عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادرِ روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

جلد 1 دفتر 1

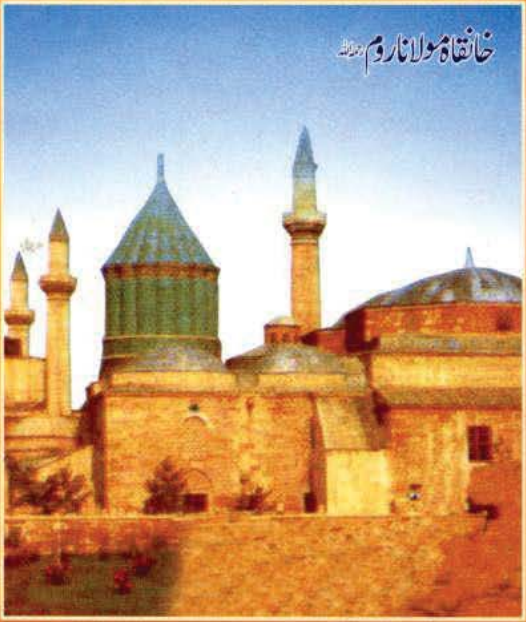

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آرا کتاب مثنوی معنوی کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد اوّل - دفتر اوّل

مع افادات وارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

از حکیم الامت مجدد الملت
حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ادارہ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513-519240

www.besturdubooks.wordpress.com

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

نام کتاب

کلید مثنوی

تاریخ اشاعت.......................محرم الحرام ۱۴۲۶ھ
ناشر..............................ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
طباعت..........................سلامت اقبال پریس ملتان

ضروری وضاحت

ایک مسلمان دینی کتابوں میں دانستہ غلطی کرنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ غلطیوں کی تصحیح واصلاح کیلئے ہمارے ادارہ میں مستقل شعبہ قائم ہے اور کسی بھی کتاب کی طباعت کے دوران اغلاط کی تصحیح پر سب سے زیادہ توجہ اور عرق ریزی کی جاتی ہے۔ تاہم یہ سب کام انسان کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے پھر بھی کسی غلطی کے رہ جانے کا امکان ہے۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے تو ادارہ کو مطلع فرمادیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہوسکے۔ نیکی کے اس کام میں آپ کا تعاون یقیناً صدقہ جاریہ ہوگا۔ (ادارہ)

ملنے کے پتے

ادارہ تالیفات اشرفیہ چوک فوارہ ملتان --- ادارہ اسلامیات انارکلی لاہور
مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور --- مکتبہ قاسمیہ اردو بازار لاہور
مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ --- کتب خانہ رشیدیہ راجہ بازار راولپنڈی
یونیورسٹی بک ایجنسی خیبر بازار پشاور --- دارالاشاعت اردو بازار کراچی

ISLAMIC EDUCATIONAL TRUST U.K
(ISLAMIC BOOKS CENTERE
119-121- HALLIWELL ROAD BOLTON BLI 3NE. (U.K.)

www.besturdubooks.wordpress.com

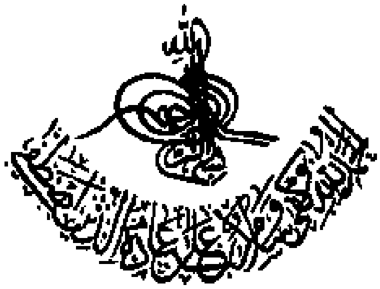

عرض ناشر

الحمد للہ ادارہ شروع ہی سے اکابر کی نایاب کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے خصوصاً حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ان کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔

انہیں کتب میں سے زیر نظر کتاب "کلید مثنوی" بھی ماضی قریب میں اتنی نایاب تھی کہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض خاص خلفاء کرام رحمہم اللہ کو مکمل کہیں دستیاب نہ آ سکی حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ سید ومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے "کلید مثنوی" مکمل کہیں دیکھی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش ہے مگر صرف دو چار جلدیں ہی دستیاب ہو سکیں۔ اور حضرت نے مکمل دیکھنے کے شوق کا اظہار بھی فرمایا۔ اسی وقت حضرت کی برکت سے احقر کے دل میں کلید مثنوی مکمل تلاش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں جہاں جہاں کلید مثنوی کے حصے ملنے کی امید تھی وہاں کا سفر کیا تو الحمد للہ اصل مرکز یعنی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے کافی حصے مل گئے۔ لیکن پانچواں دفتر کہیں سے نہ مل سکا حتیٰ کہ اس کی تلاش دھلی کی گلی کوچوں میں حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ (مترجم مثنوی) کے در دولت

www.besturdubooks.wordpress.com

پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو انہوں نے بھی پانچویں دفتر کی عدم موجودگی کا اظہار فرمایا۔

بہر حال اللہ پاک نے نصرت فرمائی اور دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے وقف کردہ کتب خانہ سے پانچویں دفتر کا قلمی نسخہ نہایت شکستہ خط میں دستیاب ہوا۔ اور اس طرح محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ نایاب تصنیف لطیف "کلید مثنوی" مکمل چوبیس حصوں میں منظر عام پر آئی۔

ادارہ نے پہلے بھی اس کتاب کو شائع کیا تھا مگر قارئین کرام کے شدید اصرار پر ادارہ کو اس جدید ایڈیشن کو ترتیب نو کے ساتھ جلی قلم سے بڑی تختی پر شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے تاکہ شائقین کے لئے تفہیم میں اشاعت کی طرف سے کوئی پیچیدگی نہ رہے اور قارئین اس چشمۂ اشرفی سے بسہولت سیراب ہوسکیں۔

نوٹ: اس سے قبل دو ایڈیشن قدیم کتابت کے ساتھ شائع کیے تھے اُن میں بعض مقامات پر فارسی اشعار کا علیحدہ ترجمہ نہیں تھا۔ جو اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے پورا کیا ہے۔ الحمد للہ اس جدید کمپیوٹر ایڈیشن میں تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق
(محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

www.besturdubooks.wordpress.com

عکس طبع قدیم

ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

چون از کریمۂ ... بفضل علم ظاہر و معنی و آیۂ ... بر علم کلام و
معاملہ علم سلوک آوردہ ... علم اسرار و علم اصول و اول ازاں ... بیان ست
و ازیں جزو بودن تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار ... علم دین ... عیان ست
و باتفاق اہل مذاق مثنوی معنوی ما در کتب این فن خاص شان ہست و لکن از
اغلاق مشکلش تبیان ست بنا بر علیہ این شرح اردو کہ معنون بہ

کلید مثنوی

معنون است و این جلد ... از ... تمام ... سیدنا مولانا اشرف علی ...
... [illegible] ...
... [illegible] ...
... [illegible] ...
حضرت ... امداد اللہ ... [illegible]

در مطبع ... واقع کانپور مطبوع شد

www.besturdubooks.wordpress.com

بسم الله الرحمن الرحيم

www.besturdubooks.wordpress.com

فہرست مضامین

مختصر سوانح حیات حکیم الامت رحمہ اللہ ۱۱
حضرت کا سانحہ ارتحال ۱۲
حکیم الامت خود اپنی نظر میں ۱۳
مختصر سوانح مولانا رومیؒ ۱۴
مولانا کی زندگی کا دوسرا دور ۱۴
مولانا کی علالت اور وفات ۱۵
مولانا کی تصانیف ۱۶
خصوصیات مثنوی ۱۶
طرز تصنیف ۱۶
خلاصہ تذکرہ ۱۷
مثنوی شریف کے الہامی ہونے پر مولانا رومیؒ کے ایک شعر سے اشارہ ۱۷
عاجز شدن طبیباں از معالجۂ کنیزک وظاہر شدن عجز ایشاں بر بادشاہ وروآوردن او بدرگاہ بادشاہ حقیقی ۵۵
درخواستن توفیق رعایت ادب و وخامت بے ادبی ۶۰
ملاقات بادشاہ با طبیب الٰہی کہ در خوابش دیدہ بود و بشارت بقدوم او دادہ شد ۶۵
بردن بادشاہ طبیب غیبی را بر سر بیمار بادشاہ کا غیبی طبیب کو بیمار کے پاس لے جانا ۶۷
خلوت طلبیدن طبیب از بادشاہ آں کنیزک جہت دریافت مرض کنیزک ۸۰
دریافتن آں طبیب الٰہی رنج کنیزک را و بہ شاہ وا نمودن ۸۸
فرستادن بادشاہ رسولاں بسمرقند در طلب آں زرگر ۸۹
در بیان آنکہ کشتن مرد زرگر باشارۂ الٰہی بودنہ بخیال باطل ۹۶
حکایت مرد بقال وطوطی و روغن ریختن طوطی در دکان ۱۰۲
فرق در میان محقق و مدعی ومحق و مبطل ۱۱۸
داستان آں بادشاہ جہود کہ نصرانیاں را مے کشت از تعصب ۱۲۱

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایت وزیر بادشاہ و مکر او در تفریق ترسایاں ۱۲۳
تلبیس اندیشیدن وزیر با نصاریٰ و مکر او ۱۲۶
جمع آمدن نصاریٰ با وزیر و راز گفتن او با ایشاں ۱۲۹
تمثیل مرد عارف و تفسیر اللہ یتوفی الانفس حین موتھا ۱۳۶
سوال کردن خلیفہ از لیلیٰ و جواب او ۱۴۰
در تحریض متابعت ولی مرشد ۱۴۳
در بیان حسد کردن وزیر جہود ۱۴۹
فہم کردن حاذقان نصاریٰ مکر وزیر را ۱۵۰
پیغام شاہ پنہانی بسوئے وزیر پر تزویر ۱۵۲
تخلیط وزیر در احکام انجیل و مکر آں ۱۵۴
بیان خسارت وزیر دریں خدعہ و مکر ۱۷۳
مکر کردن وزیر و در خلوت نشستن و شور افگندن در قوم ۱۸۲
دفع کردن وزیر مریدان و اتباع خود را ۱۸۵
فصل فناء و بقاء میں ۱۸۹
فصل محو و اثبات میں ۱۸۹
فصل سکر و صحو میں ۱۸۹
مکرر عرض کردن مریداں کہ خلوت را بشکن ۱۹۰
جواب گفتن وزیر کہ خلوت را نمی شکنم ۱۹۳
لابہ کردن مریداں در خلوت وزیر بار دگر ۱۹۴
نومید کردن وزیر مریداں را در نقض خلوت ۲۰۵
ولی عہد ساختن وزیر ہر یک امیر را جدا جدا ۲۰۶
کشتن وزیر خود را در خلوت از مریداں ۲۰۸
طلب کردن امت عیسیٰؑ کہ ولی عہد از شما کدام ست ۲۰۹
دربیان آنکہ جملہ پیغمبران برحق اند کہ لانفرق بین احد من رسلہ ۲۱۱
دربیان آنکہ انبیاء علیہم السلام ۲۱۲
منازعت کردن امراء با یک دیگر ۲۱۷
نعت تعظیم مصطفیٰ ﷺ کہ در انجیل بود ۲۲۳
حکایت بادشاہ جہود دیگر کہ در ہلاک دین عیسیٰؑ جہدی کرد ۲۲۶
آتش افروختن بادشاہ و بت نہادن پہلوی آتش کہ ہر کہ ایں بت را سجود کند از آتش رہائی یابد ۲۳۲
آوردن بادشاہ جہود زنے را با طفل و انداختن او طفل را در آتش و بسخن آمدن طفل در میان آتش ۲۳۵

www.besturdubooks.wordpress.com

انداختن مردماں خود را در آتش از سر ذوق ۲۴۰
کژ ماندن دہان آں شخص کہ نام پیغمبر را بہ تسخر برد ۲۴۲
عتاب کردن جہود آتش را کہ چرانمی سوزد و جواب او ۲۴۳
قصۂ ہلاک کردن باد قوم ہود علیہ السلام را ۲۴۹
طنز و انکار کردن بادشاہ جہود و نصیحت ناصحاں را ۲۵۲
قصہ نخچیراں و بیان توکل و ترک جہد کردن ۲۵۹
جواب شیر نخچیراں را و بیان خاصیت جہد ۲۶۰
باز ترجیح نہادن نخچیراں توکل را بر جہد و اکتساب ۲۶۱
باز ترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل و تسلیم ۲۶۲
باز ترجیح نخچیراں توکل را از جہد و کسب ۲۶۳
دیگر بار بیان کردن شیر ترجیح جہد بر توکل ۲۶۶
باز ترجیح نہادن نخچیراں توکل را بر جہد ۲۷۰
نگریستن عزرائیلؑ بر مردے و گریختن او در سرائے سلیمانؑ و تقریر ترجیح توکل بر جہد و کوشش ۲۷۲
باز ترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل و فوائد جہد بیان کردن ۲۷۴
مقرر شدن ترجیح جہد بر توکل ۲۷۹
جواب گفتن خرگوش نخچیراں را و مہلت خواستن ۲۸۱
اعتراض نخچیراں بر سخن خرگوش ۲۸۲
ذکر دانش خرگوش و بیان فضیلت و منافع دانش ۲۸۶
باز جستن نخچیراں سر و اندیشہ خرگوش را ۲۸۹
پوشیدہ داشتن خرگوش راز را از نخچیراں ۲۹۰
قصۂ مکر کردن خرگوش با شیر و بسر بردن ۲۹۲
زیافت تاویل رکیک مگس ۳۰۱
رنجیدن شیر از دیر آمدن خرگوش ۳۰۳
ہم در بیان مکر خرگوش و تاخیر او در رفتن پیش شیر ۳۰۶
رسیدن خرگوش بہ شیر و خشم شیر بر وے ۳۲۱
عذر گفتن خرگوش بہ شیر از تاخیر و لابہ کردن ۳۲۲
جواب گفتن شیر خرگوش را و روان شدن با او ۳۲۵
قصہ سلیمان علیہ السلام و ہدہد و بیان آنکہ چوں قضا آید چشمہا بست شود ۳۲۹
طعنہ زدن زاغ در دعوی ہدہد ۳۳۲
جواب گفتن ہدہد مر سلیمانؑ را در ایں طعنہ ۳۳۳

www.besturdubooks.wordpress.com

قصۂ آدم علیہ السلام و بستن قضا نظر او را از مراعات صریح نہی و ترک نہی و تاویل ۳۴۵

پائے واپس کشیدن خرگوش از شیر چوں نزدیک چاہ آمد ۳۴۲

پرسیدن شیر سبب پائے واپس کشیدن خرگوش را و جواب او ۳۵۲

مژدہ بردن خرگوش سوئے نخچیراں کہ شیر در چاہ افتاد ۳۶۲

جمع شدن نخچیراں نزد خرگوش و ثنا و مدح گفتن او را ۳۶۷

پند دادن خرگوش نخچیراں را کہ از مردن خصم شاد مشوید ۳۶۹

تفسیر "رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر" ۳۷۱

آمدن رسول قیصر روم بنزد عمر رضی اللہ عنہ برسالت ۳۷۵

یافتن رسول قیصر روم عمرؓ را خفتہ در زیر درخت خرما ۳۷۹

سخن گفتن عمرؓ با رسول قیصر روم و سوال رسول قیصر روم با عمرؓ ۳۸۲

اضافت کردن آدمؑ زلت خود را بخویش کہ ربنا ظلمنا و اضافت کردن ابلیس بحق تعالیٰ کہ رب بما اغویتنی ۳۹۱

تمثیل...... تفسیر آیۃ وھو معکم اینما کنتم و بیان آں ۳۹۵-۳۹۸

سوال کردن رسول روم از عمرؓ سبب ابتلائے ارواح با ایں آب و گل جسم ۴۰۰

در بیان حدیث من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اھل التصوف ۴۰۳

قصۂ بازرگاں کہ بہندوستان تجارت میرفت و پیغام دادن طوطی محبوس بطوطیان ہندوستان ۴۰۷

صف اولی انحہ طیور عقل الٰہی ۴۱۴

دیدن خواجہ در دشت طوطیاں را و پیغام رسانیدن ۴۱۶

تفسیر قول شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ ۴۱۹

تعظیم کردن ساحراں موسیٰ علیہ السلام را کہ اول تو عصا بینداز ۴۲۲

باز گفتن بازرگاں با طوطی آنچہ در ہندوستاں دیدہ بود ۴۲۸

شنیدن آں طوطی حرکت آں طوطی را و مردن او و نوحہ خواجہ براو ۴۳۶

تفسیر قول حکیم سنائی روح اللہ روحہٗ ۴۵۱

رجوع بحکایت خواجہ تاجر ۴۶۲

بیروں انداختن خواجہ طوطی مردہ را از قفس و پریدن آں ۴۶۴

وداع کردن طوطی خواجہ را و پند دادن و پریدن ۴۶۸

مضرت تعظیم خلق و انگشت نما شدن ۴۶۹

تفسیر ماشاء اللہ کان و مالم یشاء لم یکن ۴۷۳

تفسیر قول حکیم سنائی قدس سرہ ۴۷۹

www.besturdubooks.wordpress.com

مختصر سوانح حیات

مجدد الملۃ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت حکیم الامت کے حسب ونسب کا تعلق تھانہ بھون (ضلع مظفر نگر یو-پی انڈیا) کے ایک مقتدر خاندان سے تھا آپ کے آباؤ اجداد صاحب علم ووجاہت واہل منصب تھے۔

آپ نسباً فاروقی تھے اور مسلکاً صابری چشتی تھے' حضرت شاہ حاجی محمد امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ ارشد تھے اور منجانب اللہ تعالیٰ تمام علوم ظاہری وباطنی سے متصف ہوکر زبان اہل حق پر حکیم الامت مجدد الملت محی السنت اور حجۃ اللہ فی الارض تھے ان تمام اوصاف کا شاہد ناطق ان کا دین متین کا تحریری اور تقریری اصلاحی وتجدیدی کارنامہ تبلیغ واشاعت دین ہے جو ان کی حیات ہی میں مسلمانوں کے ہر طبقہ کے خواص وعوام میں اپنی جامعیت و نافعیت کی بناء پر مقبول ہوا اور ملک کے گوشہ گوشہ میں پھیلا اور شائع ہوا اور خلق اللہ کو مستفیض کیا۔

آپ کی ولادت باسعادت ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ چہار شنبہ کی صبح صادق کے وقت بمقام تھانہ بھون میں ظہور میں آئی بچپن میں علوم فارسی وحفظ قرآن سے وطن ہی میں فارغ ہوئے پھر علوم دینیہ کی تکمیل دار العلوم دیوبند سے ۱۲۹۵۔۱۳۰۱ھ میں ہوئی اس وقت آپ کی عمر تقریباً بیس سال تھی آپ کی دستار فضیلت حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے متبرک ہاتھوں سے ہوئی آپ کے اساتذہ میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب دیوبندی کی توجہات خصوصی آپ کے ساتھ وابستہ رہیں' تعلیم سے فارغ ہوکر آپ صفر ۱۳۰۱ھ میں بسلسلہ ملازمت مدرسہ جامع العلوم کانپور تشریف لے گئے اور وہاں چودہ سال تک درس وتدریس میں مشغول رہے اس عرصہ میں آپ کے عارفانہ وعالمانہ مواعظ وملفوظات اور تہذیب وتربیت باطنی کا سلسلہ بھی جاری رہا جس کو اہل ذوق واہل بصیرت قلم بند کرتے رہے اس زمانے میں ابتداء ہی سے آپ کے علوم ظاہری وباطنی کے فیوض سے خواص وعوام میں بڑی ہر دلعزیزی اور جاذبیت پیدا ہوگئی تھی۔

قیام کانپور میں حضرت نے اس طرح اپنی ابتدائی زندگی کے چودہ سال گزارے پھر خود اپنے شیخ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے ایماء اور منشاء سے صفر ۱۳۱۵ھ میں مدرسہ کانپور سے قطع تعلق کرکے اپنے وطن اور اپنے پیر ومرشد کی یادگار خانقاہ امدادیہ میں قیام پذیر ہوگئے اور تھانہ بھون میں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ حضرت شیخ نے مکۃ المکرمہ سے تحریر فرمایا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بہتر ہوا کہ آپ تھانہ بھون تشریف لے گئے امید ہے کہ خلائق کثیر کو آپ سے فائدہ ظاہری و باطنی ہوگا اور آپ ہمارے مدرسہ اور مسجد کو از سرِ نو آباد کریں گے۔ میں ہر وقت آپ کے لئے دعا کرتا ہوں۔

آپ نے پہلا حج عمر بیس سال اپنے والد ماجد کے ہمراہ ۱۳۰۱ھ میں کیا تھا اور ۱۳۱۱ھ میں دوبارہ حج کرنے تشریف لے گئے تو حسب خواہش پیر و مرشد حضرت امداد اللہ مہاجر مکی کی خدمت میں چھ ماہ تک مقیم رہے حضرت شیخ سے دست بدست بیعت ہوئے اور دولت باطنی سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہونے کے بعد حضرت شیخ کی ان وصیتوں کے ساتھ واپس آگئے رخصت کرتے وقت حضرت حاجی صاحب نے فرمایا تھا۔

۱۔ میاں اشرف علی............ دیکھو ہندوستان میں پہنچ کر تم کو ایک حالت (باطنی) پیش آئے گی عجلت نہ کرنا'

۲۔ کبھی کانپور کے تعلق سے دل برداشتہ ہو تو پھر دوسری جگہ تعلق نہ کرنا توکل بخدا تھانہ بھون جا کر بیٹھ جانا چنانچہ ۱۳۱۵ھ میں کانپور سے مدرسہ کا تعلق ترک کرنے کے بعد حضرت مستقلاً تھانہ بھون میں مقیم ہو گئے۔

خانقاہ امدادیہ میں توکلاً علی اللہ قیام پذیر ہونے کے بعد حضرت کی ساری زندگی تقریباً نصف صدی تک تصنیف و تالیف میں اور مواعظ و ملفوظات ہی میں بسر ہوئی۔ ملک و بیرون ملک ہزاروں طالب حق و سالکین طریق؛ تعلیم و تربیت باطنی و تزکیہ نفس سے فیض یاب اور بہرہ اندوز ہو کر بحمد اللہ امت مسلمہ کے رہبر اور مرشد بن گئے۔ جن کا فیضان روحانی اب تک جاری و ساری ہے۔ (ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء)

حضرت کا سانحہ ارتحال

وفات سے چند سال قبل ہی سے حضرت مرض اسہال میں مبتلا رہے اور کسی علاج سے صحت نہ ہوئی بالآخر لا ۱۷ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۔۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء سہ شنبہ کی شب نماز عشاء کے وقت ۸۲ سال ۳ ماہ ۱۱ دن کی عمر میں یہ سواد ہند کا نیر اعظم تقریباً نصف صدی تک دین مبین کی ضوء فشانی کے بعد غروب ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون' مدفن قصبہ تھانہ بھون میں خانقاہ امدادیہ کے شمال جانب قبرستان میں موسومہ "تکیہ" حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی آخری؛ آرام گاہ ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق — ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما
نہ جانے کیا اچانک موج آئی اس کی رحمت کو — اٹھا کر لے گئی آغوش میں جبریل طلعت کو
اسی ماحول میں گم ہو گیا ہنستا ہوا تارہ — سواد اعظم اسلام کا درخشندہ مہ پارہ
وہ تارا جو رہا مخصوف احرام قیادت میں — گزاری جس نے اپنی زندگی اصلاح امت میں

(مآثر حکیم الامت)

www.besturdubooks.wordpress.com

حکیم الامت خود اپنی نظر میں

’’حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے تھانہ بھون میں متعینہ ایک پولیس افسر نے بیعت کی درخواست کی جس کے جواب میں آپ نے انہیں اپنا تعارف کراتے ہوئے لکھا‘‘

’’میں ایک خشک طالب علم ہوں اس زمانہ میں جن چیزوں کو لوازم درویشی سمجھا جاتا ہے جیسے میلاد شریف‘ گیارہویں‘ عرس‘ نیاز‘ فاتحہ قوالی اور تصرف وشغل ذالک‘ میں ان سب سے محروم ہوں اور اپنے دوستوں کو بھی اس خشک طریقے پر رکھنا پسند کرتا ہوں‘‘ میں نہ صاحب کرامت ہوں اور نہ صاحب کشف نہ صاحب تعریف ہوں اور نہ عامل صرف اللہ اور رسول ﷺ کے احکام پر مطلع کرتا رہتا ہوں اپنے دوستوں سے کسی قسم کا تکلف نہیں کرتا نہ اپنی حالت نہ اپنی کوئی تعلیم‘ نہ امور دینیہ کے متعلق کوئی مشورہ چھپانا چاہتا ہوں عمل کرنے پر کسی کو مجبور نہیں کرتا البتہ عمل کرتا ہوا دیکھ کر خوش اور عمل سے دور دیکھ کر رنجیدہ ضرور ہوتا ہوں۔

میں کسی سے نہ کوئی فرمائش کرتا ہوں نہ کسی کی سفارش‘ اس لئے بعض اہل الرائے مجھ کو خشک کہتے ہیں میرا مذاق یہ ہے کہ ایک کو دوسرے کی رعایت سے کوئی اذیت نہ دوں‘ خواہ حرفی ہی اذیت ہو۔

سب سے زیادہ اہتمام مجھ کو اپنے لئے اور اپنے دوستوں کے لئے اس امر کا ہے کہ کسی کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچائی جائے خواہ بدنی ہو جیسے مار پیٹ خواہ مالی ہو جیسے کسی کا حق مار لینا یا ناحق کوئی چیز لے لینا‘ خواہ آبرو کے متعلق ہو جیسے کسی کی تحقیر کسی کی غیبت خواہ نفسانی ہو جیسے کسی کو کسی تشویش میں ڈالنا یا کوئی ناگوار رنجیدہ معاملہ کرنا اور اگر اپنی غلطی سے ایسی بات ہو جائے تو معافی چاہنے سے عار نہ کرنا۔

مجھے ان کا اس قدر اہتمام ہے کہ کسی کی وضع خلاف شرع دیکھ کر تو صرف شکایت ہوتی ہے مگر ان امور میں کوتاہی دیکھ کر بے حد صدمہ ہوتا ہے اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ اس سے نجات دے یہ ہے کچا چٹھا ورنہ لوگوں نے تو

منش کردہ ام رستم داستاں — وگرنہ یلے بود درسیستاں

(سیرت اشرف)

www.besturdubooks.wordpress.com

مختصر سوانح مولانا رومیؒ

آپ کا نام محمد اور لقب جلال الدین تھا عرف عام میں مولانائے رومی کے نام سے مشہور ہوئے ۶۰۴ھ میں بمقام بلخ پیدا ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں تھے۔ ان کے والد کا نام بہاء الدین ابن حسین بلخی ہے۔ محمد خوارزم شاہ المتوفی ۶۱۷ ہجری مولانا کا حقیقی نانا تھا۔

۶۱۰ ہجری میں مولانا کے والد شیخ بہاء الدین بلخ چھوڑ کر نیشاپور گئے حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ ملنے آئے اس وقت مولانا کی عمر چھ سال کی تھی اور اپنے والد کے ہمراہ تھے حضرت خواجہ فرید الدین عطار نے اپنی مثنوی اسرار نامہ تبرکاً ہدیہ دی اور مولانا بہاء الدین سے فرمایا کہ اس جوہر قابل سے غافل نہ رہنا یہ ایک دن غلغلہ بلند کرے گا۔

مولانا نے ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی مولانا کے والد نے اپنے شاگرد خاص و مرید باختصاص مولانا برہان الدین کو ان کا اتالیق مقرر کیا مولانا نے انہیں کی اتالیقی میں تربیت پائی اور اکثر علوم ان سے حاصل کئے۔ ۱۸ سال کی عمر میں مولانا کی شادی ہوئی اور اسی سال اپنے والد کے ہمراہ قونیہ میں آئے اور یہیں رہنے لگے۔

اپنے والد کے انتقال کے بعد ۲۵ سال کی عمر میں مولانا نے تکمیل علوم کے لئے شام کا سفر کیا کچھ دن شہر حلب کے مدرسہ حلاویہ کے دارالاقامہ میں قیام کر کے کمال الدین بن عدیم سے فیض حاصل کیا پھر سات سال تک دمشق میں تحصیل علوم و فنون کرتے رہے تمام مذاہب سے واقف تھے علم کلام اور علم فقہ اور اختلافیات میں خاص ملکہ رکھتے تھے فلسفہ و حکمت و تصوف میں ان کا کوئی نظیر نہیں تھا شیخ بہاء الدین کے انتقال کے بعد مولانا کے اتالیق سید برہان الدین نے نو سال تک علم باطن اور سلوک کی تعلیم بھی دی اس کے بعد مولانا کی عمر تعلیم و تدریس میں گزرنے لگی۔

مولانا کی زندگی کا دوسرا دور

مولانا کی زندگی میں خاص انقلاب حضرت شمس تبریز کی ملاقات سے شروع ہوتا ہے شمس تبریز کیا بزرگ کے خاندان سے تھے جو فرقہ اسماعیلیہ کا امام تھا لیکن انہوں نے اپنا آبائی مذہب ترک کر کے علوم حاصل کئے اور بابا کمال الدین جندی کے مرید ہو گئے سوداگروں کی وضع میں شہروں کی سیاحت کرتے رہتے تھے ایک مرتبہ دعا مانگی کہ الٰہی کوئی ایسا خاص بندہ ملتا جو میری صحبت کا متحمل ہوتا بشارت ہوئی کہ روم جاؤ اسی وقت چل کھڑے ہوئے اور قونیہ پہنچے برنج فروشوں کی سرا میں اترے سرا کے دروازے پر ایک چبوترہ تھا اس پر اکثر عمائد آبیٹھتے تھے وہیں مولانا اور شمس تبریز کی ملاقات ہوئی اور اکثر صحبت رہنے لگی مولانا کی حالت میں نمایاں تغیر پیدا ہوا اور مولانا کے سینہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

عشق حق کی آگ داخل ہوئی سماع سے احتراز رکھتے تھے درس وتدریس وعظ وپند کے اشغال چھوڑ دیئے حضرت شمس تبریزؒ کی صحبت سے دم بھر کے لئے جدا نہیں ہوتے تھے تمام شہر میں ایک شورش مچ گئی شمس تبریزؒ فتنہ کے خوف سے چپکے سے دمشق چل دیئے مولانا کو بے حد صدمہ ہوا کچھ عرصہ کے بعد مولانا کی بے چینی دیکھ کر لوگ جا کر شمس تبریزؒ کو واپس لائے لیکن تھوڑے دنوں رہ کر پھر شمس تبریزؒ کہیں غائب ہو گئے اور باوجود تلاش کے ان کا پتہ نہ چلا بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ حضرت شمس تبریزؒ کو کسی نے شہید کر ڈالا شمس تبریزؒ کی غیبت کے بعد مولانا کو سخت بے چینی ہوئی اسی اضطراب میں ایک دن صلاح الدین زرکوب کی دوکان کے پاس سے گزرے وہ ورق کوٹ رہے تھے مولانا پر خاص حالت طاری ہوگئی صلاح الدین زرکوب نے ہاتھ نہیں روکا اور بہت سا ورق ضائع ہو گیا بالآخر صلاح الدین نے کھڑے کھڑے دوکان لٹادی اور مولانا کے ہمراہ ہولئے اور نو سال تک مولانا کی صحبت میں رہے مولانا کو بھی ان کی صحبت سے بہت تسلی ہوئی۔

بالآخر ۶۶۴ھ میں صلاح الدین نے انتقال فرمایا ان کی وفات کے بعد مولانا نے اپنے مریدین میں سے حسام الدین چلپیؒ کو اپنا ہمدم وہمراز بنالیا اور پھر جب تک زندہ رہے ان سے اپنے دل کو تسلی دیتے رہے مولانا روم حسام الدین کا اس طرح ادب کرتے تھے کہ لوگ ان کو مولانا کا پیر سمجھتے تھے انہیں مولانا حسام الدین کی ترغیب پر مولانا روم نے اپنی مشہور مثنوی شریف لکھی۔

مولانا کی علالت اور وفات

۶۷۲ھ میں قونیہ میں بڑے زور کا زلزلہ آیا اور چالیس دن تک اس کے جھٹکے محسوس ہوتے رہے مولانا نے فرمایا کہ زمین بھوکی ہے لقمہ تر چاہتی ہے چندہی روز کے بعد مولانا علیل ہوئے اکمل الدین اور غضنفر اطبائے حاذق نے علاج کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا ۵ جمادی الثانی بروز یکشنبہ ۶۷۲ھ بوقت غروب آفتاب مولانا نے وفات فرمائی اور یہ آفتاب علم وفضل غروب ہو گیا۔

رات کو سامان کیا گیا اور صبح کو جنازہ اٹھا بادشاہ سے لے کر فقیر وغریب تک سب ہمراہ تھے لوگوں نے تابوت تک توڑ کر تبرکاً تقسیم کر لئے شام کو جنازہ قبرستان تک پہنچ سکا شیخ صدرالدین شاگرد شیخ اکبر محی الدینؒ مع اپنے مریدین کے ہمراہ تھے شیخ صدرالدین جنازہ کی نماز پڑھانے کھڑے ہوئے لیکن چیخ مار کر بے ہوش ہو گئے پھر قاضی سراج الدین نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مولانا کی وصیت کے مطابق حضرت حسام الدین چلپی مولانا کے خلیفہ بنائے گئے مولانا نے دو فرزند چھوڑے ایک علاؤالدین محمد دوسرے سلطان دولہ

حضرت حسام الدین چلپیؒ نے ۶۸۴ھ میں انتقال کیا ان کے بعد سلطان دولہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مولانا کی تصانیف

مولانا کی تصانیف میں مولانا کے ملفوظات میں ایک مجموعہ ہے جس کا نام فیہ ما فیہ ہے اور پچاس ہزار اشعار کا ایک دیوان ہے جس کو بہت سے لوگ غلطی سے حضرت شمس تبریز کا دیوان سمجھتے ہیں اس مغالطہ کی بناء یہ ہے کہ اکثر مقطع میں شمس تبریز کا نام ہے۔

تیسری چیز مثنوی ہے اور اسی کتاب سے مولانا کا نام زندہ ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نہایت اختصار کے ساتھ مثنوی کی کچھ خصوصیات لکھ دی جاویں تا کہ ایک بصیرت حاصل ہو جائے۔

خصوصیات مثنوی

دولت غزنویہ کے آخر میں حکیم سنائی نے حدیقہ لکھی جو نظم میں تصوف پر پہلی کتاب ہے حدیقہ کے بعد خواجہ فریدالدین عطار نے متعدد مثنویاں لکھیں جن میں سے منطق الطیر نے زیادہ شہرت حاصل کی ایک دن ایک خاص کیفیت میں مولانا کی زبان سے بیساختہ مثنوی کے ابتدائی اشعار نکل گئے پھر حسام الدین چلپیؒ نے اصرار کیا کہ مثنوی پوری کی جائے چنانچہ مولانا نے پورے چھ دفتر لکھ ڈالے۔

اگرچہ درمیان تصنیف میں وقفے اور فاصلے پڑتے گئے چنانچہ مثنوی میں بہت کثرت سے ایسے اشعار پائے جاتے ہیں جس سے مولانا حسام الدین چلپیؒ کا باعث تصنیف ہونا معلوم ہوتا ہے بعض دفتروں میں مولانا نے تاخیر کے نہایت لطیف وجوہ بیان فرمائے ہیں مثلاً فرماتے ہیں کہ

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد　　مہلتے بایست تا خوں شیر شد
تا نزاید بخت تو فرزند نو　　خوں نگہ دو شیر شیریں خوش شنو

یہ مثنوی ۶۶۲ھ میں شروع ہوئی جو خود مثنوی کے ایک شعر سے ظاہر ہے۔

مطلع تاریخ ایں سودا و سود　　سال ہجرت ششصد و شصت و دو بود

طرز تصنیف

علمی واخلاقی تصانیف کا ایک طرز تو یہ ہے کہ ایک ایک مسئلہ کو علیحدہ علیحدہ ایک ایک باب میں بیان کیا جائے اور ایک قسم کے مضامین سب ایک جگہ جمع کر دیئے جائیں دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کوئی افسانہ لکھا جائے اور علمی مسائل موقع موقع سے اس کے ضمن میں بیان کر دیئے جائیں اس دوسرے طریقے میں فائدہ یہ ہے کہ مضامین ذہن نشین ہو جاتے ہیں اور طبیعت اکتاتی نہیں' مثنوی مولانا نے اسی دوسرے طریقے کو اختیار کیا ہے۔

مولانا خود فرماتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ای برادر قصہ چوں پیمانہ ایست | معنی اندر وے بسان دانہ ایست
گفت نحوی زید عمرو اقد ضرب | گفت چونش کرد بے جرمے ادب
گفت این پیمانہ معنی بود | گندمش بستاں کہ پیمانہ ست رد
عمر دوز یداز بہرا اعراب ست ساز | گرد و رغبت آں تو با اعراب ساز

فارسی زبان میں جس قدر کتابیں اس فن پر لکھی گئیں کسی میں ایسے دقیق اور نازک مسائل واسرار نہیں ملتے جن کی مثنوی میں بہتات وکثرت ہے مثنوی نہ صرف تصوف اور اخلاق کی کتاب ہے بلکہ یہ عقائد اور کلام کی بھی بہترین تصنیف ہے۔

مسائل تصوف کے ہوں یا علم کلام کے ان کو تمثیل اور تشبیہ سے اس طرح واضح اور ذہن نشین کیا ہے کہ ان کے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی پیچیدہ سے پیچیدہ مسئلہ کو اس صفائی اور ستھرائی سے سلجھا کر بیان فرمایا ہے کہ اس کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں معلوم ہوتی۔ تصوف اور کلام کے مہمات مسائل میں سے کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جو نظر انداز ہو گیا ہو۔

یہ مثنوی بحر رمل مسدس محذوف میں ہے وزن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن دوبار ہے۔

اس مثنوی کے الفاظ اور حروف میں جو ترنم اور طرز ادا میں جو ندرت اور ترکیب میں جو روانی اور سلاست ہے وہ بیان سے باہر ہے ان سب باتوں کے ماسوا جو روحانی برکت اور اثر وجدانی وذوقی لذت ہے وہ ان تمام باتوں سے بالاتر ہے۔

خلاصہ تذکرہ

محمد جلال الدین مولانائے رومی ابن شیخ بہاءالدین بن حسین بلخی جائے پیدائش بلخ سال ولادت ۶۰۴ھ محمد خوارزم شاہ کے نواسے چھ سال کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ بلخ سے ہجرت کی اٹھارہ سال کی عمر میں بمقام لارند شادی ہوئی اسی سال قونیہ میں آ کر متوطن ہو گئے ۲۵ سال کی عمر میں بغرض تحصیل علم شام کا سفر کیا اور ۶۴۲ھ میں بمقام قونیہ حضرت شمس تبریز کے مرید ہوئے ۶۶۲ھ میں مثنوی شریف لکھی ۵ جمادی الثانی یوم یک شنبہ کو بوقت غروب آفتاب ۶۷۲ھ میں انتقال فرمایا اور وہیں قونیہ میں دفن ہوئے۔ ۶۸ سال کی عمر پائی علاؤالدین محمد اور سلطان ولد دو بیٹے چھوڑے۔

مثنوی شریف کے الہامی ہونے پر مولانا رومیؒ کے ایک شعر سے اشارہ

مثنوی شریف کے الہامی ہونے پر مولانا رومیؒ کے ایک شعر سے اشارہ ملتا ہے۔

چوں فتاد از روزن دل آفتاب | ختم شد واللہ اعلم بالصواب

مولانا فرماتے ہیں کہ دل میں جس دریچہ باطن سے واردات غیبیہ علوم اور معارف کے آ رہے تھے اب حکمت خداوندی وہ آفتاب افق استتار میں غروب ہو گیا یعنی اب بجائے تجلی کے استتار ہو گیا جیسا کہ عارفین کو

www.besturdubooks.wordpress.com

دونوں حالتیں پیش آتی ہیں اور بعض مصالح اس میں تجلی سے بھی زیادہ ہوا کرتی ہیں پس جب روزن قلب کی محاذات سے آفتاب فیض زیر افق جا گرا تو کتاب ہذا ختم ہوگئی "ختم شد واللہ اعلم بالصواب" اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب اور مصلحت اور حکمت کس وقت کس چیز میں کیا ہے پس جب وہی جانتے ہیں اور حکمت کے موافق کرتے بھی ہیں اور اس وقت انہوں نے ایسا کیا پس یقیناً اسی میں حکمت ہے اس لئے میں بھی اتباع اس حال کا کر کے بتکلف کلام کرنا نہیں چاہتا اور مثنوی کو ختم کئے دیتا ہوں۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اس مقام پر فائدہ کے تحت ایک تنبیہ تحریر فرمائی ہے وہ یہ کہ عارف کو بحکم وقت کلام کرنا چاہئے۔ جب طبیعت اپنی اور سامعین کی حاضر ہو اور علوم و معارف کی آمد ہو اور اس میں اعتدال ہو کہ نہ بیان میں تکلف ہو اور نہ اتنا غلبہ ہو کہ ضبط سے خارج ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت افادہ خلق میں مشغول ہو اور اسی وقت حضرت پر یہ شعر وارد ہوا ہے۔

گر بگویدت بگو بگوئی و بجوش   ور بگوید مگو مگوئی و خموش

مولانا رومیؒ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ میرے بعد ایک نور جاں آئے گا جو اس مثنوی کا تکملہ کرے گا جو ان دو شعر میں مذکور ہے۔

ہست باقی شرح ایں لیکن دروں   بستہ شد دیگر نمی آید بروں

باقی ایں گفتہ آید بے زباں   دردل آنکس کہ دارد نور جاں

چنانچہ اس نور جاں کا مصداق حق تعالیٰ نے مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلویؒ قدس سرہ کو بنایا اور انہوں نے مثنوی کی تکمیل فرمائی یعنی مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی نے اپنی روح پر مولانا جلال الدین رومی کی روح کا فیض مشاہدہ کیا چنانچہ فرماتے ہیں۔

آمدی درمن مرا بردی تمام   اے تو شیر حق مرا خوردی تمام

مولانا کاندھلوی فرماتے ہیں کہ اے جلال الدین رومی آپ نے میری روح پر اپنے انوار کا ایسا تسلط فرما دیا کہ میرا وجود کالعدم ہو گیا اے کہ تو گویا شیر حق ہے جس نے میری ہستی کو فنا کر دیا ہے یعنی دفتر سادس مثنوی کی تکمیل کی پیشین گوئی کے مطابق میرے قلب پر مولانا رومیؒ کی روح پاک مضامین اور معارف کو القاء کر رہی ہے پس یہ کلام بھی اگرچہ میری زبان سے نکلے گا۔ لیکن وہ در حقیقت مولانا ہی کا کلام ہوگا یعنی بمصداق

گرچہ قرآن از لب پیغمبر ﷺ است   ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است

مفتی الٰہی بخش صاحب بارھویں صدی کے آدمی ہیں اور مولانا روم علیہ الرحمہ ساتویں صدی کے ہیں مفتی الٰہی بخش صاحب نے ظاہری علوم کی تکمیل حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلویؒ سے کی تھی۔

مبارک تجھے اے مری آہ مضطر   کہ منزل کو نزدیک تر لا رہی ہے

(اختر)

www.besturdubooks.wordpress.com

تنبیہات برائے

کلیدِ مثنوی

جس میں عسیر المفہوم مضامین کو نہایت
آسان طریقہ سے بیان کیا گیا ہے۔
اور خاص خاص اصطلاحاتِ مثنوی پر
نشان دہی کی گئی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اما بعد جبکہ بفیض ظاہری و باطن حضرت مجدد الملۃ والدین مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی اطال اللہ بقائھم علی رؤس المسلمین مجھ نا اہل کے ہاتھوں مثنوی کی چار دفتروں کی شرح کا کام تمام ہو گیا تو خیال ہوا کہ اس عرصہ میں مثنوی کے متعلق جو کچھ مفید معلومات مجھے حاصل ہوئے ہیں ان میں سے جس قدر مستحضر ہوں ان کو ایک جگہ جمع کر دوں تاکہ مثنوی کے پڑھنے اور پڑھانے اور مطالعہ کرنے والوں کے لئے کارآمد ہوں۔ واللہ الموفق و ہو المستعان

میں ان مضامین کو بعنوان تنبیہات ذکر کروں گا اور ان تنبیہات کو دو قسم پر منقسم کروں گا قسم اول میں وہ تنبیہات ہیں جو راجع ہیں اسلوب بیان و معانی و مضامین مثنوی کی طرف

تنبیہات قسم اول

تنبیہ نمبر ۱: ناظرین مثنوی کے لئے ضروری ہے کہ وہ سلیم الطبع اور صحیح العقیدہ اور صاحب استعداد علمی ہوں جس میں بقدر ضرورت معقول بھی دخل ہے اور زبان فارسی اور علم دین سے کافی واقفیت اور مذاق سخن رکھتے ہوں اور علم تصوف میں اگر ماہر نہ ہوں تو کم از کم اس سے مناسبت ضرور رکھتے ہوں اور اگر خود محقق نہ ہوں تو کسی محقق کی صحبت میں ایک معتد بہ مدت تک رہ کر اس سے مستفید ہوئے ہوں اور اگر صاحب حال بھی ہوں تو نور علی نور ہے کیونکہ مثنوی کے مضامین کو صاحب حال ہی بخوبی سمجھ سکتا ہے اور غیر صاحب حال اس قدر نہیں سمجھ سکتا بلکہ بعض مقام پر اس کے گمراہ ہو جانے کا خطرہ ہوتا ہے الا ان یعصمہ اللہ چنانچہ مولانا دفتر پنجم میں فرماتے ہیں۔

اندریں بحث ازخردرہ بیں بدی	فخر رازی راز دار دین بدے
لیک چوں من لم یذق لم یدراو	عقل و تخیلات او حیرت فزود
کے شود کشف از تفکر ایں انا	این انا مکشوف شد بعد الفنا
می فتد ایں عقلہا در افتقاد	در مغا کے و حلول و اتحاد

نیز فرماتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

از صحاف مثنوی ایں پنجم است — در بروج چرخ جاں چوں انجم ست
رہ نیا بد از ستارہ ہر حواس — خبر کہ کشتی باں استارہ شناش
جز نظارہ نیست قسم دیگراں — از سعودش غافل اند واز قرآں
آشنائی گیر شبہا تا بروز — باچنیں استارہ اے دیو سوز الخ

تنبیہ ۲: یعنی مثنوی کے بعض مضامین گو بظاہر مخالف شریعت معلوم ہوتے ہیں مگر وہ حقیقت میں مخالف نہیں ہیں پس ناظرین کو چاہئے کہ ایسے مضامین کو دیکھ کر نہ مولانا پر مخالفت شریعت کا طعن کریں اور نہ ان کی ظاہری گمراہی میں مبتلا ہوں بلکہ ایسے مضامین کے متعلق ان کو چاہئے کہ خود مثنوی میں ان کی تفسیر اور تشریح تلاش کریں اغلب ہے کہ ان کو اس کی تشریح خود مثنوی میں مل جائیگی۔ کیونکہ جہاں تک ہم نے تتبع کیا ہے ہم کو معلوم ہوا ہے کہ گو مولانا غلبہ حال اور حالت سکر میں ایسے مضامین بیان کر جاتے ہیں جو بظاہر خلاف شریعت ہیں مگر دوسرے مقام پر ان کی توضیح فرما دیتے ہیں لیکن اگر کسی کو مثنوی میں اس کی توضیح نہ ملے تو اپنے زمانہ کے محققین سے اس کی تفسیر دریافت کرلے یا محققین کے شروح وحواشی سے اس مقام کو حل کرلے

تنبیہ ۳: مثنوی میں مولانا نے بعض ایسے مضامین بیان فرمائے ہیں جو فحش ہوتے ہیں مگر ان سے فحش گوئی مقصود نہیں ہوتی بلکہ مقصود ہدایت ہوتی ہے ولیاتی تفصیلہ پس کسی کو مولانا پر فحش گوئی کا شبہ نہ ہونا چاہئے۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر — گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر
آں یکے شیرے کہ جاں می پرورد — واں دگر شیریکہ مردم می درد
اے تو گشتہ صبح کاذب را رہین — صبح صادق را تو کاذب مبین

تنبیہات قسم ثانی

تنبیہ نمبر ۱ مولانا کے کلام میں بعض مقام پر بندش وترکیب کلام خلاف بندش وترکیب متعارف واقع ہوتی ہے مثلاً وہ صیغہ صفت کو کبھی بمعنی مصدر استعمال کرتے ہیں اور خوار مند' ساحرناک' منکرناک' نقاش گر وغیرہ استعمال کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں

کودکاں خانہ دمش می کشند — باشد اندر طفلاں خوار مند

اور فرماتے ہیں

خوش نگر ایں عشق ساحرناک را — حی و قائم دانہ می کشند

وغیرہ وغیرہ' اور کبھی وہ پیش کا قافیہ زیر سے اور زبر کا زیر سے کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہیں زگنج رحمت بے مربدہ — در کف تو خاک گرد وزر بدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نیز فرماتے ہیں

ہر کسے راہست امیدے برے ۔۔۔ کہ کشادندش دراں روزے درے

اس شعر میں لفظ 'بری' مرکب ہے بائے ظرفیہ اور لفظ "رے" بفتح راسے جو کہ نام ہے شہر کا' اور کبھی را و بط

مثل از دور د بر د بائے ظرفیہ درست وغیرہ کو حذف کر دیتے ہیں۔

چنانچہ فرماتے ہیں

باکنیزک خلوتش بگذاشتی ۔۔۔ ای بخلوتش یاد ر خلوتش

نیز فرماتے ہیں

او مذلت خواست کے عزت تم ای عزت

نیز فرماتے ہیں ۔ ع "عشق د سودا چونکہ بر بودش بدن" ای از عشق د سودا

اور کبھی حق سبحانہ کا یا کسی اور کا مقولہ بیان فرماتے ہیں اور گفت وغیرہ کو محذوف فرما دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

پیش بافرج و گلو باشد خیال ۔۔۔ لاجرم بردم نماید جاں جمال

ہر کرا فرج و گلو آئیں و خوست ۔۔۔ ان لکم دین ولی دین بہرا وست

باچناں انکار کوتہ کن سخن ۔۔۔ احمد اکم گوئی باگبر کہن

شعر ثالث کے شروع میں گفت خدا برائے رسول خود مقدر ہے اور نیز فرماتے ہیں۔

پرس پرساں کیں موذن کو کجاست ۔۔۔ کہ صلاد بانگ او راحت فزاست

ہین چہ راحت بودزاں آواز زشت ۔۔۔ کو فتادازوے بناگہ در کنشت

ان اشعار میں شعر ثانی کے شروع میں "مردماں پرسیدند" مقدر ہے اور شعر ثالث کے شروع میں او جواب داد مقدر ہے۔

اور بعض مقام پر بقرینہ مقام دوسری عبارتوں کو محذوف فرما دیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

گرچہ آن معنی ست ایں نقش اے پسر ۔۔۔ تافہم تو بود نزدیک تر

تقدیر عبارت یوں ہے گرچہ آں معنی اس دیں نقش اے پسر لہذا ایں نظیر آں نے تواند شد لیکن باایں ہمہ من ایں مثال اور را آوردہ ام' تافہم تو بود نزدیک تر

اور کبھی واو را کو زائد استعمال کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں

گر نبودے بہر عشق پاک را ۔۔۔ کے وجودے دادے افلاک را

نیز فرماتے ہیں۔

گفت لوطی حمد للہ را کہ من ۔۔۔ بدشیدہ نیشدہ ام باتو بفن

www.besturdubooks.wordpress.com

اور کبھی وہ ایسے الفاظ استعمال فرماتے ہیں جس کے ایک معنی معروف ہیں اور دوسرے معنی غیر معروف اور وہ ان سے معانی غیر معروفہ مراد لیتے ہیں۔

جیسے پایاں بمعنی پائندہ غیر معروف ہے اور بمعنی انتہا و حد معروف مگر وہ فرماتے ہیں۔

نور و جان ناپایاں ما نیست کلی فانی ولا چوں گیا

اس جگہ ان کی مراد ناپایاں سے ناپائیدار ہے نہ کہ بے حد علی ہذا بعض نسخوں میں شعر مذکور میں بجائے ناپایاں کے بے پایاں ہے اور بے پایاں کے معروف معنی بے حد ہیں مگر ان کی مراد اس سے ناپائدار ہے اور انہوں نے "بے" کو بمعنی "نا" استعمال فرمایا ہے۔ جیسا کہ اس شعر میں

دختراں را میت مردہ دہند کہ ز لعب کود کاں بے آگہہ اند

اور از پے کے معنی معروف از جہت ہیں مگر انہوں نے اپنے قول

گر نباشد صدر نخ دگر از پے ہیضہ بر آلود از تو سر

میں اس سے معنی از عقب ہیضہ مراد لئے ہیں اور کبھی وہ شب در اور روز در وغیرہ تراکیب استعمال کرتے ہیں ایسی تراکیب میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ بائے ظرفیہ محذوف ہو اور در زائد اور اصل میں بشب در وغیرہ ہو اور دوم یہ کہ مجرور جار پر مقدم ہو

یہ نظائر بطور نمونہ کے ہیں پس ناظر مثنوی کو چاہئے کہ حل ابیات میں فہم سلیم سے کام لے اور چستی بندش کی خاطر خزانہ معنی کو ہاتھ سے نہ دے۔

تنبیہ ۲: کبھی مولانا ترتیب مضمون کو بدل دیتے ہیں اور مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

چوں ضیاء الحق حسام الدین عنان بازگردانید زاوج آسمان

چوں بمعراج حقائق رفتہ بود بے بہارش غنچہ نشکفتہ بود

چوں ز دریا سوئے ساحل بازگشت چنگ شعر مثنوی باساز گشت

ان اشعار میں مضمون شعر اول شعر ثانی سے مؤخر اور شعر ثالث سے مقدم ہے۔

تنبیہ ۳: کبھی مولانا اپنے سیاق کلام کو بدل دیتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

گفت روزے شاہ محمود غنی آں شہ غزنی و سلطان منے

اس کا مقتضا یہ تھا کہ آئندہ وہ مقولہ بیان فرماتے مگر انہوں نے اس کو چھوڑ دیا اور فرمایا

شاہ روزے جانب ایوان شتافت جملہ ارکاں را در آں ایوان بیافت

گوہرے بیروں کشید او زود ایں گہر الخ

www.besturdubooks.wordpress.com

پس یہاں انہوں نے سیاق اول کو چھوڑ کر دوسرا سیاق اختیار فرمایا ہے

تنبیہ۴: مولانا کی عادت ہے کہ وہ ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کبھی اس انتقال پر تنبیہ فرماتے ہیں اور کبھی تنبیہ نہیں فرماتے پھر جب انتقال پر تنبیہ فرماتے ہیں تو کبھی فوراً ہی انتقال فرماتے ہیں اور کبھی کوئی اور مضمون بیان فرمانے لگتے ہیں اور اس سے فارغ ہو کر مضمون ثانی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

چنانچہ دفتر سوم میں فرماتے ہیں

شمع مریم و البلیل افروختہ — کہ بخارا میرود آں سوختہ

سخت بے صبرو در آتش دان تیز — اوسوئے صد احسان کن می گریز

ایں بخارا منبع دانش بود — پس بخارا نیست ہر کانش بود

پیش شیخے در بخارا اندری — تا بخواری در بخارا ننگری

جز بخواری در بخار اے دش — راہ ندہد جزر و مد شکلش

اے خنک آں را کہ ذلت نفسہ — وائے آنکس را کہ میر دی ز شہ فرقت صد احسان وور بجاں او الخ

نیز کبھی وانتقال کی مناسبت سے ہوتا ہے اور کبھی بلا مناسبت' چنانچہ.....فرماتے ہیں۔

پیش ازاں کایں قصہ تا مخلص رسد — دو دو گندے آمد از اہل حسد الخ

نیز فرماتے ہیں ع اے سگ طاعن تو عوعو کنی الخ وغیرہ وغیرہ'

تنبیہ۵: عام کتابوں کا قاعدہ ہے کہ ایک سرخی سے دوسری سرخی تک ایک مضمون ہوتا ہے اور دوسری سرخی سے دوسرا مضمون شروع ہوتا ہے لیکن مثنوی میں یہ طریقہ نہیں ہے کیونکہ مولانا کا کلام مصنفین کے طرز پر نہیں ہے جو کہ ہر ہر مبحث کو جدا جدا اور مرتب طور پر بیان کرتے ہیں اور ہر ہر مبحث کے لئے ایک ایک سرخی قائم کرتے ہیں بلکہ ان کا بیان واعظانہ ہے۔ جس میں جذب کے رنگ کی آمیزش ہے پس وہ ایک مضمون شروع کرتے ہیں پھر اس سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اس سے تیسرے مضمون کی طرف انتقال کرتے ہیں۔ وہکذا الی ماشاء اللہ' اس کے بعد کسی مضمون سابق کی طرف لوٹ آتے ہیں اور کبھی مضمون سابق بالکل چھوٹ جاتا ہے اس طرح ایک مضمون کے ضمن میں بہت سے انتقالات اور مضامین مختلفہ آ جاتے ہیں ان میں سے بعض انتقالات یا مضامین پر سرخی ہوتی ہے اور بعض پر سرخی نہیں ہوتی پس سرخیوں کو دیکھ کر یہ رائے قائم نہ کر لینی چاہئے کہ مضمون سابق ختم ہو چکا اور اب جو کچھ اس سرخی کے تحت میں مذکور ہو گا وہ اسی سرخی سے متعلق ہو گا۔

کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سرخی ایک مسلسل مضمون کے درمیان میں واقع ہو جاتی ہے جیسے سرخی بازو کم بیر زن' کہ در خانہ او بوذ واقعہ دفتر چہارم' آسیہ امراۃ فرعون کی مسلسل گفتگو کے درمیان واقع ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سرخی کے بعد مضمون سرخی بیان فرماتے ہیں اور اس سے فارغ ہو کر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اس عود کے لئے کوئی سرخی نہیں قائم کرتے دیکھو قصہ ایاز واقعہ دفتر پنجم وغیرہ۔

اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک سرخی قائم کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مضمون سرخی بیان کریں لیکن پھر کوئی اور مضمون ذہن میں آ جاتا ہے اور اسے بیان کرنے لگتے ہیں اور مضمون سرخی بالکل چھوٹ جاتی ہے مثلاً دفتر چہارم میں مولانا نے تجاذب وجذب وانجذاب اشیاء کا بیان فرمایا اور جبکہ اس شعر تک پہنچے

آدمی را شیر از سینہ رسد   شیر خراز نیم زیرینہ رسد

تو چاہا کہ اس مقام پر غذائے اہل اللہ کا بیان فرمائیں اس لئے انہوں نے سرخی قائم کی "بیان آنکہ عارف را غذائیست از نور حق الخ" اس کے بعد ان کو خیال ہوا کہ آدمی شیر از سینہ رسد الخ سے جو شبہ جور حق سبحانہ' کا ہوتا ہے اس کو دفع کر دیا جائے اس کے بعد اس مضمون کو بیان کیا جائے اس لئے انہوں نے سرخی کے بعد فرمایا عدل قسام ست وقسمت کردنی ست' جب اس مضمون کو ختم کر چکے تو باقی گفتگو کو روز آئندہ پر رکھا' اور فرمایا روز آخر شد سبق فردا بود' اگلے دن اس سرخی کا خیال نہ رہا' اور اس کا مضمون بالکل چھوٹ گیا۔

تنبیہ ۶: مثنوی میں جو سرخیاں واقع ہیں ان کی نسبت قطعی طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ مولانا ہی کی قائم کی ہوئی ہیں ہاں بعض سرخیوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرخیاں مولانا کی قائم کی ہوئی ہیں جیسا کہ سرخی مذکورہ بالا یعنی بیان آنکہ عارف را غذائیست از نور حق الخ اور سرخی حکایت لوطی ومخنث مذکور بالا جو کہ دفتر پنجم میں واقع ہے جس میں یہ شعر بھی ہے۔

ہزل من ہزل نیست تعلیم ست   بیت من بیت نیست اقلیم ست

مگر بشرطیکہ یہ شعر مولانا ہی کا ہو'

تنبیہ ۷: خواہ سرخیاں مولانا کی قائم کی ہوں یا کسی اور نے ہر حالت میں اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ سرخی کی بناء پر مضمون ذیل سرخی کو توڑا مروڑا نہ جائے بلکہ اس کو اس طرح سمجھا جائے کہ گویا کہ سرخی ہی نہیں اس لئے کہ سرخیاں مثنوی میں مختلف قسم کی ہیں بعض تو ایسے ہیں جو کہ مضمون کے ساتھ یوں مطابق ہیں کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اجمال ہیں اور مضمون ذیل اس کی تفصیل اور بعض سرخیاں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مضمون کے نتائج قریبہ اور بعیدہ ہیں۔

نیز مضمون سرخی کو وہاں سے شروع سمجھنا چاہئے جہاں سے اس کا شروع ہونا مناسب ہو کیونکہ ناقلین کی بد احتیاطیوں سے بعض سرخیاں اپنے مقام سے ہٹ گئی ہیں چنانچہ دفتر پنجم مطبوع محمود المطابع صفحہ ۳۲۳ پر جو سرخی "رسیدن گوہر از دست بدست آخر دور بایاز الخ واقع ہے اس کا مضمون ہے' ہم چنیں در دور گرداں شد گہر الخ سے شروع ہوا ہے لیکن سرخی مذکور تین شعر بعد قائم کی گئی ہے۔

تنبیہ ۸: مولانا کے کلام میں جس قدر نظم کے متعلق بے ترتیبیاں ہیں یا ان کے کلام میں جو مضامین بظاہر خلاف شریعت ہیں ان کا منشاء غلبہ عشق وفکر اور مضامین کی آمد اور ان کا ہجوم اور بیان کی بے ساختگی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چنانچہ خود مولانا ان امور کی تصریح فرماتے ہیں مثلاً وہ فرماتے ہیں۔

ہیں سہ ہر ماہ سہ روز اے صنم بے گمان باید کہ دیوانہ شوم

ہیں کہ امروز اوّل سہ روزہ است روز پیروزی ست نے پیروزہ است

ہر دلے کا ندر غم شاہی بود دمبدم اور اسر ماہے بود

کیف یاتی النظم لی والقافیہ بعد ماضاعت اصول العافیۃ ما جنون واحد لی فی الشجون بل جنون فے جنون فی جنون الی غیر ذالک من التصریحات

تنبیہ۹: مولانا اواخر مصاریع میں الفاظ بضرورت قافیہ بھی استعمال کرتے ہیں جیسے ای عموا، پدرٔ اے پسرٔ اے عقل وغیرہ ایسے الفاظ کو نظر انداز کر دینا چاہئے اسی بناء پر ہم نے اپنی شرح میں ان الفاظ کی پرواہ نہیں کی ہے۔

تنبیہ۱۰: مولانا اپنے کلام میں تشبیہات و تمثیلات کا بکثرت استعمال کرتے ہیں اور کبھی وہ تشبیہات و تمثیلات مشبہ بہ و ممثل لہٗ پر پورے طور پر منطبق نہیں ہوتیں اس کی وجہ یا تو محض تقریب فہم ہوتی ہے یا جوش عشق، چنانچہ فرماتے ہیں۔

ای بروں از وہم وقال و قیل من خاک برفرق من و تمثیل من

بندہ نشکیبد ز تصویر خوشت ہر زمان گوید کہ جانم مفرشت

ہمچوں آں چوپاں کہ میگفت اے خدا پیش چوپاں محب خود بیا

نیز فرماتے ہیں

گرچہ آں معنی ست ویں نقش اے پسر تا بہم تو بود نزدیک تر

الی غیر ذالک من التصریحات

تنبیہ۱۱: مثنوی میں مولانا کے بعض بیانات حد فحش تک پہنچے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مگر ان سے ان کا مقصود وہ عمدہ نتائج ہوتے ہیں جو ان سے پیدا ہوتے ہیں نہ کہ صورت مضمون، چنانچہ دفتر چہارم میں بذیل سرخی حکایت آں زن پلید کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سر امرود بن مے نماید چشم آدمی را از سر امرود بن فرود آ' تا آں خیالات برود لکھ فرماتے ہیں۔

ہزل تعلیم ست آں را جد شنو تو مشو بر ظاہر ہزلش گرو

ہر جدے ہزلست پیش ہازلاں ہزلہا جد است پیش عاقلاں

اور دفتر پنجم حکایت لوطی و مخنث کی سرخی میں فرماتے ہیں۔

حکایت آں مخنث و پرسیدن لوطی از و در حالت لواطت کہ ایں خنجر از بہر چیست' گفت از بہر آنکہ ہر کہ بایں بد اندیشد اشکمش بشگافم لوطی بر سر او آمد و شدی کردو می گفت الحمد للہ کہ من با تو بدنمی اندیشم

بیت من بیت نیست اقلیم ست ہزل من ہزل نیست تعلیم ست

قولہ تعالیٰ ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقہا ای فما فوقہا فی تغیر النفوس بالا فکارات ' ما ذا اراد اللہ بہذا مثلاً وآ نکہ جواب مثل ماید کہ ایں خواستم یضل بہ کثیراً ویہدی بہ کثیراً ۹ کہ ہر فتنہ ہمچو میزان ست کہ بسیار از دم خرد شوند و بسیاراں بے مراد..... ولو تاملت فیہ قلیلاً لوجدت من نتائجہ الشریفۃ کثیراً انتہی

تنبیہ ۱۲: مولانا قصہ نوح واقعہ دفتر پنجم میں فرماتے ہیں۔

آں دعا از ہفت گردوں و رگذشت کار آں مسکیں بآخر خوب گشت

اور اس قسم کے مضامین مثنوی میں اور مقامات پر بھی ہیں ایسے مضامین سے جہلا اور غلاۃ کو بہت بڑا دھوکا ہوتا ہے۔ اور وہ ایسے مضامین سے مختلف قسم کی گمراہیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں مثلاً بعض تو اہل اللہ کو خدا سمجھ جاتے ہیں اور اس بنا پر ان کے لئے خواص الوہیت مثلاً علم غیب محیط عموم قدرت و تصرف کیف ما شاء وغیرہ وغیرہ ثابت کرتے ہیں۔

اور بعض ان کو معصوم اور قید شرع سے آزاد سمجھ جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ' اس لئے ضرورت ہے کہ ایسے مضامین کی حقیقت واضح کر دی جائے تا کہ لوگ گمراہی سے محفوظ رہیں۔ سو واضح ہو کہ اتحاد اہل اللہ مع الحق کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ حقیقتاً خدا ہو جاتے ہیں یا خدا ان میں حلول کر جاتا ہے نعوذ باللہ منہ'

بلکہ مولانا کی مراد صرف توافق فی اکثر الامور ہوتا ہے جیسے روز مرہ کی بول چال میں اتحاد کہتے ہیں مثلاً دو شخصوں میں دوستی بہت بڑھ جاتی ہے تو ایک دوسرے سے کہتا ہے کہ ہم تم تو ایک ہی ہیں دو تھوڑا ہی ہیں علیٰ ہذا دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں دو تھوڑا ہی ہیں وہ تو دونوں ایک ہی ہیں۔ حالانکہ وہاں یقیناً ایسا اتحاد نہیں ہوتا جیسا کہ گمراہ لوگ اہل اللہ اور خدا کے درمیان سمجھتے ہیں۔

اور یہ حقیقت اتحاد مولانا کے مجموعی کلام سے اس قدر واضح ہے کہ منصف کو اس میں اصلاً شبہ کی گنجائش نہیں چنانچہ وہ خود اہل اللہ سے لغزشوں کا صدور اور ان پر حق سبحانہ کی تنبیہ نقل فرماتے ہیں مثلاً وہ فرماتے ہیں۔

یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس شد فراق صدر جنت طوق نفس

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر حق سبحانہ کی تنبیہ ان الفاظ سے نقل فرماتے ہیں۔

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا بندہ ما را چرا کردی جدا
تو برائے وصل کردن آمدی نے برائے فصل کردن آمدی

اور دفتر چہارم قصہ بنائے مسجد اقصیٰ میں فرماتے ہیں۔

چوں در آمد عزم داؤدے بہ تنگ کہ بسازد مسجد اقصیٰ بہ سنگ
وحی کردش حق کہ ترک ایں بخواں کہ ز دستت بر نیاید ایں مکان
نیست در تقدیر ما آنکہ تو ایں مسجد اقصیٰ بر آرے اے گزیں
گفت جرمم چیست اے دانائے راز کہ مرا گوئی کہ مسجد را مساز

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت بے جرمی تو خونہا کردهٔ | خون مظلوماں بگر دن مردهٔ
کہ ز آواز تو خلقے بے شمار | جان بد او بند و شد ند آنرا شکار
خون بسے رفت ست بر آواز تو | برصدرے خوب جاں پرواز تو
گفت مغلوب تو بودم مست تو | دست من بربستہ بود از دست تو
نے کہ ہر مغلوب شہ مرحوم بود | نے کہ المغلوب کہالمعدوم اصعوا
ایں چنیں معدوم کو از خویش رفت | بقرین. ہستیہا اقتاد و رفت
او بہ نسبت باصفات حق فناست | در حقیقت در فنا اور ابقاست الخ

الی غیر ذالک من التصریحات

یہ واقعات اور اس قسم کے اور واقعات جو اہل اللہ کے خود مثنوی میں منقول ہیں صاف صاف ظاہر کرتے ہیں کہ کوئی شخص خواہ وہ کسی رتبہ کا ہو نہ خدا ہو سکتا اور نہ اس کے لئے خواص الوہیت مثل علم محیط کاملہ وقدرت و تصرف واختیار کامل وشامل ثابت ہو سکتے ہیں اور نہ خدا پران کا قبضہ ہو سکتا ہے کہ وہ جو چاہیں اس سے کام لیں اور نہ اس کے تمام کام خدا کی مرضی کے موافق ہوتے ہیں بلکہ بعض امور میں ان سے لغزش ہو جاتی ہے جس پر حق سبحانہ کی طرف سے ان کو مناسب تنبیہ ہوتی ہے پس وہ محکوم ہوتے ہیں اور خدا ان پر حاکم' اور وہ بندہ ہوتے ہیں اور خدا ان کا خدا' اور وہ شرائط تکلیف کے پائے جانے کی حالت میں کسی وقت میں بھی حد تکلیف سے خارج نہیں ہوتے بلکہ وہ عوام سے زیادہ مکلّف ہوتے ہیں کیونکہ ان سے ایسی باتوں پر بھی مواخذہ ہوتا ہے جن پر عوام سے مواخذہ نہیں ہوتا جیسا کہ واقعات منقولہ سے ظاہر ہے۔

تنبیہ ۱۳: مولانا حق سبحانہ کے لئے لفظ عشق کا استعمال کرتے ہیں مگر عوام کو ان کی تقلید نہ چاہئے اور حق سبحانہ کے لئے اس لفظ کا استعمال نہ کرنا چاہئے کیونکہ اگر وہ اس لفظ کو بالمعنی المعروف حق سبحانہ کے لئے استعمال کریں جیسا کہ ان کی حالت سے ظاہر ہے تو اس لفظ کا استعمال حق سبحانہ کے لئے کفر ہے اس لئے کہ عشق بمعنی معروف قسم ہے جنون کی اور مستلزم ہے اضطرار اور اضطراب کو تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً اور اگر بمعنی مطلق محبت استعمال کریں جیسا کہ مولانا کرتے ہیں تب بھی ان کو ایسا نہ چاہئے کیونکہ یہ لفظ موہم سوء ادب اور ناواقفوں کو مغالطہ میں ڈالنے والا ہے اور ایسے معاملات میں عوام کو خواص کی تقلید جائز نہیں۔

چنانچہ مولانا نے دفتر پنجم میں غلامان عمیر خراسانی کے قصہ میں ایک بزرگ کا واقعہ بیان فرمایا ہے اور کہا ہے۔

آں یکے گستاخ او اندر ہرے | چوں بدیدی او غلام مہترے
جامہا طلس کمرزریں رواں | روئے کردی سوئے قبلہ آسماں
کاے خدا زیں خواجہ صاحب فن | چوں بنا موزی تو بندہ داشتن

www.besturdubooks.wordpress.com

بندہ پرور دن بیا موز اے خدا زیں رئیس و اختیار شہر ما
بود محتاج و برہنہ بے نوا در زمستاں لرز لرزاں از ہوا
انبساطے کر دآں از خود بری جرأتے بہبود او از ملتری
اعتمادش بر ہزاراں مع سبت کہ ندیم حق شد اہل معرفت
گر ندیم شاہ گستاخی کند تو مکن چوں تو نداری آں سند

اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آج کل جاہل صوفی جو بے تکلف ان شطحیات کوزباں پر لاتے ہیں جو اہل اللہ سے غلبہ سکر میں یا اور کسی وجہ سے صادر ہوگئی ہیں ان کو ایسا کرنا ہرگز جائز نہیں اور ان پر صرف علماء ظاہری انکار نہیں کرتے بلکہ خود صوفیاء کرام بھی انکار کرتے ہیں اور ان کو ایسا کرنے کی ممانعت کرتے ہیں۔

تنبیہ ۱۴: مولانا کی عادت ہے کہ کسی ایک مضمون کو مختلف عنوانوں سے بیان فرماتے ہیں اور کبھی ایک عنوان سے مختلف معنوں کو تعبیر فرماتے ہیں بعض جگہ اس دقیقہ پر اطلاع نہ ہونے کے سبب حل مطلب میں دقت پیش آتی ہے مثلاً کبھی وہ عقل کل سے مراد شیخ لیتے ہیں اور کبھی حق سبحانہ اور کبھی عقل معاد اور کبھی عقل معاش کامل اور لوگوں کو اختلاف معنوں پر اطلاع نہیں ہوتی اس لئے وہ دھوکے میں پڑ جاتے ہیں۔

تنبیہ ۱۵: مولانا کے بعض اطلاقات کسی اور اہل تصوف کے خلاف ہوتے ہیں مگر ناظرین ان کو مصطلح اہل تصوف پر محمول کر کے دھوکہ کھاتے ہیں مثلاً وہ عقل کل یا عقل کلی سے معانی مذکورہ بالا مراد لیتے ہیں اور محشین ان کی شرح میں فتوحات مکیہ کی ورق گردانی کرتے ہیں اور دھوکہ کھاتے ہیں علی ہذا وہ عین الیقین کو حق الیقین کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور ناظرین کو اس کے معنی معروف کا دھوکہ ہوتا ہے۔

تنبیہ ۱۶: مولانا کبھی جسم بولتے ہیں اور اس سے مراد ان کی معنی معروف ہوتے ہیں اور کبھی وہ جسم بولتے ہیں اور مراد ان کی نفس ہوتا ہے چنانچہ جب وہ جسم کا روح ہونا یا روح کا جسم ہونا بیان کرتے ہیں تو ان کی مراد غلبہ صفات روح بر نفس یا غلبہ صفات نفس بر روح ہوتا ہے۔

تنبیہ ۱۷: جب مولانا کبھی مضمون کی تائید کسی حکایت وغیرہ سے کرتے ہیں تو اس سے کبھی اور نتائج بھی نکالتے ہیں اس لئے ایسی حکایات وغیرہ کو ایک اعتبار سے ماقبل سے تعلق ہوتا ہے اور دوسری جہت سے مابعد سے اور وہ حکایات وغیرہ من وجہ اصل ہوتی ہیں اور من وجہ تابع

تنبیہ ۱۸: کبھی مولانا بعض معاملات مثل معاملہ اہل اللہ با حق سبحانہ و معاملہ اہل دنیا یا اہل اللہ کو صراحتاً بیان فرماتے ہیں اور کبھی کسی قصہ وغیرہ کے پردہ میں جب کسی پردہ میں بیان کرتے ہیں تو کبھی وہ قصہ وغیرہ کو بیان کر کے اپنے مدعا کی تصریح کر دیتے ہیں اور کبھی خود قصہ وغیرہ ہی میں ایسے الفاظ داخل کر دیتے ہیں جو مقصود کو ظاہر کرتے ہیں یعنی وہ اس مضمون میں بعض الفاظ تو ایسے استعمال کرتے ہیں جو صورت قصہ کے مناسب ہیں اور بعض

www.besturdubooks.wordpress.com

الفاظ ایسے لاتے ہیں جو مقصود قصہ کے موافق ہیں۔

دیکھو قصہ گرفتار شدن باز میاں چنداں واقعہ دفتر دوم وقصہ باز و پیرزن واقعہ دفتر چہارم وقصہ ایاز واقعہ دفتر پنجم وغیرہ جو لوگ اس دقیقہ سے آگاہ نہیں ہوتے ان کو حل ابیات میں دقت پیش آتی ہے اور وہ مختلف قسم اوہام میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

تنبیہ ۱۹: مولانا اپنی مثنوی میں روایات وواقعات ضعیفہ یا غیر ثابتہ کا بھی ذکر کرتے ہیں مگر ان کا ذکر بھی مدعا کے اثبات کے لئے نہیں ہوتا اس لئے کہ اصل مدعا دوسرے دلائل سے ثابت ہوتا ہے بلکہ ان سے اس کو بنابر احتمال امکان وقوع محض تائید مقصود ہوتی ہے اور چونکہ ان کا اصل مقصود ان واقعات وروایات کی صحت پر موقوف نہیں ہوتا اس لئے وہ ان میں تنقید و تحقیق محدثانہ سے کام نہیں لیتے بلکہ بنا بر احتمال مذکور ان کو ذکر فرما دیتے ہیں۔

چنانچہ انہوں نے دفتر دوم میں حضرت یحیٰی علیہ السلام کے شکم مادر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعظیم کرے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شکم مادر میں حضرت یحیٰی علیہ السلام کی تعظیم کرنے کے واقعہ پر طاعنین کا اعتراض نقل فرما کر اس کا جو جواب دیا ہے اس سے یہ مضمون صاف طور پر ظاہر ہے۔

حاصل شبہ یہ ہے کہ یہ قصہ غلط ہے تم کو اسی مثنوی میں درج نہ کرنا چاہئے اور حاصل جواب یہ کہ یہ واقعہ فی نفسہ ممکن ہے اس لئے قطعی طور پر اس کے غلط ہونے کا دعوے صحیح نہیں اور اگر غلط بھی ہو تو ہم کو صورت واقعہ مقصود نہیں بلکہ مقصود مقصود ہے اور وہ صحیح ہے عبارت اشکال یہ ہے۔

ابلہاں گویند ایں افسانہ را — خط بکش زیرا دروغ ست و خطا
زانکہ مریم وقت وضع حمل خویش — بود از بیگانہ دور وہم زخویش
مریم اندر حمل جفت کس نہ شد — از بروں شہر او واپس نہ شد
مادر یحیٰی کجا دیدش کہ تا — گوید اورا در سخن ایں ماجرا

اور عبارت جواب یہ

ایں بداند کانکہ اہل خاطر ست — غائب آفاق او را حاضر ست
پیش مریم خاطر آید در نظر — مادر یحیٰی کہ دورست از بصر
دیدہا بستہ بہ بلند دوست را — چوں شبک کردہ باشد پوست را
در ندیدش نز بروں وز بروں — از حکایت گیر معنی اے زبوں

الیٰ آخر ما قال رضی اللہ عنہ

تنبیہ ۲۰: مولانا جب کسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں تو اس کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں ان میں بعض استدلالات برہانی اور مفید یقین ہوتے ہیں اور بعض خطابی مفید ظن اور بعض شعری جو محض تقویت تاثیر وعظ کے

لئے استعمال کئے جاتے ہیں بس مولانا کے ہر استدلال میں وقت فلسفیہ کو دخل نہ دینا چاہئے۔

تنبیہ۲۱: مولانا کے کلام میں کہیں عموم واستغراق حقیقی مراد ہوتا ہے اور کہیں عرفی اور کہیں عموم واستغراق سے محض کثرت مراد ہوتی ہے پس ہر جگہ مولانا کی تعمیم ظاہری کو استغراق حقیقی پر محمول کر کے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ اور ان کی بعض تعمیمات ظاہری اہل اللہ کے احاطہ علم اور عموم قدرت اور عصمت غیر معصومین وغیرہ کا شبہ نہ ہونا چاہئے۔

تنبیہ۲۲: مثنوی میں مولانا نے علوم معاملہ وما یتعلق بہا بیان فرمائے ہیں اور جس مسئلہ کو علوم معاملہ سے کچھ بھی تعلق نہ تھا انہوں نے اس کو بیان نہیں فرمایا اسی بناء پر مولانا نے مسئلہ وحدۃ الوجود بالمعنی المعروف عند الصوفیاء سے نفیاً یا اثباتاً تعرض نہیں فرمایا اور جن اشعار کو وحدۃ الوجود پر محمول کیا جاتا ہے۔ احقر کے نزدیک ان کا محمل دوسرا ہے مثلاً مولانا دفتر اول میں کہتے ہیں۔

جملہ معشوق است عاشق پردہ — زندہ معشوق است و عاشق مردہ

احقر کی رائے میں یہ مسئلہ فنا و بقا کا بیان ہے نہ کہ وحدۃ الوجود بالمعنی المعروف کا اور مولانا نے جو ارشاد فرمایا ہے چونکہ بیرنگے اسیر رنگ شد موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد

چوں بہ بیرنگی رسی کاں داشتی — موسیٰ و فرعون دارند آشتی

ان کا مطلب احقر کے نزدیک یہ ہے کہ جب روح پر فی الجملہ صفات نفسانیہ کا غلبہ ہوتا ہے تو اس وقت اہل حق میں بھی ایک حد تک تنازع وتخالف پیدا ہو جاتا ہے اور جب کسی پر بعد فنائے صفات نفسانیہ صفات روحانیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کی حالت حالت اصلیہ کی طرف عود کر آتی ہے تو پھر اہل حق اور اہل باطل سے بھی اتفاق واتحاد ہو جاتا ہے اور یہ وہ مضمون ہے جس کو مولانا نے دفتر چہارم میں یوں بیان فرمایا ہے

جان حیوانی ندارد اتحاد — تو مجو ایں اتحاد از روح باد

چوں نماند جانہارا قاعدہ — مومناں باشند نفس واحدہ

پس اس وقت ان اشعار کو وحدۃ الوجود بالمعنی المتعارف سے کوئی تعلق نہ ہوگا واللہ اعلم بالصواب

تنبیہ۲۳: مولانا کبھی ایسا بھی کرتے ہیں کہ وہ ایک واقعہ ماضیہ بیان کرتے ہیں لیکن بنا پر استحضار اس کو فی الحال واقع مان کر گفتگو کرتے ہیں چنانچہ دفتر پنجم میں ایک زاہد اور ایک شراب خور امیر کا قصہ بیان فرماتے ہیں جو کہ زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں واقع ہوا تھا۔

مگر بناء بر استحضار مولانا امیر سے زاہد کی سفارش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

عفو کن اے میر بر بدبختی او — در نگر در دو بد بختی او رنج

محشیین نے تو اس کو رجوع قصہ قرار دیا ہے مگر ہم کو بقرینہ سیاق وسباق وطرز بیان خود مولانا کی سفارش کہنا ذوقاً صحیح معلوم ہوتا ہے چنانچہ ایک قرینہ اس پر یہ ہے کہ مولانا نے اول عشاق کی سفارش کے لئے خطاب عام

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمایا ہے اور کہا ہے

یا کرامی ارحموا اہل الھوا ے شانہم ورد التوے بعد التوی

اس کے بعد فرمایا ہے

عفو کن اے میر بر سختی اوالخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے خطاب عام کے بعد خطاب خاص فرمایا ہے اور سفارش عام کے بعد سفارش خاص فرمائی ہے دوسرا قرینہ یہ ہے اس سفارش میں اور لوگوں کی سفارش میں بہت فرق ہے چنانچہ لوگوں کی سفارش میں خوشامد کا رنگ ہے اور سفارش میں شان ارشاد غالب ہے۔ تیسرا قرینہ یہ ہے کہ مولانا نے اس سفارش کے بعد فر۔۔۔

باز بشنو قصہ میر آں دگر...... جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تک گفتگو خود مولانا کی تھی اور یہاں سے مولانا قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ واللہ اعلم

علی ہذا مولانا دفتر مذکور میں ایاز کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

من بگو احوال خود را اے ایاز گرچہ تصویر حکایت شد دراز الخ

اس شعر میں مصرع ثانی واشعار آئندہ آواز بلند کہہ رہے ہیں کہ یہ خود مولانا کا خطاب ہے نہ کہ محمود کا

تنبیہ ۲۴: مولانا اپنے کلام میں مجازات لغویہ کا بکثرت استعمال کرتے ہیں چنانچہ وہ اکثر نفس کو مردہ کہتے ہیں مگر مراد ان کی اس سے بغایت ضعیف اور مضمحل ہوتی ہے نہ کہ حقیقتاً مردہ' ناواقف مردہ سے معنی حقیقی مراد لے کر دھوکا کھاتے ہیں اور اولیاء اللہ کو معصوم سمجھ بیٹھتے ہیں یہ ان کی بہت بڑی غلطی ہے۔

واضح ہو کہ نفس حقیقتاً تو انبیاء کا بھی مردہ نہیں ہوتا اولیاء اللہ کا تو کیا مردہ ہوتا چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔

یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس شد فراق صدر جنت طوق نفس

لیکن چونکہ انبیاء کے اندر دو خصوصیتیں ایسی ہوتی ہیں جو اولیاء کے اندر نہیں ہوتیں اس لئے انبیاء حقیقی گناہ سے معصوم ہوتے ہیں اور اولیاء معصوم نہیں ہوتے' خصوصیت اول یہ ہے کہ انبیاء کو اپنے نفس پر خلقی طور پر اولیاء سے زیادہ قابو ہوتا ہے اس لئے جب ان کو نفس کے کسی تقاضا کے متعلق یہ علم ہوتا ہے کہ یہ تقاضا نفس ہے تو پھر وہ اسی کی مطاوعت نہیں کرتے برخلاف اولیاء اللہ کے کہ ان کو اپنے نفس پر اتنا قابو نہیں ہوتا جتنا کہ انبیاء کو ہوتا ہے اس لئے کبھی کبھی وہ تقاضائے نفس کو تقاضائے نفس جان کر بھی اس کے حقیقی پر عمل کر بیٹھتے ہیں مگر یہ امر شاذ و نادر ہوتا ہے جس کو کالمعدوم سمجھنا چاہئے۔ دوسری خصوصیت انبیاء میں یہ ہوتی ہے کہ حق سبحانہ کی طرف سے ان کی حفاظت کا وعدہ ہوتا ہے برخلاف اولیاء کے' کہ گو حق سبحانہ' ان کی بھی حفاظت فرماتے ہیں مگر اس کا ان سے وعدہ نہیں ہوتا اس لئے کبھی کبھی وہ اپنی حفاظت کو کسی مصلحت سے ان سے بھی اٹھا لیتے ہیں اور یہ بھی اتفاقی اور شاذ نادر ہوتا ہے ان وجوہ سے انبیاء کی نسبت یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ وہ حقیقی گناہ سے معصوم ہیں اور اولیاء کی نسبت یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھنا ضروری ہے کہ وہ حقیقی گناہ سے معصوم نہیں ہیں مگر غالب احوال میں بتائید حق سبحانہ اس سے محفوظ ہوتے ہیں اور اس بناء پر ضروری ہے کہ جس بزرگ کی مقبولیت عنداللہ قرائن صحیحہ معتبر عندالشرع سے معلوم ہو جائے اس کے کسی ناشروع فعل کو حتی الامکان معصیت حقیقیہ پر محمول نہ کیا جائے بلکہ بنا بر حسن ظن ان کو معذور سمجھا جائے اور ان کے فعل کی کوئی تاویل مناسب کر لی جائے لیکن ایسے افعال میں دوسروں کے لئے ان کی تقلید جائز نہ ہوگی۔

تنبیہ ۲۵: مولانا مثنوی میں آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ سے جو استدلال فرماتے ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں جن پر تحریف کا شبہ نہیں ہو سکتا اور بعض استدلالات ایسے ہیں جن پر تحریف معنوی کا شبہ ہوتا ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ایسے استدلالات کی حقیقت ظاہر کر دے۔

سو واضح ہو کہ استدلالات مذکورہ میں بعض استدلالات تو ایسے ہوتے ہیں جن کا بنی مجتہدانہ استنباط ہو سکتا ہے جس میں وہ کبھی غلطی ہوں گے اور کبھی مصیبت کما ھو شان المجتہدین جیسا کہ انہوں نے من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ الخ سے بضم مقدمات خارجیہ عقلیہ یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اصل جانبازی و صدق و وفا و شہادت نفس مقتول ہونا نہیں ہے۔ بلکہ اطاعت حق سبحانہ و مخالفت نفس ہے پس ایسے استدلالات پر تو تحریف کا شبہ سراسر وہم ہے رہے وہ استدلالات جن کا منشانہ استنباط مجتہدانہ ہے اور نہ نصوص اس کے مدعا پر دلالت کرتے ہیں سو ایسے استدلالات کی نسبت یہ گذارش ہے کہ مولانا کا ان استدلالات سے یہ دعویٰ نہیں ہوتا کہ یہ مضمون نصوص کا مدلول اور صاحب شرع کا مقصود ہے بلکہ ان کا مقصود ان نصوص کے ساتھ استدلال سے محض اعتبار ہوتا ہے یعنی ان نصوص کو اس مدعا سے فی الجملہ مناسبت ہوتی ہے اور اس مناسبت کی بناء پر وہ ان سے استدلال کرتے ہیں اور ایسے استدلال شبہ باستدلالات شعراء و تعبیرات معبرین ہوتے ہیں پس ان پر تحریف کا شبہ بالکل بیجا ہے۔

اب ہم مولانا کے بعض استدلالات کو ان کی توضیحات کے ساتھ درج رسالہ کرتے ہیں تا کہ ناظرین پر اصل مقصود پورے طور پر منکشف ہو جائے سنئے!

مولانا نے دفتر پنجم میں بذیل سرخی تو آختن سلطان محمود ایاز را الخ ارشاد فرمایا ہے۔

اے ایاز پر نیاز صدق کیش — صدق تو از بحر واز کوزہ است بیش
نے بوقت شہوت باشد عشار — کہ رود. عقل چو کوہ ہت کاہ دار
نے بوقت خشم و کینہ صبرہات — ست گردد در قرار و در ثبات

اس کے بعد فرمایا ہے

ہست مردے ایں نہ آں ریش و ذکر — ورنہ بودے میر میراں کیر خر

ان ابیات میں مولانا نے دعویٰ فرمایا ہے کہ مناط رجولیت مردے جسم نہیں ہے۔ بلکہ روح ہے پس جسکی روح نفس پر غالب ہوگی وہ مرد ہوگا خواہ اس کا جسم زنانہ ہو اور جس کا نفس روح پر غالب ہو گیا وہ عورت ہوگا خواہ اس کا جسم مردانہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس دعویٰ پر مولانا نے یوں استدلال فرمایا ہے۔

حق کرا خواندست در قرآن رجال | کے بود ایں جسم را آنجا مجال
روح حیوان راچہ قدرست اے پسر | آخراز بازار قصاباں گذر
صد ہزاراں سر نہادہ پر شکم | ارز شاں ازدنبہ واز دنب ست کم

حاصل اس استدلال کا یہ ہے کہ قرآن میں جن کو رجال کہا گیا ہے وہ وہی لوگ ہیں جن کی روح نفس پر غالب ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

فیہ رجال یحبون ان یتطھروا اورفرمایا ہے رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ الآیۃ اورفرمایا ہے من المومنین رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کو رجال صفات جسمانیہ وحیوانیہ کے لحاظ سے کہا گیا یا صفات روحانیہ کے اعتبار سے" سو ہم کہتے ہیں کہ صفات جسمانیہ وحیوانیہ کے لحاظ سے نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ لفظ موقع مدح میں واقع ہے اور حیوانیت کوئی قابل مدح شے نہیں ہے۔

پس ضرور ہے کہ یہ لفظ صفات روحانیہ کے اعتبار سے اطلاق کیا گیا ہو وہوالمدعیٰ یہ حاصل تھا استدلال کا اس پر تحریف کا شبہ ہوسکتا ہے کیونکہ نصوص مذکورہ میں لفظ رجال اپنے معنی لغوی میں مستعمل ہے۔ اور مولانا کا یہ مقدمہ کہ لفظ رجال مدح کے طور پر استعمال کیا گیا ہے ممنوع ہے لیکن اس کو تحریف کہنا سراسر غلطی ہے کیونکہ یہ تحریف نہیں ہے بلکہ مجتہدانہ استدلال ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ لفظ رجال آیت میں بناء بر قرائن مخصوصہ معروف عن المعنی الحقیقی اور محمول بر معنی مجازی ہے۔ اور اس پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ جو قرائن مولانا نے صرف عن المعنی الحقیقی کے لئے قائم کئے ہیں وہ ناکافی ہیں اس لئے ان کی بناء پر معنی حقیقی کو نہیں چھوڑا جاسکتا یہ مجتہدانہ اعتراض ہے پس یہ اختلاف رائے ہوگا جو کہ مجتہدین میں ہوا کرتا ہے لہذا اس کی بناء پر مولانا کے استدلال کو تحریف نہیں کہا جاسکتا۔

(۲) نیز وہ فرماتے ہیں

صدق جان دادن بود ہیں سابقوا | از نبی برخواں رجال صدقوا
ایں ہمہ مردن نہ مرگ صورت ست | ایں بدن مر روح راچوں آلتست
اے بسا خامکہ ظاہر خویش ریخت | لیک نفس زندہ آں جانب گریخت
آلتش بشکست و رہزن زندہ ماند | نفس زندہ است ارچہ مرکب خون نشاند
اسب کشت و رہ نرفت آں خیرہ سر | ماند خام وخیرہ سرآں بے خبر
گر بہر خوزیزے گشتے شہید | کافر کشتہ بدلے ہم بوسعید

اے بسا نفس شہید معتمد | مردہ و رو دنیا چو زندہ میرود
روح راہزن مرد و تن کہ تیغ اوست | ہست باقی در کف آں غزو دوست
تیغ آں تیغ ست مرد آں مرد نیست | لیکن ایں صورت ترا حیران کنی ست
نفس چوں مبدل شود ایں تیغ تن | باشد اندر دست صانع ذوالمنن

ان ابیات میں مولانا نے دعویٰ کیا ہے کہ صدق اور وفا حقیقت میں جان بازی ہے۔ اور دلیل اس کی یہ بیان فرمائی ہے کہ حق سبحانہ نے قرآن میں جاں بازی کو صدق فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے من المومنین رجال صدقوا ما عاهدوا الله فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر یعنی مسلمانوں میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو صادق العہد اور وفادار ہیں سو ان میں کچھ لوگ تو ایسے ہیں جو شہید ہو چکے اور کچھ ایسے ہیں جو منتظر شہادت ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ صدق و وفا جان بازی کا نام ہے۔ اس کے بعد فرمایا ہے کہ جانبازی کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی مقتول ہو جائے کیونکہ بدن روح کا آلہ ہے جس کے ذریعہ سے وہ اعمال صالحہ کر کے تقرب عنداللہ حاصل کر سکتے ہیں اور اسی لئے وہ اس کو عطا کیا جاتا ہے پس اس کو کھو دینا نہ فی نفسہ کوئی کمال ہو سکتا ہے۔ اور نہ وہ شرعاً مطلوب ہو سکتا ہے لہٰذا اس کا ضائع کرنا موجب مدح اور مسمّٰی بہ صدق و وفا نہیں ہو سکتا اور نہ اس کو جانبازی کہا جا سکتا ہے بلکہ اصل جان بازی جو موجب مدح اور فی نفسہ کمال اور مسمّٰی بہ صدق و وفا اور شرعاً مطلوب ہے۔ وہ ترک خودی اور اطاعت کاملہ اور نفس کشی ہے۔

اور چونکہ صحابہ مذکورین فی الایہ میں یہ معنی جانبازی کامل طور پر متحقق تھے اور انہوں نے حق سبحانہ کی اس درجہ اطاعت کی تھی کہ اس کے اطاعت میں جان تک دیدی تھی۔ یا جان دینے پر آمادہ تھے اس لئے آیت میں ان کی تعریف کی گئی اور ان کو صادق العہد اور وفا کہا گیا۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جان بازی کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت' صورت تو مقتول ہونا ہے اور حقیقت ترک خودی و اطاعت حق سبحانہ' اور صورت جان بازی نہ فی نفسہ کمال ہے اور نہ شرعاً مطلوب لہٰذا اس کو صدق و وفا نہ کہا جائے گا پس صدق و وفا حقیقت جانبازی ہوگی اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اگر کوئی بذریعہ نفس کشی ترک خودی اور اطاعت کاملہ کرے تو اس کو صادق العہد اور جانباز اور وفادار اور شہید کہا جائے خواہ وہ زندہ ہو یا مقتول یا مردہ بغیر قتل' اور اگر کوئی نفس کشی نہ کرے بلکہ خودی اور مخالفت میں منہمک رہے لیکن مقتول ہو جائے جیسے کفار مقتول ہوتے ہیں یا بعض مسلمان ریاء و سمعہ کے لئے مقتول ہوتے ہیں تو ان کو جانباز یا صادق العہد یا شہید وغیرہ نہ کہا جائے۔ یہ استدلال استنباط مجتہدانہ پر مبنی ہے اور تمام مقدمات اس کے واجب التسلیم ہیں

(۳) نیز فرماتے ہیں۔

تو نمی دانی کہ دایہ دانگاں | کم و ہدبے گربہ شیر اور رانگاں

گفت دلیکو اکثیرا گوش دار تا بریز دشیر فضل کرد گار

مولانا نے اس استدلال میں دلیکوا کثیرا کو طلب گریہ پر محمول کیا ہے جو کہ نیت میں مقصود نہیں ہے۔ اس لئے یہ استدلال مشابہ ہوگا مومن خاں کے اس استدلال کے

حسن انجام کا مومن میری باری ہے خیال یعنی کہتا ہے وہ کافر کہ تو مارا جائے کیونکہ مومن خاں نے محبوبہ کے خیال حسن انجام پر محمول کیا جو کہ اس کے کلام کا مدلول نہیں ہے۔

(۴) نیز فرماتے ہیں

تو ستوری ہم کہ نفست غالی ست حکم غالب را بود اے خود برست

خونخوا ندت اسپ خواندت ذوالجلال اسپ تازی را عرب گوید تعال

اس استدلال میں مولانا نے لفظ تعالوا سے آدمیوں کے گھوڑا یعنی صالح الاستعداد ہونے پر استدلال فرمایا ہے اور وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ عرب جب گھوڑے کو بلاتے ہیں تو تعال کہتے ہیں اور گدھے کو اس لفظ سے نہیں بلاتے یہ استدلال ایسا ہے جیسا مومن خاں کا یہ استدلال ہے

پرہیز سے اس کے گئی ہمارے دل آہ بیگانگوں میں بھی عجب ربط رہا ہے

توضیح اس کی یہ ہے کہ جب معشوق کی طرف سے اعراض ہوتا ہے اور جذب نہیں رہتا تو عاشق کی محبت کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب یہ سمجھو کہ لفظ پرہیز جس طرح معشوق کے اجتناب پر بولا جاتا ہے یونہی بیمار کے ناموافق غذا وغیرہ سے بچنے پر بھی بولا جاتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو شخص پرہیز کرتا ہے اسی کی بیماری جاتی ہے۔ اور ایک کے پرہیز سے دوسرے کی بیماری نہیں جاتی پس مومن کہتا ہے کہ معشوق کے پرہیز سے میری بیماری جاتی رہی۔

یہ دلیل ہے میری اور اس کے اتحاد کی کیونکہ اگر مجھ میں اور اس میں اتحاد نہ ہوتا تو اس کے پرہیز سے میری بیماری کاہے کو جاتی پس ثابت ہوا کہ جس زمانہ میں مجھ میں اور اس میں ناموافقت تھی اس وقت بھی ہم میں اتحاد تھا پس جس طرح اس استدلال کا مبنی اشتراک لفظ پرہیز ہے یوں ہی مولانا کے استدلال کا بھی یہی اشتراک لفظ تعالوا ہے واللہ اعلم

تنبیہ: آخر میں ہم ناظرین شرح حبیبی کو تنبیہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر شرح مذکور میں ہم سے تنبیہات مذکورہ میں سے کسی تنبیہ کی صریح مخالفت ہوئی ہو تو وہ ہمیں معذور سمجھیں کیونکہ معلومات مذکورہ ہم کو ابتداء میں حاصل نہ تھے۔ تا کہ ابتداء سے ان کا لحاظ رکھا جاتا بلکہ ان کے ضبط کا خیال اس وقت پیدا ہوا جبکہ دفتر پنجم کے نصف ثانی پھر نظر ثانی کا قصد ہو کر اور اس پر نظر ثانی کرنے کے زمانہ میں ان کو مرتب کیا گیا۔ اس لئے ان کا تفصیلی علم اس وقت ہوا جبکہ ہم دفتر پنجم کے نصف ثانی پر نظر ثانی کر رہے تھے۔ والسلام

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين والصلوة
والسلام علی خیر خلقه محمد واله واصحابه و
ازواجه و ذریاته اجمعین

www.besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ عرض ہے کہ آج کل اکثر طبقات کے لوگوں کو مثنوی مولانا رومی علیہ الرحمۃ سے ایک خاص دلچسپی ہے مگر ناواقفی فن کی وجہ سے اس کے مضامین سمجھنے میں اکثر غلطیاں کرتے ہیں اور چونکہ اس کے حواشی و شروح اکثر یا طویل زیادہ ہیں یا دقیق ہیں اور بعضے اصل مطلب سے دور ہیں یا اصول شرعیہ سے گزرے ہوئے ہیں اس سبب سے وہ ان کے رفع ضرورت کے واسطے کافی نہیں سمجھے جاسکتے اس لئے اس کی حاجت معلوم ہوئی کہ مثنوی موصوف کی ایک مختصر شرح اردو زبان میں لکھدی جائے جس میں اصل مطلب یا جس مسئلہ پر اصل مطلب موقوف ہو سلیس تقریر میں پورا آجاوے اور الحاد و زندقہ یا حشو و زوائد آنے نہ پاوے اب بنام خدائے برتر اس کو شروع کرتا ہوں اور کلید مثنوی نام رکھتا ہوں۔ وھو الموفق المعین فی کل امر وفی کل حین'

بشنو از نے چون حکایت میکند	وز جدائیہا شکایت میکند
بانسری سے سن! کیا بیان کرتی ہے	(اور) جدائیوں کی (کیا) شکایت کرتی ہے؟

یہ سوال تو نہایت ہی بیکار ہے کہ شروع میں حمد و نعت کیوں نہیں لکھی کیونکہ ان چیزوں سے ابتداء کرنا کچھ لکھنے میں منحصر نہیں ہے بلکہ زبان سے کہہ لینا کافی ہے جس طرح کھانے پینے کے قبل زبان سے بسم اللہ کہی جاتی ہے کوئی لکھتا لکھاتا نہیں اب شعر کا مطلب سنئے نے سے مراد روح انسانی ہے کہ عالم ارواح (ملکوت) میں محبت و معرفت حق میں مشغول و مستغرق تھی عالم اجسام (ناسوت) کے ساتھ متعلق ہونے سے صفات جسمانیہ شہوت و غضب کا اس پر غلبہ ہوا اور اس وجہ سے صفات روحانی یعنی محبت و معرفت وغیرہ میں کمی شروع ہوئی اس میں اگر جذبہ غیبی یا کسی کامل کی صحبت یا دفاتر عشق و اہل عشق کے مطالعہ سے متنبہ ہوا اور دلائل یا ذوق سے اپنی اصلی حالت اور اصلی صفات یاد آگئیں تو اس کے فوت یا مغلوب ہونے پر افسوس ہوتا ہے تو اس وقت زبان قال یا زبان حال سے اس تاسف کو ظاہر کرتا ہے حکایت سے یہی مراد ہے اور اس افسوس و غم و آہ و نالہ ہی کے سبب اس کو نے سے تشبیہ دی گئی اور چونکہ صفات حمیدہ روح کی بہت سے ہیں محبت اور معرفت' و ذکر دائم اور سب میں کمی پاتا ہے اس لئے ایک ایک کو سوچکر پریشان ہوتا ہے کہ ان سب سے جدائی ہوگئی اس لئے فرماتے ہیں کہ کئی جدائیوں کی شکایت کرتا ہے۔

کز نیستاں تا مرا ببریدہ اند	از نفیرم مرد و زن نالیدہ اند
کہ جب سے مجھے ہنسلی نے کاٹا ہے	میرے نالہ سے مرد و عورت (سب) روتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

جب نے کو روح سے تشبیہ دی گئی تو عالم ارواح کو نیستان کہنا زیبا ہوگا خلاصہ یہ کہ مجھ کو عالم ارواح سے جدا کر دیا گیا ہے اور ناسوت میں آ کر وہ صفات مجھ سے جدا ہو گئی ہیں تو اس درجہ شور و شیون میں مبتلا ہوں کہ سننے دیکھنے والوں کا کلیجہ پھٹا جاتا ہے مرد و زن سے مراد بھی ابنائے زماں ہیں قاعدہ ہے کہ سچے دردمند کا اثر دوسروں پر ضرور پڑتا ہے اس لئے اوروں کا دردناک ہونا جائے تعجب نہیں۔

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق	تا بگویم شرح درد اشتیاق
میں ایسا سینہ چاہتی ہوں جو جدائی سے پارہ پارہ ہو	تا کہ میں عشق کے درد کی تفصیل سناؤں

ہر چند دردمند کے درد سے اکثر لوگ متاثر ہوتے ہیں مگر بعض غایت سنگدلی سے اصلا دل گداختہ نہیں ہوتے بلکہ خود اس دردمند کو فریبی اور ریاکار سمجھتے ہیں نے کی طرف سے ان کو جواب دیا جاتا ہے کہ تم میرے حال کے منکر ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ تم کسی کے درد فراق میں مبتلا نہیں ہوئے اور اس غم کا مزہ نہیں چکھا اور غم فراق کے سمجھنے کے لئے ایسا سینہ چاہئے جو خود کسی کے فراق سے پارہ پارہ ہو اس وقت البتہ اپنا درد اشتیاق کھولوں تب اس کی سمجھ میں آوے اس تقریر میں تو سینے سے مراد دوسرے شخص کا سینہ ہوا (اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اپنا ہی سینہ مراد ہو مطلب یہ ہوگا کہ میرے آہ و نالہ و فریاد و بکا سے کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں اس درد و غم سے نفور یا تنگدل ہوں ہرگز نہیں بلکہ میری تو یہ آرزو ہے کہ درد فراق سے اور بھی میرا جگر پاش پاش ہو جائے تاکہ اور بھی درد اشتیاق کا اظہار کروں قاعدہ ہے کہ عاشق کو خود اس درد عشق میں ایک خاص لذت ہوتی ہے کہ وہ اس کا زوال نہیں چاہتا کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہر کسے کو دور ماند از اصل خویش	باز جوید روزگار وصل خویش
جو کوئی اپنی اصل سے دور ہو جاتا ہے	وہ اپنے وصل کا زمانہ پھر تلاش کرتا ہے

مطلب اس شعر کا ظاہر ہے یعنی اس میں نے کی حکایت وشکایت کا سبب مذکور ہے کہ ہر شخص کا قاعدہ ہے کہ جب اپنی اصل سے جدا ہوتا ہے تو اس زمانہ وصال کا جویا ہوتا ہے میں بھی چونکہ عالم ارواح سے جدا ہو گئی جس سے میرے وہ صفات ضائع ہو گئے میں اسی باغ و بہار کی پھر طالب ہوں۔

من بہر جمعیتے نالاں شدم	جفت خوشحالان و بدحالاں شدم
میں ہر مجمع میں روئی	خوش اوقات اور بد احوال لوگوں کے ساتھ رہی
ہر کسے از ظن خود شد یار من	وز درون من نہ جست اسرار من
ہر شخص اپنے خیال کے مطابق میرا یار بنا	اور میرے اندر سے میرے رازوں کی جستجو نہ کی

عاشق و طالب کے درد کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے مگر اکثر لوگ اجمالاً اتنا سمجھ سکتے ہیں کہ اس پر کوئی صدمہ یا مصیبت ہے اگر کچھ تفصیل سمجھے بھی تو یہ سمجھے کہ اپنی حالت پر قیاس کر لیا کہ جس قسم کی مصیبت و بلا میں ہم مبتلا ہیں ایسا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی یہ بھی ہوگا یا تو اس کی بیوی مرگئی ہوگی یا کوئی بیماری ہوگی یا افلاس سے عاجز آ گیا ہے یا کسی بازاری عورت نے بیوفائی کی ہے لیکن جو اس کے دل کو لگ رہی ہے اس کی کس کو خبر ہے اس لئے وہ نے کہتی ہے کہ میرا آہ و نالہ کسی پر مخفی نہیں رہا بھلے برے سب سے سابقہ رہا اور مجھ کو مصیبت زدہ بھی سمجھا اور اپنے اپنے گمان کے موافق میری ہمدردی بھی کی مگر میرے درد کی حقیقت کہ طلب قرب الٰہی تھی کسی نے نہ سمجھی۔

سر من از نالۂ من دور نیست	لیک چشم و گوش را آں نور نیست
میرا راز میرے نالہ سے دور نہیں ہے	لیکن آنکھ اور کان کے لئے وہ نور نہیں ہے

یعنی میری حقیقت درد کی آہ و نالہ ہی سے مفہوم ہو سکتی تھی مگر چونکہ وہ امر ذوقی ہے جب تک کسی کو ذوق حاصل نہ ہو اس کو نہیں سمجھ سکتا محض حواس ظاہری یا عقل معاش اس کے ادراک کے لئے کافی نہیں اور ان کو اس کی ادراک کی قابلیت نہیں نور سے مراد یہی قابلیت ادراک ہے اور کل امور ذوقی کی یہی حالت ہے بھوک کو وہی سمجھے جس کو بھوک لگی ہو ورنہ تمام جہان کے برابر بھی عقل ہو تو کیا اس کے ادراک سے قاصر ہے۔

تن ز جان و جاں ز تن مستور نیست	لیک کس را دید جاں دستور نیست
بدن روح سے اور روح بدن سے چھپی ہوئی نہیں ہے	لیکن کسی کے لئے روح کو دیکھنے کا دستور نہیں ہے

یہ اوپر کے مضمون کی مثال ہے کہ دیکھو جسم و روح میں کمال قرب ہے مگر باوجود اس کے روح کو دیکھنا خلاف عادت ہے سو قریب ہونے سے ادراک ہو جانا ضروری نہیں جب تک کہ قوت مدرکہ میں اس کے ادراک کی قابلیت بھی نہ ہو اسی طرح میرے درد کو باوجود دلیل قائم ہونے کے ادراک نہ کر سکنا محل تعجب نہیں۔

آتش ست ایں بانگ نائے و نیست باد	ہر کہ ایں آتش ندارد نیست باد
بانسری کی یہ آواز آگ ہے ہوا نہیں ہے	جس میں یہ آگ نہ ہو وہ نیست (و نابود) ہو

اس میں نالہ نے یعنی طالب حق کی تاثیر کا بیان ہے کہ یہ آتش ہے کہ دوسروں کو بھی سوختہ افروختہ کر دیتی ہے جیسا مشاہدہ ہے کہ عاشق حقیقی کی صحبت میں دوسروں میں بھی اشتعال و ہیجان پیدا ہو جاتا ہے مثل باد کے بے اثر نہیں آگے اس عشق کا دولت عظمٰی ہونا اس طرح بتلاتے ہیں کہ جس کو یہ عشق نصیب نہ ہو اس کو بددعا دیتے ہیں کہ اس کا تو نیست و نابود ہونا ہی اچھا ہے وہ زندگی کیا جس کے ساتھ طلب نہ ہو ایسے جینے سے تو مرنا بہتر ہے یا اس کو دعا دیتے ہیں کہ جس کو یہ میسر نہ ہوا ہو اس کو میسر ہو جاوے اور اس کے اثر سے اس کو بیخودی و فنا نصیب ہو جاوے ہکذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ

آتش عشق ست کاندر نے فتاد	جوشش عشق ست کاندر مے فتاد
عشق کی آگ ہے جو بانسری میں لگی ہے	عشق کا جوش ہے جو شراب میں آیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نے سے مراد وہی طالب وجہ تشبیہ وہی آہ و نالہ اور ے سے مراد مطلوب بمناسبت اس کے کہ طالبوں کو بے خود کر دیتا ہے سو اس شعر میں شان عشق و محبت کا بیان ہے کہ یہ محبت ہی ایسی چیز ہے کہ محب کی صفت بھی ہے اور محبوب کی صفت بھی ہے چنانچ ارشاد ہوا ہے اگر چہ دونوں صفتوں میں زمین آسمان کا بہت فرق ہے

چہ نسبت خاک را با عالم پاک' مگر مشارکت اسمی کیا کم نعمت ہے' بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس ست' بخلاف اور اکثر صفات کے کہ یا صرف عبد کی ہیں یا معبود کی اور اس وصف کو نے کی مناسبت سے آتش کہہ دیا اور ے کی مناسبت سے جوشش سے تعبیر کر دیا یہ لفظی شاعرانہ رعایت ہے۔

نے حریف ہر کہ از یارے برید	پردہائش پردہ ہائے مادرید
بانسری اس کی ساتھی ہے جو یار سے کٹا ہو	اس کے راگوں نے ہمارے دل کے پردے پھاڑ دیئے

حریف ہم پیشہ کو کہتے ہیں کبھی دوست ہوتا ہے کبھی دشمن اس لئے حریف کا اطلاق دونوں معنی پر آتا ہے یہاں مراد دوست ہے اس شعر میں اس اوپر والے مضمون کا اعادہ ہے۔

لیک چشم و گوش را آن نور نیست

مطلب یہ ہے کہ جس کو کسی محبوب سے قطع و فراق پیش آیا ہو اس سے نے کو البتہ مجانست و مناسبت ہے وہ اس کے درد و غم کی حقیقت سمجھ سکتا ہے اب مولانا اپنی نسبت فرماتے ہیں کہ ہم بھی چونکہ گرفتار فراق ہیں اس کے نالہائے زار سے ہم کو البتہ یہ اثر ہوا کہ ہماری غفلت اور سستی طلب کے پردہ اٹھ گئے اور طلب میں سرگرم ہو گئے۔ نے کے سوراخ جن میں سے آواز نکلتی ہے وہ پردے کہلاتے ہیں یہاں مراد نار ہے مجاز اور دونوں جگہ لفظ پردہ لانے میں شاعری رعایت ہے۔

ہمچو نے زہرے و تریاقے کہ دید	ہمچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید
بانسری جیسا زہر اور تریاق کس نے دیکھا ہے؟	بانسری جیسا ساتھی اور عاشق کس نے دیکھا ہے؟

اوپر جو نالۂ نے کا اثر بیان فرمایا ہے اس سے غفلت اٹھ جاتی ہے اور گرمی مطلوب پیدا ہوتی ہے اور یہ رفع غفلت جس کے لئے تقلیل شہوات لازم ہے نفس کو ناگوار اور روح کو غذائے خوشگوار ہے اس لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ نے کے برابر نہ کوئی زہر ہے یعنی نفس کے حق میں اور نہ کوئی تریاق ہے یعنی روح کے حق میں اور جب دوسری روح کو اس کے اثر سے یہ خوشگواری نصیب ہوتی ہے تو خود اس کی گوارائی ولذت کی کیا حد ہے اس لئے وہ گو دواصل کیوں نہ ہو جاوے اور زیادہ میدان طلب میں شتابان ہوتی ہے اسی قرب و وصال کو دمسازی بمعنی موافقت اور اس زیادتی طلب کو مشتاقی سے تعبیر کیا ہے یعنی عین وصل میں بھی اس کو صبر و سکون نہیں سعدی فرماتے ہیں' دلارام دربر دلارام جوئے' لب از تشنگی خشک و بر طرف جوئے' نگویم کہ بر آب قادر نیند' کہ بر ساحل نیل مستسقی اند

نے حدیث راہ پر خون می کند	قصہ ہائے عشق مجنوں می کند
بانسری خطرناک راستہ کی بات کرتی ہے	مجنوں کے عشق کے قصے بیان کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

راہ پرخون سے مراد طریق عشق ہے چونکہ عشق سے آنکھیں خونفشاں ہوتی ہیں اس لئے اس کو پرخون کہا اور مجنون سے مراد مطلق عشاق مطلب ظاہر ہے کہ یہ نے یعنی عاشق صادق اپنے دردو نالہ میں طریق عشق کی باتیں اور عشاق کے قصے بیان کرتی ہے۔

دو دہاں داریم گویا ہمچو نے	یک دہاں پنہاں ست درلبہائے وے
بانسری کی طرح گویا ہم دو منہ رکھتے ہیں	ایک منہ اس کے لبوں میں چھپا ہوا ہے
یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما	ہائے و ہوئے درفگندہ در سما
ایک منہ روتا ہوا تمہاری جانب ہے	آسمان میں شور و غل مچائے ہوئے ہے
لیکن داند ہر کہ او را منظرست	کایں فغاں ایں سرے ہم زاں سرست
لیکن جسے آنکھ میسر ہے وہ جانتا ہے	کہ اس سرے کی آہ و فریاد اس ہی جانب کی ہے
دمدمہ ایں نائے از دمہائے اوست	ہائے و ہوئے روح از ہیہائے اوست
اس بانسری کی آواز اسی کی پھونکوں کی وجہ سے ہے	روح کا شور و غل اس کی تنبیہات کی وجہ سے ہے
محرم ایں ہوش جز بیہوش نیست	مر زباں را مشتری چوں گوش نیست
اس ہوش کا رازداں بیہوش کے علاوہ کوئی نہیں ہے	زبان کا خریدار کان جیسا کوئی نہیں ہے

یعنی ہر چند کہ نے کا قصہ اس کی حالت سے بہت ظاہر ہے مگر اس قصہ عشق کو کہ واقع میں حقیقی ہوش و عقل وہی ہے جس سے مقصود حقیقی کی معرفت میسر ہوتی ہے وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو ماسوی اللہ سے بے ہوش یعنی بے التفات ہو گیا ہو دوسرا نہیں سمجھ سکتا کیونکہ عالم و معلوم میں مناسبت شرط ہے دیکھو زبان سے جو کلمات نکلتے ہیں کان تو ادراک کرتا ہے گویا وہی اس کا مشتری یعنی خریدار ہے کیونکہ اس کو اس سے مناسبت ہے اور دوسرے حواس چونکہ صوت سے مناسبت نہیں رکھتے وہ اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔

گر نبودے نالۂ نے را ثمر	نے جہاں را پر نہ کردے از شکر
بانسری کی فریاد کا اگر کوئی نتیجہ نہ ہوتا	بانسری دنیا کو شکر سے نہ بھرتی

اس شعر میں بیان ہے نالۂ نے کے فوائد کا یعنی نالۂ نے سے چونکہ طلب پیدا ہوتی ہے اور بحکم جویندہ یابندہ طلب سے معرفت پیدا ہوتی ہے جو ثمرہ ہے طلب کا اس سے ثابت ہوا کہ نالہ نے بے ثمر اور بے نتیجہ نہیں بلکہ اس سے ثمرہ معرفت پیدا ہوتا ہے اب اس پر دلیل قائم کرتے ہیں کہ اگر اس سے معرفت حاصل نہ ہوتی تو دنیا میں ہزاروں عارف بھرے ہوئے پڑے ہیں یہ کہاں سے آئے یہ اسی نالہ نے و گفتار عشق کی بدولت ہے شکر سے مراد معرفت ہے اور نے اور شکر لانے میں جو کلام کی لطافت ہی ظاہر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در غم ما روز ہا بیگاہ شد	روز ہا با سوز ہا ہمراہ شد
ہمارے غم میں بہت سے دن ضائع ہوئے	بہت سے دن سوزشوں کے ساتھ ختم ہوئے

طالب صادق باوجود واصل ہونے کے کبھی سیر نہیں ہوتا اور ہمیشہ طالب ترقی کا رہتا ہے اگلے مقامات کو دیکھ دیکھ کر اپنی حالت کو پست سمجھتا ہے اپنی عمر گذشتہ کو ضائع وتلف شدہ سمجھتا ہے اس لئے تاسف کرتا ہے کہ اپنے غم میں بہت سے ایام عمر بیکار ہی گئے اور تمام ایام اس سوز و گدازی میں صرف ہوئے اور کچھ حاصل نہ ہوا گویا اس شعر کا مضمون اس شعر کے مضمون سے ملتا جلتا ہے۔

ہیچو نے دمساز و مشتاقے کہ دید

روز ہا گر رفت گو رو باک نیست	تو بماں اے آنکہ چوں تو پاک نیست
دن اگر گزریں تو کہہ دو گزریں پروا نہیں ہے	اے وہ کہ تجھ جیسا کوئی پاک نہیں ہے تو رہ!

اس میں ایک گونہ مضمون اول سے اعراض ہے یعنی ایام تلف ہونے پر حسرت نہ کرنا چاہئے اگر گئے بلا سے گئے عشق جو اصلی دولت ہے اور سب خرابیوں سے پاک وصاف ہے اس کا رہنا کافی ہے پس شعر سابق میں اصلاح عجب کی ہے کہ اپنی حالت کو پست قرار دیا اور اس شعر میں ناشکری کا علاج ہے کہ انکار نعمت نہ ہونے پاوے۔

ہر کہ جز ماہی ز آبش سیر شد	ہر کہ بے روزی ست روزش دیر شد
جو مچھلی کے علاوہ ہے اس کے پانی سے سیر ہوا	جو بے روزی ہے اس کا وقت ضائع ہوا

اوپر کے اشعار میں ان لوگوں کا بیان تھا جو مشاہدہ تجلیات ونزول واردات سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور تشنہ وکشادہ ذہن ہی رہتے ہیں ایسے لوگ اصطلاح میں ماہی کہلاتے ہیں کہ اس کو کبھی پانی سے سیرابی نہیں ہوتی اب دو قسم کے لوگوں کا اور بیان کرتے ہیں ایک وہ جن کو کچھ حاصل ہوا اور وہ اس پر قانع ہوگئے وہ جز ماہی کہلاتے ہیں ایک وہ جن کو کچھ حاصل ہی نہیں ہوا ان کو بے روزی کہا کہ ان کی عمر ہی ضائع ہوگئی دیر بمعنی باطل مقصود اس شعر ترغیب سے دینا ہے کہ راہ عشق میں توقف نہ چاہئے۔

در نیابد حال پختہ ہیچ خام	پس سخن کوتاہ باید والسلام
کوئی ناقص کامل کا حال نہیں معلوم کر سکتا	بس بات مختصر چاہئے والسلام

اوپر کے اشعار میں تین قسم کے لوگوں کا بیان ہوا ہے کامل جس کو ماہی کہنا چاہئے ناقص جس کو جز ماہی کہا گیا ہے محجوب ہیں جس کو بے روزی کہا ہے سو جیسا محجوب واصل کی حالت کو نہیں سمجھ سکتا اسی طرح ناقص کامل کی حالت کو نہیں سمجھ سکتا کیونکہ حالات امور ذوقیہ میں دلائل یا قیاس سے ادراک ممکن نہیں اس لئے آثار و ثمرات کمال عشق کے جو اوپر سے بیان ہوتے چلے آتے ہیں ان کو ختم کرتے ہیں کہ جب خام پختہ کے حال کو سمجھ نہیں سکتا تو

www.besturdubooks.wordpress.com

تطویل کلام سے کیا فائدہ والسلام یہ کلمہ ختم کا ہے یا اس کے معنے یہ ہیں والسلامۃ فی السکوت یعنی سلامتی اسی میں ہے کہ ان مضامین سے سکوت کیا جاوے کیونکہ اظہار اسرار میں اندیشہ غلط فہمی جہال کا ہے کذا قال مرشدی

بادہ در جوشش گدائے جوش ماست	چرخ در گردش اسیر ہوش ماست
شراب جوش میں ہمارے جوش کی محتاج ہے	آسمان گردش میں ہمارے ہوش کا قیدی ہے
بادہ از ما مست شد نے ما ازو	قالب از ما ہست شد نے ما ازو
شراب ہم سے مست ہوئی نہ کہ ہم اس سے	جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اس کی وجہ سے
بر سماع راست ہر کس چیر نیست	طعمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے	انجیر ہر حقیر پرند کی خوراک نہیں ہے
بند بگسل باش آزاد اے پسر	چند باشی بند سیم و بند زر
اے بیٹا! قید کو توڑ آزاد ہو جا	سونے، چاندی کا قیدی کب تک رہے گا؟

اوپر جو فرمایا ہے کہ خام پختہ کے حال کو نہیں سمجھ سکتا اس لئے اظہار اسرار بیکار ہے اس سے طالبان اسرار کو ایک قسم کا اشتیاق پیدا ہوا اور اس کا سمجھنا موقوف تھا پختہ ہونے پر اس لئے سوال پیدا ہوا کہ اچھا پھر اگر کوئی خام پختہ ہونا چاہئے تو اس کا کیا طریق ہے اس کا جواب ارشاد ہوتا ہے کہ تعلقات قطع کرو اور اموال وزر کی قید سے رہائی حاصل کرو کیونکہ یہ تعلقات حق تعالیٰ سے غافل کر رہے ہیں اور ان کے تعلق کو بڑھنے نہیں دیتے جب یہ کم ہوں گے وہ قوی ہوں گے شدہ شدہ کمال اور پختگی حاصل ہوگی۔ ف یاد رکھنا چاہئے کہ ماسوی اللہ سے تین قسم کے تعلقات ہیں تعلق محمود جس کا شریعت نے امر فرمایا ہے وہ تو عین تعلق بحق ہے اس کا قطع ناجائز تعلق مذموم جس سے شرع نے نہی فرمائی ہے اس کا قطع واجب ہے تعلق مباح جو نہ طاعت ہے نہ معصیت اس میں قطع کی ضرورت نہیں البتہ تقلیل اور انہماک نہ کرنا ضروری ہے۔ پس جہاں قطع تعلق کی تعلیم ہے مراد تعلق محمود نہیں بلکہ مذموم و مباح ہے مگر مذموم بطور ترک کے اور مباح بطور تقلیل کے

گر بریزی بحر را در کوزۂ	چند گنجد قسمت یک روزۂ
اگر تو دریا کو ایک پیالے میں ڈالے	کتنا آئے گا؟ ایک دن کا حصہ
کوزۂ چشم حریصاں پر نہ شد	تا صدف قانع نہ شد پر در نہ شد
حریصوں کی آنکھوں کا پیالہ نہ بھرا	جب تک سیپ نے قناعت نہ کی موتی سے نہ بھرا

ان شعار میں حرص کی مذمت اور اس کا بکار آمد نہ ہونا بیان فرماتے ہیں تا کہ قطع تعلق سہل ہو جاوے یعنے اگر تمام سمندر کو ایک کوزہ میں ڈالا جائے تو اس میں کتنا پانی آوے گا صرف ایک دن کے خرچ کے لائق یعنی ظرف

www.besturdubooks.wordpress.com

سے زیادہ نہ سماوے گا گو پانی زیادہ ہے تو کیا ہوا اسی طرح قسمت ایک ظرف ہے خواہ مال و متاع کتنا ہی زیادہ ہو مگر حصول اسی قدر ہوگا جس قدر قسمت میں گنجائش ہے اور یوں حریصوں کی نیت کبھی بھرتی نہیں آگے قناعت کی مدح ہے کہ جس طرح صدف وقناعت کی بدولت پر گوہر ہو جاتی ہے اسی طرح اگر تم قناعت اختیار کرو تو مثل گوہر کے نور ونہار حاصل کرو کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ

ہر اجامہ زعشقے چاک شد	اوز حرص وعیب کل پاک شد
جس کا جامہ عشق کی وجہ سے چاک ہوا	وہ حرص اور عیب سے بالکل پاک ہوا

عیب میں اضافت نہیں ہے اور کل عیب کی صفت نہیں ہے بلکہ پاک کی تاکید ہے۔ اس شعر میں طریق قطع تعلقات ماسوی وزوال حرص دنیا کا بتلانا منظور ہے کہ اس کا حصول بذریعہ عشق کے بہت سہولت سے ممکن ہے اس کے بدولت آدمی حرص اور جمیع نقائص اور اخلاق ذمیمہ سے بالکل پاک ہو جاتا ہے (فائدہ) اخلاق ذمیمہ کے دو علاج ہیں ایک جزئی یعنی خاص وہ یہ ہے کہ ہر ہر خلق کا جدا جدا علاج کیا جاوے جیسا احیاء العلوم وغیرہ میں لکھا ہے اس کو طریق سلوک کہتے ہیں دوسرا کلی یعنی عام وہ یہ کہ ذکر وشغل سے یا جس طرح شیخ کامل تجویز کرے حق سبحانہ وتعالیٰ کی محبت قلب میں پیدا کی جاوے جب اس کا غلبہ ہوگا اپنی ہستی وخودی مضمحل ہونا شروع ہوگی اور سب اخلاق ذمیمہ جو کہ اس خودی ودعویٰ ہستی سے پیدا ہوتے ہیں زائل ہو جائیں گے۔ اس کو طریق جذب کہتے ہیں۔ اور طریق اول گو بے خطر ہے مگر طویل ہے اور طریق ثانی گو خطرناک ہے مگر قریب ہے اور ہر شیخ کا مذاق مختلف ہوتا ہے مولانا پر چونکہ مذاق ثانی غالب ہے اس لئے اسی کی تعلیم فرماتے ہیں اور اس کی طرف رغبت دلاتے ہیں اور اس کی مدح کرتے ہیں۔

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما	اے طبیب جملہ علتہائے ما
خوش رہ ہمارے اچھے جنون والے عشق!	اے ! ہماری تمام بیماریوں کے طبیب
اے دوائے نخوت و ناموس ما	اے تو افلاطون و جالینوس ما
اے ہمارے تکبر اور عزت طلبی کی دوا!	اے کہ تو ہمارا افلاطون اور جالینوس ہے!

ان اشعار میں عشق کی مدح مقصود ہے مجازاً اس کو مخاطب قرار دیا کہ تو ایسا ہے کہ تیری بدولت خیالات درست ہو جاتے ہیں۔ (سودا خیال کو کہتے ہیں) تجھ سے سب امراض کا علاج ہو جاتا ہے جیسا اوپر بیان ہو چکا ہے تجھ سے نخوت و ناموس کا دفعیہ ہوتا ہے عشق کو اس عار وننگ کے دفع کرنے میں بہ نسبت دوسرے اخلاق ذمیمہ کی ایک خاص خصوصیت ہے کیونکہ عشق کے لئے ذلت لازم ہے اور ذلت وناموس جمع نہیں ہوتے ایک کے غلبہ سے دوسرا جاتا رہتا ہے۔

جسم خاک از عشق بر افلاک شد	کوہ در رقص آمد و چالاک شد
خاکی جسم، عشق کی وجہ سے آسمانوں پر پہنچا	پہاڑ ناچنے لگا اور ہوشیار ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جسم خاک سے مراد جسد مبارک رسول مقبول ﷺ کا اور افلاک پر جانے سے مراد معراج ہے کو وکا رقص میں آنا اشارہ ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ خواہش دیدار الٰہی کی طرف جیسا دوسرے شعر میں تصریح فرمادی ہے یعنی آپکا معراج تشریف لے جانا بدولت عشق کے ہوا کیونکہ آپ محبوب تھے اور محبوب کو قرب وعروج عطا ہوتا ہی ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ دیدار بدولت عشق ہی کے ہوا کیونکہ اس واقعہ میں آپ محب تھے محسبیت کی وجہ سے آپ نے دیدار کی درخواست کی اور اس سے تجلی ہوئی کہ پہاڑ حرکت میں آگیا جس کو مستی سے تعبیر کیا ہے مجازاً اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہوکر گر گئے غرض ایک اثر محبوبیت کا تھا دوسرا محسبیت کا اس میں بھی عشق کی مدح کرنا مقصود ہے ف حکایت موسویہ علیہ الصلوۃ والسلام سے بعض لوگوں کو یہ شبہ ہوجاتا ہے کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار واقع ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن شریف میں فلما تجلی ربہ صاف مذکور ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی یعنی دیدار اور رؤیت ہے مگر یہ بڑی غلطی ہے دیدار اور رویت کے معنی ہیں دیکھنا یہ فعل موسیٰ علیہ السلام کا ہے اس کی نفی قرآن میں صاف موجود ہے لن ترانی یعنی تو مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا یعنی اس حیات دنیوی میں' اور تجلی کے معنے ہیں کھل جانا' ظاہر ہوجانا یہ فعل حق سبحانہ تعالیٰ کا ہے اس کا اثبات قرآن میں کیا گیا ہے سو ان دونوں میں بڑا فرق ہوا ایک کے اثبات سے دوسرے کا اثبات لازم نہیں آتا ورنہ قرآن میں نعوذ باللہ تعارض ہوگا حاصل آیت کا یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ تو ظاہر ہوئے اور حجابات اٹھادیئے مگر موسیٰ علیہ السلام دیکھ نہ سکے اور بے ہوش ہوگئے خوب سمجھ لو

عشق جان طور آمد عاشقا	طور مست و خر موسیٰ صعقا
اے عاشق! عشق طور کی جان بنا	طور مست بنا اور موسیٰ بیہوش ہو کر گرے
سر پنہاں ست اندر زیر و بم	فاش اگر گویم جہاں برہم زنم
زیر و بم میں راز چھپا ہوا ہے	صاف صاف بیان کردوں تو دنیا کو درہم برہم کردوں
آنچہ نے می گویداندریں دوباب	گر بگویم من جہاں گردد خراب
ان دونوں معاملوں میں بانسری جو کچھ کہتی ہے	اگر میں بیان کر دوں دنیا تباہ ہو جائے
بالب دمساز خود گر جفتے	ہچو نے من گفتنیہا گفتے
اگر میں اپنے یار کے ہونٹ سے ملا ہوا ہوتا	بانسری کی طرح کہنے کی باتیں کہتا

اوپر کے اشعار میں شان وشوکت عشق کا بیان ہورہا تھا مقتضا مقام کا یہ تھا کہ عشق کے آثار واسرار کو خوب بیان کریں مگر چونکہ اس کے آثار تو کل کے کل امور ذوقیہ ہیں کہ بدوں حصول عشق کے مفہوم نہیں ہوسکتے اور اسرار علاوہ ذوقی ہونے کے بعضے دقیق وعمیق بھی ہیں کہ ان کے اظہار میں خوف غلط فہمی الحاد وزندقہ کا بھی ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس مضمون کو ترک کر کے عذر فرماتے ہیں کہ اگر میرا کوئی مخاطب صحیح ہوتا تو اس وقت اسرار عشق کو میں بھی مثل عشاق کے عیاں بیان کرتا۔

ہر کہ او از ہم زبانے شد جدا	بے نوا شد گرچہ دارد صد نوا
جو شخص دوست سے جدا ہوا	بے سہارا بنا خواہ سو سہارے رکھے

اس شعر میں قاعدہ کلیہ بیان فرماتے ہیں جو بطور علت مضمون بالا کے ہے کہ جو اپنے ہم زبان سے جدا ہو جاتا ہے۔ گو اس کے پاس کتنا ہی سامان علم و تحقیق کا ہو مگر بے سامان ہو جاتا ہے کہ کچھ مافی الضمیر اظہار ہی نہیں کر سکتا۔

چونکہ گل رفت و گلستاں درگذشت	نشنوی زیں پس زبلبل سرگذشت
جب پھول ختم ہوا اور باغ جاتا رہا	اس کے بعد تو بلبل کی سرگذشت نہ سنے گا
چونکہ گل رفت و گلستاں شد خراب	بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب
جب پھول ختم ہوا اور باغ ویران ہو گیا	پھول کی خوشبو کس میں تلاش کروں؟ (عرق) گلاب میں

اس میں مثال ہے مضمون بالا کی کہ دیکھو جب موسم گل کا نکل جاتا ہے اور گلستان خزاں سے ویران ہو جاتا ہے تو پھر بلبل کے چہچہے سننے میں نہیں آتے کیونکہ اس کے ترانہ کا جاذب گل تھا وہ نہ رہا اسی طرح مخاطب صحیح جاذب مضامین کا ہوتا ہے جب وہ نہ ہو تو سکوت ہی کیا جاتا ہے۔

زیر باریک آواز کو کہتے ہیں اور بم بلند آواز کو اور دو باب بھی اسی کو کہا ہے مراد اس سے مضامین رنگا رنگ مختلف ہیں مطلب یہ کہ عشاق اپنے کلمات عشقیہ میں جو کچھ اجمالا کہہ رہے ہیں اس کے راز اور حقیقت کو اگر ظاہر اور مفصل کر کے کہہ دوں تو عالم تباہ ہو جائے وہ راز وحدۃ الوجود کا ہے کہ کلام عشاق کا تمام تر حاصل وہی ہے کہ ماسوی اللہ تعالیٰ کا وجود کالعدم ہے اور موجود حقیقی وہی ایک محبوب اعظم ہے سو گو یہ امر واقع میں خلاف شریعت نہیں جیسا ان شاء اللہ تعالیٰ قریب واضح ہوا جاتا ہے مگر چونکہ وہ امر ذوقی وحالی ہے اکثر اوقات الفاظ وعبارات اس کے ادا اور بیان سے قاصر رہتے ہیں اکثر عوام اس سے غلطی میں پڑ جاتے ہیں اور سب اشیاء کو اوہام وخیالات سمجھ کر حلال وحرام میں امتیاز اٹھا دیتے ہیں اور شریعت کے احکام کو چھوڑ دیتے ہیں اور نظام تمام عالم کا شرع پر ہے سو اس کے چھوڑنے میں بالا بد عالم میں تباہی آوے گی عالم انسان میں تو بوجہ ترک احکام کے اور دوسری مخلوقات میں اس لئے کہ سب کچھ انسان کے لئے پیدا ہوا ہے جب انسان نہ رہا تو دوسری مخلوقات باقی رہ کر کیا ہو گی کما قال اللہ تعالیٰ ولو یؤاخذ اللہ الناس بما کسبوا ما ترک علی ظہرھا من دابۃ

جملہ معشوق ست و عاشق پردۂ	زندہ معشوق ست و عاشق مردۂ
تمام کائنات معشوق ہے اور عاشق پردہ ہے	معشوق زندہ ہے اور عاشق مردہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر چند اوپر کے اشعار میں راز عشق کو کہ مسئلہ توحید وجود ہے پوشیدہ کر گئے مگر وہ اخفا عوام کے لئے تھا جو اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے اور گمراہی وضلالت میں مبتلا ہوتے ہیں اس شعر میں خواص کے لئے قدرے اس راز کی طرف اشارہ کر دیا ہے سو یہ اختر اس کو لائق فہم عوام کے بیان کرتا ہے مصرعہ اول میں اس مسئلہ کا دعویٰ ہے مصرعہ ثانی میں اس کی تفسیر ہے پس جملہ معشوق ست ہم معنی ہمہ اوست کا ہے جو اس مسئلہ کا مشہور عنوان ہے عاشق سے مراد کل ممکنات کہ مسخر قدرت خداوندی ہیں پردہ سے مراد موجود ظاہری جو حجاب اور ساتر ہے موجود حقیقی کا تشبیہاً اس کو پردہ کہہ دیا کہ وہ بھی ساتر ہوتا ہے۔ اور خود ظاہر نظر آتا ہے اور پردہ دار نظر نہیں آتا پس پردہ کے معنے موجود ظاہری ہوئے خلاصہ دعویٰ کا یہ ہوا کہ ممکنات تو صرف موجود ظاہری ہیں اور حقیقت میں کوئی موجود حقیقی یعنی موصوف بکمال ہستی نہیں بجز ذات حق کے اسی مضمون کو ہمہ اوست سے تعبیر کر دیتے ہیں یہ ایک جملہ ہے مطابق محاورات روزمرہ کے جس طرح کوئی حاکم کسی فریادخواہ سے کہے کہ تم نے پولیس میں رپٹ لکھوائی تم نے کسی وکیل سے بھی مشورہ کیا اور وہ عرض کرے کہ جناب پولیس اور وکیل سب آپ ہی ہیں ظاہر ہے کہ اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہوتا کہ حاکم اور پولیس اور وکیل سب ایک ہی ہیں ان میں کچھ فرق نہیں بلکہ مطلب یہ ہوتا ہے کہ پولیس اور وکیل کوئی چیز قابل شمار نہیں آپ ہی صاحب اختیار ہیں اسی طرح یہاں سمجھ لینا چاہئے کہ ہمہ اوست کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہمہ اور او ایک ہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ہمہ کی ہستی قابل اعتبار نہیں صرف (او) کی ہستی لائق شمار ہے اور باقی جتنے موجودات ہیں ہستی تو ان کی بھی واقعی ہے مگر ان کی ہستی ہستی کامل کے سامنے محض ایک ظاہری ہستی ہے حقیقی یعنی کامل نہیں دوسرا مصرعہ اسی مضمون کی تفسیر اور تمثیل ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر صفت میں دو مرتبے ہوتے ہیں ایک کامل ایک ناقص اور یہ قاعدہ ہے کہ کامل کے روبرو ناقص ہمیشہ کالعدم سمجھا جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ کسی بستی میں ایک شخص مثلاً پانچ پارہ کا حافظ ہوا اور وہ ناظرہ خوانوں میں حافظ مشہور ہوا اتفاق سے وہاں ایک ایسا شخص آ کر رہنے لگے جو تمام قرآن کا حافظ اور فن قرأت کا قاری ہو ایسی حالت میں اگر کوئی اجنبی آدمی بستی والوں سے دریافت کرنے لگے کہ تمہاری بستی میں کتنے حافظ ہیں تو تمام عقلاء یہی جواب دیں گے کہ ایک حافظ ہیں اس جواب پر اگر کوئی عامی کہنے لگے کہ میاں فلانا بھی تو حافظ ہے تو مبصر یہی جواب دے گا کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ بھلا اس کے سامنے وہ بھی کوئی حافظ ہے حالانکہ ایک معنی کر حافظ وہ بھی ہے مگر چونکہ ناقص ہے اس لئے کامل کے روبرو غیر حافظ قرار دیا گیا یا کوئی ادنیٰ درجہ کا حاکم اپنے اجلاس پر بیٹھا ہوا شان حکومت دکھلا رہا تھا اور پندار منصب سے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا کہ ناگہاں بادشاہ وقت اجلاس پر بطریق دورہ آ پہنچا اس کے دیکھتے ہی ہوش اڑ گئے اور سب پندار و دعویٰ ونشہ وغرور ہرن ہو گیا اب جو اپنے اختیارات کو اقتدار شاہی کے روبرو دیکھتا ہے تو اس کا کہیں نام ونشان نہیں پاتا نیچے کو گڑا جاتا ہے نہ آواز نکلتی ہے نہ سر اوپر اٹھتا ہے اس وقت گو اس کا منصب وعہدہ معدوم نہیں ہوا مگر کالمعدوم ضرور ہے پس اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح سمجھنا چاہئے کہ گو ممکنات موجود ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وجود دیا ہے موجود کیوں نہ ہوتے مگر وجود حق کے روبرو ان کا وجود نہایت ناقص وضعیف وحقیر ہے اس لئے وجود ممکن کو وجود حق کے روبرو گو عدم نہ کہیں گے مگر کالعدم ضرور کہیں گے جب یہ کالعدم ہوا تو وجود معتد بہ ایک ہی رہ گیا یہی معنی ہیں وحدۃ الوجود کے کیونکہ اس کا لفظی ترجمہ ہے ایک ہونا وجود کا سو ایک ہونے کے معنے یہ ہیں کہ دوسرا گو ہے سہی مگر ایسا ہی ہے جیسا نہیں ہے اس کو مبالغۃً ادعاء وحدۃ الوجود کہا جاتا ہے شیخ سعدیؒ نے خوب ہی بیان فرمایا ہے ؎ یکے قطرہ از ابر نیسان چکید خجل شد چو دریاے پہنا بدید کہ جائیکہ دریاست من کیستم گر او ہست حقا من نیستم ہمہ ہر چہ ہستند ازان کمتر اند ہا کہ با ہستیش نام ہستی برند شیخ نے تصریح کر دی کہ ہست تو سب ہیں مگر ان کی ہستی ہستی حق کے سامنے ہستی کہنے کے قابل نہیں مولانا نے اس مصرعہ میں اس تفسیر کو ایک مثال میں بیان کیا ہے کہ حضرت حق کو مثل زندہ کے سمجھو اور ممکن کو مثل مردہ کے کہ گو نعش مردہ بھی کسی درجہ کا وجود رکھتا ہے آخر جسم تو ہے مگر زندہ کے روبرو اس کی ہستی قابل اعتبار نہیں کیونکہ مردے کی ہستی ناقص ہے اور زندے کی ہستی کامل کامل کے سامنے ناقص بالکل مضمحل اور ناچیز محض ہے اس مسئلہ کو مرتبہ تحقیق علمی میں توحید کہتے ہیں جس کی تحصیل کوئی کمال نہیں اور جب یہ سالک کا حال بن جاوے تو اس مرتبہ میں فنا کہلاتا ہے یہ البتہ مطلوب ومقصود ہے اور یہی حاصل وحدۃ الشہود کا ہے جس کی دلالت اس معنی پر بہت ہی ظاہر ہے کیونکہ اس کا ترجمہ ہے ایک ہونا شہود کا یعنی واقع میں تو ہستی متعدد ہے مگر سالک کو ایک ہی کا مشاہدہ ہوتا ہے اور سب کالعدم معلوم ہوتے ہیں جیسا اوپر کی مثالوں سے واضح ہو چکا ایک اور مثال سب سے واضح تر شیخ نے بیان فرمائی ہے ؎ مگر دیدہ باشی کہ در باغ وراغ 'بتابد بشب کرمک چون چراغ' یکی گفتش اے مرغک شب وروز چہ بودت کہ بیرون بنائی بروز' بہ بین کاتشیں کرمک خاک زاد جواب ار سر روشنائی چہ داد' کہ من روز وشب جز بصحرا نیم ولے پیش خورشید پیدا نیم' پس وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود میں اختلاف لفظی ہے کما قال مرشدی مگر چونکہ وحدۃ الوجود کے معنی عوام میں غلط مشہور ہو گئے تھے اس لئے بعض محققین نے اس کا عنوان بدل دیا جو بہ نسبت عنوان متروک کے اس معنی میں زیادہ ظاہر ہے کیونکہ لفظ وحدۃ الوجود کی دلالت معنی مذکور پر مجازی ہے اور وحدۃ الشہود کی دلالت اس معنی پر حقیقی ہے اور دلیل نقلی اس مسئلہ کی یہ آیت ہو سکتی ہے کل شیٔ ہالک الا وجہہ جیسا شارح عقائد نسفی نے تفسیر کی ہے۔

چوں نہ باشد عشق را پروائے او	او چو مرغے ماند بے پرؔوائے او
جب عشق کو اس کی پروا نہ ہو	وہ بے پر کے پرندے کی طرح ہے اس پر افسوس ہے
پر و بال ما کمند عشق اوست	موکشانش می کشد تا کوئے دوست
ہمارے بال و پر اس کے عشق کی کمند ہیں	اس کے بال کھینچتی ہوئی اس کو دوست کے کوچہ تک لے جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر بیان کیا ہے کہ عشق موصل قریب ہے اس کے بعد ضمناً عشق کی مدح اور بعض اسرار کا ذکر ہونے لگا تھا اب اسی مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں اور تحقیق کرتے ہیں کہ ہم نے جو عشق کو موصل کہا ہے اس کی وجہ کیا ہے سو ایک ظاہری وجہ تو اوپر بیان ہو چکی ہے اس شعر کی شرح میں ہر کرا جامہ ز عشقے الخ اب دوسری حقیقی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ وجہ ایصال کی یہ ہوتی ہے کہ خود معشوق کو (جس کو مبالغۃً عشق کہہ دیا ہے) یعنی حضرت حق کو اس کے حال پر توجہ ہو جاتی ہے اور اس کی نگرانی اور کشش فرمانے لگتے ہیں ورنہ اگر ان کو اسکی پرواہ نہ ہو تو یہ بے چارہ تو محض عاجز و درماندہ مثل مرغ بے پر کے رہ جاوے جس کے حال پر بجز واے اور افسوس کے کچھ نہ کہا جاوے۔

من چہ گویم ہوش دارم پیش وپس	چوں نہ باشد نور یارم ہم نفس
میں کیا کہوں کہ میں آگے پیچھے کا ہوش رکھتا ہوں	جب کہ میرے دوست کا نور ساتھی نہ ہو

اس میں بیان ہے اسی پرواہ و توجہ کا کہ وہ اپنے طالب کے ساتھ معیت فرماتے ہیں ورنہ اگر ان کی طرف سے معیت نہ ہو جس کو ہم نے ہم نفسی سے تعبیر کیا ہے تو مجھ کو پیش وپس کی کیا خبر رہے اور رہزنان طریقت سے جن کی شان میں لاٰتینھم من بین ایدیھم و من خلفھم آیا ہے کیسے مامون رہ سکوں۔

نور او در یمن و یسر و تحت و فوق	بر سر و بر گردنم چوں تاج و طوق
اس کا نور دائیں بائیں۔ نیچے اوپر ہے	تاج اور طوق کی طرح میرے سر اور گردن میں ہے

اسی معیت کا بیان ہے کہ ان کا نور و عنایت و الطاف مجھ کو محیط ہو رہا ہے جیسا حدیث میں دعا آئی ہے

اللّٰھم اجعل من فوقی نورا و من تحتی نورا و عن یمنی نورا و عن شمالی نورًا ونحوہ

عشق خواہد کایں سخن بیروں رود	آئینہ ات غماز نبود چوں بود
عشق چاہتا ہے کہ یہ بات ظاہر ہو	تیرا آئینہ غماز نہ ہو تو کیوں کر ہو؟

چونکہ اوپر سے عشق ہی کا بیان چلا آتا ہے اس کے آثار کا اس کے بعض اسرار کا اس کی مدح کا اس کے افعال کا اب فرماتے ہیں کہ مضامین عشق کے غیر متناہی ہیں کیونکہ وہ محبوب کی باتیں ہیں جن کا غیر متناہی ہونا قرآن مجید میں مذکور ہے قل لو کان البحر مدادا لکلمت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمت ربی اور غیر متناہی ہونے کی وجہ سے یہ قصہ دراز ہوا چاہتا ہے لیکن سامعین میں صفائے فہم نہیں اس لئے تطویل کلام بیکار ہے کیونکہ بدوں صفا کے اس میں انتقاش و ادراک ہی نہیں ہو سکتا اس کی مثال آئینہ کی سی ہے اگر صاف نہ ہو جس کو غماز سے تعبیر کیا ہے تو کیونکر اس میں کسی شکل کا انعکاس ممکن ہے۔

آئینہ ات دانی چرا غماز نیست	زانکہ زنگار از رخش ممتاز نیست
تو جانتا ہے تیرا آئینہ غماز کیوں نہیں ہے؟	اس لئے کہ زنگ اس کے چہرے سے علیحدہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر مضامین عشق کے بیان نہ کرنے کا یہ عذر فرمایا تھا کہ مخاطب کو صفائے فہم حاصل نہیں اب اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں تا کہ اس کے صیقل کرنے کی رغبت پیدا ہو خلاصہ وجہ کا یہ ہوا کہ تیرے آئینہ قلب پر زنگ تعلق ماسویٰ کا چھڑا ہوا ہے اس لئے صفائی مفقود ہے۔

آئینہ کز زنگ و آلایش جداست	پر شعاع نور خورشید خداست
وہ آئینہ جو زنگ اور میل سے دور ہے	وہ خدا کے نور کے آفتاب کی شعاعوں سے بھرا ہے

اوپر زنگ آلودہ آئینہ کا بیان تھا یہاں بے زنگ آئینہ کا بیان فرماتے ہیں کہ ایسے قلب میں انوار الٰہی تابان و درخشاں ہوتے ہیں اور معارف اور واردات اس پر وارد ہوتے ہیں۔

رو تو زنگار از رخ او پاک کن	بعد ازاں آں نور را ادراک کن
جا اس کے رخ سے زنگ کو صاف کر	اس کے بعد اس نور کو حاصل کر

جب علت نور و ظلمت کی معلوم ہوگئی اب فرماتے ہیں کہ تم کو چاہئے کہ قلب کو اس زنگ سے پاک و صاف کر پھر نور الٰہی کا تم کو ادراک ہوگا

ف یہ دیباچہ ہی اس کتاب مستطاب کا اگر غور کر کے دیکھا جاوے اس میں تمام سلوک کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہے کیونکہ خلاصہ تمام تر سلوک کا مبدأ کا ذکر اور معاد کی فکر ہے سو آغاز کے اشعار میں اول مبدا کو یاد دلایا کہ تمہاری اصلی حالت کیا تھی اس کے بعد اس حالت کے دوبارہ پیدا کرنے کی ترغیب دی اور اس کا طریقہ اجمالاً بتلایا یہی فکر معاد ہے۔

ف مثنوی کے نسخے تعداد و ترتیب اشعار بالا میں مختلف ہیں مگر احقر نے حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کی تصحیح کو ترجیح دی ہے کہ آپ کا اعلم علمائے مثنوی ہونا اس زمانہ میں مسلم تھا واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم

حکایت بادشاہ و عاشق شدنش بر کنیزک وخریدن بادشاہ آن کنیزک را و رنجور شدن آن کنیزک و تدبیر و معالجہ بادشاہ بہر کنیزک

حکایت، بادشاہ کا لونڈی پر عاشق ہونا اور اس کا اس لونڈی کو خریدنا اور لونڈی کا بیمار ہونا اور اس کی بیماری کا علاج

ف یہ حکایت دیباچہ کے آخری شعر سے مرتبط ہے رو تو زنگار از رخ او پاک کن الخ اس میں قلب سے زنگار دور کرنے کا طریقہ ایک مثال کے ضمن میں بتلانا منظور ہے چنانچہ عنقریب تقریر اس کی آتی ہے۔

بشنوید اے دوستاں ایں داستاں	خود حقیقت نقد حال ماست آں
اے دوستو! اس قصہ کو سنو	وہ خود ہمارے موجودہ حال کی حقیقت ہے

لیعنی یہ داستان سنو کہ واقع میں ہماری ہی حالت کے مطابق ہے وجہ مطابقت کی یہ ہے کہ اس حکایت میں جس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح بادشاہ کنیزک پر عاشق ہوا اسی طرح بادشاہ روح کنیزک نفس کا مطیع و عاشق ہوگیا ہے اور جس طرح کنیزک زرگر پر عاشق تھی اسی طرح نفس عاشق لذات دنیا ہے اور جس طرح بادشاہ نے طبیبان ناقص سے رجوع کیا مگر نفع نہ ہوا اسی طرح شیخان ناقص سے رجوع کرنے سے فائدہ نہیں ہوتا اور جس طرح اس غیبی طبیب معالجہ نے معاجلہ کیا کہ زرگر کو دوا کھلا کر بدصورت بنایا کہ کنیزک کو اس سے نفرت ہوگئی پھر ہلاک کردیا اور اس تدبیر سے کنیزک کو صحت ہوگئی اسی طرح شیخ کامل حب لذات دنیا کو بتدریج نفس سے جدا کرتا ہے حتیٰ کہ وہ ان کو ترک کردیتا ہے اور امراض نفسانیہ سے نجات پاتا ہے اور شاہ روح پھر اس سے منتفع ہوتا ہے پس خلاصہ تعلیم طریق کا یہ ہوا کہ اگر زنگار چھڑانا چاہتے ہو تو شیخ کامل سے رجوع کرو اور اس کے ارشاد پر عمل کرو وہ بطریق مناسب تمہاری اصلاح کرے گا۔

ف مولانا کے کلام کا بڑا حصہ دو مضمون میں ہے ایک مقصود کہ توحید ہے دوسرا اس کا طریق کہ اتباع شیخ کامل ہے۔

نقد حال خویش را گر پے بریم	ہم ز دنیا ہم ز عقبیٰ برخوریم
اگر ہم اپنی موجودہ حالت کا سراغ لگائیں	ہم دنیا سے بھی اور عقبیٰ سے بھی پھل کھائیں

یعنی اگر اپنی موجودہ حالت میں غور فکر کرتے رہا کریں تو دونوں جہان کا ہم کو نفع حاصل ہو۔

ایں حقیقت را شنو از گوش دل	تا بروں آئی بکلی ز آب و گل
اس حقیقت کو دل کے کان سے سن	تاکہ تو پانی اور مٹی سے بالکل نکل آئے

آب و گل سے مراد دنیاوی تعلقات و نفسانی لذات ہیں کیونکہ یہ صفات جسمانیہ سے ہیں جسم کا آب و گل سے ہونا ظاہر ہے باقی مطلب صاف ہے۔

فہم گر دارید جاں راہ رہ دہید	بعد ازاں از شوق پا در رہ نہید
اگر سمجھ رکھتے ہو تو روح کو راستہ دو	اس کے بعد شوق سے راستہ پر چلو

گرد کے معنے جمع جان سے مراد دل مطلب یہ کہ فہم کو مجتمع و یکسو کرو اور دل کو متوجہ کرو یعنی اس حکایت اور اپنی حالت کے سمجھنے میں جب اس سے طریقہ معلوم ہو جاوے جیسا اوپر بیان کیا پھر طریق سلوک اختیار کرو۔

بود شاہے در زمانے پیش ازیں	ملک دنیا بودش و ہم ملک دیں
اب سے پہلے زمانہ میں ایک بادشاہ تھا	(جس کی حکومت) ملک دنیا پر بھی تھی اور ملک دین پر بھی

ظاہرا پیش ازیں سے مراد امم سابقہ ہیں یعنی ہمارے پیغمبر ﷺ کے زمانے سے پہلے کا زمانہ یعنی زمانہ سابق میں کوئی بادشاہ تھا جو دنیوی بادشاہی کے ساتھ دیندار بھی تھا۔

اتفاقاً شاہ روزے شد سوار	با خواص خویش از بہر شکار
اتفاقاً ایک دن بادشاہ سوار ہوا	اپنے خواص کے ساتھ شکار کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر صیدے می شداو برکوہ و دشت	ناگہاں در دام عشق او صید گشت
پہاڑ اور جنگل میں وہ شکار کیلئے پھر رہا تھا	اچانک وہ عشق کے جال میں شکار ہو گیا

صید دونوں مصرعوں میں جدا جدا معنی میں لانا لطافت شاعری ہے باقی مطلب ظاہر ہے۔

یک کنیزک دید او بر شاہ راہ	شد غلام آں کنیزک جان شاہ
اس نے راستہ پر ایک لونڈی دیکھی	بادشاہ کی جان اس لونڈی کی غلام بن گئی

غلام اور شاہ کا تقابل لفظی خالی از لطافت نہیں۔ یعنی بادشاہ اس کا عاشق ہو گیا۔

مرغ جانش در قفس چوں در طپید	داد مال و آں کنیزک را خرید
اس کی جان کا پرندہ جب پنجرے میں تڑپا	مال دیا اور اس لونڈی کو خرید لیا

طپیدن سے مراد اضطراب۔ یعنی اس کا جو اضطراب بڑھا اس کو خرید لیا۔

چوں خرید او را و برخوردار شد	آں کنیزک از قضا بیمار شد
جب اس نے اس کو خرید لیا اور کامیاب ہو گیا	وہ لونڈی تقدیر سے بیمار ہو گئی
آں یکے خرداشت پالانش نہ بود	یافت پالاں گرگ خر را در ربود
ایک شخص کے پاس گدھا تھا اس کا پالان نہ تھا	اس نے پالان پا لیا تو گدھے کو بھیڑیا لے گیا
کوزہ بودش آب می نامد بدست	آب را چوں یافت خود کوزہ شکست
اس کے پاس پیالہ تھا پانی ہاتھ نہ آیا	جب پانی پایا خود پیالہ ٹوٹ گیا

مقصود ان دونوں تمثیلوں سے یہ ہے کہ دنیا میں پوری کامیابی کسی کو کم ہوتی ہے جیسے ان دونوں مثالوں میں کہ ایک چیز ملی تو دوسری سے محروم ہے یہی حالت بادشاہ کی ہوئی کہ یا تو کنیزک ہاتھ نہ آتی تھی اور وہ ہاتھ آئی تو اس کے وصال سے بوجہ بیماری کے محروم ہو گیا۔ گویا اشارہ ہے کہ دنیا و مافیہا سے دلچسپی نہ چاہئے کہ لذت تام اس میں میسر نہیں ہوتی۔

شہ طبیباں جمع کرد از چپ راست	گفت جان ہر دو در دست شماست
دائیں بائیں سے بادشاہ نے طبیبوں کو جمع کیا	کہا دونوں کی جان تمہارے ہاتھ میں ہے

ہر دو سے مراد بادشاہ اور کنیزک یعنی اس کی جان تو اس لئے تمہارے قبضہ میں ہے کہ وہ بیمار ہے علاج نہ کریگا مر جائے گی اور میری جان اس لئے کہ میں اس کا عاشق ہوں اس کی بیماری یا ہلاکت سے میرا بچنا مشکل ہے۔

جان من سہل ست و جان جانم اوست	دردمند و خستہ ام درمانم اوست
میری جان معمولی ہے میری جان کی جان وہ ہے	میں دکھی اور زخمی ہوں میرا علاج وہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میری جان تو کچھ نہیں حقیقت میں میری جان کی جان وہی ہے گویا میں بیمار ہوں وہ میرا علاج ہے۔

ہر کہ درماں کرد مرجان مرا	برد گنج در و مرجان مرا
جس نے میری جان کا علاج کر دیا	وہ میرے موتی اور مونگے کا خزانہ لے گیا

مصرعہ اول میں مرجان میں مرزائد ہے اور دوسرے مصرعہ میں جزو کلمہ ہے مرجان بمعنی مونگا' بادشاہ نے وعدہ انعام کا کیا بیمار کی صحت پر

جملہ گفتندش کہ جانبازی کنیم	فہم گرد آریم و انبازی کنیم
سب نے کہا' ہم جان لڑا دیں گے	خوب غور کریں گے اور مل کر کریں گے

جان بازی جان لڑانا' گرد آوردن جمع کرنا' انبازی شرکت مطلب یہ کہ ہم علاج میں خوب کوشش کریں گے اور فہم وحواس کو مجتمع کر کے باہمی مشورہ واتفاق سے علاج کریں گے۔

ہر یکے آزما مسیح عالم ست	ہر الم را در کف ما مرہم ست
ہم میں سے ہر ایک دنیا کا مسیحا ہے	ہمارے پاس ہر درد کا مرہم ہے

مبالغۃً اپنے کو مسیح کہہ دیا باقی مطلب ظاہر ہے۔

گر خدا خواہد نہ گفتند از بطر	پس خدا بنمود شاں عجز بشر
تکبر کی وجہ سے' انہوں نے انشاء اللہ نہ کہا	تو خدا نے انسان کی مجبوری ان پر واضح کر دی

گر خدا خواہد ترجمہ ان شاء اللہ تعالیٰ کا ہے اور ترکیب میں نہ گفتند کا مفعول ہے بطر بمعنی تکبر از بطر نہ گفتند کی علت ہے یعنی نازش وفخر کی وجہ سے ان شاء اللہ نہ کہا خدا تعالیٰ نے ان کے دعووں کو پست کر دیا۔

ترک استثنا مرادم قسوتے ست	نے ہمیں گفتن کہ عارض حالتے ست
انشاء اللہ نہ کہنے سے میری مراد' یہ دل ہے	یہ بھی نہیں کہنا چاہیے' کیونکہ یہ ایک عارضی حالت ہے

استثنا ان شاء اللہ تعالیٰ کہنا قسوت سنگدلی اوپر ان شاء اللہ تعالیٰ نہ کہنے کی مذمت بیان فرمائی ہے اب اس کی حقیقت بیان فرماتے ہیں کہ ترک ان شاء اللہ تعالیٰ سے مراد یہ ہے کہ دل سے ترک کرے یعنی دل میں بوجہ قساوت وسنگدلی کے اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور تفویض نہ ہو صرف زبان سے کہنا نہ کہنا جو ایک عارضی حالت ہے قابل اعتبار نہیں مصرعہ ثانی کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ لفظ نے بمعنی بل اضراب کے لئے ہو معنے نہایت لطیف نکلیں گے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اول یہ کہا تھا کہ ترک استثناء سے مراد قساوت قلبی ہے اب کہتے ہیں کہ نہیں قساوت نہیں بلکہ زبان سے بھی اگر کہا جاوے اور دل میں نہ ہو تو حالانکہ یہ ظاہر میں ترک استثناء نہیں بلکہ استثناء ہے مگر ہمارے نزدیک یہ کہنا بھی ترک استثناء میں داخل ہے دوسری توجیہ یہ کہ نے اپنی ظاہری معنے پر محمول ہو اور ہمیں گفتن کے قبل مضاف یعنی لفظ ترک مقدر ہو یعنی ترک استثناء سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد قسوت ہے نہ کہ ترک کرنا اس زبانی ان شاء اللہ کہنے کا کہ یہ محض ایک عارضی حالت ہے۔

اے بسا ناوردہ استثنا بگفت	جان او با جان استثناست جفت
بہت سے لوگوں نے انشاء اللہ کہے بغیر بات کہی ہے	(لیکن) ان کی جان انشاء اللہ کی روح کے ساتھ ہے

اس میں اوپر کے مضمون کی تائید ہے یعنی ان شاء اللہ کہنے نہ کہنے میں قلب پر مدار ہے زبان کا اعتبار نہیں بہت سے آدمی زبان سے نہیں کہتے مگر ان کا دل استثناء کے روح و مغز سے کہ تفویض الی اللہ ہے ملا ہوا ہے۔

ہرچہ کردند از علاج و از دوا	گشت رنج افزون و حاجت ناروا
جس قدر بھی انہوں نے علاج اور دوا کی	مرض بڑھا اور مقصد لاحاصل رہا

اس میں بیان ہے اوپر کے مضمون کا پس خدا نمود و شان عجز بشر اور مطلب ظاہر ہے۔

آں کنیزک از مرض چوں موئے شد	چشم شاہ از اشک خوں چوں جوئے شد
وہ لونڈی مرض کی وجہ سے بال جیسی ہو گئی	بادشاہ کی آنکھ خون کے آنسو سے نہر کی طرح ہو گئی

یعنی کنیزک بہت لاغر ہو گئی اور بادشاہ کی آنکھیں غم میں نہر خون بن گئیں۔

چوں قضا آید طبیب ابلہ شود	آں دوا در نفع خود گمرہ شود
جب موت آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے	وہ دوا اپنا نفع پہنچانے میں گمراہ ہو جاتی ہے

گمرہ سے مراد غیر مؤثر بلکہ مؤثر مخالف باقی مطلب ظاہر ہے۔

از قضا سرکنگبیں صفرا ازود	روغن بادام خشکی مے نمود
تقدیر سے سکنجبین نے صفرا بڑھایا	روغن بادام خشکی بڑھاتا ہے
از ہلیلہ قبض شد اطلاق رفت	آب آتش را مدد شد ہمچو نفت
ہیڑ سے قبض ہو گیا، دست ختم ہوئے	پانی، مٹی کے تیل کی طرح آگ کی مدد بن گیا

انمیں آثار کے مخالف اور معکوس ہونے کا بیان ہے چنانچہ ظاہر ہے نفت ایک روغن ہے جو آگ کو بہت جلد قبول کرتا ہے۔

سستی دل شد فزون و خواب کم	سوزش چشم و دلپر درد و غم
دل کی سستی بڑھ گئی، نیند کم ہو گئی	آنکھوں میں جلن اور دل درد و غم سے بھر گیا

دل کا عطف چشم پر ہے اور سوزش کا عطف بتقدیر عاطف سستی پر یعنی دل کی سستی اور چشم و دل کی سوزش افزوں ہو گئی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سوزش الخ مبتداء ہو اور ختم مصرعہ پر پیدا شد خبر مقدر ہو معنے ظاہر ہیں۔

شربت و ادویہ و اسباب او	از طبیباں بردیکسر آب رو
شربت اور دواؤں اور اس کے اسباب نے	طبیبوں کی آبرو بالکل ختم کر دی

www.besturdubooks.wordpress.com

اوکی ضمیر بیماری کی طرف ہے اور اسناد برد کی شربت وادو یہ واسباب کی طرف مجازی ہے اور آبرو مفعول ہے برد کا مطلب یہ کہ تشخیص و معالجہ کی غلطی نے سبب کو بے آبرو کر دیا۔

عاجز شدن طبیباں از معالجۂ کنیزک وظاہر شدن بر بادشاہ وروآوردن او بدرگاہ بادشاہ حقیقی

طبیبوں کا علاج سے عاجز آجانا اور بادشاہ کو معلوم ہو جانا اور حقیقی بادشاہ کی طرف اس کا رخ کرنا

شہ چوں عجز آں طبیباں را بدید	پا برہنہ جانب مسجد دوید
بادشاہ نے جب طبیبوں کی بے بسی دیکھی	ننگے پاؤں مسجد کی جانب بھاگا
رفت در مسجد سوئے محراب شد	سجدہ گاہ از اشک شاہ پرآب شد
مسجد میں گیا محراب کی جانب ہوا	بادشاہ کے آنسوؤں سے سجدے کی جگہ تر ہو گئی

یعنی اس قدر رویا کہ سجدہ کی جگہ تر ہو گئی باقی ظاہر ہے۔

چوں بخویش آمد زغرقاب فنا	خوش زباں بکشاد در مدح وثنا
جب وہ فنا کی گہرائی سے نکل کر آپے میں آیا	مدح وثنا میں خوب زبان کھولی

فنا سے مراد مطلق بے خودی وبے ہوشی یعنی روتے روتے بے خود ہو گیا تھا جب ہوش میں آیا تو اللہ تعالیٰ کی مدح وثناء شروع کی۔

کاے کمینہ بخششت ملک جہاں	من چگویم چوں تو می دانی نہاں
اے! وہ کہ دنیا کی سلطنت تیری معمولی بخشش ہے	میں کیا کہوں؟ تو خود پوشیدہ بات جانتا ہے

کمینہ بمعنے ادنیٰ صفت بخشش کی جملہ اور ملک جہان خبر ہے یا بالعکس یعنی میری تمام سلطنت یا مطلق سلطنت آپ کا ادنے عطیہ ہے باقی سب ظاہر ہے۔

حال ما وایں طبیباں سربسر	پیش لطف عام تو باشد ہدر
ہمارا اور ان طبیبوں کا حال سب کا سب	تیری عام مہربانی کے سامنے بیکار ہے

ہدر بمعنے باطل و ناچیز مطلب یہ کہ گو ہماری اور ان طبیبوں کی یہ حالت کہ آپ پر اعتماد نہ کیا مذموم اور قابل مواخذہ وسزا ہے مگر آپ کے لطف عام اور عفو کے روبرو محض ناچیز ہے اگر معاف فرما دیجئے تو کوئی دشوار نہیں مقصود معافی چاہنا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے ہمیشہ حاجت ما را پناہ	بار دیگر ماغلط کردیم راہ
اے ! وہ کہ ہمیشہ ہماری حاجت کی پناہ ہے	راستہ سے ہم پھر بھٹک گئے

بار دیگر میں دو احتمال ہیں یا تو غلط کردیم کے متعلق ہے اور یا محذوف کے اول صورت میں دیگر کے معنی مطلق تکرار و تعدد ہے یعنی ہم بار بار غلطیاں کیا کرتے ہیں اور دوسری صورت میں پناہ شو محذوف ہوگا یعنی آپ ہمیشہ ہماری پناہ بنتے ہیں اب کی بار پھر پناہ ہو جایئے اور ہم سے تو غلطی ہو گئی۔

لیک گفتی گرچہ می دانم سرت	زود ہم پیدا کنش برظاہرت
لیکن تو نے کہا ہے' اگرچہ میں تیرا بھید جانتا ہوں	تو بھی جلد اس کو اپنی ظاہری حالت کے مطابق بیان کر دے

یہ اوپر کے اس مصرعہ سے استدراک ہے من چہ گویم چون تو میدانی نہان' یعنے اگرچہ آپ کے علام الغیوب ہونے کی وجہ سے میرے اظہار حاجت کی ضرورت نہیں مگر آپ کا ارشاد ہے کہ مجھ سے دعا کرو اس لئے زبان سے بھی عرض کرتا ہوں پیدا کنش میں کن صیغہ امر کا ہے اور ضمیر (ش) راجع ہے (سر) کی طرف اور ظاہر سے مراد زبان'

چوں برآورد از میان جاں خروش	اندر آمد بحر بخشایش بجوش
جب اس نے تہ دل سے فریاد کی	اس کی بخشش کا دریا جوش میں آ گیا
درمیان گریہ خوابش در ربود	دید در خواب او کہ پیرے رونمود
روتے روتے اس کو نیند آ گئی	اس نے خواب میں دیکھا کہ ایک بزرگ ظاہر ہوئے
گفت اے شہ مژدہ حاجات رواست	گر غریبے آمدت فردا' زماست
بولے اے بادشاہ بشارت ہے' تیری حاجتیں پوری ہو گئیں	اگر کل کو کوئی اجنبی شخص آئے تو وہ ہماری طرف سے ہے

مژدہ میں لفظ باد مقدر ہے یعنی تم کو مژدہ ہو اور حاجات سے علیحدہ جملہ ہے۔ غریب بمعنی مسافر مطلب یہ کہ اس مرد غیبی نے منجانب اللہ کہا کہ اب تمہارا کام بن گیا کل اگر کوئی مسافر آوے وہ ہماری طرف سے فرستادہ ہوگا اس کے علاج سے فائدہ ہوگا باقی معنی اشعار ظاہر ہیں

چونکہ آید او حکیم حاذق ست	صادقش داں کو امین و صادق ست
جب وہ آئے تو ماہر طبیب ہے	اس کو سچا جاننا وہ سچا اور امانتدار ہے
در علاجش سحر مطلق را ببیں	در مزاجش قدرت حق را ببیں
اس کے علاج میں پورا جادو دیکھنا	اس کے مزاج میں خدا کی قدرت دیکھنا

مطلق بمعنی کامل مقصود تشبیہ دینا صرف سرعت تاثیر میں ہے سحر کے حلال و حرام ہونے سے یہاں بحث نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تشبیہ ہر حال میں صحیح ہے اور مصرعہ ثانی کا حاصل یہ ہے کہ اس معالج کے مزاج وافعال میں قدرت حق نمایاں ہوگی کہ اس سے مریض کو شفا ہو جائے گی۔

خفتہ بود ایں خواب دید آگاہ شد	گشتہ مملوک کنیزک شاہ شد
وہ سویا ہوا تھا' یہ خواب دیکھا جاگ اٹھا	لونڈی کا غلام بادشاہ بن گیا

ایں خواب دید سے الگ جملہ ہے۔ کشتہ کے معنے کشتہ بود ہیں یعنی غم کنیزک میں مقید تھا خواب دیکھ کر خوشی سے آزاد و مسرور ہو گیا

چوں رسید آں وعدہ گاہ و روز شد	آفتاب از شرق اختر سوز شد
جب وعدہ کا وقت آ گیا اور دن ہو گیا	سورج مشرق سے' ستاروں کو ختم کرنے والا ہو گیا

وعدہ گاہ یعنی وقت وعدہ مراد روز فردا ہے شرق بمعنی مشرق اختر سوز یعنی اختر کا غائب کر دینے والا' مطلب ظاہر ہے یعنی صبح ہوئی جو وقت تھا وعدہ آمد معالج کا'

بود اندر منظرہ شہ منتظر	تا بہ بیند آنچہ بنمودند سر
بادشاہ جھروکہ میں منتظر تھا	تاکہ اس بھید کو دیکھ لے جو اس پر ظاہر کیا ہے

منظرہ جائے نظر مراد دریچہ' دوسرے مصرعہ میں بیان ہے انتظار کا سر سے مراد وہی شب کا خواب باقی مطلب ظاہر ہے۔

دید شخصے کاملے پر مایۂ	آفتاب درمیان سایۂ
اس نے ایک شخص کامل' پُرہنر دیکھا	جو اندھیرے میں سورج تھا

مایہ سے مراد کمالات و معرفت' آفتاب سے تشبیہ دینا باعتبار انوار کے ہے۔ سایہ سے مراد بھی ظاہری سایہ آفتاب کے مقابلہ میں لانا صنعت شاعری ہے و نیز دونوں کا اجتماع چونکہ امر غریب ہے اس لئے لطافت کلام اور بڑھ گئی مطلب یہ کہ ایک شخص جامع الفضائل والکمالات منور بانوار باطنی سایہ میں چلا آرہا تھا

می رسید از دور مانند ہلال	نیست بود و ہست بر شکل خیال
دور سے چاند جیسا آ رہا تھا	معدوم اور موجود تھا خیال کی طرح

ہلال سے تشبیہ دینے کی دو وجہ ہیں ایک تو انتظار و اشتیاق کیونکہ ہلال کو نہایت شوق و انتظار سے دیکھتے ہیں دوسرے نحیف و ضعیف ہونا بوجہ کثرت مجاہدات و ریاضت کے جس طرح ہلال لاغر ہوتا ہے دوسرے مصرعہ میں ان کو نیست و ہست دونوں کے ساتھ موصوف کیا مختلف اعتبارات سے تو ہست تو باعتبار واقعہ کے کہا اور نیست مبالغۃً و تشبیہاً کہہ دیا یعنی چونکہ نہایت مضمحل تھے اس لئے گویا وجودی نہ رکھتے تھے اور اس معنی میں خیال سے تشبیہ

besturdubooks.wordpress.com

دی جس طرح خیال واقع میں موجود ہوتا ہے اور باعتبار غیر محسوس وقلیل البقا ہونے کی مشابہ معدوم کی ہوتا ہے۔

تو جہانے بر خیالے بیں رواں	نیست وش باشد خیال اندر جہاں
تو دنیا کو بھی خیال کی طرح چلتی پھرتی چیز سمجھ	دنیا میں خیال معدوم کی طرح ہوتا ہے

روان اول بمعنی جان' روان ثانی بمعنی جاری' اس شعر میں اوپر کے مضمون کی تائید ہے جہاں کا خیال پر جاری ہونا اس کے ہست ہونے کے آثار میں سے ہے باقی خیال پر جاری ہونا خود امر ظاہر ہے کیونکہ آدمی افعال اختیاریہ میں اول کوئی بات سوچ لیتا ہے پھر کام شروع کرتا ہے خواہ وہ سوچی ہوئی بات صحیح ہو یا غلط

وز خیالے فخر شان و ننگ شاں	بر خیالے صلح شان و جنگ شاں
ان کا فخر اور ذلت خیال ہی سے ہے	ان کی صلح اور لڑائی خیال کے مطابق ہوتی ہے

مطلب ظاہر ہے کوئی مصلحت خیال میں آ گئی صلح ہو گئی کوئی ضرورت خیال میں بس گئی جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ کسی کمال کا وہم ہو گیا فخر شروع ہو گیا کسی بدنامی کا اندیشہ ہوا ننگ وعار کا غلبہ ہو گیا۔

عکس مہ رویان بستان خداست	آں خیالاتے کہ دام اولیاءست
خدا کے باغ کے حسینوں کا عکس ہیں	وہ خیالات' جو اولیاء کے لئے جال ہیں

اوپر خیال کے ضعیف وناچیز ہونے کا ذکر تھا اس سے احتمال تھا کہ کوئی شخص تمام خیالات کو نا قابل اعتبار قرار دے کر اولیاء کے خیالات کو بھی کہ وہ واقع میں مطلوب اور مقصود ہیں اسی طرح ضعیف وحقیر سمجھ جاوے اس شعر میں اس غلطی کو رفع فرماتے ہیں کہ اولیاء کے خیالات ایسے نہیں بلکہ وہ محمود اور صحیح ہیں۔ ان خیالات سے مراد دو قسم کے خیالات ہیں ایک مراقبات جن میں غور وخوض کرنے کے لئے اور قلب میں ان کو مستحضر رکھنے کے لئے شیخ کامل فرماتا ہے مثلاً یحبھم و یحبونہ' کے خیال کی تعلیم' دوسرے مکاشفات یعنی وہ علوم جو ذوقی طور پر ان مراقبات کے بعد قلب پر وارد ہوتے ہیں مثلاً ہر معاملہ میں جو منجانب اللہ پیش آوے اس شخص کو کچھ فوائد ومصالح منکشف ہو جاویں جس سے یحبھم کا پورا علم الیقین بلکہ عین الیقین ہو جاوے اور جوں جوں یہ مراقبات ومکاشفات بڑھتے جاتے ہیں حق تعالیٰ کے ساتھ دلچسپی وشیفتگی بڑھتی جاتی ہے۔ اسی واسطے ان کو دام اولیاء کہا گیا دوسرے مصرعہ میں ان کے محمود ہونے کا بیان ہے بستان خدا سے مراد صفت علیہ الہیہ ہے۔ باعتبار جامعیت علوم متکثرہ کے اس کو بستان کہہ دیا اور مہرویان سے مراد خود علوم متکثرہ بوجہ جمیل ہونے کے ان کو مہرو کہہ دیا کیونکہ حق تعالیٰ شانہ کے ذات وصفات سب جمیل ہیں جیسا وارد ہے ان اللہ جمیل عکس سے مراد فیض معنے یہ ہوئے کہ یہ خیالات علوم الہیہ کے (جن کا منشاء صفت علیہ ہے) فیوض ہیں ہوا جس نفسانیہ ووساوس شیطانیہ نہیں ہیں جیسے اہل دنیا کو یا جاہلان شریعت مدعیان طریقت کو ہوتے ہیں کہ خیال کو کمال اور ضلال کو کشف اور جہل کو علم سمجھ کر تباہ ہوتے ہیں بلکہ خاص القا رحمانی والہام ربانی ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آں خیالے راشہ در خواب دید	در رخ مہماں ہمی آمد پدید
وہ خیال جو بادشاہ نے خواب میں دیکھا	مہمان کے چہرے پر ظاہر ہوا

یہاں سے مود ہے قصہ کی طرف کہ شب کو جو علامتیں خواب میں دیکھی تھیں وہ مہمان کے رخ سے نمایاں تھیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خواب میں جو پیر مرد نظر آیا تھا۔ یہ مہمان وہی تھا کیونکہ اس مرد پیر نے جو غیبی قاصد تھا یہ کہا تھا کہ گر غریبے آیدت فردا زماست' تو ضرور یہ مہمان اور شخص ہونا چاہئے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس پیر مرد سے جو علامتیں خواب میں سنی تھیں کہ وہ شخص ایسا ایسا ہوگا۔ یہ مہمان ویسا ہی تھا۔

نور حق ظاہر بود اندر ولی	نیک بیں باشی اگر اہل دلی
ولی میں اللہ کا نور ظاہر ہوتا ہے	اگر تو صاحب دل ہے اچھی طرح دیکھ لے گا

اوپر فرمایا تھا کہ رخ مہمان سے نشان غیبی ظاہر ہو رہا تھا اب فرماتے ہیں کہ اس مہمان کی کیا تخصیص ہے ہر ولی کی یہی حالت ہے کہ اس میں انوار الٰہی نمایاں ہوتے ہیں مگر اس کا ادراک اہل دل کو ہوتا ہے۔ وہ انوار یہی ہیں کہ اس کی صحبت سے اللہ تعالیٰ کی محبت' آخرت کی رغبت دنیا و ماسوی اللہ سے نفرت قلب میں پیدا ہوتی ہے حدیث میں ہے اذا را وا ذکر اللہ اور تجربہ ہے کہ اس شخص کے چہرہ پر بھی رونق اور تمکینی اور نرمی ہوتی ہے قال اللہ تعالیٰ سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود'

آں ولی حق چو پیدا شد ز دور	از سراپایش ہمی می ریخت نور
وہ اللہ کا ولی جب دور سے نظر آیا	اس کے سراپا سے نور برستا تھا

پیدا بمعنی ظاہر ہمی لفظ زائد مطلب ظاہر ہے کہ وہ مہمان ولی جب دور سے نظر آیا اس کے ہر بن مو سے انوار برستے تھے

شہ بجائے حاجباں در پیش رفت	پیش آں مہمان غیب خویش رفت
بادشاہ دربانوں کی بجائے آگے بڑھا	اپنے غیبی مہمان کے سامنے آیا

بجائے بمعنی بطور حاجب بمعنی دربان مطلب یہ کہ بادشاہ بطور دربانوں اور خادموں کے استقبال کے لئے بڑھا اور اپنے غیبی مہمان کے پاس آیا۔

ضیف غیبی راچو استقبال کرد	چوں شکر گوئی کہ پیوست او بورد
غیبی مہمان کا جب استقبال کیا	گویا شکر گلاب کی پتی سے پیوستہ ہوئی

یعنی بادشاہ نے مہمان غیبی کا جب استقبال کیا تو دونوں میں اس طرح اتصال ہو گیا جیسے گلقند میں شکر اور گلاب کے پھول یکے بعد دیگرے پیوستہ ہو جاتے ہیں۔ چونکہ اتصال کے لئے مناسبت ضروری ہے اس لئے اس میں اشارہ ہے کہ بادشاہ بھی کمال باطنی سے خالی نہ تھا جیسا آغاز داستان میں فرمایا ہے۔ ملک دنیا بودش وہم ملک دین

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر دو بحری آشنا آموختہ	ہر دو جاں بیدو ختن بر دوختہ
دونوں سمندری تیرا کیے ہوئے	دونوں جانیں بلا سئے سلی ہوئی

مصرعہ اولیٰ میں ہر دو مبتدا اور بحری خبر بحذف رابطہ بحری منسوب بہ بحر بمعنی دریا' آشنا بمعنے شناوری مصرعہ ثانیہ میں ہر دو مبتدا بر دوختہ خبر اور جان مفعول بر دوختہ کا اور بے دوختن متعلق بر دوختہ کا معنی یہ ہوئے کہ دونوں بحری یعنی دریاے معرفت کے آشنا اور پیراک تھے اور دونوں کی روحیں ایسی متصل تھیں جیسے باہم سلی ہوئی اور ظاہر میں ان کو کسی نے سیا اور ملایا نہ تھا اس میں اوپر والے مضمون کی کہ دونوں میں مناسبت تھی تصریح ہے کہ دونوں عارف تھے۔

آں یکے لب تشنہ واں دیگر چو آب	آں یکے مخمور واں دیگر شراب
ایک پیاسا اور دوسرا پانی جیسا	ایک مستؔ دوسرا شراب

اس میں بھی اسی مناسبت و کشش باہمی کا بیان ہے کہ ایک یعنی بادشاہ مثل تشنہ کے تھا اور دوسرا یعنی مہمان مثل پانی کے اسی طرح بادشاہ مثل مخمور کے تھا اور مہمان مثل شراب کے مطلب یہ کہ بادشاہ طالب تھا اور مہمان مطلوب'

گفت معشوقم تو بودستی نہ آں	لیک کار از کار خیزد در جہاں
اس نے کہا' میرا معشوق تو تھا نہ وہ	لیکن اس دنیا میں کام سے کام نکلتا ہے

یعنی بادشاہ نے کہا کہ میرے مطلوب واقع میں آپ تھے وہ کنیزک نہ تھی یعنی قابل عشق و محبت کے آپ ہیں کہ عارف کامل ہیں لیکن عالم اسباب میں ایک امر دوسرے امر کا باعث اور بہانہ ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے عشق کنیزک کو آپ کی زیارت و ملاقات کا سبب بنا دیا۔ گویا وہ مقصود بالعرض تھی اور آپ مقصود بالذات ہیں۔

اے مرا تو مصطفیٰ ؐ من چوں عمرؓ	از برائے خدمت بندم کمر
اے ! تو میرا مصطفیٰ ہے' میں عمرؓ کی طرح ہوں	تیری خدمتگاری کے لئے میں کمر بستہ ہوں

تشبیہ مصطفیٰ ﷺ سے محض مخدوم ہونے میں اور عمرؓ سے خادم ہونے میں ہے یعنی آپ مخدوم ہیں میں خادم ہوں۔ یہ تشبیہ مولانا کے الفاظ ہیں بادشاہ کے نہیں پس یہ اشکال لازم نہیں آتا کہ جب یہ قصہ امم سابقہ کا ہے وہ بادشاہ مصطفیٰ ﷺ اور عمرؓ کو کیسے جانتا تھا۔ اور نہ اس کے لئے اس تکلف کی حاجت کہ کتب سابقہ سے اس کو اطلاع ہوئی ہوگی اور تخصیص نام عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محض رعایت وزن شعری ہے اس کے علاوہ تکلفات زائد ہیں۔

درخواستن توفیق رعایت ادب و وخامت بے ادبی

رعایت ادب کی خواہش اور بے ادبی کی نحوست

از خدا جوئیم توفیق ادب	بے ادب محروم ماند از فضل رب
ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں	بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہا

www.besturdubooks.wordpress.com

مناسبت اس کی ماقبل سے ظاہر ہے ماقبل میں بیان کیا تھا کہ بادشاہ اس مہمان ولی کے ساتھ ادب سے پیش آیا۔ اس تقریب سے ادب کی خوبی بیان کرنے لگے اور اس میں اشارہ ہے کہ جب کسی کامل کی خدمت میں حضوری میسر ہو باادب پیش آوے اور کوئی حرکت بے ادبی کی نہ کرے سورہ حجرات میں اس کی مفصل تعلیم ہے۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد	بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد
بے ادب نے نہ صرف اپنے آپ کو خراب کیا	بلکہ اس نے تمام اطراف میں آگ لگا دی

یعنی بے ادب صرف اپنا ہی برا نہیں کرتا بلکہ تمام اطراف عالم میں آگ لگا دیتا ہے یعنی اس کی بے ادبی سے دوسروں کو بھی ضرر پہنچتا ہے۔ دوسروں کو دو قسم کے ضرر پہنچتے ہیں ایک خاص یعنی صرف ان لوگوں کو جنہوں نے اس بے ادبی یعنی گناہ و معصیت کو دیکھ کر مداہنت اختیار کی اور باوجود قدرت کے عاصی کو نہ روکا خصوصا جبکہ اس سے بشاشت و انشراح کے ساتھ ملتا جلتا رہا اس صورت میں یہ شخص بھی مبتلائے گناہ و وبال ہوتا ہے یہ نہیں کہ اسی عاصی کا گناہ اس پر ہوتا ہے تاکہ لا تزرو ازر ۃ وزر اخریٰ کے خلاف لازم آوے بلکہ خود اپنی گناہ میں گراں بار ہوتا ہے کیونکہ باوجود قدرت کے سکوت کرنا خود مستقل گناہ ہے دوسرا ضرر عام جس میں وہ لوگ بھی شریک ہو جاتے ہیں جو اس گناہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتے بضرر مثل قحط و وباء کے ہے کہ اچھوں بروں سب پر اس کا اثر ہوتا ہے لیکن یہ بلیات و مصائب فجار پر عذاب و عقوبت ہیں اور ابرار پر رحمت و نعمت کہ ان کے درجات بلند ہوتے ہیں پس یہاں بھی اشکال لا تزرو وازرۃ وزر اخری کا لازم نہیں آیا کیونکہ وزر اسے مراد گناہ ہے نہ تکلیف دنیوی کہ انبیاء اولیاء پر اس کا نزول ہوتا ہے یہ سب مضامین قرآن و احادیث صحیحہ میں جابجا وارد ہیں قال تعالیٰ واتقوا فتنہ لا تصیبن الذین ظلموا امنکم خاصۃ و فی الحدیث او شک اللہ ان یعمھم بعقاب و فیہ یخسف باولھم و آخر ھم ثم یبعثون علی نیا تھم متفق علیہ

مائدہ از آسماں درمی رسید	بے شرا و بیع بے گفت و شنید
خوان آسمان سے پہنچتا تھا	بغیر خریدنے اور بیچنے اور بغیر کہے سنے

مائدہ خوان کو کہتے ہیں مگر یہاں مجازاً من وسلویٰ مراد ہے بقرینہ شعر مابعد کیونکہ وہ خوان پر نہ آتا تھا چونکہ بلا ذریعہ اسباب ارضیہ ملتا تھا اس لئے اس کو آسمان کی طرف منسوب کیا یعنی قوم موسیٰ علیہ السلام کو کہ بنی اسرائیل تھے من وسلویٰ بلا مشقت مل جاتا تھا نہ خرید و فروخت کرنا پڑتا تھا نہ کسی سے کہنا سننا پڑتا تھا من ترنجبین کو کہتے ہیں اور سلویٰ پرندہ ہے مثل لوا و بٹیر کے یہ چیزیں ان کو جنگل میں بلا تعب مل جاتی تھیں۔

درمیان قوم موسیٰ چند کس	بے ادب گفتند کو سیر و عدس
موسیٰ کی قوم میں سے چند اشخاص	بے ادب نے کہا لہسن اور مسور کہاں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

بے ادب ترکیب میں حال ہے یعنی چند آدمیوں نے بے ادبانہ اور گستاخانہ کہا کہ ہم کو لہسن اور عدس (مسور وغیرہ) من اور سلویٰ نہیں لیتے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

منقطع شد خوان ونان از آسماں	ماند رنج زرع وبیل و داسماں
آسمان سے خوان اور روٹی بند ہوگئی	کھیتی اور کدال اور درانتی کا غم باقی رہ گیا

خوان ونان سے مراد وہی من وسلویٰ مجازاً جیسا اوپر گزرا رنج بمعنے بمشقت زرع کاشت بل جس کو بیلچہ کہتے ہیں داسمان داتی جس کو بعض لوگ ہسیا بھی کہتے ہیں یعنی وہ مفت کی نعمت بدولت ناشکری کے بند ہوگئی اور کھیتی کی مصیبت ان کے سر پر پڑ گئی جیسا قرآن مجید میں مذکور ہے کہ جب انہوں نے ساگ ترکاری لہسن پیاز وغیرہ کی خواہش کی تو ارشاد ہوا کہ کسی بستی میں جاؤ اور کھیتی کر کے یہ چیزیں حاصل کرو۔

باز عیسیٰؑ چوں شفاعت کرد حق	خواں فرستاد و غنیمت بر طبق
پھر عیسیٰ نے جب سفارش کی اللہ نے	خوان اور طباق میں مال غنیمت بھیجا

عیسیٰ چون شفاعت کرد جملہ شرطیہ ہے حق مبتدا خوان معطوف علیہ غنیمت معطوف دونوں مل کر فرستاد کا مفعول اور فرستاد جملہ جزائیہ مطلب ظاہر ہے کہ پھر بعد مدت دراز کے عیسیٰ علیہ السلام کی شفاعت ودعا سے مائدہ نازل ہوا یہاں خوان ومائدہ حقیقی معنی میں مستعمل ہے کیونکہ کھانا خوان پر چنا ہوا آیا تھا۔

مائدہ از آسماں شد عائدہ	چونکہ گفت انزل علینا مائدہ
خوان آسمان سے لوٹنے والا ہوا	چونکہ اس نے "اتار ہم پر خوان" کہا

عائدہ کے معنے عود کرنے والا یعنے مائدہ نے آسمان سے پھر عود کیا جب عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اس جملہ عربیہ کے معنے یہ ہیں کہ نازل کر تو ہم پر مائدہ کو

باز گستاخاں ادب بگذاشتند	چوں گدایاں زلہ ہا برداشتند
پھر گستاخوں نے ادب چھوڑا	فقیروں کی طرح بچا کھچا اٹھا رکھا

زلہ بقیہ طعام کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ پھر گستاخ لوگوں نے ادب ترک کیا اور گدایاں حریص کی طرح کھا پی کر جو بچا اس کو باسی اٹھا کر رکھا حالانکہ ان کو اس کی ممانعت ہوئی تھی کہ جو بچے ذخیرہ نہ کریں بلکہ مساکین میں صرف کردیں۔

کرد عیسیٰؑ لابہ ایشاں را کہ ایں	دائم ست و کم نہ گردد از زمیں
عیسیٰ نے ان کی خوشامد کی کہ یہ	مستقل ہے اور زمین سے غائب نہ ہوگا

لابہ بمعنے تملق یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے ان کو بہ نرمی سمجھایا کہ یہ خوان ہمیشہ نازل ہوا کرے گا اور زمین سے کبھی منقطع نہ ہوگا پھر ذخیرہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بدگمانی کردن و حرص آوری	کفر باشد پیش خوان مہتری
بدگمانی اور لالچ کرنا	شاہی دستر خوان پر ناشکری ہوتی ہے

یعنی ذخیرہ تو وہاں رکھا جاتا ہے جہاں یہ گمان ہو کہ پھر ملے گا یا نہ ملے گا یا محض حرص کا غلبہ ہو سو یہ دونوں امر یعنی بدگمانی اور حرص خوان خداوندی کے سامنے کفر کی باتیں ہیں یعنی اگر وعدہ خداوندی پر اعتماد نہیں تو حقیقۃً کفر ہے ورنہ مجازاً کفر ہے یعنی کفار کے اخلاق میں سے ہے اس کو کفر عملی کہتے ہیں۔

زاں گدا رویان نادیدہ زآز	آں در رحمت برایشاں شد فراز
ان فقیر صورت لالچ کے ندیدوں کی وجہ سے	وہ رحمت کا دروازہ ان پر بند ہو گیا

زان میں (ز) تعلیل کے لئے ہے اور متعلق ہے شد فراز کے ساتھ اور آز میں بھی (ز) تعلیل کے لئے ہے اور متعلق ہے نادیدہ کے ساتھ اور نادیدہ صفت ہے گدارویاں کی معنی یہ ہیں کہ ان حریصوں کی وجہ سے جو کہ حرص کے سبب نادیدہ تھے وہ دروازہ رحمت اس تمام قوم پر بند ہو گیا یعنی خوان آسمانی اترنا موقوف ہو گیا۔

نان و خواں از آسماں شد منقطع	بعد ازاں زاں خواں نشد کس منتفع
آسمان سے من و سلویٰ بند ہو گیا	اس کے بعد اس دستر خوان سے کوئی فائدہ مند نہ ہوا

من و سلویٰ سے مراد وہی مائدہ ہے مجازاً و تشبیہاً یعنی وہ مائدہ موقوف ہو گیا پھر کسی کے لئے نازل نہیں ہوا۔

ابر ناید از پئے منع زکات	وز زنا افتد وبا اندر جہات
زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ابر نہیں آتا ہے	اور زنا کاری سے اطراف میں وبا پھیلتی ہے

یہ بھی تائید ہے اوپر والے مضمون بے ادب تنہا نہ خود را داشتبد الخ کی مطلب ظاہر ہے اس قسم کا مضمون ایک حدیث میں بھی آیا ہے۔

ہرچہ آید بر تو از ظلمات غم	آں ز بے باکی و گستاخی ست ہم
تجھ پر جو غم کی اندھیریاں آتی ہیں	وہ بے باکی اور گستاخی کی وجہ سے بھی ہیں

یہ مضمون قرآن مجید کی اس آیت میں مذکور ہے وما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم

ف اس مضمون پر بعض اوقات یہ شبہ ہوا کرتا ہے کہ اگر ہر غم و مصیبت گناہ کی وجہ سے ہے تو بے گناہوں پر جیسے انبیاء عظام علیہم السلام و اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم ہیں) مصائب کیوں نازل ہوتے ہیں جواب یہ ہے کہ یہاں حقیقی غم و مصیبت میں گفتگو ہے سو وہ اہل ذنوب کے ساتھ خاص ہے اور جو مصائب انبیاء و اولیاء پر آتے ہیں وہ محض صورت مصیبت ہوتے ہیں ورنہ واقع میں وہ نعمت و رحمت ہیں اور اس میں ان کو رضا و تسلیم بلکہ بعض اوقات لذت و راحت حاصل ہوتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ بے باکی کند در راہ دوست	رہزن مرداں شد و نامرد اوست
جو شخص دوست کے راستہ میں بے باکی کرتا ہے	مردوں کا رہزن بنا اور وہ نامرد ہے

رہزن مرداں اس اعتبار سے کہہ دیا کہ یہ شخص ان کے ضرر کا سبب بن گیا راہ دوست سے مراد (احکام الٰہی ہیں اس میں بیباکی کرنا اس کی مخالفت کرنا باقی مطلب ظاہر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ راہ دوست سے مراد طریق سلوک ہو اور اس میں بے باکی یہ کہ بلا اہلیت شیخ بن کر لوگوں کو بیعت کرنے لگے اور مردان خدا یعنی طالبان حق کی رہزنی کرنے لگے کہ وہ اور جگہ سے بھی رہے اور یہاں کچھ حاصل نہ ہوا کذا قال مرشدی

از ادب پرنور گشت ست ایں فلک	وز ادب معصوم و پاک آمد ملک
یہ آسمان ادب سے پرنور بنا	اور ادب ہی سے فرشتے معصوم اور پاک ہوئے

از دونوں مصرعوں میں تعلیل کے واسطے ہے یعنی فلک کا پرنور ہونا کہ اس میں آفتاب و ماہتاب و تمام کواکب نورانی موجود ہیں اور فرشتوں کا معصوم و پاک ہونا بوجہ ادب کے ہے فلک کا ادب یہ کہ اس سے دریافت فرمایا گیا کہ خوشی سے مطیع قدرت بنتا ہے یا جبر سے اس نے عرض کیا کہ خوشی سے حاضر ہوتا ہوں جیسا ارشاد ہے فقال لها وللارض اه تیاء طوعاً و کرھاً قالتا اتینا طائعین الایة اور فرشتوں کا ادب یہ کہ انہوں نے امتحان علم اسماء کے وقت عرض کیا سبحنک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم.

بدز گستاخی کسوف آفتاب	شد عزازیلے ز جرأت رد باب
سورج گرہن گستاخی کی وجہ سے تھا	شیطان گستاخی کی وجہ سے مردود بارگاہ ہوا

گستاخی سے مراد آدمیوں کی گستاخی ہے نہ کہ آفتاب کی یعنی چونکہ آدمی طرح طرح کے گناہ کرتے ہیں ان کے خوف دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ آفتاب کو بے نور کر دیتے ہیں کہ قدرت و جلال الٰہی دیکھ کر ان کو ہیبت ہو اور گناہ سے باز آویں جیسا حدیث میں ہے ولکن یخوف اللہ بھما عبادہ' اور یہ تخویف حکمت کسوف کی ہے نہ کہ علت اس سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ علت کسوف کی قمر کا حائل ہونا ہے درمیان زمین اور آفتاب کے اس میں تخویف کو کیا دخل ہے۔ تقریر بالا سے اس کا دفع ہونا ظاہر ہے کہ علت تو یہی حائل ہونا ہے مگر مصلحت اور حکمت اس میں تخویف ہے اس میں کوئی منافات نہیں اور عزازیل کا مردود درگاہ خداوندی ہونا بوجہ تکبر کے مشہور ہے۔

ہر کہ گستاخی کند اندر طریق	گرد د اندر وادی حیرت غریق
(سلوک کے) راستہ میں جو گستاخی کرتا ہے	حیرت کی وادی میں ڈوب جاتا ہے

طریق سے مراد بھی وہی ہے جو راہ دوست سے مراد ہے وادی نالے کو کہتے ہیں جس میں جنگل کا پانی جمع ہو کر چلتا ہے جنگل کو نہیں کہتے باقی مطلب ظاہر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حال شاہ و میہماں برگو تمام	زانکہ پایانے ندارد ایں کلام
بادشاہ اور مہمان کا پورا حال کہہ	اس لئے کہ اس کلام کی انتہا نہیں ہے

ایں کلام سے اشارہ ہے فضیلت ادب و مذمت بے ادبی کی طرف مطلب یہ کہ یہ مضمون تو بہت دراز تو اب بادشاہ اور مہمان کا قصہ کہنا چاہئے۔

ملاقات بادشاہ با طبیب الٰہی کہ در خوابش دیدہ بود و بشارت بقدوم او دادہ شد

(اس خدائی طبیب سے بادشاہ کی ملاقات جس کو اسنے خواب میں دیکھا تھا اور اسکی تشریف آوری کی اسکو خبر دی گئی تھی)

شہ چو پیش میہمان خویش رفت	شاہ بود و لیک بس درویش رفت
بادشاہؑ جب اپنے مہمان کے سامنے گیا	بادشاہ تھا لیکن مکمل فقیر بن کے گیا

درویش ترکیب میں حال ہے۔ مطلب یہ کہ وہ بادشاہ تھا مگر فقیرانہ وعاجزانہ اُس مہمان کے سامنے آیا۔

دست بکشاد و کنارانش گرفت	ہمچو عشق اندر دل و جانش گرفت
ہاتھ پھیلائے اور اس سے معانقہ کیا	عشق کی طرح اس کو دل اور جان میں لیا

کناران جمع کنار کی ہے بمعنی بغل یہاں مراد دونوں بغل ہیں مطلب یہ کہ ہاتھ کھول کر مہمان کو اپنی دونوں بغل میں لیا یعنی دونوں طرف سے معانقہ کیا جیسا بعض کی عادت ہے دوسرے مصرعہ میں تشبیہ ہے کہ جس طرح عشق کو جان و دل میں جگہ دیتے ہیں کیونکہ عشق جان و دل ہی میں ہوتا ہے اسی طرح اس کو بھی اپنی جان و دل میں جگہ دی یعنی دل میں اس کی محبت و وقعت بٹھلائی۔

دست و پیشانیش بوسیدن گرفت	وز مقام و راہ پرسیدن گرفت
اس کے ہاتھ اور پیشانی چومنا شروع کی	مقام اور راستہ کا حال پوچھنا شروع کیا

گرفت بمعنی شروع کرد اور مقام و راہ سے پوچھنا محض از راہ اشتیاق سے تھا باقی مطلب ظاہر ہے۔

پرس پرساں میکشیدش تا بہ صدر	گفت گنجے یافتم اما بہ صبر
پوچھتے پوچھتے اس کو صدر مجلس لے جا رہا تھا	بولا مجھے خزانہ مل گیا لیکن صبر سے

پرس پرسان حال ہے صدر سے مراد صدر مکان یعنی اسی طرح ان سے بات چیت کرتے ہوئے اپنے صدر

www.besturdubooks.wordpress.com

مکان تک لے گئے اور اظہار شکر کے لئے کہا کہ مجھ کو صبر کی برکت سے خزانہ مل ہی گیا یعنی آپ۔

صبر تلخ آمد و لیکن عاقبت	میوۂ شیریں دہد پر منفعت
صبر کڑوا ہوتا ہے لیکن بالآخر	میٹھا اور مفید پھل دیتا ہے

پر منفعت صفت ثانی میوہ کی ہے میوہ اپنی دونوں صفت سے ملکر دہد کا مفعول ہے اور دہد میں ضمیر (او) کی صبر کی طرف راجع ہے مطلب ظاہر ہے کہ صبر گو تلخ یعنی دشوار ہے مگر آخر میں ثمرہ لذیذ نافع دیتا ہے۔ وہ ثمرہ کامیابی کا ہے۔

گفت اے نور حق و دفع حرج	معنی الصبر مفتاح الفرج
اس نے کہا اے اللہ کے نور اور تنگی کو دور کرنے والے	"صبر کشادگی کی کنجی ہے" کے مصداق!

ہدیہ حق میں فک اضافت ہے بضرورت شعر اور دفع حرج بمعنی دافع حرج حرج بمعنی تنگی و غم معنے سے مراد مصداق جملہ الصبر مفتاح الفرج حدیث ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ صبر کلید کشادگی ہے مطلب یہ ہوا کہ اے عطیہ حق کہ تمہاری ذات خدائے تعالیٰ نے مجھ کو ایک نعمت دی اور اے تنگی کے دفع کرنے والے کیونکہ تمہارے سبب تنگی دفع ہوئی یا ہوگی اور اے مصداق اس حدیث کے مضمون کے کیونکہ صبر سے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان کیا کہ تم کو دفع تنگی کے لئے بھیجا۔

اے لقاء تو جواب ہر سوال	مشکل از تو حل شود بے قیل وقال
اے! تیری ملاقات ہر سوال کا جواب ہے	بیشک تجھ سے مشکل حل ہوتی ہے

لقاء بمعنی ملاقات سوال سے مراد مطلق اشکال جواب سے مراد اس کا حل اور دفع ہو جانا مطلب یہ کہ آپ ایسے بابرکت ہیں کہ آپ کی ملاقات ہی سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے چنانچہ مصرعہ ثانی میں اسکی تصریح ہے۔

ترجمان ہر چہ مارا در دل ست	دستگیر ہر چہ پایش در گل ست
جو کچھ ہمارے دل میں ہے تو اس کا ترجمان ہے	جس کا پیر دلدل میں پھنسا ہے تو اس کا مددگار ہے

ترجمان اور دستگیر خبر ہے مبتدا محذوف (تو) کی۔ ترجمان بمعنی بیان کنندہ مطلب یہ کہ جو بات ہمارے دل میں ہو آپ اس کے بیان کرنے والے ہیں اور جو کسی مصیبت میں مبتلا ہو آپ اس کے دستگیر ہیں ف دل کی بات بتا دینا یہ علم غیب نہیں بلکہ کشف ہے علم غیب اس علم کو کہتے ہیں جو بلا وسائط ہو اور یہ خاصہ خداوندی ہے اور جو علم بذریعہ کشف ہو اس میں کشف واسطہ ہے اس لئے وہ علم غیب نہیں۔

مرحبا یا مجتبیٰ یا مرتضیٰ	ان تغب جاء القضا ضاق الفضا
خوش آمدید! اے پسندیدہ! اے برگزیدہ!	اگر تو غائب ہوا موت آجائے گی فضا تنگ ہو جائے گی

آپ کو مرحبا ہے اے برگزیدہ و پسندیدہ اگر آپ غائب یعنی دور ہوں تو آجائے موت اور تنگ ہو جاوے میدان یعنی طرح طرح کی بلاؤں کا ہجوم ہو جاوے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

انت مولی القوم من لایشتهی	قد ردی کلا لئن لم ینته
تو قوم کا آقا ہے جو تجھے نہیں چاہتا	وہ بیشک ہلاک ہوا بچنا و ہرگز نہ رکا

من لایشتہی مبتدا ہے قد ردی خبر کلا لئن لم ینتہ اشارہ ہے طرف آیت قرآنی کے بطور علت کے حکم سابق کے بے کلا بمعنی حقا معنے یہ ہیں کہ آپ مددگار اور خیر خواہ ہیں لوگوں کے جو آپ کی طرف رغبت نہیں کرتا وہ ہلاک ہو جاوے گا جیسا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ابو جہل مخالفت رسول مقبول ﷺ سے باز نہ آوے گا ہم اس کے بال پکڑ کر جہنم کی طرف گھسیٹیں گے۔

ف: رغبت نہ کرنا بطور عداوت کے ہے تب تو ہلاک یہ ہے کہ کسی وبال میں مبتلا ہوگا کیونکہ اولیاء اللہ سے بغض کرنا موجب خسران ہے جیسا کہ حدیث میں ہے من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب اور اگر اس طرح ہے کہ عقیدت و محبت نہیں ہے تو ہلاکت کے یہ معنی ہیں کہ ان فیوض و برکات سے محروم رہے گا کیونکہ ان حضرات کے برکات کا حاصل ہونا عقیدت پر موقوف ہے۔

چوں گذشت آں مجلس وخوان کرم	دست او بگرفت و برد اندر حرام
جب وہ مجلس اور خوان کرم ختم ہوا	اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور حرم سرا میں لے گیا

خوان کرم سے مراد طعام مہمانی ہے حرم سے مراد گھر یعنی وہ جلسہ بات چیت کا جب ختم ہو چکا اور کھلانے پلانے سے فراغ ہوا تو اس مہمان غیبی کو کہ جسمانی اور روحانی طب میں حاذق تھا گھر کے اندر لے گیا کہ اس کنیزک کا حال دکھلاوے۔

بردن بادشاہ طبیب غیبی را بر سر بیمار

بادشاہ کا غیبی طبیب کو بیمار کے پاس لے جانا

قصۂ رنجور و رنجوری بخواند	بعد ازاں در پیش رنجورش نشاند
بیمار اور مرض کا حال سنایا	اس کے بعد اس کو بیمار کے سامنے بٹھایا

رنجور بیمار رنجوری بیماری مطلب یہ کہ سب حال اس کا بیان کر کے اس کے پاس بٹھلا دیا کہ نبض وغیرہ دیکھ لیں

رنگ رو و نبض و قارورہ بدید	ہم علاماتش ہم اسبابش شنید
اس نے چہرہ کا رنگ اور نبض اور قارورہ دیکھا	اس کی علامتیں اور اسباب بھی سنے

علامات وہ حالات جو مرض سے پیدا ہوں اور اسباب وہ حالات جن سے مرض پیدا ہو مطلب شعر کا ظاہر ہے۔

گفت ہر دارو کہ ایشاں کردہ اند	آں عمارت نیست ویراں کردہ اند
اس نے کہا' جو دوا انہوں نے کی ہے	وہ تعمیر نہیں ہے' انہوں نے ویران کیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عمارت آبادی مراد درستی مزاج' ویرانی سے مراد فساد مزاج مطلب یہ کہ اطباء نے مرض نہیں پہچانا اس لئے علاج مرض کے خلاف ہونے سے مزاج میں بجائے درستی کے نادرستی بڑھ گئی۔

بے خبر بوذند از حال درون	استعیذ اللہ مما یفترون
وہ اندرونی حالت سے لاعلم تھے	جو انہوں نے غلط بیانی کی ہے اس سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں

یہ بھی اسی طبیب کا مقولہ ہے مطلب یہ کہ جن اطباء نے علاج کیا ہے ان کو اندرونی حالت کا پتہ نہیں لگا مصرعہ عربی کے یہ معنی ہیں کہ پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اس بات سے جس کو وہ اطباء افتراء کرتے ہیں یہی ہے کہ مرض کچھ تھا اور بتلا دیا کچھ

دید رنج و کشف شد بروے نہفت	لیک پنہاں کرد و با سلطاں نگفت
اس نے مرض دیکھا اور راز اس پر کھل گیا	لیکن اس نے چھپایا اور بادشاہ سے نہ کہا

یعنے طبیب عارف نے بیماری دیکھ لی اور حالت پوشیدہ ان پر کھل گئی کہ اس کنیزک کو مرض عشق ہے جیسا آگے آتا ہے مگر اس کو اپنے دل میں رکھا بادشاہ سے نہیں کہا'

رنجش از صفرا و از سودا نہ بود	بوئے ہر ہیزم پدید آیدز دود
اس کا مرض صفرا اور سودا کی وجہ سے نہ تھا	لکڑی کی بو دھویں سے ظاہر ہو جاتی ہے

یعنی اس کی بیماری کسی خلط صفراوی سوداوی کے سبب نہ تھی بلکہ وہ بیماری عشق میں مبتلا تھی دوسرا مصرعہ مثال ہے کہ جس طرح دھوئیں سے لکڑی کی بو آتی ہے اور اس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں لکڑی ہے اسی طرح علامات و آثار سے اہل بصیرت کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کے دل میں عشق ہے۔

دید از زاریش کوز ار دل ست	تن خوش ست واو گرفتار دل ست
اس کی بیماری سے وہ سمجھ گیا کہ وہ دل کی بیمار ہے	بدن ٹھیک ہے اور وہ دل (کی بیماری) میں گرفتار ہے۔

زاری بمعنی گریہ باضمحلال یعنی اس کی گریہ وزاری یا اس کے زار و نزار ہونے سے معلوم کرلیا کہ وہ بیماری دل میں مبتلا ہے بدن اچھا خاصا ہے مگر دل کہیں پھنسا ہے۔

عاشقی پیدا ست از زاری دل	نیست بیماری چو بیماری دل
دل کی بیماری سے عاشقی ظاہر ہے	دل کی بیماری جیسی کوئی بیماری نہیں ہے

یعنے دل کے نڈھال ہونے سے عاشق ہونا معلوم ہو جاتا ہے دوسرے مصرعہ میں عشق کی شدت کا بیان ہے کہ بیماری دل (عشق) کے برابر بھی کوئی بیماری نہیں ہوتی کہ جسم و جان سب ہی کو گداختہ کر دیتی ہے یا نفی مماثلت باین معنی ہے کہ اور بیماریاں تو مہلک ہیں اور بیماری عشق حیات جاودانی کا باعث ہے اگر حقیقی ہو تب تو

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہر ہے اور اگر مجازی ہو تو اس میں یہ قید ہے کہ وہ حقیقی تک پہنچاوے جس کا طریقہ آگے آتا ہے۔ جیسا حافظ نے فرمایا۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدہ عالم دوام کذا قال مرشدی

علت عاشق زعلتہا جداست	عشق اصطرلاب اسرار خداست
عاشق کی بیماری بیماریوں سے جدا ہے	عشق خدا کے بھیدوں کا اصطرلاب ہے

اصطرلاب ایک آلہ ریاضیہ ہے جس سے آفتاب کا ارتفاع وغیرہ معلوم ہوتا ہے۔ یہاں مراد مطلق آلہ معرفت اس کے قبل عشق اور دیگر بیماریوں میں نفی مماثلت کی تھی اس شعر میں تمایز وتغایر کا اثبات ہے کہ یہ بیماری عشق سب امراض سے ممتاز ہے ہر طرح سے مثلاً اس کا علاج اور دیگر امراض کا علاج اور وعلیٰ ہذا القیاس منجملہ ان تفاوتوں کے ایک تفاوت یہ بھی ہے کہ عشق معرفت اسرار الٰہی کا ذریعہ ہے بخلاف اور بیماریوں کے کہ وہ ایسے کہ ذریعہ کیونکر ہے اس کو آگے بتلاتے ہیں۔

عاشقی گرزیں سروگرزاں سرست	عاقبت مارا بداں شہ رہبرست
عاشقی خواہ ادھر کی خواہ ادھر کی ہے	بالآخر اس شاہ تک ہماری راہ نما ہے

سر بمعنی طرف اس شعر میں عشق کا ذریعہ معرفت الٰہی ہونا بتلاتے ہیں مطلب یہ کہ عشق خواہ اس طرف کا ہو یعنی مجازی خواہ اس طرف کا ہو یعنی حقیقی مگر آخر میں ہم لوگوں کو حضرت حق تک پہنچا دیتا ہے۔ اگر وہ حقیقی ہے تب موصل الی اللہ ہونا ظاہر ہے اور اگر مجازی ہے تو وہ ایک طریق خاص سے حقیقی تک پہنچا دیتا ہے اس طرح وہ موصل الی اللہ ہو جاتا ہے جب وصول الی اللہ ہوگا اسرار کی معرفت ظاہر ہے کہ اس طرح دونوں قسم کا عشق ذریعہ معرفت اسرار بن گیا اور مطلق عشق مجازی کو گو وہ عشق حقیقی تک نہ پہنچاوے ذریعہ معرفت اسرار نہیں کہتے اسی لئے شعر میں (مارا) کی قید بڑھائی مراد اس سے عارفین ہیں کہ وہ لوگ عشق مجازی سے عشق حقیقی حاصل کرنے کا طریقہ جانتے ہیں ف وہ طریقہ یہ ہے کہ اگر ایسا اتفاق ہو کہ عشق مجازی میں بلا قصد مبتلا ہو جاوے تو اول صفت پارسائی اختیار کرے یعنی کوئی خلاف شرع اس کے ساتھ نہ کرے حتی کہ اس کو قصداً نہ دیکھے نہ اس سے باتیں کرے نہ اس کی باتیں کرے نہ دل میں قصداً اس کا خیال کرے کیونکہ مخالفت شرع عشق حقیقی کے منافی ہے اور منافی کے کرتے رہتے ہوئے کب امید ہے کہ عشق حقیقی حاصل ہو دوسرے اس سے ظاہراً دوری اختیار کر لے اس طرح کہ اتفاقاً و مفاجاۃً بھی اس پر نظر نہ پڑے نہ اس کی آواز کان میں پہنچے تاکہ اس کے قلب میں سوز وگداز پیدا ہو اور اگر قصداً یا بلا قصد اتفاقاً اس سے متمتع رہا تو عمر بھر اس شغل میں رہے گا کبھی نوبت نہ آوے گی کہ ادھر سے مطلوب حقیقی کی طرف توجہ ہو تیسرے یہ کہ خلوت وجلوت میں یہ سوچا کرے کہ اس شخص کا کمال یا حسن وجمال کہاں سے آیا اور کس نے عطا کیا جب موصوف مجازی کی یہ دلربائی ہے تو موصوف حقیقی کی کیا شان ہوگی بقول شخصے چہ باشد آں نگار خود کہ بندد ایں نگارہا اس سے اس کا عشق مخلوق سے خالق کی طرف مائل ہو جاوے گا۔ یہی معنی ہیں اس قول کے کہ شیخ کامل عشق مجازی کا ازالہ نہیں کرتا امالہ کر دیتا ہے جس طرح انجن گرم ہو کر الٹا چلتا ہو تو قطع مسافت کرنے والے کو

www.besturdubooks.wordpress.com

مناسب نہیں کہ اس کو بجھا دے بلکہ آگ تو روشن رکھنا چاہئے اور اس کی کل پھیر کر سیدھا چلا دیا جاوے اور بعض مشائخ نے جو بعض طالبین کو قصداً عشق مجازی پیدا کرنے کا مشورہ دیا ہے مراد اس سے عشق حلال ہے نہ حرام کیونکہ معصیت تو موصل الی اللہ ہو ہی نہیں سکتی اور جو اس مشورہ سے غرض ہے وہ عشق حلال سے بھی حاصل ہے کیونکہ عشق میں گو وہ مجازی ہو یہ خاصیت ضرور ہے کہ اس سے قلب میں سوز و گداز پیدا ہو جاتا ہے اور اس میں باقی تعلقات قلب سے دفع ہو جاتے ہیں اور خیال میں یکسوئی پیدا ہو جاتی اب صرف ایک کام باقی رہ جاتا ہے کہ اس تعلق کو حق تعالیٰ کی طرف پھیر دیا جاوے تو بہت آسانی سے قلب خالی ہو جاتا ہے جیسے گھر میں جھاڑو دے کر تمام خس و خاشاک ایک جگہ جمع کر لیتے ہیں پھر کسی ٹوکرے میں اٹھا کر باہر ایک دم سے پھینک دیتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ اگر ایک ایک تنکا گھر سے اٹھا اٹھا کر پھینکا جاوے مدت طویل صرف ہو اور پھر بھی اس قدر صفائی نہ ہو غرض مقصود اصلی ترک تعلقات یا قلب میں رقت سوز و گداز پیدا کرنا ہے اگر وہ اس طریق سے حاصل ہو جاوے تو بھی کافی ہے بعض نے اس طریق عشق مجازی کو اختیار کر لیا مگر چونکہ اس زمانہ میں اس طریق کے اندر خطرہ شدید ہے کیونکہ نفوس میں شہوت پرستی و لذت جوئی زیادہ ہے اس لئے قصداً ایسے طریق کا بتلانا جائز نہیں ہاں اگر اتفاقاً مبتلا ہو جاوے تو بطریق مذکورہ بالا اس کا امالہ عشق حقیقی کی طرف کر دینا چاہئے اور طریقوں کا بدل جانا زمانہ کے بدل جانے سے کوئی امر عجیب نہیں یہ طریقہ حضرت مرشد علیہ الرحمہ کا ارشاد فرمایا ہوا ہے۔

ہر چہ گویم عشق را شرح و بیاں	چوں بعشق آیم خجل باشم ازاں
میں عشق کی تشریح اور بیان جو کچھ کرتا ہوں	جب عشق میں پڑتا ہوں اس سے شرمندہ ہوتا ہوں

اوپر عشق کی مدح کا مذکور تھا اب فرماتے ہیں کہ عشق چونکہ ذوقی امر ہے اور ذوقی امور کا ادراک وفہم وجدان پر موقوف ہے تحریر اور تقریر اس میں کافی نہیں اس لئے عشق کی جس قدر شرح کرتا ہوں جب خود عشق کی شان دیکھتا ہوں تو اپنے بیان سے شرمندہ ہوتا ہوں کہ ناحق ہی اس قدر تطویل کی اور پھر بھی عشق کی حقیقت منکشف نہ ہوئی بلکہ اس کے آثار کو بہت کچھ بیان کے خلاف پایا اس سے اور شرمندگی ہوئی۔

گرچہ تفسیر زباں روشنگرست	لیک عشق بے زبان روشنترست
اگرچہ زباں کی تشریح روشنی ڈالنے والی ہے	لیکن بے زبان عشق زیادہ روشن ہے

اس میں اوپر کے شعر کی تائید ہے کہ اگرچہ بیان زبانی اکثر اشیاء کی حقیقت کو زیادہ منکشف اور ظاہر کرتا ہے کیونکہ اقسام دلالت میں سے دلالت لفظیہ وضعیہ افادہ و استفادہ معانی میں اتم و اکمل ہے اس بناء پر عشق کا حال بھی زبان سے زیادہ معلوم ہونا چاہئے تھا لیکن واقع میں بے زبان کا عشق زیادہ روشن ہے کیونکہ وہ ذوقی امر ہے۔ جب خود اس کا حصول ہوتا ہے اور اس کی کیفیات قلب پر طاری ہوتی ہیں کسی سے سننے کی ضرورت نہیں رہتی خود اس کے آثار کا مشاہدہ کر لیتا ہے اور اس کی حقیقت خوب معلوم ہو جاتی ہے۔

چوں قلم اندر نوشتن می شتافت	چوں بعشق آمد قلم برخود شگافت
جب قلم، لکھنے میں مصروف تھا	جب عشق پر پہنچا خود قلم چر گیا

قلم برخود شگافتن اس سے کنایہ ہے کہ لکھنے سے عاجز ہوگیا کیونکہ اگر لکھنے میں قلم تمام تر شگافتہ ہوجائے پھر وہ لکھنے کے قابل نہیں رہتا اس میں بھی وہی مضمون ہے کہ اور مضامین کے لکھنے میں خوب قلم چل رہا تھا، مگر جب عشق کا ذکر آیا تو چونکہ وہ امر حالی ہے قالی نہیں اس لئے اس کی حقیقت کے لکھنے سے بند ہوگیا۔

چوں سخن در وصف ایں حالت رسید	ہم قلم بشکست وہم کاغذ درید
جب اس حالت کے بیان کی بات آئی	قلم ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا

اس میں بھی وہی مضمون ہے این حالت سے مراد عشق، قلم شکستن و کاغذ دریدن کنایہ ہے ابی عاجز ہونے سے کیونکہ اگر قلم ٹوٹ جاوے اور کاغذ پھٹ جاوے ظاہر ہے کہ لکھنا آپ ہی بند ہو جاوے گا مطلب ظاہر ہے کہ جب گفتگوئے عشق کی نوبت آئی تو لکھنا بند ہوگیا۔ اس کی وجہ وہی عشق کا حالی ہونا ہے جیسا اوپر مذکور ہوا۔

عقل در شرحش چو خر در گل بخفت	شرح عشق و عاشقی ہم عشق گفت
عقل اس کی شرح میں مٹی میں پھنسے گدھے کی طرح سوگئی	عشق اور عاشقی کی شرح بھی عشق نے ہی کی ہے

خر در گل خفتن بھی کنایہ ہے کہ خستہ و ماندہ ہو جانے سے کیونکہ اگر گدھا چلتے چلتے کیچڑ میں گر جاوے اور لیٹ جائے پھر چلنا مشکل ہوتا ہے اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ عقل شرح عشق سے عاجز ہے دوسرے مصرعہ کا حاصل یہ ہے کہ عشق اپنی خود شرح کرتا ہے اس کی وجہ وہی عشق کا حالی ہونا ہے جب کسی کو حاصل ہوگا خود اپنی حقیقت کا کاشف ہو جائے گا عشق اور عاشق کے ایک ہی معنی ہیں اتنا فرق ہے کہ عشق اس صفت کی حقیقت کا نام ہے کسی کو حاصل ہونا نہ ہونا اس کے مفہوم و معنی میں ملحوظ نہیں اور عاشقی اس حقیقت کا نام ہے جبکہ اس میں اس کا اعتبار بھی کیا جاوے کہ کسی کو حاصل بھی ہے غرض صفت حقیقیہ ہے اور عاشقی صفت اضافیہ حاصل دونوں کا قریب قریب ہے تاکید کے لئے مکرر لے آئے ہیں یا عشق سے اس کی ذاتی صفت کی طرف اشارہ ہے اور عاشقی سے اس کے آثار کی طرف حاصل یہ ہوگا کہ عشق کے صفات اور آثار سب اس کے حصول ہی سے دریافت ہوتے ہیں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب	گر دلیلت باید از وے رو متاب
آفتاب کی دلیل، خود آفتاب بنا	اگر تجھے دلیل درکار ہے تو اس سے منہ نہ موڑ

یہ اوپر کے مضمون کی مثال ہے۔ اور ایک گونہ اس مضمون کی علت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ یعنی جس طرح آفتاب کے دیکھنے کا ذریعہ خود آفتاب ہے کسی دوسرے واسطے کی نہ ضرورت نہ کفایت یہی کیفیت عشق کی ہے کہ خود اپنی حقیقت کے انکشاف کا ذریعہ ہے تحریر و تقریر اس کے لئے واسطہ نہیں ہوسکتی یہ تو تمثیل کا حاصل ہوا اور تعلیل کی

تقریر یہ ہے کہ یہ قاعدہ عقلی ہے کہ اگر کوئی شے کسی شے کی معرفت کا واسطہ ہو تو واسطہ کا بہ نسبت اس ذی واسطہ کے زیادہ واضح ہونا ضروری ہے اور مفہوم عقلی کبھی مفہوم حسی سے زیادہ واضح نہیں ہوتا اور عشق (بوجہ اس کے کہ امر وجدانی اور وجدان اقسام حس باطنی سے ہے) منجملہ محسوسات ہے اور اس کی تعریف و شرح جو کی جاتی ہے وہ امر عقلی ہے اس لئے وہ شرح اس کی شناخت کے لئے کافی نہیں بلکہ اس کا جب ادراک ہوگا بلا واسطہ ہوگا جس کو یوں کہا جاسکتا ہے کہ خود وہ اپنے ادراک کا واسطہ ہوگا جس طرح آفتاب کہ محسوس بحس ظاہری ہے اگر اس کی تعریف کی جاوے تو وہ بوجہ مفہوم عقلی ہونے کے اس کی معرفت کے لئے ناکافی ہے بلکہ وہ جب مدرک ہوگا بلا واسطہ ہوگا جس کو مولانا اس طرح تعبیر فرماتے ہیں کہ خود آفتاب اپنی ذات کی ادراک کے لئے دلیل یعنی واسطہ اور ذریعہ ہے اگر تم کو اس کی شناخت کا ذریعہ مطلوب ہو خود اسی کو مشاہدہ کرو اور اس سے اعراض کر کے دوسرے واسطے کو مت تلاش کرو۔

شمس ہر دم نور جانے می دہد	از وے ار سایہ نشانے می دہد
سورج ہر وقت جان کو نور دیتا ہے	سایہ اگر اس کا پتہ دیتا ہے

وے کا مرجع وہی آفتاب مذکور اور شمس سے مراد ذات حق مجازاً و تشبیہاً کمافی آیۃ النور مثل نورہ کمشکوٰۃ الخ اس سے اوپر مذکور ہوا تھا کہ عشق بلا واسطہ مدرک ہونے میں مثل آفتاب کے ہے اس سے شمس حقیقی (ذات حق) کی طرف ذہن منتقل ہو گیا (مولانا کے کلام میں اس طرح کے انتقالات بہ کثرت ہیں) اور اس ظاہری آفتاب اور اس حقیقی آفتاب میں فرق بیان کرنے لگے کہ ہر چند کہ یہ آفتاب ظاہری اس صفت کے ساتھ ضرور موصوف ہے کہ اس کے ادراک کا کوئی واسطہ نہیں خود بذاتہ مدرک ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا مگر بمقابلہ آفتاب حقیقی کے وہ آفتاب ظاہری اس صفت مذکورہ میں پھر ناقص ہے۔ اور آفتاب حقیقی اس صفت میں کامل ہے اس کی تقریر یوں فرماتے ہیں کہ اس آفتاب ظاہری کی معرفت میں تو کسی قدر سایہ کو بھی دخل ہے کیونکہ دونوں باہم ضد ہیں اور ایک ضد دوسرے کی ضد کی معرفت کا ذریعہ بن جاتی ہے جیسا مشہور ہے الاشیاء تعرف باضدادھا اور ظاہر بھی ہے کہ اگر گرمی نہ ہوتی سردی کی کیفیت مفہوم نہ ہوتی اسی طرح اس کا عکس اسی طرح آفتاب اور سایہ کہ دھوپ سے سایہ کی کیفیت سمجھ میں آتی ہے اور سایہ سے دھوپ کی تو سایہ کو آفتاب یعنی دھوپ کی معرفت میں من وجہ دخل ہوا اس لئے آفتاب اس صفت مذکورہ یعنی بذاتہ و بلا واسطہ مدرک ہونے میں ناتمام ہوا بخلاف آفتاب حقیقی کے کہ وہ اس صفت میں کامل ہے اور اس کی وجہ بھی ساتھ ساتھ ارشاد فرمادی کہ وہ ہر وقت نور جان عطا فرماتا ہے یعنے ہر وقت ارواح عارفین میں اس سے نور پاشی ہوتی ہے خلاصہ اس وجہ کا یہ ہوا کہ آفتاب ظاہری تو چونکہ کبھی غائب بھی ہو جاتا ہے اور اس سے سایہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کا ضد ہے اور ایک ضد دوسری ضد کی معرف ہوتی ہے اس وجہ سے وہ صفت مدرک بذاتہ ہونے کی اس میں ناقص ہے اور یہ شمس حقیقی چونکہ کسی وقت غائب نہیں ہوتا ہر وقت نور عطا فرماتا ہے اس لئے اس کی ضد نہیں پائی جاتی کہ وہ اس کی معرف ہوتی ہے اس لئے وہ صفت مذکورہ میں کامل و تام ہے

اور یہ ظہور تام ہر چند کہ ہر وقت ہے مگر اس کا ادراک ہر شخص کو میسر نہیں یہ خاص عارفین کا حصہ ہے کہ ان کو نور معرفت میسر ہوتا ہے جس کو مولانا نور جان فرماتے ہیں اور اس کو ہر دم کہنا (جیسا مصرعہ ثانی میں ہے) باعتبار ادھر کے نزول اور فیضان کے ہے ادھر سے خواہ ادراک ہو یا نہ ہو اور اسی نور معرفت سے وہ حضرات ذوقاً و وجداناً ذات پاک کا مشاہدہ کرتے ہیں جس میں کسی ممکن مصنوع سے استدلال کرنے کو دخل نہیں ہوتا یہی معنی ہیں عرفت ربی بربی کے اور اسی ادراک وجدانی بلاتردد کو مشاہدہ کہتے ہیں اس میں دیکھنا وغیرہ کچھ نہیں ہوتا اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق جل وعلا شانہ کبھی غائب و مخفی نہیں ہوتے اس لئے کوئی چیز ان کی برابر ظاہر و منکشف نہیں اور یہی غایت ظہور ان کے خفا کا سبب بن گیا کیونکہ ان کی ضد نہیں پائی جاتی جس سے ادراک آسان ہوتا۔

سایہ خواب آرد ترا ہمچوں سمر	چوں برآید شمس انشق القمر
سایہ قصہ گوئی کی طرح تجھے سلاتا ہے	سورج جب نکلتا ہے چاند شق ہو جاتا ہے

اس میں بھی آفتاب ظاہری اور شمس حقیقی کے آثار کے تفاوت کا بیان ہے اور تاکید و تائید ہے بالا کی سایہ سے مراد یہی سایہ ہے جو ضد ہے دھوپ کی کہ اثر ہے آفتاب ظاہری کا اور شمس سے مراد شمس حقیقی (ذات حق) کا نور ہے جو قلوب عارفین پر متجلی ہوتا ہے سمر افسانہ و قصہ گوئی جو امراء کا معمول ہے کہ سوتے وقت اس کے سننے میں مشغول ہوتے ہیں جس سے نیند آ جاوے قمر سے مراد ہستی ممکن وجہ مناسبت کی یہ ہے کہ جیسا قمر ظاہری شمس ظاہری سے نور حاصل کرتا ہے چنانچہ مسلم و مشہور ہے نور القمر مستفاد من نور الشمس اسی طرح ہستی ممکن شمس حقیقی سے وجود میں مستفیض ہے چنانچہ ظاہر و داخل عقائد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ وجود ممکن کی عطا اور بقاء نہ فرماویں اس کا ہونا اور رہنا دونوں محال ہیں پس حاصل شعر کا یہ ہوا کہ آفتاب ظاہر اور شمس حقیقی کب برابر ہو سکتا ہے آفتاب ظاہری تو غائب ہو جاتا ہے جس کے بعد سایہ رہ جاتا ہے جس سے نیند اور غفلت پیدا ہوتی ہے جس طرح افسانہ سے نیند آتی ہے غیبت آفتاب سے جو ظلمت ہوتی ہے اس سے نیند کا آنا مسئلہ طبی اور مشاہدہ عامہ ہے غرض آفتاب ظاہری تو ایسا ہے کہ غائب بھی ہوتا ہے اور اس وقت نیند اور غفلت کا غلبہ ہوتا ہے اور شمس حقیقی کبھی غائب نہیں ہوتا بلکہ ہر وقت نور افشاں رہتا ہے اور اس کے ظہور سے وجود ممکن واقع میں ہر وقت مستہلک و مضمحل رہتا ہے۔ جیسا دیباچہ میں تحقیق وحدۃ الوجود کی گزر چکی لیکن اس ظہور کی اطلاع جب تک نہیں ہوتی اس وقت تک وجود ممکنات کا اضمحلال و استہلاک بھی معلوم نہیں ہوتا۔ اور جب نور عرفان سے اس کا ادراک و انکشاف ہو جاتا ہے تو اس وقت وجود ممکن کا (جس کو قمر کہا ہے) بے نور و نابود ہونا منکشف اور معلوم ہوتا ہے جیسا تحقیق مسئلہ توحید خفا میں بیان ہو چکا اسی کو انشقاق سے تعبیر کیا ہے جس کے معنے ہیں پھٹ جانا اور پارہ پارہ ہو جانا ظاہر ہے کہ جو نور قمر کی ہیئت اجتماعیہ میں ہے وہ اس کے ٹکڑوں میں اگر وہ الگ ہو جائے ہرگز نہیں ہو سکتا اس لئے وہ کنایہ ہو گیا بے نور ہونے سے جس کا حاصل ہے وجود ممکنات کے ضعیف و ہیچ ہونے کا علم ہو جانا چونکہ یہ انکشاف قلب پر گاہ ہوتا ہے گاہ نہیں ہوتا جیسا اوپر کے شعر کی شرح میں بیان ہوا اسی سے یہاں برآید پر چون (کالفظ لائے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خود غریبے در جہاں چوں شمس نیست	شمس جاں باقیست کورا امس نیست
دنیا میں سورج جیسا کوئی مسافر نہیں ہے	روح کا سورج باقی ہے جس کے لئے کل گذشتہ نہیں ہے

غریب مسافر شمس سے مراد مصرعہ اولی میں آفتاب ظاہری اور شمس جان سے مراد مصرعہ ثانی میں ذات حق اس روز گذشتہ۔ اس میں بھی اسی مضمون بالا کا اعادہ ہے کہ یہ آفتاب تو ہر وقت حرکت میں رہتا ہے کبھی طلوع ہوتا کبھی غروب اور ذات حق کا ہر وقت ظہور رہتا ہے کبھی اس کو غیبت وزوال نہیں امس نہ ہونا کنایہ ہے غائب نہ ہونے سے کیونکہ امس کا وجود آفتاب کے غروب ہونے سے ہوتا ہے۔

شمس در خارج اگرچہ ہست فرد	مثل او ہم میتواں تصویر کرد
سورج اگرچہ خارج میں ایک ہی ہے	اس جیسا بھی تصور کیا جا سکتا ہے
لیک آں شمس یکہ شد مستش اثیر	نبودش در ذہن و در خارج نظیر
لیکن وہ سورج جس سے عالم بالا مست ہے	اس کی ذہن اور خارج میں کوئی مثال نہیں ہے

شمس سے مراد شعر اول میں آفتاب ظاہری اور دوسرے شعر میں ذات حق اثیر کرہ ناری یا افتاب بند مسخرہ مقہورہ یہ بھی تائید ہے اوپر کے مضمون کی یعنے جیسا آفتاب ظاہری اور ذات حق میں باعتبار مدرک بالذات اور بالواسطہ ہونے اور ظہور تام وناقص کے تفاوت ہے اسی طرح یہ بھی تفاوت ہے کہ آفتاب ظاہری کہ خارج میں فرد واحد ہے مگر ذہن میں ان کے مثل دوسرے آفتاب کا تصور ہوسکتا ہے یعنی دوسرے آفتاب کا خیال اور فرض کرنا ممکن ہے بلکہ ہم لاکھوں آفتاب کا ذہن میں نقشہ بنا سکتے ہیں بخلاف شمس حقیقی (ذات حق) کے (جس کا مسخر یہ آفتاب ظاہری بھی ہے یا یوں کہئے کہ باوجود یکہ کرہ ناری میں مادہ اطاعت نہیں مگر یہ بھی اس کا مسخر ہے کہ جیسا اس کا نظیر خارج میں نہیں ذہن میں بھی نہیں ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔

در تصور ذات او را گنج کو	تا در آید در تصور مثل او
تصور میں اس کی ذات کی گنجائش کہاں ہے	کہ تصور میں اس کی مثال آ سکے

اس شعر میں اوپر کے مضمون کی وجہ ہے یعنے اس کا نظیر ذہن میں اس لئے نہیں آ سکتا کہ خود اس کی ذات تصور میں آنے کی گنجائش نہیں رکھتی کسی شے کا مثل ذہن میں جب تجویز ہونا ممکن ہے کہ اول خود اس کا تصور ذہن میں آ جاوے اور ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کا خود تصور میں آنا جب محال ہے تو اس کے مثل کا تصور کرنا ذہن کی کہاں مجال ہے اور یہ مسئلہ فلسفہ میں ثابت ہو چکا ہے کہ حقیقت وذات باری تعالیٰ کا تصور ذہن میں محال ہے۔

شمس تبریزی کہ نور مطلق ست	آفتاب ست وز انوار حق ست
شمس تبریزی جو مکمل نور ہے	سورج ہے اور حق کے نوروں میں سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر دو شمس کا بیان تھا ایک شمس حقیقی کامل (ذات حق) دوسرا شمس ظاہری ناقص (قرص آفتاب) بمناسبت لفظ شمس کے ایک تیسرے شمس (شمس الدین تبریزی پیر طریقت مولانا) کی طرف ذہن منتقل ہوگیا جو شمس کامل کی نسبت تو ناقص اور شمس ناقص کے اعتبار سے کامل ہیں یہ تو معنوی مناسبت ہے اور لفظی مناسبت ظاہر ہے کہ شمس الدین ان کا نام ہے اس شعر میں ان کی مدح ہے کہ شمس تبریزی بھی جو کہ نور مطلق یعنے نور کامل ہیں (بمقابلہ آفتاب ظاہری کے) ایک قسم کے آفتاب ہیں اور منجملہ انوار حق کے (جن کو حق تعالیٰ نے تنویر وہدایت کے لئے پیدا کیا ہے) ایک نور ہیں اشارہ ہے اس طرف کہ طالبوں کو ایسے کاملین سے استفادہ انوار کرنا چاہئے۔

چوں حدیث روئے شمس الدیں رسید	شمس چارم آسماں سر درکشید
جب شمس الدین کے چہرہ کی بات آ گئی	چوتھے آسمان کے سورج نے منہ چھپا لیا

سردرکشیدن غروب ہونا اس میں تفصیل وترجیح ہے حضرت شمس تبریزی کی اس ظاہری آفتاب پر یعنے جب ان کا ذکر آیا تو خجالت کے مارے یہ آفتاب فلکی پوشیدہ ہوگیا گویا زبان حال سے یوں کہنے لگا کہ میں ان کے روبرو کیا مرتبہ رکھتا ہوں میں تو صرف اجسام کو منور کرتا ہوں اور یہ قلوب اور ارواح کو منور فرماتے ہیں شمس کو چہارم آسمان پر بناء علی المشہور کہہ دیا ورنہ اس دعوے کی کوئی دلیل حکماء کے پاس نہیں نہ کسی دلیل شرعی سے اس کی تائید ہوتی ہے بلکہ ظاہر آیات سے ایسا مفہوم ہوتا ہے کہ آفتاب اور سب ستارے آسمان اول پر ہیں۔ واللہ اعلم

واجب آمد چونکہ بردم نام او	شرح کردن رمزے از انعام او
(اب) جبکہ میں نے ان کا نام لیا ہے تو ضروری ہو گیا	ان کے انعام کی تھوڑی سی شرح کرنا

رمزے بمعنی اندکے یعنی جب ان کا ذکر کلام میں آ گیا تو ان کے بعض احسانات کا بیان کرنا ضروری ہے احسان سے مراد یہی ہے کہ انہوں نے تربیت باطنی فرمائی اور اسرار عشق وتوحید سے سرفراز فرمایا۔

ایں نفس جاں دامنم برتافتہ ست	بوئے پیراہان یوسف یافتہ ست
اس وقت میری روح مستعد ہو گئی ہے	اس نے یوسف کے لباس کی خوشبو سونگھی ہے

نفس بفتح فاوم وساعت دامن برتافتن' دامن پکڑ لینا بوی پیراہان یوسف یافتن کنایہ ہے مشتاق ہونے سے کیونکہ یعقوب علیہ السلام اس کی خوشبو سونگھ کر مشتاق وصال جمال یوسفی ہوگئے تھے مطلب یہ ہوا کہ اس وقت میری جان نے میرا دامن پکڑ رکھا ہے اور تقاضا کر رہی ہے اور مشتاق ہو رہی ہے کہ اپنے مرشد کے انعام کا کچھ ذکر کرو' مراد اس انعام سے راز وحدۃ الوجود ہے کہ مرشد نے تعلیم فرمایا ہے تفصیل اس راز کی دیباچہ میں مذکور ہو چکی ہے۔

کز برائے حق صحبت سالہا	باز گو حالے ازاں خوش حالہا
برسوں کی صحبت کا حق ادا کرنے کے لئے	اس خوش احوال کا کچھ حال بیان کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ بیان ہے تقاضا کا مطلب ظاہر ہے کہ سالہا سال کی محبت کا مقتضا یہ ہے کہ ان حالات میں سے جو کہ محبت مرشد سے نصیب ہوئے ہیں کچھ بیان کرنا چاہئے۔

تازمین و آسماں خنداں شود	عقل وروح ودیدہ صد چنداں شود
تاکہ زمین اور آسمان ہنس پڑیں	عقل روح اور آنکھیں سو گنا ہو جائیں

زمین وآسمان کنایہ ہے عالم سے خنداں رونق دار مطلب یہ کہ اس راز توحید کے بیان کرنے سے عالم میں رونق ہو جائے گی کیونکہ اس سے توجہ الی اللہ پیدا ہو جاتی ہے۔اور توجہ الی اللہ روح ہے آبادی عالم کی اور خود بیان کرنے والے کے باطن میں بھی اس سے ترقی ہوگی کیونکہ بعض اوقات کسی مضمون کے بیان کرنے سے قلب میں اس کی کیفیت تازہ اور قوی ہو جاتی ہے خلاصہ یہ کہ اس کے بیان سے آفاقی وانفسی ترقی متصور ہے۔

گفتم اے دور اوفتادہ از حبیب	ہمچو بیماریکہ دورست از طبیب
میں نے کہا ' اے ! دوست سے دور پڑی ہوئی	اس بیمار کی طرح جو طبیب سے دور ہو
لاتکلفنی فانی فی الفنا	کلّت افہامی فلا احصی ثنا
مجھے مجبور نہ کر میں فنا میں ہوں	میری سمجھ درماندہ ہے میں پوری تعریف نہیں کر سکتا

حبیب بمعنی محبوب مراد مرشد ممدوح یعنی میں نے اپنی جان کو جواب دیا کہ تو مرشد سے اس طرح دور پڑی جیسے کوئی بیمار طبیب سے دور ہو مقصود اپنی دوری بیان کرنا ہے کیونکہ ہر شخص کی جان وہی شخص خود ہوتا ہے گویا اس میں عذر ہے کہ میں خود ہی درد فراق میں مبتلا ہوں کیا بیان کروں عربی شعر کے معنے یہ ہیں کہ مت تکلیف دے مجھ کو کیونکہ میں (بیخودی میں ہوں کند ہو گئی ہے میری فہم (بوجہ پریشانی فراق کے) پس نہیں احاطہ کر سکتا ہوں ثنا کو (مرشد کی)

کل شئی قالہٗ غیر المفیق	ان تکلف او تصلف لایلیق
مدہوش جو بات بھی کہے	خواہ تکلف کرے یا درواز بیانی مناسب نہیں ہے

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو مضمون بیان کرے غیر افاقہ والا یعنے جس کے پورے طور سے ہوش درست نہ ہوں اگر تکلف کرے یا لاف زنی کرے (یعنی اپنی طبیعت پر زور ڈال کر کچھ کہے یہ تکلف ہے یا محض اپنے کمال کو ظاہر کرنے کے لئے کچھ کہے یہ تصلف ہے) تو وہ مضمون لائق اور مناسب نہ ہوگا (یعنی جب طبیعت متوجہ نہ ہو تو مضمون بنتا نہیں اس لئے مجھ کو معذور رکھنا چاہئے۔

ہرچہ می گوید موافق چوں نبود	چوتکلف نیک نالائق نمود
جو کچھ وہ کہتا ہے چونکہ وہ مناسب نہیں ہوتا	اور تکلف کی وجہ سے بہت نامناسب نظر آتا ہے

نیک بسیار دبالکل نالائق نامناسب مطلب یہ کہ غیر افاقہ والا جو کچھ کہتا ہے چونکہ وہ موقع ووقت کے

www.besturdubooks.wordpress.com

مناسب نہیں ہوتا نحشان تکلف آمیزی کی طرح بالکل ہی نامناسب ہوتا ہے اس میں بھی وہی اوپر والا عذر ہے۔

من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست	شرح آں یاری کہ آنرا یار نیست
میں کیا کہوں؟ میری ایک رگ بھی ہوش میں نہیں ہے	اس یار کی تفصیل جس کا کوئی شریک نہیں ہے

شرح آن یاری گویم کا مفعول بہ ہے یار اول سے مراد حضرت حق یار ثانی کے معنی شریک ونظیر مطلب یہ کہ میری ایک رگ بھی اپنے ہوش میں نہیں میں ایسے محبوب کی کیا شرح کروں جس کا کوئی شریک نہیں کیونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ انعام مرشد سے مراد راز وحدۃ الوجود ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں کمال الٰہی کا بیان ہے اس لئے اس راز کو اس شعر میں شرح آن یاری الخ سے تعبیر کیا ہے۔

خود ثنا گفتن زمن ترک ثناست	کایں دلیل ہستی وہستی خطاست
میرا تعریف کرنا ہی خود تعریف نہ کرنا ہے	اس لئے کہ یہ وجود کی دلیل ہے اور وجود غلط ہے
شرح ایں ہجران وایں خون جگر	ایں زماں بگذار تاوقت دگر
اس فراق اور خون جگر کی تفصیل	اب دوسرے وقت کے لئے چھوڑ

ہجران اور خون جگر سے مراد بھی وہی راز وحدۃ الوجود ہے مناسبت ان میں یہ ہے کہ وحدۃ الوجود کے غالب آنے سے عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے اور عشق کے خون جگر ہونے میں کیا شبہ ہے اور عشق میں کسی مقام پر پہنچ کر صبر نہیں ہوتا ہر وقت طالب ترقی رہتا ہے اور مقام مطلوب کے اعتبار سے اپنے کو مبتلائے ہجران سمجھتا ہے۔ اس لئے اس راز کو ہجران وخون سے تعبیر کرنا صحیح ہوا مطلب یہ کہ اس راز کے بیان کو اس وقت رہنے دو پھر کبھی دیکھا جائے گا۔

قال اطعمنی فانی جائع	فاعتجل فالوقت سیف قاطع
اس نے کہا، مجھے کھلا میں بھوکی ہوں	جلد کر وقت تیز تلوار ہے

ترجمہ یہ ہے کہ کہا جان نے غذا دے مجھ کو (یعنی اس راز کو بیان کردے کہ روحانی لذت ملے گی) اس لئے کہ میں بھوکی ہوں اور جلدی کر کیونکہ وقت شمشیر قاطع ہے (یعنی مثل شمشیر کے پہلے وقت کو قطع اور معدوم کر دیتا ہے) اس لئے وقت کو غنیمت سمجھو اور اس کا حق کہ بیان اسرار ہے (جس کا اس وقت تقاضا ہے بیان کرو۔

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق	نیست فردا گفتن از شرط طریق
اے دوست! صوفی ابن الوقت ہوتا ہے	کل کا حوالہ دینا طریق (سلوک) کے مناسب نہیں ہے

ابن الوقت ایک اصطلاحی لفظ ہے دو معنے پر اس کا اطلاق آتا ہے ایک وہ سالک جو مغلوب الحال ہو یعنی جو حالت اس پر وارد ہو اس کے آثار میں مغلوب ہو جاوے اس کے مقابل ابوالوقت ہے یعنی وہ سالک جو اپنے حال پر غالب ہو یعنی جس کیفیت وحالت کو چاہے اپنے اوپر وارد کرے۔ یعنی جن کیفیت کی طرف توجہ وقصد کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے آثار اس میں پیدا ہو جاویں مثل انس وشوق وفنا و وجد وغیرہ دوسرے معنی ابن الوقت کے اور ہیں جوان دونوں مذکورہ معنوں کو عام اور شامل ہیں۔ یعنی وہ سالک جو واردات مقتضائے وقت کا حق ادا کرے خواہ وہ واردات اس پر غالب ہوں یا یہ ان پر غالب ہو اس شعر میں یہی معنی ثانی مراد ہیں کیونکہ مطلقاً صوفی کو ابن الوقت کہا گیا ہے ونیز شعر آئندہ میں ابن الوقت نہ ہونے سے صوفیت کی نفی کی گئی ہے حالانکہ ابن الوقت بالمعنی الاول نہ ہونے سے صوفیت کی نفی لازم نہیں آتی حاصل یہ کہ یہ بھی مقولہ جان کا ہے جو مقتضی اظہار اسرار ہے وہ کہتی ہے کہ تم تو صوفی ہو تو حق وقت کو ادا کرنا چاہئے اور دوسرے وقت کا وعدہ طریقت کے خلاف ہے۔

صوفی ابن الحال باشد در مثال	گرچہ ہر دو فارغ انداز ماہ وسال
مثالاً صوفی ابن الحال ہوتا ہے	اگرچہ دونوں مہینہ اور سال سے بے نیاز ہیں

حال ووقت دونوں متقارب المعنی ہیں اور صوفی کو جو ابن الوقت کہا ہے اس سے شبہ پڑتا ہے کہ شاید وقت کے معنے لغوی ہوں اس شبہ کو دفع کرتے ہیں کہ صوفی کو ابن الوقت یا ابن الحال کہنا بطور مثال کے یعنی بطور مجاز کے ہے ورنہ صوفی اور وقت دونوں ماہ وسال یعنی زمانہ سے فارغ ہیں یعنی حال ووقت کے وہ معنی نہیں جو زمانہ کا حصہ ہے بلکہ معنی اصطلاحی مراد ہیں جس میں زمانہ سے کچھ تعلق نہیں کہ وہ حالات وواردات قلبی ہیں۔

تو مگر خود مرد صوفی نیستی	نقد را از نسیہ خیزد نیستی
شاید تو خود صوفی نہیں ہے	نقد کی ادھار سے تباہی ہوتی ہے

یہ بھی مقولہ جان کا ہے ملامت کے طور پر کہتی ہے کہ تم جو ٹال رہے ہو شاید صوفی نہیں ہو دوسرے مصرعہ کا حاصل یہ ہے کہ نسیہ یعنی دوسرے وقت پر حوالہ کرنے سے موجودہ حالت کو زوال ہو جاتا ہے۔

گفتمش پوشیدہ خوشتر سر یار	خود تو در ضمن حکایت گوش دار
میں نے اس سے کہا کہ یار کا راز چھپا ہوا اچھا ہوتا ہے	البتہ تو اس کو قصہ کے ضمن میں سن لے

خلاصہ جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ رعایت وقت ضروری ہے مگر اس سے زیادہ رعایت حکمت ضروری ہے اور مقتضائے حکمت یہ ہے کہ ایسے راز کو پوشیدہ رکھنا چاہئے یہاں اس حکمت کو مجمل رکھا آئندہ شعر گفتم ار عریان الخ میں اس کا مفصل بیان ہوگا اور مصرعہ ثانی کا حاصل یہ ہے کہ میں نے بالکل اس کو قلم انداز بھی نہیں کیا اشارۃً حکایات وامثال میں ذکر بھی کر دیا ہے پس حکایت سے مراد مطلق تمثیل وحکایت ہے چنانچہ مولانا کے کلام میں اشارۃً بہت جگہ یہ راز مذکور ہے دیباچہ کے ایک شعر کی شرح میں ہم نے اس کی عام فہم تفسیر بھی کر دی ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں	گفتہ آید در حدیث دیگراں
بہتر یہی ہوتا ہے کہ معشوقوں کا راز	دوسروں کے قصہ میں بیان ہو جائے

یعنے ایسے راز کا دوسرے حکایات وتمثیلات میں بیان ہونا مناسب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت مکشوف و برہنہ بے غلول	باز گو رنجم مدہ اے بوالفضول
کھلم کھلا بے پردا اور بے خیانت کے بات کہدے	اے بکواسی! (الجھی ہوئی باتیں کر کے) مجھے نہ ستا

غلول خیانت مراد اخفا کیونکہ خیانت بھی خفیہ ہوتی ہے دفع ٹالنا مطلب ظاہر ہے کہ جان نے کہا کہ صاف صاف کہہ ڈال اشارہ سے سیری نہیں ہوتی اور ٹالم ٹولا مت کر۔

باز گو اسرار و رمز مرسلیں	آشکارا بہ کہ پنہاں ذکر دیں
رسولوں کے راز اور اشارے بتا	دین کا ذکر کھلم کھلا بہتر ہے نہ کہ پوشیدہ

اسرار مرسلین سے مراد وہی راز وحدۃ الوجود کا کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ تمام رسل نے لا الہ الا اللہ کی تعلیم کی ہے اور اس کے معنی ہیں لا معبود الا اللہ اور دلائل نقلیہ وعقلیہ سے ثابت ہے کہ جو ذات جمیع کمالات میں متفرد ہو معبود ہونا اسی کا حق ہے تو انفرادفی الکمالات کے لئے معبود ہونا لازم ہے اور لازم کی نفی سے ملزوم کی نفی لازم ہے تو غیر اللہ سے استحقاق عبادت کی نفی سے کہ مدلول لا الہ الا اللہ کا ہے نفی انفراد فی الکمالات کی کہ مدلول وحدۃ الوجود کا ہے لازم ہوئی تو وحدۃ الوجود لا الہ الا اللہ کا مدلول التزامی ٹھہرا اور ملزوم کی تعلیم میں اشارۃ لازم کی تعلیم بھی ہوگئی الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمہ اس اعتبار سے اس کو اسرار مرسلین سے کہدیا اور چونکہ لا الہ الا اللہ کا مدلول مطابقی نہیں اس لئے رمز و اسرار کہا مصرعہ ثانی میں (کہ بمعنی از اور آشکارا خبر مقدم سر دین مبتداء محذوف خبر یعنی سر دین آشکارا بہ از پنہان شدن یہ علت ہے حکم سابق کی یعنے دین کی بات جو انبیاء نے بتلائی ہے اس کا ظاہر کرنا چھپانے سے اچھا ہے۔

پردہ بردار و برہنہ گو کہ من	می نگنجم با صنم در پیرہن
پردہ اٹھا دے اور بے پردہ کہہ کیونکہ میں	محبوب کے ساتھ پیرہن میں نہیں سما سکتی

پیرہن حجاب ہوتا ہے اگر کوئی کرتہ پہن کر صنم کے ساتھ سو وے تو درمیان میں ایک حجاب رہتا ہے کنایہ اس سے ہے کہ میں حکایات وتمثیلات کا پردہ نہیں پسند کرتی صاف کہدو۔

گفتم ار عریاں شود او در عیاں	نے تو مانی نے کنارہ نے میاں
میں نے کہا اگر وہ آنکھوں کے سامنے بے پردہ ہو گا	نہ تو رہے گی نہ کنارہ نہ وسط

عریان ہونا اس راز کا ظاہر ہو جانا یعنی اس کے ظہور سے سب جہان ویران ہو جاوے جس کی تقریر دیباچہ کے شعر میں گذر چکی ہے ٭ سر پنہاں است اندر زیر و بم الخ

آرزو می خواہ لیک اندازہ خواہ	بر نتابد کوہ را یک برگ کاہ
مراد مانگ لیکن انداز کے مطابق مانگ	گھاس کا ایک تنکا پہاڑ کو برداشت نہیں کر سکتا

بر نتابد بمعنی نہ بردارد (برداشت نہ کر سکے) خون شدن ہلاک ہونا لب بہ بند کنایہ خاموشی سے ہے مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہر ہے کہ اپنے حوصلہ سے زیادہ فرمائش مت کر کہیں عالم کی جان یعنی ہستی بر باد نہ ہو جاوے خاموش ہو جا۔

آفتابے کز وے ایں عالم فروخت	اند کے گر پیش آید جملہ سوخت
وہ سورج جس سے یہ سارا عالم روشن ہے	اگر تھوڑا سا آگے آ جائے تو سب کو جلا دے
تا نگرد دخوں دل جان جہاں	لب بدوز و دیدہ بر بند ایں زماں
تاکہ دنیا کی جان کا دل تباہ نہ ہو	اب ہونٹ سی لے اور آنکھیں بند کر لے
فتنہ و آشوب و خونریزی مجو	بش ازیں از شمس تبریزی مجو
فتنہ و فساد اور تباہی کی کوشش نہ کر	اور اس سے زیادہ شمس تبریز کے بارے میں جستجو نہ کر

اس تمثل میں دلیل ہے وجوب سکوت کی یعنی یہ ظاہری آفتاب تھوڑا اور نزدیک آ جاوے تو تمام عالم جل جاوے جب عالم کو اس ظاہری آفتاب کے انوار کی تاب نہیں تو آفتاب معنوی یعنی شمس تبریزی کے انوار بیان راز واحدۃ الوجود) کی کب تاب ہوگی اس لئے اظہار کا تقاضا مت کرو کہ اس میں فتنہ وآشوب ہے۔

ف مولانا پر اس مقام میں دو کیفیتیں علی سبیل التعاقب والتوارد طاری ہیں سکر و صحو سکر سے جوش اظہار راز ہوتا ہے اور صحو سے اس کے مفاسد پر نظر کر کے اس جوش کو سکون ہوتا ہے ان ہی دونوں کیفیتوں کے اعتبار سے خود اپنے کو سائل و مجیب قرار دے رکھا ہے ایک کیفیت کے اعتبار سے سوال کرتے ہیں دوسری کے اعتبار سے جواب دیتے ہیں۔ اس طرح متضاد کیفیتوں کا جلدی جلدی قلب پر آنا بہ کثرت سالکین کو پیش آتا ہے۔

ایں ندارد آخر از آغاز گو	رو تمام ایں حکایت باز گو
اس بات کا اختتام نہیں ہے شروع سے بات کہہ	جا اس تمام قصے کو پھر بیان کر

ایں کا اشارہ مضمون بالا کی طرف ہے آخر کار مفعول ہے ندارد کا 'از آغاز' متعلق ہے گو کا مطلب ظاہر ہے کہ اس مضمون کا تو کہیں پایاں نہیں پہلا مضمون کہہ کر حکایت تمام کرو۔

خلوت طلبیدن طبیب از بادشاہ آں کنیزک جہت دریافت مرض کنیزک

لونڈی کا مرض معلوم کرنے کے لئے طبیب کا بادشاہ سے لونڈی کے ساتھ تنہائی چاہنا

چوں حکیم از ایں سخن آگاہ شد	وز دروں ہمداستان شاہ شد
طبیبؔ جب اس بات سے باخبر ہو گیا	اور اندر سے بادشاہ کا راز دار ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اے شہ خلوتی کن خانہ را	دور کن ہم خویش و ہم بیگانہ را
بولا اے بادشاہ! گھر کو خالی کر دے	اپنے اور غیر کو ہٹا دے
کس ندارد گوش در دہلیز ہا	تا پرسم از کنیزک چیز ہا
دہلیزوں میں کوئی کان نہ لگائے	تاکہ میں کنیز سے کچھ باتیں پوچھوں

خلوتی منسوب بہ خلوت یعنی جب وہ حکیم کامل اس قصہ سے آگاہ ہوئے اور اپنے باطن سے بادشاہ کے ہمداستان اور اس کے احوال واسرار پر مطلع ہوئے تو فرمایا کہ اس گھر کو خلوتی یعنی خالی کردو اور سب یگانہ و بیگانہ کو علیحدہ کرو اور ایسا انتظام کرو کہ کوئی شخص دہلیز میں بھی کان نہ لگانے پاوے تاکہ میں کچھ ضروری باتیں اس کنیزک سے دریافت کرلوں۔

خانہ خالی کرد شاہ و شد بروں	تا بخواند بر کنیزک او فسوں
بادشاہ نے گھر خالی کر دیا اور باہر چلا گیا	تاکہ وہ کنیز پر منتر پڑھے
خانہ خالی کرد و یک دیار نے	جز طبیب و جز ہماں بیمار نے
گھر خالی کر دیا اور کوئی گھر والا نہ رہا	سوائے طبیب اور سوائے بیمار کے کوئی نہ رہا

فسون منتر مراد یہاں شفقت آمیز باتیں حکیم کی کہ دلجوئی میں مثل سحر کے مؤثر تھیں دیار صاحب دار یعنی گھر والا مطلب یہ ہوا کہ بادشاہ نے گھر خالی کردیا اور خود بھی باہر چلا گیا تاکہ وہ حکیم اس سے کچھ شفقت آمیز باتیں کرے اور گھر بالکل خالی کردیا ایک گھر والا بھی اس میں نہ رہا بجز طبیب اور اس بیمار کے کوئی نہ رہا۔

ف: اگر شبہ ہو کہ نامحرم کے پاس خلوت میں بیٹھنا اس طبیب نے کہ عارف کامل بھی تھے کیسے گوارا کیا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ قصہ امم سابقہ کا ہے ممکن ہے کہ اس شریعت میں ایسے موقع پر ایسی خلوت جائز ہو دوسرے وہ طبیب بہت بوڑھے تھے غیر اولی الاربۃ ہماری شریعت میں بھی بعض احکام میں مثل محرم کے ہے تیسرے یہ کہ ضرورت معالجہ کے لئے بعض امور جو فی نفسہ ناجائز ہیں مثل بدن دکھلانا وغیرہ جائز کردیے جاتے ہیں ورنہ بلا عذر شرعی نامحرم مرد و عورت کا تنہائی میں بیٹھنا حرام ہے۔

نرم نرمک گفت شہر تو کجاست	کہ علاج اہل ہر شہرے جداست
آہستگی و نرمی سے (طبیب نے) کہا تیرا شہر کہاں ہے؟	کیونکہ ہر شہر والے کا علاج جداگانہ ہے
وندراں شہر از قرابت کیستت	خویشی و پیوستگی با چیستت
اور اس شہر میں تیرا رشتہ دار کون ہے؟	اپنایت اور تعلق کس سے ہے؟
دست بر نبضش نہاد و یک بیک	باز می پرسید از جور فلک
ہاتھ اس کی نبض پر رکھا اور ایک ایک	آسمان کے ظلم کا حال پوچھ رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

رنج بیماری کیست میں (ت) قرابت کا مضاف الیہ ہے چیست میں (ت) بمعنی ترا ٔیک بیک تاکید مقدم جور فلک کی جور فلک سے مراد مصیبت باعتبار شاعرانہ محاورہ کے نہ باعتبار معنی حقیقی کے کیونکہ ایسے اعتقاد رکھنے سے حدیث میں ممانعت آئی ہے مطلب یہ کہ طبیب نے آہستہ آہستہ دریافت کیا کہ تیرا شہر کہاں ہے کیونکہ ہر شہر کا علاج اور بیماری علیحدہ ہے بوجہ اختلاف طبائع کے اور اس شہر میں تیرے اہل قرابت میں سے کون کون ہے اور قرابت اور تعلق کس کس سے ہے اور ہاتھ اس کی نبض پر رکھا تھا اور ایک ایک واقعہ اور مصیبت کا حال پوچھ رہے تھے۔

چوں کسے را خار در پایش خلد	پائے خود رابر سر زانو نہد
جب کسی کے پیر میں کانٹا چبھتا ہے	اپنا پیر ران پر رکھ لیتا ہے
از سر سوزن ہمی جوید سرش	ورنیابد می کند بالب ترش
اس کا سرا سوئی کی نوک سے تلاش کرتا ہے	اور اگر نہیں ملتا تو اسے لب سے تر کرتا ہے
خار در پاشد چنیں دشوار یاب	خار در دل چوں بود گوئی جواب
پیر کا کانٹا پانا جب اس قدر دشوار ہے	دل کے کانٹے کا کیا حال ہو گا؟ جواب دے

ان اشعار میں وجہ بیان فرماتے ہیں اس اہتمام کی جو طبیب موصوف نے کنیزک کے تحقیق حالات میں فرمایا خلاصہ یہ کہ دیکھو جب کسی کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاتا ہے تو اس کا کس قدر اہتمام کرتا ہے کہ اپنے پاؤں کو اٹھا کر زانو پر رکھتا ہے تا کہ کانٹے کو نزدیک سے دیکھ سکے اور سوزن کی نوک سے اس کا سرا تلاش کرتا ہے اور اگر اس پر بھی نہیں ملتا تو لب لگا کر اس جگہ کو تر کرتا ہے تو جب ایک ظاہری کانٹا پاؤں میں اس قدر دشواری سے ملتا ہے تو جو خار دل میں لگا ہو اس کا تو کیا حال ہوگا۔ ذرا جواب تو دو۔

خار دل را گر بدیدے ہر خسے	کے غماں را دست بودے بر کسے
دل کا کانٹا اگر ہر شخص دیکھ سکتا	تو غموں کو کسی پر کب قابو ہوتا؟

خس ناقص دست بودن قدرت بودن غماں جمع غم مطلب یہ کہ اگر خار دل ہر ناقص کی سمجھ میں آ جاتا تو کسی پر غموم آنے نہ پاتے کیونکہ اس کے اسباب و تدابیر کو سمجھ کر دفع کر دیتا حاصل یہ کہ یہ کام ناقص کا نہیں کامل کا ہے۔ ف اس میں اشارہ ہے کہ امراض نفسانیہ باطنیہ کے علاج کے لئے شیخ کامل سے رجوع کرنا چاہئے ناقص سے بیعت کرنا لا حاصل بلکہ مضر ہے۔

کس بزیر دم خر خارے نہد	خر نداند دفع آں بر می جہد
کوئی گدھے کی دم کے نیچے کانٹا رکھ دیتا ہے	گدھا اس کو نکالنا نہیں جانتا کودتا ہے
خر زبہر دفع خار از سوز و درد	جفتہ می انداخت صد جا زخم کرد
سوزش اور درد کی وجہ سے گدھے نے کانٹے کو دور کرنے کے لئے	دولتیاں پھینکیں اور سو جگہ زخم کر لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں لکد کے دفع خار او کند	حاذقے باید کہ بر مرکز فتد
وہ دولتی اس کا کانٹا کہاں نکال سکتی ہے؟	ایک ماہر چاہیے جو کانٹے کی جگہ کو سمجھے
بر جہد واں خار محکم تر کند	عاقلے باید کہ خارے بر کند
وہ گدھا کودتا ہے اور اس کانٹے کو اور مضبوط کر دیتا ہے	کوئی عقلمند چاہیے جو کانٹے کو نکالے

بر کند بیرون آرد جفتہ لات مرکز جائے سپوزیدن خار تند گرد چیزے گردو مراد توجہ والتفات کنذیہ بھی تمثیل ہے مضمون بالا کی مطلب یہ کہ کوئی شخص اگر گدھے کی دم کے نیچے ایک کانٹا لگا دے وہ گدھا اس کے دفع کرنیکا طریق تو جانتا نہیں اوچھلتا کودتا ہے اور جوں جوں اچھلتا ہے کانٹا اور مضبوط گڑتا جاتا ہے کسی بڑے عاقل کی ضرورت ہے جو اس کانٹے کو نکالے وہ گدھا دفع خار کی غرض سے بوجہ تکلیف کے دولتی پھینکتا ہے اور جگہ جگہ زخم کر لیتا ہے ان لاتوں کا چلانا اس کے کانٹے کو کب دفع کر سکتا ہے کوئی بڑا ماہر چاہیے جو خاص موقع خار پر متوجہ ہو جاوے۔

آں حکیم خار چیں استاد بود	دست میزد جا بجا می آزمود
وہ کانٹا نکالنے والا طبیب استاد تھا	جابجا ہاتھ مارتا تھا اور آزماتا تھا
زاں کنیزک بر طریق راستاں	بازمی پرسید حال پاستاں
اس لونڈی سے سچوں کی طرح	گذشتہ حالات کے بارے میں پوچھتا تھا
باحکیم او راز ہای گفت فاش	از مقام و خواجگان وشہر تاش
طبیب سے وہ راز کی باتیں کھل کر کہتی تھی	مقام اور آقاؤں اور بستی والوں کے متعلق

پاستان گذشتہ خواجہ مالک شہر تاش ہم شہر یعنی باشندگان یک شہر مطلب یہ کہ وہ حکیم خار دل کے نکالنے والے استاد تھے نبض کے مختلف مقامات پر ہاتھ بدلتے جاتے تھے اور مرض کا امتحان وتشخیص کر رہے تھے اور اس کنیزک سے راستبازوں کے طور پر (نہ اہل شہوت کے طرز پر کہ باتیں کرنے سے محض نفس کو لذت دینا مقصود ہو اور باتوں کا بہانہ) گذشتہ حالات دریافت کر رہے تھے اور وہ حکیم سے تمام راز صاف صاف کہہ رہی تھی وطن کا حال اور مالکوں کا حال کہ کہاں کہاں بیچی گئی اور ہم وطنوں کا حال

سوئے قصہ گفتنش میداد گوش	سوئے نبض وجنبشش می داشت ہوش
وہ اس کی قصہ گوئی پر کان لگائے تھا	نبض اور اس کی حرکات پر پوری طرح متوجہ تھا
تا کہ نبض از نام کہ گردد جہاں	او بود مقصود جانش در جہاں
تا کہ (یہ جان لے کہ) کس نام پر اس کی نبض پھڑکتی ہے	دنیا میں اس کا جانی محبوب وہی ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

جستن بفتح جیم اچھلنا نام کہ میں (کہ) بمعنی کدام مضاف الیہ نام کا' جہاں اول اسم فاعل سماعی از جستن بمعنی حرکت کنندہ مقصود جان معشوق مطلب یہ کہ حکیم صاحب کان تو اس کی باتوں کی طرف لگائے ہوئے تھے اور توجہ نبض اور اس کی حرکت کی طرف تھی تا کہ یہ دیکھیں کہ نبض میں کس کے نام سے حرکت غریبہ پیدا ہوتی ہے وہی اس کا معشوق اور محبوب ہوگا جس کے فراق میں گل رہی تھی۔

دوستان شہر خود رابر شمرد	بعد ازاں شہر دگر را نام برد
(پہلے) اس نے اپنے شہر کے دوستوں کو گنا	اس کے بعد دوسرے شہر کا نام لیا
گفت چوں بیروں شدی از شہر خویش	در کدامیں شہر بودستی تو بیش
(طبیب نے) کہا جب تو اپنے شہر سے نکلی	زیادہ کس شہر میں رہی تھی
نام شہرے گفت وزاں ہم درگذشت	رنگ رو و نبض او دیگر نہ گشت
اس نے ایک شہر کا نام لیا اور آگے بڑھی	چہرہ کا رنگ اور اس کی نبض نہ بدلی
خواجگان و شہر ہارا یک بیک	باز گفت از جای واز نان ونمک
آقاؤں اور شہر کا ایک ایک کرکے	نام بتایا پھر مقام اور کھانے پینے کا ذکر کیا

دیگر نگشت متغیر نشد یعنی اس نے اپنے شہر کے جان پہچان والوں کو گنوایا اس کے بعد کسی اور شہر کا نام لیا حکیم صاحب نے پوچھا کہ جب تو اپنے شہر سے جدا ہوئی تو تو زیادہ کس شہر میں رہی اس نے ایک شہر کا نام لیا اور اس کو چھوڑ کر دوسرے مقام کا ذکر کیا مگر چہرہ کا رنگ اور نبض کچھ متغیر نہیں ہوا غرض ایک ایک کرکے سب مالکوں کا اور سب شہروں کا اور سب جگہوں کا اور کھانے پینے کا حال کہہ ڈالا شہر شہر گھر گھر کا قصہ بیان کیا مگر نہ نبض نے کوئی نئی حرکت کی اور نہ چہرہ پر زردی چھائی۔

شہر شہر و خانہ خانہ قصہ کرد	نے رگش جنبید و نے رخ گشت زرد
ایک ایک شہر اور ایک ایک گھر کا ذکر کیا	نہ اس کی نبض پھڑکی' نہ چہرہ زرد پڑا
نبض او بر حال خود بدبے گزند	تاپرسید از سمرقند چوقند
اس کی نبض بلاتکلف اپنی حالت پر تھی	یہاں تک کہ (طبیب نے) شکر جیسے سمرقند کا حال پوچھا
آہ سردے برکشید او ماہرو	آب از چشمش رواں شد ہمچو جو
اس چاند سے مکھڑے والی نے ٹھنڈی آہ بھری	نہر کی طرح اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے
گفت بازرگانم آنجا آورید	خواجۂ زرگر دراں شہرم خرید
بولی مجھے ایک تاجر وہاں لایا	اس شہر میں ایک مالدار سنار نے مجھے خرید لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

دربر خود داشت شش ماہ و فروخت	چوں بگفت ایں ز آتش غم بر فروخت
اس نے مجھے اپنے پہلو میں رکھا اور بیچ دیا	جب اس نے یہ کہا تو رنج کی آگ سے جل اٹھی
نبض جست و روئے سرخش زرد شد	کز سمرقندی زرگر فرد شد
نبض پھڑکی اور اسکا لال چہرہ زرد ہو گیا	اس لئے کہ سمرقندی سنار سے جدا ہو گئی

چو قند صفت سمرقندی ہے زرگر صفت سمرقندی فرد جدا یعنی اور سب مقامات و حالات بیان کرنے کے وقت نبض اس کی اپنی اصلی حالت پر رہی یہاں تک کہ سمرقند کا حال پوچھا جو حلاوت ولذت میں مثل قند کے ہے (اس میں اس شہر کی مدح کر دی بالخصوص کنیزک کی حالت کے اعتبار سے کہ اس شہر میں اس کا معشوق تھا۔ تو اس کے نزدیک تو وہ شہر ضرور مثل قند کے ہوگا) سمرقند کا نام لیتے ہی اس کی نبض اچھلنے لگی اور اس کا چہرہ سرخ زرد پڑ گیا (گو بیماری میں سرخی نہ رہی تھی مگر جتنی کچھ تھی وہ بھی اڑ گئی) اور وجہ اس تغیر کی یہ ہوئی کہ وہ زرگر باشندہ سمرقند سے جدا ہو گئی تھی پس اس نے ایک سرد آہ کھینچی اور پانی ندی کی طرح اس کی آنکھوں سے جاری ہو گیا اور بیان کیا کہ کوئی سوداگر مجھ کو وہاں لایا تھا اور ایک زرگر نے مجھ کو وہاں خرید لیا تھا اور تین مہینہ تک اپنی بغل میں یعنی اپنے پاس رکھا اور بیچ ڈالا یہ کہہ کر آتش غم سے فروختہ ہو گئی۔

چوں ز رنجور آں حکیم ایں راز یافت	اصل آں درد و بلا را باز یافت
اس طبیب نے جب بیمار سے یہ راز پا لیا	اس درد اور مصیبت کی جڑ معلوم کر لی
گفت کوئے او کدام است و گزر	او سر پل گفت و کوئے غاتفر
اس (طبیب نے) کہا اس کا کوچہ اور راستہ کونسا ہے؟	اس (لونڈی) نے کہا (راستہ) سرپل اور کوچہ غاتفر ہے

گذر سڑک، غاتفر ایک محلہ ہے سمرقند کا یعنی جب حکیم صاحب نے مریض سے اس راز کو دریافت کر لیا تو اس مرض کے اصلی سبب کو معلوم کر لیا پوچھا اس کا کوچہ و محلہ کونسا ہے اور سڑک کونسی ہے اس نے سڑک سرپل بتلائی اور محلہ غاتفر بتلایا۔

گفت آنگہ آں حکیم باصواب	آں کنیزک را کہ رستی از عذاب
جب اس راست باز حکیم نے کہا	اس لونڈی سے کہ تو تکلیف سے نجات پا گئی
چونکہ دانستم کہ رنجت چیست زود	در علاجت سحرہا خواہم نمود
چونکہ میں سمجھ گیا ہوں تیرا مرض کیا ہے، جلد	تیرے علاج میں جادو دکھاؤں گا
شاد باش و ایمن و فارغ کہ من	آں کنم با تو کہ باراں با چمن
خوش اور مطمئن اور فارغ البال رہ کہ میں	تیرے ساتھ وہ کچھ کروں گا جو بارش چمن سے کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

من غم تو تخورم تو غم مخور	برتو من مشفق ترم از صد پدر
میں تیرا غمخوار ہوں تو غم نہ کر	سو باپوں سے بڑھ کر میں تجھ پر مہربان ہوں
ہاں وہاں ایں رازرا باکس مگوی	گرچہ شاہ از تو کند بس جستجوی
خبردار خبردار یہ راز کسی سے نہ کہنا	اگرچہ بادشاہ بھی تجھ سے دریافت کرے

یعنی جب حکیم کو اس کا مفصل حال معلوم ہو گیا اس وقت کنیزک سے کہا کہ اب تجھ کو اس عذاب سے نجات ہو گئی (یعنی عنقریب نجات ہو جاوے گی) جب مجھ کو معلوم ہو گیا کہ تیری بیماری کیا ہے اب بہت جلد تیرے علاج میں ایسی سریع التاثیر تدبیریں کروں گا جیسا کہ جادو سریع الاثر ہوتا ہے غرض تو خوش اور بے فکر اور بے اندیشہ رہ میں تیرے ساتھ ایسا معاملہ کروں گا جیسا بارش چمن کے ساتھ معاملہ کرتی ہے (یعنی پرورش) میں تیری غمخواری کروں گا اب تو مت غم کھا میں تیرے حال پر صدہا باپ سے زیادہ شفقت کروں گا مگر خبردار خبردار اس راز کو کسی سے مت کہنا گو بادشاہ تجھ سے کتنا ہی جستجو کرنا چاہے۔

تا توانی پیش کس مکشائے راز	برکسے ایں درمکن زنہار باز
حتی الامکان کسی پر راز نہ کھولنا	ہرگز کسی پر یہ دروازہ نہ کھولنا
چونکہ اسرارت نہاں دردل شود	آں مرادت زودتر حاصل شود
جب تیرا راز دل میں چھپا ہوگا	تیری وہ مراد بہت جلد تجھ کو حاصل ہو جائے گی
گفت پیغمبرؐ ہر آں کو سر نہفت	زود گردد بامراد خویش جفت
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے جس شخص نے اپنا راز چھپایا	بہت جلد اپنی مراد سے وابستہ ہوا
دانہ چوں اندر زمیں پنہاں شود	بعد ازاں سرسبزی بستاں شود
دانہ جب زمین میں چھپتا ہے	اس کے بعد باغ کی سرسبزی (کا سبب) بنتا ہے
زر و نقرہ گر نہ بودندے نہاں	پرورش کے یافتندے زیرکاں
سونا اور چاندی اگر چھپے نہ ہوتے	تو کان میں پرورش کیسے پاتے

سر مصدر بمعنی پنہاں شدن اوپر حکیم کی نصیحت کا ذکر تھا کہ مریض کو اظہار راز سے منع کیا اب مولانا اس مناسبت سے ناظرین کتاب کو مشورہ دیتے ہیں کہ جہاں تک ہو سکے کسی کے روبرو راز مت کھولو (یعنی اپنے دل کی بات کسی سے مت کہو) اور کسی پر یہ دروازہ راز کا کشادہ مت کرو جب تمہارا مافی الضمیر دل ہی میں رہے گا تو وہ مراد جلدی حاصل ہوگی چنانچہ پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس نے اپنے دل کی بات پوشیدہ رکھی وہ اپنی مراد کو جلدی

www.besturdubooks.wordpress.com

پہنچتا ہے۔(یہ اشارہ) اس حدیث کی طرف ہے استعینوا فی الحوائج بالکتمان اب محسوسات میں سے اس کی دو مثالیں دیتے ہیں کہ دانہ جب زمین میں پوشیدہ ہو جاتا ہے تو اس کا پوشیدہ ہونا سرسبزی باغ کا سبب بن جاتا ہے اسی طرح زرو نقرہ اگر زمین کے اندر نہ ہوتے تو معدن کے اندر کب نشو ونما پاتے علوم طبعیہ میں ثابت ہے کہ اجزاء ارضیہ و بخارات ملنے سے چاندی سونا بنتا ہے لیکن یہ سب اجزا زمین سے باہر نکال لئے جاویں تو چاندی سونا نہیں بنتا' زمین کے اندر رہ کر ان کی حقیقت بدلتی ہے بعد طیاری نکالا جاتا ہے۔

ف: اس میں اشارہ ہے کہ سالک کو لازم ہے کہ اپنے اسرار و کشوفات و کیفیات باطنی بجز شیخ کے کسی پر ظاہر نہ کرے

وعدہا و لطفہائے آں حکیم	کرد آں رنجور را ایمن زبیم
اس طبیب کے وعدوں اور مہربانیوں نے	اس بیمار کو خوف سے مطمئن کر دیا

پھر قصہ کی طرف رجوع فرمایا یعنی حکیم صاحب کے وعدوں اور ان کے الطاف نے اس بیمار کو فکر و اندیشہ سے بے خوف کر دیا۔

وعدہا باشد حقیقی دلپذیر	وعدہا باشد مجازی تاسہ گیر
سچے وعدے دل پسند ہوتے ہیں	(اور) جھوٹے وعدے پریشان کرتے ہیں
وعدۂ اہل کرم گنج رواں	وعدۂ نااہل شد رنج رواں
اہل کرم کا وعدہ جاری خزانہ ہے	(اور) نااہل کا وعدہ عذاب جان ہے
وعدہا باید وفا کردن تمام	ور نخواہی کرد باشی سرد و خام
وعدوں کو پورا کرنا چاہئے	اور اگر تو پورا نہ کرے گا' تو سرد اور خام بنے گا
وعدہ کردن را وفا باشد بجاں	تا بہ بینی در قیامت فیض آں
وعدہ کو جان (و دل) سے پورا کرنا ضروری ہے	تاکہ قیامت میں تو اس کا فیض دیکھے

حقیقی صفت وعدہا علیٰ ہذا القیاس مجازی صفت وعدہا تاسہ بیقراری' رواں اول بمعنی رائج رواں ثانی بمعنی جان یہ مقولہ مولانا کا ہے بمناسبت ذکر وعدہ حکیم کے مطلب یہ کہ سچے وعدے دل کو لگتے ہیں اور مجازی یعنی ناراست وعدے طبیعت میں تردد پیدا کرتے ہیں (اشارہ ہے حدیث الصدق طمانینة والکذب ریبة کی طرف) اہل کرم کا وعدہ خزانہ رائج یعنی خالص ہے (کیونکہ خالص چاندی سونا بازار میں چلتا ہے نااہل کا وعدہ جان کو مصیبت ہو جاتا ہے وعدہ کو پورے طور سے وفا کرنا چاہئے اور اگر ایسا نہ کرو گے تو تم سرد و خام شمار کئے جاؤ گے وعدہ کا جان و دل سے وفا کرنا لائق ہے تاکہ قیامت میں اس کا نفع دیکھو (جب اس کا ثواب ملنے لگے گا۔

ف وعدہا باشد الخ میں اشارہ ہے کہ شیخ کامل کے وعدہ سے طالب کو اطمینان ہوتا ہے خواہ وعدہ تعلیم کا ہو یا

www.besturdubooks.wordpress.com

بشارت حصول ثمرات کی ہو اور شیخ مزور کے وعدہ سے قلب کو سکون نہیں ہوتا کیونکہ وہ محض ٹالنا اور دھوکہ دینا ہوتا ہے۔

دریافتن آں طبیب الٰہی رنج کنیزک را و بہ شاہ وانمون

اس طبیب الٰہی کا لونڈی کے مرض کو معلوم کر لینا اور بادشاہ پر ظاہر کرنا

آں حکیم مہرباں چوں راز یافت	صورت رنج کنیزک باز یافت
اس مہربان طبیب نے جب راز معلوم کر لیا	(اور) لونڈی کے مرض کی صورت کو جان گیا
بعد ازاں برخاست عزم شاہ کرد	شاہ را زاں شمۂ آگاہ کرد
اس کے بعد وہ اٹھا اور بادشاہ کا قصد کیا	بادشاہ کو اس سے تھوڑا سا آگاہ کر دیا

یعنی اس حکیم نے جب حقیقت حال معلوم کر لی اور صورت بیماری کی سمجھ لی وہاں سے اٹھ کر بادشاہ کے پاس گئے اور کسی قدر احوال سے بادشاہ کو بھی آگاہ کر دیا۔

شاہ گفت اکنوں بگو تدبیر چیست	در چنیں غم موجب تاخیر چیست
بادشاہ نے کہا' بتا اب کیا تدبیر ہے؟	اس طرح کے غم میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟
گفت تدبیر آں بود کاں مرد را	حاضر آریم ازپئے ایں درد را
اس (طبیب) نے کہا' تدبیر یہ ہے کہ اس مرد کو	اس درد کے علاج کے لئے ہم بلائیں
قاصدے بفرست کا خبارش کند	طالب ایں فضل و ایثارش کند
ایک قاصد بھیج جو اس کو بتائے	(اور) اس کو اس انعام اور بخشش کا طلب گار بنائے
مرد زرگر را نجواں زاں شہر دور	باز رو خلعت بدہ او را غرور
سنار کو اس شہر سے بلا لے	نقد اور خلعت سے اس کو لالچ دے
تا شود محبوب تو خوشدل بدو	گردد آساں اینہمہ مشکل بدو
تاکہ تیری محبوبہ اس کی بدولت خوش ہو جائے	اور اس کے ذریعہ یہ سب مشکل آسان ہو جائے
چوں بہ بیند سیم و زر آں بے نوا	بہر زر گردد زخان و ماں جدا
جب وہ تنگدست چاندی اور سونا دیکھے گا	تو سونے کی خاطر گھر بار سے جدا ہو جائے گا

غرور فریب اخبار خبر دادن' فضل عطا ایثار ترجیح دادن یکی را بر دیگرے مراد انتخاب یعنی بادشاہ نے کہا کہ اب بتلائے کیا تدبیر ہو کیونکہ ایسے غم میں تاخیر کا تو کوئی سبب نہیں حکیم نے کہا کہ تدبیر یہی ہے کہ اس شخص کو اس بیماری کے

www.besturdubooks.wordpress.com

دفع کے لئے حاضر کیا جاوے آپ اس زرگر کو اس شہر سے بلائیے اور مال وخلعت سے اس کو پھسلائیے ایک قاصد بھیجئے کہ اس کو خبر کرے کہ بادشاہ بلاتا ہے اور کہہ سن کر عطیات وانتخاب کا خواہش مند وامیدوار کرے (انتخاب یہ کہ بادشاہ نے سب کاریگروں پر تجھ کو ہی پسند کیا) تاکہ تمہاری محبوبہ کنیزک اس کے سبب خوش دل ہو جاوے یعنی اس کے دیکھنے ملنے سے) اور مشکل اس کے سبب آسان ہو جاوے (کہ اس کی بیماری زائل ہو جاوے) جب وہ زرگر مفلس مال ودولت دیکھے گا اس کے حاصل کرنے کو اپنے خان ومان سے علیحدہ ہو کر چلا آوے گا۔

زر خرد را والہ و شیدا کند	خاص مفلس را کہ خوش رسوا کند
سونا عقل کو دیوانہ بنا دیتا ہے	خصوصاً مفلس کو کہ خوب ذلیل کرتا ہے
زر اگرچہ عقل می آرد ولیک	مرد عاقل باید او را نیک نیک
سونا اگرچہ عقل پیدا کرتا ہے لیکن	اس کے لئے عقلمند اور بہت نیک آدمی درکار ہے

یہ مولانا کا مقولہ ہے کہ مال عقل کو سرگشتہ اور شیفتہ کر دیتا ہے۔ اور خصوصاً مفلس کو کہ اس کی تو بری گت بناتا ہے۔ (یعنی وہ بہت جلدی حرص میں پھنس کر ذلیل ورسوا ہوتا ہے) اور گو مال وزر عقل کو بھی بڑھاتا ہے مگر ہر شخص کی عقل نہیں بڑھتی بلکہ اس کے لئے بڑے عاقل کی ضرورت ہے (کہ روپیہ کو اچھے موقع پر صرف کرے اور اپنے دین کا معین وخادم اس کو بنا سکے یہ امر بدوں علم دین اور ہمت قوی کے میسر نہیں ہوتا۔

فرستادن بادشاہ رسولاں بسمرقند در طلب آں زرگر

بادشاہ کا ایلچیوں کو سمرقند روانہ کرنا اس سنار کی تلاش میں

چونکہ سلطاں از حکیم آنرا شنید	پند او را از دل و جاں برگزید
جب بادشاہ نے طبیب سے وہ بات سنی	دل و جان سے اس کی نصیحت کو قبول کیا
گفت فرمان ترا فرماں کنم	ہر چہ گوئی آنچناں کن آں کنم
اس (بادشاہ) نے کہا تیرے فیصلہ کے مطابق حکم جاری کروں گا	جو تو کہے گا کہ ایسا کر میں ویسا ہی کروں گا
پس فرستاد آں طرف یکدو رسول	حاذقان و کافیان و بس عدول
پھر ایک دو قاصد اس طرف روانہ کئے	جو ماہر کارگزار اور بہت نیک تھے
تا سمرقند آمدند آں دو امیر	پیش آں زرگر ز شاہنشاہ بشیر
وہ دونوں سردار سمرقند میں آئے	اس سنار کے پاس بادشاہ کی طرف سے خوشخبری لے کر

www.besturdubooks.wordpress.com

کاے لطیف استاد کامل معرفت	فاش اندر شہر ہا از تو صفت
کہ اے نازک کام کرنے والے استاد پوری شناخت والے؟	شہروں میں تیری خوبی پھیلی ہوئی ہے
نک فلاں شہ از برائے زرگری	اختیارت کرد زیرا مہتری
اب فلاں بادشاہ نے زیور گھڑنے کے لئے	تجھے چنا ہے کیونکہ تو (زرگری میں) سردار ہے
اینک ایں خلعت بگیر و زر و سیم	چوں بیائی خاص باشی و ندیم
اب یہ جوڑا اور سونا چاندی لے	(اور) جب تو آئے گا خاص اور ہم نشیں ہو گا

جب بادشاہ نے حکیم سے یہ مشورہ سنا تو ان کی نصیحت کو خوشی سے مان لیا اور عرض کیا کہ آپ ہی کے حکم کو حکم اصلی سمجھوں گا اور جو کچھ ارشاد فرمایئے گا کہ یوں کرو اسی طرح کروں گا۔

نک مخفف اینک زیرا بمعنے زیرا کہ مطلب یہ کہ بادشاہ نے ایک دو قاصد اس کے بلانے کو بھیجے جو کہ دانا اور اس کام کے لئے کافی اور معتبر تھے یہاں تک کہ وہ دونوں اس زرگر کے پاس بادشاہ کی طرف سے خوشخبری لے کر سمرقند آئے کہ اے زرگر تو جو بہت لطافت سے کام کرتا ہے اور اپنے فن کی معرفت میں کامل استاد ہے اور تمام شہروں میں تیرے اوصاف کی شہرت ہے اس وقت فلاں بادشاہ نے کچھ سونے کا کام بنانے کے لئے تجھ کو انتخاب و تجویز کیا ہے کیونکہ تو اس کام میں سب کا سردار ہے فی الحال یہ خلعت اور مال و دولت قبول کر جب وہاں پہنچے گا تو بادشاہ کا خاص مصاحب اور ندیم ہو جاوے گا۔

ف شاہنشاہ کا اطلاق مخلوق پر بروئے حدیث ناجائز ہے۔ یا تو مولانا کو وہ حدیث نہیں پہنچی یا اس کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جیسا کہ بعض علماء اس طرف گئے ہیں اور ضرورت شعری نے اس کراہت کو رفع کر دیا یا یوں کہا جاوے کہ علی الاطلاق شہنشاہ کہنا ناجائز ہو اور خاص ملک یا سلطنت کی قید سے جائز ہو مثلاً یہ مراد ہو کہ شاہ شاہان دنیا یا فلاں اقلیم واللہ اعلم

مرد مال و خلعت بسیار دید	غرہ شد از شہر و فرزنداں برید
مرد نے جب بہت سا مال اور جوڑا (خلعت) دیکھا	تو فریفتہ ہو گیا (اور) شہر اور اولاد سے جدا ہو گیا
اندر آمد شادماں در راہ مرد	بیخبر کاں شاہ قصد جانش کرد
مرد خوشی خوشی راستے پر پڑ گیا	(اس سے) بے خبر کہ بادشاہ نے اس کی جان کا ارادہ کیا ہے
اسپ تازی برنشست و شاد تاخت	خونبہائے خویش را خلعت شناخت
عربی گھوڑے پر بیٹھا اور خوشی خوشی دوڑا	(اور) اپنے خون کے عوض کو شاہی جوڑا سمجھا

www.besturdubooks.wordpress.com

اے شدہ اندر سفر باصد رضا	خود بپائے خویش تو سوء القضا
افسوس کہ بڑی خوشی سفر کرنے والا	اپنے پاؤں سے بری موت کی طرف روانہ ہوا ہے
در خیالش ملک و عز و سروری	گفت عزرائیل رو آرے بری
اس کے خیال میں تو حکومت و عزت اور سرداری تھی	ملک الموت نے کہا کہ جہاں یہ سب چیزیں تو حاصل کریگا

غرۃ فریفتہ از شہر متعلق برید اسپ تازی براے براسپ تازی روامر بمعنے برو آرے بمعنے بلے بری صیغہ خطاب از بردن بحذف مفعول اے بری ملک وعز و مہتری را مطلب یہ کہ اس شخص نے جو بہت سامان وخلعت دیکھا فریفتہ ہوگیا اور زن وفرزند سے جدا ہو کر خوش خوش چلا یہ خبر نہیں کہ بادشاہ نے اس کی جان لینے کا ارادہ کیا ہے غرض گھوڑے پر سوار ہو کر چلا جس کو خلعت سمجھا تھا وہ اس کا خون بہا تھا کہ وہ دیکر اس کی جان لے جاوے گی۔

اس کے بعد مولانا بطور خطاب کے اس کو فرماتے ہیں کہ سفر میں اپنی خوشی سے اپنے پاؤں سے مرگ بد کی طرف جا رہا ہے اس کے خیال میں حکومت اور عزت اور سرداری بھری ہوئی تھی اور عزرائیل بزبان حال اس سے فرمار ہے تھے کہ چل تو سہی ضرور حکومت وعزت حاصل کرے گا۔ یہ بطور استہزاء کے ہے۔

چوں رسید از راہ آں مرد غریب	اندر آوردش بہ پیش شہ طبیب
جب وہ مسافر راستہ طے کر کے آ پہنچا	تو طبیب اس کو بادشاہ کے سامنے لایا
پیش شاہنشاہ بردش خوش بناز	تا بسوزد برسر شمع طراز
اس کو بادشاہ کے سامنے بڑے ناز کے ساتھ لے گیا	تاکہ اس کو طراز کی شمع کے سر پر جلا دے
شاہ دید او را و بس تعظیم کرد	مخزن زر را بدو تسلیم کرد
بادشاہ نے اس کو دیکھا اور بہت تعظیم کی	(اور) سونے کا خزانہ اس کے سپرد کر دیا
پس بفرمودش کہ بر سازد ز زر	از سوار و طوق و خلخال و کمر
پھر اس کو حکم دیا کہ سونے سے بنائے	کنگن اور طوق اور پاؤں زیب اور پٹکا
ہم ز انواع اوانی بیعدد	کانچناں در بزم شاہنشہ سزد
نیز برتنوں کی قسمیں ان گنت	جو بادشاہ کی مجلس کے لائق ہوں
زر گرفت آں مرد و شد مشغول کار	بے خبر از حالت ایں کار زار
اس مرد نے سونا لیا اور کام پر لگ گیا	وہ اس خراب کام کی حالت سے بے خبر (تھا)

غریب مسافر شمع بمعنی معشوق مجاز اطراز نام شہر در چین کہ از خوبان خیز د مراد بہ شمع طراز کنیزک مخزن بہ معنے خزانہ سوار کنگن کمر پٹکا اوانی جمع آینہ برتن وکارزار موصوف صفت بمعنی خراب مطلب یہ کہ جب راہ قطع کر کے وہ مرد مسافر

www.besturdubooks.wordpress.com

پہنچا تو حکیم اس کو بادشاہ کے روبرو لے گئے اور بادشاہ کے پاس اس کو ناز و انداز سے اس لئے لے گئے کہ اس کنیزک کے لئے اس کو فنا کیا جاوے بادشاہ نے اس کی بہت تعظیم و تکریم کی اور سونے کا خزانہ یعنی بہت سا سونا اس کے سپرد کر دیا اور یہ فرمائش کی کہ سونے کی چیزیں بنادے کنگن طوق پازیب پٹکا اور طرح طرح کے بیشار برتن جیسا بزم شاہی کے مناسب حال ہوں غرض وہ سونا لے کر مشغول ہو گیا اور اس حالت راز کی خبر نہ تھی کہ میرے لئے کیا تجویز ہوا ہے۔

ف کوئی شبہ نہ کرے کہ سونے کے برتن کا استعمال تو شرعاً ناجائز ہے کیونکہ جواب یہ ہے کہ اول تو شرائع سابقہ کا حال معلوم نہیں دوسرے مولانا نے تمثیلاً ذکر کیا ہے کہ فلاں فلاں چیزیں بنوائی گئیں تیسرے کھانا پینا ان میں حرام ہے۔ اگر محض تزین و تجمل مقصود ہو تو وہ اس حکم میں داخل نہیں چنانچہ در بزم سز داسکا موید ہے۔

پس حکیمش گفت کاے سلطان مہ	آں کنیزک را بایں خواجہ بدہ
پھر طبیب نے اس سے کہا اے بڑے بادشاہ!	وہ لونڈی اس سردار (سنار) کو دیدے
تا کنیزک در وصالش خوش شود	آب وصلش دفع ایں آتش شود
تاکہ لونڈی اس کے وصل سے خوش ہو جائے	اور اس کے وصل کا پانی اس آگ کا دافع ہو

مہ بمعنی مہتر و سردار یعنی حکیم نے کہا یہ کنیزک (بطور نکاح کے) اس زرگر کو دیدیجئے تاکہ وہ اس کے وصال سے خوش ہو جاوے اور آب وصل سے آتش مفارقت بجھ جاوے۔

شہ بدو بخشید آں مہ روئے را	جفت کرد آں ہر دو صحبت جوئے را
بادشاہ نے وہ چاند سے مکھڑے والی اس کو بخش دی	ان دونوں وصل چاہنے والوں کا نکاح کر دیا
مدت ششماہ میراند ند کام	تا بصحت آمد آں دختر تمام
چھ مہینہ کی (مدت) تک انہوں نے مقصد برآری کی	یہاں تک کہ اس لڑکی کو پوری صحت ہو گئی

جفت کردن نکاح کردن یعنی بادشاہ نے وہ کنیزک اس زرگر کو دیدی اس طور سے کہ نکاح کر دیا ان دونوں خواہان صحبت کا (کنیزک کا صحبت جو ہونا تو ظاہر ہے اور زرگر کا صحبت جو ہونا اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ مرد کو طبعاً عورت کی طرف رغبت ہوتی ہے تو زرگر کا صحبت جو ہونا عام قاعدہ کے موافق ہوا اور کنیزک کا خاص تعلق کی وجہ سے ہے) غرض چھ ماہ تک کامرانی کرتے رہے حتیٰ کہ وہ بالکل تندرست ہو گئی (وصل محبوب سے عاشق کا تندرست ہونا مسئلہ طبی ہے اور جفت کردن تفسیر سے اس مقام کے ظاہری اشکالات کہ اگر عاریت تھی تو حرام ہے اگر ہبہ تھا تو اس کے مرنے پرورشہ کا حق تھا بادشاہ کو کیسے حلال ہو گئی سب دفع ہو گئے کذا افادہ مرشدیؒ

بعد ازاں از بہر او شربت بساخت	تا بخورد و پیش دختر می گداخت
اس کے بعد اس (طبیب) نے اس کے لئے شربت بنایا	جس کو وہ پیتا اور لڑکی کے سامنے گھلتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں زرنجوری جمال او نماند	جان دختر در و بال او نماند
جب مرض کی وجہ سے اس کا حسن نہ رہا	تو لڑکی کی جان اس کے وبال میں نہ رہی
چونکہ زشت وناخوش ورخ زرد شد	اندک اندک دردل او سرد شد
چونکہ بدصورت اور ناگوار اور زرد رو ہوگیا	آہستہ آہستہ اس کے دل میں (عشق) ٹھنڈا ہوگیا

یعنی اس کے بعد حکیم نے ایک شربت بنایا اور زرگر نے کھانا شروع کیا اس میں کوئی ایسی چیز تھی کہ اس سے گھلنا شروع ہوا جب بیماری میں حسن وجمال باقی نہ رہا تو کنیزک کی جان اس وبال سے چھوٹ گئی جوں جوں وہ بدشکل اور بدرنگ ہوتا جاتا تھا اس کے دل سے محبت گھٹتی جاتی تھی۔

عشقہائے کز پئے رنگے بود	عشق نبود عاقبت ننگے بود
وہ عشق جو رنگ کی خاطر ہوتا ہے	عشق نہیں ہوتا انجام کار ذلت (درسوائی) ہوتی ہے

یہ مقولہ مولانا کا ہے اوپر ذکر تھا کہ زرگر کے رنگ وروپ جاتے رہنے سے عشق کنیزک کا جاتا رہا اسی پر قاعدہ کلیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو عشق ومحبت محض رنگ وروپ پر ہوتا ہے وہ واقع میں عشق نہیں ہوتا بلکہ محض ننگ ہوتا ہے۔ یعنی جو فوائد عشق کے ہیں وہ اس عشق سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ انجام اس کا حسرت وندامت ہے جب اس کی حقیقت کھلتی ہے اس وقت پچھتاتا ہے کہ میں کس واہیات میں مبتلا تھا کوئی شبہ نہ کرے کہ اوپر اس شعر میں (عاشقی گرزین سرا نگ) فرمایا ہے کہ مجاز موصل حقیقت ہوجاتا ہے اور یہاں اس کے خلاف فرماتے ہیں کیونکہ جواب یہ ہے کہ موصل ہونا اس وقت ہے جب اس میں وہ شرائط ہوں جن کو ہم نے اس شعر کی شرح میں مفصل ذکر کیا ہے چنانچہ اس شعر میں یہ قید (مارا) اس کی طرف مشیر ہے یعنی (ما عارفان راہ کہ رعایت شرائط می کنیم اور مذموم اور موجب حسرت ہونا جس کا یہاں ذکر ہے اس وقت ہے جب وہ شرائط نہ ہوں۔

کاشکے آں ننگ بودے یکسری	تا نرفتے بروے آں بد داوری
کاش وہ عار (عشق حسن ظاہری) پائیدار ہوتا	تاکہ اس پر یہ ظلم نہ ہوتا

یکسرے یک طرفہ و بر یک حالت یعنی کامل ودائم داوری حکومت وتختی مراد عذاب مولانا نے اوپر کے شعر میں عشق مجازی کی مذمت فرمائی ہے اب فرماتے ہیں کہ عشق مجازی خالی از شرائط یوں تو علی الاطلاق ہی مذموم ہے مگر اس میں بھی جو خام وناپائیدار وسریع الزوال ہو وہ اور بھی موجب خسران ہے چنانچہ اس واقعہ میں ہوا کہ کنیزک کا عشق زرگر کے ساتھ خام تھا کہ حسن وجمال کے گھٹنے سے گھٹنا شروع ہوا اس سے طبیب کو امید ہوئی کہ جب یہ بالکل مسلوب الحسن ہوکر مرجائے گا تو عشق بالکل ہی زائل ہوجائے گا۔ اسی وجہ سے اس نے ہلاکت کی تدبیر کی اگر اس کا عشق کہ واقع میں ننگ تھا مگر کامل و پختہ ہوتا اور روزانہ کم نہ ہوتا تو طبیب اس کی ہلاکت کی کیوں

www.besturdubooks.wordpress.com

تدبیر کرتا بلکہ الٹا یہ اندیشہ ہوتا کہ اس کے مرنے سے کنیزک نہ مرجاوے اس لئے زرگر کی جان کی حفاظت زیادہ ہوتی اس کے عشق ناقص نے اس کو جلدی ہلاک کیا خلاصہ یہ کہ عشق مجازی مطلقاً مذموم اور ناقص اور زیادہ مذموم ہے جس سے غیر کو اس قدر مضرت پہنچی تو خود اس شخص کے حق میں کس قدر مضر ہوگا۔

خود دو دید از چشم ہمچوں جوئے او	دشمن جان وے آمد روئے او
اس کی نہر جیسی آنکھوں سے خون بہنے لگا	(اور) اس کا چہرہ اس کی جان کا دشمن بنا
دشمن طاؤس آمد پر او	اے بسا شہ را بکشتہ فر او
مور کے دشمن اس کے پر ہوئے	(اور) بہت سے شاہوں کو ان کی شان وشوکت نے مارا

اس میں بیان ہے اس کا کہ اس کا حسن اس کے لئے موجب وبال ہوگیا یعنی اس کی آنکھوں سے جو خونفشانی میں مثل نہر کے تھیں خون چلنے لگا (یعنی غم ہلاکت سے رونے لگا) اس کا چہرہ حسین اس کے جان کا دشمن ہوگیا کیونکہ اگر وہ حسین نہ ہوتا تو اس کی ہلاکت کے لئے کیوں تدبیر کی جاتی آگے اس کی دو مثالیں فرمائیں کہ جس طرح طاؤس کا دشمن اس کا پر ہے (کہ پر کی وجہ سے اس کا شکار کرتے ہیں) اور جس طرح بہت سے بادشاہوں کو ان کی شان وشوکت نے قتل کرایا ہے (کیونکہ اگر یہ شان وشوکت نہ ہوتی تو ان سے کسی کو اندیشہ نہ ہوتا اور اس کے دفع کی فکر نہ کی جاتی۔

گفت من آں آہوم کز ناف من	ریخت آں صیاد خون صاف من
اس نے کہا میں وہ ہرن ہوں کہ میری ناف سے	اس صیاد نے میرا صاف خون بہا دیا
اے من آں روباہ صحراء کز کمیں	سر بریدندم برائے پوستیں
اے (مخاطب) میں جنگل کی وہ لومڑی ہوں کہ گھات میں بیٹھ کر	پوستین کے لئے انہوں نے میرا سر کاٹ لیا
اے من آں پیلے کہ زخم پیلباں	ریخت خونم از برائے استخواں
میں وہ ہاتھی ہوں کہ پیلبان کے زخم نے	ہڈیوں کی خاطر میرا خون بہا دیا
آنکہ کشتستم پئے مادون من	می نداند کہ نخسپد خون من
جس نے مجھے مجھ سے کم تر کی خاطر مار ڈالا	اس کو معلوم نہیں کہ میرا خون رائیگاں نہ جائے گا
بر من ست امروز فردا بروے ست	خون چوں من کس چنیں ضائع کے ست
(مصیبت) آج مجھ پر اور کل اس پر ہے	مجھ جیسے آدمی کا خون یوں رائیگاں کیسے ہو سکتا ہے

شخص، جسم نال، ریشہ قلم یعنی جب زرگر مرض سے بدحال ہوگیا اور اس کا جسم مضمحل ہو کر مثل ریشہ قلم کے ہوگیا کہنے لگا کہ میری مثال اس آہو کی سی ہے کہ صیاد نے میری ناف سے میرا خون صاف بہایا ہے اور میری مثال اس صحرائی روباہ کی سی ہے کہ شکاریوں نے کمین سے نکل کر پوستین کے واسطے میرا سر قطع کر دیا ہے اور میری مثال اس ہاتھی کی سی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ ہڈی کے واسطے زخم پیلبان نے میرا خون کیا ہے جس شخص نے مجھ کو مجھ سے کم تر کے نفع کے واسطے قتل کیا ہے (یعنی طبیب جس نے مجھ کو بادشاہ کے واسطے مارا ہے جو درجہ میں مجھ سے کم ہے) اس کو خبر نہیں ہے کہ میرا خون خاموش نہ سود یگا بلکہ بدلا لے گا آج مجھ پر ہلاکت ہے کل قاتل پر ہے مجھ جیسے آدمی کا خون کب ضائع جائے گا۔

گرچہ دیوار افگند سایہ دراز	باز گردد سوئے او آں سایہ باز
اگرچہ دیوار لمبا سایہ ڈالتی ہے	لیکن وہ سایہ پھر اس کی طرف لوٹتا ہے
ایں جہاں کوہ ست و فعل ماندا	سوئے ما آید ندا ہارا صدا
یہ دنیا ایک پہاڑ ہے اور ہمارا فعل آواز	آوازوں کی گونج ہماری طرف لوٹتی ہے

صدا وہ آواز جو پہاڑ یا گنبد یا کنویں میں پکارنے کے وقت ویسی ہی پیدا ہوتی ہے یہ مقولہ مولانا کا ہے اس میں اعمال کی پاداش کو دو مثالوں میں بیان کیا ہے ایک مثال یہ کہ جیسے دیوار کا سایہ اول دراز ہوتا ہے پھر سمٹ کر اسی کی طرف لوٹ آتا ہے دوسری مثال یہ کہ عالم مثل کوہ کے ہے اور ہمارا فعل مثل ندا کے ہے ندا کے بعد ضرور صدا پیدا ہوتی ہے اسی طرح ہر فعل پر اس کی جزا مرتب ہوتی ہے۔

ایں بگفت و رفت دردم زیر خاک	آں کنیزک شد ز درد و رنج پاک
یہ کہا اور فوراً زیر زمین چلا گیا	وہ لونڈی درد و غم سے نجات پا گئی
زانکہ عشق مردگاں پابندہ نیست	چونکہ مردہ سوئے ما آیندہ نیست
اس لئے کہ مردوں سے عشق پائیدار نہیں ہے	اس لئے کہ مردہ ہماری طرف واپس آنے والا نہیں ہے
عشق زندہ در رواں و در بصر	ہر دمے باشد زغنچہ تازہ تر
زندہ کا عشق روح اور آنکھ (باطن و ظاہر) میں	ہر وقت غنچہ سے بھی زیادہ تر و تازہ رہتا ہے
عشق آں زندہ گزیں کو باقی ست	وز شراب جانفزایت ساقی ست
اس زندہ کا عشق اختیار کر جو سدا رہنے والا ہے	اور جانفزا شراب سے تجھے سیراب کرنے والا ہے
عشق آں بگزیں کہ جملہ انبیاء	یافتند از عشق او کار و کیا
اس کا عشق اختیار کر کہ تمام نبیوں نے	اس کے عشق سے عز و شرف پایا
تو مگو مارا بداں شہ بار نیست	بر کریماں کارہا دشوار نیست
تو یہ نہ کہہ کہ ہماری رسائی اس بادشاہ تک نہیں ہے	کریموں پر بڑے کام دشوار نہیں ہوتے

دردم فوراً کار و کیا مجموعہ لفظین بمعنی بزرگی و عز و شرف یعنی وہ وزر گرایسی باتیں جو اوپر مذکور ہوئیں کر کرا کر فوراً

www.besturdubooks.wordpress.com

مرگیا اور وہ کنیزک عشق و مرض سے پاک ہوگئی آگے اس کی علت بیان فرماتے ہیں کہ وجہ عشق کے زائل ہونے کی یہ ہے کہ مردوں کے عشق کو بقا نہیں چونکہ مردہ پھر ہمارے پاس آنیوالا نہیں البتہ زندہ کا (یعنی حی قیوم کا) عشق روح اور بصر میں غنچہ کی طرح تازگی بخش ہوتا ہے تو اسی حیُ قیوم کا عشق اختیار کرو جو ہمیشہ باقی ہے۔ اور شراب جانفزا اور راحت بخش سے تیرا ساقی ہے یعنی اپنی محبت کی لذت تجھ کو چکھاتا ہے اس کا عشق اختیار کرو جس کے عشق سے تمام انبیاء کو عزت وعظمت نصیب ہوئی اور یوں مت خیال کرنا کہ بھلا ہماری رسائی اس دربار تک کہاں ہے کیونکہ کریموں کو کوئی کام دشوار نہیں ہوتا گو تم اپنی کوشش سے نہیں پہنچ سکتے مگر وہ کریم ہیں اپنے فضل سے تجھ کو رسائی عنایت فرمادینگے۔ جیسے حدیث میں ہے من تقرب منی شبرا تقربت الیه منه ذراعا

ف: اوپر کے قصہ سے معلوم ہوا کہ عشق مجازی کو وصل سے اور نیز زوال حسن سے و نیز ایسی مفارقت سے جس کے بعد امید وصل کی نہ ہو زائل ہوجاتا ہے جیسے فرمایا۔ زانکہ مردہ سوی الخ اس سے یہ بھی مفہوم اور لازم ہوتا ہے کہ عشق حقیقی کو کبھی زوال نہیں نہ وصل سے کیونکہ ہر مقام کا واصل مقام آئندہ کا طالب ہے کیونکہ نہ حسنش غایتی دلائل نہ زوال حسن کا وہاں احتمال ہی نہیں۔ عشق آن زندہ گزین کو باقی ست اور نہ ایسی مفارقت ہوتی ہے کہ توقع قرب کی نہ ہو کیونکہ مومن کو یاس نہیں ہوتا اور جس کے لئے یاس ہو سلب ایمان مقدر ہو اس کو عشق نہیں ہوتا ویویدہ حدیثی اذا خالط بشاشة القلوب

دربیان آنکہ گشتن مردزرگر باشارۂ الٰہی بودنہ بخیال باطل

اس بیان میں کہ سنار کو مارنا خدائی اشارہ پر تھا نہ کسی برے خیال سے

کشتن آں مرد بردست حکیم	نے پئے امید بود و نے زبیم
اس مرد کا' طبیب کے ہاتھ سے ہلاک ہونا	نہ کسی امید کی بناء پر تھا' نہ کسی خوف سے
او نکشتش از برائے طبع شاہ	تا نیامد امر و الہام از الٰہ
اس نے بادشاہ کی خاطر سے اسے قتل نہیں کیا	جب تک کہ اللہ کی طرف سے حکم اور الہام نہ آیا

اس قصہ میں یہ اشکال تھا کہ حکیم نے زرگر کو بے گناہ شربت میں زہر دے کر قتل کر ڈالا اور بادشاہ نے اس کو گوارا کیا پھر مولانا نے اوپر کے اشعار میں دونوں کو دیندار اور عارف ٹھہرایا ہے کیونکر ہوسکتا ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ حکیم کے ہاتھ سے زرگر کا کشتہ ہونا کسی نفسانی غرض سے نہ تھا کہ بادشاہ سے کسی نفع کی امید ہو یا بادشاہ کا خوف اور دباؤ ہو نہ بادشاہ کی طبیعت کی رعایت مقصود تھی بلکہ محض الہام وامر ربانی کی وجہ سے تھا۔

آں پسر را کش خضرؑ ببرید حلق	سر آں را در نیابد عام خلق
وہ لڑکا خضر نے جس کا گلا کاٹا تھا	اس کا بھید عام مخلوق نہیں سمجھ سکتی

یہ مثال ہے کہ جس طرح خضر علیہ السلام نے اس لڑکے کو قتل کر ڈالا تھا اور اس کی وجہ عام لوگوں کی سمجھ میں نہیں آ

www.besturdubooks.wordpress.com

سکتی تھی اَف تحقیق مقام کی یہ ہے کہ ہماری شریعت میں الہام پر عمل کرنا اس وقت جائز ہے جب وہ مخالف حکم شرعی کے نہ ہو ورنہ جائز نہیں غرض جہاں الہام اور وحی میں تعارض ہوتا ہے وحی پر عمل ہوتا ہے اور الہام متروک ہوتا ہے اور شرائع سابقہ میں ظن غالب یہ ہے کہ وحی اور الہام میں جب تعارض و تخالف ہوتا تھا الہام اس وحی کا مخصص بن جاتا تھا یعنی وحی کے حکم عام میں سے یہ موقع خاص جس کی نسبت الہام ہوا ہے مستثنیٰ ہو جاتا تھا اور بقیہ مواقع میں وحی کا حکم باقی رہتا تھا پس الہام کا اثر ان شرائع میں وہ تھا جیسا ہمارے اصول شریعت میں خبر واحد اور قیاس مجتہد کا اثر ہے کہ مخصص نص کا بن سکتا ہے اور ہماری شریعت میں الہام کا مرتبہ ان سب دلائل کے بعد ہے پس وحی سے مثلاً ایک ضابطہ کلیہ ثابت ہوا تھا کہ بلا جرم ظاہری کسی کو قتل مت کرو اب خضر علیہ السلام کو جبکہ وہ نبی نہ ہوں الہام ہوا کہ (بہ مصلحت و حکمت خاص کہ قرآن میں مذکور ہے) اس بچہ کو اس حکم خدا سے مستثنیٰ کیا جاتا ہے اس کو قتل کر دو انہوں نے اس پر عمل کیا اسی طرح ممکن ہے کہ صحت بادشاہ میں عام خلائق کو نفع ہوگا اور ممکن ہے کہ مثل طفل مقتول خضر کے اس زرگر کی کسی آئندہ خرابی کی بھی اطلاع ہوئی ہو اس لئے اس کے قتل کے لئے الہام کیا گیا ہماری شریعت میں ایسا امر نا جائز ہے۔

آنکہ از حق یابد او وحی و خطاب	ہر چہ فرماید بود عین صواب
جو شخص اللہ کی جانب سے وحی اور خطاب پاتا ہے	وہ جو کچھ کہتا ہے بالکل درست ہوتا ہے
آنکہ جاں بخشد اگر بکشد رواست	نائب ست و دست او دست خداست
جو جان عطا کرتا ہے اگر قتل بھی کرے تو جائز ہے	وہ (اللہ کا) قائمقام ہے اور اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے

اس میں دلیل ہے الہام سے اس قتل کے جائز ہونے کی مطلب یہ کہ یہ تو سب کے نزدیک مسلم ہے کہ جو جان دینے والا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) وہ اگر مار ڈالے تو جائز ہے (جب اللہ تعالیٰ کے لئے یہ فعل جائز ہے اور فعل جائز کو کبھی خود کیا کرتے ہیں کبھی نائب سے کراتے ہیں اگر یہ کام نائب سے لے لیا یعنی الہام کر کے اس کو امر فرمایا تو کیا اعتراض ہے اور وہ ولی اللہ تعالیٰ کے نائب تھے اور ان کا فعل مثل فعل خدا کے تھا تو اس میں شبہ نہ کرنا چاہئے دست سے مراد کام ہے مجازاً بوجہ اس کے کہ اکثر کام ہاتھ سے ہوا کرتے ہیں۔

ہمچو اسماعیل پیشش سر بنہ	شاد و خنداں پیش تیغش جاں بدہ
حضرت اسماعیلؑ کی طرح اس کے سامنے سر جھکا دے	اور ہنسی خوشی اس کی تلوار سے قتل ہو جا
تا بماند جانت خنداں تا ابد	ہمچو جان پاک احمدؐ با احد
تاکہ تیری روح ہمیشہ خوش رہے	جس طرح کہ احمد (مجتبیٰ) کی روح پاک اللہ کے ساتھ
عاشقاں جام فرح آنگہ کشند	کہ بدست خویش خوباں شاہ کشند
عاشق خوشی کا جام اس وقت پیتے ہیں	جبکہ معشوق اپنے ہاتھ سے ان کو قتل کرتے ہیں

سر نہادن نفس خود را تسلیم کردن' خوباں معشوقان' مطلب یہ کہ جب تم کو اولیاء اللہ کا نائب ہونا اور مدی: و نا معلوم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگیا تو تم کو چاہئے کہ ان کی خدمت میں اپنے کو تسلیم کردو اور ان کی تیغ ریاضت کے سامنے ہنسی خوشی جان دیدو جان دینے سے مراد راحت و ہوائے نفسانی کا ترک کرنا ہے مطلب یہ کہ جو ریاضت و مجاہدہ اصلاح ظاہر و باطن کے متعلق تم کو تعلیم کریں اس کو خوشی سے قبول کرو اور اس پر عمل کرو) تا کہ ابدالآباد تک نجات و قرب الٰہی سے خوش رہو جس طرح حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ نے احکام الٰہی پر رضا و تسلیم سے عمل فرمایا اور قرب خاص سے محفوظ و مسرور ہیں اور عشاق تو اس وقت خوش ہوتے ہیں کہ ان کے معشوق اپنے ہاتھ سے ان کو قتل کر ڈالیں (مطلب یہ کہ طالبانِ الٰہی اس وقت مسرور ہوتے ہیں جبکہ شیوخ کاملین کہ ان کے محبوب ہیں ریاضت شاقہ بتلا کر ان کے نفسانی تقاضوں کو فنا کر ڈالیں۔

شاہ آں خوں از پئے شہوت نکرد	تو رہا کن بدگمانی و نبرد
وہ خون بادشاہ نے شہوت کی خاطر نہیں کیا	تو (اس معاملہ میں) بدگمانی اور جھگڑے کو چھوڑ دے
تو گماں کردی کہ کرد آلودگی	در صفا غش کے ہلد پالودگی
تو نے یہ گمان کیا کہ وہ خواہش نفسانی سے ملوث تھا	(لیکن) صاف میں صفائی کھوٹ کو کب چھوڑتی ہے
بہر آنست ایں ریاضت ویں جفا	تا بر آرد کورہ از نقرہ جفا
یہ محنت اور مشقت تو اس لئے ہے	کہ بھٹی چاندی سے میل کو نکال دے
بہر آنست امتحان نیک و بد	تا بجوشد بر سر آرد زر زبد
کھرے اور کھوٹے کا امتحان اس لئے ہے	تا کہ وہ جوش میں آئے اور سونا اپنا میل اوپر لے آئے
بگذر از ظن خطا اے بدگماں	ان بعض الظن اثم را بخواں
اے بدگمان! غلط گمان چھوڑ دے	"بے شک بعض گمان گناہ ہیں" کو پڑھ
گر نبودش کار ز الہام الٰہ	او سگے بودے درانندہ نہ شاہ
اگر اس کا کام خدا کے الہام سے نہ ہوتا	تو وہ پھاڑ کھانے والا کتا ہوتا بادشاہ نہ ہوتا
پاک بود از شہوت و حرص و ہوا	نیک کرد او لیک نیک بدنما
وہ شہوت اور حرص و ہوس سے پاک تھا	اس نے اچھا کیا لیکن اچھا بظاہر برا

غش چرک مراد صفات ذمیمہ۔ پالودگی صاف کردن۔ غش مفعول ہلد۔ پالودگی فاعل ہلد۔ جفا اول بہ فتح نخستے مراد ریاضت کورہ آتشدان جفا ثانی بضم کدورت وخاشاک وکف وغیرہ کورہ فاعل بر آرد جفا مفعول بر آرد زبد بفتحتین کف دریا و شیر و جز آں مراد میل کچیل زر فاعل جوشد و آرد زبد مفعول آرد مطلب یہ کہ بادشاہ نے وہ خون شہوت نفسانی کے لئے نہیں کیا تم بدگمانی اور نزاع کو ترک کرو تمہارا یہ گمان ہوگا کہ اس نے اس فعل میں آلودگی گناہ کی اختیار کی (حالانکہ یہ گمان غلط ہے کیونکہ بادشاہ ریاضت سے تصفیہ کر چکا تھا (اور صفائی میں تصفیہ و ریاضت صفات ذمیمہ کو کب چھوڑتی ہے اسی لئے تو ریاضت مجاہدہ کیا جاتا ہے تا کہ (اخلاق حمیدہ سے صفات ذمیمہ جدا ہو جاویں جس طرح) کو

www.besturdubooks.wordpress.com

تھالی چاندی سے میل کو جدا کر دیتی ہے۔ پس پگھلانا مثل ریاضت کے ہے اور میل جدا ہو جانا تصفیہ ہے) سو بدگمانی سے تم کو علیحدہ رہنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد دیکھنا چاہئے کہ فرماتے ہیں بلاشک بعضی بدگمانی گناہ ہے۔ نیک و بد کا امتحان (مجاہدات تشریعیہ وتکوینیہ یعنی اختیاریہ واضطراریہ سے) اسی لئے کیا جاتا ہے کہ (سب جدا جدا معلوم ہو جاویں جس طرح) سونا گرم ہو کر جوش دکھاتا ہے اور میل کچیل کو اوپر لے آتا ہے تاکہ نکال کر پھینک دیا جاوے پس اگر اس کا کام الہام کے موافق نہ ہوتا تو وہ سگ نفس پرست ہوتا بادشاہ کا ہے کو ہوتا واقع میں وہ شہوت وحرص سے بالکل پاک تھا اور اس نے جو کچھ کیا سب اچھا کیا مگر ظاہر میں بے شک برا معلوم ہوتا ہے۔

گر خضر در بحر کشتی را شکست	صد درستی در شکست خضر ہست
اگرچہ خضر نے سمندر میں کشتی توڑ دی	(لیکن) خضر کے توڑنے میں سو درستیاں تھیں
وہم موسیٰ باہمہ نور و ہنر	شد ازاں محجوب تو بے پر مپر
باوجود تمام نور و ہنر کے موسیٰ کا خیال	اس تک نہ پہنچا تو بھی بے پر کی نہ اڑا

وہم مطلق خیال اس میں تائید ہے ترک اعتراض کی یعنی دیکھو ظاہر میں خضر علیہ السلام نے کشتی کو توڑا تھا مگر واقع میں اس کی حفاظت کی تھی جیسا قرآن مجید میں مذکور ہے لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خیال باوجود تمام تر علم ومعرفت وکمال ونبوت کے اس کی وجہ معلوم کرنے سے محجوب رہا سو تم بے پر مت اڑو

ف: اس قصہ سے بعضوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ علم باطن علم شریعت سے افضل ہے اسی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام کے پاس استفادہ کے لئے بھیجا گیا اور اس علم کے عالی ہونے کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام اس کو نہ سمجھ سکے اور نیز اس سے مستنبط کیا ہے کہ اگر شیخ خلاف شرع کچھ حکم کرے تو مرید کو اس کا اتباع واجب ہے چنانچہ اتباع نہ کرنے ہی سے موسیٰ علیہ السلام جدا کئے گئے سو خوب سمجھ لو کہ یہ سب دعوے باطل ہیں علم باطن کا علم شرع سے افضل ہونا اس قصہ سے ثابت نہیں ہوتا دو وجہ سے اول یہ کہ علم باطن خود ایک شعبہ ہے علم شریعت کا کیونکہ شریعت نام ہے اصلاح ظاہر و باطن کے طریقے کے جاننے کا اصلاح ظاہر یہ کہ اقوال وافعال درست کرے اصلاح باطن یہ کہ عقائد واخلاق درست کرے سو یہ سب شریعت نے مفصل طور پر بتلایا ہے۔ اور شریعت اس مجموعہ کا نام ہے۔ جس میں علم اصلاح ظاہر کو فقہ کہتے ہیں اور علم اصلاح باطن کو تصوف وعلم باطن کہتے ہیں سو جزو کس طرح کل سے افضل ہو سکتا ہے دوسری وجہ یہ کہ اس واقعہ میں حضرت خضر علیہ السلام کو جو بعض امور بعیدہ خفیہ کی اطلاع ہو گئی تھی یہ سرے سے وہ علم باطن ہی نہیں جس میں گفتگو ہے بلکہ چند واقعات جزئیہ وحالات کونیہ میں جن کا انکشاف ان کو ہو گیا تھا جس کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ جو چیزیں زماناً یا مکاناً بعید تھیں وہ آپ کے علم میں قریب ہو گئیں مثلاً بادشاہ مکاناً بعید تھا بچہ کا کفر زماناً بعید تھا خزانہ مکاناً بعید ومحجوب تھا سو دور کی چیز کا نزدیک معلوم ہونا علم باطن نہیں بخلاف علم موسیٰ علیہ السلام کے کہ وہ علوم شرعیہ کلیہ ومعارف الٰہیہ ہیں کہ ظاہر و باطن

www.besturdubooks.wordpress.com

سب اس کے شعبے ہیں غرض علم خضری کسی طرح علم موسوی سے فائق نہیں ہے رہا موسیٰ علیہ السلام کا ان کے پاس بھیجا جانا وہ صرف اس بناء پر تھا کہ موسیٰ علیہ السّلام نے جواب سائل میں انا اعلم فرمایا تھا جو بہ اعتبار قصد علوم الٰہیہ کے صحیح تھا مگر چونکہ لفظاً کل علوم کو شامل تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے تعلیم احتیاط الفاظ کے لئے تنبیہ فرمائی کہ بعض علوم گو وہ آپ کے علوم سے کم ہوں دوسروں کو دیئے گئے ہیں آپ کو نہیں ملے اس لئے آپ کو جواب میں قید لگانا چاہئے تھا اور آپ کا نہ سمجھنا ایسا ہے جیسے کسی بڑے کامل کو یہ خبر نہ ہو کہ پس دیوار کیا ہے سو اس واقعہ کا جاننے والا کسی طرح اس کامل سے نہیں بڑھ سکتا اور جو مسئلہ استنباط کیا ہے وہ بھی غلط ہے اور قیاس مع الفارق کیونکہ یہاں موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی شہادت سے کامل ہونا خضر علیہ السلام کا معلوم ہو گیا تھا تو یقیناً معلوم تھا کہ ان سے کوئی امر خلاف شرع نہ ہوگا گو اس کی وجہ نہ سمجھنے سے انکار فرمایا مگر پھر بھی سکوت و تسلیم کی گنجائش تھی اور جو شخص خلاف شرع ہو یا دوسرے کو ایسا امر بتلادے اس کا کامل ہونا ہی خود مشکوک ہو جاوے گا پھر یہ کہ حضرت خضر علیہ السلام شریعت موسویہ کے اتباع کے مکلف نہیں تھے ان کی شریعت کچھ اور تھی بخلاف اس وقت کے کہ سب ایک شریعت کے مکلف ہیں اب خلاف کرنے والے کا اتباع جائز نہیں پس معلوم ہوا کہ یہ سب دعوے سرتاپا غلط ہیں اور اس مقام پر مولانا کا مقصود فضیلت دینا علم خضری کو علم موسوی پر نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب بعض اکابر کو بعض چھوٹے اسرار پر اطلاع نہیں ہوتی تو تم چھوٹے ہو کر بڑوں کے اسرار کا انکار کیوں کرتے ہو۔

آں گل سرخ است تو خونش مخواں	مست عقل ست او تو مجنونش مداں
وہ سرخ پھول ہے تو اس کو خون نہ کہہ	وہ عقل سے مست ہے تو اس کو دیوانہ نہ سمجھ

یہ مثال ہے کہ بعض امور حسن اور قبیح ہم شکل ہوتے ہیں مثلاً گل سرخ اور خون ایک رنگ میں مگر پاک ناپاک کا فرق موجود ایک شخص نہایت عاقل ہے کہ نشاط کمال عقل ہے اس کو ایک قسم کی از خود رفتگی ہے وہ اور مجنون از خود رفتگی میں یکساں ہیں مگر زمین آسمان کا فرق ہے پس صرف اشتباہ صوری سے دونوں کو یکساں سمجھنا غلطی ہے۔

گر بدے خون مسلماں کام او	کافرم گر بردے من نام او
اگر مسلمان کا خون بہانا اس کا مقصود ہوتا	تو میں کافر ہوتا اگر اس کا نام بھی لیتا
می بلرزد عرش از مدح شقی	بدگماں گردد زمدحش متقی
بدبخت (اور سنگدل) کی تعریف سے عرش لرزتا ہے	اور اس کی تعریف سے پرہیزگار بدگماں ہو جاتا ہے

کافرم قسم ہے باقی مطلب ظاہر ہے شعر ثانی کا مصرعہ اولیٰ حدیث کا مضمون ہے۔

شاہ بود و شاہ بس آگاہ بود	خاص بود و خاصۂ اللہ بود
وہ بادشاہ تھا اور بہت باخبر بادشاہ تھا	وہ خاص تھا اور اللہ تعالیٰ کا مخصوص تھا

آگاہ عارف باقی ظاہر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آں کسے را کش چنیں شاہے کشد	سوئے تخت و بہتریں جاہے کشد
وہ آدمی جس کو ایسا بادشاہ قتل کرتا ہے	اس کو تخت اور بہترین مرتبہ عنایت فرماتا ہے

کشد اول بالضم کشد ثانی بالفتح اس میں اشارہ ہے کہ اس قتل میں مقتول کا بھی نفع ہوا جیسا بعض اہل علم نے کہا ہے کہ خضر علیہ السلام کے طفل مقتول کو یہ نفع ہوا کہ وہ بالغ ہو کر کافر ہوتا بلوغ سے پہلے بے گناہ مر گیا جنتی ہوا کیا عجب کہ اس زرگر کو بھی اسی قسم کا کوئی نفع ہوا ہو جس کی اطلاع طبیب موصوف کو ہو گی۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد	آنچہ درو ہمت نیاید آں دہد
وہ آدمی جان لیتا ہے تو سو جانیں دیتا ہے	(بلکہ) اتنا دیتا ہے کہ جو تیرے خیال میں بھی نہیں آ سکتا
قہر خاصے از برائے لطف عام	شرع می دارد روا بگذار گام
عام مہربانی کے لئے کسی خاص پر قہر	شریعت جائز رکھتی ہے' قدم آگے بڑھا
گر ندیدے سود او در قہر او	کے شدے آں لطف مطلق قہر جو
اگر (اللہ تعالیٰ) اس کا فائدہ قہر میں نہ دیکھتا	تو وہ سراپا لطف و کرم قہر کیوں کرتا
طفل می لرزد زنیش احتجام	مادر مشفق دراں غم شاد کام
پچھنے لگانے کی تکلیف سے بچہ تو لرزتا ہے	(لیکن اس کی) مہربان ماں اس تکلیف سے خوش ہوتی ہے
تو قیاس از خویش می گیری ولیک	دور دور افتادۂ بنگر تو نیک
تو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے' لیکن	تو غور کر (حقیقت سے) بہت دور جا پڑا ہے
پیشتر آتا بگویم قصۂ	بو کہ یابی از بیانم حصۂ
میرے قریب آ' تاکہ تجھے ایک قصہ سناؤں	ہو سکتا ہے کہ تو میرے بیان سے کچھ حصہ حاصل کرلے

قہر خاصے مفعول مید ارد بگذار ترک کن گام قدم یعنی در اعتراض گام مزن یہ دوسرا جواب ہے اشکال مذکور کا علی سبیل التنزل جس کا حاصل یہ کہ دفع ضرر عام کے لئے شریعت محمدیہ بھی ضرر خاص کو روا رکھتی ہے یہاں بادشاہ کا مرنا موجب مضرت عام خلائق ہوتا بوجہ اس کے عادل ہونے کے اس لئے ضرر خاص زرگر تجویز کیا گیا یہ قاعدہ شرعیہ ہدایہ کہ کتاب الحجر وغیرہ میں ہے مگر یہاں اس کا چلنا مشکل ہے کیونکہ اتنا بڑا ضرر کہ بلا جرم ظاہری قتل کر دیا جاوے قاعدہ مذکور میں یقیناً داخل نہیں پس جواب اول ہی کافی ہے۔ یہ دوسرا جواب مقصود نہ تھا محض علی سبیل التنزل تھا اگر مخدوش ہو کچھ حرج نہیں۔

سود او یعنی زرگر آن لطف مطلق حکیم بو مخفف بود بمعنی شاید اس میں رجوع ہے مضمون سابق آن کے راکش الخ کی طرف طفل می لرزد مثال ہے مضمون مذکور کی نیم جان یعنے جان ضعیف و حقیر و فانی صد جان یعنی جان باقی

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ ظاہر میں موت تھی مگر واقع میں حیات ابدی اس کے بعد بزرگوں کے حال کو اپنے حال پر قیاس کرنے کی ممانعت اور اس کے متعلق ایک قصہ کے بیان کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں۔

حکایت مرد بقال وطوطی وروغن ریختن طوطی در دکان

ایک بنئے اور طوطی کا قصہ اور طوطی کا دکان کے اندر تیل بہانا

یہ حکایت اوپر کے اس شعر سے مربوط ہے۔ تو قیاس از خویش مگیری ولیک مقصود اس حکایت سے یہ ہے کہ اہل اللہ کے افعال کو اپنے افعال پر قیاس کرنا غلطی کی بات ہے جس طرح اس طوطی نے اس درویش کو اپنے اوپر قیاس کیا تھا اور مضحکہ خلائق بنی تھی۔

بود بقالے مراو را طوطیے	خوشنوا و سبز و گویا طوطیے
ایک بنیا تھا اور اس کی ایک طوطی تھی	جو خوش آواز سبز رنگ اور بولنے والی تھی
بردکاں بودے نگہبان دکاں	نکتہ گفتے باہمہ سوداگراں
(یہ طوطی) دکان پر دکان کی حفاظت کرتی تھی	اور تمام سوداگروں سے دلچسپ باتیں کرتی تھی
در خطاب آدمی ناطق بدے	درنوائے طوطیاں حاذق بدے
وہ آدمیوں سے خطاب کرنے میں ان جیسی باتیں کرتی	اور طوطیوں کیساتھ نواسنجی میں ماہر تھی

بقال بمعنی عطار کنزانی بہار عجم خوش نوا خوش آواز سبز یعنی سبز رنگ یعنی کسی عطار کے یہاں ایک طوطی تھی جس میں یہ اوصاف تھے کہ وہ دکان پر نگہبانی کے لئے رہا کرتی اور سوداگروں سے باتیں کرتی آدمیوں کی بولی بھی بولتی اور خود طوطیوں کی آواز میں بھی مہارت رکھتی۔

خواجہ روزے سوئے خانہ رفتہ بود	دردکاں طوطی نگہبانی نمود
مالک ایک دن اپنے گھر کو گیا تھا	طوطی دکان کی حفاظت کر رہی تھی
گربۂ برجست ناگہ دردکاں	بہر موشےٗ طوطیک از بیم جاں
اچانک ایک بلی دکان میں کودی	ایک چوہے کے لئے اور بیچاری طوطی اپنی جان کے خوف سے
جست از صدر دکاں بہر گریخت	شیشہ ہائے روغن گل رابریخت
بھاگنے کے لئے دکان کی بیچ میں کودی	(اور) روغن گل کی شیشیاں بہا دیں

خواجہ مالک دوکان بہر موشے متعلق برجست طوطیک مبتدا جست خبر از بیم جان متعلق جست یعنی مالک

besturdubooks.wordpress.com

ایک روز گھر گیا ہوا تھا اور طوطی دوکان کی نگہبانی کر رہی تھی دفعۃً کوئی بلی چوہا پکڑنے دوڑی طوطی اپنی جگہ سے کہ صدر دوکان پر بیٹھی تھی خوف جان سے جست کر کے ایک طرف چلی وہاں روغن گل کے شیشے رکھے تھے اس کے بازو یا پاؤں لگنے سے سب گر گئے۔

از سوئے خانہ بیامد خواجہ اش	بر دکاں بنشست فارغ شاد و خوش
اس کا مالک گھر سے (واپس) آیا	(اور) خوش خوش اطمینان سے دکان پر بیٹھ گیا
دید پر روغن دکان و جامہ چرب	بر سرش زد گشت طوطی کل زضرب
(لیکن) دکان کو تیل سے پر اور کپڑوں کو چکنا دیکھ کر	اس کے سر پر ایسی مار لگائی کہ طوطی گنجی ہو گئی

خواجہ اش مانند سردار یعنی گھر سے جو مالک آیا اور دوکان پر بے فکر ہو کر بیٹھ گیا دیکھتا کیا ہے کہ تمام دوکان اور کپڑا جو فرش کے لئے بچھا رکھا تھا سب چکنا ہو رہا ہے قرینہ سے سمجھا کہ یہ اسی کی حرکت ہے اتنا مارا کہ اس کے سر کے بال اڑ گئے اور گنجی ہو گئی۔

روز کے چندے سخن کوتاہ کرد	مرد بقال از ندامت آہ کرد
چند دن تک (طوطی) نے بات کرنی چھوڑ دی	بنئے نے ندامت اور افسوس سے آہ کی
ریش برمی کند و می گفت اے دریغ	کافتاب نعمتم شد زیر میغ
(وہ اپنی) داڑھی کو نوچتا اور کہتا تھا ہائے افسوس	میری نعمت کا سورج بدلی میں آ گیا
دست من بشکستہ بودے آں زماں	کہ زدم من بر سر آں خوش زباں
اس وقت میرے ہاتھ ٹوٹ گئے ہوتے	جب میں نے اس خوش زبان (طوطی) کے سر پر ضربیں ماری تھیں
ہدیہ ہا می داد ہر درویش را	تا بیابد نطق مرغ خویش را
وہ ہر فقیر کو تحفے تقسیم کر رہا تھا	تاکہ اپنی طوطی کی گویائی کو پا لے

کاف روز کے برائے تصغیر یعنی کئی روز تک اس طوطی نے خفا ہو کر بولنا چھوڑ دیا جس سے عطار کو بڑی ندامت اور حسرت ہوئی اپنی داڑھی کے بال نوچتا تھا کہ افسوس میری دوکان کی رونق جاتی رہی جس طرح آفتاب بدلی میں آ جاتا ہے اور زمین کی رونق گھٹ جاتی ہے میرا ہاتھ کیوں نہ ٹوٹ گیا جب میں نے اس کو مارا تھا فقرا کو خیر خیرات دیتا تھا کہ ان کی برکت سے وہ طوطی بولنے لگے۔

بعد سہ روز و سہ شب حیران و زار	بر دکاں بنشستہ بد نو میدوار
تین دن اور تین رات کے بعد حیران و بدحال	مایوسی کی حالت میں دکان پر بیٹھا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

باہزاراں غصہ وغم گشتہ جفت	کاے عجب ایں مرغ کے آید بگفت
ہزاروں رنج اور غم میں مبتلا	ہائے تعجب! یہ طوطی کب بولے گی؟
می نمودآں مرغ راہر گوں شگفت	وز تعجب لب بدنداں می گرفت
ہر قسم کی انوکھی چیزیں اس پرندہ کو دکھاتا تھا	اور پھر تعجب سے اپنے ہونٹ کاٹتا تھا
دمبدم می گفت با اوہر سخن	تا کہ باشد کاندرآید در سخن
ہر وقت اس سے طرح طرح کی باتیں کرتا تھا	کہ شاید وہ باتیں کرنے لگے
برامید آنکہ مرغ آید بگفت	چشم او راباصوری کرد جفت
اس امید پر کہ پرندہ بول پڑے	(مختلف قسم کی) تصویریں اسے دکھاتا

جفت قرین ہرگون ہرقسم شگفت چیز عجیب صور جمع صورت بمعنی نقش ونگار یعنی جب تین رات دن اسی طرح گزر گئے عطار اپنی دوکان پر حیران وپریشان مایوس بیٹھا ہوا اور غم میں سوچ رہا تھا کہ دیکھے یہ طوطی کب بولتا ہے ہر قسم کی عجیب وغریب چیزیں اس کو دکھلاتا تھا اور تعجب سے دانتوں میں انگلی دیتا تھا اور ہر طرح کی اس سے باتیں کرتا تھا کہ شاید کسی بہانہ بول پڑے اور اس بولنے کی امید میں اس کے روبرو طرح طرح کے نقش ونگار پیش کرتا تھا۔

ناگہانی جولقی می گذشت	باسرِ بے موچو پشت طاس وطشت
اتفاقاً ایک گدڑی پوش ادھر سے گزر رہا تھا	جس کا سر پرات وطشت کی پشت کی طرح (بالوں سے صاف) تھا
طوطی اندر گفت آمد آں زماں	بانگ بر درویش زد چوں عاقلاں
طوطی (اس کو دیکھ کر) فوراً بول پڑی	اس کو پکارا اور عقلمندوں کی طرح (سوال کیا)
کز چہ اے کل باکلاں آمیختی	تو مگر از شیشہ روغن ریختی
اے گنجے! تو گنجوں میں کیوں شامل ہوا؟	شاید تونے بھی شیشی سے تیل گرایا ہے
از قیاسش خندہ آمد خلق را	کو چو خود پنداشت صاحب دلق را
اس کے اس قیاس سے لوگ ہنس پڑے	کہ اس نے گدڑی والے کو اپنا جیسا سمجھا

جولقی دلق پوش طاس وطشت ہم معنی یعنی تین روز کے بعد عطار مایوس بیٹھا تھا اس اثناء میں ایک دلق پوش ننگے سر سامنے سے گزرا جس کے سر پر مطلق بال نہ تھے پشت طاس کی طرح صاف اور درخشان تھا اس کو دیکھتے ہی طوطی بولا اور پکار کے درویش سے کہا کہ او گنجے تو کس وجہ سے گنجوں میں شامل ہوا معلوم ہوتا ہے کہ تو نے کسی کا روغن گرایا ہوگا۔ لوگوں کو اس کے اس قیاس سے بڑی ہنسی آئی کہ دیکھو اس نے اس دلق پوش کو بھی اپنا جیسا سمجھا کہ یہ بھی روغن گرا کر گنجا ہوا ہوگا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر	گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر
پاک لوگوں کے کام کو اپنے پر قیاس نہ کر	اگرچہ لکھنے میں شیر (درندہ) اور شیر (دودھ) یکساں ہوتا ہے
شیر آں باشد کہ مرد او را خورد	شیر آں باشد کہ مردم را درد
شیر تو وہ ہے جس کو آدمی پیتا ہے	اور شیر وہ ہے جو آدمیوں کو پھاڑتا ہے
جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد	کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد
اس وجہ سے پورا عالم گمراہ ہو گیا	بہت کم کوئی خدا کے ابدال سے واقف ہوا
اشقیاء را دیدۂ بینا نہ بود	نیک و بد در دیدہ شاں یکساں نمود
بدبختوں کی دیکھنے والی آنکھ نہ تھی	اچھا اور برا ان کی آنکھ میں یکساں نظر آیا
ہمسری با انبیاء برداشتند	اولیاء را ہمچو خود پنداشتند
(انہوں نے) نبیوں کے ساتھ برابری کا دعویٰ کھڑا کر دیا	اور اولیاء کو اپنا جیسا سمجھ لیا
گفتہ اینک ما بشر ایشاں بشر	ما و ایشاں بستہ خوابیم و خور
یہ کہا کہ ہم بھی انسان ہیں اور وہ بھی انسان ہیں	ہم اور وہ سونے اور کھانے کے پابند ہیں
ایں نہ دانستند ایشاں از عمیٰ	ہست فرقے درمیاں بے منتہیٰ
اندھے پن سے وہ یہ نہ سمجھے	کہ ان دونوں میں بے انتہا فرق ہے

شیر دودھ سیر لبسن ابدال قسمی از اولیاء اللہ کہ در عدد چہل باشند چون یکی از ایشان میرود دیگرے بجائے او قائم شود مراد مطلق اولیاء اللہ مجاز از قبیل اطلاق مقید بر مطلق عمی کوری مطلب یہ کہ بزرگوں کے افعال کو اپنے اوپر قیاس مت کرو اگرچہ ظاہر میں دونوں فعل یکساں ہوں۔ جس طرح شیر و سیر لکھنے میں یکساں ہیں اکثر لوگ اسی وجہ سے خراب ہو گئے ہیں کہ اولیاء اللہ کے حالات سے کم واقف ہوتے ہیں شقی لوگوں کو دیدہ بینا میسر نہ ہوا اچھے برے ان کی نظر میں یکساں نظر آتے تھے اس وجہ سے حضرات انبیاء علیہم السلام سے ہمسری کا دعوے کیا اولیائے کرام کو مثل اپنے سمجھا اور کہنے لگے کہ ہم بھی بشر ہیں یہ انبیاء بھی بشر ہیں ہم اور یہ دونوں خواب و خورش کے مقید ہیں (چنانچہ قرآن مجید میں ہے قالوا ان انتم الا بشر مثلنا الایۃ ما لھذا الرسول یا کل الطعام الایۃ) بیان کو صحری دل نظر نہ آیا کہ دونوں کے درمیان بے انتہا فرق ہے۔

ہر دو گوں زنبور خورد از یک محل	لیک زیں شد نیش و زاں دیگر عسل
دونوں قسم کی بھڑوں نے ایک ہی جگہ سے کھایا	لیکن اس نے ڈنک اور اس نے شہد بنا
ہر دو گوں آہو گیا خوردند و آب	زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب
دونوں قسم کے ہرنوں نے گھاس اور پانی کھایا پیا	اس ایک کا گوبر بنا اور دوسرے کا خالص مشک

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر دو نے خوردند از یک آبخور	آں یکے خالی و آں پر از شکر
دونوں نرسلوں نے ایک گھاٹ سے پانی پیا	لیکن ایک کھوکھلی اور دوسری شکر سے بھری ہوئی ہے
صد ہزاراں ایں چنیں اشباہ بیں	فرق شاں ہفتاد و سالہ راہ بیں
اس طرح کی لاکھوں مثالیں تیرے سامنے ہیں	(لیکن) ان میں ستر سالہ راہ کا فرق دکھائی دیتا ہے

یہ چند مثالیں ہیں مضمون بالا کی مثال اول دونوں قسم کے زنبور ایک ہی قسم کے پھول چوستے ہیں یعنی جس طرح کے پھول ایک کی غذا ہیں وہی دوسرے کی مگر ایک کے صرف نیش پیدا ہوتا ہے اور دوسرے سے شہد بھی نکلتا ہے دوسری مثال دونوں قسم کے آہو بھی گھاس اور پانی کھاتے پیتے ہیں ایک سے صرف سرگین پیدا ہوتا ہے اور دوسرے سے مشک خالص حاصل ہوتا ہے تیسری مثال دونوں قسم کے نے ایک ہی گھاٹ پانی پیتے ہیں مگر ایک تو خالی یعنی نرکل اور دوسری شکر سے پر ہوتی ہے یعنی نیشکر اسی طرح لاکھوں نظائر دیکھ لو اور ان میں بہت سا فرق ملاحظہ کر لو خلاصہ یہ کہ دو چیزوں کے کسی ایک امر میں شریک ہونے سے ان میں دوسرے وجوہ تفاوت کے زائل نہیں ہو جاتے۔

ایں خورد گردد پلیدی زو جدا	واں خورد گردد ہمہ نور خدا
یہ کھاتا ہے تو نجاست اس سے نکلتی ہے	اور وہ جو کچھ کھاتا ہے سب خدا کا نور بن جاتا ہے
ایں خورد زاید ہمہ بخل و حسد	واں خورد زاید ہمہ نور احد
یہ کھاتا ہے تو سراسر بخل اور حسد پیدا ہوتا ہے	اور وہ کھاتا ہے تو سب خدا کا نور بن جاتا ہے

یعنی اسی طرح سمجھ لو کہ اشقیاء اور اتقیاء میں بہت سا فرق ہے۔ ایک کھاتا ہے تو اس سے پلیدی اور بخل و حسد پیدا ہوتا ہے اور دوسرا کھاتا ہے تو اس سے تمام تر نور خدا یعنی عشق الٰہی پیدا ہوتا ہے۔

ایں زمین پاک و آں شورست و بد	ایں فرشتہ پاک و آں دیوست و دد
یہ پاک زمین ہے اور وہ شور اور خراب	یہ پاک فرشتہ ہے اور وہ بھوت اور درندہ
ہر دو صورت گر بہم ماند رواست	آب تلخ و آب شیریں را صفاست
دونوں صورتیں اگر ایک جیسی ہیں ٹھیک ہے	نمکین اور شیریں پانی میں صفائی موجود ہے
جز کہ صاحب ذوق نشناسد بیاب	او شناسد آب خوش از شورہ آب
سوائے صاحب ذوق کے کوئی نہیں پہچان سکتا ہے سمجھ لے	کہ وہی میٹھے اور کھاری پانی کو پہچانتا ہے
جز کہ صاحب ذوق نشناسد طعوم	شہد را نا خوردہ کے داند زموم
صاحب ذوق کے سوا ذائقہ کو کوئی نہیں پہچان سکتا	جس نے شہد نہ چکھا وہ شہد اور موم میں امتیاز کب کر سکتا ہے

اس میں شقی اور تقی کے فرق کا بیان ہے کہ ایک تو مثل پاکیزہ زمین کے ہے یعنی تقی اور دوسرا مثل زمین شور

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ہے یعنی شقی اور اسی طرح ایک مانند فرشتہ کے ہے یعنی تقی دوسرا اشل شیطان اور درندہ کے ہے یعنی شقی اس تفاوت کے ساتھ بھی اگر ظاہراً دونوں میں مشابہت ہو تو ممکن ہے دیکھو آب شور اور آب شیریں میں کتنا فرق ہے مگر ظاہراً صفائی کی صفت دونوں میں ہے اس فرق معنوی کو ہر شخص نہیں سمجھتا مثلاً پینے کی چیزوں کو وہی پہچانے گا جس کی قوۃ ذائقہ درست ہو اسی کو تمیز ہو کہ یہ شیریں پانی ہے اور یہ شور اسی طرح حزون کے تفاوت کو بھی وہی پہچانے گا جس کی قوۃ ذائقہ صحیح ہو اسی طرح شہد اور موم کے مزے کے فرق کو بے کھائے کب سمجھ سکتا ہے حاصل یہ کہ اسی طرح جب تک ذوق باطنی صحیح نہ ہو نیک و بد میں جبکہ وہ ظاہر میں متشابہ اور مشتبہ ہوں امتیاز نہیں ہو سکتا۔

سحر را با معجزہ کردہ قیاس	ہر دو را بر مکر پندارد اساس
جادو کو معجزہ پر قیاس کر کے	دونوں کی بنیاد مکر و فریب پر سمجھتا ہے
ساحراں با موسیٰ از استیزہ را	برگرفتہ چوں عصائے او عصا
جادوگروں نے موسیٰ سے لڑائی کے لیے	ان کی لاٹھی جیسی لاٹھی اٹھائی
زیں عصا تا آں عصا فرقیست ژرف	زیں عمل تا آں عمل راہے شگرف
(لیکن) اس لاٹھی اور اس لاٹھی میں گہرا فرق ہے	اس کام میں اور اس کام میں بڑا فاصلہ ہے
لعنۃ اللہ ایں عمل را در قفا	رحمۃ اللہ آں عمل را در وفا
اس کام کے پیچھے اللہ کی لعنت ہے	اس کام میں اللہ کی رحمت شامل حال ہے

ژرف عمیق۔ شگرف قوی اس میں ظاہر پرستوں کی غلطی کا بیان ہے اور شعر بالا ہمسری با انبیاء بر داشتند الخ کی طرف عود ہے یعنی سحر اور معجزہ کو فرعون نے یکساں سمجھا اور دونوں کو مکر اور نظر بندی پر مبنی قرار دیا (چنانچہ قرآن مجید میں ہے ان ھذا لساحر علیم اسی طرح ساحران فرعون موسیٰ علیہ السلام کے روبرو مقابلہ کے لئے ان کے عصا کی طرح عصا لائے تھے حالانکہ دونوں عصاؤں میں بڑا عمیق فرق تھا اور عمل ساحرین سے عمل موسوی تک مسافت بعید ہے۔ عمل ساحرین کے پیچھے پیچھے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور عمل موسوی کے ساتھ اللہ کی رحمت ہے چونکہ انہوں نے حکم الٰہی کا اتباع کیا کہ عصا ڈالنے کا ان کو حکم ہوا تھا چنانچہ قرآن مجید میں ہے او حینا الی موسیٰ ان الق عصاک

کافراں اندر مرے بوزینہ طبع	آفتے۔ آمد درون سینہ طبع
کافر لوگ جھگڑا کرنے میں بندر کی خصلت رکھتے ہیں	(اور ان کی یہ خصلت) سینہ میں چھپی ہوئی ایک آفت ہے
ہرچہ مردم می کند بوزینہ ہم	آں کند کز مرد بیند دمبدم
جو کچھ انسان کرتا ہے بندر بھی کرتا ہے	جو انسان سے پے در پے دیکھتا ہے وہ کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

او گماں بردہ کہ من کردم چو او	فرق را کے بیند آں استیزہ جو
اس نے گمان کیا کہ میں نے اس کی طرح کیا	وہ لڑاکا فرق کو کب دیکھتا ہے؟
ایں کند از امر و آں بہر ستیز	بر سر استیزہ رویاں خاک ریز
یہ (مومن) حکم خداوندی سے کرتا ہے اور وہ (کافر) جھگڑے کے لئے	جھگڑا کرنے والوں کے سر پر خاک ڈال

مرے امالہ مراد کا بمعنے مقابلہ طبع اول معنی طبیعت طبع ثانی بمعنی مہر مراد قہر گمراہی اس میں تفصیل ہے مضمون بالا کی یعنی کفار مسلمانوں کے ساتھ اعمال میں مقابلہ کرنے کے بارہ میں بوزینہ کی خاصیت رکھتے ہیں پھر جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ قلب پر گمراہی کی مہر لگ جانا بھی انسان کے سینہ میں بڑی آفت ہے کہ اس سے کبھی حقیقت تک نگاہ نہیں پہنچتی اور صرف براہ عناد و مقابلہ نقلیں کرنے سے کیا ہوتا ہے یوں تو جو آدمی کرتا ہے بندر بھی کیا کرتا ہے اور گمان کرتا ہے کہ میں نے بھی آدمی کے مثل کام کرلیا اور جو دونوں کاموں میں فرق ہے اس کو وہ کب سمجھ سکتا ہے حالانکہ ان میں بڑا فرق ہے۔ کہ انسان تو حکم کی وجہ سے کرتا ہے یعنی شرع کے حکم سے یا عقل و مصلحت کے حکم سے خواہ وہ مصلحت شرع کے موافق ہو یا مخالف ہو بہر حال وہ کسی نفع دینی و دنیوی کو سوچ کر کرتا ہے اور بندر کے فعل میں کوئی مصلحت نہیں صرف انسان کی نقل ہی کرنا مقصود ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسے ضدی لوگوں کے منہ پر خاک ڈالو خلاصہ یہ ہے کہ اسی طرح اوصاف حمیدہ و اوصاف ذمیمہ بظاہر یکساں نظر آتے ہیں مگر معنی اور حقیقت میں بے انتہا فرق ہوتا ہے۔

آں منافق با موافق در نماز	از پئے استیزہ آید نے نیاز
وہ منافق مومن کے ساتھ، نماز میں	مقابلہ کے لئے آتا ہے نہ کہ نیازمندی کے لئے
در نماز و روزہ و حج و زکوٰۃ	با منافق مومناں در برد و مات
نماز اور روزہ اور حج اور زکوٰۃ میں	مومن منافق کے ساتھ جیت اور ہار میں ہیں
مومناں را برد باشد عاقبت	بر منافق مات اندر آخرت
انجام کار مومنوں کی جیت ہو گی	آخرت میں منافق کو ہار ہو گی
گرچہ ہر دو بر سر یک بازی اند	لیک باہم مروزی و رازی اند
اگرچہ دونوں ایک بازی لگائے ہوئے ہیں	لیکن یہ دونوں مرو اور رے کے باشندوں کی طرح (باہم مختلف) ہیں
ہر یکے سوئے مقام خود رود	ہر یکے بر وفق نام خود رود
ہر ایک اپنے مقام کی طرف جاتا ہے	ہر ایک اپنے نام کے مطابق کام کرتا ہے

برد جیت مات ہار مروزی منسوب بمرو خلاف قیاس از خراسان جانب مشرق رازی منسوب بہ رے برخلاف قیاس از عراق جانب مغرب کافروں کو جو بندر کے ساتھ تشبیہ دی گئی تھی اوپر تو مشبہ بہ کا بیان تھا ان اشعار

www.besturdubooks.wordpress.com

میں مشبہ کا بیان ہے کہ منافقین اہل اسلام کے ساتھ مقابلہ کرنے کے واسطے نماز و روزہ وغیرہ کرتے تھے اور کبھی مسلمان بڑھ جاتے تھے اور کبھی منافقین لیکن انجام کار آخرت میں مسلمانوں کی جیت اور کفار کی ہار ظاہر ہو جاوے گی گو اس وقت ایک ہی طرح کا کام کر رہے ہیں لیکن واقع میں بعد الحشر یقین ہے مومن جنت میں چلے جاویں گے اور منافق دوزخ میں جاویں گے جیسا شریعت نے ان کو لقب دیا ہے ویسا ہی ان کے ساتھ معاملہ ہوگا۔

ف: یہ مطلب نہیں کہ نام اس کی علت ہے کیونکہ نام تو لفظ ظاہر ہے اور ظاہر کا غیر معتد بہ ہونا بیان فرما رہے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ لفظ علامت ہے اس فرق معنوی کی جس کو منطقی دلیل انی کہتے ہیں اور نفی کر رہے ہیں ظاہر کے دلیل لمی ہونے کی پس تعارض نہ رہا۔

مومنش خوانیش جانش خوش شود	ور منافق تند و پر آتش شود
تو اس کو مومن کہے تو اس کی روح خوش ہوتی ہے	اور اگر منافق کہے تو مشتعل اور آگ سے پر ہو جاتا ہے
نام آں محبوب از ذات ویست	نام ایں مبغوض ز آفات ویست
اس کا نام اس کی ذات کی وجہ سے پیارا ہے	اور اسکا نام اس کی آفتوں کی وجہ سے موجب بغض وعداوت ہے
میم و واؤ و میم و نوں تشریف نیست	لفظ مومن جز پئے تعریف نیست
میم اور واؤ اور میم اور نون میں کوئی شرافت نہیں ہے	لفظ مومن پہچان کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے
گر منافق خوانیش ایں نام دوں	ہمچو کژدم می خلد در اندروں
اگر اس کو منافق کہے تو یہ ذلیل نام	بچھو (کے ڈنک) کی طرح اس کے دل میں چبھتا ہے
گرنہ آں نام اشتقاق دوزخ ست	پس چرا در وے مذاق دوزخ ست
اگر وہ نام دوزخ سے نہیں بنا ہے	پھر اس میں دوزخ کا ذائقہ کیوں ہے؟

تشریف بزرگی۔ تعریف شناخت کردن' این نام دون مبتدا۔ می خلد خبر۔ دوزخ اول عقائد و اخلاق ذمیمہ کہ موجب دوزخ ست دوزخ ثانی بمعنی مشہور ان اشعار میں بیان ہے معانی و حقائق کے معتبر ہونے کا یعنی حقیقت اور معنی میں اس قدر تاثیر ہے کہ اس کے تعلق اور تلبس سے لفظوں میں بھی جو بے اثر محض و نا قابل اعتبار ہیں اثر آ جاتا ہے چنانچہ کسی کو مومن کہیئے خوش ہو جاتا ہے منافق کہیئے ناراض ہو جاتا ہے (آگے تصریح فرمادی کہ یہ اثر خود لفظوں میں نہیں بلکہ معنی کیوجہ سے ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ) مومن کا نام یعنی لفظ مومن جو محبوب ہے وہ مومن کی ذات یعنی اس کے صفات حقیقیہ کی وجہ سے ہے (یعنی اصل میں وہ صفات حمیدہ محبوب ہیں اور صفات ذمیمہ مبغوض ہیں لفظ مومن و منافق ان اوصاف پر دلالت کرنے کی وجہ سے محبوب و مبغوض ہو گیا ہے) لفظ مومن کے اجزا تو صرف یہ حروف ہیں (م و م ن) سو ان میں کون سی بزرگی ہے تو یہ صرف شناخت اور امتیاز کے لئے ہے جو کچھ بزرگی ہے اس کے مدلول میں ہے کہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

صفت کمال ہے اسی طرح کسی کو منافق کہنے میں جو دل میں خلش اور ناگواری ہوتی ہے اسکی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ نام دوزخ سے مشتق ہے یعنی صفات ذمیمہ سے (جو کہ اسباب دوزخ کے ہیں) یہ لقب پیدا ہوا ہے کہ ان صفات پر دلالت کرنے کے لئے وضع ہوا ہے اسی لئے اس میں دوزخ کا مذاق ہے کہ اس کے سننے سے حرارت غصہ کی پیدا ہوتی ہے۔

زشتی ایں نام بد از حرف نیست	تلخی آں آب بحر از ظرف نیست
برے نام کی برائی حروف کی وجہ سے نہیں ہے	اور اس سمندری پانی کی کڑواہٹ برتن کی وجہ سے نہیں ہے

اسمیں تصریح ہے کہ یہ اثر حروف والفاظ کا نہیں بلکہ معنے کا ہے دوسرے مصرعہ میں اس کی مثال ہے۔ الفاظ کو ظرف سے اور معنی کو آب سے تشبیہ دینے میں علاقہ یہ ہے کہ جس طرح آب مقصود ہے اور ظرف تابع ہے اسی طرح معنی مقصود ہے اور لفظ تابع خلاصہ یہ کہ بحر یعنی سمندر کا پانی خود تلخ ہوتا ہے برتن سے اُس میں تلخی نہیں آتی اسی طرح معنے قبیح خود قبیح ہیں الفاظ سے اُس میں قبح نہیں آیا۔

حرف ظرف آمد درو معنی چو آب	بحر معنی عندہٗ ام الکتاب
حروف برتن ہیں اور ان میں معنی پانی کی طرح ہیں	معنی کا سمندر وہ ہے جس کے پاس ام الکتاب ہے
بحر تلخ و بحر شیریں ہمعناں	درمیاں شاں شرزخ لا یبغیاں
میٹھا اور شور دریا ساتھ ساتھ رواں ہے	اور ان کے درمیاں ایک آڑ ہے نہ ایک دوسرے پر چڑھتے نہیں
دانکہ ایں ہر دوز یک اصلے رواں	در گزر زیں ہر دو رو تا اصل آں
جان لے کہ یہ دونوں ایک ہی اصل سے رواں ہیں	دونوں سے گزر کر ان کی اصل تک پہنچ جا

مصرعہ اولی مضمون سابق کا تتمہ ہے اس میں تحقیق ہے تشبیہ کی جیسا ہم نے تقریر کر دی ہے دوسرے مصرعہ میں مولانا مضمون سابق سے توحید کی طرف منتقل ہو گئے جیسا اکثر مولانا کی عادت اس کتاب میں ہے کہ تھوڑی مناسبت سے توحید کا بیان کرنے لگتے ہیں کیونکہ مولانا پر یہ مذاق بہت غالب ہے یہاں چونکہ اوپر معانی وصفات کا بیان تھا اور اللہ تعالیٰ خالق معانی ہیں اس مناسبت سے توحید کا مضمون بیان فرمانے لگے کہ دریائے معانی وہ ذات ہے جس کے پاس ام الکتاب ہے یعنی ذات حق اس کو دریا مجازاً واستعارۃ اس علاقہ سے کہہ دیا کہ جس طرح دریا تمام نہروں اور چشموں کا مبدا ومعاد ہے بوجہ اس کے کہ انجرے دریا سے بسبب تمازت آفتاب کے بلند ہو کر پانی بن کر برستا ہے پھر اکثر پانی بہہ کر دریا میں جا ملتا ہے اسی طرح ذات حق مبدی ومعید تمام اشیاء اعیان ومعانی کی ہے اور ام الکتاب ان کے پاس ہونا منصوص قرانی ہے خلاصہ یہ کہ معانی مصنوعہ سے ذات صانع پر استدلال کر کے مصنوعات سے اپنے خیال کو صانع کی طرف پہنچاؤ اور ان کی قدرت کی نیرنگیاں دیکھو کہ کیسے کیسے معانی بنا کئے اور ان میں کیا اختلاف اور تمائز رکھا آگے فرماتے ہیں کہ بحر تلخ یعنی اوصاف ذمیمہ اور بحر شیریں یعنی اوصاف حمیدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دونوں برابر جاری ہیں یعنی بعض اوقات بظاہر یکساں معلوم ہوتے ہیں اور ان میں اشتباہ واقع ہو جاتا ہے مثلاً سخاوت اور اسراف باہم بخل و کفایت باہم بغض فی اللہ و غضب نفسانی باہم تواضع و تذلل باہم تکبر و علو ہمت باہم خوش خلقی و مداہنت باہم علم و بے حمیتی باہم مشتبہ و ملتبس ہیں مگر ان میں ایک ایسا پردہ حائل ہے جس کی وجہ سے باہم مختلط اور مشتبہ نہیں ہونے پاتے وہ برزخ ہر ایک صفت کے آثار و خواص میں جن کی وجہ سے مشتبہ چیزیں باہم ممتاز ہو جاتی ہیں مثلاً سخاوت کے آثار ہیں دوسروں کے نفع کا زیادہ اہتمام کرنا اسراف کے آثار ہیں اپنے ہوائے نفسانی کا زیادہ اہتمام کرنا پس گو زیادہ خرچ کرنا دونوں میں مشترک ہے مگر اس فرق سے دونوں میں امتیاز ہو جائے گا اسی طرح باقی صفات میں فرق ہے پس اس شعر میں بھی وہی مضمون ہے کہ دو چیزوں کے بظاہر یکساں ہونے سے دھوکا نہ کھانا چاہیے آگے پھر توحید کی طرف رجوع کیا کہ یہ دونوں دریا ئے تلخ و شیریں ایک اصل سے رواں ہیں تم ان سے گزر کر اصل کو دیکھو کہ ذات حق ہے ذات حق کو ان اوصاف کی اصل استعارۃً اس اعتبار سے کہا گیا کہ اصل کے معنی دلیل مثبت کے بھی آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان دونوں چیزوں کے ثابت اور پیدا کرنے والے ہیں گو دلیل اور خالق کے مثبت ہونے میں تفاوت ہے و نیز اصل علت فاعلی کو بھی کہتے ہیں اور علت فاعلی ہونا حق تعالیٰ کا ظاہری ہے۔ اور دوسرے معانی اصل کے یعنی مادہ یا قاعدہ کلیہ یا راجح یہاں مراد لینا محال و غلط ہیں۔

زر قلب و زر نیکو در عیار	بے محک ہرگز ندارد اعتبار
کھوٹا سونا اور کھرا سونا پرکھنے میں	بغیر کسوٹی کے ہرگز قابل اعتبار نہیں
ہر کرا در جاں خدا بنہد محک	مر یقیں را باز داند او ز شک
خدا جس کے دل میں کسوٹی رکھ دیتا ہے	بلاشبہ وہ یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے
آنچہ گفت استفت قلبک مصطفیٰ	آں کسے داند کہ پر بود از وفا
وہ جو مصطفیٰ نے "اپنے دل سے فتویٰ پوچھ" فرمایا ہے	اس کو وہی جانتا ہے جو وفاداری سے پر ہے
در دہان زندہ خاشاک ار جہد	آنگہ آرامد کہ بیرونش نہد
زندہ کے منہ میں اگر تنکا گر جائے	تو اس کو چین اسی وقت آتا ہے جب اس کو باہر نکال دے
در ہزاراں لقمہ یک خاشاک خورد	چوں در آمد حس زندہ پے ببرد
ہزاروں لقموں میں ایک چھوٹا سا تنکا	جب آیا تو زندہ کی حس نے اس کا پتہ لگا لیا

قلب کھوٹا' عیار پرکھنا' محک کسوٹی اس میں رجوع ہے مضمون سابق کی طرف مطلب یہ کہ اوصاف ذمیمہ و حمیدہ کی مثال کھوٹے کھرے سونے کی سی ہے کہ دیکھنے میں یکساں ہیں اور واقع میں بڑا تفاوت ہے مگر اس کے پرکھنے کے لئے کسوٹی کی ضرورت ہے۔ اسی طرح اوصاف حمیدہ و ذمیمہ کی پہچان کے لئے نور بصیرت کی حاجت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جس کی جان میں اللہ تعالیٰ محک یعنی نور بصیرت رکھ دیتے ہیں وہ شخص یقین اور شک میں یعنی ان اوصاف حمیدہ میں جن سے نور یقین پیدا ہوا اور ان اوصاف ذمیمہ میں جن سے ظلمت شک حاصل ہو یا جو اوصاف یقین سے سرزد ہوں اور جو اوصاف شک سے صادر ہوئے ہوں ان میں تمیز کر لیتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے استفت قلبک (یعنی جن امور میں اشتباہ واقع ہو اور کوئی شرعی واضح دلیل اس حکم کی تحقیق کرنے پر بھی نہ ملے اس میں اپنے قلب سے دریافت کر لیا کرو اور اس کے موافق عمل کیا کرو) سو یہ ہر شخص کے لئے نہیں بلکہ اس شخص کے حق میں ہے جو وفا سے پر ہو یعنی عہود خداوندی اس نے پورے کئے ہوں اور احکام الٰہی کا پابند ہو اور اس سے اس کو نور بصیرت عطا ہوا ہو اس شخص کا قلب ایسا سلیم ہو جاتا ہے کہ اس کا فتویٰ ایسے امور میں قابل اعتبار ہوتا ہے آگے مثال دیتے ہیں کہ نور بصیرت سے جو امور مشتبہ کی پہچان ہو جاتی ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے زندہ آدمی کے منہ میں کھانے وغیرہ کے ساتھ کوئی تنکا چلا جاوے چونکہ اس کی قوت حسیہ زندہ کی قوۃ حسیہ سے فوراً مطلع ہو جاوے گا اسی طرح چونکہ اہل بصیرت کو حیات معنویہ حاصل ہے اپنے حواس معنوی سے امور مشتبہ میں امتیاز کر لیتے ہیں۔

حس دنیا نردبان ایں جہاں	حس عقبیٰ نردبان آسماں
دنیا کا احساس ' اس جہاں کی سیڑھی ہے	اور آخرت کا احساس آسمان کی سیڑھی ہے
صحت ایں حس بجوئید از طبیب	صحت آں حس بجوئید از حبیب
اس حس کی تندرستی طبیب سے معلوم کرو	اور اس حس کی تندرستی محبوب سے معلوم کرو
صحت ایں حس ز معموریٔ تن	صحت آں حس زتخریب بدن
اس حس کی تندرستی بدن کی تندرستی سے ہے	اور اس حس کی تندرستی بدن کی شکستگی سے ہے

حبیب بمعنی محبوب۔ مراد مرشد کامل اوپر ذکر فرمایا ہے کہ امور محسوسہ میں حس ظاہری سے امتیاز ہوتا ہے اور امور معنویہ میں حس معنوی سے امتیاز ہوتا ہے ان اشعار میں اس مضمون کا تتمہ ہے اور حس معنوی کی فضیلت اور اس کے تحصیل کا طریقہ بیان کرنا مقصود ہے ارشاد فرماتے ہیں کہ حس دنیا تو عالم سفلی کے معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور حس عقبیٰ (یعنی حس معنوی (نور معرفت) عالم علوی کے اسرار معلوم کرنے کا طریقہ اگر اس حس جسمانی کا درست کرنا چاہتے ہو تو طبیب سے رجوع کرو اور اس حس روحانی کی ترقی منظور ہو تو مرشد کامل سے رجوع کرو اسی کا تتمہ فرماتے ہیں کہ حس جسمانی کی صحت تو بدن کی درستی سے ہوتی ہے اور حس روحانی کی صحت بدن کے تخریب سے ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ نور معرفت حاصل کرو اور اس کے حاصل کرنے کے لئے شیخ کامل کی خدمت میں رجوع کرو اور وہ جو کچھ ریاضات شاقہ وترک ہوائے نفسانی وتقلیل لذات تجویز فرما دیں گو اس میں تمہارا جسمانی ضرر ہو اس کو گوارا کرو تب وہ نور معرفت نصیب ہوگا جس سے نیک وبد اور خواص وعوام میں فرق کر سکو گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شاہ جاں مر جسم را ویراں کند	بعد ویرانش آباد آں کند
روح کا بادشاہ جسم کو ویران کرتا ہے	اور اس کی ویرانی کے بعد اس کو آباد کرتا ہے
اے خنک جانیکہ در عشق مآل	بذل کرد او خانماں و ملک و مال
بڑی مبارک ہے وہ جان جس نے عاقبت کی فکر میں	(اپنا) گھر بار اور ملک و مال خرچ کر ڈالا
کرد ویراں خانہ بہر گنج زر	وز ہماں گنجش کند معمور تر
سونے کے خزانہ کے لئے اس نے اپنے گھر کو ویران کیا	اور اسی خزانہ سے پھر اس کو بہت زیادہ آباد کر دیتا ہے
آب را ببرید و جو را پاک کرد	بعد ازاں در جو رواں کرد آبخورد
اس نے پانی کو بند کیا اور نہر کو پاک کیا	پھر اس نے نہر میں پینے کا پانی چھوڑ دیا ہے
پوست را بشگافت پیکاں را کشید	پوست نو بعد ازانش بر دمید
کھال میں شگاف کیا تیر کو کھینچا	اس کے بعد نئی کھال اس سے پیدا ہو گئی
قلعہ ویراں کرد و از کافر ستد	بعد ازاں بر ساختش صد برج و سد
اس نے قلعہ کو ویران کیا اور کافر سے چھینا	اس کے بعد اس پر سینکڑوں برج اور فصیلیں بنائی ہیں

آبخورد چشمہ سد دیوار ان اشعار میں ہمت بڑھاتے ہیں کہ ریاضات ومجاہدات سے جو لذات نفسانی و شہوات جسمانی کی تقلیل یا مضرت ہوگی اس سے ڈرنا نہ چاہئے کیونکہ اس سے اچھا اس کا ثمرہ میسر ہوگا کہ روحانی حیات قوت نصیب ہوگی اگر فنائے جسم سے بجائے روح کا ثمرہ ملے تو کیا ضرر ہے اس لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ شاہ جان (مالک روح) یعنی حق تعالیٰ اول جسم کو ویران کریگا (ریاضات ومجاہدات سے جو حسب امر خداوندی مرشد نے بتلائے ہیں) پھر ویرانی کے بعد اس کو آباد کرے گا (یہ آبادی معنوی ہے یعنی روحانی حیات نصیب ہوگی جس سے اس بدن کو بھی حقیقی آبادی نصیب ہوتی ہے کیونکہ حیات روحانی کی بدولت نجات ونعمائے جنت وقرب الٰہی میسر ہوتا ہے۔ اوران نعمتوں کا حصول اسی بدن سے ہوگا چنانچہ اہل حق کا مذہب ہے کہ آخرت میں اسی بدن سے محشور ہوں گے) اس کے بعد فرماتے ہیں کہ وہ جان یعنی وہ شخص بہت اچھا ہے جو ثمرہ آئندہ (نعمت باقی) کے عشق (طلب) میں اپنا دنیوی سامان خرچ کر ڈالے اور بعض نسخوں میں عشق حال ہے مراد اس سے حال باطنی ہوگا اس کا بھی مطلب اسی کے قریب قریب ہے آگے چند مثالیں ہیں ویرانی بدن اور آبادی روح کی مثال اول کوئی شخص یہ تحقیق کرکے کہ اس گھر کے نیچے خزانہ ہے اس گھر کو کھود ڈالے پھر وہ خزانہ نکال کر اسی سے اس گھر کو از سر نو تعمیر اور آباد کرے مثال ثانی نہر کا پانی برائے چندے بند کرکے اس کو صاف ودرست کر دیا پھر اوپر سے پانی جاری کر دیا مثال ثالث کسی شخص کے بدن میں پیکان یعنی تیر کا لوہا جا بیٹھا اور ویسے نہیں نکلتا آخر کھال میں شگاف

www.besturdubooks.wordpress.com

دینا پڑا جب اس کو نکالا گو اس وقت تکلیف اور کھال کا نقصان ہوا مگر اس کے بعد تازہ پوست اور جم آیا مثال رابع کوئی قلعہ کسی کافر کے قبضہ میں ہے محاصرہ کے وقت اس کو منجنیق یا توپ و گولہ سے توڑ پھوڑ کر اندر گھسے اور غنیم کو قتل کر کے اس پر قبضہ کیا بعد مقبوض ہو جانے کے پھر صدہا برج اور دیواریں بنا دیں حاصل یہ کہ ان سب مثالوں میں دیکھو کہ سردست تو صریح مضرت اور نقصان گوارا کیا گیا اور جو انجام سے بے خبر ہے وہ ضرور اس مضرت سے تنگدل ہوگا مگر چونکہ اس مضرت ویرانی میں سرتاسر مصلحت ہے کہ ایک فساد کو دفع کر کے سابق سے اچھی آبادی اور رونق ہو جاوے گی اس لئے نفع آئندہ کے لئے ضرر حال کو گوارا کر لیا یہی حالت ویرانی بدن کی ہے کہ اس کا انجام آبادی روح ہے تو عاقل کو لازم ہے کہ اس سے تنگدل نہ ہو بلکہ بخوشی اس کو گوارا اور اختیار کرے۔

ف: اس مقام پر دو امر سمجھنے کے قابل ہیں اول یہ کہ منافع نفس دو قسم کے ہیں ایک حقوق دوسرے حظوظ سو مجاہدہ و ریاضت میں حظوظ کی تقلیل یا ترک کرایا جاتا ہے اور حقوق کو ضائع نہیں کیا جاتا کہ یہ خلاف سنت بھی ہے حدیث میں ہے ان لنفسک علیک حقا اور مضر باطن بھی ہے کیونکہ اس سے ضعف بڑھ جاتا ہے صحت میں خلل پڑتا ہے پھر ضروری عبادات و اشغال سے بھی عاجز ہو جاتا ہے اس لئے ترقی باطنی سے محروم رہتا ہے دوسرا امر یہ ہے کہ بزرگوں نے جو ریاضات و مجاہدات میں ترک لذات کیا ہے وہ بطور علاج کیا ہے۔ جیسے کوئی ظاہری مریض بطور پرہیز کے کوئی قوی غذا چھوڑ دیتا ہے کہ مضر ہوگی اس کو عبادت و موجب قرب الٰہی نہیں سمجھتا اب ان پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ یہ بدعت ہے قال اللہ تعالیٰ لا تحرموا طیبت ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا کیونکہ بدعت اس وقت ہے جب بطور تقرب ہو ورنہ خود ابن عباس کی روایت ہے من الاسراف ان تاکل کل ما اشتہیت پس مقصود ان حضرات کا یہ تھا کہ تکثیر لذات سے نفس کی قوت بہیمیہ کو غلبہ ہوتا ہے اور طاعات میں سستی و کاہلی یا معاصی کا تقاضا کرنے لگتا ہے بعض اوقات اس وجہ سے لذات متروک ہو جاتی ہیں کہ غلبہ محبت الٰہی میں لذات کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا سو یہ ترک غیر اختیاری ہے نہ سنت نہ بدعت'

کار بیچوں را کہ کیفیت نہد	اینکہ گفتم از ضرورت می جہد
بیچوں کے کام کی کیفیت کون بیان کرے؟	یہ جو کچھ میں نے کہا ہے بضرورت کہا ہے
گہ چنیں بنماید و گہ ضد ایں	جز کہ حیرانی نباشد کار دیں
کبھی یوں جلوہ آرا ہوتا ہے اور کبھی اس کے برعکس	دین کا کام حیرت کے بغیر نہیں ہے
کاملاں کز سر تحقیق آگہند	بیخود و حیران و مست و والہ اند
اہل کمال جو حقیقت کے راز سے آگاہ ہیں	بے خود' حیران اور مست اور سرگرداں ہیں

والہ شیدا و حیران' اوپر کے اشعار میں طریقہ حیات روحانی حاصل کرنے کا بتلایا تھا۔ صحت ان حس ز تخریب

www.besturdubooks.wordpress.com

بدنٗ اور اس تخریب بدن و ریاضت کا ثمرہ ضمن تمثیلات میں سمجھایا تھا کہ اس کی بدولت روحانی حیات حاصل ہوگی جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ وصول الی اللہ کا طریقہ ریاضت و مجاہدہ ہے اور اب یہ بتلانا مقصود ہے کہ اس طریقہ کی قید بندی کے لئے ہے اس کو اس کی کوشش کرنا چاہئے حق تعالیٰ اس طریقہ کا مقید نہیں وہ قادر ہیں اور کبھی ایسا کر بھی دیتے ہیں کہ بدون ریاضات و مجاہدات محض اپنے فضل سے دولت باطنی و حیات روحانی عطا فرما دیتے ہیں چنانچہ اس مضمون کے اثبات کے لئے فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ بیچون وبیچگون ہیں ان کے کاموں کی کیفیت اور طریقہ کون معین کر سکتا ہے کہ اسی طرح ہوتا ہے جس طرح مذکور ہوا اور جتنا اور جو کچھ اوپر کہا گیا ہے یہ بھی ضرورت کی وجہ سے کہا گیا ہے کہ طالبان حق مجاہدہ و ریاضت میں مشہور ہوں اور طلب میں سرگرمی کریں کہ حق محبت یہی ہے کہ محبوب کے لئے جانفشانی کرے اس کے بعد معاملات خداوندی کی کیفیت معین نہ ہونے کی تقریر کرتے ہیں کہ کبھی کوئی امر ایک طرح معلوم ہوتا ہے کبھی دوسری طرح دین کے کام میں بھی حیرت کے سوا کچھ نہیں مطلب یہ کہ کبھی اول ریاضت ہوتی ہے پھر وصول الی اللہ میسر ہوتا ہے اس کو طریقہ سلوک کہتے ہیں کبھی وصول الی اللہ پہلے ہو جاتا ہے پھر شوق ریاضت و عبادت کا پیدا ہو جاتا ہے اس کو طریق جذب کہتے ہیں کہ اول قلب میں کسی کامل کی صحبت یا کسی بزرگ کی حکایت یا بلا کسی ظاہری وجہ کے ایک قسم کی کشش اور کیفیت عشق حق جل شانہ کی پیدا ہوگئی پھر بتدریج تفصیلی سلوک کی تکمیل کرتا رہا جب عارف ان معاملات کو مختلف طور پر مشاہدہ کرتا ہے یا خود اپنے ساتھ مختلف معاملات اور اپنے اندر مختلف واردات دیکھتا ہے تو حق تعالیٰ کی قدرت کی نیرنگیاں اور اسرار دیکھ کر اس کو حیرت دامنگیر ہوتی ہے سو کار دین سے مراد یہی وصول الی اللہ ہے اور حقیقت میں کار دین اس سے بڑھ کر کیا ہوگا اور اس میں حیرت کی یہ وجہ ہے جو مذکور ہوئی اس کے بعد تعمیم کے طور پر فرماتے ہیں کہ اس معاملہ خاص وصول الی اللہ ہی کی کیا تخصیص ہے کاملین جو کہ راز حقیقت سے آگاہ ہیں وہ تو ہر معاملہ قدرت و حکمت کو دیکھ دیکھ کر خواہ وہ خود اس کے ساتھ پیش آویں یا دوسروں میں معاینہ کریں ہر وقت حیران و ششدر رہتے ہیں یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ حیرت تو ہمیشہ ناواقفی حقیقت کی وجہ سے ہوتی ہے پھر واقفی اور آگاہی کے ساتھ حیرت کی کیا وجہ بات یہ ہے کہ حیرت کبھی تو محض ناواقفی کی وجہ سے ہوتی ہے بشرطیکہ اس کی تلاش و فکر بھی ہو اور کبھی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ واقفیت تو بہت ہے مگر پورا احاطہ حقیقت کا نہیں سو آگاہی عارف کی ظاہر ہے کہ گو کثیر ہو مگر پھر محدود ہے اور اسرار الٰہیہ غیر محدود اور محدود کسی طرح غیر محدود کا احاطہ نہیں کر سکتا اس لئے خواہ کسی قدر علم و تحقیق حاصل ہو مگر اسرار کو احاطہ نہ کر سکنے کی وجہ سے حیرت ہی نصیب ہوتی ہے لیکن یہ حیرت عقائد و احکام ضروریہ اسلامیہ میں نہیں ہے جن کی تحصیل کا انسان مکلف ہے اور حکماء خود ان امور حقہ میں بھی متردد رہتے ہیں یہاں اسرار باطنیہ میں جو حیرت ہوتی ہے اس کا ذکر ہے ف پس حیرت دو قسم کی ہوئی ایک بوجہ جہل محض کے اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حیرت مذمومہ کہتے ہیں دوسری باوجود کثرت علوم وواردات کے (جس کو بعضے توالی تجلیات کہتے ہیں) بوجہ عدم احاطہ حقائق واسرار کے اس کو حیرت محمودہ کہتے ہیں چنانچہ شعر آئندہ میں ان ہی اقسام کی طرف اشارہ ہے۔

نے چنیں حیراں کہ پشتش سوئے اوست	بل چنیں حیراں کہ رو در روئے اوست
نہ ایسے حیران کہ ان کی پشت اس کی طرف ہو	بلکہ ایسے حیران کہ ان کا چہرہ اس کے سامنے ہے
آں یکے را روئے او شد سوئے دوست	ویں یکے را روئے او خود روئے اوست
اس کا ایک رخ دوست کی جانب ہوا	اور اس ایک کا اپنا رخ خود دوست کا رخ ہے

روی بمعنی توجہ یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ عارف حیران رہتے ہیں سو وہ ایسے شخص کی طرح حیران نہیں ہیں جس کی پشت دوست کی طرف ہو یعنی حق تعالیٰ سے غافل و محجوب ہو بلکہ وہ ایسے حیران ہیں کہ علوم الٰہیہ میں مستغرق اور مست ہیں مطلب یہ کہ ان کی حیرت مذمومہ نہیں بلکہ محمودہ ہے اس کے بعد حیرت محمودہ کے دو مرتبے بتلاتے ہیں کہ ایک حیرت زدہ وہ ہے کہ اس کی توجہ دوست (حضرت حق) کی طرف ہے دوسرا وہ ہے کہ اس کی توجہ عین دوست کی توجہ ہے مطلب یہ کہ حیرت محمودہ میں بعض کو تو استغراق کم ہوتا ہے کہ اپنے سے بےخود نہیں ہوتے اور حضرت حق کی طرف بھی توجہ رکھتے ہیں بعض ایسے مستغرق ہو جاتے ہیں کہ ان کی صفت توجہ بھی نہیں رہتی بلکہ توجہ حق میں فنا ہو جاتی ہے کیونکہ بےخودی میں ظاہر ہے کہ کسی قسم کی خبر نہیں رہتی۔

ف چونکہ رو دی اور خود روی اوست سے عینیت مفہوم ہوتی ہے اور اس میں بہت لوگ غلطی کرتے ہیں اس لئے اس کی تحقیق مختصر طور پر عرض کرتا ہوں جاننا چاہئے کہ عینیت وغیریت دو لفظ متقابل ہیں اور مختلف اوضاع سے تین معنے پر ان کا اطلاق آتا ہے معنی اول عینیت کے یہ کہ دو مفہوموں کا مصداق من کل الوجوہ ایک ہونا یعنی دو چیزوں کا ہر طرح سے ایک ہونا کہ ان میں کسی قسم کا فرق نہ ہو جیسے انسان اور حیوان ناطق یا زید اور ذات زید کہ ان میں اصلاً تغایر نہیں اور غیریت یہ کہ ان دونوں میں کسی قسم کا تغائر اور امتیاز ہو یعنی فرق ہونا اس تفسیر پر عینیت اور غیریت میں باہم تناقض ہے جس سے ان دونوں کا ایک محل میں جمع ہونا بھی محال ہے اور دونوں کا کسی محل سے مرتفع ہونا بھی محال ہے۔ اور متبادر معنی عینیت وغیریت کے یہی ہیں اور یہی معنی لغوی ہیں اور اسی میں اکثر عرفاً استعمال ہوتا ہے اور اکثر اہل معقول بھی یہی مراد لیتے ہیں اس تفسیر کے اعتبار سے کوئی شے موجود خواہ وہ حادث و مخلوق ہو جیسے تمام زمین و آسمان کی چیزیں یا قدیم و غیر مخلوق ہو جیسے صفات باری تعالیٰ کی عین ذات باری تعالیٰ کی نہیں مخلوقات کا عین نہ ہونا تو باتفاق اہل نقل وعقل ہے اور صفات کا عین نہ ہونا صرف جمہور اہل سنت کے نزدیک ہے بخلاف حکماء واہل واعتزال کے کہ صفات کو عین ذات کہتے ہیں اور ظاہر قرآن اہل سنت کی تائید کرتا ہے کیونکہ جابجا اللہ تعالیٰ نے اپنے کو علیم اور حکیم و سمیع و بصیر فرمایا ہے۔ جس کے معنے ذی علم و ذی حکمت و ذی سمع و ذی بصر ہیں اگر علم و حکمت و سمع و بصر عین ذات ہوتیں تو ذی علم و ذی حکمت وغیرہ کے معنی ذو نفسہ ہوتے اور یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

محض بے معنی ہے پس ظاہر قرآن وحدیث سے یہی مفہوم ہوتا ہے کہ صفات زائد علی الذات ہیں جب اس تفسیر کے اعتبار سے کوئی شے عین ذات حق نہیں تو سب ممکنات وصفات غیر ذات ہوں گی (معنی ثانی) عینیت کی تو وہی تفسیر لی جاوے اور غیریت کے یہ معنی ہوں کہ دو چیزوں میں سے کسی ایک کا بدون دوسرے کے موجود ہو سکنا (جواز الانفکاک بین الشیئین ولو من جانب وا...... اخری عدم التلازم بین الشیئین) اس تفسیر پر عینیت وغیریت میں باہم تناقض تو نہیں مگر تضاد ہے یعنی دونوں ایک محل پر صادق نہیں آسکتے مگر دونوں مرتفع ہو سکتے ہیں جیسی شان متضادین کی ہوتی ہے اور یہ اصطلاح متکلمین کی ہے اس تفسیر کے اعتبار سے بھی ذات باری تعالیٰ او مخلوقات میں عینیت نہیں ہے جیسا اوپر گزرا بلکہ غیریت ہے کیونکہ غیرت کے معنے تھے کسی ایک کا بدون دوسرے کے موجود ہو سکنا گو دوسرا بدون اس ایک کے موجود نہ ہو سکے تو گو مخلوقات بدون باری تعالیٰ کے موجود نہیں ہو سکتی لیکن باری تعالیٰ وبدون مخلوق کے موجود ہو سکتے ہیں اور واقع میں قبل ایجاد خلق کے موجود تھے اور مخلوقات کو فنا کر کے بھی موجود ہیں کے پس غیریت کے معنے متحقق ہوئے سو حضرت حق وخلق میں عینیت کی نفی اور غیریت کا ثبوت ہو گیا لیکن ذات حق اوصفات میں اس تفسیر پر نہ عینیت ہوئی نہ غیریت عینیت تو اس لئے نہ ہوئی کہ اس کے معنے تھے دو چیزوں کا بالکل ایک ہونا اور جب صفات زائد علی الذات ہیں جیسا اوپر بیان ہوا تو عینیت کہاں ہوئی او غیریت اس لئے نہ ہوئی کہ یہاں ذات اور صفات دونوں میں سے ایک بھی ایسی چیز نہیں کہ بدون دوسرے کے اس کا پایا جانا ممکن ہو صفات تو بدون ذات کے اس لئے موجود نہیں ہو سکتیں کہ یہ صفات تحقق میں تابع ہیں اور ذات متبوع اور تابع کا وجود بدون متبوع کے محال ہے اور ذات بدون صفات کے اس لئے نہیں پائی جا سکتی کہ ذات کا خالی ہونا صفات کمال سے لازم آتا ہے اور وہ محال ہے پس ہر ایک دوسرے کے لئے مستلزم ہوا اس لئے غیریت بھی نہ ہوئی پس عینیت وغیریت دونوں مرتفع ہو گئیں یہی معنی ہیں متکلمین کے اس قول کے (ہی صفۃ ولا غیرہ) معنے ثالث عینیت کے معنے ہیں ایک شے کا دوسری شے کی طرح محتاج فی الوجود ہونا گو وہ دوسری شے اس سے پہلے کی محتاج نہ ہوا غیریت کے وہ معنے ہیں جو معنے اول میں مذکور ہوئے ہیں یعنی ان دونوں شے میں کسی قسم کا تغایر اور امتیاز فرق ہونا اور اس تفسیر پر عینیت وغیریت میں نہ باہم تنافی ہے اور نہ تضاد بلکہ دونوں جمع ہونا ایک محل میں ممکن ہے مثلاً زید اور اس کے صفات کہ صفت بدون زید کے نہیں پائے جاتے اس لئے عینیت صادق آئی اور دونوں باہم ممتاز بھی ہیں اس نے غیریت صادق آئی اور یہ اصطلاح حضرات صوفیہ کرام کی ہے اس تفسیر کے اعتبار سے ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں عینیت بھی ہے۔ کیونکہ مخلوقات ذات باری تعالیٰ کی محتاج ہے گو ذات باری تعالیٰ احتیاج سے مبرا ہے اور غیریت بھی ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ اور مخلوقات میں لاکھوں طرح کے فرق ہیں ہر چند کہ اس معنے ثالث کے اعتبار سے صوفیہ تمام مخلوقات کو عین باری تعالیٰ کہتے ہیں اس میں کسی سالک عارف کی تخصیص نہیں مگر بعض اوقات اس تفسیر میں ایک قید اور بھی بڑھا تے ہیں یعنے اس احتیاج الخلق الی الحق کا علم ومعرفت بھی حاصل ہو اس معنی مقید کے اعتبار سے تمام مخلوقات میں سے صرف عارف کے لئے عینیت

www.besturdubooks.wordpress.com

کا اثبات کرتے ہیں کہ اس کو معرفت ہے دوسری مخلوقات اس عرفان سے خالی ہے پھر بعض اوقات اس قید پر ایک قید اور بڑھاتے ہیں یعنی اس معرفت میں اس قدر استغراق ہو کہ خود مخلوق حق کہ اپنی ذات اور ہستی کی طرف بھی التفات نہ رہے اس قید کے اعتبار سے تمام عارفین پر بھی عینیت صادق نہ آوے گی بلکہ ان میں سے جو استغراق تام رکھتے ہیں وہی اس کے مصداق ہوں گے اس تقریر پر عینیت وغیریت کی کل پانچ تفسیریں ہوئیں اور مولانا نے روی اور خود روی دوست میں سب سے اخیر کے معنے مراد لئے ہیں۔

روئے ہریک می نگر میدار پاس	بو کہ گردی توز خدمت بوشناس
ہر ایک کے رخ کو دیکھ اور ادب کر	ہوسکتا ہے کہ تو خدمت سے صاحب معرفت بن جائے
دیدن دانا' عبادت ایں بود	فتح ابواب سعادت ایں بود
عالم کو دیکھنا بھی ایک عبادت ہوتی ہے	اس سے نیک بختی کے دروازے کھل جاتے ہیں

یعنی اوپر کے شعر میں جو ہم نے اہل اللہ کی دو قسمیں بیان کی ہیں ان کے رار وے اوشداخ ان میں سے ہر ایک کی زیارت کیا کرو اور ادب کا لحاظ رکھا کرو شاید ان کی خدمت کی برکت سے تم کو بھی اہل حق اور اہل باطل کی روشناسی کا سلیقہ ہو جاوے اور امور مشتبہ میں جن کا ذکر اوپر کے اشعار میں ضمن تمثیلات میں کیا گیا ہے تمیز ہونے لگے آگے فرماتے ہیں یہ جو منقول ہے کہ عالم کا دیکھنا عبادت ہے اس عالم سے بھی اہل اللہ مراد ہیں ان ہی کا دیکھنا عبادت اور ان ہی کی خدمت سے ابواب سعادت مفتوح ہوتے ہیں۔

فرق درمیان محقق و مدعی و محق و مبطل

صاحب تحقیق اور ڈینگیں مارنے والے اور حق گو اور جھوٹے کے درمیان فرق

اوپر کے اشعار میں یہ بیان ہوا ہے کہ بعض اوقات حق و باطل ظاہراً باہم مشتبہ ہو جاتے ہیں اس لئے تمیز کی ضرورت ہے اسی اشتباہ کی وجہ سے کبھی طالب غلطی سے شیخ مزور یعنے جھوٹے مکار پیروں کو شیخ کامل سمجھ کر بیعت کر لیتا ہے اور ہمیشہ کے لئے تباہ ہوتا ہے اس لئے اس مضمون پر متنبہ فرمانا منظور ہے یا یوں کہا جاوے کہ اوپر کے اشعار میں کہا تھا کہ امور مشتبہ میں تمیز کرنے کے لئے جس حس کی ضرورت ہے اس کی صحت مرشد کامل سے کرنا چاہئے۔ صحت آن حس بجوئید از حبیب' اس لئے فرماتے ہیں کہ ہر ایک کو مرشد نہ بنانا چاہئے۔

چوں بسے ابلیس آدم روئے ہست	پس بہر دستے نشاید داد دست
چونکہ بہت سے شیطان انسانی چہرے کے ہیں	اس لئے ہر ہاتھ میں ہاتھ نہ پکڑانا چاہئے
زانکہ صیاد آورد بانگ صفیر	تا فریبد مرغ را آں مرغ گیر

www.besturdubooks.wordpress.com

شکاری پرندے جیسی آواز اس لئے نکالتا ہے	تاکہ وہ پکڑنے والا پرندے کو دھوکہ دے
بشنود آں مرغ بانگ جنس خویش	از ہوا آید بیابد دام و نیش
وہ پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سنتا ہے	(اور) فضا سے اترتا ہے تو جال اور ڈنک پاتا ہے
حرف درویشاں بدزدد مرد دوں	تا بخواند بر سلیمے زاں فسوں
کمینہ آدمی فقراء کے کلمات چرا لیتا ہے	تاکہ کسی بھولے بھالے پر وہ منتر پڑھے

یعنی بہت سے شیطان آدمی کی صورت میں ہیں (چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی شیطان کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں شیاطین الانس والجن) اس لئے ہر شخص سے بلاتحقیق بیعت نہ کرنا چاہئے آگے مثال دیتے ہیں کہ صیاد کا قاعدہ ہے کہ جانور کی سی بولی بول کر جانور کو دھوکا دیتا ہے وہ اپنے جنس کی آواز سن کر اتر آتا ہے۔ اور جال اور عذاب میں آ پھنستا ہے اسی طرح مکاروں کی عادت ہے کہ درویشوں کے اقوال یاد کر کے مجالس کو گرم کرتے ہیں تا کہ سلیم یعنی سادہ لوح پر افسوں کی طرح اثر ڈالیں (اور سلیم مار گزیدہ کو بھی کہتے ہیں افسوں کے ساتھ اس لفظ کا لانا شاعری رعایت ہے) طالب اس کو سن کر معتقد ہو جاتا ہے۔ اور ہلاکت وضلالت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

کار مرداں روشنی و گرمی ست	کار دوناں حیلہ و بیشرمی ست
مردوں کا کام روشنی اور گرمی (پہنچانا) ہے	(اور) کمینوں کا کام دھوکہ (دینا) اور بے شرمی ہے

روشنی سے مراد نور ایمان و عرفان' گرمی سے مراد گرمی عشق اس میں اشارہ ہے شیخ کامل کی پہچان کی طرف کہ ان کے یہ صفات ہیں (معرفت اور عشق) اور جو کمینے یعنی جھوٹے ہیں ان کی عادت حیلہ بے حیائی

ف مولانا نے شیخ کامل کے علامات اجمالاً بیان فرمائے ہیں راقم اس کی تفصیل کرتا ہے جاننا چاہئے کہ جس طرح مرض ظاہری کے علاج کے لئے ایسے طبیب کی ضرورت ہے جو خود بھی صحیح وتندرست ہو مریض نہ ہو اور دوسروں کا علاج بھی کر سکے (کیونکہ اگر خود مریض ہے تو مسئلہ طبیہ ہے ای العلیل علیل' گو وہ طبیب ہو مگر اس کی رائے قابل اعتماد نہیں اگر وہ صحیح وتندرست ہے مگر علاج کا طریقہ نہیں جانتا تب بھی اس مریض کے مطلب کا نہیں گو خود اچھا ہے) اسی طرح امراض باطنی کے علاج کے لئے ایسے شیخ ومرشد کی حاجت ہے جو خود بھی متقی وصالح ہو مبتدع وفاسق نہ ہو اور دوسروں کی بھی تکمیل کر سکے کیونکہ اگر بدعقیدہ وبدعمل ہے تو اولاً ان پر یہ اطمینان نہیں کہ تا خیر خواہی سے تعلیم کرے گا بلکہ غالب تو یہی ہے کہ عقیدہ میں اپنا جیسا بنانے کی کوشش کرے گا اور عمل میں اس کو اس لئے نصیحت نہ کر سکے گا کہ خود اس کا عامل نہیں یہی خیال ہوگا کہ اگر نصیحت کروں گا یہ شخص اپنے دل میں کیا کہے گا بلکہ غالب یہ ہے کہ خود بھلا بننے کو اپنی بدعملی کو تاویل سے درست کرنا چاہئے گا تو اس میں بڑی گمراہی کا اندیشہ ہے ثانیاً اس کو تعلم میں انوار وبرکات وتاثیر وامداد غیبی نہ ہوگی اسی طرح اگر متقی وصالح تو ہو مگر تربیت باطنی کا طریقہ نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جانتا ہو تو وہ بھی طالب کی دفع ضرورت نہیں کرسکتا اور جس طرح طبیب ظاہری کا طبیب ہونا ان علامات سے معلوم ہوتا ہے کہ علم طب پڑھا ہو کسی طبیب کامل کے پاس مدت معتد بہ تک مطب کیا ہو سمجھدار لوگ اس کی طرف رجوع ہوں اس کے ہاتھ سے لوگ شفایاب بھی ہوتے ہوں اسی طرح طبیب باطنی یعنی شیخ کے شیخ ہونے کی علامات یہ ہیں کہ کسی کامل کی خدمت میں مدت تک مستفید ہوا ہو اہل علم و اہل فہم اس کو اچھا سمجھتے ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہوں اس کی صحبت سے محبت الٰہی کی زیادتی اور محبت دنیا کی کمی قلب میں محسوس ہوتی ہو اس کے پاس رہنے والوں کی حالت روز بروز درست ہوتی ہوئی معلوم ہوتی ہو یہ شخص اس قابل ہے کہ اس کو شیخ بنا دے اور اس کو اکسیر اعظم سمجھے اور اس کی زیارت و خدمت کو کبریت احمر جانے پس مجموعہ ان صفات کا جو شیخ کامل میں ہونا چاہئیں یہ ہے متقی و صالح ہو متبع سنت ہو علم دین بقدر ضرورت جانتا ہو کسی کامل کی خدمت میں رہ کر فائدہ باطنی حاصل کیا ہو عقلاء و علماء اس کی طرف مائل ہوں اس کی صحبت مؤثر ہو اس سے مریدوں کی حالت کی اصلاح ہوتی ہو

شیر پشمیں از برائے گد کنند	بو مسیلم را لقب احمد کنند
گداگری کے لئے اون کا شیر بناتے ہیں	مسیلمہ (کذاب) کو احمد کا لقب دیتے ہیں
بو مسیلم را لقب کذاب ماند	مر محمدؐ را اولوالالباب ماند
مسیلمہ کا لقب "کذاب" رہا	(اور) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا "صاحب عقل" رہا
آں شراب حق ختامش مشک ناب	بادہ را ختمش بود گند و عذاب
وہ حق کی شراب ہے جس کی مہر خالص مشک کی ہے	(اور) شراب کی مہر گندگی اور عذاب ہے

گد گداگری بو مسیلم مراد مسیلمہ کذاب لفظ ابو زائد و یا محذوف برای ضرورت شعر آں عائد بہ علیہ ختام چیز یہ کہ بر سر سبوی شراب میگذارند و دہن سبو را بداں مہر کنند شین ختمش مضاف الیہ بادہ راجع بہ مسیلمہ ولایت میں دستور ہے کہ پشمینہ سے شیر کی شکل بنا کر ایک لکڑی پر آویزاں کر کے بھیک مانگتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جھوٹے پیر بچے لوگوں کی شکل بنا کر تحصیل دنیا کرتے پھرتے ہیں اور عوام الناس مسیلمہ (مکار) کو احمد (راستکار) سمجھتے ہیں (لیکن انجام کار جھوٹے رسوا ہوتے ہیں اور سچے منصور و موید من اللہ ہوتے ہیں جس طرح) مسیلمہ کا لقب کذاب رہ گیا اور محمد ﷺ کا لقب صاحب عقل صاحب عرفان رہا آپ شراب حق ہیں جس کی مہر مشک خالص کی ہے کہ مہر توڑتے ہی خوشبو پھیلتی ہے۔ اور سبو کے اندر سے پیجئے تو مستی نصیب ہوتی ہے اسی طرح حضور ﷺ جس وقت تکلم فرماتے ہیں (مہر خاموشی ٹوٹتی ہے) انوار و برکات پھیلتے ہیں اور اگر باطن سے لیجئے تو مستی عشق و محبت نصیب ہوتی ہے اور مسیلمہ کے شراب کی مہر گندگی اور عذاب ہے کہ اس کے منہ سے ضلالت و گمراہی کی باتیں نکلتی ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

داستان آں بادشاہ جہود کہ نصرانیاں رامیکشت از تعصب

اس یہودی بادشاہ کا قصہ جو عیسائیوں کو تعصب کی وجہ سے قتل کرتا تھا

اور پر جھوٹے پیروں کے مکروفریب کا بیان ہے یہ داستان اسی مضمون سے مربوط ہے کیونکہ اس میں یہودی وزیر کا قصہ ہے جو نصرانیوں کو فریب دے کر ان کا پیر بن گیا اور ان کے دین و دنیا کو تباہ کیا۔

بود شاہے در جہوداں ظلم ساز	دشمن عیسیٰ و نصرانی گداز
یہودیوں میں ایک ظالم بادشاہ تھا	حضرت عیسیٰ کا دشمن اور عیسائیوں کو تباہ کرنے والا
عہد عیسیٰ بود و نوبت آن او	جان موسیٰ او و موسیٰ جان او
حضرت عیسیٰ کا زمانہ تھا اور اس (بادشاہ) کی حکومت تھی	(لیکن) وہ حضرت موسیٰ کی جان اور حضرت موسیٰ انکی جان تھے
شاہ احول کرد در راہ خدا	آں دو دمساز خدائی را جدا
بھینگے بادشاہ نے خدا کے راستہ میں	ان دونوں (حضرت عیسیٰ اور موسیٰ) الٰہی دوستوں کو جدا کردیا

یعنی ایک بادشاہ یہودیوں میں ظالم تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی دشمن اور عیسائیوں کا بھی ہلاک کرنے والا اور زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کا تھا اور ان کے دین کا دور تھا یعنی لوگ ان کی شریعت کے مکلف تھے غرض یہ قصہ ہمارے حضور ﷺ سے قبل کا ہے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام دونوں ایک جان ہیں یعنی رسالت کے اعتبار سے دونوں متحد ہیں مگر اس (باطنی) احول بادشاہ نے دین کے معاملہ میں ان دونوں حضرات کو جو دین حق میں متحد اور متفق ہیں جدا جدا کر رکھا تھا کہ ایک کی تصدیق کرتا تھا دوسرے کی تکذیب دونوں کا متفق ہونا اس آیت کا مضمون ہے لا نفرق بین احد من رسلہ'

گفت استاد احولے را کاندرآ	رو بروں آر از وثاق آں شیشہ را
ایک استاد نے بھینگے سے کہا اندر آ	جا گھر میں سے وہ بوتل لے آ
چوں درون خانہ احوال رفت زود	شیشہ پیش چشم او دوی نمود
جب بھینگا فوراً مکان میں گیا	ایک بوتل اس کی نگاہ میں دو نظر آئیں
گفت احوال زاں دو شیشہ تا کدام	پیش تو آرم بکن شرحش تمام
بھینگے نے کہا ان دو بوتلوں میں سے کونسی	تمہارے پاس لاؤں خوب کھول کر بتاؤ
گفت استاد آں دو شیشہ نیست رو	احولی بگذار و افزوں بیں مشو

www.besturdubooks.wordpress.com

استاد نے کہا ' دو بوتلیں نہیں ہیں اپنا تل	بھینگا پن چھوڑ اور زیادہ دیکھنے والا نہ بن
گفت اے استا مرا طعنہ مزن	گفت استا' زاں دو یک را بر شکن
اس نے کہا اے استاد مجھے طعنہ نہ دیجئے	استاد نے کہا تو دونوں میں سے ایک کو توڑ ڈال
چوں یکے بشکست ہر دو شد ز چشم	مرد احول گردد از میلان و خشم
جب اس نے ایک توڑی نگاہ سے دونوں غائب ہو گئیں	انسان محبت اور غصہ سے (بھی) بھینگا بن جاتا ہے
شیشہ یک بود و بچشمش دو نمود	چوں شکست او شیشہ را دیگر نبود
بوتل ایک تھی لیکن اس کو دو نظر آئیں	جب اس نے بوتل توڑ دی تو دوسری موجود نہ تھی

دقاق بحرکات ثلثہ خانہ۔ میلان شہوت' اس حکایت میں احول باطن (یہودی مذکور) کی تمثیل ہے احول ظاہر کے ساتھ خلاصہ حکایت کا یہ ہے کہ کسی استاد نے ایک احول شاگرد سے کہا کہ گھر میں سے فلاں شیشہ اٹھا لا اندر جا کر جو دیکھا تو ایک شیشہ کے اس کو دو نظر آئے آ کر استاد سے پوچھا کہ وہاں تو دو ہیں ان میں سے کون سا لے آؤں استاد نے کہا کہ دو نہیں ہیں اس احول پن کو چھوڑ دے کہنے لگا کہ آپ طعنہ ناحق دیتے ہیں واقع میں وہاں دو رکھے ہیں استاد نے کہا کہ اچھا ایک کو توڑ ڈال دوسرا لے آ اس نے جو ایک کو توڑا تو دونوں نظر سے غائب ہو گئے مولانا فرماتے ہیں کہ اسی طرح آدمی شہوت و غضب سے احول اور غلط بین ہو جاتا ہے دیکھو شیشہ واقع میں ایک تھا اس کو دو نظر آئے جب ایک توڑا دوسرا بھی نہ رہا' شہوت و غضب سے احول ہونے کی آگے تفصیل آتی ہے۔ اسی طرح وہ یہودی بادشاہ باطناً احول تھا کہ دونوں پیغمبروں کو غیر سمجھتا تھا' اور ایک کی تکذیب کرتا تھا' مگر واقع میں دوسرے کی بھی تکذیب ہو رہی تھی کیونکہ ایک نبی کی تکذیب سے سب انبیاء کی تکذیب لازم آتی ہے۔

خشم و شہوت مرد را احول کند	ز استقامت روح را مبدل کند
غصہ اور شہوت انسان کو بھینگا بنا دیتے ہیں	(اور) روح کو راست روی سے پھیر دیتے ہیں
چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد	صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
جب غرض آئی تو ہنر پوشیدہ ہوا	اور دل کے سیکڑوں پردے آنکھ پر پڑ گئے
چوں دہد قاضی بدل رشوت قرار	کے شناسد ظالم از مظلوم زار
جب قاضی دل میں رشوت طے کرے	تو وہ ظالم اور عاجز مظلوم میں کب فرق کر سکے گا

اس میں تفصیل ہے مضمون بالا کی۔ مرد احول گردد از میلان و خشم مطلب یہ کہ غضب و شہوت آدمی کو غلط بین کر دیتے ہیں اور روح کو استقامت سے بدل دیتے ہیں کیونکہ ان دونوں کی وجہ سے غرض نفسانی غالب ہو جاتی ہے اور غرض ایسی چیز ہے کہ جہاں درمیان آئی ہنر اور امر اصلی پوشیدہ ہوا اور اول قلب پر اس سے حجاب واقع ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ اس کا ادراک غلط ہو جاتا ہے اور چونکہ حواس اکثر آثار میں قلب کے تابع ہوتے ہیں اس لئے قلب سے آنکھ کی طرف حجاب آ جاتا ہے یعنی ادراک حسی میں بھی غلطی ہونے لگتی ہے مثلاً قاضی اپنے دل میں قرار دے لے کہ اس مقدمہ میں رشوت لوں گا پھر ظالم اور مظلوم کو ہرگز نہیں پہچان سکتا توضیح اس کی یہ ہے کہ غرض نفسانی دو طرح کی ہوتی ہے ایک کسی منفعت کا حاصل کرنا اس کو شہوت کہتے ہیں دوسرے کسی مضرت کا دفع کرنا اس کو غضب کہتے ہیں یہی دو وجہیں ہوتی ہیں بے انصافی کی اور دوسرے کے نفع و نقصان کے رعایت نہ کرنے کی جب دوسرے کے نفع و نقصان کی رعایت کا عزم نہ ہو گا تو حقیقت حال اور امر واقعی کو کیوں تحقیق کرے گا بلکہ بلا تحقیق بھی جو کچھ معلوم ہو گا اس کو اوروں سے بھی پوشیدہ کرے گا اور خود اپنے قلب سے نکالنے کی بھی کوشش کرے گا ایسی حالت میں قلب اور حواس اپنا پورا کام نہ دیں گے۔ یہ معنی ہیں قلب اور چشم پر حجاب آ جانے کے۔

شاہ از حقد جہودانہ چناں	گشت احول کالاماں یارب اماں
بادشاہ یہودیت کے کینہ سے ایسا	بھینگا بن گیا کہ الامان و الحفیظ!
صد ہزاراں مومن مظلوم کشت	کہ پناہم دین موسیٰ را و پشت
لاکھوں مومن مظلوم مار ڈالے	کہ میں موسیٰ کے دین کی پشت و پناہ ہوں

یعنی وہ بادشاہ کینہ جہودانہ کی وجہ سے ایسا احول اور غلط بین ہو گیا تھا کہ خدا کی پناہ اور اسی سے لاکھوں اہل ایمان مظلوم قتل کر ڈالے اور سمجھتا تھا کہ میں دین موسوی کا پشت و پناہ ہوں کہ ان کی دین کی حمایت میں نصرانیوں کو کہ اس وقت وہ اہل ایمان تھے قتل کر رہا ہوں حقد جہودانہ سے مراد کینہ شدید ہے کیونکہ یہودی سخت کینہ ور ہوتے ہیں۔

حکایت وزیر بادشاہ و مکر او در تفریق ترسایاں

بادشاہ کے وزیر کا قصہ اور عیسائیوں میں تفرقہ پھیلانے کے لئے مکر و فریب

شہ وزیرے داشت رہزن عشوہ دہ	کو بر آب از مکر بر بستے گرہ
اس بادشاہ کا ایک مکار اور رہزن وزیر تھا	جو مکاری سے پانی میں گرہ لگاتا تھا
گفت ترسایاں پناہ جاں کنند	دین خود را از ملک پنہاں کنند
اس نے کہا نصرانی اپنی جان کی (اس طرح) حفاظت کریں گے	(کہ) بادشاہ سے اپنے دین کو چھپائیں گے
با ملک گفت اے شہ اسرار جو	کم کش ایشاں را و دست از خوں بشو
بادشاہ سے کہا اے طالب اسرار بادشاہ!	ان کو قتل نہ کر اور ان کی خونریزی چھوڑ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

کم کش ایشاں را کہ کشتن سود نیست	دیں ندارد بوئے مشک وعود نیست
ان کو قتل نہ کر کیونکہ قتل کرنا مفید نہیں ہے	مذہب میں خوشبو نہیں ہوتی وہ مشک اور اگر نہیں ہے
سر پنہاں ست اندر صد غلاف	ظاہرش باتست وباطن بر خلاف
وہ سو غلافوں میں چھپا ہوا راز ہے	اس کا ظاہر تیرے ساتھ ہے اور باطن برخلاف ہے

عشوہ بمعنی فریب ترسایان مبتدا باخبر خود مقولہ گفت بوی مفعول ندارد مشک وعود نیست جملہ مستانفہ غلاف پردہ یعنی اس بادشاہ کا ایک وزیر تھا نہایت مکار وچالاک مبالغۃً فرماتے ہیں کہ پانی پر گرہ لگاتا تھا اس نے بادشاہ سے کہا کہ نصرانی لوگ اپنی جان بچانے کو اپنا دین پوشیدہ کرلیں گے سو ان کو قتل مت کرو کہ اس سے کچھ فائدہ نہیں ظاہر ہے کہ دین میں کوئی محسوس خوشبو تو ہے نہیں (کہ سونگھ کر معلوم کرلیا جاوے کہ اس کا یہ دین ہے کیونکہ دین کوئی مشک وعود نہیں جس میں خوشبو آتی ہو وہ تو ایک پوشیدہ چیز ہے سینکڑوں پردوں میں (قلب میں بند ہے) ممکن ہے کسی کا ظاہر تمہارے ساتھ ہو اور باطن برخلاف ہو تم کو اس کا پتہ کیسے لگ سکتا ہے۔ مقصود یہ کہ اگر نصاریٰ ظاہر میں تمہارا دین قبول کرلیں اور دل میں اپنے مذہب پر رہیں تو تم کیا کروگے تو اس طرح نصرانیت نابود نہیں ہوسکتی۔

شاہ گفتش پس بگو تدبیر چیست	چارۂ ایں مکر وایں تزویر چیست
بادشاہ نے اس سے کہا تو بتا کیا تدبیر ہے؟	اور اس مکر و فریب کا کیا علاج ہے؟
تا نماند در جہاں نصرانئے	نے ہویدا دین و نے پنہانئے
(میں چاہتا ہوں) کہ دنیا میں کوئی عیسائی نہ بچے	نہ کھلے دین کا اور نہ چھپے دین کا

تزویر فریب یعنی بادشاہ نے کہا کہ پھر تم بتلاؤ کیا تدبیر ہونا چاہئے اور اس مکر وفریب کا کیا علاج ہونا چاہئے جس سے دنیا میں کوئی نصرانی باقی نہ رہے نہ ظاہر دین کا نہ پوشیدہ دین کا۔

گفت اے شہ گوش ودستم را ببر	بینیم بشگاف ولب از حکم مر
اس نے کہا اے بادشاہ! میرے کان اور ہاتھ کاٹ دے	اور کڑوے حکم سے میری ناک اور ہونٹ چیر دے
بعد ازاں در زیر دار آور مرا	تا بخواہد یک شفاعت گر مرا
اس کے بعد مجھے سولی کے نیچے لے آ	یہاں تک کہ ایک سفارشی مجھے مانگ لے
بر منادی گاہ کن ایں کار تو	بر سر راہے کہ باشد چار سو
تو یہ کام اعلان گاہ پر کر	(اور) اس راستہ پر کہ جو چوراہا ہو
آنگہم از خود براں تا شہر دور	تا دراندازم در ایشاں صد فتور
اس وقت مجھے اپنے پاس سے کسی دور شہر میں نکال دے	تاکہ میں ان میں سو فتور ڈال دوں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں شوند آں قوم از من دین پذیر	کار ایشاں سر بسر شوریدہ گیر
جب وہ قوم مجھ سے دین قبول کرنے لگے گی	تو ان کا کام بالکل ابتر ہو جائے گا
درمیاں شاں فتنہ و شور افگنم	کاہرمن حیراں بماند در فنم
ان میں ایسا فتنہ اور شورش پیدا کروں گا	کہ شیطان بھی میرے فن کو دیکھ کر حیران ہو جائے گا
آنچہ خواہم کرد بانصرانیاں	آں نمی آید کنوں اندر بیاں
جو (برتاؤ) میں عیسائیوں سے کروں گا	اس وقت وہ بیان (بھی) نہیں ہو سکتا
چوں شمارندم امین و راز داں	دام دیگر گوں نہم در پیش شاں
جب وہ مجھے امانتدار اور راز دار سمجھ لیں گے (تو میں)	ان کے آگے ایک اور قسم کا جال پھیلاؤں گا
از حیل بفریبم ایشاں راہمہ	و اندر ایشاں افگنم صد دمدمہ
ان سب کو حیلوں سے فریب دوں گا	اور ان میں سینکڑوں مکر اور فریب پھیلا دوں گا
تا بدست خویش خون خویشتن	برزمیں ریزند کوتہ شد سخن
یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھوں اپنا خون	زمین پر بہائیں گے بات مختصر ہوئی

بشکاف صیغہ امر لب معطوف بر بینی مر تفع مراد شدید شفاعت گر شفاعت کنندہ شوریدہ پریشان اہرمن شیطان شان مضاف الیہ پا، دمدمہ فریب' خون خویشتن مفعول (ریزند یعنی وزیر نے کہا کہ تدبیر اس کی یہ ہے کہ میرے کان اور ہاتھ کاٹ ڈالو ناک اور لب چیر ڈالو سخت حکم دے کر بعد اس کے مجھ کو دار کے نیچے لاکر کھڑا کرو (تاکہ لوگ سمجھیں کہ دار پر کھینچا جاوے گا) پھر کوئی شفیع تم سے مجھ کو مانگ لے (یعنی شفاعت کر کے دار سے بچالے) اور یہ کام منظر عام پر ہونا چاہیے جہاں چوراہہ ہو پھر مجھ کو اپنے پاس سے کسی دور بستی میں نکلوا دو پھر دیکھو میں ان نصرانیوں میں کیا شور و شر پھیلاتا ہوں جب وہ لوگ مجھ سے دین قبول کرنے لگیں گے (یعنی دین کا مفتی مجھ کو مان لیں گے بس ان کا کارخانہ درہم و برہم ہوا سمجھ لینا' ان میں وہ فتنے ڈالوں گا کہ شیطان بھی میرے فن سے حیران رہ جائے گا غرض میں جو کارروائی نصرانیوں کے ساتھ کرنیوالا ہوں وہ اس وقت بیان میں نہیں آسکتی جب مجھ کو قابل اعتماد اور پیشوا شمار کرنے لگیں گے اس وقت ایک دوسرا جال ان کے سامنے پھیلا دوں گا اور حیلوں سے سب کو دھوکہ میں ڈالوں گا اور ان کے درمیان سینکڑوں چالاکیاں واقع کروں گا حتیٰ کہ اپنے ہاتھوں اپنا خون خرابہ کر لیں گے قصہ مختصر ہوا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تلبیس اندیشیدن وزیر با نصاریٰ و مکر او

وزیر کا عیسائیوں کو دھوکہ دینے کی فکر کرنا اور اس کا مکر

پس بگویم من بسرُ نصرانیم	اے خدائے راز داں میدانیم
پھر میں کہوں گا میں پوشیدہ طور پر عیسائی ہوں	اے راز داں خدا! تو مجھے جانتا ہے
شاہ واقف گشت از ایمان من	وز تعصب کرد قصد جان من
بادشاہ میرے ایمان سے واقف ہو گیا	(اور) اس نے تعصب کی وجہ سے میری جان لینے کا تہیہ کر لیا
خواستم تا دیں زشہ پنہاں کنم	آنچہ دین اوست ظاہر آں کنم
میں نے چاہا کہ بادشاہ سے اپنا دین چھپاؤں	اور جو اس کا مذہب ہے وہی اپنا مذہب ظاہر کروں
شاہ بوئے برد از اسرار من	متہم شد پیش شہ گفتار من
بادشاہ نے میرے رازوں کی بو پالی	(اور) میرے دل سے تیرے دل تک سوراخ ہے
من ازاں روزن بدیدم حال تو	حال دیدم کے نیوشم قال تو
میں نے اس سوراخ سے تیرا حال دیکھ لیا ہے	(جب میں نے حال دیکھ لیا تو تیری بات کیوں سنوں؟

گفت ثانی مصدر مضاف بہ تو مبتدا چو در ناں سوزن ست جملہ مقولہ گفت اول نوشم اے نشنوم و در بعض نسخ نیوشم بطور استفہام انکاری ان اشعار میں بیان ہے اس فریب کا مطلب یہ کہ جب میرا یہ حال بنایا جائے گا تو میں نصرانیوں سے کہوں گا کہ میں باطن میں دین نصرانی رکھتا تھا اور اس پر قسم کھالوں گا کہ اے عالم الغیب آپ خوب جانتے ہیں بادشاہ کسی طرح میرے دین سے واقف ہو گیا اور تعصب کی وجہ سے میری جان لینے کا قصد کیا میں نے بہت چاہا کہ اپنا دین بادشاہ سے چھپالوں اور اسی کا دین (یہودیت) ظاہر کروں (یعنی ظاہر میں یہودی بنا رہوں) مگر بادشاہ کو میرے باطنی خیالات کا پتہ لگ گیا اور میرا زبانی بیان (دعوے یہودیت) اس کے روبرو بے اعتبار ٹھہرا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تیری بات دل میں اس طرح چھپتی ہے جیسے فرض کرو سوئی روٹی میں چھپادی جاوے تو کھانے والے کو نظر نہ آوے گی مگر لقمہ چبانے کے وقت تو منہ میں چبھے گی اور معلوم ہو جاویگا اسی طرح تیرے دعوے میں جھوٹ کی آمیزش دل میں کھٹکتی ہے اور میرے دل سے تیرے دل تک ایک سوراخ ہے میں نے اس روزن سے تیری حالت اصلی کو دیکھ لیا ہے یعنی باہم ایک جگہ مدت تک رہنے سے اس قدر مزاج شناسی اور مناسبت ہو گئی ہے کہ اپنی عقل و فراست سے تیرے مخفی خیالات کو سمجھ سکتا ہوں جب تیرا حال دیکھ چکا ہوں تو قال کو کب سن سکتا ہوں یہ تمام مضمون وزیر کا ہے کہ نصرانیوں سے یہ باتیں کروں گا۔

گر نبودے جانِ عیسیٰؑ چارہ ام	او جہودانہ بکر دے پارہ ام
اگر حضرت عیسیٰؑ کی روح میری مددگار نہ ہوتی	تو وہ یہودیوں کی طرح میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر عیسیٰ سر بیازم جان دہم	صد ہزاراں منتش بر خود نہم
حضرت عیسیٰ کے لئے میں جان اور سر دوں	ان کے لاکھوں احسان جان پر سمجھوں
جاں دریغم نیست از عیسیٰ ولیک	واقفم بر علم دینش نیک نیک
حضرت عیسیٰ کے لئے جان دینے میں مجھے تامل نہیں ہے لیکن	میں ان کے دین سے خوب خوب واقف ہوں
حیف می آید مرا کاں دین پاک	درمیان جاہلاں گردد ہلاک
مجھے اس پر افسوس آتا ہے کہ یہ پاک دین	جاہلوں میں پہنچ کر تباہ و برباد ہو
شکر یزداں را و عیسیٰ را کہ ما	گشتہ ایم ایں دین حق را رہنما
اللہ ' اور عیسیٰ کا شکر ہے کہ ہم	اس سچے دین کے رہنما بن گئے ہیں
از جہودی وز جہوداں رستہ ایم	بزنارے میاں رابستہ ایم
یہودیت اور یہودیوں سے ہم چھوٹ گئے ہیں	جب سے کہ ہم نے زنار سے اپنی کر کس لی ہے
دور دور عیسیٰ ست اے مرد ماں	بشنوید اسرار کیش او بجاں
اے لوگو! یہ عہد تو حضرت عیسیٰ کا عہد ہے	ان کے مذہب کے اسرار دل و جان سے سنو
کایں شہ بے دین و ظالم بس عدوست	می نہ داند ہیچ دشمن راز دوست
یہ بادشاہ بے دین اور ظالم بہت بڑا دشمن ہے	دوست اور دشمن میں فرق نہیں کرتا
ایں نسق می گفت با نصرانیاں	لیک بودش دل بسوئے شہ کشاں
وہ عیسائیوں سے اس طرح کی باتیں کہتا تھا	لیکن اس کا دل بادشاہ کا گرویدہ تھا
گفت شہ را کاے شہنشہ صبر کن	تا من ایشاں را کنم از بیخ و بن
بادشاہ سے کہا جہاں پناہ ' ذرا صبر کریں	تاکہ میں ان کی جڑ اور بنیاد اکھاڑ دوں
چوں شمارندم امین و مقتدا	سر نہندم جملہ جویند اہتدا
جب وہ مجھے امانتدار اور پیشوا سمجھ لیں گے	میرے سامنے سب سر جھکا دیں گے اور رہنمائی چاہیں گے

یہ بھی تتمہ ہے مضمون وزیر کا کہ میں نصرانیوں میں یہ کہوں گا یہ کہوں گا یعنی اگر عیسیٰ علیہ السلام کی روح مقدس میری چارہ جو اور مددگار نہ ہوتی تو وہ بادشاہ بالکل میرے ٹکڑے کر ڈالتا اور میں تو عیسیٰ علیہ السلام کے لئے جان اور سر دینے کو آمادہ ہوں بلکہ جان دے کر ان کا احسان اپنے اوپر مانوں کہ میری جان قبول ہو گئی تو (جان بچانے کے لئے میں نے اخفاء دین نہیں کیا عیسیٰ علیہ السلام کو جان نذر کرنے سے مجھ کو دریغ نہیں ہے مگر بات یہ ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں آپ کے علم دین سے خوب واقف ہوں مجھ کو یہ ضرور افسوس آتا ہے کہ یہ مقدس دین اس طرح جاہلوں میں برباد ہو جاوے (کہ کوئی واقف نہ ہونے پاوے اور میری جان تلف ہو جاوے) خدا تعالیٰ کا اور عیسیٰ علیہ السلام کا شکر یہ ادا کیا جاتا ہے کہ ہم اس دین حق کے رہنما ہوئے اور یہودیوں اور یہودیت سے نجات نصیب ہوئی جب سے کہ زنار دین عیسوی باندھ لیا ہے (کوئی رسم زنار بندی کی ہوگی یا وہ ڈورا مراد ہے جس میں صلیب باندھ کر گلے میں لٹکاتے ہیں کذا قال مرشدیؒ) یہ دور دین عیسوی کا ہے ان کے دین کے اسرار کو خوب دل و جان سے سننا چاہئے کیونکہ یہ بددین ظالم بادشاہ تو ان کے دین کا پکا دشمن ہے اور دوست دشمن کو کچھ نہیں پہچانتا (یعنی بڑا بے تمیز و بے انصاف ہے) تو ایسے وقت میں جو علم حاصل ہو جاوے غنیمت ہے ورنہ رہا سہا اس کے ہاتھوں برباد ہو جاوے گا۔ اور وہ وزیر جو بادشاہ کے منہ پر اس کو ظالم بددین کہہ رہا تھا نصاریٰ کے اعتبار سے کہہ رہا تھا یعنی نصرانیوں سے جو جو جا کر کہے گا اس کی حکایت نقل کر رہا تھا کہ میں ان لوگوں سے آپ کی نسبت یوں یوں کہوں گا اور ویسے دل سے بادشاہ ہی کی طرف مائل تھا (چنانچہ ظاہر ہے) غرض وزیر نے یہ سب مضمون بیان کر کے بادشاہ سے کہا کہ آپ چندے صبر کیجئے دیکھئے میں سب کا استیصال کئے دیتا ہوں اور بعض نسخوں میں اخیر کے دو شعر نہیں ہیں اور نہ ہو زیادہ مناسب ہے کیونکہ شعر اول کی توجیہ تکلف سے خالی نہیں۔

چوں وزیر ایں مکر را بر شہ شمرد	از دلش اندیشہ را کلّی ببرد
جب وزیر نے بادشاہ کے سامنے یہ فریب بیان کیا	تو اس کے دل سے فکر کو بالکل دور کر دیا
کرد باوے شاہ آں کاریکہ گفت	خلق حیراں ماند زاں راز نہفت
بادشاہ نے اس کے ساتھ وہی کام کیا جو اس نے کہا	(اور) اس چھپے ہوئے بھید سے لوگ بے خبر رہے
کرد رسوا لیش میان انجمن	تا کہ واقف شد ز حالش مرد و زن
بادشاہ نے اس کو بھری انجمن میں رسوا کیا	یہاں تک کہ مرد اور عورت اس کے حال سے واقف ہو گئے
راند او را جانب نصرانیاں	کرد در دعوت شروع او بعد ازاں
اس کو عیسائیوں کی جانب بھگا دیا	اس کے بعد اس نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا
چوں چناں دیدند ترسایانش زا	می شدند اندر غم او اشکبار
عیسائیوں نے جب اس کو ایسا عاجز و بدحال دیکھا	تو اس کی حالت زار پر رو پڑے
حال عالم ایں چنیں ست اے پسر	از حسد میخزد اینہا سر بسر
اے لڑکے! دنیا کا حال یہی ہے	اور یہ سب باتیں حسد سے پیدا ہوتی ہیں

ستر دن مونڈنا صاف کرنا یعنی جب وزیر نے اپنے مکر کو بادشاہ کے روبرو بیان کیا اس کو اطمینان کلی ہو گیا اور تردد دفع ہو گیا اور اس کے ساتھ وہی کارروائی کی جو اس نے بتلائی تھی تمام لوگوں کو ایک حیرت تھی کہ ایسے مقرب کو ایسی سزا دی غرض مجمع عام میں اس کو ذلیل و رسوا کیا کہ سب کو اطلاع ہو گئی اور نصرانیوں کی آبادی کی طرف اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

نکال دیا اس کے بعد اس وزیر نے دعوت دین شروع کی جیسے تجویز کیا تھا اب مولانا فرماتے ہیں کہ اہل دنیا کا بھی حال ہے کہ حسد کے سبب طرح طرح کا فریب کیا جاتا ہے گو اپنا بھی ضرر کیوں نہ ہو جاوے کچھ پروا نہیں رہتی۔

جمع آمدن نصاریٰ باوزیر و راز گفتن او بایشاں

وزیر کے پاس عیسائیوں کا جمع ہونا اور اس کا ان سے راز کہنا

صد ہزاراں مرد ترسا سوئے او	اندک اندک جمع شد در کوئے او
لاکھوں عیسائی اس کی حمایت میں	تھوڑے تھوڑے اس کے کوچہ میں جمع ہو گئے
او بیاں می کرد با ایشاں براز	سر انگلیوں و زنار و نماز
وہ ان سے راز داری کے ساتھ بیان کرتا تھا	انجیل اور رشتۂ صلیب اور نماز کے اسرار
او بیاں می کرد با ایشاں فصیح	دائماً اقوال و افعال مسیح
وہ ان سے فصاحت کے ساتھ بیان کرتا تھا	ہمیشہ حضرت مسیح کے اقوال اور افعال
او بظاہر واعظ احکام بود	لیک در باطن صفیر و دام بود
وہ بظاہر (دین کے) حکموں کا واعظ تھا	لیکن بباطن سیٹی اور جال (والا معاملہ) تھا

انگلیوں بفتح الف وگاف وسکون نون ولام وضم یا و واو معروف انجیل یا تسبیح ترسایان یعنی لاکھوں نصرانی تھوڑے تھوڑے کر کے اس کے محلہ وفرودگاہ میں جمع ہو گئے اور وہ ان سے خلوت میں انجیل وتسبیح وزنار ونماز کے اسرار اور فصاحت وبلاغت کے ساتھ ہمیشہ حضرت مسیح علیہ السلام کے افعال و اقوال بیان کیا کرتا اور نصاریٰ جب اس کی یہ حالت زار دیکھتے کہ کان ناک وغیرہ کاٹ دیئے گئے تو اس کے غم سے بہت روتے وہ کم بخت ظاہر میں تو واعظ احکام تھا لیکن باطن میں اسطرح مکار تھا جیسا صیاد جال کے پاس بیٹھ کر پرندوں کی بولی بولتا ہے اور پرندہ اپنے ہم جنس کی آواز سن کر اتر آتا ہے اور جال میں پھنس جاتا ہے۔

بہر ایں معنی صحابہ از رسول	ملتمس بودند مکر نفس غول
اسی سبب سے صحابہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے	نفسانی بھوت کے مکر کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے
کوچہ آمیزد ز اغراض نہاں	در عبادتہا و در اخلاص جاں
کہ وہ کیا پوشیدہ طور پر خود غرضیاں ملا دیتا ہے	عبادتوں اور دل کے اخلاص میں
فضل طاعت را نجستندے ازو	عیب باطن را بجستندے کہ گو
ان سے عبادت کی فضیلتیں نہ تلاش کرتے	(بلکہ) باطنی عیب کی جستجو کرتے کہ فرمایئے

www.besturdubooks.wordpress.com

مو بمو و ذرہ ذرہ مکر نفس	مے شناسیدند چوں گل از کرفس
نفس کی مکاری کا بال بال اور ذرہ ذرہ	وہ پہچان لیتے جس طرح پھول کو کرفس سے (جدا پہچانا جاسکتا ہے)
گفت زاں فصلے حذیفہؓ با حسنؒ	تا بداں شد وعظ تذکیرش حسن
اس کا کچھ حصہ (حضرت) حذیفہ نے (حضرت) حسن کو بتایا	جس سے ان کا وعظ اور بیان خوب ہو گیا
موشگافان صحابہ جملہ شاں	خیرہ گشتندے دراں وعظ و بیاں
تمام نکتہ شناس صحابہ	اس وعظ اور بیان سے حیران رہ جاتے تھے

ملتمس جوئندہ غول گمراہ کنندہ از اغراض بیان چہ است کرفس اجوائن خراسانی فصلے اندکے مفعول گفت خیرہ حیران یعنی چونکہ بعض اوقات اپنے دشمن کے مکر و فریب کی اطلاع نہیں ہوتی جس طرح ان نصاریٰ کو اس وزیر کے فریب کی خبر نہ ہوئی اور نفس ہمارا دشمن ہے اور اسی طرح اس میں بھی احتمال ہے کہ شاید کسی وقت اس کی شرارت کا پتہ نہ لگے اور گمراہ کر دے اس لئے بعض صحابہ رسول اللہ ﷺ سے نفس کے مکروں کی تحقیق کیا کرتے کہ یہ عبادت و اخلاص میں کیا کیا پوشیدہ اغراض نفسانی شامل کر دیتا ہے (چنانچہ حدیث میں حضرت حذیفہ کا قول آیا ہے فرماتے ہیں کہ سب لوگ حضور ﷺ سے خیر کی تحقیق کیا کرتے اور میں شر کی تحقیق کیا کرتا تاکہ اس سے بچوں) طاعات کے فضائل و ثواب کو اس قدر اہتمام سے نہ پوچھتے جس قدر عیب باطن (نفس) کی تفتیش کرنے کو کہ اس کو ارشاد فرمایئے اور پوچھ پوچھ کر ایسے محقق ہو گئے کہ (مکر نفس کو مو بمو ذرہ ذرہ کر کے اس طرح پہچاننے لگے جس طرح آدمی پھول کو اجوائن سے علیحدہ پہچان لیتا ہے اور انہیں مضامین (علم مکائد نفس) میں سے کچھ مضامین حضرت حذیفہؓ نے حضرت حسن بصریؒ سے کہہ دیئے تھے جس سے ان کا پند و وعظ نہایت عمدہ ہو گیا تھا اور محققان صحابہ اس وعظ کو سن کر حیران ہوتے تھے کہ اپنے ہم رتبہ لوگوں میں اُن کا کیا علم ہے نہ اس وجہ سے کہ صحابہ ان علوم سے ناواقف تھے۔ اب اس میں کوئی شبہ نہ رہا البتہ ایک دوسرا شبہ یہاں اور ہو جاتا ہے کہ محدثین کے نزدیک حضرت حسن بصریؒ کو حضرت حذیفہؓ سے لقاء نہیں ہوا پھر یہ مضمون کس طرح درست ہو گا اسی لئے بعض لوگوں نے حسن سے امام حسنؓ مراد لئے ہیں مگر وعظ و تذکیر کا قرینہ اس مراد سے آبی ہے کیونکہ وعظ میں حضرت بصریؒ ہی مشہور ہیں پس اولیٰ یہی ہے کہ حضرت حسن بصری مراد لئے جاویں اور جواب اشکال مذکور کا یہ دیا جاوے کہ بتلانا عام ہے خواہ بواسطہ ہو یا بلا واسطہ چونکہ حضرت حذیفہ صاحب اسرار مشہور تھے اسلئے اکابر صحابہ مثل حضرت عمر وغیرہ کے ان سے بہت سی باتیں پوچھا کرتے تھے اور حسن بصری بعض صحابہ سے ملے ہیں ممکن ہے کہ ان صحابہ نے حضرت حذیفہ سے کچھ سنا ہو اور ان سے حضرت حسن بصری نے سنا ہو پس یہ گفتن حذیفہ با حسن بواسطہ ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دل بدو دادند ترسایاں تمام	خود چہ باشد قوت تقلید عام
تمام عیسائیوں نے اس کو دل دیدیا	عام تقلید کی قوت (بھی) کیا ہوتی ہے
در درون سینہ مہرش کاشتند	نائب عیسیش می پنداشتند
انہوں نے اپنے سینوں میں اس کی محبت کا بیج بو لیا	وہ اس کو حضرت عیسیٰ کا نائب سمجھ رہے تھے
او بسر دجال یک چشم لعین	اے خدا فریادرس نعم المعین
وہ خفیہ طور پر ملعون کانا دجال ہے	اے خدا اچھے مددگار ہماری فریاد سن

یعنی تمام نصاریٰ اس وزیر کے تابع ہوگئے واقعی عوام الناس کی تقلید میں بھی کوئی استقلال نہیں بے سمجھے بوجھے محض توہم وتخیل پر جس کے ساتھ چاہیں ہو لیتے ہیں اپنے سینہ میں اس کا تخم محبت بولیا اور اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نائب سمجھنے لگے حالانکہ وہ باطن میں دجال یک چشم ملعون تھا (جو عیسیٰ علیہ السلام کا مخالف ہوگا یعنی مثلِ دجال کے تھا مکر واضلال میں) چونکہ مضمون خوفناک تھا کیونکہ اسی طرح ہم لوگ بھی نفس وشیاطین الانس و الجن کے ہزاروں دھوکوں میں پھنس جاتے ہیں اس لئے مولانا مضطرب ہوکر اللہ تعالیٰ سے التجا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہمارے فریادرسی کیجئے آپ بہت اچھے مددگار ہیں۔

صد ہزاراں دام ودانہ ست اے خدا	ماچو مرغان حریص و بے نوا
اے خدا لاکھوں جال اور دانے ہیں	اور ہم لالچی بھوکے پرندوں کی طرح ہیں
دمبدم پابستۂ دام نوایم	ہر یکے گر باز و سیمرغے شویم
ہم ہر وقت ایک نئے جال میں گرفتار ہیں	اگرچہ ہم سب باز اور سیمرغ بن جائیں
می رہائی ہردمے مارا و باز	سوئے دامے می رویم اے بے نیاز
تو ہمیں ہر وقت چھڑاتا ہے اور پھر	ہم کسی جال کی طرف چل دیتے ہیں اے بے نیاز!

یہ تتمہ ہے مناجات کا یعنی لاکھوں دام ودانے موجود ہیں اور ہماری حالت مرغان حریص کی سی ہے وقتاً فوقتاً ایک نئے دام میں پھنس جاتے ہیں گو ہم باز وسیمرغ ہی کیوں نہ ہو جاویں آپ کی یہ عنایت ہے کہ ہر وقت ہم کو ان داموں سے نکالتے رہتے ہیں مگر ہم پھر دوسرے دام کی طرف چلنے لگتے ہیں مراد یہ ہے کہ نفس وشیطان کے انواع انواع فریبوں میں پھنس جاتے ہیں گو کتنے ہی بڑے کامل ہو جاویں مگر کچھ نہ کچھ اقل درجہ خطرات و وساوس ہی کسی ان دشمنوں کا جال ہم پر پڑتا رہتا ہے۔ آپ نور ہدایت (تعلیم نبوت والہام) سے اس سے نجات دیتے ہیں پھر دوسرے فریب میں پڑ جاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مادریں انبان گندم می کنیم	گندم جمع آمدہ گم می کنیم
ہم اس بورے میں گیہوں بھرتے ہیں	جمع شدہ گیہوں کو گم کر دیتے ہیں
می بنیدیشیم آخر ما بہوش	کایں خلل در گندمست از مکر موش
جب ہم عقل سے سوچتے ہیں	تو گیہوؤں میں یہ کمی چوہے کی مکاری سے ہے
موش تا انبان ما حفرہ زدہ ست	از فنش انبار ما ویراں شدہ ست
چوہے نے ہمارے بورے میں سوراخ کر لیا ہے	اس کے مکر سے ہمارا ذخیرہ برباد ہو گیا ہے

یعنی ہماری ایسی مثال ہے کہ گندم کے انبار جمع کرتے ہیں پھر اس کو نہیں پاتے ہم وحشیوں کو یہ سوچ نہیں ہوتی کہ یہ خرابی مکر موش سے واقع ہو رہی ہے۔ اس نے انبار گندم تک غار بنا رکھا ہے اور اس کی کارروائی سے تمام انبار خالی ہو گیا ہے اسی طرح ہم لوگ اعمال حسنہ کرتے جاتے ہیں مگر ان کے انوار و آثار و برکات کا کہیں نشان نہیں پاتے اس کی وجہ یہی ہے کہ نفس و شیطان اغراض و امراض عجب و ریا وغیرہ پیدا کر کے سب ضائع کر دیتا ہے۔

اول ایجاں دفع شر موش کن	وانگہ اندر جمع گندم جوش کن
اے عزیز! پہلے چوہے کی شرارت کو دفع کر	پھر گیہوں جمع کرنے کی کوشش کر
بشنو از اخبار آں صدر الصدور	لا صلوٰۃ (تم) الا بالحضور
صدروں کے صدر کی یہ حدیث سن لے	کہ کوئی نماز بغیر حضور قلب کے مکمل نہیں ہوتی
گر نہ موشے دزد در انبان ماست	گندم اعمال چہل سالہ کجاست
اگر کوئی چوہا ہمارے بورے میں چور نہیں ہے	تو چالیس سالہ اعمال کے گیہوں کہاں ہیں؟
ریزہ ریزہ صدق ہر روزہ چرا	جمع می ناید دریں انبار ما
ہر روز کا ذرا ذرا سا صدق کیوں	ہمارے اس انبار میں جمع نہیں ہوتا ہے؟

موش مراد نفس و شیطان جوش کن کوشش کن صدر صدور سرداران مراد رسول ﷺ انبار مراد حسنات چہل سالہ مراد زمان مدید اوپر بیان فرمایا تھا کہ نفس و شیطان مثل موش کے ہمارے اعمال کو ضائع کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ اول اس کو دفع کرو پھر اعمال جمع کرو یعنی اخلاص سے عمل کرو ریا عجب کو اس میں مت آنے دو پھر اعمال قابل اعتبار ہوں گے آگے تاکید کے لئے فرماتے ہیں کہ احادیث سے دیکھو کیا معلوم ہوتا ہے کہ نماز تام و کامل نہیں ہوتی بدوں حضور قلب کے (اور حضور قلب) بدوں دفع موش کے دشوار ہے پس دفع موش ضروری ٹھہرا) آگے موش کے وجود پر متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے انبار اعمال میں موش نفس و شیطان نہیں لگ رہا ہے تو پھر

www.besturdubooks.wordpress.com

ذخیرہ اعمال کا (یعنی اس کے انوار و برکات) کہاں ہیں اور اسکے آثار محبت الٰہی و بغض دنیا کیوں نہیں مرتب ہوتے؟ اگر روزانہ صدق و اخلاص کا ایک ایک ریزہ بھی جمع ہوتا رہتا تو کیا ایک انبار نہ ہو جاتا ف ریا عجب و دیگر اخلاق ذمیمہ مثل شہوت غضب وغیرہ کے دفع کرنے کے دو درجے ہیں اول یہ کہ اپنے اختیار سے ان کا قصد نہ کرے اور جو پیش آوے اس کو برا سمجھے اور اس کے مقتضا کے موافق عمل نہ کرے گو خطرات و وساوس کا ہجوم رہے یہ مرتبہ اختیاری اور فرض ہے اور خطرات کا ہجوم غیر اختیاری ہے کچھ مضر نہیں دوسرا درجہ یہ کہ ان اخلاق کی بیخ و بنیاد ہی کا استیصال ہو جاوے یعنی نفس میں ان کا تقاضا اور میلان بھی نہ رہے اور یہ ایسے ہی مبغوض ہو جاویں جیسے گندگی طبعاً مبغوض و مستقذر ہوتی ہے اس کی تحصیل مستحب ہے اور موجب کمال اور عادۃً موقوف ہے مجاہدہ و ریاضت اور خلوت طویلہ پر اور یہی دو مرتبے ہیں حضور قلب کے نماز میں اول یہ کہ نماز یا کسی نیک عمل میں بطور مقصودیت کے کوئی غیر اللہ قلب میں حاضر نہ ہو یعنی عبادت سے مقصود کسی مخلوق کی رضا یا اس سے مال و جاہ کا حاصل کرنا نہ ہو یہ حضور قلب فرض ہے اور بدوں اس کے نماز قبول نہیں ہوتی اور عذاب ریا کا مستحق ہوتا ہے دوسرا مرتبہ یہ کہ نماز میں بجز خدا تعالیٰ کے قلب کا التفات بطور تخیل کے بھی کسی جانب نہ ہو پھر اس میں بھی دو مرتبے ہیں ایک یہ کہ باختیار خود کسی غیر کا خیال قلب میں نہ لاوے اس کو خشوع کہتے ہیں اور آیات و احادیث سے یہ بھی مؤکد معلوم ہوتا ہے گو درجہ فرض میں نہ ہو دوسرا مرتبہ یہ کہ بلا قصد بھی کسی کا خیال نہ آوے یہ بدوں فنا نفس و قلب کے نصیب نہیں ہوتا اور اس کی تحصیل مستحب ہے ف لا صلوۃ الا بحضور القلب کتب احادیث میں نظر سے نہیں گزرا مگر اس کا مضمون بالکل قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ بس بزرگوں کا اس کو حدیث کہنا شاید بطور روایت بالمعنی کے ہو۔

بس ستارہ آتش از آہن جہید	ویں دل شوریدہ پذرفت وکشید
آگ کی بہت سی چنگاریاں لوہے سے نکلیں	اور اس دیوانہ دل نے ان کو قبول اور جذب کیا
لیک در ظلمت یکے دزد نہاں	مے نہد انگشت بر استارگاں
لیکن ایک چھپا ہوا چور اندھیرے میں	چنگاریوں پر انگلی دھر دیتا ہے
میکشد استارگاں را یک بیک	تا کہ نفروزد چراغے بر فلک
چنگاریوں کو فورا بجھا دیتا ہے	تا کہ آسمان پر کوئی چراغ روشن نہ ہو

ستارہ آتش شرارہ آتش مراد اعمال صالحہ آہن چقماق مراد جوارح و اعضا سوزیدہ سوختہ کہ زیر چقماق نہند مراد دل عامل ظلمت مراد جہل از علوم طرق مجاہدہ و دفع نفس و شیطان دزد نہاں مراد نفس و شیطان چراغ بر فلک مظہر چنن مراد قبول شدن اعمال ان اشعار میں تمثیل ہے کہ نفس و شیطان کس طرح اعمال حسنہ کو ضائع کر دیتا ہے اور یہ اشعار قصہ طلب ہیں وہ قصہ اسی کتاب مستطاب کے دفتر ششم کے شروع میں آویگا کہ کسی کے گھر ایک چور

آیا اس نے تحقیق کرنے کے واسطے چقماق نکال کر اس کے نیچے روئی یا کپڑا یا اسی قسم کی کوئی چیز رکھ کر اس کو جھاڑا اس سے چنگاری سوختہ میں آئی چور چپکے سے اس کے پاس آ بیٹھا چونکہ تاریکی تھی نظر نہ آیا اور چپکے سے اس نے اس چنگاری کو انگلی سے دبا کر بجھا دیا۔ اسی طرح ایک ایک چنگاری پیدا ہوتی تھی اور وہ اس کو بجھا دیتا تھا غرض روشنی نہ ہونے پائی کہ اس سے اپنے مال ومتاع کی حفاظت کر سکتا اور چور نظر آ جاتا اسی طرح اعمال اور عبادات اعضاء سے صادر ہوتے ہیں اور قلب میں اس سے کچھ نور و برکت بھی پیدا ہوتا ہے مگر نفس شیطان صفات ذمیمہ ریا و عجب وغیرہ کے ذریعہ سے اس کو مٹا دیتا ہے اور انوار قبول جمع نہیں ہونے پاتے اور ظلمت جہل سے ہم کو پتہ نہیں لگتا۔

چوں عنایاتت شود با ما مقیم	کے بود بیمے ازاں دزد لئیم
جب تیری عنایتیں ہمارے ساتھ ہو جائیں گی	تو اس کمینہ چور کا ڈر کب ہو سکتا ہے؟
گر ہزاراں دام باشد ہر قدم	چوں تو با مائی نباشد ہیچ غم
اگر ہر قدم پر ہزاروں جال ہوں	جب تو ہمارے ساتھ ہے تو کچھ غم نہیں

اس میں جناب باری سے عرض ہے یعنی گو نفس وشیطان کا مکر اندیشناک ہے لیکن آپ کی عنایت دائمی ہم پر ہو تو اس سے کچھ اندیشہ نہیں اگر ہر ہر قدم پر ہزاروں جال ہوں لیکن اگر آپ ہمارے ساتھ ہوں تو کچھ غم نہیں

ف اس میں اشارہ ہے کہ سالک کو اپنی معرفت ومجاہدہ پر اعتماد نہ چاہئے بلکہ حق جل وعلا شانہ سے التجا کرتا رہے اور ان کے فضل پر نظر و اعتماد رکھے للشیرازی۔ تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست، راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش تقوی عمل دانش علم باقی ظاہر ہے۔

ہر شبے از دام تن ارواح را	می رہانی می کنی الواح را
روحوں کو بدن کے جال سے ہر شب	تو رہا کر دیتا ہے، تختیاں اکھاڑ دیتا ہے
می رہند ارواح ہر شب زیں قفس	فارغاں بے حاکم ومحکوم کس
روحیں ہر شب اس پنجرے (جسم) سے چھوٹ جاتی ہیں	فارغ البال بغیر افسری اور ماتحتی کے
شب ز زنداں بے خبر زندانیاں	شب ز دولت بے خبر سلطانیاں
(جس طرح) رات کو قیدی قید خانہ سے بے خبر ہوتے ہیں	(اور) رات کو کارکنان سلطنت سے بے خبر ہوتے ہیں
نے غم و اندیشۂ سود و زیاں	نے خیال ایں فلان و آں فلاں
نہ کسی کو فائدہ اور نقصان کا غم اور فکر	نہ اس فلانے اور اس فلانے کا خیال

ارواح را مفعول میرہانی مکنی از کندیدن فارغان از ارواح یا از غم یہ نظیر ہے مضمون سابق گر ہزاراں دام باشد الخ کی یعنی اگر آپ چاہیں ہم کو قید نفس وشیطان سے چھڑا سکتے ہیں جس طرح روزمرہ ہر شب میں دام تن سے ارواح کو

www.besturdubooks.wordpress.com

چھوڑ دیتے ہیں گویا زندان (تن) کے تختے اور کیوڑا و کھاڑ کر قیدیوں (ارواح) کو رہائی دیتے ہیں پس ہر شب کو اس قفس تن سے ارواح چھوٹ جاتی ہیں اور بالکل بے فکر ہو جاتی ہیں نہ کسی کی حاکم رہتی ہے نہ کسی کی محکوم نہ زندانیوں کو زندان کی خبر رہتی ہے نہ سلطنت والوں کو دولت کی خبر رہتی ہے نہ نفع کی فکر نہ نقصان کا اندیشہ نہ زید کا خیال نہ عمرو کا حاصل یہ کہ جس طرح ارواح کو روز کے روز اتنی بڑی قید سے اس طرح رہائی دیتے ہیں کہ محض بے غم ہو جاتی ہیں اگر ہم کو بھی باطنی آفات سے بے غم کر دیں تو آپ کو کیا دشوار ہے۔

حال عارف ایں بود بیخواب ہم	گفت یزداں ہم رقود زیں مرم
خدا شناس کی یہ حالت بغیر نیند کے بھی ہوتی ہے	خدا نے فرمایا ہے "وہ سوئے ہوئے ہیں" اس سے نہ بھاگ
خفتہ از احوال دنیا روز و شب	چوں قلم در پنجۂ تقلیب رب
وہ دن و رات دنیا کے احوال سے غافل ہوتا ہے	خدا کے دست تصرف میں قلم کی طرح ہے
آنکہ او پنجہ نہ بیند در رقم	فعل پندارد بہ جنبش از قلم
(وہ شخص) جو لکھنے میں ہاتھ کو نہیں دیکھتا	وہ قلم کی حرکت کو اسی کا فعل سمجھتا ہے

یعنے جو حال اور لوگوں کا خواب میں ہوتا ہے کہ دنیا سے بے خبر و بے تعلق ہو جاتے ہیں عارف کو بدوں خواب کے بیداری میں بھی وہ حال حاصل ہے کہ تن بدن سے محض بے خبر و بے تعلق ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے اصحاب کہف کی شان میں فرمایا ہے تحسبھم ایقاظا وھم رقود یعنی اے مخاطب تو ان کو جاگتا گمان کرتا ہے (بوجہ ان کی آنکھ کھلی ہونے کے) اور حالانکہ وہ سوئے ہوئے ہیں (یہ مطلب نہیں کہ اس آیت میں عارفین کی بے تعلقی و بے خبری دنیا کا بیان ہے اور یہ اس کی تفسیر ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو قصہ اس آیت میں مذکور ہے عارف کا حال اس کے مشابہ ہے غرض تشبیہ مقصود ہے نہ تفسیر خوب سمجھ لو اس مضمون سے نفرت مت کرو (یعنی ہمارے اس دعوے کی تکذیب مت کرو کہ عارفین کا ایسا حال ہوتا ہے تو مشار الیہ مصرعہ اولیٰ ہے نہ آیت قائم اس تشبیہ کی توضیح فرماتے ہیں کہ احوال دنیا۔ سے تمام اوقات غافل رہتے ہیں (یہ مطلب نہیں کہ وہ بے ہوش ہیں کیونکہ یہ تو ایک قسم کا استغراق ہے جو نہ کمال مقصود ہے نہ اس کو دوام ہے نہ وہ ہر عارف کے لئے عام ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں حاجب عن اللہ ہیں اور جو افعال و اقوال اللہ تعالیٰ سے غافل اور دور کرنے والے ہیں ان حضرات کو ان امور کی طرف میلان و التفات نہیں اور کوئی امر ان سے خلاف مرضی حق صادر نہیں ہوتا چنانچہ دوسرے مصرعہ میں اس کی تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے مطیع ہیں جیسے قلم ہوتا ہے کہ کاتب جدھر چاہتا ہے اس کو چلاتا پھرتا ہے (یہ مقصود نہیں کہ مثل قلم کے ان کی حرکات و افعال اضطراری ہیں اول تو یہ عقیدہ اہل حق کے خلاف ہے دوسرے اس میں ان حضرات کا کوئی کمال بھی نہ ہوگا مثل مشین کے ہو جاویں گے اپنے ارادہ سے اطاعت ان کے لئے ثابت نہ ہوگی بلکہ مقصود یہ ہے کہ انہوں نے اپنی رضا و اختیار کو رضا و اختیار خداوندی میں ایسا

www.besturdubooks.wordpress.com

فنا کردیا ہے کہ باوجود یہ کہ اقوال وافعال ان سے بقصد واختیار صادر ہوتے ہیں مگر چونکہ احکام شرعیہ ان کے نزدیک مثل امور طبعیہ کے ہوگئے ہیں جن میں انسان کا اختیار نہیں ہوتا اس لئے ان کے حرکات مشابہ حرکت قلم کے ہوگئے ہیں کہ تابع تحریک کاتب کے ہوتا ہے گو اس کا تابع ہونا اضطراراً ہے اور ان کا تابع نہ ہونا اختیاراً ہے یہ تقریر تو افعال اختیاریہ کے اعتبار سے ہے اور اگر احوال اضطراریہ یعنی غیر اختیاریہ اور خود صفت اختیار کے (کہ غیر اختیاری ہے اعتبار سے یہ حکم کہا جاوے تو مطلب یہ ہوگا کہ حالات و تاثیرات اسباب طبعیہ کی طرف اصلا التفات نہیں فرماتے حتیٰ کہ اپنے افعال کو بھی باعتبار موثریت کے اپنی طرف منسوب نہیں سمجھتے بلکہ ہر وقت سبب حقیقی (حضرت خالق جل وعلا شانہ) کا جو کہ منتہا سب اسباب وعلل کا ہے مشاہدہ کرتے ہیں اور اپنے کو مثل قلم پنجہ کاتب کے جانتے ہیں گو افعال غیر اختیاری کے اعتبار سے یہ حکم سب کے لئے عام ہے کہ سب ہی کی حالت مثل قلم فی یدا لکاتب کے ہے مگر چونکہ اوروں کی نظر اسباب ظاہری پر ہے اور ان کی نظر سبب حقیقی پر ہے اس لئے پس علم ومعرفت کے اعتبار سے ان کی تخصیص اس حکم میں کی گئی آگے عوام کا حال بیان فرماتے ہیں کہ جس شخص کو پنجہ نظر نہ آتا ہو وہ جنبش کو قلم کا فعل سمجھے گا اسی طرح عوام نے کہ امور اختیاریہ میں اپنے کو تابع احکام نہیں بنایا خود رائی اختیار کی اور امور غیر اختیاریہ میں سبب حقیقی سے غافل رہے۔

ف: ان اشعار میں توحید افعال کی طرف اشارہ ہے جس کا عنوان اس طرح مشہور ہے لا فاعل الا اللہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کی طرف کوئی فعل منسوب نہیں اول تو یہ عقائد حقہ کے خلاف پھر صدور قبائح کا جناب باری تعالیٰ سے اس میں لازم آتا ہے پھر مشاہدہ اور وجدان بھی اس کی تکذیب کرتا ہے پھر یہ کہ تمام شرائع کا اس میں ابطال لازم آتا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ منتہا سب اسباب فعل کا یا یوں کہیے کہ خالق افعال کا بجز حق تعالیٰ کے کوئی نہیں گو وسائط وظاہری اسباب اور بھی ہیں چونکہ عارف کو دوسرے فاعلین کی طرف التفات نہیں ہوتا اس لئے وہ ان کی نفی کردیتا ہے سو واقع میں یہ نفی باعتبار قابل التفات ہونے کے یا التفات کرنے کے ہے یعنی کوئی فاعل قابل التفات کے یا ملتفت الیہ نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے اسی طرح توحید صفاتی وتوحید ذاتی کو سمجھنا چاہئے کہ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بجز صفات وذات خداوندی کے کوئی صفت یا ذات موجود نہیں بلکہ عارف کو کسی اور کی ذات وصفت کی طرف التفات نہیں ہوتا اس مرتبہ میں وحدۃ کا حکم ہوتا ہے سو یہ تینوں مراتب توحید وجودی کے فروع ہیں جس کے معنی شرح دیباچہ میں گزر چکے ہیں۔

تمثیل مرد عارف وتفسیر اللہ یتوفی الانفس حین موتھا

مرد عارف کی مثال اور "اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کرلیتا ہے" کی تفسیر

شمۂ زیں حال عارف وانمود	خلق راہم خواب حسی در ربود
عارف کے حال کا کچھ حصہ (اللہ نے) واضح کردیا ہے	کہ لوگوں کو حسی نیند بھی بے خود کردیتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت عامہ سے چاہا کہ عوام الناس کو بھی عارفین کی بے خودی و استغراق و مشغولی بحق سے آگاہ فرمادیں تاکہ ان حالات کے حاصل کرنے کا شوق ہو اس لئے لوگوں پر خواب کو مسلط کردیا کہ اسی نمونہ پر قیاس کرلیں۔

رفتہ در صحراء بے چوں جان شاں	روح شاں آسودہ و ابدان شاں
ان کی جان ایک بے مثال بیابان میں چلی جاتی ہے	ان کی روح اور ان کے بدن رام میں ہوتے ہیں۔
فارغاں از حرص و اکباب و حصص	مرغ وار از دام جستہ و ز قفص
(یہ لوگ) حرص اور جھکاؤ اور پریشانی سے فارغ ہوتے ہیں	اس پرندہ کی طرح جو جال اور پنجرے سے آزاد ہو گیا ہو

اکباب سرنگوں شدن بر چیزے مراد حرص و طلب ہے یہ رجوع ہے مطلب سابق کی طرف۔ ہر شبے از دام تن ارواح را الخ یعنے خواب میں میدان بے کیف (عالم مثال) میں ان کی روح چلی جاتی ہے اور روح اور بدن دونوں آسودہ ہوجاتے ہیں یعنی فکر و تشویش کہ فعل روح کا ہے اور تعب و مشقت کہ فعل جسم کا ہے سب قطع ہوجاتے ہیں) حرص و طلب اور اپنے حقوق اور حصوں سے فارغ و بے فکر ہوجاتے ہیں جیسے پرندہ کہ دام اور قفس سے چھوٹ جاوے ف عالم مثال ایک عالم ہے جو عالم شہادت اور عالم غیب کے درمیان ہے اس کو عالم برزخ بھی کہتے ہیں قرآن و حدیث کے اشارات سے اور اہل کشف کی تصریحات سے اس کا وجود ثابت ہے بعد مرگ تا قیامت اسی میں رہنا ہوتا ہے اور خواب میں وہی منکشف ہوتا ہے اور بعض بزرگوں کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عالم مقداری ہے مگر مادی نہیں پس مقداری ہونے کے اعتبار سے عالم اجسام کے مشابہ ہے اور غیر مادی ہونے کے اعتبار سے عالم ارواح کے مشابہ ہے پس اجسام کہ مادہ و مقدار دونوں رکھتے ہیں اور ارواح کہ مقدار و مادہ دونوں سے منزہ ہیں یہ عالم ان دونوں کے ساتھ ایک ایک وصف میں مشابہت رکھتا ہے۔ چونکہ کیفیات مخصوصہ بالمادہ سے یہ عالم منزہ تھا اس لئے اس کو بیچون و بے کیف کہہ دیا ورنہ کیفیات لازمہ مقدار کے ساتھ وہ موصوف ہے غرض اس کا بیچون ہونا خاص کیفیت کے اعتبار سے ہے مطلق کیفیت کے اعتبار سے نہیں۔

ترک روز آخر چو با زریں سپر	ہندوئے شب را بہ تیغ افگند سر
آخر جب دن کے سپاہی نے سنہری ڈھال لگا کر	رات کے چور کا تلوار سے سر کاٹ کر دیا
میل ہر جانے بسوئے تن بود	ہر تنے از روح آبستن بود
ہر جان کا جسم کی طرف میلان ہوتا ہے	ہر بدن روح سے باردار ہو جاتا ہے
از صفیرے باز دام اندر کشی	جملہ را در دام درد آور کشی
سیٹی کے ذریعہ تو پھر جال بچھا دیتا ہے	سب کو معیشت کے جال میں پھانس دیتا ہے
چونکہ نور صبحدم سر بر زند	کرگس زرین گردوں پر زند
جب صبح کے وقت کا نور نمودار ہوتا ہے	اور آسمان کا سنہری گدھ اڑنے لگتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فالق الاصباح اسرافیل وار	جملہ را در صورت آرد زاں دیار
صبح کو پیدا کرنے والا' اسرافیل کی طرح	ان جگہوں سے سب کو صورت میں لاتا ہے
روحہائے منبسط را تن کند	ہر تنے را باز آبستن کند
منتشر روحوں کو جسم میں لے آتا ہے	ہر جسم کو پھر باردار کر دیتا ہے

دام مرادتن' دام اندر یعنی اندر دام' وآور حاکم وحکومت کرگس زرین مراد آفتاب ترک روز مراد روز (کمانی الجین الماء) زرین سپر مراد آفتاب' ہندو منسوب بہ ہند در محاورہ فارسیان بمعنی دزد آبستن حاملہ فالق الاصباح شگافندہ صبح مراد حق تعالیٰ منبسط کشادہ از قید تن) تن کند در تن کند' ان اشعار میں بیان ہے سوکر اٹھنے کا یعنی پھر جب ارواح دام تن میں آجاتی ہیں تو (اپنے دنیوی کام میں مشغول ہو جاتی ہیں) مثلاً اپنی دادخواہی کے لئے حاکم کے پیچھے پیچھے پھرتی ہیں (دوسرا شعر بھی پہلے شعر کا بیان ہے کہ) اپنے حکم قدرت سے ارواح کو دام تن میں پھنسا دیتے ہیں (جس طرح صیاد اپنی صفیر سے پرندہ کو جال میں بلا لیتا ہے) اور سب کو دادخواہی وحکومت میں (یعنے مختلف کاموں میں لگا دیتے ہیں (پھر آگے اسی کی زیادہ تفصیل ہے) جب صبح کی روشنی ظاہر ہوتی ہے اور آفتاب چرخ کہ مشابہ کرگس زرین کے ہے پر پھلاتا ہے غرض وقت روز کہ شب کو دفع کرنے میں مشابہ ترک یعنی سپاہی کے ہے زرین سپر لیکر تلوار سے ہندوی شب کا سر جدا کر دیتا ہے یعنی دن کے آنے سے رات جاتی رہتی ہے اس وقت ہر روح کا میلان بدن کی طرف ہوتا ہے اور ہر بدن روح سے اس طرح بھر جاتا ہے جیسے حاملہ کا رحم بچہ سے بھر جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کی طرح (کہ قیامت میں ان کے صور پھونکنے سے سب زندہ ہو جاوینگے تمام مخلوقات کو صورت (جسد) میں اس دیار بیچون (عالم مثال) سے لے آتے ہیں اور ارواح کو کہ قید سے کشادہ ہو گئی تھیں پھر بدن کے اندر مقید کر دیتے ہیں اور تمام ابدان کو ارواح سے پر کر دیتے ہیں۔

اسپ جاں را می کند عاری ززیں	سر النوم اخ الموت ست ایں
روح کے گھوڑے کو زین سے ننگا کر دیتا ہے	"نیند موت کی بہن ہے" کا مطلب یہی ہے
لیک بہر آنکہ روز آیند باز	برنہد بر پائے شاں بند دراز
لیکن اس لئے کہ وہ دن میں واپس آئیں	ان کے پیر میں لمبی رسی باندھ دیتا ہے
تا کہ روزش وا کشد زاں مرغزار	وز چراگاہ آردش در زیر بار
تاکہاس سبزہ زار سے دن میں واپس لے آئے	اور چراگاہ سے اس کو بوجھ کے نیچے لاتا ہے

اسپ جان مراد روح کہ باعتبار کشیدن تعلقات دنیا باسپ تشبیہ دادہ زین تعلق مشاغل دنیا عاری کردن' از مشاغل دنیا رہا کردن بند دراز کنایہ از تعلق روح بابدن کہ حیات مؤجلہ طویلہ است مرغ بفتح میم نوعی از گیاہ ہندی

ددب' مرغزار سبزہ زار مراد عالم مثال چراگاہ مراد عالم دنیا' ان اشعار میں دوبارہ سوجانے کا ذکر ہے یعنی روح کو پھر تعلقات دنیویہ سے خالی کر دیتے ہیں اور النوم اخو الموت جو حدیث میں آیا ہے یعنے سونا مشابہ مرنے کے ہے اس کی یہی حقیقت ہے کہ دونوں میں بے تعلقی دنیا سے موجود ہے لیکن اس مصلحت کے لئے کہ دن کو پھر بدن کی طرف آ سکیں ان کے پاؤں میں ایک رسن دراز باندھ دیتے ہیں (جس طرح گھوڑے کو چرنے کے لئے چھوڑنے کے وقت رسی باندھ دیتے ہیں کہ جب چاہیں کھینچ کر اپنے کام میں لگالیں یعنی تعلق حیات باقی رکھتے ہیں تا کہ دن کے وقت پھر عالم مثال سے عالم دنیا میں بار تعلقات دنیوی کے لادنے کے لئے اس کو کھینچ لیں

ف اہل کشف کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو دو جسم عطا فرمائے ہیں ایک جسم عنصری کہ دنیا میں رہتا ہے اور آخرت میں یہی محشور ہوگا اور اسی پر سب ثواب وعذاب ہوگا۔ دوسرا جسم مثالی کہ عالم مثال میں موجود ہے۔ اور خواب میں نظر آتا ہے اور روح حقیقی جو من امر رب ہے (نہ طبعی کہ اس کا تعلق صرف جسم عنصری سے ہے دونوں جسموں سے تعلق رکھتی ہے جاگنے کی حالت میں اس روح کی توجہ جسم عنصری کی طرف زیادہ ہوتی ہے اور سونے کی حالت میں اس کی توجہ جسم مثالی کی طرف زیادہ ہو جاتی ہے پس روح کا بدن سے نکلنا اور عالم مثال میں جانا اس سے مراد یہی ہے کہ جسم عنصری سے تعلق ضعیف ہو کر جسم مثالی سے تعلق بڑھ جاتا ہے اور عالم مثال سے بدن میں اس کا آنا اس سے مراد یہی ہے کہ جسم مثالی سے تعلق ضعیف ہو کر جسم عنصری سے زیادہ ہو جاتا ہے اور یہی مطلب ہوسکتا ہے آیت کا جو اس سرخی میں مذکور ہے بعبارت دیگر توفی انفس سے مراد قبض یعنی تعطل حواس بحذف مضاف (حواس انفس ہے واللہ اعلم

کاش چوں اصحاب کہف آں روح را	حفظ کردے یا چو کشتی نوح را
کاش اصحاب کہف کی طرح اس روح کو	محفوظ کر دیتا یا اس طرح جیسے کشتی نے نوح کی حفاظت کی
تا ازیں طوفان بیداری وہوش	وار ہیدے ایں ضمیر وچشم وگوش
تا کہ بیداری اور ہوش کے اس طوفان سے	چھوٹ جاتے' یہ دل اور آنکھ اور کان

اوپر کے اشعار میں حالت خواب کی راحت و بے التفاتی دنیا کا بیان ہے اس کو سن کر عارف بوجہ اس کے کہ التفات الی غیر اللہ سے اس کو نفرت ہے تمنا کرتا ہے (پس یہ اشعار عارف کا مقولہ ہے) کہ کیا خوب ہوتا اگر (اصحاب کہف کی طرح اس روح کو عالم مثال ہی میں محفوظ رکھتے (اور یہاں نہ آنے دیتے) یا اگر اصحاب کہف کی طرح اس قدر مدت دراز تک کہ تین سو نو سال ہیں وہاں نہ رکھتے تو اتنی ہی مدت تک محفوظ رکھ لیتے جتنے روز کشتی نے حضرت نوح علیہ السلام کی حفاظت کی کہ چند ماہ تھے (مطلب یہ کہ اگر یہ نوم اطول یا طویل ہوتی تو کیا خوب ہوتا) تا کہ بیداری و ہوشیاری کے اس طوفان سے (جو التفات غیر اللہ سے برپا ہوتا ہے) قلب وحواس کو نجات ہو جاتی۔

ف سالک پر مختلف حالات طاری ہوتے ہیں جب استغراق کا غلبہ ہوتا ہے ایسی تمنا کرتا ہے ورنہ بیداری کی

www.besturdubooks.wordpress.com

حالت میں خیال غیر کے آنے اور اس کو قصداً ہٹانے سے جو مجاہدہ ہوتا ہے وہ استغراق سے کہیں افضل ہے۔

اے بسا اصحاب کہف اندر جہاں	پہلوئے تو پیش تو ہست ایں زماں
اے (مخاطب) بہت سے اصحاب کہف دنیا کے اندر	تیرے پہلو میں، تیرے سامنے اب بھی موجود ہیں
یار با اوٗ غار با او ہم سرود	مہر بر چشم ست و بر گوشت چہ سود
یار اور غار (دونوں) ان کے ہمساز ہیں	لیکن تیری آنکھ اور کان پر تو مہر ہے، کیا فائدہ
بازداں کز چیست ایں روپوشہا	ختم حق بر چشم ہا و گوش ہا
اب سمجھ لے کہ یہ حجابات کس لئے ہیں؟	آنکھوں اور کانوں پر خدا کی مہر کس وجہ سے ہے؟

اوپر اس شعر میں (حال عارف ایں بود بیخواب ہم الخ ذکر کیا تھا کہ عوام کی جو حالت بے خبری دنیا کی خواب میں ہوتی ہے وہ اولیاء اللہ کو بیداری میں نصیب ہوتی ہے اور اس شعر میں ان کو اصحاب کہف سے تشبیہ دی تھی جیسا کہ اس کی شرح میں بیان کیا گیا ہے اب اسی مضمون کی طرف رجوع فرماتے ہیں گویا سامع دریافت کرتا ہے کہ جن لوگوں کا آپ بیان کر رہے ہیں وہ لوگ کہاں ہیں ہم کو بھی بتلایئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہزاروں اولیاء اللہ جو مشابہ اصحاب کہف کے ہیں (اس صفت میں کہ ظاہراً بیدار اور واقع میں دنیا سے بے خبر) دنیا میں موجود ہیں تمہارے پاس تمہارے سامنے اس زمانہ میں تمہارے یار غار یعنی ظاہر میں تم سے ملے جلے تھے تم باتیں کرتے ہوئے مگر جب چشم و گوش پر مہر لگ گئی ہو تو ان کے ہونے سے تم کو کیا نفع، اب پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ تو سہی یہ حجابات کس وجہ سے ہیں (کہ اولیاء اللہ کو پہچان نہیں سکتے) خود ہی جواب دیتے ہیں کہ اللہ کی مہر لگ گئی ہے چشم و گوش پر اس کے اس مہر کی تعیین کرتے ہیں تاکہ اس کے ازالہ کا اہتمام ممکن ہو۔

سوال کردن خلیفہ از لیلیٰ و جواب او

خلیفہ کا لیلیٰ سے سوال کرنا اور اس کا جواب

گفت لیلیٰ را خلیفہ کاں توئی	کز تو مجنوں شد پریشان و غوی
خلیفہ نے لیلیٰ سے کہا کیا تو وہی ہے	کہ تیری وجہ سے مجنوں پریشان اور دیوانہ ہوا ہے
از دگر خوباں تو افزوں نیستی	گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی
تو دوسرے حسینوں سے بڑھ کر نہیں ہے	اس نے کہا خاموش رہ چونکہ تو مجنوں نہیں ہے
دیدۂ مجنوں اگر بودے ترا	ہر دو عالم بے خطر بودے ترا
اگر تیرے پاس مجنوں کی آنکھ ہوتی	(تو) تیرے لئے دونوں جہاں بے قدر ہوتے

www.besturdubooks.wordpress.com

باخودی تو لیک مجنوں بیخودست	در طریق عشق بیداری بدست
تو ہوش میں ہے لیکن مجنوں بے ہوش ہے	عشق کی راہ میں بیداری بری ہے

غوی گمراہ خطر قدر و منزلت' حاصل قصہ کا ظاہر ہے کہ لیلیٰ سے خلیفہ نے پوچھا کہ وہ تو ہی ہے' جس سے مجنوں پریشان و عقل گم کردہ ہو گیا دوسرے حسینوں سے تو کسی بات میں زیادہ تو ہے نہیں پھر یہ کیا بات اس نے جواب دیا کہ جب تو مجنوں نہیں تو خاموش ہی رہ اگر تجھ کو مجنوں کی آنکھ میسر ہوتی اس وقت دونوں عالم تیرے نزدیک بے قدر معلوم ہوتے تجھ میں اور مجنوں میں فرق یہ ہے کہ تو اپنی خودی میں ہے اور مجنوں خودی سے گزر گیا ہے۔ اس لئے تجھ کو میری خوبی کا ادراک نہیں ہو سکتا اور مجنوں کو میرے سوا کسی پر نظر نہیں اس لئے اس نے ادراک کر لیا) اور طریق عشق میں بیداری اور ہوشیاری بری بات ہے مولانا نے اس تمثیل میں امر مذکور کی تعیین فرما دی کہ وہ امر و حجاب دنیا کی ہوشیاری و خبرداری ہے' جس میں کثرت خیال غیر اللہ لازم ہے پس جب غیر اللہ کا خیال دامن گیر حال ہو گا تو اللہ کا خیال اور طلب اور اس طلب کا ذریعہ یعنی اہل اللہ کی تلاش اور پہچان کہاں میسر ہو گی چنانچہ آگے تفصیل سے بتاتے ہیں۔

ہر کہ بیدارست او درخواب تر	ہست بیداریش از خوابش بتر
جو بیدار ہے' وہ زیادہ نیند (غفلت) میں ہے	اس کی بیداری' نیند سے بدتر ہے
ہر کہ در خواب ست بیداریش بہ	مست غفلت عین ہشیاریش بہ
جو خواب (غفلت) میں ہے اس کا بیدار ہونا بہتر ہے	غفلت کے مدہوش کا عین ہوشیار ہونا بہتر ہے
چوں بحق بیدار نبود جان ما	ہست بیداری چو در بندان ما
جب ہماری جان خدا کے معاملہ میں بیدار نہ ہو	تو ہماری بیداری قید خانہ کی بیداری کی طرح ہے
جان ہمہ روز از لکد کوب خیال	وز زیان و سود و از خوف زوال
پورے دن جان' خیالات کی پامالی	اور نقصان اور نفع اور زوال کے خوف سے
نے صفا میماندش نے لطف و فر	نے بسوئے آسمان راہ سفر
نہ اس میں صفائی رہتی ہے نہ پاکیزگی اور قوت	نہ آسمان کی طرف سفر کا راستہ

• در بندان قلعہ و بندی خانہ' ان اشعار میں دنیا کی ہوشیاری اور دنیا کے خیالات کی مذمت ہے یعنی جو شخص دنیا کا زیادہ عاقل ہے وہ خدا سے زیادہ غافل ہے اور اس کی بیداری اس کے سونے سے (جس میں بالکل حواس معطل ہو جاتے ہیں بدتر ہے (کیونکہ بیداری میں تحصیل دنیا کے لئے معاصی میں مبتلا ہوتا ہے پس دنیا کی بیداری و ہوشیاری کچھ بھی نہیں اصل بیداری توجہ الی اللہ ہے) جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کو آگاہی و توجہ نہ ہوئی تو بیداری واقع میں ہمارے لیے جیل خانہ ہے اگر اس بیداری کی بدولت قید تعلق ماسوی اللہ میں زیادہ مقید ہوتے ہیں اس

www.besturdubooks.wordpress.com

ماسوی اللہ کی طلب اور فکر میں روح کو ہر وقت کے پریشان خیالات کے کدکوب سے اور دنیا کے نفع ونقصان کے خیال سے اور زوال مال وجاہ کے اندیشہ سے ایسا ضرر پہنچتا ہے کہ نہ اس میں صفائی ورونق رہتی ہے نہ لطافت و زیبائش رہتی ہے نہ عالم علوی کی طرف سفر کرسکتی ہے کیونکہ توجہ تام دو طرف نہیں ہوسکتی جب شب وروز تحصیل لذات عالم سفلی میں توجہ مبذول رکھے گا ظاہر ہے کہ عالم علوی کے لذات کی طرف متوجہ نہیں ہوسکے گا۔

خفتہ آں باشد کہ او از ہر خیال	دارد امید و کند با او مقال
سویا ہوا وہ ہے جو ہر خیال سے	امید وابستہ کرے اور اس کے متعلق گفتگو کرے
نے چنانکہ از خیال آید بحال	آں خیالش گردد او را صد وبال
وہ ایسا نہیں ہے کہ خیال سے وجد میں آئے	(بلکہ) اس کا وہ خیال اس کے لئے سو وبال ہے
دیو را چوں حور بیند او بخواب	پس ز شہوت ریزد او با دیو آب
وہ خواب میں شیطان کو حور دیکھتا ہے	پھر شہوت سے اس سے ہم بستری کرتا ہے
چونکہ تخم نسل در شورہ بریخت	او بخویش آمد خیال از وے گریخت
جیسے ہی نسل کا بیج اس نے شور زمین میں ڈالا	وہ بیدار ہوا اور خیال اس سے روانہ ہوا
ضعف سر بیند از آن و تن پلید	آہ از آں نقش پدید ناپدید
اس کی وجہ سے سر کی کمزوری محسوس کرتا ہے اور جسم پلید	اس ظاہری اور معدوم نقش پر افسوس ہے

اس سے قبل کے اشعار میں بیداری کی دو قسمیں بتلائی ہیں ایک بیداری بدنیا کہ مذموم ہے اور اس کے ضمن میں خیالات کا مضر ہونا بھی بتلایا دوسرے بیداری بحق کہ محمود ہے اس مضمون سے خفتن کی بھی دو قسمیں نکل آئیں ایک خفتہ از دنیا کہ محمود ہے ایک خفتہ از حق کہ مذموم ہے ان اشعار میں ان ہی دو قسموں کا بیان ہے کہ ہمارے کلام سے جو خفتہ کی فضیلت اور خیالات کی مذمت معلوم ہوتی ہے اس سے مطلق خفتہ مراد نہیں اور اسی طرح مطلق خیال کی مذمت بھی مقصود نہیں بلکہ خفتہ از دنیا کے خیالات تو نافع ہیں پس وہ اور خفتہ ہے کہ جس کے خیالات ایسے محمود ہوں کہ ہر خیال سے اس کو امید وصول الی اللہ ہو اور وہ خیال اس سے گفتگو کرے (یعنی خیالات طاعت ونگہداشت قلب کہ وہ ذریعہ وصول الی اللہ کا بھی ہے اور اس سے واردات وعلوم وحقائق بھی قلب پر فائض ہوتے ہیں چونکہ وہ خیالات سبب ان علوم وحقائق کے ہیں اس لئے مجازاً یوں کہہ دیا ہے کہ وہ خیالات اس سے گفتگو کریں جیسا اس آیت میں ام انزلنا علیھم سلطانا فھو یتکلم بما کانوا بہ یشرکون اور وہ خفتہ مراد نہیں جس کے خیالات ایسے پریشان ومذموم ہوں کہ جب خیال سے اپنی اصلی حالت (بیداری) میں آوے تو وہ خیال اس کے لئے وبال جان بن جاوے یعنی دنیا کے پریشان خیالات کہ اس وقت تو اس میں لذت ملتی ہے مگر جب اصلی

www.besturdubooks.wordpress.com

بیداری یعنی موت کی نوبت آوے گی اس وقت بجز گناہ وبال کے کچھ نظر نہ آوے گا) اس خفتہ اور اس خیال کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص خواب میں شیطان کو ایک حسین عورت کی شکل میں دیکھے اور اس سے شہوت رانی کر کے آب ریزی کرے جب اس نطفہ کو کہ تخم نسل تھا زمین شور یعنی محل بے ثمر میں صرف کر چکا اس وقت ہوش میں آ گیا اور وہ خیالی صورت غائب ہو گئی دیکھتا ہے کہ سر میں ضعف ہو گیا اور بدن ناپاک ہو گیا اب افسوس کر رہا ہے کہ وہ خیالی صورت کس طرح تو نظر آئی اور کس طرح جاگ کر غائب ہو گئی کیونکہ اس کا وجود تو صرف خیالی تھا نہ واقعی یہی حال طالب غیر اللہ کا ہے۔

مرغ بر بالا پران و سایہ اش	میدود بر خاک پراں مرغ وش
پرندہ اوپر اڑ رہا ہے اور اس کا سایہ	پرندہ کی طرح زمین پر اڑان کر رہا ہے
ابلہے صیاد آں سایہ شود	میدود چندانکہ بے مایہ شود
بیوقوف اس سایہ کا شکاری بنتا ہے	اتنا دوڑتا ہے کہ بے طاقت ہو جاتا ہے
بے خبر کاں عکس آں مرغ ہواست	بے خبر کہ اصل آں سایہ کجاست
اس سے غافل ہے کہ وہ ہوا کے پرندہ کا عکس ہے	اور اس سے بے خبر ہے کہ اس سایہ کی اصل کہاں ہے
تیر اندازد بسوئے سایہ او	ترکشش خالی سود در جستجو
وہ سایہ کی طرح تیر اندازی کرتا ہے	(اور) جستجو ہی میں اس کا ترکش خالی ہو جاتا ہے
ترکش عمرش تہی شد عمر رفت	از دویدن در شکار سایہ تفت
اس کی عمر کا ترکش خالی ہوا عمر (برباد) گئی	سایہ کے شکار میں دوڑنے سے جل بھن گیا
سایۂ یزداں چو باشد دایہ اش	وارہاندز خیال سایہ اش
جب اللہ کا سایہ اس کی دایہ ہو	تو اس کو سایہ کے خیال سے نجات دیدے گا

سایہ اش مبتدا میرود خبر میرود چندانکہ مقدم مؤخر ست تقدیراً آنکہ چندانکہ میرود تفت گرم و تیز اوپر کے اشعار میں مذمت تھی دنیا کے پریشان خیالات کی اور ان اشعار میں تحقیق ہے دنیا کے طالب کی ایک تمثیل کے پیرایہ میں مطلب یہ کہ دنیا کا وجود ناپائیدار آخرت کے وجود باقی کے سامنے ایسی نسبت رکھتا ہے جیسا سایہ کا وجود موہوم سایہ دار چیز کے وجود واقعی کے سامنے پس آخرت کو ترک کر کے دنیا کے طلب کرنے والے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی جانور ہوا میں اڑتا ہو اور اس کا سایہ زمین پر دوڑ رہا ہے اور کوئی کم عقل اس سایہ کو شکار کرنا چاہے جس قدر اس کے پیچھے دوڑے گا خالی ہاتھ رہے گا اس کو یہ خبر نہیں کہ یہ مرغ ہوا کا عکس ہے نہ یہ خبر ہے کہ اس سایہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

اصل کہاں ہے وہ سایہ کی طرف تیر پھینک رہا ہے اور اسی جستجو میں ترکش اس کا خالی ہو گیا اسی طرح طالب دنیا کا ترکش عمر اس سایۂ دنیا کے شکار وطلب میں جلدی جلدی خالی ہوتا جاتا ہے۔

در تحریض متابعت ولی مرشد

رہنما ولی کی تابعداری کی ترغیب

سایۂ یزداں بود بندہ خدا	مردۂ ایں عالم و زندہ خدا
خدا کا بندہ اللہ کا سایہ ہوتا ہے	وہ اس دنیا کا مردہ اور خدا کا زندہ ہوتا ہے
دامن او گیر زوتر بے گماں	تا رہی از آفت آخر زماں
اس کا دامن شک و شبہ کے بغیر جلد تھام لے	تاکہ آخرت کی مصیبت سے تو چھوٹ جائے

جب دنیا کے خیالات اور اس کی طلب کی مذمت بیان فرما چکے تو اب اس سے نجات حاصل کرنے کا طریق بتلاتے ہیں وہ طریق شیخ کامل کی طرف سے توجہ اور تربیت اور طالب کی طرف سے شیخ کی متابعت واطاعت ہے۔ پس ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ظل اللہ (انسان کامل چنانچہ دوسرے شعر میں آتا ہے) اس شخص کا مربی بن جاوے تو خیال اور سایہ مذکور (دنیا وفکر دنیا) سے اس کو نجات دیدے اس ظل اللہ سے مراد خدا کا کامل بندہ ہے جو اس عالم کا مردہ اور خدا کا زندہ ہے (یعنی اس عالم سے ایسا بے خبر ہے جیسا مردہ اور حق کا آگاہ ہے) ایسے شخص کا دامن جلدی سے بدوں اس کے کہ (اس کی تشخیص و معالجہ باطنی میں) کسی قسم کا شک وگمان کرو تھام لو تاکہ آخری وقت یعنی وقت موت کی آفت سے (نزع ایمان سے جس کا سبب اکثر حب دنیا کا غلبہ ہوتا ہے جیسا امام غزالی نے فرمایا ہے) بچ جاؤ ’ف‘ اوپر کے اشعار میں دنیا کو جو سایہ سے تشبیہ دی ہے وہ باعتبار ناپائیداری کے ہے اور یہاں جو مرد کامل کو سایہ سے تشبیہ دی ہے یہ باعتبار اس کے ہے کہ جیسے سایہ دلیل ہے وجود آفتاب کی اسی طرح مرد کامل دلیل اور رہنما ہے طرف ذات حق کے چنانچہ آگے آتا ہے۔

کیف مد الظل نقش اولیاست	کو دلیل نور خورشید خداست
"کیف مد الظل" اولیاء کا وجود ہے	جو اللہ کے آفتاب کے نور کے رہنما ہیں
اندریں وادی مرو بے ایں دلیل	لا احب الافلین گو چوں خلیل
اس وادی میں بغیر رہنما کے نہ چل	خلیل اللہ کی طرح کہہ دے میں ڈوب جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

کیف مد الظل اشارہ بسوئے آیت الم تر الی ربک کیف مد الظل الخ نقش مثال اس میں اولیائے کاملین وشیوخ مرشدین کے ظل اللہ ہونے کا بیان ہے مطلب یہ کہ قرآن مجید میں جو اسی ظاہری سایہ و

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتاب کی نسبت ارشاد ہے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے سایہ کو کس طرح پھیلایا ہے الخ یہی مثال اولیاء کی ہے کہ جس طرح یہ سایہ آفتاب ظاہری کا پتہ بتلاتا ہے اسی طرح ولی کامل نور خداوندی کا (کہ تشبیہاً آفتاب معنوی ہے پتہ بتلاتا ہے کہ کسی طریق سے وصول الی اللہ ہو سکتا ہے پس اگر وادی سلوک میں چلنا منظور ہے تو بدوں اس دلیل و رہبر کے قدم مت رکھو اور چلنے کے بعد جو انوار والوان ناسوتی و ملکوتی پیش آویں ان کو مطلب مت سمجھو بلکہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح ان پر لا احب الافلین کہے جاؤ یعنی میں دوست نہیں رکھتا فنا ہونے والوں کو۔

ف: ان اشعار میں جیسا کہ ہم نے تقریر کردی ہے کہ اشارہ ہے کہ مراقبات و معاملات میں اگر کچھ انوار وغیرہ نظر آویں تو اپنے اعتقاد و عمل کو درست رکھے اعتقاد کی درستی تو یہ کہ اس کو حادث و مخلوق سمجھے خالق و قدیم نہ جانے کیونکہ حق تعالیٰ کی رویت دنیا میں نہیں ہو سکتی جیسا کہ دیباچہ کے شعر عشق جان طور آمد الخ کی شرح میں بیان ہوا ہے عمل کی درستی یہ کہ ان انوار میں مشغول نہ ہو بلکہ اس کی نفی کر کے مطلوب حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاوے کیونکہ وہ گو ملکوتی انوار ہیں لیکن پھر مخلوق ہیں تو اس میں مشغول ہونا ایسا ہی ہے جیسے مال و زر میں مشغول تھا حجاب ہونے میں دونوں برابر ہوئے بلکہ ملکوت کے یہ نورانی حجاب ناسوت کے ظلمانی حجابات (مال و زر وغیرہ) سے زیادہ شدید ہیں) (کذا قال مرشدیؒ کیونکہ ناسوتی موجودات کو آدمی چونکہ مبتذل و حجاب سمجھتا ہے اور ان میں زیادہ لذت بھی نہیں ہوتی اس لئے قلب ان میں زیادہ مبتلا نہیں ہوتا اور انسان ان کی ارتفاع کی کوشش بھی کرتا ہے اور ملکوتی انوار کہ عظیم الشان اور ثمرۂ مجاہدہ و لذیذ سمجھتا ہے اس لئے اس میں اگر مشغولی ہو گئی تو عمر بھر بھی اس بند سے نکلنے کی امید نہیں اور اگر اس کے ساتھ ان انوار کو لاہوتی انوار (ذات حق و صفات) سمجھ گیا تو عمل کے ساتھ عقیدہ بھی بگڑا اس مقام پر بہت لوگ برباد ہو گئے ہیں اس لئے اعتقاد و عمل کی تصحیح کا اہتمام واجب ہے۔

روز سایہ آفتابے را بیاب	دامن شہ شمس تبریزی بتاب
جا سایہ کے ذریعہ آفتاب کو حاصل کر لے	اور شاہ شمس تبریزی کا دامن تھام لے
رہ ندانی جانب ایں سور و عرس	از ضیاء الحق حسام الدین بپرس
اس جشن اور شادی کا اگر تجھے راستہ معلوم نہیں ہے	تو ضیاء الحق حسام الدین سے پوچھ لے

(رو صیغہ امر (ز) حرف جر سایہ مرشد آفتاب حضرت حق سور دعوت عام۔ عرس مہمانی عروس مطلب یہ ہے کہ جب ظل اللہ (مرشد کامل) کا موصل الی اللہ ہونا تم کو اوپر کے اشعار میں معلوم ہو گیا تو اس کے ذریعہ سے آفتاب (ذات حق) کو حاصل کرو آگے اپنے وقت کے کاملین کی تعیین کرتے ہیں (جن سے یہ دولت وصول کی حاصل ہو سکتی ہے) کہ شاہ شمس الدین تبریزی کا دامن پکڑو اور اگر اس فیض عام و لذت بخش کو ان سے حاصل نہ کر سکا تو مولانا ضیاء الحق حسام الدین سے (کہ ان کے نائب ہیں) دریافت کرو کیونکہ مولانا ضیاء الحق کو اول فیض

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت شمس سے ہوا ہے پھر مولانا سے تو مولانا کے پیر بھائی ہیں اور خلیفہ بھی مولانا نے اس مقام پر تواضعاً صرف ان کا حضرت شمس سے مستفید ہونا بیان کیا ہے۔

ور حسد گیرد ترا در رہ گلو	در حسد ابلیس را باشد غلو
اگر راستہ میں حسد تیرا گلا دبائے	حسد میں شیطان کو غلو ہے
کوز آدم ننگ دارد از حسد	باسعادت جنگ دارد از حسد
اس لئے کہ وہ حسد کی وجہ سے آدم سے ذلت محسوس کرتا ہے	اور حسد کی وجہ سے نیک بختی سے جنگ کرتا ہے
عقبۂ زیں صعب تر در راہ نیست	اے خنک آں کش حسد ہمراہ نیست
راستہ میں اس سے سخت گھاٹی نہیں ہے	وہ شخص بڑا خوش نصیب ہے جس کے ساتھ حسد نہیں ہے
ایں جسد خانہ حسد آمد بداں	کز حسد آلودہ گردد خانداں
یہ جسم حسد کا گھر ہے سمجھ لے	حسد میں پورا خاندان مبتلا ہو جاتا ہے
خانما نہا از حسد گردد خراب	باز شاہی از حسد گردد غراب
حسد سے گھرانے تباہ ہو جاتے ہیں	حسد کی وجہ سے شاہی باز (دل) کوا بن جاتا ہے

غلو مبالغہ واز حد گذشتن عقبہ گھاٹی یعنی اگر حضرت شمس تبریز یا حضرت مولانا ضیاء الحق کا اتباع کرتے ہوئے تم کو عار آوے کہ میں کس سے کم ہوں جو کسی کا اتباع کروں تو اس کا منشاء حسد ہوا تو اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ اگر راہ حق میں حسد تیرا گلو گیر ہو جاوے تو سمجھ لے کہ حسد طریقہ ابلیس کا ہے کہ وہ اس صفت میں کمال رکھتا ہے کہ اس کو آدم علیہ السلام سے بوجہ حسد کے عار ہوا تھا اور واقع میں اس حسد کی بدولت اپنی ہی منفعت وسعادت سے مخالفت کرتا تھا (یعنی اپنا ہی نقصان کرتا تھا) اس راہ سلوک میں بھی حسد سے بڑھ کر کوئی امر مانع نہیں (کہ اس کے سبب سے ناقصین کمال حاصل کرنے سے رہ گئے کامل کا اتباع کرنے کو خلاف شان سمجھا اور بالخصوص اپنے شیخ کے خلیفہ سے کہ وہ اپنا پیر بھائی ہوتا ہے رجوع کرنا تو غالب طبائع کے خلاف ہوتا ہے اور یہ خیال ہوتا ہے کہ ہم بوجہ پیر بھائی ہونے کے اس کے ساتھ مساوات کا مرتبہ رکھتے ہیں پھر اس سے کس طرح التجا کریں اور تکمیل بدوں اتباع کسی کامل کی ممکن نہیں) وہ شخص بڑا خوشحال ہے جس کے پاس حسد نہیں (آگے اس حسد کا سبب بتلاتے ہیں کہ وہ صفات جسمانیہ کا غلبہ ہے مثل شہوت وغضب کے کیونکہ اس سے خود غرضی پیدا ہوئی ہے اور خود غرضی سے دوسروں پر جن کو اس غرض کا شریک یا موجب تقویت قرار دیتا ہے حسد پیدا ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ جسد خانہ حسد ہے خوب جان رکھو کہ حسد سے تمام خاندان یعنی جو تمہارے بدن میں سکونت پذیر ہیں مثل عقل وحواس کے سب آلودہ اور خراب ہو جاتے ہیں اور حالانکہ یہ سب چیزیں مثل باز وشاہین کے شکار کنندہ حقائق وعلوم عالیہ ہیں مگر مثل غراب کے نجس وخوار یعنی طالب وحیلہ اندیش تحصیل اغراض خسیسہ دنیویہ ہو جاتے ہیں اس لئے حسد کو

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک کر کے کاملین کا اتباع اختیار کرو ف چونکہ اولیاء پر حسد کرنے سے وبال و ہلاک واقع ہوتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اکثر اولیاء کو مخفی رکھا ہے کہ لوگ مخالفت کر کے تباہ نہ ہوں کذا قال مرشدیؒ

گر جسد خانہ حسد باشد ولیک	آں جسد را پاک کرد اللہ نیک
اگرچہ جسم حسد کا گھر ہو سکتا ہے لیکن	جسم کو اللہ نے خوب پاک کر دیا ہے
یافت پاکی از جناب کبریا	جسم پر از کبر و پر حقد و ریا
اللہ تعالیٰ کی جناب سے پاکی پالی ہے	اس جسم نے جو کبر اور کینہ اور ریاکاری سے بھرا ہے
"طہرا بیتی" بیان پاکی ست	گنج نور ست ار طلسمش خاکی ست
"تم دونوں میرے گھر کو پاک کرو" پاکی کا بیان ہے	نور کا خزانہ ہے اگرچہ اس کا طلسم مٹی کا ہے

اوپر کے اشعار میں حسد کی مذمت اور اس کی وجہ صفات بشریہ جسمانیہ کا غلبہ ارشاد فرمائی تھی اب کوئی شخص کہتا ہے کہ جسد اور اس کے صفات و آثار سے تو کاملین بھی خالی نہیں تو ان میں بھی حسد ہوگا پھر اگر ہم کو ان کے اتباع سے حسد ہو تو کیا عجب ہے اور ان کا کیا اتباع کریں جبکہ ان میں بھی وہی مرض ہو جو ہم میں ہے اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ اگرچہ جسد خانہ حسد ضرور ہوتا ہے لیکن اس جسد کو یعنی جسد کاملین کو اللہ تعالیٰ نے بالکل پاک کر دیا یعنی ریاضت و مجاہدہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے اوصاف بشریہ ذمیمہ ان سے دور کر دیئے) اب ان میں حسد وغیرہ کچھ نہیں رہا پہلے جو جسم حسد و کینہ و ریا سے پر تھا اللہ پاک کی طرف سے اس کو پاکی حاصل ہو گئی اور قرآن مجید میں جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو حکم ہے طھرا بیتی یعنی میرے گھر کو یعنی کعبہ کو) پاک رکھو اس آیت میں قلب کے پاکی کا بھی بیان ہے (اشارۃً) نہ صراحۃً جیسا کہ عنقریب اس کی تحقیق آتی ہے یعنی کاملین نے اس لئے اپنے قلب کو اوصاف ذمیمہ سے پاک کر لیا گو ظاہر میں اس قلب کا طلسم یعنی کالبد خاکی ہے مگر وہ خود گنجینہ نور الٰہی ہے وہ نور معرفت و محبت و اخلاق حمیدہ ہیں۔

ف: جاننا چاہئے کہ اکثر صوفیہ کرام کے کلام میں بعض آیتوں کا خلاف ظاہر معانی پر محمول ہونا پایا جاتا ہے ایسے مواقع پر ناظرین کو دو غلطیاں واقع ہو جاتی ہیں بعض لوگ تو یوں اعتقاد کر لیتے ہیں کہ قرآن شریف کی تفسیر یہی ہے اور علماء ظاہر نے جو تفسیر کی ہے وہ غلط ہے حالانکہ یہ اعتقاد بالکل باطل اور شعار زنادقہ کا ہے اور اس سے تمام شریعت ناقابل اعتبار اور منہدم ہوئی جاتی ہے اور بعض لوگ ان حضرات پر طعن کرنے لگتے ہیں کہ انہوں نے قرآن میں تحریف کر دی اور تفسیر بالرائے کرتے ہیں اس لئے اس کی تحقیق ضروری ہے اصل یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر تو وہی ہے جو علماء مفسرین نے لکھی ہے لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو مضمون مدلول و مقصود بالقرآن ہے اس کے مشابہ کوئی دوسرا مضمون ہوتا ہے تو مدلول قرآنی سے ذہن اس مشابہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسا زید اور عمرو میں مناسبت ہو اور زید کا حال بیان کرتے ہوں اور عمرو یاد آ جاوے اور اس انتقال ذہنی کی وجہ سے اس مضمون مدلول قرآنی پر اس

www.besturdubooks.wordpress.com

مضمون مشابہ کو قیاس کر کے اس کے لئے بھی وہی حکم جو مدلول قرآنی کے متعلق ہے ثابت کرنے لگتے ہیں تو مقصود ان کا اس نص میں اس مضمون کا داخل کرنا نہیں ہوتا بلکہ محض قیاس و تمثیل کا قصد ہوتا ہے مثلاً اسی آیت طہرا بیتی کی تفسیر سے کہ تطہیر کعبہ ہے ذہن منتقل ہوا کہ انسان میں بھی ایک چیز مشابہ کعبہ کے ہے اور وہ قلب ہے کیونکہ جس طرح کعبہ پر انوار الٰہی نازل ہوتے ہیں قلب پر بھی فائض ہوتے ہیں اس سے یہ قیاس کیا کہ جس طرح تطہیر کعبہ ضروری ہے کیونکہ وہ مورد تجلیات ہے اسی طرح چونکہ قلب بھی مورد تجلیات ہے اس کی تطہیر بھی ضروری ہے اور ورود تجلیات علت مشترکہ ہے اس کو علم اعتبار کہتے ہیں جس کی اجازت فاعتبروا یا اولی الابصار میں موجود ہے اور جمیع فقہاء و مجتہدین احکام میں اس کا استعمال کرتے ہیں پس اگر اس معنی مقیس کو کوئی شخص مجازاً مدلول نص کہہ دے بایں معنی کہ قیاس مظہر ہے نہ مثبت تو اس میں کوئی بات قابل مواخذہ نہیں امر محقق اس باب میں یہ ہے کہ امام غزالی" نے بعض تصانیف میں اس کی تصریح فرمائی ہے اور بعض نے جو ان توجیہات کی تصحیح کے لئے یہ تکلف کیا ہے کہ ہر آیت کا ایک ظہر اور ایک بطن ہوتا ہے پس علماء ظاہر نے جو کہا ہے وہ ظہر ہے اور صوفیہ نے جو فرمایا ہے وہ بطن ہے یہ تکلف نہایت بعید ہے کیونکہ ظہر و بطن دونوں کا اس آیت کے وجوہ محتملہ سے تو ہونا ضرور ہے اور ایسے نکات و اعتبارات یقیناً آیت میں محتمل نہیں ہوتے جیسا کہ ماہرین قواعد شرعیہ و عربیہ پر مخفی نہیں اس لئے ان کو بطن قرآن کہنا نہایت امر مستنکر ہے بلکہ بطن سے مراد وہ معانی دقیقہ و مستنبطات غامضہ ہیں جن کو حضرات مجتہدین سمجھتے ہیں جس کی تفصیل اہل اصول نے وجوہ و دلالات میں لکھی ہے اور ان بطون میں مراتب مختلف ہیں بعض وہ ہیں جن کو عوام نہیں سمجھتے علماء متوسطین سمجھ جاتے ہیں بعض وہ ہیں جن کو علماء راسخین و مجتہدین سمجھتے ہیں بعض ایسے ہیں جن کو صرف حضرات انبیاء علیہم السلام) سمجھتے ہیں و هکذا فوق کل ذی علم علیم

چوں کنی با بے حسد مکر و حسد	زاں حسد دل راسیاہی ہا رسد
جب تو کسی صاحب دل کے ساتھ مکر اور حسد کرے گا	تو اس حسد سے دل میں سیاہیاں پیدا ہوں گی
خاک شو مردان حق را زیر پا	خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما
خاصان خدا کے پیر کے نیچے خاک بن جا	ہماری طرح حسد پر مٹی ڈال

یعنی جب تم کو معلوم ہوگیا کہ ان حضرات میں حسد باقی نہیں رہا تو ان پر حسد کرنا خسران عظیم ہے کیونکہ جب ایسے شخص پر حسد کرو گے جو خود بے حسد ہو تو ایسے حسد سے دل میں بہت ظلمتیں پیدا ہوتی ہیں اس لئے تم کو چاہئے کہ مردان حق کے خاک پا بن جاؤ اور حسد کے سر پر خاک ڈالو جس طرح ہم نے خاک ڈال دی کہ باوجود اتنے بڑے فضل و کمال و علم ظاہری کے حضرت شمس تبریزی کی جو بہت سا علم بھی نہیں رکھتے متابعت اختیار کرلی (کذا قال مرشدی اس کے بعد قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور اتفاق سے اس میں حسد کے وبال کا بھی ذکر آگیا کہ حسد کی بدولت اپنی جان کا نقصان کیا اور کان ناک کٹوائے حسد ایسی بری چیز ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دربیان حسد کردن وزیر جہود

یہودی وزیر کے حسد کے بیان میں

آں وزیرک از حسد بودش نژاد	تا بباطل گوش و بینی باد داد
وہ کینہ وزیر حسد سے بنا تھا	اسی لیے اس نے ناحق کان اور ناک برباد کیے
برامید آنکہ از نیش حسد	زہر او درجان مسکیناں رسد
اس امید پر کہ حسد کے ڈنک کے ذریعہ	اس کا زہر مسکینوں کی جان پر پہنچ جائے گا

نژاد پیدائش باطل ناحق باد داد بر باد داد یعنی اس وزیر کی طینت میں حسد تھا جب ہی تو مفت میں اپنے گوش بینی ضائع وتلف کیے صرف اس لالچ پر کہ نیش حسد سے غریبوں کی جان میں اس کا زہر پھیل جاوے یعنی ان کا نقصان ہو

ہر کسے کو از حسد بینی کند	خویش را بے گوش و بے بینی کند
جو شخص حسد کی وجہ سے اپنی ناک کاٹتا ہے	وہ اپنے آپ کو بغیر کان اور بے ناک کا کر لیتا ہے
بینی آں باشد کہ او بوئے برد	بوئے او را جانب کوئے برد
ناک تو وہ ہے جو بو سونگھے	بو اس کو کوچہ کی طرف لے جائے
ہر کہ بویش نیست بے بینی بود	بوئے آں بویست کاں دینی بود
جس میں بو کی صلاحیت نہیں وہ بے ناک کا ہوتا ہے	اور بو وہ بو ہے جو دین کی ہو

بینی کندن کنایہ از انکار است بینی کنایہ از قوت ممیزہ و بوئے کنایہ از امتیاز درمیان حق و باطل مطلب یہ کہ اس وزیر کی کیا تخصیص ہے جو شخص حق کا انکار و مقابلہ کرتا ہے اپنے گوش و بینی دے بیٹھتا ہے اور (یہ ظاہری بینی مراد مت سمجھو بلکہ بینی سے باطنی بینی (قوت ممیزہ) مراد ہے جس سے تمیز حق و باطل) حاصل ہو یعنی کلام سن کر کامل و غیر کامل میں تمیز کر لے اور یہ بو (تمیز) کرے حق (یعنی راہ حق) تک پہنچا دے (یعنی بعد تمیزی کامل کے اس کا اتباع اختیار کرے کہ وصول الی اللہ نصیب ہو پس جس شخص کو یہ بو تمیز حق و باطل) حاصل نہیں وہ حقیقت میں بے بینی ہے کیونکہ بو تو وہی معتبر ہے جو دینی ہو جب اس بو کی تمیز نہ ہوئی تو ظاہری بینی اگر ہوئی تو کیا اور نہ ہوئی تو کیا۔ ہکذا فسرہ مرشدی قولہ بوئے بردالخ والیہ الاشارۃ فی قولہ تعالیٰ و لتعرفنھم فی لحن القول'

چونکہ بوئے بردو شکر آں نہ کرد	کفر نعمت آمد و بینیش خورد
اور جب بو سونگھی اور اس کا شکر نہ کیا	تو یہ کفران نعمت ہوا اور (گویا) وہ اس کی ناک کو کھا گیا
شکر کن مر شاکراں را بندہ باش	پیش ایشاں مردہ شو پایندہ باش
شکر کر اور شکر گزاروں کا غلام بن	ان کے سامنے مردہ بن اور عمر دوام حاصل کر

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں وزیر از رہزنی جامہ مساز	خلق را تو برمیاور از نماز
وزیر کی طرح رہزنی کا سامان نہ کر	لوگوں کو نماز سے نہ روک

یعنی عارف کے کلام سے تمیز حاصل ہوگئی کہ یہ شخص کامل ہے اور اس کی قدر نہ کی یعنی اس کی خدمت اختیار نہ کی تو یہ کفران نعمت اس کی قوت ممیزہ کو سلب کردے گا یعنی اس کی قوت ممیزہ کام نہ دے گی۔ کما قال اللہ تعالیٰ ولئن کفرتم ان عذابی لشدید اس لئے تم کو شکر و خدمت کرنا لازم ہے وہ یہی ہے کہ ان شکر گزاروں (یعنی کاملین کے غلام بن جاؤ اور ان کے روبرو اپنی خواہش کو فنا کرکے مثل مردہ ہو جاؤ' حیات ابدی حاصل کرلو گے اور ان کی خدمت چھوڑ کر خود شیخ مزور بن کر مثل وزیر کے رہزنی طالبان حق کی مت کرو اور خلائق کو نماز (یعنی طلب حق سے مت روکو (کیونکہ جو شخص شیخ ناقص کے ہاتھ میں پھنس جاتا ہے وہ اور جگہ طلب کرنے سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

فہم کردن حاذقان نصاریٰ مکر وزیر را

ماہر عیسائیوں کا وزیر کے مکر کو سمجھ جانا

ناصح دیں گشتہ آں کافر وزیر	کردہ او از مکر در لوزینہ سیر
وہ کافر وزیر' دین کا واعظ بن گیا	اس نے مکر سے بادام کے حلوہ میں لہسن ملا دیا
ہر کہ صاحب ذوق بود از گفت او	لذتے میدید و تلخی جفت او
جو صاحب ذوق تھا وہ اس کی گفتگو سے	لذت محسوس کرتا اور اس کے ساتھ کڑواہٹ بھی
نکتہ میگفت او آمیختہ	درجلاب و قند زہرے ریختہ
وہ ملے جلے نکتے بیان کرتا تھا	گلاب اور شکر میں زہر ملاتا تھا

لوزینہ حلوائے بادام مراد نصیحت' سیر لہسن مراد گمراہی' از گفت و متعلق میدید جلاب شربت یعنی وہ کافر وزیر دین کا ناصح بن رہا تھا اور مکر سے نصیحت میں گمراہی کی باتیں ملا ملا کر کہتا تھا جس طرح کوئی حلوائے بادام میں لہسن ملا دے جو لوگ صحبت اہل اللہ کی بدولت اہل ذوق ہو گئے تھے وہ اس کے کلام میں لذت دیکھتے مگر ساتھ ساتھ تلخی باطل کی بھی اس میں پاتے وہ باریک باریک باتیں دین کی کرتا مگر اس میں شرارت و ضلالت کی باتیں ملی ہوتی جیسے شربت قند میں کسی نے زہر ملا دیا ہو۔

ہاں مشو مغرور زاں گفت نکو	زانکہ باشد صد بدی در زیر او
خبردار! اس بھلی بات سے دھوکے میں نہ پڑنا	اس لئے کہ اس کی تہ میں سو برائیاں ہوتی ہیں
ہر کہ باشد زشت گفتش زشت داں	ہرچہ گوید مردہ آنرا نیست جاں
جو شخص برا ہو' اس کی گفتگو بری سمجھ	جو بات مردہ کہے' اس میں جان نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت انساں پارۂ انساں بود	پارۂ از ناں یقیں ہم ناں بود
انسان کی گفتگو انسان کا ٹکڑا ہوتی ہے	روٹی کا ٹکڑا یقیناً روٹی ہوتا ہے

یہ مقولہ مولانا کا ہے بطور نصیحت فرماتے ہیں کہ صرف ایسے مکاروں کے ظاہری کلام دل پسند پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کے باطن میں صد ہا خرابیاں ہوتی ہیں جو شخص خود اخلاق ذمیمہ رکھتا ہوگا اس کا کلام ضرور بر اثر رکھے گا اور مردہ دل جو کہے گا اس میں بھی جان یعنی تاثیر نیک نہ ہوگی کیونکہ انسان کا کلام مثل جزو انسان کے ہے (تابع ہونے میں پس جیسا متکلم ہوگا ویسا ہی اس کا کلام بھی ہوگا) جس طرح روٹی کا ٹکڑا روٹی ہوتا ہے۔

زاں علیؓ فرمود نقل جاہلاں	بر مزابل ہمچو سبزہ است اے فلاں
اسی لئے حضرت علیؓ نے فرمایا ہے کہ جاہلوں کی بات	اے فلاں ! کوڑیوں پر سبزہ کی طرح ہے
بر چناں سبزہ ہر آنکو بر نشست	بر نجاست بیشکے بنشستہ است
ایسے سبزہ پر جو شخص بیٹھا	وہ بے شک نجاست پر بیٹھا ہے
بایدش خود را بشستن از حدث	تا نماز فرض او نبود عبث
اس کو اپنے آپ کی ناپاکی سے پاک کرنا چاہیے	تاکہ اس کی فرض نماز بیکار نہ ہو جائے

نقل بضم نون نعمت، مزابل جمع مزبلہ جائے سرگین حدث گندگی عبث باطل حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے نعمۃ الجاہل کروضۃ فی مزبلۃ یعنی جاہل کی نعمت ایسی ہے جیسے مزبلہ پر درخت و سبزہ لگا ہو کہ ظاہر میں تو رونق دار ہے مگر اندر سے گندہ و ناپاک۔ مقصود مولانا کا مضمون بالا کی تائید ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قول سے خلاصہ یہ ہے جو شخص جاہل یعنی نور معرفت سے خالی ہو اس کی نعمت یعنی کلام کہ وہ بھی ایک قسم کی نعمت ہے ایسی ہے جیسے مزبلہ پر چمن یعنی وہ کلام ظاہر میں تو نہایت آب و تاب رکھتا ہے مگر اس میں معانی اور آثار کچھ بھی نہیں اگر ایسے سبزے پر کوئی دھوکہ کھا کر بیٹھ جاوے تو تحقیقاً وہ نجاست پر بیٹھ گیا اسی طرح اگر اس کلام پر کوئی شخص عمل و اعتماد کرے ضرور ہلاکت میں پڑے گا اس کو چاہئے کہ اپنے کو اس گندگی سے دھوئے اسی طرح ایسے شخص کو چاہئے کہ ایسے کلام پر عمل و اعتماد کرنے سے توبہ کرے تاکہ اس کی فرض نماز برباد نہ ہو اسی طرح اس طالب کو اپنے مقصود وصول الی اللہ میں ناکامی نہ ہو اشارہ اس طرف ہے کہ اگر شیخ مزور کے ہاتھ میں جا پھنسے تو اس کی بیعت توڑ دے اور اس کو چھوڑ دے۔

ظاہرش میگفت در رہ چست شو	واز اثر میگفت جاں را ست شو
اس کا ظاہر کہتا تھا (معرفت کی) راہ میں چست ہو جا	اور اثر کے اعتبار سے جان کو کہتا تھا سست ہو جا
ظاہر نقرہ سپید ست و منیر	دست و جامہ زاں سیہ گردد چو قیر
چاندی کا ظاہر اگرچہ سفید اور روشن ہے	ہاتھ اور کپڑے اس سے سیاہ ہو جاتے ہیں تارکول کی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش ارچہ سرخ رواست از شرر	تو ز فعل او سیہ کاری نگر
آگ اگرچہ چنگاریوں کی وجہ سے سرخ رو ہے	لیکن تو اس کے کام کی سیاہ کاری کو دیکھ
برق اگرچہ نور آید در نظر	لیک ہست از خاصیت دزد بصر
بجلی اگرچہ نگاہ کو نور دکھائی دیتی ہے	لیکن خاصیت میں بینائی کو چرانے والا ہے

یعنی ظاہری مضمون اس کے کلام کا تو یہی ہوتا تھا کہ طریق حق میں چست و چالاک رہنا چاہئے لیکن اس میں باطنی اثر نہ تھا بلکہ اور سستی بڑھتی تھی (کیونکہ صدق واخلاص سے وہ نصیحت نہ تھی بلکہ محض مکروریا تھا) آگے محسوسات میں مثال دیتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا تھا جیسے چاندی کہ ظاہر میں سفید ہے مگر ہاتھ اور کپڑا اس کے ملنے سے سب سیاہ ہو جاتا ہے جیسا قیر یعنی روغن سیاہ کہ خارشتی اونٹوں کو ملا جاتا ہے اسی طرح آگ کو دیکھو کہ ظاہر میں تو سرخ ہے مگر اس کا اثر سیاہی ہے یہی حالت برق کی ہے کے ظاہر نظر میں تو نور ہے لیکن خاصیت میں ربائندہ نگاہ ہے۔

ہر کہ جز آگاہ و صاحب ذوق بود	گفت او در گردن او طوق بود
صاحب ذوق اور باخبر آدمی کے علاوہ جو بھی تھا	اس (وزیر) کی گفتگو اس کی گردن کا طوق تھی
مدت شش سال در ہجران شاہ	شد وزیر اتباع عیسیٰ را پناہ
بادشاہ سے چھ سالہ دوری میں	وزیر عیسائیوں کی پناہ ہو گا
دین و دل را کل بدو بسپرد خلق	پیش امر و نہی او می مرد خلق
لوگوں نے دین اور دل بالکل اس کے سپرد کر دیا	اس کے حکم اور ممانعت پر لوگ جان دیتے تھے

اوپر کے اشعار میں تو اہل ذوق و بصیرت کا بیان تھا جو وزیر کے سخنان فریب آمیز کو تاڑ گئے تھے اب عوام الناس کا ذکر فرماتے ہیں کہ جو لوگ آگاہ و صاحب ذوق نہ تھے اس کا کلام ان کے گلے کا ہار ہو گیا تھا یعنی وہ لوگ اس پر فدا و مسخر ہو گئے تھے اسی طرح چھ سال تک بادشاہ سے جدا رہ کر وہ وزیر تابعین عیسیٰ علیہ السلام کا پشت و پناہ و رہبر بنا رہا ایمان و جان سب کچھ خلائق نے اس کے سپرد کر دیا اور اس کے اوامر و نواہی کے روبرو لوگ جان دیتے تھے۔

پیغام شاہ پنہانی بسوئے وزیر پر تزویر

بادشاہ کا خفیہ پیغام مکار وزیر کے نام

درمیان شاہ و او پیغام ہا	شاہ را پنہاں بدو آرام ہا
اس کے اور بادشاہ کے درمیان پیغامات جاری تھے	بادشاہ کو خفیہ طور پر ان سے آرام و اطمینان حاصل تھا
آخر الامر از برائے آں مراد	تا دہد چوں خاک ایشاں را بباد
بالآخر اس مقصد کے لئے	کہ ان کو خاک کی طرح برباد کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش او بنوشت شہ کاے مقبلم	وقت آمد زود فارغ کن دلم
اس کو بادشاہ نے لکھا کہ اے میرے اقبال مندا	وقت آ گیا جلد میرے دل کو فارغ کر
زانتظارم دیدہ و دل بر رہ ست	زیں غمم آزاد کن گر وقت ہست
انتظار میں میرے دیدہ و دل راستہ پر لگے ہیں	اس غم سے مجھے نجات دے اگر موقع ہے
گفت اینک اندراں کارم شہا	کافگنم در دین عیسیٰ فتنہا
اس نے کہا کہ اے بادشاہ میں ابھی اسی کام میں لگا ہوں	کہ حضرت عیسیٰ کے دین میں فتنے ڈال دوں

یعنی خفیہ طور پر اس کے اور بادشاہ یہودی کے درمیان پیغام چلتے تھے اور بادشاہ کو دل میں اس کی وجہ سے پورا اطمینان وسکون تھا آخرکار اس مقصود کے حاصل کرنے کے واسطے کہ عیسائیوں کو خاک کی طرح برباد کردے بادشاہ نے وزیر کو یہ لکھا کہ اے میرے اقبال منداب موقع آ گیا ہے میرے دل کو جلدی بےفکر کردے انتظار میں دیدہ و دل راہ پر لگا ہے اگر تیرے نزدیک بھی موقع آ لگا ہو تو اس غم سے مجھ کو نجات دے اس نے جواب میں کہلا بھیجا کہ میں اسی فکر میں لگا ہوں کہ دین عیسوی میں رخنے ڈالوں

قوم عیسیٰ ابد اندر دار و گیر	حاکم شاں دہ امیر و دو امیر
عیسائیوں کے انتظام میں	ان کے بارہ امیر لگے ہوئے تھے
ہر فریقے مر امیرے را تبع	بندہ گشتہ میر خود را از طمع
ہر فریق ایک امیر کے ماتحت تھا	جو لالچ سے اپنے امیر کا غلام بنا ہوا تھا
ایں دہ و دیں دو امیر و قوم شاں	گشتہ بندہ آں وزیر بدنشاں
یہ بارہ حاکم اور ان کی قوم	اس بدنشاں وزیر کے غلام بن گئے
اعتماد جملہ بر گفتار او	اقتدائے جملہ بر رفتار او
سب کو اس کی بات پر بھروسہ تھا	سب اس کی چال کے مقتدی تھے
پیش او در وقت و ساعت ہر امیر	جاں بدادے گر بدو گفتے کہ میر
فورا ہر امیر اس کے آگے	جان دیدیتا اگر وہ اس سے کہتا کہ مر جا
چوں زبوں کرد آں جہود ک جملہ را	فتنہ انگیخت از مکر و دہا
جب اس کمینہ یہودی نے سب کو قابو میں کر لیا	مکر اور چالاکی سے فتنہ برپا کر دیا

دار و گیر حکومت دہ و دو دوازدہ در وقت فی الفور متعلق بدادے زبوں مغلوب و مسخر کاف در جہودک برائے تحقیر

www.besturdubooks.wordpress.com

و با زیر کی یعنی امور متعلقہ سیاست میں ان عیسائیوں کے بارہ سردار تھے اور ہر سردار کا ایک ایک گروہ تابع تھا اور اپنی منفعت دینوی کی وجہ سے اس کی اطاعت کرتا تھا سو یہ بارہ سردار اور ان کی قوم میں سب اس بدنشان وزیر کے مطیع ہو گئے تھے کہ اس کے اقوال پر سب کو اعتماد تھا اور اس کے افعال کا سب اقتداء کرتے تھے اور اطاعت کی یہ حالت تھی کہ اگر یہ ان سرداروں کو یوں کہہ دیتا کہ مر جاؤ تو ہر سردار فوراً جان دے دیتا غرض جب اس نالائق حاسد نے سب کو مسخر کر لیا تو شرارت و چالاکی سے ایک نیا فتنہ غضب کا برپا کیا جس کا آگے بیان آتا ہے۔

تخلیط وزیر در احکام انجیل و مکر آں

انجیل کے حکموں میں وزیر کا گڑبڑ کرنا اور اس کی چالاکی

ساخت طومارے بنام ہر یکے	نقش ہر طومار دیگر مسلکے
اس نے ہر ایک کے نام پر ایک تحریر تیار کی	اور ہر تحریر کی عبارت دوسرے مسلک کی تھی
حکمہائے ہر یکے نوع دگر	ایں خلاف آں زپایاں سر بسر
ہر ایک کے احکام دوسری قسم کے	یہ اول سے آخر تک اس کے بالکل خلاف

یہاں سے اس فتنہ کا بیان شروع ہے یعنی اس وزیر نے ہر سردار کے نام کا ایک طومار تیار کیا جن میں ہر طومار کا مضمون دوسرے طور پر تھا اور ہر ایک کے احکام نئے قسم کے تھے۔ اور ہر طومار دوسرے طومار کے خلاف اور معارض تھا ف ان طوماروں کے مضامین جو کہ آگے آتے ہیں فی حد ذاتہا سب صحیح ہیں اور سالک کو سب کی ضرورت پیش آتی ہے لیکن فریب اور مغالطہ اس میں یہ ہے کہ جن مسائل میں تفصیل و تخصیص تھی (یعنی ایک مسئلہ ایک خاص حالت کے اعتبار سے ہے دوسرا مسئلہ دوسری حالت کے اعتبار سے یا ایک مسئلہ ایک قید سے صحیح ہے دوسرا مسئلہ دوسری قید سے' یا ایک مسئلہ کی درستی کے لئے ایک توجیہ ضروری ہے دوسرے کے لئے دوسری توجیہ کی ضرورت ہے اس نے ان میں اجمال و تعمیم کر دی یا بعبارت دیگر یوں کہا جاوے کہ قضایا جزئیہ کو کلیہ کر دیا اس لئے سب غلط ہو گئے مثلاً کوئی شخص ایک سے تو کہہ دے کہ روزہ فرض ہے اور کوئی قید نہ لگاوے اور دوسرے سے کہہ دے کہ روزہ حرام ہے اور اس میں بھی کوئی قید نہ لگا دے اور دونوں اس کے معتقد ہوں گے تو ضرور کسی وقت میں ان میں نزاع ہو گا حالانکہ خاص خاص قید سے دونوں حکم صحیح ہیں یعنی قید رمضان کے ساتھ فرض ہونا صحیح ہے اور قید یوم العید سے حرام ہونا صحیح ہے مگر تعمیم کے طور پر دونوں حکم غلط ہیں راقم ہر مضمون میں ان شاء اللہ تعالیٰ تحقیق مسئلہ بھی ساتھ ساتھ لکھتا جائے گا کہ تخلیط باقی نہ رہے۔

در یکے راہ ریاضت را وجوع	رکن توبہ کردہ و شرط رجوع
ایک میں ریاضت اور بھوکا رہنے کو	توبہ کا رکن بنایا اور اللہ کی طرف رجوع کی شرط

در یکے گفتہ ریاضت سود نیست	اندریں رہ مخلصی جز جود نیست
ایک میں کہا کہ ریاضت کا کوئی فائدہ نہیں	اور اس راستہ میں سخاوت کے علاوہ چارہ نہیں

یعنی ایک طومار میں تو طریق ریاضت وگرسنگی (یہ عطف تفسیری) کو توبہ اور رجوع الی اللہ (یہ عطف تفسیری) کا رکن اور شرط یعنی موقوف علیہ قرار دیا اور ایک طومار میں لکھ دیا کہ ریاضت سے کوئی نفع نہیں اس طریق سے خدا تعالیٰ میں جود و سخاوت کے سوا یعنی اس کے برابر کوئی صورت خلاصی کی نہیں پس دونوں طوماروں میں تعارض ہو گیا تحقیق مسئلہ ریاضت بمعنی ترک حقوق نفس تو کسی حالت میں جائز نہیں جیسا دیباچہ کے شعر۔ بند بگسل الخ کی شرح میں گذرا ہے اور ریاضت بمعنی ترک یا تقلیل حظوظ لذات نفس مبتدی سلوک کے لئے حسب مشورہ شیخ ضروری ہے اور اس سے تصفیہ باطن خوب ہوتا ہے اور منتہی وکامل کے لئے ریاضت چنداں مفید اور ضروری نہیں اس کو زیادہ اہتمام جود یعنی نفع رسانی خلق اللہ کا کرنا مناسب ہے۔ غرض مبتدی کے لئے نفع لازمی کا اہتمام بہتر ہے اور منتہی کے لئے نفع متعدی کا اہتمام بہتر ہے۔

در یکے گفتا کہ جوع و جود تو	شرک باشد از تو تا معبود تو
ایک میں کہا کہ تیری فاقہ کشی اور سخاوت	تیرے اور تیرے معبود کے درمیان شرک ہے
جز توکل جز کہ تسلیم تمام	در غم وراحت ہمہ مکرست ودام
توکل اور رضا کے علاوہ	غم اور راحت میں سب چالاکی اور جال ہے

در غم وراحت متعلق بہ تسلیم اندیشہ وفکر یعنی ایک میں یہ لکھ دیا کہ جود اور جوع جن کی فضیلت طومار سابق میں درج ہے سب تیری جانب سے معبود کے ساتھ شرک ہے (کہ) اس میں اپنے افعال وصفات وکمالات جود وجوع پر نظر ہے پس ان دونوں کو ترک کر کے توکل اختیار کرنا چاہئے بجز توکل وتسلیم کے جو کہ ہر حالت غم وراحت میں ہونا ضروری ہے سب باتیں مکر ودام کی ہیں اور ایک میں یہ لکھ دیا کہ توکل سے کیا ہوتا ہے خدمت وطاعت کرنا چاہئے ورنہ توکل کی فکر کرنا گویا شارع علیہ السلام پر تہمت لگانا ہے کہ یہ امر ونہی سب فضول ہے (کیونکہ اگر توکل مقصود ہوتا تو اپنی طرف سے کسی کام کا ارادہ ہی جائز نہ ہوتا پس اس میں سب امر ونہی کا ابطال لازم آتا ہے۔ غرض ان دونوں میں باہم بھی اور طومار توکل اور طومار سابق میں تعارض ہو گیا۔

تحقیق مسئلہ جود وجوع یا دیگر اوصاف وافعال حمیدہ کو اگر اپنے ذاتی کمالات سمجھے اور معطی حقیقی پر جس نے یہ دولتیں نصیب کی ہیں نظر نہ رہے اور نہ ان کے عطا ہونے پر شکر کرے نہ ان کے زوال سے اندیشہ کرے یہ ایک قسم کا شرک طریقت ہے اور موجب حرام اور خلاف توکل ہے اور اگر ان اوصاف وکمالات کو عطیہ خداوندی سمجھے اور شکر کرے اور دعا کرتا رہے کہ ان کو سلب نہ کیا جاوے تو یہ عین توکل ہے غرض جود وجوع کا قصد منافی توکل نہیں بلکہ ان کے حصول واتصاف میں اپنے اوپر نظر ہونا اور منعم پر نظر نہ ہونا یہ منافی توکل ہے اسی طرح طاعت و

www.besturdubooks.wordpress.com

خدمت بجا آوری اوامر ونواہی منافی توکل نہیں البتہ ان کو اپنا ذاتی کمال سمجھنا یہ ضرور منافی توکل ہے پس ریاضات و عبادات وتحصیل کمالات اور توکل میں منافات کا دعویٰ کرنا جیسا طوماروں سے حاصل ہے غلط ہے توضیح اس کی یہ ہے کہ توکل کی دو قسمیں ہیں علماً وعملاً علماً تو یہ کہ ہر امر میں متصرف حقیقی ومدبر تحقیقی حق جل وعلا شانہ کو سمجھے اور اپنے کو ہر امر میں ان کا محتاج اعتقاد کرے یہ توکل تو ہر امر میں عموماً فرض اور جزء عقائد اسلامیہ ہے قسم دوم توکل عملاً اس کی حقیقت ترک اسباب ہے پھر اسباب کی دو قسمیں ہیں اسباب دینیہ اور اسباب دنیویہ اسباب دینیہ جن کے اختیار کرنے سے کوئی دینی نفع حاصل ہو ان کا ترک کرنا محمود نہیں بلکہ کہیں گناہ اور کہیں خسران وحرمان ہے اور شرعاً یہ توکل نہیں اگر لغۃً توکل کہا جاوے تو یہ توکل مذموم ہے اور اسباب دنیویہ جن سے دنیا کا نفع حاصل ہو اس نفع کی دو قسمیں ہیں حلال یا حرام اگر حرام ہو اس کے اسباب کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض ہے اور اگر حلال ہو اس کی تین قسمیں ہیں یقینی اور ظنی اور وہمی اسباب وہمیہ جن کو اہل حرص وطمع اختیار کرتے ہیں جس کو طول امل کہتے ہیں ان کا ترک کرنا ضروری ہے اور یہ توکل فرض واجب ہے اور اسباب یقینیہ جن پر وہ نفع عادۃً ضرور مرتب ہو جاوے جیسا کھانے کے بعد آسودگی ہو جانا پانی کے بعد پیاس کم ہو جانا اس کا ترک کرنا جائز نہیں اور نہ شرعاً یہ توکل ہے اور لغۃً توکل کہا جاوے تو یہ توکل ناجائز ہے اور اسباب ظنیہ جن پر غالباً نفع مرتب ہو جاوے مگر بارہا تخلف بھی ہو جاتا ہو جیسے علاج کے بعد صحت ہو جانا یا نوکری ومزدوری کے بعد رزق ملنا ان اسباب کا ترک کرنا وہ ہے جس کو عرف اہل طریقت میں اکثر توکل کہتے ہیں اس کے حکم میں تفصیل یہ ہے کہ ضعیف النفس کے لئے تو جائز نہیں اور قوی النفس کے لئے جائز ہے بالخصوص جو شخص قوی النفس بھی ہو اور خدمت دین میں مشغول ہو اس کے لئے مستحب بلکہ کسی قدر اس سے بھی مؤکد ہے پس خلاصہ تقریر کا یہ ہوا کہ توکل علمی تو مطلقاً اور عملی میں بمعنی ترک اسباب حرام وترک اسباب نفع دنیوی موہوم فرض اور بمعنی ترک اسباب دینیہ وبمعنی ترک اسباب دنیویہ مباحہ یقینیہ حرام ومذموم وبمعنی ترک اسباب مباحہ دنیویہ ظنیہ ضعیف النفس کو حرام اور قوی النفس کو مستحب پس تین قسمیں فرض اور دو قسمیں حرام اور ایک بعض اوقات میں حرام اور بعض اوقات میں مستحب اس تقریر سے معلوم ہو گیا کہ جو توکل شرعاً ناپسند ہے اس میں اور طاعت میں تنافی ہے ورنہ کوئی منافات نہیں واللہ اعلم

در یکے گفتہ کہ واجب خدمت ست	ورنہ اندیشہ توکل تہمت ست
ایک میں کہا کہ اطاعت ضروری ہے	ورنہ توکل کا خیال تہمت ہے
در یکے گفتہ کہ امر و نہی ہاست	بہر کردن نیست شرح عجز ماست
ایک میں کہا کہ کرنے نہ کرنے کے جو حکم ہیں	کرنے کے لئے نہیں ہیں ہمارے عجز کی تفصیل ہیں
تاکہ عجز خود بہ بینیم اندراں	قدرت حق را بدانیم آں زماں
تاکہ ہم ان میں عجز دیکھ لیں	اس وقت خدا کی قدرت کو پہچانیں

www.besturdubooks.wordpress.com

در یکے گفتا کہ عجز خود مبیں	کفر نعمت کردن ست آں عجز ہیں
ایک میں کہا کہ اپنے عجز کو نہ دیکھ	خبردار! وہ عجز احسان فراموشی ہے
قدرت خود بیں کہ ایں قدرت از وست	قدرت خود نعمت او داں کہ ہوست
اپنی قدرت کو دیکھ یہ قدرت اسی کی دی ہوئی ہے	اپنی قدرت کو اس کا انعام سمجھ کہ دی وہ ہے
در یکے گفتہ کزیں دو در گذر	بت بود ہر چہ بگنجد در نظر
ایک میں کہا ان دونوں سے گزر جا	بت ہوگا جو نظر میں سمائے گا (ان دونوں میں سے)

یعنی ایک طومار میں یہ لکھ دیا کہ جس قدر امر ونہی آئے ہیں یہ کرنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ ہمارے عجز و درماندگی کا اظہار ہے یعنی نعوذ باللہ قصداً ایسے احکام مقرر کئے گئے ہیں کہ جو بندہ نہ کرسکے اور اس کو اپنا عجز معلوم ہو جاوے تا کہ ہم اپنا عجز اس میں مشاہدہ کرلیں اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ہم کو علم و یقین ہو جاوے) کیونکہ جب اپنا عجز معلوم ہوگا تو خدا کا قادر ہونا سمجھ میں آجاوے گا اس طومار کا حاصل مذہب جبر کا اثبات اور اختیار عبد کی نفی ہے اور ایک میں یہ لکھ دیا کہ اپنے عجز کو مت دیکھنا (یعنی اپنے کو عاجز بے اختیار مت سمجھنا کہ اعتقاد عجز ایک قسم کی ناشکری نعمت ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے تو نعمت اختیار عطا فرمائی اور یہ شخص اس کی نفی کرتا ہے) بلکہ اپنی قدرت کو دیکھنا چاہئے کیونکہ یہ قدرت حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہے اپنی قدرت کو اسی ذات کی نعمت سمجھو جو کہ مصداق ھو کا ہے (یعنی ذات حق) اور ایک طومار میں یہ لکھ دیا کہ اس جبر و قدر دونوں سے گزر جاؤ (یعنی نہ اس پر نظر کرو نہ اس پر کیونکہ جو چیز نظر میں آوے وہ سب بت ہے (کہ اس پر نظر کرنے سے خدا تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے) غرض نفی اختیار و اثبات اختیار دونوں میں تعارض ہے پھر دونوں کے عدم سے دونوں اثبات کو تعارض ہے یہ طومار بھی معترض ٹھہرے۔ تحقیق مسئلہ یہ امر بدیہی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے نیک و بد کا اختیار عطا فرمایا ہے اسی اعتبار سے بندہ کاسب افعال ہے اور یہ بھی یقینی ہے کہ اس اختیار میں انسان مستقل نہیں حق جل و علا شانہ کا محتاج ہے انہوں ہی نے اختیار بھی عطا فرمایا ہے اگر وہ اختیار نہ دیتے تو یہ مختار نہ ہوتا اور بعد عزم و ارادہ کے وہی فعل کو پیدا کرتے ہیں کیونکہ بندہ کسی چیز کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا۔ قال اللہ تعالیٰ کل من خالق غیر اللہ الایہ غرض بندہ خالق افعال نہیں پس مرتبہ کسب میں قدرت و اختیار عبد کا حق ہے اور مرتبہ خلق میں عجز عبد کا حق ہے اس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ طومار میں عجز پر جو یہ مرتب کیا ہے کہ جب ہم عاجز ہیں تو امر و نہی سب شرح عجز کے لئے ہے کرنے کے لئے نہیں یہ ترتیب غلط اور الحاد ہے کیونکہ عجز مرتبہ خلق میں ہے نہ مرتبہ کسب میں اور امر و نہی مرتبہ کسب میں وارد ہیں پھر ان میں منافات کیا ہے۔ یہ تو قدرت و عجز کی تحقیق تھی۔ اب رہا ان دونوں صفتوں پر نظر کرنا سو جب یہ عقیدہ میں داخل ہے تو نظر کرنا اس پر کیوں نہ جائز ہوگا لیکن شرعاً یہ مطلوب نہیں کہ ہر وقت آدمی اسی کو سوچا کرے کہ فلاں (اعتبار سے میں عاجز ہوں فلاں اعتبار سے قادر ہوں بلکہ جب ذکر و عبادت میں مشغول ہو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

وقت ان امور کی طرف التفات کرنا اوران کا قلب میں استحضار کرنا یکسوئی وغلبہ توجہ الی اللہ کے منافی ہے جو چیز شاغل عن الحق ہو اس کو حضرات اہل محبت شرک وبت تشبیہاً ومجازاً کہہ دیتے ہیں غرض مرتبہ اعتقاد میں تو دونوں پر نظر واجب ہے اور مرتبہ استحضار میں عبادت کے وقت دونوں پر نظر کرنا مضر باطن ہے پس واقع میں ان مسائل میں کوئی تعارض نہیں اور بعض نسخوں میں یہ دو شعر اور ہیں جو مضمون میں شعر اخیر سے ملتے جلتے ہیں۔

در یکے گفتہ کہ عجز و قدرتت	بگذر دو زہر چہ اندر فکرتت
ایک میں کہا کہ تیرا عجز اور قدرت	اور جو کچھ تیرے فکر میں ہے (خود بخود) گزر جائیگا
از ہوائے خویش در ہر ملتے	گشتہ ہر قومے اسیر ذلتے
ہر مذہب میں اپنی خواہش نفسانی سے	ہر قوم ذلت میں گرفتار ہوئی

ان کا حاصل بھی وہی ہے کہ جبر وقدر قابل التفات نہیں مگر فرق اتنا ہے کہ وہاں تو یہ کہا تھا کہ تم ان دونوں سے گزر جاؤ اور یہاں یہ کہا جاتا ہے کہ تم ان سے گزرنے کا اور ان کے ترک کرنے کا اہتمام مت کرو بلکہ یہ عجز و قدرت اور جتنی چیزیں تمہارے فکر و خیال میں ہیں یہ سب خود بخود تم سے گزر جاویں گی اور تم سے الگ ہو جاویں گی۔ (اور خود کسی چیز کے چھوڑنے کا اہتمام کرنا یہ بھی اپنے ارادہ وخواہش نفس کا ایک قسم کا اتباع کرنا ہے اور یہ ایسی بری چیز ہے کہ ہر ملت میں جو قوم کسی ذلت میں مبتلا ہوئی ہے وہ اسی خواہش نفسانی کے اتباع کی بدولت ہوئی ہے اور بعض نسخوں میں ذلت بمعنی لغزش ہے ہر چہ اندر فکرتت معطوف ہے عجز وقدرت پر اور سب مل کر مبتداء ہے اور بگذرو خبر اس طومار میں جو یہ مضمون ہے کہ بلا ارادہ یہ خود زائل ہو جائے گا بایں معنی صحیح ہے کہ ارادہ مؤثر حقیقی نہیں کیونکہ بندہ خالق نہیں مگر یہ کہنا کہ ارادہ نہ کیا جاوے مغالطہ ہے کیونکہ ارادہ سبب عادی ہے کیونکہ بندہ کاسب ہے جیسا کہ اوپر مفصل بیان ہو چکا ہے البتہ ارادہ وتدبیر مذموم قابل ترک ہے پس ترک تدبیر فی نفسہ مقصود نہیں بلکہ اس لئے کہ تدبیر خلاف مرضی حق ہے سو جو تدبیر خلاف مرضی ہوگی اس کا ترک محمود ہوگا اور جو تدبیر موافق مرضی حق و مامور بہ ہو اس کا ترک کسی طرح محمود ہوگا بلکہ یہ ترک خود بوجہ خلاف مرضی ہونے کے مذموم ہوگا و نیز امور تکوینیہ غیر اختیاریہ میں تجویز لگانا یا امور اختیاریہ میں دعوے کے ساتھ عزم کرنا اور مشیت وتصرفات الٰہیہ پر نظر رکھنا یہ بھی مذموم ہے۔

در یکے گفتہ مکش ایں شمع را	کایں نظر چوں شمع آمد جمع را
ایک میں کہا (عقل کی) اس شمع کو نہ بجھا	اس لئے کہ یہ غور و فکر شمع محفل ہے
از نظر چوں بگذری واز خیال	کشتہ باشی نیم شب شمع وصال
خیال اور غور و فکر کو جب تو چھوڑ دیگا	تو گویا تو نے وصال کی شمع کو آدھی رات میں بجھا دیا
در یکے گفتہ بکش باکے مدار	تا عوض بینی یکے باصد ہزار
ایک میں کہا بجھا دے پروانہ کر	تاکہ ایک کے بدلے میں لاکھ پائے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ زکشتن شمع جاں افزوں شود	لیلیت از صبر تو مجنوں شود
اس لئے کہ شمع کے بجھانے سے روح بڑھے گی	تیرے صبر کی وجہ سے تیری لیلیٰ مجنوں کی طرح ہو جائیگی
ترک دنیا ہر کہ کرد از زہد خویش	بیش آمد پیش او دنیا ز پیش
جس نے اپنے زہد کی وجہ سے دنیا کو چھوڑ دیا	اس کے سامنے دنیا پہلے سے زیادہ آتی ہے

لیلیٰ کنایاز محبوب حقیقی مجنوں محب بیش افزوں پیش اول ظرف بمعنی عند پیش ثانی چیز مستقبل کنایاز آخرت اوپر کے طومار میں کہا تھا بت بود ہر جگہ بگنجد در نظر جس میں ترغیب تھی ترک نظر کی اس کے معارض مضمون کا بیان ہے یعنی ایک طومار میں لکھ دیا کہ اس شمع کومت بجھاؤ یعنی یہ نظر اور خیال جماعت طالبین کے لئے مثل شمع کے ہے اس کو معطل مت کرو جب ہم نظر اور خیال کو چھوڑ بیٹھے (اور فکر و عقل سے کام نہ لیا) تو اس طرح سے مقصود کو فوت کر دیا جیسے کسی نے نیم شب کے وقت شمع وصال گل کر دی کیونکہ نیک و بد میں تمیز کرنے والی عقل ہی ہے جب اس سے قطع نظر کر لی تو مقصود حقیقی جو اعمال حسنہ کے اختیار کرنے اور اعمال سیئہ کے ترک کرنے پر موقوف ہے کیونکر حاصل ہوگا) اور ایک طوما ر میں لکھ دیا کہ کچھ پروا مت کرو عقل کو ترک کر دو تا کہ اس ایک کے عوض میں تم کو لاکھ مل جائیں (یعنی عقل کے عوض میں الہام نصیب ہوگا جس کے ساتھ عقل کو وہ نسبت ہے جو نسبت ایک کو ایک لاکھ کے ساتھ ہے) وجہ زیادہ ملنے کی یہ ہو گی کہ شمع عقل کے گل کرنے سے شمع روح بڑھ جاتی ہے (کیونکہ روح کی لطافت ادراک کا مانع یہی توجہ مشاغل دنیویہ کی طرف ہے جس کا باعث عقل ہے جب مانع مرتفع ہوگا ادراکات روح میں ترقی ہوگی اور یہی الہام ہے) اور پھر جب ترک مقتضائے عقل پر مستقل و ثابت قدم رہو گے تو تمہارا محبوب تمہارا محب ہو جائے گا۔ یعنی علاوہ الہام کے یہ دوسری دولت ملے گی کہ تم حضرت حق کے محبوب ہو جاؤ گے آگے مثال میں کہا جاتا ہے کہ جو شخص زہد کی وجہ سے دنیا کو ترک کر دیتا ہے اس کے روبرو دنیا بھی زیادہ آتی ہے اور آخرت بھی اس کو ملتی ہے پس جس طرح دنیا کو ترک کرنے سے اس سے زیادہ اس کو مل جاتا ہے اسی طرح عقل کے ترک کرنے سے اس سے زیادہ دولت الہام اس کو نصیب ہوتی ہے۔

تحقیق مسئلہ عقل کی دو قسمیں ہیں عقل فلسفی و دنیوی و عقل ایمانی و دینی سو عقل فلسفی تو واقعی قابل ترک کر دینے کے ہے۔ اور یہی حاجب عن اللہ ہے۔ اور عقل ایمانی کہ وہ مثمر الہام بھی ہے قابل اعتماد و عمل کے ہے۔ پس ان میں کوئی تعارض نہیں مگر تفصیل نہ کرنے سے وزیر کے طوامیر متعارض ہیں۔

در یکے گفتہ کہ آنچت داد حق	بر تو شیریں کرد در ایجاد حق
ایک میں کہا جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے	وہ آفرینش کے وقت اللہ نے تیرے لئے شیریں کر دیا
بر تو آساں کرد و خوش آنرا بگیر	خویشتن را در میفگن در زحیر
تیرے لئے آسان اور خوشگوار کر دیا ہے اس کو لے لے	اپنے آپ کو پیچش میں مبتلا نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

در یکے گفتہ کہ بگذر زان خود	کاں قبول طبع تو ردست و بد
ایک میں کہا اپنی ملکیت سے دست کش ہو جا	اس لئے کہ تیری مرغوب طبع چیز مردود اور بری ہے
راہہائے مختلف آساں شدست	ہر یکے را ملتے چوں جاں شدست
مختلف راستے آسان ہو گئے ہیں	ہر ایک کیلئے ایک مذہب جان کی طرح بن گیا ہے
گر میسر کردن حق رہ بدے	ہر جہود و گبر ازو آگہ بدے
اگر اللہ کا آسان کر دینا ہی کوئی راستہ ہوتا	ہر یہودی اور آتش پرست اس سے واقف ہوتا
در یکے گفتہ میسر آں بود	کہ حیات دل غذائے جاں بود
ایک میں کہا کہ آسان چیز وہ ہوتی ہے	جو دل کی زندگی اور جان کی غذا ہوتی ہے
ہر چہ ذوق طبع باشد چوں گذشت	بر نیارد ہمچو شورہ ریع و کشت
جو چیز طبیعت کے ذوق کے مطابق ہوتی ہے جب گذر جاتی ہے	تو شور زمین کی طرح پیداوار اور فصل نہیں دیتی ہے
جز پشیمانی نباشد ریع او	جز خسارت بیش نارد بیع او
اس کی پیداوار شرمندگی کے سوا نہیں ہوتی	اور اس کی بیع کا حاصل نقصان کے سوا کچھ نہیں ہوتا
آں میسر نبود اندر عاقبت	نام او باشد معسر عاقبت
انجام کار وہ آسان نہیں ہوتی	اور آخر میں اس کا نام دشوار ہوتا ہے
تو معسر از میسر باز داں	عاقبت بنگر جمال این و آں
تو دشوار اور آسان کے فرق کو سمجھ	اس اور اس کے حسن کے نتیجہ پر نظر رکھ

زحیر پیچش مراد تکلیف زان خود از خواہش خود ریع پیداوار و محصول یعنی ایک طومار میں یہ لکھا کہ حق تعالیٰ نے تجھ کو جو چیزیں دی ہیں وہ تیرے لئے شیریں یعنی حلال پیدا کر دی ہیں تو خدا نے تجھ پر جس کو آسان کیا ہے تو بھی اس کو خوشی سے اختیار کر اور (ان کو ترک کر کے) اپنے کو مصیبت میں مت ڈال (یعنی جو چیز آسانی سے مل جاوے اور اس کو طبیعت چاہے اس سے متمتع ہو اور نفس پر تنگی مت کرو) اور ایک میں یہ لکھ دیا کہ اپنی خواہش سے گزرنا چاہئے کیونکہ تیری طبیعت کا قبول کرنا محض زشت و بد ہے (قابل اعتبار اور دلیل حلت کی نہیں) اگر صرف کسی چیز کا طبیعت کے نزدیک آسان ہونا دلیل اس کی خوبی کی ہو تو لازم آتا ہے کہ تمام مذاہب دنیا بھر کے حق ہوں کیونکہ مختلف طریقے ان طریقہ والوں کو آسان ہو رہے ہیں اور اسی لئے ہر شخص کو اس کا مذہب مثل جان کے عزیز ہو رہا ہے۔ تو چاہئے سب مقبول و صحیح ہوں حالانکہ یہ لازم یقیناً غلط اور باطل ہے اگر حق تعالیٰ کا کسی امر کو

www.besturdubooks.wordpress.com

آسان کردیا یہی طریقہ (شناخت حکم صحیح) کا ہوتا تو ہر یہودی اور گمرہ دین حق سے آگاہ ہو جاتا (کہ جس کو آسان دیکھا اسی کو صحیح سمجھ لیا تو عالم میں کوئی گمراہ ہی نہ ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ کسی امر کا آسان ہونا کوئی دلیل قابل اعتبار نہیں) تیسرے میں یہ لکھ دیا کہ کسی امر کا آسان ہونا صحیح ہونے کی دلیل تو ہے مگر اس میں نفس اور طبیعت کا اعتبار نہیں بلکہ روح اور قلب کا اعتبار ہے پس آسان سے مراد صرف وہی امر ہے جو کہ قلب کی حیات اور روح کی غذا ہو (اور نفس اور طبیعت کا ذوق قابل اعتبار نہیں کیونکہ اس کا میلان گاہے معاصی کی طرف بھی ہوتا ہے جس کا انجام حسرت کے سوا کچھ بھی نہیں جیسا کہا ہے کہ (جو چیز ذوق طبع کے موافق ہو اس کی حالت تو یہ ہے کہ (اس کے کرنے کے وقت تو کسی قدر اس میں لذت ملتی ہے مگر) جب وہ گزر جاتی اور ختم ہو جاتی ہے تو اس میں کوئی ثمرہ اور نتیجہ حاصل نہیں ہوتا جس طرح شور زمین میں کچھ نہیں پیدا ہوتا ہے غرض بجز پشیمانی اور حسرت کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بجز خسران کے اس کے بیچ میں کوئی فائدہ نظر نہیں آتا اور وہ (گو فی الحال سہل اور مرغوب معلوم ہوتا ہے مگر) انجام کار (موقع انکشاف واقعات میں سہل اور آسان نہیں (معلوم) ہوتا بلکہ اس وقت اس کا نام معسر اور دشوار ہوتا ہے تو تم کو چاہئے کہ معسر اور میسر میں تمیز کرو اور انجام کے اعتبار سے دونوں کی صورت ملاحظہ کرو کہ آخر کار میں کون میسر و آسان ہوگا اور کون معسر و دشوار ہوگا غرض اول طومار میں آسان ہونے کو دلیل صحت کی ٹھہرائی دوسرے طومار میں اس کو رد کر دیا تیسرے میں پھر تخلیط وخبط کر دیا کہ آسان ہونا دلیل تو ہے مگر اس میں طبع و نفس کا اعتبار نہیں بلکہ قلب وروح کا اعتبار ہے اور یہ سب احکام متعارض ہیں۔

تحقیق مسئلہ: طومار اول کا مضمون عقلاً ونقلاً غلط ہے نقلاً تو اس لئے کہ تمام شرائع باطل ٹھہرتی ہیں عقلاً اس لئے کہ امور متعارضہ متناقضہ کی صحت لازم آتی ہے چنانچہ طومار ثانی میں اس کا غلط ہونا خود تسلیم کر لیا گیا ہے۔ رہا طومار ثالث میں جو اس میں تقیید وتاویل کی گئی ہے اس میں اتنا جزو تو صحیح ہے کہ احکام شرعیہ واقع میں آسان ہیں اور ان کی آسانی روح صافی وقلب سلیم کو مدرک ہوتی ہے گو نفس اس سے بھاگتا ہو لیکن کسی امر کے حلال وحرام وحق و باطل ہونے کے لئے روح وقلب کے نزدیک اس امر کے آسان ہونے کو معیار قرار دینا اور اس کو بنی ٹھہرانا یہ الحاد و زندقہ کا دروازہ کھولنا ہے کیونکہ اول تو ہر قلب وارواح سلیم نہیں پھر جو سلیم بھی ہیں وہ بھی جمیع امور کے ادراک کے لئے کافی نہیں ورنہ وحی وبعثت سب بیکار ہوتی تیسرے ہر شخص اپنے قلب وروح کے سلیم ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے اور نفس کے احکام اور قلب وروح کے احکام میں امتیاز سخت دشوار پس اگر اس کے بنائے کار ٹھہرایا جاوے تو سخت فتنہ وفساد وکشت وخون واقع ہو البتہ جن امور میں دلائل صحیحہ بظاہر متعارض ہوں یا دلیل شافی تک نظر نہ پہنچے اور اس وجہ سے وہ امور مشتبہ ہو جاویں ان میں قلب سلیم سے استفتاء اور اس کے فتوے پر عمل کرنا البتہ وارد ہے۔

در یکے گفتہ کہ استادے طلب	عاقبت بینی نیابی در حسب
ایک میں کہا کسی استاد کی طلب کر	(محض ذاتی شرافت سے تجھے عاقبت اندیشی حاصل نہیں ہو سکتی

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقبت دیدند ہرگوں ملتے	لاجرم گشتند اسیر زلتے
(بغیر استاد) جس قوم نے انجام کو معلوم کیا	لامحالہ لغزش میں گرفتار ہوئی
عاقبت دیدن نباشد دست باف	ورنہ کے بودے زدینہا اختلاف
آخرت کو سمجھنا (اپنے) ہاتھ کا کام نہیں ہے	ورنہ مذہبوں میں اختلاف نہ ہوتا
در یکے گفتہ کہ استا ہم توئی	زانکہ استاد اشناسا ہم توئی
ایک میں کہا' استاد بھی تو ہی ہے	اس لئے کہ استاد کو پہچاننے والا تو ہی ہے
مرد باش و سخرۂ مرداں مشو	روسر خود گیر و سرگرداں مشو
مرد بن اور لوگوں کا بیگاری نہ بن	جا' خود اپنی فکر کر اور پریشان نہ ہو
چشم برسرت بداور از خلاف	دور شوتایابی از حق استلاف
اپنی ذاتی رائے قائم کر اور خلاف سے	بھاگ' تاکہ تو اللہ کا وصال پا لے

حسب کمالات ومفاخرذاتیہ' دست باف ساختہ دست کنایہ از آسان مسخرہ محکوم' سر قلب اوپر کے اشعار میں کہا تھا عاقبت بنگر جمال ایں وآن' جس سے مفہوم ہوا تھا کہ کسی امر کی موجودہ حالت کو نہ دیکھنا چاہئے بلکہ اس کے ثمرہ وانجام پر نظر کرنا چاہئے کہ خیر ہے یا شر اب اس کا طریقہ بتلایا جاتا ہے یعنی ایک طومار میں یہ لکھا کہ عاقبت بینی کے لئے کسی استاد (مرشد ورہبر) کو تلاش کرنا چاہئے کیونکہ محض کمال ذاتی سے عاقبت بینی حاصل نہیں ہوتی (یعنی کتنا ہی علم وفضل رکھتا ہو مگر بدوں رہنما کے کسی شی کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی) تمام اہل ملت نے (اپنی رائے سے) عاقبت بینی کی تھی (اور غور وفکر کر کے بلا اتباع انبیاء اپنے لئے خاص طریقہ اختیار کیا آخر کو مقید ذلت ہوئے اور حق واضح نہ ہوا عاقبت بینی کوئی آسان بات نہیں ورنہ ادیان میں اختلاف کیوں واقع ہوتا (پس معلوم ہوا کہ کسی رہبر کی تقلید ضروری ہے اور ایک میں یہ لکھ دیا کہ میاں (استاد کیا) تم ہی استاد ہو (یعنی خود اپنی تحقیق پر عمل کرو) کیونکہ آخر تو استاد کو بھی تم ہی پہچانو گے سو اگر تمہاری تحقیق قابل عمل نہیں تو استاد کی شناخت کرنے میں بھی قابل اعتبار نہیں پھر استاد کس طرح تجویز کرو گے جب کوئی استاد ہی تجویز نہ ہوگا تو اتباع استاد کی کیا صورت ہوگی۔ اور اگر تمہاری تحقیق قابل عمل ہے تو پھر کسی کی تقلید کی کیا ضرورت ہے) پس مرد (مستقل بالرائے) رہو اور دوسروں کے محکوم نہ بنو اور جاؤ' (اپنی تحقیق کے موافق) اپنے کام میں لگو اور تلاش رہبر میں) حیران پریشان مت ہو ذرا اپنے قلب ورائے پر نظر رکھو اور اس کے خلاف عمل کرنے سے پرہیز کرو تاکہ حق تعالٰی سے قرب ووصال ہو جاوے غرض ایک طومار میں مقلد ہونے کی ترغیب دی دوسرے میں محقق بننے کو کہہ دیا اور یہ صاف تعارض ہے تحقیق مسئلہ' امور ثابتہ بالوحی میں تو کسی کو اتباع رہبر (انبیاء علیہم السلام) سے مفر وچارہ نہیں اپنی رائے پر عمل کرنا کفر ومعصیت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور امور اجتہادیہ میں جس کو اللہ تعالیٰ نے سامان تحقیق واجتہاد کا عطا فرمایا ہو اس کو اپنی تحقیق پر عمل کرنا جائز بلکہ واجب ہے اور جس کے پاس یہ سامان نہ ہو اس کو تقلید کرنا واجب ہے اعمال ظاہری میں بھی اور احوال باطنی میں بھی اور تفصیل اس سامان کی کتب اصول وکلام وسلوک میں بیان کی گئی ہے۔

در یکے گفتہ کہ ایں جملہ یکے ست	ہر کہ او دو بیند احول مردکے ست
ایک میں کہا یہ سب (کائنات) ایک (ذات) ہے	جو دو سمجھے وہ کمینہ بھینگا ہے
در یکے گفتہ کہ صد یک چوں بود	اینکہ اندیشد مگر مجنوں بود
ایک میں کہا کہ سو ایک کیسے ہو سکتے ہیں	جو یہ سوچے وہ شاید پاگل ہو
ہر یکے قولے ست ضد یکدگر	چوں یکے باشد بگو زہر و شکر
ہر ایک قول دوسرے کی ضد ہے	چنانچہ زہر اور شکر ایک کیسے ہو سکتے ہیں؟
در معانی اختلاف و در صور	روز وشب بیں خار وگل سنگ وگوہر
معنوں اور صورتوں میں اختلاف	دن اور رات کانٹے اور پھول پتھر اور موتی (کا سا اختلاف)

مردک تصغیر مرد برائے تحقیر شعر اخیر در بعض نسخ نیست یعنے ایک میں لکھ دیا کہ یہ تمام موجودات عالم تمہارا عین اور تمہارے ساتھ متحد ہے اور ہم میں دوئی کی گنجائش نہیں ہے تو ہماری ابتدائی انتہائی حالتیں سب ایک ہیں جو شخص الگ الگ سمجھے وہ احول آدمی ہے (غرض تمام موجودات میں اتحاد کا حکم کر دیا) اور ایک میں یہ لکھ دیا کہ بلا سو چیزیں ایک کس طرح ہو سکتی ہیں کوئی پاگل ہوگا جو ایسی بات سوچے دیکھو اقوال مختلفہ میں ہر قول دوسرے کے خلاف ہوتا ہے اور سرتاپا دوسرے کا ضد ہوتا ہے (یہ تغائر تو اعراض میں تھا اب جواہر کو لو) زہر وشکر باہم ایک کس طرح ہو سکتے ہیں بلکہ باہم ضرور مختلف ہوں گے باطنی خواص میں بھی اور ظاہری صورت وشکل میں بھی اسی طرح ہر چیز کے معانی (خواص) اور صورتوں میں باہم اختلاف ہے۔ روز وشب کو دیکھ لو خار وگل کو دیکھ لو سنگ وگہر کو دیکھ لو غرض موجودات میں ہرگز اتحاد نہیں ایک میں اتحاد کا اثبات دوسرے میں اس کی نفی صاف تعارض ہے۔

تحقیق مسئلہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ باہم موجودات میں بعض امور مابہ الاشتراک ہیں اور بعض مابہ الامتیاز خواہ یہ امور داخل ماہیت ہوں خواہ خارج اور خواہ مقدمات ہوں یا آثار پس مابہ الاشتراک کے مرتبہ میں اتحاد صحیح ہے اور مابہ الامتیاز کے درجہ میں نفی اتحاد حق ہے منجملہ ان امور مشترکہ کے چونکہ وجود سب سے زیادہ اعم واشمل ہے اس لئے صوفیہ کے کلام میں اتحاد وجودی کا بکثرت ذکر پایا جاتا ہے پس اتحاد بمعنی اشتراک ہے مجاز اور نہ حقیقی معنے کے اعتبار سے دو چیزوں میں اتحاد محال ہے کیونکہ اگر وہ ایک ہو جاویں تو ان کا دو کہنا غلط ہوگا اگر دو رہیں تو ایک ہونا غلط ہوگا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا ز زہر و از شکر در نگذری	کے تو از گلزار وحدت بو بری
جب تک تو زہر اور شکر سے نہ گزرے گا	وحدت کے چمن کی خوشبو کب سونگھے گا؟
وحدت اندر وحدت ست ایں مثنوی	از سمک رو تا سماک اے معنوی
یہ مثنوی وحدت در وحدت ہے	اے معنی کے طالب! مچھلی سے سماک تک چلا جا

سمک ماہی مراد ماہیے کہ حسب بعض روایات سیر زمین بروی موضوع ست کنایہ از عالم سفلی سماک ستارہ ایست وبمعنی بلندی کنایہ از عالم علوی معنوی طالب معنی یہ دونوں شعر مقولہ مولانا کے ہیں بطور جملہ معترضہ کے درمیان مضامین طومار کے جو اوپر گزرے اور مضمون تمہ قصہ کے جو آگے آتا ہے اس میں توحید کا ذکر ہے جیسی مولانا کی عادت ہے کہ بوجہ غلبہ مذاق توحید کے تھوڑی مناسبت سے ادھر منتقل ہو جاتے ہیں اوپر کے اشعار میں چونکہ اتحاد و امتیاز کا بیان تھا اس سے توحید کا ذکر فرمانے لگے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تک تم زہر و شکر یعنی عالم کثرت سے نہ گزرو گے (یعنی ان کی طرف سے توجہ والتفات نہ ہٹاؤ گے اس وقت تک باغ وحدت کی خوشبو نہ پاؤ گے) یعنی لذت توحید نصیب نہ ہوگی کیونکہ نفس ایک وقت میں دو طرف توجہ نہیں کرسکتا جب مخلوقات کی طرف توجہ رہے گی تو ذات حق کی طرف تام نہ ہوگی اور بدوں توجہ تام کے (کہ اس کو اضمحلال وفنا ہو جو اب حادثہ کا لازم ہے جیسا شعر دیباچہ۔ سر پنہان ست الخ کی شرح میں بیان ہوا ہے (توحید کی لذت میسر نہیں ہوتی چونکہ مثنوی میں بکثرت توحید کا ذکر ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ یہ ہماری مثنوی وحدت سے بھری ہوئی ہے پس طالب معنی و حقیقت کو چاہئے کہ عالم سفلی سے توجہ ہٹا کر ذات حق کی طرف متوجہ ہو جاوے۔

دربیان آنکہ اختلاف درصورت روش ست نہ درحقیقت راہ

اس بیان میں کہ رفتار کی صورت میں اختلاف ہے نہ کہ راستہ کی حقیقت میں

زیں نمط زیں نوع دہ طومار ودو	برنوشت آں دین عیسیٰ را عدو
اس انداز اور اس قسم کے بارہ لمبے خطوط	اس (حضرت) عیسیٰ کے دین کے دشمن نے لکھے
اوز یک رنگی عیسیٰ بو نداشت	وز مزاج خم عیسیٰ خو نداشت
اس کو حضرت عیسیٰ کی یک رنگی کی خوشبو نہ پہنچی تھی	اور نہ حضرت عیسیٰ کے خم کے مزاج کی عادت رکھتا تھا
جامۂ صد رنگ ازاں خم صفا	سادہ و یک رنگ گشتے چوں ضیاء
اس صفائی کے خم سے صد رنگے کپڑے	نور کی طرح سادہ اور یکرنگ ہو جاتے تھے
نیست یکرنگی کزو خیزد ملال	بل مثال ماہی و آب زلال
ایسی یکرنگی نہیں جس سے طبیعت اکتا جائے	بلکہ اس کی مثال مچھلی اور صاف پانی کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ در خشکی ہزاراں رنگہاست	ماہیاں را با یبوست جنگہاست
اگرچہ خشکی میں ہزاروں رنگ ہیں	لیکن مچھلیوں کو خشکی سے بڑی مخالفت ہے

یہ تتمہ طومار نویسی کے قصہ کا یعنی اسی طرح اس دشمن دین عیسیٰ علیہ السلام نے بارہ طومار لکھ کر تیار کیے۔

خم عیسیٰ مشہور ست کہ حضرت مسیح اللہ علیہ السلام در بدایت حال صباغی کردیک خم بود کہ ہر جامہ را وران زدے ہر رنگ خواستے درآمدے مگر مراد درینجا آن خم نیست بلکہ خم معنوی ست کہ اثران عکس این باشدہ جامہ صد رنگ ازان یکرنگ شود و آن طریقہ حقہ ایشان ست کہ اشخاص مختلف العقائد را بر یک طریق حق استوار کردی مجازاً تشبیہا بآن خم آن را خم گفتہ تسمیۃ للشئی باسم ضدہ (اس سرخی میں بیان ہے کہ اہل حق کے حقیقت مقصود میں اختلاف نہیں محض طرز عمل میں اختلاف ہے۔ جس طرح ایک طبیب اپنے دو شاگردوں کو دو مختلف مریضوں کے معالجہ کے لئے بھیجے تو اختلاف مرض کی وجہ سے ضرور دونوں کے نسخے مختلف ہوں گے مگر مقصود اصلی کہ تعدیل مزاج ہے مشترک ہوگا اسی طرح اصول حضرات انبیاء علیہم السلام کے متفق ہیں فروع میں بمصلحت اختلاف احوال امم کے البتہ اختلاف ہے اور مقصود سب کا کہ قرب و وصول الی اللہ ہے۔ ایک ہے پس اس بیان میں تحقیق ہے اس یہودی وزیر کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دین کو حضرت عیسیٰ کے دین کا مخالف سمجھتا تھا اور وحدت مقصود پر نظر نہ تھی چنانچہ اشعار میں فرماتے ہیں کہ اس کو عیسیٰ علیہ السلام کی یکرنگی کا (جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کو حاصل تھی) ادراک نہ تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کے خم باطنی کی تاثیر کا خوگر نہ تھا (ورنہ سمجھ جاتا کہ عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کو موسیٰ علیہ السلام کا مخالف نہ بناتے تھے بلکہ سب کو ایک مقصود کی طرف کہ وہ دین موسوی دین عیسوی میں متفق ہے متوجہ کرتے تھے جیسا کہ فرماتے ہیں کہ اس خم صفا کی یہ تاثیر تھی کہ سو رنگ کے کپڑے (یعنے مختلف عقائد کے لوگ اس سے خالص اور یکرنگ (موصوف بہ توحید و قابل وصول الی اللہ) ہو جاتے تھے جس طرح روشنی کہ اپنی ذات میں یکرنگ ہوتی ہے اور (چونکہ محسوسات میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ایک طرح کی چیز یا حالت پر مدت تک رہنے سے دل بھر جاتا ہے اور جی اکتا جاتا ہے جس کو عربی میں ملال کہتے ہیں اس لئے ممکن تھا کہ کسی عامی کو اس قیاس پر یہ احتمال ہوتا کہ شاید باطنی یکرنگی بھی ایسی ہی ہو اس لئے اس کو دفع فرماتے ہیں کہ) یہ ایسی یکرنگی نہیں جس سے ملال پیدا ہو بلکہ اس یکرنگی کی ایسی مثال ہے جیسے مچھلی اور آب شیریں کہ مچھلی کو آب شیریں سے کبھی ملال نہیں ہوتا گو آب شیریں میں مختلف احوال نہ ہوں اور خشکی میں باوجودیکہ ہزاروں رنگ ہیں اور مختلف حالتیں ہیں مگر مچھلیوں کو خشکی سے سخت اختلاف اور نفرت ہے اسی طرح اہل توحید و معرفت کو (جن کو تشبیہاً ماہی کہہ دیا کرتے ہیں تعلق بہ ذات واحد حق سے (جس کو تمثیلاً دریا سے تعبیر کر دیتے ہیں) ہرگز سیری نہیں ہوتی کہ گنجائش ملال ہو وجہ اس عدم ملال کی یہ ہے کہ ملال وہاں ہوتا ہے جہاں طلب ختم ہو جاوے اور طلب وہاں ختم ہوتی ہے جہاں مطلوب کے کمالات ختم ہو جاویں یا طالب کی معرفت منتہی ہو جاوے اور جب عارف کی نہ معرفت کبھی منتہی ہو اور نہ مطلوب حقیقی کے کمالات منتہی ہو سکتے ہیں تو

www.besturdubooks.wordpress.com

طلب ختم ہونے کی کوئی صورت نہیں بلکہ وہ آناً فاناً متزائد رہتی ہے۔ پھر ملال کیسے ممکن ہے خوب کہا ہے "نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایان بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی" اور عالم کثرت میں گو رنگارنگ موجودات ہیں مگران سے عارف کو اس لئے دلچسپی نہیں کہ وہ اکثر حاجب عن الحق ہو جاتے ہیں۔

کیست ماہی چیست دریا در مثل	تابداں مانند خدا عزو جل
کون ہے مچھلی کیا ہے دریا مثال دینے میں	کہ اس سے خدائے عزو جل مشابہ ہو
صد ہزاراں بحر و ماہی در وجود	سجدہ آرد پیش آں دریائے جود
موجودات میں سے لاکھوں دریا اور مچھلیاں	اس بحر سخاوت کے سامنے سربسجود ہیں

کیست و چیست استفہام تحقیر' مثال ملیک بادشاہ مراد خدا تعالیٰ اوپر کے اشعار سے عارفین کی ماہی سے اور حق تعالیٰ کی دریا سے تشبیہ مفہوم ہوئی تھی شاید کوئی نادان اس سے مشابہت تامہ سمجھ جاتا اس لئے اس کا دفعیہ فرماتے ہیں کہ مثال دینے کے باب میں ماہی و دریا کی کیا حقیقت ہے کہ اس سے حق تعالیٰ کو تشبیہ دی جاوے۔

لاکھوں بحر و ماہی جو وجود میں آئے ہیں اس دریائے جود (ذات حق) کے روبرو سر جھکائے ہوئے ہیں

ف سمجھنا چاہئے کہ اکثر عارفین کے کلام میں حق تعالیٰ کو مختلف چیزوں کے ساتھ جیسے آفتاب و دریا و ہوا وغیرہا سے تمثیل دی جاتی ہے اور یہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی جیسا بعض لوگ خشک مزاج یہی سمجھ کر بزرگوں کو برا کہتے ہیں یا بعضے ناواقف متصوف یہی سمجھ کر اپنے عقائد کو خلاف شرع کر لیتے ہیں بلکہ کسی خاص امر میں تشبیہ ہوا کرتی ہے مثلاً اس مقام پر ذات حق کو دریا سے صرف اس امر میں تشبیہ دی کہ دریا میں بہ نسبت خشکی کے بساطت و وحدت ہوتی ہے اور ماہی کو اس سے سیری نہیں ہوتی جیسے ذات حق میں وحدت ہے اور طالب کو اس سے سیری نہیں ہوتی گو خود وحدت میں تفاوت ہو کہ دریا کی وحدت اضافی ہے اور ذات حق کی وحدت حقیقی مگر مطلق وحدت میں تو مناسبت ہے اس لئے یہ تشبیہ صحیح ہو گئی اور ایسی تشبیہ کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہے مثل نوره كمشكوة فيها مصباح الآیہ پس مثل بفتح المیم والثاء اور مثال کی حقیقت شئی مشارک فی وصف ما ہے۔ گو طرفین تمثیل میں ہزاروں وجہ تفاوت ہو قال اللہ تعالیٰ و لله المثل الاعلیٰ اور اس میں کوئی محال نہیں اور مثل بکسر المیم و سکون الثاء کی حقیقت شئی مشارک فی النوع ہے اور جناب باری میں اس کی مجال نہیں قال اللہ تعالیٰ ليس كمثله شئی پس مقصود و تمثیل سے ایراد مثال ہوتی ہے نہ ایراد مثل بکسر المیم

چند باران عطا باراں شدہ	تابداں آں بحر در افشاں شدہ
بخشش کی بہت سی بارشیں برسیں	یہاں تک کہ ان سے وہ سمندر موتی برسانے والا بنا
چند خورشید کرم افروختہ	تاکہ ابر و بحر جود آموختہ
کرم کے بہت سے سورج طلوع ہوئے	تب بادل اور سمندر نے سخاوت سیکھی

www.besturdubooks.wordpress.com

چند خورشید کرم تاباں شدہ	تابداں آں ذرہ سرگرداں شدہ
کرم کے بہت سے سورج روشن ہوئے	تب ان سے وہ ذرہ چکر کاٹنے والا بنا
پرتو ذاتش زدہ بر ماء وطین	تا شدہ دانہ پذیرندہ زمیں
مٹی اور پانی پر اس کی ذات کی روشنی پڑی	تب زمین دانے کی قبول کرنے والی بنی
خاک امین و ہرچہ در وے کاشتی	بے خیانت جنس آں برداشتی
زمین امانتدار (بنی) اور جو کچھ تونے اس میں بویا	بغیر کسی خیانت کے اس کی جنس کو اٹھایا
ایں امانت زاں عنایت یافتست	کافتاب عدل بروے تافتست
(زمین نے) یہ امانتداری اس کی مہربانی سے پائی	کیونکہ اس انصاف کا سورج چمکا ہے
تا نشان حق نیاید نو بہار	خاک سبزہ را نسازد آشکار
جب تک موسم بہار اللہ کا حکم بن کر نہیں آتا	مٹی سبزے کو ظاہر نہیں کرتی
آں جوادے کو جمادے را بداد	ایں خبرہا ویں امانت ویں سداد
وہ سخی جس نے جمادات کو دیئے	یہ پیغامات اور یہ امانت اور یہ راہ روی
آں جماد از لطف چوں جاں میشود	زمہریر از قہر پنہاں میشود
وہ جماد مہربانی سے جان کی طرح ہو جاتا ہے	سخت جاڑا خوف سے چھپ جاتا ہے
آں جمادے گشت از فضلش لطیف	کل شئی من ظریف ہو ظریف
وہ جمادات اس کی مہربانی سے لطیف ہو گئی	جو چیز خوب کی طرف سے ہوتی ہے خوب ہوتی ہے
ہر جمادے را کند فضلش خبیر	عاقلاں را کردہ قہر او ضریر
اس کا کرم ہر جماد کو باخبر بنا دیتا ہے	اور اس کا قہر عقلمندوں کو اندھا کر دیتا ہے

آن ذرہ مراد آفتاب کہ پیش عظمت حق کم از ذرہ ست' نشان فرمان' سرہا امور مخفیہ مراد سبزہ وگل' آن جوادی الخ آن مبتداء اشارہ بحق جوادے خبر بحذف رابطہ یعنے آن ذات حق چنان جوادیست الخ زمہریر خزان وزمستان زیر کور اوپر کے اشعار میں حق جل وعلیٰ شانہ کی عظمت اور تمام مخلوقات کا ان کی طرف محتاج ہونا مذکور تھا ان اشعار میں اسی مضمون کی تقویت وتائید ہے فرماتے ہیں کہ بحر میں جو صفت درافشانی آ گئی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس پر عطائے الٰہی کی بارشیں ہوئی ہیں (پس بحر کی صفت عطاء حق تعالیٰ کی صفت عطاء کا فیض ہے) اور ابر و بحر میں جو صفت جود آ گئی ہے کہ اس قدر پانی اس سے ملتا ہے اسی کی وجہ یہی ہے کہ اس پر کرم الٰہی کی تابشین ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں (پس ابر و بحر کی صفت جود حق تعالیٰ کی صفت جود و کرم کا فیض ہے) اور آفتاب فلک میں جو صفت سرگردانی یعنی تحرک کی (جس سے عالم کو نور بخشی ہوتی ہے آ گئی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس پر کرم الٰہی کی تابشیں ہوئی ہیں پس آفتاب سے صفت نور بخشی حق تعالیٰ کی صفت کرم بخشی کا فیض ہے) اور زمین جو دانہ کو قبول کر لیتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ آب و گل پر علم الٰہی کا پرتو پڑ گیا ہے (پس زمین کا دانہ کو لے لینا جس کے لئے صفت علم کی عادۃً ضرورت ہے حق تعالیٰ کی صفت علم کا فیض ہے) اور خاک میں جو صفت امانت کی آ گئی ہے جس سے وہ ایسی امین ہوگئی ہے کہ جو چیز اس میں کاشت کر دو ہی اس سے اٹھا لو یہ نہیں کہ وہ خیانت کر کے اس کو بدل ڈالے اور گندم کا جو دیدے اس کی وجہ یہی ہے کہ اس زمین سے یہ صفت امانت حق تعالیٰ کی صفت امانت سے پائی ہے کیونکہ (اللہ تعالیٰ عادل ہیں اور عدل کے لئے امانت لازم ہے اس معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لئے صفت امانت ثابت کی گئی ورنہ اللہ تعالیٰ کے مشہور اسماء میں اسم امین نہیں ہے تو اسی صفت عدل کا آفتاب اس زمین پر روشنی ڈال رہا ہے (پس زمین کی صفت امانت و عدل حق تعالیٰ کی صفت امانت و عدل کا فیض ہے) اور نیز زمین کے باعلم وخبر ہونے کا یہ اثر ہے کہ جب تک فصل بہار حق تعالیٰ کا فرمان نہیں لاتی اس وقت تک زمین سبزہ وگل کو باہر نہیں نکالتی (جس طرح اہل عقل وشعور کہ حکم حاکم کا انتظار کیا کرتے ہیں) وہ ذات پاک ایسے جواد ہیں کہ ایک جماد محض کو (یعنی زمین کو کہ نباتات وحیوانات سے خارج ہے ایسے علوم دیئے (جمع اس لئے لائے کہ یہاں دو علم کا ذکر ہے ایک اس شعر میں پرتو دانش الخ اور دوسرا اس شعر میں تا نشان حق الخ جیسا دونوں کی شرح سے منکشف ہو چکا ہے) اور ایسی امانت دی جس کا ذکر اس شعر میں ہے خاک امین الخ اور ایسی درستی دی (علمی درستی تو علوم ہیں اور عملی درستی امانت ہے پس درستی میں سب صفات مذکورہ داخل ہوگئیں) یہ حق تعالیٰ کا فیض لطف ہے جس سے وہ جماد (زمین) مثل ذی روح کے ہو جاتی ہے (کہ اس میں صفات ذی روح کے سے پیدا ہو جاتی ہیں اور لطف علمی و عملی سے موصوف ہو جاتی ہے) اور اس صفت لطف کے ظہور سے خزان قہر (یعنی صفت قہر جس سے خزان ہوگئی تھی پوشیدہ ہو جاتی ہے (کیونکہ جب اسمائے جمالیہ لطف و رحمت و احیا و نحوہا کے آثار ظاہر ہوتے ہیں تو اسمائے جلالیہ قہر و غضب و امانت کے آثار باقی نہیں رہتے اسی طرح بالعکس اس کو اصطلاح میں توارد و تعاقب تجلیات و ظہور اسمائے متقابلہ و متضادہ کہتے ہیں اور مسئلہ تجدد امثال اسی کی فرع ہے) غرض وہ جماد فضل خداوندی سے (یعنی فیض صفت لطف الٰہی سے لطیف ہو جاتا ہے (جیسا اس سے قبل شعر میں کہا۔ آن جماد از لطف الخ) حقیقت میں جو چیز کسی خوب کی طرف سے ہوتی ہے وہ خوب ہی ہوتی ہے (پس حق تعالیٰ اپنے تمامی اسماء و صفات کے ساتھ جمیل ہیں جہاں ان کا فیض ہوگا وہاں بھی جمال و کمال پیدا ہو جائے گا خوب کہا ہے ہرچہ آن خسرو کند شیریں بود) اور ان کی ایسی قدرت ہے کہ (جب ان کی صفات جمالیہ کا ظہور ہوتا ہے تو) ان کا فضل جماد کو باخبر کر دیتا ہے جیسا اوپر بیان ہوا اور (جب صفات جلالیہ کا ظہور ہوتا ہے اس وقت) بڑے بڑے عقلاء و اہل علم کو انکا قہر اندھا کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(کہ امر حق ان کو نظر نہیں آتا جیسے بلعم وابلیس وغیرھما) ف ان اشعار میں اشارہ بلکہ تصریح ہے کہ عالم مظہر ذات و صفات الٰہی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ذات مخلوقات جو کسی صفت خواہ وجود یا علم وقدرت یا غیر ذلک کے ساتھ موصوف ہوتی ہے اس اتصاف میں ذات وصفات الٰہی واسطہ ہے پس اتصاف حق بصفات قدیمہ واسطہ ہوا اور اتصاف خلق بصفات حادثہ ذی واسطہ ہوا اب سمجھو کہ ایک شے کا دوسری شے کے لئے کسی صفت میں واسطہ ہونا اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ اس صفت کے ساتھ حقیقۃً وبالذات واسطہ ہی موصوف ہو اور ذی واسطہ میں وہ صفت اصلا نہ ہو مگر چونکہ اس واسطہ کے ساتھ اس ذی واسطہ کو ایک قسم کا تعلق اور تلبس ہے اس لئے مجازاً اس کی طرف بھی اس صفت کو منسوب کر دیتے ہیں پس حقیقۃً اتصاف صرف واسطہ کو ہوتا ہے اور مجازاً ذی واسطہ کو جس طرح کشتی واسطہ ہے کشتی نشین کے لئے صفت حرکت میں کہ یہاں حرکت کے ساتھ صرف واسطہ یعنی کشتی موصوف ہے اور ذی واسطہ یعنی کشتی نشین مجازاً جس کا حاصل یہ ہے کہ کشتی نشین کو مطلق حرکت نہیں ہوتی مگر تلبس اور تعلق کی وجہ سے اس کو بھی متحرک کہنے لگے ہیں اس کا نام واسطہ فی العروض ہے دوسری صورت اس کا عکس یعنی وہ صفت ذی واسطہ میں پائی جاوے اور واسطہ میں اصلا نہ ہو بلکہ وہ ذی واسطہ کو موصوف کر دینے میں سفیر محض ہو جیسے کپڑے کے رنگین ہونے میں صباغ واسطہ ہے کہ یہ صفت رنگین ہونے کی صرف ذی واسطہ یعنی کپڑے میں پائی جاتی ہے چنانچہ اسی کو رنگین کہتے ہیں اور واسطہ یعنے صباغ میں یہ صفت مطلقاً نہیں پائی جاتی چنانچہ اس کو نہیں کہا جاتا کہ وہ رنگین ہو گیا بلکہ محض کپڑے کے رنگین ہونے میں سفیر محض ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس میں رنگینی کی صفت اصلا نہیں ممکن ہے کہ وہ خود بھی کالا یا بھدا اپنے کو اس رنگ سے رنگین کر لے مطلب یہ ہے کہ جو صفت کپڑے میں ہے بعینہ اس کے ساتھ صباغ موصوف نہیں گو مستقل طور سے ایسی ہی صفت اس میں بھی پائی جاوے اس کا ثبوت مستقل دلیل سے ہوگا اور یہ رنگینی کپڑے کی اس رنگینی رنگریز کے لئے مستلزم و دلیل نہ ہوگی اس کو واسطہ فی الاثبات کہتے ہیں تیسری صورت یہ ہے کہ وہ صفت واسطہ اور ذی واسطہ دونوں میں حقیقۃً پائی جاوے لیکن واسطہ میں پایا جانا علت ہو اور ذی واسطہ میں پایا جانا معلول ہو پس (اتصاف واسطہ کے اولاً ہوگا اور اتصاف ذی واسطہ کا ثانیاً ہوگا جیسے قفل کھولتے وقت کنجی گھماتے ہیں تو ہاتھ واسطہ ہے حرکت میں اور کنجی ذی واسطہ حرکات دونوں کے ساتھ حقیقۃً قائم ہے مگر جنبش ہاتھ کی علت ہے اور جنبش کلید کی معلول اس کو واسطہ فی الثبوت کہتے ہیں پس واسطہ فی العروض وفی الاثبات میں صفت ایک ہی ہے دوسری صفت موجود ہی نہیں اور واسطہ فی الثبوت میں خود صفتیں دو ہیں جب یہ تمہید سمجھ میں آ گئی تو جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا واسطہ ہونا مخلوقات کے لئے ان کے صفات میں بمعنی فی العروض وفی الثبوت تو ہو نہیں سکتا فی العروض تو اس لئے کہ اس میں لازم آتا ہے کہ مخلوقات میں جتنی صفتیں ہیں وہ سب حقیقت میں حق تعالیٰ ہی کی صفتیں ہیں اور مخلوق کی طرف محض مجازاً ان کی نسبت ہے۔ اس لازم میں دو خرابیاں ہیں اول یہ کہ بعض صفات مخلوق میں ذمیم اور موجب منقصت ہیں جن سے

تنزیہہ حق تعالیٰ کی حاجت اور منصوص ہے۔اور دوسرے یہ کہ نصوص میں جابجا صفات حمیدہ وذمیمہ ہر دو کو مخلوقات کی طرف مسند ومنسوب کیا ہے اور اسناد میں اصل حقیقت ہے جب اس لازم میں دو خرابیاں ہوئیں تو یہ باطل ٹھہرا جب لازم باطل ہوا تو ملزوم یعنے واسطہ فی العروض ہونا بھی باطل ٹھہرا البتہ اگر ان خرابیوں کے جواب میں یہ کہا جاوے کہ جو صفات مخلوق میں ذمیم ہیں وہ ان مخلوقات کے فساد استعداد کی وجہ سے ہیں ورنہ اصل اور واسطہ ان کا بھی صفات جمیلہ الٰہیہ ہیں مثلاً حق تعالیٰ کی صفت قابض نے بشر کے ساتھ تعلق فرمایا جن کی استعداد صالح تھی وہ قابض بالحق ہوئے کہ اپنے حقوق پر اکتفا کرتے ہیں اور جن کی استعداد فاسد تھی وہ قابض بالباطل ہوئے کہ غصب وسرقہ کرنے لگے جس طرح آفتاب کا نور کہ امر وحدانی بسیط ہے مختلف آئینوں کے ساتھ یکساں متعلق ہوا کہ سرخ آئینہ میں وہ نور سرخ ہو گیا زرد میں زرد وعلیٰ ہذا القیاس اور اس میں کوئی خرابی یقینی نہیں یہ تو خرابی اول کا جواب دیا جاوے اور خرابی دوم کی نسبت یہ کہا جاوے کہ یہ مسئلہ کشفی ہے جب اسناد کے غیر حقیقی ہونے پر دلیل قائم ہے تو اس اسناد کو مجازی کہا جاوے گا اس تاویل پر البتہ واسطہ فی العروض کی گنجائش نکل آوے گی اور مدارس کے ثبوت کا کشف ہو گا چنانچہ بہت سے حضرات کی تقریر سے یہ مضمون مستفاد ہوتا ہے اور مولانا کے ان اشعار سے بھی ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے مگر اس میں تین احتیاطیں ضروری ہیں اول یہ کہ اس کو مثل عقائد منصوصہ کے داخل عقائد نہ کیا جاوے احتمال اس کے غیر صحیح ہونے کا بھی رکھا جاوے دوسرے یہ نہ سمجھے کہ مخلوقات میں جس قدر اور جس حالت سے صفات وکمالات مشاہد ہوتے ہیں بس اللہ تعالیٰ میں کماً وکیفاً اسی قدر ہیں اس سے زائد نہیں نعوذ باللہ منہ بلکہ دونوں میں تناہی ولاتناہی وکمال ونقصان کا بے حد تفاوت ہے تیسرے تاویل مذکور چونکہ دقیق ہے اس لئے عوام کے روبرو اس کی تقریر نہ کرے اور جو خود بھی تاویل سمجھ میں نہ آوے تو واسطہ فی العروض کو بالکل غلط سمجھے کیونکہ بالمعنی المتبادر واقع میں وہ غلط ہے اور واسطہ فی الثبوت ہونا اس لئے صحیح نہیں کہ اول تو اس میں وہی خرابی لازم آتی ہے کہ جتنی صفات اچھی یا بری مخلوقات میں حقیقۃً موجود ہیں وہ سب حقیقۃً نعوذ باللہ باری تعالیٰ میں بھی پائی جاویں جس کا بطلان ابھی بیان ہو چکا اور اگر تاویل مذکور سے اس کی اصلاح بھی کر لی جاوے تو دوسری خرابی یہ لازم آتی ہے کہ علت سے تخلف معلول کا محال ہے اور صفات باری تعالیٰ کی قدیم ہیں پس اگر وہ علت صفات خلق کی ہوں گی تو صفات خلق کا قدیم ہونا لازم آوے گا۔اور یہ عقلاً ونقلاً محال ہے جیسا کتب کلامیہ میں مذکور ہے۔جب دونوں صورتیں واسطہ کی باطل ہوئیں اور واسطہ ہونا یقینی ورنہ استغنا ممکن کا واجب سے لازم آوے گا پس واسطہ فی الاثبات کا حق ہونا متعین ہو گیا یعنی باری تعالیٰ اپنی قدرت وارادے سے مخلوق کو جو صفت چاہیں عطا فرمادیں اور اللہ تعالیٰ بعینہ ان صفات سے منزہ ہیں ان کی صفات مستقل دلائل عقلی ونقلی سے ثابت ہیں اور ان صفات حادثہ کو ان صفات قدیمہ سے بجز مشارکت لفظی کے (وہ بھی بعض میں) کوئی مناسبت ومشارکت ومشابہت نہیں۔چہ نسبت خاک را با عالم پاک' اس صورت میں مظہر ہونا عالم کا بایں معنے ہے کہ جس طرح مصنوع دلالت

www.besturdubooks.wordpress.com

کرتا ہے وجود صانع پر اور مکتوب دلالت کرتا ہے وجود کاتب پر اور ظاہر ہے کہ دلیل سے مدلول کا علم وظہور ہوتا ہی ہے اور یہ مظہریت تمام اجزائے عالم کے لئے عام ہے۔ مگر بعض مخلوقات جن کی بعض صفات اسما ور سما مناسب صفات حق تعالیٰ کے ہیں ان میں ایک ایسی مظہریت اور زائد ہے جیسی مثال مظہر وموجب وضوح ہوتی ہے ذی مثال کے لئے ان میں سے چونکہ انسان کو سب سے زیادہ مناسبت ہے اس لئے عارفین اس کو مظہر جامع واتم کہتے ہیں یعنی باضافت دوسرے مخلوقات نہ بذاتہ باعتبار کمال فی نفسہ کے اس بناء پر ان اشعار میں بھی بعض اشیاء میں مظہریت زائدہ متحقق ہے اور واسطہ فی العروض دواسطہ فی الثبوت میں ذی واسطہ کا مظہر صفت واسطہ ہونا اظہر ہے اور مولانا کا یہ شعر۔ آن جوادے کو جمادی رابد۔ واں فی الاثبات میں صریح ہے اور اس کے اوپر کے اشعار جو ظاہراً (بشرط تاویل مذکور) مشعر واسطہ فی العروض کے ہیں واسطہ فی الاثبات کی طرف اس طرح راجع ہو سکتے ہیں کہ ابر و بحر وارض میں ان صفات کے ثابت ہونے کے لئے قدرت وارادہ تو واسطہ ضرور ہے اور صفات باری تعالیٰ مستلزم ہیں اس معنی کر ان کا جود وکرم وعدل وغیرہ سب واسطہ ہو گیا یہ ضرور نہیں کہ ان مخلوقات کا جود وکرم وعدل ہی بعینہ وہاں موجود ہے گو واسطہ فی العروض ماننے پر جمادے رابداو بمعین تاویل مطلق افاضہ کی گو بضمن فی العروض سہی ہو سکتی ہے یہ تحقیق ہے مسئلہ مظہریت کی جو ایک عنوان ہے تقریر مسئلہ توحید کا اور علاوہ اس کے چند عنوان اس مسئلہ توحید کے اور ہیں عینیت وغیریت۔ وحدۃ الوجود۔ اتحاد وجود۔ توحید ذاتی وصفاتی وافعالی چنانچہ بفضلہ تعالیٰ ان پانچوں عنوانوں کی اپنے اپنے مواقع پر تحقیق گزر چکی ہے والحمد للہ علی ذلک حمداً کثیراً اور باقی تقریرات یا اس طرف راجع ہیں ان میں سے تنزلات ستہ کی تقریر بھی ہے جس کا حاصل مظہریت ہے اور یا محض امثلہ وتشبیہات ہیں ف اشعار مذکورہ میں زمہریر قہر را پنہاں کند تجدد امثال کی طرف مشیر ہے۔ جیسا اس کی شرح میں تنبیہ کی گئی ہے خلاصہ اس کا یوں کہا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء ہر وقت فاعل رہتے ہیں (گو یہ لازم عقلی نہیں مگر مکشوف ہے) پس احیاء کا جب فعل ہوا عالم موجود ہو گیا جب اماتت کا فعل ہوا سب معدوم ہو گیا اور چونکہ فعل کے لئے محل کا قابل ہونا ضروری ہے اور احیاء کے لئے میت ہونا شرط ہے اور اماتت کے لئے حی ہونا اس لئے حیات کے وقت احیاء کا تعطل اور موت کے وقت اماتت کا تعطل لازم نہیں آتا کیونکہ فعل پایا گیا مگر محل قابل نہ ہونے سے اثر نہیں ہوا۔

ف: مولانا کا قول این خبر ہا الخ اور کند تعطش خبیر ظاہراً مشعر ہے تمام اجزائے عالم کے ذی شعور ہونے پر جیسا بہت اہل کشف نے تصریح فرمائی ہے اور ظاہر کتاب وسنت سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے گو ہم کو اس کا ادراک نہ ہو۔

جان ودل را طاقت ایں جوش نیست	با کہ گویم در جہاں یک گوش نیست
جان اور دل میں اس جوش کی طاقت نہیں ہے	کس سے کہوں؟ دنیا میں کوئی کان نہیں ہے
ہر کجا گوشے بد از وے چشم گشت	ہر کجا سنگے بد از وے یشم گشت
جہاں کہیں کان تھا اس جوش کی وجہ سے آنکھ بن گیا	اور جہاں کہیں پتھر تھا وہ یشب بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کیمیا سازے ست چہ بود کیمیا	معجزہ بخشے ست چو بود سیمیا
وہ کیمیا ساز ہے کیمیا کیا ہوتی ہے؟	معجزہ عنایت کرنے اولا ہے سیمیا کیا ہوتی ہے
ایں ثناء گفتن زمن ترک ثناست	کایں دلیل ہستی و ہستی خطاست
میرا یہ تعریف کرنا تعریف نہ کرنا ہے	اس لئے کہ یہ (اپنے) وجود کی دلیل ہے اور وجود کا (احساس) غلطی ہے
پیش ہست او بباید نیست بود	چیست ہستی پیش او کور و کبود
اس کے وجود کے سامنے نیست ہوجانا چاہئے	ہستی کیا ہوتی ہے؟ اس کے سامنے اندھی اور سیاہ پوش ہے
گر نبودے کور ازو بگداختے	گرمی خورشید را بشناختے
اگر اندھی نہ ہوتی اس سے پگھل جاتی	آفتاب کی گرمی کو پہچانتی
ور نبودے او کبود از تعزیت	کے فسردے ہمچو یخ ایں ناحیت
اگر وہ (ہستی) تعزیت کی وجہ سے سیاہ پوش نہ ہوتی	تو اس جانب (دنیا) برف کی طرح کیوں ٹھٹھرتی

یشم سنگ قیمتی سیما علم نیرنجات وشعبدہ ہا اوپر کے اشعار میں حق جل وعلا شانہ کے اسرار قدرت وآثار عظمت کا بیان فرمایا تھا اس بیان سے جوش پیدا ہوا جس کا مقتضا یہ تھا کہ اور اسرار کھول ڈالیں اسی کی نسبت فرماتے ہیں کہ جان ودل کو اس جوش کے ضبط کی طاقت نہیں (اس لئے میں کچھ اور زیادہ کہتا) مگر کس سے کہوں دنیا بھر میں ایک کان بھی سننے کے قابل ہیں (جو ان اسرار کو سنے اور سمجھے کیونکہ اکثر لوگ نہ سمجھنے سے یا تو انکار کرتے ہیں و یا کفر والحاد میں مبتلا ہو جاتے ہیں آگے گوش قبول کی مدح وفضیلت کو بیان کرتے ہیں کہ جہاں گوش قبول ہوتا ہے وہ چشم بن جاتا ہے (یعنی علم الیقین سے جو بذریعہ کان حاصل ہوتا ہے عین الیقین بن جاتا ہے یعنی قبول ارشاد کاملین وطلب صادق سے مشاہدہ نصیب ہوتا ہے) اور جہاں سنگ ہوتا ہے وہ سنگ سے یشم بن جاتا ہے (یعنی بدولت قبول وطلب کے ناقص کامل بن جاتا ہے مستقبل کو چشم گشت ویشم گشت بوجہ تیقن ماضی سے تعبیر کیا غرض گوش قبول ایسی چیز ہے مگر چونکہ گوش قبول نہیں ہے یعنی کم ہے اور اعتبار غالب کا ہوتا ہے اور غالب کم فہم تھے اس لئے اظہار اسرار سے رک گئے اور چونکہ گوش قبول کا یہ اثر کہ علم الیقین سے عین الیقین اور نقصان سے کمال حاصل ہو جاوے یہ بھی تاثیر قدرت حق ہے اس لئے پھر مضمون سابق ثناء کا تازہ ہو گیا فرماتے ہیں کہ کیمیا کی کیا حقیقت ہے وہ ذات پاک کیمیا ساز ہیں اور اسی کیمیا سازی کا یہ اثر ہے کہ ناقص سے کامل بنا دیا اور سیمیا کی کیا حقیقت ہے وہ ذات پاک معجزہ بخش ہیں (چونکہ مضمون ثناء کا حالت بقا میں صادر ہوتا ہے اور بقا بمقابلہ فنا کے ادنیٰ درجے کی حالت ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ) خود یہ ثناء کرنا ترک ثنا ہے (یعنی ترک مقتضائے ثنا ہے کہ وہ فنا ہے جیسے آگے (آتا ہے) کیونکہ یہ دلیل ہے ثناء کرنے والے کی ہستی کی اور ہستی خطا ہے کیونکہ ان کی ہستی خود ایسی ہے کہ اس کے روبرو اپنی ہستی کو فنا کر دینا

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہئے اور ان کی ہستی کے ہوتے ہوئے اگر ہماری ہستی باقی رہے تو وہ کور و کبود ہے کور ہونے کی دلیل تو یہ ہے کہ اگر وہ کور نہ ہوتی (اور چشم حقیقت بین سے دیکھتی اور اپنا نابود ہونا سمجھتی) تو اس کے سامنے مضمحل ہو جاتی اور گری خورشید (یعنی کمال ہستی حق) کو شناخت کرتی (جیسا وحدۃ الوجود کی تحقیق میں بیان کیا گیا ہے) اور کبود ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ جامہ تعزیت پہن کر کبود نہ ہوتی (یعنی غم دنیا میں مبتلا نہ ہوتی) تو یخ کی طرح اس جانب یعنی دنیا میں کیوں جم جاتی (غرض اس کا بقاء اس کی کوری و کبودی کی علامت ہے اور بمقتضائے ادائے حقوق صفات باری تعالیٰ یہ تھا کہ اس کے روبرو فنا ہو جاتا حقیقی ثناء یہ تھی اس وقت ثنائے لسانی کہاں ہوتی اس معنے کر ثنائے لسانی ترک ثنائے حالی ہے اور جاننا چاہئے کہ اس بقاء سے مراد بقاء قبل الفناء ہے تو اضعاً اپنے لئے ظاہر میں اور دوسروں کیلئے باعتبار قصد کے مثل و مالی لا اعبد کے اس کا اثبات کر کے اس کا وفناء سے ادنیٰ ٹھہرا رہے ہیں۔ ورنہ بقاء بعد الفناء اس فناء سے بدرجہا افضل ہے جیسا کہ مقرر و مسلم ہے اور اس وقت کی ثناء وسید الثناء ہر و افضل المحامد ہے۔

بیان خسارت وزیر دریں خدعہ و مکر

اس مکر و فریب میں وزیر کے خسارہ اٹھانے کا بیان

ہمچو شہ نادان و غافل بد وزیر	پنجہ میزد با قدیم و ناگزیر
وزیر بادشاہ کی طرح نادان اور غافل تھا	جو واجب الوجود اور قدیم سے پنجہ لڑاتا تھا
ناگزیر جملگاں حی قدیر	لایزال و لم یزل فرد و بصیر
جو سب کے لئے ضروری ہے زندہ قادر ہے	ہمیشہ رہے گا اور ہمیشہ رہا اکیلا اور تنہا ہے
باچناں قادر خدائے کز عدم	صد چو عالم ہستگرداند بدم
ایسے قادر خدا سے کہ جو عدم سے	اس عالم جیسے سو عالم ایک دم میں پیدا کر دیتا ہے
صد چو عالم در نظر پیدا کند	چونکہ چشمت را بخود بینا کند
اس عالم جیسے سو عالم ایک نظر میں پیدا کر دے	جب تیری آنکھوں کو اپنے معاملہ میں بینا کر دے

باچنان بدل ست از باقدیم یعنی بادشاہ کی طرح وزیر بھی جاہل اور غافل تھا کہ خدائے قدیم کے ساتھ جس سے کسی کو استغناء نہیں ہو سکتا مقابلہ کرتا تھا (مقابلہ یہی کہ اللہ تعالیٰ اس زمانے میں دین عیسوی کو قبول و شائع کرنے کا حکم فرما دیں اور وہ اس کی محو کرنے کی کوشش کرے) وہ ذات پاک سب ہی کے لئے ناگزیر ہیں کہ کسی کو ان سے استغنا ممکن نہیں اور زندہ ہیں قدرت والے ہیں ہمیشہ رہیں گے اور ہمیشہ سے ہیں اپنے کمالات میں یگانہ ہیں بینا ہیں وہ وزیر ایسے قدرت والے کے ساتھ مقابلہ کرتا تھا جن کی یہ قدرت ہے کہ جیسا یہ عالم ہے ایسے ایسے

www.besturdubooks.wordpress.com

سینکڑوں دم بھر میں عدم سے وجود میں لے آویں یعنی اگر چاہیں تو پیدا کردیں تو عدم سے عدم حقیقی مراد ہوگا یا یہ کہ ایسا کیا کرتے ہیں جیسا شعر آئندہ میں مذکور ہے تو عدم سے مراد عدم اضافی ہوگا یعنی عدم عن النظر) اور ان کی قدرت میں کیا شبہ ہوسکتا ہے وہ تو اسی عالم جیسے سینکڑوں عالم تمہاری نظر میں پیدا کر کے دکھلا دیتے ہیں جس وقت تمہاری آنکھ کو اپنی بینائی (معرفت) دیتے ہیں (یعنی جب حق تعالیٰ کی معرفت نصیب ہوتی ہے اور اس کی بدولت قلب پر عالم (امر غیب) سے علوم واحوال وارد وطاری ہوتے ہیں تو خود ان موجودات قلبیہ ومکشوفات باطنیہ کا سلسلہ اس قدر ممتد و دراز ہوتا ہے کہ یہ عالم خلق (ظاہری) ان کی وسعت وکثرت کے روبرو تنگ وتاریک معلوم ہوتا ہے اور اس وقت قدرت وعظمت الٰہیہ کا مشاہدہ بڑھتا ہے اور عالم باطنی سے یہی مراد ہے جس کی وسعت اور اس کے مقابلہ میں اس عالم ظاہری کی تنگی آگے بیان فرماتے ہیں۔

گرجہاں پیشت بزرگ وبے تنے ست	پیش قدرت ذرۂ میداں کہ نیست
اگرچہ عالم تیرے نزدیک بڑا اور وسیع ہے	سمجھ لے، قدرت کے آگے ایک ذرہ بھی نہیں ہے
ایں جہاں خود حبس جانہائے شماست	ہیں رو ید آں سو کہ صحرائے خداست
یہ عالم تمہاری جانوں کا قید خانہ ہے	خبردار! اس جانب دوڑو جو خدا کا میدان ہے
ایں جہاں محدود آں خود بیحد ست	نقش وصورت پیش آں معنی سدست
یہ عالم محدود اور وہ غیر محدود ہے	نقش اور صورت اس معنی کے سامنے آڑ ہیں
صد ہزاراں نیزۂ فرعون را	در شکست آں موسیٰ با یک عصا
فرعون کے لاکھوں نیزے	موسیٰ نے ایک لاٹھی سے توڑ دیئے
صد ہزاراں طب جالینوس بود	پیش عیسیٰ و دمش افسوس بود
جالینوس کی لاکھوں طبیں تھیں	(حضرت) عیسیٰ اور ان کی پھونک کے سامنے بیکار تھیں
صد ہزاراں دفتر اشعار بود	پیش حرف امیش آں عار بود
اشعار کے لاکھوں دیوان تھے	جو اس کے امی (محمدؐ) کے کلام کے سامنے موجب ننگ تھے

افسوس تمسخر و لاغ' ان اشعار میں اول اس عالم کا قدرت کے روبرو حقیر ہونا پھر عالم خلق (ظاہری) کی تنگی اور ضعف اور عالم امر (باطنی) کی فراخی وقوت بیان فرماتے ہیں کہ یہ عالم گو تمہارے روبرو عظیم وجسیم ہے مگر قدرت کے روبرو یہ سمجھو کہ ایک ذرہ بھی نہیں اور بعض نسخوں میں بجائے پر تنے کے بے بنی ہے بن کہتے ہیں جڑ کو مراد انتہا چونکہ جڑ بھی درخت کی انتہا ہوتی ہے مطلب یہ کہ عظیم اور بے انتہا ہے کذا قال مرشدی اور یہ عالم خود تمہاری ارواح کا مجلس ہے (جیسا حدیث میں ہے الدنیا سجن المومن تم اس عالم کی طرف متوجہ ہو کہ وہ خدائی صحرائی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(صحرا و باعتبار فراخی کے کہا کہ مجلس سے فراخ ہوتا ہے) یہ عالم تو محدود ہے اور وہ عالم غیر محدود یہ نقش وصورت (عالم ظاہری کہ نقش وصورت سے پر ہے) اس عالم معنوی کے سامنے بمنزلہ دیوار وآڑ کے ہے اس کی طرف متوجہ رہنا اس کی طرف متوجہ ہونے کا مانع ہے۔) یہ تو تنگی وفراخی کا ذکر ہو چکا آگے ضعف وقوت کا بیان ہے کہ فرعون (یعنی اس کے ساحرین) کے لاکھوں نیزوں (لاٹھوں) کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو ایک عصا لئے تھے شکست دے دی کیونکہ ساحرین کے عصا میں اس عالم کا اثر تھا اور عصائے موسوی میں اس عالم کا اثر تھا اس ضعف و قوت کا اندازہ ظاہر ہے لاکھوں جالینوسی طب موجود تھیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے پھونک کے سامنے ایک کھیل تھا یا طب والوں کے لئے موجب تاسف تھی کہ ہم اس کو چھوڑ کر اتنے روز دن ناحق طب یونانی میں مشغول رہے (پس طب یونانی میں اس عالم کے خواص وطبائع تھے اور دم عیسیٰ میں اس عالم کے برکات وتاثیرات تھیں) ہمارے حضورﷺ کے زمانہ مبارک میں اشعار جاہلیت کے لاکھوں دفتر تھے مگر حق تعالیٰ کے امی (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام اللہ) کے سامنے وہ سب موجب ننگ تھے کہ اس کلام کے سامنے ان اشعار کو زبان سے نکالتے ہوئے شرم آتی تھی (سو اشعار میں اس عالم کی فصاحت وبلاغت تھی اور کلام اللہ میں اس عالم کا اعجاز تھا۔

ف: اہل کشف کو یہ بات مکشوف ہوگئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعضے مخلوقات ذی مادہ وذی مقدار پیدا کی ہیں ان کو مادیات کہتے ہیں تمام اجسام علویہ وسفلیہ ایسے ہی ہیں اور بعضے مخلوقات مادہ مقدار سے مجرد پیدا کی ہیں ان کو مجردات کہتے ہیں اور ارواح انسانیہ اور دیگر لطائف قلب وسر وخفی واخفی ایسے ہی ہیں اور یہی مراد ہے صوفیہ کے اس قول سے لطائف فوق العرش ہیں مادیات کو عالم خلق اور مجردات کو عالم امر کہتے ہیں اور گو متکلمین نے مجردات کا انکار کیا ہے مگر وہ انکار بلا دلیل ہے اور فلاسفہ گو اس کے قائل ہیں مگر ان کی یہ گمراہی ہے کہ ان کو قدیم کہتے ہیں اور عقول کے قائل ہیں اور عالم مثال جس کا ذکر پہلے آچکا ہے ان ہی دونوں عالم کے بین بین ہے یعنی غیر مادی ہونے میں عالم امر کے مشابہ ہے اور مقداری ہونے میں عالم خلق کے مشابہ ہے جیسے بعض حکماء کے نزدیک بعد مجرد کی حالت ہے چونکہ عالم امر میں مقدار نہیں اور حدود خواص مقدار سے ہیں اس لئے عالم امر غیر محدود ہوا اور چونکہ اس میں مادہ بھی نہیں اور زیادہ تر علت انفعال وضعف کی یہی مادہ ہے اس لئے اس عالم کے موجودات میں قوت بھی زیادہ ہے مولانا کا کلام ان ہی دو امروں کی شرح ہے۔

باچناں غالب خداوندے کسے	چوں نمیرد گر نباشد او خسے
ایسے غالب خدا کے آگے کوئی	کیسے نہ مرے اگر وہ کمینہ نہیں ہے!
بس دل چوں کوہ را انگیخت او	مرغ زیرک بادو پا آویخت او
پہاڑ جیسے بہت سے دلوں کو اس نے اکھاڑ دیا	چالاک پرندے کو دو پیروں کے ہوتے ہوئے ہو (میں)
فہم وخاطر تیز کردن نیست راہ	جز شکستہ می نگیرد فضل شاہ
عقل اور طبیعت کو تیز کر لینا راہ نہیں ہے	شاہ کی فضل عاجز کے سوا کسی کی دستگیری نہیں کرتا

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ تعالیٰ کی قدرت وغلبہ کا بیان کر کے پستی وشکستی وعجز وانکسار کی ترغیب دیتے ہیں کیونکہ کسی کو غالب سمجھنے کے لوازم میں سے ہے اپنے کو مغلوب سمجھنا اور عاجزی سے پیش آنا فرماتے ہیں کہ ایسے خداوند غالب کے روبرو کوئی شخص کیوں نہ مرجاویگا (یعنی پستی وشکستی کیوں نہ اختیار کریگا) اگر وہ کمینہ نہ ہوگا (یعنی اگر وہ شقی نہ ہوگا تو ضرور عجز وفناء کو اختیار کرے گا) ان کی ایسی قدرت ہے کہ بہت سے ایسے دلوں کو جو استقلال واستقامت میں مثل پہاڑ کے تھے (جیسے بلعم وبرصیصا) ان کی جگہ سے اکھاڑ دیا (اور سب استقلال خاک میں مل گیا۔ اور مبتلائے معصیت و کفر ہوگئے۔) مرغ زیرک کو دونوں پاؤں سے لٹکا دیا (مرغ زیرک سے مراد طوطی ہے جب اس کا شکار کرنا چاہتے ہیں ایک مجوف نلکی میں رسی یا ڈورا آر پار نکال کر اس کے دونوں سرے درخت میں باندھ دیتے ہیں جب طوطی اس نلکی پر آکر بیٹھتا ہے تو وہ نلکی گھومتی ہے اور طوطی گرنے کے خوف سے دونوں پنجوں سے اس نلکی کو مضبوط پکڑ لیتا ہے اور لٹک جاتا ہے صیاد آکر پکڑ لیتا ہے یہاں ابلیس یا فلسفی کو مرغ زیرک سے تشبیہ دی جو نص کے مقابلہ میں قیاس فاسد سے استدلال کرتے ہیں اور قیاس کے دونوں مقدموں کی بدولت ضلالت وجہالت میں لٹکے رہتے ہیں جیسے وہ مرغ دونوں پاؤں سے لٹک جاتا ہے پس مصرعہ اول میں قوت عملیہ کو مغلوب کردینے کی طرف اشارہ ہے اور مصرع ثانی میں قوت علمیہ کو معطل کردینے کی طرف جب قوت عملیہ وعلمیہ کا ناکافی ہونا ثابت ہوگیا تو معلوم ہوا کہ فہم وخاطر تیز کرنا یہ حق تک پہنچنے کی راہ نہیں ہے بلکہ شکستگی کی ضرورت ہے بجز شکستہ لوگوں کے فضل خداوندی کسی کو قبول نہیں کرتا چنانچہ حدیث میں ہے انا عندا المنکسرۃ قلوبھم (اس کے یہ معنی نہیں کہ علم وعمل بیکار ہے بلکہ تنبیہ ہے اس پر کہ علم وعمل حاصل کر کے اس پر اعتماد وغرور نہ کرے حق تعالیٰ کی قدرت وتصرف کے سامنے کوئی تدبیر نہیں چلتی البتہ علم وعمل کو فرض سمجھ کر اس میں کوشش کرے اور نظر رکھے محض خداوندی فضل پر اور ہمیشہ عجز وزاری و خوف کو اپنا شعار رکھے کیا خوب کہا ہے تکیہ بر تقوے ودانش در طریقت کافری ست راہر د گر صد ہنر دارد توکل بایدش

اے بسا گنج آگناں گنج گاوٗ	کاں خیال اندیش راشد ریش گاوٗ
اے (مخاطب) بہت سے گنج گاؤ جیسے خزانے جمع کرنیوالے	عقلمندوں کے لئے سامان تمسخر بن گئے
گاوٗ کہ بودتا توریش او شوی	خاک کہ بودتا حشیش او شوی
بیل کیا چیز ہے؟ کہ تو اس کی داڑھی بنے	خاک کیا ہے؟ کہ تو اس کی گھاس بنے
زرونقرہ چیست تا مفتوں شوی	چیست صورت تا چنیں مجنوں شوی
سونا اور چاندی کیا ہے؟ کہ تو اس کا عاشق بنے	صورت کیا ہے؟ کہ تو ایسا پاگل بنے
ایں تراو باغ تو زندان تست	ملک ومال تو بلائے جان تست
یہ محل اور باغ، تیرا قید خانہ ہے	تیرا ملک اور مال تیری جان کے لئے مصیبت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(گنج آگنان پر کنندگان گنج' گنج گاو بکاف فارسی اول وکاف تازی دوم یا کاف تازی ہر دو ضم اول منحس و مستجس گنج و بکاف فارسی ہر دو نام خزانہ از گنجہائے جمشید کہ در زمان بہران ظاہر شدہ وجہ تسمیہ آنکہ در صورت گاو وبہا نیز دیگر وحوش وطیور از طلا و جواہر ساختہ بود ریش گاو در محاورہ احمق و مسخرہ خام وکوتہ اندیش را گویند حشیش گیاہ اوپر مصرع مرغ زیرک الخ میں عقل فلسفی کی مذمت بیان کی تھی اب ان کی مذمت کرتے ہیں جو انبیاءؑ واولیاء کی پیروی چھوڑ کر ان فلاسفہ کے متبع بن جاتے ہیں اور چونکہ سبب اس اتباع کا حرص دنیا ہوتی ہے کہ فلاسفہ اس کی ترغیب دیتے ہیں اس کی تدبیریں بتلاتے ہیں بخلاف حضرات انبیاءؑ واولیاء کے کہ اس سے نفرت دلاتے ہیں اس لئے طالبان دنیا ائمہ دنیا کی طرف زیادہ جاتے ہیں جیسا ہم لوگ اپنے زمانے میں مشاہدہ کر رہے ہیں اس لئے دنیا وحرص دنیا کی مذمت بھی فرماتے ہیں پس ارشاد فرماتے ہیں کہ بہت سے خزانہ بھرنے والے جو اس کی جستجو میں لگے رہتے ہیں یا یہ ترجمہ کرو کہ بہت سے خزانہ بھرنے والے کہ وہ خزانہ گنج گاو ہے یعنی اس کی مثل ہے مراد یہ کہ بہت سے طالبان دنیا اس خیال اندیش کے (یعنے اس شخص کے جو اپنے خیال وفکر کو اتباع ہوا میں صرف کرتا ہے جس کا اوپر ذکر سنا مرغ زیرک الخ) مسخر و مطیع ہو جاتے ہیں حالانکہ وہ خیال اندیش جو حماقت میں خود مثل گاو کے ہے کیا حقیقت رکھتا ہے کہ تم اس کی ریش ہوتے ہو (یعنی اس کے ریش گاو و مسخر کیوں بنتے ہو وہ اس قابل نہیں اور خاک (دنیا) کیا چیز ہے کہ اس کی گیاہ (جو اس سے چسپیدہ چسپیدہ پھیلتی ہے) بنتے ہو (مراد یہ کہ اس سے دلچسپی رکھتے ہو) آگے اس کی شرح فرماتے ہیں کہ زر و نقرہ کیا چیز ہے کہ ان کے مفتون ہوتے ہو اور یہ عالم صورت (دنیا) کیا چیز ہے کہ اس پر ایسے مجنوں بنے جاتے ہو یہ تیرا گھر تیرا باغ سب تیرا زندان ہے (کہ فی الحال اس کی محبت میں گرفتار پریشانی ہو رہا ہے) اور یہ سب ملک ومال تیری جان کا وبال ہے کہ مال کا میں اس کی عقوبت چکھے گا زندان ہونا ابھی اوپر بھی گزر چکا ہے (الدنیا سجن المومن)

آں جماعت را کہ ایزد مسخ کرد	آیت تصویر شاں را نسخ کرد
جس گروہ کو اللہ نے مسخ کیا	ان کی صورت کی پہچان کو مٹا دیا
چوں زنے از کار بد شد روئے زرد	مسخ کرد او راخدا و زہرہ کرد
جب عورت بدکاری کی وجہ سے زرد رو ہوئی	اس کو خدا نے مسخ کر دیا اور زہرہ بنا دیا
عورتے را زہرہ کردن مسخ بود	آب وگل گشتن نہ مسخ ست اے عنود
عورت کو زہرہ بنا دینا تو مسخ تھا	کیا پانی اور مٹی ہو جانا مسخ نہیں ہے اے سرکش!
روح می بردت سوئے عرش بریں	سوئے آب وگل شدی در اسفلیں
روح تو تجھے عرش بریں کی طرف لے جاتی (لیکن)	تو پانی اور مٹی کی طرف نیچے ،برجوں میں آ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

خویش را تو مسخ کردی زیں سفول	باوجودے کہ بدآں رشک عقول
تو نے اپنے آپ کو اس پستی کی وجہ سے مسخ کر لیا	حالانکہ وہ جو عقول عشرہ کے لئے باعث رشک تھا
پس بتر زیں مسخ کردن چوں بود	پیش آں مسخ ایں بغایت دوں بود
اس سے بدتر مسخ کرنا کیا ہو گا؟	بلکہ اس مسخ کے بالمقابل یہ مسخ گرا ہوا ہے

عنود سرکش۔ سفول پستی رفتن عقول مراد ملائکہ۔ دون ادنیٰ ان اشعار میں تحقیر ہے حرص دنیا وطلب لذات سے خلاصہ یہ کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے مسخ کر دیا ہے اور ان کے مسخ ہونے کی صورت خال کی آیت لکھ دی ہے (یعنی قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے جن میں سے ایک عورت بھی ہے کہ جب برا کام کر کے نزد رو ہوگئی تو خدا تعالیٰ نے اس کو مسخ کر کے زہرہ ستارہ بنا دیا جب عورت کو زہرہ بنا دینا مسخ ہے تو آب وگل ہو جانا (یعنی طبیعت جسمانیہ کا فطرت اور روحانیہ پر غالب ہو جانا) کیا مسخ نہ کہا جاوے گا عنود کر کے اس لئے خطاب کیا کہ اس آب وگل ہونے کو مسخ کہنے سے انکار کرنا عناد ہے (مطلب یہ کہ زہرہ تو پھر بھی ایک نورانی رسم ہے گو حقیقت انسانیہ سے کم ہے مگر آب وگل تو محض ظلمانی و مکدر چیز ہے جب زہرہ بننے کو مسخ کہا جاتا ہے تو آب وگل ہو جانے کو کیوں نہ مسخ کہا جاوے گا) آگے اس کے مسخ کی شرح ہے کہ روح تو تم کو چرخ بریں (قرب الٰہی) کی طرف لے جانا چاہتی تھی (کہ ذکر اللہ سے وصول الی اللہ حاصل کرے مگر تم آب وگل (غلبہ مقتضیات نفسانیہ طبعیہ) کی طرف متوجہ ہو کر اسفلین (بعد عن اللہ) میں جا گرے پس تم نے اس پستی کی طرف جانے کے سبب اپنے کو مسخ کر دیا اور ایسے وجود غلبہ احکام روحانی محبت و معرفت کو چھوڑ بیٹھے کہ وہ رشک ملائکہ تھا اس کے بعد غور کر کہ یہ مسخ کیا ہے واقع میں یہ مسخ اس مسخ زہرہ سے نہایت درجہ ادنیٰ ہے۔

ف: عقول فلاسفہ کے نزدیک دس مجردات کا نام ہے جو ازلی ابدی ہیں اور یہی اس کے حقیقی معنی سمجھے جاتے ہیں چونکہ اہل حق کے نزدیک ان کا وجود باطل ہے اس لئے یہاں مجازاً ملائکہ مراد لئے گئے ہیں اور وہ مجرد نہیں بلکہ مادی ہیں البتہ مادہ ان کا لطیف ہے اور رشک عقول کہنے میں اشارہ ہے کہ جس شخص کے احکام طبیعت شہوت وغضب وغفلت ومعصیت پر احکام روحانی محبت ومعرفت وذکر وطاعت غالب ہوں کہ مقتضیات طبع کا ظہور نہ ہونے دیں ایسا شخص بعض ملائکہ سے بھی افضل ہے گو یہ فضیلت جزئی خاص اسی وجہ سے ہو کہ ملائکہ میں دواعی معصیت کے بالکل نہیں ہیں تو معصیت نہ ہونا عجیب نہیں اور اس بشر سے باوجود دواعی کے معصیت نہ ہونا عجیب اور دلیل ہمت و خشیت کی ہے تفصیل اس کی کتب کلام میں موجود ہے اور زہرہ کے قصہ میں بعض محققین نے کچھ اشکالات عقلی ونقلی نکال کر انکار کیا ہے۔ اور بعض نے تاویل کر کے درست کیا ہے چنانچہ تفسیر عزیزی میں بسط سے لکھا ہے اگر یہ قصہ غلط بھی ہو تو مولانا کے مدعا میں مخل نہیں کیونکہ یہ قصہ اس مدعا کی دلیل نہیں بلکہ تمثیل ہے اور مثال کے صحیح نہ ہونے سے استدلال میں فرق نہیں آتا جو مدعا ہے اس میں کلام نہیں ہو سکتا کہ غلبہ روح سے غلبہ نفس ہونا حالت کا تنزل ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اسپ ہمت سوئے اختر تاختی	آدم مسجود رانہ شناختی
تو نے ہمت کا گھوڑا ستاروں کی طرف تو دوڑایا	لیکن مسجودِ آدم کو تو نہ پہچانا
آخر آدم زادۂ اے ناخلف	چند پنداری تو پستی راشرف
اے ناخلف! آخر تو آدم کی اولاد ہے	ذلت کو شرافت کب تک سمجھے گا؟
چند گوئی من بگیرم عالمے	ایں جہاں را پر کنم از خود ہمے
کب تک کہے گا؟ میں تمام دنیا کو فتح کروں گا	اور اس دنیا کو اپنے سے بھردوں گا

یعنی تو نے اسپ ہمت کو آخور (لذات جسمانیہ) کی طرف دوڑا رکھا ہے (کہ شب و روز اس کی تحصیل میں معروف ہے) اور آدم علیہ السلام کو جو مسجود ملائکہ تھے نہ پہچانا اے ناخلف آخر تو ان کا ہی تو بیٹا ہے (پھر اپنی قدر و منزلت تحصیل دنیا میں کیوں برباد کردی) کہاں تک پستی کو بزرگی و ترقی سمجھتا رہے گا یہ بات کہاں تک کہتا رہے گا کہ میں دنیا بھر پر قبضہ کرلوں اور تمام جہان کو اپنے ہی (ساز و سامان و خدم و حشم و حکومت و جاہ) سے بھردوں مقصود اس استفہام چند پنداری و چند گوئی سے ترغیب ہے اس کے ترک کی اس لئے اس ترغیب سے ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر آپ کے مشورے کے موافق آئندہ کے لئے ان حجابات مذکورہ دنیوی علوم یعنی فلسفہ و عقل معاش اور دنیوی اعمال یعنی تحصیل دنیا و لذات دنیا و ہوس مال و جاہ کو ترک بھی کر دیا جائے تو اس وقت تک زمانہ گذشتہ کے جو معاصی و تعلقات غیر اللہ و خیالات فاسدہ و اخلاق ذمیمہ قلب میں مجتمع ہو گئے ہیں ان کا ازالہ کس طرح ہو سکتا ہے اور اس ترک سے جو جسم کو تعب اور ویرانی ہوگی وہ علاوہ اس کا جواب دیتے ہیں۔

گر جہاں پر برف گردد سر بسر	تاب خور بگدازدش از یک نظر
اگر پوری دنیا بالکل برف سے بھر جائے	سورج کی گرمی ایک نظر میں اس کو پگھلا دے
وزر او وزر چوں او صد ہزار	نیست گرداند خدا از یک شرار
اس (وزیر) کے بوجھ اور اس جیسے لاکھوں کے بوجھ کو	خدا ایک چنگاری سے نیست و نابود کر دے
عین آں تخییل را حکمت کند	عین آں زہر اب را شربت کند
بعینہ ان خیالات کو دانائی بنا دے	اور اس زہریلے پانی کو شربت بنا دے
در خرابی گنجہا پنہاں کند	خار را گل جسمہا را جاں کند
ویرانہ میں خزانوں کو محفوظ رکھتا ہے	کانٹے کو پھول اور جسموں کو جان بنا دیتا ہے

وزر ہا تقریر جواب یہ ہے کہ تم جو معاصی گذشتہ کا خیال ہے تو ان کی مثال عنایت حق کے روبرو برف کی سی

سمجھو آفتاب کے سامنے اگر تمام عالم بھی برف سے پر ہو جاوے مگر آفتاب کی تابش اس کو ایک نظر (محاذات) سے پگھلا دیتی ہے اسی طرح تمہارے معاصی گو کتنے ہی ہوں مگر حق تعالیٰ کی نظر عنایت سے (جو کہ توبہ صادقہ پر متوجہ ہو جاتی ہے (سب نیست و نابود ہو جاویں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ شعر شعر سابق کا تتمہ ہو کہ اگر فرض کیا جاوے کہ تمام عالم تمہارے سامان و تدبیرات سے پر ہو جاوے تو تمہاری تدبیر برف جیسی ہے اور تقدیر جیسے آفتاب اگر تقدیر مساعد نہ ہوگی تمہاری سب تدابیر تحصیل دنیا کی لاشے ہو جائے گی اور شبہات کا جواب دوسرے شعر و زرا لخ سے شروع ہوا اور و زر کے عموم میں معاصی کو بھی داخل کر لیا جاوے ہکذا فسرہ بالتفسیرین مرشدیؒ اور تعلقات غیر اللہ کی جو تم کو فکر ہے تو اس کی مثال تعلق و محبت الٰہی کی نسبت ایسی سمجھو جیسے کسی بار ہیزم وغیرہ کی نسبت ہے چنگاری کے ساتھ جس قدر اس شخص (تائب) کا بار (تعلقات) ہے بلکہ اس جیسے لاکھ آدمیوں کا (بار تعلقات بھی جس سے قلب پر سخت گرانی و ثقل مشاہد ہوتا ہے اس سب کو اللہ تعالیٰ ایک شعلہ عشق حقیقی سے نیست و فنا کر دیں گے (چنانچہ واقعی عشق حق میں یہی اثر ہے کہ عمر بھر کے تعلقات غیر اللہ کا نام و نشان بھی نہیں رہتا) اور خیالات فاسدہ کا جو تم کو اندیشہ ہے تو اس میں جناب باری تعالیٰ کی کارسازی ہے کہ ان تخیلات و فاسدہ کو عین حکمت و علم نافع کر دیتے ہیں (خیالات فاسدہ و علوم ضارہ کے حکمت نافعہ بن جانے کی کئی صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ یہ شخص شر و ضلالت سے خوب واقف ہو جاتا ہے اس لئے کسی کے دھوکہ میں نہیں آ سکتا جیسا کہا گیا ہے عرفت الشر لا للشر لکن لتوقیہ ومن لا یعرف الشر من الخیر یقع فیہ' دوسرے اس شخص کو چونکہ قوت استدلال و قوت نظریہ حاصل ہے پہلے اس کو دعاوی باطلہ و مطالب فاسدہ میں صرف کرتا تھا اب اسی قوت کو نتائج صحیحہ و علوم حقہ میں صرف کرے گا جس سے اوروں کو بھی ہدایت اور بصیرت کی توقع ہے حدیث میں ہے کہ خیارھم فی الجاھلیۃ خیارھم فی الاسلام اذا فقھوا فی الدین تیسرے یہ شخص علوم باطلہ و علوم حقہ میں موازنہ کر کے دیکھ سکتا ہے جس سے علوم حقہ کی قدر و منزلت اس کی نظر میں بڑھ جاتی ہے چوتھے ان علوم باطلہ کا رد خوب کر سکتا ہے پانچویں ان علوم باطلہ سے اور تدبیرات دنیا سے خوب سیر ہو چکا ہے اس لئے اس کی طرف میلان و اشتیاق کبھی نہیں ہوتا چھٹے اپنے نفس کو اور دوسروں کو بعض امور نقلیہ کو بعض امور عقلیہ پر قیاس کر کے تسلی دے سکتا ہے مثلاً مستبعدات مسلمہ عند الحکماء کو پیش کر کے کہہ سکتا ہے کہ جیسے یہ امور واقعیہ عقل عوام میں نہیں آتے اسی طرح اسرار و احکام الٰہی بھی اگر قیاس میں نہ آویں تو انکار کرنا ان کا جہل ہے اور ان تخیلات میں سے جو خاص قسم وساوس و خطرات کی ہے اس میں قلب کے تقلبات کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کے دفع میں مجاہدہ کرتا ہے اور پھر اس میں خالق و مقلب القلوب کے صنع عجیب کا معائنہ کرتا ہے تو وہ خطرات اس کے لئے مرآۃ جمال و کمال حضرت حق ہو جاتے ہیں اور وساوس فاسدہ کے ہجوم کا ایک علاج یہ بھی ہے یہ جواب ہوا علوم مذمومہ کے متعلق) اور اخلاق ذمیمہ کی نسبت جو تم کو تردد ہے تو وہ غایت سے غایت زہر آب کی مثال ہے کہ جس طرح وہ مہلک جسم ہے اخلاق ذمیمہ مہلک روح ہیں اور نیز زہر سے دوسروں کو ضرر پہنچتا ہے اسی طرح اخلاق ذمیمہ سے دوسروں کو گزند پہنچتا ہے۔ مگر ان کی ایسی قدرت ہے کہ وہ چاہیں تو زہر کو شربت کر دیں (اسی طرح سالک کے لئے ریاضت کی بدولت اخلاق ذمیمہ کو اخلاق حمیدہ کر دیتے ہیں جس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

توجیہا بھی آتی ہے اب اگلے شعر کے ایک مصرع میں تخییل کا حکمت ہونا اور دوسرے میں اخلاق ذمیمہ کا حمیدہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ ان کی ایسی قدرت ہے کہ وہ جو اس میں قوت قیاسیہ تھی جس سے طرح طرح کے شبہات ضلالت وظنون جہالت پیدا ہوتے ہیں اس کو اب علوم حقہ یقینیہ مورث وموجب بنا دیتے ہیں جیسا عنقریب بیان کیا گیا ہے اور وہ جو اس میں اسباب کین جمع تھے یعنی اخلاق ذمیمہ جس کے سبب حق تعالیٰ سے بعد وعداوت یا بندوں کے ساتھ کینہ وحسد پیدا ہوتا تھا اب ان ہی اسباب سے محبت وقرب پیدا کر دیتے ہیں یعنی اسباب بعد کو اسباب قرب کر دیتے ہیں اس میں توجیہ موعود ہے اخلاق ذمیمہ کو اخلاق حمیدہ بنا دینے کی۔

ف تفصیل اس کی یہ ہے کہ ریاضت سے اخلاق ذمیمہ کے اصول کا ازالہ نہیں ہوتا بلکہ ان کی تہذیب ہو جاتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ان اصول کے آثار کا امالہ ہو جاتا ہے یعنی ان اخلاق کا مصرف بدل جاتا ہے مثلاً کسی شخص میں منجملہ اخلاق رذیلہ کے بخل اور غضب موجود ہو تو ریاضت سے اس کی جڑ نہیں جاتی کہ غضب وبخل ہی نہ رہے بلکہ تہذیب اس طرح ہو جاتی ہے کہ پہلے مواقع خیر میں بخل کرتا تھا اور بندگان نیک پر غصہ کرتا تھا اب نامشروع جگہ بخل کرے گا اور مبغوضان الٰہی اور اپنے نفس پر غصہ کرے گا تو اسباب بعد اس طرح اسباب قرب بن گئے ہٰکذا قال مرشدی (اور اس سے اس اختلاف کا بھی فیصلہ ہو گیا کہ ریاضت سے تبدیل اخلاق ہو سکتی ہے یا نہیں اس سے معلوم ہو گیا تبدیل اصول تو نہیں ہو سکتی حدیث میں ہے اذا سمعتم برجل زال عن جبلۃ فلا تصدقوہ' اور تبدیل آثار ومصارف ہو سکتی ہے اس لئے حکم ہے مجاہدہ وریاضت کا۔ آگے مثال ہے اس تبدیل مذکور کی ان کی یہ شان ہے کہ آگ میں ابراہیم علیہ السلام کی پرورش کرتے ہیں (یعنی حیات باقی رکھتے ہیں کہ حقیقت پرورش کی یہی ہے اور جو چیز روح کے لئے موجب خوف ہے یعنی آگ اس کو باعث امن واطمینان کر دیتے ہیں (پس جس طرح آگ میں اتنی بڑی تبدیلی کر دی اسی طرح اوصاف ذمیمہ میں کر دیتے ہیں) باقی رہا جسم کے تعب وویرانی سے جو گھبراتے ہو تو اس خرابی کی ایسی مثال ہے جیسے خرابہ کے اندر خزانہ ہوتا ہے اسی طرح خرابی جسمانی باعث روح کی ہو جاتی ہے اور وہ خار تعب کو گل راحت بنا دیتے ہیں (یعنی یہ تعب راحت کا سبب ہوتا ہے (ان مع العسر یسرا اور اجسام کو ارواح کر دیتے ہیں یعنی خود جسم کا بھی ضرر واقع میں نہیں ہوتا اس کے اوصاف طبعیہ شہوت وغضب جس سے کلفت وپریشانی بھی ہوتی ہے اوصاف روحانیہ حلم وکرم وعلو ہمت واستغناء سے بدل جاتے ہیں جس سے بدنی راحت میسر ہوتی ہے یہی معنی ہیں جسم را جان کند کے۔

آں گماں انگیز را سازد یقیں	مہر ہا رویا ند از اسباب کیں
وہ گمان پیدا کرنے والی بات کو یقین بنا دیتا ہے	اور کینہ کے اسباب سے محبتیں اگا دیتا ہے
پرورد در آتش ابراہیم را	ایمنی روح ساز د بیم را
حضرت ابراہیم کو آگ میں پالد دیتا ہے	اور خوف کو روح کے اطمینان کا ذریعہ بنا دیتا ہے
از سبب سازیش من سودائیم	وز سبب سوزیش سو فسطائیم
اس کی علت آفرینی سے میں دیوانہ ہوں	اور اس کی سبب سوزی سے میں سوفسطائی ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

در سبب سازیش سرگرداں شدم	در سبب سوزیش ہم حیراں شدم
اس کی سبب سازی سے میں سرگرداں ہوں	اس کی سبب سوزی سے بھی میں حیراں ہوں

سوفسطائی ایک فرقہ ہے جو حقائق اشیاء کے ثبوت کا منکر ہے کہتا ہے کہ یہ سب عالم خیال و وہم محض ہے اس سے اوپر بعض تبدیلات خلاف توقع و خلاف قیاس کا ذکر تھا کہ بعضے اسباب کو بعض مسببات سے ارتباط و تعلق نہیں معلوم ہوتا مثلاً جہل کا باعث علم بن جانا اخلاق ذمیمہ کا موجب آثار حمیدہ بن جانا یا محسوسات میں آگ کا موجب سلامت بن جانا مولانا اسی مضمون پر حیرت ظاہر فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی سبب سوزی سے میں سودائی اور حیران ہوں اور اس سبب سوزی کے خیالات سے میری حالت سوفسطائی کی سی ہے کہ جس طرح وہ حقائق اشیاء کا انکار کرتا ہے میرے خیال میں بھی تاثیرات اسباب کا انکار پیدا ہوتا ہے مگر اتنا فرق ہے کہ وہ تو مطلقاً انکار کرتا ہے اور یہ اس کے استقلال کا انکار کرتے ہیں اسی لئے جو لفظ تشبیہ بڑھایا گیا ان کی سبب سازی میں ہم سرگرداں ہو رہے ہیں اور ان کی سبب سوزی میں بھی حیران ہو رہے ہیں ایک ہی اثر کو سبب سوزی و سبب سازی سے تعبیر فرمایا ہے سبب سوزی تو اس لئے کہا کہ اس سبب میں بظاہر صلاحیت معلوم نہیں ہوتی کہ مسبب خلاف قیاس کا سبب بن جاوے جیسے امثلہ مذکورہ میں ظاہر ہے تو گویا سبب کو سوختہ کر دیا اور ایسا ہی ہو گیا جیسے بلا سبب اس مسبب کو پیدا کر دیا ہو اور سبب سازی اس لئے کہا کہ آخر تو اللہ تعالیٰ نے اس کو سبب بنا ہی دیا ہے گو خلاف قیاس سہی

ف: تقریر تشبیہ بہ سوفسطائی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض صوفیہ کے کلام میں جو عالم کا اوہام و خیالات ہونا مذکور ہے مراد اس سے ثبوت و تحقق کی نفی نہیں ہے ورنہ یہ عین سوفسطائیت ہے پھر تشبیہ غلط ہوگی بلکہ مقصود نفی استقلال (بالوجود) کی ہے جیسا تقریر وحدۃ الوجود میں گذر چکا ہے۔ فقط

مکر کردن وزیر و در خلوت نشستن و شور افگندن در قوم

وزیر کا مکر کرنا اور تنہائی میں بیٹھنا اور قوم میں شورش پیدا کر دینا

چوں وزیر ماکر بد اعتقاد	دین عیسیٰ را بدل کرد از فساد
جب مکار بداعتقاد وزیر نے	حضرت عیسیٰ کے دین کو فساد ڈالنے کے لئے بدل ڈالا
مکر دیگر آں وزیر از خود بہ بست	وعظ را بگذاشت در خلوت نشست
دوسرا مکر اس وزیر نے اختیار کیا	وعظ کہنا چھوڑا تنہائی میں بیٹھ گیا
در مریداں در فگند از شوق سوز	بود در خلوت چہل پنجاہ روز
مریدوں میں شوق کی سوزش ڈال دی	چالیس پچاس روز تک تنہائی میں رہا

www.besturdubooks.wordpress.com

خلق دیوانہ شدند از شوق او	از فراق حال و قال و ذوق او
اس کے شوق سے لوگ دیوانے ہو گئے	حال اور گفتگو اور اس کے ذوق کی جدائی سے
لابہ و زاری ہمی کردند و او	از ریاضت گشتہ در خلوت دوتو
لوگ خوشامد اور عاجزی کرتے تھے اور وہ	مجاہدہ کی وجہ سے تنہائی میں کبڑا ہو گیا تھا
گفتہ ایشاں بے تو مارا نیست نور	بے عصاکش چوں بود احوال کور
انہوں نے کہا تیرے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے	لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر نابینا کا حال کیا ہوگا؟
از سر اکرام و از بہر خدا	بیش ازیں از خود مکن مارا جدا
از راہ مہربانی اور خدا کے لئے	اس سے زیادہ ہم کو اپنے سے جدا نہ کر
ما چو طفلانیم و مارا دایہ تو	بر سر ما گستراں آں سایہ تو
ہم بچوں کی طرح ہیں اور تو ہماری دایہ ہے	وہی سایہ تو ہمارے اوپر ڈال دے

یعنی جب وہ مکار بد اعتقاد وزیر دین عیسوی کو براہ فساد بدل چکا تو اس نے ایک اور نیا مکر گانٹھا کہ وعظ کو چھوڑ کر خلوت میں بیٹھ رہا اور تمام مریدوں میں سوز اشتیاق پھیلا دیا چالیس پچاس روز تک اسی حالت خلوت میں گزار دیئے تمام خلقت اس کے شوق سے اور اس کے حال و قال و ذوق کی مفارقت سے دیوانہ ہو گئی پس تمام لوگ خوشامد وزاری کر رہے تھے اور وہ وزیر ریاضت کر کے خلوت میں دوہرا ہو گیا تھا (یعنی باہر نہ نکلتا تھا) وہ لوگ بولے کہ ہم کو بدوں آپکے نور (ہدایت) نہیں مل سکتا بھلا عصا کش نہ رہے تو نابینا کا کیا حال ہوگا اپنے اکرام (بزرگی) کا صدقہ اور اللہ کے واسطے اس سے زیادہ ہم کو اپنے سے علیحدہ مت رہیئے وہ ہماری مثال تو لڑکوں کی سی ہے اور آپ ہمارے لئے مثل دایہ کے ہیں ہمارے سروں پر اپنے سایہ عنایت کو گستردہ رکھو ف تقریر مریدین کے ضمن میں اشارہ اس طرف بھی ہے کہ مرید کو پیر سے قبل :۔ تکمیل بلا ضرورت شدید علیحدگی نہ چاہئے بلکہ اس کی صحبت و خدمت کو غنیمت سمجھنا چاہئے اسی لئے شیخ کو دایہ سے اور طالب کو طفل سے تشبیہ دی کہ قبل تربیت طفل دایہ سے جدا نہیں کیا جاتا۔

گفت جانم از محباں دور نیست	لیک بیروں آمدن دستور نیست
اس نے کہا میری جان دوستوں سے دور نہیں ہے	لیکن باہر آنے کا میرے لئے حکم نہیں ہے

وزیر نے جواب دیا کہ گو میرا جسم بظاہر بعید ہے مگر میری جان اہل محبت سے دور نہیں یعنی جان اور باطن کے اعتبار سے میں تم سے قریب ہوں لیکن باہر نکلنے کی اجازت نہیں (اللہ تعالیٰ کی یا عیسیٰ علیہ السلام کی

ف: اس میں مولانا نے اشارہ کیا ہے کہ اگر پیر سے محبت کامل ہو تو ظاہری دوری مانع فیض نہیں حدیث المرء مع من احب اس کی مؤید ہے یہی محبت معیت روحانی ہے مگر یہ اس شخص کے لئے ہے جس کو تعلیم کی حاجت

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ رہی ہو صرف تقویت نسبت میں مشغول ہو ورنہ بدوں قرب جسمانی کام نہیں چلتا البتہ ثواب و برکت ضرور ہے۔ اس مضمون کو بعض صوفیہ ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں کہ باطن پیر ہر جگہ ہے جس کے معنی سمجھنے میں عوام الناس غلطی کرتے ہیں کہ پیر نعوذ باللہ ہر جگہ حاضر ناظر ہے سو یہ یقیناً غلط اور خلاف واقع ہے گو بطور خرق عادت و کرامت کے گاہے ایسا بھی واقع ہوا ہے مگر یہ امر نہ مستمر ہے اور نہ ضروری ہے کہ جب پیر کی شکل نظر آوے تو وہ سچ مچ پیر ہی ہو بعض اوقات کوئی فرشتہ وغیرہ اس شکل میں نظر آجاتا ہے بلکہ معنی اس جملہ کے یہ ہیں کہ باطن اصطلاح میں اس اسم الٰہی کو کہتے ہیں جس کا کسی مخلوق میں ظہور ہو (ظہور کے معنی مسئلہ ظاہر و مظہر میں بیان ہو چکے ہیں پس شیخ کامل میں اسم ہادی کا فیض ظاہر ہے سو باطن شیخ سے مراد اسم ہادی ہوا چونکہ وہ حق تعالیٰ کی صفت ہے۔ مکان و زبان سے منزہ ہے اور اس کا نور و فیض عام اور محیط ہے اس اعتبار سے کہہ دیا جاتا ہے کہ باطن شیخ ہر جگہ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہوا کہ صفت ہادی کا فیض کسی زمان و مکان کے ساتھ خاص نہیں اور چونکہ قابلیت اس فیض حاصل کرنے کی شیخ کی صحبت و تعلیم سے نصیب ہوتی ہے اس لئے باطن کو شیخ کی طرف بادنیٰ ملابست مضاف کر دیتے ہیں کذا قال مرشدیؒ۔

آں امیراں در شفاعت آمدند	واں مریداں در ضراعت آمدند
وہ امیر سفارش کے لئے آئے	اور وہ مرید عاجزی کرنے لگے
کاینچہ بدبختی ست مارا اے کریم	از دل و دیں ماندہ ما بے تو یتیم
کہ اے بزرگ! یہ ہماری کیسی بدبختی ہے	ہم دل اور دین سے تیرے بغیر محروم رہ گئے
تو بہانہ می کنی و ماز درد	میزنیم از سوز دل دمہائے سرد
تو تو بہانہ کر رہا ہے اور ہم درد سے	دل کی جلن سے ٹھنڈی آہیں بھر رہے ہیں
ما بگفتار خوشت خو کردہ ایم	ماز شیر حکمت تو خوردہ ایم
ہمیں تیری میٹھی باتوں کی عادت ہو گئی ہے	ہم نے تیری دانائی کا دودھ پیا ہے
اللہ اللہ ایں جفا با ما مکن	لطف کن امروز را فردا مکن
خدا کے لئے یہ ظلم ہم پر نہ کر	مہربانی کر اور آج کو کل پر نہ ٹال
می دہد دل مر ترا کیں بیدلاں	بے تو گردند آخر از بے حاصلاں
کیا تیرا دل اس کی اجازت دیتا ہے کہ بیدل	تیرے بغیر محروموں میں شامل ہو جائیں؟
جملہ در خشکی چو ماہی می طپند	آب را بکشاز جو بردار بند
سب ایسے تڑپ رہے ہیں جیسے مچھلی خشکی میں	پانی کھول دو اور نہر سے بند اٹھا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایکہ چوں تو در زمانہ نیست کس	اللہ اللہ خلق را فریادرس
اے وہ کہ دنیا میں تجھ جیسا کوئی نہیں ہے!	خدا کے لئے لوگوں کی فریاد سن لے

دل دادن گوارا شدن واجازت دادن مطلب یہ کہ ان بارہ امیروں نے سفارش شروع کی اور عام مریدوں نے تضرع شروع کیا کہ یہ ہماری کیسی بدقسمتی کی بات ہے کہ بدوں آپ کی معیت کے ہم دل اور دین دونوں سے رہ جاویں گے (یعنی دل کی راحت اور دین کی ہدایت دونوں برباد ہو جاویں گی) آپ بہانہ کر رہے ہیں اور ہم درد کی وجہ سے سوزدل سے آہ سرد لگا رہے ہیں کیونکہ ہم کو آپ کے کلام سننے کی عادت پڑ گئی آپ کے شیر علم کی غذا کھا چکے ہیں خدا کے واسطے اتنی سنگدلی تو ہم سے مت کرو بلکہ ہمارے حال پر مہربانی کرو اور امروز کو فردا مت کرو (یعنی ٹالو مت) کیا تم کو یہ بات گوارا ہے کہ یہ بے دل لوگ بدوں تمہارے محض بے حاصل رہ جاویں (یہ سب مضامین گستاخانہ جوش عشق میں خلاف ادب نہیں سمجھے جاتے) سب کے سب اس طرح بے قرار ہیں جیسے خوشی میں ماہی اب آب (فیض کو کھول دیجئے اور مہر (علم) سے بند (خاموشی اٹھا دیجئے آپ کے برابر دنیا میں کوئی شخص نہیں خدا کے لئے خلق کی فریادرسی کیجئے۔

ف: شعر اخیر میں اشارہ ہے کہ اپنے شیخ کو سب سے افضل جاننا چاہئے اس کی تفسیر یہ ہے کہ یوں اعتقاد کرے اور یقین کے ساتھ سمجھے کہ زندہ بزرگوں میں میری تلاش وجستجو سے اس سے زیادہ مجھ کو نفع پہنچانے والا ملنے کی امید نہیں کذا قال مرشدی اس تفسیر سے سب اشکالات مرتفع ہو گئے پس نہ یہ لازم آیا کہ اولیائے سابقین سے اس کو افضل سمجھے نہ یہ سمجھے کہ معاصرین میں عنداللہ اس سے کوئی افضل نہیں کیونکہ یہ دونوں اعتقاد آیت و فوق کل ذی علم علیم ' کے مخالف ہونے کی وجہ سے باطل ہیں اور وجہ اعتقاد مذکور کے ضروری ہونے کی یہ ہے کہ بدوں اس کے سمجھے ہوئے قلب کو یکسوئی نہیں ہوتی بلکہ ہر وقت ڈانواڈول رہتا ہے کہ شاید اور کسی جگہ سے زیادہ نفع پہنچے اور بدوں یکسوئی کے کوئی ایسا کام نہیں بن سکتا جس میں پوری توجہ کی ضرورت ہو جیسا ذکر و شغل کا حال ہے۔

دفع کردن وزیر مریدان واتباع خودرا

وزیر کا اپنے مریدوں اور متبعین کو دفع کرنا

گفت ہاں اے سخرگان گفتگو	وعظ و گفتار و زبان و گوش جو
اس نے کہا: خبردار! اے گفتگو کے پابندو!	وعظ اور کان، گفتار اور زبان کے تلاش کرنے والو
پنبہ اندر گوش حس دوں کنید	بند حس از چشم خود بیروں کنید
حسی کان کے اندر روئی ٹھونس لو	اپنی آنکھ سے ظاہری رکاوٹ دور کرو

سخرگان تابعان دون ادنی بند حس اضافت بیانیہ چشم مراد چشم باطنی مطلب یہ کہ وزیر نے جواب دیا کہ تم

www.besturdubooks.wordpress.com

لوگ جو اس ظاہری گفتگو کے فریفتہ اور اس ظاہری زبان اور کان کے متعلق جو وعظ اور کلام ہے اس کے طالب ہو تم کو چاہئے کہ یہ کان جو ادنیٰ درجہ کے حواس میں سے ہے اس میں پنبہ رکھ لو اس قید حس ظاہری کو اپنی چشم (وگوش) باطنی سے نکال دو یعنی ظاہری کلام کے فکر و تلاش سے کیا فائدہ اپنے باطنی حواس کو درست کرو اور باطنی فیوض حاصل کرو اس میں خلوت اور دوری مجھ سے مانع نہیں۔

ف: گو یہاں قصہ مذکور ہے مگر مقصود مولانا کا ترغیب ہے تصفیہ باطن کی اور زبان وزیر سے اس کا نقل کرنا مانع اس مضمون کے صحیح ہونے کا نہیں کیونکہ اس کا مکر و فریب بھی تو جب ہی چل سکتا ہے جب وہ مضمون اصل میں صحیح بھی ہو ورنہ قلعی نہ کھل جائے اور اہل فریب کی یہی عادت ہوتی ہے چنانچہ کہا گیا ہے۔ حرف درویشان بدزدد مرد دون الخ آگے مولانا اس مضمون کی تفصیل فرماتے ہیں۔

پنبۂ آں گوش سر گوش سر ست	تا نگردد ایں کر آں باطن کرست
باطنی کان کی روئی سر کا کان ہے	جب تک یہ بہرا نہ ہو باطن بہرا ہے
بے حس و بے گوش و بے فکرت شوید	تا خطاب ارجعی را بشنوید
بے حس اور بغیر کان کے اور بے فکر ہو جاؤ	تا کہ "ارجعی" کے خطاب کو سنو
تا بگفت و گوئے بیداری دری	تو زگفت خواب کے بوئے بری
جب تک تو بیداری کی گفتگو میں ہے	تو خواب کی گفتگو سے کب خوشبو حاصل کر سکتا ہے؟

سر اول بکسر سین باطن، سر ثانی بفتح سین بمعنی مشہور، تا نہ گردد این کر اسم نہ گردد کر خبر آن یعنی اس گوش باطنی کا پنبہ اور بند یہ گوش ظاہری ہے جب تک یہ گوش ظاہری بہرا نہ ہوگا وہ باطنی بہرا رہے گا (کیونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا جب تک ان حواس ظاہری کے محسوسات یعنی تعلقات دنیوی کی طرف توجہ و مشغولی رہے گی حواس باطنی کے مدرکات یعنی کیفیات روحانی اور علوم وجدانی کی طرف توجہ نا ممکن ہے یہی معنی ہیں اس کے کہ ظاہری حواس باطنی کے لئے قید ہیں اس لئے اگر ان امور باطنی کا ادراک چاہتے ہو تو) ظاہری حواس اور گوش اور قوت عقلیہ فکریہ سے خالی ہو جاؤ (یعنی ان سے کام مت لو اور ان کو تعلقات دنیوی کی طرف متوجہ مت کرو) جب اس قابل ہوگے کہ ارجعی کا خطاب سنو گے (یعنی قرآن مجید میں جو وارد ہے یٰایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ کہ قیامت کے روز صاحب نفس مطمئنہ سے کہا جاوے گا کہ تو اپنے رب کی طرف متوجہ ہو تو ان سے راضی اور وہ تجھ سے راضی اس خطاب کے سننے کے قابل ہو جاؤ گے اس کا یہ مطلب نہیں کہ دنیا میں خطاب ارجعی سننے لگو گے اگرچہ یہ ممکن ہے مگر لازم نہیں کیونکہ یہ ایک قسم کا کشف ہے اور کشف لوازم وصول الی اللہ سے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس تعطل حواس ظاہری سے تمہارا نفس مطمئنہ بن جاوے گا کہ اس خطاب کے سننے کے اہل ہو جاؤ گے گو سننا قیامت میں ہو اور

www.besturdubooks.wordpress.com

بشنوید صیغہ بھی مستقبل کا ہے اور مستقبل میں بہت گنجائش ہے) آگے اس مضمون کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جب تم بیداری کی گفتگو میں مشغول رہو (یعنی جاگتے رہو) اس وقت تک گفتگوئے خواب کی کچھ بھی آگاہی نہیں ہوتی (کیونکہ وہ تو خواب ہی میں ہوتی ہے اور بیداری میں جب خواب ممکن نہیں تو اس حالت کی گفتگو کی نوبت بھی نہیں آسکتی اسی طرح یہ عالم ظاہری تو مثل بیداری کے سمجھو اور عالم باطن مثل حالت خواب کے سمجھو تو جب تک ادھر مشغولی رہے گی ادھر توجہ واستغراق ممکن نہیں اور بدوں توجہ کے امور باطنی کا ادراک محال ہے۔

ف: اس میں تعلیم فرمادی ہے کہ نور باطن کا حاصل ہونا موقوف ہے خلوت اور مراقبات پر اور مراقبہ موقوف ہے ترک توجہ امور دنیویہ پر اور ترک توجہ امور دنیویہ موقوف ہے تقلیل تعلقات ظاہری پر جب تعلق کم ہوگا فکر کم ہوگی جب فکر کم ہوگی ادھر توجہ ہوسکے گی جب ادھر توجہ ہوگی علوم واحوال باطنی کا ادراک وحصول نصیب ہوگا۔

سیر بیرونی ست فعل وقول ما	سیر باطن ہست بالائے سما
ہمارا فعل اور قول بیرونی سیر ہے	باطنی سیر آسمانوں پر ہے
حس خشکی دید کز خشکی بزاد	موسیٰ جان پائے بر دریا نہاد
حس نے خشکی دیکھی ہے چونکہ وہ خشکی سے پیدا ہوئی	جان کے موسیٰ نے دریا پر قدم دھر دیا
سیر جسم خشک بر خشکی فتاد	سیر جاں پا دردل دریا نہاد
خشک جسم کی سیر خشکی پر ہوئی ہے	جان کی سیر نے دریا کے دل پر قدم دھر دیا ہے
چونکہ عمر اندر رہ خشکی گذشت	گاہ کوہ وگاہ صحراء گاہ دشت
چونکہ عمر خشکی کے راستہ میں گئی ہے	کبھی پہاڑ کبھی جنگل اور کبھی میدان میں
آب حیواں را کجا خواہی تو یافت	موج دریا را کجا خواہی شگافت
تو آب حیات کو کب پا سکے گا؟	دریا کی موج کو کب چیر سکے گا؟
موج خاکی فہم ووہم وفکر ماست	موج آبی محو وسکرست وفناست
خاکی موج ہماری سمجھ ہمارا وہم اور ہماری سوچ ہے	آبی موج محویت اور سکر اور فنا ہے
تادریں سکری ازاں سکری تو دور	تا ازیں مستی ازاں جامے نفور
جب تک تو اس سکر میں ہے اس سکر سے دور ہے	جب تک تو اس سے مست ہے اس جام سے نفرت ہونے والا ہے
گفتگوئے ظاہر آمد چوں غبار	مدتے خاموش خوکن ہوشدار
ظاہری گفتگو غبار کی مانند ہے	کچھ مدت چپ رہنے کی عادت ڈال ہوش میں آ

یعنی ہم نے جو تعلقات ظاہری کو مانع انکشاف امور باطنی کا کہا ہے اس سیر بیرونی سے مراد بھی ہمارے اقوال وافعال ہیں اور سیر (باطنی ہر چند کہ واقع اسی عالم میں ہوتی ہے مگر چونکہ اس کا قبلہ توجہ ومنظر گاہ ذات حق جل شانہ ہے اور وہ قید جہت سے منزہ ہے اس حیثیت سے) سیر باطن بالائے سما سے متعلق ہے اس کے بعد حواس ظاہری کی اس عالم ظاہری کے ساتھ اور حواس باطنی کی اس عالم باطنی کے ساتھ مناسبت بیان فرماتے ہیں کہ حس ظاہری نے تو صرف خشکی (عالم ظاہری) کو دیکھا ہے کیونکہ وہ خود خشکی سے پیدا ہوئی ہے اور روح نے جو کہ عبور دریا میں عیسیٰ علیہ السلام کے اور دوسرے نسخے کی بناء پر مشابہ موسیٰ علیہ السلام کے ہے دریا (عالم وطن پر قدم رکھا ہے (یعنی حواس ظاہری چونکہ عناصر سے بنے ہیں جو اس عالم کے کائنات میں سے ہیں دنیا کی سیر کرتے ہیں اور روح چونکہ عالم امر سے ہے باطن کی سیر کرتی ہے ناسوت کو خشکی سے اور باطن کو دریا سے اس لئے تشبیہ دیتے ہیں کہ اولاً دریا مادہ حیات ہے وجعلنا من الماء کل شی حی بخلاف خشکی کے اسی طرح باطن باعث حیات روحانی ہے بخلاف ناسوت کے کہ اللہ تعالیٰ سے غافل کرنے والا ہے جو موت حقیقی ہے ثانیاً دریا میں وسعت بہت ہے بخلاف خشکی کے اسی طرح باطن کی وسعت لا تقف عند حد ہے بخلاف ناسوت کے کہ بوجہ عالم خلق ہونے کے محدود ومعدود ہے ثالثاً دریا میں بساطت ہے بخلاف خشکی کے کہ اس میں ترکیب غالب ہے اسی طرح باطن میں وحدت مقصود ہے بخلاف ناسوت کے کہ اس میں کثرت مطلوب ہے اسی لئے بعض اہل رموز نے آیہ وحملنٰھم فی البر و البحر کی تاویل کی ہے أی الناسوت والملکوت اور موسیٰ علیہ السلام کا دریا سے پار ہو جانا تو مشہور ہے یہ تشبیہ تو ظاہر ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ خود مولانا نے دفتر ششم میں بعد قصہ بلال وہلال کے لکھا ہے۔ ہمچو عیسیٰ بر سرش گرد فرات' کالمینی از غرقہ در آب حیات' پس کسی تکلف کی حاجت نہیں رہی پس ہرگاہ جسم عالم ظاہری سے مناسبت رکھتا ہے اور روح عالم باطنی سے مناسبت رکھتی ہے اس لئے جسم خشک (عنصری) کی سیر خشکی (عالم ظاہری) پر واقع ہوئی ہے اور سیر روحانی نے وسط دریا (باطن) میں قدم رکھا ہے اور تم جواب تک سیر باطنی سے محروم ہو اس سے یہ نہ سمجھنا کہ تمہاری روح میں اس کی صلاحیت نہیں اور مضمون۔ سیر جان پا در دل دریا نہاد' کا غلط ہے بلکہ وجہ اس کی یہ ہے کہ تم تمام عمر سیر ظاہری وتعلقات دنیوی میں رہے ہو تو ذرا خیال تو کرو کہ جب تمام عمر خشکی (لذات دنیا میں) گزر گئی کبھی پہاڑ کبھی دریائے ظاہری کبھی جنگ میں مارے مارے پھرے تو چشمہ آب حیات (سیر باطن) کہاں نصیب ہوگا اور موج دریائی باطن) کو چیرنا (عبور کرنا) کب میسر ہوگا (اس کے بعد خشکی اور تری جن کا اوپر تشبیہ میں ذکر تھا ان سے جو مراد ہے اس کو بتاتے ہیں کہ) موج خاکی سے (جس کو اوپر خشکی سے تعبیر کیا ہے یہی ہماری فہم وعقل دنیوی اور وہم وخیالات اور قوت فکریہ مراد ہے اور موج آبی سے (جس کو اوپر دریا سے تعبیر کیا ہے احوال باطنی محو وسکر وفنا مراد ہے پس یہی وہم وخیالات دنیوی حجاب ہے ان احوال باطنی کا چنانچہ آگے فرماتے ہیں کہ جب تک اس نشہ دنیا میں مست رہو گے اور سکر باطنی سے دور رہو گے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تک اس سے مست رہو گے اس جام باطنی سے نفور ہو گے (منجملہ ان تعلقات دنیویہ کے ظاہری کلام بھی ہے جس میں قلب کو ناسوت کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے اس لئے) یہ ظاہری گفتگو بھی مثل غبار کے (حجاب) ہے ایک کافی مدت تک خاموشی اختیار کرو اور (قلب کی طرف) ہوش اور توجہ رکھو (یعنی تقلیل کلام و مراقبہ اختیار کرو)

ف: محو اور سکر اور فنا یہ تینوں اصطلاحی الفاظ ہیں اور تین لفظ ان کے متقابل ہیں اثبات صحو بقاء یہ کل چھ الفاظ ہوئے کہ چھ حالتوں کے لئے موضوع ہیں ان کے معنی مختصر طور پر تعلیم الدین سے نقل کرتا ہوں۔

فصل فناء و بقاء میں:

فنا کی کئی قسمیں ہیں فنائے افعال و اخلاق و صفات یعنی سالک کے برے افعال و اخلاق و صفات زائل ہو گئے اور بجائے ان کے افعال و اخلاق و صفات حمیدہ پیدا ہو گئے ان کے پیدا ہونے کو بقاء کہتے ہیں اس فناء میں فانی چیز واقع میں جاتی رہی تو یہ فنا واقعی ہے۔ دوسری قسم فنائے ذات و فنائے خلق اس کے یہ معنی نہیں کہ واقع میں سالک اور مخلوقات فناء ہو جاتے ہیں بلکہ غلبہ شہود صفات و ذات حق کی وجہ سے سالک کو اپنے اور مخلوق کے وجود کا علم نہیں رہتا تو یہ فنائے علمی ہے واقعی اور حسی نہیں جیسے کوئی غریب سا آدمی کسی شاہی دربار میں دفعۃً پہنچ جاوے بعض اوقات ہیبت کے مارے اس کو اپنے پرائے کی کچھ بھی خبر نہیں رہتی اور واقع میں وہاں سب موجود ہیں پھر بعض اوقات اس فناء کا بھی علم نہیں رہتا جیسا سونے میں اکثر اوقات یہ بھی خبر نہیں ہوتی کہ میں سوتا ہوں اس کو فناء والفناء کہتے ہیں اور بعض کی اصطلاح میں فناء الفناء بقاء کو کہتے ہیں یعنی وہ بے خودی جو فناء کہلاتی تھی جاتی رہی اور یہ شخص افاقہ میں آ گیا اس لئے اس کو فناء الفناء کہا اور فنائے صفات بشریہ کو قرب نوافل اور فنائے ذات کو قرب فرائض بھی کہتے ہیں

فصل محو و اثبات میں

اس کے معنی قریب قریب معنی فناء و بقاء کے ہیں اور وہی قسمیں یہاں بھی ہیں۔

فصل سکر و صحو میں

انوار غیب کے غلبہ سے ظاہری و باطنی احکام میں امتیاز اٹھ جانا سکر ہے اور اس امتیاز کا عود کر آنا صحو ہے غرض سکر غیبت سے بڑھا ہوا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ کوئی وارد قوی قلب پر آیا خواہ صفات خداوندی کا غلبہ ہوا یا کچھ ثواب و عذاب یاد آیا اور اس کے غلبہ سے حواس معطل ہو گئے اور ادھر کی خبر نہ رہی یہ غیبت ہے یعنی خلق سے اور جب ہوش آ گیا حضور ہو گیا اور کبھی اس غیبت کو حضور کہتے ہیں یعنی حضور بحق الخ اور اشعار مذکور میں مراد فناء سے دوسری قسم ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مکرر عرض کردن مریداں کہ خلوت را بشکن

مریدوں کا مکرر عرض کرنا کہ خلوت کو چھوڑیئے

جملہ گفتند اے حکیم رخنہ جو	ایں فریب و ایں جفا باما مگو
سب نے کہا اے حکیم خلل انداز	یہ فریب اور یہ ظلم ہمیں نہ سنا
ما اسیرانیم تا کے ایں فریب	بیدل و جانیم تا کے ایں عتیب
ہم قیدی ہیں یہ فریب کب تک؟	ہم بے دل اور بے جان ہیں یہ غصہ کب تک؟
چوں پذیرفتی تو مار از ابتدا	مرحمت کن ہمچنیں تا انتہا
تو نے جب ہمیں ابتداء سے قبول کر لیا ہے	اسی طرح آخر تک ہم پر رحم کر
ضعف و عجز و فقر ما دانستۂ	درد مارا ہم دوا دانستۂ
تو نے ہماری کمزوری عاجزی اور احتیاج جان لی ہے	ہمارے درد کی دوا بھی تو نے جان لی ہے

یعنی سب مریدوں نے وزیر کے جواب میں عرض کیا کہ اے حکیم رخنہ جو (یہ تحقیراً نہیں کہا بلکہ مقصود یہ ہے کہ تمہاری خلوت باعث ہمارے رخنہ کا ہوگئی تو خلوت جوئی رخنہ جوئی ہوگئی غلبہ عشق میں ایسے الفاظ بے ادبی کے نکل جاتے ہیں ایسے فریب اور سنگدلی کی باتیں ہم سے مت کرو (یعنی بے توجہی سے ہم کو نہ ٹالو مت یہ سب الفاظ غلبہ عشق کے ہیں جب تم نے ہم کو ابتداء سے قبول کیا ہے تو انتہا تک ہمارے ساتھ رحمت و شفقت کرتے رہو ہمارے ضعف و عجز و احتیاج کا حال تم کو معلوم ہے اور ہمارے درد (فراق) کی دوا وصل و قرب بھی جانتے ہو (پس خلوت چھوڑ کر ہماری خبر گیری کرو)

چار پارا قدر طاقت بار نہ	بر ضعیفاں قدر قوت کار نہ
چوپائے پر طاقت کے مطابق بوجھ لاد	کمزوروں پر بقدر قوت کام ڈال
دانۂ ہر مرغ اندازہ ویست	طعمۂ ہر مرغ انجیرے کے ست
ہر پرندہ کا دانہ اسکے اندازے کے مطابق ہے	ہر پرندہ کی خوراک انجیر کب ہے؟
طفل را گرناں دہی بر جائے شیر	طفل مسکیں را ازاں ناں مردہ گیر
تو اگر بچے کو دودھ کی بجائے روٹی دے	مسکین بچہ کو اس روٹی سے مردہ سمجھ
چونکہ دندانہا بر آرد بعد ازاں	خود بخود گردد دلش جویائے ناں
جب وہ دانت نکال لے گا	تو اس کا دل خود بخود روٹی تلاش کرے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغ پر نا رستہ چوں پراں شود	لقمۂ ہر گربۂ دراں شود
جس پرندے کے پر نہ نکلے ہوں جب وہ اڑے گا	ہر درندہ بلی کا لقمہ بن جائے گا
چوں برآرد پر پرد او بخود	بے تکلف بے صفیر نیک و بد
جب پر نکال لے گا وہ خود بخود اڑے گا	اچھی بری سیٹی کے بغیر بلاتکلف

یہ سب مقولہ مولانا کا ہے بطور انتقال کے قصہ سے طرف تعلیم کے جیسا مولانا کا طریقہ مستمرہ ہے۔

ف: ان تمثیلات کے ضمن میں مشائخ کے لئے ایک دستور العمل بتلانا منظور ہے کہ طالبوں کو ان کی استعداد سے زیادہ تعلیم کرنا یا کوئی معاملہ کرنا یا بلا کمال کے خلافت دینا نہ چاہئے چنانچہ ایک تمثیل یہ ہے کہ) چار پایہ پر اس کی طاقت کی قدر بوجھ رکھنا چاہئے اسی طرح ضعیفوں پر ان کی قوت کے قدر کام ڈالنا چاہئے دوسری تمثیل یہ ہے کہ ہر مرغ کا دانہ اور خوراک اس کے اندازہ کے موافق ہے بھلا ہر مرغ کی غذا انجیر کب ہو سکتی ہے تیسری تمثیل یہ ہے کہ اگر لڑکے کو بجائے دودھ کے روٹی دینے لگو تو اس غریب کو اس روٹی کی بدولت مردہ ہی سمجھ رکھو ہاں جب اس کے دانت نکل آویں گے اس کے بعد اس کا دل خود روٹی کا خواہاں ہونے لگے گا چوتھی تمثیل یہ ہے کہ جس پرندے کے پر نہ جمے ہوں اگر وہ اڑنا شروع کر دے تو یقیناً بلیوں کا لقمہ بنے گا اور جب اس کے پر نکل آویں تو وہ خود بلا تکلف بلا احتیاج اس کے کہ کوئی آدمی بھلا برا اس کو آواز دے اڑنے لگتا ہے (اسی طرح جب مبتدی کے ساتھ منتہی کا سا معاملہ کیا جاویگا یا وہ خود مستقل بننا چاہے گا جیسا کہ تمثیل چہارم میں پراں شود سے اشارہ معلوم ہوتا ہے تو وہ ضرور تباہ و ہلاک ہوگا کیونکہ ابتداء میں اس کو ضرورت صحبت کی ہے جو بجائے شیر کے ہے البتہ جب اس کو بلا واسطہ فیض ہونے لگے اور مقام تمکین حاصل ہو جاوے جو بجائے دانت نکلنے کے ہے اس وقت ترک صحبت کا مضائقہ نہیں ورنہ پنجہ شیطان میں کہ مشابہ گربہ دران کے ہے گرفتار ہوگا اور یقیناً تجربہ کاری عقبات سلوک کے خدا جانے کس جہالت و ضلالت میں مبتلا ہو جائے گا۔ کذا قال مرشدیؒ

دیوار انطق تو خامش می کند	گوش مارا گفت تو ہش می کند
تیری گفتگو شیطان کو چپ کر دیتی ہے	تیری گفتگو ہمارے کان کو ہوشمند کر دیتی ہے
گوش ما ہوش ست چوں گویا توئی	خشک ما بحرست چوں دریا توئی
جب تو گویا ہوتا ہے ہمارے کان (ہمہ تن) ہوش ہوتے ہیں	چونکہ تو دریا ہے ہمارا خشک بھی سمندر ہے
باتو مارا خاک بہتر از فلک	اے سماک از تو منور تا سمک
تیرے ساتھ ہمارے لئے زمین آسمان سے بہتر ہے	اے وہ ذات کہ تجھ سے سماک سے سمک تک روشن ہے
بے تو مارا بر فلک تاریکی ست	باتو اے مہ ایں زمیں تاری کے ست
تیرے بغیر ہمارے لئے آسمان پر اندھیرا ہے	اے چاند تیرے ہوتے ہوئے یہ زمین کب اندھیری ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

بامہ روئے تو شب تاری کے ست	روز رابے نور تو تاریکی ست
تیرے چہرہ کے چاند کے ہوتے ہوئے رات کب تاریک ہے؟	دن' تیرے نور کے بغیر تاریک ہے
باتو برخاک از فلک بردیم دست	برشما بے تو چوں خاکیم پست
تیرے ذریعہ زمین پر رہتے ہوئے ہم آسمان پر سبقت لے گئے	تیرے بغیر ہم آسمان پر بھی' زمین کی طرح پست ہیں
صورت رفعت بود افلاک را	معنی رفعت روان پاک را
آسمانوں کو ظاہری بلندی حاصل ہے	پاک' روح کو معنوی بلندی حاصل ہے
صورت رفعت برائے جسمہاست	جسمہا در پیش معنیٰ اسمہاست
جسموں کی ظاہری بلندی ہے	جسم' معنی کے سامنے (محض) نام ہیں
اللہ' اللہ یک نظر برما فگن	لاتقنطنا فقد طال الحزن
اللہ ہم پر ایک نظر ڈال دے	ہمیں مایوس نہ کر' غم دراز ہو گیا ہے

(یہ اشعار زبانی مریدان وزیر کے ہیں اور اس خطاب میں جواب بھی ہے وزیر کے مضامین کا جیسا جابجا اشارہ کردیا جاوے گا لیکن جواب سے (رد مقصود نہیں بلکہ التجا و تضرع ہے خلاصہ یہ ہے کہ (دیو (نفس) کو تمہارا بولنا خاموش کرتا ہے (یعنی تمہارے کلام میں جو حقائق و معارف و تعلیمات وارشادات ہوتے ہیں اس سے خیالات نفسانی دفع ہوتے ہیں تو آپ کا جو قول ہے مدتے خاموش کن ہیں ہوشدار الخ ہماری درخواست اس کے منافی نہیں کیونکہ خاموشی مطلوب یہی خاموشی نفس ہے اور یہ آپ کے نطق سے حاصل ہے جس کے ہم خواہاں ہیں پس ہماری درخواست عین تعمیل آپ کے ارشاد کی ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ کلام شیخ سے انوار و برکات حاصل ہوتے ہیں بہت توجہ سے اس کو سننا چاہئے اور آپ جو کہتے ہیں کہ۔ پنبہ اندر گوش حس دون کنید الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ گوش باطنی کو ہوشیار کرنا چاہئے تو ہم بھی یہی چاہتے ہیں اسی لئے تو آپ کے بولنے کے خواہاں ہیں کیونکہ) ہمارا گوش ہوش بن جاتا ہے جب آپ گویا ہوتے ہیں (اور آپ جو کہتے ہیں۔ حس خشکی دید کر خشکی بزاد الخ جس میں خشکی سے تنفیر اور دریا کی ترغیب ہے تو ہم اس کے بھی مخالف نہیں مگر یہ بھی آپ کی ہی صحبت سے حاصل ہوگا کیونکہ ہماری خشکی (صفات جسمانیہ دریا (صفات روحانی) ہو جاتے ہیں جب آپ دریائے افاضہ ہیں (اور آپ جو کہتے ہیں سیر باطن ہست بالائے سما الخ تو یہ دولت بھی آپ ہی کی صحبت میں میسر ہوگی۔ کیونکہ آپ کی معیت میں ہمارے واسطے خاک زمین بھی فلک سے بہتر ہے اور تم ایسے ہو کہ سماک سے سمک تک تم سے منور ہے اور بدوں آپ کی معیت کے خود اگر ہم فلک پر بھی پہنچ جاویں تو ہمارے لئے تاریکی ہے اور تمہاری معیت میں چونکہ تم مشابہ چاند کے ہو اس لئے فلک کب تاریک ہو سکتا ہے (وجہ یہ کہ تمہارے پاس اگر زمین پر رہیں تو تعلیم و تلقین و برکات صحبت کی بدولت انوار

www.besturdubooks.wordpress.com

روحانی حاصل ہوں گے جب تم سے دور ہو گئے گو فلک ظاہری پر پہنچ جاویں تو انوار روحانی سے بے بہرہ رہیں گے کیونکہ رفعت مکانی کے لئے انوار روحانی لازم نہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ) تمہاری محبت میں تو خاک زمین پر رہ کر آسمان سے بڑھ جاویں گے اور بدوں تمہارے آسمان پر رہ کر بھی مثل زمین کے پست ہو جاویں گے کیونکہ افلاک ظاہری کو تو صرف رفعت صوری ہی حاصل ہے اور روح کے لئے رفعت معنوی میسر ہے (جو تمہاری محبت میں مل سکتی ہے۔) وجہ اس فرق کی یہ ہے کہ فلک تو جسم ہے اور اجسام کو رفعت صوری حاصل ہوتی ہے اور روح ایک امر معنوی ہے اور اجسام بمقابلہ معانی کے ایسی نسبت رکھتے ہیں جیسے اسمائے الفاظ کہ معانی کے مقابلہ میں غیر مقصود ہوتے ہیں (اسی طرح اجسام غیر مقصود ہیں اور ارواح مقصود بس غیر مقصود کے لئے رفعت کا ادنیٰ درجہ مناسب ہے اور مقصود کے لئے اعلیٰ درجہ مناسب ہے خدا کے واسطے ہم پر ایک نگاہ ڈال دو اور ہم کو نا امید مت کرو کیونکہ غم بہت بڑھ گیا۔

جواب گفتن وزیر کہ خلوت را نمی شکنم

وزیر کا جواب دینا کہ میں تنہائی نہ چھوڑوں گا

گفت حجتہائے خود کوتہ کنید	پند را در جان و در دل رہ کنید
اس میں کہا اپنی حجتوں کو مختصر کرو	جان اور دل میں نصیحت کو راستہ دو
گر امینم متہم نبود امیں	گر بگویم آسماں را من زمیں
اگر میں امانتدار ہوں تو امین متہم نہیں ہوتا ہے	خواہ میں آسمان کو زمین کہوں
گر کمالم با کمال انکار چیست	ور نیم ایں زحمت و آزار چیست
اگر میں کامل ہوں تو کمال کے ہوتے ہوئے انکار کیا ہے؟	اور اگر نہیں ہوں تو یہ زحمت اور تکلیف کیوں ہے؟
من نخواہم شد ازیں خلوت بروں	زانکہ مشغولم باحوال دروں
میں خلوت سے باہر نہ نکلوں گا	اس لئے کہ میں باطنی احوال میں مشغول ہوں

یعنی وزیر نے جواب دیا کہ بحث و حجت ختم کرو اور جو تم کو نصیحت کی جاتی ہے (کہ مجھ پر اصرار نہ کرو) اس کو جان و دل میں جگہ دو مختصر یہ کہ اگر مجھ کو امین اور اپنا خیر خواہ سمجھتے ہو تو امین پر تہمت و بدگمانی جائز نہیں گو آسمان کو زمین کیوں نہ بتلاؤں پس اگر میں تمہارے نزدیک کامل ہوں تو اعتقاد کمال کے ساتھ انکار اور سوال جواب کیوں ہے اور اگر میں کامل نہیں ہوں تو غیر کامل سے واسطہ کیا پھر اس قدر زحمت و آزار کیوں ہے میں ہرگز اس خلوت سے باہر نہ نکلوں گا کیونکہ احوال باطنی میں مشغول ہوں۔

ف: شعر ثانی میں اشارہ ہے کہ شیخ کامل جو جامع شریعت و طریقت و علم و عمل کا ہو اگر کوئی کام مرید کے فہم و قیاس سے خارج کرے یا کوئی کلام اس سے ایسا صادر ہو جاوے تو اس پر بدگمانی کرنا جائز نہیں بلکہ اپنی فہم کا قصور

www.besturdubooks.wordpress.com

سمجھے کہ اس کی کنہ اور حقیقت تک نہیں پہنچے اور واقع میں وہ کلام خدا نہ ہوگا البتہ مرید کو کسی خلاف شرع امر کا حکم کرے تو جب تک اس کا موافق شرع ہونا سمجھ میں نہ آ جاوے اس پر عمل جائز نہیں حدیث میں ہے لا طاعة المخلوق فی معصیة الخالق لیکن اس کی خدمت میں انکار یا گستاخی یا اعتراض سے پیش نہ آوے بلکہ باادب عذر کر دے اور اس کی کہنہ دریافت کرنے کے لئے عرض کرے بعد اطمینان عمل کرے۔

لابہ کردن مریداں در خلوت وزیر بار دگر

وزیر کی خلوت کے متعلق مریدوں کا دوبارہ خوشامد کرنا

جملہ گفتند اے وزیر انکار نیست	گفت ما چوں گفتۂ اغیار نیست
سب نے کہا اے وزیر! انکار نہیں ہے	ہماری بات غیروں کی سی بات نہیں ہے
اشک دیدہ است از فراق تو دواں	آہ آہ ست از میان جاں رواں
تیری جدائی سے آنکھوں کے آنسو بہہ رہے ہیں	جان سے آہ آہ نکل رہی ہے
طفل با دایہ نہ استیزد و لیک	گرید او گرچہ نہ بد داند نہ نیک
بچہ دایہ سے نہیں لڑتا لیکن	وہ روتا ہے' اگرچہ اچھا برا نہیں جانتا ہے

یعنی مریدوں نے کہا کہ ہماری عرض بطور انکار کے نہیں (جیسا آپ کہتے ہیں۔ گر کمال با کمال انکار چیست الخ اور ہمارا کہنا اغیار کا سا کہنا نہیں (کہ انکار پر محمول کیا جا سکے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ) آپ کے فراق سے آنسو چل رہے ہیں اور دل سے ہائے ہائے جاری ہے (انکار میں یہ حالت کب ہو سکتی ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ) بچہ جو روتا چلاتا ہے اس کو دایہ سے ستیزہ و مخالفت ہرگز مقصود نہیں لیکن پھر بھی روتا ہے اگرچہ نیک و بد کو نہیں جانتا (پس جیسا اس کا رونا اضطراری اور طبعی ہے اسی طرح ہماری عرض معروض اضطراری ہے۔

ما چو چنگیم و تو زخمہ میزنی	زاری از مانے تو زاری میکنی
ہم سارنگی کی طرح ہیں اور ہم میں آواز تجھ سے ہے	ہم پہاڑ کی طرح ہیں اور ہم میں گونج تجھ سے ہے
ما چو شطرنجم اندر بردو مات	بردو مات ما ز تست اے خوش صفات
ہار جیت میں ہم شطرنج کی طرح ہیں	اے خوش صفات ہماری ہار جیت تیری طرف سے ہے

(زخمہ مضراب' نائے نے۔ بردو مات ہار جیت یہاں سے مولانا مناجات کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور اسی میں مضامین توحید کے بیان کرتے ہیں مناسبت ماقبل سے ظاہر ہے کہ وہاں گریہ کا اضطراری غیر اختیاری ہونا بیان کیا تھا یہاں اسی مضمون کی تاکید و تقریر ہے کہ سب افعال میں ہماری یہی حالت ہے کہ محض مجازی اختیار

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھتے ہیں اور مختار حقیقی اور ہمارے سب افعال کے خالق حق تعالیٰ ہیں اور اس مرتبہ خلق میں ہم محض بے اختیار ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ (اے اللہ ہماری مثال چنگ کی سی ہے اور آپ گویا مضراب مار رہے ہیں (یعنی خالق ہمارے افعال کے آپ ہی ہیں تو گو ظاہر میں افعال ہم سے سرزد ہو رہے ہیں مگر موثر حقیقی واقع میں آپ ہی ہیں تو اس بناء پر) ہم اگر زاری کریں تو وہ ہماری طرف سے (حقیقۃً) نہیں ہے بلکہ گویا آپ اس فعل کو کر رہے ہیں (یعنی باعتبار مؤثر و خالق ہونے کے اور ہر چند یہ حق تعالیٰ کی طرف حقیقۃً صرف خلق افعال کا منسوب ہے نہ صدور ان کا کہ وہ عبد کی طرف منسوب ہے مگر بطور اسناد الی السبب کے اس شعر میں زاری سے کی کہدیا جیسے ایک حدیث میں بھی وارد ہے کہ حق تعالیٰ کسی بندہ سے قیامت میں پوچھیں گے استطعمتک فلم تطعمنی یعنی میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے کھانا نہیں دیا اسی طرح پانی اور کپڑے کی نسبت ارشاد فرمادیں گے تو بندہ عرض کرے گا کہ آپ تو اس سے منزہ ہیں اس کے کیا معنی ارشاد ہوگا کہ تجھ سے ہمارے فلاں بندہ نے کھانا یا پانی یا کپڑا مانگا تھا اگر تو اس کو دے دیتا تو مجھ کو ملتا الحدیث تو اس حدیث میں کھانا مانگنا کہ فعل عبد ہے حق تعالیٰ کی طرف بطور اسناد مجازی کے نسبت کیا گیا اسی طرح قرآن مجید میں وارد ہے فاذا قرآناہ فاتبع قرآنہ اس میں قرات جبرئیل علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی طرف نسبت کیا گیا اسی طرز پر مولانا نے فرمایا ہے زاری میکنی) اب یہی مضمون دوسری مثال میں مذکور ہے کہ ہماری مثال ایسی ہے جیسے نے ہوتی ہے اور ہم میں جو آواز ہے وہ آپ کی جانب سے ہے جیسے نے کی آواز نے نواز کی جانب سے ہے آگے تیسری مثال ہے کہ ہماری مثال پہاڑ کی سی ہے اور ہمارے اندر جو صدا پیدا ہوتی ہے وہ آپ کی طرف سے ہے جس طرح پہاڑ کی صدا بولنے والے کی طرف سے ہے ا (اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہمارے اندر خدا کی آواز ہے کیونکہ مثال میں من کل الوجوہ تشبیہ نہیں ہوا کرتی جیسا کہ شعر کیست ماہی چیست دریا در مثل الخ کی شرح میں مفصل بیان کیا گیا ہے بلکہ صرف متاثر اور مؤثر ہونے میں تشبیہ ہے گو کیفیت تاثر و تاثیر میں تفاوت ہے آگے چوتھی مثال ہے کہ ہماری مثال شطرنج کی سی ہے کہ اس کے مہروں کی چال جس پر ہار جیت کا مدار ہے شاطر کی جانب سے ہے اسی طرح ہماری ہار جیت یعنی وہ افعال جن سے ہم غالب آجاویں یا مغلوب ہو جاویں آپ کی جانب سے ہیں (باعتبار مؤثر و خالق ہونے کے جیسا اوپر بھی کہا گیا ہے)

ف: مقصود مولانا کا ان سب اشعار سے مراقبہ توحید کی تعلیم ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے اور تمام مخلوقات کے جمیع افعال و حرکات و سکنات و تغیرات میں حق جل وعلیٰ شانہ کے مؤثر و خالق ہونے کا ہر وقت استحضار رکھے اور ہر چند یہ امر داخل عقائد ہے مگر اعتقاد میں تصدیق اجمالی کافی ہے۔ اور مراقبہ میں استحضار اور ہر ہر جزء پر تفصیلی توجہ زائد ہے۔ کیفیت اضمحلال خلق کی اس کی بدولت پیدا ہوتی ہے اور شعب توحید سے یہ ایک شعبہ ہے مگر محققان حال نے مطلقاً اہل زمانہ کو مراقبہ توحید سے منع فرمادیا ہے کیونکہ مسئلہ نازک ہے اور فہم ناقص اس لئے لغزش کا اندیشہ ہے کذا قال مرشدی اور یہ احقر عرض کرتا ہے کہ علاوہ نقصان فہم وقلت علم کے عشق و محبت الٰہی میں بھی کمی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایسی حالت میں جب ہر شے کو مستند الی الحق سمجھے گا اور وسائط و اسباب سے مطلق نظر اٹھ جاوے گی اور قلت محبت الٰہی سے بعض واقعات میں رضا و تسلیم میں کمی ہوگی تو وہ تنگی اور کدورت نعوذ باللہ حق جل وعلی شانہ کی طرف سے ہوگی اس وجہ سے جب تک کہ علم و فہم و عشق سب کامل نہ ہوں یہ مراقبہ ممنوع ہوگا فقہی قاعدہ بھی ہے کہ جس مستحب میں مفاسد کا اندیشہ ہو وہ مکروہ ہو جاتا ہے۔

ما کہ باشیم اے تو مارا جان جاں	تا کہ ما باشیم باتو درمیاں
اے وہ کہ تو ہماری جان کی جان ہے ہم کیا ہوتے ہیں	تیرے ہوتے ہوئے درمیان میں ہم کون ہوتے ہیں؟
ما عدمہائیم و ہستی ہائے ما	تو وجود مطلق فانی نما
ہم اور ہماری ہستیاں معدوم ہیں	تو فانی نما وجود مطلق ہے
ما ہمہ شیراں ولے شیر علم	حملۂ شاں از باد باشد دمبدم
ہم سب شیر ہیں لیکن جھنڈے کے شیر	جس کا مسلسل حملہ ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے
حملہ شاں پیدا و ناپیداست باد	آنکہ ناپیداست ہرگز گم مباد
ان کا حملہ نظروں میں ظاہر ہے اور ہوا نظر سے غائب ہے	وہ ذات جو کہ نظروں سے غائب ہے کبھی (دل سے) گم نہ ہو
باد ما و بود ما از داد تست	ہستی ما جملہ از ایجاد تست
ہماری ہوا اور ہمارا وجود تیری عطا سے ہے	ہم سب کی ہستی تیری ایجاد سے ہے

ہستی ہائے ما معطوف بر ما فانی نما صفت وجود مطلق پیدا ظاہر اوپر کے اشعار میں جا بجا لفظ ما آیا ہے ماچو چگیم ما چونا ئیم ماچو شطرنجیم اب اس سے اضراب کر کے کہتے ہیں کہ ہم کیا چیز ہیں کہ آپ کے سامنے ہم پر لفظ ما صادق آوے کذا قال مرشدیؒ (یعنی ہمارا وجود تو اتنا بھی نہیں کہ ہم اپنے کو ہم کہہ سکیں مقصود مبالغہ ہے اضمحلال وجود میں گویا وہ وجود ہی نہیں بلکہ عدم ہے جیسا آگے فرماتے ہیں کہ) ہم اور ہماری ہستی سب عدم ہیں (گو ظاہر میں ہستی معلوم ہوتی ہے) اور آپ وجود مطلق (کامل) ہیں مگر محسوس نہ ہونے کی وجہ سے فانی نما ہیں یعنی نظر حسی کی کتنی بڑی غلطی ہے کہ ہستی موہوم کو تو ہستی حقیقی سمجھتی ہے اور ہستی حقیقی کو موہوم اور خیالی سمجھتی ہے جیسا معاملات و خیالات سے مشاہدہ ہو رہا ہے کہ اپنی ہستی پر جس قدر نظر ہے ہستی حق پر ہرگز نہیں آگے اس مضمون کی مثال ہے کہ ہستی نیستی نما ہو جاوے اور نیستی ہستی نما ہو جاوے) ہماری ایسی مثال ہے جیسے شیر علم ہوتا ہے (پرچم پر تصویر بنا دیتے ہیں) ہوا چلنے سے حملہ کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے تو حملہ تو نظر آتا ہے اور ہوا نظر نہیں آتی (تو یہ حملہ نیست ہے اور ہست معلوم ہوتا ہے اور ہوا کہ محرک ہے ہست ہے اور نظر سے نیست معلوم ہوتی ہے اسی طرح ہماری ہستی اور افعال وجود واجب کے سامنے کالعدم ہیں مگر محسوس و موجود معلوم ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کا وجود اور مؤثریت موجود حقیقی ہیں مگر اس کی طرف نظر نہیں جاتی اس کے بعد اپنے لئے دعا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرتے ہیں کہ) جو چیز نظر نہیں آتی (یعنی مؤثریت حق تعالیٰ کی) وہ (ہمارے دل سے) کبھی کم نہیں ہو (یعنی خدا کرے حقیقت منکشف ہو جاوے اور صفات و افعال الٰہیہ کا مشاہدہ ہر وقت نصیب رہے کذا قال مرشدیؒ

لذت ہستی نمودی نیست را	عاشق خود کردہ بودی نیست را
تو نے معدوم کو وجود کی لذت چکھائی	تو نے معدوم کو اپنا عاشق بنایا تھا

بادہوا مراد انفاس۔ بود ہستی داد عطا' عاشق تابع و مسخر یعنی ہماری سانس (حیات) اور ہماری ہستی وجود یہ سب آپ کا عطیہ ہے (آگے اس کے عطیہ ہونے کا بیان ہے کہ ہماری ہستی سب آپ کی ایجاد کی ہوئی ہے (اس میں تصریح کر دی کہ حق تعالیٰ کی طرف جو اوپر کے اشعار میں اپنے افعال و صفات کی نسبت کی ہے وہ نسبت خلق و ایجاد ہے جیسا واسطہ فی الاثبات کی تحقیق میں بیان ہو چکا ہے) اور آپ نے ایجاد کے بعد نیست (ممکن) کو ہستی (خیالی) کی لذت چکھا دی (کہ اپنے وجود پر نظر کر کر کے خوش ہوتا ہے یہ تو نفسانی نعمت ہوئی) اور اس نیست و ممکن کو اپنا عاشق بھی بنا لیا' اور یہ روحانی نعمت ہوئی کذا قال مرشدی) اور عشق و محبت کا مادہ سب کو عطا ہوا ہے بعض نے اس کو معطل کر دیا بعض نے اس سے کام لیا ہے اور ممکن ہے کہ یہ معنی ہوں کہ عدم کو وجود دیدیا اور اس کو اپنا عاشق (تابع) بنا لیا کہ اس میں تصرف کر کے مبدل بہ وجود کر دیا۔

ف: توجیہ ثانی پر یہ اشکال ہوگا کہ اگر عدم سابق عدم محض ہے تو اس کے مسخر قدرت ہونے کے کیا معنی اور اگر وہ باعتبار تعلق علم الٰہی کے عدم محض نہیں ہے من وجہ وہ ثبوت کے ساتھ متصف ہے تو ایک شے ممکن ثابت کا قدم لازم آتا ہے سو اصل میں تو یہ مسئلہ کشفی ہے عقول متوسطہ سے خارج ہے مگر ظاہرا شق اول کو اختیار کرنا بہتر معلوم ہوتا ہے اور اس کے مقدور ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ضد پر قدرت ہے چونکہ قدرت متعلق ضدین سے ہوتی ہے ایک ضد کا مقدور ہونا مستلزم ہوگا دوسری ضد کے مقدور ہونے کو اور بعض نے شق ثانی اختیار کی ہے اور اس مرتبہ کو اعیان ثابتہ سے تعبیر کیا ہے اور اس کو صفت الٰہی کہا۔ بے تو ممکن کا قدم لازم نہیں آیا مگر اس میں یہ اشکال ہے کہ وہ تصرف ایجاد کا محل نہیں ہے کہ اس میں کوئی تغیر ہوا کیونکہ اس کی حقیقت علوم الٰہیہ ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں تغیر سے منزہ ہیں۔

لذت انعام خود را وا مگیر	نقل خمر و جام خود را وا مگیر
اپنے انعام کی لذت کو واپس نہ لے	شراب کے نقل اور اپنے جام کو واپس نہ لے
ور بگیری کیست جست و جو کند	نقش با نقاش چوں نیرو کند
اور اگر تو لے لے کون ہے جو جستجو کر سکے؟	نقش نقاش کے ساتھ کیا زور آزمائی کرے؟
منگر اندر ما مکن در ما نظر	اندر اکرام و سخائے خود نگر
ہمیں نہ دیکھ ہم پر نظر نہ کر	اپنے اکرام اور سخاوت کو دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

مانبودیم و تقاضا ماں نبود	لطف تو ناگفتۂ ما می شنود
نہ ہم تھے نہ ہمارا تقاضا تھا	تیری مہربانی ہماری ان کہی سنتی تھی

(اوپر کہا تھا عاشق خود کردہ بودی نیست را جس سے نعمت عشق کا عطا فرمانا معلوم ہوا تھا اب اس کی نسبت جناب باری میں عرض کرتے ہیں کہ) اپنے انعام (نعمت عشق) کی لذت کو ہم سے سلب نہ کیجئے اور سامان عشق کو کہ نقل وبادہ وجام (وباطنی) ہے (مراد علوم ومعارف وحالات باطنی ہیں ہم سے واپس نہ لیجئے اور اگر آپ واپس لینا چاہیں تو ایسا کون ہے جو نعوذ باللہ آپ سے مطالبہ کر سکے (کما قال اللہ تعالیٰ لا یسئل عما یفعل و قال لا معقب لحکمہ کیونکہ ہم نقش ہیں اور آپ نقاش ہیں اور) نقاش کے ساتھ نقش کب زور ومقابلہ کر سکتا ہے (اور ہم اس نعمت کے استحقاق کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ اگر ہماری خطا اور قصور پر نظر کی جاوے تو واقع میں ہم کسی طرح اس نعمت کے اہل نہیں ہیں مگر صرف آپ کے فضل وکرم سے امید کرتے ہیں تو ہم کو) نہ دیکھیے اور ہماری حالت پر نظر نہ فرمائیے (ورنہ ہماری حالت تو بری نکلے گی) اپنے اکرام وسخاوت کو دیکھئے اور (اس کے متوجہ ہونے کے لئے استحقاق کی ضرورت نہیں چنانچہ) ہم پہلے بالکل نہ تھے نہ ہمارا تقاضا (اور سوال) تھا (کہ ہم کو فلاں فلاں نعمت دیجئے مگر) آپ کا لطف ہماری ان کہی باتیں سنتا تھا (یعنی ہمارے بے مانگے وجود دیا اور جو چیزیں ہمارے لئے مناسب دیکھیں وہ دیں ان کو باتیں کہہ دینا مجازاً ہے۔

ف: یہی معنی ہیں اس قول کے جس چیز کو استعداد مقتضی تھی وہ عطا کی گئی اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ استعداد عطا کے لئے علت یا جزو علت ہے اور ہم استعداد کی وجہ سے مستحق ہو گئے تھے کیونکہ استعداد ایک امر عدمی ہے اسمیں صلاحیت علت ہونے کی کب ہو سکتی ہے نہ ہمارا کوئی استحقاق تھا علت سب کی رحمت ومشیت حق تعالیٰ کی ہے جس کے استحقاق کی کوئی علت نہیں

نقش باید پیش نقاش و قلم	عاجز و بستہ چو کودک در شکم
نقش، نقاش اور قلم کے سامنے ہوتا ہے	عاجز اور مجبور جس طرح بچہ پیٹ میں
پیش قدرت خلق جملہ بارگہ	عاجزاں چوں پیش سوزن کارگہ
قدرت کے سامنے، عالم کی تمام مخلوقات	عاجز ہیں، جس طرح سوئی کے سامنے کڑھائی کا کپڑا
گاہ نقش دیو وگہ آدم کند	گاہ نقش شادی و گہ غم کند
کبھی شیطان کا کبھی آدم کا نقش بناتا ہے	کبھی خوشی کا اور کبھی غم کا نقش کھینچتا ہے
دست نے تا دست جنباند بدفع	نطق نے تا دم زند از ضر و نفع
کوئی ہاتھ نہیں، جو روکنے کو ہاتھ ہلائے	گویائی نہیں جو نفع اور نقصان پر دم مارے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ اشعار اس مصرع سے مرتبط ہیں نقش با نقاش چون نیرو کند مطلب یہ کہ نقاش و قلم کے سامنے نقش محض عاجز اور مجبور ہوتا ہے جس طرح ماں کے پیٹ میں بچہ کہ کوئی اختیار و قدرت نہیں رکھتا (اللہ تعالیٰ اس کی جیسی صورت چاہیں بنا دیں (ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء) قدرت حق کے روبرو بارگاہ دنیا کی تمام مخلوق اس طرح عاجز ہیں جس طرح سوزن کے سامنے کارگاہ (وہ ٹکڑا کپڑے کا جس پر سوزن سے بیل و بوٹہ بناتے ہیں پس جس طرح سوزن مختلف نقوش بناتی ہے اسی طرح) قدرت حق کبھی شیطان کا نقش بناتی ہے کبھی آدم کا کبھی خوشی کا نقش تیار کرتی ہے کبھی غم کا (مخلوق کے پاس) نہ ہاتھ ہے کہ تصرف حق کے ہٹانے کو ہاتھ ہلا سکے نہ قوت نطق ہے کہ اپنے نفع و ضرر کے بارہ میں ذرا دم مار سکے۔

توز قرآں باز خواں تفسیر بیت	**گفت ایزد ما رمیت از رمیت**
تو قرآن سے (اس) شعر کی تفسیر پڑھ لے	اللہ نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جب تو نے پھینکا
گر بپرانیم تیر آں کے زماست	**ما کمان و تیر اندازش خداست**
اگر ہم تیر چلائیں تو وہ ہماری وجہ سے کب ہے؟	ہم تو کمان ہیں اور تیر چلانے والا خدا ہے

بیت جنس بیت مراد اشعار بالا متضمن توحید مطلب یہ کہ ہمارے اوپر کے ابیات کی تفسیر و تائید قرآن میں تلاش کرو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اے محمد ﷺ کفار کی طرف آپ نے حقیقت میں کنکر نہیں پھینکے جبکہ ظاہر میں پھینکے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکے تھے (یعنی خالق رمی کے آپ نہ تھے گو فاعل تھے اور اسی وجہ سے رمیت میں اس کا اثبات اسناد کیا گیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ خالق تھے) پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر ہم تیر چلا دیں تو وہ ہماری طرف سے نہیں (باعتبار خالقیت کے) بلکہ ہم (مثل) کمان ہیں اور تیر انداز اللہ تعالیٰ ہیں (جیسے کمان آلہ و محل صدور فعل ہوتا ہے اسی طرح ہم لوگ آلہ و مصدر فعل ہیں اور جس طرح مؤثر تیر انداز ہے اسی طرح مؤثر حقیقی یعنی خالق صرف اللہ تعالیٰ ہیں ا۔ یہ مضمون اوپر کے اشعار میں پس قرآن مجید سے اس کی تائید ہو گئی اور ہر چند کہ اس آیت سے صرف رمی میں یہ حکم ثابت ہوا مگر چونکہ یہ سب افعال ممکنات کے باہم مساوی و مماثل ہیں اس لئے سب میں یہ حکم بطور دلالۃ النص بالمساواۃ کے ثابت ہو جائے گا۔

ف: ان اشعار میں مولانا نے حق تعالیٰ کو فاعل (یعنی جاعل) اور عبد کو آلہ قرار دیا ہے اس کو اصطلاح صوفیہ میں قرب فرائض کہتے ہیں اور ایک اعتبار سے اس کے عکس کا حکم کیا جاتا ہے یعنی بندہ کو فاعل (اور حق تعالیٰ کو آلہ کہا جاتا ہے اس کو قرب نوافل کہتے ہیں چونکہ یہ دونوں لفظ مجمل ہیں اس لئے مختصر تفسیر عرض کرتا ہوں جاننا چاہئے کہ جب بندہ ریاضت و مجاہدہ کرتا ہے تو اس کے صفات رذیلہ و دواعی شہوت و غضب زائل ہو جاتے ہیں اور اس کے نفس میں ایک ملکہ راسخہ حب مرضیات حق و بغض نامرضیات حق کا پیدا ہو جاتا ہے جس سے بلا تکلف اعمال حسنہ و افعال محمودہ صادر ہوتے ہیں اور اعمال قبیحہ و افعال ذمیمہ قریب قریب معدوم ہو جاتے ہیں ایسے شخص کی

www.besturdubooks.wordpress.com

نسبت حدیث میں آیا ہے فاذا احببته کنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به ویده التی یبطش به ورجله التی یمشی بها وا لانجاری عن ابی هریرۃؓ یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کے کان اور آنکھ اور ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں اس کے ظاہری معنی مراد نہیں ہیں کہ عقلاً وشرعاً محال ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس کے اعضاء و جوارح سے سب افعال میری مرضی کے موافق سرزد ہوتے ہیں پس گویا میں ہی اس کے اعضاء بن جاتا ہوں پس کلام تشبیہ و تمثیل پر محمول ہے چونکہ مجازاً اس حدیث میں حق تعالیٰ کو آلہ اور عبد کو فاعل کہا گیا ہے کہ یسمع و یبصر وغیرہ کی اسناد عبد کی طرف ہے صوفیہ کرام نے اسی اطلاق کا اتباع کر کے یہ عنوان مقرر کیا ہے کہ بندہ فاعل اور حق تعالیٰ آلہ بن جاوے اور چونکہ حدیث میں اس مرتبہ کا حصول بکثیر نوافل پر وارد ہے چنانچہ حدیث مذکور میں عبارت مذکورہ سے پہلے یہ جملہ ہے وما یزال عبدی یتقرب الیّ بالنوافل حتی احببته فاذا احببته الخ اور مجاہدہ وریاضت میں تکثیر نوافل لازم ہے خواہ نماز ہو یا روزہ یا کثرت مراقبات یا تقلیل شہوات اس لئے صوفیہ اتباعاً للحدیث اس مرتبہ کو قرب نوافل کہتے ہیں اور چونکہ اس میں صفات وافعال رذیلہ کا ازالہ ہوا ہے۔اس لئے فناء صفات سے بھی تعبیر کرتے ہیں دوسرا قرب اعلیٰ درجہ کا ہے یعنی عبد کی ہستی ایسی مضمحل ہو جاوے کہ اپنے قدرت وارادہ حق کے روبرو ذوقی طور پر کالفانی و کالعدم جاننے لگے اور افعال واعمال میں بمنزلہ آلہ محضہ کے ہو جاوے اور حق تعالیٰ کی مؤثریت مستقلہ پیش نظر ہو جاوے اس مرتبہ کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ حق فاعل ہو جاوے اور عبد آلہ بن جاوے اور چونکہ یہ اول سے اعلیٰ ہے کیونکہ اول میں صرف فناء رذائل تھا فنائے اختیار نہ تھا اور اس میں فناء اختیار ہے اس لئے اس سے اعلیٰ ہوا اور حدیث میں تقرب بالفرائض کو تقرب بالنوافل سے اعلیٰ وافضل کہا گیا ہے چنانچہ اسی حدیث کا سب سے اول جز و یہ ہے وما تقرب الیّ عبدی بشیء احب الیّ مما افترضت علیه اس لئے موافقۃً للحدیث صوفیہ اس کو قرب فرائض کہتے ہیں اور چونکہ اس میں سالک کو اپنی صفات ذاتیہ قدرت واختیار پر بھی نظر نہیں رہتی اس لئے اس کو فناء ذات سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔

ایں نہ جبر ایں معنی جباری ست	ذکر جباری برائے زاری ست
یہ جبر نہیں ہے یہ جباری کے معنی ہیں	جباری کا ذکر (انسان کا) عجز ظاہر کرنے کے لئے ہے
زاری ما شد دلیل اضطرار	خجلت ما شد دلیل اختیار
ہمارا عجز اضطرار کی دلیل ہے	ہماری شرمندگی اختیار کی دلیل ہے
گر نبودی اختیار ایں شرم چیست؟	ویں دریغ وخجلت وآزرم چیست؟
اگر اختیار نہ ہوتا تو یہ شرم کیا ہے؟	اور یہ افسوس اور شرمندگی اور صلح جوئی کیا ہے؟
زجر استاداں بشاگرداں چراست؟	خاطر از تدبیرہا گرداں چراست؟
استادوں کی جھڑکی شاگردوں کو کیوں ہے؟	تدبیروں میں طبیعتیں سرگرداں کیوں ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

آ زرم بمعنی صلح ف اوپر کے اشعار میں جو توحید کا ذکر تھا ان میں بعض اشعار میں تو امور تکوینیہ کا ذکر ہے جیسے نقش باشد الخ اس میں تو نفی اختیار عبد سے کوئی اشکال لازم نہیں آتا اور بعض اشعار میں امور اختیاریہ کا ذکر ہے جیسے اکثر اشعار میں اس سے شاید کم فہموں کو شبہ واقع ہو جاتا کہ جب عبد سے اختیار کی نفی ہے تو مذہب جبر حق ہو گا ان اشعار میں اس اشکال کو دفع فرماتے ہیں کہ جو ہم نے اوپر بیان کیا ہے یہ جبر نہیں یعنی عبد سے بالکل نفی اختیار کی مقصود نہیں اس کو جبر مذموم کہتے ہیں) بلکہ جباری حق کے معنی ہیں (یعنی مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اختیار کو ہمارے اختیار پر جبرو حکومت وغلبہ حاصل ہے گو ہم کو بھی کسی قدر اختیار حاصل ہو اس کو جبر محمود کہتے ہیں اور ان کی جباری (استقلال اختیار) کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے تا کہ ہم اپنے ضعف اختیار کو دیکھ کر عجز وزاری اختیار کریں۔ (اور واقع میں مذہب جبر صحیح نہیں بلکہ حق توسط ہے درمیان جبر وقدر کے چنانچہ) ہمارا بعض اوقات عاجز ہو جانا دلیل اضطرار و بے اختیاری کی ہے جس کو اوپر بہت بسط سے بیان کر دیا ہے اور بعض افعال ناشائستہ پر ہمارا خجل ہونا دلیل اختیار کی ہے کیونکہ اگر بالکل ہم کو اختیار نہ ہوتو اس قدر شرم کیوں آتی ہے اور حسرت اور خجالت کس لئے ہوتی ہے اسی طرح اگر اختیار نہیں ہے تو شاگردوں کو استاد زجر و توبیخ کیوں کرتے ہیں اور تدبیر میں خاطر پریشان کیوں ہوتی ہے حاصل یہ کہ وجود اختیار کا ایسا بدیہی ہے کہ ہر وقت کے معاملات میں طبعاً اس کا اثر اور مقتضا ظاہر ہوتا ہے۔

ورتو گوئی غافل ست از جبر او	ماہ حق پنہاں کند در ابر او
اگر تو کہے وہ جبر سے غافل ہے	اللہ کا چاند اس کو اپنے ابر میں چھپا دیتا ہے
ہست ایں را خوش جواب ار بشنوی	بگذری از کفر و بر دیں بگروی
اگر تو سنے تو اس کا (بھی) اچھا جواب ہے	تو کفر سے بچ جائے گا اور دین پر مائل ہو جائے گا
حسرت وزاری کہ در بیماری ست	وقت بیماری ہمہ بیداری ست
حسرت اور عاجزی جو بیماری میں ہے	بیماری کا وقت پوری بیداری ہے
آں زماں کہ میشوی بیمار تو	میکنی از جرم استغفار تو
جس وقت تو بیمار ہوتا ہے	تو گناہ سے توبہ کرتا ہے
می نماید بر تو زشتی گنہ	میکنی نیت کہ باز آیم بہ رہ
تیرے اوپر گناہ کی برائی کھل جاتی ہے	تو ارادہ کرتا ہے کہ راہ راست پر لوٹ آؤں گا
عہد و پیماں میکنی کہ بعد ازیں	جز کہ طاعت نبودم کار گزیں
تو عہد اور پیماں کرتا ہے کہ اس کے بعد	عبادت کے علاوہ کوئی کام نہ کروں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس یقین گشت آنکہ بیماری ترا	می بہ بخشد ہوش و بیداری ترا
لہذا یقین ہو گیا کہ تیری بیماری	تجھے ہوش اور بیداری بخشتی ہے

حق امر واقعی مراد جبر۔ ابر کنایہ از ل جہل' بگردی میل کی گرین عقار و پسندیدہ حسرت مبتداء ہمہ بیداری خبر او پر جو شرم و خجلت سے نفی جبر و اثبات اختیار پر استدلال کیا گیا ہے اس پر ایک اشکال واقع ہوتا ہے ان اشعار میں اس اشکال کی تقریر مع اس کے جواب کے مذکور ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم تقریر مذکور پر شبہ کرو (جس شخص کو افعال ناشائستہ پر شرم آتی ہے وہ بوجہ اختیار کے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ اس کو اپنے مجبور ہونے کی خبر نہیں اور امر واقعی یعنی جبر جو مثل چاند کے واضح اور ثابت ہے اس کے ابر جہل میں پنہاں ہو گیا ہے تو اس کا ایک بڑا عمدہ جواب ہے اگر تم (غور سے) سنو اور کفر و ضلالت کی) باتوں سے دور ہو اور دین (حق) پر مائل ہو (وہ جواب یہ ہے کہ بیماری میں جو حسرت و زاری ہوتی ہے وہ اس بیماری کے وقت میں بالکل بیداری و آگاہی سے پیدا ہوتی ہے۔ جس وقت تم بیمار ہوتے ہو سب گناہوں سے استغفار کرنے لگتے ہو اور گناہ کی زشتی و خرابی تم کو نظر آنے لگتی ہے اور یہ پختہ ارادہ کرتے ہو کہ اب راہ پر آ جاؤں گا اور یہ عہد و پیمان کرنے لگتے ہو کہ اس کے بعد بجز طاعت اور کوئی کام پسند نہ ہوگا۔ پس یقیناً ثابت ہوا کہ بیماری تجھ کو ہوشیاری و بیداری بخشتی ہے (حاصل جواب کا یہ ہے کہ اول دو مقدمے ثابت و ظاہر ہیں اول یہ کہ بیماری میں انسان کی جہالت اور غلطی دفع ہو جاتی ہے حتیٰ کہ بری باتوں کو بری سمجھنے لگتا ہے دوسرا مقدمہ یہ کہ بیماری میں توبہ کرتا ہے پس اگر برے افعال پر شرمانا بوجہ جہل و بے خبری کے ہوتا ہے جیسا سائل نے شبہ کیا ہے تو بیماری میں تو جہل جاتا رہا پھر کیوں شرماتا ہے توبہ کرتا ہے پس باوجود زوال جہل کے شرم و معذرت کرنا صاف دلیل ہے کہ واقع میں انسان کے لئے اختیار حاصل ہے کہ ثبوت اختیار کا بدیہی ہے اور یہ سب تقریریں تنبیہات ہیں دلائل نہیں ہیں پس یہ مقدمات محتاج اثبات نہیں۔

پس بداں ایں اصل را اے اصل جو	ہر کرا درد است او بردست بو
اے راز کے طالب! اس حقیقت کو سمجھ لے	جس میں درد ہے اس کو پتہ مل گیا ہے
ہر کہ او بیدار تر پر درد تر	ہر کہ او آگاہ تر رخ زرد تر
جو زیادہ ہوشمند ہے وہی زیادہ پر درد ہے	جو زیادہ باخبر ہے اس کا چہرہ زیادہ زرد ہے

(یہ دونوں شعر جملہ معترضہ ہیں چونکہ اوپر درد جسمانی کا موجب آگاہی ہونا بیان کیا ہے اس مناسبت سے درد دل کی خوبی بیان کرنے لگے فرماتے ہیں کہ اس قاعدہ کلیہ کو سمجھ لو کہ جس کو درد محبت ہوگا اس کو محبوب کا سراغ مل جاوے گا اور جو شخص زیادہ بیدار (محق) ہوگا محبت سے وہی زیادہ پر ہوگا اور جو زیادہ آگاہ (محق) ہوگا وہی زیادہ رخ زرد و عاشق) ہوگا (حاصل یہ کہ محبت سے وصال محبوب میسر ہوتا ہے جیسا حدیث میں ہے من تقرب الی شبرا تقربت

www.besturdubooks.wordpress.com

الیہ ذراعاً الحدیث اور حدیث ہے المرء مع من احب)

گرز جبرش آگہی زاریت کو	جنبش زنجیر جباریت کو
اگر تو اس کے جبر کا معتقد ہے تو تیری عاجزی کہاں ہے؟	تیری مجبوری کی زنجیر کی جھنکار کہاں ہے؟
بستہ در زنجیر رادی چوں کند	چوب اشکستہ عمادی چوں کند
زنجیر سے جکڑا ہوا سخاوت کیسے کر سکتا ہے؟	ٹوٹی ہوئی لکڑی ستون کب بن سکتی ہے؟
کے اسیر حبس آزادی کند	کے گرفتار بلا شادی کند
قیدخانہ کا قیدی آزادی کب منا سکتا ہے؟	مصیبت میں گرفتار خوشی کب منا سکتا ہے؟
ورتو می بینی کہ پایت بستہ اند	برتو سرہنگان شہ بنشستہ اند
اگر تو دیکھتا ہے کہ تیرے پیر باندھ دیئے ہیں	تجھ پر بادشاہ کے سپاہی مسلط ہیں
پس تو سرہنگی مکن با عاجزاں	زانکہ نبود طبع و خوی عاجزاں
لہذا تو کمزوروں پر سپاہی نہ بن	اس لئے کہ یہ عاجزوں کی طبیعت اور عادت نہیں ہوتی ہے
چوں تو جبر او نمی بینی مگو	ورہمی بینی نشان دید کو
جب تو اس کا جبر نہیں دیکھتا ہے تو قائل نہ ہو	اور اگر تو دیکھتا ہے تو دیکھنے کی دلیل کہاں ہے؟

سرہنگی زور و ظلم عاجزان اول جمع عاجز عاجز آں ثانی مرکب از لفظ عاجز و آن اسم اشارہ یہاں سے عود ہے مضمون تحقیق مسئلہ جبر و قدر کی طرف اشکال مذکور کا پہلا جواب تحقیقی تھا یہ دوسرا جواب الزامی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم جبر (حکومت خداوندی) سے آگاہ ہو (جیسا دعویٰ کیا ہے کہ واقع میں انسان مجبور حکم الٰہی ہے اور بالکل مختار نہیں تو زاری اور عاجزی تمہاری کہاں ہے اور زنجیر وجباری حق کے ساتھ جو تمہاری بینش و معرفت متعلق ہوتی ہے وہ (یعنی اس کی علامت) کہاں ہے (یعنی ہر شی کو اس کے آثار لازم ہوتے ہیں اعتقاد جبر کے لوازم میں سے یہ ہے کہ کسی بات میں اپنا زور نہ چلاوے بلکہ اپنے کو زار و نزار و عاجز و مجبور سمجھے پھر کیا وجہ کہ باوجود اس اعتقاد کے تمہاری عاجزی کہیں نظر نہیں آتی اور حکم خداوندی کے روبرو اپنے اختیارات کو معطل نہیں کرتے بلکہ لوگوں پر زور و ظلم کرتے ہو۔ معلوم ہوا کہ تمہارا دل عقیدہ جبر کو قبول نہیں کرتا پھر زبان سے دعویٰ جبر کا کیوں کرتے ہو اور کیوں اعتراض کرتے ہو آگے اسی کا تتمہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جو شخص زنجیر میں بندھا ہوتا ہے (جیسے تم اپنے کو مقید جباری حق سمجھ رہے ہو) وہ خوشی کب کرتا ہے (جیسے تم خوشیاں کر رہے ہو) اور جو اسیر حبس ہوتا ہے وہ آزادی کب کرتا ہے اگر واقعی تمہارا اعتقاد ہے کہ تمہارا پاؤں (اختیار) باندھ رکھا ہے (زنجیر جباری میں اور تم پر بادشاہ (حق تعالیٰ) کے سرہنگ قضا و قدر مسلط ہوئے بیٹھے ہیں تو تم عاجزوں کے ساتھ زور و ظلم مت کیا کرو کیونکہ عاجز اور بے

www.besturdubooks.wordpress.com

چاروں کی یہ خصلت اور عادت نہیں ہوتی (حاصل یہ کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو جبر کے معتقد ہو یا نہیں ہو) اگر اس کے جبر کے معتقد نہیں ہو تو اس کا دعویٰ مت کرو اور زبان سے مت کہو اور اگر معتقد ہو تو اس کے آثار (عجز و بے چارگی) کہاں ہیں دکھلاؤ۔

اندراں کاریکہ میل ستت بداں	قدرت خود راہمی بنی عیاں
جس کام میں تیرا میلان ہوتا ہے اس میں	تو اپنی قدرت کو کھلا دیکھتا ہے
اندراں کاریکہ میلت نیست وخواست	اندراں جبری شوی کیں از خداست
جس کام میں تیری خواہش اور میلان نہیں ہے	اس میں تو جبری بنتا ہے کہ یہ خدا کی جانب سے ہے

اس میں بیان ہے تلبیس نفس معترض کا کہ جبر کا صرف بہانہ ہے حقیقت میں غرض اصلی اتباع ہوا ہے جس کام میں تم کو رغبت ہوتی ہے اپنی قدرت کا مشاہدہ کرنے لگتے ہو (اور جبر سے دست بردار ہو جاتے ہو) اور جس کام میں رغبت اور خواہش نہیں ہوتی اپنے کو جبری بنا لیتے ہو کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے (ہمارے اختیار سے خارج ہے اگر سچ مچ جبر کا اعتقاد ہے تو مرغوب چیزوں کی تحصیل میں اختیار اور قدرت سے کیوں کام لیتے ہو اس سے معلوم ہوا کہ دعویٰ جبر محض بہانہ نفس ہے۔

انبیا درکار دنیا جبری اند	کافراں درکار عقبیٰ جبری اند
انبیاء دنیا کے کام میں جبری ہیں	کافر آخرت کے کام میں جبری ہیں
انبیا را کار عقبیٰ اختیار	کافراں را کار دنیا اختیار
انبیاء کے لئے آخرت کے کام اختیاری ہیں	کافروں کے لئے دنیا کے کام اختیاری ہیں
زانکہ ہر مرغے بسوئے جنس خویش	میرود او در پس وجاں پیش پیش
کیونکہ ہر پرندہ اپنی جنس کی طرف	پیچھے پیچھے جاتا ہے اور جان آگے آگے
کافراں چوں جنس سجین آمدند	سجن دنیا را خوش آئین آمدند
کافر چونکہ سجین کی جنس کے ہیں	دنیا کے قید خانہ کے قوانین خوب سمجھے ہیں
انبیاء چوں جنس علیین بدند	سوئے علیین بجان ودل شدند
انبیاء، چونکہ علیین کی جنس کے تھے	اس لئے دو دل و جان سے علیین کی طرف متوجہ ہوئے
اے خدا بنما تو جاں را آں مقام	کاندرو بے حرف میروید کلام
اے خدا! تو جان کو وہ مقام دکھا دے!	جہاں بلا حرفوں کے کلام بنتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں سخن پایاں ندارد لیک ما	باز گوئیم آں تمامی قصہ را
اس بات کی تو کوئی انتہا نہیں ہے لیکن ہم	پھر اس باقی قصہ کو سناتے ہیں

(تمکن دفتر فہرست اشتیاء عظمیٰ دفتر فہرست سعداء مراد ور سمجھا جائے دفتر کہ دوزخ و بہشت ست مجازاً خوش آئین وصف ترکیبی اسے رسوم و عادات دنیا را پسند کنندہ اوپر بیان کیا تھا کہ لوگ اپنے مطلب کو کبھی جبری بن جاتے ہیں اور کبھی مختار ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ تسلیم دونوں کو کرتے ہیں جیسا کہ واقع میں دونوں کا وجود حق ہے اب مشورہ دیتے ہیں کہ کس موقع پر جبر کو غلبہ دینا مناسب ہے کہ غلوفی الاسباب کو ترک کردیں اور کس مقام پر اختیار کو ترجیح دینا بہتر ہے کہ خوب اسباب میں سعی کی جاوے اور اس کے متعلق مختلف عادات کا اظہار فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام تو کار دنیا میں جبری (اور تارک اسباب ہیں) اور کفار کار عقبیٰ میں جبری اور تارک اسباب ہیں انبیاء کو کار عقبیٰ اختیار ہوا ہے (کہ اس کے اسباب میں سعی کرتے ہیں) اور کفار کو کار دنیا اختیار ہوا ہے کہ اس کے اسباب میں سعی کرتے ہیں) وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر پرندہ اپنی جنس کی طرف چلا کرتا ہے وہ پیچھے پیچھے رہتا ہے اور اس کی جان یعنی خواہش ورغبت آگے آگے ہوتی ہے۔ پس کفار چونکہ دوزخ کی جنس (یعنی اس کے مناسب تھے اس لئے زندان دنیا کے طریقوں کو پسند کرنے لگے (اور طالب دنیا ہوئے جس کا انجام جہنم ہے) اور انبیاء چونکہ بہشت کی جنس (یعنی اس کے لائق تھے) اس لئے بہشت کی طرف جان و دل سے متوجہ ہوئے (اور راغب کار عقبیٰ ہوئے جس کا انجام بہشت ہے) اب آگے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ اس مضمون کا تو کہیں انتہا ہی نہیں ہم اس قصہ کا تتمہ بیان کئے دیتے ہیں۔

نومید کردن وزیر مریداں را در نقض خلوت

وزیر کا مریدوں کو تنہائی چھوڑنے سے ناامید کرنا

آں وزیر از اندروں آواز داد	کاے مریداں از من ایں معلوم باد
اس وزیر نے اندر سے آواز دی	اے مریدو! میری جانب سے یہ معلوم رہے
کہ مرا عیسیٰ چنیں پیغام کرد	کز ہمہ یاران و خویشاں باش فرد
کہ مجھے حضرت عیسیٰ نے ایسا پیغام دیا ہے	کہ تمام دوستوں اور اپنوں سے اکیلے رہو
روئے در دیوار کن تنہا نشیں	وز وجود خویش ہم خلوت گزیں
گوشہ نشین بن اکیلا بیٹھ	اپنے وجود سے بھی تنہائی اختیار کر
بعد ازیں دستوری گفتار نیست	بعد ازیں با گفتگویم کار نیست
اس کے بعد بات چیت کا حکم نہیں ہے	اس کے بعد بات چیت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

الوداع اے دوستاں من مردہ ام	رخت بر چارم فلک بر بردہ ام
اے دوستو! رخصت میں مردہ ہوں	سامان چوتھے آسمان پر لے جا چکا ہوں
تا بزیر چرخ ناری چوں حطب	می نسوزم در عناو در عطب
ناری میں آگ کے کرہ کے نیچے ایندھن کی طرح	مشقت اور محنت میں نہ جلوں
پہلوئے عیسیٰ نشینم بعد ازیں	برفراز آسمان چار میں
اس کے بعد حضرت عیسیٰ کے پہلو میں بیٹھوں گا	چوتھے آسمان کی بلندی پر

اس وزیر نے حجرہ کے اندر سے پکار کر کہا کہ اے مریدو میری طرف سے جان لو کہ مجھ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پیغام دیا ہے کہ تمام اقارب واحباب سے علیحدہ ہو جا دیوار کی طرف منہ کر لے (یعنی کسی کی طرف توجہ مت کر) اور تنہا بیٹھ جا اور اپنی ہستی سے بھی علیحدگی اختیار کر لے (یعنی مر جا) اب آگے کہنے کی اجازت نہیں اور اس کے بعد مجھ کو گفتگو سے کچھ سروکار نہیں اب سب کو رخصت کرتا ہوں اور مرتا ہوں اور چوتھے آسمان پر (عیسیٰ علیہ السلام کے پاس) سامان (ہستی) لئے جاتا ہوں کب تک کرۂ ناری کے نیچے (دنیا میں) مشقت و ماندگی (تعلقات غیر اللہ) میں ہیزم کی طرح جلتا رہوں (یعنی مر کر اس عذاب تعلق دنیوی سے نجات پاؤں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جا کر بیٹھ جاؤں چوتھے آسمان کے اوپر۔

ف حدیثوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوسرے آسمان پر ہمارے حضور ﷺ سے ملاقات ہونا ثابت ہے آسمان چہارم پر ہونے کی کوئی دلیل نہیں پس مولانا نے یا تو بناءً علی المشھور بین الشعراء فرمادیا آسمان سے مراد مطلق کرہ لیا جاوے تو ہم لوگ جو کرۂ زمین پر بستے ہیں ہمارے اوپر اول کرہ ہوا ہے دوسرا کرۂ ناری جس کو ان اشعار میں چرخ ناری کہا ہے تیسرا کرۂ آسمان اول چوتھا کرۂ آسمان دوم اس توجیہ کے اعتبار سے چوتھے آسمان پر کہہ سکتے ہیں۔

ولی عہد ساختن وزیر ہر یک امیر را جدا جدا

ولی عہد بنانا وزیر کا ہر سردار کو علیحدہ علیحدہ

وانگہانے آں امیراں را نجواند	یک بیک تنہا بہر یک حرف راند
تب ان امیروں کو بلایا	اور ایک ایک کر کے تنہائی میں ہر ایک سے بات کی
گفت ہر یک را بدین عیسوی	نائب حق و خلیفہ من توئی
ہر ایک سے کہا کہ عیسوی دین میں	اللہ کا نائب اور میرا خلیفہ تو ہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

واں امیران دگر اتباع تو	کرد عیسیٰ جملہ را اشیاع تو
اور دوسرے امیر تیرے تابع ہیں	حضرت عیسیٰ نے سب کو تیرا پیرو بنا دیا ہے
ہر امیرے کو کشد گردن بگیر	یا بکش یا خود ہمیدارش اسیر
جو امیر سرکشی کرے اس کو گرفتار کر لے	یا مار ڈال یا اس کو اپنا قیدی بنا لے
لیک تا من زندہ ام ایں رامگو	تا نمیرم ایں ریاست رامجو
لیکن جب تک میں زندہ ہوں یہ بات نہ کہنا	جب تک میں مر نہ جاؤں اس سرداری کی کوشش نہ کرنا
تا نمیرم من تو ایں پیدا مکن	دعویٔ شاہی و استیلاء مکن
جب تک میں نہ مروں یہ ظاہر نہ کرنا	بادشاہی اور غلبہ کا دعویٰ نہ کرنا
اینک ایں طومار و احکام مسیح	یک بیک برخواں تو برامت فصیح
اب یہ دفتر اور حضرت مسیح کے احکام	ایک ایک کر کے صاف طور پر قوم کے سامنے پڑھ دے

یعنی اس وقت خلوت میں اس نے بارہ سرداروں میں سے ہر ایک کو الگ الگ بلا کر اس سے گفتگو کی اور یہ کہا کہ دین عیسوی میں نائب حق اور میرا خلیفہ صرف تو ہے اور دوسرے جتنے سردار ہیں وہ سب تیرے تابع ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سب کو تیرا تابع بنا دیا ہے پس اگر ان میں سے کوئی امیر گردن کشی کرے اس کو گرفتار کر لینا خواہ قتل کر دینا یا اس کو پا۔ بزنجیر رکھنا لیکن جب تک میں زندہ ہوں یہ راز کسی سے مت کہنا جب تک میں مر نہ جاؤں اس ریاست کی فکر مت کرنا (ورنہ دوسرے امراء مجھ کو تنگ کریں گے کہ ہم کو خلافت کیوں نہ دی) یہ طومار اور احکام مسیح کے موجود ہیں ان کو امت عیسوی پر مفصل طور پر پڑھ کر سنایا کرنا۔

ہر امیرے را چنیں گفت او جدا	نیست نائب جز تو در دین خدا
ہر امیر سے علیحدہ علیحدہ ایسا ہی کہا	کہ خدا کے دین میں تیرے سوا کوئی نائب نہیں ہے
ہر یکے را کرد او یک یک عزیز	ہر چہ اورا گفت ایں را گفت نیز
ہر ایک کو اس نے ایک ایک کر کے معزز بنایا	جو اس سے کہا اس سے بھی کہا
ہر یکے را او یکے طومار داد	ہر یکے ضد دگر بد المراد
ہر ایک کو اس نے ایک دفتر دیدیا	اور ہر ایک کا مقصد دوسرے کے خلاف تھا
متن آں طومار ہا بد مختلف	ہمچو شکل حرفہا یا تا الف
ان دفتروں کی عبارتیں باہم مختلف تھیں	جیسا کہ الفؔ باؔ تاؔ کے حروف

www.besturdubooks.wordpress.com

حکم ایں طومار ضد حکم آں	پیش ازیں کردیم ایں ضد را بیاں
اس دفتر کا حکم اس دفتر کے خلاف تھا	اور اس اختلاف کو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں
ضد ہم دیگر زپایاں تا بسر	شرح دادستیم ایں را اے پسر
سر سے پیر تک ایک دوسرے کی ضد	اے صاحبزادے! ہم اس کی تفصیل بتا چکے ہیں

یعنی ہر امیر کو جدا جدا بلا کر یہی مضمون کہہ دیا کہ دین الٰہی میں بجز تیرے اور کوئی میرا نائب نہیں اور ہر ایک کو جدا جدا معزز (بہ خلافت بنایا جو ایک سے کہا وہی دوسرے سے بھی کہا اور ہر ایک کو ایک طومار دیدیا اور ہر طومار دوسرے کے خلاف تھا تمام طوماروں کے مضامین اس طرح باہم مختلف تھے جس طرح حروف تہجی کی شکلیں باہم مختلف ہوتی ہیں اور ہر ایک کے احکام دوسرے احکام کے ضد اور خلاف تھے جیسا ہم اس کے قبل اس کا بیان بھی کر چکے ہیں۔ (اس سرخی میں تخلیط وزیر یا نسخ ہر طومار دوسرے کا سراسر مخالف تھا جیسا ہم شرح کر چکے ہیں۔

کشتن وزیر خود را در خلوت از مریداں

مریدوں سے تنہائی میں وزیر کا اپنے آپ کو مار ڈالنا

بعد ازاں چل روز دیگر در بہ بست	خویش را کشت از وجود خود برست
اس کے بعد پھر چالیس روز دروازہ بند رکھا	اور اپنے آپ کو قتل کر کے اپنے وجود سے چھٹکارا پایا
چونکہ خلق از مرگ او آگاہ شد	بر سر گورش قیامت گاہ شد
جب لوگ اس کی موت سے آگاہ ہوئے	تو اس کی قبر پر قیامت کا میدان بن گیا
خلق چنداں جمع شد بر گور او	موکناں جامہ دراں در شور او
اس کی قبر پر بے شمار لوگ جمع ہو گئے	بال نوچتے ہوئے، کپڑے پھاڑتے ہوئے اس کے غم میں
کاں عدد را ہم خدا داند شمرد	از عرب وز ترک وز رومی و کرد
ان کی تعداد کو خدا ہی گنتا جانتا ہے	عرب اور ترک اور رومی اور کرد (سب ہی ان میں شامل تھے)
خاک او کردند بر سر ہائے خویش	درد او دیدند در ماں ہائے خویش
اس کی مٹی اپنے سروں پر ڈالی	اور اپنا علاج اس کے درد کو سمجھا
آں خلائق بر سر گورش مہے	کردہ خوں را از دو چشم خود رہے
ان لوگوں نے ایک مہینہ تک اس کی قبر پر	اپنی دونوں آنکھوں سے خون بہایا

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ از درد فراقش در فغاں	ہم شہاں وہم کہاں وہم مہاں
اس کی جدائی کے درد سے سب آہ و زاری میں تھے	بادشاہ بھی، چھوٹے بھی اور بڑے بھی

کردقومی معروف خویش اول بمعنی خود خویش ثانی بمعنی خوش وخوب از فرہنگ جہانگیری پس لفظ خویش خود قافیہ است ردیف نیست فلا اشکال مہ یک ماہ خون رابرائے خون رہ یائے مجہول زائد از دوچشم بیان مقدم آن یعنی اس کے بعد اور چالیس روز خلوت گاہ کا دروازہ بند رکھا پھر خودکشی کرلی اور اپنے وجود سے خلاصی حاصل کی جب لوگ اس کے مرنے سے مطلع ہوئے تو اس کے گور پر قیامت گاہ بن گئی اس کی قبر پر بال نوچتے۔ کپڑا پھاڑتے شور کرتے اس قدر لوگ جمع ہوئے کہ ان کا عدد خدائے تعالیٰ ہی شمار کرنا جانتے ہیں عرب بھی۔ ترک بھی رومی بھی کرد بھی اس کے خاک گور کو اٹھا اٹھا کر اپنے سر پر ڈالتے تھے اور اس کے درد وغم کو عمدہ علاج سمجھتے تھے (کیونکہ محبوب کے لئے تکلیف برداشت کرنا بھی راحت ہے) غرض ان لوگوں نے اس کی گور پر ایک ماہ تک اپنی آنکھوں کو خون کا راستہ بنا رکھا تھا اور اس کے درد فراق سے سب آہ وفغاں میں مشغول تھے۔ اہل حکومت بھی بڑے بھی چھوٹے بھی۔

طلب کردن امت عیسیٰؑ کہ ولی عہد از شما کدام ست

حضرت عیسیٰؑ کی امت کا معلوم کرنا کہ تم میں سے ولی عہد کون ہے؟

بعد ماہے خلق گفتند اے مہاں	از امیراں کیست بر جایش نشاں
ایک مہینہ کے بعد لوگوں نے کہا اے بزرگو!	سرداروں میں سے اس کا قائم مقام کون ہے
تا بجائے اوشناسیمش امام	تا کہ کارما ازو گردد تمام
تاکہ اس کی جگہ ہم اس کو امام سمجھیں	تاکہ ہمارا کام اس کے ذریعہ مکمل ہو
سرہمہ بر اختیار او نہیم	دست بر داماں و دست اوزنیم
ہم سب اس کے حکم کی اطاعت کریں	اور اس کے دامن اور ہاتھ کو پکڑ لیں
چونکہ شد خورشید و مارا کرد داغ	چارہ نبود بر مقامش از چراغ
جبکہ سورج غروب ہو گیا اور ہمیں داغ دے گیا	تو اس کی جگہ چراغ ضروری ہو گیا
چونکہ شد از پیش دیدہ روئے یار	نائبے باید ازو ماں یادگار
جب دوست کا چہرہ آنکھوں سے غائب ہو گیا	(تو) ہمیں اس) کا قائم مقام اس کی یادگار چاہیے
چونکہ گل بگذشت وگلشن شد خراب	بوئے گل را از کہ جوئیم از گلاب
جب فصل گل ختم ہو گئی اور چمن تباہ ہو گیا	تو پھول کی خوشبو کس سے طلب کریں؟ گلاب سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد ایک ماہ کے لوگوں نے مشورہ کیا کہ ان بارہ امیروں میں سے اس وزیر کی جگہ کس کو بیٹھنا چاہئے تا کہ بجائے اس کے اس خلیفہ کو امام و پیشوا سمجھیں اور کار دین کی اس سے تکمیل ہو اور اس کے دست و دامان سے تمسک کریں اور ہم سب اس کی تجویز پر سر تسلیم خم کریں کیونکہ جب آفتاب چلا گیا اور ہم کو سوختہ کر گیا تو اس کی جگہ چراغ ہونا ضروری ہے اسی طرح جب آنکھوں کے سامنے سے محبوب (مرشد) کا قرب اٹھ گیا تو کوئی نائب اس کا یادگار ہمارے لئے ضرور چاہئے جس طرح مثلاً فصل گل گزر گئی اور باغ ویران ہو گیا اب بوئے گل کو صرف گلاب سے حاصل کر سکتے ہیں ان سب مثالوں سے مقصود یہ ہے کہ جب اصل نہ مل سکے تو خلیفہ ہی سے فیض حاصل کرنا چاہئے۔

حق تعالیٰ چوں نیاید در عیاں	نائب ہستند ایں پیغمبراں
چونکہ خدا مشاہدہ میں نہیں آتا ہے	یہ پیغمبر اللہ کے قائم مقام ہیں
نے غلط گفتم کہ نائب یا منوب	گرد و پنداری قبیح آید نہ خوب
نہیں میں نے نائب غلط کہا بلکہ وہ اصل ہیں	اور اگر ان کو دو سمجھو گے تو برا ہوگا اچھا نہ ہوگا
نے دو باشد تا توئی صورت پرست	پیش او یک گشت کز صورت برست
نہیں وہ دو ہیں جب تک تو ظاہر پرست ہے	جو ظاہر بینی سے گزرا اس کے لئے ایک ہیں

(منوب بمعنی منوب عنہ ولفظ نے در ہر دو شعر کلمۂ نفی است برائے اضراب از ماقبل) یہاں سے انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت مضمون سابق کے کہ اصل نہ ملنے کے وقت خلیفہ کی ضرورت ہے فرماتے ہیں کہ اسی طرح) اللہ تعالیٰ معائنہ خلق میں نہیں آتے اس لئے یہ حضرات انبیاء علیہم السلام حق تعالیٰ کے نائب بنائے گئے ہیں (تا کہ ان سے فیوض حاصل کریں اب کہنے سے شبہ ہوا کہ نائب اور منوب عنہ تو الگ الگ ہوتے ہیں تو انبیاء اور حق تعالیٰ بھی بالکل غیر ہوں گے اس لئے اس سے اضراب کر کے فرماتے ہیں کہ) نہیں میں نے (نائب) غلط کہہ دیا کیونکہ (ایسے) نائب کو منوب عنہ (حق تعالیٰ) کے ساتھ اگر غیر اور جدا سمجھو تو امر قبیح ہے خوب نہیں (اب اس سے شبہ پڑا کہ شاید انہیں بالکل اتحاد ہوگا اور کسی وجہ سے بھی غیریت نہ ہوگی اس لئے اس سے بھی اضراب فرماتے ہیں) کہ نہیں (دو اور جدا ہونے کو بالکل غلط نہیں کہتا بلکہ اس میں تفصیل یہ ہے کہ (جب تک صورت پرستی میں رہو (یعنی وجود ظاہری کو دیکھو) تو واقع میں دو ہیں (اور باہم غیر ہیں) اور جو شخص صورت سے چھوٹ گیا اور وجود ظاہری سے قطع نظر کر لیا اور صرف وجود حقیقی پر نظر رکھی) اس کے نزدیک ایک وجود ہے خلاصہ یہ کہ موجود حقیقی واجب تو صرف حق جل وعلا شانہ ہیں اور واحد ہیں اور اس مرتبہ وجود حقیقی واجب میں کوئی چیز موجود نہیں کیونکہ سب ممکنات ہیں موصوف بالوجوب کوئی نہیں اور اگر موجود ظاہری کے مرتبہ میں دیکھا جاوے تو جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے ایجاد فرمایا ہے وہ سب موجود ہیں یہ مطلب ہے مرتبہ صورت میں وجود ظاہری میں تعدد

www.besturdubooks.wordpress.com

و تغایر کے حکم کرنے کا اور مرتبہ معنی و حقیقت یعنی وجود واجبی میں وحدت کے حکم کرنے کا چنانچہ مسئلہ توحید سے جو مختلف تقریرات و عنوانات سے گزر چکا ہے اس کی تفصیل معلوم ہوسکتی ہے۔

چوں بصورت بنگری چشمت دواست	تو بنورش درنگر کاں یک تواست
جب تو بظاہر دیکھے گا تو تیری دو آنکھیں ہیں	تو ان کے اس نور کو دیکھ کر وہ ایک ہی ہے
لاجرم چوں بر یکے افتد بصر	آں یکے بینی دو ناید در نظر
لامحالہ جب ایک چیز پر نظر پڑتی ہے	تو اس کو تو ایک ہی دیکھے گا دو نظر نہ آئیں گی
نور ہر دو چشم نتواں فرق کرد	چونکہ بر نورش نظر انداخت مرد
دونوں آنکھوں کی روشنی میں فرق کیا جا سکتا	جب انسان ان کے نور پر نظر ڈالے

دربیان آنکہ جملہ پیغمبران برحق اند کہ لانفرق بین احد من رسلہ

اس کا بیان کہ تمام پیغمبر برحق ہیں اس لئے کہ "ہم اس کے رسولوں میں سے کسی میں تفریق نہیں کرتے" (فرمایا گیا ہے)

دہ چراغ ار حاضر آری در مکاں	ہر یکے باشد بصورت غیر آں
اگر تو دس چراغ ایک جگہ لے آئے	تو ہر ایک چراغ صورت میں دوسرے سے جدا ہوگا
فرق نتواں کرد نور ہر یکے	چوں بنورش روئے آری بیشکے
ہر ایک کے نور میں فرق نہیں کیا جا سکے گا	بیشک جب تو اس کے نور کی طرف رخ کرے گا
اطلب المعنیٰ من الفرقان وقل	لانفرق بین احاد الرسول
اس کا مطلب قرآن میں تلاش کر اور کہہ	کہ ہم رسولوں کی شخصیتوں میں فرق نہیں کرتے ہیں
گر تو صد سیب و صد آبی بشمری	صد نماید یک شود چوں بفشری
اگر تو سو سیب اور سو بہی گنے	تو سو نظر آئیں گے لیکن جب ان کو نچوڑے گا تو ایک ہو جائیں گے
در معانی قسمت و اعداد نیست	در معانی تجزیہ و افراد نیست
معانی میں تقسیم اور عدد نہیں ہے	تجزیہ اور اکائیاں (بھی) معانی میں نہیں ہیں

یہ سب تمثیلات ہیں اوپر کے مضمون کی یعنی دو چیزوں میں من وجہ اتحاد اور من وجہ تغایر ہونے کی تمثیل اول اگر ظاہری صورت کو دیکھو تو آنکھیں دو ہیں اور اگر اسکے مقصود (نور) کو دیکھو تو وہ ایک ہے (اس اعتبار سے ایک ہونے میں کوئی خفا یا شبہ نہ تھا مگر تقریب فہم کے لئے اس کے ایک ہونے کا ایک اثر بیان فرماتے ہیں کہ) نور کے ایک ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہونے کا یہ اثر ہے کہ جب کسی چیز کو دیکھوتو وہ ایک ہی نظر آتی ہے دو نظر نہیں آتی اس وجہ سے دونوں آنکھوں کے نور میں بھی کوئی فرق نہیں کرسکتا (کہ ایک اس آنکھ کے نور سے نظر آتی ہو اور وہ اس آنکھ کے نور سے) جبکہ اس کے نور میں کوئی شخص نظر وفکر کرنا چاہے) تمثیل دوم اگر کسی مکان میں دس چراغ لا رکھوتو ظاہر میں ہر چراغ دوسرے کا غیر ہے مگر ہر ایک کی روشنی میں جدا جدا تمیز نہیں ہو سکتی جب اس کے نور کی طرف توجہ کرنے لگو (یعنی نہیں کہہ سکتے کہ اتنی مقدار یا اتنی مسافت تک فلاں چراغ کا نور ہے اور اس قدر فلانے کا) تلاش کرو اس مضمون کو قرآن مجید سے (یعنی اس کی تائید کو) اور یہ آیت پڑھو لا نفرق بین احد من رسلہ یعنی ہم نہیں تفریق کرتے کسی میں اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے (کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں وجہ تائید ظاہر ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوا کہ نفس رسالت سب میں مشترک ہے جو کہ وصف مقصود ہے اسی لئے کسی کی تصدیق کسی کی تکذیب ناجائز ہے اسی طرح تمثیلات مذکورہ میں وصف مقصود نور ہے۔ مشترک ہے (تمثیل سوئم) اگر سو سیب اور سو آبی یعنی بہی لے کر شمار کرنے لگوتو سو معلوم ہوں گے اور جب سب کو نچوڑ لو سب ایک ہو جاویں گی (اور تمام تر مرتفع ہو جائیگا ان تمثیلات سے یہ مقصود نہیں کہ ان ہی مثالوں کی سی نسبت اللہ تعالیٰ میں اور مخلوقات میں ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ جیسے ان مثالوں میں مقصود بالعرض متعدد ہے اور مقصود حقیقی ایک ہے اسی طرح موجود غیر حقیقی متعدد ہے اور موجود واجب حقیقی ایک ہے پس وحدت موجود کو وحدت مقصود سے تشبیہ دینا منظور ہے اور تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہے جیسا اوپر ایک مقام پر اس کی خوب تحقیق گزر چکی ہے۔ پس تمثیلات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ معانی میں قسمت اور عدد اور اجزا اور افراد نہیں (کیونکہ یہ سب مقتضی کثرت کو ہیں) اور معانی مقصودہ میں محض وحدت ہے جیسا اوپر بیان ہوا پھر ان امور کی گنجائش کہاں قسمت کم متصل میں ہوتی ہے عدد کم منفصل میں ہوتا ہے اجزاء پر کل کا صادق آنا ضروری نہیں بلکہ اجزاء خارجیہ میں صحیح بھی نہیں۔ افراد پر کلی کا صادق آنا ضرور ہے یہ فرق ان مفہومات میں ہے۔

اتحاد یار بایاراں خوش ست	پائے معنی گیر صورت سرکش ست
یار کا یاروں سے اتحاد بہتر ہے	معنی کا اتباع کر، ظاہر تو سرکش ہے
صورت سرکش گدازاں کن برنج	تابہ بینی زیر آں وحدت چو گنج
سرکش ظاہر کو ریاضت سے پگھلا دے	تاکہ تو اس کے نیچے خزانہ کی طرح وحدت کو دیکھ لے
ور تو نگدازی عنایت ہائے او	ہم گدازد اے دلم مولائے او
اور اگر تو نہ پگھلا سکے تو اس کی مہربانیاں	بھی پگھلادیں گی اے (مخاطب) میرا دل اس کا غلام ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

او نماید ہم بدلہا خویش را	او بدوز د خرقۂ درویش را
وہ اپنے آپ کو دلوں میں بھی ظاہر کر دیتا ہے	اور وہ درویش کی گدڑی سی دیتا ہے

اتحاد واتصال وتعلق یار مطلوب وطالب مراد معنی رنج ریاضت مولا غلام ہم برائے حصر خرقہ مراد قلب پارہ پارہ از عشق دوختن مراد جمعیت بخشیدن یعنی جب ثابت ہوگیا کہ مقصود ومطلوب اصلی معنی یعنی حقیقت واحد حق تعالیٰ ہے اور صورت یعنی موجودات ظاہری غیر حقیقی اس کا حجاب ہے اور) تعلق طالبوں کو مطلوب کے ساتھ رکھنا پسندیدہ وزیبا ہے) اور مطلوب حقیقت واحد ہے) تو تم معنی (حقیقت حق) کا اتباع کرو (اور اس کو تلاش کرو) کیونکہ صورت (موجودات ظاہری) تو اتحاد سے سرکشی کرتی ہے (اور اس میں وارد ہونے کی قابلیت نہیں کیونکہ تعدد وتغائر اس کے لئے لازم ہے اسی لئے وہ حجاب ہے) جب صورت کا یہ حال ہے تو اس کو گداختہ کرو دریاضت سے (یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی مشغولی پیدا کرو کہ موجودات ظاہری نظر سے اٹھ جاویں یہی مطلب ہے گداختہ اور فنا کرنے کا جیسا اقسام فنا میں بیان ہو چکا ہے) تا کہ اس کے اندر وحدت (یعنی حقیقت واحدہ حق خزانہ (مطلوب) کی طرح تم کو نظر آوے (یعنی قلب سے اس کا مشاہدہ ہو جیسا عنقریب آتا ہے) اور اگر تم گداختہ نہ کر سکو گے (یہ مطلب نہیں کہ تم ریاضت ہی نہ کرو بلکہ معنی یہ ہیں کہ اگر یہ خیال ہو کہ ہم بیچاروں کی ریاضت وکوشش میں یہ قوت کہاں کہ اتنی بڑی دولت مل جاوے اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ اگر باوجود قصد وطلب کے یہ ثمرہ تمہاری قدرت سے خارج ہو تو غم نہ کرو اور مایوس مت ہو کیونکہ) حق تعالیٰ کی عنایتیں خود (اس کثرت کو نظر سے) گداختہ وفانی کر دیں گی وہ ایسے ہیں کہ میرا دل ان کا غلام (اور مسخر) ہے (اس عنایت کو دیکھ کر مقصود یہ ہے کہ سعی تم کرو اور ثمرہ حق تعالیٰ مرتب فرما دیں گے اب مضمون تا بہ بینی الخ کی شرح فرماتے ہیں کہ آنکھ سے مشاہدہ نہیں ہوتا بلکہ) حق تعالیٰ ہی کا کام ہے کہ عارفین کے قلوب کو اپنا جلوہ معرفت دکھلا دیتے ہیں (جلوہ یہی ہے کہ بجز ذات وصفات حق کے کسی طرف التفات نہیں رہتا) اور درویش کا قلب جو عشق (اور طلب) میں پارہ پارہ ہو رہا تھا اس کو جمعیت (وصال) عطا فرماتے ہیں۔

ف: کلمہ حصر میں اشارہ اس طرف ہے کہ معرفت و وصول حق سبحانہ تعالیٰ کا مکتسب نہیں ہے بلکہ محض موہوب ہے۔ اور اس کی کیا تخصیص ہے بلکہ جس قدر اسباب اپنے ثمرات ومقاصد کے لئے موضوع ہیں مثلاً پانی پینا سیرابی کے لئے علاج کرنا صحت کے لئے غور وفکر کرنا رائے صحیح کے لئے ان سب کے ثمرات محض منجانب اللہ ہیں مگر عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ مباشرت اسباب کے بعد ثمرات عطا فرما دیتے ہیں اور بدوں اسباب کے کم دیتے ہیں اس لئے اسباب کا معطل ہونا لازم نہیں آیا پس انسان مجاہدہ وریاضت وطلب میں کمی نہ کرے مگر مؤثر حصول مقصود میں حق تعالیٰ کی عنایت کو سمجھے۔

منبسط بودیم و یک گوہر ہمہ	بے سر و بے پا بدیم آں سر ہمہ
ہم پھیلے اور بالکل ایک جوہر تھے	ہم بے سر و پا تھے اور وہ ہم سب کا سردار و مربی تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یک گہر بودیم ہمچوں آفتاب	بے گدر بودیم وصافی ہمچو آب
ہم سورج کی طرح ایک جوہر تھے	ہم میں گدلا پن نہ تھا اور پانی کی طرح صاف تھے
چوں بصورت آمد آں نور سرہ	شد عدد چوں سایہ ہائے کنگرہ
جب اس خالص نور نے صورت اختیار کی	تو وہ کنگرہ کے سایوں کی طرح متعدد بن گیا
کنگرہ ویراں کنید از منجنیق	تا رود فرق از میان ایں فریق
گوپھن کے ذریعہ کنگرہ کو ڈھا دو	تاکہ اس فریق سے فرق مٹ جائے

(منبسط و بسیط وغیرہ مرکب جوہر ذات مقابل عرض سروپا اعضائے جسمانی' آن سر آن طرف مراد عالم ارواح۔ گرہ مراد قید' مادہ صافی مراد نورانی' سرہ خالص منجنیق با میم مفتوح و نون زدہ و جیم مفتوح و نون مکسورہ و یائے معروف فلاخن بزرگ اس سے اوپر کے شعر او نما ید الخ کے مصرعہ اول میں طالب کو معرفت حق اور مصرعہ ثانی میں اس کو وصال حق حاصل ہو جانے کا ذکر تھا اور معرفت و وصل میں جانبین' یعنی محب و محبوب میں باہمی مناسبت ضروری ہے اس لئے ان اشعار میں اس مناسبت کا بیان فرماتے ہیں کہ ہم (مرتبہ روح میں) بسیط اور جوہر واحد تھے (یعنی نہ ترکیب تھی نہ تعدد تھا اور اس عالم میں ہم سب اعضاء و جوارح تھے) یعنی جسم سے منزہ تھے) اور آفتاب کی طرح ایک ذات تھے (کہ اس میں کثرت و ترکیب خارجی نہیں اس میں تشبیہ ہے معقول کو محسوس کے ساتھ) اور بے قید (بے مادہ) اور نورانی تھے مثل پانی کے (کہ اگر وہ ظلمت و سیاہی سے خالی ہے) جب وہ نور خالص (روح) عالم صورت میں آیا (یعنی بدن سے متعلق ہوا) تو وہ نور متعدد اور متکثر ہو گیا (یعنی وہ روح واحد ارواح کثیرہ بن گئی ہر بدن کے ساتھ جدا روح متعلق ہو گئی) جیسے کنگروں کا سایہ ہوتا ہے (کہ ان کے ساتھ جب نور آفتاب متعلق ہوا تو خود اس نور آفتاب میں ایک قسم کا تعدد آ گیا کہ ایک کنگرہ پر دھوپ پڑنے سے اس کا سایہ الگ ہو گیا دوسرے کنگرہ کا سایہ الگ پڑا پس ابدان مثل کنگروں کے ہیں اور روح مثل نور آفتاب کے ہے کہ تعلق ابدان سے خود اس روح واحد میں کثرت ہو گئی اور ارواح کثیرہ بن گئی) تو تم کو چاہئے کہ منجنیق و ریاضت و مراقبات) سے ان کنگروں (یعنی ابدان) کو ویران (اور فانی) کر دو تا کہ اس گروہ (ارواح) میں فرق جاتا رہے۔ (اور اسی روح واحد کی طرف کہ مربی و مفیض ارواح ہے توجہ ہو جاوے۔ جس طرح کنگروں کے توڑ ڈالنے سے سب حصے دھوپ کے ایک بن گئے تقریر مناسبت کی یہ ہوئی کہ جیسے حق جل وعلا شانہ بسیط ہیں اسی طرح روح بسیط ہے جیسے حق تعالیٰ واحد ہیں اسی طرح روح واحد ہے جیسے حق تعالیٰ قید مادہ سے پاک ہیں اسی طرح روح قید مادہ سے پاک ہے جیسے نور وجود حق کے مظاہر میں کثرت ہے اسی طرح خود وجود روح میں کثرت ہے جیسے ان مظاہر کثیرہ کے اٹھا دینے سے کہ حجابات حق ہیں نور حق کا مشاہدہ ہوتا ہے اسی طرح ان مظاہر میں کثیرہ کے اٹھا دینے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ حجابات روح ہیں نور روح واحد کا مشاہدہ ہوتا ہے ان ہی مناسبات کی وجہ سے روح کو امر ربانی کہا جاتا ہے جب مناسبت ہوگئی تو اب معرفت وصول کے امکان میں کوئی شبہ نہ رہا اور اس مناسبت کی تقریر امام غزالی نے احیاء العلوم کی کتاب المحبہ میں بہت مبسوط لکھی ہے۔

ف: اشعار مذکورہ میں روح کے لئے پانچ حکم ثابت کئے ہیں بسیط ہونا' واحد ہونا' غیر مادی ہونا' روح کے لئے مظاہر کا کثیر ہونا اس کے مظاہر سے نظر اٹھا لینے سے اس کا مشہود ہونا' سو اس کی مختصر تقریر کی جاتی ہے جاننا چاہئے کہ ہر چند کہ کنہ وحقیقت روح کی نسبت یقینی طور پر کسی امر کا دعویٰ مشکل ہے مگر اہل کشف کے کلام سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ روح ایک شئی حادث ہے اور عالم امر سے ہے یعنی مادہ سے مجرد ہے عالم خلق سے نہیں یعنی مادی نہیں تحقیق عالم خلق و عالم امر کی پہلے گزر چکی ہے اور اصل روح ایک ہے اس کو روح اعظم کہتے ہیں اور تمام موجودات عالم کے ساتھ متعلق ہے اور یہ تعلق بطور حلول کے نہیں بلکہ بطور تصرف وتدبیر کے ہے اور اسی کا فیض تمام اشیاء پر حسب اختلاف استعداد مختلف طور پر فائض ہے ادنیٰ درجہ کا فیض جمادات پر ہے کہ اس کی بدولت صرف ان کی ترکیب محفوظ ہے اور اس سے زیادہ نباتات پر ہے کہ علاوہ حفظ ترکیب کے ان میں نشو ونما ہوتا ہے اس سے زیادہ حیوانات پر ہے کہ علاوہ حفظ ترکیب ونشو ونما کے ان میں حس وحرکت بھی ہے اس سے زیادہ جن وانسان پر ہے کہ علاوہ حفظ ترکیب ونشو ونما وحس وحرکت کے ان میں عقل ومدرک کلیات بھی ہے اور پھر انسان پر اور بھی زیادہ کہ اس میں قابلیت عشق ومعرفت الٰہی کی سب سے زیادہ ہے یہ سب فیوض اسی روح اعظم کے ہیں لیکن ان فیوض کے پہنچنے کے لئے روح اعظم اور عالم اجسام کو درمیان کچھ وسائط بھی ہیں کہ وہ بھی روح کہلاتے ہیں اور وہ ہر شے اور ہر شخص کے ساتھ جدا جدا متعلق ہے اور اس روح اعظم کو روح سر الٰہی اور ان ارواحؔ جزئیہ کو روح زجاجی بھی کہتے ہیں اور ان ارواح جزئیہ کو ارباب الطلسم وارباب انواع بھی کہتے ہیں اور یہ احکام خمسہ روح اعظم کے لئے ثابت کئے جاتے ہیں چونکہ وہ واحد ہے اس لئے حکم ثانی صحیح ہوا اور چونکہ عالم امر سے ہے اس لئے حکم ثالث صحیح ہوا اور چونکہ مرکب ہمیشہ مادی ہوتا ہے اور یہ مادی نہیں اس لئے حکم اول صحیح ہوا اور چونکہ ارواح جزئیہ اس کے مظاہر وسائط فیض ہیں اس لئے حکم رابع صحیح ہوا اور اشیاء کثیرہ سے نظر اٹھ کر ایک پر رہ جانا بدیہی امر ہے پس حکم خامس بھی صحیح ہوا اور جاننا چاہئے کہ روح اعظم کو تجلی حق بھی کہتے ہیں کیونکہ تجلی کہتے ہیں ظہور کو اور ہر مصنوع اپنے صانع کا ظہور ہوتا ہے اور اگر اس کو کسی وجہ سے صانع کے ساتھ مناسبت زیادہ ہو تو اس سے زیادہ ظہور ہوتا ہے اور روح اعظم کو مناسبت زیادہ ہے جیسا بیان ہوا اس لئے اس کو تجلی حق کہنا زیبا ہوا اور صورت حق بھی اسی معنی کو کہتے ہیں کیونکہ صورت کے معنی بھی ظہور کے ہیں اور یہی معنی ہیں حدیث ان اللہ خلق آدم علی صورتہ کے

دربیان آنکه انبیاء علیهم السلام گفتند کلموا الناس علیٰ قدر عقولهم زیرا که انچ ندانند انکار کنند و ایشاں رازیاں دارد قال علیه السلام امرنا ان ننزل الناس منازلهم

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم السلام نے کہا ہے "لوگوں سے ان کی عقلوں کے مطابق بات کرو" اس پر کہ جس کو وہ نہ سمجھیں گے انکار کر دینگے اور ان کا نقصان ہوگا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ لوگوں کو ان کے مرتبوں پر رکھیں"

چونکہ اوپر مضمون توحید کا نازک اور فہم عوام سے بلند تھا بالخصوص مناسبت درمیان حق تعالیٰ و روح کا مسئلہ اور اس کی تفصیل کرنے میں کم فہموں کی مضرت کا اندیشہ تھا اس لئے اس سرخی میں اظہار معذرت کا فرمایا اول حدیث کے معنی یہ ہیں کہ کلام کرو تم لوگوں سے ان کی عقل کے موافق اور دوسری حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم حکم کیے گئے ہیں اس امر کا کہ لوگوں کو ان کے مراتب پر اتاریں اور یہ مضرت تین طرح کی ہے ایک یہ کہ اس کو خلاف شرع سمجھ کر قبول کرلیں اور بددین اور ملحد بن جاویں دوسرے یہ کہ الفاظ یاد کر کے اپنے کو اہل کمال سمجھنے لگیں اور اہل کمال کا مقابلہ کرنے لگیں تیسرے یہ کہ اس کا انکار کر بیٹھیں اور اہل اللہ کو برا کہیں اور چونکہ مضرت اولیٰ و ثانیہ مضرت ثالثہ سے بڑھ کر ہے اس لئے سرخی میں صرف تیسری کو بیان کیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ جب ادنیٰ گوارا نہیں تو اعلیٰ کیسے گوارا ہوگی۔ اس لئے سکوت ہی مناسب ہے۔

شرح ایں را گفتمے من از مرے	لیک ترسم تانہ لغزد خاطرے
اس راز کی تفصیل میں زور و شور سے بیان کرتا	لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں کوئی دل لغزش نہ کھا جائے
نکتہا چوں تیغ الماس ست تیز	گر نداری تو سپر واپس گریز
نکتے ' تیز تلوار کی طرح تیز ہیں	اگر تیرے پاس ڈھال نہیں ہے واپس بھاگ جا
پیش ایں الماس بے اسپر میا	کز بریدن تیغ را نبود حیا
اس تیز تلوار کے سامنے سپر کے بغیر مت آ	اس لئے کہ تلوار کاٹنے سے نہیں شرماتی
زیں سبب من تیغ کردم در غلاف	تا کہ کژ خوانے نخواند بر خلاف
اسی وجہ سے میں نے تلوار ' غلاف میں کر لی ہے	تا کہ کوئی الٹا پڑھنے والا ' الٹا نہ پڑھے

www.besturdubooks.wordpress.com

آمدیم اندر تمامی داستاں	از وفاداری جمع دوستاں
ہم قصہ کے اختتام پر آ گئے	دوستوں کے مجمع کی وفاداری کی وجہ سے

مرے امالہ مراد بحث وجدال الماس تیغ آبدار را ہم گویند یعنی میں اس مقام کی شرح خوب بحث ودلائل سے لکھتا مگر اندیشہ کرتا ہوں کہ کسی کے قلب میں لغزش نہ ہو جاوے۔ بہت سے باریک مضامین تیغ فولادی کی طرح تیز ہوتے ہیں اگر تیرے پاس سپر (فہم) نہ ہو تو پیچھے ہی ہٹنا چاہیے اس تیغ آبدار (مسائل دقیقہ کے روبرو بدوں سپر (فہم سنا) آنا چاہیے کیونکہ تلوار کاٹنے سے نہیں شرماتی' اسی طرح یہ مضامین جب غلط ذہن میں آ جاویں ایمان کو تباہ کر دیتے ہیں اس سبب سے میں نے تیغ (بیان) کو غلاف (خاموشی) میں کرلیا ہے تاکہ کوئی کج خوان خلاف واقع نہ پڑھے (خود اپنے دل میں کہ خود خراب ہو یا اوروں کے روبرو کہ دوسرے برباد ہوں) اب ہم داستان پوری کرنے میں متوجہ ہوتے ہیں کہ ان (دل کے) کچوں نے (کہ دل سے وزیر کے مرید تھے) اس وصیت کا کیسا ایفاء کیا۔

کز پس ایں پیشوا برخاستند	بر مقامش نائبے میخواستند
کہ وہ جو اس پیشوا کے بعد اٹھے	اس کی جگہ کوئی قائم مقام چاہتے تھے

منازعت کردن امراء بایک دیگر

سرداروں کا ایک دوسرے سے جھگڑا کرنا

یک امیرے زاں امیراں پیش رفت	پیش آں قوم وفا اندیش رفت
ان سرداروں میں سے ایک سردار آگے بڑھا	(اور) اس وفا اندیش قوم کے سامنے گیا
گفت اینک نائب آنمرد من	نائب عیسیٰ منم اندر زمن
بولا اب اس مرد کا میں قائم مقام ہوں	(اور) زمانہ میں حضرت عیسیٰ کا نائب میں ہوں
اینک ایں طومار برہان من ست	کایں نیابت بعد ازو آن من ست
اب! یہ دفتر میری دلیل ہے	کہ یہ قائم مقامی اس کے بعد میری ملکیت ہے
آں امیر دیگر آمد از کمیں	دعوی او در خلافت بد ہمیں
دوسرا سردار اپنی جگہ سے آیا	(اور) قائم مقامی میں اس کا بھی یہی دعویٰ تھا
از بغل او نیز طومارے نمود	تابر آمد ہر دو را خشم و جحود
اس نے بھی بغل میں سے دفتر دکھایا	یہاں تک کہ دونوں کو غصہ اور ضد آ گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں امیران دگر یک یک قطار	برکشیدہ تیغہائے آبدار
دوسرے سرداروں نے بھی صف بستہ ہو کر	تیز تلواریں سونت لیں
ہر یکے را تیغ و طومارے بدست	درہم افتادند چوں پیلان مست
ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار اور دفتر تھا	(اور) یہ سب مست ہاتھیوں کی طرح باہم گتھ گئے
ہر امیرے داشت خیل بیکراں	تیغہا رابر کشیدند از میاں
ہر امیر کے پاس انت گنت لشکر تھا	(اور) انہوں نے تلواریں نیام سے نکال لیں
صد ہزاراں مرد ترسا کشتہ شد	تاز سرہائے بریدہ پشتہ شد
لاکھوں عیسائی مارے گئے	یہاں تک کہ ان کے کٹے ہوئے سروں سے پشتہ بن گیا
خوں رواں شد ہمچو سیل از چپ و راست	کوہ کوہ اندر ہوا زیں گرد خاست
دائیں بائیں سے سیلاب کی طرح خون بہ نکلا	پہاڑ در پہاڑ ہوا میں غبار اڑا
تخمہائے فتنہا کو کشتہ بود	آفت سرہائے ایشاں گشتہ بود
فتنوں کے بیج جو اس نے بوئے تھے	وہ ان کے لئے آفت سر بن گئے

آن من حق من' کوہ کوہ بسیار یہ بیان ہے داستان کا یعنی اس پیشوا (وزیر) کے بعد وہ لوگ اٹھے اور اس کی جگہ نائب کے خواہاں ہوئے ایک امیر آگے بڑھا اور اس قوم کے روبرو آیا اور کہا کہ اس شخص کا (بلاواسطہ) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بواسطہ) نائب و خلیفہ ہوں دیکھو یہ طومار میری دلیل ہے اس پر کہ نیابت میرا حق ہے وہ دوسرا امیر کہیں چھپا کھڑا تھا وہ بھی نکلا اور یہی دعویٰ خلافت اس کا بھی تھا اور ایک طومار اس نے بھی بغل سے نکال کر دکھلایا اب دونوں کو غصہ آیا اور ایک دوسرے کے دعوے کا انکار شروع کیا اسی طرح اور جو امراء تھے وہ بھی صف باندھ باندھ کر اور تیغ آبدار کھینچ کھینچ کر پہنچے ہر امیر کے ہاتھ میں تلوار اور ایک طومار غرض آپس میں چل پڑی ہر امیر کے پاس کثرت سے لشکر تھا تلواریں نیام سے نکال نکال آمادہ ہوگئے حاصل یہ کہ لاکھوں نصرانی اس میں مقتول ہوئے اور سرہائے بریدہ کے پشتے لگ گئے اور سیلاب کی طرح ہر طرف سے خون بہنا شروع ہوا اور ہوا میں تمام گرداڑ کر بھر گئی غرض وہ مکار وزیر جو تخم فتنہ بو کر مرا تھا وہ ان نصرانیوں کی آفت اور ان کی جان کو علت ہوگئی۔

جز ہا بشکست و آنکو مغز داشت	بعد کشتن روح پاک و نغز داشت
اخروٹ ٹوٹے ' اور جس میں گری تھی	مرنے کے بعد وہ ایک پاکیزہ اور عمدہ روح رکھتا تھا
کشتن و مردن کہ بر نقش تن ست	چوں انار و جوز را بشکستن ست
مارنا اور مرنا جو جسم سے متعلق ہے	انار اور اخروٹ توڑنے کی طرح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچہ شیریں ست آں شد یار دانگ	وانچہ بوسیدہ ست نبود غیر بانگ
جو میٹھا ہے وہ قیمتی بنا	اور جو گلا سڑا ہے وہ آواز کے علاوہ کچھ نہیں ہے
آنچہ پر مغز ست چوں مشک ست پاک	وانچہ بوسیدہ ست نبود غیر خاک
جو گری سے بھرا ہے' مشک کی طرح پاک ہے	جو گلا سڑا ہے وہ سوائے خاک کے کچھ نہیں ہے
آنچہ با معنی ست خوش پیدا شود	وانچہ بیمعنی ست خود رسوا شود
جو با حقیقت ہے وہ اچھا ہو جاتا ہے	اور جو بے حقیقت ہے وہ خود رسوا ہو جاتا ہے

(جوز اخروٹ مراد بدن' مغز مراد کمال روحانی دانگ حصہ از درہم یار دانگ یعنی باقیمت اوپر ایک سرخی فہم کردن حاذقان نصاریٰ میں یہ شعر آیا ہے

ہر کہ صاحب ذوق بود از گفت او لذتی مید ید وتلخی جفت او

جس سے معلوم ہوا تھا کہ ان میں کچھ لوگ اس کے دام اضلال سے بچ گئے تھے اکثر فتن عامہ میں ایسے صلحاء بھی قتل ہو جاتے ہیں یہاں ان کا حال بیان فرماتے ہیں کہ) قتل ہونے سے آبدان ہلاک ہو گئے مگر جن میں مغز اور کمال باطنی ایمان و عرفان موجود) تھا (ان کو قتل سے کچھ ضرر نہیں پہنچا کیونکہ (اس کی روح تو پاک صاف رہی) بلکہ دنیا کے خرخشوں سے نجات ہو گئی اور انوار و لطافت میں اس کو ترقی ہو گئی اب بطریق انتقال قاعدہ کلیہ کے طور پر بعد موت کے جو حالت پیش آتی ہے اس کا بیان فرماتے ہیں قتل ہو یا مرگ ہو جو جسم کو پیش آتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے انار یا اخروٹ کو توڑ دیا جاوے اس میں جو شیریں ہوتا ہے (توڑنے سے) اور زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے (کیونکہ اس کی خوبی ظاہر ہو جاتی ہے اور جو بوسیدہ اور خراب ہوتا ہے پس آواز کے سوا کچھ نہیں ہوتا (اسی طرح جب بدن پر موت آتی ہے جس میں کمال اور صفات حمیدہ میں اس کی تو خوبی ظاہر ہو جاتی ہے (کیونکہ پہلے عوارض جسمانیہ سے اس کے انوار و کمالات مضمحل و مغلوب ہو رہے تھے) اور جس میں کمالات و صفات حمیدہ نہیں ہیں وہ رسوا اور معذب ہوتا ہے (اور سب خرابیاں جو اس حیات جسمانیہ سے پوشیدہ تھیں وہ ظاہر ہو جاتی ہیں۔

رو بمعنی کوش اے صورت پرست	زانکہ معنی بر تن صورت پرست
اے صورت کے پجاری! جا معنی کی کوشش کر	اس لئے کہ معنی ظاہر کے جسم کے لئے پر ہیں
ہمنشین اہل معنی باش تا	ہم عطا یابی وہم باشی فتیٰ
اہل باطن کا ہمنشیں بن تاکہ	انعام بھی پائے اور مرد بھی بنے
جان بے معنی دریں تن بیخلاف	ہست ہمچوں تیغ چوبیں در غلاف
اس بدن میں بے معنی جان' یقینا	غلام میں لکڑی کی تلوار کی طرح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا غلاف اندر بود با قیمت ست	چوں بروں شد سوختن را آلت ست
جب تک وہ غلام میں ہو قیمتی ہے	جب باہر نکلی جلانے کی چیز ہے
تیغ چوبیں رامبر در کار زار	بنگر اول تا نگردد کار زار
میدان جنگ میں لڑکی کی تلوار نہ لے جا	پہلے دیکھ لے تاکہ کام خراب نہ ہو
گر بود چوبیں برو دیگر طلب	ور بود الماس پیش آبا طرب
اگر وہ لکڑی کی ہے جا دوسری لے	اور اگر تیز تلوار ہے تو خوشی سے سامنے آ
تیغ درزراد خانہ اولیاست	دیدن ایشاں شمارا کیمیاست
تلوار اولیاء کے اسلحہ خانہ میں ہے	ان کا دیدار تمہارے لئے کیمیا ہے

(پرست اول از پرستیدن پرست ثانی مرکب از پرواست زرادخانہ سلاح خانہ یعنی جب ثابت ہوگیا کہ اعتبار کمالات روحانیہ کا ہے جسمانی قابل اعتبار نہیں تو جاؤ کمال روحانی کی تحصیل میں کوشش کرو کہ عقائد واخلاق ومحبت و معرفت واخلاص ہے اور جو آثار واعمال جسمانی اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ اسی حکم میں ہیں اور اگر بدوں کمال روحانی کے جسمانی خوبی حاصل ہوئی تو کچھ بھی نہیں کیونکہ معانی وکمالات روحانی جسم کے اعتبار سے مثل پر کے ہے (اگر پرندہ کے پر نہ ہوں محض بیکار ہے اسی طرح صورت بے معانی بیکار ہے اور جس طرح مرغ کے لئے آلہ پرواز وعروج ظاہری کا پر ہے اسی طرح صفات روحانیہ کے لئے آلہ ترقی وعروج باطنی ہیں کہ ان صفات کی بدولت جسم کو بھی نعماء جنت وحظوظ ولذات معرفت سے حصہ ملتا ہے اب (ان معانی کے حاصل کرنے کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ) اہل باطن کی ہمنشینی اختیار کرو تاکہ تم کو عطائے الٰہی حاصل ہو اور جوان مرد بن جاؤ جوان مرد حقیقی حافظ اسرار کو کہتے ہیں یعنی تم کو اسرار عطا ہوں آگے پھر مضمون رو بمعنی کوش الخ کی تاکید کرتے ہیں کہ) جو جان معنی وکمال باطنی سے خالی ہو اس تن میں بلا خلاف اس کی ایسی مثال ہے جیسے غلاف کے اندر لکڑی کی تلوار کہ جب تک غلاف کے اندر رہتی ہے با قیمت معلوم ہوتی ہے (کیونکہ خریدار کو معلوم نہیں کہ لکڑی کی ہے) اور جب باہر نکلی پھر وہ جلانے کا ایندھن ہے (اسی طرح ایسی روح جب تک بدن کے اندر رہے گی ظاہر از دنیا داروں کے نزدیک اس کی کچھ قدر ومنزلت ہوتی ہے جوں ہی بدن سے نکلی اور کندۂ جہنم بنی جب) تیغ چوبیں (ایسی ہی ہے تو اس) کو میدان جنگ میں مت لے جا پہلے ہی اس کو دیکھ لو تاکہ (عین وقت پر) کام خراب نہ ہو جاوے اگر دیکھنے کے وقت لکڑی کی نکلی تو دوسری تلاش کرو اور اگر الماس یعنی آبدار ہو تو خوشی سے آجاؤ (اسی طرح بے کمال کو میدان حشر میں مت لے جاؤ دنیا میں ہی درست کرلو تاکہ وہاں خرابی نہ ہو) آگے شعر ہمنشین الخ کے مضمون کی تاکید ہے کہ) عمدہ تلوار (روح کی تکمیل) اولیاء اللہ کے سلاح خانہ (صحبت وخدمت) میں میسر ہوسکتی ہے (جس سے جہاد نفس کے طریقے معلوم ہو جاتے ہیں) ان کی زیارت

www.besturdubooks.wordpress.com

تمہارے حق میں کیمیا کا حکم رکھتی ہے (کہ صفات ذمیمہ کو صفات حمیدہ سے مبدل کر دے گی۔)

جملہ دانایاں ہمیں گفتہ ہمیں	ہست دانا رحمۃ للعالمیں
تمام سمجھداروں نے یہی کہا ہے	کہ عقل مند دونوں جہاں کے لئے رحمت ہے
گر انارے میخری خنداں بخر	تا دہد خندہ زدانہ او خبر
اگر تو انار خریدے کھلا ہوا خرید	تاکہ کھلا ہونا اس کے دانہ کی بابت بتا دے
اے مبارک خندہ اش کو از دہاں	مینماید دل چو دراز درج جاں
اس شخص کی مسکراہٹ بڑی مبارک ہے	جو موتی جیسا صاف اور اپنا دل جان کی ڈبیہ سے دکھاتا ہے
نامبارک خندۂ آں لالہ بود	کز دہان او سواد دل نمود
منحوس ہنسی اس گل لالہ کی تھی	جس کے منہ سے اس کے دل کی سیاہی ظاہر ہوگئی

(گر اناری الخ مقولہ گفتہ ہست دانا جملہ معترضہ چو ادر صفت دل از درج بدل از دہان اوپر کمال باطنی کے حاصل کرنے کا طریقہ بتلایا تھا کہ اولیاء اللہ کی خدمت و صحبت اختیار کرنا چاہئے اب اولیاء اللہ کی شناخت بتلاتے ہیں اور مدعیان مزور سے بچاتے ہیں فرماتے ہیں کہ تمام داناؤں کا یہی قول ہے کہ اگر انار خریدنا ہو تو کھلا ہوا خریدو تا کہ اس کا خندہ اس کے دانہ کا حال بتلا دے اور بیچ میں کہہ دیا کہ واقعی دانا آدمی بھی لوگوں کے حق میں موجب رحمت ہوتا ہے پھر خندۂ انار کا ذکر فرماتے ہیں کہ اس کا خندہ بھی کیسا مبارک ہوتا ہے کہ اپنے دہن سے (یعنی باہر سے) اپنا دل (یعنی دانہ) جو مشابہ موتی کے ہے دکھلا دیتا ہے اور دہن سے نظر آتا ایسا ہے جیسے صندوقچہ جان سے نظر آ رہا ہو (جان روح اس کا صندوقچہ بدن دانہ کو دل و جان سے تشبیہ دی اور پوست محیط کو بدن سے تشبیہ دی اسی طرح عارفین نے کہ رحمت الٰہی ہیں فرمایا ہے کہ اگر کسی کو پیر بناؤ تو اس کی شناخت کرو کہ اس کے انوار و برکات باطنی ظاہر میں نمایاں ہوتے ہوں۔ یعنی ان میں اخلاق حمیدہ و صفات مرضیہ ہوں اور ان کی صحبت میں بیٹھ کر قلب میں حلاوت و لذت و نور و سرور و جمعیت و سکون و محبت الٰہی و بے رغبتی دنیا معلوم ہوتے ہوں۔ کما قال الله تعالیٰ سیما ھم فی وجوھھم من اثر السجود و قال علیہ السلام اذ رأو ذکر الله اور چونکہ بعض مکار اور مدعی بھی بتکلف اخلاق حمیدہ اختیار کر لیتے ہیں اس لئے امتیاز کا طریقہ بتلاتے ہیں اور ان کو لالہ سے تشبیہ دیتے ہیں کہ) بے برکت لالہ کا خندہ ہوتا ہے کہ اس کے دہن ہی سے دل کی سیاہی نظر آتی ہے (اسی طرح گو مدعی بتکلف اخلاق و افعال حمیدہ اختیار کرتے ہیں مگر چونکہ اس میں اخلاص نہیں ہوتا اس لئے اس کا اثر طالب کے قلب پر نور و سرور نہیں ہوتا بلکہ وحشت اور ظلمت اور پراگندگی قلب پر معلوم ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ اوصاف حمیدہ و برکات قلبیہ سے کاملین کی پہچان ہو سکتی ہے ہم نے اس شناخت کو ایک مقام پر بیان کر دیا اور شعر اول کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک توجیہ گو میرے مذاق کے خلاف ہے یہ بھی ہوسکتی ہے کہ مصرعہ ثانی مقولہ ہو جاوے گفتہ کا اور مثل سابق کے اس میں بھی فضیلت اولیاء ہو اور مابعد کے شعر سے یہ مضمون شناخت اولیاء شروع ہو۔

نار خنداں باغ را خنداں کند	صحبت مرداں از مرداں کند
مسکراتا انار باغ کو مسکراتا بنا دیتا ہے	مردوں کی صحبت تجھے مردوں میں سے بنا دے گی
یک زمانے صحبتے با اولیاء	بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا
تھوڑی سی دیر اولیاء کی ہمنشینی	سو سالہ بے ریا عبادت سے بہتر ہے
گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی	چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی
اگر تو سنگ خارہ اور سنگ مرمر ہو	جب صاحب دل کے پاس پہنچے گا تو موتی بن جائے گا
مہر پاکاں درمیان جاں نشاں	دل مدہ الا بمہر دل خوشاں
پاک لوگوں کی محبت جان میں بٹھا لے	خوش دل لوگوں کی محبت کے علاوہ دل نہ دے
کوئے نومیدی مرو کامیدہاست	سوئے تاریکی مرو خورشیدہاست
مایوسی کے کوچہ میں نہ جا کیونکہ امیدیں ہیں	اندھیرے کی طرف نہ جا سورج ہیں
دل ترا در کوئے اہل دل کشد	تن ترا در حبس آب و گل کشد
دل تجھے اہل دل کے کوچہ کی طرف کھینچتا ہے	اور جسم تجھے پانی مٹی کے قید خانہ کی طرف کھینچتا ہے
ہیں غذائے دل بدہ از ہمدلے	رو بجو اقبال را از مقبلے
ہاں! کسی دل والے سے (لیکر) دل کو خوراک دے	جا! کسی نصیبہ والے سے نصیبہ تلاش کر
دست زن در ذیل صاحب دولتے	تا ز افضالش بیابی رفعتے
کسی دولت والے کا دامن تھام لے	تاکہ اس کی بزرگی سے تو بلندی پالے
صحبت صالح ترا صالح کند	صحبت طالح ترا طالح کند
نیک کی صحبت تجھے نیک بنائے گی	بدبخت کی صحبت تجھے بدبخت بنائے گی

(جب اولیاء اللہ کی شناخت بتلا چکے اب ان کی صحبت کے برکات بتلاتے ہیں کہ) جس طرح انار خندان تمام باغ کو رونق دار و پر بہار کر دیتا ہے اسی طرح مردان خدا کی صحبت تم کو مرد خدا بنا دیتی ہے تھوڑی دیر تمہارا اولیاء اللہ کے پاس بیٹھ جانا ہمیشہ یا کسی وقت صد سالہ طاعت بے ریا سے بہتر ہوتا ہے (اگر ہمیشہ کے اعتبار سے لیا جاوے تو طاعت سے مراد وہ طاعت ہوگی جس میں گو ریا نہ ہو مگر حضور قلب کامل نہ ہو اور تب تو اس کی یہ توجیہ ہوگی کہ ان کی

www.besturdubooks.wordpress.com

صحبت سے حضور قلب مع اللہ میسر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضور مع اللہ عبادت بے حضور سے اس خاص اعتبار سے بلاشک افضل ہے گو بوجہ مشقت کے وہ طاعت اس سے بہتر ہو اور اگر بعض اوقات کے اعتبار سے کیا جاوے تو کوئی اشکال نہیں اور مراد وہ وقت ہوگا جو احیانا کسی ولی پر آ جاتا ہے جس میں وہ طالب کی ایک توجہ سے تکمیل فرما دیتے ہیں کہ اس کو صد سالہ مجاہدہ سے بھی میسر نہ ہوتی کذا قال مرشدی گرتم سنگ خارا یا سنگ مرمر بھی ہوگے (یعنی کیسے ہی ناقص ہوگے) مگر جب صاحب دل کی خدمت میں پہنچ جاؤ گے تو گوہر (یعنی کامل بن جاؤ گے اس لئے پاک لوگوں کی محبت کو دل میں جگہ دینی چاہیے مگر ہر شخص کے فریفتہ مت ہو جانا بالکہ) جو لوگ نیک باطن ہیں ان ہی کی محبت کرنا اور یہ نہ سمجھنا کہ ایسے کامل کہاں ہیں پھر کس کے پاس جائیں یہ تو ناامیدی کی بات ہے اور) ناامیدی کی راہ مت چلو کیونکہ (خدائے تعالیٰ کے فضل سے) بہت امیدیں ہیں (اور اللہ تعالیٰ کاملین کو ہر زمانہ میں پیدا کرتے رہتے ہیں) ظلمت (مدعیان مزور) کی طرف مت جاؤ خورشید (منور باطن لوگ) موجود ہیں (جب معلوم ہو چکا کہ اہل دل مفقود نہیں گو مخفی ہوں تو ان کی جستجو میں لگے رہو تمہارا دل تم کو ان اہل دل کے پاس پہنچا دے گا اور لذات جسمانی میں مشغول رہ کر طلب میں کاہلی مت کرو کیونکہ) یہ جسم تم کو زندان آب و گل (لذات نفسانیہ کی طرف کھینچے گا (جس کا انجام برا ہوگا ہم تم کو متنبہ کرتے ہیں کہ دل کو اس کی غذا محبت و معرفت کسی اہل دل سے جس کا دل تمہاری طرح متوجہ بحق ہو لیکر دینا چاہیے اور اقبال کو کسی صاحب اقبال سے لینا چاہیے اور کسی صاحب دولت (باطن کا دامن ہاتھ میں لانا چاہیے تاکہ اس کے عنایات سے تم کو نعمت (باطنی) حاصل ہو جاوے (کیونکہ صحبت میں وہ تاثیر ہے کہ) صالح کی صحبت تم کو صالح بنا دیتی ہے (اسی طرح) طالح یعنی بدبخت کی صحبت تم کو طالح بنا دیتی ہے۔

نعت تعظیم مصطفیٰ ﷺ کہ در انجیل بود

آنحضور ﷺ کی تعظیم کی تعریف جو انجیل میں تھی

مقصود اس سے یہ بیان کرنا ہے کہ جب مقبولین کے اسم کی تعظیم میں یہ برکت ہے کہ مسمی کی تعظیم و محبت و اتباع میں کیسا کچھ نفع ہوگا اس لئے ضرور ان سے قرب و تعلق رکھنا چاہیے یہی مضمون اوپر سے چلا آتا ہے

بود در انجیل نام مصطفیٰؐ	آں سر پیغمبراں بحر صفا
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام انجیل میں تھا	جو پیغمبروں کے سردار اور صفا کے سمندر ہیں
بود ذکر حلیہ ہا و شکل او	بود ذکر غزو و صوم و اکل او
ان کے حلیہ اور شکل کا ذکر تھا	ان کے جہاد اور روزے اور کھانے کا ذکر تھا
طائفہ نصرانیاں بہر ثواب	چوں رسیدندے بداں نام و خطاب
عیسائیوں کی ایک جماعت ثواب کے لئے	جب اس نام اور خطاب پر پہنچے

www.besturdubooks.wordpress.com

بوسہ دادندے برآں نام شریف	رونہادندے بداں وصف لطیف
اس متبرک نام کو بوسہ دیتے	اس پاک تعریف پر منہ رکھ دیتے
اندریں قصہ کہ گفتم آں گروہ	ایمن از فتنہ بدند و از شکوہ
اس قصہ میں جس گروہ کا میں نے ذکر کیا ہے	وہ خوف و خطر سے بے خوف تھا
ایمن از شر امیران و وزیر	در پناہ نام احمد مستجیر
سرداروں اور وزیر کے شر سے مطمئن	اور احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی پناہ میں پناہ گزیں تھا
نسل ایشاں نیز ہم بسیار شد	نور احمد ناصر آمد یار شد
ان کی نسل بھی زیادہ ہو گئی	(اور) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور ساتھی اور مددگار بن گیا

حلیہ بکسر اول وسکون ثانی صفت کردن کسی را وزیور وپیکر وصنعت وآرائش شکوہ ترس وبیم مستجیر پناہ گیرندہ

یعنی انجیل میں جناب رسول مقبول ﷺ کا نام مبارک لکھا تھا جو پیغمبروں کے سردار اور دریائے صفا ہیں آپ کا حلیہ شریف بھی اس میں مذکور تھا اور آپ کی صورت وشکل کا اور آپ کے جہاد اور روزہ اور اکل وشرب کا ان سب امور کا اس میں بیان تھا نصرانیوں میں سے ایک گروہ کی یہ عادت تھی کہ جب اس مبارک نام وخطاب پر (تلاوت کرتے وقت پہنچتے تو ثواب حاصل کرنے کو آپ کے اسم شریف پر بوسہ دیتے تھے اور آپ کے اوصاف لطیف پر رخسارہ ملتے (محبت وتعظیم سے) ہم نے جو فتنہ وزیر کا بیان کیا ہے اس قصہ میں وہ لوگ (اس عمل کی برکت سے فتنہ وزیر) اور خوف (محاربۂ امراء) سے مامون رہے نہ امراء کا شر (جنگ کہ ہلاک جسمانی تھا) ان کو پہنچا اور نہ وزیر کا فتنہ (اضلال کہ ہلاک روحانی تھا) ان تک آیا حضور ﷺ کے اسم مبارک کی پناہ میں ان کو پناہ مل گئی اور دن سے ان کی نسل بھی بہت بڑھی حضور ﷺ کا اسم مبارک ان کا ناصر اور رفیق ہو گیا۔

واں گروہ دیگر از نصرانیاں	نام احمد داشتندے مستہاں
لیکن عیسائیوں کا دوسرا گروہ	احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کی بے حرمتی کرتا تھا
مستہان و خوار گشتند از فتن	از وزیر شوم رائے شوم فن
وہ فتنوں کی وجہ سے ذلیل و خوار ہو گئے	بدرائے اور بدکار وزیر کے
مستہان وخوار گشتند آں فریق	گشتہ محروم از خود و شرط طریق
وہ فریق ذلیل اور خوار ہو گیا	اپنے سے بھی محروم ہوا اور مذہب کے آداب سے بھی
ہم مخبط دین شاں وحکم شاں	از پئے طومار ہائے کژ بیاں
ان کا مذہب اور ان کا قانون تہ و بالا ہو گیا	کج بیان دفتروں کی وجہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مستہان بے قدر کردہ شدہ از خود و از ہستی خود شرط طریق دین کہ شرط طریق الی اللہ است یعنی ان نصرانیوں میں دوسرا گروہ اور تھا کہ وہ حضور سرور عالم ﷺ کے نام مبارک کی بے قدری کرتے وہ لوگ اس منحوس وزیر کے سبب فتنوں سے ذلیل و خوار ہو گئے اور اپنی ہستی سے محروم ہوئے۔ (کہ قتل کئے گئے) اور دین سے بھی محروم ہوئے۔ (کہ وزیر نے عقائد خراب کر دیئے اور ان کا مذہب اور احکام بھی ان طوماروں کی وجہ سے مخبوط ہو گیا (یہ ضرر ان کی نسل میں باقی رہا۔

ف: اس مقام پر دو گروہوں کا بیان ہے ایک وہ جو حضور ﷺ کے ذکر مبارک کی نہایت تعظیم کرتے تھے وہ ہلاک جسمانی و ہلاک روحانی دونوں سے محفوظ رہے۔ دوسرا گروہ وہ لوگ جو نعوذ باللہ آپ کے نام مبارک کی توہین کرتے تھے وہ ہلاک جسمانی و ہلاک روحانی میں مبتلا ہوئے جیسا ہماری شرح سے معلوم ہوا ہوگا۔ تیسرے گروہ کا اس سے پہلے بیان آ چکا ہے جہاں مولانا نے فرمایا ہے جوز ہا بشکست و آن کو مغز داشت الخ جس کو جسمانی ضرر تو پہنچا کہ مارے گئے مگر روحانی ضرر نہیں پہنچا یعنی گمراہی سے بچے رہے چنانچہ ہم نے اس مقام پر ان کے تعیین کے لئے یہ شعر بھی نقل کیا تھا' ہر کہ صاحب ذوق بود از گفت او الخ عجب نہیں کہ یہ تیسرا گروہ وہ لوگ ہوں کہ نہ حضور کی توہین کرتے ہوں اور نہ بہت تعظیم کرتے ہوں اس لئے ان کی حالت بھی فریقین مذکورین کے بین بین رہی ہو اب اس مقام پر کوئی اشکال نہ رہا واللہ اعلم

ف: جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کے آثار و تبرکات کی تعظیم اور وقعت دلیل محبت و موجب تنویر قلب ہے مگر اس شرط سے کہ حدود شرعیہ سے اعتقاداً یا عملاً تجاوز نہ ہونے پاوے کیونکہ شرع میں احکام مقصود (بالذات ہیں اور یہ امور مقصود بالعرض تو مقصود بالعرض کے واسطے مقصود بالذات کی تغییر جائز نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ ایسی تعظیم مفرط متجاوز عن الحد الشرعی میں اللہ تعالیٰ کی ترک تعظیم ہے کیونکہ حفاظت حدود شرعیہ لوازم تعظیم حق تعالیٰ سے ہے پس واقع میں مقبولین کی تعظیم سے منع کرنا مقصود نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی بے تعظیمی سے روکنا مقصود ہے خوب سمجھ لو تا کہ انکار اور غلو دونوں سے نجات پا کر اعتدال پر رہو۔

نام احمد چوں چنیں یاری کند	تا کہ نورش چوں مددگاری کند
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب اس طرح مدد کرتا ہے	تو ان کا نور کس قدر مدد کر سکتا ہے؟
نام احمدؐ چوں حصارے شد حصیں	تا چہ باشد ذات آں روح الامیں
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام جب مضبوط (قلعہ بنا)	تو اس روح الامین کی ذات کس درجہ کی ہو گی؟

ماقبل پر تفریع کر کے فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا نام مبارک ایسی رفاقت کرتا ہے تو آپ کا نور مبارک (ذات مبارک) تو کیسی مدد کرتا ہوگا (یعنی حضور کے اتباع سے کس قدر نفع ہوگا آگے شعر اول کی شرح ہے کہ) جب حضور کا نام مبارک ایسا قلعہ مستحکم ہے کہ شر ور کو نہیں آنے دیتا) تو آپ کی ذات مبارک (جس کو اوپر نور کہا

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا) کیسی کچھ ہوگی (آپ کو روح اس واسطے کہا کہ آپ کا اتباع باعث حیات روحانی ہے اور روایات سیر میں حضور کا باعث ایجاد خلق ہونا بھی مذکور ہے تو اس اعتبار سے آپ حیات ظاہری کے بھی سبب ہیں اور امین ہونا خود ظاہر ہے کہ آپ امین علی الوحی ہیں اب اس کے آگے ایک یہودی بادشاہ کا قصہ اور آتا ہے یا تو صرف یہ مناسبت ہو کہ یہ بھی یہودی تھا اہل حق کا دشمن وہ بھی یہودی تھا اہل حق کا دشمن اور یا یہ مناسبت ہو کہ اہل باطل ہمیشہ اہل حق کو ضرر پہنچاتے رہے ہیں کبھی روحانی کبھی جسمانی کبھی دونوں اور یا یہ مناسبت ہو کہ قوت ایمان ہر فتنہ سے بچاتی ہے جیسے اس اول قصہ میں ایسے لوگ اضلال وزیر سے اور بعضے قتل سے مامون رہے اور اسی طرح دوسرے قصہ میں قوی الایمان لوگ سجدہ بت سے اور بعضے جلنے سے بھی محفوظ رہے جیسا آگے آتا ہے۔

حکایت بادشاہ جہود دیگر کہ در ہلاک دین عیسیٰؑ جہدمی کرد

ایک دوسرے یہودی بادشاہ کی حکایت جو حضرت عیسیٰؑ کے دین کی تباہی کی کوشش کرتا تھا

(ربط اس حکایت کا حکایت سابق کے خاتمہ پر مذکور ہو چکا ہے)

بعد ازیں خونریز درماں ناپذیر	کاندر افتاد از بلائے آں وزیر
اس ناقابل علاج خونریزی کے بعد	جو اس وزیر کی مصیبت کی وجہ سے واقع ہوئی تھی
یک شہ دیگر ز نسل آں جہود	در ہلاک قوم عیسیٰؑ رو نمود
اس یہودی کی نسل سے ایک دوسرا بادشاہ	حضرت عیسیٰؑ کی قوم کی ہلاکت کی طرف متوجہ ہوا
گر خبر خواہی ازیں دیگر خروج	سورہ بر خواں والسماء ذات البروج
اگر تو اس دوسری بغاوت کی خبر چاہتا ہے	تو سورۂ والسماء ذات البروج کو پڑھ لے
سنت بد کز شہ اول بزاد	ایں شہ دیگر قدم بروے نہاد
برا طریقہ جو پہلے بادشاہ سے پیدا ہوا	اس دوسرے بادشاہ نے اس پر قدم رکھا

خونریز بمعنی خونریزی درمان ناپذیر صفت آن رونمود ظاہر شد سنت طریقہ مطلب یہ کہ اس خونریزی مذکور کے بعد جو کہ قابل درمان نہ تھی اور اس وزیر کی آفت سے واقع ہوئی تھی اس یہودی بادشاہ کی نسل سے ایک بادشاہ اور پیدا ہوا کہ وہ بھی دین عیسوی کے برباد کرنے میں ساعی تھا اگر اس دوسرے واقعہ کی خبر تحقیق کرنا منظور ہو تو والسماء ذات البروج پڑھ لو (اس صورت میں خندق والوں کا قصہ مذکور ہے جس کے متعلق مفسرین نے مختلف حکایتیں نقل کی ہیں مولانا نے اس حکایت پر اس کو محمول فرمایا ہے) جو برا طریقہ (بربادی دین عیسوی کا) پہلے بادشاہ سے نکلا تھا اس دوسرے بادشاہ نے اس کی پیروی کی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ او بنہاد ناخوش سنتے	سوئے او نفریں رود ہر ساعتے
جس کسی نے کوئی برا طریقہ ایجاد کیا	اس کی جانب ہر وقت لعنت جاتی ہے
زانکہ ہر چہ ایں کند زانگوں ستم	زاولیں جوید خدا بے بیش و کم
اس لئے کہ جو کچھ یہ اس طرح کا ظلم کرے گا	بغیر کمی بیشی کے خدا پہلوں سے باز پرس کرے گا
نیکواں رفتند و سنتہا بماند	وز لئیماں ظلم و لعنتہا بماند
نیک لوگ گزر گئے اور ان کے طریقے رہ گئے	اور کمینوں سے ظلم اور لعنتیں (باقی) رہ گئیں
تا قیامت ہر کہ جنس آں بداں	در وجود آید بود رویش بداں
قیامت تک ان بروں کی جنس سے جو	وجود میں آتا ہے اس کا رخ ان کی طرف ہوتا ہے

بداں در مصرع اول جمع بدو در مصرعہ ثانی بمعنی بآن یہ مقولہ مولانا کا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرتا ہے ہر وقت اس کی طرف لعنت متوجہ ہوتی ہے کیونکہ یہ پچھلا آدمی اس قسم کا جو کچھ ظلم و ستم کرے گا اس پہلے شخص سے اللہ تعالیٰ بلا کمی بیشی باز پرس فرمائیں گے۔ (چونکہ وہ اس طریقہ کا موجد تھا اس وجہ سے ہمیشہ اس کے وبال میں جتلا رہتا ہے) نیک لوگ گذر گئے اور ان سے نیک طریقے دنیا میں باقی رہ گئے اور نالائق لوگوں سے ظلم اور لعنت کی باتیں رہ گئیں (پس ان نیکوں کو ان طریقوں کا ثواب ہمیشہ ملتا رہے گا جو ان کا اتباع کرے گا اس کے ثواب میں وہ لوگ شریک ہوں گے اسی طرح برے طریقوں کو بھی حدیث میں ہے من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا و اجر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اجورھم شی ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ کان علیہ وزرھا ووزر من عمل بھا من بعدہ من غیر ان ینقص من اوزارھم شیٔ) قیامت تک جو شخص ان بدوں کا ہم جنس وجود میں آوے گا اس کا رخ اسی طرف ہوگا (اور ویسے ہی کام کرے گا)

رگ رگ است ایں آب شیریں و آب شور	در خلائق میرود تا نفخ صور
یہ میٹھا پانی اور کھاری پانی رگ رگ میں ہے	جو لوگوں میں صور پھونکے جانے تک جاری رہے گا
نیکواں راہست میراث از خوشاب	آنچہ میراث ست اورثنا الکتاب
نیکوں کا ورثہ میٹھا پانی ہے	جو "اورثنا الکتاب" کی میراث ہے
شد نیاز طالباں ار بنگری	شعلہا از گوہر پیغمبری
اگر تو غور کرے تو طالب علموں کی نیاز مندی	پیغمبر جوہر کے شعلے ہیں
شعلہ ہا با گوہراں گرداں بود	شعلہ آں جانب رود ہم کاں بود
شعلے جواہر کے ساتھ گردش کرتے ہیں	انوار اس جانب جاتے ہیں جہاں وہ ہوتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

نور روزن گرد خانہ می دود	زانکہ خور برجے بہ برجے می رود
روشندان کی روشنی گھر کے چاروں طرف دوڑتی ہے	اس لئے کہ سورج ایک برج سے دوسرے برج میں جاتا ہے

رگ رگ ساری در جمیع جزہائے بدن' آب شیریں مراد ہدایت واوصاف حمیدہ' آب شور مراد ضلالت و اوصاف ذمیمہ اوپر مذکور تھا کہ ہر ایک اپنی جنس سے ہدایت وضلالت حاصل کرتا ہے ان اشعار میں اس کی تائید ہے۔ حاصل یہ کہ ہدایت وضلالت خلائق کی رگ رگ میں قیامت تک سرایت کرتی چلی جارہی ہے۔ (یعنی جس کو جس صفت سے مناسبت ہے وہ اس میں اثر کررہی ہے۔ چنانچہ) نیک لوگوں کو آب خوش (ہدایت) سے میراث ملی ہے اور جس کو میراث کہا جاتا ہے، وہ وہ ہے، جس کا بیان اس آیت میں ہے ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا (یعنی وہ میراث کتاب اللہ ہے جو سراسر مشتمل ہدایت پر ہے پس طالبان حق میں جو صفت نیاز و عجز و بندگی کی ہے اگر غور کرکے دیکھو تو وہ گوہر رسالت (فیض نبوت) کے شعلے (انوار اور شعاعیں) ہیں (یعنی ان کو حضرات انبیاء علیہ السلام سے میراث میں پہنچی ہیں۔

ف: خلاصہ ذکر ہر زمانہ میں اولیاء کے کمالات وانوار حضرات انبیاء علیہم السلام کے فیوض وبرکات کے واسطہ سے حاصل ہوئے ہیں) شعلے اور شعاعیں موتیوں کے ساتھ پھیرا کرتے ہیں شعاع اسی طرف جاتی ہے جس طرف موتی ہوتا ہے۔ اسی طرح روشندان میں جو روشنی آتی ہے چونکہ وہ عکس آفتاب ہوتا ہے اس لئے گھر میں ادھر ادھر گھوم جاتی ہے۔ کیونکہ آفتاب بھی ایک برج سے دوسرے برج میں چلتا ہے (خلاصہ یہ کہ تابع اپنے حالات میں اپنے متبوع کے ساتھ ہوتا ہے اسی طرح ہر نبی کی جیسی نسبت ہوگی اس کے تابعین وخادمین میں سرایت کرے گی۔

ہر کرا با اخترے پیوست گیست	مر ورا با اختر خود ہم تگی ست
جس کو کسی ستارے سے وابستگی ہے	اس کی اپنے ستارے کے ساتھ دوڑ ہے
طالعش گر زہرہ باشد در طرب	میل کلی دارد و عشق و طلب
اگر اس کا نچھتر زہرہ ہوگا تو عیش و طرب	اور عشق و طلب میں پورا میلان رکھے گا
ور بود مریخی خوں ریز خو	جنگ و بہتاں و خصومت جوید او
اور اگر وہ مریخ جیسی خونریز عادت والا ہے	تو وہ لڑائی' بہتان اور جھگڑے کی جستجو کریگا

یہ مضمون بالا کی تمثیل ہے یعنی جس شخص کو جس ستارہ سے تعلق ہوتا ہے وہ اپنے ستارہ کے ساتھ اپنے حالات و افعال میں دوڑتا چلتا ہے۔ (یعنی ویسے ہی افعال اس سے سرزد ہوتے ہیں مثلاً) اگر زہرہ اس کا طالع ہو جس میں خاصیت طرب کی ہے تو اس میں میلان وعشق طلب کا اثر ہوگا اور اگر اس میں طالع مریخ ہے جو کہ خونریز ہے تو وہ شخص جنگ خصومت وبہتان کی فکر میں ہمیشہ رہے گا (اسی طرح جس کو جس شخص نیک وبد یا جس صفت نیک وبد سے تعلق

www.besturdubooks.wordpress.com

اور مناسبت ہوتی ہے ویسے ہی صفات اختیار کرتا ہے۔)

ف: مولانا کے کلام سے کوئی شبہ نہ کرے کہ تاثیرات نجوم اور ان کی سعادت ونحوست کے معتقد اور مثبت ہیں کیونکہ کلام محض تمثیل پر مبنی ہے مثال کبھی واقعی ہوتی ہے کبھی فرضی چونکہ شعراء میں یہ مضمون مشہور تھا شاعرانہ طور پر اپنے کلام میں تمثیلاً لے آئے اور تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ ہر دعوے کے لئے کسی دلیل کی حاجت ہوتی ہے پس) جو تاثیرت کواکب کے مشاہدہ سے ثابت ہیں مثلاً آفتاب میں حرارت ہونا ماہتاب میں برودت ہونا اور سب کواکب میں نور کا ہونا آفتاب کے طلوع سے دن کا ہونا اس کے غروب سے رات کا ہونا ان تاثیرات کا اعتقاد جائز ہے شارع علیہ السلام نے ان کی کہیں نفی نہیں فرمائی بلکہ بعض کا اثبات کیا ہے۔ اور جو تاثیرات مشاہدہ سے مخفی ہیں مگر ان پر کوئی دلیل صحیح قائم ہے۔ جس طرح کواکب کا رجوم شیاطین ہونا اس کا اعتقاد بھی واجب ہے اور جس پر کوئی دلیل صحیح قائم نہیں جیسے سعادت ونحوست وامثال ذالک عقلاً اس میں دونوں احتمال تھے وجود اور عدم مگر شارع علیہ السلام نے چونکہ نفی کر دی ہے یہ مرجح ہو گیا عدم تاثیر کو اور کوئی دلیل وجود کی جو دلیل شرعی کا معارضہ کر سکے موجود نہیں لہذا نا قابل اعتبار ٹھہری اور نجومیوں کے حسابات محض وہمی وتخمینی ہیں ہزاروں خبریں غلط نکلتی ہیں تو ایسی وہمی دلیل قطعی دلیل کے معارض کب ہو سکتی ہے پس اس کے بعد بھی اگر کوئی شخص ان کی تاثیرات کا قائل ہو اس میں تفصیل یہ ہوگی کہ اگر شارع کی تکذیب نہیں کرتا بلکہ نصوص میں کچھ تاویل کرتا ہے اور کواکب کو مستقل بالتاثیر نہیں مانتا بلکہ باذن الٰہی ان کو اسباب عادیہ سمجھتا ہے چونکہ یہ اعتقاد خلاف واقع ہے اس لئے اس شخص کو صرف کذب کا گناہ ہوگا اور تاویل نصوص سے عجب نہیں کسی قدر بدعت کا بھی گناہ ہو اور اگر شارع علیہ السلام کی تکذیب کرتا ہے یا کواکب میں مستقل تاثیر مانتا ہے تو وہ شخص کافر ومشرک ہے۔

اختر انداز و رائے اختراں	کاحتراق ونحس نبود اندراں
ستاروں کے پیچھے اور ستارے ہیں	ان میں جلانے کا میلان اور نحوست نہیں ہے
سائراں در آسمانہائے دگر	غیر ایں ہفت آسمان مشتہر
جو دوسرے آسمانوں میں گردش کر رہے ہیں	ان مشہور سات' آسمانوں کے علاوہ
راسخاں در تاب انوار خدا	نے بہم پیوستہ نے از ہم جدا
(وہ ستارے) خدا کے انوار کی گرمی میں ثابت قدم ہیں	نہ باہمی جڑے ہوئے ہیں نہ ایک دوسرے سے جدا ہیں
ہرکہ باشد طالع او زاں نجوم	نفس او کفار سوزد در رجوم
جس شخص کا مقدر ان ستاروں سے ہو گا	اس کا نفس کفار کو رجوم کے وقت جلا دے گا
خشم مریخی نباشد خشم او	منقلب رو غالب ومغلوب خو
اس کا غصہ مریخی غصہ نہیں ہو گا	دو سر جھکا کر چلنے والا غالب اور مغلوب عادت والا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نور غالب ایمن از کسف و غسق	درمیان اصبعین نور حق
وہ غالب آنے والا نور ہے گہن اور اندھیرے سے محفوظ	اللہ کے نور کی دو انگلیوں کے درمیان

(منقلب رو اسم فاعل ترکیبی از رفتن اوپر تمثیلاً آثار کواکب کا بیان کیا تھا اب اولیاء اللہ کو اختر سے تشبیہ دے کر ان کے آثار و برکات کا بیان فرماتے ہیں کہ (اور بھی اختر ہیں ان ظاہری اختروں کے علاوہ کہ (وہ اولیاء اللہ ہیں) ان میں احتراق (بےنوری) اور نحوست (بے برکتی) کبھی نہیں ہوتی (بخلاف ان ظاہری اختروں کے کہ کبھی دوسرے اجسام یا کواکب کی حیلولت سے منکشف بھی ہو جاتے ہیں اور نجومیوں کے زعم میں گاہے ان میں نحوست بھی ہو جاتی ہے) اور وہ اختران معنوی یعنی اولیاء اللہ دوسرے قسم کے آسمانوں پر سیر کرتے ہیں جو ان سات مشہور آسمانوں سے غیر ہیں (یہ دوسرے قسم کے آسمان مقامات عروج روحانی سالکین کے ہیں تشبیہاً آسمان کہہ دیا) اور وہ اختران معنوی انوار خداوندی کی تابش میں راسخ اور ثابت ہیں۔ (یعنی ہمیشہ منور بانوار خداوندی رہتے ہیں بخلاف ان اختران ظاہری کے کہ ان کو تابش میں دوام و ثبات نہیں گاہے منور ہیں گاہے مظلم) نہ وہ اختران معنوی باہم متصل ہیں نہ ایک دوسرے سے منفصل ہیں (کیونکہ اتصال و انفصال صفت اجسام و مادیات کی ہے جو عالم خلق سے ہے اور حقیقت انسانی کی روح ہے مجردات سے ہے جو عالم امر سے ہے لہٰذا روح اتصال و انفصال سے منزہ ہے اور تحقیق عالم خلق و عالم امر کی اوپر گزر چکی ہے۔) جس شخص کا طالع ان نجوم معنوی سے ہوتا ہے (یعنی اولیاء اللہ سے وہ مستفید ہوتا ہے) اس کا نفس کفار کو نفس امارہ و شیطان کو) سوختہ کر دیتا ہے جس طرح ان نجوم ظاہری سے شیاطین کو رجم کیا جاتا ہے اور اس شخص مستفید من الاولیاء کی یہ صفت ہوتی ہے کہ اس کا غصہ مریخی (یعنی نفسانی) غصہ نہیں ہوتا (بلکہ اس کا غصہ بغض فی اللہ ہے۔) اور جو شخص چلتے میں (تواضعاً) منقلب و سر افگندہ ہو کر چلتا ہے اور واقع میں غالب ہوتا ہے اور ظاہر میں مغلوب خوب ہوتا ہے (کہ حلم و کرم عفو اختیار کرتا ہے اور واقع میں منصور من اللہ ہونے کے سبب غالب ہوتا ہے) کیونکہ یہ شخص جن نجوم معنوی سے مستفید ہے ان کا نور غالب ہے اور کسوف و ظلمت (روحانی) سے مامون ہے اور حق تعالیٰ کی دو انگشت (امر و قدرت) کے درمیان ہے (یعنی منقاد و مطیع اور تابع فرمان و رضا ہوتا ہے لہٰذا یہ مستفید بھی اوصاف مذکورہ کے ساتھ موصوف ہوتا ہے۔)

حق فشاند آں نور را بر جانہا	مقبلاں برداشتہ دامانہا
اللہ تعالیٰ نے اس نور کو روحوں پر نچھاور فرمایا	جس سے نصیبہ ور اپنے دامن بھرے ہوئے ہیں
واں نثار نور ہر کو یافتہ	روئے از غیر خدا برتافتہ
جس نے اس نور کا نچھاور پا لیا	اس نے منہ خدا کے غیر سے موڑ لیا
ہر کرا دامان عشقے نابدہ	زاں نثار نور بے بہرہ شدہ
جس کے پاس عشق کا دامن نہ تھا	وہ اس نور کے نچھاور سے بے حصہ رہا

www.besturdubooks.wordpress.com

جزو ہا را رویہا سوئے کل ست	بلبلاں را عشق با روئے گل ست
اجزاء کے رخ کل کی طرف ہیں	بلبلوں کو پھول کے چہرہ سے عشق ہے

(ان اشعار میں نور مذکور کے برکات کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وہ انوار (انبیاء و اولیاء کے ارواح طاہرین پر نازل فرمائے ہیں (کہ رسولوں کو ہدایت کے لئے بھیجا کتابیں نازل فرمائیں) جو ان میں اہل اقبال و خوش بخت ہیں اپنے دامن طلب کو پھیلائے ہوئے ہیں اور اس نثار نور کو حاصل کر رہے ہیں اور غیر اللہ سے روگردانی کر رہے ہیں اور جس کے پاس دامن عشق نہیں ہے اس نثار نور سے وہ بے بہرہ ہے (اور مومنین کا انبیاء علیہم السلام سے مستفید ہونا جائے عجب نہیں کیونکہ) اجزاء کو کل کی طرف توجہ ہوتی ہے جس طرح بلبلوں کو روئے گل سے تعشق ہوتا ہے (پس اہل ایمان مثل اجزاء کے تابع ہیں اور انبیاء مثل کل کے متبوع اور تابع کی کشش متبوع کی طرف ضروری ہے۔)

گاؤ را رنگ از بروں و مرد را	از دروں جو رنگ سرخ و زرد را
بیل کا رنگ باہر سے اور انسان کا	اندر سے ڈھونڈ سرخ اور زرد رنگ
رنگہائے نیک از خم صفاست	رنگ زشتاں از سیاہ آبہ جفاست
نیک لوگوں کے رنگ صفا کے مٹکے سے ہیں	اور بروں کے رنگ میل کچیل کے سیاہ پانی سے ہیں
صبغۃ اللہ نام آں رنگ لطیف	لعنۃ اللہ بوئے ایں رنگ کثیف
صبغۃ اللہ اس پاک رنگ کا نام ہے	لعنۃ اللہ اس گندے رنگ کی بدبو ہے
آنچہ از دریا بدریا می رود	از ہماں جا کاید آنجا می رود
جو پانی دریا سے آتا ہے دریا میں جاتا ہے	جس جگہ سے آتا ہے اسی جگہ جاتا ہے
از سر کہ سیلہائے تیز رو	وزتن ما جان عشق آمیز رو
پہاڑ کی چوٹی سے تیز رو سیلاب	اور ہمارے جسم سے عشق میں دوڑنے والی جان (رواں ہوتی ہے)

(سیاہ آبہ آب گندہ جفا بالفتح جیم کدورت وچرکین اوپر تابع و متبوع کی مناسبت کا بیان کیا تھا یہاں وجہ مناسبت کا بیان ہے کہ مناسبت کس چیز میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ) گائے بیل کا مختلف رنگ تو ظاہری دیکھنا چاہئے اور آدمی کا مختلف رنگ باطنی دیکھنا چاہئے (مراد اس سے اخلاق مختلفہ حمیدہ و ذمیمہ ہیں یعنی مناسبت مذکورہ اخلاق کے اعتبار سے ہے) اچھے رنگ (اخلاق حسنہ) خم صفا (انبیاء و اولیاء) سے حاصل ہوتے ہیں اور بیرون کے رنگ (اخلاق ذمیمہ) آب گندہ وچرکین (شیاطین الانس و الجن) سے حاصل ہوتے ہیں اس رنگ لطیف کا نام صبغۃ اللہ ہے (چنانچہ سورہ بقرہ میں ہے صبغة الله ومن احسن من الله صبغة) اور اس رنگ کثیف کا اثر لعنت الٰہی ہے (تابع کے متوجہ ہونے کی بجانب متبوع کے ایسی مثال ہے کہ (چھوٹے دریاؤں سے جو کچھ بحر اعظم میں جاتا ہے یہ وہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی سے آیا تھا جہاں جاتا ہے (کیونکہ دریاؤں میں بارش کا پانی ہوتا ہے اور بارش سحاب سے ہوتی ہے اور سحاب میں بعض اوقات بخارات کا پانی ہوتا ہے اور بخارات زیادہ بحر اعظم سے پیدا ہوتے ہیں اسی طرح پہاڑ سے سیل کا پانی تیزی سے چلتا ہے (اور دریا میں جا ملتا ہے کیونکہ اس کی اصل بھی وہی بحر اعظم ہے جیسا ابھی گزرا ان مثالوں سے تابع کا متبوع کی طرف متوجہ ہونا معلوم ہو گیا تو سمجھنا چاہئے کہ ہماری ارواح کا مبدا اور جاذب چونکہ ذات حق ہے اس لئے) ہماری جان عشق آمیز تن سے (شہوات جسمانیہ سے) فرار کر کے اپنے اصل محبوب کی طرف کشش کرتی ہے (یہ سب تفصیل ہے اس مضمون کی جو ابتدائے حکایت میں تھا رگ رگست این آب شیریں و آب شور الخ

ف: یہ جو ہم نے ان اشعار کی شرح میں کہا ہے کہ سحاب میں بعض اوقات بخارات کا پانی ہوتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ظاہر آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ بارش کا پانی آسمان سے آتا ہے اور بعض روایات میں اس کی تصریح بھی ہے اور بارش کا بخارات سے ہونا مشاہدہ کیا گیا ہے اور مشاہدہ کی تکذیب بھی مثل روایات کے ناجائز ہے اس لئے تطبیق کے لئے یہ کہنا ضروری ہوا کہ دونوں طریق سے بارش ہوتی ہے کبھی آسمان سے کبھی بوجہ بخارات کے اور ہمیشہ بخارات سے نہ ہونے کی اس سے بھی تائید ہوتی ہے کہ بعض اوقات کئی کئی سال بارش نہیں ہوتی حالانکہ صعود بخارات اور طبقہ زمہریر اور اس کی برودت سب سامان موجود رہتا ہے اور آسمان سے نازل ہونے کے لئے یہ ضرور نہیں کہ وہاں سے بطور تقاطر کے ہوتی ہو تاکہ یہ شبہ ہو کہ بعض لوگوں نے پہاڑوں پر اپنے نیچے بارش ہوتے دیکھی ہے اور اوپر صاف ہے بلکہ ممکن ہے کہ بواسطہ ملائکہ کے پانی آسمانوں سے بادلوں میں بھر دیا جاتا ہو جس طرح کنوئیں سے مشک میں بھر کر کسی گھر کے گھڑوں میں بھرتے ہیں اور یہ کہنا صحیح ہوتا ہے کہ فلاں کنوئیں سے ہمارے یہاں پانی آیا کرتا ہے۔

آتش افروختن بادشاہ و بت نہادن پہلوئے آتش کہ ہر کہ ایں بت راسجود کند از آتش رہائی یابد

بادشاہ کا آگ جلانا اور آگ کے پاس بت رکھنا کہ جو بت کو سجدہ کرے گا وہ آگ سے نجات پائے گا

آں جہود سگ بہ بیں چہ رائے کرد	پہلوئے آتش بتے برپائے کرد
دیکھو! اس یہودی کتے نے کیا تدبیر کی؟	آگ کے پاس ایک بت کھڑا کر دیا
کانکہ ایں بت راسجود آرد برست	ور نیارد در دل آتش نشست
کہ جو اس بت کو سجدہ کرے گا چھوٹ جائے گا	اور اگر نہیں کرے گا آگ میں بھسم ہو جائے گا

یعنی دیکھو اس سگ (یہودی بادشاہ) نے کیا رائے سوچی آگ روشن کر کے اس کے برابر ایک بت قائم کیا اور اشتہار دیا کہ جو شخص اس بت کو سجدہ کر لے گا وہ تو اس آگ سے بچ جائے گا اور اگر سجدہ نہ کرے گا تو آگ کے اندر داخل کیا جائے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں سزائے آں بت نفس او نداد	از بت نفسش بتے دیگر بزاد
چونکہ اس نے اپنے نفس کے بت کو سزا نہ دی تھی	اس کے نفس کے بت سے ایک دوسرا بت پیدا ہو گیا
مادر بتہا بت نفس شماست	زانکہ آں بت مار وایں بت اژدہاست
تمہارا نفس تمام بتوں کی ماں ہے	کیونکہ وہ بت سانپ اور یہ بت اژدھا ہے
آہن وسنگ ست نفس وبت شرار	آں شرار از آب می گیرد قرار
نفس لوہا اور پتھر ہے اور بت ' چنگاری	چنگاری پانی سے بجھ جاتی ہے
سنگ وآہن زاب کے ساکن شود	آدمی با ایں دو کے ایمن شود
(لیکن) پتھر اور لوہا پانی سے کب ساکن ہو سکتے ہیں؟	آدمی ان دونوں کے ہوتے ہوئے کب مطمئن ہو سکتا ہے؟
سنگ وآہن دردروں دارند نار	آب رابر نار شاں نبود گذار
پتھر اور لوہا (اپنے) اندر آگ رکھتے ہیں	پانی کا ان کی آگ پر گزر نہیں ہے
زاب چوں نار بروں کشتہ شود	در دروں سنگ وآہن کے رود
پانی سے باہر کی آگ بجھ جاتی ہے	(وہ پانی) پتھر اور لوہے کے اندر کب جا سکے گا؟

یہاں سے انتقال ہے قصہ سے طرف ارشاد کے فرماتے ہیں کہ اس بادشاہ کی گمراہی کی وجہ یہ تھی کہ) چونکہ اس نے بت نفس کو سزا نہ دی تھی اور اس کو تابع احکام حق کا نہ بنایا تھا) اس لئے اس کے بت نفس سے ایک دوسرا بت پیدا ہو گیا تھا (یعنی اس ظاہری بت کی عبادت کرانے کا سبب اس کا نفس امارہ تھا تو گویا وہ بت اس نفس سے پیدا ہوا تھا آگے نفس کا سبب اور اصل ہونا اور بت پرستی اور ضلالت کا مسبب اور فرع ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) (تمام بتوں کی اصل تمہارا بت نفس ہے کیونکہ (ان دونوں میں ایسی نسبت ہے کہ) وہ ظاہری بت مثل سانپ کے ہے اور یہ بت مثل اژدہے کے ہے (یعنی نفس کا شر بت کے شر سے زیادہ ہے کیونکہ شر بت بھی تو شر نفس سے ہی پیدا ہوا ہے اور ایسی مثال ہے کہ) نفس تو آہن وسنگ ہے (جس کے جھاڑنے سے آگ نکلتی ہے اور ظاہری بت مثال چنگاری کے ہے (جو سنگ وآہن سے پیدا ہوتی ہے) چنگاری تو پانی سے تھم بھی جاتی ہے (اور آگے اس کا نقصان نہیں پھیلتا) اور سنگ وآہن کو پانی سے کب سکون ہو سکتا ہے (یعنی اگر سنگ وآہن کو پانی میں دھو دیا جائے یا غوطہ دیا جاوے تب بھی جب اس کو جھاڑا جاویگا آگ دے گا یہ مادہ نار یہ پانی سے زائل نہیں ہو سکتا یہی حالت نفس کی ہے کہ اس کی ذات میں شر ہے بخلاف بت ظاہری کے کہ اس کا شر بتوسط پرستندہ کے ہے جب نفس کی یہ حالت ہے تو) آدمی اس سنگ وآہن (نفس) کے ہوتے ہوئے کب مطمئن ہو سکتا ہے کیونکہ سنگ وآہن (جن کے ساتھ نفس کو مشابہت ہے) آگ باطن میں لئے ہیں اور پانی کا ان کی آگ تک گذر نہیں ہوتا اور پانی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ صرف خارجی آگ بجھائی جاتی ہے تو وہ سنگ و آہن کے باطن میں کب جا سکتی ہے۔

سنگ و آہن چشمۂ نارند و دود	قطرہ ہاشاں کفر و ترسا و جہود
لوہا اور پتھر آگ اور دھوئیں کے چشمے ہیں	کفر اور عیسائیت اور یہودیت اس کے قطرے ہیں
بت سیہ آب ست در کوزہ نہاں	نفس مر آب سیہ را چشمہ داں
بت، کوزہ میں چھپا کالا پانی ہے	نفس کو اس سیاہ پانی کا چشمہ سمجھو
آں بت منحوت چوں سیل سیاہ	نفس بت گر چشمۂ بر شاہراہ
وہ تراشا ہوا بت، کالا سیلاب ہے	بت سازِ نفس شارع عام پر چشمہ ہے
بت درون کوزہ چوں آب کدر	نفس شومت چشمۂ آں اے مصر
بت، کوزہ میں گدلا پانی ہے	تیرا بدبخت نفس اس کا چشمہ ہے اے کج بحث!
صد سبو را بشکند یک پارہ سنگ	واب چشمہ میزہاند بے درنگ
پتھر کا ایک ٹکڑا سو گھڑے توڑ دیتا ہے	اور چشمہ کا پانی فوراً اس کو اچھال دیتا ہے
آب خم و کوزہ گر فانی شود	آب چشمہ تازہ و باقی بود
مٹکے اور پیالے کا پانی اگر ختم ہو جائے	چشمہ کا پانی تازہ اور باقی رہے گا
بت شکستن سہل باشد نیک سہل	سہل دیدن نفس را جہل ست جہل
بت توڑنا آسان اور بہت آسان ہوتا ہے	نفس کے معاملہ کو آسان سمجھنا نادانی ہی نادانی ہے

یعنی سنگ و آہن آتش و دود کا چشمہ ہے (اسی طرح نفس چشمہ ضلالت ہے) اور یہود و نصاریٰ کا کفر اس سنگ و آہن (نفس) کے قطرے ہیں (جس طرح چشمہ قطرات کی اصل ہے اسی طرح نفس انواع کفر و ضلال کی اصل ہے اور اس ظاہری بت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کوزہ میں آب سیاہ نہاں ہو اور نفس کو ایسا سمجھو جیسا اس آب سیاہ کا چشمہ تو بت ایسا ہوا جیسے کوزہ میں میلا پانی اور تمہارا نفس شوم اس کا چشمہ ہوا یا وہ تراشا ہوا بت مثل سیل سیاہ کے سمجھو اور نفس بت تراش کو ایک چشمہ سمجھو جو شاہراہ پر بہتا ہو (تو جس طرح کوزہ اور سیل کا پانی ایک جزو ہے آب چشمہ کا اسی طرح انواع کفر و ضلال ایک شعبہ ہے شرارت نفس کا اور جو اس مضمون کو نہ سمجھے اس کو اثناء کلام میں مصر یعنی خلاف حق پر اصرار کرنے والا فرمادیا) اگر سو گھڑے پانی سے بھرے ہوں تو ایک پارہ سنگ سے ٹوٹ سکتے ہیں اور ان کا پانی ختم ہو سکتا ہے اور چشمہ کا پانی پارہائے سنگ کو بھی اچھال کر بیدرنگ دفع کر دیتا ہے (پس اس کے بند کرنے کی کوئی صورت نہیں) سو خم و کوزہ کا پانی گو ختم ہو جاوے مگر آب چشمہ ہمیشہ باقی رہتا ہے (اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح ظاہری شرور کا انسداد سہل ہے مگر نفس کے باطنی شرور کا خاتمہ مشکل ہے چنانچہ بطور نتیجہ کے فرماتے ہیں کہ) بت توڑنا تو آسان ہے مگر نفس کو سہل سمجھنا محض جہل ہے۔

صورت نفس ار بجوئی اے پسر	قصۂ دوزخ بخواں باہفت در
اے بیٹا! اگر تجھے نفس کی تصویر کی جستجو ہے	تو سات دروازے والی دوزخ کا قصہ پڑھ لے
ہر نفس مکرے و در ہر مکر زاں	غرق صد فرعون بافرعونیاں
(اس نفس کے) ہر سانس میں ایک مکر ہے اور اسکے ہر مکر میں	سو فرعون فرعونیوں کے ساتھ غرق ہیں
در خدائے موسیٰ و موسیٰ گریز	آب ایمان راز فرعون مریز
موسیٰ کے خدا اور موسیٰ کی طرف بھاگ	فرعونیت سے ایمان کی آبروریزی نہ کر
دست را اندر احد و احمد بزن	اے برادر وارہ از بوجہل تن
احد اور احمدؐ سے تعلق پیدا کر	اے بھائی اجسم کے ابوجہل سے چھٹکارا حاصل کر

یعنی صورت نفس کو اگر تحقیق کرنا چاہو تو دوزخ کا حال پڑھ لو جس میں سات دروازے ہیں (یہ صفت کاشفہ ہے یعنی نفس مشابہ دوزخ کے ہے جس طرح دوزخ میں ہر قسم کے شر ور و آفات ہیں اسی طرح نفس میں بھی ہزاروں شرور و آفات ہیں بلکہ شرور دوزخ ان ہی شرور کا ثمرہ ہے) ہر دم (نفس میں) ایک مکر پیدا ہوتا ہے اور اس کے ہر ہر مکر میں سینکڑوں فرعون (اشقیاء اور گمراہ کنندہ) مع اپنے تابعین کے غرق ہو رہے ہیں (کیونکہ تمام تر ضلال و اضلال شرارت نفس ہی سے واقع ہوتا ہے) پروردگار موسیٰ اور موسیٰ (شیخ وقت) کی طرف التجا لینا چاہیے (یعنی شیخ کامل کا اتباع اور حق سبحانہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا چاہیے تا کہ مکر نفس سے حفاظت رہے) آب ایمان کو فرعونیت (سرکشی و عدم اتباع) سے ضائع نہ کرنا چاہیے حق سبحانہ تعالیٰ اور جناب رسول مقبول ﷺ کے ساتھ تمسک کرنا چاہیے اور بدولت اس تمسک کے اس ابوجہل سے جو تن میں موجود ہے (یعنی نفس سے) نجات حاصل کر لینا چاہیے یعنی اتباع شریعت طریق نجات و حفاظت کا ہے شرور نفس سے اور طریق اتباع کی تفصیل میں شیخ الوقت کی ضرورت ہے پس اتباع شیخ کامل عین اتباع شریعت ہے)

آوردن بادشاہ جہود زنے را با طفل و انداختن او طفل را در آتش و بسخن آمدن طفل درمیان آتش

یہودی بادشاہ کا ایک عورت کو مع بچے کے لانا اور اس کا بچہ کو آگ میں ڈالنا اور آگ میں سے بچہ کا بولنا

یک زنے با طفل آورد آں جہود	پیش آں بت و آتش اندر شعلہ بود
وہ یہودی ایک عورت کو مع بچے کے لایا	بت کے سامنے اور آگ شعلہ زن تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اے زن پیش ایں بت سجدہ کن	ورنہ در آتش بسوزی بے سخن
بولا اے عورت! اس بت کے سامنے سجدہ کر	ورنہ لاکلام تو آگ میں جلے گی
بود آں زن پاک دین و مومنہ	سجدۂ آں بت نہ کرد آں موقنہ
وہ عورت پاک دین والی اور مومنہ تھی	اس یقین والی نے بت کو سجدہ نہ کیا
طفل از و بستید در آتش فگند	زن بترسید و دل از ایماں بکند
اس نے اس سے بچے کو چھینا اور آگ میں ڈال دیا	عورت ڈری اور دل کو ایمان سے ہٹایا

یعنی ایک عورت بچہ دار کو بادشاہ یہودی آگ کے روبرو لایا اور آگ بھڑک رہی تھی اور یہ کہا کہ اس بت کے روبرو سجدہ کرورنہ آگ میں لاکلام جلادی جاوے گی وہ عورت نہایت پاک دین اور ایمان دار تھی اس کامل الیقین نے بت کو سجدہ نہ کیا اس بادشاہ نے اس کا بچہ اس سے لے کر آگ میں ڈال دیا اس وقت عورت پر خوف (جان طفل) غالب ہوا اور دل ایمان سے اکھاڑ دیا (یعنی مرتبہ خطرہ میں سجدہ بت کا خیال پیدا ہوا اور اس سے کفر لازم نہیں آتا جب تک اعتقاد اور عزم نہ بدل جاوے)۔

خواست تا او سجدہ آرد پیش بت	بانگ زد آں طفل کہ انی لم امت
اس نے چاہا کہ وہ بت کے سامنے سجدہ کرے	بچہ چیخا کہ میں مرا نہیں
اندر آ مادر کہ من اینجا خوشم	گرچہ در صورت میان آتشم
اماں! اندر آجا میں اس جگہ اچھا ہوں	اگرچہ بظاہر آگ میں ہوں
چشم بندست آتش از بہر حجیب	رحمتست ایں سر برآوردہ زجیب
آگ نظر بندی کے لئے ایک پردہ ہے	(ورنہ) یہ ایک رحمت ہے جو رونما ہے
اندر آ مادر ببیں برہان حق	تا ببینی عشرت خاصان حق
ماں! اندر آ سچائی کی دلیل دیکھ	تاکہ تو خاصان خدا کے عیش کو دیکھے
اندر آ و آب بیں آتش مثال	از جہانے کاتش ست آبش مثال
اندر آ اور آگ کی صورت کا پانی دیکھ	اس دنیا سے جس کا پانی (بھی) آگ جیسا ہے
اندر آ اسرار ابراہیمؑ بیں	کو در آتش یافت ورد و یاسمیں
اندر آ حضرت ابراہیمؑ کے راز دیکھ	جس نے آگ میں گلاب اور چنبیلی کے پھول پائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس عورت نے (مرتبہ حدیث النفس میں) چاہا کہ بت کے روبرو سجدہ کرلوں فوراً لڑکے نے پکارا کہ میں مرا نہیں ہوں اے مادر مشفق تو بھی آگ کے اندر چلی آ میں یہاں خوش وخرم ہوں گو ظاہر میں آگ میں پڑا ہوں یہ آگ ایک قسم کی نظر بندی ہے تاکہ راز غیبی پردہ میں رہے یہ واقع میں رحمت خداوندی ہے مگر گریبان آتش سے اس نے ظہور کیا ہے (اسی کو تشبیہاً نظر بندی کہہ دیا کہ واقع میں تو رحمت ہے مگر صورت آگ کی ہے تاکہ عوام کی نظر سے سر غیبی مخفی رہے) اے ماں اندر چلی آ اور دلیل (قدرت) حق کا معائنہ کر (کہ آگ ہے اور نہیں جلاتی) تاکہ یہاں آ کر خاصان حق کا عیش و آرام تجھ کو نظر آوے (کہ آگ میں کیسا آرام کر رہے ہیں) اندر آ اور پانی دیکھ کر آگ کی صورت ہے (یعنی یہ آگ صورۃً گرم ہے اور واقع میں سرد ہے) اس عالم سے چلی آ جو واقع میں آگ ہے اور اس کی صورت پانی کی سی ہے (یعنی دنیا جو فی الواقع مہلک ہے مگر ظاہراً پر نعمت و راحت ہے (اندر آ جا اور اسرار ابراہیمی کا مشاہدہ کر کہ انہوں نے آتش (نمرودی) میں گلاب و چنبیلی پائے تھے (یہی نمونہ اس وقت موجود ہے)

مرگ می دیدم گہے زادن زتو	سخت خوفم بود افتادن زتو
تجھ سے پیدا ہونے کے وقت مجھے موت نظر آ رہی تھی	تجھ میں سے نکل پڑنے کا مجھے بہت ڈر تھا
چوں بزادم رستم از زنداں تنگ	در جہانے خوش سرائے خوب رنگ
جب میں پیدا ہوا تنگ قید خانہ سے چھوٹا	اچھے مقام اور اچھے رنگ کی دنیا میں (آ گیا)
ایں جہاں راچوں رحم دیدم کنوں	چوں دریں آتش بدیدم ایں سکوں
اب میں اس دنیا کو رحم کی طرح سمجھتا ہوں	جب میں نے اس آگ میں یہ سکون دیکھا
اندریں آتش بدیدم عالمے	ذرہ ذرہ اندر و عیسیٰ دمے
میں نے اس آگ میں وہ دنیا دیکھی	جس میں ایک ایک ذرہ عیسیٰ کے دم کی طرح ہے
نک جہانے نیست شکلے ہست ذات	واں جہانے ہست شکلے بے ثبات
اب ایک دنیا ہے بظاہر معدوم دراصل موجود	اور وہ دنیا کی موجودہ شکل ناپائیدار ہے

ان اشعار میں عالم دنیا کی تنگی اور عالم غیب کی فراخی کا بیان ہے لڑکا کہتا ہے کہ) میں جس وقت تیرے بطن سے پیدا ہوا تو اس کو اپنی موت سمجھتا تھا اور مجھ کو بہت ہی اندیشہ تھا تجھ سے وضع ہونے کا (کیونکہ اپنے نزدیک رحم کو بہت بڑا عالم سمجھتا تھا اور چونکہ دنیا کو دیکھا نہ تھا اس لئے اس کو تنگ جانتا تھا۔ اور آتا ہوا گھبراتا تھا) اور جب پیدا ہو چکا اس وقت معلوم ہوا کہ بڑے تنگ جیل خانہ سے نجات ہوگئی اور ایسے عالم میں (دنیا میں آ پہنچا کہ جس کی ہوا بھی خوش اور رنگ بھی خوب (اسی طرح اب یہاں آ کر) عالم دنیا کو رحم کی طرح پایا جبکہ اس آتش میں ہر طرح کا آرام دیکھا (یعنی جس طرح دنیا میں آ کر رحم کی تنگی تحقیق ہوئی اسی طرح یہاں آ کر چونکہ عالم غیب کا مشاہدہ ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے سامنے دنیا تنگ معلوم ہوتی ہے) میں نے اس آتش میں ایک بڑا عالم دیکھا ہے کہ ایک ایک ذرہ اس میں حیات بخش ہے (کیونکہ عالم غیب میں تو موت نہیں ہے ہمیشہ کے لئے حیات ہی حیات ہے کما قال تعالیٰ وان الدار الاخرة لهی الحیوان اوراس کا دنیا سے بڑا ہونا ظاہر اور آیات واحادیث سے ثابت ہے) یہ عالم (جس کا اس وقت مشاہدہ کر رہا ہوں یعنی عالم غیب) شکلاً یعنی ظاہراً تو نیست ہے مگر ذاتاً یعنی واقع میں ہست ہے اور وہ جہاں (جس میں تو موجود ہے یعنی دنیا) شکلاً یعنی ظاہراً تو ہست ہے مگر بے ثبات ہے واقع میں (کیونکہ عالم غیب محسوس نہیں تو ظاہراً معدوم ہوا لیکن اس کو بقاء ابدی ہے اس لئے واقع میں موجود کہنے کے قابل وہی ہوا اور دنیا محسوس ہے تو ظاہراً موجود ہی لیکن اس کو فناء ہے اس لئے واقع میں معدوم کہنے کے قابل ہے قال تعالیٰ ما عندکم ینفد وما عندالله باق و قال والاخرة خیر وابقیٰ

اندر آ مادر بحق مادری	بیں کہ ایں آذر ندارد آذری
ماں! اندر آ مادری حقوق کا واسطہ	دیکھ یہ آگ آگ کی تاثیر نہیں رکھتی ہے
اندر آ مادر کہ اقبال آمدست	اندر آ مادر مدہ دولت زدست
ماں! اندر آ کہ خوش قسمتی آ گئی ہے	ماں! اندر آ دولت کو ہاتھ سے نہ دے
قدرت آں سگ بدیدی اندر آ	تا بہ بینی قدرت و لطف خدا
تو نے اس کتے کی طاقت دیکھ لی اندر آ	تاکہ تو اللہ کی قدرت اور مہربانی دیکھ لے
من ز رحمت میکشایم پائے تو	کز طرب خود نیستم پروائے تو
میں محبت کی وجہ سے تیرا پیر کھول رہا ہوں	(ورنہ) خوشی کی وجہ سے مجھے تیری پروا نہیں ہے
اندر آ و دیگراں راہم بخواں	کاندر آتش شاہ بنہاد دست خواں
اندر آ جا اور دوسروں کو بھی بلا لے	کیونکہ آگ میں شاہ نے دستر خوان بچھا دیا ہے

آذر آتش آذری ناریت یعنی اے ماں اندر آ جا میں تجھ کو حق مادری کے وجہ سے بلاتا ہوں (یعنی چونکہ مجھ پر تیرا حق ہے کہ تیری خیر خواہی کروں اس لئے یہ مشورہ دیتا ہوں) آ کر تو دیکھ اس آگ میں صفت آگ ہونے کی نہیں اے ماں اندر آ جا کہ اقبال وخوش بختی کا موقع آ گیا ہے اور ایسی دولت کو ہاتھ سے نہ دے تو اس سگ یہودی کی قدرت تو دیکھ چکی (کہ مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر آگ میں جھونک دیا) اب یہاں آ تا کہ خدائے تعالیٰ کی قدرت و لطف کا مشاہدہ کرے کہ (آگ کو انہوں نے باغ و بہار بنا دیا) میں صرف محبت کی راہ سے تیرا پاؤں (زنجیر جس دنیا سے کھولنا چاہتا ہوں (کہ تجھ کو اصرار سے بلا رہا ہوں یعنی تیرے ہی فائدہ کی نظر سے تجھ کو ترغیب دے رہا ہوں ورنہ میری ذاتی غرض اس سے متعلق نہیں ہے) کیونکہ شدت طرب سے خود مجھ کو تیری پرواہ نہیں ہے (خواہ آوے یا آوے) تو بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اندر آ جا اور دوسروں کو بھی بلا لے کیونکہ آگ میں بادشاہ حقیقی (حق تعالیٰ) نے خوان نعمت لگا رکھا ہے۔

اندر آئید اے پروانہ وار	اندر ایں آتش کہ دارد صد بہار
اے لوگو! سب کے سب پروانوں کی طرح اندر آ جاؤ	اس آگ میں جس میں سیکڑوں بہاریں ہیں
اندر آئید اے مسلماناں ہمہ	غیر عذب دیں عذاب ست آں ہمہ
اے مسلمانو! سب اندر چلے آؤ	دین کے میٹھے پانی کے علاوہ سب عذاب ہے
اندر آئید و بہ بینید ایں چنیں	سرد گشتہ آتش گرم مہیں
اندر آ جاؤ اور دیکھو کہ کس طرح	یہ دہکتی ہوئی آگ ٹھنڈی ہو گئی ہے؟
اندر آئید اے ہمہ مست و خراب	اندر آئید اے ہمہ عین عتاب
اے مست اور تباہ لوگو اندر آ جاؤ	اے مجسم عتاب اندر آ جاؤ
اندر آئید اندریں بحر عمیق	تا کہ گردد روح صافی و رقیق
اس گہرے سمندر میں ' اندر آ جاؤ	تاکہ روح صاف اور لطیف بن جائے

اب وہ لڑکا دوسرے مسلمانوں کو آگ میں بلاتا ہے کہ اے مسلمانو سب اندر آ جاؤ کیونکہ دین کے آب شیریں کے سوا سب چیزیں عذاب (روحانی) ہیں (تو جس حالت میں تم ہو وہ عذاب اور جو حالت یہاں پیش ہے وہ حلاوت دین ہے تو اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرو) اے مسلمانو پروانہ کی طرح سب اسی آگ میں آ جاؤ جس میں صدہا بہاریں ہیں اور تم لوگ کہ (محبت دنیا سے) مست و خراب ہو رہے ہو اور اس یہودی کے معتوب بن رہے ہو آگ کے اندر آ جاؤ کہ سب جھگڑوں سے نجات ہو اور تم اس عمیق دریا یعنی رحمت) میں آ جاؤ تا کہ تمہاری روح صاف اور لطیف ہو جاوے اور دنیا کی کدورت و کثافت سے نجات ہو جاوے۔

مادرش انداخت خود را نزد او	دست او بگرفت طفل مہر جو
اس کی ماں نے اپنے آپ کو اس کے پاس پھینک دیا	محبت کے جو یاں بچے نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا
اندر آمد مادر آں طفل خورد	اندر آتش گوئے دولت را ببرد
اس چھوٹے بچے کی ماں اندر آ گئی	آگ میں ماں نے دولت کی بازی جیت لی
مادرش ہم زاں نسق گفتن گرفت	در وصف لطف حق سفتن گرفت
اس کی ماں نے بھی اسی طرح کہنا شروع کر دیا	اللہ کی مہربانی کے موتیوں کو پرونا شروع کر دیا
بانگ میزد درمیان آں گروہ	پر ہمی شد جان خلقاں از شکوہ
اس جماعت میں وہ پکار رہی تھی	لوگوں کی جان عظمت سے پر ہو رہی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

نعرہ میزد خلق را کاے مرد ماں	اندر آتش بنگرید ایں بوستاں
اس نے لوگوں کو پکارا اے لوگو!	آگ کے اندر اس باغ کو دیکھو

یعنی اس لڑکے کی ماں نے اپنے آپ کو اس لڑکے کے پاس آگ میں ڈال دیا اور اس مہر جو نے فوراً اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر تو اس کی ماں نے بھی اسی طرح کہنا شروع کیا اور بیان لطف حق کے موتی پرونے شروع کئے یعنی مثل لڑکے کے لطف حق کا بیان شروع کیا جو اس کو آگ میں مشاہدہ ہوا) اس طفل خرد کی ماں نے آگ میں جا کر دولت حاصل کی اور خلقت کو چلا چلا کر کہنے لگی کہ اے لوگوں آگ میں یہ باغ دیکھو وہ اس گروہ کے درمیان آوازیں دے رہی تھی اور خلقت کے دل (اس کلام کی) عظمت اور وقعت سے پر ہو رہے تھے (کہ اس کو سن کر مغلوب الحال اور مست شوق ہوے جاتے تھے۔

انداختن مرد ماں خودرا در آتش از سر ذوق

ذوق کی وجہ سے لوگوں کا اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا

خلق خود را بعد زاں بیخویشتن	میفکندند اندر آتش مرد و زن
اس کے بعد بے خود ہو کر لوگ اپنے آپ کو	مرد و عورت آگ میں ڈال رہے تھے
بے موکل بے کشش از عشق دوست	زانکہ شیریں کردن ہر تلخ از دوست
دوست کے عشق کی وجہ سے کسی کے بلانے اور کشش کے بغیر	اس لئے کہ ہر تلخ کا شیریں کردینا اسی کی جانب سے ہے
تا چناں شد کاں عواناں خلق را	منع میکردند کاتش درمیا
یہاں تک ہوا کہ وہ سپاہی لوگوں کو	منع کرتے تھے کہ آگ میں نہ آؤ
آں یہودی شد سیہ روی و خجل	شد پشیماں زیں سبب بیمار دل
وہ یہودی سیہ رو اور شرمندہ ہو گیا	دل کا بیمار اس وجہ سے پشیمان ہو گیا
کاندر آتش خلق عاشق تر شدند	در فنائے جسم صادق تر شدند
کہ لوگ آگ میں گرنے کے اور زیادہ عاشق ہو گئے	جسم کو فنا کرنے میں اور سچے ہو گئے

یعنی تمام لوگ مرد وزن اس کے بعد بے خود ہو کر اپنے کو آگ میں ڈالنے لگے نہ ان پر کوئی شخص ظاہر میں مسلط تھا (کہ ان کو آگ میں زبردستی پھینکے) نہ کوئی ظاہری سامان کشش کا تھا (کہ کوئی چیز لذت و رغبت کی نظر آتی اور اس کی حرص میں چلے جاتے) محض اللہ تعالیٰ کے عشق سے یہ بات ہو رہی تھی کیونکہ تلخ (ناگوار) کا شیریں (گوارا) کر دینا تو ان ہی کا کام ہے پھر تو یہ نوبت ہوئی کہ سپاہی عام لوگوں کو روکتے تھے کہ آگ میں مت جاؤ اور وہ یہودی خوب

www.besturdubooks.wordpress.com

سیاہ رو اور خجل ہوا اور بہت پشیمان ہوا اور دل افسردہ اور دست ہو گیا (کیونکہ لوگ اور زیادہ ایمان کے عاشق اور طالب ہو گئے (جس کے مٹانے کی اس نے فکر کی تھی اور اپنے جسم کے فنا کرنے میں اور زیادہ پختہ ہو گئے۔

مکر شیطاں ہم درو پیچید شکر	دیو خود را ہم سیہ رو دید شکر
شکر ہے شیطان کا مکر اسی کو چٹ گیا	شکر ہے شیطان نے اپنے آپ کو بھی کالا منہ دیکھا
آنچہ میمالید بر روئے کساں	جمع شد در چہرۂ آں ناکساں
(وہ سیاہی) جو وہ لوگوں کے منہ پر ملتا تھا	ان کمینوں کے چہروں پر اکٹھی ہو گئی
آنکہ می درید جامۂ خلق چست	شد دریدہ آن اوزیشاں درست
جو تیزی سے لوگوں کی جامہ دری کرتا تھا	اس کا جامہ چاک ہو گیا ان کا درست ہو گیا

(ناکساں جمع ناکس بمعنی سرنگوں آن (او چیز او مراد جامۂ او زیشان بسبب ایشان درست علی وجہ الکمال در ترکیب حال ست یہ مقولہ مولانا کا ہے فرماتے ہیں کہ) خدا کا شکر ہے شیطان کا (یعنی اس یہودی بادشاہ کا) مکر اسی شیطان کی طرف لوٹ گیا اور اسی کو جا لپٹا اور شیطان نے اپنے ہی کو سیہ رو دیکھ لیا (یعنی اوروں کو ذلیل کرنا چاہا تھا خود ہی ذلیل وخوار ہو گیا) اوروں کے چہروں پر جو (سیاہی) ملتا پھرتا تھا وہ سب ان ہی نگونساروں کے (یعنی یہودی بادشاہ اور اس کے اعوان وانصار کے چہرہ پر جمع ہو گیا اور جو شخص چستی چالاکی سے مخلوق کی جامہ دری کرتا تھا (یعنی مخلوق کو ہلاک وتباہ کرنا چاہتا تھا) ان خلائق کی مظلومیت کے اثر سے پورے طور پر اسی کا جامہ دریدہ ہو گیا (یعنی وہی تباہ ہو گیا)

کژ ماندن دہان آں شخص کہ نام پیغمبرؐ را بہ تسخر برد

اس شخص کا منہ ٹیڑھا رہ جانا جس نے آنحضورؐ کا نام تمسخر کے ساتھ لیا تھا

یہ سرخی مضمون سابق سے مربوط ہے کہ جس طرح اس شخص نے حضور کے نام پاک کو لہجہ سے کج کرنا چاہا اور خود ہی اس کا منہ کج ہو گیا اسی طرح اس یہودی نے جس ذلت میں اوروں کو مبتلا کرنا چاہا تھا خود ہی اس میں مبتلا ہو گیا۔

ف: یہ روایت کہیں حدیث میں نظر سے نہیں گزری

آں دہن کژ کرد واز تسخر بخواند	نام احمدؐ را دہانش کژ بماند
جس نے منہ ٹیڑھا کیا اور تمسخر سے لیا	احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام اس کا منہ ٹیڑھا رہ گیا
باز آمد کاے محمدؐ عفو کن	اے ترا الطاف وعلم من لدن
واپس آیا کہ اے محمدؐ معاف کر دیجئے	اے (حضرت) آپ کو مہربانیاں اور علم لدنی حاصل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

من ترا افسوس می کردم زجہل	من بدم افسوس رامنسوب واہل
میں نے جہالت کی وجہ سے آپ کا مذاق اڑایا	(حالانکہ) تمسخر کے قابل اور مستحق تو میں تھا

افسوس استہزاء وتمسخر مطلب یہ کہ ایک شخص نے براہ تمسخر منہ ٹیڑھا کر کے حضور ﷺ کا نام مبارک لیا تو اس کا منہ ٹیڑھا کا ٹیڑھا رہ گیا حضور کے پاس دوڑا آیا کہ یارسول ﷺ آپ کو الطاف اور علوم لدنی حاصل ہیں میرا قصور معاف کر دیجئے میں جہالت سے آپ سے استہزاء کرتا تھا اور واقع میں میں خود استہزا کے لائق اور اس سے نسبت رکھتا تھا۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد	میلش اندر طعنۂ پاکاں برد
جب خدا چاہتا ہے کہ کسی کی پردہ دری کرے	اس کا میلان پاک لوگوں پر طعنہ زنی میں کر دیتا ہے
ور خدا خواہد کہ پوشد عیب کس	کم زند در عیب معیوباں نفس
اور اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کی عیب پوشی کرے	تو عیب داروں کے عیب بھی نہیں بیان کرتا

چونکہ اوپر اس شخص کے طعن واستہزاء کا بیان تھا اس مناسبت سے اس کی مذمت بیان کرنے لگے فرماتے ہیں کہ (جب اللہ تعالیٰ کسی کی پردہ دری اور رسوائی چاہتے ہیں تو اس کا میلان نیک لوگوں کے طعن میں پیدا کر دیتے ہیں اور جب کسی کی عیب پوشی ان کو منظور ہوتی ہے تو وہ شخص عیب دار لوگوں کے عیب میں بھی کلام نہیں کرتا۔

چوں خدا خواہد کہ ماں یاری کند	میل مارا جانب زاری کند
جب خدا ہماری مدد کرنا چاہتا ہے	تو ہمیں انکساری کی طرف مائل کر دیتا ہے
اے خنک چشمیکہ او گریان اوست	وے ہمایوں دل کہ او بریان اوست
بڑی مبارک ہے وہ آنکھ جو اس کے لئے روتی ہے	(اور) وہ دل بہت مبارک ہے جو اس کے لئے جل بھن رہا ہے
از پئے ہر گریہ آخر خندہ ایست	مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست
ہر رونے کے بعد بالآخر ہنسی ہے	انجام پر نظر رکھنے والا مبارک انسان ہے
ہر کجا آب رواں سبزہ بود	ہر کجا اشک رواں رحمت شود
جہاں کہیں آب رواں ہو سبزہ ہوتا ہے	جہاں کہیں اشک رواں ہو رحمت ہوتی ہے
باش چوں دولاب نالاں چشم تر	تاز صحن جانت بر روید خضر
رہٹ کی طرح نالاں اور گریاں رہ	تاکہ تیری روح کے صحن سے سبزہ اگے

(خضر بکسرتین تازگی وسبزی) چونکہ اوپر اس شخص کا یہ بھی ذکر تھا کہ حضور انور ﷺ کے حضور میں معذرت اور

www.besturdubooks.wordpress.com

عاجزی کرنے آیا اس مناسب سے عجز وزاری کی مدح کرنے لگے فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ ہماری نصرت فرمانا چاہتے ہیں تو ہمارا میلان عجز وزاری کی طرف پیدا کردیتے ہیں اور وہ آنکھ نہایت خنک ہے جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں گریاں ہو اور وہ دل بہت مبارک ہے جو اللہ تعالیٰ کے عشق میں بریان ہے ہر گریہ کا انجام خندہ ہوتا ہے (جیسا ارشاد ہے ان مع العسر یسرا) اور جو شخص انجام بین ہو وہ نہایت مبارک شخص ہے (آگے روانی اشک کی خوبی کی مثال دیتے ہیں کہ جہاں آب رواں ہوتا ہے وہاں سبزہ ہوتا ہے اسی طرح جہاں اشک رواں ہوگا وہاں توجہ رحمت ہوتی ہے تم دولاب کی طرح چشم تر ہوتا کہ تمہارے میدان جان میں سبزی جے (یعنی قلب میں انوار الٰہی کا فیضان ہو)

مرحمت فرمودہ سید عفو کرد	چوں زجرأت توبہ کرد آں روئے زرد
سید الکونینؐ نے رحم فرمایا معاف کر دیا	جب اس شرمندہ نے ہمت کر کے توبہ کی
رحم خواہی رحم کن براشکبار	رحم خواہی بر ضعیفاں رحم آر
تو رحم چاہتا ہے تو آنسو بہانے والے پر رحم کر	تو رحم چاہتا ہے تو کمزوروں پر رحم کر

یعنی حضور ﷺ نے اس شخص پر رحم فرمایا اور اس کا قصور معاف کردیا جب اس شرمندہ نے اپنی جرات سے توبہ کرلی (حضور ﷺ کے عفو فرمانے کی مناسبت سے مولانا خطاب عام فرماتے ہیں کہ) اگر تم کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور لطف حاصل کرنا مقصود ہو تو رونے والوں پر اور ضعیف لوگوں پر تم بھی رحم کرو۔

عتاب کردن جہود آتش را کہ چرا نمی سوزد و جواب او

یہودی (بادشاہ) کا آگ پر غصہ کرنا کہ کیوں نہیں جلاتی اور اس کا جواب

رو بآتش کرد شہ کاے تند خو	آں جہاں سوز طبیعی خوت کو
بادشاہ آگ کی طرف متوجہ ہوا کہ اے بد مزاج!	تیری دنیا کو جلانے والی فطری عادت کہاں ہے؟
چوں نمی سوزی چہ شد خاصیت	یاز بخت ما دگر شد نیت
تو جلاتی کیوں نہیں، تیری خاصیت کہاں گئی؟	یا ہمارے نصیب سے تیری نیت بدل گئی
می نہ بخشائی تو بر آتش پرست	آنکہ نپرستد ترا چوں او برست
تو آگ کے پوجنے والے کو بھی نہیں بخشتی ہے	جو تجھے "نہیں پوجتا" وہ کیوں بچ گیا
ہرگز اے آتش تو صابر نیستی	چوں نسوزی چیست قادر نیستی
اے آگ! تو صبر کرنے والی ہرگز نہیں ہے	کیوں نہیں جلاتی ہے؟ کیا ہے جو تو قادر نہیں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم بندست اے عجب یا ہوش بند	چوں نسوزاند چنیں شعلہ بلند
ہائے تعجب ! یہ نظر بندی ہے یا حواس بندی	ایسا بلند شعلہ جلاتا کیوں نہیں ہے؟
جادوئے کردت کسے یا سیمیات	یا خلاف طبع تو از بخت ماست
کسی نے تجھ پر جادو کیا ہے یا طلسم	یا تیری طبیعت کے خلاف (کام) ہمارے نصیب کی وجہ سے ہے؟

پھر رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی اس یہودی بادشاہ نے (غیظ و غضب میں مجنونانہ) آگ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تو تو تندخو (یعنی طبعاً بڑی تیز ہے وہ تیری طبعی عادت جو کہ جہاں سوز ہے کہاں گئی گزری تو جلاتی کیوں نہیں تیری خاصیت کہاں چلی گئی (ہماری قسمت سے تیری بنیاد (اصل و ماہیت) ہی بدل گئی (کہ تو آگ ہی نہیں رہی) تو تو کبھی آتش پرست پر بھی رحم نہ کرتی اور جو تیری پرستش بھی نہیں کرتا (جیسے یہ آگ میں گرنے والے بچے وزن اور مسلمان) وہ کیونکر بچ گیا یہ تو احتمال نہیں کہ تو جلانے سے صبر کرتی ہو کیونکہ تو صابر تو ہرگز نہیں ہے پھر کیوں نہیں جلاتی کیا جلانے پر قادر نہیں ہے عجب قصہ ہے یہ نظر بندی ہے یہ ہوش بندی ہے (یعنی ہمارے بصر میں خلل ہے یا بصیرت میں) یہ اتنا بلند شعلہ جلاتا کیوں نہیں تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے یا کوئی طلسم و شعبدہ ہے یا تیرے مقتضائے طبیعت کے خلاف ہماری بدقسمتی سے وقوع میں آیا ہے۔

گفت آتش من ہمانم آتشم	اندر آتا تو ببینی تابشم
آگ نے کہا میں وہی آگ ہوں	اندر آجا تاکہ تو میری گرمی دیکھے
طبع من دیگر نگشت و عنصرم	تیغ حقم ہم بدستوری برم
میری طبیعت اور اصل نہیں بدلی ہے	میں خدا کی تلوار ہوں اجازت ہی سے کاٹتی ہوں
بر در خرگہ سگان ترکماں	چاپلوسی کردہ پیش میہماں
ترکمانوں کے کتے خیمہ کے دروازہ پر	مہمان کے آگے خوشامد کرتے ہیں
ور بخرگہ بگذرد بیگانہ رو	حملہ بیند از سگاں شیرانہ او
اگر خیمہ کے پاس سے اجنبی گزرتا ہے	تو وہ کتوں سے شیروں جیسا حملہ دیکھتا ہے
من ز سگ کم نیستم در بندگی	کم ز ترکے نیست حق در زندگی
میں غلامی میں کتے سے کم نہیں ہوں	اللہ تعالیٰ زندہ ہونے میں کسی ترک سے کم نہیں ہے

یعنی آگ نے (باذن حق تعالیٰ جواب دیا کہ میں وہی آگ ہوں تو اندر آ کر ذرا دیکھ میری حرارت کا تماشا تجھ کو نظر آوے میری خاصیت بدلی ہے نہ اصل اور ماہیت میں تغیر ہوا ہے مگر میں حق تعالیٰ کی تلوار ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اجازت ہی سے کاٹ سکتی ہوں (مستقل بالاختیار نہیں ہوں کہ بلا اجازت کچھ تصرف کرسکوں) دیکھو قوم ترکمان کے کتے ان کے خیموں کے دروازوں پر پڑے رہتے ہیں اگر کوئی مہمان وشناسا آتا ہے تو اس کی کیسی چاپلوسی کرتے ہیں اور اگر کوئی شخص بیگانہ خیمہ پر آ گزرتا ہے تو وہ شخص دیکھتا ہے کہ وہ کتے شیروں کی طرح اس پر حملہ کرتے ہیں (جب ترکی کے روبرو کتے کا یہ حال ہے تو (میں بندگی اور فرماں برداری میں کتے سے کم نہیں ہوں' اور حق تعالیٰ صفت حی وقیوم ہونے میں ترکی سے کم نہیں ہیں (تو میں ان کی اطاعت کیسے نہ کروں)۔

آتش طبعت اگر غمگیں کند	سوزش از امر ملیک دیں کند
اگر تیرے مزاج کی آگ تجھے غمگین کرتی ہے	دین کے مالک کے حکم سے سوزش کرتی ہے
آتش طبعت اگر شادی دہد	اندر و شادی ملیک دیں نہد
اگر تیرے مزاج کی گرمی' خوشی دیتی ہے	دین کا مالک' اس میں خوشی رکھ دیتا ہے
چونکہ غم بینی تو استغفار کن	غم بامر خالق آمد کارکن
جب تو غم دیکھے تو توبہ کر	غم خدا کے حکم سے کام کرتا ہے
چوں بخواہد عین غم شادی شود	عین بند پائے آزادی شود
جب وہ چاہتا ہے عین غم' خوشی بن جاتا ہے	خود بیڑی' آزادی بن جاتی ہے

کارکن اسم فاعل ترکیبی (یہاں سے انتقال ہے اوپر آتش ظاہری کا تابع فرمان الٰہی ہونا مذکور تھا اب آتش باطنی کا تابع فرمان ہونا مذکور ہوتا ہے) مطلب یہ کہ اگر آتش طبع (روحی طبعی جس کو حار ہونے کی وجہ سے آتش کہہ دیا) تجھ کو غمگین کرے (یعنی تمہاری طبیعت کسی غمناک واقعہ سے متاثر ہو کر تمہارے لئے جب غم ہو جاوے) تو یہ سمجھ لو کہ وہ شاہ دین (حق سبحانہ وتعالیٰ کے حکم (تکوینی) سے سوزش (اور اثر) پیدا کرے گی اسی طرح اگر آتش طبع تجھ کو خوشی بخشے تو اس میں بھی حق تعالیٰ ہی خوشی کا اثر رکھ دیں گے (تو یہ آتش بھی مثل آتش ظاہری کے مسخر قدرت ہے) جب یہ بات ہے تو تم جب کبھی غم دیکھو تو فوراً استغفار کرو کیونکہ وہ غم بحکم خالق کارکن اور مؤثر ہوا ہے (کہ اللہ تعالیٰ نے کسی گناہ کی وجہ سے تم پر مسلط فرما دیا ہے جب تم رجوع الی اللہ کرو گے اور گناہ معاف کرا لو گے اللہ تعالیٰ اس غم کو حکم فرما دیں گے کہ دفع ہو جاوے گا کیونکہ ان کو جب منظور ہوتا ہے تو خود غم ہی خوشی بن جاتا ہے اور خود زنجیر پائے آزادی ہو جاتی ہے (یعنی ان کی ایسی قدرت کاملہ ہے کہ زوال کے غم کے لئے سبب غم کے ازالہ کی ان کو ضرورت نہیں بلکہ ممکن ہے کہ سبب باقی رہے اور اس کا اثر بدل جاوے کہ پہلے وہی قصہ باعث غم تھا اب وہی قصہ بوجہ اس کے کہ اس کی حکمت منکشف ہو گئی یا اس میں اجر وثواب کی امید ہو گئی باعث مسرت ہو جاوے چنانچہ بارہا ایسا واقع ہوتا ہے۔

باد وخاک وآب وآتش بندہ اند	بامن وتو مردہ باحق زندہ اند
ہوا' مٹی' پانی اور آگ غلام ہیں	میرے اور تیرے اعتبار سے مردہ ہیں لیکن خدا کے نزدیک زندہ ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش حق آتش ہمیشہ در قیام	ہمچو عاشق روز و شب پیچاں مدام
آگ' اللہ کے سامنے ہمیشہ کھڑی ہے	عاشق کی طرح بے چان' دن اور رات مسلسل
سنگ بر آہن زنی آتش جہد	ہم بامر حق قدم بیروں نہد
تو لوہے پر پتھر مارے گا آگ نکلے گی	وہ بھی خدا کے حکم سے باہر نکلتی ہے
آہن و سنگ از ستم برہم مزن	کایں دو میزایند ہمچو مرد و زن
ظلم کے لوہے اور پتھر کو باہم نہ ٹکرا	اس لئے کہ دونوں مرد اور عورت کی طرح بچے دیتے ہیں

(اوپر صرف عنصر آتش کے تابع فرمان ہونے کا بیان تھا اب دیگر عناصر و مرکبات کا تابع ہونا بیان کرتے ہیں کہ) یہ چاروں عنصر حق تعالیٰ کے بندے ہیں ہمارے تمہارے روبرو گو مردہ ہیں مگر حق تعالیٰ کے روبرو زندہ ہیں (کہ حق تعالیٰ کی معرفت اور طاعت ان کو حاصل ہے) حق کے روبرو آگ ہمیشہ مثل عاشق بجان (بے اختیار و مدہوش کے شب و روز خدمت کے لئے کمر بستہ کھڑی ہے اسی طرح مرکبات کا حال ہے کہ) سنگ و آہن کو رگڑنے سے آگ جو نکلتی ہے وہ بھی حق تعالیٰ کے حکم سے نکلتی ہے (اس کے بعد بطور جملہ معترضہ کے نصیحۃً فرماتے ہیں کہ) ستم کے سنگ و آہن کو مت رگڑو (یعنی اپنے نفس پر معصیت سے یا اور پر ظلم مت کرو) کیونکہ ان سے مثل اقتران مرد و زن کے ہمذات بد پیدا ہوتے ہیں۔

ف: مولانا نے زندہ اند میں تصریح فرمادی ہے کہ ان جمادات میں کسی قدر حیات ہے اور اہل کشف کے نزدیک تو یہ مسئلہ بالکل محسوسات میں سے ہے مگر اہل استدلال میں سے بھی بہت سے محققین اس کے قائل ہوئے ہیں اور آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ میں جابجا ان اشیاء کے لئے صفات و خواص احیاء کو ثابت کیا گیا ہے قولہ ان منها لما يهبط من خشية الله لرايته خاشعاً متصدعاً من خشية الله قوله عليه السلام هذا جبل يحبنا و نحبه اور اس میں کوئی استبعاد نہیں نہ کوئی دلیل اس کی نافی ہے اور ممکن ہے کہ وہ حیات ایسی ہو جس سے قطع و برید کا الم ان چیزوں کو مدرک نہ ہوتا۔

سنگ و آہن خود سبب آمد ولیک	تو ببالا ترنگر اے مرد نیک
پتھر اور لوہا خود سبب ہیں لیکن	اے نیک مرد! تو زیادہ اونچا دیکھ
کیں سبب را آں سبب آورد پیش	بے سبب کے شد سبب ہرگز زخویش
اس لئے کہ اس سبب کو اس سبب نے پیدا کیا ہے	کوئی سبب' بلا کسی سبب کے خود بخود کب ہوا ہے؟
ایں سبب را آں سبب عامل کند	باز گاہے بے بر و عاطل کند
اس سبب کو وہ سبب' عمل کرنے والا بناتا ہے	پھر کبھی بے پر' اور معطل بنا دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

واں سبہا کانبیا را رہبرست	آں سبہا زیں سبہا برترست
وہ اسباب جو انبیاء کے رہنما ہیں	وہ اسباب ان اسباب سے بالاتر ہیں

(مضمون بالا کے ایک جزو کی تائید ہے کہ تمام ممکنات مسخرِ قدرت ہیں اور ان کے شعور وعدم شعور سے بحث نہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ (سنگ و آہن آگ پیدا ہونے کے لئے سبب بیشک ہے مگر تم اور دیکھو کہ اس سبب تحتانی کا سبب فوقانی کوئی اور چیز ہے کہ اس سبب تحتانی کو اس سبب فوقانی نے ظاہر کیا ہے بدوں اس سبب فوقانی کے یہ سبب تحتانی خود ہرگز نہیں ہوسکتا (کیونکہ یہ سبب تحتانی حادث ہے اور وجود حادث کے لئے محدث کی حاجت ہے اور انتہا اس کی کسی قدیم تک ہونا واجب ہے تاکہ تسلسل محال لازم نہ آوے اور یہ منتہائی سبب اصلی وفوقانی ہے اور وہ اسماء وصفات الٰہیہ ہیں جن کے تعلق سے عالم میں جو لوث پیدا ہوتے ہیں بعضے ابتداءً اور بعضے حوادث بتوسط دوسرے حوادث کے اور یہ دوسرے حوادث اسباب کہلاتے ہیں اور اپنے وجود میں یہ بھی مثل جمیع حوادث محتاج اسباب قدیمہ کے ہوں گے اور وہ اسباب قدیمہ کہ انبیاء علیہم السلام کے رہبر ہیں (کہ ان کا التفات وتوجہ ان کی طرف ہے) وہ ان اسباب حادثہ سے عالی اور فوق ہیں۔ (کیونکہ مؤثر عالی ہوتا ہے متاثر سے چنانچہ فرماتے ہیں کہ اس سبب حادث کو وہ سبب قدیم کا ہے با اثر کردیتا ہے اور گاہے بے اثر وبیکار کردیتا ہے کیونکہ اگر وہ اس میں اثر پیدا کرتا ہے تو اثر ہوتا ہے ورنہ نہیں ہوتا اس سبب حادث سے تو عقول عوام بھی واقف ہیں اور اس اسباب قدیمہ سے صرف انبیاء علیہم السلام واقف ہیں (یعنی اصالۃً دوسروں کو ان کی تعلیم سے تبعاً واقفیت ہوجاتی ہے۔

ایں سبب را محرم آمد عقل ما	واں سبہا راست محرم انبیا
اس سبب سے ہماری عقل واقف ہے	اور ان اسباب کو انبیاء جانتے ہیں
ایں سبب چہ بود بتازی گو رسن	اندریں چہ ایں رسن آمد بفن
یہ سبب کیا ہوتا ہے؟ عربی میں کہدے رسی	اس کنوئیں میں یہ رسی تدبیر سے آئی ہے
گردش چرخ ایں رسن را علت ست	چرخ گرداں را ندیدن زلت ست
گھرڑی کی گردش اس رسی کی علت ہے	گھرڑی گھمانے والے کو نہ دیکھنا غلطی ہے
ایں رسنہائے سبہا در جہاں	ہاں وہاں زیں چرخ سرگرداں مداں
دنیا میں ان اسباب کی رسیوں کو	ہرگز ہرگز اس گھومنے والے چرخ (آسمان) کی وجہ سے نہ جاننا
تانمانی صفر و سرگرداں چو چرخ	تانہ سوزی تو زبے مغزی چو مرخ
تاکہ تو خالی اور آسمان کی طرح سرگرداں نہ رہے	اور بے عقلی کی وجہ سے مرخ کی طرح نہ جلے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر کے اشعار میں ثابت کیا تھا کہ منتہی اسباب کا حق سبحانہ وتعالیٰ اور ان کے اسماء وصفات ہیں چونکہ بعض طبیعین ومنجمین منتہا اسباب کا فلک کو سمجھتے ہیں جن میں بعضے تو حق تعالیٰ کے وجود یا تاثیری کے منکر ہیں اور بعض اختیار وارادہ کے منکر ہیں اس لئے مولانا فلک کے منتہی الاسباب ہونے کو باطل فرماتے ہیں حال اشعار کا یہ ہے کہ اسباب جزئیہ کی مثال رسن کی سی ہے اور فلک کی مثال چرخی کی جس پر رسن کو کنویں میں چھوڑتے ہیں اور دنیا کی مثل چاہ کی سی تو جس طرح چرخی کے ذریعہ سے چاہ کے اندر رسن آتی ہوئی دیکھ کر کوئی شخص چرخی کو فاعل ومؤثر نہیں جانتا بلکہ جو شخص چرخی کو گھوما رہا ہے فاعل ومؤثر اسی کو سمجھتے ہیں اسی طرح فلک کو فاعل نہ سمجھنا چاہئے بلکہ وہ محض بمقتضائے ارادہ وحکمت الٰہی بعض اسباب حادث کا واسطہ ہے جیسے فصول اربعہ سبب ہیں ثمار وحبوب کے پیدا ہونے کا اور ان فصول اربعہ میں اجرام سماویہ کے حرکات واوضاع مختلفہ وطلوع وغروب وغیرہا کو باذن الٰہی کچھ دخل ہے مگر متصرف حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ سبب کے معنے لغت عربی میں رسن ہیں اور یہ رسن اس چاہ (دنیا) میں کی فاعل کی ہنرمندی سے پہنچی ہے (تو کسی اور فاعل کی ضرورت ہوئی اور فلک کی گردش (ظاہر میں اس رسن کی علت ہے (جیسے کنویں کی چرخی) مگر چرخی گھمانے والے کو نہ دیکھنا (جو فاعل حقیقی ہے) بڑی لغزش اور غلطی ہے پس اس عالم کے رسنہائے اسباب کو خبردار اس فلک متحرک کی طرف مت سمجھنا تاکہ مثل چرخی چاہ کے (تمیز وبصیرت سے خالی اور حرکت جاہلانہ سے) سرگردان نہ ہو جاؤ اور بے مغزی سے مرخ کی طرح (دوزخ میں) نہ جلو مرخ بفتح المیم وکسر الراء وسکونہا بضر ورۃ الشعر ایک درخت ہے جس سے آگ نکالتے ہیں اور اس کو سوختہ بناتے ہیں اس کو بے مغز اسلئے کہا کہ اگر اس میں اور کوئی منفعت مقصودہ سمجھی جاتی تو اس کو جلانے کے لئے تجویز نہ کرتے)

ف: ان اشعار میں حرکت فلک کا مضمون بناء علی المشہور والتمثیل ہے ورنہ اس پر کوئی دلیل عقلی ونقلی قائم نہیں ہوتی البتہ کواکب کی حرکت صحیح وثابت ہے۔

باد و آتش میشوند از امر حق	ہر دو سرمست آمدند از خمر حق
ہوا اور آگ اللہ کے حکم سے وجود میں آتے ہیں	اللہ کی شراب سے دونوں مست ہیں
آب حلم و آتش خشم اے پسر	ہم زحق بینی چو بکشائی نظر
اے بیٹا! برد باری کا پانی اور غصہ کی آگ	بھی تو اللہ کی جانب سے دیکھے گا اگر آنکھ کھولے گا
گر نبودے واقف از حق جان باد	فرق کے کرد میان قوم عاد
ہوا کی جانؔ اگر اللہ سے واقف نہ ہوتی	قوم عاد (کے نیک و بد) میں کب فرق کرتی؟

اس میں بھی وہی مضمون ہے تمام اشیاء کے مسخر قدرت ہونے کا یعنی حق تعالیٰ کے حکم سے ہوا آتش بن جاتی ہے (جیسا کتب طبیعات میں مذکور ہے اور مشاہدہ میں ہمیشہ آتا ہے کیونکہ باد وآتش دونوں شراب حق سے مست ہیں (یعنی ان کو جو حکم کیا جاتا ہے اس کا امتثال کرتے ہیں اور جس طرح یہ ظاہری باد وآتش مسخر حق ہیں اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح طبعی آب و آتش بھی مسخر ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ آب حلم اور آتش خشم کو حق تعالیٰ ہی کی طرف سے دیکھو گے اگر ذرا غور کرو گے یعنی طبیعت میں جو آثار و اخلاق برودت و حرارت سے پیدا ہوتے ہیں وہ بھی بامر حق ہیں اس کے بعد پھر مضمون سابق۔ باس وتو مردہ باحق زندہ اند۔ کی طرف رجوع کرتے ہیں جس میں مسخر قدرت ہونے کے ساتھ ان اشیاء کے ذی شعور و ذی ارادہ ہونے کا بھی اثبات تھا چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگر ہوا کی جان (روح) حق تعالیٰ سے واقف نہ ہوتی تو قوم عاد میں فرق کب کرتی (مسلمان جو خط کے اندر تھے ان کو گزند نہ پہنچا اور کفار جو خط سے باہر تھے ان کو ہلاک کر دیا اس خط کا بیان آگے آوے گا۔

ف: ظاہراً یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اہل ایمان کو گزند نہ پہنچانا اور کفار کو ہلاک کرنا اس کو مستلزم نہیں کہ ہوا میں حرکت ارادیہ ہو کیونکہ یہ اثر حرکت قسری پر بھی مرتب ہو سکتا ہے جواب یہ ہے کہ یہ امر محتمل ضرور ہے مگر قرائن قویہ سے ترجیح حرکت ارادیہ ہی کو معلوم ہوتی ہے کیونکہ حرکت قسریہ کے لئے خط کھینچنے کی حاجت نہیں تھی قاسر یعنی اللہ تعالیٰ سب کو جانتے ہیں ان کے لئے اس علامت کی کیا ضرورت ہے پس غالب یہی ہے کہ ہوا میں اللہ تعالیٰ نے حرکت ارادی پیدا کی تھی اور اس کو شعور دیا تھا اس کے امتیاز کے لئے خط کھینچا تھا کہ اس کے لئے علامت ہو خصوصاً جب علاوہ اس قرینہ کے نصوص بھی ظاہراً اس کے موید ہوں جیسا اوپر گزرا ہے اور یہ آیہ قالتا اتینا طائعین قریب قریب نص کے ہے اثبات شعور و ارادہ میں زمین و آسمان کیلئے اور گو حکماء نے بھی فلک میں ارادہ مانا ہے مگر وہ سب دلائل لغو ہیں اس لئے اس پر اعتماد نہیں کیا جاتا اور یوں نہ سمجھے کہ جمادات کے کل حرکات کو ارادیہ کہا جاتا ہے بعض ضرور قسری ہیں جیسا خود حیوانات کے بعض حرکت یقیناً قسری ہیں پھر بھی نفی ارادہ کی نہیں ہے۔

قصۂ ہلاک کردن باد قوم ہود علیہ السلام را

ہوا کا ہود علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کا قصہ

ہود گرد مومناں خطے کشید	نرم میشد باد کانجا میرسید
مومنوں کے چاروں طرف حضرت ہود نے خط کھینچ دیا	جب ہوا اس جگہ پہنچتی نرم پڑ جاتی
ہر کہ بیروں بود زاں خط جملہ را	پارہ پارہ می شکست اندر ہوا
جو اس خط کے باہر تھا سب کو	ہوا اندر سے ٹکڑے ٹکڑے کر رہی تھی
ہمچنیں شیبان راعی می کشید	گرد بر گرد رمہ خطے پدید
اسی طرح (حضرت) شیبان چرواہے کھینچ رہے تھے	ریوڑ کے چاروں طرف نمایاں خط
چوں بجمعہ میشد او وقت نماز	تا نیارد گرگ آں جا ترکتاز
جب نماز کے وقت جمعہ کو جاتے	تاکہ اس جگہ بھیڑیا غارتگری نہ کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ گرگے در نرفتے اندراں	گوسپندے ہم نگشتے زاں نشاں
اس میں کوئی بھیڑیا نہ گھستا	کوئی بکری بھی اس علامت سے باہر نہ نکلتی
باد حرص گرگ و حرص گوسپند	دائرہ مرد خدا را بود بند
بھیڑیے کی حرص اور بکری کی حرص کی ہوا	(اس) مرد خدا کے دائرہ میں بند تھی

ہوا خلا یعنی ہود علیہ السلام نے (جبکہ ان کے وقت میں ہوا کا طوفان آیا) اہل ایمان کے گرد ایک خط (بطور حصار کے) کھینچ دیا ہوا جب وہاں پہنچتی تھی نرم ہو جاتی تھی اور جو لوگ (کفار) اس خط سے باہر تھے ان کو خلا میں اٹھا کر ٹپک کر ریزہ ریزہ کر ڈالتی تھی؛ (اس سے ثابت ہوا کہ ہوا حق تعالیٰ کی فرمانبردار ہے آگے دوسرا قصہ بیان فرماتے ہیں جس میں اس مضمون سے ایک بات زائد بھی ہے یعنی بعض اوقات ان مخلوقات لایعقل کا اہل اللہ کے روبرو مسخر ہو جانا تو اللہ تعالیٰ کے روبرو مسخر ہونا تو بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگا وہ قصہ یہ ہے کہ اسی طرح شیبان راعی رحمۃ اللہ علیہ (کہ ایک بزرگ کاملین میں سے ہیں جب نماز جمعہ کو جانے لگتے تو اپنی جگہ گوسفندوں کے گرد ایک خط کھینچ دیتے تاکہ وہاں بھیڑیا آکر حملہ نہ کرے سو نہ تو اس خط کے اندر کوئی بھیڑیا آتا اور نہ اس کے باہر کوئی بکری نکلتی گویا گرگ کے اندر آنے کی حرص اور گوسفند کے باہر جانے کی حرص جو مشابہ ہوا کے ہے (کہ اس کا روکنا دشوار ہے) اس مقبول خدا کے حصار میں مقید ہو گئی تھی کہ حرص گرگ آگے نہ بڑھتی تھی اور حرص گوسفند باہر نہ جاتی تھی۔

ہمچنیں باد اجل با عارفاں	نرم و خوش ہمچو نسیم بوستاں
اسی طرح" اولیاء اللہ پر موت کی ہوا	باغ کی نسیم کی طرح نرم اور خوشگوار ہے
آتش ابراہیم را دنداں نزد	چوں گزیدہ حق بود چونش گزد
آگ نے (حضرت) ابراہیم کو تکلیف نہیں پہنچائی	جبکہ اللہ کا برگزیدہ ہو وہ کس طرح گزند پہنچائے؟
آتش شہوت نسوزد اہل دیں	باغیاں را بردہ تا قعر زمیں
دینداروں کو شہوت کی آگ نہیں جلاتی ہے	سرکشوں کو زمین کی تہ میں لے جاتی ہے
موج دریا چوں بامر حق بتاخت	اہل موسیٰ راز قبطی واشناخت
دریا کی موج چونکہ خدا کے حکم سے اٹھی	موسیٰ والوں کو قبطی سے پہچان لیا
خاک قاروں را چو فرماں در رسید	بازرو تخش بقعر خود کشید
قارون کی زمین کو جب حکم پہنچا	اس کو دولت اور تخت کے ساتھ اپنی گہرائی میں کھینچ لیا

(ان اشعار میں عناصر اربعہ کا مسخر قدرت ہونا تفصیلاً بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح زمانہ ہود علیہ السلام میں باد طوفان اہل ایمان کے لئے نرم ہو گئی تھی اسی طرح باد اجل (یعنی مرگ وبا کہ مہلک ہونے میں مشابہ باد عاد

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ہے اہل معرفت کے ساتھ نرم وخوش ہو جاتی ہے مثل باغ کے (کیونکہ ان کو رضا بالقضاء کی وجہ سے اس میں ناگواری نہیں ہوتی بلکہ راحت ہوتی ہے پس عنصر ہوا جو مشبہ بہ باد اجل کا ہے اور ہوائے معنوی کہ اجل ہے دونوں مسخر قدرت ہوئے کہ جس کو ایذا رسانی کا حکم ہوتا ہے اس کے حق میں موذی ہیں ورنہ راحت بخش آگے عنصر آتش کا اور اس کی مناسبت سے آتش معنوی کا کہ شہوت ہے بیان فرماتے ہیں کہ آتش نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دانت بھی نہیں لگایا جب وہ برگزیدہ حق تھے تو ان کو کب ایذا پہنچا سکتی تھی (کیونکہ حق تعالیٰ مقبولین کے ایذا پہنچانے کے لئے حکم نہیں فرماتے اور آتش بدوں حکم حق کے کچھ نہیں کر سکتی اسی طرح جو اہل دین ہیں وہ آتش شہوت سے (کہ آتش معنوی ہے) نہیں جل سکتے (یعنی مغلوب الشہوت نہیں ہوتے) اور باقی لوگوں کو یہ شہوت قعرِ زمین (دوزخ) تک لے جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اہل دین پر مسلط نہیں فرمایا اور وہ بدوں اذن الٰہی تسلط نہیں کر سکتی آگے عنصر آب کا بیان ہے کہ دریائے قلزم کی موج چونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف (اس کی تعمیل کرنے کو) دوڑی تابعین موسیٰ علیہ السلام کو قوم فرعون سے ممتاز کر کے پہچان لیا اور قوم موسیٰ علیہ السلام کو راستہ دے دیا اور قوم فرعون کو غرق کر دیا (آگے عنصر زمین کو بیان فرماتے ہیں کہ خاک قارون کو جب اللہ تعالیٰ کا حکم پہنچا تو اس کو مع زر اور تخت کے اپنے قعر میں کھینچ لیا (آگے بعض مرکبات عنصریہ کا مسخر قدرت ہونا مذکور ہے۔)

آب وگل چوں از دم عیسیٰؑ چرید	بال و پر بکشاد و مرغے شد پدید
مٹی اور پانی نے جب حضرت عیسیٰ کی پھونک کو چکھا	بال اور پر کھولے اور پرندہ بن گیا
از دہانت چوں برآید حمد حق	مرغ جنت سازدش رب الفلق
جب تیرے منہ سے اللہ کی تعریف نکلتی ہے	صبح کا رب اس کو جنت کا پرندہ بنا دیتا ہے
ہست تسبیحت بجائے آب وگل	مرغ جنت شد ز نفخ صدق دل
تیرا سبحان اللہ کہنا جو بجائے پانی اور مٹی کے ہے	دل کی سچائی کی پھونک سے جنت کا پرندہ بنا

یعنی آب گل نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک سے جب غذا حاصل کی (جب طین میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پھونک دیا) تو بال و پر کھول دئے اور پرندہ بن گیا (تو یہ مرکب بھی مسخر قدرت ہوا کہ یہ باذن الٰہی نفخ عیسوی سے پرندہ ہو گیا اور اعطر لو اطین معنوی کا مرغ معنوی بن جانا بیان فرماتے ہیں کہ) تمہاری تسبیح سبحان اللہ کہنا بمنزلہ آب وگل کے ہے (کیونکہ فعل جسم کا ہے جو کہ مرکب آب وگل وغیرہ سے ہے اور ناشی اور منشا میں مناسبت ہونا ضرور ہے تو گویا تسبیح بھی بجائے آب وگل کے ہو گئی) مگر بدولت نفخ صدق دل کے (کہ مشابہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نفخ کے ہے کہ صدق سے عبادت میں جان پڑ جاتی ہے جس طرح دم عیسیٰ علیہ السلام سے پرندہ میں جان پڑ جاتی تھی) وہ تسبیح مرغ جنت ہو گیا اسی طرح جب تیرے منہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد (الحمد للہ) نکلتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مرغ جنت بنا دیتے ہیں (تو یہ طین وطیر معنوی بھی مسخر قدرت ہیں کہ جس طرح بنانا چاہا

www.besturdubooks.wordpress.com

بن گیا۔ آگے اور قسم کے مرکب کا بیان ہے کہ اپنی ماہیت پر باقی رہے اور افعال و آثار دوسرے انواع کے اس میں پیدا ہو جاویں بخلاف اس مرکب مذکور کے کہ اس کی ماہیت ہی بدل گئی تھی کہ طین سے طیرہ ہو گیا اور کوہ اپنی ماہیت سے نہیں بدلا اور اسی حالت میں اس میں عاشقانہ حرکت پیدا ہو گئی چنانچہ فرماتے ہیں)

کوہ طوز از نور موسیٰ شد برقص	صوفی کامل شد و رست از نقص
کوہ طور (حضرت) موسیٰ کے نور سے رقص میں آ گیا	باکمال صوفی بن گیا اور نقص سے بری ہو گیا
چہ عجب گر کوہ صوفی شد عزیز	جسم موسیٰ از کلوخے بود نیز
اے عزیز! اگر پہاڑ صوفی ہو گیا تو کیا تعجب ہے	حضرت موسیٰ کا جسم بھی تو مٹی کا ہی تھا

یعنی کوہ طور نور موسیٰ علیہ السلام سے رقص (حرکت) میں آ گیا (نور الٰہی کو نور موسیٰ اس لئے کہہ دیا کہ مقصود اس نور کی تجلی سے موسیٰ علیہ السلام تھے) وہ پہاڑ صوفی کامل بن گیا (یعنی باعتبار اپنی حالت کے صوفی کامل کے مشابہ ہو گیا حرکت وجدیہ میں) اور نقصان (جمادیت) سے چھوٹ گیا (یعنی اس کی حالت جمادات کی سی نہ رہی کیونکہ ان میں یہ حرکت کہاں پس ثابت ہوا کہ کوہ طور بھی مسخر قدرت ہے اور اگر پہاڑ صوفی عزیز بن گیا (گو باعتبار تشابہ حالت سہی) تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جسم بھی تو کلوخ (یعنی عناصر سے جس میں مٹی غالب تھی) بنا تھا (پس جب ان کا صوفی ہونا مسلم ہے تو کوہ میں ان آثار کا پیدا ہونا کیوں ناممکن ہے غالباً مولانا کی رائے یہ ہے کہ اس میں کیفیت حبیہ عشقیہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی تھی۔

ف: ان تمام اشعار میں موجودات عالم کا مسخر قدرت ہونا بیان کیا گیا ہے پھر بعض میں شعور وارادہ کا بھی اثبات ہے اور بعض میں اس سے تعرض نہیں۔

طنز و انکار کردن بادشاہ جہود نصیحت ناصحاں را

یہودی بادشاہ کا نصیحت کرنے والوں کی نصیحت پر طنز اور انکار

ایں عجائب دید آں شاہ جہود	جز کہ طنز و جز کہ انکارش نبود
(جب) یہودی بادشاہ نے یہ عجائب دیکھے	سوائے طنز اور سوائے انکار کے اس سے کچھ نہ ہوا
ناصحاں گفتند از حد مگذراں	مرکب استیزہ را چنداں مراں
نصیحت کرنے والوں نے کہا، حد سے نہ گزر	جھگڑے کی سواری کو اس قدر تیز نہ دوڑا
بگذر از کشتن مکن ایں فعل بد	بعد ازیں آتش مزن در جان خود
قتل کرنا چھوڑ دے یہ برا کام نہ کر	اس کے بعد اپنی جان میں آگ نہ لگا

www.besturdubooks.wordpress.com

ناصحاں را دست بست و بند کرد	ظلم را پیوند در پیوند کرد
اس نے نصیحت کرنے والوں کے ہاتھ باندھے اور قید کر دیا	ظلم کو پیوند در پیوند کر دیا
بانگ آمد کار چوں اینجا رسید	پائے دارا اے سگ کہ قہر ما رسید
جب کام یہاں تک پہنچا آواز آئی	اے کتے! ٹھہر ہمارا قہر آ پہنچا ہے

یعنی یہ عجائب غرائب باتیں (بچہ کا آگ میں بولنا اور اس کی ماں اور خلائق کا اس میں گرنا اور نہ جلنا (اس یہودی بادشاہ نے دیکھیں مگر بجز طنز و انکار کے اس نے دوسرا کام نہ کیا (کہ توبہ کر لیتا) خیر خواہوں نے اس سے کہا کہا کہ اپنے کو حد سے نہ بڑھانا چاہئے اور مرکب مخالفت کو اس قدر نہ چلانا چاہئے اب قتل کرنے سے درگزر کرو اور یہ فعل بدمت کرو اور اس وقت کے بعد سے اپنی جان میں آگ مت لگاؤ (یعنی اپنے کو ہلاک و وبال میں مت ڈالو معلوم ہوتا ہے کہ جب آگ میں لوگ نہ جلے تو تلوار سے قتل کرنا شروع کیا ہو۔ اسی لئے بگذر از کشتن کہا گیا) اس نے ان نصیحت کرنے والوں کو باندھ کر قید کر دیا اور ظلم کو اور زیادہ پیوند در پیوند کیا (یعنی ایک ظلم عالم تلوق پر دوسرے ان ناصحوں پر) جب نوبت (ظلم کی) یہاں تک پہنچ گئی تو غیب سے ایک آواز آئی کہ او (ناپاک) کتے اچھا ٹھہر تو سہی اب ہمارا قہر پہنچا (یعنی پہنچا چاہتا ہے۔)

بعد ازاں آتش چہل گز بر فروخت	حلقہ گشت و آں جہوداں را بسوخت
اس کے بعد آگ چالیس گز ابھری	گھیرا ڈالا اور ان یہودیوں کو جلا دیا
اصل ایشاں بود ز آتش ز ابتدا	سوئے اصل خویش رفتند انتہا
ان کی اصل شروع ہی سے آگ تھی	بالآخر اپنی اصل کی طرف چلے گئے
ہم ز آتش زادہ بودند آں فریق	جزو ہا را سوئے کل باشد طریق
وہ لوگ آگ ہی سے پیدا ہوئے تھے	اور اجزاء کا کل کی طرف راستہ ہوتا ہے
ہم ز آتش زادہ بودند آں خساں	حرف میراندند از نار و دخاں
وہ کمینے آگ سے پیدا ہوئے تھے	آگ اور دھویں کی بات کرتے تھے
آتش بودند مومن سوز و بس	سوخت خود آتش مر ایشاں را چو خس
وہ محض مومن سوز آگ تھے	آگ نے خود ان کو تنکے کی طرح جلا دیا

یعنی اس آواز آنے کے بعد آگ چالیس گز بلند بھڑکی اور مثل حلقہ کے ہو کر ان تمام یہودیوں کو جلا پھونک برابر کر دیا (آگے مولانا کا ارشاد ہے متضمن اسرار و نصائح خاتمہ سرخی تک) ان لوگوں کی اصل ابتدا سے آگ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھی اس لئے وہ لوگ اپنی اصل کی طرف چلے گئے اور جل گئے (آگ کو ان کی اصل مجازاً بایں معنیٰ کہا گیا کہ جس طرح ہر شے کو اپنی اصل سے مناسبت ہوتی ہے کفار کو دوزخ سے ایک خاص مناسبت ہے باعتبار تکوین کے بھی جیسا حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (آدمیوں کو پشت آدم سے نکال کر بعض کی نسبت فرمایا کہ یہ بہشت کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور بعض کی نسبت فرمایا کہ یہ دوزخ کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور نیز باعتبار صدور اعمال اختیاریہ کے بھی کہ جو اعمال موصل الی النار ہیں ان کی طرف کفار خوشی سے دوڑتے ہیں پس ان میں اور دوزخ میں بایں وجوہ ایک خاص مناسبت ہوئی پس گویا انکا اصل مادہ دوزخ ٹھہرا) وہ لوگ آتش سے پیدا ہوئے تھے (بتوجیہ مذکور) اور جزو کو ہمیشہ کل کی طرف راہ اور توجہ ہوتی ہے (اور ان کو آتش سے ایسی مناسبت تھی گویا) وہ خود بھی ایک قسم کے آتش تھے جو مومن سوز تھی (اس مناسبت کی وجہ سے) آگ نے ان کو خود مثل خس وخاشاک کے جلا دیا (کیونکہ ایک مجانس دوسرے مجانس کو اپنی طرف جذب کرتا ہے)

آنکہ او بودست ام الہاویہ	ہاویہ آمد مر اورا زاویہ
جو شخص ہاویہ (دوزخ) کی جڑ ہے	ہاویہ ہی اس کا گوشہ بنی
مادر فرزند جویائے وے ست	اصلہا مر فرعہا را درپے ست
بچے کی ماں اپنے بچے کی جویا ہے	جڑیں شاخوں کے درپے ہیں
آب اندر حوض گر زندانی ست	باد نشفش میکند کار کانی ست
پانی اگرچہ حوض میں بند ہے	ہوا اس کو جذب کرتی ہے کیونکہ وہ عنصری ہے
مے رہاند می برد تا معدنش	اندک اندک تانہ بینی بردنش
(ہوا) اس کو رہائی دیتی ہے اور اس کے معدن تک لے جاتی ہے	تھوڑا تھوڑا تاکہ تم اس کے لے جانے کو نہ دیکھو
ویں نفس جانہائے مارا ہمچناں	اندک اندک دزد داز حبس جہاں
اسی طرح یہ سانس ہماری جانوں کو	دنیا کے قید خانہ سے تھوڑا تھوڑا چراتا ہے

(امہ ہاویہ مبتدا خبر سے جملہ بن کر بود بمعنی کان کی خبر ہے اشارہ ہے طرف آیت قرآنی کے اوپر کے اشعار خاص کفار کے باب میں تھے اب قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ) جو شخص ایسا ہو کہ اس کی ماں (یعنی مسکن اصلی مثل رحم مادر کے) ہاویہ (دوزخ) ہو تو ضرور (باہمی مناسبت کی وجہ سے ہاویہ اس کے لئے گوشہ اقامت ہوگا کیونکہ فرزند کی ماں ہمیشہ (فطری مناسبت کی وجہ سے) اپنے فرزند کی جویان ہوتی ہے (اسی طرح دوزخ اپنی غذا کو کہ کفار ہیں مانگے گی اور کہے گی ھل من مزید جیسا قرآن مجید میں مذکور ہے بخلاف اہل ایمان کے کہ ان سے خود بعد چاہتی ہے جیسا حدیث میں ہے کہ جو شخص دوزخ سے پناہ مانگتا ہے دوزخ بھی کہتی ہے کہ اے اللہ اس کو

دوزخ سے علیحدہ رکھئے) اور اصول تو ہمیشہ فروع کے درپے رہتے ہیں (اور ان کو اپنے ساتھ متصل کرنا چاہتے ہیں اس کی مثال یہ ہے کہ پانی حوض میں اگرچہ مقید ہے مگر پھر بھی ہوا اس کو چوستی اور جذب کرتی ہے چونکہ ہوا پانی ارکانی یعنی عنصری چیز ہے۔ (سو دونوں کا عنصری ہونا اور دونوں کا ہیولیٰ میں متحد ہونا وجہ مناسبت کی ہے اور اس مناسبت کی وجہ سے ایک دوسرے کی طرف منقلب ہو جاتا ہے جیسا کتب فلسفہ طبعیہ میں مذکور ہے اور ہوا کا جاذب آب ہونا ذکر میں اس لئے خاص کیا گیا کہ یہ زیادہ واقع ہوتا ہے اور اس کا عکس کم پس گویا ہوا میں اصالت کے معنی زائد ہوئے) وہ ہوا اس پانی کو زندان حوض سے چھڑا کر اپنے معدن (کرہ) تک اس طرح آہستہ آہستہ لے جاتی ہے کہ تم کو محسوس بھی نہیں ہوتا کہ کتنا کس وقت لے گئی اور اسی طرح مثل تجاذب ہوا و آب باہمی مناسبت کی وجہ سے) یہ ہمارا سانس ہماری جانوں کو تھوڑا تھوڑا اس محبس دنیا سے (آخرت کی طرف لیے جاتا ہے (کیونکہ ارواح کو عالم غیب کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے تو ہر وقت ان کو اس عالم سے قرب ہو جاتا ہے اور اس کا ذریعہ اللہ تعالیٰ نے سانس کو بنایا ہے۔ کہ اس سے عمر گھٹتی ہے اور جس قدر عمر گھٹتی ہے موت اور آخرت نزدیک ہوتی جاتی ہے اس سے بھی تائید ہوئی کہ باہمی مناسبت کے سبب کشش ہوتی ہے آگے اسی تجاذب تابین پر تفریع کرکے فرماتے ہیں کہ یہ تجاذب عام و دائم ہے۔

تا الیہ یصعد اطیاب الکلم	صاعداً منا الیٰ حیث علم
یہاں تک کہ پاک کلمات اس (اللہ) کی طرف چڑھتے ہیں	ہماری طرف سے اس جگہ تک چڑھتے ہیں جس کو وہ جانتا ہے
ترتقی انفاسنا بالاتقاء	متحفا منا الیٰ دار البقاء
پرہیزگاری کی وجہ سے ہمارے سانس چڑھتے ہیں	ہماری جانب سے بطور تحفہ کے دارالبقاء تک
ثم یاتینا مکافات المقال	ضعف ذاک رحمۃ من ذی الجلال
پھر کلمات کا بدلہ ہمیں ملتا ہے	اس کا دو گنا ذوالجلال کی رحمت سے
ثم یلجینا الیٰ امثالھا	کی ینال العبد مما نالھا
پھر وہ ہمیں مجبور کرتا ہے ان جیسوں پر	تاکہ بندہ حاصل کرے وہی جو ان سے حاصل کر چکا ہے
ھکذا تعرج و تنزل دائما	ذا فلا زالت علیہ قائما
اسی طرح وہ چڑھتے اور اترتے ہیں ہمیشہ	یہ تو وہ اس پر ہمیشہ قائم ہیں

یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف صعود کرتے ہیں پاکیزہ کلمات درحالیکہ وہ صعود کرنے والے ہوتے ہیں ہمارے پاس سے اس مقام کی طرف کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں (اس مقام تک جانا یہی معنی ہیں اللہ تک جانے کے پس الیٰ حیث ترکیب میں بدل ہوگا الیہ سے۔ پس چونکہ کلمات طیبات اور اس مقام میں کہ مقام مقدس و مقام مقبول ہے باہم مناسبت ہے اس لئے باذن الٰہی وہ کلمات اس مقام میں پہنچتے ہیں سو اس سے بھی تجاذب جنسی کی تائید ہوئی

چڑھتی ہیں ہماری سانس (یعنی ہمارے کلمات) مکان پاک میں ایسی حالت میں کہ وہ تحفہ بھیجا گیا ہے ہماری طرف سے دار بقا کی طرف (کلمات کو سانس اس لئے کہہ دیا کہ کلمات اصوات خاصہ ہیں اور اصوات ہوا سے پیدا ہوتے ہیں اور یہی ہوا باعتبار آمد ورفت کے سانس ہے) پھر آتی ہے ہمارے پاس پاداش اس مقال (کلمات طیبات) کی اس مقال سے مضاعف بسبب رحمت کے ذوالجلال کی طرف سے (یعنی ان کلمات ذکر وتلاوت کی جزا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصل عبادت سے زائد ہو کر ملتی ہے وہ جزائے مضاعف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ذکر کو قبول فرماتے ہیں دوسرے خود بندہ کا ذکر فرماتے ہیں جیسا ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم تو بندہ نے ایک عمل کیا تھا اور ادھر سے دو چیزیں عطا ئیں پھر کشاں کشاں لاتا ہے ہم کو جزاء مضاعف ہونا (یعنی قبول وذکر) طرف امثال ان کلمات کے (یعنی اللہ تعالیٰ کے لطف قبول وعنایت ذکر کے اثر وبرکت سے پھر بندہ ویسی ہی عبادت اور ذکر کرتا ہے کیونکہ عبادت کے قبول ہونے میں یہ خاصیت ہے کہ بندہ کو اور زیادہ عبادت کی توفیق ہوتی ہے تاکہ حاصل کرے بندہ (دوسری عبادت کر کے) اس ثواب کو جس کو (پہلی عبادت کر کے حاصل کیا تھا) یعنی اس لئے توفیق دیتے ہیں کہ پھر اس کو جزا ملے اسی طرح عروج کرتے رہتے ہیں کلمات طیبات اور نزول کرتی رہتی ہے مکافات وجزاء ہمیشہ یہ کیفیت ہے عروج ونزول کی (فذا مبتداء حذف خبرہ العروج والنزول الدلالۃ المقام علیہ) پس ہمیشہ رہتے ہیں وہ کلمات اور مکافات اسی عروج ونزول پر قائم (یعنی کلمات کا عروج اور مکافات کا نزول ہمیشہ اسی طرح ہوتا ہے پس کلمات کا اپنے مناسب مقام پر جانا اور مکافات کا اپنے محل قابل کی طرف آنا یہ سبب موید ہے جذب جنسیت کا یا یوں کہا جاوے کہ مقصود صرف عروج کا مضمون ہے اور مضمون نزول صرف تتمیم کے لئے بیان کر دیا گیا ہے۔

پارسی گوئیم یعنی ایں کشش	زانطرف آمد کہ آمد ایں چشش
ہم فارسی میں کہتے ہیں یعنی یہ کشش	اس طرف سے آئی ہے کہ جس طرف سے ذوق آیا ہے
چشم ہر قومے بسوئے ماندہ است	کانطرف یکروز ذوقے راندہ است
ہر قوم کی نظر اس طرف رہتی ہے	کہ جس طرف ایک دن کوئی مزا حاصل کیا ہے

یعنی ہم زبان فارسی میں اس کا حاصل بیان کرتے ہیں کہ یہ کشش مذکور اس طرف سے ہوتی ہے کہ جس طرف سے اول یہ ذوق آیا تھا (یعنی ہر امر کا جس کے سبب سے ذوق پیدا ہوا ہے اسی کی طرف کشش ہوگی کیونکہ علت ذوق سے ضرور مناسبت ہوگی اور مناسبت میں کشش ضروری ہے مثلاً ذوق عبادت حق تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوا تو عبادت وعابد کی کشش اسی طرف ہوگی اور مثلاً ذوق معصیت کسی شیطان الانس یا جن کی صحبت سے ہوا تو اس عاصی کی کشش اسی طرف ہوگی ہر قوم کی آنکھ ادھر ہی لگی رہتی ہے جدھر ایک دن بھی ذوق کو متوجہ کیا ہو (یعنی جہاں سے کوئی ذوق خاص ملا ہے اسی طرف نگرانی قلب کی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ ذوق حاصل ہوتا ہے اپنے مجانس ومناسب سے تو بالضرور اسی طرف توجہ وکشش ہوگی جیسا آگے فرماتے ہیں کہ ذوق مجانس ہی سے ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ذوق جنس از جنس خود باشد یقیں	ذوق جزو از کل خود باشد بہیں
یقیناً جنس کو اپنی جنس سے ذوق ہوتا ہے	دیکھو! جزو کا ذوق اپنے کل سے ہوتا ہے
یا مگر آں قابل جنسے بود	چوں بدو پیوست جنس او شود
یا شاید وہ چیز جنس کو قبول کرنے والی ہے	جب اس جنس سے ملے اسی جنس کی ہو جائے
ہمچو آب و ناں کہ جنس ما نبود	گشت جنس ما و اندر ما فزود
جیسے پانی اور روٹی ہماری جنس کا نہ تھا	ہماری جنس بن گیا اور ہم میں اضافہ کر دیا
نقش جنسیت ندارد آب و ناں	ز اعتبار آخر آنرا جنس داں
پانی اور روٹی جنسیت کی صورت نہیں رکھتے	لیکن انجام کے اعتبار سے ان کو جنس سمجھو
ور بغیر جنس باشد ذوق ما	آں مگر مانند باشد جنس را
اور اگر غیر جنس سے ہمارا ذوق ہو گا	وہ شاید (ہماری) جنس سے مناسبت رکھتا ہو

(یا در قابل جنسی مصدریست بمعنی جنسیت) یعنی جنس کو یقیناً اپنی جنس سے ذوق حاصل ہوتا ہے اور جزو کو اپنے کل سے ذوق حاصل ہوتا ہے (کیونکہ ان میں مجانست و مناسبت ہے یا (اگر باہم ان میں بالفعل جنسیت نہ ہوگی تو) بالتحقیق وہ شئے جنسیت کے قابل ہوگی۔ اور جب یہ شئے (اس دوسری شے سے مل جاوے گی تو حقیقۃً جنس ہو جاوے گی (یعنی جنسیت ضرور ہے خواہ بالفعل ہو یا بالقوۃ کہ سر دست تو مغائر ہے مگر اس میں قابلیت ہے کہ جنس بن جاوے) مثلاً آب و نان ہے کہ وہ (بالفعل) ہماری جنس نہیں مگر (اس میں چونکہ قابلیت جنسیت کی ہے اس لئے بعد کھانے کے) وہ ہماری جنس ہو گیا اور ہمارے اندر (جزو بن کر) نشو و نما پیدا کر دیا تو آب و نان میں صورت جنسیت کی نہیں مگر دوسرے اعتبار سے (کہ اس میں اس وقت جنس بننے کی قابلیت ہے اور آئندہ حقیقۃً جنس بن جاوے گا اس اعتبار سے) اس کو جنس سمجھو (پس اس مجانست بالقوۃ کی وجہ سے آب و نان سے ذوق حاصل ہوتا ہے اور اس کی طرف میلان ہوتا ہے)

آنکہ مانندست باشد عاریت	عاریت باقی نماند عاقبت
جو مشابہ ہے وہ عارضی ہوتا ہے	انجام کار عارضی چیز باقی نہیں رہتی
مرغ را گر ذوق آید از صفیر	چونکہ جنس خود نیابد شد نفیر
پرندہ کو اگر سیٹی سے لطف آتا ہے	جب وہ اپنی جنس کو نہیں پاتا، بھاگ جاتا ہے
تشنہ را گر ذوق آید از سراب	چوں رسد در وے گریزد جوید آب
پیاسے کو اگر سراب سے ذوق آتا ہے	جب اس میں پہنچتا ہے، بھاگتا ہے، پانی کی جستجو کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مفلساں گر خوش شوند از زر قلب	لیک آں رسوا شود در دار ضرب
مفلس اگر کھوٹے سونے سے خوش ہوتے ہیں	لیکن وہ ٹکسال میں جا کر بے قدر ہو جاتا ہے

(اس میں تحقیق ہے اس امر کی کہ گاہ گاہ جو غیر جنس کی طرف میلان ہو جاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے تو اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ) اگر غیر جنس کی طرف ذوق میلان ہو تو وہ غیر جنس غالباً جنس کے ساتھ مشابہ ہوگا (یعنی اس میں کوئی وصف عارضی جنس کا سا ہوگا اس وصف کی وجہ سے میلان ہوگا تو وہ بھی حقیقت میں جنس ہی کا ذوق ہوا لیکن یہ ذوق قابل اعتبار نہیں کیونکہ جو وصف کہ اس کی وجہ سے صرف وہ شے مشابہ جنس ہے وہ (عارضی ہونے کی وجہ سے) مثل عاریت کے ہوگی اور عاریت باقی رہا نہیں کرتی (تو وہ وصف عارضی ضرور زائل ہوگا تو وہ ذوق و میلان بھی جو اس وصف پر مبنی تھا زائل ہو جاوے گا کیونکہ اگر وہ وصف لازم ہوتب تو وہ شے ہم جنس ہی ہوگی کیونکہ مجانست سے مراد مناسبت معتدبہ ہے خواہ امر ذاتی سے ہو یا امر عرضی سے لیکن وہ امر عرضی عرض لازم ہو عرض مفارق نہ ہو ورنہ مناسبت معتدبہ نہ ہوگی آگے اس کی مثالیں دیتے ہیں کہ) کسی پرندہ کو اگر صفیر صیاد سے (کہ اس مرغ کی سی آواز بنا کر بولتا ہے کہ وہ سن کر آ جاوے اور دام میں پھنس جاوے) ذوق حاصل ہو مگر جب آ کر اپنے جنس کو نہ پاوے گا تو ضرور اس کو نفرت اور وحشت ہو جاوے گی (گو مشابہت صوت کی وجہ سے ایک لمحہ کے لئے اس کو کشش اور موانست پیدا ہو گئی تھی مگر چونکہ وہ وصف اصلی نہ تھا اس لئے وہ موانست بھی زائل ہو گئی) اور مثلاً تشنہ کو اگر ریگ درخشان دیکھ کر اور غلطی سے اس کو پانی سمجھ کر ذوق پیدا ہو جاوے مگر جب اس کے پاس آوے گا تو اس سے بھاگ کر پر پانی کو تلاش کرے گا (گو تھوڑی دیر کے لئے تشابہ صورت کی وجہ سے اس کی طرف کشش ہو گئی تھی اور مثلاً مفلس لوگ کھوٹا سونا پا کر خوش ہو جاویں مگر جب وہ دار الضرب میں پہنچے گا (جہاں وہ پرکھا جاوے گا) تو رسوا و بے قدر ہو جاوے گا (گو بوجہ اس کے کہ وہ زر قلب صورت اور شکل میں زر خالص کے مشابہ تھا جو مفلسوں کا مطلوب ہے اور بوجہ مطلوبیت کے ان کی طبعیت کے مناسب اور مجانس ہے اس تشابہ کی وجہ سے تھوڑی دیر کے لئے وہ بھی ان کا مطلوب ہو گیا تھا مگر جب معلوم ہوا کہ یہ وصف اس کا اصلی نہیں ہے مطلوب نہ رہا)

تا ز راند و دیت از رہ نفکند	تا خیال کژ تراچہ نفکند
خبردار! کوئی طمع ساز تجھے راستہ سے نہ بھٹکا دے	خبردار کج خیالی تجھے کوئیں میں نہ گرا دے
از کلیلہ باز جو آں قصہ را	واندراں قصہ طلب کن حصہ را
اس قصہ کو کلیلہ و دمنہ میں تلاش کر	اور اس قصہ میں اپنا حصہ طلب کر
در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں	قشر و افسانہ بودے مغز جاں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ	چھلکا اور افسانہ تھا نہ کہ جان کا مغز

www.besturdubooks.wordpress.com

(یہ ماقبل پر تفریع ہے اور طالب طریقت کے لئے اس میں ارشاد و نصیحت ہے خلاصہ یہ کہ جب تم کو معلوم ہوا کہ بعض اوقات جس کی طرف کشش ہوتی ہے وہ قابل مطلوب ہونے کے نہیں ہوتا صرف مکر و فریب سے مطلوب کے سے اوصاف اپنے اندر پیدا کرنے سے اس کی طرف کشش ہونے لگتی ہے اور آخر میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ وصف اصلی نہیں اور یہ مطلوب بننے کے لائق نہیں تو تم ہوشیار رہو اور ہر درویشی کی شکل و وضع بنانے والے کے معتقد مت ہو جاؤ اور اس کو شیخ مت بنالو شاید وہ واقع میں کامل نہ ہو بلکہ محض مکار ہو اور تم کو وہ خراب نہ کرے چنانچہ فرماتے ہیں کہ (دیکھو ہرگز سونے کی قلعی (شیطان مردود کی تصنعات) تم کو راہ (خدا) سے دور نہ پھینک دے۔ (کہ طریق وصول سے دور ہو جاؤ) خبردار خیال کج (کہ مدعی کو محقق خیال کر کے اس کی متابعت کرنے لگو) تم کو چاہ ضلالت میں نہ ڈال دے (جس طرح اس خرگوش کے بہکانے سے اس شیر نے کنویں میں جھانک کر دیکھا اور صورت غیر واقعی کو واقعی سمجھ کر کنویں میں جا رہا جس کا قصہ اس کے بعد آتا ہے) کتاب کلیلہ و دمنہ میں اس قصہ کو تلاش کرو اور اس قصہ میں اپنا حصہ (نصیحت) حاصل کر دیوں تو تم نے اس کتاب میں پڑھا ہوگا مگر وہ محض پوست و افسانہ مغز (و نتیجہ) نہیں (اور ہم اس کو مع نتیجہ بیان کرتے ہیں اور شعر تا زراند و دیت کی یہ بھی ترکیب ممکن ہے کہ تا علت کا ہو اور باز جو جو شعر مؤخر میں ہے وہ اس کا عامل ہو مطلب ظاہر ہے کہ اس قصہ کو سمجھ کر پڑھ لو تا کہ زراندودی اور خیال کژ تم کو تباہ نہ کرے۔

تم الربع من الدفتر الاول بحمد الله تعالیٰ خامس شعبان ۱۳۲۰ھ

فی بلدہ لکھنو حین کنت مسافر الیہا

قصہ نخچیراں و بیان توکل و ترک جہد کردن

شکار کے جانوروں کا قصہ اور توکل اور کوشش ترک کر دینے کا

بیان ربط قصہ کا ماقبل کے ساتھ سرخی بالا کے ختم پر بیان ہو چکا ہے۔

طائفہ نخچیر در وادی خوش	بود شاں باشیر دائم کش مکش
شکار کے جانوروں کی ایک ٹکڑی ' عمدہ وادی میں	ان کے شیر کے ساتھ مستقل کشمکش رہتی تھی
بسکہ آں شیر از کمیں در می بود	آں چرا بر جملہ ناخوش گشتہ بود
چونکہ وہ شیر گھات سے اٹھا لے جاتا تھا	وہ چراگاہ سب کے لئے ناگوار ہو گئی تھی
حیلہ کردند آمدند ایشاں بہ شیر	کز وظیفہ ما ترا دادیم سیر
انہوں نے تدبیر کی ' وہ شیر کے پاس آئے	کہ تجھے ہم نے پیٹ بھر کر خوراک دینا منظور کیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جز وظیفہ در پئے صیدے میا	تانگردد تلخ برما ایں گیا
راتب کے علاوہ کسی شکار کے پیچھے نہ آ	تاکہ یہ گھاس ہمارے لئے کڑوی نہ بنے

یعنی کسی وادی میں ایک جماعت نخچیروں کی رہتی تھی مگر ایک شیر کے ہاتھ سے مصیبت میں مبتلا تھی چونکہ وہ شیر جب چاہتا جس کو چاہتا اٹھالے جاتا اس وجہ سے وہ چراگاہ سب کو تلخ معلوم ہوتی تھی آخر سب نے تدبیر کر کے شیر کے پاس آ کر کہا کہ ہم تیرا روزینہ مقرر کئے دیتے ہیں (جو حسب ضابطہ تیرے پاس پہنچ جایا کرے گا اور (جس سے تو ہمیشہ سیر رہے گا سو بجز اپنے معمولی روزینہ کے (کیفما اتفق) شکار کرنے کیلئے مت آیا کرتا کہ (اس اندیشہ میں) یہ گیاہ وسبزہ ہم کو تلخ نہ معلوم ہو۔

جواب شیر نخچیراں را وبیان خاصیت جہد

شیر کا شکار کو جواب دینا اور کوشش کی خاصیت کا بیان

گفت آرے گر وفا بینم نہ مکر	مکرہا دیدم بسے از زید و بکر
اس نے کہا ہاں اگر میں وفاداری دیکھوں نہ مکاری	زید و بکر کے میں نے بہت مکر دیکھے ہیں
من ہلاک قول و فعل مردمم	من گزیدہ زخم مار و کژدمم
میں لوگوں کے قول اور فعل سے تباہ ہوں	میں سانپ اور بچھو کا زخم خوردہ ہوں
نفس ہر دم از درونم در کمیں	از ہمہ مردم بتر در مکر و کیں
میرے اندر سے نفس ہر وقت گھات میں ہے	مکر اور کینہ میں سب انسانوں سے بدتر ہے
گوش من لایلدغ المومن شنید	قول پیغمبر بجان و دل گزید
میرے کان نے لایلدغ المومن سنا ہے	پیغمبر (ﷺ) کے قول کو جان ودل سے اختیار کرلیا ہے

یعنی شیر نے جواب دیا کہ (تمہاری تجویز میں) کیا مضائقہ بشرطیکہ ایفائے عہد دیکھوں کوئی مکر وفریب نہ ہو کیونکہ میں نے مختلف لوگوں کے بہت مکر دیکھے ہیں اور میں لوگوں کی کارروائیوں اور مکاریوں کا مارا ہوا پڑا ہوں۔ اور موذیوں کے نیش کا ڈسا ہوا ہوں (اس لئے مجھ کو اطمینان نہیں آگے مولانا بطور انتقال فرماتے ہیں کہ اسی طرح) نفس ہر وقت اندر گھات میں لگا بیٹھا ہے سب آدمیوں سے زیادہ مکر وکینہ (ضرر رسانی) میں مشغول ہے (اس قسم کے انتقالات سے تمام مثنوی اسی طرح یہ قصہ پڑھے اور یہی مضامین مصداق ہیں حصہ کے جسکی نسبت اس داستان سے ذرا قبل ارشاد ہوا تھا۔

؎ دانہ دان قصہ طلب کن حصہ را

کذا قال مرشدی آگے پھر شیر کا قول مذکور ہے کہ) میرے کان میں یہ حدیث پڑی ہوئی ہے لا یلدغ

المومن من جحر واحد مرتین یعنی ایماندار ایسا محتاط ہوتا ہے کہ ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا (مطلب یہ کہ جس امر سے ایک بار ضرر اٹھا چکا ہو اس امر کا ارتکاب پھر نہ چاہیے جیسا کہا گیا ہے من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ پس جب میں لوگوں کی بدعہدیاں دیکھ چکا ہوں تو پھر ان کے اوپر اعتماد کرنا غلطی ہے) پیغمبر ﷺ کا قول جان و دل سے قبول کر لیا ہے۔

ف: ہر چند کہ الفاظ حدیث کے عام ہیں ضرر دینی و دنیوی کو مگر چونکہ شریعت کو زیادہ نظر دین پر ہے اس لئے اصلی مقصود حدیث کا یہ ہوگا کہ اگر مومن کسی امر سے دینی ضرر دیکھ چکا ہو مثلاً کسی شخص کی صحبت کا اثر یہ پایا کہ اس سے عقائد یا اعمال یا اخلاق میں خرابی ہونے لگی تو دوبارہ اس صحبت کو اختیار نہ کرے ورنہ ضرر دنیوی کی نسبت تو ایک حدیث میں وارد ہے المومن غر کریم یعنی ایماندار بھولا ہوتا ہے کہ دنیوی معاملات میں دھوکہ کھا جاتا ہے اسی طرح دھوکہ باز کی معذرت سے دل فوراً صاف ہو جاتا ہے آئندہ دھوکہ دینے کی بدگمانی کم ہوتی ہے گو اس میں یہ بھی (احتمال ہو سکتا ہے کہ مطلب یہ ہو کہ وہ بوجہ کرم کے بھولا بن جاتا ہے اور دوسرے شخص کے دھوکہ بازی پر چشم پوشی کر جاتا ہے تا کہ وہ شرمندہ و ذلیل نہ ہو۔

باز ترجیح نہادن نخچیراں توکل را بر جہد و اکتساب

شکاروں کا کوشش اور کمانے پر توکل کو پھر ترجیح دینا

الحذر دع لیس یغنی عن قدر	جملہ گفتند اے امیر باخبر
احتیاط کو چھوڑ وہ تقدیر سے بے نیاز نہیں کرتی ہے	سب نے کہا اے باخبر سردار!
رو توکل کن توکل بہتر ست	در حذر شوریدن شور و شرست
جا! توکل کر توکل بہتر ہے	بچاؤ میں شور و شر کا برانگیختہ ہونا ہے
تا نگیرد ہم قضا با تو ستیز	با قضا پنجہ مزن اے تند و تیز
تا کہ خدائی فیصلہ تجھ سے برسر پیکار نہ ہو	اے تند و تیز! خدائی فیصلہ کا مقابلہ نہ کر
تا نیاید زحمت از رب الفلق	مردہ باید بود پیش حکم حق
تا کہ رب الفلق کی جانب سے عذاب نہ آئے	اللہ کے حکم کے سامنے مردہ ہو جانا چاہیے

یعنی سب نخچیر بولے کہ تم عذر و احتیاط کو ترک کر دو کیونکہ وہ تقدیر کے مقابلہ میں کافی و مانع نہیں ہوتی احتیاط کرنے میں خواہ مخواہ کا شور و شر ہے توکل کرنا چاہیے توکل بہتر ہے قضا و قدر کا مقابلہ مت کرو تا کہ قضا و قدر بھی تمہارے ساتھ سختی نہ کرے حق تعالیٰ کے حکم کے روبرو بالکل مردہ بن جانا چاہیے تا کہ حق تعالیٰ کی طرف سے

www.besturdubooks.wordpress.com

صدمہ نہ پہنچے (رب الفلق بمعنے خالق نور صبح)

ف: اس مقام پر شیر اور نخچیروں کا مناظرہ تدبیر اور توکل کی ترجیح میں مذکور ہے اور مضامین مناظرہ کے سب حق ہیں مگر ہر مضمون کا ایک مقام ہے کذا قال مرشدی رحمۃ اللہ تعالیٰ راقم نے مضامین طومار وزیر یہودی کے ضمن میں اس کی تفصیل لکھ دی ہے جس سے تدبیر اور توکل کے محل ومقامات کی تعیین ہوگئی ہے مگر دوبارہ دوسرے عنوان سے بطور تلخیص کے یہاں بھی لکھے دیتا ہوں اس کے سمجھنے کے بعد اگر مضامین مناظرہ پر منطبق کیا جاوے گا تو کسی مضمون میں اشکال وتعارض نہ رہے گا حاصل اس تلخیص کا یہ ہے کہ تدبیر میں دو مرتبے ہیں ایک اس کا نافع ہونا دوسرا اس کا جائز ہونا سو نافعیت میں تو یہ تفصیل ہے کہ اگر وہ تقدیر کے موافق ہوگی تو نافع ہوگی ورنہ نہیں اور اس کے جواز میں یہ تفصیل ہے کہ اس میں دو مرتبے ہیں ایک مرتبہ اعتقاد کا یعنی اسباب کو مثل حکماء طبعیین ومنکرین قدر کے مستقل بالتاثیر سمجھا جاوے سو یہ اعتقاد شرعاً حرام وباطل ہے البتہ تاثیر غیر مستقل کا اعتقاد رکھنا یہ مسلک اہل حق کا ہے جس کا انکار اور نفی کرنا جبر مذموم ہے دوسرا مرتبہ عمل کا یعنی مقاصد کے لئے اسباب اختیار کئے جاویں سو اس کا حکم یہ ہے کہ اس مقصد کو دیکھنا چاہئے کیسا ہے سو اس میں تین احتمال ہیں یا وہ مقصد دینی ہے یا دنیاوی مباح ہے یا معصیت ہے اگر معصیت ہے تو اس کے لئے اسباب کا اختیار کرنا مطلقاً ناجائز ہے اور اگر وہ دین ہے تو دیکھنا چاہئے کہ وہ امر دین واجب ہے یا مستحب اگر واجب ہے تو اس کے اسباب کا اختیار کرنا واجب ہے اور اگر مستحب ہے تو اس کے اسباب کا اختیار کرنا مستحب ہے اور اگر وہ دنیائی مباح ہے تو دیکھنا چاہئے کہ وہ دنیائی مباح ضروری ہے یا غیر ضروری اگر ضروری ہے تو اس کے اسباب کو دیکھنا چاہئے کہ ان پر اس مقصد کا ترتب یقینی ہے یا غیر یقینی اگر یقینی ہے تو اس کے اسباب کا اختیار کرنا بھی واجب ہے اور اگر غیر یقینی ہے تو ضعفاء کے لئے اختیار اسباب واجب ہے اور اقویاء کے لئے گو جائز ہے مگر ترک افضل ہے اور اگر وہ دنیائی مباح غیر ضروری ہے تو اگر اس کے اسباب کا اختیار کرنا مضر دین ہو تو ناجائز ہے ورنہ جائز مگر ترک افضل ہے یہ کل دس صورتیں ہیں اور ہر ایک کا خاص حکم ہے اس تقریر سے معلوم ہو جاوے گا کہ کس مرتبہ میں توکل جائز یا ناجائز ہے اور کس مرتبہ میں تدبیر جائز یا ناجائز ہے۔

باز ترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل و تسلیم

شیر کا پھر کوشش کو توکل اور تسلیم پر ترجیح دینا

گفت آرے گر توکل رہبر ست	ایں سبب ہم سنت پیغمبر ست
اس نے کہا بیشک اگرچہ توکل رہ نما ہے	یہ سبب (اختیار کرنا) بھی پیغمبر کی سنت ہے
گفت پیغمبرؐ بآواز بلند	بر توکل زانوئے اشتر بہ بند
پیغمبرؐ نے بلند آواز سے کہا ہے	توکل کے ساتھ اونٹ کے گھٹنے باندھ دو

www.besturdubooks.wordpress.com

رمز الکاسب حبیب اللہ شنو	از توکل در سبب کاہل مشو
الکاسب حبیب اللہ کا نکتہ سنو	توکل کی وجہ سے سبب کے معاملہ میں سست نہ ہو
در توکل کسب وجہد اولیٰ تر ست	تا حبیب حق شوی ایں بہتر ست
توکل میں کمائی اور کوشش زیادہ بہتر ہے	تاکہ تو اللہ کا محبوب بن جائے' یہ بہتر ہے
رو توکل کن تو با کسب اے عمو	جہد می کن کسب می کن مو بمو
اے چچا! جا مع کوشش کے توکل کر	کوشش کر' کمائی کر' سر بسر
جہد کن جدے نما تا وارہی	گر تو از جہدش بمانی ابلہی
کوشش کر' تن دہی کر' تاکہ نجات پائے	اگر تو اس کی کوشش سے باز رہا تو بیوقوف ہے

یعنی شیر نے کہا کہ یہ مسلم ہے کہ توکل بہت اچھی چیز ہے مگر اسباب کا اختیار کرنا بھی تو آخر پیغمبر ﷺ کی سنت ہے چنانچہ پیغمبر ﷺ نے ایک شخص کو (جو اونٹ پر سوار ہو کر حاضر ہوا تھا اور دروازہ مسجد پر اس کو بٹھلایا تھا) بآواز بلند فرمایا کہ (صرف توکل مت کرو) بلکہ توکل کے ساتھ اونٹ کا زانو بھی رسی سے باندھ دو تاکہ یہ چلا نہ جاوے) کاسب کو حبیب اللہ فرمایا گیا ہے (اس کے اشارہ کو سمجھو (کہ کسب کی خوبی معلوم ہوتی ہے توکل کی وجہ سے اسباب میں کاہل مت بنو توکل کی حالت میں بھی کوشش اور کسب بہتر ہے تاکہ تم حبیب اللہ بن جاؤ' پس توکل کسب کے ساتھ کرنا چاہئے اور جہد (وکسب کو اچھی طرح اختیار کرنا چاہئے تاکہ (کاہلی کی مضرت سے) بچے رہو اور اگر جدوجہد سے جس کو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے رہ جاؤ گے تو ابلہ سمجھے جاؤ گے۔

باز ترجیح نخچیراں توکل را از جہد وکسب

پھر شکاروں کا توکل کو کوشش اور کمائی پر ترجیح دینا

قوم گفتندش کہ کسب از ضعف خلق	لقمۂ تزویر داں بر قدر حلق
قوم نے اس سے کہا کہ کوشش لوگوں کی کمزوری کی وجہ سے ہے	اور اس کو بقدر حلق فریب کا لقمہ سمجھ
پس بدانکہ کسبہا از ضعف خاست	در توکل تکیہ بر غیرے خطاست
پس جان لے کہ کوشش ضعف کی وجہ سے پیدا ہوئیں	توکل میں غیر پر بھروسہ غلط ہے
نیست کسبے از توکل خوب تر	چیست از تسلیم خود محبوب تر
کوئی کوشش' توکل سے بہتر نہیں ہے	رضا و تسلیم سے زیادہ محبوب کیا چیز ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

بس گریزند از بلا سوئے بلا	بس جہند از مار سوئے اژدہا
بہت لوگ ایک مصیبت سے دوسری مصیبت کی طرف بھاگے ہیں	بہت لوگ سانپ سے اژدہے کی طرف کودتے ہیں
حیلہ کرد انسان و حیلش دام بود	آنکہ جاں پنداشت خوں آشام بود
انسان نے تدبیر کی اور اس کی تدبیر جال تھی	جس کو جان سمجھا وہ خون پینے والی تھی
در بہ بست و دشمن اندر خانہ بود	حیلۂ فرعون زیں افسانہ بود
(اس نے) دروازہ بند کر لیا اور دشمن گھر ہی میں تھا	فرعون کی تدبیر اسی قسم کی تھی
صد ہزاراں طفل کشت آں کینہ کش	وانکہ اومی جست اندر خانہ اش
اس کینہ والے نے لاکھوں بچے مار ڈالے	اور جس کو وہ تلاش کرتا تھا اس کے گھر میں تھا

یعنی جماعت نخچیران نے کہا کہ اسباب کو (جن کے مشروع ہونے کا سبب لوگوں کی کم ہمتی ہے مثل لقمہ تزویر کے سمجھو جو بقدر حلق (یعنی استعداد کے) ہوتا ہے (اور مریض کے بہلانے کو برائے نام غذا کی شکل بنا کر دیا جاتا ہے کیونکہ بوجہ ضعف کے قوی غذا کو ہضم کرنے کی اس میں استعداد نہیں اسی طرح توکل کے لئے قوت ہمت کی ضرورت تھی جو عام خلائق میں مفقود ہے اس وجہ سے ان کے ضعف کے لحاظ سے اسباب موضوع کیے گئے) غرض یہ سمجھ لو کہ کسب بوجہ ضعف خلق کے پیدا ہوا ہے ورنہ توکل میں تو غیر پر اعتماد کرنا سخت غلطی ہے (اور اسباب یقیناً غیر ہیں اور کوئی کسب توکل سے بڑھ کر نہیں اور بھلا اپنے کو تسلیم کر دینے سے بڑھ کر کیا چیز محبوب ہوگی بہت سے لوگ ایسے ہوئے ہیں کہ بلا سے بھاگ کر بلا ہی کی طرف چلے گئے اور ایسی مثال ہوگی جیسے سانپ سے بھاگے اور اژدھا کی طرف چلے گئے یعنی انسان نے کوئی تدبیر کی اور وہ تدبیر اس کے لئے جال نکلی جس کو محبوب سمجھا تھا وہی خون پینے والا نکلا اور ایسی مثال ہوگئی کہ کسی نے گھر کا دروازہ بند کر لیا (کہ کوئی دشمن نہ آنے پاوے) اور اتفاق سے دشمن گھر کے اندر موجود تھا چنانچہ فرعون کی تدبیر اسی قبیل کی تھی کہ لاکھوں لڑکے قتل کر ڈالے اور جس کو تلاش کرتا تھا (یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ اس کے گھر کے اندر تھے (پس معلوم ہوا کہ جہد و تدبیر سب لا حاصل ہے)

دیدۂ ما چوں بسے علت دروست	رو فنا کن دید خود در دید دوست
جبکہ ہماری نگاہ میں بڑی خرابیاں ہیں	جا اپنی صوابدید کو دوست کی صوابدید میں فنا کر دے
دید مارا دید او نعم العوض	ہست اندر دید او کلی غرض
اس کی صوابدید ہماری صوابدید کا بہترین بدل ہے	اس کی صوابدید میں تمام مقاصد موجود ہیں
طفل تا گیرا و تا پویا نہ بود	مرکبش جز گردن بابا نہ بود
بچہ جب تک پکڑنے والا اور چلنے والا نہ تھا	بابا کی گردن کے علاوہ اس کی سواری نہ تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں فضولی کرد دست و پا نمود	در عنا افتاد و در کور و کبود
جب اس نے بیکار بات کی اور ہاتھ پیر نکالے	(تو) مشقت و مصیبت اور اندھیرے میں پھنس گیا

دیدہ ما فکر و تدبیر را غرض مقصود یعنی جب ہماری تدبیر و فکر میں سیکڑوں خرابیاں ہیں (جیسا اوپر بیان کیا گیا کہ بعض اوقات نفع کے لئے تدبیر کرتے ہیں اس میں الٹا نقصان ہو جاتا ہے) تو اس حالت میں اپنی فکر و تدبیر کو تدبیر محبوب میں (کہ تقدیر ہے) فنا کر دینا چاہئے (یعنی اپنے سب کام حضرت حق کے تفویض کر دینا چاہئے یہی توکل ہے) کیونکہ ان کی تدبیر ہماری تدبیر کا نعم العوض ہے (اگر اپنی تدبیر چھوڑ دیں گے وہ ہماری کارسازی کریں گے) اور ان کی تدبیر سے تمامی مقاصد حاصل ہو جاویں گے (اس کی ایسی مثال ہے کہ) بچہ جب تک ہاتھ سے پکڑنے کے اور پاؤں سے چلنے کے قابل نہیں ہوتا تو باوا کی گردن پر چڑھا چڑھا پھرتا ہے اور جب فضولی کر کے ہاتھ پاؤں نکالتا ہے تو مشقت اور مصیبت میں پڑ جاتا ہے (اسی طرح بندہ کی حالت ہے کہ اگر متوکل ہو کر بے دست و پا ہو جاوے تو حضرت حق جل شانہ کی طرف سے اس کی کفالت ہوتی ہے اور جو کسب و تدبیر کرتا ہے اس کو خود اپنا کفیل بننا پڑتا ہے۔

جانہائے خلق پیش از دست و پا	می پرید نداز وفا اندر صفا
لوگوں کی روحیں ہاتھ، پیر سے پہلے	کمال کی وجہ سے عالم غیب میں پرواز کرتی تھیں
چوں بامرا ہبطوا بندی شدند	حبس خشم و حرص و خورسندی شدند
جب اہبطوا کے حکم سے قیدی بن گئیں	غصہ اور حرص اور خوشی میں گرفتار ہوگئیں
ما عیال حضرتیم و شیر خواہ	گفت الخلق عیال للالٰہ
ہم اللہ کے عیال اور شیر خوار ہیں	(خدا نے) فرمایا ہے مخلوق اللہ کی عیال ہے
آنکہ او از آسماں باراں دہد	ہم تواند کو برحمت ناں دہد
جو آسمان سے بارش عطا فرماتا ہے	یہ بھی کر سکتا ہے کہ وہ کرم سے روٹی دے دے

(وفا مصدر بمعنی وافی و کامل شدن مراد کمال حالت یہ تائید ہے بے دست و پائی کے فضیلت کی اگرچہ توکل کی بے دست و پائی جو اوپر مذکور ہوئی ہے اختیاری ہے اور یہ دست و پائی جس کا ان اشعار میں ذکر ہے اضطراری ہے لیکن نفی اختیار دونوں میں مشترک ہے اس سے قیاس کر کے ایک کی فضیلت سے دوسری کی فضیلت کا اثبات صحیح ہو سکتا ہے تو فرماتے ہیں کہ (خلائق کی ارواح دست و پا یعنی قید اجسام سے پہلے (عالم تجرد میں) اپنے کمال حالت کے سبب (کہ تجرد ہے) عالم صفا (عالم غیب) کی جانب میں (کہ علائق) مادہ سے صاف و منزہ ہے عروج (معنوی) کیا کرتی تھیں (وہ عروج معنوی معرفت و محبت حق تعالیٰ کی ہے جو ارواح و ناسوت میں آنے سے پہلے حاصل تھیں) جب حکم اہبطوا کی وجہ سے مقید باجسام ہو گئے (یعنی ارواح کو حکم ہوا کہ جسم سے متعلق ہو جاؤ جیسے ارشاد ہوا ہے (و نفخت فیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

من روحی کذا قال مرشدی چونکہ تعلق جسمانی ارواح کے حق میں عروج سابق کے اعتبار سے تنزل کی حالت تھی اس لئے تنزّل کو ہبوط کہہ دیا پس ہبوط روایت بالمعنی ہے اور اس سے مراد وہ اھبطوا نہیں ہے جو قرآن مجید میں بضمن قصہ آدم علیہ السلام مذکور ہے پس روایت باللفظ نہیں ہے کیونکہ یہ ہبوط بعد تعلق بالا جسام کے تھا حضرت آدم علیہ السلام کا جسمانی ہونا تو ظاہر ہے اور حدیث اخذ میثاق سے معلوم ہوتا ہے کہ سب کو چیونٹیوں کی قد و قامت میں عرفات میں جمع کر کے عہد لیا گیا پس اس سے بنی آدم کا تقید بالا جسام بھی ظاہر ہے غرض جب وہ ارواح مقید بالا جسام کر دی گئیں) تو (صفات بشریہ) غضب و حرص و فرح میں گرفتار ہو گئیں (جس کو افتتاح مثنوی میں شکایت جدائیہا سے تعبیر کیا ہے تو دیکھو بیدست و پائی کی حالت کیسی محمود تھی پس اسی طرح اب باختیار خود بیدست و پا ہو جانا چاہئے آگے بچہ کی تمثیل کو منطبق فرماتے ہیں کہ ہم اس بچہ کی طرح بے دست و پا کیوں نہ ہو جاویں کیونکہ ہم بھی اس درگاہ میں مثل عیال و اطفال کے ہیں (کہ ان کی تربیت و کفالت کے محتاج ہیں اور ان سے پانی غذا مانگتے ہیں چنانچہ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ خلائق اللہ تعالیٰ کی روزی جو اور زیر کفالت ہیں (تو ایسی حالت میں ہم تدبیر کیوں کریں اللہ تعالیٰ ہی سے نہ مانگیں کیونکہ جو ذات پاک آسمان سے بارش عطا فرماتی ہے (جس سے ہم کاشت کی تدبیر کرتے ہیں) وہ اس پر بھی تو قادر ہیں کہ اپنی رحمت سے روٹی دیدیں (تو براہ راست ہی کیوں نہ مانگیں۔

دیگر بار بیان کردن شیر ترجیح جہد بر توکل

شیر کا توکل پر کوشش کو دوسری بار ترجیح دینا

گفت شیر آرے ولے رب العباد	نردبانے پیش پائے ما نہاد
شیر نے کہا ہاں لیکن بندوں کے پروردگار نے	ہمارے پیروں کے پاس سیڑھی رکھ دی ہے
پایہ پایہ رفت باید سوئے بام	ہست جبری بودن اینجا طمع خام
کوٹھے پر رفتہ رفتہ چڑھنا چاہئے	اس مقام پر جبری ہونا خیام خیالی ہے
پائے داری چوں کنی خود را تو لنگ	دست داری چوں کنی پنہاں تو چنگ
تو پیر رکھتا ہے کیوں اپنے کو لنگڑا بناتا ہے؟	تو ہاتھ رکھتا ہے، پنجہ کو کیوں چھپاتا ہے؟
خواجہ چوں بیلے بدست بندہ داد	بے زباں معلوم شد او را مراد
آقا نے جب غلام کو بیلچہ تھما دیا	بغیر کچھ کہے اس کا مقصد معلوم ہو گیا
دست ہمچوں بیل اشارتہائے اوست	آخر اندیشی عبارتہائے اوست
بیلچہ کی طرح ہاتھ اس کے اشارے ہیں	جس کا مطلب انجام بینی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی شیر نے جواب دیا کہ تمہاری تقریر مسلم ہے (کہ کارساز اللہ تعالیٰ ہی ہیں) مگر اللہ تعالیٰ نے (مقاصد وثمرات تک پہنچنے کے لئے اسباب کا) ایک زینہ ہمارے پاؤں کے آگے قائم کردیا ہے پس بام پر ایک ایک پایہ طے کرکے جانا چاہئے (اسی طرح مقاصد تک بذریعہ اسباب پہنچنا چاہئے) اس مقام پر جبری بن جانا (کہ میں زینہ قطع نہیں کرتا اللہ تعالیٰ بام پر خود پہنچادیں گے) نری طمع خام ہے (جس کا کوئی ثمرہ مرتب نہیں ہوگا اور بام تک ہرگز نہ پہنچے گا جب تمہارے پاؤں ہیں تو اپنے کو لنگ کیوں بناتے ہو اور جب تمہارے ہاتھ ہیں تو پنجہ کو کیوں چھپاتے ہو اور کام کیوں نہیں لیتے۔ فرض کرو کسی آقا نے اپنے غلام کو ایک بیلچہ دیا جس سے زمین کھودتے ہیں اور زبان سے کچھ نہ کہا) یقیناً بے زبان سے کہے اس کو آقا کا مطلب معلوم ہوجاوے گا (کہ زمین کھودنے کا حکم دیا ہے اسی طرح ہاتھ دینا (جو جوارح ظاہری سے ہے) بیلچہ کی طرح اللہ تعالیٰ کے اشارات ہیں (کہ ان سے کام لو) اور اللہ تعالیٰ نے جو انسان میں انجام اندیشی کی قوت رکھی ہے (جو قوائے باطنی سے ہے) یہ ایسا ہے جیسے صریح عبارت سے فرمادیا ہو (کہ نقصان کو سوچ بھی سب وتدبیر ہے پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا محمود پسندیدہ ہونا ثابت ہوگیا۔

چوں اشارتہاش را بر جاں نہی	در وفائے آں اشارت جاں دہی
جب تو اس کے اشاروں کو دل پر جما لے گا	اور اُن اشاروں کو پورا کرنے میں جان دیدے گا
چوں اشارتہاش را بر جاں نہی	در وفائے آں اشارت جاں دہی
جب تو اس کے اشاروں کو دل پر جما لے گا	اور ان اشاروں کو پورا کرنے میں جان دے دے گا
پس اشارتہاش اسرارت دہد	بار بردارد ز تو کارت دہد
تب اس کے اشارے تجھے راز عطا کریں گے	تیرا بوجھ ہلکا کر دیں گے تجھے کام دیں گے
حاملی محمول گرداند ترا	قابلی مقبول گرداند ترا
تو بار بردار ہے تو تجھے سوار کر دے گا	تو (حکم کی) ماننے والا ہے تو تجھے مقبول بنا دے گا
قابل امروئی قابل شوی	وصل جوئی بعد ازاں واصل شوی
تو اس کے حکم کو قبول کرنے والا ہے (وہاں کے) قابل ہوجائے گا	تو وصل کا طالب ہے اس کے بعد وصال والا بن جائے گا

(حامل بردارندہ محمول برداشتہ شدہ) یعنی جب ثابت ہوا کہ ہاتھ پاؤں دینا اشارہ ہے کسب وعمل کا پس اگر تم اللہ تعالیٰ کے اشارات کو جان ودل سے قبول کرو اور ان اشارات کے پورا کرنے میں کوشش کرو تو وہ اشارات خداوندی (یعنی ان پر عمل کرنا) تم کو اسرار وعلوم بخشیں گے (کیونکہ مجاہدہ سے مشاہدہ حاصل ہوتا ہے) اور تم سے مشقت رفع کرکے ثمرہ دینگے اب تو تم ان اعمال کو اٹھائے ہو پھر وہ اعمال تم کو اٹھالیں گے) یا مجازاً دنیا میں کہ سبب ہوجاویں عروج روحانی کے اور یا حقیقۃً قیامت میں جیسا حدیث میں ہے) اب تو تم احکام کو قبول کروگے پھر مقبول الٰہی ہوجاؤ گے اب اس کے اوامر کے قبول کرنے والے ہوگے پھر قابل درگاہ خداوندی ہوجاؤ گے اب (عمل ومجاہدہ سے) طالب وصل ہوگے پھر واصل ہو جاؤگے (پس یہ سب ثمرات کسب وعمل کے ہیں اور جوارح وقویٰ کے تعطل میں یہ دولت کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔)

www.besturdubooks.wordpress.com

سعی شکر نعمت قدرت بود	جبر تو انکار آں نعمت بود
کوشش قدرت کی نعمت کا شکر ادا کرنا ہے	اور تیرا جبری ہونا اس نعمت کا انکار ہے
شکر نعمت نعمت افزوں کند	کفر نعمت از کفر بیروں کند
نعمت پر شکر ادا کرنا تیری نعمت کو بڑھائے گا	اور نعمت کا کفر (اس کو) تیرے قبضہ سے نکال دے گا
جبر تو خفتن بود در رہ مخسپ	تا نہ بینی آں درو درگہ مخسپ
اپنے آپ کو مجبور سمجھنا سو جانا ہے راستہ میں نہ سو	جب تک اس در اور درگاہ کو نہ دیکھ لے نہ سو
ہاں مخسپ اے جبری بے اعتبار	جز بزیر آں درخت میوہ دار
اے بے بھروسہ جبری! ہرگز نہ سونا	اس میوہ دار درخت کے نیچے کے سوا
تا کہ شاخ افشاں کند ہر لحظہ باد	بر سرت دائم بریزد نقل وزاد
تا کہ ہوا ہر لحظہ شاخ کو ہلائے	(اور) ہمیشہ تیرے لئے نقل و توشہ مہیا کرتی رہے
جبر خفتن درمیان رہزناں	مرغ بے ہنگام کے یابد اماں
خود کو مجبور سمجھنا ڈاکوؤں کے درمیان سو جانا ہے	بے وقت اذان دینے والا مرغ کب بچتا ہے؟

یعنی سعی وعمل کرنا نعمت قدرت کا شکر ادا کرنا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے جو صفت قدرت بندہ کو عنایت کی ہے وہ ایک نعمت ہے اس کا شکر یہی ہے کہ اپنی قدرت کو اعمال نیک میں صرف کرے) اور اعتقاد جبر (نفی اختیار وقدرت) کر لینا یا اس نعمت کا انکار (وکفران) ہے اور نعمت کا شکر کرنا نعمت کو بڑھاتا ہے اور کفران کرنا نعمت کو تمہارے ہاتھ سے سلب کر دیتا ہے۔ (پس عمل کہ نعمت ہے موجب مزید نعمت ہوگا کہ قدرت وتوفیق اعمال حسنہ کی زیادہ ہوگی اور جبر و تعطل کہ کفران ہے موجب سلب نعمت ہوگا کہ روز بروز توفیق میں کمی ہوتی جاوے گی جس کا انجام حرمان ہوگا۔

ف: اب جاننا چاہئے کہ جبر بالمعنی الاعم یعنی مطلق نفی الاختیار دو قسم ہے ایک وہ جس کا منشا فساد اعتقاد ہے یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ واقع میں بندہ کو کوئی اختیار قوی یا ضعیف دیا ہی نہیں گیا یہ جبر مذموم کہلاتا ہے اور فرقہ جبریہ اسی کے معتقد ہیں اور اہل حق نے کتاب وسنت سے اسی کو باطل اور رد کیا ہے اور اس کے قائل ہونے کا اثر اعمال خیر کا ناقص یا متروک ہو جانا اور شہوات میں بے باک و دلیر اور اپنی بے گناہی کا معتقد ہو جانا ہے دوسرا وہ جس کا منشا غلبہ مشاہدہ اختیار خداوندی ہے یعنی چونکہ حق جل وعلا شانہ کے تصرفات واختیارات عالم میں جاری وساری دیکھ رہا ہے اس لئے باوجود اس اعتقاد کے کہ ہم کو بھی واقع میں کچھ اختیار دیا گیا ہے اس اختیار خداوندی کے روبرو اپنے اس اختیار ضعیف کو محض عدم تو نہیں مگر کالعدم سمجھتا ہے جیسا وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں وجود ضعیف کا مضمحل ہونا وجود قوی کے سامنے بیان کیا گیا ہے یہ جبر محمود کہلاتا ہے اور یہ عارفین کا مذاق ہے اور کتاب وسنت اس کو رد

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں کرتے بلکہ موید ہیں اور اس کے حاصل ہونے کا اثر طاعات کا زائد و کامل ہو جانا اور خلاف مرضی الٰہی ارادوں کا فنا ہو جاتا ہے۔ جب یہ قسمیں معلوم ہو گئیں تو سمجھنا چاہئے کہ ان اشعار میں جو جبر کی مذمت کی گئی شاید کوئی تارک اعمال و عبادات یہ کہتا کہ میرا جبر محمود ہے مذموم نہیں اس لئے مولانا اگلے شعر سے اس کا جواب دیتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تو غیر واصل ہے تیرا جبر جب ہوگا مذموم ہوگا البتہ واصل ہونے کے بعد جبر محمود نصیب ہو سکتا ہے اسی کو ایک مثال کے ضمن میں بیان کیا ہے جس سے دونوں جبروں کے نتائج و آثار میں فرق بھی معلوم ہو جاوے گا چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مطلق جبر کی مثال ایسی ہے جیسا سونا (کہ اس میں مغلوب الاختیار ہو جاتا ہے) تو تم راہ میں مت سوؤ یعنی جب تک طریق وصول الی اللہ کو قطع نہیں کیا اس وقت تک جبر کو اختیار مت کرو کیونکہ ایسے وقت میں چونکہ غلبہ مشاہدہ یقینا حاصل نہیں تو وہ جبر جبر مذموم ہوگا صرف نفس نے اپنے آرام کے لئے اس کو ایک بہانہ تجویز کیا ہے) جب تک اس (محبوب کے) در و درگاہ کو د یکھ لو (یعنی مقام مشاہدہ تک وصول نہ ہو جاوے) اس وقت تک مت سوؤ (یعنی جبر اختیار مت کرو) دیکھو خبردار تم کہ کاہل و بے اعتبار ہو (کیونکہ مبتدی کا قائل جبر ہونا نفس کی کاہلی سے ہوتا ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں) جب تک درخت میوہ دار کے نیچے نہ پہنچ جاؤ (کہ وہ مقام وصول و مشاہدہ ہے جس کا ثمرہ قرب و فیوض الٰہیہ ہیں) اس وقت تک مت سونا (یعنی جبر کو اختیار مت کرنا البتہ درخت مشاہدہ تک پہنچ کر اگر سو رہو یعنی جبر اختیار کرلو تو مضائقہ نہیں کیونکہ وہ جبر دوسری قسم کا ہوگا کہ محمود ہے اور مضر نہیں بلکہ موجب ترقی مراتب قرب ہے جیسا فرماتے ہیں) تاکہ (اس درخت کے نیچے سونے سے) ہر لحظہ ہوائے فیض الٰہی شاخ کو ہلا کر تم پر میوہ افشانی کرے اور تمہارے سر پر نقل و زاد (مراتب قرب و علوم و اسرار) کو ریختہ کرے اور جبر مذموم ایسا ہے جیسا کوئی (منزل پر پہنچنے کے قبل) رہزنوں کے درمیان سو رہے (تو بوجہ اس کے کہ بے وقت اس نے ایک کام کیا) مثل مرغ بے ہنگام کے ہوگا۔ اور مرغ بے ہنگام امن نہیں پاتا (جیسا ولایت میں دستور ہے کہ بے وقت اذان کہنے سے اس مرغ کو ذبح کر ڈالتے ہیں اسی طرح یہ شخص ہلاک ہوگا۔

ور اشارتہاش را بینی زنی	مرد پنداری وچوں بینی زنی
اگر اس کے اشاروں پر تو ناک چڑھائے گا	تو اپنے آپ کو مرد سمجھتا ہے اور جب غور کرے گا تو عورت ہے
آں قدر عقلے کہ داری گم شود	سر کہ عقل از وے بپرد دم شود
تو جس قدر عقل رکھتا ہے وہ گم ہو جائیگی	جس سر سے عقل اڑ جائے وہ دم بن جاتا ہے
زانکہ بے شکری بود شوم و شنار	می برد ناشکر را در قعر نار
چونکہ ناشکری منحوس اور نامبارک ہوتی ہے	ناشکرے کو جہنم کے گڑھے میں لے جاتی ہے
گر توکل میکنی در کار کن	کسب کن پس تکیہ بر جبار کن
اگر تو توکل کرتا ہے کاروبار میں کر	کما اور پھر اللہ پر بھروسہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

تکیہ بر جبار کن تا وارہی	ورنہ افتی در بلا و گمرہی
خدا پر بھروسہ کر تاکہ نجات پائے	ورنہ مصیبت اور گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا

(یہ معطوف ہے اوپر کے شعر۔ چون اشارتہاش را بر جان نہی الخ پر جو اس کے قبل دسواں شعر ہے) مطلب یہ کہ اگر تم اشارات الٰہی سے (کہ ہاتھ پاؤں دینا اشارہ ہے حکم اعمال نافعہ کی طرف جیسا اوپر بیان ہوا ہے) اعراض کرو گے (اوران جوارح وقوی کو معطل کردو گے) تو تم کو اپنے کو مرد سمجھو مگر واقع میں غور کرو گے تو عورت ہو گے (کیونکہ بڑا مابہ الامتیاز مرد وزن میں کثرت فہم وقلت فہم ہے اور چونکہ ان چیزوں کا معطل کردینا کفران نعمت ہے جیسا جبر کا کفران ہونا اوپر بیان کیا ہے اور کفران سے نعمت سلب ہو جاتی ہے اس لئے انجام اس تعطل کا یہ ہوگا کہ) تھوڑی بہت جو عقل رکھتے بھی ہو وہ بھی گم ہو جاوے گی اور جس سر سے عقل سلب ہو جاوے (جس میں دماغ ہے جس سے قوت عقلیہ کا تعلق ہے) تو وہ سر (مثل) دم ہو جاوے گا (جو محل نجاست ہے کیونکہ بدعقلی بھی ایک قسم کی معنوی گندگی ہے) اور یہ عقل کا کم ہونا اس وجہ سے ہوگا کہ ناشکری بڑی نحوست اور عیب کی بات ہے اور ناشکری آدمی کو قعر جہنم میں لے جاتی ہے (جیسا ابھی جبر کا ناشکری ہونا بیان کیا گیا ہے جب معلوم ہوا کہ ترک اسباب مطلقاً محمود ہے) پس اگر توکل کرو تو کام کے اندر توکل کرو (یعنی کسب اور کام کرو پھر (اسباب کے اندر اثر بخشنے میں اور ان پر مسبب کے مرتب ہونے میں) اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرو) اور اسباب کو مستقل بالتاثیر مت سمجھو) یہ اعتماد خاص (استقلال تاثیر میں صرف اللہ تعالیٰ پر کھوتا کہ (گمراہی سے) چھوٹ جاؤ ورنہ (اگر اسباب کو مستقل بالتاثیر سمجھ بیٹھے تو) بلائے گمراہی (فساد عقیدہ) میں پڑ جاؤ گے)

باز ترجیح نہادن نخچیراں توکل را بر جہد

شکاروں کا توکل کو کوشش پر پھر ترجیح دینا

جملہ باوے بانگ ہا برداشتند	کاں حریصاں کیں سبہا کاشتند
سب اس پر چیخ پڑے	کہ جن حریصوں نے یہ اسباب بوئے ہیں
صد ہزار اندر ہزاراں مرد و زن	پس چرا محروم ماند اندر زمن
لاکھوں لاکھ مرد اور عورت	زمانہ میں کیوں محروم رہے؟
صد ہزاراں قرن ز آغاز جہاں	ہمچو اژدرہا کشادہ صد دہاں
ابتداء آفرینش سے لاکھوں صدیاں	اژدہوں کی طرح سینکڑوں منہ کھولے ہوئے
مکرہا کردند آں دانا گروہ	کہ زبن برکندہ شد زاں مکر کوہ
ان عقلمندوں نے ایسی چالاکیاں کیں	کہ ان کی چالاکیوں سے پہاڑ جڑ سے اکھڑ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کردہ مکر و حیلہ آں قوم خبیث	گرزما باور نداری ایں حدیث
اس خبیث قوم نے چالاکی اور تدبیر کی	اگر ہماری اس بات پر تجھے یقین نہیں آتا
کرد وصف مکرشاں را ذوالجلال	لتزول منہ اقلال الجبال
اللہ نے ان کے مکر کا بیان فرمایا ہے	اس سے پہاڑ کی چوٹیاں ہٹ جاتی ہیں
جز کہ آں قسمت کہ رفت اندر ازل	روئے نمود از سگال واز عمل
سوائے اس حصہ کے جو ازل سے مقرر ہوا ہے	غور و فکر اور عمل سے (کچھ) نہ ملا
جملہ افتادند از تدبیر و کار	ماند کار و حکمہائے کردگار
سب تدبیر اور کام سے عاجز آ گئے	اللہ کا کام اور اسکے احکام باقی رہے
کسب جز نامے مداں اے نامدار	جہد جز وہمے مپندار اے عیار
اے نامدار! کوشش کو برائے نام سمجھ	اے ہوشیار! کوشش کو وہم کے سوا کچھ نہ سمجھ

یعنی ان نخچیروں نے شیر کو بآواز بلند جواب دیا کہ جن حریصوں نے جو لاکھوں ہی مردوزن تھے ان اسباب میں مشقتیں برداشت کیں وہ (نتائج ومقاصد سے) دنیا میں کیوں ناکام رہے لاکھوں گروہوں نے ابتدائے عالم سے (حرص کے مارے) اژدہوں کی طرح منہ کھول کر طرح طرح کے ایسے مکر وتدبیریں کیں جن سے پہاڑ تک بیخ وبن سے اکھڑ گئے) یہ مبالغہ ہے یعنی ایسی قوی تدبیریں تھیں کہ پہاڑوں کو ہلا دیا اور ممکن ہے کہ حقیقی معنی مراد لئے جاویں کیونکہ عقلاء نے پہاڑوں کے تراشنے اور اوڑانے کی صنعتوں کا استعمال ہمیشہ سے کیا ہے چنانچہ قرآن میں بھی اس قدر مذکور ہے وتنحتون من الجبال بیوتا غرض اس قوم خبیث (کفار) نے (بمقابلہ حضرات انبیاء علیہ السلام کے طرح طرح کے (قوی) حیلے لئے اور اگر ہمارے کہنے سے اس بات کا یقین نہ آوے (کہ ان کے حیلے ایسے قوی تھے جیسا مذکور ہوا' تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے مکروں کا بیان فرمایا ہے (جہاں قرآن مجید میں یہ آیت ہے وان کان مکرھم لتزول منہ الجبال جس کو مولانا نے بطور روایت بالمعنی کے دوسرے لفظوں میں ذکر کیا ہے جس کا ترجمہ ہے) کہ ان مکروں سے بڑے بڑے بلند پہاڑ ٹل جاتے تھے (مگر باوجود اتنی کوششوں کے) پھر بھی بجز اس تقدیری امر کے جو ازل میں ٹھہر چکا تھا اس فکر وعمل سے اور دوسرا کوئی امر ظاہر نہ ہوا سب کے سب تدبیر اور کام سے گئے گزرے صرف اللہ تعالیٰ کا کام اور حکم باقی رہ گیا (غرض معلوم ہوا کہ) کسب کو بجز ایک نام (اور لفظ) کے کچھ نہ سمجھنا چاہئے اور کوشش کو بجز ایک خیال کے گمان نہ کرنا چاہئے (مراد تشبیہ ہے کہ بہت ہی ضعیف ہے مثل اسم بلا مسمیٰ اور تخیل غیر واقعی کے عیار زیرک)

www.besturdubooks.wordpress.com

نگریستن عزرائیل علیہ السلام بر مردے وگریختن او در سرائے سلیمان علیہ السلام وتقریر ترجیح توکل بر جہد وکوشش

عزرائیل علیہ السلام کا ایک شخص کو گھورنا اور اس کا سلیمان علیہ السلام کے گھر کی طرف بھاگنا اور توکل کی مشقت اور کوشش پر ترجیح کی تقریر

سادہ مردے چاشتگاہے در رسید	در سرا عدل سلیمان در دوید
ایک بھولا آدمی دن چڑھے آیا	(اور) حضرت سلیمانؑ کی عدالت میں دوڑا
رویش از غم زرد و ہر دو لب کبود	پس سلیمانؑ گفت اے خواجہ چہ بود
غم سے اس کا چہرہ زرد اور دونوں ہونٹ نیلے (تھے)	(حضرت) سلیمانؑ نے پوچھا اے صاحب کیا ہوا؟
گفت عزرائیلؑ در من ایں چنیں	یک نظر انداخت پر از خشم و کیں
اس نے کہا، عزرائیل (علیہ السلام) نے مجھ پر ایسی	ایک نظر ڈالی جو غصہ اور کینہ سے بھری ہوئی تھی
گفت ہیں اکنوں چہ میخواہی بخواہ	گفت فرما باد را اے جاں پناہ
انہوں نے کہا اب جو کچھ چاہتا ہے بیان کر	اس نے کہا، اے جان پناہ! ہوا کو حکم دیجئے
تا مرا زینجا بہندستاں برد	بو کہ بندہ کاں طرف شد جاں برد
تاکہ مجھے اس جگہ سے ہندوستان لے جائے	ہو سکتا ہے بندہ اس طرف چلا جائے تو جان بچالے
پس سلیمانؑ کرد بر باد ایں برات	برد باد او را بسوئے سومنات
تو (حضرت) سلیمانؑ نے ہوا کو یہ حکم دیا	ہوا اس کو سومنات کی طرف لے گئی
باد را فرمود تا او را شتاب	برد سوئے خاک ہندوستاں بر آب
ہوا کو حکم دیا اور وہ فوراً اس کو	پانی پر (سوار) کر کے ہندوستان کی سرزمین کی طرف لے گئی
تک ز درویشی گریزانند خلق	لقمۂ حرص و امل زانند خلق
اب! افلاس سے لوگ بھاگتے ہیں	اس لئے لوگ حرص اور خواہش کا لقمہ ہیں
ترس درویشی مثال آں ہراس	حرص وکوشش را تو ہندوستاں شناس
افلاس کا ڈر اس خوف کی مثال ہے	حرص اور کوشش کو تو ہندوستان سمجھ

www.besturdubooks.wordpress.com

(اس حکایت میں مضمون بالا کی تائید ہے کہ تدبیر بمقابلہ تقدیر کے نافع نہیں ہوتی حاصل قصہ کا یہ ہے کہ) ایک سادہ لوح آدمی چاشت کے وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کی دارالعدالت میں دوڑا ہوا پہنچا منہ تو زرد اور دونوں ہونٹ نیلے (جیسے خوف کی حالت میں ہو جاتا ہے) حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میاں کیا ہوا خیر ہے کہنے لگا کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے مجھ کو غصہ اور کینہ سے ایک نظر گھور کر اس طرح دیکھا کہ میں خوف زدہ ہو گیا کچھ بعید نہیں کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کو اس نے دیکھا ہو اور بطور علم ضروری پہچانا ہو) حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا پھر اب کیا چاہتا ہے اس کی درخواست کر عرض کیا کہ اب آپ ہی میری جان کے لئے پناہ ہو سکتے ہیں ہوا کو حکم دیدیجئے کہ مجھ کو یہاں سے ہندوستان میں پہنچا دے شاید اگر ادھر چلا جاؤں تو جان کو بچا سکوں آپ نے ہوا کو حکم دیا کہ فوراً اس کو پانی کی راہ سے (کہ نزدیک ہے) ملک ہندوستان میں پہنچا دے اور اس کو ایسا حکم قطعی دیا گویا اس پر پروانہ جاری کر دیا کہ (ہندوستان کے حصوں میں سے) اس کو سومنات پہنچا دے اور ہوا نے فی الفور وہاں پہنچا دیا (اب مولانا بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ) دیکھو اسی طرح لوگ فقر و فاقہ سے بھاگ رہے ہیں اور اسی وجہ سے حرص و طول امل کا لقمہ بن رہے ہیں اس خوف فقر کو اسی شخص کے خوف کے مثل سمجھو اور حرص و کوشش کو ہندوستان سمجھو (پس جیسے ہندوستان میں جانا اس کو مفید نہ ہوا جیسا آتا ہے اسی طرح حرص و کوشش مفید نہیں ہوتی کہ فقر سے بچالے۔

روز دیگر وقت دیوان و لقا	شہ سلیماں گفت عزرائیل را
دوسرے دن دربار اور ملاقات کے وقت	حضرت سلیمان نے عزرائیل (علیہ السلام) سے کہا
کاں مسلماں را بخشم از چہ سبب	بنگریدی باز گو اے پیک رب
اس مسلمان کو غصہ سے کس وجہ سے	تو نے دیکھا؟ اے اللہ کے قاصد! بتا
اے عجب ایں کردہ باشی بہر آں	تاشود آوارہ او از خانماں
تعجب ہے! یہ تو نے اس لئے کیا	تاکہ وہ گھر بار سے آوارہ ہو جائے
گفتش اے شاہ جہان بے زوال	فہم کژ کردو نمود او را خیال
حضرت عزرائیل نے ان سے کہا کہ اے لازوال جہاں کے بادشاہ	اس نے غلط سمجھا اور اس کو خیال نے (غصہ) دکھلایا
کہ مرا فرمود حق کا مروز ہاں	جان او را تو بہندوستاں ستاں
اس لئے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آج ہی	اس کی جان ہندوستان میں نکال لے
دیدمش اینجا و بس حیران شدم	در تفکر رفتہ سرگرداں شدم
میں نے اس کو یہاں دیکھا تو بہت حیران ہوا	میں فکر میں ڈوب کر پریشان ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

از عجب گفتم گر او راصد پرست	او بہندوستاں شدن دوراندرست
تعجب سے میں نے کہا کہ اگر اس کے سو پر ہوں	اس کا ہندوستان پہنچنا دور (از قیاس) ہے
چوں بامرِ حق بہندوستاں شدم	دیدمش آنجا و جانش بستدم
میں جب اللہ کے حکم سے ہندوستان پہنچا	میں نے اس کو وہاں دیکھا اور اس کی جان نکال لی
تو ہمہ کار جہاں را ہم چنیں	کن قیاس و چشم بکشا و ببیں
(اے طالب) تو دنیا کے تمام کاموں کو اس پر	قیاس کر لے اور آنکھ کھول اور دیکھ
از کہ بگریزیم از خود ایں محال	از کہ برتابیم از حق ایں وبال
ہم کس سے بھاگیں؟ اپنے آپ سے؟ یہ ناممکن ہے	ہم کس سے سرتابی کریں؟ خدا سے یہ تو تباہی ہے

یعنی دوسرے روز جب عدالت کا وقت ہوا اور عزرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کیا سبب تم نے اس (غریب) مسلمان کو اس طرح غصہ سے دیکھا بڑے تعجب کی بات ہے کیا اس لئے ایسا کام کیا کہ وہ اپنے خان ومان سے آوارہ ہو جاوے وہ بولے کہ اے عالم بے زوال (دین کے بادشاہ اس کو غلط فہمی ہوئی اور (میرا غصہ) محض (اس کے خیال میں معلوم ہوا (ورنہ واقع میں) میں نے اس کو غصہ سے کب دیکھا تھا بلکہ اس کو راہ میں تعجب سے (ضرور) دیکھتا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ آج ہندوستان میں اس کی روح قبض کر دو تو میں اس کو یہاں دیکھ کر حیران ہوا اور فکر میں سرگردان تھا اور تعجب سے (دل میں) کہہ رہا تھا کہ اگر اس کے سینکڑوں بال و پر بھی نکل آویں تب بھی ہندوستان پہنچنا اس سے بعید ہے پھر جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہندوستان پہنچا تو اس کو وہاں دیکھا اور جان قبض کر لی (اب نتیجہ حکایت بتلایا جاتا ہے کہ) تم تمام جہان کا کارخانہ ایسا ہی سمجھ لو اور خوب قیاس کر لو اور آنکھ کھول کر دیکھ لو (کہ بندہ تقدیر سے) بھاگتا ہے اور تقدیر ہی میں پھنس جاتا ہے) بھلا ہم کس سے بھاگ رہے ہیں کیا اپنی ذات سے بھاگتے ہیں یہ تو محال ہے (یعنی جس طرح اپنی ذات سے بھاگنا محال ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے جو کہ جان سے بھی زیادہ قریب ہیں بھاگنا زیادہ محال ہے چنانچہ دوسرے مصرعہ میں اس کی توضیح ہے کہ) ہم کس سے منہ پھیر رہے ہیں کیا حق تعالیٰ سے منہ پھیرتے ہیں یہ تو بڑا وبال ہے۔

باز ترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل و فوائد جہد بیان کردن

شیر کا پھر توکل پر کوشش کو ترجیح دینا اور کوشش کے فائدے بیان کرنا

شیر گفت آرے ولیکن ہم ببیں	جہد ہائے انبیاء و مرسلیں
شیر نے کہا (درست ہے) لیکن یہ بھی تو دیکھ	انبیاء اور رسولوں کی کوششیں

www.besturdubooks.wordpress.com

سعی ابرار و جہاد مومناں	تابدیں ساعت ز آغاز جہاں
نیکوں کی کوشش مومنوں کا جہاد	ابتداء آفرینش سے اب تک
حق تعالیٰ جہد شاں را راست کرد	آنچہ دید ند از جفا و گرم و سرد
اللہ نے ان کی کوشش درست کر دی	جو کچھ انہوں نے ظلم اور گرم و سرد دیکھا
حیلہ ہاشاں جملہ حال آمد لطیف	کل شئی من ظریف ہو ظریف
بہرحال ان کی تدبیریں پاکیزہ ثابت ہوئیں	بھلے کی ہر شے بھلی ہوتی ہے
دامہاشاں مرغ گردونی گرفت	نقصہا شاں جملہ افزونی گرفت
ان کے جالوں نے آسمانی پرندے پکڑے	ان کی تمام کمیوں نے، ترقیاں حاصل کر لیں
جہد میکن تا توانی اے کیا	در طریق انبیاؑ و اولیاء
اے عقلمند! جس قدر بھی ہو سکے کوشش کر	انبیاء اور اولیاء کے طریقہ پر
باقضا پنجہ زدن نبود جہاد	زانکہ ایں راہم قضا بر ما نہاد
جہاد، تقدیر الٰہی کا مقابلہ نہیں ہے	اس لئے کہ یہ بھی تقدیر الٰہی نے ہم پر رکھا ہے
کافرم من گرزیاں کردست کس	در رہ ایمان و طاعت یک نفس
میں کافر ہوں، اگر کسی نے نقصان اٹھایا ہو	ایمان اور اطاعت کے راستہ میں، تھوڑی دیر کیلئے بھی
سر شکستہ نیست ہیں سر را مبند	یک دو روزے جہد کن باقی بخند
(تیرا) سر پھٹا ہوا نہیں ہے، خبردار سر کو نہ باندھ	ایک دو روز کوشش کر لے پھر آرام اٹھا

یعنی شیر نے جواب دیا کہ تمہارا قول مسلم ہے لیکن حضرات انبیاء و مرسلین علیہم السلام کی کوششیں (اشاعت دین میں اور نیک لوگوں کی سعی اور مومنین کا جہاد ابتداءے عالم سے لے کر اس وقت تک جو کچھ ہوا ہے یہ سب بھی تو دیکھنا چاہئے آخر انہوں نے جو کچھ سختی اور گرم و سرد جھیلا اللہ تعالیٰ ان کی محنت راست لائے اور ان کی تدبیریں ہر حال میں لطیف رہیں اور کیوں نہ ہو جو چیز اچھے کی طرف سے ہوگی لامحالہ اچھی ہی ہوگی (وہ حضرات اچھے تھے ان کی تدبیریں بھی سب اچھی تھیں) ان کے داموں نے آسمانی مرغ پکڑے (یعنی ان کی تدابیر باعث حصول مراتب عالیہ ہوئیں) اور اس کے دین میں جو (باعتبار اشاعت کے نہ خود دین کی ذات میں کمی تھی اس نے ترقی حاصل کی (جب تدبیر و سعی کا سنت انبیاء اور اولیاء ہونا ثابت ہوا) تو اے مرد زیرک تم سے جہاں تک ممکن ہو انبیاء و اولیاء کے طریقہ میں کوشش کرو (اور ابتدائے حکایت میں جو نخچیروں کا مقولہ مذکور ہے بقضا پنجہ جزن الخ اس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب یہ ہے کہ) جہاد کرنا مقابلہ قضا نہیں کیونکہ اس کو بھی تو قضا ہی نے مقرر کیا ہے۔ (کہ جہاد کرو گے تو اعلاء کلمۃ اللہ اس پر مرتب ہوگا یعنی یہ تاثیر بھی قضا وقدر کے موافق ہے (کافرو کہہ کر حلف کرتا ہوں اگر ایمان و اطاعت کی راہ میں (کوشش کرکے) کسی نے بھی زیان اٹھایا ہو (اور دست و پا کی سلامتی میں ان کو معطل کر دینا ایسا ہے جیسا سر میں چوٹ نہ لگی ہو اور اس کو باندھے پھرتا ہو سو ہر شخص اس کو نا معقول سمجھتا ہے اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ (تمہارا سر تو ماشاء اللہ شکستہ نہیں پھر کیوں اس کو باندھتے ہو تھوڑے دنوں ذرا کوشش کرلو (جس سے کچھ ذخیرہ اعمال جمع ہو جاوے) پھر ابداً لآباد تک خوش وخرم گزارنا

بد محالے جست کو دنیا بجست	نیک حالے جست کو عقبیٰ بجست
جس نے دنیا کی جستجو کی اس نے باطل کی جستجو کی	جس نے آخرت کی جستجو کی اس نے اچھی حالت کی جستجو کی
مکرہا در کار دنیا باردست	مکرہا در ترک دنیا وار دست
دنیاوی کام میں تدبیر کرنا بیکار ہے	دنیا چھوڑنے میں تدبیر کرنا منقول ہے
مکر آں باشد کہ زنداں حفرہ کرد	آنکہ حفرہ بست ایں مکریست سرد
تدبیر یہ ہے کہ قید خانہ میں سرنگ لگا دی	جس نے سرنگ بند کر دی یہ غلط تدبیر ہے
ایں جہاں زندان و ما زندانیاں	حفرہ کن زندان وخود را وار ہاں
یہ دنیا قید خانہ ہے اور ہم قیدی ہیں	قید خانہ میں سرنگ لگا دے اور اپنے آپ کو چھڑا لے

(اوپر جہد وتدبیر کی ترغیب تھی شاید اس کو کوئی عام سمجھ جاتا اس لئے تعیین مراد کی جاتی ہے کہ مقصود طلب آخرت میں ترغیب دینا ہے نہ طلب دنیا میں کیونکہ) جس نے دنیا کو طلب کیا اس نے ایک بری اور باطل چیز کو طلب کیا اور جس نے آخرت کو طلب کیا اس نے ایک محمود حالت کو طلب کیا کسب دنیا میں تدبیر ومکر کرنا محض سرد وخام ہے۔ اور ترک دنیا کے لئے تدبیر کرنے کے باب میں آیات واحادیث وارد ہیں (پس مکر کی دو قسم ہو گئیں ایک مکر محمود ترک دنیا کے لئے دوسرا مکر مذموم کسب دنیا کے لئے) کام کا مکر (یعنی مکر محمود تو یہ ہے کہ زندان میں سوراخ کردے (اور اس سے نکل جاوے) اور جس نے پہلا سوراخ بھی بند کر دیا ہو ایسی تدبیر تو محض لغو ہے اور مکر مذموم میں داخل ہے) کیونکہ زندان میں زیادہ مقید ہو جائے گا۔ آگے زندان کی تفسیر کی جاتی ہے کہ یہ دنیا ایک زندان ہے جیسا حدیث میں ہے الدنیا سجن المومن) اور ہم سب زندانی ہیں اس میں کوئی سوراخ کر کے اپنی رہائی کا سامان کرو (یعنی اس کے تعلقات قطع کرنے کی کوشش کرو یہ مکر محمود ہوگا نہ یہ کہ اس کو بڑھا کر اس میں زیادہ پھنسو کہ یہ مکر مذموم ہے بعد اس تقلید کے یہ مضمون شعر کے لئے (اس طرح مفید ہو سکتا ہے کہ قوت حلال کی تلاش بھی داخل اطاعت ودین ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چیست دنیا از خدا غافل بدن	نے قماش ونقرہ وفرزندان وزن
دنیا کیا ہے؟ اللہ سے غافل ہونا	نہ کہ ساز و سامان اور چاندی اور بچے بیوی
مال راکز بہر دیں باشی حمول	نعم مال صالح خواندش رسول
وہ مال دین کے لئے تو جس کا بار بردار ہو	اس کو (رسول اللہ ﷺ) نے بہترین اچھا مال فرمایا ہے
آب در کشتی ہلاک کشتی ست	آب اندر زیر کشتی پشتی ست
کشتی میں پانی بھرنا' کشتی کی تباہی ہے	کشتی کے نیچے پانی کا ہونا' کشتی کے لئے مددگار ہے
چونکہ مال وملک راازدل براند	زاں سلیمانؑ خویش جز مسکیں نخواند
چونکہ مال اور ملک کو دل سے نکال دیا تھا	اسلئے (حضرت) سلیمان (علیہ السلام) نے اپنے آپ کو مسکین کے علاوہ کچھ نہ کہا
کوزۂ سربستہ اندر آب زفت	از دل پر باد فوق آب رفت
سر بندھا پیالہ' گہرے پانی میں گیا	اور ہوا سے پیٹ بھرنے کی وجہ سے' پانی پر تیرا
باد درویشی چو در باطن بود	بر سر آب جہاں ساکن بود
جب دل میں فقیری کی ہوا بھری ہو گی	دنیا کے پانی کے اوپر' پر سکون ہو گا
آب نتواند مرو را غوطہ داد	کش دل از نفخ الٰہی گشت شاد
پانی اس کو غوطہ نہیں دے سکتا ہے	کیونکہ اس کا دل خدائی پھونک سے' مسرور ہو گیا ہے
گرچہ جملہ ایں جہاں ملک وے ست	ملک در چشم دل او لاشئی ست
خواہ یہ تمام دنیا اس کی ملک ہو	سلطنت اس کے دل کی نگاہ میں ہیچ ہے
پس دہان دل ببند و مہر کن	پر کنش از باد کبر من لدن
پس دل کا دہانہ بند کر' اور مہر لگا	من لدن کے دریچہ سے اس کو بھر لے

(اوپر کے اشعار میں ترک دنیا کی ترغیب تھی اب دنیا کی حقیقت بتلاتے ہیں کہ) دنیا خدا تعالیٰ سے غافل ہونے کا نام ہے نہ کہ متاع ونقرہ وفرزند وزن کا نام (تحقیق اس کی یہ ہے کہ دنیا اصل میں اس حالت کا نام ہے جو موت کے قبل انسان پر گزر رہی ہے خواہ محمود ہو یا مذموم اگر وہ مانع عن الآخرۃ ہے تو دنیائے مذموم ہے اور اکثر لفظ دنیا اسی معنی میں استعمال کیا جاتا ہے اور اگر مانع عن الآخرۃ نہیں ہے تو دنیائے محمود ہے اس مقام پر یہی ارشاد فرما رہے ہیں کہ ہم نے جو مذمت دنیا کی بیان کی ہے وہ دنیائے مذموم کی ہے نہ دنیائے محمود کی کیونکہ) مال کو اگر دین کیلئے اپنے پاس رکھو تو اس کے حق میں تو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے نعم المال الصالح للرجل الصالح

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی نیک آدمی کے لئے نیک مال اچھی چیز ہے (غرض مال دنیا مضر نہیں جب دنیا قلب میں مضر ہے اور اسکی ایسی مثال ہے کہ) پانی اگر کشتی کے اندر بھر جاوے تو کشتی کی بربادی ہے اور اگر کشتی کے نیچے (باہر) رہے تو اس کی رفتار میں) معین ہے (پس دنیا مثال پانی کے ہے اور قلب مثال کشتی کے اگر دنیا اور اس کی محبت قلب کے اندر چلی گئی تو قلب کی ہلاکت ہے اور اگر دنیا قلب سے باہر صرف ہاتھ میں رہے تو معین دین ہوسکتی ہے) یہی وجہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے باوجود اس حشمت وثروت کے) چونکہ مال وملک کو دل سے نکال رکھا تھا اس لئے اپنی نسبت کبھی بجز مسکین کے (لفظ بادشاہ وغیرہ نہیں فرمایا) (کذا قال مرشدیؒ مثلاً بلقیس کو نامہ لکھا اس کے عنوان میں یہ کلمات تھے انہ من سلیمانؑ ورنہ سلاطین کی عادت ہے کہ اپنے نام کے ساتھ کچھ القاب ومناصب ضرور لگاتے ہیں نہ صرف اپنا نام لکھنا جو شعار مساکین کا ہے یہی معنی ہیں اپنے کو مسکین کہنے کے اس سے معلوم ہوا کہ دنیاداری دل میں دنیا ہونے کا نام ہے نہ صرف ملک اور قبضہ میں ہونے کا (اس کی دوسری مثال یہ ہے کہ) ایک کوزہ کا منہ بند کردو اور بڑے گہرے پانی میں چھوڑ دو چونکہ اس کے قلب (جوف) میں ہوا بھری ہے اس وجہ سے وہ پانی کے اوپر تیرتا ہے اسی طرح اگر درویش (در رجوع الی اللہ) کی ہوا باطن کے اندر ہو وہ آب دنیا کے اوپر ساکن ومطمئن رہے گا (اس کی محبت میں ہرگز غرق نہ ہوگا) اور ایسے شخص کو آب دنیا کبھی غوطہ نہ دے سکے گا کیونکہ اس کا قلب اللہ تعالیٰ کی پھونک سے کہ اس میں اپنی محبت ومعرفت بھر دی ہے) شاداں وفرحاں ہے اگر (فرضاً سارا جہان بھی اس کے ملک میں آجاوے جب بھی تمام ملک وسلطان اس کی نظر قلب میں محض لاشے (جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ جس قلب میں محبت ومعرفت ہو مثل کوزہ سربستہ کے وہ غرق دنیا نہیں ہوتا پس تم کو چاہئے کہ قلب کا منہ بند کرکے اس پر مہر کردو (یعنی غیر اللہ کی محبت مت آنے دو) اور ہوائے عظمت خداوندی سے اس کو پر کردو (پس وہ اس مثل اس کوزہ سربستہ کے ہوجاوے گا کہ اندر ہوا بھر کر اوپر سے بند کردیا اور بعض نسخوں میں بادگیر ہے بادگیر اس سوراخ کو کہتے ہیں جو ہوا کے رخ پر مکان وغیرہ میں رکھ دیا جاتا ہے یا بادبان کو کہتے ہیں کذا قال مرشدی من لدن کے معنی ہیں از زد کے مراد از زد حق ہے مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہوائے فیوض آنے کے لئے روزن قلب کھول دو یا بادبان غیب سے فیض لے لو مقصود ظاہر ہے۔

جهد حق است و دوا حق است و درد	منکر اندر نفی جهدش جهد کرد
کوشش حق ہے اور دوا کرنا حق ہے اور درد حق ہے	منکر اپنی کوشش کی نفی میں کوشاں ہے
کسب کن سعی نما و جهد کن	تا بدانی سر علم من لدن
کما کوشش کر اور جدوجہد کر	تاکہ تو علم من لدن کا راز سمجھ لے
گرچه این جمله جهان پر جهد شد	جهد کے در کام جاهل شهد شد
اگرچہ یہ تمام دنیا جدوجہد سے پر ہو رہی ہے	جاہل کے منہ میں جدوجہد کب شیریں ہوئی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

(یہ اس سرخی کے ابتدائی اشعار سے مرتبط ہے جس میں شیر کی جانب سے کسب وتدبیر کی ترجیح بیان کی گئی ہے۔ درمیان میں دنیا کی حقیقت بطور جملہ معترضہ کے آ گئی تھی پس تقریر بالا پر بطور نتیجہ کے مرتب کر کے فرماتے ہیں کہ) کسب کرو جہد رجہد کرو سعی کرو تا کہ تم کو اس علم کا جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے راز معلوم ہو (کہ اسباب مسببات کے ارتباط میں کیا کیا حکمتیں ہیں) جہد بے شک حق ہے دوا حق درد حق ہے (پس درد سبب ہوتا ہے تحریک استعمال دوا کا پھر یہ تحریک سبب ہو جاتا ہے کہ دوا کی تحصیل اور استعمال میں جہد کیا جاوے یہ سب دلیل ہے اسباب کے حق ہونے کی اور جہد کا حق ہوتا ہے یہاں تک ثابت ہے کہ خود منکر جہد بھی نفی جہد میں جہد سے کام لے رہا ہے (اگر جہد باطل محض ہے تو یہ شخص اس سے کیوں کام لیتا ہے لیکن جس شخص کی طبیعت ہی میں جہالت ہو تو اس کا تو یہ حال ہے کہ اگر چہ تمام عالم جہد سے پر ہو رہا ہے (اور شب و روز) اس کا سلسلہ جاری ہے) مگر پھر بھی جہالت والے کے تالو میں وہ شہد ہو کر کب لگے گا (یعنی وہ کب اس کو شیریں و مقبول سمجھے گا)

مقرر شدن ترجیح جہد بر توکل

کوشش کی توکل پر ترجیح ثابت ہو جانا

زیں نمط بسیار برہان گفت شیر	کز جواب آں جبریاں گشتند سیر
شیر نے اس طریقہ پر بہت سے دلائل بیان کیے	جن کے جواب سے وہ جبر کے قائل خاموش ہو گئے
روبہ و خرگوش و آہو و شغال	جبر را بگذاشتند و قیل و قال
لومڑی، خرگوش، ہرن اور گیدڑ نے	جبر (کے عقیدے) کو اور بحث کو چھوڑ دیا
عہدہا کردند با شیر ژیاں	کاں دریں بیعت نیفتد در زیاں
غضبناک شیر سے انہوں نے عہد کیے	کہ اس قول و قرار میں وہ نقصان میں نہ رہے گا
قسم ہر روزش بیاید بے ضرر	حاجتش نبود تقاضائے دگر
ہر روز اس کو حصہ بے ضرر پہنچے گا	اس کو دوبارہ تقاضا کرنے کی حاجت نہ ہو گی
عہد چوں بستند ورفتند آں زماں	سوئے مرعیٰ ایمن از شیر ژیاں
جب انہوں نے عہد کر لیا اس وقت وہ روانہ ہوئے	چراگاہ کی طرف غضبناک شیر سے مطمئن ہو کر
جملہ بنشستند یکجا آں وحوش	او فتادہ درمیان جملہ جوش
وہ وحشی جانور اکٹھے ہو کر بیٹھے	سب میں جوش پھیلا ہوا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کسے تدبیر و رائے می زدند	ہر کسے در خون ہر یک می شدند
ہر ایک اپنی تدبیر اور رائے لڑاتا تھا	ہر ایک دوسرے کے خون کے درپے ہوتا تھا
عاقبت شد اتفاق جملہ شاں	تا بیاید قرعۂ اندر میاں
بالآخر ان سب کا اتفاق ہو گیا	تاکہ درمیان میں قرعہ اندازی ہو
قرعہ بر ہر کو زند او طعمہ است	بے سخن شیر ژیاں را لقمہ است
جس پر قرعہ نکلے وہ خوراک ہے	بلا عذر وہ تند شیر کا لقمہ ہے
ہم بریں کردند آں جملہ قرار	قرعہ آمد سر بسر را اختیار
سب نے اس پر اتفاق کر لیا	قرعہ سب کو پسند آ گیا
قرعہ بر ہر کو فتادے روز روز	سوئے آں شیر او دویدے یچو یوز
ہر روز جس پر قرعہ نکلتا	وہ چیتے کی طرح اس شیر کی طرف دوڑ جاتا

یعنی اسی طریق سے شیر نے بہت سے دلائل بیان کیے جس کے جواب سے وہ جبری نخچیر سیر ہو گئے یعنی گنجائش جواب نہ رہی اور سب نے جبر کو اور قیل وقال کو ترک کر دیا اور شیر ژیان سے عہد کیا کہ اس عہد میں شیر نقصان نہ اٹھاوے گا اور اس کے پاس ہر روز کا حصہ بلا تکلف پہنچ جایا کرے گا اور اس کو مکرر تقاضا کرنے کی ضرورت واقع نہ ہوگی اور عہد و پیمان کر کرا کر بے خوف ہو کر چراگاہ پہنچے اور سب ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھے اور سب میں ایک شور ہو رہا تھا اور ہر ایک مختلف رائے اور تدبیر لگا رہا تھا اور ہر ایک دوسرے کی جان کا لاگو ہو رہا تھا (یعنی ہر ایک اس فکر میں تھا کہ خود بچ جاؤں اور شیر کی غذا بننے کو دوسرا جاوے) آخر سب کا (اس پر اتفاق ہوا کہ قرعہ نکالا جایا کرے جس پر قرعہ واقع ہو جایا کرے وہی شیر کی غذا اور لقمہ تجویز کیا جاوے اس پر سب کی رائے قرار پا گئی اور قرعہ سب کو پسند آیا پس یہ معمول ہو گیا کہ جس پر قرعہ واقع ہو جاتا وہی شیر کے پاس دوڑ چلا جاتا جس طرح چیتا دوڑتا ہے (یعنی جلدی سے)

انکار کردن نخچیراں بر خرگوش در تاخیر رفتن بر شیر

خرگوش کے شیر کے پاس جانے میں تاخیر پر شکاروں کی ناپسندیدگی

چوں بخرگوش آمد ایں ساغر بدور	بانگ زد خرگوش کا خر چند جور
جب یہ ساغر دور میں خرگوش کے پاس آیا	تو خرگوش چیخا آخر ظلم کب تک؟
قوم گفتندش کہ چندیں گاہ ما	جاں فدا کردیم در عہد و وفا
قوم نے اس سے کہا اتنی مرتبہ ہم نے	عہد اور وفا کی خاطر جان قربان کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو مجو بد نامی ما اے عنود	تا نرنجد شیر رو تو زو وزود
اے جھگڑالو تو ہماری بدنامی نہ چاہ	تاکہ شیر خفا نہ ہو جلد جلد جا

یعنی جب خرگوش کی باری آئی (کہ شیر کی غذا کے لئے جاوے) اس نے شور مچایا کہ آخر ایسا ظلم کب تک ہوا کرے گا دوسرے نخچیر بولے کہ (دیکھو اتنی مدت تک ہم ایفائے عہد میں اپنی جان فدا کرتے رہے (کہ شیر کا لقمہ بنا کئے تاکہ بدعہدی نہ ہو) تو ہم کو بدنام مت کر اب تو جلدی جا تاکہ شیر رنجیدہ نہ ہو جاوے (عنود سرکش)

جواب گفتن خرگوش نخچیراں را و مہلت خواستن

خرگوش کا شکاروں کو جواب دینا اور مہلت چاہنا

گفت اے یاراں مرا مہلت دہید	تا بمکرم از بلا ایمن شوید
اس نے کہا اے یارو! مجھے مہلت دو	تاکہ تم میری تدبیر کی وجہ سے مصیبت سے بے خوف ہو جاؤ
تا اماں یابد زمکرم جان تاں	ماند ایں میراث فرزندان تاں
میری تدبیر سے تمہاری جان امان پا لے	یہ (جنگل) تمہاری اولاد کی میراث بنا رہے
ہر پیمبر امتاں را در جہاں	ہمچنیں تا مخلصی میخواند شاں
ہر پیغمبر امتیوں کو دنیا میں	اسی طرح ان کو نجات کی طرف بلاتا رہا ہے
کز فلک راہ بروں شو دیدہ بود	در نظر چوں مردمک پیچیدہ بود
اس لئے کہ وہ آسمان سے باہر نکلنے کا راستہ دیکھ چکے تھے	وہ نگاہ میں پتلی کی طرح پوشیدہ تھے
مردمش چوں مردمک دیدند خرد	در بزرگی مردمک کس رہ نبرد
انسانوں نے پتلی کی طرح ان کو چھوٹا سمجھا	پتلی کی بڑائی کا کسی کو پتہ نہ چلا

(بروں شو بمعنی بیرون شدن) خرگوش بولا کہ مجھ کو ذرا مہلت دو تاکہ میری تدبیر سے اس (روزانہ) مصیبت سے بچ جاؤ اور تمہاری جانوں کو امن حاصل ہو جاوے اور یہ چراگاہ میراث تمہارے فرزندوں کو ملے (ورنہ اگر یہی سلسلہ رہا تو ایک روز یوں ہی سب کا خاتمہ ہو جاوے گا اور چراگاہ شیر کے قبضہ میں جاوے گی آگے بطور استطراد کے مولانا کا مقولہ ہے کہ) اسی طرح تمام حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امت کو ان کے تخلص (طریق نجات) کی طرف بلاتے رہے ہیں کیونکہ وہ حضرات اس عالم دنیا سے (جو محدود بہ فلک ہے) باہر جانے کا راستہ (نور بصیرت سے) مشاہدہ فرمائے ہوئے تھے (اور اسی راہ سے اپنی امت کو لے جانے کی کوشش فرماتے تھے کیونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی تمام تر مساعی کا حاصل مقصود یہی رہا ہے کہ دنیا سے بے تعلق اور آخرت سے تعلق ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

مگر عوام نہ جانتے تھے کہ ان حضرات کو اس درجہ کا مشاہدہ حاصل ہے کیونکہ نظر عوام میں مردمک چشم کی طرح وہ حضرات پیچیدہ یعنی مستور تھے (پس مردمک ظاہر میں بہت صغیر الجثہ اور قلیل المقدار ہے سرسری نظر میں یہ گمان نہیں ہوتا کہ اس میں اتنی بڑی صفت مشاہدہ کی ہوگی مگر دیکھ لو صفت بینائی میں کیسی کامل ہے اسی طرح لوگوں نے ان حضرات کو مردمک کی طرح خرد و حقیر سمجھا مگر مردمک کی بزرگی میں کسی نے غور نہ کیا۔

اعتراض نخچیران بر سخن خرگوش

شکاروں کا خرگوش کی بات پر اعتراض

قوم گفتندش کہ اے خرؔ گوش دار	خویش را اندازۂ خرگوش دار
قوم نے اس سے کہا اے گدھے سن	اپنے آپ کو خرگوش کے رتبے میں رکھ
ہیں چہ لاف ست ایں کہ از تو مہتراں	در نیا ور دند اندر خاطر آں
خبردار! یہ کیا بکواس ہے کہ تجھ سے بڑے	دل میں بھی یہ نہیں لائے
معجبی یا خود قضامان در پے ست	ورنہ ایں دملائق چوں تو کے ست
تو خود پسند ہے یا ہماری قضا ہمارے درپے ہے	ورنہ یہ دعویٰ تجھ جیسے کے کب مناسب ہے؟

(از متعلق مہتران دم سخن و دعویٰ) یعنی نخچیر بولے کہ اے خرگوش حقیر اپنے آپ کو خرگوش کے ہی مرتبہ میں رکھنا چاہیے یہ کیا واہیات شیخی کی باتیں بگھار رہا ہے کیونکہ جو تجھ سے بڑے ہیں وہ تو خیال میں بھی ایسی بات نہیں لائے پس یا تو تو خود پسندی میں مبتلا ہو رہا ہے یا ہم سب کی قضا آئی ہے (یہ تردید بطور مانعۃ الخلو کے ہے) یہ لمبے چوڑے دعوے تجھ جیسے شخص کے تو مناسب نہیں ہیں (کیونکہ تو ہر طرح حقیر ہے۔)

گفت اے یاراں حقم الہام داد	مرضعیفے را قوی رائے فتاد
اس نے کہا اے دوستو! مجھے خدا نے الہام کیا ہے	ایک کمزور کی سمجھ میں مضبوط رائے آ گئی ہے
آنچہ حق آموخت مر زنبور را	آں نباشد شیر را و گور را
اللہ نے جو کچھ شہد کی مکھی کو سکھا دیا ہے	وہ شیر اور گورخر کو میسر نہیں ہے
خانہا سازد پر از حلوائے تر	حق بر و آں علم را بکشود در
وہ تر حلوے سے بھرے ہوئے خانے بناتی ہے	اللہ نے اس علم کا دروازہ اس پر کھول دیا ہے
آنچہ حق آموخت کرم پیلہ را	ہیچ پیلے داند آں گوں حیلہ را؟
جو کچھ اللہ نے ریشم کے کیڑے کو سکھا دیا ہے	اس طرح کی تدبیر کوئی ہاتھی جانتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی خرگوش نے کہا کہ (واقع میں میں ضعیف اور حقیر ہوں کیا میں اور کیا میری رائے مگر یہ میری رائے کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ نے مجھ کو الہام کیا ہے (اس الہام کی وجہ سے) ایک ضعیف کے دل میں ایک قوی رائے آ گئی (اور مخلوق ضعیف کو الہام ہونے میں تعجب نہیں دیکھو) اللہ تعالیٰ نے جو بات زنبور شہد کو (الہام سے) سکھلائی ہے (جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے واوحیٰ ربک الی النحل) وہ بات شیر اور گورخر میں باوجود ان کے کہیں قوی تر ہونے کی کہاں ہے کیونکہ وہ پھول چوس کر شہد تیار کرتی ہے گھر کیسا خوبصورت بناتی ہے شیر وغیرہ کو یہ بات کہاں نصیب ہے چنانچہ فرماتے ہیں) وہ ایسے ایسے گھر بناتی ہے جو حلوائے تر (شہد) سے پر ہوتے ہیں حق تعالیٰ نے اس علم خاص کا دروازہ اس پر کشادہ فرما دیا اسی طرح حق تعالیٰ نے کرم ابریشم کو جو کچھ تعلیم فرما دیا ہے (ریشم بنانا) ہاتھی اتنا بڑا جانور ہے مگر وہ اس تدبیر کو نہیں جانتا (پس معلوم ہوا کہ الہام کا دارومدار قوت وضعف پر نہیں ہے)

آدمِ خاکی زحق آموخت علم	تا بہفتم آسماں افروخت علم
مٹی کے آدم نے اللہ سے علم سیکھا	علم نے ساتواں آسمان تک روشن کر دیا
نام و ناموس ملک را در شکست	کوری آنکس کہ باحق در شک ست
فرشتوں کی عزت و آبرو کو شکست دیدی	اس شخص کے اندھے پن نے جو اللہ کے معاملہ میں شک کرتا ہے
زاہد ششصد ہزاراں سالہ را	پوز بندے ساخت آں گوسالہ را
چھ لاکھ برس کے زاہد کے	چھکا چڑھا دیا اس بچھڑے کے
تانناند شیر علم دیں کشید	تا نگردد گرد آں قصر مشید
تاکہ علم دین کا دودھ نہ پی سکے	تاکہ اس مضبوط قلعہ کے چکر نہ کاٹے
علمہائے اہل حس شد پوز بند	تا نگیرد شیر ازاں علم بلند
اہل حس کے علوم چھکا بن گئے	تاکہ وہ اعلیٰ علم کے دودھ کو نہ پی سکیں

(پوز بضم بائے فارسی وواو مجہول گرداگرد دہان و پوز بند شبکہ کہ بر دہان گوسالہ بندند تا شیر کشیدن نتواند یہ بھی مضمون بالا کی تائید ہے کہ اللہ تعالیٰ ضعیف کو وہ علم والہام دے دیتے ہیں جو قوی کو نہیں نصیب ہوتا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام باوجودیکہ عنصر خاک سے بنے تھے جو تیرہ و پست ہے اور ابلیس عنصر نار سے بنا تھا جو روشن و بلند ہے مگر پھر بھی) حضرت آدم علیہ السلام نے تو حق تعالیٰ سے علم اسماء سیکھ لیا اور آسمان ہفتم تک علم نے (سب چیزوں کو ان پر) روشن کر دیا یا یوں کہا جاوے کہ انہوں نے اپنے علم کو عالم بالا تک روشن اور ظاہر کر دیا (کہ سب ملائکہ علویہ کو آپ کا عالم ہونا معلوم ہو گیا جس سے) ملائکہ کے فخر و جاہ کو شکستہ کر دیا (یعنی وہ دعوے علم سے دست بردار ہو گئے چنانچہ قرآن میں ہے قالوا سبحٰنک لا علم لنا) اس پر بھی جو حق تعالیٰ کی قدرت میں شک رکھتا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کا اندھاپن ہے (غرض خاکی کو تو یہ رتبہ دیا اب اس ناری کا حال سنو کہ) چھ لاکھ سال کا جو عابد و زاہد تھا (یعنی شیطان) کہ حماقت و جہالت میں مثل گوسالہ کے تھا اس کے منہ پر ایک چھینکا (جہل و ظلمت لائے کا) چڑھا دیا تاکہ علم دین کا (جس سے حقیقت آدم کو دیکھ سکتا دودھ نہ پی سکے اور تاکہ اس قصر بلند (حقیقت آدم) کے گرد نہ پھر سکے (کہ اس کے حسن و جمال و فضل و کمال دیکھ لیتا اور شیطان کی کیا تخصیص ہے) تمام اہل حس کے (جن کے علم کا اثر قلب تک نہیں پہنچا جیسے فلاسفہ وغیرہ علوم (ان کے لئے) مثل پوز بند کے ہو جاتے ہیں کہ علم عالی (معرفت حق و حقائق) سے حصہ نہ لے سکیں۔

قطرۂ دل را یکے گوہر فتاد	کاں بدریا ہا و گردوں ہا نداد
قطرۂ دل کو ایسا گوہر عطا ہوا	جو دریاؤں اور آسمانوں کو نہ دیا

(یہ بھی تائید ہے مضمون بالا کی کہ علم کا دارومدار قوت وضعف ظاہری پر نہیں چنانچہ قلب کو جو ایک قطرہ خون ہے ایک ایسا جوہر (علم و عقل) ملا ہی کہ بڑے بڑے دریاؤں کو بلکہ آسمانوں کو بھی نہیں دیا گیا (باوجودیکہ مقدار میں ان دریاؤں اور آسمانوں کے روبرو بیچارے قلب کی کچھ بھی حقیقت نہیں ان سب مثالوں سے واضح ہو گیا کہ کسی شے کی ظاہری حالت پر نظر کرنا نہ چاہئے بلکہ باطن و حقیقت کو دیکھنا چاہئے ممکن ہے کہ کوئی چیز ظاہر میں ادنیٰ ہو مگر باطنی حالت میں اعلیٰ ہو یا ظاہر میں دو چیزیں برابر ہوں اور باطن میں تفاوت ہو آگے اسی پر تفریع فرماتی ہیں

چند صورت آخر اے صورت پرست	جان بی مغیت از صورت نرست
اے صورت کے پجاری! آخر صورت (پرستی) کب تک؟	تیری بے معنی جان نے صورت سے رہائی نہ پائی
احمد و بوجہل در بت خانہ رفت	زیں شدن تا آں شدن فرقے ست زفت
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابوجہل بت خانے میں گئے	ان کے جانے اور اس کے جانے میں گہرا فرق ہے
ایں درآید سر نہند آں را بتاں	واں درآید سر نہد چوں امتاں
یہ اندر آتے ہیں تو بت ان کے سامنے سرنگوں ہوتے ہیں	وہ اندر آتا ہے تو پجاریوں کی طرح ماتھا ٹیکتا ہے

(ظاہر کے غیر معتبر باطن کے معتبر ہونے پر تفریع ہے کہ جب تم کو ظاہر و صورت کا غیر معتبر ہونا معلوم ہو گیا تو کب تک ظاہر پرستی کرتے رہو گے اور اسی ظاہر پرستی کی بدولت اب تک تمہاری جان بے معنی (بے فہم) صورت سے نہیں نکلی اور باطن شے تک نہ پہنچی) حالانکہ محض صورت سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ (اگر آدمی صرف صورت ہی سے انسان (حقیقی موصوف بصفات انسانیت) ہوتا تو احمد ﷺ اور ابوجہل بھی یکساں ہوتے (کیونکہ صورت بشریہ میں تو کچھ فرق نہیں حالانکہ دونوں میں بلحاظ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور لیجئے احمد اور ابوجہل بت خانہ میں گئے (تو بت خانہ کے اندر جانا صورۃً و ظاہراً فعل مشترک ہے مگر پھر بھی ایک کے جانے سے دوسرے کے جانے میں بڑا فرق ہے (وہ یہ کہ احمد ﷺ جو

www.besturdubooks.wordpress.com

تشریف لاتے ہیں تو آپ کے روبروبت سرنگون ہوئے جاتے ہیں اور ابوجہل جو آتا ہے تو وہ خود امتیوں کی طرح بت کے سامنے سر رکھ دیتا ہے۔ (شاید مولانا کی نظر سے کوئی روایت گزری ہوگی اور اہل سیر نے اس قدر تو لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی شب ولادت شریف میں تمام دنیا کے بت سرنگون ہو گئے تھے سو یہ اس سے بڑھ کر ہے۔

نقش بر دیوار مثل آدم ست	بنگر اندر صورتٔ او چہ کم ست
دیوار کی تصویر آدمی جیسی ہے	غور کر اس کی صورت میں کیا چیز ہے؟
جاں کمست آں صورت بیتاب را	روبجو آں گوہر نایاب را
اس بے طاقت تصویر میں جان کم ہے	جا اس نایاب گوہر کو تلاش کر
شد سر شیران عالم جملہ پست	چوں سگ اصحاب را دادند دست
دنیا کے تمام شیروں کا سر جھک گیا	جب (قضا وقدر) نے اصحاب کہف کے کتے کو غلبہ دیدیا
چہ زیانستش ازاں نقش نفور	چونکہ جانش غرق شد در بحر نور
اس قابل نفرت صورت سے اس کو کیا نقصان ہے	جبکہ اس کی روح نور کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہے

(یہ بھی تائید ہے مضمون بالا کی کہ دیوار پر جو (آدمی کا) نقش بنا دیتے ہیں وہ بالکل آدمی کے مشابہ ہوتا ہے بتلاؤ اس کی (ظاہری صورت میں کونسی بات کم ہوتی ہے بس ایک جان صرف کم ہے اسی لئے اس کو بیتاب یعنی بے قوت کہنا چاہئے جاؤ اس گوہر نایاب (جان) کو تلاش کرو (اور اس صورت بے جان کو چھوڑو اور دیکھئے جب کارکنان قضاو قدر نے سگ اصحاب کہف کو غلبہ معنوی یعنی کمال معیت مقبولان الٰہی عطا فرمایا تھا شیران عالم کا سر اس کے روبرو پست ہو گیا (یعنی درجہ میں شیر اس سے کم ہو گئے (پس اس شعر کا مصرعہ مقدم ترکیب میں مؤخر اور مؤخر مقدم ہے) تو اس کتے کو اس نقش نفور وصورت سگی سے کیا ضرر ہے جب اس کی جان بحر نور معیت مقبولان الٰہی) میں غرق ہے۔

وصف صورت نیست اندر خامہا	عالم و عادل بود در نامہا
قلموں میں صورت کی تعریف (لکھنے کا رواج) نہیں ہے	خطوں میں 'عالم عادل (لکھا) ہوتا ہے
عالم و عادل ہمہ معنیٰ ست وبس	کش نیابی در مکان پیش وپس
عالم اور عادل سب معنی ہیں فقط	جن کو تو آگے اور پیچھے کسی جگہ نہیں پائے گا
میزند برتن زسوئے لامکاں	می نگنجد در فلک خورشید جاں
یہ لامکاں سے جسم پر وارد ہوتے ہیں	جان کا سورج آسمان میں نہیں سما سکتا ہے

یہ بھی تائید ہے مضمون سابق کی یعنی خطوط میں جو عالم و عادل وغیرہ اوصاف حوالہ قلم ہوتے ہیں یہ اوصاف

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت کے نہیں ہوتے بلکہ یہ عالم دعادل سب معانی ہیں کہ ان کو کسی مکان میں نہیں پاسکتے (کیونکہ یہ اوصاف جسم کے نہیں ہیں جس کے لئے مکان کی ضرورت ہے پس اوصاف روح کے ہیں اور روح عالم امر مجردات سے ہے جیسا پہلے گزرا اس لئے وہ لامکانی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ (روح جو نور پاشی میں مثل خورشید کے ہے فلک میں نہیں سماسکتی' (بخلاف ظاہری خورشید کے کہ فلک پر متمکن ہے) بلکہ لامکان سے جسم پر اثر پہنچا رہی ہے۔

ایں سخن پایاں ندارد ہوش دار	گوش سوئے قصۂ خرگوش دار
واضح ہو' یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے	خرگوش کے قصہ کی طرف کان لگائے رکھو
گوش خر بفروش و دیگر گوش خر	کیں سخن را در نیابد گوش خر
گدھے کا کان فروخت کر دے' دوسرے کان خرید لے	اس لئے کہ اس بات کو گدھے کے کان نہیں سن سکتے

(یعنی اس مضمون کا تو کہیں انتہا نہیں اب تم ہوش درست کر کے قصہ خرگوش کی طرف کان لگاؤ مگر) گوشت ظاہری کو کہ مثل گوش خر کے ہی ترک کر دو اور دوسرے قسم کا کان (یعنی گوش معنوی اختیار کرو کیونکہ اس مضمون کو یہ گوش ظاہری ادراک نہیں کرسکتا (یعنی قصہ سے جو نتائج و اسرار نکلتے ہیں اس کے لئے گوش معنوی کی ضرورت ہے جاؤ خرگوش کی حیلہ بازی دیکھو اور اس کو فریب اور یہ کہ شیر کو کس طرح کنوئیں میں ڈال دیا دیکھو۔

ذکر دانش خرگوش و بیان فضیلت و منافع دانش

خرگوش کی عقلمندی کا ذکر اور عقلمندی کی فضیلت اور نفعوں کا بیان

رو تو روبہ بازی خرگوش بیں	مکر و شیر اندازی خرگوش بیں
چل' خرگوش کی چالاکی دیکھ	خرگوش کا مکر اور شیر کو پچھاڑنا' دیکھ
خاتم ملک سلیماںؑ ست علم	جملہ عالم صورت و جان ست علم
علم' حضرت سلیمانؑ کے ملک کی انگوٹھی ہے	تمام دنیا صورت' اور علم جان ہے
آدمی رازیں ہنر بیچارہ گشت	خلق دریا ہا و خلق کوہ و دشت
اس ہنر کی وجہ سے آدمی کیلئے فرمانبردار ہو گئی ہے	پہاڑ' جنگل اور دریا کی مخلوق
زو پلنگ و شیر ترساں ہمچو موش	زو شدہ پنہاں بدشت و کہ وحوش
اس سے تیندوا اور شیر بھی چوہے کی طرح خوفزدہ ہیں	اس سے وحشی جانور' جنگل اور پہاڑ میں چھپ گئے
زو پری و دیو ساحلہا گرفت	ہر یکے در جائے پنہاں جا گرفت
اس سے پری اور دیو نے سمندر کا کنارہ پکڑا	ہر ایک نے پوشیدہ مقام میں جگہ بنا لی

www.besturdubooks.wordpress.com

(چونکہ یہ تدبیر خرگوش کی شعبہ علم کا تھا اس لئے قصہ کو چھوڑ پھر بیان فضیلت علم کی طرف عود فرمایا جس کا سابق میں بھی بضمن تفصیل معنی بر صورت ذکر آچکا ہے پس فرماتے ہیں کہ) علم خاتم ملک سلیمان ہے (اس میں دو توجیہیں ہوسکتی ہیں اول خاتم مبتدا علم خبر دوسرے کا عکس توجیہ اول کا حاصل یہ ہوگا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری جو مشہور ہے کہ اس کی وجہ سے تمام جن وانس وطیور وغیرہ اون کے مسخر تھے اور انگشتری علم ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ انگشتری واقع میں ان کے پاس نہ تھی صرف علم تھا جس کو عوام انگشتری کہنے لگے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خاصیت تسخیر انگشتری میں موجود تھی مگر خود وہ انگشتری اسی واسطے ان کو عطا ہوئی کہ ان کو دولت علم عنایت کی گئی تھی سو چونکہ سبب کا سبب سبب ہوتا ہے لہذا سبب اصل تسخیر کا وہ علم ہی ٹھہرا اور توجیہ ثانی پر علم کو خاتم ملک سلیمان مجازاً و تشبیہاً کہا یعنی علم ایسی فضیلت کی چیز ہے جیسے مہر سلیمانی تھی کہ (اس سے سب مسخر ہو گئے تھے اسی طرح علم سے سب مغلوب ہو جاتے ہیں دوسرے مصرعہ کا ترجمہ یہ ہے کہ) تمام عالم صورت ہے اور علم اس کی جان ہے اس میں بھی دو توجیہیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ عالم اور علم میں نسبت جسم اور جان کی ہے یعنی جس طرح جسم بلا جان بے کار ہے اسی طرح جس جزو عالم میں علم نہ ہو وہ جماد محض ہے دوسری توجیہ یہ کہ علم سے مراد علم الٰہی ہو چونکہ عالم موافق علم الٰہی کے ظاہر ہوا ہے اس لئے عالم مظہر علم الٰہی ہو جس طرح جسم مظہر ہوتا ہے جان کا کہ آثار جسمانیہ سے روح کا وجود معلوم ہوتا ہے اسی طرح وجود عالم سے استدلال کیا جاتا ہے صفت علیہ الٰہی پر کذا قال مرشدی فی التوجیہ الثانی بتغییر العبارۃ انسان سے اس ہنر (علمی) ہی کی وجہ سے تمام خلائق مجبور وعاجز ہو گئے تمام دریائی مخلوق بھی اور کوہ ودشت کی مخلوق بھی اس انسان سے سب شیر وپلنگ موش کی طرح ترساں ہیں اور دشت کوہ میں و حوش چھپتے پھرتے ہیں اور دیو وپری نے ساحل دریا کو مسکن بنا رکھا ہے غرض سب نے اسی طرح پوشیدہ مقامات میں جگہ تجویز کر لی ہے (غرض علم ایسی چیز ہے جس کے سبب انسان سب وحوش وطیور اور جنات کو گرفتار کر سکتا ہے اور آزار پہنچا سکتا ہے اس خوف سے سب چیزیں انسان سے بھاگتی ہیں اس تقریر پر وحوش کی وحشت کو ایک گونہ عقلی ماننا پڑے گا جیسے جن کا توحش یقیناً عقلی ہے اور اگر وحوش کی وحشت طبعی مانی جاوے جیسا ظاہراً معلوم ہوتا ہے تو توجیہ مقام کی یہ ہوگی کہ ان چیزوں کا توحش انسان سے بوجہ انسانیت کے ہے اور انسانیت بوجہ ناطقیت کے ہے جس میں علم بالکلیات کا اعتبار ماخوذ ہے پس اس طور پر علم انسان کا موجب توحش وحوش ہونا صحیح ہو گیا۔

آدمی را دشمن پنہاں بسے ست	آدمی با حذر عاقل کسے ست
آدمی کے چھپے ہوئے دشمن بہت ہیں	محتاط آدمی سمجھدار انسان ہے
خلق خوب وزشت ہست از ما نہاں	میزند بردل بہردم کوب شاں
اچھی اور بری مخلوق ہم سے چھپی ہوئی موجود ہے	ان کی چوٹ ہروقت دل پر لگتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر غسل ار در روی در جوئبار	بر تو آسیبے زند در آب خار
تو اگر نہر میں غسل کے لئے جائے گا	تو کانٹا پانی میں تجھے تکلیف پہنچائے گا
گرچہ پنہاں خار در آب ست پست	چونکہ در تو میخلد دانی کہ ہست
اگرچہ کانٹا پانی کے نیچے چھپا ہوا ہے	چونکہ تیرے چبھا ہے تو جانتا ہے کہ موجود ہے
خار خار حس ہا و وسوسہ	از ہزاراں کس بود نے یک کسہ
حواس اور وسوسہ کے کانٹے	ہزاروں اشخاص کی جانب سے ہیں نہ کہ ایک شخص کی (جانب سے)
باش تا حسہائے تو مبدل شود	تا بہ بینی شاں و مشکل حل شود
ٹھہر تاکہ تیرے حواس تبدیل ہو جائیں	تاکہ تو ان کو دیکھ لے اور مشکل حل ہو جائے
تا ںخہائے کیاں رد کردۂ	تا کیاں را سرور خود کردۂ
تاکہ (معلوم ہو جائے) کن ہستیوں کی باتوں کو تو نے رد کیا	اور کن کو تو نے اپنا سردار بنایا ہے؟

(اوپر انسان کے دشمنان ظاہر کا بیان تھا جو انسان سے خائف ہو کر خود بھاگتے ہیں اب بعض دشمنان باطنی کا بیان کرتے ہیں جن سے انسان کو خود خوف احتیاط کرنا چاہئے صرف اس مناسبت سے بیان کر دیا ہے کہ عداوت دونوں میں امر مشترک ہے گو اعدائے ظاہر کا بیان بتائید فضیلت علم ہوا تھا اور اعدائے باطنی کا بیان فضیلت مذکور سے متعلق نہیں پس فرماتے ہیں کہ (آدمی کے بہت سے پوشیدہ دشمن بھی ہیں جو آدمی با حذر و احتیاط جو عاقل آدمی وہی ہے (اور جس طرح باطن میں دشمن ہیں یعنی شیاطین اسی طرح باطن میں خیر خواہ بھی ہیں یعنی ملائکہ پس اچھی بری خلقت ہم سے پوشیدہ موجود ہے (اور گو ان کا وجود ہم کو مشاہدہ سے محسوس نہیں ہوا مگر) ان کا اثر قلب پر ہر وقت پہنچتا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ کوئی چیز اندر اثر کرنے والی ہے رہی تعیین سو حدیث سے معلوم ہو گی کہ ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے کہ آدمی پر ایک اثر شیطان کا پہنچتا ہے اور ایک اثر فرشتہ کا الحدیث سو برے خیالات شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں اور اچھے خیالات فرشتہ کی طرف سے یہی ان کا اثر ہے آگے مثال ہے اس کی کہ اثر سے مؤثر کا علم ہو جاتا ہے گو مؤثر مرئی نہ ہو وہ مثال یہ ہے کہ مثلاً) غسل کرنے کے لئے تم ندی پر گئے اور پانی کے اندر پاؤں میں) کانٹا لگ گیا سو وہ کانٹا پانی کے اندر قعر میں ہے اور نظر نہیں آتا مگر چونکہ تمہارے چبھ رہا ہے تم یقیناً جانتے ہو کہ بیشک ہے (پس شیطان کو نظر نہیں آتا مگر بہکانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ہے پھر یہ نہ سمجھو کہ ہر شخص پر ایک ہی مسلط ہے بلکہ) یہ خلجانات و تعلقات حواس ظاہری کے (جبکہ وہ معاصی میں صرف ہوں) اور وسوسہ باطنی کے (کہ برے خیالات آویں) یہ ہزاروں اشخاص (یعنی شیاطین کی طرف سے ہیں نہ ایک شخص کی طرف سے (جیسا احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وضو کے وساوس کے لئے ایک شیطان ہے جس کا نام خنزب ہے اور نماز کے

وساوس کا ایک شیطان ہے جس کا نام ولہان ہے اسی طرح ہر امر کے لئے ممکن ہے کہ جدا جدا ہو اور ان ملائکہ وشیاطین کا وجود استدلال بالاثر علی المؤثر سے تو تم کو معلوم ہو گیا اگر مشاہدہ مطلوب ہے تو) ذرا صبر کرو (یعنی انتظار کرو یا مجاہدہ کرو) تاکہ تمہارے حواس (قوی مدرکہ بدل جاویں (یعنی موت سے یا عرفان سے) پھر ان کو (مشاہدہ عین سے مرنے کی حالت میں بعد قدرے انتظار کے یا مشاہدہ قلب سے عرفان کی صورت میں بعد مجاہدہ کے دیکھ لوگے اور یہ مشکل (شک وشبہ کی جو استدلال میں پیش آتی ہے حل ہو جاوے گی اور اس وقت معلوم ہو جائے گا کہ کن لوگوں کی باتوں کو تم نے رد کیا تھا اور کن لوگوں کو اپنا سردار اور مطاع بنا رکھا تھا (یعنی ملائکہ کی مخالفت وشیاطین کی موافقت کی تھی یا بالعکس)

باز جستن نخچیراں سر واندیشۂ خرگوش را

پھر شکاروں کا خرگوش کی تدبیر اور راز کو معلوم کرنا

بعد ازاں گفتند کاے خرگوش چست	درمیاں نہ آنچہ در ادراک تست
پھر انہوں نے کہا کہ اے چالاک خرگوش!	سامنے رکھ دے جو تیری سمجھ میں آیا ہے
اے کہ باشیرے تو در پیچیدۂ	باز گو رائے کہ اندیشیدۂ
اے وہ! کہ شیر سے تو بھڑا ہے	بتا' تو نے کیا تدبیر سوچی ہے؟
مشورت ادراک و ہشیاری دہد	عقلہا مر عقل را یاری دہد
مشورہ عقل اور سمجھ عطا کرتا ہے	عقلیں' عقل کی مدد کرتی ہیں
گفت پیغمبر بکن اے رائے زن	مشورت کالمستشار موتمن
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا ہے اے رائے زنی کرنے والے!	مشورہ کر لے اس لئے کہ مشورہ دینے والا' امین ہوتا ہے
قول پیغمبر بجاں باید شنود	باز گوتا چیست مقصود تو زود
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے قول کو دل وجان سے سننا چاہیے	تو جلدی بتا' تیرا مقصد کیا ہے؟

یعنی نخچیروں نے کہا کہ اے چالاک خرگوش جو تدبیر تیرے ادراک (ذہن میں آئی ہے اس کو ظاہر تو کر تو جو باوجود ضعیف وحقیر ہونے کے) شیر (قوی کے ساتھ پیچ لگا رہا ہے تو جو کچھ سوچا ہے اس کو بیان تو کر (کیونکہ مشورہ کرنا اور ادراک اور ہوشیاری بخشتا ہے اور ایک عقل کو بہت سی عقلیں مدد پہنچاتی ہیں پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص رائے سوچے اس کو مشورہ کر لینا چاہئے چنانچہ حضور کے یہ الفاظ ہیں المستشار موتمن یعنی جس سے مشورہ لیا جاوے اس کو چاہئے کہ امانت کے ساتھ مشورہ دے (یعنی جس کو اپنے نزدیک مصلحت سمجھے اس کے خلاف مشورہ نہ دے جب آپ نے مشورہ کے حقوق وآداب ارشاد فرمائے اس سے معلوم ہوا کہ مشورہ ایک مہتم بالشان چیز ہے پس گویا آپ نے

www.besturdubooks.wordpress.com

ترغیب فرمادی پس اس تقریر پر مضمون بکن اے راے زن مشورت روایت بالمعنی ہوگا اور قرآن مجید میں صیغہ شاور ہم صاف مذکور ہے پس پیغمبر ﷺ کا ارشاد دل وجان سے سنا چاہئے تو اب جلدی کہہ تیرا کیا قصد ہے۔

پوشیدہ داشتن خرگوش راز از نخچیراں

خرگوش کا شکاروں سے راز کو پوشیدہ رکھنا

گفت ہر رازے نشاید باز گفت	جفت طاق آید گہے گہ طاق جفت
اس نے کہا ہر راز کہنے کے لائق نہیں ہوتا	کبھی جفت طاق آتا ہے کبھی طاق جفت آتا ہے
از صفا گردم زنی با آئینہ	تیرہ گردد زود باما آئینہ
اگر تو آئینہ پر پھونک مارے تو صفائی کی وجہ سے	وہ بہت جلد ہمارے لئے اندھا ہو جائے گا
در بیان ایں سہ کم جنباں لبت	از ذہاب واز ذہب وز مذہبت
ان تین چیزوں کے بیان میں لب کشائی نہ کر	سفر اور سونا اور اپنی منزل مقصود کے بارے میں
کیں سہ را خصم ست بسیار وعدو	در کمینت ایستد چوں داند او
اس لئے کہ ان تینوں کے مخالف اور دشمن بہت ہیں	تیری گھات میں رہے گا جب وہ جان جائے گا
ور برانی با یکے گوئی الوداع	کل سر جاوز الاثنین شاع
اگر تم نے ایک سے کہہ دیا تو الوداع کہہ دو	ہر راز جو دو (لب) سے گزرا مشہور ہوا
گر دو سہ پرندہ را بندی بہم	بر زمیں مانند محبوس از الم
اگر تو تین پرندوں کو اس میں باندھ دے	تکلیف کی وجہ سے زمین پر مقید رہیں گے

یعنی خرگوش نے جواب دیا کہ (مشورہ بے شک عمدہ چیز ہے لیکن) ہر راز کو ظاہر نہ کرنا چاہئے کیونکہ جوڑ دار بات کبھی بے جوڑ ہو جاتی ہے اور بے جوڑ کبھی جوڑ دار بن جاتی ہے (سو اظہار کرنے سے وہ بات قابو سے باہر ہو جاتی ہے اور ممکن ہے کہ تجویز کیا جاوے کچھ اور موقع ہو کچھ (اس لئے اظہار مناسب نہیں حاصل جواب یہ ہوا کہ مشورہ کا حکم کل امور میں عام نہیں بلکہ ان امور میں ہے جس کا اظہار خالی از خطر ہو اس اظہار راز کی ایسی مثال ہے کہ مثلاً تم آئینہ پر پھونک مارو تو ضرور وہ آئینہ صفائی سے متغیر ہو کر ہمارے اعتبار سے مکدر و تیرہ ہو جاتا ہے (پس متکلم کا راز کو منہ سے نکالنا بمنزلہ منہ سے پھونک نکالنے کے ہے اور مخاطب کا ذہن و قلب جس میں وہ راز پہنچایا جاتا ہے بمنزلہ آئینہ کے ہے پس جس طرح آئینہ پھونک مارنے سے تیرہ ہو جاتا ہے اسی طرح جب تک راز ظاہر نہیں کیا جاتا سامع کے قلب میں مثل صفاء آئینہ محض سادگی و سلامتی رہتی ہے اور جوں ہی اس کو راز پر مطلع کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

باعتبار غالب حالت طبائع کے اس کے قلب میں بجائے سادگی سلامتی کے چالاکی اور تدبیر ضرر رسانی جو بمنزلہ کدورت آئینہ کے ہے پیدا ہونا شروع ہوئی (اس لئے اظہار راز مصلحت کے خلاف ہے۔ اول تو مطلقاً اور بالخصوص ان تین امر کو تو گاہے زبان پر بھی لانا نہ چاہئے اپنے جانے کا حال کہ کب جاؤں گا اپنے زر کا حال کہ کتنا ہے کہاں ہے اور جانے کی جگہ کہ کس منزل پر پہنچوں گا (کسی حکیم کا قول ہے اسعہ ذھبک و ذھابک و مذھبک) کیونکہ ان تین چیزوں کے بہت دشمن ہیں اگر کسی دشمن کو خبر ہوگئی تو وہ تاک میں لگا رہے گا اور اگر ایک آدمی سے بھی ظاہر کر دیا تو اس کو خیر باد کہو کیونکہ جو راز دو سے چلا وہ پھیلا (اگر مراد دو شخص ہوں تب تو یہ قول اس اعتبار سے دلیل ہے کہ اکثر وہ راز دار بھی اپنے کسی مخصوص سے کہہ دیتا ہے تو تجاوز الاثنین اس اعتبار سے اظہار راز کو مطلقاً لازم ہے اور دو لب مراد ہوں تو ظاہر ہے کہ اظہار بدون ان کے تجاوز کے ہو ہی نہیں سکتا بہرحال دونوں حالت میں اس کا شیوع بطریق مذکور ہو جاتا ہے) اور راز کے سربستہ اور منتشر ہو جانے کی دوسری ایسی مثال ہے کہ دو چار پرندوں کو ایک دوسرے سے باندھ جکڑ دو تو زمین پر یوں بندھے مصیبت کے مارے پڑے رہیں گے (اور اگر کھول دو اڑ جاویں گے اسی طرح جب تک مضامین راز قلب میں محبوس ہیں انتشار سے امن ہے اور جب یہ حبس رفع کر دیا جاوے تو اطراف و اقطار میں منتشر ہو جاتے ہیں۔)

مشورت دارند سر پوشیدہ خوب	در کنایت باغلط افگن مشوب
چھپے ہوئے راز کا مشورہ بہتر سمجھتے ہیں	کنایۂ جو غلطی میں مبتلا کرنے والی بات سے مخلوط ہو
مشورت کردے پیمبر بستہ سر	گفت ایشانش جواب و بے خبر
پیمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سربستہ مشورہ کرتے	اور وہ ان کو بے خبری میں جواب دیدیتے
در مثالے بستہ گفتے رائے را	تا ندانند خصم از سر پائے را
رائے کو کسی مثال سے وابستہ کر کے فرما دیتے	تاکہ مخالف سر پیر نہ سمجھ سکے
او جواب خویش بگرفتے ازو	وز سوالش می نبردے غیر بو
وہ اس سے اپنا جواب نکال لیتے	ان کے سوال کی غیر کو بو بھی نہ لگتی

(مشورت مفعول داریدو ذوالحال در کنایت متعلق بہ واریدٔ باغلط افگن متعلق بہ مشوب و آن حال ست از مشورت گفت فعل ایشان فاعل و شین مفعول اول او جواب مفعول ثانی و بے خبر حال از ایشان یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ راز کو ظاہر نہ کرنا چاہئے اور حکم مشورہ عام نہیں ہے اس سے یہ نہ سمجھے کہ راز میں بالکل مشورہ نہ کیا جاوے) مشورہ کی عادت تو رکھنا ضروری ہے مگر راز پوشیدہ ہی خوب ہے (حاصل یہ کہ راز میں صریح مشورہ نہ کیا جاوے بلکہ) وہ مشورہ کنایہ میں ہو جو ایسے کلام میں آمیختہ ہو کہ سامع کو غلط فہمی میں ڈال دے) (اور حقیقت واقعہ تک نہ پہنچنے دے یعنی مشورہ تو ہو مگر مبہم ہو کہ مشورہ پر بھی عمل ہو جاوے اور راز بھی مخفی رہے مثلاً کسی شخص کو یہ مشورہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لینا ہے کہ چار آدمی ایک ہزار روپیہ میں دہلی سے حج کر سکتے ہیں یا نہیں اور اس کو اندیشہ ہے کہ اگر میں صاف اسی عنوان سے مشورہ لیتا ہوں تو لوگ سمجھ جاویں گے کہ یہی اپنے گھر والوں کو ملا کر چار آدمی ہیں معلوم ہوتا ہے یہ لوگ حج کو جانا چاہتے ہیں سو احتمال ہے کہ شاید بعض مناع غیر حارج و مخل ہوں یا یہ معلوم ہو جاوے گا کہ اس شخص کے پاس ایک ہزار روپیہ جمع ہے سو احتمال ہے کہ شاید کوئی در پے ہو کر چرالے اس لئے اس شخص کو مناسب ہے کہ بجائے دہلی کے تو دس پانچ اسٹیشن بڑھا کر یا گھٹا کر کسی مقام کو سوال میں ذکر کرے اور بجائے چار آدمی کے آٹھ آدمی پورے اور دو بچے نصف ٹکٹ والے اور ایک بچہ بے ٹکٹ والا کل گیارہ آدمی سوال میں فرض کرے جو جواب تحقیق ہو اس میں زائد کو منہا یا کم کو شامل کر کے حساب کرے جواب مقصود حاصل ہو جاوے گا اور کسی کو پتہ نہ لگے گا کہ یہ اس وقت ہے جب کوئی مشیر معتمد امین نہ ملے یا ایسے مجمع میں مشورہ کرنا ہو جس میں اور لوگ بھی نا قابل اطمینان موجود ہوں ورنہ صاف عنوان سے مشورہ کرنا زیادہ شفا بخش ہے پیغمبر ﷺ اس طرح مشورہ فرماتے ہیں کہ حقیقت واقعہ سر بستہ و معلق رہتی سامعین آپ سے جواب عرض کر دیتے مگر خود بے خبر رہتے (کہ کس واقعہ میں یہ مشورہ لیا گیا ہے اس کی صورت یوں ہوتی کہ کسی مثال میں اس امر قابل رائے کو فرض کر کے فرما دیتے تاکہ مخالف حقیقت واقعہ کو تمیز نہ کر سکے اور اسی مثال سے یعنی اس مثال کے جواب سے آپ اپنا جواب اخذ فرما لیتے اور آپ کے سوال کی حقیقت کا رائحہ بھی کسی غیر آدمی تک نہ پہنچتا (حدیث میں ہے اذا غزی غزوۃ وری لغیر ہا یعنی عزم غزوات میں توریہ و ایہام فرمایا کرتے تھے مولانا کا قول اسی مضمون کی روایت بالمعنی ہے)

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	سوئے خرگوش دلاور تاچہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں، لوٹ	بہادر خرگوش کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

یعنی اس مضمون (اخفائے راز) کی تو کہیں انتہا نہیں اب قصہ خرگوش کی طرف پھر عود کرنا چاہئے کہ اس نے کیا کیا غرض اس خرگوش نے اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا اپنے ہی ذہن میں مختلف حیلے سوچتا رہا اور دوسرے وحوش سے بھلی بری کوئی بات نہیں کھولی اپنی پوشیدہ تدبیر اپنے ہی دل میں چلا رہا تھا۔

قصہ مکر کردن خرگوش باشیر و بسر بردن

خرگوش کا شیر کے ساتھ چالاکی کرنے اور انجام کو پہنچنے کا قصہ

حاصل آں خرگوش رائے خود نگفت	مکر اندیشد با خود طاق و جفت
الحاصل اس خرگوش نے اپنی رائے نہ بتائی	جوڑ توڑ کر کے خود تدبیر سوچ لی
با وحوش از نیک و بد نکشاد راز	سر خود با جان خود میراند باز
وحشی جانوروں پر اچھے برے کا راز نہ کھولا	اپنا راز اپنے آپ سے کہتا رہا

ساعتے تاخیر کرد اندر شدن	بعد ازاں شد پیش شیر پنجہ زن
جانے میں ایک گھنٹہ تاخیر کی	اس کے بعد پنجہ زن شیر کے سامنے گیا
زاں سبب کاندر شدن او ماند دیر	خاک را میکند و میغرید شیر
اس سبب سے کہ جانے میں دیر تک توقف کیا	شیر زمین کو کھود رہا تھا اور غرا رہا تھا
گفت من گفتم کہ عہد آں خساں	خام باشد خام وزشت و نارساں
اس نے کہا' میں نے کہا تھا کہ ان کمینوں کا عہد	کچا ہو گا اور برا اور ناکمل ہو گا
دمدمہ ایشاں مرا از خر فگند	چند بفریبد مرا ایں دہر چند
ان کے مکر نے مجھے مار ڈالا	یہ زمانہ مجھے آخر کتنا فریب دے گا؟
سخت درماند امیر سست ریش	چوں نہ پس بیند نہ پیش از احمقیش
بیوقوف حاکم بہت عاجز رہتا ہے	جب اپنی بیوقوفی سے نہ آگا دیکھے نہ پیچھا

یعنی خرگوش نے جانے میں کسی قدر دیر لگادی پھر شیر کے روبرو گیا اس خرگوش کے توقف کے سبب شیر کا یہ حال تھا کہ تمام زمین کھودے ڈالتا تھا اور غرارہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں تو پہلے ہی کہتا تھا کہ ان نالائقوں کا عہد خام اور لچر اور ناتمام ہوگا ان کے مکروفریب نے مجھ کو دھوکے میں ڈال دیا (از خرافگندن درمحاورہ فریب دادن ولی محمد) یایوں کہئے کہ گدھے سے بھی میرا رتبہ پست کردیا (محمد رضا) نامعلوم اہل زمانہ مجھ کو کب تک ایسے دھوکے دیا کریں گے واقعی احمق حاکم بھی سخت درماندہ ہوجاتا ہے جب اپنی حماقت سے پس وپیش کو نہ دیکھے (جس طرح مجھ کو قصہ پیش آیا کہ ان نخچیروں کے قول پر اعتماد کرلیا اور انجام کو نہ سوچا۔

راہ ہموارست وزیرش دامہا	قحط معنی درمیان نامہا
راستہ صاف ہے اور اس کے نیچے جال ہیں	لفظوں میں معنی کا قحط ہے
لفظہا و نامہا چوں دامہاست	لفظ شیریں ریگ آب عمر ماست
لفظ اور نام جالوں کی طرح ہیں	میٹھا لفظ ہماری عمر کے پانی کا ریت ہے
عمر چوں آب ست وقت اوراچو جو	خلق باطن ریگ جوئے عمر تو
عمر پانی کی طرح ہے اس کیلئے وقت بمنزلہ نہر کے ہے	باطنی اخلاق تیری عمر کی نہر کا ریت ہیں

(یہاں سے انتقال ہے قصہ سے طرف مضمون ارشاد کے یعنی جس طرح معاملات ظاہری میں انجام بینی نہ کرنے سے غلطی میں گرفتار ہوجاتا ہے اسی طرح معاملات باطنی وسلوک میں انجام بینی نہ کرنے سے ضلالت

www.besturdubooks.wordpress.com

ودمال میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ شیطان ضرور و مکار کے چرب و شیریں اقوال و نمائشی احوال کو دیکھ کر ان سے بیعت ہو جاتا ہے اور حقیقت امر کی تحقیق نہیں کرتا کہ اس ظاہر کا باطن کیا ہے اس مضمون کو ضمن تمثیل میں بیان فرماتے ہیں کہ بسا اوقات اوپر سے ہموار راستہ معلوم ہوتا ہے اور اس کے نیچے جال بچھا ہے (ایسے مقام پر عاقل کو اختیار درکار ہے پس شیطان مزور کی ظاہری حالت مثل راہ ہموار کے ہے اور ان کا خبث و فریب باطنی مثل دام پنہانی کے ہے اور اکثر اسماء و الفاظ کے اندر معانی کا قحط ہوتا ہے (کہ نام و القاب تو شاہ صاحب میاں صاحب ذاکر شاغل عابد زاہد مگر ان اوصاف کا جو کہ معانی ان الفاظ کے ہیں وہاں پتہ بھی نہیں یا الفاظ سے مراد عبارت و مضامین معرفت کے ہوں کہ شیطان مزور درویشی کے مضامین نہایت فصاحت بلاغت سے بیان کرتے ہیں مگر خود ان حالات سے محض خالی پس یہ الفاظ و اسماء (بہر دو معنی مذکور) مثل دام کے ہیں (کہ طالب سادہ لوح اس میں پھنس جاتا ہے (اور خبث باطنی کو تشبیہ دام سے دی ہے بوجہ مہلک و مستور ہونے کے اور یہاں الفاظ و عبارات ظاہر کو دام کہہ دیا صرف باعتبار مہلک ہونے کے گو کہ الفاظ مذکورہ مستور نہیں ہیں پس الفاظ شیریں کی ایک مثال تو دام کی ہوئی آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ) الفاظ شیریں ہمارے آب عمر کے لئے مثل ریگ کے ہیں (جس طرح آب کو ریگ فنا کر دیتا ہے اسی طرح عمر طالب کو شیطان مزور کی یہ ظاہری باتیں یہ حالتیں اور شہرت برباد کرتی ہیں کہ یہاں کچھ حاصل نہیں ہوتا بلکہ اور گمراہی بڑھتی ہے دوسری جگہ جانے کی توفیق نہیں ہوتی اور جس طرح اس مقام پر شیطان مزور کے الفاظ کو ریگ عمر کہا ہے آگے خود شیطان مزور کو ریگ سے تشبیہ دیں گے کیونکہ اصل میں برباد کن عمر طالب بھی ہیں اور الفاظ تو محض واسطہ و ذریعہ ہیں پس تشبیہ اول سے تشبیہ ثانی خود مفہوم ہوتی ہے اور لازم آتی ہے اور قبل اس تشبیہ ثانی کے ایک شعر میں جس کو بعض نے ملحق کہا ہے (اس ریگ یعنی شیطان مزور کی طرف میلان کا اصلی سبب بھی بتلایا ہے کہ وہ اخلاق ذمیمہ ہیں چونکہ شیطان مزور کے یہاں انکا ازالہ نہیں کرایا جاتا بس نفس اپنی راحت کے لئے ادھر مائل کر دیتا ہے اور چونکہ بیان سبب ایک مستقل مضمون ہے اسی لئے اس شعر کا نہ ہونا مضر بھی نہیں جبکہ اس کو الحاقی کہا جاوے پس فرماتے ہیں کہ (عمر تو مشابہ آب کے ہے اور زمانہ (یعنی ظرف زمان کہ عمر اس میں کا ایک حصہ ہے) بمنزلہ نہر کے ہے) کہ آب اس میں کا ایک حصہ ہوتا ہے اور اخلاق ذمیمہ (جو تمہارے اندر ہیں تمہاری ریگ عمر (یعنی شیطان مزور) کے طالب اور جویندہ ہیں (جیسا ہم نے ابھی تقریر کی ہے اور وہ شعر جس میں سبب کا بیان ہے یہی تھا اور شعر تشبیہی آگے آوے گا۔ غیر مرحق الخ

آں یکے ریگے کہ جوشد آب ازو	سخت کمیاب ست رو آنرا بجو
وہ ریت جس سے پانی ابلے	بہت کمیاب ہے جا اس کو تلاش کر
ہست آں ریگ اے پسر مرد خدا	کو بحق پیوست و از خود شد جدا
اے بیٹا! وہ ریت مرد خدا ہے	جو اللہ سے جڑا اور اپنے سے جدا ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

آب عذب دیں ہمی جوشد ازو	طالباں رازاں حیات ست ونمو
دین کا میٹھا پانی اس سے ابلتا ہے	طلبگاروں کی اس سے زندگی اور نشوونما ہے
غیر مردِ حق چو ریگ خشک داں	کاب عمرت را خورد او ہر زماں
جو مرد خدا نہیں اس کو خشک ریت سمجھ	جو ہر وقت تیری زندگی کا پانی چوس رہا ہے

جب شیخان مزور کو ریگ سے تشبیہ دے کر اس سے احتیاط رکھنے کا بیان کرنا منظور ہوا تو تکمیل مضمون کے لئے مقابلہ میں شیوخ کاملین کا بیان بھی لے آئے تا کہ طالب حق ان کو تلاش اور ان کا اتباع کرے اور چونکہ ظاہری حالت دونوں شیخوں کی یکساں ہوتی ہے اور باطنی حالت میں تفاوت ہوتا ہے اس لئے کاملین کو بھی مثل مزورین کے ریگ سے تشبیہ دی گئی کہ ظاہر میں سب ریگ ایک صورت کے ہوتے ہیں مگر باعتبار اثر کے مختلف ہیں کہ بعض ریگ تو ایسا ہے جس سے پانی اوبلتا ہے جس سے شیخان کامل کو تشبیہ دی ہے اور بعض ایسا ہے جو اپنے کو خشک کر دیتا ہے جس سے شیخان مزورین کو تشبیہ دی ہے پس فرماتے ہیں کہ ایک ریگ تو وہ ہوتا ہے جس سے پانی ابلتا ہے (شیخ کامل عارف اس کے مشابہ ہے کہ علوم وحقائق اس سے جوش زن ہوتے ہیں ایسا ریگ بہت کمیاب ہے اس کو تلاش کرو اس ریگ مذکور سے مراد مرد خدا ہے جو حق سے واصل اور اپنے (حظوظ) سے منقطع ہو گیا ہو (علم دین کا آب شیریں اس سے جوش مارتا ہے جس سے طالبان حق کو حیات اور نمو ہوتا ہے اور جو مرد حق نہ ہو (بلکہ شیخ مزور ہو) اس کو مثل ریگ خشک کے سمجھو کہ تیرے آب عمر کو ہر وقت چوس رہا ہے (یعنی تیری عمر و علم وعمل کو ضائع کر رہا ہے۔

طالب حکمت شو از مرد حکیم	تا ازو گردی تو بینا و علیم
مرد دانا سے دانائی کا طالب بن	تاکہ تو اس سے صاحب بصیرت اور عالم بنے
منبع حکمت شود حکمت طلب	فارغ آید اوز تحصیل و سبب
دانائی کا طالب دانائی کا چشمہ بن جاتا ہے	وہ تحصیل علم اور سبب (ظاہری) سے بے نیاز ہو جاتا ہے
لوح حافظ لوح محفوظے شود	عقل او از روح محظوظے شود
حافظ کی لوح لوح محفوظ بن جاتی ہے	اس کی عقل روح سے بہرہ یاب ہو جاتی ہے
چوں معلم بود عقلش زابتدا	بعد ازاں شد عقل شاگردے ورا
عقل شروع میں جو اس کی استاد تھی	اس کے بعد عقل اس کی شاگرد بن گئی
عقل چوں جبرئیل گوید احمدا	گر یکے گامے نہم سوزد مرا
جبرئیل (علیہ السلام) کی طرح عقل کہتی ہے اے احمدؐ	اگر ایک قدم بڑھاؤں (تجلی) مجھے جلا دے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

تو مرا بگذار زیں پس پیش راں	حد من ایں بود اے سلطان جہاں
مجھے پیچھے چھوڑ دیجئے اور آپ آگے جائیے	اے جہاں کے بادشاہ! میری یہ سرحد تھی

(یعنی جب معلوم ہو گیا کہ آدمی دو قسم کے ہیں ایک کامل اور ایک مکار جاہل پس تم حکمت (و معرفت کی طلب مرد حکیم (کامل) سے کرد تا کہ تم بھی بنیا و دانا بن جاؤ کیونکہ جو طالب حکمت ہوتا ہے وہ منبع حکمت بن جاتا ہے اور (بعد منبع حکمت بن جانے کے) وہ تحصیل (مروج) اور اسباب (ظاہری تحصیل علم) سے فارغ ہو جاتا ہے (یعنی علوم وہبی لدنی اس کے قلب پر فائض ہونے لگتے ہیں اور وہ شخص کہ (طلب کے وقت لوح حافظ تھا (کہ علوم و اسرار کو اپنے لوح قلب پر شیخ سے سن کر محفوظ رکھتا تھا بعد انکشاف علوم کشفیہ لدنیہ) لوح محفوظ کے مثل ہو جاتا ہے کہ من جانب اللہ اس میں علوم حقیقیہ کا انتقاش ہونے لگتا ہے) اور اس کی عقل روح سے (یعنی الہام سے کما قال تعالیٰ اوحینا الیک روحاً من امرنا محظوظ ہونے لگتی ہے (وحی یا الہام کو روح کہنا اس لئے ہے کہ وہ سبب حیات معنویہ ہے جیسے روح سبب حیات جسمانیہ ہے ابتدائی حالت میں یعنی حصول معرفت کے قبل تو عقل اس کی استاد تھی اور بعد ازاں (جب اس نے فیوض حاصل کر لئے تو) خود عقل اس کی شاگرد ہو گئی (کیونکہ اول راہ طلب میں اس کو عقل ہی لائی تھی اس لئے عقل استاد تھی پھر وہ علوم حاصل ہونے لگے جو ادراک عقل و نظر سے خارج ہیں اس لئے عقل شاگرد و محتاج بن گئی پھر تو عقل اس سے وہ بات کہنے لگتی ہے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے جناب احمد مجتبیٰ ﷺ سے عرض کی تھی کہ اگر ایک قدم بھی آگے رکھتا ہوں تو (نور جلال) مجھ کو جلائے دیتا ہے آپ مجھ کو یہاں ہی رہنے دیجئے اور خود آگے تشریف لے جائیے بس میری یہی حد تھی پس جس طرح اس واقعہ میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اول رہبر تھے پھر عاجز ہو گئے اسی طرح عقل اول رہبری کرتی ہے مگر آگے چل کر درماندہ ہو جاتی ہے

ف: اس روایت کی اچھی طرح مجھ کو تحقیق نہیں ہے۔

ہر کہ ماند از کاہلی بے شکر و صبر	او ہمی داند کہ گیرد پائے جبر
جو شخص سستی کی وجہ سے بے شکر اور بے صبر رہا	وہ سمجھتا ہے کہ اس نے جبر کا پایہ تھاما ہے
ہر کہ جبر آورد خود رنجور کرد	تاہماں رنجوریش در گور کرد
جس نے جبر اختیار کیا اس نے خود کو بیمار بنا لیا	یہاں تک کہ اس کو اسی بیماری نے قبر میں پہنچا دیا
گفت پیغمبر کہ رنجوری بہ لاغ	رنج آرد تا بمیرد چوں چراغ
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ مذاق کی بیماری	مرض پیدا کر دیتی ہے یہاں تک کہ (مریض چراغ کی طرح بجھ جاتا ہے

(اوپر ترغیب تھی مرد حکیم یعنی شیخ کامل کے تلاش کرنے کی اور اخذ فیوض میں سعی کرنے کی اب مذمت فرماتے ہیں سعی اور طلب میں کاہلی کرنے کی پس ارشاد ہوتا ہے کہ) جو شخص کاہلی کے سبب ناشکر اور بے صبر رہ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

(یعنی قوی مدرکہ وفاعلہ کا کہ نعمت الٰہی ہیں حق ادا نہ کیا کہ ان کو طلب مقصود میں صرف کرتا اور یہ ناشکری ہے اور مجاہدہ وریاضت سے جی چرایا کہ اس کی بدولت واصل ہو جاتا اور یہ بے صبری ہے غرض جس نے راہ طلب میں کاہلی کی وہ اپنے دل میں (خوش ہوکر) یوں جانتا ہوگا کہ میں نے جبر (محمود) کا پایہ تھام لیا ہے (جس میں سراسر رضا وتسلیم وتوکل ہے جیسا اوپر گزر چکا ہے حالانکہ طلب مقصود سے تقاعد کرنا یہ جبر مذموم ہے جس کا یہ حال ہے کہ جس شخص نے ایسا جبر اختیار کیا اور اپنے کو مثل بیمار بنالیا (کہ مجھ کو قدرت علم وعمل کی نہیں) آخر وہی بیماری (کاہلی اس کو گور (جہل) میں پہنچاوے گی چنانچہ پیغمبرﷺ کا ارشاد ہے (کہ جھوٹ موٹ) تمسخر سے بیمار پڑ جانا (سچ مچ کی بیماری کو کھڑا کردیتا ہے حتیٰ کہ چراغ گل ہونے کی طرح مرجاتا ہے (یہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف ان تمارضتم لدینا لتمرضوا جس کے معنی میں یہ مشہور ہے کہ منافقین اعمال اسلامیہ سے بچنے کے لئے بیماروں کی صورت بنا کر آتے تھے اس پر آپ نے فرمایا کہ ایسا کرنے سے سچ مچ کی بیماری ہو جاوے گی مگر مجھ کو اس حدیث کی تحقیق نہیں مولانا نے بطریق علم اعتبار کے امراض باطنی کو مثل کاہلی وترک سعی فی الحق کے امراض ظاہری پر قیاس کرکے ہلاکت کو دونوں میں مشترک قرار دیا اس سے ثابت ہوگیا کہ ایسا جبر مذموم ہے)

جبر چہ بود بستن اشکستہ را	یا بہ پیوستن رگ بگسستہ را
جبر کیا ہے؟ ٹوٹے ہوئے کو باندھنا	یا ٹوٹی رگ کو جوڑنا
چوں دریں رہ پائے خود بشکستۂ	بر کہ میخندی چہ پارا بستۂ
جب تو نے اس راہ میں اپنے پیر کو نہیں توڑا ہے	کس پر ہنستا ہے پاؤں کو کیوں باندھا ہے؟
وانکہ پایش دررہ کوشش شکست	در رسید او را براق و برنشست
جس نے کوشش کی راہ میں اپنے پیر کو توڑا	اس کے لئے براق پہنچا اور وہ سوار ہوا
حامل دیں بود او محمول شد	قابل فرماں بد او مقبول شد
وہ دین کا بوجھ اٹھانے والا تھا (اب) سوار بن گیا	اللہ کے فرمان کو قبول کرنے والا تھا مقبول (بارگاہ) ہوگیا
تاکنوں فرماں پذیرفتے زشاہ	بعد ازیں فرماں رساند بر سپاہ
اب تک بادشاہ کا فرمان مانتا تھا	اس کے بعد سپاہیوں کا فرماں روا ہو گیا
تاکنوں اختر اثر کردے درو	بعد ازاں باشد امیر اختر او
اب تک ستارہ اس میں اثر کرتا تھا	اس کے بعد وہ ستارے کا حکم ہو گا
گر ترا اشکال آید در نظر	پس تو شک داری در انشق القمر
اگر تجھ کو اس میں اشکال نظر آتا ہے	تو تو انشق القمر میں شک رکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(اوپر کے اشعار میں متمسک بالجبر پر رد تھا کہ یہ کاہلی جبر مذموم ہے اب فرماتے ہیں کہ اگر تم کو طریق جبری کا اختیار کرنا پسند ہے تو جبر محمود کو اختیار کرو جس کی تفسیر اوپر ایک جگہ راقم نے لکھی ہے اور مولانا ایک خاص عنوان سے بتلاتے ہیں جس میں ایک گونہ لغت سے استدلال بھی ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ جبر کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ شکستہ کو درست کرنا یا قطع کی ہوئی رگ کو جوڑنا (چنانچہ اہل لغت نے تصریح کی ہے پس جس حالت میں کہ تم نے راہ طلب میں ابھی تک اپنے قدم (سعی) کو شکستہ ہی نہیں کیا تو اس وقت تک جبر کا نام لینا عقلاء کے نزدیک اپنے اوپر ہنسوانا ہے کیا منہ لے کر کسی کو ہنستے ہو کیونکہ تم نے اس حالت میں شکستہ پاؤں کو کیا باندھا (کہ جبر کے معانی صادق آویں کیونکہ بستن شکستہ کا مضمون صادق آنا موقوف ہے شکستن کے صادق آنے پر جب شکستن ہی نہیں ہوا تو بستن کیسے مستحق ہو گا پھر جبر کہاں ہوا جس کے ساتھ تمسک کرنا چاہتے ہو) البتہ جس شخص کا پاؤں طریق مجاہدہ میں شکستہ ہو چکا ہو (یعنی اپنی وسعت کے موافق کوشش خرچ کر کے ختم کر چکا ہو کہ اس سے آگے کوشش متصور نہ ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جاہدوا فی اللہ حق جہادہ اور کوشش ختم کرنے کے لئے عاجز ہو جانا لازم ہے۔ جس کو شکستہ پائی سے تعبیر کیا گیا ہے اس مناسبت سے شکستہ پائی سے مجازاً حق مجاہدہ مراد لیا ہے غرض بتفسیر مذکور جس کا پاؤں شکستہ ہو چکا ہو) اس کے لئے (براق) جذب الٰہی کا آ دیگا اور وہ اس پر سوار ہو جائے گا اور منزل قرب تک پہنچ جاوے گا اور جذب کو براق باعتبار سرعت ایصال کے کہہ دیا یہ مضمون اشارہ اس مسئلہ کی طرف ہے کہ اکثر سلوک مقدم ہوتا ہے پھر جذب موصل الی اللہ ہو جاتا ہے جس کو شیخ شیرازی نے اس طرح فرمایا ہے

بپاے طلب رہ بدانجا بری — واز انجا ببال محبت پری

اور اس سلوک کو سیر قدمی کہتے ہیں اور آگے سیر نظری کہلاتی ہے پس سلوک گو علت تامہ وصول کی نہیں مگر اکثر حالات کے اعتبار سے شرط ہے اور جاننا چاہئے کہ شکست پائی بمعنی حق مجاہدہ و سلوک ہر چند کہ جبر محمود کی (جس کا ایک مقام پر اوپر بیان آ چکا ہے) تفسیر نہیں ہے مگر چونکہ یہ مجاہدہ سبب ہے وصول کا اور وصول سے جبر محمود یعنی مشاہدہ اضمحلال قدرت حادث بمقابلہ قدرت قدیم حاصل ہو جاتا ہے اس لئے اس مقام پر سبب جبر کو جبر قرار دیا مجازاً ایسا شخص (جو حق مجاہدہ کر کے واصل ہو جاوے) اول حامل دین تھا (کہ بار اعمال اپنے اوپر اٹھاتا تھا جو حاصل ہے سلوک کا اب وہ محمول ہو جائے گا۔ (کشش غیبی بالاضطرار اس کو مقصود اصلی تک پہنچا دے گی جو حاصل ہے جذب کا) اول حق تعالیٰ کے فرمان کو قبول کرتا تھا اب درگاہ حق تعالیٰ میں مقبول ہو جائے گا۔ (جیسے فرض کرو کوئی شخص کسی بادشاہ کی فرمانبرداری کرتا ہو اور اس کے بعد (چند روز میں ترقی مراتب ہو کر خود سپاہ پر حکمرانی کرنے لگے (یہی حال اس طالب کا ہوتا ہے کہ اول اللہ تعالیٰ کی یا شیخ کامل کی اطاعت کرتا ہے حتیٰ کہ پھر خود کامل ہو کر شیخ بن جاتا ہے اور مسند ارشاد پر متمکن ہو کر طالبین میں تصرف تربیت و تکمیل کا کرنے لگتا ہے اور ابھی تک (یعنی قبل کمال تک) تو کواکب اس کے اندر اثر کیا کرتے تھے (بعض آثار تو کواکب کے ظاہر ہیں جیسے گرمی سردی وغیرہ اور بعض آثار کے ثبوت پر بجز دعویٰ (اہل تنجیم کے کوئی دلیل نہیں اگر پہلے آثار مراد ہوں تب تو کچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

اشکال نہیں اور اگر دوسرے آثار مراد ہوں تو یہ مضمون محض قول مشہور پر مبنی ہوگا بہر حال جس اعتبار سے کہا جاوے اب تک کواکب اس کے اندر مؤثر تھے) پھر خود یہ شخص کواکب پر حکومت کرنے لگتا ہے (حکومت کے یا تو یہ معنی ہیں کہ ان کے اندر تصرف کرنے لگتا ہے تب تو یہ ایک قسم کی کرامت ہے جس کا حصول لازمۂ ولایت نہیں مگر گاہے حاصل ہو جاتا ہے اور مولانا کے کلام میں دوام و استمرار کا کوئی لفظ نہیں تا کہ اشکال لازم آوے بلکہ بوجہ قضیہ غیر محصورہ ہونے کے یہ حکم جزئی ہوگا جس طرح شعر اول میں مرشد ہونے کا حکم کیا تھا اور وہ بھی کامل ہونے کے لئے لازم نہیں بلکہ محض یہ امور وہبی ہیں جس کو چاہتے ہیں مربی قلوب و مرشد بنا دیتے ہیں جس کو چاہتے ہیں صاحب خوارق و متصرف فی الاکوان بنا دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں بالکل مخفی رکھتے ہیں اور یا حکومت کے معنے یہ ہیں کہ یہ شخص چونکہ فانی فی اللہ ہو گیا ہے اور ایسے شخص کی خواہش بالکل تابع ارادہ خداوندی ہو جاتی ہے اور کواکب کا محکوم ارادہ خداوندی ہونا ظاہر ہے پس کواکب میں جو تغیر و تبدل بارادۂ الٰہی ہوگا چونکہ وہ تغیر و تبدل اس شخص کی خواہش کے موافق ہوگا جیسا ابھی مذکور ہوا پس مشابہ اسی کے ہو گیا جیسے خود اس کی خواہش سے ہوا ہو بایں معنی مجازاً اس کو (امیر اختر کہہ دیا اور راقم کے نزدیک اختر سے مراد قلب لیا جاوے جیسا اوپر ایک جگہ گذرا ہے

اختر اندازد ورائے اختران

تو مطلب بہت بے تکلف ہوگا کہ اب تک وہ اپنے قلب کا مغلوب تھا اس کے میلان کے موافق عمل کیا کرتا تھا اب اپنے قلب پر حاکم و غالب ہو جاتا ہے کہ اس کے میلان کو تابع حکم کر لیتا ہے۔ اور اگر حاکم اختر ہونے کے باب میں تمہاری نظر میں اشکال معلوم ہو تو سمجھا جاوے گا کہ) تم کو معجزہ شق القمر میں بھی شک ہے کیونکہ اس میں بھی قمر کے اندر تصرف واقع ہوا ہے پس اس معجزہ کا واقع ہونا دلیل ہے اس تغیر خارق کے ممکن ہونے کی اگر ایسا امر ممکن اب بھی کسی مقبول کی کرامت ظاہر کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ واقع کر دیں تو کیا محال ہے اوپر کے اشعار میں حاکم اختر ہونے کی توجیہات میں سے دونوں بہت ظاہر تھیں ان کے لئے تو دلیل لانے کی حاجت نہیں صرف تصرف خارق کی توجیہ میں استبعاد تھا اس لئے معجزہ شق القمر سے اس پر استدلال کیا اور ظاہر ہے کہ جب امر مستبعد واقع ہو سکتا ہے تو دوسرے معانی غیر مستبعدہ کا واقع ہو جانا تو بدرجہ اولیٰ ممکن ہوگا اس سے یہ اشکال دفع ہو گیا کہ یہ دلیل صرف ایک توجیہ کے ساتھ خاص ہے دوسری توجیہوں سے اس میں تعرض نہیں۔

ف: مولانا کے استدلال میں اشارہ ہے کہ جو امر معجزہ نبی کا ہو سکتا ہے گو وہ کیسا ہی بعید اور دشوار کیوں نہ ہو وہ بطور کرامت ولی سے بھی واقع ہو سکتا ہے بشرطیکہ کوئی دلیل مستقل اس کے امتناع پر نہ ہو جیسے اتیان بمثل القرآن کہ اس کا امتناع ثابت ہو چکا ہے اور یہی مذہب ہے محققین اہل سنت و جماعت کا۔

تازہ کن ایماں نہ از گفت زباں	اے ہوا را تازہ کردہ در نہاں
ایمان کو تازہ کر لے نہ صرف زبانی	اے وہ شخص جس نے اپنے اندر خواہش کو تازہ کیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تاہوا تازہ است ایماں تازہ نیست	چوں ہوا جز قفل آں دروازہ نیست
جب تک خواہش تازہ ہے ایمان تازہ ہے	خواہش کے علاوہ اس دروازہ کا کوئی قفل نہیں ہے
کردۂ تاویل حرف بکر را	خویش را تاویل کن نے ذکر را
تونے اچھوتے حرف میں تاویل کی ہے	اپنے آپ کو بدل' قرآن میں تاویل نہ کر
فکر تو تاویل کردہ ذکر را	ذکر را مان و بگرداں فکر را
تیرے فکر نے قرآن میں تاویل کی ہے	قرآن کو اپنی حالت پر رہنے دے' فکر میں تبدیلی کر
بر ہوا تاویل قرآں میکنی	پست و کژ شد از تو معنی سنی
خواہش کے مطابق تو قرآن کی تاویل کرتا ہے	تیری وجہ سے روشن معنی پست اور کج ہو گئے ہیں

چونکہ اوپر معجزہ شق القمر سے استدلال کیا گیا ہے احتمال تھا کہ کوئی ملحد اس میں ایسی تاویل بعید کر کے جس میں شق القمر معنے حقیقی پر نہ رہے کہدے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اس لئے ابطال تاویل کے لئے فرماتے ہیں کہ ایمان کو (صدق دل سے) تازہ کرو صرف زبان سے کہنا کافی نہیں تم نے تو باطن میں ہوائے نفسانی کو تازہ کر رکھا ہے اور وہی ان تاویلات کا منشاء بنتے ہیں کیونکہ اہل بدعت کی تاویلات اسی بناء پر ہیں کہ اول تسویل نفسانی سے ایک اعتقاد و فاسد جمالیا اس کے بعد مخالف نصوص میں تحریف شروع کر دی سو جب تک ہوائے نفسانی تازہ ہے ایمان تازہ نہیں ہو سکتا (جیسا حدیث میں ہے لا یومن احدکم حتی یکون ھو ہ اتبعا لماجئت بـــہ) کیونکہ یہ ہوائے نفسانی اس دروازہ (علوم وحقائق کا قفل ہے (جس سے حقائق منکشف نہیں ہو سکتے۔ اسی وجہ سے) تم محفوظ الفاظ میں تاویلیں کرنے لگے ہو (محفوظ الفاظ سے مراد قرآن وحدیث صحیح کے الفاظ ہیں اور ان کو بوجہ محفوظ ہونے کے بکر کہا کیونکہ بکر بمعنی ناکتخدا بھی محفوظ ہوتی ہے) سوتم کو چاہئے کہ اپنی تاویل کرو (یعنی اپنے اندر تغیر پیدا کرو جس سے تمہارا جہل رفع ہو کر حقیقت امر واضح ہو) الفاظ قرآن کی تاویل مت کرو یعنی ان کو ان کے اصل معنی سے مت بدلو قرآن کا نام ذکر ہونا خود قرآن میں مذکور ہے (انا نحن نزلنا الذکر) تمہاری قوت فکریہ نے لفظ قرآنی کی تاویل کر رکھی ہے تم کو چاہئے کہ قرآن کو تو اس کی اصلی حقیقت پر رہنے دو اور اپنی قوت فکریہ کو بدلو (کہ اس کا فساد مبدل بہ صحت ہو) تم محض ہوائے نفسانی پر قرآن کی تاویل کرتے ہو جس سے تمہاری تاویل کی) بدولت روشن معنی (قرآن کے جو باعتبار قواعد عربیہ وشرعیہ کے بہت صاف اور واضح تھے کج (اور متغیر) ہو گئے اور ایسی ہی تاویل کی نسبت حدیث میں آیا ہے من فسر القرآن برایہ فقد کفر ورنہ جو رعایت قواعد عربیہ وشرعیہ کے کوئی معنی بطور احتمال کے کہے جاویں اس کی مشروعیت پر تمام امت متفق ہے اور حدیث لا تنقضی عجائبہ سے اس کی اجازت مفہوم ہوتی ہے تنبیہ مراد مولانا کی تاویل باطل کا رد کرنا ہے جو شیوہ اہل بدعت کا ہے اور جو تاویل بضرورت رفع تعارض یا

www.besturdubooks.wordpress.com

دفع استحالہ نقلی وعقلی برعایت قواعد شرعیہ وعربیہ وخلو از غرض نفسانی وشہادت نور بصیرت کی جاوے، جس کو اہل حق نے خلفاً عن سلف اختیار کیا ہے خواہ درجہ وجوب میں ہو یا درجہ جواز میں اس کا رد مقصود نہیں پس بعض حواشی میں جو تاویل آیات صفات کو جس کو متاخرین نے اختیار کیا ہے اس رد میں داخل کر دیا ہے بڑی غلطی ہے۔

زیافت تاویل رکیک مگس

مکھی کی رکیک تاویل کا بودا پن

مانند احوالت بداں طرفہ مگس	کو ہمی پنداشت خود را ہست کس
تیرے احوال اس عجیب مکھی کی طرح ہیں	جو اپنے آپ کو کچھ سمجھتی تھی
از خودی سرمست گشتہ بے شراب	ذرۂ خود را شمردہ آفتاب
جو بغیر پئے تکبر کی وجہ سے مست ہو گئی تھی	جس نے اپنے ذرہ کو آفتاب سمجھ لیا تھا
وصف بازاں را شنیدہ در زماں	گفتہ من عنقائے وقتم بیگماں
اس نے زمانہ بازوں کی تعریف سنی تھی	بولی بے شک میں اپنے وقت کا عنقا ہوں
آں مگس بر برگ کاہ و بول خر	ہمچو کشتی باں ہمی افراشت سر
وہ مکھی گھاس کے تنکے اور گدھے کے پیشاب پر	ملاح کی طرح تنی بیٹھی تھی
گفت من کشتی دریا خواندہ ام	مدتے در فکر آں می ماندہ ام
بولی میں نے دریا کی کشتی کے بارے میں پڑھا ہے	ایک مدت تک میں اس کی فکر میں رہی ہوں
ایک ایں دریا و ایں کشتی و من	مرد کشتیباں و اہل رائے و فن
یہ دریا اور یہ کشتی ہے اور میں ہوں	کشتی بان اور صاحب تدبیر و فن ہوں
بر سر دریا ہمی راند او عمد	مینمودش لیقدر بیروں زحد
دریا پر وہ جان بوجھ چلا رہی تھی	اور وہ اس کو لامحدود نظر آتا تھا
بود بے حد آں چمیں نسبت بدو	آں نظر کو بیند آنرا راست کو
اس کے اعتبار سے وہ پیشاب لامحدود تھا	اس کی وہ نگاہ کہاں تھی کہ اس کو صحیح طور پر دیکھتی
عالمش چنداں بود کش بینش ست	چشم چندیں بحر ہم چندینش ست
اس کا عالم بھی اتنا ہی جس قدر اس کی نگاہ ہے	جتنی اس کی آنکھ ہے اتنا ہی اس کا دریا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صاحب تاویل باطل چوں مگس	وہم او بول خر و تصویر خس
باطل تاویل کرنے والا مکھی کی طرح ہے	اس کا خیال گدھے کے پیشاب اور تنکے کی صورت ہے
گر مگس تاویل بگذارد برائے	آں مگس را بخت گرداند ہمائے
اگر مکھی رائے کی وجہ سے تاویل کرنا چھوڑ دے	تو نصیبہ اس کی مکھی کو ہما بنا دے
آں مگس بنود کش ایں غیرت بود	روح او نے درخور صورت بود
وہ مکھی نہیں ہے جس میں یہ غیرت ہو (کہ باطل تاویل نہ کرے)	اس کی روح اس کی صورت کے موافق نہیں ہوتی ہے
ہمچو آں خرگوش کو بر شیر زد	روح او کے بود اندر خورد قد
اس خرگوش کی طرح جس نے شیر پر حملہ کیا	اس کی روح قد کے مطابق کب تھی؟

(عمدستون مراد چیکہ بدان کشتی راند چمن بول وغائط مراد اینجا بول' تصویر تصوران اشعار میں تاویل باطل کی تمثیل کے لئے ایک فرضی حکایت مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ) تمہارا حال (تاویل باطل میں) اس عجیب مگس کے مشابہ ہے جو اپنے کو سمجھتی تھی کہ میں بھی کوئی چیز ہوں وہ آپ ہی آپ بے شراب پیے ہوئے سرمست ہو رہی تھی اور اپنی ذرہ کو آفتاب سمجھتی تھی (یعنی اپنے چھوٹے مرتبہ کو کہ مثل ذرہ کے تھا عالی مثل آفتاب سمجھتی تھی) کہیں بازوں کا جو کہ شکاری جانور ہے حال سنا تھا کہنے لگی کہ عقاب وقت میں ہی ہوں (جو باز سے بھی بڑا ہوتا ہے غرض ایک مگس ایسی تھی اتفاقاً وہ مگس کہیں ایک برگ کاہ پر جا بیٹھی جو بول خر میں تیر رہا تھا بس لگی ملاح کی طرح فخر کرنے کہنے لگی کہ میں نے دریا اور کشتی کا نام کتابوں میں پڑھا تھا ایک مدت سے اس فکر میں تھی کہ دریا و کشتی کیسی ہوتی ہوں گی اب معلوم ہوا کہ دریا اس کو کہتے ہیں (یعنی بول خر کو) اور یہ (برگ کاہ) کشتی ہے اور میں ملاح ہوں کہ اہل الرائے اور اہل فن ہوں بس اس (تاویلی) دریا پر بیٹھی بلی لگا رہی تھی اور اتنی ہی مقدار اس کو حد سے باہر معلوم ہوتی تھی اور واقعی وہ پیشاب اس کی نسبت بیحد ہی تھا ایسی نظر (ہر جگہ) کہاں ملتی ہے جو اس کو صحیح (حالت پر) دیکھ لیا کرے اس مگس کا عالم بھی اتنا ہی ہوگا جتنی اس کی نگاہ ہے جب نگاہ اتنی ہے تو اس کا دریا بھی اتنا ہی ہوگا (یعنی چونکہ اس کی نگاہ تنگ تھی اس لئے اتنا بول اس کو دریائے ناپید کنارا اور ایک جہان بے حد وشمار نظر آتا تھا بس اہل تاویل باطل کی حالت بھی اس مگس کی سی ہے (کہ اپنے کو عالم اور محقق سمجھتا ہے اور اس کا وہم اور تصور لغو (جس کا منشاء دلیل شرعی نہیں ہے) مثل بول خر کے ہے (کہ اس میں مگس کی سیر حسی ہو رہی تھی۔ اسی طرح مبتداع وملحد کو اس کے وہم وخیال میں جس کا محکی عنہ واقع میں نہیں ہے سیر ذہنی اور حرکت فکری ہوتی ہے اور جس طرح اس نے دریا وکشتی کا مصداق غلط سمجھا اسی طرح مبتدع مفہومات شرعیہ کا مصداق غلط سمجھتا ہے البتہ اگر مگس (ناقص العلم) اپنی رائے سے تاویل کرنا چھوڑ دے (اور کامل کا اتباع اختیار کرے جو اس کو حدود شرعیہ کے اندر

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھے اور اے کی قید سے صاف معلوم ہوا کہ تاویل بدلیل شرعی جائز ہے جیسا ہم نے اوپر تنبیہ میں بیان کیا ہے تو اس مگس (ناقص العلم کو خوش نصیبی ہمارا کامل العلم بنادے گی (یعنی ناقص واہل باطل بدولت اتباع اہل حق کے کامل واہل حق ہو جاتا ہے) پھر وہ مگس (اور واقع میں) مگس ہی نہ ہوگی جس کو اس قدر غیرت ہو (کہ شرعیات میں رائے سے تصرف کرنے کو مذموم سمجھ کر ترک کر دے یعنی پھر ایسے شخص کو ناقص نہ سمجھنا چاہیے گو ظاہراً علوم درسیہ کی کمی سے ناقص نظر آوے جیسے بہت سے کاملین گزرے ہیں کہ درس وتدریس میں مشغول نہیں ہوئے منقولات کو صحبت علماء سے حاصل کر لیا اور اسرار انکے قلب پر ملہم ہوئے اس کی روح یعنی باطن اس کی صورت یعنی ظاہر کے موافق نہیں ہوگی (کہ ظاہر میں ناقص ہے اور واقع میں کامل آگے اس نقصان صوری وکمال معنوی کی ایسی مثال دیتے ہیں جس میں عود قصہ کی طرف بھی ہے فرماتے ہیں کہ جیسے وہ خرگوش تھا جس نے شیر پر صدمہ پہنچایا اس کی روح اور اس کے قد وقامت کے موافق کب تھی (ظاہر میں تو بہت ہی حقیر وضعیف تھا مگر تدبیر اور رائے سے کبیر وقوی نکلا پس معلوم ہوا کہ ممکن ہے کہ کوئی ظاہر میں ناقص ہو مگر باطن میں کامل ہو)

رنجیدن شیر از دیر آمدن خرگوش

خرگوش کے دیر میں آنے سے شیر کا رنجیدہ ہونا

شیر میگفت از سر تیزی و خشم	کز رہ گوشم عدو بربست چشم
شیر تیزی اور غصہ سے کہہ رہا تھا	دشمن نے میرے کان کے راستہ سے آنکھیں بند کر دیں
مکرہائے جبریانم بستہ کرد	تیغ چوبین شاں تنم را خستہ کرد
جبر کا عقیدہ رکھنے والوں کے مکر نے مجھے مجبور کر دیا	ان کی لکڑی کی تلوار نے میرے جسم کو زخمی کر دیا
زیں سپس من نشنوم آں دمدمہ	بانگ دیوان ست دغولاں آں ہمہ
اس کے بعد میں اس مکر کو نہ سنوں گا	وہ سب شیطانوں اور بھوتوں کی آواز ہے
بردراں اے دل تو ایشاں را مایست	پوست شاں برکن کہ غیر پوست نیست
اے دل! تو ان کو پھاڑ ڈال، نہ رک	ان کی چمڑی ادھیڑ دے وہ چھلکے کے سوا کچھ نہیں ہیں

یعنی شیر تیزی اور غضب سے کہہ رہا تھا (جبکہ خرگوش کو دیر لگی کہ ان دشمنوں (نخچیروں) نے کان کی راہ سے میری آنکھ بند کر دی (یعنی جھوٹی سچی باتیں سنا کر حقیقت امر کو مجھ سے مخفی کر دیا) ان جبریوں کے مکر نے مجھ کو شکار کرنے سے مقید کر دیا اور ان کی تیغ چوبین (مضامین دروغ راست نما) نے میرے بدن کو خستہ (ضرر رسیدہ) کر دیا میں اس کے بعد سے کبھی ان کا فریب نہ سنوں گا کیونکہ ان کی سب باتیں محض شیاطین وغول کی آوازیں ہیں (کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مسافروں کو پکار پکار کر راہ سے بھٹکا دیتے ہیں) بس اے دل تو ان سب کو پھاڑ ڈال ہرگز توقف مت کر ان کا پوست اتار ڈال کیونکہ ان میں بجز پوست کے مغز یعنی (اخلاق حمیدہ مثل وفائے عہد وراستی وغیرہ) کچھ نہیں ہے۔

پوست چہ بود گفتہائے رنگ رنگ	چوں زرہ بر آب کش نبود درنگ
چھلکا کیا ہوتا ہے؟ رنگا رنگ باتیں	جیسے پانی کی زرہ کہ وہ تھوڑی دیر بھی باقی نہیں رہتی
ایں سخن چوں پوست معنیٰ مغز داں	ایں سخن چوں نقش معنیٰ ہمچو جاں
یہ بات چھلکے کی طرح ہے معنی کو مغز سمجھ	یہ بات صورت کی طرح ہے اور معنی جان کی طرح ہیں
پوست باشد مغز بد را عیب پوش	مغز نیکو را ز غیرت غیب پوش
چھلکا خراب گری کا عیب پوش ہوتا ہے	اچھی گری کیلئے غیرت کی وجہ سے غائب دکو کر پوشیدہ رکھنے والا ہوتا ہے
چوں ز باد ستت قلم، دفتر ز آب	ہرچہ بنویسی فنا گردد شتاب
جب تیرا قلم ہوا کا ہے اور دفتر پانی کا	تو جو کچھ لکھے گا وہ جلد فنا ہو جائے گا
نقش آب ست ار وفا خواہی ازاں	باز گردی دست ہائے خود گزاں
وہ نقش برآب ہے اگر تو اس سے وفا چاہے گا	اپنے ہاتھ کو کاٹتا ہوا (پشیمان) واپس لوٹے گا

(دست خود گزاں حال از ضمیر باز گردی بمعنی تاسف وحسرت کناں یہ انتقال ہے اوپر پوست ظاہری کے ناقابل اعتبار ہونے کا بیان تھا یہاں سے پوست معنوی کا ذکر فرماتے ہیں کہ جانتے ہو پوست کیا چیز ہے یہ رنگا رنگ کے اقوال (مثل پوست کے ہیں) جن کی ایسی مثال ہے جیسے پانی پر) ہوا سے لہریں بشکل زرہ) بن جاتی ہیں کہ ان کو کچھ بقاء نہیں ہوتا اسی طرح ظاہر کلام کو مثل پوست کے سمجھو اور اس کے معنی وحقیقت کو مثل مغز کے خیال کرو نیز اس ظاہری کلام کو مثل نقش وجسم کے سمجھو اور معنی کو مثل روح کے تصور کرو (کہ جس طرح پوست ونقش غیر مقصود ہوتا ہے اور مغز وروح مقصود اسی طرح کلام ظاہری غیر مقصود ہوتا ہے اور حقیقت مقصود وجہ تشبیہ ظاہر ہے کہ پوست کی خاصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کے اندر اگر برا مغز ہے تو اس مغز بد کا وہ عیب پوش ہے کہ اوپر سے مغز کی خرابی نظر نہیں آتی اور اگر اس کے اندر اچھا مغز ہے تو اس اچھے مغز کے اعتبار سے غیرت کے سبب کہ بے قدروں کے سامنے اس کے اظہار کرنے سے غیرت آتی ہے غیب پوش ہے کہ اس مغز کی خوبی جو مستور اور نظر ظاہری سے غائب ہے اس کے لئے وہ پوست ساتر ہے اسی طرح کلام کی خاصیت ہے کہ اکثر مدعیون کا کلام رنگین اور پرتکلف ہوتا ہے اس کلام کی وجہ سے ان مدعیون کی حقیقت اور اصلی حالت عوام پر کھلنے نہیں پاتی اور ان کا عیب چھپا رہتا ہے۔ اور اہل حق کا کلام اکثر سادہ وبے تکلف ومختصر بقدر ضرورت ہوتا ہے اس کے پردہ میں ان حضرات کا اصلی کمال عوام پر ظاہر نہیں ہوتا اس سے کلام ظاہری کو پوست سے تشبیہ دینے کی تائید ہوگئی پس یہ کلام ظاہری

www.besturdubooks.wordpress.com

باعتبار اثر اور خاصیت کے تو مشابہ پوست کے ہے اور اس میں سے قسم خاص یعنی کلام رنگین و پر تزویر صفت بے بقائی میں مشابہ زرہ برآب کے ہے جیسا اوپر کے شعر میں ہے اور اب اس کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ جب ہوا کا قلم ہو اور پانی کا دفتر ہو تو جو کچھ لکھو گے وہ فوراً فنا ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ تو محض نقش برآب ہے اس سے اگر وفاداری (یعنی صحبت مدیدہ و بقاء) کی طلب کرنے لگو تو انجام میں حسرت زدہ ہونا پڑے گا کیونکہ اس کو بقا نہ ہوگا اسی طرح کلام اہل تزویر سے امید وفا نہ چاہیے بالخصوص شیطان مرور کے دھوکہ میں نہ آنا چاہیے۔

باد در مردم ہوا و آرزوست	چوں ہوا بگذاشتی پیغام ہوست
انسانوں میں ہوا خواہش اور آرزو ہے	جب تو نے خواہش کو ترک کیا (بس یہی) اللہ کا پیغام ہے
خوش بود پیغامہائے کردگار	کوز سرتا پائے باشد پائدار
خدا کے پیغام مبارک ہوتے ہیں	جو سر سے پیر تک پائیدار ہوتے ہیں
خطبۂ شاہاں بگردد واں کیا	جز کیا و خطبہ ہائے انبیا
بادشاہوں کے خطبے اور ان کی سرداری بدل جاتی ہے	بخلاف نبیوں کے قصوں اور سرداری کے
زانکہ بوش بادشاہاں از ہواست	بارنامہ انبیا با کبریاست
اس لئے کہ بادشاہوں کی کروفر خواہش نفسانی سے ہے	انبیاء کی عزت خدا کی جانب سے ہے
ازدر مہانام شاہاں برکنند	نام احمدؐ تا قیامت میزنند
بادشاہوں کے نام سکوں سے مٹا دیتے ہیں	احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام قیامت تک منقش کرتے رہیں گے
نام احمدؐ نام جملہ انبیاست	چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نام تمام انبیاء کا نام ہے	جب سو آئے تو نوے بھی ہمارے سامنے ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے پسر	قصۂ خرگوش گو و شیر نر
اے بیٹا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	خرگوش اور نر شیر کا قصہ سنا

(کیا سرداری معطوف بر خطبہ بوش باول مفتوح و ثانی زدہ کروفر و خودنمائی بارنامہ حشمت یا صحف اوپر کہا تھا چوں زہادست قلم الخ اب اس باد کی تعیین مشبہ میں اور تفصیل مشابہت کی فرماتے ہیں کہ) لوگوں میں جو ہوائے نفسانی اور آرزوہائے باطل ہیں یہ (مشابہ) باد کے ہیں (پس جو باتیں اس سے پیدا ہوتی ہیں یعنی جن باتوں میں غرض نفسانی شامل ہے اور اس میں صدق و اخلاص نہیں ہے وہ بالکل مثل اس نقش کے ہیں جو ہوا سے پانی پر پیدا ہوئے ہیں جو محض ناپائید اور ناقابل اعتبار ہیں) اگر اس ہوائے نفسانی کو چھوڑ دو (اور قلب کو اس سے خالی کر دو) تو بجائے اس کے قلب میں پیغام حق (واردات غیبیہ خالیہ و حلیہ آنے لگیں (پھر جو باتیں اس سے پیدا ہوں وہ البتہ

www.besturdubooks.wordpress.com

قابل اعتماد ہوں چنانچہ فرماتے کہ) حق تعالیٰ کے پیغام خوب ہوتے ہیں جو از سرتا پا پائیدار (وباثبات) ہیں (چنانچہ) بادشاہوں کے خطبے اور سرداری سب بدل جاتے ہیں (مثلاً ایک بادشاہ مرگیا اس کا نام خطبہ سے خارج کر دیا گیا اور حکومت کا ختم ہونا ظاہر ہے بخلاف حضرات انبیاء علیہ السلام کی سرداری اور خطبوں کے (کہ ان کی وفات سے ان کے احکام اور وجوب اطاعت کا خاتمہ نہیں ہوتا اور شریعت متاخرہ سے شریعت متقدمہ کا منسوخ ہو جانا یہ دوسری بات ہے کیونکہ ایسا نسخ تو خود ایک شریعت کے زمانہ بقا میں بھی ہوا کرتا ہے سو اس کو سلاطین کے زوال سلطنت کے مثل نہیں ٹھہرا سکتے چنانچہ ظاہری اور انبیاء اور سلاطین میں وجہ اس تفاوت کی یہ ہے کہ سلاطین کا کروفر تو محض ہوا (وہوس دنیوی) سے ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کا تحمل وحشمت یا یوں کہیے کہ حکم وشریعت حضرت کبریا سے ہے اس لئے) بادشاہوں کا نام تو درا ہم (ودنانیر) سے مٹا دیتے ہیں (چنانچہ ایک بادشاہ کے مرنے سے سکہ پر اس کا نام منقش ہونا موقوف ہو جاتا ہے اور (حضرات انبیاء علیہم السلام کی یہ شان ہے کہ) جناب احمد مصطفیٰ ﷺ کا نام قیامت تک لیا کریں گے (اس سے ثابت ہوا کہ جو امر ہوا وہوس سے ناشی ہو وہ ناپائیدار ہے اور جو من جانب اللہ ہو وہ پائیدار ہے اب فرماتے ہیں کہ ذکر تو مطلق انبیاء علیہ السلام کا تھا جو سب کو شامل ہے پھر مصرعہ نام احمد تا قیامت الخ میں صرف (احمد ﷺ کا نام لیا گیا اس سے کوئی شخص دوسرے انبیاء کی نفی نہ سمجھے کہ ان کو بقا نہیں رہا جیسا ظاہر اً ان کے شرائع کے نسخ سے بھی شبہ پڑ سکتا ہے جس کا ایک جواب تو احقر عرض کر چکا ہے دوسرا جواب مولانا دیتے ہیں کہ حضور کے نام لینے سے آپ کی تخصیص اور دوسروں کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ اسم احمد ﷺ سب انبیاء کا نام ہے (حکماً تمام انبیاء کا وجود ہے اور آپ کی شریعت کا بقاء حکماً سب شرائع کا بقاء ہے اس اعتبار سے تعمیم حکم کی بحالی خود ہی اور سب انبیاء کے احکام کا بقاء ثابت ہو گیا اور اس جامعیت کی اور اس امر کی کہ آپ کا وجود وبقا سب کا وجود وبقاء ہے ایسی مثال ہے جیسے سو کا عدد ہے کہ نوے کو شامل ہے پس) جب ہمارے پاس سو ہوں گے تو نوے بھی ضرور ہونگے۔ (اور طیب مثال کی نہایت ظاہر ہے اب فرماتے ہیں) کہ اس مضمون کا تو (کہ جو من جانب اللہ ہوتا ہے وہ پائیدار ہوتا ہے کہیں انتہا نہیں اب خرگوش وشیر کا قصہ کہنا چاہیئے۔

ہم دربیان مکر خرگوش وتاخیر او در رفتن پیش شیر

یہ بیان بھی خرگوش کی چالاکی اور اس کا شیر کے سامنے دیر سے جانے کا ہے

در شدن خرگوش بس تاخیر کرد	مکر را با خویشتن تقریر کرد
خرگوش نے جانے میں بہت دیر کی	اور اپنی حیلہ سازی کو ثابت کیا
در رہ آمد بعد تاخیر دراز	تا بگوش شیر گوید یک دو راز
بہت دیر کے بعد راستہ پر پڑا	تا کہ شیر کے کان میں ایک دو راز کہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنے خرگوش نے جانے میں خوب دیر لگائی اور اپنے دل ہی دل میں خوب مکر و تدبیر سوچا کیا غرض بعد تا خیر و راز لب راستہ پر چلنا شروع کیا تا کہ شیر کے کان میں اپنی سوچی ہوئی باتوں میں سے (جو مناسب وقت ہو) ایک دو بات کہے۔

تاچہ عالمہاست در سودائے عقل	تاچہ باپنہاست ایں دریائے عقل
دیکھا عقل کے فکر میں کیا عالم ہیں	دیکھا یہ عقل کا دریا کس قدر وسیع ہے
بحر بے پایاں بود عقل بشر	بحر را غواص باید اے پسر
انسان کی عقل لامحدود سمندر ہے	اے بیٹا! سمندر کے لئے غوطہ خور چاہیے
صورت ما اندریں بحر عذاب	میدود چوں کاسہا بر روئے آب
ہماری صورتیں اس شیریں سمندر میں	اس طرح دوڑ رہی ہیں جس طرح پانی کی سطح پر پیالے
تا نشد پر بر سر دریاست طشت	چونکہ پر شد طشت در وے غرق گشت
جب تک بھرا نہیں، طشت کے دریا کے اوپر ہے	جب طشت بھرا اس میں غرق ہوا
عقل پنہان ست و ظاہر عالمے	صورت ما موج یا از وے نمے
عقل مستور ہے اور عالم ظاہر ہے	ہماری صورت موج یا اس کی نمی ہے
ہر چہ صورت می وسیلت سازدش	زاں وسیلت بحر دور اندازدش
جو موجود (متعین) ہے صورت اس کو وسیلہ بنالیتی ہے	اس وسیلہ کی وجہ سے سمندر اس کو دور پھینک دیتا ہے
تا نہ بیند دل، دہندہ راز را	تا نہ بیند تیر، دور انداز را
جب تک دل، راز عطا کرنے والے کو نہ دیکھ لے	جب تک کہ تیر، دور سے پھینکنے والے کو نہ دیکھ لے

(تا یعنے آگاہ باش، وچہ برائے تعظیم عقل در شعر اول بمعنی مطلق قوت ذہنیہ شامل مر حیوان و انسان را و در شعر ثانی قوت عقلیہ مخصوص بانسان، بحر عذاب دریائے شیریں، ہر چہ صورت مخذوف را با مبتدا و ضمیر شین راجع بسوی ہر چہ مفعول سازد و فاعل ساز و مقدر بعض انسان فعل بفاعل و مفعول خبر مبتدا التقدیر آنکہ انچہ صورت ست بعض انسان وسلیت میسازد اورا و در مصرعہ دوم ضمیر شین راجع بفاعل ساز، دل دہندہ راز و ہمچنین تیر دور انداز مراد بہر دو روح چون روح طالب و عاشق راز یعنے معنے ہست و ہمچنین روح فکر و عرفان خود را و در دو مصرعہ لہذا اوی را با این دو اسم تعبیر کردہ شد مطلب یہ ہے کہ) دیکھو تو خیال عقل میں کیسے کیسے عالم بھرے پڑے ہیں اور دیکھو تو یہ دریائے عقل کیسا باسعت ہے (جب تو خرگوش نے اس حقیر جثہ پر شیر کی ہلاکت کی ہمت کی اور اپنی قوت فہم سے کیسی تدبیر نکال لی اب فرماتے ہیں کہ یہ عقل مذکور تو صرف فراخ ہی ہے مگر عقل انسانی تو دریائے بے پایاں ہے (کیونکہ لطیفہ عقل

www.besturdubooks.wordpress.com

مثل دیگر لطائف کے عالم امر سے ہے جو کہ حدود سے منزہ ہے جیسا اوپر تحقیق آ چکی ہے) اس دریا کے لئے غواص کی حاجت ہے (کہ غوص کر کے اس دریائے عقل میں جو ایک گوہر بے بہا معرفت کا ہے اس کو نکال لاوے ورنہ پھر عقل انسانی و فہم حیوانی برابر ہیں جس طرح جس دریا سے گوہر نہ نکالا جاوے وہ دریائے اور جو دریا واقع میں بے گوہر ہے اس شخص کے حق میں یکساں ہیں اب اس لطیفہ غیبیہ عقل اور اجسام کی نسبت کو بیان کرتے ہیں تاکہ اشتغال بالا جسام مانع حصول گوہر مذکور کا جو ثمرہ اس لطیفہ کا ہے نہ ہو جاوے پس فرماتے ہیں کہ (ہماری صورت (یعنی اجسام) اس دریائے شیریں (عقل) میں اس طرح دوڑتے پھرتے ہیں جیسے پانی کی سطح پر کوزے (وجہ تشبیہ دو ہیں ایک یہ کہ اگر کثرت سے کوزے ہوں کوزے نظر آویں گے پانی نظر نہ آوے گا۔ اسی طرح اجسام محسوس ہوتے ہیں اور ارواح محسوس نہیں' دوسرے یہ کہ کوزوں کی حرکت پانی کی وجہ سے ہے اسی طرح اجسام کی حرکت روح کے تصرف سے ہے تو جب تک کوزہ (پانی سے) پر نہ ہو اس وقت تک تو طشت مثلاً (اسی طرح کوزہ بھی) دریا کے اوپر رہتا ہے اور جب (پانی سے) پر ہو گیا تو اس کے اندر غرق ہو گیا (اسی طرح جب تک یہ اجسام نور عقل سے پر نہیں ہوتے ہیں تب تک احکام جسمانیہ کا غلبہ رہتا ہے اور احکام روحانیہ مختفی رہتے ہیں جس طرح طشت پانی کے اوپر غالب رہا اور پانی مستور اور جب نور عقل سے پر ہوتے ہیں اور بصیرت کا کافی حصہ نصیب ہو جاتا ہے پھر احکام جسمانیہ شہوت و غضب مغلوب اور احکام روحانیت محبت و معرفت غالب ہو جاتے ہیں جیسے مثال مذکور میں بعد پانی بھر جانے کے پانی اوپر ہو گیا اور طشت اندر مختفی و غائب ہو گیا اس کے بعد وجہ تشبیہ کی تصریح فرماتے ہیں کہ) ہماری عقل (کہ لطیفہ غیبیہ ہے) پوشیدہ ہے (جس طرح پانی مثال مذکور میں مستور ہے) اور عالم (اجسام) ظاہر ہے (جس طرح کوزے ظاہر و مشاہد ہیں خواہ یہ تشبیہ دو کہ ہماری صورت (اجسام) اس (دریائے عقل) کی ایک موج ہے یا ایک نم ہے (وجہ تشبیہ یہ ہے کہ دریا متبوع ہوتا ہے اور موج و نم تابع و نیز کثرت امواج میں دریا کو امواج چھپا لیتی ہیں اسی طرح عقل متبوع و مستور ہے اور اجسام تابع و سائر جب صورت یعنی اجسام کا تابع ہونا اور معنی یعنی عقل کا متبوع ہونا ثابت ہو گیا تو اب اخذ صورت و ترک معنی کا ضرر بتلاتے ہیں کہ) جو چیز کہ محض صورت ہے بعض شخص اس کو وسیلہ بناتا ہے (یعنی چاہتا ہے کہ عالم ظاہر کی کسی چیز کو ذریعہ مقصود حقیقی کا بنا لوں جس طرح کفار نے اصنام کو وسیلہ بنانا چاہا اور یہ کہا ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یا فلاسفہ نے اس علم قشر کو ذریعہ اصول الی واجب الوجود کا بنایا تھا کذا قال مرشدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ' اس وسیلہ بنانے کی وجہ سے دریا (معنے) اس شخص کو (اپنے سے) دور پھینک دیتا ہے (یعنے اشتغال بالصورت کی وجہ سے ادراک معنی اسکو نصیب نہیں ہوتا کہ اس کو وسیلہ مقصود حقیقی کا بناتا کیونکہ اصل وسیلہ وصول الی اللہ کا معرفت اور طلب ہے اور وہ فعل قوت عقلیہ کا ہے جو کہ عالم معانی سے ہے۔ پس بایں معنے قوت عقلیہ میں قابلیت وسیلہ الی المقصود بننے کی ہے بخلاف صورت کے کہ اس کے افعال جوارح اگر قابلیت توسل کی رکھتے ہیں تو وہ بھی موقوف حسن (اعتقاد و

www.besturdubooks.wordpress.com

اخلاص پر ہے جو فعل قلب کا ہے جو ماہیت میں عین عقل یا اس کا متقارب ہے علی اختلاف اقوال المکاشفین بہر حال اصل توسل کی قابلیت امر معنوی یعنے عقل وقلب میں ہوئی جسم یا اس کے افعال توسل میں اصل نہیں ہو سکتے اسی مرتبہ اصالت فی التوسل میں جسم سے قابلیت توسل کی نفی فرمار ہے ہیں انجام اس توسل بالصورت کا یہ ہوتا ہے کہ یہ متوسل روح کو نہیں دیکھ سکتا (کہ اس کو وسیلہ قرب بنالیتا اور روح کو دل دہندہ راز اور تیز دوانداز کہنے کی وجہ اوپر عبارت فارسی میں بیان کردی ہے اور اس لطیفہ کو یہاں جو روح کہہ دیا ہے اس سے کوئی شبہ نہ کرے کہ بیان تو لطیفہ عقل کا تھا کیونکہ یہ سب لطائف متحد یا متقارب ہیں اور انوار باہمی متعاکس اور افعال سب کے اکثر متلازم اس لئے جس عنوان سے تعبیر کیا جاوے مقصود نہیں بدلتا ہر حالت میں مطلب ایک ہی ہے۔

اسپ خود را یا وہ داند وز ستیز	می دواند اسپ خود در راہ تیز
اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھتا ہے اور جھگڑے کی وجہ سے	اپنے گھوڑے کو تیز دوڑاتا ہے
اسپ خود را یاوہ داند آں جواد	واسپ خود او را کشاں کردہ چو باد
وہ جوانمرد اپنے گھوڑے کو گم شدہ سمجھتا ہے	اور گھوڑا اس کو ہوا کی طرح اڑائے لئے جا رہا ہے
در فغاں و جستجو آں خیرہ سر	ہر طرف پرسان و جویاں در بدر
وہ حیران فریاد اور جستجو میں ہے	ہر جانب پوچھنے والا اور دربدر تلاش کرنے والا ہے
کانکہ دزدید اسپ مارا کو و کیست	ایں کہ زیر ران تست ای خواجہ چیست
جس شخص نے ہمارا گھوڑا چرایا ہے کہاں ہے کون ہے؟	اے صاحب! یہ جو آپ کی ران تلے ہے یہ کیا ہے
آرے ایں اسپ ست لیک آں اسپ کو	با خود آ اے شہسوار اسپ جو
ہاں یہ گھوڑا ہے لیکن وہ گھوڑا کہاں ہے؟	اے گھوڑے کی جستجو کرنے والے شہسوار! ہوش میں آ
وصفہا را مستمع گوید براز	تا شناسد مرد اسپ خویش باز
سننے والا اس کی نشانیاں چپکے سے بتاتا ہے	تاکہ وہ اپنے گھوڑے کو پھر پہچان لے
جاں ز پیدائی و نزدیکی ست گم	چوں شود پر آب ولب خشکے چو خم
جان نمایاں اور قریب ہونے کی وجہ سے گم ہے	جس طرح مٹکا پانی سے بھرا ہوا ور کنارے خشک ہوں
در درون خود بیفزا در درا	تا بہ بینی سبز و سرخ و زرد را
اپنے اندر درد کو بڑھا	تاکہ سبز سرخ اور زرد کو دیکھے

(اوپر کے اشعار میں معنی یعنے روح وعقل کا متبوع وقابل توسل ہونا اور صورت یعنی جسم کا تابع و نا قابل توسل

ہوتا بیان فرمایا تھا اب کوئی پوچھتا ہے کہ وہ روح کہاں ہے تاکہ ہم اس کو وسیلہ قرب الٰہی بنادیں ان اشعار میں اس کا جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ روح تم سے بہت قریب ہے اور اس کو تم سے معیت حاصل ہے مگر اس کی واقفیت نہ ہونے سے بعید و محجوب ہے اس قرب واقعی اور بعد علمی کو ایک مثال کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں کہ فرض کرو) ایک شخص (گھوڑے پر سوار اور) اپنے گھوڑے کو (غلطی سے) گم شدہ سمجھتا ہے اور جہل و عناد سے اپنے گھوڑے کو راہ میں خوب تیزی سے دوڑا رہا ہے اپنے گھوڑے کو وہ جوانمرد گم شدہ سمجھ رہا ہے اور حالانکہ خود گھوڑا اس کو لئے لئے ہوا کی طرح پھر رہا ہے اور یہ شخص پکارتا ہے اور ہر طرف پوچھتا اور ڈھونڈتا ہے کہ جس شخص نے ہمارا گھوڑا چرایا ہے وہ کہاں اور کون ہے (کسی نے کہا کہ) یہاں تمہاری ران تلے جو ہے وہ کیا ہے (آپ جواب دیتے ہیں کہ ہاں یہ گھوڑا تو ہے لیکن وہ میرا گھوڑا کہاں ہے (اسی شخص نے کہا کہ ذرا ہوش میں آؤ اور وہی اس سوار کی غل و پکار سننے والا چھپے چھپے حالات اور پتے بتا رہا ہے تاکہ یہ شخص اپنے گھوڑے کو پہچان لے (پس جس طرح یہ شخص باوجودیکہ گھوڑے پر سوار ہے اور وضع میں گھوڑا اس کے پاس ہے مگر بوجہ بے خبری و بدحواسی کے چونکہ اس کا علم نہیں (اس کو گم اور بعید سمجھتا ہے یہی حال روح کا ہے کہ مثل گھوڑے کے وہ انسان کو لئے لئے پھرتی ہے کیونکہ تمام آثار و حرکات جسمانی بدولت روح کے واقع ہیں اور اسی وجہ سے جسم کو راکب اور روح کو مرکب سے تشبیہ دی ہے اور جو اس کا عکس مشہور ہے کہ روح راکب اور جسم مرکب ہے وہ باعتبار متبوع اور تابع ہونے کے ہے پس دونوں میں تعارض نہیں مگر باوجود اس قدر معیت کے چونکہ انسان اس کا ادراک نہیں کرتا اس لئے اس سے بے خبر ہے اور متجبانہ پوچھتا ہے چنانچہ تصریح فرماتے ہیں کہ اسی طرح روح بسبب (غایت) ظہور و قرب کے (حواس سے) گم اور غائب ہے (پس محض غائب و غیر مدرک ہونے میں مشابہ مثال مذکور کے ہے یہ ضرور نہیں کہ غیر مدرک ہونے کی علت بھی دونوں جگہ ایک ہی ہو پس روح میں گو اس خفاء کی علت غایت قرب و ظہور ہے جس کی تقریر قصہ کنیزک

سازوی اور سایہ نشانی میں مدارج میں گزر چکی ہے اور عنقریب پھر آتی ہے اور مثال مذکور میں بھی علت ہونا ضرور نہیں) جیسے مٹکا ہوتا ہے کہ اندر سے شکم کی طرح پر آب ہوتا ہے اور باہر سے خشک لب ہوتا ہے پس پانی باوجود موجود ہونے کے مستور ہے اسی طرح روح باوجود موجود ہونے کے مستور ہے اب کوئی پوچھتا ہے کہ پھر جب روح ایسی مخفی و مستور ہے اس کا ادراک کیونکر کیا جاسکتا ہے تاکہ اس کو وسیلہ قرب الٰہی و حصول معرفت بنایا جاوے جواب میں اس ادراک کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ اپنے اندر درد کو (یعنے طلب و جستجو کو) بڑھانا چاہئے اس وقت تم کو مختلف مستور چیزیں مدرک ہوں گی (مراد ان مختلف مستور چیزوں سے لطائف غیبیہ ہیں پس سرخ و سبز و زرد کنایہ مطلق اشیائے مختلفہ سے ہے خصوصیت ان الوان کی مقصود نہیں کیونکہ محاورات میں متقابل اشیاء کا لانا مطلق اختلاف کے لئے مستعمل ہے جیسے گرم و سرد تلخ و شیریں وغیرہ اگرچہ حسن اتفاق سے ان لطائف کو ان الوان مذکورہ سے خاص مناسبتیں بھی ہیں چنانچہ مکاشفین فرماتے ہیں کہ لطیفہ روح کا رنگ سفید ہے اور لطیفہ قلب کا سرخ اور لطیفہ سر کا سبز

www.besturdubooks.wordpress.com

اور نفس کا زرد وعلی ہذا القیاس حاصل جواب کا یہ ہوا کہ طلب اور مجاہدہ کرو تو اللہ تعالیٰ امور روحانیہ کی بصیرت و انکشاف ذوقاً و وجداناً عطا فرما دیں گے پھر ان کے ذریعہ سے طریق سلوک کو طے کر سکو گے۔

کے بہ بینی سرخ و سبز و بور را	تا نہ بینی پیش ازیں سہ نور را
تو سرخ اور سبز اور گلابی کو کب دیکھ سکے گا؟	جب تک ان تین سے پہلے نور کو نہ دیکھ لے گا
لیک چوں در رنگ گمشد ہوش تو	شد زنور آں رنگہا روپوش تو
لیکن چونکہ تیرے ہوش رنگ میں گم ہو گئے ہیں	تو وہ رنگ، نور کی وجہ سے تیرے روپوش بن گئے ہیں
چونکہ شب آں رنگہا مستور بود	پس بدیدی دید رنگ از نور بود
چونکہ وہ رنگ رات کو چھپے ہوئے تھے	لہٰذا تو نے دیکھ لیا رنگ کا دیکھنا نور کی وجہ سے تھا
نیست دید رنگ بے نور بروں	ہم چنیں رنگ خیال اندروں
رنگ کا دیکھنا بیرونی روشنی کے بغیر نہیں ہوتا	یہی حال اندرونی خیال کے رنگ کا ہے
ایں بروں از آفتاب واز سہاست	واں دروں از عکس انوار علاست
یہ باہر کی روشنی آفتاب اور سہا کی وجہ سے ہے	وہ باطنی روشنی عالم بالا کے انوار کے عکس سے ہے
نور نور چشم خود نور دل ست	نور چشم از نور دلہا حاصل ست
خود بینائی کا نور، دل کا نور ہے	بینائی کا نور دلوں کے نور سے حاصل ہوتا ہے
باز نور نور دل نور خداست	کوز نور عقل و حس پاک وجداست
پھر دل کی بصیرت کا نور خدا کا نور ہے	جو عقل اور حس کے نور سے پاک اور جدا ہے
شب نہ بد نور۔ وندیدی رنگ را	پس بضد نور پیدا شد ترا
رات کو نور نہ تھا اور تو نے رنگ نہ دیکھا	پس ضد (شب کی تاریکی) کی وجہ سے وہ نور نمایاں ہو گیا
شب ندیدی رنگ کاں بے نور بود	رنگ چہ بود مہرۂ کور و کبود
رات کو تو نے رنگ نہ دیکھا کیونکہ وہ بے نور تھی	رنگ کیا ہوتا ہے، ایک اندھا نیلا منکا
کہ نظر بر نور بود آنگہ برنگ	ضد بضد پیدا بود چوں روم و زنگ
کیونکہ نور پر نظر تھی پھر رنگ پر	ایک مقابل دوسرے مقابل سے واضح ہوتا ہے جیسے رومی اور حبشی
دیدن نور ست آنگہ دید رنگ	ویں بضد نور دانی بے درنگ
پہلے نور کا نظر آتا ہے پھر رنگ کا دیکھنا	اور اس کو تو نور سے بغیر تاخیر سمجھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بضد نور دانستی تو نور	ضد ضد را می نماید در صدور
پس نور کی ضد سے تو نور کو پہچانا	ضد ضد کو سینوں میں واضح کر دیتی ہے
رنج وغم را حق پئے آں آفرید	تابدیں ضد خوشدلی آید پدید
اللہ تعالیٰ نے رنج کو اس لئے پیدا فرمایا ہے	تاکہ اس ضد سے خوشدلی واضح ہو جائے
پس نہانیہا بضد پیدا شود	چونکہ حق را نیست ضد پنہاں بود
پس پوشیدہ چیزیں ضد سے واضح ہوتی ہیں	اللہ تعالیٰ کی چونکہ کوئی ضد نہیں ہے وہ پوشیدہ ہے
نور حق را نیست ضدے در وجود	تا بضد او راتواں پیدا نمود
اللہ کے نور کی بھی ضد وجود میں نہیں ہے	تاکہ ضد سے اس کو پہچانا جا سکے
لاجرم ابصار نالا تدرکہ	وہو یدرک بیں از موسیٰ وکہ
یقیناً ہماری نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں	اور وہ ادراک کر لیتا ہے حضرت موسیٰ اور پہاڑ کو دیکھ کر

(بور گلابی سہانام ستارہ ان اشعار میں توضیح ہے مضمون بالا کی جان ز پیدائی وزنزدیکی ست گم جیسا ہم اوپر وعدہ الرائے ہیں حاصل توضیح یہ ہے کہ ظاہر ہے کہ مختلف الوان کے دیکھنے کیلئے نور کا ہونا شرط ہے یہی وجہ ہے کہ شب کو تاریکی میں وہ الوان نظر نہیں آتے اور چونکہ نور کی حقیقت سے ظاہر نفسہ و مظہر لغیرہ ہے یعنے ایسی چیز کہ خود آئے بھی ظاہر ہو اور دوسری چیز کے ظاہر ہونے کے لئے واسطہ ہو چنانچہ روشنی کی یہ شان کسی پر مخفی نہیں کہ خود بھی نظر آتی ہے اور اس کی وجہ سے دوسری چیزیں بھی نظر آتی ہیں اس لئے اس کے ظہور میں کسی کو شبہ نہیں ہوتا اور اس میں بھی شبہ نہیں ہے کہ اول وہ خود نظر آ کر پھر دوسرے چیزوں کے نظر آنے کا ذریعہ بنتی ہی پس ضرور ہے کہ جب ہم اجسام کے الوان کو دیکھتے ہیں اول ہم کو روشنی جو اس جسم ولون کو محیط ہی نظر آتی ہے اور ثانیاً اس کے واسطہ سے وہ الوان نظر آتے ہیں پس وہ روشنی نسبت الوان کے صفت ظہور میں قوی تر وزائد تر ہے مگر باوجود اس کے یقیناً الوان کو دیکھنے کے وقت ہم کو اس طرح التفات بھی نہیں ہوتا اور ہرگز اس کا امتیاز نہیں ہوتا کہ ہم نے اول نور کو دیکھا ہے پھر دوسری اشیاء کو دیکھا ہے بلکہ بادی النظر میں یہی سمجھتے ہیں اور یہ زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں رنگ فلاں جسم کو دیکھا تو دیکھو روشنی باوجود کمال ظہور اور کمال قرب کے کس طرح ہماری توجہ ذہنی سے مخفی و مستور ہو گئی کمال ظہور روشنی کا تو ظاہر ہے کہ دوسری اشیاء اس کی بدولت ظاہر ہوتی ہے اور کمال قرب یہ ہے کہ روشنی جب دوسروں کے ظہور کا واسطہ ہے پس رائی اور لون مرئی کے درمیان میں تو نور کا واسطہ ہوا اور رائی و نور میں کوئی اور واسطہ نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ واسطہ کہ بہ نسبت ذی واسطہ کے قوت مدرکہ کے ساتھ قرب ہوگا اس سے یہ قاعدہ ثابت ہو گیا کہ باوجود ظہور و قرب اختفاء و استتار بمعنی عدم التفات ممکن ہے پس توضیح مضمون موعود کی تمام ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہاں تک تو روشنی ظاہری کا حال مذکور ہوا اب اسی قیاس پر نور عقلی کو سمجھنا چاہئے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بہت سے امور معقولہ بذریعہ عقل کے مدرک ہوتے ہیں جس طرح الوان بذریعہ روشنی ظاہری مدرک ہوتے تھے پس امور معقولہ بمنزلہ الوان ہوئے اور عقل بمنزلہ روشنی ظاہر ہوئی اور اس سے عقل کا ظاہر بنفسہ ومظہر لغیرہ ہونا بھی ثابت ہوا اور یہ مظہر لغیرہ ہونا وہ صفت ہے جس کو اہل معقول مبداء انکشاف ہونا کہتے ہیں اور یہی ماہیت تھی نور کی پس عقل کا نور ہونا ثابت ہوا اور نور کی اظہریت اوپر بیان ہو چکی ہے تو لامحالہ وجود عقل کا بہ نسبت معقولات کے اظہر ہونا اور بواسطہ ادراک معقولات ہونے کے اقرب ہونا یقینی ہے بلکہ چونکہ خود عقل ہے مدرک ہے اس لئے بجائے اقرب کے عین اور نفس ذات کہا جاوے گا جس سے زیادہ کوئی قرب ہو ہی نہیں سکتا اور باوجود اس کے ادراک اشیاء کے وقت اس طرف التفات بھی نہیں ہوتا کہ یہاں مبداء انکشاف کیا چیز ہے پس بعینہٖ اس نور حسی کے بھی اور بخصوصیت نور معنوی کے بھی وہ مضمون ثابت ہو گیا۔ جان زپیدائی وزدیکے ست گم الخ اب اس تقریر کو مولانا کے کلام سے سمجھنا چاہئے جس میں ضمناً اور مضامین بھی ہیں سو سننا چاہئے مولانا فرماتے ہیں کہ) تم سرخ و سبز وگلابی رنگوں کو (مثلاً) کب دیکھ سکتے ہو جب تک ان تینوں رنگ سے پہلے نور (ظاہری کو نہ دیکھ لو لیکن چونکہ (دیکھنے کے وقت) بالکل تمہاری توجہ رنگ ہی میں مستغرق ہوتی ہے اس لئے وہ رنگ اس نور سے حجاب ہو گیا ہے (کہ رنگ کی طرف توجہ ہوتی ہے اور نور کی طرف التفات نہیں ہوتا (مگر چونکہ شب کے وقت (تاریکی میں) وہ سب رنگ مستور ہو جاتے ہیں اس سے تم سمجھ لیتے ہو کہ رنگ کا دکھلائی دینا بوجہ نور کے تھا (پس جس طرح ظاہری رنگوں کا دکھائی دینا بلا نور ظاہری کے نہیں ہوتا اسی طرح رنگ باطنی (کا حال ہے) جس کو خیال کہتے ہیں اس کو رنگ کا مشاکلۃً کہہ دیا اور خیال سے مراد مطلق مدرک باطنی ہے خواہ محسوس بحواس باطن ہو یا مدرک بالعقل ہو مجازاً خیال کا اطلاق سب پر کر دیا کہ اس کو نور باطنی یعنے عقل کی احتیاج ہے اور یہ ظاہری نور تو آفتاب اور سہا کا ہے اور وہ باطن نور انوار عالیہ (انوار ذات وصفات حق کا عکس ہے (کیونکہ حادث مستفید قدیم سے ہوتا ہے اور ہر چند کہ یہ نور ظاہری بھی ظل اسی نور قدیم کا ہے مگر چونکہ بواسطہ انوار باطنیہ لطائف روح وغیرہ کے ہے جیسا اہل کشف نے تصریح کی ہے کہ صدور میں عالم غیب عالم شہادت سے مقدم ہے اس لئے عکس ہونے میں انوار باطنی اور ظاہری سے قوی تر ہے کیونکہ) نور چشم (جو کہ الوان کے دیکھنے کے لئے مثل نور آفتاب کے شرط ہے اس نور چشم کا نور خود نور قلب ہے (کیونکہ اپنے مقام میں ثابت ہو چکا ہے کہ مدرک اصل میں مدرکات باطنیہ ہیں اور مدرکات ظاہری محض آلات ووسائط وجواسیس ہیں پس نور چشم کا مبدا انکشاف ہونا محتاج ہوا قوت مدرکہ عقلیہ کا پس اصل میں مبدا انکشاف وہ قوت عقلیہ ہوئی اس لئے نور قلب کو نور چشم کا نور کہا گیا جب یہ نورانیت میں نور ظاہری سے بڑھ کر ہے اور اس کا ظہور نور ظاہری کے ظہور سے زیادہ ہے پس جب نور ظاہری باوجود نقصان ظہور کے مختفی ہو جاتا ہے کہ احساس میں اس کی طرف التفات نہیں ہوتا تو نور باطنی جس میں کمال ظہور ہے اس کا مختفی ہو جانا تو کچھ بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے عجب نہیں پس جس مضمون کا یہاں لکھنا مقصود ہے وہ تو یہاں تک ختم ہو گیا اب آگے محض مناسبت اختفاے نور بسبب کمال ظہور کے نور خداوندی کا ذکر کرنے لگے علاوہ مناسبت مذکورہ کے اس مقام میں ایک خاص وجہ سے اس کی ضرورت بھی ہے وہ یہ کہ اوپر ترغیب دی تھی کہ معنی کو وسیلہ مقصود حقیقی کا بنانا چاہئے پس ضروری ہوا کہ اس مقصود حقیقی کی تعیین بھی کردی جاوے تاکہ مضمون ہر پہلو سے کامل ہو جاوے پس فرماتے ہیں کہ) اس کے بعد نوردل کا نورخدا کا نور ہے کہ وہ نورعقل اور نورحس دونوں سے منزہ ومبرا ہے (یعنی قدیم) ہے صفات حادث سے مبرا ہے کیونکہ نورحس مدرک بالحس ہے اور نورعقل مدرک بالعقل ہے اور اس نور کا ادراک بالماہیہ نہ حس سے ممکن ہے نہ عقل سے تحقیق مقام یہ ہے کہ ہر حادث کے لئے ایک علت اور مبداء کی ضرورت ہے ورنہ حادث کا مستغنے عن المحدث ہونا لازم آوے گا اور یہ محال ہے اور انکشاف مخلوق ایک امر حادث ہے کیونکہ حادث کی صفت حادث ہوا کرتی ہے پس ہر ایک انکشاف حادث کے لئے ایک مبداء کی ضرورت ہوئی تو انکشاف محسوسات کے لئے تو مبداء وانکشاف نورحسی ٹھہرا اور چونکہ انکشاف نور بھی ایک انکشاف ہے ایک مبداء اس کے لئے بھی ضروری ہوگا سووہ نور ادراک وانکشاف نورحسی ٹھہرا اور چونکہ انکشاف نور بھی ایک انکشاف ہے ایک مبداء اس کے لئے بھی ضروری ہوگا سووہ نور ادراک قوت عاقلہ ہے اب چونکہ یہ بھی ایک انکشاف ہے اس کے لئے بھی ایک مبداء ضروری ہے پس اگر وہ بھی حادث ہے تو اس میں گفتگو ہوگی پس دور لازم آوے گا تسلسل اس لئے ضرور ہوگا کہ منتہی کسی قدیم کو کہا جاوے تو وہ ذات وصفات حق جل وعلاشانہ کے ہیں پس نور ظاہری نور چشم ہوا اور نورعقل نور نور چشم اور نور الٰہی نور نورعقل اور نور نور نور چشم ہوا اور جب اس کا نور اصلی ومبداء الانوار ہونا ثابت ہوا اور نور کے لئے ظہور لازم ہے پس جس درجہ کا نور ہوگا اس درجہ کا ظہور ہوگا پس نور الانوار ظہور میں سب سے بڑھ کر ہوگا اور ظہور علت تھی اختفاء کی تو مبداء الانوار میں اس حیثیت سے اختفاء بھی سب سے زیادہ ہوگا یہ سبب اختفاء کا باعتبار کیفیت ظہور کے ہے اور ایک سبب اختفاء کا باعتبار کمیت ظہور کے ہے وہ یہ ہے کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ نورحسی جو سبب ہے ادراک الوان کا گاہے زائل بھی ہو جاتا ہے اس سے اس کا ادراک بقاعدہ الاشیاء تعرف باضدادہا سہل ہو جاتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی نور ایسا ہو کہ کسی مدت خاص تک غائب نہ ہو تو اس مدت تک اس کا ادراک بمعنی التفات زیادہ دشوار ہوگا اور اگر تو ایسا ہو کہ کبھی بھی غائب نہ ہوتا ہو تو اس کا ادراک سب سے زیادہ مشکل ہو جاوے گا۔ یہ معنی ہیں تفاوت ظہور باعتبار کمیت کے جس کا حاصل زمانہ ظہور کی کمیت کا تفاوت ہے پس نور حسی تو روز کا روز کا روز غائب ہو جاتا ہے اس لئے یہ ظہور ضعیف ہے اس لئے اس میں اختفاء بھی کم ہے اور جلدی اس کا ادراک ہو سکتا ہے اور نورعقلی میں ظہور زیادہ طویل ہی اس لئے یہ اس سے قوی ہے اس لئے اس میں اختفاء اس سے زیادہ ہے اور جلدی اس کا ادراک نہیں ہوتا اور نور الٰہی کبھی غائب ہی نہیں ہوتا اس لئے یہ ظہور اقویٰ ہے اس لئے اس میں اختفاء سب سے زیادہ ہے اور اس کا ادراک بدون فضل الٰہی کے نصیب نہیں ہوتا پس مولانا

www.besturdubooks.wordpress.com

اشعار آئندہ میں اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ) دیکھو شب کو چونکہ نور (حسی) نہ تھا اور رنگ کو (تاریکی میں نہ دیکھ سکے اسلئے نور کا علم اس کے ضد سے ہو گیا (یعنی معلوم ہو گیا کہ دن میں مبداء وانکشاف نور تھا) اس لئے شب کو رنگ نہ دیکھ سکے کیونکہ اس وقت نور نہ تھا اور رنگ (خود اپنی ذات میں) کیا چیز ہے ایک مہرہ کور و کبود ہے (کہ اس میں نورانیت نہیں جس سے وہ مدرک ہو سکے پس اول نور کا دیکھنا واقع ہوتا ہے پھر رنگ کا دیکھنا ہوتا ہے اور یہ بات نور کے ضد سے بلا توقف جان لیتے ہو (جیسا اوپر گزرا اور ایک ضد کا دوسرے ضد سے ظاہر ہونا عام قاعدہ ہے اس کی اور مثالیں بھی ہیں مثلاً رنج وغم کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے پیدا کیا ہے کہ اس ضد سے خوشدلی کی حقیقت ظاہر ہو جاوے بس معلوم ہو گیا کہ پوشیدہ چیزیں جن کی طرف التفات نہیں ہوتا گو وہ محسوسات سے کیوں نہ ہوں اپنے اضداد سے ظاہر ہو جاتی ہیں اور چونکہ حق جل وعلا شانہ کا کوئی ضد تو ہی نہیں (جس کے وجود سے نعوذ باللہ وجود حق زائل ہو جاوے) اس لئے وہ پنہاں ہیں کیونکہ (ہمیشہ) نظر اول نور پر ہوتی ہے پھر رنگ پر ہوتی ہے (اس اعتبار سے ہر انکشاف میں اول ذات حق تعالیٰ کا انکشاف ہوتا ہے پھر دوسری شے کا مگر) ایک ضد دوسری ضد سے ظاہر ہوتی ہے جیسے رومی اور زنگی (کہ باعتبار رنگ کے ایک دوسرے کی ضد ہے جب یہ معلوم ہوا کہ ایک ضد کا ظہور دوسری ضد سے ہوتا ہے پس نور کی ضد سے تم کو نور کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے اسی طرح کلیہ ہے کہ) ایک ضد دوسرے کو قلوب میں واضح کر دیتی ہے اور نور حق کی کوئی ضد موجود نہیں تا کہ اس ضد سے اس کو ظاہر کر سکیں پس لامحالہ لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کا حکم ہوا (جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو یہ نگاہیں ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کو ادراک کرتے ہیں اور لفظ یہ نگاہیں اس سے یہ اشکال دفع ہو گیا کہ آخرت میں تو رویت ضرور ہو گی وجہ دفع ظاہر ہے کہ وہاں نگاہیں اس کیفیت پر نہ رہیں گی بلکہ ان میں خود تحمل پیدا کر دیا جاوے گا حاصل جواب یہ ہوا کہ الابصار میں الف لام عہد کا ہے جنس کا نہیں اور اوپر گزر چکا ہے کہ فضل خداوندی کے بعد انکشاف ممتنع نہیں اب فرماتے ہیں کہ اگر اس حکم کی صحت کا شاہد چاہو تو) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جبل طور کے قصہ سے دیکھ لو (کہ اس قصہ میں ادراک بالبصر نہ ہوا اور بصر کیا جبل کو بھی اس کی تاب نہ ہوئی اس سے لا تدرکہ الابصار کی تائید ہوتی ہے اور یاد رہے کہ ایک خاص تجلی تھی جس کا ادراک باوجود التفات وقصد کے بھی نہ ہو سکا اور جس اختفاء کا ان اشعار میں بیان ہے وہ بمعنی عدم الالتفات ہی چونکہ اس کی علت میں ضد کا نہ ہونا کہا گیا ہے تو ضد کے واقع نہ ہونے سے بھی ادراک بمعنی التفات البتہ معدوم ہوتا ہے اور بمعنی عدم تحمل قوت مدرکہ صرف ضد کے نہ ہونے کو لازم نہیں مقصود مقام میں آیت سے استشہاد کرنا محض تنظیر ہے گو عدم الادراک اور اس کی علت دونوں جگہ مختلف ومتغائر ہو الحمد اللہ کہ توقع سے زیادہ یہ مقام حل ہو گیا۔

صورت از معنی چوں شیر از بیشہ داں	یا چو آواز و سخن زاندیشہ داں
صورت کی نسبت معنی سے ایسی ہے جیسے شیر کی نسبت کچھار سے	یا جیسے بات اور آواز کی نسبت خیال سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

این سخن و آواز از اندیشہ خاست	تو ندانی بحر اندیشہ کجاست
یہ بات اور آواز خیال سے پیدا ہوئی	تجھے یہ معلوم بھی نہیں کہ خیال کا سمندر کہاں ہے؟
لیک چوں موج سخن دیدی لطیف	بحر آں دانی کہ ہم باشد شریف
لیکن جب تو نے بات کی موج کو پاکیزہ پایا	اس کے سمندر کے متعلق بھی تو نے سمجھ لیا کہ وہ بھی شریف ہوگا
چوں ز دانش موج اندیشہ بتافت	از سخن و آواز او صورت بساخت
جب عقل سے خیال کی موج اٹھی	اس نے بات اور آواز کی صورت اختیار کر لی
از سخن صورت بزاد و باز مرد	موج خود را باز اندر بحر برد
بات سے صورت پیدا ہوئی اور پھر مر گئی	موج اپنے آپ کو پھر سمندر میں لے گئی
صورت از بے صورتے آمد برون	باز شد کہ انا الیہ راجعون
صورت ایک بے صورت سے پیدا ہوئی	پھر لوٹ گئی کہ ہم اسی طرف لوٹنے والے ہیں

(ان اشعار میں بھی دوسری تمثیل کے ضمن میں بیان ہے عالم معانی کے اصل اور قوی ہونے کا اور عالم صور کے فرع اور ضعیف ہونے کا خلاصہ یہ ہے کہ صورت کو معنی کے اعتبار سے ایسا سمجھو جیسا شیر ظاہر ہوتا ہے بیشہ سے یا ایسا سمجھو جیسے صوت اور کلام خارجی پیدا ہوتا ہے صورت ذہنیہ سے (کیونکہ جب کوئی شخص باختیار تکلم کرتا ہے چونکہ افعال اختیاریہ میں ان کے تصور کا سابق ہونا لازم اور دلیل عقلی سے ثابت ہے اس لئے ضرور ہے کہ اول اس کلام کا ایک صورت خاص ذہن میں تصور کر لیتا ہے اسی کی صورت ذہنیہ کہتے ہیں پس ان مثالوں میں بیشہ اس معنی کر اصل ہے کہ اس میں سے شیر نکلا اور نیز بہ نسبت شیر کے بیشہ کو بقاء بھی زیادہ ہے کہ ہزاروں شیر آگے پیچھے مرتے چلے جاتے ہیں اور بشیہ اپنی حالت پر باقی رہتا ہے اور اس اعتبار خاص سے شیر فرع ہی اور طول بقا و قصر بقاء کے تفاوت کو من وجہ قوت و ضعف کا تفاوت بھی کہہ سکتے ہیں اور صوت و کلام کا فرع ہونا اور صورت ذہنیہ کا اصل ہونا تو محتاج بیان نہیں اور وہی طول بقاء و قصر بقا کا تفاوت یہاں بھی ہے کیونکہ صورت ذہنیہ کو باعتبار کلام کے زیادہ بقاء ہے پس صورت مثل شیر اور کلام کے فرع اور ضعیف یعنی سریع الزوال ہے اور معنی مثل بیشہ اور صورت ذہنیہ کے اصل اور قوی یعنی دیرپا ہے آگے تقریر فرماتے ہیں صورت محسوسہ سے معنی غیر محسوس کے وجود پر استدلال کرنے کی کہ) دیکھو یہ کلام اور صورت ظاہری اسی اندیشہ سے یعنی صورت ذہنیہ سے پیدا ہوئی ہے جیسا اوپر گزر چکا ہے مگر تم کو یہ معلوم نہیں کہ اس صورت ذہنیہ کا دریا (اور منشاء جہاں سے یہ صورت ذہنیہ پیدا ہوتی ہے) کہاں ہے (کیونکہ مراد اس دریا سے عقل ہے کہ صورت ذہنیہ اس کا ایک فعل اور فعل کے لئے فاعل کا منشاء ہونا ظاہر ہے اور اس کا معلوم نہ ہونا کہ کہاں ہے اس وجہ سے ہے کہ یہ لطیفہ عقلیہ عالم امر سے ہی جو محدود بالمکان نہیں جب اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کے لئے مکان ہی نہیں تو تعیین مکان کیسے ہوگی غرض کلام کا منشاء صورت ذہنیہ ہے اور صورت ذہنیہ کا منشاء قوت عاقلہ ہی تو قوت عاقلہ بواسطہ صورت ذہنیہ کے کلام کا بھی منشاء ہوتی تو گویہ منشاء یعنی قوت عاقلہ محسوس نہیں ہے مگر چونکہ اثر یعنے کلام محسوس ہے اس لئے اس اثر سے اس موثر کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے چنانچہ آئندہ شعر میں اس استدلال کی تقریر فرماتے ہیں کہ) لیکن جب موج کلام کو لطیف پاتے ہو تو اس کے دریا کو بھی سمجھتے ہو کہ باشرف ہوگا (یعنی عمدہ کلام سن کر سمجھتے ہو کہ اس شخص کا خیال کہ صورت ذہنیہ اور منشاء اس کلام کا ہی اچھا ہوگا اور اس کا اچھا ہونا دلیل ہے اس کی قوت عاقلہ کے شرف اور کمال پر اور جب اس کے شرف کا علم ہوگا تو اس کے وجود کا بھی علم لازمی ہوگا اس حیثیت سے کلام سے استدلال کیا جاوے گا وجود قوت عاقلہ پر وہ استدلال موجود بھی ہے آگے اسی کی تتمہ ہے کہ جب عقل سے صورت ذہنیہ کی موج پیدا ہوتی ہے (جیسا ابھی بیان ہو چکا ہے کہ عقل منشاء ہی صورت ذہنیہ کا) تو وہ صورت ذہنیہ صوت و کلام کی صورت بنا لیتی ہے (یعنی وہ صورت ذہنیہ عین اس کلام ظاہری کا ہوتی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ ذہنی سے خارجی کی طرف مستحیل ہو جاتی ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ صورت ذہنیہ اور یہ صورت خارجیہ کلامیہ دونوں باعتبار ماہیت کے باہم متحد اور عین ہوتے ہیں صرف اسی قدر فرق ہوتا ہے کہ وہی ایک حقیقت ایک ظرف میں عوارض ذہنیہ کے ساتھ مکتنف اور مقترن ہو جاتی ہے اور دوسرے ظرف میں عوارض خارجیہ کے ساتھ مکتنف اور مقترن ہو جاتی ہے غرض تغائر صرف باعتبار تشخص کے ہے نہ باعتبار حقیقت کے اور تشخص کے بدلنے سے حقیقت کا بدلنا ظاہر ہے کہ لازم نہیں ان سب امور کی علوم عقلیہ میں تصریح ہے پس موافق اس تقریر کے) کلام کی ایک صورت پیدا ہوئی اور (بداہتہً) وہ پھر زائل ہوگئی (کیونکہ کلام اس ہیئت خاصہ صوتیہ کے ساتھ فوراً ہی خارج سے معدوم ہو جاتا ہے لیکن اس کی صورت ذہن میں یقیناً منطبع ہو جاتی ہے کیونکہ ذہن میں تصور آ سکتا ہے کہ اس طور سے یہ کلام خارج میں پایا گیا تھا غرض ذہن اس کلام کی حقیقت کو عوارض مادیہ سے مجرد کر کے اپنے اندر لیتا ہے اور یہ ابھی معلوم ہو چکا ہے کہ یہ کلام خارجی اور اس کی صورت ذہنی دونوں باعتبار حقیقت کے متحد ہیں پس (اس بناء پر وہ کلام خارجیہ بعینہ صورت ذہنیہ ہوا اور صورت ذہنیہ کی وجہ سے حاضر عند العقل ہوگیا اور یہی عقل تھی جو بواسطہ صورت ذہنیہ کے منشاء اس صورت خارجیہ کی تھی اب وہی صورت خارجیہ خارج سے معدوم ہو کر بواسطہ صورت ذہنیہ کے پھر عقل میں آ گئی اور یہ آنا مرتبہ ادراک میں تو تمام عقلاء کے نزدیک متفق علیہ ہے اور مرتبہ حفظ میں کہ عقل اس کا خزانہ بن جاوے فلاسفہ کے نزدیک محض اس وجہ سے قابل انکار ہے کہ ادراک اور حفظ دو فعل ایک فاعل سے صادر نہیں ہو سکتے مگر یہ بناء محض اصول فاسدہ پر مبنی ہے اس لئے اگر عقل کو خزانہ بھی کہا جاوے تو ممکن ہے اس کو ملوانا دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ موج (یعنے کلام اپنے آپ کو پھر دریا کے اندر (یعنے عقل میں) لے گئی (غرض جیسے موج دریا سے اٹھتی ہے اور پھر اس میں رہ جاتی ہے اسی طرح یہ کلام وصوت عقل سے پیدا ہوا پھر عقل ہی میں جا رہا بس اس بناء پر یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت (محسوسہ یعنی کلام) ایک بے صورت چیز سے (یعنے عقل سے) نکلی اور پھر اسی کی طرف چلی گئی (جیسا ابھی مفصل بیان ہوا) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے انا الیہ راجعون (پس جس طرح اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب اپنے مبداء کی طرف جانے والے ہیں اسی قیاس پر اس صورت کو کہا جاوے گا کہ اپنے مبداء کی جانب رجوع کر گئی اس اقبال کے اعتبار سے آیت سے استدلال کیا ختم ہوا مضمون دوسری تمثیل کا پس اس تقریر سے بھی ثابت ہوا کہ صورت فرع معنے کی ہے اور معنی اس کی اصل اور مبداء و معاد ہے اور یہی مقصود تھا۔

پس ترا ہر لحظہ مرگ و رجعتے ست	مصطفیؐ فرمودہ دنیا ساعتے ست
پس تیرے لئے ہر لحظہ موت اور واپسی ہے	آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا دنیا ایک گھڑی (وقت) ہے
فکر ما تیرے ست از ہو در ہوا	در ہوا کے پاید آید تا خدا
ہمارا خیال ایک تیر ہے جو اللہ کی جانب سے ہوا میں ہے	ہوا میں کب تک ٹھہرے؟ خدا کی طرف لوٹتا ہے
ہر نفس نو می شود دنیا و ما	بے خبر از نو شدن اندر بقا
ہر دم دنیا نئی ہو جاتی ہے اور ہم	زندگی میں اس کے نئے ہونے سے بے خبر ہیں
عمر ہمچوں جوئے نو نو میرسد	مستمرے می نماید در جسد
نہر کی طرح (تیری) عمر نئی نئی آتی رہتی ہے	جو جسم میں لگاتار نظر آتی ہے
آں ز تیزی مستمر شکل آمدست	چوں شرر کش تیز جنبانی بدست
تیزی کی وجہ سے وہ لگاتار شکل بنی ہے	اس انگارے کی طرح جس کو تو ہاتھ سے تیز گھمائے
شاخ آتش از بجنبانی بساز	در نظر آتش نماید بس دراز
اگر تو جلتی لکڑی کو کوشش سے گھمائے	تو وہ بہت لمبی آگ نظر آئے گی
ایں درازی مدت از تیزی صنع	مینماید سرعت انگیزی صنع
ایجاد کی تیزی سے یہ مدت کا طول	اللہ تعالیٰ کی ایجاد کی تیزی کو ظاہر کرتا ہے
طالب ایں سر اگر علامہ ایست	نک حسام الدیں کہ سامی نامہ ایست
اس راز کا طالب اگر کوئی علامہ ہے	اب حسام الدین ہے جو متبرک کتاب ہے
وصف او از شرح مستغنی بود	رو حکایت گو کہ بے گہ میشود
اس کی تعریف شرح سے بے نیاز ہے	چل قصہ بیان کر کہ بے وقت ہوا جاتا ہے

(درازی مدت مبتدا می نماید بمعنی معلوم میشود خبر از تیزی جار مجرور متعلق بہ می نماید سرعت انگیزی بدل از

www.besturdubooks.wordpress.com

تیزی طالب بمعنی محقق مجاز الحلاقہ آنکہ طلب سبب حقیقت میشود کما قال اللہ تعالیٰ کا نک حفی عنہا حسام الدین مراد مطلق عارف کذا قال مرشدی سامی عالی عارف را سامی نامہ تشبیہا باعتبار جامعیت اسرار فرمردہ چنانچہ گفتہ شدہ است وانت الکتاب المبین الذی الخ وممکن است کہ سامی نامہ در ترکیب مثل خوش رو باشد یعنی آنکہ نامہ اعمالش بلند رتبہ باشد بسبب اندراج حسنات وردی نہ سیئات یہاں سے بیان ہے مسئلہ تجدد امثال کا بطور تفریع کے ما قبل پر کیونکہ اوپر مذکور ہوا تھا کہ کلام قوت عاقلہ سے پیدا ہوا تھا اور پھر اسی کی طرف رجوع ہو گیا اور ظاہر ہے کہ اگر پھر اسی کلام کا تکلم کرنا چاہیں تو پھر اس کو خارج کی طرف رجعت ہوتی ہے پس اس کلام پر اس طرح پر وجود عدم علی سبیل التعاقب طاری ہوتے ہیں اسی کو اول بطور تفریع فرمایا بعد اس کے پھر ترقی کر کے فرمایا کہ تمہارے اندر باعتبار کلام کے اس کی کیا تخصیص ہے تمام عالم میں یہی قصہ ہو رہا ہے کہ برابر اس پر عدم وجود علی سبیل التعاقب طاری ہو رہا ہے یعنے ایک آن میں وہ معدوم ہوتا ہی پھر دوسری آن میں موجود ہوتا ہے (علی ہذا القیاس یا مناسبت وارتباط کی یوں تقریر کی جاوے کہ جب قوت عاقلہ کے تصرف سے اس کا محل تصرف یعنی کلام آناً فاناً وجود وعدم کو قبول کر رہا ہے تو اسماء الٰہیہ کے تصرف سے ان کا محل تصرف عالم اس تعاقب وجود عدم کو بدرجہ اولیٰ قبول کریگا کیونکہ فاعلیت اسماء الٰہیہ کی یقیناً قوت عاقلہ کی فاعلیت سے بڑھی ہوئی ہے کیونکہ کجا قدیم وکجا حادث پس ارشاد فرماتے ہیں کہ پس (مضمون بالا سے معلوم ہوا کہ تمہارے واسطے ہر لحظہ (موت اور رجعت (کلام کی) حاصل ہے (اور اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے) کہ مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ہے الدنیا ساعۃ دنیا ایک ساعت ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک ساعت لطیفہ یعنی آن سے زیادہ کسی حادث کی عمر نہیں تو اس کے عموم میں تمہاری حالت مذکور بھی داخل ہو گئی بندہ راقم کہتا ہے کہ مجھ کو اس حدیث کی تحقیق نہیں اور نیز یہ معنی خلاف متبادر ہیں ظاہر معنے اس قول کے یہی ہیں کہ دنیا ناپائیداری میں مثل ایک ساعت کے ہے لیکن اس کا حدیث نہ ہونا یا اس کے یہ معنی نہ ہونا اصل مسئلہ میں معتر نہیں کیونکہ یہ مسئلہ کشفی ہی کشف کے لئے ثابت بالنقل ہونا ضروری نہیں البتہ مخالف نقل نہ ہونا ضروری ہے سو یہ مسئلہ کسی نقل شرعی کے مخالف نہیں۔ اب اس تفریع میں تو کلام کے بے بقاء ہونے کا بیان تھا اب آگے فکر وصورت ذہنیہ کا بے بقاء ہونا بیان کرتے ہیں کہ ہمارے فکر وخیالات کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص اوپر ہوائی تیر چھوڑے اسی طرح ہماری فکر حق تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے اور ظاہر ہے کہ وہ تیر ہوا میں نہیں رہتا تیر انداز کے پاس آ کر گرتا ہے اسی طرح ہمارے افکار وخیالات بوجہ حادث ہونے کے ہمارے پاس باقی نہیں رہتے حق تعالیٰ کی طرف راجع ہوتے ہیں (حاصل اس تمثیل کا اشارہ ہے ایک استدلال کی طرف تقریر اس کی یہ ہے کہ حادث کو بقاء نہیں ہوتا اور بقاء شامل ہے بقاء قلیل وبقاء کثیر کو پس لامحالہ فوراً وہ فنا ہو جائے گا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ آخر وجود کے ساتھ بھی تو موصوف ہوتا ہے۔ فی آلان سے بقاء لازم نہیں آتا البتہ یہ مقدمہ خود قابل کلام رہا کہ حادث کو بقاء نہیں ہوتا سو انصاف یہ ہے کہ اس پر کوئی دلیل قطعی عقلی قائم نہیں ہوئی نہ اعراض میں نہ جواہر میں

www.besturdubooks.wordpress.com

البتہ اکابر نے اس کو کشفی فرمایا ہے اور تقابل اسماء اس کی وجہ فرمائی ہے جیسا عنقریب آتا ہے اور وہ مسئلہ بھی کشفی ہی اب سمجھو کہ یہاں تک کلام اور فکر کے بے بقاء ہونے کا مذکور تھا جو دونوں مقولۂ عرض سے ہیں اب بطور عموم کے تمام حادث کے لئے اس حکم کو ثابت کرتے ہیں) کہ ہر دم تمام عالم از سر نو پیدا ہو رہا ہے اور ہم اس نو پیدائی سے اس ظاہری بقاء کی وجہ سے بے خبر ہو رہے ہیں پس (واقع میں) عمر ہر دم تازہ تازہ پہنچتی جاتی ہے جس طرح نہر میں پانی چلتا ہے اور برابر اوپر سے نیا پانی آتا ہے مگر وہ عمر و جود جسم میں مثلاً مستمر و دائم معلوم ہوتا ہے (جس طرح نہر کا پانی سرسری نظر سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ہی پانی ہی جو نظر آ رہا ہے حالانکہ پہلی آن میں جو پانی کسی مقام پر موجود تھا وہ بوجہ جریان کے بہت دور نکل گیا مگر بوجہ اتصال جریان وتماثل اجزاء مائیہ کے اس کا آگے کو چلا جانا اور دوسرے اجزاء کا اس کی جگہ چلا آنا متمیز نہیں ہوتا ہے یہی حالت وجود کی ہے کہ آن مقدم کا وجود اور ہے اور آن مؤخر کا وجود اور اور درمیان میں عدم طاری ہو گیا ہے ورنہ وجودین میں تغائر نہ ہوتا مگر تماثل حصص وجودات اور درمیان میں فصل کے معلوم نہ ہونے سے شبہ پڑتا ہے کہ وہ ایک ہی وجود باقی چلا آتا ہے غرض وہ تیزی کی وجہ سے بشکل مستمر د باقی معلوم ہوتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شعلہ ہاتھ میں لے کر اس کو زور سے جلدی جلدی گھماؤ یعنی کی سلگی ہوئی لکڑی کو خوب اہتمام وکوشش سے جنبش دو تو دیکھنے میں تمام آگ ہی آگ دور تک پھیلی ہوئی نظر آتی ہے (حالانکہ آگ صرف اس مسافت حرکت کے ایک خاص اور نہایت ہی قلیل جزو میں ہے مگر سرعت حرکت سے وہ آگ تمام مسافت کو گھیرے ہوئے معلوم ہوتی ہے یہی حالت بقائے حوادث میں سمجھو کہ) یہ درازی مدت کی یعنی طول بقاء تیزی صنعت کی وجہ سے (یعنی وجود جلدی جلدی عطا فرمانے سے) جس کو سرعت انگیزی صنع بھی کہہ سکتے ہیں موہوم ہوتا ہے اور ایسے دقیق راز کا واقف اور ماہر اگر کوئی علامہ ہے تو وہ عارف بھی ہے جو (بجائے خود) کتاب الاسرار ہو یا یوں کہئے کہ جس کا نامہ اعمال (بوجہ خلوعن السیئات کے) بلند مرتبہ ہو (اشارہ اس طرف ہے کہ دولت عرفان کی بدولت تقویٰ کے نصیب ہوتی ہے) وہ عارف ایسا ہے جس کا وصف شرح سے مستغنی ہے (اس وجہ سے) اس سے درگزر کرو اور حکایت بیان کرو کہ بالکل ناوقت ہو جاتا ہے۔

ف: مسئلہ تجدید امثال کی تقریر اور اس کی مثال سب ان اشعار کی شرح کے ضمن میں مفصل مذکور ہو چکی ہے اب صرف اس وعدہ کا ایفاء باقی رہا کہ تقابل اسمائی پر اس کو مبنی کہا گیا ہے مختصر تحقیق اس کی یہ ہے کہ یہ امر کشف سے ثابت ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی اسم کسی وقت معطل نہیں اور ان میں سے محیی اور ممیت بھی ہے پس یہ دونوں بھی ہر وقت اپنا کام کرتے ہیں اور محیی کا کام وجود دینا ہے اور ممیت کا کام فنا کر دینا اور ظاہر ہے کہ ایک وقت میں دونوں اثر جمع نہیں ہو سکتے پس لامحالہ علی سبیل التعاقب دونوں اپنا اپنا کام کریں گے اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جس وقت ایک اسم اپنا فعل کر رہا ہے اس وقت دوسرے کا تعطل لازم آوے گا کیونکہ جواب یہ ہے کہ ظہور اثر فاعل کے لئے قابلیت محل کی بھی شرط ہے پس جس وقت محیی مثلاً اپنا فعل کرنا چاہتا ہے وہ شے اس وقت معدوم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہونا چاہیے تاکہ ایجاد ممکن ہو تو اس وقت کو میت بھی فاعل ہے معطل نہیں مگر چونکہ اعدام معدوم محال ہے اس لئے اس کا اثر ظاہر نہیں ہوا اسی طرح جس وقت میت نے اپنا فعل کرنا چاہا اس وقت وہ شئی موجود ہونا چاہیے تاکہ اعدام ممکن ہو تو اس وقت بھی گو کہ بھی فاعل ہے معطل نہیں مگر چونکہ ایجاد موجود محال ہے اس لئے اس کا اثر ظاہر نہیں ہوا پس اثر ظاہر نہ ہونے سے تعطل فاعل کا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ عدم ظہور اثر بوجہ عدم قابلیت محل کے ہے پس وہ شبہ رفع ہو گیا فقط۔

رسیدن خرگوش بہ شیر و خشم شیر بروے .

خرگوش کا شیر کے پاس پہنچنا اور شیر کا اس پر غصہ کرنا

شیر اندر آتش و در خشم و شور	دیدکاں خرگوش می آید زدور
شیر نے آگ اور غصہ اور شور میں	دیکھا کہ وہ خرگوش دور سے چلا آ رہا ہے
میدود بے دہشت و گستاخ او	خشمگین و تند تیز و ترش رو
بے خوف دلیرانہ وہ دوڑ رہا ہے	غضبناک تند اور تیز اور منہ بگاڑے
کز شکستہ آمدن تہمت بود	وز دلیری دفع ہر ریبت بود
اس لئے کہ انکسار سے آنا وجہ تہمت ہوتا	اور دلیری سے ہر تہمت کا دفعیہ ہوتا ہے
چوں رسید او پیشتر نزدیک صف	بانگ برزد شیر ہاں اے ناخلف
جب وہ صف کے نزدیک آگے پہنچا	شیر چلایا کہ ہاں اے ناخلف!
من کہ گاواں راز ہم بدریدہ ام	من کہ گوش شیر نر مالیدہ ام
میں جس نے گایوں کو چیرا ہے	میں جس نے نر شیروں کی گوشمالی کی ہے
نیم خرگوشے چہ باشد کو چنیں	امر مارا افگند او برزمیں
ناقص خرگوش کیا ہوتا ہے کہ اس طرح	وہ ہمارے حکم کو نیچے ڈال دے
ترک خواب و غفلت خرگوش کن	غرۂ ایں شیر اے خرگوش کن
غفلت اور خواب خرگوش چھوڑ دے	اے گدھے! اس شیر کی گرج سن

در بیت شبہ خرگوش در مصرعہ اولی بمعنی مشہور و در مصرعہ ثانیہ مرکب از خر بمعنی حمار و گوش غرہ بضم غرش و آواز)

مطلب بیت ظاہر ہے کہ شیر کو بڑا غصہ چڑھ رہا تھا دیکھا کہ دور سے خرگوش بیبا کانہ آ رہا ہے کیونکہ مضمحل آنے سے خواہ مخواہ مجرم ہونے کا) شبہ ہوتا ہے اور دلیری میں شبہ جرم رہتا ہے (کہ اگر یہ مجرم ہوتا تو دلیری سے کیوں آتا)

www.besturdubooks.wordpress.com

غرض جب شیر کے نزدیک آیا تو شیر نے ڈانٹا کہ میں ایسا ایسا ہوں ذرا سے خرگوش کی یہ مجال ہے کہ ہمارا حکم نہ مانے اب خواب خرگوش کو چھوڑ اور میرا غرانا سن (کہ تیری سزا کا وقت قریب ہے۔

عذر گفتن خرگوش بہ شیر از تاخیر ولابہ کردن

تاخیر کی وجہ سے خرگوش کا شیر سے معذرت اور خوشامد کرنا

گفت خرگوش الاماں عذریم ہست	گر دہد عفو خداوندیت دست
خرگوش نے کہا جان کی بخشش، میرا ایک عذر ہے	اگر تیری مالکانہ خطا بخشی دستگیری کرے
باز گویم چوں تو دستوری دہی	تو خداوندی و شاہ و من رہی
اگر تو اجازت دے تو میں کہوں	تو مالک اور بادشاہ ہے اور میں غلام ہوں
گفت چہ عذر اے قصور ابلہاں	ایں زماں آیند در پیش شہاں
اس نے کہا اے بیوقوفوں میں سے کمترین! کیا عذر ہے؟	بادشاہوں کے سامنے اس وقت آتے ہیں؟
مرغ بے وقتی سرت باید برید	عذر احمق را نمی باید شنید
تو بے وقت کا مرغا ہے، تیرا سر قلم کرنا چاہیے	احمق کے عذر کو نہ سننا چاہیے
عذر احمق بدتر از جرمش بود	عذر ناداں زہر ہر دانش شود
احمق کا عذر اس کے جرم سے بھی بدتر ہوتا ہے	نا سمجھ کا عذر، ہر عقل کا زہر ہوتا ہے
عذرت اے خرگوش از دانش تہی	من نہ خرگوشم کہ در گوشم نہی
اے بے عقل خرگوش! ترا عذر	میں گدھے کا کان نہیں ہوں کہ تو (عذر) سناتا ہے
گفت اے شہ ناکسے راکس شمار	عذر استم دیدگاں را گوش دار
اس نے کہا، اے شاہ! نالائق کو لائق سمجھ کر	مظلوموں کا عذر سن لے
خاص از بہر زکوٰۃ جاہ خود	گمرہے را تو مراں از راہ خود
خاص طور پر، اپنے مرتبہ کے صدقہ میں	ایک گمراہ کو اپنے راستہ سے نہ ہٹا
بحر کو آبے بہر جو می دہد	ہر خسے را بر سرو رو می نہد
وہ دریا جو ہر نہر کو پانی دیتا ہے	اور ہر تنکے کو سر اور منہ پر رکھتا ہے
کم نخواہد گشت دریا زیں کرم	از کرم دریا نگردد بیش و کم
اس کرم کی وجہ سے دریا کم نہ ہوگا	کرم کی وجہ سے، دریا کا کچھ گھٹتا بڑھتا نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت دارم من کرم برجائے او	جامۂ ہر کس برم بالائے او
اس نے کہا میں اس کے موقع پر کرم کرتا ہوں	ہر شخص کا کپڑا اس کے قد کے مطابق تراشتا ہوں

(دستور اجازت رہی غلام قصور ابلہان کمتر از ابلہان من نہ خرگوشم اے گوش من حمل خرنیست عذرت مشغول در گوشم نہی خلاصہ یہ کہ خرگوش نے امان مانگ کر کہا کہ اگر آپ معافی دیں تو میرے پاس ایک عذر ہے اگر اجازت ہو کہوں شیر بولا کیا خاک عذر ہے بھلا بادشاہوں کے روبرو اس وقت آیا کرتے ہیں بے وقت آنے میں تیری مثال مرغ بے وقت کی ہے جس کا سر قطع کرنا واجب ہے اور احمق کا عذر سننے کے قابل نہیں کیونکہ وہ جرم سے بھی بدتر ہوتا ہے اور جاہل کے عذر سے علم وعقل کی بربادی ہوتی ہے خرگوش بولا بے شک میں نالائق ہوں مگر تھوڑی دیر کے لئے اس کو لائق فرض کر لو (تا کہ عذر تو سن سکو) اپنی جاہ ومنزلت کا صدقہ سمجھ کر مجھ کو مطرود مت کرو دیکھو دریا (جو اپنی فیاضی سے) سب نہروں کو پانی دیتا ہے خس وخاشاک کو اپنے اوپر لے لیتا ہے سو ظاہر ہے کہ دریا اس کرم کی وجہ سے کم نہیں ہو جاتا (پس آپ بھی مثل دریا مجھ پر کرم کیجئے' شیر نے کہا کہ میں کرم بھی موقع سے کرتا ہوں (گویا) ہر شخص کا لباس اس کے قد کے موافق قطع کرتا ہوں (سو چونکہ تو محل لطف وکرم نہیں ہے لہذا ساتھ تیرے کرم نہیں کروں گا۔

گفت بشنو گر نباشد جائے لطف	سر نہادم پیش اژدرہائے عنف
اس نے کہا سن لے اگر مہربانی کا موقع نہ ہو گا	میں سختی کے اژدھے کے سامنے سر دھرتا ہوں
من بوقت چاشت در راہ آمدم	با رفیق خود سوئے شاہ آمدم
میں چاشت کے وقت راستہ پر پڑا	اپنے ساتھی کے ساتھ شاہ کی جانب آنے لگا
با من از بہر تو خرگوشے دگر	جفت و ہمرہ کردہ بودند آں نفر
تیرے لئے میرے ساتھ ایک دوسرا خرگوش	اس جماعت نے ساتھ کر دیا تھا
شیرے اندر راہ قصد بندہ کرد	قصد ہر دو ہمرہ آئندہ کرد
راستہ میں ایک شیر نے بندے کا قصد کیا	(بلکہ) ہم دونوں ساتھ آنے والوں کی طرف جھپٹا
گفتمش ما بندۂ شاہنشہیم	خواجہ تاشان کہ آں درگہیم
میں نے اس سے کہا ہم بادشاہ کے غلام ہیں	ہم دونوں اس درگاہ کے لائق حاضر باش ہیں
گفت شاہنشہ کہ باشد شرم دار	پیش من تو نام ہر ناکس میار
اس نے کہا شہنشاہ کون ہوتا ہے شرم کر	میرے سامنے تو کسی نالائق کا نام نہ لے
ہم ترا وہم شہت را بر درم	گر تو با یارت بگردی از برم
تجھے اور تیرے بادشاہ کو بھی پھاڑ ڈالوں گا	اگر تو اپنے ساتھی کے ساتھ میرے سامنے سے گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتمش بگزار تا بار دگر	روئے شہ بینم برم از تو خبر
میں نے اس سے کہا چھوڑ دے تاکہ ایک بار	بادشاہ کا چہرہ دیکھ لوں اور تیری اطلاع کر دوں
گفت ہمرہ را گرو نہ پیش من	ورنہ قربانی تو اندر کیش من
اس نے کہا ساتھی کو میرے پاس گروی رکھ دے	ورنہ تو میرے مذہب میں قربان ہے
لابہ کردیمش بسے سودے نہ کرد	یار من بستد مرا بگذاشت فرد
میں نے اس کی بہت خوشامد کی فائدہ نہ دیا	میرے یار کو پکڑ لیا مجھے اکیلا چھوڑ دیا
ماند آں ہمرہ گرو در پیش او	خوں رواں شد از دل بیہوش او
وہ ساتھی اس کے پاس گروی رہ گیا	اس کے مدہوش دل سے خون بہنے لگا
یارم از زفتی سہ چنداں بد کہ من	ہم بلطف و ہم بخوبی ہم بہ تن
میرا یار میرے اعتبار سے تگنا تھا	پاکیزگی میں بھی اور خوبی میں بھی اور بدن میں بھی
بعد ازیں زاں شیر آں رہ بستہ شد	حال ما ایں بود با تو گفتہ شد
اس کے بعد اس شیر کی وجہ سے راستہ بند ہوگیا	ہمارا حال یہ تھا تجھ سے کہہ دیا گیا
از وظیفہ بعد ازیں امید بر	حق ہمی گویم ترا الحق مر
اس کے بعد روزینے سے امید منقطع کر لے	تجھ سے سچ کہتا ہوں سچی بات کڑوی ہوتی ہے
گر وظیفہ بایدت رہ پاک کن	ہیں بیا و دفع آں بیباک کن
اگر تجھے روزینہ چاہئے تو رستہ صاف کر دے	ہاں آ اور اس بے شرم کو دفع کر دے

خرگوش بولا کہ میں یوں نہیں کہتا کہ آپ لطف بے محل کیجئے مگر یہ کیسے معلوم ہوا کہ میں محل لطف نہیں ہوں اس لئے اول میرا حال سن لیجئے اگر میں محل لطف نہ ہوں تو سخت اژدہے کے سامنے پڑ جانے پر رضامند ہوں قصہ یہ ہوا کہ میں چاشت کے وقت اپنے رفیق کے ساتھ آ رہا تھا میرے ہمراہ نخچیروں نے آپ کے لئے ایک اور خرگوش کر دیا تھا (مراد رفیق سے یہی ہے) راہ میں ایک اور شیر مل گیا اس نے ہم دونوں کے لینے کا قصد کیا میں نے اس سے کہا کہ ہم شاہی غلام ہیں اور اس دربار کے ادنیٰ درجہ کے خواجہ تاش ہیں مگر اس نے کہا کہ تیرا بادشاہ کون بلا ہے میرے سامنے نالائقوں کا ذکر مت کر میں تجھ کو اور تیرے بادشاہ دونوں کو چیر ڈالوں گا تب میں نے اس سے کہا کہ تھوڑی دیر کے لئے مجھ کو مہلت دے تاکہ ایک بار اپنے بادشاہ کا دیدار دیکھ لوں اور اس کو تیری خبر پہنچا دوں اس نے جواب دیا کہ اچھا اپنے اس ہمراہی کو میرے پاس رہن رکھ جا ورنہ میرے مذہب میں تو حلال کرنے

www.besturdubooks.wordpress.com

کے قائل ہے ہم نے اس کی بہتیری خوشامد کی (کہ ہم دونوں کو جانے دے) مگر کچھ بھی فائدہ نہ ہوا آخر میرے یار کو لے لیا اور مجھ کو تنہا چھوڑ دیا وہ بے چارہ ہمراہی اس کے پاس گروی رہ گیا ہے اور اس کا دل قابو میں نہیں ہے وہ آٹھ آٹھ آنسوؤں روتا ہے اور وہ میرا ہمراہی فربہی میں مجھ سے تین حصے تھا لطافت میں بھی خوبی میں بھی تنومندی میں بھی اب آئندہ سے اس شیر کی وجہ سے وہ راستہ بند ہو گیا ہے بس ہمارا قصہ یہ قصہ ہے۔ جو عرض کیا گیا اب اپنے معمولی روزینہ سے امید قطع کیجئے اور میں بالکل سچ کہتا ہوں گو سچ بات تلخ معلوم ہوتی ہے اگر آپ کو معمولی روزینہ کی ضرورت ہو (جو ہمیشہ حسب معاہدہ نخچیروں کی جانب سے آیا کرتا ہے) تو راستہ کو پاک کیجئے اور آئے اس بے باک شیر کو دفع کیجئے (ورنہ وہ ہمیشہ) اسی طرح راہ میں اچک لیا کرے گا)

جواب گفتن شیر خرگوش را و روان شدن با او

شیر کا خرگوش کو جواب دینا اور اس کے ساتھ روانہ ہونا

گفت بسم اللہ بیا تا او کجاست	پیش رو شو گر ہمی گوئی تو راست
اس نے کہا بسم اللہ آ' میں دیکھوں وہ کہاں ہے؟	اگر تو سچ کہتا ہے تو آگے آگے چل
تا سزائے او و صد چوں او دہم	ور دروغ ست ایں سزائے تو دہم
تاکہ اس کو (بلکہ) اس جیسے سو کو سزا دوں	اور اگر یہ جھوٹ ہے تجھے سزا دوں
اندر آمد چوں قلاوزے بہ پیش	تا برد او را بسوئے دام خویش
وہ رہبر کی طرح آگے آیا	تاکہ اس کو اپنے جال کی جانب لے جائے
سوئے چاہے کو نشانش کردہ بود	چاہ مغ را دام جانش کردہ بود
ایک کنوئیں کی جانب جس کا اس نے پہلے پتہ لگایا تھا	گہرے کنوئیں کو اس کی جان کا جال بنا رکھا تھا
میشدند ایں ہر دو تا نزدیک چاہ	اینت خرگوشے چو آب زیر کاہ
دونوں کنوئیں کے نزدیک تک جا پہنچے	واہ واہ خرگوش' گویا گھاس کے نیچے کا پانی ہے
آب کاہے را بہ ہاموں می برد	آب کوہے را عجب چوں می برد
پانی ایک تنکے کو جنگل سے بہا لے جاتا ہے	تعجب ہے پانی ایک پہاڑ کو کس طرح بہائے لئے جا رہا ہے
دام مکر او کمند شیر بود	طرفہ خرگوشے کہ شیرے را ربود
اس کے مکر کا جال شیر کا پھندا تھا	عجب خرگوش تھا کہ شیر کو اچک لے گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

(قلا دوز رہبر مع بفتح میم عمیق ایمنت زہے وعجب آب زیر کاہ کنایہ از مکار وجہ مناسبت ظاہر ست کہ از بالا دیگر داز اندرون دیگر ست) یعنی شیر نے کہا بسم اللہ چل دیکھوں وہ شیر کہاں ہے اگر تو سچا ہے تو آگے چل کر بتلا نا اس کو اور اس جیسے اگر سو بھی ہوں سب کو سزا دوں اور اگر یہ بات جھوٹ نکلی تو وہی سزا تجھ کو دوں گا غرض وہ خرگوش آگے آگے ہولیا اور مقصود اس کا یہی تھا کہ اس کو دام ہلاکت میں گرفتار کرے یعنی جس کنویں کو اس نے اس کام کے لئے نشان کر رکھا تھا اور وہ بہت عمیق تھا جس کو ذریعہ ہلاکت بنایا تھا اسی طرح دونوں کنویں کے نزدیک پہنچے مولانا تعجب سے فرماتے ہیں کہ دیکھو تو ذرا سا خرگوش کیسا مکار ہے یہ تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ جنگل میدانوں میں پانی گھاس کو بہالے جاتا ہے یہ طرفہ معاملہ ہے کہ پانی پہاڑ کو لے جاتا ہے (کیونکہ شیر اور خرگوش میں باعتبار عظیم اور حقیر ہونے کے وہی نسبت ہے جو پہاڑ اور پانی میں ہے) اس نے ایسا جال مکر کا پھیلایا کہ شیر اس میں پھنس گیا واقعی ہے عجب خرگوش کہ شیر (کی عقل) کو اوڑا دیا۔

موسیٰ فرعون را تا رود نیل	میکشد با لشکر و جمع ثقیل
ایک موسیٰ فرعون کو دریائے نیل تک	لشکر اور بھاری مجمع کے ساتھ لے جا رہا ہے
پشۂ نمرود را بانیم پر	میشگافد میرود تا مغز سر
مچھر آدھے پر کے ساتھ نمرود کو	شگاف دیتا ہے اور سر کے بھیجے تک جاتا ہے

(تعجب مذکور کی تقویت کے لئے اور دو عجیب قصوں کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ دیکھو حضرت موسیٰ علیہ والسلام (باوجودیکہ ساز و سامان کے اعتبار سے ضعیف تھے) فرعون کو رود نیل تک مع لشکر و جماعت گران کے کھینچے لئے جاتے ہیں (یہ اسناد مجازی ہے سبب کی طرف) اور دیکھو ایک پشہ جس کے دو بازوؤں میں سے ایک ہی بازو تھا (اسی لئے نیم پر کہا) نمرود اتنے بڑے بادشاہ کا سر چیر کر مغز تک پہنچتا ہے (گویہ دلیل ہے اس کی کہ حق تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ جب چاہیں ضعیف کو قوی پر مسلط فرما دیں کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ

حال آں کو قول دشمن راشنود	بیں جزائے آنکہ شد یار حسود
(یہ ہے) اس کی حالت جس نے دشمن کی بات سنی	دیکھئے اس کی سزا جو دشمن کا دوست بنا
حال فرعونے کہ ہاماں راشنود	حال نمرودیکہ شیطاں راستود
یہی حال اس فرعون کا ہے جس نے ہامان کی شنوائی کی	اور یہی حال اس نمرود کا ہے جس نے شیطان کی تعریف کی
دشمن ارچہ دوستانہ گویدت	دام داں گرچہ ز دانہ گویدت
دشمن اگرچہ تجھ سے دوستانہ بات کرے	جال سمجھ اگرچہ وہ تجھ سے دانہ کہے

گر ترا قندے دہد آں زہر داں	گر بتو لطفے کند آں قہر داں
اگر تجھے شکر دے اس کو زہر سمجھ	اگر تجھ پر مہربانی کرے اس کو قہر سمجھ

(اس قصہ اور قدرت خداوندی کا عجیب ہونا مستنبط کیا تھا اب ایک دوسرا استنباط کرتے ہیں کہ دشمن کے قول پر عمل کرنے کا انجام برا ہوتا ہے پس فرماتے ہیں کہ) یہی حال ہوتا ہے اس شخص کا جو دشمن کے قول کو سنتا ہے اور جو شخص حاسد کا یار یعنی متبع ہو جاتا ہے اس کی جزا دیکھو (کیسی بری ہوتی ہے) یہی حال ہوا فرعون کا جس نے ہامان کی بات سنی (جو اس کا دشمن دین تھا گو دنیا کے اعتبار سے دوست تھا) اور یہی حال ہوا نمرود کا جو شیطان کی تعریف کیا کرتا تھا (کیونکہ کسی کا اتباع کرنا مستلزم ہے اس کے اچھے سمجھنے کو اس لئے اتباع کو مجازاً استود سے تعبیر کر دیا پس دشمن اگرچہ تم کو دوستوں کے طور پر کہے مگر اس کے قول کو دام ہی سمجھنا چاہئے (یعنی ضرر خفی) اگرچہ دانہ کی باتیں کرے (یعنی نفع ظاہری کی) اگر وہ تم کو قند دے تو زہر سمجھو اور اگر تمہارے ساتھ لطف سے پیش آوے تو قہر سمجھو (اصل مقصود اشارہ اسی طرف ہے کہ نفس و شیطان تمہارے دشمن ہیں ان کے فریب سے بچنا چاہئے پس مراد دشمن سے شعر اور چراغ میں نفس و شیطان ہی کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ)

چوں قضا آید نہ بینی غیر پوست	دشمناں را باز نشناسی زدوست
جب قضا آتی ہے چھلکے کے علاوہ تو کچھ نہ دیکھے گا	دشمنوں اور دوستوں میں امتیاز نہ کر سکے گا
چوں چنیں شد ابتہال آغاز کن	نالہ و تسبیح و روزہ ساز کن
جب ایسا ہو گڑگڑانا شروع کر دے	زاری اور تسبیح اور روزے کا سامان کر
نالہ میکن کاے تو علام الغیوب	زیر سنگ مکر بد مارا مکوب
رو کر اے (خدا) تو جو غیب کا جاننے والا ہے	ہمیں برے مکر کے پتھر کے نیچے نہ کچل
یا کریم العفو ستار العیوب	انتقام از ما مکش اندر ذنوب
اے معافی کے داتا عیبوں کی پردہ پوشی کرنے والے۔	گناہوں کا ہم سے بدلہ نہ لے
آنچہ در کون ست ز اشیائے ہر چہ ہست	وانما جانرا بہر حالت کہ ہست
موجودات میں سے جو چیزیں بھی دنیا میں ہیں	دل پر اس حالت میں ظاہر کر دے جس پر وہ ہیں
گر سگی کردیم اے شیر آفریں	شیر را مگمار بر ما زیں کمیں
اے شیر کو پیدا کرنے والے!! اگرچہ ہم نے کتاپن کیا ہے	اس گھات کی جگہ سے شیر کو ہم پر مسلط نہ کر
آب خوش را صورت آتش مدہ	اندر آتش صورت آبی منہ
اچھے پانی کو آگ کی صورت میں نمایاں نہ کر	آگ میں پانی کی صورت نہ رکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

از شراب قہر چوں مستی دہی	نیستہا را صورت ہستی دہی
قہر کی شراب سے جب تو مست کر دیتا ہے	معدوم چیزوں کو موجود کی صورت دیدیتا ہے
چیست مستی بند چشم از دید چشم	تانماید سنگ گوہر پشم یشم
مستی کیا ہے؟ آنکھ کا آنکھ کے دیکھنے سے بند ہونا	یہاں تک کہ پتھر' موتی اور اون' یشب نظر آئے
چیست مستی حسہا مبدل شدن	چوب گز اندر نظر صندل شدن
مستی کیا ہے؟ حسوں کا بدل جانا	جھاؤ کی لکڑی کا نگاہ میں صندل ہو جانا

(اوپر کے اشعار میں دشمنوں سے تحذیر فرمائی تھی اب فرماتے ہیں کہ جب قضا غالب ہوتی ہے تو بجز پوست کے (یعنی ظاہری حالت کے) کچھ نظر نہیں آتا اور دشمن و دوست میں تمیز نہیں ہوتی (اسلئے) اس سے حذر نہیں کرتا اور دام میں گرفتار ہو جاتا ہے پس جب ایسی حالت ہے تو (صرف اپنے علم و تدبیر کے بھروسے مت رہو بلکہ توکل علی اللہ و رجوع الی اللہ سے تمسک کرو گو علم و تدبیر کو بھی ترک نہ کرو مگر علم و تدبیر کے ساتھ) تضرع و زاری بھی شروع کرو اور نالہ اور تسبیح و روزہ (وغیرہ عبادات ظاہری و باطنی) کا اہتمام کرو اور عجز و زاری سے عرض کرتے رہو کہ اے عالم الغیب ہم کو (دشمنان دین کے) مکر بد سے صدمہ مت پہنچائیو اور (گو ہمارے گناہوں کا مقتضا یہی ہے کہ ہم مبتلائے قہر کئے جاویں مگر) آپ ہم سے گناہوں کا انتقام نہ لیجئے آپ کا عفو کرم سے بھرا ہے اور آپ ستار العیوب ہیں اور جس قدر اشیاء عالم ہستی میں موجود ہیں وہ جس حالت پر واقع ہوں اور جس طرح قلب پر منکشف فرما دیجئے (تاکہ نیک و بد میں امتیاز ہو جاوے اور کسی دھوکہ میں نہ پھنس جائیں) اور گو ہم نے سگانہ حرکتیں کی ہیں مگر آپ شیر (دشمن دین یعنی نفس و شیطان) کو ہم پر مسلط نہ کیجئے کہ کہیں غفلت سے نکل کر ہم کو ہلاک کر ڈالے۔ اور آب خوش کو آگ کی صورت نہ دیجئے' اور آگ کے اندر پانی کی صورت نہ رکھئے (یعنے ایسا نہ ہو کہ امر نافع کو اس کے نفس پر گراں و ناگوار ہونے سے مضر سمجھ جاویں اور امر مضر کو نفس کی لذت و میلان کے دھوکہ سے نافع سمجھ جاویں) کیونکہ آپ جب اپنے قہر سے کسی کی عقل زائل فرما دیں جیسے شراب سے عقل زائل ہو جاتی ہے تو اس وقت معدوم چیزوں کو موجود کی شکل دے دیتے ہیں (یعنی جس چیز میں فی الواقع خیر نہیں ہے اس میں غلطی سے خیر نظر آنے لگتی ہے اور یہ علامت قہر الہی کی ہے اور ہستی و زوال عقل سے کیا مراد ہے چشم بصیرت کا اس کی قوت معرفت سے بند ہو جانا حتی کہ پتھر تو گوہر نظر آنے لگے اور ریشم سنگ یشب معلوم ہونے لگے (یعنی غیر نافع چیزیں نافع نظر آنے لگیں) اور ہستی سے یہ مراد ہے کہ حواس (ادراک اصلی سے) مبدل ہو جاویں اور چوب گز ار (یعنی جھاؤ نظر میں صندل معلوم ہونے لگے اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ غیر نافع بصورت نافع نظر آوے جیسا انہماک فی المعاصی یا غلبہ الحاد و زندقہ میں واقع ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قصہ سلیمان علیہ السلام وہدہد و بیان آنکہ چوں قضا آید چشمہا بست وشود

حضرت سلیمان علیہ السلام اور ہدہد کا قصہ اور اس کا بیان کہ جب قضا آتی ہے آنکھیں بند ہو جاتی ہیں

(یہ قصہ اس بیت سے مرتبط ہے چون قضا آید نہ بینی غیر پوست الخ جیسا کہ ہدہد کے اس جواب سے معلوم ہوگا من بہ بینم دام را اندر ہوا گر نہ پوشد چشم عقلم را قضا

چوں سلیمانؑ راسرا پردہ زدند	جملہ مرغانش بخدمت آمدند
جب حضرت سلیمانؑ کا خیمہ لگایا گیا	تمام پرندے خدمت میں حاضر ہوئے
ہمزبان و محرم خود یافتند	پیش او یک یک بجاں بشتافتند
ان کو اپنا ہم زبان اور محرم پایا	ایک ایک کرکے دل وجان سے ان کے سامنے دوڑ آئے
جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک	با سلیمانؑ گشتہ افصح من اخیک
تمام پرندوں نے چیں چیں چھوڑ کر	حضرت سلیمانؑ کے ساتھ تیرے بھائی سے بھی زیادہ فصیح ہو گئے
ہمزبانی خویشی و پیوندی ست	مرد با نامحرماں چوں بندی ست
ہمزبانی قرابت اور رشتہ داری ہے	انسان نامحرموں کے ساتھ قیدی جیسا ہے
اے بسا ہندو و ترک ہمزباں	اے بسا دو ترک چوں بیگانگاں
اے (مخاطب) بہت سے ہندو اور ترک ہمزبان (محرم ہیں)	اے (مخاطب) دو ترک بیگانوں کی طرح ہیں
پس زبان محرمی خود دیگر ست	ہم دلی از ہم زبانی بہتر ست
محرمی کی زبان دوسری ہے	ہم دلی ہم زبانی سے بہتر ہے
غیر نطق و غیر ایماء و سجل	صد ہزاراں ترجماں خیزد ز دل
بغیر بولے اور بغیر اشارے اور لکھے کے	دل سے لاکھوں ترجمان پیدا ہو جاتے ہیں

(سراپردہ خیمہ چیک چیک مجن غیر فصیح (من اخیک ای من الانسان لان المخاطب ھوا لانسان و اخوالا انسان انسان) ہمزبانی خبر مقدم خویشی مبتدا مؤخر فاتفصح المعنی بلا تکلف وخبط تفکر سجل کتاب و صحیفہ (یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے لئے جو خیمہ نصب کیا گیا تو جس قدر طیور آپ کے محکوم تھے سب حاضر ہوئے۔ کیونکہ آپ کا اپنا ہم زبان وواقف راز دیکھا اس لئے ایک ایک کرکے سب دوڑ پڑے اور تمام طیور اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

جاؤں جاؤں ترک کر کے آپ کے ساتھ انسان سے بھی زیادہ فصاحت سے بولنے لگے (اب مولانا بطور جملہ معترضہ کے انتقال فرماتے ہیں کہ یہ زبان تھی تو محض ظاہر کی ہم زبانی ہے جس سے اس قدر مناسبت ہوگئی کہ طیور آپ کی خدمت میں آ دوڑے اور حقیقی ہم زبانی مناسبت و مجانست معنوی کا نام ہے (کہ دو شخصوں کو اوصاف میں اشتراک و اتحاد ہو ان میں باہم زیادہ انس و دلچسپی ہوتی ہے اور) نامحرموں کے ساتھ تو (جن سے کہ مناسبت معنوی نہ ہو) آدمی بالکل قیدی ہو جاتا ہے (کہ ظاہر میں یکجا جمع ہیں مگر قلب کو توحش ہی جس سے وہاں بیٹھنا قید نظر آتی ہے بہت ہندی اور ترک (باوجود اختلاف لغت کے معناً ہم زبان ہوتے ہیں (جبکہ ان میں معنوی مناسبت ہو) اور بہت سے دونوں ترک ہیں اور پھر بیگانوں کی طرح ہیں (جب کہ ان میں باہم کسی وجہ سے نفرت و بغض ہو باوجود یکہ زبان مشترک ہے پس معلوم ہوا کہ محرمیت اور مناسبت معنوی کی زبان اور ہی ہے اور ہمدلی (جس کو مناسبت معنوی کہا گیا ہے) ہمزبانی ظاہری سے بہتر ہے (جب معنوی مناسبت ہوتی ہے تو) نہ بولنے کی ضرورت نہ اشارہ کی حاجت نہ خط و کتابت کی احتیاج (جو کہ اقسام دلالت وضعیہ کے ہیں) اور پھر دل سے ہزاروں مترجم پیدا ہو جاتے ہیں (وہ مترجم اوصاف معنویہ و جذبات باطنیہ ہیں جن کا منشاء نفس و قلب ہے شاید اس مضمون سے اشارہ اس طرف ہو کہ طالب حق کو اہل اللہ کے ساتھ بہ نسبت اہل وطن و قرابت کے زیادہ تعلق رکھنا چاہئے۔

جملہ مرغاں ہر یکے اسرا خود	از ہنر و از دانش و از کار خود
تمام پرندوں میں سے ہر ایک. اپنے راز	ہنر اور عقل اور اپنے کام
با سلیماں یک بیک وامی نمود	از برائے عرضہ خود رامی ستود
(حضرت) سلیمان علیہ السلام سے ایک ایک کر کے ظاہر کر رہا تھا	پیش کرنے کے لئے اپنی تعریف کرتا تھا
از تکبر نے واز ہستی خویش	بہر آں تا رہ دہد او را بہ پیش
نہ تکبر سے اور نہ اپنی خودی سے	اس لئے کہ وہ اپنی پیشی کا راستہ دیدیں
چوں بباید بردہ را خواجۂ	عرضہ دارد از ہنر دیباجۂ
جب کسی غلام کے پاس کوئی آقا آتا ہے	وہ ہنر کا رخسار پیش کرتا ہے
چونکہ دارد از خریداریش ننگ	خود کند بیمار و کر وشل و لنگ
جب وہ اس کی خریداری کو ذلت سمجھتا ہے	اپنے آپ کو بیمار اور بہرا اور لولا اور لنگڑا بنا لیتا ہے

(دیباچہ حصہ اجمالی کتاب در اصل خسارہ را گویند در خسارہ نیم چہرہ باشد ہمچنان دیباچۂ کتاب شطرے از و باشد (بقیہ کتاب شطری دیگر کہ مفصل ست یہاں سے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی تمام طیور (جمع ہو کر) اپنے اپنے ہنر اور کام حضرت سلیمان علیہ السلام کے روبرو ظاہر کر رہے تھے اور اپنی واقعی حالت عرض کرنے کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنی اپنی تعریف کر رہے تھے اور وہ براہ تکبر دعویٰ ایسا نہ کرتے تھے بلکہ محض اس لئے کہ آپ ان کو اپنی پیشی میں جگہ دیں اور کوئی خدمت سپرد کردیں اور قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کوئی آقا کسی غلام کو پاتا ہے (یعنی خریدتا ہے تو وہ غلام اپنے ہنر کی اجمالی حالت اس کے روبرو پیش کرتا ہے (تاکہ مجھ کو خرید کرلے) اور جب غلام کو اس کی خریداری سے (کسی وجہ سے) تنگ ہوتا ہے (اور چاہتا ہے کہ یہ شخص مجھ کو نہ خریدے) تو اپنے کو بیمار اور بہرا اور شل بنا لیتا ہے (پس طیور چونکہ غالب خدمت تھے اس لئے عرض ہنر کرتے تھے۔

ف: نیز اس میں اشارہ ہے کہ اگر عارف کو اپنا کمال ظاہر کرتے سنو تو دعوے پر محمول مت کرو بلکہ وہ جناب الٰہی میں اظہار بندگی کرتا ہے تاکہ آئندہ اس سے اور خدمت لی جاوے اور توفیق عطا فرمائی جاوے کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ اور گاہے طالبین کے اعلام کے لئے ہوتا ہے کہ وہ اس سے مستفید ہوسکیں اور گاہے صرف تحدث بالنعمۃ ہوتا ہے اور گاہے غلبہ حال میں ہوتا ہے ونحو ذلک اور یہی عذر ہے بزرگوں کے شطحیات کا۔

فائدہ: میرے نزدیک چون بپابد میں اگر بپابد باستین سے ہو تو اچھا نسخہ ہے معنے یہ ہوں گے کہ اگر غلام کو اس خواجہ کی ضرورت ہو اور وہ اس کو چاہئے ہوتا ہو کیونکہ بپابد یافتن سے مقابل ننگ داشتن کے نہیں ہے

نوبت ہد ہد رسید و پیشہ اش	واں بیان صنعت و اندیشہ اش
ہد ہد اور اس کے پیشے کی باری آئی	تو اس کی کاریگری اور تدبیر کا بیان ہوا
گفت اے شہ یک ہنر کاں کہترست	باز گویم گفت کوتہ بہترست
اس نے کہا اے شاہ! ایک ہنر جو چھوٹا ہے	کہتا ہوں مختصر بات بہتر ہے
گفت برگو تا کدام ست آں ہنر	گفت من آنگہ کہ باشم اوج بر
انہوں نے کہا کہہ وہ ہنر کونسا ہے؟	اس نے کہا جس وقت میں بلندی پر ہوتا ہوں
بنگرم از اوج با چشم یقیں	می بہ بینم آب در قعر زمیں
بلندی سے یقین کی آنکھ سے دیکھتا ہوں	زمین کی گہرائی میں پانی کو دیکھ لیتا ہوں
تا کجایست و چہ عمقش چہ رنگ	از چہ میجوشد زخاکے یاز سنگ
کہ کہاں ہے اس کی کتنی گہرائی ہے کیا رنگ ہے؟	کس چیز میں سے ابل رہا ہے مٹی سے یا پتھر سے؟
اے سلیمانؑ بہر لشکر گاہ را	در سفر میدار ایں آگاہ را
اے سلیمان! فوجی کیمپ کے لئے	سفر میں اس باخبر کو ساتھ رکھ

(گفت کوتہ موصوف وصف یعنی قول مختصر) یعنی اسی طرح ہد ہد کی نوبت پہنچی کہ وہ اپنے پیشہ وصنعت و خیالات کو ظاہر کرے اس نے عرض کیا کہ میرے اندر جو سب سے ادنیٰ درجہ کا ہنر ہے وہ عرض کرتا ہوں کیونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بات مختصر خوب ہوتی ہے آپ نے فرمایا بیان کردہ ہنر کیا ہے عرض کیا کہ میں جس وقت (ہوا میں) بلندی پر ہوتا ہوں تو وہاں ہی سے یقین کے ساتھ پانی کو قعر زمین میں دیکھ لیتا ہوں کہ کہاں ہے اور کتنا عمیق ہے اور کیا رنگ ہے اور یہ کہ پتھر سے نکلتا ہے یا ریگ سے تو آپ سفر میں مجھ کو لشکر کے لئے اپنے ہمراہ رکھئے (کہ سفر میں کبھی لشکر کو زمین کھود کر پانی نکالنے کی ضرورت ہوتی ہے)

پس سلیمانؑ گفت مارا شو رفیق	در بیاباں ہائے بے آب اے شفیق
پس (حضرت) سلیمانؑ نے کہا ہمارا سفر کا ساتھی بن جا	اے مہربان! بے آب جنگلوں میں
تا بیابی بہر لشکر آب را	در سفر سقاشوی اصحاب را
تاکہ تو لشکر کے لئے پانی دریافت کرے	ساتھیوں کیلئے سفر میں سقا بن جائے
ہمرہ ما باشی وہم پیشوا	تا کنی تو آب پیدا بہر ما
ہمارا ساتھی اور نیز پیشرو بن	تاکہ تو ہمارے لئے پانی مہیا کر دے
باش ہمراہ من اندر روز و شب	تا نہ بیند از عطش لشکر تعب
دن رات ہمارے ساتھ رہ	تاکہ لشکر پیاس سے تکلیف نہ اٹھائے
بعد ازاں ہدہد بد و ہمراہ بود	زانکہ از آب نہاں آگاہ بود
اس کے بعد ہدہد کے ساتھ تھا	اس لئے کہ وہ چھپے پانی سے باخبر تھا

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا جن میدانوں میں پانی نہیں ملتا ان میں ہمارے ہمراہ رہا کرتا کہ لشکر کے واسطے پانی کو تلاش کرے اور ہمراہیوں کیلئے بمنزلہ سقاء کے ہوجاوے راہ میں آگے آگے چلا کر تاکہ پانی کو ہمارے لئے حاصل کر سکے اور ہر وقت ہمراہ رہنا چاہئے تاکہ لشکر کو تشنگی سے تعب نہ ہو بس اس کے بعد سے ہدہد آپ کے ساتھ رہنے لگا کیونکہ اس میں یہ کمال تھا کہ پوشیدہ پانی پر مطلع ہوجاتا تھا۔

طعنہ زدن زاغ در دعوی ہدہد

کوے کا ہدہد کے دعوے میں طعنہ زنی کرنا

زاغ چوں بشنود آمد از حسد	با سلیمانؑ گفت کو کژ گفت و بد
جب کوے نے سنا حسد کی وجہ سے آیا	(حضرت) سلیمانؑ سے کہا کہ اس نے غلط اور غیر مناسب کہا ہے
از ادب نہ بود بہ پیش شہ مقال	خاصہ خود لاف دروغین و محال
بادشاہ کے سامنے بات کرنا خلاف ادب ہے	خصوصاً جھوٹی شیخی اور ناممکن (بات)

www.besturdubooks.wordpress.com

گر مرا او را ایں نظر بودے مدام	چوں ندیدے زیر مشت خاک دام
اگر اس کی ہمیشہ یہ نظر ہوتی	ایک مٹھی مٹی کے نیچے جال کیوں نہ دیکھ لیتا
چوں گرفتار آمدے در دام او	چوں قفس اندر شدے ناکام او
جال میں وہ کیوں پھنستا	ناکام ہو کر وہ کیوں پنجرے میں ہوتا
پس سلیمانؑ گفت کاے ہدہد رواست	کز تو در اول قدح ایں درد خاست
پھر حضرت سلیمان نے کہا اے ہدہد کیا مناسب ہے؟	تیرے پہلے ہی پیالے میں یہ تلچھٹ نکلے
چوں نمائی مست خویش اے خوردہ دوغ	پیش من لافے زنی آنگہ دروغ
اے چھاچھ پئے ہوئے اپنے آپ کو مست کیوں دکھارہا ہے	میرے سامنے شیخی مارتا ہے وہ بھی جھوٹ

یعنی زاغ نے جب ہدہد کی یہ بات سنی تو براہ حسد حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگا کہ اس نے بالکل غلط اور لغو کہا ہے اول تو حضور کے روبرو بات کرنا ہی خارج از ادب ہے پھر خاص کر جھوٹی اور غیر ممکن الوقوع شیخی کی بات اگر اس کی ایسی نگاہ ہوتی تو ایک مشت خاک کے تلے (اس کو جال نظر کیوں نہ آ جایا کرتا پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے ارشاد فرمایا کہ تجھ کو ایسی بات کب زیبا تھی کہ اول ہی گفتگو میں جھوٹ بول کر ایسی مثال کر دی کہ جیسے کوئی پیالہ بھر کر شراب پلادے اور اول ہی پیالہ میں تلچھٹ نکلے (کیونکہ قاعدہ ہے کہ خم شراب کی تہ میں تلچھٹ کم و بیش ہوتی ہے سو بالکل خاتمہ کے پیالوں میں اس کا آ جانا عجیب نہیں مگر اول ہی پیالہ میں آ جانا دلیل ہے کہ کمال بے تمیزی سے شراب پیالے میں بھری ہے کہ تمام شراب میں تلچھٹ مل گئی تو دوغ پیکر اپنے کو مست کس طرح دکھلاتا ہے یعنی میرے روبرو اول تو شیخی پھر وہ بھی جھوٹی کیونکہ بگھارتا ہے (جیسے دوغ خوردہ مستی کرنے لگے تو نرا لاف دروغ ہے کہ کوئی جانے شراب پی ہے۔

جواب گفتن ہدہد مر سلیمانؑ را در یں طعنہ

اس طعنہ کے بارے میں ہدہد کا حضرت سلیمان علیہ السلام کو جواب دینا

گفت اے شہ برمن عور و گدا	قول دشمن مشنو از بہر خدا
اس نے کہا اے شاہ! مجھ ننگے اور فقیر کے خلاف	خدا کے لئے دشمن کی بات نہ سن
گر بطلان ست دعویٰ کردنم	من نہادم سر ببر از گردنم
اگر میرا دعویٰ کرنا غلطی سے ہے	میں نے سر رکھ دیا (اس کی) گردن سے قطع کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ صرف خارجی آگ بجھائی جاتی ہے تو وہ سنگ وآہن کے باطن میں کب جا سکتی ہے۔

سنگ و آہن چشمۂ نار و دود	قطرہ ہاشاں کفر و ترسا و جہود
لوہا اور پتھر آگ اور دھوئیں کے چشمے ہیں	کفر اور عیسائیت اور یہودیت اس کے قطرے ہیں
بت سیہ آب ست در کوزہ نہاں	نفس مر آب سیہ را چشمہ داں
بت کوزہ میں چھپا کالا پانی ہے	نفس کو اس سیاہ پانی کا چشمہ سمجھو
آں بت منحوت چوں سیل سیاہ	نفس بت گر چشمۂ بر شاہراہ
وہ تراشا ہوا بت کالا سیلاب ہے	بت ساز نفس شارع عام پر چشمہ ہے
بت درون کوزہ چوں آب کدر	نفس شومت چشمۂ آں اے مصر
بت کوزہ میں گدلا پانی ہے	تیرا بدبخت نفس اس کا چشمہ ہے اے کج بحث!
صد سبو را بشکند یک پارہ سنگ	واب چشمہ میز ہاند بے درنگ
پتھر کا ایک ٹکڑا سو گھڑے توڑ دیتا ہے	اور چشمہ کا پانی فوراً اس کو اچھال دیتا ہے
آب خم و کوزہ گر فانی شود	آب چشمہ تازہ و باقی بود
مٹکے اور پیالے کا پانی اگر ختم ہو جائے	چشمہ کا پانی تازہ اور باقی رہے گا
بت شکستن سہل باشد نیک سہل	سہل دیدن نفس را جہل ست جہل
بت توڑنا آسان اور بہت آسان ہوتا ہے	نفس کے معاملہ کو آسان سمجھنا نادانی ہی نادانی ہے

یعنی سنگ وآہن آتش ودود کا چشمہ ہے (اسی طرح نفس چشمہ ضلالت ہے) اور یہود ونصاری کا کفر اس سنگ وآہن (نفس) کے قطرے ہیں (جس طرح چشمہ قطرات کی اصل ہے اسی طرح نفس انواع کفر وضلال کی اصل ہے اور اس ظاہری بت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کوزہ میں آب سیاہ نہاں ہو اور نفس کو ایسا سمجھو جیسا اس آب سیاہ کا چشمہ تو بت ایسا ہوا جیسے کوزہ میں میلا پانی اور تمہارا نفس شوم اس کا چشمہ ہوا یا وہ تراشا ہوا بت مثل سیل سیاہ کے سمجھو اور نفس بت تراش کو ایک چشمہ سمجھو جو شاہراہ پر بہتا ہو (تو جس طرح کوزہ اور سیل کا پانی ایک جزو ہے آب چشمہ کا اسی طرح انواع کفر وضلال ایک شعبہ ہے شرارت نفس کا اور جو اس مضمون کو نہ سمجھے اس کو اثناء کلام میں مصر یعنی خلاف حق پر اصرار کرنے والا فرمادیا) اگر سو گھڑے پانی سے بھرے ہوں تو ایک پارہ سنگ سے ٹوٹ سکتے ہیں اور ان کا پانی ختم ہو سکتا ہے اور چشمہ کا پانی پارہائے سنگ کو بھی اچھال کر بیدرنگ دفع کر دیتا ہے (پس اس کے بند کرنے کی کوئی صورت نہیں) سو خم وکوزہ کا پانی گو ختم ہو جاوے مگر آب چشمہ ہمیشہ باقی رہتا ہے (اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

قصہ آدم علیہ السلام وبستن قضا نظر او را از مراعات صریح نہی وترک نہی وتاویل

حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ اور قضا کا ان کی آنکھ کو بند کر دینا صاف ممانعت کی نگاہ داشت سے اور ممانعت کو ترک کرنا اور تاویل کرنا

مناسبت ماقبل سے محتاج بیان نہیں کہ غلبہ قضا وہ چیز ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے باوجود اتنے بڑے علم کے غلطی ہو گئی۔

بوالبشر کو علم الاسماء بگ ست	صد ہزاراں علمش اندر ہر رگ ست
انسانوں کا باپ جو علم الاسماء کا سردار ہے	جس کی ہر رگ میں لاکھوں علم ہیں
اسم ہر چیزے چناں کاں چیز ہست	تا بپایاں جان او را داد دست
ہر چیز کا نام جس طرح وہ چیز ہے	آخر تک ان کی جان کو حاصل ہو گیا
ہر لقب کو داد آں مبدل نشد	آنکہ چستش خواند او کاہل نشد
جو لقب اس نے دیا وہ نہ بدلا	جس کو اس نے چست کہا وہ سست نہ ہوا
ہر کرا او مقبل و آزاد خواند	او عزیز و خرم و دلشاد ماند
جس کو اس نے بااقبال اور آزاد کہا	وہ باعزت اور خوش اور مسرور رہا
ہر کہ آخر مومن ست اول بدید	ہر کہ آخر کافر او را شد پدید
جو آخر میں مومن ہے شروع میں دیکھ لیا	جو آخر میں کافر ہے وہ اس پر ظاہر ہو گیا
ہر کہ آخر بیں بود او مومن ست	ہر کہ آخر بیں بود او بیدن ست
جو آخرت کو دیکھے وہ مومن ہے	جو چراگاہ پر نظر رکھے بے دین ہے

(بگ مخفف بیک بمعنی سردار بافتح اول ودر ترکی امیر را گویند۔ آخر بین در مصرعہ اولیٰ ضد اول مراد آخرت وور مصرعہ ثانی بمعنی آخور بیدن مخفف بیدین) یعنی حضرت ابوالبشر آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرتبہ علم الاسماء سے مشرف ہیں اور لاکھوں علوم ان کی رگ رگ میں بھرے ہیں (آگے علم الاسماء کی تفسیر فرماتے ہیں کہ) تمام اشیاء جس حالت پر واقع ہیں سب کا نام ونشان ان کی آخری حالت تک ان کی روح کو حاصل ہو گیا (خلاصہ تفسیر کا یہ ہوا کہ صرف اشیاء کے نام یاد کرا دینا مراد نہیں ہیں بلکہ اسماء عام ہیں حقائق واوصاف کو بھی پس حاصل

www.besturdubooks.wordpress.com

تعلیم اسماء کا یہ ہوا کہ ان کو تمام اشیاء کے نام اور ماہیات اور خواص بتلا دیئے اور چونکہ بہت سے امور ان حقائق و آثار میں سے وجدانیات مخصوصہ بشر سے ہیں اور ملائکہ ان سے منزہ ہیں جیسے سرور وحزن وفرح وغضب و جوع و عطش وتحوذٰلک اس لئے ان کے علم کی استعداد ملائکہ میں پیدا نہ ہوئی تھی ان کو اگر تعلیم بھی کیا جاتا تو بجز الفاظ کے ان کو کوئی شے حاصل نہ ہوتی یہی علم تھا جس سے حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ پر تفضیل دی اور وجہ خلافت چونکہ تنفیذ احکام الٰہی فی العالم تھی اور تنفیذ کے لئے محل تنفیذ کے خواص وآثار کا علم ضروری ہے اس لئے حضرت آدم علیہ السلام کو خلافت کے ساتھ خاص فرمایا گیا غرض حضرت آدم علیہ السلام کو چونکہ علم واقعیات کا عطا ہوا تھا اس لئے انہوں نے جو لقب جس کو دیدیا وہ مبدل نہیں ہوا) کیونکہ ان کا لقب دینا تو حکایت علم الٰہی کی تھی اور علم الٰہی میں جس چیز کی جو حالت ثابت ہے وہ بدل نہیں سکتی پس جو محکی عنہ غریب متبدل ہوگا اس کی حکایت بھی مطابق محکی عنہ کے متبدل نہیں ہوسکتی) مثلاً کسی کو انہوں نے چست کہہ دیا تو کبھی کاہل نہیں ہوا (وجہ اس کی (بھی مذکور ہوئی) اور جو شخص حالت خاتمہ میں مومن ہونے والا ہے انہوں نے پہلے ہی اس کا مومن ہونا مشاہدہ فرمالیا اسی طرح جو شخص آخر میں کافر ہوگا ان کو ظاہر ہوگیا (اب فرماتے ہیں کہ جب قابل اعتبار آخری حالت ہے جس کے علم سے حضرت آدم علیہ السلام کو شرف وامتیاز ہوگیا اور دنیا وآخرت میں آخری حالت آخرت ہے تو مقتضاء عقل صحیح کا یہی ہے کہ آخرت پر نظر رکھے پس) جو شخص آخرت پر نظر رکھتا ہے وہ مومن کامل ہے اور جو شخص (محض) آخور دنیا یعنی لذائذ وشہوات ہی پر نظر رکھے وہ بے دین ہے اور اسی قیاس پر سمجھو کہ جو دونوں طرف کچھ کچھ نظر رکھے وہ مومن ضعیف الدین ہوگا اب اس پر عطف فرماتے ہیں۔

ے آنکہ چستش خواند انح یعنی اور آدم علیہ السلام نے جس شخص کو صاحب اقبال اور آزاد فرمایا وہ ہمیشہ باعزت اور خرم ودلشاد رہے گا کیونکہ انہوں نے وہی فرمایا ہے جو علم الٰہی میں مقرر ہو چکا ہے۔

اسم ہر چیزے تو از دانا شنو	رمز و سر علم الاسماء شنو
تو ہر چیز کا نام عقلمند سے سن	علم الاسماء کا اشارہ اور راز سن
اسم ہر چیزے برما ظاہرش	اسم ہر چیزے برخالق سرش
ہمارے نزدیک ہر چیز کا نام اس کے ظاہر پر ہے	اللہ کے نزدیک ہر چیز کا نام اس کے باطن پر ہے
نزد موسیٰ نام چوبش بد عصا	نزد خالق بود نامش اژدہا
موسیٰ (علیہ السلام) کے نزدیک ان کی لکڑی کا نام عصا تھا	اللہ کے نزدیک اس کا نام اژدھا تھا
بد عمرؓ را نام اینجا بت پرست	لیک مومن بود نامش در الست
اس جگہ عمر کا نام بت پرست تھا	لیکن ازل میں اس کا نام مومن تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ بد نزدیک ما نامش منی	پیش حق ایں نقش بد کہ با منی
وہ جس کا نام ہمارے نزدیک منی تھا	اللہ کے سامنے وہ صورت تھی جیسا کہ تو میرے سامنے ہے
صورتے بد ایں منی اندر عدم	پیش حق موجود نے بیش و نہ کم
عدم میں یہ منی ایک صورت تھی	جو خدا کے سامنے بغیر کمی بیشی کے موجود تھی
حاصل آں آمد حقیقت نام ما	پیش حضرت کاں بود انجام ما
الحاصل ہمارا نام وہی حقیقت ہے	جو اللہ کے سامنے ہمارا انجام تھا
مرد را بر عاقبت نامے نہند	نے براں کو عاریت نامے نہند
انسان کا انجام کے اعتبار سے نام رکھتے ہیں	نہ اس پر جو چند روز کے لئے رکھتے ہیں
چشم آدمؑ کو بنور پاک دید	جان و سر نامہا گشتش پدید
حضرت آدمؑ کی آنکھ نے پاک نور کے ذریعہ دیکھا	ناموں کی حقیقت اور راز ان پر ظاہر ہو گیا
چوں ملک انوار حق بروئے بیافت	در سجود افتاد و در خدمت شتافت
جب فرشتوں نے اللہ کے انوار ان پر پائے	سربسجود ہوئے اور خدمت کے لئے دوڑے
چوں ملائک نور حق دید ندازو	جملہ افتادند در سجدہ برو
جب فرشتوں نے ان سے اللہ کے نور کا مشاہدہ کیا	سب ان کے سامنے سجدے میں گر گئے

(یعنی جب تم کو کیفیت علم حضرت آدم علیہ السلام کی معلوم ہوگئی کہ ان کا علم چونکہ مطابق علم الٰہی کے تھا اس لئے ان کا قوم اور کسی شے کا کسی اسم سے نامزد کر دینا غلط نہ ہوتا تھا تو) تم کو چاہئے کہ جس چیز کا علم (واقعی حاصل کرنا منظور ہو تو ایسے ہی دانا یعنی عارف سے تحقیق کرنا چاہئے کہ (مثل آدم علیہ السلام کے اس کا علم لدنی ہو اور ایسے شخص کے اخبار و اقوال سے راز علم الاسماء کا سمجھنا چاہئے (کہ ان حضرت کے اقوال سے علم الاسماء کا پتہ لگتا ہے کہ اسماء حقیقت اشیاء کے وہی ہیں جو ان پر منکشف ہوئے ہیں نہ اسماء ظاہری جن کو ہم نے تجویز کر لیا ہے کیونکہ ہمارے نزدیک تو ہر شے کا صرف وہ نام ہے جو اس کی ظاہری حالت سے معلوم ہوتا ہے (اور حالت باطنی ہم سے مخفی تھی ہے نام رکھنے میں یا لقب دینے میں اس کا بالکل لحاظ و اعتبار ہی نہیں کیا جاتا" بخلاف حضرت حق تعالیٰ کے کہ ان کے نزدیک اس شے کا وہ نام ہے جو اس کی باطنی حالت کا مقتضا ہے (اور عارف کا علم مستفاد ہے علم حضرت حق سے اس لئے (اس کی نظر میں حقائق پر پہنچتی ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس شے کی حالت ظاہری جو نفی ہے اسم ظاہری کا نعوذ باللہ علم الٰہی سے خارج ہے حق تعالیٰ کے علم کا تمام غیب و شہادت کو محیط ہونا یقینی و قطعی ہے بلکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مقصود یہ ہے کہ ہمارا علم تو صرف اس کی ظاہری حالت پر مقصود ہے اور تسمیہ و لقب میں اس پر نظر ہے اور حق جل و علا شانہ کی نظر اس کے باطن پر بھی ہے اور بہ نسبت حالت ظاہری کے وہ زیادہ معتبر ہے پس گویا کہ ان کے نزدیک وہی اس شے کا نام ہے مثلاً عصائے موسوی کا نام خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک صرف عصا تھا (کیونکہ ان سے اس کے اژدھا بن جانے کا علم مخفی و غائب تھا) اور حق تعالیٰ کے نزدیک اس کا نام اژدھا تھا (کیونکہ ان سے یہ حالت غائب نہ تھی اور بوجہ تعلق اعجاز کے اس حالت پر خاص نظر تھی اسی طرح حضرت عمرؓ کا نام دنیا میں (مدت تک) بت پرست رہا کیونکہ ان کے مومن بن جانے کی کسی کو اطلاع نہ تھی اور روز الست میں ان کا نام (علم الٰہی میں) مومن تھا (کیونکہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا اور مشیت کے نزدیک مقصود تھا) اسی طرح جس کا نام ہمارے نزدیک منی ہے (اور ہم کو معلوم نہیں کہ اس سے آدمی ضرور بنے گا یا نہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ایسا ہی نقش (انسانی تھا جس حالت میں تم میرے روبرو بیٹھے ہو (کیونکہ ان کے روبرو یہ حالت بھی حاضر و منکشف تھی اور تمام خلق یا مکلف بنانے کی وجہ سے حکمت الٰہی کے نزدیک منظور نظر تھی اور یہ منی حالت عدم میں (یعنی جب صورت انسانیہ اس میں موجود نہ تھی بلکہ معدوم تھی) اللہ تعالیٰ کے علم میں بصورت (انسان) موجود تھی (نہ اس وقت کی صورت سے اس میں بیشی تھی نہ کمی تھی) کیونکہ تمام ماضی و مستقبل علم ازلی میں اصلی حالت پر موجود ہیں) حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارا حقیقی نام حق تعالیٰ کے نزدیک وہ ہوگا جو ہمارا انجام ہونے والا ہے یعنی قابل اعتبار وہ حالت ہو گی جیسا حدیث میں ہے انما الاعمال بالخواتیم متفق علیہ کذافی المشکوۃ) کارکنان قضا و قدر ہر شخص کا اس کے انجام کے اعتبار سے نام رکھتے ہیں (ایمان پر خاتمہ ہونے والا ہو تو مومن کفر پر خاتمہ ہونے والا ہو تو کافر) اور اس حالت کی بناء پر نام نہیں رکھتے جو محض عاریت یعنی عارضی تھی (مثلاً وہ ایمان جو آخر میں سلب ہو گیا یا وہ کفر جو انجام میں زائل ہو گیا غرض حق تعالیٰ کے علم کی تو یہ شان ہے کہ سب اشیاء اور ان کی سب ظاہر اور مخفی حالتیں ان پر منکشف ہیں چونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے بھی حق تعالیٰ کے نور علم سے اشیاء کا مشاہدہ کیا تھا اس لئے تمام اسماء کے حقائق اور اسرار ان پر بھی منکشف ہو گئے (پس اصلی فضیلت حضرت آدم علیہ السلام کی اس نور الٰہی کا ان پر تجلی فرمانا اور ان کو یوں علم میں مسبغ کر دینا ہے چونکہ ملائکہ نے ان میں انوار حق کا ادراک کر لیا تھا اس لئے وہ سجدہ میں گر گئے اور خدمت کے لئے دوڑے بخلاف ابلیس کے کہ اس کی نظر صرف مادہ طین تک رہی نور حق کے مشاہدہ سے کور رہا کما حکی اللہ تعالیٰ عنہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین)

مدح ایں آدم کہ نامش می برم	گر ستایم تا قیامت قاصرم
جس آدم کا میں نام لے رہا ہوں ان کی تعریف سے	اگر میں قیامت تک مدح کروں تو قاصر رہوں
ایں ہمہ دانست و چوں آمد قضا	دانش یک نہی شد بروے خطا
وہ یہ سب جان گئے اور جب قضا آئی	ایک ممانعت کی سمجھ میں ان سے غلطی ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

کاے عجب نہی از پے تحریم بود	یا بتاویلے بدو توہیم بود
تعجب ہے! ممانعت حرام ہونے کی وجہ سے تھی	یا کسی تاویل کی وجہ سے تھی اور وہم میں ڈالنا تھا
دردلش تاویل چوں ترجیح یافت	طبع در حیرت سوئے گندم شتافت
ان کے دل میں جب تاویل نے ترجیح حاصل کر لی	طبیعت حیرانی میں گیہوں کی طرف دوڑ پڑی
باغباں را خار چوں در پائے رفت	دزد فرصت یافت کالا برد تفت
جب باغباں کے پیر میں کانٹا چبھ گیا	چور نے موقع پا لیا تیزی سے سامان لے بھاگا
چوں ز حیرت رست باز آمد براہ	دیدہ بردہ دزد رخت از کارگاہ
جب حیرت سے انہیں چھٹکارا ملا راستہ پر آئے	دیکھا کارخانے سے چور سامان لے بھاگا
ربنا انا ظلمنا گفت و آہ	یعنی ظلمت آمد و گم گشت راہ
"ہمارے رب ہم نے ظلم کیا" کہا اور آہ کی	یعنی اندھیرا چھا گیا اور راستہ گم ہو گیا

ہدہد کہتا ہے کہ ایسے آدم جن کا میں ذکر کر رہا ہوں (پس یہ قصہ گویا زبان ہدہد سے ہے) اور اگر قیامت تک ان کی تعریف کیا کروں تب بھی قاصر رہوں اتنے بڑے بڑے علوم سے تو واقف مگر جب قضا غالب ہوئی تو ایک نہی لا تقربا هذه الشجرة کا علم ان پر پوشیدہ ہو گیا (اور دشمن کے وسوسہ سے اس تردد میں پڑ گئے) کہ خدا جانے یہ نہی تحریم (مطلق) کے لئے ہے یا کسی تاویل اور ایہام سے ہے (تاویل پھیرنا کلام کا ظاہری معنی سے ایہام متبادر ہونا معنی قریب کا اور مراد لینا معنی بعید کا

ف: اس تاویل کی تقریر میں) لوگوں کے اقوال مختلف اس حقیر کے خیال میں جو بے تکلف تاویل آتی ہے جس سے نہ کوئی لفظ قرآنی آبی ہے نہ ذوق سلیم کے خلاف ہے نہ کسی قانون شرعی و عقلی کے مخالف ہے وہ یہ ہے کہ ہر حکم امر ہو یا نہیں کبھی مطلق و موبد ہوتا ہے کبھی مقید و معلل کسی علت کے ساتھ اور قسم ثانی اس قید یا علت کے ارتفاع سے مرتفع ہو جاتی ہے مثلاً کسی لڑکے کو منع کریں کہ دیکھو اس گھوڑے پر سوار مت ہونا اور قرائن سے معلوم ہو جاوے کہ بوجہ شوخ ہونے گھوڑے کے ممانعت ہوئی ہے سو گو الفاظ اس نہی کے مطلق ہیں مگر قرائن سے مقید ہونا معلوم ہے اس صورت میں اگر یہ لڑکا شہسواری میں خوب مشق بہم پہنچائے کہ گھوڑے کی شوخی کا تدارک کر سکے تو ہرگز اس حالت میں وہ نہی باقی نہیں رہتی اسی طرح خلاصہ لغزش حضرت آدم علیہ السلام کا یہ ہے کہ ان کو یہ وسوسہ دیا گیا کہ گو لا تقربا نہی مطلق ہے مگر واقع میں یہ معلل ہے ایک علت کے ساتھ اور وہ علت یہ ہے کہ اس شجرہ کی خاصیت ہے کہ اس کو کھا کر فرشتہ بن جاتا ہے یا خالد ہو جاتا ہے اور وقت نہی کے دونوں امر بوجہ ضعف استعداد کے آپ کے مناسب نہ تھے اب کثرت ذکر و فیضان انوار و اسرار سے اس کی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

تر تفاع علت سے وہ نہی معلول بھی مرتفع ہوگئی حضرت آدم علیہ السلام کو ملائکہ کے بعض جزئی فضائل حاصل کرنے کی طمع ہوگئی) غرض ان کے دل میں جب تاویل کو ترجیح ہوگئی تو حیرت میں (اور تردد میں تو پہلے ہی وسوسہ سے مبتلا ہو گئے تھے اس میں کچھ تامل نہ فرمایا اور) طبیعت گندم کی طرف دوڑ پڑی اس قصہ کی ایسی مثال ہوگئی جیسے کوئی باغبان ہو اور اس کے پاؤں میں کانٹا چبھ جاوے وہ بیچارہ تو کانٹا نکالنے میں رہے اور چور صاحب فرصت پا کر اسباب لے کر چلتے ہوں (اسی طرح باغبان علم الٰہی یعنی حضرت آدم علیہ السلام کے قلب میں خار وسوسہ لگا وہ اس کی تفتیش میں لگے ابلیس نے متاع تقویٰ وثبات آدم کو غارت کر دیا) جب اس حیرت وتردد سے پھر راہ (حقیقت شناسی) پر آئے (اور سوچا کہ نہی تو لفظاً ومعناً مطلق ہے) اس وقت معلوم ہوا کہ چور سب اسباب کارخانہ سے لے بھاگا (یعنی کارخانہ قلب سے متاع صبر وعزم کو زائل کر دیا) اس وقت آہ آہ کر کے ربنا ظلمنا کہنا شروع کیا جس کا حاصل مطلب یہ تھا کہ (ہماری سمجھ پر ظلمت آ گئی (اور عقل پر پردہ پڑ گیا) اور راہ (حقیقت شناسی) گم

ف: ظاہر اطرز کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے ظلمنا کو ظلم سے مشتق نہیں کیا کہ اس میں نسبت ظلم کی ہوگئی حضرت آدم علیہ السلام کی طرف لازم آوے گی اور اس میں حاجت تاویل وتکلف کی ہوگی بلکہ ظلمت سے مشتق کہا ہے اور اس پر کوئی اشکال نہیں۔ حقیر کہتا ہے کہ اکثر شراح نے یوں ہی سمجھا ہے لیکن اس میں اگر اشکال معنوی کم ہو گیا تو کیا ہے اشکال لفظی ایسا قوی ہو گیا کہ مرتفع ہونا اس کا دشوار ہے کیونکہ ظلمت سے ظلم یظلم کا اشتقاق استعمال میں دیکھا نہیں گیا البتہ اظلم مستعمل ہے پھر یہ کہ ظلمنا اس صورت میں لازم ہوگا اس کا تعدیہ معقول ہے کی طرف مشکل ہوگا پھر یہ کہ معنوی اشکال بحال خود باقی رہے کیونکہ لنکونا من الظلمین نص قرآنی ہے اور یہاں بھی تاویلات کرنا ان ہی اشکالات کو مستلزم ہے اس لئے یوں مناسب ہے کہ ظلمنا کو تو ظلم ہی سے مشتق کہا جاوے اور انفسنا کو اس کا مفعول برقرار دیا جاوے اور ترجمہ یہ ہو کہ ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا اور اس مصرعہ یعنی (آمد ظلمت الخ کو علت اس ظلم نفس کی کہی جاوے یعنی یہ ظلم نفس بایں وجہ صادر ہوا۔

ے آمد ظلمت الخ اور اس اشکال معنوی کا جواب یہ ہے کہ ظلم کے معنے وضع الشئی فی غیر محلہ ہے سو یہ خلاف اولیٰ اور خطائے اجتہادی تک کو شامل ہے اور حضرت آدم علیہ السلام سے یہ اجتہادی خطا ہوئی رہ گیا عتاب تو وہ عدم تامل ہوا کہ اگر تامل کرتے تو حقیقت کو سمجھ جاتے۔

ایں قضا ابرے بود خورشید پوش	شیر و اژدرہا بود زو ہمچو موش
یہ قضا سورج کو چھپا لینے والا ابر ہے	اس سے شیر اور اژدہا چوہے کی طرح بن جاتا ہے
من اگر دامے نہ بینم گاہ حکم	من نہ تنہا جاہلم در راہ حکم
اگر میں قضا کے وقت جال نہیں دیکھتا ہوں	میں ہی تنہا قضا کے راستہ میں بے خبر نہیں ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اے خنک آں کونکو کاری کند	زور راںگزار دوزاری کند
اے (طالب) قابل مبارکباد ہے وہ شخص جو نیکی کرے	زور کو چھوڑ دے اور عاجزی کرے
گر قضا پوشد سیہ ہمچوں شبت	ہم قضا دستت بگیرد عاقبت
اگر قضا سیاہ بنکر تجھے رات کی طرح ڈھانپ لے	بالآخر قضا ہی تیری دستگیری کرے گی
گر قضا صد بار قصد جاں کند	ہم قضا جانت دہد درماں کند
اگر قضا سو بار تیری جان لینا چاہے	قضا ہی تیری جاں بخشی کرے گی، علاج کریگی
ایں قضا صد بار اگر راہت زند	بر فراز چرخ خرگاہت زند
یہ قضا اگر سو بار تجھے لوٹتی ہے	آسمان کی وسعت پر تیرا خیمہ گاڑتی ہے
از کرم داں اینکہ می ترساندت	تا بملک ایمنی بنشاندت
کرم سمجھ یہ کہ قضا تجھے ڈراتی ہے	تاکہ امن کی سرزمین میں تجھے بٹھا دے
چوں بتر ساند ترا آگہ شوی	ورنہ ترساند ترا گمرہ شوی
جب تجھے ڈراتی ہے تو باخبر ہو جاتا ہے	اگر تجھے نہ ڈرائے تو گمراہ ہو جائے
ایں سخن پایاں ندارد گشت دیر	گوش کن تو قصۂ خرگوش و شیر
اس بات کی انتہا نہیں ہے، دیر ہو گئی	شیر اور خرگوش کا قصہ سن

(حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے بطور نتیجہ کے فرماتے ہیں کہ) اس قضا کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی ابر ہو کہ خورشید کو پوشیدہ کر لے (اسی طرح امر واقعی کہ مثل خورشید کے روشن اور نمایاں تھا غلبہ قضا سے مشتبہ ہو جاتا ہے اور قضا ایسی چیز ہے کہ بڑے بڑے شیر اور اژدھے اس کے روبرو موش کے برابر ہو جاتے ہیں (اب پھر ہدہد کہتا ہے کہ) اگر میں حکم قضا کے وقت دام نہ دیکھ سکوں تو کچھ عجب نہیں کیونکہ) راہ قضا میں صرف میں ہی تنہا نادان نہیں بنا ہوں (بلکہ بڑے بڑے دانا نادان بن گئے ہیں جب آدمی اس طرح مغلوب قضا ہے تو) خوش حال وہ شخص ہے جس نے نیک اعمال اختیار کیے (کہ عبدیت ہے اور زور کو چھوڑ کر زاری اختیار کر لی (یہ ترک زور و اختیار زاری امور تکوینیہ میں بھی ہو سکتی ہے اور امور تشریعیہ میں بھی، امور تکوینیہ میں تو یہ کہ جو بلا و مصیبت نازل ہو اس کے دفع میں اپنی تدبیر پر اعتماد نہ کرے بلکہ تدبیر کے ساتھ زاری و رجوع الی اللہ ضرور ہے اور امور تشریعیہ میں یہ کہ اگر قضاءً کوئی معصیت سرزد ہو جاوے تو زور کی باتیں نہ کرے کہ ہماری کیا خطا ہماری تقدیر میں یوں ہی لکھا تھا بلکہ عجز و زاری سے توبہ و استغفار کرے کہ اس میں امید عفو بھی ہے بخلاف بے باکی و گستاخی کے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرا گناہ اور درج فہرست اعمال ہوتا ہے) اگر قضائے الٰہی تجھ پر کوئی بلا مثل شب سیاہ کے مسلط کر دے تو (اس سے بھاگ مت کہ حق تعالٰی کی شکایت کرنے لگے اور غیر اللہ سے التجا کرے اور غیر مشروع تدبیروں کا سہارا پکڑے بلکہ اللہ تعالٰی ہی کی طرف رجوع کر کیونکہ انجام کار قضا ہی تیری دستگیری کرے گی (یہاں بھی بلا میں دونوں احتمال ہیں تکوینی وتشریعی اور کہ تقریر اس کے قریب قریب ہے جیسے اوپر گزرا) اگر قضا سو بار تیری جان کا قصد کرے تو یاد رکھو کہ قضا ہی جان بخشی کرے گی۔ اور وہی درمان کرے گی۔ اس میں بھی وہی دونوں احتمال ہیں اور تشریعی کے احتمال میں دستگیری اور درمان سے مراد توفیق توبہ ہے) یہ قضا اگر سو بار تیری رہزنی کرے تو بھی بلندی چرخ پر تیرا خیمہ نصب کرے گی اگر تکوینی سے رہزنی مراد ہو تو مطلب ظاہر ہے ان مع العسر یسراً اور نیز بلیات سے رفع درجات ہوتا ہے جیسا کہ احادیث میں ہے اور اگر تشریعی لیا جاوے تو گناہ کا سرزد ہو جانا مراد ہے اور دوسرے مصرعہ کے معنی یہ ہوں گے کہ توفیق توبہ کی دے کر درجات علیا عطا فرمائے جاویں گے اس صورت میں مقصود بشارت دینا ہے اہل ذنوب کو کہ توبہ کرنے کی نیت محض اس وجہ سے ضعیف نہ کر دیں کہ ہمارے گناہ کثرت سے ہیں ان کے عفو کی کیا امید ہے بلکہ امیدوار ہیں اور توبہ کر لیں کہ ضرور قبول ہوتی ہے یہ بھی قضا کا کرم سمجھو کہ تم کو اپنے سے خوف دلاتی ہے (اور اس تخویف کے سبب قضا سے تنفر یا فرار مت کرو) کیونکہ اس کا مقصود (تخویف سے یہ ہے کہ تم کو ملک امن میں (اطمینان سے) بٹھلا دے) کیونکہ جب ڈرو گے تو معاصی سے بچو گے اور اطاعت وعبدیت اختیار کرو گے اور یہ سبب ہے ان دائمی کا قال اللہ تعالٰی ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ اجر کبیر' اب پھر قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ) اس مضمون غلبہ قضا کا تو کہیں پایاں نہیں ہے قصہ میں دیر بہت ہو گئی ہے اس لئے اب شیر وخرگوش کا قصہ سننا چاہئے۔

پائے واپس کشیدن خرگوش از شیر چوں نزدیک چاہ آمد

کنویں کے پاس آ کر خرگوش کا شیر سے پیچھے ہٹنا

شیر باخرگوش چوں ہمراہ شد	پر غضب پر کینہ و بدخواہ شد
شیر جب خرگوش کے ساتھ ہو گیا	غضبناک' کینہ سے پر اور دشمن ہو رہا تھا
بود پیشا پیش خرگوش دلیر	ناگہاں پارا کشید از پیش شیر
بہادر خرگوش اس کے آگے تھا	اچانک' شیر کے آگے سے پیچھے کو ہٹا
چونکہ نزد چاہ آمد شیر دید	کز رہ آں خرگوش ماند و پا کشید
جب شیر کنویں کے پاس پہنچا' دیکھا	کہ خرگوش پیچھے رہ گیا اور ہٹ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پا واپس کشیدی تو چرا	پائے را واپس مکش پیش اندر آ
اس (شیر) نے کہا تو پیچھے کیوں ہٹا؟	پیچھے کو نہ ہٹ آگے آ
گفت کو پایم کہ دست و پائے رفت	جان من لرزید و دل از جائے رفت
اس نے کہا (خرگوش) کہاں ہیں میرے ہاتھ پیر ختم ہو گئے	روح کانپ رہی ہے دل دھڑک رہا ہے
رنگ رویم را نمی بینی چو زر	ز اندروں خود میدہد رنگم خبر
میرے چہرے کا رنگ نہیں دیکھ رہا ہے' سونے کا سا	میرا رنگ اندرونی حالت کی خبر دے رہا ہے

یعنی شیر خرگوش کے ساتھ غضب و کینہ میں بھرا ہوا چلا اور وہ خرگوش آگے آگے جا رہا تھا دفعۃً چلتے چلتے رک گیا یعنی جب اس کنویں کے نزدیک پہنچا تو شیر نے دیکھا کہ وہ خرگوش چلنے سے رک گیا پوچھا کہ تو نے پیچھے کو پاؤں کیوں ہٹایا ایسا مت کر آگے کو چل خرگوش بولا کہ میرا پاؤں ہی کہاں رہا (جس کو بڑھاؤں یا ہٹاؤں) ہاتھ پاؤں سب بے کار ہو گئے اور جان میں لرزہ پڑ رہا ہے اور دل قابو میں نہیں تم میرے چہرہ کا رنگ نہیں دیکھتے کہ زرد پڑ گیا ہے باطنی حالت (خوف کی) خود رنگ سے معلوم ہو سکتی ہے۔

حق چو سیما را معرف خوانده است	چشم عارف سوئے سیما مانده است
جب اللہ نے پیشانی کا حال بتانے والا فرمایا ہے	پہچاننے والے کی نگاہ پیشانی پر پڑتی ہے
رنگ و بو غماز آمد چوں جرس	از فرس آگہ کند بانگ فرس
رنگ اور بو گھڑیال کی طرح چغلخور ہے	گھوڑے کی آواز گھوڑے کی خبر دے دیتی ہے
بانگ ہر چیزے رساند زو خبر	تا بدانی بانگ خر از بانگ در
ہر چیز کی آواز اس کی خبر دے دیتی ہے	گدھے کی آواز کو دروازے کی آواز سے جدا سمجھ
گفت پیغمبر بہ تمییز کساں	مرء مخفی لدی طی اللساں
انسانوں کے پہچاننے کے سلسلہ میں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا	انسان زبان بند رکھنے کے وقت پوشیدہ ہے
رنگ رو از حال دل دارد نشاں	رحمتم کن مہر من در دل نشاں
چہرہ کا رنگ' دل کی حالت کی علامت ہے	مجھ پر رحم کر' دل میں میری محبت بٹھا
رنگ روئے سرخ دارد بانگ شکر	رنگ روئے زرد دارد صبر و نکر
سرخ چہرے کی رنگت' شکر کی صدا رکھتی ہے	زرد چہرے کی رنگت صبر اور تکلیف (کی علامت) رکھتی ہے

(یہ انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف بمناسبت مضمون ز اندرون خود میدہد رنگم خبر کے فرماتے ہیں کہ حق

www.besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ نے چونکہ (کئی آیات میں) سیما کو یعنی علامات ظاہری کو معرف (یعنی ذریعہ شناخت فرمایا ہے (جیسے تعرفہم بسیماہم و معصیت کا ہے اور ادراک اس کا فراست صحیح سے ہوتا ہے پس نہ مطلقاً ہر علامت مراد ہے کیونکہ بہتیرے اچھے لوگ ظاہراً خستہ و حقیر و بدشکل ہوتے ہیں اور بہتیرے برے آدمی ظاہراً چکنے چپڑے حسین و جمیل ہوتے ہیں اور نہ ہر شخص کا ادراک معتبر ہے کیونکہ المرء یقیس علی نفسہ بکثرت واقع ہوتا ہے اسی لئے وارد ہے اتقو فراسة المومن فانه ینظر بنور الله پس عارف کی نظر ایسے سیما کی طرف ہوتی ہے اور اس کی فراست کے صحیح ہونے کے لئے خود اس کا عارف ہونا کافی دلیل ہے اور ظاہری) رنگ و بو (اسی قید کے ساتھ جو اوپر مذکور ہوئی جرس کی طرح جو جانور کے گلے میں لٹکا رہتا ہے غماز و مخبر ہے جس طرح جرس سے معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی جانور آ رہا ہے چنانچہ گھوڑے کی آواز گھوڑے کا پتہ بتلا دیتی ہے کہ یہاں گھوڑا ہے اور اسی کی کیا تخصیص ہے) ہر چیز کی آواز اس کی خبر دیتی ہے حتیٰ کہ آواز خر اور آواز در میں تمیز کر لیتے ہو (کہ یہ خر بول رہا ہے یا کوئی دروازہ بند ہوا ہے چنانچہ پیغمبر ﷺ نے مختلف لوگوں میں تمیز کر لینے کے لئے ارشاد فرمایا ہے المرء محبو فی طی لسانه لا فی طیلسانه یعنی آدمی پوشیدہ ہوتا ہے اپنی زبان کی تہ میں نہ طیلسان یعنی لباس فاخرہ کے اندر مطلب یہ کہ لباس پر نظر مت کرو کیسا ہے گفتگو میں غور کرو کہ کس قسم کی ہے جیسا سعدی کا قول ہے

تا مرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

تو اس حدیث سے بھی سیما کے معرف ہونے کی تائید ہوئی مگر اس قول کا حدیث ہونا میری نظر سے نہیں گزرا پھر زبان خرگوش سے کہا جاتا ہے کہ (رنگ رو حال دل کی علامت ہے مجھ پر رحم کیجئے اور میری مہر و الفت کو دل میں جگہ دیجئے اور رنگ رو کا علامت حال دل ہونا اس طرح ہے کہ دیکھو) اگر چہرہ کا رنگ سرخ ہو تو یہ ندائے شکر ہے (کیونکہ دل میں کسی نعمت کی خوشی ہوتی ہے تو رنگ چہرہ کا ارغوانی ہو جاتا ہے اسی طرح اگر زرد رنگ ہو تو صبر و کراہت و ناخوشی کی علامت ہے (کیونکہ غم میں چہرہ کا رنگ زرد ہو جاتا ہے)

ف: عجب نہیں کہ مقصود مولانا کا ان اشعار سے اس پر تنبیہ فرمانا ہو کہ ہر چند کہ محض ظاہر پر کسی حکم کا مدار نہیں جیسا ظاہر پرستوں کا برتاؤ ہے لیکن ظاہر بالکل بیکار بھی نہیں، جیسے بعض مدعیان باطن کا دعویٰ ہے کہ میاں باطن درست ہونا چاہئے ظاہری نماز و روزہ و تقویٰ و طہارت میں کیا رکھا ہے اور اسی دھوکہ میں بہتیرے نادان بے شرع فقیروں کے دام میں پھنس جاتے ہیں ان اشعار میں اس کا رد ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ جو صفت انسان کے باطن میں ہوتی ہے ظاہر میں ضرور اس کا اثر پہنچتا ہے پس اگر ان لوگوں کے قلب میں محبت و خشیت و ذکر اللہ تعالیٰ کا راسخ ہے تو ظاہری اعمال اس سے کیوں نہیں سرزد ہوتے غرض صلاح باطن کے لئے تو صلاح ظاہر لازم ہے اور اس کا عکس ضروری نہیں اس لئے قابل اعتقاد وہ شخص ہوا کہ ظاہر و باطن اس کا دونوں آراستہ ہوں اگر ظاہر خراب ہو تب تو فوراً ترک کرنا چاہئے اور اگر ظاہر درست ہے تو فوراً اعتقاد کرنا نہ چاہئے تاوقتیکہ فراست صحیحہ و تتبع غائر سے معلوم نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

لے کہ اس ظاہر کا منشاء امر باطنی ہے یا محض رنگ و روغن ہے طالب عاقل نشست و برخاست وطرز کلام سے اس کو بخوبی معلوم کرسکتا ہے ان اشعار میں اس کی طرف بھی اشارہ ہے اسی لئے چشم عارف کی تخصیص کی ہے۔

درمن آمد آنچہ در وے گشت مات	آدمی و جانور جامد نبات
مجھ میں وہ چیز آ گئی جس میں مات کھا گئے	انسان اور جانور جمادات اور نباتات
درمن آمد آنکہ دست و پا برد	رنگ رو و قوت و سیما برد
مجھ میں وہ چیز آ گئی جو حواس باختہ کر دیتی ہے	چہرے کا رنگ اور طاقت اور نشانی ختم کر دیتی ہے
آنکہ در ہر چہ در آید بشکند	ہر درخت از بیخ و بن او برکند
مجھ میں وہ چیز آ گئی جو جس چیز میں آ جائے اس کو شکستہ کر دے	درخت کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ دے
ایں خود اجزا یند کلیات ازو	زرد کردہ رنگ و فاسد کردہ بو
یہ چھوٹی چیزیں ہیں لیکن بڑی چیزیں ان کی وجہ سے	رنگت زرد کئے ہوئے ہیں اور بو بگاڑے ہوئے ہیں
تا جہاں گہ صابرست و گہ شکور	بوستاں گہ حلہ پوشد گاہ عور
جہاں تک کہ دنیا کبھی صابر ہے اور کبھی شکر گزار	باغ کبھی جوڑا پہنتا ہے، کبھی ننگا ہے

خرگوش اپنے تغیر لون واضمحلال کی علت بیان کرتا ہے کہ میرے اندر ایک ایسی چیز آ گئی جو دست و پا سب کو بیکار کردے اور رنگ رو اور قوت و سیما (اصلی) کو زائل کردے وہ چیز تاثیر قضا یعنی حکم خداوندی کی تاثیر ہے جسے دل میں خوف ہلاکت کا پیدا کردیا اور اس سے یہ حالت ہوگئی آگے دور تک اسی تاثیر قضا کا ذکر ہے جس سے مختلف اشیاء میں مختلف تغیرات پیدا ہوئے یہ خوف بھی اسی کا ایک اثر ہے اسی طرح ہر محل میں مختلف اثر ہے مگر اثر قضا ان سب میں امر مشترک ہے کیونکہ ان تغیرات متنوعہ کا اثر قضا ہونا ظاہر و داخل عقائد ہے چنانچہ اس کی تفصیل فرماتے ہیں کہ) وہ تاثیر قضاء اسی چیز ہے کہ جس چیز کے اندر آ جاوے اسی کو شکستہ و ریختہ کردے اور سب درختوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالے میرے اندر ایسی چیز آ گئی ہے کہ اس سے سب مغلوب ہو رہے ہیں انسان و حیوانات و جمادات و نباتات (یہ تینوں اخیر موالید ثلاثہ کہلاتے ہیں اور مرکبات عنصریہ ان ہی میں منحصر ہیں اور انسان بھی حیوانات میں داخل ہے کیونکہ حیوان جاندار کو کہتے ہیں نہ صرف جانور کو اور ان موالید ثلاثہ بیچاروں کی کیا حقیقت ہے) یہ تو خود اجزاء (یعنی فرع ہیں۔ خود کلیات (یعنی ان کے اصول) کی (کہ عناصر اربعہ و اجرام علویہ ہیں) یہ کیفیت ہے یہ تو خود اجزاء (یعنی ان کا رنگ زرد (یعنی متغیر) ہے اور بو فاسد ہو رہی ہے (کیونکہ عناصر کا تغیر لون و فساد رائحہ سے ظاہر ہے کہ تاثیر قضا سے ہے اور جاننا چاہئے کہ یہاں اجزاء اور کلیات سے مراد معنی اصطلاحی منطقی نہیں کیونکہ اس اصطلاح کے اعتبار سے نہ موالید ثلاثہ عناصر کے اجزا میں اور نہ عناصر موالید ثلثہ کلیات ہیں بلکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

موالید ثلاثہ تو کل ہیں اور عناصر ان کے اجزاء ہیں اور کلیات نہ یہ ہیں نہ وہ ہیں بلکہ مراد اجزاء وکلیات مجازاً فروع و اصول ہیں جیسا ہم نے تفسیر کی ہے اور مرکبات کا بسائط کے لئے فرع ہونا ظاہر ہے پس اس میں کوئی اشکال نہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جزو سے اصطلاحی معنی مراد لئے جاویں پس توجیہ اس کی یہ ہوگی کہ درخت مثلاً مشتمل ہے چار عنصر پر اور چاروں عنصروں میں سے جتنا جتنا اس میں موجود ہے وہ جزو ہے تمام کروں کا پس مجموعہ اجزاء اربعہ درخت ہے اور وہ بھی جزو ٹھہرا مجموعہ چاروں کروں کا' اور اصول کو ہم نے عام لے لیا کہ عناصر تو باعتبار اجزاء ہونے کے اصل ہیں اور اجرام علویہ باعتبار مؤثر ہونے کے اصل ہیں وجہ اس عام لینے کی یہ ہے کہ مولانا نے آگے تفصیل کلیات میں اجرام علویہ کو بھی ذکر فرمایا ہے اور جاننا چاہئے کہ یہ عناصر اربعہ امہات کہلاتے ہیں اور اجرام علویہ آباء کیونکہ اجرام علویہ کے اختلاف حرکات سے عناصر میں مختلف آثار پیدا ہونا اور اسی لئے مرکبات موالید ثلاثہ کہلاتے ہیں چنانچہ اسی اختلاف احوال کو بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ اسی تغیر اصول کی وجہ سے (کہ آباؤ و امہات موالید ثلاثہ کے ہیں) اس جہاں کی یہ حالت ہے کہ کبھی صابر ہی کبھی شاکر (یعنی کبھی بارونق وز ینت ہے اور کبھی ویران وتباہ مجازاً صابر و شاکر کہہ دیا چنانچہ باغ ہی ہے کہ کبھی حلہ پہن لیتا ہے (یعنی بہار میں برگ وبار سے مزین ہوتا ہے اور کبھی برہنہ ہو جاتا ہے (یعنی خزاں میں بے برگ ہو جاتا ہے)

آفتابے کو برآید نارگوں	ساعتے دیگر شود او سرنگوں
سورج جو آگ کی طرح برآمد ہوتا ہے	دوسرے وقت وہ اوندھا ہو جاتا ہے
اختران تافتہ برچار طاق	لحظہ لحظہ مبتلائے احتراق
چارگوشہ خیمہ (آسمان) پر چمکنے والے یہ ستارے	دم بدم جلنے میں مبتلا ہیں
ماہ کو افزوز اختر در جمال	شدز رنج دق او ہمچوں ہلال
چاند جو حسن میں ستاروں سے بڑھا ہوا ہے	دق کے مرض کی وجہ سے ہلال کی طرح ہے

نارگون انار رنگ' چار طاق خیمہ مراد فلک احتراق سوختن مراد پنہان شدن نورش زیر شعاع آفتاب دق مرض معروف مراد کاستن' یہاں سے بیان ہے تغیر اصول کا سوا اول آیا (یعنی اجرام علویہ کا بیان کرتے ہیں آفتاب ہی کو دیکھو کس طرح چمکتا دمکتا نکلتا ہے پھر دوسرے وقت میں جب ڈھل جاتا ہے کس طرح سرنگوں (مائل بہ پستی) ہو جاتا ہے (حتیٰ کہ غروب ہو جاتا ہے یہ کتنا بڑا تغیر ہے اسی طرح ستاروں کو دیکھو کہ فلک پر کس طرح چمکتے ہیں پھر وقتاً فوقتاً مبتلائے احتراق ہو جاتے ہیں (یا تو آفتاب نکلتے وقت یا جب ایک کو دوسرے سے کسوف واقع ہوتا ہے) چاند جو حسن وجمال میں جبکہ پورا ہوتا ہے) ستاروں سے بھی بڑھا ہوا ہے وہ مرض دق سے ہلال بن جاتا ہے (یہ سب تغیرات تاثیر قضا سے واقع ہوتے ہیں۔)

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں زمین باسکون و باادب	اندر آرد زلزلہ اش در لرز و تب
یہ زمین جو سکون اور با ادب ہے	زلزلہ اس کو جاڑ بخار میں مبتلا کر دیتا ہے
اے بسا کہ زیں بلائے مردہ ریگ	گشتہ است اندر جہاں او خوردہ ریگ
اے (مخاطب) بہت سے پہاڑ اس ذلیل مصیبت سے	دنیا میں وہ باریک ریت بن گئے ہیں
ایں ہوا باروح آمد مقترن	چوں قضا آید وبا گشت و عفن
یہ ہوا جو روح سے وابستہ ہے	جب قضا آتی ہے تو وبا اور گندی بن جاتی ہے
آب خوش کو روح را ہمشیرہ شد	در غدیرے زرد و تلخ و تیرہ شد
خوشگوار پانی اگرچہ روح کا بھائی بن گیا ہے	لیکن گڑھے میں زرد اور کڑوا اور گدلا ہوگیا
آتشے کو باد دارد در بروت	ہم یکے بادے برو خواند تموت
آگ جو نہایت سرکش اور مغرور ہے	یکایک اس پر ہوا "تو مرے" پڑھ دیتی ہے
خاک کو شد مایۂ گل در بہار	ناگہاں بادے برآرد زود مار
مٹی جو موسم بہار میں پھولوں کا سرمایہ ہے	اچانک ہوا اس کو تباہ کر دیتی ہے
حال دریا ز اضطراب و جوش او	فہم کن تبدیلہائے ہوش او
دریا کا حال اس کے اضطراب و جوش سے	سمجھ لے یعنی اس کے ہوش کی تبدیلی ہے

مردہ ریگ چیزے کہ از مردہ باز ماندہ یعنی میراث چونکہ میراث را بے اختیاری لازم باشد مراد مطلق اضطراری ست خردہ ریگ ریزہ ریزہ روح بضم جان وبا لفتح راحت باد در بروت تکبر بموت بمعنی می میر ذومار بالفتح بلا کی ان اشعار میں بیان ہے تغیر امہات یعنی عناصر کا پس فرماتے ہیں کہ اس زمین کو دیکھو جو بڑی سکون وادب والی ہے۔ (ادب سے مراد سکون ہے مجازاً) اس کو زلزلہ کسی طرح تپ ولرزہ میں مبتلا کر دیتا ہے اور سکون زائل کر دیتا ہے سو یہ کتنا بڑا تغیر ہے اور اسی قضائے الٰہی کا اثر ہے) اسی طرح بہت سے پہاڑ (کہ ایک جزو عنصر زمین کا ہے) اس بلائے ناگہانی سے زمین کے اندر ایسے ہوگئے ہیں جیسے زمین کا ریگ یعنی بہت سے پہاڑ اس بلائے بے درمان سے دنیا میں (شکستہ ہوکر) ریزہ ریزہ ہوگئے ہیں (جیسے کوہ آتش فشان میں آگ لگ جانے کی وجہ سے اجزاء جبل سوختہ ہوکر خاکستر بن جاتے ہیں اور بلائے ناگہانی و بے درمان سے (مراد اثر قضا ہے) اسی طرح اس ہوا کو دیکھو کہ اس روح سے کس قدر اقتران ہے (کہ آلات تنفس کے ذریعہ سے قلب میں پہنچ کر روح کو حیات بخشتی ہے یا یوں کہا جاوے کہ یہ ہوا راحت کے ساتھ کس درجہ قرین ہے کہ راحت ہوا کے ساتھ ساتھ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(اسی حیات بخشی کی وجہ سے) مگر جب قضا آتی ہے تو یہی ہوا سبب وبا اور متعفن ہو جاتی ہے اچھا پانی کو لو کتنی اچھی چیز ہے اور روح (حیات کے ساتھ تو گویا لازم وملزوم ہے کما قال اللہ تعالیٰ وجعلنا من الماء کل شئی حئی مگر تالاب میں اسی کو بعض اوقات دیکھو کیسا زرد اور تلخ اور تیرہ ہو جاتا ہے۔ اب آگ کو لو کیسی تعلّی کرتی ہے مگر ہوا کا ایک جھونکا آیا کہ فنا ہو گئی (چنانچہ چراغ کا ہوا سے گل ہو جانا مشاہدہ کیا جاتا ہے پس چاروں عنصروں کا حال معلوم ہو گیا آگے اسی مضمون کا تتمہ ہے کہ) خاک کو دیکھو کہ (مثل کوہ کے یہ بھی عنصر زمین کا ایک جزو ہے اور بہار میں پھول پھلواری کا خزانہ تھی دفعۃً ایک ہوائے خزانی ایسی چلی کہ اس کی رونق کو تباہ کر دیا اسی طرح دریا کو لو جو بجائے خود ایک کرہ عنصری ہے اور اس کی حالت تموج سے اس کے ہوش وحواس کے باختہ اور مبدل ہونے کو سمجھو تبدیل ہوش سے مطلق تغیر مراد ہے مجازاً تو تشبیہاً

چرخ سرگرداں کہ اندر جستجوست	حال او چوں حال فرزندان اوست
سرگرداں آسماں جو جستجو میں ہے	اس کی حالت اس کے فرزندوں جیسی ہے
گہ حضیض و گہ میانہ گاہ اوج	اندر و از سعد و نحسے فوج فوج
کبھی حضیض اور کبھی اسط کبھی اوج	اس میں فوج در فوج سعد اور نحس ہیں
گہ شرف گاہے صعود و گہ فرح	گہ وبال و گہ ہبوط و گہ ترح
کبھی شرف کبھی صعود اور کبھی فرح	کبھی وبال اور کبھی ہبوط اور کبھی ترح

(اہل ہیئت میگویند کہ سبعہ سیار بر دائرہ حرکت میکنند کہ مرکز این دائرہ نقطہ است فوق مرکز فلک الافلاک کہ مرکز ارض است و برین دائرہ یک نقطہ بعد ست از مرکز فلک الافلاک و یک نقطہ اقرب ست ازو۔ نقطہ بعد را اوج نامند و نقطہ اقرب را حضیض و دو نقطہ اند بر محیط آن دائرہ کہ بعد آن ہر دو از مرکز عالم مساوی ست بہ بعد آن ہر دو نقطہ از مرکز آن دائرہ این ہر دو نقطہ را بعد اسط گویند کہ در شعر بالا بہ میانہ تعبیر کردہ شد شرف بلندی و نزد اہل تنجیم ہر برجی کو کبے خاص را خانہ شرف ست چنانچہ برج حمل خانہ شرف آفتاب ست صعود بہ بالا رفتن فرح شادی و اہل تنجیم ہر برجی را خانہ فرح کو کبے خاص قرار دادہ اند چنانچہ حمل خانہ فرح عطارد ست وبال سختی و دشواری و در اصطلاح اہل تنجیم در آمدن کوکب در برج مقابل خانہ خود یعنی در برج ہفتم از ان خانہ چنانچہ اسد خانہ آفتاب ست مناسبت حرارت مزاج آفتاب و اسد پس دلو کہ ہفتم اوست خانہ وبال او بود و ہبوط فرود آمدن و نقصان شدن و در اصطلاح نجوم عبارت ست از در آمدن کو کبے در بروج مقابل برج شرف کہ ہفتم او باشد چنانکہ در میزان ہبوط آفتاب بود کہ ہفتم حمل ست ترح مند فرح و نزد نجومیان ترح ہر کو کبے در ہفتم خانہ فرح وے باشد چنانکہ ترح عطارد در میزان بود کہ ہفتم حمل ست این اصطلاحات ہیئت از بحر العلوم و اصطلاحات نجوم از شیخ ولی محمد منقول ست مے گویم پس ترح

www.besturdubooks.wordpress.com

وفرح متقابل ست وہبوط وشرف متقابل پس صعود کہ تفسیرش مذکور نیست شاید کہ متقابل وبال باشد پس معنی صعود آمدن کوکب در برج کہ خانہ خود باشد چنانچہ آمدن آفتاب در اسد چونکہ اوپر اجرام علویہ میں صرف کواکب کا بیان فرمایا ہے یہاں فلک کا بیان کرتے ہیں اور بطور دلیل انی کے اس کے تغیر پر موالید ثلاثہ سے استدلال کرتے ہیں کہ یہ چرخ جو حرکت سے ایسا سرگرداں پھرتا ہے جیسے کوئی شخص کسی شے کو تلاش کرتا پھرتا ہو اس کی حالت تغیر بھی اس کی اولاد (موالید ثلاثہ) کی طرح ہے (کہ ان کے تغیر سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں بھی تغیر ہوتا ہوگا ورنہ یہ آثار مختلفہ اس کی حالت واحدہ سے پیدا نہ ہوتے کیونکہ تغیر مسبب بدون تغیر سبب ممکن نہیں اور اس فلک کے اندر سعد (نحس کواکب کی فوج کی فوج بھری ہے پھر ان کواکب کو کبھی حالت شرف کی حاصل ہوتی ہے کبھی مسعود کی کبھی فرح کی کبھی وبال کی' کبھی ہبوط کی' کبھی ترح کی لو (مولانا نے اس مضمون کو محض شاعرانہ طور پر اصطلات مذکورہ پر تمثیلاً مبنی فرمایا ہے اس سے امور مذکورہ کا حق ہونا لازم نہیں آتا۔

از خودت اے جزو زکلہا مختلط	فہم می کن حالت ہر منبسط
اپنے سے اے جزو کل سے ملا جلا ہے	ہر مفرد کی حالت کو سمجھ لے
چوں نصیب مہتراں درد ست ورنج	کہتراں را کے تواند بود گنج
جب بڑوں کا حصہ درد اور رنج ہے	تو چھوٹوں کو کب خزانہ مل سکتا ہے
چونکہ کلیات را رنج ست و درد	جزو ایشاں چوں نباشد روئے زرد
جب کلیات کو رنج اور درد ہے	تو ان کا جزو کیوں زرد چہرہ نہ ہوگا
خاصہ جزوے کو ز اضداد ست جمع	ز آب و خاک و آتش و باد ست جمع
خصوصاً وہ جزو جو اضداد کا مجموعہ ہے	پانی اور مٹی اور آگ اور ہوا کا مجموعہ ہے

یہ اشعار بطور نتیجہ اشعار سابقہ کے ہیں اور ان میں استدلال ہے تغیر فرع متاثر سے تغیر اصل موثر اور تغیر موثر سے تغیر متاثر پر جس کو اصطلاح دلیل انی اور لمی کہتے ہیں حاصل یہ ہے کہ اے شخص تو جو ایک جزو (یعنی فرع بہت سے کلون سے یعنی اصول سے کہ عناصر ہیں مخلوط (یعنی مرکب) ہے تو اپنی حالت تغیر سے اپنے تمام بسائط کی حالت (جن سے تو مرکب ہی سمجھ لے (کہ اسی طرح) ان میں تغیر ہوگا یہ استدلال اول ہے پس جب (اوپر ثابت ہو گیا کہ) سرداروں (یعنی اصول) کے حصہ میں درد و رنج (یعنی تغیر) ہے تو تابعین (یعنی فروع) کو کب خزانہ سلامتی وعافیت میسر ہو سکتا ہے (چونکہ اوپر مہتر و کہتر کا لفظ مجمل تھا اس لئے شرح فرماتے ہیں) یعنی جب کلیات (اصول کو رنج و درد حاصل ہے تو ان کا جزو (تابع مرکب) کیونکہ زرد رو (یعنی متغیر) نہ ہوگا (یہ استدلال ثانی ہے اور یوں تو سب ہی مرکبات میں تغیر وتبدل واقع ہونا ضروری ہے مگر خصوصاً ایسے جزو (یعنی مرکب) میں

www.besturdubooks.wordpress.com

تو تغیر بہت ہی لازمی ہے جو بہت سے اضداد سے جمع ہو یعنی آب وخاک و آتش و باد سب سے جمع ہو (وجہ یہ کہ اضداد میں تغیر افتراق کی خود قابلیت زیادہ ہے کیونکہ وہ مقتضی ہیں عدم اجتماع کو مراد اس سے انسان ہی جیسا آگے قرینہ موجود ہے جنگ اضداد ست عمر جاوداں کیونکہ بعد مرگ کے حیات ابدی اقسام مذکورہ موالید ثلاثہ میں سے صرف انسان کے لئے ثابت ہے اور چونکہ اقسام مذکورہ میں جن مذکور نہیں ہیں اس لئے اس تخصیص سے جن کی ابدیت کی نفی لازم نہیں آتی اور ہر چند کہ اکثر مرکبات ان سب اضداد اربعہ سے مرکب ہیں مگر انسان میں اور ان سے یہ امر زائد ہے کہ اس میں علاوہ ان اجزائے اربعہ کے کہ عالم خلق سے ہیں اور اجزاء عالم امر کے بھی جو لطائف کہلاتے ہیں داخل ترکیب ہیں چنانچہ مصرعہ مذکورہ میں جنگ اضداد کو عمر جاوداں فرمانے سے اس طرح اشارہ بھی فرمادیا کیونکہ محض ان اضداد اربعہ کا افتراق تو عمر جاوداں کو مستلزم نہیں یہ افتراق تو غیر انسان میں بھی پایا جاتا ہے حالانکہ ابدیت حاصل نہیں پس یہ قرینہ ہے کہ اضداد میں لطائف کو بھی لے رکھا ہے پس اس قدر اضداد سے مرکب ہونا خاصہ انسانی ٹھہرا پس ہمارا دعویٰ ہے کہ اس سے مراد انسان ہے ثابت ہوگیا اور اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جمع بین الاضداد تو محال عقلی ہے پھر واقع کیسے ہوا جواب یہ ہے کہ اجتماع محال و اجتماع فی الصدق ہے نہ اجتماع فی التحقیق یعنی ایک شے پر دونوں صادق نہیں آسکتے مثلاً کوئی شے سفید بھی ہو سیاہ بھی ہو اور اگر دونوں معاً تحقق ہو جاویں تو محال نہیں مثلاً کپڑے میں ایک دھاری سیاہ ہو ایک سفید ممکن بلکہ واقع ہے تو مرکب میں اجتماع اضداد اسی قبیل سے ہے کہ اس میں اجزاء مختلفہ تحقق ہیں اور پھر بھی ایک جزو پر دوسرا جزو صادق نہیں آتا)

ایں عجب نبود کہ میش از گرگ جست	ایں عجب کہ میش دل در گرگ بست
یہ تعجب کی بات نہ ہوگی کہ بھیڑی بھیڑیے سے چھوٹ بھاگی	یہ تعجب ہے کہ بھیڑ نے بھیڑیے سے دل لگا لیا
زندگانی آشتی ضدہا ست	مرگ آں کاندر میان شاں جنگ خاست
زندگی مخالف چیزوں کا باہمی تعلق ہے	موت یہ ہے کہ ان کے درمیان جنگ شروع ہوگئی
صلح اضداد ست ایں عمر جہاں	جنگ اضداد ست عمر جاوداں
اس دنیا کی زندگی مختلف چیزوں کی صلح ہے	مخالف چیزوں کی لڑائی ابدی زندگی ہے
زندگانی آشتی دشمناں	مرگ وارفتن باصل خویش داں
زندگی دشمنوں کی صلح ہے	موت کو اپنی اصل کی طرف لوٹنا سمجھو
صلح دشمن وار باشد عاریت	دل بسوئے جنگ تازد عاقبت
دشمنوں کی صلح عارضی ہوتی ہے	بالآخر لڑائی کی طرف ان کے دل دوڑتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

روز کے چند از برائے مصلحت	باہمند اندر وفا و مرحمت
چند دن کے لئے از راہ مصلحت	وفا اور محبت میں لگے چلے ہیں
عاقبت ہر یک بجوہر باز گشت	ہر یکے باجنس خود انباز گشت
بالآخر ہر ایک اپنی اصل کی طرف پلٹ گیا	ہر ایک اپنی جنس کا ساتھی بن گیا
لطف باری ایں پلنگ و رنگ را	الف داد و برد زیشاں جنگ را
خدا کی مہربانی ہے کہ اس تیندوے اور پہاڑی بکرے کو	محبت عطا فرما دی اور ان کی مخالفت ختم کر دی
لطف حق ایں شیر را و گور را	الف داد ست ایں دو ضد را در وفا
اللہ کا کرم ہے کہ شیر اور گورخر	دو مخالفوں کو وفاداری میں الفت عطا کر دی
چوں جہاں رنجور و زندانی بود	چہ عجب رنجور گر فانی بود
جب دنیا بیمار اور قیدی ہو	تو کیا تعجب ہے اگر بیمار فانی ہو

(دشمن دار دشمن دراندہ دیگرے چنانچہ دوست در جوہر اصل رنگ بز کوہی الف بالکسر الفت ان اشعار میں بیان ہے اس جمع اضداد مذکورہ بالا کے عجب اور عارضی ہونے کا اور اس سے زندگانی دنیا کے ناپائیدار ہونے پر استدلال کرنے کا پس فرماتے ہیں کہ اس کا تو تعجب نہیں ہوتا کہ میش گرگ سے بھاگ نکلے یہ البتہ عجیب ہے کہ میش گرگ سے دلبستگی کرنے لگے یعنے اضداد کا متفرق ہونا عجیب نہیں مجتمع ہونا عجب ہے اور حقیقت زندگانی (دنیا) کی ان اضداد کی صلاح اور جمعیت ہے اور موت کی حقیقت یہ ہے کہ سب اضداد اپنے اپنے اصول میں جا ملیں (یہ اس استدلال کا ایک مقدمہ ہے) اور ظاہر ہے کہ دشمنوں کی صلح محض عارضی و عارضی ہوتی ہے اور انجام کار پھر مخالفت اور مفارقت ہی کی طرف میلان ہوتا ہے (یہ دوسرا مقدمہ ہوا اس استدلال کا پس دونوں مقدموں سے یہ نتیجہ نکلا کہ زندگانی دنیا محض بے بقاء و عارضی ہے آگے ان ہی مقدمات اور نتیجہ کی تفصیل و تصریح ہے (کہ) زندگانی صرف صلح اضداد کی بدولت ہے اور موت یہی ہے کہ ان میں اختلاف و افتراق ممکن جاوے پس اس دنیا میں جو عمر ہے وہ تو صلح اضداد کا نام ہے اور عمر باقی (جو بعد موت ہوگی) جنگ اضداد کا نام ہے (جو حقیقت موت کی ہے اب ان اضداد میں جو عناصر ہیں ان کی جنگ تو یہ ہے کہ ان میں جو اتصال و تماس حاصل ہے یہ جاتا رہے ہر ایک اپنے کرہ میں مل جاوے اور جو لطائف ہیں ان کی جنگ ان عناصر سے یہ ہے کہ ان کا تعلق اس جسم عنصری سے منقطع ہو چنانچہ بعد مرگ یہی ہوتا ہے مگر یہ افتراق عمر جاودانی کی شرط ہے کہ اس سے ایک بار تقدیم ضروری ہے اس کے لئے لازم و دائم نہیں کیونکہ یہ یقینی ہے کہ حشر میں پھر یہ افتراق زائل ہو کر سب اضداد میں بدستور اجتماع ہو جاوے گا چند روز کے واسطے مصلحت کے لئے (یہ اضداد اپنے اضداد کے ساتھ وفا و مہربانی میں لگ رہے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اخیر کو ہر ایک اپنی اپنی اصل کی طرف لوٹ جاوے گا۔ اور اپنے جنس (یعنی نوع) کے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ محض لطف الٰہی نے ان اضداد کو متضاد ہونے میں مثل پتنگ اور بز کوہی کے ہیں الفت دیدی ہے اور ان سے اختلاف کو رفع کر دیا ہے اور اسی لطف الٰہی نے اس شیر و گور خر کو (یعنی اضداد کو) صفت وفاداری میں اجتماع دیدیا (یہ سب تحقیق ہے مقدمات کی پس جب (تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ) یہ جہاں رنجور یعنی متغیر اور محبوس یعنی محکوم قضا ہے تو اگر رنجور مر جاوے تو تعجب کی کیا بات ہے (یعنی اس عالم کا فنا ہو جانا کچھ بعید نہیں اور جب شارع نے اس کے وقوع کی خبر دیدی تو وہ غیر بعید محقق اور ثابت ہو گیا یہ مضمون نتیجہ ہے ان مقدمات کا اور عجب نہیں کہ مقصود مولانا کا ان تمام تغیرات کے بیان کرنے سے اسی زوال و فناء کا ثابت کرنا ہوتا کہ طالب حق اس فانی سے تعلق نہ بڑھاوے اور ان حوادث سے محدث کی طرف متوجہ ہو کر اس کی طلب میں سرگرم ہو اب پھر قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ) اس خرگوش نے اسی قبیل کے بہت سے مضامین (عظیہ شیر کے روبرو بیان کئے اور کہا کہ میں ایسے ہی موانع کی وجہ سے (کہ جن سے تمام اجزاء عالم متغیر و مغلوب ہو رہے ہیں پیچھے کو رہا جاتا ہوں (اور آگے نہیں بڑھ سکتا)

پرسیدن شیر سبب پائے واپس کشیدن خرگوش را و جواب او

شیر کا خرگوش سے رکنے کا سبب پوچھنا اور اس کا جواب

خواند بر شیر او ازیں رو پندہا	گفت من پس ماندہ ام زیں بندہا
اس نے شیر کو اس قسم کی نصیحتیں سنائیں	بولا میں ان رکاوٹوں کی وجہ سے پیچھے رہا ہوں
شیر گفتش تو ز اسباب مرض	ایں سبب گو خاص کاینستم غرض
شیر نے اس سے کہا مرض کے اسباب میں سے	خاص سبب بتا۔ کہ میرا مقصد یہ ہے
پارائے واپس کشیدی تو چرا	مید ہی بازیچۂ واہی مرا
تو پیچھے کیوں ہٹا	(کیا) تو مجھے سست اور بیہودہ دھوکا دے رہا ہے
گفت آں شیر اندریں چہ ساکن ست	اندریں قلعہ ز آفات ایمن ست
خرگوش نے کہا وہ شیر اس کنویں میں مقیم ہے	وہ اس قلعہ میں آفتوں سے محفوظ ہے
یار من بستاندہ از من چاہ برد	برگرفتش از رہ و بے راہ برد
میرے دوست (خرگوش) کو مجھ سے الگ کر کے کنویں میں لے گیا	راستہ چلتے اس کو پکڑ لیا اور غلط راستہ پر لے گیا

(غرض مقصود دروا ہی بلال مہملہ زیرک و چالاک یعنی شیر نے کہا کہ (تو نے اب تک مجملاً بتلایا ہے کہ میرے اندر کوئی اثر عظیم آ گیا مگر اس کی تعیین نہیں کی کہ وہ کیا ہے تو اب (اپنے مرض (خوف) کے اسباب (مختلفہ) میں

www.besturdubooks.wordpress.com

سے وہ خاص سبب بتلا کہ میرا مقصود اس کا دریافت کرنا ہے (تو بتلا) تو نے پاؤں کو پیچھے کیوں ہٹایا ارے مکار تو مجھ کو چکمہ دیتا ہے خرگوش نے کہا کہ (وہ خاص سبب یہ ہے کہ) وہ شیر (جس کا میں نے تم سے بیان کیا تھا) اس کنویں کے اندر رہتا ہے اور اس قلعہ میں تمام آفات سے بے فکر ہے میرے یار کو (کہ خرگوش تھا) مجھ سے چھین کر اس کنویں میں جار کھا ہے اور راستہ سے اس کو اچک کر بے راستہ لے گیا (کہ وہاں جانے کا راستہ ہی نہیں)

زانکہ در خلوت صفائے ہادل ست	قعر چہ بگزید ہر کو عاقل ست
اس لئے کہ تنہائی میں دل کی صفائیاں ہیں	جو سمجھدار ہے اس نے کنویں (جیسی) گہرائی اختیار کر لی
سر نہ بردآں کس کہ گیرد پائے خلق	ظلمت چہ بہ کہ ظلمت ہائے خلق
جو شخص لوگوں کے پاؤں پکڑے ' سر نہیں بچا سکتا ہے	مخلوق کی سیہ کاریوں سے کنویں کا اندھیرا بہتر ہے

یہ انتقال مناسبت ذکر چاہ کے فضیلت خلوت کی طرف یعنی جو عاقل ہے وہ قعر چاہ کو (اپنے اپنے کے لئے اختیار کرے گا کیونکہ خلوت میں قلب کو خوب صفائی حاصل ہوتی ہے اور اگر ظلمت چاہ نا گوار ہو تو یہ سمجھو کہ ظلمت خلق سے (جو کہ ان کے ساتھ اختلاط کرنے سے قلب میں پیدا ہوتی ہے) ظلم چاہ بہتر ہے (اس لئے ظلمت چاہ کو گوارا کرنا چاہئے جو شخص لوگوں کے پاؤں پکڑتا پھرے گا یعنی تحصیل اغراض کے لئے ان سے اختلاط کرے گا اور ان کی خوشامد کرے گا اس کا سر سلامت نہ رہے گا (یعنی حیات معنوی اس کی برباد ہو جاوے گی)

ف: قول فیصل باب خلوت میں یہ ہے کہ جس شخص کو کوئی ضروری حاجت دینی یا دنیوی نہ دوسروں سے متعلق ہو نہ دوسروں کی کوئی ایسی ہی حاجت اس شخص سے متعلق ہو اس کے لئے خلوت جائز بلکہ افضل ہے خصوصاً ایام فتن وشرور میں یا جبکہ مخالطت کے خلجانات وتشویشات اور ایذاؤں پر صبر کرنے کی توقع وہمت نہ ہو احادیث میں جو ترغیب خلوت کی آئی ہے وہ ایسی ہی حالت میں ہے جیسے حدیث میں ہے ورجل معتزل فی شقف جبل او غنیمۃ یودی حقھا ویعبداللہ او کما قال 'اور جس شخص کو دوسرے سے یا تو کوئی حاجت ضروری ہو خواہ دنیوی ہو جیسے تحصیل نفقہ عیال جبکہ توکل پر قادر نہ ہو خواہ دینی ہو مثل تحصیل علوم ضروریہ اس کے لئے خلوت جائز نہیں اسی طرح اگر اس کے ساتھ اخلاق کی حاجات دنیویہ یا دینیہ متعلق ہوں تو بھی خلوت جائز نہیں اور بعض احادیث سے جو نہی خلوت کی مفہوم ہوتی ہے وہ محمول ایسی ہی دونوں حالتوں پر ہے جیسے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تبتل سے منع فرمایا گیا کہ اس وقت ان کو بھی تحصیل علوم دین کی حاجت تھی (ادھر مسلمانوں کو بھی ان کی طرف دینی حاجت تھی بالخصوص اعلاء کلمۃ اللہ تو ترقی اسلام میں بہت بڑی ضرورت تھی یہ تفصیل تو اس خلوت میں ہے جس کو بطریق عادت دائمی کے اپنے لئے تجویز واختیار کرے ایک خلوت چند روزہ ہے جن کی ضرورت اس وقت مبتدی سلوک کے لئے واقع ہوتی ہے اور صحابہ کو اس کی حاجت نہ تھی وجہ یہ کہ مقصود اصلی تو تحصیل نسبت قلبیہ مع اللہ ہے اور وہ بدون یکسوئی قلب کے میسر نہیں ہوتی پس صحابہ کو بوجہ وسعت ظرف کے

www.besturdubooks.wordpress.com

مشاغل جلوت اس یکسوئی سے مانع نہ تھے کما قال تعالیٰ لا تلهيهم تجارة لا بيع عن ذكر الله اور ہم لوگوں کے ظرف اس قدر وسیع نہیں لہذا جب تک تعلقات جلوت کی تقلیل نہ کی جاوے اس وقت تک یکسوئی جو موقوف علیہ تحصیل نسبت کا ہے حاصل نہیں ہوتی اس لئے اس کی ضرورت چند روز کے لئے ہوتی ہے حتی کہ جب ملکہ یادداشت راسخ ہو جاوے پھر اسی تفصیل مذکور میں یہ شخص بھی داخل ہو جاتا ہے مولانا کے یہ اشعار زیادہ تر مبتدی سلوک کی حالت پر چسپاں ہیں بقرینہ اس قول کے۔

ے زانکہ در خلوت صفاہائے دل ست

کیونکہ خلوت بغرض تصفیہ قلب مبتدی ہی کو اختیار کرنا پڑتی ہے بخلاف اور طبقات کے کہ اس کے اغراض و مقاصد دوسرے ہوتے ہیں مثل اجتناب فتن وغیرہا۔

گفت پیش از زخم اورا قاہرست	تو ببیں کاں شیر در چہ حاضرست
اس نے کہا آگے آمیرا اس پر زخم لگا قہر ڈھانے والا ہے	تو دیکھ لے کہ وہ شیر کنویں میں موجود ہے
گفت من سوزیدہ ام زاں آتشی	تو مگر اندر بر خویشم کشی
اس نے کہا، میں اس آتشی مزاج سے جلا ہوا ہوں	ہاں! اگر تو مجھے اپنی بغل میں لے لے
تا بہ پشت تو من اے کان کرم	چشم بکشایم بچہ در بنگرم
تا کہ اے کرم کی کان! تیری مدد سے	میں آنکھ کھولوں، کنویں میں دیکھوں
من بہ پشت تو توانم آمدن	کہ نگہدارم دراں چہ بے رسن
میں تیری مدد سے (آگے) آ سکتا ہوں	تاکہ بلا رسی کے اس کنویں میں نگاہ ڈالوں

یعنی شیر نے کہا کہ (تو ذرمت) بیدھڑک آگے چلا آ ذرا یہ دیکھ لے کہ وہ کنویں میں موجود بھی ہے پھر دیکھنا ہے کہ میرے زخم سے ابھی اس کا کام تمام ہوا جاتا ہے خرگوش نے کہا کہ میں اس آتشی مزاج شیر سے خود ہی (مارے ہیبت کے) خاکستر ہوا جاتا ہوں بھلا میری ہمت کہاں کہ آگے بڑھ کر اس کو دیکھوں ہاں اگر تم مجھ کو اپنی بغل میں لے لو تو آپ کی تقویت پر آنکھ کھول کر کنویں میں دیکھ سکتا ہوں۔

نظر کردن شیر در چاہ و دیدن عکس خود را و عکس آں خرگوش

شیر کا کنویں میں جھانکنا اور اپنے اور اس خرگوش کے عکس کو دیکھنا

چونکہ شیر اندر بر خویشش کشید	در پناہ شیر تا چہ می دوید
جب شیر نے اس کو اپنی بغل میں لے لیا	شیر کی حفاظت میں وہ کنویں تک دوڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ در چہ بنگریدند اندر آب	اندر آب از شیر واو در تافت تاب
جب انہوں نے کنویں کے پانی میں دیکھا	پانی میں شیر اور اس کی جھلک دکھائی دی
شیر عکس خویش دید از آب تفت	شکل شیر و در برش خرگوش زفت
شیر نے گرم مزاجی میں پانی میں اپنا عکس دیکھا	شیر کی شکل اور اس کی بغل میں موٹا خرگوش
چونکہ خصم خویش را در آب دید	مرورا بگذاشت اندر چہ دوید
جب اس نے پانی میں اپنے دشمن کو دیکھا	اس کو چھوڑ دیا اور کنویں میں دوڑ گیا
در فتاد اندر چہے کو کندہ بود	زانکہ ظلمے برسرش آئندہ بود
اس کنویں میں جا گرا جو اس نے کھودا تھا	کیونکہ ظلم اس کے سر پڑنے والا تھا

(تاب عکس تفت شتاب۔ زفت فربہ یعنی جب شیر نے اس کو بغل میں لے لیا تو وہ شیر کی حفاظت میں ہو کر کنویں کی طرف چلا اور جب دونوں نے کنویں میں جھانک کر دیکھا تو پانی میں شیر کا اور اس خرگوش کا عکس پڑا شیر نے معاً پانی کے اندر دیکھا کہ ایک تو بڑا بھاری شیر ہے اور ایک موٹا سا خرگوش ہے (اور واقع میں ان ہی دونوں کا عکس تھا) جونہی شیر نے (اپنے خیال میں) اپنے حریف مقابل کو پانی میں دیکھا بس خرگوش کو تو الگ پھینکا اور دم سے کنویں کے اندر کود پڑا (خرگوش کو اسی لئے پھینک دیا ہوگا کہ ایک خرگوش کو تو وہ کنویں والا شیر لے چکا ہے اب یہی بچا ہے اس شیر کا کام تمام کر کے اس خرگوش کو غذا بناؤں گا) مولانا فرماتے ہیں کہ اس شیر نے جو کنواں (ظلم کا) اوروں کے لئے یعنی نخچیروں کے لئے) کھودا تھا وہ شیر اسی کنویں میں جا گرا کیونکہ اس کا ظلم ضرور اس کے سر پر آنے والا تھا (چونکہ وقوع چاہ کا سبب اس کا ظلم تھا اس لئے اس حسی کنویں کو اس چاہ معنوی کا عین مجازاً قرار دے دیا گیا اور باوجودیکہ شیر حیوان غیر مکلف ہے پھر اس کے فعل کو ظلم کہنا باعتبار واقع کے نہیں بلکہ ان نخچیروں کے باعتبار سے ہے یعنی ان کے حق میں تو اس فعل کا اثر مثل اثر ظلم کے تھا پس یہ ظلم اضافی ہے نہ حقیقی)

چاہ مظلم گشت ظلم ظالماں	ایں چنیں گفتند جملہ عالماں
ظالموں کا ظلم اندھیرا کنواں تھا	تمام عالموں نے یہی کہا ہے
ہر کہ ظالم تر چہش باہول تر	عدل فرمودست بدتر را بتر
جو زیادہ ظالم ہے اس کا کنواں زیادہ خوفناک ہے	انصاف نے فرمایا ہے بدتر کو بدتر
ایکہ تو از ظلم چاہے میکنی	از برائے خویش دامے می تنی
اے وہ کہ تو ظلم کر کے کنواں کھودتا ہے	خود اپنے لئے جال تنتا ہے
برضعیفاں گر تو ظلمے میکنی	داں کہ اندر قعر چاہ بے بنی
اگر تو کمزوروں پر ظلم کرتا ہے	سمجھ لے کہ تو اتھاہ کنویں کی گہرائی میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرد خود چوں کرم پیلہ بر متن	بہر خود چہ میکنی اندازہ کن
ریشم کے کیڑے کی طرح اپنے چاروں طرف نہ تن	تو اپنے لئے کنواں کھود رہا ہے اندازے سے کھود
مر ضعیفاں را تو بے خصمے مداں	از نبے اذا جاء نصر اللہ بخواں
تو کمزوروں کو بے حمایتی نہ سمجھ	قرآن سے اذا جاء نصر اللہ کو پڑھ لے
گر تو پیلی خصم تو از تو رمید	نک جزاء طیراً ابابیلت رسید
اگر تو ہاتھی ہے تیرا مدمقابل تجھ سے بھاگ گیا	دیکھ! طیرا ابابیل کی سزا تیرے پاس پہنچ گئی ہے
گر ضعیفے در زمیں خواہد اماں	غلغل افتد در سپاہ آسماں
اگر کوئی کمزور زمین میں امان کا خواہاں ہوتا ہے	آسمان کے سپاہیوں میں شور مچ جاتا ہے
گر بدندانش گزی پر خوں کنی	درد دندانت بگیرد چوں کنی
اگر تو اسے دانتوں سے کاٹ کر لہولہان کر دے گا	تجھے دانتوں کا درد آ پکڑے گا تو کیا کرے گا

(بے بن بے نہایت بے بضم نون وکسر یا رو بائے مجہول قرآن و بیائے فارسی ہم آمدہ و بکسر اول نیز گفتہ اند و امالہ جائز نیست زیرا کہ مہموز اللام ممال نگردد۔ یہ انتقال ہے طرف وعظ کے بمناسبت ذکر چاہ کے) یعنی ظالموں کا ظلم چاہ تاریک ہو جاتا ہے (یعنی سبب ہوتا ہے اس قسم کی ہولناک جزاء کا) تمام اہل علم نے اسی طرح فرمایا ہے اور جس قدر کسی کا ظلم زیادہ ہوگا اس کا چاہ ہولناک زیادہ ہوگا کیونکہ صفت عدل الٰہی تو فصل تدبر کے لئے جزائے بدتری تجویز فرماتی ہے پس تو جو ظلم کا کنواں کھود رہا ہے واقع میں اپنے ہی لئے جال بچھا رہا ہے تو جو ضعیفوں پر ظلم کر رہا ہے خوب سمجھ لے کہ بے انتہا عمیق کنویں کے اندر جانے کا سامان کر رہا ہے تو اپنے گرد کرم ابریشم کی طرح کیوں تار لپیٹ رہا ہے (ریشم کے کیڑے کا قاعدہ ہے کہ اپنا لعاب کہ مادۂ ابریشم سے نکال نکال کر اپنے اوپر لپیٹتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں مرجاتا ہے مطلب مصرعہ کا یہ ہوا کہ اپنی ہلاکت کی کیوں کوشش کر رہا ہے) واقع میں اپنے لئے کنواں کھود رہا ہے تو اندازہ سے کھود (یعنی جس قدر سزا کا تحمل کر سکو اتنا ظلم کرو اور ظاہر ہے کہ سزا کا بالکل تحمل نہیں ہو سکتا پس مطلب یہ ہوا کہ ظلم بالکل مت کرو) اور ضعیفوں کو یوں نہ سمجھو کہ ان کی طرف سے کوئی مقابلہ کرنے والا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ ان کا ناصر ہے) اور قرآن مجید میں اذا جاء نصر اللہ پڑھ کر دیکھ لو (کہ رسول اللہ ﷺ کی باوجود ضعف ظاہری و بے سامانی کے اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ جیسے اقویاء کے مقابلہ میں کس طرح نصرت فرمائی جس کا اس آیت میں ذکر ہے) اگر (بالفرض) تو (قوت میں) ہاتھی کے برابر ہوا اور تیرا مقابل (ضعیف) تجھ سے بھاگ ہی گیا تو (کیا ہوا) فوراً سزا میں طیراً ابابیل تیرے سر پر پہنچ جاوے گا (یعنی جس طرح اصحاب الفیل طیراً ابابیل یعنی پرندوں کی جماعت سے ہلاک کئے گئے تھے تو بھی ہلاک کیا جاوے گا اور ممکن

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ کسی بہت ہی ضعیف وحقیر مخلوق کو تیرے پر مسلط کیا جاوے) جس وقت کوئی ضعیف زمین میں پناہ مانگتا ہے تو تمام جنود آسمانی (ملائکہ) میں ایک غلغلہ پڑ جاتا ہے اور اگر اس ضعیف کو تو نے دانت سے کاٹ کر پر خون کر دیا اور دردِ دندان میں مبتلا ہو گیا تو اس وقت کیا کرے گا (دردِ دندان یا تو حقیقی معنے پر محمول ہے یا مطلق تکلیف شدید مجازاً مراد ہے خلاصہ ان سب اشعار کا مذمت ہے ظلم کی۔

شیر خودرا دید در چہ وزغلو	خویش را نشاخت آندم از عدو
شیر نے اپنے آپ کو کنویں میں دیکھا اور غلو کی وجہ سے	اپنی ذات اور دشمن میں اس وقت امتیاز نہ کر سکا
عکس خودرا او عدو خویش دید	لاجرم برخویش شمشیرے کشید
اس نے اپنے عکس کو اپنا دشمن سمجھا	لامحالہ اپنے اوپر تلوار سونت لی

یعنی شیر نے کنویں کے اندر اپنے کو دیکھا تھا مگر چونکہ اس کو غیظ وغضب میں اس وقت غلو تھا اس وجہ سے اپنے کو اپنے دشمن سے تمیز نہ کر سکا (کہ کنویں میں خود میری شکل ہے یا وہ خرگوش کا بتلایا ہوا شیر ہے) اس نے اپنی ذات کو اپنا دشمن (غلطی سے) سمجھا اس لئے اپنے ہی اوپر اس نے تلوار چلائی (یعنی حملہ کیا)

اے بسا ظلمے کہ بینی درکساں	خوئے تو باشد درایشاں اے فلاں
اے ظالم! ظلم (کی صفت) جو تو لوگوں میں دیکھتا ہے	اے فلاں! وہ اکثر تیری ہی خصلت ان میں ہوتی ہے
اندر ایشاں تافتہ ہستی تو	از نفاق و ظلم و بدمستی تو
ان میں تیری ہستی نمایاں ہو رہی ہے	تیرے نفاق اور تیرے ظلم اور تیری بدمستی سے
آں توئی واں زخم برخود میزنی	برخود آں دم تار لعنت می تنی
وہ تو ہی ہے اور وہ زخم تو اپنے آپ پر لگا رہا ہے	اور تو اس وقت اپنے اوپر لعنت کے تار تن رہا ہے
درخود ایں بدرانمی بینی عیاں	ورنہ دشمن بودۂ خودرا بجاں
تو اس بدی کو اپنے اندر نمایاں نہیں پاتا ہے	ورنہ تو خود اپنی جان کا دشمن بنا ہوا ہے
حملہ برخود میکنی اے سادہ مرد	ہمچوں آں شیرے کہ برخود حملہ کرد
اے بیوقوف! تو اپنے اوپر حملہ کرتا ہے	اس شیر کی طرح جس نے اپنے اوپر حملہ کیا
چوں بقعر خوئے خود اندر رسی	پس بدانی کز تو بود آں ناکسی
جب تو اپنی عادت کی گہرائی پر پہنچے گا	پھر تو جانے گا کہ وہ نالائقی تیری ہی تھی
شیر را در قعر پیدا شد کہ بود	نقش او آں کش دگر کس می نمود
شیر کو گہرائی میں جا کر معلوم ہوا کہ	وہ اس کا اپنا ہی عکس تھا جو دوسرے کا نظر آ رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ دندان ضعیفے میکند	کار آں شیر غلط بیں میکند
جو کسی کمزور پر ظلم کرتا ہے	وہ اس غلط بیں شیر کا کام کرتا ہے
اے بدیدہ خال بد بر روئے عم	عکس خال تست آں از عم مرم
اے چچا کے چہرے پر بدنما تل دیکھنے والے!	وہ تیرے تل کا عکس ہے، چچا سے نفرت نہ کر

(ان اشعار میں انتقال ہے شیر کے حال سے عام لوگوں کے حال کی طرف کہ جس طرح شیر نے اپنی ذات کو دوسرے کی ذات سمجھا تھا اسی طرح بعضے لوگ دوسروں کے اندر صفات ذمیمہ سمجھتے ہیں اور درحقیقت وہ اپنے ہی اندر ہوتے ہیں اور یہ امر بکثرت واقع ہوتا ہے اور اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک یہ کہ دوسرے میں جو عیب نظر آتا ہے وہ بعینہ اسی کا عیب ہو جیسے کوئی شخص بخیل ہو اور وہ دوسرے کریم النفس کو دیکھے کہ کسی جگہ اس نے خرچ میں تنگی کی تو وہ تنگی کو کسی مصلحت پر مبنی ہو مگر یہ بخیل بحکم المرء یقیس علی نفسہ اس کو بخل ہی پر محمول کرے گا اور دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرے میں جو امر کہ واقع میں عیب نہیں موجب عیب معلم ہوتا ہے وہ بعینہ تو اس گمان کرنے والے میں نہیں لیکن اس میں کوئی دوسرا عیب ہے اور وہ منشاء ہو گیا ہے دوسرے شخص کے غیر عیب کو عیب سمجھنے کا مثلاً کسی شخص نے براہ خیر خواہی زید کو اس کی کسی غلطی پر آگاہ کیا اور زید نے اس کو عناد اور تحقیر پر محمول کیا اور اس ناصح کو ان صفات ذمیمہ کے ساتھ موصوف سمجھا اور واقع میں اس میں صفت عناد و تحقیر کی نہیں ہے بلکہ خود زید میں عیب تکبر و نخوت کا ہے جو منشاء اور سبب ہو گیا ہے ناصح کی حق گوئی کو عناد سمجھ جانے کا یا مثلاً کسی حاکم عادل کو اقامت حدود کرتے دیکھا اور اس کو ظالم سمجھا جس کا منشاء اس شخص کی صفت جہل ہے مولانا کا کلام دونوں صورتوں پر محمول ہو سکتا ہے جس میں بعض اشعار صورت اولی پر زیادہ چسپاں ہوتے ہیں اور بعض صورت ثانیہ پر چنانچہ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے پس فرماتے ہیں کہ) بہت سے ظلم و ستم تم کو دوسروں کی جانب سے معلوم ہوتے ہیں اور وہ واقع میں تمہاری ہی خصلت ہوتی ہے جو ان میں نظر آتی ہے ان کے اندر تمہاری انانیت جھلک رہی ہے جس کا نام نفاق و ظلم و بدمستی ہے سو وہ عیب دار واقع میں تو ہے اور وہ زخم (سب و شتم و شکایت کا) اپنے ہی اوپر لگا رہے ہو (کیونکہ جس صفت پر لعنت ملامت کا مدار سمجھتے ہو وہ تمہارے اندر ہے پس واقع میں مورد ملامت تم ہوئے نہ کہ وہ) اور اس وقت اپنے ہی اوپر لعنت بھیج رہا ہو مگر اپنے اندر تم کو وہ عیب نظر نہیں آتا ورنہ خود اپنے مخالف) اور اپنے سے نفرت کرنے والے بن جاتے اسی وجہ سے واقع میں اپنے اوپر حملہ کر رہے ہو جس طرح اس شیر نے اپنے اوپر حملہ کیا تھا اور جب اپنے اخلاق کی تہ میں پہنچو گے (یعنی نظر تعمق سے حقائق اخلاق کو دیکھو گے) اس وقت جانو گے کہ واقعی یہ نالائقی میری ہی تھا جیسا شیر کو بھی کنویں ہی کی تہہ میں معلوم ہوا کہ وہ اسی کا نقش و عکس تھا جو اس کو دوسرا شخص دکھلائی دیا تھا اسی طرح جو شخص کسی ضعیف و غریب پر (اس کی غیر خطا کو خطا سمجھ کر ظلم کرتا ہے وہ اسی شیر غلط بین کا سا عمل کرتا ہے (کہ ظاہرا دوسرے کو ضرر پہنچاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا اور وہ مضرت اسی پر پڑی اسی طرح ظاہر میں یہ شخص دوسرے کو تکلیف دیتا ہے مگر اس کا انجام خود اس کو بھگتنا پڑے گا حاصل یہ کہ تم جو دوسرے مسلمان کے چہرہ پر بدنما خال دیکھ رہے ہو وہ حقیقت میں تمہارے خال کا عکس ہے اس مسلمان سے نفرت مت کرو چونکہ سب مسلمان بھائی ہیں تو وہ دوسرا مسلمان چونکہ اس مخاطب کے مسلمان باپ کا بھی بھائی ہوگا اس لئے اس کو لفظ عم سے تعبیر کیا اور خال و عم میں جو صنعت لفظی ہے مخفی نہیں۔

مومناں آئینۂ یکدیگر اند	ایں خبر را از پیمبر آورند
مومن ایک دوسرے کا آئینہ ہے	یہ حدیث رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیان کی ہے
پیش چشمت داشتی شیشہ کبود	زاں سبب عالم کبودت می نمود
تو نے اپنی آنکھوں پر اندھا چشمہ لگایا ہے	اس وجہ سے تجھے دنیا تاریک نظر آرہی ہے
گرنہ کوری ایں کبودی داں زخویش	خویش را بد گو مگو کس را تو پیش
اگر تو اندھا نہیں ہے تو یہ تاریکی اپنی طرف سے سمجھ	اپنے آپ کو برا کہہ آئندہ کسی کو برا نہ کہہ
مومن ار ینظر بنور اللہ نبود	عیب مومن را برہنہ چوں نمود
اگر مومن "ینظر بنور اللہ" نہیں تھا	تو اس نے مومن کا عیب صاف کیسے بتا دیا
چونکہ تو ینظر بنار اللہ بدی	نیکوئی را ندیدی از بدی
چونکہ تو ینظر بنار اللہ تھا	(اس لئے) نیکی کو بدی سے نہ پہچان سکا
اندک اندک آب برآتش بزن	تاشود نار تو نور اے بوالحزن
آگ پر تھوڑا تھوڑا پانی چھڑک	اے غمگین! تاکہ تیری آگ نور بن جائے

(ابوالحزن صاحب غم محض برائے بیت اوپر بیان تھا کہ جو شخص دوسرے میں عیب بتلاوے وہ اسی کا عیب ہوتا ہے اس سے شبہ ہوسکتا تھا کہ کاملین بھی تو طالبین کے عیوب نفس پر یا مصلحین عوام کے عیوب قولی و فعلی پر اطلاع دیا کرتے ہیں تو لازم آتا ہے وہ عیوب بھی خود ان کاملین و مصلحین کے ہوں گے جیسا ہماری نسبت اوپر کہا گیا ہے مولانا اس شبہ کو دفع کرتے ہیں اور مخاطب بالا اور اہل کمال میں فرق بیان کرتے ہیں خلاصہ اس فرق کا یہ ہے کہ تمہاری نظر تو نفسانی ہے جس میں غلط بینی ہوتی ہے اور کاملین کی نظر ایمانی ہے اور اس میں غلطی نہیں ہوتی اور نظر ایمانی سے مراد یہ ہے کہ اس میں اپنی کوئی ذاتی غرض یا تعصب یا جہل یا غیظ و غضب نہ ہو محض براہ شفقت دوسرے شخص کی حالت کی جانچ کی ہو اور نظر نفسانی وہ جس کا منشاء امور مذکورہ سے کوئی امر ہو پس ارشاد فرماتے ہیں کہ) اہل ایمان باہم ایک دوسرے کے آئینہ کی طرح اظہار عیب کر دیتے ہیں اور اس روایت کو پیغمبر ﷺ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

نقل کرتے ہیں (کیونکہ حدیث ہے المومن مراۃ المومن مطلب یہ کہ لفظ مومن کے عنوان سے حدیث میں تعبیر کرنا دلالت کرتا ہے کہ حیثیت ایمان سے جو ارادہ و اظہار ہوگا وہ معتبر و معتد بہ ہے) اور تم نے چونکہ اپنی چشم عقل کے روبرو نیلی عینک لگا رکھی ہے اس سبب سے تمام عالم تم کو نیلا نظر آتا ہے (یعنی تم نے سادگی ایمان سے دوسرے کے حالات میں نظر نہیں کی بلکہ اس نظر اور اس منظور الیہ کے درمیان خود تمہاری کوئی صفت ذمیمہ مثل جہل وعناد وغیرہ حائل ہے اس لئے دوسرے عیب دار نظر آتے ہیں جیسے کوئی شخص نیلی عینک لگا کر دیکھے تو سب چیزیں نیلگون نظر آویں گی پس تم میں اور اہل کمال میں یہ فرق نکلا اگر تم کور باطن نہ ہو تو اس کبودی کو (یعنی صفت ذمیمہ کو جو منشاء ہو گیا دوسروں کو عیب دار سمجھنے کا) اپنے ہی اندر سمجھو اور اپنے آپ کو برا کہو کسی دوسرے کو برا مت کہو (بخلاف مومن کے جو نظر ایمانی سے دیکھتا ہے کہ اس کا دیکھنا صحیح ہے کیونکہ اگر مومن ینظر بنور اللہ کا مصداق نہ ہوتا (جیسا حدیث میں ہے اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی مومن کی فراست سے ڈرنا چاہئے وہ بے شک اللہ کے نور سے دیکھتا ہے اور اللہ کے نور سے مراد وہی نظر ایمانی ہے غرض اگر وہ ناظر بنور اللہ نہ ہوتا) تو دوسرے مومن کے عیوب کو صاف صاف کیونکر دکھلا دیتا) کہ وہ واقع کے بھی مطابق ہوتا ہے) اور تم مصداق ہو ینظر بنار اللہ کے (نار اللہ سے مراد صفات نفسانی ہیں کیونکہ وہ سبب ہیں نار کا مجازاً ان کو نار کہہ دیا کما فی قولہ تعالیٰ یاکلون فی بطونہم نارا غرض چونکہ تم صفات نفسانی سے نظر کرتے ہو اس لئے دوسروں کی بدی دیکھنے میں ایسے مشغول ہوئے کہ اس کی نیکی سے مطلب غافل ہو گئے پس تم کو نظر صحیح کرنے کے لئے ضرورت ہے اس نار کے بجھانے کی اس کا طریقہ یہ ہے کہ) تھوڑا تھوڑا پانی (فیضان کاملین اہل نور کا) اس آگ پر ڈالتے رہو (یعنی کاملین کے فیوض کو وقتاً فوقتاً حاصل کرتے رہو اور ان سے علماً و عملاً مستفید ہوتے رہو اس وقت تمہاری نار البتہ نور ہو جاوے گا۔ (یعنی صفات ذمیمہ مبدل بہ صفات حمیدہ ہو جاویں گے۔

تو بزن یا ربنا آب طہور	تا شود این نار عالم جملہ نور
اے ہمارے رب تو پاک پانی چھڑک	تاکہ یہ دنیا کی آگ سب نور بن جائے
کوہ و دریا جملہ در فرمان تست	آب و آتش اے خداوند آن تست
پہاڑ اور دریا سب تیرے حکم کے ماتحت ہیں	اے خدا پانی اور آگ تیری ملکیت ہے
گر تو خواہی آتش آب خوش شود	ور نخواہی آب ہم آتش شود
اگر تو چاہے آگ عمدہ پانی بن جائے	اگر نہ چاہے تو پانی بھی آگ بن جائے
بے طلب تو این طلب ماں دادۂ	بیشمار و حد عطا بنہادۂ
بغیر مانگے تو نے ہمیں مرادیں دی ہیں	ان گنت اور بے شمار تو نے انعام فرمائے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

باطلب چوں ندہی اے حی ودود	کز تو آمد جملگی جودو وجود
اے حی ودود! تو مانگے پر کیوں نہ دے گا؟	جبکہ تمام بخشش اور ہستی تیری ہی طرف سے ہے
در عدم کئے بود مارا خود طلب	بے سبب کردی عطاہائے عجب
عدم میں کب ہمارا مطالبہ تھا	تونے بغیر مانگے عجیب نعمتیں عطا فرمائیں
جان و ناں داری و عمر جاوداں	سائر نعمت کہ ناید در بیاں
جانؔ رزق اور ابدی زندگیؔ عطا فرمائی	اور باقی نعمتیں جن کا بیان ناممکن ہے
بے شمار وحدہ عطا ہا دادہٗ	باب رحمت برہمہ بکشادہٗ
تونے ان گنت اور بے حد نعمتیں عطا فرمائیں	تونے سب پر رحمت کا دروازہ کھولا ہے
ایں طلب درما ہم از ایجاد تست	رستن از بیداد یارب داد تست
یہ ہمارا مانگنا بھی تیری ہی ایجاد ہے	اے خدا! ظلم سے نجات پانا تیری عطا ہے
بے طلب ہم میدہی گنج نہاں	رائیگاں بخشیدہٗ جان جہاں
تو بغیر مانگے پوشیدہ خزانے دے دیتا ہے	تونے دنیا کو جان مفت بخشی ہے
ھکذا انعم الی دارالسلام	بالنبی المصطفیٰ خیرالانام
جنت میں جانے تک اسی طرح انعام فرماتا رہ	سرور کائنات نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں

(اوپر ترغیب تھی نار کو نور سے مبدل کرنے کی اور یہ امر بظاہر دشوار تھا اس لئے جناب حق کی طرف التجا کرتے ہیں اور مقصود اشارہ ہے کہ سالک کو اپنے علم ومجاہدہ پر مغرور نہ ہونا چاہئے بلکہ ہمیشہ جناب باری تعالیٰ سے التجا کرتا رہے پس فرماتے ہیں کہ اے پروردگار آپ آب طہور (فیض رحمت) کو چھڑک دیجئے تاکہ یہ نار عالم صفات ذمیمہ تمام تر نور (صفات حمیدہ) بن جاوے کیونکہ (آپ کی حکومت وقدرت ایسی وسیع وعظیم ہے کہ) کوہ دریا سب آپ کے حکم میں ہیں اور آب وآتش آپ کے مملوک ہیں اس لئے آپ جو تصرف چاہیں ان میں کر سکتے ہیں اگر آپ چاہیں تو آتش فوراً آب خوش ہوجاوے اور اگر آپ چاہیں تو آب آتش ہوجاوے بلکہ خود ہماری یہ طلب والتجا بھی آپ ہی کی پیدا کی ہوئی ہے کہ ہمارے قلوب میں اس کو پیدا کردیا ہے اور تمام ظلم (یختی سے نجات پانا آپ ہی کی عطا ہے یا یوں کہو کہ یہ آپ ہی کی معدلت ہے (پس لفظ داد میں دو معنی کا احتمال ہوا ہم نے اس صفت طلب کو طلب بھی نہ کیا تھا ہم کو عنایت ہوگئی اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اگر ہر طلب سے پہلے ایک طلب کی ضرورت ہو تو تسلسل محال لازم آتا ہے اور تمام مخلوقات پر خزانہ احسان آپ نے کھول رکھا ہے اور بے شمار وبے تعداد

www.besturdubooks.wordpress.com

عطیات آپ نے دے ہیں اور دروازہ رحمت سب کے لئے کھول رکھا ہے آپ بلا طلب خزانہ مخفی بھی (یعنی خزانہ مالی یا باطنی دیتے ہیں اور جان اور نعمہائے جہاں سب مفت عنایت فرماتے ہیں کیونکہ حالت عدم میں ہماری طرف سے طلب کہاں تھی آپ نے بلا سبب یعنی بلا طلب عجیب عجیب عطائیں دی ہیں خان ومان دیا عمر جاودان دی (کیونکہ روح ابدی ہے گو ازلی نہیں اور باقی سب نعمتیں دیں جو بیان میں بھی نہیں آسکتیں کما قال اللہ تعالیٰ وان تعدوا نعمۃ اللہ لا تحصوھا) جس طرح اب تک نعمتیں دیتے رہے ہیں اسی طرح دار السلام میں داخل ہونے تک انعام دیتے رہیں ببرکت محمد مصطفیٰ ﷺ کے جو خیر الخلق ہیں بغرض جب بلا طلب یہ سب کچھ دیا تو طلب کرنے پر آپ کیوں نہ دیں گے کیونکہ تمام تر ہستی اور سخاوت جو عالم میں ہے) سب آپ ہی کی طرف سے ہے۔

مژدہ بردن خرگوش سوئے نخچیراں کہ شیر در چاہ افتاد

خرگوش کا شکاروں کے پاس خوشخبری لے جانا کہ شیر کنویں میں گر گیا ہے

چونکہ خرگوش از رہائی شاد گشت	سوئے نخچیراں رواں شد تا بدشت
خرگوش جب رہائی سے خوش ہوا	جنگل میں شکاروں کی طرف روانہ ہوا
شیر را چوں دید محو ظلم خویش	سوئے قوم خود دوید او پیش پیش
اس نے جب شیر کو اپنے ظلم میں جلا دیکھا	بہت تیز اپنی قوم کی طرف بھاگا
شیر را چوں دید کشتہ ظلم خود	میدوید او شادمان و بارشد
جب اس نے شیر کو اپنے ظلم سے ہلاک ہوتا دیکھ لیا	وہ خوش خوش سیدھے راستہ دوڑ رہا تھا
شیر را چوں دید در چہ گشتہ زار	چرخ میزد شادماں تا مرغزار
جب اس نے شیر کو بری حالت میں کنویں کے اندر دیکھ لیا	تو چراگاہ میں خوشی سے قلابازیاں کھاتا تھا
دست میزد چوں رہید از دست مرگ	سبز ورقصاں در ہوا چوں شاخ وبرگ
جب موت کے پنجے سے چھوٹا تالیاں بجاتا تھا	جس طرح شاخ اور پتے ہوا میں سبز اور رقصاں ہوتے ہیں

(یعنی جب خرگوش (شیر سے رہائی پا کر خوش ہوا تو دوسرے نخچیروں کی طرف خوش خوش ان کے صحرا کی طرف چلا جب شیر کو دیکھا کہ اپنے جزاء ظلم میں محو ہلاک ہو گیا اور کنویں میں زار ونزار ہو کر گر گیا تو اپنی قوم کی طرف تیز تیز شادمانی اور راستی سے کودتا اچھلتا مرغزار تک دوڑا جاتا تھا اور چونکہ موت کے ہاتھ سے بچ گیا تھا تالیاں بجاتا ناچتا چلا تھا جس طرح شاخ وبرگ ہوا میں سبز ورقصاں ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شاخ و برگ از حبس خاک آزاد شد	سر بر آورد و حریف باد شد
شاخ اور پتے مٹی کی قید سے آزاد ہوئے	تو سر ابھارا اور ہوا کے دوست ہو گئے
برگہا چوں شاخ را بشگافتند	تا بالائے درخت اشتافتند
پتوں نے جب شاخ کو چیرا	یہاں تک کہ درخت کے اوپر تک چڑھ گئے
بازبان شطاهٔ شکر خدا	می سراید ہر بر و برگے جدا
"شطاہ" کی زبان سے خدا کا شکر	ہر برگ و بار الگ الگ ادا کر رہا ہے
بے زباں ہر بار و برگ شاخہا	می ستاید شکر و تسبیح خدا
ہر پھل اور پتا اور شاخیں بغیر زبان کے	شکر و خدا کی تسبیح کا راگ گاتے ہیں
کہ بپرورد اصل مارا ذوالعطاء	تا درخت استغلظ آمد فاستویٰ
عطا کرنے والے نے ہماری جڑ کی پرورش کی	یہاں تک کہ درخت موٹا ہو گیا پھر سیدھا ہو گیا

(شطاہ شاخ سبزہ کہ اول از زمین برآید استغلظ قوی شد استویٰ استاد این ہمہ (اشارہ است بآیت سورہ فتح کزرع اخرج شطاہ فازرہ فاستغلظ فاستویٰ علی سوقہ الخ اوپر رقص خرگوش کو رقص شاخ و برگ سے تشبیہ دی تھی اس میں مشبہ بہ کا حال بیان کرنے لگے پس فرماتے ہیں کہ ان کے رقص کی وجہ یہ ہے کہ شاخ و برگ اول مجلس خاک سے آزاد ہو کر (جیسا خرگوش دست شیر سے آزاد ہوا تھا) باہر نکلے (کیونکہ پہلے تخم زمین کے اندر دفن تھا) اور ہوا کے رفیق ہو گئے کہ جدھر ہوا چلتی ہے ادھر اس کو بھی حرکت ہوتی ہے) پھر برگوں نے شاخ کو چیرا اور بالا ئے درخت تک چلے اس آزادی اور بالا رسی کی وجہ سے حالت شطاہ کی زبان سے ہر بار و برگ جدا جدا) یعنی اپنے اپنے طور پر) خدا تعالیٰ کا شکر ادا کر رہے ہیں تفسیر اس شکر کی کہ اوپر کے اس شعر میں گزر چکی ہے کہاں جہاں کہ صابر ست و کہ شکور جس کا حاصل یہ ہے کہ شکر ہوتا ہے حالت ملائمہ للطبع میں چونکہ یہ حالت درخت کی حالت طبعی کے مواتع ہے اس لئے اس کو شکر سے تعبیر کر دیا اور بلا اس متعارف زبان کے تمام پھل اور پتی اور شاخیں اللہ تعالیٰ کا شکر و تسبیح کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو صاحب عطا ہیں ہماری اصل کو (یعنی مادہ کو جس نے یہ سب چیزیں نکلیں پرورش کیا (یعنی نشوونما دیا) یہاں تک کہ درخت استغلظ کی حالت سے پھر استویٰ کی حالت میں آ گا یعنی یہ وجہ ہے ان کے شکر کی۔

ف: مولانا کے قول ہے بازبان شطاہ الخ میں ان چیزوں کی تسبیح حالی کا اثبات اور بے زبان ہر بار الخ میں تسبیح لسانی کی نفی مذکور ہے اس سے تسبیح حقیقی کی نفی کا توہم ہو سکتا ہے مگر یہ توہم غلط ہے کیونکہ تسبیح حقیقی کے لئے لسان کی ضرورت نہیں تکلم حقیقی کافی ہے سو تکلم بلا لسان بھی ممکن بلکہ واقع ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

قرب قیامت میں بعض جمادات ونباتات مثل احجار واشجار کلام کریں گے اور خود قیامت میں دست وپا کا کلام کرنا منصوص قرآنی ہے پس ممکن ہے کہ بلا لسان تسبیح حقیقی واقع ہو سو تسبیح لسانی کی نفی سے تسبیح حقیقی کی نفی لازم نہیں آتی اسی طرح حالی کا تسبیح حقیقی کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے اس لئے تسبیح حالی کے اثبات سے بھی تسبیح حقیقی کی نفی لازم نہیں آتی یا دوسری طالب علمانہ عبارت میں یوں کہا جاوے کہ تسبیح حالی و تسبیح حقیقی میں تضاد نہیں کہ ایک کا وجود دوسرے کے عدم کو مستلزم ہو اور تسبیح لسانی خاص ہے اور تسبیح حقیقی عام اور خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی ہے۔

جانہائے بستہ اندر آب وگل	چوں رہند از آب وگلہا شاد دل
پانی اور مٹی میں مقید جانیں	جب پانی اور مٹی سے خوشی کے ساتھ رہا کی جاتی ہیں
در ہوائے عشق حق رقصاں شدند	ہمچو قرص بدر بے نقصاں شدند
اللہ کے عشق کی ہوا میں ناچتی ہیں	چودھویں رات کے چاند کی طرح بے نقصان ہو جاتی ہیں
جسم شاں در رقص وجانہا خود مپرس	وانکہ گردد جاں ازانہا خود مپرس
ان کے جسم رقص کرتے ہیں جانوں کے متعلق تو نہ پوچھ	اور جو (جسم) جان بن جاتے ہیں انکے بارے میں بھی نہ پوچھ

(اوپر بیان تھا اشجار کی رہائی کا قید خاک سے اب بطور انتقال کے بیان ہے ارواح کی رہائی کا قید تعلقات جسمانیہ سے اور یہ انتقالات ہی زیادہ مقصود ہیں کیونکہ یہ کتاب جس فن میں ہی اس فن کے مسائل نظری وعملی ان انتقالات ہی میں مذکور ہیں اور باقی تو قصص ہیں جن کا مقصود نہ ہونا ظاہر ہے پس فرماتے ہیں کہ ارواح تو آب و گل یعنی جسم اور اس کے تعلقات) میں مقید ہیں جب وہ اس آب وگل سے شاد دل ہو کر رہائی پاتی ہیں یا تو موت اضطراری سے کہ مطلقاً ان کو جسم سے بے تعلقی ہو جاتی اور اس صورت میں مطلق ارواح مراد نہ ہوں گی بلکہ صرف ارواح عارفین کی تاکہ احکام آئندہ اس کے لئے ثابت ہو سکیں اور یا موت اختیاری سے یہ رہائی پاتی ہیں یعنی مجاہدہ وریاضت کر کے شہوات نفس کو قطع کرتی ہیں اور اس میں خاص تعلقات ذمیمہ کے اعتبار سے بے تعلقی ہوتی ہے بہر حال جب یہ بے تعلقی ورہائی ارواح کو میسر ہوتی ہے تو ہوائے عشق حق میں اس وقت وہ رقصاں یعنی فرحاں شاداں ہوتی ہیں اور قرص بدر کی طرح بے نقصان ہو جاتی ہیں (یعنی جس طرح بدر بالکل اپنے نور میں کامل ہو جاتا ہے اسی طرح یہ ارواح اپنے نور معرفت ومعیت میں کامل ہو جاتی ہیں اور اس فرحت ولذت کے اثر سے) ان کا جسم تک رقصاں ہونے لگتا ہے روح کو تو کیا پوچھتے ہو (کہ رقص جسم جس کے رقص کا اثر ہے یعنی جسم پر اس کی بشاشت نمایاں ہو جاتی ہے۔ چنانچہ عاقل کو اہل اللہ کے بشرہ وہیئت سے اس کا ادراک ہوتا ہے بلکہ گاہے رقص بمعنی حقیقی بھی ہونے لگتا ہے۔ جس کو وجد کہتے ہیں موت اختیاری میں تو ان امور کا حکم ظاہر ہے اور موت اضطراری میں یا تو جسم مثالی مراد لے لیا جاوے اس کی حرکت وسیر احادیث میں مصرح ہے جیسا شہداء کی نسبت آیا ہے کہ سبز پرندوں کے قالب میں جنت میں جہاں چاہیں کھاتے پیتے پھرا کرتے ہیں اور یا اسی جسم پر بعض

www.besturdubooks.wordpress.com

آثار روحانیہ کا ظاہر ہو جانا مراد لے لیا جاوے جیسے جسم کا اپنی اصلی حالت پر مدتوں تک رہنا جیسا بکثرت اولیاء اللہ کی حکایتیں منقول ہیں اور یہاں تک تو اس کا ذکر تھا جو ہنوز مقام سلوک وطلب میں تھے جیسا لفظ عشق دلالت کر رہا ہے کیونکہ اضطراب جو لازمہ عشق ہے طلب ہی میں ہوتا ہے اور بعد وصول سکون غالب ہو جاتا ہے سو یہ آثار مذکورہ تو طالب وسالک کو نصیب ہو جاتے ہیں اور جو کہ سرتا سر جان و روح ہی بن گیا ہو اس کا حال تو بالکل ہی مت پوچھ (یعنی جو واصل ہو گیا ہو اور اس کو طالب وسالک سے زیادہ دولت ملتی ہے کہ وہاں تو صرف روح کے بعض آثار جسم پر ظاہر ہو گئے تھے مگر جسم سے کوئی فعل افعال ارواح میں سے صادر نہیں ہوتا تھا اور یہاں جسم سے بعضے وافعال صادر ہونے لگتے ہیں جو روح سے صادر ہوا کرتے ہیں اسی اعتبار سے اس کو وانکہ جان گردے سے تعبیر کیا گیا ہے اسی کو کسی بزرگ نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ارواحنا اشیاء حنا ارواحنا اور ان افعال میں سے بعضے تو از قبیل خوارق میں جیسے بلا توسط آنکھ کے دیکھنا بلا واسطہ کان کے سننا بدون غذاے حیوانی کے مدتوں تک زندہ رہنا جیسا ہزاروں اولیاء سے منقول ہی اور بعض افعال عادات میں ہیں جیسے اپنی صحبت اور توجہ سے طالبین کے قلوب کا تصفیہ اور ارواح کا تجلیہ کرنا اور یہ تمام واصلین وکاملین کو میسر ہے یہ سب افعال ایسے ہیں کہ روح مجردان کی فاعل ہو سکتی ہے اور اقتران مع الجسم ان کے صدور سے فی نفسہ مانع ہے کاملین میں اقتران جسم کا مانع نہ ہونا دلیل ہے کہ جسم میں خود صفت روح کی آ گئی ہے کہ وہ موانع سے نہ رہا'

ف: میں اس شعر کی شرح میں پریشان تھا کہ اگر صرف خوارق کے ساتھ تفسیر کی جاوے تو وہ لازمہ کمال نہیں جس کا ہر کامل میں پایا جانا ضروری ہو اور ظاہرا مولانا کے کلام سے عموم معلوم ہوتا تھا بڑے عرصہ کے بعد اس تربیت باطنی کا مضمون قلب پر وارد ہوا جو تمام کاملین میں عام ہے مگر شبہ یہ تھا کہ شاید یہ وارد محض خیالی ہو اس لئے بنام خدا خود مثنوی کی طرف رجوع کیا اور بند کر کے کھولا تو اول ہی سطر میں یہ شعر نظر پڑا

بازار استادی کہ او محورہ است جان شاگردش از و محو شہ است

بس اس کے دیکھتے ہی تسکین ہو گئی اور تفسیر مذکور کی تائید ہو گئی والحمد للہ تعالیٰ علی ذالک ولا فخر

شیر را خرگوش در زنداں نشاند	ننگ شیرے کوز خرگوشے بماند
شیر کو خرگوش نے قید خانہ میں ڈال دیا	شیر کیلئے شرمناک بات ہے کہ وہ ایک خرگوش سے عاجز ہو گیا
در چنیں ننگی وانگہ اے عجب	فخر دیں خواہی کہ گویندت لقب
تو ایسے ہی ننگ میں (مبتلا) ہے اور پھر تعجب ہے	تو چاہتا ہے کہ تجھے فخر دیں کا لقب دیں
اے تو شیری در تگ ایں چاہ دہر	نفس چوں خرگوش خوں ریزد قہر
اے (غافل) تو زمانہ کے اس کنویں کی گہرائی میں شیر کی	تیرا نفس خرگوش کی طرح ہے جو قہر سے تیرا خون بہاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس خرگوشت بصحراه در چرا	تو بقعر ایں چہ چون و چرا
تیرا خرگوش (صفت) نفس جنگل کے اندر چرنے میں مشغول ہے	اور تو چوں و چرا کے اس کنویں کی گہرائی میں ہے

(یہ دوسرا انتقال ہے خرگوش کے شیر کو چاہ میں گرا دینے کے قصے سے طرف بیان حال محبوسان چاہ جہل و ضلال کے اور اتفاق سے اس کو اپنے سابق متصل مضمون سے بھی ارتباط حاصل ہے کیونکہ سابق میں بیان تھا ان ارواح کا جو تعلقات غیر اللہ سے مجرد و منزہ ہو گئی ہیں اور اس میں بیان ہے کہ اس کے مقابل کا کہ جو ان تعلقات میں محبوس و مقید ہیں اور مراد اس مخاطب سے یا شیخان مزور کذا قال مرشدی رحمۃ اللہ تعالیٰ و یا فلاسفہ ہیں و یا طالبان دنیا اور شیر سے مراد روح ہے اور خرگوش سے نفس فخر دین سے مطلق معظم و مکرم چاہ سے دہر سے دنیا صحراء سے لذات و شہوات چہ چون و چرا سے تدابیر ریاکاری و یا مباحث فلسفیہ و یا قیل و قال معاملات دنیا اس تفسیر کے بعد مطلب ظاہر ہے کہ روح کو نفس نے تعلقات دنیویہ میں مقید کر دیا اس روح کو عار و ننگ چاہیے کہ نفس امارہ سے عاجز ہو گئی اور اس کا مقابلہ و مدافعت نہ کر سکی اتنے بڑے ننگ کے اندر تو جتلا اور پھر چاہتا ہے کہ فخر دین مجھ کو لقب دیا جاوے تو اسی شیر مذکور فی القصہ کے مثل چاہ ہے دنیا میں جا پھنسا ہے اور تیرا نفس جو مکر و شرارت میں مثل اس خرگوش کے ہے اس نے تجھ کو ہلاک کر ڈالا ہے اور وہ تجھ کو ہلاک کر کے خود لذات دنیا میں مگن اڑا رہا ہے اور تو اس چون و چرا میں مقید پڑا ہے (مقصود ظاہر ہے کہ ترغیب دینا ہے روح کو پنجہ نفس سے چھڑانے کی)

سوئے نخچیراں دوید آں شیر گیر	کابشروا یا قوم از جاء البشیر
وہ شیر کو پھانسنے والا شکاروں کی طرف دوڑا	کہ اے قوم خوشخبری حاصل کرو جبکہ خوشخبری دینے والا آ گیا
مژدہ مژدہ اے گروہ عیش ساز	کاں سگ دوزخ بدوزخ رفت باز
مبارک، مبارک اے عیش منانے والے گروہ	وہ دوزخ کا کتا پھر دوزخ میں چلا گیا
مژدہ مژدہ کاں عدوئے جانہا	کند قہر خالقش دندانہا
مبارک، مبارک کہ وہ جانوں کا دشمن	اللہ کے قہر نے اس کے دانت توڑ دیے
مژدہ مژدہ کز قضا ظالم بچاہ	اوفتاد از عدل و لطف بادشاہ
مبارک مبارک کہ قضا سے ظالم کنویں میں	گر گیا خدا کے انصاف اور مہربانی سے
آنکہ از پنجہ بسے سرہا بکوفت	ہمچو خس جاروب مرگش ہم بروفت
وہ جس نے پنجے سے بہت سے سر توڑ ڈالے	موت کی جھاڑو نے اس کو بھی کوڑے کی طرح جھاڑ دیا
آنکہ جز ظلمش دگر کارے نبود	آہ مظلومش گرفت و کوفت زود
جس کو ظلم کے سوا دوسرا کام نہ تھا	مظلوم کی آہ نے اس کو پکڑ لیا اور فوراً تباہ کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گردنش بشکست و مغزش بردرید	جان ما از قید محنت وارہید
اس کی گردن توڑ دی اور اس کا مغز پھاڑ دیا	ہماری جان مشقت کی قید سے رہائی پا گئی
گم شد و نابود شد از فضل حق	بر ہمہ دشمن شمارا شد سبق
اللہ کی مہربانی سے وہ گم اور نابود ہو گیا	اور تمام دشمن سے تمہیں سبق مل گیا

یعنی وہ شیر کا پکڑنے والا (خرگوش) نخچیروں کی طرف آیا اور کہا کہ لو خوش ہو جاؤ کہ تمہارے پاس خوشخبری دینے والا آتا ہے اے عیش کرنے والو (کہ آئندہ عیش کرو گے) تم کو مژدہ دیتا ہوں کہ وہ سگ دوزخ میں جا پہنچا یعنی ہلاک ہو گیا اور وہ جو بہت سی جانوں کا دشمن تھا خدا تعالیٰ کے قہر نے اس کے دانت اکھاڑ دیے (یعنی اس کا شر دفع فرما دیا اور قضائے الٰہی سے وہ ظالم کنویں میں گر پڑا اور عدل ولطف الٰہی کا ظہور ہو گیا۔ جس نے اپنے پنجہ سے بہت سے سر کچلے تھے خس وخاشاک کی طرح جاروب موت نے اس کی بھی صفائی کر دی جس کا بجز ظلم کے دوسرا شغل نہ تھا آہ مظلوم نے اس کو پکڑ لیا اور فوراً جلا پھونک دیا اس کی گردن ٹوٹ گئی اس کا مغز پھٹ گیا۔ اور قید محنت ومصیبت سے ہماری جان چھوٹ گئی۔

جمع شدن نخچیراں نزد خرگوش وثنا ومدح گفتن اورا

شکاروں کا خرگوش کے پاس جمع ہونا اور اس کی مدح وثنا کرنا

جمع گشتند آں زماں جملہ وحوش	شاد وخنداں از طرب در ذوق وجوش
اس وقت سب وحشی جمع ہو گئے	ذوق و جوش اور مسرت کے عالم میں ہنسی خوشی
حلقہ کردند او چو شمع درمیاں	سجدہ کردندش ہمہ صحرائیاں
انہوں نے حلقہ کر لیا وہ شمع کی طرح درمیان میں تھا	اور تمام صحرائی جانوروں نے اس کی تعظیم کی
تو فرشتہ آسمانی یا پری	یا تو عزرائیل شیران نری
تو آسمانی فرشتہ ہے یا پری ہے	یا تو نر شیروں کا ملک الموت ہے
ہرچہ ہستی جان ما قربان تست	دستبرد دست وبازویت درست
تو جو کچھ بھی ہے ہماری جان تجھ پر قربان ہے	تیرے دست و بازو کا غلبہ درست ہے
راند حق ایں آب را در جوئے تو	آفریں بر دست وبر بازوئے تو
اللہ نے یہ پانی تیری نہر میں بہایا	تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

باز گوتا قصہ درمانہا شود	باز گوتا مرہم جانہا شود
پھر کہو تا کہ یہ قصہ (ہمارے درد کا) علاج بن جائے	پھر کہو تا کہ جانوں کا مرہم بن جائے
باز گو تاچوں سگالیدی بمکر	آں عواں راچوں بمالیدی بمکر
یہ تو کہو کہ تو نے یہ تدبیر کس طرح سوچی	اس ظالم کو چالاکی سے تو نے کیسا پامال کیا
بازگو کز ظلم آں استم نما	صد ہزاراں زخم دارد جان ما
پھر کہو کیونکہ اس ظالم کے ظلم سے	ہماری جان میں ہزاروں زخم ہیں
بازگوآں قصہ کاں شادی فزاست	روح ماراقوت ودل راجانفزاست
پھر سنا کیونکہ وہ قصہ خوشی بڑھانے والا ہے	ہماری روح کے لئے غذا اور دل کے لئے جان کو بڑھانے والا ہے

دوست بردن غالب آمدن سگالیدن اندیشدن عوام ظالم وسرہنگ قوت غذا یعنی تمام وحوش خوب جوش و خروش میں بھرے ہوئے شاداں وفرحاں اس کے گرداگرد حلقہ باندھ کر جمع ہوئے اور وہ شمع کی طرح درمیان میں کھڑا تھا اور سب اس کو سجدہ کرتے تھے اور کہتے تھے کے معلوم نہیں تو آسمانی فرشتہ ہے یا جن ہے (کہ ایسا عجیب کام کیا) نہیں بلکہ شیران نر کے حق میں تو قابض الارواح ہے غرض جو کچھ بھی ہو ہماری جان تجھ پر قربان ہے تو شیر پر غالب آیا خدا کرے تیرا دست وبازو ہمیشہ صحیح وسالم رہے اللہ تعالیٰ نے یہ پانی تیری نہر کے حصہ میں مقرر کر رکھا تھا (یعنی یہ فتح تیرے نام لکھی تھی) تیرے دست وبازو پر ہزار آفرین ہو اچھا یہ تو کہو تم نے مکر سے کیا کیا سوچا تھا اور اس ظالم کی کیسی گوشمالی کی ضرور بیان کرو تا کہ یہ حکایت (ہمارے زخموں کا علاج ہو جاوے (یعنی شفاء غیظ ہو) اور ہمارے دلوں کا مرہم بن جاوے کیونکہ اس ستمگر کے ظلم سے ہماری جان میں ہزاروں زخم پڑ رہے ہیں اس قصے کا بیان کرنا مسرت کا باعث ہوگا اور ہمارے لئے غذاے روح اور دل میں قوت بڑھانے والا ہے۔

گفت تائید خدا بود اے مہاں	ورنہ خرگوشے چہ باشد در جہاں
اس نے کہا اے بزرگو! خدا کی تائید تھی	ورنہ خرگوش دنیا میں کیا چیز ہے
قوتم بخشید و دل را نور داد	نور دل مردست و پا راز ور داد
اس نے مجھے قوت عطا فرمائی اور دل کو نور دیا	دل کے نور نے ہاتھ اور پیر کو طاقت دیدی

یعنی خرگوش نے جواب دیا کہ اے بزرگو یہ محض خداے تعالیٰ کی تائید تھی ورنہ ایک بیچارے خرگوش کی حقیقت ہی کیا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو قوت دی اور میرے دل کو نور (فہم) دیا اسی نور دل نے اعضاء وجوارح میں زور دیا (کیونکہ حرکت اعضاء کی تابع تصور قلب کے ہوتی ہے) یہ سب من جانب اللہ ہوتا ہے کہ ایک کو دوسرے پر غلبہ دیدیتے ہیں پھر اسی طرح سے کبھی اس کو بدل بھی ڈالتے ہیں (کہ غالب کو مغلوب کر دیا اور مغلوب کو غالب) یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سب ان کا فضل ہے تم یقیناً یوں ہی سمجھو اور جان و دل سے ان ہی کو سجدہ کرو۔

پند دادن خرگوش نخچیراں را کہ از مردن خصم شاد مشوید

خرگوش کا شکاروں کو نصیحت کرنا کہ دشمن کے مرنے پر خوش نہ ہو

از بر حق میرسد تفضیل ہا	باز ہم از حق رسد تبدیل ہا
فضیلتیں اللہ کی جانب سے ملتی ہیں	پھر خدا کی جانب سے ہی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں
جملہ فضل اوست دانید ایں چنیں	سجدہ اش از جان و دل آرید ہیں
یہ سمجھو کہ سب اس کا فضل ہے	ہاں! جان اور دل سے اس کا سجدہ بجا لاؤ
حق بدور و نوبت ایں تائیدرا	مینماید اہل ظن و دید را
باری باری سے اللہ تعالیٰ یہ تائید	دکھا دیتا ہے اہل گمان اور اہل مشاہدہ کو
ہیں بملک نوبتی شادی مکن	اے تو بستہ نوبت آزادی مکن
خبردار! باری والی سلطنت پر خوش نہ ہو	اے مخاطب تو باری سے وابستہ ہے (اظہار) آزادی نہ کر
آنکہ ملکش برتر از نوبت تنند	برتر از ہفت انجمش نوبت زنند
جس کی سلطنت باری سے بالاتر قائم کرتے ہیں	اس کا نقارہ سات ستاروں سے اوپر بجاتے ہیں
برتر از نوبت ملوک باقیند	دور دائم روحہا را ساقیند
باری سے بلند وہ باقی رہنے والے بادشاہ ہیں	جو دائمی دور کے ساتھ روح کے ساقی ہیں
چوں بنوبت می دہند ایں دولت	از چہ شد پر باد آخر سبلت
جب تجھے یہ سلطنت باری سے دیتے ہیں	تو کس وجہ سے تیری مونچھوں میں ہوا بھری؟
ترک ایں شرب ار بگوئی یکدو روز	ترکنی اندر شراب خلد پوز
ایک دو روز اگر تو اس شراب کو چھوڑ دے	جنت کی شراب سے منہ تر کرے
یکدو روزے چہ کہ دنیا ساعتے ست	ہر کہ ترکش کرد اندر راحتے ست
ایک دو روز کیا بلکہ دنیا ایک ساعت ہے	جس نے اس کو چھوڑ دیا وہ راحت میں ہے
معنی الترک راحت گوش کن	بعد ازاں جام بقا را نوش کن
"چھوڑنا راحت ہے" کا مطلب سمجھ لے	اس کے بعد بقا کا پیالہ پی

www.besturdubooks.wordpress.com

باسگاں بگذار ایں مردار را	خرد بشکن شیشۂ پندار را
اس مردار کو کتوں کے لئے چھوڑ دے	غرور کے شیشے کو چورا چورا کر دے

یعنی اللہ تعالیٰ یہ غلبہ دور دنوبت سے اہل یقین (یعنی کاملین) اہل گمان یعنی ناقصین کو دکھلا دیتے ہیں (یعنی کبھی کسی کی بازی ہوتی ہے کبھی کسی کی' چنانچہ پہلے شیر کا دور تھا اب خرگوش وغیرہ کا (یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف وتلک الایام نداولها بین الناس سو ناقصین کی نظر تو صرف اس واقعہ تک ختم ہو جاتی ہے اور کاملین اس سے عبرت پکڑتے ہیں اور صفت قہاری خداوندی سے ڈرتے ہیں اور اپنے ظاہری یا باطنی کمالات پر مغرور نہیں ہوتے اور ان کے زوال سے خائف ولرزاں رہتے ہیں پس اس میں اشارہ ہوا کہ سالک کو مغرور نہ ہونا چاہئے۔ کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ جب یہ دولت غلبہ کی تم کو باری سے ملی ہے تو آخر تمہارے دماغ میں یہ کبر ونخوت کیوں بھر گئی ہے خبردار کبھی ایسے ملک ودولت پر جو بطور نوبت کے ملا ہو خوش مت ہونا اور جب تم بستہ نوبت ہو تو تم آزادی مت بگھارو (اب ملک فانی کی مذمت کر کے ملک باقی کی ترغیب دیتے ہیں کہ جس شخص کو ایسا ملک دیا جاوے جو نوبت سے عالی ہو (یعنی فانی نہ ہو کیونکہ نوبتی کے لئے زوال وفنا لازم ہے اور مراد ایسے شخص سے اولیاء عارفین ہیں اس کی نوبت یعنی نقارہ ہفت اختر سے بلند بجایا جاتا ہے و ہفت اختر سے مراد سبعہ سیارہ چونکہ اہل ہیت نے ان کا سات آسمانوں پر ہونا مشہور کیا ہے لہذا یہ کنایہ ہے ہفت آسمان سے اور ہفت آسمان سے برتر ہونے کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ ان کی شہرت ملائکہ مقربین میں ہو جاتی ہے جو ہفت آسمان سے بھی اوپر رہتے ہیں جیسا حدیث میں آیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب بناتے ہیں تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ارشاد ہوتا ہے کہ ہم کو فلاں بندہ سے محبت ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر یہ ندا فرشتگان ہفت آسمان میں مشتہر کر دی جاتی ہے دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ ہفت آسمان تو فانی ہیں اور ان کی دولت کہ محبوبیت ومقربیت ہی باقی ہے اور باقی کا برتر ہونا فانی پر ظاہر ہے) سو جو دور دنوبت سے عالی اور منزہ ہوں حقیقت میں ملوک باقی وہ لوگ ہیں کہ ہمیشہ اپنی ارواح کو (شراب محبت الٰہی) پلاتے رہتے ہیں (آگے بعد ترغیب دینے کے اس دولت دائمی کی تحصیل کا طریقہ بتلاتے ہیں تاکہ فائدہ ترغیب کا تام ہو پس فرماتے ہیں کہ اگر دو چار روز (یعنی مدت قلیل تک) اس شراب (لذات وشہوات نفسانیہ) کو ترک کر دو اس وقت اس شراب خلد (قرب ومحبت الٰہی) سے تمہارا دہن تر ہو جاوے (مراد اس مدت قلیل سے عمر دنیا ہے جیسا شعر آئندہ یکدو روزے چار الخ اس کا قرینہ ہے پس لذات وشہوات سے مراد دنیائے حرام ومانع عن الدین ہوگی جس کا ترک کرنا فرض وواجب ہے اور اسی کا ترک شرط ہے دولت آخرت کا حاصل ہونے کی) اور ہم نے جو عمر دنیا کو یکدو روز کہہ دیا وہ اتنی بھی کب ہے بلکہ محض ایک ساعت ہے (یعنی نہایت ہی قلیل ہے) اور جس نے اس کو ترک کر دیا وہ بڑی رحمت میں ہے (یہ اشارہ ہے اس قول کی طرف (الدنیا ساعة و ترکها راحة فاجعلها طاعة) تم الترک راحۃ کے معنی سنو (اور سن کر دنیا کو ترک کر دو) اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کے بعد جام بقا کو نوش کرو اور اس دنائے مردار کو اس کے طالبین کے حصہ میں جو مشابہ سگ کے ہیں چھوڑ دو اس دنیا کو کہ شیشہ پندار ہے (کہ آدمی کو اس کے حاصل ہونے سے اپنی خودی نظر آتی ہے) بالکل چور چور کر ڈالو (اس میں اشارہ ہے اس قول مشہور کی طرف الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب)

ف ان اشعار میں امر ہے ترک دنیا کا اور یہ مضمون بے شمار آیات وروایات میں مذکور ہے۔ سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ دنیا لغۃً نام ہے نزدیک کی چیز کا اور عرفاً مطلق اس حالت کا جو موت سے پہلے ہے اور شرعاً خاص اس حالت کا نام ہے جو مانع عن الآخرۃ ہے اور مجازاً ان اموال واجسہ پر اطلاق کیا جاتا ہے جو اس مانعیت کے اسباب بن جائیں پس جو احوال خواہ از قسم اقوال ہوں یا از قبیل افعال واعمال یا عقائد وعلوم ہوں اسی طرح جو اموال کہ آخرت واجبہ التحصیل سے مانع ہوں گے وہ سب دنیائے حرام ومذموم میں داخل ہیں اور اس کے مذموم ہونے میں کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا پس ہمارے زمانہ میں جو ترقی دنیا کی بہت کچھ غل پکار ہے گو اس میں دین کا نقصان ہی کیوں نہ ہو ان سے صرف اتنا سوال کر لینا چاہیے کہ اس دائرہ کی وسعت میں آیا وہ دنیا بھی داخل ہے جس کی تحصیل حاکم وقت کے قانون کے خلاف اور حاکم کی اطلاع پر کی جاوے یا کہ داخل نہیں اگر داخل ہے تو خود بھی ڈکیتی ورہزنی کر کے اس دعویٰ پر شاہد لا دیں اور اگر داخل نہیں تو وہ دنیا کیونکر داخل دائرہ کی جاتی ہے جو قانون حاکم حقیقی کے خلاف اور ان کی علم ودعویٰ پر حاصل کی جاوے اور نیز ان سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ کسی غذا کو باوجود اس کے لذیذ ومرغوب ہونے کے محض اس کے مضر ہونے کی وجہ سے آپ نے بھی ضروری سمجھ کر کیوں ترک کیا ہے پھر دنیائے مذمومہ کو گو وہ لذیذ ومرغوب ہو مضر آخرت ہونے کی وجہ سے ترک کرنا کیوں نہیں ضروری سمجھتے۔

تفسیر ''رجعنا من الجہاد الاصغر الی الجہاد الاکبر''

''ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں'' کی تفسیر

چونکہ اس قصہ میں ایک دشمن ظاہری کے ہلاک ہونے کا ذکر تھا اس سے عدوے باطنی کے ہلاک کرنے کی ضرورت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور یہ جملہ حدیث کر کے مشہور ہے مگر مجھ کو تحقیق نہیں لیکن اس کا حاصل دوسری صحیح حدیثوں میں بھی آیا ہے چنانچہ ایک حدیث یہ ہے کہ المجاھد من جاھد نفسہٗ ایسی ترکیب میں مبتدا فرد کامل پر محمول ہوتا ہے پس معنی حدیث کے یہ ہوئے کہ بڑا مجاہد وہ شخص ہے کہ اپنے نفس پر جہاد کرے جب وہ مجاہد بڑا ہوگا یہ جہاد بھی ضرور بڑا ہوگا یہی مدلول ہے لفظ جہاد اکبر کا اور اس کا اکبر ہونا اس سے ظاہر ہے کہ جہاد ظاہری بھی شرعاً اسی وقت صحیح ہوتا ہے جب اس میں نفس کو احکام شرعیہ کے تابع رکھا جاوے نیت میں بھی حدود افعال میں بھی تحقیق شرائط میں بھی ورنہ اگر نفسانی غرض وحرکت سے ہوا تو وہ معصیت ہے اور یہ تابع رکھنا جہاد اکبر تھا پس جہاد اصغر کا جہاد بننا جہاد اکبر کے تحقق پر موقوف ہوا پھر اس کے اکبر ہونے میں کیا شبہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے شہاں کشتیم ما خصم بروں	ماند خصمے زاں بتر در اندروں
اے بزرگو! ہم نے باہر کے دشمن کو مار ڈالا	لیکن اس سے زیادہ بدتر دشمن باطن میں بچا رہ گیا
کشتن ایں کار عقل وہوش نیست	شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست
اس دشمن کو مارنا عقل و ہوش کا کام نہیں ہے	باطن کا شیر خرگوش کے قابو کا نہیں ہے
دوزخ ست ایں نفس ودوزخ اژدہاست	کو بدریا ہا نگردد کم و کاست
یہ نفس دوزخ ہے اور دوزخ اژدہا ہے	کہ وہ دریاؤں سے بھی کم نہیں ہوتا
ہفت دریا را در آشامد ہنوز	کم نہ گردد سوزش آں خلق سوز
سات سمندروں کو پی لے پھر بھی	اس مخلوق سوز کی جلن کم نہ ہو
سنگہا و کافران سنگدل	اندر آیند اندر و خوار و خجل
پتھر اور سنگدل کافر	اس میں ذلیل اور شرمندہ ہو کر داخل
ہم نگردد ساکن از چندیں غذا	تاز حق آید مر او را ایں ندا
اس قدر خوراک سے بھی اس کو سکون نہ ہو گا	یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اس کو یہ ندا آئے گی
سیر گشتی سیر گوید نے ہنوز	اینت آتش اینت تابش اینت سوز
تیرا خوب پیٹ بھر گیا وہ کہے گی ابھی نہیں	زہے آگ، زہے تابش زہے جلن
عالمے را لقمہ کرد و درکشید	معدہ اش نعرہ زناں ہل من مزید
اس نے دنیا بھر کو لقمہ بنایا اور نگل گئی	اس کا معدہ نعرہ لگا رہا ہے "کیا کچھ اور ہے"
حق قدم بروے نہد از لامکاں	آنگہ او ساکن شود از کن فکاں
اللہ تعالیٰ اس پر لامکاں سے قدم رکھ دے گا	اس وقت وہ "کن فکان" سے ساکن ہو جائے گی

(اینت عجب) یعنی اے بزرگو ہم نے اپنے ظاہری دشمن کو تو ہلاک کر دیا مگر ایک دشمن جو اس سے بھی بدتر اور ضرر رساں تر ہے باطن میں رہ گیا ہے (مراد اس سے نفس ہے جیسا کہا گیا ہے اعدی عدوک التی بین جنبیک اس دشمن باطنی کا ہلاک کرنا (یعنی اس کی صفات ذمیمہ کا زائل کرنا جس کو تزکیہ کہتے ہیں) محض عقل و ہوشیاری کا کام نہیں کیونکہ یہ شیر باطن خرگوش کے قابو کا نہیں ہے (جیسا وہ شیر خرگوش کے داؤں میں آ گیا تھا' یہ شیر باطن ایسا نہیں اور خرگوش سے مراد عقل استدلالی جو تہذیب نفس کے لئے کافی نہیں کیونکہ اس بیچاری عقل کو اول تو خود بہت غلطیاں تعیین حسن وقبح میں واقع ہوتی ہیں اور جس جگہ صحیح بھی سمجھ گئی ہو مگر ہمت وکف نفس تو اس کا کام نہیں کیونکہ عقل میں قوت علمیہ ہے نہ قوت عملیہ' اس لئے وہ کافی نہیں آگے نفس کے شہوات وغلبات کے

www.besturdubooks.wordpress.com

سکون کا دشوار ہونا مع ایک مثال کے فرماتے ہیں کہ (اس نفس کی مثال دوزخ کی سی ہے اور دوزخ (کا حال یہ ہے کہ وہ) گویا ایک بڑا اژدھا ہے جو سینکڑوں دریا پی جاوے اور اس کی تشنگی کم نہ ہو چنانچہ دوزخ ساتوں دریا کو پی جاوے گی (یعنی خلق کثیر اس میں جاوے گی کہ کثرت میں ہفت دریا کے برابر ہو گی لفظ سکون کی وجہ سے لفظ دریا مناسب ہوا) اور پھر بھی اس خلق سوز کی سوزش کم نہ ہو گی اور پتھر اور کفار اس میں زار و خجل ہو کر ڈالے جاویں گے۔ مگر باوجود اتنی غذا کے اس کو سکون نہ ہو گا۔ یہاں تک کہ ایک عالم کو نوالہ بنا کر نگل گئی اور پھر اس کا معدہ ہے کہ ھل من مزید کا نعرہ لگا رہا ہے (یہ مضمون قرآن مجید میں تصریحاً مذکور ہے) آخر حق جل وعلا شانہ لامکان سے اس پر اپنا قدم رکھیں گے اس وقت جا کر اس کو سکون ہو گا گویا اس کو حکم ہوا کہ کن ساکنا یعنی ساکن ہو جا فکان ساکنا یعنی پس ساکن ہو گئی (یہ مضمون حدیث میں ہے واما النار فلا تمتلی حتی یضع اللہ قدمہ فتقول قط قط یہ حدیث متشابہات سے ہے زیادہ تفتیش موجب خطر ہے اور یہ جو فرمایا ہے از لامکان اس سے کوئی یوں نہ سمجھے کہ لامکان کوئی مقام ہی اللہ تعالی کے رہنے کا بلکہ لامکان نقیض ہے مکان کی اور مقصود اس سے نفی کرنا ہے مکان کی حق تعالی سے جیسا کہ عقیدہ ہے اہل حق کا)

چونکہ جزو دوزخ ست ایں نفس ما	طبع کل دارد ہمیشہ جزوہا
چونکہ ہمارا یہ نفس دوزخ کا حصہ ہے	اور اجزاء ہمیشہ کل کی طبیعت رکھتے ہیں
ایں قدم حق را بود کورا کشد	غیر حق کو کہ کمان او کشد
یہ اللہ تعالی ہی کا قدم ہوگا جو اس کی پیاس بجھائے گا	سوائے اللہ تعالی کے کون ہے جو اس کی کمان کو کھینچے
در کماں ننہند الا تیر راست	ایں کماں را باژگوں کژ تیرہاست
کمان میں سیدھا تیر ہی رکھتے ہیں	اس کمان کے الٹے ٹیڑھے تیر ہیں
راست شو چوں تیر وارہ از کماں	کز کماں ہر راست بجہد بیگماں
تیر کی طرح سیدھا ہو جا کمان سے چھوٹ جا	اس لئے کہ کمان سے یقیناً ہر سیدھا تیر چھوٹ جاتا ہے

(اوپر نفس کو دوزخ سے تشبیہ دی تھی اور دوزخ کا حال بیان کیا تھا اب نفس مشتبہ کے بیان حال کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ) چونکہ ہمارا نفس بھی دوزخ کا ایک جزو ہے اس لئے ضروری بات ہے کہ اجزاء میں ہمیشہ خاصیت اور طبیعت کل کی ہوتی ہے (دوزخ چونکہ نفس ذمیمہ کا مرجع ہے اس لئے تشبیہاً دوزخ کو اس کا کل اور اس کو دوزخ کا جزو قرار دے دیا کیونکہ کل بھی مرجع ہوتا ہے جزو کا اور اسی مرجعیت کے اعتبار سے قرآن مجید میں دوزخ کو ام فرمایا ہے اس آیت میں فامہ ھاویہ اور مناسبت کا ہونا راجع و مرجع میں یقینی ہے) حاصل یہ کہ اس مناسبت کی وجہ سے نفس میں بھی مثل دوزخ کے یہ خاصیت ہے کہ اس کو قناعت و سیری نہیں ہوتی اور جس طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخ کو قدم حق سے سکون ہوا ہے اسی طرح نفس کے لئے بھی قدم حق یعنی فضل خداوندی وجذبہ عشق الٰہی کی ضرورت ہے کیونکہ) یہ خاصیت قدم حق تعالیٰ ہی میں ہے کہ اس نفس کو (اس کے صفات ذمیمہ سے) کشتہ کرے (اوراس کو تقاضائے شہوت سے سکون دے) بجز حق تعالیٰ کے دوسرا ایسا کون ہے جو اس کی کمان کو کھینچے (اس شعر میں اوراس کے بعد والے دو شعروں میں نفس کو کمان کہا گیا ہے تو سمجھنا چاہئے کہ کمان میں تین صفتیں ہیں اول دشواری سے کھینچنا اور تکلف سے اس کا استعمال کرنا' دوسرے اس سے تیروں کا چھوٹنا اور نکلنا تیسرا اس میں جو تیر چھوٹنے کے لئے رکھا جاتا ہے اس کا راست ہونا سوان تینوں شعروں میں اس کو ایک ایک صفت کے اعتبار سے کمان سے تشبیہ دی ہے پس اس شعر میں تو نفس کو باعتبار صفت اولی کے کمان سے تشبیہ دی ہے کہ اس سے کام لینا اوراس کو قابو میں لانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے وہ تائید فرمادیں تو اس سے کام لیا جاسکتا ہے ورنہ یہ کسی کے قابو نہیں آتا اور دوسرے شعر میں دوسری صفت کا اعتبار کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ (متعارف کمان میں معمول ہے کہ سیدھا تیر رکھا جاتا ہے مگر اس کمان نفس کے تیر عجب ٹیڑھے میڑھے ہیں (یعنی جو صفات وافعال اس سے سرزد ہوتے ہیں وہ سب غیر مستقیم اور کج مج ہیں اور تیسرے شعر میں تیسری صفت کا اعتبار کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) تم تیر کی طرح راست ہو جاؤ اور اس کمان (نفس) سے نکل جاؤ کیونکہ کمان میں سے ہمیشہ جو تیر راست ہوتا ہے وہ نکل جاتا ہے (تم بھی جب راست ہو جاؤ گے تو اس نفس کی کج ادائیوں اور ٹیڑھی چالوں سے نجات پا جاؤ گے)

چونکہ واگشتم زپیکار بروں	روئے آوردم بہ پیکار دروں
چونکہ میں ظاہری جنگ سے فارغ ہو گیا ہوں	باطنی جنگ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں
قد رجعنا من جہاد الاصغریم	با نبی اندر جہاد اکبریم
ہم "واپس ہوئے چھوٹے جہاد سے" کے مصداق ہیں	نبی کے سہارے جہاد اکبر میں (لگے) ہیں
قوتے خواہم زحق دریا شگاف	تا بسوزن برکنم ایں کوہ قاف
خدا تعالیٰ سے میں سمندر کو چاک کردینے والی قوت چاہتا ہوں	تاکہ اس کوہ قاف کو سوئی سے اکھاڑ دوں
سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند	شیر آنست آں کہ خود را بشکند
وہ شیر (بننا) آسان سمجھ جو کہ صفیں پھاڑ دے	شیر وہی ہے جو خود کو شکست دیدے
تا شود شیر خدا از عون او	وارہد از نفس و از فرعون او
تاکہ اللہ کی مدد سے اللہ کا شیر بن جائے	نفس اور اس کے فرعون سے نجات پائے

(یا بنی تطفیل بنی کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ سوزن کنایہ از مجاہدہ کوہ قاف عجب نفسانی وطبعی باعتبار ضعف مجاہدہ وقوت عجب بہ سوزن وکوہ تعبیر فرمودہ یہ شعر اس شعر سے مربوط ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ے ای شہان کشتیم ما خصم برون الخ

اور درمیان میں اس خصم درون کی قوت وشدت کا بیان تھا مطلب یہ ہے کہ جب دشمن ظاہری کی جنگ سے فارغ ہوکر آ گئے تو اب باطنی دشمن کی جنگ میں لگے ہیں (اور یہی مراد ہے جہاد اصغر و جہاد اکبر سے چنانچہ تصریح فرماتے ہیں) یعنی ہم جہاد اصغر (یعنی مقابلہ عدوے ظاہری) سے تو (فارغ ہوکر) واپس آ گئے ہیں اب حضور ﷺ کی متابعت کے طفیل سے جہاد اکبر (مقابلہ عدوے باطنی میں مشغول ومتوجہ ہوئے ہیں (اس میں اشارہ بلکہ صراحت ہے کہ تزکیہ نفس وتصفیہ باطن بدون اتباع طریقہ نبویہ علی صاحبہا الف الف سلام وتحیہ میسر نہیں ہوتا اور چونکہ اوپر اس مقابلہ ومقاتلہ کا شدید ہونا ثابت ہو چکا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ) میں حق تعالیٰ سے ایسی قوت کی درخواست کرتا ہوں جو اپنی تاثیر کے اعتبار سے دریا شگاف ہو (یعنی وہ قوت غیبی ہو) کیونکہ دریا شگافی اس قوت بشریہ سے ممکن نہیں قوت غیبیہ درکار ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ واقعہ ہوا تھا غرض ایسی غیبی قوت درکار ہے تب جا کر مجاہدات سے ان حجابات نفسانیہ کو اٹھا سکوں گا اور بوجہ ضعف مجاہدہ وقوت نفس کے یہ اٹھانا ایسا عجیب ہوگا جیسے کسی نے سوزن سے کوہ قاف کو کھود کر پھینک دیا ہو) ایسے شیر کو سہل سمجھو جو صفوں کو توڑ ڈالے بڑا شیر تو وہ ہے جو اپنی خودی کو منہدم کردے (یعنی جنگ بیرونی سہل ہے جنگ درونی دشوار اور کمال کی بات ہے یہ مضمون حدیث سے ملتا ہے ارشاد فرمایا ہے رسول اللہ ﷺ نے لیس الشدید بالصرعة ولکن للشدید الذی یملک نفسه عند الغضب آگے اس مضمون کی تائید وتوضیح کے لیے حضرت امیر المومنین عمر بن الخطاب کا قصہ بیان فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے نفس کو کس طرح شکستہ کردیا تھا اور کس قدر پستی اختیار کی تھی۔ چنانچہ قصہ آئندہ میں ان کا باوجود حشمت وشوکت کے تن تنہا ایک درخت خرما کے نیچے بے تکلف سونا مذکور ہے۔ جس سے پستی وشکستگی ظاہر ہے۔

آمدن رسول قیصر روم بنزد عمر رضی اللہ عنہ برسالت

قیصر روم کے ایلچی کا پیغام لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آنا

در بیان ایں شنو یک قصهٔ	تا بری از سر گفتم حصهٔ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے	تاکہ تو میری بات کے راز کا ایک حصہ پا لے
بر عمرؓ آمد ز قیصر یک رسول	در مدینہ از بیابان نغول
قیصر کا ایک ایلچی (حضرت) عمرؓ کے پاس آیا	دور و دراز جنگل سے مدینہ میں
گفت کو قصر خلیفہ اے حشم	تا من اسپ ورخت را آنجا کشم
بولا اے متعلقین خلیفہ کا محل کہاں ہے؟	تاکہ میں گھوڑا اور سامان وہاں لے جاؤں

www.besturdubooks.wordpress.com

قوم گفتندش کہ اورا قصر نیست	مر عمرؓ را قصر جان روشنے ست
لوگوں نے کہا' ان کا کوئی محل نہیں ہے	عمرؓ کا محل تو ان کی روشن جان ہے
گرچہ از میری ورا آوازہ ایست	ہمچو درویشاں مراورا کازہ ایست
گرچہ ان کی سرداری کی شہرت ہے	لیکن فقیروں جیسی ان کی جھونپڑی ہے

(نغول عمیق ودراز کازہ خانہ کاہ وے نے ہندی چھپر (ربط اس کا ماقبل کے ساتھ سرخی ہٰذا سے پہلے بیان ہو چکا ہے پس مولانا فرماتے ہیں کہ) اس مضمون کے بیان میں (شیر آنست آنکہ خودرا بشکند) ایک قصہ سنو تاکہ میرے کلام کی حقیقت سے حصہ حاصل کرسکو (وہ قصہ یہ ہے کہ) حضرت عمرؓ کے پاس ایک قاصد مدینہ منورہ میں بڑے دور دراز سے آیا اور آکر لوگوں سے دریافت کیا کہ جناب خلیفہ کا قصر وکوشک کہاں ہے تاکہ سواری واسباب کو وہاں لے جاؤں (اور ٹھہروں) لوگوں نے اس کو جواب دیا کہ ان کے پاس یہ ظاہری قصر نہیں البتہ روحانی روشن قصر ہے گو ان کی سلطنت کا ایک شہرہ ہے لیکن رہنے کے لئے ان کے پاس غریبوں کا سا ایک چھپر ہے۔

اے برادر چوں بہ بینی قصر او	چونکہ در چشم دلت رستست مو
اے بھائی! تو اس کا محل کیسے دیکھ سکتا ہے؟	جبکہ تیرے دل کی آنکھ میں پڑوال اگا ہے
چشم دل از موے علت پاک آر	وانگہاں دیدار قصرش چشم دار
دل کی آنکھ کو پڑوال سے صاف کر لے	پھر اس کے محل کے دیکھنے کی امید کر
ہر کرا ہست از ہوسہا جان پاک	زود بیند حضرت و ایوان پاک
جس کی جان ہوسوں سے پاک ہے	وہ دربار اور پاک محل جلد دیکھ لے گا
چوں محمدؐ پاک شد از نار و دود	ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود
جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگ اور دھوئیں سے پاک ہوگئے	جس طرف بھی رخ کیا خدا کی ذات تھی
چوں رفیقی وسوسہ بدخواہ را	کے بہ بینی ثم وجہ اللہ را
جبکہ تو دشمن وسوسہ کا دوست ہے	اللہ کی ذات کو کب دیکھ سکتا ہے؟
ہر کرا باشد زسینہ فتح باب	او زہر ذرہ بیند آفتاب
جس کسی کے سینہ کا دروازہ کھل جائے	وہ ہر ذرہ میں آفتاب دیکھے گا
حق پدیدست از میان دیگراں	ہمچو ماہ اندر میان اختراں
دوسروں کے درمیان اللہ اس طرح روشن ہے	جیسا کہ ستاروں میں چاند

www.besturdubooks.wordpress.com

دو سر انگشت بر دو چشم نہ	ہیچ بینی از جہاں انصاف دہ
دو انگلیوں کے سرے دونوں آنکھوں پر رکھ	انصاف کر دنیا کا تجھے کچھ نظر آتا ہے
ورنہ بینی ایں جہاں معدوم نیست	عیب جز انگشت نفس شوم نیست
اگر تو نہیں دیکھتا ہے یہ دنیا تو معدوم نہیں ہے	منحوس نفس کی انگلی کے علاوہ کوئی عیب نہیں ہے
تو ز چشم انگشت را بردار ہیں	وانگہانے ہر چہ میخواہی ببیں
خبردار! آنکھ سے انگلی ہٹا لے	پھر تو جو کچھ چاہتا ہے دیکھ

یہ مقولہ مولانا کا ہے زبان قوم سے حاصل یہ ہے کہ تجھ کو حضرت عمرؓ کا قصر معنوی (رتبہ باطنی کب نظر آ سکتا ہے جبکہ تیری چشم باطن میں (ہوا و ہوس کا) بال جما ہوا ہے (جو ادراک حقائق سے مانع ہے۔ پہلے چشم باطن کو موی ہوس و علت غرض سے پاک کر کے لاؤ اس وقت ان کے قصر معنوی کے دیکھنے کی امید کرو (کیونکہ وہ قصر معنوی قرب درگاہ الٰہی ہے اور اس کے مشاہدہ کے لئے ہوا و ہوس سے پاک ہونے کی ضرورت ہے پس) جس شخص کی جان ہوسوں سے پاک و صاف ہوگئی وہ بہت جلد اس پاک درگاہ و قصر کا مشاہدہ کر لے گا (چنانچہ) ہمارے حضور سرور عالم ﷺ چونکہ اس نار (ہوس) اور اس کے دخان (آثار ہوس) سے منزہ و مبرا ہو گئے تھے تو جس طرف توجہ فرماتے تھے وجہ اللہ کا مشاہدہ نقد حال تھا (یعنی کوئی امر شغل والتفات الی الحق سے مانع نہ تھا اس میں آیۃ فثم وجہ اللہ کی تفسیر مقصود نہیں کیونکہ اس میں خطاب خاص نہیں ہے بلکہ خود مستقل مضمون ہے) اور تم چونکہ بدخواہ (یعنی نفس و شیطان) کے وساوس کے رفیق ہو رہے ہو (یعنی وساوس و ہوا و ہوس کے مقتضا پر عمل کر رہے ہو کیونکہ نرے وساوس مضر طریق نہیں ہیں اس وجہ سے وجہ اللہ کا مشاہدہ میسر نہیں آتا اور ہر شئی موجب غفلت عن اللہ ہو جاتی ہے غرض یہ حجاب اور مانع تمہاری جانب سے ہے نہ حق تعالیٰ کی جانب سے کیونکہ) حق تعالیٰ تو دوسری موجودات میں سے ایسے ظاہر و واضح ہیں جیسے چاند ہوتا ہے کہ تمام کواکب میں روشن اور عیاں ہیں پس جس شخص کا باب قلب کشادہ ہے وہ ہر ذرہ سے آفتاب (حقیقی یعنی ذات و صفات حق) کا مشاہدہ کرتا ہے (یعنی ہر شے سے استدلالاً یا ذوقاً وجداناً حق تعالیٰ کی معرفت حاصل کرتا ہے اور جو شخص باوجود اس نور و ظہور کے ادراک حق سے محجوب ہو وہ حجاب خود اس شخص کی طرف ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ مثلاً) تم دو سرا انگشت اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ لو تو بھلا تم کو کوئی چیز جہاں کی نظر آوے گی۔ لیکن اگر تم کو نظر نہ بھی آوے تو جہان تو معدوم نہیں ہوا جو کچھ عیب ہے اس انگشت کا ہے جس کے ساتھ نفس کو مشابہت ہے (کہ اس کے صفات کا غلبہ حجاب ہو جاتا ہے حقائق واضحہ کا) تم آنکھ پر سے ذرا انگلی ہٹا لو پھر اس وقت جو کچھ چاہو دیکھ لو (اسی طرح زوال صفات نفس سے حقائق کا ادراک ہونے لگتا ہے۔

نوحؑ را گفتند امت کو ثواب	گفت او زانسوئے واستغشوا ثیاب
"امت نے نوح (علیہ السلام) سے کہا ثواب کہاں ہے!	اس نے کہا واستغشوا ثیابھم کے اس طرف ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

رو و سر در جامہا پیچیدہ اید	لاجرم بادیدہ و نادیدہ اید
تم نے منہ اور سر کپڑوں میں لپیٹ رکھا ہے	لامحالہ آنکھ والے ہو کر (بھی) نابینا بنے ہو
آدمی دیدست باقی پوست ست	دید آنست آنکہ دید دوست ست
آدمی تو بینائی ہے باقی کھال ہے	دید تو دراصل محبوب کی دید ہے
چونکہ دید دوست نہ بود کور بہ	دوست کو باقی نباشد دور بہ
جبکہ دوست کا دیدار نہ ہو اندھا ہونا اچھا ہے	جو دوست باقی رہنے والا نہ ہو اس کو دور ہونا اچھا ہے

یہ تائید ہے مضمون بالا کی یعنی حضرت نوحؑ سے ان کی امت نے بطور انکار کے کہا کہ ثواب آخرت جس کا ہم سے ایمان لانے پر وعدہ ہے) کہاں ہے آپ نے فرمایا کہ وہ (حجاب) واستغشوا ثیابٖ سے اس طرف ہے (یہ اشارہ ہے آیہ استغشوا ثیابھم الخ کی طرف یعنی قوم نوح علیہ السلام نے اپنے کپڑوں کو منہ اور سر اور کانوں پر لپیٹ لیا تا کہ ان کی نصیحت سننے میں نہ آوے مطلب جواب کا یہ ہوا کہ تمہارا کپڑا لپیٹنا دلیل اعراض کی ہے اور یہ اعراض حجاب ہے وہ ثواب اس حجاب میں محجوب ہو گیا اگر اس حجاب کو اٹھا دو اور ایمان لے آؤ تو قلب سے ثواب و جزاء کا مشاہدہ ہونے لگے) روی و سر کو تو کپڑوں میں لپیٹ رکھا ہے لامحالہ (ظاہر میں) بادیدہ اور (باطن میں) نادیدہ ہو رہے ہیں۔(اب بطور حاصل کے فرماتے ہیں کہ آدمی تو دید کا نام ہے (یعنی آدمی جس کی بدولت انسان کامل ہو جاتا ہے وہ صرف ادراک حقیقت ہے اور باقی تو نرا پوست ہے (یعنی بیکار ہے) اور پھر دید بھی وہ معتبر ہے جو محبوب کی دید ہو اور جب محبوب کی دید نہ ہو تو اس سے نابینا بہتر ہے اور محبوب بھی جو باقی نہ ہو وہ دوری بہتر ہے (پس مطلوب و معرفت ہوئی جو محبوب حقیقی باقی کے ساتھ متعلق ہو)

چوں رسول روم ایں الفاظ تر	در سماع آورد شد مشتاق تر
جب روم کے ایلچی نے یہ تر و تازہ لفظ	سنے تو وہ زیادہ مشتاق ہو گیا
دیدہ را بر جستن عمر گذاشت	رخت را و اسپ را ضائع گذاشت
آنکھیں حضرت عمرؓ کے ڈھونڈنے پر لگا دیں	سامان اور گھوڑے کو بغیر حفاظت کے چھوڑ دیا
ہر طرف اندر پے آں مرد کار	میشدے پرسان او دیوانہ وار
اس مرد کار کی تلاش میں ہر طرف	دیوانوں کی طرح پوچھتا پھرتا
کایں چنیں مردے بود اندر جہاں	وز جہاں مانند جان باشد نہاں
کہ ایسا آدمی بھی دنیا میں ہوگا	جو جان کی طرح دنیا سے پوشیدہ ہو

جست اورا تاش چوں بندہ بود	لا جرم جوئندہ یا بندہ بود
ان کو ڈھونڈا تاکہ ان کا غلام جیسا ہو جائے	لامحالہ تلاش کرنے والا پالینے والا ہوتا ہے

یعنی جب قاصد رومی نے یہ الفاظ تر (مر عمرؓ را قصر جان روشنی ست الخ) سنے تو آپ کی زیارت کا زیادہ مشتاق ہوا اور اپنی آنکھ کو خاص آپ کی تلاش کے لئے مقرر کر دیا اور اسباب وسواری کو یوں ہی بے قید چھوڑ دیا (اور اس کے گم ہونے کی بھی پروانہ کی) اور چاروں طرف اس کام کے آدمی (یعنی حضرت عمرؓ کی تلاش میں پوچھتا ہوا دیوانہ کی طرح پھرتا تھا اور دل میں کہتا تھا) کہ حیرت ہے) دنیا میں ایسا شخص موجود ہو اور پھر اس کا حال خلائق سے) مخفی ہو جس طرح روح مخفی ہوتی ہے اور وہ اس لئے ڈھونڈھتا پھرتا تھا کہ آپ کا غلام بن جاوے آخر تلاش کرنے والے کو مطلوب مل ہی جاتا ہے)

یافتن رسول قیصر روم عمرؓ را خفتہ در زیر درخت خرما

قیصر روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ کو کھجور کے درخت کے نیچے سوتا ہوا پانا

دید اعرابی زنے او را دخیل	گفت عمرؓ نک بزیر آں نخیل
ایک بدو عورت نے اس کو اجنبی دیکھ کر	کہا یہ عمرؓ اس کھجور کے نیچے ہیں
زیر خرما بن زخلقاں او جدا	زیر سایہ خفتہ بیں سایہ خدا
کھجور کے درخت کے نیچے مخلوق سے جدا	خدا کے سایہ کو سایہ میں سوتا دیکھ
آمد او آنجاؤ از دور ایستاد	مر عمرؓ رادید و درلرزہ فتاد
وہ اس جگہ آیا اور دور کھڑا ہو گیا	(حضرت) عمرؓ کو دیکھا اور کپکپی میں مبتلا ہو گیا
ہیبتے زاں خفتہ آمد بر رسول	حالتے خوش کرد بر جانش نزول
ایلچی پر اس سوتے ہوئے کی ہیبت طاری ہو گئی	ایک اچھی حالت اس کی جان پر نازل ہو گئی
مہر و ہیبت ہست ضد یک دگر	ایں دو ضد را جمع دید اندر جگر
محبت اور ہیبت ایک دوسرے کی ضد ہیں	ان دو ضدوں کو اس نے اپنے جگر میں جمع دیکھا

(دخیل در قوم آنست کہ نباشد از ان قوم و داخل شود دران قوم و اینجا مراد نو آئندہ است عمر بفتر ورت شعری مشدد خواندہ می شود) یعنی ایک اعرابی کی عورت نے اس شخص کو نو وارد مسافر دیکھ کر کہا کہ دیکھو حضرت عمرؓ اس درخت خرما کے نیچے سب خلق سے علیحدہ تشریف رکھتے ہیں اس سایہ خدا کو سایہ درخت کے نیچے سوتا ہوا دیکھو غرض وہ قاصد وہاں آیا اور دور کھڑا ہو گیا حضرت عمرؓ کا دیکھنا تھا کہ اس کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس خفتہ کی ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیبت اس قاصد پر چھا گئی اور اس کے باطن میں ایک عمدہ حالت نے نزول کیا باوجودیکہ محبت اور ہیبت (ایک اعتبار سے) باہم گر ضد ہیں (کیونکہ محبت سے تقاضائے قرب پیدا ہوتا ہے اور ہیبت سے تقاضائے بعد) مگر اس نے ان دونوں ضدوں کو باطن میں (مختلف اعتبار سے) مجتمع پایا (کہ وہ ہیبت عظمت کی تھی نہ خوف ضرر کی)

گفت با خود من شہاں را دیدہ ام	پیش سلطاناں خوش و بگزیدہ ام
اپنے سے بولا میں نے بادشاہوں کو دیکھا ہے	میں بادشاہوں کے سامنے مطمئن و برگزیدہ رہتا ہوں
از شہانم ہیبت و ترسے نبود	ہیبت ایں مرد ہوشم در ربود
بادشاہوں کی مجھ پر کوئی ہیبت اور خوف نہ تھا	اس شخص کی ہیبت نے میرے حواس گم کر دئے
رفتہ ام در بیشۂ شیر و پلنگ	روئے من زایشاں نگرداند رنگ
میں شیر اور تیندوے کی جھاڑی میں گیا ہوں	میرے چہرے کا ان سے رنگ نہیں بدلا
بس شدم من در مصاف و کارزار	ہمچو شیر آندم کہ باشد کار زار
میں بہت سے معرکوں اور جنگوں میں گیا ہوں	شیر کی طرح جبکہ کام سخت ہو
بس کہ خوردم بس زدم زخم گراں	دل قوی تر بودہ ام از دیگراں
بہت سے بھاری زخم کھائے اور بہت سے لگائے	اور دوسروں سے قوی دل رہا ہوں
بے سلاح ایں مرد خفتہ بر زمیں	من بہفت اندام لرزاں چیست ایں
یہ شخص بغیر ہتھیاروں کے زمین پر سویا پڑا ہے	میں ساتوں اعضاء سے لرز رہا ہوں یہ کیا ہے؟
ہیبت حق ست ایں از خلق نیست	ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست
یہ خدا کی ہیبت ہے مخلوق کی نہیں ہے	اس گدڑی پوش انسان کی ہیبت نہیں ہے
ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید	ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید
جو اللہ (تعالیٰ) سے ڈرا اور اس نے تقویٰ اختیار کیا	اس سے جن اور انسان اور جو بھی اس کو دیکھے ڈرتا ہے
اندریں فکرت بحرمت دست بست	بعد یک ساعت عمرؓ از جائے جست
اسی فکر میں وہ ادب سے دست بستہ ہوا	ایک گھنٹہ بعد (حضرت) عمرؓ جگہ سے اٹھے

(ہفت اندام مصداقش از اعضائے ظاہری سر و سینہ و پشت و دو دست و دو پائے باشد و از اعضائے باطنی دماغ و دل و جگر و سپرز و شش و زہرہ و معدہ نزد بعضے گروہ بجائے معدہ و در ہر دو حال کنایت از تمام بدن) یعنی وہ اپنے دل میں (متعجب ہو کر) کہنے لگا کہ میں نے بہت سے بادشاہ دیکھے ہیں اور جلیل القدر بادشاہوں کے سامنے مقرب و

www.besturdubooks.wordpress.com

مقبول رہا ہوں باوجود اس کے بادشاہوں سے مجھ کو کبھی خوف نہیں معلوم ہوا مگر اس شخص کی ہیبت نے میرے ہوش گم کردیئے بارہا شیر و پلنگ کے بیشوں میں جانے کا اتفاق ہوا مگر کبھی چہرہ کا رنگ تک نہیں بدلا اسی طرح بہتیرے معرکوں میں شرکت ہوئی لیکن اس طرح قوی دل رہا جیسے شدت و مصیبت کے وقت شیر رہتا ہے اور ان معرکوں میں بہت سے زخم کھائے بھی مارے بھی مگر اوروں سے زیادہ مضبوط رہا (یہ تو میری قوت قلب کی کیفیت ہے مگر) یہ شخص بالکل نہتا زمین پر پڑا سو رہا ہے اور میرا تمام بدن کانپا جاتا ہے (اس سے ثابت ہوتا ہے کہ) بلاشبہ یہ ہیبت حق ہے ہیبت خلق نہیں ہے اور یہ ہیبت اس صاحب دلق کی نہیں ہے واقعی جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور تقویٰ اختیار کرتا ہے اس سے تمام جن و انس اور جو دیکھتا ہے ڈرنے لگتے ہیں غرض اسی فکر میں تعظیم کے ساتھ دست بستہ کھڑا ہو گیا اور ایک ساعت کے بعد حضرت عمرؓ خواب سے اٹھے۔

کرد خدمت مر عمرؓ را وُ سلام	گفت پیغمبرؐ سلام آنگہ کلام
اس نے (حضرت) عمرؓ کی تعظیم کی اور سلام کیا	پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے پہلے سلام پھر کلام
پس علیکش گفت و اورا پیش خواند	ایمنش کرد و بنزد خود نشاند
پھر (حضرت عمرؓ نے) اس کو وعلیک کہا اور آگے بلایا	اس کو مطمئن کیا اور اپنے پاس بٹھایا
ہر کہ ترسد مرورا ایمن کنند	مرد دل ترسندہ را ساکن کنند
جو ڈرتا ہے اس کو مطمئن کرتے ہیں	جس کا دل ڈرے اس کو تسکین دیتے ہیں
لاتخافوا ہست نزل خائفاں	ہست درخور از برائے خائف آں
ڈرنے والوں کی مہمانی کا کھانا "نہ ڈرو" ہے	اور اس نے ڈرنے والوں کے لائق (خوشخبری) ہے
آنکہ خوفش نیست چوں گوئی مترس	درس چہ دہی نیست او محتاج درس
جس کو ڈر نہ ہو اس کو "نہ ڈر" تو کیسے کہے گا؟	سبق کیا سکھاتا ہے وہ سبق کا ضرورتمند نہیں ہے
خاطر ویرانش را آباد کرد	آں دل از جا رفتہ را دلشاد کرد
اس کی برباد طبیعت کو آباد کر دیا	اس گھبرائے ہوئے کو خوش کر دیا

یعنی جب عمر رضی اللہ عنہ سونے سے جاگے تو اس قاصد نے آپ کو سلام کیا اور حکم شرعی بھی ہے کہ پہلے سلام کرو پھر کلام کرو آپ نے اس کو علیکم السلام کہا اور اپنے پاس بلایا اور اس کو مطمئن کر کے اپنے روبرو بٹھلایا (اب مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اس کے ڈرنے کی وجہ سے اس کو بے خوف کیا گیا اسی طرح) جو شخص ڈرتا ہے اس کو بے خوف کیا کرتے ہیں اور اس کے دل کو سکون دیتے ہیں لاتخافوا اہل خوف کی مہمانی ہوتی ہے اشارہ ہے لا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنة کی طرف) اور خائف کے حال کے مناسب بھی یہی ہے کہ کیونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جس کو پہلے ہی سے خوف نہ ہو اس کو یہ کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ خوف مت کر (کہ محض عبث ہے) اس کو (خوف کا) درس کیا دوگے کہ وہ اس درس کا محتاج نہیں ہے (بلکہ ایسے شخص کو لاتفرح کہا جاتا ہے کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ مقصود یہ ہوا کہ اگر آخرت میں مامون مطمئن ہونا چاہتے ہو تو دنیا میں خدا تعالیٰ سے خوب ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔

سخن گفتن عمرؓ بار سول قیصر روم وسوال رسول قیصر روم با عمرؓ

حضرت عمرؓ کا قیصر روم کے ایلچی سے بات کرنا اور روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ سے سوال کرنا

بعد ازاں گفتش سخنہائے دقیق	در صفات پاک حق نعم الرفیق
اس کے بعد انہوں نے اس سے باریک باتیں کیں	اللہ پاک کی صفات کے بارے میں جو بہترین رفیق ہے
وز نواز شہائے حق ابدال را	تا بداند او مقام و حال را
اور اولیاء پر اللہ تعالیٰ کی نوازشوں کے بارے میں	تاکہ وہ مقام اور حال کو سمجھ جائے

یعنی اس قاصد کو جو (بوجہ) ہیبت کے) از جارفتہ ہو رہا تھا دل شاد فرمایا اور اس کی خاطر ویران کو آباد کیا اور اس کے بعد اس سے باریک باتیں فرمائیں۔ اور خدائے پاک کی صفات کا بیان کیا اور ابدال (یعنی مطلق اولیاء اللہ) پر جو حق تعالیٰ کی نوازشیں ہیں ان کو بیان فرمایا تاکہ اس کو حالات ومقامات کی اطلاع ہو جاوے (یہ بیان قالی تھا یا حالی یعنی آپ کی فیض سے یہ امور اس پر منکشف ہو گئے اور وہ خود ان احوال ومقامات سے متصف کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ میں کہتا ہوں کہ ظاہر احتمال ثانی ہے کیونکہ حضرات صحابہؓ سے ایسے امور کا تذکرہ منقول نہیں اسی طرح مضامین آئندہ کو سمجھو۔

حال چوں جلوہ ست زاں زیبا عروس	ویں مقام آں خلوت آمد باعروس
حال گویا اس حسین دلہن کا جلوہ ہے	اور مقام دلہن کے ساتھ خلوت ہے
جلوہ بیند شاہ و غیر شاہ نیز	وقت خلوت نیست جز شاہ عزیز
جلوہ تو شاہ اور شاہ کے غلام (بھی) دیکھتے ہیں	لیکن خلوت کے وقت باعزت بادشاہ کے سوا کوئی نہیں ہوتا ہے
جلوہ کرد عام وخاصاں را عروس	خلوت اندر شاہ باشد باعروس
دلہن عوام اور خواص کو جلوہ دکھاتی ہے	دلہن کے ساتھ خلوت میں (صرف) بادشاہ ہوتا ہے
ہست بسیار اہل حال از صوفیاں	نادر ست اہل مقام اندر میاں
صوفیوں میں اہل حال بہت ہیں	ان میں صاحب مقام کم ہیں

مولانا حال ومقام کی تحقیق فرماتے ہیں مگر شرح اشعار سے پہلے سمجھ لینا چاہئے کہ اصطلاح صوفیہ میں مقام

www.besturdubooks.wordpress.com

اس صفت باطنی کو کہتے ہیں جو کسب وریاضت وقصد سے حاصل کی ہو جیسے توکل وتواضع وصبر وغیرہ اور حال اس وارد قلبی کو کہتے ہیں جو بلا اختیار پیدا ہو گیا ہو جیسے شوق ووجد واستغراق وغیرہ چنانچہ مشہور ہے المقامات مکاسب والاحوال مواهب اور مقام کو کثرت ثبات ودوام ہوتا ہے اور حال اکثر بعد چندے زائل ہو جاتا ہے۔ اور نیز مقام کے آثار عوام سے مخفی رہتے ہیں اور اس کا معاملہ محض اللہ تعالیٰ سے ہوتا ہے بخلاف حال کے کہ اکثر خلق پر بھی اس کا ظہور ہو جاتا ہے مولانا اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ حال کی تو ایسی مثال ہے جیسے عروس کا جلوہ ہوتا ہے اور مقام کی مثال ایسی ہے جیسے عروس کے ساتھ خلوت ہوتی ہے۔ جلوہ تو خود بادشاہ بھی دیکھتا ہے (جس کی وہ عروس ہے) اور دوسرے لوگ بھی دیکھتے ہیں اور خلوت کے وقت بجز بادشاہ کے کوئی بھی نہیں ہوتا پس جلوہ تو عروس سب عام و خاص کے روبرو کرتی ہے اور خلوت کے اندر صرف بادشاہ ہی عروس کے پاس ہوتا ہے۔ (پس جس طرح جلوہ کا ظہور عام ہے اسی طرح حال کا ظہور عام ہے اور جس طرح خلوت میں صرف بادشاہ سے معاملہ پڑتا ہے اسی طرح مقام کا معاملہ عوام سے مخفی صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے) اور صوفیوں میں اہل حال تو بہت ہیں اور اہل مقام بہت کم ہوتے ہیں (جس طرح اہل جلوت بہت ہوتے ہیں اور اہل خلوت ایک ہی ہوتا ہے۔ مقصود مولانا کا تنبیہ کرنا ہے طالب کو کہ اہل حال کو کامل سمجھنا چاہئے جیسا عوام کی حالت وعادت ہے بلکہ اہل مقام کو ڈھونڈھنا چاہئے۔

از منازلہائے جانش یاد داد	وز سفر ہائے روانش یاد داد
اس کو جان کی منزلیں بتلائیں	اور اس کو روح کے سفر یاد دلائے
وز زمانے کز زماں خالی بدست	وز مقام قدس کا جلالی شدست
اس زمانہ کی یاد دلائی جو (قید) زماں سے خالی تھا	اور اس مقام قدس کی جو جلالی ہے
وز ہوائے کاندرو سیمرغ روح	پیش ازیں دیدست پرواز فتوح
اور اس ہوا کی جس میں روح کے سیمرغ نے	اس سے پہلے خوشی کی پرواز دیکھی ہے
ہر یکے پروازش از آفاق بیش	وز امید و نہمت مشتاق بیش
اس کی ہر ایک پرواز عالم سے بڑھی ہوئی تھی	مشتاق کی امید اور قصد سے بڑھی ہوئی تھی

(نہمت حرص واشتیاق یہاں سے عود ہے قصہ کی طرف) یعنی حضرت عمرؓ نے اس قاصد کے سامنے روح کے منازل وسفر کا ذکر فرمایا (منازل یہی ہیں کہ اول روح مجرد محض تھی پھر عالم مثال سے متعلق ہوئی پھر ناسوت سے متعلق ہوئی) اور اس حالت کا ذکر کیا جو زمانہ سے خالی تھا (کیونکہ زمانہ مخلوق اور حادث ہے ضرور اس سے پہلے ایک حالت تھی اور اس کو حالت زمانہ کہہ دینا مجاز ہے) اور اس مقام قدس کا بیان کیا جو کہ اجلالی ہے (اس سے مراد جبروت یعنی مرتبہ صفات الٰہیہ ہے یہ گویا تفسیر ہے مصرعہ اولیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

ےوز زمانے کز زمان خالی بدست

کی مطلب دونوں شعروں سے یہ نکلا کہ صفات روح اور صفات حق کے اسرار بیان کئے) اور اس ہوا کا بیان کیا کہ اس میں سیمرغ روح نے اس کے قبل پرواز یعنے عروج اور فتوح یعنی انبساط دیکھا ہے (مراد اس سے مرتبہ تجرد روح کا ہے کہ بوجہ تجرد کے اس کو عروج ہی عروج تھا اور تعلق جسم سے آزاد اور پاک تھی اس کا ہر پرواز تمام آفاق سے بڑھ کر تھا اور عاشق مشتاق کی امنگیں اور شوق کیسا کچھ بلند ہوتا ہے (اس سے بھی بڑھ کر اس کا پرواز تھا) یہ عروج محبت و معرفت الٰہی میں تھا جس کو بوجہ عدم مانع کے روزانہ ترقی تھی۔

چوں عمرؓ اغیار رو را یار یافت	جان او را طالب اسرار یافت
جب (حضرت) عمرؓ نے بیگانہ صورت کو یار پایا	اور اس کی طبیعت کو اسرار کا طالب پایا
شیخ کامل بود و طالب مشتہی	مرد چابک بود و مرکب درگہی
شیخ کامل تھا اور طالب پرشوق	سوار ہوشیار تھا اور سواری تیار
دید آں مرشد کہ او ارشاد داشت	تخم پاک اندر زمین پاک کاشت
مرشد نے دیکھا کہ وہ استعداد رکھتا ہے	پاک بیج پاک زمین میں بو دیا

(مصرعہ اولیٰ چون عمر شرط است و مصرعہ اخیر تخم پاک جزا و مصارع درمیان معطوف بر شرط بحذف عاطف درگہی مرکب کہ باسامان و زین بہ تہیہ سواری نگاہ دارند کنایہ از مستعد) یعنی حضرت عمرؓ نے اس اغیار صورت کو (کہ ظاہر میں اجنبی تھا) یار پایا (کہ مناسبت باطنی رکھتا تھا) اور اس کی جان کو طالب اسرار پایا پس شیخ بھی کامل تھے اور طالب راغب تھا اور ایسی مثال تھی جیسے مرد سوار چابک ہو اور سواری عمدہ ہو (تو سوار ہونے کی ہی دیر ہوتی ہے) اور مرشد کامل (یعنی حضرت عمرؓ) نے دیکھا کہ اس میں استعداد ارشاد حقائق کی ہے پہلے عمدہ زمین (قلب قاصد) میں عمدہ تخم (اسرار) کا بو دیا (حاصل یہ ہوا کہ القائے اسرار و افاضۂ انوار کے لئے دو امر شرط ہیں مفید یعنی شیخ کا کامل و قوی الفعل ہونا اور مستفید یعنی طالب کا منفعل یعنی قابل و قوی الاستعداد ہونا سو یہاں دونوں شرطیں جمع تھیں اس لئے خوب فیضان واقع ہوا۔

مرد گفتش کاے امیر المومنین	جاں ز بالا چوں در آمد بر زمیں
(اس) شخص نے ان سے کہا اے امیر المومنین	روح (عالم) بالا سے زمین پر کیوں آ گئی؟
مرغ بے اندازہ چوں شد در قفس	گفت حق بر جاں فسوں خواند و قصص
لاتعداد پرندے پنجرے میں کیسے آ گئے	انہوں نے کہا اللہ تعالیٰ نے روح پر افسوں اور افسانے پڑھ دئے
بر عدم ہا کاں ندارد چشم و گوش	چوں فسوں خواند ہمی آید بجوش
وہ معدوم جو آنکھ اور کان نہیں رکھتے	جب وہ ان پر افسوں پڑھتا ہے وہ جوش میں آ جاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

از فسون او عدمہا زود زود	خوش معلق میزند سوئے وجود
اس کے افسوں سے معدوم چیزیں جلد جلد	وجود کی جانب قلابازیاں کھاتی ہیں
باز بر موجود افسونے چو خواند	زود او را در عدم دوا سپہ راند
پھر جب موجود پر اس نے افسوں پڑھا	جلد اس کو عدم میں تیز دوڑا دیا

یعنی اس شخص نے آپ سے سوال کیا کہ روح عالم بالا (یعنی عالم امر) سے زمین (عالم سفلی یعنی عالم خلق) پر کس طرح آ گئی (یعنی مجرد کو جسم مادی سے کیسے تعلق ہو گیا حالانکہ دونوں میں مناسبت نہیں) اور یہ طائر غیر مقداری (کیونکہ عالم امر مقدار سے منزہ ہے) قید (جسم) میں کیسے آ گیا آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے روح پر افسون و قصہ پڑھ دیا (مراد اس افسون سے کلمہ کن ہے خلاصہ جواب کا یہ ہوا کہ یہ تعلق روح کا جسم کے ساتھ تکوینی و اضطراری ہے اور وہ مناسبت پر موقوف نہیں قصدی اور اختیاری نہیں جس میں مناسبت کی ضرورت ہوتی ہے آگے اس کلمہ کن اور قضائے خداوندی کے تصرفات و تاثیرات کا بیان ہے کہ معدوم چیزوں پر جن کے آنکھ کان بھی نہیں ہیں جب حق تعالیٰ وہ افسون پڑھ دیتے ہیں تو وہ جوش میں آ کر اس افسون کے اثر سے جلدی جلدی چھلانگ لگاتے (یعنی بلا کراہت حالت وجود میں آ جاتی ہیں (کلمہ کن سے معدومات کا موجود ہونا ظاہر ہے) پھر موجودات پر وہی افسون جہاں پڑھا اور فوراً عدم کی طرف راہی ہوئے (جیسے دو گھوڑوں والا جلدی چلتا ہے یہ تصرف تو تمام کائنات کے لئے عام اور مشترک ہے اور بعضے تصرفات خاص خاص ہیں جو ہر شے میں مختلف ہیں۔ اس کا بیان فرماتے ہیں۔

گفت با جسم آیتے تا جاں شد او	گفت با خورشید تا رخشاں شد او
جسم کو کوئی آیت سنا دی تو وہ جان بن گیا	سورج سے کہا تو وہ چمکدار ہو گیا
باز در گوشش دمد نکتہ مخوف	در رخ خورشید افتد صد کسوف
پھر اس کے کان میں کوئی خوفناک نکتہ پھونک دیا	تو سورج کے رخ میں سو گرہن آ گئے
گفت در گوش گل و خنداں کرد	گفت با لعل خوش و تابانش کرد
پھول کے کان میں کچھ کہا اس کو شگفتہ کر دیا	خوبصورت لعل سے کچھ کہا اور اس کو چمکدار بنا دیا
تا بگوش خاک حق چہ خواندہ است	کو مراقب گشت و خامش ماندہ است
(معلوم نہیں) زمین کے کان میں کیا پھونک دیا ہے؟	کہ وہ منتظر اور خاموش ہو گئی ہے
تا بگوش ابر آں گویا چہ خواند	کو چو مشک از دیدۂ خود آب راند
(نہ معلوم) اس بولنے والے نے ابر کے کان میں کیا کہا ہے؟	کہ اس نے مشک کی طرح اپنی آنکھ سے پانی بہا دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

مخوف بمعنی مخوف منہ یعنی اللہ تعالیٰ نے گوشِ گل میں وہ افسون کہہ دیا اور اس کو خنداں کر دیا کیونکہ اس کا خنداں ہونا بحکم تکوینی خداوندی ہے اسی طرح باقی امور (آئندہ) اور وہ افسون پتھر سے فرما دیا اور اس کو عقیق کان بنا دیا جسم (بے روح) سے کوئی بات کہہ دی جس سے وہ جان (دار) بن گیا اور خورشید سے کچھ کہہ دیا جس سے وہ رخشاں ہوگیا پھر (دوسرے وقت) اس کے کان میں ایک خوفناک نکتہ پھونک دیتے ہیں جس سے خورشید بے نور ہو جاتا ہے وہ بات نے سے فرمادی جس سے وہ (پر) شکر ہوگیا پانی سے کہہ دیا جس سے وہ موتی بن گیا ابر کے کان میں اس متکلم (جل شانہ) نے کیا چیز پڑھ دی ہے جس سے وہ مشک کی طرح اشک ریز ہوگیا زمین کے کان میں کوئی ایسی بات فرمادی جس سے وہ مراقب درویش کی طرح خاموش رہ گئی۔

در تردد ہر کہ او آشفتہ است	حق بگوش او معما گفتہ است
جو شخص تردد میں پریشان ہے	اللہ تعالیٰ نے اس کے کان میں کوئی معما کہا ہے
تا کند محبوسش اندر دو گماں	آں کنم کو گفت یا خود ضد آں
تاکہ اس کو دو گمانوں میں مبتلا کر دے	وہ کروں جو (فلاں نے) کہا یا اس کی ضد
ہم ز حق ترجیح یابد یک طرف	زاں دو یک را برگزیند زاں کنف
پھر اللہ (تعالیٰ) کی طرف سے ایک جانب کا رجحان پاتا ہے	اس طرف سے دونوں میں سے ایک کو اختیار کرتا ہے
گر نخواہی در تردد ہوش جاں	کم فشار ایں پنبہ اندر گوش جاں
اگر تو جان کے ہوش کو تردد میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا ہے	اس روئی کو جان کے کان میں نہ ٹھونس
پنبۂ وسواس بیروں کن ز گوش	تا بگوشت آید از گردوں خروش
وسوسہ کی روئی کو کان سے نکال دے	تاکہ آسمان سے آواز تیرے کان میں آئے
تا کنی فہم آں معماہاش را	تا کنی ادراک رمز و فاش را؟
تاکہ تو اس کے ان معموں کو سمجھ لے	تاکہ تو واضح بات اور اشاروں کا ادراک کر سکے
پس محل وحی گردد گوش جاں	وحی چہ بود گفتن از حس نہاں
پھر جان کا کان وحی کی جگہ بن جاتا ہے	وحی کیا ہوتی ہے؟ پوشیدہ حس کی گفتگو ہے
گوش جان و چشم جاں جز ایں حس ست	گوش عقل و چشم ظن زاں مفلس ست
جان کے کان اور آنکھ اس حس کے علاوہ ہیں	عقل کا کان اور گمان کی آنکھ اس سے خالی ہے

(یہاں بھی حق تعالیٰ کے ایک تصرف کا بیان ہے) یعنی جو شخص کسی تردد میں پریشان ہو رہا ہے (گویا) حق

www.besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ نے اس کے کان میں کوئی معما کہہ دیا ہے (یعنی اس امر کی دونوں جانبین مساوی درجہ میں اس کے ذہن میں القاء کردی ہیں اس سے تردد میں گرفتار ہوگیا جسے معما سننے والا احتمالات مختلفہ میں پریشان ہوجاتا ہے اور اس القاء کی حکمت یہ ہوتی ہے) تا کہ اس شخص کو دو گمانوں میں محبوس کردیں کہ اس طرح کروں جو فلانے نے کہا ہے یا اس کے خلاف کروں بعد اس کے اگر ایک جانب کو ترجیح ہوجاتی ہے وہ بھی جانب حق تعالیٰ سے ہے کہ ان دونوں شقوں میں سے ایک شق کو جس کنارہ پر ہو اختیار کرلیتا ہے (اب آگے مولانا بمناسبت لفظ تردد کے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ) اگر تم اپنے باطن کو ترددات (جہل وحجاب) میں رکھنا نہ چاہو تو اس پنبہ (التفات بماسوی اللہ) کو گوش باطن میں مت بھرو تا کہ تم حق تعالیٰ کے اسرار کو سمجھنے لگو اور سب خفی وجلی (حقائق) پر مطلع ہونے لگو پس گوش باطنی محل وحی (یعنی الہام ہونے لگے (چنانچہ خود تفسیر فرماتے ہیں کہ وحی سے مراد یہی حواس باطنی سے کلام ہونے لگتا ہے (آگے حواس باطنی کا اثبات فرماتے ہیں کہ) باطن کے چشم وگوش ان حواس ظاہری کے علاوہ ہیں اور اس ظاہری عقل وحواس کے کان ان حقائق سے بے بہرہ ہیں۔

لفظ جبرم عشق را بے صبر کرد	وانکہ عاشق نیست حبس جبر کرد
جبر کے لفظ نے میرے عشق کو بے قرار کردیا	جو عاشق نہیں ہے اس کو جبر کا قیدی بنا دیا
ایں معیت باحق ست وجبر نیست	ایں تجلی مہ ست ایں ابر نیست
یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معیت ہے اور جبر نہیں ہے	یہ چاند کی تجلی ہے ابر نہیں ہے
ور بود ایں جبر جبر عامہ نیست	جبر آں امارہ خود کامہ نیست
اگر یہ جبر ہے تو عوام کا جبر نہیں ہے	خود غرض (نفس) امارہ کا جبر نہیں ہے

(جبر بے اختیاری میم در جبرم مضاف الیہ عشق یہاں سے انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف اوپر کے اشعار میں بیان تھا تصرفات قدرت الہیہ کا جس سے مخلوقات کا ان تصرفات میں بے اختیار ہونا ثابت ہوتا ہے اسی بے اختیاری کو لفظ جبر سے تعبیر فرمایا ہے مطلب یہ ہے کہ اس بے اختیاری (مخلوقات) کے مضمون نے میری کیفیت عشقیہ کو بے تاب کردیا اور اس کو جوش میں لے آیا کیونکہ اس سے اپنے عاجز ودرماندہ ہونے اور محبوب حقیقی کے مختار مطلق ہونے کا استحضار ہوگیا جس سے کیفیت عشقیہ جوش زن ہوگئی کیونکہ معرفت سے عشق بڑھتا ہے اور جو شخص صاحب عشق نہیں (اور طاعت سے بھاگنے کا بہانہ ڈھونڈھتا ہے) اس کو (اس مضمون نے) محبوب جبر (متعارف) کردیا (اور وہ اس مضمون سے بوجہ اپنی کج فہمی کے یہ سمجھا کہ جب سب مخلوق بے اختیار ہیں تو میں بھی معاصی وشہوت پرستی میں مجبور ہوں اور یہ سمجھ کر مبتلائے عقیدہ فاسدہ ہوگیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کے مختار مطلق ہونے سے عبد کے اختیار کی مطلقاً نفی لازم نہیں آتی بلکہ اختیار تام وقدرت مستقلہ کی نفی لازم آتی ہے سلامت آلات

www.besturdubooks.wordpress.com

سے تعبیر کیا ہے اور ایسی بے اختیاری کا اعتقاد جس کا اوپر ذکر ہوا ہے واقع میں معیت حق (کا اعتقاد) ہے (کہ اس سے استحضار عموم تصرف الٰہی کا ہوتا ہے اور حقیقت معیت کی یہی استحضار ہے اور (یہ اعتقاد مذکور) جبر نہیں (جس کا اعتقاد مذموم ہے اور یہ (اعتقاد مذکور اپنے حق اور نورانی ہونے میں مثل تجلی ماہ ہے) تاریک و باطل ہونے میں مثل ابر نہیں ہے اور اگر اس کو جبر ہی کے عنوان سے تعبیر کیا جاوے تب بھی یہ عوام کا جبر نہیں ہے اور نفس (امارہ خود غرض کا جبر نہیں ہے جس سے عوام الناس اور نفس طاعت میں حیلہ جوئی کیا کرتا ہے خلاصہ یہ کہ یہ جبر مذموم نہیں بلکہ جبر محمود ہے جو واقع میں جبر نہیں محض مجازاً اس پر لفظ جبر بول دیا جاتا ہے۔

جبر را ایشاں شناسند اے پسر	کہ خدا بکشاد شاں در دل بصر
اے بیٹا! جبر کو وہی پہچانتے ہیں	جن کے دل کی آنکھ خدا نے کھول دی ہے
غیب و آئندہ بر ایشاں گشت فاش	ذکر ماضی پیش ایشاں گشت لاش
غیب اور آنے والی چیزیں ان پر منکشف ہو گئی ہیں	گذشتہ کی یاد تو ان کے لئے کچھ بھی نہیں
اختیار و جبر ایشاں دیگرست	قطرہا اندر صدفہا گوہرست
ان کا اختیار اور جبر دوسرا ہی ہے	صدفوں میں قطرے گوہر ہیں
ہست بیروں قطرۂ خورد و بزرگ	در صدف درہائے خورد ست و سترگ
باہر وہ چھوٹے اور بڑے قطرے ہیں	لیکن صدف میں وہ چھوٹے اور بڑے موتی ہیں
طبع ناف آہوست آں قوم را	از بروں خوں وز دروں شاں مشکہا
اس قوم کی طبیعت ہرن کا نافہ ہے	باہر خون ہے اور ان کے اندر مشک ہے
تو مگو کیں نافہ بیروں خوں بود	چوں بود در ناف مشکے چوں شود
تو نہ کہہ کہ یہ نافہ باہر خون ہوتا ہے	جب ناف میں جاتا ہے مشک کیوں بن جاتا ہے
تو مگو کایں مس بروں بد محتقر	در دل اکسیر چوں گشت ست زر
تو نہ کہہ کہ یہ تانبا باہر ناچیز تھا	اکسیر کے دل میں پہنچ کر سونا کیسے بن گیا؟
اختیار و جبر در تو بد خیال	چوں در ایشاں رفت شد نور جلال
اختیار اور جبر تجھ میں ایک خیال تھا	جب ان میں پہنچا تو نور جلال بن گیا
نان چوں در سفرہ است او باشد جماد	در تن مردم شود او روح شاد
روٹی جب تک دستر خوان میں ہے وہ بے روح ہے	انسان کے جسم میں پہنچ کر وہ بشاش روح بن جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در دل سفرہ نگشتہ مستحیل	مستحیلش جاں کند از سلسبیل
دستر خوان میں وہ متغیر نہیں ہوتی ہے	روح اس کو سلسبیل کے ذریعہ متغیر کرتی ہے

یہاں سے اسی جبر محمود کا بیان ہے کہ اس) جبر کو وہی حضرات پہچانتے ہیں جن کی نظر باطن میں اللہ تعالیٰ نے کشادہ کر رکھی ہے اور اس نظر باطن کی وجہ سے) بہت سے مخفیات اور آئندہ امور پر منکشف ہو گئے ہیں بعضے بذریعہ تعلیم شریعت کے بعضے الہام وذوق سے) اور جو اشیاء گزر جانے والی یعنی فنا ہو جانے والی ہیں ان کا ذکر ان حضرات کے روبرو محض لاشے (یعنی ناقابل التفات) ہو گیا ہے (یعنی طلب مقصود حقیقی میں سرگرم ہیں دنیا ومافیہا ان کے نزدیک بے قدر ہے۔ وفسر الماضی بافانی مرشدی قدس اللہ تعالیٰ سرہ) ایسے حضرات کا جبر واختیار بھی اور ہی طرح کا ہے (عوام کا سا نہیں کیونکہ عوام میں جو بد اعتقاد ہیں ان کے جبر واختیار کا بدعت اور مذموم ہونا تو ظاہری ہے اہل حق کا اعتقاد یقیناً ان کے مماثل نہیں اور جو ان میں خوش اعتقاد ہیں ان کا جبر واختیار گو درجہ توسط میں ہے اور حق ہے مگر صرف مرتبہ علم میں ہے اس کے ساتھ حال نہیں ہے بخلاف حضرات عارفین کے کہ اپنے عجز اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کا ان کے قلب پر استحضار بھی ہے اس کے بعد (بتائید اس مضمون کے کہ ان حضرات کا جبر واختیار اور طرح کا ہے چند مثالیں اس کی بیان فرماتے ہیں کہ ایک ہی شے ایک محل میں ایک صفت پر ہو دوسرے محل میں دوسری شان کی ہو جاوے مثال اول قطرے صدف میں موتی بن جاتے ہیں صدف کے باہر تو چھوٹے بڑے قطرے ہوتے ہیں اور صدف ہیں وہی چھوٹے بڑے موتی ہو جاتے ہیں مثال ثانی اس قوم عارفین کی خاصیت ناف آہو سے مشک کی سی ہے کہ ظاہرا تو خون ہوتا ہے اور باطنا مشک ہوتا ہے سو تم تعجبا وانکارا) یوں مت کہو کہ یہ نافہ تو ظاہراً خون ہوتا ہے تو ناف میں رہ کر مشک کیسے ہو جاتا ہے مثال ثالث اسی طرح یوں مت کہو کہ یہ تانبا باہر تو حقیر وکم قیمت تھا اکسیر کے اندر جا کر سونا کیونکہ بن گیا (کیونکہ جب یہ امور واقع ہیں تو انکار و تعجب کی کب گنجائش ہے اسی طرح اختیار اور جبر (کو سمجھو کہ) تمہارے اندر تو محض ایک خیال تھا (خواہ خیال باطل ہو جیسا مبتدعین کا عقیدہ ہے خواہ خیال صحیح ہو مگر ذوق وحال سے خالی ہے) جب وہ جبر واختیار ان عارفین میں پہنچا تو نور جلال بن گیا (کہ اعتقاداً بھی حق ہے اور حال وذوق کے ساتھ بھی مقرون ہے مثال رابع روٹی جس وقت دستار خوان میں ہوتی ہے جماد محض ہوتی ہے (کہ اس میں مادہ حیات نہیں ہوتا) اور آدمی کے بدن میں پہنچ کر وہ جان تازہ بن جاتی ہے (کیونکہ وہ روٹی ہضم ہو کر اس سے بخار لطیف بنتا ہے جو مادہ حیات بدن انسانی ہے) دیکھو دستار خوان کے اندر وہ اپنی حالت نہیں بدلتی مگر روح حیوانی جو پہلے سے بدن میں موجود ہے) اپنی قوت سے جو (حیات بخشی میں) مثل سلسبیل چشمہ جنت کے ہے اس کی حالت بدل دیتی ہے۔

قوت جان ست ایں اے راست خواں	تا چہ باشد قوت آں جان جاں
اے سچی بات پڑھنے والے! یہ روح کی طاقت ہے	تو روح کی روح کی کیا طاقت ہوگی؟

www.besturdubooks.wordpress.com

نان ست قوت تن ولیکن در نگر	تا چہ قوت جانش باشد اے پسر
اے بیٹا! روٹی بدن کی غذا ہے لیکن غور کر	اس کی روح کی غذا کیا ہوگی؟
گوشت پارہ آدمی از زور جاں	می شگافد کوہ را با بحر و کاں
آدمی جو گوشت کا ٹکڑا ہے جان کے زور سے	پہاڑ کو مع سمندر اور کان کے پھاڑ دیتا ہے
زور جان کوہکن شق الحجر	زور جان جاں در انشق القمر
کوہکن کی جان کے زور نے پتھر پھاڑا	جان کی جان کا زور انشق القمر میں ہے
گر کشاید دل سر انبان راز	جاں بسوئے عرش سازد ترکتاز
اگر دل راز کے تھیلے کا منہ کھول دے	جان عرش کی جانب دوڑ جائے
گر زباں گویدز اسرار نہاں	آتش افروزد بسوزد ایں جہاں
اگر زبان چھپے راز کہہ دے	آگ لگا دے (اور) اس جہان کو جلا دے

ان اشعار میں رجوع ہے اس مطلب کی طرف جس کی تائید میں امثلہ مذکورہ لائے ہیں فرماتے ہیں کہ یہ (روٹی کا مستحیل کر دینا) تو روح حیوانی کی قوت ہے سو جان جان (یعنی روح انسانی جو روح حیوانی کا بھی مغز اور اس سے افضل ہے اس کی قوت کیا کچھ ہوگی (اس لئے عوام کے علوم واعمال جب عارفین میں جاتے ہیں جنھیں روح انسانی کے آثار زیادہ کامل ہوتے ہیں تو تعجب مت کرو اگر وہ علوم واعمال وہاں جا کر دوسرا رنگ کمال کا پیدا کرلیں اس لئے کہا گیا ہے کہ

؎ اختیار و جبر ایشاں دیگر ست

آگے روح حیوانی و روح انسانی کی قوت کے تفاوت کی توضیح کے لئے اس کی ایک وجہ بیان فرماتے ہیں کہ) بدن (جس کی حیات روح حیوانی سے ہے اس) کی غذا تو روٹی ہے لیکن غور کرو کہ روح انسانی کی غذا کیا ہو گی (یعنی وہ علوم و معارف ہیں جب دونوں کی غذاؤں میں تفاوت ہے اور غذا ہی سے قوت پیدا ہوتی ہے تو ضرور دونوں کی قوت میں بھی تفاوت ہوگا پس روح حیوانی کا تصرف اپنی غذا میں ہوتا ہے کہ جماد سے روح کر دیتی ہے اور روح انسانی کا تصرف کمالات علمیہ وعملیہ میں ہوگا کہ ناقص سے کامل بنا دیتی ہے آگے بھی اسی تفاوت کی تائید و توضیح ہے کہ) آدمی جو گوشت کا ایک لوتھڑا ہے روح حیوانی کے زور سے پہاڑ کو اور دریا و کان کو چیر پھاڑ ڈالتا ہے (جیسے فرہاد کا قصہ مشہور ہے اور صنعتوں سے بھی ان چیزوں میں تصرف ہوا کرتا ہے کہ پہاڑ سے نہریں نکالی جاتی ہیں اس کے اندر زمین بنائی جاتی ہیں۔ اس کے اندر رہیں بنائی جاتی ہیں دریا سے موتی کان سے چاند سونا نکالتے ہیں اور یہ سب تدابیر معاش بقاء روح حیوانی کے لئے ہیں گویا یہ اس کے تصرفات ہیں پس کوہکن کی روح حیوانی کا زور یہ ہے کہ پتھر کو پارہ پارہ کر دیتا ہے اور جان جان یعنی روح انسانی کی قوت یہ ہے کہ قمر کو دو پارہ کر دیا (جیسا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث میں حضور کا معجزہ شق القمر کا وارد ہے اور معجزہ سے غرض اصلی ہدایت خلق ہے جس کا حاصل افاضہ علوم و اعمال ہے پس روح انسانی کا تصرف علوم واعمال میں ثابت ہو گیا جب دوسروں کے علوم واعمال میں یہ تصرف ہے تو اپنے علوم واعمال میں زیادہ قوی ہوگا اس سے بھی تائید ہوئی ہے

ـــ اختیار و جبر ایشان دیگر ست

کی اور نیز تصرف علویات میں خارج ہے قدرت روح حیوانی سے اس اعتبار سے بھی روح انسانی کا اقوی فی التصرف ہونا ثابت ہوا آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ روح انسانی کے تصرفات قابل نہیں حالی ہیں سو) اگر کسی کا قلب اخبان راز کا منہ کھول نے (یعنی ذوق وکشف سے اس پر مطلع ہو جاوے تو روح عرش کی طرف عروج کرنے لگے یعنی تصرفات کاملین کی حقیقت منکشف ہونے سے معرفت وبصیرت میں ترقی ہو) اور اگر زبان ان اسرار نہاں کو ظاہر کرنے لگے تو (ضلالت کی آگ سلگ کر فوراً اس عالم کو تباہ کر دے) کیونکہ سمجھ میں آوے نہیں اس لئے غلط فہمی سے گمراہی پھیل جاوے اور وہ سبب فساد عالم کا ہو اس لئے زیادہ بیان نہیں کیا گیا اجمال پر اکتفا کیا گیا۔

اضافت کردن آدم علیہ السلام زلت خود را بخویش کہ ربنا ظلمنا و اضافت کردن ابلیس بحق تعالیٰ کہ رب بما اغویتنی

حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی لغزش کو اپنی طرف منسوب کرنا کہ اے ہمارے رب ہم نے ظلم کیا اور شیطان کا اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا کہ اے میرے رب مجھے تو نے کیوں گمراہ کیا

یہ مرحلہ ہے اس مضمون سے

ـــ اختیار و جبر ایشان دیگر ست

چنانچہ اس قصہ سے ظاہر ہے کہ ابلیس تو جبری محض بن گیا کہ اغوا کی اسناد سے اپنے کو بالکل بے تعلق کر دیا اور حضرت آدم علیہ السلام نے باوجود اس اعتقاد کے کہ خالق جمیع افعال کے اللہ تعالیٰ ہیں تاہم اسناد ظلم کی مرتبہ کسب میں اپنی جانب فرمائی اور یہی ہے توسط بین الجبر المحض والقدر المحض چنانچہ اسناد مذکور آیہ ربنا ظلمنا میں مذکور ہے۔ اور اعتقاد مذکور حدیث محاجہ موسیٰ علیہ السلام میں مروی ہے مولانا قصہ سے پہلے اس توسط کی تحقیق فرماتے ہیں۔

فعل حق و فعل ما ہر دو ببیں	فعل ما را ہست دال پیدا ست ایں
اللہ کے فعل اور ہمارے فعل دونوں کو دیکھ	ہمارے فعل کو تو موجود سمجھ یہ ظاہر ہے
گر نباشد فعل خلق اندر میاں	پس مگو کس را چرا کر دی چناں
اگر مخلوق کا فعل موجود نہ ہو	تو کسی کو نہ کہہ تو نے ایسا کیوں کیا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

خلق حق افعال مارا موجد است	فعل ما آثار خلق ایزد است
اللہ کی آفرینش ہمارے افعال کی موجد ہے	ہمارے فعل اللہ کی آفرینش کے نتیجے ہیں
لیک ہست ایں فعل ما مختار ما	زو جزا گہ مار ما گہ یار ما
لیکن ہمارا یہ فعل ہمارے اختیار میں ہے	اس کی جزا کبھی ہمارے لئے سانپ اور کبھی ہماری دوست ہے

(کرد بمعنی فعل ہست موجود خلق ور فعل خلق بمعنی مخلوق و در خلق حق و آثار خلق بمعنے پیدا کردن) مطلب یہ کہ فعل حق کو اور ہمارے فعل کو دونوں کو دیکھو اور ہمارے فعل کو بھی موجود سمجھو کہ اس کا وجود بدیہی ہے (دلیل بداہت یہ ہے کہ) اگر مخلوق کا فعل درمیان میں نہ ہو تو کسی کو یوں مت کہا کرو کہ تم نے یہ کام اس طرح کیوں کیا (آگے فعل حق اور فعل عبد کی تعیین اور ان میں جو باہم نسبت ہے اس کا بیان ہے کہ حق تعالیٰ کا فعل (کہ وہ خالقیت ہے) ہمارے افعال کا موجد ہے اور ہمارے افعال (کہ کسب ہے خالقیت باری تعالیٰ کے آثار ہیں لیکن وہ فعل ہمارا اختیاری ہے اور اسی کے سبب جزا ملتی ہے کبھی نور (ثواب) کبھی نار (عذاب) غرض حق تعالیٰ خالق اور مختار مطلق ہیں اور عبد کاسب مختار من وجہ ہے اس ارتباط مذکور کی بڑی عمدہ مثال یہ ہے کہ ایک بڑا بھاری پتھر ہے ایک حاکم نے اپنے چشم سے اعلان کر دیا کہ اس کا اٹھانا جرم ہے۔ اور یہ کسی سے بدون ہمارے ہاتھ لگائے اٹھ بھی نہیں سکتا اور جو بارادہ اٹھانے کے اس کو ہاتھ لگا دے گا ہم فوراً اٹھوا دیں گے۔ اور اس کو باعتبار قصد سے اس کا اٹھانا قرار دے کر جرم قائم کریں گے۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ اٹھانے والے کا زور کافی نہیں مگر اٹھانے میں بے قصور بھی نہیں اور اٹھوا دینے میں اور پھر مجرم قرار دینے میں حاکم پر کوئی الزام بھی نہیں یہ اٹھانا کسب ہے اور اٹھوانا خلق ہے۔ اور چونکہ خلق ہمیشہ متضمن مصالح و حکم ہوتا ہے اس لئے وہ مطلقاً خیر ہے گو ہم کو ان اسرار کا علم نہ ہو کسب میں مفاسد بھی ہوتے ہیں اس لئے وہ گاہے شر بھی ہوتا ہے۔

زانکہ ناطق حرف بیند یا غرض	کے شود یک دم محیط دو عرض
اس لئے کہ بولنے والا یا حرفوں کو دیکھتا ہے یا مطلب کو	ایکدم دو حالتوں پر کیسے حاوی ہو سکتا ہے؟
گر بمعنی رفت شد غافل ز حرف	پیش و پس یکدم نہ بیند ہیچ طرف
اگر معنی کی طرف گیا، حروف سے غافل ہوا	کوئی آنکھ ایکدم آگے اور پیچھے نہیں دیکھ سکتی
آں زماں کہ پیش بینی آں زماں	تو پس خود کے بہ بینی ایں بداں
جس وقت تو آگے دیکھتا ہے اس وقت	تو اپنے پیچھے کب دیکھ سکتا ہے یہ سمجھ لے
چوں محیط حرف و معنی نیست جاں	چوں بود جاں خالق ایں ہر دو آں
جب ایک جان حروف اور معنی پر حاوی نہیں ہو سکتی ہے	تو جان دونوں کی خالق کیسے ہو سکتی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

حق محیط جملہ آمد اے پسر	و اندارد کارش از کار دگر
اے بیٹا! اللہ سب پر حاوی ہے	اس کو ایک کام دوسرے کام سے نہیں روکتا ہے
گفت ایزد جان مارا مست کرد	چوں نداند آنکہ را خودہست کرد
اللہ کے قول نے ہماری جان کو مست کر دیا	جس کو اس نے پیدا کیا ہے وہ اس کو کیوں نہ جانے گا؟

(ان اشعار میں یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ عبد خالق افعال نہیں وہ مبنی ہے دو مقدموں پر مقدمہ اولی عبد اپنے افعال کو علما محیط نہیں مقدمہ ثانیہ خالق اپنی مخلوق کو علماء محیط ہوتا ہے نتیجہ عبد خالق افعال نہیں اول مقدمہ اولی کا بیان فرماتے ہیں کہ (بولنے والا (جب بولتا ہے یا تو صرف حروف والفاظ کو دیکھتا ہے اور یا غرض اور معنی کو دیکھتا ہے۔ (یعنی چونکہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اس لئے اگر اس کی توجہ تام لفظ کی طرف ہے تو معنی کی طرف توجہ نہیں ہو سکتی اسی طرح بالعکس اور ایک آن میں دفعۃً دو عرض کو (کہ لفظ اور معنی ہیں) محیط (علما) نہیں ہو سکتا اگر معنی کی طرف (مثلاً) متوجہ ہوتا ہے تو لفظ سے غافل ہو جاتا ہے (اس کی مثال ایسی ہے کہ) آگے اور پیچھے ایک ہی آن میں نہیں دیکھ سکتا جس وقت (مثلاً) آگے دیکھو گے اس وقت پیچھے کب دیکھ سکتے ہو اس کو سمجھ لو (یہ تحقیق ہوئی مقدمہ اولی کی) جب روح انسانی لفظ اور معنی کا (دفعۃً) احاطہ علمی) نہیں کر سکتی تو وہ ان دونوں کی خالق کب ہو سکتی ہے (اس میں اشارہ ہے مقدمہ ثانیہ کی طرف اور تصریح ہے نتیجہ کی تقریر اس مقدمہ کی یہ ہے کہ ایجاد اختیاراً موقوف ہی علم تام پر جو مراد ہے علم محیط سے اور عبد سے اس کا منتفی ہونا ثابت ہو چکا ہے پس عبد خالق بھی نہیں ہے البتہ حق تعالیٰ جمیع اشیاء کو (علما) محیط ہیں کہ ان کو ایک کار دوسرے کار سے غافل نہیں کرتا (سب کا علم دفعۃً ہوتا ہے پس خالق بھی وہی ہو سکتے ہیں پس انہوں نے جب پیدا کرنے کے لئے کلمہ کن فرمایا تو) اللہ تعالیٰ کے (اس کلمہ کن کے) فرمانے نے ہم کو مست (مسخر قدرت) کر دیا (کہ ہم بلا اپنے اختیار کے موجود ہو گئے اور بھلا ان کو ایسی اشیاء کا علم نہ ہوگا جن کو خود پیدا کیا (یہ مضمون ہے اس آیت کا الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر اب بعد تحقیق عقیدہ متوسط بین الجبر والقدر کے وہ قصہ سرخی کا لکھتے ہیں۔)

گفت شیطاں کہ بما اغویتنی	کرد فعل خودنہاں و دیودنی
شیطان نے کہا کہ مجھے کیوں گمراہ کیا؟	کمینے شیطان نے اپنے فعل کو چھپا لیا
گفت آدم کہ ظلمنا نفسنا	اوز فعل خود نبد غافل چوما
آدم (علیہ السلام) نے کہا ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا	وہ اپنے فعل سے ہماری طرح غافل نہ تھے
درگنہ او از ادب پنہانش کرد	زاں گنہ برخود زدن او برنجورد
انہوں نے گناہ (کے معاملہ) میں ادب کی وجہ سے اس (اللہ کے فعل) کو چھپایا	اپنے اوپر گناہ کے لینے سے انہوں نے پھل کھایا

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد توبہ گفتش اے آدم نہ من	آفریدم در تو آں جرم و محن
توبہ کے بعد ان سے کہا اے آدم! کیا میں نے نہیں	پیدا کیا تھا تجھ میں وہ جرم اور مصیبتیں
نے کہ تقدیر و قضائے من بداں	چوں بوقت عذر کردی آں نہاں
کیا وہ میری تقدیر اور قضا نہ تھی؟	تو نے عذر کے وقت اس کو کیوں چھپایا؟
گفت ترسیدم ادب نگذاشتم	گفت من ہم پاس آنت داشتم
حضرت آدم نے کہا میں ڈرا' ادب کو نہ چھوڑا	(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں نے بھی تیرے لئے اس کا لحاظ رکھا
ہر کہ آرد حرمت او حرمت برد	ہر کہ آرد قند لوزینہ خورد
جو شخص تعظیم کرتا ہے عزت پاتا ہے	جو شخص شکر لاتا ہے وہ بادامی حلوہ کھاتا ہے
طیبات از بہر کہ للطیبیں	یار را خوشکن مرنجاں و ببیں
پاک چیزیں کس کے لئے ہیں' پاک لوگوں کے لئے	دوست کو خوش رکھ' رنجیدہ نہ کر اور دیکھ

یعنی شیطان نے بما اغویتنی کہا (جس میں اسناد اغوا کی اللہ تعالیٰ کی طرف کی اور) اپنے فعل کو (کہ کسب غوایت ہے) پوشیدہ کیا اور حضرت آدم علیہ السلام نے کہا ظلمنا انفسنا (جس میں نسبت ظلم کی اپنے نفس کی طرف کی) یہ بات نہیں کہ وہ فعل حق سے (کہ خلق ہے) غافل ہوں جس طرح ہم (اکثر امور میں اللہ تعالیٰ کی خالقیت سے غافل ہو کر دعویٰ بگھارا کرتے ہیں) مگر گناہ کے مقدمہ میں ادب کی وجہ سے فعل حق کو پنہاں رکھا اور ذکر نہیں کیا) اور اسی امر کی بدولت کہ گناہ کو اپنی طرف منسوب کیا نیک پھل بھی ملا (کہ عفو و رفع درجات سے مشرف ہوئے) جب توبہ قبول ہو چکی تو حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا (شاید مولانا نے کسی جگہ دیکھا ہوگا) کہ اے آدم کیا اس جرم و ابتلاء کا خالق میں نہیں ہوں کیا یہ میری ہی قضا سے واقع نہیں ہوا پھر معذرت کے وقت تم نے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ مجھ کو یہ سب معلوم ہے مگر) میں بے ادبی سے ڈرا اور ادب ترک نہیں کیا ارشاد ہوا کہ دیکھ لو پھر میں نے تمہارے اس ادب کا کیسا لحاظ رکھا (خلاصہ یہ کہ ابلیس نے جبریہ محض کا مسلک اختیار کیا جو باطل محض ہے اور حضرت آدم علیہ السلام نے مثل اہل حق کے قدر و جبر میں توسط اختیار کیا کہ حق تعالیٰ کو خالق اور اپنے کو کاسب قرار دیا مگر باقتضائے مقام خالقیت کا اظہار نہیں کیا اور کاسبیت کا اظہار کر دیا اب مولانا مصرعہ دوم کی تائید میں فرماتے ہیں کہ) جو شخص (درگاہ خداوندی میں) حرمت لاتا ہے (اور پاس ادب رکھتا ہے وہ صلہ میں) حرمت ہی لے جاتا ہے (اور مقبول و مقرب بن جاتا ہے) اور مثل مشہور ہے کہ قند لاؤ لوزینہ لو اور (خود مضمون قرآنی ہے) الطیبات للطیبین یعنی اچھی حالتیں اچھے لوگوں کے لئے ہیں سو محبوب حقیقی کو (ادب سے) خوش رکھو اور بے ادبی سے ناخوش مت کرو اس کا خیال رکھو' کیا خوب کہا ہے

؎ طریق العشق کلہا آداب' (وہو النفس ایہا الاصحاب)

تمثیل

یک مثال اے دل پے فرقے بیار	تا بدانی جبر را از اختیار
اے دل! ایک مثال فرق کرنے کے لئے لا	تا کہ تو جبر کو اختیار سے جدا سمجھ سکے
دست کو لرزاں بود از ارتعاش	وانکہ دستے را تو لرزانی زجاش
وہ ہاتھ جو رعشہ سے ہل رہا ہے	اور وہ ہاتھ جس کو تو جگہ سے ہلا رہا ہے
ہر دو جنبش آفریدہ حق شناس	لیک نتواں کرد ایں با آں قیاس
دونوں حرکتوں کو اللہ کی پیدا کردہ سمجھ	لیکن اس کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا ہے
زاں پشیمانی کہ لرزانیدیش	چوں پشیماں نیست مرد مرتعش
اس سے تو شرمندہ ہے جس کو تو نے ہلایا ہے	رعشہ والا انسان کیوں شرمندہ نہیں ہے؟
مرتعش را کے پشیماں دیدہٗ	بر چنیں جبرے چہ برچسپیدہٗ
رعشہ والے کو تو نے کب شرمندہ دیکھا ہے؟	اس قسم کے جبر کو تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟

(اس میں توضیح مضمون بالا کی فرماتے ہیں کہ) اے دل جبر و اختیار میں فرق بتلانے کے لئے ایک مثال لانی چاہئے۔ تا کہ ایک کو دوسرے سے ممتاز کر کے جان سکو وہ مثال یہ ہے کہ ایک ہاتھ تو ایسا فرض کیا جاوے جو رعشہ سے لرزاں ہے اور ایک دوسرا ہاتھ ایسا فرض کیا جاوے جس کو تم خود اپنے قصد و اختیار سے حرکت دو تو ہر چند کہ یہ دونوں حرکتیں اس امر میں مشترک ہیں کہ آفریدہ حق ہیں لیکن تاہم من کل الوجوہ دونوں مساوی نہیں کہ ایک کی حالت کو دوسرے کی حالت پر قیاس کر سکیں (بلکہ دونوں میں ایک بدیہی فرق ہے کہ رعشہ کی حرکت غیر اختیاری ہے اور حرکت ارادیہ اختیاری ہے حرکت ارتعاشیہ میں جبر محض ہے حرکت ارادیہ میں کچھ اختیار بھی ہے اور اس فرق کے بدیہی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ) اس حرکت ارادیہ پر گاہے ندامت بھی ہوتی ہے) مثلاً جب اس سے کچھ نقصان ہو جاوے) اور مرتعش کو کیا وجہ کہ کبھی ندامت نہیں ہوتی مرتعش کو کبھی نادم نہ دیکھا ہوگا (پس یہ ندامت دلیل ہے کہ نادم اس فعل کو اپنی طرف منسوب سمجھتا ہے اور اپنے قصد و اختیار کو اس میں دخیل جانتا ہے تو باوجود وضوح فرق و ثبوت اختیار کے) پھر جبر محض پر کیوں جمے ہوئے ہیں۔

بحث عقل ست ایں چہ عقل آں حیلہ گر	تا ضعیفے رہ برد آنجا مگر
یہ عقلی بحث ہے عقل کیا ہے حیلہ گر ہے	شاید کوئی کمزور (اس کے ذریعہ) اس مقام تک پہنچ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

بحث عقلی گر درو مرجاں بود	آں دگر باشد کہ بحث جاں بود
عقلی بحث خواہ موتی اور مونگا ہو	روحانی بحث دوسری ہی چیز ہے
بحث جاں اندر مقامے دیگرست	بادۂ جاں را قوامے دیگرست
روحانی بحث کا مقام دوسرا ہے	روحانی شراب کا قوام ہی دوسرا ہے
آں زماں کہ بحث عقلی ساز بود	ایں عمرؓ با بو الحکم ہمراز بود
جس زمانہ میں عقلی بحث مہیا تھی	یہ (حضرت) عمرؓ ابو جہل کے ساتھ ہمراز تھے
چوں عمر از عقل آمد سوئے جاں	بوالحکم بوجہل شد در بحث آں
عمرؓ جب عقل سے روح کی طرف آئے	ان کی بحث میں بوالحکم ابو جہل بن گیا
سوئے عقل و سوئے حس او کامل ست	گرچہ خود نسبت بجاں و جاہل ست
عقل اور حواس کے اعتبار سے وہ پورا ہے	اگرچہ روح کے اعتبار سے وہ جاہل ہے
بحث عقل و حس اثر داں یا سبب	بحث جانی یا عجب یا بوالعجب
عقلی اور حسی بحث کو اثر یا سبب سمجھ	روحانی بحث یا عجیب ہے یا اس سے بھی بڑھ کر ہے
ضوء جاں آمد نماند اے مستضی	لازم و ملزوم و نافی مقتضی
اے روشنی کے طالب! روح کا نور جب آیا	لازم اور ملزوم اور نافی مقتضی نہ رہے
زانکہ بینا را کہ نورش بازغ ست	از عصا و از عصاکش فارغ ست
اس لئے کہ وہ بینا جس کی روشنی چمک رہی ہے	لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے سے بے نیاز ہے

(ان اشعار میں دلیل مذکور کا عقلی ہونا (اور بمقابلہ علم وہبی کے دلائل عقلیہ و علوم استدلالیہ کا ضعیف ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) یہ دلیل جو اوپر مذکور ہوئی بحث عقلی ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ فعل اضطراری کے ملزوم اور عدم ندامت کے لازم ہونے کا اثبات کیا اور پھر لازم یعنی عدم ندامت کا بعض افعال سے انتفاء کیا اس سے ملزوم یعنی ان بعض افعال کا اضطراری ہونا منتفی ہو گیا پس اختیار کا وجود ثابت ہو گیا وھو المطلوب آگے ان علوم استدلالیہ کا ضعف اس لئے بیان کرتے ہیں تاکہ طالب حق علوم وہبیہ کی طرف راغب ہو اور اس کے حصول کا جو طریق ہے کثرت ذکر و تصفیہ قلب و تزکیہ نفس اس میں مشغول ہو اور قیل وقال میں نہ پھنسا رہے ہیں پس فرماتے ہیں) اور عقل بیچاری ہے کیا چیز صرف ایک حیلہ گر ہے (کہ اثبات مطلوب و اسکات خصم کی ایک تدبیر نکال لیتی ہے گو اس کو خود بھی شفاء نہ ہو گو یہ حیلہ اگر اثبات حق کے لئے ہی محمود ہے مگر چونکہ عین الیقین و حق الیقین کو مفید نہیں جس کو علم

www.besturdubooks.wordpress.com

وہی مفید ہے (اس لئے اس کے مقابلہ میں اس کو حیلہ گر کہا گیا) اور اس حیلہ سے اتنا فائدہ ہے کہ جو شخص ضعیف ہے یعنی علوم وہبیہ کی قوت نہیں رکھتا وہ اس سے امور حقہ کا کچھ پتہ لگالیوے (گو مرتبہ علم الیقین ہی میں سہی اور مباحث عقلیہ اگرچہ حسن وخوبی میں مثل درو مرجان کے ہوں لیکن وہ جو علوم روحانی ہیں وہ اور ہی چیز ہیں (مطلب یہ ہے کہ جو مباحث عقلیہ وانکار حق کے لئے ہیں وہ تو مذموم ہیں ہی جیسا اکثر مباحث فلسفیہ ان کا تو ذکر ہی نہیں ان میں جو علوم محمود بھی ہیں جیسے دلائل اثبات حقائق کے جن کو تشبیہ درو مرجان کے ساتھ دی ہے وہ بھی باوجود محمود حق ہونے کے علوم روحانیہ سے کم درجہ ہیں۔

ف تحقیق مسئلہ تفاضل علوم عقلیہ ووہبیہ جاننا چاہئے کہ دونوں قسموں میں جو علم یقینا کسی قاعدہ شرعیہ کے مخالف ہو وہ تو یقیناً باطل ہے اور جو علوم حقہ ہیں ان میں دونوں قسموں میں دو دو قسمیں ہیں علم عقلی بھی دو قسم ہے قطعی اور ظنی اور علم وہبی بھی دو قسم ہے قطعی یعنی وحی اور ظنی یعنی الہام پس وہبی قطعی عقلی قطعی سے افضل ہے اور وہبی ظنی عقلی ظنی سے افضل ہے خود صاحب علم کے لئے بھی اور اس کے متبعین کے لئے بھی پس علوم منقولہ شرعیہ دیگر علوم سے افضل ٹھہرے اور مراد مولانا کی یہی ہے اور عقلی قطعی وہبی ظنی سے افضل ہے کیونکہ عقلی قطعی جس قدر اثبات حق میں قوی ہے وہبی ظنی نہیں ہے آگے (اسی مضمون بالا کی تتمیم ہے کہ) مباحث علوم روحانیہ کے اور ہی مقام میں ہیں (کہ وہ مقام وحی اور الہام کا ہے کیونکہ شراب روحانی کا (جس سے روح کو نشاط ہوتا ہے) اور ہی قوام اور مادہ ہے (کہ وہ معرفت ومحبت خداوندی ہے کہ اس کی بدولت وہ علوم روحانیہ نصیب ہوتے ہیں) جس زمانہ میں کہ علوم عقلیہ کی بحث کا ساز وسامان موجود تھا) یعنی زمانہ بعثت نبوی کے قبل کہ عرب میں نور وحی نہ تھا صرف رائے اور تجربہ پر سب مدار تھا اس وقت حضرت عمرؓ ابوالحکم کے ساتھ (یہ لقب سابق ہے ابوجہل کا) ہمراز تھے (یعنی اس میں دونوں برابر تھے۔ بلکہ غالباً ابوجہل اس میں بڑھا ہوا تھا مگر جب حضرت عمر علم عقلی سے علم روحانی کی طرف آگئے (یعنی مشرف با اسلام ہوگئے جس سے علوم روحانیہ منکشف ہوگئے) تو اس میں ابوالحکم (نرا) ابوجہل ثابت ہوا اور اپنے علوم عقلیہ سے مقابلہ حضرت عمرؓ کا نہ کرسکا) علوم حسیہ اور علوم عقلیہ میں وہ بے شک کامل ہے لیکن باعتبار علوم روحانیہ کے جاہل محض ہے علوم عقلیہ وحسیہ کا مدار بحث یا اثر یعنی معلول ہے یا سبب یعنی علت ہے (کیونکہ استدلال نظری کا ہے علت سے معلول پر ہوتا ہے۔ جس کو عرف منطق میں (دلیل لمی کہتے ہیں کا ہے معلول سے علت پر ہوتا ہے۔ جس کو دلیل انی کہتے ہیں اور مباحث علوم روحانیہ کے یا عجیب ہیں یا عجیب سے بھی زیادہ عجیب ہیں (ابوالعجب زیادہ عجیب کو اس لئے کہا کہ اب کہتے ہیں اصل کو اور ظاہر ہے کہ اصل اپنی فرع سے اس وصف خاص میں۔ جس میں اصالت وفرعیت ہو زیادہ ہوتی ہے غالباً عجیب سے مراد علم الہامی ہے وجہ عجیب ہونے کی ظاہر ہے کہ بلا توسط اسباب ظاہری نے ہے اور زیادہ عجب سے مراد علم وحی ہے اس کا زیادہ عجیب

www.besturdubooks.wordpress.com

ہونا اس لئے ہے کہ اس میں وہ اسباب بھی نہیں جو الہام میں ہوتے ہیں بلکہ یہ علم اس سے بھی عالی ہے) غرض جب نور روحانی کا غلبہ ہوتا ہے تو اسے طالب نور اس وقت یہ سب رخصت ہو جاتے ہیں لازم ملزوم نافی مقتضی (یہ طریقے ہیں استدلال عقلی کے ملزوم کے وجود سے وجود لازم پر اور لازم کے عدم سے عدم ملزوم پر اسی طرح نافی کے وجود سے منتفی کے عدم پر اور مقتضی کے وجود سے مقتضا کے وجود پر استدلال کیا جاتا ہے) وجہ ان سب طرق کے رخصت ہو جانے کی یہ ہے کہ جس بینا کا نور چشم روشن ہوتا ہے وہ عصا اور عصا کش سے فارغ ہوتا ہے پس علم وہبی مثل چشم روشن کے ہے اور دلیل عقلی اور اس کا مدرس مثل عصا و عصا کش کے ہے۔

تفسیر آیۃ وهو معكم اينما كنتم وبیان آں

"وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" آیت کی تفسیر اور اس کا بیان

یہ سرخی مرتبط ہے اس شعر کے ساتھ جو عموم تصرفات الٰہیہ بیان میں آیا تھا این معیت با حق ست و جبر نیست الخ

بار دیگر ما بقصہ آمدیم	ما ازیں قصہ بروں خود کے شدیم
ہم پھر قصہ کی طرف لوٹتے ہیں	ہم اس قصہ سے باہر ہی کب نکلے ہیں؟
گر بجہل آئیم آں زندان اوست	ور بعلم آئیم آں ایوان اوست
اگر ہم جہل میں مبتلا ہیں تو وہ اس کا قید خانہ ہے	اگر علم سے بہرہ ور ہوں، وہ اس کا محل ہے
گر بخواب آئیم مستان ویئیم	ور بہ بیداری بدستان ویئیم
اگر ہم سو جائیں، تو ہم اس کے مست ہیں	اگر بیدار ہیں، تو اس کے داستاں گو ہیں
ور بگرییم ابر پرزرق ویئیم	ور بخندیم آں زماں برق ویئیم
اگر ہم روئیں تو اس کا صاف پانی بھرا ابر ہیں	اگر ہم ہنسیں تو اس وقت ہم اس کی بجلی ہیں
ور بخشم و جنگ عکس قہر اوست	ور بصلح و عذر عکس مہر اوست
اگر غصہ اور لڑائی میں ہیں تو اس کے قہر کے پرتو میں	اگر صلح اور معذرت میں ہیں تو اس کی مہر کا پرتو ہیں
ما کہ ایم اندر جہان پیچ پیچ	چوں الف او خود کہ دارد ہیچ ہیچ
اس پیچ در پیچ دنیا میں ہم کیا ہیں؟	الف کی طرح ہیں جس کے پاس کچھ نہیں ہے
چوں الف گر تو مجردمی شوی	اندریں رہ مرد مفردمی شوی
اگر الف کی طرح تو خالی ہو جائے	تو اس راستہ میں تو یگانہ انسان بن جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

جہد کن تا ترک غیر حق کنی	دل ازیں دنیائے فانی بر کنی
کوشش کرتا کہ تو ماسوی اللہ کو ترک کرے	اس فانی دنیا سے دل کو ہٹا لے
ایں سخن را نیست پایاں اے پسر	از رسول روم برگو وز عمرؓ
اے بیٹا! اس بات کی انتہا نہیں ہے	روم کے ایلچی اور حضرت عمرؓ کی بات کر

(دستان حکایت زرق بمعنی ازرق آب صافی یعنی ہم پھر اسی مضمون معیت کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور واقع میں ہم اس مضمون سے خارج ہی کب ہوئے ہیں (بلکہ یہ تحقیق جبر وقدر کی بھی اسی کے متعلقات سے درمیان میں آ گئی تھی اب اسی مضمون معیت کا تتمہ بیان فرماتے ہیں کہ اگر ہم جہل میں جتلا ہیں تو یہاں ہی کا زندان ہے (یعنی حق تعالیٰ ہی کا تصرف ہے کہ مجلس جہل سے نہیں نکلے (یضل من یشاء) اور اگر علم تک ہماری رسائی ہو جاوے تو یہ بھی ان ہی کا ایوان ہے (کہ درجہ علم ان کے تصرف سے عطاء ہوا (یھدی من یشاء) اور اگر سو رہے ہیں تو ان ہی کے بے ہوش کئے ہوئے ہیں۔ (اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا) اور اگر جاگ اٹھیں تو بھی ان ہی کی گفتگو میں ہیں (یعنی یہ قوت بیانیہ ان ہی کی عطا فرمائی ہوئی ہے خلق الانسان علمہ البیان الم نجعل لہ عینین ولسانا وشفتین) اور اگر ہم رونے لگیں تو بھی انہیں کے ابر پر آب ہیں (تشبیہا ابر کہہ دیا) اور اگر ہم ہنسنے لگیں اس وقت بھی انہیں کی برق ہیں یعنی یہ رونا ہنسنا بھی ان ہی کے تصرف سے ہے (وانہ ھو اضحک وابکی) اور اگر خشم وجنگ میں لگ جائیں تو وہ بھی ان کے قہر کا عکس ہے (یعنی یہ صفت قہر بھی ان کی دی ہوئی ہے جس کا عکس اور اثر یہ خاص خشم وجنگ ہے) اور اگر ہم صلح وعذر میں مشغول ہوں تو بھی وہ ان کی مہر کا عکس ہے (یعنی یہ صفت لطف بھی ان کی عطا ہے جس کا اثر یہ صلح خاص ہے والف بین قلوبھم) غرض ہم اس عالم پیچ در پیچ میں کیا چیز ہیں محض مشابہ الف کے ہیں جو خالی محض ہے (کہ مخرج اس کا خلاء محض ہے حرکت اس پر نہیں نقطہ سے وہ خالی ہے ذرا کسی ساکن کے پاس آیا اور حذف ہوا اور یوں معدوم محض انہیں اسی طرح ہم لوگ بھی ایک ضعیف ہستی رکھتے ہیں مگر کسی کمال اور صفت میں مستقل نہیں نہ علم میں نہ قدرت میں بلکہ ہر امر میں محتاج ہیں تکوین الٰہی کے اور اس مضمون کے استحضار کو اوپر معیت کہا ہے اس لئے یہ مضمون تتمہ ہوا بیان معیت کا اور یہ ضعف ہستی ممکنات ہر چند کہ واقع میں ثابت ہے مگر اس کا استحضار و معرفت محتاج تحصیل ہے اسی واسطے ثبوت واقعی کے اعتبار سے تو یہ کہا گیا ہے۔

ع چوں الف او خود چہ دارد ہیچ

اور ترغیب تحصیل معرفت کے لئے آگے فرماتے ہیں کہ اگر تم الف کی طرح مجرد ہو جاؤ (یعنی اپنے خلو عن الکمالات کی معرفت حاصل کر کے حالاً وعملاً اپنے اوپر غالب کر لو) تو اس راہ میں تم مرد یگانہ بن جاؤ (آگے اس کا طریقہ ترک ماسوی اللہ ہے جس سے یہ معرفت حاصل ہوتی ہے بتلاتے ہیں کہ اس میں کوشش کرو کہ غیر حق کو

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک کرد و اور اس دنیائے فانی سے دل کو اٹھا لو (اب قصہ سفیر روم کی طرف رجوع کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ (اس مضمون کا تو کہیں خاتمہ ہی نہیں اس لئے سفیر روم کا جو قصہ حضرت عمرؓ کے ساتھ ہوا اس کو بیان کرو'

سوال کردن رسول روم از عمرؓ سبب ابتلائے ارواح با ایں آب و گل جسم

روم کے ایلچی کا حضرت عمرؓ سے روحوں کے اس آب و گل کے جسم میں مبتلا ہونے کا سبب پوچھنا

از عمرؓ چوں آں رسول ایں راشنید	روشنئ دردلش آمد پدید
اس ایلچی نے (حضرت) عمرؓ سے جب یہ سنا	اس کے دل میں ایک روشنی پیدا ہو گئی
محو شد پیشش سوال و ہم جواب	گشت فارغ از خطا و از صواب
سوال اور جوا بھی اس کے سامنے مٹ گیا	صحیح اور غلط سے بے نیاز ہو گیا
اصل را دریافت بگذشت از فروع	بہر حکمت کرد در پرسش شروع
اس نے اصل معلوم کر لی فروع کو چھوڑ دیا	حکمت کی بات پوچھنی شروع کر دی
با عمر گفت او چہ حکمت بود و سر	حبس ایں صافی دریں خاک کدر
(حضرت) عمرؓ سے بولا کیا حکمت اور کیا راز تھا؟	اس معلی چیز کو اس مکدر مٹی میں قید کرنے کا
آب صافی در گلے پنہاں شدہ	جان صافی بستۂ ابدان شدہ
صاف پانی، مٹی میں چھپا ہوا ہے	معلی روح جسموں سے وابستہ ہو گئی
فائدہ فرما کہ ایں حکمت چہ بود	مرغ را اندر قفس کردن چہ سود
فرمایئے یہ کیا حکمت تھی؟	پرندہ کو پنجرے میں بند کرنے کا کیا فائدہ ہے؟

یعنی حضرت عمرؓ سے اس سفیر رومی نے جب یہ مضمون سنا (کہ روح کا تعلق بدن کے ساتھ امر کن سے ہو گیا' جیسا اوپر آیا ہے' گفت حق بر جان فسون خواند و قصص الخ تو اس سے اس کے قلب میں ایک نور (علم حقیقت کا) پیدا ہو گیا (جس سے اس کے قلب کو اپنے سوال کے جواب میں کہ روح و بدن کے تعلق کا سبب پوچھتا تھا شفاء ہو گئی) اور سب سوال و جواب (کہ تعلق مذکور کے اسباب جزئیہ کے متعلق خیال میں پیدا ہو رہے تھے) محو ہو گئے اور ان خیالات کے صحیح و غلط ہونے کی تحقیق سے فارغ اور بے فکر ہو گیا کیونکہ اصل سبب (کہ امر کن ہے) اس کو تحقیق ہو گیا اس لئے اسباب فرعیہ جزئیہ کی تحقیق کی اس کو ضرورت نہ رہی اور (بعد تعیین سبب تعلق کے) اور اس تعلق روح و بدن کی حکمت

www.besturdubooks.wordpress.com

پوچھنے کی طرف متوجہ ہوا اور حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ اس میں کیا حکمت تھی کہ روح صافی کو جسم مکدر میں محبوس فرمایا گویا آب صافی گل میں مستور ہوگیا یعنی روح باقی (کہ خلود کے لئے پیدا ہوئی ہے) اجسام میں مقید ہوگئی تو اس کا فائدہ ارشاد فرمائے کہ اس میں کیا حکمت تھی اور اس مرغ روح کو قفس جسم میں بند کرنے سے کیا نفع تھا۔

گفت تو بحثے شگرفے می کنی	معنئے را بند حرفے می کنی
(حضرت عمرؓ نے) کہا تو عجیب بحث کر رہا ہے	معنی کو لفظوں میں قید کر رہا ہے
حبس کر دی معنیٔ آزاد را	بند حرفے کردۂ تو بادرا
آزاد معنی کو تونے قید کر دیا	آواز کو بھی تونے لفظوں کا پابند کر دیا
از برائے فائدہ ایں کردۂ	تو کہ خود از فائدہ در پردۂ
تونے فائدہ کے لئے یہ کیا ہے	حالانکہ تو خود فائدہ سے حجاب میں ہے
آنکہ از وے فائدہ زائیدہ شد	چوں نہ بیند آنچہ مارا دیدہ شد
جس ذات سے وہ فائدہ پیدا ہوا ہے	وہ اس کو کیوں نہ دیکھے گا جس کو ہم نے دیکھا ہے
صد ہزاراں فائدہ است وہر یکے	صد ہزاراں پیش آں یک اندکے
لاکھوں فائدے ہیں	اور ان میں سے ایک کے سامنے لاکھوں فائدے کم ہیں

(شگرف عظیم باد ہوا مراد معنی مجاز اَبجا برآنکہ ہر دو غیر منضبط اند یعنی) حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تو بہت بڑی بات کی تحقیق کرتا ہے (کیونکہ تفتیش حکمت کی امر عظیم ہے) اور بہت بڑے مضمون کو حروف والفاظ میں بند کرنا چاہتا ہے (کیونکہ بیان حکمت کو الفاظ جواب میں لانے کی درخواست کرتا ہے آگے اس مضمون کے بڑے ہونے کو فرماتے ہیں کہ) تو معنی آزاد (یعنی مضمون غیر محدود) کو محبوس (یعنی محدود ومقید کرنا چاہتا ہے (چونکہ حکمتیں اور اسرار ومصالح الٰہیہ غیر متناہی ہیں اور غیر متناہی حد سے خارج ہوتا ہے اس لئے بیان حکمت کو معنی غیر محدود کہا اور اسی غیر محدود ہونے کی وجہ سے اس کو دوسرے مصرعہ میں باد سے تشبیہ دیتے ہیں کہ) تو ہوا کو حروف میں مقید کرنا چاہتا ہے۔ (ہر چند کہ باد غیر متناہی نہیں ہے مگر کسی درجہ میں چونکہ غیر منضبط ہے تشبیہ کے لئے تھوڑی مناسبت کافی ہے مقصود جواب کا یہ ہے کہ تو جو تحقیق حکمت کی کرتا ہے سو وہ غیر متناہی ہیں اور الفاظ وعبارت متناہی ہیں لہٰذا وہ اس کے لئے کافی نہیں اس لئے بیان کرنا (اس کا محال ہے چنانچہ آئندہ شعر صد ہزاران الخ میں اسی لاتناہی کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ایسے الفاظ محاورات میں مخصوص اپنے معنی لغوی کے ساتھ نہیں ہوا کرتے غرض قال میں تو ان کا آنا مستحیل ہے اس لئے قال کی فکر تو چھوڑنا چاہئے اب صرف دو صورتیں ہیں یا تو اجمالاً سمجھ لینا چاہئے کہ ضرور کوئی فائدہ ہے کیونکہ فعل الحکیم لا یخلو (عن الحکمۃ اور تعیین وتفصیل کے درپے نہ ہونا چاہئے دوسری صورت یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ تصفیہ قلب میں کوشش کی جاوے تاکہ کسی قدر اسرار کا انکشاف ہو اور اس سے شفاء ہو جاوے چنانچہ ان اشعار میں صورت اولیٰ مذکور ہے "از برائے فائدہ این گر دکا الخ اور آئندہ اشعار میں صورت ثانیہ مذکور ہے" شکر حق چون طرق ہر گردن بود الخ چنانچہ شرح اس کی آتی ہے) یہ جو تو سوال کر رہا ہے ضروری بات ہے کہ کسی فائدہ کے لئے کر رہا ہے (مثلاً وہ فائدہ یہی ہے کہ اس مسئلہ کی تحقیق ہو جاوے) حالانکہ تو خود فوائد کے علم محیط) سے حجاب میں ہے (یعنی پورے طور سے فوائد و مصالح کا احاطہ نہیں کر سکتا کیونکہ ظاہر ہے کہ ممکن کا علم ناقص ہے پس جب تو باوجود محیط الفوائد نہ ہونے کے اپنے افعال میں رعایت فائدہ اور حکمت کی رکھتا ہے چنانچہ خود اس سوال میں بھی فائدہ سوچ رکھا ہے) تو جس ذات پاک کی قدرت سے فوائد پیدا ہوئے ہیں بھلا جو فوائد ہم کو ملحوظ ہو رہے ہیں کیا ان کو ملحوظ اور مرعی نہ ہوں گے (مگر کوئی ایک آدھ فائدہ ہو تو بیان بھی کیا جاوے یہاں تو) لاکھوں فائدہ ہیں اور ان لاکھوں فائدوں میں ایک ایک فائدہ ایسا عظیم اور مشتمل بر مصالح کثیرہ ہے کہ لاکھوں فائدہ بھی اس ایک کے روبرو قلیل اور ہیچ ہیں۔

آں دم نطقش کہ جان جانہاست	چوں بود خالی زمعنیٰ گوئے راست
اس کی گویائی کا افسوں جو جانوں کی جان ہے	معنی سے کب خالی ہو گا؟ سچ کہا
آ دم نطقت کہ جزو جزوہاست	فائدہ شد کل کل خالی چراست
تیری گویائی جو جزوں کا جزو ہے	مفید ہوئی تو کل کا کل خالی کیوں ہے؟
تو کہ جزوی کار تو بافائدہ است	پس چرا در طعن کلی آری تو دست
تو جو کہ ایک جزو ہے تیرا کام بافائدہ ہے	پھر تو کل پر طعنہ زنی کیلئے کیوں آمادہ ہوتا ہے؟
گفت را گر فائدہ نبود مگو	ور بود ہل اعتراض و شکر جو
بولنے میں اگر فائدہ نہ ہو تو نہ بول	اگر ہو تو اعتراض چھوڑ دے اور شکریہ ادا کر
شکر حق چوں طوق ہر گردن بود	نے جدال و روترش کردن بود
اللہ کا شکر ہر گردن میں طوق کی طرح ہونا چاہیے	نہ کہ جھگڑا اور منہ بگاڑنا
گر ترشرو بودن آمد شکر و بس	ہمچو سرکہ شکر گوئے نیست کس
اگر ترش رو ہونا ہی صرف شکر ہے	تو سرکہ کا سا شکر گزار کوئی نہیں ہے
سرکہ را گر راہ باید در جگر	گو بشو سرکنگبیں او از شکر
اگر سرکہ کو جگر میں جانے کا راستہ چاہیے	کہدو شکر سے مل کر سکنجبیں بنے
معنیٔ اندر شعر جز باخبط نیست	چوں فلاسنگ ست آنرا ضبط نیست
شعر میں معنی بیان کرنا بغیر گڑبڑ (ممکن) نہیں ہے	جنگل کے پتھروں کی طرح ہے ان کا ضبط کرنا ممکن نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تیرا بولا ہوا کلام جو کہ (کلام قدیم کی نسبت) نہایت ہی ادنیٰ درجہ کا ہے (جیسا کہ کی واسطہ کا جزو الجزو کل کے سامنے ادنیٰ درجہ کا ہوتا ہے جب وہ باقائدہ ہے تو جو کلام کہ کل الکل ہے (یعنی کلمہ کن کہ کلام قدیم ہے اور کلام حادث سے بدرجہا بے شمار عالی ہے جیسا کل الکل جزو الجزو سے عالی ہے وہ فائدہ سے خالی کیوں ہوگا وہ بولا ہوا کلام جو روح الارواح ہے (کیونکہ ارواح میں حیات اسی کلمہ کن سے آئی ہے) وہ معنی سے یعنی مقصود و فائدہ سے کیونکہ خالی ہوگا جب تیرا کلام باوجود ناقص وحادث ہونے کے باقائدہ ہے تو قدیم وکامل کے کلام میں طعن (یعنی اشتباہ جو موہم اعتراض ہے چھوڑ دو اور شکر حق میں سعی کرو (مراد شکر سے شکر فعلی ہے یعنی مجاہدہ وریاضت تو مشقت فی العبادۃ چنانچہ نسخہ شکر جو اس کا موید ہے اور اگر دوسرا نسخہ شکر کو کالیا جاوے جب بھی منافات نہیں شکر لسانی سے نفی شکر ارکان کی لازم نہیں آتی مجموعہ نسختین کا مطلب یہ ہے کہ کھود کرید سے کچھ فائدہ نہیں اجمالاً اتنا سمجھو کہ اس میں کچھ نفع ہے اور اس نفع پر کہ نعمت خداوندی ہے شکر ادا کرو اس میں نعمت کی ترقی ہوگی کما قال تعالیٰ لئن شکرتم لازیدنکم وہ ترقی یہ ہے کہ معرفت اس نفع کی بھی ہوجاوے گی اور نیز شکر ارکانی سے تصفیہ قلب کا ہوگا اس سے معرفت وانکشاف اس نفع کا ہوگا پس یہاں سے بیان ہے دوسری صورت کا صورتیں مذکور تھیں سے) اور شکر حق ہر شخص پر اس طرح لازم ہے جیسا گردن میں طوق اور جدال وترش روئی (جو مباحثہ میں ہوجاتی ہے) شکر نہیں اگر ترش روئی کا نام شکر ہو تو سرکہ کے برابر کوئی بھی شکر گزار نہ ہو (سرکہ سے مراد عوام الناس جو بحث وجدال میں مشتغل رہتے ہیں) اور اگر سرکہ کہ یعنی حامی مجادل کو منظور ہو کہ میں جگر کے اندر پہنچوں (یعنی اسرار الٰہیہ تک میری رسائی ہو) تو اس سے کہو کہ شکر سے مل کر سکنجبین بن جا (یعنی کسی صاحب رضا وتسلیم سے تعلق پیدا کرکے اور اس کے تصرفات تعلیمی وعملی کو قبول کرکے قابلیت واقفیت اسرار کی پیدا کرو) اور یہ مضمون مذکور بہت وسیع ہے شعر میں تنگی کی وجہ سے ناتمام طور پر آتا ہے جس طرح بڑا پتھر کہ پھینکنے میں ضبط میں نہیں رہتا (کہیں پھینکو کہیں گرتا ہے اسی طرح مضامین عالیہ کما ینبغی احاطہ نظم میں نہیں آسکتے۔

دربیان حدیث من اراد ان یجلس مع اللہ فلیجلس مع اہل التصوف

حدیث "جو اللہ کے ساتھ بیٹھنے کا قصد کرے وہ اہل تصوف کے ساتھ بیٹھے" کا بیان

یہ سرخی تتمہ ہے قصہ کا و نیز مرتبط ہے شعر بالا کے ساتھ "گر کرد اگر راہ باید در جگر الخ"

آں رسول اینجا رسید وشاہ شد	والہ اندر قدرت اللہ شد
وہ ایلچی اس جگہ پہنچ کر شاہ بن گیا	اللہ کی قدرت کا فریفتہ ہو گیا
آں رسول از خود بشد زیں یکدو جام	نے رسالت یاد ماندش نے پیام
وہ ایلچی ان ایک دو جام سے بیخود ہوگیا	نہ اس کو سفارت یاد رہی نہ پیغام

www.besturdubooks.wordpress.com

سیل چوں آمد بدریا بحر گشت	دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت
سیلاب دریا میں پہنچا ' دریا بن گیا	دانہ جب کھیت میں پہنچا کھیتی بن گیا
سیل چوں آمد بدریا محو گشت	میغ پیش تیغ شمسی ضحو گشت
سیلاب جب دریا میں پہنچا فنا ہو گیا	ابر' سورج کی تلوار کے آگے دھوپ بن گیا
چوں تعلق یافت ناں بابوالبشر	نان مردہ زندہ گشت و باخبر
روٹی کا تعلق جب (حضرت) آدمؑ سے ہوا	مردہ روٹی' زندہ اور باخبر ہو گئی
موم و ہیزم چوں فدائے نار شد	ذات ظلمانی او انوار شد
موم اور سوختہ لکڑی جب آگ پر قربان ہوئی	اس کی تاریک ذات انوار بن گئی
سنگ سرمہ چونکہ شد در دیدگاں	سنگ بینائی شد اینجا دیدہ باں
سرمہ کا پتھر جب آنکھوں میں پہنچا	بینائی کا پتھر اور آنکھ کا نگہبان بن گیا

دیدہ بان کسی کہ بر بلند نشستہ بہر طرف نگاہ کند یعنی وہ سفیر رومی ان ہی ایک دو مضمون سے (کہ حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمائے) از خود رفتہ ہو گیا نہ سفارت اس کو یاد رہی نہ پیغام یاد رہا قدرت خداوندی (کے مشاہدہ میں دیوانہ ہو گیا اگرچہ تھا وہ سفیر مگر یہاں آ کر بادشاہ (یعنی عارف مستغنی عن الدنیا) ہو گیا آگے فیض صحبت کی مثالیں بیان فرماتے ہیں مثال اول سیل دریا میں آ کر محو ہو گیا (اسی طرح ناقص کامل کی صحبت میں صفات بشریہ سے فنا ہو جاتا ہے) مثال دوم ابر تیغ آفتاب کے روبرو گھل کر دھوپ ہو گئی کیونکہ حرارت آفتاب ابر خفیف کو تحلیل کر دیتی ہے مثال سوم سیل دریا میں مل کر دریا ہو گیا مثال چہارم دانہ کھیت میں آ کر کھیتی بن گئی' مثال پنجم روٹی کو جب ابو البشر سے (اسی طرح ہر بشر سے) تعلق ہوا (یعنی اس) کی غذا ہوئی تو نان مردہ زندہ باخبر بن گئی (کیونکہ اس سے بخار لطیف بنتا ہے جو مادہ حیات حیوانیہ ہے مثال ششم موم اور اسی طرح ہیزم جب آتش پر فدا ہو گئے (یعنی آگ میں جل گئے) تو ان کی ظلمانی ذات مبدل بانوار ہو گئی (کیونکہ بہت سے اجزا شمعیہ وحطبیہ نار بن جاتے ہیں) مثال ہفتم سنگ سرمہ جب آنکھوں میں پہنچا وہاں جا کر بینائی اور صاحب بینائی بن گیا (سب مثالوں سے مقصود یہ ہے کہ ناقص فیض معیت سے کامل ہو جاتا ہے)

اے خنک آں مرد کز خود رستہ شد	در وجود زندۂ پیوستہ شد
بہت ہی قابل مبارکباد ہے وہ شخص جو خودی سے نکل گیا	اور کسی زندہ کے وجود سے وابستہ ہو گیا
وائے آں زندہ کہ با مردہ نشست	مردہ گشت و زندگی از وے بجست
افسوس ہے اس زندہ پر جو مردے کا ہم نشین ہوا	مردہ ہو گیا اور زندگی اس سے نکل بھاگی

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں تو در قرآن حق بگریختی	بار وان انبیاء آمیختی
جب تو بے قرآن کی پناہ میں آ گیا	انبیاء کی روح سے گھل مل گیا
ہست قرآن حالہائے انبیاء	ماہیان بحر پاک کبریا
قرآن میں انبیاء کے احوال ہیں	جو اللہ کے پاک دریا کی مچھلیاں ہیں
ور بخوانی وتہ قرآن پذیر	انبیاء و اولیاء را دیدہ گیر
اگر تو پڑھتا ہے اور تو قرآن پر عمل کرنے والا نہیں ہے	انبیاء اور اولیاء کا دیدار سمجھ
ور پذیرائی چو برخوانی قصص	مرغ جانت تنگ آید در قفص
اگر تو عمل پیرا ہے جب قصے پڑھے	تو تیری جان کا پرند پنجرے میں تنگ ہو جائے
مرغ کو اندر قفس زندانی ست	می نجوید رستن از نادانی ست
جو پرند پنجرے میں قیدی ہے	چھٹکارا نہ چاہے تو نادانی ہے

(بعد بیان امثلہ فیض صحبت کے ترغیب صحبت کاملین کی دیتے ہیں کہ) وہ مردہ (یعنی ناقص) بہت اچھا ہے جو اپنی خودی اور اتباع نفس سے چھوٹ کر کسی زندہ (یعنی کامل کے وجود (یعنی صحبت میں لگ گیا اور افسوس ہے اس زندہ (یعنی صحیح الاستعداد) کے حال پر جو کسی مردہ (یعنی فاسد الاستعداد) کی صحبت میں بیٹھا اور مردہ بن گیا۔ اور زندگی (یعنی استعداد صحیح اس سے رخصت ہو گئی۔

ف: ایک دوست نے یہ شبہ کیا تھا کہ جب برا آدمی اچھے آدمی کی صحبت میں جاوے گا اور وہ بری صحبت سے بچنے کے واسطے اس سے بھاگے تو صحبت نیک سے منتفع ہونے کی کیا صورت ہوگی (احقر نے جواب دیا کہ اثر مطلوب کا ہوتا ہے پس صحبت بد وہ ہے جس کا قصد کر کے اس کے پاس جاوے اس سے بچنا چاہئے) اور جب بدخو نیک کے پاس طالب ہو کر آیا اس وقت اثر اس کا ہوگا اس کو بھاگنا نہ چاہئے) اب آگے یہ فرماتے ہیں کہ اگر صحبت نیک میسر نہ ہو تو کیا کرے سو ارشاد ہے کہ) جب تو قرآن مجید کے ساتھ تمسک رکھے گا تو گویا ارواح انبیاء علیہم السلام ہی کی صحبت میسر ہو جائے گی۔ کیونکہ قرآن مجید میں حالات حضرات انبیاء علیہم السلام کے ہیں جو بحر کبریا کے ماہی تھے) خلاصہ ارشاد کا یہ ہوا کہ اگر صحبت کامل کی میسر نہ ہو تو ان کے حالات وحکایات کو دستاویز بنانا بمنزلہ ان کی صحبت کے ہے) پھر اگر صرف قرآن مجید کی تلاوت ہی کرتے ہو اور اس کے (علوم واعمال کے) پورے قائل نہیں ہوئے ہو تب تو ایسا فرض کرو کہ گویا انبیاء واولیاء کو صرف دیکھ لیا (مگر صحبت سے مستفید نہیں ہوئے مگر تاہم فائدہ سے خالی نہیں اور اگر اس کے قائل بھی ہو گئے تو اس وقت جب ان کے قصے پڑھو گے تو (اس کے اثر وبرکت سے جب ماسوی اللہ دل سے نکلے گی اور حق تعالیٰ سے تعلق بڑھے گا اس وجہ سے) تمہارا مرغ

www.besturdubooks.wordpress.com

روح اس قفس تن میں تنگ ہوگا (اور طریقہ خلاصی کا ڈھونڈے گا اور یہ پذیرائی بمنزلہ ان حضرات کی صحبت کی ہوگی اور واقعی جو مرغ قفس میں ہو اور خلاصی کی فکر نہ کرے سخت نادانی کی بات ہے۔

روحہائے کز قفسہا رستہ اند	انبیاء و رہبر شائستہ اند
جو روحیں پنجروں سے آزاد ہوگئی ہیں	انبیاء اور شائستہ مرشد ہیں
از بروں آواز شاں آید بریں	کہ رہ رستن ترا اینست ایں
باہر سے ان کی آواز اس طرح آتی ہے	کہ تیرے چھٹکارے کا راستہ بھی ہے یہی ہے
مابدیں رستیم زیں تنگیں قفس	غیر ایں رہ نیست چارہ ایں قفس
ہم اس تنگ پنجرے سے اسی (راستہ) سے چھوٹے	اس راستہ کے علاوہ اس پنجرے سے (چھٹنے کی) کوئی تدبیر نہیں ہے
خویش را رنجور ساز و زار زار	تا ترا بیروں کنند از اشتہار
اپنے آپ کو رنجور اور زار و نزار بنا لے	تاکہ تجھے شہرت سے نکال لائیں
کاشتہار خلق بند محکم ست	در رہ ایں از بند آہن کے کم ست
مخلوق میں شہرت مضبوط بیڑی ہے	راہ میں یہ لوہے کی بیڑی سے کب کم ہے
یک حکایت بشنوائے زیبا رفیق	تا بدانی شرط ایں بحر عمیق
اے اچھے ساتھی! ایک قصہ سن لے	تاکہ اس گہرے سمندر کی مواقف ہوا کو تو سمجھ لے
بشنو اکنوں داستانے در مثال	تا شوی واقف براسرار مقال
اب ایک قصہ بطور مثال کے سن لے	تاکہ بات کے رازوں سے تو باخبر ہو جائے

(اوپر فرمایا تھا کہ جو روح قفس سے چھوٹنے کی کوشش نہ کرے وہ نادان ہے اب ان ارواح کا ذکر فرماتے ہیں جو خود بھی چھوٹ گئیں۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیتی ہیں اور اس کے ضمن میں رہائی کا طریق بھی بتلاتی ہیں اور یہی نفع اصلی ہے ان کی صحبت سے) یعنی جو ارواح کہ قفس سے چھوٹ گئی ہیں وہ حضرت انبیاء اور ہادی لوگ ہیں اور عالم بالا سے ان کی آواز اس طور پر آ رہی ہے کہ رہائی کا طریق صرف یہی ہے اور ہم بھی اسی طریق سے اس تنگ قفس سے رہا ہوئے ہیں اور بجز اس طریق کے اور کوئی تدبیر ہی نہیں اور وہ طریق یہ ہے کہ اپنے آپ کو بالکل رنجور اور زار و نزار (یعنی پست و شکستہ بنالو تاکہ تم کو عوام الناس شہرت (وجاہ) سے خارج کر دیں کیونکہ خلائق میں مشہور (اور ذی جاہ بن جانا یہ ایک سخت حجاب ہے (جو حصول فیض سے محروم رکھتا ہے کیونکہ وہ بدوں عبدیت تامہ کے حاصل نہیں ہوتا راہ خداوندی میں یہ حجاب قید آہنی سے کم نہیں ہے (خلاصہ یہ ہے کہ تمام انبیاء و

www.besturdubooks.wordpress.com

اولیاء جو عالم بالا میں تشریف رکھتے ہیں واسطہ در واسطہ ان کی تعلیم یہی چلی آتی ہے اور اسی کو مدار راز عالم غیب فرمایا ہے کہ وصول الی اللہ کا طریقہ ترک جاہ اور اتباع و انقیاد و تذلل احکام شرعیہ ظاہرہ و باطنہ کے روبرو اختیار کرتا ہے کیونکہ جاہ سے قبول حق یا عمل بالحق میں نقصان ہوتا ہے اور وہ مانع ہو جاتا ہے وصول الی اللہ کو آگے ایک حکایت مناسب مضمون ہذا کی تمہید ہے کہ) ایک حکایت سن لو تاکہ تم کو اس راہ کی شرط معلوم ہو جاوے اور ایک داستان کو مثال کے طور پر سن لو تاکہ ہمارے اس قول کی حقیقت سے واقف ہو جاؤ (کیونکہ اس حکایت میں ذکر ہے کہ ایک طوطی نے بشکل مردہ بن کر دوسری طوطی کو تعلیم کیا تھا کہ ایسی حالت بنانے سے قفس سے رہائی ہو جائے گی پس یہ مثال ہے اس کی کہ موتوا قبل ان تموتوا طریق نجات عن التعلقات والحجابات ہے)

قصۂ بازرگاں کہ بہندوستان بتجارت میرفت و پیغام دادن طوطی محبوس بطوطیان ہندوستان

ایک سوداگر کا قصہ جو ہندوستان کو تجارت کے لئے جارہا تھا اور ایک قیدی طوطی کا ہندوستان کی طوطیوں کو پیغام دینا

بود بازرگانے او را طوطئے	در قفص محبوس زیبا طوطئے
ایک سوداگر کے پاس ایک طوطی تھی	ایک خوبصورت طوطی جو پنجرے میں قیدی تھی
چونکہ بازرگاں سفر را ساز کرد	سوئے ہندوستاں شدن آغاز کرد
جب سوداگر نے سفر کا سامان کیا	اور ہندوستان کی طرف روانگی کا آغاز کیا
ہر غلام و ہر کنیزک راز جود	گفت بہر تو چہ آرم گوئے زود
ہر غلام اور لونڈی کو بطور بخشش کے	کہا جلد بتا تیرے لئے کیا لاؤں؟
ہر یکے از وے مرادے خواست کرد	جملہ را وعدہ بداد آں نیک مرد
ہر ایک نے اس سے اپنی ایک خواہش ظاہر کی	اس نیک مرد نے سب سے وعدہ کیا
گفت طوطی را چہ خواہی ارمغاں	کآرمت از خطۂ ہندوستاں
اس نے طوطی سے کہا تو کیا سوغات چاہتی ہے	جو تیرے لئے ہندوستان سے لاؤں؟

یعنی کوئی سوداگر تھا اور اس کے پاس ایک طوطی تھی (جس کو عرف ہند میں طوطا کہتے ہیں) اور وہ طوطی قفس میں محبوس تھی اور خوشنما تھی (اتفاق سے اس سوداگر کو سفر پیش آیا) تو جب اس نے سفر کا سامان کرنا شروع کیا اور ہندوستان جانے کا ارادہ کیا تو براہ جود و کرم ایک ایک غلام اور کنیزک سے پوچھا کہ تیرے واسطے کیا لاؤں جلدی

www.besturdubooks.wordpress.com

بتلا ہر شخص نے اپنی اپنی خواہش اس سے ظاہر کی اور اس نے سب سے وعدہ کر لیا اسی طرح طوطی سے بھی پوچھا کہ تو کون سا تحفہ پسند کرتی ہے کہ تیرے لئے ہندوستان سے لیتا آؤں۔

گفتش آں طوطی کہ آنجا طوطیاں	چوں بہ بینی کن زحال من بیاں
اس طوطی نے اس سے کہا وہاں طوطیاں ہیں	جب تو دیکھے میرا حال بیان کر دینا
کہ فلاں طوطی کہ مشتاق شماست	از قضائے آسماں در حبس ماست
کہ فلاں طوطی جو تمہاری مشتاق ہے	آسمانی فیصلہ کے مطابق وہ ہماری قید میں ہے
بر شما کرد او سلام و داد خواست	وز شما چارہ رہ ارشاد خواست
اس نے تمہیں سلام کہا ہے اور انصاف کی درخواست کی ہے	اور تم سے راستہ کی تدبیر اور رہنمائی چاہی ہے
گفت میشاید کہ من در اشتیاق	جاں دہم اینجا بمیرم در فراق
اس نے کہا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ میں شوق میں	اس جگہ جان دیدوں اور فراق میں مر جاؤں
ایں روا باشد کہ من در بند سخت	گہ شما بر سبزہ گاہے بر درخت
کیا یہ جائز ہو گا کہ میں سخت قید میں رہوں	اور تم کبھی سبزہ پر اور کبھی درخت پر؟
ایں چنیں باشد وفا اے دوستاں	من دریں حبس و شما در بوستاں
اے دوستو! وفا ایسی ہی ہوتی ہے	میں اس قید میں رہوں اور تم باغ میں؟
یاد آرید اے مہاں زیں مرغ زار	یک صبوحے درمیان مرغزار
اے صاحبان! اس تباہ حال پرند کو یاد کر لو	کسی صبح کو سبزہ زار میں
یاد آرید از محبت ہائے ما	حق مجلسہا و صحبتہائے ما
ہماری محبتوں کو یاد کرو	ہماری مجلسوں اور صحبتوں کے حق کو (یاد کرو)
یاد یاراں یار را میموں بود	خاصہ کاں لیلیٰ و ایں مجنوں بود
دوستوں کی یاد دوست کے لئے مبارک ہوتی ہے	خصوصاً جبکہ وہ لیلیٰ اور یہ مجنوں ہو

اس طوطی نے جواب میں) کہا کہ وہاں (یعنی ہندوستان میں) تم طوطیاں کو دیکھو تو میرا حال ان سے بیان کرنا کہ فلانی طوطی جو تمہارے (ملنے کی) مشتاق ہے وہ قضائے آسمانی سے ہماری قید میں ہے اس نے تم کو سلام کہا ہے اور داد خواہی کی ہے اور تم سے تدبیر (طریق نجات کی اور مشورہ کی درخواست کی ہے اور یہاں کہا ہے کہ بھلا یہ زیبا ہے کہ میں تو اشتیاق میں اپنی جان دیدوں اور یہاں فراق میں مر جاؤں اور بند سخت میں مبتلا رہوں اور تم کبھی

www.besturdubooks.wordpress.com

سبزہ پر جا بیٹھو اور کبھی درخت پر کیا دوستوں کی وفاداری ایسی ہی ہوتی ہے کہ میں اس مجلس میں اور تم باغوں میں اے بزرگو بھلا کبھی تو کسی صبح کے وقت سبزہ زار میں جا کر اس ناتواں کو یاد کرلیا کرو اور ان (قدیم) محبتوں کو تو کبھی یاد کرلیا کرو اور جو جلسے اور صحبتیں ہوا کرتی ہیں ان کا حق تو کبھی یاد کرلیا کرو کیونکہ دوستوں کا یاد کرنا دوست کے لئے مبارک ہوتا ہے۔ خاص کر جب کہ ان میں لیلیٰ و مجنوں کا علاقہ ہو (یعنی دوستی مرتبہ تعشق تک پہنچ گئی ہو ایک عاشق ہو دوسرا معشوق)

اے حریفاں بابت موزون خود	من قدحہا می خورم از خون خود
اے دوستو! (تم) اپنے حسین محبوب کیساتھ (جام نوش کرتے ہو)	میں اپنے خون کے پیالے پی رہی ہوں
یک قدح مے نوش کن بر یاد من	گر ہمی خواہی کہ بدہی داد من
میری یاد میں ایک پیالہ شراب کا پی	اگر میرے حق میں انصاف کرنا چاہتا ہے
یا بیاد ایں فتادہ خاک بیز	چونکہ خوردی جرعۂ بر خاک ریز
یا اس افتادہ خاک چھاننے والے کی یاد میں	جب تو پئے ایک گھونٹ زمین پر بہا دے
اے عجب آں عہد و آں سوگند کو	وعدہ ہائے آں لب چوں قند کو
ہائے تعجب! وہ عہد اور قسمیں کہاں گئیں؟	اس شکر جیسے ہونٹ کے وعدے کہاں گئے؟

یہ بھی تتمہ ہے پیغام طوطی کا) یعنی اے طوطیو جو اپنے محبوب موزوں کے ساتھ حریف یعنی ہم پیالہ و ہم نوالہ ہو رہی ہے (یعنی اپنے دوستوں میں خوش و خرم ہو) میں خون کے بھرے ہوئے پیالے پی رہا ہوں ایک پیالہ شراب ہی کا میری یاد پر نوش کرلو یعنی عیش کے وقت مجھ کو یاد کرلیا کرو) اگر میری داد دینا چاہتے ہو یا مجھ عاجز خاک چھاننے والے کی یاد پر میخواری کے وقت ایک آدھ چھینٹا زمین پر ڈال دو سخت تعجب ہے وہ قول و قرار جو یکجائی کے وقت ہوئے تھے کہاں گئے اور اس لب شیریں کے جو مشابہ قند کے ہے وعدے کہاں گئے۔

گر فراق بندہ از بد بندگی ست	چوں تو با بد بد کنی پس فرق چیست
اگر بندہ سے جدائی اس کی بندگی کی کوتاہی کی وجہ سے ہے	جب تو برے کیساتھ برا کرے تو فرق کیا ہے؟
اے بدی کہ تو کنی در خشم و جنگ	با طرف تر از سماع بانگ چنگ
اے (خدا) تو جو برائی غصہ اور لڑائی میں کرتا ہے	سارنگی کی آواز کے سننے سے بھی زیادہ خوشگوار ہے
اے جفائے تو ز دولت خوب تر	و انتقام تو ز جاں محبوب تر
اے (خدا) تیرا ظلم (دنیا کی) دولت سے بہتر ہے	اور تیرا انتقام جان سے زیادہ پیارا ہے
نار تو ایں ست نورت چوں بود	ماتم ایں تا خود کہ سورت چوں بود
تیری آگ یہ ہے تو تیرا نور کیسا ہو گا؟	تیرا غم ایسا ہے تو تیری شادی کیسی ہو گی؟

www.besturdubooks.wordpress.com

از حلاوتہا کہ دارد جور تو	وز لطافت کس نیا بد غور تو
تیرا ظلم جو شیرینیاں رکھتا ہے	اور لطافت، کوئی شخص تیری گہرائی کو نہیں پا سکتا ہے
فی المثل جورت اگر عریاں شود	گر جہاں گریاں بود خنداں شود
بالفرض اگر تیرا ظلم منکشف ہو جائے	عالم اگر رو رہا ہو تو ہنسنے لگے
نالم و ترسم کہ او باور کند	وز ترحم جور را کمتر کند
میں روتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ وہ یقین کر لے	اور رحم کھا کر ظلم کو گھٹا دے

(ان اشعار میں بطور استقبال کے خطاب ہے محبوب حقیقی کی طرف جس میں اول شکایت ہے فراق کی پھر اظہار رضاء وتسلیم کا اس پر اور چونکہ یہ اشعار غلبہ حال میں لکھے ہیں بعض کلمات خلاف ادب صادر ہو گئے ہیں مگر بوجہ عذر غلبہ حال کے ماول ہوں گے مطلب یہ کہ) اگر میری خطاو گناہ کی وجہ سے مجھ کو مبتلا فراق کیا جاوے تو جب آپ بھی بد کے ساتھ برائی سے (یعنی سزا سے) پیش آ دیں تو پھر بندہ و مالک میں فرق کیا رہا بلکہ ان کی رحمت کا تو مقتضا یہ ہے کہ ہم کتنی ہی خرابی کریں وہ رحمت ہی فرمادیں یہ غلبہ حال میں کہہ رہے ہیں ورنہ سزائے عقوبت سے ارتفاع فرق تھوڑا ہی لازم آتا ہے آگے اس عقوبت وجزا کا عین رحمت ہونا خصوصاً عاشق عارف کی نظر میں بیان کرتے ہیں کہ آپ جو خشم وجنگ (یعنی فراق صوری) میں بندہ کے ساتھ سختی کر رہے ہیں وہ بانگ چنگ کے سننے سے بھی زیادہ باطرب ہے (کیونکہ بلائے محبوب میں لطف مضمر ہوتا ہے جیسا احادیث میں ہے کہ بلا وغم سے کفارہ سیات ورفع درجات ہوتا ہے اگر کہا جاوے کہ فراق تو عقوبت محضہ ہے جواب یہ ہے کہ یہاں فراق سے مراد سخط و غضب الٰہی نہیں بلکہ انقطاع واردات اور ست ہو جانا حالات کا مراد ہے جس کو قبض کہتے ہیں سو محقق ہو چکا ہے کہ اس میں بھی فوائد ہوتے ہیں جس میں اقل درجہ مجاہدہ و مشقت وحزن ہے اسلئے معنی وہ رحمت ہے) اے محبوب آپ کی جفا (یعنی بلا من وجہ دولت سے بھی خوبتر ہے (وجہ اس کی اہل طریق نے یہ فرمائی ہے کہ بلا میں بہ نسبت نعمت کے تصفیہ قلب اور تربیت عبدیت کی زیادہ ہے اور آپ کا انتقام جان سے بھی زیادہ محبوب ہے اور جب آپ کی نار (یعنی بلا و فراق) ایسی ہے تو آپ کا نور (یعنی نعمت ووصال) کیا ہوگا (آگے تمثیل ہے کہ (جب ماتم (یعنی مصیبت) ایسی لذیذ ہے تو جشن عروسی یعنی سامان لطف ورحمت کیسا کچھ ہوگا آپ کے جور (یعنی تجلی جلالی) میں (جس کو بلا وفراق سے تعبیر کیا ہے جو حلاوتیں ہیں اور ان کے غایت درجہ لطیف ہونے کی وجہ سے کوئی شخص ان کے قعر (یعنی حقیقت کو ادراک نہیں کر سکتا ان حلاوتوں کے سبب سے آپ کے جور کی یہ کیفیت ہے کہ اگر بالفرض وہ عریاں ہو جاوے یعنی اس میں جو مصلحت ورحمت مضمر و مستتر ہے وظاہر و منکشف ہو جاوے اور اہل عالم کو اس کی اطلاع ہو جاوے تو اگر عالم گریہ میں (پہلے سے) مشغول ہو تو فوراً خنداں ہو جاوے (یعنی ان مصلحتوں کے

www.besturdubooks.wordpress.com

حصول سے مسرت بے اندازہ حاصل ہو اور گو میں (اس شدت وبلیہ ظاہری سے نالہ وشکایت (ظاہری) کر رہا ہوں مگر ساتھ ہی اس کے مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ محبوب حقیقی کہیں اس کا یقین نہ کرے (کہ واقع میں یہ شخص اس سے کارہ ہے) اور یہ یقین کر کے براہ ترحم کہیں اس جور کو کم نہ کردے (جو معنی حلاوت بخش ولذت افزائے روح ہے باوجودیکہ محبوب حقیقی عالم الغیب والشہادۃ ہیں پھر یہ کہنا کہ

ے ترسم کہ او باور کند محض فرط عشق وغلبہ حال میں صادر ہو گیا ہے اور اس حالت میں لفظی بے ادبی عفو ہے باقی مقصود اصلی بے ادبی سے محفوظ ہے وہ یہ کہ اگر وہ میرے لئے بلا تجویز کریں تو وہ مجھ کو راحت ونعمت سے زیادہ لذیذ ہے میں اس کا زوال نہیں چاہتا۔

عاشقم برقہر و بر لطفش بجد	اے عجب من عاشق ایں ہر دو ضد
میں اس کے قہر اور مہربانی پر واقعۃً عاشق ہوں	تعجب ہے میں ان دو مخالف چیزوں کا عاشق ہوں
عشق من بر مصدر ایں ہر دو شد	چوں نباشد عشق کز وے نیست بد
میرا عشق ان دونوں کے منبع سے ہے	عشق کیوں نہ ہو اس سے چارہ نہیں ہے
واللہ ارزیں خار در بستاں شوم	ہمچو بلبل زیں سبب نالاں شوم
واللہ اگر اس خار سے (ہٹ کر) باغ میں چلا جاؤں	اس وجہ سے بلبل کی طرح نالہ کروں
ایں عجب بلبل کہ بکشاید دہاں	تا خورد او خار را با گلستاں
یہ عجیب بلبل ہے کہ منہ پھیلاتی ہے	تاکہ گلستاں کو مع کانٹے کے نگل لے
ایں نہ بلبل ایں نہنگ آتش ست	جملہ ناخوش ہا ز عشق او را خوش ست
یہ بلبل نہیں ہے (بلکہ) یہ آگ کا مگرمچھ ہے	عشق کی وجہ سے تمام ناگواریاں اس کو گوارا ہیں
عاشق کل ست و خود کل ست او	عاشق خویش ست و عشق خویش جو
وہ کل کا عاشق ہے اور وہ خود کل ہے	اپنے آپ کا عاشق ہے اور اپنے عشق کا جویاں ہے

یعنی میں محبوب حقیقی کے قہر اور لطف دونوں پر مبالغہ کے ساتھ عاشق ہوں اور عجب بات ہے کہ میں ان دونوں ضدوں پر عاشق ہوں (ضد مجازاً) وصورۃً کہہ دیا ورنہ دونوں صفتیں ایک ذات میں جمع ہیں پس ضد کیسے ہو سکتی ہیں الان الضدین لا یجتمعان' اور واقع میں میرا عشق ان دونوں صفتوں کے مصدر اور موصوف (یعنی ذات) پر ہے اور عشق کیونکر نہ ہو اس بدون تو گزر ہی نہیں ہو سکتا (اور لطف پر عاشق ہونے کا تو کیا بیان ہے میرا عشق قہر پر اس قدر ہے کہ) قسم ہے اگر اس خار (قہر) سے بستان (نعمت) میں چلا جاؤں تو بلبل کی طرح اس سبب سے رونا شروع کردوں (یہ شبہ نہ ہو کہ پہلے تو کہا ہے کہ میں لطف پر بھی عاشق ہوں پھر بستان میں جانا سبب

www.besturdubooks.wordpress.com

نالہ کا کیوں ہوا جواب یہ ہے کہ یہاں قہر سے مراد وہ ہے جو محبوب کا تجویز کیا ہوا اور لطف سے مراد وہ ہی جو اپنا تجویز کیا ہوا ہو تو اس لطف سے وہ قہر اچھا ہے بخلاف اس لطف کے جس کو وہ خود تجویز کریں وہ اور قہر دونوں محبوب ہونے میں مساوی ہیں یہ بلبل (یعنی عاشق ذات جس کا یہاں بیان ہے) عجیب ہے کہ منہ کھول کر خار اور گلستان سب کو نگل جاتا ہے (یعنی قہر و لطف سب کو گوارا کرتا ہے بخلاف بلبل ظاہری کے کہ خار سے نفور اور گلستان کا طالب ہے) یہ بلبل کیا ہے نہنگ آتش ہے سب ناگوار چیزیں اس کو عشق کے سبب گوارا ہیں کیونکہ وہ عاشق ہے ذات جامع الصفات کا (جس کو مجازاً واستعارۃً کل کہہ دیا) بلکہ ایک اعتبار سے عین کل ہے اور اس مرتبہ میں وہ اپنا عاشق ہے اور اپنے عشق کا جویان ہے۔

ف: عینیت وغیریت کی تحقیق اور اس کے معانی اصطلاحیہ کا بیان اوپر گزر چکا ہے خلاصہ یہ ہے کہ جب عشق الٰہی کے غلبہ سے عاشق کی ہستی اور اس کے صفات مضمحل ہو جاتے ہیں اور مشاہدہ وغلبہ استحضار صفات الٰہیہ کا رہنے لگتا ہے تو اس وقت اپنے صفات کو مراۃ یعنی آئینہ مطالعہ کمالات الٰہیہ کا دیکھتا ہے۔ اور چونکہ مطلوب بالذات مطالعہ کمالات الٰہیہ ہے اور اپنے ذات وصفات کو اس کا مراۃ وآلہ مشاہدہ دیکھتا ہے اس حیثیت سے خود اپنی ذات و صفات بھی اس کے مطلوب بالعرض ہو جاتے ہیں پس عشق سے اضمحلال وفناء ہوا اور اس سے غلبہ مشاہدہ صفات و الٰہیہ ہوا اور اس سے اپنے کو آئینہ مشاہدہ دیکھ کر اپنا طالب اور جویان ہوا یہ معنی ہیں عین ہونے کے اور اپنے اوپر عاشق ہونے کے خوب سمجھ لو اور بعض مقامات پر یعنی آغاز دفتر دوم میں مولانا نے مرشد کو اپنی معرفت کا آئینہ فرمایا ہے تو ظاہراً دونوں میں اس لئے تعارض ہے کہ اگر آئینہ کا درجہ کم ہوتا ہے تو یہاں تو اشکال نہیں مگر مرشد کو آئینہ کہنے میں اشکال ہے اور اگر آئینہ کا درجہ زیادہ ہوتا ہے تو یہاں اشکال ہے کہ اپنے کو آئینہ کمالات حق کہا ہے جواب یہ ہے کہ آئینہ کے لئے نہ کم درجہ ہونا ضروری نہ بلند درجہ ہونا ضروری ہے۔ محض آلہ معرفت ہوتا ہے اگر وہ معرفت مقصود بالذات ہے تو آئینہ کم درجہ ہوگا جیسا یہاں کہ اپنے کو آئینہ حق کہا اور اگر وہ معرفت مقصود بالعرض ہے تو آئینہ کا کم درجہ ہونا ضروری نہیں جیسا کہ اس بعض مقامات میں ہے کہ کیونکہ حاصل اس مقام کا یہ ہے کہ مجھ کو مرشد کی طرف کشش ہوئی کہ ان سے فیوض حاصل کروں مگر چونکہ افادہ استفادہ کے لئے مناسب شرط ہے اس لئے یہ تحقیق کرنا ضروری ہوا کہ میں (ان سے فیض لینے کے لائق ہوں نہیں اس تحقیق کیلئے معیار کی تلاش ہوئی آخر سوچتے سوچتے یوں سمجھ میں آیا کہ معیار بھی خود مرشد کی ذات ہی ہے یعنی ان کی صحبت میں رہ کر اپنی حالت کی تفاوت اور ظہور استعداد کو دیکھنا چاہئے پس میں نے ناقصین سے اعراض کر کے مرشد کامل کی صحبت اختیار کی اور اپنی حالت کی کمی بیشی کو اور استعداد کی قوت وظہور کو دیکھنا شروع کیا جب ان کے کمالات کا انعکاس میرے قلب پر ہوا جس کو اس طرح تعبیر کیا۔

؎ دیدہ تو چون دلم را دیدہ شد

الی آخر الابیات العشرۃ یعنی تمہاری آنکھ میرے قلب کی آنکھ بن گئی یعنی تمہاری صفت معرفت وبصیرت میرے قلب پر متجلی ہوئی جس کے فیض وقوت سے سینکڑوں قلوب ناقصہ محو معرفت ہو گئے اس وقت میں نے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

آئینہ کاملہ کو یعنی عکوس فیوض مرشد وادراک استعداد کو غبار خطرات ووساوس سے صاف کیا یعنی ان فیوض وادراک حالت استعداد کو دل میں جگہ دی اور خطرات ووساوس کی نفی کی تو اس آئینہ میں اپنی حالت منکشف ہوئی وجہ انکشاف کی ظاہر ہے کہ جب اپنے قلب پر فیوض مرشد کے متجلی ومنعکس ہوئے اور استعداد کمالات کی مشاہدہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ مجھ میں قابلیت ان کی ہے اور مرشد سے مناسبت ہے اس جگہ اپنی حالت کو نقش نو سے مجازاً تعبیر کیا ہے۔ یعنی نقش سے مراد حالت ہے اور باوجودیکہ وہ حالت خود اپنی ہی نقش نو سے اس لئے تعبیر کیا گیا کہ بعنایت مناسبت سے اپنی حالت ایک اعتبار سے گویا مرشد کی حالت ہے غرض کمالات مرشد کو اس طریق سے آئینہ قرار دیا تو چشم مرشد میں اپنا نقش دیکھنا یعنی مرشد کی صفت معرفت وبصیرت کے انعکاس اور ظہور استعداد مکنون سے اپنی حالت مناسبت کا پتہ چلا اس وقت میں سمجھا کہ میں نے اپنی حالت مناسبت کی تحقیق کر لی اور مرشد کی صحبت و حضوری میں طریق واضح سلوک کامل گیا کہ انہیں کی تعلیم وتربیت سے مقصود حاصل ہوگا لیکن ساتھ ہی وسوسہ گزرا کہ جن کو تو نے فیوض کا عکس سمجھ رکھا ہے اور جس کو تو نے استعداد سمجھا ہے شاید یہ تیرے محض خیالات اور اوہام ہوں تو معیار تحقیق مناسبت مشتبہ ہو گیا اپنی ذات یعنی ذاتی استعداد وقابلیت کمالات وفیوض اور اوہام وخیالات میں غور کر کے فرق کرنا ضرور ہے اس وسوسہ کے ساتھ ہی میرے نقش نے مرشد کی آنکھ میں سے آواز دی یعنی میری حالت واستعداد نے جو کہ حاصل ہوئی تھی عکس کمالات بصیرت ومعرفت مرشد سے مجھ کو متنبہ کیا کہ میں اور تو متحد ہیں یعنی میں تیری ذاتی اور واقعی حالت ہوں خیال اور وہم کا احتمال نہیں کیونکہ اس چشم منیر میں چونکہ حقائق جاگزیں ہو رہے ہیں خیال وہم کی گنجائش نہیں ہے چونکہ مرشد کامل ہیں اور ان کے فیوض وکمالات بھی قوی ہیں اس لئے ان کی قوت فیض سے طالب وملازم صحبت کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے احتمال غلطی کا نہیں ہے آگے بزبان مرشد کہا جاتا ہے کہ اگر تو اپنا نقش کسی اور کی آنکھ میں دیکھتا تو اس کو خیال سمجھنا چاہئے تھا یعنی غیر کامل کی صحبت اس کا معیار نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں نیستی یعنی نقصان کی صفت ہے اس لئے تصرف شیطانی کا دخل ہو سکتا ہے چونکہ وہ خود خیالات میں مبتلا ہے اس کے ہم صحبت کے قلب پر بھی ان خیالات کے انعکاس کا احتمال ہے اور چونکہ میں خود صاحب حقیقت ہوں اس لئے میری صحبت میں بھی حقائق ہی کا انعکاس ہوگا تو اس طریق مذکور سے اپنی حالت مناسبت وقابلیت فیوض کی معلوم ہوگئی اور اسی اعتبار سے مرشد کو اپنا آئینہ فرمادیا یہ خلاصہ ہے اس مقام کا اور ظاہر ہے کہ اپنی یہ معرفت کہ مجھ کو مرشد سے مناسبت ہے یا نہیں مقصود بالذات نہیں بلکہ محض اس لئے ہے کہ اس کے بعد طریق وصول الی اللہ کا دریافت کر کے مقصود بالذات تک پہنچوں پس اب وہ اشکال جاتا رہا اور معلوم ہو گیا کہ اپنے کو ذات حق کا آئینہ کہنا اور معنی کے اعتبار سے ہی اور ذات مرشد کو اپنا آئینہ کہنا اور اعتبار سے ہے ہر چند کہ یہ مقام دفتر دوم میں ہے مگر چونکہ مقامات مشکلہ سے تھا اور حل کرنے والوں نے عجیب پریشان تقریریں کی ہیں اور خدا جانے میں اس مقام کی شرح تک کب پہنچتا اس لئے قصداً میں نے اسی جگہ اس کو حل کر دیا ہے واللہ اعلم

www.besturdubooks.wordpress.com

صف اولی اجنحہ طیور عقل الٰہی

عقول الٰہی کے پردار پرندوں کا ذکر

قصۂ طوطی جاں زینساں بود	کو کسے کو محرم مرغاں بود
جان کی طوطی کا حال اس طرح کا ہے	وہ کہاں ہے جو ان پرندوں کا محرم ہو؟
کو یکے مرغے ضعیفے بے گناہ	واندرون او سلیماں با سپاہ
جو کہ ایک پرندہ کمزور، بے گناہ ہے	جس کے اندر (حضرت) سلیمانؑ سپاہیوں کے ساتھ ہیں
چوں بنالد زار بے شکر و گلہ	افتد اندر ہفت گردوں غلغلہ
جب وہ بغیر شکر اور شکوے کے خوب روتا ہے	تو ساتوں آسمان میں شور مچ جاتا ہے

(اولی اجنحہ وطیور وعقول سے مراد ارواح مجردہ ہیں باعتبار عروج وترقی معنوی کے ان کو اولی اجنحہ اور طیور کہہ دیا اور باعتبار تجرد کے مجازاً عقول کہہ دیا کیونکہ حکماء کا اعتقاد ہے کہ عقول موجود ہیں اور مجرد ہیں گو یہ اعتقاد فاسد ہے مگر مجاز کے لئے تھوڑا علاقہ کافی ہے یعنی یہی مضمون جو اوپر بیان ہوا ہے کہ این عجب بلبل کہ بکشاید دہاں الخ یہ طوطی جان (یعنی روح) کا قصہ اور حال ہے (کہ وہ محو عشق الٰہی ہے) اور ایسا شخص کہاں ہے یعنی کمیاب ہے جو ان طیور باغستان محبت کا محرم وراز دار ہو (کیونکہ انکا محرم وہی ہوگا جو اہل محبت ہو اور اہل محبت ظاہر ہے کہ بہت قلیل ہیں اب حالت روح سے تعجب کر کے فرماتے ہیں کہ کجا یہ مرغ ضعیف بیگناہ (یعنی روح انسان کامل اس کو ضعیف باعتبار تعلق جسد عنصری کے کہا کہ خلق الانسان ضعیفا اور بے گناہ ترقیعی کی راہ سے کہا یا باعتبار اس کے ترک معاصی کے کہا) اور کجا اس کی یہ شان کی اس میں سلیمان (یعنی بادشاہ حقیقی کہ مجازاً سلیمان کہہ دیا) مع سپاہ ولشکر (یعنی صفات موجودہ جلوہ گر ہے یعنی انسان کامل کی عجب شان ہے کہ باوجود ناچیز وبے بود ہونے کے مظہر ذات وصفات حق ہے اور مظہریت کی تحقیق اوپر گزر چکی ہے۔ جب وہ انسان کامل زار وزار ہو کر نالہ کرتا ہے جس کا سبب نہ تو شکر یعنی مسرت ولذات وصال ہے اور نہ شک والم فراق ہے بلکہ محض جوش عشق اس کا سبب ہے تو اس وقت سات آسمان میں غلغلہ پڑ جاتا ہے (یعنی سکان الملکوت حیرت میں رہ جاتے ہیں جیسا بہت احادیث میں مختلف اعمال پر ملائکہ کا تعجب وارد ہوا ہے۔

ہر دمش صد نامہ صد پیک از خدا	یا ربے زو شصت لبیک از خدا
اس کے پاس ہر وقت سو پیام اور سو قاصد خدا کی جانب سے (آتے) ہیں	اس کی طرف سے یا رب کہتا ہے اور ساٹھ مرتبہ لبیک کہتا ہے
زلت او بہ زطاعت پیش حق	پیش کفرش جملہ ایماں ہا خلق
اس کی لغزش خدا کے نزدیک اطاعت سے بہتر ہے	اس کے کفر کے بالمقابل تمام ایمان پر نے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر دمے او را یکے معراج خاص	بر سر تاجش نہد حق تاج خاص
اس کو ہر لحظہ ایک خاص معراج ہوتی ہے	اس کے تاج پر اللہ تعالیٰ ایک خاص تاج رکھ دیتا ہے
صورتش بر خاک و جاں در لامکاں	لامکانے فوق وہم سالکاں
اس کا جسم زمین پر ہے اور روح لامکان میں ہے	وہ لامکاں جو سالکوں کے تصور سے بالا ہے
لامکانے نے کہ در وہم آیدت	ہر دمے در وے خیالے زایدت
وہ ایسا لامکاں نہیں ہے جو تیرے تصور میں آئے	ہر لحظہ اس کے بارے میں تیرا ایک خیال پیدا ہو
بل مکان و لا مکاں در حکم او	ہمچو در حکم بہشتی چار جو
بلکہ مکان اور لامکان اس کے حکم میں ہیں	جیسے جنتی کے حکم میں چار نہریں
شرح ایں کوتہ کن و رخ زیں بتاب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
اس بات کی شرح مختصر کردے اور اس سے رخ موڑ لے	دم نہ مار، اللہ ہی بہتر جانتا ہے
باز میگردیم ازیں اے دوستاں	سوئے مرغ و تاجر ہندوستاں
اے دوستو! ہم یہاں سے پلٹتے ہیں	پرندے اور ہندوستان کے تاجر کے قصے کی طرف

یعنی اس انسان کامل کے پاس سینکڑوں فرمان (یعنی الہامات) اور سینکڑوں قاصد (یعنی ملائکہ یا حالات و کیفیات حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچتے ہیں اگر وہ ایک بار یارب کہتا ہے تو حق تعالیٰ کی طرف سے ساٹھ بار (یعنی بکثرت اس کو لبیک ہا جاتا ہے (یعنی وہ ایک توجہ کرتا ہے حق تعالیٰ بہت سی توجہات فرماتے ہیں جیسا حدیث میں ہے من تقرب الیٰ شبرا تقربت الیہ ذراعاً الحدیث) اس کی لغزش دوسرے کی سینکڑوں طاعات سے حق تعالیٰ کے نزدیک افضل ہے کیونکہ اول تو وہ لغزش نہیں صرف عوام الناس کی نظر میں غلطی ہے ورنہ واقع میں وہ بالکل حدود شرعیہ پر منطبق ہے مگر وجہ انطباق کو عوام نہیں سمجھتے اور اگر واقع میں لغزش ہو بھی تب بھی وجہ اس کے کہ اس شخص کی توبہ بڑی کامل ہوتی ہے اور اس پر توبہ سے اس قدر رفع درجات ہوتا ہے کہ دوسروں کی طاعت سے بھی نہیں ہوتا اس لئے زلت کو طاعت سے افضل فرمایا) اور اس کے کفر کے روبرو تمام لوگوں کی ایمان کہنہ اور کم رتبہ ہیں (یہاں بھی واقع میں وہ کفر نہیں بلکہ حقائق و اسرار ہیں جن کو عوام بوجہ بدفہمی کے کفر سمجھتے ہیں اور واقع میں وہ عین عرفان اور ایمان ہے اور دوسروں کے رسمی و تقلیدی ایمان سے یقیناً افضل ہے ہر ساعت اس کو ایک معراج خاص رہتی ہے یعنی ہر آن قرب میں ترقی ہوتی رہتی ہے اور اس کے سر پر تاج خاص رکھا جاتا ہے (یہ تاج خلافت ہے جس سے خاص بندوں کو سرفراز فرمایا جاتا ہے اس کی صورت یعنی جسم تو زمین پر ہے اور روح لامکان میں ہے (اب شبہ ہوا کہ روح تو سب کی بوجہ تجرد عن المادہ عن الحیز کے لامکانی ہے اس کو دفع فرماتے ہیں کہ لامکان سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد یہ لامکان نہیں ہے) جو سب ارواح کے لئے عام ہے بلکہ یہ وہ لامکان ہے جو سالکوں کے وہم (یعنی خیال) سے برتر ہے (خلاصہ یہ ہے کہ یہ لامکان عام تو حادث ہے اور ہر حادث کا ادراک نقل سے ہوسکتا ہے سو ہماری یہ مراد نہیں بلکہ مراد اس سے وہ عدم التمکن ہے جو حق سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ثابت ہے چونکہ اس کامل کو حق تعالیٰ سے قرب ہے لہٰذا ان کی صفت لامکانیت سے بھی تلبس وتعلق ہے اس معنی کر کہہ دیا کہ جان برلامکان اور اس لامکان کا تعلق ظاہر ہے عالم ارواح سے نہیں ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ لامکان چونکہ حق تعالیٰ کی صفت ہے اور قدیم ہے اور قدیم کی کنہ کو ممکن دریافت کر نہیں سکتا لہٰذا وہم وخیال سے فوق ہوا اسی مضمون کو دوسرے عنوان سے فرماتے ہیں کہ) وہ ایسا لامکان نہیں جو تمہارے فہم میں آجاوے اور ہر وقت اس میں تمہارے خیالات پیدا ہو سکیں (بلکہ وہ دوسرا ہی لامکان ہے جو خواص باری تعالیٰ سے ہے جیسا ابھی بیان ہوا پس اس لامکان ممکن سے اس کو تعلق نہیں) بلکہ یہ مکان (عالم مادیات) اور یہ لامکان (عالم مجردات) تو دونوں اس کے حکم میں ہیں (کیونکہ یہ خلیفۃ اللہ ہے سب عالم سے مقصود یہی ہے اس اعتبار سے (حکم او کہہ دیا) جس طرح بہشتی کے حکم میں چاروں نہریں پانی اور دودھ اور شراب اور شہد کی ہوں گی (چونکہ یہ مضمون بہت طویل وعریض ہے اس لئے اس کا بیان مختصر کرو اور اس سے رخ پھیرو اور خاموش رہو پوری صحیح بات اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے اس میں اشارہ ہے کہ اکثر اس قسم کے مسائل ذوقیہ وکشفیہ ظنیہ ہیں قطعی نہ سمجھے جاویں) اب اس سے پھر قصہ مرغ وتاجر کی طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

دیدن خواجہ در دشت طوطیاں را و پیغام رسانیدن

سوداگر کا جنگل میں طوطیوں کو دیکھنا اور پیغام پہنچانا

مرد بازرگاں پذیرفت ایں پیام	کو رساند سوئے جنس از وے سلام
سوداگر نے یہ پیغام قبول کر لیا	کہ وہ اس کے ہم جنس کو اس کا سلام پہنچا دے گا
چونکہ تا اقصائے ہندوستاں رسید	در بیاباں طوطی چندے بدید
جب وہ ہندوستان کے حدود میں پہنچا	اس نے جنگل میں چند طوطیاں دیکھیں
مرکب استانید و پس آواز داد	آں سلام و آں امانت باز داد
سواری روکی اور پھر آواز دی	وہ سلام اور وہ امانت پہنچا دی
طوطئے از طوطیاں لرزید و پس	او فتاد و زود بگسستش نفس
طوطیوں میں سے ایک طوطی کانپنے لگی اور پھر	گر پڑی اور بہت جلد اس کا دم ٹوٹ گیا
شد پشیماں خواجہ از گفت خبر	گفت رفتم در ہلاک جانور
خبر پہنچانے سے خواجہ پریشان ہوا	اور بولا میں ایک جاندار کی ہلاکت کے درپے ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

این مگر خویش ست با آں طوطیک	این مگر دو جسم بود و روح یک
شاید یہ طوطی اس طوطی کی رشتہ دار ہے	شاید یہ دو جسم اور ایک جان تھے
این چرا کردم چرا دادم پیام	سوختم بیچارہ رازیں گفت خام
میں نے یہ کیوں کیا؟ کیوں پیغام پہنچایا؟	اس فضول بات سے میں نے بیچاری کو جلا ڈالا

یعنی اس سوداگر نے (طوطی کے) اس پیام کو منظور کرلیا کہ اس کی ہم جنس طوطیوں کو اس کا سلام (و پیام) پہنچا دے گا غرض جب وہ ہندوستان کی حدود میں پہنچا تو جنگل میں چند طوطی (کسی درخت وغیرہ پر) نظر پڑیں سواری کھڑی کر کے پکار کر وہ سلام اور پیام پہنچا دیا بس ان طوطیوں میں سے ایک طوطی تھرتھرائی اور گرتے ہی اس کا دم ٹوٹ گیا (یعنی مرگئی) وہ سوداگر اس قصہ کے نقل کرنے سے (کہ فلاں طوطی کہ از جنس شماست از قضائے آسمان در حبس ماست الخ) بہت ہی پشیمان ہوا اور اپنے جی میں کہنے لگا کہ میں (ناحق) ایک جانور کی ہلاکت کا باعث بنا یہ طوطی شاید اس طوطی کے ساتھ کوئی خاص تعلق رکھتی ہوگی عجب نہیں کہ دونوں باہم دو قالب یک جان (یعنی عاشق و معشوق) ہوں میں نے ایسا فعل کیوں کیا یہ پیام کیوں دیا اس غریب کو ایسی فضول بات کہہ کر ناحق) سوختہ کیا۔

این زباں چوں سنگ وفم آہن وش ست	آنچہ بجہد از زباں چوں آتش ست
یہ زبان پتھر کی طرح ہے اور منہ لوہا جیسا ہے	جو زبان سے نکلتا ہے آگ کی طرح ہے
سنگ و آہن رامزن برہم گزاف	گہ زروئے نقل و گہ از روئے لاف
خواہ مخواہ پتھر اور لوہے کو نہ ٹکرا	کبھی نقل کے طور پر اور کبھی شیخی سے
زانکہ تاریکی ست ہر سو پنبہ زار	درمیان پنبہ چوں باشد شرار
کیونکہ اندھیرا ہے ہر جانب روئی ہے	شعلہ روئی میں کیسے رک سکتا ہے؟
ظالم آں قومیکہ چشماں دوختند	وز سخنہا عالمے را سوختند
وہ لوگ ظالم ہیں جنہوں نے آنکھیں سی لیں	اور باتوں سے جہاں کو جلا ڈالا
عالمے را یک سخن ویران کند	روبہان مردہ را شیراں کند
ایک بات جہان کو ویران کر دیتی ہے	مردہ لومڑیوں کو شیر بنا دیتی ہے

ف: اوپر بیان تھا اس پیام خاص کی مضرت کا اس مناسبت سے بیان فرماتے ہیں بعض کلام کی بعض مضرتوں کا پس ارشاد ہوتا ہے کہ) یہ زبان مثل سنگ کے اور دہن مثل آہن کے ہے (جس سے آگ پیدا ہوتی ہے) اور زبان سے جو کچھ نکلتا ہے اس کی مثال آگ کی سی ہے (یعنی بعض کلام اس سے ایسا ضرر رساں نکلتا ہے جیسے آتش سنگ و آہن کو بے سوچے سمجھے مت رگڑو (یعنی ایسی باتیں مت کہو) خواہ بطور نقل کے خواہ بطور دعوے

www.besturdubooks.wordpress.com

کے (مراد اس سے اسرار توحید ہیں جن کا اظہار اکثر عوام کے حق میں سخت مضر ہے کیونکہ ان کا فہم وہاں تک نہیں پہنچتا اور خصوصاً اس وقت کہ بیان کرنے والا خود محقق بھی نہ ہو سنی سنائی کہنے لگے کہ اس صورت میں علاوہ کم فہمی مخاطب کے قاصر البیانی متکلم کی بھی ہوگی بالخصوص جب کہ اس کے ساتھ دعوئی اتصاف بالتوحید کا بھی ہو اس وقت بوجہ جداع در ہزنی بندگان خدا کے اور زیادہ ضرر ہوگا خلاصہ یہ کہ ایسے اسرار زبان پر مت لاؤ) کیونکہ تاریکی ہو رہی ہے اور اس میں ہر طرف پنبہ پھیلی پڑی ہے (جو تاریکی میں نظر نہیں آتی کلاس سے بچا کر شرار پھینکا جاوے) پھر پنبہ میں شرار کا کیسا کچھ اثر ہوگا (تاریکی سے مراد یہ بصیرت نہ ہونا کہ کون شخص قابل فہم اسرار ہے کون نہیں پنبہ سے مراد نفوس ضعیف الفہم ناقص العقل شرار سے مراد اسرار توحید یعنی بلا امتیاز عام لوگوں کے روبرو اظہار اسرار کیسا غضب ڈھاوے گا) بڑے ظالم تھے جنہوں نے آنکھیں بند کر کے ایسی باتوں سے ایک عالم کو ویران کر دیا (مراد ان ظالموں سے فرق باطلہ صوفیہ کے ہیں) کیونکہ بعض بات عالم کو ویران کر دیتی ہے اور جہلاء کو جو روباہ کی طرح خاموش پڑے تھے شیروں کی طرح جوش میں لے آتی ہے جس سے وہ بھی بگھارنے لگتے ہیں اور ضلوا فاضلوا کے مصداق بنتے ہیں۔

جانہا دراصل خود عیسیٰ دم اند	یکزماں زخم اند و دیگر مرہم اند
روحیں اپنی اصل میں (حضرت) عیسیٰ کا سا دم رکھتی ہیں	ایک وقت زخم ہیں اور دوسرے وقت مرہم ہیں
گر حجاب از جانہا برخاستے	گفت ہر جانے مسیح آساستے
اگر روحوں سے پردہ اٹھ جائے	تو ہر روح کی بات مسیح جیسی ہے
گر سخن خواہی کہ گوئی چوں شکر	صبر کن زیں حرص وایں حلوا مخور
اگر تو شکر جیسی بات کہنا چاہتا ہے	(تب بھی) اس حرص سے صبر کر اور یہ حلوا نہ کھا
صبر باشد مشتہائے زیر کاں	ہست حلوا آرزوئے کودکاں
عقلمندوں کو صبر مرغوب ہوتا ہے	حلوا کھانے کی آرزو تو بچوں کو ہوتی ہے
ہر کہ صبر آورد گردوں بر رود	ہر کہ حلوا خورد واپس تر رود
جو صبر اختیار کر لیتا ہے آسمان سے بلند ہو جاتا ہے	جس نے حلوا کھایا وہ لوٹ جاتا ہے

(ان اشعار میں اس کا بیان ہے کہ ہم نے جو بعض کلام کا ناقص ہونا بیان کیا ہے سو یہ روح کی صفت عارضی ہے ورنہ اصل فطرت کے اعتبار سے روح کامل ہے اور اس کا ہر کلام کامل ہے پس فرماتے ہیں کہ) ارواح اپنی اصل فطرت میں مسیحا دم ہیں (اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ایک وقت (بعضے لوگوں کے لئے) زخم ہیں اور دوسرے وقت (دوسروں کے لئے) مرہم ہیں (یعنی جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کی سانس کی بعضوں کو حیات بخش ہے جیسا قرآن مجید میں ہے احیی الموتیٰ اور بعضوں کو مہلک ہی جیسا حدیث میں ہے کہ آپ کی سانس اگر کافر کو لگ جاوے تو نمک کی طرح گھل جاوے اور یہ دونوں کمال ہیں اسی طرح ارواح و نفوس سے اصل فطرت کے اعتبار سے جو کلام پیدا ہوتا ہے وہ کامل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا ہے اہل کو اس سے نفع ہوتا اور فاسد الاستعداد کو ضرر اور یہ دونوں اس کے کمال تھے۔ جیسا قرآن مجید کے کمالات میں سے ہے یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا لیکن چونکہ ارواح اپنی فطرت اصلیہ کے مقتضا پر نہیں رہیں بلکہ تعلقات جسمانیہ سے اس میں صفات ذمیمہ مثل شہوت و غضب و جہل کا غلبہ ہو گیا اس وجہ سے جس کلام کا منشا یہ امور ہوں گے لامحالہ وہ ضرر بخش ہوگا البتہ) اگر یہ حجاب (یعنی آثار ذمیمہ تعلق جسمانی) ارواح سے مرتفع ہو جاتے تو ہر شخص کی بات حضرت مسیح علیہ السلام کی سی ہوتی پس اگر تمہاری خواہش ہو کہ تمہاری بات مثل شکر کے (حلاوت بخش ونفاع) ہونے لگے تو تم کو چاہئے کہ حرص (کثرت طعام و کثرت کلام سے) قلب پر اسرار حقہ کھلیں پر جو بات ہوگی وہ کام کی ہوگی صبر کرنا یا بکسر صاد ایلوہ کھانا دانا لوگوں کو مرغوب ہوتا ہے (مراد ہے (مراد اس سے تکثیر لذات نفسانیہ ہے جو نفس پرستوں کا شغل ہے) جو شخص صبر (مجاہدہ) کرتا ہے وہ آسمان پر پہنچتا ہے (یعنی معارف احوال میں عروج حاصل کرتا ہے اور حلوا کھاتا ہے (یعنی نفس پروری میں رہتا ہے) وہ اور بھی پیچھے کو ہٹتا چلا جاتا ہے (یعنی جہل و قساوت میں بڑھتا ہے)

تفسیر قول شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ

شیخ فریدالدین عطار قدس سرہ کے قول کی تفسیر

تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک خوں میخور	کہ صاحب دل اگر زہرے خورد آں انگبیں باشد
اے عقلمند! تو صاحب دل ہے مٹی میں خون پیے جا	اس لئے کہ صاحب دل اگر زہر کھاتا ہے وہ شہد بنجاتا ہے

اوپر کے اشعار میں مبتدی و ناقص کو دو امر سے منع فرمایا ہے اظہار اسرار اور تلذذ بلذات سے اس میں احتمال تھا کہ شاید کوئی کسی کو یہ اظہار اور یہ تلذذ کرتا دیکھ کر اس کی تقلید کرنے لگے کہ اگر یہ امور مذموم ہیں تو یہ کیوں کرتے ہیں اور اگر محمود ہیں تو ہم کو کیوں منع کیا جاتا ہے مولانا اس مقام پر اس احتمال کو دفع فرماتے ہیں کہ یہ اظہار و تلذذ ناقص کو مضر ہیں اور کامل کو مضر نہیں لہٰذا نہ اعتراض جائز اور نہ تقلید درست

صاحب دل را ندارد آں زیاں	گر خورد او زہر قاتل را عیاں
صاحب دلکو نقصان نہیں پہنچتا ہے	اگرچہ وہ صاف طور پر قاتل زہر کھائے
زانکہ صحت یافت وز پرہیز رست	طالب مسکیں میان تپ درست
اس لئے کہ وہ صحتیاب ہو گیا ہے اور پرہیز سے نجات پا گیا	اور مسکین طالب بخار میں مبتلا ہے
گفت پیغمبر کہ اے طالب جری	ہاں مکن با ہیچ مطلوبے مری
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ (اے گستاخ مرید)	کسی مرشد کی کبھی برابری نہ کر
گفت احمد گر نمی خواہی زلل	ہیں مکن با ہیچ مطلوبے جدل
احمد (ﷺ) نے فرمایا ہے اگر تو نقصان کا خواہشمند نہیں ہے	ہرگز کسی مرشد سے جھگڑا نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

ورتو نمرودی ست آتش درمرو	رفت خواہی اول ابراہیم شو
اگر تو نمرود ہے تو آگ میں نہ جا	اگر جانا چاہتا ہے تو پہلے ابراہیم بن
چوں نئی سباح نے دریایئے	درمیفگن خویش از خود رایئے
جبکہ تو نہ تیراک ہے نہ دریائی	خودسری سے اپنے آپ کو دریا میں نہ ڈال
اوز قعر بحر گوہر آورد	از زیانہا سود برسر آورد
وہ دریا کی گہرائی سے موتی لاتا ہے	نقصانوں سے فائدہ اٹھاتا ہے

یعنی صاحب دل کو زیان نہیں دیتا اگر چہ وہ زہر قاتل کو کیوں نہ کھائے کیونکہ وہ صحت پاچکا ہے اور پرہیز سے چھوٹ گیا ہے بخلاف غریب طالب کے کہ ابھی وہ تپ میں گرفتار ہے۔ (مطلب یہ کہ کامل چونکہ احوال نفسانیہ و صفات ذمیمہ سے نجات پاچکا ہے اس لئے اظہار اسرار و تلذذ بہ مباح اس کو مضر نہیں اور طالب مبتدی کہ امراض باطنہ و نقصان احوال میں مبتلا ہے اس کے لئے یہ مضر ہے) پیغمبر ﷺ کا ارشاد ہے کہ اے بیباک طالب خبردار کسی مطلوب سے مقابلہ مت کرنا اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تو لغزش سے بچنا چاہتا ہے تو کبھی کسی مطلوب سے مجادلہ مت کرنا (طالب سے مراد ناقص اور مطلوب سے مراد شیخ کامل ہے اور یہ مضمون اس حدیث سے مستنبط ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ نے صوم وصال سے منع فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ بھی صوم وصال رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ تم میرے برابر کب ہوسکتے ہو اس سے ثابت ہوا کہ برابری کامل کی نہ کرنا چاہئے تمہارے اندر ابھی نمرودی کی صفت ہے تم آگ میں مت جاؤ اگر ایسا ہی جانا ہے تو اول ابراہیم ہوجاؤ (یہ مثال ہے نمرودی سے مراد صفات نفسانیہ آتش سے مراد حظوظ ابراہیم سے مراد صاحب قلب سلیم و نفس مہذب مطلب ظاہر ہے کہ یہ حظوظ ناقص کے لئے مہلک ہیں اور کامل کو مضر نہیں تم جب نہ پیراک ہو ورنہ دریائی ہو تو اپنے آپ کو دریا میں خود رائی سے مت ڈالو (سباح جس کے کمالات مکتسب ہوں دریائی جس کے کمالات موہوب ہوں دونوں قسمیں کامل کی ہیں جو شخص کامل ہے وہ قعر دریا سے موتی نکال کر لاتا ہے او وہ زیان سے سود ظاہر کر دکھاتا ہے یعنی دوسروں کے لئے منطقہ ضرر کا ہے کامل اس سے ضرر نہیں پاتا بلکہ اس کے اقوال و افعال میں لازمی و متعدی حکمتیں اور مصلحتیں بے شمار ہوتی ہیں مثلاً تلذذ بہ مباحات میں کبھی مقصود اس کا اپنے ضعف و عجز کا اظہار ہوتا ہے کبھی مشاہدہ نعمائے آخرت کا ہوتا ہے کبھی تقویت محبت منعم کی ہوتی ہے کبھی ادائے حق ضعیف ہوتا ہے کبھی کسی ضعیف القوے مرید کو اجازت ہوتی ہے کہ تنگی کرکے ضعیف نہ ہوجاوے وعلی ہذا

کاملے گر خاک گیرد زر شود	ناقص ارزر برد خاکستر شود
کامل انسان اگر خاک لے لے سونا ہو جائے	ناقص اگر سونا لے لے خاک ہو جائے
دست ناقص دست شیطان ست و دیو	زانکہ اندر دام تلبیس ست وریو
ناقص کا ہاتھ شیطان اور بھوت کا ہاتھ ہے	کیونکہ وہ دھوکے اور مکر کے جال میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں قبول حق بود آں مرد راست	دست او در کارہا دست خداست
سچا انسان چونکہ اللہ کا مقبول ہوتا ہے اس لئے	کاموں میں اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے
جہل آید پیش او دانش شود	جہل شد علمیکہ در ناقص رود
اس کے سامنے جہل بھی آتا ہے تو عقل بن جاتا ہے	جو علم ناقص میں چلا جائے وہ جہل بن جاتا ہے
ہر کہ گیرد علتی علت شود	کفر گیرد کاملے ملت شود
بیمار جو لیتا ہے بیماری بن جاتی ہے	کامل انسان کفر اختیار کرتا ہے دین بن جاتا ہے
اے مرے کردہ پیادہ باسوار	سر نخواہی برد اکنوں پائے دار
اے پیدل! تو سوار سے لڑتا ہے	سنبھل کر تو اب سر سالم نہ لے جائے گا

یعنی کامل اگر خاک کو بھی اختیار کرلیتا ہے وہ سونا بن جاتا ہے۔ (جیسے حضرت عمارؓ نے کراکراہ کے وقت کلمہ کفر کا فرمادیا اور وہ خود ایک قانون شرعی بن گیا کہ ایسے وقت ایسے کلمات کی اجازت ہوگئی کذا قال مرشدیؒ اور ناقص اگر سونا بھی لیتا ہے تو خاکستر ہوجاتا ہے (کیونکہ اس کے اعمال صالحہ میں بھی اخلاص نہیں ہوتا اس لئے وہ بے قدر ہوتے ہیں) ناقص کا ہاتھ واقع میں شیطان کا ہاتھ ہے کیونکہ وہ تلبیس وفریب کے دام میں خود گرفتار ہے بخلاف کامل صادق کے کہ وہ چونکہ مقبول حق ہوتا ہے اس کا ہاتھ سب کاموں میں گویا خدائے تعالیٰ کا ہاتھ ہے (کیونکہ وہ خلیفۃ اللہ ہے خلاصہ یہ کہ جب ناقص وکامل کا فرق معلوم ہوگیا تو ناقص کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دینا چاہئے اور اس سے بیعت نہ ہونا چاہئے کیونکہ

؎ او خویشتن گم ست کرا رہبری کند

اور کامل خلیفہ ہے اس سے بیعت مصداق انما یبایعون اللہ کا ہے کامل کے روبرو اگر جہل بھی آتا ہے علم بن جاتا ہے (جہل سے مراد وہ امور جو کہ کم فہموں کی نظر میں خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں۔ جیسے مسائل توحید وجودی وغیرہ کے کہ صورۃً جہل ہیں مگر اس کی تقریر واعتقاد میں عین علم ہیں کیونکہ وہ اس طرح اعتقاد اور تحقیق کرے گا کہ خلاف قاعدہ شرعیہ نہ ہونے پاوے گا۔ بلکہ اس سے معرفت وقوت ایمان کی تکمیل ہوگی اور ناقص کے روبرو اگر علم بھی آتا ہے تو جہل بن جاتا ہے (کیونکہ وہ اس کے فہم میں بھی غلطی کرتا ہے اور اس کے موافق عمل بھی نہیں کرتا اس لئے وہ بجائے نافع ہونے کے بے حد ضرر رساں ہوتا ہے۔ جس طرح نصوص میں اہل بدعت نے فاسد تاویلیں کیں اور منافقین کو ان کے لا الہ الا اللہ نے کہ عین توحید واصل العلوم ہے نار کے درک اسفل میں پہنچایا کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ اور یہی مطلب ہے اگلے مضمون کا کہ) جس آدمی میں کوئی علت (فساد اعتقاد یا فساد عمل کی ہوتی ہے) وہ جس چیز کو لیتا ہے وہ بھی علتی (اور مضر) ہوجاتی ہے اور کامل آدمی اگر ایسا امر بھی اختیار کرے جو (ظاہراً) کفر ہو وہ ملت مقبولہ ہوجاتا ہے (جیسا اوپر مفصل بیان ہوا جب ناقص وکامل کا تفاوت بخوبی ثابت ہو چکا اب مولانا مقلد ناقص کو منع فرماتے ہیں کہ محقق کامل کا مقابلہ ہرگز نہ کرے کہ) اے شخص جو پیادہ ہوکر سوار کا مقابلہ کرتا ہے تو اپنا سر سلامت نہ لے جائے گا ذرا سنبھل یعنی ہلاکت وخسران میں پڑے گا) جس کا (اقل درجہ اس کامل کے فیض سے

www.besturdubooks.wordpress.com

محروم ہوتا ہے اور اشد درجہ ایمان کا سلب ہو جانا ہے جس کا مخالفت اولیاء اللہ سے اندیشہ ہے نعوذ باللہ منہ)

تعظیم کردن ساحراں موسیٰ علیہ السلام را کہ اول تو عصا بینداز

جادوگروں کا موسیٰ (علیہ السلام) کی تعظیم کرنا کہ پہلے آپ لاٹھی ڈالئے

ساحراں در عہد فرعون لعیں	چوں مرے کردند با موسیٰ زکیں
ملعون فرعون کے زمانہ میں جادو گروں نے	کینہ وری کی وجہ سے جب (حضرت) موسیٰ سے جھگڑا کیا
لیک موسیٰ را مقدم داشتند	ساحراں او را مکرم داشتند
لیکن (حضرت) موسیٰ کو آگے کیا	جادو گروں نے ان کو معزز مانا
زانکہ گفتندش کہ فرماں آن تست	گر تو میخواہی عصا بفگن نخست
اس لئے کہ انہوں نے ان سے کہا کہ آپ صاحب فرمان ہیں	اگر آپ چاہیں تو پہلے عصا ڈالیں
گفت نے اول شما اے ساحراں	افگنید آں مکرہا اندر میاں
انہوں نے فرمایا اے جادو گرو! نہیں پہلے تم	وہ شعبدہ دکھاؤ
ایں قدر تعظیم دیں شاں را خرید	وز مرے آں دست و پاہاشاں برید
دین کی اس قدر تعظیم نے ہی انہیں خرید لیا	اور مقابلہ بازی میں ان کے ہاتھ اور پیر کاٹ دئے
ساحراں چوں قدر او بشناختند	دست و پا در جرم آں درباختند
جادو گروں نے جب انکا مرتبہ پہچان لیا	اس جرم میں ہاتھ اور پیر ہار بیٹھے

ان اشعار میں اہل اللہ کے ساتھ ادب کرنے کی فضیلت اور بے ادبی کی مضرت بیان ہے) مطلب یہ کہ ساحر فرعون لعین کے زمانہ میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مقابلہ سے پیش آئے (یہ تو بے ادبی تھی) مگر ساتھ ہی اتنا ادب بھی کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو مقدم رکھا اور ساحروں نے آپ کو مکرم سمجھا کیونکہ انہوں نے عرض کیا کہ حکم آپ کے اختیار میں ہے اگر آپ کو منظور ہو آپ اول اعصا ڈالئے اس پر آپ نے فرمایا کہ نہیں اول تم ہی لوگ اپنے سحروں کو میدان میں ڈالو (غرض ان کا ایک فعل ادب تھا اور ایک بے ادبی دونوں نے اپنا اپنا اثر کیا۔ دین کی جو اس قدر تعظیم کی تھی (کہ موسیٰ علیہ السلام کو اول ڈالنے کا اختیار دیا اس تعظیم و ادب نے تو ان کو کفر و جہنم سے بچالیا اور مقابلہ جو کیا تھا اس نے ان کے ہاتھ پاؤں کٹوائے چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ فرعون نے دھمکایا کہ تم نے دین موسوی اختیار کیا ہے میں تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالوں گا آگے مولانا اس تعظیم و ادب کی ایک اور برکت بتلاتے ہیں کہ) ساحروں نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حق پہچان لیا (یعنی مومن ہونے کے بعد آپ کا رتبہ دریافت کیا اور سمجھے کہ ہمارا وہ مقابلہ جرم عظیم تھا جس کی سزا میں ہمارے ہاتھ پاؤں کاٹے جاتے ہیں تو اپنے کو اس سزا کا مستحق

www.besturdubooks.wordpress.com

سمجھ کر اس کے دفع کی تدبیر و کوشش نہیں کی ورنہ ممکن تھا کہ (کراہ کی حالت میں جان بچانے کے لئے زبان سے فرعون کے موافق کہہ دیتے مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اپنے ہاتھ پاؤں جرم کے مقابلہ میں فدا کر دیئے (یعنی اس پر آمادہ و راضی رہے خلاصہ یہ کہ اس ہاتھ پاؤں کٹنے کے وقت جو صبر و استقلال ان میں پیدا ہوا یہ بھی برکت اس ادب کی تھی کہ وہ اس کو سمجھ گئے اور صابر رہے یہ تقریر تو نسخہ تشناختند بباے موحدہ کی ہے اور اگر نشناختند بنون نافیہ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ مقابلہ کرنے میں چونکہ ساحروں نے آپ کی قدر نہ کی اس جرم میں ہاتھ پاؤں دے بیٹھے۔

لقمہ و نکتہ ست کامل را حلال	تو نہ کامل مخوز می باش لال
نوالہ اور نکتہ کامل کے لئے حلال ہے	تو کامل نہیں ہے نہ کھا گونگا بن جا
تو چو گوشی او زباں نے جنس تو	گوشہا را حق بفرمودا نصتوا
تو کان کی طرح ہے اور وہ زبان جو تیری جنس نہیں ہے	کانوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ خاموشی سے سنو
کودک اول چوں بزاید شیر نوش	مدتے خامش بود او جملہ گوش
بچہ جب دودھ پیتا پیدا ہوتا ہے	مدت تک کان بنکر ایک مدت تک چپ رہتا ہے
مدتے می بایدش لب دوختن	از سخن گویاں سخن آموختن
اس کو ایک مدت تک ہونٹ سیتے چاہئیں	بات کرنے والوں سے بات سیکھنی چاہیے
تا نیا موزد نگوید صد یکے	ور بگوید حشو گوید بے شکے
جب تک سیکھ نہیں لیتا سو میں سے ایک بھی نہیں کہتا ہے	اگر بولتا ہے تو بلاشبہ بیکار بولتا ہے
ور نباشد گوش تی تی می کند	خویشتن را گنگ گیتی می کند
اگر کان نہ ہوں تو تی تی کرتا ہے	اپنے کو تمام عمر کے لئے گونگا بنا لیتا ہے
کر اصلی کش نبود آغاز گوش	لال باشد کے کند در نطق جوش
مادر زاد بہرا جس کے شروع سے کان نہ ہوں	گونگا ہوتا ہے بولنے کی ہمت کب کرتا ہے
زانکہ اول سمع باید نطق را	سوئے منطق از رہ سمع اندرا
اس لئے کہ بولنے کے لئے پہلے سننا چاہیے	بولنے کی جانب سننے کے راستہ سے اندر آ
ادخلوا الابیات من ابوابہا	واطلبوا الارزاق من اسبابہا
گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو	رزقوں کو ان کے ذرائع سے تلاش کرو

(ان اشعار میں عود ہے (طرف مضمون سابق کے صاحب دل را ندارد آن زیان الخ فرماتے ہیں کہ) لقمہ (جس میں حظ نفس ہو) اور سخن دقیق (مثل اسرار توحید وغیرہ) کامل کے لئے جائز ہے اور تو کامل نہیں ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

غذائے مرغوب نفس بکثرت) مت کھاؤ اور گونگے بنے رہو (یعنی کلام میں بھی تقلیل کرو اور اسرار سے تو زبان بالکل ہی بند رکھو ورنہ مضر ہوگا اور یہی معنی ہیں حلال نہ ہونے کے) تیری مثال تو کان کی سی ہے (کہ اس کا کام بولنے کا نہیں) اور کامل کی مثال زبان کی سی ہے کہ (اس کا کام بولنے کا ہے) تو وہ تیری جنس نہیں ہے (کہ تو اپنے کو اس پر قیاس کرنے لگے) اور کانوں کے لئے تو یہی حکم ہوا ہے فاستمعوا وانصتوا (یعنی سنو اور خاموش رہو مطلب یہ کہ تم کو خود اسرار زبان پر نہ لانا چاہئے بلکہ کسی کامل کی خدمت میں مستفید ہونا ضرور ہے۔ پھر تم بھی بعد حصول کمال بولنے کے اہل ہو جاؤ گے ورنہ کمالات سے محروم رہو گے آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ دیکھو اول جب لڑکا دودھ پیتا پیدا ہوتا ہے تو ایک مدت تک خاموش رہتا ہے اور سراپا گوش بنا رہتا ہے اس کو ایک مدت تک خاموش رہنا اور سخن گویوں سے سخن سیکھنا ضروری ہوتا ہے (تب اس میں بولنے کی صلاحیت ہوتی ہے) اور اگر کسی بچہ کے کان نہ ہوں (یعنی قوت سامعہ نہ ہو) تو ویسے ہی مہمل آوازیں نکالتا ہے اور دنیا میں گونگوں میں شمار کیا جاتا ہے (اس سے معلوم ہوا کہ بدون سمع کے نطق نہیں ہو سکتا) غرض جب تک بولنا نہ سیکھے بول نہیں سکتا اور اگر بولے گا تو غیر مفید اصوات بولے گا پس پیدائشی بہرا جس کی ابتداء ہی سے قوت سامعہ نہ ہو وہ ضرور گونگا ہوگا نطق میں اس کو ہرگز جوش نہیں ہو سکتا کیونکہ نطق کے لئے اول سمع کی ضرورت ہی تکلم کی طرف سماعت کی راہ سے آنا چاہئے جیسا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ گھروں میں دروازوں سے جانا چاہئے اسی طرح رزق کو اس کے اسباب سے تلاش کرنا چاہئے چنانچہ ارشاد وأتوا البیوت من ابوابها اور ارشاد ہے فامشوا فی مناکبها وکلوا من رزقه غرض ہر شے اپنے طریقہ سے حاصل ہوتی ہے اگر کمال مطلوب ہے اطاعت و استفادہ و ریاضت اختیار کرو

نطق کاں موقوف راہ سمع نیست	جز کہ نطق خالق بے طمع نیست
وہ گویائی جو سننے کی راہ پر موقوف نہیں ہے	بے نیاز اللہ تعالیٰ کی گویائی کے علاوہ نہیں ہے
مبدع ست و تابع استاد نہ	مسند جملہ و را اسناد نہ
وہ موجد ہے اور کسی استاد کے تابع نہیں ہے	سب کو سہارا دینے والا ہے اس کو سہارا نے کی ضرورت نہیں ہے
باقیاں ہم در حرف ہم در مقال	تابع استاد و محتاج مثال
باقی سب ہی دستکاریوں اور گفتگو میں	استاد کے تابع اور مثال کے محتاج ہیں

حرف بجمع حرفۃ بمعنی پیشہ وصنعت یہ جملہ معترضہ ہے فرماتے ہیں کہ) ایسا نطق جو طریق سمع پر موقوف نہیں وہ صرف خالق جل شانہ کا نطق ہے جو طمع واحتیاج سے منزہ ہیں کیونکہ وہ خود سب ممکنات کے موجد ہیں اور کسی استاد کے تابع نہیں ہیں اور وہ خود سب کی پناہ ہیں ان کا کوئی سہارا نہیں (اس لئے وہ اپنی کسی صفت میں کسی سے مستفید نہیں اور باقی موجودات تو اقوال میں بھی افعال میں بھی استاد و تعلیم کنندہ کے بھی تابع ہیں اور نمونہ کے بھی محتاج ہیں (کہ اس کو دیکھ کر سن کر کریں یا کہیں)

زیں سخن گر نیستی بیگانۂ	دلق و اشکے گیر در ویرانۂ
اگر تو اس بات سے ناآشنا نہیں ہے	کسی ویرانے میں گوڈڑی اور اشکباری اختیار کر

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ آدمؑ زاں عتاب از اشک رست	اشک تر باشد دم توبہ پرست
اس لئے کہ آدم (علیہ السلام) اس عتاب سے آنسوؤں سے بچے	اشک تر توبہ کرنے والے کیلئے ایک (موثر) منتر ہے
بہر گریہ آدمؑ آمد بر زمیں	تا بود گریاں و نالاں و حزیں
آدم (علیہ السلام) رونے کے لئے زمین پر آئے	تاکہ روئیں اور چلائیں اور غمگین ہوں
آدمؑ از فردوس و از بالائے ہفت	پائے ماچاں از برائے عذر رفت
آدم (علیہ السلام) جنت اور سات آسمانوں پر سے	ایک پیر پر کن بکڑی کرتے ہوئے عذر کیلئے چلے
گر ز پشت آدمی وز صلب او	در طلب می باش ہم در طلب او
اگر تو آدم (علیہ السلام) کی پشت اور ان کی کرسے ہے	جستجو میں رہ نیز ان کی جماعت میں
ز آتش دل و آب دیدہ نقل ساز	بوستاں از ابر و خورشید ست تاز
دل کی آگ اور آنکھ کے پانی سے چبینا تیار کر	باغ ابر اور آفتاب سے تازہ ہے
تو چہ دانی ذوق آب اے شیشہ دل	زانکہ ہمچوں خرشدی تو پابہ گل
اے نازک دل تو آنسوؤں کا ذوق کیا جانے	اس لئے کہ تو گدھے کی طرح دھنسا ہوا ہے
تو چہ دانی ذوق آب دیدگاں	عاشق نانی تو چوں نادیدگاں
تو آنکھوں کے آنسوؤں کا ذوق کیا جانے	تو ندیدوں کی طرح روٹی کا عاشق ہے

(طلب بضم طار گروہ اب پھر وہی پہلی بات کہنے لگے کہ ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ ہر شے اپنے طریقہ سے حاصل رہتی ہے اگر کمال مطلوب ہے ریاضت و اطاعت اختیار کرو) اگر اس مضمون سے تم بیگانہ نہیں ہو (یعنی اس کو سمجھ گئے ہو) تو ایک دلق (یعنی خرقہ فقر) لے لو اور آہ و نالہ (یعنی درد دل اختیار کرو) اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر ایک ویرانہ تلاش کر کے وہاں جا بیٹھو (مراد یہ کہ خلوت و ریاضت شروع کر دو) آگے آہ و نالہ کی فضیلت میں فرماتے ہیں کہ ہم آہ و نالہ کی کیوں تعلیم کرتے ہیں اس لئے کہ حضرت آدم علیہ اسلام عتاب الٰہی سے بدولت اس رونے ہی کے چھوٹے تھے اور توبہ پرست کی بات چیت یہی اشک تر ہے (کیونکہ توبہ پرست کو زبان سے کچھ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں اس کا کہنا بڑا ہی ہے کہ ندامت صادقہ پیدا ہو جاوے مراد اشک سے یہی ہے اطلاقا للمسبب علی السبب) اور گریہ وہ چیز ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام خاص اسی کے لئے زمین پر تشریف لائے تاکہ گریان و نالاں و حزیں ہوں حضرت آدم علیہ السلام فردوس اور ساتوں آسمانوں کے اوپر سے دنیا میں (جو مشابہ ہے پائے ماچان کے کہ ایک قسم کی عقوبت ہے) خاص عذر و توبہ ہی کی غرض سے نازل ہوئے (پائے ماچان یہ ہے کہ گنہگار کو ایک پاؤں سے کھڑا کیا جاوے تاکہ اس کو تکلیف ہو دنیا چونکہ دار المحن ہے اس لئے اس کو اس سے تشبیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دی اور اس شعر میں مولانا نے اشارہ فرمایا ہے نزول آدم علیہ السلام کی ایک حکمت تکوینیہ کی طرف جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو گو ظاہر میں تنزل ہو لیکن باطناً ترقی ہوئی کیونکہ اس لغزش سے ندامت ہوئی اور انکسار و اضمحلال وجود کا غلبہ ہوا جو آثار عبدیت سے ہے پس مقصود اس سے تکمیل مقام عبدیت کی تھی کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ لیکن اس مصلحت کے واسطے گناہ کا ارتکاب جائز نہیں کیونکہ یہ حکمت تکوینیہ ہے حکمت تشریعیہ نہیں خوب سمجھ لو) جب آدم علیہ السلام کے درد و نالہ و مجاہدہ کا حال سن چکے تو اگر تم اولی اولاد ہو تو تم کو بھی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی طلب اور گروہ میں رہو اور آتش دل (یعنی عشق اور آب دیدہ یعنی گریہ) سے نفل درست کرو کیونکہ باغ کی تازگی ابر و خورشید سے ہوا کرتی ہے (تو تمہارے باغ دل کی تازگی کے لئے بھی حرارت خورشید عشق اور آب گریہ کی ضرورت ہے) مگر تم کو محض نازک دل ہو (اور تاب ریاضت و مجاہدہ کی نہیں رکھتے) گریہ و زاری کے ذوق کو کیا جانو کیونکہ تم خود گدھے کی طرح (دنیاوی تعلقات و حسب غیر اللہ میں پاگل ہو رہے ہو اور تم آب دیدہ کے ذوق کو کیا جانو تم تو نادیدوں کی طرح روٹی (یعنی لذات نفسانیہ) کے عاشق بن رہے ہو

گر تو ایں انباں زناں خالی کنی	پر ز گوہر ہائے اجلالی کنی
اگر تو اس تھیلے کو روٹی سے خالی کر لے	انوار کے موتیوں سے پُر کر لے
طفل جاں از شیر شیطاں باز کن	بعد ازانش با ملک انباز کن
جان کے بچے کو شیطان کے دودھ سے روک	اس کے بعد اس کو فرشتوں کا ساتھی بنا لے
تا تو تاریک و ملول و تیرۂ	داں کہ با دیو لعیں ہمشیرۂ
جب تک تو تاریک، رنجیدہ اور سیاہ ہے	سمجھ لے کہ ملعون شیطان کا دودھ شریک بھائی ہے
لقمۂ کاں نور افزود و کمال	آں بود آوردہ از کسب حلال
جس لقمہ نے نور اور کمال بڑھایا ہے	وہ حلال کمائی سے حاصل کیا ہوا ہوتا ہے
روغنے کاید چراغ ما کشد	آب خوانش چوں چراغے را کشد
وہ تیل جو آتے ہی ہمارا چراغ بجھا دے	چونکہ وہ چراغ کو گل کرتا ہے اس کو پانی کہو
علم و حکمت زاید از لقمہ حلال	عشق و رقت زاید از لقمہ حلال
حلال لقمہ سے علم اور دانائی پیدا ہوتی ہے	عشق اور دل کی نرمی حلال لقمہ سے پیدا ہوتی ہے

(اوپر عشق نان کو مانع ذوق بتلایا تھا اب اس مانع کے ارتفاع کا اثر بتلاتے ہیں کہ) اگر تم اس انبان (شکم) کو نان (یعنی حرص) سے خالی کرو (یعنی لذات و شہوات میں تقلیل کرو) اس وقت گوہر ہائے اجلالی (یعنی) انوار الٰہیہ ذوق و محبت سے پُر کر سکتے ہو پس تم روح کو کہ مشابہ طفل ہے شیر شیطان (یعنی صفات ذمیمہ حرص وغیرہ) سے جدا کرو اس کے بعد ملائکہ میں اس کو شامل کرو (یعنی صفات حمیدہ ملکیہ پیدا کرو) جب تک تم اپنے قلب کو دیکھو کہ تیرہ و

www.besturdubooks.wordpress.com

تاریک ہے (یعنی نور معرفت سے خالی ہے) اور ملول وافسردہ ہے (یعنی نشاط محبت سے خالف ہے) یہ سمجھ لو کہ تم دیو لعین کے ساتھ ہم پیالہ وہم نوالہ ہو رہے ہو (یعنی صفات شیطانیہ سے موصوف ہو رہے ہو یہاں تک تو تکثیر مباحات سے منع فرمایا ہے آگے لقمہ حرام سے بچنے کی تاکید فرماتے ہیں گو وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو پس ارشاد ہے کہ) جو غذا کہ نور اور کمال کو بڑھادے وہ وہی ہے جو کسب حلال سے حاصل ہو اس سے یہ بھی لازم آیا کہ لقمہ حرام سے نور وکمال میں ترقی نہیں ہوتی بلکہ زوال ونقصان ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ) جو روغن چراغ میں آ کر اس کو بجھا دیوے اس کو پانی سمجھنا چاہئے جو کہ چراغ کے حق میں مضر ہوتا ہے (اسی طرح جس غذا سے ہمارے نور باطن کو ضرر پہنچے وہ واقع میں غذا کہنے کے قابل نہیں بلکہ زہر قاتل ہے جس سے بچنا ضروری ہے) کسب حلال میں یہ اثر ہے کہ اس سے علم وحکمت (قلب میں) پیدا ہوتا ہے اور اس سے عشق اور رقت قلب پیدا کرتا ہے۔

چوں زلقمہ تو حسد بینی دوام	جہل وغفلت زاید آنرا داں حرام
جب تو دیکھے کہ لقمہ سے ہمیشہ حسد اور مکر	جہل اور غفلت پیدا ہوتی ہے تو اس کو حرام سمجھ
ہیچ گندم کاری و جو بردہد	دیدۂ اسپے کہ کرہ خر دہد
کبھی (ایسا ہوا ہے) کہ تو نے گیہوں بوئے اور جو پیدا ہوئے	تو نے دیکھا ہے کہ گھوڑی نے گدھے کا بچہ جنا ہو؟
لقمہ تخم ست و برش اندیشہا	لقمہ بحر و گوہرش اندیشہا
لقمہ بیج ہے اور اس کا پھل خیالات ہیں	لقمہ سمندر ہے اور اس کے موتی خیالات ہیں
زاید از لقمہ حلال اندر دہاں	میل خدمت عزم رفتن آں جہاں
منہ میں حلال لقمہ سے پیدا ہوتا ہے	عبادت کا رجحان (اور) اس جہاں (آخرت) میں جانے کا پختہ ارادہ
زایداز لقمہ حلال اے مہ حضور	دردل پاک تو و در دیدہ نور
اے سردار! حلال لقمہ سے حضوری پیدا ہوتی ہے	تیرے پاک دل اور آنکھوں میں نور پیدا ہوتا ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے کیا	بحث بازرگان و طوطی کن بپا
اے بزرگ! اس بات کی کوئی انتہا نہیں ہے	سوداگر اور طوطی کی بحث شروع کر

کیا بزرگ بپا قائم یعنے جب تم کسی لقمہ سے حسد اور فریب اور جہل وغفلت (کی زیادتی) دیکھو تو اس کو سمجھ جاؤ کہ حرام ہوگا۔ بھلا کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ گیہوں بوؤ اور جو پیدا ہوں بھلا کسی گھوڑے کو دیکھا ہے کہ گدھے کا بچہ جنا ہو (اسی طرح ممکن نہیں کہ غذا تو ہو حرام اور ثمرات پیدا ہوں پاکیزہ) لقمہ کی مثال تخم کی سی ہے اور خیالات وافکار کی مثال جیسے اس تخم کا پھل یا دوسری مثال لقمہ کی جیسے دریا اور خیالات وافکار جیسے موتی) کہ جیسا تخم ہوتا ہے ویسا پھل اور جیسا دریا ہوتا ہے ویسے موتی اسی طرح جیسی غذا ویسے خیالات) لقمہ حلال سے رغبت طاعت کی اور تیاری سفر آخرت کی پیدا ہوتی ہے اور لقمہ حلال سے حضور قلب اور نور دیدہ پیدا ہوتا ہے (یعنی قوائے مدرکہ باطنی میں ادراک

صحیح ومعرفت پیدا ہوتی ہے) اس مضمون کا تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے۔ اب پھر بازرگان وطوطی کا قصہ لانا چاہتے ہیں۔

باز گفتن بازرگاں با طوطی آنچہ در ہندوستاں دیدہ بود

سوداگر کا پھر طوطی سے کہنا جو کچھ اس نے ہندوستان میں دیکھا تھا

کرد بازرگاں تجارت را تمام	باز آمد سوئے منزل شاد کام
سوداگر نے تجارت مکمل کر لی	اور وطن کی طرف خوشی سے لوٹا
ہر غلامے را بیاورد ارمغاں	ہر کنیزک را بہ بخشید او نشاں
ہر غلام کے لئے سوغات لایا	اس نے ہر کنیز کو ایک نشانی دی
گفت طوطی ارمغان بندہ کو	آنچہ دیدی آنچہ گفتی بازگو
طوطی بولی بندی کا تحفہ کہاں ہے؟	جو تو نے دیکھا اور جو کہا وہ بھی بیان کر
گفت نے من خود پشیمانم ازاں	دست خود خایاں وانگشتاں گزاں
وہ بولا نہیں! میں اس سے خود شرمندہ ہوں	اپنے ہاتھ کو چبا رہا ہوں اور انگلیوں کو کاٹتا ہوں
کہ چرا پیغام خامے از گزاف	بردم از بیدانشی و از نشاف
کہ کیوں لغویت سے بیکار پیغام	میں لے گیا بے عقلی اور غلطی سے؟
گفت اے خواجہ پشیمانی زچیست	چیست ایں کیں خشم وغم رامقتضی ست
اس نے کہا اے خواجہ! کس بات سے شرمندگی ہے؟	کونسی بات ہے جو غصہ اور غم کی متقاضی ہے
گفت گفتم آں شکایتہائے تو	باگروہ طوطیاں ہمتائے تو
اس نے کہا میں نے تیری شکایتیں بتائیں	تیری ہم جنس طوطیوں کو
آں یکے طوطی ز دردت بوئے برد	زہرہ اش بدرید و لرزید و بمرد
ایک طوطی کو تیرے درد کا احساس ہے	اس کا پتہ پھٹا کپکپائی اور مر گئی
من پشیماں گشتم ایں گفتن چہ بود	لیک چوں گفتم پشیمانی چہ سود
میں شرمندہ ہوا کہ یہ کیا کہنے کی بات تھی	لیکن جب کہہ چکا تو شرمندگی سے کیا فائدہ؟
نکتۂ کاں جست ناگہ از زباں	ہمچو تیرے داں کہ جست آں از کماں
جو بات اچانک زبان سے نکل گئی	اس کو اس تیر جیسا سمجھ جو کمان سے نکل جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

وانگرد داز رہ آں تیر اے پسر	بند باید کرد سیلے راز سر
اے بیٹا! وہ تیر راستہ سے واپس نہیں آ سکتا	سیلاب کو ابتدا ہی سے بند کرنا چاہئے
چوں گذشت از سر جہانے را گرفت	گر جہاں ویراں کند نبود شگفت
جب پانی سر گزر گیا اس نے دنیا کو گھیر لیا	اگر دنیا کو ویران کر دے تو کوئی تعجب نہ ہو گا

(نشان حصہ نشاف بے عقلی) یعنی وہ سوداگر تجارت کا کام پورا کر کے اپنے گھر خوش وخرم واپس آیا اور سب غلاموں کے لئے ان کی فرمائش سوغات لایا اور سب کنیزوں کے لئے ان کا حصہ لایا طوطی نے کہا کہ میری سوغات (یعنی میرے پیغام کا جواب) کہاں ہے جو کچھ تم نے کہا ہو اور جو کچھ دیکھا ہو بیان کر دو سوداگر نے کہا کہ میں کچھ نہیں کہتا کیونکہ اس کہے ہوئے سے اب تک پشیمان ہو رہا ہوں اور ہاتھ چبا رہا ہوں اور انگلیاں کاٹ کاٹ کھا رہا ہوں کہ میں نے ایسا لغو پیغام بے سوچے سمجھے بیدانشی اور بے عقلی سے کیوں پہنچا طوطی بولی کہ پشیمانی کس وجہ سے ہے وہ کیا بات ہے جو اس غم وغصہ کی باعث ہے سوداگر نے جواب دیا کہ میں نے وہ سب تیری شکایتیں تیری ہم جنس طوطیوں سے بیان کی تھی ان میں سے ایک طوطی کو تیرے درد کا کچھ پتا لگ گیا فوراً کلیجا پھٹ کر تھرتھرا کر مر گئی تو میں پشیمان ہو رہا ہوں کہ اس کہنے کی کیا ضرورت تھی لیکن جب کہہ چکا تو پشیمانی سے کیا فائدہ ہوتا ہے کیونکہ جو بات زبان سے نکل گئی اس کی ایسی مثال سمجھو جیسا تیر کمان سے نکل جاوے تو وہ تیر راہ سے واپس نہیں آتا اسی طرح وہ بات واپس نہیں ہو سکتی تو اب فکر تدارک بیکار ہے البتہ اگر دل ہی سے اس کا انسداد کیا جاوے سہل ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہی ہے کہ) سیلاب کو ابتداء سے روکنا ضرور ہے اور جب وہ بڑھ آیا تو ایک جہان کو لے ڈالتا ہے اس وقت اگر جہاں کو ویران وتباہ کر ڈالے عجیب نہیں۔

فعل را در غیب اثرہا زادنی ست	واں موالیدش بحکم خلق نیست
غیب میں فعل کے آثار پیدا ہونے والے ہیں	اور اس کے وہ نتیجے مخلوق کے حکم سے نہیں ہیں
بے شریکے جملہ مخلوق خداست	آں موالید ارچہ نسبت شاں بماست
بغیر شرکت یہ سب خدا کے پیدا کردہ ہیں	تمام نتیجے اگرچہ ان کی نسبت ہماری طرف ہے
زید پرانید تیرے سوئے عمر	عمر را بگرفت تیرش ہمچو نمر
زید نے عمرو کی طرف تیر چلایا	اور اس کے تیر نے عمرو کو تیندوے کی طرح دبوچ لیا
مدت سالے ہمی زائید درد	دردہا را آفریند حق نہ مرد
سال بھر درد ہوتا رہا	دردوں کو خدا پیدا کرتا ہے نہ کہ انسان
زید رامی آندم ار مرد از وجل	دردہا می زاید آنجا تا اجل
اگر تیر چلانے والا زید خوف سے اسی وقت مر گیا	اس جگہ مرنے تک درد پیدا ہوتے رہیں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں موالید وجع چوں مرد او	زید را زاول سبب قتال گو
جب وہ درد کے ان نتیجوں سے مر گیا	زید کو ابتدائی سبب کی وجہ سے قاتل کہو
آں وجعہا رابدو منسوب دار	گرچہ ہست آں جملہ صنع کردگار
ان دردوں کو اس کی طرف منسوب کر	اگرچہ وہ سب اللہ کی کارفرمائی ہے
ہمچنیں کسب ودم ودام وجماع	آں موالیدست حق رااستطاع
اسی طرح کمائی اور تدبیر اور جال اور ہمبستری	وہ سب کام اللہ کے پیدا کردہ اور مقدور ہیں

(یہاں سے تحقیق ہے مسئلہ جبر وقدر کی کذا قال مرشدی وجہ ربط کی ماقبل سے ظاہر ہے کہ اوپر بیان تھا کہ بولنا اختیاری ہے مگراس پر آثار کا ترتب خارج از اختیار ہے اب بتلاتے ہیں کہ اس میں کلام اور اثر کلام کی تخصیص نہیں بلکہ سب افعال کا جو کہ آثار خاصہ کے اسباب ہیں یہی حال ہے کہ وہ اسباب گو اختیار عبد میں ہیں مگر ان کے آثار میں اختیار عبد کو کچھ دخل نہیں پس فرماتے ہیں کہ افعال (اختیاریہ کے کچھ آثار غیب میں پیدا ہوجاتے ہیں) گو بہت سے آثار عالم شہادت میں بھی پیدا ہوتے ہیں مگر چونکہ فاعل کو اکثر اس پر اطلاع نہیں ہوتی اس لئے غیب کہہ دیا) اور وہ آثار زائدہ مخلوق کے اختیار میں نہیں ہیں بلکہ محض بلا شرکت وہ سب موالید یعنی آثار خدائے تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں گو (مجازاً) ان کی بھی نسبت (مثل اصل افعال واسباب کے) ہماری طرف کی جاتی ہے (مثلاً کہا جاتا ہے کہ زید نے عمرو کو مار ڈالا اور زید کا کام صرف تلوار چلانا تھا نہ کہ جان نکالنا جس کو مار ڈالنا کہتے ہیں مگر چونکہ زید سے سبب اماتت صادر ہوا ہے لہذا مجازاً اماتت کی بھی نسبت اس کی طرف کردیتے ہیں چنانچہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ) زید نے مثلاً عمرو کی طرف ایک تیر چلایا اور عمرو کو اس کے تیر نے پلنگ درندہ کی طرح پکڑ لیا (یعنی زخمی کردیا) اور مثلاً ایک سال تک درد وتکلیف پیدا ہوتا رہا (تو یہ یقینی ہے کہ) اس درد وتکلیف کو حق تعالیٰ پیدا کرتے ہیں نہ وہ شخص جس نے تیر مارا ہے (دلیل اس کی یہ ہے کہ) زید جس نے تیر مارا ہے اگر اتفاقاً کسی صدمہ وآفت سے مرجاوے جب بھی وہ درد وتکلیف اس جگہ (یعنی عمر کے بدن میں) مرتے دم تک پیدا ہوتے رہتے ہیں (پس مگر اس درد کا خالق وموجد زید ہوتا تو اس کا فعل ایجاد اس درد کے لئے علت تامہ ہوتا اور علت تامہ کے ارتفاع سے معلوم کا ارتفاع واجب ہے اور زید کے مرنے سے اس کے سب اوصاف وافعال کہ اس کے ساتھ قائم ہیں مرتفع ہوگئے ہیں تو چاہئے یہ تھا کہ زید کے مرنے سے پھر درد نہ رہتا اور نہ آئندہ کوئی نیا درد پیدا ہوتا حالانکہ مشاہدہ اس کی تکذیب کرتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ زید موجد آثار نہیں ہے البتہ چونکہ ان آثار اور درد سے عمرو مر گیا ہے اس لئے زید کو اس فعل اول تیر اندازی کی وجہ سے جو کہ سبب موت کا ہے قاتل کہا جاوے گا اور ان تکالیف مسببہ کو اس کی طرف (مجازاً) نسبت بھی کریں گے اگرچہ (حقیقۃً) وہ تمام آثار محض صنع کردگار ہیں) کہ عبد کو خود ان کی ذات میں کوئی اثر نہیں) اسی طرح (سب اسباب کو سمجھو مثلاً) کھیتی بونا ہی حیلہ وتدبیر کرنا ہے جال پھیلانا ہے جماع کرنا ہے کہ ان میں جس قدر آثار ہیں سب حق تعالیٰ کے مقدور اور مخلوق) ہیں۔

ف اس تقریر میں تو آثار کا اختصاص حق تعالیٰ کے ساتھ باعتبار مخلوقیت کے ثابت ہوا اور خود اسباب کا اختصاص باعتبار مخلوقیت کے اس کے اور دلائل ہیں اور یہاں مذکور نہیں جیسا لفظ (بے شریکے) میں اشارہ ہے کہ یہاں ظرف آثار کا بیان ہے نہ اسباب کا کہ وہ بوجہ اس کے کسباً منسوب الی العبد میں اور خلقاً منسوب الی الحق صورۃً مشترک فیہ معلوم ہوتے ہیں۔

بستہ درہائے موالید از سبب	چوں پشیماں شد ولی از دست رب
سبب سے نتیجوں کے دروازے بند ہو جاتے ہیں	خدا کے ہاتھ سے جب ولی شرمندہ ہوتا ہے
اولیاء را ہست قدرت از الٰہ	تیر جستہ باز آرندش زراہ
اہل اللہ کی جانب سے اولیاء کو قدرت حاصل ہے	(کہ وہ) چھوٹے ہوئے تیر کو راستے سے واپس لے آئیں
گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب	تا ازاں نے سیخ سوزد نے کباب
دروازہ کھلا ہونے کی وجہ سے وہ کہے کو نہ کہا ہوا کر دے	تاکہ اس سے سیخ جلے نہ کباب
از ہمہ دلہا کہ آں نکتہ شنید	آں سخن را کرد محو و ناپدید
ان تمام دلوں سے جنہوں نے وہ بات سنی ہے	اس بات کو محو اور ناپید کر دے
گرت برہاں باید و حجت مہا	از نبے خواں آیۃ او ننسہا
اے بزرگ! اگر تجھے حجت اور دلیل چاہیے	قرآن میں سے آیت اوننسہا پڑھ لے
آیۃ انسوکم ذکری بخواں	قوت نسیاں نہادن شاں بداں
انسوکم ذکری آیت پڑھ لے	اور ان میں بھلانے کی قوت پیدا کیے جانے کو سمجھ لے
چوں بہ تذکیر و بہ نسیاں قادرند	بر ہمہ دلہائے خلقاں قاہرند
چونکہ وہ یاد دلانے اور بھلانے پر قادر ہیں	تمام مخلوق کے دلوں پر حاکم ہیں
چوں بہ نسیاں بست او راہ نظر	کار نتواں کرد ور باشد ہنر
جب اس نے بھلا دینے کے ذریعہ غور و فکر کی راہ بند کر دی	کام نہیں کر سکتا ہے خواہ ہنر موجود ہو
خذتمو سخریۃ اہل السمو	از نبے خوانید تا آنسوکم
مرتبہ والوں کو تم نے مذاق بنایا	آنسوکم تک قرآن میں پڑھو

بستہ جزاء چون شرط و ولی فاعل بستہ، از دست متعلق بہ بستہ و قید او مہا اے معہ یعنی بزرگ یا اشعار مضمون سابق سے بطور (استثناء کے ہیں یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ صدور اسباب کے بعد آثار کا ترتب قدرت عبد سے خارج

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور اس سے یہ بھی لازم آیا کہ یہ بھی قدرت نہیں کہ آثار کو مرتب نہ ہونے دیں کیونکہ قدرت کا تعلق دونوں ضدوں سے ہوتا ہے جب ترتب مقدور نہیں تو عدم ترتب بھی مقدور نہیں بلکہ اوپر اس کی تصریح بھی فرمائی ہے۔

دانگر دروازہ آن تیر اے پسر الخ اب فرماتے ہیں کہ یہ حالت غیر اہل خوارق کی ہے اور اہل خوارق اس سے مستثنیٰ ہیں یعنی وہ باذن الٰہی قادر ہیں کہ اسباب پر آثار کو مرتب نہ ہونے دیں جیسا کہ تفصیلاً فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو (یعنی بعض کو) حق تعالیٰ کی طرف سے یہ قدرت حاصل ہے کہ تیر جستہ کو (یعنی اسباب کو) راہ سے ہٹا دیں (یعنی آثار کو مرتب نہ ہونے دیں جیسا کہ خود اس کی تفسیر فرماتے ہیں۔ جب یہ ولی (صدور اسباب سے خواہ اس سے ہوا ہو یا دوسرے سے) پشیمان ہوتا ہے تو دست رب (یعنی قدرت حق) کے ذریعہ سے ابواب موالید (یعنی آثار) کو سبب سے بند کر دیتا ہے (یعنی آثار کو سبب تک نہیں آنے دیتا اور یہ قدرت اس کی ذاتی نہیں بلکہ بعطائے حق ہے جیسا از دست رب میں تصریح ہے پس شعر اولیاء الخ مقدم ہے اور شعر بستہ الخ مؤخر ہے کذا قال مرشدیؒ) غرض یہ ولی کہی بات کو مثل نہ کہی ہوئی کے کر دیتا ہے (یعنی جس طرح ان کہی بات پر اثر مرتب نہیں ہوتا اسی طرح کہی ہوئی پر آثار کو مرتب نہیں ہونے دیتا) اور یہ قدرت بدولت اس کے ہے کہ اس پر باب قرب و قبول مفتوح ہے تا کہ نہ سیخ جلنے پاوے نہ کباب (یہ کنایہ ہے عدم مضرت سے) اور اگر تم کو اس کی دلیل درکار ہو تو دو آیتیں قرآن مجید کی پڑھ کر دیکھو ایک وہ جس میں آیا ہے تمسہا (یعنی قیامت میں ان کفر کو جو اہل اللہ سے تمسخر کرتے تھے عتاب میں کہا جاوے گا فاتخذ تموھم سخریا حتی انسو کم ذکری کہ تم نے ان کا مذاق بنا رکھا تھا یہاں تک کہ انہوں نے تم کو میری یاد بھی بھلا دی پس ان دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے بھلا دینے کی نسبت اپنی طرف بھی کی اور ان کی طرف بھی کی جس سے مفہوم ہوا کہ ان کو بھی قدرت بھلا دینے کی دی گئی ہے مگر واقع میں وہ فعل اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے وہ باذن خداوندی ایسا کر سکتے ہیں چنانچہ حاصل استدلال فرماتے ہیں کہ) قدرت نسیان کرا دینے کی ان میں سمجھو یعنی جتنے قلوب نے کسی خاص مضمون کا ادراک کا لیا تھا اس مضمون کو اس ولی نے بالکل محو اور ناپدید کر دیا (پس کلام جو سبب ہے موجود ہوا مگر بوجہ نسیان کے آثار اس پر مرتب نہیں ہوئے) پس جب وہ لوگ یاد کرا دینے پر اور بھلا دینے پر قدرت رکھتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ تمام خلائق کے قلوب پر غالب ہیں جب وہ نسیان کے ذریعہ سے عقل و فکر کا رستہ بند کر دے تو گو کوئی کتنا بڑا عاقل ہو مگر کچھ کارروائی نہیں کر سکتا (کیونکہ جس بناء پر آگے چلتا وہی محو ہو گئی چنانچہ فاتخذتموھم سخریا انسو کم تک پڑھ کر دیکھ لو ترجمہ اس کا اوپر گزر چکا اہل السمو کے معنی اہل العلو یعنی تم نے اہل مراتب عالیہ کو مسخرہ بنایا تھا۔ یہ کمی بیشی الفاظ کی وزن کی ضرورت سے ہوئی اور روایت بالمعنی میں اتنی گنجائش ہوتی ہے) تنبیہ آیہ انسو کم ذکری میں اسناد انسوکم انساء کی مومنین کی طرف باجماع مفسرین مجازی ہے اور مطلب یہ ہے کہ مومنین کی حالت خستگی و مسکنت کی کفار کے لئے سبب نسیان ذکر بن گئی تھی مگر مولانا نے اسناد حقیقی لے کر اپنے دعوے پر استدلال کیا ہے چونکہ لفظ فی نفسہ محتمل اسناد حقیقی کو ہو سکتا ہے اور خرق عادت قواعد شرعیہ کے خلاف نہیں اس لئے اس تفسیر کو باطل و تغیر معنے نہیں کہہ سکتے بنظر قرائن مقام کے مرجوح ضرور ہے لیکن اثبات مدعا اس تفسیر پر موقوف نہیں کیونکہ ایسے خوارق مشاہدہ سے ثابت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں کہ کاملین کے تصرف سے بڑی پکی یاد کی ہوئی چیزیں ذہن سے نکل گئیں۔

ف: ضرور یہ جاننا چاہئے کہ اولیاء اللہ کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جن کے متعلق خدمت ارشاد ہدایت و اصلاح قلوب و تربیت نفوس و تعلیم طرق قبول عند اللہ ہے اور یہ حضرات اہل ارشاد کہلاتے ہیں اور ان میں سے اپنے عصر میں جو اکمل و افضل ہو اور اس کا فیض اتم و اعم ہو اس کو قطب الارشاد کہتے ہیں اور یہ نائب حقیقی ہوتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام کے اور انکا طرز طرز نبوت ہوتا ہے دوسرے وہ جن کے متعلق خدمت اصلاح معاش و انتظام امور و غیرہ دفع بلیات ہے کہ اپنی ہمت باطنی سے باذن الٰہی ان امور کی درستی کرتے ہیں اور یہ حضرات اہل تکوین کہلاتے ہیں جن کو ہمارے عرف میں اہل خدمت کہتے ہیں اور ان میں سے جو اعلیٰ اور اقویٰ اور دوسروں پر حاکم ہوتا ہے اس کو قطب التکوین کہتے ہیں اور ان کی حالت مثل حضرات ملائکہ علیہم السلام کے ہوتی ہے جن کو مدبرات امر فرمایا گیا ہے حضرت خضر علیہ السلام اسی شان کے معلوم ہوتے ہیں پس مولانا نے جو اس مقام پر تصرفات مذکورہ ارشاد فرمائے ہیں یہ اہل تکوین کا حال بیان کیا ہے ان کے مقام و منصب کے لئے ایسے تصرفات عجیبہ کا ہونا لازم ہے بخلاف اہل ارشاد کے کہ ان کا خود صاحب خوارق ہونا بھی ضروری نہیں البتہ ان حضرات کے کرامات اور طور کے ہوتے ہیں کہ اس کا ادراک عوام کو نہیں ہوتا بلکہ وہ امور ذوقی و وجدانی ہیں کہ اکثر اوقات ان کی خدمت و صحبت سے جو شخص مستفید ہوتا ہے اس کو معلوم ہوتا ہے پس یہ حال اہل ارشاد کا بیان نہیں کیا گیا باقی یہ کہ جب نفع طریقت اہل ارشاد ہی سے ہوتا ہے تو اہل تکوین کے کمالات بیان کرنے سے کیا فائدہ تو اس میں دو فائدے ہیں ایک علمی دوسرا عملی؛ علمی تو یہ کہ ایک کام کی بات معلوم ہو جاوے تاکہ علم ناقص نہ رہے عملی یہ کہ اکثر ایسے لوگ ظاہر صورت سے خستہ حال و شکستہ بال و ذلیل و خوار ہوتے ہیں اگر یہ مسئلہ کسی کو معلوم ہوگا تو مساکین کی تحقیر و تہین تو نہ کرے گا خوب سمجھ لو

صاحب دہ بادشاہ جسمہاست	صاحب دل شاہ دلہائے شماست
شہر کا حکم جسموں کا بادشاہ ہے	تمہارے دلوں کا بادشاہ اہل دل ہے
فرع دید آمد عمل بے ہیچ شک	پس نباشد مردم الا مردمک
بلاشک عمل دیکھنے کی شاخ ہے	تو انسان پتلی کے سوا کچھ نہ ہوگا
مردمش چوں مردمک دیدند خرد	در بزرگی مردمک کس پے نبرد
لوگوں نے اس کو پتلی کی طرح .... سمجھا	پتلی کی بڑائی کا کسی نے پتہ نہ لگایا
من تمام ایں را نیارم گفت زاں	منع می آیدز صاحب مرکزاں
میں ان کو پورا نہیں بتا سکتا کیونکہ	مرکز والوں کی طرف سے اس کی ممانعت ہوتی ہے
چوں فراموشی خلق و یادشاں	باوے ست و میرسد فریاد شاں
چونکہ لوگوں کی بھول اور ان کی یاد	اس سے متعلق ہے اور وہ ان کی فریاد کو پہنچتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(ان اشعار میں اولیائے مذکورین کی عظمت بیان فرماتے ہیں کہ) حاکم ملک تو تمہارے اجسام کا بادشاہ ہے اور صاحب دل تمہارے قلوب کا بادشاہ ہے (کیونکہ اوپر ثابت ہو چکا کہ ان حضرات کو قلوب میں تصرف ہوتا ہے آگے صاحب تصرف ہونے کے ساتھ اس کا صاحب کشف ہونا بیان فرماتے ہیں کہ عمل فرع علم کی ہے بس جب وہ صاحب عمل یعنی تصرف ہیں تو لامحالہ صاحب علم یعنی کشف بھی ہوں گے اور جب عمل کو فرع علم کہنے سے علم کا اصل ہونا ثابت ہوا تو اس کی افضلیت میں فرماتے ہیں کہ) آدمی میں اگر کوئی چیز کام کی ہے تو پتلی ہے (کیونکہ اس سے دید ہوتی ہے خلاصہ یہ کہ وہ شخص اس دولت باطن کی وجہ سے مشابہ پتلی کے ہے کہ ظاہر میں حقیر اور واقع میں کبیر چنانچہ فرماتے ہیں کہ) ناواقف لوگوں نے اس ولی کو پتلی کی طرح حقیر سمجھا (جیسا اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل کیا ہے ان انتم الا بشر مثلنا) مگر پتلی کی حقیقی بزرگی کسی نے تحقیق نہ کی اور میں اس مضمون کو) یعنی ان حضرات کے کمالات و تصرفات کو) اس لئے پورا نہیں بیان کر سکتا کہ اہل مرکز (یعنی اہل تمکین جو مقام ارشاد میں مرتکز و متمکن ہیں) ممانعت کر رہے ہیں۔ (کیونکہ ان اسرار کے بیان کرنے سے کم فہموں کو غلطی میں پڑ جانے کا احتمال ہے اور اہل فہم کو بھی کوئی معتد بہ نفع نہیں کیونکہ ان مضامین کو تقرب الی اللہ کے طریقوں میں کوئی دخل نہیں حاصل یہ کہ جب خلائق کی یاد و فراموشی اس صاحب تصرف کے ساتھ متعلق ہے (جیسا اوپر بیان ہوا) تو ایسے باکمال کو خلائق کی فریادرسی کا حق پہنچتا ہے (یعنی ان کی اعانت و امداد امور تکوینیہ میں باذن الٰہی کر سکتا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ مصائب میں اس کو پکارنا مفید ہے۔

صد ہزاراں نیک و بدرا آں بہی	می کند ہردم ز دلہا شاں تہی
وہ باکمال لاکھوں اچھے اور برے (خیالات رات کو)	ان کے دلوں سے ہر دم نکالتا ہے
روز دلہا را ازاں پر میکند	آں صدفہا را پر از در میکند
دن میں دلوں کو ان (خیالات) سے پر کرتا ہے	ان سیپوں کو موتیوں سے پر کرتا ہے
آں ہمہ اندیشۂ پیشانہا	می شناسند از ہدایت جانہا
تمام گزشتہ خیالات کو	(اولیاء کی) روحیں پہچان لیتی ہیں اللہ کی رہنمائی کی وجہ سے
پیشۂ و فرہنگ تو آید بتو	تادر اسباب بکشاید بتو
تیرا پیشہ اور عقل تیرے پاس آ جاتے ہیں	تاکہ تجھ پر اسباب کا دروازہ کھول دیں
پیشۂ زرگر . باآہنگر . نشد	خوئے ایں خوشخو بداں منکر نشد
سنار کا پیشہ لوہار کے لئے نہیں ہوتا ہے	اس خوش اخلاق کی عادت اس منکر کی طرف نہیں جاتی ہے
پیشہا و خلقہا ہمچوں جہیز	سوئے خصم آیند روز رستخیز
پیشے اور اخلاق سامان سفر کی طرح	قیامت کے دن مالک کی طرف آئیں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

صورتے کاں بر نہادت غالب ست	ہم براں تصویر حشرت واجب ست
وہ صورت جو تیرے وجود پر غالب ہے	اسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے
پیشہا و خلقہا از بعد خواب	واپس آید ہم بخصم خود شتاب
پیشے اور اخلاق ' سونے کے بعد	اپنے مالک کی طرف فوراً لوٹ آتے ہیں
پیشہا و اندیشہا در وقت صبح	ہم بدانجا شد کہ بود آں حسن و قبح
پیشے اور خیالات صبح کے وقت	اسی جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں وہ حسن اور قبح (کا سبب) تھے
چوں کبوتر ہائے پیک از شہر ہا	سوئے شہر خویش آرد بہرہا
نامہ بری کے کبوتروں کی طرح شہروں سے	اپنے شہر کی جانب (نامہ و پیام کے) حصے لاتے ہیں
ہر چہ بینی سوئے اصل خود رود	جزو سوئے کل خود راجع شود
تو جس چیز کو دیکھے گا اپنی اصل کی طرف جاتی ہے	جزو اپنے کل کی طرف لوٹتا ہے

(اس مقام میں بیان ہے کہ اولیاء مذکورین کے ایک اور تصرف کا اور استطراداً بیان ہے عمل اور عامل کے درمیان مناسبت کا پس فرماتے ہیں کہ) لاکھوں اچھے برے خیالات کو وہ ولی بارونق و باکمال ہر شب کو قلوب میں سے نکال کر باہر کر دیتا ہے پھر دن کو ان خیالات سے قلوب کو پر کر دیتا ہے اور صدفوں کو (یعنی قلوب کو) ان گوہروں سے (یعنی خیالات سے) بھر دیتا ہے (حاصل یہ کہ ہر شب کو جو لوگوں کو نیند آتی ہے جس سے قلب سب خیالات سے خالی ہو جاتا ہے اور پھر دن کو جاگ اٹھتے ہیں جس سے وہ خیالات پھر قلب میں آ بھرتے ہیں یہ سونا اور جاگنا بھی باذن الٰہی ان حضرات کے تصرف سے ہوتا ہے کیونکہ ان کی حالت تصرف مثل ملائکہ کے ہے اور ملائکہ کے متعلق اس قسم کی خدمت میں ہوتی ہیں جن کو حکماء طبیعت کا فعل کہتے ہیں پس اگر ملائکہ کے ساتھ کوئی کام ان اولیاء سے بھی لیا جاوے تو بعید نہیں اور وہ جس قدر خیالات گذشتہ ہوتے ہیں ہدایت و تعلیم حق کی بدولت ان کاملین کی ارواح ان کو شناخت کرتی ہیں (یعنی جس طرح حال میں تصرف عملی ہی ماضی میں تصرف علمی یعنی کشف حاصل ہے اور ان کے تصرف سے (تمہارا پیشہ اور ہنر و دانائی (جاگنے کے وقت) تمہارے ہی پاس آتا ہے (یہ نہیں ہوتا کہ کسی کا پیشہ کسی کے پاس پہنچ جاوے اور یہ شخص اس کو بھول جاوے) تاکہ اس ہنر کے ذریعہ سے تم پر دروازہ اسباب (و تدبیر حصول معاش) کا کشادہ ہو چنانچہ زرگر کا پیشہ آہن گر کے پاس نہیں جاتا خوشخو آدمی کے اخلاق زشت خو کے پاس نہیں جاتے (یعنی ان حضرات کو ان امور میں تمیز بھی ہے کہ اختلاط و التباس نہیں ہوتا جیسا اوپر کہا ہے می شناسد الخ اور تصرف ابھی ہے کہ نزع و رد کرتے ہیں آگے بمناسبت مشابہت صبح (قیامت کے تبعاً فرماتے ہیں کہ جس طرح جہیز مستحق جہیز کے پاس آتا ہے اسی طرح سب پیشے (یعنی اعمال) اور اخلاق اپنے خصم (یعنی صاحب کے پاس قیامت کے روز آ جاوینگے جس طرح پیشے اور اخلاق سونے کے بعد اپنے

www.besturdubooks.wordpress.com

صاحب کے پاس واپس آجاتے ہیں پس جو صورت یعنی طینت تیری ذات پر غالب ہوگی اسی صورت پر (ظاہراً بھی) تیرا حشر ضروری ہے جیسا کہ سب پیشے اور خیالات صبح کے وقت وہاں ہی آجاتے ہیں جہاں پہلے سے وہ نیک و بد موجود تھا جس طرح پیک کبوتر شہروں سے اپنے شہروں میں حصے یعنی پیغام لے جاتے ہیں (پس یہ خیالات مثل پیک کبوتروں کے ہوئے کہ اپنے وطن کو آجاتے ہیں اور اس کی کیا تخصیص ہے) جس چیز کو دیکھو اپنی اصل کی طرف جارہی ہے اور ہر جز واپنے کل کی طرف رجوع ہوتا ہے (جیسا مشہور ہے کل شئی یرجع الی اصلہ)

شنیدن آں طوطی حرکت آں طوطی را و مردن او و نوحہ خواجہ براو

طوطی کا اس طوطی کی حرکت کو سننا اور اس کا مرجانا اور مالک کا اس پر رونا

چوں شنید آں مرغ کاں طوطی چہ کرد	ہم بلرزید و فتاد و گشت سرد
جب اس پرند نے سنا کہ اس طوطی نے کیا کیا	وہ بھی کپکپایا اور گرا اور ٹھنڈا ہو گیا
خواجہ چوں دیدش فتادہ ایں چنیں	بر جہید وزد کلہ را بر زمیں
مالک نے جب اس کو اس طرح پڑا ہوا دیکھا	تڑپ گیا اور ٹوپی زمین پر پٹخ دی
چوں بدیں رنگ و بدیں حالش بدید	خواجہ بر جست و گریباں را درید
جب اس کو اس حالت اور اس رنگ میں دیکھا	مالک تڑپا اور گریباں چاک کر لیا
گفت اے طوطی خوب خوش جبیں	ہے چہ بودت ایں چرا گشتی چنیں
بولا کہ اے حسین اور اچھی پیشانی والی طوطی!	ہائے! تجھے یہ کیا ہوا تو ایسی کیوں ہو گئی؟
اے دریغا مرغ خوش آواز من	اے دریغا ہمدم و ہمراز من
ہائے افسوس! میرے خوش الحان پرندے	ہائے افسوس میرے ساتھی اور میرے ہمراز
اے دریغا مرغ خوش الحان من	راح روح و روضۂ رضوان من
ہائے افسوس! میرے خوش آواز پرند	میری روح کی راحت اور میری جنت
گر سلیماں را چنیں مرغے بدے	کے دگر مشغول آں مرغاں شدے
اگر (حضرت) سلیمان کے پاس یہ ایسا پرند ہوتا	وہ پھر کب ان پرندوں میں مصروف ہوتے؟
اے دریغا مرغ کارزاں یافتم	زود رو از روئے او بر تافتم
ہائے افسوس! پرند جس کو میں نے سستا خریدا	بہت جلد میں نے اس کے دیدار سے منہ موڑ لیا

جب اس طوطی نے اس ہندوستان والی طوطی کا قصہ سنا تو یہ بھی تھرتھرا کر گر گئی۔ اور ٹھنڈی ہو گئی سوداگر نے جو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کو اس طرح گرا دیکھا گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور کلاہ کو زمین پر دے مارا سوداگر نے جو اس کو اس رنگ اور اس حال میں دیکھا تو گھبرا اٹھا اور گریبان پھاڑ ڈالا اور کہنے لگا کہ اے طوطی خوش آواز یہ تجھ کو کیا ہو گیا تو اس طرح کیوں ہو گئی ہائے میرا مرغ خوش آواز ہائے میرا ہمدم و ہمراز ہائے میرا مرغ خوش الحان میرا راحت جان اور میرا روضہ رضوان بالفرض اگر سلیمان علیہ السلام کے پاس ایسا مرغ ہوتا تو وہ اور مرغوں میں کبھی مشغول نہ ہوتے (ایسے گستاخانہ کلمات غلبہ حالت غم میں صادر ہو سکتے ہیں) ہائے ایسا مرغ جو مجھ کو ارزاں مل گیا تھا جلدی ہی اس سے مجھ کو جدا ہونا پڑا۔

اے زباں تو بس زیانی مر مرا	چوں توئی گویا چہ گویم مر ترا
اے زبان! تو سراسر میرا نقصان ہے	تو ہی چونکہ بات کرنے والی ہے تجھے کیا کہوں؟
اے زباں ہم آتش و ہم خرمنی	چند ایں آتش دریں خرمن زنی
اے زبان! تو آگ بھی ہے اور خرمن بھی	کب تک اس خرمن میں تو آگ لگاتی رہے گی؟
در نہاں جاں از تو افغاں میکند	گرچہ ہر چہ گوئیش آں میکند
پوشیدہ طور پر جان تجھ سے فریاد کرتی ہے	اگرچہ تو اس سے جو کہتی ہے وہ وہی کرتی ہے
اے زباں ہم گنج بے پایاں توئی	اے زباں ہم رنج بے درماں توئی
اے زبان! بے شمار خزانہ تو ہے	اے زبان! لاعلاج مرض بھی تو ہے
ہم صفیر و خدعۂ مرغاں توئی	ہم انیس وحشت ہجراں توئی
سیٹی بجانے والی اور پرندوں کے لئے دھوکے کا سبب تو ہے	ہجر کی وحشت میں محبت بھری بھی تو ہے
ہم خفیر و رہبر یاراں توئی	ہم بلیس و ظلمت کفراں توئی
دوستوں کی رہبر اور قاصد بھی تو ہے	شیطان اور کفر کی تاریکی بھی تو ہے
چند امانم میدہی اے بے اماں	اے تو زہ کردہ بکین من کماں
اے بے امان! تو مجھے کب امن دے گی؟	اے کہ تو نے میری دشمنی میں کمان پر چلہ چڑھا رکھا ہے
نک پرانیدۂ مرغ مرا	در چراگاہ ستم کم کن چرا
اب تو نے میرے پرند کو اڑا دیا ہے	ظلم کی چراگاہ میں چرنا کم کر دے
یا جواب من بگویا داد دہ	یا مرا اسباب شادی یاد دہ
یا میرا جواب دے یا انصاف کر	یا مجھے خوشی کے اسباب یاد دلا
اے دریغا نور ظلم سوز من	اے دریغا صبح روز افروز من
ہائے افسوس! میرے اندھیرے کو ختم کرنے والے نور	ہائے افسوس! میرے دن کو روشن کرنے والی صبح

www.besturdubooks.wordpress.com

اے دریغا مرغ خوش پرواز من	زانتہاء پرید تا آغاز من
ہائے افسوس! میرے خوش پرواز پرند	انتہاء سے میری ابتداء تک تلف ہو گیا
عاشق رنج ست ناداں تا ابد	خیز و "لااقسم" بخواں تافی کبد
نادان (انسان) ہمیشہ رنج کا خوگر ہے	اٹھ اور لا اقسم کو فی کبد تک پڑھ لے
از کبد فارغ شدم با روئے تو	وز زبد صافی بدم در جوئے تو
تیرے چہرہ کی وجہ سے میں رنج سے خالی ہوا	میں تیری نہر میں میل سے صاف تھا

(چونکہ یہ رنج تاجر کو بدولت زبان کے پیش آیا اس لئے زبان کی شکایت کرتا ہے کہ) اے زبان تو میرے لئے بڑی زیان ہے اور میں تجھ کو کیا کہوں جبکہ تو خود ہی بولنے والی ہے (مطلب یہ کہ میں تجھ کو جو کچھ کہوں گا اس کہنے کا آلہ بھی تو ہی ہوگی پھر میں کیا کہوں کہ برا کہنے میں اسی سے مدد لینی پڑتی ہے۔ جس کو برا کہا جاوے اور یہ خود موجب انقباض ہے اس لئے دل کھول کر تجھ کو برا بھی کہنا ممکن نہیں اے زبان تو آتش بھی ہے (کہ کلمات قبیحہ تجھ سے صادر ہوتے ہیں) اور خرمن بھی ہے (کہ کلمات حسنہ تجھ سے صادر ہوتے ہیں) تو اس خرمن میں آگ کہاں تک لگا دے گی (کیونکہ کلمات قبیحہ سے کلمات حسنہ کی برکت واثر ضائع ہو جاتا ہے) باطن میں جان تیرے ہاتھوں سے فریاد کرتی ہے اگرچہ یہ بھی ہے کہ جس بات کو تو کہتی ہے جان اسی کو کرتی ہے (یہ اس طرح ہوتا ہے کہ بعض اوقات دل سے سوچا نہیں یوں ہی منہ سے کچھ کہہ ڈالا پھر پیچ کے مارے اسی طرح کرنا پڑا اگرچہ دل نہیں چاہتا اور اس میں ضرر ہوا) اے زبان تو خزانہ بے انتہا بھی ہے (کیونکہ محل کلمات ایمان ہے) اور اے زبان تو درد بے درمان بھی ہے (کہ محل کلمات کفر بھی ہے) تو ہم آواز اور فریب دہندہ مرغان بھی ہے (کہ جانوروں کی سی بولی بول کر ان کو گرفتار دام کر لیتے ہیں) اور تو انیس وحشت ہجران بھی ہے (اس طرح کہ زبان سے کلمات تسلی و تسکین کے کہے جاویں جس سے وحشت کم ہو جاوے) تو بدرقہ اور رہبر یاران بھی ہے (کہ زبان سے رہنمائی بھی ہوتی ہے خواہ ظاہری ہو یا باطنی) اور تو ابلیس اور ظلمت کفران بھی ہے (کہ اغوا واضلال بھی اس سے ہوتا ہے) اری بے امان (کہ تجھ سے امید امان نہیں ہے) کیونکہ تو نے میری کینہ وری میں کمان کو زہ کر رکھا ہے تو مجھ کو کہاں تک امان دے گی یعنے نہ دے گی جیسا کہ وجہ اس کی مذکور ہوئی) تو نے میرے مرغ کو اڑا دیا (یعنے تیری وجہ سے وہ طوطی ہلاک ہو گئی) اب تو چراگاہ ظلم میں تجھ کو کم چرنا چاہئے (یعنی ظلم نہ کرنا چاہئے) یا تو میری شکایت کا جواب دینا چاہئے (کہ ساکت ہو جاؤں) اور یا داد دینی چاہئے (یعنی اپنے قصور کا اعتراف کرنا چاہئے) اور یا مجھ کو اسباب خوشی یاد دلانے چاہئیں (تاکہ یہ غم وغصہ دور ہو مراد اسباب شادی سے یاد حق ہے کہ مزیل ہموم وغموم ہے یعنی ذکر اللہ میں مشغول ہو جانا چاہئے تاکہ غیر اللہ فراموش ہو جاوے) ہائے میرا (مرغ جو) نور ظلمت سوز تھا ہائے میری صبح روز افروز (یعنی وہی مرغ) ہائے میرا مرغ خوش پرواز کہ (جس کے مر جانے سے) میرا تمام سرمایہ عمر ابتداء سے انتہا تک ہاتھ سے جاتا رہا (یہ بات ثابت ہے) کہ انسان نادان ہمیشہ تک (یعنی دم مرگ

www.besturdubooks.wordpress.com

تک) رنج و مشقت پر عاشق رہتا ہے (یعنی انواع انواع بلیات و مصائب میں مبتلا رہتا ہے اور چونکہ اکثر پریشانی اپنے ہاتھوں لیتا ہے اور ان کے اسباب میں خود سعی کرتا ہے اس لئے عاشق کہہ دیا گیا اور اسی واسطے انسان کو نادان سے تعبیر کیا اگر اس کی دلیل مطلوب ہو تو) انّھواور لا اقسم سے کبد تک پڑھ کر دیکھو (کہ اس میں یہ مضمون ہے) لیکن اے طوطی تیرے دیدار سے سب رنج و مشقت جس میں عام لوگ مبتلا ہیں) بھول گیا تھا اور تیری نہر (مصاحبت) میں رنج و کدورت کے) میل کچیل سے صاف ہو گیا تھا۔

اے دریغا خیال دیدن ست	وز وجود نقد خود ببریدن ست
ہائے افسوس! دیدار کا خیال ہے	اپنے موجود وجود سے جدا ہونا ہے
غیرت حق بود با حق چارہ نیست	کو دلے کز حکم حق صد پارہ نیست
اللہ کی غیرت تھی اور اللہ کے سامنے چارہ نہیں ہے	کونسا دل ہے جو اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے سو ٹکڑے نہیں ہے؟
غیرت آں باشد کہ او غیر ہمہ است	آنکہ افزوں از بیان و دمدمہ است
غیرت یہ ہے کہ وہ سب سے غیر ہے	جو کہ بیان اور مکر و حیلہ سے بالاتر ہے
اے دریغا اشک من دریا بدے	تا نثار دلبر زیبا شدے
ہائے افسوس! میرے آنسو دریا ہوتے	تاکہ حسین معشوق پر نثار ہوتے
طوطی من مرغ زیرک سار من	ترجمان فکر تو اسرار من
میری طوطی میرے عقلمند پرند	میرے فکر اور رازوں کے ترجمان
ہر چہ روزی داد و ناداد آمدم	وز اول گفت تا یاد آمدم
اس نے مجھے عطا کیا میں ناشکرا ثابت ہوا	پہلے وہ بولی یہاں تک کہ مجھے (خدا) یاد آیا

(یہاں تک تا برنا مضطربانہ مضمون تھا جو مقتضائے طبع تھا اب اس کو کچھ تنبہ ہوا اور عقل کو طبیعت پر غالب کر کے کہتا ہے کہ) یہ جو میں دریغ اور تاسف کر رہا ہوں (اس کا منشا محض یہ ہے کہ جس چیز پر تاسف کیا جاتا ہے اس کے) دیکھنے کا خیال ہے اور (انجام اس کا) اپنے نقد وجود (یعنے عمر گرانمایہ) سے قطع کرتا ہے (یعنی عمر برباد کرنا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس قدر غم محض لغو ہے کیونکہ سبب بھی اس کا ضعیف ہے محض ایک خیال اور نتیجہ بھی برا ہے کہ غم فانی میں اپنی عمر ضائع کرنا) یہ طوطی کا ہلاک ہو جانا مقتضائے غیرت حق ہے (کہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند آئی کہ غیر سے دل لگایا) اور حق تعالیٰ کے حکم کے سامنے کسی کا کیا چارہ ہے کوئی دل ایسا نہیں کہ حکم خدا سے صد پارہ (یعنی متاثر) نہ ہو (یعنی خدا تعالیٰ اس میں تصرف کرنا چاہیں اور وہ اس تصرف کو دفع کر دے) اور غیرت حق کا سبب یہ ہے کہ وہ سب کے غیر ہیں (اسی طرح سب ان کے غیر) اور وہ ایسے ہیں کہ بیان اور تدبیر (کے احاطہ) سے افزوں ہیں (مطلب یہ کہ چونکہ مخلوقات غیر اللہ ہیں تو مخلوق سے تعلق کرنا غیر اللہ سے تعلق کرنا ہے اور بیان کو پسند

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں اس لئے بعض اوقات اس غیر کو اٹھا لیتے ہیں اور دوسرا مصرعہ گویا بیان سے مغاجرت کا یعنی ان کی شان تو بیان وفہم سے اعلیٰ ہے اور مخلوق احاطہ بیان وفہم کے اندر ہیں لہذا مغائرت ضروری ہے۔

ف مولانا اس مقام میں تصریحاً خلق اور حق میں اثبات غیریت کا فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ جہاں اثبات عینیت کا دعویٰ ہے وہ عینیت اصطلاحی ہے نہ لغوی اب آگے پھر تاجر کی طبیعت کو عقل پر غلبہ ہوا کہتا ہے کہ) کاش میرے آنسو دریا بن جاتے تاکہ دلبر زیبا (یعنی طوطی) پر نثار ہوتے میری طوطی کیسی تھی زیرک آدمی کے مشابہ تھی میرے افکار واسرار (یعنی دلی خیالات) کی مترجم تھی (یعنی ایسی دانا تھی کہ قرائن وبشرہ سے مافی الضمیر پر آگاہ ہو کر بیان کر دیتی تھی اور اس کی زیرکی کی یہ حالت تھی کہ) جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو روزی ونعمت ملتی تھی اور میری غفلت وناشکری سے مثل دادہ کے ہو جاتی تھی (یعنی اس کا شکر کرنا بھول جاتا تھا جس طرح نادادہ کا شکر کوئی نہیں کرتا) تو وہ مجھ سے پہلے اس نعمت کا شکر ادا کرنے لگتی تھی۔ حتیٰ کہ مجھ کو بھی یاد آجاتا تھا (یہاں تک یہ سب مقولہ تاجر کا تھا)

طوطئے کاید زوحی آواز او	پیش ز آغاز وجود آغاز او
وہ طوطی (روح) جس کی آواز وحی سے ہے	وجود کی ابتداء سے پہلے اس کی ابتداء ہے
اندرون تست آں طوطی نہاں	عکس اورا دیدہ تو براین وآں
وہ طوطی تیرے اندر پوشیدہ ہے	تو اس پر اور اس پر اس کا عکس دیکھتا ہے
می برد شادیت را تو شاد ازو	می پذیری ظلم را چوں داد ازو
وہ (عکس) تیری خوشی برباد کر رہا ہے تو اس سے خوش ہے	تو اس کے ظلم کو انصاف کی طرح قبول کر رہا ہے
ایکہ جاں از بہر تن می سوختی	سوختی جاں را و تن افروختی
اے وہ کہ تو نے جان کو جسم کے لئے جلا دیا ہے	تو نے جان کو جلا دیا اور جسم کو روشن کیا
سوختم من سوختہ خواہد کسے	تازمن آتش زند اندر خسے
میں جل چکا ہوں کوئی جلنا چاہے	تو مجھ سے پھونس میں آگ لگا لے
سوختہ چوں قابل آتش بود	سوختہ بستاں کہ آتش کش بود
جلا ہوا آگ کے قابل کب ہو سکتا ہے؟	ایسا جلا ہوا لے جو آگ کو قبول کرنے والا ہو
اے دریغا اے دریغا اے دریغ	کانچناں ماہے نہاں شد زیر میغ
ہائے افسوس ہائے افسوس ہائے افسوس	ایسا چاند ابر کے نیچے چھپ گیا
چوں زنم دم کاتش دل تیز شد	شیر ہجر آشفتہ و خونریز شد
کیسے دم ماروں کیونکہ دل کی آگ تیز ہو گئی ہے	ہجر کا شیر غضبناک اور خونریز ہو گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ او ہشیار خود تند ست و مست	چوں بود چوں او قدح گیرد بدست
وہ جو کہ ہوش کی حالت میں تند اور مست ہے	اس کا کیا حال ہو گا جب وہ ہاتھ میں پیالہ تھام لے
شیر مستے کز صفت بیروں بود	از بسیط مرغزار افزوں بود
وہ مست شیر جو اپنے آپے سے باہر ہو	وہ جنگل کے میدان سے بڑھ جاتا ہے

شیر مست نیم مست دم زدن سخن گفتن از غیاث یہاں سے بطور انتقال کے مقولہ ہے مولانا کا کہ بمناسب قصہ طوطی ظاہری کے طوطی باطنی یعنی روح کا کہ طیران معنوی و خوش کلامی میں مشابہ طوطی کے ہے حال بیان فرماتے ہیں کہ ایسی طوطی کہ اس کی آواز (یعنی نطق) وحی (یعنی الہام) سے ہے۔ اور اس وجود ظاہری کی ابتدا سے پہلے اس کی ہستی کی ابتدا ہو چکی ہے (مراد اس سے روح ہے اور اس کا صاحب الہام ہونا اور اسی طرح وجود ظاہری یعنی اجسام سے پہلے اس کا پیدا ہونا ظاہر و مشہور ہے) وہ طوطی تمہارے اندر پوشیدہ ہے (کیونکہ روح کا وجود یقیناً ادراکات ظاہری سے مخفی ہے) اور تم اس کے عکس یعنی آثار کو دوسری چیزوں میں یعنی اعضاء و جسم عنصری میں) دیکھ رہے ہو (یہ بھی ظاہر بات ہے کہ بدن پر آثار روح کے نمایاں ہوتے ہیں کیونکہ جتنے افعال بدن سے صادر ہوتے ہیں سب تصرف روح کا ہے ورنہ بدن محض ایک جماد ہوتا ہے اور مفارقت روح کے بعد آخر جماد ہو جاتا ہے اور وہ محمل آثار تیری حقیقی مسرت کو ضائع کر رہے ہیں اور تو اس سے خوش ہو رہا ہے اور تو اس ظلم و مضرت کو عدل و منفعت کی طرح اس سے قبول و پسند کر رہا ہے (یعنی حقیقت روح اور اس کی معرفت اور اس کے طریقہ تربیت سے غافل ہو کر لذات جسمانیہ میں مشغول ہو رہا ہے۔ اور اس ضرر کو اپنی ہوا پرستی میں نفع سمجھ رہا ہے۔ چنانچہ آگے خود می تفسیر فرماتے ہیں) کہ اے شخص تو نے روح کو جسم کے واسطے سوختہ اور برباد کر دیا اور روح کو برباد کر کے جسم کو بارونق کیا (البتہ اگر اس کا عکس ہوتا کہ جس کو سوختہ کر کے روح کو رونق دیتے تو زیبا تھا جیسا طالبان حق کا طریقہ ہے چنانچہ تمثیلاً اپنا حال بیان فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنا جسم (عشق الٰہی میں) سوختہ کر دیا کہ کسی کو سوختہ کی خواہش ہے (سوختہ کہتے ہیں اس چیز کو جس میں چقماق کی آگ لیتے ہیں تا کہ مجھ سے سوختہ لے کر (جس میں آگ لگ چکی ہے) کسی خس (یعنی ناقص) میں لگا دے (مطلب یہ کہ ناقص کو چاہئے کہ کسی سوختہ عشق الٰہی کی صحبت میں اپنے اندر بھی سوختگی عشق کی پیدا کر لے) اور چونکہ سوختہ (کی اصلی غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ) آتش کا قبول کرنے والا ہوتا ہے تو تم کو ایسا ہی سوختہ لینا چاہئے کہ وہ آتش کا لینے والا ہو (مطلب یہ کہ ہر سوختہ کی صحبت اختیار نہ کرنا چاہئے شاید وہ عشق غیر اللہ کا سوختہ ہو بلکہ اس سوختہ کو اختیار کرنا چاہئے جس میں اصلی صفت سوختہ کی (کہ قبول آتش عشق خداوندی ہے پائی جاوے تا کہ تم کو بھی اس سے یہی صفت حاصل ہو جو اصلی غرض سوختہ سے ہے) افسوس صد افسوس کہ ایسا چاند (یعنی روح) ابر (یعنی علائق جسمانیہ) کے نیچے پوشیدہ ہو گیا (تعلق روح و جسد پر تاسف مقصود نہیں کہ وہ سراسر مقتضائے حکمت حق تعالیٰ ہے بلکہ محجوب اور غافل لوگوں کے حال پر افسوس فرماتے ہیں کہ لذات جسمانیہ پر قانع ہو کر روح کی معرفت حاصل نہ کی جس کی معرفت سے معرفت حق سبحانہ و تعالیٰ کی حاصل ہوتی ہے جیسا مشہور ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور ظاہر بھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جس قدر اپنے حدوث و امکان و افتقار و ذل و احتیاج اور صفات عبدیت پر نظر ہوگی اسی قدر حق تعالیٰ کی عظمت و کبریا منکشف ہوتی جاوے گی اور جب جسم کی وجہ سے روح کی معرفت نہ ہوئی پس گویا جسم ادراک روح سے اس طرح مانع ہوگیا جیسا ابر ادراک ماہ سے حاجب ہوتا ہے چونکہ مقام مقتضی اس کو تھا کہ اس ارشاد تعلیمی کو ذرا تفصیل سے فرمادیں حالانکہ محض اجمالاً فرمایا ہے اس لئے اپنے عذر کی وجہ فرماتے ہیں کہ) میں کسی طرح گفتگو کروں (کہ مجھ کو قدرت نہیں رہی) کیونکہ (ذکر سوختگی و عشق سے) آتش دل تیز ہوگئی اور محبوب حقیقی کی مفارقت و ہجرات کا (کہ تعلق بدن عنصری کسی درجہ میں حجاب ضرور ہے) شیر آشفتہ و خونریز ہوگیا (یعنے عشق و فراق کے غلبہ نے زبان کو بند کردیا) اور بھلا جو شخص (یعنی میں) کہ ہشیاری و صحو کی حالت میں بھی کسی قدر رندو مست رہتا ہوں (کیونکہ بعض شیوخ پر ہروقت کسی قدر حالت کا غلبہ رہتا ہے) تو وہ جس وقت شراب کا پیالہ ہاتھ میں لے (یعنی ذکر مذکور عشق کا آجاوے) اس وقت اس کا کیا حال ہوگا۔ جو نیم مستی میں بیان سے باہر ہو جب اس کو میدان مرغزار عشق کا پڑے اس سے تو یقینی (مستی میں) ترقی ہوگی (اس لئے میں معذور ہوں)

قافیہ اندیشم و دلدار من	گویدم مندیش جزو دیدار من
میں قافیہ کی فکر میں ہوں اور میرا محبوب	مجھ سے کہتا ہے' سوائے میرے دیدار کے کچھ نہ سوچ
خوش نشیں اے قافیہ اندیش من	قافیہ دولت توئی در پیش من
اے میرے قافیہ سوچنے والے! آرام سے بیٹھ	تو میرے روبرو خوش نصیبی کے ہم معنی ہے
حرف چہ بود تا تو اندیشی ازاں	صوت چہ بود خار دیوار رزاں
حرف کیا ہوتا ہے جو تو اس کی فکر میں ہے	آواز کیا ہوتی ہے' انگور کی ٹٹی کا کانٹا
حرف و صوت و گفت را برہم زنم	تا کہ بے ایں ہر سہ با تو دم زنم
حرف اور آواز اور بولی کو میں مٹا دیتا ہوں	تاکہ ان تینوں کے بغیر تجھ سے بات کروں
آں دمے کز آدمش کردم نہاں	با تو گویم اے تو اسرار جہاں
وہ بات جو آدم سے میں نے پوشیدہ رکھی	اے اسرار جہاں! تجھ سے میں کہوں گا
آں دمے را کہ نگفتم با خلیل	واں دمے را کہ نداند جبرئیل
وہ بات جو میں نے خلیل سے نہ کہی	اور وہ بات جو جبرئیل (بھی) نہیں جانتا
آں دمے کز وے مسیحا دم نزد	حق ز غیرت نیز بے ما ہم نزد
وہ بات جو مسیحا نے نہ کی	(اور) اللہ نے غیرت کی وجہ سے (ہمارے واسطے کے بغیر) نہ کی
ماچہ باشد در لغت اثبات و نفی	من نہ اثباتم' منم بے ذات و نفی
(لفظ) ما کیا ہے لغت میں اثبات اور نفی (کے معنی میں) ہے	میں اثبات نہیں ہوں' میں بے ذات ہوں اور نفی

من کسی در ناکسی دریافتم	پس کسی در ناکسی در بافتم
میں نے ہستی فنا میں پائی	اس لئے ہستی کو فنا میں لپیٹ دیا

(رزان جمع رز انگور و دیوار رزان کہ بہندی آنرا ٹٹی گویند۔ ما در بے ما ہم نزد کلمہ عربیہ بمعنی نفی مراد فنا نفی در بے فات عطف تفسیری و نفی معطوف بر بے ذات' ان اشعار میں غلبہ حالت عشق کی وجہ سے اپنی خاموشی ذوابستہ ذہنی کو دوسرے عنوان سے بیان فرماتے ہیں کہ) میں قافیہ سوچتا ہوں (تاکہ تکلم کروں) اور میرا دلدار مجھ کو کہتا ہے کہ تجھ کو بجز میرے دیدار (یعنی توحید صفاتی وذاتی) کے کچھ سوچنا نہ چاہئے (یعنی مجھ کو غلبہ حال عشق میں الہام ہوا کہ اسی حال میں مشغول رہ (اور قال کو اس وقت ترک کر) تو آرام سے بیٹھا رہ اے قافیہ سوچنے والے میرے نزدیک تو ہی قافیہ دولت ہے (پس بجائے قافیہ کے اپنے حال میں کہ توحید مذکور ہے مشغول رہنا زیادہ بہتر ہے سبب مقولہ محبوب کا ہے (حرف کیا چیز ہے کہ تو اس کو سوچتا ہے اور صوت (یعنی لفظ) کیا چیز ہے محض دیوار انگور کا خانہ ہے۔ (یعنی انگور کی ٹہنوں کے چار طرف جو حفاظت کے لئے کانٹے لگا دیتے ہیں وہ جس طرح انگور تک رسائی ہونے کے حجاب ہیں اسی طرح غلبہ حال کے وقت الفاظ وعبارات کی طرف التفات کرنا حجاب مقصود خاص کا ہے۔ اور اس میں اشارہ ہے کہ جس وقت کوئی حالت محمودہ غالب ہو اس وقت دوسری طرف ملتفت ہونا نہ چاہئے) میں حرف وصوت اور قال کو درہم برہم کئے دیتا ہوں تاکہ بلاواسطہ ان کے تجھ سے باتیں کروں (یعنے افاضہ اسرار وعلوم بلاواسطہ الفاظ ہوگا) جس بات کو میں نے حضرت آدم علیہ اسلام سے مخفی رکھا تھا وہ بات تجھ سے کہے دیتا ہوں اور جو بات میں نے حضرت خلیل اللہ علیہ اسلام سے نہیں کہی اور جس بات کو حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں جانتے اور جس بات کو حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی کبھی نہیں فرمایا اور غیرت (اخفاء اسرار) کی وجہ سے اس کو حق تعالیٰ نے (ہم سے بھی) بدون نفی وفنا کے نہیں ظاہر فرمایا (اور لفظ ما جو بے ما میں آیا ہے اس سے مراد نفی ہے نہ اثبات کیونکہ) ما لغت (عربیہ) میں اثبات ونفی دونوں کے لئے ہے (چنانچہ موصولہ اثبات کے لئے ہے اور نافیہ نفی کے لئے مگر میں صاحب اثبات نہیں ہوں بلکہ معدوم الذات اور منفی محض ہوں یعنی مقام فنا میں ہوں کہ تشبیہا اس کو عدم ذات اور نفی کہہ دیا اب مقام فنا کی مدح فرماتے ہیں کہ) میں نے کسی ہونا (یعنی ہستی و بقا) ناکس ہونے میں (یعنی نیستی وفنا میں پایا اس لئے ہستی کو نیستی میں کھپا دیا۔

ف جاننا چاہئے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو اولاً اور اولیائے کرام کو تبعاً دو قسم کے علوم عطا ہوئے ہیں علوم نبوت یعنی شرائع واحکام ظاہرہ وباطنہ اور علوم ولایت یعنی مواجید واذواق اور جس طرح علوم نبوت سب انبیاء کے جدا جدا ہیں اسی طرح علوم ولایت بھی الگ الگ ہیں پس ہر امت بھی ان علوم ولایت میں دوسری امتوں سے ممتاز ہوگی اب سمجھنا چاہئے کہ جس کی نسبت ان اشعار میں کہا گیا ہے کہ علوم نہ آدم کو معلوم نہ خلیل کو نہ جبرئیل کو علیہم الصلوٰۃ والسلام مراد اس سے علوم نبوت نہیں ہیں دو وجہ سے اول ان علوم میں حضرت جبرئیل علیہ السلام واسطہ ہیں ان کو نہ معلوم ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ دوسرے ان کے حصول کے لئے مقام فنا شرط نہیں کہ وہ جمیع عوام وخواص کو عام ہیں پس یہ کہنا بے معنی ہوگا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

؎ حق زغیرت نیز بے ما ہم زند

اور وہ علوم محل غیرت بھی نہیں بلکہ ان کا اظہار و اشاعت مقصود ہے بلکہ مراد اس سے علوم ولایت ہیں اور چونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ہر نبی کے علوم ولایت جدا ہیں اس لئے یہ کہنا مستبعد نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض ایسے مواجید واذواق عطا ہوئے ہوں کہ انبیائے سابقین کو نہ عطا ہوئے ہوں اسی واسطے چونکہ ان مواجید کے افاضہ میں ملائکہ کا توسط ضروری نہیں اس لئے ممکن ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی ان کی اطلاع نہ ہوئی ہو تو اصل میں یہ مواجید خاصہ حضور ﷺ پر فائض ہوئے پھر تبعاً و تطفلاً آپ کے اولیاے امت کو عطا ہو جاویں پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولیاے امت محمدیہ علوم میں انبیاء و ملائکہ سے بڑھ جاویں کیونکہ یہ بڑھنا حضور ﷺ کے لئے ہوا ہے اور امت خود تابع ہے تو کمالات امت کو ظاہراً منسوب الی الامۃ ہیں مگر وہ واقع میں کمالات نبی ہیں پس امت کی فضیلت کسی طرح لازم نہیں آتی اگر آئینہ میں آفتاب کا انعکاس ہو جاوے تو آئینہ قدر و منزلت میں ماہتاب پر فضیلت نہیں حاصل کر سکتا اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بوجہ آپ کی امت میں داخل ہونے کے ان مواجید سے مشرف ہوں گے عجب نہیں کہ اسی لئے آپ کی نسبت نگفتم یا نداند نہ کہا ہو بلکہ دم تر د کہا گیا یعنی انہوں نے اس کو ظاہر نہیں فرمایا گو ان کو عطا ہوا ہو یا عطا حادی اور چونکہ یہ مواجید ثمرہ فنا و اضمحلال وجود کا ہے اس لئے بے ما ہم زند فرمایا اور ہر چند کہ اس مصرعہ میں یہ نہیں ظاہر کیا کہ بدون نفی کے کسی سے نہیں کہا مگر شعر آئندہ میں قسم بے ذات و نفی قرینہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ بدون نفی کے ہم سے نہیں کہا۔

بند کن چوں سیل سیلانی کند	ورنہ رسوائی و ویرانی کند
بند باندھ لے جب سیلاب طغیانی پر آئے	ورنہ خرابی اور بربادی کر دے گا
من چہ غم دارم کہ ویرانی بود	زیر ویراں گنج سلطانی بود
میں کیا غم کروں کہ ویرانی ہو گی	شاہی خزانہ ویرانہ میں ہی ہوتا ہے
غرق حق خواہد کہ باشد غرق تر	ہمچوں موج بحر جاں زیر و زبر
اللہ میں ڈوبا ہوا چاہتا ہے کہ زیادہ ڈوب جائے	سمندر کی موج کی طرح جان زیر و زبر ہو جائے
زیر دریا خوشتر آید یا زبر	تیر او دلکش تر آید یا سپر
دریا کے نیچے بہتر ہو گا یا دریا کے اوپر	اس کا تیر زیادہ پسندیدہ ہوگا یا ڈھال
پس زبون وسوسہ باشی دلا	گر طرف را باز دانی از بلا
اے دل تو وسوسہ کا مارا ہوا ہو گا	اگر تو نے خوشی اور مصیبت میں فرق کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر مرادت را مذاق شکر ست	بیمرادی نے مراد دلبرست
اگر تیری مراد میں شکر کا ذائقہ ہے	کیا بے مرادی محبوب کی مراد نہیں ہے؟
ہر ستارہ اش خونبہائے صد ہلال	خون عالم ریختن او را حلال
اس کا ہر ستارہ سو چاندوں کا خون بہا ہے	عالم کا خون بہانا اس کے لئے درست ہے
ما بہا و خون بہا را یافتیم	جانب جاں باختن بشتافتیم
ہم نے قیمت اور خون بہا پا لیا ہے	ہم جان کی بازی ہارنے کی طرف دوڑے ہیں
اے حیات عاشقاں در مردگی	دل نیابی جز کہ در دلبردگی
اے (طالب!) عاشقوں کی زندگی مرنے میں ہے	دل گم کئے بغیر تو دل نہ پائے گا

(بردہ و مردہ و پست دست و فتہ بمعنے مفتون و شکار بمعنی مسخر مراد بہمہ الفاظ مطلق محب قطع نظر از دیگر قیود) اوپر بیان تھا علوم عظیمہ عطا فرمانے کا اب اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وجہ اس کی محض اللہ تعالیٰ کی عنایت اور فضل ہے کہ اپنے بندوں سے محبت فرماتے ہیں اس مضمون کو تمثیل کے طور پر بیان کرتے ہیں کہ) قاعدہ ہے کہ سب سلاطین اپنے محبین کے محب ہوتے ہیں اسی طرح عام خلائق بھی اپنے محبین کے محب ہوتے ہیں یہ دو شعر کی شروح ہوگئی) دلبر لوگ اپنے بیدلوں یعنی عشاق پر جان سے مفتوں (یعنی ان کے محب ہوتے ہیں اور تمام معشوق اپنے عاشقوں کے مسخر (یعنی محب) ہوتے ہیں چنانچہ صیاد (اول) پرندوں کا مسخر ہو جاتا ہے (کہ ان کی طلب میں اپنا گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں مارا مارا پھرتا ہے) تب جا کر دفعۃً ان کو مسخر و مبتلائے دام کرتا ہے پس جس شخص کو عاشق دیکھو اس کو معشوق بھی سمجھو (کہ اس کا محبوب اس کو چاہتا ہوگا) کہ وہ ایک اعتبار سے عاشق ہے اور ایک اعتبار سے معشوق مثلاً تشنہ لوگ اگر دنیا میں پانی کے طالب ہیں تو پانی بھی تشنہ لوگوں کا طالب ہے (یعنی پانی باعتبار اس حکمت کے کہ پیاسوں کے لئے مخلوق ہوا ہے گویا مقتضی ہے وجود اہل عطش کو پس اسی طرح اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے بندوں کے محبوب ہیں اسی طرح محب و منعم بھی ہیں اس وجہ سے ایسے ایسے فضل فرماتے ہیں) پس جب معلوم ہوا کہ وہ محب بھی ہیں پس اے طالب تجھ کو چاہئے کہ امیدوار ہو کر) خاموش بیٹھا رہے یعنی مفارقت و ہجران پر مایوسانہ اضطراب نہ کرے جیسا کہ شعر سے مترشح ہوتا تھا چون زنم دم کاتش دل تیز شد شیر ہجر آشفتہ و خونریز شد) اور جب وہ تیرا کان پکڑ کر اپنی طرف کھینچ رہے ہیں (جیسا کہ ان کے معاملہ ہدایت و ارشاد و بعثت رسل و توفیق و عطائے طلب و شوق سے معلوم ہوتا ہے) پس تجھ کو چاہئے کہ کان بنا رہے (یعنی احکام سن سن کر اطاعت کرتا رہے دونوں مصرعوں میں اشارہ ہے۔

طرف آیہ فاستمعوا لہ وانصتوا کے جس پر امیدوار کیا ہے لعلکم ترحمون

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ شاہاں پست پست خویش را	جملہ مستاں مست مست خویش را
تمام بادشاہ اپنے آگے جھکنے والے کے سامنے جھکے ہیں	اپنے عاشق کے تمام "عاشق" عاشق ہوتے ہیں
جملہ شاہاں بردۂ بردہ خود اند	جملہ خلقاں مردۂ مردہ خود اند
تمام بادشاہ اپنے غلام کے غلام ہیں	تمام لوگ اپنے مردہ کے لئے مردہ ہیں
می شود صیاد مرغاں را شکار	تا کند ناگاہ ایشاں را شکار
شکاری پرندوں کا شکار بنتا ہے	تاکہ اچانک ان کا شکار کرے
دلبراں بر بیدلاں فتنہ بجاں	جملہ معشوقاں شکار عاشقاں
معشوق عاشقوں پر دل سے عاشق ہوتے ہیں	تمام معشوق عاشقوں کا شکار ہوتے ہیں
ہر کہ عاشق دیدیش معشوق داں	کو بہ نسبت ہست ہم این و ہم آں
جس کو تو عاشق دیکھے اس کو معشوق سمجھ	کیونکہ نسبت کی وجہ سے وہ یہ بھی ہے اور وہ بھی ہے
تشنگاں گر آب جویند از جہاں	آب ہم جوید بعالم تشنگاں
اگرچہ دنیا میں پیاسے پانی تلاش کرتے ہیں	پانی بھی دنیا میں پیاسوں کو تلاش کرتا ہے
چونکہ عاشق اوست تو خاموش باش	او چو گوشت میدہد تو گوش باش
جبکہ وہ عاشق ہے تو چپ رہ	جب اس نے تجھے کان دیئے ہیں (تو ہمہ تن) کان بن جا

ان اشعار میں مع اشعار ماقبل و مابعد کے نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا پر مقام فنا غالب ہے اور اس میں محبوب حقیقی سے مخاطبات و مکالمات بطور القا و الہام کے ہو رہے ہیں جیسا اوپر فرمایا ہے' قافیہ اندیشم و دلدار من الی قول' من نہ اثباتم منم بے ذات و نفی اور نیز معلوم ہوتا ہے کہ مقام مذکور میں پہنچ کر غلبہ عشق میں غالب ترقی فنا کے ہوئے ہیں جس سے مقصود تجلی بے حجاب ہے جیسا اوپر فرمایا ہے۔ من کسی در ناکسی یافتم پس کسی در ناکسی در تافتم اور اس کے بعد بطور جملہ معترضہ کے تحقیق علت عطائے مقامات عالیہ کی فرمادی تھی اور آئندہ فرمایا ہے (غرق حق خواہد الخ وغیرہ ذلک جو دلالت کر رہا ہے طلب ترقی پر اور محبوب حقیقی کی جانب سے اس کا انکار ہو رہا ہے جیسا آگے آتا ہے گفت در دو بس این افسون مخوان' جس کو فاقہ میں آ کر خود بھی مان لیا ہے اس شعر میں' چشم جسمانیہ تو اند دیدنت الخ اور چونکہ یہ کلام حالت مستی میں صادر ہوا ہے لہذا بعض الفاظ بہ ظاہر حدود ادب سے متجاوز ہیں جس پر امید ہے کہ غلبہ حال سے شرعاً معذور ہو سکتے ہیں' اسی طرح خود طلب رویت میں بھی باوجود منع شرعی کے غلبہ حال سے معذور قرار دیئے جائیں گے جیسے معتوہ علی مرفوع القلم ہے لیکن باوجود مشانہ کلام کے ایک مسئلہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تحقیق ان مضامین سے نکلتی ہے۔ وہ یہ کہ اگرچہ سالک کو سلوک میں مقام مشاہدہ یعنی استغراق فی الصفات و مقام معائنہ یعنی استغراق فی الذات حاصل ہو سکتا ہے جس کو فناء سے بھی تعبیر کر دیتے ہیں مگر روایت یعنی انکشاف تام جس کو دیکھنا کہتے ہیں اور جنت میں موعود ہے باوجود طلب و شوق سالک کے بھی قبل موت میسر نہیں ہو سکتا تھوڑی شرح اس مسئلہ کی شرح اشعار دیباچہ کتاب ہذا میں گزری ہے جب یہ تمہید معلوم ہو گئی اب اشعار کی شرح خوب غور سے سننا چاہئے مولانا اپنے باطن کو کہ مشتاق ترقی ہے خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ (جب سیل (فنا) سلانی (یعنی طغیانی و غلبہ کرنے لگے) تو (طلب ترقی کو کہ روایت بے حجاب) بند کرو (یعنی طالب رویت مت ہو) ورنہ رسوائی اور ویرانی کر ڈالے گی۔ (کیونکہ قوائے مدرکہ جو اس عالم میں عطا ہوئے ہیں اس کے متحمل نہیں اگر فرضا تجلی بھی حجاب ہو تو ہستی قطعا منہدم ہو جاوے جس طرح اس تجلی سے پہاڑ پارہ پارہ ہو گیا تھا اور جب ہستی منہدم و مستہلک ہو جاوے گی تو اعمال منقطع ہو جاوینگے جو سرمایہ ہے ترقی قرب و وصول الی اللہ کا یہی معنی ہیں رسوائی و ویرانی کے مگر چونکہ شوق رویت غالب ہے اس لئے خود جواب دے کر رسوائی و ویرانی گوارا فرماتے ہیں کہ (مجھ کو کچھ غم نہیں اگر ویرانی ہو جاوے کیونکہ ویرانہ کے اندر خزانہ سلطانی ہوتا ہے مطلب یہ کہ اگر ہستی منہدم و مستہلک ہو جاوے گی اور موت آ جاوے گی تو کیا غم ہے اس وقت تو تجلی بے حجاب میسر ہو جاوے گی گنج سلطانی سے مراد یہی ہے) جو شخص عشق خداوندی میں غرق ہو (اور مقام مشاہدہ و معائنہ تک پہنچ گیا ہو وہ تو یہی چاہے گا اور غرق ہو جاؤں (اور یہ حجاب جسمانی اٹھ جاوے کہ موت کے بعد بے حجاب رویت میسر ہو) اور موج بحر کی طرح جان زیر و زبر ہو جاوے (یعنی جس طرح موج اندیشہ نہیں کرتی ہے اوپر رہوں گی یا ڈوبوں گی اسی طرح جان عاشق دریائے فنا میں زیادہ غرق ہونے سے اندیشہ نہیں کرتی) زیر دریا موج دریا کے لئے زیادہ خوش آئند ہوتا ہے یا بالائے دریا (یعنی دونوں برابر ہیں) اسی طرح محبوب کا تیر زیادہ دلکش ہے یا سپر (یعنی دونوں دلکش ہیں (تیر سے مراد ہلاک کرنا سپر سے مراد ہستی قائم رکھنا (آگے تعلیما ارشاد فرماتے ہیں کہ (تم بالکل مغلوب وساوس سمجھے جاؤ گے اگر (محبوب کے) طرب و ابتلا میں فرق سمجھو گے (پس ہستی کے اسباب طرب سے ہے اور فنائے اتم و ہلاک کے بلا ہے دونوں میں کچھ فرق نہیں) اگر مانا جاوے کہ تمہاری مراد میں (کہ طرب ہے) شکر کی سی حلاوت ہے مگر یوں سمجھو کہ بے مرادی کہ بلا ہے) آیا محبوب کی مراد نہیں ہے (یعنی اگر وہ اپنے ارادہ سے تم پر بلا نازل فرمادیں اور تم طرب کا ارادہ کرتے ہو تو ان کی مراد کو اپنی مراد پر ترجیح سمجھو اور بلا پر راضی رہو یہ خطاب عوام کو ہے اس لئے طرب کو ان کی مراد کہا اب یہ شبہ نہ رہا کہ مولانا کی خواہش تو اس مقام پر ہلاک ہے حاصل یہ ہوا کہ اگر رویت میں ہلاک ہو جاوے کہ بلا ہے مگر میں کچھ اندیشہ نہیں کرتا۔

ان اشعار میں بھی اظہار ہے اپنی آمادگی کا ہلاک پر بعوض رویت کے مطلب یہ کہ) محبوب کا ایک ایک ستارہ

یعنی تجلیات جو بعد موت منکشف ہوں گی اور تعدد اس لئے کہا کہ ہر شخص کو اس کی استعداد کے موافق مختلف درجات پر ہوگی) سینکڑوں عشاق کا جو ضعف سے مثل ہلال ہو گئے ہیں خونبہا (یعنی عوض ہے اس لئے سارے عالم کے ہلاک کر دینے کا بھی ان کو حق پہنچتا ہے (یعنی جب ہلاک کر دینے کے بعد رویت بے حجاب ہو جاوے گی تو یہ اس ہلاکت کا نعم العوض بن جاوے گا پھر میں کیا اگر سارا عالم بھی ہلاک ہو جاوے تو مضائقہ نہیں ہم نے بہا اور خون بہا پالیا اس لئے جانبازی کی طرف دوڑ پڑے (یا تو خونبہا سے مراد تجلیات بے حجاب ہیں جیسا اوپر آیا ہے تب تو یافتیم کا ماضی لانا بوجہ تیقن کے ہے اور مراد مستقبل ہے اور یا مراد وہ تجلیات ہیں جو مشاہدہ و معائنہ میں وارد ہوئیں اس وقت حاصل یہ ہوگا کہ بعد ہلاک کے جو کچھ ہوگا اس کے خونبہا و نعم العوض ہونے میں تو کوئی کلام ہی نہیں ہمارے نزدیک تو جس قدر تجلیات فائض ہو رہے ہیں وہ بھی ہیشگی عوض ہو سکتی ہیں اور اگر اس کے بدلہ بھی موت آ جاوے اور کچھ نہ ملے مضائقہ نہیں بلکہ شعر ہر ستارہ الخ میں بھی اگر یہی تجلیات مراد لئے جاویں تو اس کی تقریر بھی اسی طرح ہو جاوے گی کہ جو تجلیات ہو چکی ہیں اگر ان کے عوض میں سارے عالم کو ہلاک کر دیں تو بے محل نہیں' اے مخاطب عشاق کی حیات مرنے ہی میں ہے (پھر موت سے کیا غم) تم کو دل (یعنی حیات جس کا معدن دل ہے) ہرگز نہیں مل سکتا جب تک دل کو (یعنی حیات کو) بردہ (یعنے محو وفنا) نہ کر دو (مطلب یہ کہ اس حیات کے فدا کرنے سے وہ حیات ملتی ہے۔

من دلش جستہ بصد ناز و دلال	او بہانہ کردہ بامن از ملال
میں نے سو ناز و انداز سے اس کی دلجوئی کی	اس نے ناراضی کی وجہ سے مجھ سے بہانہ کر دیا
منش جستہ بانیاز و بے ملال	او بہانہ کردہ از ناز و دلال
میں نے عاجزی سے کسی ملال کے بغیر اس کی جستجو کی	اس نے ناز و انداز کی وجہ سے ٹال دیا
گفتم آخر غرق تست ایں عقل وجاں	گفت رو رو بر من ایں افسوں مخواں
میں نے کہا یہ عقل اور جان آخر تجھ میں غرق ہے	بولا جا جا مجھ پر جادو نہ چلا
من ندانم آنچہ اندیشیدۂ	اے دو دیدہ دوست را چوں دیدۂ
مجھے معلوم نہیں تو نے کیا سوچ رکھا ہے؟	اے دوئی والے تو نے دوست کو کیا سمجھ رکھا ہے
اے گرانجاں خوار دیدستی مرا	زانکہ بس ارزاں خریدستی مرا
اے پست ہمت! تو نے مجھے بے قدر سمجھا	اس لئے کہ تو نے مجھے سستا خریدا ہے
ہر کہ او ارزاں خرد ارزاں دہد	گوہرے طفلے بقرص ناں دہد
جو سستا خریدتا ہے، سستا دے ڈالتا ہے	ایک بچہ موتی' ایک روٹی کی ٹکیا میں دے دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں بھی ذکر ہے طلب رویت کا اور محبوب کے جواب کا جو ایوں کرتا ہے اس مطلب سے مطلوب یہ کہ میں نے (طلب رویت کے لئے) محبوب کی دلجوئی (یعنی رضاجوئی) ناز ودلال سے کی (یہ ایک طریق ہے دعا کا منشا اس کا انبساط وانس ہوتا ہے کہ بندہ لطف ورحمت الٰہیہ پر نظر کر کے اپنے تعلقات وخصوصیات بلکہ ایک قسم کا استحقاق ظاہر کر کے ذرا بے تکلف ہو کر حاجت مانگتا ہے مطلب یہ کہ میں نے طریق ناز سے رویت کی درخواست کی اس نے میری درخواست طول ہو کر (یعنی ناپسند کر کے) مجھ سے بہانہ کر دیا (یعنی فردائے قیامت کا وعدہ کیا) پھر میں نے اس کو یعنی اس کی رویت کو (نیاز کے طریق سے بلا ملال یعنی نہایت شوق سے طلب کیا یہ بھی ایک طریق دعا کا ہے کہ عجز وانکسار سے حاجت مانگے منشا اس کا ہیبت ہے اس نے اپنے ناز ودلال سے یعنی غنائے محبوبانہ سے) مجھ سے بہانہ کر دیا (بہانہ کے معنی ابھی گزر چکے ہیں میں نے عرض کیا کہ آخر تو یہ عقل وجان آپ کی معرفت وشوق میں غرق ہے پھر اس کو کیوں محروم فرمایا جاتا ہے (محبوب نے جواب دیا کہ چل چل مجھ پر ایسے افسون مت پڑھ (یعنی ایسی طمع باتیں مت کر کیونکہ عقل وجان میری رویت کے مقابلہ میں کیا چیز ہے جس کے عوض رویت کا طالب ہوتا ہے) میں نہیں سمجھتا تو نے کیا سوچ رکھا ہے (یہ کنایہ ہے اس سے کہ تیرا خیال بیہودہ ہے قابل التفات نہیں اے دودیدہ (یعنی بیہودہ دو) تو نے محبوب کو (یعنی مجھ کو) کیا سمجھ رکھا ہے (کہ بے دھڑک میری رویت کا طالب ہوتا ہے اور دودیدہ اس وجہ سے کہا کہ غرق ست ایں عقل وجان سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تیری نظر میں اپنی ہستی بھی ہے تو گویا ایک آنکھ سے مجھ کو دیکھتا ہے اور ایک آنکھ سے اپنے کو اور یہ خود ایک نقصان ہے اور اس کے ساتھ میری رویت کی طلب' اے کاہل تو نے مجھ کو بے قدر سمجھ رکھا ہے کہ مجھ کو مفت دیکھنا چاہتا ہے وجہ یہ ہے کہ میں تجھ کو مفت مل گیا ہوں اور یہ ظاہر ہے کہ خدائے تعالیٰ کی رضا اور معیت میں کچھ دام تھوڑا ہی خرچ ہوتے ہیں بلکہ جیسا مجاہدہ اس مطلوب کے لئے مناسب ہے اتنا بھی نہیں ہو سکتا اور فضل ہو جاتا ہے آگے اس وجہ مذکور کی تائید میں ایک قاعدہ کلیہ کا بیان ہے کہ (جو شخص کسی چیز کو ارزاں لیتا ہے وہ ارزان دے بھی دیتا ہے۔ (اور اس کی قدر نہیں کرتا) چنانچہ بچہ نادان قیمتی موتی کو ایک قرص نان کے عوض میں دے دیتا ہے۔ (یہاں تک جواب ہے محبوب کا)

غرق عشقے شو کہ غرق ست اندریں	عشقہائے اولین و آخریں
عشق میں ڈوب جا کہ اس میں غرق ہیں	اگلے پچھلوں کے عشق
مجملش گفتم نکردم من بیاں	ورنہ ہم افہام سوزد ہم زباں
میں نے اس کو مجملاً بتایا' میں نے تفصیل نہیں کی	ورنہ عقلیں جل جائیں اور زبان بھی
من چو لب گویم لب دریا بود	من چو لا گویم مراد الا بود
میں جب لب کہتا ہوں (مطلب) لب دریا ہوتا ہے	میں جب لا کہتا ہوں تو الا مراد ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

من ز شیرینی نشینم رو ترش	من ز بسیاری گفتارم خمش
میں مٹھاس سے ترش رو ہو کر بیٹھ جاتا ہوں	میں اپنی باتوں کی کثرت کی وجہ سے چپ ہو جاتا ہوں
تا کہ شیرینی ما از دو جہان	در حجاب رو ترش باشد نہان
تا کہ ہماری مٹھاس دونوں جہاں میں	ترشروئی کے پردہ میں پوشیدہ رہے
تا کہ در ہر گوش ناید ایں سخن	یک ہمی گویم ز صد سر لدن
تا کہ ہر کان میں یہ بات نہ آئے	علم لدنی کے سو رازوں میں سے ایک کہہ دیتا ہوں

(یہ ارشاد ہے مولانا کا مکالمات فیما بین خود و محبوب کا بیان کر کے سامع کو ترغیب دیتے ہیں کہ یہ سب دولت بدولت عشق کے ہے تم کو بھی چاہئے کہ ایسے عشق میں غرق ہو جاؤ جس میں سب اولین و آخرین کے عشق غرق ہیں یعنی عشق الٰہی میں کہ سب اولین و آخرین اس میں غرق ہیں اور ایک نسخہ میں غرق عشقی ام ہے اس سے بھی مقصود یہی ہے کہ دیکھو میں ایسے عشق میں غرق ہوں جس سے یہ دولت عطا ہوئی تم کو بھی سن کر رغبت چاہئے اب آگے فرماتے ہیں کہ کوئی شخص میرے بیان مذکور سے یوں نہ سمجھے کہ بس مقام مشاہدہ و معائنہ میں یہی معاملات ہوئے ہوں گے جو مذکور ہوے کیونکہ) میں نے اس کو بہت مجمل کہا ہے مفصل بیان نہیں کیا ورنہ (مخاطبین کے) افہام اور متکلم کی) زبان سب جل بھن جاتے (کیونکہ یہ امور ذوقی و وجدانی ہیں زبان اس کے بیان اور فہم اس کے ادراک سے عاجز ہیں اور ظاہر ہے کہ جو شخص کسی شے کے تحمل سے عاجز ہو اور وہ اس کا قصد کرے بجز ہلاکت کے اور کیا ثمرہ ہے آگے اس کا بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس کی تفصیل کا اخفا قولاً بھی کیا اور عملاً بھی قولاً تو اس طرح کہ میں جب لفظ لب بولتا ہوں (مثلاً) تو مراد لب دریا ہوتا ہے اور جب لفظ لا کہتا ہوں تو مراد الا ہوتا ہے (مطلب یہ کہ رموز اشارات میں کلام کرتا ہوں جس طرح کوئی لب بول کر لب دریا مراد لیا کرے کسی کو کیا پتہ چلے گا اور لا کلمہ نفی کا ہے مراد اس سے حادث کہ اصل میں معدوم ہے اور الا کلمہ استثناء کا ہے جو بعد نفی کے موضوع ہے واسطے اثبات کے مراد اس سے قدیم کہ اس کا وجود اصلی ہے مطلب یہ کہ حادث کی مثال میں قدیم کا راز بیان کرتا ہوں سامع مثال کو مقصود سمجھتا ہے اور میرا مقصود ممثل ہوتا ہے (یہ تو اخفائے قولی ہے اور اخفائے عملی یہ ہے کہ) میں شیرینی کھا کر رو ترش ہو کر بیٹھ جاتا ہوں (کہ ناظر سمجھے ترشی کھائی ہے) میں کثرت مضامین سے خاموش ہو بیٹھتا ہوں (کہ ناظر سمجھے ان کو کوئی بات معلوم نہیں یعنی اپنی حالت ایسی بنائے رکھتا ہوں کہ کسی کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ صاحب حال و صاحب ذوق ہوں گے یہ اخفائے عملی ہے اور غرض اس اخفاء سے یہ ہے) تا کہ ہماری شیرینی (یعنی ذوق اسرار) دونوں جہان والوں سے (یعنی جن و انس سے) رو ترشی (یعنی خاموشی) کے حجاب میں پوشیدہ رہے اور اس غرض سے کہ ہر کان میں یہ بات نہ پہنچے سینکڑوں اسرار لدنیہ سے کوئی ایک آدھ بات کہہ دیتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تفسیر قول حکیم سنائی روح اللہ روحہٗ

حکیم سنائی کے قول کی تفسیر خدا ان کی روح کو راحت دے

بہر چہ از راہ وا مانی چہ کفر آں حرف و چہ ایماں　　بہر چہ از دوست دور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

ودر معنیٰ قول النبی علیہ السلام ان سعداً لغیور و انا اغیر من سعد اللہ اغیر منی و من غیرتہ حرم الفواحش ما ظہر منہا و ما بطن .الی اٰخرہٖ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے معنی کہ سعد بیشک غیرتمند ہے اور میں اس سے بھی زیادہ غیرتمند ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرتمند ہے اور اللہ نے اپنی غیرت کی وجہ سے تمام کھلی اور ڈھکی بدکاریوں کو حرام قرار دیا ہے۔

جملہ عالم زاں غیور آمد کہ حق	برد در غیرت بریں عالم سبق
تمام دنیا اس لئے غیرت مند بنی کہ اللہ تعالیٰ	غیرت میں اس دنیا پر سبقت لے گیا ہے
او چو جان ست و جہاں چوں کالبد	کالبد از جان پذیرد نیک و بد
وہ جان کی طرح ہے اور دنیا جسم کی طرح	جسم، جان سے نیکی اور بدی قبول کرتا ہے
ہر کہ محراب نمازش گشت عین	سوئے ایماں رفتنش می داں تو شین
جس کی نماز کی محراب ذات ہو	اس کا ایمان کی طرف جانا تو عیب سمجھ
ہر کہ شد مر شاہ را او جامہ دار	ہست خسراں بہر شاہش اتجار
جو بادشاہ کا مہتمم توشہ خانہ ہو	اس کا بادشاہ کے لئے تجارت کرنا ٹوٹے کی بات ہے
ہر کہ با سلطاں شود او ہمنشیں	بر درش شستن بود حیف و غبیں
جو بادشاہ کا ہمنشیں ہو	اس کا دروازہ پر بیٹھنا قابل افسوس اور نقصان کی بات ہے
دست بوسش چوں رسید از بادشاہ	گر گزیند بوس پا باشد گناہ
جب اس کو بادشاہ کی دست بوسی حاصل ہو گئی	اگر پابوسی اختیار کرے تو گناہ ہو گا
چوں بیابی دست گرد پا مگرد	ہست سر بازی نشان مرد مرد
جب تو ہاتھ پالے پیر کے چکر نہ کاٹ	سر دینا بڑے بہادر کی علامت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ سر بر پانہادن خدمت ست	پیش آں خدمت خطا وزلت ست
اگرچہ پیروں پر سر رکھ دینا خدمت ہے	(لیکن) اس خدمت کے مقابلہ میں غلطی اور لغزش ہے
شاہ را غیرت بود بر ہر کہ او	بوگزیند بعد ازاں کہ دید رو
بادشاہ کو اس پر غیرت آئے گی جو	خوشبو اختیار کرے جبکہ چہرہ دیکھ لیا ہے
غیرت حق بر مثل گندم بود	کاہ خرمن غیرت مردم بود
اللہ کی غیرت' گیہوں جیسی ہے	انسانوں کی غیرت بھوسے کی طرح ہے
اصل غیرتہا بدانید از اللہ	آں خلقاں فرع حق بے اشتباہ
غیرتوں کی جڑ خدا سے سمجھو	بلاشبہ مخلوق کی غیرت خدا کی غیرت کی شاخ ہے

اوپر کے اشعار میں ذکر تھا کہ عارف کتمان اسرار کرتا ہے اب بتلاتے ہیں کہ اس کی وجہ غیرت ہے اور زبان وفہم کا متحمل نہ ہونا اس غیرت ہی کا اثر ہے جیسا شعر آئندہ

ع جملہ عالم زان غیور آمدہ سے واضح ہے اور اس سرخی سے بھی یہی مقصود ہے چنانچہ اسی وجہ سے فضیلت غیرت میں حدیث لائے ہیں اور حکیم سنائی کا قول لانے کی وجہ یہ ہے کہ بعد امر ظاہرا قبیح نہیں ہوتا مگر غیرت الٰہی اس کو اس لئے پسند نہیں کرتی کہ اس میں کسی امر احسن واہم کا ترک لازم آتا ہے پس وہ اس اعتبار سے قبیح ہو جاتا ہے مثلاً ایک شخص جس کے ذمہ حج فرض نہیں ہے اور بندگان خدا کی اصلاح وتربیت نفس کی خدمت اس سے جاری ہے وہ اس کو چھوڑ کر سفر حج کرے ہر چند کہ حج امور دین وایمان سے ہے مگر اس حالت خاصہ میں چونکہ اس میں اس سے بڑے مامور بہ کا ترک لازم آتا ہے اور اس وجہ سے وہ موجب بعد عن اللہ ہے اس لئے وہ قبیح وناپسند ہوگا۔ یہ معنے ہیں تعلیم چہ کفران حرف وچہ ایمان کے اسی طرح چہ زشت آن نقش وچہ زیبا کے۔

ان اشعار میں بیان ہے کہ غیرت حق اور محل غیرت کا جس میں تحقیق ہے علت کتمان اسرار کی) یعنی تمام عالم اس وجہ سے غیور ہے کہ حق تعالیٰ صفت غیرت میں سب سے سابق ہیں (پس اس صفت کا فیض مخلوق کو عطا فرمایا سب غیور ہو گئے اور اس سے یہ لازم نہ سمجھا جاوے کہ جتنی صفات مخلوق میں ہیں ویسی ہی حق تعالیٰ میں ہونا چاہئیں اور اگر حق تعالیٰ میں نہیں ہوں گی تو مخلوق میں کہاں سے آویں گی۔ یہ سمجھنا اس لئے غلط ہے کہ مخلوق میں بعض صفات ذلت ونقص کے ہیں جن سے حق تعالیٰ منزہ ہے اور وہ صفات مخلوق میں حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہیں البتہ ایجاد کا طریقہ بعض صفات میں اتفاق سے یہی ہے کہ اپنی صفات کا فیض نازل فرمایا جیسا غیرت میں واقع ہے) حق تعالیٰ کی مثال روح کی سی ہے اور تمام عالم کی مثال جسم کی سی ہے اور جسم میں جو کچھ صفات کمال یا نقص کے ہیں سب روح کی بدولت ہیں۔ (تشبیہ محض تاثیر وتاثر میں ہے نہ دوسری صفات میں یعنی حق تعالیٰ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایجاد و تاثیر سے عالم میں غیرت پیدا ہو گئی آگے چند مثالیں دے کر محل غیرت کا بیان کرتے ہیں (مثال اول) جس شخص کی محراب نماز (یعنی قبلہ توجہ) عین ذات حق ہو (یعنی جو شخص مقام معائنہ میں ہو جو عبارت ہے التفات الی الذات المحضہ سے) اس کو ایمان (استدلالی) کی طرف آنا عیب کی بات ہے (کیونکہ استدلال معائنہ سے کمتر ہے اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کی طرف آنا ظاہر ہے کہ تنزل ہے اور ایمان سے مراد مطلق ایمان نہیں کیونکہ وہ تو مقام معائنہ میں بھی حاصل ہے (مثال دوم) جو شخص بادشاہ کا جامہ دار خاص ہو جاوے اس کو کپڑوں کی تجارت کرنا گو بادشاہ ہی کے لئے ہو سخت خسران ہے (مثال سوم) جو شخص بادشاہ کا ہم نشین ہو اس کو دروازہ پر بیٹھنا بڑا ظلم اور زیاں کاری ہے (مثال چہارم) جس شخص کو بادشاہ کی دست بوسی میسر ہو جاوے اگر وہ پابوسی کو اختیار کرے سخت گناہ ہے گو بادشاہ کے قدم پر سر رکھ دینا یہ بھی فی نفسہ بڑی خدمت ہے مگر اس خدمت دست بوسی کے سامنے نری خطا اور لغزش ہے (اب مثالوں کے بعد محل غیرت کا بیان فرماتے ہیں کہ) بادشاہ حقیقی کو اس شخص پر غیرت ہوتی ہے جو کہ رو (یعنی حقیقت) دیکھنے کے لئے بعد بو کو (یعنی اثر کو) اختیار کرے (حقیقت بینی سے مراد مقام معائنہ ہے اور اثر سے مراد حکایت و تقریر ہے کہ مثل اثر کے دال ہے محکی عنہ پر مطلب یہ کہ اسرار کے بیان تفصیل میں محبوب حقیقی کو اس وجہ سے غیرت ہے کہ اس میں حال کو چھوڑ کر قال کو اختیار کرنا جس میں بقاعدہ النفس لا توجہ الی شیئین فی آن واحد ضرور ہے ہے۔ کہ مشغولی بیان کے وقت اس حضوری و معیت ذوقی میں کمی ہوگی اور یہی غیرت کا سبب ہے اس لئے میں نے تفصیلی بیان نہیں کیا اور اجمالی بیان میں یہ امر لازم نہیں آتا کیونکہ مشاہدہ سے ثابت ہوا کہ ناتمام بیان کے لئے زیادہ توجہ کی حاجت نہیں جو موجب ہو دوسری طرف سے توجہ منقطع ہونے کا اور بیان تام و کافی بدون توجہ تام کے ہوتا نہیں اس لئے مولانا کے اجمالی بیان پر شبہ نہیں ہو سکتا) حق تعالیٰ کی غیرت مثال گندم کے ہے اور خلق کی غیرت مثل بھوسہ کے (وجہ تشبیہ کی صرف اصل ہونا اور تابع ہونا ہے چنانچہ خود آگے فرماتے ہیں کہ) سب غیرتوں کی اصل حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھو اور غیرت خلائق کو بلا اشتباہ تابع غیرت حق کے سمجھو۔

شرح ایں بگذارم و گیرم گلہ	از جفائے آں نگارے دہ دلہ
اس کی شرح چھوڑتا ہوں' شکوہ شروع کرتا ہوں	اس دس دل والے محبوب کی جفا کا
نالم ایرانا لہا خوش آیدش	از دو عالم نالہ و غم بایدش
اس لئے روتا ہوں کہ اس کو رونا اچھا لگتا ہے	دونوں جہاں کی جانب سے اس کو رونا پسند آتا ہے
چوں ننالم تلخ از دستان او	چوں نیم در حلقۂ مستان او
اس کے ناز و انداز کی وجہ سے کڑوے آنسو کیوں نہ بہاؤں	اس کے عاشقوں کے حلقے میں کیوں نہ داخل ہوں؟
چوں نباشم ہمچو شب بے روز او	بے وصال روئے روز افروز او
اس کے دن کے بغیر میں رات کی طرح کیوں نہ ہو جاؤں	اس کے دن کو روشن کرنے والے چہرہ کے وصال کے بغیر

www.besturdubooks.wordpress.com

(ان اشعار میں رجوع ہے مضمون سابق یعنی بیان طلب رویت کی طرف جیسا اوپر فرمایا تھا من دلش جستہ الخ اور درمیان میں مضمون غیرت کا جملہ معترضہ تھا پس فرماتے ہیں کہ) میں اس مضمون غیرت کی شرح چھوڑتا ہوں اور اس محبوب وہ دلہ (یعنی صاحب تجلیات وشیون کثیرہ) کے جفا (یعنی استغناء وانکار رویت) کی شکایت (جیسے حکایت پھر شروع کرتا ہوں اور میں اس لئے آہ ونالہ کرتا ہوں کہ محبوب کو نالہ وفریاد پسند ہے جن وانس سے نالہ وغم ان کو مطلوب ہے (مراد نالہ وغم سے شوق ومحبت وطلب ہے ان چیزوں کے مطلوب ومامور بہ ہونے میں شبہ نہیں اور علاوہ پسندیدگی نالہ کے یہ بھی وجہ ہے کہ) میں محبوب کی دستان سے کیونکہ نالاں نہ ہوں جبکہ میں اس کے حلقہ مستان میں داخل نہ ہوں زدستان بمعنی مکر مراد اس سے کچھ تجلی دکھلا کر رویت نہ کرانا جس طرح مکر میں کچھ بات ظاہر کر دیتے ہیں کچھ چھپا لیتے ہیں اور حلقہ مستان سے مراد مشغولان رویت مطلب ظاہر ہے کہ چونکہ رویت نہیں ہوتی اس لئے نالاں ہوتا ہوں میں کیونکہ شب کی طرح تیرہ ومکدر نہ ہوں جبکہ روز یعنی محبوب کے روئے روز افروز کا وصال نصیب نہ ہو۔

ناخوش او خوش بود در جان من	جان فدائے یار دل رنجان من
اس کی جانب سے ناگوار میری جان کو گوارا ہے	دل دکھانے والے یار پر میری جان قربان ہے
عاشقم بر رنج خویش و درد خویش	بہر خوشنودی شاہ فرد خویش
میں اپنے رنج اور اپنے درد کا عاشق ہوں	اپنے بے مثال شاہ کی خوشنودی کے لئے
خاک غم را سرمہ سازم بہر چشم	تاز گوہر پر شود دو بحر چشم
میں غم کی خاک کو آنکھوں کے لئے سرمہ بناتا ہوں	تاکہ آنکھوں کے دونوں سمندر موتیوں سے بھر جائیں
اشک کاں از بہر او بارند خلق	گوہرست و اشک پندارند خلق
لوگ جو آنسو اس کے لئے بہاتے ہیں	موتی ہیں لوگ ان کو آنسو سمجھتے ہیں
من ز جان جاں شکایت میکنم	من نیم شاکی روایت میکنم
میں جان جاناں کی شکایت کرتا ہوں	میں شاکی نہیں ہوں بیان کر رہا ہوں
دل ہمی گوید ازو رنجیدہ ام	وز نفاق سست میخندیدہ ام
دل کہتا ہے میں اس سے رنجیدہ ہوں	کمزور نفاق سے میں ہنستا ہوں

یہ اشعار ہم مضمون ہیں اوپر کے اس شعر نالم ایرا نالہا خوش آیدش مطلب یہ کہ) محبوب کی جانب سے جو امر پیش آوے گو وہ اپنی طبیعت کے خلاف اور طبیعت کو ناخوش ہی کیوں نہ ہو مگر وہ میری جان پر خوش وپسندیدہ ہے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے یار پر جو میری جان کو رنج دینے والا ہے اپنے دل کو قربان کرتا ہوں (مطلب یہ کہ نالہ وغم کو موجب کلفت طبع ہے مگر بوجہ اس کے کہ ان کے نزدیک پسندیدہ ہے جیسا اوپر کہا ہے نالہا خوش آیدش اس لئے میں بھی اس کو اختیار کرتا ہوں اور میں اپنے درد و رنج پر خوش ہوں کیونکہ اس میں میرے بادشاہ یکتا کی خوشنودی ہے میں خاک غم کو آنکھوں کا سرمہ بناتا ہوں تاکہ گوہر سے (یعنی آنسوؤں سے) دونوں دریا آنکھوں کے پر ہو جاویں (اور میں نے جو آنسو کو گوہر کہہ دیا اس پر تعجب مت کرو کیونکہ) جو آنسو کو حق تعالیٰ کے واسطے خلقت برساتی ہے وہ واقع میں (بہ اعتبار قدر کے) گوہر ہیں اگرچہ لوگ ان کو آنسو سمجھیں میں جان جان (یعنی محبوب حقیقی سے شکایت کر رہا ہوں (کہ میری درخواست رویت کو پورا نہیں فرماتے) اور واقع میں شکایت نہیں کرتا ہوں (کیونکہ شکایت تو ناراضی سے پیدا ہوتی ہے اور نعوذ باللہ محب ناراض کب ہو سکتا ہے) محض روایت (یعنی حکایت) کرتا ہوں (گو الفاظ سے شکایت معلوم ہوتی ہے) میرا دل یوں کہتا ہے کہ میں محبوب حقیقی سے رنجیدہ ہوں (یعنی درخواست رویت منظور نہ ہونے سے مجھ کو رنج پہنچتا ہے اور مجھ کو (اپنے دل کے) نفاق سست سے ہنسی آتی ہے (کیونکہ اندر سے محبوب کی رضا پر راضی ہے اور اوپر سے یہ باتیں بناتا ہے اسی لئے اس کو نفاق کہہ دیا اور سست اس لئے کہا ہے کہ نفاق شدید وہ ہے کہ باطن میں مخالفت ہو اور ظاہر میں موافقت اور یہاں اس کا عکس ہے اس لئے شدید نہ ہوا پس ضعیف و سست ہوا۔

راستی کن اے تو فخر راستاں	اے تو صدر و من درت را آستاں
اے وہ ذات کہ تو سچوں کا فخر ہے سیدھا چل	اے وہ کہ تو صدر ہے اور میں تیرے در کی دہلیز ہوں
آستان و صدر در معنیٰ کجاست	ما و من کو آں طرف کو یار ماست
حقیقتاً آستان اور صدر کہاں ہے؟	جہاں ہمارا یار ہے وہاں "ما و من" کہاں ہے؟
اے رہیدہ جان تو از ما و من	اے لطیفہ روح اندر مرد و زن
اے وہ کہ تیری ذات "ما و من" سے آزاد ہے	اے! مرد اور عورت میں لطیفۂ روح
مرد و زن چوں یک شوند آں یک توئی	چونکہ یکہا محو شد آں تک توئی
مرد و زن جب ایک ہو جائیں وہ ایک تو ہی ہے	جب سب مٹ جائیں اب تو وہی ہے
ایں من و ما بہر آں برساختی	تا تو باخود نرد خدمت باختی
اس "من و ما" کو تو نے اس لئے بنایا ہے	تاکہ تو خدمت کی بازی کھیلے
تا تو ما و تو زیک جوہر شوی	عاقبت محض چناں دلبر شوی
جب تو "ما و تو" ایک جوہر بن جائے گا	بالآخر اسی طرح خالص دلبر ہو جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا من و تو باہمہ یک جاں شوند	عاقبت مستغرق جاناں شوند
جب "من و تو" سب ایک جان ہو جائیں گے	انجام کار جاناں میں فنا ہو جائیں گے

(اس میں پھر درخواست ہے انکشاف تام یعنی رویت کی مطلب یہ ہے کہ) اے محبوب آپ کو تخر راستان ہیں (کما قال تعالیٰ ومن اصدق من اللہ قیلا) میرے ساتھ معاملہ راستی کا برتاؤ کیجئے (یہاں راستی مقابل دستان کے ہے جو اس شعر میں مذکور ہے چون تمام تلخ از دستان وا لخ جس سے مراد عدم انکشاف تام ہے جیسا اس شعر کی شرح میں گزر چکا ہے پس راستی سے مراد انکشاف تام ہوگا یعنی مجھ کو رویت نصیب کر دیجئے) آپ صدر ہیں اور میں آپ کے دروازہ کا ارتان ہوں (تشبیہ صرف متبوع اور تابع ہونے میں ہے پس کوئی اشکال نہیں چونکہ اس میں اپنی ہستی کا بھی دعویٰ ہے گو مرتبہ متبعیت میں سہی اور یہ استقلالاً واقع کے خلاف ہے اور التفاتاً ذوق فناء کے خلاف ہے لہٰذا اس سے اضراب کرتے ہیں کہ) آستان وصدر معنی میں کہاں ہیں ما ؤ من (یعنی ممکنات) کی ہستی کہاں ہے جہاں ہمارے محبوب کی ہستی ہو (معنی سے مراد ہستی حق اس کو معنے بمعنے مقصود کے کہہ دیا جیسا اس قول میں ہے فالکل عبارۃ وانت المعنی مراد یہ کہ اوپر جو صدر کے مقابلہ میں آستانہ کو موجود کہا تو آستانہ کی ہستی کہاں ہے جس کا اثبات کر کے کہا جاوے کہ موجود حقیقی صدر ہے اور موجود ممکن آستان ہے یعنی ممکنات کا وجود استقلالاً واقع میں اور التفاتاً صاحب فناء کی نظر میں معدوم محض ہے چنانچہ مصرعہ ثانی میں اس کی تصریح ہے) اے محبوب آپ کی ہستی ماؤ من سے منزہ ہے اور آپ مثل لطیفہ روح کے ہیں جو مرد وزن میں ہوتی ہے (یعنی جس طرح ابدان کی حیات روح سے ہے اسی طرح آپ قیوم عالم ہیں اور قائم بالذات حقیقۃً واقع میں اور صورۃً نظر صاحب فناء میں کوئی نہیں) مرد وزن جب سب واحد ہو جاویں وہ واحد آپ ہی ہیں اور جب سب واحد محو ہو جاویں ان کے محو ہو جانے کے بعد جو چیز رہے گی وہ آپ ہی ہیں موجودات کثیرہ میں ایک تمایز عرضی ہوتا ہے جیسا مرد وزن اور ایک تمایز ذاتی ہوتا ہے جیسا انسان وغیر انسان میں مثلاً پس اختلاف عرضی کے ارتفاع سے اشتراک فی الذاتیات باقی رہتا ہے اور جب اختلاف ذاتی بھی مرتفع ہو جاوے تو موجودات کثیرہ ہی باقی نہیں رہتے کیونکہ کثرت واثنیت کو تمایز لازم ہے اور وہ منحصر ہے عرضی اور ذاتی میں جب دونوں قسمیں مرتفع ہو گئیں تو مقسم یعنی تمایز مرتفع ہو گیا اور جب تمایز کہ لازم ہے مرتفع ہو گیا تو ملزوم یعنی کثرت واثنینیت بھی مرتفع ہو گئی پس مصرعہ اولیٰ میں ارتفاع اختلاف عرضی کا بیان ہے جس کو مرد وزن کے واحد ہونے سے تعبیر کیا ہے یعنی اختلاف عرضی کے ارتفاع سے نوع واحد رہ جاوے اور مصرعہ ثانیہ میں ارتفاع اختلاف ذاتی کا بیان ہے یعنی جب وہ سب انواع جن کو یک ہا کہہ دیا ہے مرتفع ہو جاویں تو کثرت ہی مرتفع ہو جاوے اور چونکہ ایک ممکن کے رہنے سے بھی اس کو واجب سے تمایز ضروری ہوگا اور تمایز مرتفع مان رکھا ہے اس لئے لازم آیا کہ باقی موجود حقیقی ہی رہ جاوے گا اور مصرعہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اولی میں آن یک تو ئی میں مجاز ہے جس میں وحدت اصطلاحیہ بمعنے اضمحلال وجود ممکن کو اتحاد سے تعبیر فرمایا ہے مطلب یہ کہ واقع میں یا التفات میں کثرت کا مرتفع ہونا مستلزم بقائے وحدت کو ہے۔

یہ سب ما و من آپ نے اس لئے بنائے ہیں کہ اپنے ساتھ خدمت کی نرد بازی فرمائی ہے (خدمت سے مراد یہی معنے متعارف ہیں کہ خلائق میں دین یا دنیا کے کاروبار جاری ہیں مطلب یہ کہ موجود حقیقی تو واحد ہی ہے یہ موجودات عارضی محض اس لئے ایجاد کئے ہیں کہ بمقتضائے حکمت ان سے کچھ کام لینا ہے اور چونکہ ممکنات کا استقلال وجود باطل ثابت ہو چکا ہے اس لئے بناءً علی الاتحاد الاصطلاحی واحد حقیقی کو مجازاً خادم و مخدوم کہہ دیا ولا مشاحۃ فی الاصطلاح) یہاں تک کہ ایک وقت میں آپ ما و تو (یعنی موجودات متکثرہ) کے ساتھ ایک ذات ہو جاوینگے اور پایاں کار میں خالص ویسے ہی دلبر (جیسے پہلے تھے ہو جاویں گے (ایک ذات سے مراد وہی اتحاد اصطلاحی اور ویسے ہی سے اشارہ ہے کہ کان اللہ ولم یکن مع شئی مراد یہ ہے کہ سب فانی ہو کر آپ باقی رہ جاوینگے خواہ واقع میں مراد ہو جیسا نفخ صور کے وقت ہو گا خصوصاً ان علماء کے قول پر جو کہتے ہیں کہ ایک لحظہ کے لئے کوئی بھی نہ رہے گا اور جنہوں نے بعض اشیاء کو نفس فناء سے مستثنیٰ کہا ہے ان کے نزدیک اضمحلال وجود حکم فناء میں ہے اور گو وحدت بمعنی اضمحلال وجود غیر اب بھی ثابت ہے مگر اس وقت یہ اضمحلال مشاہدہ سے ثابت ہو جائے گا کہ طریان عدم بطلان قدم کو مستلزم ہے اور یا یہ مراد ہو کہ نظر سالک فانی میں یہ اتحاد اصطلاحی منکشف ہو جاتا ہے اور یہی تفصیل ہے شعر آئندہ میں جس میں فرماتے ہیں کہ (یہ من و ما سب ایک ذات ہو جاوینگے اور انجام کار محبوب (کے انوار عظمت و جلال) میں سب غرق اور محو ہو جاویں گے (جس کے لئے استہلاک لازم ہے)

ایں ہمہ ہست و بیا اے امر کن	اے منزہ از بیان و از سخن
یہ سب کچھ ہے اور آ جا اے حاکم	اے وہ (ذات) جو بیان اور کلام سے پاک ہے
چشم جسمانی تواند دیدنت	در خیال آرد غم و خندیدنت
جسمانی آنکھ تجھے نہیں دیکھ سکتی ہے	تجھے خیال میں لا سکتا ہے غم اور ہنسنا؟
دل کہ او بستہ غم و خندیدن ست	تو بگو کے لائق آں دیدن ست
وہ دل جو غم اور ہنسی سے وابستہ ہے	تو بتا وہ دیدار کے قابل ہے؟
آنکہ او بستہ غم و خندہ بود	او بدیں دو عاریت زندہ بود
جو غم اور ہنسی سے مقید ہو	وہ ان دونوں عارضی چیزوں سے زندہ رہتا ہے
باغ سبز عشق کو بے منتہاست	جز غم و شادی درو بس میوہاست
عشق کا سبز باغ جو دائمی ہے	اس میں غم اور خوشی کے علاوہ بہت سے میوے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

عاشقی زیں ہر دو حالت برتر ست	بے بہار و بے خزاں سبز و تر ست
عاشقی ان دونوں حالتوں سے بلند و بالا ہے	(وہ) بے بہار اور بے خزاں سبز اور تر ہے

(اس میں پھر عود ہے درخواست رویت کی طرف یعنی) یہ تو ساری باتیں ہیں ہی اے محبوب جو کہ حکم کرنے والا ہے تم آ جاؤ یعنی (جلوہ فرماوو) اور تم بیان اور سخن سے منزہ ہو (آگے غلبہ سے کچھ افاقہ پا کر رویت کا دار دنیا میں ممتنع ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) بھلا چشم جسمانی کہیں آپ کو دیکھ سکتی ہے یا (مقید) غم وخندید آپ کو خیال میں لاسکتا ہے جو دل کہ غم وخندہ کا مقید ہو (اے مخاطب) تم ہی بتلاؤ وہ اس رویت کے لائق کب ہو سکتا ہے (یعنی اس حیات میں روایت نہ چشم سے ہو سکتی ہے اور نہ قلب سے شعر اول کے مصرعہ اول میں اول کی نفی ہے اور مصرعہ ثانی میں جس کی تفسیر شعر ثانی ہے ثانی کی نفی ہے۔ اور غم وخندہ سے مراد کیفیات طبعیہ ہیں یعنی مقید بالا حکام الطبیہ قابل روایت نہیں اور ظاہر ہے کہ دنیا میں یہ تقیید لازمی ہے البتہ دار آخرت میں یہ تقیید طبعیات کی نہ رہے گی اس وقت رویت کا تحمل ہوگا چنانچہ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ) جو شخص مقید غم وخندہ کا ہوتا ہے وہ ان دونوں عاریتی (وفانی) کیفیتوں کے ساتھ زندہ رہتا ہے (یعنی یہ کیفیات لازمہ حیات دنیویہ ہوتی ہیں) اور عشق ومحبت الٰہی جس کی کہیں انتہا نہیں اس کا ہرا بھرا جو باغ ہے اس میں اس غم وشادی کے سوا اور بہت سے میوے ہیں بے منتہا سے شارہ ہے طرف دار آخرت کے کہ وہ اور اس کے عطایا و نعم سب بے منتہا ہیں مطلب یہ کہ حیات اخرویہ میں محب میں یہ کیفیات طبعیہ نہ ہوں گی بلکہ بجائے ان کے دوسرے ثمرات وکمالات ہوں گے جن کی بدولت تحمل رویت کا ہو جاوے گا) اور واقع میں عاشق (فی نفسہ) ان دونوں حالتوں سے اعلیٰ ہے نہ اس میں یہ بہار ہے نہ خزاں ہے بدون اس کے وہ سبز وشاداب ہے (یعنی خود عشق کے لئے یہ کیفیات لازم نہیں ہیں کہ انفکاک محال ہو بلکہ یہ کیفیات جن کو بہار وخزاں سے تعبیر کیا ہے اس عالم کی خصوصیات عارضہ سے ہیں اور یہی مانع رویت ہیں اس عالم میں سے زائل ہو جاویں گی اسی لئے یہ کہا ہے کہ یہ باغ وہاں ہمیشہ سبز وشاداب رہے گا۔

وہ زکوٰۃ روئے خود اے خوبرو	شرح جان شرحہ شرحہ باز گو
اے (محبوب) خوبرو اپنے مکھڑے کی زکوٰۃ عطا کر	پارہ پارہ جان کی شرح پھر کر دے
کز کرشمہ غمزۂ غمازۂ	بردلم بنہاد داغ تازۂ
غمخور ناز کے انداز سے	اس نے میرے دل پر تازہ داغ لگا دیا ہے
من حلالش کردم از خونم بریخت	من ہمی گفتم حلال او میگریخت
میں نے اس کے لئے حلال کر دیا اگر وہ میرا خون بہائے	میں حلال حلال کہتا رہا وہ گریز کرتا رہا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں گریزانی زنالہ خاکیاں	غم چہ ریزی بر دل غمناکیاں
خاکساروں کے نالہ سے تو کیوں گریزاں ہے؟	غمگینوں کے دل پر کیوں غم پاشی کرتا ہے؟
ایکہ ہر صبحیکہ از مشرق بتافت	ہمچو چشمہ مشرقت در جوش یافت
اے محبوب! ہر صبح جو مشرق سے نمودار ہوئی	اس نے مشرق کے سورج کی طرح تجھے تاباں پایا
چہ بہانہ مید ہی شیدات را	اے بہانہ شکر لبہات را
اپنے عاشق سے تو کیوں بہانے کرتا ہے	اے وہ (محبوب) جس کے ہونٹوں کی شکر کی کوئی قیمت نہیں ہے
اے جہان کہنہ راتو جان نو	از تن بیجان و دل افغاں شنو
اے (محبوب) پرانی دنیا کی تو تازہ جان ہے	بے جان اور بے دل جسم کی فریاد سن لے

(اور افاقہ کی حالت میں امتناع رویت متحضر ہو گیا تھا مگر پھر فنا کے غلبہ سے اشتیاق رویت کا تازہ ہوا اس لئے پھر عود کرتے ہیں درخواست رویت کی طرف پس فرماتے ہیں کہ) اے محبوب خوبرو اپنے روئے خوب کی زکوۃ دیدو (یعنے رویت کا جلوہ دکھادو اور اسی کو زکوۃ حسن کہا ہے) اور میری جان پارہ پارہ کا کچھ بیان کرو (کہ یہ اپنی تمنا کو کب پہنچے گی اور میں محبوب سے اس لئے دیدار کا طالب ہو رہا ہوں) کہ انہوں نے اپنے غمزہ غماز کے کرشمہ سے میرے دل پر ایک اور داغ تازہ رکھ دیا (غالباً اسی حالت فنا میں کوئی اور تجلی ہوئی ہے کرشمہ سے یہی مراد ہے جس سے اشتیاق مشتعل ہو گیا مگر چونکہ وہ بھی ناتمام ہے اس لئے حسرت و درد کا داغ قلب کو لگ گیا) میں محبوب کو حلال کرتا ہوں (یعنی اپنی رضا ظاہر کرتا ہوں) اگر وہ میرا خون ریختہ کر دیں (یعنی رویت سے مشرف کر دیں گو استہلاک ہو جاوے) میں تو حلال کردم کہتا جاتا تھا اور محبوب گریز کرتا تھا (یعنی میری درخواست کو قبول نہ کرتا تھا) اے محبوب خاک نشینوں کے نالہ سے گریز کس لئے کرتے ہو (یعنی ان کی عرض کو کیوں نہیں قبول کر لیتے) اور غمناکوں کے دل پر غم (حرمان دیدار) کیوں ڈالتے ہو اے محبوب جو ایسے ہیں کہ جو صبح مشرق سے طلوع کرتی ہے وہ آپ کو مثل چشمہ مشرق یعنی آفتاب کے جوش (یعنی کمال حسن) میں پاتی ہے (یعنی کسی وقت آپ کے حسن کو نقصان وزوال نہیں اور شعر آئندہ میں مقصود بالنداء مذکور ہے کہ) اپنے شیدا کو کیا بہانہ دیتے ہو (یعنی وعدہ کے انتظار پر صبر نہیں ہوتا) آپ ایسے ہیں کہ آپ کے شکریں لب (یعنی کلام بشارت) کی کوئی بہا یعنی قیمت نہیں اے محبوب کہ آپ اس عالم کہنہ (یعنی متغیر) کے اعتبار سے مثل جان تازہ کے ہیں (کہ آپ کی قیومی سے عالم قائم ہے اور الآن کما کان آپ کی شان ہے اور اسی لئے جان نو کہا گیا) اس تن بیجان و دل سے (یعنی عاشق سے جو جان و دل کھو بیٹھا اور محض پوست و استخوان رہ گیا) افغان سن لو (کہ دیدار مانگ رہا ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح گل بگزار از بہر خدا	شرح بلبل گو کہ شد از گل جدا
(اے دل) خدا کے لئے پھول کی تشریح چھوڑ	اس بلبل کی تفصیل بتا جو پھول سے جدا ہو گئی ہے
از غم و شادی نباشد جوش ما	باخیال و وہم نبود ہوش ما
غم اور خوشی سے ہمارا جوش (وابستہ) نہیں ہے	ہمارا ہوش خیال اور وہم سے (وابستہ) نہیں ہے
حالت دیگر بود کاں نادر ست	تو مشو منکر کہ حق بس قادر ست
ایک دوسری ہی حالت ہے جو کمیاب ہے	تو منکر نہ بن اللہ بہت قدرت والا ہے
تو قیاس از حالت انساں مکن	منزل اندر جور و در احساں مکن
تو انسان کی حالت پر قیاس نہ کر	ظلم و احسان میں ٹھاؤ نہ کر
جور و احساں رنج و شادی حادث ست	حادثاں میرند حق شاں وارث ست
ظلم اوراحسان رنج اور خوشی سب نو پیدا ہیں	نو پیدا چیزیں فنا ہو جاتی ہیں اور اللہ ان کا وارث ہے

بعد مخاطبات و مکالمات طویلہ کے جب رویت سے مایوسی ہوگئی اس لئے فرماتے ہیں کہ) گل کا بیان (یعنی محبوب کے دیدار کا بیان) رہنے دو (کیونکہ جس بات کی امید منقطع ہو اس کا ذکر بے فائدہ ہے) اب خدا کے واسطے بلبل (یعنی محب) کا بیان کرو جو اپنے محبوب سے جدا ہو گیا ہے (یعنی عاشق کی حالت بیان کرو کہ طالبوں کو نفع ہو آگے عشاق کا حال مذکور ہے کہ) ہمارا (یعنے عشاق کا ہوش قوت خیال و وہم سے نہیں ہے اور ہمارا جوش غم و شادی کی وجہ سے نہیں ہے (ہوش سے مراد علم اور جوش سے مراد حال مطلب یہ کہ عشاق کے علم و حال کو عوام الناس کے علم و حال پر قیاس مت کرو کیونکہ عوام کے علم کے اسباب حواس و عقل متوسط و اخبار ہیں و بس ہمارا علم جوذات و صفات کے ساتھ متعلق ہے اس کا سبب دوسری قوت باطنہ ہے جس کو قوت قدسیہ و عقل عالی کہتے ہیں اسی طرح عوام کی کیفیات قلبیہ کے اسباب یہی زمانہ کے واقعات غم و شادی ہیں اور ہماری کیفیات و حالات کے اسباب و ارادات غیبیہ ہیں جو بدولت نسبت باطنی و معیت حق کے قلب پر نازل ہوتے ہیں اسی کو شعر آئندہ میں حالت دیگر سے تعبیر فرماتے ہیں کہ) وہ ایک اور ہی حالت ہے کہ وہ نادر اور قلیل ہے اور تم (صرف اس وجہ سے کہ تم کو بوجہ عدم حصول کے اس کا ذوق نہیں) اس کا انکار مت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کی بڑی قدرت ہے (کہ ایک کو عطا فرما دیں اور دوسرے کو اس کا ادراک بھی نہ اس حالت دیگر کی شرح بھی اوپر آ چکی ہے اور نادر ہونا اس کا ظاہر ہے کہ سینکڑوں میں کسی ایک آدھ کو نصیب ہوتی ہے) تم (عاشق حق کی حالت کو) انسان کے (عاشق) کی حالت پر قیاس مت کرو اور صرف جور و احسان میں ڈیرہ مت ڈال دو یعنی انسان پر عاشق ہونے کے اسباب یہی صورت

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہری کا دیکھ لینا ہے اور اس کی لذت کا سبب محبوب کا احسان اور اس کے الم کا سبب محبوب کا جور ہے وہ بس بخلاف عاشق کے کہ اس کے عشق اور لذت والم کے اسباب ہی نرالے ہیں اور وہ امور دقیقہ ہیں آگے اس قیاس کے غلطی کی وجہ فرماتے ہیں کہ) جور و حسان (محبوب مجازی کا) اور رنج و شادی (محب مجازی کا جس کا سبب وہی جور و احسان ہے) یہ سب حادث ہیں اور حادث سب مر جاویں گے اور حق سبحانہ و تعالیٰ ان کے وارث ہیں (کہ سب کے فنا کے بعد وہ رہ جاویں گے اور فنا ان پر محال ہے پس دوسرے محبوب حادث ہوئے اور محبوب حقیقی قدیم ہیں اور قدیم کا قیاس حادث پر فاسد ہے پس محبت مع الخلق ایک نسبت ہے جو بین الحادثین مستحق ہے اور محبت مع الحق ایک نسبت ہے جو بین القدیم والحادث متحقق ہے اور نسبت احد المنتسبین کے بدلنے سے بھی بدل جاتی ہے تو لامحالہ ان دونوں محبتوں کے اسباب و آثار کا مشترک و متحد ہونا لازم نہیں لہذا ایک کا قیاس دوسرے پر فاسد ہے۔

صبح شد اے صبح را پشت و پناہ	عذر مخدومی حسام الدین بخواہ
اے صبح کے پشت و پناہ! صبح ہو گئی	میرے مخدوم حسام الدین سے معذرت کر
عذر خواہ عقل کل و جاں توئی	جان جان تو تابش مرجاں توئی
عقل کل اور جان سے معذرت چاہنے والا تو ہی ہے	جان کی جان اور مونگے کی چمک تو ہی ہے
تافت نور صبح ما از نور تو	در صبوحی بائے منصور تو
ہماری صبح کا نور تیرے نور سے چمک اٹھا	صبح کی شراب نوشی کے وقت تیری منصور شراب کے ذریعہ
دادۂ حق چوں چنیں دارد مرا	بادہ کہ بود تا طرب آرد مرا
اللہ کی عطا جب مجھے ایسا بنائے رکھتی ہے	شراب کیا ہوتی ہے جو مجھے مست کرے؟
بادہ در جوشش گدائے جوش ماست	چرخ در گردش فدائے ہوش ماست
شراب جوش میں ہمارے جوش کی بھکاری ہے	آسمان گردش میں ہمارے ہوش پر قربان ہے
بادہ از ما مست شد نے ما ازو	قالب از ما ہست شد نے ما ازو
شراب ہم سے مست ہوئی ہے نہ کہ ہم اس سے	جسم ہماری وجہ سے پیدا ہوا ہے نہ کہ ہم اس کی وجہ سے
ما چو زنبوریم و قالب ہا چو موم	خانہ خانہ کردہ قالب را چو موم
ہم شہد کی مکھی کی طرح ہیں اور جسم موم کی طرح	اس نے جسم کو موم کی طرح خانہ خانہ بنا رکھا ہے
بس درازست ایں حدیث اے خواجہ گو	تا چہ شد احوال آں مرد نکو
یہ قصہ دراز ہے اے صاحب! بتائیے	اس نیک مرد کے کیا احوال ہوئے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

(صبوحی شراب نوشیدن صبح معلوم ہوتا ہے کہ ان اسرار کو بیان کرتے کرتے صبح ہو گئی اس لئے حضرت حق کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ) اے محبوب کہ آپ صبح کے پشت و پناہ ہیں (جس طرح سب مخلوق کے قیوم ہیں) اب صبح ہو گئی ہے مخدومی مولانا حسام الدین کا عذر قبول فرما لیجئے (کہ وہ نماز پڑھ لیں پھر ہم دونوں تحریر مضامین کے لئے حاضر ہو جائینگے عذر خواہی کی یہ تفسیر حضرت مرشد علیہ الرحمۃ سے سنی گئی ہے) آپ عقل کل اور جان (یعنی مولانا حسام الدین) کے عذر قبول فرمانے والے ہیں (عقل کل بوجہ عارف ہونے کے اور جان بوجہ مزلی باطن ہونے کے ان کو کہہ دیا) اور آپ جان جان اور تابش مرجان ہیں (مرجان سے مراد عقل ہے۔ بوجہ چمک دمک کے اوپر کے مصرعہ میں مولانا حسام الدین کو جان اور عقل کہا تھا اب فرماتے ہیں کہ اس جان کی جان اور اس عقل کی تابش و نورانیت آپ ہی ہیں یعنے آپ ان کے قیوم و نور بخش ہیں اس لئے آپ ہی ان کی عذر خواہی فرما دیں گے آگے حق تعالیٰ کی عنایت و فضل کا جو کہ خود ان کے حال پر ہے بیان ہے کہ) ہماری صبح (کشف اسرار) کا نور چمک اٹھا (یعنی اسرار کھل گئے) اور ہم آپ کے نور (کشف حقائق) کی بدولت آپ کے شراب منصوری (یعنی عشق) کی شراب نوشی میں مشغول ہیں (کیونکہ معرفت حقیقت بھی اسباب محبت و عشق سے ہے آگے بطور تحدث بالنعمۃ کے فرماتے ہیں کہ) جب عطائے حق مجھ کو اس حالت میں رکھتی ہے (کہ شراب منصوری پی رہا ہوں) تو یہ ظاہر ہے شراب کیا حقیقت رکھتی ہے کہ مجھ کو طرب و مستی میں لا سکے (یعنی اس شراب کی مستی اس شراب کی مستی کے روبرو محض ہیچ ہے) بادہ ظاہری جوش میں ہمارے جوش کے دریوزہ گر ہے اور چرخ گردش میں ہمارے ہوش کا گدا ہے (دریوزہ گری وہ کرتا ہے جس کے پاس کوئی چیز کم ہو پس یہ کنایہ ہے ناقص ہونے سے مطلب یہ کہ جوش بادہ ہمارے جوش سے کم ہے اور گردش چرخ ہمارے ہوش یعنی وجد و ادراک لذت سے کم ہے کیونکہ وہ جوش و گردش فانی ہے یہ جوش و ہوش باقی ہے) بادہ ظاہر ہم سے مست ہے نہ کہ ہم اس سے مست ہوئے ہیں اور قالب ہم سے ہست ہوا ہے نہ کہ ہم اس سے ہست ہوئے ہوں (مراد اس سے مقصود اور تابع ہونا ہے یعنی مستی شراب و ہستی قالب کے وجود میں وجود روح انسان کو دخل ہے کیونکہ انسان مقصود ہے اور جمیع کائنات اس کے واسطے ایجاد کئے گئے ہیں) ہماری یعنی روح کی مثال زنبور کی سی ہے اور قالب مثل موم کے ہیں روح نے قالب کے خانہ خانہ کو بھر رکھا ہے جس طرح زنبور خانہ خانہ موم سے بھر دیتی ہے۔ (یہ تشبیہ بھی محض باعتبار اصل اور تابع ہونے کے ہے اب قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ) یہ مضامین عشق کے ازبس دراز ہیں ابھی صاحب وہ قصہ کہو کہ اس مرد نیک (تاجر) کا کیا حال گزرا۔

رجوع بحکایت خواجہ تاجر

خواجہ سوداگر کی حکایت کی طرف رجوع

خواجہ اندر آتش و درد و حنیں	صد پراگندہ ہمی گفت ایں چنیں
خواجہ آگ اور درد اور رونے کی حالت میں	اسی طرح کی سیکڑوں بہکی بہکی باتیں کر رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گہ تناقض گاہ ناز و گہ نیاز	گاہ سودائے حقیقت گہ مجاز
کبھی متضاد باتیں، کبھی ناز اور کبھی نیاز	کبھی حقیقی پاگل پن اور کبھی بناوٹی
مرد غرقہ گشتہ جانے میکند	دست را در ہر گیا ہے میزند
ڈوبنے والا جان توڑتا ہے	ہر تنکے پر ہاتھ مارتا ہے
تا کدامش دست گیرد در خطر	دست و پائے میزند از بیم سر
تاکہ خطرے میں اس کی کوئی دستگیری کرے۔	سر کے ڈر سے ہاتھ پیر مارتا ہے

(یعنی وہ تاجر (غم کی کمی) آگ میں اور درد و نالہ میں سینکڑوں باتیں پراگندہ اسی طرح کہہ رہا تھا (جیسا سرخی شنیدن آن طوطی میں مفصل گزرا آگے ان باتوں کے پرگندہ ہونے کا بیان ہے کہ (وہ کبھی متناقض باتیں کہتا تھا اور کبھی ناز کی باتیں کرتا تھا کبھی نیاز کی کبھی (عشق حقیقی کا سودا اٹھتا تھا کبھی مجازا کا (ناز کی باتیں جیسے اس شعر میں اے جواب من بگویا آوردہ الخ نیاز جیسے اس شعر میں چندانم مید ہے الخ سودائے حقیقت جیسے اس شعر میں غیرت آن باشد او غیر ہماست الخ مجاز جیسے دریغا الخ والے شعر میں در سودائے حقیقت و سودائے مجاز کا متناقض ہونا ظاہر ہے اب فرماتے ہیں کہ اس تاجر کا اس طرح پراگندہ باتیں کرنا عجیب نہیں کیونکہ) قاعدہ ہے کہ جو شخص غرق ہوتا ہو وہ یوں ہی جان توڑا کرتا ہے اور گھاس پھوس میں ہاتھ مارا کرتا ہے تاکہ کوئی شخص اس خطرہ میں اس کی دستگیری کرے اندیشہ سر سے ہاتھ پاؤں چلاتا ہے۔

دوست دارد دوست ایں آشفتگی	کوشش بیہودہ بہ از خفتگی
اس پریشان حالی کو دوست پسند کرتا ہے	سونے سے، لاحاصل کوشش بہتر ہے
آنکہ او شاہ ست او بیکار نیست	نالہ از وے طرفہ کو بیمار نیست
جو شاہ ہے وہ (بھی) بیکار نہیں ہے	جو بیمار نہیں ہے اس کی آہ و زاری عجیب بات ہے
بہر ایں فرمودہ رحمٰن اے پسر	کل یوم ہو فی شان اے پسر
اے بیٹا! رحمٰن نے اس لئے فرمایا ہے	اے بیٹا! وہ ہر روز کسی کام میں ہے
اندریں رہ می تراش و می خراش	تا دم آخر دمے فارغ مباش
اس راستہ میں کاٹ چھانٹ کرتے رہو	آخری سانس تک کسی وقت خالی نہ رہو
تا دم آخر دمے آخر بود	کہ عنایت با تو صاحب سر بود
مرتے دم تک کوئی وقت ضرور ہو گا	کہ عنایت (خداوندی) تیری ہمراز ہوگی
ہر کہ میکوشید گر مرد و زن ست	گوش و چشم شاہ جاں بر روزن ست
جو بھی کوشش کرتا ہے، خواہ مرد ہو یا عورت	جان کے مالک کے کان اور آنکھیں جھروکے پر لگی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں سخن پایاں ندارد اے عمو	قصۂ طوطی و خواجہ باز گو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	طوطی اور خواجہ کا قصہ سنا

(اسی میں انتقال ہے آشفتگی ظاہری سے آشفتگی باطنی کی طرف جو طلب مقصود حقیقی میں پیش آتی ہے مطلب یہ کہ) محبوب حقیقی اس آشفتگی (یعنی طلب) کو پسند فرماتے ہیں اور سعی اگرچہ بے ثمر ہو مگر تعطل سے بہتر ہے (اس لئے کہ طریق کو تو اختیار کیا جس سے قرب مقصود تو ضرور ہوا گو حصول مقصود ابھی نہیں ہوا) دیکھو جو بادشاہ (تمام کائنات کے ہیں یعنی حق تعالیٰ) وہ بھی تو بیکار نہیں ہیں (جو کام ان کی شان کے لائق ہے وہ ہر وقت کرتے ہیں مثلاً احیاء و امامت و ترزیق و تخلیق اور قبل تخلیق کے اپنی ذات و صفات کا مشاہدہ و غیر ذٰلک دوسرا مصرعہ بطور مثل کے ہے کہ) نالہ اس شخص کا زیادہ عجیب ہے جو بیمار نہ ہو (یعنی حق تعالیٰ کو کسی کام کی حاجت و ضرورت نہیں جیسے تندرست کو نالہ کی ضرورت نہیں پھر وہ کام کر رہے ہیں) اسی لئے رحمان نے ارشاد فرمایا ہے کل یوم ھو فی شان یعنی اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں ہیں (جب تم کو طلب کی فضیلت معلوم ہو گئی تو) تم کو چاہئے کہ اس طریق وصول الی اللہ) میں ہمیشہ تراش و خراش کرتے رہو اور اخیر وقت تک ایک لحظہ بھی فارغ مت ہو کیونکہ آخری وقت تک تو کوئی گھڑی آخر ایسی ضرور ہو گی جس میں عنایت ربانی تمہاری ہمراز و رفیق بن جاوے گی۔ (یعنی اگر طلب میں لگے رہوں گے کسی وقت ضرور وصول میسر ہو جاوے گا کیونکہ) جو شخص سعی و عمل کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت ہو اس پر شاہ جان (یعنی حق تعالیٰ مالک الارواح کا) سمع و بصر لگا ہوا ہے (یعنی حق تعالیٰ دیکھتے سنتے ہیں پھر کیسے ضائع ہو گا یہ مضمون اس آیات کا ہے قولہ تعالیٰ لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی و قولہ تعالیٰ للرجال نصیب مما اکتسبو و للنساء نصیب مما اکتسبن اور اس مضمون کی تو کہیں انتہا نہیں ہے اس طوطی اور خواجہ تاجر کا قصہ پھر کہنا چاہے۔

بیروں انداختن خواجہ طوطی مردہ را از قفس و پریدن آں

خواجہ کا مردہ طوطی کو پنجرے سے باہر پھینکنا اور اس کا اڑ جانا

بعد ازانش از قفس بروں فگند	طوطیک پرید تا شاخ بلند
اس کے بعد اس کو پنجرے سے باہر پھینکا	طوطی بلند شاخ پر اڑ گئی
طوطی مردہ چناں پرواز کرد	کآفتاب از شرق ترکی تاز کرد
مردہ طوطی نے اس طرح اڑان بھری	جیسے سورج مشرق سے دوڑ دھوپ کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خواجہ حیراں گشت اندر کار مرغ	بے خبر ناگہ بدید اسرار مرغ
پرندے کے کام سے خواجہ حیران ہوگیا	اچانک بے خبر اس نے پرندے کے راز دیکھے
روئے بالا کرد و گفت اے عندلیب	از بیان حال خود ماں دہ نصیب
اوپر منہ اٹھایا اور بولا اے بلبل!	اپنے حال کے بیان سے ہمیں حصہ دے
او چہ کرد آنجا کہ تو آموختی	چشم ما از مکر خود بر دوختی
اس نے وہاں کیا کیا جو تو نے سیکھ لیا	اپنی تدبیر سے تو نے ہماری آنکھیں بند کر دیں
ساختی مکرے و مارا سوختی	سوختی مارا و خود افروختی
تو نے مکر کیا اور ہمیں جلا ڈالا	ہمیں جلادیا اور خود کو روشن کر لیا
گفت طوطی کو بفعلم پند داد	کہ رہا کن نطق و آواز و گشاد
طوطی نے کہا کہ اس نے عمل سے مجھے نصیحت کی	کہ بول چال اور خوشی کو ترک کر دے
زانکہ آوازت ترا در بند کرد	خویش او مردہ پے ایں پند کرد
کیونکہ تیری آواز نے تجھے قید کرایا	اس نے اس نصیحت کے لئے اپنے آپ کو مردہ بنالیا
یعنی اے مطرب شدہ با عام و خاص	مردہ شو چوں من کہ تا یابی خلاص
یعنی اے خاص و عام کو مست کرنے والے	میری طرح مردہ بن جا تاکہ نجات پائے

(ترکتاز تاختن اور دن دیا درمیان ہر دو کلمہ زائد و مراد سرعت سیر) یعنی بعد اس کے تاجر نے اس طوطی کو پنجرہ سے باہر نکال کر پھینک دیا اور وہ اڑ کر کسی بلند شاخ پر جا بیٹھی اور اس طوطی نے جو ظاہر میں مرگئی تھی اس طرح پرواز کی جس طرح آفتاب مشرق سے دوڑتا ہوا چلتا ہے (کیونکہ نکلتے وقت اس کی سیر بہت سریع معلوم ہوتی ہے) تاجر اس معاملہ سے سخت حیران ہوا اور بے خبری میں دفعۃً یہ پنہانی کارروائی طوطی کی دیکھی تو سر اٹھا کر طوطی سے کہا کہ اے مشابہ عندلیب اپنا حال بیان کر کے ہم کو بھی اس سے کچھ حصہ دے (یعنی اس معاملہ کی حقیقت بیان کر شاید اس میں ہمارے کام کی کوئی بات نکل آوے) اس ہندوستان والی طوطی نے کیا کارروائی کی تھی تو اس کو سمجھ گئی اور مکر کر کے ہم کو (غم میں) جلایا اور فریب کی راہ سے ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہم کو تو سوختہ کیا اور اپنے کو خوش و خرم کر لیا طوطی نے جواب دیا کہ اس طوطی نے مجھ کو فعلی نصیحت کی تھی کہ تو اس گویائی اور خوش آوازی اور نشاط کو چھوڑ دے کیونکہ تجھ کو اس آوازی نے مبتلائے قید کر رکھا ہے اسی پند کی غرض سے اس طوطی نے اپنے کو بشکل مردہ بنالیا تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ تو جو عوام و خواص کے سامنے روبرو نغمہ سازی کرتی ہے تو میری طرح مردہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بن جاتا کہ اس قید سے رہا ہو جاوے۔

دانہ باشی مرغکانت بر چنند	غنچہ باشی کود کانت برکنند
دانہ بنے گا تو پرندے تجھے چگ لیں گے	کلی بنے گا تو بچے تجھے نوچ لیں گے
دانہ پنہاں کن بکلی دام شو	غنچہ پنہاں کن گیاہ بام شو
دانے کو چھپا بالکل جال بن جا	کلی کو چھپا لے کل کا سبزہ بن جا
ہر کہ داد او حسن خود را در مزاد	صد قضائے بد سوئے او رو نہاد
جس نے اپنے حسن کو بڑھایا	سینکڑوں آفتوں نے اس کا رخ کیا
چشمہا و خشمہا و رشکہا	بر سرش بارد چو آب از مشکہا
آنکھیں اور غصے اور رشک	اس پر اس طرح برس پڑیں گے جیسے مشک سے پانی
دشمناں او راز غیرت میدرند	دوستاں ہم روزگارش میبرند
دشمن حسد سے اسے پھاڑ ڈالیں گے	دوست بھی اس کا وقت ضائع کریں گے
آنکہ غافل بود از کشت بہار	او چہ داند قیمت ایں روزگار
جو موسم بہار کی کھیتی سے غافل ہو	وہ اس وقت کی قیمت کیا جانے

(یہ مقولہ ہے مولانا کا شہرت کی آفت و مذمت اور گمنامی کی مدح و منفعت میں اور تصریح ہے مقصود قصہ کی) یعنی اگر تو دانہ بنے گا تو تجھ کو مرغ چگ جاویں گے اگر غنچہ بنے گا تو بچے نوچ کر لے جاویں گے۔ (دانہ و غنچہ سے تشبیہ نمود و ظہور کمالات میں ہے یعنی مورد آفات ہوگا) اس لئے تم دانہ کو تو پوشیدہ کر دو (یعنی نمود کو مٹا دو) بالکل جال بن جاؤ (کہ زیر زمین دفن ہوتا ہے پھر دیکھو اس میں کیسے کیسے قیمتی جانور آ جاتے ہیں اسی طرح تم کو گمنامی سے محمود حاصل ہوں گے) اور غنچہ کو پوشیدہ کر دو گیاہ بام بن جاؤ (کہ حقیر و ذلیل ہوتی ہے مگر آفتاب سے محفوظ رہتی ہے) جس شخص نے اپنی خوبی اور کمال) کو باعتبار شہرت کے) افزونی دی سینکڑوں واقعات ناگوار اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں لوگوں کی نظریں ان کے غیظ و غضب ان کے حسد ایسے شخص پر جیسے مشک سے پانی گرتا ہے اس طرح برسنے لگتے ہیں (آگے اس کا بیان ہے کہ) دشمن تو حسد کے مارے اس کو پھاڑے کھاتے ہیں اور دوست بھی اس کی عمر (بیہودہ ملاقات و اختلاط سے برباد کرتے ہیں جو شخص کشت بہار سے) یعنی عمر سے کہ رونق و تازگی میں کشت بہار کے مشابہ ہے) غافل ہو وہ اس روزگار (یعنی عمر) کی قدر کیا جانے (اس لئے اس کو ضائع کر رہا ہے پس اس میں وضع مظہر موضع مضمر ہے۔

ف شہرت سے مبتدی کو عجب و عار تحصیل کمالات و بد اخلاقی کی مضرت ہوتی ہے اور منتہی اس سے بقوتہ تعالیٰ محفوظ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در پناه لطف حق باید گریخت	کو ہزاراں لطف براوراح ریخت
اللہ کی مہربانی کی پناہ میں آنا چاہیے	جس نے روحوں پر ہزاروں مہربانی برسائی ہیں
تا پناہے یابی آنگہ چہ پناہ	آب و آتش مرترا گردد سپاہ
اس وقت تک کہ تو پناہ حاصل کرلے اور پناہ بھی کیسی	کہ پانی اور آگ تیرے سپاہی بن جائیں
نوحؑ و موسیٰؑ را نہ دریا یار شد	نے براعداشاں بکیں قہار شد
کیا نوح اور موسیٰ (علیہما السلام) پر دریا مہربان نہیں ہوا؟	کیا ان کے دشمنوں پر اس نے قہر نہیں ڈھایا؟
آتش ابراہیم را نے قلعہ بود	تا برآورد از دل نمرود دود
کیا آگ ابراہیم (علیہ السلام) کے لئے قلعہ نہیں بنی؟	یہاں تک کہ نمرود کے دل سے دھواں اٹھا دیا
کوہ یحییٰؑ را نہ سوئے خویش خواند	قاصدانش را بزخم سنگ راند
کیا پہاڑ نے (یحییٰ علیہ السلام) کو اپنی طرف نہیں بلایا؟	اوران کا قصد کرنے والوں کو پتھر مار کر بھگایا؟
گفت اے یحییٰؑ بیا در من گریز	تا پناہت باشم از شمشیر تیز
اس نے کہا اے یحییٰ! آ مجھ میں بھاگ آ	تاکہ تیز تلوار سے تیری پناہ ہوں

(اوپر کے اشعار میں عوام کی دوستی کی مضرتیں بیان کی ہیں اب فرماتے ہیں کہ ان کی دوستی کی پناہ چھوڑ کر) اللہ تعالیٰ کے لطف کی پناہ لینا چاہیے کہ انہوں نے ہزاروں الطاف ارواح پر نازل فرمائے ہیں تاکہ تم کو پناہ حاصل ہو اور پناہ بھی کیسی کہ آب و آتش تک تمہاری سپاہ بن جاویں (یعنی تمہارے کام میں لگا دیے جاویں (دیکھو کیا حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے پانی یار نہیں ہو گیا تھا اور ان کے اعداء پر قہر نہیں ڈھایا تھا (کہ ان کو غرق کر دیا) دیکھو کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آتش قلعہ نہ بن گئی تھی جس پر نمرود کے قلب میں سخت حسرت ہوئی تھی کہ وہ ناکام رہا) دیکھو کیا حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پہاڑ نے اپنی طرف نہیں بلا لیا تھا اور جو ان کی ایذا کا قصد کرتے تھے ان کو پتھروں سے زخمی کر کے انہیں بھگا دیا تھا اور اس پہاڑ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ میرے پاس چلے آیئے تاکہ دشمنوں کی شمشیر تیز سے میں آپ کو بچا لوں (اور قصے تو مشہور ہیں حضرت یحییٰ علیہ السلام کا قصہ بعض محققین نے لکھا ہے کہ کہیں یہود نے آپ کو ایذا پہنچانا چاہا تھا آپ وہاں سے بھاگتے تو پہاڑ نے آپ کو پکار لیا اور یہود پر سنگ باری شروع ہوئی سب دفع ہو گئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وداع کردن طوطی خواجہ را و پند دادن و پریدن

طوطی کا خواجہ کو رخصت کرنا اور نصیحت کرنا اور اڑ جانا

یک دو پندش داد طوطی بے نفاق	بعد ازاں گفتش سلام الفراق
طوطی نے اس کو مخلصانہ دو ایک نصیحتیں کیں	اس کے بعد اس نے کہا' سلام ہے الفراق
الوداع اے خواجہ کردی مرحمت	کردی آزادم زقید و مظلمت
الوداع اے خواجہ! تونے کرم کیا	مجھے قید اور تاریکی سے آزاد کر دیا
الوداع اے خواجہ رفتم تا وطن	ہم شوی آزاد روزے ہمچو من
اے خواجہ الوداع' میں وطن کو جاتی ہوں	تو بھی میری طرح کسی دن آزاد ہو جائے
خواجہ گفتش فی امان اللہ برو	مر مرا اکنوں نمودی راہ نو
خواجہ نے اس سے کہا فی امان اللہ جا	تونے مجھے اب نئی راہ دکھا دی
سوئے ہندوستان اصلی رو نہاد	بعد شدت از فرح دل گشت شاد
اصلی وطن ہندوستان کی طرف اس نے رخ کیا	سختی کے بعد خوشی سے اس کا دل خوش ہو گیا
خواجہ با خود گفت ایں پند من ست	راہ او گیرم کہ ایں رہ روشن ست
خواجہ نے اپنے آپ سے کہا یہ میرے لئے نصیحت ہے	اس کا راستہ اختیار کروں گا یہ راستہ واضح ہے
جان من کمتر ز طوطی کے بود	جاں چنیں باید کہ نیکو پے بود
میری جان طوطی سے کیا کم ہے	ایسی جان چاہیے جو نیک قدم ہو

یعنی اس طوطی نے سوداگر کو ایک دو مخلصانہ نصیحت کر کے سلام وداعی کیا کہ اے خواجہ الوداع آپ نے بڑی مہربانی کی کہ مجھ کو اپنی قید تنگ و تاریک آزاد کر دیا میں اب اپنے وطن پہنچا چاہتی ہوں خدا کرے آپ بھی ایک دن ان فضول تعلقات سے) میری طرح آزاد ہو جاویں تاجر نے کہا فی امان اللہ جا مجھ کو تو نے ایک نیا راستہ دکھلا دیا (یعنی ترک دنیا کا راستہ اور نیا اس لئے کہا کہ اس سے پہلے اس کی طرف التفات نہ تھا) غرض وہ اپنے اصلی وطن کو کہ ہندوستان تھا روانہ ہوئی اور شدت و مصیبت کے بعد فرحت سے دل شاد ہوئی تاجر نے اپنے دل میں کہا کہ یہ واقع میں میرے لئے نصیحت ہے میں بھی اسی کا طریق اختیار کروں کہ بہت صاف راستہ ہے (وہ طریق یہی ہے کہ موت قبل الموت اختیار کرے یعنی جس طرح مردہ اپنے ارادہ سے اپنی شہوت سے اپنے غضب سے

www.besturdubooks.wordpress.com

سب سے خالی ہو جاتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ کے ارادہ و رضا کے روبرو اپنی خواہش اور رائے کو بیکار کر دے وہی تاجر کہتا ہے کہ میری جان طوطی سے تو گئی گزری نہیں (کہ وہ اس طریق سے واصل الی المقصود ہو جاوے اور میں نہ ہو سکوں) جان تو ایسی ہی چاہیے جو نیک قدم ہو (یعنے راہ حق میں تگاپو کرے)

مضرت تعظیم خلق وانگشت نما شدن

لوگوں کی تعظیم اور شہرت کی مضرت

تن قفس شکل ست وزاں شد خار جاں	از فریب داخلاں و خارجاں
جسم پنجرے کی طرح ہے اسی وجہ سے جان کے لئے کانٹا ہے	اندرونی اور بیرونی لوگوں کے مکر کی وجہ سے
اینش گوید من شوم ہمراز تو	وانش گوید نے منم انباز تو
یہ اس کو کہتا ہے میں تیرا ہمراز ہوں	اور وہ اس سے کہتا ہے نہیں میں تمہارا ساتھی ہوں
اینش گوید نیست چوں تو در وجود	در کمال و فضل و در احسان و جود
یہ اس سے کہتا ہے تجھ جیسا کوئی موجود نہیں ہے	کمال اور فضل اور احسان اور سخاوت میں
آنش گوید ہر دو عالم آن تست	جملہ جانہائے ما طفیل جان تست
وہ اس سے کہتا ہے دونوں جہان تیری ملکیت ہیں	ہم سب کی جانیں تیری جان کی طفیلی ہیں
اینش گوید گاہ عیش و خرمی	آنش گوید گاہ نوش و ہمدمی
یہ اس سے کہتا ہے عیش اور خوشی کا وقت ہے	وہ اس سے کہتا ہے پینے پلانے اور یاری دوستی کا وقت ہے
او چو بیند خلق را سرمست خویش	از تکبر میرود از دست خویش
وہ جب لوگوں کو اپنا شیدائی دیکھتا ہے	تکبر کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جاتا ہے
او نداند کہ ہزاراں را چو او	دیو افگندست اندر آب جو
وہ نہیں سمجھتا کہ اس جیسے ہزاروں کو	شیطان نے نہر کے پانی میں پھینک دیا ہے
لطف وسالوس جہاں خوش لقمہ ایست	کمترش خور کو پر آتش لقمہ ایست
دنیا کی مہربانی اور مکاری مزیدار نوالہ ہے	اس کو نہ کھا کیونکہ وہ آگ بھرا ہے
آتشش پنہاں و ذوقش آشکار	دود او ظاہر شود پایان کار
اس کی آگ ڈھکی ہوئی ہے اور مزا کھلا ہوا ہے	اس کا دھواں آخر میں ظاہر ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ اشعار مرتبط ہیں اوپر کے ان اشعار سے دانہ باشی الخ یعنی تن قفس کے مثل ہے اسی وجہ سے وہ جان روح کے لئے مثل خانہ کے ہو رہا ہے (جیسا خار مانع ہوتا ہے باغ تک پہنچنے سے اسی طرح لذات جسمانیہ روح کو مانع ہو رہی ہیں عالم قدس تک پہنچنے سے اور یہ مانع ہوتا) آمد و رفت کرنے والوں کے فریب و اغوا سے ہو رہا ہے کہ خوشامد کی باتیں کرتے ہیں اس سے عجب پیدا ہوتا ہے اور وہ عجب مانع عن الوصول ہو جاتا ہے چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ) ایک کہہ رہا ہے میں آپ کا ہمراز ہوں دوسرا کہتا ہے نہیں صاحب میں آپ کا شریک حال ہوں ایک کہتا ہے کہ تمہارے مثل تو ہستی بھر میں نہیں کمال میں بھی فضیلت میں بھی احسان وجود میں بھی ایک کہتا ہے دونوں عالم حضور ہی کی ملک ہیں (کیونکہ حضور خلیفۃ اللہ ہیں) ہماری سب کی جانیں آپ ہی کا طفیل ہے ایک کہتا ہے کہ آپ تو گویا زمانہ عیش و خرمی ہیں دوسرا کہتا ہے آپ زمانہ حلاوت و ہمدمی ہیں یعنی ہمارے عیش و علاوت کے اسباب آپ ہی کی ذات مقدس میں مجتمع ہیں گویا آپ ہی زمانہ ہیں) وہ شخص بیچارہ جب ایک مخلوق کو اپنا سر مست (و عاشق) دیکھتا ہے پس تکبر کی وجہ سے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے اس کو اتنی خبر نہیں کہ اس جیسے ہزاروں کو شیطان نے ورطہ (ضلالت) میں دھکا دے دیا ہے یہ دنیا والوں کا لطف اور تملق ایک لذیذ لقمہ ہے اس کو ذرا کم کھاؤ کہ پر آتش لقمہ ہے (یعنی تعظیم و تملق سے محظوظ مت ہو کہ انجام اس کا ہلاکت ہے) اس لقمہ کی آتش (یعنی ضرر) پنہاں ہے اور اس کا ذوق (یعنی لذت) ظاہر ہے لیکن اس کا بخار آخر میں نکلتا ہے (جب عجب وغیرہ پیدا ہوگا ہلاکت میں ڈالے گا۔

تو مگو تا مدح را من کے خرم	از طمع می گوید او من پے برم
تو یہ نہ کہہ خوشامد کا میں کب خریدار ہوں؟	مجھے معلوم ہے وہ لالچ کی وجہ سے کہہ رہا ہے
مادحت گر ہجو گوید برملا	روزہا سوزد دلت زاں سوزہا
تیری تعریف کرنے والا اگر کھلم کھلا برائی کرے	ان سوزشوں سے تیرا دل عرصہ تک جلے گا
گرچہ دانی کوز حرماں گفت آں	کاں طمع کہ داشت از تو شد زیاں
اگرچہ تو جانتا ہے کہ اس نے محروم رہنے کی وجہ سے کہا ہے	کیونکہ وہ لالچ جو اس کو تجھ سے تھا نہ ملا
آں اثر میماندت در اندروں	در مدیح ایں حالتے ہست آزموں
اس کا اثر تجھ میں رہے گا	تعریف میں (بھی) یہ حالت معیار ہے
آں اثر ہم روزہا باقی بود	مایۂ کبر و خداع جاں شود
وہ اثر بھی عرصہ تک باقی رہتا ہے	جو جان کے تکبر اور دھوکے کا سرمایہ بنتا ہے

(ان اشعار میں ایک سوال و جواب ہے اوپر جو مدح پسندی کی مضرت بیان کی ہے اس پر کوئی شخص شبہ کر سکتا ہے مولانا اس کو مع جواب کے نقل کرتے ہیں کہ) تم یوں مت شبہ کرو کہ اس خوشامد گو کی مدح سے میں کب خوش

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا ہوں وہ مادہ اپنی کسی طمع وغرض سے مدح کرتا ہے اور میں خوب سمجھتا ہوں (یعنی جب میں اوس سے خوش نہیں ہوتا تو مجھ کو اس کا ضرر بھی نہیں پہنچ سکتا مولانا جواب دیتے ہیں کہ) اگر وہی مدح کرنے والا برملا تمہاری ہجو کرنے لگے تو مدتوں تمہارا دل اس سوزش سے جلتا رہتا ہے اگرچہ تم یقیناً جانتے ہو کہ اس نے یہ ہجو اس لئے کی ہے کہ وہ اپنے مقصد سے محروم رہا یعنی جو امید تم سے رکھتا تھا وہ خالی گئی (مگر باوجود اس کے) وہ اثر جو تمہارے دل میں خار کی طرح کھٹکتا رہتا ہے پس مدح میں بھی حالت امتحان اور معیار ہے (جس سے معلوم ہو جائے گا کہ ہجو صحیح کو تم پسند کرتے ہو یا نہیں اسی طرح وہ اثر مدح بھی مدتوں (دل میں) باقی رہتا ہے اور کبر وخداع کا مایہ (یعنی سبب) بن جاتا ہے (خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ تمہارا یہ دعویٰ کہ مدح سے میں خوش نہیں ہوتا اس وقت صحیح ہو سکتا ہے جب ہجو سے ناگواری بھی نہ ہو لیکن جب ہجو کا اثر مدتوں رہتا ہے جو دلیل ہے ناگواری کی تو اسی دلیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مدح سے خوشی بھی ہوتی ہے کیونکہ اس کا اثر بھی مدتوں رہتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مدح ضرور پسند ہے پس یہ دعویٰ تمہارا غلط ٹھہرا۔

نیک بنماید چو شیریں ست مدح	بد نماید زانکہ تلخ افتاد قدح
تعریف چونکہ میٹھی ہے ' اچھی لگتی ہے	برائی چونکہ کڑوی ہے بری لگتی ہے
ہمچو مطبوخ ست وحب کان را خوری	تا بدیرے شورش و رنج اندری
(وہ برائی) مسہل اور گولی کی طرح ہے جو تو کھاتا ہے	جس کی شورش اور تکلیف دیر تک تجھ میں رہتی ہے
ور خوری حلوا بود ذوقش دمے	ایں اثر چوں آں نمی پاید ہمے
اگر تو حلوا کھائے اسکا مزا تھوڑی دیر رہتا ہے	اس کا اثر بھی اس کے اثر کی طرح پائیدار نہیں ہے
چوں نمی پاید ہمی ماند نہاں	ہر ضدے را تو بضد آں بداں
چونکہ (حلوے کا ذائقہ منہ میں) نہیں ٹھہرتا ہے چھپا رہتا ہے	ہر ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچان لے
چوں شکر ماند نہاں تاثیر او	بعد چندے دل آرد نیش جو
چونکہ شکر کی تاثیر پوشیدہ رہتی ہے	چند دن بعد قابل نشتر پھوڑا پیدا کر دیتی ہے
ور حب ومطبوخ خوردی اے ظریف	اندروں شد پاک زاخلاط کثیف
اے خوش مزاج! اگر تو گولی اور مسہل پیے	گندے مواد سے تیرا باطن پاک ہو جائے

اس میں پھر عود ہے مضمون بالا کی طرف 'لطف وسالوس جہان الخ) یعنی چونکہ مدح شیریں ہے اس لئے خوش معلوم ہوتی ہے اور قدح یعنی ہجو ناگوار معلوم ہوتی ہے چونکہ وہ تلخ ہے (اس ہجو ومدح کی ایسی مثال ہے) جیسے جوشاندہ یا حب مسہل ہوتا ہے کہ اس کو کھا کر دیر تک شورش طبیعت اور تکلیف میں رہتے ہو (کیونکہ تلخ دوا سے ناگواری ضرور ہوتی ہے یہ مثال تو ہجو کی ہے) اور اگر حلوا کھاؤ تو اس کا لطف تھوڑی دیر رہتا ہے اور اس کا اثر

www.besturdubooks.wordpress.com

اس مطبوخ کے برابر دیرپا نہیں ہے (گو وہ بھی فی نفسہ دیر تک رہتا ہے پس منافات نہ ہوئی شعر بالا سے ' آن اثر هم روز ها ارتخ اور یہ مثال مدح کی ہے) لیکن جب ظاہری آثار کے اعتبار سے اس میں پائیداری نہیں ہے تو ضرورت باطن میں اس کا اثر رہتا ہے تم ایک ضد کی حالت کو اس کی ضد کی حالت سے سمجھو (پس مؤثر ہونا تو یقینی جب ظاہر میں نہ رہے گا تو اس کی ضد یعنی باطن میں ہونا چاہئے) غرض چونکہ شکر کی تاثیر اندر رہتی ہے بعد چندے دنبل نیش جو نکلنا شروع ہوتے ہیں اسی طرح مدح کا اثر اندر رہتا ہے اور اس کا ضرر عجب وغیرہ انجام میں مہلک ثابت ہوتا ہے) اور اگر جب و مطبوخ کو استعمال کرو تو اندر سب اخلاط کثیف سے پاک ہو جاتا ہے (گو استعمال کے وقت طبیعت کو کلفت ہوتی ہے مگر انجام اچھا ہے اسی طرح ہجو سے گو سردست بہت شورش طبع ہوتی ہے مگر انجام اس کا تہذیب اخلاق و تزکیہ نفس ہے)

نفس از بس مدحہا فرعون شد	کن ذلیل النفس ھونا لا تسد
نفس تعریفوں سے فرعون بن گیا	تو منکسر مزاج خاکسار بن جا سرداری نہ چاہ
تا توانی بندہ شو سلطاں مباش	زخم کش چوں گوئے شو چوگاں مباش
جب تک ہو سکے غلام بن ' بادشاہ نہ بن	گیند کی طرح چوٹ برداشت کرنے والا بن ' بلا نہ بن
ورنہ چوں لطفت نماند ویں جمال	از تو آید آں حریفاں را ملال
ورنہ جب تیری مہربانی اور حسن نہ رہے گا	ان دوستوں کے تجھ سے دل بھر جائیں گے
آں جماعت کت ہمی دادند ریو	چوں بہ بیندت بگویندت کہ دیو
وہی لوگ جو تجھے دھوکہ دیتے تھے	جب تجھے دیکھیں گے تجھے بھوت کہیں گے
جملہ گویندت چو بینندت بدر	مردۂ از گور خود بر کردہ سر
جب تجھے دروازہ پر دیکھیں گے سب تجھے کہیں گے	مردہ اپنی قبر سے نکل آیا ہے
ہمچو امرد کہ خدا نامش کنند	تابداں سالوس در دامش کنند
امرد (لڑکے) کی طرح کہ اس کو خدا کہتے ہیں	تاکہ اس مکاری سے اس کو جال میں پھانس لیں
چوں بہ بدنامی برآید ریش او	دیو ننگ آید از تفتیش او
جب بدنامی کے ساتھ ۔ اس کی داڑھی نکل آئی	اس کے احوال معلوم کرنے سے شیطان کو (بھی) ذلت محسوس ہوتی ہے
دیو سوئے آدمی شد بہر شر	سوئے تو ناید کہ از دیوی بتر
شیطان شر پھیلانے آدمی کی طرف آتا ہے	تیری جانب نہیں آتا ' کیونکہ تو شیطان سے بدتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تاتو بودی آدمی دیو از پیت	مید وید و مےچشا نید از میت
جب تک تو آدمی تھا شیطان تیرے پیچھے	دوڑتا تھا اور تجھے شراب پلاتا تھا
چوں شدی در خوئے دیوی استوار	میگریزد از تو دیو اے نابکار
جب تو شیطنت میں پختہ کار ہو گیا	اے نالائق! شیطان تجھ سے بھاگتا ہے
آنکہ اندر دامنت آویخت او	چوں چنیں گشتی زتو بگریخت او
جو تیرے دامن سے چمٹا ہوا تھا	جب تو ایسا ہوگیا وہ تجھ سے بھاگ گیا

یعنی نفس بہت مدح سے فرعون ہو گیا ہے پس بہتر ہے کہ تم ذلیل النفس رہو اور سردار اور بڑے مت بنو جہاں تک ہو سکے غلام رہو بادشاہ مت بنو دوسرے کے ظلم کو برداشت کرو جیسے گیند ہوتا ہے چوگان مت بنو (یعنی ظلم مت کرو) ورنہ (اگر اس وقت عارضی کمالات پر مثل مال و جمال و حکومت و عقل دنیا وغیرہ کے فخر اور عجب کرو گے جب یہ لطافت اور یہ خوبی نہ رہے گی تو اس وقت تمہارے رفیق تم سے گھبرانے لگیں گے اور جو لوگ (خوشامد کر کے) تم کو دھوکہ دیا کرتے تھے جب تم کو دیکھیں گے یوں کہنے لگیں گے کہ دیکھو شیطان آیا اور جب تم کو اپنے دروازہ پر کھڑا دیکھیں گے یوں کہا کریں گے کہ جیسا مردہ ہوتا ہے قبر سے نکل کر آیا ہو جیسے مردے معاملہ کرتے ہیں کہ خوشامد میں) اس کو (اپنے جان و مال کا) مالک کہتے ہیں تا کہ اس کو اس خوشامد سے اپنے داؤں لے آویں اور جب ذلت وخواری سے اس کی داڑھی نکل آتی ہے تو شیطان کو بھی اس کا حال دریافت کرنے سے عار آنے لگتی ہے (یعنی کوئی برے سے برا بھی اس کو نہیں پوچھتا) شیطان آدمی کے پاس تو بہکانے کے لئے بھی چلا جاتا ہے مگر اس زمانہ زوال کمال میں) تمہارے پاس پھٹکے گا بھی نہیں کیونکہ تم خود شیطان سے بدتر ہو جاؤ گے جب تک تم آدمی رہے شیطان تمہارے پیچھے پیچھے دوڑا پھرتا تھا اور شراب غفلت چکھاتا تھا اور جب تم خود خوئے شیطانی میں مستحکم ہو گئے تو شیطان نابکار بھی تم سے بھاگنے لگا غرض جو لوگ ہر وقت تمہارے پلے سے بندھے رہتے تھے جب تم اس حالت میں ہو گئے تو وہ بھی تم سے بھاگنے لگے (حاصل یہ کہ اس چند روزہ کمال کا یہ انجام ہوتا ہے۔

تفسیر ماشآء اللہ کان و مالم یشالم یکن

جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا کی تفسیر

این ہمہ گفتیم لیک اندر بسیچ	بے عنایات خدا ہیچیم ہیچ
یہ سب کچھ ہم نے کہا لیکن ارادہ میں	خدا کی عنایتوں کے بغیر ہم ہیچ در ہیچ ہیں
بے عنایات حق و خاصان حق	گر ملک باشد سیہ ہستش ورق
اللہ اور اللہ کے مخصوص بندوں کی عنایتوں کے بغیر	اگر فرشتہ (بھی) ہے تو اس کا نامہ اعمال سیاہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی گو ہم نے اور بہت سی وعظ و نصیحت کی ہے لیکن کسی کام کے پختہ ارادہ کرنے میں جب تک کہ حق تعالیٰ کی عنایت نہ ہو ہم محض ہیچ ہیں اور بدوں خدائے تعالیٰ اور خاصان خدا کی عنایت کے اگر فرضاً فرشتہ بھی ہو تو اس کا ورق اعمال محض سیاہ ہوگا (اور یہی مضمون ہے عبارت سرخی کا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں وہ ہوتا ہے اور جو نہیں چاہتے نہیں ہوتا)

اے خدا اے قادر بیچون و چند	از تو پیدا شد چنیں قصر بلند
اے خدا! اے قدرت والے کیفیت اور کمیت سے پاک	اس قدر بلند محل تجھ سے بنا ہے
واقفی بر حال بیرون و دروں	بے کم و بے بیش و بے چندی و چوں
تو ظاہری اور باطنی حالت سے واقف ہے	تو بلا کمی اور زیادتی کے اور کمیت اور کیفیت کے ہے
اے خدا اے فضل تو حاجت روا	با تو یاد ہیچ کس نبود روا
اے خدا! اے وہ ذات کہ تیری عنایت حاجت روا ہے	تیرے سامنے کسی کی یاد درست نہیں ہے
ایں قدر ارشاد تو بخشیدۂ	تا بدیں بس عیبہا پوشیدۂ
اس قدر رہنمائی تو نے بخشی ہے	جس سے تو نے بہت سے عیب ڈھک دیے ہیں
قطرۂ دانش کہ بخشیدی زپیش	متصل گرداں بدریا ہائے خویش
پہلے سے تو نے جو علم کا قطرہ بخشا ہے	اس کو اپنے دریاؤں سے ملا دے
قطرۂ علم ست اندر جان من	وارہانش از ہوا وز خاک تن
میری جان میں علم کا ایک قطرہ ہے	اس کو خواہش اور جسم کی مٹی سے بچاوے
پیش ازیں کیں خاکہا خسفش کند	پیش ازیں کیں بادہا نشفش کند
اس سے پہلے کہ یہ مٹیاں اس کو دھنسا لیں	اس سے پہلے کہ یہ ہوائیں اس کو سکھائیں

(جب اوپر ثابت ہوا کہ بدوں عنایت الٰہی کے کچھ نہیں ہو سکتا اس لیے مضطر ہو کر متوجہ بجناب باری تعالیٰ ہوتے ہیں کہ) اے خدائے قادر جو کیف و کم سے منزہ ہے آپ ہی کے ایجاد سے ایسا قصہ یعنی آسمان پیدا ہوا ہے آپ ظاہر و باطن کے حالات سے خوب آگاہ ہیں نہ آپ میں نقصان و زیادت ہے نہ کم و کیف ہے اور آپ ایسے ہیں کہ آپ کا فضل حاجت روا ہے اور آپ کے سامنے کسی کی یاد روا نہیں ہے اور اس قدر ہدایت (کہ آپ سے دعا عرض کر رہے ہیں) یہ بھی آپ ہی نے دی ہے یہاں تک کہ اس کی بدولت ہمارے بہت سے عیوب پوشیدہ کر رکھے ہیں (کیونکہ دعا سے خدا تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے اور رحمت سے ذنوب کی ستاری ہوتی ہے آگے جواب

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد ہے۔کہ) ایک قطرہ علم جو آپ نے پہلے سے یعنی مانگنے سے پہلے یا اس وقت سے پہلے) عطا فرما رکھا ہے اس کو اپنے علم کے ساتھ کہ مثل دریاؤں کے ہے متصل فرما دیجئے (یعنی میرے علم کو اپنے علم قدیم سے مناسبت دیدیجئے کہ جس طرح علم قدیم مطابق واقع کے ہے اسی طرح میرے علم میں حقائق شناسی میں غلطی واقع نہ ہو جیسا آیا ہے ارنا الاشیاء کما ھی اور اس کو عمل بطاعت لازم ہے) میری روح میں ایک قطرہ علم پڑا ہوا ہے اس کو ہوائے نفس اور خاک تن سے چھڑا لیجئے قبل اس کے کہ وہ خاک تن اس کو اپنے اندر خسف و جذب کر لے اور قبل اس کے کہ یہ ہوائے نفس اس کو خشک کر دے (مطلب یہ کہ میرا علم شہوات جسمانیہ و حظوظ نفسانیہ کا مغلوب نہ ہو جاوے جس کا ثمرہ بدعملی ہے اور یہی غرض تھی درخواست اتصال بدریائے علم حق سے کیونکہ بدعملی کا منشاء ایک گونہ جہل بہ حقائق اشیاء ہوتا ہے۔

گرچہ چوں نشفش کند تو قادری	کش ازیشاں وا ستانی و آخری
اگرچہ تو اس پر قادر ہے کہ جب وہ اس کو سکھائیں	کہ اس کو تو ان سے واپس لے لے
قطرۂ کو در ہوا شد یا کہ ریخت	از خزینہ قدرت تو کے گریخت
وہ قطرہ جو ہوا میں اڑ گیا یا بہہ گیا	تیری قدرت کے خزانے سے کب بھاگ سکتا ہے؟
گر در آید در عدم یا صد عدم	چوں بخوانیش او کند از سر قدم
اگر وہ عدم یا سو عدموں میں بھی آ جائے	جب تو اسے بلائے وہ سر کے بل آئے
صد ہزاراں ضد ضد را می کشد	بازشاں فضل تو بیروں می کشد
لاکھوں متضاد چیزیں متضاد چیزوں کو فنا کرتی ہیں	پھر تیرا فضل ان کو باہر نکال لاتا ہے
از عدمہا سوئے ہستی ہر زماں	ہست یارب کارواں در کارواں
ہر وقت عدموں سے وجود کی طرف	اے خدا! قافلہ در قافلہ (رواں) ہے
خاصہ ہر شب جملہ افکار و عقول	نیست گردد غرق در بحر نغول
خصوصاً ہر رات تمام فکریں اور عقلیں	نیند کے سمندر میں غرق ہو کر معدوم ہو جاتی ہیں
باز وقت صبح چوں اللّٰہیاں	برزنند از بحر سر چوں ماہیاں
پھر صبح کو خدا پرستوں کی طرح	مچھلیوں کی طرح سمندر سے سر ابھارتی ہیں
در خزاں بیں صد ہزاراں شاخ و برگ	از ہزیمت رفتہ در دریائے مرگ
خزاں (کے موسم) میں لاکھوں شاخیں اور پتے	شکست کھا کر موت کے دریا میں چلے جاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

زاغ پوشیدہ سیہ چوں نوحہ گر	در گلستاں نوحہ کردہ بر خضر
کوے نے نوحہ گر کی طرح سیاہ لباس پہنا ہے	باغ میں سبزہ پر نوحہ کرتا ہے
باز فرماں آید از سالار دہ	مر عدم را کانچہ خوردی باز دہ
پھر رب العالمین کی جانب سے حکم آتا ہے	عدم کے لئے کہ جو کچھ تو نے کھایا ہے واپس دے
آنچہ خوردی وادہ اے مرگ سیاہ	از نبات و ورد و از برگ و گیاہ
اے کالی موت! جو تو نے کھایا ہے واپس دے	پودے اور گلاب اور پتے اور گھاس

یعنی اگرچہ یہ بات ہے کہ بعد اس کے کہ ہوایا خاک اس قطرہ کو خشک کر دے اس وقت بھی آپ کو یہ قدرت ہے کہ ان سے واپس لے لیں دن سے چھڑا لیں کیونکہ جو قطرہ کہ ہوا میں چلا گیا ہو خاک پر گر گیا ہو وہ آپ کے خزانہ قدرت سے تو کہیں نہیں نکل سکتا اگر وہ ایک عدم میں تو کیا بلکہ سو عدم میں چلا جائے مگر جب آپ اس کو طلب فرمادیں اور فوراً سر کو قدم بنا کر حاضر ہو جاوے دیکھو لاکھوں اضداد اپنے اضداد کو معدوم کر دیتی ہیں مثلاً بہار خزاں کو اور خزاں بہار کو اور خوشی غم کو اور غم خوشی کو وعلیٰ ہذا) مگر پھر آپ کا حکم اس کو عدم سے باہر لے آتا ہے (اس کو عدم سے باہر لانا عام ہے کئی صورتوں کو اول خود اس کو عدم محض سے لانا ثانی خود اس کو عدم اضافی سے لانا جیسے پانی ہوا ہو جاوے پھر وہی ہوا پانی بن جاوے تو کون فساد میں فاسد صرف باعتبار صورت خاصہ کے منعدم ہو جاتا ہے مادہ باقی رہتا ہے یا بعد بیداری کے حواس کو عطا فرمانا کہ عدم محض نہ ہوا تھا۔ ثالث اس کے مثل کو عدم محض سے لانا' رابع اس کے مثل کو عدم اضافی سے لانا جیسے برگ کو بعد خزاں کے پیدا کرنا کہ دوسرا پہلے کے مثل ہے وجہ عموم یہ ہے کہ عدم دونوں قسموں پر اطلاق کیا جاتا ہے اسی طرح مثل شے کو بھی احکام عرفیہ میں حکم شے میں قرار دیا جاتا ہے اب کسی شعر میں کوئی اشکال لازم نہیں آتا) عدم سے وجود کی طرف ہر وقت بے شمار قافلے چلے آرہے ہیں خاص کر ہر شب میں کہ تمام افکار و عقول ایک دریائے عمیق (یعنی خواب) میں جا کر معدوم ہو جاتے ہیں اور پھر صبح کے وقت اللہ والوں کی طرح (یعنی جس طرح اللہ والے بلاچون وچرا اطاعت کیا کرتے ہیں) اس دریا نے خواب سے مچھلیوں کی طرح سر نکال نکال باہر آجاتے ہیں (یعنی خواب سے بیداری میں بحالت سابقہ ہو جاتے ہیں (اور دیکھو موسم خزاں میں لاکھوں شاخ و برگ (خزاں سے) شکست کھا کر دریائے عدم میں جا گرے تھے (اور حالت یہ ہوگئی تھی کہ) زاغ نوحہ گروں کی طرح سیاہ پوش ہو گیا تھا اور باغ میں سبز درختوں کے خشک ہو جانے پر نوحہ کرتا پھرتا تھا (یہ مضمون شاعرانہ ہے) جب خزاں گزر گئی تو پھر مالک الملک کی طرف سے عدم کو حکم پہنچا کہ تو نے جو کچھ نگلا ہے واپس دے اور اے مرگ سیاہ تو نے جو کچھ نباتات اور گلاب کے پھول اور برگ و گیاہ کو کھایا ہے وہ سب واپس کر (چنانچہ پھر سب برگ و شاخ درختوں پر نمودار ہو جاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے برادر عقل یک دم باخود آر	دمبدم در تو خزان ست و بہار
اے بھائی! تھوڑی دیر ہوش سنبھال	تجھ میں (بھی) ہر وقت خزاں اور بہار ہے
اے برادر یک دم از خود دور شو	باخود آو غرق بحر نور شو
اے بھائی! تھوڑی دیر کے لئے خودی چھوڑ دے	ہوش میں آ' اور نور کے سمندر میں ڈوب جا
باغ دل را سبز و تر و تازہ بیں	پر زغنچہ و ورد و سرو و یاسمیں
دل کے باغ کو سبز اور تر و تازہ دیکھ	غنچے اور گلاب اور سرو اور چنبیلی سے
زانبہی برگ پنہاں گشتہ شاخ	زانبہی گل نہاں صحراو کاخ
پتوں کی کثرت سے شاخیں ڈھکی ہوئی ہیں	پھولوں کی کثرت سے جنگل اور محل ڈھکے ہوئے ہیں

(اوپر اللہ تعالیٰ کی قدرت پر آفاقی خزاں و بہار سے استدلال کیا ہے اب بمناسبت مقابلہ انفسی خزاں و بہار کا بیان فرماتے ہیں کہ وہ بھی قدرت الٰہیہ پر دلالت کرتی ہے) یعنی اے بھائی تھوڑی دیر کے لئے ذرا عقل کو درست کر کے دیکھو خود تمہارے اندر دمبدم خزان و بہار موجود ہے (خزاں سے مراد تعلقات کونیہ و اوصال نفسانیہ ہیں اور بہار سے مراد معارف وجدانیہ و جذبات ربانیہ ہیں کہ انسان میں کم و بیش علی سبیل التعاقب ان کا ورود ہوتا رہتا ہے یہاں ان کے دیکھنے کو مولانا نے زیادہ اس لئے فرمایا ہے کہ اس گلستان باطن کی سیر کرے اور اس کے ثمرات سے کہ قرب و وصول الی اللہ ہی مالا مال ہو چنانچہ اگلے شعر میں اس کی تصریح ہے) اے بھائی تھوڑی دیر کے لئے خودی وانانیت سے (یعنی صفات رذیلہ نفسانیہ غفلت و ہوا پرستی سے) دور ہو جاؤ اور آپے میں آؤ (یعنی اپنی معرفت حاصل کرو) اور بحر نور میں غرق ہو جاؤ (یعنی حق تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق ہو جاؤ گے چنانچہ مشہور ہے **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ**) باغ قلب کو دیکھو کیسا سبز و تر و تازہ ہے اور تمام تر غنچہ اور پھول اور سرو دیا اس میں سے پر ہے (مراد اس سے واردات و حالات قلبیہ ہیں) اس میں برگ اس قدر کثرت سے ہیں کہ شاخ نظر نہیں آتی اور پھول اس درجہ کثرت سے ہیں کہ تمام صحراؤں کا رخ اس سے چھپ رہا ہے ان معارف و جذبات نے قلب کو گھیر رکھا ہے۔

ایں سخنہا ئیکہ از عقل کل ست	بوئے آں گلزار سرو و سنبل ست
یہ باتیں جو عقل کل کی جانب سے ہیں	سرو اور سنبل کے چمن کی خوشبو ہیں
بوئے گل دیدی کہ آنجا گل نبود	جوش مل دیدی کہ آنجا مل نبود
جس جگہ پھول نہ تھا تو نے پھول کی خوشبو سونگھی ہے	تو نے شراب کا نشہ اس جگہ دیکھا ہے جہاں شراب نہ تھی؟
بو قلاوز ست و رہبر مر ترا	مے برد تا خلد و کوثر مر ترا
خوشبو تیری رہنما اور رہبر ہے	تجھے جنت اور کوثر تک لے جائے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

بو دوائے چشم باشد نور ساز	شد زبوئے دیدۂ یعقوبؑ باز
خوشبو اور پیدا کرنے والی آنکھ کی دوا ہے	خوشبو سے (حضرت) یعقوبؑ کی آنکھیں کھل گئیں
بوئے بد مر دیدہ را تاری کند	بوئے یوسفؑ دیدہ را یاری کند
بدبو آنکھ کو تاریک کرتی ہے	یوسف (علیہ السلام) کی خوشبو آنکھ کی مدد کرتی ہے

(اوپر کے اشعار میں باغ باطن کا کہ عبارت ہے معارف واحوال باطنہ سے اثبات کیا تھا چونکہ بہت سے محجوبین معاملات باطنیہ کے منکر بھی ہیں اس لئے دلیل سے اس کا اثبات کرتے ہیں کہ یہ مضامین (حقائق ودقائق) جو کہ عقل کل کی جانب سے (مجھ کو الہام ہو رہے ہیں) یہ اس گلزار سرو وسنبل (یعنی باغ باطنی) کی خوشبو (یعنی اثر) ہے (عقل کل مجازاً حق تعالیٰ کو کہہ دیا بوجہ احاطہ علمیہ کے مطلب یہ کہ مضامین عجیبہ سے حکماء وفلاسفہ وعلمائے ظاہر عاجز ہیں یہ ان ہی واردات قلبیہ کی بدولت اور ان ہی کا اثر ہے اور اثر دلیل ہوتا ہے وجود مؤثر پر پھر انکار کی کوئی گنجائش نہیں چنانچہ اسی تقریر کی طرف آگے خود ارشاد فرماتے ہیں کہ بھلا تم نے کہیں گل کی خوشبو ایسی جگہ بھی دیکھی ہے جہاں گل نہ ہو اور شراب کا جوش بھی کہیں دیکھا ہے جہاں شراب نہ ہو (یعنی ایسا نہیں ہوسکتا) پس یہ خوشبو ایسی چیز ہے کہ تمہارے لئے قلاؤ یعنی رہبر بن کر تم کو خلد وکوثر تک لے جاسکتی ہے (ظاہر ہے کہ خوشبو سے مراد کاملین کا کلام ہے جیسا اوپر تصریح ہے این سخن ہائیکہ الخ میں بس ترغیب دیتے ہیں کلام کاملین سے مستفید ہونے کی کہ اس کے قبول کرنے سے اور عمل کرنے سے تم بھی صاحب دولت جاودانی وعارف کامل ہوسکتے ہو) اور خوشبو وہ چیز ہے کہ آنکھ کے لئے دوائے نور بخش ہے جس طرح ایک خوشبو سے (کہ وہ خوشبوئے قمیص حضرت یوسف علیہ السلام تھی) حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کھل گئی) (اسی طرح کاملین کا کلام نور بصیرت ومعرفت بخشتا ہے) اور بوئے بد سے آنکھ میں تاریکی ہوتی ہے (یعنی اہل باطل واہل ہوا وشیخان ناقص کے کلام سے ضلالت بڑھتی ہے)

اور بوئے یوسف آنکھ کو قوت دیتی ہے (یعنی کلام کاملین سے معرفت بڑھتی ہے جیسا اوپر بھی گزر چکا۔

تو کہ یوسفؑ نیستی یعقوبؑ باش	ہمچو او باگریہ و آشوب باش
تو جب یوسفؑ نہیں ہے یعقوبؑ بن جا	اس کی طرح رونے اور مصیبت میں رہ
چوں تو شیریں نیستی فرہاد باش	چوں نہ لیلیٰ تو مجنوں گرد فاش
جب تو شیریں نہیں ہے فرہاد بن	جب تو لیلیٰ نہیں ہے تو کھلا مجنوں بن جا
ناز را روئے بباید ہمچو ورد	چوں نداری گرد بدخوئی مگرد
ناز کرنے کے لئے گلاب جیسا چہرہ چاہیے	جب تو نہیں رکھتا ہے بدمزاجی کے قریب نہ جا

www.besturdubooks.wordpress.com

عیب باشد چشم نابینا و باز	زشت باشد روئے نازیبا و ناز
عیب ہے اندھی آنکھ اور کھلی ہوئی	بری بات ہے بدصورت چہرہ اور ناز
بشنو ایں پند از حکیم غزنوی	تا بیابی در تن کہنہ نوی
حکیم غزنوی سے یہ نصیحت سن لے	تاکہ پرانے جسم میں نیا پن پائے
ایں رباعی را شنو از جان و دل	تا بکل بیروں شوی از آب و گل
جان و دل سے اس رباعی کو سن لے	تاکہ تو بالکلیہ آب و گل سے نکل جائے
پند او را از دل و جان گوش کن	ہوش را جاں ساز و جاں را ہوش کن
اس کی نصیحت کو دل و جان سے سن	ہوش کو جان بنا اور جان کو ہوش بنا لے
آں حکیم غزنوی شیخ کبیر	گفتہ است ایں پند نیکو یاد گیر
اس بڑے شیخ حکیم غزنوی نے	کہا ہے اس نصیحت کو اچھی طرح یاد کر لے

اوپر کلام کاملین کی منفعت اور کلام ناقصین کی مضرت بیان کی تھی اب اس پر تفریع کرتے ہیں کہ جب کاملین ایسے ہیں تو تم کو چاہئے ان کی متابعت کرو اور باوجود ناقص ہونے کے دعویٰ کمال کا اور خود پسندی مت کرو چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جب تم یوسف یعنی مطلوب نہیں ہو تو یعقوب (یعنی طالب ہی رہو اور ان کی طرح گریہ و آشوب میں (یعنی درد و طلب میں) رہو (دوسری مثال ہے کہ) جب تم شیریں نہیں ہو تو فرہادہی رہو (تیسری مثال ہے) جب تم لیلیٰ نہیں ہو تو مجنوں ہی بن کر مارے مارے پھرو (مطلب دونوں مثالوں کا مثل اول کے ہے) اور اس بات میں حکیم غزنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ نصیحت سنو جو اگلی سرخی میں آتی ہے) تاکہ تم تن کہنہ میں (یعنی جان بے معرفت میں کہ مثل تن کہنہ کے ہے تازگی (یعنی معرفت) پاؤ۔ اس آئندہ رباعی کو جان و دل سے سنو تاکہ بالکلیہ آب و گل (یعنی تعلقات نفسانیہ) سے خلاصی حاصل ہو جاوے (رباعی اصطلاحاً نہیں محض چار مصرعہ کو باعتبار معنی لغوی کے کہہ دیا) ان کی نصیحت کو دل و جان سے سنو اور ہوش کو جان بناؤ اور جان کو ہوش بناؤ (یہ کنایہ ہے جان کو کمال ہوشیار کرنے سے گویا جان اور ہوش ایک ہی ہو جاویں) غرض ان حکیم غزنوی شیخ کامل نے یہ نصیحت فرمائی ہے اچھی طرح یاد رکھو۔

تفسیر قول حکیم سنائی قدس سرہ

حکیم سنائی قدس سرہ کے قول کی تفسیر

ناز را روئے بباید ہمچو ورد	چون نداری گرد بدخوئے مگرد
ناز کرنے کے لئے گلاب جیسا چہرہ چاہئے	جب تو نہیں رکھتا بدمزاجی کے قریب نہ جا

www.besturdubooks.wordpress.com

عیب باشد چشم نابینا و باز	زشت باشد روئے نازیبا و ناز
عیب ہے اندھی آنکھ اور کھلی ہوئی	بری بات ہے بدصورت چہرہ اور ناز
پیش یوسف نازش و خوبی مکن	جز نیاز و آہ یعقوبی مکن
یوسف کے سامنے ناز اور نخرے نہ کر	سوائے عاجزی اور یعقوبی آہ کے (کچھ) نہ کر
معنے مردن ز طوطی بدنیاز	در نیاز و فقر خود را مردہ ساز
طوطی کے مرنے کا مطلب عاجزی تھا	عاجزی اور احتیاج میں اپنے آپ کو مردہ بنا لے
تا م عیسیٰ ترا زندہ کند	ہمچو خویشت خوب و فرخندہ کند
تا کہ (حضرت) عیسیٰ کا دم تجھے زندہ کر دے	اپنی طرح تجھے نیک اور مبارک بنا دے
در بہاراں کے شود سرسبز سنگ	خاک شو تا گل بروید رنگ رنگ
پتھر (موسم) بہار میں کب سرسبز ہوتا ہے	مٹی بن جا تا کہ رنگ برنگ کے پھول اگیں
سالہا تو سنگ بودی دلخراش	آزموں را یک زمانے خاک باش
تو سالوں دلخراش پتھر رہا ہے	آزمائش کے طور پر تھوڑی دیر کے لئے خاک بن جا
درمیان ایں شنو یک داستاں	تا بدانی اعتقاد راستاں
اس بیان میں ایک داستان سن لے	تا کہ تجھے راست بازوں کا عقیدہ معلوم ہو جائے

یعنے یوسفؑ کے روبرو (مراد یوسفؑ سے کامل ہے) ناز وخوبی (یعنی دعویٰ واظہار کمال) مت کرو بجز آہ و نیاز یعقوبی کے اور کچھ مت کرو اور قصہ مذکورہ میں) طوطی کا مرنا اس سے مقصود بھی نیاز ہے پس نیاز وفقر میں اپنے کو مردہ (یعنے خالی از صفات ذمیمہ) بنا دو تا کہ دم عیسیٰ (شیخ کامل) تجھ کو زندہ (یعنی متخلق باخلاق الٰہی) کر دے اور اپنی طرح تجھ کو بھی خوب وفرخندہ یعنی کامل کر دے۔ دیکھو بہار میں پتھر کب سرسبز ہوتا ہے) تو اگر تم ہی سخت و متکبر ہو گے اور کسی کی متابعت نہ کرو گے تو فیضان کاملین سے محروم رہو گے پس پتھر مت بنو بلکہ) خاک ہو جاؤ تا کہ رنگ برنگ کے پھول پیدا ہوں (یعنی تذلل ومتابعت اختیار کرو تا کہ انواع فیوض وبرکات میسر ہوں) سنگ دل خراش تو مدت سے بنے رہے ہو بھلا آزمائش ہی کی نظر سے تھوڑے دنوں خاک بن کر تو دیکھو (دل خراش سے مراد ظالم جس کا ضرر دوسروں کو بھی پہنچے) تم اس عجز ونیاز کے بیان میں ایک داستان سنو تا کہ تم کو صادق الاعتقاد لوگوں کے اعتقاد کا حال معلوم ہو (کہ وہ پیر چنگی جس کی داستان آگے آتی ہے باوجود عاصی ہونے کے محض اپنے افعال پر ندامت اور گریہ زاری بدولت اللہ تعالیٰ کا مقبول ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عرض ناشر

الحمد للہ ادارہ شروع ہی سے اکابر کی نایاب کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے خصوصاً حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ان کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔

انہیں کتب میں سے زیر نظر کتاب ''کلید مثنوی'' بھی ماضی قریب میں اتنی نایاب تھی کہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض خاص خلفاء کرام رحمہم اللہ کو مکمل کہیں دستیاب نہ آسکی حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ سیدومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے ''کلید مثنوی'' مکمل کہیں دیکھی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش ہے مگر صرف دو چار جلدیں ہی دستیاب ہوسکیں۔ اور حضرت نے مکمل دیکھنے کے شوق کا اظہار بھی فرمایا۔ اسی وقت حضرت کی برکت سے احقر کے دل میں کلید مثنوی مکمل تلاش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں جہاں جہاں کلید مثنوی کے حصے ملنے کی امید تھی وہاں کا سفر کیا تو الحمد للہ اصل مرکز یعنی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے کافی حصے مل گئے۔ لیکن پانچواں دفتر کہیں سے نہ مل سکا حتیٰ کہ اس کی تلاش دھلی کی گلی کوچوں میں حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ (مترجم مثنوی) کے در دولت پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو انہوں نے بھی پانچویں دفتر کی عدم موجودگی کا اظہار فرمایا۔

بہرحال اللہ پاک نے نصرت فرمائی اور دارالعلوم کراچی میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے وقف کردہ کتب خانہ سے پانچویں دفتر کا قلمی نسخہ نہایت شکستہ خط میں دستیاب ہوا۔ اور اس طرح محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ نایاب تصنیف لطیف ''کلید مثنوی'' مکمل چوبیس حصوں میں منظر عام پر آئی۔

ادارہ نے پہلے بھی اس کتاب کو شائع کیا تھا مگر قارئین کرام کے شدید اصرار پر ادارہ کو اس جدید ایڈیشن کو ترتیب نو کے ساتھ جلی قلم سے بڑی تختی پر شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے تاکہ شائقین کے لئے تفہیم میں اشاعت کی طرف سے کوئی پیچیدگی نہ رہے اور قارئین اس چشمۂ اشرفی سے بسہولت سیراب ہوسکیں۔

نوٹ: اس سے قبل دو ایڈیشن قدیم کتابت کے ساتھ شائع کئے تھے اُن میں بعض مقامات پر فارسی اشعار کا علیحدہ ترجمہ نہیں تھا۔ جو اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے پورا کیا ہے۔ الحمد للہ اس جدید کمپیوٹر ایڈیشن میں تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق (محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

www.besturdubooks.wordpress.com

کلید مثنوی جلد اول

دوسرا حصہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

داستان پیر چنگی کہ در عہد عمرؓ از بہر خداوند تعالیٰ در گورستاں در روز بینوائی چنگ میزد

سارنگی بجانے والے بوڑھے کا قصہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فاقہ کے روز اللہ واسطے سارنگی بجاتا تھا

(ربط اس کا ماقبل سے ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے اور اس قصہ کے ماخذ کی تحقیق نہیں)

ایں شنیدستی کہ در عہد عمرؓ	بود چنگی مطربے با کروفر
تونے یہ سنا ہے کہ (حضرت) عمرؓ کے زمانہ میں	ایک سارنگی بجانے والا گویا شان و شوکت سے تھا
بلبل از آواز او بے خود شدے	یک طرب ز آواز خوبش صد شدے
بلبل اس کی آواز سے مست ہو جاتی	اس کی حسین آواز سے ایک مستی سو مستیاں بن جاتیں
مجلس و مجمع دمش آراستے	وز نوائے او قیامت خاستے
اس کی آواز مجلس اور مجمع کو آراستہ کر دیتی	اور اس کی آواز سے قیامت برپا ہو جاتی
ہمچو اسرافیلؑ کا وازش بفن	مردگاں را جاں در آرد در بدن
وہ (حضرت) اسرافیلؑ جیسا تھا کہ اس کی آواز فن کے ذریعہ	مردوں کے بدن میں جان ڈال دیتی

www.besturdubooks.wordpress.com

یارسائل بود اسرافیلؑ را	کز سماعش پر برستے فیل را
یا وہ (حضرت) اسرافیلؑ کا ہم آواز تھا	کہ اس کے سننے سے ہاتھی کے پر لگ جاتے
سازد اسرافیل روزے نالہ را	جاں دہد بوسیدۂ صد سالہ را
(حضرت) اسرافیلؑ ایک روز نالہ کا سازو سامان کرینگے	سو سال کے پرانے (جسم) کو جان عطا کریں گے

(چنگی صفت مقدم مطرب، رسائل جمع رسیلہ بتائے مبالغہ بمعنے رسیل آنکہ در تیر انداختن وخزان شریک ماشد مراد ہم زبان وہم آواز (یعنی تم نے یہ قصہ بھی سنا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک مطرب چنگ بجانے والا بڑے کروفر کا تھا جس کی آواز سے بلبل (جو خوش الحانی میں مشہور ہے) بیخود ہو جاتی اور سامعین کو پہلے سے) ایک طرب (ہوتا تو) اس کی آواز خوب سے (وہ) سو حصہ بڑھ جاتا تھا مجلس اور مجمع کو اس کی آواز بارونق کر دیتی تھی اور اس کی آواز سے (گویا قیامت قائم ہو جاتی تھی جیسے اسرافیل علیہ السلام جن کی آواز اپنی تاثیر سے مردوں کے بدن میں جان ڈال دے گی یا یوں کہو کہ وہ اسرافیل علیہ السلام کا ہم آہنگ تھا کہ اس کے گانے سے (گویا) فیل کے پر جم آتے تھے (یہ سب شاعرانہ مبالغات ہیں) اسرافیل علیہ السلام ایک دن ایسا نالہ کریں گے کہ سینکڑوں سال کے بوسیدہ مردوں کے جان ڈال دینگے (چونکہ اوپر اسرافیل علیہ السلام سے تشبیہ دی تھی اس لئے مشبہ بہ کا حال بیان کر دیا۔

اولیاء را در دروں ہم نغمہاست	طالباں راز اں حیات بے بہاست
اولیاء کے اندر (بھی) نغمے ہیں	ان سے طالبوں کو انمول زندگی حاصل ہوتی ہے
نشنود آں نغمہا را گوش حس	کز ستمہا گوش حس باشد نجس
ان نغموں کو حسی کان نہیں سنتے ہیں	اسلئے کہ (دنیا کی) باتوں سے حسی کان ناپاک ہو جاتے ہیں
نشنود نغمہ پری را آدمی	کو بود ز اسرار پریاں اعجمی
پری کا نغمہ آدمی نہیں سنتا	کیونکہ وہ پریوں کے راز سے نابلد ہے
گرچہ ہم نغمہ پری زیں عالم ست	نغمۂ دل برتر از ہر دو دم ست
اگرچہ پری کا نغمہ بھی اسی عالم کا ہے	لیکن دل کا نغمہ دونوں نغموں سے بلند ہے
کہ پری و آدمی زندانی اند	ہر دو در زندان ایں نادانی اند
اس لئے کہ پری اور آدمی قیدی ہیں	دونوں اسی نادانی کے قید خانہ میں ہیں
سورۂ رحمٰن بخواں اے مبتدی	تا شوی برسر پریاں مہتدی
اے نوآموز! سورۃ الرحمٰن پڑھ	تاکہ تو پریوں کے بھید سے واقف ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

معشر الجن سورۂ رحمٰن بخواں	تستطیعوا تنفذوا را باز داں
سورۃ الرحمٰن کی "معشر الجن" پڑھ	تستطیعوا (اور) تنفذوا کو سمجھ

(اس میں انتقال ہے نغمہ ظاہری کے ذکر سے نغمہ باطن کے ذکر کی طرف) یعنی اولیاء اللہ کے نغمات باطن میں ہوتے ہیں جن سے طالبان (حق) کو حیات بے بہا حاصل ہوتی ہے مراد ان نغمات سے تاثیرات صحبت و ارشادات ہیں اور ان کا ذریعہ حیات ابدیہ ہونا ظاہر ہے) ان نغمات کو یہ حسی کان (جن سے اصوات ظاہری کا احساس ہوتا ہے) نہیں سن سکتے کیونکہ (فضول) باتوں سے گوش حس نجس ہو جاتا ہے) تاثیرات میں تو مسموع بننے کی صلاحیت ہی نہیں اس لئے یہ حکم باعتبار کلمات ارشاد کے ہے اور نہ سننے سے مراد یہ ہے کہ اہل قساوات کے قلوب میں اثر نہیں کرتے سو فضولیات میں مشغول اور ان سے مالوف ہونے کا اس اثر سے مانع ہونا ظاہر ہے اور اگر یہ گوش حس ان نغمات کا ادراک نہ کریں تو مستبعد نہیں کیونکہ) دیکھو جنات کی باتیں آدمی نہیں سنتا کیونکہ وہ ان کے مخفی حالات سے محض اجنبی ہے باوجودیکہ ان کی باتیں اسی عالم کی جنس سے ہیں اور نغمہ باطن تو دونوں قسم کی باتوں سے اعلیٰ وارفع ہے (کلام انس سے بھی کلام جن سے بھی اور نغمہ جن کے مجانس ہونے کی دلیل یہ ہے) کہ جن اور انسان دونوں (عالم ناسوت میں مقید ہیں اور دونوں اس جہل و غفلت کے زندان میں (محبوس) ہیں (جو کہ آثار ناسوت سے ہیں) سورہ رحمٰن پڑھ کر دیکھو تا کہ تم کو کچھ مخفی حالات جنات کے معلوم ہوں اور سورہ رحمٰن میں بھی یہ آیت پڑھو **یا معشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموٰت والارض فانفذوا** (اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بطور تعجیز کے جن وانس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے جن وانس اگر تم کو اس قدر قدرت ہے کہ اطراف سموات وارض سے باہر نکل جاؤ تو بھلا نکل تو جاؤ غرض یہ ہے کہ ہماری قدرت وعذاب سے بچ کر نکل جانا محال ہے مقصود مولانا کا اس آیت کے یاد دلانے سے یہ ہے کہ یہ آیات دلالت کرتی ہے جن وانس کے مقید فی الاقطار ہونے پر پس زندانی ہونا ثابت ہو گیا حاصل مقام کا یہ ہے کہ جنات کی معمولی باتیں جب سمجھ میں نہیں آتیں باوجودیکہ ان سے قرب مناسبت بھی ہے تو انبیاءؑ اولیاءؒ کے نغمات باطنی کا ادراک نہ ہونا کیا بعید ہے۔

نغمہائے اندرون اولیاء	اولاً گوید کہ اے اجزاء لا
اولیاء کے باطن نغمے	پہلے کہتے ہیں اے معدوم کے جزو!
ہیں ز لائے نفی سرہا برزنید	ایں خیال و وہم بروں افگنید
خبردار! عدم کے لا سے نکلو	اس خیال اور وہم کو نکال پھینکو
اے ہمہ پوشیدہ در کون و فساد	جان باقی تاں نروئید و نزاد
اے بالکلیہ کون اور فساد میں ڈوبے ہوؤ	تمہاری باقی (رہنے والی) روح نہ اگی نہ پیدا ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

کار ایشان ست زانسوئے پرے	گر ددت روشن چو جوئی رہبرے
ان (اولیاء) کا کام اس سے بھی آگے کا ہے	جب تو رہبر تلاش کرے گا تجھ پر کھلے گا
گر بگویم شمۂ زاں نغمہا	جانہا سر بر زنند از دخمہا
اگر میں ان نغموں کا تھوڑا سا بیان کر دوں	تو روحیں قبروں سے نکل پڑیں
گوش رانزدیک کن کاں دور نیست	لیک نقل آں بتو دستور نیست
کان کو قریب کر وہ دور نہیں ہیں	لیکن ان کو تجھ سے نقل کرنے کا دستور نہیں ہے

(لاکلمہ نفی مراد بدان ہستی ظاہری کو در حقیقت نیستی ست و اجزاے لامقیدان وتابعان این ہستی تشبیہا اجزاء گفتہ کہ اجزاء تابع کل باشند او پر اثبات تھا ان نغموں کا اب ان نغمات کا مضمون اجمالاً بیان کرتے ہیں کہ اولیاء کے نغمات باطنی اول تو (اہل غفلت کو خطاب کر کے) یوں کہتے ہیں کہ اے گرفتاران (تعلقات ذمیمہ) ہستی موہوم اس ہستی سے اپنے کو نکالو اور یہ خیالات واوہام مخفیہ (کہ التفات الی غیر اللہ ہے) دماغ سے باہر کرو ان اولیاء کا کاروبار (یعنی نغمہ وفیض جنات کے بھی اس طرف ہے (جیسا اوپر بیان آچکا ہے' گرچہ ہم نغمہ پری زین عالم بست الخ تم کو وہ اس وقت ظاہر و مفہوم ہو جب راہ طریقت کے گرد دوڑے دوڑے پھرو (یعنے طالب ہو) اور نیز ان نغمات کا یہ مضمون ہے کہ اے سب لوگوں جو اس عالم کون وفساد (کے تعلقات) میں گرفتار ہو تمہاری حیات باقیہ کہ تعلق مع الحق سے حاصل ہوتی ہے) ابھی پیدا ابھی نہیں ہوئی (کیونکہ ان تعلقات فانیہ سے ہنوز نجات نہیں ہوئی) اگر میں ان نغموں کی حقیقت کچھ بھی بیان کر دوں تو قبرستان سے مردے نکل پڑیں (اور جس قدر اوپر بیان کیا ہے وہ محض تعبیر لفظی ہے اور حقیقت اس کی امر حالی و وجدانی ہے کہ حصول سے منکشف ہوتی ہے اور اس کا کہنا یہی ہے کہ کسی پر وہ حالت قوت تصرف سے طاری کر دی جاوے اور ظاہر ہے کہ اس کا طاری ہونا بلاشبہ مردہ دلوں کو زندہ کر دے اہل قبور سے یہی مراد ہیں ذرا گوش (باطن) کو نزدیک کرلو (تو وہ نغمات مفہوم ہونے لگیں کیونکہ) وہ کچھ ادراک سے) بہت بعید نہیں لیکن اس کو تم سے کہنے کی اجازت نہیں (کیونکہ وہ حالی ہے بیان سے سمجھ میں نہیں آتا البتہ صفائے قلب سے ادراک ہوتا ہے گوش باطن سے یہی مراد ہے۔

ہیں کہ اسرافیل وقتند اولیاء	مردہ را زیشاں حیات ست ونما
خبردار! اولیاء وقت کے اسرافیل ہیں	مردے کی ان سے زندگی اور نشو نما ہے
جانہائے مردہ اندر گور تن	بر جہد ز آواز شاں اندر کفن
جسم کی قبر میں مردہ جانیں	ان کی آواز سے کفن میں تڑپنے لگتی ہیں
گویدایں آواز آوا جداست	زندہ کردن کار آواز خداست
وہ کہتی ہے یہ آواز آوازوں سے جداگانہ ہے	زندہ کرنا خدا کی آواز کا کام ہے

چوں زصوت اولیاء آگاہ شوند	از طرب گویند چوں بارہ شوند
جب وہ اولیاء کی آواز سے واقف ہو جاتی ہیں	جب راستہ پر چل پڑتی ہیں تو خوش ہو کر کہتی ہیں
مابمردیم و بکلی کاستیم	بانگ حق آمد ہمہ برخاستیم
ہم مر گئے تھے اور بالکل مضمحل ہوگئے تھے	خدا کی آواز آئی ہم سب اٹھ کھڑے ہوئے

(آواز مخفف آواز یعنی اولیاء اللہ اسرافیل وقت ہوتے ہیں کہ مردہ (دل کو ان سے حیات ونشوونمائے (باطنی) ہوتا ہے ارواح مردہ (جو گورتن میں غافل پڑی ہیں) ان کی آواز (یعنی فیض وتعلیم سے ان (غفلت) میں حرکت کرنے لگتی ہیں اور (خوش ہو کر) یوں کہنے لگتی ہیں کہ یہ آواز اور آوازوں سے (تاثیر میں) جدا ہے (اور اصل یہ ہے کہ زندہ کرنا آواز خدا کا اثر ہے (پس ان کی آواز ایک اعتبار سے خدا کی آواز ہے وہ اعتبار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ فیض وتعلیم ہے اس کی طرف موصل ہے اس کے نزدیک مقبول ہے پس گویا خدا کی آواز ہی جیسے من روحی میں نسبت روح کی حق جل شانہ کی طرف ہے جب اروح مردہ اولیاء کے نغمات سے واقف ہوتی ہیں (یعنی ان کی تاثیرات سے منصبغ ہوتی ہیں) تو طرب میں آ کر جب راہ (وصول) پڑ جاتی ہیں تو یوں کہنے لگتی ہیں کہ ہم تو (تعلقات ماسوی اللہ سے) بالکل مردہ ہو چکے تھے اور بالکل گھاٹے میں آ گئے تھے بانگ حق (یعنی نغمات اولیاء) آئی جب ہم سے جی اٹھے (یعنی ان کی برکت سے حیات باقیہ میسر ہوئی)

بانگ حق اندر حجاب و بے جیب	آں دہد کو داد مریم راز جیب
اللہ کی آواز پردے میں اور بے پردہ	وہ چیز عطا کرتی ہے جو اس نے جیب سے مریم کو دی
اے فناتاں نیست کردہ زیر پوست	باز گردید از عدم ز آواز دوست
اے لوگو! تمہیں فنا نے کھال کے اندر نابود کر دیا ہے	دوست کی آواز پر عدم سے واپس آ جاؤ
مطلق آں آواز از شہ بود	گرچہ از حلقوم عبداللہ بود
وہ مطلق آواز شاہ کی ہوتی ہے	اگرچہ اللہ کے بندے کے حلق سے ہو
گفت اورا من زبان و چشم تو	من حواس و من رضا و خشم تو
اس کو خدا نے کہہ دیا ہے میں تیری زبان اور آنکھ ہوں	میں تیرے حواس اور تیری رضا اور ناراضی ہوں
روکہ بی یسمع و بی یبصر توئی	سر توئی چہ جائے صاحب سر توئی
جا! بی یسمع وبی یبصر تو ہے	تو راز ہے چہ جائیکہ تو صاحب راز ہو

(اوپر نغمات اولیاء کی تاثیر اور اس کا بالتاویل بانگ حق ہونا بیان کیا ہے اس تاثیر اور اس تاویل کو مکرر

www.besturdubooks.wordpress.com

فرماتے ہیں کہ) کلام حق خواہ (انبیاءؑ و اولیاءؒ کے حجاب و واسطہ سے ہو خواہ بلا واسطہ ہو (جیسے خود انبیاءؑ و ملائکہ سے مثلاً) وہ چیز دیتا ہے جو حضرت مریم علیہا السلام کو جیب قمیص سے دی تھی (یعنی حیات بخشتا ہے اور یوں کہتا ہے کہ) اے لوگو جن کو فناء (یعنی تعلقات فانیہ) نے پوست میں (یعنی ظاہر پرستی میں) مبتلا کر رکھا ہے تم اس دار فنا سے اپنے محبوب حقیقی کی طرف رجوع کرو یہ کلام علی الاطلاق شہنشاہ حقیقی کی طرف سے ہوتا ہے گو کسی بندہ مقبول کے حلق سے ہو (یعنی اگر وہ اس بندہ کا بھی کلام ہو تب بھی باعتبار تاویل مذکور کلام حق ہی ہے آگے اس کی تائید ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے اس بندہ سے فرمایا ہے کہ میں تیری زبان و چشم ہوں اور میں تیرے حواس و رضاء و خشم ہوں جا (چین کر) تو تو بی یسمع و بی یبصر ہو گیا اور تو (میرا) خاص بن گیا بلکہ خاص تو کیا خود صاحب خاص (یعنی میں) ہی بن گیا (ایک حدیث میں ایسے الفاظ آئے ہیں مراد تشبیہ و استعارہ ہے حاصل اس کا کمال اطاعت و رضا ہے۔

بیان حدیث من کان للہ کان اللہ لہٗ

حدیث "جو شخص اللہ کے لئے ہو گیا اللہ اس کے لئے ہو گیا" کا بیان

چون شدی من کان للہ از ولہ	من ترا باشم کہ کان اللہ لہ
جب تو عشق کی وجہ سے من کان للہ بنا	میں تیرا ہو گیا کیونکہ کان اللہ لہٗ ہے
گہ توئی گویم ترا گاہے منم	ہرچہ گویم آفتابِ روشنم
کبھی تجھے تو ہے کبھی میں ہوں کہتا ہوں	جو کچھ بھی کہتا ہوں میں روشن آفتاب (ہی) ہوں
ہر کجا تابم ز مشکات دمے	حل شد آنجا مشکلات عالمے
جس جگہ تھوڑی دیر کے لئے تیرے طاقچے سے چمک جاتا ہوں	اس جگہ دنیا کی مشکلات حل ہو جاتی ہیں
ہر کجا تاریکی آمد ناسزا	از فروغ ما بود شمس الضحیٰ
جس جگہ نامناسب تاریکی آتی ہے	ہماری تجلی سے شمس الضحیٰ بن جاتی ہے
ظلمتے را کآفتابش بر نداشت	از دم ما گردد آں ظلمت چو چاشت
جس تاریکی کو سورج نہ اٹھا سکا	ہمارے دم سے وہ تاریکی چاشت بن جاتی ہے

(ولہ محبت و عشق ناسزا صفت تاریکی یہ تتمہ ہے ماسبق کا اور مقولہ ہے حق کا کہ حق تعالیٰ اس بندہ خاص سے یوں فرماتے ہیں کہ) جب تو محبت الٰہی سے من کان للہ کا مصداق بن گیا (یعنی تو اللہ کا ہو گیا) تو میں تیرا ہو جاؤں گا کیونکہ کان اللہ لہ ایسے شخص کے واسطے وعدہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے ہو جاتے ہیں) کبھی تجھ کو توئی کہہ دیتا ہوں کبھی منم کہہ دیتا ہوں اور ان دونوں لفظوں میں سے جو بھی کہہ دوں میں ہی آفتاب روشن مراد ہوتا ہوں

(مطلب یہ کہ مجھ کو تجھ سے ایسا قوی تعلق ہو جاتا ہے کہ میرا فیض تیرے ہی واسطہ سے پہنچتا ہے۔ خواہ اس کو میرا فیض کہہ دیا جاوے خواہ تیرا فیض کہہ دیا جاوے دونوں اطلاق صحیح ہیں ایک باعتبار حقیقت کے ایک باعتبار مجاز کے اور اسی اعتبار سے حدیث میں اس قسم کے الفاظ کا استعمال وارد ہوا ہے مرضت فلم تعدنی و استطعمتک فلم تطعمنی اور اسی بناء پر فرمایا ہے و ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی) اور (ارشاد حق ہوتا ہے کہ اے عارف) میں جہاں کہیں تیرے طاقچہ (وجود) سے ایک دم کے لئے چمک اٹھتا ہوں وہاں ایک عالم بھر کی مشکلیں حل ہو جاتی ہیں (مشکوٰۃ اور تا بم کا لفظ بمناسبت آفتاب کے لائے ہیں مراد یہ کہ میرا فیض جو بواسطہ عارف پہنچتا ہے اس سے طریقت کی دشواریاں دفع ہو جاتی ہیں جس ظلمت کو آفتاب ظاہری دفع نہیں کر سکتا (مراد اس سے ظلمت جہل وغفلت والحاد وزندقہ کی ہے وہ ہمارے کلام کی برکت سے چاشت کی طرح نورانی ہو جاتی ہے اور جہاں ناگوار تاریکی ہوتی ہے وہ ہمارے نور سے آفتاب چاشت بن جاتی ہے (یہ شعر سابق کا ہم مضمون ہے اور کلام والہام حق سے ان ظلمات باطنہ کا رفع ہو جانا ظاہر ہے۔

آدمے را او بخویش اسما نمود	دیگراں راز آدم اسامی کشود
آدم پر اس نے اپنی جانب سے ناموں کا اظہار کیا	دوسروں پر آدم کے ذریعہ نام منکشف ہو گئے
آب خواہ از جو بجو یا از سبو	کیں سبو راہم مدد باشد زجو
پانی خواہ نہر سے لے یا مٹکے سے	مٹکے کی مدد بھی تو نہر سے ہے
نور خواہ از مہ طلب خواہی زخور	نور مہ ہم ز آفتاب ست اے پسر
روشنی چاند سے طلب کر یا سورج سے	اے بیٹا! چاند کی روشنی بھی سورج سے ہے
مقتبس شوز ودچوں یابی نجوم	گفت پیغمبر کہ اصحابی نجوم
جلد روشنی حاصل کر لے جب تو ستارے پالے	پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں
خواہ ز آدم گیر نورش خواہ ازو	خواہ از خم گیرمے خواہ از کدو
اس کا نور آدم سے لے یا اس سے لے	شراب خواہ مٹکے سے لے یا کدو سے
کیں کدو با خم بہ پیوست ست سخت	نے چو تو شاد آں کدوائے نیک بخت
یہ کدو مٹکے سے سخت جڑا ہوا ہے	اے نیک بخت! تیری طرح وہ کدو بے نیاز نہیں ہے
گفت طوبیٰ من رانی مصطفیٰ	والذی یبصر لمن وجہی رأی
مصطفیٰ (ﷺ) نے فرمایا خوشخبری ہے اس کیلئے جس نے مجھے دیکھا	اور جو اس کو دیکھے جس نے میرا چہرہ دیکھا

besturdubooks.wordpress.com

(یا یے آدمی زائد مراد آدم شاد و عاست لفظ باد بعد از اں مقدر او پر ثابت کیا تھا کہ فیض اولیاء کا فیض حق ہے اور اولیاء محض واسطہ ہیں یہاں اسی مضمون کی تاکید ہے کہ) حضرت آدم علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے خود (یعنی بلا واسطہ) اسماء کی تعلیم فرمائی اور دوسروں کو بواسطہ حضرت آدم کے اسماء منکشف ہوئے (پس وہ بھی فیض حق ہے بواسطہ آدم علیہ السلام کے) خواہ نورِ حق یعنی علوم و معارف) کو حضرت آدم علیہ السلام سے حاصل کرو خواہ خود حق تعالیٰ سے لو (سب نور حق ہی ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ شراب خواہ خم میں سے لے لو خواہ سبو میں سے (کہ اس میں بھی خم ہی سے آئی ہے دونوں حالتوں میں وہ شراب خم ہی ہے) کیونکہ اس کدو کو (جس کو اوپر سبو کہہ دیا ہے خم سے سخت اتصال (و تعلق) ہے (اسی طرح اولیاء اللہ کو حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ارتباط خاص ہے نہ کہ تیری طرح (کہ حق تعالیٰ سے دور و مہجور ہے) ہمیشہ وہ کدو شاد و آباد رہے) آگے دوسری مثال ہے کہ) آب معرفت خواہ نہر سے (یعنی حق تعالیٰ سے) ڈھونڈھو اور خواہ سبو سے (یعنے اولیاء اللہ سے کیونکہ اس سبو کو بھی اس نہر سے ہی امداد پہنچی ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ اولیاء اللہ کی حاجت نہیں ہے عوام بلا واسطہ فیض لے سکتے ہیں بلکہ مقصود اس شبہ کا دفع کرتا ہے کہ فیض اولیاء اللہ غیر فیض حق ہے آگے تیسری مثال ہے کہ نور خواہ چاند سے لے لو خواہ آفتاب سے کیونکہ نور ماہ بھی آفتاب ہی سے آتا ہے پس جب تم کو نجوم میسر ہوں فوراً (نور آفتاب کا) ان سے استفادہ کرو (چنانچہ دو حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے حدیث اول) جناب پیغمبر ﷺ نے فرمایا ہے کہ اصحابی کالنجوم یعنی میرے سب صحابہ مثل ستاروں کے ہیں (تتمہ حدیث کا یہ ہے بایھم اقتدیتم اھتدیتم یعنی ان میں سے جس کے پیچھے ہو لوگے راہ حق مل جاوے گی پس حدیث مذکور سے ثابت ہوا کہ صحابہ کا اتباع مثل اتباع نبوی ہے پس مضمون سابق کی تائید ہوگئی حدیث ثانی) فرمایا ہے مصطفیٰ ﷺ نے طوبیٰ من رانی اور امن رانی یعنی بڑی خوش قسمتی ہے اس شخص کی جس نے مجھ کو دیکھا یا میرے دیکھنے والوں کو دیکھا (مولانا نے حدیث کے جزو ثانی کو بالمعنی روایت کیا ہے ترجمہ یہ ہے اور طوبیٰ اس شخص کے لئے ہے جو دیکھے اس شخص کو جس نے میرے چہرہ کو دیکھا ہو اس سے بھی تائید ظاہر ہے کہ رویت بلا واسطہ و بواسطہ دونوں موجب برکت ہیں۔

چوں چراغے نور شمع را کشید	ہر کہ دید آں را یقیں آں شمع دید
جب چراغ نے شمع کی روشنی حاصل کر لی	جس نے اس کو دیکھا یقیناً اس نے شمع کو دیکھا
ہمچنیں تا صد چراغ ار نقل شد	دیدن آخر لقائے اصل بد
اسی طرح اگر وہ سو چراغوں میں منتقل ہوئی	آخری کا دیکھنا اصل کی ملاقات تھی
خواہ از نور پسیں بستاں تو آں	ہیچ فرقے نیست خواہ از شمع داں
خواہ آخری روشنی سے تو وہ لے	کوئی فرق نہیں خواہ شمع سے سمجھ لے
خواہ نور از اولیں بستاں بجاں	خواہ از نور پسیں فرقے مداں
خواہ پہلے والے سے تو دل و جان سے روشنی لے	خواہ آخری روشنی سے کوئی فرق نہ سمجھ

خواہ بیں نور از چراغ آخریں	خواہ بیں نورش زشمع غابریں
خواہ روشنی آخری چراغ کی دیکھے	خواہ اس کی روشنی گزرے ہوؤں کی سمجھ

یہ چوتھی مثال ہے مضمون سابق کی جس کے ضمن میں حدیث ثانی کی توضیح بھی ہے (یعنی جب کسی چراغ نے کسی شمع کی روشنی قبول کر لی (یعنی اس سے روشن کر لیا گیا) تو جس شخص نے اس چراغ کو دیکھ لیا یقینا (ایسا ہی ہے جیسا) شمع کو دیکھ لیا (کیونکہ اس میں اسی کا نور ہے) اسی طرح سو چراغ تک بھی اگر یکے بعد دیگرے یہی سلسلہ چلا جاوے کہ ایک سے دوسرا روشن ہو جاوے دوسرے سے تیسرا وعلی ہذا) جب بھی اخیر والے کا دیکھنا (گویا) اصل (یعنی اول شمع) کا دیکھنا ہے خواہ پچھلے نور سے (وہ روشنی) حاصل کرلو خواہ شمع سے سمجھ لو کچھ بھی فرق نہیں اور چاہے روشنی کو اول والے نور سے لے لو اور چاہے پچھلے والے نور سے اور کچھ فرق مت سمجھو خواہ روشنی کو پچھلے چراغ سے سمجھو خواہ اس کی روشنی شمع سابق سے سمجھو (اسی طرح جو فیض حق بواسطہ ہو وہ فیض حق ہی ہے)

در بیان آن حدیث ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الافتعرضوا لھا

یہ حدیث میری نظر سے نہیں گزری مگر مضمون اس کا دوسری نصوص سے مؤید ہے ترجمہ اس کا یہ ہے کہ تمہاری عمر کے ایام واوقات میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطیات وفیض بحال بندہ متوجہ ہوتے ہیں ہوشیار ہو جاؤ کہ اس کے لئے تیار رہا کرو یعنی اس کے منتظر ونگران رہو اور اپنے حضور قلب واصلاح اعمال سے اس کے قابل بنائے رکھو ربط اس کا ماقبل سے یہ ہے کہ اوپر ان فیوض حق کا بیان تھا جو بواسطہ انبیاء اولیاء حاصل ہوتے ہیں جن کو نغمات سے تعبیر کیا تھا اب فیض حق بلا واسطہ کا بیان ہے جن کو نفحات سے تعبیر کیا ہے۔

گفت پیغمبرؐ کہ نفحہائے حق	اندریں ایام می آرد سبق
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ اللہ کی خوشبوئیں	اس زمانہ میں آگے بڑھی ہیں
گوش ہش دارید ایں اوقات را	در ربائید ایں چنیں نفحات را
ان اوقات میں ہوش کے کان لگائے رکھو	اس طرح کی خوشبوئیں حاصل کر لو
نفحہ آمد شمارا دید و رفت	ہر کرامی خواست جاں بخشید ورفت
خوشبو آئی اس نے تمہیں دیکھا اور چل دی	جس نے چاہا اس نے اس کو جان بخش دی اور چلی گئی
نفحہ دیگر رسید آگاہ باش	تا ازیں ہم وانمانی خواجہ تاش
خبردار! دوسری خوشبو آئی	اے پیر بھائی! اس سے بھی محروم نہ رہنا

www.besturdubooks.wordpress.com

جان آتش یافت زاں آتش کشے	جان مردہ یافت ازوے جنبشے
جہنمی جان نے اس سے آگ کو بجھانے والا پا لیا	مردہ جان نے اس سے زندگی پا لی
جان ناری یافت ازوے انطفا	مردہ پوشید از بقائے او قبا
جہنمی جان نے اس سے بجھاؤ حاصل کر لیا	مردے نے اس کے وجود سے قبا پہن لی
تازگی و جنبش طوبیٰ ست ایں	ہمچو جنبش ہائے خلقاں نیست ایں
یہ طوبیٰ کی تازگی اور جنبش ہے	یہ مخلوق کی جنبشوں کی طرح نہیں ہے
گر در افتد در زمین و آسماں	زہرۂ شاں آب گردد در زماں
اگر وہ زمین اور آسمان پر آ پڑے	فوراً ان کا پتہ پانی ہو جائے
خود زبیم ایں دم بے منتہا	بازخواں فابین ان یحملنہا
اس بے انتہا ہوا کے خوف سے	پڑھ فابین ان یحملنہا
ورنہ خود اشفقن منہا چوں بدے	گرنہ ازبیمش دل کہ خوں شدے
ورنہ اشفقن منہا کیوں ہوتا؟	اگر اس کے خوف سے پہاڑ کا دل خوں نہ بنتا

جان آتش وجان ناری ہم معانی ناری ومنکر آتش کشی بضم کاف ویائے زائدہ بمعنی مطفی طوبے یا مالالف مقصورہ) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کے فیوض ان ایام (عمر) میں سبقت اور توجہ فرمایا کرتے ہیں تو گوش (دل) کو باہوش رکھا کرو ان اوقات کے لئے اور ایسے فیوض کو لے لیا کرو اور ان کی آمد کی یہ کیفیت ہے کہ) ایک فیض آیا اور تم کو غفلت میں) دیکھا چلا گیا اور جو شخص اس کا خواہاں وطالب تھا اس کو جان بخش گیا (یعنی اہل غفلت پر اثر نہ ہوا اہل طلب پر اثر ہو گیا جیسا دوسری حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض شب میں خود متوجہ ہوتے ہیں کہ کوئی رزق مانگنے والا کوئی بخشش چاہنے والا ہے پس جو شخص مانگتا ہے اس کو ملتا ہے یہ صریح ہی ادھر کی توجہ اور طالب کو ملنے میں) پھر ایک دوسرا نفحہ آیا تو اسی کی خبر رکھو کہیں اس سے بھی (محروم) نہ رہ جاؤ' جو جان آتشی تھی اس نے تو اس نفحہ کو آتش کش پایا اور جو جان مردہ تھی اس نے (اس نفحہ کے اثر سے) اپنے اندر حرکت (وحیات) پائی (آتشی میں آتش کبر وعناد مراد ہے اور آتش کش میں آتش استعداد و نور قبول حق مراد ہے اور مردہ سے مراد جس میں صفت انکسار کی ہے کہ صفات نفسانیہ اس کی مردہ ہو گئی مطلب یہ کہ ان فیوض کا اثر کفار و فجار میں بوجہ بد استعدادی کے پژمردگی وافسردگی وبطلان استعداد ہوا اور مومنین مخلصین میں حیات ومعرفت ہوا کمال قال تعالیٰ و ننزل من القرآن ماھو شفاء و رحمة للمومنین ولا یزید الظالمین الاخسارا' وقال تعالیٰ فاما الذین آمنوا فزادتھم ایمانا وھم یستبشرون واما الذین فی قلوبھم مرض فزادتھم رجساً الی رجسھم' اگلا

www.besturdubooks.wordpress.com

شعر بھی اسی مضمون کا ہے کہ) جان تاری کو اس نفحہ) سے افسردگی نصیب ہوئی اور جو مردہ تھا اس نے بقاء کی قبا پہنی (کیونکہ فنا کے بعد بقا ملتی ہے) یہ تازگی اور جنبش (جو طالب کو میسر ہوئی ہے) مسرت (حقیقیہ) کی ہے عوام خلائق کی سی (معمولی اور نفسانی) جنبش نہیں ہے (اور وہ نفحات ایسے قوی الفعل ہیں کہ) اگر زمین یا آسمان پر واقع ہو جاویں تو ان کا پتہ فوراً اس نفحہ بے انتہا کے ہم سے پانی ہو جاوے (یعنی متحمل نہ ہو سکیں مگر چونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے تحمل دیا ہے وہ برداشت کرتا ہے کمال قال تعالیٰ لو انزلنا هذا القرآن علی جبل لرایته خاشعا متصدعا من خشية الله اور بے منتہا اس لئے کہا کہ کلمات وعطیات حق کی کوئی انتہا نہیں ہے قال تعالیٰ قل لو کان البحر مداد الکلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی و قال تعالیٰ وان تعدو انعمة الله لا تحصوها اور اس دعوے عدم تحمل کے اثبات کے لئے) تم یہ آیت پڑھ لو فا بین ان یحملنها ورنہ اشفقن منها کیوں واقع ہوتا اگر اس کے بیم سے دل کو خون نہ ہو جاتا کہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف ان عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فا بین ان یحملنها واشفقن منها و حملها الانسان یعنی ہم نے امانت کو پیش کیا آسمان اور زمین اور پہاڑوں پر پس سب نے انکار کیا اس کے اٹھانے سے اور ڈر گئے اس سے اور انسان نے اس کو اٹھا لیا خلاصہ جامعہ مجموعہ تفاسیر امانت کا ادا ہے حقوق طاعت والتزام عقوبت معصیت ہے کبھی اسی ادائے حقوق کی تنبیہ کے لئے اور کبھی اس کے ثمرہ کے طور پر یہ واردات قلب پر نازل ہوتے ہیں جس کو نفحات کہہ رہے ہیں۔

دوش دیگر گونہ ایں میداد دست	لقمۂ چندے درآمد در بہ بست
کل یہ عجیب طرح سے حاصل ہو رہا تھا	چند لقمے آ گئے دروازہ بند ہو گیا
بہر لقمہ گشت لقمانے گرو	وقت لقمان ست اے لقمہ برو
لقمہ کی وجہ سے لقمان گروی ہو گیا	اے لقمے جا! لقمان کا وقت ہے
از ہوائے لقمۂ ایں خار خار	از کف لقماں بروں آرید خار
لقمہ کی خواہش میں یہ بے قراری	لقمان کے تلوے سے کانٹا نکال دو
در کف او خار و سایش نیز نیست	لیک تاں از حرص آں تمیز نیست
اس کے تلوے میں کانٹا اور اس کا اثر بھی نہیں ہے	لیکن تجھے حرص کی وجہ سے تمیز نہیں ہے
خار داں آں را کہ خرما دیدۂ	زانکہ بس ناں کور و بس نادیدۂ
جس کو تو نے چھوارا سمجھا ہے اس کو کانٹا سمجھ	کیونکہ تو بہت ناشکرا اور ندیدہ ہے
جان لقماں کہ گلستان خداست	پائے جانش بستۂ خارے چراست
لقمان کی جان جو خدا کا باغ ہے	اس کی جان کا پاؤں کانٹے سے کیوں وابستہ ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

(دوش مراد زمانہ غلبہ احکام روحانیہ لقمہ مراد لذائذ نفسانیہ لقمان مراد روح زیرک ایں خار خار مبتدا کہ خبرش مقدم است او پر ذکر تھا آثار فتحات الٰہیہ کا اب وجہ بتلاتے ہیں کہ ان کا ادراک کیوں نہیں ہوتا پس فرماتے ہیں کہ) حالت ماضیہ میں (یعنے جب روح اپنی لطافت پر باقی تھی) اور طور پر (یعنی وہبی طور پر) یہ نفحات الٰہیہ حاصل تھے (مگر) چند لقموں نے آکر وہ دروازہ بند کر دیا (یعنی جب تعلقات جسمانیہ غالب ہوئے تو غلبہ شہوات نفسانیہ ان فیوض کے حجاب بن گئے) ایک لقمہ کے سبب لقمان محبوس ہو گیا (یعنی روح جیسی پاکیزہ چیز لذات نفسانیہ کی تحصیل میں لگ کر اپنے اصل کام سے معطل ہو گئی افسوس کی بات ہے یہ وقت تو لقمان کا ہے اے لقمہ تو رخصت ہو (مقصود اس سے ارشاد ہے کہ اپنا وقت عمر تجلیہ روح میں صرف کرنا چاہئے اور لذات کو ترک کر دینا چاہئے کیا ایک لقمہ کے واسطے اس قدر ترددات وخلجانات (تعجب) اس خار (فکر لذات) کو لقمان کے ہاتھ سے نکالنا چاہئے یعنی روح کو اس کشش وپیچ سے چھڑانا چاہئے) لقمان کے ہاتھ میں خار (تردد دنیا) لڑا ہوا ہے اور اس خار کا سایہ بھی نہیں ہے (سایہ خار اس کو کہتے ہیں کہ خار لگے اور جگہ اور جھلک اس کی باہر سے نظر آوے اور جگہ اس سے موقع خار مشتبہ ہو جاتا ہے پس مطلب یہ ہوا کہ یہاں اس قسم کا اشتباہ بھی نہیں بلکہ خار کا لگنا اور اس کے لگنے کا موقع سب متیقن اور متعین ہے) لیکن تم لوگوں کو (غلبہ حرص (دنیا) سے اتنی تمیز بھی نہیں (کہ اس کا لگنا معلوم ہو اور نکالنے کی فکر کرو اور واقعی ان تشویشات لایعنی سے روح میں جو ظلمت وکدورت پیدا ہوتی ہے اگر ذرا بھی التفات کرے تو بلا شبہ اس کا احساس ہوتا ہے)

جس چیز کو تو نے خرما (یعنی لذیذ) سمجھ رکھا ہے اس کو خار سمجھو (کہ موجب مجروحیت روح ہے رہا یہ کہ اس کو خرما کیسے سمجھ لیا ہے وجہ یہ ہے کہ تو نہایت درجہ نان کور (ناشکر) اور حد درجہ نادیدہ ہے (کہ بجز لذات دنیا کے کوئی چیز تجھ کو مقصود نہیں بھلا لقمان کی جان کہ خدا تعالیٰ کا باغ ہے (جس میں کمالات وعلوم کا ذخیرہ رکھا گیا ہے) وہ ایک خار کے لئے کیوں خستہ کی جاتی ہے بلکہ اس کو تو مورد تجلیات الٰہیہ بنانا چاہئے۔)

اشتر آمد ایں وجود خار خوار	مصطفیٰ زادے بریں اشتر سوار
یہ کانٹے خور وجود اونٹ ہے	مصطفیٰ زادہ اس اونٹ پر سوار ہے
اشتر اتنگ گلے بر پشت تست	کز نسیمش در تو صد گلزار رست
اے اونٹ! پھولوں کی گٹھری تیری پیٹھ پر ہے	جس کی خوشبو سے تجھ میں سو گلزار اگے ہیں
میل تو سوئے مغیلان ست وریگ	تا چہ گل چینی زخار اے مردہ ریگ
تیرا میلان کیکر اور ریت کی طرف ہے	اے حقیر! تو کانٹے سے کیا پھول چنے گا

(یہ تتمہ ہے ماقبل کا) لیعنی یہ وجود خار خوار مثال اشتر کے ہے اور ایک مصطفیٰ زادہ اس پر سوار ہے (وجود سے مراد ان عنصری اس کو خار خوار اس لئے کہا لذات نفسانیہ کا طالب ہے اور شتر سے تشبیہ اس لئے دی کہ تن مرکب روح ہے اور مصطفیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

زادہ روح کو کہا جس کو پہلے لقمان سے تعبیر کیا تھا مصطفیٰ زادہ باعتبار معظم ہونے کے کہہ دیا اس اعتبار سے کہ سب ارواح تربیت یافتہ روح محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں اور حضور ان سب سے مربی آگے اس تن کو مجازاً خطاب کرتے ہیں کہ) اے شتر تیری پشت پر ایسے پھولوں کی گٹھڑی لدی ہے کہ جس کے ہوائے نسیم سے تیرے اندر صدہا گلزار پیدا ہو گئے ہیں (یعنی تن مرکب روح کا ہو رہا ہے اور اسی کے تعلق سے یہ تن بھی کمالات سے متصف ہو رہا ہے یہی گلزار ہے مگر باوجود اس کے) اے شتر تیرا میلان ببول اور ریگ کی طرف ہو رہا ہے بھلا یہ تو بتلا کہ اے بے منفعت تو خار سے کیا گل حاصل کرسکتا ہے نفرت دلانا منظور ہے لذات نفسانیہ سے کہ باوجودیکہ تیرے پاس اتنی بڑی دولت ہے جس سے تو طرح طرح کے ثمرات حاصل کرسکتا تھا مگر پھر بھی تیری رغبت ان لذات فانیہ کی طرف ہے جس سے کوئی توقع منفعت کی نہیں۔

اے بگشتہ زیں طلب ہر کو بکو	چند گوئی آں گلستاں کو و کو
اے اس طلب میں کوچہ بکوچہ گھومنے والے!	کب تک کہے گا' وہ چمن کہاں ہے' کہاں ہے؟
پیش ازاں کیں خار پا بیروں کنی	چشم تاریک ست جولاں چوں کنی
اس سے پہلے کہ تو پاؤں کے اس کانٹے کو نکالے	آنکھیں اندھی ہیں' تو کیونکر دوڑ سکتا ہے؟
آدمی کو می نگنجد در جہاں	در سر خارے ہمی گردد نہاں
وہ انسان جو دنیا میں نہیں سماتا	ایک کانٹے کے پیچھے چھپ جاتا ہے

(اوپر فرمایا تھا کہ تیرے اندر گلزار موجود ہے اس پر سوال ہوتا ہے کہ وہ گلزار کہاں ہے اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ) اے مخاطب تو اس طلب (گلزار) میں کوچہ کوچہ مارا پھرتا ہے کہاں تک کہتا رہے گا کہ یہ گلستان (علوم واعمال) کہاں ہے (یعنی تیری ہی اندر موجود ہیں تو باہر کہاں ڈھونڈھتا ہے رہی یہ بات کہ اس کی اطلاع کیوں نہیں تو اس کی وجہ اور مانع اطلاع کی تعیین فرماتے ہیں کہ) قبل اس کے کہ یہ خار (حظوظ نفسانیہ) اپنے پاؤں سے باہر نکالو تمہاری آنکھ (ادراک حقائق سے) تاریک وکور ہے پھر کیونکہ جولانی کرسکتے ہو (یعنی حظوظ نفسانیہ مانع ہیں آگے اس پر تعجباً فرماتے ہیں کہ) آدمی (یعنی روح انسانی) جو کہ تمام عالم میں بھی نہ سما سکتی ہو (کیونکہ مجرد کو کوئی مکان واحد و شکل محیط نہیں ہوسکتی ایسی روح) ایک ادنیٰ سے خار میں اس طرح مخفی ہو جاوے (یعنی حظوظ نفسانیہ کے غلبہ سے اس کے کمالات مضمحل اور بعید از ادراک ہو جاویں۔

مصطفیٰ آمد کہ سازد ہمدمی	کلمینی یا حمیرا کلمی
مصطفیٰ آئے کہ ہم کلامی کریں	اے حمیرا! مجھ سے بات کر' بات کر
اے حمیرا آتش اندر نہ تو نعل	تا ز نعل تو شود ایں کوہ نعل
اے حمیرا! نعل آگ میں ڈال	تاکہ تیرے نعل کی وجہ سے یہ پہاڑ نعل بن جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

این حمیرا لفظ تانیث ست وجاں	نام تانیثش نهند این تازیاں
یہ حمیرا مونث لفظ ہے اور جان	اہل عرب اس کا نام مونث رکھتے ہیں
لیک از تانیث جاں را باک نیست	روح را با مرد وزن اشراک نیست
لیکن جان کو مونث ہونے کی کوئی پروا نہیں ہے	روح کی مرد و عورت سے کوئی شرکت نہیں ہے
از مونث وز مذکر برترست	این نہ آں جان ست کز خشک وترست
وہ مذکر اور مونث سے بالا ہے	یہ وہ جان نہیں ہے جو خشک اور تر سے ہے
این نہ آں جانست کافزاید زناں	یا گہے باشد چنیں گاہے چناں
یہ وہ جان نہیں ہے جو روٹی سے بڑھتی ہے	یا کبھی ایسی اور کبھی ویسی ہوتی ہے

(مصطفیٰ مراد عارف ہمدمی کلامی حمیراء لقب عائشہ صدیقہؓ مراد روح' آتش اندر یعنی اندر آتش نعل وآتش نہادن مشتاق کردن اوپر کے اشعار میں بیان تھا گرفتاران حظوظ نفسانیہ کا کہ کمالات روح سے بے خبر ہیں ان اشعار میں بیان ہے اس کا کہ عارفین جو حظوظ سے آزاد ہو گئے وہ کمالات روحانیہ پر مطلع ہو جاتے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح مصطفیٰ ﷺ حضرت عائشہؓ کو خطاب فرماتے تھے کہ مجھ سے باتیں کرو اسی طرح) عارف کی حالت یہ ہے کہ روح سے ہم کلامی کرتا ہے اور اس کو خطاب کرتا ہے کہ اے روح مجھ سے ہم کلامی کر) یعنی عارف کو اوصاف روحانیہ سے مناسبت تامہ ہو جاتی ہے جس طرح ہم کلاموں میں ہوتی ہے اور مراد ہم کلامی سے یہی ہے آگے اس ہم کلامی کے اثر کا بیان ہے کہ اے روح مجھ سے ہم کلام ہو کر) میرے اشتیاق کو (ذات حق کی طرف) بڑھا دے تاکہ تیرے اشتیاق بڑھانے سے (یہ دولت حاصل ہو کہ یہ کوہ لعل بن جاوے (یعنی یہ جسم یا نفس بھی آثار محبت الٰہیہ سے متکیف ہو جاوے یہ خطاب اور حکایت محض مجاز ہے مطلب یہ ہے کہ مناسبت روحانیہ سے آثار روحانیہ مثل شوق ومحبت ومعرفت الٰہیہ اس پر غالب ہو جاتے ہیں اب ان اشعار میں جو روح کو حمیراء سے تعبیر کیا اس کی توجیہ فرماتے ہیں کہ) یہ لفظ حمیراء مونث ہے اور عرب کے لوگ روح کو لفظ مؤنث سے تعبیر کیا کرتے ہیں (کیونکہ اس کی طرف ضمیر مؤنث کی پھرتی ہی کما قال اللہ تعالیٰ کل نفس ذائقۃ الموت یعنی میں نے محض احکام لفظیہ و محاورات عربیہ کے اعتبار سے لفظ مؤنث سے تعبیر کر دیا اس سے تانیث حقیقی لازم نہیں آتی اسی کو آگے فرماتے ہیں) لیکن اس تانیث (لفظی) سے روح کو کچھ اندیشہ نہیں کیونکہ روح کو نہ مرد سے شرکت ہے (کہ مذکر بن جاوے) اور نہ عورت سے شرکت ہے (کہ مؤنث ہو جاوے) بلکہ مؤنث و مذکر دونوں سے اعلیٰ ہے (وجہ اس کی ظاہر ہے کہ روح انسانی اہل کشف کے نزدیک مجردات سے ہے ابدان کے ساتھ اس کو تعلق حلول نہیں کہ ابدان کی تذکیر وتانیث سے وہ بھی اس سے موصوف ہو جاوے جیسا روح حیوانی کا حال ہے کہ وہ ایک بخار لطیف ہے جو منتشر ہے تمام بدن میں

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے وہ تبعاً مذکر و مؤنث بھی ہے چنانچہ اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ) یہ وہ روح نہیں ہے کہ جو خشک وتر (یعنی غذا) سے پیدا ہوتی ہے (یعنی یہ روح حیوانی نہیں ہے) اور یہ وہ روح نہیں ہے جو غذا سے بڑھ جاوے یا کبھی ایسی ہو اور کبھی ویسی (یعنی اس میں کماً و کیفاً تغیر وتبدل ہوتا ہے یعنی روح حیوانی نہیں ہے۔

خوش کنندہ است و خوش و عین خوشی	بے خوشی نبود خوشی اے مرتشی
خوش کرنے والی ہے اور خوش ہے اور مجسم خوشی ہے	اے رشوت خورا خوشی بغیر خوشی کے نہیں ہے
مرتشی را ہست از رشوت خوشی	صد خوشی یا بی چو دست اندر کشی
رشوت خور کو رشوت سے خوشی ہوتی ہے	تو اگر رشوت سے دست کش ہو جائے سو خوشیاں پائے
چوں تو شیریں از شکر باشی بود	کاں شکر گاہے ز تو غائب شود
اگر تو شکر کی وجہ سے میٹھا ہے تو ہو سکتا ہے	کہ وہ شکر کبھی تجھ سے غائب ہو جائے
چوں شکر گردی ز تاثیر وفا	پس شکر کے از شکر گردد جدا
جب وفا کی تاثیر سے تو خود شکر بن جائے	تو شکر، مٹھاس سے کب جدا ہوتی ہے؟
زہر محض ست آں کہ باشد بے وفا	ھب لنا یا ربنا نعم الوریٰ
جو بے وفا ہے، وہ خالص زہر ہے	اے ہمارے پروردگار ہمیں اچھی مخلوق عطا فرما دے

(اس میں تتمہ ہے مضمون سابق یعنی مدح روح کا اور ترغیب ہے تحصیل مناسبت کی اس کے ساتھ جو اصلی مقصود ہے مدح سے اور وہی اصل مضمون ہے جس سے ابتدا اس بیان کی ہوئی ہے چنانچہ اوپر آیا ہے روش دیگر گونہ الخ پس فرماتے ہیں کہ) یہ روح خوش کرنے والی ہے اور خود خوش ہے بلکہ عین خوشی ہے (چونکہ محبت و معرفت روح کی اصل فطرت میں رکھی گئی ہے تو احکام جسمانیہ سے مغلوب ہو جاوے اور محبت و معرفت اصل ہے۔ تمام مسرتوں اور حلاوتوں کی اس لئے روح کو اس اعتبار سے تو خوش کہا اور چونکہ روح کا اتباع اختیار کرنے سے نفس کو بھی یہ مسرت نصیب ہوتی ہے اس لئے خوش کنندہ کہا اور چونکہ یہ خوشی اس کی اصل فطرت میں ہے اس لئے مثل ذاتی ولازم کے ہو گئی کہ انفکاک متعذر ہے جس طرح عین کا انفکاک محال ہے اس لئے مبالغۃً عین خوشی کہہ دیا اب اس سے مناسبت پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ) اے مرتشی قاعدہ ہے کہ خوش ہونا کسی پر صادق نہیں آتا جب تک کہ اس کو صفت خوشی کی حاصل نہ ہو (مطلب یہ کہ اگر تم مسرور ہونا چاہو تو حسب قاعدہ مذکور صفت خوشی سے مناسبت و تعلق پیدا کرو اور وہ روح ہے جیسا اوپر آیا ہے پس یہ ترغیب ہوئی تحصیل مناسبت روحانی کی اور مرتشی کو خطاب اس لئے کیا کہ وہ ایک حرام اور واہی خوشی میں مست ہو رہا ہے اس لئے اس کو متنبہ فرماتے ہیں کہ تیری خوشی اس خوشی کے روبرو کچھ بھی نہیں چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ مرتشی کو رشوت سے خوشی ہوتی ہے لیکن اگر اس سے دست کش ہو جاؤ تو صدہا خوشیاں تم کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل ہوں (یعنے لذات جسمانیہ ونفسانیہ کو ترک کرنے سے لذت روحانی نصیب ہو اب اس مناسبت سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے اس کا حقیقی وباقی ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) اگر تم شکر کے ذریعہ سے شیریں دہن ہو جاؤ تو ممکن ہے کہ وہ شکر کسی وقت تم سے غائب ہو جاوے (یعنے اجزاء شکر کے منہ سے زائل ہو جاویں اس وقت تم شیریں دہن نہ رہو گے کیونکہ جو علت تھی شیرینی کی وہ نہ رہی) لیکن اگر تم تاثیر وفا سے خود شکر ہی ہو جاؤ (تو پھر ہمیشہ شیریں رہوں گے کیونکہ) شکر خود شکر سے کب جدا ہو سکتی ہے (کہ سلب الشئی عن نفسہ) محال ہے مطلب یہ کہ لذات جسمانیہ تو عارض ہیں ان سے متلذ ذ ومسرور ہونے میں تو یہ جب زائل وجدا ہو جاوینگے تمہارا تلذذ و سرور بھی ختم ہو جائے گا۔ اور لذات روحانیہ باقی ہیں ان سے متلذ ذ ہونا دائمی ہے اس مضمون کی تعبیر اس طرح کی ہے کہ جب روح سے مناسبت پیدا کرو گے اور اس کے احکام غالب ہو جاوینگے تو گویا تم خود روح بن جاؤ گے اور عین خوشی ہے پس تم عین خوشی ہو جاؤ گے اور خوشی کا خود خوشی سے انفکاک ناممکن ہے پس تم سے کبھی مسرت زائل نہ ہوگی اور چونکہ یہ مناسبت بدولت وفا و اطاعت کاملہ حق جل شانہ کے ہوتی ہے اس لئے زنا تاثیر وفا بڑھا دیا آگے بیوفا کی مذمت فرماتے ہیں کہ) جو شخص یا جو عمل بلا وفا ہو وہ زہر محض ہے (جس طرح وفا کے سبب عین شکر ہونا بتلایا ہے) اے ہمارے رب ہم کو کوئی اچھی مخلوق دے دیجئے (یعنی روح جو باوفا ہے ہم کو اس سے خصوصیت دیدیجئے) ف جہاں جہاں روح سے مناسبت پیدا کرنے کو کہا ہے وہ خطاب نفس کو ہے کہ تابع روح بن جاوے۔

عاشق از حق چوں غذا یابد رحیق	عقل آنجا گم شود گم اے رفیق
عاشق جب اللہ کی جانب سے شراب کی غذا پا لیتا ہے	اے دوست عقل اس جگہ بالکل بیکار ہو جاتی ہے
عقل جزوی عشق را منکر بود	گرچہ بنماید کہ صاحب سر بود
تھوڑی عقل عشق کی منکر ہوتی ہے	اگرچہ (بظاہر) نظر آتا ہے کہ رازداں ہو گی
زیرک ودانا ست اما نیست نیست	تا فرشتہ لانشد اہر منے ست
وہ عقلمند اور سمجھدار ہے لیکن (صاحب) فنا نہیں ہے	جب تک فرشتہ نیست نہ ہو جائے شیطان ہے
او بقول و فعل یار ما بود	چوں بحکم حال آئی لا شود
وہ قول اور فعل میں ہماری دوست ہے	جب تو عالم حال کے ماتحت آ جائے گا معدوم ہو گی
لا بود او چوں نشد از ہست نیست	زانکہ طوعاً لانشد کرہاً بسے ست
وہ کچھ نہیں ہے جبکہ ہست سے نیست نہ ہو	جبکہ وہ خوشی سے نیست نہ بنی تو مجبوریاں بہت ہیں

(اوپر کے اشعار میں بیان کیا ہے کہ نفس کو روح کے تابع کرنے سے حلاوت دائمی میسر ہو جاتی ہے چونکہ اس حلاوت کی وجہ یہ ہے کہ عشق الٰہی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور پابندان عقل فلسفی اس عشق کے منکر ہیں اس لئے مولانا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کا اثبات اور نیز اس کے مدرک بالعقل نہ ہونے کا بیان فرماتے ہیں کہ) عاشق کو جب حق تعالیٰ سے شراب (عشق) غذا میں ملتی تو عقل (فلسفی) وہاں بالکل گم ہو جاتی ہے (یعنی عقل اس کے آثار واحکام کا ادراک نہیں کر سکتی کیونکہ وہ امر ذوقی ہے نہ عقلی اور عشق جزوی (یعنی ناقص) عشق (الٰہی) کی منکر ہوتی ہے اگرچہ اپنے کو صاحب تحقیق ظاہر کرے (چنانچہ بڑے بڑے مدعیان علم وتحقیق نے اس کا قطعاً انکار کر دیا ہے اب وجہ انکار کی فرماتے ہیں کہ) وہ منکر زیرک داناسب کچھ ہے مگر نیست نہیں ہے (یعنی بوجہ زیرکی کے نظر فکری سے سمجھنا چاہا لیکن اپنے کو محبت الٰہی میں ماسوی سے فنا نہیں کیا تاکہ اس کو وہ ذوق حاصل ہو اور عشق کو جو امر ذوقی ہے سمجھ سکے اور فناء وہ چیز ہے کہ) جب تک فرشتہ بھی فانی (عشق الٰہی) نہ ہو محض شیطان ہے (یعنی آج جو فرشتہ خصلت ہو رہا ہے وہ بدولت محبت الٰہی کے ہے اگر اس میں یہ صفت نہ ہوتی تو ہرگز پاک نہ ہو سکتا) وہ عاقل قول اور فعل تک ہمارا (یعنی عشاق کا) شریک ہے (کہ طاعات لسانیہ اور جوارحیہ میں عشاق سے متفق رہتا ہے اور نہ اس کا انکار کرتا ہے نہ ادراک سے عاجز ہوتا ہے مگر جہاں حال (باطنی) کی نوبت آئی اور وہ لاشے محض (اور نرا جاہل ومنکر) ثابت ہوا (اور ہم نے جو اس کو لاشے کہہ دیا ہے اس پر تعجب نہ کرو کیونکہ) وہ جب ہست ہے نیست نہ ہوا تو لاشے محض ہے (اور ہر چند کہ ایک معنی کر وہ فانی ہے یعنی حق تعالیٰ اس میں جو تصرف تکوینی کرنا چاہیں مثلاً اس کو مریض کرنا یا موت دینا تو ذرا بھی مخالفت نہیں کر سکتا اور یہ بھی ایک قسم کی فنا ہے لیکن یہ فنائے اضطراری ہے اور یہ کوئی کمال نہیں کیونکہ) جب وہ طوعاً واختیاراً فانی نہ ہوا تو یوں تو فانی کرہاً واضطراراً بہت ہیں (چنانچہ سب کفار بھی ایسے فانی ہیں قال تعالیٰ و للہ یسجد من فی السموات والارض طوعاً و کرھاً و ظلالھم بالغدو والاصال مگر باوجود اس کے کندۂ جہنم ومطرود ہیں)

جاں کمال ست وندائے او کمال	مصطفیٰ گویاں ارحنا یا بلال
جان کمال ہے اور اس کی آواز کمال ہے	مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرماتے ہیں اے بلال ہمیں راحت پہنچا
اے بلال افراز بانگ سلسلت	زاں دمے کاندم دمیدم در دلت
اے بلال! اپنی حسین آواز بلند کر	اس فیض سے جو میں نے تیرے دل میں پھونکا ہے
اے بلال ایں گلبنت راجاں سپار	خیز بلبل وار جاں می کن نثار
اے بلال! اپنے اس بوٹے میں جان ڈال	اٹھ بلبل کی طرح جان نچھاور کر

(اس میں پھر مدح ہے روح کی جس کا اوپر بیان تھا اس شعر میں خوش کنندہ ست الخ یعنی) روح کامل ہے اور اس کی نداء بھی کامل (چنانچہ اسی واسطے) مصطفیٰ ﷺ فرمایا کرتے کہ اے بلالؓ (اذان سنا کر) ہم کو راحت دو (حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے بلالؓ سے فرمایا ارحنا یا بلال اس کے مشہور معنی تو یہ ہیں کہ نماز کا اہتمام کرو

www.besturdubooks.wordpress.com

تاکہ حق تعالیٰ کا فرض ادا کر کے راحت ہو کہ الحمد للہ حکم کا امتثال ہوگیا اور مولانا نے دوسری توجیہ فرمائی ہے یعنی آپ کا مطلب یہ تھا کہ ہم کو اذان سناؤ تاکہ اس میں اپنے محبوب کا نام اور وہ بھی ایک مقبول عارف کی زبان سے سن کر راحت ہو یہ توجیہ بھی بعید نہیں پس مقصود مولانا کا یہ ہے کہ دیکھو غلبہ آثار روحانیہ ایسی محمود چیز ہے کہ چونکہ حضرت بلالؓ پر یہ آثار غالب تھے اور اس غلبہ سے گویا وہ روح ہی بن گئے تھے اس لئے ان کی نداء ندائے روح تھی رسول اللہ ﷺ جیسے مقبول ومحبوب خاص ان کی نداء کے مشتاق ہوتے تھے اور آپ کو اس سے لذت ملتی اور اس سے افضلیت حضرت بلالؓ کی حضور ﷺ پر لازم نہیں آتی کیونکہ یہ دولت ان کو حضور ہی کی بدولت میسر ہوئی تھی چنانچہ فرماتے ہیں کہ (اے بلال اپنی آواز خوشگوار ذرا بلند کرو اور یہ آواز اس فیض سے پیدا ہو جس کو میں نے تمہارے قلب میں القا کیا ہے (یعنی حضور قلب سے اذان کہو تاکہ اس میں قلبی کیفیت وحلاوت کا اثر ہو اس میں تصریح ہے کہ وہ حضور ہی کا فیض تھا رہا یہ کہ جب آپ ہی کا فیض تھا تو ان سے سن کر لذت لینے کے کیا معنی بات یہ ہے کہ طبعاً سننے میں زیادہ لذت ہوتی ہے خود نطق کرنے سے کیونکہ اس میں یکسوئی زیادہ ہوتی ہے جو شرط ہے زیادہ لذت کی آگے اس نداء سے جو نفع خود حضرت بلالؓ کو پہنچے گا اس کا بیان ہے کہ) اے بلال اپنے درخت گل کو جان تازہ دیدو (اور اذان کے لئے) اٹھو اور جان نثار کر دو (گلبن سے مراد جسم عنصری کہ حامل ہے گل روح کا یعنی اذان کے برکات بوجہ عمل جوارح ہونے کے جسم میں مؤثر ہوں گے اور روح میں یہ اثر ہوگا کہ اور عشق الٰہی بڑھے گا جس کو جان می کن نثار سے تعبیر فرمایا ہے۔

زاں دمے کادمؑ از و مدہوش شد	ہوش اہل آسماں بے ہوش شد
اس آواز سے جس سے آدم مدہوش ہوگئے	آسمان والوں کے ہوش بے ہوش ہوئے
مصطفیٰ بے ہوش شد زاں خوب صوت	شد نمازش از شب تعریس فوت
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اس حسین آواز سے مدہوش ہوئے	لیلۃ التعریس میں ان کی نماز فوت ہو گئی
سر ازاں خواب مبارک بر نداشت	تا نماز صبح دم آمد بچاشت
بابرکت نیند سے سر نہ اٹھایا	یہاں تک کہ صبح کی نماز کے بعد چاشت کا وقت آ گیا
در شب تعریس پیش آں عروس	یافت جان پاک ایشاں دستبوس
شب تعریس میں اس دلہن کے سامنے	آپ کی پاک روح نے دست بوسی کی
عشق و جاں ہر دو نہانند و ستیز	گر عروسش خواندہ ام عیبے مگیر
عشق اور جان دونوں پوشیدہ اور مستور ہیں	اگر میں نے اس کو دلہن کہہ دیا ہے عیب گیری نہ کر

(یہ شعر زاں دمے کادم الخ اس مصرعہ سے مربوط ہے زاں دمے کاندر دمیدم الخ اور ترکیب میں اس سے بدل ہے باقی اشعار میں اس دم کے اثر کا بیان ہے اس مصرعہ میں ندائے بلال کا فیض محمدی سے ناشی ہونا مذکور تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ظاہر ہے کہ فیض محمدی وحی الہٰی وکلام حق سے ہے پس ندائے بلال ناشی از کلام وندائے حق ہوئی اور اسی اعتبار سے نطق اہل اللہ کو نطق حق ومصداق بے نطق کا کہا جاتا ہے اس مناسبت سے ندائے حق کے اثر کا بیان کرتے لگے پس فرماتے ہیں کہ) یہ نداء اس دم سے ہے جس سے حضرت آدم علیہ السلام بے ہوش ہو گئے تھے اور اہل آسمان کے ہوش وحواس اس سے از جارفتہ ہو گئے (مراد اس دم سے ندائے حق ہے جو وحی کے وقت حضرات انبیاء علیہ السلام کو مسموع ہوتی ہے حدیث بخاری میں صلصلۃ الجرس سے اس کو تشبیہ دی گئی ہے چونکہ حضرت آدم علیہ السلام بھی نبی ہیں اور نزول وحی کے وقت ایک گونہ بے خودی ہو جاتی ہے اس لئے آدم علیہ السلام کی مدہوشی کا اثبات کیا اور نیز حدیث بخاری میں وحی الہٰی الملائکہ کا سلسلۃ علی صفوان سے تشبیہ دینا اور ملائکہ کا اس کی عظمت سے مغلوب الحواس ہو جانا وارد ہے جس کو بے ہوشی اہل آسمان سے تعبیر کیا ہے اور اس صوت وندا کی ماہیت کی کچھ تحقیق نہیں ہوئی کہ کیا ہے باقی اتنی بات یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ حوادث سے منزہ ہیں پس اگر یہ صورت حادث ہو تو اس کا نداء حق یا کلام حق کہنا باعتبار کسی خصوصیت خاصہ کے ہے جیسے روح اللہ وبیت اللہ عارف شرازی نے عجب نہیں اسی کی طرف اشارہ کیا ہو' کس ندانست کہ منزل کہ آں یار کجاست 'لہٰذر رہست کہ بانگ اجرسے می آید' آگے اس کے دوسرے اثر کا بیان فرماتے ہیں کہ) مصطفیٰ ﷺ اس آواز خواب سے بے خود ہو گئے تھے اور آپ کی نماز (اس بیخودی میں) شب تعریس میں فوت ہو گئی تھی اس خواب مبارک سے آپ سر نہ اٹھا سکے حتیٰ کہ نماز صبح دن چڑھے تک مؤخر ہو گئی (یہ قصہ حدیث مسلم میں ہے کہ آپ سفر میں ایک منزل پر آخر شب میں مقیم ہوئے اور حضرت بلالؓ کو پہرہ پر مقرر کیا کہ صبح صادق کے وقت جگا دینا اور آپ اور سب صحابہ سو رہے ہیں حضرت بلالؓ کو بلا قصد نیند آ گئی اور سب کی نماز قضا ہو گئی حضور ﷺ نے صحابہ کو محزون دیکھ کر تسلی فرمائی کہ تم نے جان کر تو نماز قضا نہیں کی اور ارشاد فرمایا کہ اس وادی میں شیطان ہے یہاں سے آگے چلو چنانچہ دوسرے میدان میں جا کر سب نے نماز قضا کی اور حضرت بلالؓ سے جو دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ شیطان نے آ کر سلا دیا تعریس کہتے ہیں آخر شب میں منزل پر اترنے کو اسی لئے اس کو شب تعریس کہتے ہیں یہ خلاصہ ہے قصہ کا مولانا نے حضور کے اس خواب کی وجہ استغراق فی الوحی کو ٹھہرایا ہے جو کہ آپ کی شان مبارک کے مناسب ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں ممکن ہے کہ آپ کے استدادِ خواب کی یہ وجہ ہو اور دوسروں کے خواب کا سبب اثر شیطان ہو اور وہ بھی چونکہ خارج از اختیار تھا اس لئے موجب ملامت نہیں غرض یہ کہ) شب تعریس میں اس عروس (یعنی محبوب حقیقی) کے نزدیک آپ کی روح پاک نے دست بوسی (یعنی حضوری) حاصل کی چونکہ اس پر شبہ ہوا کہ تم نے حضرت حق کی نسبت لفظ عروس استعمال کیا اور یہ سخت بے ادبی ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ) عشق (یعنی معشوق حقیقی) اور روح دونوں نہاں اور مستور ہیں اس لئے اگر حق تعالیٰ کو مجازاً (تشبیہاً) میں نے عروس کہہ دیا تو عیب گیری مت کرو (یہ وجہ تو محبوب حقیقی کو بلفظ عروس تعبیر کرنے کی ہے اور اس سے پہلے روح کو حمیراء کہا تھا جس کی ایک وجہ تو وہاں گزر چکی

تھی دوسری سجا یہاں بیان کردی کہ مؤنث عادۃً مستور ہوتی ہے اور جان بھی مستور ہے

ف: اسماء الٰہیہ کے توقیفی ہونے کے معنے یہ ہیں کہ بطور اسمیہ کے دوسرے الفاظ کا اطلاق جائز نہیں باقی اگر بطور وصفیت کے باعتبار حقیقت یا مجاز کے کوئی لفظ اطلاق کیا جاوے تو منافی توقیفیت کے نہیں خصوصاً غلبہ حال واذن الہامی میں کسی قدر رسوا بھی معاف ہی چنانچہ شعر آئندہ میں مغلوب الحال اور ماذون ہونے کا مولانا نے خود ذکر فرمادیا ہے

ف ان اشعار کے مضمون پر ایک عزیز نے کچھ سوالات کئے تھے اور احقر نے جواب دیا تھا چونکہ خالی از فائدہ نہیں اس لئے اس سوال و جواب کو بعینہ نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں وھو ہذا (سوال مولانا رومیؒ پیر چنگی کے قصہ کے درمیان فرماتے ہیں' مصطفیٰ بخویش شد زان خوب صورت' شدا نمازش در شب تعریس فوت' در شب تعریس پیش آن عروس' یافت جان پاک ایشان دست بوس اس کی شرح بعض شراح نے اس طرح کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ حضرت بلالؓ کی روحی آواز اذان سے (کیونکہ بظاہر) اس وقت اذان تھی نہیں بے ہوش اور مستغرق مشاہدہ تجلیات الٰہی میں ہوگئے کیونکہ ان کی آواز آواز ذات حق تھی الٰہی تھی جیسا کہ گذشتہ اشعار سے مفہوم و منصور ہوتا ہے اور بظاہر شعر کے معنی یہی ہیں کہ جہاں تک حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ یہ وجہ آپ کی غفلت کی نہ تھی بلکہ فی الواقع نوم تھی کیونکہ سرور کائنات ﷺ کا قبل از خواب شریف بلال کو واسطے بیدار کرنے کے تنبیہ کرنا اور بعد نماز فوت ہونے کے فرمانا کہ بلال کو شیطان نے خواب میں ڈالا اور یہ وادی وادی شیطان ہے جلدی بڑھو آگے چل کر نماز قضا پڑھیں گے اس گذشتہ وجہ اور ظاہر مطلب شعر کے بالکل منافی ہے کیونکہ اگر آپ کی واقعی حالت استغراقی تھی تو پھر آپ کے اس ارشاد عالی کی (کہ ہم کو بیدار کرنا جو خاص نوم پر دال ہے (کیا معنے اور بلال کے اس جواب کا (کہ یا حضرت مجھ پر بھی وہی خواب غالب آگئی تھی جو آپ پر تھی تو کیا مطلب غرض جملہ الفاظ حدیث کے ارتباط و تعلق سے یہی معلوم ہوا کہ وہ واقعی آپ پر نوم غالب تھی نیز آپ پر تو اکثر تجلیات الٰہی کا نزول و مشاہدات حق کا ظہور رہتا تھا کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپ کی نماز قضا ہوگئی ہو اس وقت کی کیا خصوصیت تھی علاوہ ازیں حالت نماز سے زیادہ تو کوئی وقت قرب کا نہیں کہ جس کے بارے میں الصلوٰۃ معراج المؤمن ارشاد ہے چاہئے کہ اس میں زیادہ حالت استغراق ہو یہاں تک کہ محو ذات حق ہو کر رکوع و سجود کی بھی اصلا خبر نہ رہے یعنی اگر قیام کی حالت میں استغراقی حالت کو عروج ہوا تو قیام ہی میں رہے رکوع کی نوبت ہی نہ آوے اگر حالت رکوع میں یہ حالت طاری ہوئی تو قعود تک نہ پہنچ سکے علی ہذا مگر کبھی حضرت سرور عالم ﷺ یہ موقع نہیں گزرا قطع نظر ان سب کے جو کچھ بھی معنی لے جاویں خواہ حالت استغراقی مراد لیں یا کیفیت نومی تو پھر آپ کے اس ارشاد تنام عینای ولاینام قلبی کے کیا معنی اگرچہ بعض شروح میں بعض اعتراضات کے جواب مرقوم ہیں مگر لائق تشفی نہیں بلکہ مزید براں انواع انواع کے شبہات جاگزیں ہوتے ہیں حضور پرنور خوب حدیث شریف کے ظاہری و باطنی مطلب اور مولانا کے اشعار کے مدعا سے مطلع فرمائیں (جواب) اول چند امور بطور مقدمات عرض

www.besturdubooks.wordpress.com

کرتا ہوں کہ فہم مطلب میں سہولت ہو امر اول جو امر کہ نص میں مسکوت عنہ ہو اس کا دعویٰ کرنا کسی قرینہ سے نص کی مخالفت نہیں البتہ امر مثبت فی النص کی نفی یا منفی فی النص کا اثبات یہ مخالفت نص کی ہے امر دوم جو واقعہ وجوہ مختلفہ کو محتمل ہو اور اس کی وجہ منقول نہ ہو کسی دلیل ظنی سے اس کی تعیین کرنا کچھ مضائقہ نہیں جیسا فلاسفہ مورخین نے ظن سے ہر واقعہ کے اسباب اور علل نکالے ہیں امر سوم اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہیں اسی طرح اتحاد سبب سے اتحاد سبب السبب ضروری نہیں امر چہارم کاملین کو استغراق دائمی نہیں ہوتا امر پنجم کسی شے کا محمود ہونا اس کے مقصود ہونے کو مقتضی نہیں امر ششم اشعار میں بہت سی لفظی شاعری رعایتیں بھی ہوتی ہیں امر ہفتم کسی حاسہ کے تعطل سے اس کے مدرکات کا ادراک نہیں ہوتا بعد تمہید ان مقدمات کے سننا چاہیے کہ مولانا نے اول اذان بلال کا ندائے حق سے ناشی ہونا بیان کیا ہے اس شعر میں زان دمے الخ اس کے بعد دو شعروں میں اس ندائے حق کا اثر بیان فرماتے ہیں کہ آپ اس کے اثر سے بے خود و مستغرق ہو گئے اور استغراق میں نماز قضا ہو گئی تو شب تعریس میں اس محبوب مطلق یعنی ذات حق کے روبرو آپ کی روح بحیثیت استغراق حاضر تھی الخ یہاں مولانا نے استغراق کو سبب فوت صلوٰۃ کا ٹھہرایا اور حدیث میں اس کی وجہ نوم آئی ہے مگر چونکہ ممکن ہے کہ نوم کے بعد یہ استغراق ہو گیا ہو لہذا کچھ تعارض نہیں اب یہ کہ طول نوم کی کیا وجہ تھی سو نوم بلال وغیرہ کا سبب محض شیطان ہونے سے یہ لازم نہیں کہ آپ کے نوم کی وجہ بھی یہی ہو بلکہ ممکن ہے کہ وہ استغراق ہو کیونکہ اتحاد اثر سے اتحاد سبب ضروری نہیں (بحکم مقدمہ سوم) اور ہر چند کہ حدیث میں استغراق کا سبب ہونا مذکور نہیں مگر اس کی نفی بھی نہیں تو اگر اس کے سببیت کا دعوے کیا جاوے تو حدیث کی مخالفت نہیں (بحکم مقدمہ اول) اور چونکہ آپ کی شان پاک کے مناسب یہی وجہ ہے اس لئے دوسری وجوہ محتملہ میں سے اس کو ترجیح دینا مناسب ہے (بحکم مقدمہ دوم) اور مولانا نے صرف استغراق کا اثر ندا ہونا بیان کیا ہے جو کسی درجہ میں محمود ہے اس کا فضل بیان کرنا مقصود نہیں تا کہ یہ شبہ ہو کہ اگر استغراق میں یہ فضیلت ہے تو نماز کیوں فوت ہوئی کیونکہ محمویت مستلزم مقصودیت نہیں (بحکم مقدمہ پنجم) اور چونکہ استغراق دائمی نہیں ہوتا اس لئے دوسرے حالات کے اعتبار سے شبہ نہیں ہو سکتا (بحکم مقدمہ چہارم) اور لفظ عروس صرف رعایت لفظی ہے نہ بیان اشتقاق تا کہ مخالفت لغت کا شبہ ہو (بحکم مقدمہ ششم) اور وقت مبصرات سے ہے اور قوم عین سے کہ مثل نعاس کے ہے حاسہ بصر معطل اور قوت التفات مختل ہو جاتی ہے لہذا اس کا ادراک نہ ہوا بحکم مقدمہ ہفتم انتہے۔

از ملال یار خامش گردمے	گر ہم او مہلت بدادے یکدمے
یار کے ملال سے چپ ہو جاتا	اگر تھوڑی دیر کے لئے (بھی) وہ مجھے مہلت دیتا
لیک می گوید بگو ہیں عیب نیست	جز تقاضائے قضائے غیب نیست
لیکن وہ کہتا ہے کہہ خبردار عیب نہیں ہے	(یہ کلمات) غیب کے تقاضے کے بغیر نہیں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

عیب باشد کو نہ بیند جز کہ عیب	عیب کے بیند روان پاک غیب
(یہ کلمات) عیب ہونگے اس کیلئے جو عیب کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے	عالم غیب کی پاک روح عیب کب دیکھتی ہے؟
عیب شد نسبت بمخلوق جہول	نے بہ نسبت باخدا وند قبول
جاہل مخلوق کے اعتبار سے عیب ہوگا	مقبول بارگاہ (شخص) کی نسبت سے عیب نہ ہوگا
کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست	چوں بما نسبت کنی کفر آفت ست
اللہ کے اعتبار سے کفر بھی حکمت ہے	جب تو ہمارا اعتبار کرے کفر مصیبت ہے
ور یکے عیبے بود باصد صفات	بر مثال چوب باشد در نبات
اگر سو خوبیوں کے ساتھ ایک عیب ہو	تو وہ مصری میں لکڑی کی طرح ہوگا
در ترازو ہر دو را یکساں کشند	زانکہ آں ہر دو چو جسم و جاں خوشند
ترازو میں دونوں کو یکساں رکھتے ہیں	اس لئے وہ دونوں جسم اور اچھی جان کی طرح ہیں یعنی

اشعار بالا میں جواب ہے اس شبہ کا کہ ذات حق پر عروس کا اطلاع کیوں کیا اور توجیہ ہے اس کی تصحیح کی (اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ گو تاویل سے صحیح ہوگیا مگر ایسا لفظ موہم سوء ادب کیوں استعمال کیا ان اشعار میں اس کا جواب ہے کہ جس میں (اندیشہ) ناخوشی محبوب حقیقی سے (کہ استعمال الفاظ موہم کا بلاضرورت شرعاً مکروہ ہے) خود ہی (ایسے لفظ سے) خاموشی اختیار کرلیتا اگر محبوب حقیقی خود ایک دم کے لئے مجھ کو مہلت دیتے لیکن وہ تو خود کہتے ہیں کہ ہاں (ایسے الفاظ) کہو کچھ عیب کی بات نہیں (پس پڑا کہنا) بدوں تقاضائے حکم غیبی کے نہیں (پس جب میں ماذون بلکہ محکوم ہوں تو معذور و مجبور ہوں رہی یہ بات کہ مکروہ شرعی الہام سے کیسے جائز ہوگیا سو اس کا جواب یہ ہے کہ کراہت ایسے امور کی محض تنزیہی ہے اور فی نفسہ جائز ہے جیسا خود احادیث میں بہت سے الفاظ کی ممانعت آئی ہے اور استعمال بھی وارد ہے جس کی نسبت یوں کہا جاتا ہے کہ جواز فی نفسہ کی بناء پر یہ استعمال ہوا ہے پس جب یہ استعمال فی نفسہ جائز ہے تو یہ الہام معارض شریعت کے نہ ہوا اور نیز کراہت وہاں ہے جہاں ایہام کسی امر قبیح کا ہو اور جب استعمال کے ساتھ ہی اس کی توجیہ اور اس کا معنی مجازی ہونا صراحۃً بیان کردیا جاوے کہ تو کراہت لغیرہ بھی منتفی ہوجاتی ہے پھر یہ کہ اگر ایسے الہام سے کوئی شخص مغلوب الحال ہوجاوے تو ایسی خفیف کراہت کا ارتکاب خود قواعد شرعیہ کے رو سے بھی عفو ہے جیسا زیادہ غلبہ حال سے زیادہ کراہت قابل مواخذہ نہیں رہتی فافہم آگے امر فرماتے ہیں حسن ظن کا کہ) وہ شخص خود عیب دار رہتا ہے کہ بجز عیب کے کسی شے پر اس کی نظر ہی نہ پڑے اور جس شخص کی روح غیبی (یعنی جس کا تعلق عالم غیب سے قوی ہے) پاک ہوتی ہے وہ عیب کو کب دیکھتا ہے (مطلب یہ کہ اگر کوئی امر ظاہراً عیب ہو اور معنے عیب نہ ہو تو اہل عیب تو اس ظاہر کو دیکھتے ہیں اور انکار کرنے

www.besturdubooks.wordpress.com

لگتے ہیں اور اہل اللہ اس معنی کو دیکھتے ہیں اور گمان نیک کرتے ہیں چنانچہ اسی بناء پر فقہائے محققین کا ارشاد ہے کہ اگر ننانوے وجہ کفر کے ساتھ ایک وجہ ایمان کی ہو تو ایمان کا حکم کرنا چاہئے یعنی اگر کسی قول یا فعل میں بہت سے وجوہ محتمل ہوں جن میں بعض موجب کفر ہوں اور بعض نہ ہوں تو اس وجہ اور محمل پر محمول کرنا چاہئے جو موجب کفر نہ ہو اور یہ مطلب نہیں کہ اگر وجوہ موجبہ للکفر قطعاً بھی پائی جاویں تو ایک وجہ ایمان کو ترجیح دیں گے ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہ نکلے گا آگے اسی جواب مذکور کی توضیح فرماتے ہیں کہ (ایسے امر کا عیب ہونا اس مخلوق کے اعتبار سے ہے جو جاہل ہو (کہ اس کے فعل کا کوئی منشاء صحیح نہیں ہوتا اور جن مفاسد کی وجہ سے کراہت آئی ہے وہ مفاسد موجود ہوتے ہیں اور ایسے شخص کے اعتبار سے عیب نہیں ہے جو صاحب قبولیت (یعنی مقبول) ہو (کہ اس کے افعال کا منشاء صحیح ہوتا ہے جیسا کہ لفظ مذکور کے استعمال میں منشاء اس کا اذن الہامی ہے اور بوجہ محفوف بقرائن توجیہ ہونے کے مفاسد کا ایہام تک نہیں آگے اس استبعاد کو ایک اجمالی مگر قوی دلیل سے دفع فرماتے ہیں کہ یہ کسی طرح ہو سکتا ہے کہ ایک امر کسی کی نسبت حسن ہو اور کسی کی نسبت قبیح وجہ دفع یہ ہے کہ دیکھو خالق تعالیٰ کی نسبت سے دیکھو تو (تخلیقاً) کفر میں بھی حکمت ہے اور اگر اس کو ہماری نسبت سے دیکھو تو (فعلاً) وہ ایک سخت آفت ہے (پس کفر ایک چیز ہے مگر مرتبہ تخلیق میں حسن و متضمن اسرار و مصالح ہو گیا مثلاً کفار سے اہل ایمان کو ایذا پہنچتی ہے ان کو صبر کا ثواب ملتا ہے شہادت نصیب ہوتی ہے اس کی فضیلت ملتی ہے اور ہزاروں مصالح ہیں جن کا احاطہ نہیں ہو سکتا اور وہی مرتبہ فعل میں قبیح و موجب ہزاروں مفاسد ہو گیا اور کم اصلی اس میں یہ ہے کہ حسن وہ ہے جس میں حکمتیں معتد بہ ہوں اور قبیح وہ ہے جس میں مفاسد ہوں تو حق تعالیٰ تو جس چیز کو پیدا کرتے ہیں گو وہ شے بری ہو مگر اس میں رعایت حکمت و مصلحت کی ہوتی ہے گو ہم کو تفصیل معلوم نہ ہو مگر اعتقاد صفت حکمت حق تعالیٰ ہم کو اس اجمالی یقین پر کشاں کشاں لاتا ہے اس لئے ان کا پیدا کرنا مطلقاً حسن ہے بخلاف ہمارے کہ ہم بعضے کام ایسے بھی کرتے ہیں جن میں مفاسد ہوتے ہیں اور اگر مصلحت بھی سمجھیں مگر چونکہ حکیم مطلق کے نہی کا متعلق ہونا دلیل قطعی ہے ان مصالح کے غیر معتد بہ ہونے پر اس لئے وہ مصلحت کالعدم ہوگی لہذا ہمارے افعال کبھی قبیح بھی ہوتے ہیں خوب سمجھ لو پس ثابت ہو گیا کہ شے واحد کا مختلف اعتبارات سے موصوف بہ حسن و قبح ہونا ممکن ہے آگے علاوہ جواب مذکور کے ایک اور مستقل جواب علی سبیل التسلیم والتنزل دیتے ہیں کہ) اگر مان ہی لیا جائے کہ) یہ ایک عیب ہی ہے سو صفات و کمالات کے ساتھ تو اس کی ایسی مثال سمجھ لو جیسے مصری میں تنکے ہوا کرتے ہیں کہ ترازو میں (تولنے کے وقت) دونوں کو یکساں رکھتے ہیں (یعنی دونوں ایک نرخ سے دیے لئے جاتے ہیں) کیونکہ وہ دونوں باہم ایسا تعلق رکھتے ہیں جیسے جسم و جان ہوتے ہیں (یعنی چونکہ ان میں تعلق متبوعیت و تابعیت کا ہے اس لئے چوب بھی مصری کے حساب میں تولتے ہیں اسی طرح جب کمالات غالب ہوں تو عیب کو اس کے تابع قرار دے کر مجموعہ کو کمال ہی کے حکم میں کہا جاوے گا۔ کمال قال تعالیٰ فمن ثقلت موازینہ فاولٰئک ہم المفلحون

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بزرگاں ایں نہ گفتند از گزاف	جسم پاکاں عین جاں افتاد صاف
تو بزرگوں نے یہ خواہ مخواہ نہیں کہا	پاک لوگوں کا جسم جان کی طرح مصفیٰ ہے
گفت شان و فعل شان و ذکر شاں	جملہ جان مطلق آمد بے نشاں
ان کا قول اور ان کا فعل اور ان کا ذکر	سب بے نشان، مطلق جان ہیں
جان دشمن در شاں جسمے ست صرف	چوں زیاد از نرد او اسمے ست صرف
ان کے دشمن کی جان صرف جسم ہے	جیسے نرد کا زیاد کہ وہ صرف نام ہے
آں بخاک اندر شد و کل خاک شد	ایں نمک اندر شد و کل پاک شد
وہ خاک میں ملا اور پورا خاک ہو گیا	یہ نمک میں گیا اور سب پاک ہو گیا
آں نمک کز وے محمدؐ املح ست	زاں حدیث با نمک او افصح ست
وہ نمک جس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ملیح تر ہوئے	اس نمکین بات سے وہ فصیح تر ہوئے
آں نمک باقی ست از میراث او	با تو اند آں وارثان او بجو
آپ کی میراث کا وہ نمک باقی ہے	آپ کے وہ وارث تیرے ساتھ ہیں، تلاش کر لے

(زیاد یکے از بازیہائے نرد ماخوذ از لفظ عربی ست چرا کہ دریں بازی در ہرن یک خاں زیادہ کنندہ آں را خال زیاد گویند غیاث و تفصی گفتہ کہ زیاد اگر نام کوتہ قامتے نہادہ شود جز اسم نیست کہ معنی ندارد چرا کہ در قامتش این وصف نیست یہ تفریع ہے اس شعر پر عیب شد نسبت الخ یعنی جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایک شے ایک شخص کے اعتبار سے عیب ہوتی ہے نہ دوسرے کے اعتبار سے پس بزرگوں کا یہ قول لغو نہیں ہے کہ پاک لوگوں کا جسم مثل روح کے صاف ہے (گو یہی جسم دوسروں میں موجب صدہا عیوب ہے مثل شہوت وغضب مگر چونکہ ان حضرات نے حظوظ نفسانیہ و لذات جسمانیہ کو فنا کر دیا ہے اس لئے ان کا جسم موجب عیب نہ رہا اور ایک جسم ہی کی کیا تخصیص ہے) ان کا تو بولنا اور ان کا نفس اور ان کا نقش (یعنی صورت وجسم) سب کا سب روح مطلق ہے جو بے نشان ہے (یعنی سب اقوال و افعال شوائب و کدورات جسمانیہ سے منزہ ہیں مثل روح کے اور روح کو بے نشان اس لئے کہا کہ وہ مجرد ہے آثار محسوسہ سے مدرک نہیں اور جب وہ حضرات اس درجہ کے ہیں تو) جو جان ان سے دشمنی کو (جان نہیں بلکہ) نرا جسم ہے (آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ بلکہ جسم بھی نہیں محض لاشے ہے لفظ زیاد کی طرح جو کہ نرد میں ہوتا ہے وہ شخص بھی گویا نرا نام ہی نام ہے (اور اس کا کوئی مصداق واقع میں موجود نہیں مطلب یہ کہ ان کا دشمن اور منکر چونکہ احکام جسمانیہ کا مغلوب ہے اس لئے اس کی روح بھی جسم ہے اور چونکہ یہ احکام وحظوظ فانی محض ہیں اس لئے اس کو جسم بھی نہ کہنا چاہئے بلکہ محض لاشے کہنا زیبا ہے) ایسا شخص منکر خاک کے اندر (یعنی

شہوات جسمانیہ کے اندر) غرق ہو گیا اور کل کا کل (یعنی اس کا جسم اور روح سب) نرا خاک (اور مکدر و تیرہ) ہو گیا اور وہ کامل نمک کے اندر گیا اور سب کا سب پاک ہو گیا (جیسا نمک پاک اور چمک دار ہوتا ہے اور اپنی خاصیت سے ہر شے کو اپنا جیسا بنا لیتا ہے مراد اس نمک سے چاشنی محبت و کمال روحانی ہے جس نے ان کی ہر شے کو روحانی اور منزہ بنا دیا) اور وہ ایسا نمک ہے جس سے حضرت محمد ﷺ نمکینی ہیں اور اس کلام نمکین سے (جو اس نمک معنوی سے ناشی ہے) آپ افصح ہیں (یہ اشارہ ہے ایک مشہور قول کی طرف جو حضور کی طرف منسوب کیا جاتا ہے انا املح واللہ علم حدیث ہے یا نہیں مگر جو اصل دعوی مولانا کا ہے وہ یقیناً صحیح ہے کیونکہ حضور ﷺ کا اتصاف بہ کمالات روحانیہ میں اعلیٰ و افضل ہونا یقینی و مسلم ہے اور یوں کوئی نہ سمجھے کہ وہ نمک اب باقی نہیں بلکہ) وہ نمک حضور کی میراث سے باقی چلا آتا ہے اور وہ وارث (جن کو وہ نمک (یعنی کمال روحانی) حضور سے میراث میں پہنچا ہی تمہارے پاس ہی ہیں تلاش کرو مل جاویں گے حدیث میں مصرح ہے ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما ولکن ورثوا العلم فمن اخذا اخذ بحظ وافر پس بحکم حدیث علمائے ربانی حضور کے وارث ہیں اور ظاہر ہے کہ علمائے ربانی وہی ہیں جو متصف بکمالات روحانیہ ہوں پس وہی مصداق وارث کے ہوں گے اور وہ ہر زمانہ میں موجود ہیں اور حسب وعدہ مخبر صادق لایزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق لایضرھم من خذلھم قیامت کے قریب تک رہیں گے البتہ تلاش و طلب شرط ہے ورنہ وجود میں کچھ شبہ نہیں۔

پیش تو شستہ ترا خود پیش کو	پیش ہستت جان پیش اندیش کو
تیرے آگے بیٹھے ہیں، خود تجھے آگا کب میسر ہے؟	تیرے وجود کے سامنے آگے سوچنے والی جان کہاں ہے؟
گر تو خود را پیش و پس داری گماں	بستۂ جسمی و محرومی ز جاں
اگر تو اپنے لئے آگے پیچھے کا گمان رکھتا ہے	تو تو جسم کا پابند ہے اور جان سے محروم ہے
زیر و بالا پیش و پس وصف تن ست	بے جہتہا ذات جان روشن ست
نیچا اور اونچا، آگا اور پیچھا جسم کی صفتیں ہیں	پاک جان، بغیر سمتوں کے ہے
برکشا از نور پاک شہ نظر	تا نہ پنداری تو چوں کوتہ نظر
شاہ کے پاک نور سے نظر کر	تاکہ کوتاہ نظر کی طرح تو یہ نہ خیال کرے
کہ ہمینی در غم و شادی و بس	اے عدم کو مر عدم را پیش و پس
کہ تو صرف غمی اور خوشی کے لئے ہے اور بس	اے معدوم! معدوم کا آگا پیچھا کہاں ہے؟

یعنی وہ وارثان محمدی ﷺ تیرے روبرو بیٹھے ہیں (یعنی جسماً قریب ہیں) مگر تجھ کو خود پیش ہونا (یعنے حضور قلب جو طلب سے ہوتا ہے) کہاں نصیب ہے (اسی لئے حکماً و معنی وہ بعید ہیں پس اس شعر میں تو پیش نہ ہونے

www.besturdubooks.wordpress.com

کو مانع شناخت اولیاء اللہ ٹھہرایا آگے دوسرے شعر میں پیش ہونے کو مانع فرماتے ہیں اور یہ اختلاف عنوان محض لطافت شاعری ہے ورنہ مضمون و مقصود یعنی عدم معرفت دونوں عنوانوں میں محفوظ ہے وجہ یہ ہے کہ پیش کے دو معنی ہیں ایک حضوری قلبی دوسرے جہت مکانیہ پس اول معنی کے اعتبار سے تو اس کا نہ ہونا مخل معرفت ہے اور دوسرے معنے کے اعتبار سے اس کا ہونا مخل ہی چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اگر تم اپنے آپ کو پس و پیش گمان کرو گے (جو کہ خواص جسمیت سے ہے) تو تم جسم کے مقید رہو گے اور روح سے محروم رہو گے کیونکہ زیر و بالا اور پیش و پس (بالمعنے المذکور) اوصاف جسم سے ہے اور روح نورانی کی ذات بے جہت ہے (یعنی چونکہ تم پر اوصاف جسمانیہ غالب ہیں اس لئے ادراک روحانیات سے محروم ہو پس تم کو چاہئے کہ) شہنشاہ حقیقی کے نور پاک سے اپنی آنکھ کھولو (یعنے نور معرفت سے سمجھو) تاکہ تم کوتہ نظر شخص کی طرح سے یوں نہ سمجھ جاؤ کہ بس تم اتنے ہی ہو کہ غم و شادی (طبعی میں مقید ہو (جو کہ آثار جسمانیہ سے ہے بلکہ نور معرفت ہو تو سمجھ میں آ جاوے کہ تمہارے اندر کوئی دوسرا جزو روحانی بھی ہے جس کا غم و شادی بھی دوسرے طور پر ہے اور اس کا ادراک ذوق سے ہوتا ہے اور اس جزو کے روبرو یہ جزو جسمی تو محض لاشے ہے جیسا فرماتے ہیں کہ) اے عدم محض (کہ اپنے کو جسم محض سمجھ رہا ہے جو لاشے ہے) عدم کے پیش و پس کہاں ہوتا ہے (یعنی جن آثار کو تو اپنے لئے ثابت کرتا ہے وہ بھی تو ثابت نہیں پس معلوم ہوا کہ بمقابلہ روح کے جسم اور اس کے آثار محض ہیچ ہیں)

از وجود و از عدم گر بگذری	از حیات جاودانی بر خوری
تو اگر وجود اور عدم سے گزر جائے	تو ابدی زندگی حاصل کرے
روز باران ست میر و تا بہ شب	نے ازیں باراں ازاں باران رب
بارش کا دن ہے رات تک چلا چل	اس بارش سے نہیں خدا کی بارش سے
ہست باراں یا جز ایں باراں بداں	می نہ بیند و را جز چشم جاں
سمجھ لے! اس بارش کے علاوہ اور بارش بھی ہے	جس کو صرف جان کی آنکھ دیکھتی ہے
چشم جاں را باز کن نیکو نگر	تا ازاں باراں عیاں بینی خضر
جان کی آنکھ کھول اچھی طرح دیکھ	تاکہ اس بارش کا سبزہ صاف دیکھے

یہ تفریع ہے مضمون سابق پر یعنی جب ثابت ہوا کہ بمقابلہ آثار روحانیہ کے آثار جسمانیہ محض ہیچ ہیں پس تم کو سمجھنا چاہئے کہ یہ بارش کا زمانہ ہے (جس میں فیوض الٰہیہ و برکات روحانیہ کی بارش ہو رہی ہے) شب آنے تک برابر چلو (یعنی دم مرگ تک ان کی تحصیل میں سعی کرو) اور اس ظاہری باران سے بحث نہیں بلکہ باران رب کی گفتگو ہے جس کی تفسیر اوپر آ چکی ہے اور اگر تم کو تعجب ہو کہ ہم نے تو دوسرا باران دیکھا بھی نہیں تو سمجھو کہ) اس

www.besturdubooks.wordpress.com

باران کے علاوہ اور بھی بہت سے باران (غیبی) ہیں کہ اس کو بجز چشم باطنی کے کوئی نہیں دیکھ سکتا اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ فیوض روحانیہ امور ذوقیہ ہیں اس کے ادراک کے لئے ذوق باطنی درکار ہے) اگر تم چشم باطنی کو کھولو اور اچھی طرح دیکھو تا کہ اس بارش سے عیاناً سبزہ پیدا ہوا نظر آوے (مراد اس سبزہ سے علوم حقہ وواردات قویہ ہیں)

سوال کردن عائشہؓ از پیغمبر علیہ السلام کہ باراں شد و جامۂ مبارک تو ترنگشت وجواب آں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا پیغمبر علیہ السلام سے سوال کرنا کہ بارش ہوئی اور آپ کے بابرکت کپڑے نہ بھیگے اور اس کا جواب

مصطفیٰ روزے بگورستاں برفت	با جنازہ یارے از یاراں برفت
مصطفیٰ (ﷺ) ایک روز قبرستان تشریف لے گئے	دوستوں میں سے ایک دوست کے جنازے کیساتھ تشریف لے گئے
خاک را در گور او آگندہ کرد	زیر خاک آں دانہ اش را زندہ کرد
ان کی قبر میں مٹی بھر دی	مٹی کے نیچے ان کے دانہ کو زندہ کر دیا

اس حکایت میں باران غیبی کا اثبات ہے پس یہ اس شعر سے مرتبط ہے ہست بارانہا الخ' یعنی مصطفیٰ ﷺ ایک روز قبرستان میں ایک صحابی کے جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے اور ان کی قبر میں مٹی بھر دی (یعنی ان کو دفن کیا) اور ان کے دانہ کو (یعنی جسم کو) زیر خاک زندہ کیا (یہ اشارہ ہے اس طرف کہ بعض مدارج سالک کے مرگ اور دفن پر موقوف رہتے ہیں اور اس سے ان کی ترقی ہوتی ہے پس ظاہر میں تو ان کا دفن ہونا موت کا موکد اور مکمل تھا مگر بنا بر تحقیق مذکور گویا ان کے حق میں حیات بخشی تھی کذا قال مرشدیؒ شدائد نزع کا موجب کفارہ سیئات ہونا تو بعض احادیث میں آیا ہے رہا دفن چونکہ اس میں بھی ایک صورت بیکسی و بے بسی و عجز کی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت کا متوجہ ہونا ایسے اسباب پر بعید نہیں بعض حکایات سیر اسکی مؤید بھی ہیں۔

ایں درختانند ہمچوں خاکیاں	دست ہا برکردہ اند از خاکداں
مٹی میں دفن کئے ہوؤں کی مانند یہ درخت (بھی) ہیں	جو مٹی سے ہاتھ باہر نکالے ہوئے ہیں
سوئے خلقاں صد اشارت میکند	وانکہ گوشستش عبارت میکند
لوگوں کی طرف سو اشارے کر رہے ہیں	جن کے کان ہیں ان کے لئے تقریر کر رہے ہیں
تیز گوشاں راز ایشاں بشنوند	غافلاں آواز ہا رانشنوند
تیز کان والے ان کا راز سنتے ہیں	غافل لوگ آوازوں کو نہیں سنتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بازبان سبز و بادست دراز	از ضمیر خاک میگویند راز
سبز زبان سے اور لمبے ہاتھ سے	خاک میں چھپے ہوئے راز بتا رہے ہیں
ہمچو بطاں سرفرو بردہ بآب	گشتہ طاؤساں وبودہ چوں غراب
بطوں کی طرح پانی میں غوطہ مارے ہوئے	مور بن گئے اور کوے کی طرح

(اس میں مضمون سابق کی مثال ہے یعنی زیر خاک ہونے سے کیا دولت ملتی ہے مطلب یہ کہ) یہ درخت بھی مثل مدفونان خاک کے ہیں اور خاکدان یعنی زمین سے ہاتھ نکال رہے ہیں (اور ان ہاتھوں سے) خلائق کی طرف صدا اشارے کر رہے ہیں (کہ تم بھی ہماری طرح خاک تذلل کے نیچے دب جاؤ تاکہ ہماری طرح تم کو بھی رفعت و بلندی نصیب ہو اور جس شخص کے (باطنی) کان ہیں ان کے لئے عبارت (میں کلام) کرتے ہیں (بہت سی آیات و احادیث کے ظاہر الفاظ بدلالت حقیقیہ نباتات و جمادات کے تکلم پر دلالت کرتے ہیں اور اہل کشف اس کو سنتے ہیں اس مصرعہ میں اسی طرف اشارہ ہے جو لوگ تیز گوش (یعنے اہل کشف ہیں) وہ (ان باطنی کانوں سے) ان کے راز کو سنتے ہیں (یعنے سن کر حقیقت اور مقصود کو بھی سمجھتے ہیں) اور جو غافل ہیں وہ نری آواز کو بھی نہیں سنتے (اور مقصود تو کیا سمجھتے غرض وہ درخت زبان سبز اور دست دراز سے ضمیر خاک کا راز بتلا رہے ہیں (کہ دیکھو خاک کے اندر کیا کیا باغ و بہار ہے اور ہم کو زیر خاک ہونے سے کیا کیا ملا کذا قال مرشدیؒ ان درختوں نے پانی کے اندر غوطہ لگایا ہے یعنی رطوبت ارضی سے سیراب ہو رہے ہیں اور (آب سے مراد اجزاء مائیہ جو زمین کے اندر ہیں) پس وہ طاؤس (کی طرح مزین) ہو گئے حالانکہ محض مثل غراب کے تھے (یعنی خزاں میں بدنما ہو گئے تھے اب بہار میں خوشنما ہو گئے اسی طرح خاک فروتنی و تذلل وفنا میں خاصیت ہے کہ جو شخص دنیا دار ہو کہ مثل غراب مردار پر گرتا ہو وہ آب معارف سے سیر ہو کر بہار عنایت کی برکت سے مشرف بدولت بقا ہوتا ہے کذا سمعت مرشدیؒ

فائدہ اول: اوپر فرمایا' تیز گوشان راز ہا الخ اس سے کوئی نہ سمجھ جاوے کہ جو تیز گوش یعنی اہل کشف نہ ہو وہ غافلین میں سے ہے کیونکہ یہاں غفلت کی مذمت مقصود ہے نہ کہ کشف کا لوازم ولایت سے ہونا' سو اگر کشف کے ساتھ بھی غفلت ہو تو وہ کشف قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر عدم کشف کے ساتھ تنبیہ ہو تو وہ غفلت نہیں

فائدہ دوم: یہ جو کہا ہے از ضمیر خاک میگویند راز الخ' اگر کسی کو بلسان قال یہ مضمون مسموع ہوا ہو تو تعجب نہیں جیسا ظاہرا یہ مصرعہ دلالت کرتا ہے وانگہ کوششش عبارت میکند الخ

در زمستاں شاں اگر محبوس کرد	آں غراباں را خدا طاؤس کرد
جاڑوں میں اگر ان کو قید کیا	ان کووں کو اللہ (تعالیٰ) نے مور بنا دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

درزمستاں شاں اگرچہ داد مرگ	زندہ شاں کرد از بہار و داد برگ
جاڑوں میں اگرچہ ان کو مارا	ان کو بہار سے زندہ کر دیا اور پتے دیدئے

اوپر کے شعر کی توضیح در توضیح ہے مطلب یہ ہے کہ) زمستان (یعنی خزان) میں اگرچہ ان کو محبوس (بے سامانی) کردیا تھا (مگر بہار میں ان غرابوں کو خدا تعالیٰ نے طاؤس (مزین بہ برگ وثمر) کردیا (یا بعبارت دیگر یوں کہو کہ) زمستان میں اگرچہ ان کو (ایک قسم کی مرگ دیدی تھی (مگر) بہار سے ان کو زندہ کردیا اور سامان عطا فرمایا۔

منکراں گویند ہست ایں خود قدیم	ایں چرا بندیم بر رب کریم
منکر کہتے ہیں یہ قدیم ہیں	رب کریم سے ان کا تعلق کیوں کریں؟
جملہ پندارند کیں خود دائم ست	وز قدیم ایں جملہ عالم قائم ست
سب یقین کرتے ہیں کہ یہ ہمیشہ سے ہے	اور ہمیشہ سے یہ تمام عالم قائم ہے

اوپر اس مصرعہ میں آن غراباں را خدا الخ تصریح ہے اثبات صانع اور فاعل بالاختیار کی چونکہ بعضے اس کے منکر ہیں انکا مذہب نقل کر کے رد کرتے ہیں) منکر لوگ کہتے ہیں کہ عالم قدیم ہے پھر (خواہ مخواہ) اس کو رب کریم کی طرف کیوں منسوب کریں ان سب کا گمان ہے کہ یہ عالم دائم ہے اور قدیم سے یہ تمام عالم (بمادتہ یا بصورتہ) قائم ہے (منکر سے مراد دہریہ وفلاسفہ ہیں کہ فرقہ اول منکر ہی صانع کا دوسرا منکر ہے صانع بالاختیار کا اسی لئے قدم عالم کے قائل ہیں کیونکہ صانع کا فاعل بالاختیار ہونا حدوث عالم بالذات وبالزمان کو مستلزم ہے کما تقرر فی الحکمۃ)

کوری ایشاں درون دوستاں	حق بردیانید باغ و بوستاں
(یہ عقیدہ) ان کے اندھے پن سے ہے دوستوں کے دل میں	اللہ (تعالیٰ) نے باغ اور بوستاں اگا دیا ہے
ہر گلے کاندر درون بویا بود	آں گل از اسرار کل گویا بود
جو پھول اپنے اندر سے خوشبو دے رہا ہو	وہ پھول تمام اسرار کا پتہ دیتا ہے
بوئے ایشاں رغم انف منکراں	گرد عالم می رود پردہ دراں
ان کی خوشبو منکروں کی ذلت کیساتھ	پردہ دری کرتے ہوئے دنیا کا چکر کاٹتی ہے
منکراں ہمچو جعل زاں بوئے گل	یا چو نازک مغز از بانگ دہل
اس کے پھول کی خوشبو سے منکر گبریلے کی طرح ہیں	یا ایسے جیسے ڈھول کی آواز سے نازک دماغ
خویشتن مشغول می سازند و غرق	چشم می دو زند از لمعان برق
اپنے آپ کو مشغول اور غرق کرتے ہیں	بجلی کی چمک سے آنکھیں سی لیتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم می دوزند و آنجا چشم نے	چشم آں باشد کہ بیند مامنے
آنکھیں سی لیتے ہیں اور ان کی آنکھیں ہی نہیں ہیں	آنکھ تو وہ ہے جو جائے پناہ کو دیکھ لے

اس میں رد ہے منکرین کا (یعنی) ان کا اندھاپن ہے خدا تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے دل میں باغ و بوستان (دلائل حقہ استدلالیہ و وجدانیہ) کا لگا رکھا ہے اس میں کا جو پھول باطن میں خوشبو دے رہا ہے (یعنی جو دلیل قلب میں اطمینان بخش ہو رہی ہے وہ پھول اسرار کل ہے گویا ہو رہا ہے (یعنی وہ دلیل ذات جامع الصفات کے کمالات مخفیہ کا اظہار کر رہی ہے) اور وہ ان کی خوشبو کو منکر ناک رگڑ کر مر جاویں تمام عالم کے گرد حجابات (وسلوک) کو پھاڑتی ہوئی چل رہی ہے (یعنی وہ دلائل عام طور پر شائع ہو رہے ہیں اور اپنا اثر دکھال رہے ہیں مگر منکرین کی حالت اس بوئے گل سے مثل کرم گندگی کے ہے کہ خوشبو سے مر جاتا ہے یا مثل حالت ضعیف الدماغ شخص کے ہے کہ بانگ دہل سے ہو جاتی ہے (یعنی پریشان ہو جاتا ہے اسی طرح ان دلائل کے فہم و سماع کی منکرین کو تاب نہیں ہے) منکرین اپنے آپ کو (جہل مرکب میں) مشغول اور غرق رکھتے ہیں اور چشم (عقل) کو برق (دلائل) کی چمک سے بند کر لیتے ہیں (یعنے دلائل حقہ میں غور بھی نہیں کرتے ورنہ ضرور حق واضح ہو جاوے غرض وہ آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور آگے (اضراب ہے کہ وہاں آنکھیں ہی نہیں (کیونکہ) آنکھ تو وہ ہے جس کو اپنا محل امن نظر آ جاوے (پس جب انہوں نے اپنی عقل سے اپنی نجات کا طریقہ تحقیق نہ کیا وہ عقل کالعدم ہے جیسا اس آیہ کریمہ میں ہے صم بکم عمی فھم لا یعقلون

چوں زگورستاں پیمبرؐ بازگشت	سوئے صدیقہ شد و ہمراز گشت
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) قبرستان سے لوٹے	صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف گئے اور ہمراز بنے
چشم صدیقہ چو بر رویش فتاد	پیش آمد دست بر وے می نہاد
صدیقہ (رضی اللہ عنہا) کی نظر جب آپ کے چہرے پر پڑی	آگے بڑھیں اور آپ پر ہاتھ رکھا
بر عمامہ بر رخ و بر موئے او	بر گریباں و برو بازوئے او
عمامہ پر اور آپ کے چہرے اور بالوں پر	گریبان پر اور جسم پر اور آپ کے بازو پر
گفت پیغمبر چہ می جوئی شتاب	گفت باراں آمد امروز از سحاب
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جلد جلد کیا ڈھونڈتی ہو؟	بولیں آج بادل سے بارش بری ہے
جامہایت می بجویم در طلب	تر نمی بینم زباراں اے عجب
جستجو میں آپ کے کپڑے چھوتی ہوں	تعجب ہے! بارش سے تر نہیں دیکھتی ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت چہ بر سر فگندی از ازار	گفت کردم آں ردائے تو خمار
فرمایا سر پر کونسا کپڑا اوڑھا تھا؟	بولیں آپ کی چادر کو دوپٹہ بنایا تھا
گفت بہر آں نمودائے پاک جیب	چشم پاکت را خدا باران غیب
فرمایا اے پاک دل ! اسی لئے دکھائی	خدا نے تیری پاک آنکھ کو غیبی بارش

اس میں عود ہے قصہ کی طرف) یعنی جب پیغمبر ﷺ قبرستان سے واپس تشریف لائے تو حضرت عائشہؓ کے پاس آ کر باتیں کرنے لگے حضرت صدیقہ کی نگاہ جو آپ کے چہرہ مبارک پر پڑی تو قریب آ کر انہوں نے آپ کے چہرے پر ہاتھ رکھا اور آپ کے عمامہ اور رخ اور بال اور گریبان اور بازو پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کیا دیکھتی ہو عرض کیا کہ آج ابر سے بارش ہوئی تھی میں آپ کے کپڑے دیکھتی ہوں مگر عجب بات ہے کہ بارش سے تر نہیں پاتی آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے سر پر کیا کپڑا اوڑھا تھا عرض کیا کہ آپ کی اس چادر کو سر بند بنایا تھا آپ نے فرمایا بس اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہاری چشم پاک کو باران غیب منکشف فرما دیا (یعنی وہ بارش ظاہری نہیں تھی جس سے کپڑے تر ہوتے)

نیست آں باران ازیں ابر شما	ہست ابر دیگر و دیگر سما
وہ بارش تمہارے اس ابر کی نہیں ہے	وہ دوسرا ابر اور دوسرا آسمان ہے
ایں چنیں باراں زابر دیگر ست	رحمت حق در نزولش مضمر ست
اس طرح کی بارش دوسرے ابر کی ہے	جس کے نازل ہونے میں خدا کی رحمت پوشیدہ ہے
بشنو از قول سنائی در رموز	معنی تا واقف آئی بر کنوز
اشارات کے بارے میں سنائی کے قول کے	ایک معنی سن تاکہ تو خزانوں سے واقف ہو جائے
گر تو بکشائی ز باطن دیدہ	زود یابی سرمۂ بگزیدہ
اگر تو باطن کی آنکھیں کھول لے	بہت جلد پسندیدہ سرمہ حاصل کر لے

(یہ مقولہ ہے مولانا کا کہ) یہ باران (جس کا اوپر ذکر ہوا) تمہارے اس ظاہری ابر سے نہیں برستا بلکہ وہ دوسرا ہی ابر ہے اور دوسرا ہی آسمان ہے ایسی بارش اس دوسرے ابر سے نازل ہوتی ہے اور اس کے نازل ہونے میں حق تعالیٰ کی رحمت مضمر تھی ہوئی ہے اور اگر تم اس کو باران غیبی کے وجود میں ہمارے کہنے سے شبہ رہے تو (حکیم سنائی کے قول سے جو رموز مخفیہ کے بارے میں ہے ایک مضمون سن لو تا کہ گنج علم پر تم مطلع ہو جاؤ اور اگر تم کو ان کی تقلید پر بھی قناعت نہ ہو تو) اپنا دیدہ باطنی اگر کھول لو گے (یعنے ریاضات مجاہدات سے حجابات شہوت وغفلت کے مرتفع کر دو گے) تو بہت جلدی ایک سرمہ پسندیدہ (یعنے نور معرفت و وجدان صحیح) تم کو میسر ہوگا) آگے بعد شرح قول سنائی کے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

باران کی تعیین وتقسیم آتی ہے آں خزاں نزد خدا الخ یعنی مراد اس باران سے معرفت واوصاف روحانیہ ہیں جو باران بہاری ہے اور جہل وغفلت واوصاف نفسانیہ ہیں جو باران خزانی ہے اور اوپر جو مطلقاً کہہ دیا رحمت حق ورزد ویش الخ وہاں رحمت سے مراد عام ہے خواہ رحمت اخرویہ ہو جیسے اوصاف روحانیہ ہے خواہ رحمت دنیویہ جیسے غفلت میں ہے کہ بقاء اس عالم کا با بیّت کذائیہ بدولت اسی غفلت کے ہے جیسا آگے آوے گا استن این عالم ایجان غفلت ست

تفسیر بیت حکیم سنائی روح اللہ روحہٗ

حکیم سنائی (خدا ان کی روح کو راحت پہنچائے) کے شعر کی تفسیر

آسمانہاست در ولایت جاں	کار فرمائے آسمان جہاں
روح کی اقلیم میں آسمان ہیں	جو دنیا کے آسمان میں کار فرما ہیں
در رہ روح پست و بالا ہاست	کوہ ہائے بلند و دریا ہاست
روح کے راستہ میں پستی اور بلندیاں ہیں	اونچے پہاڑ اور دریا ہیں

یہ قول دلیل ہے مضمون بالا کی ہست ابر ودیگر وساف جاننا چاہئے کہ محققین نے کہا ہے کہ تمام کائنات عالم مظاہر ہیں اسماء الٰہیہ کے اور مظہریت کے معنے اوپر بتفصیل گزر چکے ہیں اور اصطلاح میں ان مظاہر کو ان اسماء کی صورت کہتے ہیں اور ان اسماء کو ان مظاہر کی حقیقت مثلاً پانی میں صفت احیاء کی ہے اور یہ فیض ہے اسم محیی کا پس باعتبار اصطلاح کے یوں کہا جاتا ہے کہ پانی صورت محیی کی ہے اور محیی حقیقت پانی کی ہے۔ وعلیٰ ہذا تو یہاں صورت وحقیقت سے مراد معنی متبادر لغوی یا دوسرے فن کے اصطلاحی نہیں ہیں اور یہ بھی کہا ہے کہ بہ نسبت دوسری مخلوقات کے انسان میں صفات الٰہیہ کا ظہور اکثر اور اتم ہے اسی لئے انسان کو جامع کہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حقائق یعنی اسماء الٰہیہ مربی ہیں صورت یعنی مظاہر کے جب یہ سب مقدمات سمجھ میں آگئے تو جاننا چاہئے کہ حکیم سنائی کے شعر مذکور کا اور اسی طرح جو کلام اس کا ہم مضمون ہو اس کا حاصل یہ ہے کہ آسمان ظاہر اور نشیب وفراز اور کوہ وصحرا ظاہری جن اسماء وحقائق کے مظاہر ہیں وہ اسماء وحقائق انسان ہیں جس کی حقیقت روح ہے بوجہ اتم ظاہر ومتجلی میں پس مراد آسمان ہا سے وہی حقائق ہیں اور ان کا مربی آسمان ظاہری ہونا ظاہر ہے اور سابق میں مذکور ہو چکا ہے اسی طرح پست وبالا وکوہ وصحراء جو روح میں ثابت کیا ہے ان سب سے مراد ان مظاہر کے حقائق ہیں جن کے تجلی اتم کا روح میں ہونا مذکور ہوا ہے اور ان اسماء الٰہیہ کا اثر روح پر یہ ہے کہ واردات وکیفیات وحالات مختلفہ وجدانیہ طاری ہوتے ہیں جو مراد ہے بارش مذکور سے جیسا اوپر آیا ہے اور آگے بھی آتا ہے پس عالم غیب میں اس طرح ان اشیاء کا وجود ثابت ہو گیا وہذا کلہ مستفاد من علوم مرشدی

پیر دانا اندریں رمزے کہ گفت	در حقیقت زیں صدف درے بسفت
دانا بزرگ نے اس سلسلہ میں جو اشارہ کیا	حقیقتاً اس سیپ کا موتی پرو دیا

غیب را ابرے و آبے دیگرست	آسمان و آفتابے دیگرست
(عالم) غیب کا ابر اور پانی دوسرا ہے	آسمان اور آفتاب دوسرا ہے
ناید آں الا کہ برخاصاں پدید	باقیاں فی لبس من خلق جدید
وہ صرف خاصان (خدا) پر ظاہر ہوتا ہے	باقی لوگ اس نئی مخلوق سے شبہ میں ہیں

یعنی پیروانا (حکیم سنائی) نے اس باب میں جو رمز فرمایا ہے واقع میں اس صدف سے موتی پرو دیا ہے (صدف سے مراد الفاظ اور در سے مراد معانی الفاظ خاصہ میں کیسے معانی کو ادا فرمایا ہے۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ) عالم غیب کا ابر اور آب ہی دوسرا ہے اور آسمان اور آفتاب ہی دوسرا ہے (عالم غیب عالم ارواح ہے اس کا ابر آسمان و آفتاب اسماء الٰہیہ ہیں اور آب ان اسماء کا فیض ہے وہ ابر و آب وغیرہ بجز خواص کے کسی پر ظاہر نہیں کرتے اور باقی لوگ تو (ایسے ہیں جس طرح وہ لوگ تھے جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ) خلق جدید (یعنی بعث) سے اشتباہ میں ہیں (وجہ تشبیہ صرف اشتباہ ہے اور بجز خواص کے کسی پر اس کے ظاہر نہ ہونے کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ فیوض و آثار امور وجدانیہ ہیں جو صاحب وجدان ہوگا وہ ادراک کرے گا ورنہ اشتباہ بلکہ انکار میں بھی کچھ تعجب نہیں فائدہ باقیاں پر جو حکم فی لبس من خلق جدید کا کیا ہے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ قرآن مجید کی تفسیر کر رہے ہیں اور آیت کا مورد بتلا رہے ہیں کیونکہ اس میں خلق جدید سے یقیناً بعث مراد ہے اسی طرح مراد اس کا کفار ہیں بلکہ مقصود و تشبیہ دینا ہے فی لبس کے ساتھ جیسا احقر نے عین شرح میں عبارت بڑھا کر اس کو ظاہر کر دیا ہے۔

ہست باراں از پئے پروردگی	ہست باراں از پئے پژمردگی
ایک بارش پرورش کے لئے ہے	ایک بارش مرجھانے کے لئے ہے
نفع باران بہاراں بوالعجب	باغ را باران پائیزی چو تب
موسم بہار کی بارش کا نفع تعجب خیز ہے	خزاں کی بارش باغ کے لئے بخار کی طرح ہے
باغ را باران نیسانی طرب	باز باران خرابی ہمچو تب
نیساں کی بارش باغ کی مستی ہے	پھر خزاں کی بارش بخار کی طرح ہے
آں بہاری ناز پروردش کند	ویں خزانی ناخوش و زردش کند
موسم بہار کی بارش اس کی ناز پروری کرتی ہے	یہ خزاں کی بارش اس کو خراب اور زرد کر دیتی ہے
ہمچنیں سرما و باد و آفتاب	بر تفاوت داں و سر رشتہ بیاب
اسی طرح جاڑا اور ہوا اور سورج	جداگانہ سمجھ اور اصول کو سمجھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچنیں در غیب انواع ست ایں	در زیان و سود و در رنج و غبیں
اسی طرح (عالم) غیب میں اس کی قسمیں ہیں	نفع اور نقصان، تکلیف اور ٹوٹے میں

(پائیز عبارت ست از خزاں یعنی تحویل شمس بمیزان و عقرب و قوس کہ مابین تابستان و زمستان باشد نیسان مدت ماندن آفتاب در حمل و نام باران بہاری و ماہ ہفتم از سال رومیان یہ بیان ہے باران غیب کے اقسام اور اس کے آثار کا اجمالاً (یعنی) ایک قسم تو اس باران غیب کی پروردگی (ارواح کے لئے ہے (اور وہ بہاری ہے) اور ایک قسم اس کی پژمردگی (ارواح) کے لئے ہے (اور وہ خزانی ہے اور معارف و اوصاف کمال سے روح کی تازگی اور ان کے اضداد سے اس کی پژمردگی ظاہر ہے اور یہی مراد ہے بہاری و خزانی سے جیسا شرح میں گذر چکا اور متن میں آگے آتا ہے باران بہاری کا تو نفع عجیب ہے اور باران خزانی باغ کے حق میں مثل تپ کے ہے (یا بعبارت دیگر یوں کہا جاوے کہ) باغ کے حق میں باران بہاری طرب ہے اس کے بعد باران خزانی مثل تپ کے ہے وہ بہاری تو باغ کو ناز پروردہ کرتا ہے اور یہ خزانی اس کو بدنما اور زرد کرتا ہے (باران ظاہری کے باغ ظاہری میں یہ آثار نمایاں ہوتے ہیں اور حالان باطنی کے باغ باطنی ہیں اور جس طرح باران دو طرح کا ہے ظاہری و باطنی) اسی طرح سرما اور ہوا اور آفتاب کو اسی تفاوت (وتقسیم) پر سمجھو اور اس سلسلہ کی اصل کو دریافت کرو (کہ دونوں مصنوع و مسخر حق تعالیٰ کے ہیں) اسی طرح غیب میں اس سب اشیاء کی انواع (اپنے اپنے آثار میں) سود و زیان اور نفع و نقصان میں (مختلف) ہیں (یعنی جس طرح اشیاء مذکور ظاہر میں ہیں اور بعض آثار میں مؤثر ہیں اسی طرح یہ اشیاء باطن میں ہیں اور اپنے آثار میں مؤثر ہیں اور ہم اوپر لکھ چکے ہیں کہ مرادان اشیاء کے باطن سے حقائق و اسماء ہیں اور چونکہ وہ اسماء انسان پر بھی متجلی ہیں اس لئے اس میں ان کے آثار ظاہر ہوتے ہیں سود و زیان سے وہی آثار مراد ہیں۔

ایں دم ابدال باشد زاں بہار	در دل و جاں روید از وے سبزہ زار
ابدال کا کلام اسی بہار سے ہوتا ہے	اس سے دل و جان میں سبزہ اگتا ہے
فعل باران بہاری با درخت	آید از انفاس شاں اے نیک بخت
موسم بہار کی بارش کا درختوں سے جو معاملہ ہے	اے نیک بخت! ان کے سانسوں سے حاصل ہوتا ہے
گر درخت خشک باشد در مکاں	عیب آں از باد جاں افزاید آں
اگر کسی جگہ کوئی خشک درخت ہو	اس کا وہ عیب روحانی ہوا سے بڑھ جاتا ہے
باد کار خویش کرد و بر وزید	آنکہ جانے داشت بر جانش گزید
ہوا نے اپنا کام کیا اور چل گئی	جس میں جان تھی اس نے اس کو اپنی جان پر ترجیح دی
وانکہ جامد بود خود واقف نشد	وائے او جانے کہ او عارف نشد
اور جو پتھر تھا واقف نہ ہوا	اس جان پر افسوس جو پہچاننے والی نہ بنی

www.besturdubooks.wordpress.com

(اس میں بیان ہے اس باران کے اثر کا تفصیلاً یعنی یہ اولیاء اللہ کا کلام اسی باران بہاری کا ایک رشحہ ہے کہ (طالب کے) قلب وروح میں اس سے (معارف وکمالات باطنی کا) سبزہ زار پیدا ہوجاتا ہے (اور کلام اولیاء کا اس سے ایک رشحہ ہونا اس لئے ظاہر ہے کہ اول وہ واردات غیبیہ ان کے قلب پر آتے ہیں اور وہ منشاء ہوتا ہے اس کلام اکسیر انضمام کا) باران بہاری کا جو فعل درخت کے ساتھ ہے ویسا فعل (طالبین کے ساتھ) ان حضرات کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے (کہ ان کو متصف بکمالات کردیتا ہے) البتہ اگر کسی جگہ کوئی درخت ہی خشک ہو تو اس باد جان بخش سے اس کا عیب اور زیادہ ہوجاتا ہے (یعنی ہوا سے وہ دونا خشک ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ جو لوگ فاسد الاستعداد اور منکر ومعاند اولیاء اللہ کے ہیں اور ان کے کلام سے ان کو نفع نہیں ہوتا بلکہ اور الٹا انکار وخلاف بڑھتا ہے تو اس سے کلام کی تاثیر جان بخشی میں شبہ نہ کرنا چاہئے بلکہ وہ خرابی استعداد سامع کی ہے) ہوا تو اپنا کام کرکے چلتی ہوئی (اور بے دریغ سب کو فیض پہنچایا) اب جو شخص کچھ جان (یعنے استعداد صحیح) رکھتا تھا اس نے تو اس کو جان پر بھی ترجیح دے کر قبول کرلیا اور جو جماد محض (یعنی فاسد الاستعداد) تھا وہ خبر بھی نہیں ہوا واقعی وہ جان بھی افسوس کے قابل ہے جس کو معرفت الٰہیہ میسر نہ ہو۔

در معنی حدیث کہ اغتنموا برد الربیع فانہ یعمل بابدانکم کما یعمل باشجارکم واجتنبوا برد الخریف فانہ یعمل بابدانکم کما یعمل باشجارکم

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ موسم ربیع کی سردی کو غنیمت سمجھو وہ تمہارے بدنوں پر وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر اور موسم خریف کی سردی سے بچو وہ تمہارے جسموں پر وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں پر

ترجمہ اس کا یہ ہے کہ غنیمت سمجھو سردی ربیع کو کیونکہ وہ تمہارے بدن کے ساتھ وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں کے ساتھ کرتی ہے اور پرہیز کرو سردی خریف سے کیونکہ وہ تمہارے بدن کے ساتھ وہی عمل کرتی ہے جو تمہارے درختوں کے ساتھ کرتی ہے یہ مضمون اس شعر سے مربوط ہے' این دم ابدال باشد زان بہار جیسا آگے تصریح ہے پس بتاویل این بود کانفاس پاک الخ

ف بزرگوں کے کلام میں بعض احادیث پائی جاتی ہیں جو کتب فن میں نہیں پائی جاتیں اور موافق قواعد محدثین کے وہ حدیث نہیں ہے پس اس کی توجیہ کے دو طریق ہیں ایک طریق یہ کہ محدثین نے جس طرح احادیث منامیہ پر حدیث کا اطلاق کیا ہے اسی طرح ممکن ہے کہ ان حضرات کو کشف سے انکا حدیث ہونا ثابت ہوا ہو اور احادیث الہامیہ پر اطلاق حدیث کا کردیا ہو کذا اقال مرشدی دوسرا طریق یہ ہے کہ اگر حدیث بھی نہ ہو تب بھی مضر نہیں کیونکہ اس کے ایراد سے جو غرض ہوتی ہے وہ دوسری دلائل صحیحہ سے ثابت ہوتی ہے پس اخلال دلیل خاص سے اخلال مدعا ومقصود کا لازم نہیں آتا رہا یہ امر کہ غیر حدیث کو حدیث کیوں کہہ دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بزرگوں میں حسن ظن غالب ہوتا ہے اور زیادہ تفتیش کی نہ عادت ہوتی ہے نہ مہلت اس لئے کسی سے سن لیا یا کہیں لکھا ہوا دیکھ لیا یقین کر لیتے ہیں

ف باطنی معانی جو بیان کئے جاتے ہیں جیسا اس جگہ کیا ہے مقصود اس سے تفسیر و تعیین مراد نہیں ہوتی بلکہ محض تمثیل و قیاس ہوتا ہے ایک شے کی حالت کو دوسرے شے کی حالت پر اس کو علم اعتبار کہتے ہیں بس تفسیر بالرائے یا انکار معنی ظاہری کا طعن ان پر نہیں ہوسکتا۔

قول پیغمبر شنو اے جان من	دور کن از خویشتن انکار و ظن
اے جان من! پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات سن	انکار اور گمان اپنے سے دور کر
گفت پیغمبر ز سرمائے بہار	تن مپوشانید یاراں زینہار
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا موسم بہار کے جاڑے سے	یارو! ہرگز بدن نہ ڈھکو
زانکہ باجان شما آں می کند	کاں بہاراں با درختاں میکند
اس لئے کہ وہ تمہاری جان کے ساتھ وہی کرتا ہے	جو موسم بہار درختوں کے ساتھ کرتا ہے
بس غنیمت باشد آں سرمائے او	در جہاں بر عارفان وقت جو
اس کی سردی غنیمت ہوتی ہے	دنیا میں وقت کے تلاش کرنے والے عارفوں پر
در بہاراں جامہ از تن برکنید	تن برہنہ جانب گلشن روید
(موسم) بہار میں کپڑے اتار دو	ننگے بدن، باغ کی طرف چلو
لیک بگریزید از باد خزاں	کاں کند کاں کرد با باغ و رزاں
لیکن باد خزاں سے بچو	اس لئے کہ وہ وہی کرے گی جو اس نے باغ اور انگوروں کے ساتھ کیا
راویاں ایں را بظاہر بردہ اند	ہم براں صورت قناعت کردہ اند
روایت کرنے والوں نے اس کو ظاہری معنی پر محمول کیا	اور انہوں نے انہی معنی پر قناعت کر لی
بے خبر بودند از سر آں گروہ	کوہ را دیدہ ندیدہ کاں بکوہ
یہ جماعت راز سے بے خبر تھی	پہاڑ کو دیکھا پہاڑ میں کان کو نہ دیکھا

یعنی پیغمبر ﷺ کا ارشاد سنو اور اپنے اوہام و ظنون (فاسدہ) کو دور کرو (جو مانع عمل ہیں حضور نے فرمایا ہے کہ سردی بہار سے اپنے بدن ہرگز (کپڑوں سے) مت چھپاؤ کیونکہ وہ تمہارے جان کے ساتھ وہ معاملہ کرتی ہے جو درختوں کے ساتھ کرتی ہے لیکن سردی خزاں سے بھاگو کیونکہ اس کا (تمہارے ساتھ) وہ اثر ہوگا جو باغ و

www.besturdubooks.wordpress.com

انگور کے ساتھ ہوتا ہے راوی لوگ اس کو (صرف) ظاہری معنی کی طرف لے گئے ہیں اور اسی پر قناعت کرنی ہے اور یہ گروہ سرمخفی سے بے خبر رہے (ایسی مثال ہے جیسے) کوہ کو دیکھا ہو اور اس میں جو کان مدفون ہے اس کو نہ دیکھا ہو (یعنی ظاہری معنی صحیح تو ہیں مگر اس پر قناعت نہ کرنا چاہئے بلکہ اس سے منتقل ہو کر بطور اعتبار مذکور کے دوسرا مضمون بھی سمجھنا چاہئے۔

آں خزاں نزد خدا نفس و ہواست	عقل و جاں عین بہارست و بقاست
وہ خزاں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نفس اور خواہش ہے	عقل اور روح عین بہار اور بقا ہے
گر ترا عقلے ست جزوی در نہاں	کامل العقلے بجو اندر جہاں
اگر تجھ میں ناقص عقل ہے	دنیا میں مکمل عقل والا تلاش کر لے
جزو تو از کل او کلی شود	عقل کل بر نفس چوں غلے شود
تیری ناقص (عقل) اس کی کامل (عقل) سے کامل ہو جائے گی	کامل عقل نفس کے لئے طوق بن جائے گی
پس بتاویل ایں بود کانفاس پاک	چوں بہارست و حیات برگ و تاک
(اس حدیث کے معنی) تاویل کے ساتھ یہ ہوئے کہ پاک سانس	(موسم) بہار کی طرح ہیں اور پتوں اور انگور کی حیات ہیں
از حدیث اولیاء نرم و درشت	تن مپوشاں زانکہ دینت راست پشت
اولیاء کی نرم اور سخت بات سے	پہلو تہی نہ کر کیونکہ وہ تیرے دین کی پشت پناہ ہیں
گرم گوید سرد گوید خوش بگیر	تاز گرم و سرد بجہی وز سعیر
گرم کہیں سرد کہیں خوشی سے تسلیم کر	تاکہ گرم اور سرد اور جہنم سے نجات پا لے
گرم و سردش نو بہار زندگی ست	مایۂ صدق و یقین و بندگی ست
ان کا گرم و سرد (کہنا) زندگی کی نو بہار ہے	صدق اور یقین اور بندگی کا سرمایہ ہے
زانکہ زاں بستان جانہا زندہ است	زاں جواہر بحر دل آگندہ است
اس لئے کہ ان سے جانوں کا باغ تر و تازہ ہے	ان جواہر سے دل کا سمندر پر ہے
بر دل عاقل ہزاراں غم بود	گر زباغ دل خلالے کم بود
عقلمند کے دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں	اگر دل کے باغ سے ایک تنکا کم ہو جاتا ہے

اس میں بیان ہے بطن حدیث کا جو وجہ ہے ربط کی مضمون ماقبل سرخی سے یعنی) خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ خزاں نفس و ہوا ہے اور (کمالات) عقل و روح عین بہار اور بقاء ہے تمہارے پاس ایک عقل ناقص ہے جو (اس

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس و ہوا میں چھپ رہی ہے تم کو چاہئے کہ کسی کامل العقل (یعنی عارف کامل) کو جہان میں تلاش کرو تا کہ تمہاری عقل ناقص اس کی عقل کامل سے کامل ہو جاوے پھر وہ عقل کامل نفس پر (مثل) طوق (کے غالب ہو جاوے (اور نفس کو عاجز و بے قابو کر دے پس تاویلی معنے (نہ تفسیری) یہ ہوے کہ (اولیاء اللہ کے) انفاس پاک مثل بہار اور حیات برگ و انگور کے ہیں پس اولیاء اللہ کی باتوں سے خواہ وہ نرم ہوں یا سخت یوں جی مت چراؤ کیونکہ وہ تمہاری دین کی قوت ہے خواہ گرم کہے خواہ سرد کہے خوشی سے قبول کرو تا کہ دنیا کے گرم و سرد سے اور دوزخ سے بچ جاؤ اس کا گرم و سرد (حقیقی) زندگی کی تازہ بہار ہے اور صدق و یقین و عبودیت کا سرمایہ ہے (مطلب یہ کہ شیخ اگر مجاہدات و ریاضات شاقہ بتلا دے اس سے تنگدل مت ہو کہ اس میں سرتا سر تمہارا باطنی نفع ہے اور اس سے کمالات صدق و یقین میں ترقی ہوتی ہے آگے خوش بگیر کی علت ہے) اس وجہ سے کہ ان انفاس سے (طالبین کا) باغ جان زندہ ہے اور ان جواہرات (حقائق و معارف) سے بحر جان (طالبین پر ہے (جیسا ابھی بیان ہوا ہے اور یہ باغ جان ایسی قدر و قیمت کی چیز ہے کہ) عاقل کے دل پر ہزاروں غم چھا جاتے ہیں اگر اس باغ میں سے ایک تنکا بھی کم ہو جاتا ہے (پس اس کا تر و تازہ رکھنا بہت ضروری ہے اور کلام اولیاء سے وہ تازہ ہوتا ہے پس اس کا قبول کرنا ضرور ہوا اور عاقل سے مراد عارف ہے اور یہ اس کمی میں ہے جو اپنی خطا و قصور سے ہو جاوے ورنہ جو بلا اختیار ہو عارف کامل اس پر ذرا غم نہیں کرتا جیسا خود کہا ہے نا خوش او خوش بود بر جان من، دل فدائے یار دل (رنجان من)

پرسیدن عائشہ رضی اللہ عنہا از مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ سر باران امروز چہ بود

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنا کہ آج کی بارش کا کیا راز تھا؟

پس سوالش کردہ صدیقہ زصدق	باخشوع و باادب از جوش عشق
صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے سچائی سے آپ سے سوال کیا	محبت کے جوش سے عاجزی اور ادب کے ساتھ
کاے خلاصہ ہستی و زبدہ وجود	حکمت باران امروزی چہ بود
اے ہستی کے خلاصہ اور وجود کے برگزیدہ	آج کی بارش میں کیا حکمت تھی؟
ایں ز بارانہائے رحمت ہاست یا	بہر تہدیدات و عدل کبریا
یہ رحمتوں کی بارشوں میں سے ہے یا	دھمکیوں اور خدا کے انصاف کے لئے ہے
ایں ازاں لطف و بہاریات بود	یا زپائیزی پر آفات بود
یہ (بارش) مہربانی اور موسم بہار کی بارشوں میں سے تھی	یا آفتوں بھری خزاں کی بارش تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حضرت صدیقہ نے صدق سے خشوع و ادب کے ساتھ جوش عشق سے دریافت کیا کہ اے خلاصہ کائنات آج کے باران کی کیا حکمت تھی آیا یہ باران رحمت تھا یا تہدید اور عدل کے واسطے تھا یعنے یہ لطف بہاریات میں سے تھا یا خزانی پر آفات میں سے تھا (یعنی یہ باران غیب از قسم بہاری تھا یا خزانی)

گفت ایں از بہر تسکین غم ست	کز مصیبت بر نژاد آدمؑ ست
فرمایا کہ یہ اس غم کی تسکین کے لئے ہے	جو آدمؑ کی نسل پر مصیبت کی وجہ سے ہے
گر براں آتش بماندے آدمی	بس خرابی او فتادے و کمی
اگر آدمی اس آگ میں رہتا	بہت خرابی اور کمی واقع ہو جاتی
ایں جہاں ویراں شدے اندر زماں	حرصہا بیروں شدے از مرد ماں
یہ دنیا فوراً ویران ہو جاتی	انسانوں میں سے حرص نکل جاتی

یعنی آپ نے جواب دیا کہ یہ (نہ اس اعتبار سے بہاری ہے کہ اس سے افاضہ کمالات کا قلوب عارفین پر مقصود ہو اور نہ اس معنی کو خزانی ہے کہ اوصاف ذمیمہ میں مبتلا کرنا منظور ہو بلکہ محض اس غم کی تسکین کے لئے ہے جو مصائب کے واقع ہونے سے آدمی کی طبیعت میں پیدا ہو جاتا ہے اگر آدمی اسی آتش غم و مصیبت میں مبتلا رہا کرتا تو بڑی خرابی اور کمی (عالم میں) واقع ہو جاتی یعنی یہ عالم فوراً ویران ہو جاتا اور ہر قسم کی حرص و امنگ آدمیوں میں سے نکل جاتی (اور ظاہر ہے کہ اس حالت میں ہر شخص اپنا اپنا پیشہ زراعت و تجارت وغیرہ ترک کر دیتا اور اسی پر بقاء عالم ہے بلکہ لزوم غم سے قلوب میں ایسی افسردگی چھا جاتی ہے کہ بہت سے نیک کام بھی جو نشاط طبع پر موقوف ہیں جیسے تعلیم و تصنیف و آمادگی اسباب برائے اعلاء کلمۃ اللہ یہ سب معطل ہو جاتے دلیل اس تقریر کی مصرعہ آئندہ ہے نے ہنر ماندے دریں عالم نہ عیب پس حاصل جواب یہ ہے کہ ان دونوں مذکور قسموں میں انحصار نہیں بلکہ وہ تقسیم بطور مانعۃ الجمع ہے یہاں دونوں کے علاوہ ہے جو باعتبار اپنی ماہیت کے تو ایک مستقل قسم ہے کیونکہ نہ اس سے افاضہ کمالات مقصود ہے نہ ابتلا باوصاف نفسانیہ منظور ہے جیسا بیان ہوا اور باعتبار آثار کے کبھی ایک قسم میں داخل ہے کبھی دوسری قسم میں کیونکہ اثر اس کا بالذات تسکین غم ہے جس کا مآل گاہے طلب کرنا امور مذمومہ کا ہوتا ہے اور گاہے سعی کرنا امور محمودہ میں مفصل گزرا ہے خوب سمجھ لو

استن ایں عالم اے جاں غفلت ست	ہوشیاری ایں جہاں را آفت ست
اے جان! اس عالم کا ستون غفلت ہے	ہوشیاری اس عالم کی آفت ہے
ہوشیاری زاں جہان ست و چو آں	غالب آید پست گردد ایں جہاں
ہوشیاری اس عالم کی ہے اور جب وہ	غالب آ جائے تو یہ عالم پست ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوشیاری آفتاب و حرص یخ	ہوشیاری آب و ایں عالم وسخ
ہوشیاری سورج ہے اور حرص برف ہے	ہوشیاری پانی ہے اور یہ عالم میل ہے
زاں جہاں اندک ترشح می رسد	تا نہ خیزد زیں جہاں حرص و حسد
اس عالم سے تھوڑی سی رستی رہتی ہے	تا کہ اس عالم سے حرص اور حسد ختم نہ ہو جائے
گر ترشح بیشتر گردد زغیب	نے ہنر ماند دریں عالم نہ عیب
اگر غیب سے یہ رساؤ زیادہ بڑھ جائے	اس عالم میں نہ ہنر رہے نہ عیب
ایں ندارد حد سوئے آغاز رو	سوئے قصہ مرد چنگی باز رو
اس کا خاتمہ نہیں ہے شروع کی طرف لوٹ	سارنگی بجانے والے کے قصہ کی طرف واپس چل

یہ مقولہ مولانا کا ہے تائید مضمون بالا میں یعنی) اس عالم کا ستون (و مدار قیام) غفلت ہے (امور مذمومہ کے لئے غفلت مذمومہ اور امور محمودہ کے لئے کی مشاہدہ) ہوشیاری خاص اس عالم کی چیز ہے اگر وہ غالب آ جاوے تو یہ عالم باجزاۂ المحمودة والمذمومة) پست ہو جاوے اس ہوشیاری کی مثال آفتاب کی سی ہے اور حرص کی مثال (خواہ وہ مذموم ہو خواہ امور خیر کا نشاط ہو) برف کی سی ہے اور دوسری مثال ہوشیاری مثل پانی کے ہے اور یہ عالم میل ہے (کہ آفتاب کے روبرو یخ نہیں ٹھہرتا اور آب کے روبرو وسخ نہیں رہتا) اس عالم کا اثر مشاہدہ تھوڑا تھوڑا مترشح ہوتا ہے تا کہ بالکلیہ حرص و حسد محمود ہو یا مذموم جیسا غبطہ) اس عالم سے مرتفع نہ ہو جاوے اگر عالم غیب سے وہاں کے اثر کا زیادہ ترشح ہونے لگے تو اس عالم میں نہ ہنر رہے اور نہ عیب رہے (یعنی امور محمودہ و مذمومہ سب ناپید ہو جاویں کیونکہ تجلی دائم و مشاہدہ مستمرہ سے آدمی معطل ہو جاتا ہے اسلئے محققین کا قول ہے کہ جیسے تجلی نعمت ہے استتار بھی نعمت ہے اچھی طرح سمجھ لو آگے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ) یہ مضمون تو انتہا ہی نہیں رکھتا اب پھر ابتدا کی طرف چلو یعنی مطرب کے قصہ کی طرف عود کرو۔

بقیہ قصۂ پیر چنگی و بیان مخلص آں

سارنگی بجانے والے بوڑھے کے قصہ کا بقیہ اور اس کا خلاصہ

مطربے کز وے جہاں شد پر طرب	رستہ ز آوازش خیالات عجب
وہ گویا جس سے عالم مستی سے بھرا ہوا تھا	اس کی آواز سے عجیب خیالات پیدا ہوتے تھے
از نوایش مرغ دل پراں شدے	وز صدایش ہوش جاں حیراں شدے
اس کی آواز سے مرغ دل اچھلنے لگتا تھا	اس کی صدا سے جان کا ہوش حیران ہو جاتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں برآمد روزگارش پیر شد	باز جانش از عجز پشہ گیر شد
جب اس کی عمر ڈھل گئی اور بوڑھا ہو گیا	اس کی جان کا باز عاجزی سے مچھر کا شکاری بن گیا
باز چہ گر پیل باشد بیگماں	پشہ اش سازو ضعیف و ناتواں
باز کیا؟ اگر ہاتھی بھی ہو تو بلاشبہ	مچھر اس کو کمزور اور بے طاقت بنا دے
پشت او خم گشت ہچوں پشت خم	ابرواں برچشم ہچوں پار دم
اس کی کمر مٹکے کی طرح ٹیڑھی ہو گئی	آنکھ پر ابرو میں دمچی کی طرح ہو گئیں
گشت آواز لطیف و جانفزاش	ناخوش و مکروہ وزشت و دلخراش
اس کی پاکیزہ اور جان کو بڑھانے والی آواز	خراب اور مکروہ اور بری اور دلخراش ہو گئی
آں نواکہ رشک زہرہ آمدہ	ہچوں آوازہ خر پیرے شدہ
وہ آواز جو زہرہ کے لئے باعث رشک تھی	بوڑھے گدھے کی آواز کی طرح ہو گئی

یعنی ایسا مطرب کہ اس سے عالم پر طرب ہو رہا تھا اور اس کی آواز سے خیالات عجیب سامعین کے قلب میں پیدا ہوتے تھے اور اس کی آواز سے مرغ دل پران ہونے لگتا تھا اور اس کی آواز سے ہوش جان حیران ہوتا تھا جب اس کی عمر ڈھل گئی اور بوڑھا ہو گیا اس کی جان جو مثل باز کے قوی تھی بوجہ ضعف کے پشہ گیر ہو گئی (یعنے پشہ کی پکڑنے والی بعد اس کے کہ بڑے بڑے شکار کرتی تھی یا پشہ کی پکڑی ہوئی یعنی پشہ سے بھی کمزور ہو گئی اور یہ تو قاعدہ چلا آتا ہے کہ (باز گو مثل فیل کے قوی ہو (ایک وقت میں ایسا ضعیف ہو جاتا ہے کہ) پشہ بھی اس کو ضعیف و ناتواں کر دیتا ہے (کما قال تعالیٰ و من نعمرہ ننکسہ فی الخلق) اس کی پشت مثل مٹکے کے خم ہو گئی اور ابر دین آنکھوں پر مثل دمچی کے ہو گئیں اور اس کی آواز لطیف جانفزا ناخوش و مکروہ وزشت و دلخراش ہو گئی اس کی وہ آواز جو رشک زہرہ تھی وہ مثل آواز خر پیر کے ہو گئی۔

خود کدامیں خوش کہ آں ناخوش نشد	یا کدامیں سقف کاں مفرش نشد
کونسا خوش ہے جو ناخوش نہ ہوا ہو	یا کوئی چھت ہے جو پامال نہ ہوئی ہو؟
غیر آواز عزیزاں در صدور	کہ بود از عکس دم شاں نفخ صور
(اللہ کے) پیاروں کی آواز کے علاوہ جو سینوں میں ہے	کہ صور کا پھکنا بھی ان کی آواز کی گونج ہے
آں درونے کیں درونہا مست از دست	نیستے کیں ہستہا ماں ہست از دست
وہ باطن کہ یہ باطن اس سے مست ہیں	وہ فانی کہ ہمارے وجود اس سے (قائم) ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہربائے فکر دہر آواز اوست	لذت الہام و وحی دراز اوست
اس کی آواز زمانے کے فکر کے لئے کہربا ہے	الہام اور وحی اور راز کی وہ لذت ہے

(یعنی اس پیر چنگی کی آواز خوش کا ناخوش ہو جانا محل تعجب نہیں کیونکہ دنیا میں) ایسی کون سی خوش چیز ہے جو ناخوش نہیں ہوگئی یا ایسی کون سی چھت ہے جو (گرکر) فرش نہیں ہوگئی بجز اولیاء اللہ کی (باطنی) آواز کے (کہ عبارت ہے ان کے فیوض و برکات سے) جن کی آواز کے عکس سے نفخ صور ہے (یعنے جیسا عکس اصل سے کمتر ہوتا ہے اسی طرح ان کے فیوض و برکات نفخ صور سے اعلیٰ و اکمل ہیں کیونکہ نفخ صور سے حیات جسمانی حاصل ہو گی اور ان کے فیوض سے حیات روحانی حاصل ہوتی ہے اور حیات روحانی کا افضل ہونا حیات جسمانی سے ظاہر ہے (ان اولیاء کا ایسا باطن ہے کہ بہت سے باطن (طالبین کے) اس سے مست (محبت الٰہی ہیں اور وہ اولیاء ایسے فانی (فی اللہ) ہیں کہ ہماری یہ سب ہستیاں اس کی بدولت ہست ہیں (کیونکہ بقاء اس عالم کا حسب مضمون حدیث صحیح اللہ کے نام سے ہے اور اللہ کا نام ان حضرات کے سبب عالم میں باقی ہے اس لئے اولیاء سبب بقاء عالم ہیں) اور اولیاء کا اثر باطنی تمام افکار و اصوات کا مثل کہربا کے جاذب ہے یعنی اس کے سامنے سب خیالات اور اصوات بے اثر ہو جاتے ہیں جس طرح کہربا کے روبرو کاہ بے اثر ہو جاتی ہے یعنی وہ سب سے قوی الاثر ہے) اور وہ اثر باطنی الہام و وحی و اسرار سے (طالبین کو) لذت حاصل ہونے کا سبب ہے (کیونکہ اس اثر باطنی سے ان کے قلوب میں ذوق پیدا ہوتا ہے جس سے لذت وحی کا ادراک کرتے ہیں۔

چونکہ مطرب پیر تر گشت و ضعیف	شد ز بے کسبی رہین یک رغیف
چونکہ (گویا) بہت بوڑھا اور کمزور ہو گیا	بلا کمائی کے ایک روٹی کا مرہون (منت) ہو گیا
گفت عمر و مہلتم دادی بسے	لطفہا کردی خدایا با خسے
اس نے کہا (اے خدا) تو نے مجھے عمر اور بہت مہلت دی	اے خدا تو نے ایک کمینہ پر مہربانیاں کیں
معصیت ورزیدہ ام ہفتاد سال	باز نگرفتی ز من روزے نوال
میں نے ستر سال گناہ کیے	تو نے مجھ سے ایک دن (بھی) عطا واپس نہ کھینچی
نیست کسب امروز مہمان توام	چنگ بہر تو زنم کان توام
کمائی نہیں ہے اب میں تیرا مہمان ہوں	تیرے لئے سارنگی بجاؤں گا کیونکہ تیرا غلام ہوں
چنگ را برداشت شد اللہ جوئے	سوئے گورستان یثرب آہ جوئے
سارنگی اٹھائی اللہ (تعالیٰ) کی طلب میں روانہ ہوا	مدینہ کے قبرستان کی جانب آہیں بھرتا ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت خواہم از حق ابریشم بہا	کو بہ نیکوئی پذیرد قلب ہا
بولا اللہ (تعالیٰ) سے سارنگی (بجانے کا) انعام چاہوں گا	کیونکہ وہ کھوٹے سکے (بھی) عمدگی کے ساتھ قبول کرتا ہے
چنگ زد بسیار و گریاں سر نہاد	چنگ بالیں کرد و بر گورے فتاد
سارنگی بہت بجائی اور روتے ہوئے سر رکھ دیا	سارنگی کا تکیہ بنایا اور ایک قبر پر گر پڑا

(چون در بعض دیار بجاے تار چنگ تار از ابریشم مے کنند ابریشم بہا بر طریق محاورہ کنایہ از شے قلیل از اجرت تار ابریشم قیمت ان کنند مراد مطلق عوض) یعنی جب وہ مطرب بوڑھا اور ضعیف ہوگیا اور بے روزگاری سے ایک ایک روٹی کا محتاج ہوگیا (جناب باری تعالیٰ میں) عرض کیا کہ آپ نے مجھ کو بہت عمر اور مہلت بخشی اور اس کمینہ کے ساتھ بہت الطاف فرمائے حتی کہ میں ستر سال تک برابر گناہ کرتا رہا مگر ایک روز بھی مجھ سے اپنے عطیہ کو بند نہیں کیا اب میں کمانے کے لائق نہیں رہا اس لئے آج آپ کا مہمان ہوتا ہوں اور بہت روز مخلوق کو چنگ سنایا مگر آج آپ کے واسطے چنگ بجاتا ہوں کیونکہ آخر آپ ہی کا ہوں (یہ کہہ کر) چنگ کو (ہاتھ میں) اٹھایا اور حق تعالیٰ کی طلب میں مدینہ کے گورستان کی طرف آہ کرتا چلا اور کہنے لگا (آج) حق تعالیٰ سے (چنگ بجانے کی) مزدوری لوں گا کیونکہ ناکارہ چیزوں کو خوبی کے ساتھ (اپنے فضل و رحمت سے) وہی قبول کرتے ہیں غرض بڑی دیر تک چنگ بجایا اور روتے روتے (زمین پر) سر ٹیک کر چنگ کو سراہانے رکھا ایک قبر پر گر پڑا اور سو گیا)

خواب بردش مرغ جاں از حبس رست	چنگ و چنگی را رہا کرد و بجست
اس کو نیند آ گئی جان کا پرندہ قید سے چھوٹ گیا	سارنگی اور سارنگی باز کو چھوڑا اور چل دیا
گشت آزاد از تن و رنج جہاں	در جہان سادہ و صحرائے جاں
جسم سے اور دنیا کی تکلیف سے آزاد ہوا	سادہ عالم میں اور روح کے میدان میں (جا پہنچا)
جان او آنجا سرایاں ماجرا	کاندریں جا گر بماندندے مرا!
اس کی روح اس جگہ (یہ) قصہ گانے لگی	کہ کاش مجھے اسی جگہ رہنے دیتے!
خوش بدے جانم ازیں باغ و بہار	مست ایں صحراء غیب لالہ زار
اس باغ و بہار سے میری جان خوش ہوتی	اس لالہ زار غیبی میدان سے مست (ہوتی)
بے پر و بے پا سفر می کردمے	بے لب و دنداں شکر میخوردمے
میں بغیر پر اور پیر کے سفر کرتی	بغیر ہونٹ اور دانتوں کے شکر کھاتی
ذکر و فکرے فارغ از رنج دماغ	کردمے با ساکناں چرخ لاغ
ذاتی الجھن سے فارغ ہو کر ذکر اور فکر (میں مشغولیت ہوتی)	آسمان میں بسنے والوں کے ساتھ خوشی مناتی

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم بستہ عالمے می دید ے	ورد و ریحاں بے کفے میچید ے
آنکھیں بند کر کے میں عالم کو دیکھتی	ہاتھ لگائے بغیر گلاب و ریحان چنتی

یعنی اس پر نیند غالب ہوئی اور طائر روح اس حبس تن سے چھوٹ گیا اور چنگ اور چنگی کو (یعنے اس کے جسم کو چھوڑ کر نکل گئی) مراد رستن اور جستن سے جسم سے تعلقات کا کم ہوجاتا ہے جیسا خواب میں ہوتا ہے) اس کی روح تن اور رنج عالم سے آزاد ہوگئی اور ایک عالم سادہ میں یعنی صحرائے عالم ارواح میں پہنچی (پس عطف صحراء کا تفسیری ہے اس کو سادہ اس لئے کہا کہ قیود جسمانیہ سے منزہ ہے اور وہاں پہنچنے سے مراد اس طرف ملتفت اور مستغرق ہوجانا ہے) اس کی روح اس جگہ یہ قصہ گا رہی تھی کہ اگر اس جگہ مجھ کو رہنے دیتے تو میری جان اس باغ و بہار میں خوب خوش رہتی اور اس صحرائے غیب اور لالہ زار میں مست پھرتی (یعنے) اگر پھر جسم سے تعلق نہ ہوتا تو سیر ملکوت میں کہ عالم ارواح کو شامل ہے مشغول رہتی) اور بدون پر اور پاؤں کے سفر کرتی اور بدون لب و دندان کے شکر کھاتی اور ایسے ذکر و فکر میں رہتی جس میں دماغ کو تعب نہ ہوتا اور ساکنان ملکوت کے ساتھ خوب خوشیاں مناتی اور آنکھ بند کیے ہوئے ایک عالم کو دیکھتی اور بدون ہاتھ کے گل و ریحان چنتی (یہاں پیر و پا و لب و دندان و دماغ و چشم و کف سے مراد آلات جسمانیہ ہیں اور سفر اور شکر خواری و ذکر و فکر و بدن و چیدن سے مراد سیر و تلذذ بعالم ارواح ہے چونکہ اس عالم میں روح اپنے افعال میں آلات جسمانیہ کی محتاج نہیں اس بناء پر یہ مضامین فرمائے گئے۔

مرغ آبی غرق دریائے عسل	عین ایوبی شراب و مغتسل
پانی کا پرندہ شہد کے دریا میں ڈوبا ہوا	حضرت ایوب (علیہ السلام) کا چشمہ جو پینے اور نہانے کا تھا
کہ بدو ایوبؑ از پاتا بفرق	پاک شد از رنجہا چوں نور شرق
کہ جس کے ذریعہ حضرت ایوبؑ پیر سے سر کی مانگ تک	نور مشرق کی طرح تکلیفوں سے پاک ہوئے
گر بود ایں چرخ دہ چندے کہ ہست	نیست نزد آں جہاں جز تنگ و پست
اگر یہ آسمان موجودہ حالت سے دس گنا ہو	اس جہاں کے مقابلہ میں تنگ اور پست کے سوا کچھ نہیں ہے
مثنوی در حجم گر بودے چو چرخ	در نگنجیدے دریں زاں نیم برخ
مثنوی (معنوی) اگر جسامت میں آسمان کی طرح ہوتی	اس میں اس (عالم کے بیان) کا آدھا ٹکڑا بھی نہ سماتا

عین ایوبی معطوف بر دریا بحذف عاطف یہ مقولہ مولانا کا ہے یا مطرب کا (یعنی مطرب کی اس وقت وہ حالت ہوئی (جیسے مرغ آبی دریائے عسل میں غرض ہو جاوے یا چشمہ ایوبی میں غوطہ زن ہو جاوے جو کہ پینے کے لئے بھی تھا اور غسل کے لئے بھی تھا' روح مطرب کو مرغ آبی سے تشبیہ دی گئی اور عالم ارواح کو بوجہ لذت صفاء کے دریائے عسل و چشمہ ایوبی سے تشبیہ دی گئی) جس چشمہ کی وجہ سے حضرت ایوب علیہ السلام پاؤں سے سر تک

www.besturdubooks.wordpress.com

تمام رنج و امراض سے نورآفتاب کی طرح صاف ہوگئی تھے (اسی طرح روح مطرب اس عالم کی مشغولی سے تمام غموم و ہموم سے چھوٹ گئی تھی) اگر یہ آسمان جتنا اب ہے اس سے دس حصہ ور زیادہ ہو جائے تو اس عالم کے سامنے پھر بھی تنگ و پست ہے اور مثنوی اگر جسم میں چرخ کے برابر ہو جاتی تو اس میں اس عالم (کے وسعت کے بیان) سے نیم پارہ بھی نہ سماتا (وجہ اس کی ظاہر ہے کہ عالم ارواح عالم امر سے ہے جو حدود و مقدار و مادہ سے خارج ہے جیسا اوپر ایک مقام پر محقق ہو چکا ہے اور یہ عالم مادی ہے اور حدود و مقدار و مادہ کے اندر داخل اور غیر محدود و محدود سے ظاہر ہے کہ وسیع ہوگا۔)

کاں زمین و آسمان بس فراخ	کرد از تنگی دلم را شاخ شاخ
اس بہت وسیع آسمان اور زمین نے	تنگی کی وجہ سے میرے دل کو پارہ پارہ کر دیا ہے
ویں جہانے کاندریں خوابم نمود	از کشایش پر و بالم را کشود
اور یہ عالم جو اس نیند میں مجھے نظر آیا	اس نے وسعت کی وجہ سے میرے بال و پر کھول دیئے ہیں
ایں جہان و راہش ار پیدا بدے	کم کسے یک لحظۂ اینجا بدے
یہ عالم اور اس کا راستہ اگر نظر آتا	کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی اس جگہ نہ ہوتا
امر می آمد کہ ہیں طامع مشو	چوں ز پایت خار بیروں شد برو
حکم ہوتا تھا کہ خبردار لالچی نہ بن	جبکہ تیرے پیر سے کانٹا نکل گیا جا
مول مولے میزد آنجا جان او	در فضائے رحمت و احسان او
اس کی جان اس جگہ ٹھیرو ٹھیرو کہتی تھی	اس کے احسان اور رحمت کی فضا میں

(یہ مقولہ ہے مطرب کا مرتبط ہے اس شعر سے خوش بدے الخ یعنی میری جان یہاں خوش رہتی) اس لئے کہ اس ناسوتی زمین و آسمان نے جو کہ بہت ہی فراخ ہے (بمقابلہ عالم ملکوت کے) تنگ ہونے کی وجہ سے میرے دل کو پارہ پارہ کر رکھا ہے (یعنی انقباض ہوتا ہے) اور یہ عالم جو مجھ کو خواب میں نظر آیا ہے اس نے بوجہ کشادہ ہونے کے میرے پر و بال کو کھول رکھا ہے یعنی روحانی انشراح حاصل ہے اب مولانا بطور جملہ معترضہ کے فرماتے ہیں کہ) اگر یہ عالم ملکوت (جس میں بہشت بھی ہے) اور اس تک پہنچنے کا راستہ ظاہر ہو جاتا تو (اس کے لطف و مسرت کو دیکھ کر لوگوں کا یہ حال ہو جاتا کہ) کوئی شخص یہاں دنیا میں بہت ہی کم رہنا پسند کرتا (کما قال تعالیٰ ان زعمتم انکم اولیاء اللہ کذا قال مرشدیؒ) روح مطرب کو (قضاوقدر سے) خطاب ہو رہا تھا کہ خبردار بہت لالچ مت کہ جب تیرے پاؤں سے خار (غفلت) نکل چکا (جو اس عالم کے مشاہدہ کرانے سے مقصود تھا) تو اب تو (دنیا میں جا (مگر) اس کی روح وہاں مچل رہی تھی یعنی حق تعالیٰ کی رحمت و احسان کے

www.besturdubooks.wordpress.com

میدان میں (مطلب یہ کہ آنا نا چاہتی تھی ف شعر این جہاں ورمش الخ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے مرنے میں کیوں تامل فرمایا جواب یہ ہے کہ چونکہ ان کو ناسوت میں بھی مشاہدہ دائمی ملکوت کا حاصل تھا گویا زندہ در بہشت تھے اس لئے یہ مشاہدہ موت پر موقوف نہ تھا اور ارشاد خلائق اعتبار سے ناسوت میں ترجیح تھی اور یہ شعر ان عوام کے لئے ہے جن کے مشاہدہ دائمی ملکوت کے لئے مفارقت ناسوت شرط ہے کذا قال مرشدیؒ

در خواب گفتن ہاتف با عمرؓ کہ چندیں زر از بیت المال با آں مردہ کہ در گورستان خفتہ است

غیبی آواز کا نیند میں حضرت عمرؓ سے کہنا کہ اس قدر روپیہ بیت المال سے اس شخص کو دے دو جو قبرستان میں سویا ہوا ہے

آں زماں حق بر عمرؓ خوابے گماشت	تا کہ خویش از خواب نتوانست داشت
اس وقت اللہ (تعالیٰ) نے حضرت عمرؓ پر نیند طاری کردی	یہاں تک کہ نیند کی وجہ سے اپنے آپ کو نہ سنبھال سکے
در عجب افتاد کیں معہود نیست	ویں زغیب افتاد بے مقصود نیست
تعجب کیا کہ یہ عادت نہیں ہے	یہ غیب سے آئی ہے، بلا مقصد نہیں ہے
سر نہاد و خواب بردش خواب دید	کامدش از حق ندا جانش شنید
سر رکھا اور ان کو نیند آ گئی، خواب دیکھا	ان کو اللہ تعالیٰ کی آواز آئی جو ان کی جان نے سنی

یعنی اس وقت جبکہ پیر چنگی گورستان میں بے ہوش پڑا تھا) حق تعالیٰ نے حضرت عمرؓ پر نیند کو اس درجہ غالب کیا کہ اپنے کو سونے سے کسی طرح روک نہ سکے آپ تعجب میں ہوئے کہ اس وقت تو سونا معمول نہیں ضرور یہ امر منجانب غیب ہے اور خالی از حکمت نہیں فوراً سر رکھ کر لیٹ گئے اور سو گئے خواب دیکھا حق تعالیٰ کی طرف سے ایک ندائے غیبی آئی جس کو ان کی روح نے سنا (اس کا مضمون آگے آویگا۔)

آں ندائے کاصل ہر بانگ و نواست	خود ندا آنست و ایں باقی صداست
وہ آواز، جو ہر آواز اور صدا کی اصل ہے	وہی آواز ہے اور یہ سب گونج ہے
ترک و کرد و پارسی گو و عرب	فہم کردہ آں ندا بے گوش و لب
ترک اور کرد اور فارسی بولنے والے اور عرب	بغیر کان اور ہونٹ کے اس آواز کو سن چکے ہیں
خود چہ جائے ترک و تاجیک ست و زنگ	فہم کردست ایں ندا را چوب و سنگ
ترک اور تاجیک اور حبشی پر منحصر نہیں ہے	اس آواز کو تو لکڑی اور پتھر نے سنا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر دمے از وے ہمی آید الست	جوہر و اعراض می گردند مست
ہر وقت اس کی جانب سے الست (کی آواز) آتی ہے	جس سے جوہر اور عرض مست ہو جاتے ہیں
گر نمی آید بلےٰ زیشاں ولے	آمدن شاں از عدم باشد بلےٰ
اگرچہ ان کی جانب سے "بلیٰ" نہیں نکلتا ہے لیکن	ان کا عدم سے آنا "بلیٰ" ہے

(اس میں ندائے غیبی کی صفت ہے کہ) وہ ایسی ندا ہے جو تمام آوازوں کی اصل (یعنے علت موجدہ) ہے (کیونکہ منصوص قرآنی ہے کہ سب اشیاء کی ایجاد امر کن سے ہوتی ہے اور وہ کلام حق ہے جس کو نداء غیبی سے تعبیر کیا ہے اور ندائے حقیقی تو وہی نداء ہے باقی تو سب صدائیں ہیں (جو پہاڑ وغیرہ میں آواز دینے سے پیدا ہو جاتی ہیں تشبیہ صرف علت و معلول ہونے میں ہے نہ بعینہ حکایت ومحکی عنہ ہونے میں) اور جتنی قومیں ہیں عوام وخواص سب نے اس نداء کو اس طرح سمجھا ہے کہ نہ متکلم محتاج لب ہوئے نہ سامعین کے کان تھے (کیونکہ یوم میثاق میں کلام حق الست بر بکم سب نے سمجھا اور اللہ تعالیٰ کا لب سے منزہ ہونا ظاہر ہے اور ان کے بھی یہ متعارف کان نہ تھے) اور ان ذوی العقول لوگوں کا تو کیا ذکر ہے اس نداء کو تو چوب وسنگ (جمادات) بھی سمجھتے ہیں چنانچہ ہر وقت ادھر سے بانگ الست آ رہی ہے (مراد مطلق کلام حق ہے (اطلاقاً للمقید علی المطلق) اور سب جواہر و اعراض (جمادات وغیرہ جمادات) اس سے مست (ومسخر) ہو رہے ہیں (کیونکہ عموم تصرف کلمہ کن کا معلوم ومسلم ہے تو ندا ہونا تو یقینی رہا مکونات کا اس کو سمجھنا سو اگر ان میں شعور ثابت ہو جیسا اہل کشف فرماتے ہیں تب تو کوئی استبعاد نہیں اور اگر شعور نہ مانا جاوے جیسا اہل ظاہر کا زعم ہے تو اس وقت ان کے انقیاد اضطراری کو تشبیہا فہم کہہ دیا کہ مثل اہل فہم کے منقاد ہیں) اور اگر ان مکونات کی طرف سے (ندائے حق کے جواب میں) لفظ بلےٰ نہیں کہا جاتا (تو کیا مضائقہ اس سے شبہ عدم فہم کا نہ کیا جاوے کیونکہ) ان کا عدم سے (وجود میں) آ جانا یہی بلےٰ کہنا ہے (یعنی اگر اطاعت بالقول نہیں تو کیا ہے اطاعت بالفعل تو ہے اور گاہے بعد فہم کے محض اطاعت فعلی پر اکتفا کیا جاتا ہے بلکہ یہ اطاعت قولی سے ابلغ ہی کذا قال مرشدیؒ

آنچہ من گفتم زفہم چوب وسنگ	در بیانش قصہ بشنو بے درنگ
وہ جو میں نے لکڑی اور پتھر کے سمجھنے کی بات کہی ہے	اس کے بیان میں فوری طور پر ایک قصہ سن لے
آنچہ گفتم زاشنائی سنگ وچوب	در بیانش قصہ ہشدار خوب
میں نے پتھر اور لکڑی کی سمجھ بوجھ کی جو بات کہی ہے	اس کے بیان میں ایک قصہ ہے خوب غور کر

یعنی میں نے جو اوپر سنگ کے فہم اور شعور کا بیان کیا ہے اس کی تائید میں ایک اچھا قصہ سنو اور سمجھو کہ اس میں نالیہ ستون کیساتھ اس کی باتیں کرنے کا اور اسی طرح دوسری حرکات عاقلانہ کا بھی ذکر ہے جو دلیل ہے اس کے ذی فہم ہونیکی)

www.besturdubooks.wordpress.com

نالیدن ستون حنانہ از فراق پیغمبر علیہ السلام کہ جماعت انبوہ شدند و گفتند کہ ماروئے مبارک تراچوں برآں نشستہ نمی بینیم و منبر ساختن وشنیدن رسول خدا نالہ ستون رابصریح ومکالمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باآں

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کی وجہ سے حنانہ ستون کے رونے کا قصہ جبکہ ایک مجمع جمع ہوا اور انہوں نے کہا کہ جب آپ اس پر بیٹھتے ہیں ہم آپ کا چہرۂ مبارک نہیں دیکھ پاتے اور منبر کا بنانا اور رسول خدا کا ستون کا رونا صاف سننا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے گفتگو

فائدہ نالہ کرنا تو صحاح میں مذکور ہے اور مکالمت داری میں مروی ہے

استن حنانہ در ہجر رسول	نالہ میزد ہمچو ارباب عقول
حنانہ ستون رسول کی جدائی میں	سمجھداروں کی طرح روتا تھا
درمیان مجلس وعظ آنچناں	کز وے آگاہ گشت ہم پیر و جواں
وعظ کی مجلس کے دوران اس طرح (رویا)	کہ اس سے بوڑھے اور جوان واقف ہو گئے
در تحیر ماند اصحابؓ رسولؐ	کز چہ می نالد ستون با عرض و طول
رسولؐ کے صحابہؓ حیرت میں پڑ گئے	کہ ستون لمبائی اور چوڑائی کے ساتھ کیوں روتا ہے
گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستوں	گفت جانم از فراقت گشت خوں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے ستون تو کیا چاہتا ہے	بولا کہ میری جان آپ کے فراق سے خون ہو گئی ہے
از فراق تو مرا چوں سوخت جاں	چوں ننالم بے تو اے جان جہاں
چونکہ میری جان آپ کی جدائی میں جل گئی ہے	اے جان عالم! آپ کے بغیر میں کیوں نہ روؤں
مسندت من بودم از من تاختی	بر سر منبر تو مسند ساختی
میں آپؐ کی مسند تھا آپ مجھ سے دور ہو گئے	اور منبر پر آپ نے مسند بنا لی

یعنی ستون حنانہ (نالہ کنندہ) رسول ﷺ کی جدائی سے (جس کا بیان آگے آتا ہے ذوی العقول کی طرح مجلس وعظ میں اس طرح (علی الاعلان) روتا تھا کہ اس کے رونے ک سب پیر و جوان کو خبر ہو گئی (یعنے سب نے اس کا رونا سنا) حضور ﷺ کے صحابہ حیرت میں رہ گئے کہ یہ ستون عرض سے بھی طول سے بھی (یعنی ہر چیز سے) کس وجہ سے روتا ہے پیغمبر ﷺ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ اے ستون تو (کیوں روتا ہے اور) کیا چاہتا ہے عرض

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا کہ میری جان آپ کے فراق سے خون ہوگئی جب میری جان آپ کے فراق سے سوختہ ہوگئی ہو تو میں کیسے نہ رووں کیونکہ پہلے (جب تک منبر نہ بنا تھا) میں آپ کا تکیہ گاہ تھا (کہ خطبہ کے وقت اس سے کمر لگاتے تھے) آپ میرے پاس سے ہٹ گئے اور منبر پر مسند لگائی۔

پس رسولش گفت کاے نیکو درخت	اے شدہ باسرِ تو ہمراز بخت
تو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے بھلے درخت!	اے وہ کہ تیرے باطن کو خوش نصیبی حاصل ہے!
گر ہمی خواہی ترا نخلے کنند	شرقی و غربی زتو میوہ چنند
اگر تو چاہتا ہے تجھے کھجور بنا دیں	مشرق اور مغرب کے لوگ تیرا میوہ چنیں
یا دراں عالم حقت سروے کند	تا تر و تازہ بمانی تا ابد
یا اس جہان میں اللہ (تعالیٰ) تجھے سرو بنا دے	تاکہ تو ہمیشہ تر و تازہ رہے
گفت آنخواہم کہ دائم شد بقاش	بشنو اے غافل کم از چوبے مباش
بولا میں وہ چاہتا ہوں کہ جس کی بقا دائمی ہو	اے غافل سن! تو لکڑی سے کم نہ بن

پھر رسول ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اے نیک درخت (چونکہ وہ تنا درخت کا تھا اس لئے درخت کہہ دیا گیا) کہ تیرے باطن کے ساتھ بخت بلند ہمراز ہے (یعنے باطناً تو صاحب نصیب ہے اگر تیری خواہش ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرکے) تجھ کو ثمردار درخت بنوادوں تاکہ اہل مشرف ومغرب تجھ سے نفع حاصل کریں اور میوہ لیا کریں یا اگر کہے تو یہ دعا کروں کہ حق تعالیٰ اس عالم میں تجھ کو درخت بنادیں تاکہ ابدالآباد تک تر و تازہ رہے اس نے عرض کیا کہ مجھ کو اسی چیز کی خواہش ہے جس کو ہمیشہ کے لئے بقاء ہو (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) اے غافل ذرا سن تو چوب سے تو کمتر مت ہو (کہ اس نے دارالبقاء کو اختیار کیا اور تو دارالفناء کی طلب میں سرگرداں ہے)

آں ستوں را دفن کرد اندر زمیں	کہ چو مردم حشر گردد یوم دیں
اس ستون کو زمین میں دفن کر دیا	جو انسانوں کی طرح قیامت میں اٹھایا جائے گا
تا بدانی ہر کرا یزداں بخواند	از ہمہ کار جہاں بیکار ماند
تاکہ تو سمجھ جائے کہ جس کو خدا نے پکار لیا	وہ دنیا کے تمام کاموں سے بیکار ہو گیا
ہر کہ را باشد ز یزداں کاروبار	یافت بار آنجا و بیروں شد زکار
جس کا خدا (تعالیٰ) سے کاروبار ہوتا ہے	وہ وہاں باریاب ہو جاتا ہے اور (دنیا کے) کام کا نہیں رہتا

(یعنی اس ستون کو زمین کے اندر دفن کر دیا پس قیامت کے روز آدمیوں کی طرح محشور ہوگا (اور دفن کرنا

www.besturdubooks.wordpress.com

اشارہ اس طرح ہے تاکہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلا لیا وہ دنیا کے تمام کاروبار سے بیکار ہو جاتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو جاتا ہے اس کی وہاں رسائی ہو جاتی ہے اور کار دنیا سے خارج ہو جاتا ہے (وجہ اشارہ ظاہر ہے کہ ستون نے جب آخرت کو اختیار کیا تو اس کو پھر دنیا کے کسی کام میں نہیں لائے بلکہ دفن کر دیا جس سے وہ اور کسی کام کا نہیں رہا پس جو شخص آخرت کو اختیار کرے گا جو موقوف ہے اللہ تعالیٰ کے بلانے پر وہ بھی ایسا ہی ہو جائے گا)

وانکہ او را نبود از اسرار داد	کے کند تصدیق او نالہ جماد
وہ شخص جس کو اسرار کی بخشش نہ ہو	وہ بے جان کے رونے کی کب تصدیق کرتا ہے؟
گوید آرے نے ز دل بہر وفاق	تا نگویندش کہ ہست اہل نفاق
موافقت کی خاطر ہاں (زبان سے) کہہ دے گا نہ کہ دل سے	تاکہ اس کو لوگ منافق نہ کہیں
گر نیندے واقفان امر کن	در جہاں رد گشتہ بودے ایں سخن
اگر امر کن کے واقف کار نہ ہوتے	تو دنیا میں یہ بات مانی نہ جاتی

(یعنی اگرچہ قصہ مذکور سے جمادات کا نالہ و کلام کرنا ثابت ہو گیا مگر) جس شخص کو اسرار (یعنی علم باطن) سے کچھ حصہ نہیں ملا (محض علوم طبعیہ فلسفیہ کا مقید ہے) وہ (اس قصہ) نالہ جماد کی کب تصدیق کریگا اور یوں زبان سے محض (مسلمانوں کی) موافقت کے واسطے ہاں ہاں کر لے گا مگر دل سے نہ مانے گا بلکہ صرف اس واسطے کہ مسلمان اس کو یوں نہ کہیں کہ یہ منافقین میں سے ہے اگر دنیا میں) امر کن کے واقف لوگ (یعنی اہل باطن) نہ ہوتے تو دنیا میں یہ بات (کہ جمادات میں بھی شعور ہے) بالکل رد ہو جاتی (کیونکہ عقل متوسط اس کو قبول نہ کرتی اور کوئی صاحب قوت قدسیہ موجود نہ ہوتا پس لامحالہ ان کار عام ہو جاتا اور اب بعض کو اس کا کشف عیانی ہے بعض کو کشف وجدانی و شرح صدر ہے کچھ لوگ ان کے اتباع سے اس کے معتقد ہیں اس لئے انکار عام نہیں ہے)

صد ہزاراں ز اہل تقلید و نشاں	افگند شاں نیم وہمے در گماں
لاکھوں مقلدوں اور لکیر کے فقیروں کو	آدھا وہم (پورے) وہم میں مبتلا کر دیتا ہے
کہ بظن تقلید و استدلال شاں	قائم ست و جملہ پر و بال شاں
اس لئے کہ ان کی تقلید اور ان کا استدلال ظن پر	قائم ہے اور ان کے سب بال و پر (ظنیات ہیں)
شبہ می انگیزد آں شیطان دوں	درفتند ایں جملہ کوراں سرنگوں
وہ کمینہ شیطان شبہ پیدا کر دیتا ہے	جس سے یہ سب اندھے اوندھے گر جاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

پائے استدلالیاں چوبیں بود	پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود
(عقلی) دلائل والوں کا پیر لکڑی کا ہوتا ہے	(اور) لکڑی کا پیر بہت کمزور ہوتا ہے
غیر آں قطب زمان دیدہ ور	کز ثباتش کوہ گردد خیرہ سر
سوائے اس قطب دوراں صاحب بصیرت کے	کہ اس کے جماؤ سے پہاڑ حیران ہو جاتا ہے

(اس میں منکرین کے علوم و دلائل کے ضعف کا بیان ہے کہ لاکھوں آدمی جو محض (فلاسفہ و نظر عقلی کی) تقلید اور آثار (سے اسباب پر استدلال کرنے والے ہیں (اور اسباب و علل حقیقیہ تک نہیں پہنچتے) ان کو ذرا سا وہم (جس کو وہ نظر عقلی سمجھتے ہیں) گمان (غلط اور دعویٰ باطل میں ڈال دیتا ہے کیونکہ ان کا استدلال اور تقلید مذکورین) محض ظنیات پر مبنی ہے اور وہی ان کا تمام تر پروبال ہے (جس سے وہ عروج کرتے ہیں) جہاں شیطان کمینہ نے ذرا شبہ ڈالا اور یہ (دل کے) اندھے سب کے سب (جہل میں) سرنگوں جا گرے غرض اہل استدلال کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی لکڑی کا پاؤں لگا کر چلنے لگے اور ظاہر ہے کہ لکڑی کا پاؤں محض کمزور ہوگا (اسی طرح ان کا مدار تمام تر دلائل عقلیہ پر ہوتا ہے جو صورت کے اعتبار سے تو غالباً صحیح ہوتی ہیں مگر مادہ یعنی مفہوم مقدمات کا منتہا اکثر تخمینی اور وہمی محض ہوتا ہے جس کو وہ بدیہی کہہ کر جان بچا لیتے ہیں) بخلاف قطب زمان کے جو کہ صاحب بصیرت ہوتا ہے جس کے ثبات و استقلال (علمی و عملی و حالی) سے پہاڑ بھی حیران ہو جاتا ہے (یعنے ایسے شخص کا مدار علم وہبی ہوتا ہے جس کے روبرو دلائل فلسفیہ محض لغو و لچر ہیں اور تخصیص قطب زمان کی باعتبار اس کے ہے کہ وہ اس علم میں اکمل ہے ورنہ تمام اہل اللہ کے لئے یہ حکم عام ہے۔

پائے نابینا عصا باشد عصا	تانیفتد سرنگوں او بر حصا
اندھے کا پیر لاٹھی ہوتی ہے لاٹھی	تاکہ وہ کنکریوں پر سر کے بل نہ گرے
آں سوارے کو سپہ را شد ظفر	اہل دل را کیست سلطان بصر
وہ سوار جو سپاہیوں کی فتح (کا باعث) ہے	دینداروں کے لئے کون ہے؟ فرمانروائے بصیرت ہے
باعصا کوراں اگر رہ دیدہ اند	در پناہ خلق روشن دیدہ اند
اندھوں نے اگر لاٹھی سے راستہ ٹٹول لیا ہے	تو روشن چشم مخلوق کی پناہ میں ہیں
گر نہ بینایاں بدندے وشہاں	جملہ کوراں خود بمردندے عیاں
اگر آنکھوں والے اور شاہ نہ ہوتے	تمام اندھے صاف مر جاتے
نے زکوراں کشت آید نے درود	نے عمارت نے تجارتہا و سود
اندھوں سے نہ بونا آئے نہ کاٹنا	نہ تعمیر کرنا، نہ تجارت اور نہ نفع

www.besturdubooks.wordpress.com

گرنبودے رحمت وافضال شاں	درشکستے چوب استدلال شاں
اگر ان کی مہربانیاں اور شفقت نہ ہوتی	ان کے استدلال کی لاٹھی ٹوٹ جاتی

(اس میں پائے چوبین کا ضعیف ہونا اور اہل پائے چوبین کا رہنما و دستگیر کی طرف محتاج ہونا بیان کرتے ہیں کہ) اندھے کا پاؤں صرف عصا اس لئے ہوتا ہے تاکہ کہیں کنکر (پتھر) پر سرنگوں نہ گر پڑے اور ایسا سوار کہ اہل دین کی سپاہ کے لئے (نشان) ظفر ہو صرف وہ ہے جو شاہ بصر ہو (یعنے نگاہ تیز رکھتا ہو مراد اس سے عارفین و اولیاء اللہ ہیں کہ محجوبین جو نگاہ بصیرت نہیں رکھتے گو علوم عقلیہ رکھتے ہوں ان کا اتباع کر کے حق تک پہنچ گئے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جو نابینا عصا لئے ہوئے ہیں ان کو اگر کہیں راستہ معلوم ہو گیا ہے تو (یقیناً سمجھ لو کہ) وہ کسی روشن دیدہ مخلوق کی پناہ میں ہوں گے (یعنی اہل استدلال و اہل نظر کو باوجود علوم وہبیہ نہ ہونے کے اگر حق واضح ہو گیا ہے تو صرف عارفین کاملین کے اتباع کی بدولت ہے کہ ان کی تحقیق کو اپنے دلائل پر ترجیح دے کر مان لیا اگر دنیا میں بینا اور بادشاہ لوگ نہ ہوتے تو تمام اندھے دنیا میں مرجاتے کیونکہ اندھوں سے نہ تو کھیتی ہوتی نہ کھیتی کاٹ سکتے نہ عمارتیں بنا سکتے نہ تجارت کر کے نفع حاصل کر سکتے (اسی طرح اگر عارفین نہ ہوتے تو محجوبین موت جہل سے مرجاتے کیونکہ نہ حقیقت سمجھ سکتے نہ شبہات کو رفع کر سکتے اور اب گو خود محقق نہیں ہیں مگر اتباع سے حق تک تو پہنچ گئے) پس اگر ان عارفین کی مہربانی اور عنایت نہ ہوتی (اور شفقت و ترحم سے امور حقہ کا اظہار نہ فرماتے) تو محجوبین کا عصائے استدلال فوراً شکستہ ہو جاتا (یعنی دلائل سے اثبات حق نہ کر سکتے تھے چنانچہ عصا کی تفسیر دلائل کے ساتھ آگے خود فرماتے ہیں۔

ایں عصا چہ بود قیاسات و دلیل	آں عصا کہ داد شاں بینا جلیل
یہ لاٹھی کیا ہے؟ قیاس اور دلیل	یہ وہ لاٹھی ہے جو ان کو (خدا) بصیر و جلیل نے دی ہے
او عصاتاں داد تا پیش آمدید	آں عصا از خشم ہم بروے زدید
اس نے تمہیں لاٹھی دی تاکہ آگے بڑھو	غصہ سے وہ لاٹھی تم نے اس پر دے ماری
چوں عصا شد آلت جنگ و نفیر	آں عصا را خورد بشکن اے ضریر
جب لاٹھی جنگ اور جھگڑے کا ذریعہ ہوگئی	اے اندھے! اس لاٹھی کا چورا چورا کر دے
حلقہ کوراں بچہ کار اندرید	دید باں را درمیانہ آورید
تم اندھوں کے حلقہ میں کیوں ہو؟	کسی صاحب بصیرت کو درمیان میں لاؤ
دامن او گیر کو دادت عصا	در نگر کادمؑ چہا دید از عصی
اس کا دامن پکڑ جس نے تجھے لاٹھی دی ہے	غور کر آدم (علیہ السلام) نے نافرمانی سے کیا دیکھا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس عصا سے کیا مراد ہے قیاسات ودلائل (عقلیہ جس سے نصوص صریحہ کا انکار یا اس میں تاویلیں کرتے ہیں) اور یہ عصا ان کو کس نے دیا ہے حق جل وعلا شانہ نے (یعنے خدا تعالیٰ نے دولت عقل اس لئے دی تھی کہ اس سے انبیاء واولیاء کو پہچان کر ان کا اتباع کریں انہوں نے اس کو اللہ تعالیٰ ہی کی مخالفت میں صرف کیا اور ان کے کلام میں تصرف شروع کیا) پس جب یہ عصا (ایسی چیز ہے کہ یہ) ذریعہ جنگ ومخالفت ہے (جیسا ابھی بیان ہوا) تو اے نابیناؤں اس عصا کو بالکل ریزہ ریزہ کر ڈالو (یعنے نصوص کے مقابلہ میں اس کو معطل محض کر دو) اللہ تعالیٰ ہی نے تو تم کو یہ عصا (استدلال) دیا اور تم انہیں کے مقابل خشم (ومخالفت) سے وہ عصا لے کھڑے ہو گئے (یعنی اس کے ذریعہ سے) نصوص کا انکار یا تحریف کرنے لگے) اے اندھوں کے گروہ تم کس واہیات میں لگ رہے ہو (یعنی تمہاری شیخی اور ادراک حقائق بالعقل میں محض عبث ہے) کسی آنکھ والے کو اپنے مجمع میں لاؤ (یعنی کامل کا اتباع کرو) جس ذات پاک نے تم کو یہ عصا دیا ہے تم اس کا دامن پکڑو (یعنی بلا تاویل کلام حق سے کہ حبل اللہ ہی تمسک کرو) اور یہ دیکھ لو کہ حضرت آدم علیہ السلام نے عصا سے کیا ثمرہ پایا (یہاں عصی ماضی کا صیغہ ہے اشارہ ہے اس آیت کی طرف عصیٰ آدم ربہ فغویٰ اور یہاں اس کا لانا صنعت شاعری ہے اور مراد اس سے تاویل ہی نص میں کہ سبب ہو گیا تھا اس عصیان مذکور فی الآیۃ نا اطلاقاً للمسبب علی السبب کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام کو تاویل سے غلطی ہوئی۔

چوں عصا شد مار و استن باخبر	معجزہ موسیٰؑ و احمدؐ در نگر
لاٹھی سانپ کیسے بنی اور ستون کیسے باخبر ہوا؟	(حضرت) موسیٰ اور (حضرت) احمد علیہما السلام کے معجزے پر غور کر
از عصا ماری و از استن حنیں	پنج نوبت میزنند از بہر دیں
لاٹھی کا سانپ بن جانا اور ستون کا رونا	دین کے لئے پانچ وقت نقارہ پیٹتے ہیں
گر نہ نامعقول بودے ایں مزہ	کے بدے حاجت بچندیں معجزہ
اگر یہ مزہ عقل میں نہ آنے والا نہ ہوتا	تو اس قدر معجزوں کی کب ضرورت پڑتی؟
ہر چہ معقول ست عقلت میجرد	بے بیان معجزہ بے جزر و مد
جو عقل میں آنے والی بات ہوتی ہے تیری عقل اس کو قبول کر لیتی ہے	بغیر معجزہ کے ظہور کے اور بغیر رد و کد کے
ایں طریق نکر نامعقول بیں	در دل ہر مقبلے مقبول بیں
اس انوکھے اور عقل میں نہ آنے والے طریقہ کو دیکھ	ہر بانصیب مقبول (شخص) کے دل میں دیکھ

ماری بیار سے مصدری بمعنی ماشدن نامعقول غیر مدرک بالعقل نہ مناقض عقل جزر کشیدن مد دراز کردن آب دریا نکر بمعنے منکر مقابل معروف اس میں تائید وتتمہ ہے ماسبق کی کہ محض مدرک بالعقل نہ ہوسکنے سے کسی امر کو رد نہ کرنا چاہئے کیونکہ اکثر امور حقہ کے لئے ادراک عقلی ناکافی ہے چنانچہ) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اور حضرت

www.besturdubooks.wordpress.com

احمد مصطفیٰ ﷺ کے معجزہ کو دیکھو کہ عصا کس طرح سانپ بن گیا اور ستون کس طرح باشعور ہو گیا عصا کا مار بن جانا اور ستون کا نالہ کرنا یہ اہل دین کے لئے بآواز بلند و بتکرار حق کا اثبات کر رہے ہیں (جس کو اہل دین قبول کر رہے ہیں) اگر یہ ذوق دین حق غیر مدرک بالعقل نہ ہوتا (بلکہ ادراک عقلی اس کے لئے کافی ہوتا) تو اس قدر معجزات کی (جو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو عطا ہوئے ہیں) ضرورت ہی کب ہوتی کیونکہ جو امر مدرک بالعقل ہوتا ہے اس کو تو عقل بلا بیان معجزہ و بلا تردد قبول ہی کر لیتی ہے (پھر اثبات نبوت و وجوب اتباع انبیاء کیا ضرور تھا پس اس کثرت سے معجزات کا ملنا صریح دلیل ہے اس پر کہ اسرار دین ضرور غیر مدرک بالعقل ہیں مگر پھر بھی اس طریق غیر معروف عندالعقل غیر مدرک بالقیاس کو (کہ عبارت ہے دین سے) دیکھو کہ ہر صاحب اقبال کے قلب میں کس طرح مقبول ہو رہا ہے (صاحب اقبال سے مراد سعید ازلی و دیندار)

آں چناں کز بیم آدم دیو و دد	در جزائر در رمیدند از حسد
جس طرح آدمی کے ڈر سے جن اور درندے	حسد کی وجہ سے جزیروں میں بھاگ گئے
ہم زبیم معجزات انبیا	سر کشیدہ منکراں زیر گیا
نبیوں کے معجزوں کے خوف سے بھی	منکروں نے گھاس کے نیچے سر چھپا لیا
تا بناموس مسلمان زیند	در تسلس تا ندانی کہ کیند
تاکہ مسلمانی کی عزت کے ساتھ زندہ رہیں	مکاری میں؛ تاکہ تو یہ نہ سمجھ سکے کہ وہ کون ہیں؟
ہمچو قلاباں برآں نقد تباہ	نقرہ می مالند و نام پادشاہ
کھوٹے سکے بنانے والوں کی طرح اس خراب سکہ پر	چاندی اور بادشاہ کا نام چڑھاتے ہیں
ظاہرا الفاظ توحید و شرع	باطن آں ہمچو در ناں تخم ضرع
بظاہر توحید اور شریعت کے الفاظ ہیں	باطن ان کا ایسا ہے جیسے روٹی میں ضرع کے بیج
فلسفی را زہرہ نے تا دم زند	دم زند دین حقش برہم زند
فلسفی کی مجال نہیں کہ دم مارے	دم مارے تو سچا دین اس کو پیچ دے

ضرع گیاہ ہے ست کی ہمچنین مرتبط بہ ہم زبیم الخ کہ در بیت مابعد است تسلسل تملق اس میں مذمت ہے ان لوگوں کہ دل سے ایسے امور غیر مدرک بالعقل کی تکذیب کرتے ہیں اور زبان سے بمصلحت یا بخوف تصدیق کر لیتے ہیں یعنی) جس طرح کہ آدمی کے خوف سے شیاطین و وحوش جزائر میں بھاگے بھاگے پھرتے ہیں اور نیز حسد یعنی نفرت طبعی) کی وجہ سے بھی اسی طرح معجزات انبیاء علیہم السلام کے خوف سے منکر لوگ گھانس میں سر دیے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

پڑے ہیں (خوف معجزات سے مراد خوف عقوبت دنیویہ ہے جو انکار معجزات پر حکومت اسلام کے زمانہ میں جس میں مولانا تشریف رکھتے تھے مرتب ہوتا تھا کہ ملحدین وزنادقہ قتل کر دیے جاتے تھے یعنی اس اندیشہ سے زبان سے انکار نہیں کر سکتے) تا کہ اسلامی آبرو کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں اور مسلمانوں کے تملق میں رہیں تا کہ یہ نہ معلوم ہو کہ یہ کس عقیدہ کے ہیں جس طرح کھوٹا روپیہ چلانے والے نقد تباہ (یعنے ناقص معدنی) پر چاندی کا پانی پھیر دیتے ہیں اور بادشاہ کے نام کا ٹھپہ لگا دیتے ہیں اسی طرح ان (منکرین منافقین) کے ظاہری الفاظ تو توحید اور شرع کے ہیں مگر اس ظاہر کے اندر باطن ایسا ہے جیسا روٹی کے اندر (مثلاً) تخم ضرع ہو (کہ اوپر سے طیب اندر سے خبیث اسی طرح انکا ظاہر ایمان اور باطن کفر) غرض (خوف سے فلسفی کی مجال نہیں کہ ذرا دم مارے (اور معجزات کا انکار کرے) اور اگر ذرا بھی دم مارے تو دین حق اس کو درہم وبرہم کر ڈالے (یعنے حاکم اسلام اس کو قتل کر ڈالے)

دست و پائے او جماد و جان او	ہر چہ گوید آں دو در فرمان او
اس کے ہاتھ اور پیر جماد ہیں اور اس کی روح	جو کچھ کہتی ہے وہ دونوں اس کے حکم میں ہیں
باز باں گرچہ کہ تہمت می نہند	دست و پاہاشاں گواہی می دہند
زبان سے اگرچہ وہ تہمت دھرتے ہیں	ان کے ہاتھ اور پیر گواہی دیتے ہیں

(اس میں ایک دلیل الزامی کا بیان ہے کہ دیکھو) فلسفی کے (مثلاً) ہاتھ پاؤں جماد ہیں اور پھر بھی اس کی جان جو کچھ ان کو امر کرتی ہے وہ اس کا کہنا مانتے ہیں پس گویا زبان سے تو افترا کرتے ہیں (کہ جماد میں مادہ اطاعت کا نہیں مگر خود ان کے ہاتھ پاؤں (باعتبار حالت مذکور کے) گواہی دے رہے ہیں کہ ان کا افترا محض غلط ہے اور جماد میں مادہ اطاعت کا ہے اور یہاں دست و پا سے مراد مطلق جوارح ہیں کہ زبان بھی اس میں داخل ہے جس میں نطق بھی ہے (اسی طرح شعور سب میں ہے اگر کہا جاوے کہ ان جوارح کو تو روح سے تعلق ہے اس لئے جماد محض نہیں جواب یہ ہے کہ اسی طرح جمادات کو روح ارواح سے تعلق خاص ہے اور ظاہر ہے کہ دونوں تعلق تعلق تدبیر ہیں نہ تعلق حلول پس ان میں حیات ہونا کیا عجیب ہے۔)

اظہار معجزۂ پیغمبرؐ و بسخن آمدن سنگریزہ در دست ابوجہل وگواہی دادن برسالت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

پیغمبر (ﷺ) کا معجزہ ظاہر کرنا اور سنگریزوں کا ابوجہل کے ہاتھ میں بات کرنا اور گواہی دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر

قصہ ستون حنانہ سے نباتات کا شعور و تکلم ثابت کیا تھا اس قصہ سے جمادات کا شعور و تکلم ثابت کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کذا قال مرشدیؒ) فائدہ یہ روایت میری نظر سے نہیں گزری

سنگہا اندر کف بو جہل بود	گفت اے احمدؐ بگو ایں چیست زود
سنگ ریزے ابو جہل کی مٹھی میں تھے	بولا اے احمد جلد بتا یہ کیا ہے؟
گر رسولی چیست در دستم نہاں	چوں خبرداری زر از آسماں
اگر تو رسول ہے میرے ہاتھ میں کیا چھپا ہے؟	جبکہ آسمان کے راز کا تو خبردار ہے
گفت چوں خواہی بگویم کانچہاست	یا بگویند آنکہ ماحقیم و راست
فرمایا تو کیا چاہتا ہے، میں بتاؤں کہ وہ کیا ہے؟	یا وہ کہیں کہ ہم برحق اور سچے ہیں
گفت بوجہل آں دوم نادر ترست	گفت آرے حق ازاں قادر ترست
ابو جہل نے کہا دوسری بات زیادہ انوکھی ہے	فرمایا ہاں (اللہ تعالیٰ) اس سے زیادہ پر قادر ہے
گفت شش پارہ حجر در دست تست	بشنو از ہر یک تو تسبیح درست
فرمایا تیرے ہاتھ میں پتھر کے چھ ٹکڑے ہیں	اور ہر ایک سے تو صحیح تسبیح سن لے
از میان مشت او ہر پارہ سنگ	در شہادت گفتن آمد بے درنگ
اس کی مٹھی میں ہر سنگریزے نے	فوراً (کلمہ) شہادت پڑھنا شروع کر دیا
لا الٰہ گفت والا اللہ گفت	گوہر احمد رسول اللہ سفت
لاالٰہ کہا اور الا اللہ کہا	احمد رسول اللہ کا موتی پرویا
چوں شنید از سنگہا بوجہل ایں	زد زخشم آں سنگہارا برزمیں
ابوجہل نے جب پتھروں سے یہ سنا	غصہ سے ان پتھروں کو زمین پر دے مارا
گفت نبود مثل تو ساحر دگر	ساحراں را سرتوئی و تاج سر
بولا تجھ جیسا کوئی دوسرا جادوگر نہ ہو گا	تو ساحروں کا سردار اور سرتاج ہے

یعنی ابوجہل کے ہاتھ میں کچھ کنکریاں تھیں کہنے لگا کہ اے محمد ﷺ جلدی بتلائیے یہ کیا ہے آپ رسول ہیں تو یہ بتلائیے کہ میرے ہاتھ میں کیا چیز ہے جبکہ آپ راز آسمان کی خبر رکھتے ہیں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تو کہے تو یہ بتلادوں کہ یہ کیا چیز ہے اور اگر تو چاہے تو ہاتھ میں کی چیز ہماری راستی وحقانیت کی شہادت دے سکتی ہے ابوجہل بولا کہ یہ دوسری بات تو بہت ہی عجیب ہے (یعنی اگر یہ ہو جاوے تو اور بھی خوب ہے) آپ نے فرمایا کہ ہاں اللہ تعالیٰ کو اس سے بھی زیادہ قدرت ہے آپ نے فرمایا کہ چھ سنگریزے تیرے ہاتھ میں ہیں اب تو ان کی صحیح

www.besturdubooks.wordpress.com

صحیح تسبیح سن لے (اس جواب سے اس کی دونوں درخواستیں پوری ہوگئیں) بس اس کی مٹھی میں سے ہر سنگریزہ نے بلاتوقف کلمہ شہادت پڑھنا شروع کیا لا الہ الا اللہ کہنے لگے اور محمد رسول اللہ کے الفاظ موتی کی طرح پرونے لگے ابو جہل نے جو سنگریزوں سے کلمہ سنا غصہ سے ان سنگریزوں کو زمین پر دے مارا اور بکنے لگا کہ آپ کے مثل بھی کوئی ساحر نہ ہوگا آپ ساحروں کے سردار اور تاج سر ہیں (نعوذ باللہ تعالیٰ من جهل ابی جهل)

چوں بدید آں معجزہ بوجہل تفت	گشت در خشم وبسوئے خانہ رفت
جب ابوجہل نے وہ معجزہ دیکھا جل گیا	غصہ میں بھر گیا اور گھر کی طرف چلا گیا
رہ گرفت و رفت از پیش رسولؐ	اوفتاد اندر چہ آں زشت سفول
راستہ لیا اور رسولؐ کے سامنے سے چلا گیا	وہ بدبخت پست فطرت کنوئیں میں جا گرا
معجزہ را دید و شد بدبخت وزفت	سوئے کفر و زندقہ شد تیز رفت
معجزہ دیکھا اور مزید بدبخت اور سخت ہو گیا	کفر اور بے دینی کی طرف تیز رو ہو گیا
خاک برفرقش کہ بدکور ولعیں	چشم او ابلیس آمد خاک بیں
اس کے سر پر خاک کیونکہ اندھا اور ملعون تھا	اس کی آنکھ خاک کو دیکھنے والا شیطان ثابت ہوئی
ایں سخن را نیست پایاں اے عمو	قصہ آں پیر چنگی باز گو
اے چچا! اس بات کا اختتام نہیں ہے	سارنگی نواز بوڑھے کا قصہ پھر سنا
بازگرد و حال مطرب گوش دار	زانکہ عاجز گشت مطرب زانتظار
واپس لوٹ اور گویئے کا حال سن	اس لئے کہ گویا انتظار میں عاجز آ گیا

یعنے اس ابوجہل ملعون کے سر پر خاک پڑے کہ اندھا اور ملعون تھا اس کی نگاہ ابلیس کی طرح خاک میں تھی (کہ آدم علیہ السلام کے مادہ طین کو دیکھا اور کمالات کو بوجہ تکبر کے نہ دیکھا اسی طرح اس ابوجہل نے حضور ﷺ کی ظاہری بشریت کو دیکھا اور تکبر سے آپ کے کمالات نبوت کو نہ دیکھا) غرض اپنا راستہ لیا اور حضور کے سامنے سے چلتا ہوا اور وہ زشت جاہل چاہ (ضلالت) میں گرا (ایسا بڑا) معجزہ دیکھا اور زیادہ بدبخت وسخت ہو گیا کفر و بد دینی کی طرف اور زیادہ تیز چلنے لگا (اب قصہ پیر چنگی کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ اس بات کی تو کہیں انتہا ہی نہیں (یعنی حق پر دلائل کثیرہ کا قائم ہونا اور منکرین کا عناد سے پیش آنا مضمون طویل ہے) اس پیر چنگی کا قصہ پھر کہنا چاہئے پھر مضمون سابق کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور مطرب کا حال سننا چاہئے کیونکہ بیچارہ مطراب انتظار سے زچ ہو رہا ہے (یہ مضمون شاعری کا ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

بقیہ قصۂ پیرک چنگی و پیغام رسانیدن باو

حقیر بوڑھے سارنگی نواز کا بقیہ قصہ اور اس کو پیغام پہنچانا

بانگ آمد مر عمرؓ را کاے عمرؓ	بندۂ مارا ز حاجت بازخر
عمرؓ (رضی اللہ عنہ) کو آواز آئی اے عمرؓ	ہمارے ایک بندہ کو ضرورت سے نجات دلا
بندۂ داریم خاص و محترم	سوئے گورستاں تو رنجہ کن قدم
ہمارا ایک خاص اور محترم بندہ ہے	قبرستان کی جانب جا
اے عمرؓ برجہ ز بیت المال عام	ہفتصد دینار برکف نہ تمام
اے عمرؓ! اٹھ عام بیت المال سے	پورے سات سو دینار ہاتھ میں لے
پیش او برکاے تو مارا اختیار	ایں قدر بستاں کنوں معذور دار
اس کے سامنے لے جا کہ اے ہمارے برگزیدہ!	اتنا لے لے اب معذور سمجھ
ایں قدر از بہر ابریشم بہا	خرج کن چوں خرج شد ایں جا بیا
یہ مقدار جو سارنگی کا انعام ہے	خرچ کر جب خرچ ہو جائے اس جگہ آ جانا ہے

یعنی حضرت عمرؓ کو (خواب میں) آواز آئی (سرخی سے اس آواز کی تفسیر ہو سکتی ہے کہ ہاتف یعنی کسی فرشتہ کی تھی چونکہ بامر حق تھی اس لئے اس طور سے اس میں مضمون ادا کیا گیا گویا خود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں جیسا قرآن مجید میں قرآت جبرئیل علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے فاذا قرأناہ الایۃ باقی یہ کہ اور پر اس آواز کی نسبت کہا ہے اصل ہر بیان وصدا است حالانکہ آواز ملک کو اس صفت سے موصوف نہیں کر سکتے سو توجیہ اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ یہ ندا حضرت عمرؓ کو بواسطہ تھی مگر چونکہ وہ دال ہے اصل پر اس لئے بعض احکام دال کے اعتبار سے لائے گئے اور بعض احکام مدلول کے اعتبار سے غرض اس آواز کا مضمون یہ تھا کہ) ہمارے بندہ کو محتاجی سے چھڑاؤ ہم ایک خاص اور محترم بندہ رکھتے ہیں تم گورستان میں جاؤ اور اے عمرؓ اٹھو اور بیت المال عام سے سات سو دینار ہاتھ میں لو اور اس کے پاس جا کر یوں کہو کہ تو ہمارا برگزیدہ ہے اس کو قبول کر اور (سردست زیادہ سے) معذور رکھ (یہ عنوان باعتبار محاورہ کلام عباد کے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اس سے منزہ ہیں) یہ تیرا ابریشم بہار ہے (جس کا ذکر اوپر مطرب کے کلام میں ہے گفت از حق خواہم ابریشم بہار الخ) اس کو تو خرچ کر اور جب خرچ ہو جاوے پھر یہاں آ جانا اور لے جانا ارشاد کہ چنگ زنی کا ابریشم بہار ہے محمول حقیقت پر نہیں بلکہ اس کی غلطی پر اور اپنی رحمت پر متنبہ فرماتا ہے کہ باوجود ایسی گستاخ درخواست کے ہماری عطا منقطع نہیں پس مقصود نادم کرنا ہے نہ خاص اس فعل کی اجرت دینا)

www.besturdubooks.wordpress.com

پس عمرؓ زاں ہیبت آواز جست	تا میاں را بہر ایں خدمت بہ بست
تو عمر (رضی اللہ عنہ) اس آواز کی ہیبت سے اٹھ کھڑے ہوئے	اور اس خدمت کے لئے کمر بستہ ہو گئے
سوئے گورستاں عمرؓ بنہاد رو	در بغل ہمیاں دواں در جستجو
عمر (رضی اللہ عنہ) نے قبرستان کا رخ کیا	ہمیانی بغل میں تھی، جستجو میں دوڑ رہے تھے
گرد گورستاں دواں شد او بسے	غیر آں پیر او ندید آنجا کسے
قبرستان کے چاروں طرف بہت دوڑے	اس بوڑھے کے علاوہ کسی کو نہ دیکھا
گفت ایں نبود دگر بارہ دوید	ماندہ گشت و غیر آں پیر او ندید
کہا یہ نہ ہو گا، پھر دوڑے	تھک گئے اور اس بوڑھے کے سوا نہ دیکھا
گفت حق فرمود ما را بندہ ایست	صافی و شائستہ و فرخندہ ایست
کہا اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے ہمارا ایک بندہ ہے	پاک شائستہ اور بابرکت ہے
پیر چنگی کے بود خاص خدا	حبذا اے سر پنہاں حبذا
بوڑھا، سارنگی نواز خدا کا خاص کب ہو گا؟	واہ واہ اے پوشیدہ راز واہ واہ
بار دیگر گرد گورستاں بگشت	ہمچو آں شیر شکاری گرد دشت
پھر قبرستان کا چکر لگایا	جیسے شکاری شیر، جنگل کے گرد (چکر لگاتا ہے)
چوں یقیں گشتش کہ غیر پیر نیست	گفت در ظلمت دل روشن بسے ست
جب ان کو یقین ہوگیا کہ بوڑھے کے علاوہ کوئی نہیں ہے	بولے بہت سے روشن دل اندھیرے میں ہوتے ہیں

یعنی حضرت عمر اس آواز (غیبی) کی ہیبت سے چونک پڑے اور اس خدمت (مفوضہ) کی انجام دہی کے لئے مستعد ہوئے اور قبرستان کی طرف ہمیانی بغل میں لے کر اس (بندہ خاص) کی جستجو میں چلے اور قبرستان کے چاروں طرف بہت کچھ پھرے مگر بجز اس پیر چنگی کے وہاں کوئی نظر نہیں پڑا اپنے دل میں کہنے لگے کہ حق تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ ہمارا ایک خاص بندہ ہے جو پاک اور لائق اور مبارک ہے بھلا پیر چنگی خدا کا مقبول کب ہو سکتا ہے بیچ میں مولانا کہتے ہیں) سبحان اللہ راز غیبی بھی عجیب ہوتے ہیں (کہ حضرت عمرؓ جیسے عارف کامل پر یہ راز اس وقت منکشف نہ ہوا) غرض دوسری بار پھر قبرستان کے چاروں طرف پھرے جیسا شکاری شیر جنگل میں (شکار ڈھونڈھتا) پھرا کرتا ہے جب (اچھی طرح) یقین ہوگیا کہ بجز پیر چنگی کے یہاں اور کوئی نہیں ہے اپنے دل میں کہنے لگے کہ (تعجب ہی کیا ہے بعض اوقات) ظلمت میں بھی بہت سے روشن دل ہوتے ہیں (یعنی ظاہر

www.besturdubooks.wordpress.com

میں برے ہوتے ہیں اور واقع میں اچھے ہوتے ہیں ف وجہ اس شخص کے مقبولیت کی اس کا خلوص وزاری ہے گو مقرون بہ جہل تھا رہا یہ امر کہ یہ جہل مانع قبول کیوں نہ ہوا سو اگر اس عمل کو معصیت لغیرہ کہا جاوے تو بوجہ انتفاع اس غیر کے تلہی وہیجان قوے شہویہ ہے مانع نہیں ہوا اور اگر معصیت لعینہ ہے تو بوجہ غلبہ حسنہ خلوص کے اس سیہ پر مانع نہیں ہوا خوب سمجھ لو بلکہ اس جواب مجمل کو کسی عالم محقق سے مفصل کرلو۔

آمد و با صد ادب آنجا نشست	بر عمرؓ عطسہ فتاد و پیر جست
آئے اور بہت ادب سے وہاں بیٹھے	عمر (رضی اللہ عنہ) کو چھینک آئی اور بوڑھا اٹھ بیٹھا
مر عمرؓ را دید و ماند اندر شگفت	عزم رفتن کرد و لرزیدن گرفت
عمر (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا اور حیران ہو گیا	چل دینے کا ارادہ کیا اور کانپنے لگا
گفت د باطن خدایا از تو داد	محتسب بر پیر کے چنگی فتاد
دل میں بولا اے خدا تیری دہائی ہے	ناچیز سارنگی نواز پر محتسب آ پڑا
چوں نظر اندر رخ آں پیر کرد	دید او را شرمسار و روئے زرد
جب اس بوڑھے کے چہرے پر نظر کی	اس کو شرمندہ اور زرد رو دیکھا
پس عمر گفتش مترس از من مرم	کت بشارتہائے حق آوردہ ام
عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس سے کہا خوف نہ کر مجھ سے نہ بھاگ	کیونکہ میں تو تیرے لئے خدا کی جانب سے خوشخبریاں لایا ہوں
چند یزداں مدحت خوئے تو کرد	تا عمرؓ عاشق روئے تو کرد
اللہ (تعالیٰ) نے تیری خصلت کی اس قدر تعریف کی	کہ عمرؓ کو تیرے چہرے کا عاشق بنا دیا
پیش من بنشیں و مہجوری مساز	تا بگوشت گویم از اقبال راز
میرے سامنے بیٹھ اور جدائی نہ کر	تاکہ تیرے کان میں تیری اقبال مندی کا راز کہوں
حق سلامت میکند می پرسوت	چونی از رنج و غمان بے حدت
اللہ (تعالیٰ) نے تجھے سلام کہا ہے اور تجھ سے دریافت کیا ہے	کہ بے حد غموں اور تکلیفوں میں تیرا کیا حال ہے؟
نک قراضہ چند ابریشم بہا	خرج کن ایں را و باز ایں جا بیا
یہ ہے کچھ تھوڑا سا سارنگی بجانے کا انعام!	اس کو خرچ کر اور پھر اس جگہ آ جانا

(یعنی حضرت عمرؓ وہاں تشریف لائے اور ادب سے بیٹھ گئے اتنے میں آپ کو چھینک آئی اور (چھینک کی آواز سے) پیر چنگی چونک پڑا حضرت عمرؓ کو دیکھا تھا کہ تعجب (وحیرت) میں رہ گیا اور ارادہ کیا کہ بھاگوں اور (خوف کے

www.besturdubooks.wordpress.com

مارے) تمام بدن پر لرزہ پڑ گیا اور جی میں کہا کہ اے اللہ بس آپ ہی سے فریاد ہے (بیچارہ) پیر چنگی پر محتسب آ پہنچا حضرت عمرؓ کی نگاہ جو اس کے چہرہ پر پڑی دیکھا کہ بہت شرمندہ اور خوف سے) زرد رنگ ہو رہا ہے آپ نے (تسلی دے کر) فرمایا کہ خوف مت کر اور مجھ سے مت بھاگ کیونکہ میں تیرے پاس حق تعالیٰ کی بشارتیں لایا ہوں حق تعالیٰ نے تیری خصلت کی اس قدر تعریف کی ہے کہ عمر کو (یعنی مجھ کو) تیری زیارت کا مشتاق بنادیا تو میرے سامنے بیٹھ اور الگ الگ مت رہ تاکہ تیرے کان میں اقبال کا راز کہوں (یعنے اسرار مخفیہ کہوں جس سے تیری مقبولیت معلوم ہوتی ہے) حق تعالیٰ تجھ کو سلام فرماتے ہیں اور تیرا حال پوچھتے ہیں کہ اس بیحد رنج و غم میں تیرا کیا حال ہے اور (نیز ارشاد ہے کہ) یہ چند پارہ زر و سیم کے بطور ابریشم بہا کے لے اور ان کو خرچ کر اور (جب خرچ ہو جاویں پھر یہیں چلا آئیو۔

پیر لرزاں گشت چوں ایں راشنید	دست می خائید و بر خود می طپید
جب یہ سنا تو بوڑھا کانپ گیا	ہاتھ کاٹتا تھا اور تڑپتا تھا
بانگ می زد کاے خدائے بے نظیر	بسکہ از شرم آب شد بیچارہ پیر
چلاتا تھا کہ اے بے مثال خدا!	بیچارہ بوڑھا شرم سے پانی پانی ہو گیا
چوں بسے بگریست وز حد رفت درد	چنگ را زد برزمیں و خرد کرد
جب بہت رویا اور درد حد سے بڑھ گیا	سارنگی کو زمین پر دے مارا اور ریزہ ریزہ کر دیا
گفت اے بودہ حجابم از الٰہ	اے مرا تو راہزن از شاہراہ
بولا اے (سارنگی) تو ہی خدا سے میرا پردہ تھی	اے سارنگی تو ہی میرے لئے شاہراہ سے راہزن تھی
اے بخوردہ خون من ہفتاد سال	اے زتو رویم سیہ پیش کمال
اے (سارنگی) تو نے ہی ستر سال میرا خون پیا	اے (سارنگی) تیری وجہ سے میرا منہ اہل کمال کے سامنے کالا تھا

یعنی پیر چنگی نے یہ سنتے ہی ٹوٹنا شروع کیا (کہ باوجود میرے اس قدر معاصی کے حق تعالیٰ کی یہ رحمت) اور ہاتھ چبا چبا لیتا تھا اور کپڑا اپھاڑ پھاڑ ڈالتا تھا اور چلاتا تھا کہ اے اللہ اب تو شرم کے بارے یہ بوڑھا پانی ہو کر بہا جا ہے (غرض اسی طرح سے) جب بہت رویا اور درد (وسوز) حد سے بڑھا تو (اس حالت میں) چنگ کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور چور چور کر ڈالا اور (اس کو خطاب حالی کر کے) کہا کہ تو ہی میرا حق تعالیٰ سے حجاب بنا رہا تو ہی شاہراہ (اطاعت سے میری رہزنی کرتا رہا ارے تو ہی ستر برس تک میرا خون پیتا رہا (یعنے مجھ کو زیاں پہنچاتا رہا) تیری ہی وجہ سے میرا منہ اہل کمال کے روبرو سیاہ رہا (کہ کسی کامل کو منہ دکھلانے کے قابل نہ رہا اب آگے حق تعالیٰ کی جناب میں خطاب معذرت کرتا ہوں اور درمیان درمیان میں اپنے نفس کو ملامت کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے خدائے با عطائے با وفا	رحم کن بر عمر رفتہ در جفا
اے خدا تو کہ عطا والا اور باوفا ہے	اس زندگی پر رحم کر دے جو ظلم میں بسر ہوئی
داد حق عمرے کہ ہر روزے ازاں	کس نداند قیمت آں در جہاں
اللہ (تعالیٰ) نے جو عمر دی ہے اس کے ہر دن کی قیمت	اس کی قیمت دنیا میں کوئی نہیں جانتا ہے
خرج کردم عمر خود را دمبدم	در دمیدم جملہ را در زیر و بم
میں نے اپنی عمر کا لمحہ لمحہ خرچ کر دیا	اور زیر و بم میں سب کو پھونک دیا
آہ کز یاد رہ و پردہ عراق	رفت از یادم دم تلخ فراق
افسوس! رہ اور پردہ عراق کی یاد میں	میں موت کے تلخ وقت کو بھول گیا
وائے کز تری زیر افگند خرد	خشک شد کشت دل من دل بمرد
ہائے! ناچیز زیر افگند خرد کی تری سے	میرے دل کی کھیتی خشک ہو گئی میرا دل مردہ ہو گیا
وائے کز آواز ایں بست و چہار	کارواں بگذشت بیگہ شد نہار
ہائے! اس چوبیس کی آواز کی وجہ سے	قافلہ چلا گیا' دن بے وقت ہو گیا

زیر آواز بارک و بم آواز بلند' رہ مخفف راہ انہ اول نواز ند بعد ازاں سرود گویند پردہ عراق نام پردہ سرو زیر افگند شعبی ایست از موسیقی بست و چہار شعبہ موسیقی دور بعض نسخ ہشت و چہار یعنی دوازدہ مقام) یعنی اے اللہ کہ آپ باعطا و باوفا ہیں اس میری عمر پر رحم فرمایئے جو کہ سراسر جفا میں گزری ہے حق تعالیٰ نے ایسی عمر دی تھی اس کے لئے ایک ایک دن کی قیمت (اتنی زیادہ ہے کہ اس کو) کوئی جان نہیں سکتا مگر میں نے اپنی ایسی عمر کو تمام برباد کر دیا اور سب کو زیر و بم میں پھونک دیا افسوس کہ راہ اور پردہ عراق کے فکر و ذکر میں موت کا وقت تلخ مجھ کو کبھی یاد نہ آیا اور افسوس کہ اس ذلیل زیر افگندگی تازگی و رونق کی بدولت میرے قلب کی زراعت (یعنے شوق طاعت) خشک ہو گئی اور میرا دل مردہ ہو گیا اور افسوس کہ موسیقی کے ان چوبیس شعبوں کی بدولت قافلہ (عمر کا) گذر گیا اور وقت بے وقت ہو گیا (یعنی اب عمل صالح و طاعت کا وقت نہ رہا۔

اے خدا فریاد ازیں فریاد خواہ	داد خواہم نے ز کس زیں داد خواہ
اے خدا! اس فریادی سے فریاد ہے	انصاف چاہتا ہوں اور کسی سے نہیں اس داد خواہ سے
داد خود را چوں ندادم در جہاں	عمر شد ہفتاد سال از من جہاں
چونکہ میں نے خود اپنے آپ سے اس جہان میں انصاف نہ کیا	میری ستر سال کی عمر (بیکار) گزر گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

داد خود از کس نیابم جز مگر	زانکہ او ازمن بمن نزدیک تر
اپنا انصاف کسی سے نہ حاصل کر سکوں گا سوائے	اس کے جو خود میری ذات سے زیادہ مجھ سے قریب ہے
کیں منی از وے رسد دم دم مرا	پس ورا بینم چو ایں شد گم مرا
اس لئے کہ یہ ہستی لحہ بہ لحہ مجھے اس سے مل رہی ہے	جب یہ مجھ سے گم ہوگئی ہے تو میں اس کو دیکھ رہا ہوں
ہمچو آنکو باتو باشد زرشمر	سوئے او داری نہ سوئے خود نظر
جیسے وہ شخص جو تجھے روپے گن کر دے رہا ہو	تو اس کی طرف دیکھتا ہے نہ کہ اپنی جانب
ہمچنیں در گریہ و درنالہ او	می شمرد ے جرم چندیں سالہ او
اسی طرح رو رو کر اور چلا چلا کر	وہ اپنے سالہا سال کے گناہ گن رہا تھا

(یعنی اے اللہ اس فریاد خواہ کی (یعنی میری) فریاد سن لیجئے میں کسی غیر کی فریاد نہیں کرتا بلکہ خود اس داد خواہ کی (یعنی اپنے نفس کی) فریاد کرتا ہوں (کہ اس نے مجھ کو برباد کیا ہے) جب میں نے عالم میں خود اپنی داد نہ دی (یعنی خیر خواہی نہ کی) یہ میری ستر برس کی عمر میرے ہاتھ سے نکل گئی اب میں اپنی داد کسی اور سے نہیں چاہتا بجز اس ذات پاک کے جس کو میرے ساتھ میری ذات سے بھی زیادہ قرب ہے (کما قال اللہ تعالٰی ونحن اقرب الیہ من حبل الورید) وجہ زیادہ قرب کی یہ ہے کہ یہ میری ہستی (جس سے میں میں ہوں) دمبدم (بطور تجدد امثال انہیں سے عطا ہوتی ہے (پس میرا ان ہی کا محتاج ہوا اس تعلق کا جو ان کے ساتھ ہے اس لئے وہ میری ذات سے بھی زیادہ مجھ سے قریب ہوئے جب وہ مجھ سے ایسے قریب ہیں) تو میں ان کو ہی دیکھوں گا جب کہ یہ ہستی میری نظر سے گم ہو چکی یعنی اپنے نفس کا لاشے ہونا معلوم ہو گیا کہ اس سے کیا کیا خرابیاں ہوئیں اور وہ مجھ سے اقرب ہیں اس لئے میں نے اپنے نفس سے تعلق چھوڑ دیا اور اس ذات پاک کی طرف متوجہ ہوا) اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی شخص تمہارے سامنے روپیہ گن رہا ہو (جو تم کو ملیں گے) تو تم اس کی طرف نگاہ رکھتے ہو اپنی طرف نہیں دیکھتے اسی طرح تعجب نہیں اگر کوئی حق تعالٰی کی طرف ایسا متوجہ ہو جاوے کہ خود اپنی نظر میں نہ رہے) غرض اسی طرح سے گریہ و نالہ میں مشغول تھا اور سالہا سال کے جرائم شمار کر رہا تھا۔

گردانیدن عمر رضی اللہ علیہ نظر او از مقام گریہ کہ ہستی ست بمقام استغراق

حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) کا اس کو مقام گریہ سے جو کہ ہستی ہے مقام استغراق کی طرف پھیر دینا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس عمرؓ گفتش کہ ایں زاری تو	ہست ہم آثار ہشیاری تو
حضرت عمر (رضی اللہ عنہ) نے اس سے فرمایا کہ یہ تیرا رونا	بھی تیرے ہوش کی علامت ہے
بعد ازاں اورا ازاں حالت براند	زاعتذارش سوئے استغراق خواند
اس کے بعد اس کو اس حالت سے ہٹایا	اس کو عذر خواہی سے استغراق کی طرف بلایا
ہست ہشیاری زیاد مامضیٰ	ماضی و مستقبلت پردہ خدا
گذشتہ کی یاد سے ہوشیاری پیدا ہوتی ہے	تیرا ماضی اور مستقبل خدا سے پردہ ہے
آتشے برزن بہر دو تابکے	پرگرہ باشی ازیں ہر دو چونے
دونوں کو جلا دے کب تک	تو ان دونوں سے نے کی طرح پرگرہ رہے گا
تاگرہ بانے بود ہمراز نیست	ہمنشیں آں لب و آواز نیست
جب تک بانسری میں گرہ ہے ہمراز نہیں ہے	اس لب اور آواز کی ساتھی نہیں ہے
چوں بطوف خود بطوفی مرتدی	چوں بخانہ آمدی ہم باخودی
جب تک تو خودی کے چکر کے ساتھ طواف کرتا ہے مرتد ہے	جب تو خانہ (کعبہ) میں آیا تب بھی خودی میں ہے
اے خبرہات از خبر دہ بے خبر	توبۂ تو از گناہ تو بتر
اے (مخاطب) تیری خبریں خبر دینے والے سے غیر متعلق ہیں	تیری توبۂ تیرے گناہ سے بدتر ہے
راہ فانی گشتہ راہ دیگرست	زانکہ ہشیاری گناہ دیگرست
فاشدہ کا راستہ دوسرا ہی راستہ ہے	اس لئے کہ ہوشیاری ایک دوسرا گناہ ہے
اے تو از حال گذشتہ توبہ جو	کے کنی توبہ ازیں توبہ بگو
اے تو! کہ گذشتہ حالت سے توبہ کرنے والا ہے	بتا اس توبہ سے کب توبہ کرے گا؟
گاہ بانگ زیر را قبلہ کنی	گاہ گریہ زار را قبلہ زنی
کبھی تو نرم آواز کو قبلہ بناتا ہے	کبھی پھوٹ پھوٹ کر رونے کا بوسہ لیتا ہے

(ان اشعار کے ترجمہ سے پہلے چند امور سمجھ لینا چاہیے اول طرق وصول الی اللہ کے مختلف ہیں یعنی بعد اتفاق ضروریات شرعیہ کے تطوعات کے مرتبہ میں ہر شخص کی استعداد و مناسبت کے اعتبار سے قرب کا جدا طریق ہے اور ایک طریق دوسرے طریق کے اثر کو ضعیف کر دیتا ہے بایں معنی ایک کو دوسرے کا مضر کہا جاوے گا جس طرح کوئی شخص تقرب کے لئے تکثیر نوافل کرتا ہو ظاہر ہے کہ اس کے لئے درس و تدریس حدیث کا شغل نماز کو مضر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگا اس لئے جس شخص کے لئے وہ تجویز کیا گیا ہو دوسرے شغل سے روکا جاوے گا دوم غیر منتہی کے لئے محویت حالت کاملہ ہے اور غیر اللہ کا شعور خواہ وہ اپنی حالت کا ہو یا دوسرے کی حالت کا ہو حالت ناقصہ ہے سوم حالت ناقصہ کو بمقابلہ حالت کاملہ کے مجازاً اصطلاحاً گناہ وخطاء سے تعبیر کر دیا جاتا ہے گو واقع میں وہ گناہ نہ ہو بلکہ حسنہ ہو جب یہ سب امور سمجھ میں آ گئے اب جاننا چاہئے کہ جو شخص راہ عشق ومحبت سے سلوک کا ارادہ کرے اس کے لئے مناسب ہے کہ گناہ سے ایک بار خوب توبہ کر لے پھر اپنے گناہوں کو قصداً یاد نہ کرے کہ یہ طریق اس شخص کے طریق کو مضر ہے۔ کیونکہ اس کے طریق کے لوازم میں سے ہے محویت وفناء اور اس طریق میں ہے مطالعہ اپنے حالات کا اس لئے اس کو اس شخص کے حق میں حالت ناقصہ ہونے کے اعتبار سے اصطلاحاً گناہ کہہ دیا جاتا ہے اس تحقیق کے بعد اب ترجمہ سے مطلب ان اشعار کا خوب سمجھ میں آ جاوے گا۔

یعنی حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تیری گریہ وزاری (ہر چند کہ حالت محمود ہے مگر تیری حالت عشقیہ کے اعتبار سے محمود نہیں کیونکہ) یہ شعور وہوشیاری کی علامات سے ہے اور شعور باعتبار محویت نے ایسی حالت والے کے لئے نقصان کی حالت ہے) کیونکہ فانی شدہ کا طریق ہی دوسرا ہے اس لئے کہ ہوشیاری (اور شعور اپنے حالات کا) یہ خود (باعتبار اصطلاح کے) ایک مستقل گناہ ہے (اور یہی معنے ہیں اس قول کے وجودک ذنب لا قیاس بہ ذنب) پھر حضرت عمرؓ نے اس کو اس حالت سے اپنی قوت تصرف سے) جدا کیا اور اعتذار وتوبہ کی حالت سے استغراق وفنا کی طرف لائے (اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہوشیار ہونا حالات ماضیہ کو یاد کرنا ہے اور ماضی ومستقبل دونوں (کا مطالعہ) تیرے لئے حق تعالیٰ سے حجاب ہیں (یعنی مانع استغراق ومحویت ہیں اسی لئے اہل طریقت کا ارشاد ہے کہ صوفی کو ابن الحال رہنا چاہئے اور تذکر ذنوب سے زیادہ نافع ذکر اللہ کو کہا ہے کیونکہ آخر تذکر کے بعد بھی تو اس ذکر اللہ سے طہارت حاصل کرے گا پھر پہلے ہی سے کیوں نہ اس میں مشغول ہو جاوے قال اللہ تعالیٰ والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ) پس ماضی ومستقبل دونوں کو آگ لگا دو (یعنی دونوں کی یاد کو چھوڑ دو) کیونکہ ان دونوں کے سوچ بچار سے نے کی طرح پر گرہ رہو گے (یعنی ایک قسم کا اللہ تعالیٰ سے حجاب باقی رہے گا ایک بوجہ اس کے کہ وہ مانع استغراق ہوگا دوسرا گناہ کا یاد کرنا دل میں ایک قسم کا انقباض پیدا کر دیتا ہے جس سے حلاوت ذکر کی اور بشاشت وانبساط حق تعالیٰ کے ساتھ جو پہلے تھا وہ زائل یا ضعیف ہو جاتا ہے اور یہ طریق عشق میں مضر ہے اور ایک بار مبالغہ سے توبہ کر ہی چکا ہے اس لئے معافی کی قوی امید ہو ہی گئی ہے پھر اللہ تعالیٰ سے انقباض کیوں پیدا کرے آگے گرہ نے کی تشبیہ کی توضیح ہے کہ) دیکھو جب تک نے میں گرہ رہتی ہے (اور آر پار نہیں ہوتی) وہ نے نواز کی ہمراہ نہیں بنتی اور اس کے لب وآواز سے ہم نشینی میسر نہیں ہوتی (یعنی اس کے اور اس کے درمیان حجاب رہتا ہے اسی طرح ماضی ومستقبل کا تصور وتذکر حجاب ہوتا ہے جیسا اوپر مذکور ہوا غرض یہ تصور وتفکر دلیل ہے شعور وخودی کی اور خودی ایسی چیز ہے کہ) اگر تم حالت طواف میں بھی (کہ بڑی عبادت ہے) مشغول ہو مگر ہو اس وقت اپنے طواف میں یعنی اپنی خودی میں مشغول

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو) تو (اہل طریقت کے نزدیک حسب اصطلاح مذکور) تم مرتد ہو گے کیونکہ خانہ خدا میں بھی (کہ کعبہ ہے) اگر تم اپنی خودی میں ہوائے شخص تیرے اخبار ماضیہ و مستقبلہ خبر دہندہ سے (یعنی حق تعالیٰ سے) محض بے خبر ہیں ا یعنی اشتغال بحق میں نقصان ڈالنے والے ہیں ف اس لئے تیری یہ توبہ (کہ بعد تکمیل توبہ بشرائطہا کے بھی اس کا بار بار اعادہ کررہا ہے تیرے گناہ سے بھی (من وجہ) بدتر ہے (کیونکہ زمانہ گناہ میں تو غافل تھا اس لئے زمانہ غفلت میں خودی پر نظر ہونا محل تعجب نہیں بخلاف زمانہ رجوع الی اللہ کے کہ زمانہ مشغولی بحق کا ہے پھر ایسی حالت میں خودی پر نظر ہونا زیادہ محل تعجب ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ) اے شخص جو حالات گذشتہ سے توبہ کرتا پھرتا ہے یہ تو بتلا کہ اس توبہ سے کب توبہ کرے گا ایک زمانہ وہ تھا کہ بانگ زیر کو قبلہ توجہ کررکھا تھا (یعنی زمانہ گناہ میں تو اس گناہ میں مشغول رہا) اور ایک وہ زمانہ ہے کہ نالہائے زار کو بوسہ دے رہا ہے (یعنی ان کو محبوب بنا رکھا ہے مطلب یہ کہ زمانہ توبہ میں اس گناہ میں مشغول ہو رہا ہے غرض سارا وقت مشغولی بغیر حق میں گزرا کبھی وہ مشغولی صورت معصیت میں تھی کبھی صورت طاعت میں بہرحال گناہ کے دائرہ سے نکلنا نصیب نہ ہو۔

چونکہ فاروق آئینۂ اسرار شد	جان پیر از اندروں بیدار شد
چونکہ (عمر) فاروق اسرار کا آئینہ ہو گئے	بوڑھے کی جان باطن سے بیدار ہو گئی
ہمچو جاں بے گریہ و بے خندہ شد	جانش رفت و جان دیگر زندہ شد
(وہ بوڑھا) روح کی طرح گریہ اور خندہ سے آزاد ہو گیا	اس کی (ایک) جان چلی گئی دوسری جان زندہ ہو گئی
حیرتے آمد درونش آں زماں	کہ بروں شد از زمین و آسماں
اس کے باطن میں اس وقت ایک حیرت پیدا ہوئی	جس سے وہ زمین اور آسمان سے باہر ہو گیا
جستجوئے ماورائے جستجو	من نمیدانم تو میدانی بگو
جستجو کے علاوہ ایک جستجو (تھی)	میں نہیں جانتا تو جانتا ہے تو بتا
جستجوئے از ورائے حال و قال	غرقہ گشتہ در جمال ذوالجلال
ایک جستجو (کے ساتھ) جو حال و قال سے ماورا تھی	وہ ذوالجلال کے جمال میں مستغرق ہو گیا
غرقۂ نے کہ خلاصی باشدش	یا بجز دریا کسے بشناسدش
وہ مستغرق نہیں کہ جس کو چھٹکارا حاصل ہو	یا دریا کے علاوہ اس کو کوئی پہچان سکے
عقل جزو از کل گویا نیستے	گر تقاضا بر تقاضا نیستے
جزوی عقل (عقل) کل کے بارے میں نہ بتا سکتی	اگر تقاضا پر تقاضا نہ ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں تقاضا بر تقاضا می رسد	موج آں دریا بدینجا می رسد
چونکہ تقاضہ پر تقاضہ ہو رہا ہے	اس دریا کی موج اس جگہ تک پہنچتی ہے
چونکہ قصہ حال پیر اینجا رسید	پیر و جانش روئے در دریا کشید
جبکہ بوڑھے کے حال کا معاملہ یہاں تک پہنچا	بوڑھا اور اس کی جان دریا میں ڈوب گئی
پیر دامن را زگفت و گو فشاند	نیم گفتہ در دہاں او بماند
بوڑھے نے گفتگو سے دامن جھاڑا	آدھی بات کہی (آدمی) اس کے منہ میں رہ گئی

اس میں بیان ہے حضرت عمرؓ کی توجہ سے اس پر استغراق غالب ہو جانے کا یعنی) چونکہ حضرت فاروقؓ آئینہ اسرار الٰہیہ تھے (آپ نے جو توجہ اتحادی دی تو وہی اسرار سینہ پیر چنگی میں پہنچے اس لئے پیر چنگی کی روح باطن سے بیدار (بحق) ہو گئی اور روح (مجرد) کی طرح گریہ و خندہ سے منزہ ہو گیا (یعنی استغراق غالب ہو گیا اور ظاہر ہے کہ گریہ و خندہ یعنی قبض و بسط استغراق میں نہیں رہتا اور وجہ تشبیہ روح سے اس اعتبار سے ہے کہ محل ان انفعالات کا نفس ہے اور روح قطع نظر تعلق نفس سے اس کے ساتھ موصوف نہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اس کی جان (من حیث التعلق بالنفس) تو فانی ہو گئی اور دوسری جان (یعنی روح مجرد من حیث التجرد) زندہ و قوی ہو گئی (جیسا ابھی بیان ہوا) اور اس کے باطن میں اس وقت ایک حیرت پیدا ہو گئی کہ لازمہ استغراق ہے) جس سے وہ زمین و آسمان سے باہر ہو گیا (یعنے بے خود ہو گیا جس سے زمین و آسمان و جمیع ماسوی اللہ سے اس کا التفات قطع ہو گیا اور اس حالت میں اس کو ایک خاص جستجو متعارف جستجو سے علیحدہ پیدا ہوئی یعنی متعارف جستجو تو مکتسب ہوئی ہے اس کو ایک وہبی انجذاب نصیب ہوا) جس کی تفصیلی کیفیت میں نہیں جانتا (اے مخاطب) اگر تجھ کو معلوم ہو تو بیان کر (مگر ہاں) اتنا معلوم ہے کہ ایک ایسی جستجو تھی جو قال و حال سے نرالی تھی (جس کی اجمالی کیفیت اس قدر بیان ہو سکتی ہے کہ) وہ جمال ذوالجلال کے مشاہدہ) میں غرق ہو گیا تھا مراد استغراق انجذابی ہے اور اس کا قال سے خارج ہونا تو ظاہر ہی ہے کیونکہ امر ذوقی ہے رہا حال سے خارج ہونا سو حال سے مراد حال متعارف یعنی طاری بعد الاکتساب ہے گو خود طریاں اکتسابی نہ ہو جیسا اوپر ورائے جستجو میں مذکور ہوا اور چونکہ کیفیت انجذابیہ ہر شخص کی جداگانہ ہے اس لئے ایک صاحب حال کو دوسرے صاحب حال کی کیفیت مفصل معلوم نہیں ہو سکتی اس لئے بیان تفسیر سے عذر فرما کر عنوان اجمالی پر اکتفا فرمایا کہ وہ مستغرق جمال ہو گیا تھا اور جمال کے لفظ سے رویت کا اشتباہ نہ کیا جاوے کہ دار دنیا میں اس کا امتناع شرعاً ثابت ہے بلکہ بات یہ ہے کہ استغراق میں محض توجہ الی الحق رہ جاتی ہے اور حق تعالیٰ بمصداق ان اللہ جمیل الحدیث جمیل ہیں اس لئے اس توجہ کو استغراق فی الجمال یا مشاہدہ جمال سے تعبیر کر دیتے ہیں اور اگر سالک اس حالت میں کسی تجلی نورانی وغیرہ سے مشرف ہو تو وہ ذات نہیں ہے بلکہ کوئی مثال ہے یعنی حادث ہے جس میں صفات عظیمہ مناسبہ بصفات الحق رکھی گئی ہیں پس ان صفات کا انکشاف گویا

www.besturdubooks.wordpress.com

انکشاف صفات حق کا اس طرح سمجھا جاتا ہے جس طرح کلکتہ کے نقشہ کو دیکھنا مجازاً محاورات میں کلکتہ کا دیکھنا سمجھا جاتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو مثال کہتے ہیں کیونکہ مثال کے معنی مشارک فی الصفات ہیں گو تشارک اسی سے زیادہ اس کا درجہ نہیں مثلاً جیسے انسان کو سمع و بصر دیا ہے اس معنے کے اعتبار سے مثال کا اثبات خود قرآن میں ہے کمشکوٰۃ فیہا مصباح الآیہ اور اس کو اصطلاح فن میں تجلی مثالی کہتے ہیں آگے اسی استغراق کی قوت تاثیر بیان فرماتے ہیں کہ) وہ مستغرق بھی ایسا دیسا نہ تھا جس کو اس سے خلاصی ہو جاوے یا جس دریائے نور حق میں وہ غرق ہوا ہے بجز اس دریا کے کوئی اس کو پہچان سکے (اس میں دو حکم ہیں ایک تو مصرعہ ثانیہ میں سو اس کی تو وہی وجہ ہے جو اوپر من نمیدانم کی شرح میں گزر چکی اور ایک حکم مصرعہ اولیٰ میں اس کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ وہ استغراق ایسا نہ تھا کہ جو زائل ہو جاتا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ بلا اکتساب قوت تحمل کی حاصل نہیں ہوتی اگر ایسی حالت میں کوئی کیفیت ذہنی طور پر طاری ہو جاتی ہے صاحب کیفیت اس میں مغلوب الحواس والعقل ہو جاتا ہے اس سے افاقہ نہیں ہوتا بلکہ بعض اوقات مر بھی جاتا ہے یہ معنی ہیں خلاصی نہ ہونے کے دوسری توجیہ خلاصی نہ ہونے کی یہ ہو سکتی ہے کہ استغراق وفنا کا جو اثر تھا کہ ماسوی اللہ سے تعلقات قطع ہو جاویں اور اوصاف نفسانیہ مضمحل ہو جاویں وہ اثر ایسا قوی تھا کہ گاہے زائل نہیں ہو سکتا گو اس حالت سے افاقہ بھی ہو جاوے اور یہی معنی ہیں اس قول کے الفانی لایرد حضرت مرشدیؒ نے اس مصرعہ کی تفسیر میں یہی قول پڑھا تھا اسی جگہ سے کہا گیا ہے کہ واصل کبھی مردود نہیں ہوتا حدیث بخاری شریف اس کی مؤید ہے کذالک الایمان اذا خالط بشاشة القلوب اہل لطائف نے اس کی عجیب مثال دی ہے جس طرح بالغ کبھی نابالغ نہیں ہوتا میرے استاد حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص مردود ہوتا ہے وہ واقع میں واصل ہی نہ ہوا تھا گو اس کو یا دوسروں کو اس پر واصل ہونے کا گمان ہو پس وہ صورۃً واصل ہوتا ہے نہ حقیقۃً اب حدیث مذکور کو حدیث ان الرجل لیعمل بعمل اهل الجنته وما يكون بينه و بين الجنة الا ذراع فيسبق عليه القدر فيكون من اهل النا سے اور عقیدہ کلامیہ السعید قد یشقی سے بھی تعارض نہیں رہا) عقل جز او از کل الخ (یہاں دو نسخے ہیں ایک گویا دوسرا پذیرا نسخہ اول کے معنے یہ ہیں کہ) عقل جزو (یعنے عارف) عقل کل (یعنی ذات حق) کے معاملات کا کبھی (اجمالاً بھی) بیان نہ کر سکتا اگر (ادھر سے) تقاضا پر تقاضا نہ ہوتا (اس میں تائید ہے اوپر کے مضمون کی تفصیل معلوم نہیں یعنی جتنا میں نے کہہ دیا ہے وہ بھی تقاضائے الہامی کی وجہ سے ہے تا کہ ایک گونہ طالبین کو نفع ہو ورنہ اتنے کہنے کی بھی جرات نہ تھی کیونکہ عوام الناس امثلہ کو حقیقت پر اور معاملات الٰہیہ کو اپنے معاملات پر قیاس کر کے غلطی یا انکار میں پڑ جاتے ہیں) لیکن چونکہ تقاضا پر تقاضا ہو رہا ہے اس لئے اس دریا (یعنی عالم غیب) کی موج (یعنی فیض بیان اجمالی) اس جگہ پہنچ رہی ہے (کہ کچھ بیان اجمالی ہو جاتا ہے اور اس سے نفع پہنچ جاتا ہے اور دوسرے نسخہ کے معنے یہ ہیں کہ) عقل جزوی (یعنی سالک) عقل کل (یعنی ذات حق کے فیوض کو ہرگز نہیں لے سکتا تھا (کیونکہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک) اگر (ادھر سے) جذبہ پر جذبہ نہ ہوتا (یعنے ان کے فضل سے دولت وصول میسر ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے) لیکن چونکہ برابر جذبہ پر جذبہ پہنچ رہا ہے اس لئے اس دریا (یعنی عالم غیب) کی موج (فیض) اس جگہ (یعنی قلب سالک میں پہنچ رہی ہے (جس سے وہ اصل ہو جاتا ہے) غرض جب پیر چنگی کی حالت یہاں تک پہنچی تو پیر اور اس کی جان پردہ (حیرت) میں منہ چھپا کر رہ گئے یعنی حیرت غالب ہوگئی) اور پیر چنگی نے دامن گفتگو سے جھاڑ دیا (یعنی وہ گفتگو قطع ہوگئی جو پہلے سے طویل و عریض کر رہا تھا یا یہ مطلب ہے کہ اس حالت کو قال میں نہیں لاسکا) اور وہی کہی ہوئی بات منہ کی منہ ہی میں رہ گئی (یعنے کلام سابق ناتمام رہ گیا یا یہ کہ غلبہ حال میں کچھ حالت طاریہ کا بیان کرنا چاہا مگر قدرت نہ ہوئی لب دوختہ رہ گیا یہ تقریر تو منقول ہے اور احقر کے مذاق پر آخر کے دو شعر کا مطلب یہ ہے کہ جب استغراق کی یہ نوبت پہنچی تو پیر اور اس کی جان ناسوت سے حجاب میں ہوگئی یعنی اس کا انتقال ہوگیا اور اس نے بولنے چالنے سے دامن جھاڑ دیا یعنے بولنا ختم اور بند ہوگیا بوجہ موت آ جانے کے اور وہ کچھ بات کرنا چاہتا تھا مگر بات بھی منہ ہی میں رہی کہ خاتمہ ہوگیا وجہ اس انتقال کی برداشت نہ کر سکتا تھا۔ اس حالت تو یہ کا جیسا مصرعہ غرقہ نے کہ خلاصی باشدش کی ایک توجیہ کے ضمن میں بیان ہوا ہے پس بنا پر اس تقریر کے شعر آئندہ یعنی از پے این عیش و عشرت الخ کا مطلب بھی بدل جاوے گا یعنی مولانا اس انتقال پر فرماتے ہیں کہ ایسے مرنے کا کیا غم جو عیش و عشرت روحانی اس کو ملی اس کے حاصل کرنے میں لاکھ جانیں بھی قربان کر دینا چاہیے۔ فافہم

از پئے ایں عیش و عشرت ساختن	صد ہزاراں جاں بشاید باختن
اس عیش و عشرت کے حاصل کرنے کے لئے	لاکھوں جانیں قربان کر دینی چاہئیں
در شکار بیشۂ جاں بازباش	ہمچو خورشید جہاں جاں بازباش
روح کی جھاڑی کے شکار میں باز بن جا	دنیا کے سورج کی طرح جانباز بن جا
جاں فشاں افتاد خورشید بلند	ہر دمے تی می شود پر می کنند
اونچا آفتاب جان چھڑکنے والا واقع ہوا ہے	ہر سانس میں خالی ہوتا ہے اور وہ بھر دیتے ہیں
در وجود آدمی جان و رواں	میرسد از غیب چوں آب رواں
انسان کے جسم میں جان اور روح	جاری پانی کی طرح غیب سے پہنچتی رہتی ہے
ہر زماں از غیب نو نومی رسد	وز جہان تن بروں شومی رسد
غیب سے ہر وقت نئی نئی پہنچتی رہتی ہے	اور دنیا سے چل (کی آواز) آتی رہتی ہے
جانفشاں اے آفتاب معنوی	مر جہان کہنہ را بنما نوی
اے روحانی سورج! جانفشانی کر	پرانی دنیا کو تو نئی (دنیا) بنا دے

اوپر آیا تھا کہ جانش رفت و جان دیگر زندہ شد اسی کی تقریر فرماتے ہیں کہ یہ تو ایک ہی جان فنا ہوئی تھی)

www.besturdubooks.wordpress.com

ایسے عیش و عشرت میسر ہو جانے کے لئے (جو اس پیر چنگی کو نصیب ہوئی) اگر لاکھ جانیں بھی ہوں تو قربان کر دینا چاہئے پس تم کو چاہئے کہ ہمیشہ جان میں شکار کرنے کے لئے باز کی طرح رہو (یعنی حیات باقیہ کی تحصیل میں عالی ہمت رہو جو موقوف ہے اس حیات فانیہ کے مضمحل کرنے پر جس طرح اس پیر کی یہی حالت ہوئی کہ ایک جان دی دوسری جان لی اور اس جانبازی میں) تم مثل آفتاب کے ممتاز رہو کیونکہ یہ آفتاب جان افشان واقع ہوا ہے۔ جان نور کو کہا ہے اور افشاندن اس کے ترشح کو اور اس جان افشانی کا اس کو یہ ثمرہ ملتا ہے کہ) وہ (نور سے) ہر وقت خالی ہو جاتا ہے اور پھر اس کو بھر دیتے ہیں (جس سے وہ ہر وقت نورانی رہتا ہے اسی طرح) آدمی کے وجود میں جان وروان عالم غیب سے مثل آب رواں کے پہنچتی رہتی ہے یعنی ہر آن میں جان جدید پہنچتی ہے (یہ اشارہ ہے مسئلہ مشہورہ تجدد امثال کی طرف مقصود یہ ہے کہ جان بازی سے اندیشہ نہ چاہئے کیونکہ یہ جان ظاہری بھی تو ہر وقت نئی آتی ہے اور پہلی فناء ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جان کا خرچ ہونا مضر نہیں فوراً اس کا بدل مل جاتا ہے پس اسی قیاس پر سمجھو کہ اگر اس جان کو خرچ یعنی مضمحل کر دو گے تو اسی طرح اس کا بدل یعنی جان معنوی تم کو مل جاوے گی اور تشبیہ پانی کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ آب روان سرسری نظر میں تو عین اول معلوم ہوتا ہے مگر واقع میں وہ گزر گیا اور اس کا مثل اس کی جگہ آ گیا گو تماثل صوری سے اتحاد کا شبہ پڑتا ہے اسی طرح تجدد امثال میں ہر شے فنا ہو کر دوسری شے اس کے مثل اس کے قائم مقام ہو جاتی ہے مگر بوجہ تشابہ کے شے ثانی عین اول معلوم ہوتی ہے غرض ہر آن میں عالم غیب سے جان تازہ پہنچتی ہے) اور بلسان اشارت گویا یہ امر پہنچتا ہے کہ اس عالم جسمانی سے خارج ہو جاؤ (اور اس جان ظاہری کو مضمحل کر دو یعنی جان تازہ پہنچنا گویا بدلالت حال ترغیب دے رہا ہے کہ جان ظاہری فنا کر دو اسی طرح اس کا بدل مل جاوے گا جیسا مصرعہ اولی کی شرح میں بھی بیان کیا گیا ہے آگے مثال آفتاب پر بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ جب جان بازی سے جان بخشی ہوتی ہے تو) اے آفتاب معنوی (سالک) تم بھی جان فشانی کرو اور اس عالم کہنہ (یعنی تن ناکارہ) کو رونق (جان تازہ کی دکھلاؤ (جو اس جان ظاہری کے بدلے میں عطا ہو گی چونکہ انوار و برکات روحانیہ کا اثر جوارح پر بھی آتا ہے مثل اشتغال بطاعات و خشوع و خضوع اس لئے یہ کہا گیا کہ تن کو یہ رونق دکھلاؤ)

تفسیر دعائے آں دو فرشتہ کہ ہر روز بر سر بازار منادی کنند کہ اللھم اعط کل منفق خلفا و کل ممسک تلفا و بیان آنکہ منفق مجاہد راہ حق ست نہ مسرف راہ ھوا

ان دو فرشتوں کی دعا کی تفسیر جو کہ ہر روز بر سر بازار اعلان کرتے ہیں کہ اے اللہ ہر خرچ کرنے والوں کو اچھا بدل اور ہر بخیل کو تباہی عطا فرما اور اس کا بیان کہ خرچ کرنے والا اللہ کے راستہ کا مجاہد ہے نہ کہ خواہشات میں اڑانے والا (اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے مقصود اس کے لانے سے تائید ہے مضمون سابق کی کہ جان بازی

www.besturdubooks.wordpress.com

سے جان بخشی ہوتی ہے وجہ تائید اطلاق لفظ انفاق کا ہے جو شامل ہے مال اور جان دونوں کو) ترجمہ حدیث کا یہ ہے کہ اے اللہ ہر خرچ کرنے والے کو عوض دے اور ہر مسک کو تلف دے)

گفت پیغمبر کہ دائم بہر پند	دو فرشتہ خوش منادی می کنند
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ نصیحت کے لئے ہمیشہ	دو فرشتے عمدہ منادی کرتے ہیں
کاے خدایا ممسکاں را در جہاں	تو مدہ الا زیاں اندر زیاں
کہ اے خدا! دنیا میں بخیلوں کو	تو نہ عطا فرما مگر تباہی در تباہی
اے خدایا منفقاں رادہ خلف	اے خدایا ممسکاں رادہ تلف
اے خدا! خرچ کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے	اے خدا! بخیلوں کو تباہ کر دے

یعنی حضور علیہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہمیشہ (بندوں کی نصیحت کے واسطے دو فرشتے خوب منادی کرتے ہیں کہ اے خدا خرچ کرنے والوں کو سیر رکھئے اور ان کے ایک ایک درم کے عوض لاکھوں دیجئے اور ممسکوں کو دنیا میں بجز زیان در زیان کے اور کچھ نہ دیجئے اور انفاق کرنے والوں کو عوض دیجئے اور امساک کرنے والوں کو تلف دیجئے۔

منفق و ممسک محل بیں بہ بود	چوں محل باشد موثر می شود
موقع دیکھ کر خرچ کرنے والے اور نہ خرچ کرنے والے اچھے ہوتے ہیں	جب موقع ہوتا ہے تو اثر کرتا ہے
اے بسا امساک کز انفاق بہ	مال حق راجز بامر حق مدہ
اے (طالب) بہت سی جگہوں پر خرچ نہ کرنا خرچ کرنے سے بہتر ہے	اللہ کے مال کو اللہ کے حکم کے بغیر خرچ نہ کر
تاعوض یابی تو گنج بیکراں	تانباشی از عداد کافراں
تاکہ تو لاتعداد خزانہ بدلے میں پا لے	تاکہ تو کافروں کی شمار میں نہ آئے
کاشتراں قرباں ہمی کردندتا	چیرہ گردد تیغ شاں بر مصطفیٰ
جو کہ اونٹوں کی قربانی کرتے تھے تاکہ	ان کی تلوار مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر غالب آجائے
امر حق را باز داں از واصلے	امر حق را در نیابد ہر دلے
اللہ (تعالیٰ) کا حکم کسی پہنچے ہوئے سے معلوم کر لے	ہر دل خدا کے حکم کو معلوم نہیں کر سکتا

(یہاں سے شعر آئندہ پھر ایں مومن ہمی گوید تک بطور جملہ معترضہ کے رفع ہے ایک ابہام کا کہ اطلاق لفظ حدیث سے واقع ہو سکتا ہے کہ شاید کوئی شخص مطلق انفاق کو محمود اور مطلق امساک کو مذموم سمجھ جاوے خواہ محل میں ہو یا بے محل میں ہو اس لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ) منفق اور ممسک دونوں محل میں اچھے ہوتے ہیں جب اپنے

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے محل میں ہوں تو اچھا اثر کرتے ہیں بہت سے امساک انفاق سے بہتر ہوتے ہیں (مثلاً معصیت میں انفاق سے امساک بہتر ہے کیونکہ تمہارے پاس جو مال ہے وہ تمہارا نہیں ہے حق تعالیٰ کا ہے (پس مال حق کو بدوں امر حق کے مت خرچ کردتا کہ حکم کے موافق خرچ کرنے سے) تم کو عوض میں گنج بے پایاں) ثواب کا) ملے اور تا کہ (بے حکمی میں خرچ کرنے سے) تمہارا ایثار کافروں میں نہ ہو جاوے کہ وہ لوگ شتر قربانی کیا کرتے تھے تا کہ (اس قربانی وانفاق کی برکت سے) ان کی تلوار (نعوذ باللہ) حضور علیہ السلام پر غالب ہو جاوے (اور وہ الٹا ان کا وبال گردن ہوگیا کما قال تعالیٰ فسینفقو نہا ثم تکون علیہم حسرۃ ثم یغلبون اس لئے بدوں امر حق خرچ کرنا ٹھیک نہیں) اور امر حق کو (اپنی رائے فاسد سے متعین مت کرو بلکہ) کسی واصل بحق سے تحقیق کرو (علماء راسخین سب اس میں داخل ہیں کیونکہ امر حق کو ہر شخص کا قلب (واجتہاد) ادراک نہیں کرسکتا

ف اس میں تاکید ہے غیر محققین کو تقلید محققین کے لئے۔

چوں غلامے باغی کو عدل کرد	مال شہ بر باغیاں او بذل کرد
اس باغی غلام کی طرح جس نے انصاف کیا	اس نے بادشاہ کا مال باغیوں پر خرچ کر دیا
طرفہ تر کانزا ہمی پنداشت عدل	کز سخاوتکردہ ام ایثار و بذل
زیادہ عجیب یہ ہے کہ اس نے اس کو انصاف سمجھا	کہ میں نے سخاوت کی وجہ سے فائدہ رسانی کی اور خرچ کیا
بندہ پندارد کہ او خود عقل کرد	مال شہ را بر مساکیں بذل کرد
غلام سمجھتا ہے کہ اس نے انصاف کیا	بادشاہ کا مال مسکینوں پر خرچ کیا
عدل ایں باغی و دادش پیش شاہ	چہ فزاید دوری و روئے سیاہ
بادشاہ کے روبرو اس باغی کا انصاف اور عطا	کیا بڑھائے گا؟ دوری اور سیاہ روئی
در نبے انذار اہل غفلت ست	کاں ہمہ انفاقہاشاں حسرت ست
قرآن میں غافلوں کے لئے دھمکی ہے	کہ ان کی یہ سب فضول خرچیاں حسرت (کا سبب) ہیں

قربانی کردن سرداران عرب بامید قبول افتادن

عرب کے سرداروں کا قبولیت کی امید پر قربانی کرنا

سروران مکہ در حرب رسول	بودشاں قرباں بامید قبول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑائی میں مکہ کے سرداروں کی	قربانی قبولیت کی امید پر تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر ایں مومن ہمی گوید زبیم	در نماز اهدا الصراط المستقیم
اسی سبب سے مومن خوف سے کہتا ہے	نماز میں (اے خدا) سیدھے راستہ کی رہنمائی کر

(یہ مثال ہے غیر محل میں خرچ کرنے والے کی کہ) جیسے کوئی باغی غلام ہو اس نے اپنے نزدیک بڑا عدل کیا کہ بادشاہ کا مال باغیوں پر خرچ کر دیا (اسی واسطے) قرآن مجید میں اہل غفلت کو متنبہ فرمایا ہے کہ ان کفار کا انفاق سب باعث حسرت ہے (جیسا اوپر آیت گزر چکی ہے) اور طرفہ وہ شخص جو اس کو عدل سمجھ رہا ہے کہ میں نے سخاوت سے خوب خرچ کیا ہے (چنانچہ) وہ غلام یہی سمجھتا ہے کہ میں نے عدل کیا ہے کہ بادشاہ کا مال غریبوں کو تقسیم و خیرات کر دیا ہے تو ایسے باغی کا عدل و عطاء بادشاہ کی نظر میں بجز مردودیت اور سیاہ روئی کے اور کس چیز کو بڑھا سکتا ہے۔ جیسا سرداران مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محاربہ میں قربانی بامید قبولیت (وغلبہ جنگ) کیا کرتے تھے۔ (اور سب ضائع ہوتی تھی) اسی لئے مسلمان خوف کے مارے نماز میں دعا کرتا ہے کہ اے اللہ ہم کو سیدھا راستہ دکھلا دیجئے (کہ ان نافرمانوں کی طرح ناحق کو حق اور حق کو ناحق نہ سمجھ بیٹھیں۔

آں درم دادن سخی را لائق ست	جاں سپردن خود سخائے عاشق ست
روپیہ خرچ کرنا سخی کے لئے مناسب ہے	عاشق کی سخاوت، جان سپرد کر دینا ہے
ناں دہی از بہر حق نانت دہند	جاں دہی از بہر حق جانت دہند
اگر تو خدا کے لئے روٹی دیگا، تجھے روٹی دیں گے	تو خدا کے لئے جان دے گا تو تجھے جان دیں گے
گر بریزد برگہائے ایں چنار	برگ بے برگیش بخشد کردگار
اگر اس چنار کے پتے جھڑ جائیں	خدا اس کی بے سامانی کو سامان سے بدل دیتا ہے
گر نماند از جود در دست تو مال	کے کند فضل الٰہت پائمال
اگر سخاوت کی وجہ سے تیرے ہاتھ میں مال نہ رہا	تو خدا کی مہربانی تجھے برباد کب کریگی؟
ہر کہ کارد گردد انبارش تہی	لیکش اندر مزرعہ باشد بہی
جو بوتا ہے اس کو ڈھیر خالی ہو جاتا ہے	لیکن اس کی کھیتی میں خوبی ہوتی ہے
وانکہ در انبار ماند و صرفہ کرد	اسپش و موش حوادثہاش خورد
اور جس نے ڈھیر میں رہنے دیا اور بخل کیا	اس کو حوادث کے گھن اور چوہے نے کھایا
ایں جہاں نفی ست در اثبات جو	صورتت صفرست در معنات جو
یہ جہاں عدم ہے وجود میں (مقصد) تلاش کر	تیرا جسم صفر ہے معنٰی میں (مقصد) ڈھونڈ

www.besturdubooks.wordpress.com

جان شور و تلخ پیش تیغ بر	جان چوں دریائے شیریں را بخر
کھاری اور کڑوی جان کو تلوار کے سامنے کر دے	میٹھے دریا جیسی جان خرید لے
ورنمی تانی شدن زیں آستاں	گوش کن بارے زمن ایں داستاں
اگر تو اس آستانہ سے نہیں جا سکتا ہے	تو ذرا یہ قصہ مجھ سے سن لے

(بعد جملہ معترضہ کے پھر رجوع ہے مضمون سابق ترغیب جان بازی کی طرف کہ) درم دینا تو سخی کے لائق ہے اور جان دینا عاشق کی سخاوت ہے اگر تم اللہ کے واسطے نان دو گے تم کو (عوض میں) ناں ملے گی اور اگر اللہ کے واسطے جان دو گے تو جان ملے گی اگر درخت چنار کے پتے جھڑ جاویں گے (یعنی یہ ہستی موہوم فناء ہو جائے گی) تو اللہ تعالیٰ اس کو بے سامانی کا سامان عطا فرمائیں گے۔ (یعنی ہستی مجردد ینگے جس کو کبھی خزاں ہی نہیں) اسی طرح اگر سخاوت کی وجہ سے تیرے ہاتھ میں مال نہ رہے گا تو اللہ تعالیٰ کا فضل تجھ کو کب پامال ہونے دے گا (اس کی ایسی مثال ہے کہ) جو شخص کھیتی کرتا ہے اس کی کوٹھی خالی ہو جاتی ہے لیکن کھیت میں اس کی بہتری ہے (کہ بہت سا مل جاتا ہے) اور جس نے کوٹھی میں رہنے دیا اور بخل کیا تو گھن اور چوہے حوادث کے اس کو کھا ڈالیں گے (یعنی سب خراب ہو جائے گا اسی طرح اگر راہ حق میں جان بازی کی نعم العوض مل جاوے گا ورنہ یہ عمر تو ایک روز ختم ہی ہو جاوے گی اور بدل کچھ نہ ملے گا) یہ عالم (مثل) عدم محض (کے) ہے (یعنی فانی ہے) اثبات (یعنے بقا) میں سعی کرو اور تمہاری صورت (یعنے یہ ہستی ظاہری) محض خالی (از مغز) ہے اپنے معنے (یعنی مقصود حقیقی) کو تلاش کرو اس جان شور و تلخ (بیکار و بے قدر) کو بادشاہ حقیقی کے روبرو لے جاؤ (یعنی ان کی راہ میں فدا کر دو) اور ایسی جان عوض میں لو جو مثل دریائے شیریں کے ہو اور اگر تم اس آستان سے (یعنی دنیا سے کہ عالم غیب کے اعتبار سے بیروں در ہے) نکلنے کی (اور یہاں کی ہستی کو فدا کرنے کی) ہمت نہیں رکھتے تو مجھ سے ذرا یہ داستان آئندہ سن لو (تا کہ تمہاری نظر میں ایک نظیر آ جاوے کہ جب خلیفہ بغداد نے اس اعرابی کو آب شور کے عوض میں دجلۂ شیریں کی سیر اور انعام و اکرام اس کے حوصلہ سے زائد عطا کیا تو شاہنشاہ حقیقی سے کیا بعید ہے پس اس نظیر سے تمہاری ہمت اور رغبت بڑھ جائے گی۔

قصۂ آں خلیفہ کہ در کرم از حاتم طائی گذشتہ بود

اس خلیفہ کا قصہ جو سخاوت میں حاتم طائی سے بڑھا ہوا تھا

یک خلیفہ بود در ایام پیش	کردہ حاتم را گدائے جود خویش
پہلے زمانہ میں ایک خلیفہ تھا	جس نے حاتم کو بھی اپنی بخشش کا فقیر بنایا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

رایت اکرام و جود افراشتہ	فقر و حاجت از جہاں برداشتہ
جس نے اکرام اور سخاوت کا جھنڈا بلند کر رکھا تھا	افلاس اور احتیاج کو دنیا سے اٹھا دیا تھا
بحر و کاں از بخشش صاف آمدہ	داد او از قاف تا قاف آمدہ
سمندر اور کانیں اس کی بخشش کی وجہ سے خالی ہو گئے	اس کی بخشش قاف سے قاف تک تھی
در جہان خاک ابر و آب بود	مظہر بخشائش وہاب بود
خاکدان (دنیا) میں ابر اور پانی تھا	وہ وہاب (اللہ تعالیٰ) کی بخشش کا مظہر تھا
از عطایش بحر و کاں در زلزلہ	سوئے جودش قافلہ در قافلہ
اس کی عطا سے سمندر اور کانیں ہلچل میں تھیں	اس کی عطا کی طرف (انسانوں کے) قافلے در قافلے تھے
قبلۂ حاجت در و دروازہ اش	رفتہ در عالم بجود آوازہ اش
اس کا در اور دروازہ حاجتوں کا قبلہ تھا	سخاوت میں اس کا شہرہ عالم میں تھا
ہم عجم ہم روم ہم ترک و عرب	ماندہ از جود و سخایش در عجب
عجم بھی روم بھی ترک اور عرب بھی	اس کی بخشش اور عطا سے تعجب میں تھے
آب حیواں بود دریائے کرم	زندہ گشتہ ہم عرب زو ہم عجم
وہ آب حیات اور دریائے کرم تھا	اس کی وجہ سے عرب اور عجم میں بھی جان پڑ گئی تھی
اندر ایام چنیں سلطان داد	بشنو اکنون داستانے باکشاد
اس جیسے داد و دہش کے بادشاہ کے زمانے میں	اب خوشی سے ایک قصہ سن

ربط اس داستان کا اوپر کے اس شعر سے ہے جان شور و تلخ الخ جیسا ہم نے شعر درنمی دانی الخ کی شرح میں اوپر لکھا ہے) یعنی زمانہ سابق میں ایک بادشاہ اسلام تھا جس نے حاتم کو اپنی جود و عطا کا گدا بنا رکھا تھا اور جود و کرم کا نشان اس نے بلند کر رکھا تھا اور فقر و محتاجی (گویا) دنیا سے معدوم کر دی تھی دریا اور معدن اس کی بخشش سے خالی ہو گئے تھے (یعنی اس کی چیزیں سب خرچ کر دی تھیں اور یہ مبالغہ ہے) اور اس کی عطا قاف تا قاف پہنچ گئی تھی۔ (یعنی محیط عالم ہو گئی تھی) اس عالم خاک پر وہ (گویا) ابر اور آب تھا اور بخشائش خداوندی کا مظہر تھا اس کی عطا سے تمام بحر اور معدن میں زلزلہ پڑ رہا تھا (کہ اب ہمارے اندر کچھ نہ رہے گا وہ سب خرچ کر ڈالے گا) اس کی سخاوت کی طرف قافلہ پر قافلہ آ رہا تھا اور اس کا دروازہ قبلہ حاجت بن رہا تھا اور جہاں بھر میں اس کی جود و سخا کا شہرہ ہو رہا تھا۔ عجم اور روم اور ترک اور عرب سب اس کی جود و سخا سے تعجب میں تھے وہ (گویا) آب حیات تھا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

دریائے کرم تھا اس سے عرب اور عجم سب زندہ ہو رہے تھے۔ (جس طرح آب حیات اور دریا سے زندگانی ہوتی ہے) ایسے بادشاہ باعطا کے زمانہ میں ایک فرحت انگیز یا ایک وسیع قصہ واقع ہوا اس کو سنو (کشادخوشی یا وسعت)

قصہ اعرابی درویش وماجرا کردن زن با او از فقر و درویشی

ایک فقیر بدو کا قصہ اور اس کی بیوی کا اس سے جھگڑا کرنا فقر اور افلاس کے بارے میں

یک شب اعرابی زنے مر شوئے را	گفت واز حد برد گفت وگوئے را
ایک رات بدو عورت نے شوہر سے	کہا اور گفتگو حد سے بڑھا دی
کیں ہمہ فقر و جفا ہا می کشیم	جملہ عالم در خوشی مانا خوشیم
کہ ہم یہ سب محتاجی اور سختیاں جھیلتے ہیں	ساری دنیا خوش ہے اور ہم ناخوش ہیں
نان ماں نے ناں خورش ما درد ورشک	کوزہ ماں نے آب ماں از دیدہ اشک
ہمارے لئے روٹی نہیں ہے ہمارا سالن درد و رشک ہے	ہمارے پاس پیالہ نہیں ہے ہمارا پانی آنکھ کے آنسو ہیں
جامۂ ما روز تاب آفتاب	شب نہالین و لحاف از ماہتاب
ہمارا لباس دن میں سورج کی دھوپ ہے	رات میں ہمارا بچھونا اور لحاف چاندنی ہے
قرص مہ را قرص ناں پنداشتہ	دست سوئے آسماں برداشتہ
ہم نے چاند کی ٹکیا کو روٹی کی ٹکیا سمجھا ہے	اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں
ننگ درویشاں ز درویشی ما	روز شب از روزی اندیشی ما
ہماری فقیری فقیروں کے لئے (باعث) ذلت ہے	روزی کی فکر میں ہمارا دن رات ہے
خویش و بیگانہ شدہ از ما رماں	بر مثال سامری از مردماں
اپنا اور پرایا ہم سے گریزاں ہے	جیسا کہ سامری انسانوں سے
گر بخواہم از کسے یکمشت نسک	مر مرا گوید خمش کن مرگ و جسک
اگر میں کسی سے ایک مٹھی مسور مانگوں	(تو وہ) مجھ سے کہتا ہے کہ چپ ہو جا غم کھائے جا اور مرجا

(نسک عدس، جسک رنج وبلا) یعنی ایک شب ایک اعرابی کی بیوی نے شوہر سے کہا اور حد سے زیادہ کہا کہ تمام یہ فقر و سختی ہم جھیل رہے ہیں سارا جہاں آرام و خوشی میں ہے ہم ہی رنج و غم میں مبتلا ہیں۔ روٹی ہمارے پاس نہیں سالن ہمارا درد ہے اور حسد ہے صراحی پانی رکھنے کی ہمارے پاس نہیں اور پانی کی جگہ آنکھ کے آنسو ہیں۔ لباس ہمارا دن میں تو گرمی آفتاب ہے اور شب میں نہالی اور لحاف کی جگہ ماہتاب ہے۔ اور قرص ماہ کو (مارے

www.besturdubooks.wordpress.com

حرص کے) قرص ناں سمجھتے ہیں اور (دعا کے لئے) ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے ہیں۔ غریبوں کو بھی ہماری غریبی سے اور ہمارے شب و روز روزی کے سوچ میں لگے رہنے سے عار آتی ہے تمام اپنے بیگانے ہم سے بھاگنے لگے جس طرح سامری آدمیوں سے بھاگا بھاگا پھرتا تھا (اس کو یہ سزا منجاب اللہ ہوئی تھی بوجہ بانی ہونے کے گوسالہ پرستی کے پس اگر کوئی شخص اس کو ہاتھ لگا دیتا تھا تو دونوں آدمی تپ محرقہ میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ اس لئے لوگ بھی اس سے بھاگتے وہ بھی لوگوں سے بھاگتا پس وہ عورت اپنے کو اس سے تشبیہ دیتی ہے) اور اگر میں کسی سے ایک مٹھی مسور مانگتی ہوں تو مجھ کو (طیش سے جواب ملتا ہے چپ رہ مرجا مصیبت میں پڑی رہ۔

مرعرب را فخر غزوست و عطا	در عرب ما ہمچو خط اندر خطا
عرب کے لئے خصوصاً جنگ اور بخشش (موجب) فخر ہے	عرب میں ہم ایسے ہیں جیسے خط میں حرف غلط
چہ جزا ما بے غذا خود کشتہ ایم	یا بشمشیر عدم سرگشتہ ایم
کہاں کی جنگ، ہم بغیر غذا کے مردہ ہیں	یا موت کی تلوار سے پریشان ہیں
چہ خطا ما بے خطا در آتشیم	چہ دوا ما درد و غم را مفرشیم
کیسی خطا، ہم بلا قصور کے، آگ میں ہیں	دوا کیسی ؟ ہم تو درد و غم سے پامال ہیں
چہ عطا ما بر گدائی مے تنیم	مرمگس را در ہوا رگ می زنیم
کیسی بخشش، ہم بھیک مانگنے پر آمادہ ہیں	ہوا میں مکھی کے نشتر مارتے ہیں
گر کسے مہماں رشد گر من منم	شب بخسپد دلق او را بر کنم
اگر کوئی مہمان پہنچ جائے اگر میں میں ہوں	رات کو سوئے تو اس کی گدڑی اتار لوں
زیں نمط زیں ماجرا و گفتگو	برد از حد عبارت پیش شو
اس طور پر یہ قصہ اور گفتگو	بیان سے بڑھی ہوئی شوہر سے کرتی
کز عنا و فقر ما گشتیم خوار	سوختیم از اضطراب و اضطرار
کہ مشقت اور افلاس سے ہم ذلیل ہو گئے ہیں	پریشانی اور مجبوری سے ہم جل گئے ہیں
تا بکے ما ایں چنیں خواری کشیم	غرقہ اندر بحر ژرف آتشیم
ہم کب تک اس طرح کی ذلت برداشت کریں؟	آگ کے گہرے سمندر میں ہم غرق ہیں
تا کہ ار روزے در آید میہماں	شرمساریہا بریم از وے بجاں
اگر کسی روز اچانک کوئی مہمان آ جائے	ہمیں انتہائی شرمندگی اٹھانی پڑے

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک مہماں گر درآید بے ثبوت	دانہ کفش مہماں سازیم قوت
لیکن اگر کوئی مہمان بلاتحقیق آ جائے	سمجھ لے کہ ہم مہمان کا جوتہ بیچ کھائیں گے

(خطا اندر یعنی اندر خط) یعنی عرب کے مفاخر میں سے ہے غزوہ کرنا عطا کرنا مگر ہم عرب میں ایسے ہیں جیسے خط کے اندر حرف غلط ہوتا ہے (کہ محض بے اعتبار ہے) اور ہم غزوہ کیا کرتے بے مارے مر رہے ہیں۔ یا یوں کہو کہ شمشیر موت سے سرگشتہ ہو رہے ہیں اور حرف خطا یعنی غلط اپنے کو کیا کہیں ہم تو بے خطا ہی آتش غم میں جل رہے ہیں اور سامان ہمارے پاس کہاں ہوتا خود درد وغم کے فرش بن رہے ہیں اور ہم عطا کیا کرتے خود گدائی کے لئے تیار ہو رہے ہیں۔ (حتیٰ کہ) ہوا میں مگس کی رگ مارتے ہیں (کہ شاید اس میں سے کچھ وصول ہو جائے جس کو محاورہ ہند میں مکھی چوس کہتے ہیں) شب کو نیند نہیں آتی دن ہوتا ہے تو کچھ پاس نہیں ہوتا اور پیٹ کے اندر بجز شورش پیچ وتاب کے کچھ نہیں ہوتا اگر فرضاً کوئی مہمان آ پہنچے تو اگر میں اسی حالت میں ہوں جس میں کہ اب ہوں (یعنی یہی افلاس رہے) تو جس وقت وہ شب کو سو رہے اس کا کمل اتار لوں غرض اسی طرح کی گفتگو شوہر کے روبرو بیان سے باہر کرتی رہی کہ رنج وفاقہ سے ہم ذلیل ہو گئے اور اضطراب واضطرار سے ہم جل گئے اب کہاں تک یہ خواری جھیلتے رہیں گے۔ آتش (رنج) کے دریائے عمیق میں غرق ہو گئے ہیں اگر اتفاقاً کوئی مہمان کسی دن آ نکلے تو اس سے بڑی شرمندگی اٹھانی پڑے لیکن اگر وہ بلاتحقیق آ جاوے (اور ہماری حالت تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے کچھ اپنی احتیاط نہ کرے) تو یقین جانو کہ اس کی جوتیاں (بیچ کر) کھا جائیں۔

مغرور شدن مریدان محتاج وتشبیہ بمدعیان مزور وایشانرا شیخ واصل پنداشتن ونقد را از نقل ندانستن ونیافتن

ضرورت مند مریدوں کا دھوکا کھانا اور بناوٹی مدعیوں سے شبہ میں پڑنا اور ان کو پہنچا ہوا بزرگ سمجھنا اور کھرے کو نقلی سے نہ پہچاننا اور نہ پانا

بہر ایں گفتند دانایاں بفن	میہمان محسناں باید شدن
اسی لئے فن کے سمجھداروں نے کہا ہے	محسنوں کا مہمان بننا چاہیے
تو مرید و میہمان آں کسی	کو ستاند حاصلت را از خسی
تو ایسے شخص کا مہمان اور مرید ہے	جو تیری کمائی کمینہ پن سے وصول کرلے
نیست چیرہ چوں ترا چیرہ کند	نور ندہد مر ترا تیرہ کند
وہ قابو پانے والا نہیں ہے کہ تجھے قابو پانے والا بنائے	روشنی نہ دیگا تجھے تاریک بنا دے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں ورا نورے نہ بد اندر قراں	نور کے یابند از وے دیگراں
جبکہ اس کے باطن میں نور نہیں ہے	تو اس سے دوسرے کب روشنی حاصل کر سکتے ہیں؟
ہمچو اعمش کو کند داروئے چشم	چہ کشد در چشم ہا الا کہ یشم
اس چندھے کی طرح جو آنکھ کا علاج کرے	آنکھوں میں سوائے (سنگ) یشم کے اور کیا لگائے گا؟

اس میں انتقال ہے حال مفلس ظاہر سے طرف حال مفلس باطن کے یعنی اسی لئے (کہ مفلس کا مہمان بننے سے اپنا سرمایہ بھی تلف ہو جاتا ہے) علماء فن نے فرمایا ہے کہ مہمان محسنوں کا بننا چاہئے (تا کہ تمہارے ساتھ احسان کرے مراد یہ ہے کہ بیعت ایسے شخص سے کرے جو دولت باطن سے مالا مال ہو اور تمہاری تربیت بھی کر سکے یعنی کامل مکمل ہو) تم ایسے شخص کے مرید اور مہمان نہ ہو جو تمہارے حاصل سابق کو بھی چھین لے (یعنی جو ذوق و شوق پہلا تھا وہ بھی اس کی صحبت سے گم ہو جاوے) وہ تو خود (طریقت کے خطرات ہیں) دلیر ہے ہی نہیں تم کو تو کیا دلیر کریگا وہ تم کو نور (معرفت وسکینہ) نہ دے گا بلکہ تم کو تیرہ (سیاہ دل) کر دے گا۔ کیونکہ جب اس کو خود اتصال نور (غیب) سے حاصل نہیں تو دوسرے اس سے کیا نور حاصل کریں گے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی چندھا ہو اور وہ کسی کی آنکھ کا علاج کرے بھلا وہ اس کی آنکھ میں دوا کیا لگا دے گا بجز اس کے کہ اس میں کوئی الا بلا بھر دے جیسے بال یا یشم کہ ایک پتھر ہے آنکھوں کو مضر (کیونکہ اس کو خود تو نظر آتا نہیں کہ میں کیا دوا لگا رہا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ جیسے فاقد البصر دوسرے کی بصر کا معالجہ نہیں کر سکتا اسی طرح فاقد البصیرت دوسرے کی بصیرت کا علاج نہیں کر سکتا۔

حال ما این ست در فقر و عنا	ہیچ مہمانے مبا مغرور ما
افلاس اور مشقت میں ہمارا یہ حال ہے	کوئی مہمان ہم سے دھوکا نہ کھائے
قحط دہ سال ار ندیدی در صور	چشمہا بکشا و اندر ما نگر
اگر تو نے مجسم دس سالہ قحط نہ دیکھا ہو	تو آنکھیں کھول اور ہمیں دیکھ لے
ظاہر ما چوں درون مدعی	در دلش ظلمت زبانش شعشعی
ہمارا ظاہر مدعی کے باطن کی طرح ہے	اسکے دل میں تاریکی ہے اور اس کی زبان چمکیلی (تیز طرار)

(وہ عورت کہتی ہے کہ جس طرح اس شیخ ناقص مفلس کا حال ہے) بعینہ وہی ہمارا حال ہے فاقہ و رنج میں پس کوئی مہمان خدا کرے ہمارے دھوکہ میں نہ آ جاوے اگر تم نے دس سال کے قحط کو صورت مجسم نہ دیکھا ہو تو آنکھیں کھول کر ہم کو دیکھ لو (کہ وہ مجسم قحط ہم ہیں) بلکہ خود ہمارا ظاہر بھی ایسا ہے جیسا اس مدعی ناقص کا باطن (کہ تباہ محض ہے اس کے قلب میں ظلمت ہے اور زبان خوب آب و تاب والی (یعنے ہماری تباہی اس مدعی سے بھی بڑھی ہوئی ہے کیونکہ اس کا ظاہر تو بارونق ہے صرف باطن ہی خراب ہے اور ہمارا تو ظاہر بھی خراب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از خدا نے بوئے او را نے اثر	دعوتش افزوں زشیثؑ و بوالبشرؑ
اس میں خدا کی نہ بو ہے نہ اثر	اس کی دعوت شیثؑ اور ابوالبشرؑ سے بڑھی ہوئی ہے
دیو ننمودہ و را ہم نقش خویش	او ہمی گوید ز ابدالیم بیش
شیطان نے (بھی) اس کو اپنی صورت نہیں دکھائی	وہ یہ کہتا ہے کہ میں ابدال سے بھی بڑھا ہوا ہوں
حرف درویشاں بدز دیدہ بسے	تا گماں آید کہ ہست او خود کسے
درویشوں کی بہت سی باتیں چرا لی ہیں	تاکہ یہ گمان ہو کہ وہ بھی کچھ ہے
خردہ گیرد در سخن بر بایزیدؒ	ننگ دارد از درون او یزید
باتوں میں (حضرت) بایزیدؒ کی عیب گیری کرتا ہے	اس کے باطن سے یزید کو (بھی) شرم آتی ہے
ہر کہ داند مرو را چون بایزیدؒ	روز محشر حشر گردد با یزید
جو اس کو (حضرت) بایزیدؒ کی طرح سمجھتا ہے	قیامت کے دن اس کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا

(اس میں پھر بیان ہے حال مدعی ناقص کا کہ) حق تعالیٰ سے اس کو نہ بو پہنچی نہ کوئی اثر پہنچا (یعنے نہ صاحب معرفت ہے نہ صاحب حال) مگر دعوت اس کی حضرت شیث علیہ السلام و حضرت آدم علیہ السلام (یعنے انبیاء علیہم السلام سے بھی بڑھی ہوئی (یعنے عوام کو طریقت کی طرف بلا رہا ہے) بھی شیطان تک نے بھی اس کو اپنی شکل نہیں دکھائی۔ یعنی صاحب کشف بھی نہیں یا یہ کہ مکائد شیطان تک بھی شناخت حاصل نہیں) مگر قول یہ ہے کہ میں ابدال سے بھی بڑھا ہوا ہوں۔ بہت سے ملفوظات بزرگوں کے (کتب یا تقریرات سے) چرا کر یاد کر رکھے ہیں تاکہ (سننے والوں کو) گمان ہو جاوے کہ یہ بھی کچھ ہوں گے اور کمینہ لوگوں کا دستور ہے کہ ملفوظات کاملین کو یاد کر لیا کرتے ہیں تاکہ بیچارے بھولے بھالے لوگوں پر اس سے افسون پڑھ دیں (جس سے وہ معتقد و مسخر ہو جاویں اور سلیم مار گزیدہ کو بھی کہتے ہیں افسون کی مناسبت سے اس کا لانا رعایت شاعری ہے) اور وہ تقریر میں حضرت بایزید (جیسے کاملین) پر خردہ گیری کرتا ہے (کہ فلاں تحقیق میں ان سے یہ غلطی ہوگئی) لیکن اس کے باطن سیاہ سے یزید تک کو ننگ آتی ہے ایسے شخص کو جو کوئی بایزید سمجھے گا (یعنی کامل سمجھ کر معتقد ہو جائے گا) قیامت میں اس کا حشر یزید کے ساتھ ہوگا (وجہ یہ کہ جب ایسے ناقص کا اتباع کرے گا تو ضرور وہ اس کو گمراہ کرے گا۔ اس لئے حشر بھی گمراہوں کے ساتھ ہوگا۔

بے نوا از نان و خوان آسماں	پیش او نداخت حق یک استخواں
آسمان کی روٹی اور خوان سے بے سروسامان ہے	اللہ (تعالیٰ) نے اس کے سامنے ایک ہڈی (بھی) نہیں ڈالی ہے
او ندا کردہ کہ خواں بنہادہ ام	نائب حقم خلیفہ زادہ ام
اس نے منادی کی ہے کہ میں نے دسترخوان بچھا رکھا ہے	میں اللہ (تعالیٰ) کا نائب اور خلیفہ زادہ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

الصلا سادہ دلان پیچ پیچ	تا خورید از خوان جودم ہیچ ہیچ
اے پیچ در پیچ احمقو! صلائے عام ہے	میری بخشش کے خوان سے کھاؤ (حالانکہ) ہیچ در ہیچ ہے
سالہا بر وعدۂ فردا کساں	گرد آں در گشتہ فردا نارساں
کل کے وعدہ پر لوگ سالوں	اس دروازہ کے گرد چکر کھاتے رہے اور کل آنے والی نہیں ہے
دیر باید تا کہ سر آدمی	آشکارا گردد از بیش و کمی
کافی وقت چاہیے کہ انسان کا بھید	کمی اور بیشی میں واضح ہو
زیر دیوار بدن گنجیست یا	خانۂ موریست و مار و اژدہا
جس کی دیوار کے نیچے خزانہ ہے یا	چیونٹی اور سانپ اور اژدھے کا بھٹ ہے
چونکہ پیدا گشت کو چیزے نبود	عمر طالب رفتہ آگاہی چہ سود
جب معلوم ہوا کہ وہ کچھ نہ تھا	تو مرید کی عمر گزر گئی اب معلوم ہونے سے کیا فائدہ؟

(یہ بھی تتمہ ہے بیان حال مدعی کاذب کا) یعنی آسمانی نان وخوان سے (کہ عبارت ہے غذائے روحانی معرفت واسرار سے (محض بے نوا ہے اور حق تعالیٰ نے اس کے سامنے ایک ہڈی بھی نہیں ڈالی (یعنی اس میں دولت باطنی کا اثر اتنا بھی نہیں جیسے ہڈی کہ فضلہ ہوتا ہے گوشت کا مگر باوجود اس بینوائی وافلاس باطنی کے) منادی عام کر رکھی ہے کہ میں نے (نعمت باطنی کا) خوان چن رکھا ہے اور میں نائب حق ہوں اور خلیفہ زادہ ہوں (یعنی مثل اپنے پدر آدم علیہ السلام کے خلیفۃ اللہ ہوں) ادھر چلے آؤ اے احمقو جو حماقت میں پیچ در پیچ گرفتا ہو (مراد اس سے دنیادار امراء ہیں جو ایسوں کے بہت جلد معتقد ہو جاویں کذا قال مرشدی رحمہ اللہ تعالیٰ غرض ان کو بلاتا ہے کہ آؤ) تاکہ میرے (باطنی) خوان کرم سے حصہ حاصل کرو (مولانا رد فرماتے ہیں کہ) یہاں خاک نہیں یہاں خاک نہیں (پھنس مت جانا) سالہا سال گزر گئے کہ فردا کے وعدہ پر لوگ (طالبان کم فہم) اس کے در کے گرد پھر رہے ہیں مگر وہ فردا اب تک نہیں آیا (یعنی دھوکہ دے رکھا ہے کہ گو اب تک تمہارا مقصود حاصل نہیں ہوا مگر اب عنقریب ہوا جاتا ہے مگر وہاں رکھا کیا ہے جو دوسروں کو دے حقیقت میں) بڑی مدت چاہئے کہ آدمی کی خفیہ حالت ظاہر ہو کہ اس میں بیشی ہے یا کمی ہے اور یہ کہ اس کے دیوار تن کے نیچے (یعنی قلب میں) خزانہ (معرفت و کمال) ہے یا کہ وہ مار و مور واژدہا رزائل نفسانیہ وخصال شیطانیہ) کا گھر ہے (اس لئے عوام بے پہچانے اس کے ہاتھ میں جا پھنسے) جب بعد مدت) معلوم ہوا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں تھا۔ لیکن طالب بیچارہ کی عمر ختم ہو گئی اب آگاہ ہونے سے کیا فائدہ (یعنی جو فائدہ ابتداء سے اس وقت تک سلوک طریق میں مشغول رہنے سے ہوتا وہ فوت ہو گیا اور اتنا فائدہ اب بھی ہے کہ توبہ کرے اور بقیہ عمر کسی کامل کی صحبت میں گزارے اس فائدہ کی نفی مقصود نہیں۔)

www.besturdubooks.wordpress.com

در بیان آنکہ نادر افتد کہ مریدے در مدعی مزوریا عتقاد بصدق بندد کہ او کیست و بدیں اعتقاد بمقامے بر سد کہ شیخش بخواب ندیدہ باشد و آب و آتش او را گزند نہ کند و شیخش را گزند کند و لیکن نادر نادر باشد

اس بات کا بیان کہ کم ہوتا ہے کہ کوئی مرید جھوٹے مدعی کا سچائی سے معتقد ہو جائے کہ وہ کچھ ہے اور اس اعتقاد کے ذریعہ وہ ایسے مقام پر پہنچ جائے کہ اس کے پیر نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو اور پانی اور آگ اس کو نقصان نہ پہنچائے اور اس کے پیر کو نقصان پہنچا دے لیکن نادر تو نادر ہی ہوتا ہے۔

لیک نادر طالب آید کز فروغ	در حق او نافع آید آں دروغ
لیکن نادر ہے کہ مرید کو روشنی کی وجہ سے	اس کے حق میں وہ جھوٹ مفید ہو جائے
او بقصد نیک خود جائے رسد	گرچہ جاں پنداشت آں آمد جسد
وہ اپنے نیک ارادہ کی وجہ سے ایک مقام تک پہنچ جاتا ہے	اگرچہ جس کو اس نے جان جانا تھا جسم ثابت ہوا
مر ورا روی نماید حالہا	کہ ندید آں ہیچ شیخش سالہا
اس کیلئے ایسے احوال رونما ہوتے ہیں	کہ اسکے ناچیز پیر نے سالوں (بھی) نہیں دیکھی
چوں تحری در دل شب قبلہ را	قبلۂ نے واں نماز او روا
جیسا کہ آدمی رات میں قبلہ کی اٹکل کرتا	ادھر قبلہ نہیں ہے (لیکن) اس کی نماز درست ہو گئی
مدعی را قحط جاں اندر سرست	لیک مارا قحط ناں بر ظاہرست
مدعی کے باطن میں روح کا قحط ہے	لیکن ہمارے ظاہر پر روٹی کا قحط ہے
ماچرا چوں مدعی پنہاں کنیم	بہر ناموس مزور جاں کنیم
مدعی کی طرح ہم کیوں چھپائیں	جھوٹی آبرو کے لئے جان دیں

(اوپر مولانا نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر پیر ناقص ہے تو مرید کو باطنی نفع نہیں ہوتا اس پر سوال ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ باوجود پیر کے ناقص ہونے کے مرید اپنے خلوص نیت و خوش اعتقادی کی بدولت کامیاب ہو گیا ہے پھر شیخ مزور سے بچنے کی کیا ضرورت ہے اپنا اعتقاد درست چاہئے مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ اکثر تو وہی ہوتا ہے جو ہم نے اوپر کہا ہے۔ لیکن ایسے طالب بہت شاذ و نادر ہیں کہ نور (خوش اعتقادی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

وجہ) سے اس کے حق میں وہ (شیخ مزور کا) دروغ نافع ہو جاوے اور وہ طالب اپنی نیک نیت کی برکت سے کسی مقام (مقصود) تک پہنچ جاوے گو اس نے جس کو (یعنی پیر کو) جان (یعنی موصوف با اوصاف روحانیہ) سمجھا تھا وہ تو جسد (یعنی مقلوب اوصاف جسمانیہ) ہی نکلا (اور اس میں سے کچھ نہیں ملا مگر خلوص کی وجہ سے محروم نہیں رہا) اور اس کو وہ حالات (باطنیہ) وارد ہوئے جن میں سے شیخ کو برسوں میں خاک بھی نصیب نہیں ہوا اس کی ایسی مثال ہے جیسے وسط دشت میں قبلہ کی تحری (کر لیتے ہیں) کہ واقع میں وہ قبلہ نہیں ہوتا مگر پھر بھی اس کی نماز درست ہو جاتی ہے (مقصود) تشبیہ دینا اس میں ہے کہ خطا بھی مثل صواب کے ہو جاتی ہے تو مشبہ نادر ہے اور مشبہ بہ حکم دائم و مستمر یہ تفاوت تشبیہ میں نہ مقصود ہے نہ مضر ہے حاصل جواب یہ ہے کہ بنائے کار و مدار حکم واقعات اکثریہ پر ہوا کرتا ہے اور ایسے نوادر کلیت عرفیہ دعویٰ میں مخل نہیں ہوا کرتے پس ایسا نفع قابل اعتماد نہیں راقم اس میں یہ ہے کہ وصول الی اللہ ہوتا ہے جذبہ سے اور جذبہ ہوتا ہے اکثر سلوک سے اور وہ بدون شیخ کامل کے ممکن نہیں اور بلا سلوک کے جذبہ عیانا ہو جاتا ہے جیسا اس طالب مذکور کو ہو گیا پھر وہ عورت کہتی ہے) کہ مدعی کا تو قحط (دولت باطنی باطن میں ہوتا ہے لیکن ہمارا قحط ناں ظاہر میں ہو رہا ہے اپنی حالت مدعی مذکور کی طرح اگر پنہاں کرنا چاہیں تو ناموس مصنوعی کے لئے جان کنی (یعنی سخت مشقت) کرنی پڑے (جس کی اب تاب نہیں اس لئے ترک عار کر کے فکر روزی کرنا چاہئے)

صبر فرمودن اعرابی زن خود را و فضیلت صبر گفتن

بدو کا اپنی بیوی کو صبر کا حکم دینا اور صبر کی فضیلت بیان کرنا

شوئے گفتش چند جوئی دخل و کشت	خود چہ ماند از عمر افزوں تر گذشت
شوہر نے اس سے کہا آخر تو آمدنی اور پیداوار کی کب تک جستجو کرے گی؟	خود زندگی کتنی رہی ہے زیادہ تو گزر گئی ہے
عاقل اندر بیش و نقصاں ننگرد	زانکہ ہر دو ہمچو سیلے بگذرد
سمجھدار کمی بیشی کو نہیں دیکھتا ہے	اس لئے کہ دونوں بہاؤ کی طرح گزر جاتے ہیں
خواہ صاف و خواہ سیل تیرہ رو	چوں نمی پاید دمے از وے مگو
خواہ صاف ہو یا بہاؤ کی گدلی رو ہو	جبکہ وہ ٹھہرنے والی نہیں ہے اس کا کچھ ذکر نہ کر
اندریں عالم ہزاراں جانور	میزید خوش عیش بے زیر و زبر
اس دنیا میں ہزاروں جاندار	بغیر کسی تردد کے آرام سے جی رہے ہیں
شکر می گوید خدارا فاختہ	بر درخت و برگ شب ناساختہ
فاختہ اللہ (تعالیٰ) کا شکر ادا کرتی ہے	درخت پر، حالانکہ اس نے رات کا کچھ سامان نہیں کیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حمد می گوید خدارا عندلیب	کاعتماد رزق برتست اے مجیب
بلبل خدا کی تعریف کرتی ہے	کہ اے قبول کرنے والے! رزق کا تجھ پر بھروسہ ہے
باز دست شاہ را کردہ نوید	از ہمہ مردار ببریدہ امید
باز نے بادشاہ کے ہاتھ کو دعوت نامہ بنا کر	تمام مرداروں سے امید منقطع کر لی
ہمچنیں از پشہ گیری تابہ پیل	شد عیال اللہ و حق نعم المعیل
اسی طرح مچھر سے لے کر ہاتھی تک	سب اللہ (تعالیٰ) کا کنبہ ہیں اور اللہ (تعالیٰ) بہترین پرورش کرنے والا ہے

یعنی خاوند بولا کہ کہاں تک آمدنی اور پیداوار کی جویاں رہے گی اور عمر رہ ہی کیا گئی ہے زیادہ تو گزر ہی چکی ہے۔ عاقل آدمی (رزق کی) بیشی کمی کو نہیں دیکھا کرتا کیونکہ دونوں (حالتیں) سیلاب کی طرح گزر جاتی ہیں خواہ صفائی سے خواہ تیرگی سے جب اس کو بقا نہیں تو اس کا ذکر ہی کیا (دیکھو) اس عالم میں ہزاروں جانور ہیں کہ خوش عیشی سے بلا تردد زندگی بسر کر رہے ہیں فاختہ ہے کہ خدا تعالیٰ کا شکر درخت پر بیٹھی ادا کر رہی ہے۔ اور حالانکہ رات کے لئے کچھ سامان مہیا نہیں کیا ہے اسی طرح عندلیب اللہ تعالیٰ کی تعریف کر رہی ہے کہ اے مجیب الدعوت روزی کا اعتماد آپ ہی پر ہے اسی طرح باز ہے کہ بادشاہ کے ہاتھ پر خوش بخوش سب مرداروں سے احتیاج قطع کر کے بیٹھا ہے۔ اسی طرح پشہ سے لے کر فیل تک سب عیال اللہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سب کے ذمہ دار ہیں (عیال جس کا نفقہ کسی کے ذمہ ہو خواہ استحقاقاً خواہ تفضلاً چونکہ اللہ تعالیٰ نے تفضلاً انکا نفقہ اپنے ذمہ لیا ہے لہٰذا عیال اللہ کہہ دیا قال اللہ تعالیٰ و مامن دابۃ فی الارض الاعلی اللہ رزقہا وقال علیہ السلام الخلق عیال اللہ)

ایں ہمہ غمہا کہ اندر سینہ ہاست	از غبار و گرد باد بود ماست
یہ سب غم جو سینوں میں ہیں	ہماری ہستی کے غبار اور بگولے ہیں
ایں غمان بیخ کن چوں داس ماست	ایں چنیں شد وانچناں وسواس ماست
یہ جڑ کھودنے والے غم ہمارے لئے درانتی کی طرح ہیں	اس طرح ہو گیا' اس طرح ہو گیا' ہمارے وسوسے ہیں
دانکہ ہر رنجے زمردن پارہ ایست	جزو مرگ از خود بران گر چارہ ایست
سمجھ لے کہ ہر غم موت کا ایک ٹکڑا ہے	اگر کوئی تدبیر ہے تو موت کے حصہ کو اپنے سے دفع کر دے
چوں ز جزو مرگ نتوانی گریخت	دانکہ کلش بر سرت خواہند ریخت
جب تو موت کے حصہ سے نہیں بھاگ سکتا ہے	سمجھ لے کہ اس کے کل کو تجھ پر طاری کر دیں گے
جزو مرگ ار گشت شیریں مرترا	دانکہ شیریں میکند کل را خدا
اگر موت کا جزو تیرے لئے میٹھا ہو گیا ہے	سمجھ لے کہ خدا کل کو میٹھا کر دیگا

www.besturdubooks.wordpress.com

درد ہا از مرگ می آید رسول	از رسولش رو مگرداں اے فضول
درد موت کے قاصد ہیں	اے بیوقوف! قاصد سے منہ نہ موڑ
ہر کہ شیریں می زید او تلخ مرد	ہر کہ او تن را پرستد جاں نبرد
جو شخص خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے وہ تلخ موت مرتا ہے	جو شخص تن پروری کرتا ہے جان نہ بچا سکے گا
گو سفنداں راز صحرا می کشند	آنکہ فربہ تر مر او را می کشند
بکری کو جنگل سے لاتے ہیں	جو زیادہ موٹی ہوتی ہے اس کو ذبح کرتے ہیں

(ان اشعار میں مولانا علت غم و تشویش رزق وغیرہ کی اور اس کا معالجہ بیان فرماتے ہیں کہ) یہ جتنے غم والم کہ قلب میں آتے ہیں یہ سب ہمارے باد و بود (ہستی موہوم) کی گرد وغبار کے بدولت ہیں (یعنے چونکہ اپنی اس ہستی سے دلچسپی ہے پس ہر چیز جو اس کی مخل و منقص لذت معلوم ہوتی ہے ناگوار گزرتی ہے ورنہ اگر اس سے برداشتگی کر لے تو ہر مصیبت سہل معلوم ہو کیونکہ کسی مصیبت کا اثر اس سے زیادہ تو نہیں کہ زندگی کو قطع کر دے گا جب زندگی محبوب نہ ہوگی اس کا قطع بھی گوارا ہوگا چنانچہ اسی کی تفصیل فرماتے ہیں کہ یہ غموم جو (عمر کے) بیخ کن (اور قاطع) ہیں ان کی مثال ہنسیا (یعنی درانتی) کی سی ہے اور یہ امر کہ یوں ہوگا وہ یوں ہوگا یہ ہمارے وساوس وخیالات ہیں (کہ اس غم سے یوں تکلیف ہوگی اس بیماری سے اس طرح موت ہوگی یہی خیالات پریشان کرتے ہیں) یقینا سمجھ لو کہ خواہ کوئی تکلیف ہو وہ موت کا ایک شعبہ اور جزو ہے تو اگر (تمہارے پاس) کوئی تدبیر ہو تو اس جزو موت کو ٹال دو (یعنے قدرت نہیں ہوسکتی) جب تم جزو موت سے نہیں بھاگ سکتے اسی سے یقین کر لو کہ اس جزو کے کل کو (یعنے موت کو) بھی تمہارے سر پر نازل کریں گے پس اگر یہ جزو مرگ تمہارے نزدیک شیریں و گوارا ہو گیا ہوگا تو یقینا اس کے کل (یعنے موت) کو بھی اللہ تعالیٰ تم پر شیریں و گوارا کر دیں گے اور یہ تکالیف جو ہیں موت کے قاصد ہیں پس اس کے قاصدوں سے تم روگردانی و کراہت مت کرو (بلکہ اس پر راضی رہو تاکہ اصل یعنی موت بھی مکروہ نہ معلوم ہو) اور جو شخص شیریں (و متنعم) ہو کر زندگی بسر کرتا ہے (اور مصائب وبلیات کو ناگوار جانتا ہے تو وہ تلخی سے مرتا ہے (کیونکہ ایسے شخص کو موت جو اعظم المصائب ہے کیونکر گوارا نہ ہوگی) اور جو شخص تن پروری میں رہے گا وہ (ہلاکت سے) جان سلامت نہ لے جاوے گا (یعنی وقت مفارقت لذات کے الم میں مبتلا ہوگا) اس کی ایسی مثال ہے کہ بکریوں کو جنگل سے جمع کر کے لاتے ہیں اور جو سب میں تازہ و فربہ ہوتی ہے اس کو ذبح کرتے ہیں۔

شب گذشت و صبح آمد اے قمر	چند گیری ایں فسانہ راز سر
اے چاند! رات گزر گئی اور صبح ہو گئی	تو اس قصہ کو کب تک دہرائے گی؟
تو جواں بودی وقانع تر بدی	زر طلب گشتی خود اول زر بدی
تو جوان تھی تو زیادہ صابر تھی	تو زر کی طلبگار بن گئی پہلے تو خود زر تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

رزبدی پر میوہ چوں کاسد شدی	وقت میوہ پختنت فاسد شدی
تو میوے سے بھری انگور کی بیل تھی' کیوں خراب ہو گئی	میوہ پکنے کے وقت تو سڑ گئی
میوہ ات باید کہ شیریں تر شود	چوں رسن تاباں نہ واپس تر رود
چاہیے تھا کہ تیرا میوہ اور زیادہ میٹھا ہوتا	نہ کہ بٹی ہوئی رسی کی طرح بل اترنے لگے
جفت مائی جفت باید ہم صفت	تابر آید کارہا بر مصلحت
تو میرا جوڑا ہے جوڑے کو یکساں ہونا چاہیے	تاکہ مصلحت کے مطابق کام چلیں
جفت باید بر مثال ہمدگر	درد و جفت کفش و موزہ درنگر
جوڑے کو ایک دوسرے کی طرح ہونا چاہیے	جوتے اور موزے دونوں کے جوڑے کو دیکھ
گر یکے کفش از دو تنگ آید بپا	ہر دو جفتش کار ناید مر ترا
دونوں میں سے اگر ایک جوتہ پیر میں تنگ آئے	تو پورا جوڑا ہی تیرے کام میں نہیں آتا
جفت دریک خرد وآں دیگر بزرگ	جفت شیر بیشہ دیدی ہیچ گرگ
جوڑے میں سے ایک پاؤں میں چھوٹا اور دوسرا بڑا	تونے دیکھا ہے کہ جنگل کے شیر کا جوڑا بھیڑیا ہو
راست ناید بر شتر جفت جوال	آں یکے خالی وآں پر مال مال
بوروں کا جوڑا اونٹ پر ٹھیک نہیں ہو سکتا	کہ ان میں سے ایک خالی ہو اور دوسرا مال سے بھرا ہوا
من روم سوئے قناعت دل قوی	تو چرا سوئے شناعت می روی
میں جرأت سے قناعت کی طرف جاتا ہوں	تو برائی کی طرف کیوں جاتی ہے؟
مرد قانع از سر اخلاص و سوز	زیں نسق می گفت بازن تا بروز
صابر مرد' خلوص اور دل (سوزی) سے	دن نکلنے تک اسی طرح پر بیوی سے کہتا رہا

(یہ مقولہ ہے اعرابی کا بی بی سے کہتا ہے کہ) رات گزر گئی اور صبح آ چلی اے محبوبہ (یعنے زیادہ حصہ عمر کا گزر گیا اور تھوڑا باقی ہے) اب اس قصہ (فقر وفاقہ) کو کیا تازہ کرنے بیٹھی ہے تو جب جوان تھی (جو زمانہ ہے ہوس کا) تب تو بڑی قانع تھی اب آ کر طالب زر ہو گئی سابق میں (مثل) زر (کے بے عیب) تھی پہلے تو ایسی تھی جیسا پر میوہ درخت انگور اب کیوں بگڑ گئی اور میوہ پکنے کے وقت فاسد ہو گئی تیرا تو میوہ اب زیادہ شیریں ہونا چاہیے (یعنی تجربہ وقرب موت سے توکل وزہد بڑھنا چاہیے) نہ یہ کہ رسی کے بل کی طرح الٹا اترنے لگے تو تو میری جفت ہے اور جفت (اپنے جفت کا ہم صفت ہونا چاہیے تا کہ مصلحت میں کار برآری ہو' غرض جفت ایک دوسرے کا

www.besturdubooks.wordpress.com

نمونہ کا ہونا چاہئے دیکھو کفش و موزہ کی دونوں جفتوں ہی کو دیکھ لو اگر (فرض کرو کہ) ایک جوتی دونوں میں سے پاؤں میں تنگ آوے تو دونوں جفت محض ناکارہ ہو جاتے ہیں (کیونکہ ایک پاؤں میں کوئی پہنتا نہیں) ایسا بھی کہیں ہوا ہے کہ ایک پاؤں میں چھوٹا دوسرے میں بڑا بھلا کہیں شیر بیشہ کا جفت گرگ بھی دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح اگر گون کا ایک تھیلہ خالی ہو اور دوسرا مال سے پر ہو تو اونٹ پر لادنے میں راست نہیں آتا خلاصہ یہ کہ جب میں دل قوی ہو کر قناعت کی طرف جا رہا ہوں تو پھر تو شناعت (یعنے ذمیمہ حرص) کی طرف کیوں جا رہی ہے۔

غرض وہ مرد قانع اخلاص و سوز قلب سے اسی طرح عورت سے دن نکلنے تک باتیں کرتا رہا۔

نصیحت کردن زن شوہر را کہ سخن افزوں از قدم و مقام خود مگو کہ لم تقولون مالا تفعلون کہ ایں سخنہا اگر چہ راست ست اما مقام توکل ترا نیست و ایں سخن گفتن فوق مقام و معاملہ خود ترا زیاں دارد و کبر مقتاً عنداللہ باشد

بیوی کا شوہر کو نصیحت کرنا کہ اپنی بساط اور مقام سے بڑھ کر بات نہ کر کیونکہ (فرمایا گیا ہے) جو تم نہیں کرتے ہو وہ کہتے کیوں ہو اس لئے کہ یہ باتیں اگر چہ سچی ہیں لیکن تجھے توکل کا مقام حاصل نہیں ہے اور یہ بات کہنا مقام اور معاملہ سے بڑھ کر تیرے نقصان کا باعث ہے اور اللہ کے نزدیک بڑی موجب عذاب" (کا مصداق) ہوگی۔

ف: اس سے کوئی شخص یوں نہ سمجھے کہ عالم بے عمل کو دوسروں کو نصیحت کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ سمجھنا قواعد کلیہ شرعیہ و اجماع امت کے خلاف ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بعض کہنا ایسے طرز و عنوان سے ہوتا ہے کہ اس سے دعویٰ عمل کا مترشح ہوتا ہے پس وہ دعویٰ مذموم ہے اور اگر محض تبلیغ کے طور پر ہو تو وہ مذموم نہیں بلکہ مامور بہ ہے قال علیہ السلام فلیبلغ الشاھد الغائب وقال بلغوا عنی ولو آیۃ اھ من غیر تقلید بالصلاح فی المبلغ

زن بروزد بانگ کانے موس کیش	من فسون تو نخواہم خورد بیش
عورت اس پر چیخی کہ اے عزت کے شیدائی!	اب میں زیادہ تیرے فریب میں نہ آؤں گی
ترہات از دعوی و دعوت مگو	رو سخن از کبر و از نخوت مگو
دعوے اور دعوت کی بکواس نہ کر	جا تکبر اور غرور کی بات نہ کر
چند حرف طمطراق و کاروبار	کار و حال خود ببیں و شرم دار
دنیا داری اور کروفر کی باتیں کب تک؟	اپنا کام اور حال دیکھ اور شرم کر

www.besturdubooks.wordpress.com

نخوت و دعویٰ و کبر و ترہات	دور کن از دل کہ تا یابی نجات
تکبر اور دعویٰ اور غرور اور بکواس	دل سے نکال دے تاکہ تو نجات پائے
کبر زشت واز گدایاں زشت تر	روز سرد و برف انگہ جامہ تر
تکبر برا ہے اور مفلسوں سے اور زیادہ برا ہے	ٹھنڈا دن اور برف اور پھر کپڑے بھیگے ہوئے
چند آخر دعویٰ و باد بروت	اے ترا خانہ چو بیت العنکبوت
دعویٰ اور مونچھوں کا تاؤ کب تک؟	اے وہ کہ تیرا گھر مکڑی کے جالے کی طرح ہے
از قناعت کے تو جاں افروختی	از قناعتہا تو نام آموختی
تو نے قناعت سے کب روح روشن کی ہے؟	تو نے قناعتوں کا نام سیکھ لیا ہے
گفت پیغمبر قناعت چیست؟ گنج	گنج را تو وا نمیدانی زرنج
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا قناعت کیا ہے؟ خزانہ ہے	تو رنج اور گنج میں فرق نہیں سمجھتا ہے
ایں قناعت نیست جز گنج رواں	تو مزن لاف اے غم و رنج رواں
یہ قناعت تو گنج رواں ہی ہے	اے چلتے پھرتے رنج و غم تو ڈینگیں نہ مار

یعنی عورت یہ سن کر جھلا کر بولی کہ اے ناموس کیش (یعنی اے شخص کہ اس کا کیش اور طریقہ صرف ناموس و تصنع ہے حقیقت سے خالی) میں اس سے زیادہ تیرے افسوں میں نہ آؤں گی بیہودہ باتیں دعویٰ (قناعت) کی اور دوسروں کو (قناعت کی طرف) دعوت و تبلیغ کرنے کی مت بنا چل دور ہو کر کبر و نخوت کی باتیں مت کر کب تک ایسے کر و فر کے کلمات اور کاروبار رکھے گا۔ ذرا اپنا عمل اور حال دیکھ کر تو شرما یوں تو تکبر جو بھی کرے برا ہے لیکن اگر مفلس کرے تو اور زیادہ برا ہے (اس کی مثال کئی برائیوں کے جمع ہو جانے میں ایسی ہے کہ) مثلاً دن بھی سردی کا ہو اور برف بھی گر رہی ہو اور کپڑا بھی تر ہو (ظاہر ہے کہ کتنی خرابیاں جمع ہو گئی ہیں) کہاں تک دعوے بگھارے گا کتنے دم بھرے گا کتنے موچھوں پر تاؤں دے گا (سب کا حاصل یہ کہ کہاں تک شیخی جتلا دے گا۔ کہ میں ایسا قانع ہوں ایسا متمول ہوں) میاں کا حال تو یہ ہے کہ گھر (یعنی قلب) خانہ عنکبوت سے بھی بودا ہے (یعنی قلب میں قوت قناعت نہیں صرف زبانی جمع خرچ ہے) تو نے قناعت سے کون سے دن دل کو رونق دی ہو گی صرف اس کا نام یاد کر لیا ہے (قناعت تو وہ چیز ہے جس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قناعت کیا چیز ہے ایک خزانہ ہے اور تجھ کو تو ابھی گنج اور رنج ہی میں تمیز حاصل نہیں قناعت بلاشبہ خزانہ ناپایاں یا خالص ہے مگر تو کا ہے پر لاف زنی کر رہا ہے کہ تو محض جان کا رنج و غم ہے (یہ حدیث مجھ کو یاد نہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

تو مخوانم جفت وکمتر زن بغل	جفت انصافم نیم جفت دغل
تو مجھے بیوی نہ کہہ اور شوہر ہونے کا اظہار نہ کر	میں انصاف کی (بنیاد پر) بیوی ہوں نہ کہ مکاری کی بیوی
چوں قدم باشاہ و با بگ می زنی	چوں مگس را در ہوا رگ می زنی
تو بادشاہ اور سردار کے ساتھ کیوں ہمسری کرتا ہے؟	اڑتی مکھی کے کیوں نشتر مارتا ہے؟
باسگاں زیں استخواں در چالشی	چوں نے اشکم تہی در نالشی
تو ہڈی پر کتوں سے چھینا جھپٹی کرتا ہے	تو خالی پیٹ بانسری کی طرح آہ و فریاد کرتا ہے
سوئے من منگر بخواری سست سست	تا نگویم آنچہ در رگ ہائے تست
میری جانب حقارت اور ذلت کی نگاہ سے نہ دیکھ	تاکہ تیری رگ رگ کا حال نہ کہہ ڈالوں
عقل خود را از من افزوں دیدہٗ	تو من کم عقل راچوں دیدہٗ
تو نے اپنی عقل کو میری عقل سے بڑا سمجھا ہے	تو نے مجھ کم عقل کو کیوں پسند کیا ہے؟
ہمچو گرگ زشت اندر ما مجہ	اے زننگ عقل تو بے عقل بہ
بدمزاج بھیڑیے کی طرح مجھ پر نہ جھپٹ	تیری قابل شرم عقل سے بے عقل ہونا اچھا ہے
چونکہ عقل تو عقیلہ مردم ست	آں نہ عقل ست بلکہ مار و کژدم ست
چونکہ تیری عقل انسانوں کے لئے پھندا ہے	یہ عقل نہیں ہے بلکہ سانپ اور بچھو ہے
خصم ظلم و مکر تو اللہ باد	دست عقل تو زما کوتاہ باد
تیرے ظلم اور مکر کو اللہ سمجھے	(خدا کرے) تیری عقل کی دست درازی ہم پر نہ ہو

(بغل زدن کنایہ از اظہار جفتی چنانکہ کبوتران جفت باہم گرشاد شوند و بغل بہ بغل در پرواز آیند۔ بگ سردار، چالش رفتار و پیکار عقیلہ پاے بند شتر۔ یہ تتمہ ہے کلام عورت کا) یعنی خبر دار مجھ کو اپنی جفت مت کہنا اور زوجیت کا اظہار مت کرنا میں تو انصاف کی جفت ہوں نہ کہ دغل اور بے انصافی کی (جس کو تو نے اختیار کر رکھا ہے) تو دعوے استغناء کا کر کے امراء اور سرداروں کے ساتھ برابری کیوں کرتا ہے جبکہ تیری یہ حالت ہے کہ ہوا میں مکھی کی رگ مارتا ہے (اس کی تفسیر پہلے آ چکی ہے) کتوں کے ساتھ تو ہڈی پر لڑتا پھرتا ہے اور خالی البطن کی طرح نالہ کرتا ہے یعنے یہ تو حالت حرص کی پھر اس پر یہ طویل و عریض دعویٰ) تو مجھ کو نظر حقارت سے مت دیکھنا کبھی تیرے سارے رگ پٹھے کھول کر رکھ دوں تو اپنی عقل کو مجھ سے زیادہ سمجھ رہا ہے۔ نہیں معلوم مجھ ناقص العقل کو کیا سمجھ رکھا ہے (یعنی میں تجھ سے کم عقل نہیں ہوں) برے بھیڑیے کی طرح ہمارے اوپر حملہ مت کر تیری عقل سے تو یہ واقع میں ننگ عقل ہے بے عقل ہی بھلا

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ جب تیری عقل آدمیوں کو پھنساتی پھرتی ہے (کہ دعویٰ زہد و قناعت سن کر گرفتار فریب ہو جاتے ہیں) تو ایسی عقل در حقیقت عقل نہیں ہے بلکہ وہ مار و کژدم ہے (جن سے مخلوق کو ضرر پہنچتا ہے اسی طرح تیری عقل سے ضرر روحانی پہنچتا ہے) پس تیرے ظلم و مکر کا تو اللہ ہی جواب دے اور ہم سے تو خدا کرے تیرا دست مکر الگ ہی رہے۔

ہم تو ماری، ہم فسوں گر اے عجب	مار گیرو ماری اے ننگ عرب
ہائے تعجب! تو سانپ بھی ہے اور منتر پڑھنے والا بھی	اے عرب کے لئے باعث ذلت تو سانپ بھی ہے اور سپیرا بھی
زاغ اگر زشتی خود بشناختے	ہمچو برف از رنج و غم بگداختے
کوا اگر اپنی بدصورتی کو پہچان لیتا	رنج اور غم سے برف کی طرح پگھل جاتا
مرد افسوں گر بخواند چوں عدو	او فسوں بر مار و مار افسوں برو
منتر پڑھنے والا دشمن کی طرح پڑھتا ہے	وہ سانپ پر منتر اور سانپ اس پر منتر (پڑھتا ہے)
گر نبودے دام او افسون مار	کے فسون مار را گشتے شکار
اگر سانپ کا منتر اس کے لئے جال نہ ہوتا	تو وہ سانپ کے منتر کا شکار کب بنتا؟
مرد افسوں گر ز حرص کسب و کار	در نیابد آں زماں افسون مار
منتر پڑھنے والا، کمائی اور کام کی حرص کی وجہ سے	اس وقت سانپ کے منتر کو محسوس نہیں کرتا ہے
مار گویدا اے فسوں گر ہین و ہیں	آن خود دیدی فسون من ببیں
سانپ کہتا ہے اے سپیرے! خوب دیکھ لے	تو نے اپنا منتر دیکھا، میرا منتر (بھی) دیکھ لے
تو بنام حق فریبی مر مرا	تا کنی رسوائے شور و شر مرا
تو اللہ کے نام کے ذریعہ مجھے پھانستا ہے	تاکہ تو مجھے شور و شر سے رسوا کرے
نام حقم بست نے آں رائے تو	نام حق را دام کردی وائے تو
مجھے اللہ کے نام نے باندھا نہ کہ تیری رائے نے	تو نے اللہ کے نام کو جال بنایا! تجھ پر افسوس ہے
نام حق بستاند از تو داد من	من بنام حق سپردم جان و تن
اللہ (تعالیٰ) کا نام تجھ سے مجھے انصاف دلائے گا	میں نے اللہ کے نام پر جان اور جسم کو سپرد کر دیا ہے
تا بزخم من رگ جانت برد	یا ترا چوں من بزندانے برد
تاکہ وہ میرے زخم کے بدلے تیری جان کی رگ کاٹ دے	یا تجھے میری طرح قید خانہ میں ڈال دے

www.besturdubooks.wordpress.com

زن ازیں گونہ خشن گفتار ہا	خواند بر شوئے خود آں طومار ہا
عورت اس قسم کی سخت باتیں	دفتر در دفتر شوہر کو سناتی رہی

یعنی اے شوہر تو سانپ بھی ہے (میرے حق میں کہ مجھ کو ایذا و طعن دیتا ہے) اور افسونگر بھی ہے (لوگوں کے حق میں کہ زہد کو قناعت کا دعویٰ کر کے ان کو فریب دیتا ہے) یہ نہایت عجیب بات ہے (کیونکہ یہ دونوں صفتیں عادۃً مجتمع نہیں ہوتیں) خلاصہ یہ ہوا کہ اے ننگ عرب تو مار بھی ہے اور مار گیر بھی ہے (مگر تجھ کو اپنے عیوب کی اطلاع نہیں ورنہ سب دعوے رہ جاتے جس طرح) زاغ کو اگر اپنا زشت (روزشت خو) ہونا معلوم ہو جاتا تو برف کی طرح درد و غم سے گھل جاتا (اور یہ نازش و خرامش بھول جاتا آگے مولانا بمناسبت ذکر افسونگر کے ایک مفید مضمون کا بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا میں جو شخص کسی کے ساتھ حیلہ گری اور ضرر رسانی کرتا ہے وہ خود بھی حیلہ و ضرر میں مبتلا ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ (اگر کوئی شخص سانپ پر دشمن دار افسون پڑھتا ہے (تا کہ اس حیلہ سے اس کو گرفتار کر لے جس میں اس کا ضرر ہے) تو واقع میں وہ سانپ پر افسون پڑھتا ہے اور سانپ اس پر افسون پڑھتا ہے (اس کا افسون پڑھنا سانپ پر تو ظاہر و مشاہد ہے رہا سانپ کا افسون پڑھنا اس پر اس کا بیان یہ ہے کہ) اگر افسون مار اس مار گیر کے حق میں دام نہ ہو جاتا تو یہ مار گیر افسون مار کے شکار کیسے بن جاتا (یعنی یہ مار گیر جو اس کو پکڑنے آیا ہے تو سانپ میں کوئی وصف مطلوب ایسا ضرور ہے جو اس کے آنے کا باعث ہے مثلاً اس کا خوشرنگ ہونا یا اس کا ذریعہ معاش ہونا وغیرہ وغیرہ پس یہ وصف گویا اس کا جاذب ہے اور اس کے لئے بمنزلہ دام کے ہے اور یہی مراد ہے افسون مار سے تشبیہاً سو مار گیر کا افسون حسی ہے اور مار کا افسون معنوی تو اس مثال میں دیکھ لو مار گیر اس پر حیلہ کرنے چلا تھا لیکن اس کے حیلہ معنویہ میں اول خود گرفتار ہو گیا لیکن باوجود اس گرفتاری معنوی کے) وہ افسون گر بوجہ حرص کسب و کار کے اس وقت اس افسون مار کا ادراک نہیں کرتا (یعنی غلبہ حرص میں اس مضمون کی طرف التفات نہیں کرتا کہ میں بھی اس دام معنوی میں مقید ہو چکا ہوں) سانپ (بزبان حال) کہتا ہے کہ اے افسونگر ذرا خبردار اور ہوشیار رہنا اپنا افسون تو دیکھ چکا ہے اب میرا افسون دیکھیو (یہ دوسرا افسون ہے کہ ان اوصاف مطلوبہ کا مشاہدہ کر کے اس میں مشغول ہو جاوے گا اور افسوں اول صرف ان اوصاف کا تصور تھا) تو حق تعالیٰ کے نام سے مجھ کو فریب دیتا ہے (جس کو افسون میں پڑھ کر مجھ کو گرفتار کر لیا ہے) تا کہ مجھ کو شور و شر سے رسوائے خلق کرے (جیسا سانپ کے تماشے میں شور و شر ہوتا ہے) مجھ کو واقع میں نام حق نے مقید (و بے قابو) کر دیا ہے نہ کہ صرف تیری رائے اور ہوس نے تو نے نام حق کو (تحصیل دنیا کے لئے جو میری گرفتاری سے مقصود ہے) دام بنا لیا ہے افسوس تیرے حال پر سو وہی نام حق تجھ سے میرا انصاف دلوائے گا میں نے تو اپنا جان و تن اسی کے سپرد کر دیا ہے خواہ میرے ہی نیش سے تیری رگ جان قطع ہو جاوے (یعنی میں تجھ کو ڈس لوں) یا تجھ کو بھی میری طرح کسی مجلس میں مقید کر دے (اور یہ مصداق ہے ضرر کا جو بمقابلہ ضرر رسانی مار کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور نام حق کا افسون میں ہونا اور سلسلہ تکوین میں اس فعل پر انتقام کا مرتب ہونا باعتبار بعض اوقات و حالات کے ہے پس تکلف اس کا محل مقصود نہیں اصل مطلب یہ ہے کہ کچھ جزا حیلہ و ضرر کی ملتی ہے سو حیلہ مذکورہ کا ضرر ہونا بھی ظاہر ہے کہ طلب دنیا اس المضار ہے) غرض عورت نے ایسی ایسی درشت باتیں طومار کے طومار شوہر کو سنا ڈالیں۔

نصیحت کردن مرد زن را کہ در فقیراں بخواری منگر و در کار حق بگمان کمال نگر و طعنہ مزن در فقر و فقیراں از بے نوائی خویشتن

مرد کا عورت کو نصیحت کرنا کہ فقیروں کو ذلت سے نہ دیکھ اور اللہ کے معاملہ میں کمال کے گمان سے نظر کر اور اپنے افلاس کی وجہ سے فقر اور فقیروں پر طعنہ زنی نہ کر

مرد چوں ایں طعنہ ہا از زن شفت	مستمع شد بعد ازیں بیں تا چہ گفت
مرد نے جب یہ طعنے عورت کے سنے	سنتا رہا، اس کے بعد دیکھ کر کیا کہا؟
گفت اے زن تو زنی یا بوالحزن	فقر فخر آمد مرا طعنہ مزن
بولا اے بیوی! تو عورت ہے یا بجسم غم	مجھے طعنہ نہ دے فقر (باعث) فخر ہے
مال و زر سر را بود ہمچوں کلاہ	کل بود آں کز کلہ سازد پناہ
مال و زر ایسے ہیں جیسے سر کی ٹوپی	جو شخص ٹوپی کی پناہ پکڑتا ہے، گنجا ہوتا ہے
آنکہ زلف و جعد رعنا باشدش	چوں کلاہش رفت خوشتر آیدش
جس کی زلف حسین اور گھونگریالے بال ہوں	جب اس کی ٹوپی نہ ہو تو اور زیادہ حسین ہوتا ہے
مرد حق باشد بمانند بصر	پس برہنہ بہ کہ پوشیدہ بصر
مرد خدا بینائی کی طرح ہے	پس بینائی کھلی اچھی ہے یا ڈھکی ہوئی؟
وقت عرضہ کردن آں بردہ فروش	برکند از بندہ جامہ عیب پوش
غلام فروش دکھاتے وقت	غلام کے عیب چھپانے والے کپڑے اتار دیتا ہے
ور بود عیبے برہنہ اش کے کند	بل بجامہ خدعۂ باوے کند
اگر کوئی عیب ہو، اس کو ننگا کب کرے گا؟	بلکہ کپڑوں کے ذریعہ اس کو دھوکا دے گا
گویدایں شرمندہ است از نیک و بد	از برہنہ کردن او از تو رمد
کہے گا، یہ اچھے برے سے شرماتا ہے	ننگا کرنے سے تیرے پاس سے بھاگ جائے گا

خواجہ در عیب ست غرقہ تا بگوش	خواجہ را مال ست و مالش عیب پوش
آقا کانوں تک عیب میں ڈوبا ہوا ہے	(لیکن) آقا کے پاس مال ہے اور اس کا مال عیب کو چھپانے والا ہے
کز طمع عیبش نہ بیند طامعے	گشت دلہا را طمعہا جامعے
لالچی لالچ کی وجہ سے اس کے عیب نہیں دیکھتا ہے	لالچ دلوں کو جوڑنے والا بن گیا ہے
ور گدا گوید سخن چوں زرکاں	رہ نیابد کالۂ او در دکاں
اگر فقیر کان کے سونے کی سی بات کہے	اس کا سامان دکان میں راہ یاب نہیں ہوتا ہے

یعنی مرد نے جواب دیا کہ اری عورت تو عورت ہے یا کوئی بلا ہے (جو سبب ہے غم واندوہ کا) فقر تو فخر ہے مجھ کو طعنہ مت دے۔ (اشارہ ہے طرف حدیث مشہور الفقر فخری کے مجھ کو حدیث ہونا تو یاد نہیں لیکن فقر کی فضیلت میں بہت حدیثیں وارد ہیں اور جاننا چاہیے کہ بعض احادیث میں مذمت بھی آئی ہے سو تحقیق یہ ہے کہ ایک فقر تو وہ ہے جو غنائے قلب کے ساتھ ہو وہ تو محمود ہے اور ایک وہ ہے جو حرص و بے صبری کے ساتھ ہو وہ مذموم۔ پس فقر اللہ اچھا اور فقر القلب برا اس مال و زر کی ایسی مثال ہے جیسے سر کے لئے ٹوپی (کہ سر کے عیوب کو ڈھانک لیتی ہے اسی طرح مال دولت مند کے عیوب کو ڈھانک لیتا ہے جیسا مشاہدہ ہے کہ امیر آدمی سے منافع کی امید میں اس کے عیوب سے چشم پوشی کی جاتی ہے) پس وہ شخص غالباً گنجا ہوگا جو ہر وقت ٹوپی مرضی رکھے اور جس شخص کے زلف اور گھنگھریالے بال ہوں اگر اس کی ٹوپی جاتی رہے تو وہ زیادہ خوش ہوگا (کہ اس حالت میں حسن و جمال زیادہ ظاہر ہوتا ہے اسی طرح اہل کمال کو مال کے پاس نہ ہونے سے کچھ غم نہیں ہوتا (دوسری مثال سنو) مرد حق کی مثال بصر کی سی ہے اب خود سمجھ لو کہ آنکھ کھلی ہوئی اچھی معلوم ہوتی ہے یا بند ہوئی ہوئی (تیسری مثال لو) جب بردہ فروش غلاموں کو بیع کے لئے پیش کرتا ہے تو (عادت ہے کہ) غلام کے کپڑے نکال دیتا ہے کیونکہ کپڑا عیب ڈھکنے والا ہوتا ہے (تو مشتری کو احتمال ہوتا ہے کہ شاید اس کے بدن پر کوئی عیب ہوگا) اور اگر بیچ بیچ اس میں کسی قسم کا عیب ہوتا ہے تو اس کو برہنہ نہیں کرتا بلکہ کپڑے پہنا کر مشتری کو یہ کہہ کر دھوکا دیتا ہے کہ اس کو ہر نیک و بد سے شرم بہت ہے برہنہ کرنے سے چھپ کر ابھی بھاگ جاوے گا (اور تم دیکھ نہ سکو گے پھر خریدو گے کس طرح) اسی طرح سے (جیسا ان مثالوں میں مذکور ہوا) میاں مالدار صاحب کانوں تک (یعنی سراپا) عیوب میں غرق ہوئے پڑے ہیں مگر سرکار پاس مال ہے وہ مال عیب پوش ہو رہا ہے کیونکہ طمع کی وجہ سے کسی طماع کو اس کا عیب نظر نہیں آتا اور طمع ایسی چیز ہے کہ اس نے اکثر قلوب کو گھیر رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی غریب آدمی ایسی پاکیزہ بات بھی کہے جیسے معدن کا خالص سونا مگر اس کا مایہ (سخن) کان (گوش و ذہن) میں دخل نہیں پاتا۔

کار درویشی ورائے فہم تست	سوئے درویشاں تو منگر سست
درویشی کا معاملہ تیری سمجھ سے اونچا ہے	تو ذلت سے درویشوں کو نہ دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ درویشی ورائے کارہاست	دمبدم از حق مرایشاں را عطاست
کیونکہ درویشی دنیوی کاموں سے جداگانہ چیز ہے	ان (درویشوں) کے لئے اللہ کی طرف سے ہر وقت بخشش ہے
بلکہ درویشاں ورائے ملک و مال	روزی دارند ژرف از ذوالجلال
بلکہ درویش ملک اور مال کے علاوہ	اللہ سے ایک بھاری روزی پاتے ہیں
حق تعالیٰ عادل ست و عادلاں	کے کنند استمگری بر بے دلاں
اللہ تعالیٰ عادل ہے اور عادل	کمزوروں پر کب ظلم کرتے ہیں؟
آں یکے را نعمت و کالا دہند	ویں دگر را بر سر آتش نہند
ایک کو نعمت اور سامان دیں	دوسرے کو آگ پر رکھیں
آتشش سوزد کہ دارد ایں گماں	برخدائے خالق ہر دو جہاں
اس کو آگ جلائے جو یہ گماں کرے	دونوں جہان کے خالق کے بارے میں
"فقر فخری" از گزاف ست و مجاز	صد ہزاراں عز پنہان ست و ناز
"فقر میرا فخر ہے" نہ گپ ہے نہ مجاز	لاکھوں عزتیں اور ناز پوشیدہ ہیں

(اوپر فقر کے فضائل میں تمثیلیں بیان کی گئی ہیں اب بطور حاصل کے کہتے ہیں کہ) درویشی کا کام تیری فہم سے خارج ہے (اور تو اس کے فضائل و اسرار کے سمجھنے سے قاصر ہے) سو درویشی کو سست نظر سے مت دیکھ اس لئے کہ درویشی کا قصہ سب قصوں سے نرالا ہے ہر دم ان لوگوں کو حق تعالیٰ سے عطائیں پہنچتی ہیں اس لئے یہ درویش لوگ اس ظاہری ملک و مال کے سوا غذائے عظیم و کثیر حق ذوالجلال کی طرف سے پار ہے ہیں (غذا سے مراد غذائے روحانی ہے اور وہ عطا یہی ہے اور یہ تجربہ ہے اہل طریق کا کہ قلت طعام یا فاقہ کو تصفیہ باطن و تنویر قلب میں بڑا دخل ہے اور یوں کوئی اس کو ذریعہ ہی نہ بنادے وہ اور بات ہے) حق تعالیٰ بڑے عادل ہیں اور عادل لوگ بیدلوں یعنی عاجزوں پر ستمگاری کو کب روا رکھتے ہیں کہ ایک کو تو سب طرح کی نعمتیں اور ہر طرح کا سامان عطا فرمادیں اور دوسرے کو آگ کے اوپر بٹھلادیں (یہ دلیل ہے فضیلت فقر کی یعنی اگر فقر مطلقاً نعمت نہ ہو اور اس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو تو نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی طرف ظاہراً نسبت جور کی لازم آتی ہے کہ امراء کو تو ایسے ایسے عیش دیئے اور فقراء ہر طرح خسارہ میں رہے اور لازم محال ہے پس ملزوم یعنی فقر کا مطلقاً منافع سے خالی ہونا بھی منتفی و باطل ہے چنانچہ اوپر ایک بڑی منفعت کا بیان ہو چکا ہے کہ یہ معین ہوتا ہے تنویر باطن میں اور آخرت میں جو درجات اس پر ملیں گے وہ علاوہ) خدا کرے اس کو دوزخ نصیب ہو جو کہ خدائے خالق دو جہاں پر یہ گمان (جور

www.besturdubooks.wordpress.com

کا) رکھے اور یہ جو آیا ہے الفقر فخری یہ کوئی فضول اور بے معنی بات نہیں (کہ اخبار شریعہ میں اس کا احتمال ہے نہیں اور نہ اس میں کوئی مجاز ومبالغہ ہے (کہ بلا دلیل اس کا بھی غلط ہے) بلکہ اس فقر میں لاکھوں عزت اور ناز پنہاں ہیں (کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ومحبوب ہوتا ہے گو خلائق کو اطلاع نہ ہو)

از غضب بر من لقبہا راندہٗ	مار خوبی و مار گیرم خواندہٗ
تونے غصہ سے میرے بہت نام دھرے	تونے مجھے سانپ جیسی خصلت والا اور سپیرا بتایا
گر بگیرم مار و دندانش کنم	تاکش از سر کوفتن ایمن کنم
اگر میں سانپ پکڑتا ہوں اور اس کے دانت اکھاڑ دیتا ہوں	تو اس لئے کہ اس کو سر کچلنے سے محفوظ کر دوں
زانکہ آں دانداں عدوئے جان اوست	من عدو را می کنم زیں علم دوست
چونکہ دانت اس کی جان کے دشمن ہیں	میں دشمن کو اس علم کے ذریعہ درست بناتا ہوں
از طمع ہرگز نخوانم من فسوں	ایں طمع را کردہ ام من سرنگوں
میں لالچ کی وجہ سے منتر نہیں پڑھتا ہوں	میں نے تو لالچ کو اوندھے منہ کر دیا ہے
حاش للہ طمع من از خلق نیست	از قناعت در دل من عالمے ست
خدا کی قسم مجھے لوگوں سے لالچ نہیں ہے	میرے دل میں قناعت کا ایک جہان ہے
از سر امرود بن بینی چناں	زاں فرود آ تا نماند آں گماں
تو امرود کے درخت سے ایسا دیکھتی ہے	اس سے اتر آ تاکہ وہ گمان نہ رہے
چونکہ بر گردی و سرگشتہ شوی	خانہ را گردندہ بینی و آں توئی
جب تو گھومے اور سر چکرانے لگے	تو گھر کو گھومتا دیکھے گا حالانکہ گھومنے والا تو ہی ہے

(یہ مقولہ ہے اعرابی کا عورت سے کہتا ہے کہ) تونے غصہ میں مجھ کو طرح طرح کے لقب دے ڈالے کہیں مارخو کہہ رہی ہے کہیں مارگیر نام رکھ رہی ہے (جیسا کہ اس کے کلام میں اوپر آیا ہے مارگیر و ماری الخ سو مار ہونے کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ میں نے تجھ کو ایذا کی کوئی بات نہیں کہی بلکہ تیری بات کا جواب دے رہا ہوں رہا مارگیر بمعنے فریبندہ خلق بدعوی قناعت وتوکل ہونا سو اول تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ مقصود میرا اس کلام سے کسی کو اپنا معتقد بنانا نہیں ہے محض تیرا جواب دینا ہے اور علی سبیل التسلیم اگر اس کو فرض ہی کر لیا جاوے تو جواب یہ ہے کہ اگر میں سانپ پکڑ کر اس کے دانت توڑ ڈالوں تاکہ اس کو سرکوبی سے بے خوف کر دوں کیونکہ اس کے دندان ہی اس کے دشمن جاں ہیں (کہ اس کے خوف سے لوگ اس کو مار ڈالتے ہیں وہ نہ ہوں تو اچھا خاصہ کھیل ہے) سو میں اس علم افسونگری

www.besturdubooks.wordpress.com

سے دشمن کو (یعنی خودسانپ کو) دوست ومحبوب (لوگوں کا) بناتا ہوں (خلاصہ یہ ہوا کہ اسی طرح اگر عوام کو معتقد ہی بناتا ہو اس غرض سے کہ جب وہ معتقد ہوجاویں تو ان کو تعلیم وارشاد کر کے ان کے صفات ذمیمہ کا جو مایہ عداوت خلق وہلاک ابدی ہے ازالہ کردوں اور ان کو عندالخلق وعندالخالق محبوب بنادوں تو ایسے معتقد بنانے میں بھی کچھ مضائقہ نہیں اس میں اشارہ ہوا ایک مسئلہ کی طرف کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید یعنی کامل اپنے کمالات کا اظہار بھی غرض محمود سے کرتا ہے کہ لوگوں کو نفع ہو اور مرید اپنے نفع میں ساعی ہے اور ظاہر ہے کہ نفع متعدی افضل ہی نفع لازم سے) غرض میں طمع (اور کسی اپنی نفسانی غرض) سے یہ افسون نہیں پڑھ رہا ہوں کیونکہ طمع کو تو میں سرنگوں کر چکا ہوں (یعنے ریاضت سے اس کا ازالہ کر دیا ہے اور اگر اس کو بھی طمع کہا جاوے تو) حاشا وکلا کہ یہ طمع خلق سے نہیں ہے (کہ مال وجاہ حاصل ہو) کیونکہ قناعت کا میرے قلب میں ایک عالم آباد ہے (بلکہ وہ طمع خالق سے ہے اجر وثواب کی جیسا حضرات انبیاء علیہم السلام کا ارشاد تھا ان اجری الا علی اللہ مگر تجھ کو بدگمانی سے میرا ہنر بھی عیب نظر آرہا ہے جیسا مثل مشہور ہے کہ درخت امرود پر سے نیچے کا حال غلط نظر آتا تھا پس) تو بھی درخت امرود پر سے (کہ وہ بدگمانی ہے) ایسا ہی غلط دیکھ رہی ہے اس سے اتر کر (یعنی بدگمانی ترک کر کے) دیکھ تا کہ وہ گمان غلط نہ رہے (یہ قصہ مشہور ہے کہ کسی بدکار عورت نے شوہر کو درخت پر چڑھا دیا اور خود مشغول فجور ہوئی اس نے للکارا کہنے لگی اس کی خاصیت ہے چنانچہ خود بھی چڑھ کر جھوٹ موٹ چلانا شروع کیا کہ تجھ سے کوئی مرد بدکاری کر رہا ہے مرد کو اطمینان ہو گیا کہ واقعی درخت ہی کی خاصیت ہے) دوسری مثال غلط بینی کی یہ ہے کہ اگر تمہارا سر گھومنے لگے تو سارا گھر گھومتا ہوا نظر آتا ہے حالانکہ گھومنے والے تم ہی خود ہو۔

دربیان آنکہ جنبیدن ہر کسے از انجاست کہ ویست ہر کسے را از چنبرہ وجود خود بیند تابہ کبود آفتاب را کبود نماید وسرخ سرخ نماید چوں تابہا از رنگ بیروں آید وسفید شود از ہمہ تابہائے دیگر راست گو تر باشد

اس بیان میں کہ ہر چیز کا حرکت کرتے نظر آنا اس لئے ہے کہ وہ ہر چیز کو اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے یہاں تک کہ نیلے رنگ کے ذریعہ سورج کو نیلا اور سرخ کے ذریعہ سرخ دکھاتا ہے جب چمک رنگ سے صاف ہو جاتی ہے اور سفید ہو جاتی ہے تو تمام دوسری روشنیوں سے زیادہ صحیح دکھانے والی ہوتی ہے۔

یہ مضمون مربوط ہے شعر بالا سے ؎ چونکہ بگردی وسرگشتہ شوی الخ

اور یہ مضمون مرادف ہے المرء یقیس علی نفسہ کا اور مثال میں اس مضمون کی تحقیق صحیح فرمادی گئی ہے کہ یہ اس وقت ہے جب اپنے اندر خود صفات ذمیمہ موجود ہوں۔ ایسا شخص اگر کسی میں اپنے افعال دیکھے گا تو اپنے ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

جیسے اسباب کا احتمال کرے گا اس لئے اس کا قیاس معتبر نہ ہوگا اور جب تصفیہ کر کے مثل آئینہ سفید کے صاف ہو جاوے پھر اس کا قیاس صحیح ہوگا اور یقیس علی نفسہ اس صورت میں نہ ہوگا۔

دید احمدؐ را ابوجہل و بگفت	زشت نقشی کز بنی ہاشم شگفت
ابوجہل نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا اور کہا	یہ بدصورت ہے جو بنی ہاشم میں پیدا ہوا ہے
گفت احمدؐ مر و را کہ راستی	راست گفتی گرچہ کار افزاستی
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تو سچا ہے	تونے سچ کہا ہے اگرچہ بیہودہ گو ہے
دید صدیقش بگفت اے آفتاب	اے زشرقی نے زغربی خوش بتاب
حضرت صدیق (رضی اللہ عنہ) نے ان کو دیکھا تو کہا اے آفتاب!	اے وہ کہ جو نہ مشرقی ہے نہ مغربی خوب روشن ہو
گفت احمدؐ راست گفتی اے عزیز	اے رہیدہ توز دنیائے نچیز
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا اے عزیز! تونے سچ کہا	اے وہ کہ جو ناچیز دنیا سے آزاد ہے
حاضراں گفتند کاے صدر الورا	راست گو گفتی تو دو ضد گو راچرا
حاضرین نے کہا کہ اے سرور عالم!	آپ نے دو متضاد باتیں کہنے والوں کو سچا کیوں کہا!
گفت من آئینہ ام مصقول دست	ترک و ہندو در من آں بیند کہ ہست
فرمایا میں ہاتھ کا مجھا ہوا آئینہ ہوں	ترک اور ہندوستانی مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو وہ خود ہے
ہر کرا آئینہ باشد پیش رو	زشت و خوب خویش را بیند درو
جس کے منہ کے سامنے آئینہ ہو	اپنے اچھے اور برے کو اس میں دیکھے گا

یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوجہل نے دیکھ کر جھک مارا کہ آپ (نعوذ باللہ) ایک نقش زشت ہیں کہ بنی ہاشم سے اس کا ظہور ہوا۔ حضور نے اس کو جواب دیا کہ تو سچا ہے اور سچ کہتا ہے اگرچہ فی نفسہ بیہودہ گو ہے اور حضرت صدیق نے جو دیکھا تو کہنے لگے کہ آپ تو آفتاب (معنوی) ہیں جو نہ شرقی ہے نہ غربی (کیونکہ نور روح جہات سے منزہ ہوتا ہے) خدا کرے آپ خوب روشن رہیں آپ نے ان کو بھی یہی فرمایا کہ اے عزیز جو دنیائے ناچیز سے آزاد ہوگئے ہو تو تم سچ کہتے ہو۔ حاضرین مجلس نے (تعجب سے) عرض کیا کہ اے سردار عالم آپ نے دو متضاد باتیں کہنے والوں کو راست گو کیسے فرمادیا ارشاد ہوا کہ میری مثال تو آئینہ کی سی ہے کہ دست قدرت نے صیقل کیا ہے پس ترک ہو ہندی ہو کوئی ہو میرے اندر وہ وصف دیکھے گا جو اس میں موجود ہے جیسا کسی کے سامنے آئینہ رکھا ہو اور وہ زشت و خوب کو اس میں دیکھ لیتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خوبی مرئی میں ہوتی ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس خوبی پر نظر پڑنے کی علت رائی کی خوبی ہوتی ہے) فائدہ میری نظر سے یہ روایت نہیں گزری۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے زن ار طماع می بینی مرا	زین تحری زنانہ بر تر آ
اے بیوی! اگر تو مجھے لالچی سمجھتی ہے	تو اس زنانہ اٹکل سے باہر نکل
آں طمع را ماند و رحمت بود	کو طمع آنجا کہ آں نعمت بود
وہ (فقر) لالچ کے مشابہ ہے اور رحمت ہوتا ہے	جہاں یہ نعمت ہو وہاں لالچ کہاں؟
امتحاں کن فقر را روزے دو تو	تا بفقر اندر غنا بینی دو تو
تو دو دن فقر کو آزما لے	تاکہ فقر کے ذریعہ تجھے دوگنی غنا نظر آئے
صبر کن با فقر و بگزار ایں ملال	زانکہ در فقر ست عز ذوالجلال
فقر پر صبر کر لے اور اس رنج کو ترک کر دے	کیونکہ فقر میں خداداد عزت ہے
سر کہ مفروش و ہزاراں جاں ببیں	از قناعت غرق بحر انگبیں
ترش روئی نہ کر اور دیکھ ہزاروں جانیں	قناعت کی وجہ سے شہد کے سمندر میں ڈوبی ہوئی ہیں
صد ہزاراں جان تلخی کش نگر	ہمچو گل آغشتہ اندر گل شکر
تلخی برداشت کرنے والی لاکھوں جانوں کو دیکھ	گلقند میں پھولوں کی طرح لت پت ہیں

وہ مرد عورت سے خطاب کرتا ہے کہ عورت تو اگر مجھ کو طماع سمجھتی ہے (جیسا مار گیر کہنے سے مستفاد ہوتا ہے) تو اس قیاس زنانہ کو ترک کر دے (کہ سبب اس کا نقصان عقل ہے جو خواص زنان سے ہے) البتہ طمع کے مشابہ ضرور ہے مگر واقع میں وہ رحمت ہے (جیسا گر بگیرم مار و دندانش کنم۔ کی شرح میں گزر چکا ہے) اور بھلا جہاں اتنی (باطنی) نعمتیں (قلب میں) ہوں وہاں (حقیقی) طمع کی کہاں گنجائش ہے تو دو روز تو فقر (کے منافع) کا امتحان کر کے دیکھ لے تاکہ فقر کے اندر اضعاف مضاعفہ غنا نظر آوے (کہ وہ غنائے قلب ہے اور گو فقر میں مدت سے ہے مگر اس کے منافع کی طرف التفات۔ ں کیا اس لئے امتحان نہیں ہوا) فقر میں صبر کر اور اس سے اکتا مت کیونکہ فقر میں حضرت ذوالجلال کے نزدیک عزت ہوتی ہے فقر سے ترش روئی مت کر اور ہزاروں جانوں کو قناعت کی بدولت دریائے انگبین (لذت و حلاوت باطنی) میں غرق دیکھ لے (مراد اس سے عارفین و محبین کی جان ہے) لاکھوں جانوں کو دیکھ لو جو تلخی (فقر و بلا و مجاہدہ) کو جھیل رہے ہیں کہ گل کی طرح گلقند (مقصود) میں لت ہو گئے ہیں۔

اے دریغا مر ترا گنجا بدے	تا ز جانم شرح دل پیدا شدے
ہائے افسوس! تجھ میں اگر گنجائش ہوتی	تو میری جان سے دل کی شرح ظاہر ہوتی
ایں سخن شیر ست در پستان جاں	بے کشندہ خوش نمیگرد درواں
یہ باتیں جان کے پستان میں دودھ ہیں	چوسنے والے کے بغیر اچھی طرح جاری نہیں ہوتی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

مستمع چوں تشنہ و جوئندہ شد	واعظ ار مردہ بود گویندہ شد
سننے والا جب پیاسا اور طلبگار ہو	وعظ کہنے والا اگر مردہ (بھی) ہو تو بولنے لگتا ہے
مستمع چوں تازہ آید بے ملال	صد زباں گردد بگفتن گنگ ولال
سننے والا جب تازہ دم اور بے تکان ہو	سیکڑوں گونگی زبانیں بولنے لگتی ہیں
چونکہ نامحرم درآید از درم	پردہ در پنہاں شوند اہل حرم
جب دروازے سے کوئی نامحرم آتا ہے	مستورات پردے میں چھپ جاتی ہیں
ور درآید محرمے دور از گزند	برکشایند آں ستیراں روئے بند
اور اگر کوئی محرم آتا ہے' خدا اسکو سلامت رکھے	تو مستورات نقاب اٹھا دیتی ہیں

(یہ مضمون بھی زبانی اعرابی کے ہے) یعنی کاش تجھ کو فہم کی گنجائش ہوتی اس وقت میری جان سے (اسرار قلب کی شرح ظاہر ہوتی (یعنی تجھ کو اگر مخاطب صحیح پاتا تو برکات فقر کے پورے بیان کرتا) کلام کی مثال دودھ کی سی ہے جو کہ پستان جان میں بھرا ہے سو بلا جاذب کے اچھی طرح رواں نہیں ہوتا (جس طرح دودھ بدوں طلب بچہ کے جوش سے نہیں اترتا) اگر سننے والا تشنہ اور طالب ہوتا ہے تو واعظ اگر (فرضاً) مردہ بھی ہو تو زندہ ہو جاتا ہے یعنی جب سننے والا تازہ اور بے ملال ہو تو تکلم کیسا ہی گنگ اور بے زبان کیوں نہ ہو (جو مراد ہے مردہ سے) وہ صد زبان ہو جاتا ہے (اور یہی مراد ہے زندہ سے) مثلاً دروازے سے کوئی نامحرم آ جاوے تو فوراً مستورات پردہ کے اندر ہو جاتی ہیں اور اگر خدا سلامت رکھے۔ کوئی محرم آ جاوے تو وہ مستورات برقع چہرہ سے اٹھا دیتی ہیں۔ (اسی طرح اسرار و مضامین عالیہ مثل مستورات کے ہیں اور مخاطب صحیح مثل محرم کے اور منکر یا بداستعداد مثل نامحرم کے پس اہل خطاب سے مضمون کو جوش ہوتا ہے اور بداستعداد کے خطاب سے معاً انقباض ہو جاتا ہے اور یہ امر مجربات میں سے ہے۔

ہرچہ را خوب و خوش و زیبا کنند	از برائے دیدۂ بینا کنند
جس چیز کو اچھا اور عمدہ اور حسین بناتے ہیں	دیکھنے والی آنکھ کے لئے بناتے ہیں
کے بود آواز چنگ از زیر و بم	از برائے گوش بے حس اصم
سارنگی کی زیر و بم کی آواز کب ہوتی ہے؟	بہرے بے حس کے کان کے لئے
مشک را حق بیہدہ خوشدم نکرد	بہر شم کرد و پئے اخشم نکرد
اللہ تعالیٰ نے مشک کو خوشبودار بیکار نہیں بنایا	سونگھنے کے لئے بنایا ہے بے حس ناک والے کیلئے نہیں بنایا
نائے را حق بیہدہ خوشدم نکرد	بہر انس آمد پئے اہرم نکرد
اللہ تعالیٰ نے بانسری کو خوش آواز بیکار نہیں بنایا	انسان کیلئے بنی ہے' شیطان کے لئے نہیں بنی

www.besturdubooks.wordpress.com

حق زمین و آسماں بر ساختہ است	درمیاں بس نور و نار افروختہ است
اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو بنایا ہے	درمیان میں نور اور نار کو روشن کیا ہے
ایں زمیں را از برائے خاکیاں	آسماں را مسکن افلاکیاں
اس زمین کو خاک والوں کیلئے	آسمان کو آسمان والوں کے رہنے کی جگہ (بنایا)
مرد سفلی دشمن بالا بود	مشتری ہر مکاں پیدا بود
نیچے رہنے والا انسان اوپر کا مخالف ہوتا ہے	ہر مکان کا خریدار پیدا ہو جاتا ہے

(خشم آنکہ قوت شامۂ اورا آفتے رسیدہ باشد یعنی اہلیت کی شرط ہونے میں مضامین ہی کی کیا تخصیص ہے ہر مدرک میں مدرک کی اہلیت شرط ہے مثلاً) جس چیز کو حسین وجمیل بناتے ہیں صرف دیدۂ بینا کے لئے بناتے ہیں (کیونکہ اس ادراک کی اسی میں اہلیت ہے اور مثلاً) چنگ اور زیر و بم آواز بے حس بہرے کے کان کے لئے کب ہوتی ہے (کیونکہ اس میں اس ادراک کی قابلیت نہیں ہے) پس نے کو حق تعالیٰ نے خالی از حکمت خوش آواز نہیں بنایا ہے بلکہ وہ انس کے لئے موضوع ہے اہرم کے لئے نہیں بنایا ہے (اہرم چوبیکہ بدان ہر یسہ کو بند۔ یا اہرمن

فائدہ:۔ یہاں محض مدرک وغیر مدرک ہونے کا ذکر ہے نہ حلت وحرمت کا پس اس سے استدلال اباحت پر بالکل ناتمام ہے) اسی طرح مشک کو اللہ تعالیٰ نے بے فائدہ خوشبودار نہیں بنایا بلکہ سونگھنے کو بنایا ہے۔ ماؤف الشامہ کے لئے نہیں بنایا (پس شامہ صحیحہ میں اہلیت ہے اور فاسدہ میں نہیں ہے) اسی طرح حق تعالیٰ نے زمین و آسمان بنا کر دونوں کے درمیان میں بہتیرے شر و خیر بنائے ہیں (اور ہر ایک کے لئے جدا اہل ہیں مثلاً) زمین کو خاکیوں کے لئے بنایا۔ آسمان کو افلاکیوں کا مسکن بنایا چنانچہ زمین کا رہنے والا (بالطبع جہت فوق سے نفور ہوگا (یعنی محیط کی جانب اس کا میلان طبعی نہیں ہوتا چنانچہ حکمت کے مشہور مسائل سے ہے اس کو مجازاً دشمنی کہدیا) اور ہر مکان کا مشتری پیدا ہو جاتا ہے (کہ بعض کا میلان مرکز کی طرف ہے بعض کا محیط کی طرف سب امثلہ سے معلوم ہوا کہ ہر چیز میں مناسبت شرط ہے)

اے ستیرہ ہیچ تو برخاستی	خویشتن را بہر کور آراستی
اے پردہ نشین! کبھی تو تیار ہوئی ہے	اپنے آپ کو اندھے کے لئے تو نے آراستہ کیا ہے
گر جہاں را پر در مکنوں کنم	روزی تو چوں نباشد چوں کنم
اگر میں دنیا کو اچھوتے موتیوں سے بھر دوں	تب بھی تیرا حصہ نہ ہو تو میں کیا کروں؟
ترک جنگ و رہزنی اے زن بگو	ور نمیگوئی بترک من بگو
اے بیوی! ڈکیتی اور جنگ ترک کر دے	اگر نہیں چھوڑتی ہے تو مجھے چھوڑ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

مر مرا چہ جائے جنگ نیک و بد	کایں دلم از صلحہا ہم می رمد
نیک و بد کی لڑائی کا میرے لئے کیا موقع ہے؟	اس لئے کہ میرا دل تو صلح سے بھی بھاگتا ہے
بر سر ایں ریشہا نیشم مزن	زخمہا بر جان بے خویشم مزن
میرے ان زخموں پر ڈنک نہ مار	میری بے خود جان پر زخم نہ لگا
گر خمش گردی وگرنہ آں کنم	کہ ہمیں دم ترک خان و ماں کنم
اگر تو چپ ہوتی ہے تو خیر ورنہ میں یہ کروں گا	کہ ابھی گھر بار چھوڑ دوں گا
پا تہی گشتن بہ است از کفش تنگ	رنج غربت بہ کہ اندر خانہ جنگ
تنگ جوتے سے پیر کا ننگا ہونا بہتر ہے	خانہ جنگی سے، سفر کی تکلیف بہتر ہے

(یہ بھی مقولہ ہے اعرابی کا اور تتمہ ہے سابق کا) یعنی اے بی بی بھلا کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ تو آمادہ ہوئی ہو اور اپنا بناؤ سنگھار اندھے کے واسطے کیا ہو (اس سے بھی معلوم ہوا کہ ہر امر کے لئے قابل کی ضرورت ہے اس حالت میں) اگر میں تمام عالم کو (اسرار و حکمت کے) موتیوں سے پر کردوں لیکن جب (بوجہ بدفہمی و ناطلبی کے) تیرے نصیب ہی میں نہ ہو تو میں کیا کرلوں (اس لئے میں کہتا ہوں اے دریغا مر ترا الخ) اور اگر تمام بیابان زر اور نقود سے پر ہو جاوے لیکن جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور نہ ہو جو برابر بھی کوئی نہیں لے سکتا (اس زر و نقود سے مراد اگر وہی اسرار و علوم ہوں تب تو یہ شعر اپنے ماقبل کا مرادف ہے اور اگر ظاہری زر و نقود مراد ہو تو کئی شعر اوپر جو شعر تھا ۔ صبر کن با فقر الخ اس کی طرف رجوع ہے کہ قناعت اس لئے ضروری ہے کہ قسمت سے زیادہ نہیں مل سکتا گو جنگل زر و سیم سے ہی کیوں نہ بھر جاوے بہر حال) تو اس جنگ و رہزنی کو (کہ مجھ کو طریق مستقیم سے ہٹانا چاہتی ہے) ترک کردے اور اگر اس کو ترک نہیں کرتی تو اچھا مجھ کو ترک کردے اور مجھ کو کسی نیک و بد سے رنج و تکرار کرنے کا تو کیا محل ہے میرا دل تو ان متعارف صلحوں تک سے وحشت کرتا ہے (کیونکہ تعلقات سے میری طبیعت آزاد ہے خواہ صلح و دوستی کا تعلق ہو خواہ جنگ و دشمنی کا بالخصوص جبکہ اکثر دوستوں کی بدولت دین اور دنیا دونوں کا ستیاناس ہوتا ہے) میرے ریش پر (تعلقات دنیا سے قلب مجروح ہے) نیش (طعن) مت مار اور میری جان بیخود پر زخم مت لگا اگر تو خاموش ہوگئی تو خیر ورنہ میں یہ کروں گا کہ اسی وقت گھر بار چھوڑ کر کہیں چل دوں گا کیونکہ تنگ جوتے سے تو ننگے پاؤں اچھا اور گھر میں لڑائی رہنے سے پردیس کی پریشانی اچھی۔

مراعات کردن زن شوئے را و استغفار نمودن از گفتہ خود

عورت کا مرد کی رعایت کرنا اور اپنے کہے ہوئے سے توبہ کرنا

زن چو دید او را کہ تند و توسن ست	گشت گریاں گریہ خود دام زنست
جب عورت نے اس کو دیکھا کہ تند اور تیز ہے	رونے لگی رونا تو خود عورت کا جال ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت از تو کے چنیں پنداشتم	از تو من امید دیگر داشتم
بولی میں تمہیں ایسا نہ خیال کرتی تھی	تم سے تو مجھے اور ہی توقع تھی
زن درآمد از طریق نیستی	گفت من خاک شمایم نے ستی
عورت خاکساری سے پیش آئی	بولی میں تمہاری خاک ہوں بیوی نہیں ہوں
جسم و جانم ہرچہ ہستم آن تست	حکم و فرماں جملگی فرمان تست
میرا جسم اور جان جو کچھ بھی ہے تیری ملک ہے	حکم اور فرمان سب تیرا (حق) ہے
گرز درویشی دلم از صبر جست	بہر خویشم نیست ایں بہر تو است
اگر فقیری سے میرا دل اکھڑا	یہ اپنے لئے نہیں (بلکہ) تیرے لئے ہے
تو مرا در دردہا بودی دوا	من نمی خواہم کہ باشی بے نوا
تو میرے دردوں کی دوا رہا ہے	میں نہیں چاہتی کہ تو بے سرو سامان رہے
جان تو کز بہر خویشم نیست ایں	از برائے تست ایں بانگ و حنیں
تیری جان کی قسم یہ اپنے لئے نہیں ہے	یہ رونا اور چیخنا تیرے لئے ہے
خویش من واللہ کہ بہر خویش تو	ہر نفس خواہد کہ میرد پیش تو
خدا کی قسم میری ہستی تیرے لئے ہے	وہ ہر وقت چاہتی ہے کہ تجھ پر قربان ہو جائے
کاش جانت کش روان من فدے	از ضمیر جان من واقف شدے
کاش تیری وہ جان جس پر میری جان فدا ہے	میری جان کے دل کی بات سے واقف ہو جاتی

یعنی جب عورت نے دیکھا کہ یہ تو بہت ہی تند و تیز ہونے لگا تو رونا شروع کر دیا (اور رونا (ایسے موقع پر) عورتوں کا معمول ہے کہنے لگی کہ تجھ سے مجھ کو ایسا گمان نہ تھا (کہ قطع تعلق پر آمادہ ہو گیا) تجھ سے تو مجھ کو اور ہی امید تھی (کہ ہمارا تمہارا ساری عمر کا ساتھ ہے) غرض عورت عجز و انکسار کی راہ سے کہنے لگی کہ میں تو تمہاری (جوتی کی) خاک ہوں بی بی (ہونے کا دعویٰ) نہیں (کرتی) ہوں (یعنی لونڈی ہوں گھر میں نہیں ہوں کذا قال مرشدی) میرا جسم اور جان اور جو کچھ بھی ہے وہ سب تمہاری ہی ہے اور حکم اور فرمان سب تمہارا ہی ہے (جو کہو گے مانوں گی) اور اگر فقر و فاقہ سے میرا قلب صبر سے نکل گیا ہے تو وہ بھی اپنے خیال سے نہیں وہ بھی تیرے ہی واسطے ہے کیونکہ تو میری رنج و تکلیف کی دوا ہمیشہ سے رہا ہے (یعنے میرا غمخوار رہا ہے) اس لئے مجھ کو گوارا نہیں کہ اس طرح بے سرو سامان ہو تیری جان کی قسم کہ یہ فکر و تردد مجھ کو اپنے لئے نہیں بلکہ یہ سب غل پکار تیرے ہی واسطے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میری خودی و ہستی تیرے وجود کے واسطے ہر وقت اسی تمنا میں ہے کہ تیرے سامنے مر جاوے (اور فدا ہو جاوے) کیا خوب ہوتا کہ تیری روح کو جس پر میری جان فدا ہے میری روح کے مافی الضمیر سے واقفیت ہو جاتی (تو اس وقت تو ایسی باتیں روکھی سوکھی نہ کرتا اور سمجھتا کہ میں تیری ہی خیر خواہی کرتی ہوں)

چوں تو بامن ایں چنیں بودی بظن	ہم ز جان بیزار گشتم ہم ز تن
جبکہ تیرا گمان میرے ساتھ یہ ہے	میں جسم و جان سے بیزار ہو گئی ہوں
خاک را بر سیم و زر کردیم چوں	تو چنیں با من اے جان را سکوں
میں نے چاندی سونے پر خاک ڈالی جبکہ	تیرا میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اے سکون دل!
تو کہ در جان و دلم جا می کنی	زیں قدر از من تبرا می کنی
تو جو کہ میرے دل و جان میں جگہ بنائے ہوئے ہے	مجھ سے اس قدر (اظہار) بیزاری کر رہا ہے
تو تبرا کن کہ ہستت دستگاہ	اے تبرائے ترا جاں عذر خواہ
تو بیزار ہو جا کیونکہ تجھے اختیار ہے	اے (وہ کہ) تیری بیزاری سے میری جان معافی چاہتی ہے
یاد می کن آں زمانے را کہ من	چوں صنم بودم تو بودی چوں شمن
وہ وقت بھی یاد کر لے کہ میں	بت کی طرح تھی اور تو پجاری کی طرح تھا
بندہ بر وفق تو دل افروختہ ست	ہر چہ گوئی پخت گویم سوختہ ست
بندی نے تیری موافقت کے لئے دل منور کر لیا ہے	جس کو تو کہے گا پک گیا میں کہوں گی جل گیا ہے
من سپاناخ توام ہر چہ پزی	یا بہ ترشی یا بہ شیریں می سزی
میں تیرے لئے پالک کا ساگ ہوں جس چیز میں تو چاہے مجھے پکالے	کھٹائی میں یا مٹھائی میں، تیرے لئے مناسب ہے

یعنی جب تو میرے ساتھ ایسی بدگمانی رکھتا ہے تو میں بھی جان اور تن سے بیزار ہوتی ہوں (یعنے زندگی فضول ہے) میں سیم و زر پر خاک ڈالتی ہوں جبکہ اے قرار جان تو ہی میرے ساتھ اس طرح ہونے لگا تو تو میرے جان و دل میں جگہ کیے ہوئے ہے (یعنی میں تو تجھ کو اپنا جانتی ہوں اور تو) اتنی ہی بات سے مجھ سے قطع تعلق کرنے لگا ہاں جی تم قطع تعلق کر دو تمہارا زور چلتا ہے تیرے قطع تعلق کے باب میں (میری) جان (تیری) عذر خواہ ہے (وہ عذر یہی ہے کہ تجھ کو دستگاہ ہے اور دستگاہ والا جو کرے زیبا ہے) ذرا وہ زمانہ تو یاد کر کہ جب میں (جوانی و حسن سے) مثل صنم کے تھی اور تو (عشق و محبت میں) مثل صنم پرست کے تھا (کیا اس حالت کے کچھ حقوق نہیں رہے) خیر اب اس بندی نے تیری ہی موافق بات پر اپنے دل کو روشن کر لیا ہے حتیٰ کہ جس چیز کو تو پختہ کہے گا میں (تائید و تاکید کے لئے) کہوں گی کہ (صاحب پختہ کیا بلکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سوختہ ہے میں تو تیری ایسی (مطیع) ہوں جیسے پالک کہ خواہ ترشی میں پکا دیا شیرینی میں سب زیبا ہے)

کفر گفتم نک بایماں آمدم	پیش حکمت از سرجاں آمدم
میں نے کفر بکا اب میں ایمان لے آئی ہوں	تیرے حکم کے سامنے جان سے حاضر ہوں
خوئے شاہانہ ترا نشناختم	پیش تو گستاخ خرد تاختم
تیرے شاہانہ مزاج کو میں نہ پہچانی	تیرے سامنے بے باکی سے میں نے سواری ہانکی
چوں زعفو تو چراغے ساختم	توبہ کردم اعتراض انداختم
اب تیرے عفو کو میں نے چراغ بنا لیا	میں نے توبہ کر لی' اعتراض کو چھوڑ دیا
می نہم پیش تو شمشیر و کفن	می کشم پیش تو گردن رابزن
میں تیرے سامنے تلوار اور کفن رکھتی ہوں	تیرے سامنے گردن جھکاتی ہوں' مجھے مار ڈال
از فراق تلخ می گوئی سخن	ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
تو کڑوے فراق کی بات کرتا ہے	جو چاہے کر' لیکن یہ نہ کر
در تو از من عذر خواہے ہست سر	با تو بے من او شفیعے مستمر
میرے بارے میں تجھ میں عذر خواہی کرنے والی ایک پوشیدہ چیز ہے	جو میری عدم موجودگی میں ہمیشہ تجھ سے سفارش کرنے والی ہے
عذر خواہم در درونت خلق تست	ز اعتماد او دل من جرم جست
میرا عذر خواہ جو تیرے اندر ہے' وہ تیرا اخلاق ہے	اس کے بھروسہ پر میرے دل نے جرم کیا ہے
رحم کن پنہاں زخودائے خشمگیں	اے کہ خلقت بہ ز صد من انگبیں
اے غضبناک! اپنی طرف سے چپکے سے رحم کر دے	اے وہ کہ تیرا خلق سو من شہد سے بہتر ہے

(یعنی میں نے پہلے (گویا) کفر کی باتیں کی تھیں اب ایمان لاتی ہوں اور تیرے حکم کے آگے جان و دل سے آتی ہوں میں نے تیرے شاہانہ مزاج کو نہ پہچانا تھا اس لئے گستاخ وار تیرے روبرو مرکب دوڑانے لگی تھی (یعنے جرات کرنے لگی تھی) اب تیری صفت عفو کو مثل چراغ کے اپنا رہنما و وسیلہ بنا کر توبہ کرتی ہوں اور اعتراض ترک کرتی ہوں اور میں تیرے سامنے شمشیر و کفن رکھتی ہوں اور تیرے آگے گردن حاضر کرتی ہوں تو گردن مار دے (یعنی سر تسلیم خم کرتی ہوں جو سزا چاہے تجویز کر) تو فراق ناگوار کی گفتگو کرتا ہے (کہ قطع تعلق کر دوں گا) تو جو چاہے کر لے مگر (خدا کے واسطے) یہ مت کیجیو میرا تو ایک عذر خواہ خود تیرے اندر موجود ہے اور وہ بلا میری موجودگی کے ہر وقت تیرے ساتھ رہتا ہے اور میری سفارش کرتا ہے اور وہ عذر خواہ تیرا خلق حسن ہے (کہ وہی

www.besturdubooks.wordpress.com

باعث ہوتا ہے عفو جرائم کا) اسی کی جرات پر مجھ سے یہ جرم صادر ہوگیا۔ پس اب مجھ پر اے خشمگین (ابتداء) اپنی جانب سے تہ دل سے رحم کر تیرے اخلاق تو سومن شہد سے بھی زیادہ شیریں ہیں۔

زیں نسق می گفت بالطف وکشاد	درمیان گریہ بر رو اوفتاد
اس طور پر نرمی سے اور دل کھول کر وہ کہہ رہی تھی	روتے روتے منہ کے بل گر پڑی
گریہ چوں از حد گزشت وہائے ہائے	از عنیش مرد را شد دل ز جائے
جب اس کا رونا اور ہائے ہائے کرنا حد سے بڑھ گیا	اس کے رونے سے مرد کا دل پگھل گیا
چوں قرارش ماند وصبرش بجائے	زانکہ بے گریہ بداو خود دلربائے
اس کا صبر و قرار کس طرح باقی رہتا	اس لئے کہ وہ تو روئے بغیر (ہی) دلربا تھی
ازاں باراں یکے برقے پدید	زو شرارے بر دل مردے جہید
اس بارش سے ایک بجلی چمکی	اور اس کی ایک چنگاری مرد کے دل پر آگری
زانکہ بندہ روئے خوبش بود مرد	چوں بود چوں بندگی آزاد کرد
اس لئے کہ مرد اس کے حسین چہرہ کا غلام تھا	کیا ہوگا جب آزاد غلامی کرنے لگے؟
آنکہ از کبرش دلت لرزاں بود	چوں شوی چوں پیش تو گریاں شود
وہ جس کے تکبر سے تیرا دل لرزتا ہو	تیرا کیا حال ہوگا اگر وہ تیرے سامنے رونے لگے
آنکہ از نازش دلو جاں خوں بود	چونکہ آید در نیاز او چوں بود
وہ جس کے ناز سے دل اور جان خون ہوں	جب وہ نیاز مندی کرنے لگے تو کیا ہوگا؟
آنکہ در جور و جفالیش دام ماست	عذر ما چہ بود چو او در عذر خاست
وہ جو ظلم و ستم میں ہمارے لئے جال ہے	اگر وہ عذر خواہی کرنے لگے تو ہمارا کیا عذر ہوگا؟
آنکہ جز خونریزیش کارے نبود	چوں نہد گردن زہے سودا و سود
وہ جس کا خونریزی کے علاوہ کوئی کام نہ تھا	جب وہ گردن جھکا دے تو کتنا اچھا سودا اور نفع ہے
آنکہ جز گردن کشی ناید ازو	خوش درآید باتو چوں باشد بگو
وہ جس کو تکبر کے سوا کچھ نہ آتا ہو	تجھ سے اچھی طرح پیش آئے تو بتا کیا ہوگا؟

یعنی وہ عورت اسی طرح کی باتیں نرمی سے (یعنی تواضع سے) اور دل کھول کر رہی تھی اسی اثناء میں منہ کے بل گر گئی پس جب اس کا رونا اور ہائے وائے مچانا حد سے گزر گیا تو اس کے رونے سے مرد کا دل ہل گیا اور بھلا

www.besturdubooks.wordpress.com

مرد کا صبر وقرار کیونکر قائم رہے کیونکہ وہ بدوں رونے ہی کے دلربا (یعنی اس کی محبوبہ) تھی اس باران (گریہ) سے ایک برق (سوز دل زن) پیدا ہوئی اور اس کا ایک شرارہ (اثر) مرد کے دل پر آپڑا (کہ اس کی سوزش قلب بھڑک اٹھی) جو شخص ایسا ہو کہ مرد اس کے چہرہ زیبا کا (پہلے سے) غلام ہو جب ایسا شخص غلامی (ظاہر کرنا شروع کرے تو اس وقت اس مرد کا کیا حال ہو جو شخص ایسا ہو کہ اس کی نخوت (محبوبانہ) سے تیرا دل تھراتا ہو (کہ دیکھیے سیدھے منہ بول بھی پڑے گا دیکھیے کسی بات پر مکدر نہ ہو جاوے) جب ایسا شخص تیرے سامنے رونے لگے تو اس وقت تیرا کیا حال ہو جو شخص ایسا ہو کہ اس کے ناز سے دل وجان خون ہو (یعنے اس کا گرفتار عشق ہو) جب ایسا شخص نیاز میں آجاوے تو اس وقت تیرے دل کا کیا حال ہو جو شخص ایسا ہو کہ اپنے جور وجفا کرنے میں بھی ہماری (پھنسانے کے) کے لئے دام (وجاذب قلب) ہو جب ایسا شخص خود عذر کرنے لگے تو اس وقت ہمارے پاس (اس کے عذر قبول نہ کرنے کا) کونسا عذر ہو سکتا ہے جو شخص ایسا ہو کہ بجز خونریزی کے اس کا کوئی کام نہ ہوا ایسا شخص اگر گردن جھکا دے تو عجب معاملہ اور عجب اثر ہوگا (سوداخرید افروخت سود نفع کہ اثر آنست) جو شخص ایسا ہو کہ بجز گردن کشی کے کوئی بات اس سے ظاہر نہ ہوتی ہو ایسا شخص اگر تیرے روبرو سر جھکا دے تو بتلا کیا حال ہو (مراد ان سب اشعار میں یہ ہے کہ اگر محبوب محب سے معاملہ محب سا کرنے لگے تو محب پر کیسا کچھ اثر ہوگا۔)

زین للناس حق آراستہ است	زانکہ حق آراست چوں تانند رست
"زین للناس" کو خدا نے آراستہ کیا ہے	جس کو خدا نے آراستہ کیا ہے اس سے چھٹکارا کیسے ہو سکتا ہے
چوں پے یسکن الیہاش آفرید	کے تواند آدمؑ از حوا برید
جب اس کو یسکن الیہا کے لئے پیدا فرمایا ہے	تو آدم حوا سے کیسے جدا ہو سکتے ہیں
رستم زال ار بود و زحمزہ بیش	ہست در فرماں اسیر زال خویش
اگر رستم زال ہو اور (حضرت) حمزہؓ سے بھی بڑھا ہوا	وہ اپنی بوڑھی (بیوی) کے حکم کا قیدی ہے
آنکہ عالم مست گفتش آمدے	کلمینی یا حمیرا میز دے
وہ ذات جس کی گفتگو سے عالم مست ہو جاتا	فرماتی تھی کہ اے حمیرا! مجھ سے بات کر
آب غالب شد بر آتش از نہیب	آتشش جوشد چو باشد در حجیب
جدائی کی وجہ سے پانی آگ پر غالب ہے	پردے میں ہو تو وہ آگ سے جوش کھانے لگتا ہے
چونکہ دیگے حائل آمد ہر دو را	نیست کرد آں آب را کردش ہوا
جب دیگ دونوں میں حائل ہو گئی	اس آگ نے پانی کو معدوم کر دیا اس کو ہوا بنا دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہراً برزن جو آب ار غالبی	باطناً مغلوب و زن را طالبی
اگرچہ بظاہر تو عورت پر پانی کی طرح غالب ہے	درپردہ تو مغلوب اور عورت کا شیدائی ہے
ایں چنیں خاصیتے در آدمی ست	مہر حیواں را کم ست آں از کمی ست
یہ انسان کی خصوصیت ہے	حیوان میں محبت کم ہے یہ نقصان کی وجہ سے ہے

(مولانا اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ وہ مرد اس عورت کے گریہ وزاری سے کیوں نرم ہو گیا) یعنی آیت زین للناس الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ (اس حب نساء کو) اللہ تعالیٰ نے (قلب رجال میں) مزین (وخوشنما) بنایا ہے تو جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مزین بنایا ہو اس سے کیونکر نکلنا ممکن ہے (یعنی یہ حب طبعی ہے اس لئے ضرور اثر کرتی ہے لیکن اگر کسی امر غیر مشروع کو مقتضی ہو تو مقتضا پر عمل نہ کرے گو دفع اقتضا پر قادر نہ ہو) جب اللہ تعالیٰ نے اس کو سکون قلب مرد کے لئے پیدا کیا ہے تو بھلا آدم (مرد) حوا (عورت) سے کہاں قطع تعلق (قلبی کر سکتا ہے اگر مرد رستم زال جیسا یا حمزہ سے بھی بڑھ کر قوی ہو مگر فرمانبرداری کے وقت اپنی پیر زال ہی کا پابند ہوگا (یعنے طبعاً اس کی موافقت کرے گا جن ذات مقدس کے ارشاد کا تمام عالم غلام تھا (یعنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم) آپ بھی (حضرت عائشہ) سے ارشاد فرماتے تھے کہ مجھ سے باتیں کروائے حمیرا (یہ لقب ہے حضرت عائشہ کا مطلب یہ کہ عالم آپ کی بات کا مشتاق تھا اور آپ ان کی بات کے مشتاق ہوتے اور گو ظاہر میں مرد غالب ہے مگر اس کی ایسی مثال ہے کہ پانی آتش پر اپنی عظمت سے غالب ہے (کہ اس کو بجھا دیتا ہے) لیکن اگر درمیان میں (دیگچی وغیرہ کا پردہ ہو جاوے تو (بالعکس آتش ہی پانی کو جوش دینے لگتی ہے (جس سے آتش کا غالب اور موثر ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ غرض جب درمیان میں دیگچی آ گئی تو اس پانی کو نیست و نابود کر کے ہوا بنا دیا اسی طرح ظاہر میں تم عورت پر غالب ہو مگر (بوجہ اس کے کہ درمیان میں مہر والفت ورقت وترحم کا حجاب آ گیا) باطناً عورت سے مغلوب ہو جاتے ہو اور نرم و فرمانبردار بن جاتے ہو) انسان میں تو یہی خاصیت ہے اور حیوانات میں ترحم کی صفت کم ہوتی ہے اور سبب اس کا کمی عقل ہے اس لئے ان میں صفت ترحم کی نہیں اور اس لئے وہ اپنی مادہ سے اس خاص طور کی محبت نہیں کرتے تو خاص وقت میں بوجہ شہوت کے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

دربیان حدیث اهن یغلبن العاقل و یغلبهن الجاهل

اس حدیث کے بیان میں کہ بیشک وہ عورتیں عقلمند پر غالب ہیں اور جاہل ان پر غالب ہے

فائدہ: یہ حدیث مجھ کو یاد نہیں ترجمہ یہ ہے کہ عورتیں عقلا پر غالب آتی ہیں (کیونکہ ان کی محبت ترحم کی ہوتی ہے بس ان کی شکستگی سے پگھل جاتے ہیں نیز ان پر حسن ظن غالب ہوتا ہے فریب میں آ جاتے ہیں) اور جاہل ان پر غالب آتا ہے کیونکہ اس کی محبت شہوت کی ہوتی ہے جب آب ریزی کر چکا محبت زائل ہو گئی کذا قال مرشدی)

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبر کہ زن بر عاقلاں	غالب آید سخت بر صاحبدلاں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عورت عقلمندوں	اور صاحب دلوں پر بہت غالب ہے
باز بر زن جاہلاں چیرہ شوند	زانکہ ایشاں تند وبس خیرہ روند
پھر جاہل لوگ عورت پر غالب ہو جاتے ہیں	کیونکہ وہ بدمزاجی اور اکھڑ پن سے چلتے ہیں
کم بودشاں رقت ولطف وداد	زانکہ حیوانی ست غالب برنہاد
ان میں نرمی مہربانی اور محبت کم ہوتی ہے	کیونکہ ان کی طبیعت پر حیوانیت غالب ہے
مہر و رقت وصف انسانی بود	خشم وشہوت وصف حیوانی بود
محبت اورنرمی انسانی وصف ہوتا ہے	غصہ اور شہوت حیوانی وصف ہوتا ہے
پرتو حق ست آں معشوق نیست	خالق ست آں گوئیا مخلوق نیست
وہ اللہ (تعالیٰ) کا عکس ہے، معشوق نہیں ہے	گویا وہ خالق ہے، مخلوق نہیں ہے

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عقلاء یعنی اہل دل پر عورت خوب غالب آ جاتی ہے پھر یہ بھی ہے کہ عورت پر جاہل لوگ خوب غالب ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ لوگ تند اور بدلحاظ ہوتے ہیں اور ان میں رقت قلب اور لطف ومحبت کم ہوتی ہے وجہ یہ کہ اوصاف حیوانیہ ان پر غالب ہوتے ہیں کیونکہ مہر ورقت یہ اوصاف انسانی ہیں (جو منشا ہے محبت عقلاء کا) اور خشم وشہوت یہ اوصاف حیوانیہ ہیں (اور وہ شہوت منشا ہوتا ہے محبت جاہل کا بس اس کے زائل ہوتے ہی ادنیٰ محرک سے کہ وہ کسی منفعت کا حاصل کرنا ہے یا کسی مضرت کا دفع کرنا ان کا غضب حرکت میں آ جاتا ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ وہ مہر ورقت جو عقلاء کے لئے عورت کے ساتھ محبت کا سبب ہے وہ حقیقت میں عورت کے ساتھ متعلق نہیں بلکہ تعلق اس محبت کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے مگر عورت چونکہ بعض صفات حق کی مظہر ہے اس لئے بالتبع اس سے محبت ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ) وہ عورت پرتو حق ہے وہ خود محبوب نہیں ہے (اور پرتو حق ہونے کے اعتبار سے) گویا وہ خالق ہے مخلوق نہیں ہے (یعنی محبوبیت اس کی مرتبہ مخلوقیت میں نہیں بلکہ تشبیہ بالخالق کے مرتبہ میں ہے۔ جس پر لفظ گویا دال ہے اور یہ مظہریت چند اعتبار سے ہے اول مرد کی جاذب قلب ہے دوسرے حمل بچہ کی ایک معنی کر مولد ومصور ہے تیسرے بچہ کی مربی ہے چوتھے سبب سکون قلب ہے پانچویں مصلح مواد معیشت ہے اور مظہریت کے معنے اوپر تفصیل سے گزر چکے ہیں۔

تسلیم کردن مرد خود را بانچہ التماس زن بود از طلب معیشت وآں اعتراض را اشارہ حق دانستن

مرد کا عورت کی درخواست کو قبول کرنا جو روزگار کے بارے میں تھی اور اس اعتراض کو اللہ کا اشارہ جاننا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مرد کا عورت کی درخواست کو جو کہ تلاش معاش کے باب میں تھی مان لینا اور عورت نے جو اعتراضات کیے تھے اس کو منجانب اللہ سمجھنا کیونکہ ہر عاقل جانتا ہے کہ اگر کوئی چیز گھومنے والی ہوگی اس کے ساتھ کوئی گھمانے والا بھی ہوگا چنانچہ جس چرخے کو بڑھیا گھماتی ہے (اور مشاہدۃً دیکھتے ہو کہ اس کا کوئی فاعل ہے) اسی سے چرخ گردوں کو قیاس کرلو (کہ اس کی حرکت یا جو حالت ہو کوئی اس کا فاعل بھی ضرور ہوگا اور وہ حق تعالیٰ ہیں جب ہر حادث میں وہی متصرف ہیں تو کسی کی ایذا رسانی یا اعتراض رانی سے عاقل کو دلگیر نہ ہونا چاہئے بلکہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس کو ہم پر مسلط فرمادیا ہے اس میں ہماری خیر ہے)

بزد عقل ہر دانندہ ہست	کہ باگردندہ گردانندہ ہست
ہر عقلمند کے نزدیک یہ (مسلم) ہے	کہ گھومنے والے کے ساتھ گھمانے والا ہے
ازاں چرخہ کہ گرداند زن پیر	قیاس چرخ گرداں راہمی گیر
اس چرخ کی طرح جس کو بوڑھی گھما رہی ہے	گھومنے والے آسمان کو قیاس کر لو
مرد ازاں گفتن پشیماں شد چناں	کز عوانی ساعت مردن عواں
مرد اس گفتگو سے ایسا شرمندہ ہوا	جیسے ظالم مرتے وقت ظلم سے
گفت خصم جان جاں چوں آمدم	بر سر جاں من لکدہا چوں زدم
بولا جان جاں کا میں مدمقابل کیوں بنا؟	میں نے اپنی جان سے بدسلوکی کیوں کی؟
چوں قضا آید نماند فہم ورائے	کس نمی داند قضا را جز خدائے
جب قضا آتی ہے عقل اور سمجھ نہیں رہتی ہے	خدا کے علاوہ قضا کو کوئی نہیں جانتا ہے
چوں قضا آید فرو پوشد بصر	تانداند عقل ما پا را زسر
جب قضا آتی ہے آنکھیں بند کر دیتی ہے	تاکہ ہماری عقل سر پیر کو نہ سمجھ سکے
زاں امام المتقیں داد ایں خبر	گفت اذا جاء القضاء عمی البصر
اسی لئے متقیوں کے امام نے یہ خبر دی ہے	فرمایا "جب قضا آتی ہے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں"
چوں قضا بگذشت خود را می خورد	پردہ بدریدہ گریباں می درد
جب قضا گزر جاتی ہے انسان اپنے آپ کو کاٹتا ہے	پردہ چاک کر کے گریبان چاک کرتا ہے

یعنی مرد اپنے کہنے سے ایسا پشیمان ہوا جیسے شحنہ مرنے کے وقت اپنے شحنہ ہونے سے متاسف ہوتا ہے (کہ کیوں میں نے یہ عہدہ اختیار کیا تھا جس سے خلق خدا پر ظلم کئے) کہنے لگا اے ہے میں اپنی جان جان کا کیسے دشمن ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گیا اور میں نے اپنی جان پر لاتیں کیسے ماریں (یعنی اپنی محبوبہ سے سختی واہانت سے کیوں پیش آیا آگے مقولہ مولانا کا ہے کہ) جب حکم قضا کا غلبہ ہوتا ہے فہم ورائے کچھ نہیں رہتا اور (اسرار) قضا کو اللہ تعالیٰ ہی جانتے ہیں جب قضا آتی ہے نگاہ بند ہو جاتی ہے حتیٰ کہ ہماری عقل کو سر پاؤں کی تمیز نہیں رہتی اسی لئے امام المتقین (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں اور جب قضا گزر گئی بس یہ شخص (مارے ندامت کے) اپنے آپ کو کھا جاتا ہے (کہ میں نے ایسی حرکت کیوں کی) اس وقت حجاب (غفلت کا) اٹھتا ہے تو گریبان پھاڑتا ہے (اسی غلبہ قضا سے وہ مرد باوجود محبت کے سختی سے پیش آیا پھر پچھتایا)

مرد گفت اے زن پشیماں می شوم	گر بدم کافر مسلماں می شوم
مرد نے کہا اے بیوی میں شرمندہ ہوں	اگر میں کافر تھا تو مسلمان ہوتا ہوں
من گنہگارم تو ام رحمے بکن	بر مکن یکبارگیم از بیخ و بن
میں خطاوار ہوں تو مجھ پر رحم کر	ایک بارگی میری بیخ کنی نہ کر
کافر پیر ار پشیماں می شود	چونکہ عذر آرد مسلماں می شود
بوڑھا کافر اگر شرمندہ ہوتا ہے	جب عذر کرتا ہے تو مسلمان ہو جاتا ہے
من گنہگارم تو ام رحمے بکن	عذر من بپذیر و بشنو ایں سخن
میں خطاوار ہوں تو مجھ پر رحم کر	میرا عذر قبول کر لے اور یہ بات سن
حضرت پر رحمت ست و پر کرم	عاشق او ہم وجود وہم عدم
رحمت اور کرم سے بھرا دربار ہے	وجود اور عدم (دونوں) اس کے عاشق ہیں
کفر و ایماں عاشق آں کبریا	مس و نقرہ بندۂ آں کیمیا
کفر اور ایمان اس کبریا کے عاشق ہیں	تانبا اور چاندی اس کیمیا کے غلام ہیں

یعنی مرد نے کہا کہ اے عورت میں اب پشیمان ہوتا ہوں اگر (فرضا) میں کافر بھی ہو گیا تھا تو اب مسلمان ہوتا ہوں۔ میں تیرا گناہگار ہوں تو رحم کر مجھ کو جڑ پیڑ سے دفعتہً مت اکھاڑ (یعنی مجھ سے مکدر مت ہو کہ اس میں میری بیخ کنی ہے) دیکھو اگر بڈھا کافر (اپنے کفر پر) نادم ہوتا ہے تو عذر کرتے ہی مسلمان ہو جاتا ہے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) وہ درگاہ عجیب رحمت اور کرم کی بھری ہوئی ہے جس پر وجود بھی عاشق ہے اور عدم بھی (عشق سے مراد تسخیر اضطراری ہے اور ظاہر ہے کہ جب معدوم کو موجود کرنا چاہتے ہیں یا موجود کو معدوم کرنا ہرگز تخلف نہیں ہوتا) اسی طرح کفر و ایمان بھی اس بارگاہ کبریا کے مطیع (و مسخر) ہیں (کہ دونوں کے وہی موجد ہیں جن کے ایجاد سے تخلف محال ہے) غرض مس اور نقرہ دونوں اس کیمیا کے غلام ہیں (یعنی ناقص اور کامل سب متاثر ہیں ان کے تصرفات سے)

www.besturdubooks.wordpress.com

دربیان آنکہ موسیٰ علیہ السلام وفرعون ہر دو مسخر یک تمشیت اند چنانکہ زہر وپازہر وظلمت ونور وخلوت فرعون با حق تعالیٰ

اس بیان میں کہ موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون دونوں ایک ہی مشیت کے تابع ہیں جیسا کہ زہر اور تریاق اور تاریکی اور روشنی اور فرعون کی اللہ تعالیٰ سے خلوت

موسیٰ و فرعون معنے را رہی	ظاہر آں رہ دارد وایں بے رہی
موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون ایک حقیقت کے تابع ہیں	بظاہر وہ راستہ پر ہے اور یہ بے راہ
روز موسیٰ پیش حق نالاں شدہ	نیم شب فرعون ہم گریاں شدہ
موسیٰ (علیہ السلام) دن میں (بھی) اللہ کے سامنے روتے تھے	آدھی رات کو فرعون بھی رویا
کایں چہ غل ست اے خدا بر گردنم	ورنہ غل باشد کہ گوید من منم
کہ اے خدا! میری گردن میں یہ کیسا طوق ہے؟	اگر طوق نہ ہو تو "میں میں ہوں" کون کہے؟
زانکہ موسیٰ را تو مہ رو کردۂ	ماہ جانم راسیہ رو کردۂ
جس سے تونے موسیٰ (علیہ السلام) کو چاند کی شکل کر دیا ہے	میری جان کے چاند کو سیہ رو کر دیا ہے
زانکہ موسیٰ را منور کردۂ	مر مرا زاں ہسم مکدر کردۂ
جس سے تونے موسیٰ (علیہ السلام) کو روشن کر دیا ہے	اسی سے مجھے غبار آلود کر دیا ہے
بہتر از ماہے نمود استارہ ام	چوں خسوف آمد چہ باشد چارہ ام
میرا ستارہ چاند سے بہتر معلوم ہوتا تھا	جب گرہن لگ گیا، میں کیا کروں؟
نوبتم گر رب و سلطاں می زنند	مہ گرفت وخلق پنگاں می زنند
اگر لوگ میرے رب اور سلطان ہونے کا ڈنکا بجاتے ہیں	تو چاند گرہن میں آ گیا، لوگ تھالی بجاتے ہیں
میزنند آں طاس وغوغا می کنند	ماہ را زاں زخمہ رسوا می کنند
لوگ طشت بجاتے ہیں اور شور مچاتے ہیں	چاند کواس ڈنکے سے رسوا کرتے ہیں
من کہ فرعونم زخلق اے وائے من	زخم طاس آں ربی الاعلائے من
میں جو کہ فرعون ہوں، ہائے افسوس مخلوق کی جانب سے	ڈنکے کی چوٹ میرے "ربی الاعلیٰ" پر

www.besturdubooks.wordpress.com

اس مقام پر مقصود مولانا کا مطلق تسخیر کا اثبات ہے گو بواسطۂ اختیار ہی کے ہو جیسا موسیٰ علیہ السلام کا حق پر ہونا اور فرعون کا باطل پر ہونا اختیار سے تھا پس اس میں نہ جبر کا اشکال ہے نہ اس کو کوئی عذر لا سکتا ہے۔ مولانا نے خود مقامات کثیرہ میں جبر کا ابطال فرمایا ہے البتہ بعض اوقات غلبۂ شہوت یا غضب یا عار یا حسد وغیرہ اسباب ایسے جمع ہو جاتے ہیں جس سے گو اختیار تو باقی رہتا ہے مگر ہمت نہیں رہتی یہی علامت ہے قہر خداوندی کی اور اسی سے اشتباہ ہو جاتا ہے جبر کا جیسا ان اشعار میں فرعون کے بعض مقولات سے مترشح ہے حالانکہ جبر نفی اختیار کا نام ہے نہ نفی ہمت کا باوجود بقاء وقدرت اختیار کے) یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون ایک امر معنوی (یعنی تصرف حق) کے مسخر ہیں (یہ امر معنوی تو ان میں مشترک ہے) اور ظاہر میں (جو مطابق واقع کے ہے) ایک تو راہ رکھتے ہیں دوسرا بے راہی (اور یہ تفاوت اسی امر معنوی کا اثر ہے آگے تفصیل ہے تسخیر کی کہ) موسیٰ علیہ السلام تو دن کو بھی حق تعالیٰ کے روبرو نالاں ہو رہے ہیں (یعنی اعلانیہ بھی عبادت کرتے ہیں جس طرح خلوت میں کرتے ہیں) اور نیم شب میں فرعون بھی گریاں ہو رہا ہے (اور تسخیر حق کا مشاہدہ کر رہا ہے جیسا آگے مذکور ہے) کہ اے اللہ یہ (انانیت و دعویٰ انا ربکم الاعلیٰ کا) کیسا طوق میری گردن میں پڑ گیا ہے کیونکہ اگر طوق نہیں ہے تو انانیت کا دعویٰ کون کرتا ہے طوق سے مراد حضرت کے مذاق پر قضا وقدر ہے جس نے جکڑ رکھا ہے کما قال تعالیٰ انا جعلنا فی اعناقھم اغلالا فھی الی الاذقان فھم مقمحون) جس (قضا) سے آپ نے موسیٰ علیہ السلام کو منور فرمایا ہے اس سے مجھ کو مکدر کر دیا ہے اور جس (قضا) سے موسیٰ علیہ السلام کو ماہر بنا دیا ہے اسی نے میرے ماہ جان کو سیاہ رو کر دیا ہے میرا استارہ (استعداد وعقل) تو چاند سے بھی اچھا معلوم ہوتا تھا (چنانچہ انتظامات دنیویہ میں ظاہر ہے) مگر جب (تقدیر سے) اس میں خسوف لگ جائے میں کیا علاج کروں (اس سے نفی اختیار لازم نہیں آتی بلکہ اپنی حالت پر تنگدل اور زچ ہو رہا ہے جیسے کم ہمت مغلوب الشہوت والغضب لوگوں کی عادت ہے کہ چاہتے ہیں ہمارے نفس کو کوئی ناگوار امر بھی نہ کرنا پڑے اور یوں ہی ہماری اصلاح ہو جائے) اگرچہ لوگ میرے رب اور سلطان ہونے کی نوبت بجا رہے ہیں (اور ڈنکے کی چوٹ سے اس کا اعلان کر رہے ہیں) مگر اس (لغو حرکت) کی ایسی مثال ہے جیسے چاند کو تو گہن لگ رہا ہے اور خلقت تھالی بجا رہے ہیں (بعض جہلاء سمجھتے ہیں کہ اس سے گہن جلدی چھوٹ جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس حرکت سے چاند کو کوئی نفع نہیں بلکہ اس کا فضیحتا ہے اور اظہار ہے اس کے گہن میں آ جانے کا اسی طرح گو ظاہراً تو خلق کے اس اعلان ربوبیت سے میری بڑی عزت ہے مگر واقع میں میری حماقت کا اظہار اور میری رسوائی ہے چنانچہ آگے مصرح ہے کہ) لوگ تھالی بجاتے ہیں اور شور وغل کرتے ہیں بے چارے چاند کو اس بجانے سے رسوا کر رہے ہیں یہی حال میرا ہے کہ میں شاہ مصر ہوں اور خلق کے معاملہ سے میرے حال پر افسوس ہے اور وہ تھالی بجانا میری نسبت ان کا ربی الاعلیٰ کہنا ہے (موافق میرے دعویٰ کے کہ انا ربکم الاعلیٰ)

خواجہ تاشانیم اما تیشہ ات	می شگافد شاخ را در بیشہ ات
ہم ایک آقا کے غلام ہیں لیکن تیرا کلہاڑا	تیرے جنگل میں شاخ میں شگاف لگاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

باز شاخے را موصل می کند	شاخ دیگر را معطل می کند
پھر ایک شاخ پر پیوند چڑھا دیتا ہے	اور دوسری شاخ کو بیکار کر دیتا ہے
شاخ را بر تیشہ دستے ہست نے	ہیچ شاخ از دست تیشہ رست نے
شاخ کو کلہاڑے پر قابو ہے نہیں	کوئی شاخ کلہاڑے سے بچی نہیں
حق آں قدرت کہ آں تیشہ تراست	از کرم کن ایں کژیہا را تو راست
اس قدرت کے طفیل جو کہ تیرا کلہاڑا ہے	کرم کر کے ان کجیوں کو تو سیدھا کر دے
باز با خود گفتہ فرعون اے عجب	من نہ در یا ربنا ام جملہ شب
پھر فرعون اپنے دل میں کہتا ہائے تعجب	کیا میں تمام رات یا ربنا میں نہیں ہوتا ہوں؟
در نہاں خاکی و موزوں می شوم	چوں بموسیٰ می رسم چوں می شوم
تنہائی میں متواضع اور معتدل ہو جاتا ہوں	جب موسیٰ کے سامنے پہنچتا ہوں کیسا ہو جاتا ہوں؟

(یہ بھی تتمہ ہے مقولہ فرعون کا منجملہ مناجات کے) یعنی ہم دونوں (میں اور موسیٰ علیہ السلام) ایک آقا کے غلام ہیں (یعنی ایک خدا کے بندے ہیں) مگر آپ کا تیشہ (قضا) آپ کے بیشہ (عالم) میں ایک شاخ کو تو شگفتہ کر کے اس میں ایک شاخ کو پیوند کر دیتا ہے (تا کہ عمدہ پھل لگے سو یہ تو موسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے کہ ان کی روحانی تربیت فرمائی جاتی ہے تا کہ علوم و کمالات میں ترقی ہو) اور وہی تیشہ دوسری شاخ کو معطل (اور قطع) کر دیتا ہے (اور یہ میری مثال ہے کہ ہلاکت ابدی میں گرفتار ہوں) بھلا شاخ کو تیشہ پر کچھ قدرت ہوتی ہے (جواب یہ کہ) نہیں ہوتی بھلا کوئی شاخ تیشہ کے ہاتھ سے نکل سکتی ہے (جواب یہ کہ) نہیں نکل سکتی۔

ف۔ اگر تمثیل نفی اختیار میں ہے تو مقولہ فرعون کی تمثیل مسلم نہیں اور اگر مطلق تسخیر میں ہے گو بواسطہ اختیار ہو تو جبر لازم نہیں آگے فرعون کہتا ہے) بحق اس قدرت کے کہ وہ تیشہ آپ کے پاس ہے اپنے کرم سے آپ میری ان کجیوں کو راست کر دیجئے (اس سے کوئی شبہ عدم استجابت دعائے ہدایت کا نہ کرے کیونکہ بعثت موسیٰ علیہ السلام بغرض ہدایت خود استجابت ہے جو دعا سے بھی قبل ہو چکی ہے اب وہ خود اس دعوت کو قبول نہ کرے تو اس پر الزام ہے) پھر اپنے دل میں سوچتا کہ تعجب کی بات ہے کیا تمام تمام شب یارب نا یاربنا میں نہیں رہتا ہوں اور خلوت میں بالکل خاکسار اور معتدل الطبیعت ہو جاتا ہوں مگر جہاں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا خدا جانے کیا بلا ہو جاتی ہے (کہ پھر وہی سرکشی وہی انکار۔

ف: اس سے کوئی شبہ بھی نہ کرے کہ جب اس کے دل میں تصدیق تھی اور ندامت بھی تھی تو مومن ہو گیا دفع اس شبہ کا یہ ہے کہ شرائع انبیاء علیہم السلام میں اختیار اور قصد سے تلفظ کلمات کفر کا اور تکذیب احکام الہیہ کی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جحود وقبول حق سے کفر قرار دیا گیا ہے گو دل میں تصدیق ہو اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ تصدیق اضطراری ہے جو شرعا مطلوب اور مامور بہ نہیں ہے کیونکہ امر متعلق ہوتا ہے افعال اختیاریہ کے ساتھ اور یہ اختیاری نہیں خود مشاہدہ براہین سے بالا اضطرار قلب میں پیدا ہو جاتی ہے کہ دفع کرنے سے بھی دفع نہیں ہوتی جیسے کوئی سورج کو دیکھ کر چاہے کہ میں اس کو تاریک سمجھوں ہرگز قادر نہیں غرض یہ تصدیق اضطراری ہے اور مطلوب شرعا تصدیق اختیاری ہے جس کے ساتھ جحود وصدور کفر بالاختیار کا جمع ہونا غیر ممکن ہے اس لئے ایسے شخص کو مومن نہیں کہہ سکتے اس سے بہت سے نصوص کے معانی حل ہو گئے۔

رنگ زر قلب دہ تو می شود	پیش آتش چوں سیہ رومی شود
کھوٹے سونے کا رنگ دس گنا ہوتا ہے	آگ کے سامنے کیسا کالا منہ ہو جاتا ہے
نے کہ قلب وقالبم در حکم اوست	لحظہ مغزم کند یک لحظہ پوست
کیا ایسا نہیں ہے کہ ہمارا قلب اور جسم اس کے تابع ہے	ایک لحظہ میں ہمیں گودا بنا دیتا ہے ایک لحظہ میں چھلکا
لحظۂ ماہم کند لحظہ سیاہ	خود چہ باشد کار ایں غیر الٰہ
ایک لحظہ میں ہمیں چاند بنا دیتا ہے ایک لحظہ میں کالا	خدا کے علاوہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟
سبز گردم چونکہ گوید کشت باش	زرد گردم چونکہ گوید زشت باش
جب وہ کہے کھیتی بن جا میں سبز ہو جاؤں	جب وہ کہے بدصورت بن جا میں زرد ہو جاؤں
پیش چوگانہائے حکم کن فکان	میدویم اندر مکان و لا مکان
"کن فکان" کے حکم کے بلے کے آگے	ہم مکان اور لا مکان میں دوڑ رہے ہیں

(فرعون کے سوال سابق چون بموسیٰ می رسم چون میشوم + کا مولانا جواب دیتے ہیں کہ سبب اس کا یہ ہے کھوٹا سونا (آب وتاب میں) دس حصہ ہوتا ہے مگر دیکھو آگ کے روبرو کیسا سیاہ پڑ جاتا ہے (حاصل جواب یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مثل آتش ومحک کے آلۂ امتحان ہیں جیسے محک سے اصلی حالت سونے کی کھل جاتی ہے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے سبب تیرا خبث باطنی جو صورت مناجات وتضرع میں مستور ہو گیا تھا ظاہر ہو جاتا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اصل سبب ضلالت فرعون کا حب جاہ ہے خلوت میں کوئی امر مزیل جاہ نہیں تھا اس لئے یہ ذمیمہ ساکن ہو جاتا تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کو دعوت فرماتے تھے اختیار عبدیت کی طرف جس کے لوازم میں سے ترک جاہ ہے پس مزیل جاہ کے پیش آنے سے اس ذمیمہ کو پھر حرکت ہوتی تھی پس دعوت موسویہ سبب تھی حرکت حب جاہ کی اور وہ سبب تھا اصرار علی الکفر کا اس طور پر موسیٰ علیہ السلام بالواسطہ گویا بطور محک کے سبب اس کے ظہور ضلال کا ہو جاتے تھے یہ تو جواب تھا باعتبار تعیین سبب ظاہری کے آگے بطور اضراب کے سبب حقیقی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تعیین سے جواب ارشاد ہے کہ) یہ بات نہیں (یعنی تعجب نہیں یا سبب مذکور حقیقۃً نہیں) کیونکہ یا بلکہ ہمارا قلب اور قالب سب ان کے حکم میں ہے وہ ایک لحظہ ہم کو مغز بنا دیتے ہیں ایک لحظہ پوست بنا دیتے ہیں ایک لحظہ ماہ کر دیں ایک لحظہ سیاہ کر دیں بھلا یہ (تصرف) بجز خدا تعالیٰ کے اور کسی کا کام بھی ہو سکتا ہے اگر ہمارے لئے حکم ہو کہ کھیتی بن جاؤ تو ہم فوراً ہرے بھرے ہو جائیں اور اگر حکم ہو کہ زرد ہو جاؤ تو فوراً زشت رو (اور بدرونق ہو جائیں غرض چوگان حکم حق کے روبر (جو کہ صرف کن کہنے سے سب کچھ کر دیتے ہیں) ہم لوگ مکان اور لامکان میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں) یعنی ان کا حکم مکان یعنی عالم مادیات میں بھی چلتا ہے اور لامکان یعنی عالم مجردات میں جس میں ہمارے بعض اجزاء یعنی لطائف بھی داخل ہیں نافذ ہوتا ہے) اور مراد ان سب تمثیلات سے حالات متضادہ محمودہ و مذمومہ ہیں اور حکم سے مراد حکم تکوینی ہے جیسے کن فکان اس پر دلالت کرتا ہے مگر بعض امور میں جن پر جزا و سزا ہے اختیار عبد بھی متوسط ہے لہٰذا شبہ جبر لازم نہیں خوب سمجھ لو)

چونکہ بے رنگے اسیر رنگ شد	موسیٰ با موسیٰ در جنگ شد
جب بے رنگ رنگ کا پابند ہو گیا	ایک موسیٰ کا دوسرے موسیٰ سے اختلاف ہو گیا
چوں بہ بیرنگی شدی کاں داشتی	موسیٰ و فرعون دارند آشتی
جب تو اس بے رنگی میں آ جائے جو تو رکھتا تھا	(معلوم ہو گا کہ) موسیٰ اور فرعون (باہمی) صلح رکھتے ہیں

(بے رنگی اطلاق۔ مراد وجود مطلق رنگ تقیید مراد وجودات خاصہ موسیٰ مطلق ہادی مہتدی۔ فرعون مطلق ضال مضل۔ یہ ظاہر ہے کہ موجودات عالم مطلق وجود میں باہم مشترک ہیں اور انحاء وجود میں جن کو ظہورات کہتے ہیں باہم متمائز و متغائر یعنی ہر موجود میں اس کا وجود جداگانہ آثار کے ساتھ ظہور کر رہا ہے مثلاً پانی میں وہی وجود اس طرح ظاہر ہوا کہ آگ کا بجھا دینا پیاس کا بجھا دینا وغیرہ وغیرہ آثار اس پر مرتب ہوئے پس اسی مطلق وجود کے مختلف افراد ہیں جو حصص وجود کہلاتے ہیں اور موجودات ان حصص وجود میں متمائز ہیں اور مطلق وجود میں متحد اور یہ اہل کشف کو محقق ہو گیا ہے کہ یہ وجود مشترک ماہیت واحدہ ہے ہر ماہیت یا ہر موجود کا حصہ وجود دوسری ماہیت یا دوسرے موجود کے حصہ وجود سے مختلف بالماہیت نہیں صرف آثار و عوارض کا اختلاف ہے اور یہ وجود مشترک حال ہے تمام موجودات میں جو ظل یعنی فیضان ہے ایجاد حق کا یعنی حق تعالیٰ کا تعلق اس فیضان میں سب کے ساتھ یکساں ہے یہ نہیں کہ کسی موجود میں ایک طرح کا فیضان دوسرے میں دوسری طرح کا جیسا اوپر ثابت ہوا کہ حصص وجود باہم مختلف بالحقیقۃ نہیں وہی ایک حقیقۃ واحدہ سب میں مشترک ہے اور مسئلہ وحدۃ الوجود کی ایک تقریر یہ بھی ہے اور مرجع اس کا بھی وہی ہے جو دیباچہ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب سب حصص سے نظر مرتفع ہو جاتی ہے چونکہ وجود مطلق کا بدوں مقید کے محال ہے لہٰذا اس وجود مشترک سے بھی نظر مرتفع ہو گی پس وجود واجب ہی نظر میں رہ جائے گا جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھنا چاہئے کہ اوپر کے اشعار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا طریق حق پر ہونا اور فرعون کا ناحق پر ہونا بیان کیا گیا ہے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

مناسبت سے بطور انتقال الی التوحید حسب عادت خود اس مسئلہ کی تحقیق فرماتے ہیں کہ) جب اطلاق (یعنی وجود مطلق) مقید برنگ (یعنی متعین بوجودات خاصہ) ہوگیا تو ایک ہادی کو دوسرے ہادی سے اختلاف وتمائز پیدا ہوگیا (جیسا ظاہر ہے کہ انبیاء علیہ السلام فروع شرائع میں مختلف ہیں کو وہ اختلاف محمود ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ تمائز فی الوجود پر موقوف ہے) جب تم (ان وجودات متمائزہ کو نظر سے رفع کر کے) اسی اطلاق پر پہنچ جاؤ جو تم کو (مرتبہ مابہ الاشتراک میں) حاصل تھا تو وہاں ہادی اور مضل بھی باہم مشترک ومتحد نظر آئیں گے (جیسا کہ ظاہر ہے مقصود اس سے ترغیب دینا ہے توحید پر کہ ان حوادث مختلفہ کے مشاہدہ پر نظر کو منتصر مت کرو ان سے نظر بالا لے جاؤ تا کہ وہاں مطلق سے بھی نظر گزر کر اصل علت یعنی ذات وصفات وافعال حق کا مشاہدہ میسر ہو)

گر ترا آید بریں گفتہ سوال	رنگ کے خالی بود از قیل وقال
اگر تو میری اس گفتگو پر سوال کرے	رنگ قیل و قال سے کب خالی ہو سکتا ہے؟
اے عجب کایں رنگ از بیرنگ خاست	رنگ با بیرنگ چوں در جنگ خاست
تعجب ہے یہ رنگ بے رنگ سے پیدا ہوا	رنگ بے رنگ سے کیوں مختلف ہوا؟

یہ سوال گو محض عامیانہ ہے مگر چونکہ کاملین سب کی رعایت فرماتے ہیں اس لئے اس کا جواب دینا مقصود ہے (یعنی) اگر اس مضمون مذکور پر جو (باعتبار فہم عوام کے) کسی قدر دقیق ہے یہ سوال پیدا ہو کہ رنگ یعنی موجودات کثیرہ تو قیل وقال یعنی اختلاف (محمود یا مذموم) سے کبھی خالی نہیں رہتے (ورنہ اگر تمائز نہ ہو تو اثنینیت باقی نہ رہے) پس یہ بات عجیب ہے کہ باوجود یہ تمام وجودات وجود مطلق سے ناشی ہوئے ہیں (کیونکہ یہ سب اسی کے حصص ہیں جیسا اوپر مذکور ہوا) پھر کیا وجہ کہ یہ وجودات خاصہ اس مطلق سے (احکام میں) مختلف ہیں (وہ اختلاف یہی ہے کہ وجود مطلق میں تو آثار مختلفہ نہ تھے اور ان میں پیدا ہو گئے حاصل سوال یہ کہ حقیقت مقید کی جب عین حقیقت مطلق مع قید تا ہے تو بنظر اس کے عین مطلق ہونے کے ظاہراً مطلق ومقید کے احکام میں اختلاف ہونا مستبعد ومستغرب معلوم ہوتا ہے اور اگر باعتبار امکان کے اس ۔۔ استبعاد سے قطع نظر بھی کر لی جائے تب بھی اس اختلاف میں کوئی حکمت اور نفع نہیں معلوم ہوتا حالانکہ مقتضائے اصلی کو مرجوح کر کے امر زائد کو راجح کرنے کے لئے حکمت کی ضرورت ہے بخلاف مقتضائے اصلی کے کہ اس کا ابقاء تو خود مقتضائے حکمت ہے حکمت زائدہ کی ضرورت نہیں اور یہاں مرتبۂ مطلق میں بالفعل کوئی اختلاف نہ تھا پھر مقیدات میں کیونکر ہوگیا اور کیوں ہوگیا۔

اصل روغن ز آب افزوں می شود	عاقبت با آب ضد چوں می شود
تیل کا بیج پانی سے بڑھتا ہے	انجام کار پانی کے مخالف کیوں ہوتا ہے؟
چونکہ روغن را ز آب اسرشتہ اند	آب با روغن چرا ضد گشتہ اند
جبکہ تیل کو پانی سے تیار کیا ہے	تو پانی اور تیل میں کیوں تضاد ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں گل از خارست و خار از گل چرا	ہر دو در جنگ اند و اندر ماجرا
جب پھول کانٹے سے اور کانٹا پھول سے ہے کیوں؟	دونوں جنگ میں (مبتلا) ہیں اور بحث و تمحیص میں؟
یا نہ جنگ ست ایں برائے حکمت ست	ہمچو جنگ خرفروشاں صنعت ست
یا یہ جنگ نہیں ہے بلکہ مصلحت کے لئے ہے	دلالوں کی جنگ کی طرح مصنوعی ہے
یا نہ این ست و نہ آں حیرانی ست	گنج باید گنج در ویرانی ست
یا نہ یہ ہے اور نہ وہ حیرانی ہے	خزانہ چاہئے اور خزانہ ویرانی میں ہے

(ان اشعار میں جواب ہے سوال مذکور کا تقریر اس کی یہ ہے کہ ہر چند کہ حقیقت مقید کی عین حقیقت مطلق کی ہے مگر اس کے ساتھ مع قید تا کی قید بھی تو ہے خلاصہ یہ کہ مقید صرف مطلق کا نام نہیں بلکہ مطلق مع القید کا پس یہ اختلاف احکام مطلق و مقید کا باعتبار مقید و مطلق کے عین ہونے کے نہیں بلکہ باعتبار ان قیود منضمہ کے جن کے انضمام سے وہ مقید غیر ہو گیا ہے مطلق کا اس لئے ممکن ہے کہ مطلق کے اور احکام ہوں اور مقید کے اور احکام ہوں منجملہ ان کے یہ حکم بھی ہو کہ مطلق میں اختلاف نہ تھا مقید میں ہو گیا پس مطلق کا من وجہ اصل اور مقید کا فرع ہونا اس امکان کو مانع نہیں چنانچہ نظیر اس کی یہ ہے کہ) دیکھو روغن کا مادہ پانی سے نشو ونما پاتا ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ جن نباتات سے تیل نکلتا ہے وہ پانی سے پرورش پاتے ہیں پس اس اعتبار سے پانی من وجہ روغن کی اصل ہوا) مگر انجام کار پانی کے ساتھ (احکام) میں کیسا مخالف ہو جاتا ہے (حتیٰ کہ دونوں چراغ میں جمع ہو کر کام نہیں دے سکتے) ہم جواباً پوچھتے ہیں کہ جب روغن کو پانی سے تربیت کیا گیا ہے پھر پانی اور روغن ضد کیوں ہو گئے ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ اصل فرع کی تساوی و تماثل تمام احکام میں ضروری نہیں) اور لو جب گل خار سے ہے اور خار گل سے پھر کیوں دونوں مختلف اور زبان حال سے) بحثا بحثی میں لگ رہے ہیں (یعنی احکام اور آثار مختلف ہیں اور گل سے خار کا ہونا اور اس کا عکس بایں معنی ہے کہ اول درخت خاردار پیدا ہوتا ہے اس خاردار درخت میں پھول لگ جاتے ہیں پھر اس گل میں تخم ہوتا ہے اور اس تخم سے درخت خاردار پیدا ہوتا ہے کمافی قولہ تعالیٰ یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی اس اعتبار سے باہم دگر اصل و فرع کہہ دیا اس تقریر سے امکان اختلاف اصل و فرع کا تو ثابت ہو گیا رہ گیا دوسرا سوال کہ اس میں نفع کیا ہے تو اس کا جواب ایک تو اسی تقریر سے نکلتا ہے یعنی ممکن ہے کہ یہ اختلاف خود مقصود بالذات ہو پس سوال حکمت ہی بیکار ہے کیونکہ اگر ہر واقعہ مقصود للحکمۃ ہو تو وہ حکمت بھی ہے ایک واقعہ ہے اس کے لئے بھی ایک حکمت ضروری ہوگی وعلیٰ ہذا القیاس یا تو تسلسل محال لازم آئے گا یا کسی واقعہ کو قطع تسلسل کے لئے مقصود بالذات ماننا پڑے گا سو اس میں سب واقعات متساوی ہیں اگر اول ہی سے اصل مسئول عنہ کو مقصود بالذات کہہ دیا جائے تو کیا امتناع ہے دوسرا جواب یہ ہے کہ) یا یوں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہا جائے کہ یہ اختلاف واقعی (یعنی مقصود بالذات) نہیں بلکہ کسی حکمت کے واسطے ہے (اور وہ حکمت مقصود بالذات ہے) اور خرفروشوں یعنی دلالوں) کی جنگ کی طرح ایک صنعت ہے (کہ ان کوئی نفسہ جنگ اور بحث مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس میں دوسری مصلحت ہوتی ہے کہ خریدار کی نظر میں سودے کی قدر ہو جائے اور مراد اس حکمت سے امر متعین ہے جو غور وفکر کرنے سے قابل ادراک کے ہو اور تیسرا احتمال جواب میں یہ ہے کہ) یا یوں کہا جائے کہ نہ یہ بات ہے نہ وہ بات ہے (یعنی نہ خود اختلاف مذکور مقصود بالذات ہو نہ کوئی امر متعین و منتہیٰ مصالح کا ہو) بلکہ وہ حکمت محض حیرت ہو (یعنی یہی حکمت ہو کہ عقلاء و عرفاء خوب غور کرنے کے بعد بھی جب اس میں کسی حکمت کی تعیین نہ کرسکیں یا ہر حکمت کو محتاج دوسری حکمت کا دیکھیں الی مالا یتناہی تو عدم تعیین سے حیرت کا ان پر غلبہ ہوتا کہ سب غیر اللہ سے ان کی نظر مرتفع ہو جائے اور اسی طرح عدم تناہی سے بزبان حال یہ پڑھ کر حدیث از مطرب و می گوی و راز دہر کمتر جو+سب سلسلہ سے قطع نظر کر دیں اور غیر سے نظر مرتفع ہونے کی جو غایت ہے مولانا اس کو فرماتے ہیں کہ) اب خزانہ تلاش کرو کہ یہ حیرت ویرانی ہے (یعنی جب تم پر حیرت غلبہ کرے اور ماسوی اللہ نظر سے اٹھ جائے تو اب جو اس کا ثمرہ ہے حاصل کرو کہ ذات حق میں توجہ کو مستغرق کر دو کیونکہ یہ حیرت مثل ویرانی کے ہے کہ قلب سے سب غیر اللہ کی عمارت کو منہدم کر دیا اور خزانہ ویرانی میں ہوتا ہے پس مشاہدہ حق کا اسی حیرت میں ہو سکتا ہے کیونکہ توجہ الی اللہ کو توجہ الی غیر اللہ مانع تھی جب مانع مرتفع ہو گیا تو مقصود حقیقی تک رسائی سہل ہے پس اس میں کوشش کرو۔

آنچہ تو گنجش توہم می کنی	زاں تو ہم گنج را گم می کنی
جس کو تو خزانہ سمجھ رہا ہے	اس وہم سے تو خزانہ گم کر رہا ہے
چوں عمارت داں تو وہم ورایہاے	گنج نبود در عمارت جائیہاے
وہم اور تدبیر کو تو آبادی کی طرح سمجھ	آبادیوں میں خزانہ نہیں ہوتا ہے
در عمارت ہستی و جنگے بود	نیست را از ہستہا ننگے بود
عمارت میں ہستی اور اختلاف ہوتا ہے	فانی کو ہستیوں سے نفرت ہوتی ہے
نے کہ ہست از نیستی فریاد کرد	بلکہ نیست آں ہست را واداد کرد
(یہ بات) نہیں ہے کہ ہست نے نیستی سے نفرت کی	بلکہ نیست نے اس ہست کو رد کر دیا ہے
تو مگو کہ من گریزانم زنیست	بلکہ او از تو گریزانست بایست
تو یہ نہ کہہ کہ میں نیست سے گریز کرتا ہوں	بلکہ وہ تجھ سے گریز کرتا ہے ٹھہر
ظاہراً میخواندت او سوئے خود	وز دروں می راندت با چوب رد
بظاہر وہ تجھے اپنی طرف بلاتا ہے	(لیکن) باطن میں تجھے ہکانے کی لکڑی سے بھگاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قومے اندر آتش سوزاں چو ورد	قومے اندر گلستاں با رنج و درد
ایک قوم جلانے والی آگ میں پھولوں کی طرح ہے	(اور) ایک قوم باغ میں رنج اور درد میں ہے
نعلہائے باژگونہ است اے سلیم	نفرت فرعون را داں از کلیم
اے سلیم! یہ الٹے نعل ہیں	فرعون کی نفرت کو موسیٰ (علیہ السلام) کی جانب سے سمجھ

(اوپر حصول گنج کے لئے ترغیب دی ہے اب تعیین گنج میں جو بعض کو غلطی ہو جاتی ہے کہ لذات دنیویہ کو گنج و مقصود سمجھتے ہیں اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) جس چیز کو (غلطی سے) تو گنج سمجھ رہا ہے (وہ خیال بالکل ایسا غلط ہے کہ) اس خیال سے تو گنج (حقیقی) کو گم کئے ہوئے ہے (کیونکہ طالب لذات واصل الی اللہ نہیں ہو سکتا آگے اس غلطی کی مثال فرماتے ہیں کہ) خیالات اور رائے کو (جن سے تحصیل لذات دنیا میں کام لیا جاتا ہے) مثل عمارات کے سمجھو اور گنج کبھی عمارتوں کی جگہوں میں ہوتا نہیں (پس عقل معاش کے بقاء کی حالت میں جو مقصود تم کو حاصل ہے وہ گنج نہیں اس گنج کے حصول کے لئے اس کا فنا کہ کنایہ ہے ویرانی سے شرط ہے آگے ان عمارات یعنی عقل معاش ورائے دنیوی کی مذمت فرماتے ہیں کہ) عمارات میں تو (دعویٰ) ہستی اور اختلاف ہوتا ہے (اسی لئے) فانی فی اللہ کو ان ہستیوں سے (اور جو اس کے دلدادہ ہیں ان سے) نفرت ہوتی ہے (اور ہر چند کہ ظاہر میں ان بندگان ہوا و ہوس کو بھی بندگان حق سے نفرت و وحشت ہوتی ہے مگر) واقع میں یوں نہیں ہے کہ یہ مدعیان ہستی موہوم ان فانیان راہ حق سے فریاد و گریز کرتے ہوں بلکہ خود ان اہل فنا ہی نے ان مقیدان ہستی کو (اپنے دل سے رد کر رکھا ہے (پس اے گرفتار ہستی) تم مت کہو کہ میں ہی اس صاحب فنا سے بھاگتا ہوں (اور منہ نہیں لگاتا) بلکہ واقع میں وہی تجھ سے نفور ہے تو (چاہے) کھڑا رہ (اور دیکھ لے کہ کون بھاگتا ہے اور جس طرح اس نفرت میں معاملہ بالعکس ہے کہ ظاہر میں ناقصین اہل کمال سے نفور ہیں اور واقع میں اہل کمال ہی ان ناقصین سے نفور ہیں۔ اسی طرح بلانے میں معاملہ بالعکس ہے کہ) ظاہر میں تو وہ تجھ کو اپنی طرف بلا رہے ہیں (کیونکہ دعوت الی الحق ان کا کام ہے) مگر باطن میں تجھ کو عصائے رد سے دفع کر رہے ہیں (مطلب یہ ہے کہ باطن میں ان کو اہل نقصان کی طرف بسبب بغض فی اللہ کے میلان نہیں ہے اس لئے جذب نہیں کرتے بلکہ نفرت کی وجہ سے قوت دافعہ غالب ہے اس لئے ان ناقصین کو ان سے وحشت ہے) غرض اس کی مثال الٹی نعلوں کی سی ہے (جن کو چور اپنے جوتوں میں لگا لیتے ہیں کہ اگر مشرق کو جاتے ہیں تو مغرب کی طرف جانے کا نشان بنتا ہے اسی طرح یہاں ظاہر میں کچھ اور محسوس ہوتا ہے اور باطن میں کچھ اور واقع ہے) پس فرعون کی نفرت کو (جو کہ اس کو موسیٰ علیہ السلام سے ہے) تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سمجھو (کہ انہیں کو اس سے نفرت ہے اس وجہ سے اس کو ادھر انجذاب نہیں ہوتا چنانچہ آیت ربنا اطمس علی اموالہم واشدد علی قلوبہم اس کی صریح دلیل ہے اور سبب اس کا وہی

www.besturdubooks.wordpress.com

لبغض فی اللہ ہے اس لئے کوئی اشکال شرعی نہیں کہ اہل اللہ تو خیر خواہ ہوتے ہیں نہ کہ بدخواہ کیونکہ خیر خواہی کے لئے دعوت وہدایت بس ہے جس میں انگوزہ برابر دریغ نہیں اور اسی تعاکس ظاہر و باطن کے فروع میں سے ایک امر یہ ہے کہ) ایک قوم تو (یعنی اہل اللہ ظاہر میں) آتش سوزان (یعنی بلاد مجاہدہ) میں ہیں اور (باطنا) گلاب کی طرح (روحانی مسرت سے خنداں ہیں) اور ایک قوم (یعنی اہل ضلال ظاہر میں) گلستان (یعنی لذات دنیا) میں ہیں اور (باطن میں) رنج وتکلیف میں آلودہ ہیں (کیونکہ) روحانی مسرت سے بے بہرہ ہیں)

سبب حرمان اشقیا از دو جہاں کہ خسر الدنیا والآخرۃ

بدبخت لوگوں کے دوجہاں سے محروم رہنے کا سبب جنہوں نے دنیا اور آخرت میں خسارہ اٹھایا

آں حکیمک اعتقادے کردہ است	کآسماں بیضہ زمیں چوں زردہ است
اس فلسفی نے اعتقاد کیا ہے	کہ آسمان انڈے کی طرح اور زمین زردی کی طرح ہے
گفت سائل چوں بماند ایں خاکداں	درمیان ایں محیط آسماں
سوال کرنیوالے نے کہا کہ یہ زمین کس طرح ٹھہری ہوئی ہے؟	اس احاطہ کرنے والے آسمان کے درمیان میں
ہمچو قندیلے معلق در ہوا	نے براسفل می رود نے برعلا
ہوا میں ایک معلق قندیل کی طرح	(جو) نہ نیچے جاتی ہے نہ اوپر
آں حکیمش گفت کز جذب سما	از جہات شش بماند اندر ہوا
اس فلسفی نے کہا کہ آسمان کی کشش ہے	شش جہات سے ہوا میں ہے
چوں زمقناطیس قبہ ریختہ	درمیان مانند آہنے آویختہ
جیسے مقناطیس سے ڈھلا ہوا قبہ	لٹکا ہوا لوہا (اس کے) درمیان رہتا ہے
آں دگر گفت آسماں با صفا	کے کشد در خود زمین تیرہ را
دوسرے نے کہا معلّی آسمان	تاریک زمین کو اپنی طرف کب کھینچے گا؟
بلکہ دفعش می کند از شش جہات	تا بماند درمیان عاصفات
بلکہ اس کو چھ جانبوں سے دفع کرتا ہے	تاکہ تیز ہواؤں کے درمیان میں رہے

(یہ حکایت تمثیل ہے مضمون بالا۔ نفرت فرعون تو میدان از کلیم + کی) یعنی فلسفی کا اعتقاد ہے کہ آسمان مثل بیضہ کے (محیط) ہے اور زمین زردی بیضہ کی طرح (محاط) ہے کسی سائل نے کہا کہ پھر یہ زمین اسی محیط کے درمیان

www.besturdubooks.wordpress.com

میں کس طرح مثل قندیل کے ہوا میں معلق ہے کہ نہ اسفل کی طرف جاتی ہے نہ اعلی کی طرف حکیم نے جواب دیا کہ چونکہ سب طرف سے آسمان اس کو کشش کرتا ہے اس لئے وہ خلاء میں رہ گئی جیسے مقناطیس کا ایک قبہ بنایا جائے اور بیچوں بیچ میں ایک گولہ لوہے کا لٹکا دیا جائے (چونکہ وہ مقناطیس تمام جوانب سے اس کشش کرے گا لامحالہ وہ درمیان میں رہ جائے گا۔ یہ جذب آسمان کا مذہب مذکور شاید کسی فلسفی کا ہوگا) دوسرے شخص نے (اسکے رد میں) کہا کہ بھلا آسمان پر صفا زمین تیرہ کو اپنی طرف کیوں کھینچنے لگا (کیونکہ تجاذب کے لئے تناسب شرط ہے اور صاف و تیرہ میں مناسبت مفقود ہے) بلکہ (وجہ تعلیق یہ ہے کہ) اس کو شش جہت سے دفع کرتا ہے (اور قوت دافعہ سب طرف سے متساوی ہے) اس لئے زمین درمیان میں تند ہواؤں کے جھکولوں میں رہ گئی (شاید قوت دافعہ کو عاصفات کہہ دیا ہو یا درمیان میں رہنے سے تند ہوائیں اس پر چلتی ہیں (حاصل تمثیل یہ ہوا کہ اسی طرح اہل کمال اہل ضلال کو باطناً اپنے سے دفع کرتے ہیں بوجہ عدم تناسب کے اور یہی سبب ہے حرمان کا چنانچہ آگے تصریح ہے)

پس ز دفع ایں جہان و آں جہاں	ماندہ اند ایں بیرہاں بے این و آں
پس اس جہان اور اس جہان کے دفع کرنے کی وجہ سے	یہ گمراہ بغیر اس کے اور بغیر اس کے رہے
سرکشی از بندگان ذوالجلال	زانکہ دارند از وجود تو ملال
اللہ کے بندوں سے تو سرکشی اس لئے کرتا ہے	کیونکہ وہ تیرے وجود سے رنجیدہ ہیں
کہربا دارند وچوں پیدا کنند	کاہ ہستی ترا شیدا کنند
ان کے پاس کہربا ہے جب وہ اس کو ظاہر کرتے ہیں	تیرے وجود کے تنکے کو عاشق بنا لیتے ہیں
کہربائے خویش چوں پنہاں کنند	زود تسلیم ترا طغیاں کنند
اپنے کہربا کو جب وہ چھپا لیتے ہیں	فوراً تیری اطاعت کو سرکشی بنا دیتے ہیں

پس چونکہ اہل کمال کا قلب دفع کر رہا ہے اس لئے فرعونوں یعنی گمراہوں کی جان ضلال میں پھنسی ہے یعنی وہ حضرات ان کو اس جہان میں بھی دفع کرتے ہیں (کہ ان سے نفرت و بغض فی اللہ رکھتے ہیں) اور اس جہان میں بھی دفع کریں گے کما حکی اللہ تعالیٰ و نادی اصحاب النار اصحاب الجنۃ ان افیضو اعلینا من السماء او مما رزقکم اللہ قالوا ان اللہ حرمھما علی الکافرین. و قال تعالیٰ یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین آمنوا انظر و نا نقتبس من نور کم قیل ارجعو ا وراء کم فالتمسوا نوراً) اس لئے یہ بے راہ لوگ خسر الدنیا والآخرۃ ہوگئے تم جو بندگان ذوالجلال سے سرکشی و اعراض کئے ہوئے ہو خوب یقین کر لو کہ ان کو ہی تمہارے وجود سے ملال ہے (پس گویا تم کو دفع کر رہے ہیں) ان کے پاس ایک کہربا ہے (یعنی ان کے قلب میں قوت جاذبہ ہے) وہ جب اس کو ظاہر کرتے ہیں (یعنی باذن الٰہی اس سے کام لیتے ہیں) تو تیری ہستی

www.besturdubooks.wordpress.com

کو جو مثل کاہ کے ہے اپنا شیدا کر لیتے ہیں (جس طرح کاہ کو کہربا کی طرف کشش ہوتی ہے) اور جب وہ اپنی کہربا کو پوشیدہ کر لیتے ہیں (اور تجھ کو اپنی طرف جذب نہیں کرتے تو فوراً تیری صفت تسلیم (وانقیاد و اعتقاد) کو (مبدل بہ) طغیان کر دیتے ہیں (یعنی تجھ کو ان سے انس نہیں رہتا ف: اور یہ کشش اور اس کی تاثیر موقوف ہے اذن الٰہی پر ورنہ اول تو کشش نہیں ہوتی اور اگر احیاناً کسی عارض سے ہو بھی تا ثیر نہیں ہوتی قال اللہ تعالیٰ انک لاتھدی من احببت و قال علیہ الاسلام اللّٰھم ایدالاسلام بعمر بن الخطاب او بعمر و بن ھشام. الحدیث۔

آنچناں کہ مرتبہ حیوانی ست	کو اسیر و سغبۂ انسانی ست
جس طرح حیوانی مرتبہ ہے	کہ وہ انسان کا قیدی اور فرمانبردار ہے
مرتبہ انساں بدست اولیا	سغبہ چوں حیواں شناسش اے کیا
انسان کا مرتبہ اولیاء کے ہاتھ میں ہے	حیوان کی طرح فرمانبردار سمجھ اے عقلمند!
بندۂ خودخواند احمدؐ در رشاد	جملہ عالم راںخواں قل یا عباد
قرآن میں احمد (ﷺ) نے اپنا بندہ کہہ کر پکارا ہے	تمام جہان کو "قل یا عباد" پڑھ لے
عقل؛ تو ہمچوں شترباں تو شتر	می کشاند ہر طرف در حکم مر
تو اونٹ ہے اور عقل شتربان کی طرح ہے	تحت حکم سے ہر طرف کھینچتی ہے
عقل عقلند اولیا و عقلہا	بر مثال اشتراں تا انتہا
اولیاء عقل کی عقل ہیں اور عقلیں	آخر تک اونٹوں کی طرح ہیں
اندر ایشاں بنگر آخر ز اعتبار	یک قلاؤزست و جان صد ہزار
ان کو عبرت کی نگاہ سے دیکھ	ایک رہنما ہے اور لاکھوں جانیں ہیں

(اس میں مثالیں ہیں اوپر کے مضمون یعنی خلق کے مسخر ہونے کی اولیاء اللہ کے لئے مثال اول) جس طرح مرتبہ حیوانی (یعنی حیوانات) اسیر اور مسخر مرتبۂ انسانی (یعنی انسان) کا ہے (کما قال اللہ تعالیٰ اللہ الذی سخر لکم الانعام اسی طرح نوع انسان کو اولیاء اللہ کے ہاتھ میں مسخر سمجھو (چنانچہ دلیل یہ ہے کہ) تمام عالم کو (باعتبار معنی تسخیر کے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بندہ ارشاد فرمایا ہے چنانچہ تم آیہ قل یاعبادی الذین اسرفوا کو پڑھ کر دیکھ لو (یہ تفسیر باعتبار معنی تسخیر کے گو مستحیل نہیں مگر مستبعد ہے لیکن مدعائے مقصود اس پر موقوف نہیں اطیعوا الرسول. وارسلناک الا کافۃ للناس اس کے اثبات کے لئے کافی ہے مثال ثانی) دیکھو تمہاری عقل (متبوع ہونے میں) مثل شتربان کے ہے اور تم (اس کے تابع ہونے میں) مثل شتر کے ہو وہ عقل تم کو اپنے حکم قوی میں ہر طرف (جہاں چاہتی ہے) لئے لئے پھرتی ہے اسی طرح اولیاء اللہ مثل عقل العقول کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں (کہ عقول کی رہبری کرتے ہیں) اور بقیہ عقول اول سے انتہا تک مثل شتروں کے ہیں (کہ محتاج اتباع اولیا ہیں) ان کی حالت میں ذرا نظر عبرت سے غور کرو کہ (ان حضرات میں سے) ایک رہبر (ہوتا ہے) اور لاکھوں کی جائیں (اس کی پیرو ہوتی ہیں) ف: اوپر تسخیر جذبی کا بیان تھا اور ان اشعار میں مطلق تسخیر مذکور ہے جو عام ہے اس کو بھی اور تسخیر ارشادی یعنی رہبری ورہنمائی کو بھی سو اتنی مناسبت ربط کلام کے لئے کافی ہے۔

چہ قلاوز و چہ اشترباں بیاب	دیدۂ کاں دیدہ بیند آفتاب
رہنما کیا اور شتربان کیا' حاصل کر	وہ آنکھ جو آنکھ آفتاب کو دیکھ سکے
نک جہاں در شب بماندہ میخ دوز	منتظر' موقوف خورشید ست و روز
یہ دنیا تاریکی میں ہے بیکار	منتظر اور سورج اور دن پر موقوف ہے
اینت خورشیدے نہاں در ذرۂ	شیر نر در پوستین برۂ
حیرت ' ذرہ میں سورج پوشیدہ ہے	بکری کے بچہ کی کھال میں شیر نر ہے
اینت دریائے نہاں در زیر کاہ	پا براں کہ ہیں منہ با اشتباہ
حیرت گھاس کے نیچے چھپا دریا ہے	خبردار شبہ میں اس گھاس پر پاؤں نہ رکھنا
اشتباہے و گمانے در دروں	رحمت حق ست بہر رہنموں
باطن میں محض ظن اور گمان	رہنمائی کے لئے اللہ کی رحمت ہے

(اوپر اولیاء اللہ کی عظمت شان مثالوں میں بیان کی ہے اب اس سے اضراب کر کے فرماتے ہیں کہ) قلاوز و شتربان کی مثالیں کیا چیز ہیں (جن سے اولیاء اللہ کی عظمت کی حقیقت معلوم ہو سکے) تم وہ (باطنی) آنکھ دستیاب کرو جو آفتاب (انسان کامل) کو ادراک کر سکے یہ جہان تو (بدوں اولیاء کے شب تاریک (جہل و ضلال) میں (حرکت و عروج الی الکمال سے) میخ دوز (یعنی بستہ) ہو رہا ہے اور روز (ہدایت کا طلوع ہونا تو خورشید (ذات انسان کامل) پر موقوف ہے اور اس کا منتظر ہے (مطلب یہ کہ اگر اولیاء اللہ نہ ہوں تو تمام عالم تاریک ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ انوار دین ان ہی کی ذات سے ہیں) یہ خورشید (یعنی ذات انسان کامل کہ عبارت ہے اس کی روح سے) ایک ذرہ (یعنی جسم عنصری میں) پوشیدہ ہو رہا ہے (دوسری مثال) گویا شیر نر ایک بکری کی پوستین میں چھپ رہا ہے (تیسری مثال) یہ گویا ایک دریا ہے جو گھاس کے نیچے پنہاں ہو رہا ہے (دیکھو خبردار اس گھاس پر پاؤں مت رکھ دینا بوجہ اس شبہ کے (کہ شاید یہ انسان کامل ہو مطلب سب امثلہ کا یہ ہے کہ اولیاء اللہ کی ظاہری حالت جسمانی کم روئی یا کہیں جاگی و خستگی کو دیکھ کر ان سے گستاخی و بداعتقادی مت کرو کیونکہ اس میں اندیشہ ہلاکت کا ہے جیسے کوئی شیر کو جو بکری کی پوستین میں ہے چھیڑنے لگے یا گھاس پر جس کے نیچے دریا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پاؤں رکھنے لگے ظاہر ہے کیا انجام ہوگا آگے اس شبہ کا کہ شاید یہ انسان کامل ہو موجب رحمت ہونا فرماتے ہیں کہ) یہ اشتباہ اور گمان مذکور جو قلب میں آجاتا ہے یہ رہنمائی کے لئے رحمت حق ہے (ورنہ مقتضا ولایت خاصہ کا تو یہ تھا کہ عوام کا مرتبہ احتمال میں بھی اس کا انکشاف نہ ہوتا اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم سوائی مگر اس صورت میں ان سے کوئی طالب بھی منتفع نہ ہوسکتا اور نیز ان کے ساتھ یہ گستاخی کرنے سے احتیاط نہ کی جاتی اور گو یہ گستاخی بلا علم ہوتی مگر بوجہ قدرت علی اللہ شر و تعدیل القصد کے معذوری نہ ہوتی پس یہ رحمت حق ہے کہ اولیا کی ذات میں کچھ آثار ایسے رکھ دیے جس سے اقل درجہ شبہ تو ان کے کامل ہونے کا ہوسکتا ہے جس سے انتفاع بھی سہل ہے اور ادب بھی ممکن ہے اس لئے مولانا اس کو دلیل و جوب ادب میں لائے۔

ہر پیمبر فرد آمد در جہان	فرد بود و صد جہانش درنہان
ہر پیمبر دنیا میں تنہا آیا	تنہا تھا اور اس میں سو جہان چھپے ہوئے تھے
عالم کبریٰ بقدرت سحرہ کرد	کرد خود را در کہیں نقشے نورد
قدرت سے عالم کبریٰ کو سحر کر لیا	معمولی نقش میں اپنے آپ کو لپیٹ دیا
ابلہانش فرد دیدند و ضعیف	کے ضعیف ست آنکہ باشہ شد حریف
بیوقوفوں نے اس کو اکیلا اور کمزور سمجھا	وہ کمزور کب ہوگا جو شاہ کا مصاحب ہو
ابلہاں گفتند مردے بیش نیست	وائے آنکو عاقبت اندیش نیست
بیوقوفوں نے کہا ایک انسان سے زیادہ نہیں ہے	اس پر افسوس ہے جو عاقبت اندیش نہیں ہے
عاقبت دیدن بود از کاملی	دور بودن ہر نفس از جاہلی
کامل ہونا انجام پر نظر رکھنا ہے	ہر وقت جہالت سے دور رہنا ہے
بشنو اکنوں قصۂ صالحؑ رواں	بگذر از صورت طلب معنے دراں
اب (حضرت) صالحؑ کا مشہور قصہ سن	الفاظ سے گزر جا ان میں معنی طلب کر
زانکہ صورت بیں نہ بیند عاقبت	عاقبت بینی بیابی عافیت
کیونکہ ظاہر بیں انجام کو نہیں دیکھتا ہے	تو انجام پر نظر کرے گا تو عافیت کو پالے گا

(یہ تقریر و توضیح ہے مضمون بالا کی کہ مقبولان الٰہی گو بظاہر ضعیف ہوتے ہیں مگر باطنا ان کی بڑی عظمت و رفعت ہوتی ہے پس فرماتے ہیں کہ) ہر پیغمبر دنیا میں تنہا آئے ہیں (مگر باوجودیکہ ظاہر میں) فرد ہوتے تھے ان کے باطن میں سینکڑوں عالم مخفی ہوتے ہیں (وہ عالم فیوض ہیں اسماء الٰہیہ کے یعنی ان کے علوم و کمالات و قبولیت عند اللہ و منصوریت من اللہ) اس عالم اکبر کو (کہ عبارت ہے مجموعۂ موجودات عالم سے) اپنی خداداد قدرت سے مسخر کر لیا تھا (کہ نزول برکات

www.besturdubooks.wordpress.com

میں سب ان کے محتاج تھے حتیٰ کہ سمٰوات وارض کا بقاء مقبولان الٰہی کے دم تک ہے اور جب ان میں سے کوئی نہ رہے گا تو اللہ اللہ کہنا موقوف ہو جائے گا اور قیامت قائم ہو کر عالم نیست و نابود ہو جائے گا جیسا حدیث صحیح میں وارد ہے مگر ظاہر میں اپنے آپ کو ایک ادنیٰ درجہ کی صورت (یعنی تن عنصری و عامیانہ حالت) میں پوشیدہ کر رکھا تھا سو بیوقوف لوگوں نے ان کو تنہا و ضعیف سمجھا لیکن ایسا شخص کیا ضعیف ہو سکتا ہے کہ بادشاہ حقیقی کا مقرب و جلیس ہو بیوقوف کہا کرتے کہ ایک آدمی ہیں اس سے زیادہ کوئی بات نہیں (جیسا قرآن مجید میں حکایت ہے (البشرا منا واحدٗ منبعه) واقعی اس شخص کی حالت بھی افسوس ناک ہے جو عاقبت اندیش نہ ہو (جیسا کہ قرآن مجید میں جواب ہے جواب ہے سیعلمون غدا من الکذاب الاشر) انجام اندیشی اور ہر دم جہالت سے دور رہنا بھی کامل ہونے کی علامت ہے (اب اس کی تائید کے لئے تم صالح علیہ السلام کا مشہور قصہ سن لو اور (اس کے سننے سے یہ نتیجہ حاصل کرو کہ) صورت سے گزر کر معنی تک پہنچا کرو کیونکہ صورت بین انجام کو نہیں دیکھتا ہے اگر عاقبت بینی کرنے لگو تو عافیت میسر ہو جائے۔

حقیر دیدن خصمان صالحؑ ناقہ راچوں حق تعالیٰ خواہد لشکرے راہلاک گرداند در نظر ایشاں خصمان راحقیر نماید و یقللکم فی اعینھم لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً

دشمنوں کا حضرت صالحؑ کی اونٹنی کو حقیر سمجھنا جب خدا چاہتا ہے کہ کسی لشکر کو ہلاک کرے ان کی نگاہ میں دشمنوں کو حقیر دکھاتا ہے اور وہ تم کو ان کی نظر میں کم دکھاتا تھا تاکہ اس کام کو سرانجام دے جو کرنا چاہتا ہے

ناقۂ صالحؑ بصورت بد شتر	پے بریدندش بجہل آں قوم مر
(حضرت) صالحؑ کی اونٹنی بظاہر ایک اونٹنی تھی	اس سخت قوم نے جہالت سے اس کی کونچیں کاٹ دیں
از برائے آب جو خصمش شدند	آب کور و ناں کور ایشاں بدند
وہ نہر کے پانی کی وجہ سے اس کے دشمن ہو گئے	وہ پانی اور روٹی کے احسان فراموش ہو گئے
ناقۃ اللہ آب خورد از جوئے میغ	آب حق را داشتند از حق دریغ
اللہ کی اونٹنی نے ابر کی نہر سے پانی پیا	انہوں نے اللہ کا پانیٰ اللہ سے روکا
ناقۂ صالحؑ چو جسم صالحاں	شد کمینے در ہلاک طالحاں
(حضرت) صالحؑ کی اونٹنی کی مثال نیکوں کے جسم کی سی ہے	(جو) بدبختوں کی ہلاکت کی کمین گاہ بنی
تابراں امت زحکم مرگ و درد	ناقۃ اللہ و سقیاھا چہ کرد
دیکھ لو! کہ اس قوم پر موت اور درد کے ذریعہ	اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی پینے نے کیا کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

شحنۂ قہر خدا ز ایشاں بجست	خونبہائے اشترے شہرے درست
خدا کے قہر کے داروغہ نے ان سے طلب کیا	. اونٹنی کے خون کے بدلے میں ایک پورا شہر

یعنی ناقہ حضرت صالح علیہ السلام کی ظاہر میں تو صرف ایک معمولی اونٹنی تھی اس قوم سخت نے جہالت سے اس کے ہاتھ پاؤں قطع کر ڈالے صرف قدرتی پانی کے واسطے اس کے دشمن ہو گئے (آب چاہ کو تشبیہا آب جو کہہ دیا وجہ تشبیہ کی بلا صنعت بندہ کے اس کا پیدا ہونا ہے) واقعی وہ لوگ پانی کے بھی ندیدہ تھے اور کھانے کے بھی ندیدہ تھے (یعنی بخیل وحریص تھے) ناقۃ اللہ قدرتی چشمہ سے پانی پیتی تھی (یہاں تشبیہا جوئے میغ کہہ دیا) خدا کا پانی خدا ہی سے دریغ کرتے تھے (یعنی اللہ کی خاص اونٹنی کو نہ دیتے تھے) ناقۂ صالح کی مثال صلحا کے جسم کی ہے (کہ مرکب ہے روح کا جو مشابہ ہے صالح علیہ السلام کے جیسا آگے آتا ہے) اور وہ ظالموں کی ہلاکت کے لئے مثل کمین گاہ کے ہے (کیونکہ شان کمین گاہ کی یہ ہوتی ہے کہ وہاں سے ہجوم بلیہ کا گمان بھی نہیں ہوتا اس طرف سے محض بے خوف وخطر ہوتا ہے اسی طرح صلحاء کو آزار جسمانی دیتے ہوئے لوگ اندیشناک نہیں ہوتے اور اس کے سبب مبتلائے قہر الٰہی ہوتے ہیں) یہاں تک کہ اس امت پر ناقۃ اللہ اور اس کے پانی پینے کے معاملہ نے دیکھو موت اور مصیبت کا کیا واقعہ نازل کرایا کہ شحنۂ قہر خداوندی نے ان لوگوں سے ایک ناقہ کے خون بہا میں پورے ایک شہر کا مطالبہ کر لیا (یہی قصہ ہوتا ہے جسم صلحاء کو آزار دینے کا اور جسم کی تخصیص بدیں وجہ کی جاتی ہے کہ ان کی روح پر تو کسی موذی اور کسی کی ایذاء کا دسترس ہی نہیں ان کو ستانا صرف جسم تک اثر کر سکتا ہے جیسا عنقریب تصریحاً مثنوی میں آتا ہے۔

روح صالح بر مثال اشتریست	نفس گمرہ مرد را چوں پے بریست
روح جو بمنزلہ (حضرت) صالح کے ہے اونٹ جیسی چیز پر (سوار) ہے	اور گمراہ نفس اس کی کونچیں کاٹنے والے کی طرح ہے
روح ہمچو صالح وتن ناقہ است	روح اندر وصل وتن در فاقہ است
روح بمنزلہ (حضرت) صالح ہے اور جسم اونٹنی ہے	روح وصل (کی خوشی) میں ہے اور جسم فاقہ میں ہے
روح صالح قابل آفات نیست	زخم برناقہ بود بر ذات نیست
روح (جو بمنزلہ) صالح ہے مصائب کو قبول کرنے والی نہیں ہے	زخم اونٹنی پر ہوگا ذات پر نہیں ہے
روح صالح قابل آزار نیست	نور یزداں سغبۂ کفار نیست
روح (جو بمنزلہ) صالح ہے تکالیف کو قبول کرنیوالی نہیں ہے	اللہ کا نور کافروں کا تر لقمہ نہیں ہے
حق ازاں پیوست با جسمے نہاں	تاش آزارند و بینند امتحاں
اللہ تعالیٰ نے اس کو جسم سے پوشیدہ طور پر پیوست کر دیا ہے	تاکہ وہ اس کو ستائیں اور آزمائش میں پڑیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بے خبر کآزار ایں آزار اوست	آب ایں خم متصل با آب جوست
(وہ) اس سے بے خبر ہیں کہ اس (روح) کا ستانا اس (اللہ) کا ستانا ہے	اس مٹکے کا پانی نہر کے پانی سے وابستہ ہے
زاں تعلق کرد با جسمش الٰہ	تا کہ گردد جملہ عالم را پناہ
اس کو اللہ نے جسم سے اس لئے متعلق کیا	تاکہ وہ تمام دنیا کے لئے پناہ بنے
کس نیابد بر دل ایشاں ظفر	بر صدف آید ضرر نے بر گہر
ان کے دل پر کوئی فتح نہیں پاتا ہے	ضرر سیپ کو پہنچتا ہے نہ کہ موتی کو
ناقۂ جسم ولی را بندہ باش	تا شوی با روح صالحؑ خواجہ تاش
ولی کے جسم کی اونٹنی کا غلام بن جا	تاکہ روح صالح کے ساتھ تجھے ہمخواجگی حاصل ہو

(اس میں تطبیق ہے قصہ کی مقصود مذکور پر کہ مقبولان الٰہی کو ضعیف نہ سمجھے اور ان کی مخالفت نہ کرے ورنہ مثل موذیان ناقہ صالح کے مستوجب ہلاکت ابدیہ کا ہوگا تقریر تطبیق کی یہ ہے کہ) روح جو مثل صالح علیہ السلام کے ہے وہ شتر کے مثل ایک چیز (یعنی تن) پر (سوار) ہے اور گمراہ (لوگوں کا) نفس اس کے لئے کونچیں کاٹنے والا (یعنی آزار دہندہ) ہے پس (مقبولین کی) روح تو مثل صالح علیہ السلام کے ہوئی اور تن مثل ناقہ کے ہے سو روح تو (ہمیشہ) وصل (اور راحت) میں ہے (کہ اس پر کسی کا اثر ایذاء کا نہیں پہنچتا گو موذی لوگ یہی قصد کرتے ہوں) اور تن فاقہ (وغم) میں (مبتلا ہوسکتا) ہے یعنی روح جو مثل صالح علیہ السلام کے ہے آزار کے قابل نہیں (کیونکہ وہ عالم امر سے ہونے کے سبب ایک قسم کا نور الٰہی ہے کیونکہ مجرد میں مظہریت کی شان زائد ہے کہ وہ تنزہ وتجرد میں بھی مناسبت رکھتی ہے اور حقیقت نور کی یہی ظہور ہے) اور نور الٰہی کفار (ومخالفین) کا مغلوب نہیں ہوسکتا اس لئے روح جو مثل صالح علیہ السلام کے ہے قابل آفات نہیں ہے اور زخم (وتکلیف جو کچھ کاملین پر واقع ہوتی ہے وہ) ناقہ (یعنی جسم) پر ہے (انکی) ذات (یعنی روح) پر نہیں ہے (مگر چونکہ تن کو بھی ایک خاص تعلق روح سے ہے اور روح کو ایک خاص تعلق حق تعالیٰ سے ہے اس لئے اس کے آزار رسانی سے وہی سزا ہوتی ہے جو ایذاء روح سے بلکہ ایذاء حق سے ہونا چاہیے کما قال تعالیٰ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ الخ۔ چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ (حق تعالیٰ نے اس واسطے جسم سے (روح کو) باطن میں پیوستہ فرمادیا ہے تاکہ (اعداء) اس جسم کو آزار دیں اور اس کا نتیجہ بھگتیں (بوجہ تعلق جسم مع الروح اور تعلق روح مع الحق کے جیسا ابھی بیان ہوا) یہ موذی اس سے بے خبر ہیں کہ اس کا آزار دینا اس کا آزار دینا ہے (یعنی جسم کا آزار روح کا آزار ہے یا یہ کہ بواسطہ جسم کے روح کا آزار حق تعالیٰ کا آزار دینا ہے) کیونکہ اس خم (تن کا پانی (یعنی روح) دریا (یعنی حضرت حق) سے اتصال (وتعلق خاص) رکھتا ہے اور (دوسرے) اس واسطے روح کا تعلق جسم سے کردیا ہے تاکہ (یہ شخص

www.besturdubooks.wordpress.com

کامل) تمام عالم کے لئے (باعتبار ارشاد و ہدایت وفیض رسانی کے) پناہ ہو جائے (یعنی ایک حکمت یہ ہے کہ منکرین کو سزا ہو جس کا اول بیان کیا۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ طالبین کو ہدایت وفیض ہو کیونکہ بدوں تعلق جسمانی کے بعثت دنیا میں اور مخالطت و مجانست و وعظ و پند کچھ بھی نہ ہوتا اور تمام عالم اس لئے کہا کہ ہدایت بمعنی رہ نمودن تو سبھی کے لئے ہوئی ہے خواہ کوئی راہ میں بڑھنا چاہے یا نہ چاہے ہاں) ان کے دل پر (یعنی روح پر تو کوئی قابو پا نہیں سکتا) یعنی کسی کی ایذا نہیں پہنچ سکتی حتیٰ کہ شیطان بھی مایوس ہے قال اللہ تعالیٰ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان) اور جو کچھ ضرر پہنچتا ہے وہ صدف (یعنی جسم) پر ہے نہ کہ گوہر (یعنی روح) پر (جب کاملین کی یہ شان ہے تو) تم جسم اولیاء کے جو مثال ناقہ کے ہے خادم بنے رہو (یعنی ایذا مت پہنچاؤ بلکہ راحت دو) تاکہ تم روح کے ساتھ جو مثل صالح علیہ السلام کے ہے خواجہ تاشی کا علاقہ ہو جائے (یعنی اس بندہ مقبول کے تم بھی بندہ مقبول ہو جاؤ)

گفت صالحؑ چونکہ کردید ایں حسد	بعد سہ روز از خدا نقمت رسد
(حضرت) صالحؑ نے فرمایا کہ چونکہ تم نے یہ حسد برتا	تین دن کے بعد خدا کا عذاب آئے گا
بعد سہ روز دگر از جاں ستاں	آفتے آید کہ دارد سہ نشاں
اگلے تین دن بعد جان لینے والے (اللہ) کی جانب سے	ایک آگ آئے گی جس کی تین علامتیں ہیں
رنگ روئے جملہ تاں گردد دگر	رنگ رنگ مختلف اندر نظر
تم سب کے چہروں کا رنگ دگرگوں ہو جائے گا	جو دیکھنے میں مختلف رنگ کے ہوں گے
روز اول روئے تاں چوں زعفراں	در دوم رو سرخ ہمچوں ارغواں
پہلے دن تمہارے چہرے زعفران جیسے ہوں گے	دوسرے دن چہرے ارغواں کی طرح سرخ ہوں گے
در سوم گردد ہمہ روہا سیاہ	بعد ازاں اندر رسد قہر الٰہ
تیسرے دن سب چہرے سیاہ ہو جائیں گے	اس کے بعد اللہ کا عذاب آ جائے گا
گر نشاں خواہید از من زیں وعید	کرۂ ناقہ بسوئے کہ دوید
اگر تم مجھ سے اس دھمکی کی علامت چاہتے ہو	اونٹنی کا بچہ پہاڑ کی جانب بھاگا جا رہا ہے
گر توانیدش گرفتن چارہ ہست	ورنہ خود مرغ امید از دام جست
اگر اس کو پکڑ سکو تو (یہ) تدبیر ہے	ورنہ امید کا پرندہ جال سے نکل گیا ہے

(یہاں سے تفصیل ہے عذاب کی جو ناقہ کے قتل پر نازل ہوا جس کا بیان مجمل آیا تھا ناقۃ اللہ وسقیاہا چہ کردہ اور تتمیم ہے قصہ کی) یعنی حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تمہارے حسد کی یہاں تک نوبت پہنچ

گئی (کہ ناقہ کا پانی پینا گوارا نہ ہوا حتیٰ کہ اس کو قتل کر ڈالا) تو اب تین روز کے بعد خدا تعالیٰ کی جانب سے انتقام آنے والا ہے یعنی (آج کے دن کے علاوہ وہ) تین روز اور گزر جائیں اس وقت آتش قہر خداوندی آنے والی ہے جس کی تین علامتیں ہیں (جو قبل نزول عذاب ظاہر ہونگی) وہ یہ ہے کہ (ان تین دن میں) تم سب کے چہروں کا رنگ مختلف الوان سے مشاہدۂ متغیر ہو جائے گا اس طرح سے کہ اول روز تمہارے چہرے زعفران کی طرح زرد ہو جائیں گے اور دوسرے روز ارغوان کی طرح سرخ ہو جائیں گے اور تیسرے روز سب سیاہ ہو جائیں گے ان (تینوں علامتوں) کے بعد وہ قہر الٰہی (موعود) آئے گا اور اگر (میری) اس وعید کی بھی علامت درکار ہے تو (ابھی جا کر دیکھ لو کہ اس) ناقہ کا بچہ (کہ اس کے ساتھ تھا) پہاڑ کی طرف بھاگا جا رہا ہے اگر تم اس کو بھی پکڑ سکو تو یہ ایک تدبیر ہے (عذاب سے بچنے کی یعنی اس کو پکڑ کر لاؤ رکھو خوب خدمت کرو تا کہ قتل ناقہ کا کفارہ اور اس سے توبہ ہو جائے) ورنہ مرغ امید دام سے نکل ہی چکا ہے (اور امید نجات کی منقطع ہو چکی ہے)

چوں شنیدند ایں از و جملہ بہ تگ	درپئے اشتر دویدندے چو سگ
جب انہوں نے ان سے یہ سنا سب دوڑ کر	اونٹ (کے بچے) کے پیچھے کتے کی طرح بھاگے
کس نتانست اندراں کرہ رسید	رفت و در کہسارہا شد نا پدید
کوئی شخص اس بچہ تک نہ پہنچ سکا	وہ چلا گیا اور پہاڑوں میں غائب ہو گیا
ہمچو روح پاک کو از ننگ تن	میگریزد جانب رب المنن
پاک روح کی طرح جو کہ جسم کی نفرت سے	خدا کی جانب بھاگتی ہے
گفت دیدید ایں قضا مبرم شدست	صورت امید را گردن زدست
فرمایا تم نے دیکھ لیا یہ فیصلہ قطعی ہو گیا ہے	جس نے امید کی صورت معدوم کر دی ہے
کرۂ ناقہ چہ باشدُ خاطرش	کہ بجا آرید احسان و برش
اونٹنی کا بچہ کس کی مثال ہے؟ اس کے دل کی	کہ جس کے ساتھ احسان اور خدمت بجا لاؤ
گر بجا آید دلش رستید ازاں	ورنہ نومید و ساعدہا گزاں
اگر اس کا دل صاف ہو جائے اس (عذاب) سے چھوٹ گئے	ورنہ ناامید اور حسرت زدہ رہو گے

جب ان لوگوں نے آپ سے یہ بات سنی تو سب کے سب دوڑتے ہوئے اس بچے کے پیچھے چلے لیکن کوئی شخص اس بچہ تک نہ پہنچ سکا اور وہ پہاڑوں میں گھس کر غائب ہو گیا جیسے پاک روح کی حالت ہوتی ہے کہ ننگ (و نفرت قید) تن کی وجہ سے حق جل شانہ کی طرف دوڑ کر جاتی ہے (جیسا حدیث میں ہے کہ اس کو فرشتے بلاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تو خوش بخوش نکل جاتی ہے) حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ تم نے دیکھ بھی لیا اب یہ قضا مبرم (اور حتمی) ہو چکی ہے اور صورت امید کی اس نے گردن ماردی ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ تم کو معلوم بھی ہے کہ) کرۂ ناقہ کا ہے کی مثال ہے (خود جواب دیتے ہیں کہ) یہ مثال ہے اس کامل کی خاطر کی کہ اس کیساتھ احسان اور اس کی خدمت گزاری کو بجالاؤ (یعنی جس طرح وہ بچہ اس ناقہ کے متعلقات میں تھا اور اس کی مدارات کفارہ اس کے آزار رسانی کا ہو جاتی اسی طرح بعد ایذا رسانی اولیاء کے ان کی خاطر ان کے متعلقات میں سے ہے کہ اس کی نگہداشت اور اس کو خوش کرنا کفارہ ہو سکتا ہے اس ایذا رسانی کا) پس اگر اس کی خاطر بجا ہووے (یعنی معذرت و خدمت سے اس کی کدورت رفع کر دی جائے) تب تو تم اس (کے وبال) سے بچ گئے ورنہ ناامیدی اور حسرت ہے۔

چوں شنیدند آں وعید منکدر	چشم بنہادند آں را منتظر
جب انہوں نے ہولناک دھمکی سنی	سراپا انتظار بن کر انتظار کرنے لگے
روز اول روئے خود دیدند زرد	میزدند از نا امیدی آہ سرد
پہلے دن اپنے چہروں کو زرد دیکھا	اور ناامیدی سے ٹھنڈی آہیں بھریں
سرخ شد روئے ہمہ روز دوم	نوبت امید و توبہ گشت گم
دوسرے دن سب کے چہرے سرخ ہو گئے	امید اور توبہ کا وقت ختم ہو گیا
شد سیہ روز سوم روئے ہمہ	حکم صالحؑ راست شد بے ملحمہ
تیسرے دن سب کے چہرے سیاہ ہو گئے	(حضرت) صالحؑ کا حکم بلا اختلاف صحیح ثابت ہوا
چوں ہمہ درنا امیدی سرزدند	ہمچو اشتر در دو زانو آمدند
جب سب ناامیدی میں مبتلا ہو گئے	اونٹ کی طرح گھٹنوں کے بل آ لئے
در نبے آورد جبرئیلؑ امیں	شرح ایں زانو زدن را جاثمیں
قرآن میں جبرئیلؑ امین لائے ہیں	گھٹنوں کے بل بیٹھنے کی شرح جاثمین
زانو آں دم زن کہ تعلیمت کنند	وز چنیں زانو زدن بیمت کنند
تو دوزانو اس وقت بیٹھ جب تجھے پڑھائیں	اور اس طرح دو زانو بیٹھ جانے سے تجھے ڈرائیں
منتظر گشتند زخم قہر را	قہر آمد نیست کرد آں شہر را
قہر کی چوٹ کے منتظر ہو گئے	قہر ٹوٹا (اور) اس شہر کو نیست و نابود کر دیا

یعنی جب ان لوگوں نے یہ وعید تیرہ سنی تو انتظار میں آنکھ لگا کر بیٹھ گئے پس اول روز اپنے چہروں کو دیکھا کہ زرد

www.besturdubooks.wordpress.com

پڑ گئے۔ اس وقت ناامیدی سے آہ سرد کرتے تھے (یہ حسرت طبعی تھی جو توبہ نہیں ہے) پھر دوسرے روز سب کے چہرے سیاہ ہی ہوگئے اور بلانزاع حضرت صالح علیہ السلام کا قول صحیح ہوگیا جب سب کی ناامیدی ظاہر ہوگئی تو اونٹ کی طرح زانو کے بل گر گئے جیسا کہ قرآن مجید میں جبرائیل امین اس زانو پر گرنے کی شرح (بطور وحی کے لائے ہیں فاصبحوا فی دیارھم جاثمین (جاثمین کے معنی لغت میں بر سینہ خفتہ کے ہیں نہ برزانو افتادہ کے بعض مفسرین کو بھی جاثمین کے اشتباہ سے کہ اس کے معنی برزانو افتادہ کے ہیں اس تفسیر میں غلطی ہوئی ہے اور یوں جثوم کے لوازم میں سے جثو کو کہہ کر یہ تفسیر کردی جائے تو مجازاً صحیح ہے اب زانو زدن کی مناسبت سے ارشاد ہوتا ہے کہ) زانو مارنا (یعنی زانو پر ادب سے استاد کے روبرو بیٹھنا) اس وقت مفید ہے جب تعلیم کا وقت ہو اور اس تعلیم میں ایسے زانو مارنے سے تجھ کو ڈرائیں اور بچائیں (ورنہ جب عذاب الٰہی کا معائنہ ہوگیا اب اضطراری زانو زدن کس کام کا ہے قال تعالیٰ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راؤ اباسنا اور یہاں تو ہلاکت کا زانو زدن تھا ندامت و معذرت کا بھی نہ تھا) غرض اس حالت میں زخم قہر کے منتظر ہو کر بیٹھے تھے کہ قہر آیا اور تمام شہر کو نیست و نابود کردیا۔

صالحؑ از خلوت بسوئے شہر رفت	شہر دید اندر میان دو دو تفت
(حضرت) صالحؑ خلوت سے شہر کی جانب گئے	شہر کو دھویں اور سوختگی میں دیکھا
نالہ از اجزائے ایشاں می شنید	نوحہ پیدا نوحہ گویاں ناپدید
ان کے اجزاء سے نالہ سنتے تھے	رونا موجود تھا رونے والے معدوم تھے
ز استخوانہا شاں شنید او نالہا	اشک خوں از جان شاں چوں ژالہا
انہوں نے ان کی ہڈیوں سے رونا سنا	ان کی جانوں سے خون کے آنسو اولوں کی طرح (دیکھے)
گریہ چوں از حد گذشت و ہائے ہائے	گریہ ہائے جانفزائے دلربائے
رونا اور ہائے ہائے جب حد سے گزر گیا	وہ رونا جو جانفزا اور دلربا تھا
صالحؑ آں بشنید و گریہ ساز کرد	نوحہ بر نوحہ گراں آغاز کرد
(حضرت) صالحؑ نے وہ سنا اور رونا شروع کر دیا	رونے والوں پر رونا شروع کر دیا

یعنی حضرت صالح علیہ السلام خلوت سے (کہ ہلاکت کے وقت آپ علیحدہ ہوگئے تھے) شہر کی طرف متوجہ ہوئے دیکھتے کیا ہیں کہ (آثار قہر سے) تمام شہر دھواں دھار ہو رہا ہے ان کے اجزاء سے رونے چلانے کی آواز آرہی تھی (یہ نالہ عالم برزخ میں بوجہ تعذیب کے تھا آپ کو مکشوف ہوگیا اور ہر چند کہ وہ عذاب روح کو ہوتا ہے مگر بعض اوقات ان اجزائے جسمیہ پر بھی اسکا اثر نمودار ہوتا ہے چنانچہ قبر میں سے بہت سے حالات برزخیہ منکشف ہوتے ہیں) نوحہ تو ظاہر ہو رہا تھا اور نوحہ گر ناپید (اور ہلاک) ہوچکے تھے ان کی ہڈیوں سے یہ نالے سنائی دیتے تھے اور اشک

www.besturdubooks.wordpress.com

خونیں ژالہ کی طرح (یعنی بکثرت) ان کی ارواح (معذبہ) سے جاری تھے جب ان کا گریہ اور ہائے ہائے حد سے متجاوز ہوا اور گریہ بھی کیا تھا کہ جانفزا اور دلربا تھا (دلربا تو بایں معنی کہ اس کو سن کر ہوش وحواس اڑے جاتے تھے اور جانفزا اس لئے کہ ان کو سن کر عبرت ہوتی تھی اور تکمیل حیات روحانیہ کے لئے آمادگی پیدا ہوتی تھی) اس وقت (براہ شفقت) حضرت صالح علیہ السلام نے اس کو سن کر رونا اور ان نوحہ گروں پر نوحہ (یعنی غم) کرنا شروع کیا۔

گفت اے قوم بباطل زیستہ	وز شما من پیش حق بگریستہ
فرمایا' اے باطل میں زندگی بسر کرنے والی قوم!	اور تم سے میں خدا کے سامنے نالاں رہا ہوں
حق بگفتہ صبر کن بر جور شاں	پندشاں دہ بس نماند از دور شاں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ان کے ظلم پر صبر کر	ان کو نصیحت کر' ان کا دور زیادہ نہیں رہا ہے
من بگفتہ پند شد بند از جفا	شیر پند از مہر جوشد و زصفا
میں نے عرض کیا نصیحت جور و جفا کی وجہ سے بند ہوگئی	نصیحت کا دودھ محبت اور صاف دلی سے جوش میں آتا ہے
بسکہ کردید از جفا بر جائے من	شیر پند افسرد در رگہائے من
میرے بارے میں تم نے بہت ظلم کئے	نصیحت کا دودھ میری رگوں میں ٹھٹھر گیا
حق مرا گفتہ ترا لطفے دہم	بر سر آں زخمہا مرہم نہم
اللہ (تعالیٰ) نے مجھ سے فرمایا تجھے (صفت) لطف عطا کروں گا	ان زخموں پر مرہم رکھ دوں گا
صاف کردہ حق دلم را چوں سما	روفتہ از خاطرم جور شما
اللہ (تعالیٰ) نے میرے دل کو آسمان کی طرح صاف کر دیا	تمہارے ظلم کو میری طبیعت سے جھاڑ دیا
در نصیحت من شدہ بار دگر	گفتہ امثال و سخنہا چوں شکر
میں دوبارہ نصیحت میں لگ گیا ہوں	شکر جیسی باتیں اور مثالیں کہنے لگا ہوں
شیر تازہ از شکر انگیختہ	شیر و شہدے باشکر آمیختہ
شکر نے تازہ دودھ نکالا	دودھ اور شہد کو شکر سے ملایا
در شما چوں زہر گشتہ ایں سخن	زانکہ زہرستاں بدید از بیخ و بن
اس بات نے تم میں زہر کا کام کیا	اس لئے کہ تم جڑ اور بنیاد سے سراپا زہر تھے

(یعنی اس نوحہ میں آپ نے اس قوم کو خطاب شروع کیا یا تو زبان قال سے اگر اموات کے لئے سماع ثابت ہو جیسا صوفیہ اس طرف گئے ہیں یا زبان حال سے اگر سماع ثابت نہ ہو جیسا اہل ظاہر کا مسلک ہے بہر حال

www.besturdubooks.wordpress.com

مضمون خطاب کا یہ تھا کہ) آپ نے فرمایا اے قوم جنہوں نے تمام زندگی + باطل ہی میں بسر کی اور میں تمہارے ہاتھوں (ہمیشہ) حق تعالیٰ کے سامنے روتا ہی رہا جس پر حق تعالیٰ نے مجھ کو ارشاد فرمایا کہ ان کی کج ادائی پر صبر کرو اور ان کو (بدستور) نصیحت کرتے رہو کیونکہ ان کا دورہ اب تھوڑا ہی باقی ہے اس پر میں نے عرض کیا کہ نصیحت تو ان کے جور و جفا کی وجہ سے) جو انقباض طبیعت ہو گیا اس سے) بند ہو گئی کیونکہ نصیحت جو بمنزلہ دودھ کے جب مخاطب سے محبت ہو اور اس کی طرف سے دل صاف ہو جب ہی جوش زن ہوتی ہے (اور وجہ میرے اس عرض کرنے کی جناب باری تعالیٰ میں یہ ہوئی تھی کہ تم نے میرے حال پر بہت سی جفائیں کی تھیں اس لئے شیر نصیحت میری عروق میں منجمد اور ساکن ہو گیا تھا (کہ اس کو جوش نہ ہوتا تھا) حق تعالیٰ نے (میرے معروضہ کے جواب میں) ارشاد فرمایا کہ میں تم کو صفت لطف عطا فرما دونگا (جس سے افسردگی و انقباض کا اثر نہ رہے گا جو مانع وعظ ہے) اور ان زخموں پر (جو ان کی جفاؤں سے پہنچے ہیں مرہم رکھ دونگا (کہ ان کا الم مغلوب ہو جائے گا) غرض حق تعالیٰ نے میرا دل آسمان کی طرح صاف کر دیا اور میرے دل سے تمہارے جور و جفا کا اثر بالکل زائل کر دیا اس لئے میں مکرر نصیحت میں مشغول ہو گیا اور طرح طرح کی مثالیں اور مضامین جو (حلاوت و لذت میں) مثل شکر کے تھے بیان کرنے لگا (اور وہ مضامین خوشگواری و شیرینی میں ایسے تھے) جیسے تازہ دودھ شکر سے پیدا ہوا ہو (ایسا) شیر و شہد ان مضامین میں ملا ہوا تھا مگر تمہارے اندر (تمہارے انکار کے سبب) ان مضامین نے زہر کا کام کیا کیونکہ تم اصل فطرت سے زہرستان تھے اس لئے بد استعدادی سے نافع بھی مضر اور موجب ہلاکت ہو گیا جیسا کہا ہے ہر چیز کہ درکان نمک رفت نمک شد + ف: اصل مضمون اس خطاب بعد الہلاک کا قرآن مجید میں مذکور ہے قال تعالیٰ فاصبحوا فی دارھم جاثمین فتولی عنھم و قال یا قوم لقد ابلغتکم رسالۃ ربی و نصحت لکم ولکن لاتحبون الناصحین.

چوں شوم غمگیں کہ غم شد سرنگوں	غم شما بودید اے قوم حروں
میں غمگین کیوں ہوں جبکہ غم اوندھا ہو گیا؟	اے سرکش قوم! غم تو تم تھے
ہیچ کس برمرگ غم نوحہ کند	ریش سرچوں شد کسے مو بر کند
غم کے ختم ہو جانے پر کوئی روتا ہے؟	جب سر کا زخم اچھا ہو جائے کون بال اکھاڑتا ہے؟
رو بخود کرد و بگفت اے نوحہ گر	نوحہ ات را می نیرزند ایں نفر
اپنی طرف رخ کیا اور کہا اے نوحہ گر!	یہ لوگ تیرے نوحے کے لائق نہیں ہیں
کژ مخواں اے راست خوانندہ مبین	کیف اسیٰ خلف قوم کافرین
اے قرآن مبین کے صحیح پڑھنے والے! غلط نہ پڑھ	میں کافروں کی قوم پر کس طرح غمخواری کروں؟

یعنی بعد خطاب قوم کے بطور استفہام کے اپنے نفس کی طرف متوجہ ہوئے اور تسلی کے واسطے بطریق تعجب فرمانے لگے کہ) بھلا کوئی شخص غم کے زوال پر بھی نوحہ کیا کرتا ہے مثلاً سرکا رزخم جاتا رہے تو کیا کوئی شخص (غم میں) بال نوچتا ہے (یعنی ایسا نہیں ہوتا ہے) پھر میں غمگین کیوں ہوتا ہوں جبکہ غم سرنگوں ہو گیا یعنی اے سرکشو تم لوگ غم تھے (کہ ہلاک وسرنگوں ہوئے گویا غم ہلاک ہو گیا تو خوش ہونا چاہیے) اور اپنے کو خطاب کر کے کہنے لگے کہ اے نوحہ گر (کہ ان کی ہلاکت پر تاسف کرتا ہے) یہ لوگ تیرے نوحہ کے قابل نہیں (اب مولانا اس مضمون پر قرآن مجید سے استشہاد فرماتے ہیں کہ اے صحیح پڑھنے والے کلام مبین یعنی قرآن مجید کے تم غلط مت پڑھنا (دیکھو قرآن میں ہے کیف آسیٰ علیٰ قوم کافرین یعنی میں کیونکر مغموم ہوں قوم کفار (کی ہلاکت) پر (اور خلف بجا ہے علے کے بطور روایت بالمعنی کے بضرورت شعر لے آئے اور ہر چند کہ یہ قول شعیب علیہ السلام کا ہے جو بعد ہلاکت اپنی قوم کے فرمایا تھا مگر چونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے طبائع ومعاملات متشابہ ومتقارب ہوتے ہیں اور خود صالح علیہ السلام کے کلام میں لاتحبون الناصحین مذکور بھی ہے جس کے لوازم عادیہ سے یہ ہے ناصح کا محزون نہ ہونا ان کے ہلاک پر اس لئے اس اجمال کو اس عبارت شعیبیہ سے مفصل کر دیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا کو اسی قصہ میں اس آیت کا ہونا خیال میں گزرا ہو اور یہ کوئی مضائقہ ونقصان کی بات نہیں۔

باز اندر چشم خود او گریہ یافت	رحمت بے علتے بروے بتافت
پھر ان (صالح) نے اپنی آنکھ میں رونا محسوس کیا	بے علت رحمت نے ان پر تجلی کی
قطرہ می بارید و حیراں گشتہ بود	قطرۂ بے علت از دریائے جود
قطرے ٹپک رہے تھے اور وہ (صالح) حیران تھے	وہ قطرے جو بخشش کے دریا سے کسی وجہ کے بغیر آ رہے تھے
عقل او می گفت کایں گریہ زچیست	بر چنیں افسوسیاں شاید گریست
ان کی عقل کہتی تھی کہ یہ رونا کس وجہ سے ہے؟	ایسے خالموں پر رونا چاہیے؟
بر چہ می گریی بگو بر فعل شاں	بر سپاہ کینہ بد نعل شاں
کس چیز پر روتے ہو؟ بتاؤ ان کے کاموں پر	ان کی پر کینہ شریر فوج پر
بردل تاریک پر زنگار شاں	بر زبان زہر ہمچوں مار شاں
ان کے زنگ آلود تاریک دل پر	ان کی سانپ جیسی زہر آلود زبان پر
بردم و دندان سگسارانہ شاں	بردہان و چشم کژدم خانہ شاں
ان کے کتوں جیسے دانتوں اور سانس پر	ان کے منہ اور آنکھ پر جو بچھوؤں کا گھر تھے

برستیز و تسخر و افسوس شاں	شکر کن چوں کرد حق محبوس شاں
ان کی جنگجوئی اور تمسخر اور ظلم پر	اللہ (تعالیٰ) کا شکر کرو جبکہ اللہ نے ان کو گرفتار کر لیا ہے
دست شاں کژ پائے شاں کژ چشم کژ	مہر شاں کژ صلح شاں کژ خشم کژ
ان کے ہاتھ کج ان کے پیر کج آنکھیں کج	ان کی محبت کج ان کی دوستی کج غصہ کج
از پئے تقلید و از آیات نقل	پانہادہ برسر ایں پیر عقل
تقلید اور منقول کہانیوں کی وجہ سے	اس عاقل شیخ کے سر کو پامال کر رکھا تھا
پیر خر نے جملہ گشتہ پیر خر	از زبان و چشم و گوشے ہمدگر
پیر کے خریدار نہیں تھے سب بوڑھے گدھے ہوگئے تھے	ایک دوسرے کی زبان اور آنکھ اور کان کی وجہ سے
از بہشت آورد یزداں بندگاں	تانماید شاں سقر پروردگاں
اللہ (تعالیٰ) اپنے بندوں کو بہشت سے (اس لئے) باہر لایا	تاکہ انہیں دوزخیوں (کے انجام) کو دکھائے

(یعنی گو اپنے کو بہت تسلی دی مگر) پھر اپنی آنکھ میں گریہ کا اثر پایا اور حق سبحانہ وتعالیٰ کی) صفت رحمت نے جو محض بے علت ہے ان پر تجلی فرمائی (یعنی بلا سبب غم پانا فیضان رحمت قدیمہ تھا جو بندوں کے حال پر محض فضل سے متوجہ ہوتی ہے) آنسو برسا رہے تھے اور حیران تھے (کہ مجھ کو کیوں رونا آتا ہے) اور وہ آنسو دریائے جود (رحمت حق) سے بے علت آرہے تھے+آپ کی عقل کہتی تھی کہ رونے کی کیا وجہ بھلا ایسے ظالموں پر کہیں رونا مناسب ہے آخر کس بات پر روتے ہو بتلاؤ تو سہی کیا ان کے افعال بد پر روتے ہو کیا ان کے کینہ ور گروہ پر روتے ہو جو بد نعل اسپ کی طرح (جو نعل لگانے کے وقت کودے اچھلے سرکش) تھے۔ کیا ان کے قلب تاریک پر روتے ہو جو سراسر زنگ آلود تھا۔ کیا ان کی زہریلی زبان پر روتے ہو جو سانپ کے مثل تھی کیا ان کی گفتار و دندان پر روتے ہو جو کتے کے دانت کی طرح تھے۔ کیا ان کی زبان و چشم پر روتے ہو جو مسکن ہے کژدم کا (یعنی اس سے ایسی بات اور نظر نکلتی ہے جو موذی ہو) کیا ان کی جنگ اور تمسخر اور ظلم پر (جو اہل ایمان کے ساتھ کرتے تھے) روتے ہو (یعنی ان کی تو ساری چیزیں بری تھیں ایک بھی رونے کے اور اس کے فوت پر افسوس کرنے کے قابل نہیں) ان کے ہاتھ کج تھے پاؤں کج تھے آنکھ کج تھی (کہ نامرضیات حق میں مصروف اور مشغول تھے) ان کی محبت کج تھی ان کی صلح کج تھی ان کا غصہ کج تھا (کہ محل نامشروع میں صرف ہوتی تھی اب مولانا ان کی کجی کی علت بیان فرماتے ہیں کہ) محض (آباو اجداد گمراہ کی) تقلید سے اور انہیں گمراہیوں سے جو) نظائر منقول (تھی ان) سے اس شیخ عاقل (کامل یعنی حضرت صالح علیہ السلام) کو پامال (اور بے قدر) کر رکھا تھا اور وہ لوگ پیر کے خریدار (یعنی طالب شیخ کامل) نہ تھے بلکہ سب کے سب بوڑھے گدھے (کی طرح احمق) بن رہے تھے ایک دوسرے کی زبان وچشم وگوش کی بدولت (یعنی

باہم ایک کی دوسرا زبان سے تعریف کرتا ایک دوسرے کی بات سنتا ایک دوسرے کی نظر وقعت سے دیکھتا اس سے سب اپنے کو ذی رائے و مستغنی عن الهداية سمجھتے تھے اس لئے سب گمراہ رہے آگے اس کی ایک مجمل وجہ بتلاتے ہیں کہ جب کفار کو گمراہ رکھنا اور ہلاک کرنا مقصود تھا تو حضرت انبیاء علیہم السلام کا مبعوث ہونا اور ان کا تبلیغ کرنا اور ان کا کفار سے طرح طرح کی تکالیف جھیلنا اور سب کا جو ظاہرا اصلی نتیجہ ہے کہ مخاطبین کو ہدایت ہو اس کا مرتب نہ ہونا اس میں کیا حکمت ہے اس سے تو یہ حضرات عالم قدس میں رہتے تو ان سب تشویشات سے محفوظ رہتے پس فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ اس لئے بہشت سنے (یعنی مقام مشاہدہ انوار وقرب سے مقبول) بندوں کو اس عالم دنیا میں (لائے ہیں تا کہ ان کو سقر پرورده لوگوں کا تماشا دکھلا دیں (سقر پرورده سے مراد کفار ہیں کہ اصل مرجع ان کا سقر ہے جیسا مرجع پروردہ کا مربی ہوتا ہے قال تعالیٰ فامه هاویه یعنی منجملہ بہت سے اسرار کے اس میں ایک مختصر حکمت یہ ہے کہ اہل جنت کو اہل دوزخ کی مفصل حالت دکھلانا منظور تھی کہ ان لوگوں کے یہ افعال و اعمال ہوتے ہیں اور دوزخ میں جانے کے یہ اسباب ہوتے ہیں اور یہ موقوف تھا اس پر کہ ہادی لوگ یہاں اگر دعوت کریں تا کہ انکار موجب استحقاق نار ہو اور اگر یہ حضرات یہاں نہ آتے تو نہ استحقاق کی کوئی وجہ تھی اور نہ ان کو مشاہدہ ان اعمال کا ہوتا اور قیامت میں صرف عقوبت کا مشاہدہ ہوگا نہ اعمال کا پس یہ ایک حکمت ہے اس معاملہ میں جس سے مقصود معرفت حق تعالیٰ کی ہے اور وہ خود مقصود بالذات ہے اور اس حکمت میں حصر مقصود نہیں ہے کیونکہ افعال حق میں بے شمار حکمتیں ہوتی ہیں صرف سائل کو کسی قدر تسلی دینا ہے۔

درمعنی آیت مرج البحرین یلتقیان بینهما برزخ لایبغیان

(اس) آیت کے معنی کے بیان میں چلائے دو دریا مل کر چلنے والے ان دونوں میں ہی ایک پردہ جو ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرے“

اہل نار و خلد رابیں ہمدکاں	درمیان شاں برزخ لایبغیان
جہنمیوں اور جنتیوں کو ہمنشیں دیکھ	انکے بیچ میں پردہ ہے ایک دوسرے سے خلط ملط نہیں ہیں
اہل نار و اہل نور آمیختہ	درمیان شاں کوہ قاف انگیختہ
ناری اور نوری ملے جلے ہیں	ان کے درمیان کوہ قاف کھڑا ہے
اہل نار و نور باہم درمیاں	درمیان شاں بحر ژرف بیکراں
ناری اور نوری آپس میں متحد ہیں	ان کے درمیان ناپیدا کنار گہرا سمندر ہے
ہمچو درکاں خاک و زر کرد اختلاط	درمیان شاں صد بیابان و رباط
جس طرح معدن میں مٹی اور سونا باہم ملے ہوئے ہیں	ان کے درمیان سینکڑوں جنگل اور سرائے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچنانکہ عقد در در و شبہ	مختلط چوں میہمان یکشبہ
جس طرح کہ ہار میں موتی اور پوتھ	ایک رات کے مہمان کی طرح ملے جلے ہوئے ہیں
صالح و طالح بصورت مشتبہ	دیدہ بکشا بو کہ گردی منتبہ
نیک اور بد صورت میں ملے جلے ہیں	آنکھ کھول ہو سکتا ہے تو آگاہ ہو جائے
بحر رانیمیش شیریں چوں شکر	طعم شیریں رنگ روشن چوں قمر
سمندر کا آدھا شکر جیسا میٹھا	میٹھا مزا رنگ چاند جیسا چمکدار
نیم دیگر تلخ ہمچوں زہر مار	طعم تلخ و رنگ مظلم قیروار
دوسرا آدھا سانپ کے زہر کی طرح کڑوا	مزا کڑوا اور رنگ روغن قیر کی طرح کالا

اوپر کے شعر سے مفہوم ہوا تھا کہ دنیا میں بہشتی اور دوزخی دونوں طرح کے لوگ موجود ہیں اب فرماتے ہیں کہ دنیا میں دونوں کی حالت ظاہر نظر میں مشتبہ (غیر متمیز) ہے اس لئے قدرے بصیرت و انتباہ سے کام لینا چاہیے یعنی ان میں جو اسباب خفیہ امتیاز کے ہیں اور وہ ان کی صفات محمودہ و مذمومہ ہیں ان میں تامل کر کے دونوں کو شناخت کرنا چاہیے مقصود مولانا کا بچانا ہے اہل باطل کے پنجہ میں پھنس جانے سے اور اہل کمال کی خدمت میں گستاخی اور بے توجہی کرنے سے اور اس ظاہری اشتباہ و اختلاط اور حقیقت میں ممتاز و متفاوت ہونے کو تشبیہ دیتے ہیں ان دریاؤں سے جن میں ایک شیریں ایک تلخ ہے مگر ظاہر میں ملے ہوئے چل رہے ہیں جیسا بہت جگہ واقع ہے چنانچہ خود کلکتہ میں جہاں سب دریا سمندر میں گرے ہیں میٹھا دریا ایسا ہی ہے پس مولانا کا مقصود تشبیہ دینا ہے نہ تفسیر کرنا فافہم) یعنی اہل نار و اہل خلد کو ایک دکان میں (کہ دنیا ہے) بیٹھا ہوا دیکھ لو مگر واقع میں) ان کے درمیان میں ایک بڑا حجاب ہے جس سے وہ ایک دوسرے سے مختلط نہیں ہونے پاتے (اور حجاب اختلاف ہے صفات و اخلاق کا جن میں تامل کرنے سے کھلم کھلا تفاوت محسوس ہوتا ہے جیسا مشاہدہ ہے) اہل نار و اہل نور (بظاہر باعتبار صورت و حوائج بشریہ کے) باہم مختلط ہیں مگر ان کے درمیان میں (معنوی تفاوت اتنا بڑا ہو جیسا) کوہ قاف کھڑا ہے اہل نار اور اہل نور (صورۃً) متحد ہیں مگر (معنیً) درمیان میں ایک دریائے عمیق بے پایاں (حائل) ہے (جیسا ابھی گزرا) اس کی ایسی مثال ہے جیسے معدن میں خاک اور زر اختلاط کئے ہوئے ہیں (کیونکہ سونے کے اجزاء ان ہی اجزاء ارضیہ میں ملے ہوتے ہیں) مگر دونوں کے درمیان میں (اتنا بڑا تفاوت ہے جیسے) صدہا بیابان اور کاروان سرائیں (وہ تفاوت اختلاف ماہیت کا ہے کہ خاک اور نوع ہے سونا اور نوع ہے) دوسری مثال جیسے لڑی کے اندر موتی اور پوتھ مختلط ہوتے ہیں جیسے ایک رات کا مہمان (کہ اس سے عارضی اختلاط ہے بہت جلد مفارقت ہو جائے گی پس صورت دونوں کی یعنی موتی اور پوتھ کی ایک سی ہے لیکن ماہیت میں اختلاف ہے اور اگر بکنے لگے تو ظاہر میں بھی جدائی پیدا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو جاتی ہے) پس اسی طرح صالح اور طالح میں مشتبہ ہوتے ہیں ذرا آنکھ کھولو شاید کہ تم کو انتباہ ہو جائے (اس میں تصریح ہے مقصود بالمقام کی یعنی چشم بصیرت میں تمیز کر) تیسری مثال ایک دریا کا نصف (حصہ) تو شکر کی طرح شیریں ہے مزہ بھی شیریں رنگ بھی روشن جیسے چاند اور دوسرا نصف (حصہ) تلخ ہے جیسے سانپ کا زہر مزہ بھی تلخ رنگ بھی تاریک جیسا روغن قیر ہوتا ہے (یہ ایک سیاہ روغن ہے خارشی اونٹوں کو ملا جاتا ہے)

ہر دو برہم میزنند از تحت و اوج	بر مثال آب دریا موج موج
دونوں آپس میں اوپر اور نیچے سے ٹکراتے ہیں	موج در موج دریا کے پانی کی طرح
صورت برہم زدن از چشم تنگ	اختلاط جانہا در صلح و جنگ
تنگ نظری کی وجہ سے ایک دوسرے سے بھڑنا	صلح اور جنگ میں روحوں کا شامل ہونا ہے
موجہائے صلح برہم میزنند	کینہ ہا از سینہ ہا بر می کنند
(نوری) صلح کی موجوں کو ابھارتے ہیں	سینوں سے کینوں کو نکالتے ہیں
موجہائے جنگ بر شکل دگر	مہرہا را می کند زیر و زبر
(ناریوں کی) جنگ کی موجیں (اسکے) برعکس	محبتوں کو تہ و بالا کرتی ہیں
مہر تلخاں را بشیریں می کشد	زانکہ اصل مہر ہا باشد رشد
محبت کڑووں کو مٹھاس کی طرف کھینچتی ہے	اس لئے کہ محبتوں کی اصل راہ روی ہے
قہر شیریں را بہ تلخی می برد	تلخ با شیریں کجا اندر خورد
عداوت میٹھے کو تلخ بناتی ہے	کڑوا میٹھے سے کب مناسبت رکھتا ہے؟

(اوپر کے اشعار میں اتقیاء و اشقیاء کی نسبت تین حکم کہے ہیں اول ان میں باہم تفاوت ہونا۔ دوم اس تفاوت کا لازم ہونا چنانچہ ان کے درمیان میں برزخ لا یبغیان اور کوہ قاف اور بحر ژرف اور صد بیابان اور رباط کا اثبات کرنا دونوں حکم کے لئے مفید ہے سوم اس تفاوت کا خفی ہونا جس پر مقام ہذا کے مقصود اصلی یعنی تحقیق تمیز کو متفرع کیا ہے جیسا۔ صالح و طالح بصورت مشتبہ الخ میں اس کی مع مقصود کے تصریح ہے۔ اب یہاں سے تقریر ان ہی احکام و مقصود مذکور کی ہے پس اول ان اشعار میں اس تفاوت کا لزوم جس سے مطلق تفاوت بھی مستفاد ہو جائے گا بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کا تفاوت اس درجہ لازم ہے کہ باوجودیکہ صلحا طالحین کو اپنا جیسا اور طالحین صلحا کو اپنا جیسا بنانا چاہتے ہیں مگر پھر بھی صالح صالح رہتا ہے اور طالح طالح یعنی سعید و شقی ازلی نہیں بدلتا اور صلاح وعدم صلاح میں ازلیت و اصلیت ہی معتبر ہے چنانچہ اسی کی تفصیل فرماتے ہیں کہ دونوں صالح و طالح تحت و فوق سے یعنی مختلف پہلوؤں سے) ایک دوسرے پر غلبہ کرنا چاہتے ہیں (جس کی تفسیر آگے

www.besturdubooks.wordpress.com

آتی ہے) جس طرح آب دریا میں مختلف موجیں (شیریں موج الگ اور تلخ موج الگ) اٹھتی ہیں (جس سے بدلالت حال یہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا دریائے مذکور کا حصہ شیریں چاہتا ہے کہ میں تلخ کو دبالوں اور اس کو مغلوب کر کے شیرینی میں اپنا تابع بنالوں۔ اسی طرح گویا حصہ تلخ چاہتا ہے یہی حالت اتقیاء واشقیا کی ہے کہ ہر شخص اپنا اثر دوسرے پر پہنچانا چاہتا ہے جیسا تفسیر میں آئے گا) اور ان میں ایک کا دوسرے پر جسمانی طور پر غلبہ کرنا اصل میں اس کا سبب ارواح کا ایک دوسرے سے صلح وجنگ میں اختلاط کرنا ہے (اختلاط یہ کہ اتقیاء صلح اور خیر کا اثر اشقیاء پر ڈالنے کے لئے ان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جیسا تفسیر میں آئے گا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ ارواح میں ایک دوسرے پر غالب آنا چاہتے ہیں اسی کا یہ اثر ہے کہ اجسام بھی ایک دوسرے پر تسلط چاہتے ہیں اور تنگ جسم کی صفت واقعیہ ہے جس کی وجہ مادیات کا محدود ہونا ہے پس مصرعۂ اولیٰ صورت برہم مبتدا ہے اور مصرعۂ دوم اختلاط خبر ہے مبالغۃً مسبب کو مبتدا اور سبب کو خبر بنادیا جیسے کہا جائے۔ میاں روپیہ تو نوکری ہے اور بعض نسخوں میں چشم تنگ ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے کیونکہ چشم سے آثار جسمانیہ ہی نظر آتے ہیں پس معنی یہ ہوں گے کہ جس برہم زدن کا ادراک چشم تنگ سے ہو رہا ہے اس کا سبب اصلی وہ ہے جو مصرعۂ دوم میں مذکور ہے اس برہم زدن اور (اختلاط کی تفسیر مذکور ہے کہ) صلحا تو صلح کی موجوں کو (امواج جنگ پر) غالب کرنا چاہتے ہیں یعنی کینوں کو (جو اشقیاء کے قلب میں خدا اور رسول واہل حق کی طرف سے ہیں ان کے) سینوں سے دور کرنا چاہتے ہیں اور جنگ کی موجیں (جو اشقیا کے قلب میں ہیں) وہ اس کے برعکس صلح وموافقت حق کو (جو صفت ہے صلحاء کی) درہم وبرہم (اور ان کے قلب سے زائل) کرنا چاہتے ہیں (یعنی یہ اشقیاء ان صلحاء کو مغلوب الاثر کر کے اپنے رنگ میں کہ عناد حق ہے رنگنا چاہتے ہیں) غرض صفت مہر وانقیاد (جو صلحاء کا خاصہ ہے تلخ لوگوں کو (یعنی فاسد الاعتقاد والعمل لوگوں کو) شیرینی (یعنی ہدایت) کی طرف کھینچتی ہے (یعنی ان کو راہ حق پر لانے کی کوشش کرتی ہے) کیونکہ تمام تر مہر وخیر خواہی کی اصل اور سبب حقیقی اپنا راہ راست پر ہونا ہے (یعنی خود ہدایت پر ہونا مقتضی ہوتا ہے دوسروں کو راہ ہدایت پر لانے کا) اور قہر وعناد (جو اشقیا کا خاصہ ہے) شیریں لوگوں کو (یعنی صحیح الاعتقاد والعمل لوگوں کو) تلخی (یعنی ضلالت) کی طرف لانا چاہتا ہے (یعنی ان کو راہ باطل پر لانے کی کوشش کرتا ہے حاصل یہ کہ ہر فریق دوسرے کو اپنے رنگ میں منصبغ کرنے میں اس درجہ سرگرم ہے مگر باوجود اس کے تلخ اور شیریں کہاں جوڑ کھاتے ہیں (اور کب مخلوط ومتحد ہوتے ہیں یعنی شقی ازلی شقی رہتا ہے اور سعید ازلی سعید رہتا ہے یہ بیان ہوچکا لزوم تفاوت بین الاتقیاء والاشقیاء کا)

تلخ وشیریں زیں نظر ناید پدید	از دریچہ عاقبت تانند دید
کڑوا اور میٹھا اس نگاہ سے نظر نہیں آتا ہے	انجام کے دریچہ سے دیکھ سکتے ہیں
چشم آخر بیں تواند دید راست	چشم اول بیں غرورست وخطاست
انجام پر نظر رکھنے والی آنکھ صحیح دیکھ سکتی ہے	ابتداء کو دیکھنے والی آنکھ دھوکا اور غلط ہے

اے بسا شیریں کہ چوں شکر بود	لیک زہر اندر شکر مضمر بود
(اے) طالب بہت سی چیزیں شکر جیسی ہوتی ہیں	لیکن شکر میں زہر چھپا ہوا ہوتا ہے
آنکہ زیرک تر بود بشناسدش	چونکہ دید از دورش اندر کشمکش
جو زیادہ سمجھدار ہوتا ہے اس کو پہچانتا ہے	جبکہ دوسرے اس کو کشمکش میں دیکھتا ہے
واں دگر در پیش روبوئے برد	واں دگر چوں دست بنہد کرد رد
اور وہ (دوسرا) سامنے آنے پر سونگھ لیتا ہے	اور وہ (تیسرا) جب ہاتھ رکھتا ہے رد کر دیتا ہے
واں دگر بشناسدش تا بو کند	واں دگر چوں برلب و دنداں نہد
اور وہ (چوتھا) اس کو جب پہچانتا ہے جب سونگھتا ہے	اور وہ (پانچواں) جب ہونٹ اور دانت پر رکھتا ہے (چباتا) ہے
پس لبش ردش کند پیش از گلو	گرچہ نعرہ میزند شیطاں کلوا
تو حلق سے پہلے ہی اس کے ہونٹ اس کو رد کر دیتے ہیں	اگرچہ شیطان نعرہ لگاتا ہے کہ کھا جاؤ
واں دگر را در گلو پیدا کند	واں دگر را در بدن رسوا کند
اور وہ (چھٹا) حلق میں پہنچنے پر معلوم کر لیتا ہے	اور اس (ساتویں) کو بدن میں پہنچ کر شرمندہ کرتا ہے
واں دگر را در حدث سوزش کند	دمبدم زخم جگر دوزش دہد
اور اس (آٹھویں) کے پاخانہ پھرنے میں جلن پیدا کرتا ہے	پے در پے اس میں جگر دوز زخم پیدا کرتا ہے
واں دگر را بعد ایام و شہور	واں دگر را بعد مرگ اندر قبور
اور وہ (نواں) دنوں اور مہینوں کے بعد	اور اس (دسویں) کو مرنے کے بعد قبر میں
ور دہندش مہلت اندر قعر گور	لابد آں پیدا شود یوم النشور
اور اگر اس کو قبر کے گڑھے میں مہلت دے دیتے ہیں	لامحالہ وہ حشر کے دن ظاہر ہوتا ہے

(ان اشعار میں بیان ہے اس تفاوت بین الاتقیاء والاشقیاء کے خفی و مشتبہ ہونے کا نظر عوام میں بخلاف نظر بصیرت کے جیسا فرماتے ہیں کہ) تلخ و شیریں (یعنی تقی و شقی کو) اس نظر ظاہر بین سے متمیز نہیں کر سکتے البتہ دریچہ کہ (چشم) عاقبت (بین) سے دیکھ سکتے ہیں پس چشم انجام بین تو صحیح دیکھ سکتی ہے اور جو چشم اول بین ہو نرا دھوکہ اور غلطی ہے (مراد اول سے حالت ظاہری ہے جو چشم ظاہری سے اولاً مدرک ہوتی ہے سو اس میں سب اچھے برے مختلط ہیں خواہ صورت شکل سے لو خواہ میری غریبی لے لو خواہ ظاہری اخلاق و عادات لے لو اگر عادات طبعیہ کو تب تو اشتباہ ظاہری ہے کیونکہ وہ مشترک ہیں اور اگر اخلاق اختیاریہ کو تب بھی اس میں تزویر و فریب ممکن ہے گو اس پر دوام مشکل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مگر تاہم اشتباہ بعید نہیں۔ اور مراد اخر اور عاقبت سے حالت باطنی ہے جو نظر قلب و ذوق سلیم سے ثانیاً یعنی حالت ظاہری کے بعد مدرک ہوتی ہے اسی لئے اس کو آخر کہا سو اس میں اختلاط و اشتباہ نہیں ہوتا طریق اس کا یہ ہے کہ بعد ملاحظہ اعمال و اخلاق ظاہری کے کہ طریق سنت پر منطبق ہوں اس کی صحبت میں رہ کر یہ دیکھے کہ قلب کی کیا حالت ہے اگر نورانیت و جمعیت و حب الٰہی کی بیشی اور دنیا کی کمی اور امور خیر کی رغبت اور نامرضیات حق سے نفرت قلب میں پائے اس شخص کو کامل سمجھے اور اس سے مستفید ہو اور اگر اس کے برعکس ظلمت و کدورت و پریشانی پائے اس سے اجتناب کرے اور اگر کوئی تفاوت خیر یا شر میں نہ پائے قدرے اور انتظار کرے اگر یہی حالت رہے تو اس کی نسبت کچھ نہ سمجھے دوسری جگہ طلب کرے آگے عاقبت بینی کی وجہ ضرورت فرماتے ہیں کہ) بہت سے شیریں ایسے ہیں کہ شکر کی طرح ہیں لیکن اس شکر میں زہر بھی مضمر ہے (اسی طرح بعض لوگ ظاہر میں صلحاء کی صورت بنائے ہیں مگر ان کے اندر اخلاق ذمیمہ ریا و سمعہ یا فساد عقائد یا حب دنیا پوشیدہ ہوتی ہے) جو شخص خوب زیرک ہوتا ہے وہ تو دور ہی سے اس زہر آلود شیرینی کو کشمکش (یعنی رکھنے اٹھانے) میں دیکھ کر پہچان لیتا ہے (اسی طرح جن کے قلب میں نور فراست ہے ان کو زیادہ خوض و تجربہ کی ضرورت نہیں اس کے ناقص ہونے کو پہچان جاتے ہیں) اور دوسرا آدمی ذرا پاس آنے سے پتہ لگا لیتا ہے اور تیسرا اس کو ہاتھ لگانے اور ٹٹولنے سے واپس کر دیتا ہے اور چوتھا جب سونگھے جب پہچانتا ہے اور پانچواں جب لب و دندان اس پر مارے اس وقت نگلنے سے پہلے اس کا لب ظاہر کر دیتا ہے (اس میں زہر ہے) اگر شیطان (قوۃ شہوانیہ) للکارتا ہے کہ کھا بھی جا اور چھٹے کو گلے کے اندر معلوم ہوتا ہے اور ساتویں کو بدن میں پہنچ کر رسوا کرتا ہے (کہ زہر پھیلتا ہے اور کرب محسوس ہوتا ہے اور آٹھویں کو پاخانے میں سوزش دیتا ہے اور وقتاً فوقتاً ایسی تکلیف دیتا ہے جو جگر سے پار ہو جاتی ہے اور نویں اور دسویں کو کچھ دنوں یا کچھ مہینوں کے بعد (اثر محسوس ہوتا ہے یہ سب مراتب ظہور اثر مشبہ بہ یعنی زہر کے اور درجات اس کے شناخت کنندوں کے ہیں مطلب یہ ہے کہ اسی طرح ناقصین و اہل تزویر کی شناخت کرنے والوں کے مراتب مختلف ہیں بعض نور فراست سے فوراً پہچان لیتے ہیں جیسا سب سے اول بیان ہوا بعض ان کے پاس دو چار بار بیٹھنے سے، بعض کسی قدر مخالطت و معاملات کرنے سے، بعض سالہا سال کے بعد شناخت کرتے ہیں چونکہ مقصود ذکر مشبہ بہ سے بیان حال مشبہ کا ہے اس لئے تفاوت درجات شناخت مشبہ بہ پر بعض درجات شناخت مشبہ کو عطف کر کے فرماتے ہیں کہ) بعض کو مرنے کے بعد قبر میں معلوم ہوگا (کہ ہم نے تمام عمر ایک گمراہ کے اتباع میں بسر کی جس نے عقائد باطلہ کو عقائد حقہ کے رنگ میں ملمع کر کے جہل میں مبتلا رکھا بعد مرگ ان کا باطل ہونا معلوم ہوا) اور اگر بعض کو قعر گور میں بھی مہلت دیدی جائے گی تو قیامت کے روز اس کا ظہور ہوگا (یہ حکم اس نقصان کے اعتبار سے صحیح ہو سکتا ہے جو باوجود صحت عقائد و اعمال کے مراتب کمال اخلاص حاصل نہ ہوں تو چونکہ اس پر تعذیب تو ہے نہیں اس لئے بعد مرگ معلوم ہونا ضروری نہیں۔ البتہ قیامت میں جب اہل خلوص کامل کو درجات عالیہ ملیں گے اور اس کو کم اس وقت معلوم ہوگا کہ میرا ہادی ناقص تھا جو ان مراتب کمال پر

www.besturdubooks.wordpress.com

اطلاع نہ دے سکا یا اگر عام لیا جائے تو یہ توجیہ ہوگی کہ ہر چند کہ بعد موت انکشاف آثار و اعمال و احوال کا ہو جاتا ہے مگر چونکہ پوری سزا قیامت میں ہوگی اس لئے تفصیل ثمرات اسی وقت معلوم ہونگی اور اس کے مقابلہ میں علم برزخی مجمل ہے)

ہر نبات و شکرے را در جہاں	مہلتے پیدا ست از دور زماں
ہر مصری اور شکر کے لئے دنیا میں	رفتار زمانہ سے ایک وقت درکار ہے
سالہا باید کہ تا از آفتاب	لعل یابد رنگ و رخشانی و تاب
سالوں چاہئیں تاکہ سورج سے	لعل رنگ اور چمک اور روشنی حاصل کرے
پنج سال و ہفت باید تا درخت	یا بد از میوہ رسانی فرو بخت
پانچ اور سات سال درکار ہیں تاکہ درخت	پھل دینے کی وجہ سے شان و شوکت اور نصیبہ حاصل کرے
باز ترہ در دو ماہ اندر رسد	باز تا سالے گل احمر رسد
پھر سبزی دو مہینے میں تیار ہو جاتی ہے	اور گلاب کا پھول ایک سال میں آتا ہے
بہر ایں فرمود حق عزو جل	سورۃ الانعام در ذکر اجل
اسی لئے اللہ عز و جل نے ذکر فرمایا ہے	سورۂ انعام کو مدت کے بارے میں

(اوپر کے اشعار میں ادراک حقیقت کے مراتب مختلفہ کا بیان کیا تھا کہ کسی کو جلدی ادراک ہوتا ہے کسی کو بدیر اور اس اختلاف کی وجہ ظاہری تو ظاہر تھی کہ قوائے ادراکیہ مختلف ہیں یہاں اس کی وجہ حقیقی بتلاتے ہیں کہ) ہر نبات اور شکر کے لئے عالم میں دور زمانہ سے ایک میعاد خاص متحقق ہے چنانچہ آفتاب سے لعل میں رنگ درخشانی پیدا ہونے کے لئے تو کئی سال چاہئیں پھر ترکاری کو دیکھو کہ دو ہی ماہ میں اپنے کمال کو پہنچ جاتی ہے پھر گل سرخ ہے کہ ایک سال میں پھول آتا ہے اسی لئے حق عزو جل نے سورۂ انعام کی (آیت کو) ذکر میعاد میں فرمایا ہے کما قال تعالیٰ ثم قضیٰ اجلاً و اجل مسمی عندہ ثم انتم تمترون۔ حاصل وجہ کا یہ ہوا کہ چونکہ علم الٰہی میں ہر شے کا وقت مقرر و مقدر ہے اس لئے جس شخص کے ادراک کا جو وقت معین ہے اسی وقت ادراک ہوتا ہے)

ایں شنیدی مو بمویت گوش باد	آب حیوانست خوردی نوش باد
تو نے یہ سنا خدا کرے تیرا رواں رواں کان بن جائے	جو تو نے پیا آب حیات ہے خدا کرے تریاق ثابت ہو
آب حیواں خواں مخواں ایں را سخن	روح نو بیں در تن حرف کہن
اس کو آب حیات کہہ بات نہ کہہ	پرانے حرفوں کے قالب میں نئی روح دیکھ

یعنی یہ تحقیق مذکور (کہ اتقیاء و اشقیاء ظاہر میں مشتبہ اور نظر بصیرت میں متمیز ہیں) تم نے سن لی خدا کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

تمہارا بال بال گوش ہو جائے (یعنی اللہ تعالیٰ اس کی فہم میں تمہاری اعانت کریں) اور واقع میں یہ تحقیق مثل آب حیات کے (زندگی بخش و نفع بخش) ہے خدا کرے تم کو نافع ہو اور اس تحقیق کو نہ آب حیات کہو (معمولی) بات مت کہو اور دورح تازہ (یعنی مضمون تازہ) کو الفاظ کہنہ (مستعملہ قدیمہ) کے قالب میں دیکھ لو (مخاطب کے قبول و قدر کرنے اور اس سے منتفع ہونے کے لئے مدح کردی اور یہ عین شفقت ہے)

نکتۂ دیگر تو بشنو اے رفیق	ہمچو جاں او سخت پیدا و دقیق
اے دوست! تو ایک دوسرا نکتہ سن	جو روح کی طرح بالکل ظاہر بھی ہے اور باریک بھی ہے
در مقامے ہست ایں ہم زہر مار	از تصاریف خدائے خوشگوار
ایک جگہ یہ سانپ کا زہر ہے	خدا کے تصرفات سے جو خوشگوار (بنانے والا) ہے
در مقامے زہر و در جائے دوا	در مقامے کفر و در جائے روا
ایک جگہ زہر ہے اور ایک جگہ دوا ہے	ایک جگہ کفر ہے اور ایک جگہ جائز ہے
در مقامے خار و در جائے چوگل	در مقامے سرکہ در جائے چومل
ایک جگہ کانٹا ہے اور ایک جگہ پھول جیسا ہے	ایک جگہ سرکہ ہے اور ایک جگہ شراب جیسا ہے
در مقامے خوف و در جائے رجا	در مقامے بخل و در جائے سخا
ایک جگہ خوف ہے اور ایک جگہ امید ہے	ایک جگہ بخل ہے اور ایک جگہ سخاوت ہے
در مقامے فقر و درجائے غنا	در مقامے قہر و درجائے رضا
ایک جگہ فقر ہے اور ایک جگہ غنا ہے	ایک جگہ قہر ہے اور ایک جگہ خوشنودی ہے
در مقامے جور و در جائے وفا	در مقامے منع و در جائے عطا
ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ وفا ہے	ایک جگہ منع کرنا ہے اور ایک جگہ بخشش ہے
در مقامے درد و درجائے صفا	در مقامے خاک و جائے کیمیا
ایک جگہ تلچھٹ ہے اور ایک جگہ صاف ہے	ایک جگہ خاک ہے اور ایک جگہ کیمیا ہے
درمقامے عیب و درجائے ہنر	درمقامے سنگ و درجائے گہر
ایک جگہ عیب ہے اور ایک جگہ ہنر ہے	ایک جگہ پتھر ہے اور ایک جگہ موتی ہے
در مقامے حنظل و جائے شکر	درمقامے خشک و درجائے مطر
ایک جگہ اندرائن ہے اور ایک جگہ شکر ہے	ایک جگہ خشکی ہے اور ایک جگہ بارش ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در مقامے ظلم و جائے محض عدل	در مقامے جہل و جائے عین عقل
ایک جگہ ظلم ہے اور ایک جگہ خالص عدل ہے	ایک جگہ جہل ہے اور ایک جگہ پوری عقل ہے

(خوشگوار صفت خدا یعنی خوش گوارا کنندۂ غذا یا دوا وغیرہ۔ تصاریف جمع تصریف بمعنی تصرف۔ تحقیق مذکور کے متعلق فرماتے ہیں کہ) اے رفیق ایک باریک بات اور سنو جو مثل روح کے (عاقل کامل کے روبرو تو) نہایت ظاہر ہے (کیونکہ عاقل وجود روح پر آثار خاصہ سے استدلال کرتا ہے) اور (جاہل احمق کے روبرو) بہت خفی ہے (جیسا روح کے محسوس نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس کے وجود کا منکر ہوتا ہے جیسا بہت سے اہل طبعیات انکار کرتے ہیں اور ان آثار خاصہ پر جو دوسرے حیوانات میں مفقود ہیں جس سے روح انسانی کا مختلف بالحقیقۃ ہونا معلوم ہوتا ہے نظر نہیں کرتے) آگے اس نکتہ کا دور تک ضمن تمثیلات میں بیان ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ تحقیق مذکور باوجود مشابہ آب حیات اور کثیر النفع ہونے کے پھر بھی بعض کے حق میں مضر ہوگی اس کے بعد بہت سے اضداد متقابلہ جمع کیے ہیں جن میں ایک نافع اور ایک مضر چلا جاتا ہے مقصود ان کے مجموعہ سے مطلق نافع اور مضر ہونا ہے یعنی یہ تحقیق بعض کو نافع ہے بعض کو ضار ہے اور اکثر مضامین عالیہ کی یہی شان ہوتی ہے چنانچہ تحقیق مذکور طالب حق کے لیے تو اس طرح نافع ہے کہ اس کی طلب بڑھ گئی اور اس کو تنبیہ ہوگئی کہ باطل سے بچنے کی کوشش کرے گا اور اس کی تمیز کرے گا اور منہمک فی الدنیا کو یہ ضرر ہوگا کہ اس کی طلب اور بھی گھٹ جائے گی وہ بہانہ کرے گا کہ جب حق و باطل اس طرح مشتبہ ہے تو طلب کرنا ہی فضول ہے شاید طلب کیا اور مطلوب تک نہ پہنچے پھر کیوں جھگڑے میں پڑے پس وہ اور زیادہ معطل ہو جائے گا بقول شخصے ۔ خوئے بدرا بہانہ بسیار + چونکہ تمثیلات مذکورہ کی ایک ہی عبارت ہے اور لغات ظاہر و مشہور ہیں اس لئے ترجمہ ترک کیا گیا)

گرچہ ایں جا او گزند جاں بود	چوں بدانجا در رسد درماں بود
اگرچہ اس جگہ وہ جان کا نقصان ہے	جب اس جگہ پہنچے تو علاج ہے
آب در غورہ ترش باشد ولیک	چوں بانگوری رسد شیریں و نیک
رس کچے انگور میں کھٹا ہوتا ہے لیکن	جب پختگی پر آتا ہے تو میٹھا اور عمدہ ہوتا ہے
باز در خم او شود تلخ و حرام	در مقامے سرکگے نعم الادام
پھر مٹکے میں وہ کڑوا اور حرام بن جاتا ہے	سرکہ کے مقام پر وہ بہترین سالن ہے
ایں چنیں باشد تفاوت در امور	مرد کامل ایں شناسد در ظہور
اسی طرح معاملات میں فرق ہوتا ہے	کامل انسان اس کو خوب پہچانتا ہے

(اوپر مذکور تھا کہ مختلف مقامات میں ایک ہی شے کے مختلف اثر ہو جاتے ہیں یہاں اسی کی شرح ہے کہ)

اگر چہ اس مقام میں (یعنی محب دنیا کے لئے) وہ مضمون (اشتباہ اہل حق واہل باطل کا) گزند جان (ومضر) ہوتا ہے مگر وہی جب وہاں (یعنی محب وطالب حق کے پاس) پہنچتا ہے عین علاج ہو جاتا ہے (جیسا ابھی اس کی تقریر گزر چکی ہے آگے اس کی مثال ہے کہ) دیکھو ایک ہی پانی ہے کہ انگور خام میں ترش ہوتا ہے مگر جب وہ پختگی کو پہنچ جاتا ہے تو وہی پانی شیریں اور لذیذ ہو جاتا ہے پھر وہی پانی مٹکے میں (جب سڑا لیا جائے تو) تلخ اور حرام ہو جاتا ہے اور وہی پانی سرکہ بن کر نعم الاوام کا مصداق ہو جاتا ہے (حدیث شریف میں سرکہ کے باب میں فرمایا ہے نعم الاوام الخل یعنی کیا خوب سالن ہے سرکہ) غرض اسی طرح اور امور میں بھی ان کے وجود اور ظہور کے وقت (مختلف اعتبارات ومختلف حالات سے) تفاوت (احکام وآثار کا) ہو جاتا ہے جس کو مرد کامل شناخت کرتا ہے

دربیان آنکہ انچہ ولی کامل کند مریداں رانشاید گستاخی کردن وہماں فعل کردن کہ حلوا طبیب رازیاں ندارد ومریض رازیاں دارد وسرما وبرف انگور رسیدہ رازیاں ندارد اما غورہ رازیاں دارد کہ درراہ است ونارسیدہ لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر صدق اللہ

اس بات کے بیان میں جو ولی کامل کرے مریدوں کے لئے گستاخی کرنا اور وہ کام کرنا مناسب نہیں ہے اس لئے کہ حلوا طبیب کو مضر نہیں ہے اور مریض کو نقصان پہنچاتا ہے اور جاڑا اور برف پکے انگور کو نقصان نہیں پہنچاتا ہے لیکن کچے انگوروں کو نقصان پہنچا دیتا ہے کیونکہ ابھی راہ میں ہیں اور پختہ نہیں ہیں تا کہ اللہ بخشدے تیرے اگلے پچھلے گناہ اللہ نے سچ فرمایا۔

یہ سرخی تفریع ہے مضمون بالا پر یعنی جب ثابت ہوا کہ ایک ہی چیز کے مختلف مقامات میں مختلف آثار ہوتے ہیں تو اگر کوئی کامل کسی لذت مباحہ مالی یا جاہی میں مشغول پایا جائے تو ناقص کو اس کی نقل نہ کرنا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ لذت اس کو مضر نہ ہو بلکہ کسی حکمت سے نافع ہو اور اس ناقص کو مضر ہو پس آنچہ سے مراد مباح ہے نہ حرام کیونکہ کامل کو اس کا ارتکاب بالاختیار جائز نہیں اور اضطرار میں کلام نہیں اور مولانا کا استشہاد آیت سے مشیر ہے کہ ذنب سے مراد ایسے مباحات ہیں اور ان کا غفران یہ ہے کہ وہ مضر نہیں ہونگی اور ناقص کو مضر ہونے کی وجہ اس کا غیر مباح ہونا نہیں ہے بلکہ اس سے قوۃ بہیمیہ وسبعیہ بڑھتی ہے اور وہ مفضی الی المعصیۃ ہو جاتی ہے پس مضر لعینہ نہیں لغیرہ ہے۔

گر ولی زہرے خورد نوشے شود	ور خود طالب سیہ ہوشے شود
اگر ولی زہر کھائے تریاق ہو جائے	اگر طالب کھائے تو بے ہوش ہو جائے
رب ھب لی از سلیماں آمدست	کہ مدہ غیر مرا ایں ملک ودست
"رب ھب لی" (حضرت) سلیمان سے منقول ہے	کہ میرے سوا کسی کو یہ سلطنت اور غلبہ عطا کر
تو مکن با غیر من ایں لطف وجود	ایں حسد را ماند اما آں نبود
میرے غیر پر تو یہ مہربانی اور عطا نہ فرما	یہ حسد سے مشابہ ہے لیکن حسد نہیں تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

نکتہ لاینبغی میخواں بجاں	سرمن بعدی زبخل او مداں
"لاینبغی" کا نکتہ غور سے پڑھ	"من بعدی" کا راز ان کے بخل کی وجہ سے نہ سمجھ
بلکہ اندرملک دید او صد خطر	موبمو ملک جہاں بدبیم سر
بلکہ سلطنت میں انہوں نے سو خطرے محسوس کئے	پوری دنیا کی سلطنت' جان کا خطرہ تھی
بیم سر یابیم سر یابیم دیں	امتحانے نیست مارا مثل ایں
جان کا خطرہ یا روحانی خوف یا دین کا خوف	ہمارے لئے اس جیسی کوئی آزمائش نہیں ہے
پس سلیمانؑ ہمتے باید کہ او	بگذرد زیں صد ہزاراں رنگ و بو
پس کوئی سلیمان جیسی ہمت والا چاہیے کہ جو	ان لاکھوں رنگ و بو سے (بچکر) نکل جائے
باچناں قوت کہ او را بودہم	موج آں ملکش فرومی بست دم
اس قوت کے ہوتے ہوئے جو انکو حاصل تھی	اس سلطنت کی موجیں ان کا سانس گھونٹتی تھیں
خواں والقینا علیٰ کرسیہ	چوں بماند از تخت و ملک خود تہی
القینا علیٰ کرسیہ پڑھ	کس طرح اپنے تخت و سلطنت سے خالی ہو گئی
چوں بروبنشست زیں اندوہ گرد	برہمہ شاہان عالم رحم کرد
جب ان پر اس غم کی گرد بیٹھی	دنیا کے تمام بادشاہوں پر ترس کھایا
شد شفیع و گفت ایں ملک ولوا	باکمالے دہ کہ دادی مرمرا
سفارشی بن گئے اور کہا یہ سلطنت اور جھنڈا	اس کمال کے ساتھ عنایت فرما جو تونے مجھے دیا ہے
ہر کرا بدہی و بکنی آں کرم	او سلیمان ست و آنکس ہم منم
جس کو تو عطا کرے اور وہ کرم کرے	وہ سلیمان ہے اور وہ میں ہی ہوں
اونباشد بعدی او باشد معی	خود معی چہ بود منم بے مدعی
وہ میرے بعد نہ ہو گا وہ میرے ساتھ ہو گا	میرے ساتھ ہونا کیا ہوتا ہے'وہ میں ہی ہوں بغیر کسی دعویدار کے
شرح ایں فرض ست گفتن لیک من	بازمیگردم بقصہ مرد و زن
اس کی تشریح کرنا ضروری ہے لیکن میں	پھر مرد اور عورت کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں

(یعنی اگر کامل زہر (یعنی مضرمباح) کا استعمال کرے تو وہ نوش (یعنی نافع) ہو جاتا ہے (اس طور پر کہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں مشاہدہ منعم کا ہوتا ہے اور فناء و بقاء کی وجہ سے احتمال مضرت کا باقی نہیں رہا) اور اگر اسی کو طالب (ناقص) اختیار کرے تو اس کی بصیرت تاریک ہو جائے (بوجہ تقویت قوۂ بہیمیہ و سبعیہ کے چنانچہ اسی بنا پر) رب ھب لی الخ کی دعا حضرت سلیمان علیہ السلام سے (قرآن میں) منقول ہے یعنی کسی اور کو میرے سوا یہ سلطنت و اختیارات عطا نہ فرمائیے اور کسی اور کے ساتھ یہ لطف وجود نہ کیجئے سو یہ تو (بظاہر) حسد کے مشابہ معلوم ہوتا ہے مگر واقع میں حسد نہیں مقام آیت لاینبغی لاحد من بعدی کو ذرا غور سے پڑھو اور اس کا سبب بخل مت سمجھو (چنانچہ عنقریب وہ غور والا مضمون آتا ہے جس سے عدم بخل معلوم ہو جائے گا) بلکہ (اصل وجہ اس دعا کی یہ تھی کہ) آپ نے سلطنت میں صدہا خطرات دیکھے کہ مو بمو اس میں بیم سر تھا بیم سر یہی (کہ ہزاروں آدمی اپنی جان کے دشمن) اور بیم سر بھی (بکسر سین باطن و قلب کی ضرور شغل الی اللہ میں کمی کا اندیشہ) اور بیم دین بھی (کہ اتنی جزئیات امور ملکی میں سے کسی نہ کسی امر میں خلاف حق ہو جانا کچھ بعید نہیں) غرض ہم لوگوں کے لئے حکومت کے برابر بھی کوئی چیز ابتلاء کی نہیں ہے پس کوئی ایسا ہی سلیمان علیہ السلام کی سی ہمت والا چاہیے جو ان لاکھوں رنگ و بو میں سے (صاف پاک) نکل جائے بلکہ اتنی بڑی قوت پر بھی جو کہ آپ کو حاصل تھی سلطنت کی موجیں (بعض اوقات) آپ کا دم توڑ ڈالتی تھیں (دم بستن اور شکستن پیراک کے دم ٹوٹ جانے کو کہتے ہیں جس سے اندیشہ غرق ہوتا ہے مطلب یہ کہ بعض امور خلاف اولی سہواً صادر ہو جاتے تھے جس کا سبب اشتغال نظم ملکی تھا گو وہ نظم بھی عبادت ہو چنانچہ) آیت القینا علی کرسیہ جسدا الخ پڑھ کر دیکھو کہ کس طرح (ایک لغزش کے سبب) اپنے تخت و سلطنت سے خالی ہو گئے تھے (جس کا قصہ آیت بالا میں مذکور ہے اس آیت کی تفسیر غالباً مولانا نے موافق قول مشہور کے سمجھی ہے چنانچہ بماند الخ ظاہراً اسی کا قرینہ ہے اور اس لغزش کا سبب شغل سلطنت کا اس لئے ہے کہ ان ہی مشاغل میں اس زوجہ کے عقائد کی خبر نہ ہوئی مگر چونکہ وہ قصہ بعض قواعد شرعیہ کے خلاف معلوم ہوتا ہے اس لئے صحیح تفسیر آیت یہ ہے کہ آپ ایک بار امراء سلطنت پرستی جہاد پر ناخوش ہوئے اور فرمایا کہ میں سو بیبیوں کے پاس جاؤں گا تو سو لڑکے ہوں گے اور وہ دین کا کام کریں گے فرشتہ نے قلب میں کہا کہ ان شاء اللہ کہہ لیجئے مگر خیال نہ رہا چنانچہ صرف ایک عورت کو حمل رہا اور وہ بھی ناقص الخلقۃ پیدا ہوا چنانچہ جسداً سے وہی مراد ہے جو دکھلانے کے لئے تخت پر رکھا گیا تھا پس ان شاء اللہ کا خیال نہ رہنا ظاہراً اسی سبب سے تھا کہ امراء پر عتاب فرمانے میں مشغول تھے اور اس کا سبب ظاہر ہے کہ آپ کا سلطان ہونا تھا ورنہ آپ کو فکر انتظام ہی ضرور نہ تھی اس حیثیت سے اس خیال نہ رہنے کا سبب سلطنت ہوئی اگر مولانا کے قول کو مبنی علی المشہور نہ کیا جائے اور مصرعہ مذکورہ میں بھی ماندم کی توجیہ یہ کی جائے کہ توبہ کے وقت سب سے خالی القلب ہو گئے اور توبہ بعد لغزش کے ہوتی ہے اس طور پر ذکر ہو جائے گا لغزش کا تو اس توجیہ کی گنجائش ہے مگر بعید اور بے ضرورت ہے) پس چونکہ آپ پر اس غم کی کہ مجھ سے شغل سلطنت ہی کے سبب ان شاء اللہ متروک ہو گیا) گرد بیٹھ چکی تھی (یعنی اس کی کدورت و ناگواری دیکھ چکے تھے) اس لئے تمام شاہان عالم پر آپ نے رحم فرمایا (اور سوچا کہ جب اس ہمت عالیہ پر سلطنت کا یہ اثر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تو کم ہمتوں پر کیسا کچھ اثر ضرور واقع ہوگا) اس لئے حق تعالیٰ کی درگاہ میں ان سب کی) شفاعت فرمائی اور کہا کہ یہ ملک وعلم (اگر کسی کو دیا ہو تو) ایسے کمالات کے ساتھ دیجئے جو مجھ کو دیئے ہیں (تاکہ مضار سلطنت سے مامون رہے) اور جس کو آپ اپنے فضل وکرم سے (قبل عطائے سلطنت وہ کمالات) دے دیں سو وہ شخص تو گویا سلیمان ہی ہے اور وہ شخص تو گویا میں ہی ہوں یعنی وہ بعدی کا مصداق نہیں (جس کے ساتھ وہ دعا مقید ہے) بلکہ وہ تو معی کا مصداق ہے (یہاں معیت وبعدیت باعتبار مرتبہ کے مراد ہے کہ اقسام تقدم وتاخر میں سے یہ بھی ایک قسم ہے یعنی وہ شخص مرتبہ میں میرے ساتھ ہے یعنی میرا ہم رتبہ ہے بعدی نہیں ہے یعنی رتبہ میں مجھ سے مؤخر اور ناقص نہیں ہے پس آیت میں بعدی کے معنی یہ ہوئے بعدی فی الرتبۃ اس تفسیر پر یہ اشکال دفع ہو گیا کہ دعوت سلیمانی سے لازم آتا ہے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ دعا شامل ہے۔ وجہ دفع ظاہر ہے کہ آپ بعدی بالتفسیر المذکور میں داخل نہیں ہٰکذا فسرہ مرشدیؒ آگے معی پر ترقی کر کے کہتے ہیں کہ) معی کیا چیز ہے بلکہ وہ شخص خود میں ہی) ہوں بلا (نزاع وکلام) کسی مدعی کے اور اس (حکم عینیت) کی شرح کرنا گو ضروری ہے مگر میں ان مرد وزن کے قصہ کی طرف رجوع ہوتا ہوں (یہ احقر مختصر شرح اس عینیت کی کرتا ہے وہ یہ ہے کہ مقبولان الٰہی کا ہر کمال فیض خاص ہوتا ہے کسی اسم الٰہی کا اور اسی کو تخلق باخلاق اللہ کہتے ہیں اور اس اسم الٰہی کو اصطلاح میں (اس کامل کا) باطن کہتے ہیں پس جب کوئی کمال سلیمان علیہ السلام اور دوسرے کامل میں مشترک مانا جائے تو دونوں کا باطن وہی اسم الٰہی ہوا اور اس کا واحد ہونا ظاہر ہے پس یہ کہنا کہ دونوں کامل ایک ہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ ان کا باطن بالاصطلاح المذکور ایک ہے)

مخلص ماجرائے عرب وجفت او در فقر وشکایت

اعرابی اور اس کی بیوی کے فقر اور شکایت کے قصہ کا خلاصہ

ماجرائے مرد و زن را مخلصے	باز می جوید روان مخلصے
مرد اور عورت کے قصہ کے خلاصے کو	ایک مخلص کی روح تلاش کر رہی ہے
ماجرائے مرد و زن افتاد نقل	ایں مثال نفس خود می دان و عقل
مرد اور عورت کا قصہ ایک مثال واقع ہوا ہے	اس کو اپنے نفس اور عقل کی مثال سمجھ
ایں زن و مردے کہ نفس ست وخرد	نیک بایست ست بہر نیک و بد
یہ عورت اور مرد جو کہ نفس اور عقل ہے	نیک اور بد کے لئے ضروری ہے
ویں دو پا بستہ دریں خاکی سرا	روز و شب در جنگ و اندر ماجرا
یہ دونوں اس عالم سفلی کے پابند ہیں	دن رات جنگ اور بحث میں ہیں

زن ہمی خواہد حویج خانقاہ	یعنی آب رو و نان و خوان و جاہ
عورت گھر کی ضروریات چاہتی ہے	یعنی آبرو اور روٹی اور خوان اور عزت
نفس ہمچوں زن پے چارہ گری	گاہ خاکی گاہ جوید سروری
نفس عورت کی طرح تدبیر کے درپے ہے	کبھی عاجزی کرتا ہے کبھی بڑائی چاہتا ہے
عقل خود زیں فکر ہا آگاہ نیست	درد ماغش جز غم اللہ نیست
عقل ان افکار سے واقف نہیں ہے	اس کے دماغ میں اللہ کے غم کے سوا کچھ نہیں ہے

یعنی اس قصہ مرد وزن کے خلاصہ کو مخلصین کا دل طلب کر رہا ہے (یا تو ظاہری خلاصہ مراد ہے یعنی قصہ کا انتظار ہے یا باطنی خلاصہ یعنی تاویل اعتباری کہ انسان پر اس حکایت کا انطباق ہو پس بنا بر احتمال ثانی (اگلا مضمون اس کی شرح ہے اور بنا بر احتمال اول انتقال ہے دوسرے مطلب کی طرف یعنی) یہ مرد و زن کا قصہ (مذکور) تو محض ایک نقل ہے (اور اصل قصہ جو قابل اہتمام ہے وہ روح و نفس کا ہے پس) اس کو اپنے نفس اور عقل کی مثال سمجھو (کہ زن مثال ہے نفس کی بوجہ نقصان رائے وغلبہ حرص کے اور مرد مثال ہے عقل کی بوجہ کمال فہم وقوۃ اعتماد علی اللہ کے) اور یہ وزن و مرد کہ مراد نفس و عقل سے ہیں یہ ہر انسان نیک و بد کے لئے (باعتبار متضمن ہونے حکمت الٰہیہ کے ضروری الوجود ہیں (کیونکہ اگر روح نہ ہوتی تو انسان شر محض ہوتا خیر کی استعداد ہی نہ ہوتی اور اگر نفس نہ ہوتا تو فضیلت مجاہدہ کی نصیب نہ ہوتی جس کی وجہ سے انسان کی بعض طاعت ملائکہ کی طاعت سے بھی زیادہ قابل قدر ہو جاتی ہے) اور یہ دونوں اس عالم سفلی میں مقید ہو رہی ہیں اور شب و روز اختلاف اور بحثا بحثی میں لگے ہیں عورت (کا قاعدہ ہے کہ) خانہ داری کے حوائج کی (ہر وقت) طالب رہتی ہے یعنی آبرو ہو اور نان و خوان ہو اور جاہ ہو اسی طرح نفس بھی عورت کی طرح ہر وقت ان ہی تدبیرات میں کبھی خاکساری اور تملق اور کبھی بڑائی اور زور اختیار کرتا ہے (یعنی جس طریق سے کام چلتا دیکھتا ہے اسی کو اختیار کرتا ہے) اور عقل خود ان فکروں سے آگاہ نہیں ہے اس کے دماغ میں بجز غم (طلب) حق سبحانہ وتعالیٰ کے نہیں ہے۔

گرچہ سر قصہ ایں دانہ است و دام	صورت قصہ شنو اکنوں تمام
اگرچہ قصہ کا راز یہ دانہ ہے اور جال	قصہ کا ظاہر ہے اب پورا قصہ سن
گر بیان معنوی کامل شدے	خلق عالم عاطل و باطل بدے
اگر باطن کا بیان مکمل ہو جائے	عالم کی پیدائش بیکار اور باطل ہو جائے
گر محبت فکرت و معنے ستے	صورت صوم و نمازت نیستے
اگر محبت فکر اور باطنی معاملہ ہوتا	تو تیری نماز اور روزے کی صورت معدوم ہو جاتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہدیہ ہائے دوستاں باہم دگر	نیست اندر دوستی الا صور
دوستوں کے ایک دوسرے کو تحفے	دوستی میں محض صورتیں ہیں
تا گواہی دادہ باشد ہدیہ ہا	بر محبت ہائے مضمر در خفا
تا کہ تحفے گواہی دیں	اندر چھپی ہوئی محبتوں پر
زانکہ احساں ہائے ظاہر شاہدند	بر محبت ہائے سرائے ارجمند
کیونکہ ظاہری احسانات گواہ ہیں	اے گرامی قدر! چھپی ہوئی محبتوں پر

(بعد بیان تاویل قصہ کے ظاہری قصہ کی طرف توجہ فرماتے ہیں کہ) اگرچہ معنی باطنی قصہ کے تو یہ ہیں جو (اوپر مذکور ہوئے اور طالبین کے لئے) مثل دانہ ودام کے ہیں (کہ اسی کی طمع میں حکایت بھی سن لیتے ہیں اور ہر چند کہ دانہ ودام مجموعہ ظاہر حکایت وباطن حکایت کا ہے مگر چونکہ عادۃً باطن مستلزم ظاہر کو بھی ہوتا ہے لہٰذا مجموعہ کی صفت سے صرف اس کو موصوف کر دیا یا یوں کہا جائے کہ دانہ ست پر جملہ ختم ہو گیا دام اس پر معطوف نہیں بلکہ مبدل منہ ہے اور صورت قصہ اس کا بدل اور سب مل کر شنو کا مفعول پس معنی یہ ہونگے اگرچہ سر قصہ تو یہی دانہ ہے لیکن ظاہر قصہ جو کہ مثل دام کے ہے نیز سننے کے قابل ہے کیونکہ دانہ دام کے نیچے ہی ہوتا ہے تو اگر دام نہ ہو تو دانہ کیسے لے یعنی گو مقصود اصلی صرف باطن حکایت ہے مگر صورت قصہ کو بھی پورا سن لینا چاہیے (کہ اس میں بھی بہت نفع ہے چنانچہ ایک منافع تو ظاہر یہی ہے کہ اگر ظاہری حکایت نہ ہوتی تو اس کے مضمون کا انطباق باطنی حالات پر کیسے ہوتا اب اسی مناسبت سے آگے مطلقاً ظاہر طاعات واعمال کی ضرورت اور باطن محض کا فوائد اور حکمتوں میں ناتمام ہونے کا بیان فرماتے ہیں تاکہ ان لوگوں پر رد ہو جو ظاہر کو عبث سمجھ کر شریعت کی نفی کرتے ہیں پس ارشاد ہے کہ) اگر باطن کا بیان (یعنی ظہور) کامل ہو جاتا اور (درمیان سے ظاہر کا حجاب اٹھ جاتا) تو تمام خلق عالم معطل اور باطل (یعنی عبث وخالی از حکمت رہ جاتی (جس کا بیان یہ ہے کہ) اگر محبت صرف فکر اور امور باطنیہ کو قرار دیا جاتا تو صوم وصلوٰۃ کی صورت بالکل معدوم ہو جاتی (تو جو ان ظاہری عبادات میں حکمتیں اور اسرار ہیں ظاہر ہے کہ وہ بھی منفی ہو جاتے چنانچہ ان میں سے ایک حکمت تو یہ ہے کہ) دوستوں میں جو باہم ہدایا چلتے ہیں وہ صرف چند چیزوں کی صورتیں (اور اشیاء ظاہری ہوتی ہیں تاکہ وہ ہدایا مخفی ومضمر محبت پر شہادت دیں کیونکہ احسانات ظاہری باطنی محبت پر شاہد ہوتی ہیں (اسی طرح عباداتِ ظاہرہ شاہد اور دال ہیں عقیدت ومحبت قلبی پر اور حکمت کا اس میں حصر نہیں تمثیلاً ایک حکمت عام فہم کا بیان کر دیا غرض اجمالاً اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ اگر صرف باطن مقصود ہوتا تو یہ مقصود روح مجرد سے عالم ارواح میں زیادہ حاصل ہو سکتا تھا کیونکہ کدورتِ مادہ اور ظلمت ہیولے بھی حاجب نہ ہوتی پس عالم اجسام کو پیدا کرنا اور اس کے ساتھ روح کو متعلق کرنا صریح دلیل ہے اس پر کہ کچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

کمالات وطرق قرب ایسے بھی ہیں کہ ان کا حصول جسم اور طاعات بدنیہ پر موقوف ہے خوب سمجھ لو)

شاہدت گہ راست باشد گہ دروغ	مست گاہے از مے وگاہے ز دوغ
تیرا گواہ کبھی سچا ہوتا ہے کبھی جھوٹا	مست کبھی شراب سے اور کبھی چھاچھ سے
دوغ خوردہ مستیئے پیدا کند	ہائے وہوئے و سرگرانیہا کند
چھاچھ پینے والا مستی ظاہر کرتا ہے	ہائے و ہو اور نشہ دکھاتا ہے
آں مرائی در صلوٰۃ و در صیام	می نماید جد وجہدے بس تمام
ریاکار نماز اور روزے میں	پوری جدوجہد ظاہر کرتا ہے
تا گماں آید کہ او مست ولاست	چوں حقیقت بنگری غرق ریاست
تا کہ گمان ہو جائے کہ وہ دوستی سے مست ہے	جب تو اصلیت دیکھے گا تو وہ ریاکاری میں غرق ہے

(اوپر اعمال ظاہری کو شاہد فرمایا تھا اس سے شاید کوئی اپنے یا دوسرے کے اعمال ظاہری سے دھوکا کھا کر معتقد کمال کا ہو جاتا اس لئے فرماتے ہیں کہ) شاید کبھی صادق ہوتا ہے کبھی کاذب جیسا مست کبھی شراب پی کر ہوتا ہے کبھی دوغ سے یعنی دوغ پی کر (جھوٹ موٹ کی) مستی ظاہر کرتا ہے اور بہت ہو ہا اور نماز دکھلاتا ہے (اسی طرح) ریاکار آدمی صوم وصلوٰۃ میں بڑی کوشش اور اہتمام دکھلاتا ہے تا کہ دیکھنے والوں کو) گمان ہو کہ بڑے مست محبت ہیں اور جو حقیقت میں غور کر کے دیکھو تو بالکل ریاء میں مستغرق ہے (پس جب تک اس حال میں خلوص نہ ہو وہ شاہد کاذب کے مثل ہے)

حاصل افعال برونی رہبرست	تا نشاں باشد برآنچہ مضمرست
الحاصل ظاہری افعال رہبر ہیں	تا کہ اس چیز کی علامت بنیں جو پوشیدہ ہے
راہبر گہ حق بود گاہے غلط	گہ گزیدہ باشد و گاہے سقط
رہبر کبھی صحیح ہوتا ہے کبھی غلط ہوتا ہے	کبھی برگزیدہ ہوتا ہے، کبھی ناکارہ ہوتا ہے
یارب آں تمیز دہ مارا بخواست	تا شناسیم آں نشان کژ ز راست
اے خدا! درخواست پر ہمیں وہ تمیز عطا کر دے	کہ ہم غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا سمجھ سکیں
حس را تمییز دانی چوں شود	زانکہ حس ینظر بنور اللہ بود
تجھے معلوم ہے حس کو تمیز کیسے حاصل ہوتی ہے؟	جبکہ حس "وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" بن جائے

یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ افعال ظاہری رہبر ہیں تا کہ کیفیات باطن پر علامت بنیں (جیسے رہبر ہوتا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نامعلوم راستہ بتلاتا ہے) سو راہبر کبھی حق ہوتا ہے کبھی غلط ہوتا ہے یعنی کبھی پسندیدہ ہوتا ہے کبھی ناکارہ ہوتا ہے (جیسا اوپر گزرا اس لئے دعا کرتے ہیں کہ) اے یارب ہماری درخواست پر ایسی تمیز عطا فرما دیجئے کہ جس سے ہم علامت کج اور راست کو پہچان لیا کریں اور دوسروں کے دھوکہ میں بھی نہ آئیں اور اپنے اعمال کو بھی شوائب ریا سے خالص کر سکیں آگے ایسی تمیز کے حاصل ہونے کا طریق بتلاتے ہیں کہ تم کو معلوم بھی ہے کہ حس (یعنی مدرکہ) کو ایسی تمیز کس طرح ہو جاتی ہے (یہ سوال ہے آگے جواب ہے کہ) اس طرح ہو جاتی ہے کہ حس ینظر بنور اللہ کا مصداق بن جاتی ہے (یعنی نور معرفت سے یہ تمیز ہو جاتی ہے)

در اثر نبود سبب ہم مظہرست	ہمچو خویشی کز محبت مخبرست
اگر اثر نہ پایا جائے سبب بھی ظاہر کرنے والا ہے	جیسے رشتہ داری جو محبت کی خبر دینے والی ہے
نبود آنکہ نور حقش شد امام	مر اثرہا یا سببہا را غلام
جس شخص کے لئے اللہ کا نور امام بن جائے وہ نہیں رہتا	آثار اور اسباب کا غلام
چونکہ نور اللہ درآید در مشام	مر اثر را یا سبب را نبود غلام
جب اللہ کا نور دماغ میں سما جاتا ہے	وہ اثر یا سبب کا غلام نہیں رہتا
تا محبت دروروں شعلہ زند	زفت گردد وز اثر فارغ کند
جب باطن میں محبت شعلہ زن ہوتی ہے	تو قوی ہو جاتی ہے اور اثر سے فارغ کر دیتی ہے
حاجتش نبود پئے اعلام مہر	چوں محبت نور خود زد بر سپہر
محبت کے ظاہر کرنے کے لئے اسکو کوئی ضرورت نہیں رہتی ہے	جبکہ محبت اپنا نور آسمان پر پہنچا دیتی ہے
ہست تفصیلات تا گردد تمام	ایں سخن لیکن بجو تو والسلام
بہت تفصیلات ہیں کہ پوری ہو	یہ بات لیکن تو خود تلاش کر لے والسلام

(حاصل مقام بعد امعان نظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اہل اعمال کی قسمیں بیان کی ہیں یعنی اصل میں دو قسمیں ہیں ایک وہ جن سے اعمال شاہد محبت ہونے کی حیثیت سے صادر ہوتے ہیں یعنی مقصود ان کا عبادت سے یہ ہے کہ یہ بندہ ہونے کی علامت ہے اور اس کو جناب باری میں پیش کرنے سے ہمارے بندہ ہونے کا اظہار ہے جیسے ہدیہ میں بعینہ یہی غرض ہوتی ہے۔ دوسرے وہ جن کے صدور اعمال میں یہ حیثیت نہیں یعنی عبادت میں انکا کچھ مقصود ہی نہیں پھر قسم اول کی دو قسمیں ہیں ایک مخلص جو اللہ کے سامنے اس کا اظہار کرتے ہیں۔ دوسرے مرائی جو بندوں کے سامنے اس کا اظہار کرتے ہیں ان دونوں قسموں کا ذکر تو اوپر کے اشعار میں ہے تا گواہی دادہ باشد بدیہا۔ الی قولہ شاہدت گہ راست آید گہ دروغ + الخ اسی طرح تقسیم اول کی قسم ثانی (یعنی جن کی عبادت میں ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کا کچھ مقصود نہیں) کی دو قسمیں ہیں ان کا ذکر ان اشعار میں ہے ایک قسم وہ جو محض عادت کی موافق اعمال بجا لاتے ہیں ان کو نہ اظہار بندگی کی طرف التفات ہوتا ہے نہ اخلاص کی کوشش کرتے ہیں نہ ان بے چاروں کو کسی کی نظر میں اپنی وقعت ظاہر کرنا ہے اور اکثر عوام مسلمان اسی قسم کے ہیں کہ جن نیک کاموں کو اختیار کر لیا ہے خالی الذہن ہو کر ان کو کیے چلے جاتے ہیں اور عادت سی پڑ گئی ہے۔ اس شعر وراثر نبود الخ میں ان ہی لوگوں کا بیان ہے۔ دوسری قسم وہ جو تقاضائے محبت الٰہیہ سے کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت ایسی غالب ہے کہ ثواب وعذاب یا اظہار عبودیت کی طرف التفات بھی نہیں ہوتا جو شخص مراتب اخلاص کو طے کر چکا ہے محبت اس کو بے چین کئے ہوئے ہے اس لئے محبت میں غرق محبوب کی خدمت یعنی آدم علیہ السلام نے جب بحکم خداوندی ان کو وہ اسماء بتلائے جبکہ وہ خود نہ بتلا سکے جیسا قرآن مجید میں ہے فلما انبأ هم باسمائهم الاية) اور ملائکہ کو (اس وقت) حق تعالیٰ کی تقدیس سے ایک نیا تقدس حاصل ہوا (یعنی ہر چند کہ وہ پہلے سے تسبیح و تقدیس میں مشغول تھے جیسا خود ان کا مقولہ مذکور ہے و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک مگر اس امتحان علم اسماء میں عاجز ہونے کے وقت جو تسبیح و تقدیس ان سے صادر ہوئی جیسا انبئونی باسماء هؤلاء کے جواب میں ان کا مقولہ آیا ہے سبحانک لاعلم لنا الاما علمتنا انک انت العليم الحكيم چونکہ یہ وقت تھا اپنے عجز کے مشاہدہ کا جس سے قدرت حق کا مشاہدہ بڑھ جاتا ہے اس لئے یہ تسبیح و تقدیس پہلی تسبیح و تقدیس سے بڑھی ہوئی تھی اور ظاہر ہے کہ جب عبادت اکمل ہوگی تو اس کا ثمرہ بھی اکمل ملتا ہے اس لئے قدس دیگر کہا اور منجملہ اسی ثمرۂ اکمل کے وہ ترقی علم کی تھی جو آدم علیہ السلام کے ان کو اسماء بتلانے سے حاصل ہوئی جیسا آیا ہے قال یا آدم انبهم باسمائهم فلما انباهم باسمائهم الآیہ چنانچہ فرماتے ہیں کہ) ان کے انکشافات (اور علوم) جو حضرت آدم علیہ السلام کی بدولت حاصل ہوئے وہ سموات کے انکشافات میں بھی حاصل نہ تھے (یعنی ان کو پہلے سے سموات والارض کے احوال کی اطلاع تھی اور یہ ان کے علوم تھے مگر آدم علیہ السلام کے ذریعہ سے جو علوم ان کو حاصل ہوئے وہ بدرجہا ان علوم سابقہ سے زائد تھے اور ان علوم کے حاصل ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک تعلیم آدم علیہ السلام سے جیسا اوپر آیا۔ دوسرے خود آدم علیہ السلام کے مشاہدہ سے کہ ان میں جب علوم عجیبہ و کمالات غریبہ کا مشاہدہ کریں گے لابدان مشاہدات کا علم بڑھے گا اور اس تقریر سے یہ بھی لازم آیا کہ خود حضرت آدم علیہ السلام میں ایسے کمالات تھے جو دوسری مخلوقات علویہ وسفلیہ میں نہ تھے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ملائکہ تو ان کا بھی مشاہدہ کرتے تھے پھر علوم کیوں نہ بڑھے چنانچہ آگے یہی مضمون ہے کہ وسعت میدان روح پاک کے مقابلہ میں ساتویں آسمان کا میدان تنگ ہے (یعنی آدم علیہ السلام میں کمالات روحانی تھے اور روح میں اس قدر وسعت ہے جس کی وجہ روح کا مجرد ہونا اور صفات میں حق تعالیٰ سے مناسبت ہونا ہے پس لابدان کمالات میں بھی سب سے زائد وسعت ہوگی بخلاف آسمان کے کہ اس میں یہ روح مجرد نہیں ہے اس کے جو کمالات ہوں گے وہ مادی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں گے اور مادی اول محدود پھر باری تعالیٰ کے ساتھ جو منزہ ہیں اتنی مناسبت نہیں اس لئے اس میں اس قدر وسعت کمالات کی نہ ہوگی آگے اس کی تائید ہے کہ) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے (یعنی حدیث قدسی ہے) کہ میں کہیں بالا و پست میں نہیں سما سکتا ہوں یعنی نہ زمین میں نہ آسمان میں بلکہ نہ عرش میں ہرگز نہیں سما سکتا اس کو یقینی سمجھو مگر عجب بات ہے کہ مؤمن کے قلب میں سما جاتا ہوں (اس حدیث کے یہ الفاظ مشہور ہیں لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب المؤمن مگر مجھ کو اس حدیث کی تحقیق نہیں لیکن مطلب اس کا مکشوف ہے تو سند پر موقوف نہیں حاصل اس کا یہ ہے کہ کمالات ممکن کے مظہر ہیں کمالات واجب کے انسان کامل میں چونکہ کمالات سب مخلوق سے زائد ہیں تو ظہور کمالات الٰہیہ کا بھی اس میں زائد ہوا خصوصا وہ صفات جن سے حق تعالیٰ کے ساتھ مناسبت وتشبہ بالخلق ہے وہ تو دو وجہ سے مرآۃ ظہور صفات حق ہیں ایک تعلق صانع ومصنوع سے۔ دوسرے نمونہ صفات حق بننے سے جس سے صفات حق کی معرفت کسی قدر تفصیل کے ساتھ حاصل ہوسکتی ہے پس اسی مظہر کمالات حق بننے کو مجازاً سمانے سے تعبیر کر دیا ورنہ اللہ تعالیٰ محاط ہونے سے منزہ ہیں آگے مومن کامل کے قلب میں سمانے پر تفریع ہے کہ) اگر تو مجھ کو (یعنی حق تعالیٰ کو) طلب کرنا چاہتا ہے تو ان (کاملین کے) قلوب میں طلب کر) (کیونکہ جب میں ان کے قلوب میں ہوں تو وہاں ہی ملوں گا اور قلوب میں ڈھونڈھنے سے یہ مراد ہے کہ ان سے فیض باطنی حاصل کرو تو وہی کمالات معرفت ومحبت وغیرہ تم میں پیدا ہو جائیں گے اور یہی وصول الی اللہ ہے آگے دلیل ہے کہ) قرآن شریف میں یہ مضمون ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تو میرے بندوں میں داخل ہو کہ جنت سے مل جائے گا کہ وہ میری رویت ہے (یہ تفسیر ہے آیۃ یاایتھا النفس المطمئنۃ الی قولہ جنتی کی۔ مولانا نے وادخلی کا عطف فادخلی پر تفسیری لیا ہے کہ اول میں جانا اس میں جانا ہے اور آیت کو مطلق لیا ہے حیات وممات دونوں سے اس لئے جنت کی تفسیر رویت سے کی تا کہ حیات میں بھی صادق آوے اور رویت یہاں بصری نہیں مشاہدہ اصطلاحیہ مراد ہے) اور عرش باوجودیکہ نورانی اور وسیع ہے مگر جب انسان کو دیکھا تو وہ بھی از جارفتہ ہوگیا اور واقعی عرش کی بڑائی بے شک بہت ظاہر ہے لیکن معنی کے سامنے صورت کیا چیز ہے (یعنی عرش کو عظیم ہے مگر ایک صوری یعنی جسمانی ومادی چیز ہے اور انسان معنوی یعنی روحانی ومجرد چیز ہے اور مجرد کا مادی سے اشرف واوسع ہونا بہت جگہ اسی شرح میں گزر چکا ہے۔ فتذکر۔

ہر ملک می گفت مارا پیش ازیں	الفتے می بود بر روئے زمیں
ہر فرشتہ کہتا تھا ہمیں اس سے پہلے	روئے زمین سے محبت تھی
تخم خدمت در زمیں می کاشتیم	زاں تعلق ما عجب می داشتیم
ہم نے زمین میں خدمت کے بیج بوئے تھے	اس تعلق سے ہم متعجب تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

کایں تعلق چیست بایں خاکداں	چوں سرشت ما بدست از آسماں
کہ اس زمین سے یہ تعلق کیا ہے؟	جبکہ ہمارا خمیر آسمان سے ہے
الف ایں انوار باظلمات چیست	چوں تو اند نور باظلمات زیست
ان نوروں کو تاریکیوں سے محبت کیوں ہے؟	نور تاریکیوں کے ساتھ کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟
آدما آں الف از بوئے تو بود	زانکہ جسمت را زمین بد تار و پود
اے آدم! وہ محبت تیری خوشبو کی وجہ سے تھی	کیونکہ تیرے جسم کا تانا بانا زمین تھی
جسم خاکت را ازیں جا یافتند	نور پاکت را در آنجا تافتند
تیرے خاکی جسم کو اس جگہ سے حاصل کیا	تیرے پاک نور کو اس جگہ چمکایا
ایں کہ جاں ماز روحت یافت ست	پیش پیش از خاک آں می تافت ست
یہ جو کچھ ہماری جان نے تیری روح سے حاصل کیا ہے	پہلے پہلے زمین سے چمکا ہے
در زمیں بودیم و غافل از زمیں	غافل از گنجے کہ در وے بد دفیں
ہم زمین پر تھے اور زمین سے غافل تھے	اس خزانہ سے غافل تھے جو اس میں مدفون تھا

(یہ بھی تتمہ ہے بیان فضائل وکمالات آدم علیہ السلام کا) یعنی تمام ملائکہ (حضرت آدم علیہ السلام سے خطاب کرکے) کہہ رہے تھے کہ ہم کو اس زمانہ کے قبل (یعنی جب آپ پیدا نہ ہوئے تھے) روئے زمین سے ایک قسم کی الفت معلوم ہوتی تھی ہم زمین پر احکام وطاعات (جو ہم کو سپرد تھیں) بجالاتے تھے اور اس تعلق سے (جو زمین کے ساتھ تھا) تعجب کیا کرتے تھے کہ ہم کو اس خاکدان سے تعلق ہونے کی کیا وجہ جب کہ ہماری سرشت عالم علوی ہے پھر ان انوار کو (یعنی ہم کو کہ نور سے مخلوق ہیں) ان ظلمات (ارضیہ) سے الفت کیوں ہے اور جو نورانی ہو وہ ظلمات کے ساتھ کیسے زندگی بسر کرسکتا ہے سوائے آدم علیہ السلام (اب معلوم ہوا کہ) وہ الفت آپ کے اثر سے تھی کیونکہ آپ کے جسم کا تارو پود (یعنی مادہ زمین سے بنا ہے پس آپ کے جسم خاکی کو دنیا سے لیا اور آپ کے نور پاک (یعنی روح) کو عالم بالا میں منور فرمایا ہماری ارواح کو آپ کی روح سے جس (نور) کا اب ادراک ہوا ہے یہ آپ (کے پیدائش) کے قبل خاک سے جھلکتا معلوم ہوتا تھا اور باوجودیکہ ہم زمین ہی میں رہتے تھے (اور اس کو دیکھتے تھے مگر) زمین سے غافل تھے یعنی وہ جو خزانہ اس میں مدفون تھا اس سے بے خبر تھے (مراد اس سے وہی نور آدم ہے چونکہ اجزاء ارضیہ منشاء جسم آدم علیہ السلام ہیں اور روح کا تعلق جسم سے ضرور ہوتا ہے اس لئے ان اجزاء میں بھی اس تعلق روحانی کا اثر تھا اور وہ نور اسی تعلق کی وجہ سے تھا پس فرشتے کہتے ہیں کہ نور کا تو مشاہدہ ہوتا تھا مگر حقیقت معلوم نہ تھی (بے خبری وغفلت سے یہی مراد ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں سفر فرمود مارا زاں مقام	تلخ شد مارا ازاں تحویل کام
جب ہمیں اس جگہ سے سفر کرنے کا حکم فرمایا	اس تبدیلی سے ہمارا حلق کڑوا ہوگیا
تاکہ حجتہا ہمی گفتیم ما	کہ بجائے ما کہ آید اے خدا
یہاں تک کہ ہم نے حجتیں کیں	کہ اے خدا! ہماری جگہ کون آئے گا؟
نور ایں تسبیح و ایں تہلیل را	می فروشی بہر قال و قیل را
اس تسبیح اور تہلیل کے نور کو	تو لڑائی جھگڑے سے تبدیل کرتا ہے
حلم حق گسترد بہر ما بساط	کہ بگوئید از طریق انبساط
اللہ (تعالٰی) کے حلم نے ہمیں موقع دیا	کہ کھل کر کہو
ہرچہ آید بر زباں تاں بے حذر	ہمچو طفلان یگانہ باپدر
بلا خوف جو تمہاری زبان پر آئے	جیسے بے تکلف بچے اپنے باپ سے
ما ہمی دانیم خود راز شما	لیک می خواہیم آواز شما
خود ہم تمہارے راز کو جانتے ہیں	لیکن تمہاری آواز (میں) سننا چاہتے ہیں
زانکہ ایں دمہا چہ گر نالائق ست	رحمت من بر غضب ہم سابق ست
اس لئے کہ یہ معمولی باتیں اگرچہ مناسب نہیں ہیں	(لیکن) میری رحمت غصہ پر سبقت رکھتی ہے
از پئے اظہار ایں سبق اے ملک	در تو بنہم داعیۂ اشکال و شک
اے فرشتو! اس سبقت کے اظہار کے لئے	میں تم میں اشکال اور شک کا داعیہ پیدا کر رہا ہوں
تا بگوئی و نگیرم بر تو من	منکر حلمم نیارد دم زدن
تاکہ تم کہو اور میں تم پر گرفت نہ کروں	میری بردباری کا منکر دم نہ مار سکے
صد پدر صد ما در اندر حلم ما	ہر نفس زاید در افتد در فنا
سو باپ اور سو مائیں ہمارے حلم میں	ہر لمحہ پیدا ہو کر فنا ہو رہی ہیں
حلم ایشاں کف بحر حلم ماست	کف رود آید و لے دریا بجاست
ان کا حلم ہمارے حلم کے سمندر کا جھاگ ہے	جھاگ تو آتے جاتے ہیں لیکن دریا اپنی جگہ پر ہے
خود چہ گویم پیش آں در ایں صدف	نیست الا کف کف کف
میں کیا بتاؤں اس موتی کے سامنے یہ سیپ	جھاگ ہی جھاگ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ تمہ ہے قول ملائکہ کا بعد بیان تعلق الفت کے کہتے ہیں کہ) جب ہم کو اس مقام (یعنی زمین) سے سفر کرنے کا (اور آسمان پر آنے کا) حکم فرمایا تو ہم کو (بوجہ اس تعلق الفت کے زمین کی مفارقت سے) گرانی ہوئی (یہ زمین سے آسمان پر بلانا اس لئے نہ تھا کہ تمہارے عوض میں اب دوسری مخلوق زمین پر رہے گی کیونکہ اول تو آدمی کو بعوض فرشتوں کے نہیں بسایا گیا بلکہ بعوض جنات کے دوسرے فرشتے تو اب بھی ان ہی اپنے کاموں میں زمین پر مشغول ہیں بلکہ یہ بلانا غالباً مشورہ کے لئے تھا یا آدم علیہ السلام کے روبرو سجدہ کرانے کے لئے اور فرشتوں کو مفصل علم نہ ہوگا کہ ہم پھر زمین پر بھیجے جائیں گے اس لئے یہ سمجھے ہوں گے کہ اگر دوسری مخلوق زمین پر رہی تو ہم سے زمین کو مفارقت ہو جائے گی جو بوجہ الفت کے گراں تھی خدا جانے مولانا کی نظر سے یہ مضمون الفت وگرانی مفارقت کا گزرا ہوگا آگے اس گرانی پر تفریع ہے کہ) انتہا یہ کہ ہم طرح طرح کی حجتیں (مشورہ کے وقت) عرض کرتے تھے کہ اے اللہ ہماری جگہ کون آتا ہے اس نور تسبیح و تہلیل کو (جو ہمارا فعل ہے) آپ (اس مخلوق جدید کی قال وقیل (یعنی عناد وفساد) کے عوض میں (جو اس کا فعل ہوگا) بدلتے ہیں (کما قال تعالیٰ قالوا اتجعل فیها من یفسد فیها و یسفک الدماء و نحن نسبح بحمدک و نقدس لک۔ اگروہ روایت گرانی مفارقت ارض کی ثابت نہ ہو تو اس قول ملائکہ کو صرف حق جل وعلا شانہ کے استشارہ کا جواب کہا جائے گا اور یہی ظاہر ہے اور مقصود ملائکہ کو اعتراض حق تعالیٰ پر یا طعن آدمی پر نہیں ہے' کیونکہ کفر اور معصیت سے ملائکہ منزہ ہیں بلکہ محض اپنے مشورہ کا بغرض امتثال امر ظاہر کرنا اور تخلیق بنی آدم کی حکمت پوچھنا اور اپنے لئے خلافت کی درخواست کرنا اور اس کے ضمن میں اپنے قدیم الخدمت ہونے کا اظہار کرنا ہے رہا یہ کہ الفاظ میں کسی قدر ایہام بے تکلفی کا پایا جاتا ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ) حق تعالیٰ کی صفت حلم نے ہمارے لئے بساط (اجازت) بچھا دیا کہ خوب دل کھول کر جو کچھ تمہاری زبان پر آوے کہہ لو جس طرح باپ کے روبرو بچے (سب کچھ کہہ لیتے ہیں) اور گو ہم کو تمہارا مافی الضمیر معلوم ہے لیکن ہم تمہاری آواز (سننا یعنی تمہاری زبان سے کلام کہلانا) چاہتے ہیں کیونکہ یہ تمہاری باتیں اگرچہ لائق (مقام کمال ادب) نہیں مگر میری رحمت غضب پر سابق ہے اور اسی سابق ہونے کے اظہار کے لئے اے ملائکہ تمہارے اندر (مضمون) موجب اشکال واشتباہ کو پیدا کرتا ہوں تا کہ تم (اس کے بارہ میں کچھ) بولو (اور میں اپنی رحمت سے) تم پر مواخذہ نہ کروں پس میرے حکم کے منکرین کو پھر کلام کرنے کی مجال نہ رہے (یعنی بعد اثبات اس واقعہ کے پھر انکار نہ کر سکے یعنی یہ حکمت ہے تم کو بولنے کی اجازت دینے میں پس یہ جواب ہو گیا ایہام بے تکلفی الفاظ کا آگے حلم کی عظمت کا بیان ہے کہ ہمارا حلم اتنا بڑا ہے کہ) سینکڑوں باپ سینکڑوں مائیں (جو بچہ کے حق میں بڑی رحیم وحلیم ہوتی ہیں) ہمارے کارخانہ حلم میں پیدا ہوتے ہیں اور فنا ہو جاتے ہیں (تو ان کا حلم بھی فنا ہو جاتا ہے) بخلاف ہمارے حلم کے کہ اس کو فنا ہی نہیں پس گویا) ان کا حلم ہمارے دریائے حلم کا ایک ادنیٰ کف یعنی بلبلہ ہے سو کف آتا ہے چل دیتا ہے اور دریا بحال خود اپنی جگہ قائم ہے (یہ تشبیہ محض متبوع اور تابع ہونے میں ہے نہ جمیع اوصاف ولوازم میں ورنہ) مثل کیا (مثال)

www.besturdubooks.wordpress.com

کہہ سکتا ہوں اس موتی (یعنی حلم حق) کے روبرو یہ صدف (یعنی حلم والدین) تو کچھ بھی نہیں اگر کف کا کوئی کف ہو اور اس کا کوئی کف ہو پھر اس کا کف ہو بس اس سے زیادہ نہیں (بلکہ بدرجہا کم ہے کیونکہ + چہ نسبت خاک را با عالم پاک اور موتی صدف بھی باعتبار عظیم وحقیر ہونے کے کہہ دیا

حق آں کف، حق آں دریائے صاف	کامتحانی نیست ایں گفت ونہ لاف
اس جھاگ کی قسم اور اس صاف دریا کی قسم	یہ گفتگو نہ آزمائش ہے نہ بکواس

کررہا ہے جس طرح عاشق اپنے معشوق کے پاس ہدیہ بغرض اظہار محبت نہیں لے جاتا محض تقاضائے عشق ہوتا ہے اگر ایسے شخص کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ میری خدمت وعبادت مردود ہے تب بھی ترک نہ کرے بخلاف غیر محب کے کہ ایسی حالت میں فوراً ترک کردے اشعار نبود آنکہ الخ ان لوگوں کا بیان ہے دوسری بات یہ سمجھو کہ یہاں ایک صفت مقصودہ ہے یعنی محبت الہیہ اور ایک اس کا اثر ہے جو محبت سے پیدا ہوتا ہے یعنی اعمال مقرون بالاخلاص اور ایک اس عمل خالص اور محبت کا سبب ہے یعنی محض صورت اعمالی خالی از اخلاص وریاء کیونکہ سبب کہتے ہیں اصطلاح شرع میں ایسے امر کو جو مفضی فی الجملہ ہو یعنی من وجہ مسبب کا وسیلہ بن جائے اور اس کو وجود مسبب میں کچھ دخل ہو سو محض صورت اعمال گاہے ذریعہ بن جاتا ہے اعمال مع الاخلاص کا یعنی عادت سے اخلاص پیدا ہو جاتا ہے کما سمعت عن مرشدیؒ پس اس کا سبب تو بلاواسطہ ہوا پھر اخلاص سے محبت پیدا ہو جاتی ہے پس اس کا سبب بواسطہ ہوا اس لئے محض صورت اعمال عمل خالص اور محبت کا سبب ہو گیا حدیث میں بھی صلوٰۃ کو وسیلہ فرمایا ہے جو ہم معنی ہے سبب کا۔ ان تینوں لفظوں کی تفسیر آگے کام آئے گی۔ تیسرے یہ سمجھو کہ کسی شئے کی نفی کرنے سے کبھی خود اس شے کی نفی مقصود ہوتی ہے اور کبھی اس کی طرف التفات کرنے کی مثلاً کوئی اپنے شاگرد سے کہے کہ میں شاگردی کی وجہ سے یہ رعایت نہیں کرتا تو یہاں یہ مقصود نہیں کہ شاگردی نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس رعایت میں اس صفت کا خیال نہیں ہے جب تینوں امر سمجھ میں آگئے اب حل اشعار میں بالکل سہولت ہو گئی سنو فرماتے ہیں کہ) اگر اکثر (یعنی اعمال مع الخلوص کہ اثر محبت ہے جیسا ہدیہ کے اثر محبت خلق ہے نہ پایا جائے (بلکہ محض صورتِ اعمال ہی ہو تو بھی ضرر نہیں کیونکہ گاہے) سب بھی مظہر مقصود ہوتا ہے (اسی طرح محض صورتِ اعمال بھی جناب باری میں من وجہ مظہر محبت قرار دی گئی ہے اور وہ احیاناً بعد چندے اخلاص اور محبت پیدا کردیتی ہے) اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے علاقہ قرابت جو محبت سے مخبر ہے (یعنی صفت مقصودہ محبت ہوتی ہے اور اس کا اصل اثر ہدیہ جو صدق سے ہو جیسے وہاں اعمال خالصہ تھے لیکن گاہے ہدیہ نہیں ہوتا تو صرف علاقہ قرابت بھی محبت کا سبب قرار دیا جاتا ہے کہ وہ بھی اسکی طرف مفضی فی الجملہ ہوتا ہے اسی طرح یہاں محض صورت اعمال کو سمجھو مقصود مولانا کا یہ ہے کہ اگر تم کو درجہ اخلاص کا حاصل نہ ہو تو محض صورت اعمال ہی کو اختیار کرو کہ اس سے بھی امید کامیابی ہے اور یہ ہزار درجہ عمل مع الریاء سے بہتر ہے کیونکہ وہ مہلک ومضر ہے جبکہ قصد ہو ورنہ وسوسہ ہے اور اکثر بلکہ ہمیشہ ابتدا میں اعمال اسی طرح ہوتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی میں تکلف سے اخلاص کا اہتمام شروع کرنے سے شدہ شدہ مقصود اصلی تک پہنچ جاتا ہے بعضے لوگ حضور تام نہ ہونے سے یا وسوسۂ ریا سے جو غیر اختیاری ہے تنگدل ہو کر ترک یا تقلیل کر دیتے ہیں یہ بڑی غلطی ہے۔ اب قسم رابع کا بیان فرماتے ہیں کہ) جس شخص کے لئے نور حق (یعنی نور معرفت امام و رہبر بن جاتا ہے (یعنی عارف کامل ہو جاتا ہے چونکہ معرفت کاملہ کے لئے محبت لازم ہی ہے اس لئے) وہ شخص اثر (یعنی اعمال خالصہ) یا سبب (یعنی محض صورت اعمال) کا غلام (یعنی مقید) نہیں رہتا یعنی جب نور الٰہی (معرفت دماغ میں سما جاتا ہے (یہ تفسیر ہوئی نور کے امام ہونے کی) تو وہ اثر یا سبب کا (جن کے معنے مذکور ہوئے) غلام نہیں رہتا (یہاں تمہید کے امر ثالث کو یاد کرو یعنی یہ مطلب نہیں کہ وہ اعمال کا پابند نہیں رہتا بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ان اعمال کو اثر یا سبب ہونے کی حیثیت سے نہیں کرتا یعنی وہ اعمال نہ صرف اس کی رسمی عادت ہوتی ہے اور یہ تو بہت ظاہر ہے اور نہ اظہار جناب باری میں مقصود ہے بلکہ محبت کے غلبہ میں مضطر وار اس سے صادر ہو رہے ہیں اور چونکہ غرق محبت ہے اس لئے التفات الی الغیر ہی نہیں جس کے قطع کرنے کی حاجت ہو جو حقیقت ہے اخلاص کی اس لئے تحصیل اخلاص کا بھی اس کو قصد نہیں کہ تحصیل حاصل محال ہے چنانچہ فرماتے ہیں) یہاں تک کہ (اس معرفت کاملہ کی وجہ سے) اس کے باطن میں محبت (الٰہی) شعلہ زن ہوتی ہے اور عظیم ہوتی جاتی ہے اور اثر سے فارغ کر دیتی ہے یعنی اس کو (عبادت سے) اظہار محبت کی حاجت نہیں ہوتی جبکہ محبت اپنا نور آسمان پر پہنچائے ہوئے ہے (یعنی اس کی محبت مقبول ہو چکی ہے کما قال تعالیٰ الیه یصعد الکلم الطیب) اور اس غرض کے لئے یہ مضمون پورا ہو تفصیلات بہت ہیں (جن میں سے ایک شمہ احقر نے بیان کیا ہے) مگر تم (اس قوتِ ممیزہ کو) طلب کرو (جس سے ان اقسام اربعہ میں امتیاز کر سکو اور ان مراتب کی حقیقت بالخصوص مرتبہ رابعہ کی سمجھ سکو کیونکہ یہ امور حالی ہیں صرف قال سے منکشف نہیں ہوتے) والسلام والحمد الله تعالیٰ علی شرح هذا المقام الذی اتعب الافهام واضل الاوهام)

گرچہ شد معنیٰ دریں صورت پدید	صورت از معنیٰ قریب ست وبعید
اگرچہ معنی اس صورت میں ظاہر ہوئے ہیں	(لیکن) صورت معنے سے قریب (بھی) ہے اور دور (بھی) ہے
در دلالت ہمچو آب ند و درخت	چوں بماہیت روی دور اند سخت
دلالت کرنے میں پانی اور درخت کی طرح ہیں	تو اگر حقیقت پر غور کرے گا (ایک دوسرے سے) بہت دور ہیں
دانہ بیں کز آب وخاک وآفتاب	چوں درختے گشت درعالم شتاب
دانہ کو دیکھ پانی اور مٹی اور سورج کی وجہ سے	کیسے بہت جلد دنیا میں درخت بن گیا
ور بماہیت بگردانی نظر	دور دور اند ایں ہمہ از یک دگر
اگر تو حقیقت پر نظر ڈالے	ایک دوسرے سے بہت دور ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک ماہیات و خاصیات گو	شرح کن اقوال آں دو رزق جو
ماہتوں اور خاصیتوں (کے بیان) کو چھوڑ	ان دونوں رزق کے طلبگاروں کی باتوں کی تفصیل بتا
باز گو از ماجرائے مرد و زن	زانکہ انجامے ندارد ایں سخن
مرد اور عورت کا قصہ پھر سنا	اس لئے کہ اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

(اوپر اعمال کو صورت محبت کہا تھا اور مقصود اصلاح تھی ان لوگوں کی جو صورت کی نفی کرتے ہیں اب احتمال ہوا کہ شاید کوئی اس صورت ہی کو مقصود اعظم سمجھ بیٹھے اور معنی کو یعنی محبت و امور باطنہ کو بے قدر سمجھے جیسا اکثر عابدین کی حالت ہے کہ محض صورت پر قناعت کر رکھی ہے اس لئے ان اشعار میں ان کے اس خیال کی اصلاح فرماتے ہیں کہ) اگرچہ معنی کا ظہور اس صورت میں ضرور ہوا ہے لیکن پھر بھی صورت (عین معنی نہیں بلکہ معنی سے من وجہ قریب ہے (یعنی باعتبار دلالت کے) اور من وجہ بعید ہے (یعنی باعتبار ماہیت کے پس صورت معنی کے متعلقات میں سے ہوئی اور بوجہ دلالت تو ضروری الحصول ہوئی اور بوجہ اختلاف ماہیت کے ناقابل قناعت ہوئی) یہ صورت و معنی دال و مدلول ہونے میں مثل آب اور درخت کے ہیں کہ (درخت دلالت کر رہا ہے وجود آب پر کیونکہ اس کا وجود اس پر موقوف ہے اور وجود موقوف دال ہوتا ہے وجود موقوف علیہ پر) لیکن جب ماہیات میں پہنچو تو بہت ہی بعید ہیں (کیونکہ دونوں کی ماہیت قطعاً مختلف ہے پس درخت کہ امر ظاہر ہے مثل صورت کے ہوا اور آب کہ امر مخفی ہے مثل معنی کے ہوا آگے اس کی توضیح ہے) دانہ کو دیکھو کہ آب و خاک و گرمی آفتاب سی کس طرح تھوڑی مدت میں درخت بن گیا لیکن اگر ماہیت میں نظر (عقلی) دوڑاؤ تو سب ایک دوسرے سے بہت بعید ہیں (اور اسی اختلاف ماہیت کی وجہ سے ہر ایک کی خاصیت بھی جدا ہے یعنی اسی طرح اعمال ظاہری گو دلیل محبت ہیں مگر عین محبت تو نہیں ایک فرض کے ادا سے دوسرا کیوں معاف ہو گیا بلکہ اس کی تحصیل بھی ضروری ہے آگے تتمیم قصہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ) ان ماہیات و خاصیات کا ذکر چھوڑ وان دونوں طالب رزق کے حال کی شرح کرو یعنی اس مرد و زن کا قصہ پھر بیان کرو کیونکہ اس مضمون کا تو کہیں خاتمہ نہیں۔

دل نہادن مرد عرب بر التماس دلبر خویش و سوگند خوردن کہ مرا دریں تسلیم حیلتے و امتحانے نیست

اعرابی کا اپنی محبوبہ کی بات پر راضی ہو جانا اور قسم کھانا کہ اس رضامندی سے میرا مقصد کوئی حیلہ اور آزمائش نہیں ہے

مرد گفت اکنوں گذاشتم از خلاف	حکم داری تیغ برکش از غلاف
مرد نے کہا اب میں خلاف سے باز آیا	تجھے حکم کا دینے کا حق ہے تلوار نیام سے نکال

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر چہ گوئی مر ترا فرماں برم	ور بد و نیک آید آنرا ننگرم
جو تو کہے گی تیرا حکم بجا لاؤں گا	اگر اچھائی برائی آئے گی اس کو نظرانداز کر دوں گا
در وجود توشوم من منعدم	چوں محبم حب یعمی و یصم
میں تیرے وجود میں فنا ہو جاؤں گا	جبکہ میں عاشق ہوں' محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے

یعنی مرد بولا کہ اب میں (تیرے) خلاف کرنے سے گزرا اب تو مجھ پر ہر طرح کا حکم رکھتی ہے خواہ خلاف سے تلوار نکال لے (کہ مجھ کو جان دینے سے بھی عذر نہیں) جو کچھ تو کہے گی میں فرمانبرداری کرونگا اور جو بھلائی برائی پیش آئے گی میں کچھ نہ دیکھوں گا اور میں تیسری ہستی میں محو ہو جاؤنگا کیونکہ میں جب تیرا عاشق ہوں تو عشق کی تو خاصیت یہی ہے کہ اندھا بہرا کر دیا ہے (کہ محبوب کا عیب وصواب سب ایک معلوم ہوتا ہے)

گفت زن آہنگ برم می کنی	یا بحیلت کشف سرم می کنی
عورت نے کہا' تو میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کر رہا ہے	یا چالاکی سے میرا راز کھول رہا ہے
گفت واللہ عالم السرا لخفی	کافرید از خاک آدمؑ را صفی
اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) چھپے ہوئے بھیدوں کا جاننے والا ہے	جس نے برگزیدہ آدم (علیہ السلام) کو مٹی سے پیدا کیا ہے
در سہ گز قالب وادش وانمود	آنچہ در ارواح و درالواح بود
تین گز کے جسم میں جو ان کو دیا' ظاہر فرما دیں	وہ تمام چیزیں جو روحوں اور تختیوں میں تھیں
یاد دادش لوح محفوظ وجود	تا بدانست آنچہ درالواح بود
ان کو وجود کی لوح محفوظ یاد کرا دی	یہاں تک کہ وہ ان تمام باتوں کو جان گئے جو تختیوں میں تھیں
تا ابد ہر چہ کہ از پس بود و پیش	درس کرد از علم الاسمآء خویش
ابد تک جو ماضی اور مستقبل میں تھا	اپنے اسماء کی تعلیم کے ذریعہ ان کو پڑھا دیا
تا ملک بیخود شد از تدریس او	قدس دیگر یافت از تقدیس او
اس علم کی تعلیم سے فرشتے مدہوش ہو گئے	ان فرشتوں نے (اللہ کی) پاکی بیان کر کے اور پاکیزگی حاصل کر لی
آں کشاد شاں کز آدمؑ رو نمود	درکشاد آسمانہا شاں نبود
وہ انکشافات جو ان کو (حضرت) آدمؑ سے حاصل ہوئے	وہ آسمانوں کے انکشافات میں ان کو حاصل نہ تھے
در فضائے عرصہ آں پاک جاں	تنگ آمد عرصہ ہفت آسماں
اس پاک جان کے میدان کی وسعت (کے مقابلہ) میں	ساتوں آسمانوں کا میدان تنگ ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است	من نگنجم ہیچ در بالا و پست
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے	میں اوپر نیچے (کہیں) نہیں سما سکتا ہوں
در زمین و آسمان و عرش نیز	من نگنجم ایں یقیں داں اے عزیز
زمین اور آسمان اور عرش میں بھی	میں نہیں سما سکتا ہوں' اے پیارے! یقین کر
در دل مومن بگنجم اے عجب	گر مرا جوئی دراں دلہا طلب
تعجب ہے' مومن کے دل میں سما جاتا ہوں	اگر میری تلاش کرے ان دلوں میں تلاش کر
گفت فادخل فی عبادی تلتقی	جنۃ من رؤیتی یا متقی
(اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میرے بندوں میں داخل ہو جا تو پالے گا	میرے دیدار کی جنت اے پرہیزگار!
عرش با آں نور و پہنائی خویش	چوں بدید اورا برفت از جائے خویش
عرش نے باوجود اپنے نور اور وسعت کے	جب اس کو دیکھا' بے قرار ہوگیا
خود بزرگی عرش باشد بس پدید	لیک صورت کیست چوں معنیٰ رسید
عرش کی بڑائی بہت واضح ہے	لیکن صورت کیا چیز ہے' جب معنیٰ آ پہنچیں؟
ہر ملک می گفت مارا پیش ازیں	الفتے می بود بر روئے زمیں
ہر فرشتہ کہتا تھا' ہمیں اس سے پہلے	روئے زمین سے محبت تھی
تخم خدمت در زمیں می کاشتیم	زاں تعلق ما عجب می داشتیم
ہم نے زمین میں خدمت کے بیج بوئے تھے	اس تعلق سے ہم متعجب تھے
کایں تعلق چیست بایں خاکداں	چوں سرشت ما بدست از آسماں
کہ اس زمین سے یہ تعلق کیسا ہے؟	جبکہ ہمارا خمیر آسمان سے ہے
الف ایں انوار با ظلمات چیست	چوں تواند نور با ظلمات زیست
ان نوروں کو تاریکیوں سے محبت کیوں ہے؟	نور تاریکیوں کے ساتھ کیسے زندہ رہ سکتا ہے؟
آدما آں الف از بوئے تو بود	زانکہ جسمت را زمین بد تار و پود
اے آدم! وہ محبت تیری خوشبو کی وجہ سے تھی	کیونکہ تیرے جسم کا تانا بانا زمین تھی
جسم خاکت را ازیں جا یافتند	نور پاکت را در آنجا تافتند
تیرے خاکی جسم کو اس جگہ سے حاصل کیا	تیرے پاک نور کو اس جگہ چمکایا

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں کہ جان ما ز روحت یافت ست	پیش پیش از خاک آں می تافت ست
یہ جو کچھ ہماری جان نے تیری روح سے حاصل کیا ہے	پہلے پہلے زمین سے چمکا ہے
در زمیں بودیم و غافل از زمیں	غافل از گنجے کہ در وے بد دفیں
ہم زمین پر تھے اور زمین سے غافل تھے	اس خزانہ سے غافل تھے جو اس میں مدفون تھا
چوں سفر فرمود ما را زاں مقام	تلخ شد ما را ازاں تحویل کام
جب ہمیں اس جگہ سے سفر کرنے کا حکم فرمایا	اس تبدیلی سے ہمارا تعلق کڑوا ہوگیا
تاکہ حجتہا ہمی گفتیم ما	کہ بجائے ما کہ آید اے خدا
یاس تک کہ ہم نے حجتیں کیں	کہ اے خدا! ہماری جگہ کون آئے گا؟
نور ایں تسبیح و ایں تہلیل را	می فروشی بہر قال و قیل را
اس تسبیح اور تہلیل کے نور کو	تو لڑائی جھگڑے سے تبدیل کرتا ہے
حلم حق گسترد بہر ما بساط	کہ بگوئید از طریق انبساط
اللہ (تعالیٰ) کے حلم نے ہمیں موقع دیا	کہ کھل کر کہو
ہرچہ آید بر زباں تاں بے حذر	ہمچو طفلان یگانہ باپدر
بلا خوف جو تمہاری زبان پر آئے	جیسے بے تکلف بچے اپنے باپ سے
ماہمی دانیم خود راز شما	لیک می خواہیم آواز شما
خود ہم تمہارے راز کو جانتے ہیں	لیکن تمہاری آواز (میں) سننا چاہتے ہیں
زانکہ ایں دمہا چہ گر نالائق ست	رحمت من بر غضب ہم سابق ست
اس لئے کہ یہ معمولی باتیں اگرچہ مناسب نہیں تھیں	(لیکن) میری رحمت، غصہ پر سبقت رکھتی ہے
از پئے اظہار ایں سبق اے ملک	در تو بنہم داعیۂ اشکال و شک
اے فرشتو! اس سبقت کے اظہار کے لئے	میں تم میں اشکال اور شک کا داعیہ پیدا کر رہا ہوں
تا بگوئی و نگیرم بر تو من	منکر حلمم نیارد دم زدن
تاکہ تم کہو اور میں تم پر گرفت نہ کروں	میری بردباری کا منکر دم نہ مار سکے
صد پدر، صد ما در اندر حلم ما	ہر نفس زاید در افتد در فنا
سو باپ اور سو مائیں ہمارے حلم میں	ہر لحہ پیدا ہو کر فنا ہو رہی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

حلم ایشاں کف بحر حلم ماست	کف رود آید و لے دریا بجاست
ان کا علم ہمارے حلم کے سمندر کا جھاگ ہے	جھاگ تو آتے جاتے ہیں لیکن دریا اپنی جگہ پر ہے
خود چہ گویم پیش آں دریں صدف	نیست الا کف کف کف
میں کیا بتاؤں اس موتی کے سامنے یہ سیپ	جھاگ ہی جھاگ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے
حق آں کف حق آں دریائے صاف	کامتحانی نیست ایں گفت و نہ لاف
اس جھاگ کی قسم اور اس صاف دریا کی قسم	یہ گفتگو نہ آزمائش ہے نہ بکواس
از سر مہر و صفا ہست و خضوع	حق آنکس کہ بدو دارم رجوع
محبت اور خلوص اور عاجزی کی وجہ سے ہے	اس ذات کی قسم جس کی طرف مجھے لوٹنا ہے

(یعنی عورت نے کہا کہ تو سچ مچ میرے ساتھ احسان کرنے کا قصد کرتا ہے (کہ میرے کہنے کے موافق تلاش معاش کرے گا) یا اس بہانہ سے میرے دل کا بھید لیتا ہے (کہ موافق جانکر اور اپنا سب مافی الضمیر کہہ ڈالے گی) مرد نے جواب دیا کہ قسم کھاتا ہوں اللہ تعالیٰ کی جو سر اور خفی کے جاننے والے ہیں جنہوں نے آدم صفی علیہ السلام کو خاک سے پیدا کیا (اس کے بعد بڑی دور تک حضرت آدم علیہ السلام کے کمالات کا بیان ہے اس کے بعد جواب قسم ہے امتحانی نیست الخ۔ پس بیان ان کمالات کا یہ ہے کہ) تین گز (یعنی تین ہاتھ) کے قالب میں جو کہ ان کو دیا تھا تمام اشیاء جو ارواح والواح میں تھیں (افاضہ علم سے) ظاہر کردیں (تین ہاتھ سے مراد ساڑھے تین ہاتھ ان کے ہاتھ سے جو ہمارے ہاتھ سے ساٹھ ہاتھ کے تھے اور کسر حذف کردی آگے اس وانمود الخ کی تفسیر ہے کہ) ان کو لوح محفوظ کی (جو کہ احوال موجودات پر مشتمل ہے) تعلیم کردی جس سے ان کو اور ارواح کا بھی (جو کہ لوح محفوظ سے نقل کی جاتی ہیں جیسا حدیث میں آیا ہے کہ لیلۃ البراۃ میں مقادیر لکھی جاتی ہیں) علم ہوگیا (اور اسی سے علم ارواح کا حصول لازم آگیا کیونکہ ارواح میں جو علوم حاصل ہوتے ہیں وہ سب بھی لوح محفوظ میں ہیں) غرض ابد (یعنی قیامت) تک جو کچھ اگلے پچھلے علوم ہیں وہ سب (اجمالاً) اپنی تعلیم سے جو کہ اسماء کے ساتھ متعلق تھیں درس فرمادیئے (ابد کی تفسیر قیامت سے اس لئے کی گئی کہ ابد کے حقیقی معنی میں لاتناہی فی المستقبل ہے اور ممکن کو علوم غیر متناہیہ کا حاصل ہونا محال ہے اور غالباً سیوطیؒ نے بعض رسائل میں ایک حدیث لکھی ہے جس میں تصریح ہے کہ لوح محفوظ میں بھی قیامت تک کے احوال ہیں اور اجمالاً کی قید اس لئے لگائی گئی کہ ان اشیاء کا علم مفصل کو ممکن ہے مگر واقع نہ تھا چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کو مثلاً یہ علم نہ تھا کہ ابلیس مجھ کو دھوکہ دے گا اور مثلاً وہ لفظ حارث کے معنے نہ جانتے تھے کہ براہ لغزش اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھ دیا اور مثلاً یہ یاد نہیں رہا کہ میں اپنی عمر حضرت داؤد علیہ السلام کو دے چکا ہوں پس اس سے کسی کا یہ استدلال واستنباط کرنا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کا علم محیط تھا تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو علم آپ سے زیادہ ہی ہے ضرور محیط ہوگا محض بے بنیاد ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

حق یہ ہے کہ علم محیط باموں غیر متناہیہ خاصہ حق جل وعلا شانہ کا ہے اور دوسرے کے لئے محال عقلی ہے اور قیامت تک کے محدود واقعات کا گو محال نہیں لیکن بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل قائل ہونا افتراء علی اللہ ہے اور اسماء سے مراد علم الاسماء میں موجودات کی امہات خواص وصفات واصول وکلیات نعات ہیں پس وہ علم متناہی ہی تھا اور مجمل بھی خوب سمجھ لو اس سے بے شمار اشکالات مرتفع ہو گئے مگر پھر بھی ایسا عظیم تھا) جس کی تدریس سے ملائکہ بے خود وششدر رہ گئے (فاعل تدریس آدم علیہ السلام ہیں (یہ مقولہ مولانا کا ہے بطور انتقال کے کہ) تم جانتے ہو کہ وہ کوزہ یعنی گھڑا (جو عرب لے چلا ہے) کیا چیز ہے (یعنی کس چیز کی مثال ہے) وہ ہمارا تن ہے جو گور کی طرح تنگ وتاریک ہے اور اس میں جو پانی تھا وہ ہمارے حواس ہیں جو مثل آب شور کے مثل ہیں (یعنی جس طرح اس کا بدنما گھڑا اور بدمزہ پانی بادشاہ نے قبول کر لیا تھا اسی طرح ہماری ہستی کہ سراسر عیب ونقصان ہے اگر بادشاہ حقیقی کی راہ میں صرف کی جائے اور یہی پیش کرتا ہے تو وہ قبول فرما لیتے ہیں اب مناجات فرماتے ہیں کہ) اے اللہ میرے اس خم اور کوزہ کو (کہ میری ہستی ناقص ہے) آپ اپنی فضل سے قبول فرما لیجئے جیسا ارشاد ہے ان اللہ اشتری من المؤمنین الایۃ (آگے اپنے نفس کو یا ہر سالک کو خطاب ہے کہ یہ تن) ایک کوزہ ہے جس میں پانچ حواس کی پانچ ٹونٹی لگی ہیں (کہ ان میں سے مدرکات محسوسات ذہن میں پہنچتے ہیں اور خیالات ذہنیہ ان ہی کے ذریعہ سے صورت عمل میں ظاہر ہوتے ہیں اس لئے مشابہ ٹونٹی کے ہوئے) پس اس کے پانی کو ہر نجس (یعنی اعمال قبیحہ وصفات ذمیمہ سے) پاک رکھتا کہ اس کوزہ (تن) دریا (یعنی ذات حق) تک ایک (باطنی) راہ (یعنی معیت) ہو جائے تا کہ یہ تیرا کوزہ (اس اتصال سے) دریا کے اخلاق حاصل کر لے (معیت ونسبت باطنی سے تخلق باخلاق اللہ واتصاف بصفات حق ضروری ہے) تا کہ جب اس کو سلطان السلاطین کے سامنے بطور ہدیہ لے جائے تو سلطان اس کو پاک دیکھے اور خرید فرمالے (یعنی تجھ کو مقبول کر لے) اس کے بعد اس کا پانی (یعنی علوم وحقائق) بے انتہا (بے معنی لاتقف عندحد) ہو جائے (یعنی واردات کا انقطاع نہ ہو) اور تیرے کوزے سے (یعنی اس کے فیوض سے) صدہا جہان پر ہو جائیں (یعنی اہل عالم کو تیرا فیض پہنچے) پس (اس کوزے کے پاک رکھنے کے لئے) ٹونٹیاں بند کر دے (یعنی معاصی وشہوات سے روک) اور ان کو آب خم سے پر رکھ۔ (او پر شعر مناجات خم وکوزہ کا اتحاد مصرح ہے یعنی ان حواس کو مطالعۂ احوال باطنی میں مشغول رکھ اور صور خارجیہ کی طرف التفات مت کر جیسے ٹونٹی جو خم کے اندر پانی سے پر ہو) چنانچہ حکم ہے کہ بند رکھو ہوائے نفسانی سے اپنی آنکھیں (یہ تفسیر ہے آیہ قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم کی)

از سر مہر و صفا ہست و خضوع	حق آنکس کہ بدو دارم رجوع
محبت اور خلوص اور عاجزی کی وجہ سے ہے	اس ذات کی قسم جس کی طرف مجھے لوٹنا ہے
گر بہ پیشت امتحان ست ایں ہوس	امتحاں را امتحاں کن یک نفس
اگر تیرے نزدیک یہ خواہش آزمائش کے لئے ہے	تھوڑی دیر کے لئے آزمائش کو آزما لے

www.besturdubooks.wordpress.com

سرمپوشاں تا پدید آید سرم	امر کن تو ہرچہ بروے قادرم
راز کو نہ چھپا تاکہ میرا راز (بھی) ظاہر ہو جائے	جو میں کر سکتا ہوں اس کا حکم دے
دلمپوشاں تا پدید آید دلم	تا قبول آید ہر انچہ قابلم
دل (کی بات) نہ چھپا تاکہ میرے دل (کی بات) ظاہر ہو جائے	تاکہ جس بات کے میں قابل ہوں اس کو قبول کروں
چہ کنم در دست من چہ چارہ است	درنگر تا جان من چہ کارہ است
کیا کروں میرے قابو میں کیا تدبیر ہے؟	غور کر لے میں کس کام کا ہوں

(یہ تتمہ ہے مقولہ عرب کا اور یہ قسم معنی معطوف ہے اوپر کی قسم واللہ عالم السر والخفی پر اور امتحانی نیست جواب ہے قسم کا یعنی اس کف کی قسم (یہ محض تاکید کے لئے مجازاً قسم ہے کیونکہ مخلوق کی قسم حقیقۃً جائز نہیں) اور اس دریا میں صاف (یعنی حلم حق جس کا ذکر اوپر ہے اس) قسم میں جو کہہ رہا ہوں یہ نہ امتحان ہے (جیسا تجھ کو شبہ ہوا) اور نہ لاف زنی ہے کہ نرا دعویٰ کروں اور کرنے کا عزم نہ ہو بلکہ محض محبت اور صفائی اور فروتنی کی راہ سے .... میں قسم کھاتا ہوں اس ذات کی جس کے پاس مجھ کو جانا ہے اور اگر (اس پر) بھی تیرے نزدیک میری یہ ہوس (مصالحت وموافقت محض امتحان ہے تو اچھا تو اس کے امتحان ہونے کا امتحان کر لے یعنی اپنے دل کی بات (یعنی جو کام مجھ سے لینے کی دل میں خواہش ہو) دل میں مت رکھ تاکہ میرے دل کی بات بھی تجھ کو معلوم ہو جائے۔ جو کام میری قدرت میں ہو تو وہ مجھ کو بتلا کر دیکھ لے غرض مافی الضمیر کو پوشیدہ مت رکھ تاکہ میرا مافی الضمیر ظاہر ہو جائے تاکہ میں جس قابل ہوں اس کو قبول کرلوں (پس تیرے بتلانے پر میرا امتحان ہو جائے گا کہ آیا میں صدق سے کہہ رہا ہوں یا تیرا امتحان لے رہا ہوں لیکن) میں کیا کام کر سکتا ہوں اور میری قدرت میں کیا تدبیر ہے جو کچھ بتلاتا ہو ذرا پہلے) دیکھ لیجو کہ میری حقیقت کون سے کام کی ہے (کہ اس میں مجھ کو عذر نہ ہوگا)

تعیین کردن زن طریق طلب روزی شوئے خودرا و قبول کردن او

عورت کا اپنے شوہر کیلئے روزی طلب کرنے کا راستہ متعین کرنا اور اس کا قبول کرلینا

گفت زن نک آفتابے تافت ست	عالمے زو روشنائی یافت ست
عورت نے کہا یہ آفتاب چمکا ہے	(اور) دنیا نے اس سے روشنی پائی ہے
نائب رحماں خلیفہ کردگار	شہر بغداد ست ازوے چوں بہار
خدا کا قائم مقام اللہ کا خلیفہ	بغداد شہر اس کی وجہ سے (موسم) بہار جیسا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بہ پیوندی بداں شہ شہ شوی	سوئے ہر ادبار تا کے می روی
اگر تو اس بادشاہ سے وابستہ ہو جائے گا، بادشاہ بن جائے گا	ہر نحوست کی طرف کب تک چلے گا؟
ہمنشینی مقبلاں چوں کیمیاست	چوں نظر شاں کیمیائے خود کجاست
نصیبہ ور لوگوں کی مصاحبت ' کیمیا ہے	ان کی نظر جیسی کیمیا (بھی) کب ہے؟
چشم احمدؐ بر ابوبکرؓ زدہ	او زیک تصدیق صدیقے شدہ
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نگاہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) پر پڑی	وہ ایک تصدیق سے صدیق ہو گئے

یعنی عورت نے کہا کہ (تو پوچھتا ہے میری قدرت میں کیا تدبیر ہے سو وہ تدبیر میں بتاتی ہوں کہ ایک آفتاب روشن ہو رہا ہے اور ایک عالم اس سے روشنی لے رہا ہے (وہ کون ہے) نائب رحمان خلیفۃ اللہ (جس کی رونق افروزی) سے شہر بغداد مثل (فصل بہار کے (پر رونق) ہو رہا ہے اگر تو اس بادشاہ کے پاس پہنچ جائے تو (خود مال و دولت سے مثل بادشاہ (کے) ہو جائے پھر ادبار کی طرف کیوں مائل ہوتا ہے (مطلب یہ کہ خلیفۃ اللہ بڑا سخی ہے وہاں جا کر عرض حاجت کر آگے مولانا بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ واقعی) اہل اقبال (یعنی اہل دولت باطنی) کی ہمنشینی بھی کیمیا ہے اور ان کی نظر (یعنی توجہ) کے برابر کوئی کیمیا کہاں ہے (کیمیا اس لئے کہا کہ اس سے اوصاف ذمیمہ کی تبدیل اوصاف حمیدہ سے ہو جاتی ہے جس طرح کیمیا سے ایک معدنی کی تبدیل دوسری معدنی سے ہو جاتی ہے) چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ مبارک (توجہ دلی) حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑ گئی وہ ایک تصدیق سے (یعنی صرف ایمان لاتے ہیں) صدیق ہو گئے (حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل اسلام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے محب و مخلص تھے حضور بھی بہت عنایت فرماتے تھے اشارہ اس طرف ہے کہ اسی توجہ کی برکت سے ایسی استعداد کامل ہو گئی)

گفت من شہ را پذیرا چوں شوم	بے بہانہ سوئے او من چوں روم
اس نے کہا بادشاہ کے یہاں میں مقبول کس طرح ہو سکتا ہوں؟	ذریعہ کے بغیر میں اس کے پاس کیسے جاؤں؟
نسبتے باید مرا یا حیلتے	ہیچ پیشہ راست شد بے آلتے
مجھے کوئی تعلق یا تدبیر چاہیے	کوئی پیشہ بغیر اوزار کے چلا ہے؟
ہمچو مجنونے کہ بشنید از یکے	کہ مرض آمد بہ لیلیٰ اندکے
مجنوں کی طرح کہ جب اس نے	کسی سے سنا کہ لیلیٰ کسی قدر بیمار ہے
گفت آوہ بے بہانہ چوں روم	ور بمانم از عیادت چوں شوم
بولا افسوس! بغیر بہانہ کے کیسے جاؤں؟	اگر مزاج پرسی سے رہ جاؤں گا تو میرا کیا حال ہوگا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

لیتنی کنت طبیباً حاذقاً	کنت امشی نحو لیلیٰ شائقاً
کاش میں ماہر طبیب ہوتا	لیلیٰ کے پاس شوق سے جاتا
قل تعالوا گفت حق ما را بداں	تا بود شرم اشکنی ما را نشاں
اللہ (تعالیٰ) نے قل تعالوا ہمارے لئے اسی لئے فرمایا ہے	تاکہ ہماری شرم ٹوٹنے کا نشان بن جائے
شب پراں را گر نظر و آلت بدے	روز شاں جولان و خوش حالت بدے
چمگادڑوں کے لئے اگر نظر اور ذریعہ ہوتا	دن میں ان کی گردش اور اچھی حالت ہوتی

یعنی مرد بولا کہ بھلا میں بادشاہ کے نزدیک مقبول کب ہوسکتا ہوں (یعنی وہاں تک رسائی اور دخل کب ممکن ہے کیونکہ کوئی ذریعہ نہیں پس بلا ذریعہ اس کے پاس کیوں کر جاؤں میرے لئے یا تو کوئی سلسلہ ہونا ضروری ہے (یعنی کوئی سفارش و ذریعہ ہو) یا کوئی حیلہ ہو (مثلاً کسی قسم کا ہدیہ وغیرہ ہو) بھلا کوئی پیشہ (کام) بلا آلات بھی ٹھیک ہوا ہے (اسی طرح حاضری کے لئے آلہ و ذریعہ ہونا چاہئے) جیسے مجنون کا قصہ ہے کہ اس نے کسی سے سنا لیلیٰ کچھ بیمار ہے کہنے لگا افسوس بے بہانہ کیسے جاؤں اور اگر عیادت سے رہ جاؤں تو میرا کیا حال ہوگا کاش میں طبیب حاذق ہوتا کہ لیلیٰ کے پاس شوق سے جاتا (یعنی طب کا بہانہ ہو جاتا) حق تعالیٰ نے اسی واسطے ہم کو قل تعالوا فرمادیا ہے (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ آپ لوگوں سے فرمایئے کہ آؤ تاکہ ہمارے واسطے یہ ایک ایسا حکم ہو جائے جس سے ہماری شرم کھل جائے (یعنی بے وسیلہ جانے سے شرم آتی ہے جب خود ہی بلالیا تو کچھ حجاب کم ہو گیا یہ مضمون محض ایک نکتہ ہے ورنہ اس کو مراد قرآنی کہنا بعد سے خالی نہیں آگے اسی ضرورت آلہ و ذریعہ کی تائید ہے کہ (شب پردوں کے پاس اگر نظر اور آلہ ہوتا (یہ عطف تفسیری ہے یعنی ان کی نظر ایسی ہوتی جو نور آفتاب کی برداشت کرتی کہ وہ ذریعہ ہو جاتی ادراک آفتاب میں) تو دن کے وقت ان کو جولانی اور خوشحالی میسر ہوتی (پس فقدان آلہ کے سبب استفاضۂ نور سے محروم ہیں)

گفت چوں شاہ کرم میداں رود	عین ہر بے آلتی آلت شود
بولی جب شاہ کرم میدان میں نکلتا ہے	ہر بے سرو سامانی ذریعہ بن جاتی ہے
زانکہ آلت دعویٰ ست و ہستی ست	کار در بے آلتی و پستی ست
کیونکہ سامان تو دعویٰ اور انانیت ہے	(اصل) کام بے سروسامانی اور ذلت ہے

(میدان کا مضاف الیہ موہبت مقدر ہے یعنی) عورت نے کہا کہ جب شاہ کریم میدان عطا میں چلتا ہے (یعنی دینے پر آتا ہے) تو خود بے آلتی ہی آلہ ہو جاتی ہے کیونکہ آلہ تو (ایک قسم کا) دعویٰ اور انانیت ہے (کہ ہم باسامان ہیں جس سے استغناء مترشح ہوتا ہے) بڑی بات تو بے آلتی اور پستی میں ہے (جس میں پوری نیازمندی

www.besturdubooks.wordpress.com

واظہار احتیاج ہے) اس میں اشارہ ہے کہ بندہ کو چاہئیے کہ اعمال پر عجب اور آلہ نجات ہونے کی حیثیت سے مدعیانہ نظر نہ کرے کہ نجات محض رحمت سے ہوگی جیسا حدیث میں مصرح ہے اور اعمال کو خلوص ومحبت سے بطور خدمت کے نیاز مندانہ وسائلانہ بجالائے پس نفی ذات آلہ کی مقصود نہیں بلکہ صفت آلیت کی جیسا احقر نے ذرا قبل سرخی دل نہادن مرد عرب سے مفصل بیان کیا ہے)

گفت کے بے آلتی سودا کنم	تا نہ من بے آلتی پیدا کنم
(شوہر نے) کہا کہ بے سروسامانی کا میں کب خیال کرسکتا ہوں؟	جب تک میں بے سروسامانی پیدا نہ کر لوں
پس گواہے بایدم بر مفلسی	تا شہم رحمے کند در مفلسی
پس مفلسی پر میرا کوئی گواہ ہونا چاہیے	تا کہ بادشاہ مفلسی میں مجھ پر رحم کرے

مرد نے کہا کہ میں آلتی (اور نیستی) کا خیال (اور دعویٰ) کب کرسکتا ہوں (کہ اس حیثیت سے چلا جاؤں جب تک (مقام اور حال) بے آلتی (کا) پیدا نہ کرلوں (یعنی جب تک ایسا خلوص دل میں پیدا نہ ہو جائے کہ ان تکلفات و آلات سے بالکل نظر اٹھ جائے اس وقت تک تصنع سے کس طرح اس مخلصانہ بے آلتی کی وضع بنا کر جاسکتا ہوں کہ تصنع ضرور کھل جاتا ہے اور بدوں اتصاف حقیقی کے ہمت نہیں پڑتی) تو اس صورت میں (کہ نہ وہ مقام ہے اور نہ کوئی ہدیہ ہے) مفلسی کا کوئی گواہ چاہیے (گواہ سے مراد اتصاف بصدق واخلاص ہے) تا کہ بادشاہ مفلسی میں مجھ پر رحم کرے اور اثر اخلاص سے ثابت ہو جائے کہ ہدیہ نہ لانا نہ اخلاص کے دعویٰ کا ذبہ سے ہے نہ ہمارے بے تعظیمی سے ہے بلکہ سبب اس کا افلاس ہے اور اس میں اشارہ ہے کہ ناقص غیر صاحب حال کو اپنے مرتبہ سے بڑھ کر اہل حال کے سے مقالات یا حالات بنانا تکلف سے مذموم ہے اور رہا صاحب حال سو وہ ان مقامات وحالات میں خود مضطر ہوگا)

تو گواہی غیر گفت وگو ورنگ	وانما تا رحم آرد شاہ شنگ
(اے مخاطب) تو (بھی) گفتگو اور وضع کے علاوہ کوئی گواہی	پیش کر تا کہ محبوب بادشاہ تجھ پر رحم کرے
کایں گواہی کش زگفت ورنگ بد	نزد آں قاضی القضاۃ آں جرح شد
اس لئے کہ گواہی جو گفتگو اور وضع کی تھی	احکم الحاکمین کے سامنے مجروح ہو گئی ہے
پس گواہے ز اندروں می بایدم	نے گواہی بروں می بایدم
مجھے کوئی باطنی گواہ درکار ہے	ظاہری گواہی کی مجھے ضرورت نہیں ہے
صدق می باید گواہ حال او	تا بتابد نور او بے قال او
سچائی اس کے حال کی گواہ ہونی چاہیے	تا کہ اس کا نور اس کی گفتگو کے بغیر چمک جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

(مولانا بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ) اے سالک تو بھی کوئی شاید اس قال و وضع ظاہری کے علاوہ دکھلا جیسا وہ عرب اپنے قال اور ظاہری حال پر قناعت کر کے شاہد صدق و اخلاق ڈھونڈتا تھا تاکہ شاہ محبوب کو تجھ پر رحم آئے (مراد اس شاہد سے اخلاص ہے اور علاوہ کے معنی یہ ہیں کہ اعمال ظاہری بھی رہیں اور یہ شاہد (بھی ہو) کیونکہ یہ ظاہری شاہد جو (صرف) گفتار اور رنگ کا ہے اس احکم الحاکمین کے نزدیک مجروح ہو چکا ہے (اور کسی عبادت کا بدوں اخلاص قبول نہ ہونا ظاہر ہے آگے تتمہ ہے مقولہ عرب کا بطور تفریع کے) پس اس صورت میں کوئی شاہد باطنی (یعنی صدق و اخلاص) مجھ کو ضروری ہے نہ یہ کہ ظاہری شاہد کی حاجت ہے کیونکہ آدمی کا شاہد حال صدق و خلوص چاہیے تاکہ اس کا نور خلوص بے زبان سے کہے (دوسرے شخص پر) ظاہر ہو جائے۔

ہدیہ بردن آں عرب سبوئے آب باراں از میان بادیہ سوئے بغداد بنزد خلیفہ و پنداشت کہ آنجا قحط آب ست

اس بدوی کا جنگل سے بارش کے پانی کا مٹکا ہدیہ میں لے جانا خلیفہ بغداد کے پاس اور اس نے خیال کیا کہ وہاں پانی کا قحط ہے

گفت زن صدق آں بود کز بود خویش	پاک بر خیزی تو از مجہود خویش
عورت نے کہا کہ سچائی یہ ہے کہ اپنے وجود سے	اپنی کوشش سے بالکل علیحدہ ہو جا
آب باران ست مارا در سبو	ملکت و سرمایۂ و اسباب تو
ٹھلیا میں ہمارا بارش کا پانی ہے	جو تیری ملکیت اور سرمایہ اور اسباب ہے
ایں سبوئے آب را بردار و رو	ہدیہ ساز و پیش شاہنشاہ شو
پانی کی یہ ٹھلیا اٹھا اور جا	تحفہ قرار دے اور بادشاہ کے پاس پہنچ جا
گو کہ مارا غیر زیں اسباب نیست	در مفازہ ہیچ بہ زیں آب نیست
کہنا ہمارے پاس اس سامان کے علاوہ کچھ نہیں ہے	جنگل میں اس سے اچھا پانی نہیں ہے
گر خزانہ اش پر ز در و گوہر ست	ایں چنیں آبش نباشد نادر ست
اگرچہ اس کا خزانہ موتیوں اور جواہر سے بھرا ہوا ہے	اس کے پاس ایسا پانی نہ ہوگا (یہ) کم یاب ہے

(یعنی عورت نے کہا (کہ تو صدق کی ضرورت ثابت کر رہا ہے تو) صدق یہی ہے کہ اپنے وجود اور اپنی قدرت سے صاف الگ ہو جائے (جیسے اوپر گفت چون شاہ کرم الخ کی شرح میں گزر چکا ہے اور اگر علی سبیل التنزل ہدیہ

اور وسیلہ کی ضرورت ہی تسلیم کرلی جائے تو ہمارے پاس تو ایک عظیم الشان ہدیہ موجود ہے یعنی) بارش کا پانی ہمارے گھڑے میں بھرا ہے جو کہ تیسری سلطنت اور تیرا سرمایہ واسباب ہے بس اس سب کو اٹھا اور جا اور بادشاہ کے روبرو اس کو ہدیہ گزران اور اس سے کہنا کہ ہمارے پاس بجز اس کے اور کچھ اسباب نہیں اور تمام جنگل میں اس سے بہتر پانی نہیں ہے اور بادشاہ کا خزانہ گو زر و گوہر سے معمور ہے مگر ایسا پانی اس کے یہاں بھی نہ ہوگا یہ تو ایک کمیاب چیز ہے۔

چیست آں کوزہ تن محصور ما	اندر او آب ایں حواس شور ما
وہ ٹھلیا کیا ہے؟ ہمارا گھرا ہوا بدن ہے	اس میں پانی' ہمارے نمکین حواس ہیں
اے خداوند ایں خم و کوزہ مرا	در پذیر از فضل اللہ اشتری
اے خدا میرے اس مٹکے اور کوزے کو	"اللہ اشتریٰ" کی مہربانی سے قبول فرما لے
کوزۂ با پنج لولہ پنج حس	پاک دار ایں آب را از ہر نجس
پانچ ٹونٹیوں کا کوزہ (جو) پانچ حواس ہیں	اس پانی کو ہر قسم کی نجاست سے پاک رکھ
تا شود زیں کوزہ منفذ سوئے بحر	تا بگیرد کوزۂ من خوئے بحر
تاکہ اس کوزہ کا راستہ سمندر کی جانب ہو جائے	تاکہ میرا کوزہ سمندر کی خصلت اختیار کر لے
تا چو ہدیہ پیش سلطانش بری	پاک بیند باشدش شہ مشتری
تاکہ ہدیہ میں جب تو اس کو بادشاہ کے سامنے لے جائے	اس کو وہ پاک دیکھے ہوسکتا ہے کہ بادشاہ اس کا خریدار بن جائے
بے نہایت گردد آبش بعد ازاں	پر شود از کوزۂ من صد جہاں
اس کے بعد اس کا پانی لا انتہا ہو جائے گا	میرے کوزے سے سو جہان بھر جائیں گے
لولہا بربند و پرداش ز خم	گفت غضوا عن ھوی ابصارکم
اس کی ٹونٹیاں بند کردے اور اس کو مٹکے سے بھرا رکھ	فرمایا ہے' خواہش نفسانی سے اپنی نگاہیں نیچی رکھو
ریش او پر باد کیں ہدیہ کراست	لائق چوں تو شہے اینست راست
وہ مغرور تھا کہ یہ تحفہ کس کو میسر ہے؟	تجھ جیسے بادشاہ کے لائق ہے' یہ درست ہے
آں نمی دانست کانجا برگذر	ہست جاری دجلہ ہمچوں شکر
اس کو یہ خبر نہ تھی کہ وہاں راستہ پر	شکر جیسا دجلہ بہہ رہا ہے
درمیان شہر چوں دریا رواں	پر ز کشتیہا و شست ماہیاں
شہر کے درمیان' سمندر کی طرح جاری ہے	کشتیوں اور مچھلی پکڑنے کے کانٹوں سے پر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

رو بر سلطان و کاروبار بیں	حسن تجری تحتہا الانہار بیں
بادشاہ کے پاس جا اور کاروبار دیکھ	"تجری تحتہا الانہار" کا حسن دیکھ

(رجوع ہے قصہ کی طرف) یعنی اس اعرابی کے دماغ میں ہوا بھری تھی کہ واقعی ایسا ہدیہ کس کے پاس ہوگا اور ایسے بادشاہ کے لائق (شان) یہ ٹھیک ہے اس (غریب) کو یہ خبر نہ تھی کہ وہاں گزرگاہ پر نہر دجلہ شیریں جاری ہے اور شہر کے اندر بحر اعظم کی طرح رواں ہے اور تمام کشتیوں اور مچھلیاں پکڑنے کی شست سے پر ہے (مولانا اس کو خطاب حالی کرتے ہیں کہ) ذرا سلطان کے یہاں جا اور وہاں کا کاروبار اور نہروں کے جاری ہونے کا تماشا دیکھ (کہ حقیقت اپنے ہدیہ کی معلوم ہو)

ایں چنیں حسہا و ادراکات ما	قطرۂ باشد دراں بحر صفا
اسی طرح ہماری معلومات اور احساسات	اس صاف سمندر میں ایک قطرہ ہیں
باز جوی و باز بیں و بازیاب	از کہ از من عندہٗ ام الکتٰب
طلب کر اور مشاہدہ کر اور حاصل کر	کس سے؟ اس ذات سے جس کے پاس لوح محفوظ ہے

(بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ) اسی طرح (مثل آب سب کے) ہمارے محسوسات و مدرکات ہیں یعنی علوم و تحقیقات جن پر ناز ہے) اس بحر صاف (ذات و صفات حق) کے روبرو محض (قطرہ کی طرح) ہے (حقیقت) ہے (پس ہم کو چاہیے کہ اس کو فنا کر کے اس کو طلب کریں جیسا فرماتے ہیں کہ) اسی کو طلب کر۔ اسی کا مشاہدہ کر اسی کو حاصل کر آگے سوال ہے کہ) کس سے طلب کریں (پھر جواب ہے کہ) اس ذات سے جسکے پاس ام الکتاب (یعنی لوح محفوظ یا علم قدیم) ہے (مراد حق تعالیٰ یعنی ان کو ان ہی سے طلب کرو جیسا کہا گیا ہے کہ +منتوان تر ایافت الا بتو)

در نمد دوختن زن سبوئے آب را و مہر بروئے نہادن

عورت کا ٹھلیا کو نمدہ میں سینا اور اس پر مہر لگانا

مرد گفت آرے سبو را سر ببند	ہیں کہ ایں ہدیہ است ما را سودمند
مرد نے کہا ہاں ٹھلیا کا منہ بند کر دے	یقیناً یہ تحفہ ہمارے لئے مفید ہے
در نمد در دوز تو ایں کوزہ را	تا کشاید شہ بہدیہ روزہ را
تو اس کوزہ کو نمدے میں سی دے	تاکہ بادشاہ تحفہ سے روزہ کشائی کرے
کایں چنیں اندر ہمہ آفاق نیست	جز رحیق و مایۂ اذواق نیست
اس طرح کا تحفہ دنیا میں نہیں ہے	(یہ) عمدہ شراب اور لذتوں کے سرمایہ کے سوا کچھ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ ایشاں زابہائے تلخ و شور	دائماً پر علت اندو نیم کور
اس لئے کہ یہ لوگ کڑوے اور نمکین پانی کی وجہ سے	ہمیشہ بیمار اور آدھے اندھے ہیں
مرغ کاب شور باشد مسکنش	او چہ داند جائے آب روشنش
جس پرندہ کی جائے رہائش کھاری پانی ہو	وہ اپنے صاف پانی کی جگہ کیا جانے؟

(اوپر ریش اور پر بلوا نخ میں اس اعرابی کا خیال مذکور تھا یہاں اس کا مقابل و جواب زبانی ہے کہ) اس مرد نے کہا کہ ہاں ان سب کا منہ (کسی چیز سے) بند کرنے (تا کہ چھلک نہ جائے) بے شک یہ ہدیہ ہمارے لئے خوف نافع ہے اور اوپر سے اس کو نمدے میں سی دے (کہ ٹوٹنے سے محفوظ رہے) تا کہ اس ہدیہ سے بادشاہ روزہ افطار کرے (یعنی یہ اس قابل ہے) کیونکہ ایسا پانی تمام عالم میں نہیں ہے بجز شراب خالص اور مایہ لذات کے اور کچھ (اس کو کہنا زیبا) نہیں ہے (آگے مولانا اس کی لغویات کی وجہ بیان فرماتے ہیں یعنی وہ) اس سبب سے کہہ رہا تھا) کہ یہ اعرابی لوگ آب تلخ و شور سے ہمیشہ پر علت اور ضعیف البصر رہتے ہیں (کیونکہ آب شور سے ضعف بصر ہوتا ہے یعنی چونکہ خود ہمیشہ ایسے ہی پانی استعمال میں لاتے ہیں وہ اسی کو جانتے ہیں (کیونکہ جس مرغ کا آب شور مسکن ہو وہ اپنے (حصہ کی) آب روشن کی جگہ کیا جانے (حصہ اس لئے کہا کہ طلب سے مل سکتا تھا ہکذا افسر کلمہ ایشان مرشدی رحمہ اللہ تعالےٰ)

ایکہ اندر چشمۂ شورست جات	تو چہ دانی شط جیحون و فرات
اے وہ کہ تیری جگہ کھاری چشمہ ہے!	تو جیحوں اور فرات (دریا) کے کنارے کو کیا جانے؟
اے تو نارستہ ازیں فانی رباط	تو چہ دانی شط جیحون و فرات
اے وہ کہ تو اس فانی سرائے سے نہیں چھوٹا!	تو محو اور سکر اور انبساط کو کیا جانے
ور بدانی نقلت از اب وجدست	پیش تو ایں نامہا چوں ابجدست
اگر تو جانتا (بھی) ہے تو باوا دادا سے سنا سنایا ہے	تیرے سامنے یہ نام حروف تہجی کی طرح ہیں
ابجد و ہوز چہ فاش ست و پدید	برہمہ طفلان و معنی بس بعید
ابجد اور ہوز کس قدر واضح اور ظاہر ہیں	تمام بچوں پر، اور معنی کس قدر دور ہیں

(بطور انتقال کے ارشاد ہے کہ اسی طرح) تمہارا مسکن تو چشمۂ شور بن رہا ہے تم جیحوں و فرات کا کنارہ کیا جانو (یعنی علوم حسیہ و عقلیہ محضہ میں گرفتار ہو علوم حق کو کیا جانو اب علوم کے بعد حالات باطنہ کو کہتے ہیں کہ) تم تو ابھی اس فانی سرائے سے (یعنی مشغولی دنیا سے) نہیں چھوٹے پس تم محو و سکر و بسط کو (جو حالات باطنی ہیں) کیا جانو اور اگر (برائے نام) جانتے ہو گے تو جیسے باپ دادا سے نقل کیا کرتے ہیں (اسی طرح بزرگوں سے الفاظ سن لئے ہونگے) اور تمہارے سامنے تو یہ اسماء ایسے ہیں جیسے ابجد (مراد الف بے تے الخ) یعنی ابجد ہوز دیکھو اطفال میں کس

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر شائع وذائع ہیں مگران کی غرض (بچوں) پر ظاہر نہیں ہے (اہل علم جانتے ہیں کہ ترکیب کلام ان کی غرض ہے)

پس سبو برداشت آں مرد عرب	در سفر شد می کشیدش روز و شب
اس بدو مرد نے ٹھلیا اٹھائی	سفر میں (روانہ) ہو گیا دن رات اس کو اٹھاتا تھا
بر سبو لرزاں بد از آفات دہر	ہم کشیدش از بیاباں تا بشہر
زمانے کی آفتوں سے ٹھلیا کے بارے میں خوفزدہ تھا	اس کو جنگل سے شہر کی طرف لئے جاتا تھا
زن مصلّٰی باز کردہ از نیاز	رب سلّم درد کردہ در نماز
عورت نے عاجزی سے مصلّٰی بچھایا	نماز میں "اے خدا اس کو سلامت رکھ" کی دعا شروع کر دی
کہ نگہدار آب مارا از خساں	یارب ایں گوہر بداں دریا رساں
کہ ہمارے پانی کو کمینوں سے محفوظ رکھ	اے خدا! یہ موتی اس دریا تک پہنچا دے
گرچہ شویم آگہ است و پرفن است	لیک گوہر را ہزاراں دشمن ست
اگرچہ میرا شوہر باخبر اور صاحب تدبیر ہے	لیکن موتی کے ہزاروں دشمن ہیں
خود چہ باشد گوہر آب کوثر ست	قطرۂ زاں آب کاصل گوہر ست
موتی کیا ہو گا (حوض) کوثر کا پانی ہے	اس پانی کا قطرہ ہے جو اصل میں گوہر ہے
از دعا ہائے زن و زاری او	و ز غم مرد و گراں باری او
عورت کی دعاؤں اور اس کی عاجزی سے	مرد کے غم اور اس کی جفاکشی سے
سالم از دزداں و از آسیب سنگ	برد تا دار الخلافۃ بے درنگ
چوروں اور پتھر کے صدمہ سے سالم	بلا توقف دار الخلافہ تک لے گیا

غرض وہ سبو اٹھا کر اعرابی سفر میں چلا اور شب و روز اس کے جانے سے کام تھا اور آفات زمانہ سے اس سبو پر اندیشہ کرتا جاتا تھا اسی طرح جنگل سے (جس میں وہ رہتا تھا) شہر (بغداد) تک لے جاتا تھا ادھر عورت جانماز بچھا کر نہایت تضرع وزاری سے (اوقات) نماز میں یہ وظیفہ پڑھ رہی تھی کہ اے پروردگار صحیح وسلامت پہنچا دیجئے یعنی ہمارے پانی کو کمینے چوروں سے محفوظ رکھیے اور اس موتی کو (یعنی اسی پانی کو) اس دریائے سخاوت یعنی خلیفہ تک پہنچا دیجئے۔ اگرچہ میرا شوہر ہوشیار اور ہنرور ہے لیکن پھر بھی موتی کے ہزاروں دشمن ہوتے ہیں (اور وہ پانی مثل موتی کے ہے آگے ترقی ہے کہ) موتی کی بھی کیا حقیقت ہے وہ تو آب کوثر ہے اور جو پانی موتی کا اصل مادہ ہے (یعنی جس سے موتی بنتا ہے) وہ اسی (ہمارے) پانی کا تو ایک قطرہ ہے غرض عورت کی دعا وزاری اور مرد کی

www.besturdubooks.wordpress.com

مشقت اور جفاکشی کی بدولت چوروں سے اور ٹوٹنے پھوٹنے سے محفوظ رہا اور دارالخلافت تک اس کو لے کر پہنچا۔

دید درگاہے پر از انعامہا	اہل حاجت گستریدہ دامہا
انعاموں سے بھرا ایک دربار دیکھا	ضرورت مندوں نے جال بچھا رکھے ہیں
دمبدم ہر سوئے صاحب حاجتے	یافتہ زاں در عطا و خلعتے
لمحہ بہ لمحہ ہر جانب ضرورتمند	اسی در سے عطا اور خلعت پا رہے ہیں
بہر گبر و مومن و زیبا و زشت	ہمچو خورشید و مطر بل چوں بہشت
کافر اور مومن اور اچھے اور برے کیلئے (وہ دربار)	سورج اور بارش کی طرح بلکہ بہشت کی طرح تھا
دید قومے در نظر آراستہ	قوم دیگر منتظر برخاستہ
ایک قوم کو دیکھا جو سامنے آراستہ تھی	دوسری قوم منتظر کھڑی تھی
خاص و عامہ از سلیمانؑ تا بمور	زندہ گشتہ چوں جہاں از نفخ صور
خاص اور عام (حضرت) سلیمانؑ سے لے کر چیونٹی تک	جی اٹھے جیسے کہ دنیا صور پھونکنے سے
اہل صورت در جواہر تافتہ	اہل معنیٰ بحر معنیٰ یافتہ
اہل ظاہر جواہر میں لدے ہوئے تھے	اہل باطن نے حقیقت کا سمندر پایا تھا
آنکہ بے ہمت چہ باہمت شدہ	وانکہ باہمت چہ بانعمت شدہ
جو بے ہمت تھا کس قدر باہمت ہو گیا	جو باہمت تھا کس قدر نعمت والا ہو گیا
بانگ می آمد کہ اے طالب بیا	جود محتاج گدایاں چوں گدا
آواز آتی تھی کہ اے طلبگار! آ جا	سخاوت کو سائلوں کی ضرورت ہے جیسے کہ سائل کو سخاوت کی

(دیکھتا کیا ہے کہ ایک درگاہ ہے کہ داد و دہش سے معمور ہے اور اہل حاجت نے اپنے اپنے دام بچھا رکھے ہیں (دام سے مراد سوال ہے جو سبب ہوتا ہے عطا کا) برابر ہر طرف اہل حاجت کو اس درگاہ سے عطا و خلعت مل رہے ہیں اور (بلا تخصیص) کافر و مومن بھلے برے سب کے لئے آفتاب اور بارش بلکہ بہشت کی طرح دروازہ فیض کا کھلا ہے شاید بہشت کے باب میں کسی کو شبہ ہو تو سمجھ لو کہ بہشت تو سب ہی کے لئے کشادہ ہے اور اس کی طرف سب کو مدعو کیا جاتا ہے کوئی خود ہی نہ جائے تو ایسی مثال ہے جیسے کوئی عمر بھر نور آفتاب سے منتفع نہ ہو تو اس کے عموم میں کیا خلل ہے) ایک قوم کو دیکھتا ہے کہ (بادشاہ) کے پیش نظر آراستہ ہوئی کھڑی ہیں۔ دوسری قوم ہے کہ (احکام شاہی کے) منتظر کھڑے ہیں تمام خواص و عوام غنی سے لے کر فقیر تک سب میں جان آ رہی ہے جس طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

نفخ صور سے جہان میں جان آ جائے گی اہل صورت (یعنی طالبان اموال ظاہری) کو جواہرات مل رہے ہیں اور اہل معنی (یعنی طالبان قرب خوشنودی) کو اور ہی عجیب دولت یعنی رضا جو اموال کے ساتھ وہ نسبت رکھتی ہے جو دریا کو جواہرات سے ہے حاصل ہو رہی ہے جو بے ہمت تھے وہ (ہمت شاہی کو دیکھ کر) باہمت ہو رہے ہیں اور جو باہمت تھے وہ کس قدر بانعمت ہو گئے ہیں اور (غایت وفور کرم سے منادی کی) آواز آ رہی ہے کہ کوئی مانگنے والا ہے تو چلے اس کو دیا جائے گا اور دیگر احسان نہ جتلایا جائے گا کیونکہ خود وجود و کرم کو بھی سائلوں کی ضرورت ہے (ورنہ کرم کس پر ہو تو ہم اپنی ضرورت سے بھی دیتے ہیں نہ صرف ان کی ضرورت سے پھر احسان کیوں جتلاویں گے اور یہ غایت کرم ہے کہ خود سائلوں کو بلانا اور ان پر احسان نہ جتلانے کا اظہار کر دینا کہ کسی کو شرمندگی نہ ہو ہو)

دربیان آنکہ چنانکہ گدا عاشق کریم ست کریم ہم عاشق گدا ست اگر گدا را صبر بیش بود کریم بر در او آید و اگر کریم را صبر بود گدا بر در او آید اما صبر کمال گدا و نقصان کریم ست

اس کا بیان کہ جس طرح فقیر، سخی کا عاشق ہے سخی بھی فقیر کا عاشق ہے، اگر فقیر کا صبر بڑھا ہوا ہے تو کریم اس کے دروازے پر آ جاتا ہے اور سخی کو صبر ہو تو فقیر اس کے دروازے پر آتا ہے لیکن صبر کرنا فقیر کا کمال ہے اور سخی کا عیب ہے

جود محتاج ست و خواہد طالبے	ہمچنانکہ توبہ خواہد تائبے
سخاوت ضرورتمند ہے اور کوئی طلبگار چاہتی ہے	جس طرح توبہ، توبہ کرنے والے کو چاہتی ہے
جود می جوید گدایان و صعاف	ہمچو خوباں کائینہ جویند صاف
سخاوت، فقیروں اور کمزوروں کو تلاش کرتی ہے	جیسے حسین صاف آئینہ تلاش کرتے ہیں
روئے خوباں ز آئینہ زیبا شود	روئے احساں از گدا پیدا شود
حسینوں کا چہرہ آئینہ سے حسین بنتا ہے	احسان کا چہرہ فقیر سے رونما ہوتا ہے
چوں گدا آئینہ جود ست ہاں	دم بود بر روئے آئینہ زیاں
جبکہ فقیر، سخاوت کا آئینہ ہے، خبردار	پھونک مارنا آئینہ کے چہرے کی بربادی ہے
پس ازیں فرمود حق در والضحیٰ	بانگ کم زن اے محمدؐ بر گدا
اس لئے اللہ (تعالیٰ) نے (سورہ) والضحیٰ میں فرمایا ہے	اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فقیر کو نہ جھڑک

اوپر منادی کا قول تھا جود محتاج گدایان۔ یہ اشعار اس سے مربوط ہیں اور مقولہ ہے مولانا کا یعنی مخلوقات کی صفت جود (اپنے ظہور میں) محتاج ہے سائل کو چاہتی ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے توبہ کا تحقق تائب کے وجود کو

www.besturdubooks.wordpress.com

مقتضی ہے اسی طرح صفت جو سائلوں اور غریبوں کے ہونے کو مقتضی ہے جس طرح حسین لوگ کہ صاف آئینہ کو تلاش کرتے ہیں کیونکہ حسین لوگوں کے چہرہ کی زیبائش آئینہ سے (ظاہر) ہوتی ہے اسی طرح احسان کی صورت کا سائل سے ظہور ہوتا ہے (کیونکہ اگر سائل و محتاج نہ ہوتو اغنیاء کی سخاوت کس طرح ظاہر ہو اور اغنیاء اس ظہور کے محتاج اس لئے ہیں کہ اس سے ثواب ملتا ہے اور اس احتیاج الی الظہور سے یہ شبہ مرتفع ہو گیا کہ خالق کی صفت جود کا ظہور بھی تو موقوف ہے وجود طالب پر وجہ ارتفاع یہ ہے کہ وہ خود محتاج ظہور نہیں لہٰذا توقف ظہور مستلزم احتیاج الی الخلق نہیں خوب سمجھ لو) پس اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے سورۂ والضحیٰ میں فرمایا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سائل کو جھڑکو مت (جیسا ارشاد ہے واما السائل فلا تنہر) کیونکہ جب سائل صفت جود کا آئینہ (کی طرح مظہر) ہے تو ظاہر ہے کہ آئینہ پر پھونک مارنے سے زیان ہوتا ہے (اور تاریک ہو جاتا ہے اسی طرح سائل کو جھڑکنے سے اس کا قلب مکدر ہو جاتا ہے اور اس شخص کا عمل سخاوت صادر ہونے سے رہ جاتا ہے جس سے حرمان ثواب نصیب ہوتا ہے۔

آں یکے جودش گدا آرد پدید	ویں دگر بخشد گدایاں را مزید
ایک وہ ہے جس کی سخاوت کو فقیر رونما کرتا ہے	اور یہ دوسرا وہ ہے جو فقیر کو زیادہ دیتا ہے
پس گدایاں آئینہ جود حق اند	وانکہ باحق اند جود مطلق اند
فقراء اللہ (تعالیٰ) کی سخاوت کے آئینہ ہیں	اور جو لوگ اللہ سے وابستہ ہیں وہ مجسم سخاوت ہیں
وانکہ جز ایں دو بود خود مردہ است	او بریں در نیست نقش پردہ است
اور جو ان دونوں کے علاوہ وہ مردہ ہے	وہ اس دروازے پر نہیں ہے پردے کا نقش ہے

(اوپر گدا کو آئینہ جود کہا ہے یہاں جود کے بعض اقسام بیان فرماتے ہیں کہ جواد کی دو قسمیں ہیں) ایک وہ شخص ہے جس کی جود گدا کو (اس کے پاس) لا حاضر کر دیتی ہے (یعنی یہ گدا کو تلاش نہیں کرتا بلکہ گدا اس کی شہرت جود سن کر اس کی تلاش میں آتا ہے) دوسرا وہ شخص ہے جو گداؤں کو (از خود) عطائے مزید دیتا ہے (یعنی خود گدا کو تلاش کر کے اس کو دیتا ہے تو گدا کو تلاش کر نا دینے پر مزید ہے پس قسم اول ناقص ہے اور سرخی میں اسی کو کہا ہے صبر کریم نقصان کریم ست اور قسم دوم کامل جیسا ظاہر ہے اور گداؤں کی تین قسم ہیں جیسا فرماتے ہیں کہ (پھر (گدا کی قسمیں سنو بعض گدا تو جود حق کے مظاہر ہیں (ایک قسم تو یہ ہوئی مراد ان سے وہ محتاج ہیں جو صبر و قناعت کئے اللہ تعالیٰ کے نام پر بیٹھے ہیں جن کی نسبت آیا ہے لا یسئلون الناس الحافا۔ ان کو آئینہ جود حق اس واسطے کہا کہ بلا کسی ظاہری حیلہ کے جو اللہ تعالیٰ ان کو رزق دیتے ہیں تو اس عجیب طور پر دینے سے اللہ تعالیٰ کی صفت جود و رزاقی کا پورا ثبوت اور ظہور ہوتا ہے اور اس ظہور سے جو شبہ احتیاج الخالق الی الخلق فی الظہور ہو سکتا تھا اس کو اوپر کے شعر پر دی خوبان الخ کی شرح میں دفع کر چکا ہوں کہ احتیاج جب ہوتی جب خود ظہور محتاج الیہ ہوتا وہاں خود ظہور ہی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

احتیاج نہیں اپنے ارادہ واختیار سے خدا جانے کن کن حکمتوں کے واسطے ظہور فرمایا ہے) اور جو درویش باحق ہیں (یعنی ان کو نسبت معیت ومقام قرب حاصل ہوا ان کو گدا کہنا محض مجاز ہے بلکہ) وہ خود جود مطلق ہیں (کیونکہ جب اپنی صفات کو فنا کر کے متصف بصفات حق ہو گئے تو صفات حق میں سے جود مطلق بھی ہے اس کے ساتھ ہی ان کو تخلق ہوا اس لئے ان کو جود گویا جود مطلق ہو گئی حدیث میں بھی ہے الغنی غنی القلب اور یہ قسم دوم ہے جو اول سے کامل ہے) اور جو گدا ان دونوں قسموں کے علاوہ ہو (یعنی نہ صابر ہو نہ کامل ہو بلکہ بے صبر اطامع وحریص ہو خواہ تہذیب سے سوال کرتا ہو جیسے مکار وریا کار لوگ بزرگوں کی وضع تحصیل مال وجاہ کے لئے بنا لیتے ہیں اور خواہ بے حیائی سے مانگتا ہو جیسے ٹکڑ گدھے پھرتے ہیں یہ تیسری قسم ہے تو) ایسا شخص خود مردہ ہے (کیونکہ اس میں آثار حیات حقیقیہ کے نہیں) وہ اس دروازہ (قبول عندالحق) پر آنے کے لائق نہیں بلکہ نقش پردہ (کی طرح بیرون در) ہے۔

فرق درمیان آنکہ درویش ست بخدا وتشنۂ خدا

وآنکہ درویش ست از خدا وتشنہ است بغیر

فرق اس شخص میں جو اللہ کا بھکاری اور اس کا پیاسا ہے اور اس شخص میں جو خدا سے بے پروا اور غیر کا پیاسا ہے

لیک درویشے کہ او تشنہ خداست	ہست دائم از خدایش کار راست
لیکن وہ فقیر جو اللہ (تعالیٰ) کا پیاسا ہے	اس کا کام ہمیشہ خدا کی جانب سے درست ہے
لیک درویشے کہ تشنہ غیر شد	او حقیر و ابلہ و بے خیر شد
لیکن وہ فقیر جو غیر کا پیاسا ہے	وہ ذلیل اور بیوقوف ہے اور بھلائی سے خالی ہوا
نقش درویش ست او نے اہل جاں	نقش سگ را تو مینداز استخواں
وہ صرف فقیر کی تصویر ہے جاندار نہیں ہے	کتے کی تصویر کو ہڈی نہ ڈال
فقر لقمہ دارد او نے فقر حق	پیش نقش مردۂ کم نہ طبق
وہ لقمہ کی فقیری رکھتا ہے نہ کہ اللہ (تعالیٰ) کی فقیری	مردے کی تصویر کے سامنے طباق نہ رکھ
ماہی خاکی بود درویش ناں	شکل ماہی لیک از دریاں رماں
روٹی کا فقیر مٹی کی مچھلی ہوتا ہے	مچھلی کی شکل ہے لیکن دریا سے بے تعلق ہے
نقش ماہی کے بود درویش آب	آں زبے آبی نمیگردد خراب
مچھلی کی تصویر پانی کی فقیر کب ہوتی ہے؟	وہ پانی نہ ہونے سے تباہ نہیں ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغ خانہ است او نہ سیمرغ ہوا	لوت نوشد او ننوشد از خدا
وہ گھریلو پرندہ ہے نہ کہ ہوا کا سیمرغ	لذیذ کھانے کھاتا ہے خدا سے فیض حاصل نہیں کرتا ہے

(اوپر قسم ثالث کا ذکر تھا اس سے استدراک کر کے قسم ثانی کا بیان فرماتے ہیں کہ) لیکن جو درویش کہ تشنہ (و مشتاق) حق تعالیٰ کا ہے اس کا معاملہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے ٹھیک رہتا ہے (اب پھر قسم اول سے استدراک کر کے قسم ثالث کا بیان کرتے ہیں تاکہ مقصود کہ بیان فرق ہے جیسا سرخی میں مذکور ہے اچھی طرح واضح ہو جائے یعنی) لیکن جو درویش کہ غیر اللہ کا تشنہ وطالب ہے وہ محض ذلیل اور احمق اور بے خبر ہے اور وہ محض درویش کی صورت بے جان ہے تم نقش سگ کے سامنے ہڈی مت ڈالو (یہ تمثیل ہے یعنی نقش کے ساتھ اصل کا سا معاملہ مت کرو اب کچھ شبہ نہ رہا) اور وہ شخص لقمہ کا فقیر ہے حق تعالیٰ کا فقیر نہیں ہے تم نقش مردہ کے روبرو طبق مت رکھو (ممکن ہے کہ یہ مراد ہو کہ اس کو مال مت دو جیسا حدیث میں ہے یا یاکل طعامک الاتقی یہ تو ہدیہ ودعوت میں ہے اور اگر اس کے مہذب یا غیر مہذب سوال پر دیا جائے تو جس صورت میں اس کے پاس مال یا قوت اکتساب ہو اس کو مانگنا تو حرام ہی ہے مگر اس کو دینا بھی فقہاء نے حرام لکھا ہے کیونکہ اعانت علی المعصیۃ ہے اگر کوئی نہ دے تو بھیک مانگنا اور مکر وفریب کرنا چھوڑ دیں اور جس کو سوال درست ہے اس کا یہاں ذکر ہی نہیں اس کو دینا جائز بلکہ ضروری ہے) اور اس درویش حریص خالی از کمالات) کی مثال ماہی خاکی کی ہے (یعنی زمین پر یا دیوار پر جو ماہی کی تصویر بنا دیتے ہیں) کہ وہ شکل تو ماہی کی ہوتی ہے مگر دریا سے بھاگتی ہے (یعنی پانی کی طلب ومشتاق نہیں ہوتی جیسا فرماتے ہیں کہ) نقش ماہی پانی کی محتاج وطالب کب ہوتی ہے اور پانی نہ ہونے سے وہ کبھی پریشان اور مضطرب نہیں ہوتی (ایسا ہی یہ درویش درویشوں کی شکل تو ہے مگر حق تعالیٰ کا طالب ومشتاق نہیں نہ اس کو بعد حق سے کچھ بے چینی ہے دوسری مثال اس کی یہ ہے کہ) وہ مرغ خانہ کے مثل ہے نہ سیمرغ ہوا کے مثل (یعنی عالم سفلی کی طرف مائل ہے نہ عالم علوی کی طرف) وہ لذیذ کھانے کھانا جانتا ہے خدا تعالیٰ (کے فیوض) سے کچھ نصیب نہیں ہوتا۔

عاشق حق ست او بہر نوال	نیست جانش عاشق حسن و جمال
وہ عطیہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے	اس کی جان حسن و جمال کی عاشق نہیں ہے
گر توہم می کند او عشق ذات	ذات نبود وہم اسماء و صفات
اگر وہ ذات (خداوندی) کے عشق کا خیال کرتا ہے	اسماء اور صفات کا خیال ذات (خداوندی) نہیں ہوتا ہے
وہم مخلوق ست ومولود آمدست	حق نہ زائیدست او لم یولدست
خیال مخلوق ہے اور پیدا شدہ ہے	حق (تعالیٰ) پیدا نہیں ہوا ہے وہ "لم یولد" ہے
عاشق تصویر وہم خویشتن	کے بود از عاشقان ذوالمنن
اپنے وہم کی تصویر کا عاشق	اللہ (تعالیٰ) کے عاشقوں میں سے کب ہو سکتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر درویشان حریص کا بیان تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے طالب نہیں ہیں اب ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ اگر ایسے شخص کے قلب میں کسی بزرگ کی صحبت یا برکت ذکر سے کچھ اثر محبت الٰہی کا بھی پایا جائے تو اعتبار کے قابل نہیں کیونکہ) وہ حق تعالیٰ کا عاشق نعمت کے واسطے بن رہا ہے (یعنی خدا تعالیٰ نے چونکہ خوب نعمتیں دے رکھی ہیں طبعی طور پر کہ منعم کے ساتھ قلب کا تعلق ہوتا ہے کچھ محبت الٰہی اس کے قلب میں گدگداتی ہے) اور حسن و جمال (حق) کا وہ ہرگز عاشق نہیں اور اگر وہ خود بھی تو ہم رکھتا ہو کہ میں ذات (حق) کا عاشق ہوں تو (اسکی غلطی ہے کیونکہ اس نے جیسا حق تعالیٰ کو خیال کر رکھا ہے خدا تعالیٰ اس سے منزہ ہیں پس) وہ ذات حق نہیں ہے بلکہ اسماء وصفات الٰہیہ کا ایک (فرضی) خیال ہے (اسماء وصفات بھی نہیں ورنہ ان کا عاشق تو حکم میں عاشق ذات ہی کے ہے یعنی چونکہ اس کو حال نصیب نہیں اس لئے صفات حق اس پر متجلی نہیں اور بدوں تجلی کے معرفت نہیں ہوتی لہٰذا وہ محض تصور صفات ہے) اور اس سے محبت ہے اور وہم و تصور اوصاف وحدود سے پیدا ہوتا ہے (کیونکہ جو شخص صاحب حال نہیں اور اسماء وصفات کا علم بدیہی ہی نہیں۔ تو لا بد قوت فکریہ سے معلومات تصوریہ کو ترتیب دے کر حدود و رسوم بنا کر اس کے ذریعہ سے علم عقلی حاصل کرے گا پس علم جس کو وہم و تصور کہا ہے اوصاف یعنی رسوم وحدود سے زائیدہ ہوا) اور حق تعالیٰ زائیدہ ہیں نہیں بلکہ لم یولد ہیں پھر وہ تصور زائدہ ذات حق کہاں ہوا تو اس کا عاشق عاشق حق نہ ہوا چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جو اپنے وہمی تصور کا عاشق ہو وہ حق تعالیٰ کے عشاق میں سے کب ہو سکتا ہے (اور ہر چند کہ ذوق و وجدان وحال سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ بھی حصولی ہے کہ حصول صورت ذہنیہ سے ہے مگر چونکہ عدم زوال میں مثل حضوری کے ہے بخلاف علم نظری کے زوال کو زیادہ متحمل ہے اس لئے علم حالی کو بمقابلہ علم نظری کے بمنزلہ علم حضوری کے قرار دے کر حصولی کو نظری کے ساتھ خاص کیا اور اس کو زائدہ فکر کہا)

عاشق آں وہم گر صادق بود	آں مجازش تا حقیقت می کشد
اس خیال کا عاشق بھی اگر سچا ہو	وہ مجاز اس کو حقیقت تک پہنچا دیتا ہے
شرح میخواہد بیان ایں سخن	لیک می ترسم زافہام کہن
اس بات کا بیان تفصیل چاہتا ہے	لیکن میں پرانے خیالات سے ڈرتا ہوں
فہم ہائے کہنۂ کوتہ نظر	صد خیال بد درآرد در فکر
کوتاہ نظر لوگوں کی بوسیدہ عقلیں	تخیل میں سینکڑوں برے خیالات لائیں گی
بر سماع راست ہر کس چیر نیست	لقمۂ ہر مرغکے انجیر نیست
سچی بات سننے پر ہر شخص قادر نہیں ہے	ہر پرندے کی خوراک انجیر نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خاصہ مرغ مردۂ بوسیدۂ	پر خیال اعمیٰ بے دیدۂ
خاص طور پر مردہ سڑا ہوا پرندہ	اندھا اندھے پن کے خیالات سے بھرا ہوا

(اوپر تنقیص ہے عاشق خیال وتابع قال اور بعض صورتوں میں اس کا بھی نافع ہونا فرماتے ہیں کہ) اس خیال کا عاشق بھی اگر صادق ہو (یعنی صدق وخلوص سے طاعات واعمال وذکر میں لگ جائے اور طلب میں مستعد ہوجائے) تو وہ مجازی (معرفت) بھی اس کو حقیقی (معرفت) تک پہنچادیتی ہے (یعنی خلوص واعمال وذکر کے انوار سے ذوق حال میسر ہوجاتا ہے) اور اس مضمون کا بیان کرنا ذرا شرح کا محتاج ہے مگر مجھ کو پرانی فہموں سے (یعنی علماء رسمی وحکماو متکلمین سے) اندیشہ (انکار کا) معلوم ہوتا ہے (کیونکہ یہ لوگ حالات وذوقیات سے منکر ہیں ایسے انہام کہنہ کوتہ میں صدہا خیال بد (اعتراضات وشبہات) اپنی فکروں میں لادینگے کیونکہ حقائق کے سننے پر ہر شخص قادر نہیں (بلکہ مخصوص ہے صاحب حال کے ساتھ) جس طرح ہر مرغ کی غذا الخبیر نہیں پھر خاص کر ایسا مرغ جو محض مردہ اور بوسیدہ ہو (کہ قلب میں ذرا کیفیت نہ ہو) اور نرے علوم خیالیہ سے بھرا ہو اور (علوم محمودہ سے نابینا ہو (اس سے مراد حکما وفلاسفہ ہیں اور خصوصا اس لئے کہا کہ متکلمین بوجہ علم کتاب وسنت وخشیت الٰہی کے محض بے کیف ونابینا نہیں آخر خشیت ایک حالت ہے اس کا انکار نہیں کر سکتے گو بعض حالات کا انکار کریں کتاب وسنت کے حقائق منقولہ کا انکار نہیں کرسکتے گو علوم کشفیہ میں کلام کرتے ہوں)

نقش ماہی راچہ دریا و چہ خاک	رنگ ہندو راچہ صابون و چہ زاک
مچھلی کی تصویر کے لئے کیا دریا اور کیا خشکی	ہندوستانی کے رنگ کیلئے کیا صابون اور کیا پھٹکری
نقش اگر غمگیں نگاری بر ورق	او ندارد از غم و شادی سبق
اگر کاغذ پر تو کوئی غمگین تصویر بنائے	اس کو خوشی اور غم سے کوئی واسطہ نہ ہو گا
صورتش غمگین و او فارغ ازاں	صورتش خندان و اوزاں بے نشاں
اس کی صورت غمگین ہے اور وہ غم سے خالی ہے	اس کی صورت ہنستی ہے اور وہ اس (ہنسی) سے خالی ہے
ویں غم وشادی کہ اندر دل خفی ست	پیش آں شادی وغم جز نقش نیست
یہ غم اور خوشی جو دل میں چھپی ہوئی ہے	اس خوشی اور غم کے سامنے سوائے نقش کے کچھ نہیں ہے
صورت خندان نقش از بہر تست	تا ازاں صورت شود معنیٰ درست
تصویر کی ہنستی ہوئی صورت تیرے لئے ہے	تاکہ اس صورت سے باطن درست ہوجائے
صورت غمگین نقش از بہر ماست	تا کہ مارا یاد آید راہ راست
غمگین تصویر کی صورت ہمارے لئے ہے	تاکہ ہمیں سیدھا راستہ یاد آ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

(اس میں رجوع ہے ان ابیات کی طرف ماہی خاکی بود الخ جس میں بیان تھا رسمی درویشوں کا۔ درمیان میں علم نظری و ذوقی کا بیان جملہ معترضہ کے طور پر آ گیا تھا پس فرماتے ہیں کہ جب اس رسمی درویش کی مثال نقش ماہی کی سی ہو تو) نقش ماہی کے لئے دریا اور خاک برابر ہے (یعنی وہ طالب دریا نہیں جس طرح وہ درویش طالب حق نہیں) جیسے رنگ سیاہ زشت کے لئے صابن کیا اور پھٹکری کیا (جس سے رنگ کو صاف کرتے ہیں یعنی وہ دونوں کو مقتضی نہیں) اور اگر کسی ورق پر (مثلاً) ایک مغموم صورت بنا دو تو اس کو حقیقی غم و شادی کچھ حاصل نہیں صورت تو غمگین ہے مگر وہ غم سے خالی ہے اسی طرح اگر صورت خنداں ہے جب بھی وہ اس سے محض بے خبر ہے اسی طرح یہ غم و شادی جو (ناقصین کے) قلب میں مضمر ہے (خواہ وہ ناقصین درویش کہلاتے ہوں (دنیا دار) اس غم و شادی کے روبرو (جو کاملین پر وارد ہوتی ہے جس کو قبض و بسط کہتے ہیں) نقش سے زیادہ نہیں (مطلب یہ کہ ان ناقصین کے حالات ظاہری و باطنی سب نقل محض و نقش صرف ہیں حقیقی کمالات سے محروم ہیں آگے اس ظاہری غم و شادی طبعی کی حکمت بیان کرتے ہیں کہ) ان نقوش ظاہری کی صورت خنداں یا ان کی صورت غمگین تمہارے ہمارے (ہدایت کے) لئے ہوتا کہ اس ظاہر کو دیکھ کر باطن درست ہو اور تا کہ ہم کو راہ راست یاد ہو جائے (خلاصہ حکمت کا یہ ہوا کہ یہ ظاہری کیفیات باطنی کیفیات کے نمونے ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو باطن کا یقین نہیں ہو سکتا تھا اور لوگ اس سے محروم رہتے اب ان کو دیکھ کر کسی قدر استبعاد رفع ہو جاتا ہے پھر طلب سے حصول ہو جاتا ہے پس از بہر تست اور از بہر ماست میں تقسیم مقصود نہیں بلکہ جمع کرنا حکم میں مقصود ہے جیسا ترجمہ سے ظاہر ہو گیا)

نقشہائے کاندریں حماماہاست	از برون جامہ کن چوں جامہاست
وہ تصویریں جو ان حماموں میں ہیں	جامہ کن (حمام کے درجے) سے باہر کپڑوں جیسی ہیں
تا برونی جامہا بینی و بس	جامہ بیروں کن درآ اے ہمنفس
جب تک تو (جامہ کن سے) باہر ہے کپڑے دیکھتا ہے	اے ساتھی! کپڑے اتار اندر آ جا
زانکہ با جامہ درآنسو راہ نیست	تن زجان و جاں زتن آگاہ نیست
اس لئے کہ کپڑوں کے ہوتے ہوئے اس جانب راستہ نہیں ہے	جسم کو جان اور جان کو جسم کی خبر نہیں ہے
بازمی گردم سوئے قصہ عرب	از بیان سر و راز بوالعجب
میں بدوی کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں	سر اور عجیب راز کے بیان سے

(جامہا جمع جامہ نہ جام او قافیہ از قبیل این قافیہ است خراب کجا تا بکجا کہ در دیوان حافظ واقع شدہ۔ وحمام در شعر اول غیر آن حمام ست کہ در شعر دوم ظرف مقدر در آ ہست۔ حمام اول دنیا کہ عالم ظاہر ست محض بمناسبت نقش آورد ندو حمام ثانی عالم باطن ست کہ در برہنہ شدن در آن بحمام تشبیہ دادند۔ جامۂ کن درجہ حمام کہ در آن رسیدہ جامہ

www.besturdubooks.wordpress.com

از تن دور کنندہ و اضافت بیرون بسوئیش بیانیہ است و را باعتبار حمام برون گفتند۔ از بیان متعلق باز میگردم اوپر ظاہر کا ادنیٰ اور باطن کا مقصود و اعلیٰ ہونا بیان کیا ہے اب تحصیل باطن کا طریقہ ایک مثال میں بتلاتے ہیں کہ (یہ تو موجودات ظاہری مثل نقوش حمام کے ہیں جن کا نقش محض ہونا اوپر بھی مذکور ہوا ہے) ان کی مثال ایسی ہے جیسے حمام کے بیرونی درجہ جامعہ کن میں کپڑے ہوتے ہیں۔ سو جب تک حمام سے باہر ہو بدن پر کپڑے نظر آتے ہیں ہاں کپڑے اتار دو اور حمام کے اندر چلے جاؤ کیونکہ کپڑوں سمیت اس طرف جانے کا راستہ نہیں (اسی طرح عالم ظاہری یعنی اجسام اور صفات جسمانیہ مثل کپڑے کے ہیں اور عالم باطن یعنی ارواح و صفات روحانیہ مثل حمام کے جب تک صفات جسمانیہ و شہوات نفسانیہ کے ساتھ موصوف رہو گے باطن تک رسائی نہ ہوگی ان سے تجرد و ترک تعلق کر دو باطن منکشف ہوگا پس تن کی مثال جامہ کی سی ہے وجہ تشبیہ یہ ہے کہ) تن کو جان کی خبر نہیں (یعنی صفات روحانیہ سے بے ذوق ہے) جس طرح جامعہ کو تن کی خبر نہیں (کہ جسم میں کیا کیا صفات ہیں اور اسی وجہ تشبیہ پر متفرع ہے دوسری وجہ کہ تن صاحب روح ہے جیسے جامہ صاحب تن اور حقیقت اس حجاب کی وہی بے خبری ہے آگے فرماتے ہیں کہ)

اب ان اسرار عجیبہ کا بیان چھوڑ کر اس سے قصہ عرب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

پیش آمدن نقیبان و دربانان خلیفہ از بہر اکرام اعرابی و پذیرفتن ہدیہ اورا

بدوی کے اعزاز کے لئے خلیفہ کے دربانوں اور نقیبوں کا آگے بڑھنا اور اس کے ہدیہ کو قبول کر لینا

آں عرابی از بیابان بعید	بر در دارالخلافہ چوں رسید
وہ بدویٰ دور کے جنگل سے	جب دارالحکومت کے دروازہ پر پہنچا
پس نقیباں پیش اعرابی شدند	بس گلاب لطف بررویش زدند
تو نقیب ' بدوی کے پاس آئے	(اور انہوں نے) مہربانی کا گلاب اس کے چہرے پر چھڑکا
حاجت او فہم شاں شد بے مقال	کار ایشاں بد عطا پیش از سوال
بغیر گفتگو کے اس کی حاجت ان کی سمجھ میں آ گئی	ان کا کام سوال سے پہلے عطا کرنا تھا
پس بدو گفتند یا وجہ العرب	از کجائی چونی از رنج و تعب
انہوں نے اس سے کہا کہ اے عرب کے سردار!	تو کہاں سے آیا ہے' تکلیف اور تھکن سے تیرا کیا حال ہے؟

یعنی وہ اعرابی بیابان دور سے (چل کر) دروازۂ دارالخلافت پر پہنچا پس نقیب لوگ اعرابی کے روبرو آئے اور گلاب لطف خوب اس کے منہ پر چھڑکا (یعنی بلطف پیش آئے) اور اس کی حاجت بے کہے ان کی سمجھ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں آ گئی کیونکہ ان لوگوں کا معمول تھا بے مانگے دینا (ادھر اس کی خستگی بتلا رہی تھی) پس انہوں نے اس سے کہا کہ اے وجہ العرب (یعنی عرب) تو کہاں سے آتا ہے اور رنج وتعب سے تیرا کیا حال ہے (بیان کر)

گفت وجہم گر مرا وجہے دہید	بے وجوہم چوں پس پشتم نہید
اس نے کہا میں سردار ہوں اگر مجھے ذریعہ معاش دیدو	(اور) اگر مجھے پس پشت ڈالو تو میں بے حقیقت ہوں
اے کہ در روتاں نشان مہتری	فرتاں خوشتر ز زر جعفری
اے (قبیلہ)! تمہارے چہروں پر سرداری کا نشان ہے	تمہاری شان و شوکت جعفری سونے سے زیادہ خوشنما ہے
اے کہ یک دیدار تاں دیدارہا	اے نثار دید تاں دینارہا
اے (قبیلہ) تمہارے ایک دیدار بہت سے دیدار ہیں	اے (قبیلہ) تمہارے دیدار پر اشرفیاں نچھاور ہیں
اے ہمہ ینظر بنور اللہ شدہ	از بر حق بہر بخشش آمدہ
اے (قبیلہ) جو سب کے سب اللہ کے نور سے دیکھنے والے ہو	اللہ تعالیٰ کے پاس سے انعام دینے کے لئے آئے ہو
تا زنید آں کیمیا ہائے نظر	بر سر مسہائے اشخاص بشر
تاکہ وہ کیمیا اثر نگاہیں ڈالو	انسانوں کے وجود کے تانبے پر
من غریبم از بیاباں آمدم	بر امید لطف سلطاں آمدم
میں مسافر ہوں، جنگل سے آیا ہوں	بادشاہ کی مہربانی کی امید پر آیا ہوں
بوئے لطف او بیاباں ہا گرفت	ذرہ ہائے ریگ ہم جانہا گرفت
اس کی مہربانی کی خوشبو جنگلوں میں پھیل گئی ہے	ریت کے ذروں میں بھی جانیں پڑ گئی ہیں
تا بدیں جا بہر دینار آمدم	چوں رسیدم مست دیدار آمدم
میں یہاں دینار کے لئے آیا	جب پہنچا تو دیدار سے مست ہو گیا
بہر ناں شخصے سوئے نانبا دوید	داد جاں چوں حسن نانبا را بدید
ایک شخص روٹی کے لئے نانبائی کی جانب دوڑا	جب نان بائی کا حسن دیکھا جان دیدی
بہر فرجہ شد یکے تا گلستاں	فرجہ او شد جمال باغباں
ایک شخص تفریح کے لئے باغ میں گیا	باغبان کا حسن اس کی تفریح کا سبب بن گیا
ہمچو اعرابی کہ آب از چہ کشید	آب حیواں از رخ یوسف چشید
اس بدوی کی طرح جس نے کنویں سے پانی کھینچا	(حضرت) یوسف کے رخ سے آب حیات پی لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

رفت موسیٰ کآتشے آرد بدست	آتشے دید او کہ از آتش برست
موسیٰ (علیہ السلام) گئے تاکہ آگ لائیں	انہوں نے وہ آگ دیکھی جس کی وجہ سے آگ سے نا آسودہ ہو گئے
جست عیسیٰ تا رہد از دشمناں	بردش آں جستن بچارم آسماں
(حضرت) عیسیٰ دشمنوں (کے نرغہ) سے کودے تاکہ نجات حاصل کریں	وہ کودنا ان کو چوتھے آسمان پر لے گیا
دام آدمؑ خوشۂ گندم شدہ	تا وجودش خوشۂ مردم شدہ
(حضرت) آدم کا جال گیہوں کی بال بنی	یہاں تک کہ ان کا وجود انسانوں کا گچھا بن گیا
باز آمد سوئے دام از بہر خور	ساعد شہ یافت و اقبال و فر
باز کھانے کے لئے جال کی جانب آیا	اس کو بادشاہ کی کلائی پر جگہ اور شان و شوکت ملی

اعرابی نے کہا کہ میں بزرگ اس وقت ہونگا جب آپ لوگ مجھ کو آبرو دیں گے اور اگر پس پشت ڈال دیں گے (یعنی اعراض کریں گے) تو محض بے آبرو ہوں آپ ایسے لوگ کہ آپ کے چہروں سے نشان سرداری عیاں ہے اور آپ لوگوں کی شان زر خالص سے بھی خوشتر ہے اور آپکا ایک دیدار (دوسروں کے) ہزاروں دیدار کے قائم مقام ہے اور آپ کے دیکھنے پر دینار نثار کر دینا چاہئے آپ سب کے سب ینظر بنور اللہ کے مصداق ہیں (جیسا حدیث میں ہے اتقوا فراستہ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی آپ لوگ اہل ایمان و عرفان ہیں) اللہ تعالیٰ کے یہاں سے (دنیا میں) خاص داد و دہش ہی کے لئے آئے ہو تاکہ اپنی نظر کرم کی کیمیا کو افراد بشر کے تانبے پر لگا دو (کہ وہ اہل دولت ہو جائیں حالت میری یہ ہے کہ) میں ایک پردیسی ہوں ایک بیابان سے آیا ہوں اور بامید الطاف سلطانی آیا ہوں کیونکہ ان کے الطاف کے شہرہ نے تمام بیابان کو احاطہ کر رکھا ہے اور ریگ کے ذروں میں بھی (گویا) جان آ رہی ہے اس وجہ سے یہاں زر و دینار کے لئے آیا تھا لیکن یہاں جو پہنچا تو (دینار وغیرہ سب بھول گیا آپ کے یا سلطان کے دربار سلطانی کے) دیدار میں مست ہو گیا یہ ایسی بات ہوگئی کہ ایک شخص روٹی کے لئے ایک نان بائی کے پاس آیا لیکن نان بائی کا جمال دیکھ کر جان جاتی رہی (یعنی عاشق ہو گیا) یا جیسے کوئی سیر کرنے کو باغ میں گیا وہاں باغبان کا جمال اس کا تماشا گاہ سیر ہو گیا یا مثلاً اس اعرابی نے کنویں سے پانی نکالا تھا اس کو حسن یوسفی سے آب حیات کی چاشنی نصیب ہوگئی یا جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس لئے (کوہ طور پر) آئے تھے کہ آگ لگا دینگے۔ انہوں نے ایسی آتش تجلی دیکھی کہ اس آگ کو بھی بھول گئے یا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس واسطے بھاگے تھے کہ (یہودی) دشمنوں کے ہاتھ سے بچ جائیں مگر ان کا وہ بھاگنا ان کو چراغ چارم تک لے گیا (یہ بناء علی الشہرۃ فرما دیا ورنہ بروی حدیث صحیح آسمان دوم پر تشریف فرما ہیں چنانچہ تحقیق اس کی مع توجیہ چرخ چارم کے قصہ وزیر یہودی میں لکھ چکا ہوں) یا جیسے خوشہ گندم حضرت آدم علیہ السلام کے لئے (لغزش میں پھنس جانے کا) دام ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گیا (جو بظاہر حالت ضرر کی تھی مگر اس میں بھی نفع ہوا) یہاں تک کہ ان کا وجود آدمیوں کا خوشہ بن گیا (کہ ان سے نسل پھیلی جن میں کیسے کیسے اہل کمال ہوئے جن سے کتنی مخلوق فیض یاب ہوئی اور آدم علیہ السلام کو بھی یہ نفع ہوا کہ اولاد میں جتنے صلحاء انبیاء و اولیاء ہوئے ان کے اعمال کے ثواب میں آپ بھی شریک ہیں کیونکہ ولد صالح خیر جاری ہوتا ہے اور یہ بھی ایک تقریر ہے اس لغزش کے اسباب رفع درجات آدم علیہ السلام میں سے ہونے کی) یا جیسے کوئی باز دام کی طرف اس لئے آئے کہ دانہ کھائے گا پھر اس کو (بعد گرفتاری دام بادشاہ کا بازو (بیٹھنے کو) اور اقبال و شوکت میسر ہو جائے (غرض مشترک ان سب تمثیلات میں یہ ہے کہ قصد کیا تھا چھوٹی چیز کا اور مل گئی بڑی چیز)

طفل شد مکتب پے کسب ہنر	برامید مرغ یا لطف پدر
بچہ ہنر حاصل کرنے مکتب میں گیا	باپ کی مہربانی یا کسی چڑیا کی امید پر
پس زمکتب آں یکے صدرے شدہ	ماہیانہ دادہ و بدرے شدہ
پھر مکتب سے وہ صدر ہو گیا	ماہواری (فیس) دی اور چاند ہو گیا
آمدہ عباسؓ حرب از بہر کیں	بہر قمع احمدؐ و استیز دیں
عباس (رضی اللہ عنہ) کینہ پروری سے جنگ کے لئے آئے	احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیخ کنی اور دین سے لڑنے کے لئے
گشت دیں را تا قیامت پشت و رو	در خلافت او و فرزندان او
قیامت تک کے لئے دین کے پشت پناہ بن گئے	خلافت کے معاملہ میں وہ اور ان کی اولاد
آمدہ عمرؓ بقصد مصطفیٰؐ	تیغ در کف بستہ بس میثاقہا
(حضرت) عمرؓ آنحضورؐ کے قتل کے ارادہ سے آئے	تلوار ہاتھ میں لے کر بہت سے عہد کر کے
گشتہ اندر شرع امیر المومنیں	پیشوا و مقتدائے اہل دیں
شریعت میں امیر المومنین بنے	دینداروں کے پیشوا اور مقتدا بنے
آں علف کش سوئے ویرانہا شدہ	بے خبر بر گنج ناگہ پازدہ
وہ گھسیارا جنگلوں کی جانب چلا	اچانک بے خبری میں اس کا پاؤں خزانہ پر پڑ گیا
تشنہ آمد سوئے جوئے آب در	دید اندر جوئے خود عکس قمر
پیاسا نہر کی طرف آیا پانی میں	نہر کے اندر اس نے چاند کا عکس دیکھ لیا
من بریں در طالب چیز آمدم	صدر گشتم چوں بدہلیز آمدم
میں اس دروازہ پر ایک چیز کا طالب بن کر آیا	جب دہلیز پر پہنچا صدر بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

آب آوردم بتحفہ بہر ناں	بوئے نانم برد تا صدر جہاں
روٹی کی خاطر میں پانی کا تحفہ لایا	روٹی کی تمنا مجھے دنیا کے صدر کے پاس لے آئی
ناں بروں راند آدمی را از بہشت	ناں مرا اندر بہشتے در سرشت
روٹی نے انسان کو جنت سے نکالا	مجھے روٹی نے جنت سے وابستہ کر دیا
رستم از آب زناں ہمچوں ملک	بے غرض گردم بریں در چوں فلک
فرشتے کی طرح میں روٹی اور پانی سے نجات پا گیا ہوں	میں اس آسمان جیسے در کا بغیر کسی غرض کے طواف کرتا ہوں

(یہ بھی تتمہ ہے مضمون سابق کا دوسری تمثیلات کے ضمن میں یعنی) جیسے لڑکا مکتب میں کسب و ہنر سیکھنے محض مرغ (مثل کبوتر وغیرہ) یا باپ کی خوشنودی کی امید پر جاتا تھا (جس کا باپ نے وعدہ کیا تھا) مگر اس کے بعد وہ مکتب سے صدر اعظم ہو کر نکلا جب مکتب میں وہ دیا گیا تھا ہلال تھا اب بدر ہو گیا یا جیسے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو صاحب حرب تھے کینہ و مخالفت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلع و قمع اور دین اسلام سے مقابلہ کے سبب (بدر میں آئے تھے (یعنی گو ان کی خود یہ غرض نہ تھی جیسا بحر العلوم نے نقل کیا ہے کہ اکراہا آئے تھے مگر اہل کینہ کا کینہ اس اکراہ کا سبب ہوا اس لئے کینہ کو سبب کہا جا سکتا ہے گو سبب بعید ہو پس کین اور قمع اور استیزان کی صفت نہ ہوگی اور کفار کی ہوگی مگر بہر حال یہاں آ کر جب گرفتار ہو کر مدینہ میں آئے اور مسلمان ہو گئے تو) پھر قیامت تک یعنی زمانہ دراز تک) وہ ان کی اولاد خلافت کے اعتبار سے دین کے معین و مددگار ہو گئے یا جیسے حضرت عمرؓ بقصد اہلاک) مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ میں تلوار لئے ہوئے بہت سے قول وقرار کر کے آئے تھے مگر پھر شرع میں امیر المومنین اور اہل دین کے پیشوا و مقتدا ہو گئے یا جیسے کوئی گھسیارا ویرانہ میں (گھاس کے لئے) چلا اور دفعتہ بے خبری میں خزانہ پر پاؤں پڑ گیا یا جیسے کوئی پیاسا نہر کے پانی میں آیا اور نہر میں چاند کا عکس نظر آ گیا (جس کا گمان بھی نہ تھا اسی طرح) میں اس در پر چیز کا طالب آیا تھا مگر دہلیز پر قدم رکھتے ہی صدر یعنی سردار بن گیا صدر و دہلیز کا مقابلہ لطافت شاعری ہے) میں پانی تحفہ میں لایا تھا تا کہ روٹی ملے سو روٹی کی بو (یعنی امید) نے مجھ کو صدر جنت تک (یعنی اس دربار تک) پہنچا دیا حالانکہ روٹی نے (یعنی گیہوں نے) آدمی کو جنت سے نکالا ہے مگر (عجیب بات ہے کہ) مجھ کو روٹی نے جنت میں داخل کر دیا (کیونکہ امید نان اس درگاہ تک لائی) اور یہاں آ کر آپ سے (جو تحفہ میں لایا ہوں) اور نان سے (جسکی طلب میں آیا ہوں) فرشتہ کی طرح (کہ اس کو آب و نان کی احتیاج نہیں) چھوٹ گیا (یعنی دونوں کی طرف التفات نہ رہا) اب تو اس درگاہ فلک جاہ پر بلا غرض طواف کرتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در بیان آنکہ عاشق دنیا بر مثال عاشق دیواریست کہ بروآفتاب تافتہ وجہد نکرد تا فہم کند کہ ایں تاب از دیوار نیست از آفتاب ہست در آسمان چہارم لاجرم کلی دل بر دیوار نہاد وچوں پرتو آفتاب بآفتاب پیوست او محروم ماند وحیل بینھم وبین مایشتھون

اس کا بیان کہ دنیا کے عاشق کی مثال اس دیوار کے عاشق جیسی ہے جس پر سورج چمکا ہو اور اس نے یہ سمجھنے کی کوشش نہ کی کہ یہ روشنی دیوار کی نہیں ہے سورج کی ہے جو چوتھے آسمان میں ہے لامحالہ وہ بالکلیہ دیوار پر عاشق ہو گیا اور جب سورج کی روشنی سورج سے جاملی تو وہ محروم رہ گیا اور آڑ کر دی گئی ان میں اور ان کی مراد میں

ف: فلک چہارم پر باعتبار قول مشہور اہل ہیئت کے کہہ دیا ورنہ خود ان کے پاس بھی کوئی دلیل صحیح نہیں ہے۔

بے غرض نبود بگردش در جہاں	غیر جسم و غیر جان عاشقاں
دنیا میں گردش بے غرض نہیں ہوتی ہے	سوائے عاشقوں کے جسم اور جان کے
عاشقان کل نہ ایں عشاق جزو	ماند از کل آنکہ شد مشتاق جزو
کل کے عاشق نہ کہ یہ جزو کے عاشق	جو جزو کا عاشق ہوا وہ کل سے (دور) رہ گیا
چونکہ جزوے عاشق جزوے شود	زود معشوقش بکل خود رود
جب کوئی جزو کسی جزو کا عاشق ہو	اس کا معشوق بہت جلد اپنے کل کی طرف چلا جاتا ہے
ریش گاؤ و بندۂ غیر آمد او	غرقہ شد کف در ضعیفے درزد او
وہ بے وقوف اور غیر کا غلام بنا	وہ ڈوبا اس نے کمزور پر ہاتھ مارا
نیست حاکم تا کند تیمار او	کار خواجہ خود کند یا کار او
وہ (معشوق) حاکم نہیں ہے تاکہ اپنے اختیار (سے) اس (عاشق) کی خدمت بھی کرے	وہ (معشوق) آقا کا کام کرے یا اس (عاشق) کا
فازن بالحرہ پے ایں شد مثل	فاسرق الدرہ بدیں شد منتقل
آزاد عورت سے زنا کر یہ مثل اسی لئے بنی ہے	موتی کی چوری کر اسی لئے منقول ہوا ہے
بندہ سوئے خواجہ شد او ماند زار	بوئے گل شد سوئے گل او ماند خار
غلام اپنے آقا کی طرف روانہ ہوا وہ عاجز رہ گیا	پھول کی خوشبو پھول میں گئی وہ کانٹا رہ گیا

(اوپر اعرابی کا قول آیا ہے بے غرض گردم الخ۔ اس مناسبت سے تعلق بے غرض کی تحقیق فرماتے ہیں) کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دنیا میں کسی کاروبار میں کوئی شخص بے غرض نہیں ہے بجز جسم وروح (یعنی ذات) عشاق کے (کہ ان کے افعال بجذب محبت ہوتے ہیں کسی مقصود خاص کی طرف التفات نہیں ہوتا نہ یہ کہ وہ غرض سے مستغنی ہوتے ہیں کہ یہ مخلوق میں محال ہے اور ان عشاق سے مراد کل کے (یعنی حق تعالیٰ کے) عشاق ہیں نہ جزو کے (یعنی مخلوق کے یہاں کل وجزو بمعنی متبوع وتابع کے ہے نہ بمعنی متبادر کے یعنی ان کی بے غرضی کی مدح کر رہا ہوں پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ عشق مخلوق میں بے غرضی نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ بے غرضی قابل مدح نہیں کیونکہ اس کا مبنی یعنی عشق مخلوق خود مذموم وموجب خسران ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جو مخلوق کا مشاق وعاشق ہوتا ہے وہ حق تعالیٰ سے دور رہ جاتا ہے (ایک خسران تو یہ ہوا۔ دوسرا خسران یہ کہ خود اس معشوق سے بھی جدائی ہو جاتی ہے پس خسر الدنیا والآخرہ ہو جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جب ایک مخلوق دوسری مخلوق پر عاشق ہوتا ہے وہ معشوق تھوڑے دنوں میں (ختم عمر پر) اپنے خالق کے پاس چلا جاتا ہے یہ عاشق مجازی محض احمق اور بندہ غیر ہے گویا ڈوب رہا ہے اس لئے کمزور چیزوں کو پکڑ رہا ہے (جیسا مشہور ہے الغریق تیشبث بالحشیش اور مخلوق کا کمزور ہونا ظاہر ہے) وہ اس کا معشوق حاکم (مطلق) تو ہے نہیں کہ اس کی (پورے طور سے) تیمارداری کرے (اور اس کو راحت ابدی دے سکے) وہ بے چارہ معشوق اپنے مالک حقیقی کے احکام (تکوینیہ یا تشریعیہ علی سبیل منع الخلو) بجا لائے یا اس عاشق کا کام کرے (یعنی خود ہی محتاج ومسخر قدرت ہے اس کو کیا راحت دے سکتا ہے) اسی واسطے مثل مشہور ہے کہ اگر برا کام کرنا ہو تو بی بی سے کرے (لونڈی سے کیا کرے) اور اسی واسطے منقول ہے کہ اگر چوری کرنا ہو تو موتی چرا دے (یعنی طلب مذموم بھی بڑی چیز طلب کے یہاں مقصود اس مثل سے ظاہر ہے کہ مخلوق ادنیٰ درجہ کی چیز ہے اپنی ہمت اس میں صرف نہ کرے کہ ادنیٰ بھی ہے اور مذموم بھی بلکہ حق تعالیٰ کا عاشق ہو کہ عالی بھی ہے اور محمود بھی) وہ معشوق مجازی تو حق تعالیٰ کا غلام تھا اپنے مالک کے پاس (مر کر) چلا گیا یہ عاشق مفارقت سے) زار و نزار رہ گیا جیسے بوئے گل گل کے پاس چلی گئی اور یہ مثل خار کے (خشک ولاغر) یعنی مخلوق نہ اس کے راحت پہنچانے پر قادر ہے نہ ہمیشہ اس کو اپنے وصل سے مسرور رکھنے پر یہ کتنا بڑا خسران ہے)

ہمچوں آں ابلہ کہ تاب آفتاب	دید بر دیوار و حیراں شد شتاب
اس احمق کی طرح جس نے سورج کی روشنی	دیوار پر دیکھی اور فوراً حیران ہو گیا
عاشق دیوار شد کایں باضیاست	بے خبر کاں عکس خورشید سماست
دیوار کا عاشق بن گیا کہ یہ پرنور ہے	یہ معلوم نہیں کہ یہ آسمان کے سورج کا عکس ہے
چوں باصل خویش پیوست آں ضیا	دید دیوار سیہ ماندہ بجا
جب وہ روشنی اپنی اصل سے جا ملی	دیکھا کالی دیوار اپنی جگہ پر کھڑی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

او بماندہ دور از مطلوب خویش	سعی ضائع، رنج باطل، پائے ریش
وہ اپنے مطلوب سے دور رہ گیا	محنت برباد تکلیف اکارت، پیر زخمی
ہمچو صیادے کہ گیرد سایۂ	سایہ کے گردد ورا سرمایۂ
(مجاز کا عاشق) اس شکاری کی طرح ہے جو سایہ کو پکڑے	سایہ اس کا سرمایہ کب بن سکتا ہے؟
سایۂ مرغے گرفتہ مرد سخت	مرغ حیراں گشتہ بر شاخ درخت
شکاری نے پرندے کے سایہ کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا	پرندہ درخت کی شاخ پر حیران تھا
کایں مدمغ بر کہ می خندد عجب	اینت باطل اینت پوشیدہ سبب
یہ بیہودہ دماغ، تعجب ہے کس پر ہنستا ہے؟	عجب! باطل ہے عجب! سبب پوشیدہ ہے

(یہ مثال ہے عشق مخلوق کی کہ) جیسے کوئی احمق دیوار پر آفتاب کی روشنی (یعنی دھوپ) کو دیکھ کر حیران رہ جائے اور دیوار پر عاشق ہو جائے کہ یہ خود منور ہے اور یہ خبر نہ ہو کہ یہ خورشید فلک کا عکس ہے جب وہ دھوپ اپنی اصل معدن میں جا ملی (یعنی غروب آفتاب سے دھوپ جاتی رہی) تو دیکھتا ہے کہ دیوار بجائے خود سیاہ ہو گئی اور یہ شخص اپنے مطلوب سے دور رہ گیا ساری مشقت و تکلیف (جو عشق دیوار میں اٹھائی تھی) بیکار اور ضائع گئی اور پاؤں زخمی ہے (جس سے معشوق کی تلاش میں دوڑے) یا جیسے کوئی صیاد سایہ صید کو پکڑتا ہو بھلا سایہ کب ذخیرہ ہو سکتا ہے بس سایۂ مرغ کو بڑے زور سے پکڑے بیٹھا ہے اور وہ مرغ (جس کا سایہ زمین پر پڑتا ہے) اور وہ درخت پر بیٹھا حیران دیکھ رہا ہے کہ یہ ماؤف الدماغ اوروں پر (ان کی کسی حماقت پر) کیا منہ لے کر ہنستا ہو گا کہ عجیب باطل چیز ہے (یعنی سایہ جس کو تھامے بیٹھا ہے) اور عجیب سبب خفی ہے (یعنی وہ مرغ کہ سبب ہے اس سایہ کا مطلب دونوں مثالوں کا یہ ہے کہ متبوع کو چھوڑ کر تابع کو طلب کرنا خسران ہے جیسا ان مثالوں میں ہے اسی طرح حق تعالیٰ کو کہ متبوع ہیں چھوڑ کر خلق کو تابع ہو طلب کرنا خسران ہے)

ور تو گوئی جزو پیوستہ کل ست	خار می خور خار پیوستہ گل ست
اگر تو کہے جزو کل سے وابستہ ہے	کانٹا کھا لے 'کانٹا' پھول سے ملا ہوا ہے
جزو یک رو نیست پیوستہ بکل	ورنہ خود باطل بدے بعث رسل
جزو پوری طرح کل سے جڑا ہوا نہیں ہے	ورنہ رسولوں کی بعثت بیکار ہوتی
چوں رسولاں از پئے پیوستن اند	پس چہ پیوندند شاں چوں یک تن اند
جبکہ رسول ملانے کے لئے ہیں	وہ کس چیز کو ملائیں گے جب ایک ہی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ جرے سخت دارد ایں کلام	ایں سخن پایاں ندارد اے غلام
اس لئے کہ یہ بات بہت کشش رکھتی ہے	اے لڑکے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے
روز بے گہ شد حکایت کن تمام	شرح کن حال عرب اے با نظام
دن بے وقت ہو گیا کہانی ختم کر	اے منتظم! بدوی کے حال کی تفصیل بتا

(اسمیں مضمون سابق پر ایک سوال و جواب ہے) یعنی اگر اعتراض کرو کہ جز و بھی تو کل سے ملا ہوا ہے (یعنی مخلوق کو بھی تو خالق سے ایک قسم کا تعلق اور اتصال ہے جس کو صوفیہ کی اصطلاح میں عینیت کہتے ہیں اس عینیت کے اعتبار سے مخلوق پر عاشق ہونا خالق پر ہوتا ہے پھر وہ مذموم کیوں ہے یہ اعتراض اس اصطلاح کے نہ جاننے سے پیدا ہوتا ہے اور یہی ہے وہ ضرر جو عوام کو عبارات تصوف کے سننے سے پہنچا ہے مولانا جواب دیتے ہیں کہ) اچھا تو پھر خار کھایا کرو کیونکہ خار کو بھی ایک قسم کا اتصال و تعلق گل کے ساتھ ہے (یہ جواب الزامی و مجمل ہونے کے تحقیقی و مفصل یہ ہے کہ) مخلوق من کل الوجود خالق کے ساتھ اتصال نہیں رکھتی (کہ ایک کا عاشق دوسرے کا ہو) ورنہ خود انبیاء علیہم السلام کا مبعوث ہونا بے کار ہو جاتا کیونکہ جب حضرات انبیا مخلوق کو خالق کے ساتھ ملانے کے واسطے آئے ہیں تو اگر پہلے ہی دونوں کمتن (یعنی متحد) ہیں (جیسا معترض کہتا ہے) تو پھر ملانے کس چیز کو آئے ہیں (پس خود دلیل ہے کہ مخلوق و خالق میں اتصال مطلوب معترض نہیں ہے) ف یہ جواب محتاج ہے کسی قدر شرح کا جاننا چاہیے کہ اتصال واتحاد تین معنی پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ ایک معنی لغوی کہ دو چیزوں کی ذات کا ذات میں مل جانا اور ایک ہو جانا یہ تو اللہ تعالیٰ کی جناب میں محال عقلی و نقلی ہے اور قائل ہونا اسکا الحاد و زندقہ ہے دوسرے معنے اصطلاحی جس کو عینیت کہتے ہیں یعنی ایک شے کا متبوع اور محتاج الیہ و موقوف علیہ ہونا اور دوسری کا محتاج و تابع و موقوف ہونا ایسا علاقہ تمام مخلوق کو خالق کے ساتھ ہے جیسا ایک جگہ اس کی مفصل بحث آ چکی ہے تیسرے معنی عرفی یعنی نسبت محبوبیت کا تعلق خاص دو شخصوں میں ہونا یہ علاقہ خاص مقبولان الٰہی کو اللہ تعالیٰ سے حاصل ہے پس اعتراض معترض کا بناء علی المعنی الاول ہے جو معنی ثانی کی غلط فہمی سے پیدا ہوا ہے پس جواب اصلی کے لئے معنی ثانی کی شرح کافی ہوتی کیونکہ محض محتاج ہونے سے لازم نہیں ہے کہ اس کا عشق عین عشق محتاج الیہ ہو جیسا بدیہی ہے مگر مولانا نے سہولت عوام کے لئے معنی ثالث پر جواب مبنی فرمایا جس کا حاصل یہ ہے کہ اتصال خلق و حق کا جو حکم کیا جاتا ہے اس میں اصطلاح دقیق کو تو تم سمجھ نہیں سکتے اس لئے یوں سمجھو کہ اس اتصال سے مراد معنی ثالث ہے جس کو تم محاورات میں بھی بولتے ہو بس جواب یہ ہوا کہ جب مراد اتصال سے یہ ہے تو یہ اتصال سب مخلوق کو حاصل نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کو اس اتصال کی تحصیل و تکمیل کے لئے بھیجا ہے پس جب یہ اتصال سب کو حاصل نہیں تو ہر مخلوق کا عشق خالق کا عشق کیسے ہو جائے گا البتہ اس سے یہ لازم ہے کہ جس مخلوق کو ایسا اتصال ہو جیسے انبیاء و اولیا ان سے محبت کرنا عین محبت حق تعالیٰ کی ہوگی سو یہ لازم صحیح اور منصوص قرآنی ہے من یطع الرسول فقد اطاع

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ اور مولانا کا کلام نص ہے اثبات تباین بین الخلق والحق میں اور اس تباین کا انکار توحید ملحدانہ کہلاتی ہے کذا سمعت عن مرشدی رحمہ اللہ تعالٰی۔ اب قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ) اس مضمون کی تو کہیں انتہا نہیں کیونکہ اس میں سخت پیچیدگی ہے اس لئے اس عرب کا حال کہو وقت تنگ ہوگیا ہے وہ حکایت پوری کرو۔

سپردن عرب ہدیہ خود بغلامان خلیفہ و شرح آں

بدوی کا اپنے تحفہ کو خلیفہ کے نوکروں کے سپرد کرنا اور اس کی تفصیل

بانقیباں حال خود را آں عرب	چوں بگفت او دید ہنگام طلب
بدوی نے اپنی حالت نقیبوں سے	جب کہی اور اس نے سوال کا موقع دیکھا
آں سبوئے آب را در پیش داشت	تخم خدمت را در آنحضرت بکاشت
وہ پانی کی ٹھلیا پیش کر دی	(اور) اس دربار میں خدمت کا بیج بو دیا
گفت ایں ہدیہ بداں سلطاں برید	سائل شہ را زحاجت وا خرید
بولا یہ تحفہ بادشاہ کے پاس لے جاؤ	بادشاہ کے بھکاری کو حاجت سے نجات دلاؤ
آب شیریں و سبوئے سبز و نو	زآب بارانی کہ جمع آمد بہ گو
میٹھا پانی ہے ٹھلیا سبز اور نئی ہے	بارش کا پانی ہے جو گڑھے میں جمع ہو گیا تھا
خندہ می آمد نقیباں را ازاں	لیکن پذ رفتند آنرا ہمچوں جاں
نقیبوں کو اس پر ہنسی آ رہی تھی	لیکن انہوں نے جان کی طرح اس کو قبول کر لیا
زانکہ لطف شاہ خوب باخبر	کردہ بود اندر ہمہ ارکاں اثر
اس لئے کہ اچھے باخبر بادشاہ کی مہربانی	سب کارکنوں میں اثر کئے ہوئے تھی
خوئے شاہاں در رعیت جا کند	چرخ اخضر خاک را خضرا کند
بادشاہوں کی عادت رعایا میں گھر کر لیتی ہے	سبز آسمان زمین کو سرسبز کر دیتا ہے
شہ چوں حوضے داں حشم چوں لولہا	آب از لولہ رود در گولہا
بادشاہ کو حوض اور خادموں کو ٹونٹیاں سمجھ	پانی ٹونٹیوں کے ذریعہ نالیوں میں جاتا ہے
چونکہ آب جملہ از حوضے ست پاک	ہر یکے آبے دہد خوش ذوقناک
جبکہ سب کا پانی پاک حوض کا ہے	ہر ایک (ٹونٹی) خوش ذائقہ پانی دیتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

وردراں حوض آب شورست وپلید	ہر یکے لولہ ہماں آرد پدید
اگر اس حوض میں کھارا اور ناپاک پانی ہے	ہر ٹونٹی سے وہی پانی نکلے گا
زانکہ پیوست ست ہر لولہ بحوض	خوض کن در معنیٔ ایں حرف خوض
کیونکہ ہر ٹونٹی حوض سے وابستہ ہے	ان حرفوں کے معنی میں خوب غور کر لے

یعنی جب عرب نے اپنا حال نقیبوں سے کہا اور دیکھا کہ اب طلب مقصود کا موقع ہے تو وہ گھڑا اٹھا کر سامنے رکھ دیا گویا تخم خدمت کو اس درگاہ میں بویا (کہ اب اس ہدیہ پر ثمرات مرتب ہوں گے) اور کہا کہ یہ ہدیہ سلطان کے پاس لے جاؤ اور سلطانی سائل کو یعنی مجھ کو) فقر و حاجت سے چھڑاؤ اور دیکھو پانی کیسا شیریں ہے اور گھڑا سبز رنگ اور نیا ہے اور یہ اس بارش کا پانی ہے جو گڑھے کے اندر جمع ہو گیا تھا نقیبوں کو ان باتوں سے ہنسی آتی تھی لیکن (براہ خوش اخلاقی) جان کی طرح اس کو قبول کر لیا کیونکہ سلطان خوشخو دانا کی صفت لطف کا سب ارکان دولت میں اثر ہو گیا تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) بادشاہوں کے اخلاق رعیت کے اندر متمکن ہو جاتے ہیں جیسا چرخ سبز رنگ (بارش سے) زمین کو سبز و تازہ کر دیتا ہے (یہ مثال محض شاعری ہے چونکہ زمین بارش میں محتاج آسمان کی ہے اس لئے اس کو بادشاہ اور اس کو رعیت قرار دے دیا) بادشاہ کی مثال ایسی سمجھو جیسے ایک بڑا حوض ہے اور خدم حشم جیسے اس میں نل لگے ہوں اور ان نلوں سے نالیوں میں پانی جاتا ہے اگر ان سب نلوں میں پانی پاک حوض سے آتا ہے تو وہ نل خوش مزہ پانی دیں گے اور اگر اس حوض ہی میں شور اور پلید پانی ہے تو ہر نل میں سے وہی نکلے گا کیونکہ وہ سب نل حوض کے متصل ہیں اس کلام کے مضمون میں خوب غور کر لو (وجہ شبہ مفہوم ہو جائے گی اور پانی مثال اخلاق کی ہے اور وجہ اس تاثیر کی صحبت معنویہ ہے جس میں غالب کا اثر مغلوب پر آتا ہے اسی بنا پر مشہور ہے الناس علی دین ملوکہم)

لطف شاہنشاہ جان بے وطن	چوں اثر کردست اندر کل تن
بے وطن جان کے بادشاہ کی مہربانی نے	پورے بدن میں کیا اثر کیا ہے!
لطف عقل خوش نہاد خوش نسب	چوں ہمہ تن را درآرد در ادب
پاک طبیعت، پاک نسب، عقل کی لطافت	کس طرح تمام بدن کو مہذب کر دیتی ہے
عشق شنگ بے قرار بے سکوں	چوں درآرد کل تن را در جنوں
شوخ، بے چین، بے قرار عشق	کس طرح سارے بدن کو جنون میں مبتلا کر دیتا ہے
لطف آب بحر کو چوں کوثر ست	سنگریزش جملہ در و گوہر ست
اس دریا کی لطافت کو دیکھ جو کوثر کی طرح ہے	اس کے سنگریزے سب موتی اور گوہر ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر ہنر کاستا بداں معروف شد	جان شاگردش بداں موصوف شد
جس ہنر میں استاد مشہور ہوتا ہے	اس کے شاگرد کی جان انکی سے موصوف ہوتی ہے
پیش استاد اصولی ہم اصول	خواند آں شاگرد چست باوصول
اصولی استاد کے سامنے اصول	پڑھتا ہے مستعد اور کامیاب شاگرد
پیش استاد فقیہ آں فقہ خواں	فقہ خواند نے اصول و نے بیاں
فقہ کا پڑھنے والا فقیہ استاد کے سامنے	فقہ پڑھتا ہے نہ (علم) اصول اور نہ (علم) بیان
پیش استادے کہ او نحوی بود	جان شاگردش از و نحوی شود
اس استاد کے سامنے جو نحوی ہو	شاگرد کی جان اس سے نحوی بن جاتی ہے
باز استادے کہ آں محورہ ست	جان شاگردش از و محوشہ ست
پھر وہ استاد جو راہ (خدا) میں محو ہے	اس کے شاگردوں کی جان شاہ میں محو ہو جاتی ہے
زیں ہمہ انواع دانش روز مرگ	دانش فقرست ساز راہ و برگ
علم کی ان قسموں میں سے مرنے کے دن (آخرت کے)	راستہ کا ساز و سامان علم فقر ہی ہے

تائید و توضیح ہے مضمون بالا کی یعنی) شاہ روح بے وطن (یعنی لامکانی) کی لطافت نے دیکھو تمام بدن میں کیسا اثر کیا ہے (کہ آثار حیات رگ رگ میں پھیل رہے ہیں اور عقل پاک نہاد خوش نسبت کو دیکھو تمام بدن (و جوارح) کو کس طرح ادب میں لے آتی ہے (یعنی تعلیم عقل سے حرکات میں ادب ظاہر ہوتا ہے چونکہ روح مجردات میں سے ہے اور عقل اس کے قویٰ میں سے ہے اس لئے روح کو لامکانی اور عقل کو خوش نسبت کہا کہ صفت کو موصوف سے نسبت ہوتی ہے؛ اور عشق کو دیکھو جو شوخ و بے قرار و بے سکون ہے کہ تمام بدن کو کس طرح (حرکات) جنون میں لے آتا ہے اور اس دریا کو دیکھو جو مثل کوثر کے ہے اس کے پانی کی لطافت سے اس کے تمام سنگریزے موتی اور جواہرات ہیں (غالباً حوض کوثر ہی مراد ہے چون بڑھانے میں مبالغہ ہو جاتا ہے کہ جب مشبہ کا یہ حال ہو تو اصل ایسا کیوں نہ ہوگا) اسی طرح جس فن میں استاد مشہور ہوتا ہے اس کا شاگرد بھی اسی سے متصف ہو جاتا ہے چنانچہ اصولی کے سامنے شاگرد مستعد اصول پڑھتا ہے اور فقیہ کے روبرو فقہ پڑھے گا نہ اصول اور نہ بیان اور جو نحوی ہوگا اس کے پاس رہنے سے شاگرد نحوی ہو جائے گا پھر جو استاد محو طریقت ہوگا اس کا شاگرد بھی شاہ حقیقی (کی زیارت) میں محو ہو جائے گا (اب یہاں سے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ گو یہ سب علوم مذکورہ کسی درجہ میں کمال ہیں لیکن) ان سب انواع علم میں موت کے وقت صرف علم فقر ہی سامان سفر (آخرت)

www.besturdubooks.wordpress.com

بن سکتا ہے (باقی سب الفاظ واصطلاحات ہیں جو یہاں ہی رہ جاتے ہیں اور علم احکام ظاہری و باطنی سب علم فقر میں داخل ہے چنانچہ تصوف کی تعریف کتب فن میں لکھی ہے معرفۃ طرق تعمیر الظاہر والباطن اگر شبہ ہو اوپر تو فقہ کا بھی ذکر ہے اس کا بیکار ہونا بھی لازم آتا ہے جواب یہ ہے کہ اوپر وہ فقہ مراد ہے جس پر عمل کرکے وسیلہ قرب نہ بنایا جائے ورنہ سب علوم مذکورہ محمودہ ہیں)

ماجرائے مرد نحوی در کشتی با کشتیبان و جواب دادن او

ملاح کے ساتھ کشتی میں نحوی کا قصہ اور اس کا جواب دینا

آں یکے نحوی بہ کشتی در نشست	رو بکشتیباں نہاد آں خود پرست
ایک نحوی کشتی میں سوار ہوا	اس متکبر نے ملاح کا رخ کیا
گفت ہیچ از نحو خواندی گفت لا	گفت نیم عمر تو شد در فنا
بولا تو نے کچھ نحو پڑھی ہے؟ اس نے کہا نہیں	اس نے کہا، تیری آدھی عمر برباد ہوئی
دل شکستہ گشت کشتیباں زتاب	لیک آں دم گشت خاموش از جواب
رنج سے ملاح کا دل ٹوٹ گیا	لیکن اس وقت جواب سے خاموش رہا
باد کشتی را بگردابے فگند	گفت کشتیباں بداں نحوی بلند
ہوا نے کشتی کو بھنور میں ڈال دیا	ملاح نے بلند آواز سے نحوی سے کہا
ہیچ دانی آشنا کردن بگو	گفت نے از من تو سباحی مجو
تو کچھ تیرنا جانتا ہے بتا	اس نے کہا تو مجھ سے تیراکی کی امید نہ کر
گفت کل عمرت اے نحوی فناست	زانکہ کشتی غرق ایں گردابہاست
اس نے کہا، اے نحوی! تیری ساری عمر برباد ہے	اس لئے کہ کشتی ان بھنوروں میں ڈوب رہی ہے

(علم فقر کے بوقت موت کارآمد ہونے کی مثال میں حکایت لائے ہیں کہ) ایک نحوی کشتی میں بیٹھا اور کشتی بان کی طرف متوجہ ہو کر وہ خود پرست پوچھنے لگا کہ کیوں جی کچھ نحو بھی پڑھی ہے اس نے کہا کوئی نہیں کہنے لگا واہ آدھی عمر یوں ہی غارت ہوئی وہ بے چارہ دل شکستہ ہو کر پیچ وتاب کھانے لگا مگر اس وقت جواب سے خاموشی اختیار کی اتفاق سے ہوا نے کشتی کو کسی گرداب میں جاڈالا اسی وقت کشتی بان نے پکار کر اس نحوی سے پوچھا کہ کیوں جی کچھ تیرنا بھی آتا ہے کہو تو کہنے لگا کوئی نہیں مجھ سے سباحی کے جویاں مت ہو اس نے کہا واہ میاں نحوی صاحب آپ کی ساری عمر غارت ہوئی کیونکہ کشتی اس گرداب میں ڈوبا چاہتی ہے (آگے تقریر تطبیق ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

محوی باید نہ نحو ایں جابداں	گرتو محوی بے خطر درآب راں
اس جگہ محویت چاہئے نہ کہ نحو سمجھ لے	اگر تو محو ہے بے خطر سمندر میں کود جا
آب دریا مردہ را بر سرنہد	وربود زندہ ز دریا کے رہد
دریا کا پانی مردے کو سر پر اٹھا لیتا ہے	اگر زندہ ہو تو دریا سے کب بچ سکتا ہے؟
گر بمردی تو ز اوصاف بشر	بحر اسرارت نہد بر فرق سر
اگر تو بشری خصلتوں سے مردہ ہو جائے	اسرار کا سمندر تجھے سر پر اٹھا لے گا
اے کہ خلقا نرا تو خرمی خواندۂ	ایں زماں چوں خر بریں یخ ماندۂ
اے (وہ) کہ مخلوق کو تونے گدھا کہا ہے	تو اب گدھے کی طرح اس برف میں پھنسا ہے
گر تو علامہ زمانی در جہاں	نک فنائے ایں جہاں بیں ایں زماں
اگر تو دنیا میں علامۂ زماں ہے	اب دنیا کے فنا ہونے کو دیکھ
مرد نحوی را ازاں در دوختیم	تا شمارا نحو محو آموختیم
نحوی انسان کا قصہ ہم نے اس لئے منسلک کر دیا ہے	تاکہ تمہیں فنا کا طریقہ سکھا دیں
فقہ فقہ و نحو نحو و صرف صرف	در کم آمد یابی اے یار شگرف
فقہ کا فقہ اور نحو کی نحو اور صرف کی صرف	اے بھلے یار! تو فنا میں پائے گا

(یہ تقریر ہے تطبیق کی یعنی جس طرح وہاں علم شناوری کی ضرورت تھی نحو کی ضرورت نہ تھی اسی طرح) یہاں (یعنی قطع راہ حق میں) علم محو (علم فنا) کی ضرورت ہے نحو کی ضرورت نہیں اگر تم محو ہو چکے ہو تو بے خطر اپنے کو (بحر طریقت یعنی راہ حق واسرار وسلوک کے) پانی میں ڈال دو کیونکہ آب دریا مردہ کو اپنے اوپر اٹھا لیتا ہے (جیسا مشاہدہ ہے اور اگر زندہ ہو تو دریا (میں غرق ہونے) سے چھوٹنا مشکل ہے اسی طرح اگر تم اوصاف بشریہ ذمیمہ) سے فنا ہو چکے ہو تو بحر اسرار (بالتفسیر المذکور) تم کو اپنے سر پر اٹھا لے گا (اور کچھ خطرہ نہ ہوگا اے شخص تم تمام مخلوق کو (نشۂ علم ری میں) گدھا کہا کرتے تھے اب (مرتے وقت) گدھے کی طرح خود (حب مال وجاہ کے) یخ میں کیوں پھنس رہے ہو (جس سے جان رجوع الی اللہ سے اٹک رہی ہے اب وہ تمہارا علم کام کیوں نہیں آتا) اگر تم دنیا میں علامۂ دہر تھے تو کیا اب دیکھو اس وقت یہ دنیا (تمہارے اعتبار سے) فنا ہو رہی ہے (کما قال علیہ السلام من مات فقد قامت قیامتہ) ہم نے نحوی کا قصہ اس لئے بیان کیا ہے کہ تم کو محو کا طریقہ بتلایا ہے (یعنی اس کی تحصیل کی ترغیب دی ہے) فقہ اور نحو اور صرف ان سب کا مغز اور مقصود محویت میں حاصل ہوگا (یعنی ان سب سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہی مقصود ہونا چاہیے سو علم احکام تو اس کا خود واسطہ قریب ہے اور علوم الٰہیہ بواسطۂ علم احکام کے اس کا واسطہ ہیں ورنہ پھر یہ سب بیکار ہے جیسا اوپر شعر زین ہمہ الخ میں کہا ہے اور جو احقر نے فقد کی توجیہ کی تھی یہ تقریر اس کی مؤید ہے کہ یہ علوم اگر وسیلۂ قرب ہو جائیں تو محمود ہیں ورنہ بیکار)

آں سبوئے آب دانشہائے ماست	واں خلیفہ دجلۂ علم خداست
وہ پانی کی ٹھلیا ہمارے علوم ہیں	اور وہ خلیفہ خدا کے علم کا دجلہ ہے
مابسوہا پر بدجلہ می بریم	گرنہ خردانیم خود را ماخریم
ہم ٹھلیاں بھر کر دجلہ کی طرف لے جا رہے ہیں	اگر ہم اپنے آپ کو گدھا نہ سمجھیں تو گدھے ہیں
بارے اعرابیؔ بداں معذور بود	کوز دجلہ غافل و بس دور بود
اب سمجھ لے کہ وہ بدوی تو اس بارے میں	کیونکہ وہ دجلہ سے غافل اور بہت دور تھا
گرز دجلہ باخبر بودے چوما	او نبردے آں سبو را جابجا
اگر وہ ہماری طرح دجلہ سے باخبر ہوتا	تو وہ ٹھلیا کو منزل بمنزل نہ لے جاتا
بلکہ از دجلہ اگر واقف بدے	آں سبورا برسر سنگے زدے
بلکہ اگر دجلہ سے واقف ہوتا	تو وہ ٹھلیا کو پتھر پر مار دیتا
آں سبوئے تنگ پرناموس و ننگ	شد حجاب بحر برزن آں بسنگ
وہ مختصر ٹھلیا شرم اور ذلت سے بھری ہوئی	وہ سمندر (علوم معرفت) کا حجاب بن گئی اس کو پتھر پر پٹخ دے

(واں خلیفہ بحذف مضاف یعنی دجلۂ خلیفہ۔ یہ مرتبط ہے قصہ کے اس شعر سے آن سبوئے آب را در پیش داشت الخ بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ) وہ سبوئے آپ مثال ہمارے علوم کی ہے (یہ تسامحاً فرمایا مطلب یہ کہ سب مثال ہماری ہستی کی ہے اور اس کا آب مثال ہمارے علم کی ہے) اور وہ دجلۂ خلیفہ مثال دجلہ علم خدا کی ہے (یعنی خلیفہ مثال خدا تعالیٰ کی) اور دجلہ مثال علم خدا تعالیٰ کی) ہم لوگ (اس اعرابی کی طرح) گھڑے بھر بھر کر دجلہ کے پاس لے جاتے ہیں (یعنی اپنی حقیر ہستی کو علوم و کمالات ناچیز سے مزین کر کے علم و کمال خداوندی کے روبرو دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ ہمارے اوصاف ہیں) اگر (اس حالت میں) ہم اپنے کو خر نہ سمجھیں تو بے شک خر ہیں خیر اعرابی تو اس لئے معذور بھی تھا کہ وہ دجلہ سے بے خبر اور دور تھا اگر ہماری طرح (کہ علم و کمالات خداوندی سے بقدر استعداد واقف ہیں) وہ باخبر ہوتا تو ان سب کو ہرگز جابجا نہ لے جاتا بلکہ اگر دجلہ کی اس کو خبر ہوتی تو ان سب کو پتھر پر دے مارتا (مگر افسوس ہم نے اپنی ہستی و اوصاف کو فنا نہ کر دیا چونکہ تمہارا ابھی یہ سبھی ہستی جو کہ تنگ اور پرناموس و

www.besturdubooks.wordpress.com

تنگ ہے، بحر (کمالات حق) سے حجاب ہے (کہ اس طرف کی توجہ ادھر سے مانع ہے اس لئے اس کو (مجاہدہ کے) پتھر پردے مارو (کہ فنا ہو جائے اور مانع مرتفع ہو جائے اور ایسی ہستی کا تنگ و پر ناموس و ننگ ہونا ظاہر ہے)

قبول کردن خلیفہ ہدیہ را وعطا فرمودن باکمال بے نیازی ازاں ہدیہ

خلیفہ کا ہدیہ کو قبول کرنا اور بخشش کرنا اس ہدیہ سے پوری بے نیازی کے باوجود

چوں خلیفہ دید و احوالش شنید	آں سبو را پرز زر کردز مزید
جب خلیفہ نے (اسکو) دیکھا اور اس کے حالات سنے	اس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر دیا بلکہ اور زیادہ دیا
آں عرب را کرد از فاقہ خلاص	داد بخششہا و خلعتہائے خاص
اس بدوی کو فاقہ (تنگی) سے نجات دی	(اس کو) بخششیں اور خاص شاہی جوڑے دیئے
پس نقیبے را بفرمود آں قباد	آں جہان بخشش و آں بحر داد
پھر اس عالیجاہ بادشاہ نے نقیب کو حکم دیا	اس جہان بخشش اور عطا کے سمندر نے
کایں سبو پرزر بدست او دہید	چونکہ واگردد سوئے دجلش برید
کہ اس ٹھلیا کو اشرفیوں سے بھر کر اس کو دیدو	جب واپس لوٹے تو اس کو دجلہ کی جانب لے جاؤ
ازرہ خشک آمدست و آں سفر	از رہ دجلش بود نزدیک تر
وہ خشکی کے راستہ سے آیا ہے اور سفر	دجلہ کے راستہ سے اس کے لئے زیادہ قریب ہوگا
چوں بکشتی در نشیند رنج راہ	خود فراموشش شود آں جایگاہ
جب وہ کشتی میں بیٹھے گا راستہ کی تکلیف	اس جگہ وہ بھول جائے گا
ہمچناں کردند و داد ندش سبو	پر زرو بردند تا دجلہ دو تو
انہوں نے ایسا ہی کیا اور اس کو ٹھلیا دیدی	اشرفیوں سے بھری ہوئی اور اسکو دوبالا (لطف کیساتھ) دجلہ کی طرف لے گئے
چوں بکشتی در نشست و دجلہ دید	سجدہ می کرد از حیا و می خمید
جب وہ کشتی میں بیٹھا اور اس نے دجلہ دیکھا	شرم سے سجدہ کرتا تھا اور جھکتا تھا
کاے عجب لطف آں شہ وہاب را	واں عجب تر کوستد آں آب را
کہ تعجب ہے اس لکھ بخش بادشاہ کی مہربانی پر	اور اس پر زیادہ تعجب ہے کہ وہ پانی (کا ہدیہ) قبول کر لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں پذیرفت از من آں دریائے جود	آنچناں نقد دغل را زود زود
اس دریائے سخا نے کیسے قبول کر لیا؟	بہت جلد اس جیسے کھوٹے سکے کو

یعنی جب خلیفہ نے اس کو دیکھا اور اس کا حال سنا تو ان سب کو اشرفیوں سے پر کر دیا اور مزید براں اور بھی دیا اور اس عرب کو فاقہ سے رہائی دی اور بہت سے انعام اور خاص خلعت دیئے اس کے بعد ایک نقیب کو اس بادشاہ عظیم الشان نے جو کہ عالم بخشش اور دریائے عطا تھا حکم دیا کہ یہ سب پر دینار اس کے حوالہ کر دو اور جب واپس جانے لگے تو اس کو دجلہ کی طرف سے لے جاؤ کیونکہ خشکی کی راہ سے اور بڑے سفر سے آیا ہے دجلہ کی طرف سے مسافت کم پڑے گی اور نیز جب کشتی میں بیٹھے گا تو اس جگہ بیٹھ کر تھکان سفر بھی فراموش ہو جائے گا غرض خدا نے ایسا ہی کیا اور اس کو وہ گھڑا دے دیا جو اشرفیوں سے پر تھا اور دجلہ کی طرف لے گئے جو کہ دوہرا لطف تھا (کہ دولت بھی ملی اور تفریح بھی) جب وہ کشتی میں بیٹھا ہے اور دجلہ دیکھا ہے تو بس یہ حال تھا کہ مارے شرم کے سجدہ کی طرح پیشانی زمین سے لگ لگ جاتی تھی اور دوہرا ہوا جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اس شاہ وہاب کے عجیب الطاف ہیں اور سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ اس نے ایسا پانی قبول کر لیا یا اللہ اس دریائے جود نے مجھ سے ایسا کھوٹا مال خوشی خوشی کس طرح قبول کر لیا (اس میں اشارہ ہے الطاف حق کی طرف کہ اسی طرح بندہ کے اعمال کو جو ان کی عظمت وشان کے روبرو محض ہیچ ہیں اپنے فضل وکرم سے قبول فرما لیتے ہیں اور مالا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطرت علے قلب بشر عطا کرتے ہیں)

کل عالم را سبو داں اے پسر	پر شدہ از لطف و خوبی تا بسر
اے بیٹا! پوری دنیا کو ٹھلیا سمجھ	جو لطف اور خوبی سے کناروں تک بھری ہوئی ہے
قطرۂ از دجلہ خوبی اوست	کاں نمی گنجد ز پری زیر پوست
(یہ ٹھلیا) اس کی خوبی کے دجلہ کی ایک بوند ہے	جو اپنے پر ہونے پر پھولا نہیں سماتا ہے
گنج مخفی بدز پری چاک کرد	خاک را تاباں تر از افلاک کرد
چھپا ہوا خزانہ تھا جو فراوانی کی وجہ سے پھٹ پڑا	جس نے خاک کو افلاک سے (بھی) زیادہ روشن کر دیا
گنج مخفی بدز پری جوش کرد	خاک را سلطان اطلس پوش کرد
وہ چھپا ہوا خزانہ تھا فراوانی کی وجہ سے اس نے جوش مارا	مٹی کو اطلس پوش بادشاہ بنا دیا

(اس میں اعادہ ہے اس تشبیہ سابق کا کہ ہماری ہستی وکمالات مثل سب آب کے ہیں اور کمالات الٰہیہ مثل دجلہ کے زیادت توضیح کے لئے اعادہ فرمایا ہے) یعنی تمام عالم (کی ہستی) کو مثل سبھی کے سمجھو کہ (گو) لطف و خوبی سے سر بسر پر ہے (مگر) حق تعالیٰ کے دجلۂ خوبی کے سامنے ایک قطرہ ہے (یعنی محض ہیچ اور لاشے ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ (وسعت میں) اس خوبی حق کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی چیز پوست میں بھری ہو مگر اس میں گنجائش نہ ہو (اور اس سے نکلی پڑتی ہو) دوسری مثال جیسے مثلاً ایک گنج زیر زمین مخفی تھا اور بہت پر ہونے سے (زمین کو) چاک کر کے نکل پڑا اور اپنی چمک دمک) سے زمین کو افلاک سے بھی زائد تاباں کر دیا یعنی اس گنج مخفی نے بہت پر ہونے سے جوش کیا اور زمین کو ایسا (روشن) کر دیا جیسے کوئی سلطان اطلس پوش ہو (وجہ تشبیہ صرف دو ہیں وسعت و تقاضائے ظہور و بس اور نعوذ باللہ اضطرار میں تشبیہ نہیں ہے کہ وہ اضطرار سے منزہ ہیں اور گنج مخفی سے تشبیہ دینے میں اشارہ ہے قول مشہور کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعراف فخلقت الخلق اس قول کی کوئی سند صحیح تو نظر سے نہیں گزری مگر مضمون قواعد شرعیہ کے موافق ہے کیونکہ مخفی مرادف باطن کا ہے اور مثال دینا واجب کو ممکن سے خود منصوص قرآنی ہے عبادت کے لئے مخلوق کا پیدا ہونا ثابت ہے معرفت عبادت میں داخل ہے تو معرفت مقصود و خلق ہوئی اور خلق پر ارادہ کی تقدیم یقینی اور معرفت کا خیر ہونا مسلم اور محبت کا حاصل ارادۂ خیر ہونا معلوم پس اس سے مجموعہ مضمون مذکور کا حاصل ہو گیا اور خاک سے اشارہ ہر طرف انسان کے جس میں جزو غالب خاک ہے اور اس میں اشارہ ہے مسئلہ مشہورہ فن کی طرف کہ اللہ تعالیٰ مع ذات وصفات کے جمیل ہیں جیسا حدیث میں اللہ جمیل اور جمال مقتضی ہوتا ہے ظہور کو یعنی ظہور اس کے مناسب ہے اللہ تعالیٰ حکیم ہیں اس امر مناسب کی رعایت سے بالاختیار مخلوق کو پیدا کیا جس سے اپنے افعال کا اور ان کے واسطہ سے اپنے صفات کا اور ان کے واسطہ سے اپنی ذات کا ظہور فرمایا پھر مخلوقات میں زیادہ اختصاص انسان کو دیا حتیٰ کہ خاص بندوں کو اپنی صفات کا فیض خاص عطا فرمایا جیسا حدیث بیہقی میں ہے قال تعالیٰ اعطیتہم من حلمی وعقلی اے علمی اسی لئے اس کو مظہر اتم یعنی باضافت دوسری مخلوقات کے کہتے ہیں اور اس جمال مطلق و کامل کے لوازم میں سے ہے وسعت کیونکہ غیر وسیع محدود کا جمال بھی محدود و غیر کامل ہوگا اس لئے تشبیہات مذکورہ میں وسعت کو مقتضی ظہور کہنا اور تحقیق مشہور میں جمال کو مقتضی کہنا باہم متنافی نہیں ہیں خوب سمجھ لو)

ور بدیدے قطرہ از دجلہ خدا	آں سبورا او فنا کردے فنا
اگر (کوئی) خدا کے دجلہ کا ایک قطرہ دیکھ لیتا	اس ٹھلیا کو وہ بالکل فنا کر دیتا
آنکہ دیدندش ہمیشہ بے خودند	بیخودانہ برسبو سنگے زدند
جنہوں نے اس کو دیکھا ہے وہ ہمیشہ بے خود ہیں	انہوں نے بیخودوں کی طرح ٹھلیا پر پتھر مار دیا ہے
اے ز غیرت برسبو سنگے زدہ	آں سبو ز اشکست کامل تر شدہ
اے وہ جس نے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا ہے	وہ ٹھلیا ٹوٹنے سے اور مکمل ہو گئی ہے
خم شکستہ آب از و نا ریختہ	صد درستی زیں شکست انگیختہ
ٹھلیا ٹوٹ گئی ، اس کا پانی نہیں بہا	اس شکستگی سے سینکڑوں درستیاں پیدا ہو گئی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

جزو جزو خم برقص ست و بحال	عقل جزوی رانموده ایں محال
ٹھلیا کا ٹکڑا ٹکڑا رقص اور حال میں ہے	ناقص عقل کو یہ ناممکن نظر آتا ہے
نے سبو پیدا دریں حالت نہ آب	خوش ببیں واللہ اعلم بالصواب
اس حالت میں اس کے سامنے نہ ٹھلیا ہے نہ پانی	اچھی طرح سمجھ لے اور اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے

یہ تفریع ہے تشبیہ سابق پر یعنی جب ہر شخص کی ہستی و کمالات ہستی و کمالات حق کے سامنے ایسی ناچیز ہے جیسے دجلہ اور آب دجلہ کے روبرو سبھی اور آپ سبھی پس) اگر وہ شخص (جو مدعی کمالات ہے) دجلہ خداوندی سے ایک قطرہ بھی دیکھ لیتا (یعنی ایک شمہ بھی وجود کمالات الہیہ میں سے اس کو منکشف ہوجاتا کیونکہ احاطہ ممکن کا واجب کو تو محال ہی ہے) تو اپنے سبھی (یعنی ہستی و کمال) کو بالکل فنا کرڈالتا (یعنی ایسی ریاضت کرتا کہ ذوقا وحالاً اس کو کالعدم دیکھتا) اور جن لوگوں کو اس ہستی و کمال حق کا انکشاف ہوگیا ہے بے خودوں کی طرح انہوں نے سبھی ہستی کو سنگ مجاہدہ پردے مارا ہے (اب اہل فنا کو خطاب کرتے ہیں کہ) اے شخص جس نے براہ غیرت (کہ وجود واجب کے روبرو وجود ممکن پائیداری کے قابل نہیں) سبھی پر پتھر ماردیا ہے (مغموم مت ہونا) کیونکہ وہ سبھی اس شکست سے اور زیادہ کامل ہوگیا ہے (کیونکہ فناء عن الصفات البشریہ کو بقاء بالصفات الالٰہیہ لازم ہے) یہ خم ہستی شکستہ ہوگیا اور اس میں سے پانی نہیں گرا (یعنی فنائے ہستی سے صفات کامل زائل نہیں ہوئیں بلکہ) صدہا درستی اس شکست سے پیدا ہوگئی (کیونکہ اب علوم کمالات وہبیہ عطا ہوئے) اس خم ہستی کا ایک ایک جزو (شکستہ ہونے کے بعد) رقص وحالت میں ہے (کیونکہ اس شخص کے رگ رگ میں اثر نور اور محبت و معرفت کا سرایت کرجاتا ہے جیسا حدیث میں ہے اجعل فی قلبی نوراً و شعری نوراً و دمی و عصبی و لحمی و عظمی و بشری و فوقی و تحتی الی ان قال و اجعلنی نوراً) مگر عقل ناقص (یعنی عقل فلسفی و عقل معاش و مقید بعلوم رسمیہ) کو یہ امر محال معلوم ہوتا ہے (کیونکہ یہ لوگ ان حالات واذواق کے منکر ہیں) اور اس حالت (فناء) میں نہ سبوئے ہستی نظر آتا ہے نہ آب علم و کمالات اس کو اچھی طرح غور سے سمجھو واللہ اعلم بالصواب (یعنی اپنی ہستی و کمالات کی طرف التفات نہیں ہوتا صرف توجہ الی اللہ والی صفات رہ جاتی ہے اسی لئے نے سبو پیدا کہا ہے نے سبو باقی نہیں کہا شرح اس کی دیباچہ کتاب ہذا میں گزری ہے)

چوں در معنی زنی بازت کنند	پر فکرت زن کہ شہبازت کنند
تو جب معنی کا دروازہ کھٹکھٹائے گا تیرے لئے کھول دیں گے	فکر کا پر پکڑ پھڑا تجھے شہباز بنا دیں گے
پر فکرت شد گل آلود و گراں	زانکہ گل خواری ترا گل شد چو ناں
تیرے فکر کا پر مٹی میں سن گیا ہے اور بھاری ہو گیا ہے	کیونکہ تو مٹی کھانے والا ہے تیرے لئے مٹی روٹی کی طرح بن گئی ہے
ناں گل ست و گوشت کمتر خوراز یں	تا نمانی ہمچو گل اندر زمیں
روٹی اور گوشت مٹی ہے اس کو کم کھا	تاکہ مٹی کی طرح تو زمین میں نہ رہ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

خاک می خوردیم عمرے در غذا	خاک مارا خورد آخر در جزا
ہم غذا میں تمام عمر مٹی کھاتے رہے	آخر کار بدلہ میں مٹی نے ہمیں کھا لیا
چوں گرسنہ می شوی سگ میشوی	تند و بد پیوند و بدرگ می شوی
جب تو بھوکا ہوتا ہے کتا بن جاتا ہے	تو بدمزاج بداخلاق بدخصلت ہو جاتا ہے
چوں شدی تو سیر مردارے شدی	بے خبر چوں نقش دیوارے شدی
جب تیرا پیٹ بھر جاتا ہے تو مردہ ہو جاتا ہے	دیوار کی تصویر کی طرح بے خبر ہو جاتا ہے
پس دمے مردار دیگر دم سگی	چوں کنی در راہ شیراں خوش تگی
پس ایک وقت تو مردار ہے اور دوسرے وقت تو کتا ہے	تو شیروں کے راستہ میں کب خوش رفتار ہو سکتا ہے؟
آلت اشکار خود جز سگ مداں	کمترک انداز سگ را استخواں
اپنے شکار کے ذریعہ کو کتے کے سوا کچھ نہ سمجھ	کتے کو ہڈی کم ڈال
زانکہ سگ چوں سیر شد سرکش شود	کے سوئے صید و شکارے خوش دود
اس لئے کہ کتا جب پیٹ بھر جاتا ہے وہ سرکش	پھر صید اور شکار کی طرف اچھی طرح کب دوڑتا ہے؟

اوپر اسرار بیان فرما کر کہا تھا کہ عقل جزوی پر ان اسرار کا انکشاف نہیں ہوتا اب اس انکشاف کا طریقہ اور مانع انکشاف کا بیان کرتے ہیں کہ) اگر تم معانی (و اسرار) کا دروازہ کھٹکھٹاؤ تو تمہارے لئے کھول دیا جائے (یعنی اسرار کو اس کے طریقہ سے کہ وہ ریاضت ہے طلب کرو تو انکشاف ہو) اور ذرا پر فکر کو ہلاؤ کہ تم کو شہباز بنا دیا جائے (یعنی مراقبات سے عروج روحانی کا قصد کرو کہ استعداد عروج حاصل ہو) مگر تمہارا پر فکر تو بالکل (تلذذات دنیویہ سے) گل آلودہ اور گراں ہو رہا ہے کیونکہ تم گل خوار ہو اور گل تمہاری غذا روٹی کی طرح بن گئی ہے اور گل سے مراد یہی نان وگوشت (لذات دنیویہ) ہیں ان کو ذرا کم کھایا کرو (یعنی تقلیل حظوظ کرو) تا کہ گل کی طرح زمین ہی میں نہ رہ جاؤ (یعنی عمر بھر اسی میں توجہ مبذول رہے اور عالم سفلی میں گرفتار رہو اور یہ لذات موجب افسردگی فکر محمود ہو جائیں) ہم لوگ (مراد تم لوگ) عمر بھر غذا میں خاک (یعنی لذائذ دنیویہ) کھاتے رہے آخر (نتیجہ یہ ہوا کہ ہم کو خاک کھا گئی (یعنی مر کھپ گئے وہ لذائذ ہم کو نافع نہ ہوئیں) تمہاری حالت یہ ہے کہ اگر گرسنہ ہوتے ہو تو سگ ہو جاتے ہو (اور جھنجھلاہٹ میں) تندخو اور بدخلق اور بدرگ ہو جاتے ہو اور اگر شکم سیر ہوتے ہو تو مردار کی طرح بے خبر مثل نقش دیوار ہو جاتے ہو غرض بعض اوقات میں مردار اور بعض اوقات میں سگ رہتے ہو تو پھر شیروں کے (یعنی سالکین کی) راہ میں کس طرح دوڑ سکتے ہو (مطلب یہ ہے کہ بدوں ریاضت و تہذیب نفس کے جوع اور شبع دونوں مضر ہیں چنانچہ مشاہدہ ہے اس لئے طریقہ کے موافق (کہ اتباع شیخ و خلوص نیت و عزم سلوک اس کے شرائط میں سے ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

ریاضت میں کوشش کرو چنانچہ فرماتے ہیں کہ (اپنے آلہ شکار کو کتے سے زیادہ مت سمجھو (یعنی تمہارے قوائے نفسانیہ وجسمانیہ اس لئے بنائے گئے ہیں کہ ان کو زیر حکومت عقل رکھ کر ان اعمال وطاعت میں جن میں ان قویٰ کی ضرورت ہے صرف کیا جائے پس مثل سگ شکاری کے ہوئے) پس تم سگ کے روبرو ذرا تھوڑی استخوان ڈالا کرو کیونکہ اگر یہ سگ زیادہ سیر شکم ہو گیا تو سرکشی کرنے لگے گا پھر صید کی طرف کب خوشی سے دوڑے گا (یعنی زیادہ لذات وآرام میں مشغول ہونے سے یہ قویٰ طاعات میں گئی یا سستی کرنے لگیں گے جیسا مشاہد ہے اور لفظ کمتر ک میں اشارہ ہے کہ مراد تقلیل ہے نہ ترک محض ورنہ زیادہ ضعف قویٰ سے بھی ضرر ہوتا ہے)

آں عرب را بے نوائی می کشید	تابداں درگاہ وآں دولت رسید
اس بدوی کو بے سروسامانی کھینچ لائی	یہاں تک کہ وہ اس درگاہ اور اس دولت تک پہنچ گیا
در حکایت گفتہ ام احسان شاہ	در حق آں بے نوائے بے پناہ
میں نے قصہ میں بادشاہ کے احسان کا ذکر کیا ہے	(جو) اس بے نوا اور بے پناہ کے حق میں (کیا گیا)
ہر چہ گوید مرد عاشق بوئے عشق	از دہانش می جہد در کوئے عشق
عاشق انسان جو کچھ کہتا ہے عشق کی خوشبو	عشق کے کوچہ میں اس کے منہ سے مہک جاتی ہے
گر بگوید فقہ فقر آید ہمہ	بوئے فقر آید ازاں خوش دمدمہ
اگر وہ فقہ کی بات کرتا ہے سب فقر ہوتا ہے	اس خوش گفتاری سے فقر کی خوشبو آتی ہے
ور بگوید کفر آید بوئے دیں	آید از گفت شکش بوئے یقیں
اگر وہ کفر (کی بات) کہتا ہے دین کی خوشبو آتی ہے	اس کے شک کی بات سے بھی یقین کی خوشبو آتی ہے
ور بگوید کژ نماید راستی	اے کژی کہ راست را آراستی
اگر ٹیڑھی بات کہے تو سیدھی نظر آئے	اے کجی (تو خوب ہے) کہ تو نے سیدھی بات کو آراستہ کر دیا ہے
کف کژ کز بحر صافی خاست ست	اصل صاف آں فرع را آراست ست
ٹیڑھا جھاگ جو صاف دریا سے پیدا ہوتا ہے	صاف اصل نے اس فرع کو آراستہ کر دیا ہے
آں کفش را صافی ومحقوق داں	ہمچو دشنام لب معشوق داں
اس کے اس جھاگ کو صاف اور صحیح سمجھ	معشوق کے منہ کی گالی کی طرح سمجھ
گشت ایں دشنام نامطلوب او	خوش زبہر عارض محبوب او
اس کی ناپسندیدہ گالی (بھی)	اس کے محبوب چہرے کی وجہ سے اچھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(اور چند جگہ اس قصہ ظاہری کی تطبیق باطنی حالات پر فرمائی ہے اور آئندہ بھی آتی ہے۔ ہم عرب ماہم سبو الخ۔ پس ان اشعار میں اسی تطبیق کی تائید اور تطبیق آئندہ کی تمہید ہے اور مقصود یہ ہے کہ محققین کے کلام میں ہمیشہ مقاصد و معانی پر نظر رکھنا چاہیے ظاہر کو نہ دیکھنا چاہیے نہ خود ظاہر حکایت کو اور نہ ان الفاظ کو جو ان معانی کے بیان کرنے میں نامناسب یا موہم آ جائیں) یعنی اس عرب کو بینوائی اس درگاہ اور دولت تک کھینچ کر لے گئی اور اس بینوا بے پناہ کے حق میں جو احسان بادشاہ کا ہوا (اس کو ہم نے) صورت) حکایت میں بیان کیا ہے (لیکن مقصود اس سے بندہ اور حق تعالیٰ کے معاملہ کا بیان کرنا ہے کہ اسی طرح بینوائی پر وہ رحم فرماتے ہیں طلب شرط ہے اور حکایت سے اس مضمون کے مقصود ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم تو عاشق حق ہیں) اور عاشق جو بات کہے گا (گو وہ معمولی ہو مگر) اس کے منہ سے مقام عشق میں عشق ہی کی خوشبو نکلے گی (اس لئے ہماری حکایات میں بھی معاملات محب و محبوب مقصود ہوں گے) عاشق اگر فقہ کی بات کرے گا وہ بھی فقر ہی کی ہوگی اور اس جوش کلام سے بوئے فقر آئے گی) کیونکہ مقصود اس کا اس علم سے تحقیق مرضیات و نامرضیات محبوب ہوگا پس ہر مسئلہ سے اس کی غرض یہ ہوگی کہ اس امر سے محبوب راضی ہے اس سے ناراض اور یہی فقر ہے) اور اگر وہ (ظاہرا) کفر کی بات کہے گا تو اس سے بوئے دین آئے گی (جیسے مسائل دقیقہ کہ ظاہر میں لوگ بوجہ نہ سمجھنے کے اس کو کفر جانتے ہیں اور وہ عین عرفان ہے) اور اس کے شک کی بات سے بھی یقین کی خوشبو آئے گی (شک سے مراد کشف والہام کہ جمہور کے قول پر وہ ظنی ہے یقینی نہیں مگر اس میں اثر یقینیات ہی کا سا ہے یعنی شفائے قلب و شرح صدر و طمانیت و سکون) اور اگر (ظاہر میں) کج (اور غلط) بات بھی کہے گا تو راست معلوم ہوگی (اس کی مثال وہی کفر ظاہری اور دین حقیقی ہو سکتی ہے) کیا اچھی کجی ہے کہ جس سے راست کی درستی ہوگئی (راست سے مراد طالب صادق صراط مستقیم پر قائم اور ظاہر ہے کہ ایسے اسرار سے ان کی اصلاح ہوتی ہے اس کلام کج کی ایسی مثال ہے کہ بحر صاف سے جو کف کج اٹھتا ہے تو وہ اصل صاف (یعنی بحر) اس کف کو آراستہ کر دیتا ہے (یعنی اس کف کی شکل غیر ہندی بوجہ صفائے مادہ کے بدنما نہیں معلوم ہوتی اسی طرح کلام کج ظاہری کا اصل منشاء ایک قلب صافی حق بین ہے اس لئے وہ لفظی کجی قبیح نہیں) تم اس کف کو (بوجہ صفاء منشاء و اصل) صاف اور راست کیا ہو سمجھو اور ایسا سمجھو جیسے لب معشوق کی دشنام کہ اس کی دشنام نامرغوب اس کے عارض محبوب کے سبب خوش (اور لذیذ) معلوم ہوتی ہے) وجہ شبہ صرف یہ ہے کہ ظاہر برا اور منشاء اچھا)

از شکر گر شکل نانے می پزی	طعم قند آید نہ ناں چوں می مزی
اگر تو شکر سے روٹی پکائے گا	جب تو چکھے گا اس میں شکر کا مزا آئے گا نہ کہ روٹی کا
ور بت زریں بیابد مومنے	کے ہلد او را پئے سجدہ کنے
اگر کوئی مومن سونے کا بت پالے گا	اس کو سجدہ کرنے کے لئے کب چھوڑے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بیابد مومنے زریں وثن	کے بلد آں را برائے ہر شمن
جب کوئی مومن ' سونے کا باپ پا لے گا	اس کو پجاری کے لئے کب چھوڑے گا
بلکہ گیرد اندر آتش افگند	صورت عاریتش را بشکند
بلکہ اس کو لے کر آگ میں ڈال دے گا	اس کی عارضی ہیئت کو توڑ دے گا
تا نماند بر ذہب نقش وثن	زانکہ صورت مانع ست وراہزن
تاکہ سونے پر بت کی صورت نہ باقی رہے	اس لئے کہ صورت مانع اور رہزن ہی ہے
ذات زرش داد ربانیت ست	نقش بت بر نقد زر عاریت ست
اس کا اصل سونا خدا کی دین ہے	نقد سونے پر بت کی تصویر عارضی ہے
بہر کیکے تو گلیمے را مسوز	در صداع ہر مگس مگذار روز
پسو کی وجہ سے تو گدڑی کو نہ جلا	ہر مکھی کی دردسری کی وجہ سے دن کو باہر نکلنا نہ چھوڑ
بت پرستی گر بمانی در صور	صورتش بگزار و در معنیٰ نگر
اگر تو صورتوں میں (لگا) رہا تو بت پرست ہے	صورت سے گزر جا اور معنی کو دیکھ
مرد حجی ہمرہی حاجی طلب	خواہ ہندو خواہ ترک و یا عرب
(اگر) تو حج کا جوانمرد ہے تو حاجی کو اپنا ہمسفر بنا	خواہ ہندوستانی ہو' خواہ ترکی یا عرب ہو
منگر اندر نقش و اندر رنگ او	بنگر اندر عزم و در آہنگ او
تصویر اور اس کے رنگ کو نہ دیکھ	اس کے ارادے اور قصد کو دیکھ
گر سیاہست و ہم آہنگ توست	تو سفیدش خواں کہ ہمرنگ توست
اگر وہ کالا ہے اور تیرا ہم خیال ہے	تو اس کو گورا سمجھ کیونکہ وہ تیرا ہمرنگ ہے
ور سپیدست و ورا آہنگ نیست	زو ببر کز دل مراو را رنگ نیست
اگر وہ سفید ہے اور تیرا ہم خیال نہیں ہے	اس سے تعلق نہ رکھ کیونکہ وہ دل سے ہمرنگ نہیں ہے

(اوپر بیان ہوا ہے کہ مطلوب اصلی باطن ہے یہاں اسی کی مثالیں ہیں) مثال اول تم شکر کو روٹی کی شکل پکاؤ لیکن جب چکھو گے تو قند کا مزہ آئے گا روٹی کا نہ آئے گا (دیکھو ظاہر مؤثر نہ ہوا باطن مؤثر رہا) مثال ثانی اگر کسی مسلمان کو ایک سونے کا بت مل جائے تو وہ اس کو (بت سمجھ کر نفرت سے) کب چھوڑ دے گا کہ کوئی بت پرست اٹھا لے گا (ہم نہیں اٹھاتے) بلکہ (سونا سمجھ کر اس کو ضرور لے لیگا اور اس بے ہودہ شکل مٹانے کے لئے اس کو لے کر

www.besturdubooks.wordpress.com

آگ میں ڈال دے گا (اور پگھلا کر) اس کی عارضی صورت کو توڑ ڈالے گا تاکہ سونے پر بت کی ہیئت باقی نہ رہے کیونکہ یہی شکل (بت پرست کے لئے خدا پرستی سے) مانع اور راہزن ہے اور سونا تو ذات ماہیت میں ایک قدرتی چیز ہے اور اس خالص سونے پر بت کی ہیئت عاریتی چیز ہے (تو اس ظاہری ہیئت کی وجہ سے اس کی ذات کو کیوں چھوڑا جائے دیکھو اس مثال میں بھی ظاہر کا اعتبار نہیں ہوا اور نہ اس کو نہ لیتا باطن مطلوب رہا کہ وہ ماہیت ہے سونے کی البتہ غیر مشروع ہونے کی وجہ سے وہ ظاہر محو کیا گیا اور اسمیں اشارہ ہے کہ ظاہر مطلقاً نا قابل نظر بھی نہیں اگر حدود شرعیہ سے متجاوز ہوگا تو اس کی اصلاح کریں گے پس یہاں سے کسی کو اس سمجھنے کی گنجائش نہ رہی کہ جب باطن ہی معتبر ہے تو خلاف شریعت ہونا بھی مضر نہیں خوب سمجھ لو آگے مثال ہے اس کی کہ ظاہر نا محمود کی وجہ سے کوئی شخص باطن محمود کو بھی چھوڑ دے تو نادانی ہے یعنی) تم ایک پسو کے واسطے سارے کمبل کو مت جلاؤ اور مکھیوں کے دردسر اور تکلیف دینے سے تم دن (کے انوار) کو مت چھوڑو (کہ تاریکی مکان میں مقید ہو جاؤ کہ یہاں نہ آئے گی مطلب یہ کہ غیر مطلوب کی ناگواری سے مطلوب کو کیوں ضائع کرتے ہو اسی طرح ظاہر غیر مطلوب سے نفرت کر کے باطن مطلوب کو مت چھوڑ و آگے ظاہر محض کو مقصود سمجھنے کی مذمت ہے یعنی) اگر تم صورت ظاہر میں مقید رہو گے تو (ایک قسم کے) بت پرست ہو گے صورت چھوڑ دو اور معنی (باطن) کو دیکھو۔ مثال ثالث مثلاً تم حج کرنے جاؤ تو ہمراہ لینے کے لئے کسی حاجی کو تلاش کرو خواہ وہ ہندی ہو خواہ عرب ہو یعنی تم اس کے نقش و رنگ کو مت دیکھو بلکہ اس کے عزم و قصد کو دیکھو اگر وہ سیاہ رنگ ہے لیکن تمہارا شریک عزم ہے تو تم اس کو سفید سمجھو کیونکہ (باطناً) تمہارا ہمرنگ ہے اور اگر سفید ہو اور اس کا وہ ارادہ نہ ہوا تو اس سے قطع تعلق کر دو کیونکہ باطن کے رو سے اسکا وہ رنگ نہیں ہے (دیکھو اس مثال میں بھی شرکت قصدی پر کہ امر باطنی ہی نظر ہوتی ہے شکل و رنگ پر کہ امر ظاہری ہے نظر نہیں ہوتی)

ایں حکایت گفتہ شد زیر و زبر	ہمچو فکر عاشقاں بے پاؤ سر
یہ قصہ بغیر ترتیب کہہ دیا گیا ہے	جیسا کہ عاشقوں کا خیال بے سروپا (ہوتا ہے)
سر ندارد چوں ازل بودست پیش	پا ندارد با ابد بودست خویش
(عاشق کے خیال کا) سر نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ ازل سے بھی پہلے کا ہے	(وہ) انتہا نہیں رکھتا ہے (اس لئے کہ) ابد سے وابستہ ہے
بلکہ چوں آب ست و ہر قطرہ ازاں	ہم سرست و پا و ہم بے ہر دواں
بلکہ وہ پانی کی طرح ہے اور اس کا ہر قطرہ	سر اور پیر بھی رکھتا ہے اور بغیر سرو پا بھی ہے
حاش للہ ایں حکایت نیست ہیں	نقد حال ما و تست ایں خوش ببیں
خدا بچائے خبردار یہ کہانی نہیں ہے	یہ ہمارا اور تیرا موجودہ حال ہے، غور کر

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش ہر صوفی کہ او با فر بود	ہر چہ آں ماضی ست لا یذکر بود
ہر اس صوفی کے لئے جو شان و شوکت والا ہے	جو گزر گیا ہے وہ ناقابل ذکر ہوتا ہے
چوں بود فکرش ہمہ مشغول حال	ناید اندر ذہن او فکر مآل
جبکہ اس کا فکر پوری طرح حال میں مشغول ہوتا ہے	اس کے ذہن میں انجام کا فکر (بھی) نہیں آتا ہے
ہم عرب ماہم سبو ماہم ملک	جملہ ما یوفک عنہ من افک
بدو بھی ہم ہیں اور ٹھلیا بھی ہم ہیں اور بادشاہ بھی	سب وہی ہے جس سے باز رہا وہی جو پھیرا گیا
عقل راشوداں وزن ایں نفس و طبع	ایں دو ظلمانی و منکر عقل شمع
عقل کو شوہر اور نفس اور طبیعت کو عورت (سمجھ)	یہ دونوں تاریک اور منکر ہیں، عقل شمع ہے

(جب اوپر ثابت ہو چکا کہ مقصود اصلی معنی ہے اب فرماتے ہیں کہ اسی طرح حکایت مذکورہ میں بھی معنی مقصود ہیں یعنی) یہ حکایت بالکل غیر مسلسل بیان کی گئی جیسے فکر عاشق کہ نہ اس کی کہیں ابتدا ہوتی ہے نہ انتہا (غیر مسلسل یہ کہ اجزاء حکایت کے درمیان درمیان اور مضامین کی طرف انتقال ہوتا گیا اب فکر عاشق کی بے سروپائی بطور جملہ معترضہ کے بیان کرنے لگے یعنی) ابتدا تو اس لئے نہیں ہوتی چونکہ موجود ازلی (ذات حق) اس کی پیش نظر (وقبلہ توجہ) ہے اور انتہا اس لئے نہیں ہوتی کہ اس کو موجود ابدی (ذات حق کے ساتھ نسبت اور تعلق ہے (یعنی ذات حق چونکہ ازلی و ابدی ہے یعنی نہ ابتداء میں محدود ہے نہ انتہا میں اور ایسے موجود کے کمالات کا غیر متناہی ہونا لازم اور بدیہی ہے اور یہی کمالات قبلہ توجہ عاشق ہیں اس لئے فکر کا بھی غیر متناہی ہونا ضروری ہے گو بوجہ حدوث بمعنے لاتقف عندحد ہوگا یہ وہ مضمون ہے۔ نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی راسخن پایاں + بمیر د تشنہ مستسقے و دریا ہمچنان باقی + آگے فکر عاشق کی بے سروپائی کی مثال ہے یعنی) بلکہ وہ مثل آب کے ہے جس میں ہر قطرہ (اس مجموعۂ آب کے لئے طرف ابتدائی بھی (فرض کیا جا سکتا ہے اور طرف انتہائی بھی اور دونوں کی نفی بھی) صحیح ہے کیونکہ قسمت بالقوہ ہیں دونوں حکم ہر قطرہ کے لئے صحیح ہیں اور قسمت بالفعل کے اعتبار سے دونوں منفی ہیں وجہ تشبیہ صرف ابتداو انتہا کی اثبات ونفی ہر دو حکم کا مختلف اعتباروں سے صحیح ہوتا ہے چنانچہ فکر عاشق میں ابتداء وانتہا کی نفی کی وجہ صحبت تو معلوم ہو چکی رہا اثبات دونوں حکم کا وہ باعتبار معنی غیر متناہی بالفعل کے ظاہر ہے کیونکہ امکان وحدوث کے ساتھ لامتناہی بالفعل کا اجتماع محال ہے) حاصل کلام یہ کہ حاشا وکلا کہ (باعتبار قصد کے) یہ حکایت نہیں بلکہ ہماری تمہاری حالت موجودہ ہے (اور ان ہی اپنے حالات و معاملات پر تطبیق دینے سے یہ حکایت غیر مسلسل ہو گئی) اور جو صوفی شان تصوف رکھتا ہوگا اس کے نزدیک تو قصص ماضیہ قابل ذکر نہیں ہوتے (پس دعا گر ماضی کو کہے یا نے گا تو حالت موجودہ پر انطباق پیش نظر رہے گا آگے ترقی فرماتے ہیں کہ ماضی تو کیا اس کی تو یہ شان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ) چونکہ اس کی فکر بالکلیہ مشغول حال ہی ہوتی ہے اس لئے اس کے ذہن میں تو فکر عاقبت بھی نہیں آتی (کیونکہ وہ محبت ورضا وتسلی میں غرق ہوتا ہے اس لئے جو تجلیات بالفعل وارد ہیں ان کے مشاہدہ میں مشغول ہے محبت اس مشاہدہ کو نہیں چھوڑنے دیتی ادھر تسلیم ورضا سے سب امور مفوض بمشیت محبوب کر دیئے اس لئے یہ نہیں سوچتا کہ آئندہ میرے لئے کیا ہوگا اور اس کیفیت کو دعا سے کہ اسمیں آئندہ کی طلب ہوتی ہے اس لئے یہ نہیں سوچتا کہ آئندہ میرے لئے کیا ہوگا اور اس کیفیت کو دعا سے کہ اسمیں آئندہ کی طلب ہوتی ہے منافات نہیں جیسا اہل ذوق جانتے ہیں یعنی امتثال امر یا اظہار افتقاد کے لئے مانگتے ہیں اور قبول نہ ہونے کو ناگوار نہیں جانتے اب اجمالاً قصہ کی تطبیق اپنی حالت پر فرماتے ہیں کہ) عرب بھی ہم ہیں اور سبو بھی ہم ہیں اور بادشاہ بھی ہم ہیں غرض سب ہم ہی ہم ہیں جن کو اس (کے ماننے سے انحراف ہے وہ منحرف ہوتے ہیں (اس بیت میں مجاز بالحذف ہے اصل کلام یوں ہی قصہ عرب معاملہ ماست قصہ سبو معاملہ ماست قصہ ملک معاملہ ماست پھر ان تینوں جملوں میں بھی معاملہ کی اضافت ما کی طرف متفاوت ہے چنانچہ جملہ اولیٰ وثانیہ میں محمول ظاہر یہ ہے جملہ ثالثہ میں معاملہ باماست مراد ہے تو اس میں معاملہ کا مضاف الیہ اصل میں حق ہے تو تقدیر عبارت یوں ہوئی قصہ ملک معاملہ حق باماست اس صورت میں ملک سے حق کو تشبیہ ہوئی جس میں کوئی اشکال نہیں اور نہ لفظی کوئی اغلاق وتعقید ہے کیونکہ جملہ اولیٰ وثانیہ میں اضافت مصدر کی فاعل کی طرف ہے اور ثالثہ میں مفعول کی طرف اور دونوں یکساں حالت پر شائع وصحیح ہیں اور مصرعہ ثانیہ میں آیت کی تفسیر مدلول قرآنی نہیں بلکہ اقتباس ہے جس کا جواز محققین کے نزدیک ثابت ہے پس اس شعر میں تین تشبیہیں ہیں جن کی تقریر اشعار بالا میں متفرق مواقع پر آ چکی ہے اور مقصود صرف ان ہی تین امور کی تشبیہ نہیں ہے ان کی تخصیص محض تمثیلاً ہے مطلب یہ ہے کہ سارا قصہ ہمارے معاملات کا نمونہ ہے چنانچہ ایک تشبیہ نہیں ہے ان کی تخصیص محض تمثیلاً ہے مطلب یہ ہے کہ سارا قصہ ہمارے معاملات کا نمونہ ہے چنانچہ ایک تشبیہ شعر آئندہ میں ہے کہ) عقل (صحیح) کو شوہر کی مثال سمجھو (کہ وہ مناظرہ مذکور سے عارف معلوم ہوتا ہے) اور اس نفس وطبیعت کو مثل عورت کے سمجھو (کہ اس کو طلب دنیا تھی چنانچہ فرماتے ہیں کہ) یہ دونوں ظلمت (محجوبیت) میں مقید ہیں اور (دولت باطنی کا) انکار کرتے ہیں اور عقل مثل شمع کے ہے (کہ خود بھی منور ہے اور دوسروں کو بھی منور کرتی ہے اگر کوئی طالب نور ہو مقصود مولانا کا ان تطبیقات میں حصر نہیں ہے بلکہ محض تنبیہ کے واسطے دو چار تمثیلوں کی تقریر فرما دی ہے تاکہ طالب حق ہر جگہ اسی طرح تامل کر کے منطبق کر لیا کرے)

بشنو اکنوں اصل انکار از چہ خاست	زانکہ کل را گونہ گونہ جزوہاست
اب سن انکار کی بنیاد کیسے پڑی؟	اس لئے کہ کل کے مختلف قسم کے اجزاء ہیں
جزو کل نے جزوہا نسبت بکل	نے چو بوئے گل کہ باشد جزو گل
(حقیقی) جزو اور کل نہیں جزو کی کل کیساتھ نسبت (تابع ہونے میں)	ایسی (بھی) نہیں ہے جیسے کہ پھول کی خوشبو پھول کا جزو ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لطف سبزہ جزو لطف گل بود	بانگ قمری جزو آں بلبل بود
(بلکہ اس طرح سے ہے جیسے (سبزہ) لطف پھول کے لطف) کا جزو ہوتا ہے	(جیسے) قمری کی آواز بلبل کا جزو (تابع ہونے کی حیثیت سے) ہوتی ہے
گر شوم مشغول اشکال و جواب	تشنگاں را کے توانم داد آب
اگر میں اعتراض اور جواب میں مشغول ہو جاؤں	(تو) پیاسوں کو کب سیراب کر سکوں گا؟
گر تو اشکالی بکلی و حرج	صبر کن کہ الصبر مفتاح الفرج
اگر تو مجسم اشکال اور تنگی ہے	(تو) صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے
احتما کن احتما زاند یشہا	زانکہ شیرانند دریں بیشہا
وسوسوں سے بہت پرہیز کر	اس لئے کہ ان جھاڑیوں میں شیر چھپے ہیں
احتماہا بردواہا سرور ست	زانکہ خاریدن فزونی گرست
پرہیز دواؤں سے بہتر ہے	اس لئے کہ کھجانا خارش کی زیادتی (کی علامت) ہے
احتما اصل دوا آمد یقیں	احتما کن قوت جانت ببیں
پرہیز یقینا دوا کی جڑ ہے	پرہیز کر (پھر) اپنی روح کی طاقت دیکھ
احتماہا مرد واہا را سرست	ہضم دارو علت نو دیگرست
پرہیز، دوا کی اصل ہے	دوا کا ہضم ہو جانا دوسری نئی بیماری ہے
قابل ایں گفتہا شو گوش دار	تا کہ از زر سازمت من گوشوار
ان باتوں کو قبول کرنے والا بن توجہ سے سن	تا کہ میں تیرے لئے سونے کے آویزے بناؤں
گوشوارہ چہ کہ کان زر شوی	تا بماہ و تا ثریا بر شوی
آویزہ کیا ہوتا ہے بلکہ تو سونے کی کان بن جائے گا	یہاں تک کہ چاند اور ثریا سے بھی بالاتر ہو جائے گا

(گر خارشت اوپر کے شعر میں نفس و طبع محجوب کو منکر دولت باطنی کا فرمایا تھا اب کوئی پوچھتا ہے کہ جب دولت باطنی امر محقق ہے اور دلائل اس کے تحقق پر قائم ہیں پھر انکار کی کیا وجہ خصوصا جبکہ ان سب کا موجد بھی ایک ہے اس کا جواب دیتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو مختلف الاستعداد پیدا کیا ہے اس لئے باوجود قیام اسباب اتفاق کے قبول و انکار حق میں مختلف ہو گئے اور یہ مضمون اشعار آئندہ اولا بشنو الخ میں تمام ہوا ہے درمیان میں استطرادا دوسرے مضامین آ گئے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) اس کی وجہ سنو کہ انکار (حقائق و دولت باطنی کا باوجود قیام دلائل صحیحہ بلکہ مشاہدہ کے) کاہے سے پیدا ہوا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ کل کے (یعنی حق تعالیٰ کے)

www.besturdubooks.wordpress.com

اجزاء (یعنی مخلوقات) مختلف (الاستعداد) ہیں (وہ اختلاف استعداد سبب اختلاف عقائد و اعمال کا ہو گیا۔ اب اس شعر میں جو حق تعالیٰ کو کل اور مخلوقات کو جزو کہہ دیا جو اصطلاح میں بمعنے متبوع و تابع ہے جس کا چند جگہ بیان کیا گیا ہے اور متبوع و تابع کے اقسام بہت ہیں تو احتمال ہوا کہ ایسا نہ ہو سامع جزو و کل کے حقیقی معنی سمجھ لے یا مجازی میں کوئی معنی مستحیل سمجھ جائے اس لئے اس کی تحقیق فرماتے ہیں کہ) اس سے کل کا جزو (بالمعنے الحقیقی) مراد نہیں (کہ اللہ تعالیٰ اجزاء سے منزہ ہیں) بلکہ محض مراد یہ ہے کہ جیسے جزو کو نسبت (تبعیت کی) کل کے ساتھ ہوتی ہے (یعنی معنی مجازی تشبیہی مراد ہیں تابع) پھر یہ نسبت (تبعیت) بھی ایسی نہیں جیسے بوئے گل تابع گل ہوتی ہے (کہ بو صفت ہے اور گل موصوف کیونکہ اللہ تعالیٰ محل و موصوف بہ حوادث بننے سے بھی منزہ ہیں) بلکہ ایسی نسبت مراد ہے جیسے لطف سبزہ (غیر گل) تابع لطف گل ہوتا ہے یا جیسے بانگ قمری کہ تابع بانگ بلبل ہوتی ہے (کہ لطف سبزہ نہ لطف گل کا جزو ہے نہ اس کی صفت اسی طرح بانگ قمری نہ بانگ کمیل کا جزو ہے نہ صفت بلکہ حکم تبعیت محض بایں معنے صحیح ہے کہ لطف سبزہ ناقص ہے اور لطف گل کامل اسی طرح بانگ قمری ناقص ہے اور بانگ بلبل کامل اور ناقص کو کامل کا تابع کہہ دیتے ہیں اسی طرح حق تعالیٰ کے ساتھ مخلوقات کو نہ علاقۂ جزئیت ہے نہ علاقۂ وصفیت بلکہ صفات و کمالات حق تعالیٰ کے لئے علےٰ سبیل الکمال ثابت ہیں اور مخلوق ان میں ناقص ہے بایں معنے مخلوق کو جزو یعنی تابع خالق کا کہہ دیا اب چونکہ اس معنی تبعیت میں بھی احتمال تھا کہ کوئی شخص غرض تشبیہ کی کہ مطلق اشتراک من وجہ ہوتا ہے نہ سمجھ کر ناقص و کامل ہونے کے تفاوت کو بعینہ اسی تفاوت مشبہ بہ کے مثل نہ سمجھ جائے حالانکہ وہ بھی باطل ہے کیونکہ کہاں نسبت محدود کی محدود کے ساتھ کہاں محدود کی غیر محدود کے ساتھ پھر تبعیۃ خلق للخالق میں تبعیۃ فی الایجاد بھی معتبر ہے جو مشبہ بہ میں نہیں اس لئے اشارہ فرماتے ہیں کہ اشکال اس میں بھی ہے اور جواب بھی ہے جیسا احقر نے ابھی غرض تشبیہ کو بتلایا ہے لیکن) اگر ان اشکالات و جوابات میں مشغول ہو جاؤں تو طالبوں کو (کہ ان میں سے ایک وہ وسائل سبب اختلاف کا بھی ہے) کب ضروری مضمون بتلا سکتا ہوں (آگے ان اشکالوں کے رفع ہونے کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ) اگر تم سراسر اشکال اور شبہ بھی ہو تو ریاضت کرو کیونکہ ریاضت کلید کشادگی ہے (وجہ یہ ہے کہ حقیقت کے منکشف نہ ہونے سے لفظی و معنوی اشکالات واقع ہوتے ہیں ریاضت سے وجدان و ذوق صحیح ہو جائے گا تو تعلق خالق و مخلوق کا کہ امر ذوقی ہے منکشف ہو جائے گا پھر کوئی اشکال نہ رہے گا آگے ریاضت کا رکن اعظم بتلاتے ہیں کہ) پرہیز کرنا (محرکات وانہماک فی المباحات والاشتغال بغیر الحق سے) یقیناً تمام دواؤں کی اصل ہے چندے پرہیز کرو پھر دیکھو روح میں کیا قوت ہے (آگے بطور تخصیص بعد تعمیم کے فرماتے ہیں کہ) خیالات لایعنی سے بھی پرہیز کرو کیونکہ اس بیشۂ قلب میں بڑے بڑے مہلک خطرات و خیالات مثل شیر کے بھر رہے ہیں (ان کو نکالو ورنہ خوف ہلاک ہے) اور پرہیز تمام دواؤں سے بڑھ کر ہے کیونکہ کھجلانے سے (کہ مرض خارشت میں بدپرہیزی ہے) خارش بڑھتی ہے اور اگر (بدپرہیزی سے) دارو (یعنی مسہل) کھپ جائے تو اور نئی بیماری کھڑی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتی ہے (پس ریاضت کر کے) ان مضامین کے قابل ہو جاؤ پھر سنو تا کہ تمہارے لئے طلائی گوشوارہ بنا دونگا (یعنی اسرار و معارف سناؤں گا آگے ترقی ہے کہ) گوشوارہ کیا چیز ہے تم خود معدن طلا ہو جاؤ گے (یعنی اسرار و معارف کے سننے کے محتاج نہ رہو گے خود صاحب اسرار بن جاؤ گے اور انوار تمہارے قلب میں سے پیدا ہونے لگیں گے) یہاں تک کہ ماہ و ثریا پر پہنچ جاؤ گے (یعنی عروج باطنی ہو جائے گا)

اولاً بشنو کہ خلق مختلف	مختلف جانند از یا تا الف
پہلے سن لے کہ مختلف مخلوق	الف سے یا تک مختلف حقیقتیں ہیں
در حروف مختلف شور و شکے ست	گرچہ از یک روز سرتا پا یکے ست
مختلف حروف (ہجی) میں (اختلاف کا) شور اور شک ہے	اگرچہ ایک اعتبار سے سر سے پیر تک ایک ہیں
از یکے رو ضد و دیگر متحد	از یکے رو ہزل واز یکروئے جد
ایک پہلو سے (ایک دوسرے کے) خلاف دوسرے پہلو سے) متحد ہیں	(جیسا کہ کوئی جملہ) ایک پہلو سے مذاق اور دوسرے (پہلو) سے مقصود ہو
پس قیامت روز عرض اکبر ست	عرض او خواہد کہ با زیب و فرست
قیامت (کا دن) بڑی پیشی کا دن ہے	پیشی وہ چاہے گا جو شان و شوکت سے ہے
ہر کہ چوں ہندو بد و سودائی ست	روز عرضش نوبت رسوائی ست
جو کوئی ہندو کی طرح برا اور سودائی ہے	اس کے لئے پیشی کا دن رسوائی کا وقت ہے
چوں ندارد روئے ہمچوں آفتاب	او نخواہد جز شب ہمچوں نقاب
جو شخص آفتاب جیسا چہرہ نہ رکھتا ہو	وہ نقاب کی طرح رات کے سوا کچھ نہ چاہے گا
برگ یک گل چوں ندارد خار او	شد بہاراں دشمن اسرار او
جبکہ اس کا کانٹا پھول کی ایک پتی (بھی) نہ رکھتا ہو	موسم بہار اس کے چھپے ہوئے رازوں کا دشمن ہو گا
وانکہ سرتا پا گل ست و سوسن ست	پس بہار او را دو چشم روشن ست
جو شخص سر سے پیر تک گل اور سوسن ہے	موسم بہار اس کے لئے دو روشن آنکھیں ہیں
خار بے معنیٰ خزاں خواہد خزاں	تا زند پہلوئے خود با گلستاں
بے حقیقت کانٹا خزاں ہی خزاں چاہتا ہے	تا کہ گلستاں کا مقابلہ کر سکے
تا بپوشد حسن آن و ننگ ایں	تا نہ بینی ننگ آن و رنگ ایں
تا کہ وہ (خزاں) اس کا حسن اور اس کا عیب ڈھک دے	تا کہ تو اس کا عیب اور اس کا رنگ نہ دیکھ سکے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس خزاں او را بہار ست و حیات	یک نماید سنگ و یاقوت زکات
اس کے لئے خزاں بہار اور زندگی ہے	جو پتھر اور قیمتی یاقوت کو یکساں دکھاتی ہے

(آگےمیں رجوع ہے مضمون سابق۔ بشنوا کنون اصل انکار الخ کی طرف مع ایک مضمون مفید زائد علی الجواب کے جوان اشعار میں مذکور ہے پس قیامت الخ اور یہ پس معطوف ہے اولا پر اب اولا اور پس کے معنے بھی درست ہو گئے جواب کے بعد اس مضمون کا بڑھانا اشارہ ہے طرف ارشاد طالب کے کہ تمہارا سوال محض تحقیقات لمیات کے لئے ہے جو چنداں مفید نہیں پوچھنے کی بات یہ ہے کہ اس اختلاف وانکار کا ثمرہ کیا ہوگا جس کو ہم بے پوچھے بتلادینگے اس کے لئے تیاری کرو خواہ علت اختلاف وانکار کی کچھ ہی ہو اس کو جواب علی اسلوب الحکیم کہتے ہیں پس ارشاد ہے کہ) اول تو (اپنا خلاصہ جواب) سنو کہ مختلف خلائق باعتبار اپنی حقائق کے مختلف ہیں جیسے تختی کے حروف دیکھو ان حروف مختلفہ میں شور وشک (مراد مطلق اختلاف) واقع ہورہا ہے کہ ہرایک کی صورت جدا صورت جدا اور اسی سے احیاناً شبہ ہوجاتا ہے کہ یہ کون حرف ہے اور احیاناً دو شخص میں اختلاف ہوجاتا ہے اس لئے اس کو شور وشک سے مجازاً تعبیر فرمایا) اگرچہ ایک حیثیت سے سب ایک بھی ہیں (کہ ماہیت جنسیہ میں متشارک ہیں کیونکہ حرف کی تعریف سب پر صادق آتی ہے اس گرچہ میں اشارہ ہے سوال کے اس منشاء کی طرف جس کو احقر نے بشنوا کنون کی تمہید میں لفظ خصوصاً سے لکھا ہے) غرض ایک حیثیت سے متخالف ہیں (کہ صورتیں اور اصوات مختار ہیں) اور دوسری حیثیت سے (یعنی ماہیت) میں متحد ہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک بات ہو کہ وہ ایک طرح سے ہزل ہو اور دوسرے طور پر مقصود ہو (یہ تو جواب ہوگیا) پھر وہ مضمون مفید زائد علی الجواب سنو کہ) قیامت کا دن بڑی پیشی کا دن ہوگا اور ظاہر ہے کہ پیشی اس کو پسند ہوتی ہے جو باز یب وفر ہو جو شخص ہندی زشت رو کی طرح سیاہ ہوگا پیشی کے دن اس کی رسوائی ہے چونکہ اسکا چہرہ آفتاب کا سا نہیں ہے وہ صرف رات کو پسند کرے گا جو نقاب کی طرح چھپائے رہے چنانچہ خاردار درخت جس پر ایک برگ گل بھی نہیں آتا موسم بہار اس کی قلعی کھولنے میں دشمن ہے اور جو سرتا پا گل اور سوسن ہو بہار اس کو مثل چشم کے عزیز ہے غرض خار بے کمال تو خزاں چاہتا ہے تاکہ خزاں میں گلستان کے مقابلہ کا دعویٰ کرسکے تاکہ اس کا حسن اور اس کا عیب چھپا رہے تاکہ ان دونوں کا رنگ اصلی نظر آئے پس اس کے لئے خزاں ہی بہار اور حیات ہے تاکہ سنگ اور یاقوت پاکیزہ ایک نظر آئے (مطلب یہ کہ دنیا میں کہ مثل خزاں ہے سب کا نیک وبد مخفی ہے قیامت میں کہ مثل بہار ہے سب کھل جائے گا پس نیک اس کے متمنی ہیں اور بد متوحش)

باغباں ہم داند آں را در خزاں	لیک دید یک بہ از دید جہاں
باغباں بھی اس کو موسم خزاں میں جانتا ہے	لیکن ایک کا دیکھنا دنیا کے دیکھنے سے بہتر ہے
خود جہاں آں یک کس ست و آگہ است	ہر ستارہ بر فلک جزو مہ است
وہ ایک شخص خود جہان ہے اور باخبر ہے	آسمان پر ہر ستارہ چاند کا جزو ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خود جہاں آں یک کس وست باقیاں	جملہ اتباع و طفیل ان اے فلاں
جہاں وہی ایک شخص ہے اور باقی	سب تابع اور طفیلی ہیں اے فلاں!
او جہان کامل ست و مفرد ست	نسخہ کل وجود او را بدست
وہ پورا جہاں ہے اور اکیلا ہے	وجود کل کا نسخہ (جو حقیقت انسانیہ ہے) اس کے ہاتھ میں ہے

(اوپر قیامت کا روز عرض اکبر ہونا بیان کیا تھا جس سے غرض یہ تھی کہ جب قیامت میں اس طرح عیوب باطنہ پر اطلاع عام ہوگی تو اس کی اصلاح کی تیاری کرنا ضروری ہے چنانچہ احقر نے اس غرض کی طرف ان اشعار کی شرح میں اشارہ کیا ہے اب اس مقام میں اسی غرض کی تکمیل کا طریقہ بتلانا منظور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اصلاح عیوب بدوں اطلاع عیوب ممکن نہیں بعض امراض و عیوب اس قدر دقیق و خفی ہیں کہ خود خواہان اصلاح کو اس پر اطلاع نہیں ہوتی جیسا کتب سلوک و تہذیب دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے تو ایسے شخص کی ضرورت ہوئی جو ایسے امراض کی تشخیص و تمیز کر سکے اور وہ شیخ کامل ہے پھر یہ شیخ کامل جو تشخیص کرتا ہے اس میں اکثر اس کی بھی ضرورت ہوتی ہے کہ یہ اپنے عیوب جس قدر ان کی سمجھ میں آئیں اس سے پوشیدہ نہ کرے جیسے بعینہ مثال طبیب کی ہے کہ بعض احوال نبض و قارورہ یا لمس یا یوں بشرہ سے پہچان لیتا ہے اور بعض احوال میں خود اس مریض کے بیان کی بھی ضرورت ہوتی ہے تو اس خاص حالت میں بعض اوقات نفس اس کے سامنے اظہار عیوب میں منقبض ہونے لگتا ہے پس مولانا ان اشعار میں ان دونوں مضمونوں کا بیان کرتے ہیں شیخ کامل کے مبصر ہونے کا بھی اور اس سے اپنے عیوب پوشیدہ نہ کرنے کا بھی پس ارشاد ہے کہ) باغبان اس (گل و خار) کو خزاں میں بھی (کہ اس وقت سب درخت ایک حالت میں ہیں) جانتا ہے (کہ کس میں گل ہوگا کس میں نہ ہوگا) لیکن (برے درختوں کے لئے) اس ایک کا دیکھنا تمام جہان کے دیکھنے سے (کہ موسم بہار میں واقع ہوگا) بہتر اور غنیمت ہے (کہ ایک ہی نظر میں رسوائی ہے ممکن ہے کہ فن باغبانی سے اس میں کوئی ایسا مادہ جدا کر دے یا ایسا پیوند لگا دیا جائے جس سے اس کے اوصاف کی تبدیلی ہو جائے یہاں شیخ کامل کو بوجہ مبصر و مصلح دقائق نفسانیہ ہونے کے باغبان سے تشبیہ دی ہے اور دنیا کو خزاں سے تشبیہ دی ہے کہ اس میں وہ دقائق نظر عام سے مخفی ہیں غرض تشبیہ سے یہ ہوئی کہ شیخ کامل کو ان دقائق عیوب کی اطلاع دینا بھی ہوسکتی ہے لیکن اس کے روبرو عیوب مذکورہ کے ظاہر ہونے سے شرم و عار کرنا نہ چاہیے اس لئے کہ یہاں صرف ایک کو اطلاع ہوگی اور قیامت میں تمام جہان کو پھر اس ایک کی اطلاع ہر طرح مفید ہے کہ اصلاح کر دے گا اور وہ عام اطلاع بجز اہانت کے اور کیا ہوگی اس لئے شیخ کامل کو طلب کر کے اس سے اصطلاح کرا لینا ضروری ہے آگے شیخ کامل کی علوشان کا بیان ہے تاکہ طالب کو عقیدت سے زیادہ نفع ہو پس اشارہ ہے کہ) وہ (شیخ) خود تنہا تنہا (بوجہ جامعیت کمالات کے) بجائے ایک عالم کے ہے اور وہ (ان دقائق

www.besturdubooks.wordpress.com

عیوب سے) آگاہ ہے (دوسرے اہل عالم کی مثال اس کے سامنے ایسی ہے جیسے جتنے ستارے آسمان پر ہیں وہ چاند کے سامنے (نورانیت میں) ایک ادنیٰ درجہ کی چیز ہیں اور وہ شخص بجائے پورے جہان کے ہے اور (اپنے کمالات میں) یکتا ہے اور نسخہ مقصود اعظم ہستی کا (کہ حقیقت انسانیہ ہے) اس کے ہاتھ میں ہے) حقیقت انسانیہ کا مقصود اعظم ہونا ظاہر ہے اور اس کے ہاتھ میں ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اگر کوئی طالب صادق اس سے اپنی اصلاح باطل کرانا چاہے تو اس پر خوب قادر اور اسمیں خوب ماہر ہے) اور وہ شخص اکیلا گویا سارا جہان ہے اور باقی سب لوگ اس کے تابع اور طفیلی ہیں (منافع دنیویہ میں بھی کہ ان حضرات سے عالم قائم ہے جس سے سب منتفع ہوتے ہیں اور منافع دینیہ میں بھی کہ سب کا ان کی طرح محتاج ہونا محتاج بیان نہیں)

پس ہمی گوید ہر نقش و نگار	مژدہ مژدہ نک ہمی آید بہار
ہر نقش و نگار یہ کہتا ہے	خوشخبری ہو خوشخبری اب بہار آتی ہے
تا بود تاباں شگوفہ چوں زرہ	تا کنند آں میوہ ہا پیدا گرہ
تاکہ شگوفے ذرہ کی طرح چمکیں	تاکہ میوے گچھے پیدا کریں
چوں شگوفہ ریخت میوہ سر کند	چونکہ تن بشکست جاں سر برزند
جب شگوفہ جھڑا میوہ نکلا	جب جسم ختم ہوا روح ظاہر ہوئی

(اوپر قیامت کا روز عرض اکبر ہونا مذکور تھا اب اس کے قرب آمد کا بیان فرماتے ہیں تا کہ طالب نجات و قرب الٰہی لیت ولعل کو چھوڑ کر اس کے لئے مستعد ہو جائے یعنی) پھر یہ سمجھو کہ (دنیا کا) ہر نقش و نگار (اپنے خزاں تغیر و فنا سے) یہ مژدہ یعنی خبر دے رہا ہے کہ اب بہار (قیامت) چلی آ رہی ہے (جس طرح خود خزانی حالت بتلا دیتی ہے کہ اس کے ختم ہونے پر بہار آئے گی اسی طرح دنیا میں ہر جزو کا فنا مشعر ہے فنائے کل پر سب کے بعد قیامت ہوگی وجہ تشبیہ اس کی بہار کے ساتھ اوپر آ چکی ہے اور اس اخبار و دلالت کی غایۃ یہ ہے) تا کہ (ابتدائے بہار میں) شگوفے ذرہ کی طرح چمکنے لگیں اور تا کہ (شباب بہار میں) وہ میوے اپنی گرہ ظاہر کریں اور (شگوفہ آ جانے کے بعد میوہ میں کچھ دیر نہیں ہے شگوفہ جھڑنے کی دیر ہے) جوں ہی شگوفہ جھڑا اور میوہ ابھرا) اسی طرح دلائل قیامت بتلا رہے ہیں کہ یہ نشو و نما بدن کا اور بڑھنا عمر کا مشابہ ہے شگوفہ کھلنے کے روز نہ اس بہار قیامت سے قریب کر رہا ہے جس میں معانی و دقائق خفیہ کہ بمنزلہ ثمرات بدن کے ہیں ظاہر ہونے والے ہیں ان کے ظہور میں بجز فنائے بدن کے اور کچھ دیر نہیں ہے جیسا فرماتے ہیں کہ) جوں ہی یہ تن شکستہ و فنا ہوا اور روحانی حالات کا ظہور ہوا (جیسا حدیث میں ہے من مات فقد قامت قیامتہ اور پھر قیامت کبریٰ میں بھی کیا دیر لگے گی کہ عمر برزخ حسب فحوائے نصوص بہت قصیر معلوم ہوگی سوال اس تشبیہ سے تقریر مذکور پر لازم آتا ہے کہ ابتدائے بہار دنیا ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

میں آ گئی ہے کیونکہ شگوفہ ابتدائے بہار میں ہوتا ہے اور اس سے از دیاد بدن و عمر کو تشبیہ دی ہے اور یہ دونوں چیزیں دنیا میں ہیں جواب یہ ہے کہ کوئی چیز کچھ نہ کچھ تغیر سے خالی نہیں اور ہر تغیر۔ مقدمۂ فنا ہے جیسا حدیث میں ایسے حوادث کو منایا فرمایا ہے اور فنا مقدمۂ قیامت ہے اس بنا پر ہر تغیر مقدمۂ قیامت ہے پس ابتداء بہار ہو گئی)

میوہ معنیٰ و شگوفہ صورتش	آں شگوفہ مژدہ میوہ نعمتش
میوہ معنی ہے اور شگوفہ اس کی صورت ہے	شگوفہ خوشخبری ہے میوہ اس کی نعمت ہے
چوں شگوفہ ریخت میوہ شد پدید	چونکہ آں کم شد شد ایں اندر مزید
جب شگوفہ جھڑا میوہ رونما ہوا	جب شگوفہ گھٹا تو یہ (میوہ) بڑھا
تا کہ ناں نشکست قوت کے دہد	نا شکستہ خوشہا کے مے دہد
جب تک روٹی نہ ٹوٹے طاقت کب دیتی ہے؟	نہ ٹوٹے ہوئے خوشے شراب کب بناتے ہیں
تا ہلیلہ نشکند با ادویہ	کے شود خود صحت افزا دریہ
جب تک ہیڑ دواؤں میں نہ کٹے	پھیپھڑے میں صحت افزا کب ہوتی ہے؟

(اسمیں انتقال ہے فنائے اضطراری سے (جسکا اوپر بیان تھا) فنائے اختیاری کی طرف اور فائدہ اسکا ترغیب ہے مجاہدہ و ریاضت پر جو کہ مقصود اصلی ہے بیان قیامت سے یعنی اوپر کی تشبیہ سے معلوم ہو گیا کہ) میوہ مثال معنی کی ہے اور شگوفہ مثال صورت کی اور شگوفہ گویا مخبر ہے اور میوہ اس کا مقصود بالبشارت ہے اور جب شگوفہ گرتا ہے تب میوہ ظاہر ہوتا ہے اور جوں جوں شگوفے (گر گر کر) کم ہوتے جاتے ہیں اتنے ہی یہ میوے افزوں ہوتے جاتے ہیں (پس اسی طرح اوصاف جسمانیہ حجاب اوصاف روحانیہ کے ہیں اس لئے ان کو مجاہدہ و ریاضت سے فنا کرو تا کہ اوصاف روحانیہ سے مشرف ہو اور یہی فنائے اختیاری ہے آگے اس کی مثال ہے کہ بدوں فنا کے مقصود اصلی حاصل نہیں ہو سکتا یعنی دیکھو جب تک روٹی (کھانے کے لئے) توڑی نہ جائے تو قوت نہیں دے سکتی (کیونکہ وہ معدہ میں جا ہی نہیں سکتی) اور اسی طرح جب تک (انگور کے) خوشے کچلے نہ جائیں تو شراب نہیں نکل سکتی اسی طرح جب تک ہلیلہ کو دوسری دواؤں کے ساتھ کوفتہ نہ کیا جائے (جس سے استعمال کے قابل ہو جائے) اس وقت تک پھیپھڑے کے لئے صحت افزا نہیں ہو سکتی (پس جس طرح ان مثالوں میں بدوں شکستگی کے اصلی غرض حاصل نہ ہوئی اسی طرح بدوں فنا مقصود اصلی تک رسائی مشکل ہے اور چونکہ ریاضت و مجاہدہ کی تعیین طرق و تعدیل و ترتیب میں مرشد کامل کی حاجت ہوتی ہے اس لئے آگے اوصاف مرشد کامل کے اور آداب مسترشد کے بیان فرماتے ہیں اور گو اوپر ان اشعار میں کہ باغبان ہم داند الخ کسی قدر اس کا بیان ہوا ہے مگر وہ بہت مجمل تھا اور یہاں مفصل ہے) واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب وقد تم بحمد اللہ و عونہ الربع الثالث من ترجمۃ الدفتر الاول من المثنوی المعنوی للسابع والعشرین من جمادی الاولیٰ ۱۳۲۱ھ من الحجرۃ النبویہ صلی اللہ علیہ وسلم عدد البریہ فقط۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در صفت پیر و مطاوعت کردن با او

پیر کی تعریف اور اس کی تابعداری کرنے کا بیان

وجہ ارتباط ابھی اس سرخی سے اوپر بیان ہو چکی ہے

اے ضیاء الحق حسام الدین بگیر	یک دو کاغذ بر فزا در وصف پیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! لے	پیر کے بیان میں ایک دو کاغذ اور بڑھا لے
گرچہ جسمت نازک ست و بس نزار	بر نمی آید جہاں را بے تو کار
اگرچہ تیرا جسم نازک اور بہت لاغر ہے	(لیکن) دنیا کا کام تیرے بغیر نہیں نکلتا ہے
گرچہ جسم نازکت راز ور نیست	لیک بے خورشید مارا نور نیست
اگرچہ تیرے نازک جسم میں طاقت نہیں ہے	لیکن سورج کے بغیر ہمارے لئے روشنی نہیں ہے
گرچہ مصباح و زجاجہ گشتۂ	لیک سرخیل دل و سر رشتۂ
اگرچہ تو چراغ اور قندیل بن گیا ہے	لیکن (اہل) دل کا پیشوا اور آغاز کار ہے
چوں سر رشتہ بدست و کام تست	درہائے عقد دل ز انعام تست
جبکہ آغاز کار تیرے ہاتھ میں اور منشاء کے مطابق ہے	دل کے ہار کے موتی تیرا انعام ہیں

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین (جو کہ مثنوی کے تصنیف کے باعث ہیں اور ہی لکھتے جاتے تھے) ایک دو ورق اور لے کر مرشد کامل کے اوصاف میں بڑھا لو اور اگرچہ آپ کا جسم (کثرت ریاضات سے) بہت ہی نازک اور ضعیف ہے (کہ لکھنے کی زیادہ مشقت کی برداشت مشکل ہے) مگر بدوں آپ کے اہل جہان کی (یعنی ان میں جو طالب ہیں ان کی) کار برآری (تحقیق اسرار و تعلیم طریقت کی) نہیں ہوتی اور اگرچہ آپ کے جسم نازک میں قوت نہیں لیکن (کیا کیا جائے کہ) بدوں خورشید کے ہم لوگوں کو (یعنی طالبین کو) نور نہیں میسر ہوتا (یعنی چونکہ آپ اپنے وقت کے شیخ ہیں اور بدوں توجہ شیخ الوقت کے طالبوں کو نور باطنی اور مقصود اصلی نہیں حاصل ہوتا اس لئے آپ ان کے نفع رسانی کے لئے تعب برداشت فرمائیے جس میں اس مضمون کا تحریر فرمانا بھی داخل ہے) اور اگرچہ آپ (نورانیت میں) مثل چراغ اور (لطافت میں) مثل قندیل شیشہ کے ہو گئے (اور ایسے منور و لطیف کو توجہ الی الحق مکدر و مشوش کرتی ہے) لیکن (اس کے ساتھ ہی) آپ گروہ اہل دل کے سرخیل (اور پیشوا یعنی شیخ) اور (تصنیف مثنوی کے لئے) سر رشتہ (اور سبب نظم) بھی ہیں پس جب (اسکا) سر رشتہ آپ کے ہاتھ اور قصد میں ہے تو اس باطنی ہار (یعنی مثنوی) کے موتی (یعنی مضامین و اسرار) آپ کے انعام کے سبب ہیں کہ نفع رسانی خلائق آپ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

باعث ہوئی کہ مجھ پر تصنیف مثنوی کے لئے اصرار فرمایا یہی انعام ہے طالبین پر پس یہ دوسری وجہ اس مضمون کے تحریر فرمانے کی ہوئی حاصل اس وجہ کا یہ ہوا کہ علاوہ شیخ کامل ہونے کے دوسرا یہ امر بھی اس کا مقتضی ہے کہ آپ باعث تالیف ہیں پس آپ کے جذب رغبت سے یہ مضامین لکھے جاتے ہیں اگر آپ اکتا جائیں تو میں بھی یہ مضامین نہیں لکھ سکتا اس لئے آپ کو توجہ فرمانا تحریر میں ضرور ہوا تا کہ مجھ پر آمد ہو اور لکھتا جاؤں)

برنویس احوال پیر راہ داں	پیر را بگزیں و عین راہ داں
واقف راہ پیر کے احوال تحریر کر	پیر (کا دامن) تھام لے اور حقیقی راستہ پالے
پیر تابستاں و خلقاں تیر ماہ	خلق مانند شب اند و پیر ماہ
پیر موسم بہار ہے اور مخلوق خزاں ہے	مخلوق رات جیسی ہے اور پیر چاند ہے
کردہ ام بخت جواں را نام پیر	کوز حق پیر ست نہ از ایام پیر
میں نے جواں بخت کو پیر کہا ہے	کیونکہ وہ خدا کی جانب سے پیر ہے عمر کی وجہ سے پیر نہیں ہے
او چناں پیرست کش آغاز نیست	باچناں در یتیم انباز نیست
وہ ایسا پیر ہے جس کی ابتداء نہیں ہے	اور ایسے یکتا موتی کا (کوئی) شریک نہیں
خود قوی تر می بود خمر کہن	خاصہ آں خمریکہ باشد من لدن
پرانی شراب خود زیادہ طاقتور ہوتی ہے	خصوصاً وہ شراب جو علم لدنی کی ہو
خود قوی تر می شود خمر قدیم	آں کہن تر بہتر اے شیخ علیم
پرانی شراب خود زیادہ قوی ہوتی ہے	اے دانا شیخ! جس قدر زیادہ پرانی ہو بہتر ہے

(یعنی جب ثابت ہو گئی کہ آپ کو تحریر میں توجہ فرمانا ضروری ہے تو بس) مرشد واقف طریقت کا حال لکھیے (آوردہ حال یہ مضامین ہیں کہ اے طالب) پیر کو اختیار کر واور اس کو عین راستہ سمجھو (یعنی راہ باطن کے لئے اس کو ایسی شرط اعظم سمجھو کہ گویا راستہ وہ خود ہے) پیر کی مثال موسم تابستان یعنی بہار کی سی سمجھو اور باقی خلائق کی مثال تیر ماہ یعنی موسم خزاں کی سمجھو (کہ خزاں کی بے رونقی بہار ہی سے مبدل بررونق ہوتی ہے اسی طرح قلب کی تیرگی مرشد ہی سے مبدل لطف ہوتی ہے) اور خلائق مثال شب کی ہیں اور پیر مثل چاند کے ہے) کہ شب چاند سے منور ہوتی ہے اسی طرح باطن خلق مرشد سے منور ہوتا ہے آگے لفظ پیر سے جو ایہام ہوتا ہے کہ شاید اسکا بوڑھا ہی ہونا ضروری ہے اس کے دفع کے لئے فرماتے ہیں کہ) میں بخت جوان کو پیر کہہ رہا ہوں (یعنی دولت باطنی سے جو خوش اقبال ہو مراد پیر سے وہ ہے خواہ جوان ہو یا بوڑھا) کیونکہ پیر کا پیر ہونا حق تعالیٰ کی طرف سے ہے نہ کہ ایام و سال سے (یعنی اس کی ظاہری کم عمری و جوانی سے اس کے پیر ہونے میں شبہ مت کرو کیونکہ) یوں تو وہ ایسا پیر (اور اتنا قدیم) ہے جس کا کہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

آغاز ہی نہیں اور ایسے درِ یتیم کا کوئی نظیر نہیں (اس کا یہ مطلب ہے کہ حق تعالیٰ کے علم قدیم میں سب کا سعید و شقی ہونا موجود ہے اس سعادت معلومہ بعلم قدیم ازلی کے اعتبار سے مجازاً اس کو قدیم کہہ دیا یعنی گو خود پیر قدیم نہیں مگر پیری تو قدیمی ہے اور پیری ہی دیکھنے کی چیز ہے اور اسی طرح اگر وہ عمر میں بھی بوڑھا ہو تو اس کے ضعف جسمانی سے ضعف روحانی و ضعف احوال باطنہ کا شبہ مت کرو کیونکہ) پرانی شراب تو اور زیادہ تیز ہو جاتی ہے پھر خاص کردہ شراب جو حق تعالیٰ کی طرف سے ہو (یعنی شراب محبت و کیفیت باطنی) تو ایسی شراب تو کہیں زیادہ اچھی ہوتی ہے (وجہ یہ کہ کیفیت باطنیہ یوماً فیوماً ترقی پذیر ہوتی ہے پس بڑھاپے میں روحانی قوت گھٹتی نہیں بلکہ بڑھتی ہے پھر یہ کہ اس کا تجربہ و بصیرت احوال طالبین کے متعلق زائد ہو جاتا ہے اس لئے بوڑھا ہونا اس کو مضر نہ طالب کو مضر۔

پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر	ہست بس پر آفت و خوف و خطر
پیر (کا توسل) اختیار کر یہ سفر بغیر پیر کے	آفت اور خوف و خطر سے بہت پر ہے
آں رہے کہ بارہا تو رفتۂ	بے قلاوز اندر آں آشفتۂ
جس راستہ پر تو بارہا چلا ہے	بغیر رہنما کے تو اس میں پریشان ہے
پس رہے را کہ ندیدستی تو ہیچ	ہیں مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
پھر وہ راستہ جو تو نے کبھی نہیں دیکھا ہے	خبردار! تنہا نہ جا (اور) رہبر سے انحراف نہ کر
ہر کہ او بے مرشدے در راہ شد	او ز غولاں گمرہ و در چاہ شد
جو شخص بغیر پیر کے راستہ پر چلا	وہ شیطانوں کی وجہ سے گمراہ اور ہلاک ہوا
گر نباشد سایۂ پیر اے فضول	بس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول
اے مہمل! اگر پیر کا سایہ نہ ہو	شیطان کی آواز تجھے بہت پریشان کرے گی
غولت از رہ افگند اندر گزند	از تو داہی تر دریں رہ بس بدند
شیطان تجھے گمراہ کر کے نقصان پہنچا دے گا	تجھ سے زیادہ چالاک اس راستہ میں بہت سے (گمراہ) ہوئے ہیں

(مربوط ہے اس مصرعہ کے ساتھ پیر را بگزیں و عین راہ دان یعنی) پیر کو اختیار کرو کیونکہ بدوں پیر کے یہ سفر (سلوک باطنی) سخت پر آفات و خطرات ہے (دیکھو جس راستہ میں بارہا چلنے کا تم کو اتفاق ہوا ہو (اکثر اوقات) بلا رہبر کے اس میں پریشان ہو جاتے ہو تو (بھلا) جس راستہ کو کبھی دیکھا تک نہ ہو (جیسے طریق سلوک) اس میں تنہا ہرگز مت چلنا اور رہبر سے انحراف مت کرنا جو شخص بلا مرشد اس راستہ میں چلتا ہو وہ شیاطین (کے اغوا سے) گمراہ اور ہلاکت میں واقع ہو جاتا ہے یعنی اگر سایہ (توجہ و تعلیم) مرشد نہ ہو تو شیاطین کی آواز (یعنی خطرات و عقائد فاسدہ) تم کو پریشان رکھیں اور شیاطین تم کو راہ (مستقیم) سے گزند (ہلاکت) میں ڈالیں تم سے زیادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

زیادہ زیرک اس راہ میں ہوئے ہیں (اور شیاطین نے ان کو خراب کیا ہے (بدوں مرشد کے گمراہ ہونے کی وجہ جاہل کے لئے تو یہ ہے کہ اس کو علم شریعت کا نہیں ہوتا ذرا ذکر سے قلب میں کوئی کیفیت پیدا ہوگئی اپنے کو صاحب کمال سمجھنے لگا تکبر سے خراب ہوا کچھ کشف ہونے لگا اور اس کی حقیقت نہ سمجھا اپنی کشف کے اعتماد پر کسی امر شرعی کا انکار کرنے لگا کوئی شیطانی خواب نظر آ گیا کہ فلاں گناہ کر لے اس کو کر بیٹھا خصوصاً جب باطنی ذوق وشوق یا کشف میں کمی نہ پائی پورا یقین ہوگیا کہ یہ فعل جب مضر باطن نہیں ہوا تو حلال ہوگا حالانکہ یہ کیفیات اگر مخالفت شرع کے ساتھ ہوں قابل اعتبار نہیں یہ ثمرہ ریاضت کا ہے نہ دلیل قبول کی اور اگر وہ شخص عالم ہے تو شیطان اس پر اس طرح تسلط کرتا ہے کہ اول کسی طاعت کی طرف بلاتا ہے اور انجام اس کا کوئی معصیت ہوتی ہے یا ریاضت میں اعتدال نہیں رہتا اور اس سے جسمانی ضرر ہوتا ہے اور بہت سی طاعات ضروریہ سے بیکار ہو جاتا ہے بعض اوقات دقائق معصیت تک نظر نہیں پہنچتی دنیا اور ایسی معاصی میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہے بعض اوقات اطلاع پر بھی مرض کچھ ہوتا ہے علاج کچھ کرتا ہے بعض اوقات عقائد میں وسوسہ ڈالتا ہے اور دلیل کے مقدمات میں خدشہ نکالتا ہے حتیٰ کہ بددین کر دیتا ہے آخر یہ بہتر فرقے گمراہ کیا علماء سے خالی تھے ان ہی طریقوں سے شیطان نے برباد کیا بعض اوقات اس تردد میں رہتا ہے کہ میرے لئے کون عمل نافع ہوگا کبھی اس کو لیا کبھی اس کو لیا اسی طرح ایک پر بھی دوام نہیں رہتا اور اس کے برکات نہیں ملتے پس شیطان کی ان سب چالاکیوں کا دفعیہ شیخ کامل جانتا ہے اس کے اتباع سے آدمی سب بلاؤں سے محفوظ رہ سکتا ہے خوب یاد رکھو)

از نبی بشنو ضلال رہرواں	کہ چہ شاں کرد آں ابلیس بدرواں
راستہ چلنے والوں کی گمراہی قرآن سے سن	کہ ان کے ساتھ بد ذات شیطان نے کیا کیا ہے؟
صد ہزاراں سالہ رہ از جادہ دور	بردشان و کردشاں زادبار عور
سیدھے راستہ سے لاکھوں سال کی مسافت پر دور	انہیں لے گیا اور بدبختی کی وجہ سے ان کو ننگا کر دیا
استخوانہا شاں ببین وموئے شاں	عبرتے گیر و مراں خر سوئے شاں
ان کی ہڈیاں اور بال دیکھ لے	عبرت حاصل کر اور ان کا راستہ نہ اختیار کر
گردن خر گیر و سوئے راہ کش	سوئے رہبانان و رہ دانان خوش
گدھے کی گردن پکڑ لے اور (اسکو) راستہ کی طرف کھینچ	(سیدھے) راستہ والوں اور راستہ خوب جاننے والوں کی طرف
ہیں مہل خر را و دست اے ومدار	زانکہ عشق اوست سوئے سبزہ زار
خبردار! گدھے کو نہ چھوڑ اور اس کو آزاد نہ کر	اس لئے کہ اس کا عشق سبزہ زار سے ہے
گر یکے دم تو بغفلت واہلیش	او رود فرسنگہا سوئے حشیش
اگر تو غفلت سے اس کو تھوڑی دیر کے لئے بھی آزاد چھوڑ دیگا	وہ میلوں گھاس کی جانب چلا جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

دشمن راہ است خر مست علف	اے بسا خربندہ را کردہ تلف
گھاس کا عاشق گدھا راستہ کا دشمن ہے	بہت سے اناڑیوں کو اس نے ہلاک کیا ہے

(خربندہ آنکہ منقاد ومسخر خراست یہ دلیل ہے اس مصرعہ کی کہ تو واہی تر درین رہ بس بدند+ اور پھر اس پر تفریع ہے یعنی) قرآن مجید سے ایسے رہروؤں کی ضلالت کا سن لو (جنہوں نے مرشدان کامل یعنی انبیاء علیہم السلام کا اتباع نہیں کیا کہ ابلیس بدذات نے ان کی کیا گت بنائی کہ جادہ مستقیم سے ان کو لاکھوں سال کی مسافت پر دور جا ڈالا اور ان کو ادبار میں پھنسا کر (دولت ایمان سے) برہنہ کر دیا تم ان کی ہڈیاں اور بال دیکھ کر عبرت پکڑو اور اپنے خرنفس کو ان کی (راہ) کی طرف مت چلاؤ (یعنی انہماک شہوات میں جو کہ سبب ہوا تھا انبیاء علیہم السلام کے اتباع نہ کرنے کا ان کی موافقت مت کرو) بلکہ اس خرنفس کی گردن پکڑ کر راہ (مستقیم) کی طرف لے جا یعنی جو اس راہ پر چل رہے ہیں اور اس راہ کو جانتے ہیں (ان کی طرف لے چلو) اور اس خرنفس کو یوں ہی (مطلق العنان) مت چھوڑ دو اور اس سے بےفکر مت ہو کیونکہ اس کا میلان سبزہ زار (یعنی لذات نفسانیہ) کی طرف ہے اگر تم ایک لحظہ بھی غفلت سے اس کو چھوڑ دو گے تو یہ کوسوں گھاس کی طرف کو نکل جائے گا (یعنی ہر وقت اس کے مراقب رہو کہ یہ اپنی خواہش کو کسی امر عظیم یا خفیف میں امر حق پر غالب نہ کردے) یہ خرنفس دشمن راہ حق ہے اور علف کا مست ہے اور اس نے بہت سے پیروان نفس کو برباد کیا (اگر کسی کو شبہ ہوا ہو کہ دعوٰی تو یہ تھا کہ پیر کی ضرورت ہے اور دلیل میں ضرورت اتباع نبی کی ثابت کی پس جو شخص مسلمان ہوا اس کے لئے پیر کی ضرورت نہ ہوئی اور جو کافر ہو اس کو مسلمان ہونا کافی ہوا جواب یہ ہے کہ اصل مقصود اتباع نبی کا ہے اور وہی مرشد اصلی ہیں مگر خود انکی اتباع کامل کا طریقہ بھی رائے سے یا علم رسمی سے معلوم نہیں ہوتا جیسا ابھی اوپر گذرا ہے اس لئے جس شخص کا پیر نہ ہو وہ نبی کا بھی پورا متبع نہیں البتہ زمان نبوت میں خود بلا واسطہ چونکہ نبی سے استفادہ ممکن ہے لہذا واسطہ کی حاجت نہیں)

گر ندانی رہ ہر انچہ خر بخواست	عکس آں کن خود بود آں راہ راست
اگر تو راستہ نہیں جانتا ہے تو جو گدھا چاہے	اس کے برخلاف کر وہی سیدھا راستہ ہو گا
شاوروھن پس آنگہ خالفوا	ان من لم یعصھن تالف
ان (عورتوں) سے مشورہ کرو پھر خلاف کرو	جو شخص ان کے خلاف نہیں کرتا ہے ہلاک ہوجانے والا ہے
باہوا و آرزو کم باش دوست	چوں یضلک عن سبیل اللہ اوست
خواہش نفسانی اور آرزو سے دوستی نہ کر	کیونکہ وہی ہے جو تجھے اللہ (تعالیٰ) کے راستے سے گمراہ کرتی ہے
ایں ہوا را نشکند اندر جہاں	ہیچ چیزے ہمچو سایہ ہمرہاں
دنیا خواہش نفسانی کو پامال نہیں کرتی	کوئی چیز جیسا کہ ساتھیوں کا سایہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر کہا ہے کہ نفس کا اتباع مہلک ہے اور مرشد رہنما کا اتباع منجی ہے اب فرماتے ہیں کہ اگر (چندے اتفاقاً رہنما نہ ملنے سے) تم راہ معلوم نہ کر سکو تو (اس وقت یہ تدبیر ہے کہ) جو کچھ یہ خرنفس خواہش کرے اس کے خلاف کرو کہ وہی راہ راست ہوگی (جیسا وارد ہے کہ) عورتوں سے مشورہ لو پھران کے خلاف کرو اور جو شخص عورتوں کے خلاف نہ کرے گا تلف ہوگا (یعنی یہی حالت نفس کی ہے اور امر مشترک دونوں میں نقصان عقل ہے یہ مضمون حدیث کر کے مشہور ہے مجھ کو اس کی تحقیق نہیں اگر ثابت ہو جائے تو باعتبار اکثر کے ہوگا ورنہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرۂ حدیبیہ میں حضرت ام سلمہؓ کا مشورہ قبول فرمایا اور اس میں پوری کامیابی ہوئی اور جاننا چاہیے کہ یہ قاعدہ کہ نفس کے خلاف میں خیر ہے یہ مواقع مشتبہ میں ہے ورنہ محل غیر مشتبہ میں کسی معیار کی حاجت نہیں حکم شرعی کافی ہے) غرض آرزو و ہوائے نفسانی کا دوست (یعنی پیرو) مت بننا چونکہ اس کی یہ حالت ہے کہ تم کو اللہ کے راستے سے بہکا دیتی ہے (جیسا قرآن میں ہے لاتتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ) اور اس ہوائے نفسانی کو دنیا میں کوئی چیز بجز ظل (عنایت) رفقاء طریق (یعنی مرشدان کامل) کے شکستہ کرنے والی نہیں۔

وصیت کردن رسول خدا مر علیؓ را کہ چوں ہر کسے بنوع طاعتے تقرب بحق جوید تو تقرب جو بصحبت عاقل و بندۂ خاص تا از ایشاں ہمہ پیش قدم باشی قال النبی ﷺ اذا تقرب الناس الی خالقھم بانواع البر فتقرب الی اللہ بالعقل والسر تسبقھم بالدرجات والزلفی عند الناس فی الدنیا و عند اللہ فی الآخرۃ

رسول خدا کا (حضرت) علیؓ کو وصیت کرنا کہ جب ہر شخص اللہ کا تقرب کسی قسم کی اطاعت کے ذریعہ ڈھونڈتا ہے تو عقلمند اور خاص بندے کی صحبت کے ذریعہ تقرب چاہ تاکہ ان سب سے آگے بڑھ جائے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب لوگ اپنے خالق کا تقرب مختلف نیکیوں کے ذریعہ چاہیں تو اللہ کا عقل اور اسرار الٰہی کے ذریعہ تقرب چاہ درجوں میں سب سے بڑھ جائے گا دنیا میں لوگوں کے نزدیک اور آخرت میں اللہ کے نزدیک۔

اس سے تائید ہے شعر بالا این ہوا را نشکند الخ کی اور اس حدیث کی مجھ کو تحقیق نہیں مگر مضمون بہت احادیث سے موافق ہے جن میں صحبت نیک کی برکات وارد ہیں۔

گفت پیغمبر علیؓ را کاے علیؓ	شیر حقی پہلوانی پر دلی
(حضرت) علیؓ سے پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا اے علی!	تو اللہ کا شیر ہے بہادر ہے دلیر ہے
لیک بر شیری مکن ہم اعتمید	اندر آدر سایۂ نخل امید
لیکن تو شیری پر بھروسہ نہ کر	نخل امید کے سایہ میں آ جا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کسے گر طاعتے پیش آورند	بہر قرب حضرت بیچون و چند
ہر شخص اگر عبادت پیش کرے	بے مثال اور بے نظیر کے دربار کی قربت کے لئے
تو تقرب جو بعقل و سر خویش	نے چو ایشاں بر کمال و بر خویش
تو اپنی عقل اور محبت کے ذریعہ سے نزدیکی حاصل کر	نہ کہ ان کی طرح اپنے کمال اور نیکی (کی بنیاد) پر
تو درآ در سایۂ آں عاقلے	کش نتاند برد از راہ ناقلے
تو اس عقلمند کے سایہ میں آ جا	جس کو راستہ سے کوئی ہٹانے والا نہ ہٹا سکے
پس تقرب جو بدو سوئے الٰہ	سر مپیچ از طاعت او ہیچ گاہ
اس کے ذریعہ اللہ کا قرب طلب کر.	کسی وقت (بھی) اس کی فرمانبرداری سے منہ نہ موڑ
زانکہ او ہر خار را گلشن کند	دیدۂ ہر کور را روشن کند
اس لئے کہ وہ ہر کانٹے کو پھول بنا دیتا ہے	ہر اندھی آنکھ کو روشنی عطا کر دیتا ہے
ظل او اندر زمیں چوں کوہ قاف	روح او سیمرغ بس عالی طواف
اس کا سایہ زمین پر کوہ قاف کی طرح ہے	اس کی روح اونچا چکر لگانے والا سیمرغ ہے
دست گیرد بندۂ خاص الٰہ	طالباں را می برد تا پیشگاہ
اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ دستگیری کرتا ہے	(وہ) طالبوں کو (اللہ تعالیٰ کی) درگاہ تک لے جاتا ہے
گر بگویم تا قیامت نعت او	ہیچ آں را غایت و مقطع مجو
اگر میں قیامت تک اس کی تعریف کروں	اس کی انتہا اور خاتمہ کی امید نہ کر
آفتاب روح نے آن فلک	کز نورش زندہ اند انس و ملک
(وہ) روح کا سورج ہے آسمان کی طرف منسوب نہیں ہے	اس کے نور سے انسان اور فرشتے زندہ ہیں
در بشر روپوش گشت ست آفتاب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب
سورج انسان (کے جسم) میں روپوش ہے	سمجھ لے اور اللہ (تعالیٰ) بہتر جانتا ہے

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم اسد اللہ ہو پہلوان ہو قوی القلب ہو لیکن تاہم شیری پر اعتماد نہ کرنا بلکہ نخل امید (یعنی کامل) کی سایہ (صحبت) میں رہنا اور جب اور لوگ تحصیل قرب درگاہ حق کے لئے مختلف اقسام کی طاعت بجالائیں تو تم اپنی عقل (یعنی معرفت) اور کیفیت باطنی (یعنی محبت) سے قرب حاصل کرنا نہ کہ ان لوگوں کی طرح محض اپنے کمال اور اعمال (ظاہری) سے (اور معرفت اور محبت کا حصول و

www.besturdubooks.wordpress.com

بقاء صحبت کامل پر موقوف ہے اس لئے) تم عارف کامل کے زیر سایہ رہنا جو (بوجہ تمکین و تحقیق کے) ایسا ہو جس کو کوئی شخص راہ سے نہ ہٹا سکے (جیسا اہل تلوین و اہل تقلید قائم نہیں رہتے) پس ایسے شخص کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرو اور (طریق سلوک میں) اس کی اطاعت سے ہرگز سرتابی مت کرو کیونکہ وہ ناقص کو کامل کر دیتا ہے اور بے بصیرت کو صاحب بصیرت کر دیتا ہے اور اس کا سایہ (یعنی جسم کہ مثل ظل کے تابع روح ہے) زمین پر کوہ قاف کی طرح پڑتا ہے (یعنی جیسا اس کا سایہ زمین پر پڑتا ہے اوراس میں اشارہ لطیف ہے اس کے استقلال و تمکین کی طرف) لیکن اس کی روح مثل سیمرغ کے نہایت عالی طواف ہوتی ہے (یعنی اس کو علو روحانی نصیب ہوتا ہے) وہ دستگیر (طالبوں کا) اور بندہ خاص اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے کہ طالبوں کو پیشگاہ قرب تک لے جاتا ہے اور اگر میں قیامت تک اس کی تعریف کروں تب بھی اس کی انتہا مت ڈھونڈ ھو وہ آفتاب روح ہے نہ کہ آفتاب فلک اور اس کے انوار سے تمام انسان اور ملائکہ زندہ ہیں وہ آفتاب روح اور جثہ بشریہ میں پنہاں ہو رہا ہے اس کو خوب سمجھ لو اور صواب یقینی اللہ ہی کو معلوم ہے (اشارہ ہے اس طرف کہ روح انسانی مجرد ہے اور ملائکہ مادی اور مادی نور میں مجرد سے کم ہے پس گویا وہ اس کا محتاج فی النور ہے اس لئے مبالغۃً زنورش زندہ کہہ دیا اور انسانوں کا اس سے زندہ ہونا باعتبار حیات علمی کے ہے اور چونکہ انسان کامل کے معارف و حالات برابر متزائد رہتے ہیں اس لئے مقطع مجو فرمایا یعنی لاتقف عند حد ہیں اور چونکہ تجرد روح کا کشفی ہے جو مظنون ہوتا ہے اس لئے اللہ اعلم بڑھا دیا اور ممکن ہے کہ شعر اخیر میں آفتاب سے مراد نور حق ہو اور روپوشی سے مراد مظہریت ہو بواسطہ روح کے بوجہ اس کے کہ روح بہ نسبت اور موجودات کے مظہر اتم ہے اور اس اشارہ کے دقیق ہونے کی وجہ سے فہم کن بڑھا دیا ہو۔

یا علیؓ از جملۂ طاعات راہ	برگزیں تو سایۂ خاص الٰہ
اے علیؓ! راہ (حق) کی تمام اطاعتوں میں سے	اللہ (تعالیٰ) کے مخصوص (بندہ) کے سایہ کو اختیار کر
ہر کسے در طاعتے بگریختند	خویشتن را مخلصے انگیختند
ہر شخص ایک اطاعت کی پناہ لے رہا ہے	(اور) اپنے لئے نجات کی جگہ نکال رہا ہے
تو برو در سایۂ عاقل گریز	تارہی زاں دشمن پنہاں ستیز
تو جا عقلمند کے سایہ کی پناہ لے	تاکہ چھپ کر لڑنے والے دشمن سے نجات پالے
از ہمہ طاعات اینت لائق ست	سبق یابی بر ہر آں کو سابق ست
تیرے لئے یہ تمام اطاعتوں سے زیادہ مناسب ہے	ہر آگے بڑھنے والے سے تو سبقت لے جائے گا
چوں گرفتی پیر ہیں تسلیم شو	ہمچو موسیٰؑ زیر حکم خضرؑ رو
جب پیر بنالے خبردار! سر اطاعت رکھ دے	موسیٰ (علیہ السلام) کی طرح (حضرت) خضر کے حکم کے ماتحت چل

www.besturdubooks.wordpress.com

صبر کن بر کار خضرؑ اے بے نفاق	تانہ گوید خضرؑ رو ہٰذا فراق
اے مخلص! خضر کے کام پر صبر کر	تاکہ خضر یہ نہ کہہ دے کہ جا یہ جدائی ہے
گرچہ کشتی بشکند تو دم مزن	گرچہ طفلے را کشد تو مومکن
خواہ وہ (خضر) کشتی توڑ دے تو اعتراض نہ کر	خواہ وہ بچے کو مار ڈالے تو رنج نہ کر
دست او را حق چو دست خویش خواند	تا یداللہ فوق ایدیہم براند
جب خدا نے اس کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیا ہے	یہاں تک کہ "اللہ کا ہاتھ اس کے ہاتھ پر ہے" فرمایا ہے
دست حق میرانَدش زندش کند	زندہ چہ بود جان پایندش کند
اللہ (تعالیٰ) کا ہاتھ اس کو مارتا ہے تو اس کو زندہ کرتا ہے	زندہ کیا ہوتا ہے اس کو ابدی زندگی عطا کرتا ہے

(یہ رجوع ہے اس شعر کی طرف تو درآ در سایۂ آن عاقلی الخ۔ یعنی) اے علیؓ راہ حق کی تمام طاعات میں سے تم خاصان خداوندی کے سایہ (صحبت) کو (اہتمام میں) ترجیح دینا ہر شخص ایک ایک طاعت کی پناہ لے رہے ہیں اور اپنے لئے خلاصی کی صورت نکال رہے ہیں تم ایسے وقت میں کسی عاقل (عارف) کے سایہ (صحبت کی پناہ لینا تاکہ (اسکی برکت صحبت سے (اس دشمن پنہاں جنگ) یعنی نفس (سے چھوٹ جاؤ تمام طاعات میں یہی تمہارے لئے (زیادہ) لائق ہے اور جتنے لوگ مراتب میں بڑھ گئے ہیں تم اس کے سبب ان سب سے بڑھ جاؤ گے (وجہ یہ ہے کہ عارف کامل کی صحبت و تعلیم سے خلوص عبادات میں بڑھ جاتا ہے جس کے بدون عادتیں صورتیں بے معنی ہوتی ہیں اب بعد ترغیب صحبت کامل کے بعض آداب صحبت کامل کے بتلاتے ہیں کہ) جب تم پیر بنالو تو یاد رکھو کہ ہمہ تن تسلیم بن جانا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح زیر حکم خضر علیہ السلام چلنا (کہ انہوں نے فرمایا تھا لا اعصے لک امرا) اور خضر یعنی مرشد کامل کے افعال پر صبر (وسکوت) کرنا تاکہ خضر یوں نہ کہہ دیں کہ جاؤ ہماری تمہاری جدائی ہے (جس طرح موسیٰ علیہ السلام سے جب صبر نہ ہوا تو خضر علیہ السلام نے فرمایا ہٰذا فراق بینی وبینک پس تشبیہ صرف بے صبری پر فراق کے مرتب ہونے میں ہے نہ کہ دونوں بے صبریوں کے مساوات میں بھی کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کو بوجہ خود کامل ہونے کے یہ بے صبری اور یہ مفارقت مضر نہ تھی اور تم کو بوجہ ناقص ہونے کے مضر ہوگی) حتیٰ کہ اگر وہ کشتی کو توڑنے لگیں تم دم مت مارنا اگر وہ طفل کو قتل کرنے لگیں تم اپنے بال مت نوچنے لگنا (یعنی شور وشغب مت کرنا) اللہ تعالیٰ نے جب اس کے ہاتھ کو (بواسطۂ ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) اپنا ہاتھ فرمایا ہے یہاں تک کہ یداللہ فوق ایدیہم اس پر مرتب فرمایا ہے پس (یوں سمجھو کہ) اس طفل کو اللہ کا ہاتھ مار رہا ہے اور زندہ کر رہا ہے اور زندہ کیا بلکہ اس کو حیات ابدیہ بخش رہا ہے (کیونکہ اس طفل کا قبل بلوغ مارا جانا اس کے لئے کفر سے بچنے کا سبب ہو گیا جس سے حیات ابدیہ ضائع ہو جاتی اور مقصود مولانا کا خصوصیت ان افعال کی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ الہام سے قبل ہماری شریعت میں جائز نہیں بلکہ غرض تشبیہ ہے یعنی اگر کوئی امر ظاہراً خلاف شرع اس سے سرزد ہو تو اس پر اعتراض میں جلدی اور بے صبری مت کر اور یہ مطلب نہیں کہ تو بھی تقلید کرنے لگے اور نہ یہ مطلب ہے کہ جب حد صبر سے خارج ہو جائے تب بھی اس کا معتقد بنا رہ حد صبر کی یہی ہے کہ غلبہ اس میں حالات محمودہ و علامات بزرگی کا ہو اور احیاناً کوئی امر ایسا صادر ہو جائے تو اعتراض نہ کرنے اور خود بھی تقلید نہ کرے اسی لئے صبر کن برکار فرمایا ہے اور کن عمل برکار نہیں فرمایا اور تسلیم اور زیر حکم ہونے کو جو فرمایا ہے یہ خاص ہے طرق مختلفہ سلوک میں کہ وہ سب دائرہ شرع شریف کے اندر داخل ہیں۔

یار باید راہ را تنہا مرو	از سر خود اندریں صحرا مشو
کوئی راستہ کا یار چاہئے تنہا نہ جا	اس جنگل میں تنہا نہ جا
ہر کہ تنہا نادر ایں رہ را برید	ہم بعون ہمت مرداں رسید
(ایسا) کم ہے کہ تنہا کسی نے یہ راستہ طے کیا ہو	وہ بھی بزرگوں کی باطنی توجہ کی وجہ سے پہنچا ہوگا
دست پیر از غائباں کوتاہ نیست	دست او جز قبضۂ اللہ نیست
پیر کا ہاتھ غیر حاضر لوگوں سے (بھی) کوتاہ نہیں ہے	اس کا ہاتھ اللہ (تعالیٰ) ہی کا ہاتھ ہے
غائباں را چوں چنیں خلعت دہند	حاضراں از غائباں لاشک بہند
جب وہ غیر حاضر لوگوں کو ایسا انعام دیتے ہیں	تو لامحالہ حاضر لوگ غیر حاضروں سے بہتر ہیں
غائباں را چوں نوالہ می دہند	پیش مہماں تا چہ نعمتہا نہند
جب وہ غیر حاضر لوگوں کو لقمہ دیتے ہیں	تو مہمان کے سامنے کیا کیا نعمتیں رکھتے ہوں گے؟
کو کسے کو پیش شہ بندد کمر	با کسے کو ہست از بیروں در
کہاں وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے کمر کسے ہوئے ہو	اس شخص کے مقابلہ میں جو دروازہ سے باہر ہو
فرق بسیار ست ناید در حساب	آں ز اہل کشف وایں ز اہل حجاب
بہت فرق ہے جو حساب میں نہیں آتا ہے	وہ اہل کشف میں سے ہے اور یہ اہل حجاب میں سے ہے
جہد آں کن تا رہے یابی درون	ورنہ مانی حلقہ وار از در بروں
وہ کوشش کرتا کہ اندر کا راستہ پالے	ورنہ زنجیر کی طرح دروازہ سے باہر رہ جائے گا
چوں گزیدی پیر نازک دل مباش	سست و ریزندہ چو آب وگل مباش
جب تو نے پیر بنا لیا تو نازک دل نہ بن	گارے کی طرح سست اور بکھرنے والا نہ بن

www.besturdubooks.wordpress.com

زم گوید سخت گوید خوش بگیر	تا کند بر جملہ میرانت امیر
(پیر) نرم بات کہے (یا) سخت کہے خوشی سے قبول کر	تاکہ تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دے
ور بہر زخمے تو پر کینہ شوی	پس کجا بے صیقل آئینہ شوی
اگر ہر تکلف پر تو غصہ سے بھرے گا	تو بغیر مانجھے کس طرح صاف ہوگا؟

اس میں بھی ترغیب اور ضرورت پیر کی اور آداب صحبت کا بیان ہے (یعنی) راہ (حق) قطع کرنے کے لئے یار (یعنی مرشد) ضروری ہے تنہا (یعنی اپنی رائے یا کتابوں سے) سلوک طے نہ کرنا چاہئے اور خود سر ہو کر اس میدان میں قدم نہ رکھنا چاہئے اگر کسی نے شاذ و نادر اس راہ (سلوک) کو تنہا (بے صحبت پیر) قطع کر بھی لیا ہے وہ بھی پیروں ہی کے امداد و ہمت (و توجہ) سے پہنچا ہے (یعنی اگر قرب جسمانی نہیں ہوا تو توجہ روحانی ضرور ہوتی ہے کیونکہ پیر کا ہاتھ (یعنی تصرف باطنی) دور والوں سے بھی کوتاہ نہیں ہے اور اس کا ہاتھ تو اللہ ہی کا ہاتھ ہے جیسا اوپر ید اللہ فوق ایدیہم کا حاصل گزر چکا ہے اور ید اللہ مقید قرب و بعد کا نہیں ہے یعنی اسکی برکات توجہ و دعا و ہمت دور سے بھی نافع ہیں بس بے پیر وصول جب بھی نہ ہوا لیکن یہ سن کر صحبت جسمانی کو بیکار نہ سمجھنا کیونکہ دور والوں کو جب ایسی خلعت دیتے ہیں تو پاس والے تو دور والوں سے بلاشبہ بہتر ہیں اور جب غائبوں کو بھی نوالہ دے دیتے ہیں تو مہمان (جو کہ پاس ہوتا ہے اسکے) روبرو تو کیسی کچھ نعمتیں رکھتے ہونگے اس کی مثال یہ ہے کہ کہاں تو وہ شخص جو بادشاہ کے سامنے کمربستہ تیار کھڑا رہتا ہو اور کہاں وہ شخص جو بیروں در پڑا ہو پس یہی کوشش کرنا چاہئے کہ اندر راہ مل جائے ورنہ زنجیر بیرونی کی طرح اندر سے دور رہو گے (یعنی صحبت جسمانی کا اہتمام ضروری ہے اس میں چند فوائد ہیں اول خدمت سے پیر کا دل خوش کرنا دوم اس کے تعلیم پر عمل کر کے اس کی توجہ کو اپنی طرف منصرف کرنا سوم خود اس کے افعال و اشتغال و اخلاق دیکھ کر درستی ہونا چہارم مفصل تعلیم ہونا پنجم وقتاً فوقتاً شبہات و اغلاط کا رفع ہوتا رہنا وغیر ذلک آگے آداب بتلاتے ہیں کہ) جب پیر بنا لیا تو نازک دل اور آب وگل کی طرح سست اور ہر بات پر بکھر جانے والے مت ہو آسان کام بتلا دے یا مشکل مجاہدہ تعلیم کرے خوشی سے قبول کرو تاکہ سب بڑوں کا تم کو بڑا بنا دے (یعنی درجۂ کمال تک پہنچا دے) اور اگر ہر بات کی تکلیف پر تنگدل و مکدر ہونے لگو تو (سمجھ لو کہ بے صیقل کئے (صفائی میں) آئینہ کی طرح) کب بن سکتے ہو

قصۂ کبودی زدن قزوینی بر شانہ گاہ و پشیماں شدن او بزخم سوزن

ایک قزوینی کا کندھے پر گدوانا اور زخم سوزن کی وجہ سے شرمندہ ہونے کا قصہ

ایں حکایت بشنو از صاحب بیاں	در طریق و عادت قزوینیاں
بیان کرنے والے سے یہ قصہ سن	جو قزوینیوں کی عادت اور رسم کے بارے میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برتن و دست و کتفہا بے درنگ	میزنند از صورت شیر و پلنگ
جسم ہاتھ اور کاندھے پر بلا تردد	شیر اور تیندوے کی تصویر گدواتے ہیں
بر چناں صورت پیاپے بے گزند	از سر سوزن کبودیہا زنند
اس طرح کی تصویر پر پے در پے بلا تکلف	سوئی کی نوک سے گودتے ہیں
سوئے دلاکے بشد قزوینئے	کہ کبودم زن ستاں شیرینئے
ایک قزوینی نائی کے پاس گیا	کہ میرے گود دے (اور) شیرینی لے لے
گفت چہ صورت زنم اے پہلواں	گفت برزن صورت شیر ژیاں
اس نے کہا اے پہلوان! کیا تصویر بناؤں؟	کہا غضبناک شیر کی تصویر بنا دے
طالعم شیرست و نقش شیر زن	جہد کن رنگ کبودی سیر زن
تیرا طالع اسد ہے شیر کی تصویر بنا دے	کوشش کر دل بھر کے گود دے
گفت بر چہ موضعت صورت زنم	گفت بر شانہ گہم زن آں رقم
اس نے کہا۔ تیرے کس جگہ تصویر بناؤں؟	کہا میرے کندھے پر نقش کر دے
تا شود پشتم قوی در رزم و بزم	با چنیں شیر ژیاں در عزم و حزم
تا کہ رزم اور بزم میں میری کمر مضبوط ہو جائے	ایسے خوفناک شیر کی وجہ سے پختہ کاری اور پختہ ارادہ میں

(یہ داستان اس شعر سے مربوط ہے در بہر زخمی تو پر کینہ شوی الخ۔ یعنی جس طرح وہ قزوینی شکایت زخم و کم ہمتی سے اپنے مقصد تک نہیں پہنچ سکا اسی طرح کم ہمتی سالک کی (رہزن ہے) یعنی بیان کرنے والے سے یہ قصہ سنو کہ اہل قزوین (نام شہر) کا طریقہ اور عادت ہے کہ بدن پر خصوصاً ہاتھ اور شانہ پر بے دھڑک شیر و پلنگ کی تصویریں گدوا لیتے ہیں اور اس تصویر کی جگہ میں بے درد ہو کر لگا تار سوئی سے کوچکر نیل بھر دیتے ہیں ایک قزوینی کسی دلاک کے پاس اس غرض سے آیا کہ میرے نیل بھر دے اور اپنی شیرینی شکر لے لے اس نے پوچھا کیا تصویر بناؤں کہنے لگا کہ شیر کی تصویر بنا دے میرا طالع اسد ہے اس لئے شیر کا نقش بنا دے اور خوب محنت سے نیل اچھی طرح بھر دے اس نے پوچھا کہ کون سی جگہ بناؤں کہنے لگا کہ شانہ پر بنا دے تا کہ رزم و بزم میں ہمت و ارادہ کرنے کے وقت شیر سے میری پشت قوی رہے۔

چونکہ او سوزن فرو بردن گرفت	درد آں در شانہ گہ مسکن گرفت
اس نے جب سوئیاں چبھانی شروع کیں	اس کی تکلیف کندھے میں ہونے لگی

www.besturdubooks.wordpress.com

پہلواں در نالہ آمد کانے سنی	مرمرا کشتی چہ صورت می زنی
پہلوان نے رونا شروع کر دیا کہ اے بھلے مانس!	تو نے تو مجھے مار ڈالا کیا تصویر بنا رہا ہے؟
گفت آخر شیر فرمودی مرا	گفت از چہ عضو کردی ابتدا
اس نے کہا تو نے شیر بنانے کے لئے کہا ہے	کہا کس عضو سے تو نے شروع کیا ہے؟
گفت از دمگاہ آغازیدہ ام	گفت دم بگذار اے دو دیدہ ام
اس نے کہا میں نے دم کی طرف سے شروع کیا ہے	کہا اے نور چشم! دم بنانی چھوڑ دے
از دم و دمگاہ شیرم دم گرفت	دم گہ او دم گہم محکم گرفت
دم اور دم کی جگہ سے شیر نے میرا سانس گھونٹ دیا۔	اس کی دم کی جگہ نے میرے سانس لینے کی جگہ کو دبا دیا
شیر بے دم باش گو اے شیر ساز	کہ دلم سستی گرفت از زخم گاز
بے دم کا شیر سہی اے شیر بنانے والے!	اوزار کے زخم نے میرا دل نڈھال کر دیا ہے
جانب دیگر گرفت آں شخص زخم	بے محابا و مواساتے و رحم
وہ شخص دوسری جانب زخم کرنے لگا	بے دھڑک اور بغیر ہمدردی اور رحم کے
بانگ زد او کایں چہ اندام ست ازو	گفت او گوش ست اے مرد نکو
وہ چیخا یہ اس کا کونسا عضو ہے؟	اس نے کہا اے نیک مرد! یہ کان ہے
گفت تا گوشش نباشد اے ہمام	گوش را بگذار و کوتہ کن کلام
اس نے کہا اے سردار! اس کا کان نہ ہو	کان کو چھوڑ دے اور قصہ مختصر کر
جانب دیگر خلش آغاز کرد	باز قزوینی فغاں را ساز کرد
اس نے دوسری جانب چبھانا شروع کیا	پھر قزوینی نے شور کرنا شروع کر دیا
کایں سوم جانب چہ اندام ست نیز	گفت اینست اشکم شیر اے عزیز
کہ یہ تیسری جانب کونسا عضو ہے؟	اس نے کہا اے پیارے! یہ شیر کا پیٹ ہے
گفت تا اشکم نباشد شیر را	خود چہ اشکم می بباید شیر را
اس نے کہا شیر کا پیٹ بھی نہ ہو	شیر کو پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟
گشت افزوں درد کم زن زخمہا	اشکمے چہ شیر را بہر خدا
درد بہت بڑھ گیا زخم کم کر	شیر کے لئے پیٹ کی کیا ضرورت ہے؟ خدا کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

خیرہ شد دلاک بس حیران بماند	تا بدیر انگشت در دنداں بماند
نائی متعجب ہوا اور حیران رہ گیا	دیر تک انگلی دانتوں میں دبائے رہا
بر زمیں زد سوزن آندم اوستاد	گفت در عالم کسے را ایں فتاد
اس وقت استاد نے سوئی زمین پر پھینک دی	بولا دنیا میں کسی کو ایسا بھی پیش آیا ہو گا؟
شیر بے دم و سر و اشکم کہ دید	ایں چنیں شیرے خدا خود نافرید
بے دم سر اور پیٹ کا شیر کس نے دیکھا ہے؟	ایسا شیر تو خدا نے کوئی پیدا ہی نہیں کیا ہے

جب دلاک نے سوئی کو چبھانا شروع کیا تو اس کی تکلیف شانہ میں محسوس ہوئی قزوینی نے ایک چیخ ماری کہ ارے مارڈالا کیا تصویر بناتا ہے اس نے کہا کہ آخر شیر بنانے کو کہا بھی تھا کہنے لگا کون سے عضو سے شروع کیا ہے اس نے کہا کہ دم سے شروع کیا ہے کہنے لگا کہ دم کو جانے دو اس دُم سے تو میرا دم ہی بند ہو گیا اس کی دم گاہ نے میرا دم بند کر دیا خیر بے دم کا شیر سہی کیونکہ اس اوزار کی تکلیف سے بالکل طبیعت نڈھال ہو گئی اس نے دوسری جگہ بے دردی بے رحمی سے بے محابا کو چبھانا شروع کیا وہ پھر چلایا کہ یہ کون عضو ہے اس کے کہا کہ یہ کان ہے کہنے لگا کہ خیر کان بھی نہ سہی اس کان کو جانے دو اور قصہ مختصر کرو اس نے اور جگہ سوئی چبھوئی پھر اس نے غل مچایا کہ میاں یہ کیا عضو ہے اس نے کہا کہ یہ پیٹ ہے کہنے لگا کہ چلو پیٹ بھی نہ سہی اس کمبخت (تصویر) کو پیٹ کی کون ضرورت ہے کیونکہ تکلیف بہت ہوتی ہے زخم و خم مت کرو اللہ واسطے پیٹ کیا ہو گا وہ دلاک عاجز ہو گیا اور حیران رہ گیا اور دیر تک دانتوں میں انگلی دیئے سوچتا رہا اور سوئی زمین پر دے ماری اور کہنے لگا کہ بھلا دنیا جہان میں کسی کو ایسا بھی معاملہ پڑا ہو گا جس شیر کے نہ دم ہو نہ سر ہو نہ شکم ہو کسی نے ایسا بھی شیر دیکھا ہے بلکہ ایسا شیر تو اللہ میاں نے بھی پیدا نہیں کیا ہے۔

چوں نداری طاقت سوزن زدن	از چنیں شیر ژیاں بس دم مزن
جب تو سوئی چبھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے	ایسے خوفناک شیر کے بارے میں بات نہ کر
اے برادر صبر کن بر درد نیش	تا رہی از نیش نفس گبر خویش
اے بھائی! سوئی کے درد پر صبر کر	تاکہ تو اپنے بے دین نفس کے ڈنک سے نجات پائے
کاں گروہیکہ رہیدند از وجود	چرخ و مہر و ماہ شاں آرد سجود
اس لئے کہ جو لوگ اپنے وجود سے آزاد ہو گئے ہیں	آسمان اور سورج اور چاند ان کو سجدہ کرتا ہے
ہر کہ مرد اندر تن او نفس گبر	مرورا فرماں برد خورشید و ابر
جس کے بدن میں بے دین نفس مر گیا ہے	سورج اور ابر ان کا حکم مانتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں دلش آموخت صبر افروختن	آفتاب او را نیارد سوختن
جب اس کا دل صبر کو روشن کرنا سیکھ جاتا ہے	سورج اس کو نہیں جلا سکتا
گفت حق در آفتاب منتجم	ذکر تزاور کذا عن کہفہم
روشن سورج کے بارے میں اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے	ان کے غار سے بچ کر نکل جاتا ہے
خفتگانے کز خدا ہد کار شاں	میل کردے آفتاب از غار شاں
وہ سونے والے جن کا معاملہ خدا سے تھا	سورج ان کے غار سے کترا جاتا تھا
خار جملہ لطف چوں گل می شود	پیش جزوے کو سوئے کل می شود
کانٹا پھول کی طرح پر لطف ہو جاتا ہے	اس جزو کے سامنے جو کل سے وابستہ ہوتا ہے
چیست تعظیم خدا افراشتن	خویشتن را خوار و خاکی داشتن
خدا کی عظمت کو ظاہر کرنا کیا ہے؟	اپنے آپ کو ذلیل اور مٹی بنا لینا ہے
چیست توحید خدا آموختن	خویشتن را پیش واحد سوختن
اللہ (تعالیٰ) کی واحدانیت سیکھنا کیا ہے؟	اپنے آپ کو "واحد" کے سامنے فنا کر دینا ہے
گر ہمی خواہی کہ بفروزی چو روز	ہستی ہمچوں شب خود را بسوز
اگر تو چاہتا ہے کہ دن کی طرح منور ہو جائے	(تو) اپنی رات جیسی ہستی کو جلا ڈال
ہستیت در ہست آں ہستی نواز	ہمچو مس در کیمیا اندر گداز
وجود عطا کرنے والے کے وجود میں اپنے وجود کو	تانبے کی طرح کیمیا میں پگھلا دے
در من و ما سخت کردستی تو دست	ہست ایں جملہ خرابی از دو ہست
"من و ما" کو تو نے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے	دو وجودوں کی وجہ سے یہ ساری خرابی ہے

(یہ انتقال ہے قصہ سے طرف ارشاد کے یعنی) جب تم کو سوئی چبھنے کی برداشت نہیں تو پھر ایسے شیر کا نام مت لینا) (یعنی اگر مشقت ریاضت کا تحمل نہیں تو طلب حق کا دعویٰ مت کرو) بھائی درد نیش (یعنی مجاہدات تشریعیہ وتکوینیہ) پر صبر (واستقلال) کرو تا کہ اپنے نفس خبیث کے ضرر وہلاک سے محفوظ رہو کیونکہ جو لوگ اپنی ہستی کو فنا کر چکے ہیں (جو ثمرہ ومقصود ہے ریاضات ومجاہدات کا) تمام اجسام علویہ ان کے روبرو مسخر ومنقاد ہیں اور جس کے تن میں یہ نفس خبیث فنا ہو گیا ہے ابر وخورشید اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں جب کہ اس کے قلب نے (نورالٰہی کی) شمع روشن کرنا سیکھ لیا تو آفتاب اس کو سوختہ نہیں کر سکتا (مراد تسخیر وانقیاد وفرمانبرداری وسوختہ نہ کرنے سے وہی ہے جس کو قرآن مجید

www.besturdubooks.wordpress.com

میں سخر لکم ما فی السموات و ما فی الارض سے تعبیر فرمایا ہے یعنی بحکم خداوندی ہمارے کام میں لگے ہیں اور ہر چند کہ یہ تسخیر عام ہے خلائق کو مگر مقبولین اس میں مقصود اور دوسرے) تابع ہیں جیسا حدیث میں ہے انما ترزقون و تنصرون بضعفائکم اس لئے ان میں خصوصیت ہے چنانچہ حق تعالیٰ نے آفتاب تاباں کے شان میں (اصحاب کہف کے قصہ میں) فرمایا ہے تزاور عن کھفھم (پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جب آفتاب نکلتا ہے تو داہنی جانب سے بچ کر نکل جاتا ہے اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں جانب سے کترا جاتا ہے یعنی ان حضرات پر دھوپ نہیں پڑتی یا تو بطور خرق عادت کے کیونکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ آفتاب کی محاذات ہو مگر دھوپ نہ لگے آس پاس کی دیواروں کا سایہ اتنا ہی اور ویسا ہی رہے جیسا قبل محاذات شمس کے تھا پس شمس سے مراد دھوپ ہوگی اور یا وہ غار اس ہیئت اور وضع سے واقع ہو کہ اس میں دھوپ نہ جاتی ہو جیسا بعض نے کہا ہے کہ وہ غار قطب شمالی کے مقابلہ میں واقع ہے ہم بعض فصول میں اپنے بلاد میں بھی دیکھتے ہیں کہ شمال رویہ مکانوں میں دھوپ نہیں آتی بہر حال جو صورت بھی ہو) وہ ایسے خفتہ ہیں کہ ان کو خدا ہی سے کام تھا (کہ انہوں نے نہایت استقلال سے سب سے مخالف ہو کر کہہ دیا یاربنا رب السموات والارض لن ندعو من دونہ الھا اس لئے ایسے مقبول ہوئے کہ) آفتاب باذن حق ان کے غار سے کنی بچا کر نکلنے لگا (اگر خرق عادت ہو تب تو ترتب مقبولیت پر ظاہر ہے اور اگر وضع غار ہی کی ایسی ہو تب مقبولیت کا اثر یہ ہوگا کہ ان کے قلب میں الہام فرمایا کہ ایسے آرام کے غار میں جا کر رہیں) غرض جو جزء اپنے کل کی طرف جاتا ہے (یعنی جو بندہ اپنے مولیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے) اس کے واسطے تمام تر خارشل گل کے لطف محض ہو جاتا ہے (یعنی وہ محنت راحت ہو جاتی ہے) جانتے بھی ہو کہ خدا تعالیٰ کا برا سمجھنا کسے کہتے ہیں (آگے خود بتلاتے ہیں کہ وہ) اپنی آپ کو خوار اور خاک سمجھنا ہے (مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کی تعظیم و توحید جو کہ جزو اعتقاد ہے وہ بھی کامل طور پر جب ہی نصیب ہوتی ہے کہ اپنے کو اسکے روبرو فانی و مضمحل کر دیا جاوے) اگر تم یہ چاہتے ہو کہ روز روشن کی طرح تم بھی نورانی ہو جاؤ تو اس اپنی ہستی کو جو شب تاریک کی طرح سیاہ رو ہے خاکستر کر دو اور اس اپنی ہستی کو اس ہستی نواز کی ہستی میں اس طرح گداختہ و فانی کر دو جس طرح کیمیا میں تانبا پگھل جاتا ہے (پس جس طرح وہ سونا ہو جاتا ہے اسی طرح تم بھی کامل بن جاؤ گے) تم نے جو اس ما و من کو مضبوط ہاتھ سے پکڑ رکھا ہے یہ ساری خرابی دو ہستیوں (پر نظر کرنے) سے ہے (یعنی تم جو ما و من و دعویٰ کمال میں گرفتار ہو اس کی وجہ یہی ہے کہ تم ہستی حق کے روبرو اپنی ہستی پر بھی نظر رکھتے ہو ورنہ اگر ہستی و عظمت حق نظر میں غالب ہو جاتی تو یہ خود بینی ہرگز نہیں رہتی۔

رفتن گرگ و روباہ در خدمت شیر بشکار

بھیڑئے اور لومڑی کا شیر کے ساتھ شکار کو جانا

یہ داستان اوپر کے اس مضمون سے مربوط ہے ہست این جملہ خرابی از دو ہست یعنی کہ اس گرگ کی کیا خرابی ہوئی اور اپنے کو نابود کر دینے سے روباہ کا کیسا بھلا ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شیر و گرگ و روبہے بہر شکار	رفتہ بودند از طلب در کوہسار
شیر اور بھیڑیا اور لومڑی شکار کے لئے	جستجو کرتے ہوئے پہاڑ میں پہنچ گئے تھے
ہر سہ باہم اندراں صحرائے ژرف	صیدہا گیرند بسیار و شگرف
(تاکہ) تینوں مل کر گھنے جنگل میں	بہت اور عمدہ (قسم کا) شکار کریں
تا بہ پشت ہمدگر بر صیدہا	سخت بربندند بارو قیدہا
تاکہ ایک دوسرے کی مدد سے شکاروں پر	سخت دباؤ ڈالیں اور گرفت میں لائیں
گرچہ زایشاں شیر نر را ننگ بود	لیک کرد اکرام و ہمراہی نمود
اگرچہ وہ بہادر شیر کے لئے موجب عار تھے	لیکن اس نے عزت افزائی کی اور ساتھ ہو گیا
ایں چنیں شہ را ز لشکر زحمت ست	لیک ہمرہ شد جماعت رحمت ست
اس جیسے بادشاہ کو لشکر سے تکلیف ہوتی ہے	لیکن ساتھ ہوگیا' (اس لئے کہ) جماعت رحمت ہے
ایں چنیں مہ را ز اختر ننگہاست	او میان اختراں بہر سخاست
اسی طرح چاند کو ستاروں سے شرم آتی ہے	(لیکن) وہ از راہ کرم ستاروں کے درمیان ہے
امر شاورھم پیمبر را رسید	گرچہ رائے نیست رایش را مزید
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ان سے مشورہ کر" کا حکم ملا ہے	اگرچہ کوئی رائے اُس کی رائے سے بڑھ کر نہیں ہے
در ترازو جو رفیق زر شدست	نے ازانکہ جو چو زر جوہر شدست
ترازو میں جو سونے کا ساتھی بن گیا ہے	اس لئے نہیں کہ جو سونے کی طرح جوہر بن گیا ہے
روح قالب را کنوں ہمرہ شدست	مدتے سگ حارس درگہ شدست
اب روح جسم کے ساتھ ہو گئی ہے	مدت تک کتا دربار کا محافظ رہا ہے

یعنی ایک شیر اور ایک گرگ اور ایک روباہ شکار ڈھونڈتے ہوئے ایک کوہسار میں چلے تاکہ ایک دوسرے کی اعانت سے شکار کے جانوروں پر بار اور قیود کو مضبوط باندھ لیں (یعنی ان کو پکڑ لیں) یعنی اس میدان وسیع میں تینوں مل کر بہت سے اور بڑے بڑے شکار پکڑیں اگرچہ گرگ و روباہ کی ہمراہی سے شیر نر کو سخت عار تھی لیکن اس نے ان کی قدردانی کی اور ہمراہ لے لیا ایسے بادشاہ کو (جیسا شیر تھا) بھیڑ بھڑکے سے سخت زحمت ہوتی ہے لیکن چونکہ جماعت موجب رحمت ہے اس لئے ان کا ہم سفر ہو گیا ایسے ہی ماہ کو ستاروں سے عار آتی ہے مگر پھر بھی نور بخشی کے لئے ستاروں کے درمیان آ جاتا ہے گو اس کے نور سے وہ خوب دب جائیں) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو شاورھم کا حکم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا ہے اگرچہ کوئی رائے بھی آپ کی رائے سے بڑھی ہوئی نہ تھی جو بھی ترازو میں رفیق زر ہو جاتا ہے (کہ ایک پلہ میں سونار رکھتے ہیں دوسرے میں جو) لیکن نہ اس وجہ سے کہ جو بھی سونے کی طرح قیمتی ہو گیا۔ روح فی الحال قالب کے ہمراہ ہو رہی ہے ایک مدت تک سگ درگاہ کا پہرہ دار ہو جاتا ہے (مگران صورتوں میں مساوات لازم نہیں آتی مقصود ان سب تمثیلات سے اشارہ فرمانا ہے اس طرف کہ اگر کاملین اپنی عنایت سے ناقصین کو مکالمت و مخالطت سے مشرف فرمائیں تو مغرور نہ ہو جائے کہ ان کو مجھ سے حاجت ہوگی یہ محض ان کی مہربانی ہے کہ باوجود اپنی غلل اوقات کے دلداری فرماتے ہیں اور مصرعہ لیک ہمراہ شد جماعت رحمت است میں اس طرف بھی لطیف اشارہ ہے کہ کاملین بھی اپنے دل میں ناقصین پر منت نہ رکھیں کیونکہ رحمت و برکات اجتماع کے حصول میں جانبین سے احتیاج ہے۔

چونکہ رفتند ایں جماعت سوئے کوہ	در رکاب شیر با فر و شکو
جب یہ جماعت پہاڑ پر گئی	شان و شوکت سے شیر کے ساتھ
گاو کوہی و بز و خرگوش زفت	یافتند و کار ایشاں پیش رفت
پہاڑی گائے اور بکرا اور موٹا خرگوش	انہوں نے پکڑ لیا اور ان کا کام چل گیا
ہر کہ باشد در پے شیر حراب	کم نیاید روز و شب اورا کباب
جو کوئی جنگجو شیر کے ساتھ ہو	اس کے لئے دن و رات میں کباب کی کمی نہیں

یعنی جب یہ مجمع کوہ کی طرف شیر کے ہمرکابی میں پہنچا تو ایک نیل گائے اور ایک بز کوہی اور ایک موٹا سا خرگوش ان کو ملا اور مطلب پورا ہو گیا (اب بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ) میاں جو شخص شیر جنگی کی متابعت میں رہے گا اس کو شب و روز کباب کی کیا کمی ہے (اشارہ اس طرف ہے کہ جو شخص عارفین کاملین کی صحبت میں رہے اس کو علوم و معارف کی کیا کمی ہے جو کہ غذائے روحانی ہے)

چوں زکہ در بیشہ آور دند شاں	کشتہ و مجروح اندر خوں کشاں
جب پہاڑ سے انہیں جنگل میں لائے	مردہ اور زخمی خون میں لتھڑے ہوئے
گرگ و روبہ را طمع بود اندراں	کہ رود قسمت بعدل خسرواں
ان میں بھیڑیے اور لومڑی کی خواہش تھی	کہ شاہی انصاف سے تقسیم ہو
عکس طمع ہر دو شاں بر شیر زد	شیر دانست آں طمع ہا را سند
شیر پر ان دونوں کے لالچ کا عکس پڑا	شیر ان لالچوں کے ثبوت کو جان گیا
ہر کہ باشد شیر اسرار و امیر	او بداند ہر چہ اندیشد ضمیر
جو شخص اسرار (کے میدان) کا شیر اور سردار ہو	وہ جان جاتا ہے جو کچھ دل سوچتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں نگہدار اے دل اندیشہ خو	دل ز اندیشہ بدی در پیش او
خبردار! اے وسوسوں کے عادی دل! محفوظ رکھ	دل کو اس کے لئے سامنے برے خیال سے
داند او خر را ہمی راند خموش	در رخت خندد برائے روئے پوش
وہ جانتا ہے (پھر بھی) کام چلاتا ہے	پردہ پوشی کے لئے تیرے سامنے مسکراتا ہے

یعنی جب پہاڑ سے جنگل کی طرف ان شکاروں کو کشتہ و مجروح کر کے خون میں گھسیٹتے لائے تو گرگ اور روبہ کو لالچ ہوا کہ شاہانہ انصاف کے ساتھ تقسیم ہوگی (اور کچھ کچھ سب کے حصہ میں آئے گا) ان دونوں کی اس طمع کا عکس شیر پر پڑا اور شیر سند و دلیل سے (یعنی قرائن و بشرہ سے) اس طمع کو جان گیا (آگے بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ) جو شخص اسرار کا شیر اور امیر ہوتا ہے وہ جو کچھ دل میں سوچو اس کو جان لیتا ہے (یعنی کاملین کے قلب صافی پر اس کا اثر پڑتا ہے جس سے ان کو انکشاف ہو جاتا ہے) پس جس شخص کا قلب ایسے خیالات کا عادی ہے اس کو خبردار ہو جانا چاہیے اور قصداً برے خیالات (لانے) سے اس کے سامنے اپنے قلب کو محفوظ رکھنا چاہیے (مثلاً خود اس پر بدگمانی و بداعتقادی کرنے لگے یا مال و جاہ کی طلب و خواہش دل میں رکھے وہ ایسی باتوں کو (اکثر) جان لیتا ہے مگر (اپنے اخلاق سے) خاموش یوں ہی ہانکتا رہتا ہے اور روپوشی کے جہت سے تم سے خندہ روئی سے پیش آتا ہے (یعنی اس کے بر رونہ کہہ ڈالنے سے اور اس کے نرم برتاؤ سے دھوکہ نہ کھائے کہ اس کو خبر نہیں ممکن ہے کہ قصداً عیب پوشی کرتا ہو)

شیر چوں دانست آں وسواس شاں	وانگفت و داشت آں دم پاس شاں
شیر کو جب ان کے وسوسے معلوم ہو گئے	کھل کر نہ بتایا اور ان سے رعایت برتی
لیک باخود گفت بنمایم سزا	مر شمارا اے خسیسان گدا
لیکن اس نے دل میں کہا (ابھی) سزا دیتا ہوں	تمہیں اے کمینے فقیرو!
مر شمارا بس نیامد رائے من	ظن تاں اینست در اعطائے من
تمہارے لئے میری رائے کافی نہ ہوئی	میری بخشش میں تمہارا یہ خیال ہے
اے وجود رائے تاں از رائے من	از عطاہائے جہاں آرائے من
خبردار تمہاری رائے کا وجود میری رائے سے ہے	میری دنیا کو سجانے والی عطاؤں کی وجہ سے ہے
نقش بانقاش چہ اسگالد دگر	چوں سگالش اوش بخشید و نظر
نقش نقاش کو کیا سوجھائے	جبکہ اس کی سوچ و نگاہ اسی کی بخشش ہوئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چنیں ظن خسیسانہ بمن	مرشما را بود ننگان زمن
مجھ پر اپنے کمینہ پن کا گمان	تمہارا تھا' تم زمانے کے لئے (باعث) عار ہو
ظانین باللہ ظن السوء را	گر نہ برم سر بود عین خطا
خدا کے ساتھ بدگمانی کرنے والوں کا	اگر میں سر نہ قلم کروں توغلطی ہے
وا رہانم چرخ را از ننگ تاں	تا بماند در جہاں ایں داستاں
تمہارے (وجود کی) لذت سے آسمان کو نجات دلاؤں گا	تاکہ یہ قصہ دنیا میں (مثال بنا) رہے

یعنی شیر کو (قرائن وبشرہ سے) ان کے خطرے پر اطلاع ہوگئی اور اس وقت ان کا پاس کیا اور کچھ نہ کہا لیکن اپنے دل میں کہا کہ اے خسیسو دیکھو تم کو کیسی سزا دیتا ہوں تم کو میری رائے (وتجویز) پر کفایت نہ ہوئی (کہ خود تقسیم کا) طریقہ سوچنا شروع کردیا) میری عطا میں تمہارا ایسا گمان ہے (کہ شاید نامناسب تقسیم ہو آگے بطور انتقال کے حق تعالیٰ کا خطاب اہل الرائے سے بدلالت حال فرمانے لگے) کہ اے بھلے مانسو تمہاری رائے (جس سے ہماری قضاوقدر میں تجویزیں لگا رہے ہو یہ آئی کہاں سے) میرے ہی علم کا توظل ہے اور میری ہی عطائے جہان آرا کا توفیض ہے پھر بیچارہ نقش کا کیا منہ ہے کہ نقاش کے روبرو تجویزیں لگائے جب کہ قوۃ تجویز اور قوۃ نظریہ اسی کا عطا فرمایا ہوا ہے (یعنی جب یہ رائے ان کے علم نامتناہی کا ایک پرتو ہے تو اس کے روبرو اس کی وقعت اور حقیقت ہی کیا ہے کہ اس کی تجویز کو معتمد علیہ سمجھا جائے بالخصوص جبکہ ان کی ہی عطا بھی ہو تو بہت ہی نازیبا ہے کہ انہیں کی عطا کو انہی کی مخالفت کا آلہ بنایا جائے آگے پھر مقولہ (شیر کا ہے کہ) اے ننگ زمن تم کو مجھ پر ایسا خسیسانہ گمان ہوا پس ایسے شخصوں کا جن کو خدا تعالیٰ سے بدگمانی ہو (اس طور پر کہ شیر خدا سے بدگمانی خدا سے بدگمانی ہے) اگر سر قطع نہ کروں تو بڑی غلطی ہے دیکھو ابھی اس عالم کو تمہارے ننگ وجود سے پاک کئے دیتا ہوں تاکہ (عبرت کے طور پر) یہ قصہ دنیا میں (مذکور) رہے (ظانین باللہ میں یہ تفسیر مذکور اشارہ ہے اس طرف کہ خاصان خدا کی شان میں ظن بد ایسا ہی موجب خسرانی ہے جیسا حق تعالیٰ کے جناب میں کیونکہ ان کے افعال بھی حکمت پر مبنی ہوتے ہیں گو دقیق ہونے کے سبب سے نظر عوام سے مخفی ہوں یا عناد کی وجہ سے کوئی تامل ہی نہ کرے)

شیر با ایں فکر میزد خندہ فاش	بر تبسم ہائے شیر ایمن مباش
شیر اس خیال میں بظاہر ہنستا تھا	شیر کی مسکراہٹوں پر مطمئن نہ ہو جانا
مال دنیا شد تبسم ہائے حق	کرد مارا مست ومغرور وخلق
دنیا کی دولت اللہ (تعالیٰ) کی مسکراہٹیں ہیں	جنہوں نے ہمیں مست اور مغرور اور بوسیدہ بنا دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فقر و رنجوری بہشت ست اے سند	کاں تبسم دام خود را بر کند
اے سردار! فقیری اور بیماری بہشت ہے	کیونکہ اس کی وجہ سے مسکراہٹ اپنا جال اکھاڑ لیتی ہے

یعنی شیر باوجود اس فکر کے (کہ ان کو بھی سزا دیتا ہوں) خندہ لگا رہا تھا (مولانا فرماتے ہیں کہ) شیر کے تبسم پر بے خوف نہ ہونا چاہئے (آگے اس کی تفسیر ہے کہ) دنیا کا مال بھی (گویا) اللہ تعالیٰ کا تبسم ہے جس نے تم کو مست اور مغرور اور بوسیدہ بنا رکھا ہے (یعنی ہم سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ہم سے مواخذہ کرنا مقصود نہیں ورنہ نعمت کیوں دیتے حالانکہ یہ تبسم مغضب ہے جیسا ارشاد ہے سنستدرجھم من حیث لایعلمون و نحوہ من الآیات پس اس حساب سے) فقر و مرض ہمارے لئے جو بڑی مصلحت ہے کہ اس سے وہ تبسم اپنا جال اکھاڑ لیتا ہے (یعنی تبسم مذکور یعنی مال و جاہ نے جو اپنے دام غفلت میں پھنسا رکھا تھا فقر و مرض سے وہ دام غفلت اکھڑ جاتا ہے اور انسان کو تنبیہ اور توجہ الی اللہ اور دنیا سے بے تعلقی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے یہ قرین مصلحت ہے خلاصہ مطلب مولانا کا یہ ہے کہ مال دنیا پر مغرور اور فقر و مرض سے تنگدل نہ ہو اور اس میں اندیشہ ناک اور شاکر اور اس میں راضی و صابر رہو)

امتحان کردن شیر گرگ را و گفتن کہ ایں صید ہا را قسمت کن

شیر کا بھیڑیے کو آزمانا اور کہنا کہ ان شکاروں کو تقسیم کر دے

گفت شیر اے گرگ ایں را بخش کن	معدلت را نو کن اے گرگ کہن
شیر نے کہا اے بھیڑیے! اس کو تقسیم کر دے	اے پرانے بھیڑیے! انصاف (کی رسم) تازہ کر
نائب من باش در قسمت گری	تا پدید آید کہ تو چہ گوہری
تقسیم کرنے میں میرا قائم مقام بن جا	تاکہ معلوم ہو جائے کہ تجھ میں کیا جوہر ہے؟
گفت اے شہ گاو وحشی بخش تست	آں بزرگ و تو بزرگ و زفت و چشت
(بھیڑیا) بولا اے شاہ! نیل گائے تیرا حصہ ہے	یہ بھی بڑی ہے اور تو بھی بڑا اور عظیم اور شہ زور ہے
بز مرا کہ بز میانہ است و وسط	روبہا! خرگوش بستاں بے غلط
بکری میری ہے کیونکہ بکری درمیانی اور متوسط (چیز) ہے	او لومڑی! تو خرگوش لے لے بلا غلطی کے
شیر گفت اے گرگ چوں گفتی بگو	چونکہ من باشم تو گوئی ما و تو
شیر نے کہا او بھیڑیے! تو کیا بکتا ہے بتا؟	جبکہ میں موجود ہوں تو میرے تیرے کی کیا بات کرتا ہے؟
گرگ خود چہ سگ بود کہ خویش دید	پیش چوں من شیر بے مثل و ندید
بھیڑیا کیا کتا ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے	مجھ جیسے بے مثل اور انوکھے شیر کے ہوتے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیش آاے خرے کوخود خرید	پیشش آمد پنجہ زد او را درید
اس نے کہا او خود پسند گدھے! آگے آ	وہ آگے آیا اس نے پنجہ مارا اس کو پھاڑ ڈالا
چوں ندیدش مغز و تدبیرش رشید	در سیاست پوستش از سر کشید
جب (شیر نے) اس میں مغز اور بھلی تدبیر نہ دیکھی	سزا میں اس کی کھال کھینچ لی
گفت چوں دید منت از خود نبرد	ایں چنیں جا را باید زار مرد
(شیر نے) کہا جب میرا دیدار تیری خودی نہ مٹا سکا	ایسی جان کو ذلیل ہو کر مر جانا چاہیے
چوں نگشتی فانی اندر پیش من	فرض آمد مر ترا گردن زدن
تو جب میرے سامنے فانی نہ ہوا	تجھے قتل کر دینا ضروری ہوا
گرچہ غالب دارم اندر بذل فضل	گاہ گاہے ہم کنم از عدل فضل
اگرچہ عنایت فرمائی کو غالب رکھتا ہوں	(لیکن) کبھی کبھی انصاف کو ترجیح دے دیتا ہوں

یعنی شیر نے گرگ سے کہا کہ اس کو عدل وانصاف سے تقسیم کر اور تقسیم میں میرا نائب ہو جا تا کہ تیری طینت کا حال معلوم ہو گرگ نے کہا کہ گاؤ وحشی تو آپ کا حصہ کیونکہ وہ بھی سب شکار میں بڑی ہے اور آپ بھی ہم سب سے بڑے ہیں اور بکری میرا حصہ کیونکہ وہ متوسط جسامت کی ہے (جیسا میں ہوں) اور خرگوش کو روبہ لے جائے (کہ دونوں چھوٹے ہیں) یہ تقسیم صحیح ہوگی شیر (کو غصہ آیا اور) بولا کہ تو نے یہ کیا بکا۔ میری موجودگی میں تو نے یہ ما و تو کیسی لگائی ہے گرگ بیچارہ کون کتا ہوتا ہے کہ مجھ بے ہمتا شیر کے روبرو خود بینی کرتا ہے گدھے تو جو خود بینی کرتا ہے ذرا ادھر آ وہ آگے بڑھا پس ایک پنجہ مارا اور پھاڑ چیر برابر گیا۔ چونکہ اس میں مغز اور تدبیر صالح نہیں پائی اس لئے سیاسۃً اس کی کھال کھینچ ڈالی اور کہنے لگا کہ جب مجھ کو دیکھ کر بھی تیری خودی نہ گئی (کہ میرے سامنے اپنا حصہ لگاتا ہے) تو ایسی جان کا ذلیل ہو کر مر جانا ضروری ہے اور جب تو میرے سامنے محو نہ ہوا تو تیری گردن مارنا فرض تھا میں اگرچہ بذل کرنے میں فضل کو غالب رکھتا ہوں (یعنی مرحمت کو مبذول کرتا ہوں) لیکن گاہ گاہ عدل کو بھی افزونی یعنی ترجیح دیتا ہوں (اشارہ اس طرف ہے کہ اسی طرح حق جل شانہ کو بندہ کا دعوئ ہستی و کمال پسند نہیں آتا)

کل شیئٍ ھالک جزو وجہ او	چوں نہ در وجہ او ہستی مجو
سوائے اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہو جانے والی ہے	جب تو اس کی ذات میں نہیں (سمایا) ہے ہستی کی امید نہ رکھ
ہر کہ اندر وجہ ما باشد فنا	کل شی ھالک نبود جزا
جو ہماری ذات میں فنا ہو جائے	اس کی سزا کل شیئ ھالک نہیں ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ در الاست او از لا گذشت	ہر کہ در الاست او فانی نگشت
اس لئے کہ وہ الا میں ہے "لا" سے گزر گیا	جو شخص "الا" میں داخل ہے فانی نہ ہوا
ہر کہ بردر او من و ما می زند	رد باب ست او و برلا می تند
جو دروازے پر "میں" اور تو کا اعلان کرے	وہ دروازے سے مردود ہے اور لا (کے درجہ) میں مقیم ہے

(انتقال ہر طرف اشارۂ مذکورہ کے یعنی) قرآن مجید میں ہے کہ کل شئی ھالک الا وجھہ یعنی ہر شے ہالک ہے بجز وجہ حق کے (جس کی ایک تفسیر یہ بھی ہے جس کو مولانا نے اس مقام میں اختیار فرمایا ہے کہ وجہ سے مراد وما ینبغی بہ وجہ اللہ ہے یعنی وہ امور جن سے رضاء حق مطلوب ہو وہ فنائے انسان کے ساتھ فنا نہیں ہوتے بلکہ ان کا ذخیرہ عند اللہ باقی رہتا ہے جو اس شخص کو مل جائے گا جیسا ارشاد ہے ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق) پس جب تم وجہ حق سے تعلق نہیں رکھتے (اور رضائے حق کے طالب نہیں ہو) تو تم ہستی (وبقاء) کی کیا ہوس رکھتے ہو۔ آگے بدلالت حال حضرات حق کی طرف سے کہتے ہیں کہ) جو شخص ہماری وجہ (ورضاء) میں فنا ہو گیا۔ اس کے لئے کل شئی ھالک نہیں ہے کیونکہ اس کے احوال بتفسیر مذکور وجہ حق میں داخل ہیں جن کو فنا نہیں اسی کو دوسرے لفظوں میں اس طرح فرماتے ہیں) کیونکہ وہ شخص الا (یعنی الا وجھہ) میں آ گیا ہے اور لا (یعنی ہالک ومنفی) سے گزر گیا ہے اور جب الا میں آ گیا تو فانی اور ہالک نہ ہو گا (کیونکہ حکم مستثنیٰ کا مغائر حکم مستثنیٰ منہ کے ہوتا ہے اور ممکن ہے کہ لا اور الا سے مراد لا آلہ الا اللہ کا لا اور الا ہو اور لا سے گزرنا اس لا کے مدخول سے قطع کرنا اور الا میں آنا اس کے مدخول سے تعلق پیدا کرنا جس کا حاصل رضائے حق کو غیر حق پر ترجیح دینا ہے اور یہی وجہ حق ہے (اور جو شخص باب حق پر من وما کا دعویٰ کر رہا ہے وہ مردود باب ہے اور ابھی لا (یعنی ہالک پر جما ہوا ہے (خلاصہ اشعار یہ ہوا کہ گرگ کی طرح دعویٰ ہستی زیبا نہیں بلکہ ان کی رضا واطاعت میں اپنے کو فنا کر دو اس وقت وہ خود تم کو ہستی وبقاء جاودانی عطا فرما دیں گے پس ہستی حاصل کرنے کا یہ طریق ہے نہ کہ دعویٰ اور انانیت)

قصہ آں کس کہ در یارے بکوفت او از دروں گفت تو کیستی گفت منم گفت چوں توئی درنمی کشائیم کہ ہیچ کس را از یاراں نمی شناسم کہ او "من" گوید برو

اس شخص کا قصہ کہ جس نے دوست کے دروازے پر دستک دی اس نے اندر سے پوچھا کہ کون ہے؟ تو اس نے کہا کہ میں ہوں اس نے جواب دیا کہ "تو ہے" تو میں دروازہ نہیں کھولوں گا کیونکہ میں اس کو دوست نہیں سمجھتا جو اپنے آپ کو "میں کہے" واپس ہو جا

آں یکے آمد در یارے بزد	گفت یارش کیستی کیں درمزد
ایک شخص آیا دوست کا دروازہ کھٹکھٹایا	اس کے دوست نے کہا تو کون ہے" اس دروازہ کو نہ کھٹکھٹا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت من گفتش برو ہنگام نیست	بر چنیں خوانے مقام خام نیست
اس نے کہا "میں" اس نے اس سے کہا جاؤ (ملاقات کا) وقت نہیں ہے	ایسے خوان پر کچے کی جگہ نہیں ہے
خام را جز آتش ہجر و فراق	کہ پزد کہ وارہاند از نفاق
کچے کو سوائے ہجر اور جدائی کی آگ کے	کون پختہ بنا سکتا ہے تاکہ اس کو نفاق سے نجات دے
چوں توئی تو ہنوز از تو نرفت	سوختن باید ترا در نار تفت
جبکہ تیری خودی ابھی تک تجھ میں سے نہیں گئی ہے	تجھے دہکتی آگ میں جلا دینا چاہیے

(یہ قصہ اسی شعر سے مربوط ہے کہ بر در الخ اور اس کی مثال ہے یعنی) ایک شخص نے اپنے دوست کا دروازہ کھٹکھٹایا اس نے کہا کون دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس نے کہا میں کہنے لگا جاؤ (کھولنے کا) موقع نہیں اور (ہمارے) خوان (وصل وقرب) پر ایسے خام (ناتجربہ کار آداب محبت) کا کام نہیں اور ایسے خام کو بجز آتش ہجر وفراق کے کون پختہ کرسکتا ہے جو اس کو نفاق (دوئی خلوص) سے چھڑائے پس جس حالت میں کہ اب تک تیری ہستی تجھ سے نہیں گئی (کہ محبوب کے سامنے دعوے وجود کرتا ہے کہ میں ہوں اور یہی خامی ہے) تو تجھ کو (پختگی حاصل کرنے کے واسطے فراق کی) آتش سوزاں میں جلانا ضرور ہے۔

پشیمان شدن آں گوینده کہ منم و غربت و ریاضت و غرامت یک سال کشیدن و باز گشتن مستغفر بر در خانہ و پرسیدن صاحب خانہ کہ کیست بر در و جواب گفتن آں کہ توئی بر در و نفی منی خود

اس "میں" کہنے والے کا شرمندہ ہونا اور ایک سال تک بے وطنی اور محنت اور مشقت برداشت کرنا اور معافی کے لئے دروازے پر واپس آنا اور صاحب خانہ کا دریافت کرنا دروازے پر کون ہے؟ اور اس کا جواب میں کہنا کہ دروازے پر تو ہی ہے اور اپنے وجود کا انکار کرنا

رفت آں مسکین و سالے در سفر	در فراق دوست سوزید از شرر
وہ بیچارا چلا گیا اور ایک سال تک سفر میں	دوست کے فراق میں چنگاریوں سے جلتا رہا
پختہ گشت آں سوختہ پس باز گشت	باز گرد خانہ انباز گشت
وہ (آتش فراق سے) جلا ہوا پختہ ہو گیا پھر لوٹا	دوبارہ دوست کے گھر کی طرف روانہ ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

حلقہ زد بر در بصد ترس و ادب	تا نہ بجہد بے ادب لفظے زلب
نہایت خوف اور ادب سے دروازہ کھٹکھٹایا	تاکہ منہ سے کوئی بے ادبی کا لفظ نہ نکلے
بانگ زد یارش کہ بر در کیست آں	گفت بر در ہم توئی اے دلستاں
اس کے دوست نے آواز دی' دروازہ پر کون ہے؟	اس نے کہا اے دوست! دروازہ پر بھی تو ہی ہے
گفت اکنوں چوں منی اے من درآ	نیست گنجائے دو من در یک سرا
اس نے کہا اب "تو" "میں" ہے تو اے "میں" اندر آ جا	ایک گھر میں دو "میں" کی گنجائش نہیں ہے
چوں یکے باشد ہمہ نبود دوئی	ہم منی بر خیزد آنجا ہم توئی
جب سب ایک ہو جائیں دوئی نہیں رہتی ہے	وہاں "میں" اور "تو" ختم ہو جاتا ہے
نیست سوزن را سر رشتہ دوتا	چونکہ یکتائی دریں سوزن درآ
سوئی میں دو دھاگے نہیں ہوتے	جب تو ایک بن گیا ہے' سوئی میں آ جا

یعنی وہ غریب ایک سال تک سفر میں رہا اور فراق دوست کے شرر سے جلتا رہا اور خوب پختہ و تجربہ کار ہو کر واپس آیا اور پھر اس دوست کے گھر پر پہنچا اور ڈرتے ڈرتے ادب سے زنجیر کھڑکھڑائی کہ کہیں پھر کوئی کلمہ خلاف ادب منہ سے نہ نکل جائے دوست نے پکار کر پوچھا کہ دروازے پر کون ہے کہنے لگا کہ دروازے پر بھی تو ہی ہے (یعنی میں تجھ میں ایسا فانی ہو گیا کہ گویا عدم محض ہو گیا اس لئے میں بھی تو ہی ہے) اس نے کہا کہ جب تو بھی میں ہی ہوں تو اندر چلا آ کیونکہ اس گھر میں ایسے دو شخصوں کی گنجائش نہیں ہے کہ دونوں میں کہنے والے ہوں (پس میں تو اپنے کو میں کہتا ہی ہوں پہلے تو بھی اپنے کو میں کہتا تھا اس لئے گنجائش نہ تھی اب جبکہ تو اپنے کو میں نہیں کہتا تو گنجائش ہو گئی اس کی ایسی مثال ہے کہ) سوزن میں دو تاگے نہیں جاتے (بلکہ دونوں کو آگے سے ایک کر لیا جاتا ہے تب جا سکتا ہے) پس جبکہ تو (میرے ساتھ) متحد ہو گیا ہے تو اس سوزن (خانہ) میں چلا آ (اسی طرح بدون فنائے زمائم و اضمحلال وجود درگاہ حق میں باریابی نہیں ہوتی)

رشتہ را باشد بسوزن ارتباط	نیست درخور با جمل سم الخیاط
دھاگے اور سوئی میں مناسبت ہے	سوئی کا ناکہ اونٹ کے مناسب نہیں ہے
کے شود باریک ہستی جمل	جز بمقراض ریاضات و عمل
اونٹ کا وجود باریک نہیں ہو سکتا ہے	عمل اور ریاضتوں کی قینچی کے بغیر
دست حق باید مر آں را اے فلاں	کاں بود بر ہر محالے کن فکاں
اے فلاں! اس کام کے لئے خدا کا ہاتھ چاہیے	کیونکہ وہ ہر ناممکن پر "کن فکان" ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(یہ انتقال ہے کہ) سوزن سے رشتہ کو مناسبت ہتی ہے اور سوزن کا ناکہ اونٹ کے (گھسنے کے) لائق نہیں ہوتا (اسی بنا پر حق تعالیٰ نے کفار کے امتناع دخول جنت کو اس کے ساتھ معلق فرمایا ہے یہاں قرآن کی تفسیر مقصود نہیں بلکہ صرف اپنے مضمون کے مثال کے طور پر لائے ہیں یعنی مقامات باطن وعقبات طریق تنگی ودشوار گزاری میں مثل سوزن کے ہیں اور تمہارا اپنے دعویٰ ہستی ودانانیت میں پھولنا مثل شیر کے ہے پس ان دعووں کے ساتھ ان کا دخول کب ممکن ہے اس جمل کو رشتہ بناؤ تا کہ مناسبت ہو آگے اس کا طریقہ ہے کہ) یہ ہستی مشابہ جمل کے بدون مقراض ریاضت وعمل کے کب باریک ہوسکتی ہے (پھر ریاضت کے لئے شیخ کی ضرورت ہے کیونکہ) اس امر شدید وتبدیل بعید کے لئے حق تعالیٰ کا ہاتھ چاہئے جو ہر محال (عادی) پر ایسے قادر ہیں کہ کن کہتے ہی ہو جائے (اور دست شیخ بفحوائے ید اللہ فوق ایدیہم ایک معنی کر دست حق ہے پس اس کی توجہ وتدبیر سے یہ مشکل آسان ہو سکتی ہے کہ ایسے طمطراق وکروفر کے دعویٰ ہباء منثورا ہو جائیں چنانچہ روزمرہ مشاہدہ ہے آگے حق تعالیٰ کے آثار قدرت کا بیان ہے جن کی قدرت کا شیخ بھی ایک مظہر ہے۔

ہر محال از دست او ممکن شود	ہر حروں از بیم او ساکن شود
ہر ناممکن اس کے ہاتھ سے ممکن ہو جاتا ہے	اس کے خوف سے ہر سرکش ساکن ہو جاتا ہے
اکمہٗ وابرص چہ باشد مردہ نیز	زندہ گردد از فسون آں عزیز
نابینا اور کوڑھی کیا ہوتا ہے مردہ بھی	اس غالب کے منتر سے زندہ ہو جاتا ہے
واں عدم کز مردہ مردہ تر بود	در کف ایجاد او مضطر بود
وہ عدم جو مردے سے بھی زیادہ مردہ ہوتا ہے	اس کے ایجاد کے ہاتھ میں بے اختیار ہوتا ہے
کل یوم ھو فی شان بخواں	مرورا بے کار و بے فعلے مداں
"کل یوم ھو فی شان" کو پڑھ	اس کو بیکار اور بغیر کام کے نہ سمجھ
کمتریں کاریش ہر روز ست آں	کوسہ لشکر را کند ایں سو رواں
اس کا معمولی کام ہر روز یہ ہوتا ہے	کہ وہ تین لشکر اس طرف روانہ کرتا ہے
لشکرے ز اصلاب سوئے امہات	بہر آں تا در رحم روید نبات
ایک لشکر (باپوں کی) پشت سے ماؤں کی جانب	تا کہ وہ رحم میں اگے
لشکرز ارحام سوئے خاکداں	تاز نر و مادہ پر گردد جہاں
ایک لشکر ماؤں کے رحموں سے دنیا کی طرف	تا کہ دنیا نر اور مادہ سے بھری رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لشکرے از خاکداں سوئے اجل	تا بہ بیند ہر کسے حسن عمل
ایک لشکر دنیا سے موت کی جانب	تاکہ ہر شخص اچھے عمل کو دیکھے
باز بیشک پیش ازانہا می رسد	انچہ از حق سوئے جانہا می رسد
پھر بیشک ان (تینوں لشکروں سے) پہلے پہنچتی ہے	وہ چیز (شہوت جماع) جو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے روحوں میں آتی ہے
وانچہ از جانہا بدلہا می رسد	وانچہ از دلہا بگلہا می رسد
وہ چیز (شہوت جماع) جو روحوں سے دلوں میں پہنچتی ہے	اور وہ جو دلوں سے جسموں میں پہنچتی ہے
اینت لشکر ہائے حق بیحد و مر	از پئے ایں گفت ذکریٰ للبشر
دیکھو! اللہ (تعالیٰ) کے لشکر بیحد و حساب ہیں	اسی لئے فرمایا ہے "ذکریٰ للبشر"
ایں سخن پایاں ندارد ہیں بتاز	سوئے آں دو یار پاک و پاکباز
ہاں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، چل	اُن دو پاکباز اور پاک دوستوں کے قصہ کی جانب

(مر بفتح اول وسکون دوم عدد پنجاہ را گویند وقت شمار چون پنجاہ رسد گویند یک مر شد اگر بصد در رسد گویند دو مر شد مراد بے عدد و بے حساب) دست حق سے ہر محال (عادی) ممکن ہوتا ہے اور کوئی کتنا ہی سرکش ہو ان کے خوف سے دم بخود رہ جاتا ہے اور مادرزاد نابینا اور جذامی کا اچھا ہو جانا تو) کیا چیز ہے اس عزیز (غالب قادر) کے افسون (کلمہ کن) سے تو مردہ زندہ ہو جاتا ہے بلکہ عدم جو مردہ سے بھی بدتر (یعنی قبول ہستی میں کمتر و بعید تر) ہے ان کے دست ایجاد میں بے اختیار ہے (کہ جب ایجاد کرنا چاہتا ہے وجود میں آنا پڑتا ہے) آیت کل یوم ہو فی شان پڑھ کر دیکھو (یعنی اللہ تعالیٰ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں ہیں) اور ان کے نے کارمت سمجھو ان کا ایک چھوٹا سا کام تو ہر روز یہ ہے کہ وہ تین لشکروں کو روزانہ روانہ کرتے ہیں ایک لشکر کو تو اصلاب (آباء) سے (ارحام) امہات کی طرف (کہ نطفے قرار پاتے ہیں) اس لئے کہ رحم میں پیداوار ہو اور ایک لشکر ارحام سے دنیا کی (طرف) (کہ بچے پیدا ہوتے ہیں) تاکہ یہ دنیا نرومادہ سے پر رہے اور ایک لشکر دنیا سے موت کی طرف تاکہ ہر شخص جس عمل کو دیکھ لے پھر بالیقین ان تینوں لشکروں (کے مجموعہ) سے پہلے ایسی چیز پیدا ہوتی ہے کہ وہ حق تعالیٰ کی طرف سے روح حیوانی میں آتی ہے (یعنی ریاح کہ مادہ شہوت ہے اول غذا سے روح میں پیدا ہوتی ہے اور پھر روح سے بذریعہ تخیر قلب میں آتی ہے اور پھر قلب سے یعنی کام بدن میں (بذریعۂ عروق) پھیل جاتی ہے اور اس ریاح سے خواہش جماع کی پیدا ہو کر آگے سلسلہ چلتا ہے اور اس کی تقدیم تینوں لشکروں پر ظاہر ہے یہ عجائب لشکر حق تعالیٰ کے بے حد و حساب ہیں اسی لئے ارشاد فرمایا ہے (وما یعلم جنود ربک الا ھو وما ھی الا ذکری للبشر) یعنی (تمہارے رب کے لشکروں کو بجز رب کے کوئی نہیں جانتا اور یہ محض) عبرت ہے واسطے بشر کے اور اس مضمون کا تو کہیں خاتمہ نہیں ان دونوں پاکباز دوستوں کا قصہ بیان کرو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خواندن آں یار یار خود را پس از تربیت یافتن

اس دوست کا دوست کو تربیت پانے کے بعد بلانا

گفت یارش کاندر آ اے جملہ من	نے مخالف چوں گل و خار چمن
دوست نے اس سے کہا اے میرے سب کچھ اندر آ جا	اب ہم) چمن کے پھول اور کانٹے کی طرح مخالف نہیں ہیں

یعنی اس کے یار نے کہا کہ جب تو سراپ من ہے (یعنی میری ہستی میں فانی ہوگیا) تو اندر چلا آ اب تو گل اور خار کی طرح کہ چمن میں ہوتے ہیں مخالف نہیں (یہ پہلے بھی آچکا ہے گفت اکنون الخ)

رشتہ یکتا شد غلط گم شد کنوں	گر دوتا بینی حروف کاف ونوں
دھاگا اکہرا ہوگیا اب (دوئی کی) غلطی ختم ہوگئی ہے	اگرچہ تو حرف کاف اور نون کو دو عدد دیکھتا ہے
کاف ونوں ہمچوں کمند آمد جذوب	تا کشاند مر عدم را در خطوب
کاف اور نون (مثل) کمند کی طرح کھینچنے والے بن گئے ہیں	تاکہ عدم کو بڑے کاموں کی طرف کھینچ کر لائیں
پس دو تا باید کمند اندر صور	گرچہ یکتا باشد آں دو در اثر
بظاہر کمند دوہری ہونی چاہیے	اگرچہ نتیجہ میں دونوں مل کر اکہرے ہو جائیں

یہ مقولہ ہے مولانا کا بطور انتقال کے اور اس کی ضمن میں اس صاحب خانہ کی تمثیل مذکور۔ نیست سوزن را سر رشتہ دوتا الخ کے طرف بھی اشارہ ہے یعنی) اب تاگا (دونوں سرے جڑ کر) اکہرا ہوگیا اور غلطی (دوئی کی جو مانع وصول سوزن تھی مرتفع ہوگئی گو مشاہدہ میں اب بھی دو ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے کاف اور نون (کلمہ کن میں) الگ الگ ہیں (مگر اثر کے اعتبار سے متحد ہیں کہ مجموعہ کا اثر واحد ہے یعنی ایجاد) پس کاف ونون کمند کی طرح جاذب ہے یعنی عدم کو ایک امر عظیم (یعنی وجود) کی طرف کھینچ لاتی ہے سو کمند ظاہر میں دولڑی ہونا چاہیے۔ (ورنہ اس میں کوئی چیز پھنس نہیں سکتی) اگرچہ وہ دونوں لڑیں مل کر اثر میں متحد ہوتی ہیں (کہ دونوں نے مل کر کشش کیا ہے مقصود اس تمثیل کاف ونون اور خود اس کی تمثیل کمند سے اشارہ ہے اس طرف کہ جس فناء ہستی کا ذکر ہو رہا ہے اس میں دونوں ہستی حقیقۃً متحد نہیں ہو جاتیں کہ اس کا قائل ہونا الحاد ہے بلکہ باعتبار اثر کے مشابہ اتحاد کے ہے یعنی اس شخص سے جو افعال و آثار صادر ہوتے ہیں وہ بعینہ وہی افعال و آثار ہیں جو مقتضائے رضاء امر حق ہیں۔

گر دو پا گر چار پارہ را برد	ہمچو مقراض دو پا یک تا برد
خواہ دو پایہ ہو یا چار پایہ جب راستہ چلتا ہے	دو پاؤں والی قینچی کی طرح ایک راستہ قطع کرتا ہے
آں دو انبازان گازر را ببیں	ہست در ظاہر خلاف آن و ایں
ان دو شریک دھوبیوں کو دیکھ	بظاہر یہ اور وہ مخالف ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

آں یکے کرپاس در جو می زند	واں دگر انباز خشکش می کند
ایک کپڑے کو نہر میں ڈالتا ہے	دوسرا شریک اس کو خشک کرتا ہے
باز او آں خشک را تر می کند	گوئیا ز استیزہ ضد بر می تند
پھر وہ اس خشک کو تر کر دیتا ہے	گویا جھگڑے کی وجہ سے مخالف کام کرتا ہے
لیک آں دو ضد استیزہ نما	یکدل و یک کار باشد اے فتا
لیکن دونوں مخالف بظاہر جھگڑا کرنے والے	اے نوجوان! ایک دل اور ایک کام میں ہیں
ہر نبیؑ و ہر ولیؒ را مسلکے ست	لیک تا حق می برد جملہ یکے ست
ہر نبی اور ہر ولی کا ایک (الگ) راستہ ہے	لیکن اللہ (تعالی) تک پہنچانے میں سب ایک ہیں

(اوپر کے تمثیلات سے تباین حقیقی واتحاد اثری مقصود تھا اسی کو توضیح کے لئے اور چند تمثیلات ہیں) یعنی اگر دو پایہ (یعنی انسان و مرغ وغیرہ) یا چارپایہ (جیسے اسپ و شتر وغیرہ) راہ قطع کرنے لگیں تو (گو سب پیروں میں حقیقۃً تباین ہے مگر) دو پہلے مقراض کی طرح ایک ہی رشتہ قطع کرینگے (پس اثر میں اتحاد ہو گیا) اسی طرح اگر دو شخص شرکت میں دھوبی کا کام کرتے ہوں تو ظاہر میں ہر شخص کا فعل دوسرے کے خلاف ہے یعنی ایک مثلاً کپڑے کو ندی میں بھگو بھگو کر تختہ پر مار رہا ہے اور وہ دوسرا اس کو خشک کر رہا ہے پھر وہ پہلا اسی خشک کو (مکرر صاف کرنے کے لئے) تر کر رہا ہے گویا باہمی مخالفت سے ایک دوسرے کے ضد پر آمادہ ہو رہے ہیں پس افعال دونوں کے حقیقۃً متباین) لیکن یہ دونوں ضد جو ظاہر میں گویا بالکل مخالف معلوم ہوتے ہیں (واقع) میں یکدل اور ایک غرض ہیں (کہ مقصود دونوں کا کپڑے کا صاف کرنا ہے پس اثر میں اتحاد ہو گیا) اسی طرح ہر نبی کا دوسرے نبی اور ہر ولی کا دوسرے ولی سے مسلک جدا ہے (تو مسلکوں میں حقیقۃً تباین) لیکن سب کی غرض یہی ہے کہ حق تک وصول کرا دیں اس میں سب ایک ہیں (پس اثر میں اتحاد ہے۔

فائدہ: انبیا کے مسلکوں میں تو احکام کا اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں حسب اختلاف مصالح و طبائع انبیاء علیہم السلام پر مختلف شرائع و احکام نازل فرمائے اور اولیاء امت نبی واحد میں احکام کا اختلاف نہیں بلکہ ان ہی احکام پر عمل کرانے اور ان میں خلوص پیدا کرنے کے طرق مختلف ہیں پس احکام مشترک طرق مختلف بلکہ جیسا مجتہدین میں اختلاف ہے ان اولیاء کا اختلاف اس سے بھی اہون اور اخف ہے کیونکہ مجتہدین میں گاہے حلت و حرمت کا اختلاف ہو جاتا ہے گو وہ بھی اختلاف شرائع سے کم ہے اس لئے کہ مجتہدین سب کے سب متمسک شریعت واحدہ سے ہوتے ہیں مگر وجوہ استدلال و فہم اسالیب و تعیین قرائن سے یہ اختلاف ہو گیا اور مقصود سب کا عمل ہوتا ہے شریعت واحدہ پر اور اولیا اختلاف احکام سے بحث نہیں کرتے احکام میں کسی ایک مجتہد کا اتباع کر لیتے ہیں پھر ان ہی احکام متبوعہ میں اخلاص و تقرب کے تحصیل طرق میں حسب ذوق و استعداد طالب و تجربہ خود مختلف تعلیم فرماتے ہیں اور اس تقریر سے ان مدعیان تصوف کی غلطی ظاہر ہو گئی جو اہل باطن کے لئے احکام جداگانہ سمجھے ہوئے ہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

روئے درہم کشیدن از سخن بہ سبب ملالت مستمعان

سننے والوں کی بے توجہی کی وجہ سے بات کرنے سے روگردانی کرنا

چونکہ جمع مستمع را خواب برد	سنگہائے آسیا را آب برد
چونکہ سننے والوں کے مجمع کو نیند آ گئی ہے	(اللہ تعالیٰ نے) چکی کے پاٹوں کو چلانے والا پانی بند کردیا
رفتن ایں آب فوق آسیاست	رفتنش در آسیا بہر شماست
اس پانی (یعنی اسرار) کی آمد چکی (ہونٹ) سے دور (دل میں) ہے	چکی (ہونٹوں) میں جاری ہونا تمہارے لئے ہے
چوں شمارا حاجت طاحوں نماند	آب را در جوئے اصلی باز راند
جب تمہیں چکی (ہونٹوں) کے کلام کی ضرورت نہ رہی	پانی کو اصل نہر (دل) کی جانب پھر جاری کر دیا
ناطقہ سوئے دہاں تعلیم راست	ورنہ خود آں آب را جوئے جداست
قوت گویائی) منہ میں (تمہاری) تعلیم کے لئے ہے	ورنہ اس پانی کی نہر علیحدہ (دل میں) ہے
می رود بے بانگ و بے تکرار ہا	تحتہا الانہار تا گلزار ہا
وہ (پانی) جاری ہے بغیر شور اور نزاع کے	ان چمنوں تک جن کے نیچے نہریں ہیں

(سنگہائے آسیا را آب یعنی آب سنگہائے آسیا را۔ فاعل بُرد حق تعالیٰ وہمچنین فاعل راند و مراد از سنگہائے آسیا دولب۔ واز علوم واسرار کہ در لب ودہان لباس الفاظ پوشیدہ ودر قلب معانی محض اندر کما سیاتی تحتہا الانہار حال مقدم از گلزار ہا۔ گاہ گاہ مصنف کو اثنائے تصنیف میں قبض مضامین ہوتا ہے سو اسباب اس کے مختلف ہیں کبھی مصنف کا تعب قوت فکریہ اس کا سبب ہوتا ہے اور گاہے ناظرین وسامعین کی بے توجہی وبے قدری کا خیال و احتمال پھر یہ خیال گاہے غلط اور وہم محض ہوتا ہے اور گاہے قرآن سے صحیح ومظنون یا متیقن ہوتا ہے پھر یہ قرائن گاہے امور ظاہر حسیہ ہوتے ہیں جن کا ادراک اہل ظاہر کو ہوتا ہے اور گاہے اشراق وکشف باطنی ہوتا ہے جو اہل باطن کے لئے آلۂ ادراک ہوتا ہے پس معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو اشراق سے منکشوف ہوا کہ اس وقت کے بعض ناظرین کو مثنوی دیکھتے دیکھتے اس جگہ پر پہنچ کر کم شوقی وکم رغبتی پیدا ہوگی اس انکشاف سے قبض پیدا ہوا اور اس حالت میں یہ اشعار ارشاد فرمائے (والغیب عند اللہ تعالیٰ) یعنی سننے والوں کے مجمع کو چونکہ غفلت (اور بے توجہی) غالب ہوگئی تو حق تعالیٰ نے اس پانی کو جو سنگ آسیا میں چل رہا تھا بند کر دیا (یعنی علوم واسرار جو لبوں سے نکل رہے تھے بند ہوگئے) اور واقع میں تو اس پانی کا جاری ہونا اس آسیا سے بہت دور پر ہے (یعنی مجریٰ اصلی ان علوم واسرار کا قلب ہے جس کا لبوں سے بعید ہونا ظاہر ہے اور آسیا میں اس کا چلنا محض تم لوگوں کے لئے ہے (یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

لب وزبان پران علوم کا آنا تمہاری تفہیم وتعلیم کے لئے ہے پھر جب تم ہی کو اس آسیا (کے چلنے) کی حاجت نہ رہی (یعنی ان اسرار کے بیان وتقریر کی طرف رغبت نہ رہی) تو حق تعالیٰ نے اس پانی کو اصلی نہر کی طرف جاری کر دیا (یعنی وہ علوم قلب میں بدستور رہ گئے چنانچہ خود بطور تفسیر فرماتے ہیں کہ) نطق اسرار جو دہن پر آ جاتا ہے وہ تمہاری تعلیم کے لئے ہے ورنہ اس آب اسرار کی نہر اصلی تو جدا ہی ہے یعنی قلب جس میں وہ آب اسرار بے آواز وبے تکرار گلزار (مواجید وحالات باطنیہ) تک چلا جا رہا ہے جس سے وہ گلزار ایسے ہیں کہ گویا ان کے اندر یہی انہار (اسرار جاری ہیں (گلزار کا نشو ونما آب وانہار سے ہے اسی طرح حالات باطنیہ کی تربیت اسرار ومعارف سے ہوتی ہے ورنہ جہل میں وہ حالات زائل ہو جاتے ہیں گو خود حالات سے بھی گاہے معارف کا ورود ہوتا ہے مگر یہاں تشبیہ صرف اعتبار اول سے ہے اور قلب میں بانگ وتکرار نہ ہونا چاہیے۔

اے خدا جاں را تو بنما آں مقام	کاندرو بے حرف می روید کلام
اے خدا! روح کو وہ مقام دکھا دے	جس میں بغیر حروف کے کلام پیدا ہوتا ہے
تا کہ سازد جان پاک از سر قدم	سوئے عرصہ دور پہنائے عدم
تاکہ پاک روح سر کے بل جائے	اس میدان کی جانب جو وسیع اور معدوم ہے
عرصۂ بس باکشاد و با فضا	ویں خیال وہست یابد زو نوا
وہ میدان (عالم غیب) جو وسیع اور پر فضا ہے	یہ (عالم) مثال اور (عالم) شہود اس سے ساز وسامان پاتا ہے
تنگ تر آمد خیالات از عدم	زاں سبب باشد خیال اسباب غم
(عالم) مثال عدم (عالم غیب) سے چھوٹا ہے	اسی وجہ سے (عالم) مثال غم کا سبب بنتا ہے
باز ہستی تنگ تر بود از خیال	زاں شود دروے قمر ہمچوں ہلال
پھر (عالم) شہود (عالم) مثال سے چھوٹا ہے	اسی وجہ سے اس میں قمر ہلال جیسا بن جاتا ہے
باز ہستی جہان حس و رنگ	تنگ تر آمد کہ زندانے ست تنگ
پھر حس و رنگ کے جہاں کا وجود	بہت تنگ ہے بلکہ وہ تو تنگ قیدخانہ ہے
علت تنگی ست ترکیب و عدد	جانب ترکیب حس ہا می کشد
مرکب اور معدود ہونا تنگی کا سبب ہے	حواس مرکب کی جانب کشش کرتے ہیں
زانسوئے حس عالم توحید داں	گر یکے خواہی بداں جانب براں
عالم توحید حس سے پرے سمجھ	اگر تو (عالم) توحید کی خواہش رکھتا ہے اس جانب قدم بڑھا

www.besturdubooks.wordpress.com

امرکن یک فعل بود نون و کاف	در سخن افتاد و معنیٰ بود صاف
"کن" کا امر ایک فعل تھا اور نون اور کاف	لفظوں میں آیا ورنہ مدلول اور (لفظوں سے) پاک تھا
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	تا چہ شد احوال گرگ اندر نبرد
اس بات کا آخر نہیں ہے واپس لوٹ	معرکے میں بھیڑیئے کا کیا حال ہوا؟

(اوپر کے اشعار میں اسرار و معارف کا قلب میں جمع ہونا اور اس محل میں حروف و اصوات سے منزہ ہونا بیان کیا ہے اور چونکہ اسرار و معارف کا ورود بلا قید حروف و اصوات قلب میں بذریعۂ الہام کے ہوتا ہے اس لئے الہام کی درخواست کرتے ہیں اور اس سے مولانا کو الہام کا حاصل نہ ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ اسرار کا مجتمع ہونا خود دلیل حصول ہے بلکہ باوجود حصول کے اس کی ترقی و تزاید کی درخواست کی جاتی ہے جس طرح قرآن مجید میں اہدنا الصراط المستقیم اہل ہدایت کو بھی تعلیم کیا گیا ہے طلب زیادت ہدایت کے لئے پس ارشاد فرماتے ہیں کہ) اے خدا آپ ہماری روح کو وہ مقام مشاہدہ کرا دیجئے جس میں بلا واسطہ الفاظ و حروف کے کلام پیدا ہوتا ہے (یعنی سلوک میں اس مقام پر پہنچایئے جہاں مشرف بالہام اسرار ہوں اور اس کو کلام کہنا اس وجہ سے ہے کہ کلام کی ایک نوع کلام نفسی بھی ہے) تا کہ ہماری روح (جو ان قیود و اصوات و حروف سے) پاک (ہے) (اور باعتبار غیر متشکل و غیر محدود ہونے کے) وسیع (اور باعتبار انعدام قیود مذکور کے بمعنے عدم اضافی کے ملقب بہ) عدم (ہے اس) کی طرف متوجہ ہو (اور معارف کے الہام سے روح کی کشش عالم غیب کی طرف ظاہر ہے اور فائدہ اس توجہ کا انکشاف توحید ہے آگے آتا ہے اس شعر میں زانسوی حس عالم توحیدان + اور یہاں سے اس شعر تک اس فائدے کی تمہید ہے یعنی وہ عالم کیسا ہے نہایت ہی وسیع اور بافضا ہے اور عالم خیال (یعنی عالم مثال) اور عالم ہست (یعنی عالم شہادت اسی عالم غیب سے سامان وجود پاتا ہے (کیونکہ مسلمان فن سے ہے کہ وجود ممکنات میں اول متعلق ہوا ہے ارواح مجردہ کے ساتھ جس کو عالم غیب کہتے ہیں پھر اس کے ظہور کے لئے اس کو عالم شہادت کے ساتھ متعلق کرنا منظور ہوا مگر بوجہ عدم مناسبت کے اس ارتباط و تعلق کے قبل ایک ایسا عالم بنایا جو من وجہ دونوں کے مشابہ ہو جس کو عالم مثال کہتے ہیں کہ غیر مادی ہونے میں مشابہ غیب کے ہے اور مقداری ہونے میں مشابہ شہادت کے پس عالم غیب کا تعلق اول اس عالم مثال کے ساتھ ہوا اور اس کے واسطہ سے شہادت کے ساتھ ہوا اور اس طرح عالم غیب کا ظہور ہوا پس چونکہ عالم مثال و عالم شہادت دونوں کو موجود کرنے سے مقصود عالم غیب کا ظہور تھا اس لئے مولانا عالم خیال و عالم ہست کو عالم غیب سے سامان وجود پانے والا فرما رہے ہیں آگے اس کی وسعت کی تاکید و توضیح ہے کہ) عالم خیال (یعنی عالم مثال) عالم عدم (یعنی عالم غیب) کے اعتبار سے بہت ہی تنگ (اور محدود ہے (کیونکہ آخری مقداری ہے اور لاتناہی مقداری باطل ہے پس محدود ہوگا اور محدود کا غیر محدود

www.besturdubooks.wordpress.com

سے تنگ ہونا ظاہر ہے) اور اسی تنگی کی وجہ سے خیال سبب غم ہو جاتا ہے (کیونکہ اصلی وجہ اس کی کسی واقعہ کی حکمت کا پورا منکشف نہ ہونا ہے اور پورے انکشاف کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کو جس قدر انکشاف کی توقع اور انتظار ہے اس کی حد انتہائی تک پہنچ جائے پس چونکہ روح کو مرتبۂ تجرد محض میں بہ نسبت مرتبۂ تعلق بالمقداری و بالمادی کے زیادہ انکشاف ہوتا ہے اس لئے عالم مثال میں کہ خیال اس میں داخل ہے انکشاف ناقص ہوتا ہے اور زائد کی متوقع و منتظر رہتی ہے اور تجرد محض میں یہ انتظار رفع ہو جاتا ہے اس لئے انکشاف تام ہوتا ہے پس جب عالم مثال میں حکمت کا انکشاف تام نہ ہوا تو لابد خیال سبب غم کا ہوگا اور ہم نے جو تعلق بالمقداری و بالمادی کو مانع انکشاف تام کہا ہے اس سے مراد مطلق تعلق نہیں بلکہ تعلق تدبیر ہے جو مستلزم تشویش ہے جیسا قبل نجات تک روح کے لئے مستمر و دائم ہے حتیٰ کہ قبل تعلق بالشہادۃ کے خود اس تعلق کا انتظار ہی عالم مثال میں مانعیت انکشاف کے لئے کافی ہے اب اہل جنت کے تعلق بین الروح والجسد پر مانعیت انکشاف تام کا شبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تعلق تشویش نہیں اور اہل نار میں انکشاف تام کا احتمال نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ تعلق تعلق تشویش ہے اس لئے اہل جنت مغموم نہ ہوں گے اور اہل نار کو غم سے نجات نہ ہوگی اور خیالات کا جمع لانا اشارہ ہے طرف تعدد انواع عالم مثال کے کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ خود بذاتہ قائم ہے یا قیام میں محتاج کسی محل کا ہے قسم اول کو خیال منفصل کہتے ہیں اور یہی واسطہ تعلق و ارتباط ہے عالم غیب و شہادت میں اور قسم ثانی کو خیال متصل کہتے ہیں اور وہ قائم ہے ذہن کیساتھ اگر ذہن نہ رہے وہ بھی معدوم ہو جائے اور اکثر لفظ خیال سے یہی معنی اور لفظ عالم مثال سے قسم اول بوجہ کثرت استعمال متبادر الی الفہم ہوتی ہے ورنہ مثال اور خیال دونوں اصطلاحاً عام ہیں لیکن قسم اول کا مادی نہ ہونا تو مطلقاً ہے اور قسم ثانی کا باعتبار نفی ترکیب من المادہ کے ہے ورنہ قیام بالمادی کے اعتبار سے وہ مادی ہے) پھر یہ ہستی (یعنی عالم شہادت) عالم خیال (یعنی عالم مثال) سے بھی تنگ ہے (کیونکہ عالم مثال گو مقداری تھا مگر مادی نہ تھا اور یہ مادی بھی ہے تو خواص مادہ کے قیود اس میں اور بڑھے یہ زیادہ مقید اور تنگ ہو گیا) اور اس تنگی ہی کی وجہ سے اس میں (اس غم خیالی مذکور کا یہ اثر ہوتا ہے کہ) قمر کا سا حسین آدمی ہلال جیسا بے رونق ہو جاتا ہے (یعنی اگر عالم شہادت نہ ہوتا تو وہ خیال غم خالی خیال ہی رہتا چونکہ اب اس کا تعلق مادہ سے ہوا اس لئے اس مادہ پر اس کا اثر ظاہر ہوا پس اس کا سبب یہی قیود کا بڑھنا ہوا جس کو تنگی کہا گیا ہے) پھر اس ہستی (یعنی عالم شہادت کی دو قسمیں ہیں ناسوت یعنی دنیا اور ملکوت یعنی آخرت مکانیہ و زمانیہ کیونکہ عالم شہادت عالم مادہ کو کہتے ہیں اور ملائکہ کا اور ان کے مسکن سمٰوات کا اور جنت کا اور اس کے سکان اہل ایمان کا مادی ہونا منصوص ہے۔ پس ان دونوں قسموں) میں سے بھی جو ہستی عالم المحسوس (بالفعل) رنگارنگ (یعنی متغیر) ہی ہے (یعنی دنیا) یہ اور بھی تنگ ہے کیونکہ (بنص حدیث الدنیا سجن المومن) ایک زندان تنگ ہے (بایں معنی کہ جس طرح زندان میں دلچسپی نہیں ہوتی مومن کامل کو دنیا سے بھی دلچسپی نہیں ہوتی متمنی و مشتاق نعماء باقیہ کا رہتا ہے پس تنگی بمعنی مقید بالمقدار والمادہ ہونا تو مطلق

عالم شہادت کو شامل ہے اور بمعنی توحش وتنفر مومن خاص ہے اس کی ایک قسم یعنی دنیا کے ساتھ اور آخرت اس سے بری ہے اور راز اس میں وہی ہے جو احقر نے اوپر ذکر کیا ہے کہ یہاں تعلق روح کا تعلق تشویش ہے اور وہاں ناجین کو تعلق تلذذ وتنعم ہوگا کیونکہ بعض تلذذات تعلق پر موقوف ہیں جیسا کھانا' پینا' مباشرت کرنا پس یہ تعلق انکشاف علوم وراحت میں بے تعلقی سے افضل واکمل ہے آگے عالم تنگ کی تنگی کی لم بیان فرماتے ہیں کہ) علت تنگی کی مرکب واقعی اور معدود ہونا ہے (یعنی ان میں سے ہر ہر واحد پس عالم مثال میں چونکہ اشیاء معدود ہیں اور مرکب نہیں کیونکہ ترکیب خواص مادی سے ہے اور وہ مادی نہیں اس لئے اس میں تنگی کم ہے اور عالم شہادت میں اشیاء معدوم بھی ہیں اور مرکب بھی اس لئے تنگی زیادہ ہوگئی) اور اسی وجہ سے حواس مرکبات کی طرف کشش کرتے ہیں (اور یہ حکم صرف حواس ظاہرہ کے ساتھ خاص ہے جن کے ادراک میں مدرکات کا اقتران بالمادہ شرط ہے جو خواص ترکیب سے ہے اور مقام مقتضی ہے بیان خاصہ عدد کو بھی جو عالم مثال میں متحقق ہے غالباً مصرعۂ اول میں عدد کا مذکور ہونا اور مصرعۂ ثانی میں حسہا کا جمع لانا مقالہ کے لئے قرینہ کافی سمجھا ہوسو احقر کہتا ہے کہ اسی اقتران بالعدد کی وجہ سے حواس باطنہ عالم مثال کے ادراک کی طرف کشش کرتے ہیں کیونکہ ان کے ادراک کے لئے ترکیب شرط نہیں مگر عدم تجرد ضروری ہے اسی لئے وہ مجردات سے متعلق نہیں ہوتے البتہ عالم مثال خواب میں یا دوسرے طور پر ان پر منکشف ہوتا ہے اور چونکہ حسہا حواس ظاہرہ وباطنہ دونوں کو شامل ہے اس لئے شعر آئندہ میں مطلق حس کے اعتبار سے ایک حکم عام فرماتے ہیں کہ) حس کے اس پار (یعنی ماوراء الحواس الظاهره والباطنه) عالم (انکشاف) توحید کا ہے اگر تم کو واحد حق (کی توحید) مطلوب ہے تو حواس سے آگے بڑھو (اس عالم سے مراد عالم غیب ہے اور اس میں بیان ہے فائدہ توجہ بعالم غیب کا کہ انکشاف توحید ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ تحصیل توحید تحقیقی غیر تقلیدی کے دو طریقے ہیں ایک استدلالی عقلی دوسرے ذوقی وکشفی۔ عقلی یہ کہ مصنوعات سے صانع پر بانضمام بعض مقدمات عقلیہ استدلال کیا جائے اور اس طریق میں مادیات ومحسوسات بھی مثل مجردات وغیر محسوسات کے ہیں بلکہ محسوسات سے استدلال زیادہ سہل ہے اور حکماء ومتکلمین کا مبلغ طیران یہی توحید ہے اور کشفی یہ کہ بلاواسطہ تقلید واستدلال ایک علم ضروری وانکشاف تام بحسب الاستعداد پیدا ہو جائے اور اس علم ذوقی کا مورد روح مجرد ہے جو کائنات عالم غیب سے ہے اور اس موردیت کے لئے صفا وجلا شرط ہے اور وہ موقوف ہے محسوسات سے ذہول وبے تعلقی پر اور برخلاف طریق عقلی کے توجہ الی المحسوسات اس کے لئے منافی ہے اور حضرات صوفیہ کا مطلوب یہ توحید ہے پس حاصل شعر کا یہ ہے کہ جب تم کو اشعار بالا سے عالم شہادت وعالم مثال کا کہ عالم محسوسات بحواس ظاہرہ وباطنہ ہے بہ نسبت عالم غیب کے تنگ اور مقید ہونا ثابت ہوگیا اور مقید ومحسوس کا منافی انکشاف تام ہونا بھی معلوم ہے جیسا ظاہر بھی ہے اور احقر نے زان سبب باشد الخ کی شرح میں اس اشارہ کی تقریر بھی کر دی ہے پس اگر تم کو توحید کا انکشاف تام جو درجہ اکمل اور حضرات صوفیہ کا مذاق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلوب ہے تو عالم محسوسات سے تعلق و التفات قطع کرو کہ منافی انکشاف تام ہے اور عالم غیب کی طرف توجہ کرو تا کہ اس کے موجودات میں سے روح کو اس انکشاف توحید کا آلہ بناؤ تو یہ توجہ روح کی طرف خود اس کو مقصود سمجھ کر نہیں کیونکہ التفات بماسوی اللہ خود حجاب ہے خواہ وہ نورانی عالم غیب سے ہو خواہ ظلمانی ہو بلکہ اس لئے ہے کہ وہ متوجہ الی الحق ہو اور اس واحد حقیقی کی معرفت کاملہ ہو اب آگے اس مضمون مذکور کی کہ مشغولی روح بماسوا حاجب انکشاف توحید ہے ایک مثال لاتے ہیں کہ) دیکھو امر کن جس کے تعلق سے ایجاد خلق ہوتا ہے مرتبۂ کلام نفسی میں محض ایک فعل (بسیط) تھا اور اس میں نون اور کاف مرتبۂ کلام لفظی میں واقع ہو گیا ورنہ اس کا مدلول (کہ کلام نفسی ہے بالکل ان حروف سے) صاف و پاک تھا (چنانچہ اب توجہ الی الحروف ذہن کو اس مرتبہ کلام نفسی تک پہنچنے بھی نہیں دیتا بلکہ کلمۂ کن سن کر فوراً ہی مرتبۂ کلام لفظی کی طرف ذہن جاتا ہے پس جس طرح کلام لفظی حجاب کلام نفسی کا ہے اسی طرح مشغولی روح بماسوا حجاب انکشاف توحید ہے اب قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ) اس مضمون کی تو کہیں انتہا نہیں قصہ کی طرف پھر رجوع کرو کہ اس گرگ کا عتاب شیر میں کیا حال ہوا۔

ادب کردن شیر گرگ را بجہت بے ادبی او

شیر کا بھیڑیئے کو اس کی بے ادبی پر سزا دینا

گرگ را برکند سر آں سرفراز	تا نماند دو سری و امتیازی
اس معزز (شیر) نے بھیڑیئے کا سر توڑ ڈالا	تا کہ دوہری سرداری اور امتیاز نہ رہے
فانتقمنا منہم ست اے گرگ پیر	چوں نبودی مردہ در پیش امیر
اے بوڑھے بھیڑیئے! ہم نے ان سے بدلہ لے لیا" ہے	جبکہ تو حاکم کے سامنے مردہ نہ بنا
بعد ازاں رو شیر با روباہ کرد	گفت ایں را بخش کن از بہر خورد
اس کے بعد شیر نے لومڑی کا رخ کیا	بولا اس کو کھانے کے لئے تقسیم کر دے
سجدہ کرد و گفت کایں گاو سمین	چاشت خوردت باشد اے شاہ مہین
(لومڑی نے) سجدہ کیا اور کہا یہ موٹی بیل ہو گئے	اے بڑے بادشاہ! تیرا ناشتہ ہے
واں بز از بہر میانہ روز را	یخنیے باشد شہ فیروز را
اور وہ بکری دوپہر کے لئے	فیروز مند بادشاہ کے لئے یخنی ہو گی
واں دگر خرگوش بہر شام ہم	شبچرہ اے شاہ با لطف و کرم
اور وہ دوسرا خرگوش شام کے لئے	نقل ہے، اے مہربان خوش مزاج بادشاہ!

www.besturdubooks.wordpress.com

(مہین بزرگ یعنی اینجا چیز یکہ از مال: اسباب وغلہ وحیوانات نگاہ دارند) یعنی اس شیر سرفراز نے گرگ کا سر جدا کر دیا تا کہ خودسری اور امتیاز باقی نہ رہے (اور بزبان حال اس کو خطاب کیا کہ) اے گرگ فانتقمنا منہم اس کو کہتے ہیں چونکہ تو حاکم کے روبرو فانی ولاشے نہ بنا بعد اسکے شیر روباہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ تو اس کے حصے لگا اس نے سر نیاز زمین پر رکھا اور کہا کہ یہ گاؤ فربہ تو آپ کی نہاری ہے اور یہ بُز دوپہر کے واسطے ذخیرہ رکھ لی جائے رہا خرگوش وہ شام کے لئے رہے کہ شب کو کھائیے۔

گفت اے روبہ تو عدل افروختی	ایں چنیں قسمت ز کہ آموختی
(شیر نے) کہا اے لومڑی! تو نے انصاف کو روشن کر دیا	اس طرح کی تقسیم تو نے کس سے سیکھی ہے؟
از کجا آموختی ایں اے بزرگ	گفت اے شاہ جہاں از حال گرگ
اے بزرگ! تو نے یہ (انصاف) کہاں سے سیکھا ہے؟	اس نے کہا اے دنیا کے بادشاہ! بھیڑیئے کے حال سے
گفت چوں در عشق ما گشتی گرو	ہر سہ را بر گیر و بستان و برو
(شیر نے) کہا جب تو ہماری محبت میں رہن ہے	تینوں کو لے لے اور قبضہ کر اور چل دے
ماترا و جملہ اشکاراں ترا	پائے بر گردون ہفتم نہ برآ
ہم تیرے ہیں اور سب شکار تیرے ہیں	ساتویں آسمان پر پیر رکھ جلوہ گر ہو
چوں گرفتی عبرت از گرگ دنی	پس تو روبہ نیستی شیر منی
جبکہ تو نے کمینہ بھیڑیئے سے عبرت حاصل کر لی ہے	تو لومڑی نہیں ہے بلکہ میرا شیر ہے
عاقل آں باشد کہ عبرت گیر داز	مرگ یاراں وز بلائے محترز
عقلمند وہ ہے جو عبرت حاصل کر لے	دوستوں کی موت اور قابل احتراز مصیبت سے

شیر نے کہا کہ تو نے خوب عدل کیا۔ تو نے یہ تقسیم کس سے سیکھی اس نے عرض کیا کہ حال گرگ سے شیر نے کہا جب تو ہمارے عشق میں گرو ہوگئی (اور اپنے کو لاشے سمجھا) تو تینوں کو اٹھا اور لے جا اے روبہ جب تو ہماری ہوگئی تو تجھ کو کیونکر آزار دیں تو تو گویا ہم ہوگئی ہم بھی تیرے اور شکار بھی سب تیرے گردون ہفتم پر قدم رکھ اور عروج حاصل کر (یعنی تیرا رتبہ بڑھا دیا) اور جب تو نے گرگ کمینہ کے حال سے عبرت حاصل کی پس تو روباہ نہیں بلکہ میری شیر ہے کیونکہ عاقل کا کام ہے کہ اپنے اقران کی ہلاکت اور بلا سے واجب الاحتراز (کو دیکھ کر اس) سے عبرت پکڑے۔

روبہ آندم بر زباں صد شکر راند	کہ مرا شیر از پس آں گرگ خواند
اس وقت لومڑی نے زبان سے سینکڑوں شکر ادا کئے	کہ شیر نے مجھے بھیڑیئے کے بعد بلایا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر مرا اول بفرمودے کہ تو	بخش کن ایں را کہ جاں بردے ازو
اگر مجھے شروع میں کہہ دیتا کہ تو	اس کو تقسیم کر دے تو اس سے کون جان بچاتا؟

یعنی اس وقت روباہ نے سینکڑوں شکر ادا کیے کہ مجھ کو شیر نے گرگ سے پیچھے بلایا ورنہ اگر مجھ کو پہلے حکم ہوتا کہ تو تقسیم کر تو بھلا اس سے کون جان بچا سکتا (یعنی مجھ سے بھی ایسی ہی حماقت موجب ہلاکت ہو جاتی)

مقصود حکایت در فضیلت آخر زمانیاں

آخری زمانہ میں پیدا ہونے والوں کی فضیلت کا بیان اس حکایت کا مقصد ہے

پس سپاس اورا کہ مارا در جہاں	کرد پیدا از پس پیشینیاں
اس (خدا) کا شکر ہے کہ اس نے دنیا میں ہمیں	اگلوں کے بعد پیدا فرمایا ہے
تاشنیدیم آں سیاستہائے حق	بر قرون ماضیہ اندر سبق
یہاں تک کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی ان سزاؤں کو سن لیا	جو گذشتہ زمانوں میں اگلے لوگوں کو دی گئیں
تا کہ ما از حال آں گرگان پیش	ہمچو روبہ پاس خود داریم بیش
تاکہ اگلے زمانہ کے بھیڑیوں کے حال سے	لومڑی کی طرح ہم خوب اپنی حفاظت کر لیں
امت مرحومہ زیں رو خواند ماں	آں رسول حق و صادق در بیاں
اسی وجہ سے ہمیں امت مرحومہ فرمایا ہے	احادیث میں سچے برحق رسولؐ نے
استخواں و پشم آں گرگاں عیاں	بنگرید و پند گیرید اے مہاں
ان بھیڑیوں کی ہڈیاں اور بال خوب	دیکھو اور اے بزرگو! نصیحت حاصل کرو
عاقل از سر بنہد مستی و باد	چوں شنید انجام فرعوناں و عاد
عقلمند انسان تکبر اور مستی کو دماغ سے نکال دیتا ہے	جب وہ فرعونوں اور قوم عاد کا قصہ سنتا ہے
ورنہ بنہد دیگراں از حال او	عبرتے گیرند و از اضلال او
اور اگر انانیت و غرور کبر سے منہ نہ نکالے گا تو دوسرے لوگ اس کے حال سے	اور اس کی گمراہی سے عبرت حاصل کریں گے

حکایت مذکورہ سے علاوہ مقصود اصلی یعنی ترغیب فنا کے ضمناً ایک اور فائدہ مستنبط کر کے بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ) ہم بھی خدا تعالیٰ کا شکر کرتے ہیں کہ ہم کو دنیا میں گزشتہ لوگوں کے بعد پیدا کیا کہ ہم نے عقوبات خداوندی کو جو کہ قرون گزشتہ پر گزری ہیں اپنے سبق یعنی قرآن میں سن لیا (اور ممکن ہے کہ اندر متعلق ماضیہ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو) یعنی جو قرون سابق میں گزرے ہیں تا کہ ان گرگان قدیم کا حال سن کر رو باہ کی طرح (ایسے امور مہلکہ سے) اپنی خوب حفاظت رکھیں اسی وجہ سے ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ صادق البیان ہیں (حدیث میں) امت مرحومہ فرمایا ہے (رواہ ابن ماجۃ) ان گرگوں کے استخوان اور بال (یعنی آثار ہلاک) صاف دیکھ لو اور اے بزرگو عبرت پکڑو (بعض امم ہالکہ کے آثار سفر شام میں اہل مکہ کو نظر پڑتے تھے) جس کو عقل ہے وہ تو جب فرعون و اہل فرعون و عاد کا انجام سنتا ہے تو اس دعویٰ و نخوت کو دماغ سے نکال باہر کرتا ہے اور وہ باہر نہ نکالے گا تو اس کے حال سے اور اس کے اضلال خلق (کے وبال سے اور لوگ عبرت حاصل کریں گے (یعنی وہ بھی ہلاک ہوگا)

تہدید کردن نوح علیہ السلام مر قوم را کہ با من مپیچید کہ من روئے پوشم خدا را پس با خدامی پیچید نہ با من

حضرت نوح کا قوم کو ڈرانا کہ مجھ سے نہ الجھو میں تو خدا کا نقاب ہوں تو تم خدا سے الجھ رہے ہو نہ کہ مجھ سے

ف: اس میں پھر رجوع ہے فضیلت فنا کی طرف کہ انبیاء علیہم السلام کا اس سے وہ رتبہ ہوتا ہے کہ ان کا مخالف حق تعالیٰ کا مخالف شمار کیا جاتا ہے جیسا حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ درحقیقت الخ جیسا قرآن مجید میں ہے ولکنی رسول من رب العلمین الآیۃ واتقوہ واطیعون الآیۃ۔

گفت نوحؑ اندر نصیحت قوم را	در پذیرید از خدا آخر عطا
(حضرت) نوح نے نصیحت میں قوم سے کہا	خدا کی عطا کو قبول کر لو
بنگرید اے سرکشاں من من نیم	من زجاں مردم بجاناں می زیم
اے سرکشو! غور کرو میں میں نہیں ہوں	میں (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مردہ ہوں محبوب کے ذریعہ زندہ ہوں
چوں زجاں مردم بجاناں زندہ ام	نیست مرگم تا ابد پاینده ام
جبکہ (اپنی) جان (کے اعتبار) سے مردہ ہوں محبوب کے ذریعہ زندہ ہوں	میرے لئے موت نہیں ہے میں ابد تک زندہ ہوں
چوں بمردم از حواسات بشر	حق مرا شد سمع و ادراک و بصر
چونکہ میں بشری حواس (کے اعتبار) سے مردہ ہوں	اللہ (تعالیٰ) میرا کان اور احساس اور بینائی بن گیا ہے
چونکہ من من نیستم ایں دم زہوست	پیش ایں دم ہر کہ دم زد کافر اوست
چونکہ میں میں نہیں ہوں یہ کلام اس کی جانب سے ہے	اس گفتگو کے مقابلہ میں جو بات کرے گا وہ کافر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حضرت نوح علیہ السلام نے نصیحت میں اپنی قوم کو ارشاد فرمایا کہ آخر یہ عطا حق تعالیٰ کی ہے اس کو قبول کرلو اور اے سرکش لوگو یہ سمجھ رکھو کہ میں میں نہیں ہوں (یعنی اپنی رائے سے کچھ نہیں کر رہا) بلکہ میں اپنی ہستی سے فنا ہو کر محبوب کی معیت میں زندہ ہوں جب میں حواس بشریہ سے فنا ہو گیا (اور ان کو اپنی رائے سے صرف کرنا منتفی کر دیا) تو حق تعالیٰ میری سمع و بصر ہو گئے (جیسا حدیث میں وارد ہے یعنی ان کے خلاف مجھ سے کچھ صادر نہیں ہوتا) تو جب میں میں نہ رہا (جیسا ابھی گزرا) تو یہ میری بات چیت گویا ان کی ہے (کما قال تعالیٰ وما ینطق عن الهوىٰ) تو جو شخص اس بات چیت کے سامنے دم مارے وہ کافر ہے (کیونکہ رسول کا انکار حق کا انکار اور کفر ہے)۔

ہست اندر نقش ایں روباہ شیر	سوئے ایں روبہ نشاید شد دلیر
لومڑی کی اس صورت (نوح) میں شیر (ذات احد) ہے	اس لومڑی (نوح) کے مقابلہ میں دلیر نہ ہونا چاہیے
گر ز روئے صورتش می نگروی	غرش شیراں از و می نشنوی
اگر تو اس کی صورت کے اعتبار گرویدہ نہیں ہوتا ہے	تو کیا شیروں جیسی گرج بھی اس سے نہیں سن رہا ہے؟
گر نبودے نوحؑ را از حق یدے	پس جہانے را چساں برہم زدے
اگر (حضرت) نوحؑ کی مدد اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے نہ ہوتی	تو وہ (طوفان کے ذریعہ) دنیا کو کیسے درہم برہم کر دیتے؟
صد ہزاراں شیر بود اندر تنے	ہر دو عالم راہمی دیدار زنے
(حضرت نوحؑ کے) ایک جسم میں لاکھوں شیر تھے	دونوں عالم کو وہ چینا کے ایک دانہ سمجھتے تھے
او بروں رفتہ بد از ما و منے	او چو آتش بود عالم خرمنے
وہ ما اور من سے کنارہ کش ہو گئے تھے	وہ آگ کی طرح اور دنیا کھلیان کی طرح تھی
چونکہ خرمن پاس عشر او نداشت	او چناں شعلہ براں خرمن گماشت
چونکہ کھلیان نے ان کے دسواں کی رعایت نہ کی	انہوں نے اس کھلیان پر آگ کا شعلہ مسلط کر دیا
ہر کہ او در پیش ایں شیر نہاں	بے ادب چوں گرگ بکشاید دہاں
جو شخص اس چھپے ہوئے شیر کے سامنے	بھیڑیے کی طرح بے ادبی سے زبان کھولے گا
ہمچو گرگ آں شیر بر درانَدش	فانتقمنا منھم بر خواندش
وہ شیر بھیڑیے کی طرح اس کو پھاڑ ڈالے گا	"ہم نے ان سے بدلہ لے لیا" اس پر پڑھ دے گا
زخم یابد ہمچو گرگ از دست شیر	پیش شیر ابلہ بود کو شد دلیر
وہ بھیڑیے کی طرح شیر کے ہاتھ سے زخم کھائے گا	احمق ہے جو شیر کے سامنے دلیر بنے

www.besturdubooks.wordpress.com

کاشکے آں زخم بر جسم آمدے	تادل و ایماں سلامت ماندے
کاش وہ زخم جسم پر لگتا	تاکہ دل اور ایمان سالم رہتے

(یہ مقولہ مولاناؒ کا ہے مضمون بالا کی تائید میں اور فرض تمثیلات میں قصہ مذکورہ شیر و گرگ و روباہ کی مناسبت کا لحاظ کیا ہے) یعنی اس روباہ کی شکل میں شیر ہے (جیسے قصہ مذکورہ میں شیر نے کہا تھا پس تو روبہ نیستی شیر منی+مراد یہ ہے کہ رُسُل و اولیاء گو ظاہر میں بشر ضعیف ہیں مگر ان کے ساتھ حق تعالیٰ ہوتے ہیں) پس اس روباہ کی طرف دلیر ہو کر نہ آنا چاہیے (یعنی گستاخی و انکار سے پیش نہ آئے) اگر تم اس کی ظاہری صورت (ضعیف) دیکھ کر گرویدہ نہیں ہوتے (اور اس کی عظمت اپنے قلب میں نہیں پاتے) تو کیا شیروں کا سا اس کا غرانا بھی نہیں سنتے (جس سے استدلال کرسکو کہ اس کو کسی شیر کا زور ہے مطلب یہ ہے کہ مقبولان الٰہی کا مخلوق سے مستغنی ہونا اور اظہار حق میں پاک نہ ہونا اور کسی سے خوف و خطر نہ کرنا اور کسی شے سے فکر و اندیشہ نہ کرنا ان کی معیت بحق پر دلالت نہیں کرتا) چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی طرف سے اگر تائید نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ ایک عالم کو (ان کے انکار و مخالفت کی سزا میں) کیوں ہلاک فرما دیتے (اس سے معلوم ہوا کہ) اس ایک تن میں ہزاروں شیر (مضمر) تھے (یعنی انواع علاقات قرب و خصوصیات مع الحق ان کو حاصل تھیں) جس سے وہ دونوں عالم کو ایک ارزن کے برابر سمجھتے تھے (کیونکہ دل میں عظمت الٰہی کے غلبہ کے بعد کسی کی عظمت نہیں رہتی) اور وہ ما و من (یعنی دعویٰ کمال سے) پاک ہو چکے تھے (اس لئے حق تعالیٰ ان کے وکیل و کفیل تھے) اور ان کی مثال آتش کی سی اور دنیا (والوں) کی (جنہوں نے انکا انکار کیا تھا) مثال خرمن کی سی تھی (کہ مقدار میں تو آگ بہت قلیل ہوتی ہے مگر برے خرمن کے سوختہ کرنے کو کافی ہے اسی طرح آپ تنہا کے ساتھ انکار کرنے سے ہزاروں ہلاک ہوگئے چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ) جب اس خرمن نے حق تعالیٰ کے عشر کا (جو اس کے متعلق ایک حق واجب ہے) لحاظ نہ کیا انہوں نے ایک شعلہ اس خرمن پر مسلط فرما دیا (اسی طرح اس قوم نے اطاعت نوح سے جو کہ حقوق الٰہیہ سے ہے انکار کیا اللہ تعالیٰ نے ان ہی حضرت کی زبان سے بددعا کرا کر سب کو ہلاک کر دیا) پس جو شخص اس شیر مضمر کے سامنے اس گرگ کی طرح منہ کھولے گا تو اس کو شیر اسی گرگ کی طرح پھاڑ چیر ڈالے گا اور فانتقمنا منہم اس پر پڑھ دے گا اور اس گرگ کی طرح شیر کے ہاتھ سے زخمی ہوگا تو شیر کے سامنے دلیری سے جانے والا بڑا احمق ہے (مطلب ظاہر ہے کہ مقبولان الٰہی کی مخالفت گویا مخالفت حق تعالیٰ ہے جس کا انجام ہلاکت و خسارتِ ابدی ہے) اور کاش اگر وہ زخم جسم ہی تک رہتا (تو غنیمت تھا) تاکہ قلب (جو محل ایمان ہے) اور ایمان تو سالم رہتا (مگر مخالفت مقبولان الٰہی سے جو قہر خداوندی متوجہ ہوتا ہے اس سے تو ایمان سلب ہو جاتا ہے جیسا حدیث میں ہے من عادیٰ لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب اور ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محارب مؤمن نہیں ہوسکتا)

www.besturdubooks.wordpress.com

قوتم بگسست چوں اینجا رسید	چوں توانم کردن ایں سررا پدید
یہاں پہنچ کر میری طاقت نے جواب دیدیا	میں اس راز کو کس طرح ظاہر کروں؟
لیک ہم رمزے بگویم با شما	بو کہ دریا بید و گردید آشنا
لیکن تمہیں ایک اشارہ کرتا ہوں	شاید تم سمجھ جاؤ اور واقف ہو جاؤ
ہمچوں آں روباہ کم اشکم کنید	پیش او روباہ بازی کم کنید
اس لومڑی کی طرح کم کھاؤ	اس کے سامنے حیلہ بازی نہ کرو
جملہ ما و من بہ پیش او نہید	مالک ملک اوست ملک اورا دہید
"ما" اور "من" کو تمام تر اس کے سامنے چھوڑ دو	ملک کا مالک وہ ہے سلطنت اس کے سپرد کر دو
چوں فقیر آئید اندر راہ راست	شیر و صید شیر خود آن شماست
سیدھے راستہ میں فقیر بن کر آ جاؤ	شیر اور شیر کا شکار تمہارا مال ہے
زانکہ او پاک ست وسبحاں وصف اوست	بے نیازست او ز مغز نغز و پوست
اس لئے کہ وہ یکتا ہے اور پاک ہونا اس کی صفت ہے	وہ اچھے مغز اور چھلکے سے بے نیاز ہے
ہر شکار و ہر کراماتے کہ ہست	از برائے بندگان آں شہ است
ہر شکار اور ہر نعمت جو بھی ہے	اس شاہ کے غلاموں کے لئے ہے
گفت الیس اللہ بکاف عبدہ	تا نہ گردد بندہ ہر سو حیلہ جو
اس نے فرمایا ہے کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے؟	تاکہ بندہ ہر جانب بھٹکتا نہ پھرے
ہر کہ او برحق توکل می کند	او بجائے خود تفضل می کند
جو اللہ (تعالیٰ) پر بھروسہ کرتا ہے	وہ خود اپنے ساتھ بھلائی کرتا ہے
نیست شہ را طمع بہر خلق ساخت	اینہمہ دولت خنک آں کو شناخت
اللہ (تعالیٰ) کو کوئی لالچ نہیں ہے، مخلوق کیلئے بنائی ہے	یہ سب دولت، خوش قسمت ہے وہ جو یہ سمجھا
آنکہ دولت آفرید و دوسرا	ملک و دولتہا چہ کار آید ورا
جس نے دولت اور دونوں جہاں پیدا کئے ہیں	ملک اور دولتیں اس کے کس کام آئیں گی؟

(اوپر ذکر تھا کہ اہل اللہ کی مخالفت سے سلب ایمان کا اندیشہ ہے اس پر یہ استبعاد ہوتا ہے کہ مخلوق کی مخالفت پر قہر الٰہی کے متوجہ ہونے کا کیا سبب ہے سو اس استبعاد کا جواب دینا اور سبب قہر کا بیان کرنا مقصود ہے لیکن چونکہ حاصل اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سبب کا ان حضرات کا مظہر صفاتِ حق یعنی متصف بصفات الٰہیہ ہونا تھا جس سے ان کی مخالفت من وجہ مخالفت حق اور سبب توجہ غضب الٰہی ہوگئی اور مسئلہ مظہریت کا نازک تھا گو احقر کے چند جا تقریر کرنے سے بفضلہ تعالیٰ واضح ہو چکا ہے اس لئے جواب کے قبل اس کی نزاکت کا اظہار اور جواب میں صرف اشارہ کو اختیار فرمایا پس فرماتے ہیں کہ) جب کلام یہاں تک پہنچا (کہ ان کی مخالفت موجب سلب ایمان ہو جاتی ہے) تو میری قوتِ بیانیہ شکستہ ہوگئی کیونکہ ایسے راز دقیق کو (جو سبب ہے اس قہر کا مسئلہ مظہریت ہے) کس طرح ظاہر کر سکتا ہوں (کہ بدفہموں کے انکار یا غلط فہمی کا اندیشہ ہے) لیکن تاہم کچھ اشارہ کے طور پر تم لوگوں سے کہے دیتا ہوں شاید کہ تم (اگر عقل سلیم رکھتے ہو تو) اس کو ادراک کرلو اور اس سے واقف ہو جاؤ (اور کم فہم سالم رہیں اب پہلے اس راز کی تمہید یعنی مقام مظہریت کے تحصیل کا طریقہ بیان فرماتے ہیں کہ) تم اس روباہ کی طرح شکم کو کم کرو (یعنی حرص وخود بینی کہ اخلاق ذمیمہ میں سے ہیں چھوڑو) اور حق تعالیٰ کے روبرو حیلہ بازی مت کرو (یعنی تدبیر اور رائے کو فنا کرو) اور سب ما ؤ من ان ہی کے سامنے رکھ دو (یعنی دعویٰ ہستی وکمال مت کرو) کیونکہ وہ مالک الملک ہیں سو ملک وسلطنت ان ہی کے حوالے کرو (خلاصہ سب کا یہ ہوا کہ تسلیم وانقیاد محض وفناء تام اختیار کرو اور اپنی صفات وکمالات حضرتِ حق کے روبرو مضمحل کر دو یہ طریق تحصیل مقام مذکور ہوا آگے اس مقام کا جو کہ راز ہے بیان ہے یعنی) جب تم صراط مستقیم پر آ کر (اپنی صفات وشہوات سے فقیر محض (اور خالی) ہو جاؤ گے (اور ان کو فنا کر دو گے اس وقت تم کو مقام اتصاف بصفاتِ حق ومعیت خاصہ ایسا حاصل ہو جائے گا کہ) شیر اور صید شیر سب تمہارا ہی ہو جائے گا (اشارہ اس طرف ہے کہ حق تعالیٰ کو تمہارے ساتھ معیت ہو جائے گی اور سب نعمت ظاہرہ وباطنہ تم کو عطا ہوں گی) کیونکہ وہ تو (حاجت سے) پاک ہیں اور سبحان ان کی صفت ہے اور وہ نعمتِ باطنہ ونعمت ظاہرہ سب ہی سے بے نیاز ہیں پس جو کچھ جسمانی نعمتیں ہیں اور جو روحانی نعمتیں ہیں وہ سب اس شہنشاہ کے غلاموں ہی کے لئے ہیں چنانچہ خود ارشاد فرمادیا۔ الیس اللّٰہ بکاف عبدہ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو کافی ہیں تا کہ بندہ (ان کو کافی سمجھ کر) چاروں طرف (طلب نعم میں) بھٹکتا نہ پھرے اور جو شخص حق تعالیٰ پر توکل واعتماد (امور ظاہرہ وباطنہ میں) کر لیتا ہے حق تعالیٰ اپنی رحمت سے اس پر فضل فرماتے ہیں اور حق تعالیٰ کو کسی شے کی طمع نہیں ہے انہوں نے مخلوق ہی کے لئے یہ سب دولت (ظاہری وباطنی) بنائی ہے جو اس کا عارف ہو جائے بڑا خوش قسمت ہے بھلا جس نے دولت (دو عالم) اور خود دونوں عالم پیدا کئے ہوں ملک ودولت ان کے کس کام آئے گی (پس ثابت ہوا کہ یہ سب بندوں کے لئے ہے اس مضمون میں اس راز کی طرف اشارہ ہو گیا کیونکہ صرف اجمالاً اتنا فرمایا کہ انقیاد وفنا پر نعمتیں عطا ہوتی ہیں اور ان نعمتوں کی تعیین نہیں فرمائی سو اس میں کسی کو لغزش نہیں ہو سکتی اور صراحت اس راز کی یہ ہے کہ وہ نعمت جو فنا پر عطا ہوتی ہے وہ بقا بیقاء حق ہے جس کا دوسرا عنوان اتصاف بصفاتِ حق ومظہریت بصفات الحق ہے اس بناء پر تقریر مضمون یہ ہوگی کہ حق تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں غنی ہیں ان کو اس کی حاجت نہ تھی کہ اپنی صفات کے آثار مبارکہ کا فیضان فرمادیں اس فیضان سے گو تبعاً تمام خلائق مقصود ہیں مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

مقصود بالاصالۃ بندگان خاص ہیں کہ ان کے حال پر انعام واکرام کرنے کے لئے وہ آثار ان پر فائض فرمائے کہ ان آثار کے فیضان سے ان میں وہ صفات حمیدہ پیدا ہوگئیں کہ مشابہ ومناسب صفات حق کے ہیں اسی تشبہ کو اتصاف بصفاتِ حق کہتے ہیں جیسا اوپر ایک حدیث قدسی گزری ہے لا عطینہم من عقلی وحلمی چونکہ یہ مضمون عوام کے اعتبار سے کسی قدر دقیق تھا اس لئے اس کو اسی جگہ صاف نہیں فرمایا بہر حال جس شخص کو یہ رتبہ حاصل ہوگا چونکہ وہ صفات وکمالات میں خلیفۂ خداوندی ہوگا لابد خلیفہ کی مخالفت بعینہ مستخلف کی مخالفت ہوگی اس لئے موجب قہر مستخلف ہوگی۔

پیش سبحاں پس نگہدارید دل	تانگر دید از گمان بد خجل
(اللہ) پاک ذات کے سامنے دل کی حفاظت رکھو	تاکہ بدگمانی کر کے شرمندہ نہ ہونا پڑے
کو بہ بیند سر و فکر و جستجو	ہمچو اندر شیر خالص تار مو
وہ راز اور فکر اور طلب کو اس طرح دیکھ لیتا ہے	جس طرح خالص دودھ میں بال
آنکہ او بے نقش وسادہ سینہ شد	نقشہائے غیب را آئینہ شد
جو شخص بے نقش اور صاف سینہ والا ہو جاتا ہے	وہ غیب کے نقوش کا آئینہ ہو جاتا ہے
سرما را بیگماں موقن شود	زانکہ مومن آئینہ مومن شود
بلاشبہ وہ ہمارے راز کا یقین کرنے والا ہو جائے گا	اس لئے کہ مومنؔ مومن کا آئینہ بن جاتا ہے
مومنے او مومنی تو بیگماں	درمیان ہر دو فرقے بیکراں
بلاشبہ وہ بھی مومن ہے تو بھی مومن ہے	(لیکن) دونوں میں بے انتہا فرق ہے
چوں زند او نقد ما را بر محک	پس یقیں را باز داند او زشک
جب وہ ہمارے نقد کو کسوٹی پر رگڑتا ہے	تو وہ یقین کو شک سے جدا کر لیتا ہے
چوں شود جانش محک نقد ہا	پس بہ بیند نقد را و قلب را
جب اس کی جان نقدوں کی کسوٹی بن جاتی ہے	تو وہ کھرے اور کھوٹے کو سمجھ جاتا ہے

(اوپر کے اشعار میں جب دلیل سے ثابت ہوگیا کہ مخالفت اہل حق میں مخالفت حق ہے اب اس پر بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ جب انسان کا یہ رتبہ ہے تو) اس سلطان (ملک باطن) کے روبرو دل (کے خطرات بد تک) کی نگہداشت رکھو (اور ظاہری مخالفت تو امر شدید ہے تاکہ گمان بد سے (جو دل میں لاؤ) خجل نہ ہونا پڑے کیونکہ وہ شخص (راز پنہاں اور فکر وتجسس قلبی کو اس طرح دیکھ لیتا ہے جیسے شیر خالص میں بال صاف نظر آجاتا ہے (یعنی اس کے پاس خلوص وخوش اعتقادی سے حاضر ہو ورنہ اس کے قلب پر فساد طویت کا انعکاس ہو جاتا ہے اور اس کا قلب شہادت دے دیتا ہے کہ یہ شخص مخلص نہیں ہے آگے اس اطلاع خطرات کے استبعاد کو دفع فرماتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ اس کا تعجب ہی کیا ہے کیونکہ) جو شخص (فکر ماسوی اللہ سے) بے نقش اور سادہ سینہ ہو جاتا ہے وہ تو نقوش عالم غیب (یعنی معارف وواردات) کا آئینہ ہو جاتا ہے تو ہمارے خطرات (جو علوم غیبیہ کے روبرو محض ہیچ ہیں ان کا) تو بلاشبہ اس کو تیقن ہو جائے گا کیونکہ حدیث میں ہے المؤمن مرآۃ المؤمن یعنی مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے (اس حدیث کی چند تفسیریں ہو سکتی ہیں مولاناؒ نے ایک کو اختیار فرمایا ہے کہ پہلے مومن سے مراد مومن کامل لیا ہے اور دوسرے سے مراد مطلق مومن مطلب ظاہر ہے کہ مومن کامل کے قلب پر انعکاس دوسرے مومنین کے مخفی حالات کا ہو جاتا ہے) اور یوں تو وہ بھی مومن ہے اور تم بھی مومن ہو مگر دونوں کے درمیان بے انتہا فرق ہے (پس اگر تم کو اس کا باطنی حال معلوم نہ ہو تو (اس سے شبہ نہ کرنا کہ اس طرح اس کو بھی معلوم نہ ہوگا کیونہ مرآتیت جانبین سے برابر ہے کیونکہ تم اور وہ برابر نہیں تم مومن ناقص ہونے سے آئینہ زنگ آلود ہو اور وہ کامل ہونے سے آئینہ صافی ہے) بس جب وہ ہمارے نقد (حال) کو محک پر لگاتا ہے تو یقین اور شک میں تمیز کر لیتا ہے (کہ تمہارے قلب میں کون چیز ہے آگے اس محک کو بتلاتے ہیں کہ) چونکہ اس کا باطن نقود کا محک ہو گیا ہے (پس محک شہادت قلب ہے جسا حدیث میں ہے اس لئے وہ کھوٹے کھرے کو پہچان لیتا ہے اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ)

نشاندن پادشاہاں صوفیاں را پیش روئے خود تا چشم شاں روشن شود

بادشاہوں کا صوفیوں کو اپنے سامنے بٹھانا تا کہ ان کی آنکھیں روشن ہو جائیں

یہ مربوط ہے اس مضمون سے نقشہائے غیب را آئینہ شد+ یعنی چونکہ وہ آئینہ ہیں اور آئینہ روبرو رکھا جاتا ہے اس لئے سامنے بٹھلائے جاتے تھے اور یہ مضمون محض لطافتِ شاعرانہ ہے ورنہ جس معنی کر وہ آئینہ ہیں وہ مستلزم روبرو بٹھلانے کو نہیں ہے جیسا ظاہر ہے۔

بادشاہاں را چنیں عادت بود	ایں شنیدہ باشی ار یادت بود
بادشاہوں کی یہ عادت ہوتی ہے	تو نے یہ سنا ہوگا اگر تجھے یاد ہو
دست چپ شاں پہلواناں ایستند	زانکہ دل پہلوئے چپ باشد بہ بند
ان کے بائیں ہاتھ پر پہلوان کھڑے ہوتے ہیں	کیونکہ دل بائیں جانب رکھا ہوتا ہے
مشرف واہل قلم بر دست راست	زانکہ علم ثبت وخط آں دست راست
محاسب اور اہل قلم دائیں ہاتھ پر (ہوتے ہیں)	کیونکہ درج کرنے اور لکھنے کا علم دائیں ہاتھ کا ہے
صوفیاں را پیش رو موضع دہند	کآئینۂ جانند وز آئینہ بہند
صوفیوں کو سامنے جگہ دیتے ہیں	کیونکہ وہ روح کا آئینہ ہیں اور (ظاہری) آئینہ سے بہتر ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

حاجباں ایں صوفیا نند اے پسر	سادہ و آزادہ و افگندہ سر
اے بیٹا! یہ صوفی دربان ہیں	سادہ ہیں آزاد ہیں اور سر جھکائے ہوئے ہیں
سینہ ہا صیقل زدہ از ذکر و فکر	تا پذیرد آئینۂ دل نقش بکر
(ان کے) سینے ذکر و فکر سے مجلّیٰ ہوئے ہیں	تا کہ دل کا آئینہ نئے نقش قبول کر لے

یعنی بادشاہوں کی ایسی عادت ہوتی ہے شاید تم نے سنا ہو اور یاد ہو کہ دست چپ کی طرف تو پہلوان کھڑے ہوتے ہیں اس مناسبت سے کہ قلب (جو پہلوان بدن ہے) جانب چپ میں مودع ہوتا ہے (تو پہلوان کی طرف پہلوان رہنے چاہئیں) اور مشرف اور اہل قلم داہنے ہاتھ رہتے ہیں کیونکہ فن کتابت وخط اس ہاتھ کا حصہ ہے (تو اہل خط کا اہل خط کی طرف ہونا مناسب ہے) اور صوفیوں کو اپنے روبرو جگہ دیتے ہیں کیونکہ ان کا باطن مثل آئینہ کے ہے اور اس آئینہ (ظاہری) سے بہتر ہیں (کیونکہ اس آئینہ میں انعکاس صور جسمانیہ کا ہوتا ہے اور ان کے باطن میں علوم الٰہیہ وکمالات روحانیہ کا اور اس ارتباط انعکاسی سے ان کو حضرتِ حق کے ساتھ ایسا قرب ہوتا ہے گویا اس بارگاہ کے حاجب (عہدہ دار جو بادشاہ سے ملاتا ہے) یہی صوفی ہیں کہ (نقش غیر سے) خالی اور (تعلق غیر سے) آزاد اور (مشغولی بحق میں) سر افگندہ ہیں سینوں کو ذکر وفکر سے صیقل کر رکھا ہے تاکہ آئینہ قلب (معارف وکمالات کے) نقش کو خوب قبول کرلے۔

ہر کہ او از اصل فطرت خوب زاد	آئینہ در پیش او باید نہاد
جو شخص اصل پیدائش سے حسین پیدا ہوتا ہوا ہے	آئینہ اس کے سامنے رکھنا چاہیے۔
عاشق آئینہ باشد روئے خوب	صیقل جاں آمد از تقویٰ القلوب
خوبصورت ہی آئینہ کا عاشق ہوتا ہے	روح کی صیقل دلوں کی تقوے سے حاصل ہوتی ہے
ہر کہ دارد روئے خوب با نظام	طالب آئینہ باشد والسلام
جو شخص خوبصورت اور موزوں چہرہ رکھتا ہے	وہ آئینہ کا طالب ہوتا ہے والسلام
بشنو اکنوں یک مثال معنوی	تا تو دیگر قول صورت نشنوی
اب ایک باطنی مثال سن لے	تاکہ تو پھر ظاہری بات نہ سنے

(اوپر اولیاء اللہ کا آئینہ ہونا ثابت ہو چکا اب اس سے استدلال کرتے ہیں طالبان صحبت ومستفیضان خدمت اولیاء کی خوبی پر یعنی) قاعدہ ہے کہ جو شخص قدرتی طور پر حسین ہوتا ہے اس کے روبرو آئینہ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے اور آئینہ کا عاشق ہمیشہ چہرہ حسین ہوتا ہے (پس اولیاء اللہ کا محب وطالب صحبت وہی شخص ہوگا جو اصل فطرت میں صالح الاستعداد ہو اور شوائب وکدورات عارضہ کا ازالہ کرنا اور حسن باطنی کا کامل ہو جانا چاہتا ہو کیونکہ اولیاء کی صحبت وخدمت سے اپنے حسن وقبح کی

www.besturdubooks.wordpress.com

بصیرت حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ انکا آئینہ ہونا بیان ہو چکا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ) قلوب میں تقویٰ کامل ہونے سے باطن کا خوب صیقل ہو جاتا ہے (چونکہ ان حضرات نے تقویٰ کامل اختیار کیا اس لئے آئینہ ہو گئے) غرض جو شخص چہرۂ حسین اور آراستہ رکھتا ہو گا وہ آئینہ کا طالب ضرور ہو گا (شرح اس کی ابھی گزری ہے) اب تم (اس قاعدۂ مذکورہ کی کہ حسین کے لئے آئینہ مناسب ہوتا ہے) ایک پر معنی مثال بن لو تاکہ اس کے بعد صورت پرستوں کی بات نہ سنو (چنانچہ آگے یوسف علیہ السلام کا قصہ مذکور ہے کہ ان کے دوست نے ان کے حسن کے لئے آئینہ مناسب جان کر پیش کیا جس سے تائید مضمون مذکور کی ظاہر ہے اور اس کو پڑھنے اس لئے کہا کہ اس قصہ سے شعر آئینہ ہستی چہ باشد نیستی الخ میں اسی معنی مقصود بالا کی طرف انتقال فرمائیں گے جس کے اعتبار سے اشعار بالا میں اولیاء کو آئینہ کہا ہے کیونکہ نیستی آئندہ سے مراد وہی بے نقشی و سادگی مذکور سابق ہے اور چونکہ طالبان معانی کو اس انتقال کے بعد قصہ مقصود بالذات نہیں رہتا اس لئے فرمایا تا تو دیگر الخ

آمدن آشنائے از سفر بدیدن حضرت یوسف علیہ السلام

ایک دوست کا حضرت یوسف علیہ السلام کے دیدار کے لئے سفر سے آنا

آمد از آفاق یارے مہرباں	یوسفؑ صدیق راشد میہماں
ایک مہربان دوست دور سے آیا	(حضرت) یوسف صدیق کا مہمان بنا
کاشنا بودند وقت کود کی	بر وسادہ آشنائی متکی
کیونکہ بچپن سے آپس میں آشنا تھے	(اور) دوستی کے تکیہ پر تکیہ لگائے ہوئے تھے
یاد دادش جور اخوان و حسد	گفت آں زنجیر بود و ما اسد
اس نے (حضرت) یوسف کو بھائیوں کا ظلم اور حسد یاد دلایا	فرمایا وہ زنجیر تھے اور ہم شیر ہیں
عار نبود شیر را از سلسلہ	نیست مارا از قضائے حق گلہ
شیر کو زنجیر سے کوئی عار نہیں ہوتی ہے	ہمیں اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کا کوئی گلہ نہیں ہے
شیر را بر گردن ار زنجیر بود	بر ہمہ زنجیر سازاں میر بود
اگرچہ شیر کی گردن میں زنجیر تھی	(لیکن) وہ تمام قیدیوں کا سردار تھا
گفت چوں بودی تو در زندان و چاہ	گفت ہمچوں در محاق و کاست ماہ
اس نے کہا قید خانہ اور کنویں میں آپ کا کیا حال تھا؟	انہوں نے کہا جیسا کہ چاند (کا حال) زوال اور گھٹاؤ میں
در محاق ار ماہ نو گردد دو تا	نے در آخر بدر گردد بر سما
اگرچہ نیا چاند (ہلال) گھٹاؤ میں دوہرا ہو جاتا ہے	کیا آخر میں وہ آسمان پر بدر (کامل) نہیں بن جاتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

(زنجیر سار بمعنے صاحب زنجیر چنانکہ شرمسار بمعنے صاحب شرم) یعنی سفر سے کوئی دوست حضرت یوسف علیہ السلام کا مہمان ہوا کہ دونوں لڑکپن کے دوست اور بالش دوستی پر تکیہ لگانے والے تھے اس دوست نے آپ کے بھائیوں کے جور و حسد کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا کہ اس تکلیف کی مثال زنجیر کی سی تھی اور ہماری مثال شیر کی سی۔ شیر کو زنجیر سے عار نہیں ہوتی اسی طرح ہم کو بھی قضائے الٰہی سے کوئی شکایت نہیں ہے۔ شیر کی گردن میں اگر زنجیر بھی ہو تب بھی دوسرے زنجیر والے جانوروں کا وہ بادشاہ ہی ہوتا ہے (یعنی بلیات خواص عباد پر آتی ہیں جس سے ان کی ذلت نہیں بلکہ اور درجات بڑھتے ہیں جیسا حدیث میں ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل) پھر اس دوست نے پوچھا کہ زندان اور چاہ میں آپ کا کیا حال تھا فرمایا جیسا گہنے میں چاند کا حال ہوتا ہے کہ اس وقت اگرچہ کوزہ پشت ہو جاتا ہے مگر آخر میں آسمان پر وہی بدر ہو جاتا ہے (یعنی جس طرح اس کا انحطاط مقدمہ اس کے کمال کا ہو جاتا ہے اسی طرح وہ ظاہری مشقت موجب تزاید کمالات و زیارت قرب الٰہی کی ہو گئی)

گرچہ در دانہ بہاوں کوفتند	نور چشم و دل از و افروختند
موتی کو اگرچہ ہاون میں کوٹا	(لیکن) اس سے آنکھوں اور دل کے لئے نور کا سامان کیا
گندمے را زیر خاک انداختند	پس زخاکش خوشہا برساختند
گیہوں کو مٹی کے نیچے ڈالا	پھر اس زمین سے گیہوں کے خوشے بنے
بار دیگر کوفتندش ز آسیا	قیمتش افزود و ناں شد جانفزا
پھر اس کو چکی میں پیسا	تو اس کی قیمت بڑھ گئی اور وہ جان کو بڑھانے والی روٹی بن گئی
باز ناں را زیر دنداں کوفتند	گشت عقل و فہم جان ہوشمند
پھر روٹی کو دانتوں میں دبایا	تو وہ عقلمند کی عقل و فہم اور جان بن گئی
باز آں جاں چونکہ محو عشق گشت	یعجب الزراع آمد بعد کشت
پھر وہ جان جب عشق میں فنا ہوئی	تو وہ کاشت کے بعد کسانوں کو حیرت میں ڈالنے والی بنی
باز آں جاں چوں بحق او محو شد	باز ماند از شکر و سوئے صحو شد
پھر وہ جان جب اللہ (تعالیٰ) میں فنا ہوئی	تو مستی سے ہٹ کر ہوش کی جانب آ گئی
عالمے را زاں صلاح آمد ثمر	قوم دیگر را فلاح منتظر
ایک عالم کو اس سے نیکی کا پھل ملا	دوسری قوم کو متوقع فلاح حاصل ہوئی
ایں سخن پایاں نہ دارد بازگرد	تا کہ با یوسفؑ چہ کرد آں نیک مرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ	کہ اس نیک انسان نے (حضرت) یوسف کے ساتھ کیا کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

(اوپر کے مضمون کی تائید ہے اور مقصود ترغیب ہے ریاضات ومجاہدات کی کہ ان کا ثمرہ ترقی کمالات ہے جیسے) موتی کو ہاروں دستہ میں کوٹ کر چورا کر دیئے جاتے ہیں مگر (کحل الجواہر وخمیرہ لولو میں) آنکھ اور قلب کا نور اور سرور اس سے حاصل کیا جاتا ہے (اسی طرح) گیہوں کو (سر دست) خاک میں ڈال دیا جاتا ہے پھر خاک سے اس کے سنابل لیتے ہیں پھر دوبارہ اس کو چکی میں پیستے ہیں جس سے قدرو قیمت بڑھ جاتی ہے اور وہ روٹی مقوی روح ہو جاتی ہے پھر روٹی کو دانتوں میں پیستے ہیں جس سے وہ (ہضم ہو کر بخار لطیف یعنی روح حیوانی بن کر) جان انسانی قوت عقلیہ وفہمیہ (یعنی روح انسانی اور اس کے قوٰی کی قوت بخش) ہوگئی (کیونکہ دنیا میں روح حیوانی وروح انسانی میں باہم جو ارتباط ہے اس سے قوت حیوانیہ کو قوتِ انسانیہ میں بالمشاہدہ دخل ہے) پھر وہ روح (انسانی جس کو روح حیوانی سے قوت پہنچی ہے) جب محوِ عشق حق ہوگئی تو وہ گندم مذکور اب مصداق معنوی وحکمی یعجب الزراع کا بنا (یعنی مقامِ فنا میں پہنچ کر اس شخص کی روح کو درجۂ کمال ووصول بحق حاصل ہوا گویا وہ گندم بواسطۂ روح حیوانی اور انسانی کے درجۂ یعجب الزراع کو کہ عبارت ہے کمال حال سے اب پہنچا اور معنوی کی قید اس لئے لگائی کہ ظاہراً وحقیقۃً مدلول لیعجب کا کمال بناتی ہے نہ کمال انسانی) پھر اس کے بعد یعنی جبکہ وہ روح انسانی محو بحق ہو چکی (جیسا اوپر گزرا) تو سن کر سے ہٹ کر صحو کی طرف آئی (یعنی گنبد محو وفنائے مذکور کے کہ درجہ کمال کا ہے صحو وبقاء میں آئی کہ درجہ ارشاد وتکمیل ومشیخت کا ہے پس لفظ باز مبدل منہ ہے اور جملہ آن جان چون الخ بدل ہے غرض درجۂ تکمیل کے بعد یہ حال ہوا کہ) ایک عالم کو اس شخص سے صلاح کا ثمرہ ملا اور بہتوں کو فلاح نصیب ہوئی جس کا ان کو انتظار تھا (یعنی اس کے ارشاد وہدایت وفیض سے طالبین کو اتصاف بکمالات کہ صلاح ہے اور نجات عن الرزائل کہ فلاح ہے میسر ہوتا ہے اور ہر چند کہ دونوں میں تلازم ہے مگر باعتبار غلبہ کے بعض کے لئے صلاح اور بعض کے لئے فلاح ثابت کیا) اور اس مضمون کا تو کہیں خاتمہ نہیں پھر قصہ کی طرف رجوع کرو کہ اس نیک مرد نے یوسف علیہ السلام سے کیا معاملہ کیا۔

طلب کردن یوسف علیہ السلام ارمغان ازاں مرد بعد از مقالات

(حضرت) یوسف علیہ السلام کا اس مرد سے گفتگو کے بعد سوغات طلب کرنا

بعد قصہ گفتنش گفت اے فلاں	ہیں چہ آوردی تو مارا ارمغاں
اس کو قصہ سنانے کے بعد (حضرت یوسف نے) فرمایا اے فلاں!	ہاں! تو ہمارے لئے کیا سوغات لایا ہے
دیدن یاراں تہی دست اے کیا	ہست بے گندم شدن در آسیا
اے عقلمند! دوستوں کی زیارت خالی ہاتھ	بغیر گیہوں کے آٹے کی چکی پر جانا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بر در یاراں تہیدست آمدن	ہست بے گندم سوئے طاحوں رن
دوستوں کے دروازے پر خالی ہاتھ آنا	بغیر گیہوں کے چکی کی طرف جانا ہے

یعنی ادھر ادھر کی باتیں کر کے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ کہو ہمارے لئے کچھ تحفہ بھی لائے۔(آگے یا تو حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے مضمون ہے یا مولانا کا مقولہ ہے یعنی) دوستوں کی زیارت خالی ہاتھ کرنا ایسا ہے جیسے چکی کے کارخانہ میں بے گیہوں جانا (اگلا شعر بھی اسی کی تاکید ہے ظاہری مطلب تو ظاہر ہے اور میرے نزدیک اس میں مخفی اشارہ اس طرف ہے کہ ایسے حضرات کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے اگر بلا تکلف ممکن ہو تو ہدیہ ہمراہ لانا موجب برکات ہے کیونکہ وہ موجب تطییب قلب ان حضرات کا ہوگا اور عالم مسلمان کا جب دل خوش کرنا نافع ہے تو اہل اللہ کا تو بدرجہ اولیٰ ہوگا اور تمثیل مذکور گویا مرادف ہے قول مشہور کی کہ جو خالی جائے خالی آئے جیسا بے گندم جانے سے بے آرد آئے گا مگر یہ خالی ہونا اضافی ہے یعنی بمقابلہ مہدی کے اور نیز خود خلوص تام ہدیہ سے بڑھ کر ہدیہ ہے۔

حق تعالیٰ خلق را گوید بحشر	ارمغاں کو از برائے روز نشر
اللہ تعالیٰ حشر میں مخلوق سے فرمائے گا	نشر کے دن کے لئے تحفہ کہاں ہے؟
جئتمونا وفرادیٰ بے نوا	ہم بد انساں کہ خلقنا کم کذا
تم ہمارے پاس تنہا بے ساز و سامان کے آئے	ویسے ہی جیسے کہ ہم نے تمہیں پیدا کیا
ہیں چہ آور دید دستاویز را	ارمغان روز رستا خیز را
خبردار! کیا سند لائے ہو	قیامت کے دن کے لئے تحفہ
یا امید باز گشتن تاں نبود	وعدۂ امروز تاں باطل نمود
یا تمہیں واپس لوٹنے کی امید نہ تھی	(اور) آج کا وعدہ تمہیں غلط نظر آیا تھا
وعدۂ مہمانیش را منکری	پس ز مطبخ خاک وخاکستری خوری
اس کی مہمانی کے وعدہ کا تو منکر ہے	(اس لئے اس کے) باورچی خانہ سے تو خاک اور راکھ کھائے گا
ورنہ منکر چنیں دست تہی	بر در آں دوست چوں پامی نہی
اور اگر تو منکر نہیں ہے تو اس طرح خالی ہاتھ	اس دوست کے دروازہ پر قدم کیوں رکھتا ہے؟

(والیعنی واعباداہ۔اس میں انتقال ہے درگاہ حق کے لئے ہدیہ تیار کرنے کی طرف یعنی) حق تعالیٰ خلق سے حشر کے روز فرمائیں گے کہ اس یوم النشور کے لئے ہدیہ (ایمان وعمل صالح) کہاں ہے تمہارے پاس افسوس تم بندوں کے

www.besturdubooks.wordpress.com

حال پر کہ تنہا یعنی (اعمال سے) بے نوا اسی طرح آ گئے جس طرح ہم نے پیدا کیا تھا (یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف ولقد جئتمو نا فرادی کما خلقنا کم مگر مشہور تفسیر یہ ہے کہ فرادی مال واہل وشفعاء سے جیسا ان کا زعم تھا کہ ہم کو اہل وولد ملیں گے اور شفعاء ہم کو نفع دیں گے اور حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ) کہو سند عبدیت کے لئے کیا چیز لائے ہو جو اس روز رستاخیز کا ارمغان ہو یا یہ بات تھی کہ تم کو ہمارے پاس لوٹ کر آنے کا یقین نہ تھا اور آج کا وعدہ تم کو غلط نظر آتا تھا (اس لئے اعمال کا سامان نہیں جمع کیا یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف افحسبتم انما خلقنا کم عبثاً وانکم الینا لاترجعون اب مولانا کہتے ہیں کہ) تو اس کی درگاہ میں مہمان ہو کر جانے کا منکر ہو رہا ہے (یعنی ولایت حال سے شبہ ہوتا ہے اس لئے ارغان عمل کی فکر نہیں جب تیرا یہ حال ہے) تو مطبخ (نعماء آخرت) سے خاک کھا لینا۔ راکھ پھانک لینا (یعنی مہمانوں کی طرح جاتا تو مطبخ میں حق ہوتا اب خالی ہاتھ چلا نعماء کا کس طرح مستحق ہو سکتا ہے (اور اگر تو بدعوی خود) مہمانی کا منکر نہیں ہے تو پھر کیا وجہ کہ اس طرح خالی ہاتھ اس دوست کے دروازے پر قدم رکھتا (اہل ایمان کو مہمان کہنا موافق ان آیات کے ہے یوم نحشر المتقین الی الرحمٰن وفدا) وقال نزلا من عند اللہ

اندکے صرفہ بکن از خواب وخور	ارمغاں بہر ملاقاتش ببر .
سونے اور کھانے میں تھوڑی سی کمی کر	اس کی ملاقات کے لئے سوغات لے جا
شو قلیل النوم مما یہجعون	باش در اسحار از یستغفرون
سونے میں کم نیند والا بن جا	صبح کے وقت توبہ کرنے والوں میں سے ہو جا
اندکے جنبش بکن ہمچو جنیں	تا بہ بخشندت حواس نور بیں
ماں کے پیٹ کے بچہ کی طرح تھوڑی سی حرکت کر	تاکہ تجھے نور دیکھنے والے حواس عطا کر دیں
چوں بیابی آں حواس دور بیں	پا نہی بالائے چرخ ہفتمیں
جب تو وہ دور دیکھنے والے حواس حاصل کرے گا	ساتویں آسمان پر قدم رکھے گا
وز جہاں چوں رحم بیروں می روی	از زمیں در عرصۂ واسع شوی
جب دنیا سے جو (ماں کے) رحم کی طرح ہے تو باہر جائیگا	(اور) زمین سے ایک وسیع میدان میں پہنچے گا
آنکہ ارض اللہ واسع گفتہ اند	عرصۂ داں کانبیا در رفتہ اند
وہ (میدان) جس کو اللہ کی وسیع زمین کہا گیا ہے	وہ وہ میدان ہے جہاں انبیاء گئے ہیں
دل نگردد تنگ زاں عرصہ فراخ	نخل تر آنجا نہ گردد خشک شاخ
اس وسیع میدان سے دل بھی نہیں گھبراتا ہے	تر کھجور وہاں بھی خشک شاخ نہیں بنتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حاملی تو مرحواست را کنوں	کند و ماندہ می شوی و سرنگوں
اب کہ تو اپنے حواس کا بوجھ اٹھائے ہوئے ہے	سست اور تھکا ہوا اور اوندھا ہو جاتا ہے
چونکہ محمولی نہ حامل وقت خواب	ماندگی رفت وشدی بے پیچ وتاب
نیند کے وقت تو سوار ہوتا ہے نہ کہ سواری	تھکن جاتی رہتی ہے اور تو آرام سے ہو جاتا ہے
چاشنئے داں تو حال خواب را	پیش محمولی حال اولیاءؒ
نیند کی حالت کو تو ایک نمونہ سمجھ	اولیاء کے سوار ہونے کی حالت کا

(اوپر ملامت تھی درگاہ حق میں ہدیہ نہ لے جانے کی اب اس ہدیہ کا طریقہ فرماتے ہیں کہ) اپنے خواب و خوراک میں کسی قدر صرفہ (یعنی تنگی وکمی) کرو اور ان کی ملاقات کے لئے (ایمان واعمال صالحہ کا) ہدیہ لے جاؤ شب کے وقت اس آیت کے مصداق رہو کانوا قلیلا من اللیل ما یھجعون یعنی وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور آخر حصہ شب اس کے مصداق رہو وبالاسحار ہم یستغفرون یعنی آخر شب وہ لوگ استغفار کرتے ہیں اور (طلب حق میں) کچھ تو حرکت کرو جیسا وہ بچہ اس حرکت کے بعد دنیا میں آ کر باحواس ہوتا ہے اسی طرح طلب ومجاہدہ سے تم کو نور باطن نصیب ہوگا) اور جب وہ حواس دوربین تم کو عطا ہو جائیں گے تو آسمان ہفتم کے اوپر (باعتبار غلبۂ روحانیت) قدم رکھو گے اور اس عالم سے جو کہ (بمقابلۂ عالم روحانی کے مشابہ رحم کے ہے (باعتبار بے تعلقی کے) باہر نکل جاؤ گے (جیسا وہ بچہ حرکت کرنے سے رحم تنگ سے چھوٹ جاتا ہے) اور اس زمین سے (روحانی) میدان وسیع میں پہنچو گے جس کو بزرگوں نے ارض اللہ واسعۃ کہا ہے یہ وہی میدان (روحانی) ہے جس میں (بالذات) حضرات انبیاء علیہم السلام (اور بالعرض حضرات اولیائے کرام) چلے ہیں (مقصود مولاناؒ کا قرآن کی تفسیر نہیں ہے کیونکہ وہاں یقیناً یہی زمین مراد ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اہل طریق جس کو تشبیہاً واصطلاحاً ارض اللہ الواسعۃ کہتے ہیں مراد اس سے عالم روحانی ہے) وہ میدان ایسا فراخ ہے جس میں دل کبھی نہیں گھبراتا (کیونکہ اس شخص کو ہمیشہ مشغولی بذات وصفات حق رہتی ہے جس کے باب میں ارشاد ہے الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) اور درخت تر کبھی اس جگہ شاخ خشک نہیں بنتا (یعنی حلاوت باطنی کو کہ ہے فنا وزوال نہیں آگے اس کی دلیل ہے کہ) دیکھو اب چونکہ تم اپنے حواس کے حامل ہو یعنی باختیار خود حواس سے کام لیتے ہو) اس لئے سست اور خستہ اور معطل ہو جاتے ہو سونے کی حالت میں چونکہ حامل حواس نہیں ہوتے بلکہ محمول ہو جاتے ہو (جیسا ظاہر ہے کہ حواس سے خود کام نہیں لیتا بلکہ جتنا کچھ حواس کام دیتے ہیں مثلاً متخیلہ اپنا کام کرتا ہے وہ بطور خود کام دیتے ہیں بلکہ خود انسان ان کا تابع ہوتا ہے کہ حاسہ جس کام میں لگ رہا ہے یہ بھی اسی میں مشغول ہے یہی مراد ہے محمول ہونے سے) اس لئے ماندگی جاتی رہتی ہے اور بالکل رنج وتعب سے نجات ہو جاتی ہے (جب ادنیٰ محمولی سے دفع تعب ہو جاتا ہے تو اولیاء اللہ کی حالت محمولی کے روبرو تو اس ظاہری خواب کی حالت کو محض ایک نمونہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ادنیٰ شمہ سمجھو اُن کی محویٰ یہ کہ اپنا اختیار وقصد بالکلیہ ترک کر کے مرضی حق کے تابع محض ومنقاد وخالص ہو جاتے ہیں اور یہ اُن کا طبعی امر ہو جاتا ہے اور محویٰ خواب سے اکمل اس لئے ہے کہ خواب محض ایک عارضی امر ہے اور یہ دائمی جب ادنیٰ محویٰ میں یہ راحت ہے تو اعلیٰ میں کس درجہ حلاوت ہوگی اس لئے کہا گیا دل نکرد و تنگ الخ

اولیاءؓ اصحاب کہف اندا ے عنود	در قیام و در تقلب ھم رقود
اے سرکش! اولیاء اصحاب کہف ہیں	جو قیام اور چلنے پھرنے کی حالت میں بھی سوئے ہوئے ہیں
می کشد شاں بے تکلف در فعال	بے خبر ذات الیمیں ذات الشمال
ان کو (اللہ تعالیٰ) افعال سے میں بلاتکلف کھینچتا ہے	دائیں بائیں جانب جبکہ وہ بے خبر ہیں
چیست آں ذات الیمیں فعل حسن	چیست آں ذات الشمال اشغال تن
ذات الیمیں کیا ہے؟ اچھے کام	ذات الشمال کیا ہے؟ جسمانی مصروفیت
گر تو بینی شاں بدشواری دروں	نیست شاں خوفے ولاھم یحزنون
اگر تو ان کو کسی دشواری میں دیکھے	تو ان کو کوئی خوف نہیں ہے نہ وہ غمگین ہوتے ہیں
می رود ایں ہر دو از مردم پدید	بے خبر زیں ہر دو ایشاں در مزید
یہ دونوں کام انسانوں سے ظاہر ہوتے ہیں	جبکہ وہ ان سے بالکل بے خبر ہوتے ہیں
میں رود ایں ہر دو کار از انبیاء	بے خبر زیں ہر دو ایشاں چوں صدا
یہ دونوں کام (بیداری میں) انبیاء سے ظاہر ہوتے ہیں	وہ صدائے بازگشت کی طرح سے دونوں سے بے خبر ہوتے ہیں
گر صدایت بشنو اند خیر و شر	ذات کہ باشد زہر دو بے خبر
اگر پہاڑ کی آواز بازگشت تجھے بری بھلی آواز سنائے	پہاڑ دونوں سے بے خبر ہے

(اس میں محویٰ اولیاء کی تقریر ہے یعنی) اولیاء اللہ کی حالت اصحاب کہف کی سی ہے کہ قیام میں اور چلنے پھرنے میں (گویا) سو رہے ہیں اور حق تعالیٰ ان کو بدون (ان کے قصد و) تکلف کے افعال میں جانب راست اور جانب چپ ان کو پھیر دیتے ہیں اور ان کو خبر بھی نہیں (جس طرح اصحاب کہف کو داہنے بائیں کروٹ دے دیتے ہیں جیسا ارشاد ہے نقلبهم ذات اليمين و ذات الشمال اور یہاں بھی مقصود تفسیر نہیں ہے نہ ظہراً نہ بطناً بلکہ تشبیہ ہے آگے جانب راست و جانب چپ مذکور فی الشعر نہ مذکور فی القرآن کی مراد بتلاتے ہیں کہ) کچھ جانتے ہو ذات الیمین کیا ہے وہ افعال حسنہ اور طاعات مقصودہ ہیں اور ذات الشمال کیا ہے وہ اشغال تن ہیں (مثل اکل و شرب وغیرہ چونکہ یہ رتبہ میں طاعات سے کم ہیں اس لئے ذات الشمال کہنا مناسب ہوا غرض وہ ان سب امور میں منقاد محض ہیں احکام الٰہیہ کے اور اپنی خواہش اور رائے کی طرف اصلاً التفات نہیں کرتے یہی معنی ہیں بے خبری کے جس کو محویٰ کہا ہے) اور اگر تم ان کو (خلاف مقتضائے محویٰ کہ راحت ہے کسی دشواری کے اندر دیکھو (خواہ وہ مجاہدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تشریعیہ ہو مثل اعمال وریاضات یا مجاہدہ تکوینیہ ہو مثل امراض وبلیات تو (اس کو محض ظاہری دشواری سمجھو اور) واقع میں ان کو نہ خوف ہے اور نہ حزن (پس خلاف اقتضاءِ محمولی کوئی امر لازم نہیں آیا جیسا اولیاء اللہ کے بارے میں ارشاد ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون اور آیت آئندہ لهم البشری فی الحیوة الدنیا و فی الآخرة تعمیم کررہی ہے عدم خوف وعدم حزن کی دنیا وآخرت میں اور دوسری آیات اثباتِ خوف سے تعارض نہ ہونے کی دوصورتیں ہیں ایک نفی خوف میں غیر اللہ کی قید دوسرے غلبۂ محبت میں خوف کی طرف التفات نہ ہونا اور حصول وثبوت مستلزم استحضار والتفات کو نہیں فافهم) غرض یہ دونوں کام (یعنی طاعات واشغال تن عوام سے (تو حالت خواب میں) اس طرح صادر ہوتے ہیں کہ ان دونوں سے وہ لوگ زائد یعنی بالکل بے خبر ہوتے ہیں اور اولیاء اللہ سے (حالت بیداری میں) دونوں کام اس طرح جاری رہتے ہیں کہ ان کو خبر (یعنی التفات وتوجہ) نہیں (جیسا احقر اوپر کہہ آیا ہے اور اس بے خبری کی مثال صدائے کوہ کی سی ہے کہ اگر صدا تم کو کوئی بھلی بری بات سنادے تو پہاڑ دونوں سے بے خبر ہوتا ہے (اور وہ فعل بولنے والے کا ہوتا ہے پس یہ حضرت مثل کوہ ہیں اور ان کے اقوال وافعال مثل صدا کے اور حق تعالیٰ مثل متکلم اور منادی کے۔ وجہ تشبیہ صرف ان کا مثل صدا کے تابع اور حق تعالیٰ کا مثل متکلم کے متبوع فی الاحکام ہونا ہے اور بقیہ صفات تشبیہ میں ملحوظ نہیں)

گفتن مہمان یوسف علیہ السلام را کہ ارمغاں

بہر تو آئینہ آوردہ ام تا چوں درآں نگری مرا یاد آری

مہمان کا یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تمہارے لئے سوغات میں آئینہ لایا ہوں تاکہ جب آپ اس میں دیکھیں مجھے یاد کریں

گفت یوسفؑ ہیں بیاور ارمغاں	اوز شرم ایں تقاضا در فغاں
(حضرت) یوسف نے فرمایا ہاں تحفہ لا	وہ اس تقاضہ کی شرم سے آہیں بھرنے لگا
گفت من چند ارمغاں جستم ترا	ارمغانے در نظر نامد مرا
بولا میں نے آپ کے لئے چند تحفے ڈھونڈے	کوئی تحفہ میری نگاہ میں نہ جچا
حبۂ را جانب کاں چوں برم	قطرہ را سوئے عماں چوں برم
ایک حبہ کو کان کی طرف کیسے لے جاؤں؟	ایک قطرہ کو عمان (دریا) کی طرف کیسے لے جاؤں؟
زیرہ را من سوئے کرماں آورم	گر بہ پیش تو دل و جاں آورم
(گویا) میں زیرے کو کرمان لے جاؤں	اگر آپ کے سامنے دل و جان (بھی) رکھ دوں
نیست تخمے کاندریں انبار نیست	غیر حسن تو کہ او را یار نیست
کوئی بیج نہیں ہے جو اس ڈھیر میں نہ ہو	آپ کے حسن کے سوا کہ اس کا ثانی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لائق آں دیدم کہ من آئینۂ	پیش تو آرم چو نور سینۂ
میں نے یہ مناسب سمجھا کہ ایک آئینہ	آپ کو پیش کروں جو سینہ کے نور کی طرح ہو
تا بہ بینی روئے خوب خود دراں	اے تو چوں خورشید و شمع آسماں
تاکہ آپ اپنا حسین چہرہ اس میں دیکھیں	آپ کہ آسمان کے سورج اور شمع (چاند) کی طرح ہیں
آئینہ آوردمت اے روشنی	تاچو بینی روئے خود یادم کنی
اے نورا میں آپ کے لئے آئینہ لایا ہوں	تاکہ جب آپ اپنا چہرہ دیکھیں تو مجھے یاد کرلیا کریں
آئینہ بیروں کشید او از بغل	خوب را آئینہ باشد مشتغل
اس نے بغل سے آئینہ نکالا	خوبصورت کے لئے آئینہ ایک مشغلہ ہوتا ہے

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ ہاں جی وہ تحفہ دو (جو لائے ہو) وہ بیچارہ اس فرمائش سے شرمندہ ہو کر فغان کرنے لگا اور عرض کیا کہ میں نے آپ کے لئے ہر چند تحفہ تلاش کیا مگر کوئی تحفہ (آپ کے لائق شان) میری نظر میں نہ آیا (اور ہر شے کی نسبت یہ خیال آیا کہ) بھلا حبّہ کو معدن کے پاس کیا لے جاؤں اور قطرہ کو دریائے عمان کے پاس کیا لے جاؤں بلکہ آپ کے لئے تو اگر اپنا دل و جان بھی پیش کروں تو اس کی بھی ایسی مثال ہے جیسے زیرہ کو گویا کرمان میں لایا (جو کہ معدن زیرہ کا ہے) کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو آپ کے گھر انبار کی انبار نہ ہو بجز آپ کے حسن کے کہ (یہ آپ کے یہاں بھی منفرد ہے) کوئی اس کا شریک (اور مجانس) نہیں اس لئے میں نے مناسب یہ سمجھا کہ میں آپ کے پیش کش کرنے کیلئے ایک آئینہ لاؤں جو مثل نور سینۂ (اہل صفا) صاف ہو تاکہ آپ اپنا روئے زیبا اس میں دیکھا کریں اس لئے آئینہ لایا ہوں کہ جب اس میں اپنا چہرہ دیکھو مجھ کو یاد کرو اور یہ کہہ کر آئینہ بغل میں سے نکال سامنے رکھ دیا واقعی حسین آدمی کے لئے آئینہ بھی اچھا مشغلہ ہوتا ہے۔

آئینۂ ہستی چہ باشد نیستی	نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی
ہستی کا آئینہ کیا ہوتا ہے؟ فنا	فنا اختیار کر اگر تو بے وقوف نہیں ہے
ہستی اندر نیستی بتواں نمود	مالداراں بر فقیر آرند جود
ہستی کو فنا میں دیکھا جا سکتا ہے	مالدار فقیر پر سخاوت کرتے ہیں
آئینہ صافی ناں خود گرسنہ است	سوختہ ہم آئینہ آتش زنہ است
بھوکا خود روٹی کا صاف آئینہ ہے	سوختہ چقماق کا آئینہ ہے
نیستی و نقص ہر جائیکہ خاست	آئینہ خوبی جملہ پیشہاست
فنا اور نقص جس جگہ پیدا ہوا	تمام خوبیوں کے حسن کا مظہر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر آنکہ نیستی پالودگی ست	وانچہ ایں ہستی ہمہ آلودگی ست
اس لئے کہ فنا صفائی ہے	اور یہ ہستی جو کچھ ہے سراسر آلودگی ہے
چونکہ جامہ چست دوزیدہ بود	مظہر فرہنگ درزی کے شود
جبکہ کپڑا (پہلے سے) صحیح سلا ہوا ہو	وہ درزی کی عقلمندی کا مظہر کب بنے گا؟
نا تراشیدہ ہمی باید جذوع	تا درودگر اصل سازد یا فروع
درختوں کے تنے بغیر کٹے ہوئے ہونے چاہئیں	تاکہ بڑھئی چھوٹی بڑی چیزیں بنا سکے
خواجۂ اشکستہ بند آنجا رود	کہ در آنجا پائے اشکستہ بود
ہڈی جوڑنے کا ماہر اس جگہ جائے گا	جس جگہ کوئی ٹوٹے ہوئے پیر والا ہو گا
کے شود چوں نیست رنجور و نزار	آں جمال وصنعت طب آشکار
جب کوئی مریض اور بیمار نہ ہو کب ہو سکتا ہے	طب کی کاریگری اور حسن کا اظہار؟
خواری و دونی مسہا برملا	گر نباشد کے نماید کیمیا
تانبے کی ذلت اور کم درجہ ہونا کھلا ہوا	اگر نہ ہو تو کیمیا کیا دکھائے گی؟
نقصہا آئینۂ وصف کمال	واں حقارت آئینۂ عز و جلال
ہر قسم کا نقص وصف کمال کا آئینہ ہے	اور ذلت عزت اور جلال کا آئینہ ہے
زانکہ ضد را ضد کند پیدا یقیں	زانکہ با سرکہ پدیدست انگبیں
ضد ضد کو خوب واضح کرتی ہے	سرکہ کے مقابلہ میں شہد بہت واضح ہو جاتا ہے

یہاں سے انتقال ہے صورت قصہ سے معنی مقصود کی طرف جو اشارۃ شعر بالا قبل سرخی آمدن مہمان یعنی بشنوا کنون الخ میں موعود تھا جیسا اس شعر کی شرح میں احقر نے تقریر کردی ہے اور اس انتقال میں عود ہے طرف مضمون شعر آنکہ او بے نقش الخ کی طرف جو سرخی نشاندن بادشاہان کے تھوڑا اوپر ہے جیسا کہ شعر بشنوا کنون الخ کی شرح میں احقر نے بے نقشی و نیستی کا متحد المعنی ہونا بیان کیا ہے پس ارشاد فرماتے ہیں کہ جس طرح آئینہ حسن ظاہری کے لئے مظہر ہوتا ہے اسی طرح (ہستی حقیقی (کمالات و فیض حق) کا آئینہ اور مظہر سالک کی ہستی (وفناء و اضمحلال) کا ہے (یعنی رذائل کے ازالہ اور غیر اللہ سے التفات قطع کرنے سے کہ عبارت ہے فناء سے انصباغ بانوار الٰہیہ واتصاف بصفات حق کہ عبارت ہے بقاء سے نصیب ہوتا ہے) پس تم نیستی کو اختیار کرو اگر بے عقل نہیں ہو کیونکہ ہستی (اور کمال) کا ظہور نیستی (اور نقص) سے ہوتا ہے (پس جب غیر اللہ سے خالی ہو جاؤ گے اور سائلانہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تہی دست ہو کر حضرت کبریا میں جاؤ گے اپنے انوار ہستی عطا فرمائیں گے آگے اسکی چند مثالیں ہیں کہ دیکھو مالدار فقیروں ہی پر سخاوت کرتے ہو اور روٹی (کی قوت ولذت) کا مظہرہ بھوکا ہی ہوتا ہے اور آتش زن یعنی چقماق کا مظہر سوختہ ہی ہوتا ہے (جس میں آگ جھاڑتے ہیں ان سب مثالوں میں احتیاج وطلب جس کا منشا نیستی یعنی خلو ہے سبب حصول ہستی یعنی منافع کا ہو گیا اسی طرح) جہاں کہیں (تعلقات غیر اللہ) کی نیستی اور کمی ہوگی وہ تمام کمالات و (فیوض الہیہ) کی حسن وخوبی کا مظہر ہوگی وجہ یہ کہ یہ نیستی تو (ماسوی اللہ سے) صاف ہوجانے کا نام ہے اور یہ نیستی (بمعنی دعویٰ کمال وجمع تعلقات مع غیر اللہ) آلودگی محض ہے (اور فیوض الہیہ کے نزول کے لئے پالودگی شرط اور آلودگی مانع ہے پس نیستی میں شرط کا تحقق اور مانع کا ارتفاع ہے لہٰذا فیوض الہیہ کہ مراد ہے ہستی حقیقی سے متوجہ ہوں گے آگے اس کی اور مثالیں ہیں کہ) دیکھو اگر کپڑا پہلے ہی سے تنگ وچست سلا ہوا ہو) (اور اس میں تراش خراش کی گنجائش نہ ہی ہو) تو درزی کی ہوشیاری کا مظہر کب بن سکتا ہے۔ (بخلاف غیر دوختہ کہ اسکی ترش اور دوخت میں اس کا کمال ظاہر ہوسکتا ہے) اسی طرح لکڑیاں ناتراشیدہ ہونی چاہئیں تا کہ نجار اس میں سے جو چاہے بنا سکے اسی طرح جو شخص ٹوٹے ہاتھ پاؤں کے درست کرنے کا استاد ہو وہ اس جگہ جائے گا جہاں کوئی شکستہ پا ہوگا۔ اسی طرح جب کوئی بیمار نہ ہو تو صنعت طب کی خوبی کب ظاہر ہوگی اسی طرح اگر تانبے میں بے قدری اور کم قیمتی کی صفت نہ ہو تو کیمیا کا اثر کیا ظاہر ہوگا غرض نقائص (وافتقار کہ مراد ہے نیستی سے) اوصاف کمال کے لئے (کہ مراد ہے ہستی سے) مظاہر ہیں اور (بعبارت دیگر) ذلت (وعبدیت) عزت وجلال کے لئے مظہر ہے (جیسا امثلۂ مذکورہ میں احتیاج وطلب بزبان حال سبب تکمیل کا ہو گیا) وجہ اس کی یہ ہے کہ ایک ضد کو دوسری ضد ظاہر کر دیتی ہے جیسا سرکہ کے ساتھ انگبین (کہ مزہ وغیرہ میں ضد سرکہ ہے اپنے اوصاف میں خوب) ظاہر ہوتا ہے (نیستی کا سبب ہو جانا اور ہستی کا مسبب ہو جانا اس کی دو صورتیں ہیں اور اس شعر کا مفہوم دونوں کو عام ہے ایک صورت جس کا اوپر سے بیان چلا آتا ہے کہ فنا سے بظاہر میسر ہوتی ہے اس کے اعتبار سے نیستی وہستی کو ضدین کہنا مجاز ہے اور ظہور سے مراد حصول ہے یعنی نیستی سبب حصول ہستی کا ہو جاتا ہے دوسری صورت جس کا بیان ذیل کے اشعار میں ہے کہ اپنے اندر نقائص پانے سے کمال کی طرف التفات ہوتا ہے اور وہ التفات سبب سعی کا ہوتا ہے اس کمال کی تحصیل میں پس اس اعتبار سے نیستی وہستی کو ضدین کہنا حقیقۃً ہے اور ظہور سے مراد یہی معنی متبادر ہیں یعنی انکشاف علمی اور سرکہ وانگبین کی مثال میں وجہ شبہ مطلق ظہور ہے دونوں صورتوں میں۔

ہر کہ نقص خویش را دید و شناخت	اندر استکمال خود دو اسپہ تاخت
جس نے اپنے نقص کو دیکھ لیا اور پہچان لیا	وہ اپنی تکمیل میں تیز دوڑتا ہے
زاں نمی پرد بسوئے ذوالجلال	کو گمانے می برد خود را کمال
اسی وجہ سے وہ شخص ذوالجلال کی طرف پرواز نہیں کرتا	جو اپنے کمال کا گمان رکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

علتے بدتر زپندار کمال	نیست اندر جانت اے مغرور ضال
کمال کے گھمنڈ سے زیادہ بدتر بیماری	تیری روح میں اور کوئی نہیں ہے اے گمراہ مغرور!
از دل واز دیدہ ات بس خوں رود	تاز تو ایں معجبی بیروں رود
تیرے دل اور آنکھ سے بہت خون بہے	تاکہ یہ تکبر تجھ سے نکلے
علت ابلیس انا خیر بدست	ویں مرض در نفس ہر مخلوق ہست
شیطان کی بیماری "میں بہتر ہوں" تھی	یہ مرض ہر مخلوق کے نفس میں موجود ہے
گرچہ خودرا بس شکستہ بیند او	آب صافی داں و سرگیں زیر جو
اگرچہ وہ اپنے آپ کو بہت متواضع خیال کرتا ہے	صاف پانی سمجھ اور نہر کی تہ میں گوبر ہے
چوں بشورانی ورا در امتحاں	آب سرگیں رنگ گردد در زماں
جب تو اس کو بطور امتحان ہلائے گا	فوراً پانی گوبر کے رنگ کا ہو جائے گا
در تگ جو ہست سرگین اے فتیٰ	گرچہ جو صافی نماید مر ترا
اے نوجوان! نہر کی تہ میں گوبر ہے	اگرچہ تجھے نہر صاف نظر آ رہی ہے

(یہ تفریع ہے ماقبل پر باعتبار صورت ثانیہ کے یعنی جب ثابت ہو گیا کہ نیستی کی معرفت سے ہستی کی طلب ہوئی ہے تو) جو شخص اپنے نقص کو شناخت کرے گا وہ اپنی تکمیل میں نہایت اہتمام سے سعی کرے گا اور جس کو حق تعالیٰ کی طرف عروج روحانی نہیں ہوتا وجہ اس کی یہ ہے کہ اپنے کو کامل سمجھتا ہے (اس لئے تحصیل کمال میں سعی نہیں کرتا) اور سچ یہ ہے کہ پندار کمال سے بڑھ کر بھی کوئی علت انسان میں نہیں ہے (اور اس کبر و پندار کا نکالنا کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے) دل اور دیدہ سے بہت سا خون بہتا ہے اس وقت یہ خود بینی (دماغ سے) نکلتی ہے (یعنی سخت ریاضات خصوصاً تذلیل نفس کی ضرورت پڑتی ہے) ابلیس کی علت یہی انانیت تو تھی اور یہ مرض ہر شخص کے اندر (کم بیش) موجود ہے اگرچہ (کسی وقت خود اس کو بھی اطلاع نہ ہو اور اس وجہ سے) اپنے آپ کو منکسر اور متواضع سمجھنے لگے مگر واقع میں اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے اوپر سے صاف پانی ہو اور ندی کے اندر گوبر بیٹھا ہوا ہے (اسی طرح نفس کی تہہ میں اصول اخلاق ذمیمہ کبر و عجب وغیرہ کے متمکن ہیں مگر محرک کے پیش نہ آنے سے وہ ساکن ہیں لیکن) جب اس کو امتحان کے لئے ذرا ہلا کر دیکھو تمام پانی فوراً سرگین کا سا رنگ ہو جائے تو قعر نہر میں (پہلے سے ہی) سرگین موجود تھا گو اوپر سے صاف پانی معلوم ہوتا تھا (اسی طرح اگر ایسے شخص کو کوئی موقع امتحان کا پیش آئے اور ان اخلاق ذمیمہ کا کوئی محرک واقع ہو جائے اس وقت سب آثار ان کے ظاہر ہو جائیں مثلاً جو شخص اپنے

www.besturdubooks.wordpress.com

کو کہہ رہا ہے کہ میں محض نالائق ہوں اور دل میں سمجھ رہا ہے کہ میں بڑی تواضع کر رہا ہوں یہی الفاظ بلکہ اس سے کم بھی کوئی کہہ دیکھے لے کیسے جامہ سے باہر ہو جائیں گے۔

ہست پیر راہ دان پر فطن	باغہائے نفس وتن را جوئے کن
سمجھدار راہ (طریقت) سے واقف پیر	جسم اور نفس کے باغوں کی نہر کو صاف کرنے والا ہے
جوئے خود را کے تواند پاک کرد	نافع از علم خدا شد علم مرد
نہر اپنے آپ کو خود کب پاک کر سکتی ہے؟	پیر کا علم خداوندی علم کی وجہ سے مفید بن گیا ہے
آب جو سرگیں نتاند پاک کرد	جہل نفسش را نزو بد علم مرد
نہر کا پانی گوبر کو صاف نہیں کر سکتا ہے	انسان کا علم اس کے نفس کے جہل کو صاف نہیں کر سکتا ہے
کے تراشد تیغ دستہ خویش را	رو بجراحے سپار ایں ریش را
تلوار اپنے دستہ کو کب تراش سکتی ہے؟	جا اس زخم کو جراح کے سپرد کر
بر سر ہر ریش جمع آمد مگس	تا نہ بیند قبح ریش خویش کس
ہر زخم پر مکھیاں جمع ہو گئی ہیں	تاکہ کوئی شخص اپنے زخم کی پیپ کو نہ دیکھ سکے
واں مگس اندیشہا و آمال تو	ریش تو آں ظلمت احوال تو
وہ مکھیاں تیرے خیالات اور امیدیں ہیں	تیرے احوال کی تاریکی تیرا زخم ہے

(اوپر ثابت ہوا کہ اپنا مرض بعض اوقات خود معلوم نہیں ہوتا ہے اس لئے دوسرے ماہر کی ضرورت ہوگی اس ماہر کی تعیین فرماتے ہیں کہ) مرشد واقف طریق صاحب علوم کا کام ہے کہ نفس وتن کے باغوں میں جو نہر جاری ہے اس کو اندر سے صاف کرے (نفس وتن کو باغ اعمال حسنہ کے اعتبار سے اور صورت اخلاق کو نہر اس اعتبار سے کہ اخلاق سے اعمال کی تربیت وتکمیل ہوتی ہے کہہ دیا) اور نہر اپنے کو کب صاف کر سکتی ہے (اسی طرح آدمی اپنی اصلاح نہیں کر سکتا بلکہ) انسان کامل کا علم (اس مریض کے لئے) نفع بخش ہے کیونکہ اس کا علم فیض علم الٰہی سے ہوتا ہے اس لئے وہ امراض دقیقہ کو پہچان لیتا ہے پس جس طرح) آب نہر خود سرگین کو پاک نہیں کر سکتا (اسی طرح) اپنی جہالت نفس کو کوئی شخص علم فکری سے زائل نہیں کر سکتا) تم کو چاہئے کہ جاؤ اور کسی جراح کو یہ زخم (عیوب نفس) سپرد کرو (یعنی مرشد کامل کے ہاتھ میں اپنے کو تفویض کرو اور تم کو یہ زخم عیوب ہرگز نظر نہ آئے گا کیونکہ) ہر ہر زخم کے اوپر کھیاں لپٹ رہی ہیں تاکہ کوئی شخص اپنے زخم کی مرہم دیکھنے نہ پائے (کیونکہ مکھیوں میں وہ چھپ رہا ہے) اور وہ کھیاں تمہارے خیالات (فاسدہ) اور دور دراز کی امیدیں اور ہوسیں ہیں اور وہ زخم

تمہاری ظلمت احوال ہے (پس شیطان ان تسویلات وتزئینات سے سیات کو حسنات دکھلا رہا ہے پھر ان ظلمات اور عیوب کی اطلاع کی خود کیونکر توقع ہے کما قال تعالیٰ افمن زین لہ سوء عملہ فرآہ حسنا۔ اس لئے ایسے شخص کی ضرورت ہوئی جو ان کھیوں کو ہٹا کر زخم کی حالت دیکھ کر علاج کرے وہ شخص مرشد ہے)

برنہد مرہم برآں ریش تو پیر	آں زماں ساکن شود درد و نفیر
اگر تیرے اس زخم پر پیر مرہم لگا دے	اس وقت تیرے درد اور آہوں کو سکون ہو جائے گا
تا نہ پنداری کہ صحت یافت ست	پرتو مرہم در انجا تافت ست
ہرگز نہ سمجھ لینا کہ صحت حاصل ہوگئی ہے	(ابھی) مرہم کا سایہ اس پر پڑا ہے
ہیں زمرہم سرمکش اے پشت ریش	واں زپرتو داں مداں از اصل خویش
اے زخمی کمر والے! خبردار مرہم سے منہ نہ موڑ	اس (آرام) کو (عارضی) اثر سمجھ اصل (صحت) نہ جان
ایں سخن پایاں ندارد اے جواں	بشنو اکنوں قصۂ در ضمن آں
اے جواں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	اس کے ضمن میں ایک قصہ سن لے

(اوپر صحبت پیر کی ضرورت ثابت کی ہے اب اس سے منع کرتے ہیں کہ بدون حصول الکمال اس کی صحبت سے جدا نہ ہو یعنی) اور اگر پیر تمہارے زخم پر مرہم رکھ دے تو اس وقت درد وفغاں کو سکون ہو جائے جس پر گمان ہوتا ہے کہ مجھ کو صحت ہوگئی حالانکہ وہ مرہم کا اثر ہے جو وہاں ظاہر ہو رہا ہے تو اس مرہم سے مستغنی نہ ہو جانا اس سکون کو محض پرتو مرہم سمجھو اصل عضو کی صحت مت سمجھو (مطلب ظاہر ہے کہ اگر صحبت مرشد سے کچھ نفس کے اندر صلاحیت محسوس ہو تو وہ عکس شیخ کا ہے گمانِ کمال کر کے اس سے مستغنی نہ ہو جائے بلکہ حصول ملکۂ راسخہ و مقام تمکین تک اس کی خدمت میں رہے (البتہ اگر شیخ کا اذن ہو تو یہ صورت مستثنےٰ ہے وہ اعرف بالصالح ہے مگر استغناء اس وقت بھی موجب ہلاکت ہے) اس مضمون کا تو کہیں خاتمہ ہی نہیں اس کے ضمن میں ایک قصہ سن لو (جس سے بدون کمال کے گمان کمال و استغناء عن الکامل کا ضرر ثابت ہوتا ہے)

مرتد شدن کاتب وحی بسبب آنکہ پرتو وحی بروے

زد آں آیہ را پیش پیغمبر خواند و گفت من محل وحیم

وحی کے کاتب کا مرتد ہو جانا اس لئے کہ وحی کا پرتو اس پر پڑا اس نے آیت پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے پڑھی اور بولا مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

ف: یہ قصہ مدارک میں ہے اور ربط قصہ اس سرخی سے اوپر مذکور ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش از عثمانؓ یکے نساخ بود	کو بہ نسخ وحی جدے می نمود
حضرت عثمانؓ سے پہلے ایک کاتب وحی تھا	جو وحی کے لکھنے میں سرگرم رہتا تھا
چوں نبی از وحی فرمودے سبق	او ہماں را وا نوشتے در ورق
جب نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) وحی کا سبق پڑھاتے	وہ اس کو ورق پر لکھ لیتا
پرتو آں وحی بروے تافتے	او درون خویش حکمت یافتے
وحی کا پرتو اس پر پڑتا	(اور) اس نے اپنے اندر دانائی محسوس کی
عین آں حکمت بفرمودے رسول	زیں قدر گمراہ شد آں بوالفضول
بعینہ اس دانائی کا رسول (ﷺ) نے (لکھنے کا) حکم فرمایا	(لیکن) وہ نالائق اس کے باوجود گمراہ ہوگیا
کانچہ می گوید رسولِ مستنیر	مر مرا ہست آں حقیقت در ضمیر
کہ روشن (ضمیر) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) جو کچھ فرماتے ہیں	وہ حقیقت تو میرے دل میں ہے
پرتو اندیشہ اش زد بر رسول	قہر حق آورد برجانش نزول
اس کے خیال کا عکس رسول پر پڑا	اللہ (تعالیٰ) کا قہر اس کی جان پر نازل ہوا
پرتو اونا گہش در دل بتافت	در درون خویشتن حرفے نیافت
اس کا عکس اس کے دل پر نمودار ہوا	اس نے اپنے دل میں (حکمت کا) ایک حرف بھی نہ پایا
ہم ز نساخی برآمد ہم ز دیں	شد عدوے مصطفیؐ و دیں بکیں
کتابت سے بھی برطرف ہوا اور دین سے بھی	کینہ وری سے مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دین کا دشمن بن گیا
مصطفیؐ فرمود کاے گبر عنود	چوں سیہ گشتی اگر نور از تو بود
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اے سرکش گمراہ!	تو کیسے سیاہ (دل) ہوگیا اگر نور تیرے (دل کا) تھا
گر تو ینبوع الٰہی بودہ	ایں چنیں آب سیہ نکشودہ
اگر تو اللہ (کے نور) کا چشمہ ہوتا	تو ایسا سیاہ پانی تجھ سے نہ بہتا
اندروں می سوختش ہم زیں سبب	او نیارد توبہ کردن اے عجب
اس وجہ سے اس کا دل جلتا تھا	(لیکن) تعجب ہے وہ توبہ نہ کر سکتا تھا
تا کہ ناموسش بہ پیش این و آں	نشکند بربست ایں او را دہاں
تاکہ اس کے اور اس کے سامنے اس کی آبرو	خراب نہ ہو اس نے اس کا منہ بند کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

آہ می کرد و نبودش آہ سود	چوں درآمد تیغ سر را در ربود
آہ کرتا تھا اور آہ کرنا اس کو مفید نہ تھا	جب (قضا کی) تلوار آئی اس نے سر قلم کر دیا

یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پہلے ایک کاتب تھا جو وحی کا اہتمام سے لکھتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو آیتیں فرماتے جاتے وہ ان کو لکھتا جاتا اس وحی کے انوار اس پر تاباں ہوتے اور وہ اپنے باطن میں مضمون حکمت پاتا (بعض اوقات) وہی مضمون (یعنی آیات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی فرمادیتے (چنانچہ آیت مذکورہ سرخی میں ایسا اتفاق ہوا) بس اتنی بات سے وہ گمراہ ہوگیا کہ جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ بات تو میرے دل میں بھی ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا خیال منکشف ہوگیا اور قہر حق نے اس پر نزول فرمایا اور اس قہر کا اثر اس کے قلب پر پڑا تو اپنی باطن میں ایک حرف بھی نہ پایا عہدۂ کتابت سے بھی خارج ہوا اور دین سے بھی پھر گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دین کا دشمن بن گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے کافر معاذ اگر یہ نور خود تیرا تھا تو اب سیاہ و بے نور کیوں رہ گیا اگر تو چشمۂ (علم) الٰہی ہوتا تو ایسا آب سیاہ تجھ سے نہ ظاہر ہوتا (غرض قصہ کی یہاں تک حاصل ہوگئی کہ گمان کمال واستغناء عن الکامل کا یہ ضرر ہے آگے قصے کا تتمہ ہے یعنی) اس خیال سے کہ لوگوں کے روبرو میری ناموس کو بٹہ لگے (اس وقت) توبہ سے بھی منہ بند کرلیا (کیونکہ معذرت واعتراف بالخطا کرنے سے ذرا شان گھٹتی ہوتی ہے) اور اس واقعہ کے سبب دل اس کا بھی (حسرت سے) سوختہ ہوتا تھا (مگر پھر بھی) وہ توبہ نہ کرسکتا تھا یہ عجیب بات تھی پس (دل میں) آہ (وافسوس) کرتا تھا مگر وہ آہ اس کو مفید نہ تھی کیونکہ بدوں اعتذار و ترک عار صرف تحسر ایک امر طبعی ہے جو قابل اعتبار نہیں اور احقر نے توبہ سے منہ بند کرنے میں اس وقت کی قید اس لئے لگائی کہ یوم فتح مکہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ اس کاتب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر توبہ وتجدید اسلام کی اور اصابہ سے بحر العلوم نے نقل کیا ہے کہ صبح کی نماز پڑھ کر جوں ہی داہنی بائیں سلام پھیرا کہ جان قبض ہوگئی غرض خاتمہ اچھا ہوا اور نام ان کا عبداللہ بن سعد بن ابی شرح ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبیر عنا)

کردہ حق ناموس را صد من حدید	اے بسا بستہ بہ بند ناپدید
اللہ (تعالیٰ) نے آبرو (کے خیال) کو سو من کا لوہا بنا دیا ہے	اے (مخاطب) بہت سے انسان اس ان دیکھی ہوئی بیڑی میں بندھے ہوئے ہیں
کبر و کفر آنساں بہ بست آں راہ را	کو نیارد کرد ظاہر آہ را
اس طرح تکبر اور کفر نے اس راستہ کو بند کر دیا ہے	کہ وہ افسوس (بھی) ظاہر نہیں کر سکتا ہے
گفت اغلالاً فھم بہ مقمحون	نیست آں اغلال مارا از بروں
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا طوق ہیں پس وہ اگلی جانب سے منہ کو اونچا کئے ہوئے ہیں	ہمارے وہ طوق بیرونی نہیں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خلفھم سدأ فاغشینا ھم	می نہ بیند بند را پیش و پس او
ان کے پیچھے ایک دیوار ہے پھر ہم نے ان کو ڈھانپ دیا ہے	وہ اس دیوار کو نہیں دیکھتا ہے جو اس کے آگے اور پیچھے ہے
رنگ صحرا دارد آں سدیکہ خاست	او نمید اند کہ آں سد قضاست
وہ دیوار جو پیدا ہوئی ہے صحرا جیسی ہے	وہ نہیں جانتا کہ وہ قضا (الہی) کی دیوار ہے
شاہد تو سد روئے شاہد ست	مرشد تو سد گفت مرشدست
تیرا معشوق، معشوق کے چہرے کی دیوار ہے	تیرا مرشد، مرشد کی گفتگو کے لئے دیوار ہے
اے بسا کفار را سودائے دیں	بندشاں ناموس و کبر و آن و ایں
اے (مخاطب) بہت سے کافر ہیں جن کو دین کی لگن ہے۔	ان کی بیڑی شرم اور تکبر اور یہ اور وہ ہے
بند پنہاں لیک از آہن بتر	بند آہن را کند پارہ تبر
(یہ) بند پوشیدہ ہے لیکن لوہے سے بھی بدتر ہے	لوہے کے بند کو کدال توڑ دیتی ہے
بند آہن راتواں کردن جدا	بند غیبی راند اند کس دوا
لوہے کے بند کو جدا کیا جا سکتا ہے	غیبی بند کی کوئی دوا نہیں جانتا ہے
مرد را زنبور گر نیشے زند	طبع او آں لحظہ بر دفعے تند
اگر انسان کے بھڑ ڈنک مارتی ہے	اس کی طبیعت اسی وقت اس کو دفع کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے
زخم نیش اما چو از ہستی تست	غم قوی باشد نگردد در دست
لیکن اگر تیرے تکبر کے ڈنک کا زخم ہے	(تو) غم زیادہ ہوگا، درد کم نہ ہوگا

(اوپر خاص کاتب مذکور کے حق میں ناموس کا مانع توبہ ہونا بیان کیا تھا اب علی العموم اس کی مانعیت عن الحق کا بیان کرتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے ناموس کو صد ہا من کا لوہا بنایا ہے اور بہت سے لوگ اس غیر محسوس قید میں مقید ہیں اور اس کبر (ناموس) اور کفر نے (جو اس ناموس سے پیدا ہوا ہے) راہ (حق) کو اس طرح بند کر رکھا ہے کہ (متکبر آدمی) آہ اور حسرت کو (جو احیاناً اپنی حالت شنیعہ پر پیدا ہوتی ہے ظاہر نہیں کر سکتا جیسا حق تعالیٰ نے فرمایا ہے انـــا جعلنا فی اعناقھم اغلالاً فھی الی الاذقان فھم مقمحون یعنی ہم نے کفار کے گردنوں میں بڑے بڑے طوق (موانع ایمان) ڈال رکھے ہیں پس وہ طوق ان کے زنخ تک (اڑے ہوئے) ہیں اس لئے وہ منہ اولانے ہوئے ہیں (یعنی اگر کوئی ایسا شخص فرض کیا جائے تو ظاہر ہے کہ وہ نہ گردن ہلا سکتا ہے کہ داہنے بائیں دیکھ سکے نہ گردن نیچی کر سکتا ہے کہ سامنے دیکھ سکے اسی طرح کفار کے موانع ایسے قوی ہیں کہ کسی جانب سے وضوح حق کی ان کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

امید نہیں) اور یہ اغلال واطواق ہم پر خارج سے مسلط نہیں ہوئے (بلکہ ہماری ہی صفات ذمیمہ وملکات خبیثہ ہیں جو ہمارے ساتھ لازم جان ہیں) اور نیز حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے وجعلنا من بین ایدیھم سدا و من خلفھم سدا فاغشینا ھم فھم لا یبصرون یعنی ہم نے ان کفار کے سامنے ایک دیوار کھڑی کر دی ہے اور ان کے پیچھے ایک دیوار کھڑی کر رکھی ہے پھر ہم نے ان کو اوپر سے بھی چھپا رکھا ہے اس لئے وہ دیکھ نہیں پاتے (یعنی ان کی حالت ایسے شخص کی سی ہے عدم ابصار میں) مگر اس دیوار کو نہ وہ شخص آگے سے دیکھتا ہے نہ پیچھے سے (کیونکہ وہ دیوار محسوسات میں سے تو ہے نہیں بلکہ صفات ذمیمہ خفیہ ہیں جن کی طرف التفات بھی نہیں اس لئے) وہ دیوار جو کہ درمیان میں قائم ہے صحرائے کشادہ کے ہمرنگ ہے (جہاں ظاہر میں دیوار نہیں ایسے ہی یہ دیوار بھی معدوم معلوم ہوتی ہے لیکن معدوم سمجھنے والا یہ نہیں جانتا کہ وہ حجاب ودیوار قضا کی ہے (جس کے اسباب بظاہر وہ عیوب خفیہ ہو گئے ہیں اس لئے وہ محسوس نہیں ہے) پس تیرا محبوب مجازی محبوب حقیقی کے مشاہدہ کا حجاب ہو رہا ہے اور تیرا مرشد نفسانی مرشد روحانی کی تعلیم کا حجاب ہو رہا ہے چنانچہ بہت سے کفار کو دین کے خیالات آتے ہیں مگر یہ ناموس اور شان اور برادری کنبے کا پاس ان کے لئے قید ہو رہا ہے باوجودیکہ یہ قید نظر نہیں آتی مگر آہن سے زیادہ سخت ہے کیونکہ قید آہنی کو تو بسولہ قطع کر کے جدا کر سکتا ہے لیکن اس غیبی قید کا علاج کوئی (مدبر) نہیں جانتا (مثلاً) کسی کو زنبور نیش مار دے تو اس کی طبیعت (جو مدبر داخلی ہے اس عارض خارجی کے) دفع کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے لیکن اگر کوئی نیش داخل ہی سے ہو تو (وہ کیسے دفع ہو اس لئے) بہت سخت تکلیف ہوگی اور درد کم نہ ہوگا (اس سے ثابت ہوا کہ خارجی عوارض کی تدبیر سہل ہے اور داخلی کی بہت دشوار ہے یہی حالت قید آہنی وقید کبری کی سمجھو)

شرح ایں از سینہ بروں می جہد	لیک می ترسم کہ نومیدی دہد
اس کی تفصیل سینہ سے باہر آ رہی ہے	لیکن میں ڈرتا ہوں کہ مایوسی پیدا نہ کر دے
نے مشو نومید خودرا شاد کن	پیش آں فریاد رس فریاد کن
نہیں ناامید نہ ہو اپنے آپ کو خوش رکھ	اس فریاد سننے والے کے سامنے فریاد کر
کاے محب عفو از ما عفو کن	اے طبیب رنج ناسور کہن
اے معافی کو پسند کرنے والے! ہمیں معاف فرما دے	اے پرانے ناسور کی تکلیف کے طبیب

(اوپر کے اشعار میں کبر وناموس کا بند غیبی ہونا بیان کیا ہے جس کے بند ہونے کی علت حقیقۃً قضاوقہر الٰہی ہے مگر اس حقیقت کا استحضار ضعیف القلب لوگوں کے لئے اس لئے مضر ہے کہ اپنی ہر اصلاح کے وقت ان کو یہی خیال گھیرے گا کہ اگر ہم مقہور قضا ہو چکے ہوں گے تو سعی لاحاصل ہوگی اس کے غلبہ سے ان کو یاس کی نوبت آئے گی جس سے کفر اور تعطل لازم ہے اس لئے مولانا اس علت کی طرف اجمالاً اشارہ اور اس کی تفصیل کے اظہار سے عذر اور

www.besturdubooks.wordpress.com

یاس سے منع فرماتے ہیں یعنی) اس مضمون مذکور کی شرح (اور تفصیل حقیقت کہ سر قضا ہے) سینہ سے جوش زن ہوتی ہے (بوجہ غلبۂ توحید افعالی کے) لیکن مجھ کو اندیشہ ہوتا ہے کہ (کسی ضعیف القلب کو) ناامیدی کا باعث نہ ہو جائے (جیسا احقر نے ابھی عرض کیا ہے اور ناامیدی بہت مضر ہے اس لئے) خبردار (مجاہدہ پر ثمرہ اصلاح کے مرتب ہونے سے) ناامید مت ہونا بلکہ (رحمت الٰہی پر نظر کر کے) خوش رہنا اور (سعی میں اثر و برکت پیدا ہونے کے لئے) اس فریادرس کے روبرو فریاد کرتے رہنا کہ اے معافی کے پسند کرنے والے ہماری خرابیوں کو (مثل کبر و ناموس وغیرہ) معاف (اور محو) فرما دیجئے آپ بڑے بڑے امراض قدیمہ سے صحت بخشنے والے ہیں (تو ہمارے ملکات خبیثہ سے شفا دینا کیا مشکل ہے خلاصہ یہ کہ مجاہدہ کے ساتھ التجا رکھو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور اصلاح ہو جائے گی)

عکس حکمت آں شقی را یاوہ کرد	خود مبیں تا برنیارد از تو گرد
حکمت کے عکس نے اس بدبخت کو گمراہ کر دیا	خود پسند نہ بن تاکہ تو برباد نہ ہو
اے برادر بر تو حکمت جاریہ است	آں زابدال ست و بر تو عاریہ است
اے بھائی! تیرے (دل) پر جو حکمت جاری ہے	وہ ابدال کی ہے اور تیرے پاس عارضی ہے
گرچہ در خود خانہ نورے یافت ست	آں زہمسایہ منور تافت ست
گھر اپنے اندر اگرچہ روشنی محسوس کر رہا ہے	(لیکن) وہ روشن پڑوسی کی وجہ سے چمک رہا ہے
شکر کن غرہ مشو بینی مکن	گوش دار و ہیچ خود بینی مکن
شکر کر، گھمنڈ نہ کر، انکار نہ کر	سن اور کبھی تکبر نہ کر
صد دریغ و درد کایں عاریتے	معجباں را دور کرد از امتے
افسوس! صد افسوس کہ اس عارضی چیز نے	متکبروں کو امت سے دور کر دیا

(اس میں رجوع ہے مضمون ماقبل سرخی کی طرف وآن زپرتو دان مدان از اصل خویش اور ان شقی سے مراد کوئی خاص شخص نہیں یعنی) شقی آدمی کو کبھی (اہل کمال کا) پرتو حکمت گمراہ کر دیتا ہے اس لئے خود بینی ہرگز مت کرو تا کہ تم کو وبال نہ آئے بھائی جان یہ علم و حکمت جو تمہارے (قلب کے) اندر نزول کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہے یہ اولیاء اللہ (کی برکت) سے ہے (جن کی صحبت حاصل ہے) اور تمہارے پاس محض عاریت ہے (اس کی ایسی مثال ہے کہ گو کوئی گھر اپنے اندر نور پاتا ہے مگر وہ پاس والے نورانی گھر سے روشن ہو رہا ہے پس تم (اس علم کے حصول پر) شکر کرو اور اس کو اپنا کمال سمجھ کر) مغرور مت ہو اور (اہل کمال سے اس فیض کے پہنچنے کا) انکار مت کرو اور (ہماری نصیحت) کان لگا کر سنو اور ہرگز خود بینی مت کرو افسوس کا مقام ہے کہ اس علم (و کمال) عاریتی نے اہل عجب کو امت مرحومہ سے خارج کر رکھا ہے (خواہ مبتلائے کفر کر کے خواہ مبتلائے کبر بنا کر کے کمال امتیت کے خلاف ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

من غلام آنکہ او در ہر رباط	خویش را واصل نداند بر سماط
میں اس شخص کا غلام ہوں جو ہر منزل میں	اپنے آپ کو دستر خوان پہ پہنچ جانے والا نہ سمجھے
بس رباطے کہ بباید ترک کرد	تا بمسکن در رسد یک روز مرد
بہت سی منزلوں سے گزرنا ہوگا	پھر کسی دن انسان مسکن تک پہنچے گا

(اوپر اپنے کو کامل سمجھنے والے کی مذمت تھی یہاں کامل نہ سمجھنے والے کی مدح ہے یعنی) ہم تو اس شخص کے غلام (اور معتقد) ہیں جو (منازل سلوک کے) ہر منزل پر (پہنچ کر) اپنے کو یوں نہ سمجھے کہ میں خوان (مقصود) پر واصل ہو گیا کیونکہ بہت سے ترک اور قطع کرنے پڑتے ہیں تب منزل (مقصود) پر ایک روز وصول میسر ہوتا ہے (مطلب یہ کہ ہمیشہ اپنے کو محتاج ترقی و تکمیل سمجھتا رہے)

گرچہ آہن سرخ شد او سرخ نیست	پرتو عاریت آتش زنے ست
اگرچہ لوہا سرخ ہو گیا (لیکن) وہ سرخ نہیں ہے	(وہ) آتش زن کا مانگا ہوا عکس ہے
گر شود پر نور روزن یا سرا	تو مداں روشن مگر خورشید را
اگر روشن دان یا گھر نور سے بھر جائے	تو صرف سورج کو روشن سمجھ
ور در و دیوار گوید روشنم	پرتو غیرے ندارم ایں منم
اگر در و دیوار کہے کہ میں روشن ہوں	مجھ پر غیر کا کوئی عکس نہیں ہے میں خود (روشن) ہوں
پس بگوید آفتاب اے نارشید	چونکہ من غائب شوم آید پدید
تو سورج کہے گا کہ اے گمراہ!	جب میں غائب ہو جاؤں گا تو پتہ چلے گا
سبزہا گویند ما سبز از خودیم	شاد و خندانیم و بس زیبا خدیم
(اگر) سبزے کہیں ہم خود بخود سبز ہیں	شاد اور خنداں ہیں اور بہت خوبصورت ہیں
فصل تابستاں بگوید کاے امم	خویش را بینید چوں من بگذرم
(تو) موسم بہار کہے گا اے مخلوق!	اپنے آپ کو (اس وقت) دیکھنا جب میں گزر جاؤں
تن ہمی نازد بخوبی و جمال	روح پنہاں کردہ فر و پر و بال
حسن اور جمال پر جسم ناز کرتا ہے	روح نے اپنی شان و شوکت اور بال و پر چھپا رکھے ہیں
گویدش کاے مزبلہ تو کیستی	یک دو روز از پرتو من زیستی
وہ (روح) اس (بدن) کو کہتی ہے اے کوڑی تو کیا ہے؟	کچھ دن تو میرے عکس سے جی لیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

غنج و نازت می نگنجد در جہاں	باش تا کہ من شوم از تو جہاں
عالم میں تیرا کرشمہ اورناز نہیں سماتا ہے	ٹھہر جا' یہاں تک کہ میں تجھ سے رخصت ہو جاؤں
گرم دارانت ترا گورے کنند	کش کشانت در تگ گور افگند
تیرے دوست تیرے لئے قبر کھودیں گے	کشاں کشاں تجھے قبر کے گڑھے میں پھینکیں گے
تاکہ چوں در گور یارانت کنند	طعمۂ موران و مارانت کنند
جب تیرے دوست تجھے قبر میں دفن کردیں گے	تجھے چونٹیوں اور سانپوں کی خوراک بنا دیں گے
بینی از گند تو گیرد آں کسے	کہ بہ پیش تو ہمی مردے بسے
تیری بدبو سے (وہ بھی) ناک بند کرے گا	جو اکثر تجھ پر جان قربان کرتا تھا
پرتو روح ست نطق و چشم و گوش	پرتو آتش بود در آب جوش
گویائی اور آنکھ' کان' روح کا اثر ہے	پانی میں جوش آنا آگ کا اثر ہوتا ہے
آں چنانکہ پرتو جاں بر تن ست	پرتو ابدال بر جان من ست
جس طرح روح کا پرتو جسم پر ہے	ابدال کا پرتو میری روح پر ہے
جان جاں چوں واکشد پا راز جاں	جاں چناں گردد کہ بیجاں تن بداں
جان جاں جب جان سے اپنا قدم پیچھے ہٹا لے	تو سمجھ لے کہ جان' بے جان جسم کی طرح ہو جائے گی

(اور پر اس مضمون کی کہ ہمارا کمال ظل کمال کاملین ہے یہ مثال آئی تھی گرچہ در خود خانہ نورے یافت ست الخ ان اشعار میں بھی اس مضمون کی اور مثالیں ہیں یعنی ایک مثال تو گزر چکی دوسری مثال یہ ہے کہ اگر چہ (آگ میں) لوہا سرخ ہو جاتا ہے مگر (بالذات) وہ سرخ نہیں ہے (بلکہ) آتش زن کا پرتو عاریت ہے (تیسری مثال) اگر کوئی روزن یا مکان پرنور ہو جائے تو تم خورشید ہی کو (بالذات) روشن سمجھو اور اگر (فرضاً) در و دیوار کہنے لگیں کہ ہم (بالذات) منور ہیں اور کسی غیر کا ہم پر عکس نہیں ہے تو اس وقت آفتاب (بزبان حال) کہے گا کہ اے ناخلف جب میں غروب ہو جاؤں گا اس وقت حقیقت کھل جائے گی (چوتھی مثال) مثلاً سبزے کہنے لگیں کہ ہم از خود سبز ہیں اور شاد و خندان و زیبا رو ہم (بالذات) ہیں اس وقت فصل بہار کہے گی کہ جب میں ختم ہو جاؤں گی اس وقت اپنی حالت دیکھنا (پانچویں مثال) یہ جسم اپنے حسن و جمال پر خوب ناز کر رہا ہے اور روح اپنی شان اور پر و بال مخفی کئے ہوئے ہے اور جسم سے کہہ رہی ہے کہ اے معدن کثافت تیری اصل کیا ہے خیر میرے پرتو فیض سے چند روز زندہ ہو گیا جس پر تیرا کرشمہ و ناز عالم میں نہیں سماتا اچھا ٹھہر میں ذرا تجھ سے علیحدہ ہو جاؤں (اس وقت دیکھنا) تیری بڑی

www.besturdubooks.wordpress.com

گرم جوشی جتلانے والے دوست تیرے لئے ایک قبر کھودیں گے اور تجھ کو کشاں کشاں اس کے اندر ڈال دیں گے اور اس دفن پر نتیجہ مرتب ہوگا کہ تجھ کو طعمہ مور و مار بنائیں گے اور جو لوگ تجھ پر جان فدا کرتے تھے وہ لوگ تیری بدبو سے ناک بند کریں گے پس یہ سب نطق و چشم و گوش روح ہی کا پرتو ہے جیسا پانی میں جو جوش ہے وہ آگ کا پرتو ہے (آگے تمثیلات کا مقصود بیان کرتے ہیں کہ) جس طرح روح کا پرتو جسم پر ہے اسی طرح (علم و کمالات میں) اولیاء اللہ کا پرتو ہمارے ارواح پر ہے پس وہ روح الروح اپنا قدم ہماری روح سے ہٹا لے (یعنی نظر التفات ہٹا لیں) تو ہماری روح ایسی (بے کمال) رہ جائے جیسے بدون روح کے جسم رہ جاتا ہے اس کو یقینی جانو۔

سر ازاں رومی نہم من بر زمیں	تا گواہ من بود در یوم دیں
میں اسی وجہ سے زمین پر چہرہ رکھتا ہوں	تا کہ وہ قیامت کے دن میری گواہ ہو
یوم دیں کہ زلزلت زلزالہا	ایں زماں باشد گواہ حالہا
قیامت کے دن جبکہ زمین کو زلزلہ آ جائے گا	اس وقت وہ حالتوں کی گواہ ہو گی
کو تحدث جہرتا اخبارھا	در سخن آید زمین و خارہا
کیونکہ وہ علی الاعلان اپنی خبریں سنائے گی	زمین اور اس کا خار و خس بولنے لگے گا

(اوپر عجب و خود بینی کی مذمت اور کمال کمال کی غلطی مذکور تھی اب فرماتے ہیں کہ اسی عجب و پندار کے ازالہ کے لئے ہم پر عبادت میں تذلل فرض ہوا ہے اس لئے) ہم لوگ زمین پر (کہ اخس الاشیاء ہے) اپنا منہ (جو اشرف الاعضاء ہے) رکھتے ہیں تاکہ وہ قیامت کے روز (اس انکسار و تذلل میں) ہماری گواہ ہو (چونکہ جماد کی گواہی دینا ظاہراً مستبعد تھا اس لئے اس کا اثبات قرآن مجید سے فرماتے ہیں کہ) قیامت کے روز جب زلزلت الارض زلزالھا کا وقوع ہوگا یعنی زمین کو زلزلہ آئے گا اس وقت وہ ہمارے احوال کی شہادت دے گی جیسا ارشاد ہے یومئذ تحدث اخبارھا یعنی اس روز اپنی تمام خبریں کہہ ڈالے گی اور زمین اور خار سب باتیں کرنے لگیں گے۔

فلسفی گوید ز معقولات دوں	عقل از دہلیز می ماند بروں
فلسفی کمتر درجہ کی معقولات کی باتیں کرتا ہے	(اس کی) عقل چوکھٹ سے باہر رہتی ہے
فلسفی منکر شود در فکر و ظن	گو برو سر را بداں دیوار زن
فکر اور ظن میں (رہ کر) فلسفی منکر ہوتا ہے	کہہ دے کہ جا اس دیوار سے سر پھوڑ
نطق آب و نطق خاک و نطق گل	ہست محسوس حواس اہل دل
پانی کا بولنا اور مٹی کا بولنا اور گارے کا بولنا	اہل دل کے حواس کا محسوس ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فلسفی کو منکر حنانہ است	از حواس انبیاء بیگانہ است
فلسفی جو (اسطوانہ) حنانہ (کے رونے کا منکر) ہے	وہ نبیوں کے حواس سے بے خبر ہے
گوید او کہ پرتو سودائے خلق	بس خیالات آورد در رائے خلق
وہ (فلسفی) کہتا ہے کہ انسانوں کے سوداویت کا اثر	لوگوں کی رائے میں بہت سے خیالات (فاسد) پیدا کر دیتا ہے
بلکہ عکس آں فساد و کفر او	آں خیال منکرے را زد برو
یہ اس کے فساد اور کفر کا پرتو ہے	جس نے یہ برا خیال اس پر مسلط کر دیا ہے
فلسفی مر دیو را منکر شود	در ہماندم سخرۂ دیوے بود
فلسفیؔ شیطان کا منکر بنتا ہے	(اور) اسی وقت شیطان کا محکوم ہو جاتا ہے
گر ندیدی دیو را خود رابیں	بے جنوں نبود کبودی بر جبیں
اگر تو نے شیطان کو نہیں دیکھا ہے اپنے آپ کو دیکھ لے	جنون کے بغیر پیشانی پر نیلاہٹ نہیں ہوتی ہے

(اوپر حشر و نشر و کلام جمادات کا بیان تھا چونکہ فلاسفہ ان کے منکر ہیں اس لئے انکار کرتے ہیں کہ) فلسفی عقلیات سافلہ کی گفتگو کر رہا ہے اور اس کی عقل ابھی دہلیز سے بھی نہیں نکلی (اور علوم عالیہ تک تو کیا پہنچتی) صرف قوۃ فکریہ و مقدمات ظنیہ کی بناء پر (حقائق کا اظہار کرتا ہے اس سے کہہ دو کہ (ساری عمر) اسی دیوار (فکر) سے سر پھوڑتا رہنا آب و خاک و گل کا نطق اہل کشف کے نزدیک تو حواس باطن سے محسوس ہو رہا ہے سو فلسفی جو ستون حنانہ کے قصہ کا انکار کرتا رہا ہے وہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے قوی مدرکہ سے محض محروم ہے اور (کشف کی نسبت) یوں کہتا ہے کہ خلط سوداوی کا اثر (جس کا غلبہ تقلیل رطوبات سے ہو جاتا ہے) ایسے لوگوں کے ذہن میں کچھ خیالات (غلط) جمع کر دیتا ہے (اور واقع میں وہ محض لاشئی ہے مولانا جواب دیتے ہیں کہ ان حضرات کو سودا کا غلبہ نہیں ہوا) بلکہ اس کے برعکس فلسفی کا فساد اعتقاد و کفر خود اس خیال انکار کا اثر اس میں پیدا کر رہا ہے (یعنی اس کا یہ خیال اس کے کفر کا اثر ہے) اسی طرح فلسفی شیطان و جنات کے وجود کا منکر ہے اور عین انکار کے وقت میں شیطان کا محکوم بن رہا ہے اے فلسفی اگر تو نے شیطان کو نہیں دیکھا تو اپنے ہی کو دیکھ لے (کہ تیری حالت تباہ خود دلیل ہے وجود شیطان کی جو سبب ہوا ہے تیری گمراہی کا کیونکہ) بلا جنون کے پیشانی پر نیلگونی نہیں ہوا کرتی (پس جس طرح کبودی کہ اثر ہے جنون کا دلیل ہے وجود مؤثر کی کہ جنون ہے اسی طرح تمہاری حالت کہ اثر ہے شیطان کا دلیل ہے وجود شیطانی کی کہ مؤثر ہے)

ہر کرا در دل شک و پیچانی ست	در جہاں او فلسفی پنہانی ست
جس کے دل میں شک اور کجی ہے	وہ دنیا میں چھپا فلسفی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مینماید اعتقاد او گاه گاه	آں رگ فلسف کند رولیش تباہ
وہ کبھی کبھی اعتقاد کو ظاہر کرتا ہے	فلسفہ کی وہ رگ اس کا روسیاہ کرتی ہے
الحذر اے مومناں کو در شماست	وہ کہ آں روزے بر آرد از تو دست
سب بہتر فرقے تجھ میں ہیں	افسوس! کہ کسی دن وہ ہاتھ پیر نکالیں
ہر کہ او را برگ ایں ایماں بود	ہمچو برگ از بیم او لرزاں بود
جس شخص کے پاس اس ایمان کا سازو سامان ہوگا	وہ پتے کی طرح اس کے ڈر سے لرزاں ہوگا
بر بلیس و دیو زاں خندیدۂ	کہ تو خود را نیک مردم دیدۂ
ابلیس اور شیطان پر تو اس لئے ہنستا ہے	کہ تونے اپنے آپ کو نیک انسان سمجھا ہے
چوں کند جاں باز گونہ پوستیں	چند واویلا بر آید ز اہل دیں
جب چھپے ہوئے احوال ظاہر ہوں گے	دیندار لوگ کس قدر واویلا کریں گے

(اوپر فلسفہ منکرین کی مذمت تھی اب فرماتے ہیں کہ فلاسفہ سے کوئی خاص فرقہ مراد نہیں جو اسی لقب سے موسوم ہو بلکہ جس میں اس قسم کا مادہ ہو پھر سب کو متنبہ کرتے ہیں کہ اوروں کو بھی مغرور و مطمئن نہیں ہونا چاہیے کہ ہم بڑے مومن کامل ہیں شاید کوئی شعبہ فلسفیت کا دبا ہوا کسی وقت ظہور کرے یعنی جس کے دل میں کوئی شک اور اضطراب ہو (خواہ وہ فرقہ اہل ایمان میں گنا جاتا ہو مگر) وہ دنیا میں مخفی فلسفی ہے (گو فرقہ فلاسفہ میں شمار نہ ہونے سے علانیہ نہیں چنانچہ) گاہ گاہ اپنا اعتقاد (فلسفیانہ) ظاہر کر ڈالتا ہے (خواہ قصداً یا بلا قصد اس کے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جاتی ہے) اور رگ فلسفیت اس کو (اہل حق کے مجمع میں) رسوا کر دیتی ہے (کما هو مشاهد في المدعين لاصلاح القوم في زماننا آگے تنبیہ مذکور ہے کہ) اے اہل ایمان ڈرتے رہنا کہ وہ (مادۂ فلسفیت وانکار) تم سب کے اندر موجود ہے (اور اس ایک مادہ کی کیا تخصیص ہے) تمہارے اندر تو غیر متناہی (یعنی کثیر) عالم بھرے پڑے ہیں چنانچہ یہ بہتر مذہب جو ضلالت کے ہیں یہ) بھی تمہارے اندر (مرتبۂ استعداد واجمال میں) موجود ہیں ذرا ہوشیار رہنا کبھی کسی روز وہ تم سے ظہور نہ کرے اور جس کے پاس اس کامل ایمان کا سامان ہوگا وہ پتے کی طرح اس خوف سے لرزاں رہے گا (لان الایمان بین الخوف والرجاء) اور تم جو مطمئن ہو کر) ابلیس اور دیو پر ہنس رہے ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ تم اپنے کو بڑا صالح سمجھ رہے ہو (لیکن ابھی کیا خبر) جب یہ روح پوستین الٹا کرے گی (کنایہ ہے ظہور حقیقت وحالات مخفیہ سے) اس وقت صدہا اہل دین (جو ظاہر میں بڑے دیندار سمجھے جاتے تھے) واویلا کرتے پھریں گے) (کہ ہم اپنے کو کیسا پاک سمجھتے تھے ناپاک نکلے)

www.besturdubooks.wordpress.com

بر دکاں ہر زر نما خنداں شدست	زانکہ سنگ امتحاں پنہاں شدست
دکان پر ہر سونا دکھانے والا ہنس رہا ہے	اس لئے کہ کسوٹی غائب ہو گئی ہے
پردہ اے ستار از ما بر مگیر	باش اندر امتحاں مارا مجیر
اے پردہ پوش! ہمارا پردہ نہ اٹھا	امتحان میں ہمیں پناہ دینے والا بن جا
قلب پہلو می زند با زر بہ شب	انتظار روز می دارد ذہب
رات میں کھوٹا سونا (کھرے) سونے کی برابری کرتا ہے	(کھرا) سونا دن کا انتظار کرتا ہے
بازبان حال زر گوید کہ باش	اے مزور تا برآید روز فاش
زبان حال سے (کھرا) سونا کہتا ہے ٹھہر	اے دھوکہ باز! جب تک کہ دن چڑھے
صد ہزاراں سال ابلیس لعیں	بود ز ابدال و امیر المومنیں
ابلیس لعین لاکھوں سال	ابدال میں سے اور مومنین (فرشتوں) کا سردار رہا
پنجہ زد با آدم از نازیکہ داشت	گشت رسوا ہمچوں سرگیں وقت چاشت
تکبر کی وجہ سے حضرت آدم کے مقابلہ میں آ گیا	اس طرح رسوا ہوا جیسے دن چڑھے گوبر
پنجہ با مرداں مزن اے بوالہوس	برتر از سلطاں چہ می رانی فرس
اے بوالہوس! مردان خدا کا مقابلہ نہ کر	بادشاہ سے آگے گھوڑا کیوں دوڑاتا ہے؟

(تخویف وتنبیہ بالا کی تقریر ہے یعنی یہاں حقیقت کے مخفی ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے) دکانوں پر زر نما لوگ اس لئے بیٹھے ہنس رہے ہوں کہ سنگ امتحان (یعنی کسوٹی) غائب ہو (قیامت میں وہ سنگ امتحان بہتوں کو رسوا کردے گا اب گھبرا کر التجا کرتے ہیں کہ) اے ستار ہماری پردہ دری نہ کیجئے گا اور امتحان کے وقت ہم کو اپنی حفاظت میں رکھیے گا (آگے خفاء حقیقت کی دوسری مثال ہے کہ) زر قلب زر خالص کے ساتھ شب کے وقت دعویٰ مساواۃ کا کر رہا ہے اور زر خالص دن نکلنے کا منتظر ہے اور زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ ذرا صبر کر اے مکار دن نکلنے دے (بعد مثالوں کے تخویف ہے یعنی) لاکھوں سال ابلیس لعین بزرگ اور افضل اہل ایمان رہا حتیٰ کہ ناز وعجب میں اگر حضرت آدم علیہ السلام کا مخالف ومقابل بن بیٹھا اور ایسا رسوا ہوا جیسا تیز دھوپ کے وقت گوبر (کہ بہت گندگی پھیلتی ہے آگے نصیحت ہے کہ) مردان خدا کا مقابلہ ودعویٰ مساواۃ کبھی مت کرنا بھلا بادشاہ سے آگے گھوڑا چلانا کیا زیبا ہے (اسی طرح یہ حضرات بوجہ قرب وقبول کے مثال بادشاہ کے ہیں ان سے سبقت کا دعویٰ خسران محض ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

دعا کردن بلعم باعور کہ موسیٰ علیہ السلام را وقومش را ازیں شہر کہ حصار دادہ اند بے مراد باز گرداں ومستجاب شدن دعائش

بلعم باعور کا دعا کرنا کہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو اس شہر سے جس کا انہوں نے محاصرہ کر رکھا ہے ناکام واپس کر دے اور اس کی دعا کا مقبول ہونا

بلعم باعور را خلق جہاں	سغبہ شد مانند عیسیٰ زماں
بلعم باعور پر دنیا کی مخلوق	فریفتہ ہو گئی جس طرح عیسیٰ (علیہ السلام) پر ان کے زمانہ میں
سجدہ ناوردند کس را دون او	صحت رنجور بود افسون او
وہ اس کے علاوہ کسی کے سامنے سر تسلیم خم نہ کرتے	اس کا دم کرنا بیماری کی صحت تھی
پنجہ زد با موسیٰ از کبر و کمال	آنچناں شد کہ شنیدستی تو حال
کمال اور غرور کی وجہ سے اس نے (حضرت) موسیٰ کا مقابلہ کیا	اس کا وہ حال ہوا جو تو نے سنا
صد ہزار ابلیس و بلعم در جہاں	ہمچنیں بودست پید او نہاں
لاکھوں شیطان اور بلعم دنیا میں	ایسے ہی ہوئے ہیں جو مشہور اور غیر مشہور ہیں
ایں دو را مشہور گردانید الٰہ	تاکہ باشند ایں دو بر باقی گواہ
ان دو کو خدا نے مشہور کر دیا	تاکہ یہ دونوں باقی کے لئے گواہ بنیں
رہزناں را در بیاباں چوں کشند	یک دوتن را سوئے دہ زایشاں کشند
ڈاکوؤں کو جب جنگل میں قتل کر دیتے ہیں	ان میں سے ایک دو (کی نعش) کو گاؤں میں کھینچ کر لاتے ہیں
تا بہ بیند اہل دہ گیرند پند	رویت ایشاں بود شاں ہمچو بند
تاکہ گاؤں والے دیکھیں نصیحت پکڑیں	ان کا دیکھنا ان کے لئے بندش بنتا ہے
ایں دو دزد آویخت بر دار بلند	ورنہ اندر دہر بس دزداں بدند
ان دو چوروں کو (اللہ تعالیٰ نے) اونچی سولی پر لٹکا دیا	ورنہ دنیا میں بہت سے چور تھے
ایں دو را پرچم بسوئے شہر برد	کشتگان قہر را نتواں شمرد
ان دونوں کو پرچم شہر کی طرف لایا ہے	(ورنہ) قہر (خدا) کے مارے ہوئے شمار نہیں کیے جا سکتے

www.besturdubooks.wordpress.com

نازنینی تو ولے در حد خویش	اللہ اللہ پا منہ از حد تو بیش
تو نازنین ہے لیکن اپنی حد میں (رہ)	خدا کے لیے حد سے آگے قدم نہ رکھ
گرزنی بر نازنیں تر از خودت	در تگ ہفتم زمیں زیر آردت
اگر تو اپنے سے زیادہ نازنین پر حملہ کرے گا	وہ تجھے ساتویں زمین کے نیچے گہرائی میں اتار دے گا
قصۂ عاد و ثمود از بہر چیست	تا بدانی انبیاء را ناز کیست
عاد اور ثمود کا قصہ (قرآن میں) کس لئے ہے؟	(اس لئے ہے) تا کہ تو جان لے انبیاء کا کس پر ناز ہے
ایں نشان خسف وقذف وصاعقہ	شد بیان عز نفس ناطقہ
یہ دھنسنے اور سنگ باری اور کڑک کی علامت	نفس ناطقہ کی عزت کے اظہار کے لئے ہے

(یہ مضمون مربوط ہے شعر بالا پنچہ بامردان مزن الخ کے ساتھ یعنی) دیکھو بلعم بن باعور کے تمام لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح فریفتہ ومعتقد تھے اور اس کی سی تعظیم کسی کی نہ کرتے تھے اور بیمار اس کی جھاڑ پھونک سے صحت پاتے تھے (لیکن) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ جو مخالفت کی تو وہ حال ہوا جو تم نے (کسی عالم سے) سنا ہوگا (کہ ایمان بھی سلب ہوگیا اور ظاہراً بھی ذلیل وخوار ہوگیا پس مخالفت اہل اللہ کی ایسی دبال کی چیز ہے اب فرماتے ہیں کہ اس مخالفت پر کچھ ایک ہی دو کو سزا نہیں ہوئی بلکہ) لاکھوں ابلیس اور بلعم (کے مثل) دنیا میں ہو چکے ہیں کچھ مشہور کچھ غیر مشہور جن میں سے ان دو کو اللہ تعالیٰ نے (زیادہ) مشہور کر دیا تا کہ بقیہ امثال پر بطور نظیر کے ہو جائیں (جیسا ناظمان سلطنت کا قاعدہ ہوتا ہے کہ) جب رہزنوں کو جنگل میں (جہاں وہ پناہ لیتے ہیں) قتل کرتے ہیں تو ایک دو کی لاش کو بستی میں لے آتے ہیں تا کہ بستی والے ان کو دیکھیں اور عبرت حاصل کریں اور ان کو دیکھنا ایسے افعال سے بندش کے طور پر ہو جائے (اسی طرح) ان دو کو (یعنی ابلیس اور بلعم کو گویا) سولی پر ٹانگ دیا ہے ورنہ عالم میں ایسے چور (باغی) بہت ہوئے ہیں صرف ان دو کا پرچم یعنی پھریرا (شہرت کے لئے) شہر میں لے آئے ہیں) ورنہ کشتگان قہر کا شمار نہیں ہو سکتا (پس تم کو متنبہ ہونا چاہیے اور مقبولان الٰہی کی ہرگز مخالفت نہ چاہیے) اور ہم نے مانا کہ تم بھی نازنین (اور بوجہ طاعت وتقویٰ کے محبوب) ہو لیکن اپنے اندازہ پر (یعنی ان کے درجہ پر نہیں ہو) خدارا اپنی حد سے آگے قدم مت رکھنا (اور ان کا مقابلہ مت کرنا) اگر تم ایسے شخص پر جو تم سے زیادہ مقبول ومحبوب ہے حملہ کرو گے تو تم کو قعر زمین ہفتم کے نیچے پہنچائے گا تم کو خبر بھی ہے کہ قصہ عاد و ثمود کا (جو قرآن میں ہم کو سنایا گیا ہے) کس فائدے کے لئے ہے یہ صرف اس لئے ہے تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو کس پر ناز ہے (یعنی حق تعالیٰ کے محبوب ہیں جن کی مخالفت سے لاکھوں ہلاک کر دیئے گئے) اور یہ آثار جو واقع ہوئے ہیں (قارون کے لئے) خسف اور (قوم لوط کے لئے) سنگباری اور (ثمود

کے لئے) کہ یہ سب نفس ناطقہ (یعنی روح) کی عزت کا بیان اور اظہار ہے (کہ حضرات انبیاء علیہم السلام و مقبولین کی وجاہت و محبوبیت عند اللہ سب کو معلوم ہو جائے۔

جملہ حیواں را پۓ انساں بکش	جملہ انساں را بکش از بہر ہش
تمام حیوانات انسان کے لئے مارے جا سکتے ہیں	ہوشمند (انسان کامل) کے لئے سب انسان مارے جا سکتے ہیں
ہش چہ باشد عقل کل اے ہوشمند	عقل جزوی ہش بود اما نژند
اے عقلمند! ہوش کیا ہے؟ عقل کامل!	جزوی عقل رکھنے والا بھی (صاحب) (ہوش ہوتا ہے لیکن افسردہ
جملہ حیوانات وحشی ز آدمی	باشد از حیوان انسی در کمی
آدمی سے وحشت کرنے والے سب حیوان	مانوس جانوروں سے کم درجہ میں ہوتے ہیں
خون آنہا خلق را باشد سبیل	زانکہ وحشی اند از عقل جلیل
ان کا خون لوگوں کے لئے حلال ہے	کیونکہ وہ بڑی عقل (انسان) سے وحشی ہیں
خون ایشاں خلق را باشد روا	زانکہ انساں را نیند ایشاں سزا
ان کا خون لوگوں کیلئے روا ہے	کیونکہ انسان سے ان کو مناسبت نہیں ہے
عزت وحشی بداں ساقط شدست	کہ مر انساں را مخالف آمدست
وحشی (جانور) کی عزت اسی وجہ سے جاتی رہی	کہ وہ انسان کا مخالف ہے
پس چہ عزت باشدت اے نادرہ	چوں شدی تو حمر مستنفرہ
اے احمق! تیری عزت کیا رہے گی؟	جب تو بھڑکنے والے گدھوں (میں سے) بن گیا
خر نشاید کشت از بہر صلاح	چوں شود وحشی شود خونش مباح
مصلحت کی وجہ سے گدھے کو ذبح نہیں کیا جاتا ہے	جب وحشی (گورخر) ہو جاتا ہے تو اس کا خون حلال ہو جاتا ہے
گرچہ خر را دانش زاجر نبود	ہیچ معذورش نمیدارد ودود
اگرچہ گدھے میں روکنے والی عقل نہیں ہے	پھر بھی خدا اس کو معذور نہیں رکھتا ہے
پس چو وحشی شد ازاں دم آدمی	کے بود معذور اے یار سمی
پھر جب انسان اس (انبیاء کی) گفتگو سے وحشی ہو جائے	اے عالی قدر دوست! وہ کب معذور ہو گا؟
لاجرم کفار را شد خوں مباح	ہمچو وحشی پیش نشاب و رماح
لا محالہ کفار کا خون مباح ہو گیا	وحشی (جانور) کی طرح تیروں اور نیزوں کے سامنے

www.besturdubooks.wordpress.com

جفت و فرزندان شاں جملہ سبیل	زانکہ بے عقل اند و مردود و ذلیل
ان کی بیویاں اور اولاد سب مباح ہو گئے	اس لئے کہ وہ (دین سے) بے عقل ہیں اور مردود اور ذلیل ہیں
باز عقلے کو رمد از عقل عقل	گردد از عقلی بحیوانات نقل
پھر وہ عقل جو (انبیاء کی) عقل کل سے وحشت کرتی ہے	عقلمندی سے حیوانات کی طرف منتقل ہو جاتی ہے
بشنو اکنوں در بیان ایں سخن	قصہ از جان و نیکو گوش کن
اب اس سلسلہ میں ایک قصہ سن	دل و جان سے اور اچھی طرح سن

(نادرہ در محاورہ احمق را تحفہ و نادرہ می گویند اوپر مقبولان الٰہی کی عزت کا ہلاک کفار کا سبب ہونا مذکور تھا یہاں مثال کے ساتھ ان کفار مخالفین کا ذلیل اور کشتنی ہونا بیان فرماتے ہیں یعنی) جس طرح جمیع حیوانات (خصوص وحشی کما سیاتی) انسان کے واسطے کشتہ ہوتے ہیں اسی طرح انسان کو (جو کہ انسان مقبول سے وحشت و مخالفت کرتے ہوں) انسان صاحب ہوش (کامل یعنی انبیاء و اولیاء) کے واسطے کشتہ ہوسکتی ہیں (کیونکہ حیوان کو جو نسبت انسان کے ساتھ ہے انسان غیر مقبول کو وہی نسبت انسان مقبول کے ساتھ ہے پھر مقبولین کے لئے غیر مقبولین کا ہلاک ہو جانا کچھ محل عجب نہیں تھا) اور انسان صاحب ہوش سے مراد (مطلق ذی عقل نہیں کہ سب انسانوں کو شامل ہو بلکہ) وہ شخص ہے جو عقل کامل (بصیرت دین و معرفت حق) رکھتا ہے اور عقل ناقص (بالمعنی الاعم) ہوش ہے مگر افسردہ محض (کہ کامل کے مقابلہ میں اس کو عقل و ہوش کہنا زیبا نہیں آگے حیوانات میں سے بالخصوص وحشی کا بیان کرتے ہیں کہ) جتنے حیوانات آدمی سے وحشت کرتے ہیں وہ بہ نسبت مانوس حیوانات کے اور بھی پست حالت میں ہیں (یعنی زیادہ ذلیل ہیں جب غیر عقلاء میں بوجہ تفاوت مناسبت مع العقلاء کے باہم درجہ میں تفاوت ہے تو خود عقلاء کے ساتھ تو غیر عقلاء کو کس درجہ تفاوت ہوگا آگے پستی مذکور کا بیان ہے کہ) دیکھو ان کا خون خلق کے لئے (حیوانات اہلی سے زائد) بے دریغ مباح ہے کیونکہ وہ صاحب عقل عزیز (یعنی انسان) سے متوحش ہیں ان کا خون خلق کے لئے بے دریغ روا ہو گیا کیونکہ انسان کے ساتھ ان کو مناسبت نہیں (اور اہلی و وحشی میں اہلی کا بدون حاجت شدید ذبح نہ ہونا پھر غیر ماکول کا ذبح نہ ہونا اور وحشی کا محض لہو و تفریح کے لئے بلا لحاظ ضرورت و منفعت کے قتل کر ڈالنا دریغ و بے دریغ کے فرق کو ظاہر کر رہا ہے) پس جس حالت میں کہ وحشی جانور کی عزت کے ساقط ہونے کی صرف یہ وجہ ہے کہ وہ انسان کا مخالف ہے تو اے احمق تیری ہی کیا عزت ہوسکتی ہے جب تو (مقبولان الٰہی سے) وحشی گدھوں کی طرح (جو کہ شیروں سے بھاگتے ہیں) دور رہتا ہے (اہلی) گدھے کو بمصلحت (باربرداری و سواری وغیرہ کے) جان سے نہیں مارتے (یہ تو اثر تھا اتباع و اطاعت انسان کا لیکن اگر وحشی گدھا (یعنی گورخر) تو اس کا خون (مثل دوسرے شکار کے) مباح ہو جاتا ہے باوجودیکہ اس گورخر میں عقل نہیں جو اس کو (آدمی سے وحشت کرنے سے) زجر اور منع کرے مگر پھر بھی اس کو اللہ تعالیٰ معذور

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں رکھتے (ورنہ انسان کو تشریعاً اس کی اصطیاد سے منع فرمادیتے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ دحشت عن ذوی العقول کا اثر تکوینی اللہ تعالیٰ نے بے قدری بنائی ہے جب وہ غیر عاقل ہو کر معذور نہ ہوا تو انسان جو مقبولین سے مخالفت کرتا ہے وہ تو عاقل ہے پھر اگر انسان (عاقل ہو کر) اس بے (اس گفتار سے) یعنی تعلیم کامل سے) وحشی ومخالف بن جائے تو کب معذور ہو سکتا ہے اس وجہ سے لامحالہ کفار کا خون مباح ہو گیا جس طرح وحشی جانور کہ تیر اور نیزہ کے روبرو مباح ہو جاتا ہے اور کفار کے اہل وعیال سب (غنیمت میں) مباح ہو گئے کیونکہ دین سے بالکل بے عقل ہیں اور مردود و ذلیل ہیں (پس یہ وبال تو مطلق عقل دین سے دحشت ونفرت کرنے پر مرتب ہوا) پھر جو عقل (ناقص بالکل دین سے تو ناآشنا ہو مگر) عقل العقل (یعنی انبیاء واولیاء) سے (من وجہ) بھاگتی ہو) اس طرح سے کہ نصوص واحکام میں اپنی رائے وہوا سے تاویلیں کرتی ہو اور بے چون وچرا انقیاد محض وتسلیم خالص نہ کرے جیسا اہل بدعت کا شیوہ ہے) وہ بھی مرتبہ عقلیت سے حیوانات کی طرف منتقل ہو جاتی ہے (جیسا خوارج کی نسبت کلاب النار وارد ہے خلاصہ یہ کہ کفار تو مطلق عقل دین سے متوحش ہیں زیادہ گمراہ وذلیل ہیں اور اہل ہوا عقل کامل سے متوحش ہیں اس لئے دوسرے درجہ میں گمراہ وخوار ہیں غرض جس قدر عقل واہل عقل سے بعد ہوتا جاتا ہے مطرودیت ومردودیت بڑھتی جاتی ہے) اب اس مضمون کی توضیح میں (جو اوپر آچکا ہے شکر کن غرہ مشو الخ جس کا سلسلہ یہاں تک پہنچا ہے) ایک قصہ جان ودل سے اور اچھی طرح سن لو (کہ بناءً علی المشہور ہاروت وماروت کو اپنی تقدس پر اعتماد ہونے سے کیا ضرر ہوا اور تنبیہاً یہ ارشاد ہوا جو آگے آتا ہے عصمتے کہ مرشار اور تن ست الخ اور گو اہل تحقیق نے اس قصہ کی ہیئت کذائیہ تغلیط کی ہے مگر مولانا کو اس لئے مضر نہیں کہ ان کا اصلی مقصود مذمت عجب نص قطعی سے ثابت ہے)

اعتماد کردن ہاروت وماروت بر عصمت خویش

وامیری دنیا خواستن ودر فتنہ افتادن

ہاروت اور ماروت کا اپنی پاکدامنی پر گھمنڈ کرنا اور دنیا کی سرداری چاہنا اور فتنہ میں پھنس جانا

ہمچو ہاروت و چو ماروت شہیر	از بطر خور دند زہر آلود تیر
مشہور ہاروت اور ماروت جیسوں نے	تکبر کی وجہ سے زہر آلود تیر کھایا ہے
اعتمادے بودشاں بر قدس خویش	چیست بر شیر اعتماد گاؤ میش
ان کو اپنے تقدس پر گھمنڈ تھا	شیر (قضائے الٰہی) پر بھینس (انسان) کو کیا اطمینان ہو سکتا ہے
گرچہ او با شیر صد چارہ کند	شاخ شاخش شیر نر پارہ کند
اگرچہ وہ شیر کے مقابلہ میں سو تدبیریں کرے	نر شیر اس کے جوڑ جوڑ کے ٹکڑے کر دے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر شود پر شاخ ہمچو خار پشت	شیر خواہد گاؤ را ناچار کشت
خواہ وہ سینگوں سے ساہی کی طرح بھری ہو	لامحالہ شیر گائے کو مار ڈالے گا
گرچہ صرصر بس درختاں می کند	با گیاہ پست احساں می کند
اگرچہ آندھی بہت سے درختوں کو اکھاڑ دیتی ہے	(لیکن) چھوٹی گھاس پر احسان کرتی ہے
بر ضعیفی گیاہ آں باد تند	رحم کرد اے دل تو از قوت ملند
گھاس کی کمزوری پر تیز ہوا نے	رحم کیا اے دل تو قوت کے بارے میں نہ غرا
تیشہ را زانبوہی شاخ درخت	کے ہراس آید ببرد لخت لخت
درخت کی شاخ کے گھنے پن سے کلہاڑا	کب ڈرتا ہے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے
لیک بر برگے نکوبد خویش را	جز کہ بر نیشے نکوبد نیش را
لیکن پتے پر اپنے آپ کو نہیں مارتا ہے	سوائے سخت کے اپنی دھار نہیں چلاتا ہے
شعلہ را زانبوہی ہیزم چہ غم	کے رمد قصاب زانبوہے غنم
سوختے کے ڈھیر کے گھنے پن سے آگ کو کیا ڈر ہے	بکریوں کے ریوڑ سے قصاب کب بھاگتا ہے؟

(ربط اس کا ابھی اوپر بیان ہو چکا ہے یعنی عجب و تکبر سے ایسا حال ہوتا ہے) جس طرح ہاروت و ماروت (کا ہوا) کہ تکبر کے سبب (قہر کا) زہر آلودہ تیر لگا ان کو اپنے تقدس پر اعتماد ہوا تھا (بھلا) شیر پر گاؤمیش کا کیا اطمینان (اسی طرح بندہ قضا سے کیسے مامون ہو سکتا ہے) اگر گاؤمیش شیر کے سامنے (اپنی حفاظت کی) سو تدبیر کرے (تو کیا ہوتا ہے) شیر نر اس کا ایک ایک جزو ٹکڑے کر ڈالے بلکہ اگر بالکل کچھوہ کی طرح سخت اس کے تمام بدن پر سینگ ہی سینگ نکل آئیں جب بھی شیر (اگر چاہے) گاؤ کو ضرور ہی مار ڈالے یہی مثال قضا کی ہے بندوں کے ساتھ کہ تدبیر سے بچاؤ ممکن نہیں ہے اس لئے بے خوف ہو کر عجب و تکبر کرنا محض نادانی ہے البتہ اگر عجز و افتقار اختیار کرے تو موردِ رحم اور قہر قضا سے محفوظ رہ سکتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ (صرصر اگرچہ بہت سے درختوں کو اکھاڑ ڈالتی ہے لیکن گیاہ عاجز کے ساتھ احسان کرتی ہے (اور اس کو نہیں اکھاڑتی) اس گیاہ کے عجز و ضعف پر وہ ہوا رحم کرتی ہے پس تم بھی (قضا کے روبرو) زور و قوت مت بگھارو (آگے قضا اور متکبر کی دوسری مثال ہے کہ) تیشہ کو درخت کے شاخوں کے کثیر ہونے سے کب خوف ہوتا ہے وہ اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا ہے لیکن برگ کو تیشہ صدمہ نہیں پہنچاتا البتہ ریشہ یعنی موٹی جڑوں کو کاٹتا ہے (اس میں ضعیف کے موردِ رحم ہونے کی بھی مثال ہوگئی آگے تیسری اور چوتھی مثال ہے کہ) شعلہ کو لکڑیوں کے زیادہ ہونے سے کیا فکر (اسی طرح) بکریوں کے زیادہ ہونے سے قصاب کب بھاگتا ہے (یعنی قضا کو کسی کی کثرت و قوت مانع نہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش معنیٰ چیست صورت بس زبوں	چرخ را معنیش می دارد نگوں
معنیٰ (موثر) کے سامنے صورت (متاثر) کی کیا حقیقت ہے بہت عاجز	آسماں کو اس کا معنیٰ (موثر) اوندھا رکھتا ہے
تو قیاس از چرخ دولابی بگیر	گردشش از چیست از عقل منیر
تو (کنویں کی) گھری پر قیاس کر لے	اس کی گردش کس کی وجہ سے ہے؟ روشن عقل کی وجہ سے
گردش ایں قالب ہمچوں سپر	ہست از روح مستر اے پسر
ڈھال جیسے اس جسم کی گردش	اے صاحبزادے! چھپی ہوئی روح کی وجہ سے ہے
گردش ایں باد از معنیٰ اوست	ہمچوں چرخے کو اسیر آب جوست
اس ہوا کی گردش اس (اللہ تعالیٰ) کے اثر سے ہے	اس پن چکی کی طرح جو نہر کے پانی کی پابند ہے
جزر و مد و دخل و خرج ایں نفس	از کہ باشد جز ز جان پر ہوس
اس سانس کا اتار اور چڑھاؤ اندر جانا اور باہر نکلنا	سوائے پر ہوس روح کے کس کی وجہ سے ہے؟
گاہ جیمش می کند گہ حاؤ دال	گاہ صلحش می کند گاہے جدال
وہ (روح) اس (سانس) کو کبھی جیم بناتی ہے کبھی حا اور دال	کبھی اس کو (باعث) صلح بنا دیتی ہے کبھی لڑائی کا (سبب)
گہ یمینش می برد گاہے یسار	گہ گلستاں می کند گاہیش خار
کبھی اس کو دائیں طرف لے جاتی ہے، کبھی بائیں طرف	کبھی اس کو چمن بنا دیتی ہے، کبھی کانٹا
ہمچناں ایں آب را یزداں پاک	کرد بر فرعون خون سہمناک
اسی طرح اللہ پاک نے پانی کو	فرعون پر خوفناک خون بنا دیا
ہمچنیں ایں باد را یزدانِ ما	کردہ بد بر عاد ہمچوں اژدہا
اسی طرح ہمارے اللہ نے اس ہوا کو	قوم عاد پر اژدھے کی طرح بنا دیا تھا
باز ہم ایں باد را بر مومناں	کردہ بد بر عاد ہمچوں اژدھا
پھر اسی ہوا کو مومنوں پر	صلح اور رعایت اور امن بنا دیا تھا
باز ہم ایں باز را بر مومناں	کردہ بد صلح و مراعات و اماں
پھر اسی ہوا کو مومنوں پر	صلح اور رعایت اور امن بنا دیا تھا

(اوپر فرمایا تھا کہ قضا کے روبرو بندہ کی کچھ نہیں چلتی یہاں اس کے ایک قاعدہ کلیہ کے ضمن میں مع تمثیلات

www.besturdubooks.wordpress.com

عویدہ قاعدۂ مذکورہ کے بیان فرماتے ہیں حاصل اس وجہ کا یہ ہے کہ قضا مؤثر ہے اور بندہ متاثر اور قاعدہ ہے کہ مؤثر کے روبرو متاثر کی کچھ نہیں چلتی ان اشعار میں مؤثر کو معنی اور متاثر کو صورت کہا ہے وجہ تشبیہ دو ہیں اول مؤثر اکثر خفی ہوتا ہے مثل معنی کے اور متاثر محسوس ہوتا ہے مثل صورت کے دوسری مؤثر متبوع ہوتا ہے اور متاثر تابع جیسے معنی مقصود ہوتا ہے اور لفظ تابع پس فرماتے ہیں کہ) معنی (یعنی مؤثر) کے سامنے صورت (یعنی متاثر) کی کیا اصل ہے محض مغلوب ہے (مثال اول) دیکھو چرخ کو (باوجود اتنی بڑی جسامت کے) اس کا مؤثر (کس طرح) سرنگوں کئے ہوئے ہے (یہ مؤثر امر الٰہی ہے کہ اس ہیئت پر پیدا کیا) پس تم (اور چیزوں کو بھی) چرخ دولابی پر قیاس کرلو کہ اس کی گردش کس کے اثر سے ہے (یا تو روحانیت چرخ کی مراد ہے اگر ذی روح ہو یا ملائکہ مراد ہوں اور یہ حرکت ہونے کی تقدیر پر ہے گو اب تک کوئی دلیل اس پر قائم نہیں بلکہ ظاہراً سکون صحیح معلوم ہوتا ہے (مثال دوم) دیکھو اس جسم (انسانی) کی حرکت جو کہ (روح کے لئے) بمنزلہ سپر کے ہے روح مستور کی سبب سے ہے (جو مؤثر ہے مثال سوم) اس ہوا کی حرکت اس کی مؤثر کے سبب سے ہے (کہ امر الٰہی ہے) جیسے پن چکی کہ تابع (حرکت) آب کے ہوتی ہے (یہ مثال الشال مثال چہارم ہوگئی مثال پنجم) کی بیشی اور آمد و رفت سانس کی یہ کہاں سے ہے بجز روح کے (کہ اس میں مؤثر ہے) جو اس سانس کو (یعنی صورت کو کہ ایک متموج ہوا اور سانس ہے) کبھی تو جیم بنا دیتی ہے (اگر مخرج جیم پر اس کا اعتماد ہو گیا اسی طرح) کبھی حا اور دال بنا دیتی ہے (اور اگر ان حروف سے مل کر مرکب مفید نکلے تو) کبھی اس (کلام کو صلح اور کبھی جدال (کی گفتگو) کر دیتی ہے کبھی اس (صورت) کو (زبان و دہان کے) داہنے جانب لے جاتی ہے کبھی بائیں جانب لے جاتی ہے (کیونکہ مخارج حروف مختلف ہیں) اور کبھی اس (مرکب مفید) کو گلستان (کی طرح کلام فرحت انگیز) کر دیتی ہے اور کبھی خار (کی طرح کلام دلخراش) کر دیتی ہے (مثال ششم) اس طرح اس پانی کو ہمارے خدائے پاک نے (گر کہ مؤثر حقیقی ہیں فرعون پر خون سہمناک بنا رکھا تھا (مثال ہفتم) اسی طرح اس ہوا کو ہمارے خدائے پاک نے عاد کے حق میں تو مثل اژدہا کے (مہلک) کر دیا تھا اور اسی ہوا کو مومنین کے حق میں صلح و امن و رعایت (کا سبب) بنایا تھا)۔

گفت المعنیٰ ھو اللہ شیخ دیں	بحر معنیہاست رب العالمیں
دین کے شیخ نے فرمایا ہے معنی وہ اللہ ہی ہے	معانی کا سمندر رب العالمین ہے
جملہ اطباق زمین و آسماں	ہمچو خاشاکے دراں بحر رواں
زمین اور آسمان کے سارے طبقے	اس جاری سمندر میں تنکے کی طرح ہیں
جملہا در قص خاشاک اندراب	ہم ز آب آمد بوقت اضطراب
پانی کے اندر تنکے کے جملے اور رقص	پانی کے موجزن ہونے کی وقت پانی کی وجہ سے ہوتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ ساکن خواہدش کرد از مرا	سوئے ساحل افگند خاشاک را
چونکہ کشش سے اس کو سکون دینا چاہتا ہے	(اس لئے) تنکے کو ساحل پر پھینک دیتا ہے
چوں کشد از ساحلش در موجگاہ	آں کند آں موج کاتش با گیاہ
پھر جب اس کو ساحل سے موجوں کی جگہ لائے گا	وہ موج اس کے ساتھ وہ کرے گی جو آگ گھاس سے (کرتی ہے)
ایں حدیث آخر ندارد باز راں	جانب ہاروت و ماروت اے جواں
اس بات کا آخر نہیں ہے پھر چل	اے جوان! ہاروت و ماروت (کے قصہ) کی جانب

(تمثیلات مؤیدہ قاعدہ مذکورہ میں مؤثرات مختلفہ کا ذکر تھا اب فرماتے ہیں کہ گو مؤثرات ظاہری متعدد ہیں مگر مؤثر حقیقی سب میں ذات حق ہے یعنی) شیخ دین کا قول ہے کہ المعنی ہو اللہ (شیخ اکبر کا قول مشہور ہے فالکل عبارۃ وانت المعنی اور تفسیر معنی کی اوپر گزر چکی ہے) پس رب العالمین سب معانی (وعلل مؤثرہ) کے مرجع ہیں مثل بحر کے (کہ مرجع انہار ہوتا ہے وجہ تشبیہ صرف مرجعیت ہے نہ خصوصیات مرجعیت) پس تمام طبق زمین و آسمان کے (ان کے تصرف کے اس طرح تابع ہیں) گویا ایک خاشاک ہے بحر رواں میں کیونکہ خاشاک کو اچھلنا کودنا پانی میں پانی کے اضطراب کے سبب ہوتا ہے (اور اضطراب آب مؤثر ہوتا ہے اسی طرح موجودات عالم کے حالات کی علت تصریفات امر حق ہیں اس تصریف کو اضطراب کے ساتھ صرف تاثیر فی الافعال المختلفہ میں تشبیہ دے دی) اور جب ان کائنات کو ان کی سعی و حرکات سے ساکن کرنا چاہیں گے تو اس خاشاک کو ساحل پر (بیرون دریا) ڈال دیں گے (یعنی تعلق تاثیر ایجاد و ابقاء سے جدا کر دیں گے سب فنا ہو جائیں گی پھر جب ان کو ساحل (اعدام) سے موجگاہ (تاثیر ایجاد) کی طرف لے آئیں گے (مثلاً قیامت کے روز یا دنیا ہی میں تجدد امثال) تو اس خاشاک (کائنات) کے ساتھ ایسا تصرف (قوی) کریں گے جیسا آتش گیاہ کے ساتھ کرتی ہے (وجہ تشبیہ میں احراق ملحوظ نہیں بلکہ مطلق قوۃ تاثیر جیسا ظاہر ہے کہ پانی کی نسبت آتش و خاشاک و گیاہ میں زیادہ مؤثر ہے پانی کی تاثیر صرف صفت حرکت میں ہے اور آتش کی تاثیر تقلب ماہیت میں سو حق تعالیٰ چونکہ کائنات کی صفات و ذات دونوں میں مؤثر ہیں اس لئے تشبیہ آب کی بعد تشبیہ آتش نہایت موقع کی ہے اور اس مضمون (تاثیر قدرت الٰہیہ) کا تو کہیں خاتمہ نہیں اب پھر ہاروت و ماروت کی طرف رجوع ہونا چاہیے۔

بقیہ قصہ ہاروت و ماروت و نکال و عقوبت ایشان

ہاروت اور ماروت اور ان کی سزا اور عذاب کے قصہ کا بقیہ

چوں گناہ و فسق خلقان جہاں	می شدے روشن بایشاں آں زماں
جب دنیا کی مخلوق کی بدکاری اور گناہ	ان پر واضح ہوتا اس وقت

www.besturdubooks.wordpress.com

دستخائیدن گرفتندے زخشم	لیک عیب خود ندیدندے بچشم
وہ غصہ سے ہاتھ چبانا شروع کر دیتے	لیکن آنکھوں سے اپنا عیب نہ دیکھتے
خویش در آئینہ دید آں زشت مرد	رو بگر دانید ازاں وخشم کرد
بدصورت نے اپنے آپ کو آئینہ میں دیکھا	اس سے منہ پھیر لیا اور اس پر غصہ کیا
خویش بیں چوں از کسے جرمے بدید	آتشے در وے ز دوزخ شد پدید
خود بیں جب کسی کا کوئی گناہ دیکھتا ہے	اس میں دوزخ کی آگ نمودار ہو جاتی ہے
حمیت دیں خواند او آں کبر را	ننگرد در خویش نفس گبر را
اس تکبر کو وہ دین کی حفاظت بتاتا ہے	اپنے اندر بے دین نفس کو نہیں دیکھتا ہے
حمیت دیں را نشانے دیگرست	کہ ازاں آتش جہانے اخضرست
دینی حمیت کی علامت تو دوسری ہے	کہ اس آگ سے تو دنیا سرسبز ہوتی ہے

یعنی جب خلائق کے گناہ اور فسق پر ان دونوں کو اطلاع ہوتی تو اس وقت غصہ سے ہاتھ چبانا شروع کرتے لیکن اپنا عیب آنکھ سے نظر نہ آتا تھا جیسے کسی بدصورت آدمی نے اپنا منہ آئینہ میں دیکھا تھا اور منہ پھیر لیا تھا اور بہت خفا ہوا اسی طرح خود بین آدمی کا قاعدہ ہے کہ جب کسی کا جرم دیکھتا ہے تو اس کے باطن میں ایک آگ دوزخ کی مشتعل ہو جاتی ہے (مراد اس سے نفسانی غضب ہے جو اخلاق ذمیمہ موجب للناری ہے و نیز حدیث میں ہے کہ ایسا غضب شیطان سے ہے اور شیطان نار سے ہے پس غضب نار سے ہے غرض یہ غضب نار کا موجب بھی ہے اور موجب بھی) اور وہ اس غضب و کبر کو (تاویل کر کے) حمیت دینی کہتا ہے مگر اپنے اندر نفس ناپاک کو نہیں دیکھتا (تا کہ معلوم ہو کہ منشا اس کا نفس ہے نہ حمیت دینی کیونکہ) حمیت دینی کے تو آثار ہی اور ہوتے ہیں کہ اس کے آتش غضب سے ایک عالم سبز و شاداب ہوتا ہے (وجہ یہ کہ جو غضب فی اللہ اور للدین ہو گا اس میں اول تو رعونت نہیں ہوتی بلکہ عین غضب میں اپنے عیوب پر نظر رہتی ہے دوسرے اقوال و افعال میں اعتدال سے تجاوز نہیں ہوتا تیسرے بلا ضرورت مغضوب علیہ کو رسوا نہیں کرتا اور نہ دل سے اس کی بدخواہی کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا غضب طاعت اور موجب اصلاح و انتظام عالم و اقامۃ عدل بین الخلق ہے جس پر عمارت عالم موقوف ہے بخلاف غضب نفسانی کے کہ وہ ان علامات سے خالی ہے اس لئے وہ موجب فتنہ و فساد و ظاہری و ظلمت باطنی ہے)

گفت حق شاں گر شما روشنگرید	در سیہ کاراں مغفل منگرید
اللہ (تعالیٰ) نے ان (ہاروت و ماروت) سے فرمایا اگر تم نورانی ہو	سیاہ کاروں کو غفلت سے نہ دیکھو

www.besturdubooks.wordpress.com

شکر گوئید اے سپاہ و چاکراں	رستہ آید از شہوت و از مثل آں
اے سپاہیوں اور خادمو! شکر ادا کرو	کہ شہوت اور اس جیسی چیز سے بچے ہوئے ہو
گر ازاں معنیٰ نہم من بر شما	مر شما را پیش نپذیرد سما
اگر وہ معنیٰ (شہوت) میں تم میں رکھ دوں	تمہیں آسمان نہ قبول کرے
عصمتے کہ مر شمارا در تن ست	آں ز عکس عصمت و حفظ من ست
وہ پاکدامنی جو تمہارے جسم میں ہے	وہ میرے بچانے اور حفاظت کرنے کا اثر ہے
آں ز من بینید نز خود ہین وہیں	تانچر بد بر شما دیو لعیں
اس (عصمت) کو میری جانب سے سمجھو نہ کہ اپنی جانب سے خبردار خبردار	تاکہ تم پر لعین شیطان غالب نہ آ جائے

(اس میں عود ہے قصہ کی طرف یعنی) حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ اگرچہ تم نورانی ہو لیکن سیاہ کاروں کو مغفل (اور قہر خدا سے بے خبر) ہو کر مت دیکھو بلکہ شکر کرو کہ شہوت اور فرج سے فارغ ہو اگر وہ صفت (یعنی شہوت تمہارے اندر پیدا کر دوں تو آسمان تم کو قبول نہ کرے (یعنی ایسی معصیت میں مبتلا ہو جاؤ کہ آسمان میں رہنے کے قابل نہ رہو گے) پس یہ صفت معصومیت کی جو تمہاری ذات میں ہے یہ میری حفاظت کا فیض ہے تو اس کو میری عطا سمجھو اپنی صفت مت سمجھو تاکہ تم پر شیطان ملعون غالب نہ ہو جائے۔

آنچنانکہ کاتب وحی رسول	دید در خود حکمت و نور وصول
جیسا کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وحی کے کاتب نے	اپنے اندر حکمت اور وصول (الی اللہ) کی روشنی دیکھی
خویش را ہم لحن مرغان خدا	می شمرد آں بد صفیرے چوں صدا
اپنے آپ کو طائران قدس کا ہم نوا	سمجھا (حالانکہ) وہ صدائے بازگشت کی طرح کی آواز تھی
لحن مرغاں را اگر واصف شوی	بر ضمیر مرغ کے واقف شوی
اگر تو پرندوں کی بولی بولے	پرندہ کے دل سے تو کب واقف ہو سکتا ہے؟
گر بیا موزی صفیرے بلبلے	تو چہ دانی کوچہ گوید با گلے
اگر تو بلبل کی چہچہاٹ سیکھ لے	تو کیا جانے کہ وہ پھول سے کیا کہتی ہے؟
ور بدانی از قیاس و از گماں	باشد آں بر عکس آں اے ناتواں
اگر تو قیاس اور گمان سے کچھ بھی لے	(تو) اے ناتواں! وہ اس کے برعکس ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

باشد آں بے شک و بے شبہ گماں	چوں زلب جنباں گمانہائے کراں
وہ یقیناً (محض) گمان ہوگا	جیسا کہ بہرے کا گمان ہونٹ ہلانے والوں کے بارے میں

(یہ مقولہ ہے مولانا کا اور اس میں تقریر ہے مضمون بالا کی کہ جو صفت تبعاً ہو اس کو اصالتہً جاننا مذموم ہے) جیسا اس کاتب وحی رسول نے (جس کا قصہ اوپر آیا ہے) اپنے اندر جو علم اور نور وصول (الی الحقیقۃ) دیکھا تو اپنی کو طائران قدس (حضرت انبیاء علیہم السلام) کا ہم لحن سمجھنے لگا (کہ مجھ پر بھی انکشاف وحی کا ہوتا ہے) حالانکہ وہ صدائے کوہ کی طرح ایک صفیر تھی (کہ نقل ہوتی ہے آواز مرغ کی اسی طرح وہ عکس تھا نور نبوت کا بوجہ مجاورت کے اس سے حصول حقیقت کا دعویٰ بڑی غلطی ہے) مثلاً تم لحن طیور کی نقل اتارنے لگو تو اس سے طیور کی مافی الضمیر پر کب آگاہی ہوسکتی ہے (جو مدلول حقیقی ہی اصلی لحن طیور کا آگے تخصیص بعد التعمیم ہے یعنی) مثلاً کسی بلبل کی نقل اتارنا سیکھ لولیکن تم کو یہ کیا معلوم کہ وہ گل سے کیا کہہ رہی ہے اور اگر بالفرض کچھ جانا بھی تو وہ محض قیاس ہوگا (کہ اس کے نالہ کے وقت اس کی حرکات وسکنات سے استدلال کروگے تو وہ ایسا ہوگا) جیسے لب جنبان کو دیکھ کر بہری آدمیوں کا قیاس ہوتا ہے۔

بعیادت رفتن کر بخانۂ ہمسایۂ بیمار و رنجیدن بیمار

ایک بہرے کا بیمار پڑوسی کے گھر مزاج پرسی کے لئے جانا اور بیمار کا رنجیدہ ہونا

ربط اس کا بہت ماقبل سرخی سے ظاہر ہے

آں کرے را گفت افزوں مایۂ	کہ ترا رنجور شد ہمسایۂ
ایک ذی حیثیت آدمی نے بہرے سے کہا	کہ تیرا پڑوسی بیمار ہوگیا ہے
گفت با خود کر کہ باگوش گراں	من چہ دریابم زگفت آں جواں
بہرے نے اپنے دل میں کہا کہ بہرے کانوں سے	میں اس نوجوان کی گفتگو کیا سمجھوں گا
خاصہ رنجور وضعیف آواز شد	لیک باید رفت آنجا نیست بد
خصوصاً (جبکہ وہ) بیمار اور کمزور آواز والا ہوگیا ہے	لیکن وہاں جانا ہی چاہئے کوئی چارہ نہیں ہے
چوں بہ بینم کاں لبش جنباں شود	من قیاسے گیرم آنرا ہم زخود
جب میں دیکھوں گا کہ اس کے ہونٹ ہلتے ہیں	میں خودبخود اس سے قیاس کر لوں گا
چونکہ گویم چونی اے محنت کشم	او بخواہد گفت نیکم یا خوشم
جب میں کہوں گا اے میرے مصیبت زدہ دوست تو کیسا ہے؟	وہ کہے گا اچھا ہوں یا خوش ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

من بگویم شکر چہ خوردی ابا او بگوید شربتے یا ماش با

میں کہوں گا (اللہ کا) شکر ہے بابا کیا کھایا ہے؟ وہ یا شوربا کہے گا یا ارڈو کا شوربا

من بگویم صحّ نوشت کیست آں از طبیباں پیش تو گوید فلاں

میں کہوں گا تیرا پیا مناسب ہوا وہ کون ہے؟ طبیبوں میں سے تیرا معالج وہ کہے گا فلاں۔

من بگویم بس مبارک پاست او چونکہ او آید شود کارت نکو

میں کہوں گا وہ بہت مبارک قدم ہے چونکہ وہ آتا ہے، تیرا کام اچھا ہو جائے گا

پائے اورا آزمودستیم ما ہرکجا شد می شود حاجت روا

ہم نے اس کا قدم آزمایا ہے جہاں پہنچتا ہے حاجت روا بن جاتا ہے

ایں جوابات قیاسی راست کرد پیش آں رنجور شد آں نیک مرد

ان قیاسی جوابوں کو اس نے ٹھیک کر لیا (پھر) وہ نیک انسان بیمار کے پاس گیا

گوئیا رنجور را خاطرز کر اندکے رنجیدہ بود اے پرہنر

گویا بیمار کا دل بہرے سے کچھ رنجیدہ تھا، اے ہنرمند!

کر درآمد پیش رنجور و نشست برسر او خوش ہمی مالید دست

بہرا بیمار کے پاس پہنچا اور بیٹھ گیا اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگا

گفت چونی؟ گفت مردم گفت شکر شد ازو رنجور پر آزار و نکر

اس نے کہا تو کیسا ہے؟ (بیمار نے) کہا میں تو مر گیا اس نے کہا شکر ہے اس سے بیمار تکلیف اور ناگواری سے بھر گیا

کایں چہ شکرست او عدو ما شدست کر قیاسے کرد و آں کژ آمدست

کہ یہ کیسا شکر ہے وہ ہمارا دشمن ہوا ہے بہرے نے اٹکل لگائی اور وہ ٹیڑھی گئی

بعد ازاں گفتش چہ خوردی گفت زہر گفت نوشت باد افزوں گشت قہر

اس کے بعد اس سے کہا تو نے کیا کھایا ہے اس نے کہا زہر! اس نے کہا مبارک ہو اس کا غصہ اور بڑھا

بعد ازاں گفت از طبیباں کیست او کہ بیاید او بچارہ پیش تو

اس کے بعد اس نے کہا طبیبوں میں سے کون ہے جو تیرے پاس علاج کے لئے آتا ہے؟

گفت عزرائیل می آید برو گفت پایش بس مبارک شاد شو

(بیمار نے) کہا ملک الموت آتا ہے جا اس نے کہا اس کے قدم بہت مبارک ہیں خوش ہو جا

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں زماں از نزد او آیم برت	گفتم او را تا کہ گردد غمخورت
میں تیرے پاس ابھی اس کے پاس سے آیا ہوں	میں نے اس کو کہا ہے کہ تیری خبر گیری کرے
کر بروں آمد از انجا شادماں	شکر کش کردم مراعات ایں زماں
بہرا اس جگہ سے خوش خوش لوٹا	(اللہ کا) شکر ہے کہ میں نے اس وقت اس کا حق ادا کر دیا ہے
خود گمانش از کری معکوس بود	کہ زیان محض را پنداشت سود
بہرے پن کی وجہ سے اس کا گمان الٹا تھا	کہ خالص نقصان کو وہ نفع سمجھا
روبہ می گفت با خود از عما	شکر کہ کردم عیادت جار را
وہ راستہ میں اندھے پن سے اپنے دل میں سوچ رہا تھا	(خدا) کا شکر ہے کہ میں نے پڑوسی کی عیادت کر لی

(لغات) بدچارہ ابانان خورش ماش باشوربائے ماش صح خوب شد نکر ناگواری رو برو یعنی روے خود در راہ آوردہ۔ حل لغات کے بعد مطلب قصہ کا صاف ہے حاجت بیان نہیں۔

گفت رنجور ایں عدو جان ماست	ماندانستیم کو کان جفاست
(لیکن) مریض نے کہا یہ تو ہماری جان کا دشمن ہے	ہم نہ سمجھے تھے کہ وہ تو ظلم کی کان ہے
خاطر رنجور جویاں صد سقط	تا کہ پیغامش کند از ہر نمط
مریض کا دل سینکڑوں بری باتیں سوچ رہا تھا	تاکہ اس کو ہر طرح کا پیغام بھیجے
چوں کسے کو خوردہ باشد آش بد	می بشوراند دلش تا قے کند
اس شخص کی طرح جس نے خراب حریرہ پیا ہو	اس کا دل متلا رہا ہو تاکہ قے کر ڈالے
کظم غیظ اینست آنرا قے مکن	تا بیابی در جزا شیریں سخن
غصہ کو گھونٹنا یہی ہے کہ اس کو نہ اگل	تاکہ بدلے میں میٹھی بات حاصل ہو
چوں نبودش صبر می پیچید او	کایں سگ ملعون کجا گفتار کو
چونکہ اس میں صبر (کا مادہ) نہ تھا وہ بل کھا رہا تھا	کہ یہ ملعون کتا بکواس کرنے والا کہاں ہے؟
تا بریزم بروے آنچہ گفتہ بود	کاں زماں شیر ضمیرم خفتہ بود
تاکہ اس پر پلٹ دوں جو اس نے کہا ہے	کیونکہ اس وقت میرے اندر کا شیر سو رہا تھا
چوں عیادت بہر دل آرامی ست	ایں عیادت نیست دشمن کامی ست
جبکہ بیمار پرسی دل کو آرام پہنچانے کے لئے ہے	یہ تو بیمار پرسی نہیں ہے عداوت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بہ بیند دشمن خود را نزار	تا بگیرد خاطر زشتش قرار
تا کہ اپنے دشمن کو بدحال دیکھے	تا کہ اس کی بری طبیعت کو سکون ہو

(اس میں ذکر ہے اس مریض کے غصہ کا اور ضمن میں بعض نصائح کا یعنی) اس بیمار نے کہا کہ یہ بہرا تو ہماری جان کا دشمن نکلا ہم کو خبر نہ تھی کہ یہ معدن بے وفائی ہے اور اسی طرح کی بری بھلی سینکڑوں باتیں وہ بیمار دل میں سوچ رہا تھا کہ ہر طرح کی (سخت سست) باتیں اس کو سناؤں اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی نے کوئی بدمزہ بدبو سالن کھالیا ہو تو اس کو اچھال ہوتا ہے تا کہ قے کر ڈالے (اسی طرح اس کے نفس میں شورش ہو رہی تھی کہ سب باتیں اگل ڈالوں درمیان میں مولانا فرماتے ہیں کہ) کظم غیظ کے یہی معنی ہیں (کہ گو غصہ میں کیسی ہی بری بری باتیں دل میں سے جوش زن ہوں مگر) ان کو اگل مت ڈالو تا کہ اس کی جزا میں تم کو سخن شیریں حاصل ہو (سخن شیریں سے مراد وعدہ و بشارت الٰہیہ جو کظم غیظ پر فرمایا ہے و سارعوا الی مغفرۃ الی قولہ المحسنین مگر) چونکہ اس مریض کو کسی طرح صبر نہ آتا تھا اس لئے وہ پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ یہ سگِ ملعون کج سخن کہاں چلا گیا تا کہ جو کچھ یہ کہہ کر گیا ہے میں بھی تو کچھ اس کی خبر لوں کیونکہ اس وقت میرا شیر ضمیر خفتہ تھا (یعنی اس وقت کچھ جوش نہ آیا تھا) اور عیادت تو راحت دل کے لئے ہوا کرتی ہے اس نے جو عیادت کی ہے یہ عیادت نہیں بلکہ پوری دشمنی ہے کہ اپنے دشمن کو نزار دیکھ کر دل کو قرار ہوتا ہے (اسی طرح اس شخص نے میری تکلیف کو دیکھ کر اظہار مسرت لیا)

بس کساں کایشاں عبادتہا کنند	دل برضواں و ثواب آں نہند
بہت انسان ہیں جو عبادت کرتے ہیں	اور (اللہ تعالیٰ کی) خوشنودی اور اس کے ثواب کی امید کرتے ہیں
خود حقیقت معصیت باشد خفی	بس کدر کانرا تو پنداری صفی
(لیکن) وہ چھپی ہوئی گنہگاری ہوتی ہے	بہت سے کدر پانی ہوتے ہیں جن کو تو صاف پانی سمجھتا ہے
ہمچوں آں کر کو ہمی پنداشت ست	کو نکوئی کردو آں خود بدبدست
اس بہرے کی طرح جس نے یقین کیا ہے	کہ اس نے بھلائی کی (حالانکہ) وہ برائی تھی
او نشستہ خوش کہ خدمت کردہ ام	حق ہمسایہ بجا آوردہ ام
وہ خوش ہو بیٹھا کہ میں نے خدمت کی ہے	(اور) پڑوسی کا حق ادا کیا ہے
بہر خود او آتشے افروخت ست	در دل رنجور و خود را سوخت ست
اس نے (تو) اپنے لئے آگ بھڑکا دی ہے	بیمار کے دل میں اور اپنے آپ کو پھونک دیا ہے
فاتقوا النار التی او قدتمو	انکم فی المعصیہ ازدد تمو
اس آگ سے بچو جو تم نے بھڑکائی	تم نے تو گنہگاری میں ترقی کی ہے

www.maktabah.org

گفت پیغمبرؐ بیک صاحب ریا	صل انک لم تصل یا فتیٰ
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک ریاکار سے فرمایا	اے نوجوان! نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی ہے

(اس میں انتقال ہے قصہ سے طرف ارشاد کے یعنی) بہت لوگ اپنی رائے سے) عبادتیں کرتے ہیں اور امید رضائے حق اور ثواب کی رکھتے ہیں مگر واقع میں وہ معصیت خفیہ ہوتی ہے اور بہت سے مکدر اعمال کو تم صاف سمجھتے ہو جس طرح وہ بہرا (اپنی رائے سے عمل کر کے) سمجھا تھا کہ میں نے بڑا اچھا کام کیا حالانکہ وہ قبیح محض تھا اور وہ خوش تھا کہ میں خدمت عیادت بجالایا ہوں اور ہمسایہ کا حق ادا کیا ہے لیکن اس نے قلب مریض میں اپنے (ضرر کے لئے) ایک آگ (رنج کی) مشتعل کر دی اور اس میں اپنی کو سوختہ کیا (یہ بیان ہے ضرر کا کیونکہ بلاوجہ کسی کو ایذاء دینا معصیت ہے اسی طرح تم جو محض رائے وقیاس سے عمل کر رہے ہو) تم بھی اس نار جہنم سے ڈرو جس کو تم نے روشن کر رکھا ہے اس لئے کہ معاصی میں بڑھتے جاتے ہو (گو اپنی غلطی سے اس کو طاعت سمجھتے ہو) جس طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب ریا سے فرما دیا تھا کہ جاؤ پھر نماز پڑھو تمہاری نماز نہیں ہوئی (صحاح میں یہ قصہ ہے کہ اس نے نماز میں تعدیل ارکان نہ کیا تھا باقی اس کا ریاکار ہونا کہیں منقول نہیں بلکہ جاہل اور ناواقف تھا لیکن اصل مطلب اس زیادہ پر موقوف نہیں وہ یہ کہ بعض اوقات اپنے گمان میں ایک عمل کو کامل سمجھا جاتا ہے اور اس میں نفسانی یا شیطانی ظاہری یا باطنی جو غوائل ہوتے ہیں اس سے وہ عمل ناقص ہو جاتا ہے سو یہ مطلب اس زیادہ پر موقوف نہیں بلکہ اگر یہ ثابت ہوتی تو محتاج توجیہ بعید ہوتی کیونکہ ریاکار گمان غلط میں نہیں ہوتا جس کا اوپر سے ذکر چلا آتا ہے۔

از برائے چارۂ ایں خوفہا	آمد اندر ہر نمازے اھدنا
ان ہی اندیشوں کے علاج کے لئے	ہر نماز میں "اے اللہ ہماری رہنمائی فرما" آیا ہے
کیں نمازم رامیامیز اے خدا	بانماز ضالین و اہل ریا
کہ اے اللہ! میری اس نماز کو نہ ملا	گمراہوں اور ریاکاروں کی نماز کے ساتھ
از قیاسے کہ بکرد آں کر چنیں	صحبت دہ سالہ باطل شد بدیں
اس اٹکل کی وجہ سے جو اس بہرے نے کی	دس سال کی دوستی ٹوٹ گئی
خواجہ پندارد کہ طاعت می کند	بے خبر کز معصیت جاں می کند
جناب سمجھ رہے ہیں کہ عبادت کرتے ہیں	اس سے بے خبر ہیں کہ گناہ کی وجہ سے جان کو ہلاک کر رہے ہیں
رو قیاس خویشتن را ترک کن	کز قیاست تو شود ریش کہن
جا اپنا قیاس چھوڑ	کیونکہ تیرے قیاس کی وجہ سے زخم پرانا بن جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

خاصہ اے خواجہ قیاس حس دوں	اندر آں وحی کہ ہست از حد فزوں
اے صاحب! خصوصاً وہ قیاس جو ناقص حس کے ذریعہ ہو	اس وحی میں جو (تیری) حد سے آگے ہے
گوش حس تو بحرف ار در خورست	داں کہ گوش غیب گیر تو کرست
تیرے حس کا کان اگر حرفوں کے لائق ہے (بھی)	(تو) سمجھ لے کہ تیرا غیب کو سننے والا کان بہرا ہے

(یہ ماقبل پر مرتب ہے یعنی چونکہ طاعات میں معصیت خفیہ کا احتمال ہوتا ہے) ان ہی احتمالات کے تدارک کے لئے ہر نماز میں دعائے اہدنا الصراط المستقیم داخل ہے (جس کے عموم میں یہ مضمون بھی داخل ہے) کہ اے اللہ میری نماز کو (کہ صراط مستقیم کا جزو ہے) ضالین (فاقدان قوت علمیہ) اور اہل ریا کے ساتھ (جو فرد ہی مغضوب علیہم یعنی فاقدان قوت عملیہ کی) شامل مت کیجیو (کیونکہ معصیت کی بھی دو انواع ہیں اور دونوں کبھی خفی ہوتی ہیں اور قیاس محض بطلان عمل سے بچنے میں قابل اعتماد نہیں دیکھو) اس بہری کے قیاس کی بدولت دس سال کی ملاقات ضائع ہوگئی (اسی طرح) میاں تو سمجھ رہے ہیں کہ میں طاعت کرتا ہوں اور اس کی خبر نہیں کہ معصیت سے اپنا ضرر کر رہے ہیں (اہل اللہ کی خدمت میں) جاؤ اور اپنا قیاس ترک کرو کیونکہ تمہاری قیاس سے تمہارا زخم ناسور بن جائے گا (یعنی امراض نفسانیہ زیادہ جاگزیں ہو جائیں گے) خصوصاً وہ قیاس جو حواس کے واسطہ سے ہو جو کہ (مرتبہ میں عقل سے بھی) کم رتبہ ہے اور ایسی وحی کے مقابلہ میں قابل اعتبار نہیں اور احساس کا مرتبہ تو عقل سے بھی کم ہے تو جو قیاس اس کے واسطہ سے ہوگا جس کو عرف معقول میں استقراء اور تمثیل کہتے ہیں اس کی تو وحی کے مقابلہ میں کیا وقعت ہے) اور اگرچہ تمہارا گوش حس حروف (کی ادراک کی لیاقت رکھتا ہے مگر (اس سے کیا ہوتا ہے کیونکہ) وہ جو گوش (باطنی ہے جو کہ غیب) (یعنی وحی) کا ادراک کرنے والا ہے وہ تو بہرا ہے (اور اسرار وحی کے ادراک کے لئے اس کی ضرورت ہے پس جب وہ نہیں ہے تو اگر اسرار و حکم تک تمہارا قیاس نہ پہنچے تو ان کی نفی مت کرو اور با چوں و چرا اس پر عامل رہو اور اپنے قیاس ناقص کا اتباع مت کرو اور مقابلہ وحی کی قید مفید اس کو ہے کہ مطلق قیاس مذموم نہیں بلکہ صرف وہ جو بمقابلہ نص کے ہو بخلاف قیاس مجتہدین کے کہ تابع نص کے ہے کہ وہ محمود اور ممدوح ہے)

دربیان آنکہ اول کسیکہ در مقابل نص صریح قیاس آورد ابلیس بود

اس بیان میں کہ جس نے سب سے پہلے صریح نص کے مقابلہ میں قیاس کیا وہ شیطان تھا (اس میں مضمون سابق کی تقریر ظاہر ہے اور یہ ترجمہ ہے قول مشہور اول من قاس ابلیس کا جس کی شرح ابھی گزری ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

اول آں کس کیں قیاسکہا نمود	پیش انوار خدا ابلیس بود
سب سے پہلا شخص، جس نے یہ بیہودہ قیاس کئے	خدائی انوار کے مقابلہ میں وہ شیطان تھا
گفت نار از خاک بیشک بہتر ست	من زنار و او زخاک اکدرست
اس نے کہا کہ یقیناً آگ مٹی سے بہتر ہے	میں آگ سے اور وہ (آدم) تاریک مٹی سے بنا ہے
پس قیاس فرع بر اصلش کنیم	او ز ظلمت ما ز نور روشنیم
ہم فرع کو اصل پر قیاس کریں گے	وہ تاریکی سے، میں روشن نور سے (بنا) ہوں
گفت حق نے بلکہ لا انساب شد	زہد و تقویٰ فضل را محراب شد
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا نہیں بلکہ "نسبت کچھ نہیں" طے ہوگیا ہے	پرہیزگاری اور تقویٰ بزرگی کا مقام بن گیا ہے

یعنی) اول جس شخص نے انوار الٰہیہ (یعنی احکام منصوصہ) کے مقابلہ میں بے ہودہ قیاسات چلانا شروع کئے وہ ابلیس تھا چنانچہ اس نے کہا کہ خاک سے نار افضل ہے اور میں نار سے پیدا کیا گیا ہوں اور آدم علیہ السلام خاک تیرہ سے بنائے گئے ہیں؛ بس مناسب ہے کہ فرع کو اصل پر قیاس کیا جائے سو وہ مادۂ ظلمانی سے بنے ہیں (وہ انکی اصل ہوئی) اور میں مادۂ نورانی سے بنا ہوں (وہ میری اصل ہوئی اس لئے میں ان سے افضل ہوا اور اس قیاس میں غلطی یہ ہے کہ اس کی صحت موقوف ہے اس مقدمہ پر کہ علت مسجودیت کی فضیلت باعتبار مادہ کی ہے حالانکہ یہ مقدمہ محض بلا دلیل ہے بلکہ جب نص اس کے خلاف ہے تو خلاف دلیل ہونے سے مقدمہ مذکورہ باطل بالدلیل ہے) حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ یہ بات نہیں بلکہ (ہمارے نزدیک) نسب کا (بالاستقلال) اعتبار نہیں صرف زہد و تقویٰ افضلیت کا مدار ہے (جیسا ارشاد ہے فلا انساب بینھم اور ارشاد ہے ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم پس گو نسب یعنی نسبت الی الجسم النورانی میں تو بڑھا ہوا ہے مگر زہد و تقویٰ ان میں زیادہ ہے اس لئے یہ افضل میں حاصل جواب اس مقدمہ مطویہ متضمنہ قول ابلیس پر منع مع السند ہے اور سند میں علت مسجودیت بتلادی گئی اور حضرت آدم علیہ السلام کا تقویٰ و خشیت تو ان کے عذر سے ظاہر ہے بخلاف ابلیس کے کہ کیسی بیباکی و شوخی سے گفتگو کا اسی طرح زہد یعنی حب دنیا نہ ہونا کہ توبہ دلیل ہے ترک جاہ کی جو دنیا کی شعب میں بڑا شعبہ ہے بخلاف ابلیس کے کہ جاہ مانع ہوا سجود اور پھر معذرت سے اور جواب مذکور اس عنوان سے گو کلام الٰہی میں مفصلاً مذکور نہیں مگر فما یکون لک ان تتکبر فیھا) کی شرح ہوسکتا ہے اس طرح سے کہ تجھ کو اپنے کو بڑا سمجھنا نہ چاہیے کیونکہ جس بڑائی پر مدار حکم رکھا گیا ہے یعنی فضیلت زہد و تقویٰ وہ تجھ میں نہیں اور جو تیرے اندر ہے اس پر مدار نہیں رکھا گیا)

ایں نہ میراث جہان فانی ست	کہ بہ انسابش بیابیٔ جانی ست
یہ فانی دنیا کی وراثت نہیں ہے	جسکو نسب کی بنیاد پر حاصل کرلے (بلکہ) روحانی (وراثت) ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ ایں میراثہائے انبیأ ست	وارث ایں جانہائے اتقیاء ست
بلکہ یہ انبیاء کا ورثہ ہے	اس کی وارث متقیوں کی جانیں ہیں
پور آں بوجہل شد مومن عیاں	پور آں نوحؑ نبی از گمرہاں
ابو جہل کا بیٹا علی الاعلان مومن بنا	نوح نبی کا بیٹا گمراہوں میں سے (بنا)
زادۂ خاکی منور شد چو ماہ	زادۂ آتش توئی اے روسیاہ
خاک سے پیدا شدہ چاند کی طرح منور ہوا	اے روسیاہ! تو آگ سے پیدا شدہ ہے

(یہ مقولہ ہے مولاناؒ کا اور اس میں تائید ہے مضمون سابق لاانساب کی یعنی) یہ فضیلت کوئی میراث دنیوی نہیں ہے کہ نسب کے علاقہ سے حاصل ہو جائے بلکہ یہ روحانی میراث ہے (آگے اس کا بدل ہے یعنی بلکہ) یہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی میراث ہے اور اس کے وارث متقی لوگ ہیں دیکھو ابو جہل کے فرزند (حضرت عکرمہؓ) مومن (اور صحابی) ہوں تو حضرت نوح علیہ السلام کا فرزند (کنعان) گمراہ ہو (بس اسی طرح) خاک زادہ یعنی حضرت آدم علیہ السلام) چاند کی طرح منور ہو گئے اور اے سیاہ رو (ابلیس) تو آتش زادہ ہے (مگر تیرہ و تار ہے یہ خطاب ابلیس کو بطور صنعت التفات کے ہے چونکہ ذکر احوال سے ذہن میں استحضار ہو گیا)

ایں قیاسات و تحری روز ابر	یا بشب مر قبلہ را کردست جبر
یہ اٹکل اور قیاس ابر کے دن	یا رات میں قبلہ کا بدل ہیں
لیک با خورشید و کعبہ پیش رو	ایں قیاس و ایں تحری را مجو
لیکن سورج اور کعبہ کے سامنے ہوتے ہوئے	یہ قیاس اور یہ اٹکل کام میں نہ لا
کعبہ نادیدہ مکن رو زو متاب	از قیاس اللہ اعلم بالصواب
کعبہ کو ان دیکھا نہ بنا اس سے منہ نہ موڑ	قیاس کر کے (اور) اللہ بہتر جانتا ہے

(بعد اتمام قصہ رجوع ہے طرف مضمون بالا مذمت قیاس معارض نص کے یعنی) یہ قیاسات اور تحری (یعنی اٹکل) ابر کے روز یا رات کے وقت (جب قبلہ دلیل یقینی سے معلوم نہ ہو) قبلہ کا جابرہ اور بدل بن سکتا ہے لیکن آفتاب کے نکلے ہوئے اور کعبہ کے سامنے ہوتے ہوئے تو قیاس اور تحری کی طلب جائز نہیں (اسی حالت میں تو) کعبہ کو ان دیکھا مت سمجھو اور اس سے محض قیاس کی بناء پر منہ مت پھیرو (بس اسی طرح دلیل وحی مثل طلوع آفتاب اور مشاہدہ کعبہ کے ہے پس قیاس کی گنجائش کہاں ہے اور اس مثال میں اشارہ صریحہ ہے کہ جب نص ثبوتاً یا دلالۃً موجود نہ ہو تو قیاس مذموم نہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں صفیرے بشنوی از مرغ حق	ظاہرش را یاد گیری چوں سبق
جب تو طائر قدس کی آواز سن لیتا ہے	اس کے ظاہر کو سبق کی طرح رٹ لیتا ہے
وانگہے از خود قیاسا تے کنی	مرخیال محض را ذاتے کنی
پھر اپنی جانب سے قیاسات کرتا ہے	محض خیال کو تو ذات بنا لیتا ہے
اصطلاحاتے ست مرابدال را	کہ نباشد زاں خبر اقوال را
ابدال کی خاص اصطلاحیں ہیں	(صاحب) اقوال کو ان کا علم نہیں ہوتا ہے
منطق الطیری بصوت آموختی	صد قیاس و صد ہوس افروختی
تو نے پرندوں کی بولی آواز سے سیکھ لی	(اور) سینکڑوں قیاس اور سینکڑوں ہوسیں روشن کر دیں
ہمچو آں رنجور دلہا از تو خست	کر بہ پندار اصابت گشت مست
اس بیمار کی طرح تجھ سے بہت سے دل شکستہ ہو گئے	بہرا درستگی کے گھمنڈ سے مست ہو گیا
کاتب آں وحی زاں آواز مرغ	بردہ ظنے کو بود انباز مرغ
اس وحی کا کاتب طائر قدس کی وآواز سے	گمان کرنے لگا کہ وہ طائر قدس کا شریک ہے
مرغ پرے زد مراورا کور کرد	نک فرو بردش بقعر مرگ و درد
طائر قدس نے ایک پر مارا (اور) اس کو اندھا کر دیا	اس کو موت اور عذاب کے نشیمے میں اتار دیا

(اوپر مذمت تھی قیاس سے نصوص کے مقابلہ کرنے کی اس میں مذمت ہے قیاس سے اولیاء اللہ کی ہمسری کرنے کی یعنی) تمہاری یہ حالت ہے کہ کسی طائر حظیرۂ قدس (یعنی ولی کامل) سے کوئی صفیر (یعنی کوئی تحقیق حکمت) سن لی اور اس کے الفاظ کو سبق کی طرح یاد کر لیا اور پھر اپنی طرف سے اس میں بہت سے قیاسات ملا لئے اور ان قیاسات سے ان الفاظ کے خیالی اور غلط مدلولات معین کئے اور ان مدلولات وآثار کو اپنے اندر موجود پایا بس اپنے کو ان مقامات وکمالات سے جو کہ خیال محض ہے موصوف سمجھنے لگے پس خیالات کو حقائق (کمالات) سمجھ گئے (حالانکہ) اولیاء اللہ کے خاص اصطلاحات ہوتے ہیں جن کی اہل عقل کو خبر بھی نہیں ہوتی (مراد اصطلاح سے اصطلاح مصطلح نہیں ہے کیونکہ اس کا جان لینا نہ کچھ مشکل ہے نہ کوئی کمال ہے مثل لغات کے کتب فن میں وہ بھی مدون ہیں بلکہ وہ حقائق کمالات مراد ہیں جن پر وہ الفاظ لغویہ یا اصطلاحیہ دلالت کر رہی ہیں چونکہ وہ امور ذوقیہ ہیں اس لئے ان کے ادراک حقیقت کے لئے عقل کافی نہیں پس خفاء عن العقل میں اصطلاح سے تشبیہ دے دی مثلاً کسی عارف سے محبت الٰہیہ کو سنا اس کا مدلول ایسا میلان قلب قرار دیا جو خود کے اندر بھی ہے بس اپنے کو محبین میں داخل کر لیا حالانکہ اس کا مدلول ایک خاص کیفیت ہے جو بدون حصول کے مدرک نہیں ہوتی جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

نابالغ لفظ لذت جماع سے شیرینی کی سی لذت مراد لے کر اپنے کو اس لذت سے متلذذ سمجھنے لگے اسی طرح) تم نے نطق طور کا لہجہ سیکھ لیا ہے اور اس میں صدہا قیاس اور صدہا خیالات وگمان پیدا کر رکھے ہیں جیسا احقر نے ابھی بیان کیا) اس لئے رنجور کی طرح بہت سے اولیاء اللہ کے) قلوب تم سے کبیدہ ہو رہے ہیں (کہ تم حقائق کمالات کو نہیں جانتے اور گمان ہے کہ جانتا ہوں جیسا) وہ بہرا اپنی صحیح الفہمی کے خیال میں مست تھا (اور جس طرح) وہ کاتب وحی آواز طائر قدس سے (یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاوت سے) گمان کر بیٹھا کہ میں بھی آپ کا شریک (وحی) ہوں طائر قدس نے جو ایک پر مارا تو اس کو نابینا کر دیا اور ہلاکت اور عقوبت کے قعر میں پہنچا دیا (یعنی آپ کے قلب مبارک کی متاذی ومکدر ہونے سے اس کا علم وایمان اس وقت سلب ہو گیا پس دعویٰ کمال واشتہار مشیخت سے کہ مستلزم دعویٰ مساوات کاملین وموجب اضلال خلق ہے اولیاء اللہ کو ناگواری ہوئی ہے اس کے وبال وضرر سے بچنے کے لئے ترک دعویٰ واتباع کاملین واجب ہے)

ہیں بعکسے یا بظنے ہم شما	در میفتید از مقامات سما
خبردار! تم بھی پر تو یا گمان کی وجہ سے	آسمانی مراتب سے نہ گر پڑنا
گرچہ ہاروتید و ماروت وفزوں	از ہمہ بر بام نحن الصافون
اگرچہ تم ہاروت اور ماروت ہو اور بڑھ کر	سب سے "ہم صف بندی کرنے والے ہیں" کے ایوان پر
بر بدیہائے بداں رحمت کنید	بر منی و خویش بینی کم تنید
بروں کی برائی پر رحم کرو	خودی اور خود پسندی پر نہ اکڑو
ہیں مبادا غیرت آید از کمیں	سرنگوں افتید در قعر زمیں
خبردار! غیرت (خداوندی) گھات سے نہ نکل آئے	(اور) زمین کے گڑھے میں اوندھے گرو

(اس میں عود ہے طرف قصۂ ہاروت و ماروت کے اور تتمہ ہے مقولہ سابقۂ حق تعالیٰ کا عصمتے کہ مرشما را در تن ست الی آخر الابیتین اور اس تتمہ میں لفظ ہم باعتبار اپنے مقولہ یعنی قصص معترضہ کاتب وحی وعیادت اصم کے لئے آئے یعنی) تم لوگ محض (میری عصمت کے) عکس یا گنہگاروں پر) ظن بد کی سبب مقامات سماویہ سے نہ گر جانا تم ہاروت و ماروت ہو اور (اپنی) سب (بچھوں) سے بام نحن الصافون پر افضل ہو (قرآن مجید میں یہ ملائکہ کا قول مذکور ہے یعنی ہم حق تعالیٰ کو رو برو صف باندھ کھڑے ہوتے ہیں غرض تا ہم) بدوں کی بدی پر رحم کھانا چاہیے اور کبر وخود بینی میں نہ اینٹھنا چاہیے دیکھو ایسا نہ ہو کہ غیرت (الٰہیہ) کمین سے نکل پڑے اور تم قعر زمین میں سرنگوں جا پڑو (جیسا حدیث میں ہے لاتظہر الشماتۃ لاخیک فیرحمہ اللہ ویبتلیک یعنی اپنے کسی بھائی مسلمان کی بدحالی پر چنگو مشکومت ورنہ اس پر رحمت ہو جائے گی اور تم اسی بلا میں مبتلا ہو جاؤ گے)

ہر دو گفتند اے خدا فرماں تراست	بے امان تو امانے خود کجاست
(ہاروت ماروت) دونوں نے کہا اے خدا! حکم تو آپ ہی کا ہے	تیری امان کے بغیر امان کہاں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں ہمی گفتند دل شاں می طپید	بد کجا آید زما نعم العبید
یہ وہ کہہ رہے تھے (اور) ان کا دل بے چین تھا	ہم بہترین غلاموں سے برائی کیسے سرزد ہوسکتی ہے؟
خار خار دو فرشتہ ہم نہشت	تا کہ تخم خویش بینی رانکشت
ان دونوں فرشتوں کے وسوسوں نے نہ چھوڑا	جب تک کہ خود بینی کا بیج نہ بو دیا
پس ہمی گفتند کاے ارکانیاں	بے خبر از پاکی روحانیاں
وہ کہتے تھے اے عناصر سے بنے ہوؤ!	روحانی مخلوق کی پاکیزگی سے بے خبر
ما کہ بر گردوں تقہامی تنیم	برزمیں آئیم وشادرواں زنیم
ہم جو کہ آسمان پر (عبادت کے) خیمے تانتے ہیں	ہم زمین پر آئیں گے اور (کارناموں کے) شامیانے لگا کر رہیں گے
ہردو شاں گفتند مارا باک نیست	کہ سرشت ماز آب وخاک نیست
ان دونوں نے کہا ہمیں کوئی پروا نہیں ہے	اس لئے کہ ہمارا خمیر پانی اور مٹی کا نہیں ہے
عدل ورزیم وعبادت آوریم	باز ہرشب سوئے گردوں برپریم
ہم انصاف کریں گے اور عبادت بجا لائیں گے	پھر ہر رات کو آسمان پر اڑ جائیں گے
تاشویم اعجوبۂ دور زماں	تانہیم اندر زمیں امن و اماں
یہاں تک کہ ہم دور زمانہ کے انوکھے بن جائیں گے	(کیونکہ) ہم زمین پر امن و امان قائم کریں گے
آں قیاس حال گردوں برزمیں	راست ناید فرق دارد درکمیں
آسمان کے حال کو زمین پر قیاس کرنا	درست نہ ہوگا گہرا فرق ہے

(خار خار وسوسہ می نہشت نمیگذاشت تنق وشادروان بمعنی سراپردہ اس میں جواب ہے دونوں فرشتوں کا یعنی) دونوں نے عرض کیا کہ اے اللہ حاکم حقیقی آپ ہی ہیں اور اگر آپ امن نہ دیں تو امن کہاں مل سکتا ہے (یعنی ہم مدعی عصمت ذاتیہ نہیں ہیں) یہ بات گو زبان سے کہتے ہیں مگر ان کے دل میں (اس مضمون پر سکون و قرار نہ تھا بلکہ) یہ بے چینی تھی کہ ہم تو بہت اچھے بندے ہیں ہم سے بدی کہاں ہوسکتی ہے غرض ان دونوں فرشتوں کے اس وسوسہ نے ان کو چھوڑا نہیں (یعنی برابر یہی خیال ان کو گھیرے رہا) جب تک کہ خود بینی کا تخم انہوں نے بو نہیں لیا (اور چونکہ اس وسوسہ کو انہوں نے مستحسن سمجھا اس لئے وہ فعل اختیاری بن گیا) پس (خود بینی سے) یوں کہتے تھے کہ اے کائنات عنصریہ (یعنی آدمی) جنکو ملائکہ روحانیہ کی تقدس کی کچھ خبر نہیں ہم آسمان پر (عبادت کے) شامیانے کھڑے کرتے ہیں اب زمین پر آ کر شامیانے کھڑے کریں گے یعنی عدل (بین

www.besturdubooks.wordpress.com

الخلق) اختیار کریں گے اور خوب عبادت کریں گے اور ہر شب کو آسمان کی طرف چلے جایا کریں گے جس سے ہم اعجوبۂ زمان ہو جائیں گے (کہ ہمارے اس جامعیت پر تعجب ہوا کرے گا) اور زمین میں امن وامان قائم کریں گے (مولانا اس خیال کی غلطی فرماتے ہیں کہ) آسمان وزمین کے حالات کو ایک دوسرے پر قیاس کرنا (کہ جو حالت عبادت وعصمت ہمارے آسمان پر ہے وہی زمین پر رہے گی) صحیح نہیں ہے باہم بڑا مختلف فرق ہے۔

دربیان آنکہ حال خود ومستی خود پنہاں باید داشت

اس کا بیان کہ اپنی حالت اور اپنی مستی کو چھپانا چاہئے

(یہاں سے ایک تفریع ہے مضمون سابق پر یعنی جب ایک مقام کے دوسرے مقام پر قیاس کرنے کا فاسد ہونا معلوم ہو گیا تو اس سے سمجھنا چاہیے کہ اگر خواص اپنے اسرار وحالات باطنیہ کو عوام کے روبرو ظاہر کریں گے تو ضرور وہ اپنے حالات پر قیاس کریں گے اور چونکہ وہ قیاس فاسد ہو گا اس لئے تمسخر وتکذیب سے پیش آئیں گے پس ان کے روبرو اظہار عبث ہوا بلکہ ان کو مضرت معصیت تمسخر کی پہنچی اور اہل حال کو تکدر باطن کی مضرت ہوئی اس لئے قصداً اخفاء واجب ہے)

بشنو الفاظ حکیم پردۂ	سرہم آنجا نہ کہ بادہ خوردۂ
راز داں حکیم کے الفاظ سن	جس جگہ تو نے شراب پی ہے وہیں سر رکھ دے
مستے از میخانہ چوں ضال شد	تسخر و بازیچۂ اطفال شد
کوئی مست جب کسی میخانہ سے بھٹک گیا	وہ بچوں کیلئے مسخرہ اور کھلونا بن گیا
می فتد او سو بسو بر ہر رہے	درگل و می خندش ہر ابلہے
وہ ادھر ادھر ہر راستہ پر گرتا ہے	کیچڑ میں اور اس پر ہر احمق ہنستا ہے
او چنین و کودکاں اندر پیش	بے خبر از مستی و ذوق میش
وہ اس حال میں اور بچے اس کے پیچھے	بے خبر اس کی شراب اور مستی کے ذوق سے
خلق اطفال اند جز مست خدا	نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا
مخلوق بچے ہیں خدا کے مست کے علاوہ	بالغ کوئی نہیں ہے اس کے علاوہ جو نفسانی خواہش سے نجات پا گیا

یعنی دانائے پردہ دار (اسرار الٰہیہ کا قول سننا چاہیے (وہ کہتے ہیں کہ) جہاں شراب پی ہے وہاں ہی سر رکھ کر پڑ رہے (اور وہاں سے باہر جا کر اپنی ہنسی نہ کرائے مراد حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ ہیں ان کا شعر ہے (بر مدار از مقام مستی پے + سرہمانجا نہ کہ خوردی مے + کیونکہ جب شراب خانہ سے کوئی مست حواس باختہ نکلے گا ضرور بازیگاہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اطفال کا بنے گا کہ سڑک پر ہر طرف کیچڑ میں گر گر پڑتا ہے اور ناواقف اس کو ہنس رہا ہے اس کی یہ حالت ہے اور لڑکے اس کے پیچھے پیچھے ہیں اور اس کی مستی وذوق شراب سے محض بے خبر ہیں (اسی طرح حالات باطنی کے ظاہر کرنیوالے کی عوام اور بدذوقوں میں مٹی پلید ہوتی ہے جو اہل باطن کے سامنے مثل اطفال کے ہیں کیونکہ) بجز مست (عشق) الٰہی کے تمام مخلوق (گویا) اطفال ہیں پس بالغ وہی ہے جو ہوائے نفسانی سے چھوٹ گیا ہے

(کیونکہ بالغ اور نابالغ میں کمال ونقصان عقل کا تفاوت ہوتا ہے سو وہی تفاوت یہاں ہے)

گفت دنیا لعب ولہوست وشما	کودکید و راست فرماید خدا
(اللہ نے) فرمایا ہے دنیا کھیل کود ہے اور تم	بچے ہو اور خدا درست فرماتا ہے
از لعب بیروں نرفتی کودکی	بے زکات روح کے باشد زکی
تو کھیل کود سے باہر نہیں نکلا تو بچہ ہے	روح کی پاکیزگی کے بغیر تو پاک کب ہو سکتا ہے؟
چوں جماع طفل داں ایں شہوتے	کہ ہمی رانند ایں جا اے فتے
تو اس شہوت کو بچہ کے جماع کی طرح سمجھ	جس کو یہاں پورا کر رہے ہیں' اے نوجوان!
ایں جماع طفل چہ بود بازئے	با جماع رستمے و غازئے
بچہ کا جماع کیا ہوتا ہے؟ محض کھیل	رستم اور غازی کے جماع کے سامنے
جنگ خلقاں ہمچو جنگ کودکاں	جملہ بے معنٰی و بے مغز ومہاں
لوگوں کی لڑائی بچوں کی لڑائی جیسی ہے	سب بے معنی اور بے مغز اور حقیر
جملہ با شمشیر چوبیں جنگ شاں	جملہ در لا ینبغی آہنگ شاں
ان کی لڑائی لکڑی کی تلواروں سے ہے	ان کا قصد و ارادہ سب "غیر مناسب" میں داخل ہے

(تشبیہ بالا اطفال مذکور بالا کی تائید ہے یعنی) حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ دنیا لہو ولعب ہے اور (اس سے لازم آیا کہ) تم اطفال ہو (چنانچہ ارشاد ہے اعلموا انما الحیوۃ الدنیا لعب ولہو) اور حق تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے ابھی تم لہو ولعب سے (کہ دنیا کے مشاغل لایعنی ہیں) نہیں نکلے ہو اس لئے طفل محض ہو اور جب تک (ان مشاغل فضولی و معصیت کو ترک کر کے) روح کا تزکیہ نہ کرو گے کب پاک ہو سکتے ہو (آگے طالبان دنیا کے جمیع امور کا جو منحصر ہیں تین امر میں شہوت وغضب وعلم مثل اطفال کی عبث ہونا بیان فرماتے ہیں سو اول شہوت کا بیان ہے کہ) اہل دنیا جو یہاں شہوات کو مرغوبات سے کامرانی کر رہے ہیں اس کی ایسی مثال سمجھو جیسے نابالغ کا جماع سو نابالغ کا جماع رستم وغازی کے جماع کے مقابلہ میں بجز ایک کھیل کے اور کیا ہے یعنی بے سود محض چنانچہ شہوات دنیا کا بے

www.besturdubooks.wordpress.com

ثمر ہونا ظاہر ہے یہ تو ان کی شہوت ہوئی رہا غضب سو) خلائق کی جنگ بھی مثل جنگ اطفال محض بے معنی اور بے مغز اور بے قدر ہے (گویا) شمشیر چوبین سے جنگ ہو رہی ہے اور محض ناسزا اغراض میں سب کا قصد متوجہ ہو رہا ہے (چنانچہ یہاں کی جنگ وجدال کا بے نتیجہ ہونا بھی ظاہر ہے آگے بیان ہے ان کی قوت علمیہ وفکر یہ کا بدلیل تفسیر لفظ نے واقع در شعر جملہ الخ بوہم وحس در شعر وہم وحس الخ)

جملہ شاں گشتہ سوارہ بر نئے	کائیں براق ماست یا دلدل پئے
سب لکڑی کے سوار بنے ہوئے ہیں	کہ یہ ہمارا براق ہے یا دلدل قدم ہے
حامل اندو خود زجہل افراشتہ	راکب و محمول رہ پنداشتہ
وہ لدے ہوئے ہیں اور نادانی سے اپنے آپ کو بلند کئے ہوئے	راستہ کا سوار اور چڑھا ہوا سمجھتے ہیں
باش تا روزے کہ محمولان حق	اسپ تازاں بگزرند از نہ طبق
ٹھہر جب تک حق کے سوار کسی دن	گھوڑے دوڑاتے ہوئے نو آسمانوں سے گزر جائیں
یعرج الروح الیہ والملک	من عروج الروح یھتز الفلک
فرشتے اور روح اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف چڑھیں گے	روح کے چڑھنے سے آسمان جھومے گا
ہمچو طفلاں جملہ تاں دامن سوار	گوشۂ دامن گرفتہ اسپ وار
بچوں کی طرح تم سب دامن پر سوار ہو	گھوڑے کی طرح دامن کو پکڑے ہوئے ہو
از حق ان الظن لا یغنی رسید	مرکب ظن بر فلکہا کے دوید
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے "گمان فائدہ نہیں دیتا ہے" وارد ہوا ہے	گمان کا گھوڑا آسمانوں پر کب دوڑا ہے؟
اغلب الظنین فی ترجیح ذا	لا تمار الشمس فی توضیحہا
دو گمانوں میں سے زیادہ غالب اس کی ترجیح کے لئے ہے	سورج کی وضاحت میں نہ جھگڑ
آفتاب حق چو گردد مستوی	در قیامت بر رشید و بر غوی
حق کا سورج جب سر پر آ جائے گا	قیامت میں راہ یاب اور گمراہ پر
آنگہے بیند مرکبہائے خویش	مرکبے سازیدہ اند از پائے خویش
اس وقت اپنی سواریوں کو دیکھیں گے	کہ انہوں نے اپنے پیر کو سواری بنایا ہے
وہم و حس و فکر و ادراک شما	ہمچو نے داں مرکب کودک ہلا
تمہارا وہم اور حس اور فکر اور معلومات	آگاہ! ان کو بچہ کی بانس کی سواری کی طرح سمجھ

www.besturdubooks.wordpress.com

(حق امر واقعی اس میں تشبیہ ہے علوم طالبان دنیا کی خواہ وہ امور معاشیہ کے متعلق ہو جیسے زراعت وتجارت وصنعت خواہ محض امور نظریہ ہوں جیسے منطق فلسفہ خواہ وہ بلا اخلاص نیت کے فنون دینیہ کے متعلق ہو سب کو تشبیہ دی ہے بانس کے ساتھ جس کو لڑکے مرکب بناتے ہیں اور واقع میں خود اس کے مرکب ہوتے ہیں اسی طرح مقصود علم سے یہ ہے کہ صاحب علم کو کشش کر کے اللہ تعالیٰ تک پہنچا دے مگر ان لوگوں کے علوم مذکورہ ان کو کشش نہیں کر سکتے بلکہ یہ لوگ خود اس کو گھسیٹتے ہوئے اور اپنے اوپر اس کا بار لادے ہوئے پھر رہے ہیں بار اس کا ظاہر ہے کہ اس میں قوت فکریہ بے انتہا صرف کرتے ہیں اور حاصل کچھ نہیں بخلاف علوم وہبیہ کے یا ان علوم مکتسبہ دینیہ کے جن میں خلوص ہو کہ ان میں نہ اتنا تعب اور پھر ان کا ثمرہ قرب اور نجات اور ایصال الی اللہ اس لئے وہ مشابہ ہے مرکب حقیقی کے کہ راکب کو مقصود تک بلا تعب پہنچا دیتا ہے یہ حاصل ہے ان اشعار کا مع اشعار مابعد کے اب ترجمہ کو منطبق کرتے جاؤ یعنی) یہ طالبان دنیا (اپنے علوم غیر موصلہ الی اللہ میں ایسے ہیں گویا) سب کے سب ایک بانس پر سوار ہو رہے ہیں کہ یہ ہمارا براق یا دلدل قدم ہے ان (علوم) کے خود حامل ہو رہے ہیں اور اپنے کو جہل سے بلند راکب اور محمول سمجھے ہوئے ہیں ذرا وہ دن آنے دو کہ (جو سچ مچ) محمولان حق ہیں (کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم موصلہ عطا فرمائے ہیں) وہ اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے نُو طبق (یعنی ہفت آسمان اور کرسی وعرش) سے آگے بڑھ جائیں گی (یعنی علوم مذکورہ کے برکات وانوار سے ان کے درجات بلند ہونگے اور ظاہر ہے کہ رفعت قبول عند اللہ رفعت جسمانی سے جو نہ طبق کو حاصل ہے افضل واکمل ہے) اس دن میں ارواح اور ملائکہ حق تعالیٰ کی طرف عروج کرینگے جیسا قرآن مجید میں ہے تعرج الملئکۃ والروح الیہ فی یوم کان مقدارہ خمسین الف سنۃ اور ارواح () طیبہ) کے عروج سے عرش (خوشی کے مارے) جنبش کرنے لگے گا (جیسا حدیث میں ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذؓ کا انتقال ہوا تو عرش ہلنے لگا مراد اس دن سے یوم قیمت ہے یعنی اس روز تمہارے گمان کی غلطی کے حامل ہو کر اپنے کو محمول سمجھے ہو معلوم ہو جائے گی) غرض تم لوگ لڑکوں کی طرح اپنے دامن پر سوار ہوئے ہو اور گھوڑے کی طرح دامن کا گوشہ پکڑ رکھا ہے (اس تشبیہ کا بھی حاصل مثل تشبیہ اول کے ہے اب آگے علوم غیر موصلہ کا ناکافی ہونا ثابت کرتے ہیں کہ) حق تعالیٰ کی طرف سے آیۃ ان الظن لا یغنی من الحق شیئا ہے (جس سے ثابت ہوا کہ) مرکب (ان) علوم ظنیہ کا (جن پر کوئی دلیل صحیح قائم نہ ہو) فلک پر نہیں دوڑتا (یعنی مقامات عالیہ قرب وقبول تک نہیں پہنچا سکتا اور عدم قیام دلیل صحیح کی قید اس لئے لگائی گئی کہ مراد ظن سے آیۃ مذکورہ میں ایسا ہی ظن ہے بدلیل سابق کے ان یتبعون الا الظن اور ظاہر ہے کہ کفار ایسے ہی ظنون کا اتباع کیا کرتے تھے اور ہر چند علوم شرعیہ جو بلا اخلاص نیت ہوں بالمعنی المذکور علوم ظنیہ میں داخل نہیں مگر چونکہ بوجہ فقدان خلوص کے یہ علوم اس شخص کے حق میں موجب شفائے قلب وشرح صدور مورث طمانینت نہیں ہوئے اس لئے حکماً وہ بھی اس میں داخل اور عدم ایصال الی اللہ میں اس کے مشابہ ہوگئی اب ان ظنیات سے علوم مورثہ طمانینت موصلہ الی اللہ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ معارضہ کرنے کو روکتے ہیں کہ) اغلب ظنین کا اثر صرف ایک شق کی ترجیح میں ہوتا ہے (نہ کہ افادہ طمانیت میں پس اس سے) آفتاب (یعنی علم طمانیت بخش) کا مقابلہ مت کرو کیونکہ وہ (حقائق کی) کال توضیح کر رہا ہے (جیسا آفتاب اشیاء مبصرہ کو خوب واضح کر دیتا ہے آگے بتلاتے ہیں کہ گو شیفتگان علوم ظلمانیہ کو یہاں اپنے علوم کا ضعیف و بے قدر ہونا معلوم نہیں ہوتا مگر) جب قیامت کے روز تمام رشید و غوی پر امور واقعیہ آفتاب کی طرح جبکہ وہ سمت الراس پر ہو منکشف ہو جائیں گے اس وقت یہ لوگ اپنے مرکب (علوم) کو دیکھیں گے کہ یہ تو ہم نے اپنے پاؤں کو مرکب بنا رکھا تھا (یعنی خود اس کے حامل تھے محمول نہ تھے جس کی شرح گزر چکی ہے) غرض تمہارے علوم وہمیہ وحسیہ وفکریہ اور خود تمہارا ادراک ایسے ہیں جیسے بانس اطفال کا مرکب ہوتا ہے)

علمہائے اہل دل حمال شاں	علمہائے اہل تن احمال شاں
اہل دل کے علوم ان کی سواری ہیں	تن پروروں کے علم ان کا بوجھ
علم چوں بر دل زند یارے شود	علم چوں بر تن زند بارے ود
علم جب دل پر اثر کرے مددگار ہو گا	علم جب بدن پر اثر کرے بوجھ ہو گا
گفت ایزد یحمل اسفارہ	بار باشد علم کاں نبود زھو
اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ اپنی کتابیں لادے ہوئے ہے	وہ علم بوجھ ہوتا ہے جو اللہ کی جانب سے نہ ہو
علم کاں نبود زھو بے واسطہ	آں نپاید ہمچو رنگ ماشطہ
جو علم اللہ تعالیٰ کی جانب سے بلاواسطہ نہ ہو	وہ پائیدار نہیں ہوتا ہے مشاطہ کے (لگائے ہوئے) رنگ کی طرح
لیک چوں ایں بار را نیکو کشی	بار بر گیرند و بخشندت خوشی
لیکن جب تو اس بوجھ کو اچھی طرح کھینچے گا	بوجھ اتار لیں گے اور تجھے خوشی بخشیں گے
ہیں بکش بہر خدا ایں بار علم	تا بہ بینی در دروں انبار علم
خبردار! علم کے اس بوجھ کو اللہ کے لئے اٹھا	یہاں تک کہ تو (اپنے) اندر علم کے انبار دیکھے
ہیں مکش بہر ہوا ایں بار علم	تا شوی راکب تو بر رہوار علم
خبردار! علم کے اس بوجھ کو (خواہش نفسانی نہ اٹھا)	تاکہ تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو جائے
چونکہ برر ہوار علم آئی سوار	بعد ازاں افتد ترا از دوش بار
جب تو علم کے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے گا	اس کے بعد تیرے کندھے سے بوجھ ہلکا ہو گا

(اوپر جو مضمون ضمن تشبیہ میں مذکور ہوا ہے یعنی علم رسمی کا محمول اور علم قلبی کا حامل ہونا یہاں اس کی تصریح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی) اہل دل کے علوم تو ان کے حمال ہیں اور تن پروروں کے علوم ان کے احمال (یعنی بار) ہیں پس قلب پر اثر ہو گا (کہ خشیت وخلوص پیدا ہو جائے) تو وہ (وصول الی اللہ میں) معین ہوگا اور اگر تن پر اثر ہوا (یعنی صرف زبان پر تقریر رہی یا یہ کہ اس کو تن پروری کا ذریعہ بنایا) تو نرا بوجھ (اور وبال) ہوگا (اور یہی معنی ہیں حامل ومحمول ہونے کے جیسا اوپر مشرح گذرا) چنانچہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کمثل الحمار یحمل اسفارا (یعنی یہود جو عالم بے عمل تھے ایسے ہیں جیسا گدھا کہ کتابوں کا بوجھ لادتا ہے اور کچھ اس سے منتفع نہیں ہو سکتا) اور جو علم حق تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو وہ بار ہی ہے یعنی وہ علم ادھر سے بلا واسطہ نہ ہو اس کو ثبات نہیں ہوتا جیسا مشاطہ کا لگایا ہوا روغن (کہ اس وقت تو چمک دمک نظر آتی ہے بعد چندے زائل ہو جاتا ہے اسی طرح ایسے علم کا اثر قلب میں نہیں رہتا اور اسی عدم انتفاع کی وجہ سے بار کہا گیا اور اس شعر میں مراد علم سے معلومات نہیں کیونکہ ان میں تو حضرات انبیاء علیہم السلام تک کو واسطہ سے حصول ہوتا ہے چنانچہ وحی میں ملائکہ واسطہ ہوتے ہیں بلکہ مراد ایک نور ہے جو معلومات پر بخلوص عمل کرنے سے قلب میں آتا ہے وہ موہوب محض ہوتا ہے اگرچہ اس موہوب کے لئے علم مکسوب شرط عادی ہے جیسے مقامات سلوک مکاسب ہیں پھر ان پر احوال جو مواہب ہیں مرتب ہو جاتے ہیں پس مقصود وتحقیر مکسوب سے نہیں ہے بلکہ موہوب کی ترغیب اور مکسوب پر قناعت نہ کرنے کی تحریص ہے کیونکہ جب تک یہ نور نہیں آتا اگر علم مکسوب سے کچھ قلب پر اثر خوف یا محبت کا آیا بھی بہت جلد زائل ہو جاتا ہے آگے اس علم مکسوب کے نافع ہونے کی شرط بتلاتے ہیں یعنی ہر چند کہ علم مکسوب پر اکتفا نہ چاہئیں لیکن (اس کو عبث نہ سمجھ جانا کیونکہ) اگر اس بار کو اچھی طرح برداشت کرو (یعنی تحصیل علم میں نیت خالص رکھو اور اس پر عمل کرتے رہو) تو تمہارا بوجھ اتار دیا جائے گا (یعنی وہ علم تمہارا محمول نہ رہے گا) اور تم کو خوشی دی جائے گی (یعنی اس کو تمہارا حامل بنا دیا جائے گا آگے نیکوکش کی تفسیر ہے یعنی) خبردار رہو ہوائے نفسانی کی (تحصیل کی غرض سے اس بار علم کو مت اٹھانا تا کہ تم رہوار علم پر سوار ہو جاؤ بلکہ اس کو خدا کی (رضا کے) لئے برداشت کرنا تا کہ اپنے قلب میں ڈھیروں علم دیکھو جب تم رہوار علم پر سوار ہو جاؤ گے تو سارے بار سے سبکدوش ہو جاؤ گے (یعنی حامل زہو گے محمول بن جاؤ گے)

از ہواہا کے رہی بے جام ھو	اے زھو قانع شدہ با نام ھو
محبت الٰہی کے جام کے بغیر تو خواہشات سے کب چھوٹ سکتا ہے	اے وہ کہ جو اللہ کی ذات کی بجائے نام پر قانع ہو گیا ہے
از صفت وز نام چہ زاید خیال	واں خیالش ہست دلال وصال
(اللہ) کی صفت اور نام سے کیا پیدا ہوتا ہے؟ (خیال پیدا ہوتا ہے)	اور وہ اس کا خیال، وصال کا راہنما ہے
دیدۂ دلال بے مدلول ہیچ	تا نباشد جادہ نبود غول ہیچ
کبھی تو نے کوئی رہنما بغیر مقصود کے دیکھا ہے	جب تک راستہ نہ ہو، کبھی چھلاوا نہیں ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ نامے بے حقیقت دیدۂ	یازگاف و لام گل گل چیدۂ
تونے کبھی کوئی نام بغیر مسمی کے دیکھا ہے؟	یا (لفظ) گل کے گاف اور لام سے تونے پھول چنے ہیں
اسم خواندی رو مسمّٰی را بجو	مہ ببالا داں نہ اندر آب جو
تونے نام پڑھ لیا' جا نام والے کو ڈھونڈ	چاند کو اوپر سمجھ نہ کہ نہر کے پانی میں

(اوپر کے اشعار میں علم مکسوب کے وسیلہ وصول الی اللہ ہو جانے کا طریقہ ترک ہوا اور ابتغاء رضا جتلایا ہے اب اس کی شرح فرماتے ہیں) کہ ہوائے نفسانی سے بدون جام (محبت) حق نجات نہیں ہوتی اور تم صرف نام حق پر قناعت کئے ہوئے ہو (یعنی صرف ذکر وطاعت ظاہری تصفیہ و وصول کے لئے کافی نہیں جب تک محبت نہ ہو لیکن اس سے ذکر زبانی وطاعت ظاہری کو عبث مت سمجھ لینا کیونکہ قناعت کی شکایت کی گئی ہے نہ ذکر کی ورنہ خود طریقہ محبت یہی ذکر ہے (اس طرح سے کہ) صفت اور اسم (کے ذکر) سے (جب بقصد اثر باطنی کیا جائے) تصور اور خیال (مذکورہ مسمی وموصوف کا) پیدا ہوتا ہے اور پھر وہ تصور رہبر وصال بن جاتا ہے (اس طرح کہ شدہ شدہ وہ تصور غالب ہوتا جاتا ہے اور دوسرے تصورات کم ہوتے جاتے ہیں اور تصورات کی کمی سے تعلقات گھٹتے جاتے ہیں اور سب سے فصل ہو جانا یہی وصل ہے آگے خیال کے دلائل وصال ہونے کے توضیح ہے یعنی) تم نے کوئی دال دیکھا ہے جس کا مدلول نہ ہو جس طرح بدون جادہ کے غول نہیں ہوتا (تشبیہ محض استلزام میں ہے یعنی جس طرح وجود غول مستلزم وجود جادہ کو ہے کہ غول کو دیکھ کر معلوم ہو جاتا ہے کہ ضرور یہاں راستہ ہے ورنہ یہ بہکانے نہ آتا اسی طرح وجود دال مستلزم مدلول کو ہے آگے بھی اسی کی توضیح ہے کہ) کبھی کوئی اسم بلا مسمےٰ کے دیکھا ہے (خواہ وہ مسمی موجود خارجی ہو یا ذہنی ہو اسی طرح نام وخیال حق کا کوئی مدلول ضرور ہوگا اور دلائل سے اس کا موجود واقعی ہونا ثابت ہے پس دال سے مدلول کی طرف ضرور انتقال ہوگا پھر اس سے تعلق ہو جائے گا اور یہی وصول ہے پس ذکر زبانی میں یہ نفع ہوا لیکن اس پر قناعت نہ کرنا چاہیے اس لئے دوسرے مصرعہ میں ماقبل پر عطف تردیدی کے طور پر سوال ہے کہ) یا کبھی لفظ گل کے حروف سے واقعی گل حاصل کر سکے ہو (اسی طرح صرف الفاظ واسماء پر قناعت کرنے سے وصول الی الحقیقت نہیں ہو سکتا پس حاصل شعر کا یہ ہوا کہ نہ ذکر عبث ہے للشق الاول من السوال اور نہ کافی ہے للشق الثانی منہ اس لئے آگے تصریحاً فرماتے ہیں کہ) نام تو لے چکے اب مسمی کو ڈھونڈو کیونکہ چاند اوپر ہوتا ہے ندی کے اندر نہیں ہوتا (کو ظل اور اثر ہو)

گر ز نام و حرف خواہی بگذری	پاک کن خود را ز خود ہیں یکسری
تو اگر نام اور حرفوں سے آگے بڑھنا چاہتا ہے	تو خبردار اپنے آپ کو خودی سے بالکل پاک کر لے
ہمچو آہن زآہنی بیرنگ شو	در ریاضت آئینۂ بے زنگ شو
لوہے کی طرح لوہے پن سے بے تعلق ہو جا	ریاضت کر کے بغیر زنگ کا آئینہ بن جا

www.besturdubooks.wordpress.com

خویش را صافی کن از اوصاف خود	تا بہ بینی ذات پاک صاف خود
اپنے آپ کو اپنے اوصاف سے صاف کر لے	تاکہ تو اپنی پاک صاف ذات کو (اس حالت میں) دیکھے
بینی اندر دل علوم انبیاءؑ	بے کتاب و بے معید و اوستا
(کہ) تو دل میں انبیاء کے علوم دیکھے	بغیر کتاب اور بغیر دہرانے والے کے اور بغیر استاد کے
گفت پیغمبر کہ ہست از امتم	کو بود ہم گوہر و ہم ہمتم
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ میری امت میں ایک وہ ہے	جو میرے جوہر اور میری ہمت میں میرا شریک ہوگا
مر مرا زاں نور بیند جان شاں	کہ من ایشاں را ہمی بینم بداں
ان کی جان مجھے اس نور سے دیکھے گی	جس سے میں ان کو دیکھتا ہوں
بے صحیحین و احادیث و روات	بلکہ اندر مشرب آب حیات
(مجھے میرے نور سے دیکھے گا) بغیر صحیحین اور احادیث اور راویوں کے	بلکہ مشرب (عشق) میں (جو) آب حیات ہے (دیکھے گا)
سر امسینا لکردیاً بداں	راز اصبحنا عرابیاً بخواں
"ہم نے کردی ہوکر شام گزاری" کے راز کو سمجھ	"ہم نے عربی ہو کر صبح کی" کے راز کو پڑھ
سر امسینا و اصبحنا ترا	می رساند جانب راہ خدا
تجھے امسینا اور اصبحنا کا راز	راہ خدا کی جانب پہنچا دے گا
ور مثالے خواہی از علم نہاں	قصہ گو از رومیان و چینیاں
اگر تو علم لدنی کی مثال چاہتا ہے	تو رومیوں اور چینیوں کا قصہ دہرا

(اوپر فرمایا ہے اسم خاہی رو مسمی را بجو یہاں اس کا طریق بتلاتے ہیں یعنی) اگر نام اور حرف (یعنی ذکر لسانی) سے (مسمی کی طرف) بڑھنا چاہتے ہو تو اپنے کو اپنی ہستی سے بالکل پاک کرلو (یعنی اوصاف ذمیمہ سے اور اپنی طرف التفات سے بھی جس کو فنا کہتے ہیں) اور لوہے کی طرح آہن ہونے کی صفت سے بے زنگ ہو جاؤ اور ریاضت کر کے آئینہ بے زنگ ہو جاؤ (پس جس طرح آہن میں صیقل سے اس کی صفت ظلمت نہیں رہتی اور اس میں انعکاس صور ہونے لگتا ہے اسی طرح ریاضت وفنا سے تم میں تجلی حقیقت ہونے لگے گی یہی حصول ہے مسمی کا) پس اپنے آپ کو اپنے اوصاف (خودی) سے صاف کرلو تا کہ تم اپنی ذات کو اس حالت پر پاؤ کہ باطن میں بلا واسطہ کتاب اور تکرار کرانیوالے ہم سبق اور استاد کے علوم نبوت موجود ہوں (پھر ان میں علوم حالیہ ہیں وہ تو بعد صفاء باطن سنیہ نبوت سے اکثر بلا اکتساب فائض ہوتے ہیں اور احیاناً علوم مکتسبہ منقولہ بھی بطور خرق عادت حاصل ہو جاتے ہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

چنانچہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میری امت میں بعض ایسے لوگ ہونگے جو میرے ساتھ جوہر علم اور ہمت عمل میں مناسبت رکھتے ہوں گے اور ان کی روح مجھ کو اس نور سے مشاہدہ کرے گی جس نور سے میں ان کو دیکھتا ہوں (یعنی جس طرح میں اوصاف ولایت کا اپنے نور باطن سے مشاہدہ کرتا ہوں وہ میرے اوصاف وکمالات نبوت کا اپنے نور باطن سے مشاہدہ کریں گے چنانچہ اہل باطن کو آپ کے نبوت وکمالات کا علم یقینی وتحقیقی بطور شرح صدر کے حاصل ہوتا ہے) اس مشاہدہ میں نہ صحیحین کا واسطہ ہوگا نہ احادیث کا نہ راویوں کا بلکہ محض مشرب عشق میں جو کہ (بقاء ابدی بخشنے میں) مشابہ آب حیات کے ہے یہ مشاہدہ ہوگا (یعنی میری معرفت (ذوقیہ میں محض محبت ان کے لئے کافی ہوگی اس میں دلائل نقلیہ کے محتاج نہ ہونگے کیونکہ نقلیات ذوق کے لئے کافی نہیں اور یہ لازم نہیں آتا کہ احکام میں بھی دلائل کے محتاج نہ ہونگے یہ مضمون روایت بالمعنی ہے اس حدیث کی یکون فی امتی رجال محدثون اے ملہمون اور اگر بلا واسطہ اکتساب کے علوم حاصل ہونے کا واقعہ دریافت کرنا چاہو تو) امسیت کردیا واصبحت عربیاً کا راز جان لو اس راز کا جاننا تم کو خدا کی طرف لے جائے گا (کہ ان کو سنکر تم کو بھی ترغیب ہوگی وہ قصہ یہ ہے کہ کوئی شخص ابوالوفاء نام قوم کرد سے چوپانی کرتے تھے کہیں بسم اللہ لکھی ہوئی پڑی تھی اس کو پاک صاف کرکے ادب سے اونچی جگہ رکھ دیا اللہ تعالٰی کی رحمت متوجہ ہوئی شب کو بلا واسطہ کتاب اور تکرار کرنیوالے ہم سبق اور استاد کے تمام علوم کھل گئے اور زبان بھی عربی ہوگئی صبح کو منبر پر بیٹھ کر اول وعظ میں ارشاد فرمایا الحمد اللہ الذی امسیت کردیا واصبحت بہ عربیاً یعنی شام کو میں کردی تھا اور صبح کو عربی بن گیا اور بعض نے کہا کہ کہیں طالب علموں کو گفتگو کرتے دیکھ کر تمنا کی کہ میں بھی ایسا ہی عالم ہوتا انہوں نے تمسخر سے دو مہمل لفظ زیرہ عصفرہ بتلا کر کہا کہ اگر کوئی تمام شب اولٹالٹک کر صبح تک ان کو پڑھے وہ عالم ہو جائے ان بیچارہ نے سادگی سے صدق کے ساتھ ایسا ہی کیا صبح کو علوم ان پر فائض ہوئے تبحر عالم اور ولی کامل ہوگئے بہرحال یہ واقعہ خرق عادت ہے جو احیاناً واقع ہوجاتا ہے باقی فیضان عادی جن علوم کا ہوتا ہے وہ علوم حالیہ ہیں جیسا اوپر گزرا) اور اگر علم باطن کے حاصل ہونے کی کوئی مثال چاہتے ہو تو اہل روم اور اہل چین کا قصہ پڑھ لو (جس کو آگے بیان کریں گے کہ اہل روم نے نقوش نہیں بنائے محض صیقل کیا سب نقوش اس میں منعکس ہوگئے اسی طرح یہ حضرات قلب کو صیقل کرتے ہیں علوم ومعارف جو قلب کے محاذاۃ میں ہیں منعکس ہوجاتے ہیں اور دوسرے قلوب کو بھی محاذاۃ ہوتی ہے مگر قابلیت وصفاء نہ ہونا حاجب ومانع ہوجاتا ہے)

قصہ مرے کردن رومیان وچینیاں در علم نقاشی وصورتگری

نقاشی اور مصوری کے علم میں رومیوں اور چینیوں کے مقابلہ کا قصہ

چینیاں گفتند مانقاش تر	رومیاں گفتند مارا کر و فر
چینیوں نے کہا کہ ہم بڑے نقاش ہیں	رومیوں نے کہا ہم شان وشوکت والے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت سلطاں امتحاں خواہم دریں	کز شما خود کیست در دعویٰ گزیں
بادشاہ نے کہا میں اس معاملہ میں امتحان لوں گا	کہ دعوے میں تم میں سے کون بہتر ہے؟
اہل چین و روم چوں حاضر شدند	رومیاں در علم واقف تر بدند
چینی اور رومی جب آئے	(تو) رومی باعتبار علم زیادہ ماہر تھے
چینیاں گفتند خدمتہا کنیم	رومیاں گفتند بر حکمت تنیم
چینیوں نے کہا ہم محنت کریں گے	رومیوں نے کہا ہم حکمت و دانائی دکھائیں گے
چینیاں گفتند یک خانہ بما	خاص بسپارید و یک آن شما
چینیوں نے کہا ایک گھر	خاص طور پر ہمارے سپرد کرو اور ایک تم لے لو
بود دو خانہ مقابل در بدر	زاں یکے رومی ستد چینی دگر
آمنے سامنے کے دو گھر بالمقابل تھے	ان میں سے ایک رومیوں نے دوسرا چینیوں نے لے لیا
چینیاں صد رنگ از شہ خواستند	پس خزینہ باز کرد آں ارجمند
چینیوں نے بادشاہ سے سو قسم کے رنگ ۔ مانگے	اس اقبال مند (بادشاہ) نے خزانہ کھول دیا
ہر صباحے از خزینہ رنگہا	چینیاں را راتبہ بود و عطا
ہر صبح کو خزانے سے رنگوں کے لئے	چینیوں کو مقرر رقم بلکہ اور کچھ زیادہ مل جاتا
رومیاں گفتند نے نقش و نہ رنگ	در خور آید کار را جز دفع زنگ
رومیوں نے کہا نہ نقش اور نہ رنگ	کام میں آئے گا سوائے زنگ صاف کرنے کے
در فرو بستند و صیقل می زدند	ہمچوں گردوں سادہ و صافی شدند
ان (رومیوں) نے دروازہ بند کیا اور مانجھنے لگے	(در و دیوار) آسمان کی طرح سادہ اور صاف ہو گئے

ربط اس کا سرخی سے اوپر بیان ہو چکا ہے یعنی کسی بادشاہ کے روبرو) چینیوں نے کہا کہ ہم زیادہ نقاش ہیں رومیوں نے کہا ہمارا کمال بڑھا ہوا ہے بادشاہ نے کہا ہم امتحان لینا چاہتے ہیں کہ تم میں سے کون اپنے دعوے میں ترجیح رکھتا ہے پس دونوں طرف کے آدمی حاضر ہوئے اور واقع میں اس علم میں رومی زیادہ واقف تھے چینی بولے ہم خوب محنت کریں گے رومی بولے ہم خوب کاریگری دکھلائیں گے چینیوں نے (رومیوں سے) کہا کہ اچھا ایک گھر خاص ہم کو دیدو اور ایک تمہارا رہا غرض دو گھر آمنے سامنے تھے ایک چینیوں نے لے لیا دوسرا رومیوں نے لے لیا چینیوں نے بادشاہ سے طرح طرح کے رنگوں کی درخواست کی اس نے خزانہ کھول دیا اور روزانہ صبح کے

www.besturdubooks.wordpress.com

وقت خزانہ سے چینیوں کے پاس رنگوں کا بھیجا جان ایک دائمی معمول ہوگیا اور رومیوں نے (باہم) صلاح کی کہ بجز دفع زنگ کے کوئی نقش و رنگ کار آمد نہ ہوگا پس دروازہ بند کرکے انہوں نے صیقل کرنا شروع کیا جس سے (گھر کی) درودیوار و سقف آسمان کی طرح صاف شفاف ہوگئی۔

از دو صد رنگی بہ بیرنگی رہے ست	رنگ چوں ابر ست و بیرنگی مہے ست
صد رنگی (عالم کثرت) سے (بے رنگی) عالم وحدت کی طرف راستہ ہے	رنگ ابر کی طرح اور بے رنگی چاند کی طرح ہے
ہرچہ اندر ابر ضو بینی و تاب	آں ز اختر دان و ماہ و آفتاب
تو ابر میں جو کچھ روشنی اور چمک دیکھتا ہے	وہ ستاروں اور چاند اور سورج کی وجہ سے سمجھ

(چینیوں کے رنگ اور رومیوں کی بے رنگی لغوی سے بطور جملہ معترضہ انتقال ہے طرف بیان رنگ و بے رنگی اصطلاحی یعنی وحدۃ و کثرت کے مع تفصیل بے رنگی کے یعنی) بہت سے مختلف رنگ سے (یعنی کثرت سے) بے رنگی (یعنی وحدۃ) کی طرف راہ (استدلال و معرفت) ہے (کیونکہ مصنوع سے صانع کی معرفت ہوتی ہے) رنگ کی مثال ابر کی سی اور بے رنگی کی مثال چاند کی سی (اور وجہ تشبیہ یہ ہے کہ) ابر میں جو کچھ روشنی اور چمک دیکھتے ہو اس کو کب اور ماہ و آفتاب کی طرف سے سمجھو (اسی طرح عالم امکان و کثرت میں جو کچھ کمالات ہیں سب مستفاد ہیں فیض واحد حق سے تعالیٰ شانہ۔ عجب نہیں کہ مقصود اس مضمون سے ترغیب ہو ترک اشتغال بما سوی اللہ کی)

چینیاں چوں از عمل فارغ شدند	از پئے شادی دہلہا می زدند
جب چینی کام سے فارغ ہوئے	انہوں نے خوشی میں ڈھول بجائے
شہ در آمد دید آنجا نقشہا	می ربود آں عقل را و فہم را
بادشاہ آیا اس نے اس جگہ نقش دیکھے	جو عقل اور سمجھ کو دنگ کر رہے تھے
بعد ازاں آمد بسوئے رومیاں	پردہ را بالا کشیدند از میاں
اس کے بعد (بادشاہ) رومیوں کی طرف آیا	انہوں نے درمیان سے پردے کو اوپر کھینچ دیا
عکس آں تصویر و آں کردار ہا	زد بریں صافی شدہ دیوار ہا
(تو) ان تصویروں اور دستکاریوں کا عکس	ان صاف دیواروں پر پڑا
ہرچہ آنجا دید ایں جا بہ نمود	دیدہ را از دیدہ خانہ می ربود
(بادشاہ نے) جو وہاں دیکھا یہاں اس سے اچھا دیکھا	(اور یہ منظر) آنکھوں کو حلقہ چشم سے اچک رہا تھا

پھر عود ہے قصہ کی طرف یعنی) جب چینی لوگ اپنے کام سے فارغ ہوئے تو خوشی کے مارے شادیانے

www.besturdubooks.wordpress.com

بجاتے تھے بادشاہ (حسب درخواست) آیا اور نقش و نگار کا ملاحظہ کیا جس سے عقل و فہم دنگ ہوئی جاتی تھی اس کے بعد رومیوں کی طرف آیا انہوں نے درمیان کا پردہ اٹھا دیا پس (چینیوں کے) ان تمام نقوش و صنائع کا عکس ان صیقل زدہ دیواروں پر منعکس ہو گیا اور جو کچھ وہاں دیکھا تھا وہ سب یہاں زیادہ مستحسن معلوم ہوا (کیونکہ یہاں شفافی زیادہ تھی) کہ اس کے دیکھنے سے گویا آنکھیں اپنی جگہ سے (شدت اشتیاق سے) نکلی جاتی تھیں۔

رومیاں آں صوفیانند اے پدر	بے ز تکرار و کتاب و بے ہنر
اے بابا! رومی وہ صوفی ہیں	بغیر تکرار اور کتاب اور ہنر (آموزی) کے
لیک صیقل کردہ اند آں سینہا	پاک ز آز و حرص و بخل و کینہا
لیکن انہوں نے سینوں کو مانجھ لیا ہے	لالچ اور حرص اور بخل اور کینوں سے پاک (کر لیا ہے)
آں صفائے آئینہ وصف دل ست	صورت بے منتہا را قابل ست
آئینہ کی صفائی ان کے دل کی صفت ہے	(جو) لا انتہا صورتوں کو قبول کرنے والا ہے
صورت بے صورتے بے حد و عیب	ز آئینۂ دل تافت بر موسیٰ ز جیب
صورت بغیر صورت کے جو بے حد اور بے عیب تھی	جو گریبان میں سے دل کے آئینہ سے حضرت موسیٰ پر چمکی تھی
گرچہ آں صورت نہ گنجد در فلک	نے بعرش و فرش و دریا و سمک
اگرچہ وہ صورت آسمان میں نہیں سماتی ہے	نہ عرش میں اور نہ زمین اور نہ دریا میں اور نہ مچھلی میں
زانکہ محدود ست و معدود ست آں	آئینہ دل را نباشد حد بداں
اس لئے کہ یہ چیزیں محدود اور شمار میں آنے والی ہیں	سمجھ لے دل کی آئینہ کی کوئی حد نہیں ہے
عقل اینجا ساکت آید یا مضل	زانکہ دل با اوست یا خود اوست دل
عقل اس جگہ خاموش رہتی ہے یا گمراہ کرتی ہے	اس لئے کہ دل اس سے ملا ہوا ہے یا خود وہی دل ہے
عکس ہر نقشے نتابد تا ابد	جز ز دل ہم با عدد ہم بے عدد
قیامت تک ہر نقش کا عکس نہیں چمکتا ہے	دل کے علاوہ (کسی اور چیز پر) (خواہ وہ شمار میں آنے والے ہوں یا بے گنت ہوں)
تا ابد ہر نقش نو کاید برو	می نماید بے حجابے اندر رو
قیامت تک کا ہر نیا نقش جو اس دل پر پڑتا ہے	کسی حجاب کے بغیر اس میں نظر آتا ہے

(مقصود قصہ کا بیان ہے کہ) صوفیۂ کرام کی مثال ان رومیوں کی سی ہے کہ تکرار اور کتاب (اور تحصیل سے عاری ہیں (جس میں نقوش و مضامین کا انتقاش ذہن میں ہوتا ہے) لیکن سینہ کو (ریاضت سے) صیقل کر لیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(وہ صیقل یہ ہی ہے کہ) آز و حرص و بخل و کینہ سے پاک کرلیا ہے (اور یہی چیزیں موانع ہیں فیضان انوار و اسرار غیبیہ سے جب ان کا ازالہ ہو گیا تو) مثل آئینہ کے صفائی قلب کی صفت ہو گی (اور جب قلب موصوف بہ صفائی ہو گیا تو) علوم غیر متناہیہ کے حصول صورت کی اس میں قابلیت ہو گئی (اسی کو شعر ماقبل سرخی میں علم نہان فرمایا ہے اور اس کا غیر متناہی ہونا باعتبار واقع کے بمعنے غیر متناہی بالفعل کے ہے اور باعتبار حصول ذہنی کے بمعنے لاتقف عند حد ہے اور چونکہ بجز ذات و صفات نفس کے سب اشیاء کا علم حصولی ہوتا ہے اور اس حاصل کو صورت کہتے ہیں اس لئے صورت بے منتہا سے تعبیر فرمادیا) اور اسی (علم) بے صورت و بے حد و بے عیب کی صورت (ذہنیہ) تھی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر (وقت کلام الٰہی کے) ان کے گریبان سے یعنی ان کے آئینہ قلب سے (جو ظاہراً گریبان سے مجاورت رکھتا ہے) طلوع کیا تھا (یعنی یہی علم لدنی وہبی تھا جو پیرایہ کلام میں آپ کے قلب پر منکشف ہوا اور اس علم کو صورت و بے حد یعنی بے منتہا کہنے کی وجہ تو ابھی بیان ہو چکی اور بے صورت میں صورت کی نفی باعتبار معنی متعارف صورت کے ہے سو اس کا منفی ہونا علم سے ظاہر ہے اور بے عیب کہنے میں کوئی تردد ہی نہیں اگرچہ وہ صورت (علمیہ) افلاک میں بھی نہیں سما سکتی نہ عرش میں نہ زمین میں نہ دریا اور ماہیان یعنی مخلوقات دریا میں (لیکن قلب میں سما گئی) وجہ یہ کہ یہ سب اشیاء محدود اور معدود ہیں (یعنی اگرچہ اجسام متصل واحد ہیں جیسا حکماء کہتے ہیں تو کم متصل و مقدار میں متناہی ہیں اور اگر جزاء لا تجزی سے مرکب ہیں تو وہ اجزاء کم منفصل اور عدد میں متناہی ہیں) بخلاف آئینہ دل کے کہ اس کی کوئی حد ہی نہیں (کیونکہ وہ جسم نہیں جو متصل یا مرکب ہو بلکہ عالم امر سے ہے جو حد و د و ترکیب سے منزہ ہے حاصل دلیل یہ ہوا کہ ان علوم کے لئے تجرد عن المادہ شرط ہے اس لئے قلب قابل ہے نہ یہ اجسام عظام) اور اس مقام میں (کہ صفاء قلب کے بعد اس میں ارتسام علوم وہبیہ کا ہونے لگتا ہے) عقل (متوسط) یا تو ساکت (و حیرت زدہ) رہ جاتی ہے اور یا د (اگر کچھ اس کے متعلق اثباتاً یا نفیاً بیان کرتی ہے تو بوجہ غلط فہمی و غلط بیان کے) دوسروں کو بھی غلطی میں مبتلا کر دیتی ہے اور سبب اس کا یہ (تردد) ہوتا ہے کہ قلب کو اس صورت (علمیہ) کے ساتھ اقتران ہے (جیسا علم حصولی میں ہوتا ہے) یا قلب اس کا عین ہے (جیسا علم حضوری میں ہوتا ہے کہ عالم میں علم و مبداء انکشاف و عین معلوم ہوتا ہے اور ان میں تغائر اعتباری بھی نہیں ہوتا خلاصہ تقریر کا یہ ہے کہ عقل متوسط انکشاف معلومات کے دو طریقے جانتی ہے ایک حصولی مکتسب دوسرا حضوری اس لئے وہ علم وہبی کے انکشاف کو اسی میں داخل کر کے تامل کرتی ہے کہ کونسی قسم ہے حالانکہ وہ نہ حضوری ہے کیونکہ وہ ذات و صفات نفس کے ساتھ خاص ہے نہ حصولی مکتسب ہے کیونکہ موہوب ہے اور اس کے حصول کی کیفیت محض ذوقی ہے جس کو عقل متوسط ادراک نہیں کر سکتی اور ظاہر ہے کہ ادراک نہ کرنے کے بعد تین حالتیں ہوتی ہیں یا حیرت یا انکار یا بلادلیل کوئی کیفیت متعین کر کے اثبات اول کو سکوت کہا ثانی ثالث کو اضلال) اور بجز قلب (مذکور) کے کوئی قوۃ (مدرکہ) ایسی نہیں جس میں تمام نقوش (و صور علمیہ) کا ابد الآباد تک انعکاس ہوتا رہے (گو حاصل بالفعل ہر حال میں متناہی ہو گا) خواہ وہ نقوش باعدد ہوں (جیسے ممکنات کہ متناہی العدد ہیں) اور خواہ بے عدد ہوں (جیسے کمالات حق تعالیٰ کہ خارج از حصر عدد ہیں جیسے اوپر تقریر کی ہے کہ معلومات غیر متناہیہ بمعنے

www.besturdubooks.wordpress.com

لا تقف عند حد کی قابلیت کے لئے مدرک کا تجرد شرط ہے) بس یہی قلب ہے جس پر جو نقش (صورت علمیہ) جدید (جو اس کے قبل حاصل نہیں ہوا) وارد ہوتا ہے بلا حجاب اس میں حاصل ہو جاتا ہے (کیونکہ موانع و حجب کہ ظلمت و کدورت رذائل والتفات الی ماسوی اللہ ہے ریاضت سے مرتفع ہو چکے ہیں۔

اہل صیقل رستہ انداز بو و رنگ	ہر دمے بینند خوبی بے درنگ
صیقل کرنے والے بو اور رنگ سے نجات پا گئے ہیں	وہ اچھائی کو بلا توقف ہر وقت دیکھ لیتے ہیں
نقش و قشر علم را بگذاشتند	رایت عین الیقیں افراشتند
انہوں نے نقش اور علم کے چھلکے کو چھوڑ دیا ہے	عین الیقین کا جھنڈا بلند کر دیا ہے
ذوق و فکرو روشنائی یافتند	بحر بہر آشنائی یافتند
ان کو ذوق اور فکر اور روشنی حاصل ہو گئی ہے	انہوں نے تیراکی کے لئے سمندر پا لیا ہے
مرگ کز وے جملہ اندر وحشت اند	می کنند ایں قوم بروے ریشخند
موت جس سے سب خوف زدہ ہیں	یہ قوم اس کی ہنسی اڑاتی ہے
کس نیابد بر دل ایشاں ظفر	بر صدف آید ضرر نے بر گہر
(کیونکہ) ان کے دل پر کوئی قابو نہیں پا سکتا ہے	ضرر سیپ کو پہنچتا ہے نہ کہ موتی کو
گرچہ نحو و فقہ را بگذاشتند	لیک محو و فقر را برداشتند
اگرچہ انہوں نے نحو اور فقہ کو ترک کر دیا ہے	لیکن وہ فنا اور فقر کے حامل ہو گئے ہیں
تا نقوش ہشت جنت تافت ست	لوح دل شاں پذیرا یافت ست
جب سے آٹھوں بہشتوں کے نقوش ابھرے ہیں	ان کی لوح دل کو (عکس کی) قبول کرنے والی پایا ہے
برتر انداز عرش و کرسی و خلا	ساکنان مقعد صدق خدا
وہ عرش اور کرسی اور خلا سے بھی بہتر ہیں	(وہ) خدا کی سچائی کی نشست گاہ کے ساکن ہیں
صد نشاں دارند و محو مطلق اند	چہ نشاں بل عین دیدار حق اند
وہ سینکڑوں نشان رکھتے ہیں اور مطلق فنا ہیں	نشان کیا، بلکہ وہ اللہ کا عین دیدار ہیں

(یہ بھی تتمہ ہے مضمون شعر بالا لیک صیقل کردہ اندار کا یعنی) اہل صیقل بوی و رنگ سے (یعنی استدلال بالآثار سے) چھوٹ گئے اور ہر وقت علوم محمودہ کا بلا توقف مشاہدہ کر رہے ہیں (بلا توقف اس لئے فرمایا کہ توقف و تامل نظریات میں ہوتا ہے اور علوم وہبیہ محتاج نظر نہیں) بس انہوں نے علم کے (مرتبۂ) نقش و پوست کو چھوڑ دیا ہے اور عین

www.besturdubooks.wordpress.com

الیقین کا پرچم بلند کیا ہے (نقش و پوست سے مراد مرتبہ الفاظ خاصہ والا کہ تابع معانی ہیں اور عین الیقین سے مراد مرتبہ مدلول کا کہ مقصود ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مقصود خاص مضامین ضروریہ ہیں خواہ وہ عربی الفاظ میں ہوں یا فارسی وار دو میں بس ترک الفاظ سے مراد ترک تقیید بالالفاظ ہے) ان کی قوۃ فکریہ (جو علوم استدلالیہ میں ہوتی ہے) رخصت ہوئی اور ان کو نور (قلب) حاصل ہو گیا (جس سے انکشاف علوم ہو گیا اور تیراکی کے لئے ان کو ایک دریا (علوم وہبی کا) مل گیا (جس کا کہیں کنارہ نہیں جیسا غیر محدود ہونا اوپر ثابت ہو چکا ہے اور اس انکشاف حقائق پر یہ امر بھی مرتب ہوا کہ) موت جس سے تمام عالم وحشت کرتا ہے یہ حضرات اس پر ہنستے ہیں (یعنی ڈرتے نہیں کیونکہ ان کو موت کی حقیقت منکشف ہے جس سے وہ یقینا جانتے ہیں کہ) ان کی قلب (وروح) پر کوئی شخص قابو نہیں پا سکتا (اسی طرح موت بھی روح کو منعدم نہیں کر سکتی) جو کچھ صدمہ (موت سے) پہنچے گا وہ صرف (یعنی بدن) پر ہوگا نہ کہ گوہر (یعنی روح پر (اس لئے ان کو اندیشہ نہیں اور ہر چند دوسروں کا عقیدہ بھی یہی ہے مگر یہ حال غالب نہیں اس لئے معاملہ میں اس کا اثر نہیں) اور اگرچہ ان حضرات نے نحو کو (یعنی علوم الہیہ کو) اور فقہ (میں تبحر) کہ (جو کہ قدر فرض پر زائد ہے) ترک کر دیا ہے لیکن (بجائے اس کے) محویت اور فقر کو (جو کہ ہر شخص کے لئے محتاج الیہ ضروری ہے) لے لیا ہے (اور ان کا قلب ایسا نورانی ہے کہ) جب سے ہشت جنت پیدا ہوئی ہیں ان کے لوح دل کو (اپنے انعکاس کے لئے) قابل دیکھا ہے (خواہ کشف عیانی سے خواہ کشف وجدانی سے) ان حضرات کا مرتبہ عرش وکرسی اور خلا سے (جو کہ فوق العرش ہے) بڑھ کر ہے (کیونکہ) یہ حضرات مقعد صدق ومقام قرب الہی کے ساکن ہیں (اور ظاہر ہے کہ علو قرب علو جہت سے جو کہ عرش و کرسی وغیرہ کو حاصل ہے بدرجہا افضل ہے اور اس میں اشارہ ہے آیت فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر کی طرف) اور صدہا نشان (بقاء باللہ کے) ان کے پاس ہیں اور (فناء فی اللہ سے) محو مطلق ہو گئے ہیں (نشان سے مراد صفات وکمالات کہ نشان یعنی ظلال وعکوس کمالات حق کے ہیں آگے ترقی عنوان کی ہے نہ معنوں کی یعنی) نشان کیا (کہتے ہو) بلکہ (یوں کہو کہ) عین دیدار حق میں، پہلے گزر چکا ہے کہ دوشی میں کمال تناسب کو اصطلاح میں اتحاد و عینیت کہہ دیتے ہیں یہاں اسی بناء پر عین کہہ دیا اور تناسب ظاہر ہی ہے) تنبیہ احقر نے اثناء شرح ابیات ہذا میں علوم الہیہ وتبحر زائد علی الفرض کی تصریح وتقیید جو کر دی ہے اس سے علوم دینیہ ضروریہ مقصودہ کے عبث یا مضر ہونے کا شبہ دفع ہو گیا فافہم۔

پرسیدن پیغمبر زید را علیہ السلام کہ امروز چونی وچوں بامداد کردی وبرخاستی وجواب گفتن او کہ اصبحت مومنا یا رسول اللہ علیہ السلام

• پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زید (رضی اللہ عنہ) سے دریافت فرمانا کہ آج تم کیسے ہو اور تم نے کس حالت میں صبح کی اور (بستر سے) کس حال میں اٹھے ہو اور ان کا جواب دینا کہ یا رسول اللہ میں نے مومن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ داستان مربوط ہے بیت بالا اہل صیقل رستہ اند الخ اور تا نقوش ہشت جنت تافت ست الخ سے جن کا حاصل تصفیہ المجاہدہ پر ترتب مشاہدہ کا ہے چنانچہ اس میں آئندہ اس قسم کے مضامین ہیں گفت تشنہ بودہ ام الخ اور ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من الخ جن کا حاصل وہی امر مذکور ہے اور مقصود ترغیب ہے تصفیۂ باطن کی جس پر یہ واردات علیہ وحالیہ مرتب ہوں ف اس روایت میں خلط ہو گیا ہے وہ یہ کہ زید خیر سے سوال کیف اصبحت ثابت ہے مگر ان کے جواب میں یہ مضامین نہیں ہیں جو یہاں مذکور ہوئے ہیں گو علامت ایمان کامل ہونے میں دونوں مشترک ہیں اور جنکے جواب میں اس قسم کے مضامین ہیں ان کا نام زید نہیں بلکہ عوف بن مالک ہے چنانچہ دونوں روایتیں الرحمۃ المہداۃ کی کتاب الایمان سے نقل کرتا ہوں عن محمد بن صالح الانصاری ان رسول الله صلی الله علیه وسلم لقی عوف بن مالک فقال کیف اصبحت یاعوف بن مالک قال اصبحت مومنا حقا فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان لکل قول حقیقته فما حقیقته ذلک قال یا رسول الله اطلقت نفسی من الدنیا واسهرت لیلی واظماء ت هوا جری کانی انظر الی عرش ربی و کانی انظر الی اهل الجنة تنیر اوروں فیها و کانی انظر الی اهل النار یتضاغون فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم عرفت اولقنت فالزم رواه ابوبکر بن ابی شیبة و عن زید الخیر انه قال یا رسول الله لتخبرنی ماعلامة الله فیمن یریدو ما علامة فیمن لایرید قال لی کیف اصبحت یا زید قلت اصبحت احب الخیر واهله ان قدرت علیه بادرت الیه وان فاتنی حزنت وحننت الیه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فتلک علامة الله فیمن یرید ولو ارادک لغیر هالیهاک لها رواه رزین اور ایک خلط محشیوں سے ہو گیا کہ ان کو زید بن حارثہ لکھ دیا ہے حالانکہ یہ دوسرے صحابی ہیں ان کا نام پہلے بوجہ شجاعت کے زید الخیل تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زید الخیر بدل دیا تھا لیکن نام کے بدل جانے سے اصل مقصود میں خلل نہیں آتا اور چونکہ یہ مقصود عوف بن مالک کی حدیث سے ملتا ہے اس لئے احقر نے اسی کو اصل قرار دیا ہے اور جاننا چاہیے کہ مولانا کے اکثر مضامین یہاں روایت بالمعنے ہیں۔

گفت پیغمبرؐ صباحے زید را	کیف اصبحت اے رفیق با صفا
ایک صبح کو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے زیدؓ سے فرمایا	اے مخلص رفیق! تم نے صبح کس حالت میں کی ہے؟
گفت عبداً مومناً باز اوش گفت	گو نشاں از باغ ایماں گر شگفت
انہوں نے کہا مومن بندہ ہونے کی حالت میں پھر ان سے (حضورؐ نے فرمایا)	اگر ایمان کا چمن کھلا ہے تو اس کی علامت بتاؤ
گفت تشنہ بودہ ام من روزہا	شب نخفتستم زعشق و سوز ہا
انہوں نے کہا میں (روزہ کی وجہ سے) دنوں پیاسا رہا ہوں	عشق اور سوز کی وجہ سے راتوں نہیں سویا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

تاز روز و شب گذر کردم چناں	کہ ز اسپر بگذرد نوک سناں
یہاں تک کہ روز و شب سے میں اس طرح گزر گیا	جس طرح نیزے کی نوک ڈھال سے گزر جاتی ہے
کہ ازاں سو جملۂ ملت یکے ست	صد ہزاراں سال و یک ساعت یکے ست
کیونکہ وہاں تمام ملتیں ایک ہیں	لاکھوں سال اور ایک گھنٹہ یکساں ہے
ہست ازل را و ابد را اتحاد	عقل را رہ نیست زاں سو زافتقاد
(وہاں) ازل اور ابد میں وحدت ہے	گم ہوجانے کی وجہ سے وہاں عقل کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے زیدؓ سے (اور بروایت صحیحہ عوفؓ سے) سوال کیا کہ تم کس حالت پر صبح کو اٹھے انہوں نے عرض کیا کہ عبد مومن (تحقیقی) اٹھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمہارا باغ ایمان شگفتہ ہے تو اس کی کیا علامت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں (نے ایسا مجاہدہ کیا کہ) دن کو (روزہ سے) پیاسا رہا اور شب کو عشق وسوزش سے سویا نہیں جس پر یہ ثمرہ مرتب ہوا کہ میں لیل ونہار (یعنی زمانہ) سے اس طرح گزر گیا جس طرح سپر سے نوک سنان گزر جاتی ہے (چونکہ ممکنات سب زمانی ہیں اس لئے مراد اس سے یہ ہے کہ مجھ کو ذات وصفات حق تعالیٰ سے نسبت ومعیت ہوگئی اور وہاں ایسی تنزیہ ہے) کہ اس طرف سب مذاہب یکساں ہیں اور لاکھوں سال اور ایک ساعت سب یکساں ہیں (اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہاں اشیاء مختلفہ ہیں اور پھر سب متحد ہیں بلکہ یہ ترکیب مستعمل ہوتی ہے اشیاء مختلفہ کے متشارک فی النفی ہونے میں حاصل یہ کہ مذاہب اور ازمنہ سب حادث ہیں اور ذات وصفات حق حوادث سے منزہ ہیں) اور وہاں ازل اور ابد سب کو اتحاد ہے (یعنی دونوں صفتوں کا منشا نفس ذات واحدہ ہے نہ اضافت الی الامور الخارجیہ اور اس طرف عقل کو بوجہ گم ہوجانے کے راستہ نہیں ملتا (ذات وصفات حق کی کنہ کا فوق العقل ہونا ظاہر ہے اور یہ ثمرہ مذکورہ روایت میں مذکور نہیں مگر ذکر ملزوم بعینہ ذکر لازم ہے)

گفت ازاں رہ کو رہ آوردی بیار	در خور فہم و عقول ایں دیار
(آنحضورؐ نے) فرمایا اس راستہ کا تحفہ کہاں ہے لا	جو ان ملکوں (دنیا کے رہنے والوں) کی فہم اور عقلوں کے مناسب ہو
گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں	من بہ بینم عرش را با عرشیاں
(زیدؓ نے) کہا جب لوگ آسمان کو دیکھتے ہیں	میں عرش کو مع عرش کے باشندوں کے دیکھتا ہوں
ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من	ہست پیدا ہمچو بت پیش شمن
آٹھوں جنتیں اور ساتوں دوزخیں میرے سامنے	اس طرح نمایاں ہیں جس طرح پجاری کے سامنے بت
یک بیک وا می شناسم خلق را	ہمچو گندم من زجو در آسیا
میں لوگوں کو ایک ایک کر کے جدا جدا پہچانتا ہوں	جس طرح میں چکی میں جو اور گندم (کو پہچانتا ہوں)

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بہشتی کیست و بیگانہ کے ست	پیش من پیدا چو مار و ماہی ست
کہ بہشتی کون ہے اور (جنت سے) بیگانہ کون ہے؟	میرے سامنے اس طرح نمایاں ہے جس طرح سانپ اور مچھلی

کہ بمعنے کجارہ آوردہ بمعنے سوغات یعنی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس راہ (معرفت) سے جو ہدیہ لائے ہو کہاں ہے اس کو لاؤ (مگر) اس عالم والوں کے فہم وعقل کے مناسب (ہونا چاہیے یعنی ذات وصفات کے اسرار نہ ہوں یہ ارشاد روایت مذکورہ میں صریح نہیں مگر چونکہ قواعد شرعیہ سے اسرار خارج از فہم عوام کا اظہار ممنوع ہے اس قرینہ سے دال فماحقیقۃ ذٰلک جو روایت میں منصوص ہے ایسے امور ممکنۃ الادراک کے ساتھ خاص ہو گیا پس اس سوال اجمالی کی گویا یہ تفسیر ہے) انہوں نے عرض کیا کہ جب خلائق آسمان کو دیکھتے ہیں میں اس وقت عرش اور اہل عرش کو دیکھتا ہوں اور ہشت جنت اور ہفت دوزخ میرے روبرو اس طرح منکشف ہیں جیسا بت پرست کے روبرو بت ہوتا ہے اور میں ایک ایک کر کے تمام مخلوق کو تمیز کر رہا ہوں جس طرح گیہوں کو جو سے آسیا میں (پیسنے کے وقت) امتیاز کر لیا جاتا ہے کہ کون تو جنتی ہے اور کون ملعون ہے میرے روبرو بالکل ظاہر ہیں جس طرح مار اور ماہی میں ظاہرا امتیاز ہوتا ہے (اس روایت میں لفظ کافی وارد ہے جو موضوع ہے تشبیہ کے لئے جس سے ظاہر احدیث کا مفہوم یہ معلوم ہوتا ہے کہ مجھ کو ایمانی یقین وانشراح صدر ایسا حاصل ہے کہ جیسا خود عرش وجنت ونار کو دیکھ کر حاصل ہونا چاہیے تھا اس کو کشف وجدانی کہتے ہیں جیسے حدیث احسان میں لفظ کانک تراہ وارد ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کو فرضا دیکھتے ہوتے تو عبادت کو کیسا سنوار کر کرتے اب بھی ایسی ہی سنوارو آگے اس کی دلیل ہے فان لم تکن الخ یعنی باوجود نہ دیکھنے کے اس طرح سنوارنا اس لئے ضرور ہے کہ گو تم نہیں دیکھتے مگر وہ تو دیکھتے ہیں جس کا مقتضا ایسا ہی سنوارنا ہے مگر ظاہرا مولانا نے اس کو کشف عیانی پر محمول فرمایا ہے پس کان مجازا تحقیق کے لئے ہوگا جیسا لعل کو قرآن میں کہتے ہیں)

ایں زماں پیدا شدہ برایں گروہ	یوم تبیض و تسود وجوہ
اس گروہ پر اسی وقت روشن ہے	وہ دن جبکہ چہرے منور اور کالے ہو جائیں گے
پیش ازیں ہر چند جاں پر عیب بود	در رحم بود و زخلقاں غیب بود
اس (روز قیامت) سے پہلے ہی ہر چند روح عیبوں سے بھری تھی	رحم مادر میں (بچہ کی طرح) تھی اور مخلوق (کی نظروں) سے غائب تھی
الشقی من شقی فی بطن ام	من سمات الجسم یعرف حالہم
بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ سے بدبخت بنا	جسم کی علامتوں سے ان کا حال جانا جاتا ہے
تن چوں مادر طفل جاں را حاملہ	مرگ درد زادن ست و زلزلہ
بدن ماں کی طرح روح سے حاملہ ہے	موت جننے کا درد اور ہلچل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ جانہائے گذشتہ منتظر	تا چگونہ زاید آں طفل بطر
پہلی تمام روحیں منتظر ہیں	کہ یہ خود پسند بچہ کس حالت میں پیدا ہوتا ہے؟
زنگیاں گویند خود از ماست او	رومیاں گویند بس زیباست او
کالے کہتے ہیں وہ ہم میں سے ہے	گورے کہتے ہیں کہ وہ بہت سرخرو ہے
چوں بزاید در جہاں جان وجود	پس نماند اختلاف بیض و سود
جب روح کا وجود دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے	کالوں اور گوروں کا امتیاز نہیں رہتا ہے
گر بود زنگی برندش زنگیاں	روم را رومی برد ہم از میاں
اگر وہ کالا ہوتا ہے تو اس کو کالے لے جاتے ہیں	گورے کو درمیان میں سے گورے لے جاتے ہیں
تا نزاد او مشکلات عالم ست	آنکہ او نازادہ بشناسد کم ست
جب تک وہ پیدا نہیں ہوتا عالم کیلئے مشکلات (کا سبب) ہے	جو نہ جنے ہوئے کو پہچان لیں کم ہیں
او مگر ینظر بنور اللہ بود	کاندرون پوست او را رہ بود
اگر وہ اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو	کہ چھلکے کے اندر اس کے لئے راستہ ہوتا ہے

(اس میں کشف صحابی کی تائید ہے کہ) اس گروہ پر اس وقت وہ دن (احیاناً) مکشوف ہو جاتا ہے جس میں بہت سے چہرے روشن ہو جائیں گے اور بہت سے سیاہ ہو جائیں گے (مراد روز قیامت ہے جس میں سعادت و شقاوت عام مخلوق پر ظاہر ہو جائے گی لیکن اس وقت عام انکشاف نہیں) اور ہر چند کہ اس یوم سے پہلے بھی (یعنی تعلق بالا جسام کی حالت میں) ارواح ونفوس عیوب سے پر تھے مگر (عام مخلوق کو ان کی شقاوت کی طلاع اس وجہ سے نہ تھی کہ) وہ اہل غیب (گویا) رحم بھی تھے (یعنی اجسام بمنزلہ رحم مادر کے تھے) اور اس لئے عام خلق سے مخفی تھے اور (ہر چند کہ تشبیہ اجسام کی رحم کے ساتھ اس کے موجب خفا ہونے میں ہے محلیہ شقاوت میں اشتراک لوازم تشبیہ سے نہیں لیکن چونکہ اتفاق سے اس میں بھی تشارک ہے اس لئے مشبہ بہ میں اس کا حدیث سے اثبات فرماتے ہیں کہ) شقی وہ شخص ہے جو بطن مادر میں شقی ہو (جیسا حدیث میں مصرح ہے کہ رحم مادر میں شقاوت وسعادت لکھ دی جاتی ہے لیکن عام خلق کو اس مکتوب کی اطلاع نہیں ہوتی البتہ جو حضرات اہل کشف ہیں (ان کے نزدیک) علامات الٰہیہ سے ان کی حالت (شقاوت کی) معلوم ہو جاتی ہے (گو احیاناً سہی آگے تشبیہ مذکور کی توضیح وزیارت تطبیق ہے کہ) اس تن (فانی) کی مثال مادر کی سی ہے اور روح کو حمل کی طرح لئے پھرتی ہے اور موت کی مثال ایسی ہے جیسے جننے کے وقت تکلیف اور ہل چل ہوتی ہے) پس جس طرح درد زہ کے بعد بطن مادر سے لڑکا جدا ہوتا ہے اور دنیا میں آتا ہے اسی طرح درد مرگ کے بعد روح بدن سے مفارق ہوتی ہے اور مفارقت کے بعد عالم ارواح میں منتقل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے اور اصطلاح میں اس کو ولادت ثانیہ کہتے ہیں) اور جتنی ارواح سابقہ گزر چکی ہیں سب کو انتظار رہتا ہے کہ دیکھیے یہ طفل روح جو (دنیا میں) شاداں تھا کس حالت پر پیدا ہو کر (عالم ارواح میں) آتا ہے زنگی (یعنی اشقیاء) تو کہتے ہیں کہ وہ ہم میں سے ہوگا اور رومی (یعنی سعداء) کہتے ہیں کہ وہ حسین وجمیل ہے (لہٰذا ہم میں سے ہوگا) پس جب وہ طفل روح جو موجود ہے پیدا ہو کر عالم ارواح میں پہنچتا ہے اس وقت ابیض واسود (یعنی رومی زنگی) کا اختلاف رفع ہو جاتا ہے اگر وہ شقی ہو گیا وہ اشقیاء میں جا ملا اور اگر سعید ہے سعداء میں شامل ہو گیا غرض جب تک (بولادت ثانیہ) پیدا نہیں ہوا تھا تمام اہل عالم ارواح پر مشتبہ تھا (کیونکہ) غیر مولود کو پہچاننے والے تو کم ہی ہیں (جیسے اس ولادت میں سب حاضرین منتظر رہتے ہیں کہ لڑکا کے ساتھ ہوگا اور قرائن سے آراء میں مختلف ہوتے ہیں بعد ولادت حقیقت حال واضح ہو جاتی ہے پہلے سے یقیناً کوئی نہیں جانتا) البتہ اگر کوئی شخص ینظر بنور اللہ کا مصداق ہو کہ پوست کے اندر کا حال معلوم کرلے (تو خیر یعنی قبل مرگ اس کو کسی کی سعادت وشقاوت مکشوف ہو جائے گو احیاناً سہی جیسے کامل طبیب مصر کا حکم لون مولود کے باب میں گاہے صحیح ہو سکتا ہے اور جاننا چاہیے کہ مراد روح سے اس مقام پر نسمہ ہے جو روح مجرد کا متعلق بفتح لام ہے اس تعلق کی وجہ سے اس کو بھی روح کہا جاتا ہے وجہ اس کے مراد ہونے کی یہ ہے کہ سعداء واشقیاء کا اختلاف مقر اسی نسمہ کے اعتبار سے ہے واللہ اعلم)

اصل آب نطفہ اسپید ست وخوش	لیک عکس جان رومی وحبش
نطفہ کا پانی اصل میں سفید اور خوشنما ہے	لیکن گورے اور کالے کی روح کا اثر
میدہد رنگ احسن التقویم را	تا بہ اسفل می برند ایں نیم را
بہترین ساخت والے کو رنگ بخشتا ہے	یہاں تک آدھوں کو گہرائی میں لے جاتا ہے
یوم تبیض و تسود وجوہ	ترک و ہندو شہرہ گردد زاں گروہ
جس روز چہرے سفید اور سیاہ ہوں گے	اس گروہ میں سے گورے اور کالے مشہور ہو جائیں گے
فاش گردد کہ تو کاہی یا کہ کوہ	ہندوی یا ترک پیش ہر گروہ
واضح ہو جائے گا کہ تو تنکا ہے یا پہاڑ	تو کالا ہے یا گورا ہر گروہ پر
در رحم پیدا نباشد ہندو ترک	چونکہ زاید بیندش خورد و بزرگ
رحم (مادر) میں کالا گورا واضح نہیں ہوتا ہے	جب پیدا ہوتا ہے اس کو ہر چھوٹا بڑا دیکھ لیتا ہے
ایں سخن پایاں نہ دارد باز راں	تا نمانیم از قطار کارواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے' واپس لوٹ	تاکہ ہم قافلہ کی قطار سے (پیچھے) نہ رہ جائیں

(اوپر قبل ولادت اختفاء احوال والوان کا حکم تھا یہاں اس کی وجہ مذکور ہے یعنی) اصل رنگ اب نطفہ کا سفید

www.besturdubooks.wordpress.com

اور خوبصورت ہوتا ہے (خواہ وہ کسی کا نطفہ ہو) لیکن رومی اور حبشی کا اثر جزئیت (جو اس میں مضمر ہے مولود کی) حسین کو تو خوبصورت رنگ دے دیتا ہے (یہ حکم باعتبار رومی کے ہے) اور بعض مولود کو (مراتب رنگ میں سے) اسفل درجہ میں لے جاتا ہے (یعنی بدنما و سیاہ کر دیتا ہے یہ حکم باعتبار حبشی کی ہے پس کلام میں لف ونشر مرتب ہے خلاصہ یہ کہ چونکہ ناظرین نے صرف نطفہ دیکھا ہے جس میں اختلاف الوان نہیں اور مؤثر فی اختلاف پر اس میں کوئی علامت دال نہیں لہٰذا لون جنین مخفی رہتا ہے اسی طرح دنیا میں ناظرین صرف صور و اعمال دیکھتے ہیں جو سعداء و اشقیاء میں اکثر اوقات یا بعض اوقات متشابہ ہوتی ہیں اور مؤثر فی السعادت والشقاوت کہ اختلاف جبلت ہے اس پر کوئی امر دال نہیں لہٰذا سعادت و شقاوت مخفی رہتی ہے البتہ) جب وہ دن آئے گا کہ بہت سے چہرے سفید ہو جائیں گے اور سب سے سیاہ ہو جائیں گے (مراد قیامت کا دن ہے) اس وقت ترک جمیل (یعنی سعید) اور ہندی زشت (یعنی شقی) اس مختلط گروہ میں سے ممتاز گروہ) شہرۂ عالم ہو جائیں گے اور علانیہ ظاہر ہو جائے گا کہ تم کاہ ہو یا کوہ ہو (یعنی اعمال کا وزن خفیف ہے یا ثقیل) اور تمام گروہوں کی نظر میں تمہارا زشت رو اور خوبرو ہونا معلوم ہو جائے گا (جس طرح) رحم میں معلوم نہیں ہوتا کہ ہندی ہے یا ترکی ہے مگر جب پیدا ہوتا ہے تو سب چھوٹے بڑے دیکھ لیتے ہیں (یہاں تک تقریر ہوگئی سب اختفاء عن نظر العامہ کی اب قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں کہ) اس مضمون کا تو خاتمہ نہ ہوگا (کہ اسباب خفاء سعادت و شقاوت کی جس کا تعلق سر قدر سے ہے تحقیق کرتے رہیں) اب شبدیز قلم کو قصہ کی طرف چلانا چاہیے تاکہ قطار اور قافلہ (یعنی قصۂ مقصودہ) سے نہ رہ جائیں۔

جواب زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ رسول را صلی اللہ علیہ وسلم

کہ احوال خلق بر من پوشیدہ پنہاں نیست

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا کہ لوگوں کے احوال مجھ سے چھپے ہوئے نہیں ہیں

جملہ را چوں روز رستا خیز من	فاش می بینم عیاں از مرد و زن
میں سب کو قیامت کے دن کی طرح	کھلا ہوا دیکھتا ہوں خواہ مرد ہو یا عورت
ہیں بگویم یا فرو بندم نفس	لب گزیدش مصطفیٰ یعنی کہ بس
ہاں میں بتاؤں یا سانس گھونٹ لوں	مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کے لئے ہونٹ دبایا کہ بس

(ان صحابی کا جواب اوپر شعر میں شروع ہوا ہے گفت خلقان چون بہ بیند الخ اور یہ اس کا تتمہ ہے یعنی) میں سب کو خواہ وہ مرد ہوں یا زن ایسا صاف اور علانیہ دیکھ رہا ہوں جس طرح قیامت میں (اور لوگ دیکھیں گے) ہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

(فرمایئے) سب کہہ ڈالوں یا سانس بند کرلوں آپ نے اپنا لب مبارک دانت میں دبا کر (اشارہ) سے فرمایا کہ بس کرو (اس روایت میں یہ درخواست اور جواب صریحاً تو مذکور نہیں البتہ ان کی تعدد کافی النظر سے احتمال تطویل کلام کا جو مشروط تھا اذن کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فالزم ہے امر بقطع الکلام کا استنباط ممکن غیر بعید ہے فافہم)

یا رسول اللہ بگویم سر حشر	در جہاں پیدا کنم امروز نشر
یا رسول اللہ میں قیامت کا راز کہہ ڈالوں	دنیا میں آج ہی قیامت برپا کر دوں
ہل مرا تا پردہ ہا را بر درم	تا چو خورشیدے بتابد گوہرم
مجھے اجازت دیجئے کہ پردے چاک کر دوں	تاکہ میرا جوہر آفتاب کی طرح چمکے
تا کسوف آید زمن خورشید را	تا نمایم نخل را و بید را
تاکہ میری وجہ سے سورج گرہن میں آ جائے	تاکہ میں کھجور اور بید کو (جدا کر کے) دکھا دوں
وانمایم روز رستاخیز را	نقد را و نقد قلب آمیز را
قیامت کے دن کو کھول کر دکھا دوں	کھرے اور کھوٹے کو (دکھا دوں)
دست ہا ببریدہ اصحاب شمال	وانمایم رنگ کفر و رنگ آل
ہاتھ کٹے ہوئے بائیں جانب والوں کو	تاریکی اور سرخ رنگ کو واضح کر دوں
واکشایم ہفت سوراخ نفاق	در ضیائے ماہ بے خسف و محاق
نفاق کے سات سوراخ واضح کر دوں	اس چاندکی روشنی میں جس کے لئے گرہن اور گھٹاؤ نہیں ہے
وانمایم من پلاس اشقیا	بشنوانم طبل و کوس انبیا
میں بدبختوں کا ٹاٹ کا لباس کھول کر دکھا دوں	انبیاء کا نقارہ سنا دوں
دوزخ و جنات و برزخ درمیاں	پیش چشم کافراں آرم عیاں
دوزخ اور جنتیں اور درمیان میں برزخ	کافروں کی نظروں میں لے آؤں
وانمایم حوض کوثر راجوش	کآب بر روشاں زند بانگش بگوش
حوض کوثر کو ٹھاٹھیں مارتا ہوا دکھا دوں	کہ وہ ان کے چہروں پر پانی چھڑکے کانوں میں آواز پہنچائے
وانکہ تشنہ گرد کوثر می دوند	یک بیک را وانمایم تا کیند
وہ لوگ جو کوثر کے گرد پیاسے بھاگے پھر رہے ہیں	ایک ایک کو دکھا دوں کہ وہ کون ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

واں کساں کہ تشنہ بر گردش دواں	گشتہ اند ایندم نمایم من عیاں
وہ لوگ جو اس کے چاروں طرف پیاسے بھاگے	پھر رہے ہیں ان کو ابھی کھلم کھلا دکھا دوں
می بساید دوش شاں بر دوش من	نعرہا شاں می رسد در گوش من
ان کا کندھا میرے کندھے سے چھل رہا ہے	ان کے نعرے میرے کانوں میں پہنچ رہے ہیں
اہل جنت پیش چشم ز اختیار	در کشیدہ یک دگر را در کنار
میری آنکھوں کے سامنے جنتی خوشی سے	ایک دوسرے سے گلے مل رہے ہیں
دست یکدیگر زیارت می کنند	وز لباں ہم بوسہ غارت می کنند
ایک دوسرے کی دست بوسی کرتے ہوئے ملاقات کر رہے ہیں	اور ہونٹوں سے بوسے (کے مزے) لوٹ رہے ہیں
کر شد ایں گوشم ز بانگ آہ آہ	از خساں و نعرۂ و احسرتاہ
آہ آہ کی آواز سے میرے یہ کان بہرے ہو گئے	بدبختوں کی وجہ سے، اور واحسرتا کے نعروں سے
ایں اشارتہاست گویم از نغول	لیک می ترسم ز آزار رسول
یہ تو اشارے ہیں، گہری بات (بھی) کہتا ہوں	لیکن رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ملال سے ڈرتا ہوں

(کوئی یوں نہ سمجھے کہ لب گزیدش مصطفےٰ یعنی کہ بس کے بعد ان صحابی نے یہ مضمون عرض کیا کہ صحابہ سے اس کا احتمال ہی نہیں بلکہ یہ سب اشعار ہیں بگویم واقع مصرعہ اولیٰ شعر بالا کی شرح ہے اور آگے جو آتا ہے گفت دم درکش کہ اسپت گرم شد یہ اس شعر کے مصرعہ ثانیہ لب گزیدش الخ کی شرح ہے یعنی ان صحابی نے عرض کیا کہ) یارسول اللہ (اگر اجازت ہو تو) حشر کے حالات خفیہ سب کہہ ڈالوں اور دنیا میں بعث ونشر کو آج ظاہر کر دوں (بیان مفصل سے یا قلوب میں تصرف کر کے ان پر مکشوف کر دینے سے) مجھ کو ذرا اجازت دیجئے تاکہ سب حجابات اٹھا ڈالوں (بہر دو احتمال مذکور) تاکہ آفتاب کی طرح میرا جوہر (علمی یا تصرفی) روشن ہو جائے تاکہ مجھ سے خورشید کو بھی (کم نوری کا) کسوف لگ جائے (کیونکہ نور آفتاب میں صرف توضیح مادیات کا خاصہ ہے اور ظاہر ہے کہ توضیح اسرار اس توضیح سے افضل ہے لہٰذا اس اعتبار سے آفتاب کو کم نور کہیں گے اور تاکہ میں نخل (یعنی عاملین باثمر) اور بید (یعنی عاملین بے ثمر کو ظاہر کر دوں اور قیامت کا دن اور نقد خالص کو اور جو ان میں قلب آمیز ہیں (یعنی جو طاعات خلوص سے ہوئی ہیں اور جن میں ریا مل گئی ہے) ان سب کو ظاہر کر دوں اور اصحاب شمال (یعنی اہل دوزخ حسرت سے گویا) ہاتھ قطع کر رہے ہیں (یعنی یہ بھی دکھلا دوں) اور رنگ زرد اور رنگ سرخ کو دکھلا دوں (مراد غم اور خوشی کا رنگ ہے کما قال تعالیٰ وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ مستبشرہ ووجوہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یومئذ علیھا غبرۃ ترھقھا قترۃ اور نفاق کے ساتوں سوراخ (یعنی اس کے طرف متعددہ واسباب کثیرہ) ایسے چاند کی روشنی میں جس کو نہ خسوف ہے نہ نقصان ظاہر کردوں (مراد اس سے نور کشف صحیح ہے) اور میں اشقیاء کی پلاس کو (جو شعار ذلت ہے) دکھلا دوں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے طبل وکوس کو (کہ عبارت ہے عزت وحشمت سے) سب کو سنوادوں اور دوزخ اور بہشت اور برزخ (یعنی عالم قبر یا اعراف) جو درمیان میں (دنیا وآخرت یا دوزخ وجنت کے) ہے کفار کی آنکھوں کے سامنے (قوت تصرف سے) معائنہ کرادوں اور حوض کوثر کو جوش مارتا ہوا دکھلا دوں اس طور پر کہ ان کے منہ پر اس کا پانی چھڑکا جائے اور اس کی آواز ان کے کان میں آئے (تصرف قوی سے بعد مکانی یا زمانی میں قصر مسافت ممکن ہے) اور جو لوگ کوثر کے گرد پیاسے دوڑتے پھر رہے ہیں ایک ایک کو دکھلا دوں کہ کون کون ہیں یعنی جو لوگ اس کے آس پاس تشنہ پھر رہے ہیں میں اس وقت ان کو دکھلا دوں (تفسیر میں اس وقت کی قید مفسر سے زیادہ ہے) ان کا شانہ میرے شانہ سے چھل رہا ہے (واقعات مستقبلہ کے کشف میں اس طرح تمثل ممکن ہے) اور ان کے نعرے میرے کان میں پہنچ رہے ہیں اور اہل جنت خوشی خوشی ایک دوسرے سے معانقہ کررہے ہیں اور مصافحہ کرتے ہوئے باہم زیارت کررہے ہیں اور لبوں سے بوسہ بھی دے رہے ہیں (جیسا روایت مذکورہ میں ہے وکانی انظر الی اھل الجنۃ تیز اور دن فیھا اسی طرح میرا یہ کان (دوزخیوں کی) آہ آہ اور نالہ ونعرۂ واحسرتاہ سے گویا بہرا ہو گیا ہے (جیسا حدیث مذکور میں ہے وکانی انظر الی اھل النار یتضاغون فیھا) اور میں جتنا عرض کررہا ہوں (بمقابلہ وسعت مکشوفات کے (بمنزلۂ اشارات (اجمالیہ) کے ہیں اور میں تہہ کی بات (یعنی پوری حقیقت وتفصیل) بھی عرض کرسکتا ہوں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مزاج ہونے کا اندیشہ ہے (یا تو اس لئے کہ کشف اسرار آپ کے نزدیک پسندیدہ نہیں یا اس لئے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے زائد انکشاف ہے تو ضرور تطویل کلام جس میں کوئی فائدہ نہ ہو موجب ملال وگرانی ہوگا)

ہمچنیں می گفت سرمست وخراب	داد پیغمبرؐ گریبانش بتاب
وہ (زیدؓ) مستی اور مدہوشی میں یہ کہہ رہے تھے	پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کا گریبان اینٹھا
گفت دم درکش کہ اسپت گرم شد	عکس حق لا یستحی زد شرم شد
آنحضورؐ نے فرمایا خاموش رہ کہ تیرا گھوڑا تیز ہوگیا ہے	تجھ پر "اللہ نہیں شرماتا ہے" کا عکس پڑ گیا ہے جھجک جاتی رہی ہے
آئینۂ تو جست بیروں از غلاف	آئینہ ومیزاں کجا گوید خلاف
تیرا آئینہ غلاف سے باہر آگیا ہے	آئینہ اور ترازو خلاف (واقعہ) کب بتاتے ہیں؟
آئینہ ومیزاں کجا بند دنفس	بہر آزار وحیائے ہیچ کس
آئینہ اور ترازو کب چپ ہوئے ہیں	کسی کی شرم اور تکلیف کی وجہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

آئینہ و میزاں محکہائے سنی	گر دو صد سالش تو خدمتہا کنی
آئینہ اور ترازو روشن کسوٹیاں ہیں	اگر تو دو سو سال خدمت کرے
کز برائے من بپوشاں راستی	بل فزوں بنما و منما کاستی
کہ میری وجہ سے سچائی کو چھپا لے	بلکہ زیادہ دکھا دے کمی نہ دکھا
اوت گوید ریش وسبلت بر مخند	آئینہ و میزاں وانگہ ریو بند
وہ تجھ سے کہے گا کہ اپنا مذاق نہ اڑا	آئینہ اور ترازو اور پھر فریب اور حیلہ
چوں خدامارا برائے آں فراخت	کہ بما بتواں حقیقت راشناخت
جبکہ خدا نے ہمیں اس لئے بلند کیا ہے	کہ ہمارے ذریعہ سے حقیقت پہچانی جائے
ایں نہ باشد ماچہ ارزیم اے جواں	کہ شویم آئین روئے نیکواں
اے جوان! اگر یہ نہ ہوا تو ہم کس لائق ہیں	ہم نیکوں کے چہرے کا آئینہ کب ہو سکتے ہیں؟
لیک درکش در بغل آئینہ را	کز تجلی کرد سینا سینہ را
لیکن آئینے کو بغل میں دبا لے .	اس لئے کہ اس نے سینہ کو تجلی سے (کوہ) سینا بنا دیا ہے

(اوپر کہہ چکا ہوں کہ یہ اشعار مصرعہ لب گزیدش کی شرح ہے جس کا روایت بالمعنے ہونا فالرم کا اس سے اوپر ذکر کر چکا ہوں یعنی) وہ صحابی (غلبۂ حال سے) مست و بے سروپا ہو کر ایسی باتیں کر رہے تھے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گریبان کو تاب دے کر فرمایا کہ بس خاموشی کرو تمہارا سب (بیان) بہت گرم ہو گیا اور تم پر تو الحق لایستحی (یعنی آیہ واللہ لایستحی من الحق) کا پڑ گیا اس لئے (اظہار حقائق کے باب میں) باک جاتا رہا (گویا یہ فیض ہے حق تعالیٰ کی اس صفت کا کہ وہ اظہار حق سے باک نہیں فرماتے) اور تمہارا آئینہ (بیان کا) غلاف (اعتدال سے باہر نکل گیا (کیونکہ اسرار مخفیہ جن کا اخفاء قرین حکمت ہے زبان پر آنے لگے اور بیان کی وجہ تشبیہ آئینہ سے ظاہر ہے کہ دونوں مظہر ہیں پس اس حالت میں بشرط قدرت سکوت احوط ہے کیونکہ ایسی حالت میں یہ نہایت دشوار ہے کہ تکلم ہو اور اس پر نظر رہے کہ اسرار مخفیہ زبان پر نہ آویں کیونکہ) آئینہ اور میزان کبھی خلاف واقع نہ کہیں گے (یہاں خلاف واقع عام ہے اور اظہار البعض واخفاء البعض کو شامل ہے پس مغلوب الحال کا بیان ونطق بمنزلہ آئینہ ومیزان کے ہے کہ جو چیز اس کے سامنے اور اس کے اندر آ جائے گی ضرور اس کا اظہار کر دے گا ہاں اگر اخفاء چاہو تو آئینہ ومیزان کا کام ہی مت لو یہ مشابہ سکوت کے ہے آگے مولانا اس تشبیہ کی توضیح فرماتے ہیں کہ آئینہ اور میزبان کسی کی ناگواری یا شرم کے خیال سے (اظہار امر واقعی سے) کب خاموش ہوتے ہیں بلکہ یہ دونوں ایسی روشن معیار ہیں کہ اگر (بالفرض) دو سو سال تک ان کی خدمت (اس خوشامد میں) کی جائے کہ تم امر

www.besturdubooks.wordpress.com

واقعی کو میری خاطر سے ظاہر مت کرنا بلکہ (اگر آدھ سیر چیز ہو مثلاً تو اس کو) زیادہ (مثلاً سیر بھر) کر کے دکھلانا اور کمی مت کرنا (اور یہ امر وزن للبیع کے وقت مطلوب ہوتا ہے یا وزن للشراء کے وقت اس کے عکس کی درخواست کی جائے اور یہ قضیہ شرطیہ باعتبار میزان کے ہے اور آئینہ میں انعکاس کی کمی بیشی اس کی نظیر ہے بہر حال ایسی درخواستوں کے وقت) وہ تم کو یہ جواب دینگے کہ تم احمق مت بنو بھلا ایسا ممکن ہے کہ آئینہ اور میزان اور پھر فریب و حیلہ (یعنی ان کا اجتماع ممکن نہیں) جب ہم کو اللہ تعالیٰ نے خاص اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ ہمارے ذریعہ سے حقیقت واقعی دریافت ہو سکے پس (اگر) ہم میں یہ صفت بھی نہ ہو تو پھر ہم کس مصرف کے ہیں اور (اس حالت میں) اچھے لوگوں کے سامنے منہ کرنے کے بھی لائق نہ رہیں۔ (آگے تتمہ ہے ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یعنی یہ بے شک دشوار ہے کہ آئینہ بیان کہلاتا رہے اور پھر اسرار مختفی رہیں) لیکن تم ایسا کرو کہ (اس) آئینہ (بیان) کو بغل (سکوت) میں چھپالو اگر چہ (ہم جانتے ہیں کہ) انکشاف (حقائق) نے تمہارے سینہ کو بمنزلہ طور سینا کے (جس پر موسیٰ علیہ السلام مشرف بتجلی کلامی ہوئے تھے) بنا رکھا ہے (جس سے جوش کشف اسرار کا ہوتا ہے لیکن چونکہ اظہار خلاف حکمت ہے لہٰذا ضبط کرنا چاہیے)

گفت آخر ہیچ گنجد در بغل	آفتاب حق و خورشید ازل
(حضرت زیدؓ نے) کہا بغل میں بھی سمایا ہے	حق کا سورج اور ازل کا آفتاب؟
ہم دغل را ہم بغل را بر درد	نے جنوں ماند بہ پیشش نے خرد
وہ کھوٹ اور بغل کو بھی پھاڑ ڈالتا ہے	اس کے سامنے نہ جنون ٹکتا ہے نہ عقل (ٹکتی ہے)
گفت یک اصبع چو بر چشمے نہی	بینی از خورشید عالم را تہی
(آنحضورؐ نے) فرمایا اگر تو آنکھوں پر ایک انگلی رکھ دے	دنیا کو سورج سے خالی پائے گا
یک سر انگشت پردہ ماہ شد	ویں نشان ساتری شاہ شد
ایک سر انگشت چاند کا پردہ بن گیا	یہ شاہ (اللہ) کی پردہ پوشی کی مثال ہوئی
تا بپوشاند جہاں را نقطۂ	مہر گردد منخسف از سقطۂ
ایک نقطہ (آنکھ کا پھولا) دنیا کو چھپا دیتا ہے	بادل کے ایک ٹکڑے سے سورج چھپ جاتا ہے
لب بہ بند و غور دریائے نگر	بحر را حق کرد محکوم بشر
خاموش رہ اور دریا کی گہرائی پر نظر کر	سمندر کو اللہ (تعالیٰ) نے انسان کا محکوم بنا دیا ہے

(یہ سوال و جواب قالی نہیں بلکہ حالی ہیں پس حدیث مذکور میں منقول نہ ہونا مضر نہیں اور اس توجیہ پر مولاناؒ کے بہت مضامین سے شبہ عدم نقل کا مرتفع ہو جائے گا اور حال کو صورت قال میں لانا کذب نہیں خود حدیث میں وارد ہوا

ہے کہ حضرت حسان نے کچھ اشعار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پڑھے اور اس میں یہ استعمال موجود ہے

وقال اللہ قد ارسلت جندا ہم الانصار عرضتہا اللقاء

حالانکہ یہ مضمون نہ قرآن میں ہے نہ کسی حدیث قدسی میں صرف معاملہ الٰہیہ سے ماخوذ ہے یعنی) وہ صحابی بولے کہ بھلا آفتاب (اسرار) حق اور خورشید (علوم) ازلی (جوکہ قلب پر فائض ہوتے ہیں کہیں بغل میں سما سکتا ہے (یعنی جب ان علوم کا غلبہ کے ساتھ قلب پر ورود ہجوم ہوگا تو قلب پر اختیار نہ رہے گا اور زبان تابع ہے قلب کی اس لئے اس پر بھی اختیار نہ رہے گا پس جوش قلب سے ضرور اظہار اسرار ہوگا اور کف لسان پر قدرت نہ ہوگی پھر کس طرح سکوت کروں اور کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ پھر فروبندم نفس کیوں کہا تھا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات قبل آغاز کسی کام یا کلام کے جوش نہیں ہوتا پھر شروع کرنے سے جوش ہو جاتا ہے فروبندم اس کے اعتبار سے تھا اور پیچ گنجد دوسرے اعتبار سے ہے بہر حال جب آفتاب علوم بغل میں نہیں سما سکتا تو دغل کو بھی اور بغل کو بھی سب کو پھاڑ ڈالے گا اور اس کے سامنے نہ جنون رہ سکتا ہے نہ عقل رہ سکتی ہے (بغل سے مراد سکوت جیسا اوپر تفسیر کی گئی اور دغل سے مراد لغو و ہذیان مضامین خلاف واقع کیوں کہ دغل میں اظہار خلاف واقع کا ہوتا ہے اور جنون سے مراد اختلاط عقل جس سے حقیقت امر مخفی رہے اور اسلئے خلاف واقع ہذیان بکے اور عقل سے مراد انجام اندیشی جس سے اظہار اسرار سے زبان رو کے مطلب ظاہر ہے کہ غلبہ ورود اسرار میں چونکہ حقائق منکشف ہوتے ہیں اس لئے اس وقت نہ تو اختلاط عقل و اختفاء حقائق کا ہوگا اور اس لئے جو کہے گا ہذیان نہ ہوگا۔

ع قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید + اور چونکہ جوش ہوتا ہے اس لئے اس وقت مصلحت پر نظر نہ ہوگی اور ضبط دشوار ہوگا پس نہ بغل رہی نہ دغل نہ جنون رہا نہ عقل) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مثال میں جواب ارشاد فرمایا کہ اگر آنکھ پر ایک انگلی رکھ لو تو تمام عالم کو خورشید سے خالی پاؤ گے (پس آفتاب حق کا پوشیدہ ہونا اس طرح ممکن ہے) اسی طرح ایک پور انگلی کی ماہتاب کا حجاب ہو سکتی ہے (حاصل جواب یہ ہے کہ جس طرح آفتاب کے پوشیدہ کرنے کے لئے عقلا دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اس میں تصرف کیا جائے کہ اس کو طلوع سے یا بزوغ سے یا ارتفاع سے روک دیا جائے اور یہ بے شک قدرت سے خارج ہے دوسرا طریقہ یہ کہ اپنے اندر تصرف کیا جائے کہ آنکھ پر انگلی رکھ لی جائے اور یہ قدرت میں داخل ہے اسی طرح اسرار کے پوشیدہ کرنے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ قلب پر ان کو وارد نہ ہونے دیا جائے یا بعد ورود کے کیفیت اور آثار باطنیہ کا جوش و غلبہ نہ ہونے دیا جائے سو یہ تو بلا شبہ خارج از قدرت ہے اور بایں معنی قلب پر واقعی اختیار نہ ہونا مسلم ہے اور دوسرا طریقہ یہ کہ اپنے قلب میں عزم پیدا کیا جائے کہ زبان بند رکھیں سو اس اعتبار سے قلب پر قدرت حاصل ہے اور بایں معنی قلب پر اختیار نہ ہونا مسلم نہیں اور امر بالکلف میں یہی قدرت عزم کی کافی ہے اور جمیع اعمال میں یہی قدرت مدار تکلیف ہے ورنہ مغموم کا نوحہ اور مصیبت زدہ کا مصیبت آمیز گلہ منہی عنہ نہ ہوتا البتہ بعض احوال میں کف لسان محتاج تعب و تکلف کا ضرور ہے لیکن تاہم جوش سے علم و قصد کا زوال ضروری نہیں) اور یہ مثال مذکور (مستوریت آفتاب و ماہتاب کی حق تعالیٰ کی ستاری کا (کہ انہوں نے اسرار کو

www.besturdubooks.wordpress.com

نظرِ خلق سے مستور فرما رکھا ہے) نمونہ اور نظیر ہے (یعنی بہت حقائق فی نفسہ ظاہر ہیں جیسے خود ذات وصفات الٰہیہ اظاہر کا مصداق ہیں مگر حق تعالیٰ نے ان کو اسی طرح سے چھپایا ہے کہ مخلوق کی ابصار وبصائر پر حجاب ڈال دیا حتیٰ کہ وہی مصداق ظاہر مصداق الباطن کا ہو گیا پس جب مدرک بالفتح پر نہیں بلکہ مدرک بالکسر پر اسی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لن ترانی فرمایا لن اری نہیں فرمایا آیہ نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے آگے ساتری شاہ پر بعض حسیات کی مستوریت اور مثال کے متفرع فرماتے ہیں یعنی) حتیٰ کہ ایک نقطہ (جو آنکھ کے تل پر پیدا ہو جاتا ہے) تمام عالم کو چھپا دیتا ہے اور دیکھو ایک قطعہ ابر سے آفتاب کم نور ہو جاتا ہے (جب تقریر وتمثیل مذکور سے کف لسان پر قدرت ثابت ہو گئی تو) اسباب کو (اظہار اسرار سے) بند کر دو اور (قلب پر من وجہ اختیار ثابت ہونے کے لئے) دریائے اعظم کا عمق دیکھو کہ (باوجود اتنے بڑے عمق کے) حق تعالیٰ نے اس کو ہر بشر کا محکوم کر رکھا ہے (کہ اس میں انواع انواع تصرفات آلات کے ذریعہ سے کرتا ہے کما قال تعالیٰ اللہ الذی سخر لکم البحر لتجری الفلک فیه بامره ولتبتغوا من فضله باوجودیکہ بعض آلات مثل کشتی وغیرہ بعض امور میں مثل حرکت وغیرہ خود اس کے تابع محتاج ہیں مگر پھر بھی جب چاہتا ہے کشتی کو ساکن کر لیتا ہے بس اسی طرح گو قلب مثل دریا کے اپنی وسعت سے پورا محکوم نہ ہو مگر من وجہ ضرور محکوم ہے اور زبان مثل کشتی کے گو اس کے تابع ہو مگر بے شک اس کا ساکن وساکت کر دینا اختیار میں ہے جیسا حدیث میں ہے القلب یحزن والعین تدمع ولا نقول الا ما یرضی ربنا)

ہمچو چشمہ زنجبیل و سلسبیل	ہست در حکم بہشتی جلیل
جیسا کہ زنجبیل و سلسبیل	بزرگ بہشتی کے حکم میں تھا
چار جوئے جنت اندر حکم ماست	این نہ زور ما بفرمان خداست
جنت کی چار نہریں ہمارے حکم میں ہیں	یہ ہماری طاقت نہیں ہے خدا کے حکم کی وجہ سے ہے
ہر کجا خواہیم داریمش رواں	ہمچو سحر اندر مراد ساحراں
ہم جس طرف چاہتے ہیں ان کو جاری کر دیتے ہیں	جیسا کہ جادو جادوگر کے قابو میں ہوتا ہے
ہمچو این دو چشمۂ چشم رواں	ہست در حکم دل و فرمان جاں
جس طرح آنکھ کے دو رواں چشمے	جان کے فرمان اور دل کے حکم کے تابع ہیں
گر بخواہد رفت سوئے زہر مار	ور بخواہد رفت سوئے اعتبار
اگر وہ چاہے تو نظر محسوسات کی طرف چلی جائے	اگر وہ چاہے چھپی ہوئی چیزوں کیطرف چلی جائے
گر بخواہد سوئے کلیات راند	ور بخواہد حبس جزدیات ماند
اگر وہ چاہے (بصیرت) کلیات کی جانب چلی جائے	اگر وہ چاہے جزئیات میں گھری رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچنیں ہر پنج حس چوں نائزہ	برمراد امروں شد جائزہ
اسی طرح پانچوں حواس ٹونٹی کی طرح	دل کی مراد کے مطابق چلنے والے بن گئے ہیں
ہر طرف کہ دل اشارت کردشاں	میرود ہر پنج حس دامن کشاں
جس طرف دل نے ان کو اشارہ کیا	پانچوں حواس نازو انداز سے روانہ ہو جاتے ہیں
دست و پا در امر دل اندر بلا	ہمچو اندر دست موسیٰ آں عصا
ہاتھ اور پاؤں دل کے حکم میں پھنسے ہوئے ہیں	جس طرح لاٹھی (حضرت) موسیٰ کے ہاتھ میں
دل بخواہد پادر آیدز و برقص	یا گریز دسوے افزونی زنقص
دل چاہے تو پاؤں اُس کی وجہ سے رقص میں آجائیں	یا نقصان سے نفع کی طرف بھاگیں
دل بخواہد دست آید در حساب	با اصابع تانویسد او کتاب
دل اگر چاہے ہاتھ کام میں لگ جائیں	مع انگلیوں کے تاکہ وہ کتاب لکھے
دست در دست نہانی ماندہ است	او دروں تن را بروں بنشاندہ است
ہاتھ پوشیدہ ہاتھ (دل) کے قبضہ میں ہے	وہ (دل) اندر ہے جسم کو باہر بٹھا رکھا ہے
گر بخواہد بر عدو مارے شود	ور بخواہد بر ولی یارے شود
اگر وہ چاہے (ہاتھ) دشمن کے لئے سانپ بن جائے	اگر وہ چاہے دوست کا یار بن جائے

(اوپر محکومیت قلب کو محکومیت بحر سے تشبیہ دی تھی ان اشعار میں بھی اسی کی تشبیہات متعددہ ہیں کیونکہ محکومیت قلب بوجہ امر خفی ہونے کے قابل اہتمام اور اپنے اثبات میں محتاج زیادت توضیح کا ہے یعنی اس کی ایسی مثال ہے جیسے چشمۂ زنجبیل اور سلسبیل جنتی کے حکم میں ہونگے اسی طرح جنت کی چاروں نہریں (آب و شیر و خمر و شہد کی) ہمارے حکم میں ہوں گی اور ہماری ذاتی قوت سے نہیں ہوگا بلکہ حق تعالیٰ کا حکم ہے (کہ وہ مسخر کردیں گے) کہ ہم جدھر چاہیں ان کو لے جائیں گے (کما قال تعالیٰ یفجر و نہا تفجیرا) جیسا سحر کہ ساحروں کے ارادہ میں ہوتا ہے (کہ جہاں چاہیں چلادیں گو موقوف ہوتا ہے مشیت قدیمہ پر) اور محکومیت قلب کی ایسی مثال ہے جیسے آنکھوں کے دو چشمہ جاری (جن سے نور شاعی نکلتا ہے) کہ قلب و روح کے حکم میں ہیں اگر قلب چاہتا ہے تو وہ آنکھ زہر مار (یعنی اسباب معصیت) کی طرف چلی جاتی ہے اور اگر قلب چاہتا ہے تو وہ آنکھ (سامان) عبرت کی طرف ہولیتی ہے اور اگر دل چاہتا ہے تو وہ محسوسات کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اگر دل چاہتا ہے تو وہ (انواع) ملبوسات (کے تماشے میں لگ جاتی ہے (یہ تخصیص بعد تعمیم ہے وکذا ما بعدہ اور اگر دل

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہتا ہے تو اس کو کلیات کی طرف چلا دیتا ہے اور اگر دل چاہتا ہے تو جزئیات (کے مشاہدہ) میں محبوس رہ جاتی ہے (یہاں کلیات و جزئیات سے معنی مصطلح اہل معقول مراد نہیں جس پر ادراک الکلی بالبصر کا امتناع لازم آئے بلکہ کلیات سے اصول مواد ترکیب یعنی بسائط عناصر اور جزئیات سے ان کی فروع یعنی مرکبات عنصریات مراد ہیں جیسا سرخی پاداپس کشیدن خرگوش میں اس شعر میں یہی مراد ہے این خود اجزا اند کلیات از و الخ چنانچہ اس کی شرح گزر چکی) اسی طرح پانچوں حواس نل کی طرح موافق خواہش دل کے جاری ہوتے ہیں کہ دل ان کو جس طرف اشارہ کر دیتا ہے حواس خمسہ اسی طرف دامن کشاں ہو لیتے ہیں اسی طرح ہاتھ پاؤں حکم دل میں پھنسے ہوئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک میں عصا تھا چنانچہ اگر دل چاہتا ہے تو پاؤں فوراً رقص کرنے لگتا ہے یا نقصان سے نفع کی طرف دوڑنے لگتا ہے اور اسی طرح اگر دل چاہتا ہے تو ہاتھ حساب میں لگ جاتا ہے یا انگلیاں کتاب لکھنے میں چلنے لگتی ہیں غرض یہ (ظاہری) ہاتھ ایک باطنی ہاتھ یعنی قلب کے قبضہ میں ہے کہ وہ اندر موجود ہے اور بدن کو باہر بٹھا رکھا ہے (اور وہاں سے کام لے رہا ہے) اگر وہ چاہتا ہے تو یہ (ظاہری ہاتھ) دشمن کے مقابلہ میں مار بن جاتا ہے اور اگر وہ چاہتا ہے تو یہ دوست کے حق میں یار ہو جاتا ہے اگر وہ چاہتا ہے تو یہ کھانے میں چمچہ بن جاتا ہے اور اگر وہ چاہتا ہے تو یہ (غصہ میں) گرز دہ من ہو جاتا ہے (خلاصہ مقصود سب تشبیہات کا یہ ہے کہ (اسی طرح دل بھی محکوم حقیقت انسان یعنی روح ہے)

دل چہ می گوید بدیشاں اے عجب	طرفہ وصلت طرفہ پنہانی سبب
تعجب ہے دل ان سے کیا کہہ دیتا ہے	عجیب تعلق ہے عجیب مخفی سبب ہے
دل مگر مہر سلیماںؑ یافتہ است	کو مہار پنج حس برتافتہ است
دل کو شاید مہر سلیمانی مل گئی ہے	جس نے پانچوں حواس کی مہار موڑ رکھی ہے
پنج حسے از بروں میسور او	پنج حسے از دروں مامور او
باہر کے پانچوں حواس اس کے تابع ہیں	اندر کے پانچوں حواس اس کے محکوم ہیں
دہ حس ست وہفت اندام دگر	آنچہ اندر گفت ناید می شمر
دس حواس ہیں اور سات دوسرے اعضا ہیں	جو ذکر میں نہیں آئے تو ان کو گن لے

(اوپر ضمن تشبیہ میں قلب کا عالم اور حواس و اعضا کا محکوم ہونا مذکور تھا اب مولانا اس پر استبعاد و استعجاب ظاہر فرماتے ہیں جس سے غرض غالباً قدرت عجیبہ و صنعت غریبہ حق تعالیٰ کا استحضار و استذکار ہے پس فرماتے ہیں کہ) تعجب ہے دل ان حواس و اعضا سے کیا کہہ دیتا ہے باہم عجیب اتصال اور عجیب تعلق معلوم ہوتا ہے شاید دل کو مہر سلیمانی مل گئی ہے جس نے حواس خمسہ کی عنان پھیر رکھی ہے (یہ احتمال محاورات میں شک کے لئے نہیں بلکہ زیادت تعجب کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور من وجہ اشارہ ہے تعیین سبب تسخیر اور اس کی تشبیہ کی طرف یعنی اللہ تعالیٰ نے اس میں ایک قوت ملکوتی رکھی ہے کہ مشابہ ہے خاتم سلیمانی کے) پانچ حواس تو ظاہری اس کے مقید ہیں اور پانچ حواس باطنی اس کے محکوم ہیں غرض دس تو حواس ہیں اور سات اعضاء ہیں اور بعضی چیزیں کلام میں نہیں آئیں ان کو تم شمار کرلو (کہ وہ بھی محکوم ہیں جاننا چاہیے کہ حواس ظاہری یہ ہیں سامعہ باصرہ شامہ ذائقہ لامسہ اور باطنی یہ ہیں حس مشترک خیال وہم حافظہ متصرفہ اور ہفت اندام ظاہری یہ ہیں سر سینہ پشت دونوں ہاتھ دونوں پاؤں اور باطنی یہ ہیں دل جگر دماغ گردہ زہرہ شش طحال)

چوں سلیمانی دلاور مہتری	بر پری و دیو زن انگشتری
جبکہ تو سلیمان (جیسا) ہے (اور) بہادر سردار ہے	پری اور دیو پر حکومت کر
گر دریں ملکت بری باشی ز ریو	خاتم از دست تو نستاند سہ دیو
اگر تو اپنی اس سلطنت میں فریب سے بچ رہے	تو سہ دیو تجھ سے انگوٹھی نہیں چھین سکتا ہے
بعد ازاں عالم بگیرد اسم تو	دو جہاں محکوم تو چوں جسم تو
اس کے بعد دنیا تیرا نام (یاد) کرے گی	تیرے جسم کی طرح دونوں جہاں تیرے محکوم ہوں گے
ور ز دستت دیو خاتم را ببرد	بادشاہی فوت شد بختت بمرد
اگر تیرے ہاتھ سے جن انگوٹھی لے اڑا	تو تیری بادشاہی ختم ہوئی اور تیرا نصیبہ مردہ ہوگیا
بعد ازاں یا حسرتا شد للعباد	بر شما مختوم تا یوم التناد
اس کے بعد "بندوں پر افسوس ہے" ہوگیا	وہ تمہارے لئے قیامت تک مہر بن گیا
ور تو دیو خویشتن را منکری	چوں روی آنجا تو روشن بنگری
اگر تو اپنے شیطان (کے وجود) کا منکر ہے	جب وہاں (حشر میں) پہنچے گا تو خوب دیکھ لے گا
مکر خود را گر تو انکار آوری	از ترازو و آئینہ کے جاں بری
اگر تو اپنے فریب (کھانے کا) منکر ہے	ترازو اور آئینہ سے کیسے جان بچائے گا؟
ایں سخن پایاں ندارد چوں کنم	بعد ازیں بر قصۂ لقماں تنم
کیا کروں اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	اس کے بعد میں (حضرت) لقمان کے قصہ میں لگتا ہوں

(بمناسبت تشبیہ قوت قلب بخاتم سلیمانی کے یہاں سے انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف (یعنی) جب بمقتضائے تشبیہ مذکور) تم (باعتبار قلب کے) سلیمان (معنوی) ہو اور دلاور سردار ہو تو تم کو چاہیے کہ (مثل حضرت سلیمان علیہ السلام کے) تمام پریوں اور دیوؤں پر سکہ حکومت بٹھلا دو (مراد پری سے قویٰ روحانیہ اور دیو

www.besturdubooks.wordpress.com

سے قوئ نفسانیہ یعنی ان سب کو طاعات میں صرف کرو اور نفسانیہ کو معاصی سے روکو اور ان پر غالب رہو اگر تم اپنے اس ملک (ہستی) میں (کسی قوت نفسانیہ کے) فریب (میں آ جانے) سے بچے رہو گے تو اس انگشتری (قوت ملکیہ کو تم سے سدیو (جس نے سلیمان علیہ السلام کی انگشتری دھوکہ سے لے لی تھی) نہ لے سکے گا (یعنی شیطان تم پر غالب نہ آ سکے گا کما قال تعالیٰ انه لیس له سلطان علی الذین آمنو او علی ربهم یتو کلون انما سلطانه علی الذین یتولو نه والذین هم به مشر کون کیونکہ غلبہ شیطان کا مشروط ہے فساد قوئ نفسانیہ کے ساتھ) پھر اس کے بعد تو (تمہارا وہ رتبہ ہو جائے گا کہ) ایک عالم تمہارا نام لینے لگے گا (یعنی محبوب و مکرم خلق بن جاؤ گے (کما قال تعالیٰ درفعنالک ذکرک و قال صلی الله علیه وسلم فیوضع له القبول فی الارض) اور دونوں عالم (یعنی خلق کا ظاہر و باطن) تمہارے اس طرح محکوم ہو جائیں گے جس طرح اپنے جسم پر تم کو حکومت ہے (جیسا کاملین مکملین کی حالت کا مشاہدہ ہے کہ بواطن خلق میں تصرف تربیت فرماتے ہیں اور خلائق اپنے جسم سے بھی ان کی خدمت واطاعت کرتی ہیں) اور اگر تمہارے ہاتھ سے شیطان اس انگشتری کو لے گیا (یعنی معصیت یا بدعت یا کفر و شرک میں مبتلا کر کے قوت ملکیہ ضائع کر دی تو بادشاہی گئی گزری اور قسمت پھوٹ گئی پھر تو یا حسرۃً علی العباد قیامت تک تم پر مہر کی طرح لگ گیا (یعنی تمہاری حالت قابل حسرت ہو گئی پھر خواہ وہ حسرت ابدی ہو یا محدود ہو۔ اور جاننا چاہیے کہ تشبیہ میں قصہ سدیو کا لانا بناء علی المشہور ہے ورنہ محققین کے نزدیک یہ قصہ بے اصل ہے مگر مقصود میں مضر نہیں کما مر مرارا) اور اگر تم اپنے دیو کے وجود کا انکار کرتے ہو (یعنی کہتے ہو کہ میرے اندر قوئ نفسانیہ نہیں ہے جیسا مدعین کہا کرتے ہیں) تو جب وہاں (یعنی عالم آخرت میں) جاؤ گے ان کو علانیہ دیکھ لینا اور اگر اس کے فریب میں آنے سے انکار ہے) باوجود عدم زوال قوئ خبیثہ کے میں نے ان کے مقتضیٰ پر عمل نہیں کیا تھا اور ان کو مغلوب و مقہور رکھا تھا) تو یہ بتلاؤ کہ ترازو (میزان عمل) اور آئینہ (صحیفۂ اعمال) سے کس طرح جان بچاؤ گے (اور ان دونوں چیزوں کا عموماً آلۂ عدل ہونا ظاہر ہے اور اوپر بیان بھی آ چکا ہے اور میزان عمل و نامۂ عمل تو موازنہ معائنہ اعمال کے لئے خصوصاً موضوع ہی ہیں) اور اس مضمون کا (کہ قیامت میں سب قلعی کھلے گی کہیں خاتمہ نہیں (کیونکہ وہاں کے واقعات لاتحصیٰ ہیں) میں کیونکر (سب کی شرح کروں (اس لئے اتنے ہی مضمون کے بعد (امتحان یوم قیامت کے مثال کے لئے) حضرت لقمان علیہ السلام کے قصہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں (تا کہ اس امتحان کا نمونہ معلوم ہو جائے)

متہم کردن غلامان وخواجہ تاشاں مرلقمانؑ را کہ آں میوہائے پروریدہ وگزیدہ آوردیم اوخوردہ است

غلاموں اور ساتھیوں کا (حضرت) لقمانؑ کو متہم کرنا کہ ہم عمدہ اور اچھے میوے لائے اور وہ اس نے کھا لئے ہیں

بود لقمانؑ پیش خواجہ خویشتن	درمیان بندگانش خوارتن
(حضرت) لقمان اپنے آقا کے سامنے	اس کے غلاموں میں حقیر تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

می فرستاد او غلاماں را بباغ	تا کہ میوہ آیدش بہر فراغ
وہ غلاموں کو میوہ لانے کے لئے باغ میں بھیجتا تھا	تا کہ اس کے لئے بفراغت میوہ آئے
بود لقمانؑ در غلاماں چوں طفیل	پر معانی تیرہ صورت ہمچو لیل
غلاموں میں (حضرت) لقمانؑ طفیل کی طرح تھے	حکمتوں سے پر تھے رات کی طرح کالی صورت تھے
آں غلاماں میوہ ہائے جمع را	خوش بخوردند از نہیب طمع را
ان غلاموں نے جمع شدہ میووں کو	لالچ کی لوٹ مار سے خوب کھایا
خواجہ را گفتند لقمانؑ خورد آں	خواجہ بر لقمانؑ ترش گشت و گراں
انہوں نے آقا سے کہا وہ لقمانؑ نے کھائے ہیں	آقا (حضرت) لقمانؑ پر بگڑا اور ناراض ہوا
چوں تفحص کرد از لقمانؑ سبب	در عتاب خواجہ اش بکشاد لب
جب اس نے (حضرت) لقمانؑ سے وجہ دریافت کی	اپنے آقا کی ناراضی کے سلسلہ میں انہوں نے لب کشائی کی
گفت لقمانؑ سیدا پیش خدا	بندۂ خائن نباشد مرتضیٰ
(حضرت) لقمانؑ نے کہا اے آقا! خدا کے سامنے	خیانت کرنے والا غلام پسندیدہ نہیں ہو سکتا
امتحاں را کار فرما اے کیا	شربت رانش بدہ بہر نما
اے سردار! امتحان لے لیجئے	(اصلیت) دکھانے کے لئے مسہل کا شربت پلا دیجئے
امتحاں کن جملہ مارا اے کریم	سیر ماں وردہ تو از آب حمیم
اے داتا! ہم سب کا امتحان لے لیجئے	ہمیں گرم پانی پیٹ بھر کر پلا دیجئے
بعد ازاں مارا بصحرائے براں	تو سوار و ما پیادہ می دواں
اس کے بعد ہمیں جنگل میں نکال دیجئے	آپ سوار اور ہم پیدل دوڑیں
آنگہاں بنگر تو بدکردار را	صنعہائے کاشف الاسرار را
تب تو بدکردار کو دیکھ لینا	رازوں کو کھولنے والے کی حکمتوں کی وجہ سے
گشت ساقی خواجہ از آب حمیم	مر غلاماں را، و خوردند آں زبیم
آقا گرم پانی کا ساقی بن گیا	غلاموں کے لئے، اور انہوں نے خوف کی وجہ سے پی لیا
بعد ازاں میراندشاں در دشتہا	می دویدند آں نفر تحت و علا
اس کے بعد ان کو جنگلوں میں نکال دیا	وہ لوگ اونچی نیچی جگہ دوڑے

www.besturdubooks.wordpress.com

قے در افتادند ایشاں از عنا	آب می آورد زیشاں میوہا
مشقت کی وجہ سے وہ قے میں مبتلا ہو گئے	پانی نے ان (کے پیٹ) سے میوے نکال ڈالے
چونکہ لقمانؑ را در آمد قے زناف	می برآمد از درونش آب صاف
جب (حضرت) لقمان کی ناف سے قے آئی	ان (کے پیٹ) میں سے صاف پانی (نکلتا) تھا

خوارتن بے قدر قولہ پر معانی الخ اے چنانچہ شب ظاہر اسیاہ ودر حقیقت پر از اسرار واوصاف باشد کہ وقت قرب وخلوص محبوب ست نہیب۔ غارت مرتضیٰؓ برگزیدہ خبر فعل نباشد وامش بندہ خائن رانش بمعنے دانش بمعنی دور کردن وراندن مراد دفع طعام بہ قے باشد نما ظہور حمیم گرم عنا مشقت بعد حل لغات مطلب واضح ہے ربط اس کا شعر مکر خودر الخ سے ہے یعنی امتحان کے سامنے انکار نہیں چلتا جیسا اس قصہ میں ہوا۔

حکمت لقماں چو تاند ایں نمود	پس چہ باشد حکمت رب الوجود
جب (حضرت) لقمان کی دانائی یہ (کرشمہ) دکھا سکتی ہے	تو رب الوجود کی حکمت کیا ہوگی؟
یوم تبلی السرائر کلھا	بان منکم کامن لا یشتھی
جس دن سب رازوں کی آزمائش کی جائے گی	تم میں سے وہ باتیں ظاہر ہوں گی جو ناپسندیدہ ہیں
چوں سقوا ماءً حمیماً قطعت	جملۃ الاستار مما افضحت
جب ان کو گرم پانی پلایا گیا پارہ پارہ کر دیئے گئے	تمام پردے ان کارناموں سے جنہوں نے رسوا کیا
نار زاں آمد عذاب کافراں	کہ حجر را نار باشد امتحاں
کافروں کی سزا آگ اسی وجہ سے بنی ہے	کہ پتھر کی آزمائش آگ سے ہوتی ہے
ایں دل چوں سنگ را تا چند چند	پند گفتیم و نمی پذرفت پند
اس پتھر جیسے دل کو کتنی ہی	ہم نے نصیحت کی اس نے نصیحت قبول نہ کی
ریش بد را داروئے بد یافت رگ	مر سر خر را سزد دندان سگ
خراب زخم کو خراب دوا ہی قابو میں لائی ہے	گدھے کے سر کے لئے کتے ہی کے دانت مناسب ہیں

(جملۃ الاستار نائب فاعل قطعت من در مما بیان استار ضمیر افضحت راجع بسوئے ما بتاویل استار واسناد افضاح سوئے استاد بنظر حالت تقطع وہو اقتباس لانقل اس میں مقصود حکایت کا فرماتے ہیں کہ) جب لقمان کی حکمت ایسی مخفیات کو ظاہر کر سکتی ہے تو پروردگار عالم کی حکمت تو کیسی کچھ ہوگی (اس کے روبرو کس طرح خفا رہ سکتا ہے) جس روز تمام پوشیدہ امور کا امتحان ہوگا اس وقت تم سے ایسے ایسے امور ظاہر ہونگے کہ انکا ظاہر ہونا تم

www.besturdubooks.wordpress.com

کو) مرغوب نہیں اور جس وقت اہل نار کو گرم پانی پلایا جائے گا اس وقت تمام پردے پارہ پارہ ہو جائیں گے جو کہ فضیحت کر دیں گے (کہ اس حالت کو دیکھنے والے جان لیں کہ یہ نافرمان تھے اور قصہ مذکورہ کی آب گرم کی مناسبت سے اس آب گرم کو ذکر کرنا محض صنعت لفظیہ بطور لطیفہ کے ہے ورنہ دونوں میں تفاوت غرض سقی کا کہ قصہ میں امتحان ہے اور یہاں عقوبت اسی طرح سقی کا کہ قصہ میں اس کا عموم ہے اور یہاں خصوص صاف ظاہر ہے اور کفار کے واسطے عذاب آتش کا اس لئے تجویز کیا گیا کہ آتش سے سنگ کا ابتلاء ہوتا ہے (یہ بطور نکتہ کے ہے کہ کوہ کن لوگ جب آلات سے کام چلتا نہیں دیکھتے تو آگ سے توڑتے ہیں آگے گویا حق تعالیٰ کا مقولہ ہے کہ اسی طرح) کفار کے دل مثل سنگ کو ہم کتنا کتنا نرمی سے کہتے رہے مگر ایک نصیحت بھی پذیرا نہ ہوئی (انجام کار آتش سے سابقہ پڑا آگے ان کے عمل اور عقوبت کے تناسب کی مثال ہے کہ) زخم بد کی رگ داروی بد سے ملتی ہے اور سر خر کے (کھانے کے) لئے دندان سگ زیبا ہے (یہ اشارہ ہے مثل مشہور گوشت خر دندان سگ) کی طرف۔

للخبیثات الخبیثون حکمت ست	زشت را ہم زشت جفت و بابت ست
خبیثات کے لئے خبیثوں کا ہونا ہی دانائی ہے	برے کا برا ہی جوڑا اور لائق ہے
پس تو ہر جفتے کہ میخواہی بگیر	محو او باش و صفاتش را پذیر
پس تو جو جوڑا چاہے بنا لے	اس میں فنا ہو جا اور صفات کو قبول کر لے
پس تو ہر راہے کہ میخواہی برو	محو و ہمشکل صفات دوست شو
پس تو جس راستہ پر چلنا چاہے چل	دوست کی صفات میں فنا اور ہمشکل بن جا
نور خواہی مستعد نور شو	دور خواہی خویش بیں و دور شو
نور چاہتا ہے تو نور کے لئے مستعد بن	دور ہونا چاہتا ہے تو متکبر اور دور ہو جا
ور رہے خواہی ازیں سجن خرب	سر مکش از دوست واسجد واقترب
اگر اس برباد قید خانے سے رہائی چاہتا ہے	دوست (اللہ تعالیٰ) سے سرکشی نہ کر اور سجدہ کر اور قریب ہو جا
سرکشاں را بیں سراسر در عذاب	سر بنہ واللہ اعلم بالصواب
سرکشوں کو سراسر عذاب میں سمجھ	سر (تسلیم) خم کر دے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے
ایں سخن پایاں ندارد خیز زیدؓ	بر براق ناطقہ بر بند قید
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے زید! اٹھ	گویائی کے براق کو باندھ دے

(مضمون تناسب عمل و عقوبت کفار پر بطور تفریع کے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب ثابت ہو گیا کہ خبیثات کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

خبیثوں کی خصوصیت حکمت ہے اور زشت کے لئے زشت ہی قرین اور لائق ہے پس اب تم کو اختیار ہے کہ جس قرین کو چاہو اختیار کرلو (یعنی خواہ مرشد الی الحق کے ساتھ ہو جاؤ خواہ شیاطین الانس والجن کے تابع بن جاؤ) اور اسی قرین کی ذات میں محو (محبت) ہو جاؤ اور اسی کی صفات قبول کرلو (جیسا حدیث میں ہے المرء علی دین خلیله فلینظر من یخالله) اگر تم نور چاہتے ہو تو (صحبت کاملین سے) نور کی استعداد پیدا کرلو اور اگر (رحمت خداوندی سے) دور رہنا چاہتے ہو تو خود بینی کرنے لگے اور دور بن جاؤ اور اگر اس زندان ویران (دنیا) سے (نجات کا) راستہ چاہتے ہو تو اپنے محبوب حقیقی سے سرکشی مت کرو اور سجدہ وعبادت میں مشغول ہو جاؤ اور مقرب بن جاؤ اور سرکشوں کو سر بسر عذاب میں مبتلا سمجھو اور سر انقیاد خم کردو (مطلب یہ کہ جیسی صحبت ہوگی ویسے عمل ہونگے ویسا ثمرہ ہوگا آگے رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) اس مضمون (مکافات) کا تو کہیں پایاں نہیں اے زید آمادہ ہو کر مرکب ناطقہ کو مقید کردو (یعنی سکوت اختیار کرو)

بقیہ قصہ زیدؓ در جواب حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں (حضرت) زیدؓ کا بقیہ قصہ

ناطقہ چوں فاضح آمد عیب را	مید راند پردہائے غیب را
جبکہ بولنا عیب کی پردہ دری کرنے والا ہے	وہ غیب کے پردوں کو چاک کر دیتا ہے
غیب مطلوب حق آمد چندگاہ	ایں دہل زن رابراں بر بندہ راہ
ہرچند کہ اللہ (تعالیٰ) کو غیب مطلوب ہے	اس ڈھول پیٹنے والے کو نکال دے راستہ بند کر دے
تنگ مراں درکش عناں مستور بہ	ہرکس از پندار خود مسرور بہ
تیز نہ دوڑ باگ کھینچ (راز کا) چھپا ہوا ہونا بہتر ہے	ہر انسان کا اپنے خیال کے مطابق خوش رہنا بہتر ہے
حق ہمی خواہد کو نو میدان او	زیں عبادت ہم نگر دانند رو
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ اس سے ناامید	بھی اس عبادت سے منہ نہ موڑیں
ہم مشرف در عبادتہائے او	مشتغل گشتہ بطاعتہائے او
جو لوگ اس کی عبادتوں سے مشرف ہیں	اس کی فرمانبرداریوں میں مشغول ہیں
ہم بامیدے مشرف می شوند	چند روزے در رکابش می دوند
وہ بھی امید سے مشرف ہوں	(کیونکہ) چند روز وہ بھی ہمرکاب رہے ہیں
خواہد آں رحمت بتابد برہمہ	بربد و نیک از عموم مرحمہ
رحمت چاہتی ہے کہ وہ سب پر نازل ہو	برے اور بھلے پر رحمت کے عام ہونے کی وجہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

حق ہمی خواہد کہ ہر میر و اسیر	با رجا و خوف باشند و حذیر
اللہ (تعالیٰ) چاہتا ہے کہ ہر حاکم اور محکوم	امید و بیم میں رہیں اور ڈرتے رہیں
ایں رجا و خوف در پردہ بود	تا پس ایں پردہ پرور دہ شود
یہ امید و بیم پردہ (پوشی کی صورت) میں ہو سکتی ہے	تا کہ پس پردہ وہ پرورش پاتے رہیں
چوں دریدی پردہ کو خوف و رجا	غیب راشد کر و فر اندر ملا
جب تونے پردہ چاک کر دیا امید و بیم کہاں رہی؟	غیب کی شان و شوکت برملا ہو گئی

(ان اشعار میں بیان ہے اخفاء اسرار کی بعض حکمتوں کا یعنی) چونکہ قوت ناطقہ عیوب کی نصیحت کرنے والی ہے (کیونکہ جس کا عیب مکشوف ہوگا اس کا بھی بیان ہو جائے گا) اور وہ ناطقہ دوسرے پردہائے غیب کو بھی دریدہ کرتی ہے حالانکہ غیب (کا غیب رہنا) چندے (یعنی دنیا میں) حق تعالیٰ کو مطلوب ہے اس لئے اس ڈھول بجانے والے کو (یعنی ناطقہ کو اظہار سے) دور کرو اور راہ (اظہار) بند کرو اور اس کو تیزی سے مت چلاؤ اور اس کی لگام کھینچو (اسرار غیبی کا) مستور رہنا بہتر ہے اور (دنیا میں) ہر شخص کا اپنے گمان (اصابت میں فرحان رہنا (باعتبار حکمت تکوینیہ کے) بہتر ہے (کما قال تعالیٰ کل حزب بمالدیھم فرحون پس ایک حکمت تو یہ ہوئی اور دوسری حکمت یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ جو لوگ (بوجہ باطل پر ہونے کے) ان (کے ثواب) سے ناامید (محروم) ہیں وہ بھی اس عبادت سے (کہ وہ کر رہے ہیں روگردانی نہ کریں (اور ظاہر ہے کہ اگر ان کو اپنا حرمان مکشوف ہو جائے تو فوراً عبادت چھوڑ دیں اب رہی یہ بات کہ اگر ایسی عبادت رہی بھی تو کیا نفع اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ) وہ لوگ حق تعالیٰ کی عبادت سے مشرف اور ان کی اطاعت میں مشتغل رہ کر امید (واقعی) سے بھی مشرف ہو جاتے ہیں چونکہ چندی خدمت میں مشغول رہے ہیں (یعنی یہ نفع ہوتا ہے کہ اس عبادت و خدمت کی برکت سے وہ مقبول ہو جاتے ہیں پس کشف راز سے عبادت متروک ہو جاتی ہے اور اس مقبولیت سے بے بہرہ رہتے رہا یہ شبہ کہ کشف میں یہ بھی تو معلوم ہوتا کہ ہم عبادت سے مقبول ہو سکتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ مخلوق کا کشف تام تو ہو نہیں سکتا اس لئے غالب یہی ہوتا ہے کہ کچھ مکشوف ہوا کچھ مخفی رہ گیا اس لئے یہ مضرت لازم ہے) غرض حق تعالیٰ عموم رحمت سے چاہتے ہیں کہ وہ رحمت سب نیک و بد پر نازل ہو (رہا یہ کہ کفار میں اس اخفاء سے توبہ تو قع بھی نہیں پھر اس میں کیا حکمت ہے (اس کا تحقیقی جواب تو یہ ہے کہ ہم نہیں جانتے دوسرا جواب مولانا کے اشعار آئندہ سے نکل سکتا ہے جو خود ایک تیسری حکمت مستقلہ ہے یعنی) حق تعالیٰ یوں بھی چاہتے ہیں کہ تمام حاکم اور محکوم خوف و رجا میں پر حذر رہیں اور (ظاہر ہے کہ) خوف و رجاء اخفاء میں ہوتا ہے تا کہ اس پردۂ اخفاء کے اندر (اپنی حالت میں) نشوونما پاتا رہے اور اگر پردہ پھاڑ دو تو پھر خوف و رجا کہاں پھر تو برملا غیب کا کروفر ظاہر ہو جائے (پس یہ حکمت عام ہے مرحومین و غیر مرحومین سب کے اخفاء احوال کی رہا یہ سوال کہ خود خوف و رجاء میں کیا حکمت ہے اس کا وہی تحقیقی جواب کافی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایت

برلب جو برد ظنے یک فتیٰ	کہ سلیمانؑ ست ماہی گیرما
ایک نوجوان نے دریا کے کنارے پر خیال کیا	کہ ہمارا مچھیرا سلیمان (علیہ السلام) ہے
گرویست ایں ازچہ فردست وخفیست	ورنہ سیمائے سلیمانیش چیست
یہ اگر وہی ہے تو یہ تنہائی اور چھپاؤ کیوں ہے؟	ورنہ اس کا سلیمان جیسا چہرہ مہرہ کیوں ہے؟
اندریں اندیشہ می بود او دو دل	تا سلیمانؑ گشت شاہ مستقل
اس خیال میں وہ دو دل ہو رہا تھا	یہاں تک کہ (حضرت) سلیمانؑ مستقل بادشاہ بن گئے
دیو رفت از ملک وتخت او گریخت	تیغ بختش خون آں شیطاں بریخت
دیو چلا گیا' ان کے ملک اور تخت سے بھاگ گیا	ان کے نصیبہ کی تلوار نے اس شیطان کا خون بہا دیا
کرد در انگشت خود انگشتری	جمع آمد لشکر دیو و پری
انہوں نے اپنی انگلی میں انگوٹھی پہنی	دیو اور پریوں کا لشکر جمع ہو گیا
آمدند از بہر نظارہ رجال	درمیان شاں آنکہ بد صاحب خیال
لوگ دیدار کیلئے آئے	ان میں وہ گمان کرنے والا (بھی) تھا
چوں درانگشتش بدید انگشتری	رفت اندیشہ و گمانش یکسری
جب اس نے ان کی انگلی میں انگوٹھی دیکھی	اس کا گمان اور خیال ختم ہو گیا

(یہ حکایت تمثیلی مضمون بالا کی تائید میں ہے کہ انکشاف غیب کے ساتھ خوف ورجا جو ملزوم ہے احتمال کا جمع نہیں ہوسکتا یعنی) کسی ندی کے کنارہ پر ایک شخص کو (انوار بشرہ) سے زمانہ تسلط صخر جنی میں جیسا کہ خلاف تحقیق مشہور ہے) یہ شبہ ہوا کہ یہ ماہی گیر سلیمان علیہ السلام معلوم ہوتے ہیں پس اگر واقع میں یہ وہی ہیں تو اس طرح تنہائی اور گمنامی کی حالت میں کیوں ہیں اور اگر وہ نہیں ہیں تو (چہرہ پر) آثار سلیمان کیوں (نمایاں) ہیں غرض اسی فکر میں اس کا دل دوطرف تھا حتیٰ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام (دوبارہ) شاہ مستقل ہو گئے اور وہ شیطان (صخر جنی آپ کے ملک وتخت سے بھاگ گیا اور آپ کے تیغ اقبال نے اس کو ہلاک کیا اور آپ نے اپنی انگشت میں انگشتری پہن لی اور تمام دیو و پری کا لشکر جمع ہو گیا اور زیارت کے لئے بہت سے لوگ حاضر ہوئے (اتفاق سے) ان لوگوں کے درمیان وہ شخص مبتلائے خیال بھی حاضر تھا (جو تردد میں رہا کرتا تھا کہ یہ سلیمان ہیں یا نہیں) پس اس نے جب آپ کے ہاتھ میں انگشتری دیکھی (اور شاہانہ شان وشوکت وتسخیر جن وطیور کا مشاہدہ کیا) اس

www.besturdubooks.wordpress.com

وقت اس کا تردد اور شبہ بالکل جاتا رہا (وجہ تائید ظاہر ہے کہ دیکھو اس شخص کو انکشاف تام کے وقت احتمال سلیمان ہونے نہ ہونے کا جاتا رہا اور ایک شق متعین ہوگئی اور تمثیل صرف اسی امر میں ہے یہ ضرور نہیں کہ حکمت انتفاء دونوں جگہ یکساں ہو اور اس قصہ کا خلاف تحقیق ہونا غرض تمثیل میں مضر نہیں۔

وہم آنگاہ ست کاں پوشیدہ است	ایں تحری از پئے نادیدہ است
وہم اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ وہ پوشیدہ ہے	اٹکل بغیر دیکھی چیز کے لئے ہے
شد خیال غائب اندر سینہ زفت	چونکہ حاضر شد خیال او برفت
غائب (چیز) کا خیال سینہ میں استوار ہوا	جب وہ حاضر ہو گئی خیال ختم ہوا

(ان اشعار میں وجہ تائید کی تاکید ہے کہ) احتمال اسی وقت تک ہے جب تک کوئی چیز پوشیدہ ہے اور یہ تحری وقیاس نادیدہ چیز کے لئے ہے اور غائب ہی چیز کا خیال دل میں قوی رہتا ہے اور جب وہ سامنے آ گئی تو خیال زائل ہو جاتا ہے (اور یہ ظاہر بھی ہے کیونکہ قوت خیال بعد غیبت عن المدرک کے حافظ صور ہے)

گر سمائے نور بے باریدنی ست	ہم زمین تار بے بالیدنی ست
اگر منور آسمان نہ برسنے والا ہے	تاریک زمین بھی بغیر نشوونما کے ہے
یومنون بالغیب می باید مرا	زاں بہ بستم روزن فانی سرا
(اللہ نے فرمایا) ہمیں غیب پر ایمان لانے والے درکار ہیں	اس لئے میں نے دنیا کے سوراخ بند کر دیئے ہیں
گرچہ ہست اظہار کردن خود کمال	می رہاند جانہا را از خیال
اگرچہ ظاہر کرنا خود کمال ہے	(کیونکہ) جانوں کو وہم سے رہائی دے دیتا ہے
لیک یک در صد بود ایمان بغیب	نیک دان و بگذر از تزویر و ریب
لیکن سو میں سے ایک کو ایمان بالغیب ہوتا ہے	خوب سمجھ لے اور مکر اور شک سے درگزر کر
چوں شگافم آسماں را در ظہور	چوں بگویم ھل تریٰ فیھا فطور
اگر اظہار کے لئے میں آسمان میں شگاف لگا دوں	تو "کیا تم اس میں شگاف دیکھتے ہو" کیسے کہوں؟
تا دریں ظلمت تحری گسترند	ہر کسے رو جانبے می آورند
تاکہ اس اندھیرے میں اٹکل لگاتے رہیں	ہر آدمی الگ الگ جانب کو رخ کرے
مدتے معکوس باشد کارہا	شحنہ را دزد آورد بردارہا
(تاکہ) ایک عرصہ تک کام الٹے رہیں	چور کوتوال کو سولی پر چڑھا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ بس سلطان عالی ہمتے	بندۂ بندہ خود آید مدتے
تا کہ عالی ہمت بادشاہ	ایک عرصہ تک غلام کا غلام رہے

(یہ مرتبط ہے مضمون اشعار ماقبل حکایت کے ساتھ غیب مطلوب حق آمد چندگاہ الخ اور مثل ان اشعار کے یہاں بھی بیان ہے اخفاء غیبیات کی بعض حکمتوں کا پس ایک حکمت تو شعر اول میں مذکور ہے جو سلسلہ مجموعہ میں چوتھی حکمت ہے یعنی) اگر آسمان منور بکواکب) بلا بارش رہتا تو زمین بے نور بلانشوونما رہتی) تفسیر اس کی واللہ اعلم احقر کے خیال میں یہ ہے کہ جس طرح زمین پر آسمان کے دو قسم کے فیوض ہیں ایک بلاواسطہ حجاب یعنی نور پاشی دوسرا بواسطۂ حجاب یعنی بارش کہ بواسطۂ سحاب ہوتی ہے اسی طرح عالم غیب سے کہ مشابہ آسمان کے ہے عالم شہادت پر کہ مشابہ زمین کے ہے فیوض کی دو صورتیں محتمل ہوسکتی ہیں ایک بلاواسطہ حجاب جیسا کشف علوم کی صورت میں ہوتا ہے دوسرا بواسطہ حجاب جیسا اب ہے کہ بواسطۂ حضرات ملائکہ و حضرات انبیاء علیہم السلام کے نازل فرمایا گیا پس جس طرح صرف نور پاشی آسمان سے کہ فیض بے حجاب ہے زمین کی آبادی عادۃً نہیں ہوسکتی بلکہ وہ آبادی وابستہ ہے بارش کے ساتھ کہ فیض من الحجاب ہے جیسا کہ ظاہر ہے اسی طرح عالم غیب کے فیوض اگر بلا حجاب نازل ہوتے یعنی کشف عالم ہوجاتا کہ حقائق سب کو مشہود ہوجاتے تو عالم شہادت کی آبادی ممکن نہ تھی کیونکہ معائنہ کی حالت میں زراعت و تجارت و حرفت و صنعت کی مہلت اور اقامت کس کو ہوتی اسی طرح صدور معصیت بھی نہ ہوتا تو اقامت عدل و اصلاح بین الناس کا تحقق بھی ظاہر ہے کہ نہ ہوتا بلکہ غلبہ مشاہدہ میں چونکہ ایک گونہ حواس و عقل میں تعطل آجاتا اس لئے طاعات و عبادات کا وجود بھی مستبعد تھا اور عمارت عالم شہادت کی ان ہی امور سے ہے اس لئے محققین کا قول ہے جس کو ایک جگہ مولانا نے ان الفاظ میں فرمایا ہے استن این عالم ای جان غفلت ست الخ پس معلوم ہوا کہ حجاب کا ہونا مقتضائے مصلحت عمارت عالم ہے اور جس طرح مشبہ بہ میں اس کے عکس میں کہ نری بارش ہوا کرتی اور نور پاشی نہ ہوتی نیز آبادی زمین مختل ہوتی اسی طرح مشبہ میں بھی اگر حجاب محض ہوتا اور بالکلیہ انکشاف نہ ہوتا تب بھی عالم شہادت کی عمارت منہدم ہوجاتی کیونکہ ایمان موقوف علیہ ہے عمارت عالم کا چنانچہ جب یہ بالکلیہ عالم سے منعدم ہوجائے گا قیامت قائم ہوجائے گی اور ایمان ایک قسم کا کشف وجدانی و عالم ذوقی و نور وہبی ہے جو بعد مباشرت اسباب بلاواسطہ قلب میں القا کیا جاتا ہے پس بقاء عالم وابستہ ہوا استتار من وجہ و انکشاف من وجہ کے ساتھ واللہ اعلم آگے بقیہ اشعار میں ایمان بالغیب کی مطلوبیت کو استتار مذکور کی ایک اجمالی حکمت قرار دے کر اس کو چند حکمتوں میں مفصل فرماتے ہیں اور چونکہ اشعار بالا میں حق ہمی خواہد چند جا آیا ہے جو معنی اس عبارت کے ہے کہ حق می فرماید کہ چنان میخواہم اس لئے اس مضمون کو مقولہ حق قرار دے کر فرماتے ہیں کہ) مجھ کو ایمان بالغیب مطلوب ہے اس لئے میں نے سرائے فانی کا روزن (جس سے عالم غیب کا مشاہدہ کر سکتے) بند کردیا اور اظہار اسرار اگرچہ فی نفسہ (موجب) کمال (یقین) ہے (کیونکہ) قوئ مدرکہ کو خیالات (محتملہ) سے چھڑا دیتا ہے (اور اس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

مقتضا یہ تھا کہ کشف اسرار کر دیا جاتا اور ایمان بالمعانیہ ہوتا) لیکن (بعض حکمتیں بضمن ایمان بالغیب کے مطلوب ہیں اور وہ حجاب رہنے سے حاصل ہو سکتی ہے مثلاً ایک حکمت جو مجموعہ حکم کے اعتبار سے پانچویں ہے یہ ہے کہ) ایمان بالغیب جس کا تحقق بقاء حجاب میں ہوتا ہے) فیصدی ایک جگہ ہوتا ہے (جیسا کہ اہل ایمان کا قلیل العدد ہونا مشاہد ہے قرآن مجید میں بھی ہے قلیل من عبادی الشکور اور حدیث میں بھی مومنین کا بہ نسبت کفار کے قلیل ہونا مذکور ہے اس مصرعہ میں اس حکمت کا ایک مقدمہ محجوب ہوتی ہے جس سے یہ نتیجہ پیدا ہوا کہ اس صورت میں جو مومن ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بہت محبوب ہوں گے پس یہ کتنی بڑی حکمت ہے پس اس کو) خوب سمجھ رکھو اور تردد و شک سے بچے رہو (اور چھٹی حکمت یہ ہے کہ) اگر عالم غیب کو (کہ وراء السماء ہے) ظاہر کرنے کے لئے آسمان کو شق کر دوں تو پھر (قرآن مجید میں) آیہ هل تری من فطور کیونکر کہی جائے (اس کا ترجمہ یہ ہے کہ اے ناظر کیا آسمان میں تم کوئی رخنہ دیکھتے ہو مقصود اس خطاب سے متوجہ کرنا ہے استدلال علی القدرت والحکمۃ پر اور ظاہر ہے کہ معاینہ کے وقت استدلال کی گنجائش نہیں ہوتی اور قطع نظر اس سے یہ خاص استدلال تو باقی نہ رہتا پس حاصل یہ ہوا کہ اس استدلال خاص میں جو حکمت مودع ہے اظہار اسرار میں وہ ضائع ہو جاتی اور ساتویں حکمت یہ ہے) تا کہ اس ظلمت (دنیا) میں لوگ قیاسات کو ممہد کریں اور (اختلافات قیاسات کے سبب) ہر شخص ایک ایک (طریق کی) جانب متوجہ ہو جائے (کما قال تعالیٰ ولو شاء ربک لجعل الناس امة واحدة ولا یزالون مختلفین الا من رحم ربک ولذلک خلقهم اور تا کہ ایک مدت خاص تک (یعنی بقاء دنیا تک) بہت سے کام معکوس رہیں یعنی مثلاً شحنہ کو چور دار پر چڑھائے اور تا کہ مثلاً بہت سے عالی ہمت سلاطین ایک مدت تک اپنے سے کمتر لوگوں کے محکوم رہیں (مراد شحنہ و سلاطین سے مقبولان الٰہی ہیں کہ عالم غیب میں باوجاہت ہیں اور دزد اور بندہ مضاف الیہ سے کفار و ظالم مراد ہیں جو اس عالم میں محض مجرم و خوار ہیں حاصل تقریر یہ ہوا کہ احجاب غیب سے آراء و قیاسات میں اختلاف ہوا اور کفر و ایمان کی راہیں پیدا ہوئیں اور احیاناً اہل ایمان کو ظاہراً پست حالت میں رکھنا یا تو معلولات اختفاء میں سے ہو یا علل اختفاء میں سے ہو تقریر اول کی یہ ہوگی کہ چونکہ ان کی وجاہت مختفی ہے اس لئے کفار پر ان کی ہیبت نہیں تقریر ثانی کی یہ ہوگی کہ یہ بھی ایک ابتلاء ہے ورنہ ان کے غلبۂ دائمی سے ان کا حق پر ہونا منجملہ بدیہات ہو جاتا تو پورا اختفاء کہ احتیاج الی النصر میں ہے نہ رہتا اور ہر حال میں اہل ایمان کے حق میں یہ موجب ترقی مراتب قرب اور کفار کے حق میں موجب تزاید بعد ہے)

بندگی در غیب آمد خوب و کش	حفظ غیب آمد در استعباد خوش
غیب کی صورت میں عبادت خوب اور بہتر ہے	عبادت کرانے میں غیب کی حفاظت اچھی ہے
کو کہ مدح شاہ گوید پیش او	با کہ در غیبت بود او شرم رو
کہاں ہے وہ جو بادشاہ کے سامنے بادشاہ کی تعریف کرے	اس کے مقابلہ میں جو غائبانہ شرمائے

www.besturdubooks.wordpress.com

قلعہ دارے کز کنار مملکت	دور از سلطان و سایہ سلطنت
وہ قلعہ دار جو مملکت کے کنارے پر	بادشاہ اور سلطنت کے سایہ سے دور
قلعہ نہ فروشد بمال بیکراں	پاس دارد قلعہ را از دشمناں
لاتعداد مال کے لئے قلعہ کو نہ فروخت کرے	دشمنوں سے قلعہ کی حفاظت کرے
غائب از شہ در کنار ثغرہا	ہمچو حاضر او نگہدارد وفا
دروازوں کے کناروں پر بادشاہ سے غائب	حاضر کی طرح وفا کی نگہداشت کرے
پیش شہ او بہ بود از دیگراں	کہ بخدمت حاضراند و جانفشاں
بادشاہ کے نزدیک وہ دوسروں سے بہتر ہو گا	جو دربار میں حاضر ہیں اور جانفشانی کر رہے ہیں
پس بغیبت نیم ذرہ حفظ کار	بہ کہ اندر حاضری زاں صد ہزار
غیبت میں کام کی تھوڑی بھی نگہداشت	موجودگی کی لاکھ کارگزاری سے بہتر ہے
طاعت و ایماں کنوں محمود شد	بعد مرگ اندر عیاں مردود شد
فرمانبرداری اور ایمان اب قابل تعریف ہے	مرنے کے بعد مشاہدہ کی صورت میں نامقبول ہے

(اس میں بھی مثل اشعار سابقہ بیان ہے حکمت اختفاء کا یعنی آٹھویں حکمت یہ ہے کہ) عبادت (معبود کے) غیب ہونے میں خوب و مستحسن ہے اس لئے عبادت کا کام لینے میں غیب کا (ظہور سے) محفوظ رکھنا نہایت زیبا ہے (اس کی ایسی مثال ہے کہ) کجا وہ شخص کہ بادشاہ کی مدح اس کے روبرو ہو کر کرے اور کجا وہ جو حالت غفلت میں (بادشاہ کا) لحاظ رکھتا ہو (یعنی یہ دوسرا امر زیادہ عجیب ہے دوسری مثال یہ کہ) مثلاً ایک قلعہ دار ہے کہ سرحد سلطنت پر بادشاہ سے اور ظل خلافت سے دور رہتا ہے اور (فرضاً) اس کو کسی غنیم سے اس قلعہ کے عوض میں بے شمار مال ملتا ہو مگر وہ شخص، مال بے شمار کے عوض میں قلعہ نہیں دیتا اور دشمنوں سے قلعہ کی حفاظت کرتا ہے بادشاہ کے نزدیک یہ شخص دوسرے (بعضے لوگوں سے جو ہر وقت خدمت میں حاضر اور جان فشاں رہتے ہیں افضل ہوگا پس (ثابت ہوا کہ) حالت غیبت میں نصف ذرہ خدمت کا پاس رکھنا اس سے بہتر ہے کہ حاضری میں اس سے لاکھ حصہ زیادہ پاس رکھا جائے (دیکھو اس کا مؤید یہ ہے کہ) طاعت اور ایمان اب (دنیا میں) محمود (ومقبول) ہے اور بعد موت معاینہ کی حالت میں غیر مقبول ہے (اور نہ کوئی کافر ہی دوزخ میں نہ جاتا کیونکہ وہاں سب تصدیق کرلیں گے کما قال تعالیٰ عنہم ربنا ابصرنا وسمعنا فارجعنا نعمل صالحا انا موقنون اور وجہ تائید ظاہر ہے کہ یہاں ایمان بالغیب ہے اور وہاں بالمعاینہ پس حکمت اختفاء کی متقرر ہوگئی اور اس مقام کا مضمون شعر بالا لیک یک درصد الخ سے متقارب ہے صرف اتنا تفاوت ہے کہ وہاں احبیت باعتبار حالت کمیت

www.besturdubooks.wordpress.com

ایمان کے ہے کہ قلت ہے اور یہاں باعتبار حالت کیفیت کے ہے کہ اعجیت ہے غرض یہ کل آٹھ حکمتیں ہوئیں وجود باطل در دنیا ترجیح قائط عموم خوف و رجا بقاء عمارت عالم اعجیت اہل ایمان استدلال ونظر زیادت مراتب ایمان وکفر اعجیت ایمان مؤمنین واللہ اعلم ف مولانا نے جو جا بجا علم لدنی وایمان تحقیقی کشفی کو ترجیح دی ہے اس سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ یہ مضمون اس کے معارض ہے کیونکہ وہاں کشف ذوقی و وجدانی ہے جو اسی ایمان بالغیب کی ایک اعلیٰ درجہ کی فرد ہے اس کو حدیث میں بشاشت سے تعبیر کیا گیا ہے کشف عیانی نہیں اسی طرح یہ شبہ نہ کیا جائے کہ انبیاء و ملائکہ علیہم السلام کا ایمان بالمعائنہ ہوتا ہے اس پر اس ایمان بالغیب کی ترجیح لازم آئی کیونکہ یہاں اکملیت وافضلیت کا اثبات نہیں بلکہ عموم کشف نہ ہونے کی حکمتیں اور ایمان بالغیب کا اعجب ہونا مذکور ہے سو انبیاء اور ملائکہ کے کشف سے نہ عموم کشف لازم ہے اور نہ عوام مومنین کے ایمان کا افضل ہونا لازم ہے بلکہ افضل و اقویٰ وہی ہوگا جو کشف الٰہی قطعی سے ہوتا ہے البتہ اعجب ہونا خود حدیث میں مصرح ہے سو کسی شئے کا عجیب ہونا مستلزم اکملیت کو نہیں وہ حدیث یہ ہے روی البیھقی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الخلق اعجب الیکم ایمانا قالو الملائکۃ قال و مالھم لایومنون وھم عندربھم قالو افالنبیون قال ومالھم لایومنون والوحی ینزل علیھم قالو فنحن قال ومالکم لاتومنون باللہ وانا بین اظھر کم قال فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اعجب الخلق الی ایمانا یکون من بعدی یجدون فیھا صحفا فیھا کتاب یومنون بما فیھا اور اس کشف میں قطعی الٰہی کی قید اس لئے لگائی کہ کشف ظنی سے ایمان بالغیب بدرجہا افضل ہے اور کشف کوئی کمال مقصود نہیں اور اسی طرح شعر اخیر سے یہ شبہ نہ کیا جائے کہ ایمان بالمعاینہ مطلقاً غیر مقبول ہے کیونکہ یہ وہ ہے کہ بعد جحود وانکار بالغیب کے ہوا ہے ورنہ دونوں کا جمع ہو جانا نور علیٰ نور کا مصداق ہے ان تمام شبہات کا اچھی طرح ازالہ کرلو اس مقام میں دھوکہ ہو جاتا ہے۔

چونکہ غیب و غائب و روپوش بہ	پس دہاں بر بندو لب خاموش بہ
چونکہ غیب اور غائب اور چھپا ہوا بہتر ہے	تو منہ کو بند کر لے خاموش رہنا بہتر ہے
اے برادر دست وادا راز سخن	خود خدا پیدا کند علم لدن
اے بھائی! بات کہنے سے دستبردار ہو جا	وہ (اللہ تعالیٰ) علم وہبی خود پیدا کر دیگا
بس بود خورشید را رویش گواہ	ای شیء اعظم الشاہد اللہ
سورج کے لئے اس کا چہرہ کافی گواہ ہے	سب سے بڑا گواہ کون ہے؟ خدا ہے

(اوپر بیان تھا اخفاء اسرار کی متعدد حکمتوں کا اب اپنے نفس کو اور دوسرے عارفین مطلعین علی حکمۃ الاخفاء کو خطاب فرماتے ہیں کہ) جبکہ (مطلقاً) اسرار غیبیہ کا غیب رہنا اور اس کا غائب وروپوش رہنا بہتر ہے (اور حکمت ہائے

www.besturdubooks.wordpress.com

انتفاء خود بھی منجملہ اسرار ہیں کیونکہ ان کا تعلق صفات حکمت و مشیت و علم الٰہی سے ہے تو بمقتضائے اولویت انتفاء اسرار ان حکمتوں کا انتفاء بھی اولیٰ ہوگا) پس (ان کے تفصیل و بیان سے تم بھی منہ بند کرلو اور لبوں کو خاموش کرلو یہی بہتر ہے اے برادر (تفصیل حکم میں) کلام کرنے سے دست برداری کرو حق تعالیٰ (جب مخاطبین کو مطلع فرمانا چاہیں گے تو) خود (ان کے قلب میں) علم لدنی (وذوقی) پیدا کردیں گے (جس سے ان کو انکشاف حکمتوں کا ہوجائے گا) اور خورشید کے لئے تو خود اس کا رخ ہی کافی گواہ ہے (یہی مقال علم حالی وذوقی ہے برخلاف علم قالی کے کہ دلائل و مقدمات ونظر کا محتاج ہے وہ محتاج کسی واسطہ کا نہیں ہوتا پس وہ علم قلب عارف میں ایک قسم کی شہادت الٰہیہ بلاواسطہ ہے اور یہ یقینی و مسلم ہے کہ) سب سے بڑی شاہد کون شئے ہے وہ حق تعالیٰ ہیں (کما قال اللہ تعالیٰ قل ای شیء اکبر شھادۃ قل اللہ شہید الآیۃ یعنی تم تفصیل حکم سے سکوت کرو جب حق تعالیٰ کو منظور ہوگا لوگوں پر خود منکشف فرمادیں گے۔)

نے بگویم چوں قریں شد در بیاں	ہمخدا و ہم ملک ہم عالماں
نہیں میں تو شہادت دوں گا جیسا کہ بیان میں ساتھ ہیں	اللہ بھی اور فرشتے بھی اور علماء بھی
یشھد اللہ والملک واھل العلوم	انہ لا رب الامن یدوم
اللہ گواہی دیتا ہے اور فرشتے اور علماء	کہ رب نہیں ہے مگر وہ جو ہمیشہ رہے
چوں گواہی داد حق کہ بود ملک	تا شود اندر گواہی مشترک
جب اللہ (تعالیٰ) نے گواہی دیدی تو فرشتے کیا ہوتے ہیں	کہ وہ گواہی دینے میں شریک ہوں
زانکہ شعشاع و حضور آفتاب	برنتابد چشم و دلہائے خراب
یہ اس لئے کہ کرنوں اور سورج کی موجودگی کی	کمزور آنکھیں اور دل طاقت نہیں رکھتے ہیں
چوں خفاشے کو تف خورشید را	برنتابد بکسلد امید را
جیسے چمگادڑ جو سورج کی چمک کی	تاب نہ لاتی ہے امید توڑ بیٹھتی ہے

(اوپر مشورہ ہے بیان حکم علم سے سکوت کرنے کا یہاں اس سے اضراب ہے اور ضرورت بیان تحقیق ہے پس فرماتے ہیں کہ) نہیں ہم تو (اس باب میں) ضرور کچھ کہیں گے چونکہ (قرآن مجید کی اس آیت میں شھد اللہ انہ لا الہ الا ھو والملائکۃ واولوا العلم) اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور علماء سب ذکر میں (بطور عطف کے قرین ہورہے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ بھی گواہی دے رہے ہیں اور ملائکہ بھی اور اہل علم بھی کہ کوئی معبود نہیں بجز ذات باقی کے (یہ مضمون اس آیت کا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ باوجود شہادت الٰہیہ کے پھر بھی شہادت ملائکہ وعلماء میں کوئی مصلحت ہے ورنہ) جب حق تعالیٰ شہادت (توحید کی) دے چکے پھر فرشتے (یا اہل علم) کیا چیز ہیں کہ شہادت میں شریک ہوں پس اس کی وجہ یہی ہے کہ آفتاب کی شعاع اور محاذات کا تحمل ہر چشم وقلب ناکارہ سے نہیں ہوسکتا جیسے خفاش کہ تابش

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتاب کو نہ برداشت کر سکے اور (اس وجہ سے حصول نور سے) بالکل ہی امید منقطع کر دی (تو ایسی حالت میں مصلحت ہوگی کہ اس کو ماہ و اختر کے انوار سے مستفید کیا جائے یعنی اسی طرح گو علم لدنی وحالی شہادت الٰہیہ ہے مگر خود قرآن مجید میں بعد شہادت الٰہیہ کے شہادت ملائکہ وعلماء کا ذکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بوجہ ضعف ونقصان استعداد کے عامۂ خلائق جو مثل خفاش کے ہیں اس کی قابلیت نہیں رکھتے کہ وہ مثل آفتاب کے ہے اس لئے وحی ملائکہ وہ تعلیم اہل علوم یعنی انبیاء وورثہ انبیا کی جو مشابہ قمر و نجوم کے ہیں ضرورت ہے پس اس بناء پر عامہ خلائق کے لئے علم لدنی کے انتظار میں حکمتوں کے بیان کو کیونکر متروک کر دیا جائے اور جاننا چاہیے کہ اس اضراب کا ماقبل و مابعد واقع میں متعارض نہیں سکوت کا مشورہ درجہ تفصیل کے لئے ہے اور بیان کی ضرورت درجہ اجمال کے لئے ہے۔

پس ملائک را چو ماہاں باز داں	جلوہ گر خورشید را بر آسماں
تو فرشتوں کو ان چاندوں کی طرح سمجھ	جو آسمان پر سورج کو جلوہ دیتے ہیں
کایں ضیا ما ز آفتابے یافتیم	چوں خلیفہ بر ضعیفاں تافتیم
(وہ کہتے ہیں) کہ یہ روشنی ہم نے سورج سے حاصل کی ہے	قائم مقام بن کر ہم کمزوروں پر چمکے ہیں
چوں مہ نو یا سہ روزہ یا کہ بدر	مرتبہ ہر یک بود در نور و قدر
نئے چاند یا تین روزہ چاند یا چودھویں کے چاند کی طرح	ہر ایک (فرشتہ) کا نور اور قدر میں رتبہ ہے
ز اجنحہ نور ثلاث او رباع	بر مراتب ہر ملک را آں شعاع
نور کے تین تین یا چار چار بازوؤں کی وجہ سے	مرتبہ کے اعتبار سے ہر فرشتہ کو وہ نور حاصل ہے
ہمچو پرہائے عقول انسیاں	کہ بسے فرق ست شاں اندر میاں
جیسے انسانوں کے عقلی بازو	کہ ان کے درمیان بہت بڑا فرق ہے
پس قرین ہر بشر در نیک و بد	آں ملک باشد کہ مانندش بود
ہر انسان کا نیکی اور بدی کے اعتبار سے ساتھی	وہ فرشتہ ہو گا جو اس کے مناسب ہو گا
چشم اعمش نور خور را بر نتافت	اختر او را شمع شد تا رہ بیافت
چندھے کی آنکھ میں سورج کی روشنی کی تاب نہیں ہے	ستارہ اس کی شمع بن گیا یہاں تک کہ اس کو راستہ مل گیا

(یہ تتمہ ہے مضمون سابق کا یعنی چونکہ ضعف استعداد کی وجہ سے مثل خفاش کے آفتاب فیض حق سے بلاواسطہ استفاضہ متعذر ہے اس لئے ملائکہ واولوالعلم کے توسط کی احتیاط ہوئی) پس ملائکہ کو (اور اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو) مثل ان چاندوں کے سمجھو جو آسمان پر (نور) خورشید کو (بنا بر قضیہ ثابتہ نور القمر مستفاد من نور

الشمس) جلوہ دیتے ہیں (چاند کا جمع لانا باعتبار تفاوت مراتب زیادت ونقصان نور کے ہے اور وہ ملائکہ مثل قمر کے بزبان حال یوں کہتے ہیں) کہ ہم نے یہ روشنی آفتاب (فیض حق) سے حاصل کی ہے اور محض نائب کے طور پر ضعیف (الاستعداد) مخلوق پر ہم تاباں ہوئے ہیں (اوران ملائکہ میں) ماہ نو یا ماہ سہ روزہ یا بدر کی طرح ہر ایک کا انوار اور قرب میں ایک خاص مرتبہ ہے اور نورانی بازوؤں سے جو کہ کسی کے تین ہیں کسی کے چار علی قدر المراتب ہر فرشتہ کو انوار حاصل ہیں جیسے آدمیوں کے بازو ہائے عقل میں کہ باہم بہت فرق ہوتا ہے (آگے جملۂ معترضہ کے طور پر اس تفاوت مراتب ومناصب ملائکہ پر ایک تفریع جو مقام ہذا سے اجنبی ہے فرماتے ہیں کہ جب ملائکہ کا تفاوت مراتب ثابت ہے) پس (اسکے فروغ میں سے یہ بھی ہے کہ) ہر بشر کا قرین خواہ وہ بشر نیک حالت میں ہو یا بد حالت میں (بعد مرگ) وہی فرشتہ ہوگا جو اس کی حالت کے مناسب ہوگا (یہاں مانند سے مراد مشابہ نہیں بلکہ مناسب مراد ہے یعنی نیک کے ساتھ ملائکہ رحمت کے اور بد کے ساتھ ملائکہ عذاب کے)

گفتن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مرزید رضی اللہ عنہ را کہ ایں سر افاش تر زیں مگو ومتابعت نگہدار

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زید رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ اس راز کو اس سے زیادہ کھل کر نہ کہہ اور فرمانبرداری کا لحاظ رکھ

گفت پیغمبرؐ کہ اصحابی نجوم	رہرواں را شمع و شیطاں را رجوم
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میرے صحابہ ستارے ہیں	جو مسافروں کی شمع اور شیطان کے لئے گرز ہیں
ہر کسے را گر بدے آں چشم وزور	کو گرفتے ز آفتاب چرخ نور
اگر ہر شخص کے لئے وہ آنکھ اور طاقت ہوتی	کہ جس سے آسمان کے سورج سے نور حاصل کرسکتا
کے ستارہ حاجت ستے اے ذلیل	کے بدے بر نور خورشید آں دلیل
اے ذلیل! ستارے کی پھر کیا ضرورت تھی؟	وہ سورج کی روشنی کا رہنما کب ہوتا؟
ہیچ ماہ و اخترے حاجت نبود	کو بود بر آفتاب حق شہود
(اس کو) کسی چاند اور ستارے کی ضرورت نہ تھی	جو حق کے سورج کا گواہ ہوتا

(اوپر ملائکہ کو صریحاً اور مشارکت عصمت وقرب سے انبیاء علیہم السلام کو لزوماً چاند سے تشبیہ دی تھی اب دوسرے اولوالعلم کو نجوم سے تشبیہ دے کر ان کا واسطہ فیض حق ہونا ثابت فرماتے ہیں کہ) ضعیف البصر کی آنکھ چونکہ نور آفتاب کو برداشت نہیں کرسکتی اس لئے کوکب اس کی الٰہی شمع بن گیا تھا کہ اس کو بھی راستہ مل گیا چنانچہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اصحابی کالنجوم (بایھم اقتدیتم اھتدیتم) یعنی میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں (تم جس کے پیچھے بھی ہو لوگے دین کا راستہ پالوگے حدیث تو اسی قدر ہے آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ تشبیہ بالنجوم کی وجہ یہ ہے کہ وہ حضرات) رہروؤں کے لئے مثل شمع ہیں اور شیاطین کے لئے رجوم ہیں (جیسا کوکب میں یہی صفتیں ہوتی ہیں آگے وجود قمر و کوکب سے عامہ خلائق کے ضعف پر بضمن مثال کے بصورت قیاس استثنائی استدلال کرتے ہیں کہ) اگر ہر شخص کو ایسی چشم اور قوت حاصل ہوتی کہ وہ آفتاب چرخ سے نور حاصل کرسکتا تو کوکب کی حاجت کب ہوتی جو کہ نور خورشید کی طرف رہبر ہو جاتا ہے بلکہ چاند اور کوکب کسی کی بھی حاجت نہ تھی جو کہ آفتاب حق پر شاہد ہوتے ہیں (یہاں ماہ سے اشارہ ہے ذوات حضرات انبیاء علیہم السلام کی طرف اور اسی قرینہ سے اوپر تشبیہ بماہ میں ملائکہ کے ساتھ احقر نے اسکی طرف اشارہ کر دیا ہے اور کواکب سے اشارہ ہے صحابہ وراسخین فی العلم کی طرف اور مقدمہ ثانیہ قیاس کا بہت ظاہر ہے یعنی حالانکہ یہ سب اجرام نیرہ موضوع ہوئے ہیں نتیجہ میں ضعف استعداد ثابت ہو گیا)۔

ماہ می گوید بابرو خاک و فے	من بشر من مثلکم یوحیٰ الی
چاند ابر اور خاک اور سایہ سے کہتا ہے	میں تم جیسا انسان ہوں مجھ پر وحی آتی ہے
چوں شما تاریک بودم در نہاد	وحی خورشیدم چنیں نورے بداد
دراصل تمہاری طرح میں بھی بے نور تھا	وحی کے سورج نے مجھے یہ نور عطا کیا ہے
ظلمتے دارم بہ نسبت باشموس	نور دارم بہر ظلمات نفوس
سورجوں کی بہ نسبت میں تاریک ہوں	انسانوں کی تاریکیوں کے لئے میرے پاس نور ہے
زاں ضعیفم تاتو تابے آوری	کہ نہ مرد آفتاب انوری
میں اس لئے ضعیف ہوں کہ تو برداشت کر سکے	کیونکہ تو زیادہ چمکدار سورج کا مرد (میدان) نہیں ہے
ہمچو شہد و سرکہ درہم بافتم	تابہ بیماری جگر رہ یافتم
میں شہد اور سرکہ کی طرح باہم مل گیا ہوں	یہاں تک کہ جگر کی بیماری تک پہنچ گیا ہوں

(اس میں بھی بیان ہے وسائط کے مستفید من الحق و مفید للخلق ہونے کا یعنی) چاند (کہ عبارت ہے ذوات قدسیہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے) ابر اور خاک اور ظلمت سے (کہ عبارت ہے عامۂ خلائق سے) یوں کہہ رہا ہے کہ میں بھی تمہارے مثل بشر ہوں لیکن مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے (کما قال تعالیٰ قل انما انا بشر مثلکم یوحی الی و قالت لھم رسلھم ان نحن الابشر مثلکم ولکن اللہ یمن علی من یشاء من عبادہ) اور میں بھی تمہاری طرح اصل مادہ کے اعتبار سے یہ انوار نہ رکھتا تھا (کما قال تعالیٰ ما کنت

www.besturdubooks.wordpress.com

تدری ما الکتاب ولا الایمان) لیکن آفتاب وحی سے مجھ کو یہ نور حاصل ہو گیا (کما قال تعالیٰ ولکن جعلنٰہ نورا نهدی به من نشاء من عبادنا) پس میں بہ نسبت آفتاب (یعنی ذات و کمالات الٰہیہ) کے تو (گویا) بے نور ہوں (کیونکہ کمال واجب کے روبرو کمال ممکن محض مضمحل ہے) لیکن ظلمات نفوس (کو دفع کرنے) کے لئے میں باُنور ہوں (کمما قال تعالیٰ یزکیهم و قال سراجا منیرا) اور میں (بمقابلہ نور قدیم کے نور میں) ضعیف اس لئے بنایا گیا ہوں تاکہ (اے ضعیف) تو تاب لا سکے کیونکہ تو آفتاب نور کا مرد نہیں ہے اور میری مثال (توسط فیض میں) ایسی ہے کہ سرکہ کی طرح (کہ انگبین میں ہوتا ہے) شہد میں مل گیا ہوں جس سے مرض جگر تک (اثر ہضم پہنچانے کے لئے) چلا ہوں (مطلب یہ کہ فیض حق مثل شہد کے ہے اور خلق مثل کبد کے اور ان کے امراض باطنیہ مثل ضعف ہضم کبدی کے اور میری تعلیم قالی مثل سرکہ کہ پس جس طرح اس مرض کبد میں سکنجبین سے معالجہ ہوتا ہے جس میں گویا شہد کو مع سرکہ کے پہنچایا جاتا ہے جس سے باواسطہ اصلاح معدہ اصلاح کبد ہوتی ہے اسی طرح فیض حق خلق تک ان کے امراض باطنیہ کے ازالہ کے لئے میری معرفت پہنچتا ہے)

چوں زعلت وارہیدی اے رہیں	سرکہ را بگذار می خور انگبیں
اے گرفتار (مرض) جب تو بیماری سے نجات پا جائے	سرکہ کو چھوڑ دے شہد چاٹ
تخت دل معمور شد پاک از ہوا	بروے الرحمٰن علی العرش استویٰ
جب دل کا تخت خواہشات سے پاک ہو کر (نور سے) بھر گیا	تو الرحمٰن علی العرش استویٰ کا مصداق ہو گیا
حکم بر دل بعد ازیں بے واسطہ	حق کند چوں یافت دل ایں رابطہ
اس کے بعد بلا واسطہ دل پر حکم	اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے جب دل کو یہ ربط حاصل ہو گیا
ایں سخن پایاں ندارد زیدؓ کو	تا دہم بندش کہ رسوائی مجو
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے (حضرت) زیدؓ کہاں ہیں؟	تاکہ میں ان کو روکوں کہ رسوائی نہ کر
نیست حکمت گفتن ایں اسرار را	چوں قیامت می رسد اظہار را
ان رازوں کے کہنے میں دانائی نہیں ہے	اظہار کے لئے قیامت آ رہی ہے

(اوپر سے واسطہ فیض کی ضرورت کا اثبات چلا آ رہا ہے اب اس حالت کو بتلاتے ہیں کہ جس میں واسطہ کی ضرورت نہیں رہتی اور اس میں تتمیم ہے اس مضمون کی نے بگویم چون قرین شد در بیان الی آخر الابیات الخمسۃ چنانچہ احقر نے وہاں حاصل تقریر میں بیان کیا تھا کہ علم لدنی کے انتظار میں عامہ خلائق کے لئے حکمتوں کے بیان کو کیونکر متروک کر دیا جائے پس مجموعہ مقامین کا خلاصہ یہ نکلا کہ جب تک یہ حالت علم لدنی کی حاصل نہ ہو جیسا عامہ خلائق کی حالت ہے اس وقت تک تو معرفت حکمت میں واسطہ قال کا ضروری ہے گو اجمالاً سہی البتہ جب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حالت حاصل ہو جائے جیسا خواص کو عطا ہوتی ہے ایسے شخص کے لئے بے شک اس واسطہ قال کی ضرورت نہیں اور اس حالت عدم بقاء ضرورت واسطہ کو مثال بالا متصل کی شق مقابل کے ساتھ تشبیہ دے کر سمجھاتے ہیں یعنی) اے گرفتار مرض جب تم علت (وامراض سے) چھوٹ گئے اب سرکہ کو چھوڑ دو اور شہد کھاتے رہو (یعنی بعد تصفیۂ قلب وتزکیۂ نفس کے اب واسطۂ تعلیم قالی کی ضرورت نہیں رہتی فیض حق بلا اس واسطہ کے آتا ہے چنانچہ آگے تصریح ہے کہ جب تخت دل (انوار صفا ومحبت سے) معمور ہو گیا اور (ظلمات) ہوا سے پاک ہو گیا تو اس کی مثال (نزول انوار میں) عرش کی سی ہو گئی کہ اس پر حضرت رحمٰن مستقر ہیں (جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے) بعد اس حالت کے حق تعالیٰ اپنے احکام (متعلقہ معارف واسرار نہ کہ متعلقۂ حلال وحرام) قلب پر بلا واسطہ (علم قالی کے) وارد فرمانے لگتے ہیں جب یہ نسبت خاصہ حاصل ہو جاتی ہے ف احقر کی تقریر میں تین شبہات کا دفع ہے اول کیا علم لدنی والے کو واسطۂ رسل کی ضرورت نہیں رہتی دفع اس کا یہ ہے کہ واسطہ سے مراد صرف تعلیم قالی ہے نہ مطلق واسطہ دوم کیا ایسے شخص کو حلال وحرام کے باب میں تعلیم قالی کی ضرورت نہیں رہتی دفع اس کا یہ ہے کہ صرف اسرار ومعارف کے ساتھ یہ حکم خاص ہے اور حلال وحرام میں سب تعلیم منقول کے محتاج ہیں سوم کیا الرحمن علی العرش استوی میں قلب مراد ہے دفع اس کا یہ ہے کہ کلام مبنی ہی تشبیہ پر تقریر مذکور میں نظر کرنے سے تینوں جواب اس میں مذکور و مصرح ملیں گے واللہ اعلم۔

رجوع بحکایت زید رضی اللہ عنہ

(حضرت) زید رضی اللہ عنہ کی حکایت کی طرف واپسی

زید را اکنوں نیابی کو گریخت	جست از صف نعال و نعل ریخت
(اے مخاطب) اب تو زید کو نہ پائے گا کیونکہ اب وہ چلدیے	(مجلس کی) آخری صف سے روانہ ہو گئے اور تیزی سے روانہ ہوئے
تو کہ باشی زید ہم خود را نیافت	ہمچو اختر کہ برو خورشید تافت
تو کیا ہے زید خود اپنے آپ کو نہیں پا سکتے ہیں	اس ستارے کی طرح جس پر سورج روشنی ڈال دے
نے ازو نقشے بیابی نے نشاں	نے گہے یابی براہ کہکشاں
تو نہ اس (ستارے) کا نقش پائے گا نہ نشان	نہ کہکشاں کے راستہ میں تو تنکا پائے گا
شد حواس و نطق بے پایان ما	محو نور دانش سلطان ما
ہمارے لامحدود حواس اور قوت گویائی	ہمارے شہنشاہ کی دانش کے نور میں فنا ہو گئی

(نعل ریختن شتاب و رفتن مانند اسپ از رفتار دو رینجا بمعنی اول ست کسے کہ می خواہد کہ شتاب برود ہر دو

نعلین از پا انداختہ می دود) یعنی اس مضمون (آثار علوم لدنیہ) کا تو کہیں خاتمہ نہیں ہے (یہ بتلاؤ کہ) حضرت زید کہاں ہیں تا کہ (پھر ان کا قصہ بیان کروں اور) ان کو (نقلاً عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم) نصیحت کروں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحت کا قصہ نقل کروں) کہ (کشف اسرار کر کے اہل عیوب کی) رسوائی مت کرو اور جبکہ ان اسرار کے اظہار کے لئے قیامت کا دن آنے والا ہے تو ان اسرار کو کہنا قرین حکمت نہیں (ورنہ قیامت اور دنیا میں اس امر میں فرق نہ رہے گا آگے حضرت زیدؓ کا حال بیان فرماتے ہیں کہ) اے سامع حکایت اب تم زید کو نہ پاؤ گے (اس لیے اب ان کا قصہ کیا بیان کیا جائے) کیونکہ وہ (مقام لسانہ سے مقام کل لسانہ میں کہ عبارت ہے غلبۂ حیرت سے) چل دیئے اور صف نعال سے (یعنی بقاء آثار صفات وافعال بشریہ سے کہ ان میں سے قصد و اختیار و اظہار اسرار بھی ہے) اڑ گئے اور نہایت تیزی سے گئے (مولانا نے ان کے سکوت بامر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر محمول فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برکت ارشاد یا قوت تصرف سے ان پر مقام تحیر کا غلبہ ہوا اور اس سے دم بخود رہ گئے آگے ترقی ہے کہ) تم تو کیا چیز ہو (کہ زیدؓ کا پتہ لگا سکو) خود زیدؓ بھی اپنے کو نہیں پا سکتے (کیونکہ تحیر میں استغراق ہوتا ہے) جیسے ستارہ فرض کیا جائے کہ اس پر خورشید طلوع ہو جائے تو (اس وقت) نہ اس ستارہ کی شکل (حواس سے) پاؤ گے نہ نشان (روشنی وغیرہ کا) رہے گا اور ایک ایک ستارہ تو کیا رہتا کہکشاں جو بے شمار ستاروں کا مجموعہ ہے اس) کہکشاں کی مسافت میں بھی ایک کاہ (یعنی ایک ستارہ نہ ملے گا اسی طرح حضرت زیدؓ پر کسی صفت الٰہی کی ایسی تجلی قوی ہوئی کہ ان کی صفات وافعال سب مضمحل ہو گئے اور ممکن ہے کہ اس صفت کی تعیین کی جائے کہ وہ صفت علیہ الٰہیہ تھی بقرینہ بیت مابعد کہ اس میں محو دانش آیا ہے اور یہ مناسبت بھی ہے کہ اظہار اسرار کا منشاء ان کا علم تھا تو اس کا اضمحلال اسی صفت کے غلبہ وعظمت سے اقرب ہے یعنی حق تعالیٰ کے علم کی بسطت و وسعت اسقدر ان پر منکشف ہو کہ اپنا علم و کشف ہیچ معلوم ہو اور اس سے جوش بیان سرد پڑ جائے۔

حسہا و عقلہا شاں در درون	موج در موج لدینا محضرون
ان (روحوں) کے حواس اور عقلیں اس عالم میں	لدینا محضرون" (کے مقام) میں موجزن تھے
چوں شب آمد باز وقت بار شد	انجم پنہاں شدہ برکار شد
جب رات آئی پھر کام کا وقت آ گیا	چھپے ہوئے ستارے کام میں لگ گئے
خلق عالم جملگی بیہش شوند	پردہا بر رو کشند و بغنوند
دنیا کی تمام مخلوق بے ہوش ہو جاتی ہے	چہرے ڈھانپ لیتے ہیں اور اونگھنے لگتے ہیں
صبح چوں دم زد علم افراشت خور	ہر فتی از خوابگہ برداشت سر
صبح نے جب سانس لیا سورج نے جھنڈا بلند کیا	ہر نوجوان نے خواب گاہ سے سر اٹھایا

www.besturdubooks.wordpress.com

بیہشاں را وا دہد حق ہوشہا	حلقہ حلقہ حلقہا در گوشہا
اللہ بے ہوشوں کو ہوش دے دیتا ہے	جماعت در جماعت تابع فرمان ہو جاتے ہیں
پائے کوباں دست افشاں در ثنا	ناز نازاں ربنا احییتنا
تعریف میں ناچتے ہوئے رقص کرتے ہوئے	ناز کرتے ہوئے کہ اے ہمارے رب تو نے ہمیں زندہ کر دیا
آں جلود و آں عظام ریختہ	فارساں گشتہ غبار انگیختہ
ریزہ ریزہ کھالیں اور ہڈیاں	شہسوار بنے ہوئے غبار اڑاتے ہوئے
حملہ آرند از عدم سوئے وجود	در قیامت ہم شکور و ہم عنود
عدم سے وجود کی طرف تیزی سے چلیں گے	قیامت میں شکر گزار بھی اور سرکش بھی

(یہاں بمناسبت ذکر محویت زیدؓ کے بطور انتقال کے تمام خلائق کی محویت کا جو عالم ارواح میں تھے بیان فرماتے ہیں پھر تتمیم احوال کے لئے موت و برزخ و قیامت کا ذکر ہے یعنی) ہمارے حواس ونطق جو بے پایاں تھے (مراد ارواح کے مطلق قویٰ مدرکہ وفاعلہ میں اور چونکہ وہ عالم امر سے ہے جو کہ حدود و مقادیر سے منزہ ہے اس لئے بے پایاں کہا گیا غرض وہ قویٰ عالم ارواح میں) ہمارے شاہنشاہ حقیقی جل شانہ کے نور علم میں محو تھے یعنی تمام حواس وعقول (ان ارواح) کے (اس عالم) باطن میں مقام لدینا محضرون میں متموج (ومجتمع) ہو رہے تھے (ترجمہ اس جزو آیت کا یہ ہے کہ ہمارے پاس سب حاضر کئے گئے ہیں مراد اس سے مقام حضور وقرب ہے جس کے لئے مشاہدہ لازم ہے جس کے لوازم میں سے محویت ہے مطلب یہ کہ سب ارواح کی صفات غلبۂ مشاہدہ سے انوار صفات الٰہیہ علم وغیرہ میں محو تھیں پس مضمون محویت تو جو کہ قصہ بالا سے مناسبت رکھتا ہے یہاں ختم ہوا اور اس کا بیان کرنا عجب نہیں اس لئے ہو کہ بعض کم فہم واردات باطنیہ کا انکار کیا کرتے ہیں اس لئے اس کی نظیر بتلا دی کہ ایسی محویت ایک بار سب پر طاری ہو چکی ہے رہا یہ کہ اس کو بھی کوئی تسلیم نہ کرے سو ممکن ہے مگر پھر بھی اسکی تسلیم میں اس قدر استبعاد نہیں کیونکہ عالم ارواح کی حالت کا سوچنے سے یاد نہ آنا یہ ظاہر بینوں کے نزدیک اس محویت کا مؤید ہو سکتا ہے آگے تتمیم احوال کے لئے فرماتے ہیں کہ) پھر جب (بعد انقضائے حیات جسمانیہ کے) شب آتی ہے اور بار (اشتغال) کا وقت جاتا رہتا ہے (یعنی موت کا وقت آتا ہے اور روح پر جو تعلق جسم کا بار تھا وہ جدا کر لیا جاتا ہے اور موت کو شب سے تشبیہ دینا باعتبار اسکے ہے کہ وہ وقت نوم ہے اور نوم اخو الموت ہے) اور (اس وقت) ستارہائے پوشیدہ اپنے (نور افشانی کے) کام میں لگ جاتے ہیں (یعنی ملائکہ جو دنیا میں مخفی تھے تصرف فی الارواح شروع کر دیتے ہیں پس وجہ تشبیہ صرف اختفاء فی الدنیا ہے اور یہاں اوپر کی وجوہ تشبیہات ذات حق با آفتاب وادراکات وعلوم بہ نجوم وغیرہا اصلا ملحوظ نہیں غرض جب ایسی حالت ہوتی ہے) تو اس وقت تمام خلق (سکرۃ الموت سے) بے ہوش ہو جاتے ہیں اور پردے چہروں پر تان کر اونگھنے لگتے ہیں (یہ بعد الموت عالم

www.besturdubooks.wordpress.com

برزخ کی حالت ہے ہر چند کہ وہاں محویت نہیں ہے لیکن بہ نسبت افاقہ بعث کے گویا سکر کی سی حالت ہے آیات لبثنا یوماً او بعض یوم و من بعثنا من مرقدنا و حدیث نم کنومة العروس اس کی مؤید ہے اور بخنوند میں عجب نہیں کہ یہی اشارہ ہے کیونکہ غنودگی ایک حالت بین النوم والیقظہ ہے واللہ اعلم) پھر جب صبح (قیامت) طلوع ہوگی اور اس کا آفتاب (ظہور) بلند ہوگا تو ہر شخص اپنی خواب گاہ (یعنی مرقد) سے (بعث کے لئے) سر اٹھائے گا اور بالمعنی المذکور) جو بے ہوش تھے ان کو حق تعالیٰ ہوش دیں گے (کما قال تعالیٰ فکشفنا عنک غطائک فبصرک الیوم حدید و قال تعالیٰ اسمع بهم و ابصر یوم یاتوننا) اور اگروہ کا گروہ سب (امر بعث میں اس وقت) حلقہ بگوش ہوں گے (کما قال تعالیٰ یوم یدعوکم فتستجیبون بحمده) اور اچھلتے کودتے ہونگے (کما قال مهطعین الی الداع) اور حمد خداوندی میں دست افشانی کرتے ہونگے (کما مر من قوله تعالیٰ بحمده) اور اپنی الت حیات پر) ناز کرتے ہونگے اور یوں کہتے ہوں گے ربنا امتنا اثنتین و احییتنا اثنتین ۔یعنی اے ہمارے پروردگار آپ نے ہم کو دو بار بے جان کیا ایک قبل ولادت کہ بے جان تھے دوسرے موت متعارف سے اور دوبارہ جاندار کیا ایک ولادت دنیویہ میں دوسرے اب قیامت میں (ہر چند کہ پائے کوبان اور دست افشان اور نازنازان متبادر معانی کے اعتبار سے کہ مسرت ہے اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے مگر معنی مجازی مطلق تقلب وتحرک کے اعتبار سے عام ہے) اور وہ پوست واستخوان جو ریزہ ریزہ ہوگئی تھیں وہ (اب زندہ ہو کر گویا) سوار بن گئے جو غبار اڑاتے چلتے ہیں غرض عدم سے وجود کی طرف قیامت کے روز سب من وکافر حملہ آور ہونگے (یعنی سب زندہ ہوجائیں گے)

سرچہ می پیچی چرا نادیدۂ	در عدم اول نہ سر پیچیدۂ
ایسا بھولا بن کر تو کیوں انکار کرتا ہے؟	کیا پہلے عدم میں تو نے منہ نہ موڑا تھا؟
در عدم افشردہ بودی پائے خویش	کہ مرا کہ بر کند از جائے خویش
تو نے عدم میں اپنا پیر سکوڑ رکھا تھا	کہ مجھے میری جگہ سے کون اکھاڑ سکتا ہے؟
می نہ بینی صنع ربانیت را	کہ کشد او موئے پیشانیت را
کیا تو خدا کی کاریگری کو نہیں دیکھتا ہے	کہ اس نے تیری پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچ لیا
تا کشیدت اندریں انواع حال	کہ نبودت در گمان و در خیال
یہاں تک کہ تجھے ان احوال میں مبتلا کر دیا	جو تیرے گمان اور خیال میں بھی نہ تھے
آں عدم او را ہمارہ بندہ است	کارکن دیوا! سلیمانؑ زندہ است
عدم ہمیشہ اس کے فرمان کے تابع ہے	اے دیو! کام میں لگ جا سلیمان زندہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دیو می سازد جفان کالجواب	زہرہ نے تادفع گوید یا جواب
دیو تالابوں جیسے لگن بنا رہا ہے	طاقت نہیں ہے کہ انکار کرنے یا جواب دیدے
خویش رابیں چوں ہمی لرزی زبیم	مرعدم را نیز لرزاں داں مقیم
تو اپنے آپ کو دیکھ خوف سے کیسا کانپ رہا ہے	عدم کو بھی ہمیشہ لرزاں سمجھ
ورتو دست اندر مناصب میزنی	ہم زترس ست آنکہ جانے میکنی
اگر تو بڑے عہدوں پر دست درازی کر رہا ہے	یہ بھی ڈر ہی کی وجہ سے ہے کہ تو مشقت اٹھاتا ہے

(ہمارہ ہموارہ اوپر بعث کا اثبات تھا یہاں منکرین بعث پر رد ہے یعنی) اے منکر تو کیا انکار کر رہا ہے ایسا (بھولا) کیوں بنا جاتا ہے جیسے (عدم سے وجود میں آنے کو) کبھی دیکھا نہیں عدم (سابق میں اس کی قبل (بدلالت حال وجود میں آنے سے) کیا انکار نہیں کر چکا ہے یعنی (اس) عدم میں خوب پاؤں جمار کھا تھا (جس سے بدلالت حال گویا یوں کہہ رہا تھا) کہ بھلا مجھ کو میری اس جگہ سے کون اکھاڑ سکتا ہے پھر تو صنعت ربانی کو دیکھا نہیں کہ وہ تیرے موئے پیشانی پکڑ کر کشاں کشاں ایسے مختلف احوال کی طرف لے آئی کہ تیرے گمان وخیال میں نہ تھی پس معلوم ہوا کہ وہ عدم ہمیشہ سے انکا مسخر ومنقاد ہے (آگے مثل کے طور پر خطاب فرماتے ہیں کہ) اے دیو کام کرتا رہ (انحراف مت کر) سلیمانؑ (جو تجھ پر حاکم ہیں) زندہ (مراد یہ کہ انکار حشر مت کر اللہ تعالیٰ ہی قائم ہیں ان سے خوف کر ہیبت سلیمانی سے) دیو بڑی بڑی لگن تالابوں کی برابر بنا رہی ہیں مجال نہیں کہ ٹال دیں یا جواب دے سکیں (اسی طرح اشد سے اشد مخلوق حق تعالیٰ کو مسخر ہیں) تم اپنا حال دیکھ لو کہ ہیبت (حق) سے کیونکر لرزاں ہو رہے ہو اسی طرح عدن کو بھی ہمیشہ سے لرزاں سمجھو اور اگر تم (کہو کہ میں تو نعوذ باللہ حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتا بلکہ خوب اسباب معصیت کو مال وجاہ کو جمع کر رہا ہوں پھر عدم کو خوف میں اپنے اوپر کیسے قیاس کرلوں تو خوب سمجھ لو کہ تم جو) بڑے بڑے عہدوں پر ہاتھ مار رہے ہو تو یہ ساری مصیبت جھیلنا خود خوف (حق) کی سبب سے ہے (کیونکہ تحصیل مال وجاہ بسبب خوف فقر وذلت کے ہے اور فقر وذلت خود من جانب اللہ ہے تو گویا وہ سائی ڈرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو فقر میں مبتلا نہ فرمائیں پس یہ بے خوفی کی دلیل نہیں بلکہ خوف کی دلیل ہے پس قیاس مذکور صحیح رہا لیکن چونکہ ثواب وعقاب عزم پر ہے اور یہ خوف اس کی زعم وعزم میں خوفِ حق نہیں اس لئے اس کے ثمرہ کا مستحق نہ ہوگا۔

ہر چہ جز عشق خدائے احسن ست	گر شکر خائیست آں جاں کندن ست
خدائے خوب تر کے عشق کے علاوہ جو کچھ ہے	اگر شکر خوری بھی ہے وہ جاں کنی ہے
چیست جاں کندن سوئے مرگ آمدن	دست را آب حیاتے نازدن
جاں کنی کیا ہے؟ موت کی جانب چلنا ہے	آب حیات کو حاصل نہ کرنا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خلق را دو دیدہ در خاک ممات	صد گماں دارند در آب حیات
مخلوق کی نگاہیں موت کی مٹی کی طرف ہیں	آب حیات میں سینکڑوں شک کرتے ہیں
جہد کن تا صد گماں گردد نود	شب برو ور تو بخسپی شب رود
کوشش کر کہ سو گمان نوے بن جائیں	رات کو سفر کر اگر سو گیا رات چلی جائے گی
در شب تاریک جو آں روز را	پیش کن آں عقل ظلمت سوز را
اندھیری رات میں اس دن کی تلاش کر لے	تاریکی ختم کر دینے والی عقل کو رہنما بنا
در شب بد رنگ بس نیکی بود	آب حیواں جفت تاریکی بود
کالی رات میں بہت نیکیاں ہوتی ہیں	آب حیات اندھیرے میں ہوتا ہے
سر زخفتن کے تواں برداشتن	باچنیں صد تخم غفلت کاشتن
سونے سے سر کب اٹھایا جا سکتا ہے؟	غفلت کے ایسے سو بیج بو کر
خواب مردہ لقمہ مردہ یار شد	خواجہ خفت و دزد شب برکار شد
مردے کی سی نیند حرام لقمے پیارے بن گئے	جناب سو گئے اور رات کا چور کام میں لگ گیا

(یہ انتقال ہے مذمت طلب دنیا وغیرہ اللہ کی طرف یعنی ہم نے جو اوپر سعی الدنیا کو جان کندن سے تعبیر کیا ہے سو واقع میں) بجز عشق خدائے احسن کے جو کچھ بھی ہے اگر چہ وہ شکر خائی کیوں نہ ہو (یعنی کیسی ہی لذت ہو) مگر فی الحقیقت جان کندن رہی ہے (اور اس) جان کندن (کی حقیقت جانتے ہو) کیا ہے وہ یہ ہے کہ موت (یعنی دنیائے فانی) کی طرف آنا (جو سبب ہلاکت کا ہے) اور آب حیات (یعنی عشق الٰہی) کو حاصل نہ کرنا۔ مخلوق کی آنکھیں دنیائے فانی کی طرف لگ رہی ہے اور آب حیات (مذکور کے وجود اور نافع ہونے) میں سینکڑوں ضعف یقین رکھتے ہیں (اگر اپنی اصلاح منظور ہے تو) ریاضت اختیار کرو تا کہ ضعف یقین کے مراتب فیصدی نوے تو ہو جائیں (یعنی اگر یقین کا درجہ کمال حاصل نہ ہو تب بھی حرمان محض تو نہ رہے آگے ریاضت کا طریقہ بتلاتے ہیں کہ) شب کو سلوک طے کیا کرو ورنہ شب تو ختم ہو ہی جائے گی اور شب تاریک میں اس نور (عشق الٰہی) کو طلب کیا کرو اور عقل (معاد) کو جو کہ ظلمت سوز ہے اپنا پیش رو بناؤ (یعنی اس کا اتباع کرو کہ وہ طلب حق کی طرف متوجہ کرتی ہے اور شب کو بے قدر نہ سمجھو کیونکہ) شب اگر چہ بدرنگ و سیاہ ہے مگر اس میں بری خوبیاں ہیں جیسے آب حیات (بقول مشہور) قرین ظلمت ہے اسی طرح عشق الٰہی کہ مشابہ آب حیات ہے اکثر شب خیزی سے میسر ہوتا ہے کیونکہ وہ وقت زیادہ توجہ رحمت اور نیز یکسوئی قلب کا ہے غرض جذب وانجذاب دونوں کامل ہوتے ہیں آگے شب خیزی کے موانع پر متنبہ فرماتے ہیں تا کہ ازالہ کیا جائے (یعنی) جب صد ہا تخم غفلت (و بے توجہی) کاشت کئے جاتے ہوں ایسی حالت میں خواب سے کب سر اٹھ سکتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(یعنی جب قلب میں توجہ اور فکر نہ ہوگا شب خیزی دشوار ہے) اور خواب مردہ اور غذائے مردہ تمہارے قرین ہورہے ہیں (خواب مردہ تو خواب غفلت و بے توجہی اور غذائے مردہ لقمہ حرام یہ سب موانع ہیں پس ان موانع سے) میاں سو گئے اور چور (نفس و شیطان) اپنے کام میں لگ گئے (اور خواب کو مردہ سے مقید کرنا مفید ہے اس کو کہ اعتدال کے ساتھ بہ نیت حفظ صحت کہ معین ہے عبادت میں خواب کرنا مضر باطن نہیں کما قیل نوم العالم عبادۃ)

تو نمیدانی کہ خصمانت کیند	ناریاں خصم وجود خاکیند
تو نہیں جانتا کہ تیرے دشمن کون ہیں؟	ناری، خاکیوں کے وجود کے دشمن ہیں
نار خصم آب و فرزندان اوست	ہمچنانکہ آب خصم جان اوست
آگ، پانی اور اس کی پیداوار کی دشمن ہے	جس طرح پانی اس کی جان کا دشمن ہے
آب آتش را کشد زیرا کہ او	خصم فرزندان آبست و عدو
پانی، آگ کو بجھا دیتا ہے کیونکہ وہ (آگ)	پانی کی پیداوار کی مخالف اور دشمن ہے
بعد ازاں ایں نار نار شہوت ست	کاندرو اصل گناہ و زلت ست
اس آگ کے علاوہ ایک شہوت کی آگ ہے	جس کے اندر گناہ اور لغزش کی جڑ ہے
نار بیرونی بآبے بفسرد	نار شہوت تا بدوزخ می برد
بیرونی آگ پانی سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے	شہوت کی آگ جہنم تک لے جاتی ہے
نار شہوت می نیارامد بآب	زانکہ دارد طبع دوزخ در عذاب
شہوت کی آگ، پانی سے نہیں بجھتی ہے	اس لئے کہ عذاب میں وہ دوزخ کا مزاج رکھتی ہے
نار شہوت راچہ چارہ نور دیں	نورکم اطفاء نار الکافریں
شہوت کی آگ کا کیا علاج ہے؟ دین کا نور (علاج ہے)	(جس طرح) تمہارا نور (ایمان) کافروں کی آگ کا بجھا دیتا ہے
چہ کشد ایں نار را نور خدا	نور ابراہیمؑ را ساز اوستا
اس آگ کو کیا چیز بجھا سکتی ہے؟ خدا کا نور (بجھا سکتا) ہے	(حضرت) ابراہیمؑ کے نور کو استاد بنا لے
تاز نار نفس چوں نمرود تو	وارہد ایں جسم ہمچوں عود تو
تاکہ تیرے نمرود جیسے نفس کی آگ سے	تیرا لکڑی جیسا جسم نجات پا جائے
شہوت نارے براندن کم نشد	او بماندن کم شود بے ہیچ بد
شہوت وہ آگ ہے جو پورا کرنے سے کم نہیں ہوتی ہے	وہ روکنے سے کم ہو جاتی ہے بغیر کسی چیز کے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ ہیزم می نہی بر آتشے	کے بمیرد آتش از ہیزم کشے
تو آگ پر ایندھن کب تک رکھے گا؟	ایندھن ڈالنے والے سے آگ کب بجھ سکتی ہے؟
چونکہ ہیزم باز گیری نار مرد	زانکہ تقویٰ آب سوئے نار برد
جب تو ایندھن ہٹا لے گا آگ مردہ ہو جائے گی	اس لئے کہ پرہیزگاری نے آگ پر پانی ڈال دیا ہے

(اوپر فرمایا ہے روز و شب درکار شد یہاں ان اعداء کی تعیین اور ان سے حفاظت کی تدبیر بتلاتے ہیں یعنی) تم نہیں جانتے کہ تمہارے مخالف کون ہیں سو (ہم بتلاتے ہیں کہ) آتشی خاکی کے مخالف ہوتے ہیں (یعنی شیطان تمہارا دشمن ہے اور شیطان کا ناری اور انسان کا خاکی ہونا ظاہر ہے اور نار جس طرح خاک کی مخالف ہے اسی طرح) نار پانی کی اور جو پانی سے مخلوق ہو اس کی مخالف ہے جیسے (اس کا عکس بھی ثابت ہے) کہ پانی اس نار کا مخالف ہے (یعنی جانبین سے عداوت ہے سو انسان کا آبی ہونا بھی ظاہر ہے قال اللہ تعالیٰ بدا خلق الانسان من طین ثم جعل نسلہ من سلالۃ من ماء مھین اور جانبین میں سے اس کی عداوت ہونا بھی ظاہر ہے اور ہم بھی اس کے مامور ہیں قال اللہ تعالیٰ ان الشیطان لکم عدو فاتخذو عدوا آگے تقریر ہے آب و آتش کی عداوت حسیہ کی کہ) پانی آگ کو اس لئے بجھا دیتا ہے کہ چونکہ وہ آگ آبی مخلوق کی مخالف اور دشمن ہے غرض ایک دشمن تو یہ شیطان ناری ہوا) اور اس کے علاوہ دوسری نار (جو دشمن انسان ہے) وہ نار شہوت ہے کہ انسان کو اندر گناہ و لغزش کی اصل بناء ہے (حاصل یہ کہ دوسرا دشمن نفس ہے جو منبع ہے شہوت وغیرہ صفات رذیلہ کا آگے اس کا اشد ہونا بیان کرتے ہیں کہ) نار خارجی تو ایک پانی سے بجھ جاتی ہے اور یہ نار شہوت دوزخ تک لے جاتی ہے اور اس کو پانی سے سکون نہیں ہوتا کیونکہ اس کی خاصیت ضرر رسانی میں دوزخ کی سی ہے (کہ وہ پانی سے نہیں بجھتی اور باہم شہوت و دوزخ کے متناسب ہونے کی تائید حدیث سے ہوتی ہے حفت النار بالشھوات پس اس سے ثابت ہوا کہ یہ نار شہوت نار خارجی سے اشد ہے اور اگر نار خارجی کو عام لیا جائے کہ شامل ہو شیطان کو بھی تب حکم اشدیت کی یہ تقریر ہوگی کہ جس طرح آتش عنصری ایک پانی سے بجھ جاتی ہے اسی طرح شیطان ایک لاحول یا قدرے ذکر اللہ سے دفع ہو جاتا ہے مگر نفس کہ مار آستین ہے اس کی خباثت صرف اوراد اذکار سے نہیں جاتی آگے تحقیق فرماتے ہیں کہ) اچھا پھر اس نار شہوت کا کیا علاج ہے (اگر یہ طریق کافی نہیں خود جواب دیتے ہیں کہ) اس کا علاج نور دین ہے (یعنی نور معرفت جو ریاضت و مراقبات سے باطن میں پیدا ہو جاتا ہے) جیسا کہ تمہارا نور (ایمان قیامت میں) نار کافرین (یعنی دوزخ) کو بجھا دے گا (اس روایت کے یہ لفظ مشہور ہیں جزیا مومن فان نورک اطفا ناری مگر مجھ کو اس کی تحقیق نہیں اسی طرح) اس نار شہوت کو صرف نور الٰہی و نور معرفت و عشق الٰہی) بجھا سکتا ہے (مگر اس نور الٰہی کے حاصل کرنے کے لئے) نور

www.besturdubooks.wordpress.com

ابراہیمی (یعنی فیض مرشد عامل) کو استاد اور رہبر بناؤ (یعنی مرشد گی متابعت اختیار کرو) جس کی شان ابراہیم کی سی ہے کہ ان کو نورِ الٰہی حاصل تھا نارِ نمرودی نے اثر نہ کیا اسی طرح مرشد نے انوارِ الٰہیہ سے اپنی تہذیب کرلی تم اس سے وہ نور حاصل کرو) تاکہ تیرا یہ جسم جو (ضعف میں) مثل لکڑی کے ہے اس نارِ نفس سے جو (سرکشی میں) مثل نمرود کی ہے (یعنی نارِ شہوت نفسانیہ سے) نجات پاجائے (یعنی جسم سے معاصی جو مفضی الی النار ہیں سرزد نہ ہوں یہاں تک علاج نارِ شہوت کا بتلایا ہے چونکہ بعض کوتہ نظر شہوت مذمومہ کا علاج یہ سمجھتے ہیں کہ اس شہوت کو پورا کرلیا جائے تاکہ طبیعت خالی ہوجائے پھر توبہ کرلی جائے چنانچہ شیطان بھی دھوکہ دے کر بعض اطفال طریقت سے معصیت صادر کرادیتا ہے اس لئے مولانا اس کو دفع فرماتے ہیں کہ) یہ جو شہوت مثل نار کی ہے یہ پورا کرنے سے کم نہیں ہوتی البتہ ساکن (اور ضبط) کرنے سے ضرور گم ہوجاتی ہے (اس کی ایسی مثال ہے) کہ جب تک آگ پر لکڑیاں رکھتے رہو تو آگ اس ہیزم کش (کی اس تدبیر) سے کب بجھے گی البتہ اگر لکڑیاں نکال لو فوراً بجھ جائے گی (اسی طرح اسباب قضاء شہوت سے اس کو اور ہیجان ہوتا ہے اور تحرز سے قدرے تعب کے بعد جوش و خروش فرو ہوکر نسیاً منسیا ہوجاتی ہے) کیونکہ تقویٰ (اور تحرز) اس نار (شہوت) کی طرف آب (حفظ و معیت الٰہی) کو لے جاتا ہے (اس سے سکون ہوجاتا ہے جیسا قرآن مجید میں اتقوا اللہ یصلح لکم اعمالکم کو مرتب فرمایا گیا ہے اور فرمایا ہے ان اللہ مع المتقین تنبیہ: مولانا کا یہ علاج شہوت مذمومہ کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ اس سے بچنے کو تقویٰ سے تعبیر فرمانا اس کی دلیل ہے اور احقر نے کوتہ نظروں کو بیان غلطی میں اس کی تصریح بھی کردی ہے اور شہوت مذمومہ میں شہوت حرام مطلقاً اور انہماک مباح میں دونوں داخل ہیں اب اس پر یہ شبہ نہیں ہوتا کہ حدیث میں وارد ہے کہ اگر کسی اجنبیہ کی طرف میلان ہو تو اپنی بی بی سے فراغت کرلے اس سے وہ خیال دفع ہوجاتا ہے کیونکہ یہاں شہوت مذمومہ کو شہوت مباحہ سے دفع کیا گیا ہے اور شہوت مذمومہ سے تحرز ہی رہا اور مباح میں بھی انہماک نہیں ہوا بلکہ محض دفع ضرورت منظور نظر رہی چنانچہ خود اس حدیث میں جملہ ان الذی معھا مثل الذی معھا مقصودیت دفع ضرورت کو بتلا رہا ہے فافہم واللہ اعلم گویا تحرز کا ایک طریق یہ بھی ہے۔

کے سیہ گردد زآتش روئے خوب	کو نہد گلگونہ از تقویٰ القلوب
خوبصورت چہرہ آگ سے کب سیاہ ہوتا ہے؟	اس لئے کہ اس نے دلوں کی پرہیزگاری کا غازہ لگالیا ہے
نار پاکاں را ندارد خود زیاں	کے زخاشاکے شود دریا نہاں
آگ پاک لوگوں کو نقصان نہیں پہنچا سکتی ہے	کوڑے کرکٹ سے دریا کب چھپ سکتا ہے؟
ہر کہ تریاک خدائے را بخورد	گر خورد زہرے مگویش کو بمرد
جس نے خدائی تریاق کھا لیا	اگر وہ زہر بھی کھا لے تو اس کو مردہ نہ کہہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گر طبیبت گوید اے رنجور زار	از عسل پرہیز کن ہیں ہوش دار
اگر تجھ سے طبیب کہے کہ اے کمزور مریض!	شہد سے پرہیز کر خبردار اے ہوشیار!
گر جوابش گوئی از جہل اے سقیم	کہ چرا تو میخوری بے ترس وبیم
اے بیمار! اگر تو نادانی سے اس کو جواب دے	کہ تو بلا خوف و خطر کیوں کھا رہا ہے؟
گویدت در دل حکیم مہرباں	کژ قیاسے کردۂ چوں ابلہاں
مہربان طبیب دل دل میں تجھے کہے گا	تو نے بیوقوفوں کی طرح غلط قیاس کیا ہے
آب چشمہ بیں زریزش شد فزوں	آب خم بیں خود زخوردن شد نگوں
چشمہ کے پانی کو دیکھ بہاؤ سے اور بڑھ گیا	مٹکے کے پانی کو دیکھ پینے سے (مٹکا) اوندھا ہوگیا
خور کند رنجور را رنجور تر	وانکہ معمورست خود معمورتر
کھانا بیمار کو زیادہ بیمار بنا دیتا ہے	جو صحت مند ہے اس کو زیادہ صحت مند بنا دیتا ہے
در تو علت می فروزد ہمچو نار	ہیں مکن بانا رہیزم را تو یار
(کھانا) تجھ میں آگ کی طرح بیماری بڑھا دے گا	خبردار! ایندھن کو آگ کا یار نہ بنا
زیں دو آتش خانہات ویراں شود	قالب زندہ ازو بے جاں شود
ان دونوں آگوں سے تیرا گھر برباد ہوجائے گا	زندہ جسم ان سے مردہ ہو جائے گا
درمن ار ناریست ہست آں ہمچو نور	نار صحت در تن افزاید سرور
مجھ میں اگر آگ ہے تو وہ نور جیسی ہے	صحت کی آگ جسم میں سرور بڑھاتی ہے
نار صحت چوں فزاید در وجود	بے زیان تن شود صد گونہ سود
صحت کی آگ جب جسم میں بڑھتی ہے	جسم کے نقصان کے بغیر سو گونہ مفید ہوتی ہے

(اوپر شہوت مذمومہ کی آفات کا بیان تھا جس کا ایک شعبہ توسع فی المباح بھی ہے چونکہ بعض کاملین سے ایسا توسع مشاہدہ میں آتا ہے اس لئے احتمال تھا کہ شاید کوئی ناقص تقلید کر کے ہلاک ہو اس مقام پر اس کی تحقیق فرماتے ہیں کہ) جو شخص خوب روتا ہے (یعنی حسن باطنی میں کامل ہوتا ہے) وہ آتش (شہوت) سے سیاہ رو نہیں ہوتا (یعنی شہوت اس کو ضرر نہیں کرتی مگر حرام میں نفی ضرر اس طریق سے ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو محفوظ رکھتے ہیں اور توسع فی المباح میں بالمعنے المتبادر ہے کہ باوجود تلبس کے متضرر نہیں ہوتا وجہ اس کی یہی ہے کہ اس کی قوت بہیمیہ وسبعیہ مضمحل ہوگئی ہے اور ذکر اس کا ملکہ ہوگیا ہے اس لئے یہ توسع اس کو نہ حرام تک لے جاسکتا ہے نہ موجب

www.besturdubooks.wordpress.com

غفلت ہوسکتا ہے بخلاف مبتدی کے کہ اس میں یہ احتمالات ہیں اس لئے بحیثیت علاج کے روکا جاتا ہے نہ کہ ترک کو قربت مقصودہ سمجھ کر شعبہ ہے بدعت در ہبانیت کا غرض یہ کہ کامل کو اس کا ضرر نہیں پہنچتا) کیونکہ وہ تقویٰ القلوب کا گلگلو نہ ملے ہوئے ہے (یعنی یہ برکت کمال تقویٰ اس کو ضرر نہیں ہوتا اور کمال اس کا وہی اضمحلال ذمائم وغلبۂ ذکر ہے جیسا احقر نے اس کی تقریر کردی ایسی حالت میں ناقص کو اس کی تقلید نہ کرنی چاہیے کیونکہ) نار شہوت پاک لوگوں کو ضرر نہیں پہنچاتی اس کی ایسی مثال ہے کہ خاشاک سے دریا مستور نہیں ہوسکتا (پس وہ دریا ہیں اور شہوت خاشاک ان پر غالب نہیں آسکتی بخلاف ناقص کے) اور جو شخص تریاق خدائی کو کھالے گا (وہ تریاق تخلیہ وتحلیہ ہے) اگر وہ زہر بھی کھالے گا (یعنی جو ناقص کے حق میں مثل زہر کے ہے جیسے توسع مذکور) اس کو مت کہنا کہ ہلاک ہوگا (ایسے کامل پر اگر ناقص اپنے کو قیاس کرنے لگے تو اس کی ایسی مثال ہے کہ) جیسے تم کو کوئی طبیب کہے کہ بھائی شہد سے ذرا پرہیز رکھنا خیال رکھنا سو اگر اس کے جواب میں اس سے یوں کہنے لگو کہ تم بے دھڑک کیوں کھاتے ہو تو وہ اپنے دل میں (ضرور) کہے گا کہ یہ تم نے بالکل ہی غلط قیاس کیا ہے (کیونکہ ناقص کا قیاس کامل پر بڑا مغلطہ ہے چنانچہ ایک مثال میں سمجھاتے ہیں کہ) چشمہ کے پانی کو دیکھو کہ جس قدر بہتا ہے اور بڑھتا ہے اور ایک مٹکے کا پانی دیکھو کہ جہاں تھوڑی مدت پیا گیا اور مٹکا (خالی ہوکر اوندھا ہوگیا (پس ثابت ہوا کہ ناقص کا قیاس کامل پر غلط ہے اور وہ طبیب یوں کہے گا کہ) قوی کھانا بیمار کو زیادہ بیمار بنادیتا ہے اور جو (صحت سے معمور ہے اس کو (قوت بخش کر) زیادہ تر معمور کردیتا ہے اور (اے رنجور) تیرے اندر آگ کی طرح یہ کھانا بیماری کو ترقی دے گا تو خبردار تو ایسی حالت مت کرنا کہ نار اور ہیزم کو ملادو (یعنی بدپرہیزی کرکے مرض کو بڑھالو جس کی مثال آتش وہیزم کے اجتماع کی سی ہے) کیونکہ یہ دونوں آتش (یعنی آتش عنصری اور آتش مرض) ایسے ہیں کہ ایک سے تو تیرا گھر ویران ہوجائے گا اور وہ آتش عنصری ہے اور دوسری سے قالب زندہ بے جان ہوجائے گا (اور وہ آتش مرض ہے) اور میرے اندر جو (مقویات وغیرہ کھانے سے) آتش (یعنی حرارت) ہے تو وہ مثل نور کے ہے (کیونکہ وہ حرارت صحت ہے) اور حرارت صحت جسم میں سرور زیادہ کرتی ہے اور جب یہ حرارت صحت وجود میں بڑھتی ہے تو بلا کسی ضرر جسمانی کے انواع فوائد بخشتی ہے (بخلاف رنجور کے کہ اس کو حرارت مقویات کی بوجہ ضعف اور فساد مادہ کے سخت مضر ہوگی اسی طبیب کی طرح کامل ناقص سے حالاً یا قالاً کہتا ہے کہ مجھ کو توسع مذکور مضر نہیں بلکہ بوجہ قوت علی الطاعت ومشاہدہ صفت منعمیت حق تعالیٰ کے موجب تقویت زیادت کمالات ہے اور تجھ کو مضر ہوگا جیسا اوپر سبب مضر ہونے کا گزرچکا۔)

آتش افتادن در شہر در زمان امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں شہر میں آگ لگنا

اس کا ربط ماقبل سے اس طرح ہے کہ اوپر نار شہوت کے بجھنے کے لئے آب تقوی کی ضرورت ثابت کی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

چنانچہ فرمایا تھا زانکہ تقویٰ آب سوئے نار بردآ ور فرمایا تھا کونہد گلکونہ از تقوے (القلوب یہاں اس کی تائید ہے کہ تقویٰ ایسی چیز ہے کہ آتش ظاہری کے بجھانے میں اس کو دخل تام ہے چنانچہ آگے آتش فرو نہ ہونے کی وجہ سے آتا ہے زبرائے ترس وتقویٰ ونیازف مجھ کو اس روایت کی تحقیق نہیں۔

آتشے افتاد در عہد عمرؓ	ہمچو چوب خشک میخورد او حجر
(حضرت) عمرؓ کے زمانے میں آگ لگ گئی	جو پتھروں کو سوکھی لکڑیوں کی طرح جلا رہی تھی
در فتاد اندر بناؤ خانہا	تازد اندر پر مرغ ولانہا
تعمیرات اور گھروں میں لگ گئی ،	یہاں تک کہ پرندوں کے پروں اور گھونسلوں میں جا لگی
نیم شہر از شعلہا آتش گرفت	آب می ترسید ازان وی شگفت
آدھے شہر کو آگ کے شعلوں نے گرفت میں لے لیا	پانی اس سے خوفزدہ تھا اور تعجب کر رہا تھا
مشکہائے آب و سرکہ می زدند	برسر آتش کسان ہوشمند
پانی اور سرکہ کی مشکیں ڈال رہے تھے	ہوشمند انسان آگ پر
آتش از استیزہ افزودے لہب	می رسد او رامدد از صنع رب
آگ دشمنی سے لپٹیں بڑھاتی تھی	اس کو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت سے مدد پہنچ رہی تھی
آتش از استیزہ افزون می شدے	می رسید او رامدد از بے حدے
آگ جوش سے بڑھ رہی تھی	اس کو بے پایاں (قدرت) سے مدد پہنچ رہی تھی
خلق آمد جانب عمر شتاب	کآتش ماخود نمی میرد ز آب
لوگ جلدی سے حضرت عمرؓ کے پاس آئے	کہ ہماری آگ پانی سے نہیں بجھ رہی ہے
گفت آں آتش ز آیات خداست	شعلۂ از آتش بخل شماست
انھوں نے فرمایا یہ آگ خدا (کے قہر) کی نشانیوں میں سے ہے	تمہارے بخل کی آگ کا شعلہ ہے
آب بگزارید وناں قسمت کنید	بخل بگزارید اگر آن منید
پانی کو چھوڑو اور روٹیاں تقسیم کرو	بخل سے توبہ کرو اگر تم میرے ہو
خلق گفتندش کہ در بکشودہ ایم	ما سخی و اہل فتوت بودہ ایم
لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو دروازے کھول دیئے ہیں	ہم تو سخی اور جوانمرد چلے آتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت ناں در رسم و عادت دادہ اید	دست از بہر خدا نگشادہ اید
انہوں نے فرمایا تم نے روٹی رواج اور عادت کی وجہ سے دی ہے	خدا کے لئے ہاتھ نہیں کھولا ہے
بہر فخر و بہر بوش و بہر ناز	نز برائے ترس و تقویٰ و نیاز
فخر اور شان و شوکت اور خود نمائی کے لئے (دیا ہے)	نہ کہ خوف (خدا) اور پرہیزگاری اور نیاز مندی کی وجہ سے
مال تخم ست و بہر شورہ منہ	تیغ را در دست ہر رہزن مدہ
مال بیج ہے ہر شور زمین میں نہ ڈال	تلوار کو کسی ڈاکو کے ہاتھ میں نہ دے
اہل دیں را باز داں از اہل کیں	ہمنشین حق بجو با او نشیں
دینداروں اور دشمنوں میں فرق کر	اللہ (تعالیٰ) کا مقرب تلاش کر اس کا ہمنشین بن
ہر کسے بر قوم خود ایثار کرد	خواجہ پندارد کہ او خود کار کرد
ہر شخص نے اپنی قوم پر ایثار کیا ہے	جناب سمجھتے ہیں کہ آپ نے (بڑا) کام کیا ہے

یعنی حضرت عمرؓ کے وقت میں ایک بار ایسی آگ لگی کہ خشک لکڑی کی طرح پتھر کو جلائے ڈالتی تھی اور تمام عمارتوں اور گھروں میں پہنچ گئی حتیٰ کہ طیور کے پروں اور آشیانوں تک صدمہ پہنچا غرض نصف شہر شعلوں سے بھر گیا اور (گویا) پانی کو بھی اس سے خوف و تعجب ہوتا تھا ہوشیار لوگ پانی کے اور سرکہ کے (غرض جو کسی کو ملا اس کی) مشکیں اس پر ڈالتے تھے مگر آگ کے شعلے اسی جوش و خروش سے ترقی پر تھے اور صنعت کردگار سے جو کہ بے پایاں ہے اس کو مدد پہنچ رہی تھی (جس کا سبب خاص بھی آگے آتا ہے اور اس میں دو شعروں کا مطلب آ گیا) حضرت عمرؓ کے پاس لوگ دوڑے ہوئے آئے کہ (خدا جانے کیا بات ہے) ہماری یہ آگ پانی سے فرو نہیں ہوتی آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ آگ آیات (قہر) خداوندی سے ہے اور یہ تمہاری آتش بخل کا ایک شعبہ ہے (یعنی تمہارا بخل ہی سبب ہے قہر الٰہی کا) تم پانی ڈالنا تو موقوف کرو اور روٹیاں (مساکین کو) تقسیم کرو اور بخل ترک کرو اگر تم میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو (بخل سے مراد حقوق واجبہ کا امساک ہے خواہ واجب راتب ہوں جیسے زکوٰۃ وغیرہ یا غیر راتب ہوں جیسے کسی حاجت مند معذور کی امداد پر قدرت ہوتے ہوئے دریغ کرنا) لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت ہم نے تو دروازہ (داد و دہش کا) کھول رکھا ہے اور باہم با سخاوت اور با فتوت ہو رہے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے روٹیاں بطور رسم و عادت کے دی ہیں اور خدا تعالیٰ کے واسطے ہاتھ نہیں کشادہ کیا محض فخر و ریا اور اترانے کے لئے دیا ہے نہ کہ خوف اور تقویٰ اور خضوع کی وجہ سے (اور شاید کوئی کہے کہ مال خرچ کرنا تو ہر طرح محمود ہی ہے تو وہ سمجھ لے کہ) مال کی مثال تخم کی سی ہے اس کو شورہ زمین میں مت ڈالو (کہ محض ضائع کرنا ہے اسی طرح غیر محل میں صرف مت کرو) اور دوسری مثال یہ ہے کہ تلوار کو رہزن کے ہاتھ میں مت دو (اسی طرح ایسے شخص کو مت دو جو اس کو معین

معصیت بنا دے) بلکہ اہل دین اور اہل عناد (یعنی اہل خلاف) میں امتیاز کرو (یعنی مال سے اہل دین کی اعانت کرو اور اہل خلاف کی مت کرو جیسا حدیث میں ہے لایاکل طعامک الاتقی لیکن طعام وکسوت حاجت اس سے مستثنیٰ ہے آگے ترقی کے طور پر فرماتے ہیں کہ صرف اعانت مالیہ ہی کی کیا تخصیص ہے کہ اہل دین کے ساتھ کی جائے بلکہ مطلق مجانست ومخالطت میں بھی اس کا لحاظ رکھو کہ) جلیس حق کو تلاش کر کے اس کے پاس بیٹھو (جلیس حق سے مراد جس پر ذکر الٰہی غالب ہو جیسا حدیث قدسی میں ہے انا جلیس من ذکرنی آگے پھر اس عطاء کا غیر محل میں ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) ہر شخص نے چھانٹ چھانٹ کر اپنوں کو دیا (صرف اپنا سمجھ کر بلا لحاظ حاجت ومصلحت کے ورنہ صورت حاجت میں ان کی تقدیم خود منصوص ہے) اور پھر سمجھ یہ رہے ہیں کہ ہم نے اچھا کام کیا (یعنی اگر تقویٰ سبب عطا ہوتا تو اس میں اخلاص ہوتا حالانکہ حسب تقریر مذکور اخلاص نہیں ہے معلوم ہوا کہ منشاء اس کا تقویٰ نہ تھا)

قصہ خیو انداختن خصم در روئے امیر المومنین حضرت علیؓ وانداختن امیر المومنین علیؓ شمشیر از دست

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک دشمن کے تھوک دینے کا قصہ

اور امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ سے تلوار پھینک دینا۔

اوپر اخلال بالتقویٰ اور بے اخلاصی کی مذمت تھی اس قصہ میں اخلاص ناشی عن التقویٰ کی مدح اور تعلیم ہے جیسے حضرت علی نے اس کافر کو بخوف مشارکت نفس چھوڑ دیا۔

از علیؓ آموز اخلاص عمل	شیر حق را داں مطہر از دغل
(حضرت) علیؓ سے عمل کا اخلاص سیکھ	اسد اللہ کو کھوٹ سے پاک سمجھ
در غزا بر پہلوانے دست یافت	زود شمشیرے بر آورد وشتافت
جہاد میں (حضرت علی نے) ایک پہلوان پر قابو پا لیا	جلد تلوار نکالی۔ اور لپکے
او خیو انداخت بر روئے علیؓ	افتخار ہر نبیؑ و ہر ولیؒ
اس نے (حضرت) علیؓ کے منہ پر تھوک دیا	جو ہر نبی اور ولی کے لئے باعث فخر ہیں
او خیو زد بر رخے کہ روئے ماہ	سجدہ آرد پیش او در سجدہ گاہ
اس نے اس چہرے پر تھوکا کہ چاند	اس کے سامنے سجدہ گاہ میں سجدہ کرتا ہے
افتخار ہر ولیؒ و ہر صفی	کرد نار غیظ بر خود منطفی
ہر ولی اور ہر برگزیدہ کے لئے باعث فخر (علی) نے	اپنے غصہ کی آگ کو بجھا دیا

در زماں انداخت شمشیر آں علیؓ	کرد او اندر غزایش کاہلی
(حضرت) علیؓ نے فوراً تلوار ڈال دی	(اور) اس سے لڑنے میں سستی برتی
گشت حیراں آں مبارز زیں عمل	وز نمودن عفو و رحمت بے محل
وہ جنگجو اس عمل سے حیران ہو گیا	اور بے موقع عفو اور شفقت کرنے سے (حیران ہو گیا)
گفت بر من تیغ تیز افراشتی	از چہ افگندی مرا بگذاشتی
اس نے کہا، آپ نے مجھ پر تیز تلوار اٹھائی	(پھر) کس وجہ سے آپ نے پھینک دی، مجھے چھوڑ دیا؟
آنچہ دیدی بہتر از پیکار من	تا شدی تو سست در اشکار من
آپ نے وہ کیا دیکھا جو مجھ سے لڑنے سے بہتر تھا؟	یہاں تک کہ آپ میرا شکار کرنے میں سست ہو گئے
آنچہ دیدی کہ چنیں خشمت نشست	تا چنیں برقے نمود و باز جست
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اس طرح آپ کا غصہ فرو ہو گیا؟	یہاں تک کہ وہ بجلی چمکی اور واپس ہو گئی
آنچہ دیدی کہ مرا زاں عکس دید	در دل و جاں شعلۂ آمد پدید
آپ نے وہ کیا دیکھا کہ اس کے دیکھنے کے عکس سے میرے؟	دل اور جان میں شعلہ نمودار ہو گیا
آنچہ دیدی برتر از کون و مکاں	کو بہ از جاں بود و بخشیدیم جاں
آپ نے وہ کیا دیکھا؟ جو کون و مکان سے برتر تھا	جو جان سے بھی پیارا تھا اور آپ نے میری جان بخشی کر دی
در شجاعت شیر ربانیستی	در مروت خود کہ داند کیستی
بہادری میں آپ شیر خدا ہیں	مروت میں کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ آپ کیا ہیں؟
در مروت ابر موسائی بہ تیہ	کامد ازوے خوان نان بے شبیہ
مروت میں آپ موسائی ابر ہیں (میدان) تیہ میں	جس کی وجہ سے بے نظیر روٹی کا خوان آیا

یعنی حضرت علیؓ سے اخلاص سیکھنا چاہیے اور اسد اللہ کو آمیزش ریاء سے پاک جاننا چاہیے جہاد میں کسی پہلوان پر آپ غالب آئے اور فوراً تلوار نکال کر اس پر دوڑے اس نے (جان سے ناامید ہو کر) نعوذ باللہ حضرت علیؓ کے چہرہ مبارک پر جن پر انبیاء و اولیاء کو افتخار ہے تھوک دیا (اور چونکہ افتخار کبھی بڑوں کو بھی چھوٹوں پر ہوتا ہے جیسے حدیث میں ہے کہ میں اور امتوں کے مقابلہ میں تم پر فخر کرونگا اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل عرفات پر ملائکہ کے سامنے فخر فرماتے ہیں اس لئے کوئی اشکال نہیں اولیاء کا فخر تو یہ ہے کہ ہم میں ایسے بزرگ ہیں اور انبیاء کا یہ کہ ہمارے اتباع میں ایسے شخص ہیں) اس نے ایسے چہرہ پر نعوذ باللہ تھوکا کہ چاند کو بھی اس کے سامنے سجدہ کرنا زیبا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے (کنایہ ہے انضلیت سے) آپ نے اسی وقت تلوار پھینک دی اور اس کے جنگ میں التوا فرما دیا وہ حریف اس عمل سے اور اس بے محل عفو فرمانے سے نہایت متحیر ہوا (کیونکہ اس کا مقتضا ظاہر اتو یہ تھا کہ اور بھی جلدی قتل کر ڈالتے) اور عرض کیا کہ آپ نے مجھ پر تلوار کا وار کیا پھر کس وجہ سے تلوار پھینک دی اور مجھ چھوڑ دیا (اور کافر کو چھوڑ دینے کا شبہ مسئلہ من سے کہ مجتہد فیہ ہے مدفوع ہے دوسرے کو معرکہ میں دوسرا شخص اس کے شر کو دفع کر سکتا ہے) آپ کو میرے جنگ وقتل سے بڑھ کر کیا چیز نظر آ گئی کہ آپ اس طرف مشغول ہو کر میرے مقابلہ ومقاتلہ میں ڈھیلے پڑ گئے اور ہو کیا چیز نظر آ گئی کہ آپ کا غصہ جاتا رہا اور ایسی برق غضب چمکی اور لوٹ گئی وہ کیا چیز نظر آ گئی کہ اس مشاہدہ کے عکس اور اثر سے خود میرے دل و جان میں ایک شعلہ سا نکل گیا (یعنی مجھ پر اثر ہوا اور آگے معلوم ہوگا کہ ان سے جو عمل صادر ہوا اخلاص تھا اور اخلاص کا منشا توحید خالص ہے پس وہ نظر آنے والی چیز توحید ہوئی اور اسکا اثر ہو جانا مخالف پر عجیب نہیں یشیر الیہ قولہ تعالیٰ ادفع بالتی ھی احسن فاذا الذی بینک و بینہ عداوت کانہ ولی حمیم اور وہ کیا چیز نظر آ گئی کہ کون ومکان سے برتر ہے اور وہ جان سے بھی عزیز ہے) کیونکہ چھوڑنے میں ظاہراً اپنی جان کا بھی اندیشہ تھا (اور آپ نے) اس کو دیکھ کر (میری جان بخشی کی) توحید کا برتر از کون ومکان اور بہتر از جان ہونا ظاہر ہے) آپ شجاعت میں تو اسد اللہ (مسلم ومشہور) ہیں ہی مگر فتوت (اور عالی ہمتی) میں کون سمجھ سکتا ہے کہ آپ کس درجہ کے ہیں (کیونکہ مقاتلہ شجاعت سے تھا اور عفو فتوت سے) آپ کی شان فتوت میں ابر موسیٰ علیہ السلام کی سی ہے کہ وادی تیہ میں اس سے نان وخوان بے مثل آتا تھا (جس طرح وہ مظہر انعام حق تھا آپ بھی ایسے ہی ہیں شاید من وسلویٰ کے نزول میں اس ابر کا دخل مولانا کی نظر سے گزرا ہوگا ورنہ قرآن مجید میں صرف اس قدر مذکور ہے کہ سایہ کے لئے وہ ابر بھیجا گیا تھا واللہ اعلم)

ابرہا گندم دہد کانرا بجہد	پختہ وشیریں کند مردم چو شہد
ابر گیہوں عطا کرتے ہیں جس کو محنت سے	لوگ پکاتے ہیں اور شہد کی طرح میٹھا کر لیتے ہیں
ابر موسیٰ پر رحمت برکشاد	پختہ وشیریں دبے زحمت بداد
(حضرت) موسیٰ کے ابر نے رحمت کا پر کھولا	پکا پکایا اور میٹھا (کھانا) بغیر محنت کے عطا کیا
از برائے پختہ خواران کرم	رحمتش افراخت در عالم علم
کرم (خداوندی) سے پختہ (کھانا) کھانے والوں کے لئے	اس کی رحمت نے عالم میں جھنڈا بلند کر دیا
تا چہل سال آں وظیفہ واں عطا	کم نشد یک روز زاں اہل رجا
چالیس سال تک وہ وظیفہ اور وہ عطا	امیدواروں سے ایک روز (بھی) کم نہ ہو
تاہم ایشاں از خسیسی خاستند	گندنا وترہ وخس خواستند
پھر بھی وہ کمینہ پن سے اٹھ کھڑے ہوئے	گندنا اور کاہو اور ساگ کی خواہش کرنے لگے

www.besturdubooks.wordpress.com

جملگی گفتند با موسیٰ ز آز	بقل و قثا و عدس سیر و پیاز
حرص کی وجہ سے سب نے (حضرت) موسیٰ سے کہا	سبزی اور ککڑی اور مسور اور لہسن اور پیاز (چاہیے)
زیں گدا روئی و حرص و آز شاں	منقطع شد من و سلویٰ ز آسماں
ان کی اس گداگری اور حرص اور طمع کی وجہ سے	آسمان سے من اور سلویٰ بند ہو گیا

(یہ مقولہ ہے مولانا کا اکمیں بیان ہے حال مشبہ بہ کا یعنی) اور ابر نو گندم اس طرح دیتے ہیں کہ اس کو لوگ محنت اٹھا کر مثل شہد کے پختہ و شیریں (یعنی کھانے کے قابل) بناتے ہیں اور ابر موسوی جو پر رحمت کھول کر آیا تو اسے پختہ و شیریں اور بے زحمت دیا اور جو لوگ کرم خداوندی سے پختہ خواری کے خوگر تھے ان کے لئے ان کی رحمت نے اپنا پھریرہ کھڑا کر دیا (شاید من و سلویٰ کا تیار اور پختہ ہو کر آنا مولانا کو تحقیق ہوا ہو) غرض چالیس سال تک اس وظیفہ اور عطا میں ان امیدواروں سے ایک روز کی نہیں ہوئی یہاں تک کہ خود وہی اپنی پست حوصلگی سے اٹھے اور گندنا و ترکاری اور کاہو کی درخواست کی (لعموم البقل) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حرص کے مارے سب کہنے لگے کہ ترکاری اور ککڑی اور مسور اور لہسن اور پیاز کہاں ہیں (وہ چاہیں یہ سب چیزیں قرآن میں منصوص ہیں) ان کی اس گدا روئی اور حرص (کی شامت) سے من و سلویٰ آسمان سے منقطع ہو گیا) مولانا کا خیال معلوم ہوتا ہے کہ مثل مائدہ عیسیٰ علیہ السلام کے من و سلویٰ کا بھی نزول ہوتا تھا واللہ اعلم

امت احمد کہ ہستند از کرام	ہست باقی تا قیامت آں طعام
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت جو شرفاء میں سے ہے	(اس کے لئے) وہ کھانا قیامت تک باقی ہے
چوں ابیت عند ربی فاش شد	یطعم و یسقی کنایت ز اش شد
جبکہ "میں اپنے پروردگار کے پاس رات گزارتا ہوں" صاف آیا ہے	وہ کھلاتا ہے اور پلاتا ہے' حریرہ سے کنایہ ہے
ہیچ بے تاویل ایں را در پذیر	تا در آید در گلو چوں شہد و شیر
اس کو بغیر کسی تاویل کے مان لے	تاکہ تیرے حلق میں شہد اور دودھ کی طرح آئے
زانکہ تاویل ست وا داد عطا	چونکہ بیند آں حقیقت را خطا
اس لئے کہ تاویل کرنا خدا کی بخشش کو رد کرنا ہے	کیونکہ وہ حقیقت کو غلط سمجھ رہا ہے
آں خطا دیدن ز ضعف عقل اوست	عقل کل مغز ست و عقل جزو پوست
وہ غلط سمجھنا اس کی عقل کی کمزوری کی وجہ سے ہے	عقل کل مغز ہے اور عقل جزو چھلکا ہے
خویش را تاویل کن نہ اخبار را	مغز را بدگوئی نے گلزار را
اپنی تاویل کر' حدیثوں کی تاویل نہ کر	دماغ کو برا کہہ نہ کہ باغ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

(اس میں مدح ہے امت محمدیہ کی بمقابلۂ بنی اسرائیل کے ان سے طعام غیبی منقطع ہو گیا مگر اس امت میں وراثۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم باقی ہے یعنی) امت احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ اکرم الامم ہیں ان کے لئے وہ طعام غیبی قیامت تک باقی ہے (آگے اس کا بیان ہے) جبکہ (حدیث میں) ابیت عند ربی صاف آیا ہے تو یطعم و یسقی عبارت آش (بالمعنی الحقیقی) سے ہے (حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو صوم وصال سے یعنی جس میں نہ افطار ہو نہ سحر منع فرمایا صحابہ نے عرض کیا کہ حضور رکھتے ہیں یعنی اور ہم شائق اتباع ہیں و حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایکم مثلی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی یعنی تم میں میری برابری کون کر سکتا ہے میں تو قرب الٰہی میں شب بسر کرتا ہوں اور مجھ کو کھلا پلا دیتے ہیں اس حدیث میں تین احتمال ہیں اول یہ کہ طعام غیبی حسی مراد ہو اور شبہ فساد صوم کا ابیت سے رفوع ہے کیونکہ شب کو کھانے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا اور حاصل جواب یہ ہوگا کہ پھر وصال کہاں رہا دوسرا احتمال یہ کہ طعام سے مراد غذائے روحانی ذکر و فکر ہوا اور اثر اس کا مثل طعام حسی کے قوت حسیہ ہو کر مغنی عن الطعام ہو جائے حاصل جواب یہ ہوگا کہ علت نہی کی ضعف ہے اور میرے لئے اس کا تدارک ہو جاتا ہے تیسرا یہ کہ غذا بھی روحانی ہو اور اثر بھی قوت روحانیہ ہو حاصل جواب یہ ہوگا کہ ہم کو اشتغال بالکلیات الروحانیہ سے الم جوع محسوس نہیں ہوتا پس ثالث میں طعام اور اثر دونوں محمول مجاز پر ہیں اور ثانی میں طعام مجاز پر محمول اور اثر حقیقت پر اور اول میں دونوں محمول ہیں حقیقت پر پس ثالث مجاز محض ہے ثانی حقیقت قاصرہ اول حقیقت کاملہ اور اکثر اہل ظاہر احتمال ثالث کی طرف گئے ہیں مولانا ان پر رد فرماتے ہیں کہ حدیث میں صریح الفاظ ہیں اور کوئی قرینہ صارفہ عن الحقیقۃ نہیں ہے پھر کیوں تاویل کی جائے اب دو احتمال حقیقت کے رہ گئے اول حقیقت کاملہ ثانی حقیقت قاصرہ اور مولانا کا کلام دونوں کو محتمل ہے اگر اول مراد ہو تو یہ نوادر خوارق سے ہے اور رد کا مخاطب منکر کرامات ہے اور اگر ثانی مراد ہو تو وہ ذاکرین کے احوال غالبۃ الوقوع سے ہے اور رد کا مخاطب منکر ذوقیات ہے خوب سمجھ لو غرض دونوں معنی حقیقی کے اعتبار سے اس طعام کا بقاء امت میں ثابت ہوا اور کنایت سے مراد عبارت ہے جیسا احقر نے تصریح کر دی ہے آگے تفصیل ہے رد کی یعنی) چندے بلا تاویل (و مجاز) اس (حدیث کے معنے) کو قبول کر لو تاکہ تمہارے حلق میں (باعتبار ذات یا اثر کے) شہد و شیر کی طرح پہنچے (وجہ ترتب یہ ہے کہ جو شخص اول محض تقلید سے حقیقی معنے پر محمول کرے گا وہ اس کے حصول کی سعی کر سکتا ہے اور اس کا امیدوار ہو سکتا ہے اور وعدہ کان سعیھم مشکورا اور انا عند ظن عبدی بی صادق اس لئے وہ بعد چندے مشرف ہو سکتا ہے بخلاف اس شخص کہ مجاز پر محمول سمجھتا رہے) کیونکہ تاویل (وحمل علی المجاز) عطائے الٰہی (ایک گونہ) واپس کرنا چاہے چونکہ اس حقیقت کو (جو کہ عطائے الٰہی ہے) خلاف واقع سمجھتا ہے (اس لئے اس سے بعد ہوتا جاتا ہے اور قرب حصول کو بعد سے مبدل کرنا یہ بھی مشابہ واپسی کی ہے) اور یہ خلاف واقع سمجھنا محض اس کے ضعف عقل (معاد) سے ہے اور عقل کامل یعنی عقل معاد کی مثال مغز کی سی ہے او عقل

www.besturdubooks.wordpress.com

ناقص یعنی عقل معاش کی مثال پوست کی سی ضعف وقوت عقل معاد ہی کا معتبر ہے) سوتم اپنی تاویل کرو احادیث کی مت کرو (یعنی اپنے فہم ودرست کرو تا کہ معنی حقیقیہ سمجھنے لگو) اور اپنے مغز کو برا کہو نہ باغ کو (یعنی باغ صفت حقیقی خوشبو ہے اگر اس کا ادراک نہ ہو تو اپنی مدرکہ کا قصور سمجھو نہ یہ کہ مدرکہ کو تو صحیح الادراک سمجھو اور باغ سے اس کی صفت حقیقیہ کی نفی کر کے بدبو کو ثابت کرنے لگو یہی حال نصوص کے معانی حقیقیہ اور اپنے فہم کا سمجھنا چاہیے)

اے علیؓ کہ جملہ عقل و دیدۂ	شمۂ وا گو از انچہ دیدۂ
اے علیؓ! جو تم کو مجسم عقل و نظر ہو	جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس میں سے کچھ بتا دو
تیغ حلمت جان ما را چاک کرد	آب علمت خاک ما را پاک کرد
آپ کی بردباری کی تلوار نے ہمیں قتل کر ڈالا	آپ کے علم کے پانی نے ہماری مٹی کو پاک کر دیا
باز گو دانم کہ ایں اسرار ہوست	زانکہ بے شمشیر کشتن کار اوست
بتایئے! میں سمجھا کہ یہ خدائی رازوں میں سے ہے	اس لئے کہ بغیر تلوار کے قتل کرنا اسی کا کام ہے

(یہ مقولہ ہے اس پہلوان کا یعنی) اے علیؓ آپ تو سراسر عقل وبصیرت ہیں آپ کو جو کچھ نظر آیا ہے اس میں سے کچھ فرمایئے آپ کی تیغ حلم نے ہماری جان کو چاک کر ڈالا (یعنی اس حلم کا قلب میں قوی اثر ہوا) اور آپ کے آب علم نے (جس سے یہ حلم پیدا ہوا) ہماری خاک کو (یعنی ہماری ہستی کو) پاک کر دیا (بایں معنی کہ کینہ وعداوت آپ سے نہ رہا اور یہ پاکی ہے بعض اخلاص رذیلہ سے گو کسی خاص شخص ہی کے ساتھ سہی) ہاں (مفصل فرمایئے (گو اجمالاً) اتنا تو جانتا ہوں کہ یہ (یعنی اس حالت کا منشا) منجملہ اسرار الٰہیہ ہے (کہ آپ کے قلب پر اس کا ورود فرمایا ہے) کیونکہ بے شمشیر کے قتل کرنا یہ ان ہی کا کام ہے (سو اصل سبب میرے کشتۂ حلم ہونے کا وہ امر منجانب اللہ ہے جس سے آپ کا حلم مسبب ہے اور اوپر عرض کر چکا ہوں کہ وہ منشاء توحید ہے اور اس کے ورود کا منجانب اللہ ہونا ظاہر ہے)

صانع بے آلت و بے جارحہ	واہب ایں ہدیہ ہائے رائحہ
وہ بغیر اوزار اور ہاتھ کے صانع ہے	وہ ان قیمتی تحفوں کا عطا کرنے والا ہے
صد ہزاراں روح بخشد ہوش را	کہ خبر نبود دو چشم و گوش را
ہوش و حواس کو لاکھوں روحیں عطا کر دیتا ہے	(اس طرح) کہ دونوں آنکھوں اور کانوں کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے
صد ہزاراں مے چشاند روح را	کہ خبر نبود دہاں را اے فتیٰ
روح کو لاکھوں شرابیں پلا دیتا ہے	(اس طور پر) کہ اے نوجوان! منہ کو خبر بھی نہیں ہوتی ہے

(یہ مقولہ ہے مولانا کا واسطے تقریر مضمون بالا یعنی اللہ تعالیٰ کے معطی اسرار وفاعل بے آلت تیغ وغیرہ ہونے کی یعنی) وہ بدوں آلات وجوارح کے صناع ہیں اور ان ہدایائے پر سود کے معطی ہیں (آگے ان ہدایا کا بیان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ) لاکھوں راحتیں ہوش کو (یعنی عقل کو) ایسی عطا فرماتے ہیں کہ آنکھ اور کان (باوجود یہ کہ جواسیس العقل ہیں مگران) کو خبر بھی نہیں ہوتی (اور ہر چند کہ یہ امر جمیع عقلیات کو عام ہے مگر مراد مولانا کی خاص حقائق و معارف ہیں) اور لاکھوں شرابیں (محبت الٰہیہ کی) روح کو ایسی چکھاتے ہیں کہ منہ (جو آلہ ہے کھانے پینے کا اس) کو خبر بھی نہیں ہوتی (اور ظاہر ہے کہ محبت کا ادراک منہ کو نہیں)۔

بازگوای بازِ عرش و خوش شکار	تاچہ دیدی ایں زماں از کردگار
اے عرش کے باز بہترین شکار کرنے والے! بتایئے	آپ نے اس وقت خدا کی جانب سے کیا دیکھا؟
چشم تو ادراکِ غیب آموختہ	چشمہائے حاضراں بردوختہ
آپ کی نگاہ غیب کا ادراک سیکھے ہوئے ہے	حاضرین (مجلس) کی آنکھیں سلی ہوئی ہیں

(یہ مقولہ ہے اس مبارز کا یعنی) اے بازِ عرش جو صید اسرار کو خوب لیتا ہے مفصل بتلایئے کہ آپ نے اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے کیا دیکھا (کیونکہ) آپ کی چشم (باطنی) ادراک اسرار غیبیہ کی مشاق ہے (اگرچہ) اور حاضران مجلس کی آنکھ (اس کے ادراک سے) بند ہے

آں یکے ماہے ہمی بیند عیاں	واں یکے تاریک می بیند جہاں
ایک وہ ہے جو چاند کو صاف دیکھ رہا ہے	ایک وہ ہے جو دنیا کو تاریک دیکھ رہا ہے
واں یکے سہ ماہ می بیند بہم	ایں سہ کس بنشستہ یک موضع بغم
ایک وہ ہے جو تین چاند یکجا دیکھتا ہے	یہ تینوں شخص ایک جگہ مستغرق ہوئے بیٹھے ہیں
چشم ہر سہ باز و گوش ہر سہ تیز	در تو آویزان و از من در گریز
تینوں کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور تینوں کے کان تیز ہیں	تجھ سے متعلق ہیں اور مجھ سے متنفر ہیں
سحرِ غیب ست ایں عجب لطفِ خفی ست	بر تو نقشِ گرگ و بر من یوسفی ست
یہ غیبی جادو ہے، عجیب مخفی معاملہ ہے	تیرے لئے بھیڑیے کا نقش ہے اور میرے لئے یوسفی (نقش) ہے
عالم را ہجدہ ہزار ست و فزوں	ہر نظر را نیست ایں ہجدہ زبوں
عالم اٹھارہ ہزار ہیں بلکہ اور زیادہ	یہ اٹھارہ ہزار ہر نظر کے قابو میں نہیں ہیں

(یہ مقولہ ہے مولانا کا واسطے تقریر مضمون بالا تفاوت اہل ادراک کے یعنی) ایک وہ شخص ہے جو چاند کو صاف دیکھ رہا ہے (مراد سے ماہ تشبیہاً حق تعالیٰ ہیں اور بیند سے مراد مشاہدہ ہے جس کی تفسیر کئی بار گزر چکی ہے اور اس کو عیاں کہنا مجازاً ہے باعتبار اطمینان تام کے یعنی مشاہدہ و غلبہ توجہ بحق سے مشرف ہے اور خلق کی طرف

www.besturdubooks.wordpress.com

اصلا ملتفت نہیں) اور ایک دوسرا شخص وہ ہے جو عالم کو تاریک دیکھ رہا ہے (یعنی صرف مخلوق پر اس کی نظر التفات ہے اس کو مرآۃ مشاہدہ انوار حق نہیں بنایا اور مصنوع سے صانع کی طرف توجہ منصرف نہیں کہ گویا عالم اس کی نظر میں تاریک ہے) اور ایک تیسرا شخص وہ ہے جو تین چاند دفعۃً دیکھ رہا ہے (مراد اس سے وہ شخص ہے جو ایک حالت میں حق اور خلق پر نظر رکھتا ہے پس ایک ماہ تو حق تعالیٰ ایک ماہ خلق باعتبار مرأت ہونے حق کے ورنہ بدوں مرآتیہ کے ابھی تاریک کہہ چکے ہیں تیسرا ماہ یہ مجموعہ دو ماہ کا اور ہر چند کہ اس مجموعہ کا کہ موجود اعتباری ہے شمار کرنا ضرور نہ تھا لیکن چونکہ نظر بحق و نظر بخلق کا جمع علی سبیل التعاقب اس مرتبہ میں مقصود بالحکم نہیں بلکہ علے سبیل الاجتماع ملحوظ ہے اس مجموعہ کے اعتبار کرنے سے اس اجتماع کی طرف اشارہ ہو گیا کیونکہ مجموعہ میں ہیئت وجدانیہ کا اعتبار ضروری ہے اور وحدت و اجتماع دونوں کا لمترادف ہیں پس بہم تاکید کے لئے ہے اور ان مراتب ثلثہ سے اول و اصطلاح میں جمع کہتے ہیں ثانی کو فرق ثالث کو جمع الجمع غرض یہ تین قسم کے اشخاص ہیں) اور تینوں (ظاہر میں) ایک جگہ مگر اپنے اپنے خیال میں مست بیٹھے ہیں (غم بمعنے مطلق خیال مجازاً) اور تینوں کی آنکھیں کھلی ہوئی اور تینوں کے کان تیز (یعنی ظاہری و حسی حالت یکساں مگر پھر اس قدر تفاوت کہ) ایک حالت ایک شخص سے قریب اور متعلق اور دوسرے سے بعید و نفور (مثلاً مشاہدہ حق کہ صاحب جمع سے قریب اور صاحب فرق سے بعید اور یہاں من و تو سے مراد صرف یکے و دیگر ہی ہے بلا لحاظ معنے تکلم و خطاب) یہ تفاوت عظیم (باوجود تقارب امکنہ و احوال کے) ایک غیبی سحر (یعنی تصرف عجیب) اور عجب خفی اور لطیف (یعنی متعسر الادراک) امر ہے کہ ایک حالت ایک شخص کے لئے نقش گرگ ہے اور دوسری کے لئے نقش یوسفی ہے مثلاً (مشاہدہ خلق کہ صاحب فرق کے لئے مضر اور مہلک اور صاحب جمع الجمع کے لئے عین ایمان و عرفان) اور گو عالم اٹھارہ ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں (جیسے عالم انسان عالم اسد عالم فرس پس عوالم سے مراد انواع ہیں اور مراد محض کثرت ہے) مگر (اس تفاوت نظر کی وجہ سے) یہ عوالم ہر نظر کے تابع نہیں ہیں (یعنی سب کو ادراک نہیں ہوتا باعتبار آلہ معرفت ہونے کے)

راز بکشا اے علی مرتضیٰؓ	اے پس سوء القضا حسن القضا
اے علی مرتضیٰؓ! راز کھول دیجئے	اے وہ (ذات) جو بدقسمتی کے بعد خوش نصیبی بن گئی ہے
یا تو وا گو آنچہ عقلت یافت ست	یا بگویم آنچہ بر من تافت ست
یا تو آپ بتایئے جو کچھ آپ کی عقل نے سمجھا ہے	یا میں بتاتا ہوں جو مجھ پر منکشف ہوا ہے
از تو بر من تافت چوں داری نہاں	میفشانی نور چوں مہ بے زباں
آپ کی ذات سے مجھ پر منکشف ہو گیا ہے چھپاتے کیوں ہیں؟	آپ تو بغیر کہے چاند کی طرح نور پاشی کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

از تو بر من تافت پنہاں چوں کنی	بے زباں چوں ماہ پرتو می زنی
آپ چھپاتے کیوں ہیں آپ ہی سے مجھ پر واضح ہو گیا ہے	آپ تو چاند کی طرح بغیر بات کے روشنی پھیلاتے ہیں
لیک اگر در گفت آید قرص ماہ	شبرواں را زود تر آرد براہ
لیکن اگر چاند کی ٹکیا بول پڑے	تو مسافروں کو جلد راستہ پر لے آئے
از غلط ایمن شوند و از ذہول	بانگ مہ غالب شود بر بانگ غول
غلطی اور بھول سے وہ محفوظ ہو جائیں	چاند کی آواز چھلاوے کی آواز پر غالب آ جائے
ماہ بے گفتن چو باشد رہنما	چوں بگوید شد ضیا اندر ضیا
جب چاند بغیر بولے رہنما ہوتا ہے	اگر بولے تو نور علیٰ نور بن جائے

(یہ مقولہ ہے اس مبارز کا یعنی) اے علی مرتضیٰؓ آپ اس راز کو کھول دیجئے اور آپ تو میرے حق میں قضائے ضار کے بعد قضائے خیر بن گئے (کہ بعد قصد قتل کے عفو فرما دیا) یا تو آپ فرمائیے جو کچھ آپ کے باطن کو ملا ہے یا (نہیں تو) میں کہوں جو کچھ (آپ کی حالت سے) مجھ پر منعکس ہو گیا ہے اور (جب) مجھ پر اس کا عکس پڑ چکا ہے (جس سے مجھ کو اطلاع ہو گئی) پھر آپ کیوں پوشیدہ فرماتے ہیں (اور وجہ انعکاس کی یہ ہوئی کہ) آپ مثل چاند کے ہیں جو بدوں (گویائی) زبان (کے) نور افشانی کرتا ہے لیکن (باوجود نور افشانی بے زبان کے کہ راہ بینی کے لئے کافی ہے) اگر قرص ماہ بولنے بھی لگے تو شب کے چلنے والوں کو بہت جلدی راہ پر لگا دے (کہ کچھ تامل بھی نہ کرنا پڑے) اور غلطی اور خیال سے اتر جانے سے (بالکل) مامون ہو جائیں (ورنہ اس کا احتمال رہتا ہے) اور کلام ماہ کلام غول بیابانی پر غالب آ جائے (اور کذب غول کا بدیہی ہو جائے) اور چاند جبکہ بلا کلام کئے ہوئے (محض نور سے) رہنما ہوتا ہے تو اگر بولنے بھی لگے تو (سبحان اللہ) نور علیٰ نور ہو جائے (اسی طرح اگر آپ اپنی حالت خود ارشاد فرمائیں گے تو اطمینان و نفع کامل ہوگا ورنہ تردد بھی رہے گا اور احتمال غلط فہمی کا بھی ہے ف اس مقام سے مستنبط ہوتا ہے کہ باطنی نفع زندہ شیخ سے زیادہ ہوتا ہے بالخصوص جس کا سلوک کامل نہ ہوا ہو کیونکہ وہ بولنے پر قادر ہے ہر امر کو مفصل بتلا سکتا ہے اور اس کے بیان سے اپنے حالات و واردات کا ایہام دفع ہو جاتا ہے بخلاف میت کے کہ صرف تقویت نسبت کا فائدہ تو اس سے ہوتا ہے مگر تعلیم و تلقین جو مدار اعظم ہے مفقود ہے اور اگر خرق عادت کے طور پر کبھی تکلم کا اتفاق بھی ہو جائے تب بھی یہ تفصیل اور بسط کہاں نصیب ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تقریر بہ نسبت تحریر کے زیادہ انفع ہے کیونکہ تحریر میں بہت سی تفاصیل ضبط نہیں ہو سکتیں پس شیخ کے حضور میں استفادہ افضل ہے غیبت میں خط و کتابت کرنے سے اور کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ یہاں علم قال کو ترجیح دی جا رہی ہے اور پہلی مرجوع فرما آئے ہیں جواب یہ ہے کہ مرجوع قال بے غیر اہل حال کا اور راجح قال ہے صاحب حال کا طالب کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ اس کے قال میں دونوں امر یعنی قال وحال مجتمع ہیں اور ظاہر ہے الاثنان خیر من الواحد)۔

چوں تو بابی آں مدینہ علم را	چوں شعاعی آفتاب حلم را
جبکہ آپ علم کے شہر کا دروازہ ہیں	جبکہ آپ بردباری کے سورج کی شعاع ہیں
باز باش اے باب بر جویائے باب	تارسد از تو قشور اندر لباب
اے دروازے! دروازے کی جستجو کرنے والے کیلئے کھلا رہ	تا کہ تیری وجہ سے چھلکے مغز کے مرتبہ میں پہنچ جائیں
باز باش اے باب رحمت تا ابد	بارگاہ مالہ کفواً احد
اے رحمت کے دروازے! قیامت تک کھلا رہ	اس ذات کی بارگاہ جس کا کوئی ہمسر نہیں ہے
ہر ہوا و ذرہ خود منظرے ست	ناکشودہ کے بود کانجا درے ست
ہر ہوا اور ہر ذرہ ایک دریچہ ہے	جس جگہ دروازہ ہوتا ہے وہ بند کب رہتا ہے؟
تانہ بکشاید درے را دید باں	در دروں ہرگز نہ گنجد ایں گماں
نگراں جب تک دروازہ نہ کھولدے	یہ خیال دل میں نہیں جمتا ہے
چوں کشادہ شد درے حیراں شود	مرغ امید و طمع پراں شود
جب دروازہ کھلتا ہے حیران ہو جاتا ہے	امید اور طمع کا پرندہ پرواز کرنے لگتا ہے
غافلے ناگہ بویراں گنج یافت	سوئے ہر ویرانہ زاں پس می شتافت
ایک ناواقف کو اچانک ویرانہ میں خزانہ مل گیا	اس کے بعد وہ ہر ویرانے کی طرف دوڑتا ہے
تاز درویشے نیابی تو گہر	کے گہر جوئی ز درویش دگر
جب تک ایک درویش سے تجھے موتی نہ مل جائے	تو دوسرے درویش سے موتی کب ڈھونڈے گا؟
سالہا گر ظن دود باپائے خویش	نگذرد زاشگاف بینیہائے خویش
(تیرا) خیال سالوں بھی اپنے پیر سے دوڑے گا	تو اپنی ناک کے نتھنوں سے آگے نہ بڑھے گا
تا بہ بینی نایدت از غیب بو	غیر بینی ہیچ می بینی بگو
جب تک تیری ناک میں غیب کی خوشبو نہ آئے	بتا ناک کے علاوہ تجھے کچھ نظر آئے گا

یہ بھی مقولہ ہے اس مبارز کا یعنی) اے علیؓ جب آپ مدینۃ العلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے باب (یعنی مظہر علم) ہیں (جیسا ایک متکلم فیہ حدیث میں ہے انا مدینۃ العلم وعلی بابہا) اور جب آپ آفتاب علم (ذات مقدسہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے شعاع ہیں (یعنی علم وعمل دونوں میں مظہر ذات پاک حضور نبوی ہیں) تو اے باب آپ کو جویائے

باب پر مفتوح رہنا چاہیے تا کہ آپ کی بدولت پوست (یعنی ناقص) درجہ مغز (یعنی کمال کو پہنچ جائے اور اے باب رحمت درگاہ ذات بے مثل جل شانہ کے آپ کو چاہیے کہ مدت انعمہ تک مفتوح رہیے (اور اگر آپ یہ فرمائیں کہ باب ہونے میں میری کیا تخصیص ہے ہر ذرہ کائنات کا طالب حق کے لئے باب وصول ہے تو اس کے متعلق یہ التماس ہے کہ) بے شک ہر ہوا اور ہر ذرہ دریچہ (مشاہدہ جمال الٰہی) ہے اور (یہ بھی مسلم کہ) جہاں (خاص وصول طالبین کی غرض سے) ذر ہوتا ہے وہ ناکشادہ نہیں ہوتا (تو بہت سے ابواب وصول الی الحق کے مفتوح ہیں لیکن) جب تک دیدبان (یعنی عارف کامل اول) کسی دروازہ کو نہ کھول دے (یعنی صاحب معرفت نہ کر دے) اس وقت تک یہ گمان (کہ ہر ذرہ باب وصول ہے) دل میں بھی نہیں جمتا (پھر اس کو وسیلہ طلب کیسے بنائے گا پس پھر بھی آپ ہی کی توجہ و تعلیم موقوف علیہ ٹھہری) البتہ اگر (عارف کامل کی توجہ سے) ایک باب بھی (معرفت کا) کشادہ ہو جائے تو اس میں حیرت (محمودہ) پیدا ہو (اور اس سے انکشاف حقیقت کی) امید وطمع کا مرغ (آگے کو) پرواز کرنے لگے (کیونکر حیرت ہوتی ہے انکشاف من وجہ سے اور انکشاف من وجہ سے شوق ہوتا ہے انکشاف باقی وجوہ کا) اس کی ایسی مثال کہ کسی ناواقف کو ویرانہ میں خزانہ مل گیا پھر وہ ہر ویرانہ میں دوڑا جاتا ہے اسی طرح جب تک ایک درویش سے کوئی جوہر (نعمت باطنی) تم کو نہ ملے گا تو دوسرے درویش سے دوسری نعمت باطن کب ڈھونڈو گے (اور بدوں کم وبیش فتح باب باطن کے) نرا خیال ہے خیال تو سالہا سال بھی اگر دوڑتا رہے تب بھی سوراخ بینی سے آگے نہ جائے گا اور جب تک بینی (باطن) میں کچھ غیب کا رائحہ نہ آئے تو بتلاؤ کہ اس وقت تک بجز (ظاہری) بینی کے اور بھی کچھ نظر آتا ہے ف اس میں تعلیم ہے کہ بدوں فیض مرشد کامل کے مناسبت باطن سے نہیں ہوتی اور بدوں اس مناسبت کے ترقی نہیں ہوتی تو صرف اپنی استعداد علمی وکتب بینی وذہانت پر رہنا وصول میں ناکافی ہے مرشد ڈھونڈو)

سوال کردن از امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ چون بود کہ برخون ہمچو منی مظفر شدی وشمشیر از دست انداختی ومرا نکشتی

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کرنا کہ یہ کیا ہوا کہ مجھ جیسے کے قتل پر آپ قابو پا گئے اور آپ نے ہاتھ سے تلوار پھینک دی اور مجھے قتل نہ کیا

پس بگفت آں نومسلمان ولی	از سر مستی و لذت با علیؓ
اس نو مسلم ولی نے کہا	حضرت علیؓ سے لذت اور سرمستی کی حالت میں
کہ بفرمایا امیر المومنیں	تا بجنبد جاں بہ تن ہمچو جنیں
کہ اے امیر المومنین! فرمایئے	تا کہ روح جسم میں وجد کرے پیٹ کے بچہ کی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

(پھر عود ہے قصہ کی طرف یعنی) اس نو مسلم ولی نے مستی اور لذت سے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا امیر المومنین اس کی وجہ فرمایئے تاکہ جان کو تن میں حرکت (وجدیہ) ہو جس طرح بچہ کو (شکم میں) ہوتی ہے ف معلوم ہوا کہ وہ شخص آپ کی برکت سے مسلمان بلکہ صاحب باطن ہو گیا تھا۔

ہفت اختر مر جنیں را مدتے	میکنند اے جاں نوبت خدمتے
ساتوں ستارے ایک مدت تک پیٹ کے بچہ کی	باری باری خدمت کرتے ہیں اے جان!
چونکہ وقت آید کہ جاں گیرد جنیں	آفتابش آں زماں گردد معیں
جب یہ وقت آتا ہے کہ پیٹ کے بچہ میں روح آ جائے	اس وقت سورج اس کا مددگار بنتا ہے
چوں جنیں را نوبت تدبیر و رو	از ستارہ سوئے خورشید آید او
جب پیٹ کے بچہ کی پیدائش کا وقت آ جاتا ہے	تو وہ ستارے سے سورج کی جانب آ جاتا ہے
ایں چنیں در جنبش آید ز آفتاب	کافتابش جاں ہمی بخشد شتاب
یہ پیٹ کا بچہ سورج کی وجہ سے حرکت میں آتا ہے	چونکہ آفتاب جلد اس کو روح بخشتا ہے
از دگر انجم بجز نقشے نیافت	ایں چنیں تا آفتابش بر نتافت
(اس کے پیٹ کے بچے نے دوسرے ستاروں سے صورت کے علاوہ کچھ نہ پایا	اس طرح جب تک کہ اس پر سورج نہیں چمکا
از کدامیں رہ تعلق یافت او	در رحم با آفتاب خوبرو
کس راستہ سے اس کو تعلق پیدا ہوا؟	رحم میں رہتے ہوئے خوبصورت آفتاب سے
از رہ پنہاں کہ دور از حس ماست	آفتاب چرخ را بس راہہاست
اس مخفی راستہ سے جو ہمارے ادراک سے دور ہے	آسمان کے سورج کے بہت سے راستے ہیں
آں رہے کہ زر بیابد قوت ازو	واں رہے کہ سنگ شد یاقوت ازو
وہ راستہ ہے کہ سونا اس سے غذا حاصل کرتا ہے	وہ راستہ ہے کہ اس سے پتھر یاقوت بن جاتا ہے
آں رہے کہ سرخ سازد لعل را	واں رہے کہ برق بخشد نعل را
وہ راستہ ہے کہ لعل کو سرخ بناتا ہے	وہ راستہ ہے کہ جو نعل کو برق عطا کرتا ہے
آں رہے کہ پختہ سازد میوہ را	واں رہے کہ دل دہد کالیوہ را
وہ راستہ ہے کہ میووں کو پکاتا ہے	وہ راستہ ہے کہ حیران کو دل عطا کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(آید او در شعر سوم تاکید ضمیر متصل ست در آید بہ ضمیر منفصل اور اجع جانب نوبت درو۔ اوپر حرکت جنین کو مشبہ بہ ٹھہرایا تھا یہاں اس کے اسباب کی تحقیق فرمانے لگے اور اس تحقیق کو محض اہل نجوم کے مشہور اصول پر شاعرانہ طور پر مبنی فرمایا ہے کیونکہ تمثیل میں اس کا مضائقہ نہیں اور یہاں مقصود اصلی تمثیل ہی ہے گویا حکایۃً عن المبارز فرماتے ہیں کہ اس طرح جنین میں جان پڑنے کے وقت افاضۂ آفتاب کی ضرورت ہے گو اس کے قبل اور کواکب اس کی تربیت کرتے رہیں اسی طرح گو اب تک اسباب تربیت اجسام کی مجھ کو احتیاج رہی مگر اب کہ حرکت روحانیہ کا وقت ہے آپ کی ذات مبارک کہ آفتاب ہے محتاج الیہ ہے خوب سمجھ لو پس فرماتے ہیں کہ) کواکب سبعہ سیارہ ایک مدت تک نوبت بنوبت خدمت (تربیت ملوہ وصورت) کرتے رہتے ہیں (مگر) جب جنین میں جان پڑنے کا وقت آتا ہے تو اس وقت (منجملہ کواکب مذکورہ کے صرف) آفتاب اس کا معین (حرارت حیوانیہ کے حصول میں) ہوتا ہے پس جب تدبیر جنین کا دورہ اور رخ دوسرے ستاروں سے آفتاب کی طرف بدلتا ہے اس وقت جنین آفتاب (کے اثر) سے حرکت (حیوانیہ) میں آتا ہے کیونکہ آفتاب سے اس میں حرکت حیوانیہ پیدا ہوتی ہے اور دوسرے کواکب سے اس جنین نے بجز نقش وصورت ظاہری کے اور کچھ نہیں پایا (یعنی جان نہیں پڑی) تاوقتیکہ اس پر تابش آفتاب نہ ہوئے (آگے تعجباً سوال فرماتے ہیں کہ) معلوم نہیں کون سی راہ سے اس جنین نے رحم میں آفتاب کے ساتھ تعلق حاصل کرلیا (خود جواب دیتے ہیں کہ) ایک راہ مخفی سے (تعلق ہوگیا) جو ہمارے حواس سے بعید ہے کیونکہ آفتاب چرخ کی بہت سی راہیں یہ وہ راہ ہے جس سے (معدن میں) سونے کو آفتاب سے نشوونما ہوتا ہے اور یہ وہ راہ ہے کہ اس سے پتھر یاقوت بن جاتا ہے اور یہ وہ راہ ہے کہ لعل کو سرخ کردیتا ہے اور یہ وہ راہ ہے کہ اس سے نعل آہنی میں (جب اس کو سنگ چقماق سے مارا جائے) برق آتش پیدا ہوتی ہے اور یہ وہ راہ ہے کہ جس سے میوہ پختہ ہوتا ہے اور یہ وہ راہ ہے کہ ضعیف القلب میں قوت قلب پیدا ہوجاتی ہے (مجھ کو اصول نجوم کی تحقیق نہیں مگر غالباً یہ سب آثار ان کے نزدیک آفتاب کی کسی مناسبت و مزاج خفی سے متعلق ہوں گے ورنہ اگر راہ پنہاں اور دور از حس کی قید نہ ہوتی تو حرارت آفتاب سے وابستہ ہونا مشاہد تھا)

باز گو اے باز پر افروختہ	باشہ و باساعدش آموختہ
بتایئے! اے پر کھولے ہوئے باز!	جو بادشاہ اور اس کی کلائی پر سدھایا ہوا ہے
باز گو اے باز عنقا گیر شاہ	اے سپاہ اشکن بخود نے باسپاہ
بتایئے اے عنقاء کو شکار کرنے والے شاہی باز!	اے بغیر سپاہیوں کے تنہا لشکر کو شکست دینے والے!
امت وحدی یکے و صد ہزار	باز گو اے بندہ بازت را شکار
آپ تنہا ایک امت ہیں! ایک ہیں اور لاکھوں ہیں	بتایئے اے وہ کہ خادم آپ کے باز کا شکار ہے؟

در محل قہر ایں رحمت زچیست	اژدھا را راہ دادن راہ کیست
قہر کی جگہ یہ مہر کس وجہ سے ہے؟	اژدہے کو چھوڑ دینا کس کا طریقہ ہے؟

(یہ مقولہ ہے مبارز کا یعنی) مفصل ارشاد فرمایئے اور آپ ایسے ہیں جیسے کوئی باز ہو جس کے پر و بازو (پرواز بلند کے لئے) قوی ہوں اور بادشاہ اور ساعد بادشاہ (پر اس کو) بیٹھنے کی تعلیم ہوئی ہو اور وہ شاہی باز عنقا کو پکڑ لیتا ہو (اسی طرح آپ عروج روحانی میں فائق ہیں اور حق تعالیٰ کے ساتھ معیت رکھتے ہیں اور مراتب عالیہ کو حاصل کئے ہوئے ہیں) اور آپ تن تنہا (قوت ظاہری یا قوت باطنی سے) سپاہ شکن ہیں سپاہ کی بھی حاجت نہیں آپ تنہا (اپنی جامعیت کمالات کی وجہ سے) بجائے ایک گروہ کے ہیں (جیسا قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو امتہ فرمایا گیا ہے) پس آپ (ایک حیثیت سے) ایک ہیں اور (ایک حیثیت سے) صد ہزار ہیں اور بندہ آپ کے باز کا شکار ہے (یعنی آپ کا مسخر ہو گیا ہے) مفصل فرمایئے کہ محل قہر میں یہ مہربانی کس سبب سے ہے اور (دشمن چون) اژدہا کو قابو دینا یہ کو کیا کرتا ہے۔

جواب دادن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ سبب افگندن شمشیر از دست چہ بود در آنحالت

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا جواب دینا کہ اس وقت تلوار کو ہاتھ سے پھینک دینے کا سبب کیا تھا

گفت من تیغ از پئے حق میزنم	بندۂ حقم نہ مامور تنم
فرمایا' میں اللہ تعالیٰ کے لئے تلوار چلاتا ہوں	میں خدا کا بندہ ہوں' اپنے جسم کا غلام نہیں ہوں
شیر حقم' نیستم شیر ہوا	فعل من بر دین من باشد گوا
میں اسد اللہ ہوں' خواہش نفسانی کا شیر نہیں ہوں	میرا فعل میرے دین پر گواہی دے گا
ما رمیت از رمیت در حراب	من چو تیغم واں زنندہ آفتاب
جنگ میں کنکریاں تو نے نہیں پھینکیں جبکہ پھینکیں	میں تلوار کی طرح ہوں اور چلانے والا سورج ہے
رخت خود را من زرہ برداشتم	غیر حق را من عدم انگاشتم
راستہ سے میں نے اپنا سامان ہٹا لیا	خدا کے غیر کو میں نے معدوم سمجھ لیا ہے
سایہ ام من کے جداام ز آفتاب	حاجبم من نیستم او را حجاب
میں سایہ ہوں' سورج سے کب جدا ہوں؟	میں (دربار کا) دربان ہوں اس کے لئے پردہ نہیں ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

من چو تیغم پر گہرہائے وصال	زندہ گردانم نہ کشتہ در قتال
جبکہ میں وصال کے موتیوں سے جڑی ہوئی تلوار ہوں	میں جنگ میں زندگی دیتا ہوں' قتل نہیں کرتا ہوں
خوں نپوشد گوہر تیغ مرا	باد ازجا کے برد میغ مرا
میری تلوار کے جوہر کو خون نہیں چھپا سکتا ہے	میرے ابر (کرم) کو ہوا جگہ سے کب ہلا سکتی ہے
کہ نیم کہ ہم زصبر و حلم و داد	کوہ را کے در رباید تند باد
میں تنکا نہیں ہوں' صبر اور علم اور انصاف کا پہاڑ ہوں	تیز ہوا پہاڑ کو کب ہلا سکتی ہے؟

یعنی آپ نے فرمایا کہ میں محض اللہ کے لئے تیغ زنی کرتا ہوں اور میں حق تعالیٰ کا مطیع ہوں بندہ تن (ونفس) نہیں ہوں اور میں شیر خدا ہوں شیر نفس نہیں ہوں چنانچہ میرا یہ فعل میرے (کمال) دین کا شاہد ہے اور میں (بوجہ غایت اتقیاد امر الٰہی کے آلہ محض) مثل تیغ ہوں جس کا مارنے والا آفتاب (حقیقی) ہے چنانچہ قرآن مجید میں یہ مضمون موجود ہے کہ) مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ نے کنکریاں پھینکی تھیں تو آپ نے نہ پھینکی تھیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں یعنی ہم نے اثر پہنچادیا تھا مگر مولاناؒ نے اس کو محمول فرمایا ہے غایت موافقت امر الٰہی پر ورنہ تقریب تام نہ ہوگی اور فی الحراب بمعنی در قتال وزن کے لئے بڑھا دیا ہے اور مجموعہ کو اقتباس کہا جائے گا) اور میں نے اپنا رخت (ہستی) راہ سے اٹھالیا ہے اور غیر حق کو میں نے (مثل) عدم محض سمجھ لیا ہے (یعنی مقام فناء میں ہوں اور میری مثال سایہ کی سی ہے کہ (مرتبہ تبعیت میں) آفتاب سے جدا نہیں ہوتا اسی طرح میں احکام میں تابع محض حق تعالیٰ کا ہوں) اور میں (اوروں کے لئے درگاہ حق کا) حاجب ہوں (یعنی وہ دربان جو طالبین کو بادشاہ تک پہنچاتا ہے) اور میں حجاب (اور مانع) نہیں ہوں (حاصل یہ کہ کامل ہونے کے ساتھ مکمل بھی ہوں) اور میں ایسی تلوار ہوں جس میں (بجائے متعارف موتیوں کے جن سے اہل ولایت تلوار کو مرصع کرتے ہیں) وصال (وقرب الٰہی) کے موتی لگے ہیں (یعنی تیغ زنی سے میرا مقصود اصلی قتل نہیں ہے بلکہ یہ غرض ہے کہ کفار کی اصلاح ہوجائے اور جان بچانے کے لئے ایمان لے آئیں جس سے شدہ شدہ ایمان کامل حاصل ہوجاتا ہے چنانچہ تفسیر فرماتے ہیں کہ) میں قتال میں کشتہ نہیں کرتا یعنی وہ حظ یا غیظ کے لئے بالذات مقصود نہیں) بلکہ زندہ کرتا ہوں (یعنی یہ مقصود ہوتا ہے گو کوئی قبول نہ کرے آگے تمثیل ہے کہ) میرے گوہر تیغ کو خون کا دھبہ نہیں لگتا اور میرے ابر کو ہوا نہیں جنبش دیتی میں کاہ نہیں ہوں بلکہ صبر و حلم کا کوہ ہوں اور کوہ کو باد تند کب ہٹا سکتی ہے (یہاں تیغ اور میغ اور کوہ سے ذات مرتضویہ کی تشبیہ مراد ہے اور گوہر سے مراد اخلاق حمیدہ اور خون اور باد سے اخلاق ذمیمہ اور کاہ سے تابع اخلاق ذمیمہ مطلب ظاہر ہے کہ اخلاق نفسانیہ میرے اخلاق حمیدہ پر غالب نہیں آسکتے اور مجھ سے مثل تابع اخلاق ذمیمہ کے افعال نامرضیہ صادر نہیں کراسکتے چنانچہ آگے مقولہ مولاناؒ میں یہ تفسیر

www.besturdubooks.wordpress.com

مصرح ہے اور اگر شبہ ہو کہ رخت خود را الخ میں فناء و اضمحلال کا دعویٰ ہے اور یہاں کوہ سے تشبیہ دینا استقلال کو مقتضی ہے جو اس کے منافی ہے جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ مرتبہ بقاء باللہ میں ہے پس لوازم فناء سے ہوا)

آنکہ از بادے رود از جا خسے ست	زانکہ باد نا موافق خود بسے ست
جو ہوا سے جگہ سے ہل جائے وہ تنکا ہے	اس لئے کہ ناموافق ہوائیں تو بہت ہیں
باد خشم و باد شہوت باد آز	برد او را کو نبود اہل نماز
غصہ کی ہوا اور شہوت کی ہوا حرص کی ہوا	اس شخص کو جنبش دیتی ہے جو دیندار نہ ہو
باد حرص و باد کینہ باد آز	برد او را کو نبود اہل نیاز
حرص کی ہوا اور کینہ کی ہوا ہوس کی ہوا	اس کو اڑا لے گئی جو نیاز مند نہ تھا
باد کبر و باد عجب و باد خلم	برد او را کہ نبود از اہل علم
تکبر کی ہوا اور غرور کی ہوا اور سبک سری کی ہوا	اس کو اڑا لے گئی اس لئے کہ وہ اہل علم میں سے نہ تھا

(یہ مقولہ مولانا کا واسطے تفسیر و تقریر مضمون بالا کے یعنی) جس شخص کو ایک باد سے قرار نہ رہے وہ تنکا ہے (اور دوسرے مصرعہ میں ایک امر لازم کی دلیل ہے جو مصرعۂ اولیٰ سے مفہوم ہوتا ہے یعنی اس شخص کی حالت خطرناک ہے) کیونکہ ناموافق ہوائیں تو بہت سی ہیں (جن کا بیان اشعار آئندہ میں ہے پس جب یہ شخص ایک ہوا سے اکھڑ گیا تو ان بہت ہواؤں کے آگے کیا ٹھہرے گا اس لئے اس کی حالت محل خطر ہے) اور باد غضب اور باد شہوت اور باد حرص ایسے شخص کو (اعتدال شرعی پر قائم رہنے سے) جنبش دیتی ہے جو اہل نیاز نہیں ہوتا اور باد کبر اور باد عجب اور باد بے وقاری ایسے شخص کو ہلا دیتی ہے جو صاحب علم نہیں ہوتا (نیاز بمعنی تواضع اشارہ ہے اخلاق حمیدہ کی طرف اور علم عبارت ہے معرفت سے اور اخلاق ذمیمہ کے مقتضا پر عمل کرنے کا سبب ظاہر ہے کہ دولت تہذیب و معرفت سے حرمان ہے)

کوہم و ہستی من بنیاد اوست	ور شوم چوں کاہ بادم باد اوست
میں پہاڑ ہوں اور میرا وجود اس کی بنیاد ہے	اگر میں تنکا بنوں تو میرے لئے ہوا اس کی جانب سے ہے
جز بباد او نجنبد میل من	نیست جز عشق احد سرخیل من
اس کی ہوا کے بغیر میرا جھکاؤ نہیں ہوتا ہے	عشق الٰہی کے علاوہ میرا کوئی پیشرو نہیں ہے
خشم بر شاہاں شہ و مارا غلام	خشم را من بستہ ام زین و لگام
غصہ بادشاہوں پر حکمراں ہے اور ہمارا غلام ہے	میں نے غصہ پر زین اور لگام کس دیا ہے
تیغ حلمم گردن خشمم زدست	خشم حق بر من ہمہ رحمت شدست
میری بردباری کی تلوار نے میرے غصہ کی گردن کاٹ دی ہے	مجھ پر اللہ کا غصہ مجسم رحمت بن گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

غرق نورم گرچہ سقفم شد خراب	روضہ گشتم گرچہ ہستم بوتراب
میں نور میں غرق ہوں اگرچہ میرا جسم تباہ ہے	میں باغ بن گیا ہوں اگرچہ میں ابو تراب ہوں

(یہ مقولہ ہے حضرت علیؓ کا تتمہ مقولہ سابقہ کا یعنی) میں (حلم و وقار میں) مثل کوہ کے ہوں اور میرا وجود اس (حلم و وقار کی) اصل (اور اس کے ساتھ موصوف) ہے (اس لئے میں جنبش نہیں کرتا) اور اگر کبھی کاہ بن جاتا ہوں (یعنی جنبش کرتا ہوں تو نفس محرک نہیں ہوتا بلکہ) میری محرک حق تعالیٰ کے ہوائے حکم ہے یعنی بدوں ان کے باد حکم کے میری قوت میلان میں حرکت نہیں ہوتی اور بجز عشق الٰہی کے میرا کوئی پیشرو نہیں (جس کا میں اتباع کروں صفت غضب غضب سلاطین پر حکمران ہے اور ہماری غلام ہے اور میں نے اس پر زین ولگام لگا رکھا ہے (یعنی وہ میری مغلوب ہے) اور میری تیغ حلم نے میرے غصہ کی گردن ماردی ہے (یعنی اخلاق حمیدہ نے اخلاق ذمیمہ کا ازالہ کر دیا ہے) اور خشم خداوندی میرے حق میں سراپا رحمت ہو گیا ہے (اس کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ بجائے غضب کے مجھ پر رحمت فرمائی جاتی ہے اور احقر کے نزدیک یہ معنی ہیں کہ سیئات و معاصی پر جو غضب الٰہی کی توجہ معلوم ہوئی اور میں ان کو ترک کر کے مستحق رحمت ہو گیا تو وہ غضب اس طور پر میرے لئے سبب رحمت بن گیا اور میں (مرتبۂ روح میں) غرق نور ہوں اگرچہ (ریاضت سے) میرا تن زار و نزار ہو گیا ہے اور میں (گلہائے معارف سے) باغ ہو گیا ہوں اگرچہ (نام کا) ابوتراب ہوں (یعنی خاک والا اور تراب متعارف کا محل روضہ بن جانا جیسا مشاہد ہے موجب زیادت لطافت شعر ہے ف اور بعض محشیوں نے شعر اول کے مصرعہ اولیٰ میں ہستی من سے مراد ذات حق لیا ہے اس وجہ سے کہ اصل علت اختیار یہ سب ہستیوں کی وہی ہیں اور حاصل یہ کہا ہے کہ میری متانت و استواری جانب حق سے ہے تشبیہاً بیناد کہہ دیا پس مجموعہ شعر کا خلاصہ یہ ہوگا کہ میرا سکون بھی بامر حق ہے اور حرکت بھی بامر حق واللہ اعلم۔

چوں درآمد علتے اندر غزا	تیغ را دیدم میاں کردن سزا
جہاد میں جب ایک علت پیدا ہو گئی	میں نے مناسب سمجھا کہ تلوار کو میان میں کر لوں
تا احب للہ آید نام من	تا کہ ابغض للہ آید کام من
تاکہ میرا نام احب للہ میں ہو جائے	تاکہ میرا مقصد ابغض للہ ہو جائے
تاکہ اعطی للہ آید جود من	تاکہ امسک للہ آید بود من
تاکہ میری بخشش اعطی للہ ہو جائے	تاکہ میرا وجود امسک للہ بن جائے
بخل من للہ عطا للہ و بس	جملہ للہ ام نیم من آن کس
میرا بخل کرنا اللہ کے لئے ہے اور میرا دینا اللہ کے لئے ہے	میں مجسم اللہ کے لئے ہوں میں کسی کا غلام نہیں ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

للہ انچہ می کنم تقلید نیست	نیست تخیل و گماں' جز دید نیست
میں جو کچھ کرتا ہوں اللہ کے لئے ہے تقلید نہیں ہے	خیال و گمان نہیں ہے آنکھوں دیکھی بات ہے
زاجتہاد و از تحری رستہ ام	آستیں بردامن حق بستہ ام
میں غور و فکر اور اٹکل سے آزاد ہوں	میں نے آستین اللہ کے دامن سے وابستہ کردی ہے
گرہمی پرم ہمی بینم مطار	ور ہمی گردم ہمی بینم مدار
اگر میں پرواز کرتا ہوں تو مجھے اڑنے کی جگہ نظر آتی ہے	اگر میں گردش کرتا ہوں تو مجھے گھومنے کی جگہ نظر آتی ہے
ور کشم بارے بدانم تا کجا	ماہم و خورشید پیشم پیشوا
اگر میں بوجھ اٹھاتا ہوں تو جانتا ہوں کہاں تک (اٹھانا ہے)	میں چاند ہوں اور میرے آگے سورج رہنما ہے
بیش ازیں باخلق گفتن روئے نیست	بحر را گنجائے اندر جوئے نیست
مخلوق سے اس سے زیادہ کہنا مناسب نہیں ہے	نہر میں سمندر کی گنجائش نہیں ہے
پست می گویم باندازہ عقول	عیب نبود ایں بود کار رسول
عقلوں کے اندازہ سے گر کر میں بات کہتا ہوں	عیب نہیں' یہی رسول کا (طریقہ) کار ہے
از غرض حرم گواہی حر شنو	کہ گواہی بندگاں نر زد بجو
میں غرض سے آزاد ہوں' آزاد کی گواہی سنو	اس لئے کہ غلاموں کی گواہی ایک جو کے بھی برابر نہیں

(یہ مقولہ ہے حضرت علیؓ کا اس کے ماقبل تک تمہید تھی سبب عفو کی یہاں تعیین ہے سبب کی اجمالاً لفظ علتی میں اور دفتر ہذا کی بالکل آخر میں تعیین ہے تفصیلاً چون خدو انداخت الخ میں یعنی) جب جہاد میں ایک (نفسانی) علت شامل ہونے لگی تو اس وقت میں نے تلوار کو بند کر لینا مناسب سمجھا تا کہ میرا نام (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) احب للّٰہ (کے مصداقوں میں) ہو جائے اور تا کہ میرا اصل مقصود ابغض للہ رہے اور تا کہ میری سخاوت (کا منشا) اعطی للہ ہو اور تا کہ میری ہستی امسک للّٰہ (کے ساتھ موصوف) رہے (یہ اشارہ ہے ایک حدیث کی طرف من احب اللّٰہ وابغض للہ و اعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان یعنی جس شخص کی محبت اور بغض اور دونیا اور ندنیا سب اللہ ہی کیواسطے ہو اس نے بیشک اپنا ایمان کامل کر لیا مطلب جواب کا یہ ہوا کہ تا کہ میرا عمل اخلاص سے ہو) پس میرا بخل بھی اللہ ہی کے لئے ہے اور عطا بھی اللہ ہی کے لئے ہے غرض میں سب کا سب اللہ ہی کے واسطے ہوں اور کسی کا تابع نہیں ہوں (یہ بھی جان لو کہ میں جو کچھ اللہ کے لئے کرتا ہوں وہ (براہ) تقلید نہیں ہے (کہ کسی سے سن لیا کہ اخلاص کا یہ طریقہ ہے) اور محض تخیل اور ظن نہیں ہے (کہ قوت نظریہ سے طرق اخلاص پر استدلال کر

www.besturdubooks.wordpress.com

کے عمل کرنے لگا) بلکہ تحقیق اور بصیرت کے سوااور کوئی چیز (متمسک بہ) نہیں ہے (اس باب میں) اجتہاد اور قیاس سے چھپا ہوا ہوں اور حق تعالیٰ سے ایسا ارتباط ہے گویا اپنی آستین کو (اس حق سے باندھ رکھا ہے (پس اس ارتباط سے مجھ کو بھی انکشاف حقائق کا ہوتا ہے اور جب میں صاحب بصیرت ہوں پس اگر میں کبھی اوپر اڑتا ہوں تو مجھ کو مسافت پرواز نظر آتی ہے اور اگر کبھی ایک ہی جگہ گھومتا ہوں تو مجھ کو مدار حرکت نظر آتا ہے (جس کے گرد گھومتا ہوں) اور اگر کبھی کوئی بوجھ اٹھا کر لے چلتا ہوں تو یقیناً جانتا ہوں کہ کہاں تک لے جاتا ہوگا غرض (استفادہ نور مشاہدہ میں) مثل چاند کے ہوں اور (آفتاب (فیض حق) میرا پیش رو ہے (مراد طیران سے انتقال من حال الی حال ہے مثلاً مراقبہ عظیم کی طرف یا بالعکس اور دوران سے دوام اس حال کا اور بارکشی سے تحمل اعمال یعنی اپنے بتدل احوال و تحمل اعمال میں مجھ کو یہ بصیرت ہے کہ باقتضائے حق وقت ورود تجلیات و نظام عدل شرع کس وقت اور کس وقت تک کیا مناسب ہے اور یہ بصیرت القاء ربانی و ذوق صحیح سے ہوتی ہے جو موہوب محض ہے اس میں اکتساب و اجتہاد کی گنجائش نہیں گو اس حالت کے مقدمات محتاج کسب و اجتہاد و تقلید ہوں چنانچہ عقائد و اعمال جو موقوف علیہ اس حالت کے ہیں وہ اکتساب پر موقوف ہیں) اور جس قدر میں نے اپنی حالت باطنی بیان کی ہے اس سے زیادہ عامہ خلائق سے کہنا موقع نہیں کیونکہ (یہ اسرار مثل بحر کے ہیں اور لوگوں کی عقول مثل نہر کے اور) نہر میں بحر کے سمانے کی جگہ نہیں ہے (اس لئے) میں بہت تنزل کر کے باندازہ عقول کہہ رہا ہوں اور یہ امر نامناسب نہیں بلکہ سنت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (جیسا صحیح بخاری میں حضرت علیؓ کا قول تعلیقاً مروی ہے حدثوا الناس بما یعرفون اتحبون ان یکذب اللہ ورسولہ در ہر چند کہ میرے ان اقوال مذکورہ پر کوئی حجت و دلیل قائم نہیں کی گئی جس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ استدلالیات سے نہیں مگر تم خود میرے قول ہی کو حجت و دلیل سمجھو وجہ یہ کہ) میں اغراض نفسانیہ) سے آزاد (اور پاک) ہوں اور آزاد کی گواہی سننا واجب ہے کیونکہ غلام کی گواہی جو برابر بھی قدر نہیں رکھتی (یعنی مقبول نہیں حاصل یہ کہ میرا قول شہادت ہے اور شاہد کا قول خود دلیل و حجت ہے اس سے حجت کا مطالبہ نہیں ہوتا البتہ شرائط شہادت حریت وغیرہ ہونا ضرور ہے سو وہ میرے اندر متحقق ہے اور یہ تمثیل بطور لطیفہ کے ہے مقصود یہ ہے کہ ذوقیات میں اہل ذوق و کاملین کا قول واجب القبول ہے ناقصین پابند ہوا و ہوس کے قول پر اعتماد نہیں)

در شریعت مر گواہی بندہ را	نیست قدرے وقت دعویٰ وقضا
غلام کی گواہی کی شریعت میں	دعویٰ اور فیصلہ کے وقت کوئی قدر نہیں ہے
گر ہزاراں بندہ باشندت گواہ	بر نسنجد شرع ایشانرا بکاہ
اگر ہزاروں غلام تیرے گواہ ہوں	شریعت ان کو تنکے کا (بھی) ہموزن نہیں سمجھتی
بندۂ شہوت بتر نزدیک حق	از غلام و بندگان مسترق
اللہ کے نزدیک نفسانی خواہش کا غلام زیادہ برا ہے	رقیق بنائے ہوئے غلاموں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

کایں بیک لفظے شود از خواجہ حر	واں زید شیریں و میرد سخت مر
اس لئے کہ وہ (غلام) ایک لفظ سے آقا سے آزاد ہو جاتا ہے	اور وہ (نفس کا غلام) لذت میں جی کر تلخی سے مرتا ہے
بندۂ شہوت ندارد خود خلاص	جز بفضل ایزد و انعام خاص
شہوت کے غلام کی خلاصی نہیں ہے	بجز اللہ تعالیٰ کے فضل اور خاص انعام کے
در چہے افتاد کو را غور نیست	واں گناہ اوست جبر و جور نیست
وہ ایسے کنویں میں گرا ہے جس کی تھاہ نہیں ہے	وہ اس کی خطا ہے ظلم و زبردستی نہیں ہے
در چہے انداخت او خود را کہ من	در خور قعرش نمی یابم رسن
اس نے آپ آپ کو ایسے کنویں میں گرا دیا ہے کہ مجھے	اس کی گہرائی کے بقدر رسی نہیں ملتی ہے
چوں گناہ اوست اے جاں چوں کنم	کہ ورا از قعر چہ بیروں کنم
جب اس کی خطا ہے اے پیارے! میں کیا کروں؟	کہ اس کو کنویں کی گہرائی سے باہر نکالوں
بس کنم گر ایں سخن افزوں شود	خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
بس کرتا ہوں اگر یہ بات بڑھی	تو جگر کیا ہوتا ہے سنگ خارا بھی خون بن جائے گا
ایں جگر ہا خوں نشد از سختی ست	غفلت و مشغولی و بدبختی ست
یہ جگر خون نہ بنے اس کی وجہ سختی ہے	غفلت اور مصروفیت اور بدبختی ہے
خوں شود روزیکہ خونش سود نیست	خوں شو ایں وقتیکہ خوں مردود نیست
اس دن خون بنے گا جبکہ خون بنا مفید نہیں ہے	اب اس وقت خون بن جبکہ خون بننا نامقبول نہیں ہے
چوں گواہی بندگاں مقبول نیست	عدل آں باشد کہ بندہ غول نیست
جبکہ غلاموں کی گواہی مقبول نہیں ہے	عدل وہ ہوگا جو شیطان کا غلام نہیں ہے
گفت ارسلناک شاھد در نذر	زانکہ بود از کون او حر بن حر
قرآن میں ارسلناک شاھدا فرمایا ہے	کیونکہ وہ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم) پیدائش سے حر ابن حر تھے

(اس میں تقریر ہے مضمون بالا گواہی بندگان نزد بجولی اور بیان ہے اس کا کہ بندہ سے یہاں کیا مراد ہے یعنی) شریعت میں دعویٰ و حکم حاکم کے وقت غلام کی گواہی کی کچھ بھی قدر نہیں حتیٰ کہ اگر کسی مقدمہ میں) ہزاروں غلام بھی تمہارے گواہ ہوں مگر شریعت ان کو ایک تنکے کے برابر بھی نہیں سمجھتی (جب ظاہری غلام کی بے قدری کا یہ حال ہے تو) بندۂ شہوت (و غلام حرص) تو حق تعالیٰ کے نزدیک ان ظاہری غلاموں سے جو رقیق بنا لئے گئے ہیں بدرجہا بدتر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کیونکہ ظاہری غلام تو اگر میاں ایک لفظ کہدے کہ تو آزاد ہے آزاد ہو جاتا ہے اور بندہ شہوت کی یہ حالت ہے کہ زندگی تو اس کی (تلذذات وتنعمات سے) شیریں ہوسکتی ہے مگر مرگ بڑی تلخ ہوتی ہے اور نیز وہ کسی طرح (عذاب ووبال سے) آزاد ہی نہیں ہوتا بجز اس کے کہ اللہ تعالیٰ ہی کا کچھ فضل وانعام خاص ہو جائے (اور بلا توسط توبہ واعمال محض اپنے فضل سے مغفرت فرمائیں یا مراد یہ کہ بلا مجاہدہ وریاضت وہبی طور پر جذبۂ غیبی سے اصلاح فرمائیں اور اس میں اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ قادر ہیں بلا اسباب کے ثمرہ دینے پر اور بلا توبہ واعمال بخش دینے پر جیسا اہل سنت وجماعت کا مذہب حق ہے آگے مدار دخول خلاص کی علت کا بیان ہے کہ) وہ (اپنی اتباع شہوات کے شامت سے) ایسے کنوئیں میں جا کر گرا ہے کہ اس کا کہیں انتہا نہیں (مراد اس کنوئیں سے اس کے استعداد باطنی صلاح و ہدایت کا برباد ہو جانا ہے اور انہماک فی الشہوات سے واقعی یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے کہ بری بات سے جی برا نہیں ہوتا یہی علامت ہے فساد استعداد کی جیسا حدیث میں ہے اذا سرتک حسنتک و ساء تک سیئتک فانت مومن) اور یہ (فساد استعداد) خود اس شخص کے گناہوں کا (جن کا منشا شہوت ہے) ثمرہ وبال ہے نعوذ باللہ حق تعالیٰ کی طرف سے اس پر کوئی ظلم وجور نہیں (کما قال تعالیٰ و قالو اقلوبنا غلف بل لعنهم الله بکفرهم و قال تعالیٰ وماظلمنا هم ولکن کانوا انفسهم یظلمون) غرض اس نے اپنے کو ایسے کنوئیں میں ڈالدیا ہے کہ میں اس کے قعر کی موافق کوئی رسن نہیں پاتا (کہ اس کو نکال لوں رسن سے مراد ارشاد ونصیحت یعنی بعد فساد استعداد کے ایسی قساوت قلب ہو جاتی ہے کہ کوئی نصیحت وارشاد مؤثر نہیں ہوتی جیسا حدیث میں بھی ہے الا ان ابعد شیء من الله القلب القاسی مگر اس سے اہلیت خطاب کی مسلوب نہیں ہوتی کہ اس کا مدار قدرت بمعنے صحت اسباب وسلامت آلات ہے اور یہ مفقود نہیں) اور جب اسی کے گناہ کا وبال ہے تو میں کیا تدبیر کروں کہ اس کو قعر چاہ سے باہر نکال لوں (تدبیر سے مراد بھی وہی نصیحت وارشاد ہے) اور میں اب بس کرتا ہوں (فساد استعداد وقساوت قلب کے آثار کو زیادہ نہیں بیان کرتا کیونکہ) اگر یہ مضمون زیادہ بڑھ جائے گا تو (ایسی ناامیدی پیدا ہو جائے گی کہ) جگر کی تو کیا حقیقت ہے (اس سے) سنگ خارا خون ہو جائے گا (اور یہ اس لئے مضر ہے کہ جن میں ہنوز کچھ استعداد باقی ہے اور درجہ ختم الله علی قلوبهم کو نہیں پہنچے وہ غلطی سے اپنے کو اس درجہ میں سمجھ کر توبہ ومعذرت سے معطل ہو کر بیٹھ رہیں گے اب کوئی شخص پوچھتا ہے کہ فساد استعداد کے انتہائی آثار کو بیان کرنے سے اگر جگر خون ہوتا تو حضرات انبیاء علیہم السلام نے کفار کے حق میں تو اس کا بیان بھی فرمادیا ہے جیسا قرآن مجید میں ختم الله علی قلوبهم آیت موجود ہے مگر کفار کا جگر تو خون نہیں ہوا اس کا جواب دیتے ہیں کہ) یہ جگر جو خون نہیں ہوئے اس کی وجہ قساوت اور غفلت اور مشغولی شہوات اور شقاوت ازلی ہے (کما قال تعالیٰ ثم قست قلوبکم من بعد ذلک فهی کالحجارة او اشد قسوة الی آخر الآیة) اور ایک روز ایسے (سخت) جگر بھی خون ہونے والے ہیں مگر جب کوئی نفع نہ ہوگا اور جس وقت وہ خون ہونا مقبول نہ ہوگا (یعنی قیامت میں جہاں ندامت ومعذرت وگریہ وزاری محض بے اثر ہے کیونکہ وہ دار الجزاء ہے دار العمل نہیں آگے پھر مضمون

www.besturdubooks.wordpress.com

غلامی و آزادی کا مذکور ہوتا ہے یعنی) جب غلاموں کی گواہی مقبول نہیں (بلکہ اس کے لئے صفت عدالت شرط ہے جس کا ایک جزو حریت ہے تو) صاحب عدالت تو ایسا شخص ہوتا ہے جو شیطان کا غلام اور مطیع نہ ہو چنانچہ قرآن مجید میں جو (جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مبارک میں) انا ارسلناک شاھدا فرمایا ہے (یعنی آپ کی صفت شاہد و مقبول الشہادت فرمائی ہے) تو اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ ذاتاً و نسباً آزاد تھے (گو دونوں آزادیوں میں تفاوت ہو کہ ذاتی آزادی شامل ہو حریت ظاہر یہ و معنویہ کو اور نسبی خاص ہو صرف ظاہری کے ساتھ پس اس شعر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد کے مسئلہ اسلام سے بحث کرنا محض بے ربط ہے)

چونکہ حرم خشم کے بندد مرا	نیست اینجا جز صفات حق درآ
جبکہ میں حر ہوں تو غصہ مجھے قیدی کب بنا سکتا ہے؟	یہاں تو اللہ تعالیٰ کی صفات کے علاوہ کچھ نہیں ہے اندر آ
اندرآ کازاد کردت فضل حق	زانکہ رحمت داشت بر خشمش سبق
اندر آ جا' اللہ تعالیٰ کی مہربانی نے تجھے آزاد کر دیا ہے	کیونکہ اس کی رحمت اس کے غصہ پر سبقت لے گئی ہے
اندر آ اکنوں کہ رستی از خطر	سنگ بودی کیمیا کردت گہر
اندر آ جا' اب تو خطرے سے نجات پا گیا ہے	تو پتھر تھا' تجھے کیمیا نے موتی بنا دیا ہے
رستہ از کفر و خارستان او	چوں گلے بشگفتہ در بستان او
تو کفر اور اس کے خارستان سے نجات پا گیا ہے	اس کے باغ میں تو پھول کی طرح کھل گیا ہے
تو منی و من توام اے محتشم	تو علیؓ بودی علیؓ راچوں کشم
تو میں اور میں تو ہے اے معزز!	تو علیؓ تھا' علیؓ کو میں کیسے قتل کروں؟
معصیت کردی بہ از ہر طاعتے	آسماں پیمودہ در ساعتے
تو نے وہ گناہ کیا جو ہر طاعت سے بہتر ہے	تو نے ایک گھڑی میں آسمان ناپ ڈالا

(یہ مقولہ ہے حضرت علیؓ کا یعنی) جب کہ میں حر یعنی آزاد ہوں تو صفت غضب مجھ کو کب اپنا اسیر بنا سکتی تھی یہاں تو بسبب حصول مرتبۂ فنا و بقاء کے بجز صفات حق کے اور کچھ نہیں رہا چاہے تو آ کر دیکھ لے (یعنی میری صفات مناسب صفات حق کے ہو گئیں جس کو تخلق باخلاق اللہ کہا جاتا ہے مجازاً و مبالغۃً اس کو صفات حق کہہ دیا جیسے زید اسد اے کالاسد) اب تو (بے تکلف میرے پاس) آ جا کہ تجھ کو فضل خداوندی نے (کفر و عذاب سے) آزاد کر دیا کیونکہ ان کی رحمت ان کے غضب پر سابق ہے (کہ باوجود ارتکاب موجب غضب کے اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب جمع کر دیئے جس سے تو مرحوم ہو گیا کہ میرے قلب میں القاء فرمایا کہ نفسانی غصہ کو طاعت میں شامل نہ کرنا چاہیے اس لئے میں قتل سے باز رہا پھر تیرے قلب میں اس کا اثر شرمندگی و گداختگی دل القا فرمایا اور وہ سبب

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگیا اعتقاد صدق دین اسلام کا جس میں ایسے اخلاق کی تعلیم ہے اور اس طرح تو مرحوم ہوگیا اوپر جو فرمایا تھا جز بفضل ایزد الخ اس کا یہ بھی ایک مصداق ہے) اور تو چلا آ کہ اب سب خطرات سے چھوٹ گیا اور پہلے تو مشابہ سنگ کے تھا تجھ کو کیمیائے فضل نے مثل گوہر کے بنا دیا اور کفر سے اور اس کے غارستان سے تجھ کو نجات ہوگئی اور گلستان حق میں مثل گل کے تو شگفتہ ہوگیا (گلستان سے مراد بندگان خاص مراد مضمون فادخلی فی عبادی ہے) اور اب ہم دونوں (گویا) ایک ہوگئے اور تو (علم الٰہی میں) علی تھا (یعنی میرے ساتھ متحد المشرب ہونے والا) تو پھر میں علی کو کس طرح قتل کرسکتا تھا (یعنی جس کا اسلام مقدر تھا اللہ تعالیٰ اس کو میرے قتل سے بچانے کے لئے کیونکر اسباب جمع نہ فرما دیتے) تو نے ایسے معصیت کی کہ (بواسطہ اسباب اتفاقیہ کے باعتبار اپنے ثمرہ کے صدہا طاعت سے بہتر تھی (اقتران اسباب کا سلسلہ بیان کرچکا ہے) اور تو نے ایک ساعت میں (ایسا عروج باطنی کیا گویا) تمام آسمان ناپ ڈالا (اسلام سے بڑھ کر کیا عروج ہوگا)

بس خجستہ معصیت کاں مرد کرد	نے زخارے بردمد اوراق ورد
وہ معصیت بہت مبارک تھی جو اس مرد نے کی	کیا گلاب کی پھول پتیاں کانٹے سے نہیں نکلتی ہیں؟
نے عمر را قصد آزار رسول	می کشیدش تا بدرگاہ قبول
کیا عمر (رضی اللہ عنہ) کو رسول (ﷺ) کے ستانے کے ارادہ نے	قبولیت کے دربار کی طرف نہیں کھینچا
نے بسحر ساحراں فرعون شاں	می کشید وگشت دولت عون شاں
کیا فرعون نے جادوگروں کو ان کے جادو کی وجہ سے	نہیں بلایا؟ اور خوش نصیبی ان کی مددگار بنی
گر نبودے سحر شان وآں جحود	کے کشیدے شاں بفرعون عنود
اگر ان کا جادو اور ان کی سرکشی نہ ہوتی	عنادی فرعون انہیں کب بلاتا؟
کے بدیدندے عصا و معجزات	معصیت طاعت شد اے قوم عصات
وہ عصا اور معجزے کب دیکھ سکتے؟	اے نافرمانو! معصیت طاعت بن گئی
نا امیدی را خدا گردن زدست	چوں گناہ و معصیت طاعت شدست
ناامیدی کو خدا نے فنا کر دیا ہے	جبکہ گناہ اور معصیت طاعت بن گئی ہے
چوں مبدل می کند او سیئات	عین طاعت می کند رغم وشات
جب وہ گناہوں کو تبدیل کر دیا جاتا ہے	تو (انکو) چغلخوروں کے علی الرغم عین اطاعت بنا دیتا ہے
زیں شود مرجوم شیطان رجیم	وز حسد او بطرقد گردد دو نیم
اس سے شیطان رجیم مزید سنگسار ہو جاتا ہے	اور حسد سے وہ شق ہو جاتا ہے دو ٹکڑے بن جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

او بکوشد تا گناہے آورد	زاں گنہ مارا بچاہے آورد
وہ کوشش کرتا ہے تاکہ کوئی گناہ کرائے	اس گناہ کی وجہ سے ہمیں کنویں میں گرا دے
چوں بہ بیندکاں گنہ شد طاعتے	گردد او را نا مبارک ساعتے
جب دیکھتا ہے کہ وہ گناہ طاعت بن گیا	اس کے لئے بڑا منحوس وقت ہوتا ہے

(اس میں توضیح ہے مضمون بالا معصیت کردی بہ از ہر طاعتے کی اور مقصود اس سے تقویت رجاء فضل الٰہی ہے تاکہ منہمکین فی المعصیت بھی قبول توبہ سے ناامید نہ ہوں اور نیز اشارہ ہے کہ مبتلایان ذنوب کو نظر حقارت اور اپنے کو نظر عجب سے نہ دیکھے شاید ان کا انجام اچھا ہو جائے اور معصیت کی مدح ہرگز مقصود نہیں حاشا وکلا چنانچہ شعر ناامیدی راخدا گردن زدست جو بطور نتیجہ کے فرمایا ہے اس کی دلیل ہے پس ارشاد ہے کہ) بڑی مبارک معصیت تھی جو اس شخص سے صادر ہوئی (یعنی اسکا اثر مبارک ہو گیا جیسا احقر لکھ چکا ہے اور اس میں تعجب ہی کیا ہے) دیکھو خار سے کیا گلاب کی پتی نہیں نکلتی دیکھو حضرت عمر کو کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذاء پہنچانے کا قصد کیا بارگاہ قبول تک کشاں کشاں نہیں لے گیا (چنانچہ قصہ ان کے اسلام کا مشہور ہے) اور دیکھو کیا فرعون نے ساحروں کو ان کے سحر ہی کی وجہ سے (جو کہ معاصی سے ہے) نہیں طلب کیا اور دولت (قبول) ان کی معین ہو گئی اگر ان ساحروں میں ساحری اور کافری کی صفت نہ ہوتی تو ان کو فرعون معاند کے پاس کون چیز پہنچاتی اور جب وہاں نہ پہنچتے تو عصا اور معجزات کب دیکھتے (اور پھر مسلمان کیونکر ہوتے یعنی اس خاص طریق سے ان کا اسلام لانا تکوینا ان ہی اسباب پر موصوف تھا ورنہ عدم توقف فی نفسہ ظاہر ہے) غرض اے گناہگار د معصیت (سبب) طاعت بن گئی اور جب حق تعالیٰ سئیات کو (حسنات سے) مبدل فرمانا چاہتے ہیں تو (معصیت کو) عین طاعت کر دیتے ہیں (عین کہنا مبالغۃً ہے چونکہ وہ سئیہ محو ہو گیا اور بجائے اس کے طاعت ثبت ہو گئی گویا اسی کا استحالہ ہو گیا) اور اس امر سے شیطان رجیم اور زیادہ صدمہ زدہ ہوتا ہے اور مارے حسد کے اس کے ٹکڑے اڑ جاتے ہیں کیونکہ وہ تو کوشش کرتا ہے کہ ہم سے گناہ صادر کرا دے اور اس گناہ سے ہم کو چاہ (ہلاکت) میں ڈالے تو جب دیکھتا ہے کہ وہ گناہ تو (بطریق مذکور سبب) طاعت ہو گیا تو وہ وقت اس پر بڑا سخت ہوتا ہے (اور پچھتاتا ہے کہ میں نے ناحق گناہ کرایا تھا ورنہ یہ طاعت نہ ہوئی ف اس سے محققین نے فرمایا ہے کہ شیطان بھی باوجود اتنے بڑے چالاک ہونے کا دھوکہ کھاتا ہے اور یہ معلوم ہوا کہ شیطان کو علم غیب نہیں ہے اسی طرح بھوت پلید و جن وغیرہم کو جیسا عوام کا غلط گمان ہے)

اندر آ من در کشادم مر ترا	تف زدی و تحفہ دادم مر ترا
اندر آ جا میں نے تیرے لئے دروازہ کھول دیا ہے	تو نے تھوکا میں نے تجھے تحفہ دیا
من جفا گر راچنیں ہامی دہم	پیش پائے حب چساں سر می نہم
(جب) میں ظالم کو اس طرح عطا کرتا ہوں	(اندازہ کر) محبت کے قدموں پر کس طرح جھکوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس وفا گر راچہا بخشم بداں	گنجہا و ملکہائے جاوداں
پس وفادار کو کیا کچھ عطا کروں گا سمجھ لو	خزانے اور لازوال ملک (دونگا)
جاودانہ بادشاہی بخشمش	آنچہ اندر وہم ناید بدہمش
اس کو لازوال بادشاہی بخشوں گا	جس کا تصور بھی نہ ہو سکے اس کو وہ دوں گا
من چناں مردم کہ بر خونی خویش	نوش لطف من نشد در قہر نیش
میں ایسا مرد ہوں کہ اپنے قاتل پر بھی	میری مہربانی کا شہد قہر کا ڈنک نہیں بنا

(یہ مقولہ ہے حضرت علی کا یعنی) تو آ جا میں نے تیرے لئے دروازہ (فیض کھول رکھا ہے تو نے گو مجھ پر تھوک دیا مگر میں تحفہ دینے کو آمادہ ہوں اور (میرا معمول ہی ہے کہ) میں اہل جفا کو ایسے ہی (انعامات) دیا کرتا ہوں اور پائے چپ پر بھی اسی طرح سر رکھا کرتا ہوں (یعنی ذلیل اور کج آدمی سے بھی مدارات کرتا ہوں) پس اہل وفا کو تو خیال کرلو کیا کچھ خزانہ و ملک جاوداں نہ دے ڈالوں گا (یعنی اس کو اور زیادہ فیض ہوگا اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اوپر جب معصیت گاہے سبب طاعت بن جاتی ہے تو اگر طاعت ہی سبب اور طاعت ہی مسبب ہو تو نور علی نور ہوگا پس ثابت ہوگیا کہ معصیت کی مدح مقصود نہ تھی) غرض اہل وفا کو سلطنت جاودانی بخش دوں گا اور جو اس کے خیال میں بھی نہ آئے گا وہ بخش دونگا (اور ظاہر ہے کہ دولت باطنی ذوقی ہے قبل حصول خیال میں نہیں آتی) اور میں تو ایسا جوانمرد ہوں کہ اپنے قاتل پر بھی میرا نوش لطف گاہے قہر میں نیش نہیں بنا (جس کا قصہ آگے آتا ہے)

گفتن حضرت رسالت علیہ صلی اللہ بگوش رکابدار امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کہ کشتن علی رضی اللہ عنہ بر دست تو خواہد بود خبرت کردم

امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ کے خادم سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کان میں کہنا کہ علی رضی اللہ عنہ کی شہادت تیرے ہاتھ سے ہوگی' میں نے تجھے بتادیا ہے

ف: قاتل علی کا صحابی ہونا کہیں منقول نہیں اس لئے اس روایت میں کلام ہے البتہ روضۃ الصفا وغیرہ میں خود حضرت علی کا قول مذکور ہے کہ آپ اشارت قریب بصراحت سے اس شخص کے قاتل ہونے کی پیشن گوئی فرمایا کرتے تھے واللہ اعلم یہ کشف تھا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سنا تھا۔

گفت پیغمبرؐ بگوش چاکرم	کو برد روزے زگردن ایں سرم
میرے خادم کے کان میں (پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا	کہ وہ ایک روز اس گردن سے سر قلم کرے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرد آگہ آں رسول از وحی دوست	کہ ہلاکم عاقبت بر دست اوست
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وحی کے ذریعہ آگاہ کردیا	کہ میری ہلاکت انجام کار اس کے ہاتھ سے ہوگی
او ہمی گوید بکش پیشیں مرا	تا نیاید از من ایں منکر خطا
وہ (مجھ سے) کہتا ہے کہ پہلے ہی مجھے مار ڈالئے	تاکہ ایسی بری خطا مجھ سے نہ ہو
من ہمی گویم چو مرگ من زتست	باقضا من چوں توانم حیلہ جست
میں (اس سے) کہتا ہے کہ پہلے ہی مجھے مار ڈالئے	تاکہ ایسی بری خطا مجھ سے نہ ہو
من ہمی گویم چو مرگ من زتست	باقضا من چوں توانم حیلہ جست
میں (اس سے) کہتا ہوں جبکہ میری موت تیرے ہاتھ سے ہے	قضائے (خداوندی) کے مقابلہ میں میں کیا تدبیر کرسکتا ہوں؟
او ہمی افتد بہ پیشم کاے کریم	مر مرا کن از برائے حق دو نیم
وہ میرے قدموں پر گرتا ہے کہ اے آقا!	خدا کے لئے میرے دو ٹکڑے کر دیجئے
تا نیاید بر من ایں انجام بد	تا نسوزد جان من بر جان خود
تاکہ میرا یہ برا انجام نہ ہو	تاکہ میں اپنے اوپر نہ جلوں
من ہمی گویم برو جف القلم	زاں قلم بس سرنگوں گردد علم
میں کہتا ہوں جا! قلم خشک ہو چکا ہے	اس قلم سے بہت سے جھنڈے سرنگوں ہوئے ہیں
ہیچ بغضے نیست در جانم زتو	زانکہ ایں را من نمیدانم زتو
میرے دل میں تیری طرف سے کوئی بغض نہیں ہے	اس لئے کہ میں اس بات کو تیری طرف سے نہیں سمجھتا ہوں
آلت حقی تو' فاعل دست حق	چوں زنم بر آلت حق طعن ودق
تو اللہ تعالیٰ کا آلہ کار ہے اور کرنیوالا خدا ہے	میں اللہ تعالیٰ کے آلہ پر نیزہ زنی اور گرز رانی کیسے کروں؟

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے خدمت گار کے کان میں اس کی نسبت فرمایا کہ یہ شخص میرا سر گردن سے جدا کرے گا اور آپ نے وحی سے اطلاع دیدی کہ میری ہلاکت انجام کار اس کے ہاتھ سے وہ گی وہ خدمتگار مجھ سے کہا کرتا ہے کہ آپ مجھ کو پہلے ہی قتل کر دیجئے تاکہ مجھ سے ایسی خطائے شنیع سرزد نہ ہو اور میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ جب میری موت تیرے ہاتھ سے مقدر ہے تو میں قضا کے مقابلہ میں کیا تدبیر کرسکتا ہوں (یعنی تدبیر محال خارج از قدرت ہے اگرچہ بالغیر سہی یہ جواب اعتقادیات کے رو سے ہے اور عملیات میں اس کا جواب یہ ہے کہ تدابیر شرعاً جائز نہیں) وہ میرے سامنے گر گر پڑتا ہے کہ خدارا مجھ کو دو ٹکڑے کر دیجئے تاکہ مجھ پر یہ انجام بد نہ آنے پائے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ مجھ کو اپنے پر حسرت نہ ہونے پائے۔ میں یہ کہہ دیتا ہوں کہ جا بھائی قلم تقدیر خشک ہو چکا ہے اس قلم سے تو بڑے بڑے بلند مراتب لوگ سرنگوں اور پست ہو جاتے ہیں اور (تو اطمینان رکھ) میرے دل میں تیری جانب سے ذرہ برابر بغض نہیں ہے کیونکہ اس امر کو (تخلیقاً) تیری جانب سے نہیں سمجھتا (اور نسبت اکتسابیہ کشف تخلیقی کے غلبہ سے غائب عن النظر ہو گئی اور اسی بناء پر سمجھتا ہوں کہ) تو آلہ حق اور فاعل (خلقاً) دست حق ہے تو میں آلہ حق پر طعن واعتراض کیسے کروں (توضیح اس کی یہ ہے کہ ہنوز قتل کی نسبت بوجہ عدم صدور تیری طرف اختیاری نہیں ہوئی جو بحکم شرع تجھ سے قصاص جائز ہوا بھی تک صرف تیری طرف نسبت قتل کی اس قدر ہے کہ تیری تقدیر میں لکھا ہے سو یہ نسبت تیرے اختیار سے خارج ہے اور اس پر قصاص جائز نہیں وہ جواب مذکور عملیات سے یہی ہے)

گفت او پس آں قصاص از بہر چیست	گفت ہم از حق و آں سر خفیست
اس نے کہا تو پھر خون کا بدلہ کیوں ہے؟	کہا وہ بھی اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ہے اور وہ مخفی راز ہے
گر کند بر فعل خود حق اعتراض	زاعتراض خود برو یاند ریاض
اگر اللہ (تعالیٰ) اپنے فعل پر اعتراض کرتا ہے	اپنے اعتراض سے وہ باغ اگا دیتا ہے
اعتراض او را رسد بر فعل خود	زانکہ در قہرست و در لطف اواحد
اس کو اپنے کام پر اعتراض کا حق ہے	کیونکہ وہ قہر اور مہر میں یگانہ ہے
اندریں شہر حوادث میر اوست	در ممالک مالک تدبیر اوست
حوادث کی اس دنیا میں وہی حکمراں ہے	ملکوں میں وہی تدبیر کا مالک ہے
آلت خود را اگر خود بشکند	آں شکستہ گشتہ را نیکو کند
اگر وہ اپنے آلہ کو خود توڑ دیتا ہے	اس ٹوٹے ہوئے کو خوب جوڑ دیتا ہے
رمز ننسخ آیۃ او ننسہا	نات خیرا در عقب می داں مہا!
ما ننسخ من آیۃ او ننسہا کے اشارے	کے بعد نات بخیر منہا کو سمجھ لے اے بزرگ!
ہر شریعت را کہ حق منسوخ کرد	او گیا برد و عوض آورد ورد
جس شریعت کو خدا نے منسوخ کیا ہے	(تو) اس نے گھاس کو ختم کیا ہے اور بدلے میں گلاب لایا ہے
شب کند منسوخ نور روز را	چوں جمادے داں خرد افروز را
رات دن کی روشنی کو منسوخ کر دیتی ہے	عقلمند کو پتھر کی طرح سمجھ
باز شب منسوخ شد از نور روز	تا جمادی سوخت زاں آتش فروز
پھر دن کی روشنی سے رات منسوخ ہوئی	یہاں تک کہ اس حرارت پیدا کرنے والے کی وجہ سے پتھر پنا ختم ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ ظلمت آمد آں نوم و سبات	نے درون ظلمت ست آب حیات
اگر نیند اور رات کا سکون تاریکی ہے	(تو) کیا آب حیات تاریکی میں نہیں ہے؟
نے دراں ظلمت خرد ہا تازہ شد	سکتہ سرمایہ آوازہ شد
کیا اس تاریکی میں عقلیں تازہ نہیں ہو گئیں	کیا خاموشی شہرت کا سرمایہ نہیں بنی؟

(زیادہ غالب یہ ہے کہ اس گفت کا فاعل وہ مبارز ہے نہ رکابدار حضرت علی کا قول جو اوپر رکابدار کی درخواست کے جواب میں منقول ہوا ہے اس پر مبارز تحقیق کرتا ہے تقریر سوال مناسب مقام یہ ہے کہ ہر چند کہ قبل الصدور و بعد الصدور نسبت تحمل میں اختیاریت واضطراریت کا تفاوت ہے مگر یہ جواز قصاص میں مفید نہیں معلوم ہوتا کیونکہ ایسی حالت میں کہ کسی وحی یا کشف سے ایک شخص کا قاتل ہونا معلوم ہے تو اس کے لئے جو بات بعد الصدور ہے وہی قبل الصدور کیونکہ اس کا مصدر قتل ہونا علی التساوی مشترک ہے پس قبل الصدور سے مثلاً قتل کر ڈالنے میں اگر قبح لازم آتا ہے کہ ایک شخص جان سے گیا اس کے احباء و اقربا کو ضرر و الم پہنچا وہی قبح بعد الصدور قصاصاً قتل کرنے میں لازم آتا ہے اول میں کوئی نئی قباحت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ مفروض یہ ہے کہ وحی سے اس کا قاتل ہونا متیقن تھا سو ورثاء اس قاتل کے اگر وہ مقتول ہو جائے یہ شکایت بھی نہیں کر سکتے کہ شاید یہ قتل نہ کرتا پھر شریعت نے اول کو ناجائز قرار دے کر دوسرے کو جائز کیوں قرار دیا حاصل جواب یہ ہے کہ قتل قبل الصدور خلاف حکمت تھا اور بعد الصدور یعنی قصاص موافق حکمت کے چنانچہ ادنیٰ بات یہ ہے کہ مثلاً دونوں صورتوں میں طبعی گورائی و ناگواری میں ضرور فرق ہوتا اور اس فرق کی وجہ وہی نسبت کا تفاوت اختیاریت واضطراریت ہے اس لئے اول ناجائز ہوا اور اس کے ارتکاب کو ایسا سمجھا گیا کہ گویا عبد معارضہ کرتا ہے آلات حق کے ساتھ من حیث الآیت جو قبیح عقلاً ہے اور ثانی جائز ہوا اور اس کے ارتکاب کو یوں قرار دیا گیا کہ گویا حق تعالیٰ خود اپنے آلات کو شکستہ اور اپنے احکام کو منسوخ فرما رہے ہیں اور یہ قبیح نہیں بوجہ تضمن حکومت کے اب ناظر کو چاہیے کہ ترجمہ کو اس تقریر سے ملا لے یعنی) اس مبارز نے عرض کیا کہ پھر قصاص کس لئے مشروع ہوا آپ نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ یہ بھی من جانب اللہ ہے (جیسے عبد کی آلیت منجانب اللہ تھی) اور یہ باریک بات ہے (جس کے سمجھنے کے لئے تامل صحیح ضروری ہے) سو حق تعالیٰ اگر اپنے فعل پر خود اعتراض فرمانے لگیں (یعنی ایسا حکم مقرر فرمائیں کہ صورۃً اعتراض و معارضہ ہو) تو چونکہ اس اعتراض (صوری) سے بہت سے باغ (حکمت و مصلحت کے) پیدا کر دیتے ہیں اس لئے مضائقہ نہیں (یعنی ان احکام میں حکمتیں ہوتی ہیں بخلاف امور غیر مشروعہ کے کہ خلاف حکمت ہونے کی وجہ سے عبد اس کے ارتکاب سے نرا معارض و مخالف ہوگا) ان کو اپنے افعال پر (صورت) اعتراض کا حق حاصل ہے کیونکہ وہ قہر اور لطف میں یگانہ ہیں (یعنی موصوف بصفات کمال ہیں اور ان صفات میں حاکم اور حکیم ہونا بھی ہے جو مقتضی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

استحسان اطلاق تصرفات کو) اور اس عالم حوادث میں وہی حاکم ہیں اور تمام عوالم میں وہی مالک تدبیر ہیں پس اگر وہ اپنے آلات کو خود شکستہ کر دیں تو (اس لئے قبیح نہیں کہ) وہ اس شکستہ کو درست کر لیتے ہیں (یعنی اس کا انجام خیریت اور صلاح ہوتا ہے چنانچہ احکام تشریعیہ وتکوینیہ میں تامل کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے سو احکام تشریعیہ کے باب میں تو) آیت ماننسخ من آیة او ننسھانات بخیر منھا او مثلھا کو سمجھو جس میں ننسخ او ننسھا کے عقب میں نات بخیر ہے (حاصل اس کا یہ ہے کہ جو کسی آیت کو حکما منسوخ فرما دیں یا اسطورے منسوخ کر دیں کہ اس کو ذہن سے بھلا دیں تو ہم اس سے بہتر یا ویسا ہی حکم نازل فرما دیتے ہیں غرض) حق تعالیٰ نے جس شریعت کو منسوخ فرمایا ہے اس کی ایسی مثال ہو گئی جیسے گیاہ کو اٹھا لیا اور گلاب اس کے عوض میں لے آئے (یعنی دوسرے حکم میں اس وقت کے اعتبار سے زیادہ مصالح تھے (اس کے بعد احکام تکوینیہ کو سمجھو کہ) نور روز کو شب منسوخ کر دیتی ہے جس سے عاقل انسان (سونے سے) مثل جماد کے (بے حس وحرکت) ہو جاتا ہے اس کے بعد نور روز سے شب منسوخ ہو جاتی ہے جس سے (انسان وحیوان کی) صفت جمادیت (جاگنے سے) زائل ہو جاتی ہے (آگے اس تغیر وتبدل کے حکمت کا بیان کرتے ہیں سو نور روز کی حکمتیں تو بہت ظاہر ہیں اس لئے صرف ظلمت شب کے بیان حکمت پر اکتفا فرمایا کہ) اگرچہ یہ نوم وآسائش شب کی (عقول وحواس کے لئے) ایک قسم کی تاریکی ہے (کہ عقول وحواس بیکار ہو گئے) مگر تم کو معلوم نہیں کہ آب حیات ظلمت ہی میں ہوتا ہے چنانچہ دیکھ لو کہ اس ظلمت میں کیا عقل وحواس تازہ نہیں ہو گئے (یعنی تکان رفع ہو کر قوت عود کر آئی) تھوڑے زمانہ کا سکوت (جو نوم میں ہوتا ہے) بہت سی نطق وتکلم کا (جو دن کے وقت ہوتا ہے) سرمایہ اور معین ہو گیا۔

کہ زضد ہا ضدہا آید پدید	در سویدا روشنائی آفرید
کیونکہ اضداد سے اضداد پیدا ہوتے ہیں	دل کے کالے نقطہ میں نور پیدا فرمایا ہے
جنگ پیغمبر مدار صلح شد	صلح ایں آخر زماں زاں جنگ بد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جنگ صلح کا دارومدار ہوئی	اس اخیر زمانہ کی صلح اسی جنگ کی وجہ سے تھی
صد ہزاراں سر برید آں دلستاں	تا امان یابد سر اہل جہان
اس محبوب نے لاکھوں سر قلم کر دیئے	تاکہ دنیا والوں کے سروں کو امن حاصل ہو
باغباں زاں می برد شاخ خضر	تا بیابد نخل قامتہا و بر
باغبانؔ سبز شاخ اس لئے کاٹ دیتا ہے	تاکہ کھجور قد اور پھل حاصل کرے
می کند از باغ آں دانا حشیش	تا نماید باغ و میوہ خرمیش
وہ سمجھدار باغ میں سے گھاس اکھاڑ ڈالتا ہے	تاکہ باغ اور پھل اپنی تروتازگی نمایاں کر سکے

www.besturdubooks.wordpress.com

26

می کند دندان بدرا آں طبیب	تا رہد از درد و بیماری حبیب
مریض دانت کو ڈاکٹر اکھاڑ دیتا ہے	تاکہ دوست درد اور بیماری سے نجات پا جائے

(یہ مقولہ ہے مولانا کا اس شعر تک گریکے راسر ببر داغ اس میں تعلیل ہے اور نیز تمثیل ہے مضمون بالا کی کہ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ جو شکست وریخت فرماتے ہیں اس میں مصالح اور حکمتیں ہوتی ہیں) کیونکہ اضداد سے دوسری اضداد پیدا ہوتی ہیں (یعنی ایک شے کے انہدام وانعدام سے دوسری چیز کی درستی ہوتی ہے پس یہ تضاد اصطلاحی نہیں لتغائر المحلین محض عنوان کے اعتبار سے مجازاً فرمادیا اور اس کی مثالیں کچھ تو اوپر گزری ہیں نسخ آیات وتبدل لیل ونہار اور کچھ مثالیں آگے فرماتے ہیں) چنانچہ سویدائے قلب میں (کہ قلب میں ایک سیاہ نقطہ ہے) روشنی عقل پیدا کردی یا سیاہی چشم میں روشنی بینائی پیدا کردی (اس مثال میں شکستگی و درستی بھی ملحوظ نہیں اور نیز ایک حال دوسرا محل ہے اس کو تضاد میں لانا بہت ہی توسع ہے اس لئے بہتر ہے کہ اس کو نظیر کہا جائے ادنیٰ مناسبت دوسری مثال) دیکھو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگ (کہ ظاہر میں تخریب بلاد وقتل عباد تھی) صلح وامن کا مدار ہوگئی (کیونکہ بدوں قلع وقمع مفسدین کے اقامت عدل وامان ممکن نہیں) پس اس وقت کا امن وامان اس جنگ ہی کی بدولت ہے (ورنہ اہل حق کا غلبہ نہ ہوتا اور امن وامان مفقود ہوتا) اس محبوب دو عالم نے لاکھوں (مفسدین کے) سر کاٹ ڈالے تاکہ اور اہل عالم کے سروں کو امن حاصل ہو تیسری مثال) باغبان (قلم کرنے میں) ہری ہری شاخیں اس لئے کاٹ ڈالتا ہے تاکہ درختوں کو نشو ونما اور خوبی حاصل ہو (چوتھی مثال) دانا باغبان گھاس پھوس باغ میں سے اس لئے اکھاڑ ڈالتا ہے تاکہ اس کا وہ باغ میوہ اور خوبی سے موصوف ہو جائے (پانچویں مثال) خراب دانت کو طبیب اس لئے اکھاڑ ڈالتا ہے تاکہ اس کا دوست بیماری سے چھوٹ جائے۔

پس زیادتہا درون نقصہاست	مرشہیداں راحیات اندر فناست
پس نقصانوں میں ترقیاں (مضمر) ہیں	شہیدوں کی زندگی فنا ہو جانے میں ہے
چوں بریدہ گشت حلق رزق خوار	یرزقون یفرحون آید گوار
جب رزق کھانے والا حلق کٹ گیا	تو یرزقون یفرحون خوشگوار ہو کر آ جاتا ہے
حلق حیواں چوں بریدہ شد بعدل	حلق انساں رست وافزائید فضل
جانور کا گلا جب انصاف سے کاٹا گیا	انسان کے حلق نے نشو ونما پائی اور اس کی فضیلت بڑھ گئی
حلق انساں چوں بریدہ شد ببیں	تاچہ زاید کن قیاس آں رابدیں
جب انسان کا گلا کٹا غور کر	وہ کیا اضافہ کرے گا اس کو اس پر قیاس کرلے

www.besturdubooks.wordpress.com

حلق ثالث زاید و تیمار او	شربت حق باشد و انوار او
تیسرا حلقوم پیدا کرے گا اور اس کی تیمارداری	اللہ (تعالیٰ) کے شربت اور اس کے انوار سے ہوگی
حلق ببریدہ خورد شربت ولے	حلق از لارستہ مردہ در بلے
کٹا ہوا حلقوم شربت پیتا ہے لیکن	وہ حلق جولا سے آزاد ہو گیا ہو اور بلیٰ میں فنا ہو گیا ہو
بس کن اے دوں ہمت کوتہ بنان	تا کیت باشد حیات جاں بنان
اے کوتاہ ہمت اور کوتاہ دست! بس کر	روٹی کے ذریعہ تیری جان کی زندگی کب تک رہے گی؟
زاں نداری میوہ مانند بید	کابرو بردی پے نان سپید
بید کی طرح تو بے ثمر اسی وجہ سے ہے	کہ تو نے سفید روٹی کے لئے آبرو ختم کر دی ہے

(اوپر کے مضمون پر تفریع ہے اور مقصود اس تفریع سے ترغیب ہے مجاہدہ وریاضت وتقلیل شہوات کی یعنی جب ثابت ہو کہ جو شکستگی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم تکوینی یا تشریعی سے ہوتی ہے اس کا انجام درستی ہے پس (معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی پسندیدہ) نقصانوں میں ترقی ہوتی ہے دیکھو شہیدوں کو موت سے حیات حاصل ہوتی ہے اور ان کا حلق رزق خوار جب کٹ جاتا ہے تو ان کو درجہ یرزقون فرحین کے حاصل ہونے سے خوشگواری ہوتی ہے (یہ ٹکڑا ہے آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ ان شہیدوں کو رزق دیا جاتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں آگے مقصود بالتفریع کی تصریح ہے کہ) جب حیوان کا حلق موافق حکم الٰہی کے عین عدل ہے کاٹے جانے سے انسان کا حلق پیدا ہو جاتا ہے (یعنی اس کے غذا بننے سے اس میں نشوونما ہوتا ہے) اور اس حیوان کی فضیلت بڑھ جاتی ہے (کہ جزو انسان بن جاتا ہے) تو جب انسان کا حلق (موافق حکم کے) کٹ جائے (جیسا جہاد اصغر یا اکبر میں) تو ذرا اس کو اس پر قیاس کر کے دیکھو کہ کیا چیز پیدا ہوگی (خود ہی جواب دیتے ہیں کہ) ایک تیسرا حلق (علاوہ حلق حیوانی وانسانی جسمانی کے) پیدا ہوگا (کہ وہ روحانی ہے) اور اس حلق ثالث کی تیمارداری وتربیت شربت حق یعنی انوار حق سے ہوگی (مراد اسرار و حالات ومشاہدہ حق ہے اور اس کا تعجب مت کرنا کہ حلق بریدہ کہیں شربت پی سکتا ہے کیونکہ) حلق بریدہ بھی شربت پیا کرتا ہے مگر (ہر حلق نہیں وہی حلق جو اپنے وجود فانی سے چھوٹ گیا ہو اور اقرار بلیٰ شھدنا یعنی توحید خالص میں مردہ اور فنا ہو گیا ہو (یعنی مرتبہ فنا کا حاصل کر لیا ہو اور ظاہر ہے کہ اسرار وحالات عالیہ مشروط بفنا ہوتے ہیں آگے مستغرق لذات کو خطاب ہے کہ اے کم ہمت کوتاہ دست (بنان سرانگشت کو کہتے ہیں) تیری حیات غذائے ظاہری سے کب تک رہے گی (روٹی کھانے سے ممانعت نہیں فرماتے بلکہ اس پر قناعت کرنے اور غذائے روحانی کی طلب نہ کرنے پر ملامت ہے) تو جواب تک درخت بید کی طرح بے ثمر رہا (یعنی نعمت باطنی سے محروم رہا) اس کی وجہ یہ ہے کہ تو لذات حسیہ کے لئے اپنی آبروریزی کرتا پھرتا ہے (مراد حرص وانہماک ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

گر ندارد صبر زیں ناں جان حس	کیمیا را گیر و زر گرداں تو مس
اگر حس کی جان اس روٹی سے صبر نہیں کرتی ہے	کیمیا حاصل کر اور تو تانبے کو سونا بنا دے
جامہ شوئی کرد خواہی اے فلاں	رو مگرداں از محلّہ گازراں
اے فلاں! اگر تو کپڑے صاف کرنا چاہتا ہے	تو دھوبیوں کے محلّہ سے رو گردانی نہ کر
گرچہ ناں بشکست مر روزہ ترا	در شکستہ بند پیچ و برتر آ
اگرچہ روٹی نے تیرا روزہ توڑ دیا ہے	ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والے سے لپٹ جا اور آگے بڑھ
چوں شکستہ بند آمد دست او	پس رفو آید یقیں زاشکست او
جب اس کا ہاتھ ٹوٹے ہوئے کو جوڑنے والا ہے	تو اس کا توڑنا یقیناً جوڑنا ہو گا
گر تو آں را بشکنی گوید بیا	تو درستش کن نداری دست و پا
اگر تو خود اس کو توڑنے لگے وہ کہے کہ "آ جا"	تو اس کو درست کرنے کی طاقت نہیں رکھتا ہے
پس شکستن حق او باشد کہ او	مر شکستہ گشتہ را داند رفو
توڑنا اس کے لئے مناسب ہے جو	ٹوٹے ہوئے کو جوڑنا جانتا
آنکہ داند دوخت او داند درید	ہر چہ او بفروخت نیکوتر خرید
جو سینا جانتا ہے وہ کاٹنا بھی جانتا ہے	جو بیچتا ہے وہ عمدہ طریقہ پر خریدتا ہے
خانہ را کند و چو جنت ساخت او	پست کرد و بر فلک افراخت او
گھر کو اُجاڑا اور اُس کو جنت بنا دیا	اُس کو ڈھایا اور آسمان تک بلند کر دیا
خانہ را ویراں کند زیر و زبر	پس بیک ساعت کند معمور تر
گھر کو ویران اور زیر و زبر کرتا ہے	پھر ایک گھڑی میں اور زیادہ آباد کر دیتا ہے
گر یکے را سر ببرد از بدن	صد ہزاراں سر برآرد در زمن
اگر کسی کے جسم سے سر کاٹتا ہے	فوراً لاکھوں سر پیدا کر دیتا ہے

(اوپر ترغیب تھی ریاضت ومجاہدہ کی یہاں اس کے سہل ہونے کا طریقہ اور مثمر ہونے کی شرط بتاتے ہیں جس کا حاصل امر ہے طلب واتباع مرشد کا اور اپنی رائے پر اعتماد نہ کرنے کا یعنی) اگر تمہاری روح حسی (یعنی حیوانی) ان لذات سے صبر نہیں کر سکتی (یعنی مجاہدہ کی ہمت نہیں ہوتی) تو تم کیمیا (یعنی مرشد کامل) کا دامن پکڑو اور اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

بدولت اپنے مس کو زر بنالو (یعنی اس کی توجہ اور تربیت کی برکت سے تمہارا نقصان مثلاً کم ہمتی مبدل بکمال ہو جائے گا پھر ترک لذات سہل ہو جائے گا آگے مثال میں ضرورت مرشد کا اثبات ہے یعنی) اگر تم کو کپڑا صاف کرنا منظور ہو تو محلہ گازران سے روگردانی مت کرو (اسی طرح اگر تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس مطلوب ہو تو حضرات کاملین کی طرف رجوع کرو) اور اگرچہ (اب تک) ان لذات حسیہ نے تمہارا روزہ (تقویٰ) شکستہ کیے رکھا مگر تم شکستہ بند سے جا لپٹو اور ترقی کرتے چلے جاؤ (مرشد کامل ہے کہ تجدید تقویٰ اس کا کام ہے اور اس پر ترتب تقویٰ کا ظاہر ہے اور اگر وہ کوئی شکستگی تجویز کرے مثلاً کسر شہوت و قوت بہیمیہ تو اندیشہ مت کرو کیونکہ) جب اس کا ہاتھ شکستہ بند ہو تو اس کی شکستگی عین درستی ہے (کیونکہ وہ اس کی تعدیل کرے گا جس سے وہ معتدل ہو جائے گی اور وسیلہ قرب بنے گی پس طرق ریاضت میں اس کا اتباع کرو اور خود اپنی رائے سے طرق ریاضت تجویز مت کرو کیونکہ) اگر تم خود اس قوت بہیمیہ وغیرہ) کو شکستہ کرنے لگو گے تو وہ کامل (بزبان حال) کہے گا کہ تو یہاں (میرے پاس) آ کیونکہ تو ایسے دست و پا نہیں رکھتا جو اس کے درست کرنے والے ہوں (یعنی تجھ میں وہ اصلاح کی قوت علمیہ و عملیہ نہیں غالب ہے کہ تجاوز عن الاعتدال سے مضرت ہو جائے پھر ترقی کے قابل نہ رہے مثلاً غلو فی الجوع سے معدہ خراب ہو جائے اور اس سے ضعف اور امراض صعبہ پیدا ہو جائیں کہ اذکار و اشغال و مراقبات تو درکنار فرائض سے بھی عاجز ہو جائے اور نسبت مطلوبہ سے محروم رہے) پس ثابت ہو گیا کہ شکستہ کرنا اسی شخص کا حق ہے جو شکستہ کو درست بھی کرنا جانتا ہو (اور وہ مرشد کامل ہے جیسا مفصل بیان ہوا آگے مثالیں ہیں کہ) مثلاً جو شخص سینا جانتا ہو (قاعدہ سے) پھاڑنا بھی وہی جانتا ہے اور مثلاً ایسا (قاعدہ دان) شخص جو فروخت کرے گا (جس میں سردست زوال ملک ہے) اس سے بہتر خرید کر لے گا (کہ معنے بقاء ملک مع شے زائد ہے) اور مثلاً کسی نے (پرانا) گھر کھود ڈالا اور پھر بہشت جیسا بنا لیا کہ اول اس کو پست کر دیا مگر پھر عالی شان بنا دیا اور اول گھر کو ویران اور زیر و زبر کر دیتا ہے پھر جلدی ہی اس سے زیادہ اس کو رونق دار کر دیتا ہے (پس مرشد کامل) اگر کسی کا سر بدن سے قطع کر دے (مراد قطع لذات نفسانیہ کہ نفس کے نزدیک گویا سر کاٹنا ہے) تو لاکھوں سر ظاہر کر دیتا ہے مراد عطاء لذات روحانیہ)

گر نفرمودے قصاصے بر جنات	خود نگفتے فی القصاص آمد حیات
اگر وہ مجرموں پر قصاص کا حکم نہ فرماتا	(اور) یہ نہ فرماتا کہ قصاص میں زندگی ہے
خود کرا زہرہ بدے تا او ز خود	بر اسیر حکم حق تیغے زند
کس کی طاقت ہوگی کہ وہ از خود	اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند پر تلوار چلائے
زانکہ داند ہر کہ چشمش را کشود	کاں کشندہ سخرۂ تقدیر بود
اس لئے کہ ہر وہ شخص جانتا ہے جس نے آنکھ کھولی ہے	کہ وہ قاتل تقدیر کے تابع تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کرا آں حکم برسر آمدے	بر سر فرزند خود تیغے زدے
جس کے لئے یہ حکم صادر ہوتا	(وہ) اپنے لڑکے کے سر پر تلوار مارتا ہے

(یہ تتمہ ہے مقولہ حضرت علی کا یعنی) اگر حق تعالیٰ اہل جنایت پر قصاص شروع نہ فرماتے اور آیۂ ولکم فی القصاص حیوۃ نازل نہ فرماتے تو کس کی مجال تھی (یعنی اختیار جابر کس کو حاصل تھا) کہ وہ اپنی طرف سے ایسے شخص پر تلوار چلائے جو مسخر تقدیر حق ہو کیونکہ جو شخص اپنی چشم بصیرت کو کھولے گا وہ یقیناً جانے گا کہ وہ قاتل مسخر تقدیر تھا اور حکم تقدیری ایسا غالب ہے کہ وہ جس پر نافذ ہو جائے وہ اپنے فرزند کے سر پر تلوار چلا ڈالے (اور محبت پدری بھی مانع نہ ہو چنانچہ سلاطین میں ایسے واقعات ہوئے ہیں) ف تقریر تتمہ کی حسب تقریر زی تتمہ کے یہ ہے کہ نسبت اختیاریت جو مبنیٰ ہے قتل بعد الصدور کا خود اس کا قابل اعتبار ہونا اور اس کی تاثیر کا معتد بہ ہونا چونکہ فی نفسہ محل اشتباہ میں ہوتا جیسا بہت سے عقلا کو اب تک شبہ ہے اور وہ جبریہ بن گئے اور خصوص صاحب کشف توحید افعالی کی نظر میں تو وہ معدوم محض تھا اس لئے عقل محض حکم جواز قتل کے لئے کافی نہ ہوتی مگر ورود شرع سے ظاہر ہو گیا کہ وہ نسبت معتد بہ و معتبر ہے اس لئے اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہوگی اور وہ اشتباہ جاتا رہا مگر اہل نظر کے نزدیک تو اس اشتباہ کا منفی ہونا محض مرتبۂ اعتقاد میں ہے بلا شرح صدر اور محققین اہل ذوق کو شرح اور صدر حاصل ہے اس کو خوب سمجھ لینا یہ موقع ہے لغزش ناظرین کا کیونکہ غلبہ انکشاف توحید افعالی سے مولانا کا کلام اس مقام میں مسئلہ اختیار کے باب میں کسی قدر مبہم و مجمل ہو گیا ہے مگر چونکہ خود مولانا بہت مواقع میں اختیار کا اثبات بڑی شد و مد سے فرما چکے ہیں اس لئے گنجائش شبہ کی نہیں ہو سکتی واللہ الموفق للصواب فی کل باب اور اس تتمہ میں اشارہ ہے کہ حسن و قبح افعال کا شرعی ہے عقلی نہیں یعنی عقل اس کے ادراک و احاطہ تفاصیل کے لئے کافی نہیں)

رو بترس و طعنہ کم زن بر بداں	پیش دام حکم عجز خود بداں
جا ڈرتا رہ اور بدوں پر طعنہ زنی نہ کر	اللہ (تعالیٰ) کے حکم کے جال کے سامنے اپنا عجز سمجھ
پیش حکم حق بنہ گردن زجاں	تسخر و طعنہ مزن بر دیگراں
دل سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے گردن جھکا دے	دوسروں پر مذاق اور طعنہ زنی نہ کر

(یہ مقولہ ہے مولانا کا اس میں ماقبل پر تفریع کر کے ممانعت ہے عاصی پر طعن و تمسخر اور اپنی حالت پر عجب غرور کرنے کی یعنی جب ثابت ہو گیا کہ تقدیر کے روبرو سب مغلوب ہیں تو) جاؤ ذرا ڈرتے رہو (کہ خدا جانے تمہاری تقدیر میں کیا لکھا ہے) اور بدوں پر طعن مت کرو اور از دام حکم تقدیری کے روبرو اپنی درماندگی کو سمجھو (کہ اگر تمہاری تقدیر میں بدی لکھی ہے تو ہرگز اس کو نہیں ٹال سکتے) تم کو چاہیے کہ حکم حق کے روبرو دل و جان سے گردن جھکا دو (یعنی اوامر شرعیہ میں انقیاد اور اوامر تکوینیہ میں تسلیم اختیار کرو) اور دوسروں پر تمسخر اور طعن مت کرو

www.besturdubooks.wordpress.com

(مبادا تم بھی اسی بلا میں مبتلا نہ ہو جاؤ) ف اس میں عجب و طعن سے ممانعت ہے کہ منہیات سے ہے نہ کہ ارشاد و اصلاح و اقامت حدود سے کہ وہ خود آمر بامر تکوینی کا امر تشریعی ہے)

تعجب کردن آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام از ضلالت ابلیس لعین و عجب آوردن او

ابلیس لعین کی گمراہی پر حضرت آدم علیہ السلام کا تعجب کرنا اور ان کا غرور کرنا

روزے آدم بر بلیسے کو شقی ست	از حقارت وز زیافت بنگریست
ایک روز آدم (علیہ السلام) نے ابلیس کو جو بد بخت ہے	حقارت اور کھوٹے پن کی نگاہ سے دیکھا
خویش بینی کرد و آمد خود گزیں	خندہ زد بر کار ابلیس لعیں
(انہوں نے) خود بینی کی اور خود پسند بنے	ابلیس لعین کے کام کی ہنسی اڑائی
بانگ بر زد غیرت حق کاے صفی	تو نمیدانی ز اسرار خفی
غیرت حق نے پکارا کہ اے برگزیدہ!	تمہیں چھپے ہوئے رازوں کا علم نہیں ہے
پوستیں را باژگونہ گر کنم	کوہ را از بیخ و از بن بر کنم
اگر میں پوستین کو الٹ دوں	(تو) پہاڑ کو جڑ اور بنیاد سے اکھاڑ ڈالوں
پردۂ صد آدم آندم بر درم	صد بلیس نو مسلماں آورم
فوراً سینکڑوں آدموں کی پردہ دری کر دوں	سینکڑوں شیطانوں کو نو مسلم کر دوں
گفت آدمؑ توبہ کردم زیں نظر	ایں چنیں گستاخ نندیشم دگر
(حضرت) آدم نے کہا میں نے اس نظر سے توبہ کی	پھر بھی ایسی گستاخی کو خیال میں بھی نہ لاؤں گا
یارب ایں جرأت ز بندہ عفو کن	توبہ کردم می نگیرم زیں سخن
اے خدا! بندہ کی اس جرأت کو معاف کر دے	میں نے توبہ کی میری اس بات پر گرفت نہ کر

(یہ مربوط ہے مضمون بالا چیش دام حکم عجز خود بداں سے یعنی) ایک روز آدم صفی علیہ السلام نے ابلیس شقی کو حقارت اور رداوت کی نظر سے دیکھا اور اپنے کمالات پر نظر فرمائی اور اپنی ذات کو پسند کیا اور ابلیس کے فعل پر خندہ فرمایا (چونکہ آدم علیہ السلام معصوم ہیں اس لئے حقیقت تحقیر و حقیقت عجب مراد نہیں بلکہ کوئی معاملہ ایسا ہوا ہوگا جیسا معجب سے صادر ہوتا ہے مگر بقول مقربان را بیش بود حیرانی اس صورت عجب پر بھی ان کی اصلاح کی گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی) غیرت الٰہیہ نے خطاب فرمایا کہ اے برگزیدہ درگاہ تم اسرار خفی کو (بطور احاطہ کے) نہیں جانتے ہو (میری وہ قدرت ہے کہ) اگر پوستین کو الٹ دوں (یعنی استعداد امکانی شر کی جو کہ اخیار میں ایجاد خیر سے مضمحل ہے اس کے متعلق بالفتح یعنی شر کے ایجاد سے ظاہر کر دوں اور اسی طرح خیر کے امکان کو جو کہ اشرار میں ایجاد شر سے مضمحل ہے ایجاد خیر سے ظاہر کر دوں کہ مشابہ ہے پوستین الٹ دینے کے) تو بڑے بڑے کاملین کو جو رسوخ میں کوہ ہیں بیخ و بن سے اکھاڑ ڈالوں (یعنی سب استقامت برباد ہو جائے) اور اس وقت صدہا آدم کی پردہ دری کر ڈالوں اور صدہا نو مسلم ابلیس پیدا کر دوں حضرت آدم علیہ السلام (کانپ اٹھے اور آپ) نے عرض کیا کہ اے اللہ میں اس نظر (بدبینی و خود بینی) سے توبہ کرتا ہوں کبھی ایسا گستاخی کا خیال نہ کروں گا اے پروردگار بندہ کی اس جرأت کو معاف فرمائیے میں توبہ کرتا ہوں اس بات سے مجھ پر مواخذہ نہ فرمائیے۔

یا غیاث المستغیثین اهدنا	لا افتخار بالعلوم والغنا
اے فریادیوں کے فریاد رس! ہم کو ہدایت دے	علوم اور مالداری پر کوئی فخر نہیں ہے
لاتزغ قلبا هدیت بالکرم	واصرف السوء الذی خط القلم
کرم کر کے جس دل کو تو نے ہدایت دیدی ہے اس کو کج نہ کر	اور اس برائی کو پھیر دے جو قلم نے لکھ دی ہے
بگذراں از جان ماسوء القضا	وامبر مارا ز اخوان الصفا
بری تقدیر کو ہماری جان سے ٹال دے	ہمیں اہل اللہ سے جدا نہ کر
تلخ تر از فرقت تو ہیچ نیست	بے پناہت غیر پیچا پیچ نیست
تیری جدائی سے زیادہ کڑوی چیز کوئی نہیں ہے	تیری پناہ کے بغیر سوائے الجھن کے کچھ نہیں ہے
رخت ماہم رخت مارا راہزن	جسم ما مرجان مارا جامہ کن
ہمارا سامان بھی ہمارا راہزن ہے	ہمارا جسم ہی ہماری جان کیلئے نقصان رساں ہے
دست ماچوں پائے مارا می خورد	بے امان تو کسے چوں جاں برد
جب ہمارا ہاتھ ہی ہمارے پاؤں کو کھاتا ہے	تیری اماں کے بغیر کوئی کس طرح جان بچا سکتا ہے؟
ور برد جاں زیں خطرہائے عظیم	بردہ باشد مایۂ ادبار وبیم
اگر ان بڑے خطروں سے جان (بھی) بچا لی	تو بدبختی اور خوف کا سرمایہ حاصل کیا
زانکہ جاں چوں واصل جاناں نبود	تا ابد باخویش کور ست و کبود
اس لئے کہ جان کا جب تک محبوب سے وصال نہ ہو	قیامت تک وہ خود اندھی اور بے نور ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں تو ندہی راہ جاں خود بردہ گیر	جاں کہ بے تو زندہ باشد مردہ گیر
جب تو راستہ نہ دے جان کا بچنا فرضی بات ہے	وہ جان جو تیرے بغیر زندہ ہو اس کو مردہ سمجھنا چاہیے

(یہ تتمہ ہے مناجات آدم علیہ السلام کا یعنی) اے فریادیوں کے فریادرس آپ ہی ہم کو راہ بتلایئے ہم کو علوم اور اموال (یعنی نعمت روحانی و جسمانی) پر کوئی فخر نہیں آپ نے (ہمارے) جس قلب کو اپنے فضل و کرم سے ہدایت فرمائی ہے اس میں کجی پیدا نہ کیجیے (یہ اقتباس ہے آیت ربنا لاتزغ قلوبنا بعداذ ھدیتنا الخ سے) اور جو خرابی قلم (کتابت تقدیر) نے ہمارے لئے لکھی ہو اس کو دور کردیجئے (کیونکہ مقدر مکتوب میں محو و اثبات ممکن ہے کما قال تعالیٰ یمحوا اللہ مایشاء ویثبت و عندہ ام الکتاب البتہ مقدر معلوم بعلم الٰہی میں یہ ناممکن ہے کیونکہ خلاف علم وقوع محال ہے اور یہ بحث ذرا دقیق و محتاج تطویل ہے) اور آپ ہماری جان سے قضائے سخت کو دفع کردیجئے اور ہم کو اخوان الصفا سے علیحدہ نہ فرمایئے (مراد اہل اللہ ہیں جن کی محبت غرض سے صاف محض للہ ہوتی ہے) اور آپ کی فرقت سے زیادہ کوئی چیز تلخ نہیں اور اگر آپ پناہ نہ دیں تو نرا الجھاؤ ہی الجھاؤ ہے اور ہمارا رخت ہستی خود ہماری رخت ہستی کے حق میں ضرر رساں ہے (کیونکہ لذات و شہوات کا خمیازہ خود ہی بھگتنا پڑے گا چنانچہ آگے اس کی تفسیر ہے (اور ہمارا جسم ہماری روح کے گویا کپڑے اتارنے والا (یعنی ضرر رساں) ہے مطلب یہ کہ ہم خود اپنی خیر خواہی نہیں کرسکتے آپ ہی فضل فرمایئے) اور جب ہماری یہ حالت ہے کہ ہمارا ہاتھ (یعنی ہمارا عمل دنیوی) ہمارے پاؤں کو کھا رہا ہے (یعنی قوت سلوک طریق الٰہی کو ضائع کررہا ہے) تو اس حالت میں بدوں آپ کے امان دیئے ہوئے (مہالک سے) کون جانبر (اور ناجی) ہوسکتا ہے اور اگر بلا آپ کے امن دیئے ہوئے کوئی اپنی جان ان خطرات عظیمہ سے نکال بھی لے جائے تو وہ واقع میں ایسی جان لے گیا ہے جو بدبختی اور خطرات کا سرمایہ ہے (کیونکہ جب یہ مفروض ہے کہ اللہ تعالیٰ کا امن ہمراہ نہیں ہے تو ظاہر ہے کہ وہ واقع میں ناجی نہیں ہوا محض فرض محال یا اس کا زعم ہے جس کی غلطی عنقریب مرتے ہی معلوم ہوجائے گی چنانچہ مولانا علت میں یہی تقریر فرماتے ہیں یعنی) وجہ یہ کہ جب جان واصل جاناں نہیں ہے (جیسا مفروض ہے کہ معیت امن و رحمت نہیں ہے) تو وہ تو (بدلآباد تک اپنی حالت میں کور و کبود رہے گی (اور یہی مطلب ہے بیت آئندہ کا یعنی) اے اللہ جب آپ راہ (نجات) نہ دیں گے تو اس جان کا پردہ و رستگار ہونا تو صرف مفروض ہی مفروض ہے اور جو جان آپ کی معیت نہ رکھتی ہو اس کو تو مردہ سمجھنا چاہیے۔ف: یہ تلازمات ایسے ہیں جیسے اس آیت میں ولو علم اللہ فیھم خیر الاسمعھم ولو اسمعھم لتولوا و ھم معرضون الآیۃ فتأمل

گر تو طعنہ می زنی بر بندگاں	مر ترا آں می رسد اے کامراں
اگر تو بندوں پر طعنہ زنی کرے	اے مختار! یہ تیرا حق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ور تو ماہ و مہر را گوئی خفا	ورتو قد سروراگوئی دوتا
اگر تو چاند اور سورج کو مخفی کہے	اگر تو سرو کے قد کو جھکا ہوا کہے
ورتو چرخ وعرش راخوانی حقیر	ورتو کان و بحر را گوئی فقیر
اگر تو آسمان اور عرش کو حقیر کہے	اگر تو کان اور سمندر کو فقیر کہے
آں بہ نسبت باکمال تو رواست	ملک اکمال و فناہا مرتراست
یہ بات تیرے کمال کے پیش نظر درست ہے	مکمل کرنے اور فنا کرنے کی ملکیت تیری ہی ہے
کہ تو پاکی از خطر وزنیستی	نیستاں را موجد و مفنیستی
کیونکہ تو عدم اور نیستی سے پاک ہے	معدوم کو موجود کرنے والا ہے اور فنا کرنے والا ہے
آنکہ رویا نید داند سوختن	وانکہ بدرید ست داند دوختن
جس نے اگایا ہے وہ جلانا جانتا ہے	جس نے پھاڑا ہے وہ سینا جانتا ہے
می بسوزد ہر خزاں مرباغ را	باز رویاند گل صباغ را
ہر خزاں میں باغ کو جلا ڈالتا ہے	پھر رنگ آمیز پھول اگا دیتا ہے
کاے بسوزیدہ بروں آتازہ شو	بار دیگر خوب وخوش آوازہ شو
کہ اے جلے ہوئے باہر آ' تروتازہ ہو جا	دو بارہ خوبصورت بن اور مشہور ہو جا
چشم نرگس کورشد بازش بساخت	حلق نے ببرید وبازش خودنواخت
نرگس کی آنکھ اندھی ہوئی اس کو پھر بنا دیا	بانسری کا حلق پھاڑ دیا پھر اس کو بجا دیا
ماچو مصنوعیم و صانع نیستیم	جز زبون و جز کہ قانع نیستیم
ہم چونکہ بنائے ہوئے ہیں اور بنانے والے نہیں ہیں	سوائے ناچیز اور سوائے (ادنیٰ درجہ پر) قانع ہونیکے کچھ نہیں ہیں

(یہ بھی تتمہ ہے مناجات سابقہ کا اور اس میں ناظرین کے ایک سوال مقدر کا جواب ہے یعنی اوپر اہل معصیت کی تحقیر اور اعتراض سے منع کیا گیا ہے حالانکہ خود کلام الٰہی میں اہل معصیت کی سخت تحقیر کی گئی ہے پس بصورت مناجات جواب دیتے ہیں گویا مناجات کا خطاب حق تعالیٰ سے ہے اور جواب کا خطاب سائل کو یعنی) اے پروردگار اگر آپ اپنے بندوں پر طعن واعتراض فرمائیں تو آپ کو زیبا ہے اور اگر آپ ماہ ومہر کو جو روشن ہیں خفی اور تاریک فرمانے لگیں اسی طرح اگر آپ قامت سرو کو خمیدہ فرمانے لگیں اور اسی طرح اگر آپ چرخ وعرش کو حقیر فرمانے لگیں اور اسی طرح اگر آپ معدن اور بحر کو تہی دست فرمانے لگیں یہ سب کچھ آپ کے کمالات کی

www.besturdubooks.wordpress.com

نسبت سے صحیح اور بجا ہے (یہ نہیں کہ نعوذ باللہ ہو تو کذب مگر حاکم حقیقی پر کون مواخذہ کرے بلکہ یہ سب فرمانا مطابق واقع کے ہوگا) کیونکہ تمام سلطنت اور اقبال اور غنا سب آپ ہی کے لئے ثابت ہے اور وجہ یہ کہ آپ احتمال عدم اور عدم سے پاک ہیں اور سب فانیوں کے آپ موجد بھی ہیں اور مفنی بھی ہیں (پس ایسے کامل الذات جامع الکمالات کی نسبت حقیقت میں نور ماہ وخور اور جمال سرو اور عظمت فلک وعرش اور غنائے معدن وبحر کی کیا حقیقت ہے بلاشبہ وہ سب کے سب ناقص ہیں آگے موجد ومفنی کی صفت پر تفریع ہے کہ) جو پیدا کر سکتا ہے اس کو فنا کرنے کی بھی قدرت ہے اور جس نے فنا کیا ہے وہ پھر ایجاد بھی کر سکتا ہے دیکھو ہر فصل خزاں میں باغ کو سوختہ کر دیتے ہیں او پھر (بہار میں) گل رنگیں کو پیدا کر دیتے ہیں (اور اس کو خطاب تکوینی فرماتے ہیں کہ اے سوختہ (عدم سے) باہر نکل پھر (وجود میں) تازہ ہو جا اور مکرر خوشنما اور خوبی میں مشہور ہو جا (خطاب میں مثل کو بجائے عین کے مجازاً فرض کر لیا) اور اسی طرح چشم نرگس جو (خشک ہو کر) کور ہو گئی تھی اس کو (تجدد مثل سے) پھر درست کر دیا اور راول نے کا حلق دریدہ کر دیا (جو بظاہر منقص ہے) مگر پھر اس میں صفت نواختگی کی پیدا کر دی (جو مکمل ہے یعنی نقصان کے بعد کمال دنیا ان کا کام ہے اور یاد رکھنا چاہیے کہ درید اور نواخت دونوں میں اسناد تکوینی ہے مگر اول بواسطہ صنعت عباد اور ثانی بلا واسطہ جیسا ظاہر ہے آگے بطور نتیجہ کے فرماتے ہیں کہ) چونکہ ہم محض مصنوع ہیں اور صانع نہیں ہیں اس لئے صرف مسخر (تقدیر) اور قانع (یعنی سائل امان یا راضی بقضا) ہیں (پس جو شخص خود مصنوع مسخر قدرت ہو اس کو کسی پر بطور عجب کے اعتراض کرنا کب زیبا ہے البتہ صانع جو قادر مطلق ہیں اور خود ہر طرح منزہ وہ اگر اعتراض کریں تو ان کا حق ہے)

ماہمہ نفسی و نفسی می زنیم	گر نخواہی ماہمہ آہرمنیم
ہم سب نفسی نفسی پکارتے ہیں	اگر تو نہ چاہے ہم سب شیطان ہیں
زاں زآہرمن رہید ستیم ما	کہ خریدی جان ما را ازعمیٰ
ہم نے شیطان سے رہائی اس لئے پائی ہے	کہ تو نے ہماری جان کو اندھے پن سے بچا لیا ہے
تو عصاکش ہر کرا کہ زندگیست	بے عصا وبے عصاکش کور چیست
جس کی زندگی ہے تو اس کے لئے لاٹھی پکڑنے والا ہے	لاٹھی اور لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر اندھا کیا ہوتا ہے؟
غیر تو ہر چہ خوش ست وناخوش ست	آدمی سوزست وعین آتش ست
تیرے سوا جو کچھ بھی ہے خواہ اچھا ہے یا برا ہے	آدمی کو جلانے والا ہے اور مجسم آگ ہے
ہر کرا آتش پناہ و پشت شد	ہم مجوسی گشت وہم زردشت شد
جس کسی کے لئے آگ پشت و پناہ بن گئی	وہ آتش پرست اور آتش پرستوں کا پیشوا بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کل شئ ما خلا اللہ باطل	ان فضل اللہ غیم ھاطل
اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے	بیشک اللہ کا فضل بارش برسانے والا ابر ہے

(یہ بھی تتمہ ہے مناجات کا جس میں محض مناجات ہی مقصود ہے یعنی) ہم سب (غایت احتیاج سے) نفسی نفسی پکار رہے ہیں اور اگر آپ (ہماری ہدایت) نہ چاہیں تو ہم سب شیطان ہو جائیں کما قال تعالیٰ ولو لا فضل اللہ علیکم و رحمتہ لاتبعتم الشیطان وفی الحدیث واللہ لو لا اللہ ما اھتدینا و لا تصدقنا ولا صلینا اور ہم جو شیطان سے بچے ہوئے ہیں تو صرف اس وجہ سے کہ آپ نے کورچشمی (وضلالت) سے ہماری جان کو بچالیا ہے اور جس شخص کو حیات (ابدیہ) ملنے والی ہے آپ ہی اس کے عصاکش (اور ہادی) ہیں اور واقعی بدوں عصا اور عصاکش کے اندھے کا کیا حال ہو اور جو چیز آپ سے مغائر ہو (یعنی آپ سے حاجب اور مانع ہو) خواہ وہ نفس کو خوش اور لذیذ معلوم ہو یا ناخوش معلوم ہو وہ یقیناً آدمی سوز اور عین آتش (یعنی مہلک) ہے اور جس کی پشت و پناہ آتش بنے گی وہ مجوسی اور زردشت (پیشوائے مجوسیان) ہو کر رہے گا (مطلب یہ کہ جو غیر اللہ کو اپنا قبلہ توجہ بنائے گا وہ ضال اور مضل ہوگا) اور جو چیز غیر اللہ ہے وہ باطل ہے) اگر غیر سے مراد معنی لغوی لیے جائیں تو باطل کے معنی فانی ہیں اور اگر حاجب عند اللہ لیا جائے تو باطل کے معنی بے کار و غیر نافع ہیں اور اصل میں یہ قول لبید کا ہے جس کی تصدیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ان اصدق کلمۃ قالھا الشاعر کلمۃ لبید الا کل شیء ماخلا اللہ باطل) اور بلاشبہ حق تعالیٰ کا فضل ابر بارندہ (انعام واحسان) ہے۔

بازگشتن بحکایت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ ومسامحت کردن او با خونی ور کابدار خویش

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قصہ کی طرف واپسی اور ان کا اپنے قاتل اور اپنے خادم سے چشم پوشی برتنا

باز رو سوئے علیؓ و خونیش	واں کرم با خونی و افزونیش
(حضرت) علیؓ اور ان کے قاتل کے (قصہ کی) طرف پھر چل	اور قاتل پر ان کے کرم اور کرم میں اضافی کی طرف (چل)
گفت دشمن را ہمی بینم بچشم	روز و شب بروے ندارم ہیچ خشم
کہا میں دشمن کو آنکھ سے دیکھتا ہوں	شب و روز اس پر کوئی غصہ نہیں کرتا ہوں
زانکہ مرگم ہمچو جاں خوش آمدست	مرگ من در بعث چنگ اندر زدست
کیونکہ مجھے موت زندگی کی طرح اچھی لگتی ہے	میری موت نے زندگی کو مضبوطی سے پکڑ لیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرگ بے مرگی بود مارا حلال	برگ بے برگی بود مارا نوال
بغیر موت کے موت ہمارے لئے حلال ہے	بے نوائی کا سامان ہمارے لئے عطیہ ہے

یعنی پھر حضرت علیؓ اور ان کے قاتل کا قصہ بیان کرداور وہ جو اپنے خونی کے ساتھ کرم اور فضل کرتے رہے چنانچہ آپ نے (اس مبارز سے) بیان فرمایا کہ میں دشمن کو اپنی آنکھ سے شب و روز دیکھتا ہوں اور اس پر ذرا غصہ نہیں آتا کیونکہ موت مجھ کو جان کی برابر عزیز معلوم ہوتی ہے اور میری موت نے حیات کو مضبوط پکڑ رکھا ہے (یعنی موت خصوص موت شہادت سبب حیات ابدیہ ہے اور ہم موت سے کیا گھبراتے جبکہ) موت بلا موت (یعنی موتوا قبل ان تموتوا) ہمارے لئے حلال ہو چکی ہے (یعنی موت اختیاری کو کہ عبارت ہے فنا سے اختیار کر چکے ہیں) اور بے سامانی کا سامان ہم کو عطیہ مل چکا ہے (اس سے بھی مراد فنا ہے کہ سامان دعوی ہستی کا رافع ہے

ف: نفی خشم کی علی الاطلاق مراد نہیں کیونکہ اس شخص کا فعل معصیت ہے اور معاصی پر بغض فی اللہ فرض ہے بلکہ حیثیت خاص سے ہے یعنی اس حیثیت سے کہ میرا ضرر رساں ہے مبغوض نہیں دو وجہ سے ایک تو انکشاف قضائے الٰہی وغلبہ نسبت خالقیہ حق کی وجہ سے جیسا اوپر آچکا ہے دوم محبوبیت موت کی وجہ سے جس کا یہاں ذکر ہے دوسری حیثیت سے کہ اس کا فعل معصیت ہے مبغوض ہوگا اور بغض وعدم بغض کا اجتماع دو حیثیت سے ممکن ہے یہی تقریر ہے رفع تعارض ظاہری کی درمیان وجوب رضا بالقضا و وجوب سخط علے المعصیت کی۔

برگ بے برگی ترا چوں برگ شد	جان باقی یافتی و مرگ شد
بے نوائی کا سامان جب تیرے لئے سامان بن گیا	تو تو نے حیات جاودانی پالی اور موت ختم ہو گئی
آنچہ خوف دیگراں آں امن تست	بط قوی در بحر و مرغ خانہ سست
جو دوسروں کے لئے خوف کا سبب ہے وہ تیرے لئے امن بن گیا	دریا میں بط قوی ہوتی ہے اور پالتو مرغ سست ہوتا ہے
ظاہرش مرگ و بباطن زندگی	ظاہرش ابتر نہاں پایندگی
اس کا ظاہر موت ہے اور باطن زندگی ہے	بظاہر وہ تباہی ہے بباطن وہ بقا ہے
از رحم زادن جنیں را رفتن ست	در جہاں اور از نو بشگفتن ست
بچہ کا ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا (اس کا) سفر ہے	اس کا دنیا میں از سر نو کھلنا ہے

(یہ مقولہ ہے مولانا کا واسطے تقریر مضمون سابق کے یعنی) جب بے سامانی تمہارا سامان بن جائے تو تم کو حیات ابدی حاصل ہو جائے اور موت مرتفع ہو جائے (یعنی فنا سے بقا حاصل ہوتی ہے پھر موت سبب نقصان نہیں ہوتی) اور جس چیز سے دوسرے ڈرتے ہیں (یعنی موت) وہ تمہارے لئے سبب امن (و راحت) ہو جائے (جیسا حدیث میں ہے مستریح او مستراح منہ) اس کی ایسی مثال ہے کہ بحر میں بط قوی ہوتی ہے اور مرغ

www.besturdubooks.wordpress.com

خانگی سست ہوتا ہے (پس ثابت ہوا کہ ممکن ہے ایک شے ایک کو نافع ہو دوسرے کے لئے مضر) پس اس کی ظاہری حالت موت ہے مگر باطناً وہ زندگی ہے اور ظاہری حالت ویرانی ہے مگر باطناً وہ بقاء ہے جیسا رحم سے پیدا ہونا بچہ کے حق میں (رحم سے تو) خروج اور سفر ہی ہے مگر یہ سفر اس کے لئے اس جہان میں از سر نو شگفتہ ہونا ہے (اسی طرح دنیا سے جانا یہاں سے تو انتقال ہی ہے مگر وہاں عالم راحت و وسعت میں پہنچ جانا ہے)

چوں مرا سوئے اجل عشق و ہواست	نہی لا تلقوا بایدیکم مراست
چونکہ موت سے مجھے عشق اور محبت ہے	اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو کی ممانعت میرے لئے ہے
آنکہ مردن پیش جانش تہلکہ است	امر لا تلقوا نگیرد او بدست
جس کی جان کے لئے مرنا ہلاکت ہے	وہ لا تلقوا کے حکم پر عامل نہیں ہے
آنکہ مردن پیش او شد فتح باب	سارعوا آمد مر او را در خطاب
جس کے لئے مرنا کامیابی بن گیا ہے	اس کے لئے "جلدی کرو" کا خطاب آیا ہے
زانکہ نہی از دانہ شیریں بود	تلخ را خود نہی حاجت کے شود
اس لئے کہ ممانعت تو میٹھے دانہ سے ہوتی ہے	کڑوے کے لئے ممانعت کی کیا ضرورت ہے؟
دانہ کش تلخ باشد مغز و پوست	تلخی و مکروہیش خود نہی اوست
جس دانہ کا گودا اور چھلکا کڑوا ہو	اس کی تلخی اور کڑواہٹ خود ممانعت ہے

(یہ مقولہ بلسان حضرت علی ہے اور اس میں جواب ہے ایک سوال مقدر کا جو مضمون بالا پر وارد ہوتا ہے کہ موت کا مطلوب و محبوب ہونا اسی طرح موت اختیاری میں ریاضات شاقہ کا اختیار کرنا تو خلاف نص قرآنی ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ کے ہے چونکہ یہ سوال مبنی ہے اس تفسیر پر کہ تہلکہ سے مراد ہلاکت ظاہری لے جائے اس لئے مولانا اس کی نفی کر کے دوسری تفسیر کا اثبات فرماتے ہیں اس کے لئے اول ایک مقدمہ ممہد فرماتے ہیں تقریر اس کی یہ ہے کہ یہ امر بشہادت بداہۃ عقل سلیم متقرر ہے کہ نہی اس چیز سے کی جاتی ہے جو اکثر نفوس کو مرغوب ہو ورنہ خود اس کا غیر مرغوب ہونا احتراز کے لئے کافی تھا نہی کی ضرورت نہ ہوتی اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ شریعت نے خمر سے تو نصاً ممانعت فرمائی کہ مشتہی تھی اور یہ کہیں نہیں فرمایا لاتشربو ابوال الخنازیر ولا تاکلوا اقذرھا کیونکہ وہ خود مکروہ و مستقذر تھا پس اس بناء پر ضرور ہوا کہ تہلکہ سے مراد ہلاکت ظاہری نہیں کیونکہ یہ تو خود غیر مرغوب عندالاکثر ہے بلکہ ایسے معنی مراد ہیں جو مرغوب عندالاکثر ہوں اور وہ ہلاکت باطنی ہے یعنی نفس کے بقاء و راحت و کذب میں کوشاں ہونا جیسا حدیث میں ایک صحابی سے اس کی تفسیر آئی ہے کہ تم ہجوم علی العدو کو تہلکہ سمجھتے ہو حالانکہ مراد اس سے تقاعد عن الجہاد ہے جب اس دلیل سے اس کی تفسیر متعین ہوگئی اب

www.besturdubooks.wordpress.com

محبین موت اضطراری و موت اختیاری پر شبہ مخالفت نفس کا نہ رہا اور کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جن کو موت محبوب ہے ان کے حق میں تو بقاعدہ مذکورہ وہی منہی عنہ ہونا چاہیے دفع اس کا عندالاکثر کی قید سے ہو گیا یعنی جب مرغوبیت عندالاکثر کے لحاظ سے حکم مقرر ہو گیا اور احکام شرعیہ عام ہوتے ہیں اس لئے وہ ان شاذ نادر حالت والوں کو بھی شامل ہو گیا اور اسباب موت ہر دو قسم کی طرف مسارعت ممنوع نہیں ہوئی اور کوئی یہ شبہ بھی نہ کرے کہ پھر خودکشی کیوں حرام ہے گو دوسری آیت سے سہی اس کا جواب یہ ہے کہ بعض حالتوں میں وہ بھی اکثر نفوس غیر صابرہ کے نزدیک مرغوب ہے اور یہ شبہ بھی نہ کیا جائے کہ پھر اس بناء پر یہاں بھی یہی تفسیر ممکن ہے جواب یہ ہے کہ بے شک ممکن ہے مگر بناء علی تفسیر الصحابی یہاں یہی راجح ہے اور مقدمۂ مذکورہ صرف مفید ترجیح ہے اس تقریر کو خوب سمجھ کر اشعار کو حل کرو) یعنی جب مجھ کو (یعنی صرف خواص کو) موت کی طرف عشق و میلان ہے (اور عامۂ نفوس کو نہیں اور بناء علی المقدمۃ المذکورۃ منہی عنہ میں اعتبار رغبت عندالعامہ کا ہے) تو پھر (عام طور پر) نہی لاتلقوا کی ضرورت ہی کیا تھی کیونکہ جس شخص کے نزدیک مرنا تہلکہ ہے (جیسا عام لوگوں کی حالت ہے) وہ تو (پہلے ہی سے) حکم لاتلقوا کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں (پھر منع عام کی کیا ضرورت ہوتی حالانکہ منع عام کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ یہ تہلکہ ظاہری آیت کی تفسیر نہیں ہے اور اس مقام پر جیسا نہی کا ایک قاعدہ تھا دوسرا قاعدہ امر کا ہے کہ مامور بہ وہ شئے ہوتی ہے جو نافع محض ہو خواہ نفس پر شاق ہو یا نہ ہو چنانچہ اکل و شرب و لبس و وطی منکوحہ بقدر حاجت مامور بہ و موجب اجر ہے اور منہی عنہ مذکور کی ضد یعنی مجاہدہ ظاہری و باطنی نافع محض ہے پس وہ مامور بہ ہوگا چنانچہ خود نہی مذکور بھی اس کو متضمن ہے لان النهی عن الشیئ یقتضی الامر بضده اور صریحاً و مستقلاً بھی مامور بہ ہے چنانچہ اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ) جس شخص کی نظر (صحیح مستفاد من الشرع) میں مرنا موجب فتح ابواب (فلاح) ہے اس کے خطاب میں امر سارعوا وارد ہوا ہے (اور یہ نظر عام ہے تقلیدی و تحقیقی کو پس سب اہل ایمان اس میں داخل ہیں اور یہ حکم بھی عام ہے گو کسی کو اس میں لذت بھی ہو کسی کو نہ ہو مگر نفع عام ہے اور یہ دو شعر اگرچہ تقریر احقر پر سابق سے مرتبط ہو گئے جس میں سخت صعوبت برداشت کرنی پڑی لیکن اگر نہ ہوں جیسا بعض نسخوں میں نہیں ہیں تو زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ اس کے بعد شعر زانکہ الخ علت ہے مصرعہ نہی لاتلقوا بایدیکم جراست کی اور اصل علت و معلول میں اتصال فی الذکر ہے یعنی تفسیر تہلکہ ظاہرہ پر نہی کی ضرورت نہ تھی) کیونکہ نہی ہمیشہ دانہ شیریں سے ہوا کرتی ہے اور جو چیز خود تلخ ہوگی اس کو نہی کی کون ضرورت ہے وجہ یہ کہ جس دانہ کا مغز اور پوست تلخ ہو تو اس کی تلخی اور کراہت خود ہی (مفید غرض) نہی ہے (جیسا احقر تقریر مقدمہ میں لکھ چکا ہے

دانۂ مردن مرا شیریں شدست	بل ھم احیاء پئے من آمدست
موت کا دانہ میرے لئے میٹھا ہو گیا ہے	"بلکہ وہ زندہ ہیں" میرے لئے وارد ہوا ہے
اقتلونی یا ثقاتی لائماً	ان فی قتلی حیاتی دائماً
اے میرے معتمد لوگو! مجھے ملامت کرتے ہوئے قتل کر ڈالو	بیشک میرے مرنے میں میری ابدی زندگی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ان فی موتی حیاتی یا فتیٰ	کم افارق موطنی حتیٰ متیٰ
اے نوجوان! میری موت میں میری زندگی ہے	میں اپنے وطن سے کب تک اور کتنا جدا رہوں؟
فرقتی لولم یکن فی ذاالسکون	لم یقل انا الیہ راجعون
اگر اس سکونت میں میری جدائی نہ ہوتی	تو (اللہ تعالیٰ) نہ فرماتا ہم اس کی طرف لوٹنے والے ہیں
راجع آں باشد کہ باز آید بشہر	سوئے وحدت آید از تفریق دہر
لوٹنے والا تو وہی ہوتا ہے جو اپنے شہر میں واپس آئے	زمانہ کے فراق سے وصال کی طرف آئے
ایں سخن پایاں ندارد چاکرم	چوں شنید ایں سر رسید گشت خم
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے، میرے خادم نے	آنحضورؐ سے جب یہ راز سنا (شرم سے) جھک گیا

(یہ بقیہ مقولہ ہے حضرت علیؓ کا محبوبیت موت کے بیان میں یعنی) میرے لئے (برخلاف حالت مذکورہ عوام کے دانہ موت شیریں ہوگیا (اور اس پر اگر شبہ اس کے منہی عنہ ہونے کا حق خواص میں ہو تو وہ نہی اور امر کے قاعد تین مذکور تین سے دفع ہو چکا ہے کہ نہی میں عندالاکثر معتبر ہے پھر حکم عام ہوتا ہے اور امر میں نافعیت محضہ پر مدار ہے اور مرغوبیت منافی نہیں) اور مضمون بل احیاء میرے (اور میرے امثال کے) لئے آیا ہے (یعنی شہدا کے لئے خواہ جہاد اصغر میں ہوں بعبارۃ النص خواہ جہاد اکبر میں بالقایسہ بدلیل حدیث المجاهد من جاهد نفسه اور حضرت امیر تو جامع ہیں دونوں شہادتوں کے) اے میرے معتمد لوگو مجھ کو قتل کر ڈالو اور مجھ کو (امور نا ملائمہ پر) ملامت بھی کرتے جاؤ (تا کہ تن کشی کے ساتھ نفس کشی بھی ہو) بلاشبہ میرے قتل میں میری حیات ابدیہ ہے (مقصود امر بالقتل نہیں ہے بلکہ اظہار عدم مبالاۃ بالقتل ہے اور یہ ماخوذ ہے حضرت حسین منصورؒ کے شعر سے جو غلبۂ حال میں ان سے صادر ہوا ہے اقتلونی یا ثقاتی + ان فی قتلی حیاتی اور اس میں ممکن ہے کہ امر بالقتل حقیقۃ ہو اور ملامت لازم من القتل ان کے دعویٰ خلاف ظاہر پر) بلاشبہ میری موت میری حیات ہے اور میں کس قدر اور کب تک اپنے وطن (اصلی) سے جدا رہوں گا (اور میں نے جو دنیا کو محل فرقت اور آخرت کو وطن اصلی کہا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ) اگر اس مسکن میں میری حالت فرقت کی نہ سمجھی جاتی تو قرآن مجید میں (ہماری تعلیم کے لئے) یہ نہ فرماتے کہ انا الیہ راجعون یعنی ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے والے ہیں کیونکہ رجوع ہونیوالا تو اسی کو کہتے ہیں کہ اپنے شہر وطن کو آئے اور فرقت زمانہ سے یکجائی کی طرف آئے (پس راجعون سے ثابت ہوگیا کہ ہمارا وطن آخرت ہے اور دنیا محل فرقت ہے)

افتادن رکابدار ہر بار در پائے امیر المومنین علیؓ

کہ اے امیر المومنین مرا بکش وازیں قضا باز رہاں

ہر دفعہ خادم کا امیر المومنینؓ کے پاؤں پڑنا کہ اے امیر المومنینؓ مجھے مار ڈالئے اور اس قضائے خداوندی سے چھڑا دیجئے

www.besturdubooks.wordpress.com

آمد و در خاک پیشم او فتاد	دمبدم در پائے من سر می نہاد
(وہ (خادم) آیا اور میرے آگے زمین پر گر پڑا	اس نے بار بار میرے پیروں پر سر رکھا
باز آمد کاے علیؓ زودم بکش	تانہ بینم آں دم و وقت ترش
پھر آیا کہ اے علیؓ! مجھے جلد قتل کر دیجئے	تاکہ وہ برا وقت نہ دیکھوں
من حلالت می کنم خونم بریز	تانہ بیند چشم من آں رستخیز
میں معاف کرتا ہوں، میرا خون بہا دیجئے	تاکہ میری آنکھ وہ قیامت میں نہ دیکھے
گفتار ہر ذرۂ خونی شود	خنجر اندر کف بقصد تو بود
(حضرت علی نے) فرمایا اگر ہر ذرہ قاتل بن جائے	تیرے لئے اس کے ہاتھ میں خنجر ہو
یک سر مو از تو نتواند برید	چوں قلم بر تو چناں خطے کشید
تیرا ایک بال بھی نہیں کاٹ سکتا ہے	جبکہ قلم (تقدیر) نے تیرے لئے ایسا لکھ دیا ہے
لیک بے غم شو شفیع تو منم	خواجۂ روحم نہ مملوک تنم
لیکن بے فکر ہو جا میں تیرا سفارشی ہوں	میں روح کا مالک ہوں، جسم کا غلام نہیں ہوں
پیش من ایں تن ندارد قیمتے	بے تن خویشم فتے ابن الفتے
میرے نزدیک اس جسم کی کوئی قیمت نہیں ہے	بغیر جسم (کے واسطہ) کے میں جوانمرد جوانمرد کا بیٹا ہوں
خنجر و شمشیر شد ریحان من	مرگ تن شد بزم و نرگستان من
خنجر اور تلوار میرے لئے خوشبو اور پھول بن گئے ہیں	جسم کی موت میری بزم (نشاط) اور باغیچہ ہے

حضرت علیؓ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس مضمون (محبوبیت موت) کی تو کہیں انتہا نہیں (اب قصہ سنو کہ) جب خدمتگار نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ راز سنا تو (مارے رنج اور شرم کے) خم ہو گیا اور آ کر میرے سامنے گر پڑا اور بار بار میرے قدموں میں سر رکھتا تھا اور لوٹ لوٹ کر آ تا تھا کہ اے حضرت مجھ کو جلدی قتل کر ڈالیے تا کہ میں اس وقت تلخ کو نہ دیکھنے پاؤں اور میں اپنا خون آپ کو معاف کرتا ہوں مجھ کو قتل کر دیجئے تا کہ وہ قیامت کا وقت (کہ جب میں آپ کو قتل کر دوں) میری آنکھوں کے سامنے نہ آئے میں نے اس پر جواب دیا کہ (تو احمق ہوا ہے) اگر بالفرض ہر ہر ذرہ عالم خونخوار بن جائے اور خنجر بکف ہو کر تیرے ارادہ قتل سے چلیں تب بھی ایک سر مو تیرا نہیں کاٹ سکتے جبکہ قلم (تقدیر) نے تجھ پر یہ امر لکھ دیا ہے لیکن تو (میری طرف سے مواخذہ کا) غم مت کر میں (دعویٰ نہ کروں گا بلکہ) تیری شفاعت کرونگا (اور قبول ہونا اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے) کیونکہ میں حر

www.besturdubooks.wordpress.com

روحانی ہوں اور مملوک تن (و پابند نفس) نہیں ہوں (کہ اپنے نفس کے لئے غضب عمل میں لاؤں) اور میری نظر میں اس تن کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے (کیونکہ فانی ہے تو فی سبیل اللہ فنا ہو جانا زیادہ بہتر ہے) اور میں بدوں واسطہ تن کے موصوف بہ فتوت ہوں اور فتوت میرے بزرگوں سے چلی آتی ہے (گو وہ فتوت اس درجہ کے نہ ہو پس اس کو بھی مسئلہ اسلام آباء سے کوئی مس نہیں اور فتوت چونکہ ملکات نفسانیہ سے ہے اس لئے بدوں واسطہ تن کہا) اور خنجر و شمشیر میرے نزدیک ریحان ہے اور یہ موت جسمانی میرے نزدیک جشن اور نرگستان ہے (یہ حاصل ترجمہ ہے حضرت علی کا اس شعر کا السیف والخنجر ریحاننا + اف علی النرجس والآس + شرابنا من دم اعدائنا + وکاسنا جمجمۃ الراس ف قولہ شفیع تو منم سے دو مسئلے ثابت ہوتے ہیں ایک یہ کہ اہل بدعت خوارج وغیرہ کافر نہیں ہیں کیونکہ کفار کی شفاعت نہ ہوگی دوسرے یہ کہ اگر اپنے یا دوسرے کے کشف سے معلوم ہو جائے کہ فلاں معصیت میری تقدیر میں لکھی ہے تب بھی وہ مباح و جائز نہیں ہوتی ورنہ اس خدمت گار کو گناہ ہی نہ ہوتا پھر شفاعت کے کیا معنے ف وعدہ شفاعت پر یہ شبہ کرتا کہ حضرت امام حسینؓ نے اس سے قصاص کیوں لیا محض لغو شبہ ہے وعدہ شفاعت فی الآخرہ کسی دلیل شرعی سے مسقط قصاص نہیں۔

آنکہ او تن را بدینساں پے کند	حرص میری و خلافت کے کند
جو جسم کو اس طرح مغلوب کر دے	وہ امیری اور خلافت کی حرص کب کر سکتا ہے؟
زاں بظاہر کوشد اندر جاہ و حکم	تا امیراں را نماید راہ حکم
بظاہر وہ جو حکومت اور مرتبہ کے لئے کوشاں ہے	(تو اس لئے ہوا) تاکہ حاکموں کے لئے حکومت کرنے کی رہنمائی کریں
تا بیارا ید بہر تن جامۂ	تا نویسد او بہر کس نامۂ
تاکہ ہر (حکومت) کے جسم کے لئے جامہ تیار کر دیں	تاکہ ہر شخص (حاکم) کے لئے قانون نامہ تحریر کریں
تا امیری را دہد جان دگر	تا دہد نخل خلافت را ثمر
تاکہ امارت میں نئی روح ڈال دیں	تاکہ نخل خلافت کو پھل عطا کر دیں
میریٔ او بینی اندر آں جہاں	فکرت پنہانیت گردد عیاں
اس عالم (آخرت) میں تو ان کی سرداری دیکھے گا	تیرے چھپے ہوئے خیالات ظاہر ہو جائیں گے
ہیں گمان بد مبر اے ذوالالباب	با خود آ واللہ اعلم بالصواب
اے عقلمندا! خبردار برا گمان نہ کر	ہوش میں آ اور اللہ بہتر جانتا ہے

(یہ مقولہ ہے مولانا کا حضرت علی کی مدح میں بطور تفریع کے اور اس میں رد ہے خوارج و شیعہ پر کہ حضرت امیر کو طالب دنیا و حریص خلافت کہتے ہیں خوارج تو الزاما اور شیعہ لردما کہ آپ کے تسلیم و سکوت کو تقیہ پر محمول

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے سے بھی لازم آتا ہے یعنی) جو بزرگ اپنے تن کو اس طرح ماریں (کہ قاتل کے ساتھ رحم وکرم فرمائیں) بھلا وہ حکومت اور خلافت کی حرص کب کریں گے محض اعمال حکومت میں (بعد قبول خلافت بدون السعی باصرار الناس اس لئے ظاہراً کوشش فرمالیتے تھے (یعنی حکومت کے کام کر لیتے تھے) تا کہ اہل حکومت کو حکومت کرنے کا طریقہ بتلائیں (کہ اس طرح عدل کرنا چاہیے) اور تا کہ جامۂ (سلطنت) کو تمام (اہل حکومت کے) تنوں پر آراستہ فرمائیں (آگے اس جامہ کو زیب بر کرنا اہل حکومت کا کام ہے) اور تا کہ (اہل حکومت میں سے) ہر شخص کے واسطے نامہ (عدل) کو لکھ جاویں (آگے اس پر عمل انکا کام ہے) اور تا کہ حکومت میں جان تازہ ڈال دیں (جو سلاطین دنیا میں نہیں تھی کیونکہ شریعت کے وفاق اور خلافت میں یقینی فرق ہے) اور تا کہ درخت خلافت کو بارآور فرمائیں (کہ آثار صالحہ عدل کے بعد انقضائے خلافت بھی باقی رہیں) اور ان کی امارت وعظمت شان تو اس عالم میں (جا کر) دیکھنا (کہ اس کے روبرو یہاں کی حکومت محض لاشے ہے) اس وقت تمہارے پوشیدہ خیالات (فاسدہ) ظاہر ہو جائیں گے (یعنی ان کی غلطی ثابت ہو جائے گی کہ واقعی جس شخص کے پاس یہ سلطنت ابدیہ ہے وہ ایک حصہ زمین پر حکومت کرنے کا کب حریص ہو سکتا ہے فی الواقع میرا گمان غلط تھا۔ پس خبردار اے عاقل کبھی ان پر (طلب دنیا یا تقیہ وغیرہ کا) گمان بدمت کرنا اور ذرا ہوش میں آ و واللہ اعلم بالصواب (اشارہ اس طرف ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا علم صواب ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی قرآن میں مدح فرمائی ہے اور حریص دنیا ممدوح حق ہو نہیں سکتا اس سے معلوم ہوا کہ تمہارا گمان غلط ہے قل ء انتم اعلم ام اللہ الآیۃ)

بیان آنکہ فتح طلبیدن پیغمبر علیہ صلی اللہ وسلم مکہ وغیر مکہ را جہت دوستی ملک دنیا نبود چونکہ فرمود الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب بلکہ بامر بود

اس کا بیان کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ وغیرہ کی فتح طلب کرنا ملک دنیا کی محبت کی وجہ سے نہ تھا چونکہ خود فرمایا ہے دنیا مردار ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں بلکہ خدا کے حکم سے تھا

جہد پیغمبرؐ بفتح مکہ ہم	کے بود در حب دنیا متہم
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فتح مکہ کی کوشش	دنیا کی محبت سے متہم کب ہو سکتی ہے؟
آنکہ او از مخزن ہفت آسماں	چشم دل بربست روز امتحاں
جس ذات نے سات آسمانوں کے خزانہ سے	دل کی آنکھ بند کر لی آزمائش کے دن
از پے نظارۂ او حور و جاں	پر شدہ آفاق ہر ہفت آسماں
جس کے دیدار کے لئے حوریں اور روحیں	ساتوں آسمانوں کے اطراف میں جمع تھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

قدسیاں افتادہ بر خاک رہش	صد چو یوسفؑ او فتادہ در چہش
مقدس فرشتے ان کے راستہ کی خاک پر گرے پڑے تھے	یوسف (علیہ السلام) جیسے سینکڑوں ان کے مشتاق تھے
خویشتن آراستہ از بہر او	خود ورا پروائے غیر دوست کو
ان کے لئے سب نے اپنے آپ کو سنوارا تھا	خود ان کو دوست کے علاوہ کسی کی پروا کب تھی؟
آنچناں پر گشتہ از اجلال حق	کاندر وہم رہ نیابد آں حق
اللہ کے جلال سے آپ اس قدر بھرے ہوئے تھے	کہ اس میں انبیاء کو بھی دخل نہ تھا
لا یسع فینا نبی مرسل	والملک والروح ایضاً فاعقلوا
ہمارے اندر گنجائش نہیں پاتا کوئی مرسل نبی	اور فرشتے اور روح بھی نہیں سمجھ لو
گفت مازاغیم وہمچوں زاغ نے	مست صباغیم ومست باغ نے
فرمایا ہم مازاغ ہیں کوے کی طرح نہیں ہیں	ہم صباغ کے متوالے ہیں باغ کے شیدائی نہیں ہیں
چونکہ مخزنہائے افلاک وعقول	چوں خسے آمد بر چشم رسول
جبکہ آسمانوں اور عقول کے خزانے	رسولؐ کی نگاہ میں ایک تنکے کے برابر ثابت ہوئے
پس چہ باشد مکہ وشام وعراق	کہ نماید او نبرد و اشتیاق
تو مکہ اور شام اور عراق کیا ہوتا ہے	اور وہ کوشش اور اشتیاق ظاہر کرے
آں گمان وظن منافق را بود	کو قیاس از جہل وحرص خود کند
یہ گمان اور خیال تو منافق کا ہو سکتا ہے	کیونکہ وہ اپنے جہل اور حرص پر قیاس کرتا ہے

(اوپر فرمایا ہے کہ حضرت علیؓ کی جہد خلافت حب دنیا کی وجہ سے نہ تھی اسی کی مناسبت سے فرماتے ہیں کہ) اسی طرح پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی جد وجہد جو فتح مکہ کے لئے تھی اس میں حُب دنیا کا احتمال کب ہو سکتا ہے (بلکہ محض شاعۃ وتقویت دین کے لئے تھی چنانچہ آیات انا فتحنا واذا جاء نصر اللہ اس فتح کے ثمرات پر دال ہیں آگے اسکی دلیل بیان فرماتے ہیں کہ) جس پیغمبر کی یہ شان ہو کہ انہوں نے امتحان کے وقت چشم دل کو مخزن ہفت آسمان سے بند کر لیا ہو (یعنی شب معراج میں بجز نظارۂ کمال وجمال الٰہی کسی مخلوق کی طرف سیر وتماشا کے طور پر کسی طرف التفات نہیں فرمایا البتہ مراۃ تبت مامور بہا منافی نظارہ کمال الٰہی نہیں کما قال تعالیٰ و لقد رایٰ من آیات ربہ الکبریٰ) حالانکہ خود آپ کے نظارہ کے لئے تمام حورین اور روحین اطراف ہفت آسمان میں بھر رہی تھیں اور ملائکہ مقدسین آپ کے خاک راہ پر (انتظار میں) پڑے تھے (کنایہ محض انتظار سے ہے) اور یوسف

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہ السلام کے سے (حسین صورت وسیرت) آپ کی چاہ محبت میں گرے تھے (کنایہ ہے محض اشتیاق سے یعنی سب آپ کے منتظر ومشتاق تھے جیسا سوال او قدارسل الیہ سے مترشح ہے) اورسب نے اپنے کو آپ کے لئے آراستہ کر رکھا تھا مگر (باوجود ان تمام تر اسباب مشغول کے) آپ کو بجز محبوب حقیقی کے کسی طرف التفات (بالذات) نہ تھا بلکہ آپ معائنہ جلال حق سے ایسے معمور تھے کہ آپ کے رتبہ وکمال میں اہل اللہ (یعنی اولیاء اللہ) کا وہم تک نہیں پہنچتا (اور ظاہر ہے اور شیخ اکبر نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ اولیاء انبیا علیہ السلام کے کمالات کی حقیقت کا ادراک نہیں کرسکتے آگے ترقی ہے کہ اولیا تو کیا چیز ہیں آپ کا تو یہ ارشاد ہے کہ ہمارے وقت خاص میں (جو حق تعالٰی کے ساتھ ہم کو حاصل ہے) کسی نبی مرسل اور ملائکہ اور جبرئیل کو (جو بڑے ملک مقرب ہیں) گنجائش نہیں تم لوگ سمجھ لو (یہ مضمون بعنوان حدیث مشہور ہے مگر اس کی سند کہیں نہیں دیکھی لیکن آپ کا مراتب کمال وقرب میں اکمل وافضل انبیاء ہونا اس مضمون کا مصحح ہے) آپ بزبان حال فرمارہے ہیں کہ ہم مصداق مازاغ البصر کے ہیں اور زاغ کی طرح (ملتفت الی جیفۃ الدنیا) نہیں اور ہم تو صباغ عالم کے مست (اور دلدادہ) ہیں باغ عالم کے مست (اور طالب) نہیں ہیں (یہ اشارہ ہے تفسیر آیت مازاغ البصر وماطغی کی طرف اور غالباً اس میں قول مشہور اختیار کیا ہے کہ رویت حق پر محمول ہو مگر راجح بلکہ متعین رویت جبرئیل علیہ السلام پر عمل کرنا کیونکہ خود جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفسیر فرمائی ہے پھر دوسرا احتمال کہاں رہا چنانچہ حدیث اسراء میں امام مسلم نے مسروق وحضرت عائشہ کے مناظرہ میں روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے اس امت میں سب سے اول یہ سوال حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ نے فرمایا انما ہو جبرئیل لم اراہ علی صورتہ التی خلق علیہا غیر ہاتین المرتین گو یہ تفسیر مستلزم نفی رویت الٰہیہ کو نہیں اس کا اثبات دوسری دلیل سے ممکن ہے اور اگر اس شعر کو اسی محقق تفسیر پر مبنی کیا جائے تب یہ توجیہ ہوگی کہ نظر الی الآیات جو من حیث الآیات ہم سے مطلوب تھی اس سے ہم کو زیغ نہیں ہوا کہ ان کی ذات سے متلذذ ہونے لگتے) غرض یہ کہ جب (عالم ملکوت کہ) افلاک وملائکہ کا مخزن (ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک میں ایک خس کے برابر تھا تو مکہ اور شام اور عراق کے واسطے (خود ان کو مقصود بنا کر آپ کیا مقاتلہ اور اشتیاق فرماتے ایسا گمان تو صرف منافق کو ہوسکتا ہے جو اپنے جہل وحرص سے ایسا قیاس کرلے (کما قیل المرء یقیس علی نفسہ)

آبگینہ زرد چوں سازی نقاب	زرد بینی جملہ نور آفتاب
تو جب زرد آئینہ کا نقاب بنائے گا	سورج کی تمام روشنی کو زرد دیکھے گا
بشکن آں شیشہ کبود و زرد را	تا شناسی گرد را و مرد را
اس اندھے اور زرد شیشہ کو توڑ ڈال	تاکہ تو گرد اور مرد کی شناخت کر سکے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرد فارس گرد سر افراشتہ	گرد را تو مرد حق پنداشتہ
شہسوار کے چاروں طرف غبار اڑ رہا ہے	تو نے غبار کو مرد حق سمجھ لیا ہے
گرد دید ابلیس و گفت ایں فرع طیں	چوں فزاید بر من آتش جبیں
شیطان نے (آدم کی) گرد دیکھی اور بولا یہ مٹی کا بنا ہوا ہے	مجھ آتشیں پیشانی والے سے کیسے بڑھ جائے گا؟
تا تو می بینی عزیزاں را بشر	داں کہ میراث بلیس ست آں نظر
جب تک تو معززین (بارگاہِ الٰہی) کو بشر سمجھتا ہے	سمجھ لے یہ نگاہ شیطان کی میراث ہے
گر نہ فرزند بلیسی اے عنید	پس بتو میراث آں سگ چوں رسید
اے سرکش! اگر تو شیطان کی اولاد نہیں ہے	تو تجھے اس کتے کی میراث کیسے ملی ہے؟

(اوپر نظر منافق کا فساد مذکور تھا یہاں اس کی مثال اور اس کی اصلاح کا امر ہے یعنی) اگر زرد آبگینہ کو مثلاً تم نقاب کی طرح آنکھوں پر لگا لو تو تمام دھوپ زرد نظر آئے گی اس لئے تم کو چاہیے کہ اس شیشہ کبود و زرد کو (جو غلط انداز و غلط نما ہے) چور چور کر ڈالو (یعنی اسباب غلط بینی کو کہ اتباع غرض نفسانی ہے رفع کر دو) تا کہ تم کو گرد کی اور مرد کی شناخت ہو (گرد سے مراد حالت محسوسہ اور مرد سے مراد کمال مخفی بوجہ اختفاء کمال باطنی کی حالت محسوسہ میں مثل اختفاء مرد کے گرد میں چنانچہ فرماتے ہیں کہ) سوار کے گرد گرد و غبار بلند ہو جاتا ہے (اور سوار کو پنہاں کر دیتا ہے) تم اس غبار کو مرد حق گمان کر بیٹھتے ہو (یعنی یہ سمجھتے ہو کہ مرد حق جو سنا گیا ہے وہ یہی غبار ہے اور وہ ہے مبتذل پس مرد کو مبتذل سمجھنے لگتے ہو اور اس سے بد اعتقاد ہو جاتے ہو اور یہ مطلب نہیں کہ گرد کے معتقد ہو جاتے ہو کہ خلاف مقصود مقام ہے) ابلیس نے صرف گرد (یعنی حالت ظاہری آدم علیہ السلام کی کہ خلق من مادۃ الطین ہے) دیکھی اور کہنے لگا کہ یہ مخلوق خاکی مجھ سے کہ آتش جبین (و مخلوق آتشی ہوں کیونکہ افضل ہو سکتا ہے (کہ میں اس کو سجدہ کروں) پس تم بھی جب تک اہل اللہ کو خالی بشر سمجھتے رہو گے (یعنی ان کے اوصاف کو منحصر مقتضیات بشریت میں سمجھو گے اور کمالات روحانیہ کی نفی کرو گے جیسا کفار نے صیغہ حصر سے کہا تھا ان انتم الا بشر مثلنا) تو جان رکھنا کہ ایسی نظر اور اعتقاد میراث ابلیسی ہے اور اگر تم (بنسب معنوی فرزند ابلیس نہیں ہو تو بتاؤ اس مردود کی میراث تم کو کیونکر پہنچی)

من نیم سگ شیر حقم حق پرست	شیر حق آنست کز صورت برست
میں کتا نہیں ہوں حق پرست اسد اللہ ہوں	اللہ کا شیر وہ ہے جو صورت (پرستی) سے چھوٹ جائے
شیر دنیا جوید اشکارے و برگ	شر مولیٰ جوید آزادی و مرگ
دنیا کا شیر شکار اور سامان تلاش کرتا ہے	اللہ کا شیر آزادی اور موت کی جستجو کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ اندر مرگ بیند صد وجود	ہمچو پروانہ بسوز اند وجود
چونکہ وہ موت میں سینکڑوں وجود سمجھتا ہے	پروانہ کی طرح (اپنے) وجود کو جلا دیتا ہے

(اسمیں عود ہے قصہ کی طرف اور یہ مقول ہے حضرت علیؓ کا یعنی) میں سگ نفس نہیں ہوں بلکہ شیر حق ہوں اور حق پرست ہوں اور شیر حق اس کو کہتے ہیں جو (حب) صورت (جسم) سے چھوٹ جائے (پس جب میں شیر حق ہوں تو میں بھی محب جسم و نفس نہیں ہوں) اور شیر دنیا تو شکار اور سامان ڈھونڈتا ہے اور شیر حق آزادی (غیر اللہ سے) اور موت (جسمانی یا نفسانی کو فناء ہے) ڈھونڈتا ہے (چنانچہ موت جسمانی کے باب میں حدیث ہے من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ اور فناء کی مطلوبیت ظاہر ہے) چونکہ وہ موت میں صدہا وجود (یعنی وجود ابدی) دیکھتا ہے اس لئے پروانہ کی طرح اپنی ہستی کو سوختہ کر دیتا ہے (یعنی طمع بقاء میں فناء اختیاری اور موت جسمانی کی تقدیر پر مظان رضاء حق سے اپنے جسم کو نہ بچانا تو جیہ سوز اند میں کہا جائے گا کما قال تعالیٰ ولا یرغبوا بانفسھم عن نفسہ و فی الحدیث یتبغی الموت مظانہ کما سمع ھیئتہ طار الیھا)

شد ہوائے مرگ طوق صادقاں	کہ جہوداں رابداں بد امتحاں
موت کی تمنا سچوں کے گلے کا طوق ہے	اس لئے کہ یہود کا اسی سے امتحان ہوا تھا
در نبی فرمود کاے قوم یہود	صادقاں را مرگ باشد نفع وسود
(اللہ تعالیٰ نے) قرآن میں فرمایا کہ اے یہودیو!	سچوں کے لئے موت کامیابی اور نفع ہے
ہمچنانکہ آرزوئے سود ہست	آرزوئے مرگ بردن زاں بہ است
جس طرح کہ نفع کی تمنا ہوتی ہے	موت کی آرزو کرنا اس سے (بھی) بہتر ہے
اے جہودان بہر ناموس کساں	بگذر انید ایں تمنا بر زباں
اے یہودیو! لوگوں میں آبرو کی خاطر	اس تمنا کو زبان پر لے آؤ
یک جہودے ایں قدر زہرہ نداشت	چون محمدؐ ایں علم را بر فراشت
ایک یہودی میں بھی اس قدر ہمت نہ ہوئی	جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ جھنڈا بلند کیا
گفت اگر گویند ایں را بر زباں	یک جہودے خود نماند در جہاں
(آنحضورؐ نے) فرمایا اگر یہودی زبان سے یہ کہہ دیتیں	تو ایک یہودی بھی دنیا میں نہ بچے
پس یہوداں مال بردند و خراج	کہ مکن رسوا تو مارا اے سراج
یہودی مال اور خراج آنحضورؐ کے پاس لے گئے	کہ اے چراغ (ہدایت) ہمیں رسوا نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

جزیہ بد رفتند و می بودند شاد	ہمچناں واللہ اعلم بالرشاد
انہوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا اور خوش تھے	اسی حالت میں اور خدا ان کی ہدایت کا حال زیادہ جانتا ہے

(یہ مقولہ ہے مولانا کا واسطے تقریر مضمون بالا محبوبیت موت کی یعنی) جب موت صادقین کے لئے طوق گلو (یعنی لازم) ہوتا ہے جو کہ اس زمانہ (نبوی) میں یہود کے لئے امتحان مقرر ہوا تھا چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے (قل یاایها الذین هادوا ان زعمتم انکم اولیاء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صادقین جس کا حاصل یہی ہے) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہود سے فرما دیجئے کہ اے یہودیو (اگر دعوئی ولایت میں صادق ہو تو) موت تو صادقین کے لئے سامان فتح و نفع ہے پس جس طرح نفع مالی کی آرزو ہوا کرتی ہے موت کی آرزو تو اس سے زیادہ اولیٰ ہے (کہ اس میں نفع ابدی ہے) اے یہودیو! لوگوں میں اپنی بات رکھنے کے لئے ہی ذرا لفظ تمنا زبان سے تو کہہ ڈالو مگر جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا اشتہار دیا ایک یہودی کو بھی تو اس قدر ہمت نہ ہوئی (کہ زبان ہی سے کہہ لے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر یہودی ذرا بھی زبان پر لفظ تمنا لاتے تو ایک یہودی دنیا میں زندہ نہ رہتا پس یہودی مال وخراج (آپ کی خدمت میں) لے گئے کہ آپ ہم کو رسوا نہ فرمائیے (ہم جزیہ دے کر رعایا بنے رہیں گے غرض جزیہ (دینا) قبول کیا اور اسی حالت میں خوش رہے (مگر تمنائے موت نہ کر سکے پس معلوم ہوا کہ وہ صادق نہ تھے) اور اللہ تعالیٰ ہی ہدایت کا حال خوب جانتے ہیں (کہ کون اس کے دعوے میں صادق ہے کون کاذب)

ایں سخن را نیست پایانے پدید	دست با من دہ چو چشمت دوست دید
اس بات کا تو خاتمہ نظر نہیں آتا	(اپنا) ہاتھ مجھے کو دو جبکہ تیری آنکھوں نے دوست (خدا) کا دیدار کر لیا ہے
اندر آ در گلستاں از مزبلہ	چونکہ در ظلمت بدیدی مشعلہ
کوڑی سے باغ کے اندر آ جا	جبکہ تونے تاریکی میں نور دیکھ لیا ہے
بے توقف زود تر در نہ قدم	زیں چہ بے بن سوئے باغ ارم
بلا تاخیر بہت جلد قدم رکھ	اس اتھاہ کنویں سے بہشت میں
ہم نبردش گفت از بہر خدا	شرح کن ایں راد بپذیرم ہلا
ان کے (حضرت علیؓ) مقابل نے کہا خدا کے لئے	اس کی تفصیل بتا دیجئے اور مجھے ضرور (غلامی میں) قبول کر لیجئے

(یہ مقولہ ہے حضرت علیؓ کا یعنی) اس مضمون کا تو (شیر حق آں ست کز صورت برست) کہیں انتہا ظاہر نہیں ہوتی اب تو تیری چشم باطنی نے جب محبوب حقیقی کا مشاہدہ کر لیا تو (بیعت کے لئے) میرے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیدے اور جبکہ تو ظلمت کفر میں مشعلہ ایمان کو دیکھ چکا ہے (یعنی جو قلب پہلے سے تاریک تھا اس میں اللہ تعالیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

نے نور ہدایت پیدا کر دیا) تو اب مزبلۂ باطل سے گلستان حق کی طرف آ جا اور اس چاہِ ضلالت (سابقہ) سے جس کا کہیں قعر نہیں بلا توقف جلدی قدم اٹھا کر باغ ارم (ہدایت) کی طرف چلا آ۔ آپ کے اس حریف جنگ نے عرض کیا کہ (مجھ کو عذر کیا ہے مگر سبب عفو کی تحقیق میں بے صبر ہوں) خدا کے واسطے اس کی شرح کر دیجئے اور مجھ کو (غلامی میں قبول فرمائیے تو ہاں (کہہ دیجئے کیا بات تھی)

گفتن امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ باقرین خود کہ چوں تو خیو انداختی برروئے من خشم من بجنبید و اخلاص عمل نماند مانع کشتن تو آں بود و مسلماں شدن او

امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے مقابل سے فرمایا کہ جب تو نے میرے منہ پر تھوکا' میرا غصہ بھڑکا اور عمل کا اخلاص نہ رہا' تیرے قتل کا مانع یہ تھا اور اس کا مسلمان ہو جانا

گفت امیر المومنینؓ باآں جواں	کہ بہنگام نبرد اے پہلواں
امیر المومنینؓ نے اس جوان سے فرمایا	کہ اے پہلوان! مقابلہ کے وقت
چوں تو خیو انداختی برروئے من	نفس جنبید و تبہ شد خوئے من
جب تو نے میرے منہ پر تھوکا	نفس میں اشتعال پیدا ہوا اور میری عادت بگڑی
نیم بہر حق شد و نیمے ہوا	شرکت اندر کار حق نبود روا
آدھا (جہاد) اللہ کیلئے اور آدھا خواہش نفسانی کے لئے ہو گیا	اللہ کے کام میں شرکت درست نہیں ہے
تو نگاریدہ کف مولیستی	آن حقی کردۂ من نیستی
تو مولیٰ کے ہاتھ کا بنایا ہوا ہے	تو اللہ کا مملوک ہے میرا مخلوق نہیں ہے
نقش حق را ہم بامر حق شکن	بر زجاجہ دوست سنگ دوست زن
اللہ کے نقش کو اللہ ہی کے حکم سے توڑ	دوست کے شیشہ پر دوست کا پتھر مار

یعنی حضرت امیر المومنین نے اس شخص سے (اس عفو کا سبب) فرمایا کہ لڑائی کے وقت جب تو نے میرے منہ پر تھوک دیا تو میرے نفس کو (غصہ سے) جنبش ہوئی اور میرا اخلاق حسن بگڑنے لگا پس (میرا غزوہ) کچھ تو اللہ تعالیٰ کے واسطے رہ گیا اور کچھ ہوائے نفسانی ہو گیا اور حق تعالیٰ کی عبادت میں شرکت جائز نہیں (چنانچہ رضاء خلق کے واسطے ریاء فی العبادۃ کو حدیث میں شرک فرمایا ہے) اور تو دست حق کا بنایا ہوا ہے اور حق تعالیٰ کا مملوک ہے میرا مملوک نہیں (کہ جس طرح چاہوں تصرف کر لوں پس وہی تصرف جائز ہوگا جو باذن حق ہو اور شرکت فی العبادت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

اذن حق نہیں ہے اس لئے تجھ کو چھوڑ دیا کیونکہ تو مصنوع حق ہے اور) مصنوع حق کو امر حق ہی سے توڑنا چاہیے۔ در شیشۂ دوست پر سنگ دوست ہی مارنا چاہیے (یعنی ان کے مصنوعات و مملوکات میں ان کے ہی اذن سے تصرف کرنا چاہیے اور چونکہ تمام مخلوق ایسی ہی ہے اس لئے یہ حکم جمیع افعال کو عام ہو گیا اور اس کی تحقیق کہ اس بناء پر کافر کو چھوڑ دینا کس طرح جائز تھا اس قصہ کے اول میں عرض کر چکا ہوں جس کا مبنی جواز من وفداء ہے۔

گبر ایں بشنید و نورے شد پدید	در دل او تا کہ زنارش برید
اس کافر نے یہ بات سنی اور ایک نور ظاہر ہوا	اس کے دل میں یہاں تک کہ اس نے اپنا زنار کاٹ پھینکا
گفت من تخم جفا می کاشتم	من ترا نوعے دگر پنداشتم
اس نے کہا میں نے ظلم کا بیج بویا تھا	میں نے آپ کو کچھ اور ہی خیال کیا تھا
تو ترازوئے احد خو بودۂ	بل زبانہ ہر ترازو بودۂ
آپ تو خدائی اخلاق والی ترازو تھے	بلکہ آپ تو ہر ترازو کا کانٹا تھے
تو تبار و اصل خویشم بودۂ	تو فروغ شمع کیشم بودۂ
آپ تو میری اصل اور خاندان تھے	آپ میرے مذہب کی شمع کا نور تھے
من غلام آں چراغ شمع خو	کہ چراغت روشنی پذرفت ازو
میں اس شمع خو چراغ کا غلام ہوں	کہ جس سے آپ کے چراغ نے نور حاصل کیا
من غلام موج آں دریائے نور	کو چنیں گوہر برآرد در ظہور
میں اُس دریائے نور کی موج کا غلام ہوں	جو ایسے موتی نکالتی ہے
عرض کن بر من شہادت را کہ من	مر ترا دیدم سر افراز زمن
مجھ پر (کلمۂ) شہادت پیش کیجیے کیونکہ میں	آپ کو خصوصاً زمانہ میں برتر سمجھتا ہوں
قرب پنجہ کس ز خویش و قوم او	عاشقانہ سوئے دیں کردند رو
اس کے رشتہ داروں اور قوم میں سے تقریباً پچاس آدمیوں نے	والہانہ (طور پر) دین کا رخ کیا
او بہ تیغ حلم چندیں خلق را	وا خریدا از تیغ چندیں حلق را
ان (علیؓ) نے بردباری کی تلوار کے ذریعہ اتنے لوگوں کو	تلوار سے بچا دیا اس قدر حلقوم کو
تیغ حلم از تیغ آہن تیز تر	بل ز صد لشکر ظفر انگیز تر
بردباری کی تلوار لوہے کی تلوار سے زیادہ تیز ہے	بلکہ سینکڑوں لشکروں سے زیادہ فتح کرنے والی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کافر نے جو یہ بات سنی تو اس کے قلب میں ایک نور ظاہر ہوا جس سے اس نے زنار توڑ ڈالا (اور اس سے پہلے قوت قریبہ کا مرتبہ پیدا ہو چکا تھا جس کو مولانا نے تافتن اور دوست دیدن اور مشعلہ سے تعبیر فرمایا تھا اور یہ مرتبہ ہے فعلیت کا) اور عرض کیا کہ میں (آپ کے ساتھ) تخم جفا بوتا تھا (کہ آپ کا مقابل بنا اور گستاخی سے پیش آیا) میں تو آپ کو کچھ اور ہی طرح کا سمجھتا تھا (کہ مال و جاہ کے لئے ان کا قائل ہے) مگر آپ تو میزان (عدل فی الاخلاق والاعمال) نکلے جو متخلق باخلاق الٰہیہ ہیں (کہ عدل صفات الٰہیہ سے ہے) بلکہ آپ تو دوسری میزانوں کے کسان ہیں (جس سے میزان کی استقامت معلوم ہوتی ہے یعنی دوسرے اہل کمال کے معیار استقامت ہیں کہ آپ کی حالت پر منطبق کر کے ان کے کمال و نقصان کا حال معلوم ہوتا ہے) پس میرا خاندان اور اصل قرابت دار تو آپ ہی ہیں (یعنی میں اپنے کنبہ کو چھوڑتا ہوں) اور میرے اس کیش کے (جواب قلب میں القا ہوا ہے فروغ شمع (یعنی سبب ہدایت) آپ ہی ہیں میں تو اس چراغ شمع خو کا غلام ہوں جن سے آپ کے چراغ کو نور حاصل ہوا (مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنکے فیض سے آپ کو یہ کمال ملا) میں تو اس موج دریائے نور کا غلام ہوں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ بحر انوار حق کے موج یعنی مظہر کمالات حق ہیں) جو ایسے گوہر کو (جیسے حضرت علی ہیں) ظاہر کریں پس مجھ پر کلمۂ شہادت کو پیش فرمایئے کہ میں آپ کو (اس وقت تمام زمانہ سے افضل سمجھتا ہوں غرض اس کے اقارب و برادری میں سے پچاس آدمیوں کے قریب نے نہایت عشق و شوق سے اسلام قبول کیا آپ نے تیغ حلم سے اتنی خلق کو یعنی تیغ ہلاکت سے اتنے حلقوں کو بچالیا واقعی تیغ مسلم آہنی سے زیادہ تیز ہے بلکہ صدہا لشکر سے بڑھ کر باعث فتح وظفر ہے۔

خاتمہ دفتر اول مثنوی

اس خاتمہ میں چندے تصنیف بند کر دینے کا باعث مذکور ہے کیونکہ دفتر دوم متصل شروع نہیں ہوا حاصل اس کا یہ ہے کہ اس وقت طبیعت ہیں آمد معانی کا جوش نہیں رہا اور اس کا سبب یہ ہے کہ مستمعین کی توجہ معانی کی طرف نہیں رہی جسکی وجہ بطور مانعۃ الخلو طویل ہو جانا ہو دفتر کا یا سامعین کا میلان وانس ہو حکایات وقصص کے ساتھ جن کے ایراد سے اصلی مقصود توضیح ان معانی کی ہے اور وہ محض تمثیل و تنظیم ہیں لیکن سامعین کو بعض اوقات نفس و حکایات کی طرف زائد میلان ہو جاتا ہے اسی امر کو اس مقام پر لقمہ دو خوردہ شدہ سے تعبیر فرمایا ہے جس کی تفسیر خود آگے فرمائی ہے نان چو معنی بود الخ اور اسی کو ایک مقام پر اس دفتر میں اس طرح بیان فرمایا ہے چونکہ جمع مستمع را خواب برد + سنگہائے آسیارا آب برد + الخ اور اسی کو ایک مقام پر دفتر دوم میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ این زمان بشنو چہ مانع شد مگر + مستمع را رفت دل جائے دگر + خاطرش شد سوئے صوفی قنق + اندران سودا فرو شد تا عنق + الخ رہی یہ بات کہ تحریر میں مستمعین تو غائب ہوتے ہیں مولانا کو کیسے معلوم ہو گیا کہ یہاں سامعین کو معانی میں

www.besturdubooks.wordpress.com

نشاط نہیں رہے گا جواب یہ ہے کہ مولانا تو صاحب کشف ہیں لیکن اگر کوئی صاحب کشف بھی نہ ہو جب بھی قرائن وتجربۂ طبائع سے اس قلت نشاط کا ظن بھی بستگی طبیعت مصنف کے لئے کافی ہے رہا یہ امر کہ جب اس سے پہلے اور اس کے بعد بھی ان اسباب کا تحقق ہوا ہے جیسا اوپر دو مقاموں کا ذکر ہوا ہے اس پر مسبب یعنی تصنیف کا بند ہو جانا کیوں نہیں مرتب ہوا جواب اس کا یہ ہے کہ ملال وعدم نشاط ایک کلی مشکک ہے اس کے مراتب کی بیشی وضعف و قوت وقصر وامتداد میں متفاوت ہیں پس ممکن ہے کہ اس مقام پر زائد اور قوی وممتد ہوا ہو اور ان مقاموں پر ناقص و ضعیف وقاصر ہوا ہو اس لئے ایک جگہ ترتب مسبب میں مؤثر ہوا ایک جگہ نہ ہوا واللہ اعلم۔

اور یاد رکھنا چاہیے کہ جسطرح کمی جوش معانی کی مقتضی ہے سکوت عن الکلام کو اسی طرح بہت زیادہ جوش معانی کی بھی مقتضی ہے سکوت عن الکلام کو کیونکہ کمی میں کلام کرنے کا ضرر ہے کہ اولاً متکلم کی طبیعت حاضر نہ ہونے سے کچھ تو تقریر کافی نہیں ہوگی دوسرے مخاطب کے متوجہ نہ ہونے سے کچھ وہ ناتمام سمجھے گا اس طور پر غلط فہمی کا احتمال اس میں غالب ہوگا اور زیادت میں تو اسرار دقیقہ ناقابل برداشت فہم سامعین کے ظاہر ہو جانے سے لزوم ضرر یقینی ہے چنانچہ مولانا نے ایک مقام پر اس کو بھی بیان فرمایا ہے من ز شیرینی نشینم رو ترش + من ز بسیاری گفتارم خمش + تا کہ در ہر گوش نابد این سخن + یک ہمی گویم ز صد سر لدن + اور بھی بہت مقامات میں ایسے موقع پر اجمال واعراض فرما گئے ہیں کما لا یخفی

اے دریغا لقمۂ دو خوردہ شد	جوشش فکرت ازاں افسردہ شد
ہائے افسوس! دو چار لقمے کھا لئے گئے	فکر کا جوش اس سے ٹھنڈا پڑ گیا۔
گندمے خورشید آدم را کسوف	چوں ذنب شعشاع بدرے را خسوف
۔ گیہوں کا ایک دانہ آدم کے سورج کے لئے گرہن بنا	جیسا کہ (نقطہ) ذنب میں آنا چاند کے نور کا گرہن ہے۔
اینت لطف دل کہ از یکمشت گل	ماہ او چوں می شود پروین گسل
۔ دل کی لطافت عجیب ہے کہ ایک مٹھی خاک سے ۔	، اس کا چاند ثریا کی طرح پراگندہ ہو جاتا ہے
۔ ناں چو معنیٰ بود خوردش سود بود	چونکہ صورت گشت انگیزد جحود
۔ روٹی جب تک معنی تھی اس کا کھانا مفید تھا	چونکہ وہ صورت بن گئی (اس لئے) انکار کا باعث بن گئی
ہمچو خار سبز کاشتر می خورد	زاں خورش صد نفع ولذت می برد
سبز کانٹوں کی طرح جو کہ اونٹ کھاتا ہے	اس خوراک سے سینکڑوں نفعے اور لذتیں حاصل کرتا ہے
چونکہ آن سبزیش رفت وخشک گشت	چوں ہمانرا می خورد اشتر بدشت
جب ان کی سبزی جاتی رہے اور خشک ہو جائیں	پھر اونٹ ان کو جنگل میں چرے

www.besturdubooks.wordpress.com

می دراند کام ونجش اے دریغ	کانچناں وردمر باگشت تیغ
اس کا تالو اور ہونٹ پھاڑ دیتے ہائے افسوس	کہ ایسا گلقند تلوار بن گیا
ناں چو معنیٰ بود بود آں خار سبز	چونکہ صورت شد کنوں خشک ست وگبز
روٹی جب تک معنیٰ تھی وہ سبز کانٹا تھی	جب صورت بن گئی، خشک اور سخت ہے
تو بداں عادت کہ اورا پیش ازیں	خوردہ بودی اے وجود نازنیں
تو اسی عادت سے کہ اس سے پہلے اس کو	تو نے کھایا، اے نازنیں وجود والے!
بر ہماں بوی خوری ایں خشک را	بعد ازاں کامیخت معنیٰ باثریٰ
اسی بو پر تو اس خشک کو کھاتا ہے	اس کے بعد جبکہ معنیٰ مٹی میں مل گئے ہیں
گشت خاک آمیز وخشک وگوشت بر	زاں گیاہ اکنوں بپرہیز اے شتر
جو مٹی میں مل گئی اور خشک ہوگئی اور گوشت کو کاٹنے والی ہے	اے اونٹ! اب اس گھاس سے پرہیز کر

یعنی افسوس ہے کہ دو لقمے کھالئے گئے (یعنی سامع کو قصص وحکایت کی طرف توجہ ہوگئی) اس لئے کہ میرا جوش فکر افسردہ ہوگیا (کیونکہ سامع کی جانب سے جذب معانی کا نہ رہا اور سامعین کی بے توجہی سے فکر کے افسردہ ہونے کا تعجب مت سمجھو دیکھو) ایک گندم خورشید (سکنی جنت) آدم علیہ السلام کے لئے باعث کسوف بن گیا جس طرح ذنب نور بدر کا سبب خسوف ہوجاتا ہے (ذنب ایک عقدہ ہے منجملہ عقدتین کے دوسرے کا نام راس ہے اور یہ دو نقطے ہیں کہ مدار شمس ومدار قمر کے تقاطع سے پیدا ہوئے ہیں جب ایک نقطہ میں آفتاب ہوتا ہے اور دوسرے میں قمر اس وقت دونوں میں زمین حائل ہوجاتی ہے اور قمر کو خسوف ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ نورانی اور لطیف چیز ادنیٰ سبب ظلمت وکدورت سے متاثر ہوجاتی ہے یہی حال فکر کا سمجھو جو صفت ہے قلب کی پس) قلب کی بھی عجیب لطافت ہے کہ ایک مشت گل سے اس کا ماہتاب کس طرح ثریا کے مثل پراگندہ (ومنتشر الاجزاء) ہو جاتا ہے (مشت گل اسی بے توجہی کو کہا ہے تشبیہا بوجہ جامع کدورت کے یعنی بے توجہی سامع سے متکلم کا دل بٹ جاتا ہے اور بیان کافی نہیں ہوتا) نان (یعنی حکایات وامثال) جب تک (ذریعہ) معانی وعلوم مقصود رہے (یعنی سامعین معانی کو مقصود بالذات سمجھتے رہے اس وقت تک اس کا کھانا (یعنی ان کا کہنا سننا) مفید تھا اور جب وہ (نان) صورت بن گئی (یعنی حکایات مقصود بن کر معانی پر مقصودیت میں غالب آگئیں) تو اب وہ باعث جمود معانی ہوگئی (جیسے احقر نے اوپر غلط فہمی کے تقریر کی ہے اور غلط فہمی جمود کا ترتب ظاہر ہے) اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے اونٹ خار سبز کو کھاتا ہے اور اس خورش سے نفع (غذائیت) ولذت حاصل کرتا ہے لیکن جب اس کی سبزی جاتی رہے اور وہ خشک ہوگیا اگر پھر وہ اس کو جنگل میں چرنے لگے تو تمام اس کے کام ولب کو چیر ڈالے اور حیرت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ وہ پہلے گلقند کے مثل (لذیذ) تھا اب وہ تلوار کا کام دینے لگا (تطبیق مثال کی یہ ہے) نان جب تک مغنے رہے وہ خار سبز کے مثل ہے اور جب وہ صورت بن گئی اب وہ خار خشک اور سخت کے مثل ہوگئی) مطلب یہ کہ حکایات مشابہ خار کے ہیں اور ان کے ضمن میں جو معانی مقصودہ ہیں وہ مشابہ سبزی کے ہیں جو ضمن خار میں ہے اور معانی کا مقصود رہنا مشابہ ہے خار میں سبزی رہنے کے اور اس سے قطع نظر کر لینا مشابہ ہے سبزی جاتے رہنے کے اور جس طرح خار سبز نافع ہے اور خار خشک مضر اسی طرح حکایات بقصد معانی سننا نافع ہے اور خلو عن المعانی کی حالت میں مضر جیسا احقر نے وجہ ضرر او پر عرض کی ہے) تم اپنی اسی عادت (سابقہ) کے موافق کہ اس سے پہلے (حالت سبزی میں) اس کو کھاتے رہے ہو اسی احتمال پر اب اس خشک کو کھانا چاہتے ہو جبکہ معنی آمیختہ بہ خاک ہو چکا ہے اور جب وہ خاک آمیز اور خشک اور گوشت کو پارہ پارہ کر دینے والا ہو گیا ہے تو اب اس گیاہ سے شتر کو پرہیز کرنا چاہیے (مطلب ظاہر ہے کہ تم پہلے ہوئے اب بھی حکایات سننا چاہتے ہو حالانکہ سابق اور حال میں یہ فرق ہو گیا ہے کہ پہلے تم کو معانی کی طرف توجہ تھی اس لئے حکایات نافع تھیں اور اب توجہ نہیں رہی اس لئے مضر ہو نگی اور اس مقام کی دوسری توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ دو لقمہ سے مراد اپنا عود ہو بعض احکام بشریہ کی طرف کسی خاص وجہ سے خواہ زیادہ تحریر فرمانے تعب طبیعت میں ملال ہو گیا ہو یا کوئی حاجت یا عارض پیش آ گیا ہو کیونکہ کاملین کو بھی ان امور سے قبض ہو جاتا ہے گو عوام کے قبض سے ممتاز ہوتا ہے کہ قبض عوام نقصان عبدیت سے ہے اور ان کا کمال عبدیت سے پس تقریر یہ ہو گی کہ مجھ کو بعض عوارض موجب انقباض پیش آ گئے اور ان عوارض سے میرا قلب متاثر ہو گیا اور آمد معانی کی کم ہو گئی پس جب تک نظم مشابہ معنی پر از معانی تھی نافع تھی اب اگر لکھوں گا نری نظم ہو گی جو مضر ہے اس لئے مخاطب کو اب زبان اشتیاق سے تقاضا نظم کا بامید نفع جس کا خوگر ہو رہا ہے نہ چاہیے چندے التواء و امہال ضروری ہے اور یہ توجیہ میرے ذوق میں راجح ہے لیکن چونکہ شروع تحریر میں مرجوح معلوم ہوئی اس لئے ذکر میں مؤخر ہو گئی واللہ اعلم باسرار عبادہ۔

سخت خاک آلودہ می آید سخن	آب تیرہ شد سرچہ بند کن
بات بہت خاک آلود نکلتی ہے	پانی گدلا ہو گیا' کنوئیں کا منہ بند کر دے
تا خدایش باز صاف و خوش کند	او کہ تیرہ کرد ہم صافش کند
جب تک خدا اس کو پھر اچھا اور صاف کرے	جس نے اس کو گدلا کیا ہے اس کو صاف بھی کر دے گا
صبر آرد آرزو را نے شتاب	صبر کن واللہ اعلم بالصواب
صبر آرزو پوری کرتا ہے' نہ کہ جلد بازی	صبر کر' اور خدا بہتر جانتا ہے

(اس میں خطاب ہے اپنے نفس کو بطور تفریع کے ماقبل پر یعنی جس طرح کنوئیں سے پانی نکالتے نکالتے گدلا آنے لگتا ہے اس طرح) اب کلام بہت خاک آلود نکلنے لگا اور پانی بالکل میلا ہو گیا اب کنوئیں) کا منہ بند کر دو تا کہ حق تعالیٰ اس کو صاف اور خوش رنگ و خوش مزہ کر دیں وہی خالق ہیں تیرگی کے اور وہی صاف کر دیں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

(چاہ سے مراد قلب اور آب سے مراد کلام یعنی قلب سے بہت مضامین نکلے اب خواہ اپنے انقباض سے یا سامع کے انقباض سے قلب میں وہ نشاط نہ رہا جو موجب صفائے سخن ہے اس لیے سکوت مناسب ہے تاکہ یہ انقباض بعد چندے مبدل بہ نشاط وانبساط ہو جائے واللہ یقبض و یبسط اور چونکہ باوجود انقباض کے بعض اوقات مصلحت افادہ واستفادہ پر نظر ہونے سے تقاضائے تکلم ہوتا ہے اس کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں کہ) آرزو صبر سے خوب پوری ہوتی ہے عجلت سے نہیں ہوتی اس لئے صبر ہی کرنا چاہیے (یعنی آرزو افادہ واستفادہ کی محمود ہے مگر تعجیل میں یہ ناتمام رہے گی بوجہ آمد نہ ہونے مضامین کے اور صبر تانی سے معانی کی آمد ہونے لگے گی ان سے افادہ و استفادہ خوب ہوگا) واللہ اعلم بالصواب (عجب نہیں یہ دلیل ہو محمودیت صبر کی یعنی حق تعالیٰ تو امر صواب کو خوب جانتے ہیں اور انہوں نے صبر کا امر اور اس کا نافع ومثمر ہونا فرمایا ہے معلوم ہوا کہ امر صواب یہی ہے کما قال اللہ تعالیٰ یایھا الذین آمنو اصبروا و صابرو اور ابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون)

ف: اس مقام میں اشارہ ہے اس طرف کہ عارف کو بحکم وقت کلام کرنا چاہیے جب طبیعت اپنی اور سامعین کی حاضر ہو اور علوم ومعارف کی آمد ہو اور اس میں اعتدال ہو کہ نہ بیان میں تکلف ہو اور نہ اتنا غلبہ ہو کہ ضبط سے خارج ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت افادہ فرمائے چنانچہ آمد کی قلت اور بلا انضباط کثرت دونوں کا مقتضی سکوت ہونا اوپر مولانا کے کلام سے ثابت کیا گیا ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ بعض محققین کا ارشاد ہے کہ تکلم وسکوت میں نفس کی مخالفت کرنا چاہیے جب کلام کی طرف رغبت ہو اس وقت سکوت اور جب سکوت کی طرف رغبت ہو اس وقت کلام کرے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ اس شخص کے لئے ہے جو ہنوز مجاہدہ میں مشغول ہے پس یہ بھی ایک مجاہدہ ہے اور یہاں جو مذکور ہے وہ اہل مشاہدہ وکاملین کے لئے ہے فلا تعارض اور راز اس میں یہ ہے کہ محتاج مجاہدہ چونکہ ناقص ہے اس کے سکوت وتکلم دونوں میں نفسانی غرض ہوتی ہے لہٰذا معالجہ واجب ہوا اور کامل اغراض سے مطہر ہو چکا ہے اس کا تکلم محض تربیت طالبین کے لئے منجانب اللہ ہے پس تقاضائے کلام نافع امر الہامی الٰہی ہوگا لہٰذا اس کے اتباع کے لئے کلام ضروری ہوگا اور اس کے خلاف میں الہاما امر سکوت ہوگا لہٰذا اس کے امتثال کے لئے سکوت ضروری ہوگا چون قلم در جہۂ تقلیب رب واللہ اعلم ف احقر الفقر نے اپنے مرشد طیب اللہ ثراہ وجعل مقعد الصدق مثواہ کی بالکل یہی شان دیکھی اکثر اوقات ایسے مسائل پوچھے گئے جو حضرت صاحب کے نزدیک سہل سے سہل تھے مگر آپ نے بے تکلف فرما دیا کہ اس وقت قلب متوجہ نہیں کسی وقت خود بیان ہو جائے گا سبحان اللہ کیا ذات مجسم حالات تھی کہ تمام اقوال وافعال واحوال آپ کے سچ عرض کرتا ہوں کہ مسائل فن کی تفسیر تھی زاد اللہ تعالیٰ فی درجاتہ ورزقنا من برکاتہ

ف: مولانائے رومی اور مرشد مخدومی کا تمہل فی التکلم تو تحقیقی ہے لیکن اہل تحقیق کی تقلید جائز بھی مقدمہ تحقیق ہو جاتی ہے اس لئے یہ احقر بھی طبیعت کے سست ہو جائے اور بعض دوسرے ضروری کاموں کے پیش آ جانے سے فی الحال دفتر ثانی کی شرح شروع کرنے کی ہمت نہیں کرتا اب جو کچھ اور جب کبھی اللہ تعالیٰ کو منظور ہو ان کے سپرد تمت بحمد اللہ الترجمۃ الکاملتہ للدفتر الاول من المثنوی المعنوی بوقت الاضحی من الیوم الجمعۃ

www.besturdubooks.wordpress.com

عاشر رجب سنة الف و ثلثمائة واحدی و عشرین من هجرة النبی فی کورة تهانه بمعون صفه مسجد مرشدی عمرها الله تعالیٰ بالانوار والبرکات وختم لنا بالخیر والحسنات.

خاتمہ ترجمہ دفتر اول مثنوی معنوی

حامداً ومصلیاً کسی کتاب کے مقاصد کا پورا احاطہ اس وقت ہوتا ہے جب اس کے بناء تالیف اور جن امور کا تالیف کے وقت لحاظ اور التزام مرعی رہا ہے مطالعہ کتاب سے پہلے معلوم ہو جائے سو وجہ تالیف تو خطبہ میں مذکور ہو چکی ہے اور رعایات تصنیف کا علم خود مصنف کو بھی پہلے سے نہیں ہوتا عین تصنیف میں حسب ضرورت ان کا وقوع ہوتا جاتا ہے اور اسی وقت ان کی تعیین ہوتی ہے اس لئے آخر میں ان میں سے بھی بعض کو اختصار کے ساتھ ظاہر کئے دیتا ہوں مناسب ہوگا اگر ناظرین خطبہ کو اور اس خاتمہ کو کتاب سے پہلے مطالعہ فرمالیں اول تقریر ترجمہ میں بالکل قدر ضرورت پر جس پر حل مقام موقوف تھا اکتفا کیا گیا ہے نہ کسی ضروری قید یا شرط یا توضیح وغیرہ کو ترک کیا گیا کہ مطلب سمجھنے میں خلل یا غلطی رہی نہ بلا ضرورت کوئی مضمون خارجی داخل کیا گیا کہ مقصود و غیر مقصود میں خلط ہوا اور مواقع اضافہ ضروری میں امتیاز بین الاصل والزیادۃ کے لئے زائد کو بین الہلالین محصور کر دیا گیا اس طرح کہ اگر ان محصورات سے قطع نظر کی جائے تو نرا ترجمہ رہ جائے اور وہ بھی مربوط اور سہل مگر مجمل دوم بیان مطلب میں حتی الامکان ایسی سلیس تقریر اختیار کی گئی ہے کہ جس شخص کو فن سے ذرا بھی مناسبت ہوگی اس کو مطلب بالکل آئینہ ہو جائے گا باقی جس کو مناسبت ہی نہ ہو یا کوئی مضمون فی نفسہ دقیق و علوم عقلیہ پر موقوف ہو وہاں عام فہم کر دینا میری وسعت سے خارج تھا ایسے شخص یا ایسے مقام کے لئے کسی ماہر سے رجوع کر لینا اس صعوبت کو سہولت سے مبدل کر سکتا ہے سوم مولانا کے الفاظ مبہمہ کو واضح اور الفاظ غیر مصطلحہ کو مصطلح کے ساتھ تفسیر کرنے میں بہت کوشش کی گئی ہے تاکہ مانوس و معروف عنوان ان کی اجنبیت و غرابت کو جو مانع فہم ہے مرتفع کر دے۔ چہارم جہاں کسی لغت غیر مشہور یا کسی دوسرے فن کی کسی اصطلاح غیر معروف یا کسی ترکیب مغلق کے حل کی احتیاج تھی ترجمہ سے پہلے اس کو لکھ دیا گیا۔ پنجم تقریر میں مضامین کا باہم ارتباط و اتساق نہایت اہتمام سے ملحوظ رکھا گیا جس سے انشاءاللہ تعالیٰ طبیعت میں کہیں الجھن اور پریشانی نہ ہوگی جس جگہ سے دیکھا جائے گا امواج دریا کی طرح مضامین میں روانی نظر آئے گی۔ ششم کسی مقام پر اپنے علم و وسعت کے موافق کسی مضمون کو نہ حدود شرعیہ سے خارج ہونے دیا اور نہ دائرہ تصوف سے باہر قدم رکھنے دیا کیونکہ مولانا جیسے جامع بین الظاہر والباطن محقق عارف کے کلام میں دونوں احتمال یقیناً منفی ہیں۔ ہفتم جہاں کوئی مسئلہ محتاج تفصیل تھا یا کسی شبہ کا دفع ضروری تھا یا کوئی فائدہ مہمہ مستنبط ہوتا تھا یا کسی آیت و حدیث یا خود مولانا کے دوسرے مقام کے کسی کلام یا دوسرے اکابر کے اقوال سے کسی مضمون کا تعارض دفع کرنا مقصود تھا یا اور ایسا ہی کوئی امر مہم تھا اس کو بعد تقریر اصل

www.besturdubooks.wordpress.com

مضمون کے حرف ف بڑھا کر لکھ دیا گیا اور حاشیہ پر اس کا مجمل عنوان تعبیری لکھ دیا اگر ان عنوانات کو جمع کر لیا جائے تو کتاب کے بڑے حصہ مضامین ضروریہ کی ایک مفید فہرست تیار ہو سکتی ہے۔ ہشتم۔ بعض فوائد جو بلا واسطہ حضرت مرشدی علیہ الرحمہ سے سنے ہیں تتمیم فائدہ وزیادت اطمینان ناظرین ونیز برکت ونیز تدوین ملفوظات کے لئے مع تصریح نسبت جابجا اضافہ کئے گئے اور واقعی یہی فوائد وفصول جو در حقیقت فن کے قواعد واصول ہیں اس نادان ناکارہ کے سرمایۂ جرأت ہیں اس ترجمہ پر ورنہ بزتابد کو در ایک برگ کاہ نہم اس تالیف میں نہ کسی محشی و شارح کا اتباع تقلیدی اور اعتماد جامد کیا گیا ہے اور نہ کسی کے خلاف یا رد وقدح کا قصد کیا گیا ہے البتہ کسی ضروری تنبیہ سے کسی پر رد لازم آ گیا ہو تو مجبوری ہے۔ دہم مولانا کے کلام میں جو روایات واحادیث مذکور ہیں ان میں جو میری نظر سے نہیں گزرے اپنی لاعلمی کی تصریح کر دی اور جہاں اثباتاً یا نفیاً تحقیق تھی اس کی بھی تصریح کر دی ہے مگر عدم ثبوت یا ثبوت عدم کے مواقع میں بھی حتی الوسع اس مضمون کو دوسرے دلیل ثابت سے مؤید کر دیا اور بعض احادیث احقر کے کلام میں آئی ہیں مگر ہر جگہ تخریج تلاش کرنے کا تعب مجھ سے نہ اٹھ سکا لیکن جو حدیث خوب یاد تھی وہی لایا ہوں پس جس حدیث کی نسبت کچھ تعرض نہ پایا جائے اس کو میری یاد کی رو سے صحیح اور ثابت سمجھا جائے وھذا آخر ما اردت ایرادہ ھھنا۔ غرض یہ مجموعہ بہیئت موجودہ بفضلہ تعالیٰ اکثر مہمات مسائل سلوک وحقائق کا جامع اور بہت اغلاط وشبہات کا دافع ہے اللہ تعالیٰ اس کو بے علموں کے لئے آلۂ علم اور اہل علم کے لئے محرک طلب اور اہل طلب کے لئے موجب ازدیاد بصیرت وطمانیت فرمائیں و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد رقم بالغدمن یوم ختم ترجمہ۔

فقط کتبہ محمد اشرف علی حنفی چشتی تھانوی

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادرِ روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

جلد 3-4 دفتر 2

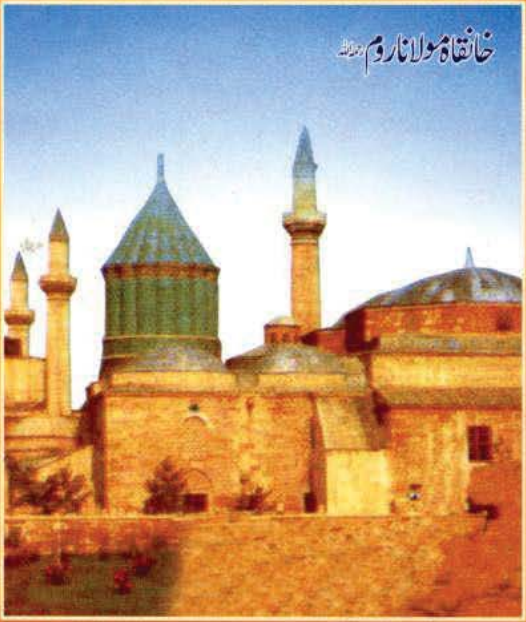

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

عرض ناشر

الحمدللہ ادارہ شروع ہی سے اکابر کی نایاب کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے خصوصاً حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ان کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔

انہیں کتب میں سے زیر نظر کتاب "کلید مثنوی" بھی ماضی قریب میں اتنی نایاب تھی کہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض خاص خلفاء کرام رحمہم اللہ کو مکمل کہیں دستیاب نہ آسکی حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ سید ومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے "کلید مثنوی" مکمل کہیں دیکھی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش ہے مگر صرف دو چار جلدیں ہی دستیاب ہوسکیں۔ اور حضرت نے مکمل دیکھنے کے شوق کا اظہار بھی فرمایا۔ اسی وقت حضرت کی برکت سے احقر کے دل میں کلید مثنوی مکمل تلاش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں جہاں جہاں کلید مثنوی کے حصے ملنے کی امید تھی وہاں کا سفر کیا تو الحمدللہ اصل مرکز یعنی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے کافی حصے مل گئے۔ لیکن پانچواں دفتر کہیں سے نہ مل سکا حتیٰ کہ اس کی تلاش دہلی کی گلی کوچوں میں حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ (مترجم مثنوی) کے در دولت

www.besturdubooks.wordpress.com

پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو انہوں نے بھی پانچویں دفتر کی عدم موجودگی کا اظہار فرمایا۔

بہرحال اللہ پاک نے نصرت فرمائی اور دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے وقف کردہ کتب خانہ سے پانچویں دفتر کا قلمی نسخہ نہایت شکستہ خط میں دستیاب ہوا۔ اور اس طرح محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ نایاب تصنیف لطیف "کلید مثنوی" مکمل چوبیس حصوں میں منظر عام پر آئی۔

ادارہ نے پہلے بھی اس کتاب کو شائع کیا تھا مگر قارئین کرام کے شدید اصرار پر ادارہ کو اس جدید ایڈیشن کو ترتیب نو کے ساتھ جلی قلم سے بڑی تختی پر شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے تاکہ شائقین کے لئے تفہیم میں اشاعت کی طرف سے کوئی پیچیدگی نہ رہے اور قارئین اس چشمۂ اشرفی سے بسہولت سیراب ہوسکیں۔

نوٹ: اس سے قبل دو ایڈیشن قدیم کتابت کے ساتھ شائع کئے تھے اُن میں بعض مقامات پر فارسی اشعار کا علیحدہ ترجمہ نہیں تھا۔ جو اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے پورا کیا ہے۔ الحمد للہ اس جدید کمپیوٹر ایڈیشن میں تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق
(محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

www.besturdubooks.wordpress.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شرح شبیری

مدتے ایں مثنوی تاخیر شد	مہلتے بایست تاخوں شیر شد
ایک مدت کی اس مثنوی میں تاخیر ہوئی	مہلت درکار ہے تاکہ خون دودھ بنے

ایک مدت تک مثنوی کی تحریر مؤخر رہی۔ ایک عرصہ کی ضرورت تھی کہ خون دودھ ہو بالبیت بصیغہ ماضی مثنوی کا لکھا ایک مدت تک مؤخر رہا تھا اور اسکا سلسلہ بند ہو گیا تھا اس کی وجہ یہ ہوئی کہ مولانا حسام الدینؒ جن کے افاضات سے مولانا اس مثنوی کو سمجھتے ہیں اور یہ سمجھنا خواہ انکساراً ہو یا واقعیت پر مبنی ہو ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا تھا چونکہ وہ اس کے رنج کی وجہ سے مشغول رہے اس لئے اس کا لکھنا بھی موقوف ہو گیا۔ یہ وجہ تو تذکرہ نویسوں کے بیان کی بنا پر تھی لیکن مولانا رومیؒ کے کلام سے اسکی ایک دوسری وجہ معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ مصرعہ ثانی میں خون سے مراد استعداد اور قابلیت کمال؟ اور شیر سے مراد فعلیت کمال ہے۔ بس فرماتے ہیں کہ ایک مدت تک اسکا لکھنا موقوف رہا اس لئے کہ ایک مدت درکار تھی کہ استعداد اور قابلیت سے درجہ فعلیت کمال حاصل ہو جیسا کہ خون میں اول استعداد اور قابلیت دودھ بننے کی ہوتی ہے اور ایک مدت کے بعد وہ دودھ بن جاتا ہے بس مولانا حسام الدینؒ کو ضرورت تھی کہ ان میں جو استعداد و استفادہ کمالات کی عالم غیب سے تھی وہ حاصل ہو جائے اور اسکے بعد افاضہ علی الخلق کر سکیں جس خلق میں کہ مولانا روم بھی شامل ہیں اور ان افاضات میں یہ مثنوی بھی داخل ہو پس حاصل نتیجہ یہ ہوا کہ اس مدت میں وہ استعداد درجہ فعلیت کو پہنچ گئی اور مولانا حسام الدین نے عالم غیب سے استفادہ کر کے اس طرف افادہ کے لئے توجہ کی بظاہر تذکرہ نویسوں کی وجہ اور مولانا کی وجہ میں تعارض معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو مرگ زوجہ کو وجہ سمجھتے ہیں اور یہ استغراق مولانا حسام الدین کو فرماتے ہیں تو وجہ تطبیق یہ ہے کہ مولانا حسام الدین کو جو یہ استغراق ہوا ہو اس واقعہ کی وجہ سے ہوا ہو اور پھر اس استغراق میں اس قدر مدت تک ان کے

www.besturdubooks.wordpress.com

کمالات میں ترقی ہوتی رہی ہو اب یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ مولانا حسام الدین مولانا رومی کے پیر بھائی ہیں اور مولاناؒ سے مستفید بھی ہیں مگر مولانا رومؒ مثنوی کو ان ہی کے افاضات سے فرماتے ہیں یہ یا تو بوجہ انکسار کے ہو یا کسی قدر واقعیت پر مبنی ہو اور صورت ثانیہ کی بناء پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ وہ جب مولانا سے مستفید ہیں تو مولانا ان کے لئے مثل شیخ کے ہوئے تو ان سے مولانا کو استفادہ کیسے ہو سکتا ہے اس لئے یہ ممکن بلکہ واقع بھی ہے کہ مفید کو احیاناً مستفید سے کچھ حاصل ہوتا ہو سو بعض مرتبہ تو وہ فیض اور کوئی نفع ہی ہوتا ہے جو کہ مستفید سے حاصل ہوتا ہو اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہو کہ بوجہ اسکی طلب کے مفید کے ذہن میں وہ القاء ہو جاتا ہے جیسے کہ بعض مرتبہ ایک مقام مطالعہ کے وقت استاد کی سمجھ میں نہیں آیا لیکن جب شاگرد کو پڑھانے بیٹھتا ہو تو فوراً سمجھ میں آ جاتا ہو۔ دوسرا یہ شبہ بھی نہ کیا جائے کہ جب مولانا حسام الدین کامل تھے جن کے کمالات بالفعل ہوتے ہیں تو ان کو اس استفادہ کی کیا ضرورت جس کے لئے ان کو ایک مدت تک اس طرف توجہ کرنا پڑی اور یہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ کمال کے مراتب مختلف ہیں اور کسی کو ایک ہی وقت میں وہ سب مراتب حاصل نہیں ہو جاتے تو کامل میں بھی ممکن ہے کہ کوئی کمال جو پہلے حاصل نہ تھا وہ حاصل ہو اور اسمیں اول استعداد کا پھر فعلیت کا مرتبہ ہوگا اور گو باعتبار اس کمال کے جو ابھی حاصل نہیں ہوا ہے اس کامل کو بھی ناقص کہہ سکتے ہیں مگر چونکہ صوفیہ میں ادب بھی بہت ہے اس لئے کاملین کے حق میں نقص کا اطلاق نہیں کرتے اور ان کو اس حالت میں ناقص نہیں کہتے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ اول کامل تھے اب اکمل ہو گئے پھر اولیاء اللہ دو طرح کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کہ کامل ہوتے ہیں مکمل نہیں ہوتے اور دوسرے وہ جو کامل مکمل دونوں ہوتے ہیں پس اول فرقہ کو تو خداوند تعالی عالم غیب سے استفادہ ہی میں مشغول رکھتے ہیں اور وہ دوسروں کو افادہ نہیں کر سکتی اور دوسری قسم اول خود استفادہ عالم غیب سے کرتے ہیں اس کے بعد افاضہ علی الخلق کرتے ہیں اور متوجہ الی الخلق ہوتے ہیں لیکن یہ توجہ الی الخلق الا الحق نہیں ہوتی جیسی کہ عوام کی ہوتی ہے پس اس طرح مولانا حسام الدین نے علوم جدیدہ حاصل کرنے کے لئے اتنی مدت تک عالم غیب کی طرف توجہ کی اس کے بعد جب وہ اس قدر استعداد مبدل بہ فعلیت ہوگئی تو پھر اس طرف توجہ کی اس شعر میں اس تاخیر کی حکمت اور علت مجملاً بیان کر دی آگے اسکو مفصل بیان کرتے ہیں۔

تا نزاید بخت تو فرزند نو	خوں نگردد شیر شیریں خوش شنو
جب تک تیرا نصیب نیا بچہ نہ جنے	خون شیریں دودھ نہیں بنتا' خوب سن لے

جب تک کہ تیری خوش نصیبی سے فرزند جدید پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک پستان مادر میں خون دودھ نہیں بنتا اوپر کے شعر میں خون سے استعداد کمال اور شیر سے مراد فعلیت کی ہے اب اس کو ظاہر کر کے اور ایک مثال دے کر فرماتے ہیں کہ دیکھو جب تک لڑکا پیدا نہیں ہوتا اس وقت تک خون دودھ نہیں بنتا اس طرح جب تک حالت جدیدہ جو ترتیب باطن میں دخیل اور مثل فرزند نو کے ہے حاصل نہیں ہوتی وہ استعداد درجہ فعلیت کو نہیں پہنچتی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

خون کا دودھ ہونا یا تو ولادت سے کچھ قبل ہوتا ہے تب تو زائد سے مراد قریب واہید ن ہوگا اور اگر بعد ولادت ہوتا ہے تو مراد ظاہر ہے یہ مسئلہ طبی ہے تحقیق نہیں۔

چوں ضیاء الحق حسام الدین عناں	باز گردانید زاوج آسماں
جب ضیاء الحق حسام الدین نے باگ	آسمان کی بلندی سے موڑی

یعنی جب مولانا ضیاء الحق حسام الدین حالت سکر سے حالت صحو کی طرف آئے (آگے چوں زدریا الخ اسکا بدل ہوا اور اسکی جزاء چنگ شعر الخ اس مبدل منہ کی بھی جزاء ہے اور درمیان میں شعر چون بمعراج حقائق الخ جملہ معترضہ کے طور پر ہے) اور چونکہ وہ اقتناص حقائق کے لئے عالم بالا کی طرف متوجہ تھے تو انکی عدم توجہ سے یہ غنچے نہ کھلے تھے جب وہ دریا سے ساحل کی طرف واپس آئے تو مثنوی کا سامان پھر مہیا ہو گیا۔ معراج بمعنی عروج معراج حقائق عروج لاقتناص الحقائق نہار مراد توجہ غنچہا۔ مضامین عالیہ دریا عالم ملکوت ساحل عالم ناسوت مطلب یہ کہ چونکہ مولانا حسام الدین عالم غیب کی طرف متوجہ تھے اور ان کی اس طرف کی کم توجہی سے یہ علوم عالیہ ظاہر نہ ہوئے تھے مگر جب انہوں نے اس طرف توجہ کی تو پھر مثنوی کا سامان مہیا ہو گیا اور اسکو شروع کر دیا گیا۔ اب یہاں یہ بھی سمجھو کہ صوفیہ توجہ الی الحق کو تو عروج سے تعبیر کرتے ہیں اور توجہ الی الخلق کو جو کہ للحق ہوتی ہے نزول سے تعبیر کرتے ہیں دوسرے یہ سمجھو کہ صوفیہ عالم ملکوت کو دریا سے تشبیہ دیتے ہیں اور عالم ناسوت کو ساحل سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ عالم ملکوت میں بھی باہم ایسا ہی تناسب ہے جس طرح اجزاء دریا میں بھی باہم تشابہ ہوتا ہے اگر چہ در اصل اس میں بھی اشیاء مختلفہ ہوتی ہیں گو بظاہر دیکھنے میں تو پانی ہی آتا ہے جو کہ ایک چیز ہے اور جس طرح عالم ناسوت کے اجزا میں تخالف ہوتا ہے اسی طرح ساحل پر بھی تشتت واختلاف اجزا زیادہ ہوتا ہے اس مقام پر ایک سوال مولوی انعام اللہ خان صاحب نے کانپور سے بھیجا اور صاحب درس نے اسکا جواب لکھا بوجہ مفید ہونے اور اس مقام کے مناسب ہونے کے بعینہ نقل کیا جاتا ہو سوال مثنوی کے دفتر کے خاتمہ اور اسکی شرح سے یہ معلوم ہوا تھا کہ سامعین کی توجہ معانی کی طرف نہیں رہی تھی جسکے سبب سے آمد معانی کا جوش نہیں رہا تھا اور اسی لئے دفتر اول کے ختم ہونے کے بعد پھر دفتر ثانی جلد تر شروع نہیں ہوا اور اب اس دفتر دوم میں دوسری وجہ بیان فرمائی کہ مولانا حسام الدین کو اس مدت تک تحریری مثنوی کی طرف توجہ نہیں ہوئی اس لئے تحریر مثنوی مؤخر رہی پس اب دفتر اول کے خاتمہ والی وجہ کو مانا جائیگا یا دفتر دوم کے آغاز والی کو یا دونوں کو اور اس کی تحریر وتطبیق کیا ہوگی) جواب وجہ تطبیق یہ ہے کہ ابتداء توقف اس سبب مذکور فی آخر الدفتر الاول سے ہوئی ہوا اور امتداد توقف اس سبب مذکور فی اول الدفتر الثانی سے ہوا ہو فلا تعارض

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

حامدًا و مصلیًا: امابعد واضح ہو کہ جب مولانا دفتر اول کی تکمیل سے فارغ ہوئے تو دوسرا دفتر فوراً شروع نہیں ہوا بلکہ دو سال تک اسکا شروع مؤخر ہوگیا۔ اس کیا ظاہری وجہ جو تذکرہ نویسوں نے لکھی ہے۔ یہ تھی کہ مولانا حسام الدین کی بیوی کا انتقال ہوگیا تھا اور وہ اس میں مشغول ہو گئے تھے چونکہ تحریری مثنوی میں ان کو بھی دخل تھا کہ وہ ہی قلمبند کرنیوالے تھے۔ اس لئے کام اتنے عرصہ تک بند رہا لیکن مولانا اسکی دوسری وجہ بیان فرماتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

(حل) خون استعداد علوم و معارف ۔ شیر فعلیت و تحقق علوم و معارف معراج حقائق عروج روحانی لاقتناص الحقائق ۔ بہار افاضہ غنچہائے نشگفتہ ۔ مضامین عالیہ جو ہنوز بیان میں نہیں آ گے ۔ دریا ۔ عالم ملکوت وجہ شبہ یہ ہے کہ جس طرح دریا دیکھنے میں متشابہ الاجزا معلوم ہوتا ہے اور اس کے جزاء میں اختلاف بین نہیں ہوتا یہ ہی شان عالم ملکوت کی ہے یا دریا سے مراد حق سبحانہ ہوں۔ اس وقت وجہ شبہ یہ ہوگی کہ جس طرح دریائے متعارف پیاسوں کو سیراب کرنے والا اور مایہ حیات جسمانی ہے ۔ یوں ہی حق سبحانہ تشنگان وصال و قرب کو سیراب کرنیوالے اور مایۂ حیات روحانی و جسمانی ہر دو ہیں اور ساحل سے مراد یا عالم ناسوت ہے۔ الاختلاف البین فی الجزاء ہ یا لخلوق لعدم صفتہ و البحر التحقیقی فیہ فی حد ذاتہ۔

مولانا فرماتے ہیں کہ ایک عرصہ تک نظم مثنوی مؤخر ہوگئی اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ خون کے دودھ بننے اور علوم و معارف قوت سے فعل میں آنے کے لئے وقفہ کی ضرورت تھی ۔ اس لئے کہ ہر کام کے لئے ایک وقت معین ہوتا ہے اور اس کے لئے وجود شرائط اور ارتفاع موانع کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً پستان میں خون کے دودھ بننے کے لئے تولد ولد یا اسکا قریب الولادۃ ہونا شرط ہے اور ایسا نہ ہونا مانع ۔ پس جب تک تیری خوش قسمتی سے تیرے گھر میں نیا بچہ نہ پیدا ہو یا عنقریب پیدا ہونے والا نہ ہو اس وقت تک خون پستان میں خوش مزہ اور شیریں دودھ نہیں بن سکتا یوں ہی ان علوم و معارف کے ظہور کے لئے بھی کچھ شرائط اور کچھ مانع تھے پس جب تک وجود شرائط اور ارتفاع موانع نہ ہوا نکا ظہور کیونکر ہو سکتا تھا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ چونکہ مولانا حسام الدینؒ اقتناص حقائق کے لئے عالم ملکوت کو بعروج روحانی تشریف لے گئے تھے اور کسب علوم جدیدہ کے لئے متوجہ الی الحق تھے اس لئے افاضہ حقائق سے معذور تھے کیونکہ جب تک استفاضہ نہ ہو افاضہ کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ دل ان کے افاضہ کے مضامین عالیہ ظاہر نہ ہوئے تھے اب چونکہ انہوں نے عالم بالا سے اس عالم کی طرف حنان توجہ کو منعطف کیا اور دریا سے ساحل کی طرف لوٹے یعنی سکر و استغراق سے صحو میں آئے اور متوجہ الی الخلق للحق ہوئے تو شعر مثنوی کا چنگ باساز ہوا اور تحریر مثنوی کا انتظام مکمل ہوا (ف) مولانا حسام الدین مولانا کے پیر بھائی بھی ہیں اور ان سے مستفید بھی مولانا ان کے نہایت معتقد ہیں اور مثنوی کو انہیں کے افاضات سے فرماتے ہیں اور ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کے کلام سے ظاہر یہ بھی ہے کہ وہ حقیقۃً مفیض ہیں۔ نہ کہ علی وجہ التسبب۔ اگر ایسا ہو بھی تو کچھ مستبعد نہیں کیونکہ گو تکمیل ان کی مولانا ہی سے ہوئی لیکن اختلاف استعدادات کی بنا پر ایک مستفید کا مفید سے بڑھ جانا کچھ بعید نہیں۔ پس اس مفید کا مستفید سے فی الجملہ مستفید ہونا بھی کچھ بعید نہیں۔

ف ۲ چوں بمعراج حقائق الخ گو نظم میں مؤخر ہے مگر مضمون کے لحاظ سے چوں ضیاء الحق الخ پر مقدم ہے۔

شرح شبیری

چوں ز دریا سوئے ساحل باز گشت	چنگ شعر مثنوی باساز گشت
جب وہ دریا ہے کنارے کی طرف واپس آئے	مثنوی کے اشعار کی سارنگی باساز بن گئی
مثنوی کہ صیقل ارواح بود	بازگشتش روز استفتاح بود
وہ مثنوی جو روحوں کے لئے صیقل تھی	ان کی واپسی (مثنوی کے لئے) روز استفتاح ہوئی

یعنی مثنوی جو کہ ارواح کے لئے مثل ایک صیقل کے ہے اس کے دوبارہ شروع ہونے کی تاریخ ۱۵ رجب تھی مثنوی کا صیقل ارواح ہونا تو ظاہر ہے یوم استفتاح رجب کی پندرہ تاریخ کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس زمانہ میں اس تاریخ کو کعبہ کا دروازہ کھلا کرتا تھا اور اس میں داخلی ہوا کرتی تھی لہٰذا اس کو یوم استفتاح کہتے تھے۔

مطلع تاریخ ایں سود او سود	سال ہجرت شش صد و شصت و دو بود
اس سودے اور نفع کی تاریخ کا مطلع	چھ سو باسٹھ ہجری کا سال تھا

یعنی ان علوم اور منافع کے دوبارہ شروع ہونے کا ۶۶۲ چھ سو باسٹھ ہجری تھا۔ سود بمعنی اسباب و متاع مراد علوم سود نفع مراد نفع علوم یعنی کہ ان علوم اور ان کے ثمرات کو دوبارہ ۶۶۲ھ میں شروع کیا گیا۔

بلبلے زینجا برفت و باز گشت	بہر صید ایں معانی باز گشت
بلبل اس جگہ سے گئی اور واپس لوٹی	ان معانی کے شکار کے لئے باز بن گئی

یعنی ایک بلبل یہاں گیا اور پھر واپس آ گیا اور اب واپسی کے وقت ان معانی کے شکار کرنے کے لئے باز ہو گیا۔ مطلب یہ کہ مولانا حسام الدین جو کہ ان علوم کے اعتبار سے اول مانند بلبل کے تھے جو کہ شکار نہیں کرتا اس عالم ناسوت سے عالم ملکوت کی طرف متوجہ ہوئے اور جب وہاں سے وہ واپس ہوئے تو ان علوم کے حاصل ہو جانے کی وجہ سے وہ مثل باز کے ہو گئے جیسے کہ وہ شکار کرتا ہے اس طرح یہ ان معانی کو شکار کر لائے۔

ساعد شہ مسکن ایں باز باد	تا ابد بر خلق ایں در باز باد
(خدا کرے) اس باز کا ٹھکانا شاہ کی کلائی ہو	قیامت تک مخلوق پر یہ دروازہ کھلا رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بادشاہ کی کلائی خدا کرے اس باز کی جاؤ گاہ ہو اور یہ دروازہ مخلوق پر ہمیشہ کھلا رہے چونکہ پہلے مولانا حسام الدین کو باز سے تشبیہ دی تھی۔ اب کہتے ہیں کہ خدا کرے مولانا تو کمال قرب حق حاصل رہے اور اس افاضہ کا دروازہ مخلوق پر (جس میں کہ خود مولانا بھی شامل ہیں) کھلا رہے اور افاضہ ہوتا رہے یہاں تک تو تاخیر کی حکمت اور علت بیان فرمائی جس کا کہ مجملاً ذکر اول شعر میں کر دیا تھا کہ افادہ کے لئے اول استفادہ کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ بعدہ وہ مفصلاً بیان کر دیا کہ تاخیر کی وجہ مولانا حسام الدین کا استغراق اور توجہ الی عالم الغیب تھی اب آگے دوسرا مضمون شروع کرتے ہیں اور اس قسم کے انتقالات مولانا کے کلام میں بہت ہوتے ہیں اور ان کو ماقبل سے ربط ضرور ہوتا ہے مگر بعض جگہ تو ربط سہولت سے سمجھ میں آ جاتا ہے اور بعض جگہ بعد غور کے مگر یہاں تو ربط ظاہر ہے کہ یہاں تک اس تاخیر کی حکمت جن کا حاصل مواقع وجود کتاب ہے بیان کر کے فرماتے ہیں کہ بعد وجود کتاب کے اس کتاب کے استفادہ سے بعض موانع بھی ہوا کرتے ہیں پس فرماتے ہی۔

شرح حبیبی

مثنوی جو کہ ارواح کو زنگ صفات ذمیمہ سے صاف کر کے۔ ان کے لئے حقائق و معارف کا دروازہ کھول دینے والی ہو اس کے تمامی کی طرف عود کا دن روز استفتاح یعنی رجب کی پندرہویں تاریخ ہے جس روز خانۂ کعبہ کا دروازہ زائرین کے لئے کھولا جاتا تھا اور اس متاع گرانمایہ اور سراسر نفع کی دوکان یعنی مثنوی جو کہ علوم و معارف سراسر نفع سے مالا مال ہے اسکے شروع کی تاریخ ۶۶۲ھ چھ سو باسٹھ ہجری تھی کار مثنوی کے سرانجام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک بلبل یعنی عاشق الٰہی پانا قادر علی اقتناص الحقائق (حسام الدین) یہاں سے عالم بالا کو گئے اور متوجہ بحق ہوئے اور پھر نزول فرمایا اور متوجہ بخلق للحق ہوئے اور ان معانی کے شکار کے لئے بمنزلہ باز کے ہو گئے یعنی حق سبحانہ سے کسب حقائق کیا پھر ان حقائق کا ہم پر افاضہ فرمایا۔ اس طرح یہ کام سرانجام ہوا۔ خدا کرے بادشاہ کا ساعد ہمیشہ اس باز کا مسکن رہے۔ یعنی قرب الٰہی ان کو ہمیشہ حاصل رہے اور یہ قرب الٰہی کا دروازہ ان کی طرح اور مخلوق پر بھی کھلا رہے۔

شرح شبّیری

آفت ایں در ہوا و شہوت ست	ورنہ اینجا شربت اندر شربت ست
اس دروازہ کی آفت خواہش نفسانی اور شہوت ہے	ورنہ یہاں پر شربت ہی شربت ہے

یعنی اس کتاب کی آفت جو استفادہ سے مانع ہی ہوا اور شہوت میں ہے ورنہ اس جگہ تو شربت ہی شربت ہے۔ آفت سے مراد دو ہوتی ہیں۔ ایک موانع دوسرے نتائج بد جیسا کہ قول مشہور لکل شئ آفۃ و للعلم آفات میں بھی دو احتمال ہیں۔ یہاں بھی آفت کی دو توجیہ عقلاً محتمل ہو سکتی تھیں ایک تو یہ کہ اس کتاب سے ہوا و شہوت پیدا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے یہ تو نتائج بد ہیں مگر قرینہ مقام سے یہاں یہ مراد نہیں ہو سکتی۔ دوسرے یہ کہ اس کتاب کی تحصیل سے ہواو شہوت مانع ہیں اور اگر یہ حجابات نہ ہوں تو پھر تو اس میں شربت ہی شربت یعنی معارف و علوم ہی ہیں اور معارف کی تشبیہ شربت سے بوجہ ان کے مرغوب ہونے کے ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے (کما قالہ المولوی انعام اللہ) کہ مصرعۂ اولی میں در بمعنی دروازے ہو جو اوپر کے شعر میں بھی مذکور تھا یعنی آفت ایں دروازۂ مذکورہ ہوائے شہوت است

ایں دہاں بر بند تا بینی عیاں	چشم بند آں جہاں حلق و دہاں
اس منہ کو بند کر تاکہ (اسرار و معارف) کو آنکھ سے دیکھ لے	اس جہان (معرفت) کے لئے منہ اور حلق آنکھوں کی پٹی ہیں

یعنی اس منہ کو بند کر لو تو تاکہ ظاہر پھر نہ دیکھ سکو کیونکہ اس جہان کے چشم بند اور حجاب تو یہ حلق اور دہان ہی ہے یہاں دہان کے بند کرنے سے دو مراد ہیں ایک تو قلتِ کلام دوسرے قلت طعام جیسا کہ آگے حلق اور دہان لانا اس پر شاہد ہے یعنی تم قلت کلام اور قلت طعام اختیار کرو تاکہ علوم و معارف کو ظاہر طور پر دیکھ سکو اور ان سے حجب تو یہ زیادتی طعام اور کلام ہی ہیں۔ حلق سے مراد کل ہے اور دہاں سے مراد کلام ہے۔ یہاں یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ چونکہ تبدل زمان سے تبدل امزجہ ہو جاتا ہے اور پھر ان ہی کے مناسب معالجات بھی ہوا کرتے ہیں لہٰذا قلت طعام پہلے لوگوں کے لئے کہ وہ قوی ہوتے تھے مفید تھی لیکن آج کل صرف قلتِ کلام تو ضروری ہے مگر قلتِ طعام نہ کرے کہ پھر کام بھی نہ کر سکے گا۔

اے دہاں تو خود دہانہ دوزخی	وے جہاں تو بر مثال برزخی
اے منہ! تو دوزخ کا دہانہ ہے	اور اے دنیا تو برزخ جیسی ہے

یعنی اے منہ تو خود ایک دوزخ کا منہ ہے اور اے جہاں تو خود مثل ایک برزخ کے ہے۔ دوزخ سے مراد پیٹ ہے یعنی اوپر جو کہا تھا کہ منہ کو بند کرو تو فرماتے ہیں کہ اے منہ تو تو ایک دوزخ کا منہ ہے اور یا یہ معنی ہیں کہ چونکہ طعام اسی سے ہوتا ہے لہٰذا دوزخ کے منہ کا راستہ ہونے کی وجہ سے اس کو دوزخ کہہ دیا گیا ہے۔ اب چونکہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب دنیا کی اور اس کی متعلقات کی اس قدر مذمت کی تو پھر ان سے بالکل علیحدہ رہنا ضروری ہوا لہٰذا اس شبہ کو رفع فرماتے ہیں کہ یہ جہان برزخ کی مثل ہے کہ جس طرح برزخ کا تعلق دونوں جانب سے ہوتا ہے اس طرح اس جہان کا تعلق بھی نفع اور ضرر دونوں سے ہے اگر مطابق شریعت و طریقت کے اس سے تعلق رکھا جائے تو وہ مفید ہے ورنہ مضر ہے۔

نور باقی پہلوئے دنیای دوں	شیر صافی پہلوئے جوہائے خوں
ناچیز دنیا کے پہلو میں باقی (رہنے والا) نور ہے	خون کی نہروں کے پہلو میں صاف دودھ ہے

یعنی اس دنیائے دوں کے ساتھ ساتھ ایک نور باقی و صافی ہدایت کا موجود ہے جس طرح کہ خون کی ندیوں کے ساتھ ساتھ دودھ ہوتا ہے یہاں شالوں سے اس برزخ کی تفسیر کرتے ہیں کہ جس طرح کہ خون کی ندیوں کے ساتھ

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ دودھ ہوتا ہے یہاں مثالوں سے اس برزخ کی تفسیر کرتے ہیں کہ جس طرح سے کہ دنیا کے ساتھ ساتھ کہ وہ مضر ہے نور ہدایت کہ وہ مفید ہے لگا ہوا ہے خون کے ساتھ شیر کے لانے سے یہ بھی اشارہ ہے کہ جیسے مادہ خون اور مادۂ شیر ایک ہے اس طرح استعداد نفع اور ضرر بھی ایک مادہ میں جمع ہیں اگر اس کو صراط مستقیم پر چل کر استعمال کیا گیا تو وہ ہی نافع ہے ورنہ وہی مضر ہے مثلاً غضب کہ محل امر میں وہی نافع ہے اور محل نہی میں وہی مضر ہے۔

چوں دروگامے زنی بے احتیاط	شیر تو خوں می شود از اختلاط
اگر تو اس میں ایک قدم بغیر احتیاط کے رکھے گا	خلط ملط ہو کر تیرا دودھ خون بن جائے گا

یعنی اگر ایک قدم بھی بدوں احتیاط مراتب شرعیہ کے رکھو گے تو وہ تمہارا شیر صافی خون ہو جائیگا یعنی کہ اگر شریعت سے ایک قدم بھی باہر رکھو گے تو وہ شیر یعنی نفع مبدل بہ خون یعنی ضرر ہو جائیگا آگے اس کو ایک حکایت سے ثابت کرتے ہیں کہ

شرح حبیبی

مولانا نے اوپر دعا کی تھی کہ تقرب حق سبحانہ کا دروازہ خدا کرے مولانا حسام الدین کی طرح اوروں پر بھی کھلا رہے جس سے مفہوم ہوتا تھا کہ یہ نہایت اچھی چیز اور حاصل کرنے کے قابل ہے۔ اب اس کے متعلق چند مفید باتیں بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قرب حق سے شہوت وہوائے نفس بہت بڑا مانع ہے جس کے باعث ہر شخص اس نعمت عظمیٰ کو حاصل نہیں کر سکتا ورنہ یہ نہایت ہی لذیذ اور مزیدار شے ہے اگر ان موانع کا غلبہ نہ ہوتا تو کوئی بھی اس کو نہ چھوڑتا مقصود یہ ہے کہ ان موانع کو مرتفع کرنا چاہیے اور اس دولت کو حاصل کرنا چاہیے آگے اسکا طریقہ بتاتے ہیں کہ بس منہ کو منہ کر لے اور تقلیل طعام وکلام کی یعنی نہ ضرورت سے زیادہ کھا اور نہ ضرورت سے زیادہ بول تجدید اس لئے نہیں ہو سکتی کہ ضرورۃ بحسب اقتضائے احوال مختلف ہوتی ہے اگر تو ایسا کریگا تو تجھ پر اسرار الٰہی منکشف ہوں گے۔ خوب سمجھ لے کہ بہت بڑے حاجب اور چشم باطن کو اس عالم کے مشاہدہ سے باز رکھنے والے یہ حلق اور دہان ہی ہیں جیسا کہ تدبیر سے معلوم ہو سکتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ ارے منہ تو فی الحقیقت دوزخ کا دہانہ ہے یعنی تو دوزخ میں جانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے اور اے جہان تو ایک برزخ کی طرح ہے کہ تو من وجہ مضر اور من وجہ نافع ہے۔ لہٰذا تو بین بین ہے نہ بالکل نافع اور نہ سراسر مضر۔ اس شعر کے پہلے مصرعہ میں تو حفظ دہن کی طرف اشارہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں اشیائے عالم کے استعمال میں احتیاط تنبیہ ہے۔ آگے اس مضمون کو کسی قدر واضح کرتے ہیں اور دوسرے شعر میں مماثلت برزخ کی تشریح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ مشابہ برزخ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دو وصف جمع ہیں ایک دنیویت اور مانع عن الحق ہونا اور دوسرا ذریعہ معرفت الٰہی ہونا یا یوں کہو کہ خون کی طرح مکروہ ہونا اور دودھ کی طرح مرغوب ہونا لہٰذا یہ بین بین ہو کہ نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سراسر نافع و مرغوب ہے اور نہ بالکل مضر و مکروہ ہے اس لئے برزخ کے مشابہ ہے اس سے اگلے شعر میں تعلیم احتیاط ہے۔اور فرماتے ہیں کہ جب تو عالم میں بے احتیاطی سے قدم رکھے گا اور اس کے استعمال میں حدود شرعیہ سے تجاوز کرے گا تو ایک شے جو بشرط احتیاط تیرے لئے مفید اور فی نفسہ مرغوب تھی وہ ایک نامرغوب اور مکروہ شے کے ساتھ مل کر مکروہ ہو جائے گی۔نماز فی نفسہ مرغوب اور مثل شیر ہے لیکن جب اس میں نیت فاسدہ مثل ریا وغیرہ مل گئی جو ایک نامرغوب چیز اور مثل خون ہے تو اس سے وہ مرغوب نماز بھی نامرغوب ہو جائے گی اور بجائے طاعت کے معصیت ہو جائے گی۔بس تم کو اس کے استعمال میں نہایت احتیاط چاہیے اور اسکے استعمال میں اتباع نفسانی سے نہایت احتراز چاہیے کیونکہ اس سے بہت برے نتائج پیدا ہوتے ہیں آگے اس بے احتیاطی کی مثال سے اس کے ضرر کو بیان کرتی ہیں اور فرماتے ہیں یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس الخ۔

شرح شبیری

یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس	شد فراق صدر جنت طوق نفس
نفس کی خوشی میں آدم نے ایک قدم رکھا	(تو) جنت کے صدر (مقام) کی جدائی گلے کا ہار بن گئی

یعنی آدم علیہ السلام نے بظاہر ایک قدم ذوق نفس میں رکھا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک مدت تک جنت کے مقام عالی سے علیحدہ رہے یعنی آدم علیہ السلام کہ جن سے ہم کو کوئی نسبت نہیں۔چہ نسبت خاک را با عالم پاک پھر انہوں نے کوئی زیادہ اور بہت بڑی نافرمانی بھی نہ کی تھی بلکہ صرف ایک ذرا نافرمانی صرف صورۃً ہو گئی تھی ورنہ حقیقت میں انکا فعل معصیت نہ تھا جیسا کہ خود خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں آیۃ و قال ما نھا کما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین و قا سمھما انی لکما لمن الناصحین فدلھما بغرور الآیۃ ۔کہ شیطان نے ان کو دھوکہ دیا اور اس نے یہ کہا کہ تم کو جو منع کیا گیا تھا وہ اس لئے کہ کہیں تم فرشتہ نہ ہو جاؤ اور ہمیشہ ہمیشہ جنت ہی میں نہ رہنے لگو کیونکہ اس وقت تم میں اس کی قابلیت نہ تھی اور اکل من الشجرۃ کا یہ خاصہ ہے کہ یا فرشتہ ہو جائے یا خالد ہو جائے پس اس وقت بوجہ عدم استعداد نہی کی گئی اور اب استعداد ہو گئی ہے اب کچھ حرج نہیں آدم علیہ السلام یہ سمجھے کہ یہ نہیں گو بصورت مطلق عن قید الوقت تھی مگر فی الحقیقت موقت تھی استعداد ہو جانے تک اب چونکہ ہم میں استعداد تمام (بوجہ ذکر اور اس قدر مدت جنت میں رہنے کے) ہو گئی ہے اس لئے اب نہی باقی نہ رہی اور اس خیال کو اسکی قسمیں کھانے نے موکد کر دیا اور یقین دلا دیا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اس تقریر کے بعد یہ شبہ بھی دفع ہو گیا کہ ما نھا کما ربکما عن ھذہ الشجرۃ الخ سے دو باتیں صاف معلوم ہوئیں ایک یہ کہ شیطان نے یاد دلا دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کے اکل سے منع کیا ہے دوسرے گویا اس نے یہ بھی بتا دیا کہ خداوند کریم کو مقصود یہ ہے کہ تم فرشتے یا خالد نہ ہو تو انہوں نے باوجود یاد ہونے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور باوجود اس امر کے معلوم ہونے کے کہ ملکیت وخلود خلاف مرضی حق ہے پھر رضائے خداوندی کے خلاف کیوں کیا وجہ دفع ظاہر ہے کہ ان کو تو یہ سمجھا دیا گیا تھا کہ تم کو مطلقاً نہی ہے ہی نہیں اور اس طرح مطلقاً فرشتہ بننے سے یا خالد ہونے سے روکنا مقصود نہیں ہے کیونکہ یہ دونوں امر تو فی نفسہ محمود ہیں بلکہ ایک خاص وقت تک مقصود تھا جو کہ گزر چکا پس وہ دھوکے میں آ گئے پس جب آدم علیہ السلام کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ اکل شجرہ کا خاصہ ہے کہ فرشتہ یا خالد ہو جائے اور ان کو یہ امر بوجہ دوام قرب اور زیادتی قرب کو مقصود تھا اور اس کو اس طرح حاصل ہوتے دیکھا اور نہی مؤید کے شبہ کو ابلیس اپنی تلبیس اور تطمیع سے پہلے ہی زائل کر چکا تھا اس لئے انہوں نے اکل شجرہ کا ارتکاب کیا پس انہوں نے ارتکاب خلاف کا کیا مگر بقصد خلاف کے نہیں بلکہ بغرض قرب حق یہ تو حالت آدم علیہ السلام کی تھی اور ہم لوگ ارتکاب معاصی کرتے ہیں جو بقصد معصیت تو بھلا جب آدم علیہ السلام کے لئے باوجود ان میں اس قدر خصوصیات جمع ہونے کے فراق صد جنت ایک مدت تک ہوا تو ہمارا تو کیا حشر ہوگا اور طوق کہہ دینا باعتبار طول زمان بلالزوم کے ہے اس لئے کہ طوق کبھی نہ کبھی تو گردن سے نکل ہی آتا ہے اور ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ فرماتے تھے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے ارتکاب خلاف ہی نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایک طاعت کی ہے جس سے ان کی ترقی ہوئی۔ حضرت نے یہ ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے جس کو ثابت بھی فرما دیا خلاصہ اسکا یہ ہے کہ جنت میں حق تعالیٰ کے اسماء جمالیہ کی تجلی تو آدم علیہ السلام پر تھی ہی اور اسماء جلالیہ کی بھی علماً تھی لیکن ذوقاً نہ تھی اس ذلت سے یہ تجلی بھی ان پر فائض ہوئی دوسرے بعض اسماء جمالیہ کی بھی تجلی جو کہ موقوف ہے اسماء جلالیہ پر ذوقاً نہ تھی اول کی مثال منتقم کی تجلی ثانی کی مثال تواب کی تجلی نیز ان تجلیات کے برکات وثمرات بھی علی درجۃ الکمال حاصل نہ تھے پس یہ فعل ان کے ترقی مراتب کا سبب ہو گیا جو طاعت سے مسبب ہے پس حکماً وہ فعل ان کے حق میں طاعت ہو گیا اور قواعد ظاہرہ پر بھی خطائے اجتہادی پر ایک ثواب ملتا ہے۔ باقی صورت عتاب کی یہ مقربان را بیش بود حیرانی کی بناء پر ہے۔

ہمچو دیو از وے فرشتہ می گریخت	بہر ناں چند آب چشم ریخت
فرشتہ ان سے ایسا بھاگتا تھا جیسا کہ شیطان	چند روٹیوں کی وجہ سے کس قدر آنسو بہائے

یعنی ان سے فرشتے اس طرح بھاگنے لگے جس طرح کہ دیو یعنی شیطان سے بھاگ نے تھے یا یہ کہ جس طرح سے دیو فرشتہ سے بھاگتا ہے اس طرح ان سے فرشتے الگ رہنے لگے اور ایک روٹی کے واسطے بہت مدت تک روئے۔ بیان تشبیہ صرف بھاگنے میں ہے نہ کہ آدم علیہ السلام یا فرشتہ کو دیو سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔

شرح حبیبی

دیکھو آدم علیہ السلام نے لذت نفس میں معمولی ہی مداخلت کی تھی لیکن اسکا یہ نتیجہ ہوا کہ مفارقت مقام عالی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک مدت دراز کے لئے ان کے گلے کا ہار ہوگئی۔ اور وہی آدم جن کے سامنے فرشتوں نے سجدہ کیا تھا اب خود انہی کی یہ حالت ہوگئی کہ وہ ہی فرشتے ان سے یوں بھاگنے لگے۔ جس طرح کہ وہ شیطان ملعون سے بھاگتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ جس طرح شیطان آدم علیہ السلام سے بھاگتا ہے یوں ہی فرشتے بھی بھاگنے لگے مگر توجیہ اول قریب ہے ورتشبیہ ایک متنفر کو دوسرے متنفر سے ہے نہ کہ حضرت آدم علیہ السلام کو یا فرشتوں کو شیطان سے فتد بر ولا تزل۔ اور دیکھو کہ چند دانہ گندم کے لئے۔ جو مادہ ہیں روٹی کا کتنی مدت تک ان کو رونا پڑا۔

فائدہ: یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس۔ کی تشریح یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو حق سبحانہ نے روکا تھا کہ دیکھو اس درخت کے پاس بھی نہ پھٹکنا اس میں سے کھانا تو درکنار۔ وہ ایک وقت معین تک اس حکم کا امتثال کرتے رہے۔ شیطان اپنی عداوت پنہانی کے سبب حضرت آدمؑ کو ضرور پہنچانے کی فکر میں تو ہمیشہ ہی رہتا تھا مگر اس کو کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی بالآخر اس کو ایک تدبیر سوجھی اور اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ اس درخت کے پھلوں کے کھانے سے حق سبحانہ نے تم کو اس لئے منع کیا تھا کہ تم فرشتہ یا خالد فی الجنۃ نہ بن جاؤ اور ممانعت کی وجہ یہ نہ تھی کہ حق سبحانہ کو تمہارا فرشتہ یا خلود فی الجنۃ بننا مقصود نہیں بلکہ اصل وجہ یہ تھی کہ تم میں اس وقت اس کی لیاقت نہ تھی۔ اب ماشاء اللہ اتنے دنوں جنت میں رہ کر اور ذکر الٰہی کر کے قابلیت پیدا ہوگئی ہے لہٰذا اب کھالینا مرضی حق سبحانہ کے خلاف نہیں اور گو نہی بصورت مطلق ہے مگر فی الحقیقت موقت بوقت استعداد قابلیت ہے اور قسم کھا کر کہا کہ جو کچھ میں کہتا ہوں محض تمہاری خیر خواہی سے کہتا ہوں۔ میری کوئی ذاتی غرض نہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب یہ لچھے دار تقریر سنی تو چونکہ داؤں پیچ سے واقف نہ تھے اور ملکیت یا خلود فی الجنۃ ان کو زیادت قرب یا دوام قرب کے باعث مطلوب تھی۔ اس لئے اس کو کھالیا اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ اس واقعہ میں نفس کا دخل صرف اتنا تھا کہ اس نے ایک منہی عنہ پھل کو کھانے کی خواہش کی اور حضرت آدم علیہ السلام نے اسکا اتباع یہ کیا کہ اس کو کھالیا لیکن چونکہ وہ یہ جانتے تھے کہ یہ نفس کی شرارت ہے جو شیطان کے برانگیختہ کرنے سے پیدا ہوئی ہو بلکہ وہ اس کو قرب الٰہی کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ نہ کہ معصیت۔ اور حق سے دور کرنیوالا لہٰذا انہوں نے گو واقع میں اتباع نفس کیا لیکن اسکو اقتضاء نفس جان کر نہیں کیا اس لئے کہ یہ ان کی ایک لغزش اور خطائے اجتہادی تھی جس پر وہ ایک اجر کے مستحق تھے نہ کہ حقیقۃً معصیت اور حق سے دور کرنیوالی کیونکہ حقیقۃً معصیت وہ ہی جو دیدہ دانستہ ہو۔ اب یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ ایک ثواب کے مستحق تھے تو سزا کیسی اسکا جواب مولانا اگلے اشعار میں دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ ؎ گرچہ یک مو بد گنہ کو جستہ بود

شرح شبیری

گرچہ یک مو بد گنہ کو جستہ بود	لیک آں مو در دو دیدہ رستہ بود
اگرچہ وہ گناہ جو انہوں نے کیا بال برابر تھا	لیکن وہ بال (گویا) دونوں آنکھوں میں اگا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگرچہ وہ گناہ ایک بال برابر تھا لیکن وہ بال دونوں آنکھوں میں جم آیا تھا مطلب یہ کہ اگرچہ وہ گناہ بہت ہی چھوٹا تھا اور بال کے برابر تھا مگر دیکھو وہی بال اگر جسم پر بجز چشم کے کسی جگہ بھی جم جائیں اور کتنے ہی بڑے ہو جائیں تکلیف دہ نہیں ہوتے مگر جو آنکھ میں ذرا سا بال بھی جم جائے وہ کس قدر تکلیف دہ ہوتا ہے اس طرح یہ گناہ بھی ان کے حق میں عظیم ہو گیا اور گناہ کہہ دینا باعتبار ظاہر کے ہے یا عصی ربہ کا ترجمہ کیا جائے ورنہ اصل میں تو وہ گناہ تھا ہی نہیں بلکہ بقول حضرت حاجی صاحب طاعت تھی جیسا کہ گذرا۔

بود آدمؑ دیدۂ نور قدیم	موئے در دیدہ بود کوہ عظیم
آدمؑ تو قدیم نور کی آنکھ تھے	(لیکن) آنکھ میں بال بڑا پہاڑ ہوتا ہے

یعنی آدم علیہ السلام اور قدیم کو چشم (یعنی دیکھنے والے) تھے اور آنکھ میں بال کا ہونا ایک بڑے پہاڑ کی طرح ہوتا ہے بیان دیدۂ نور قدیم سے اللہ تعالیٰ کی آنکھ اور عین اللہ ہونا مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نور قدیم کے دیکھنے والے مثل چشم کے اور مقربین بارگاہ میں سے تھے اس لئے ان کا یہ بال برابر گناہ بھی ایک کوہ عظیم کے برابر ہو گیا بمصداق حسنات الابرار سیئات المقربین تو جب آدم علیہ السلام کو ایک قدم الگ رکھنے سے یہ ہوا تو ہم تو پھر کہاں رہیں گے واللہ اعلم بالصواب اور دیدہ نور قدیم کی ایک توجیہ (کما قالہ المولوی انعام اللہ) یہ بھی ہو سکتی ہے کہ ان کی ذات مثل آنکھ کے تھی اور ذات قدیم کا نور اس میں سمایا ہوا تھا یعنی وہ نور الٰہی کے مظہر تھے انتہیٰ۔

شرح حبیبی

حاصل جواب یہ ہے کہ واقعی یہ ایک بال کی طرح حقیر گناہ تھا جس کو خطاء اجتہادی کہتے ہیں اور اس پر وہ اجر کے مستحق تھے نہ کہ سزا کے لیکن بات یہ ہے کہ واقع میں یہ ایک نقص تھا جو حضرت آدمؑ کے اندر پیدا ہو گیا تھا۔ جو حق کو نہایت محبوب تھے اور چونکہ حضرت آدمؑ اپنی محبوبیت میں مثل آنکھ کے تھے اور وہ گناہ مثل بال کے اور آنکھ کا بال بھی ایک پہاڑ معلوم ہوتا ہے اس لئے حق سبحانہ کو منظور ہوا کہ ان کے اندر اتنا نقص بھی نہ ہو۔ لہٰذا اس کے دور کرنے کی تدبیر کی اور معتوب کیا تا کہ یہ اتنا عیب بھی برا ہے اور اسکی تلافی ہو کر بالکل پاک صاف ہو جائیں اور آئندہ کے لئے متنبہ ہو جائیں کہ اس قسم کا کوئی اور نقص ان کے اندر پیدا نہ ہوئے۔ یہاں تک اتباع ہونے کی مضرتوں کا بیان تھا۔ اب اتباع سے بچنے کی تدبیر بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ؎ گر دراں حالت بکردی مشورت الخ

شرح شبیری

گر دراں دم او بکردے مشورت	در پشیمانی نگفتے معذرت
اگر وہ اس وقت مشورہ کر لیتے	(تو) شرمندگی میں معذرت نہ کرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر اس حالت میں مشورہ کر لیتے تو پھر پشیمانی کی وقت معذرت کی نوبت نہ پہنچتی اوپر سے مولانا نے ہواء و شہوت میں پھنسنے کو مذموم فرمایا ہے اور اس کو ایک حکایت بیان کر کے ثابت فرمایا ہے کہ ہواء و شہوت میں پھنسنے سے یہ نتیجہ ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام جن سے بظاہر ایک لغزش ہو گئی تھی اور دراصل وہ لغزش بھی نہ تھی ان کے لئے مضار پیش آئے اور اس سے صحبت بد کا مضر ہونا بھی ثابت ہو گیا لہٰذا اب اس سے انتقال فرماتے ہیں اور اس کی مناسبت سے دوسرا مضمون شروع کرتی ہیں اور وہ یہ کہ اس ہواؤ شہوت سے بچنے کی اور صحبت بد سے الگ رہنے کی تدبیر بتلاتے ہیں کہ اگر اس حالت میں جبکہ اس میں مبتلا ہونے کو تھے حق تعالیٰ سے مشورہ کر لیتے تو بعد میں پشیمان ہو کر معذرت کی ضرورت نہ ہوتی۔ بیان حق تعالیٰ کے ساتھ مشورہ کرنا صرف خصوصیت آدم علیہ السلام کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ بلاواسطہ تلقی عن الحق کر سکتے تھے مگر مقصود اس سے یہ ہے کہ طالب کو چاہیے کہ ہواو ہوس سے بچے اور شریعت سے الگ نہ ہو اور تدبیر اس کی یہ ہے کہ تلقی عن الحق کرے خواہ بلاواسطہ جیسے کہ انبیاء علیہم السلام کر سکتے ہیں اور خواہ بواسطہ مرشد کے غرضیکہ مقصود مولانا کا بیان سے یہ ہے کہ جب ابلیس مخالفت حکم خداوندی کی ترغیب دے تو تم اس سے اس طرح بچو کہ تلقی عن الحق کر لو اور خداوند کریم سے پوچھ لو کہ اس پر عمل کرنا درست ہے یا نادرست اور خداوند کریم سے پوچھ لینا باعتبار ہمارے شریعت الٰہیہ پر منطبق کر لینا ہے پس یہاں سے ترغیب ہوئی صحبت نیک کی اور تدبیر ہے صحبت بد سے بچنے کی دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ اگر وہ تلقی عن الحق کر لیتے تو پھر پشیمان ہو کر ان کو معذرت کی نوبت نہ آتی اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کو پشیمانی تو ہوتی مگر معذرت نہ کرتے جیسا کہ ظاہر الفاظ سے متبادر ہوتا ہے کہ بلکہ معنی یہ ہیں کہ وہ پشیمانی ہی نہ ہوتی اور وہ لغزش ہی سرزد نہ ہوتی جس سے کہ معذرت کی نوبت پہنچتی۔ اب مقصود مولانا کا یہ ہوا کہ حق تعالیٰ سے تلقی احکام کرنی ضروری ہے یا بواسطہ مرشد کے اور اہل اللہ کے یا بلاواسطہ (جیسا کہ اس مقام پر ہے) تو پھر ندامت کی حاجت نہ ہوا آگے اس کی دلیل بیان کرتے ہیں ؎ کہ زانکہ با عقلے چو عقلی الخ

شرح حبیبی

یعنی اگر حضرت آدم علیہ السلام اس حالت میں جبکہ ابلیس ان کو مخالفت حکم خداوندی کی ترغیب دے رہا تھا حق جل شانہ سے استفسار کر لیتے کہ یہ ہی بات ہے جو ابلیس کہہ رہا ہے یا اس میں اسکا دھوکہ اور اضلال ہے تو ان کو نادم ہو کر معذرت کرنے کی نوبت نہ آتی کیونکہ ایسی حالت میں اس مخالفت امر الٰہی کی نوبت ہی نہ آتی جو منی ہو۔ اس معذرت کا۔ تو حاصل یہ ہے کہ احکام الٰہی سے واقفیت کی ضرورت ہے اور یہ واقفیت کہیں بلاواسطہ اور براہ راست حق سبحانہ و تعالیٰ ہی سے ہوتی ہے اور کبھی بواسطہ کسی ہادی کے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو یہ معرفت بلاواسطہ حاصل ہو سکتی تھی اس لئے ان کو حق سبحانہ سے استفسار چاہیے تھا اور جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں دوسری صورت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو یعنی ہادی و مرشد سے استفسار سی کی طرف مولانا نے اگلے شعر میں اشارہ کیا ہے۔ آگے در پشیمانی نگفتے معذرت کی دلیل بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں ۔ زانکہ باعقلے چو عقلے جفت شد الخ

شرح شبیری

زانکہ باعقلے چو عقلے جفت شد	مانع بد فعلی و بد گفت شد
اس لئے کہ ایک عقل جب دوسری عقل کی شریک بنی	تو برے کام اور بری بات سے مانع ہوئی

آنکہ الخ۔ یعنی جبکہ ایک عقل کے ساتھ دوسری عقل قرین ہوگئی اور مل گئی تو اب بدفعلی اور بدگوئی سے مانع ہوگئی یہاں سے مضمون شعر بالا کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ جب ایک عقل دوسری عقل کے ساتھ مل جاتی ہے تو پھر بدقولی اور بدفعلی سے کہ یہی گناہ کے اقسام ہیں اور گناہوں کی بھی جڑ ہے۔ رہائی ہو جاتی ہے اور وہ دوسری عقل مل کر ان برائیوں اور گناہوں سے مانع ہو جاتی ہے۔ یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ عقل کا اطلاق خداوند تعالیٰ پر کس طرح جائز ہے کیونکہ اسماء خداوندی بالکل توفیقی ہیں اور شرع میں جو اسماء آگئے ہیں ان کے علاوہ ان امور کا جو کہ خداوند تعالیٰ کی صفات کے مشابہ ہوں اطلاق کر دینا جائز نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ شعر بالا کی شرح میں بیان کر دیا گیا ہے کہ تلقی عن الحق بواسطہ بھی ہو سکتی ہے اور بلا واسطہ بھی تو خصوصیہ آدم کی وجہ سے شعر بالا میں تو تلقی بلاواسطہ مراد تھی مگر یہاں تلقی بواسطہ مرشد کے اور اہل اللہ کے مراد ہوگی تو اب مطلب یہ ہوگیا کہ جب تمہاری عقل کے ساتھ مرشد کی عقل بھی مل جائے گی تو پھر ہوا و شہوت سے مانع ہو جائے گی یہاں باعقلے چو عقلے کہنے سے یہ بھی بتلا دیا کہ صرف مرشد کی عقل ہدایت کے لئے کافی نہیں ہوتی۔ بلکہ جب تمہاری عقل بھی اس کے ساتھ مل جائے گی اور تم خود بھی چاہو گے کہ کام کرو اس وقت ہدایت ہو سکتی ہے اور اس وقت ممانعت عن الاقوال والافعال السیئہ ہو سکتی ہے لہٰذا یہ شعر نگفتے معذرت کی دلیل ہوگئی کہ ان کو معذرت کرنے کی نوبت اس لئے نہ آئی کہ ان کی عقل اور مرشد کی عقل ارتکاب ہوا سے مانع ہو جاتی پس یہاں عقل سے مراد عقل رہنما و مرشد ہے۔

یہاں تک صحبت نیک کی ترغیب دلائی اور اس کے منافع بتلائے آگے صحبت بد کا ضرر بتلاتے ہیں کہ نفس چون بانفس الخ۔

شرح حبیبی

یعنی حضرت آدم علیہ السلام کو معذرت کی نوبت نہ آتی کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک عقل یعنی عقل مستفیض عقل مفیض کے ساتھ مقرون ہوگئی تو وہ صدور اقوال بد و افعال ناشائستہ سے مانع ہو جاتی ہے خواہ افعال بد افعال قلوب ہوں یا افعال جوارح کیونکہ طلب مشورہ تو عمل ہی کے لئے ہوگا اور جب مشورہ نیک ہوگا اور مستشیر کا قصد اس

www.besturdubooks.wordpress.com

نیک مشورہ پر عمل کرنے کا ہوگا تو اس کا نتیجہ افعال واقوال سیئہ سے احتراز ضروری ہے اور عقلے با عقلے جفت شد میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ اقتران عقلین یوں ہونا چاہیے کہ مستفیض کی عقل بحیثیت استفادہ اور بقصد عمل مقرون ہو اور مفیض کی عقل من حیث الافادۃ ومشورہ نیک۔ جب قاعدہ یہ ٹھہرا تو اگر حضرت آدم علیہ السلام اس ذات منزہ عن شوائب النقص سے استصواب کرتے جس میں احتمال خطا بھی نہیں تو ہرگز یہ نوبت نہ آتی اس تقریر سے وہ شبہ بھی مندفع ہوگیا کہ حق جل شانہ کے لئے عقل کا اطلاق جائز نہیں کیونکہ یہاں عقلے سے عقل ہادی ورہنما مراد ہے نہ کہ عقل حق سبحانہ۔ یہاں تک صحبت نیک کی ترغیب تھی تاکہ آدمی اس کے منافع سے بہرہ ور ہوسکے۔ آگے صحبت بد سے احتراز کی ترغیب ہے تاکہ وہ اس کے برے نتائج سے محفوظ رہے اور فرماتے ہیں۔ نفس چوں با نفس دیگر یار شد الخ

شرح شبّیری

نفس با نفس دگر چوں یار شد	عقل جزوی عاطل و بیکار شد
ایک نفس جب دوسرے نفس کا یار بنا	ناقص عقل معطل اور بے کار ہوئی

یعنی کہ جب ایک نفس دوسرے نفس کے ساتھ ہوگیا تو وہ عقل جزوی یعنی ناقص بھی بیکار ہوگئی اوپر کہا ہے کہ جب ایک عقل دوسری عقل کے ساتھ مل جائے گی تو وہ مانع ہو جائے گی۔ بدافعالی اور بداقوالی سے اب فرماتے ہیں کہ جب نفس یعنی داعی الی الشر دوسرے نفس یعنی داعی الی الشر سے مل جائے گا اور دو داعی الی الشر مجتمع ہو جائیں گے تو وہ عقل ناقص بھی جو کہ تنہا اور ابھی ناقص تھی جاتی رہے گی لہٰذا صحبت بد سے بچنا ضروری ہے اور صحبت نیک حاصل کرنا ضروری ہوا تاکہ اس کی عقل ناقص مرشد کی عقل کامل کے ساتھ مل کر مانع از ہوا وہوس ہو جائے آگے بھی یہی مضمون اتباع مرشد کو بیان فرماتے ہیں۔ کہ گرز تنہائی تو ناامیدے شوی الخ

شرح حبیبی

یعنی جس طرح صحبت عارف منبع خیرات وبرکات ہے یوں ہی صحبت اشرار منشاء شرور ومفاسد ہے اس لئے کہ جب ایک داعی الی الشر دوسرے داعی الی الشر سے قرین ومصاحب ہوتا ہے تو وہ جو اس کی عقل ناقص ہوتی ہے وہ بھی معطل وبیکار ہو جاتی ہے کیونکہ وہ اگر کام دے سکتی ہے تو اس وقت جبکہ اس سے کام لیا جائے اور اس سے کام لینے کا مانع یعنی خواہشات نفسانی کا غلبہ اول تو خود اس کے اندر ہی موجود ہے پھر ان کے ساتھ مانع خارجی کا اضافہ اور ہوگیا کہ داعی الی الشر کے ساتھ منادمت ومصاحبت ہے جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر کسی وقت ہوائے نفسانی کو اس نے مغلوب کر بھی لیا تو وہ مصاحب اس کو تقویت پہنچا کر پھر اس کی کمزور عقل کو مغلوب کردے گا۔ یہاں سے پھر صحبت نیک کی ترغیب کی جانب انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ گرز تنہائی تو ناامیدی شوی الخ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

گر ز تنہائی چو ناہیدے شوی	زیر ظل یار خورشیدے شوی
اگر تو تنہائی میں زہرہ جیسا بنے گا	یار (پیر) کے سایہ میں آفتاب بنے گا

یعنی اگر تو تنہائی اور انفراد کی وجہ سے مثل ناہید (یعنی مشتری مراد ستارہ خورد) کے ہوگا تو یار کے سایہ میں آ کر خورشید کی طرح ہو جائیگا یعنی اگر انفراد اور تنہا ہونے کی وجہ سے تم میں نقص آ گیا ہے اور تم ایک چھوٹے ستارے کی طرح رہ گئے ہو جس میں کہ چمک دمک بہت ہی کم ہوتی ہے تو یار یعنی مرشد کے سایہ میں آ جاؤ اور ان کا اتباع کرو تا کہ ان کے اتباع سے مثل خورشید کے کامل النور ہو جاؤ۔ خورشید سے مراد کامل النور اور ناہید سے مراد ناقص النور ظل سے مراد اتباع ہے مطلب یہ ہوا کہ کسی شخص کی صحبت حاصل کرو کہ اس کے فیوض و برکات کی وجہ سے ایک دم تم میں وہ نور جو اس وقت ناقص ہے کامل ہو جائے گا اور قرب حق حاصل ہو جائے گا جو مطلوب ہے اور اس کی وہ تقریر بھی ہوسکتی ہے جو شرح حبیبی میں مذکور ہے (ولعلہ احسن من ہذا) آگے اسی مضمون کو بہت صاف الفاظ میں بیان فرماتے ہیں کہ ؎ رو بجو یار خدائی را تو زود اے

شرح حبیبی

یعنی صحبت نیک تنہائی سے بھی زیادہ سود مند ہے۔ چہ جائیکہ صحبت۔ کیونکہ اگر تو تنہائی سے کمال میں مثل مشتری کے ہو گیا ہے تو کسی محقق مرشد و ہادی کے زیر سایہ اور اس کی صحبت میں خورشید کے مثل کامل النور ہو جائے گا آگے اسی کی تاکید ہے اور فرماتے ہیں۔ ؎ رو بجو یار خدائی را تو زود اے

شرح شبیری

رو بجو یار خدائے را تو زود	چوں چناں کردی خدا یار تو بود
جا خدا کے دوست کی جلد تلاش کر لے	جب تو نے ایسا کر لیا تو خدا تیرا دوست ہے

رو بجو اے۔ یعنی جا اور کسی یار خدائی کو بہت جلد تلاش کر لے اور جب تو نے ایسا کر لیا تو پھر خداوند تعالیٰ تیرا یار ہو گیا۔ یار خدائی سے مراد وہ یار جو خدا کے واسطے ہو اور محبوب ملحق ہو اور منسوب الی الحق ہو مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ صحبت نیک کی تحصیل ضروری ہے اور صحبت بد سے بچنا بھی ضروری ہے تو اب کسی خدا والے کو تلاش کر لے جس کی صحبت میں رہ کر اور جس کے ساتھ مل کر تو اس نقص کو پورا کر سکے اور جب تو نے اس کو تلاش کر لیا اور اس کا اتباع کیا تو پھر خداوند کریم تمہارے ساتھ اور تمہارا یار ہو گیا یعنی پھر قرب خداوندی تم کو حاصل ہو جائے گا اور واصل

www.besturdubooks.wordpress.com

الی اللہ ہو جاؤ گے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ اگر ایسا شخص ڈھونڈ لو تو پھر اسکی صحبت خلوت سے بہتر ہی فرماتے ہیں۔

؎ آنکہ در خلوت نظر بر دوخت است الخ

شرح حبیبی

یعنی جبکہ تجھے صحبت عارف محقق کے فوائد معلوم ہو گئے تو جا اور کسی محقق خدا شناس کو جس سے تو محض خدا کے لئے صاحبت ومنادمت اختیار کرے ڈھونڈ۔ جب تو نے ایسا کیا تو خدا تیرا یار ہوگا کیونکہ جب یہ صحبت محض خدا ہی کے لئے ہے تو گویا خدا ہی کے ساتھ ہے۔ یا یہ کہ گو اس وقت تو صحبت باعارف ہے مگر اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یاری خدا حاصل ہوگی۔ آگے ان لوگوں پر رد فرماتے ہیں جو ہر حالت میں عزلت کو ضروری خیال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

؎ آنکہ در خلوت نظر بر دوخت الخ

شرح شبّیری

آخر آں راہم زیار آموخت ست	آنکہ در خلوت نظر بر دوخت ست
آخر اس (خلوت پسندی) کو بھی یار سے سیکھا ہے	جس نے خلوت کو مطمع نظر بنا لیا ہے

یعنی جس شخص نے کہ خلوت ہی میں نظر کوسی رکھا ہے اور وہ مطلقاً خلوت ہی کو ترجیح دیتا ہے آخر اس نے یہ بات (کہ خلوت کو ترجیح ہو) یار ہی سے تو سیکھی ہے تو پھر اس سے کیوں الگ ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ نہ خلوت مطلقاً اچھی ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ اور نہ جلوت مطلقاً اچھی بلکہ ہر شے کا ایک محل ہوتا ہے تو خلوت ہی کو مطلقاً ترجیح دینا اچھا نہیں ہے کیونکہ آخر یہ بات کہ خلوت بہتر ہے کہاں سے سیکھی ہے۔ یہ بھی تو اس یار ہی سے یعنی مرشد ہی سے سیکھی ہے تو پھر اس کی صحبت سے اعراض کرنا معقول نہیں ہے۔ مقصود مولانا کا یہ بتانا ہے کہ مرشد کی صحبت ضروری ہے اور اس سے خلوت کرنے میں نقصان ہے تاکہ فیوض و برکات کو مرشد سے حاصل نہ کر سکے گا یہاں سے راغبین الی العزلت مطلقاً کا رد بھی ہو گیا اب آگے خود اس محل کو بتاتے ہیں کہ خلوت کا محل کیا ہے فرماتے ہیں

؎ خلوت از اغیار باشد نے زیار الخ

شرح حبیبی

یعنی جن لوگوں نے خلوت ہی کو اپنا مطمع بنا لیا ہو اور ہر صحبت سے اجتناب ضروری سمجھا ہے انہوں نے اس خوبی عزلت کو بھی تو آخر کسی یار محقق و عارف ہی سے سیکھا ہے۔ پس اگر صحبت مطلقاً نامحمود ہوتی تو یہ نکتہ ان کے کیسے ہاتھ لگتا پس معلوم ہوا کہ ہر عزلت قابل اختیار و ہر صحبت قابل ترک نہیں۔ آگے عزلت و صحبت کے محال و مواقع کی تعیین و تفصیل فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں خلوت (از اغیار باید نے زیار الخ)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

خلوت از اغیار باید نے زیار	پوستیں بہر دے آمد نے بہار
گوشہ نشینی غیروں سے چاہئے نہ کہ یار سے	پوستین ماگھ کے مہینہ کے لئے ہے نہ کہ موسم بہار کے لئے

یعنی خلوت تو اغیار سے چاہیے نہ یار سے دیکھو پوستین موسم سرما میں ہی مناسب ہوتی ہے نہ بہار میں دے سے مراد موسم سرما ہے کہ وہی موسم خزاں ہوتا ہے اور بہار سے مراد موسم گرما ہے مقصود یہی ہے کہ ہر شے کے لئے ایک محل اور موقع ہوتا ہے پس خلوت اور عزلت کا بھی ایک موقع اور محل ہے اور وہ یہ کہ خلوت اغیار سے ہونی چاہیے جو کہ حق سے غافل کردیتے ہیں اور یار سے یعنی مرشد سے خلوت نہ ہونا چاہیے جیسا کہ دیکھو پوستین بھی اپنے محل پر یعنی موسم سرما میں ہی مناسب معلوم ہوتا ہے اور موسم گرما میں اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر خلوت اور عزلت بھی اپنے محل پر نہ ہو یعنی مرشد سے علیحدگی ہو تو یہ مضر ہے اور مناسب نہیں یہاں مولانا جلوت اور عزلت کے درمیان میں فیصلہ فرما رہے ہیں کہ بس اغیار سے خلوت چاہیے اور مرشد کی صحبت اختیار کرنی چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے بالکل اس کا مصداق ہے الوحدة خير من الجليس السوء والجليس الصالح خير من الوحدة ۔ اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ خلوت از اغیار نہ از یار۔ شاید حضرت بھی اسی سے فرماتے ہوں آگے پھر اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ جب وہ عقل باہم مل جائے گی تو ان میں قوت ہو جائے گی اور مانع ہوا اور شہوت سے ہوں گی پس فرماتے ہیں کہ با عقل دگر دو تا شود الخ۔

شرح حبیبی

یعنی صحبت و عزلت ہر دو مفید ہیں مگر اپنے اپنے محل پر اغیار اور ناجنسوں سے عزلت چاہیے تاکہ ان کے شر سے محفوظ رہے نہ کہ یار اور ایسے شخص سے جو قطع منازل الی الحق کے لئے اس کا مدد و معاون اور رہبر ہو مثلاً پوستین کی ضرورت فصل خزاں میں ہوتی ہے کہ اسکے اثر سے محفوظ رہے نہ کہ فصل بہار میں تاکہ اسکے اعتدال اور آثار محمودہ سے انتفاع مقصود ہوتا ہے۔ آگے پھر صحبت نیک کا فائدہ بیان فرماتے ہیں عقل با عقل دوگر دو تا شود الخ۔

شرح شبیری

عقل با عقل دگر دو تا شود	نور افزوں گشت و رہ پیدا شود
عقل دوسری عقل کے ساتھ مل کر دوگنی ہو جاتی ہے	روشنی بڑھ جاتی ہے اور راستہ نمایاں ہو جاتا ہے

عقل الخ۔ یعنی ایک عقل کی ساتھ دوسری عقل مل کر مضاعف ہو جاتی ہیں تو پھر نور بڑھتا ہے اور راہ ظاہر ہو جاتی ہے عقل اول سے اپنی عقل اور عقل ثانی سے مراد مرشد اور رہنما کی عقل مطلب وہی کہ صحبت نیک اختیار کرنا

ضروری ہے اس لئے کہ اگر تمہاری عقل کی ساتھ مرشد کی عقل مل جائے گی تو اس میں قوت زیادہ ہو جائے گی اور یہاں بھی عقل با عقل دگر فرمانے سے یہی مراد ہے کہ جو لوگ صرف مرشد کی ہمت اور توجہ کو کافی سمجھتے ہیں اور وہ کچھ کرنا نہیں چاہتے وہ بالکل غلطی پر ہیں بلکہ جب مرشد کی عقل اور ہمت بھی شامل ہو جائے گی تو پھر نور علی نور ہو جائیگا مگر پہلے سے نور کی تو ضرورت ہے اور عمل میں تو اپنے ہی عقل کی ضرورت ہوگی اور عقل مرشد صرف رہنمائی کر سکتی ہے جیسا کہ پہلے بھی زانکہ باعقلے الخ کے تحت میں بیان ہو چکا ہے اب اس میں صحبت نیک کی ترغیب دے کر پھر صحبت بد کی مضرت اور اس سے اجتناب ضرور ہونا بیان کرے ہیں فرماتے ہیں کہ

نفس با نفس دگر خندان شود الخ

شرح حبیبی

یعنی صحبت نیک کا یہ فائدہ ہے کہ ایک عقل نورانی جبکہ مستفیض کو طلب حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اس کو عمل پر آمادہ کرتی ہے جب دوسری عقل نورانی کی ساتھ مصاحب ہوگی جو کہ خود بھی راہ حق سے واقف ہے اور دوسروں کی بھی رہنمائی کرتی ہے تو دو نورانی چیزوں کے ملنے سے نور زیادہ بڑھے گا اور نور علی نور کی کیفیت پیدا ہو کر راہ حق بالکل واضح ہو جائے گی پس معلوم ہوا کہ مستفیض کی عقل کی بھی ضرورت ہے مگر عمل کے لئے اس سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی بھی ظاہر ہوگئی جو صرف مرشد کی توجہ کو کافی سمجھتے ہیں اس کے بعد اس کی صحبت بد کی مذمت فرماتے ہیں اور مضمون سابق کا اعادہ فرماتے ہیں۔ نفس با نفس دگر خندان شو الخ۔

شرح شبیری

نفس با نفس دگر دو تا شود	ظلمت افزوں گشت و رہ پنہاں شود
نفس نفس کے ساتھ مل کر دوگنا ہو جاتا ہے	اندھیرا بڑھ جاتا ہے اور راستہ چھپ جاتا ہے

یعنی ایک نفس جب دوسرے کے ساتھ میل جول کرے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر خوش اور خندان ہو تو ظلمت بڑھ جائے گی اور راہ پوشیدہ ہو جائے گی نفس سے مراد داعی شر کا مر۔ یعنی جب دو داعی شر کا اجتماع ہو جائیگا تو پھر تو ظلمات بعضها فوق بعض کا مصداق ہو جائیگا اور راہ ہدایت بالکل پوشیدہ اور معدوم ہو جائے گی اب چونکہ صحبت نیک کا ضروری بتلا دیا آگے اس کے آداب بتلاتے ہیں کہ ہر امر کے لئے کچھ شرائط ہوتے ہیں لہٰذا اس صحبت کے مؤثر ہونے کے لئے آداب مرشد کی ضرورت ہے۔ پس فرماتے ہیں

کہ یار چشم تست اے مرد شکار الخ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یعنی صحبت نیک میں تو یہ فائدہ تھا اب صحبت بد کی مضرت سنو۔ جب کہ ایک نفس مبتلائے ظلمات معاصی دوسرے ایسے ہی نفس کے ساتھ بے تکلف ہوگا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ظلمت بڑھے گی اور ظلمات بعضها فوق بعض ہو کر راہ حق بالکل چھپ جائے گی اس کی تفصیل اوپر گزر چکی۔ یہاں تک طالب راہ خدا کے لئے راہنما کی ضرورت اور مانع طلب حق کو بتلایا آگے اس راہنما سے متمتع ہونے کی شرط بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں

یار چشم تست اے مرد شکار۔

شرح شبیری

یار چشم تست اے مرد شکار	از خس و خاشاک اورا پاک دار
اے شکاری! یار تیری آنکھ ہے	کوڑے کرکٹ سے اس کو محفوظ رکھ

اے طالب یار تو تیری آنکھ کے مانند ہے تو تو اسکو خس و خاشاک سے (مثل آنکھ کے) صاف رکھ۔ یار مراد مرشد چشم تمثیلا مرشد کو کہہ دیا خس و خاشاک مراد مکدرات بکسر الدال۔ مطلب یہ کہ مرشد جو کہ آنکھ کے مانند ہے عزیز ہونے میں بھی اور اس امر میں بھی کہ جس طرح آنکھ رہنمائی کرتی ہے اسی طرح مرشد بھی رہنمائی کرتا ہے تو جس طرح خس و خاشاک سے آنکھ کو بچاتے ہو کہ اس میں کوئی چیز پڑ نہ جائے اسی طرح مرشد کو بھی مکدرات سے بچاؤ اور اس کو مکدر مت کرو۔ اگرچہ اس کے تکدر سے کوئی گناہ تو نہ ہوگا مگر یہ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر مرشد اور ہادی کے دل میں مسترشد کی جانب سے کوئی تکدر آجاتا ہے تو وہ فیوض اور برکات بند ہو جاتے ہیں۔ حکایت ہمارے پر دادا پیر حضرت میاں جیو نور محمد صاحب قدس اللہ سرہم کی شان میں ایک صاحب بہت ہی گستاخی کیا کرتے تھے اور معتقد نہ تھے اس کے بعد ان کو ہدایت ہوئی اور انہوں نے اس خرافات سے توبہ کی اور میاں جیو صاحبؒ سے بیعت ہو گئے۔ کچھ روز بعد حضرت میاں جیوؒ صاحب نے فرمایا کہ صاحب جو بات ضروری ہو اس کو پوشیدہ نہ رکھنا چاہیے اس لئے میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کسی اور سے رجوع کریں۔ آپ کو مجھ سے نفع نہ ہوگا اس لئے کہ میں جب آپ کی طرف متوجہ ہوتا ہوں اور نفع پہنچانا چاہتا ہوں فوراً آپ کے وہ کلمات ایک دیوار کی طرح آگے آ کر حائل ہو جاتے ہیں اور میاں جیو صاحبؒ تو کوئی صحابی نہیں تابعی نہیں تبع تابعی نہیں تھے بلکہ ایک متاخر امتی ہیں اسباب تکدر کی وجہ سے تکدر ہو جاتا تو خود حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم میں واقع ہوا ہے دیکھئے حضرت وحشی قاتل حضرت حمزہؓ جب مسلمان ہو کر حاضر خدمت ہوئے ہیں تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ ھل تستطیع ان تغیب و جھک عنی۔ یعنی اے وحشی کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ میرے سامنے نہ آؤ مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ جب تم میرے سامنے آتے ہو فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ انہوں نے میرے چچا کو قتل کیا ہے تو جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ اس تکدر کا اثر حضور پر بھی اس قدر تھا کہ وہ ان کو دیکھ نہ سکتے تھے اور اگرچہ ان کا اسلام قبول ہوا اور وہ دیدار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے اور ان کو وہ دولت صحابیت کی بھی حاصل ہوئی کہ آج کسی کو میسر نہیں ہو سکتی۔ مگر وہ نفع جو طول صحبت سے حاصل ہوتا ظاہر ہے کہ نہیں ہوا۔ اسی طرح دیکھو کہ استاد کو جب کسی شاگرد سے تکدر ہو جاتا ہے تو وہ خواہ کسی قاعدہ میں پابند ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے اس کو پڑھائے اور اسکے سامنے تقریر بھی کرے مگر تقریر میں شگفتگی نہ ہوگی اور تقریر رک رک کر کرے گا تو وہاں چونکہ فیضان قالاً ہوتا ہے لہٰذا تکدر کا اثر بھی قال ہی پر ہوگا اور یہاں چونکہ فیضان حالاً ہے لہٰذا تکدر کا اثر بھی حال ہی پر ہوگا اور وہ یہ کہ فیضان بند ہو جائیگا اور یہ بھی یاد رکھو کہ مدار فیض دل کے ملنے پر ہے اگر دونوں کا دل ملا ہوا ہے تو برابر فیض جاری رہے گا اور اگر خدانخواستہ ایسا نہیں ہے اور اس سے کچھ تکدر ہو گیا ہے تو وہ فیضان بند ہو جائیگا اور طالب کو مرد شکار کہنا اس اعتبار سے ہے کہ وہ ان معانی کو شکار کرتا ہے اور حاصل کرتا ہے اور ایک امر اور لحاظ کے قابل ہے کہ جو بے ادبی بے پروائی سے ہو یہ اثر اسی کا ہوتا ہے کہ فیضان بند ہو جاتا ہے اور جو احیاناً کبھی غلطی ہوگئی اسکا یہ اثر نہیں ہوتا اور خود مرشد کے قلب کو بھی اسکا ادراک ہوتا ہے کہ یہ تو قلت مبالات سے ہے اور یہ اتفاقی غلطی ہوگئی ہے پس مقصود و بیان سے یہ ہوا کہ طالب کو چاہیے کہ اس ذہن میں لگا رہا ہو کہ مرشد کو کوئی تکدر اس کی جانب سے نہ ہو اس لئے کہ جس طرح آنکھ جب تک خس و خاشاک سے پاک ہوتی ہے اسی وقت تک راستہ دکھاتی ہے اسی طرح مرشد بھی جب تک تکدر سے خالی ہی رہنمائی کرے گا پس اگر یہ اس کوشش میں ہے کہ اس کی جانب سے تکدر نہ ہو کوئی غلطی ہوگئی وہ تو معاف ہے اور اگر اس فکر میں نہیں ہے بلکہ بالکل بے پروائی سے کام لیتا ہے تو پھر تو یہی حشر ہوگا۔ آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ ہیں بجاروب زبان گردی کمن الخ۔

شرح حبیبی

یعنی یہ تو تجھ کو معلوم ہو چکا کہ طالب راہ حق کے لئے صحبت ناجنس سے پرہیز لازم ہے اور صرف اسی قدر کافی نہیں بلکہ ایک راہ بر اور رہنمائے کامل کی ضرورت ہے اور اس راہبر سے انتفاع ناممکن ہے جب تک کہ شرط انتفاع نہ پائی جائے اور وہ شرط ہے ادب۔ اور ایسے امور سے احتراز جس سے اس کو تکدر ہو کیونکہ مدار فیضان دل کا ملنا ہے اور جب تک دل نہ ملیں گے توجہ تام اور شفقت کامل ناممکن ہے اور وہ بھی مدار فیضان ہے اور تکدر مانع ہے دل ملنے سے اور دل کا نہ ملنا مانع ہے توجہ تام و شفقت کامل سے اور توجہ تام و شفقت کامل کا نہ ہونا۔ مانع ہے فیضان سے لہٰذا ثابت ہے کہ تکدر مانع فیضان ہے تکدر کچھ اس خاص فیضان سے مانع نہیں بلکہ ہر فیضان سے مانع ہے چنانچہ جب استاد اپنے کسی شاگرد سے ناخوش ہوتا ہے تو نہ اس کی طبیعت میں جوش و انبساط ہوتا ہے اور نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تقریر میں بسط و تفصیل نہ اسکی کوشش کہ کسی طرح یہ سمجھ جائے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میاں محمد اشرف کاندھلوی مصنف تفسیر سورۂ یوسف پہلے حضرت میاں جی صاحب قدس سرہ کو برا کہا کرتے تھے جب وہ ان سے طالب ہوئے تو حضرت نے فرمایا کہ میاں صاحب مدار اس طریق کا امانت پر ہے۔ میں خیانت پسند نہیں کرتا اس لئے صاف کہتا ہوں کہ تمہیں مجھ سے فیض نہیں ہو سکتا تم کوئی اور مرشد تلاش کر لو میں ہر چند تمہاری طرف توجہ کرتا ہوں مگر تمہاری باتیں یاد آ کر توجہ تام سے مانع ہو جاتی ہیں تکدر چونکہ لوازم بشریت سے ہے اس سے اہل اللہ تو در کنار انبیاء بھی مستثنیٰ نہیں چنانچہ حضرت وحشی نے بحالت کفر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا بعد کو وہ مسلمان بھی ہوئے صحابی بھی ہوئے اور بہ برکت صحبت آنحضرت ﷺ اس مرتبہ کو پہنچے کہ اغواث و اقطاب بھی اس درجہ تک نہیں پہنچ سکتے۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے یہ ہی فرماتے ھل تستطیع ان تغیب وجھک عنی اور کبھی صورت نہ دیکھتے کیونکہ جب ان کی صورت سامنے آتی۔ حضرت حمزہؓ کا واقعہ یاد آ کر غم تازہ ہو جاتا اور ان کے قاتل کی طرف سے طبعاً انقباض و ملال پیدا ہو جاتا اس سے حضرت وحشی وہ خاص فیض حاصل نہ کر سکے جو بصورت عدم تکدر ان کو حاصل ہوتا اس مضمون کو مولانا ایک تشبیہ اور تمثیل کی صورت میں بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے وہ شخص جو اقتناص صید معارف کے درپے ہے تو مرشد کو رہنمائی کے لئے ایسا سمجھ جیسے آنکھ۔ پس جس طرح آنکھ اسی وقت راستہ دکھلاتی ہے جبکہ وہ خس و خاشاک سے پاک ہو ورنہ بند ہو جاتی ہے اور تو راہ کے دیکھنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔ یوں ہی تجھ کو چاہیے کہ ان اسباب سے اجتناب کرے جن سے مرشد کی طبیعت میں تکدر و انقباض پیدا ہو۔ ورنہ راہ حق کے دیکھنے سے محروم رہے گا۔ اگلے شعر میں بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں ؎ ہیں بجاروب زبان گردی مکن الخ

شرح شبیری

ہیں بجاروب زباں گردے مکن	چشم را از خس رہ آوردے مکن
خبردار! زبان کی جھاڑو سے گرد نہ اڑا	آنکھ کو تنکے کا تحفہ نہ دے

رہ آوردی۔ تحفہ۔ جو کہ سفر اور راستہ میں سے لایا جاتا ہے۔ ہاں زبان کی جھاڑو سے گرد مت اڑا اور آنکھ کے لئے خش و خاشاک کو تحفہ مت کر و مطلب یہ کہ زبان سے وہی بتاہی باتیں اس طرح مت کہو کہ اس سے تکدر ہو جو کہ مشابہ ہے گرد کے اور کوئی فعل ایسا مت کرو جو مرشد کے لئے تکدر کا باعث ہو اور اس تکدر میں زبان کو اس لئے خاص کیا کہ اس سے تکدر بہت ہوتا ہے بخلاف اور جوارح کے کہ ان کے افعال میں اکثر تاویل محتمل ہوتی ہے پس مقصود یہ ہوا کہ اپنے کسی فعل سے شیخ کو مکدر مت کرو اب آگے ایک نظیر دے کر بتلاتے ہیں کہ چونکہ مومن آئینہ مومن بود الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

رہ آوردی کردن تحفہ دینا۔ یعنی دیکھ زبان کی جھاڑو سے گرد نہ اڑانا اور آئینہ کو خس وخاشاک کا تحفہ نہ دینا یعنی زبان سے واہی تباہی باتیں کر کے شیخ کے قلب کو مکدر نہ کرنا۔ زبان کی تخصیص اس بنا پر ہے کہ اغلب احوال میں تکدر کا باعث زبان ہی ہوتی ہے اور اس کا موجب تکدر ہونا اظہر واکثر ہے اور اس میں احتیاط بھی کم کی جاتی ہے ورنہ ہر سبب تکدر ممنوع ہے خواہ زبان سے ہو یا کسی اور طریقہ سے اگلے شعر میں اس مدعا کو دلیل سے ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں چونکہ مومن آئینہ مومن بود الخ۔

شرح شبیری

روئے او ز آلودگی ایمن بود	چونکہ مومن آئینہ مومن بود
اس کا چہرہ آلودگی سے محفوظ رہنا چاہئے	جبکہ مومن مومن کا آئینہ ہوتا ہے

یعنی جب مومن دوسرے مومن کے لئے آئینہ کی طرح ہے تو اسکا منہ آلودگی اور تکدر سے ایمن ہونا چاہیے ایمن امال آمن۔ لفظ فارسی نہیں ہے یہ ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے وہ یہ کہ المومن مرأۃ المومن اس حدیث کے معنی تو یہ ہیں کہ مومن کو دوسرے مومن کے لئے آئینہ کس طرح ہونا چاہیے خبر بمعنی انشا ہے۔ جس طرح کہ آئینہ عیب تو دکھلا دیتا ہے مگر نصیحت نہیں کرتا مثلاً یہ کہ اگر کسی کے چہرے پر سیاہی لگی ہے تو آئینہ یہ تو دکھلا دیگا کہ منہ پر سیاہی لگی ہے مگر جب اس کو کہہ دو گے تو یہ نہیں کہ جو آئے اس سے کہے کہ ان کے منہ پر سیاہی لگ رہی ہے پس اسی طرح مومن کو دوسرے مومن کے لئے ہونا چاہیے کہ خیر خواہی سے عیب تو بتلا دے مگر اس کو گا تا نہ پھرے لیکن مولانا نے اس کو دوسرے معنی پر محمول کیا ہے اور صوفیہ کے کلام میں اکثر جگہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہ احادیث یا آیات کو دوسرے معنی خلاف ظاہر پر محمول کر تے ہیں تو اس سے شبہ تفسیر بالرائے کا نہ ہو جائے یہ حضرات تفسیر نہیں کرتے بلکہ لطائف ونکات کے طور پر فرما دیتے ہیں کہ اس سے باعتبار نظیر کے اس پر بھی استدلال ہو سکتا ہے جیسا کہ مثلاً حدیث میں ہے کہ جس مکان میں کتا ہوتا ہے وہاں فرشتہ نہیں آتا۔ یہاں بعض صوفیہ کہتے ہیں کہ کلب سے اشارہ ہے صفات سبعیہ بہیمیہ کی طرف اور ملائکہ سے انوار و برکات الٰہیہ کی طرف تو اس سے یہ معنی بھی مستفاد ہوئے کہ جس شخص میں صفات سبعیہ بہیمیہ غالب ہوں وہاں انوار نہیں آتے تو یہ معنی درجہ تفسیر میں نہیں ایک نظیر کے طور پر ہیں کہ جس طرح وہاں صفت سبعیہ مانع دخول ملائکہ سے ہوئی اسی طرح یہاں بھی صفات سبعیہ کا پایا جانا جو کہ مشابہ ہیں کلب کے مانع ہوئیں انوار الٰہیہ کے نزول سے پس اب یہ شبہ کہ یہ حضرات تفسیر بالرائے کرتے ہیں بالکل جاتا رہا اور معلوم ہو گیا کہ یہ حضرات حقیقۃً تو وہی معنی مراد لیتے ہیں مگر چونکہ دونوں معنی متناسب اور متشابہ ہوتے ہیں اس

لئے ان معنی کو بھی درجہ اعتبار وقیاس میں اور اس کا ایک مصداق مان لیتے ہیں لہٰذا مولانا بھی بدوں انکار معنی اصلی کے اس کو ایک دوسرے معنی پر محمل فرماتے ہیں کہ شیخ کامل جو اپنی صفائی میں اور تم کو عیوب دکھلاتے ہیں مثل آئینہ کے ہے تو جس طرح آئینہ اگر آلودہ ہو جاتا ہے تو وہ پھر کچھ نافع نہیں ہوتا اس طرح شیخ اگر مکدر ہو گیا تو وہ بھی فیض نہیں پہنچا سکتا۔ لہٰذا اس کی آلودگی یعنی تکدر سے محترز رہنا چاہیے تا کہ کہیں یہ تکدر حصول مقصود سے مانع نہ ہو جائے اور اگر شرح حبیبی کی تقریر لی جائے تو اس معنی کا اثبات اس حدیث سے درجہ تفسیر میں بھی ہو سکتا ہے آگے بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ یار آئینہ است جانرا در حزن الخ۔

شرح مبیبی

ایمن۔ بکسر ہمزہ و میم اناآلہ آمن۔ بمعنی مامون و محفوظ بود۔ بمعنی باید بود۔ یعنی چونکہ ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہوتا ہے اور آئینہ اسی وقت قابل انتفاع ہوتا ہے اور اسی وقت اس سے کام نکلتا ہے جبکہ وہ گرد وغبار سے محفوظ اور مامون ہو۔ لہٰذا چاہیے کہ کسی مومن کو مکدر نہ کیا جائے اور شیخ کامل مومن کامل ہے۔ لہٰذا اس کو بالاولے مکدر نہ کرنا چاہیے تفصیل اس کی یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے۔ المؤمن مراۃ المؤمن۔ اور حاصل اس کا یہ ہے کہ ایک مومن کو دوسرے مومن کے لئے ایسا ہونا چاہیے جیسا آئینہ یعنی جس طرح آئینہ دیکھنے والے کے عیوب اسی پر ظاہر کرتا ہے اور دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا۔ یوں ہی مومن کو چاہیے کہ جس مومن کے اندر کوئی عیب ہو اس کو اس پر متنبہ کر دے اور اس کو رسوا نہ کرے اور یہاں یہ بات بدوں خیر خواہی و دلسوزی کے ہو نہیں سکتی اور دلسوزی و خیر خواہی کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک اس کی طبیعت تکدر سے بالکل صاف نہ ہو۔ اس لئے ہر مومن کو لازم ہے کہ دوسرے مومن کی طبیعت کو تکدر سے بچاوے تا کہ وہ اسکا دل سوز اور شفیق ہمدرد رہے۔ اور اس کے عیوب پر مطلع کر کے ان مفاسد سے اس کو بچائے اور اسکی اصلاح کرے۔ بالخصوص شیخ کہ وہ مصلح کامل ہے۔ اور اس سے اسکو کامل نفع کی توقع ہے۔ پس اس کو تکدر سے بچانا نہایت اہم اور ضروری ہے تا کہ یہ تکدر حصول مقصد علی وجہ الکمال میں مزاحم نہ ہو۔ اگلے شعر میں بھی اسی مدعا کو ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ یار آئینہ ست جان را در حزن

شرح شبّیری

در رخ آئینہ اے جاں دم مزن	یار آئینہ ست جاں را در حزن
اے پیارے! آئینہ پر پھونک نہ مار	غم میں یار جان کا آئینہ ہے

یعنی یار جان کے لئے اندوہ وغم کی حالت میں کہ مراد بعد عن الحق کی حالت ہے مثل ایک آئینہ کے ہے تو آئینہ کی سطح پر پھونک مت مارو۔ دم مزن مراد سکون بکن۔ یعنی چونکہ آئینہ تو ظاہری صورت کے دکھلانے کے لئے ہوتا ہے اور جو

www.besturdubooks.wordpress.com

نقص اس میں ہوتے ہیں ان کو ظاہر کرتا ہے تو اگر اس کے سطح پر پھونک ماردو گے تو وہ اسے مکدر ہو جائیگا اور پھر اپنا کام نہ کر سکے گا یعنی عیوب ونقائص کو ظاہر نہ کریگا پس اس طرح شیخ کو کہ وہ جان کے لئے اور روح کے لئے آئینہ ہے اور وہ ان کے عیوب اور نقائص پر مطلع کرتا ہے۔ واہی تباہی بکواس سے مکدر مت کرو کہ اگر کہیں وہ مکدر ہو گیا تو پھر جو غرض اسکی صحبت سے ہے حاصل نہ ہو گی اور فیضان بند ہو جائیگا آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ تا نپوشد روے خود را از دمت الخ

شرح حبیبی

یعنی یار معہود (شیخ کامل) حالت غم وبعد من الحق میں روح وجان کے لئے آئینہ ہے کہ روح کے عیوب اور نقائص کو طالب پر ظاہر کرتا ہے (جیسا کہ آئینہ معروف جسم کے لئے آئینہ ہوتا ہے اور جسم کے عیوب کو ظاہر کرتا ہے پس ایسے آئینہ کو پھونک مار کر میلا نہ کرنا اور اس سبب سے اس کے نفع سے محروم نہ ہونا یعنی ان اسباب کا ارتکاب نہ کرنا جو شیخ کے لئے موجب تکدر ہیں۔ اگلے شعر میں اسی مضمون کا اعادہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں تا نپوشد روے خود را از دمت۔ آلخ

شرح شبّیری

تا نپوشد روے خود را از دمت	دم فرو بردن باید ہر دمت
تا کہ تیری پھونک سے وہ اپنا منہ نہ چھپا لے	ہر وقت تجھے سانس گھونٹے رہنا چاہیے

تا نپوشد الخ یعنی تا کہ وہ آئینہ اپنا منہ تمہاری پھونک کی وجہ سے چھپا نہ لے اس لئے ہر دم تم کو اپنی پھونک کو روکے رکھنا چاہیے۔ دم فرو بردن مراد سکوت مطلب یہ کہ کہیں مرشد تمہاری ان بے ادبیوں اور ان باتوں سے مکدر ہو کر اپنا فیضان بند نہ کرلے اس لئے تم کو سکوت اختیار کرنا چاہیے اور فضول نہ بکنا چاہیے لیکن یہاں یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ یہ مراد نہیں کہ بالکل ہی نہ بولے جیسا کہ بعض لوگوں نے ادب نکالا ہے کہ مرشد کے سامنے بالکل بولتے ہی نہیں سو یہ ادب نہیں بلکہ یہ بھی بے ادبی اور تکلیف دہ ہے اصل یہ ہے کہ ہر شے کا ایک موقع ہوتا ہے کلام نہ کرنے سے اور سکوت کرنے سے مراد مولانا کی یہ ہے کہ فضولیات اور واہیات سے بچنا چاہیے اب اگر وہ کوئی بات دریافت کرے یا خود کوئی بات کہنا ضروری ہے اس وقت سکوت مضر ہو گا جیسا کہ وہاں کلام مضر تھا پس یہ نہیں کہ اگر اب شیخ کوئی بات پوچھے تو کہہ دیں کہ مثنوی میں تو مولانا نے منع کیا ہے ہم کس طرح بولیں اور سمجھو تو کہ مولانا نے جو منع کیا ہے تو اس کلام سے منع کیا ہے جو مکدر کرنیوالا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ضروری امر ہو گا وہ مکدر کرنیوالا کس طرح ہو جائیگا خوب سمجھ لو اور آداب صحبت کو لحاظ رکھ کر صحبت اولیاء اللہ حاصل کرو اب آگے پھر مولانا صحبت نیک کا نافع ہونا اور اس کے منافع بیان فرماتے ہیں کہ کم ز خاکی چونکہ خاکے یار یافت الخ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یعنی تا کہ وہ آئینہ تمہاری پھونک سے اپنا چہرہ نہ چھپائے اس لئے تم کو ہر وقت اپنا سانس روکے رہنا چاہیے یعنی نامناسب باتوں سے ہر وقت سکوت رکھنا چاہیے تا کہ طبع شیخ کدورت سے مصون ومحفوظ رہے اگلے شعر میں مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور صحبت نیک کی دوسری عنوان سے ترغیب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کم ز خاکی چونکہ خاکے یار یافت الخ

شرح شبیری

کم ز خاکی! چونکہ خاکے یار یافت	از بہارے صد ہزار انوار یافت
کیا تو مٹی سے بھی کم ہے؟ جب مٹی نے یار کو پالیا	ایک بہار سے لاکھوں کلیاں حاصل کر لیں

کم ز خاکی الخ یعنی کیا تو خاک سے بھی کم ہے دیکھ تو جب خاک نے اپنے یار بہار کو پالیا تو پھر لاکھوں شگوفے اس نے حاصل کر لئے یعنی شگوفے کہاں گئے۔ کم ز خاکی استفہام اے آیا از خاک کمتری از بیانیہ انوار جمع نور بفتح النون شگوفہ۔ مطلب یہ کہ کیا تو خاک سے بھی کم ہوگیا کہ فوائد صحبت حاصل نہیں کر سکتا اور اس کے منافع کو حاصل نہیں کر سکتا حالانکہ دیکھ جب خاک بہار سے ملتی ہے یعنی موسم بہار آتا ہے تو خاک میں بھی کیسے کیسے غنچے اور شگوفے کھلتے ہیں اور بہار کے صحبت کے فیض سے وہ خاک کیا کیا نفع حاصل کرتی ہے مگر تو صحبت نیک سے وہ فوائد اور برکات اور انوار حاصل نہیں کرتا مقصود یہ کہ حاصل کرنا ضروری ہے آگے بھی اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ آں درختے کو شود بایار جفت الخ

شرح حبیبی

کم ز خاکی بطور استفہام کے ہے۔ اور از بیانیہ ہے۔ بہار بیان ہے۔ یار کا۔ انوار جمع ہے۔ نورا کی بمعنی شگوفہ۔ حاصل یہ ہے کہ کیا تو خاک سے بھی کم ہے۔ دیکھ خاک کو ایک بار موافق (بہار) مل گیا اس کی صحبت سے ہزاروں شگوفوں سے آراستہ ہوگئی۔ اگر تجھے بھی کسی شیخ کی صحبت میں رہنا نصیب ہو تو کیا تو گلہائے معارف الٰہیہ سے مزین نہ ہوگا۔ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ اس لئے تجھے لازم ہے کہ کسی شیخ کامل کی صحبت میں رہے آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں آں درختے کو شود بایار جفت الخ۔

شرح شبیری

آں درختے کو شود بایار جفت	از ہوای خوش ز سر تا پا شگفت
وہ درخت جو یار کا ساتھی بنا	عمدہ ہوا سے سر سے پیر تک کھل گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

آن درختے الخ یعنی وہ درخت کہ اپنے یار ہوائے خوش سے مقرون ہوا تو سر سے پاؤں تک کھل گیا اور سرسبز ہوگیا جفت مقرون از ہوائے از بیانیہ مطلب یہ کہ جو درخت موسم بہار میں ہوائے خوش سے جو اسکی یار ہو مقرون ہوا اور اسکی صحبت میں رہا تو سر سے پا تک سرسبز اور بار آور ہوگیا اور خوب پھول پھل لایا تو جب صحبت ہوائے خوش کا یہ اثر ہے کہ وہ درخت سرسبز ہوگیا تو صحبت نیک اور صحبت مرشد کا تو پھر اثر کیوں نہ ہوگا کہ اس سے ثمرات حاصل ہوں اور قرب الٰہی بڑھے اور انوار و تجلیات کا ورود ہو اور یہاں تک تو یہ بیان فرمایا تھا کہ صحبت نیک سے اس درخت میں اس طرح پھول پھل آئے اور وہ یوں مستفید ہوا آگے صحبت بد کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ جب اس کو صحبت بد حاصل ہوئی تو اس نے کیا کیا اور اس میں تعلیم ہے مسترشد کو کہ اگر صحبت نیک میسر ہو تو کیسا کرنا چاہیے اور اگر صحبت بد پیش آوے تو کیا کرنا چاہیے اسی کو فرماتے ہیں کہ جب درخت کو صحبت بہار حاصل ہوئی جو کہ صحبت نیک کے مثل ہے تو اس نے اس سے خوب ثمرات حاصل کئے اور خوب سرسبز ہوا اب آگے صحبت بد کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ در خزاں چوں دید او یار خلاف الخ۔

شرح حبیبی

یعنی جو درخت اپنے یار یعنی ہوائے خوش کے ساتھ مقرون بیان ہوگیا سر سے پاؤں تک کھل گیا اور پھل پھول سے مالا مال ہوگیا پس تو بھی اگر کسی شیخ کی ملازمت اختیار کرے تو اعلیٰ ثمرات و عمدہ نتائج سے کیوں کر محروم ہوسکتا ہے آگے پھر صحبت ناجنس سے احتراز کی تعلیم فرماتے ہیں اور کہتے ہیں در خزاں چون دید او یار خلاف الخ

شرح شبیری

در خزاں چوں دید او یار خلافت	در کشید او زود سر زیر لحاف
خزاں کے موسم میں جب اس نے مخالف ساتھی دیکھا	اس نے فوراً سر لحاف کے نیچے کر لیا

در خزاں الخ یعنی کہ جب اس نے یار مخالف خزاں کو دیکھا تو اس نے اپنے منہ پر لحاف ڈال لیا۔ سر زیر لحاف کشیدن مراد از علیحدگی و روپوشی۔ مطلب یہ کہ جب خزاں آئی تو اس درخت نے جس نے کہ بہار میں خوب ثمر حاصل کئے تھے روپوشی اور علیحدگی اختیار کی اور اپنے شگوفوں کو مخفی کر دیا اور اس پر ظاہر نہیں کیا پس تم بھی اسی کی تقلید کرو کہ اگر تم کو صحبت شیخ و مرشد حاصل ہو تب تو اس سے فیوض کا استفادہ کرو اور اپنی حالت اور اسرار کو اس سے پوشیدہ نہ کرو۔ اور جب ناجنس اور نااہلوں کی صحبت ہو تو اپنے اسرار کو مخفی رکھو اور ان پر ظاہر مت کرو ان سے علیحدگی کرو آگے اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ یار مخالف سے کیوں مخفی رہنا چاہیے تو فرماتے ہیں کہ گفت یار بد بلا آشفتن ست الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یعنی درخت کی یار موافق (ہوائے خوش) کے ساتھ تو وہ حالت تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔ اب یار مخالف کے ساتھ اس کا معاملہ سنو جبکہ موسم خزاں میں یار مخالف و ہوائے ناموافق سے پالا پڑا تو اس نے فوراً اپنے سر کو لحاف کے اندر کر لیا اور اپنے شگوفوں کو پوشیدہ اور اپنے کمالات کو مخفی کر دیا اس طرح تم پر لازم ہے کہ صحبت ناجنس سے حتی الامکان احتراز کرو۔ اور احتراز ناممکن ہو تو سکوت اختیار کرو اور اپنے حالات و اسرار کو محفوظ رکھو۔ الخ

شرح شبّیری

گفت یار بد بلا آشفتن ست	چونکہ او آمد طریقم خفتن ست
اس نے کہا برا ساتھی مصیبت ہے	جب وہ آ گیا تو میرا شیوہ ہو جاتا ہے

گفت یار بد الخ یعنی اسی درخت نے بزبان حاصل کہا کہ یار بد تو گویا بلا کا پریشان کر دینا ہے۔ یعنی جیسے کسی بلا نے پریشان کر دیا تو جب وہ آ گیا اب میرا طریقہ سونا ہی خفتن مراد سکوت کردن و علیحدگی نمودن۔ مطلب یہ کہ جب یار بد خزاں آ گئی کہ جو بلا کی طرح ہے اس لیے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ بالکل سکوت کر لیا۔ فرماتے ہیں کہ اے مرشد شد جب کوئی ناجنس اور یار ناموافق تم کو مل جائے تو تم بھی سکوت اختیار کرو اور اس سے علیحدہ رہو کہ وہ ایک بلا کا نزول ہے۔ اب آگے صحبت بد سے علیحدگی کے مطلوب اور محمود ہونے کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ بس بخسپم باشم از اصحاب کہف الخ۔

شرح حبیبی

یعنی وہ درخت بزبان حال کہتا ہے کہ (صحبت) یار بد غضب کی پریشانی (کا موجب) ہے لہٰذا جب وہ آئے تو میری روش یہ ہے کہ میں سو رہتا ہوں۔ یعنی اس کے سامنے اپنی شگفتگی ظاہر نہیں کرتا اور بالکل اجنبیانہ برتاؤ کرتا ہوں۔ لہٰذا طالب کا بھی یہی فرض ہے کہ ناجنس سے علیحدگی اور اجنبیت اختیار کرے اور بالکل اس کو منہ نہ لگائے اپنے کام میں مصروف رہے۔

شرح شبّیری

پس بخسپم باشم از اصحاب کہف	بہ ز دقیانوس باشد خواب کہف
پس میں سو جاتا ہوں اصحاب کہف میں سے ہو جاتا ہوں	غار میں سونا دقیانوس (کی صحبت) سے بہتر ہے

پس بخسپم الخ یعنی پس میں سو رہوں اور اصحاب کہف میں سے ہو جاؤں اس لئے کہ دیکھو اصحاب کہف کا سو

www.besturdubooks.wordpress.com

رہنا۔ صحبت دقیانوس سے بہتر ہے۔ دقیانوس اس بادشاہ کا نام ہے جس کے زمانے میں اصحاب کہف ہوئے ہیں مطلب یہ کہ جب وہ یار خلاف آوئے اور صحبت بد پیش آوئے تو میں اصحاب کہف کی طرح سو رہوں اور علیحدہ ہو جاؤں یہی بہتر ہے جس طرح کہ جب انہوں نے دیکھا کہ اگر یہاں رہتے ہیں تو دقیانوس کی صحبت جو صحبت بد ہے میسر ہوئی لہٰذا انہوں نے علیحدگی اختیار کی پس اسی طرح اے مسترشد اگر تجھ کو صحبت بد سے پالا پڑے تو تو بھی علیحدگی کرنا کہ یہی مناسب ہے آگے بھی یہی مضمون فرماتے ہیں یقظہ شان مصروف دقیانوس الو دالخ۔

شرح حبیبی

یہ بھی درخت ہی کا مقولہ ہے وہ کہتا ہے کہ ایسے وقت میں سو جاتا ہوں اور اصحاب کہف میں سے ہو جاتا ہوں کیونکہ غار میں سو رہنا (صحبت) دقیانوس سے بہتر ہے۔ پس اے طالب تو بھی ناجنسوں کی صحبت سے حذر کر آگے ایسے خواب کے بہ نسبت ایسی بیداری کے بہتر ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں یقظہ شان مصروف دقیانوس بود الخ۔

شرح شبیری

یقظہ شاں مصروف دقیانوس بود	خواب شاں سرمایۂ ناموس بود
ان کی بیداری دقیانوس پر صرف ہوتی تھی	ان کا سو جانا عزت کا سرمایہ تھا

یقظہ شان الخ یعنی ان کی جاگنے کی حالت تو دقیانوس کی صحبت میں مصروف ہوتی تھی اور ان کا خواب عزت و ناموس کا سرمایہ ہو گیا۔ ناموس عزت۔ مطلب یہ کہ ان کی جاگنے کی حالت تو دقیانوس کی صحبت میں گزرتی تھی اور ان کا سونا عزت عند اللہ کا سبب ہو گیا مقصود یہ ہے کہ جس وقت صحبت بد اور ناجنس ہو تو عزلت ہی بہتر ہے اور اس کی صحبت میں رہنے سے الگ ہی رہنا مناسب ہے آگے پھر اسی مضمون کہ خواب بعض بیداری سے افضل ہے صاف طور پر بیان فرماتے ہیں کہ خواب بیداریست چو با دانشست الخ۔

شرح حبیبی

یعنی اصحاب کہف کی بیداری دقیانوس جیسے نااہل و ناجنس کے کام آتی تھی اور ان کی نیند عزت عند اللہ کا سرمایہ تھی پس اس خواب کو اس بیداری پر کیونکر ترجیح نہ ہوگی آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

خواب بیداریست چوں بادانش ست	وائے بیدارے کہ با ناداں نشست
جو نیند عقلمندی سے ہے وہ بیداری ہے	اس بیدار پر افسوس ہے جو نادان کے ساتھ بیٹھا

خواب الخ۔ یعنی سونا بھی مثل بیداری کے ہے اگر عقل اور سمجھ کے ساتھ ہو۔ اور افسوس اس بیدار پر کہ جو نادان کے ساتھ بیٹھا۔ اور نسخہ ثانی کی بنا پر جس میں بیداری یائے معروف ہے اور آخر میں اس طرح ہے بانادانش ست یہ معنی ہوں گے کہ افسوس اس بیداری پر کہ جو بے عقلی اور کم فہمی کے ساتھ ہو مطلب یہ کہ علم و معرفت کی ساتھ جس کا طریق صحبت مرشد ہو۔ سو رہنا یعنی عزلت عن الخلق بھی مضر نہیں بلکہ وہ بھی مثل بیداری کے ہے کیونکہ مقصود اصلی حاصل ہے اور اس بیدار پر افسوس ہے کہ جو بظاہر ملتا جلتا ہے صحبت میں رہتا ہے مگر صحبت نادان میں رہتا ہے اور نسخہ ثانیہ پر بیداری کی یا مجہول بھی ہوسکتی ہے دتقریر مانی الشرح الحبیبی۔ یہاں تک صحبت غیر مجانس سے مسترشد کی تحذیر تھی آگے بیان ہے کہ صحبت غیر مجانس کے باب میں شیوخ کاملین کی عادت مذکور ہے کہ ایسے وقت میں وہ لوگ کیا کرتے ہیں اور مولانا بہت ہی تھوڑی مناسبت سے انتقال فرماتے ہیں مگر رابطہ ماقبل سے ضرور ہوتا ہے اور اگر مولانا کے کلام میں ربط نہ بھی ہوتا تب بھی تعجب نہ تھا اس لئے کہ ایک مجذوبانہ کلام ہے مگر بایں ہمہ ربط ضرور ہوتا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے پس فرماتے ہیں کہ چونکہ زاغان خیمہ بر گلشن زوند الخ

شرح حبیبی

یعنی جو نیند معرفت حق سبحانہ کے ساتھ ہو وہ حکم میں بیداری کے ہے اور اس بیداری کی حالت نہایت قابل افسوس ہے جو اپنی بیداری کو نادان و عاری عن معرفۃ الحق کی صحبت میں صرف کرتا ہے اور اس نعمت عظمیٰ کی قدر نہیں کرتا جو اس کو بصورت اپنے محل پر صرف ہونے کے دولت لازوال یعنی قرب حق تک پہنچانے والی ہے ایک نسخہ بانادانش ست بھی ہے اس صورت میں بیداری کے یا کا معروف پڑھنا زیادہ مناسب ہے اس وقت دوسرے مصرعہ کے معنی یوں ہوں گے کہ وہ بیداری قابل افسوس ہے جو جہل اور حق سے ناواقفیت کے ساتھ ہے اور مجہول بھی ہوسکتی ہے اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ دس بیدار کی حالت قابل افسوس ہے جو متلبس بجہل عن الحق ہو۔ یہاں تک صحبت ناجنس سے احتراز اور دقیانوس کی صحبت سے بھاگ کر اصحاب کہف کے غار میں سو رہنے اور اس کی فضیلت کا بیان تھا۔ آگے اسی مناسبت سے اہل اللہ کی عزلت کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہتے ہیں چونکہ زاغان خیمہ بر گلشن زوند الخ۔

شرح شبّیری

چونکہ زاغاں خیمہ بر گلشن زدند	بلبلاں پنہاں شدند و تن زدند
چونکہ کووں نے باغ میں ڈیرے ڈال دیئے	بلبلیں چھپ گئیں اور چپ ہو گئیں

چونکہ الخ۔ یعنی جب زاغوں نے گلشن میں خیمہ لگالیا اور اقامت کرلی تو بلبلیں وہاں سے روپوش ہوگئیں اور خاموش ہوگئیں۔ زاغان مراد اہل باطل۔ گلشن مراد عالم۔ خیمہ بر گلشن زدن اقامت کردن۔ بلبلان اہل کمال و

اہل حق۔ تن زون خاموش شدن یعنی جبکہ اہل باطل نے اور محجوبین نے دنیا میں اپنا تسلط کرلیا اور وہ لوگ غالب ہو گئے تو اس وقت اہل اللہ واہل حق نے وہاں سے علیحدگی اختیار کی اور خاموش ہو گئے۔ یہ ماقبل کی دلیل بھی ہوسکتی ہے کہ اے مسترشد تجھ کو جو تعلیم دی جارہی ہے کہ غیر مجانس کی صحبت سے علیحدگی چاہیے اس کی دلیل یہ ہے کہ ایسے وقت میں اہل کمال کی بھی یہی عادت ہے کہ وہ علیحدہ ہو جاتے ہیں اور اہل کمال کو بلبل کی ساتھ بولنے میں تشبیہ ہے کہ جس طرح بلبل گلشن میں چہچہاتی ہے اور بولتی ہے اور بدوں گلشن کے خاموش رہتی ہے اسی طرح اہل کمال بھی جب تک ان کے طالب اور ان کی بات کو سننے والے ہوتے ہیں فیوض وبرکات کو جاری رکھتے ہیں اور جب غیر مجانس اور اہل باطل جمع ہو جاتے ہیں تو سکوت کرتے ہیں اب اسی مضمون کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ جب اہل باطل کا تسلط ہو جاتا ہے تو وہ علیحدگی کیوں اختیار کرتے ہیں فرماتے ہیں

شرح حبیبی

گلشن عالم۔ زاغان۔ اہل باطل و محجوبین۔ خیمہ زدن ڈیرے ڈالنا تسلط ہونا بلبلان کاملان۔ تن زدنٗ خاموش ہونا یعنی جبکہ تم کو معلوم ہو گیا کہ صحبت ناجنس سے احتراز نہایت ضروری ہے۔ لہٰذا جبکہ عالم پر اہل باطل ومحجوبین کا تسلط ہوا۔ اور اپنی کائیں کائیں۔ اور صداہائے نامطبوع سے عالم کو پر کر دیا۔ تو اہل اللہ جو بلبلوں کی طرح چہکتے تھے اور اپنے نغمہائے شیریں سے اہل دل کے کانوں اور ان کی جانوں کو لبریز نشاط وسرور کرتے تھے اپنے چہکنے کو بے سود سمجھ کر خاموش ہو بیٹھے اور عزلت اختیار کی اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں یایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اذا رأیت شحاً مطاعاً وھوی متبعا.... فعلیک نفسک. اگلے شعر میں ان کے اس فعل کا موجب ہونا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں زانکہ بے گلزار بلبل خامش ست الخ۔

شرح شبّیری

غیبت خورشید بیداری کش ست	زانکہ بے گلزار بلبل خامش ست
سورج کا غروب بیداری ختم کر دینے والا ہے	جس طرح کہ بغیر چمن کے بلبل چپ ہے

زانکہ الخ۔ یعنی دیکھو بے گلزار کے بلبل خاموش رہتا ہے اور جب خورشید غائب ہو جاتا ہے تو بیداری جاتی رہتی ہے۔ گلزار مراد طالبین بلبل مراد اہل کمال۔ یعنی دیکھو بلبل بھی تو جب گلزار نہیں ہوتا تو خاموش رہتا ہے اس طرح جب طالبین اور قدرداں نہیں رہتی تو اہل کمال بھی علیحدہ ہو جاتے ہیں طالبین کی تشبیہ گلزار کی ساتھ باعتبار محل گفتار ہونے کے ہے کہ جس طرح بلبل پھولوں کے گلزار سے علیحدہ ہو کر خاموش رہتی ہے اسی طرح اہل کمال

www.besturdubooks.wordpress.com

طالبین وقدردانوں کے گلزار سے علیحدہ رہ کر خاموش رہتے ہیں۔ پس مقصود یہ ہے کہ ہر شے کے لئے ایک محل ہونا چاہیے خاموشی کا بھی وقت ہوتا ہے اور بولنے کا وقت اور ہوتا ہے اب دوسرے مصرعہ میں اسی مضمون کی ایک دوسری مثال بیان کرتے ہیں کہ دیکھو جب یہ آفتاب ظاہری غائب ہو جاتا ہے تو بیداری بھی نہیں رہتی اور ہر شے پر ایک سکوت کا عالم ہوتا ہے اور جب تک وہ سامنے رہتا ہے تو ساری چہل پہل ہوتی ہے اس طرح طالبین کے نہ ہونے سے جو سبب تھے جوش کلام اہل کمال کے انکی بیداری یعنی توجہ الی اظہار الاسرار خاموش ہو جاتی ہے اب چونکہ مولانا بہت تھوڑی سی مناسبت سے ایک مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماجاتے ہیں اور یہاں مثال کے طور پر آفتاب ظاہری کا ذکر آ گیا تھا آگے آفتاب صوری اور آفتابی معنوی یعنی عارف باللہ میں فرق اور اول پر ثانی کی تفصیل بیان کرتے ہیں پس فرماتے ہیں آفتاب ایں گلشن کنی الخ۔

شرح حبیبی

گلزار سے مراد طالبین وقدردان ہیں اور وجہ تشبیہ ہر دو کا محل گفتار ہونا ہے۔ جس طرح گلزار بلبلوں کے چہچہوں کا محل ہے کیونکہ گلوں کا نظارہ اس کے لئے موجب نشاط ہے اور نشاط اس کے چہچہانے کا سبب ہے یوں ہی اہل اللہ کے لئے طالبین کا شوق اور ان کی قدردانی ان کے لئے موجب نشاط وسرور ہوتی ہے اور وہ نشاط وسرور افادات عجیبہ ملذہ للاسماع والارواح کا ذریعہ ہوتے ہیں حاصل یہ ہے کہ حالت مذکورہ میں اہل اللہ کی خاموشی بالکل برمحل ہے اس کی وجہ پیشتر بھی معلوم ہو چکی ہے اور یہ وجہ بھی ہے کہ وہ مثل بلبل ہیں اور طالبین وراغبین مثل گلزار اور گلزار کے بغیر بلبل خاموش ہوتی ہے کیونکہ داعی موجود نہیں ہوتا۔ پس لازم کہ اہل اللہ بھی بدوں قدردانوں کے خاموش ہوں۔ دوسرے مصرع میں دوسری دلیل بیان فرماتے ہیں انکی تفصیل یہ ہے کہ وجود طالبین مشابہ ہو طلوع شمس سے کیونکہ جس طرح طلوع شمس سوتوں کو جگاتا ہے یوں ہی وجود طالبین سبب ہوتا ہے اہل اللہ کے مسند ارشاد پر جلوہ افروزی کا۔ اس بنا پر اُن کا عدم مشابہ ہوگا غروب شمس سے کیونکہ جس طرح غروب آفتاب جاگتوں کو سلادیتا ہے یوں ہی انکا عدم باعث ہوتا ہے خمول اہل اللہ کا۔ اور اہل اللہ کی مسند ارشاد پر جلوہ افروزی کو تشبیہ دی۔ بیداری سے کیونکہ جس طرح آثار وحیات کا پورے طور پر بیداری سے ہوتا ہے یوں ہی اہل اللہ کہ بمنزلہ حیات للعالم ہیں ان کی برکات کا ظہور ان کے اس جلوہ افروزی بر مسند ہدایت سے ہوتا ہے۔ اس بنا پر ان کا خمول مشابہ ہوگا نوم کے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ جب غیبت شمس بیداری کو فنا کرنے والی ہے تو عدم فقدان طالبین ان کی اس جلوہ گری کو بند کرنیوالا کیوں نہ ہو گا۔ یا یوں کہو کہ یہ اشارہ ہے اہل اللہ کے خمول کے نتیجہ بد کی طرف۔ اس وقت حاصل یہ ہوگا کہ فقدان طالبین کی صورت میں اہل اللہ عزلت اختیار کرتے ہیں اور ان کو ایسا کرنا چاہیے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عالم میں ظلمت ضلالت پھیل جاتی ہے اور وہ بالکل تیرہ وتار ہو جاتا ہے اور جو کچھ بیداری تھوڑی بہت عقول ناقصہ کے سبب تھی وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سب فنا ہو جاتی ہے جیسا کہ غروب شمس سے یہ ظاہری بیداری معدوم ہو جاتی ہے۔

شرح شبیری

آفتاب از ترک ایں گلشن کند	تا کہ تحت الارض را روشن کند
سورج اگر اس چمن کو چھوڑتا ہے	تو اس لئے کہ زمین کے نچلے حصہ کو روشن کرے

آفتاب الخ یعنی اے آفتاب تو اس گلشن (عالم) کو چھوڑتا ہے جب کہیں زمین کے دوسرے حصہ کو کن کرتا ہے۔ گلشن مراد عالم۔ چونکہ پہلے شعر میں کہا ہے کہ جب یہ آفتاب نہیں رہتا تو خاموشی طاری ہو جاتی ہے۔ اب کہتے ہیں کہ دیکھو آفتاب صوری اور معنوی میں یہ فرق ہے کہ یہ آفتاب جب زمین کے دوسرے حصہ کو روشن کرنا چاہتا ہے تو اس کو اس عالم سے غائب ہونا پڑتا ہے اور جب اس عالم سے علیحدگی اختیار کرتا ہے تب دوسری طرف کو روشن کرتا ہے یہاں تو آفتاب صوری اور آفتاب ظاہری کی حالت بیان کر دی آگے آفتاب معنوی کی حالت بیان کرتے ہیں تا کہ مابالفرق معلوم ہو جائے لہٰذا اور فرماتے ہیں کہ

آفتاب معرفت را نقل نیست	مشرق او غیر جان و عقل نیست
معرفت (خداوندی) کے سورج (پیر) کے لئے انتقال ہوتا نہیں ہے	اس کی مشرق صرف روح اور عقل ہے

آفتاب الخ۔ یعنی آفتاب معرفت منتقل نہیں ہوتا اور اس کا مشرق جان وعقل کے سوا اور کچھ نہیں ہے آفتاب معرفت عارف وکامل۔ جان وعقل مراد جان وعقل مستفیدین مطلب یہ کہ اوپر بیان کیا ہے کہ اس آفتاب معنوی کو دوسری طرف روشنی پہنچانے کے لئے اپنی مشرق سے غنیمت ہوتی ہے اور اس طرف سے فیض روشنی کو روکنا پڑتا ہے اور سب چیزوں پر ایک دم سے روشنی نہیں پہنچا سکتا اور لیکن آفتاب معنوی کو جو کہ مرشد ہی اس کا مشرق اور محل ظہور انوار قلب مستفیدین ہے اپنے مطلع سے کبھی غیبت نہیں ہوتی اور اس کو اسکی ضرورت نہیں کہ جب زید کو مثلاً فیض پہنچا رہے تو زعمرو سے غفلت اور غیبت ہو بلکہ وہ ایک وقت میں سب مستفیدین کو فیض پہنچا سکتا ہے اب یہاں تک تو آفتاب ظاہری اور معنوی یعنی مرشد کے فیض میں فرق بیان کیا تھا آگے اس آفتاب معنوی یعنی عارف کی حالت کے بیان سے بھی ترقی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خاصہ خورشید کمالی کان سری ست الخ۔

شرح حبیبی

پہلے شعر میں ایک توجیہ کی بنا پر اہل اللہ کی تشبیہ بالشمس مستفاد ہوئی تھی ان اشعار میں اہل اللہ کی فوقیت شمس پر اظہار فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ اے آفتاب تو تحت الارض کو روشن کرنے کے لئے اس گلشن عالم کو چھوڑتا ہے اور اس کے بغیر تو دوسری جانب کو منور نہیں کر سکتا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ تیری نور افشانی کا محل اجسام

www.besturdubooks.wordpress.com

کثیفہ ہیں اور آفتاب معرفت یعنی عارف کی نور افشانی کا محل عقل و جان ہے اور تمام نفوس پر ایک ہی مقام سے نور افشانی ہو سکتی ہے اس کی ضرورت نہیں کہ ایک طرف سے توجہ پھیر کر دوسری جانب نور افشانی کی جائے۔

شرح شبّیری

خاصہ خورشید کمال کاں سریست	روز و شب کردار او روشنگریست
خصوصا وہ آفتاب کمال جو اس جانب کا ہے	اس کا کام دن رات روشن کرنا ہے

خاصہ الخ۔ یعنی خاص کر وہ خورشید کمالی کہ اس طرف کا ہے جس کا کام رات دن روشنگری ہی ہے جو خورشید کمالی مراد باری تعالیٰ سری معنی طرف۔ روشنگری مراد فیض بخشی مطلب یہ کہ آفتاب ظاہری اور آفتاب معنوی تو فیض پہنچاتے ہی ہیں۔ مگر بڑھ کر دیکھو کہ خاص کر وہ خورشید کمالی کہ جو انتہائے کمال کو پہنچا ہوا ہے اور جو اس طرف یعنی عالم امکان سے باہر کا ہے کس طرح روشن گری کر رہا ہے اور ہر وقت اور ہر گھڑی فیض پہنچا رہا ہے اور اس کا کام ہی یہ ہے کہ رات دن فیض کو جاری رکھتا ہے اور اسکو تو کیسے غیبت ہوگی آگے اس شمس کامل سے مستنیر ہونے کو فرماتے ہیں کہ مطلع شمس آ اگر اسکندری الخ۔

شرح مبیبی

یہ تو ان آفتابہائے معرفت کی حالت تھی جو عالم امکان سے تعلق رکھتے ہیں اب اس خورشید کمال کی حالت سنو جو بیرون از عالم امکان ہے اس کا تو کہنا ہی کیا ہے اس کا تو کام رات دن منور کرنا ہے۔

شرح شبّیری

مطلع شمس آئی گر اسکندری	بعد ازاں ہر جا روی نیکو فری
اگر تو سکندر ہے تو سورج کے طلوع ہونے کی جگہ پر آ	اس کے بعد جہاں جائے گا نیک بخت ہوگا

مطلع الخ۔ یعنی شمس موصوف سابق کے محل طلوع کو پاس آ جاؤ اگر سکندر ہو اس کے بعد تو جہاں کہیں جاوے گا خوش نصیب ہوگا۔ مطلع شمس قلب کامل اس لئے کہ انوار الٰہیہ کا محل طلوع ہے۔ سکندر مراد طالب اخذ من قولہ تعالیٰ حتی اذا بلغ مطلع الشمس الخ مطلب یہ کہ اگر تم طالب ہو اور اس خورشید کامل یعنی باری تعالیٰ سے فیض لینا چاہتے ہو تو اولیاء اللہ کے پاس جاؤ اور ان سے میل کرو کہ ان کا قلب اس کے انوار کے طلوع ہونے کی جگہ ہے تو جب تم اس مطلع کے پاس پہنچ جاؤ گے اور اس سے یعنی اولیاء اللہ سے تعلق رکھو گے تو پھر کہیں جاؤ تم خوش نصیب اور نیکو فر ہو گے کہیں جانے سے یہ مراد ہے کہ پھر خواہ تم کو توجہ الی الحق ہو اور خواہ توجہ الی الخلق ہو کہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی للحق ہوگی ہر طرح خوش نصیب ہوگی اور مطلع نور و فیض سے فیض حاصل کرتے رہو گے اب آگے اس صحبت سے جو نفع ہوگا اسکو فرماتے ہیں کہ بعد ازاں ہر جا روی مشرق بود الخ۔

شرح حبیبی

اس میں ترغیب ہے اہل اللہ سے استفاضہ کی یعنی اگر تو سکندر اور حقیقی آب حیات کا طالب ہے تو مطلع شمس معرفت۔ یعنی اہل اللہ کے پاس آ اور کمال حاصل کر کہ وہ خورشید کمال مذکور کے محل ظہور انوار مثل مطلع شمس کے ہیں پھر تو جہاں جائے گا نصیب کا سکندر ہوگا خواہ متوجہ بحق ہو یا متوجہ بخلق الاول ظاهر والثانی لان توجه مثل هذا المرء الی الخلق یکون للحق وبامر الحق ولنفع الحق فیکون فیه من القرب مالایکون فی توجه الناقص الی الحق

شرح شبّیری

بعد ازاں ہر جا روی مشرق بود	شرقہا بر مغربت عاشق شود
اس کے بعد تو جہاں جائے گا مشرق ہو گی	مشرقیں تیری مغرب پر عاشق ہوں گی

بعد ازاں الخ۔ یعنی اس کے بعد تم جس جگہ جاؤ گے تمہارے لئے مشرق یہ ہوگا اور مشرق تیرے مغرب پر عاشق ہوں گے مشرق مراد مطلع انوار الٰہیہ شرقہا مراد توجہ الی الحق مغرب توجہ الی الخلق کہ ظاہرا حالت ناقصہ است مطلب یہ ہے کہ جب تم اس مطلع شمس سے تعلق پیدا کر لو گے اور اس سے فیوض و برکات حاصل کرو گے تو پھر جس طرف بھی توجہ کرو گے خواہ الی الحق ہو خواہ الی الخلق ہو وہ تمہارے لئے مشرق اور مطلع شمس ہی ہوگا یعنی ہر حالت میں تمہارا قلب مطلع نور رہے گا۔ توجہ الی الحق میں تو ظاہر ہے اور توجہ الی الخلق میں اس لئے کہ وہ للحق ہوگی مصرعہ ثانیہ کا یہی حاصل ہے کہ پھر تمہاری یہ حالت ہوگی کہ دوسرے ناقصوں کی توجہ الی الحق تمہارے توجہ الی الخلق پر کہ للحق ہے عاشق ہو جائے گی چنانچہ ظاہر ہے کہ کامل کی توجہ الی الخلق میں جو طاعت ہے وہ اکمل ہے اس طاعت سے جو ناقص کی توجہ الی الحق میں ہو۔ پس طالب کو ضروری ہوا کہ اولیاء اللہ سے تعلق پیدا کرے اور ان کے ذریعہ سے فیوض اور انوار حق کو حاصل کرے یہاں تک تو توجہ الی الحق کی ترغیب تھی اب آگے اس کی تدبیر بتاتے ہیں جس خفاشت سوئے مغرب دوان الخ۔

شرح حبیبی

یعنی اس کے بعد جہاں جائے گا یعنی جس طرف متوجہ ہوگا خواہ الی الحق یا الی الخلق تیرے لئے ہر جگہ مشرق ہی ہوگا یعنی ہر حالت میں تو مقتبس انوار ہوگا اور توجہ الی الخلق تجھ کو کچھ مضر نہ ہوگی اور تیری حالت توجہ الی الخلق پر جو بظاہر مشابہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مغرب ہے سینکڑوں ظاہری مشرقین عاشق ہوں گی کہ ان کے لئے وہ نور کہاں جو اس حالت میں بھی تیرے لئے ہے۔

شرح شبّیری

حس خفاشت سوئے مغرب دواں	حس درپاشت سوئے مشرق رواں
تیری چمگادڑ والی حس مغرب کی طرف دوڑنے والی ہے	تیری موتی برسانے والی حس مشرق کی جانب رواں ہے

حس الخ۔ یعنی تیری حس ظاہری جو خفاش کی مانند ہے مغرب کی طرف دوڑتی ہے اور تیرے اندر جو حس باطنی ہے وہ مشرق کی طرف روانہ ہوتی ہے حس خفاش سے خش ظاہری کو تشبیہ دیتے ہیں اور پھر اس کے لئے مغرب کی طرف جانا بتاتے ہیں جس طرح کہ خفاش ظلمات کی طرف جو اکثر مغرب میں ہوتی ہے جاتی ہے اور نور سے جو مشرق میں ہوتا ہے بھاگتی ہے اسی طرح یہ حواس اور قویٰ مدرکہ ظاہرہ یعنی مادیہ جو حواس باطنہ کو بھی شامل ہو تلذذات اور تنعمات کی طرف جاتے ہیں اور اس نور سے جو مطلع شمس یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے فائض ہو رہا ہے الگ رہتے ہیں اور حس درپاش سے تشبیہ ہے حس باطنی یعنی قوت روحانیہ کو اس لئے کہ انوار الٰہیہ کا ادراک کرتی ہے اور ظلمات سے الگ رہتی ہے۔ اس شعر میں مولانا کو یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ ہم نے جو توجہ الی الحق کی اوپر رغبت دلائی ہے اسکی تدبیر یہ ہے کہ حواس ظاہری جو کہ تلذذات اور تنعمات کی طرف لے جاتے ہیں ان سے علیحدگی کرو اور ان حواس کو کام میں لاؤ جو کہ درپاش یعنی جامع الانوار ہیں اور موصل الی الحق ہیں جو حاصل ہے مجاہدہ و ریاضت کا پس مقصود مولانا کا اس کہنے سے یہ ہی کہ مجاہدہ اختیار کرو اور نفس کی مقتضیات کو ترک کردو کہ نفس تو تم کو ظلمات کی طرف یعنی شہوات کی طرف لے جائیگا اور روح تم کو مشرق انوار یعنی حق تعالیٰ کی طرف لے جاوے گی یہاں تو یہ بتلا دیا تھا کہ کچھ دواعی نفس ہوتے ہیں اور کچھ دواعی روح ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ راہ حس راہ خران ست اے سوار الخ۔

شرح حبیبی

اس سے پیشتر مولانا نے توجہ الی الحق کی ترغیب دی تھی اب اس کا طریق بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تیرے اندر دو قسم کے حواس ہیں۔ ایک حس خفاش جو کہ ظلمات عالم ناسوت پر فریفتہ اور ان سے دلچسپی رکھنے والی ہو اور دوسری حس درپاش جو کہ انوار الٰہیہ کا ادراک کر کے مدرک کو محو انبساط کرتی ہے۔ جس اول حس مادی ہے جس میں حواس ظاہرہ مثل باصرہ سامعہ وغیرہ اور حواس باطنہ مثل وہم وغیرہ بلکہ ہر قوت جو دواعی الی الشہوات ہو داخل ہیں اس کا کام تو یہ ہے کہ وہ عالم ناسوت کی طرف راغب ہے جو کہ سراپا ظلمت ہونے کے باعث مغرب سے مشابہ ہے اور حس ثانی لطائف خمسہ مجردہ ہیں ان کا کام یہ ہے کہ وہ عالم ملکوت کی طرف مائل ہیں جو کہ سراپا نور اور انوار الٰہیہ سے لبالب ہونے کے باعث مشابہ بالمشرق ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

راہ حس راہ خران ست اے سوار	اے خراں را تو مزاحم شرم دار
اے سوار! حس کا راستہ گدھوں کا راستہ ہے	تو گدھوں سے بھڑتا ہے شرم کر

راہ حس الخ۔ یعنی اے تیز رو راہ حس تو خروں کی ہے اور تو خروں سے ملا جلا چلتا ہے شرم کی بات ہے نفس کے اتباع کے موافق چلنا اور مقتضیات شہوات وغیرہ پر عمل کرنا تو دنیا دار اور نا اہلوں کا کام ہے تو تو طالب قرب ہو کر اس راہ پر کیوں چلتا ہے اور جب اس راہ پر چلے گا تو ظاہر ہے کہ ان لوگوں سے میل جول بھی ہوگا تو تجھ کو اس سے شرم نہیں آتی کہ نا اہلوں اور غیر جنسوں کی ساتھ رہے مطلب یہی ہے کہ تلذذات اور خواہشات نفسانی کو ترک کر دینا چاہیے کیونکہ وہ اہل حق کا طریقہ نہیں ہے اور ترک خواہشات سے مراد تقلیل ہے کہ مجاہدہ یہی ہے اور اس سے دواعی نفسانی کمزور اور کم ہو جاتی ہیں بالکل معدوم نہیں ہوتی اور سوار کہہ دینا اس اعتبار سے ہے کہ تو اس راہ نفس میں تیز رو ہے اور عادت ہے کہ سوار بہ نسبت پیادہ کے تیز چلتا ہے اس مناسبت سے طالب کو سوار کہہ دیا اب یہاں چونکہ کہا تھا کہ حس مختلف ہوتی ہیں حس نفسانی اور حس روحانی آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ پنج سے ہست جز ایں پنج حس الخ۔

شرح حبیبی

جبکہ پہلے شعر سے تجھ کو معلوم ہو چکا کہ تیرے اندر دو قسم کے حواس ہیں اور ہر دو کے مطلوب جداگانہ ہیں تو اب تجھ کو جاننا چاہیے کہ حس مادی کا راستہ اور اس کے مقتضیات کا اتباع بہائم اور اہل دنیا کا کام ہے جو مشابہ بہائم رہیں بھلا تو ان گدھوں سے بڑھتا ہے اور ان کی روش پر چلتا ہے اس سے تجھے شرم آنی چاہیے اور تیرا فرض یہ ہونا چاہیے کہ حس مادی کا اتباع کر کے ظلمات عالم ناسوت میں نہ پھنسے بلکہ اس حس کے مقتضیات کو ترک کر اور لذات شہوانیہ کو خیر باد کہہ اور حس باطنی مجرد کا اتباع کر کے اس کے مدرکات عجیبہ سے بہرہ اندوز اور مالا مال ہو۔ یہ تھا وہ طریق توجہ الی الحق کا جس کو مجاہدہ کہتے ہیں مگر مقصود یہ نہیں کہ حواس مادیہ سے بالکل بھی متمتع نہ ہونا چاہیے کیونکہ اگر ان سے مطابق اذن شارع انتفاع ہو تو مضائقہ نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ان سے انتفاع میں اس طرح منہمک نہ ہونا چاہیے کہ وہ مانع ہو جائے انتفاع بالحس المجرد سے خواہ بالکل یا کم آگے پھر مضمون سابق کا اعادہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں پنج حسے ہست جز ایں پنج حسن الخ۔

شرح شبّیری

پنج حسے ہست جز ایں پنج حس	آں چو زر سرخ وایں حسہا چو مس
ان پانچ حواس کے علاوہ پانچ حس اور ہیں	وہ سرخ سونے کی طرح ہیں اور یہ حواس تانبے کی طرح ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

پنج حسے الخ۔ یعنی ان حواس خمسہ (ظاہرہ) کے علاوہ اور حواس بھی ہیں اور وہ حواس زرسرخ کی مانند ہیں اور یہ حواس تانبے کی مانند ہیں۔ یہاں حواس روحانی کو پنج کہنے سے عدد پنج مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان حواس خمسہ ظاہری کے علاوہ اور حواس بھی ہیں اور یہی تقریر بے غل وغش ہے اور بے تکلف ہے لیکن اگر الفاظ ہی کی توجیہ کی جائے تو یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ چونکہ لطائف صوفیہ کے یہاں چھے ہیں نفس، روح، قلب، سر، خفی، اخفی جس میں سے نفس کو تو تغلیباً داخل کر لیتے ہیں کیونکہ وہ نفس جو کہ داعی الی الشر ہے قوۃ مادیہ ہے مجرد نہیں اور لطائف مجرد ہیں اس لئے جب اس کو لطائف سے نکال ڈالا جائے تو آگے لطائف پانچ ہی رہتے ہیں اور مراد لطائف سے چند مجردات ہیں جو انسان کی ترکیب میں داخل ہیں جس طرح مادیات میں سے عناصر اس کی ترکیب میں داخل ہیں چنانچہ نفس ناطقہ کو تو حکماء بھی جزاء انسان کہتے ہیں اور وہ ان کے نزدیک مجرد بھی ہے تو یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اول پنج سے مراد وہ لطائف خمسہ ہیں اور ثانی سے مراد حواس خمسہ ظاہرہ مگر اس توجیہ میں ایک گونہ تکلف معلوم ہوتا ہے بے تکلف تو یہی ہے کہ کہا جائے کہ پنج سے مراد عدد ہے ہی نہیں لیکن اگر کسی کو پنج کے لفظ کی رعایت ضروری ہو تو وہ ثانی توجیہ کو اختیار کر لے ع وللناس فیما یعشقون مذاہب۔ اور بعض لوگوں نے ان لطائف خمسہ کو قرآن شریف سے ثابت کیا اور کہتے ہیں ہیں انہ یعلم السر واخفی میں یہی سر۔ واخفی مصطلح مراد ہے مگر یہ صریح جو رہے یہ کیا ضروری ہے کہ ساری باتیں قرآن ہی سے ثابت ہوا کریں اور جو اس سے ثابت نہ ہوا کرے تو اس کی نفی کر دی جائے بلکہ بات یہ ہے کہ اگر کوئی امر ایسا ہو کہ وہ اصول شرعیہ کے اور قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو اور کسی مستقل دلیل سے ثابت ہو تو اس کو بھی کہا جائیگا کہ یہ صحیح ہے اور اس کو تسلیم کریں گے دیکھو آ خرزید قائم قرآن سے کہیں ثابت ہے مگر جب ایک مستقل دلیل سے ثابت ہے اس کو تسلیم کرتے ہیں اور مانتے ہیں پس اسی طرح یہ لطائف ایک مستقل دلیل سے ثابت ہیں اور ان کو تسلیم کرنے کے لئے قرآن شریف میں ہونا ضروری نہیں ہے تو اب حاصل یہ ہوا کہ ان حواس ظاہرہ کے علاوہ کچھ حواس اور بھی ہیں اور کچھ مدرکات اور بھی ہیں کہ یہ حواس ظاہرہ تو ان شہوات کا ادراک کرتے ہیں اور وہ دوسری حواس انوار الٰہیہ کا ادراک کرتے ہیں اور متوجہ الی الحق ہوتے ہیں لہٰذا ان کی طرف توجہ چاہیے اور ان حواس میں نہ پھنس جانا چاہیے اور جاننا چاہیے کہ یہاں کے مجردات کے مقابل پنج حس کہا ہے جس کی تفسیر حواس ظاہرہ سے کی گئی سو یہ ظاہرہ عام ہے باطنہ مصطلحہ اہل حکمت کو بھی کیونکہ وہ بھی مادی ہیں اور ان لطائف کو یا مطلق ادراک روحانی کو حس کہنا مجاز اًو مشاکلۃً ہے بمعنی مطلق مدرک اور یہاں چو مس جو کہا ہے ایک لطیفہ کے طور پر اسکے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جس طرح کیمیا گری میں تانبے سے سونا بن جاتا ہے اور تانبے میں سونا بننے کی استعداد ہوتی ہے اسی طرح ان حواس میں بھی استعداد موجود ہے اس امر کی ان کو اس طرف متوجہ کر دیا جائے اور یہ دونوں حواس مل کر جن میں ایک طرف مادیات ہیں دوسری طرف مجردات ہیں کام دیں گے ان مجردات کو صوفیہ کے یہاں لطائف کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے کچھ خواص بھی جدا جدا ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اوران لطائف کا خاصہ مشترکہ توجہ الی الحق ہے اور یہاں صوفیہ کے اس قول کے معنی سمجھ لینا بھی ضروری ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ لطائف فوق العرش ہیں ناواقف اس میں بہت غلطی کرتے ہیں اور یوں سمجھتے ہیں کہ لطائف کے لئے عرش مکان اور حیز ہو تو سمجھ لو کہ لطائف جب مجردات ہیں تو ان کے لئے مکان اور حیز کس طرح ہو سکتا ہے لہٰذا یہ معنی نہیں ہیں کہ لطائف عرش پر متمکن ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ چونکہ عرش تمام امکنہ کو حاوی ہے اس لئے اس کے اوپر ہونے کے یہ معنی ہوئے کہ خارج عن الحیز والمکان ہیں نہ یہ کہ ان کے لئے عرش مکان اور حیز ہیں پس انسان میں پانچ حواس ظاہرہ تو مادی ہوئیں اور کچھ مجردات ہیں سو مادیات کے مقتضیات سے علیحدہ ہو کر ان مجردات سے کام لینا ضروری ہوا۔ یہاں تک تو یہ بتایا کہ ان حواس کے علاوہ کچھ اور حواس بھی ہیں آگے مقصود میں ان حواس ظاہرہ کا بیکار ہونا اور ان کا کارآمد ہونا بتلاتے ہیں لہٰذا فرماتے ہیں کہ اندران بازار کامل محشر بدالخ۔

شرح حبیبی

ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں کہ تیرے اندر دو قسم کے حواس ہیں اور اب پھر کہتے ہیں کہ تیرے اندر صرف حواس مادیہ ہی نہیں بلکہ ان کے علاوہ چند اور حواس بھی ہیں جو مجرد ہیں اور وہ حواس ان حواس سے زیادہ قیمتی اور کارآمد ہیں ان میں اور ان میں اس قدر تفاوت ہے جس قدر زر اور مس میں وہ اگر مثل ہونے کے ہیں تو یہ مثل تانبے کے (ف ۱) ان حواس مجردہ کی تفصیل یہ ہے کہ انسان جس طرح عناصر سے بنا ہے جو کہ مادیات سے ہیں یوں ہی کچھ مجردات سے بھی مرکب ہے اور ان کو لطائف ستہ کہتے ہیں کیونکہ وہ لطیف اور غیر محسوس ہوتے ہیں اور تعداد میں چھ ہیں نفس، روح، قلب، سر، خفی، اخفی ان سب کے خواص جداگانہ ہیں نفس کو ان میں تغلیباً داخل کر لیا ہے ورنہ اصل لطائف پانچ ہیں اور وہی حواس خمسہ ہیں ان لطائف کو فوق العرش بھی کہتے ہیں نہ بایں معنی کہ ان کے لئے کوئی مکان و حیز عرش سے بالا ہے بلکہ اس لئے کہ یہ مجردات اور مستغنی عن الحیاز والامکنہ ہیں اور عرش منتہیٰ عالم ماویٰ محتاج الی الخیر پس فوق العرش بمعنی خارج و منزہ عن الامکنہ والاحیاز ہے۔ پس اب پنج حسے ہست جز این پنج حس میں یا تو لفظ پنج سے عدد مخصوص مراد لیا جائے اور پہلے پنج سے لطائف خمسہ مراد ہوں اور دوسرے پنج سے حواس خمسہ ظاہرہ بظہور رہا اور باطنہ کو ان کے تابع کر دیا جائے یا ظاہرہ کے مفہوم کو عام لے لیا جاوے بمعنی مادیہ مقابل مجرد کا۔ اور پانچ سے مراد مطلق متعدد ہو۔ یہ ہی اقرب اور بے تکلف ہے (ف ۲) دوسرے مصرعہ میں اس طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے کہ گو حواس مادیہ ناکارہ ہیں مگر ان میں صلاحیت ہے کہ توجہ الی الحق کے کام آ سکیں اس طریق سے کہ ان سے علی الوجہ المشروع کام لیا جائے کیونکہ حواس مجردہ کو سونے سے تشبیہ دی ہے اور ان حواس کو مس سے اور مس بھی کیمیاوی طریق سے سونا بن سکتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

حس مس راچوں حس زر کے خرند	اندراں بازار کاہل محشر اند
تانبے کے حس کو سونے کے حس کی طرح کب خریدتے ہیں؟	جس بازار میں اہل محشر ہیں

اندران الخ۔ یعنی اس بازار میں کہ جہاں اہل محشر ہیں اس حس مس کو حس زر کی برابر کیسے خریدیں گے۔

بازار اہل محشر۔ عالم غیب۔ حس مس حواس مادیہ حس زر حواس مجردہ مطلب یہ کہ عالم غیب کے بازار میں ان حواس کو ان لطائف اور حواس باطنی کے برابر کس طرح کریں گے بلکہ وہاں تو حواس باطنی کی ہی پرسش ہوگی عالم غیب کے موجودین کو اہل محشر کہہ دینا باعتبار مایؤل کے ہے اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ پورا پورا ظہور اس کے مس ہونے اور بیکار ہونے کا اور ان کے زر اور باکار ہونے کا تو محشر ہی میں ہوگا اور یہاں چونکہ حواس ظاہر اور دواعی شہوت کا بیکار ہونا عالم غیب میں بیان کیا تھا اب اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ وہ بیکار اور دوسرے باکار کیوں ہیں فرماتے ہیں کہ حس ابدان قوت ظلمت میخورد الخ۔

شرح حبیبی

یعنی جس بازار میں اہل محشر اور مکلفین کو جانا ہے اور اپنی کمائی کا معاوضہ لینا ہے یعنی عالم آخرت میں وہاں حس مس کو جنس کاسد سمجھا جاتا ہے اور حس زر کے پورے دام لگتے ہیں دونوں ایک بھاؤ نہیں بک سکتے پس تم کو چاہیے کہ متاع رائج کو کساد سے بچاؤ اور متاع کاسد کو رائج بنانے کی کوشش کرو اہل محشر سے مراد مکلفین ہیں کہ مخاطب بالشرائع وہی لوگ ہیں یا مطلق محشور ہونیوالے مگر مقصود مکلفین ہی کو سنانا ہے اور مکلفین کو بعنوان اہل محشر اس لئے تعبیر کیا گیا تاکہ اس کے مزید تنبہ کا باعث ہو اور وہ سمجھیں کہ ہم فقط دنیا ہی میں نہ رہیں گے بلکہ ہم کو آخرت میں بھی جانا ہے۔

شرح شبیری

حس جاں از آفتابے می چرد	حس ابداں قوت ظلمت می خورد
روح کی حس آفتاب سے غذا حاصل کرتی ہے	بدنوں کی حس ظلمت سے روزی حاصل کرتی ہے

حس ابدان الخ۔ یعنی ابدان کی حس ظلمت سے غذا حاصل کرتی ہے اور جان کی حس ایک آفتاب سے چرتی ہے مطلب یہ کہ یہ حواس ظاہرہ تو ظلمت یعنی کدورات شہوات سے خوش ہوتے ہیں اور اسی میں ان کو نشو ونما ہوتا ہے اور یہ ان ہی شہوات ہواؤ ہوس سے تلذذ حاصل کرتے ہیں مگر حس روح ایک آفتاب سے یعنی حق تعالیٰ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

غذا حاصل کرتی ہے اور اس کو تلذذ اور نشو ونما انوار الٰہیہ سے اور برکات سے ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ چونکہ حس ابدان ظلمات اور شہوات نفسانی میں لگی رہتی ہے اور عالم غیب کی طرف متوجہ نہیں ہوتی اس لئے وہ تو وہاں بیکار ہے اور حس روح جو کہ اس طرف لگی رہتی ہے اور فیض وبرکات اسی عالم سے حاصل کرتی ہے وہاں بیکار ہے اب چونکہ یہاں تک تعلیم تھی توجہ الی الحق کی اور اس کی تدبیر بھی بتلائی تھی کہ مجاہدہ ہے اور مجاہدہ کے لئے جو طریقے بتلائے ہیں کہ نفس کی مخالفت کرو اور اس کی مقتضیات پر عمل مت کرو اور یہ بہت ہی مشکل تھا اور اپنی قوت سے خارج تھا اس لئے آگے خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات اور دعا کرنے لگے اور یہ ان کی ایک عادت مطردہ ہے کہ جہاں کسی امر کی تعلیم کرتے ہیں اور وہ سخت ہوتا ہے تو فوراً خداوند تعالیٰ سے مناجات میں مشغول ہو جاتے ہیں لہٰذا فرماتے ہیں کہ اے بردہ رخت حس ہا سوئے غیب الخ۔

شرح حبیبی

اس شعر میں دونوں حسوں کے درمیان دوسرے عنوان سے تفاوت دکھلانا مقصود ہے یعنی حس مادی کی تو غذا عالم ناسوت سے ہے جو سراپا ظلمت ہے یعنی اس کے مدرکات ومطلوبات تو مادیات ہیں اور حس روح یعنی حس مجرد کی خوراک اور اس کا مطلوب نور حق ہے۔ واین الثری من الثریا۔

شرح شبیری

اے ببردہ رخت حسہا سوی غیب	دست چوں موسیٰ بروں آور ز جیب
اے وہ ذات جو حس کے سامان کو غیب کی طرف لے گئی ہے	موسیٰ کی طرح ہاتھ کو گریبان سے باہر نکال

اے الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ جو متاع حواس (باطنی) کو پوشیدگی اور خفا کی طرف لے گیا ہے اب موسیٰ علیہ السلام کی طرح گریبان سے (منور) ہاتھ نکالئے حسہا سے مراد حس جان اور روح اور سوئے غیب سے مراد مطلق خفا اور پوشیدگی ہے عالم غیب مراد نہیں جیسے بعض لوگ اپنی غلطی سے ایسا سمجھتے ہیں اور دست چون موسیٰ الخ سے مراد یہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اپنے ہاتھ کو گریبان میں لے جا کر مخفی کر دیتے تھے اور جب نکالتے تھے تو وہ منور ہوتا تھا اسی طرح آپ بھی ان حواس روحانیہ کو جو خفا میں ہیں اپنے دست تصرف سے ظاہر فرما دیجئے کہ ان کے نور سے حقیقت بینی میسر ہو مطلب یہ کہ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ العالمین ہم میں تو ان مجاہدات کے پورا کرنے کی ہمت ہی نہیں ہاں اگر آپ ان کو پردہ خفا سے نکال کر ہمارے قلوب کو ان سے منور فرما دیں تو ہو سکتا ہے کہ ان سے ہماری اصلاح ہو جائے اور ان حواس ظاہرہ کے مقتضیات کو مغلوب فرما دیجئے یہاں تک تو دعا تھی کہ ان حواس باطنی مخفیہ کو میرے لئے ظاہر فرما دیجئے آگے اس کو بتلاتے ہیں کہ ان کے اظہار کی کیا ضرورت ہے لہٰذا

www.besturdubooks.wordpress.com

فرماتے ہیں اے صفاتت الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود اس اظہار سے حصول معرفت حق ہے۔

شرح حبیبی

مولانا کی عادت ہے کہ جب کسی امر کی صعوبت کو محسوس کرتے ہیں تو مناجات میں مشغول ہو جاتے ہیں چونکہ او پر مجاہدہ کی ضرورت بیان کی تھی اور مجاہدہ ایک امر شاق ہے اس لئے مناجات میں مصروف ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے حواس مجردہ کے سامان کو خفا کی طرف لیجانیوالے اور اس کو باقتضائے حکمت مخفی اور ان کے مقتضیات کو مغلوب کرنیوالے موسیٰ علیہ السلام کی طرح نیا ہاتھ جیب سے نکال اور ہم کو ظلمت جہل وضلالت میں نور معرفت وہدایت عطا فرما اور اپنی قدرت سے حواس مخفیہ کو پردۂ خفا سے نکال کر اور ان کو غالب بنا۔ اب مولانا پر توحید اور سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور فرماتے ہیں

شرح شبّیری

اے صفاتت آفتاب معرفت	وآفتاب چرخ بندیک صفت
اے وہ کہ تیری صفات پہچان کے لئے سورج ہیں	اور آسمان کا سورج ایک صفت کا پابند ہے

اے صفاتت الخ۔ یعنی اے ذات کہ تیری صفات یعنی تجلیات وافعال (تیری) معرفت کے لئے آفتاب اور (ذریعہ) ہیں اور یہ آفتاب آسمانی بھی ان ہی تجلیات میں سے ایک تجلی کا مسخرہ اور بندہ یعنی تابع صفت ہے صفات سے مراد افعال وتجلیات صفت بمعنی متعارف مراد نہیں کیونکہ معرفت کا آلہ افعال ہی ہیں مطلب یہ کہ آپ کے افعال مثل آفتاب کے آپکی معرفت کے ذریعہ ہیں یعنی جس طرح آفتاب سے نور حاصل کر کے دوسری اشیاء کا علم ہوتا ہے اسی طرح ان افعال کو دیکھ کر تیری معرفت ہوتی ہے اور جس طرح آفتاب آلہ اظہار اشیاء ہے اسی طرح یہ افعال وتجلیات بھی معرفت ذات کے لئے آلہ ہیں جاننا چاہیے کہ صوفیہ کے کلام میں ہر طرح کی اصطلاحات ہوتی ہیں وہ بعض جگہ تو حکماء کی اصطلاح کے موافق کلام کرتے ہیں اور بعض جگہ محاورہ عوام کے مطابق کلام کرتے ہیں اس لئے لوگوں کو دونوں اصطلاحوں کے غلط سے بہت سے شبہات ہو جاتے ہیں پس یہاں محاورہ عامہ کی موافق صفات سے مراد افعال ہیں جیسے بولتے ہیں کہ زید بڑی صفت کا آدمی ہے اس صفت کو بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ وہ خوب خرچ کرتا ہے تو دیکھو خرچ کرنے کو جو کہ ایک فعل تھا صفت سے تعبیر کرتے ہیں تو یہاں بھی صفات سے مراد افعال ہی ہیں دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ یہ آفتاب چرخ بھی تیرے افعال میں سے ایک فعل یعنی ایجاد مشخص خاص کا تابع ہے جب یہ ایسا نور بخش ہے تو آپ کی تجلیات کیسی کچھ نور معرفت کا سبب ہوں گی یہاں چونکہ کہا تھا کہ افعال ہی آلہ معرفت ہیں آگے اس کی کچھ تفصیل ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اس شعر میں صفت اور صفات سے مراد متعارف عوام ہے یعنی افعال۔ نہ کہ متعارف خواص۔ کیونکہ ان کو آفتاب بمعنی آلہ ظہور کہا گیا ہے اور آلہ ظہور افعال الٰہیہ ہیں نہ کہ صفات بلکہ ان صفات کے ظہور کا آلہ بھی افعال ہی ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ اگر عالم کو پیدا ہی نہ کرتے جو کہ اختیاری ہونے کے باعث ممکن تھا تو کسی عارف ہی کا وجود نہ ہوتا پھر معرفت کیسی تو معرفت کا آلہ تخلیق عالم ہوا جو کہ ایک فعل ہوا افعال حق سے پس آلہ معرفت فعل ہوا تخلیق عالم کے بعد پھر جن چیزوں سے حق سبحانہ کی معرفت ہوتی ہے وہ اس کی مصنوعات عجیبہ ہیں جو دال ہیں اس کے افعال خاصہ اور تاثیرات مخصوصہ پر اور وہ دلالت کرتی ہیں صفات خاصہ مثل قدرت کاملہ و حکمت بالغہ وعلم محیط پر اور ان سے استدلال ہوتا ہے ذات پر لہٰذا یہاں بھی افعال ہی آلہ معرفت ہوئے۔ اس پر شبہ یہ ہوسکتا ہے کہ یہاں تو آلہ مصنوعات ہیں نہ کہ افعال اس کا جواب یوں ہوسکتا ہے کہ مصنوعات من حیث الذات اللہ نہیں بلکہ من حیث کونہا آثار الافعال آلہ ہیں تو درحقیقت افعال ہی آلہ ہوئے معنی شعر یہ ہیں کہ اے وہ ذات حس کی تجلیات وافعال آلہ ہیں اسکی معرفت کا اور آفتاب چرخ جس کے ایک فعل یعنی ایجاد خاص کا پابند اور تابع ہے جواب ندا ابیات آئندہ ہیں۔

شرح شبیری

گاہ خورشید و گہے دریا شوی	گاہ کوہ قاف و گہ عنقا شوی
تو کبھی سورج اور کبھی دریا (میں متجلی) ہوتا ہے	کبھی کوہ قاف (میں) اور کبھی عنقا (کی طرح بےنشان) ہوجاتا ہے

گاہ خورشید الخ۔ یعنی اے ذات تو کبھی خورشید ہو جاتی ہے اور کبھی دریا اور کبھی کوہ قاف اور کبھی عنقا صوفیہ کے اس قسم کے کلام سے لوگوں کو بہت دھوکا ہوتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کفر کی نوبت ہو جاتی ہے اور جہاں یوں سمجھ لیتے ہیں کہ خورشید و دریا وغیرہ ذلک ہونے سے یہ مراد ہے کہ ذات حق نعوذ باللہ بطور استحالہ کے ذات دریا ہو گئی یا ذات خورشید خود ذات حق ہے حتیٰ کہ ایک صاحب کو دیکھا گیا کہ وہ حق تعالیٰ کو عالم کے لئے مثل مادہ کے خیال کرتے تھے اور یوں سمجھتے تھے کہ پہلے تو حق تعالیٰ بیشک منزہ تھے مگر جب ان مخلوقات کو پیدا کیا تو اپنے ہی کو ان صورتوں میں مستحیل یا حال کر دیا ایک دوسرے صاحب تھے وہ حق تعالیٰ کو ایک کلی طبعی خیال کئے ہوئے تھے جس سے کہ لازم آتا ہے کہ جب یہ مخلوقات فنا ہوں تو وہ بھی باقی نہ رہے۔ وہو صریح الکفر لہٰذا اس مقام کو خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہیے کہ صوفیہ کے کلام میں جو اس قسم کے الفاظ ہوتے ہیں یہ محض تعبیرات :ـوتے ہیں۔ مقصود ان سے خود ذات حق کا ان محمولات کی ساتھ اتحاد نہیں ہوتا اور دیکھو ایسی تعبیرات خود نصوص میں بھی موجود ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حدیث میں ہے ان اللہ هو الدهر دیکھو اللہ تعالیٰ کے لئے دہر کو محمول قرار دیا پس جو تاویل یہاں کرو گے وہی تاویل ان حضرات کے کلام میں بھی کرلو۔ ہاں یہ الفاظ موحش ضرور ہوتے ہیں مگر صحیح اور واقعی ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہونے سے معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اس قسم کے الفاظ ماول ہوتے ہیں مگر یہ فرق ہے کہ اہل ظاہر اور تاویل کرتے ہیں اور یہ حضرت دوسری تاویل کریں گے مگر معنون ایک ہی ہوگا مثلاً یہ کہ اہل ظاہر تو کہتے ہیں کہ یہاں مضاف محذوف ہے اور عبارت یہ ہے کہ ان اللہ مقلب الدهر اور یہ حضرات کہیں گے کہ ان اللہ ظاهر فی الدهر و الدهر مظهر له اور حاصل اسکا بھی وہی ہے جو مقلب الدہر کا تھا کیونکہ مصنوع کا مظہر ہونا اس معنی کر ہے کہ اس سے ظہور وادراک صانع کا ہوتا ہے اور آلہ ادراک فعل ہے جیسا یہاں تقلیب پس مقلب الدهر و ظاهر فی الدهر کا ایک ہی مطلب ہوگا۔ یہ توجیہ تو دفع اشکال کی تھی باقی صوفیہ اس ظاہریت ومظہریت میں علاوہ تعلق ایجاد کے ایک دوسرے تعلق خاص کے بھی قائل ہیں جو کہ محض کشفی و وجدانی ہے جس کو الفاظ سے سمجھانا مشکل ہے اور سچ یہ ہے کہ ان حضرات کو ذوقیات و وجدانیات میں مافی الضمیر کے اظہار کے کافی الفاظ نہیں ملتے اس لئے کہ یہ امور ذوقی اور کشفی ہیں اور انکا تو وہ حال ہوتا ہے مگر دوسروں کو کیسے سمجھائیں ہاں خود اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں جس طرح کہ اگر کوئی مرد صحبت کے لطف کو عنین کو سمجھانا چاہے تو خواہ وہ کتنی ہی کوشش کرے مگر وہ قادر نہیں کہ اس لطف کی کیفیت کو اس پر طاری کردے بلکہ اس کو مثال دے دے کر اور تشبیہات سے سمجھاویگا پس اسی طرح ان حضرات کے یہ چونکہ احوال اور ذوقی امور تھے اس لئے دوسروں کے سمجھانے کے لئے ان کو الفاظ نہ مل سکے اور مجبور ہو کر حیات سے مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہیں ظل اور شخص کی مثال دے کر کہیں آفتاب اور زمین کی مثال دے کر اور درحقیقت یہ مظہریت ذوقی و کشفی ہے پس اس کو یہاں بھی فرمایا کہ تیرا مظہر کبھی تو خورشید ہوتا ہے اور کبھی دریا یعنی تیری معرفت کبھی اس کے ذریعہ سے ہوتی ہے اور کبھی اس سے اور خوب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ کسی ممکن یا حادث میں حلول کئے ہوئے نہیں ہیں بلا حلول ایک خاص تعلق کے یہ حضرات قائل ہیں علاوہ تعلق ایجاد کے اس کو وحدۃ الوجود بھی کہتے ہیں جس کو ایک دوسرے معنی کر حکماء نے بھی مانا ہے اور اس کے قریب قریب پہنچ گئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وجود تو سب اشیاء کا ایک ہی ہے مگر ذوات مختلف ہیں اس سے آگے مسئلہ کشفی تھا وہاں تک ان کی رسائی نہ ہو سکی وہاں تک صوفیہ پہنچے اور اس کو اتحاد ذوات سے تعبیر کرنے لگے اور اس تعبیر کو خود تو سمجھ گئے مگر دوسروں کو نہ سمجھا سکے جس کی وجہ سے بے چاروں پر کفر کے فتوے لگے اور تیر مطاعن کے نشانہ بنے یہاں تک کی تقریر سے چونکہ جہال کو شبہ حلول کا ہو سکتا ہے اور بعض کو ہوا بھی ہے اس لئے آگے اس شبہ کو دفع فرماتے کہ تو نہ این باشی نہ آن در ذات خویش الخ

شرح حبیبی

تیری معرفت کا آلہ کبھی آفتاب ہوتا ہے کبھی دریا کبھی کوہ قاف کبھی عنقا۔ کیونکہ یہ سب تیری مصنوعات اور

www.besturdubooks.wordpress.com

تیرے افعال کے آثار اور ان کے مظاہر ہیں اصل مقصد تو یہ ہے اور جو عنوان اختیار کیا ہے کہ کبھی تو آفتاب ہوتا ہے اور کبھی دریا اور کبھی کوہ قاف اور کبھی عنقا وہ محض تعبیر ہے بعض احادیث میں بھی اس قسم کی تعبیرات آئی ہیں مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ ابن آدم مجھے برا کہتا ہے یہ اسے زیبا نہیں کیونکہ وہ زمانے کو برا کہتا ہے زمانہ تو میں ہوں یہاں اپنے آپ کو زمانہ کہا ہے لیکن اول تو تعبیر مفضی الی الفساد نہیں کیونکہ ہر اہل زبان عامی ہو یا من الخواص سمجھتا ہے کہ اس کا مقصود یہ ہرگز نہیں کہ خدا زمانہ ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ زمانہ کو برا اس لئے کہتا ہے کہ بعض تصرفات اس کو ناپسند ہوتے ہیں اور ان تصرفات کو وہ زمانہ کی طرف منسوب کرتا ہے اس لئے وہ اس کو برا کہتا ہے۔ ورنہ اصل مقصد اس کا متصرف کو برا کہنا ہے اور متصرف حقیقی تو ہم ہیں لہٰذا فی الحقیقۃ ہمیں کو برا کہتا ہے گو تعیین متصرف میں غلطی کرنے کے سبب سے ہمارا نام نہیں لیتا دوسرے اگر بالفرض مفضی ہو بھی تو یہ فعل صاحب شریعت کا ہے جس کی شان یہ ہے کہ لایسئل عما یفعل وھم یسئلون غایۃ ما فی الباب یہ کہ دیگر متشابہات کی طرح یہ بھی متشابہات میں داخل ہوگا اس سے دوسروں کو اجازت نہیں ہو سکتی کہ وہ بھی اس قسم کی تعبیریں کیا کریں یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صوفیہ کے اس قسم کی تعبیرات فی نفسہ اپنے اندر ایک معنی صحیح رکھتی ہیں مگر حالت سکر میں تو معذوری ہے اور بجز حالت سکر کے ایسی تعبیرات کی اجازت نہیں کیونکہ اس قسم کی تعبیرات مفضی الی الفساد ہوتی ہیں حتیٰ کہ انہی تعبیرات نے بعض لوگوں کو کفر تک پہنچا دیا ہے چنانچہ ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ حق سبحانہ کو عالم کا مادہ خیال کرتے تھے ایک دوسرے صاحب حق سبحانہ کو کلی طبعی سمجھتے تھے اور ان خیالات کا کفر ہونا ظاہر ہے۔

شرح شبیری

تو نہ ایں باشی نہ آں در ذات خویش	اے فزوں از وہمہا وز بیش بیش
اپنی ذات میں تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے	اے وہ ذات جو وہموں سے آگے ہے اور آگے سے بھی آگے ہے

تو نہ این الخ۔ یعنی تو فی حد ذاتہ تو نہ یہ ہے نہ وہ ہے اے وہ ذات کہ اوہام سے بھی اور جو چیز کہ اوہام سے آگے ہے اس سے بھی فوق ہے۔ یعنی وراء الوراء ثم وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے لہٰذا یہ شبہ باطل ہے کہ تو کسی چیز میں حلول کئے ہوئے ہے آگے مثالوں سے سمجھاتے ہیں

شرح حبیبی

اب مولانا حالت سکر سے حالت صحو کی طرف عود فرماتے ہیں اور پہلے شعر سے جو حلول و اتحاد کا شبہ ہوتا تھا اس کا ازالہ فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو اپنی ذات میں نہ یہ ہے نہ وہ۔ تو تو اوہام سے بھی بالاتر ہے بلکہ اگر اوہام سے بھی بڑھ کر کوئی چیز ہو تو اس سے بھی ارفع و اعلیٰ ہے پھر ممکنات حال یا ان سے متحد کیونکر ہو سکتا ہے۔

شرح شبیری

روح با علم ست و با عقل ست یار	روح را با تازی و ترکی چہ کار
روح علم اور عقل کی ساتھی ہے	روح کو ترکی یا عربی سے کیا واسطہ؟

روح الخ۔ یعنی روح علم اور تعقل کے ساتھ مقرون و موصوف ہے سو اپنی مناسب صفات تو اس میں ہیں مگر خواص ابدان سے منزہ ہے چنانچہ اس کو عربی یا ترکی سے کوئی مطلب نہیں اور ان قیود سے بالکل مبرا منزہ ہیں یعنی جس طرح روح کو باوجود یہ کہ بدن ذی روح کی ساتھ تدبیر وغیرہ کا تعلق ہوتا ہے مگر پھر بھی ابدان کی قیود سے مثل ترکیت و تازیت منزہ ہوتی ہے چنانچہ روح مجرد کو کوئی نہیں کہتا کہ یہ روح تازی ہے اور یہ ترکی ہے اس طرح حق تعالیٰ بھی اپنی صفات کے ساتھ موصوف ہیں اور سب اشیاء کے ساتھ معیت بھی رکھتے ہیں مگر ان اشیاء کی قیود سے مبرا و منزہ ہیں اور کسی شے میں حلول کیے ہوئے بھی نہیں ہیں آگے اسی تنزیہ کی ایک خاص تحقیق کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

یعنی روح ممکنات میں سے ہے اور اس کو علم و عقل سے تعلق ہے جو اس کی صفات ہیں مگر اس کو تازی و ترکی سے کیا علاقہ کہ یہ صفات مادیات سے ہیں جبکہ ایک ممکن کی یہ شان ہے کہ باوجود جسم سے اس قدر تعلق کے کہ اس کے تمام آثار کا منشاء وہ ہی ہے پھر الگ ہے تو آپ تو واجب ہیں آپ کو ممکن ہالک الذات سے کیا نسبت کہ اس میں حال یا اس سے متحد ہوں۔

شرح شبیری

از تو اے بے نقش با چندیں صور	ہم مشبہ ہم موحد خیرہ سر
اے بے نقش! اتنے مظاہر کے ہوتے ہوئے تیری وجہ سے	اہل تشبیہ بھی اور اہل توحید بھی حیران ہیں

از تو اے الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ باوجود بے نقش و صورت ہونے کے اتنی صورتیں تیری مظاہر ہیں تمام عالم خواہ وہ مشبہ ہوں یا موحد (یعنی اہل تشبیہ ہوں یا اہل تنزیہ) تیری معرفت میں حیران ہیں ترکیب عبارت یوں ہی کہ اے بے نقش دیا چندیں صور از تو ہم مشبہ و ہم موحد خیرہ سر ست با چندیں صور کا مطلب یہ ہے کہ اس قدر مختلف صورتیں تیرا مظہر ہیں اور بے نقش کا مطلب یہ ہے کہ تو فی حد ذاتہ منزہ ہے اور یہاں مشبہ مواحد بالمعنی الشرعی کا مقابل نہیں ہوتا کہ غیر موحد اور کافر مراد ہو بلکہ یہ مشبہین بھی موحدین میں ہی ہیں اور توحید سے مراد معنی متعارف نہیں بلکہ تشبیہ کے مقابل یعنی تنزیہ اور ان سب کی تفصیل آگے آتی ہے معلوم کرنا چاہیے کہ مشبہ اس کو

کہتے ہیں کہ جو خالق کو مخلوق سے مشابہ فی بعض اوصاف بتادے نہ کہ فی الحقیقت اور موحد بمعنی منزہ اس کو کہتے ہیں جو کہ خالق میں بعض اوصاف مشترکہ کا قائل ہو اور اس مفہوم عام کے اعتبار سے مشبہین اور منزہین کے مراتب مختلف ہوں گے سو بعض حکماء نے تو تنزیہ محض کے قائل ہونے میں اتنا غلو کیا ہے کہ کہتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ صرف ذات ہی ذات ہیں اور ان کے لئے صفات بالکل ثابت نہیں غرض صفات کا ایک دم سے انکار کرتے ہیں حتیٰ کہ علم کا بھی انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ذات کے ساتھ تو کسی اور شے کا نام آنا ہی نہ چاہیے۔ ان کے مقابلہ میں اصطلاحاً وہ لوگ مشبہ ہوں گے جو کہ ذات کے لئے صفات کو ثابت کرتے ہیں اب قائل بالصفات میں وہ لوگ منزہ ہیں جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں جیسے جمہور حکما اور وہ لوگ مشبہ ہونگے جو صفات کو زائد علی الذات مانتے ہیں جیسے اہل شرع پھر ان زائد علی الذات ماننے والوں میں وہ منزہ کہلاویں گے جو علم و قدرت کو بالمعنی الحقیقی ثابت کہتے ہیں ہیں مگر ید و ساق و قدم وجہ و نزول و استواء وغیرہ ماؤل کہتے ہیں جیسے اکثر علماء خلف اور وہ مشبہ کہلائیں گے جو ان کے بالمعنی الحقیقی قائل ہیں مگر بلا کیف جیسے اکثر سلف مثلاً قرآن شریف میں ید کے معنی منزہ تو یہ لیں گے کہ اس سے مراد قدرت اور استواء علی العرش سے مثلاً مراد استیلاء ہوگا اور مشبہ یہ کہیں گے کہ ید سے مراد ید ہی ہے اور استواء ہی ہے مگر اس کی کیفیت کہ وہ کس طرح ہے ہم کو معلوم نہیں اور اس کو ہم خداوند تعالیٰ ہی کی طرف تفویض کریں گے اور مذہب اول خلف کا ہے اور مذہب ثانی سلف کا اور محدثین کا ہے پھر ان قائلین یہ ید وجہ و نزول و استواء بالمعنی الحقیقی میں بھی دو فرقے ہیں ایک وہ کہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو ممکن سے صرف تدبیر و تصرف کا تعلق ہے اور کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ منزہ ہیں ان کے مقابلہ میں مشبہ وہ لوگ ہیں جو کہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو ممکنات کے ساتھ علاوہ تدبیر و تصرف کے ایک اور بھی تعلق باعتبار ذات کے ہے یہ مسلک اکثر صوفیہ کا ہے مگر اس تعلق کو وہ کشفاً اور ذوقاً ہی جانتے ہیں اور اس تعلق کے بیان کرنے کے لئے انہیں الفاظ نہیں ملتے اور اسے دوسروں کو سمجھا نہیں سکتے پس مجبور ہو کر تشبیہات سے سمجھاتے ہیں چنانچہ کبھی دریا و امواج سے تشبیہ دیتے ہیں کبھی ورشید بیز مین سے کبھی ظل اور شخص سے مگر افسوس ساری تعبیریں ناکافی ہیں اور ان کے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے ہرگز کافی نہیں ہوتیں جیسا کہ شعر گاہ خورشید الخ کی تقریریں عنین کی مثال دی گئی ہے اب جہال ان تعبیرات و تشبیہات کو جو صرف تقریب فہم کے لئے ہوتی ہیں تشبیہ تام سمجھ گئے اور کفر میں مبتلا ہو گئے لہٰذا خوب سمجھ لو کہ صرف تعبیرات اور تشبیہات ہیں اور مراد تشبیہ من کل الوجوہ نہیں اور ان سب میں عمدہ اور اقرب تشبیہ شمس اور چھت کے مختلف رخنوں کی ہے اگرچہ فی نفسہ یہ بھی بعید ہے مگر بہ نسبت دوسرے تشبیہات کے اقرب ہے اس کو یوں سمجھو کہ ایک چھت میں مختلف سوراخ ہیں کوئی مربع ہے کوئی مثلث ہے الی غیر ذلک اور ان میں سے شمس کی روشنی اور اسکا نور آ رہا ہے اور اس سے زمین پر اس نور کی مختلف اشکال پیدا ہو رہی ہیں کہیں وہ دھوپ مربع ہے کہیں مثلث ہے الی غیر ذلک مگر پھر بھی ذات شمس پر اسکا کوئی اثر نہیں اور اس میں اختلاف صور متحقق نہیں ہوتا اور

besturdubooks.wordpress.com

وہ ان سب سے منزہ ومبرا ہے اور اسی مثال کو مولانا محمد قاسم صاحبؒ نے ایک موقع پر بہت ہی نفیس طریقہ سے بیان فرمایا کہ دیکھو جب سورج نور افگنی کرتا ہے تو اس کا نور ایک گھوڑے پر بھی پڑ رہا ہے اور ایک عطر کے کارخانہ پر بھی مگر نہ اسکی بدبو کا اثر وہاں تک جاتا ہے اور نہ دوسرے کی خوشبو وہاں تک پہنچتی ہے پس اس کو زمین سے تعلق بھی ہے مگر پھر بھی اس کے آثار وخواص سے منزہ ہے اور اس کی صفات وآثار اس تک متعدی نہیں ہوتے پس اسی طرح صوفیہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو ممکنات کے ساتھ ایک خاص تعلق بھی ہے اور پھر بھی وہ منزہ ہے یعنی وہ تعلق حلول اور اتحاد نہیں اور ایک فرقہ مشبہ کا ان صوفیہ کے مقابل ہے کہ حلول واتحاد وتجسم وغیرہ کے قائل ہیں جو ضلالت محضہ ہے ان کے مقابلہ میں صوفیہ منزہ ہیں اور اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ تنزیہ محض بھی جیسے بعضے حکماء ضال سمجھے صحیح نہیں اور تشبیہ محض بھی جیسے مجسمہ وغیرہ سمجھے صحیح نہیں مسلک حق جمع بینہما ہے بشرطیکہ اس جمع میں شرائع کا بھی اتباع کیا جائے اور شیخ محی الدین اس جمع کو فرماتے ہیں۔ **فان قلت بالتنزیه کنت مقید وان قلت بالتشبیه کنت محددا وان قلت بالامرین کنت مسددا. وکنت اماماً فی المعارف سیداً** الخ اسی جگہ اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ اے ذات حق جن کی یہ شان ہے کہ آپ کو سب کے ساتھ تعلق بھی ہے اور اس تعلق سے اس قدر صورتیں آپ کی مظاہر ہیں مگر ساتھ ہی آپ ان سب سے منزہ بھی ہیں پس اے ایسی ذات آپ سے یعنی آپ کے کنہ کے دریافت کرنے میں تمام عالم خواہ وہ مشبہ ہوں یا منزہ سرگردان ہے یعنی کسی کو آج تک کنہ کا پتہ نہیں چلا کوئی تنزیہ میں خالی ہو گیا۔ مثلاً صفات کی نفی کرنے لگا کوئی تشبیہ میں مفرط ہو گیا کہ تجسم تک کا قائل ہو گیا کوئی متوسط وجامع بین التنزیہ والتشبیہ رہا مگر حقیقت دونوں کی نہ سمجھ سکا نہ یہ معلوم کر سکا کہ تیری ذات کو دوسری اشیاء سے کیا تعلق ہے کوئی کچھ کہنے لگا کوئی کچھ کسی نے تجھے دوسری اشیاء کے ساتھ متحد کر دیا کسی نے دوسری اشیاء کو معدوم کہہ دیا اور تو ان سب سے وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے۔ اے برتر از خیال وقیاس و گمان ووہم + وز ہرچہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم + دفتر تمام گشت وبپایان رسید عمر + ماہم چنان در اول وصف تو ماندہ ایم + آگے اسی حیرانی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اے بے صورت والے بے چون وبے چگو تیری تو یہ شان ہے کہ باایں ہمہ مظاہر تیرے بارہ میں مشبہ ومنزہ ہر دو سرگردان وحیران ہیں اور یا بے نقش صفت اول اور با چندیں صور صفت ثانی ہو یعنی اے بے صورت والے ذات التعلق مع المظاہر اور کسی کو تیری کنہ معلوم نہیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ تشبیہ سے مراد ہی خالق کو مخلوق سے مشابہ بتانا اور تنزیہ کے معنی ہیں خالق کو مشابہت مخلوق سے متعالی بتانا پس مشبہ وہ یہ ہے جو خالق کو مخلوق سے مشابہ بتادے اور منزہ وہ ہے جو خالق کو مشابہت مخلوق سے منزہ ومبرا ٹھہرا دے مشبہیں ومنزہین کے درجات

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تفاوت ہے بعض تو مشبہ کامل ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو مخلوق کی صفات مختصہ کو حق سبحانہ کے لئے ثابت کرتے ہیں جیسے تشکل، تمکن، تحیز، جسمیت وغیرہ وغیرہ بعض منزہ تام ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو حق سبحانہ کو ممکن کی جملہ صفات مختصہ وغیر مختصہ سے عاری ٹھہراتے ہیں حتیٰ کہ علم سے بھی پھر مشبہین کاملین کا آپس میں تعیین تشکل وغیرہ میں اختلاف ہوا۔ کوئی ایک شکل متعین کرتا ہے کوئی دوسری یہاں تک مشبہین ومنزہین کاملین یعنی غالین کا بیان تھا اب ان لوگوں کی حالت سنو جو جامع بین التشبیہ والتنزیہ ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو حق سبحانہ کے لئے صفات غیر مختصہ بالممکن تو ثابت کرتے ہیں مگر صفات مختصہ بالممکن کی نفی کرتے ہیں ان کے دو گروہ ہیں ایک وہ جو نفس صفات کی تو نفی کرتے ہیں مگر آثار کو ثابت کرتے ہیں اور ان آثار کا منشاء نفس ذات کو بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا علیم ہے مگر بصفت العلم نہیں بلکہ بذاتہ یوں ہی قدیر بھی ہے مگر بصفۃ القدرۃ نہیں بلکہ بذاتہ علیٰ ہذا القیاس مرید بھی ہے مگر بصفۃ الارادہ نہیں بلکہ بذاتہ اور ارادہ کے معنی متعارف نہیں لیتے بلکہ کچھ اور ہی تراشتے ہیں دوسرے وہ جو نفس صفات کو بھی ثابت کرتے ہیں پھر دوسرے گروہ کے دو گروہ ہو گئے ایک وہ جو ان نصوص کی تاویل کرتے ہیں جن میں استوا علی العرش، بطش، ضحک۔ ید۔ وجہ وغیرہ واقع ہیں دوسرے وہ جو تاویل نہیں کرتے مگر اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان سے مثل صفات مخلوقین تو یقیناً مراد نہیں لیکن یہ الفاظ اپنے معنی حقیقیہ ہی میں مستعمل ہیں رہی یہ بات کہ پھر وہ صفات کیسی ہیں۔ اس کو علم حق سبحانہ کی طرف تفویض کرتے ہیں اور خود کوئی کیفیت متعین نہیں کرتے مسلک اول متکلمین کا ہے اور مسلک ثانی محدثین وسلف صالحین کا۔ آجکل عام طور پر لوگ مسلک متکلمین ہی کے موافق اعتقاد رکھتے ہیں اگر مسلک ثانی احوط واسلم واشبہ بالحق ہے تو مسلک اول ابعد عن شبہۃ التجسم پھر دوسرے گروہ کے دو فرقے ہو گئے فرقہ اولیٰ وہ جو کہتا ہے کہ خدا ممکنات سے ذاتاً تباین محض ہے اور اس کو مخلوقات سے صرف اپنی صفات وافعال کے ذریعہ سے تعلق ہے۔ جیسے علم۔ ارادہ، قدرت ترزیق وتخلیق غضب۔ رحمت وغیرہ وغیرہ۔ فرقہ ثانیہ وہ جو کہتے ہیں کہ خدا کو ذاتاً بھی اپنی مخلوقات سے کچھ تعلق ہے اور اس تعلق کو وہ کشفاً اور ذوقاً سمجھتے ہیں مگر کافی الفاظ نہ ملنے کے سبب وہ اس تعلق کو دوسروں کو نہیں سمجھا سکتے وہ اپنے مقصد کو تشبیہات کے پیرایہ میں ظاہر کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لئے اقرب سے اقرب تشبیہات تلاش کرتے ہیں کبھی دریا اور موج کی مثال دیتے ہیں۔ کبھی روح اور جسم کی وغیرہ وغیرہ مگر افسوس کہ ہر تشبیہ ناکافی ہوتی ہے اور پورے مدعا کو ظاہر نہیں کر سکتی لوگ اس کو تشبیہ تام سمجھ کر دھوکہ میں پڑ جاتے ہیں اور ایمان تک کھو بیٹھتے ہیں امثلۂ متعارفہ میں سب سے اقرب گو فی نفسہ وہ بھی بعید ہے۔ وللہ المثل الاعلیٰ تشبیہ شمس درخنہائے سقف ہے دیکھو ایک چھت ہیں چند سوراخ ہیں بعض بشکل دائرہ بعض بشکل مثلث بعض مربع وغیرہ وغیرہ مگر شمس کسی سے بشکل دائرہ جلوہ گر ہوتا ہے اور کسی سے بشکل مثلث اور کسی سے بشکل مربع وغیرہ وغیرہ اور یہ تمام سوراخ اس کے مظاہر مختلفہ ہیں مگر آفتاب ان سب

www.besturdubooks.wordpress.com

سے مباین اور جدا ہیں یہ سب فرقے من وجہ مشبہ اور من وجہ منزہ ہیں کما ہو الظاہر اگلے اشعار بھی اسی مضمون کا تتمہ ہیں۔ فرماتے ہیں گہ مشبہ را موحد مے کنی الخ۔

شرح شبّیری

گہ مشبہ را موحد می کنی	گہ موحد را بصورت رہزنی
تو کبھی اہل تشبیہ کو اہل توحید بنا دیتا ہے	کبھی اہل توحید کا صورت کی وجہ سے رہزن ہوتا ہے

گہ مشبہ الخ۔ یعنی کبھی تو مشبہ کو موحد کر دیتا ہے اور کبھی موحد کے لئے صورت سے رہزن ہو جاتا ہے۔
مطلب یہ کہ جب مشبہ کو تشبیہ کے کسی درجہ میں کوئی اشکال پیش آتا ہے تو مضطر ہو کر تنزیہ کو اختیار کرتا ہے اور منزہ ہو جاتا ہے اور کبھی منزہ کو تنزیہ کے کسی درجہ میں ایسا ہی کوئی اعضال پیش آتا ہے تو وہ مشبہ ہو جاتا ہے اور یہاں تو دو شخصوں کا ذکر تھا جن پر یہ مختلف حالتیں ہوتی ہیں کہ کبھی مشبہ پر غلبہ تنزیہ ہوتا ہے اور کبھی منزہ پر غلبہ تشبیہ ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ ایک ہی شخص پر مختلف اوقات میں دونوں کا غلبہ ہوتا ہے لہٰذا فرماتے ہیں

گہ ترا گوید زمستی بوالحسن	یا صغیر السن یا رطب البدن
کبھی مستی میں ابوالحسن تجھے کہتا ہے	اے کم عمر! اے نازک بدن!
گاہ نقش خویش ویراں می کند	از پئے تنزیہ جاناں می کند
کبھی وہ اپنے نقش کو مٹاتا ہے	تنزیہ کے لئے اپنی جان کھوتا ہے

گہ ترا گوید الخ۔ یعنی کبھی تو مستی میں آ کر (غلبہ تشبیہ میں) عارف یوں کہنے لگتا ہے کہ اے کم عمر والے اور اے نرم نرم بدن والے (تو یہاں صفات محدثہ کو قدیم پر محمول کر دیا) اور کبھی اپنی ہستی کو مٹا کر آپ کی تنزیہ کرنے لگتا ہے اور آپ کو سب سے منزہ و مبرا جانتا ہے جس کی وجہ غلبہ تنزیہ ہے کہ اس میں سب صفات و ذوات محدثہ کو مغائر سمجھتا ہے اس لئے سب کو فنا کرتا ہے بخلاف حالت تشبیہ کے اس میں مغایرت کا حکم نہیں ہوتا اس لئے فنا میں کوشش نہیں کرتا۔ ابوالحسن سے مراد عارف ہے یعنی صاحب فعل حسن۔ مولانا کا مطلب یہ ہے کہ کبھی تو یہ احوال الگ الگ دو شخصوں پر طاری ہوتے ہیں اور ایک مشبہ سے منزہ اور دوسرا منزہ سے مشبہ ہو جاتا ہے اور کبھی ایک شخص پر دونوں حالتیں گزرتی ہیں اور وہ کبھی مشبہ ہوتا ہے اور کبھی موحد ہو جاتا ہے مثلاً ایک وقت میں عارف کی نظر تعلقات حق مع الممکن پر ہے اس وقت میں وہ مشبہ ہو جاتا ہے جیسے کہ کسی بچہ کو تیرا مظہر دیکھتا ہے (نہ یہ نظر شہوت کہ وہ مذموم ہے) اور اسکو صغیر السن اور طب البدن پاتا ہے تو مشبہ ہو کر حالت سکر و مستی میں اس کی صفات کو تیری طرف مضاف کرنے لگتا ہے اور کہہ اٹھتا ہے یا غیر السن یا رطب البدن (ویمکن ان تجلی له الحق احیاناً فی مثل هذه الصورة دنیاویه به فی ذلک الوقت ویکون مثل ذلک تجلیاً مثالیاً مخلوقاً

www.besturdubooks.wordpress.com

مظهراً للحق فافہم) اور کبھی اس شخص پر تنزیہ کا غلبہ ہوتا ہے اور یوں سمجھتا ہے کہ وہ ذات تو بالکل منزہ ہے اور اس کو اور ممکنات کو کیا نسبت اس لئے اپنی ہستی کو بھی مٹا دیتا ہے اور کالعدم سمجھ لیتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اپنے وجود کو وجود سمجھنا بھی ایک قسم کا شرک ہے۔ اس لئے موحد ہو کر بالکل ذات بحت کی طرف توجہ کرتا ہے اور کسی چیز کو اس میں مشارک نہیں سمجھتا غرضیکہ تیری معرفت علی وجہ الکمال کسی کو نہ ہو سکی یہ تقریر حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی برکت ہے کہ مثنوی حل ہو رہی ہے ورنہ محشی تو قیل وقال ہی میں رہتے ہیں اور مقصود مولانا سے کہیں دور جا پڑتے ہیں۔ وللہ درہ پہلے چونکہ کہا ہے کہ حواس ظاہرہ جو مدرک تلذذات اور ناسوت میں گرفتار ہیں ان کو بیکار کر کے حس روحانی سے کام لینا چاہیے اور بیچ میں ذات خداوندی کو اور اسکی صفات کو بیان کرنے لگے تھے آگے پھر اسی مضمون بالا کی طرف رجوع فرماتے کہ چشم حس راہست مذہب اعتزال الخ۔

شرح حبیبی

یہاں تک ذات بیچوں میں فرقوں کا اختلاف اور ان کا تحیر اور پریشانی دکھلائی تھی اب مختلف اوقات میں ایک شخص کے احوال کا تفاوت اور اس کی پریشانی و سرگردانی ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کبھی ایک مشبہ ہوتا ہے مگر تو اس کو منزہ کر دیتا ہے یعنی جب وہ تشبیہ میں غور کرتا ہے تو اس کو تیری شایان شان نہیں پاتا اس لئے رجوع کرتا ہے اور تنزیہ کا قائل ہوتا ہے اس بناء پر تو اپنی اخفاء کنہ حقیقت کے سبب سے سبب بنتا ہے اس کے اس تحول وقلب کا یوں ہی ایک شخص منزہ ہوتا ہے اور یہ محض اس لئے کہ تیری کنہ اس سے مخفی تھی اس لئے اس تغیر کا سبب بھی تو ہی ہوتا ہے کبھی ایک عارف ایک بچہ میں تیرا جلوہ دیکھتا ہے یا اس صورت میں تجلی مثالی اس پر ظاہر ہوتی ہے اور غلبہ شوق و جوش مستی سے تجھے نوعمر اور نرم بدن کہہ کر پکارتا ہے اور کبھی اس پر تیری تنزیہ کا غلبہ ہوتا ہے تو اپنی ہستی کو مغائر ہستی حق دیکھ کر اس کو بھی مٹا دیتا ہے اور صرف ایک تیری ذات کو موجود مانتا ہے اور تو ہی تو ہے کہتا ہے کبھی انا الحق پکارتا ہے اور کبھی مافی جبتی غیر اللہ کا نعرہ لگاتا ہے۔ یہ اختلاف وتشتت آرا تیری کنہ کے معلوم نہ ہونے کے سبب سے ہے پس ظاہر ہوا کہ تو اوہام و بیش از وہام سے بھی بالاتر ہے ہماری اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موحد کردن اور رہ زدن کی اسناد حق سبحانہ کی طرف مجازی ہے اور یہ اقرب الی الادب ہونے کے سبب اختیار کی گئی ہے اور اس سے اسناد حقیقی بمعنی ایجاد کے امتناع کا شبہ نہ کیا جائے اہل سنت نے دلائل سے اس کو صحیح مانا ہے۔

شرح شبیری

چشم حس راہست مذہب اعتزال	دیدۂ عقل ست سنی در وصال
حس کی آنکھ کا مذہب اعتزال ہے	وصال کے معاملہ میں عقل کی آنکھ سنی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم حس الخ۔ یعنی چشم حواس ظاہرہ کا مذہب تو معتزلی ہے اور دیدۂ عقل سنی ہے وصال میں وصال مراد قرب در وصال کے معنی یا تو یہ لئے جائیں کہ وصال اور قرب کی حالت میں وہ سنی ہے اور یا یہ کہا جائے کہ در بمعنی لاجل کے ہے اور یہ مولانا کے کلام میں اکثر ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ دیدۂ عقل سنی ہے بغرض تحصیل قرب اور وصال کے مطلب یہ ہے کہ جس طرح معتزلی اعتقاداً منکر ہوتے ہیں دیدار کے اور انکا یہ عقیدہ یہ ہے کہ دیدار حق نہ ہوگا بخلاف اہل سنت والجماعت کے کہ وہ دیدار حق کے قائل ہیں اسی طرح یہ حواس ظاہرہ کہ متوجہ الی الحق نہیں ہوتے اور اس طرف سے توجہ ہٹا کر اس طرف تلذذ میں اور تنعم میں پڑے ہیں عملاً دیدار کے منکر ہیں اور عملاً ہونے کے یہ معنی کہ عمل ایسا کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیدار کے اور وصال کے قائل نہیں ہیں کیونکہ اگر قائل ہوتے تو اس طرف توجہ کرتے اور کوشش کرتے کہ ہم کو قرب حاصل ہو بخلاف حس عقل کے جو کہ حواس باطنہ ہیں کہ وہ اس کوشش میں ہوتے ہیں کہ کسی طرح قرب ہو۔ پس جب تجھ کو قابلیت اور استعداد اس امر کی ہے کہ سنی ہو سکے اور اسکی کوشش کرے کہ دیدار قرب حق ہو تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ تو اس طرف توجہ نہیں کرتا اور اس حواس ظاہرہ کی مدرکات میں پھنسا ہوا ہے تجھ کو چاہیے کہ چشم حق بین کو کھولے اور اس سے کام لے آگے بھی اسی مضمون پر تفریع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اوپر بیان کیا تھا کہ حس مادی کو جو عالم ناسوت میں گرفتار ہے بیکار کر کے حس مجرو سے کام لینا چاہیے اسی کی طرف پھر عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں چشم حس تو عملاً معتزلی المذہب ہے کہ وہ حق بینی کی کوشش نہیں کرتی تو گویا معتزلہ کی طرح منکر روایت حق ہے اور دیدۂ عقل وحس مجرد حالت قرب میں عملاً سنی المذہب ہے کہ مثبت رویت ہے اور حق بینی کی کوشش کرتی ہے اس صورت میں در بمعنی ظرفیت ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ تعلیل کے لئے ہو جیسا کہ ان کے کلام میں بکثرت ہے یعنی چشم عقل تحصیل قرب اور مشاہدہ محبوب حقیقی کے لئے سنی المذہب اور معتقد رویت ہے تا کہ اس اعتقاد کی بنا پر مشاہدہ ومعائنہ محبوب حقیقی میں سعی کرے یا یوں کہو کہ چشم ظاہر تو دنیا میں جمال حقیقی کا مشاہدہ نہیں کر سکتی اور اس لئے وہ منکر رویت ہو کر معتزلہ کے مشابہ ہوگئی۔ رہی چشم باطن سو وہ دنیا میں بھی بصورت قرب حق حاصل ہو جانے کے جمال حق کا مشاہدہ اور اصطلاحیہ کر سکتی ہے اس لئے وہ منکر رویت نہیں اور سنی المذہب سے مشابہ ہے پس ایسی حالت میں تو اس آنکھ کے پیچھے کیوں پڑا ہے جس سے حصول مقصود ناممکن ہے اور اس آنکھ کی بینائی تیز کرنے کی فکر کیوں نہیں کرتا جس سے فوز مرام کی توقع ہے تجھ پر لازم ہے کہ قرب حق حاصل کرے اور چشم حق بین سے جمال حق معائنہ کرے آگے فرماتے ہیں سخرۂ حس اند اہل اعتزال الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

سخرۂ حس اند اہل اعتزال	خویش را سنی نماید از ضلال
حس کے پابند معتزلی ہیں	غلطی سے اپنے آپ کو سنی ظاہر کرتے ہیں

سخرۂ الخ یعنی جو لوگ حس ظاہر میں مسخر و مقید ہیں وہ اہل اعتزال ہیں اور گمراہی کی وجہ سے اپنے کو سنی بتاتے ہیں یہاں سخرۂ حس مبتدا ہے اور اہل اعتزال خبر ہے یعنی جو لوگ کہ حس ظاہر میں مسخر ہو جاتے ہیں وہ واقع میں عملاً معتزلی ہیں مگر زبان سے اپنے کو سنی کہتے ہیں اور انکا یہ کہنا بالکل گمراہی اور غلطی ہے اس لئے کہ حق بینی کا انکار کر رہے ہیں اگر اس کو مانتے تو جس طرح چشم حس سے کام لیتے ہیں اس طرح وہ چشم باطن سے بھی تو حق بینی کا کام لیتے ہیں ان کا یہ کام نہ لینا دلیل انکی ہے کہ وہ اس کے منکر ہیں آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

یعنی حس ظاہری کے مسخر و منقاد اور اسی کی دھن میں لگے رہنے والے گو زبان سے اپنے کو سنی ظاہر کرتے ہیں مگر یہ ان کی گمراہی ہے اور حقیقت سے ناواقفیت وہ در حقیقت معتزلی ہیں کیونکہ چشم عقل کے تو قائل ہی نہیں اگر قائل ہوتے تو جس طرح چشم ظاہر کا خیال رکھتے ہیں اور اس کو ہر قسم کی مضرت سے بچاتے ہیں یوں ہی چشم باطن کی بھی فکر کرتے پس انکا یہ دعویٰ بھی کہ ہم چشم باطن کو مانتے ہیں محض زبانی ہی دعویٰ ہے پس ثابت ہوا کہ وہ چشم باطن کے منکر ہیں اور چشم ظاہر ہر حق بین (عالم دنیا میں) ہے نہیں لہٰذا وہ اس عالم کے اعتبار معتزلی اور منکر رویت ہیں۔

شرح شبّیری

ہر کہ در حسن ماند او معتزلی ست	گرچہ گوید سنیم از جاہلی ست
جو حس میں (پھنسا) رہا وہ معتزلی ہے	اگرچہ وہ کہے "میں سنی ہوں" نادانی ہے

ہر کہ الخ۔ یعنی جو شخص اس حس ظاہر میں رہ گیا وہ فی الحقیقت معتزلی ہے اگرچہ زبان سے کہے کہ میں سنی ہوں اسکا یہ کہنا محض جہالت ہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص ان حواس کے ادراکات میں پھنسا ہوا ہے اور ان ہی کے مشتہیات اور مقتضیات پر عمل کرتا ہے وہ دراصل معتزلی اور منکر قرب اور دیدار ہے اگرچہ اپنی زبان سے اپنے کو سنی ہی کہتا ہے مگر حقیقت وعملاً معتزلی ہی ہے اور اپنے اس دعوئی میں وہ جھوٹا ہے اور اسکا یہ دعوئی جہالت سے ہے آگے پھر اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ جو ان سے نکل کر ان حواس تک پہنچ گیا وہ اہل تحقیق اور اہل بینش ہو گیا پس فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یعنی جو شخص ظاہری حس میں پھنس کر رہ گیا وہ معتزلی ہے اگرچہ زبان سے کہتا ہے کہ میں سنی ہوں یہ کہنا اس کا نادانی سے ہے تفصیل اوپر مذکور ہوئی۔

شرح شبّیری

ہرکہ از حس خدا دید آیتے	در برحق ہست بہر طاعتے
جس نے حس خداوندی کے ذریعہ کوئی نشانی دیکھ لی	وہ اطاعت کیلئے اللہ (تعالیٰ) کی جناب میں ہے

ہرکہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ ان حواس ظاہرہ کے مقتضیات سے باہر ہو گیا وہ سنی ہے اور اہل تحقیق اند اہل بینش نے اپنے حواس ظاہرہ کی آنکھ بند کر لی ہے یعنی جس شخص نے عالم ناسوت کی طرف توجہ نہ کی بلکہ عالم غیب کی طرف توجہ کی اور اس چشم حس کو بیکار کر دیا اور اس سے کام نہ لیا اہل تحقیق اور اہل بینش میں سے ہے اور چشم حس کو بیکار کر دینے سے مراد یہ ہے کہ جہاں اس کو بیکار کرنے کی ضرورت ہو ورنہ یہ معنی نہیں کہ اہل تحقیق اپنی آنکھیں بند کئے پھرتے ہیں پھر اسی کو بیان کرتے ہیں کہ جسے حس باطن سے کام لیا وہ فائز المرام ہو گیا لہذا فرماتے ہیں

شرح حبیبی

جو حس ظاہری کو چھوڑ دے یعنی اسکو معطل و بیکار کر دے اور عالم ناسوت سے توجہ ہٹالے سنی فی الحقیقت وہ ہے اس لئے کہ اہل بینش۔ اور معتقد رویت اپنے چشم ظاہری کو بند کر لیا کرتے ہیں الا فی ما اذن اللہ۔ اہل بینش میں اضافت بادنیٰ ملابست ہے مجھے ذوقاً یہ تاویل اچھی معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اہل بینش سے مراد اہل بصیرت ہوں۔

شرح شبّیری

ہرکہ بیروں شد ز حس سنی ویست	اہل بینش چشم عقل خویش بست
جو شخص حس سے بالاتر ہو گیا وہ سنی ہے	اہل نظر نے اپنی عقل کی آنکھ بند کر لی ہے

ہرکہ از الخ۔ یعنی جس نے حس خداوندی کی ایک جھلک بھی دیکھ لی اور اسکو تھوڑی سی بھی معرفت ہو گئی اس نے حق تعالیٰ کے نزدیک ایک بڑی طاعت پالی حسن کی اضافت خدا کی طرف بادنیٰ ملابست ہے یعنی موصل الی الحق۔ مطلب یہ ہوا کہ جس کو تھوڑی سی معرفت بھی حاصل ہو گئی اس کو تو بہت بڑی نعمت اور طاعت مل گئی جس سے بڑھ کر اور طاعت ہو نہیں سکتی۔ یا یہ کہا جائے کہ چونکہ اس کو قرب اور معرفت حاصل ہے اس لئے اس کی طاعت

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسروں کی طاعت سے بہتر ہوگی کہ وہ معرفت کے ساتھ ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ ان حواس کو بیکار کرنے اور حواس باطن کو باکار کرنے کی کیا ضرورت ہے کیا یہ حواس مقصود میں کافی نہیں پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

حس خدا میں اضافت بادنیٰ ملابست ہے یعنی جس نے حس باطن سے جو جمال حق کا مشاہدہ کرنے والی ہے حق سبحانہ کی کوئی نشانی بھی دیکھ لی تو وہ حق سبحانہ کے نزدیک ایک بہتر عبادت رکھتا ہے جو کہ اس کے یہاں مقبول و پسندیدہ ہے۔

شرح شبیری

گر بدیدے حس حیواں شاہ را	پس بدیدے گاؤ و خر اللہ را
اگر دوسری حسن شاہ کو دیکھ سکتی	تو گاؤ اور خر (بھی) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیتے

گر بدیدے الخ۔ یعنی اگر یہ حس حیوانی شاہ کو دیکھ لیا کرتی ہے اور اس سے اسکا ادراک ہو جایا کرتا ہے تو پھر تو گاؤ خر بھی کہ ان میں بھی یہ حس حیوانی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کر لیا کرتے مطلب یہ کہ یہ تو مسلم ہے کہ قرب حق اور وصول الی الحق ضروری ہے اور یہ بات اس حس ظاہری سے حاصل نہیں ہوتی دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر یہ حس بھی ادراک حق کا کر سکتی تو حیوانات علاوہ انسان کے جو ہیں وہ بھی اللہ کو دیکھ سکتے اور چشم ظاہری سے ادراک کر لیا کرتے لیکن ایسا نہیں ہے پس معلوم ہوا کہ یہ حس ادراک حق کے لئے کافی نہیں لہٰذا وہ حس جو اس ادراک کے لئے کافی ہو حاصل کرنا ضروری ہوا اور وہ حس باطن ہی ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا ہے لہٰذا ان حواس کو معطل کر کے انکی تحصیل ضروری ہوئی۔ وھوالمطلوب۔ آگے بھی اسی مضمون کا اثبات ہے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بھلا تو اتنا تو سمجھ کہ اگر چشم ظاہرہ جو تمام حیوانات میں مشترک ہے خدا بین ہوتی تو بیل اور گدھے بھی تو خدا کو دیکھتے جب کہ ایسا نہیں معلوم ہوا کہ کوئی اور ہی قوت خدا بین ہے تو تو اسکی درستی کی فکر کیوں نہیں کرتا اس کے پیچھے کیوں پڑا ہے۔

شرح شبیری

گر نبودے حس دیگر مر ترا	جز حس حیوان بیروں از ہوا
اگر دوسری حس تیرے لئے مخصوص نہ ہوتی	حیوانی حس کے علاوہ خواہش نفسانی سے بالاتر
پس بنی آدم مکرم کے بدے	کے بہ حس مشترک محرم شدے
تو بنی آدم مکرم کب ہوتے؟	مشترک حس کی وجہ سے محرم (راز) کب ہوتے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر حس حیوانی کے علاوہ دوسری حس تجھ میں نہ ہوتی جو کہ ہوا و ہوس کے خارج سے حاصل ہے یعنی ہوا و ہوس سے باہر ہے تو پھر بنی آدم مکرم کیونکر ہوتا کیونکہ حس مشترک فی الحیوان والانسان سے کس طرح محرم راز ہوسکتا تھا۔ یہاں بادی النظر میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ مصرعہ کے بہ حس مشترک الخ معطوف بحذف عاطف اپنے ماقبل پر ہے مگر اصل میں یوں نہیں ہے بلکہ وہ الگ مضمون ہے کیونکہ عطف میں تو بمعنی بالکل غلط ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ پھر یہ معنی ہونگے کہ اگر دوسری حس نہ ہوتی تو بنی آدم مکرم نہ ہوتا حالانکہ ہوا اور نیز حس مشترک کی وجہ سے کب محرم راز ہوتا حالانکہ ہوا۔ اور یہ باطل ہی کیونکہ حس حیوانی اور حس مشترک سے محرم راز کہاں ہوا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر تمہارے پاس کوئی حس علاوہ اس حس حیوانی کے نہ ہوتی تو پھر تم مکرم کس طرح ہوسکتے تھے اس لئے کہ جیسے تمہارے پاس حس حیوانی تھی اسی طرح ان کے پاس بھی تو تھی حالانکہ تم مکرم ہوئے جیسا کہ ولقد کرمنا بنی آدم سے معلوم ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ حس جسکی وجہ سے کہ مکرم ہوئے ہیں ضرور قابل تحصیل ہوئی اب مصرعہ ثانیہ میں اسکی دلیل کے طور پر فرماتے ہیں کہ دیکھو تو حس مشترک سے کس طرح مشاہدہ کرسکتے ہیں کہ وہ تو دونوں میں شریک ہے تو لازم آتا ہے کہ ان کو بھی مشاہدہ ہوا کرے اور ایسا ہے نہیں پس معلوم ہوا کہ مشاہدہ کے لئے کسی دوسری چیز کی ضرورت ہے اور ایک توجیہ مصرعہ کے بکس مشترک الخ کے صحت عطف کی بھی ہوسکتی ہے وھو مذکور فی الشرح الحبیبی اور یہاں اور اس طرح شعر سابق پس بدیدے گا ذکر اللہ رامین و یدن وغیرہ سے مراد رویت بالمعنی المتبادر نہیں بلکہ مشاہدہ اصطلاحی یا معائنہ مراد ہے مشاہدہ کہتے ہیں توجہ الی الصفات کو اور معائنہ کہتے ہیں خیالی الذات کو بغیر نفی صفات کے یعنی توجہ ذات کی طرف اس طرح ہو کہ صفات کی طرف اس وقت التفات نہ ہو۔ پس یہاں دیدن سے دونوں مراد ہوسکتے ہیں یہاں ان حواس کا بیکار ہونا بتایا تھا آگے بتاتے ہیں کہ بغیر حواس باطنی کے تنزیہ اور تشبیہ بالمعنیین المذکورین فی السابق جس کے جامع اہل حق ہوتے ہیں دونوں باطل ہیں فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اچھا تو یہ سمجھ کہ اگر سوائے حس حیوانی کے مقتضیات نفسانی سے تعلق نہ رکھنے والی کوئی اور حس تیرے لئے نہ ہوتی تو انسان کو جسکا تو بھی ایک فرد ہے لقد کرمنا کا خلعت کیونکر عطا ہوتا اور انسان صرف ایک حس مشترک کے ذریعہ سے محرم راز ومقرب بارگاہ حق سبحانہ کیونکر بن سکتا تھا اس تقریر پر حل عبارت یوں ہوگی کہ گر نبودے شرط اور پس حرف جزا بنی آدم مکرم کے بدلے۔ جزا اور معطوف علیہ۔ اور کے بکس مشترک محرم شدے جزاء معطوف لیکن تحقیقی جزء ثانی معطوف مقدر ہے جو معلول ہے جزاء ثانی معطوف مذکور فی الکلام کا۔ معلول کو محذوف کر کے علت کو قائم مقام کردیا اس وقت تقریری عبارت یوں ہوگی اگر انسان کے لئے کوئی اور حس نہ ہوتی تو مکرم کیسے ہوتا اور محرم کیونکر بنتا کیونکہ صرف حس مشترک کے ذریعہ سے محرم کیسے ہوسکتا تھا یعنی صرف حس مشترک کے ذریعہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی محرم ہونا ناممکن تھا اسکی نظیر ایسی ہے جیسے کسی عہدہ دار کم تنخواہ اور صاحب جائیداد سے کہا جائے کہ اگر تو رشوت نہ لیتا تو صرف تنخواہ سے اتنی بڑی جائیداد کیونکر خرید سکتا تھا اس کی نظیر ایسی ہے جیسے کسی عہدہ دار کم تنخواہ اور صاحب جائیداد نہ خریدتا کیونکہ صرف تنخواہ اس کے لئے کافی نہ تھی اور دوسری نظیر آیت قرآنی ان یسرق فقد سرق اخ لہ من قبل ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ چوری کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ ان کے یہاں تو ہوتی ہی آئی ہے کیونکہ اس سے پہلے اس کے بھائی نے چوری کی ہے فقد حصل الجمع بین التوجیین والحمد للہ علے ذلک۔

شرح شبّیری

نا مصور یا مصور گفتنت	باطل آمد بے زصورت رفتنت
تیرا (خدا کو) باصورت یا بے صورت کہنا	بے کار ہے جب تک کہ تو صورت سے نہ گزر جائے

نامصور الخ۔ یعنی تیرا حق کو نامصور کہنا یا مصور کہنا بغیر ترک صورت اور ظاہر کے بالکل باطل ہے مطلب یہ کہ منزہ جب غیر مصور کہے گا اور خود مقید ہوگا صورت کے ساتھ تو یہ بھی باطل ہوگا اور جب مشبہ مصور کہے گا اور وہ بھی خود صورت کا مقید ہوگا تو یہ بھی باطل ہے اور مشبہ کے مصور کہنے کا باطل ہونا تو ظاہر ہے کہ جب وہ مقید بصورت ہے تو مصور سے مراد وہی صورت لے گا جسمیں وہ مقید ہے یعنی جوارح اور اعضاء ممکنات اور حادث کے جسکا باطل ہونا ظاہر ہے ہاں منزہ کے غیر مصور کہنے کا باطل ہونا ذرا دقیق ہے اس کو ذرا سمجھ لو کہ منزہ جس قصد سے غیر مصور کہہ رہا ہے یعنی جس کو وہ صورت سمجھ رہا ہے اسکی نفی وہ تو فی نفسہ صحیح ہے مگر اس سے بلا اس کے قصد کے فی الواقع لازم آتا ہے کہ اسکی نفی معارض ہوگی نصوص کے یعنی جب نامصور کہا تو جو امور مثل ید و وجہ و نزول و استواء و غیرہا نصوص میں وارد ہیں ان کی نفی بھی ہو جاوے گی کیونکہ ایسا شخص کہے گا لیس لہ ید۔ ولیس لہ وجہ الی غیر ذلک تو چونکہ اس کے کہنے سے انکار نصوص لازم آتا تھا اس لئے وہ بھی باطل ہوگا خود حدیث میں ہے کہ رایت ربی فی احسن صورۃ یہاں آخر صورت سے کیا مراد ہوگا جو یہاں مراد ہے وہی مصور کہنے میں سمجھ لو پھر منزہ کا مطلقاً غیر مصور کہنا تو صحیح نہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ اس حدیث کے معنی تو یہی ہیں کہ فی احسن صورۃ لہ اور یہ مراد نہیں ہے کہ میں اچھی صورت میں تھا اس حالت میں حق تعالیٰ کو دیکھا اس طرح ید وجہ وغیرہ ہما کی وہ شخص نفی کریگا حالانکہ ثابت بالنصوص ہیں اور مبالغین فی التنزیہ اسمیں مجاز اس لئے لیتے ہیں کہ حقیقت لینے میں ممکن کے ساتھ مماثلت ہو جاویگی لیکن پھر چاہیے کہ علم وغیرہ میں بھی مجاز لیا جائے ورنہ اس طرح علم و قدرت وغیرہ بھی تو صفات ممکن سے ہیں حالانکہ وہاں تم خود بھی کہتے ہو کہ علم حقیقۃً حق تعالیٰ کے لئے ثابت ہے مگر اسکی کیفیت ہم کو معلوم نہیں اس طرح اگر یہاں بھی کہہ دو کہ حقیقۃً ید ثابت ہے مگر ہم کو اس کی کیفیت معلوم نہیں تو کیا حرج ہے بعینہٖ ویسی ہی بات ہے اور ان صفات کے اثبات سے حق تعالیٰ کی مماثلت ممکن کے ساتھ لازم نہیں آتی ہاں مشابہت اصطلاحیہ کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

محذور نہیں پس حق تعالیٰ کے لئے مِثل بکسر المیم وسکون الثاء ممتنع ہے کہ حقیقت اس کی مشارک فی النوع والحقیقۃ ہے اور مثَل بفتحتین ممتنع نہیں۔ قال تعالیٰ لیس کمثلہ شیء و قال لہ المثل الاعلیٰ اس طرح مثال قال تعالیٰ مثل نورہ کمشکوٰۃ الآیہ اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ حق تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں پھر اس پر مصور یا زی ید وغیرہ کا اطلاق کس طرح درست ہوسکتا ہے کہ یہ اسم منصوص نہیں بات یہ ہے کہ بطور تسمیہ کے تو بلا توقیف اطلاق جائز نہیں لیکن بطور توصیف کے جائز ہے جبکہ وہ وصف ثابت بالدلیل ہو جیسا کہ رایت ربی فی احسن صورۃ کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ احسن کا اطلاق کیا گیا حالانکہ اسماء خداوندی میں سے نہیں ہے اس طرح مصور کا اطلاق بھی بطور توصیف کے جائز ہوگا پس مقصود مولانا کا اس فرمانے سے یہ ہے کہ جب تک عالم ناسوت سے الگ نہ ہوگے اور اسی میں مقید رہو گے اس وقت تک خواہ مشبہ ہو کہ مصور کہو خواہ منزہ ہو کر نامصور کہو سب باطل اور بے سود ہے اور باطل آمدکی ایک اور توجیہ سہل بھی ہے جس کو شرح حبیبی میں اول ذکر کیا ہے آگے بتاتے ہیں کہ مصور یا نامصور کا اطلاق کون کرسکتا ہے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اوپر مشاہدہ حق کی ضرورت بتائی تھی اور حس ظاہری کو اس کے لئے ناکافی بتایا تھا اب حصول مشاہدہ کی تدبیر بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس مقصد کے حصول کا ذریعہ یہ ہے کہ قید صورت سے آزاد ہو اور عالم ناسوت سے تعلق منقطع کر قیل وقال سے کچھ کام نہیں چلتا عمل کی ضرورت ہے جب تک تو صورت کو نہ چھوڑیگا خواہ تو یہ کہہ کہ خدا مصور اور مجسم ہے خواہ یہ کہہ کہ وہ شکل وصورت سے منزہ ہے دونوں بیکار اور لغو ہیں کہ اس سے وہ وصول الی الحق حاصل نہیں ہوتا جیسا ہونا چاہیے گو ایک عقیدہ صحیحہ نجات کا فی الجملہ ذریعہ بن ہی جاتا ہے یا یوں کہو کہ تیرا خدا کو مصور اور نامصور کہنا دونوں باطل ہیں جب تک کہ عالم ناسوت سے تعلق قطع نہ کرے کیونکہ مشتبہین ومنزہین کے قوی ادراکیہ معرفت حق سبحانہ سے قاصر ہیں مشبہ ہونا اس لئے باطل ہے کہ بہت اقرب ہے کہ تو تشبیہ میں اس درجہ تک پہنچ جائے جہاں تک کہ واقع نہیں۔ مثلاً یہ کہ خدا کی صورت ایسی ہے اسکا قد ایسا ہے اسکے سر پر بال ہیں وغیرہ وغیرہ جیسا کہ اہل اہواء قائل ہوئے ہیں اور منزہ ہونا اس لئے باطل ہے کہ مبادا تو تنزیہ کے اس مرتبہ تک پہنچ جائے کہ صفات ثابتہ بالنصوص کی بھی نفی کرنے لگے۔ جیسے ید۔ وجہ۔ استواء علی العرش وغیرہ وغیرہ اس لئے عالم ناسوت سے قطع تعلق کرنا لازم ہے تاکہ ان مہالک سے نجات پائے۔

شرح شبّیری

نامصور یا مصور پیش اوست	کو ہمہ مغزست بیروں شد ز پوست
باصورت یا بے صورت تو اس کے سامنے ہے	جو مجسم مغز ہے چھلکے سے بالا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نا مصور الخ۔ یعنی نا مصور کہنا یا مصور کہنا اس شخص کے نزدیک صحیح ہوگا کہ جو بالکل مغز ہی مغز ہو چکا ہے اور قشر سے باہر ہو گیا مطلب یہ کہ جو شخص علم تحقیق میں کامل ہو چکا ہے اور عالم ناسوت سے نکل کر دوسرے عالم کی طرف متوجہ ہے اور وہ اسکی حقیقت کو بھی جانتا ہے کہ نا مصور سے کیا مراد ہے اور مصور سے کیا مراد ہے تو حقیقۃً تو اس کو سب کہنا روا ہے اور جب تک اس حد کو نہ پہنچے اس وقت تک جائز نہ ہوگا یہاں تک بیان تھا کہ ان حواس ظاہرہ کے اتباع کو ترک کر کے حواس باطنہ کا اتباع اختیار کرو اور اوپر بھی معلوم ہو گیا کہ ان حواس میں بھی استعداد ہے کہ اس طرف متوجہ ہو جائے لہٰذا ان سے باہر ہونے کی تدبیر بتاتے ہیں جس کا حاصل مجاہدہ ہے اور مقصود و تو تدبیر بتانا ہے مگر اس کو توبیخ سے شروع کرتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

خدا مصور ہو یا نا مصور جیسا بھی ہے انہیں کے نزدیک ہے اور وہی اس کو جانتے ہیں جو ظاہر کو چھوڑ کر سراپا تحقیق و معرفت بن گئے کیونکہ وہ مشاہدہ کرنیوالے ہیں اور تیرا تو محض ظن و تخمین ہے جو بالکل بے سود ہے۔

شرح شبیری

گر تو کوری نیست بر اعمیٰ حرج	ورنہ رو کالصبر مفتاح الفرج
اگر تو اندھا ہے تو اندھے پر کوئی گناہ نہیں	ورنہ جا "صبر کرنا کشادگی کی کنجی ہے"

گر تو الخ۔ یعنی اگر تو اندھا ہے تب تو تجھ پر لجواے لیس علے الاعمٰی کوئی تنگی نہیں اور اگر نہیں ہے تو جا کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی۔ مقصود مولانا کا یہ بتانا ہے کہ جب تم میں استعداد موجود ہے اور پھر بھی تم اس کو کام میں نہیں لاتے تو یہ تو بڑی بدبختی کی بات ہے لیکن اس کو توبیخ کے طور پر شروع کیا ہے کہ کیا اندھا تو نہیں ہے کہ معذور رکھا جاوے۔ چونکہ قرآن میں ہے لیس علے الاعمی حرج یعنی یہ تو نہیں ہے کہ تجھ میں قبول قبولیت کی استعداد ہی نہیں کہ جو عدم جہد کی صورت میں معذور سمجھا جائے بلکہ استعداد تو موجود ہے جیسا اوپر بیان ہوا تو اب جاؤ اور مجاہدات اور ریاضات کرو کہ یہی چیزیں تمہارے لئے انوار الٰہیہ کو اور قرب کو بڑھا دیں گی اور یہ جو پردے عالم ناسوت کے پڑ رہے ہیں ان کو اٹھا دیں گی اسی کو فرماتے ہیں کہ پردہا دیدہ را داروے صبر الخ

شرح حبیبی

اوپر عالم ناسوت سے قطع تعلق اور ترک ظاہر کی ترغیب دی تھی اب اس کا طریقہ بتلاتے ہیں لیکن توبیخ سے ابتدا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اگر تو اندھا اور سلوب الاستعداد ہے تو ہم کچھ نہیں کہتے کیونکہ اندھے پر کوئی تنگی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اگر اندھا نہیں اور یقینا نہیں کیونکہ کل مولود یولد علے الفطرۃ۔ تو تجھ کو مجاہدہ کرنا چاہیے اور مخالف نفس سے جو تکالیف و شدائد تجھے پہنچیں سب کو فراخ حوصلگی کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے کیونکہ الصبر مفتاح الفرج۔

شرح شبّیری

پردہائے دیدہ را داروئے صبر	ہم بسوزد ہم بسازد شرح صدر
(ظاہری) آنکھ کے پردوں کو داروئے صبر	جلا بھی دیتی ہے اور شرح صدر بھی کر دیتی ہے

پردہائے الخ۔ یعنی آنکھ پر جو پردہ جھلی وغیرہ آ جاتی ہے اس کو دوا لگانا اس پردہ کو بھی جلا دیتا ہے اور شرح صدر بھی کر دیتا ہے اور پردیدہ سے مراد حواس لئے ہیں اب کہتے ہیں کہ حواس پر جو ناسوت کے پردے پڑ گئے ہیں اور اس طرف توجہ نہیں ہوتی اس پر دوا اے صبر لگا دو یعنی مجاہدات و ریاضات کرو تا کہ وہ ریاضات ان حجابات کو بھی اٹھا دیں اور شرح صدر بھی کر دیں یعنی قلب کو کدورات سے پاک صاف کر دیں اور اس قابل بنا دیں کہ اس طرف توجہ ہو سکے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ آئینہ دل چوں شود صافی و پاک الخ۔

شرح مبیبی

یہاں سے اس صبر اور مجاہدہ کا نفع بیان فرماتے ہیں کہ یہ صبر ایسی مفید چیز ہے کہ چشم باطن کے سامنے کہ تمام حجب ظلمانیہ کو جو حق بینی سے مانع ہیں پھونک دے گی۔ باب سینہ کو انوار الٰہیہ کے داخلہ کے لئے کھول دے گی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تیری آنکھ مشاہدہ جمال محبوب سے مسرور ہوگی اور سینہ انوار الٰہیہ سے معمور۔

شرح شبّیری

آئینہ چوں شود صافی و پاک	نقشہا بینی بروں از آب و خاک
دل کا آئینہ جب صاف و پاک ہو جائے گا	تو آب و خاک سے بالاتر نقش دیکھے گا
ہم بہ بینی نقش و ہم نقاش را	فرش دولت را و ہم فراش را
نقش بھی دیکھے گا اور نقاش کو بھی	دولت کے فرش کو اور نیز فرش کرنے والے کو

آئینہ الخ۔ یعنی جب آئینہ دل کدورتوں اور تعلقات عالم ناسوت سے صاف اور پاک ہو جائے گا تو پھر تم بہت نقوش دیکھو گے جو کہ آب و خاک سے باہر اور علیحدہ ہونگے مطلب یہ کہ جب مجاہدہ کرنے سے تمہارا دل صاف ہو جائے گا تو تم بہت سے نقش یعنی انوار و تجلیات دیکھو گے کہ جو آب و خاک سے باہر ہیں اور اس قدر حکماء کو بھی ماننا پڑا کہ ان قوی مدرکہ معلومہ کے علاوہ ایک اور قوت بھی ہے جس کو قوت قدسیہ کہتے ہیں اور اس کے جو ادراکات ہوتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں وہ ہر شخص کی سمجھ میں نہیں آتے اور کہتے ہیں کہ ہماری رسائی اس قوت قدسیہ تک نہ ہو سکی مگر وہ صرف اس لئے مانتے ہیں کہ خود ان کے اکابرین بعض ایسے ہوئے کہ ان کے علوم ان کے احاطہ سے باہر ہیں تو ان کو صاحب قوت قدسیہ مانا تاکہ جو بات ان کی ان کے سمجھ میں نہ آئی اس کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ کام قوت قدسیہ کا ہے اور ہم میں نہیں ہے اس لئے ہم اس کے سمجھنے سے عاجز ہیں اس کا مطلب وہی جانیں مگر افسوس اس گمراہی پر کہ اپنے اکابر کے کلام میں تو ایسے امور ہونیکی وجہ سے قوت قدسیہ کے قائل ہوں اور ان سے معارضہ نہ کریں مگر رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو اور دوسرے حضرات انبیاء کو بزعم خود عقلیات سے معارضہ ہونے پر نہ مانیں اور ان سے معارضہ کریں۔ پس مقصود مولانا کا یہ ہے کہ مجاہدہ کر کے تم اپنے دل کو صاف کر لو پھر دیکھو کس قدر نقوش تم کو دکھلائی دیتے ہیں اور یہ نقوش دو طرح کے ہوتے ہیں ایک تو کونیات دوسرے الٰہیات تو یہ حضرات کونیات کے تو مرتبہ علم وقصد میں بالکل نفی کرتے ہیں یعنی ان کی طرف توجہ کرنے کو شرک فی الطریق سمجھتے ہیں ہاں الٰہیات کی طرف توجہ کرتے ہیں ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ لا کے ساتھ ان انوار ملکوتیہ کی بھی نفی کر دو اور بجز اس کے کسی کو مقصود مت سمجھو دوسرے یہ بھی فرماتے تھے حجب نورانیہ اشد ہوتے ہیں حجب ظلمانیہ سے کہ جب تک حجب ظلمانیہ میں رہتا ہے اس وقت اپنے کو محجوب تو سمجھتا ہے اور جب حجب نورانیہ میں پھنس گیا تو اس وقت اس کو شبہ وصول الی الحق کا ہو جاتا ہے اور یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ یہ تجلی ذات حق کی ہے اور یا ایسا نہیں سمجھتا اگر ان سے لذت لیتا ہے لہٰذا مدۃ العمر اسی میں رہتا ہے اور مقصود یعنی قرب حق سے محروم رہتا ہے اس لئے کہ سمجھتا ہے کہ مقصود تو حاصل ہو ہی گیا اب آگے کیا ضرورت ہے چنانچہ بعض صوفیہ سالہا سال تک روح کی تجلی کو تجلی ذاتی سمجھتے رہے ہیں ایک مدت کے بعد معلوم ہوا کہ ہم غلطی پر تھے اور اس وقت تک روح کی پرستش میں رہے البتہ اگر اس کی طرف قصد والتفات نہ ہو تو نفس کشف مضر نہیں مگر لازم بھی نہیں چنانچہ بعض کو عمر بھر بھی یہ امور مکشوف نہیں ہوئے بعض کو بڑے بڑے امور مکشوف ہوئے چنانچہ حضرت عبدالکریم صاحب جیلی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دریا دیکھا کہ جو موجیں مار رہا ہے اور اسکی ایک موج اس قدر بڑی ہوتی ہے کہ جو بعد میں اسماء والارض ہے اس سے دس لاکھ حصہ زیادہ مگر اس کے روکنے تھامنے کو فرشتے کھڑے ہیں کہ اسکی موجیں باہر نہ جاسکیں اگر اسکی ایک موج بھی باہر نکل آوے تو ظاہر ہے کہ آسمان وزمین سب کو غارت کر دے لیکن عرش اس سے بڑا ہے اور وہ سب کو محیط ہے جس قدر اشیاء بھی ہیں ان سب کو عرش محیط ہے۔ اب دیکھو لو کہ وہ کس قدر بڑا ہوگا اور نیز انہوں ہی جنت دوزخ کی پیائش لکھی ہے اور کہتے ہیں کہ ہم وہاں گئے اور ان کی پیائش کی اور یاد پڑتا ہے کہ شیخ محی الدین ابن العربی نے دوزخیوں اور جنتیوں کی تعداد بھی لکھی ہے مگر باوجود اس قدر عظیم الشان علم ہونے کے بھی خود یہ حضرات بھی اسکی طرف متوجہ ہونے سے منع کرتے ہیں البتہ جو کشف کہ نافع ہے وہ الٰہیات کا ہے یعنی الہ حق کی صفات اور افعال اور معاملات بین الحق والعبد کا وہ کشف جس کو قرب الی الحق میں داخل ہو اول کو علوم مکاشفہ ثانی کو علوم معاملہ کہتے ہیں اور اول غیر لازم ہے اور ثانی حسب استعداد لازم ہے مقصود مولانا کا بھی یہی ہے کہ مجاہدات وریاضات سے قلب کو پاک اور صاف کر لو پھر دیکھو علوم معاملہ میں سے دائما اور علوم مکاشفہ میں سے احیانا

www.besturdubooks.wordpress.com

کیسے کیسے نقوش اور کیا کیا باتیں تم کو معلوم ہوتی ہیں اور انوار الٰہیہ میں سے کس کس کا فیضان تم پر ہوتا ہے آگے اسی کو بتاتے ہیں کہ ہم بہ بینی نقش و ہم نقاش راہ + فرش دولت را وہم فراش را۔ یعنی جب قلب کے آئینہ کو صاف کرلوگے تو اسمیں وہ نقش بھی تم کو معلوم ہونگے اور صاحب نقوش کو بھی دیکھوگے اور فرش دولت کو بھی دیکھوگے اور اس کے بچھانے والے کو بھی یعنی جب مجاہدات و ریاضات سے قلب کو کدورات سے پاک کرلوگے اور عالم ناسوت سے اسکا تعلق قطع کردوگے تو پھر انوار الٰہیہ کا بھی مشاہدہ ہوگا اور ذات باری کا بھی معائنہ ہوگا بالمعنی المذکور سابقا اور فرش دولت سے مراد فرش آرام یعنی وہی کیفیات کہ جن سے سکون و آرام ہوتا ہے اور سچ یہ ہے کہ جو سکون اس وقت حاصل ہوتا ہے وہ شاید مدۃ العمر کسی عیش و آرام میں بھی نہیں ہوتا یہ ایک ذوقی امر ہے ورنہ بتادیتا۔ خیر۔ مراد یہ کہ عالم ناسوت میں جس قدر اشیاء ہیں سب کی نفی کردو بس اس عالم کی طرف توجہ کرو پھر دیکھو کیا کیا مزے آتے ہیں اور کیسے کیسے لطف حاصل ہوتے ہیں۔ یزیدک وجہہ حسنا + اذا ما زدتہ نظرا + اس میں جس قدر زیادتی ہوگی اسی قدر لطف بڑھے گا اب یہاں چونکہ سب غیر اللہ کی نفی کی تعلیم تھی اس لئے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ پھر شیخ بھی تو غیر اللہ ہے اس کی بھی نفی ہوجانا چاہیے اور مثل اور عالم ناسوت کے اس سے بھی تعلق قطع کرنا ضروری ہوا پھر جا بجا اور بھی شعر رو بجو یار خدائی را تو زود اتخ میں اسکا امر کیوں کیا اس کا آگے جواب دیتے ہیں وللہ درہ فرماتے ہیں کہ چون خلیل آمد خیال یار من۔

شرح حبیبی

صبر سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ تیرا آئینہ دل کدورت ماسوائے اللہ سے پاک صاف ہو جائے گا تو تجھے عالم ناسوت سے باہر کی صورتیں بھی دکھلائی دینگی۔ چنانچہ اہل اللہ کو بہت کچھ عجائبات منکشف ہوتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عبدالکریم جیلی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دریا دیکھا جس کی ایک موج مابین السماء والارض سے دس لاکھ حصہ بڑی ہے اور میں نے دوزخ کے تمام طبقات کی پیائش کی اور شیخ محی الدین ابن عربی پر غالبا تمام اہل دوزخ واہل جنت کی تعداد منکشف ہوئی مگر ان حضرات کی نظر میں یہ مقصود نہیں ہوتے چنانچہ حضرت صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ان سب کو نظر انداز کرنا چاہیے کہ یہ بھی حجاب بلکہ سخت حجاب ہیں لان الحجب النورانیۃ اشد الحجب الظلمانیۃ البتہ علوم معاملہ پر جو اس پر منکشف ہوتے ہیں اور حسب استعداد انکا منکشف ہونا لازم ہے وہ مقصود اور نافع ہیں پس سالک کو چاہیے کہ صرف ذات و صفات حق و معاملات کو مطمع نظر بناوے اور سب کو نظر انداز کردے۔

شرح شبیری

چوں خلیلؑ آمد خیال یار من	صورتش بت معنی او بت شکن
میرے یار کا خیال خلیل (اللہ) کی طرح ثابت ہوا	اس کا ظاہر بت اور اس کی حقیقت بت شکن ہے

جون الخ۔ یعنی میرے یار (د مرشد) کا خیال حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے مانند ہے کہ اس کا ظاہر تو بت

ہے مگر باطن اسکا بت شکن ہے۔ مطلب یہ کہ شیخ کا خیال ایسا ہے کہ جیسے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام تھے ظاہر میں تو جب کہ کوکب طلوع ہوا۔ یہ فرمایا کہ ھذا ربی اور جب وہ چھپ گیا تو کہا کہ میں اس شے کو جو افول کو قبول کرے رب نہیں بناتا پھر جب قمر نے طلوع کیا تو اس کو کہا ھذا ربی پھر جب وہ بھی پوشیدہ ہو گیا تو کہنے لگے کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ ہدایت نہ کرتے تو ضرور میں بھی قوم گمراہ میں سے ہو جاتا اس کے بعد جب شمس طلوع ہوا تو کہا ہذا ربی ہذا اکبر یعنی لو بھائی اب اس سے بڑھ کر تو کوئی کوکب نہیں اور تو اپنی صفت نور میں سب سے اعلیٰ ہے اگر اس کو بھی افول ہوا تو پھر بس ان میں سے کوئی بھی لائق الوہیت کے نہ رہے گا چنانچہ جب وہ بھی روپوش ہو گیا تو فرمانے لگے کہ اے قوم میں تمہارے شرک سے بری ہوں چونکہ ان کی قوم کواکب پرست تھی اس لئے انہوں نے معارضہ بھی کواکب ہی سے کیا یہاں بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ چونکہ ابراہیم علیہ السلام بت خانہ میں پلے تھے اور انہوں نے کواکب کو دیکھا نہ تھا اس لئے جب کواکب نے طلوع کیا تو وہ اس کو پہچان نہ سکے اور اس لئے ھذا ربی کہہ دیا۔ یہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ اگر مان بھی لیں کہ وہ بت خانہ میں پلے تھے تو بھی انبیاء علیہم السلام کے عقول اور ادراکات تو فطرۃً ہی کامل اور اکمل ہوتے ہیں اور اصل فطرت کا تو مقتضی ہی یہ ہے کہ وہ غیر خدا کو خدا نہ سمجھے جیسا کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ الخ سے معلوم ہوتا ہے تو یہ کہنا اول تو اس طرح باطل اور غلط تھا پھر آگے انی بری مما تشرکون کہنا صاف دلیل ہے کہ وہ اسکا اعتقاد نہ رکھتے تھے اس لئے کہ اگر ان کا یہ اعتقاد ہوتا تو یوں کہتے کہ انی بری مما اشرک پس یہ قول کہ اس ھذا ربی کہنے کے وقت ان کا اعتقاد بھی اسی کے مطابق تھا بالکل غلط در غلط ہے بلکہ ھذا ربی ظاہر میں تھا اور معنی اس کے یہ ہیں ھذا ربی بزعمکم مگر مجازاۃ خصم کے طور پر اس قید کی تصریح نہیں فرمائی تو حضرت خلیل پر یہ بات صادق آئی صورتش بت معنی او بت شکن + پس اس طرح شیخ اگرچہ بظاہر بت ہے اس لئے کہ کل شیء یشغلک عن الحق فھو طاغوتک۔ لیکن اصل میں اور فی الواقع وہ بت شکن ہے کہ بت پندار کو توڑنے کی اور غیر اللہ کو چھوڑنے کی تعلیم کرتا ہے وغیر ذلک پس وہ غیر حق نہ ہوا بالمعنی الذی سیاتی اور اس کی نفی ماسوائے حق کی نفی میں داخل نہ ہوئی۔ یہاں غیر کے معنی سمجھنا ضرور ہے وہ یہ کہ غیر اصطلاح صوفیہ میں کہتے ہیں بے تعلق کو اور یہ محاورہ عام کا ہے کہا کرتے ہیں کہ تم کچھ غیر تھوڑا ہی ہو اور یہ غیر مقابل عین کا نہیں ہے تو اب مراد اس سے کہ وہ غیر حق نہیں ہے۔ یہ ہوا کہ وہ حق سے بے تعلق نہیں ہے بلکہ حق سے اسکو تعلق ہے اور وہ موصل الی الحق ہے پس اس لئے اسکی نفی نہیں ہوتی ایک صاحب نے حضرت مولانا تھانوی دام فیضہم سے دریافت کیا تھا کہ جب لا الہ الا اللہ میں لا سے ماسوی اللہ کی نفی ہوئی تو حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی نفی ہو گی۔ اس کا جواب حضرتؒ نے یہی دیا کہ ماسوی اللہ ہی نہیں اور غیر حق ہی نہیں اس لئے کہ غیر حق وہ ہے جس کو حق سے تعلق نہ ہو اور ان سے زیادہ کس کو تعلق ہو گا اور یہ اگر محاورہ کے موافق بھی نہ ہوتا تب بھی

کہہ سکتے تھے کہ اپنی اصطلاح ہے اس میں کسی کا اجارہ نہیں ہے۔ جو چاہیں اصطلاح مقرر کرلیں اور یہاں بہت سے محشیوں سے ایسی صریح غلطی ہوئی ہے۔ کہ خیال یار سے مراد تصور شیخ کا شغل لے لیا ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ مولانا رومی کے وقت میں یہ شغل کب تھا یہ تو بعد کے لوگوں نے کچھ مصالح سمجھ کر ایجاد کرلیا ہے دوسرے مثنوی اشغال کی کتاب نہیں ہے یہاں تو خیال سے مراد اسکی صحبت و خدمت و معیت ہے اور خیال سے تعبیر اس لئے کردیا کہ غالب اوقات میں تو مرشد پاس نہیں رہتا اس کا خیال مع المحبت ہی دل میں رہتا ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ شکریزدان راکہ چون او شد پدید الخ۔

شرح حبیبی

اوپر مجاہدہ کی ضرورت بتائی تھی مگر وہ بے شیخ کامل کے اکثر بجائے نفع کے نقصان پہنچاتا ہے اس لئے ضرورت شیخ کو بتاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میرے شیخ کے خیال کی مثال ایسی ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی صورت تو بت ہے اور معنی وحقیقت بت شکن اول یہ سمجھنا چاہیے کہ ابراہیم علیہ السلام کی صورت کیونکر بت ہے اور معنی کیونکر بت شکن ہیں سواس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت خلیل کا جب ان کی قوم سے مناظرہ ہوا تو انہوں نے اولاً ایک ستارہ کی بابت یہ الفاظ استعمال کئے ھذا ربی. پھر دوسرے ستارہ یعنی قمر کی بابت یہی الفاظ استعمال کئے پھر تیسرے ستارہ شمس کی بابت الفاظ ھذا ربی ھذا اکبر کہےان الفاظ کا بت اور شرک ہونا ظاہر ہے۔ لیکن حقیقت دیکھی جاتی ہے تو یہی الفاظ بت شکن بیخ کن شرک ہیں۔ کیونکہ مناظرہ میں اولاً وہ دعویٰ متعین کیا جاتا ہے جسکا اثبات یا ابطال مدنظر ہوتا ہے اور دلائل کی عمارت کی بنا اسی دعویٰ پر ہوتی ہے جب یہ امر ممہد ہو چکا۔ تو اب سمجھو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ھذا ربی. یا ھذا ربی ھذا اکبر فرمانا۔ اس دعویٰ کی تعیین اور تقرر ہے جس کا باطل کرنا مدنظر ہے اور حقیقت اس قول کی یہ ہے کہ تمہارا دعویٰ جس کو تم مجھ سے منوانا چاہتے ہو یہ ہی ہے کہ ھذا ربی۔ اب اس کی حقیقت دیکھ لو کہ یہ دعویٰ کہاں تک صحیح ہے اس کے بعد اسکا ابطال فرمایا ہے تو یہ الفاظ گو بصورت بت اور شرک ہیں مگر فی الحقیقت بت شکنی اور ہدم اساس شرک کے لئے استعمال کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد یہ سمجھو کہ خیال یار کیونکر بصورت بت اور بمعنی بت شکن ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں بت کہتے ہیں غیر اللہ کو اور خیال یار کا بصورت غیر اللہ ہونا ظاہر ہے اور حقیقت کے لحاظ سے دیکھئے تو غیر اللہ نہیں بلکہ غیر اللہ کو دل سے مٹانے والا ہے لہٰذا بت شکن ہے اور یہ حکم کہ خیال یار غیر اللہ نہیں اس سے یہ سمجھنا کہ عین خدا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے عرف میں غیر اللہ وہ ہے جس سے خدا کے لئے تعلق نہ ہو اور خیال یار سے تعلق محض خدا کے لئے ہے کہ وہ موصل الی اللہ ہے۔ اب تشبیہ ٹھیک ہوگئی وہ شبہ بھی مندفع ہوگیا کہ ان کے دل میں غیر اللہ کیونکر آیا۔ اور ضرورت شیخ بھی ثابت ہوئی کہ ماسوائے اللہ کو دل سے مٹاتا ہے آگے اس بت شکنی کی تفصیل اور تشریح کی طرف اشارہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں شکریزدان راکہ چون او شد پدید الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

شکر یزداں را کہ چوں او شد پدید	در خیال او خیال حق رسید
خدا کا شکر ہے کہ وہ جب ظاہر ہوا	اس کے تصور میں اللہ تعالیٰ کا تصور حاصل ہوا
شکر معطی را کہ چوں او در رسید	در خیالش جاں خیال خود بدید
داتا کا شکر ہے کہ جب وہ خیال میں آیا	اس کے خیال میں جان نے اپنا خیال دیکھا

شکر یزدان الخ۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ جب وہ خیال مرشد ظاہر ہوا تو اس کے خیال سے جان نے اپنا خیال دیکھا یعنی اپنی طرف خیال کیا اور اپنے کو پہچانا یہاں سے ایک مضمون شروع ہوتا ہے کہ جو دور جا کر ختم ہوا ہے اور اسکے بیچ میں بہت سے امور متعلقات میں سے بیان کر دیئے گئے ہیں۔ وہ مضمون یہ ہے کہ جب تک انسان کو اپنی معرفت نہیں ہوتی اس وقت تک معرفت حق بھی نہیں ہو سکتی۔ بمجوائے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اس لئے کہ جب انسان نے اپنے معاصی کی طرف نظر کی تو اسکی پردہ پوشی اور حلم کی معرفت ہوئی جب اپنے اندر عجز کو سوچا تو اسکی قدرت اور کبریائی کی طرف نظر گئی علی ہذا تو یہ مسئلہ تو معلوم ہوا کہ جب تک اپنے نفس کی معرفت نہیں ہوتی اس وقت تک معرفت حق نصیب نہیں ہوتی لہٰذا یہاں سے اس مسئلہ کی طرف اشارہ کر کے اس کا طریقہ بتاتے ہیں اور اس نعمت کے حصول پر شکر کرتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے کہ خیال یار آیا اور اس کے آنے سے یہ نفع ہوا کہ اپنی طرف نظر ہو گئی اور اپنی طرف نظر ہونے سے آئندہ حق تعالیٰ کی طرف نظر ہونے کی استعداد معلوم ہو گئی اس لئے کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ اور خیال یار کے آنے سے اپنی طرف نظر ہونے کے یہ معنی ہیں کہ یہ ایک مسئلہ تجربہ سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ کے قرب سے متنبہ ہوتا ہے اپنے حال پر اس طرح ان کے خیال سے اللہ یاد آتا ہے خواہ بواسطہ معرفت نفس خواہ بلاواسطہ جیسے کہ حدیث میں آیا ہے کہ اذا رؤا ذکر اللہ۔ یعنی جب ان پر نظر پڑے تو اللہ یاد آوے پس اس سے معلوم ہو گیا کہ خیال یار کے آنے سے اپنی طرف توجہ ہو گئی جو کہ موصل ہے توجہ الی الحق کی طرف بس اس قرب مرشد سے اتنا پتہ لگا کہ استعداد اور قابلیت ہمارے اندر ہے کہ واصل الی الحق ہو سکیں آگے فرماتے ہیں کہ خاک درگاہت دلم را می فریفت الخ۔

شرح حبیبی

خدا کا شکر ہے کہ جب خیال یار ظاہر ہوا تو اس کے خیال سے میری روح کا نقشہ اس کے سامنے کھنچ گیا اور اس کو اپنی حالت معلوم ہو گئی۔ اول تو اہل اللہ کی خاصیت ہوتی ہے کہ ان کو دیکھنے سے خدا یاد آتا ہے۔ اذا رؤا ذکر اللہ ان کی شان ہے اور یاد خدا کا ذریعہ ہے معرفت نفس اس لئے اولاً معرفت نفس ہوتی ہے اور یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

معرفت مفضی الی معرفۃ الحق ہو جاتی ہے من عرف نفسہ فقد عرف ربہ۔ دوسرے قاعدہ ہے وبضدہا تتبین الاشیاء جب ایک سرتاپا کمال ناقص کے مقابل ہوگا تو اسکا کمال عند فقدان المانع ناقص کے لئے اپنے نقصان کے ادراک کا سبب ہو جائیگا اور یہ ادراک واحساس اس کو تحصیل کمال پر آمادہ کریگا اس سے بھی ضرورت شیخ ثابت ہوگئی جو اصل مقصود تھا جیسا کہ پہلے شعر سے ثابت ہوتی تھی۔

شرح شبّیری

خاک درگاہت دلم را می فریفت	خاک بروے کوز خاکت می شکیفت
تیری درگاہ کی خاک نے میرے دل کو فریفتہ کر دیا	اس پر خاک جس نے تیری خاک سے بے نیازی برتی

خاک درگاہت الخ۔ یعنی تیرے در کی خاک مجھے اپنی طرف جذب کرتی تھی اور کھینچتی تھی (دوسرے مصرعہ میں دعا کے طور پر فرماتے ہیں کہ) خدا کرے اس پر خاک پڑے جو تیری خاک سے صبر کئے بیٹھا ہے یہاں التفات ہے غیبت سے خطاب کی طرف یعنی اس وقت تک تو شیخ کو یار وغیرہ کے لفظ سے تعبیر کرتے رہے اب یہاں اس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ تیری خاک در میرے دل کو لبھاتی ہے اور جذب کرتی ہے اس استعداد کی وجہ سے جو پہلے مصرعہ میں معلوم ہو چکی آگے فرماتے ہیں کہ گفتم از خوبم پذیرد این ازو الخ۔

شرح مبلیبی

اب غیبت سے خطاب کی طرف التفات فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے یار تیری درگاہ کی خاک میرے دل کو فریفتہ کرتی تھی اس پر خاک پڑے جو تیری خاک سے جدا رہ کر صبر کر سکے اور تیری خاک در کا طالب وجویاں نہ ہو پورا شعر جملہ معترضہ ہے۔ پہلا مصرعہ تو غلبہ شوق میں ہے جو خیال یار سے پیدا ہوا۔ اور دوسرا بددعا ہے۔ ان لوگوں کے لئے جن کو خاک در محبوب کی طلب نہ ہو۔ یہاں تک طلب حق کی ترغیب اور اسکے متعلقات کا بیان تھا آگے اس امر کا بیان ہے کہ وصول الی الحق کے لئے جس طرح طلب کی ضرورت ہے یوں ہی حسن ذاتی یعنی قابلیت واستعداد فطری کی بھی ضرورت ہے۔ تاکہ محبوب کی طرف سے جذب ہو سکے جو ملاک وصول ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

گفتم ار خوبم پذیرد این ازو	ورنہ خود خندید بر من زشت رو
میں نے کہا اگر میں اچھا ہوں تو وہ (اللہ) اس (خوبی) کو اس (دل) میں (مجھ) سے قبول کر لیگا	ورنہ مجھ بدصورت پر ہنس دے گا

گفتم الخ۔ یعنی میں نے اپنے سے کہا کہ اگر میں خوب ہوں تب تو حق سبحانہ تعالیٰ اس استعداد کو اس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دل سے قبول فرمالے گا اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر خود ابلیس بھی مجھ پر ہنسے گا پذیرد کی ضمیر حق سبحان تعالیٰ کی طرف ہے اور این کا اشارہ استعداد کی طرف اور از و سے مراد قلب ہے جو کہ شعر سابق میں مذکر ہے کہ رخ خاک درگاہ ہمت دلم رائے فریفت + تواز د کا حاصل از من ہوا کیونکہ قلب و ذی قلب کے احکام میں تلازم ہے مطلب یہ کہ اگر میں خوب ہوں اور اچھا ہوں تب تو مجھے امید ہے کہ میں درجہ قبولیت کو پہنچ جاؤں گا اور قبول کر لیا جاؤنگا لہٰذا حاصل یہ ہوا کہ میری جو یہ فریفتگی ہے اور مجھ کو جو تجھ پر فریفتگی اور تیری طرف کشش ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں قابلیت موجود ہے ورنہ یہ کشش کیوں ہوتی اس کے بعد اب امتحان کے طور پر دیکھنا صرف اس قدر ہے کہ آیا یہ قابلیت اصلیہ ہے یا عارضی ہے اور دوسرے مصرعہ میں ابلیس کے ہنسنے سے یہ مراد ہے کہ جب ہم اس کے لائق نہ ہونگے تو وہ ہنسے گا کہ دیکھئے آپ لائق بن کر تشریف لے چلے ہیں اور یہ مضمون اس طرح دور تک چلا گیا ہے انتظام اس مضمون کا آگے جا کر ہوا ہے۔ اب اسی امتحان کو فرماتے ہیں کہ چارہ آن باشد کہ خود را بنگریم الخ۔

شرح حبیبی

میں سوچتا ہوں کہ میرے دل میں طلب تو ہے لیکن معلوم نہیں کہ مجھ میں وہ خوبی بھی ہے یا نہیں جس کی بنا پر ادھر سے جذب ہو سکے یعنی استعداد فطری چونکہ مجھے معلوم نہیں۔ اس لئے کہتا ہوں کہ اگر مجھ میں خوبی موجود ہے تو میرے دل کی یہ خواہش اور تمنائے وصول مقبول یار ہوگی اور میں فائز المرام اور کامیاب ہونگا ورنہ بباعث محرومی زشت روبلیس مجھ پر ہنسے گا۔ یا یوں کہو کہ مجھ زشت رو پر محبوب تحقیراً ہنسے گا کہ دیکھو یہ کیا کر رہا ہے کہ اس میں قابلیت تو ہے نہیں اور ہم تک وصول چاہتا ہے واللہ اعلم۔

شرح شبیری

چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم	درخور آنیم و یا نادر خوریم
تدبیر یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو دیکھیں	ہم اس کے لائق ہیں یا نالائق ہیں

چارہ آن الخ۔ یعنی اب علاج یہ ہے کہ ہم اپنے کو دیکھیں کہ آیا ہم اس کے لائق ہیں یا نہیں۔ نادر خوریم یعنی غیر لائقیم + مطلب یہ ہوا کہ اب اسکی تدبیر کہ ہماری قابلیت اصلیہ ہے یا عارضی ہے یہ ہے کہ ہم خود اپنے اندر خیال کریں اور سوچیں کہ قابلیت کیسی ہے آگے کہتے ہیں کہ اس کے معلوم کرنے کی ضرورت کیوں ہے پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

جبکہ وصول کے لئے قابلیت کی ضرورت ہے تو طلب کیلئے یہ دیکھنا لینا چاہیے کہ ہم محبوب کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

او جمیل ست و یحب للجمال	کے جوان نو گزیند پیرہ زال
وہ حسین ہے اور حسن کو پسند کرتا ہے	بوڑھی عورت کو نوجوان کب قبول کرتا ہے؟

او جمیل ست الخ۔ یعنی وہ جمیل ہے اس لئے جمیل ہی کو محبوب رکھتا ہے اور دیکھو نہ کہ جوان آدمی کسی بڑھیا کو کیوں قبول کرنے لگا پس وہ جمیل ہو کر بری چیز کو کیوں قبول کرنے لگا ہے اور دیکھو طیبات کس کے لئے ہوتی ہیں طیبین کے لئے اور خوب تو خوبی ہی کو جذب کیا کرتا ہے۔ نہ کہ زشتی کو۔ مطلب یہ کہ اس دیکھنے کی کہ آیا ہم اس کے لائق ہیں یا نہیں اور خوب ہیں یا نہیں اس لئے ضرورت ہے کہ وہ جمیل ہے پھر وہ ہمیں اگر ہم خوب نہ ہوں گے کیوں قبول کریگا جس طرح کہ دیکھو ایسی مثال ہے کہ کوئی جوان بڑھیا بیوی کو کیوں قبول کرے گا اور طیبات تو طیبین ہی کے لئے ہوا کرتی ہیں اور خوبی کو اچھا ہی کشش کریگا پس اگر ہم برے ہوں گے تو ہم کو وہ قبول نہ کریگا اس لئے اس کی معلوم کرنے کی ضرورت ہوئی کہ ہم اس کے لائق بھی ہیں اور یہ امتحان محض زیارت بصیرت کے لئے ہے ورنہ طلب خود دلیل استعداد قریب کی ہے جسکا اضلال مقصود ہوتا ہے اس کو طلب ہی نہیں عطا ہوتی والذین جاھدو افینا لنھدینھم سبلنا۔

شرح مبیبی

اس دیکھنے کی اس لئے ضرورت ہے کہ محبوب خود جمیل و مجمع خوبہائے اور بحکم الجنس الی الجنس یمیل وہ جمیل ہی کو پسند کرتا ہے پس اگر تو جمیل نہیں تو مقبول ہو نہیں سکتا۔ پس سعی لا حاصل ہے اور اگر جمیل ہے تو کامیاب ہو گا۔ دوسرے مصرع میں پہلے مصرع کی تمثیل ہے کہ دیکھو ایک نوجوان بڑھیا کی طرف کیسے رغبت کرے گا۔ ایسے ہی محبوب جمیل بھی بھیج کر قبول نہیں کرتا۔

طیبات از بہر کہ للطیبین	خوب خوبی را کند جذب ایں یقیں
پاکیزہ عورتیں کس کے لئے ہیں؟ پاک مردوں کے لئے	اچھا اچھائی کو جذب کرتا ہے یہ یقینی بات ہے

بات یہ ہے کہ اچھوں کے لئے اچھی ہی ہونی چاہئیں اور یہ بات یقینی ہے کہ اچھا اچھی ہی کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ مصرع اول میں اقتباس ہے۔ یہ قرآنی الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات ہے۔

خوب خوبی را کند جذب ایں بداں	طیبات و طیبین بر وے بخواں
اچھا اچھائی کو جذب کرتا ہے، سمجھ لے	طیبات اور طیبین اس پر پڑھ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

چونکہ اوپر بیان کیا تھا کہ او جمیل ست الخ۔ آگے اسی کو متفرق مثالوں سے ثابت کرتے ہیں کہ دیکھو ہر شے اپنے ہم جنس کی طرف کھینچا کرتی ہے۔ اسی وجہ سے مجھے امتحان کی ضرورت ہوئی کہ یہ جذب اصلی ہے یا عارضی پس فرماتے ہیں کہ

در ہر آں چیزے کہ تو ناظر شوی	می کند با جنس سیر اے معنوی
تو جس چیز کو بھی دیکھے گا	اے معنی شناس! وہ اپنی ہم جنس کے ساتھ چلتی ہے

در ہر آں الخ۔ یعنی جس چیز کو دیکھو اپنے ہم جنس کی طرف جاتی ہے اور اسی کی طرف میلان کرتی ہے۔ اے معنوی یعنی اے طالب معنی و حقیقت۔

در جہاں ہر چیز چیزے جذب کرد	گرم گرمی را کشید و سرد سرد
دنیا میں ہر ایک چیز نے ایک چیز کو جذب کیا ہے	گرم نے گرمی کو کھینچا اور سرد نے سردی کو

در جہاں الخ۔ یعنی جہان میں ہر چیز دوسری کو جو اس کے مناسب ہوتی ہے جذب کرتی ہے دیکھو گرم گرمی کو کھینچتا ہے اور سرد سرد کو۔

قسم باطل باطلاں را می کشند	باقیاں از باقیاں ہم سرخوشند
باطل قسم باطلوں کو کھینچتی ہے	باقی رہنے والے باقی رہنے والوں سے خوش ہیں

قسم باطل الخ۔ یعنی فریق باطل باطلوں کو کھینچتا ہے اور جذب کرتا ہے اور باقی لوگوں کو بغیر غیر باطل کو اہل رشد اور اہل ہدایت کشش کرتے ہیں یعنی جب باطلوں کو باطل نے اپنی طرف کھینچ لیا تو لاجرم باقی لوگ اہل رشد ہی رہ جائیں گے وہ اپنے ہم جنس کی طرف کھینچیں گے۔

ناریاں مر ناریاں را جاذب اند	نوریاں مر نوریاں را طالب اند
جہنمی جہنمیوں کو کھینچنے والے ہیں	نوری نوریوں کے طالب ہیں

ناریان الخ۔ یعنی ناری لوگ تو ناریوں اپنے ہم جنس کو جذب کرتے ہیں اور نوری نوریوں کے طالب ہیں۔ ناری سے مراد کفار یا جنات۔ اور نوری سے مراد اہل ایمان یا ملائکہ مطلب وہی کہ ہر شخص اپنے جیسے کا طالب ہے۔

صاف را ہم صافیاں راغب شوند	درد را ہم تیرگاں جاذب بوند
صاف لوگ صاف کی طرف راغب ہوتے ہیں	بدباطن تلچھٹ کو حاصل کرتے ہیں

صاف را۔ الخ یعنی جو صاف ہیں وہ صاف کے طالب ہیں اور وہ مکدر ہیں وہ تلچھٹ کے جاذب ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زنگ را ہم زنگیاں باشند یار	روم را بارود میاں افتاد کار
حبشی کے حبشی دوست ہوتے ہیں	رومی کا رومیوں سے واسطہ ہے

زنگ را۔ الخ۔ یعنی زنگی لوگ زنگیوں کے یار ہوتے ہیں اور رومی رومیوں کے۔ یہاں تک کی مثالیں ہم جنس کے جذب کرنے کی دیکر آگے اس پر بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ

چشم چوں بستی ترا جاں کند نیست	چشم را از نور روزن صبر نیست
تو نے جب آنکھ بند کی تجھے بیقراری ہے	آنکھ روزن کے نور سے صبر نہیں کر سکتی ہے

چشم الخ۔ یعنی جب تو آنکھ بند کر لے تو تجھے ایک قسم کی گھبراہٹ ہوتی ہے اس لئے کہ نور چشم نور روزن سے کب صبر کر سکتا ہے۔ تاسہ بمعنی گھبراہٹ نور روزن سے مراد نور شمس اس لئے کہ اہل تمدن پر جو کہ مساکن میں رہتے ہیں وہ اکثر دروازوں وغیرہ سے یا روشندانوں سے ہی ظاہر ہوتا ہے۔

چشم چوں بستی ترا تاسہ گرفت	نور چشم از نور روزن می شگفت
جب تو نے آنکھ بند کی تجھے گھبراہٹ نے پکڑا	آنکھ کا نور روزن کے نور سے کھلتا ہے

شگفت: مخفف شکفیت۔ صبر کرنا۔ مطلب یہ کہ دیکھو کہ جب تم آنکھ بند کر لیتے ہو تو کیسی گھبراہٹ ہوتی ہے اور یہ کیوں ہوتی ہے اس لئے کہ نور چشم نور آفتاب سے بسبب دونوں کے مجانس ہونے کے کس طرح صبر کر سکتا ہے اور یہ مسئلہ طبی بھی ہے کہ جہاں نور شمس ہو وہاں اگر آنکھ بند کر لو تو دل گھبراتا ہے اور آنکھ کھول دینے کو دل چاہتا ہے اور اسی لئے تجربہ ہے کہ اگر چاندنی میں سونا چاہو تو نیند نہیں آتی اور اگر اندھیرا کر لو تو بہت جلد نیند آتی ہے اس لئے کہ روح نورانی ہے اگر باہر نور ہوتا ہے تو وہ باہر کی طرف متوجہ رہنا چاہتی ہے اور اگر اس کو اس سے روکو تو وہ گھٹتی ہے اور جب اس نور ظاہری کو بند کر دو تو وہ باہر کی ظلمت سے گھبرا کر اندر کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ پس نیند آ جاتی ہے لہٰذا یہاں سے بھی معلوم ہوا کہ ہر شے اپنے ہم جنس کی طرف متوجہ رہتی ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ

تاسۂ تو جذب نور چشم بود	تا بہ پیوند د بہ نور روز زود
تیری بے قراری آنکھ کے نور کا جذب تھی	تاکہ جلد دن کی روشنی سے وابستہ ہو جائے

تاسۂ۔ الخ۔ یعنی تمہاری یہ گھبراہٹ اس لئے تھی کہ نور چشم نور روز کو جذب کر رہی تھی اور چاہتی تھی کہ نور روز سے جلدی سے مل جائے لہٰذا گھبراتی ہے لیکن چونکہ بعض مرتبہ باوجود آنکھوں کے کھلا ہونے کے بھی گھبراہٹ ہوتی ہے اور خود بخود دل گھبرایا کرتا ہے آگے اس لئے اس کی وجہ بھی بتلاتے ہیں مع ایک فائدہ سلوکیہ کے کہ چشم باز ار تا سر گیرد مر ترا الخ۔

شرح حبیبی

اوپر بیان کیا تھا کہ جذب مطلوب کیلئے ضرورت ہے طالب کے حسن معنوی اور قابلیت ذاتی کی اور اسکی وجہ بیان کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھی کہ الجنس الی الجنس یمیل۔ اسی کو مولانا مختلف تمثیلات کے ذریعہ سے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

یعنی تو جس چیز کو دیکھے گا یہی پائے گا کہ اپنے جنس کے ساتھ چلتی ہے اور اسی کی طرف مائل ہے عالم میں ہر چیز نے اپنی مجانس ایک چیز کو جذب کر رکھا ہے۔ گرم ہے تو اس نے گرم کو کھینچ رکھا ہے اور سرد ہے تو سرد کو۔ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے اور اہل رشد باقیوں کو کھینچتے ہیں۔ ناری ناریوں کو کھینچتے ہیں اور نوری نوریوں کو (یا تو ناری سے مراد وہ ہیں جن کی ترکیب میں نار کو دخل ہے اور نوری سے مراد ملائکہ وغیرہ ہیں۔ یا ناری سے مراد کفار وضلال ہیں اور نوری سے مراد مہتدون) صاف لوگ صاف کے طالب ہیں اور مکدر ومحبوس عالم ناسوت ظلمت کو کھینچتے ہیں زنگی زنگ کے یار ہیں اور رومیوں کو روم سے کام ہے جب تو آنکھ بند کر لیتا ہے تو مجھے پریشانی لاحق ہوتی ہے کیونکہ نور بصر بدوں نور آفتاب کے کب صبر کر سکتا ہے (تو جانتا ہے کہ تیری آنکھ بند کرنے سے باوجود یہ کہ بظاہر کوئی سبب پریشانی نہیں پریشانی کیوں ہوتی ہے) اسکا سبب وہی مجانست اور نور بصر کا نور آفتاب کی طرف انجذاب ہے کہ نور بصر نور آفتاب سے بوجہ مجانست کے حتی الامکان جلد ملنا چاہتا ہے اور پردہ چشم بیچ میں حائل ہو کر موجب ساجدت ہو گیا ہے۔ یہ راز ہے اس پریشانی کا (چونکہ ایک نور دوسرے نور کو طرف کھینچتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ اندھیرے میں نیند جلد آتی ہے۔ بہ نسبت روشنی کو کیونکہ روح ایک جوہر نورانی ہے اس لئے جب روشنی دیکھتی ہے تو اسکی طرف متوجہ ہوتی ہے اور نیند نہیں آتی اور جب اندھیرا دیکھتی ہے تو گھبرا کر باطن کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور نیند جلد آجاتی ہے) آگے مولانا اسی سلسلہ میں نصیحت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں چشم بازار تاسہ گیرد مر ترا

شرح شبیری

چشم بازار تاسہ گیرد مر ترا	دانکہ چشم دل بہ بستی برکشا
کھلی ہوئی آنکھ اگر تجھے بے قرار کرے	سمجھ لے کہ تو نے دل کی آنکھ بند کی ہے کھول لے

چشم باز ارالخ۔ یعنی اگر باوجود اس چشم ظاہر کے کھلا ہونے کے بھی تجھے گھبراہٹ اور تنگی ہو تو سمجھ لے کہ یہ تنگی چشم دل کے بند ہونے کی وجہ سے ہے لہٰذا اس کو کھول دے جب کام چلے گا۔

آں تقاضائے دو چشم دل شناس	کو ہمی جوید ضیائے بیقیاس
سمجھ لے یہ دل کی دونوں آنکھوں کا تقاضہ تھا	کیونکہ وہ بے اندازہ روشنی چاہتی ہیں

این تقاضائے الخ۔ یعنی اس گھبراہٹ کو دل کی دونوں آنکھوں کا تقاضا سمجھ کہ وہ بھی اس روشنی کی تلاش میں ہے جو کہ بے حد اور بے قیاس ہے مطلب یہ کہ جب آنکھ کھولے ہونے پر بھی تم کو گھبراہٹ ہو تو سمجھ لو کہ یہ گھبراہٹ اس لئے ہے کہ دل کی دونوں آنکھیں اپنے ہم جنس یعنی نور بے حد بے قیاس کی یعنی انوار الٰہیہ کی جویاں وستلاشی ہیں اور دو چشم دل کہنا یا تو دو چشم ظاہر کی مناسبت سے ہے اور یا یہ مراد ہے کہ ایک چشم میں نور کم ہوتا

ہے اور دو چشم میں زیادہ پس مراد نور کامل ہوگا اور کامل ہونا نور قلب کا ظاہر ہے اسی لئے وہ نور بے قیاس اور کامل ہی کی تلاش بھی کرتا ہے آگے پھر اسی پر تفریع فرماتے ہیں کہ

تا سہ آوردت کشادی چشمہات	چوں فراق آں دو نور بے ثبات
تجھے بے قرار کر دیا تو نے اپنی آنکھیں کھول دیں	جبکہ دو ناپائیدار نوروں کی جدائی نے

چون الخ۔ یعنی جب بے ثبات اور فانی نوروں کے کہ ایک نور چشم ہے اور دوسرا نور آفتاب ان کی باہمی جدائی اور علیحدگی سے تم کو گھبراہٹ پیدا ہوئی اور اسکا تم نے یہ علاج کیا کہ اپنی آنکھوں کھول دیں تو جب پائیدار اور باقی انوار میں کہ ایک نور قلب ہے دوسرا نور بے قیاس علیحدگی ہوگی تو وہ کس طرح گھبراہٹ اور پریشانی پیدا نہ کرے گی پس تجھ کو چاہیے کہ اس کا پاس رکھے اور اس کا بھی علاج کرے اور اس کا علاج بھی یہی ہے جو کہ چشم ظاہر کی گھبراہٹ کے وقت تو نے کیا ہے یعنی چشم دل کو بھی کھول اور اس نور پائیدار یعنی انوار الٰہیہ کے ساتھ مقرون کر دے جیسا کہ ع وانکہ چشم دل بہ بستے بر کشا+ میں بتلا چکے ہیں اب یہاں تک تو یہ بیان کیا کہ جن دو چیزوں میں مناسبت ہوتی ہے اور جو دو چیزیں آپس میں ہم جنس ہوتی ہیں وہ آپس میں ایک دوسرے کو کشش کیا کرتی ہیں پس مرشد کے جذب سے مجھے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں قبولیت کی صلاحیت اور استعداد ہے لیکن یہ دیکھنا باقی ہے کہ آیا یہ استعداد اصلی ہے یا عارضی۔ پس فرماتے ہیں کہ اوچوں خواند مرا من بنگرم الخ۔

تا سہ چوں آرد مرآں را پاس دار	چوں فراق آں دو نور پائدار
کیسی بے قرار پیدا کرے گی؟ اس کا خیال رکھ	تو دو پائیدار نوروں کی جدائی

شرح حبیبی

یعنی اگر ایسی حالت میں کہ تیری آنکھیں بھی کھلی ہوئی ہوں (اور کوئی اور سبب ظاہر بھی پریشانی کا موجب نہ ہو) اور تجھے الجھن ہو۔ تو سمجھ لے کہ تو نے اپنی چشم باطن کو بند کر لیا ہے یہ الجھن اس کے سبب سے ہے پس تو چشم باطن کو کھول تا کہ اس پریشانی سے نجات پاوے اور تو اس کو چشم باطن کا یہ تقاضا سمجھ کہ ان کو نور خارج از وہم وقیاس کی ضرورت ہے کہ جب ان دو ناپائیدار نوروں یعنی نور چشم ونور آفتاب کی مباعدت اور سفارقت الجھن پیدا کرتی ہے تو تو گھبرا کر آنکھیں کھول دیتا ہے پس جب ان دو پائدار نور یعنی نور باطن ونور عالم غیب کی مفارقت الجھن پیدا کرے تو اس وقت اسکا بھی تو لحاظ رکھ اولاً اپنی تشویش دکھلائی تھی پھر اس کا سبب بتلایا۔ اس کے بعد جملہ معترضہ کے طور پر کچھ نصیحت فرمائی۔ اب مضمون سابق کی طرف عود کر کے فرماتے ہیں اوچوں خواند مرا من بنگرم الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

او چو می خواند مرا من بنگرم	لائق جذبم و یا بد پیکرم
وہ جب مجھے بلاتا ہے میں غور کرتا ہوں	میں کشش کے قابل ہوں یا بدصورت ہوں

او چو می خواند الخ۔ یعنی جب وہ مجھے بلاتا ہے تو اب میں دیکھتا ہوں کہ آیا میں اس کے لائق ہوں یا بدشکل و نالائق ہوں مطلب یہ کہ جب ادھر سے کشش ہے تو مجھے اپنے اندر یہ دیکھنا ہے کہ یہ استعداد اصلی ہے یا یوں ہی کسی عارض کی وجہ سے یہ کشش ہے اور اس دیکھنے کی اس لئے ضرورت ہے۔

گر لطیفے زشت را در پے کند	تسخرے باشد کہ او بروے کند
اگر کوئی خوبصورت؛ بدصورت کا پیچھا کرے	یہ ایک مذاق ہوتا ہے جو وہ اس سے کرتا ہے

گر لطیفے الخ۔ یعنی اگر کوئی خوبصورت آدمی کسی بدصورت کے پیچھے پھرنے لگے تو یہ ایک مسخرہ پن ہوگا جو کہ وہ حسین اس زشت رو سے کرتا ہے مطلب یہ کہ اگر مجھ میں استعداد اصلی نہ ہوگی تو مرشد کا جذب ایسا ہی ہوگا جیسا کہ اس حسین کا اس زشت رو پر عاشق ہونا پہلے چونکہ اوپر کہا ہے۔ چارہ آں باشد کہ خود را بنگریم الخ۔ یعنی اب علاج کہ ہم اپنے کو دیکھیں آگے اسی مضمون کی طرف عود ہے فرماتے ہیں۔

کے ببینم روئے خود را اے عجب	تا چہ رنگم ہمچو روزم یا چو شب
تعجب ہے میں اپنا چہرہ کب دیکھتا ہوں؟	جو یہ دیکھوں کہ میں کس رنگ کا ہوں میں دن کی طرح ہوں یا رات کی مانند

کہ ببینم الخ۔ یعنی کہ علاج یہی ہے کہ اب میں اپنی حالت اور اپنے نقش کو دیکھوں کہ میری حالت دن کی طرح ہے یا رات کی طرح مطلب یہ کہ جب علاج یہی ٹھہرا کہ میں اپنی حالت کو دیکھوں تو اب میں نے دیکھنا چاہا کہ آیا میری استعداد صالح ہے یا فاسد ف: یہاں یہ بھی معلوم کرلو کہ انسان خواہ کسی قدر معاصی کرے اور خواہ کتنا ہی حق سے دور ہے مگر اس کی استعداد بالکلیہ زائل نہیں ہوتی حتیٰ کہ حالت کفر میں بھی استعداد زائل نہیں ہوتی ہاں اس قدر محجوب ہو جاتی ہے کہ کالعدم ہو جاتی ہے اور اس کا کوئی اثر ظاہر میں نہیں رہتا۔ اور دیکھو تو اگر بالکل معدوم ہو جایا کرتی تو پھر انسان قبول حق کا مکلف ہی کیوں رہتا اور یہ عذاب و ثواب ہی کیوں ہوتا یہ سب اسی لئے ہے کہ باوجود استعداد ہونے کے اس کو اپنے معاصی اور نافرمانیوں سے اس درجہ کو پہنچا دیا ہے کہ کالعدم ہوگئی خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

نقش جان خویش می جستم بسے	ہیچ می نمود نقشم از کسے
میں نے اپنی جان کا نقش بہت تلاش کیا	(لیکن) میرا نقش کسی سے رونما نہ ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

نقش جان الخ۔ یعنی اپنی حالت کو میں نے بہت تلاش کیا مگر کسی شخص کے ذریعہ سے اپنی حالت مجھ کو نظر نہ آئی مطلب یہ کہ میں نے اپنی حالت کو معلوم کرنا چاہا مگر کسی کے ذریعہ سے میں معلوم نہ کر سکا یہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ حالت معلوم ہونے میں شیخ کو کیا دخل ہے پس یہ معلوم نہ ہونا دو سبب سے ہوتا ہے کبھی شیخ کے ناقص ہونے سے کبھی کسی خاص شیخ کے ساتھ مناسبت نہ ہونے سے لیکن مقصود حاصل نہ ہونا دونوں میں مشترک ہے۔ مقصود صرف اس قدر ہے کہ مجھے کہیں اپنی معرفت کیفیت استعداد کی حاصل نہ ہوئی جو کہ شرط نفع سلوک تھی یعنی مجھے یہ نہ معلوم ہو سکا کہ مجھ میں صلاحیت اصلی ہے یا نہیں۔ لہٰذا میں نے یہ سوچا کہ

گفتم آخر آئینہ از بہر چیست	تا بداند ہر کسے کہ جنس کیست
میں نے کہا آخر آئینہ کس لئے ہوتا ہے	(اس لئے) کہ ہر شخص یہ جان لے کہ وہ کس جنس کا ہے

گفتم الخ۔ یعنی پھر میں نے خود کہا کہ آخر آئینہ کس لئے ہے۔ آئینہ تو اسی لئے ہوا کرتا ہے کہ ہر شخص اس میں یہ دیکھ سکے کہ کون ہے اور کیا ہے مطلب یہ کہ اس مرشد کامل سے فیض قرب حق حاصل کرنے کے لئے جو اس امتحان کی ضرورت ہے کہ میری استعداد صحیح ہے یا فاسد اس امتحان کے لئے کسی ذریعہ خارجیہ کو کیوں تلاش کیا جائے کہ اس سے تحقیق کر کے پھر مرشد کی طرف متوجہ ہوں خود اسی مرشد کو کیوں نہ آئینہ بنایا جائے۔ جیسا آگے شعر آئینہ جان نیست میں معلوم ہوگا اور آئینہ مرشد کو اس لئے کہا ہے کہ جس طرح آئینہ کی محاذاۃ سے بعض حالت جسمانیہ معلوم ہو جاتی ہے اس طرح مرشد کے پاس بیٹھنے سے بھی اپنی حالت روحانیہ معلوم ہو جاتی ہے کہ آیا استعداد قبول حق قوی و اصلی ہے یا ضعیف و عارضی۔ اس لئے کہ اگر بزرگوں کے پاس بیٹھنے سے خدا یاد آوے اور محبت حق زیادہ ہو اور عالم ناسوت سے بعد ہو اور قطع تعلق کو دل چاہے تو معلوم ہوتا ہے کہ استعداد باقی ہے ورنہ سمجھے کہ ضعیف ہوگئی اب اس کا علاج ضروری ہے یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اگر اس شخص کو سب شیوخ اور مقبولین حق کے پاس جانے سے یہ بات پیش آتی ہے تب تو سمجھے کہ بیشک استعداد ہی کمزور ہوگئی مگر وہ بھی لاعلاج نہیں مایوسی جائز نہیں اور اگر ایسا ہے کہ کسی خاص شیخ کے پاس رہتے ہوئے تو اسکی حالت درست رہتی ہے اور توجہ الی اللہ اور محبت حق رہتی ہے لیکن اس کے علاوہ دوسروں سے گو وحشت تو نہیں ہوتی لیکن وہ حالت بھی قائم نہیں رہتی بلکہ توجہ ناسوت کی طرف رہتی ہے یا یہ کہ کسی ایک شیخ کے پاس وحشت ہوتی ہے اور باقیوں سے انس اور محبت اور توجہ بحق ہوتی ہے ان دونوں صورتوں میں استعداد اور قابلیت موجود ہے مگر یہ سمجھا جائیگا کہ اسکو اول صورت میں تو سوائے ایک کے اور سب سے اور دوسری صورت میں خاص اس شخص سے مناسبت نہیں ہے اس لئے اس سے اس کو فیض نہیں پہنچا لہٰذا اخیر کی دونوں صورتوں میں پریشان نہ ہو کیونکہ مذموم حالت نہیں ہے۔ ہاں اول کی صورت میں علاج کی فکر بہت جلد چاہیے ورنہ اگر خدانخواستہ معاصی کے اور حجابات حائل ہوگئے تو پھر

www.besturdubooks.wordpress.com

علاج زیادہ مشکل ہوگا گو ممکن ہوگا۔ فائدہ: یہ بات پہلے بھی بیان کردی گئی ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت سے خدا یاد آتا ہے بلکہ ان کے خیال اور ذکر سے بھی خدا یاد آتا ہے اور اس کے نظائر بہت موجود ہیں چنانچہ ایک صاحب حالت نزع میں تھے اور ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے خادموں میں سے تھے اور ان کو گائے بھینس وغیرہ سے بہت ہی محبت تھی اس لئے اس بے ہوشی کے عالم میں وہ ان ہی گائے بھینسوں کی باتیں کیا کرتے تھے کہ اس کو کھولو اور اسکو باندھو وغیرہ وغیرہ چنانچہ اس وقت بھی ایسا ہی ہوا ایسے وقت میں انکی یہ حالت دیکھ کر لوگ بہت گھبرائے اور لوگوں کو بہت ہی وحشت ہوئی حالانکہ کوئی وحشت کی بات نہ تھی اور ان کی حالت خدانخواستہ خراب نہ تھی اس لئے کہ یہ تو ایک ہذیان تھا جو ان کی زبان سے نکل رہا تھا مگر خیر چونکہ لوگوں کو وحشت تھی اس لئے خیر خواہوں کو یہ فکر ہوئی کہ ان کا خیال اس طرف سے ہٹانا چاہیے اور کس طرح ان کو متوجہ الی الحق کریں اب یہاں بہت بڑے عاقل کی ضرورت تھی کہ وہ یہ سمجھے کہ اس وقت کونسی بات مفید ہوگی اور کس طرح ان کی توجہ اس طرف ہٹائی جائے خیر وہاں بھی ایک صاحب موجود تھے جو کہ عاقل تھے انہوں نے ان کے کان میں کہہ دیا کہ حضرت حاجی صاحب (قدس سرہ) تشریف لائے ہیں معاً وہ کہنے لگے کہ حضرت کے لئے فرش بچھاؤ حضرت کو اچھی طرح بٹھاؤ وغیرہ وغیرہ بعد ان کا ذہن حضرت حاجی صاحب کے تلقین کیے ہوئے ذکر کی طرف منتقل ہوگیا اور ان کی زبان پر ذکر جاری ہوگیا اور اسی میں انتقال ہوگیا۔ اے اللہ ہر مسلمان کا خاتمہ بالخیر فرمائیے۔ (یہاں ناظرین کاتب کے لئے دعاء مغفرت اور اصلاح فرمادیں اور یہ کہ حق تعالیٰ اپنی محبت دیدے آمین ثم آمین) اور اسی قسم کی بہت سی نظیریں موجود ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان حضرت کے خیال سے اور ذکر سے ان کو دیکھنے سے ہر طرح خدا یاد آتا ہے لہٰذا ان کی صحبت آئینہ ہوگئی اپنی استعداد کے دیکھنے کی کہ اگر ان کے پاس جانے سے انس ہوتا ہے اور تعلق بحق ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ خیر ابھی کچھ باقی ہے ورنہ علاج کرو کہ یہ دق کی طرح تم کو کھا جائے گا اور تم کو خبر بھی نہ ہوگی۔ اے اللہ سب کو ہدایت فرما۔ اب آگے اس آئینہ کی تعیین اول اجمالاً پھر تفصیلاً کرتے ہیں کہ وہ آئینہ کیا ہے فرماتے ہیں کہ

آئینہ آہن برائے پوستہاست	آئینہ سیمائے جاں سنگیں بہاست
لوہے کا آئینہ جسموں کے لئے ہے	جان کے چہرے کا آئینہ بہت قیمتی ہے

آئینہ الخ۔ یعنی یہ لوہے کا آئینہ تو رنگ کے دیکھنے کے واسطے ہے اور چہرۂ جان کے دیکھنے کے واسطے جو آئینہ ہے وہ تو بڑا بیش قیمت ہے۔ آئینہ اصل لفظ آہینہ ہے یعنی لوہے کا اس لئے کہ اول سکندر نے لوہے کو صیقل کر کے اس قدر صاف کردیا تھا کہ اس میں منہ دکھلائی دینے لگتا تھا اور نہ اس سے پہلے کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ اپنا چہرہ دیکھنے کی بھی کوئی صورت ہے۔ لہٰذا اس کو آہینہ کہنے لگے پھر بعد میں کثرت استعمال کی وجہ سے آئینہ ہوگیا مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ آخر آئینہ تو اسی لئے ہے کہ اس میں اپنی حالت کو دیکھیں تو یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو جائے کہ اس سے مراد آئینہ

www.besturdubooks.wordpress.com

متعارف ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ یہ لوہے کا آئینہ مجھ کو مقصود نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو صرف الوان کو دکھلاتا ہے ذی لون کو بھی نہیں دکھلا سکتا اس لئے کہ یہ جس قدر صورتیں انسان دیکھتا ہے کسی نہ کسی لون میں مستور ہیں مثلاً یہ کہ کوئی کہے کہ میں نے زید کو دیکھا اس سے مقصود یہ نہیں ہے کہ اس کی ذات کو دیکھا بلکہ اس اسے رنگ کو جو اس کے ساتھ درجہ اطلاق میں لازم غیر منفک ہے اس کو دیکھا اور یہ بات ظاہر ہے پس یہ غیر الوان کے لئے کافی نہیں اور مجھ کو جس کا دیکھنا ہے وہ لون نہیں دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ جو آئینہ جان کی حالت دیکھنے کے لئے ہے وہ بہت ہی بیش قیمت ہے اس کو اور اس کو کیا مناسبت۔ اب اس بیش قیمت آئینہ کو بتعیین تفصیلی بتاتے ہیں کہ

آئینہ جاں نیست الا روئے یار	روئے آں یارے کہ باشد زاں دیار
جان کا آئینہ یار کے چہرے کے علاوہ نہیں ہے	اس یار کا چہرہ جو اس دیار (عالم ملکوت) کا ہو

آئینہ الخ۔ یعنی آئینہ جان کا سوائے روئے یار کے اور کوئی نہیں ہے اور یار بھی وہ جو کہ اس دیار کا ہو۔ یعنی اب تک تو اسی خیال میں رہا کہ کسی اور ذریعہ سے میں اپنی حالت معلوم کرلوں جب میری استعداد اور قابلیت معلوم ہو جائے تب مرشد سے رجوع کروں اور اس وقت مرشد کے پاس جاؤں لہٰذا اس کے واسطے بہت مارا پھرا اور بہت سے طرق اس کے لئے نکالے مگر سارے ناکافی ثابت ہوئے اور کہیں دوسری جگہ اپنی حالت معلوم نہ ہو سکی لہٰذا میں نے یہ سوچا کہ بس اگر آئینہ بھی ہے تو وہی ہے اور مرشد ہی کی خدمت سے استعداد وغیرہ کا سب پتہ چل جائیگا اور در بدر ناصیہ فرسائی سے کوئی حاصل نہیں ہے اور اسی کی صحبت میرے لئے آئینہ ہو جاو یگی۔ دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ وہ یار بھی وہ ہو جس کو اس دیار یعنی عالم غیب سے تعلق ہو اور حق کی طرف اس کی توجہ ہو اس لئے کہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کی صحبت سے بھی کوئی نفع نہیں ہو سکتا آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

گفتم اے دل آئینہ کلی بجو	رو بدریا کار بر ناید ز جو
میں نے کہا اے دل! مکمل آئینہ تلاش کر	دریا پر جا نہر سے کام نہ چلے گا

گفتم الخ۔ یعنی میں نے یہ کہا کہ اے دل آئینہ کامل کو ڈھونڈ اور دریا کے پاس جا اس لئے کہ ندی نالوں سے کام نہیں چلتا مطلب یہ کہ یہ تو متعین ہو گیا وہ اپنی حالت کو آئینہ میں دیکھنا چاہیے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ آئینہ بھی مرشد ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ اب مرشد بھی کامل تلاش کرنا چاہیے اور ناقصین سے حذر چاہیے اس لئے کہ ان ناقصوں سے کام نہیں چلتا جب تک کہ وہ خود بھی کامل نہ ہو اس لئے کہ جو راستہ دیکھے ہوئے ہے وہی دوسروں کو راستہ اچھی طرح دکھلا بھی سکتا ہے اور جس نے خود ہی پوری طرح راستہ نہیں دیکھا وہ دوسرے کو کیا دکھلا دیگا اور ان صوفیہ کے کلام میں لفظ کل اور کلی دونوں بمعنی کامل آتے ہیں آگے التفات ہے اس غیبت سے خطاب کی طرف اب تک تو مرشد کو غائب کے صیغہ سے تعبیر کرتے رہے اب اس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں

زین طلب الخ اور یہ نہ سمجھا جائے کہ یہ خود مولانا کی حالت ہے اور مولانا ہی اس مثنوی لکھنے کی حالت میں تلاش شیخ میں ہیں۔ نہیں کیونکہ مولانا تو اس کے لکھنے کے وقت کامل ومکمل تھے بلکہ فرضی طور پر اپنی طرف منسوب کر کے دوسروں کی حالت بتانا مقصود ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ

درد مریم را بخر ما بن کشید	زین طلب بندہ بکوئے تو رسید
مریم کو درد کھجور کے درخت کی طرف لے گیا	اس طلب کی وجہ سے خادم تیرے کوچہ میں پہنچا

زین طلب الخ۔ یعنی میں اس طلب میں تیرے کوچہ میں آیا ہوں اور دیکھو مریم علیہا السلام کو درد ہی نے کھجور کی جڑ میں پہنچا دیا تھا مطلب یہ کہ چونکہ مجھے طلب حق تھی اس لئے اسی طلب میں بندہ آپ کے دروازہ پر حاضر ہوا کہ آپ توجہ فرمادیں اور مجھے کامیاب کردیں اس لئے کہ آنان کہ خاک را بنظر کیمیا کنند۔ آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند + اور خسرو غریب است وگدا افتادہ در کوے شما + باشد کہ از بہر خدا سوے غریبان بنگرد + اسی طلب اور اسی امید میں در دولت پر آپڑا ہوں اس لئے کہ دیکھو مریم علیہا السلام کو بھی درد ہی نخلہ کی طرف کھینچ کر لے گیا تھا تو جب مجھے بھی درد طلب ہوا میں بھی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ بہ بلا زمان سلطان کہ رساند ایں دعارا + کہ بہ شکر بادشاہی زنظر مران گدارا + خدا کے لئے اس در سے مجھے محروم نہ فرمانا اور اب تو یہ تمنا ہی ہے کہ عمر بھر تک نہ نکلنا ہو تیرے کوچہ سے + دم اسی در پہ نکل جائے تمنا ہے یہی + مقصود سے بہت دور چلا گیا مقصود مولانا کا یہ ہے کہ اب آپ کے دروازہ پر حاضر ہو گیا اور یہ طلب ہی مجھے لائی ہے اب آگے بتاتے ہیں کہ میں نے اپنی حالت کس طرح معلوم کی پس فرماتے ہیں کہ

صد دل نادیدہ غرق دیدہ شد	دیدۂ تو چوں دلم را دیدہ شد
سینکڑوں نہ دیکھے ہوئے دل دیکھے ہوئے میں سما گئے	تیرا نور جب میرے دل کا نور بن گیا

دیدۂ الخ۔ یعنی جب آپ کی آنکھ میرے دل کے لئے آنکھ ہوگئی اور وہ چشم حق بین ہے جس میں سینکڑوں دل نادیدہ غرق ہو چکے ہیں یعنی مستفیض ہو چکے ہیں تو میں نے تم کو آئینۂ کلی ہمیشہ کے لئے سمجھ لیا اور میں نے اپنا نقش تمہاری آنکھ میں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جب آپ کا نور اور آپکی صحبت کا فیض میرے لئے ادراک کا آلہ بن گیا اور میں نے اسی نور میں اپنی حالت دیکھ لی۔ تو میں نے تم کو ہمیشہ کے لئے اپنا رہنما اور اپنے عیوب پر خبر دینے والا سمجھ لیا اور اپنی حالت کو آپ کی نور چشم میں دیکھ لیا یعنی جب مجھ کو آئینہ کی تلاش تھی اور ثابت ہوا کہ آئینہ بھی مرشد ہی ہوتا ہے اور روئے یار کے سوا اور کوئی اپنی حالت کے معلوم کرنے کے لئے کافی نہیں ہوتا پس چونکہ آپ ان صفات سے موصوف تھے لہٰذا میں آپ کو مرشد سمجھ کر آپ کے در دولت پر حاضر ہوا ہوں اور اس طلب میں حیران وسرگرداں ہو کر آپ تک پہنچا ہوں اور اس مدت میں بہت سے ناقصین کے پاس جا چکا ہوں مگر آتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام + بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری + آگے فرماتے ہیں کہ

آئینہ کلی بر آوردم ز دود	دیدم اندر آئینہ نقش تو بود
میں نے دھویں سے مکمل آئینہ نکالا	میں نے دیکھا آئینہ میں تیرا نقش تھا
آئینہ کلی ترا دیدم ابد	دیدم اندر چشم تو من نقش خود
میں نے تجھے ہمیشہ مکمل آئینہ سمجھا	میں نے تیری آنکھوں میں اپنا نقش دیکھا
گفتم آخر خویش را من یافتم	درد و چشمش راہ روشن یافتم
میں نے کہا بالآخر میں نے اپنے آپ کو پا لیا	اس کی دونوں آنکھوں میں روشن راستہ پا لیا

گفتم الخ۔ یعنی میں نے کہا کہ آخر میں نے اپنے کو پالیا اور اسکی دونوں آنکھوں میں راہ روشن اور صاف مجھ کو مل گئی۔ مطلب یہ کہ جب آپ کا نور باطن میرے لئے آئینہ ہو گیا اور میں نے اپنی حالت کو آپ کے نور کے ذریعہ سے دیکھ لیا تو اب میں نے اپنے سے کہا کہ اب تو میں نے اپنی حالت دیکھ لی اور میں نے آپ کے نور چشم میں راہ ہدایت پالی جس سے کہ ثابت ہو گیا کہ میرے اندر قابلیت ہے اور یہ قول کہ درد و چشمش یہ ایسا ہے جیسے کہا جائے در نور چراغ اور مراد اس سے شیخ کی نور بصیرت ہے یعنی آپ کے فیضان بصیرت سے کہ وہی سبب ہے ظہور استعداد طالب کا اس کے بعد ان کو توہمات وارد ہوئے اور یوں خیال ہوا کہ یہ جو میں نے سمجھا ہے یہ بھی تو میرا ہی خیال ہے اور ممکن ہے کہ غلط ہو اور گو اس حالت کے بعد کوئی وجہ شبہ کی نہیں مگر قاعدہ ہے کہ جب کسی بڑی چیز کی طلب ہوتی ہے تو طبعاً اس سے مانع ہونے کا احتمال بہت سے امور پر ہوتا ہے کہ شاید یہ بھی مانع ہو۔ پس اسی طرح ان کو بھی شبہات اور توہمات ہوئے آگے فرماتے ہیں کہ

گفت وہم کاں خیال تست ہاں	ذات خود را از خیال خود بداں
میرے وہم نے کہا کہ یہ تیرا خیال ہے خبردار!	اپنی ذات کو اپنا خیال سمجھ

گفت وہم الخ۔ یعنی میرے وہم نے کہا کہ یہ سارے تیرے تخیلات ہیں اور تو نے جو اس نور میں اپنی حالت دیکھی ہے وہ تیری حقیقی حالت نہیں ہے بلکہ ایک خیال ہے کہ مجھ میں استعداد ہے ورنہ حقیقۃً استعداد وغیرہ شاید کچھ نہ ہو اس لئے اپنی ذات کو یعنی اپنی استعداد اصلی کو مشابہ ذاتی کے ہے جس کو ذات سے تعبیر کر دیا اپنے خیال وہمی سے ممتاز کر کے سمجھ جب یہ شبہ ہوا تو اس کو اس طرح رفع کیا گیا کہ

نقش من از چشم تو آواز داد	کہ منم تو تو منی در اتحاد
میرے نقش نے تیری آنکھ میں سے آواز دی	کہ میں تو ہوں تو میں ہے یگانگت میں

نقش من الخ۔ یعنی میرے نقش نے تیری آنکھ سے آواز دی کہ میں تو ہوں اور تو میں ہے اتحاد کی وجہ سے مطلب یہ کہ جب یہ توہمات میرے اوپر سوار ہوئے تو اس وقت میری اس حالت نے بزبان حال تیری نور چشم و نور بصیرت کی مدد سے یہ کہا کہ مجھ کو خیال اور باطل مت سمجھنا اس لئے کہ جو تو ہے وہی میں ہوں اور جو میں ہوں وہی تو ہے اور میں اور تو تو متحدہ ہیں یعنی میں تیری ذاتی واصلی حالت ہوں اصلی کو ذاتی قرار دیا اور ذاتی کو ذات قرار دے کر اس طرح تعبیر کر دیا کیونکہ تو منی و منم تو کے معنی ہیں تو ذات منی و من ذات تو اور مراد یہ ہے کہ من ذاتے تو ہستم یعنی حالت اصلی تو غرض جب دونوں متحد ہیں تو پھر خیال کس طرح ہوسکتا ہے بلکہ وہ تو بالکل واقع ہو گا اور اس خیال میں مت پڑ جانا اور مجھ میں یعنی استعداد اصلی کے وجود میں شک مت کرنا۔ فائدہ: سالک کو اس کے بہت احوال میں ایسے بڑے بڑے توہمات سوار ہوتے ہیں اس وقت اگر کوئی شیخ کامل ملے گا تب تو سنبھل جاتا ہے ورنہ بس خدا اس وقت ایمان کو بھی سلامت رکھے تو نہایت غنیمت ہے ایک صاحب نے جو کہ ایک دوسرے بزرگ سے بیعت تھے حضرت حکیم الامتہ دام فیضہم کی خدمت میں اپنی بدحالی کے گمان پر کچھ پریشانیاں لکھیں حضرت ان کا جواب عطا فرما کر تسلی دی۔ انہوں نے بار بار پوچھا اس کا جواب ہمیشہ دیا گیا آخر ایک مرتبہ انہوں نے لکھا کہ مجھے اب بولنے کی تو مجال نہ رہی اور عقلاً تو کوئی شبہ نہیں ہے مگر اطمینان اور تسلی نہیں ہوتی کہ یہ بدحالی نہیں ہے حضرت نے تحریر فرمایا کہ ہم کو تمہاری تسلی کی ضرورت نہیں اس لئے کہ طبیب کو یہ ضرورت نہیں کہ وہ مریض کو بھی یقین دلا دے کہ تو اچھا ہو گیا بلکہ اگر طبیب کو خود معلوم ہو جائے کہ اس کو افاقہ شروع ہو گیا۔ ہے اور عنقریب صحت پائے گا تو یہ کافی ہے اور بعض مرتبہ اس قدر لطیف نفع ہوتا ہے کہ جس کو خود مریض محسوس نہیں کرتا اور وہ سمجھتا ہے کہ میرا مرض اب تک باقی ہے اور مجھے مطلق بھی افاقہ نہیں مگر طبیب خوش ہوتا ہے کہ اب یہ اچھا ہو جائیگا بلکہ بعض اوقات صحت کے بعد بھی مریض کی سمجھ میں نہیں آتا اس طرح چونکہ ہم کو تسلی ہے کہ تمہاری حالت مذموم نہیں ہے بس اس قدر کافی ہے۔ تم کو تسلی دلانے کی ضرورت نہیں بس اس سے ان کی تسلی ہوگئی (وللہ درہ) پس اسی طرح بزبان حال وہ پکار رہی ہے کہ میں اور تو الگ الگ نہیں ہیں بس میں تو تیری حقیقی حالت ہوں آگے وجہ بتاتے ہیں کہ اس کو خیال کیوں نہ سمجھنا چاہیے فرماتے ہیں کہ

کاندریں چشم منیر بے زوال	از حقائق راہ کے یابد خیال
اس روشن حقائق سے بے زوال آنکھ میں	خیال راستہ کب پا سکتا ہے؟

اندریں الخ۔ یعنی اس چشم روشن اور بے زوال میں حقائق کی وجہ سے خیال کہاں راہ پا سکتا ہے مطلب یہ کہ چونکہ یہ چشم حقیقت بین ہے اس میں تو حقائق آتے ہیں اور وہ حقائق خیال غلط کو نہیں آنے دیتے اس لئے یہاں خیال کا کیا کام اور اسمیں غلط کس طرح آ سکتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

درد و چشم غیر من تو نقش خود	گر ببینی آں خیالے دان ورد
میرے علاوہ کسی کی دونوں آنکھوں میں اپنا نقش	اگر تو دیکھے تو اس کو (محض) خیال اور (قابل) رد سمجھ

دردو چشم۔الخ۔یعنی اگر کسی اور کی آنکھ میں تم اپنے نقش کو دیکھو تو اس کو خیال جانو اور مردود سمجھو مطلب یہ کہ اگر کسی غیر کی نور چشم میں تم اپنی حالت اس کے خلاف دیکھو کہ جو یہاں دیکھی ہے تو اس کو خیال اور رد سمجھنا کہ وہ باطل ہے یا یہ مطلب ہے کہ اگر اور کہیں اپنی حالت کا امتحان کرتے تو اس کو غلط سمجھنا مضائقہ نہ تھا آگے اس غیر کو بتاتے ہیں کہ

زانکہ سرمہ نیستی در می کشد	بادہ از تصویر شیطاں می چشد
اس لئے کہ وہ نیستی کا سرمہ لگاتا ہے	(اور) شیطان کی تصویر سے شراب پیتا ہے

زانکہ سرمہ الخ۔یعنی جو شخص نیستی کا سرمہ لگاتا ہے اور شیطان کے تخیل سے بادہ پی رہا ہے اس کی آنکھ ایک خیال اور عدم یعنی امر غیر واقعی کا گھر ہے کہ وہ بہت سے معدوم اشیاء کو موجود سمجھ لیتا ہے مطلب یہ کہ جو شخص ناسوت میں لگا ہے اور اس کا تعلق ناسوت سے ہے اور شیطان کی تخیلات میں مبتلا ہے اس کا ادراک خیالی اور معدوم اشیاء کی طرف رہتا ہے اور وہ بہت سے معدوم کو موجود سمجھ لیتا ہے اور علی العکس اس طرح جس نظر کا اس سے اتصال ہوگا وہ بھی غلط بین ہو سکتی ہے پس جو تیری حالت وہاں دکھلائی دیتی ہے یا دکھلائی دیتی وہ بالکل باطل اور خلاف واقعہ ہے یا ہوتی آگے اس کے مقابلہ میں مرشد کی راست نمائی کا بیان فرماتے ہیں کہ

چشم او خانہ خیالست و عدم	نیستہا را ہست بیند لاجرم
اس کی آنکھ عدم اور خیال کا گھر ہے	لامحالہ وہ معدوم کو موجود دیکھتا ہے

چشم من الخ۔یعنی چونکہ میری آنکھ نے حق تعالیٰ کی طرف سے ایک سرمہ دیکھا ہے اس لئے یہ تو حقیقت اور ہستی کا گھر ہے اور خیال باطل کا گھر نہیں مطلب یہ کہ چونکہ یہ نور جو میرے چشم میں موجود ہے حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے یہ چشم باطل اور خیال کا محل نہیں ہو سکتی۔بس جو تو نے اپنی حالت میرے اندر دیکھی ہے وہ بالکل صحیح اور مطابق واقع کے ہے۔فائدہ: اس مقام کا خلاصہ اس کے قبل ایک مختصر عنوان سے خود حضرت مولانا دام ظلہم نے کلید مثنوی دفتر اول ابتداء قصہ طوطی و بازرگان میں ایک مناسبت سے اس مقام کے مہتم بالشان ہونے کے سبب لکھا تھا اس مقام پر اس کا بعینہ نقل کر دینا نافع معلوم ہوا وہو ہذا بعبارتہ حاصل اس کا مقام یہ ہے۔مجھ کو مرشد کی طرف کشش ہوئی کہ ان سے فیوض حاصل کروں مگر چونکہ افادہ واستفادہ کے لئے مناسبت شرط ہے اس لئے یہ تحقیق کرنا ضروری ہوا کہ میں ان سے فیض لینے کے لائق ہوں یا نہیں اس تحقیق کے لئے معیار کی تلاش ہوئی آخر سوچتے سوچتے یوں سمجھ میں آیا کہ معیار بھی خود مرشد کی ذات ہی ہے۔یعنی ان کی صحبت میں رہ کر اپنی حالت کے

www.besturdubooks.wordpress.com

تفاوت اور ظہور استعداد کو دیکھنا چاہیے پس میں نے ناقصین سے اعراض کر کے مرشد کامل کی صحبت اختیار کی اور اپنی حالت کی کمی بیشی کو اور استعداد کی قوت و ظہور کو دیکھنا شروع کیا جب ان کے کمالات کا انعکاس میرے قلب پر ہوا جس کو اس طرح تعبیر کیا ہے۔ دیدۂ تو چون دلم را دیدہ شد الی آخر الابیات العشرۃ یعنی تمہاری آنکھ میرے قلب کی آنکھ بن گئی۔ یعنی تمہاری صفت معرفت و بصیرت میرے قلب پر متجلی ہوئی جس کے فیض و قوت سے سینکڑوں قلوب ناقص محو معرفت ہو گئے اس وقت میں نے اس آئینہ کاملہ یعنی عکوس فیوض مرشد و ادراک استعداد کو غبار خطرات و وساوس سے صاف کیا یعنی ان فیوض و ادراک حالت استعداد کو دل میں جگہ دی اور خطرات و وساوس کی نفی کی تو اس آئینہ میں اپنی حالت منکشف ہوئی وجہ انکشاف کی ظاہر ہے کہ جب اپنے قلب پر فیوض مرشد کے متجلی اور منعکس ہوئے اور استعداد کمالات کی مشاہدہ ہوئی تو معلوم ہوا کہ مجھ میں قابلیت ان کی ہے اور مرشد سے مناسبت ہے غرض کمالات مرشد کو اس طریق سے آئینہ قرار دیا تو چشم مرشد میں اپنا نقش دیکھا یعنی مرشد کی صفت معرفت و بصیرت کے انعکاس اور ظہور استعداد مکنون سے اپنی حالت مناسبت کا پتہ چلا اس وقت میں سمجھا کہ میں نے اپنی حالت مناسبت کی تحقیق کر لی۔ اور مرشد کی صحبت و حضوری میں طریق واضح سلوک کامل گیا کہ انہیں کی تعلیم و تربیت سے مقصود حاصل ہوگا لیکن ساتھ ہی وسوسہ گزرا کہ جن کو تو نے فیوض کا عکس سمجھ رکھا ہے اور جس کو تو نے استعداد سمجھا ہے شاید یہ تیرے محض خیالات اور اوہام ہوں تو معیار تحقیق مناسبت مشتبہ ہو گیا اپنی ذات یعنی ذاتی استعداد و قابلیت کمالات و فیوض اور اوہام و خیالات میں غور کر کے فرق کرنا ضروری ہے۔ اس وسوسہ کے ساتھ ہی میرے نقش نے مرشد کی آنکھ میں سے آواز دی یعنی میری حالت و استعداد نے جو کہ حاصل ہوئی تھی عکس کمالات بصیرت و معرفت مرشد سے مجھ کو متنبہ کیا کہ میں اور تو متحد ہیں یعنی میں تیری ذاتی اور واقعی حالت ہوں خیال اور وہم کا احتمال نہیں کیونکہ اس چشم منیر میں چونکہ حقائق جاگزیں ہو سبے ہیں۔ خیال و وہم کی گنجائش نہیں ہے یعنی چونکہ مرید کامل ہیں اور ان کے فیوض و کمالات مبنی قوی ہیں اس لئے ان کی قوت فیض سے طالب و ملازم صحبت کی اصلی حالت ظاہر ہو جاتی ہے احتمال غلطی کا نہیں ہے آگے بزبان مرشد کہا جاتا ہے کہ اگر تو اپنا نقش کسی اور کی آنکھ میں دیکھتا تو اس کو خیال سمجھنا چاہیے تھا یعنی غیر کامل کی صحبت اسکا معیار نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں نیستی یعنی نقصان کی صفت ہے اس لئے تصرف شیطانی کا دخل ہو سکتا ہے چونکہ وہ خود خیالات میں مبتلا ہے اس کو ہم صحبت کے قلب پر بھی ان خیالات کے انعکاس کا احتمال ہے اور چونکہ میں خود صاحب حقیقت ہوں اس لئے میری صحبت میں بھی حقائق کا ہی انعکاس ہوگا تو اس طریق مذکور سے اپنی حالت و مناسبت و قابلیت فیوض کی معلوم ہو گئی اور اسی اعتبار سے مرشد کو اپنا آئینہ فرما دیا۔ یہ خلاصہ ہے اس مقام کا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب اور شرح حبیبی میں بھی اس کی ایک توجیہ سہل اور لطیف عنوان سے کی گئی ہے وہ بھی طرف انگیز ہونے کے سبب قابل ملاحظہ ہے لیکن معنون اس کا اسکا متحد ہے آگے بتائید شعر بالا آنکہ سرمہ نیستی الخ و شعر چشم

www.besturdubooks.wordpress.com

او خانہ خیالست الخ مولانا فرماتے ہیں کہ گرکوئی ذرا سی شئے بھی چشم کے آگے ہوگی تو وہ بھی مانع ہوتی ہے نظر کو اس طرح جب نور چشم کے آگے کدورتیں ناسوت کی آجائیں گی تو وہ بھی مانع ہونگی اس نور کے لئے فرماتے ہیں کہ

چشم من چوں سرمہ دید از ذوالجلال	خانۂ ہستی ست نے خانہ خیال
میری آنکھ نے جبکہ جلال والے (اللہ) کا سرمہ دیکھا ہے	وہ موجود کا خانہ ہے' نہ کہ خیال کا
تا یکے مو باشد از ہستی تو	در خیالت گم شود مستی تو
جب تک تیرا ایک بال بھی آنکھ کے سامنے ہوگا	تیرے خیال میں موتی' سنگ یشم ہوگا

تا یکے الخ۔ یعنی جب تک ایک بال بھی تیری نگاہ کے سامنے رہے گا اس وقت تک وہ تجھے دیکھنے نہ دیگا اور گوہر تجھے یشب معلوم ہوگا۔ یشم مبدل از یشب۔ ایک پتھر جو فی نفسہ تو قیمتی ہے مگر گوہر سے بہت کم قیمت ہوتا ہے مطلب یہ کہ جس وقت تک ناسوت کی طرف تمہارے اندر کچھ بھی تعلق باقی رہے گا اور تم ایک بال کے برابر بھی اس طرف توجہ رکھو گے تو تمہارے خیال میں گوہر یشب معلوم ہوگا یعنی حقیقت تمہارے خیال میں باطل اور بے اصل معلوم ہوگی اور تم اس حجاب کی وجہ سے حقیقت شئے کو معلوم نہ کر سکو گے آگے اس کی تدبیر بتاتے ہیں کہ اس باطل سے کس طرح نجات ہوسکتی ہے فرماتے ہیں کہ

یشم را آنگہ شناسی از گہر	کز خیال خود کنی کلی گذر
تو یشم (پتھر) اور موتی میں اس وقت تمیز کر سکے گا	جب اپنے خیال سے بالکلیہ گزر جائے گا

یشم را الخ۔ یعنی یشم کو گوہر سے جب پہچان سکو گے جب کہ اپنے اس باطل خیال سے پوری اور کلی طور پر علیحدگی اختیار کر گے مطلب یہ کہ حقیقت کو اس وقت دیکھ سکو گے جب اس عالم ناسوت کے تعلق سے کہ خیال زا ہے کلیتہ پرہیز کرو گے اور علیحدہ ہو جاؤ گے اس وقت تم حقیقت شناس ہو سکتے ہو ورنہ اگر ایک بال بھی تمہاری چشم حقیقت بین کے سامنے ہے تو وہ تم کو مانع عن النظر ہوگا آگے اس پر ایک حکایت کی تمہید میں فرماتے ہیں کہ یک حکایت بشنوائے گوہر شناس الخ۔

شرح حبیبی

یعنی جب مطلوب مجھے اپنی طرف بلاتا ہے تو میں سوچتا ہوں کہ معلوم نہیں کہ میں اس قابل بھی ہوں کہ محبوب مجھے اپنی طرف کھینچے یا نہیں پھر خیال کرتا ہوں کہ مجھ میں صلاحیت نہ ہوتی تو آخر وہ بلاتا کیوں؟ اس میں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بلانا میری قابلیت کی دلیل نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر کوئی پاکیزہ صورت کسی بدصورت کے پیچھے پھرتا ہے تو اس سے اس کو بنانا' اور اس کے ساتھ مسخرہ پن مقصود ہوتا ہے (ممکن ہے کہ یہ بلانا بھی اسی قبیل سے ہو پھر متحیر ہو کر تعجب سے فرماتے ہیں کہ) غضب کی بات ہے کہ میں خود اپنی صورت کو دیکھتا ہوں کہ میں گورا ہوں یا کالا (یعنی مجھ میں نور استعداد فطری ہے یا نہیں) اور پتہ نہیں چلتا آگے فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی روح کی صورت

www.besturdubooks.wordpress.com

اصلی اور یہ کہ آیا وہ فطرۃً صالح للجذب ہے یا نہیں۔ معلوم کرنے میں بہت کچھ سعی کی مگر کسی سے اسکا کچھ بھی پتہ نہ چلا بالآخر میں نے سوچا کہ آخر آئینہ کس لئے ہے وہ تو محض اس لئے ہے کہ ہر شخص اس میں اپنی صورت دیکھ لے اور جان لے کہ وہ کیا ہے اور کون ہے تم آئینہ سے یہ لوہے کا آئینہ نہ سمجھ جانا کیونکہ اس سے تو صرف رنگ معلوم ہو سکتے ہیں۔ اجسام بھی نہیں معلوم ہو سکتے۔ چہ جائیکہ روح کی صورت اور صلاحیت فطری۔ بلکہ روح کا آئینہ تو ایک بہت بڑی بیش قیمت چیز ہے تم حیران ہو گے کہ آخر وہ کیا ہے تو ہم تمہیں بتائے دیتے ہیں سنو آئینہ جان صرف روئے یار ہے مگر یہ متعارف یار نہیں بلکہ وہ یار جس کا تعلق عالم ملکوت سے ہے اور علائق عالم ناسوت کو یک لخت قطع کر چکا ہے (یعنی مرشد۔ مرشد کو آئینہ اس لئے کہا کہ جس طرح آئینہ سے ظاہری حالت معلوم ہو جاتی ہے یوں ہی مرشد کی صحبت سے معرفت ذات وحالت روح حاصل ہو جاتی ہے اس کی وجہ اوپر بھی مذکور ہو چکی ہے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب آدمی مرشد کے پاس ہوتا ہے تو اس کے دل میں سکون وطمانیت پیدا ہوتی ہے اور وہ دنیا سے اپنی توجہ ہٹاتا ہے اور خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ علامت ہی اسکی حالت کے محمود ہونے کی اور اگر یہ کیفیات پیدا نہ ہوں بلکہ ان کی متضاد کیفیتیں پیدا ہوں تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ مرشد خود ہی ناقص ہے سو وہ تو محل کلام ہی نہیں۔ یا کامل ہے پس اس کی دو صورتیں ہیں یا تو یہ کہ خاص اسی کی صحبت میں یہ کیفیت پیدا ہوتی اور کاملین کی صحبت میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اس صورت میں سمجھنا چاہیے کہ اس کی حالت فی نفسہ محمود ہے مگر اس شیخ سے اسے نفع نہ ہوگا۔ دوسرا شیخ تلاش کرنا چاہئے۔ اور اگر ہر شیخ کی صحبت میں یہ ہی کیفیت ہوتی ہے تو سمجھا جائے گا کہ حالت اچھی نہیں ہے۔ مگر قابلیت واستعداد بالکل فنا نہیں ہوئی۔ ورنہ حد تکلف سے نکل جاتا بلکہ بہت مضمحل اور کمزور ہو گئی ہے کسی طبیب دل حاذق کی طرف رجوع کرنی چاہیے کہ وہ اپنی حذاقت ومہارت سے کسی مناسب تدبیر سے اس کو تقویت پہنچا دے) جب میں نے یہ دیکھا کہ یہ کام آئینہ سے نکل سکتا ہے تب میں نے اپنے دل سے کہا کہ آئینہ کل اور مرشد کامل وحاذق تلاش کرنا چاہیے اور دریا پر جانا چاہیے کہ ندی نالوں اور ناقصین سے کام نہ چلے گا۔ قصہ مختصر یہ کہ مجھے اپنی حالت معلوم کرنے کی ضرورت تھی اور مجھے کوئی راستہ نہیں ملتا تھا۔ بالآخر مجھے پتہ چلا اور اب یہ غلام اس غرض سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہے کہ مجھے میری روح کی کیفیت معلوم ہو جائے اور اصلی بات یہ ہے کہ بیماری ہی طبیب کی طرف رجوع کر دینے پر آمادہ کرتی ہے اور بے چینی ہی کسی راحت دہ کی طرف متوجہ ہونے پر مجبور کرتی ہے۔ چنانچہ وہ درد ہی تھا جو مریم کو نخل خرما کی طرف لے گیا۔ آپ کا نور معرفت میرے لئے جو اپنی معرفت کا آلہ بنا ہے تو کیوں۔ اس لئے کہ سینکڑوں اندھے دل اس نور معرفت میں غرق ہو چکے ہیں اور اس سے منور ہو کر بینا بن گئے ہیں اور اس بناء پر بیمار دلوں کے معالجہ میں آپ کو مہارت تامہ حاصل ہو چلی ہے آئندہ اشعار کے حل سے پہلے بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی عبارت کو حل کیا جائے لہٰذا اولاً بقدر ضرورت حل عبارت کرتے ہیں پھر مطالب لکھیں گے حل عبارت جاننا چاہیے کہ چشم ظاہر میں

www.besturdubooks.wordpress.com

محسوسات کی صورتیں منطبع ہوتی ہیں اور بعض صورتیں محسوس بھی ہوتی ہیں چنانچہ ذوق کہتا ہے کہ دیکھ چھوٹوں کو ہے اللہ بڑائی دیتا آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا + اور وہ تصویریں فوٹو کے ذریعہ سے حاصل بھی ہو سکتی ہیں اور ان کو بڑھا کر دیکھ بھی سکتے ہیں۔ جب کہ یہ امر ممہد ہو چکا تو سمجھو کہ مولانا نے شیخ کے قلب روشن کو آنکھ سے تشبیہ دی اور اس میں اپنی حالت کو منطبع مانا اور اپنی نسبت اس کے دیکھنے کا ادعا کیا اور اس صورت کو بزبان حال متکلم بھی مانا۔ علیٰ ہذا القیاس قلب ناقص کو بھی آنکھ مانا اس میں بھی انطباع صورت حالت اور اس کی رویت کا ادعا کیا وغیرہ وغیرہ یہ تو محض عنوان تعبیری تھا اور اصل مقصود وہی شیخ کی معرفت کا سبب ادراک بننا وغیرہ وغیرہ ہے اس کو مدنظر رکھ کر دیدم اندر چشم تو من نقش خود سے آخر تک پڑھنا چاہیے تاکہ الجھن نہ ہو۔ مگر در دو چشمش میں در کو سببیہ کہنا بہ نسبت ظرفیہ کہنے کے زیادہ اقرب اور بے تکلف ہے از حقائق راہ کے یابد خیال میں از سببیہ ہے۔ غیاث اللغات میں از کو بمعنی مع بھی لکھا ہے اور اس مقام پر بے تکلف بھی ہے مگر اس میں شبہ ہے کہ از بمعنی مع ہوتا بھی ہے یا نہیں کیونکہ انہوں نے جو مثال دی ہے وہ بے محل ہے۔ اور اس سے بمعنی مع ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ وہ مصرع یہ ہے دل بستگی از سنبل گل پوش تو دارد + کیونکہ یہاں از ملابست کے لئے ہے ملابست اور چیز ہے اور معیت اور شے تیسری توجیہ یہ ہے کہ از بمعنی در ہو جیسا کہ اس مصرع میں ہے ادیم از جہل روز گردد تمام + **کما فی غیاث اللغات** چوتھی توجیہ یہ ہے کہ از بمعنی عن ہو + اور جس طرح عن بدل کے لئے آتا ہے یوں ہی یہ بھی ہو۔ مگر اس کی کوئی سند ہاتھ نہیں لگی۔ پانچویں توجیہ یہ کہ از بمعنی مجاوزہ ہو یعنی حقائق کو چھوڑ کر خیال اس آنکھ میں کیسے آسکتا ہے۔ چھٹی توجیہ یہ کہ از حقائق راہ کے یابد خیال کے معنی یہ ہوں۔ خیال حقائق کے راہ یابد یعنی اس چشم منیر بے زوال میں **اشیاء متحققه فی نفس الامر ولو فی غیر هذا المحل** کی صورت اختراعیہ کیونکر آ سکتی ہے اور وہ آنکھ ان اشیاء کو (**کسراب بقیعة یحسبه الظمآن ماءً**) ایسے محل میں کیونکر دیکھ سکتی ہے جہاں وہ نہیں ہیں۔ یہ توجیہ بالکل بے تکلف اور صافی عن الغبار معلوم ہوتی ہے جب یہ مضمون ذہن نشین ہو چکا تو اب اصل مطلب سنو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

جناب شیخ میں تو آپ ہی کا معتقد ہوں اور آپ ہی کو کامل سمجھتا ہوں کیونکہ میں سب جگہ ٹھوکریں کھا چکا لیکن کسی جگہ مجھے اپنی روح کی کیفیت اور حالت نہ معلوم ہوئی اور میں نہ جان سکا کہ میں کیسا ہوں۔ جب ہوئی تو یہاں آکر ہوئی اور آپ ہی کے چشم دل میں مجھے اپنی حالت کی صورت نظر آئی اور آپ ہی کے نور معرفت کے سبب میں اپنی حالت پر مطلع ہوا۔ مولانا پر پھر وہم کا غلبہ ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ مقصود جس قدر اعز ہوتا ہے اور طلب جس قدر شدید ہوتی ہے اسی قدر زیادہ توہمات اور احتمالات مانعہ عن الوصول مہیب بن کر پریشان کرتے ہیں مطلوب مولانا کا اعز ہونا تو ظاہر ہے شدت طلب ان کے کلام سے ظاہر ہے پس ایسی صورت میں وساوس کا ہجوم کچھ مستبعد نہیں لیکن ایسے وقت مرشد حاذق کی نہایت شدید ضرورت ہوتی ہے کہ حتی الامکان طالب

www.besturdubooks.wordpress.com

کو وساوس سے نجات دلا کر یاس سے بچاوے چنانچہ ایک صاحب پر اسی قسم کے وساوس کا ہجوم ہوا۔ حضرت مجدد الملۃ والدین طالب بقاءہ وعم فیضہ سے رجوع کیا۔ حضرت اقدس نے تشفی فرمائی جس کا اثر ان پر اتنا ہوا کہ انہوں نے تسلیم کیا آپ نے جو کچھ فرمایا اس میں عقلاً تو شبہ کی گنجائش نہیں لیکن یہ کہا کہ دل کو اطمینان اور سکون نہیں ہوتا۔ حضرت نے فرمایا کہ تم کو اطمینان نہیں ہوتا۔ نہ ہو۔ بلا سے ہمیں اطمینان ہے کہ تمہاری حالت اچھی ہے۔ طبیب کو اپنے اطمینان کی ضرورت ہے اگر مریض کا اطمینان نہ کر سکے کچھ پروا نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ فرق نہایت لطیف ہوتا ہے جس کو طبیب اپنی خداقت سے محسوس کرتا ہے مگر مریض کو نہیں سمجھا سکتا کیونکہ نہ تو اس میں حذاقت ہے اور نہ اعتدال مزاج۔ پس تم کو اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ ہمیں اطمینان ہے الحمد للہ کہ اس سے تسکین ہوگئی (للہ در' ما ادق نظرہ والطف تدبیرہ) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جب مجھے معلوم ہوگیا کہ میری حالت اچھی ہے اور میں لائق جذب محبوب ہوں تو میرے وہم نے کہا کہ یہ تو دیکھ لے کہ جو کچھ تجھے معلوم ہوا اور جو صورت تو نے چشم یار میں منطبع دیکھی وہ تیری اختراعی اور کسراب بقیعۃ یحسبہ الظمان ماء ہے یا تیری حالت کا اصلی نقشہ اور سچی تصویر تجھ کو چاہیے کہ حقیقت واقعیہ اور خیالی واختراعی صورت میں امتیاز کرے جب یہ وہم ہوا تو میری حالت کی وہ تصویر جو چشم شیخ میں منطبع تھی اور جس کو میں نے دیکھا تھا چشم یار سے پکار اٹھی کہ خبردار دھوکا نہ کھانا اور مجھے اختراع متخیلہ نہ سمجھنا عین تیری حالت کا اصلی نقشہ اور سچی تصویر ہوں اور تو مجھ سے متحد ہے میں تجھ سے۔ کیونکہ میں اور حالت دونوں ایک ہیں اور تو اور حالت دونوں ایک تجھے تو میرے اختراعی ہونے کا احتمال اور توہم بھی نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس پائیدار اور روشن چشم میں اشیاء متحققہ فی نفس الامر ولو فی غیر ھذا المحل المخصوص المتعین کی صورت اختراعیہ کیونکر آسکتی ہے۔ خود اس چشم کا اختراع صورت تو درکنار یہاں تو اس کی بھی گنجائش نہیں کہ کوئی اپنی ہی اختراعی صورت اس میں مشاہدہ کرے یعنی فی الحقیقت تو اس آنکھ میں کوئی صورت نہ ہو اور کوئی شخص اپنی متخیلہ کے اختراع سے سمجھے کہ اس میں فلاں صورت منطبع ہے۔ یہ بھی ناممکن ہے بلکہ اگر کسی ناقص کی آنکھ میں تجھے اپنی حالت کی اور صورت نظر آوے تو اس کو اختراعی اور مردود سمجھ کیونکہ جو شخص عالم فانی کے نظارہ میں منہمک ہے وہ تخیلات اور تسویلات شیطانیہ سے بہرہ اندوز ہوتا ہے اس کی آنکھ میں اختراعی صورتیں آتی ہیں۔ خواہ خود اسی آنکھ کی اختراعی ہوں یا دوسروں کی۔ اور وہی غیر واقعیات کو واقعیات دیکھتا ہے۔ رہی وہ آنکھ جس میں میں ہوں اس کا کحل الجواہر نور ذوالجلال ہے۔ جو غیر واقعیت کے وہم وخیال سے بھی مبرا اور متعالی ہے پھر اس آنکھ میں غیر واقعیات اور اختراعیات کو کیا دخل وہ تو سراسر واقعیات ہی کا محل ہے خلاصہ یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ جب مجھے اپنی حالت معلوم ہوئی تو مجھے اس کی غیر واقعیت کا شبہ ہوا۔ مگر شیخ کے نور معرفت نے دستگیری کی اور کچھ ایسی بصیرت پیدا ہوئی کہ خود وہ حالت ہی میرے لئے اپنی واقعیت کی دلیل ہوگئی۔ اور شیخ کے کمال کا اعتقاد اس کا معاون بن گیا چونکہ اوپر غیر واقعیات کو واقعی سمجھنے کا۔ ناقص کی حالت

www.besturdubooks.wordpress.com

کے بیان میں تذکرہ آچکا ہے اسی کو مولانا آگے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں تا یکے مو باشد از تو پیش چشم الخ۔

تا یکے مورا --------- کنی کلی عبر

یعنی اوپر معلوم ہو چکا جو کہ ناقص غیر واقعی چیزوں کو واقعی سمجھتا ہے اب ہم تجھے بتلاتے ہیں کہ جب تک تیری آنکھ کے سامنے ایک بال بھی رہیگا اور عالم ناسوا سے تجھے ذرا سا بھی تعلق رہے گا۔ اس وقت تک ادراک واحساس کی غلطی قائم رہے گی اور تو موتی کو یشب سمجھے گا۔ یشب اور موتی (کھوٹی اور کھری چیزوں میں تجھے اس وقت امتیاز ہو سکتا ہے جبکہ تو خیال (اور دیگر قوی مادیہ) سے بالکل گزر جائے اور ان کو بالکل بیکار و معطل کر دے۔

شرح شبّیری

یک حکایت بشنواے گوہر شناس	تا بدانی تو عیاں را از قیاس
اے موتی کو پہچاننے والے! ایک حکایت سن لے	تا کہ تو مشاہدہ کو قیاس سے (جدا) جان لے

یک حکایت الخ۔ یعنی اے گوہر شناس تو ایک حکایت سن تا کہ عیان کو قیاسات سے ممتاز کرے۔ مطلب یہ کہ اے طالب ہم تم کو ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ حقیقت بینی کسے کہتے ہیں اور قیاسیات اور تخمینیات کیا ہوتے ہیں اور گوہر شناس اس اعتبار سے کہا یعنی اے طالب گوہر شناسی وحقیقت بینی۔ آگے وہ حکایت بیان فرماتے ہیں۔

ہلال پنداشتن آں شخص خیال را در عہد امیر المومنین عمرؓ

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک شخص کا خیال کو چاند سمجھ لینا

ماہ روزہ گشت در عہد عمرؓ	بر سر کوہے دویدند آں نفر
(حضرت) عمرؓ کے زمانے میں رمضان آیا	سب پہاڑ کی چوٹی پر گئے

ماہ روزہ الخ۔ یعنی عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں رمضان کا چاند دیکھنے کے لئے لوگ ایک پہاڑ پر گئے

تا ہلال روزہ را گیرند فال	آں یکے گفت اے عمرؓ اینک ہلال
تا کہ روزے کے چاند سے (نیک) فال لیں	ایک شخص بولا اے عمرؓ! چاند یہ ہے

تا ہلال الخ۔ یعنی وہ اس لئے گئے کہ رمضان کے چاند کی فال لیں یعنی اس کو دیکھ کر سعادت پر استدلال کریں کہ اب روزہ کے برکات حاصل ہونگے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ اے عمرؓ ہلال یہ ہے

چوں عمرؓ بر آسماں مہ را ندید	گفت کایں مہ از خیال تو دمید
جب (حضرت) عمرؓ نے آسمان پر چاند نہ دیکھا	فرمایا یہ چاند تیرے خیال سے چمکا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چون عمر الخ۔ یعنی جب عمر رضی اللہ عنہ نے آسمان پر چاند کو نہ دیکھا تو فرمایا کہ وہ چاند تیرے خیال کی وجہ سے ظاہر ہو گیا تھا

ورنہ من بینا ترم افلاک را	چون نمی بینم ہلال پاک را
ورنہ میں تو آسمانوں کو زیادہ دیکھنے والا ہوں	پاک چاند کو کیوں نہ دیکھ لوں گا؟

ورنہ من الخ۔ یعنی میں تو تجھ سے زیادہ تیز چشم ہوں پھر میں چاند کو کیوں نہیں دیکھتا۔ یہاں کشف مراد لینے کی ضرورت نہیں۔ سیدھی بات یہ ہے کہ اس شخص کی بینائی میں فرق ہوگا اور حضرت عمرؓ کی بینائی اس سے زیادہ ہوگی پس فرماتے ہیں کہ میری بینائی تجھ سے اچھی ہے۔ مگر میں پھر بھی چاند کو نہیں دیکھتا تو تو نے کس طرح دیکھ لیا معلوم ہوا کہ تجھے بھی اصل چاند نظر نہیں آیا۔

گفت تر کن دست و برابرو بمال	آنگہاں تو برنگر سوئے ہلال
فرمایا ہاتھ تر کر اور ابرو پر مل	پھر تو چاند کی طرف دیکھ

گفت الخ۔ یعنی تو ذرا ہاتھ بھگو کر اپنے ابرو پر پھیر لے اور پھر دیکھ کہ ہلال کہاں ہے

چونکہ او تر کرد ابرو مہ ندید	گفت اے شہ نیست مہ شد ناپدید
جب اس نے ابرو تر کر لی چاند کو نہ دیکھا	بولا اے شاہ! چاند نہیں ہے وہ غائب ہو گیا

چونکہ الخ۔ یعنی جب اس نے (ان کے کہنے سے) ابرو تر کر لی تو اب چاند ندارد ہو گیا تو کہنے لگا یا امیر المؤمنین اب تو چاند نہ رہا اور وہ تو معدوم ہو گیا پس حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ

گفت آرے موئے ابرو شد کماں	سوئے تو افگند تیرے از گماں
فرمایا ہاں ابرو کا بال کمان بن گیا	اس نے تیری جانب گمان کا تیر چلا دیا

گفت الخ۔ یعنی فرمایا کہ ہاں ابرو کا بال کمان کی طرح سامنے آ گیا تھا جس نے تیری طرف ایک خیال اور وہم کا تیر پھینکا اور کمان تیر کا تقابل خالی از لطف نہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

چوں یکے مو کژ شد او را راہ زد	تا بدعویٰ لاف دید ماہ زد
جب ایک بال ٹیڑھا ہوا اس نے گمراہ کر دیا	یہاں تک کہ دعوے کے ساتھ چاند دیکھنے کی ڈینگ ماری

چون یکے الخ۔ یعنی اسکی ابرو کا ایک ہی بال ٹیڑھا ہو گیا تھا تو اس بال نے ماہ نو کی شکل دکھلا دی مطلب یہ کہ ایک بال جو کہ بظاہر کوئی حقیقت نہیں رکھتا جب ٹیڑھا ہو گیا تو اس سے بھی حقیقت پوشیدہ ہو گئی اور اس کو خلاف واقع ہلال دکھلائی دینے لگا تو جب ہم سارے ہی کج اور عالم ناسوت کی طرف متوجہ ہونگے تو ہماری کیا حالت ہوگی پھر تو حقیقت بینی ہم سے ممکن ہی نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

موئے کژ چوں پردۂ گردوں بود	چوں ہمہ اجزات کژ شد چوں بود
ٹیڑھا بال جب آسمان کا پردہ بن گیا	جب تیرے تمام اجزاء ٹیڑھے ہو جائیں تو کیا ہوگا؟
چوں یکے مو کژ شد از ابروئے او	شکل ماہے نونمود آں موئے او
جب اس کی ابرو کا ایک بال ٹیڑھا ہوا	اس کے اس بال نے نئے چاند کی شکل نمودار کر دی

موئے کژ الخ۔ یعنی جب ایک بال کی کجی آسمان کا پردہ بن گئی تو جب سارے اجزاء ہی تمہارے کج ہوں اس وقت کیا ہوگا مطلب یہ کہ آسمان جیسی صاف چیز کو دیکھتے ہوئے نگاہ کے سامنے صرف ایک بال آ گیا تو وہ ایک بال ہی حقیقت بینی سے مانع ہو گیا اور جب تم سارے کے سارے کج ہو گئے اس وقت تو حقیقت پاس بھی نہیں پھٹک سکتی اور اس راہ سے تو بال بھر علیحدگی بھی راہ زن ہو جاتی ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ایک حکایت سن تا کہ تو مشاہدہ اور ظن وتخمین میں امتیاز کر سکے اور تجھے معلوم ہو جائے کہ ہمارا بیان ظن وتخمین پر مبنی نہیں بلکہ اس کی بنا مشاہدہ پر ہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ کے زمانہ میں رمضان آیا کچھ لوگ ہلال رمضان سے مبارک فال لینے کو (اور اس کے دیکھنے کو) ایک پہاڑ پر گئے ان میں سے ایک شخص نے کہا امیر المؤمنین دیکھو وہ رہا چاند۔

جب امیر المؤمنین کو (بغور دیکھنے کے بعد بھی) آسمان پر چاند نظر نہ آیا تو فرمایا کہ یہ چاند تو تیرے متخیلہ کا اختراع ہے ورنہ میں (اپنی تیزی نظر کے باعث) آسمانوں کو زیادہ دیکھتا ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ مجھے چاند نظر نہیں آتا۔

اور فرمایا کہ میں ابھی اسکی تصدیق کرائے دیتا ہوں اچھا اپنا ہاتھ تر کر کے ذرا بھوں پر پھیر اور پھر چاند کو دیکھ اب بھی دکھلائی دیتا ہے یا نہیں۔ جونہی اس نے تر ہاتھ سے ابرہ کو تر کیا تو چاند نہ دکھائی دیا کہا امیر المومنین اب تو چاند نہیں نظر آتا وہ تو غائب ہو گیا۔

امیر المؤمنینؓ نے فرمایا بہت ٹھیک ہے بات یہ ہے کہ ابرو کا کوئی بال ٹیڑھا ہو کر بشکل ہلال بن گیا اس نے تمہارے متخیلہ میں چاند کی صورت پیدا کر دی۔ گمان بیان ہے تیر کا۔ چونکہ مصرع اول میں ٹیڑھے بال کو بنا پر مشاکلت ومشابہت صوری گما نکہا تھا اس لئے دوسرے مصرع میں گمان کو تیر کہا اور اس خیال کے پیدا کرنے کو تیرا فگندن سے تعبیر کیا اس حکایت سے حس مادی کی غلطی ثابت کر کے آگے بطور نتیجہ حکایت پند ونصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں چون یکے مو کژ شد از ابروے او۔

شرح شبیری

چون یکے الخ۔ یعنی جب ایک بال کج ہو گیا تو اس نے اسکی راہ زنی یہاں تک کی کہ اس نے چاند دیکھنے کی

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخی بگھاری۔ مطلب وہی کہ ایک بال بھر کجی نے اس کی رہزنی اور بسبب حقیقت بینی نہ ہونے کے شیخی کرنے لگا کہ ہم نے چاند دیکھا ہے اس طرح جو شخص عالم ناسوت کی طرف متوجہ ہے اور اسی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے وہ بھی حقیقت بینی سے محروم ہے اگرچہ اپنے کو حقیقت میں بتلا دے جب یہ بات ہے تو ایسے کے پھندے میں مت پھنس جانا کہ گمراہ ہوگے آگے اسی کجی کو دور کرنے کی تدبیر بتلاتے ہیں کہ

راست کن اجزات را از راستاں	سرمکش اے راست روزاں آستاں
سچوں کے ذریعہ اپنے اجزا سیدھے کر لے	اے سیدھا چلنے والے اس چوکھٹ سے سر نہ ہٹا

راست کن۔ الخ۔ یعنی اب اپنے اجزا کو سیدھوں سے سیدھا کر اور اے راست رو اس آستان سے الگ مت ہو مطلب یہ کہ اب اس اجزا کی کجی کو اس طرح دور کرو کہ راست لوگوں اور صالحین کی صحبت اختیار کرو اور ان کے در سے سرکشی مت کرو خدا کریگا کہ انکی برکت سے تم بھی راست ہو جاؤ گے اور راست رو کہنا اس معنی کے اعتبار سے ہے کہ اے طالب راست روی ورنہ اگر وہ راست رو ہے تو پھر اسمیں کجی ہی کہاں ہوگی آگے اسکو (کہ راستوں سے راستی حاصل ہو جائے گی) ایک مثال دے کر فرماتے ہیں کہ

ہم ترازو را ترازو راست کرد	ہم ترازو را ترازو کاست کرد
ترازو ہی ترازو کو برابر کرتی ہے	ترازو ہی ترازو کو کم کر دیتی ہے

ہم ترازو الخ۔ یعنی دیکھو ترازو کو ترازو ہی راست اور درست کرتی ہے اور ترازو ہی ترازو کو گھٹا دیتی ہے یہاں محشیوں نے بہت ہی تکلف کیا ہے اور کہیں ترازو سے کچھ مراد لیا ہے اور کہیں کچھ مگر یہاں سیدھی اور آسان بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ یوں کہا جائے کہ ترازو سے مراد باٹ ہیں اور محل بول کر حال مراد لیا ہے جو شائع ذائع ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر ایک باٹ درست ہو اور دوسرے کو اس کے برابر کر لو تو یہ دوسرا بھی درست اور ٹھیک ہو جائیگا اور اگر اول باٹ کچھ کم ہے تو دوسرے کو بھی کم کر دیگا اس طرح اگر اچھے لوگوں کے پاس جاؤ گے اور کاملین کی صحبت اختیار کرو گے تو ویسے ہو جاؤ گے اور اگر برے لوگوں اور ناقصین کی صحبت میں رہو گے تو اس طرح ناقص اور برے رہو گے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہر کہ با ناراستاں ہم سنگ شد	در کمی افتاد و عقلش دنگ شد
جو گمراہوں کے ساتھ تلا	کمی میں جتلا ہوا اور اس کی عقل ماری گئی

ہر کہ با۔ الخ۔ یعنی جو شخص ناراستوں کے ساتھ رہا وہ کمی میں پڑ گیا اور اسکی عقل دنگ ہو گئی۔ مطلب یہ کہ جو ناقصوں میں پھنس گیا وہ ناقص ہی رہا اور اس طریق میں حیران و ششدر ہی رہا اور حقیقت بینی سے محروم۔ جب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہو گیا کہ ناقصین کی صحبت مضر ہوتی ہے تو فرماتے ہیں کہ

رواشداء علی الکفار باش	خاک بر دلداری اغیار پاش
جا کفار پر بھاری پڑ	بیگانوں کی دلداری پر خاک ڈال

رواشداء۔ الخ۔ یعنی اب جا کر اشداء علے الکفار رہ اور اغیار کی دلداری پر خاک ڈال۔ مطلب یہ کہ اب تم کو چاہیے کہ ان لوگوں کی طرح رہو جن کی شان ہے اشداء علی الکفار رحماء بینهم اور ان لوگوں کی صورتوں پر خاک ڈالو اور ان سے قطع تعلق کر دو جو کہ غیر اللہ ہیں اور یہاں بھی غیر سے مراد مقابل عین نہیں بلکہ غیر سے مراد بے تعلق ہے جو کہ اللہ سے غافل کرنیوالا ہو خواہ کوئی ہو مال ہو اولاد ہو پسر ہو کوئی ہو پس اس ایک سے جو تجھے اپنی طرف لگائے اس سے الگ رہ کر وہی مانع طریق ہے آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

برسر اغیار چوں شمشیر باش	ہیں مکن روباہ بازی شیر باش
بیگانوں کے سر پر تلوار بن	خبردار! مکاری نہ کر، شیر بن

برسر الخ۔ یعنی اغیار پر شمشیر کی طرح رہو اور ان سے خبردار حیلہ حوالہ مت کرنا بلکہ شیر کی طرح رہو۔ مطلب یہ کہ جو اغیار ہیں ان سے بالکل بے تعلق رہو اور حیلہ وحوالہ اور تملق کی ضرورت نہیں ہے بلکہ شیر کی طرح رہو کہ اگر کہیں کسی صاف بات کی ضرورت ہو تو وہاں حیلہ وحوالہ سے کام لو اور چاہو کہ یہ بھی راضی رہیں اس کی کیا ضرورت ہے بلکہ شیروں کی طرح بالکل بہادرانہ طریقہ رکھو جو کہ دل میں ہے صاف کہہ دو کسی سے ڈرنا کیا ہے اور یہ اس لئے کہ

تاز غیرت از تو یاراں نگسلند	زانکہ آں خاراں عدوے ایں گلند
تاکہ غیرت کی وجہ سے تجھ سے یار نہ کٹ جائیں	اسلئے کہ وہ کانٹے (اغیار) اس گلستان (وحدت) کے دشمن ہیں

تاز غیرت الخ۔ یعنی کہیں غیرت کی وجہ سے تم سے یار اور اہل اللہ علیحدہ نہ ہو جائیں اس لئے کہ وہ کانٹے اس گل کے دشمن ہیں مطلب یہ کہ جب تم اغیار کی صحبت میں رہو گے اور ان ہی سے تعلق رکھو گے تو جو لوگ تعلق خدا کے ساتھ رکھنے والے ہیں وہ تم کو چھوڑ دیں گے اس لئے کہ وہ تو پھول کی طرح ہیں اور اغیار کانٹے کی طرح ہیں تو پھول تو کانٹے سے علیحدہ ہی رہے گا اور اس سے بھاگے گا۔ اس طرح مجمع اغیار دیکھ کر ان کو غیرت ہوگی اور وہ یہ سمجھیں گے کہ اب اس کو تعلق مع اللہ باقی نہ رہا لہٰذا اب اس کو چھوڑ دیں گے اور ہے بھی یہی بات کہ جب کسی کو دین سے نکلتے دیکھتے ہیں اس سے علیحدگی اور کنارہ کشی کرتے ہیں چاہے وہ مولوی ہو یا درویش ہو بلکہ اگر اپنے اقربا کو بھی دیکھے کہ وہ دین سے علیحدہ ہو رہے ہیں حتیٰ کہ باپ اپنے بیٹے کو اور بیٹا اپنے باپ کو تو اگر دیندار ہیں خدا کی قسم ایک نفرت سی ہوتی ہے اور یوں دل چاہتا ہے کہ اب اس سے علیحدہ ہی رہیں تو اچھا ہے اس لئے کہ ان کی صحبت میں بیٹھنے سے بین فرق معلوم ہوتا ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ چاروں طرف سے ظلمات نے آگھیرا

www.besturdubooks.wordpress.com

والعیاذ باللہ خداوند کریم ہر مسلمان کو اس سے بچائے اور اپنی محبت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرمائے آمین۔ ثم آمین۔ آگے بھی اسی مضمون کو دوسرے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں کہ

آتش اندر زن بگرگاں چوں سپند	زانکہ ایں گرگاں عدوئے یوسف اند
کالے دانہ کی طرح ان بھیڑیوں (اغیار) میں آگ لگادے	کیونکہ یہ بھیڑیے یوسف (محبوب حقیقی) کے دشمن ہیں

آتش الخ۔ یعنی ان بھیڑیوں میں آگ لگادے سپند کی طرح اس لئے کہ یہ یوسف کے دشمن ہیں۔ سپند کالا دانہ جس کو آگ میں جلاتے ہیں مطلب یہ کہ اغیار جو گرگ کے مانند ہیں ان میں سپند کی طرح آگ لگا دو اور سب سے قطع تعلق کر دو اس لئے کہ یہ تو تمہارے دشمن ہیں (یوسف سے مراد خود سالک لیا جائے تو بہتر ہے) اور طریق حق سے مانع ہیں اور سچ یہ ہے کہ اس ایک کے سامنے کسی اور طرف توجہ ہو یہ تو بڑے ظلم کی بات ہے سوائے اس کے نہ کسی سے خوف ہو نہ کسی سے تعلق ہو بس ایک اس کی طرف توجہ ہو جو کہ اصل مقصود اور اصل طریق ہے اور یہ مذہب ہونا چاہیے کہ۔ ہمہ شہر پرز خوباں منم و خیال ماہی + چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بکس نگاہے + یعنی بس اب تو ایک سے ہی تعلق ہے اور وہی حقیقی خوبصورت اور حسین بھی ہے اگرچہ ساری دنیا حسیناں مجازی سے بھر رہی ہو مگر ہم کو کیا ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں کسی نے آ کر کہا کہ شریف صاحب آپ سے کچھ مخالفت رکھتے ہیں اور کسی قسم کا گزند پہنچائیں تو کچھ عجب نہیں پس حضرت ایک مجلس عام میں فرمارہے تھے کہ ہم کو کسی کی پرواہ نہیں کوئی ہو خواہ وہ شریف ہو یا بادشاہ ہم جانتے ہیں کہ ہم کو کوئی بھی حقیقی ضرر نہیں پہنچا سکتا اس لئے کہ یہ لوگ جو ضرر بھی پہنچائیں گے وہ جان ہی پر ہوگا اور جان کا ضرر ضرر نہیں جیسا کہ خود قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فرعون نے سحرہ سے کہا کہ میں تم کو سولی دے دونگا اور تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالونگا اس وقت انہوں نے یہی کہ کوئی حرج نہیں اس لئے کہ یہ تو صرف جان پر ہوگا اور اس کے بعد جو ہم کو فائدہ ہوگا اور جو چیز حاصل ہوگی وہ بہت ہی عزیز اور بہت ہی نفیس ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف چلے جائیں گے اور ہم کو قرب حق حاصل ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ ضرر جان ضرر ہی نہیں ہے بلکہ اس کو انہوں نے فائدہ کہا کہ ہم خودکشی نہیں کر سکتے اگر تو مار ڈالے گا تو ہم کو مقصود یعنی قرب حق حاصل ہو جائیگا ہاں اصل اور حقیقی ضرر اپنے نفس کا ہے۔ اس سے ہر وقت خائف رہنا چاہیے یہ دشمن بہت قوی ہے اگر خدانخواستہ اس نے کہیں قابو پالیا تو یہ ایمان کو لے ڈوبے گا اور ظاہر ہے کہ ضرر ایمان اشد ہے ضرر جان سے جس کو ایک جگہ مولانا خود فرماتے ہیں تا توانی دور شو از یار بد + یار بد بدتر بود از مار بد + مار بد تنہا ہمیں بر جان زند + یار بد بر جان و بر ایمان زند + اور حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ شاید ان کا یہ خیال ہو کہ چونکہ ان کو کعبہ محبوب ہے اس لئے ان کو یہاں سے نکال دیں گے تو ان کو یہ ضرر ہوگا مگر نہیں اس لئے کہ کعبہ ان پتھروں کا نام نہیں ہے بلکہ کعبہ کہتے ہیں تجلی الوہیت کو اور مدینہ کہتے ہیں غلبۂ عبودیت کو تو ہم جہاں بھی ہوں گے اور یہ حالت وہاں طاری ہوگی وہیں ہمارا مکہ ہے اور وہیں مدینہ ہے اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

مجلس میں ایک شخص تھا جو کہ شریف صاحب کی ناک کا بال سمجھا جاتا تھا اور بہت ہی منہ چڑھا تھا مگر حضرت کو اسکی ذرا پرواہ نہ تھی اور برابر یہی فرمارہے تھے کہ مجھ کو کسی کی پرواہ نہیں اور میں کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس طرح مولانا فرماتے ہیں کہ غیر اللہ سے نہ خوف کی ضرورت ہے نہ اس کا ضرر ہے بلکہ ایک معنی کو نفع ہے جیسے اوپر تقریر ہوئی اب آگے ابلیس اور نفس کے دشمن ہونے کو جتلاتے ہیں کہ

جان بابا گویدت ابلیس ہیں	تا بہ دم بفریبدت دیو لعین
خبردار! شیطان تجھے جان پدر کہے گا	تا کہ لعین شیطان تجھے فریب میں پھنسا لے

جان بابا الخ۔ یعنی ابلیس تجھ کو جان بابا کہتا ہے تا کہ تجھ کو دم دے کر بہلا پھسلا لے۔ جان بابا کہتے ہیں فرزند کو مطلب یہ کہ تجھے پھسلاتا ہے اور کہتا ہے تو تو میرے فرزند کی طرح ہے اور میری جان کی طرح اور ان سے کوئی شخص فریب کیا نہیں کرتا لہٰذا تجھ سے کوئی فریب نہیں کرتا ہوں اور یہ دیو لعین تجھے دم دے رہا ہے آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

ایں چنیں تلبیس بابا بات کرد	آدمے راایں سیہ رخ مات کرد
(شیطان نے) تیرے باپ (حضرت آدم) سے ایسی ہی مکاری کی	(حضرت) آدم کو اس سیاہ رو نے ہرا دیا

ایں چنیں الخ۔ یعنی اسی قسم کی تلبیس اس نے تمہارے بابا سے بھی کی ہے اور آدمی کو بازی میں اس نے ہرا دیا مطلب یہ کہ اسکی تلبیس اور فریب کچھ نئے نہیں ہیں بلکہ پہلے تمہارے بابا حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ بھی اس کمبخت نے ایسا ہی کیا تھا اور آخر دیکھو گے کہ آدمیوں کو ہرا ہی دیتا ہے۔ اور یہ کمبخت اس قدر ہوشیار ہے کہ اس سے بچنا ذرا مشکل ہے اگر تم بھی ہوشیار رہو گے تو ضرور اس سے بچ سکتے ہو ورنہ بہت مشکل ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

بر سر شطرنج چست ست ایں غراب	تو مبیں بازی بچشم نیم خواب
یہ کوا شطرنج پر چست (ہو کر بیٹھا) ہے	تو بازی کو اونگھتی آنکھ سے نہ دیکھ

بر سر الخ۔ یعنی یہ کوا سر شطرنج پر بہت ہی ہوشیار ہے تو تم بھی بازی کو نیم خواب آنکھ سے مت دیکھو (غراب سے مراد صرف اس کی چالاکی اور بدذاتی ہے) مطلب یہ کہ یہ کمبخت ہر وقت تمہاری گھات میں ہے کہ ذرا تم کو غافل پائے اور فوراً مات دے لہٰذا تم کو بھی چاہیے کہ اس سے غافل نہ رہو بلکہ اس سے زیادہ چست رہو گے تب تو کام چلے گا ورنہ مات کھاؤ گے اور تم پر قابو پالے گا پھر کچھ نہ ہو سکے گا اس لئے کہ یہ داؤ پیچ خوب جانتا ہے پس فرماتے ہیں کہ

زانکہ فرزیں بندہا داند بسے	کہ بگیرید در گلویت چوں خسے
اس لئے کہ وہ فرزین کے بہت سے گھراؤ جانتا ہے	تا کہ تیرے گلے میں تنکے کی طرح پھنس جائے

زانکہ فرزین الخ۔ یعنی اس لئے کہ یہ فرزین کی قیدیں بہت جانتا ہے تو وہ تنکے کی طرح تمہارا گلا آ دبائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

(فرزین بند ہا باضافتہ مقلوبی یعنی بند ہائے فرزین) مطلب یہ کہ چونکہ بہت ہی ہوشیار ہے اور اس کی اس رد و بدل کو شطرنج کی بازی سے تشبیہ دی اس لئے فرماتے ہیں کہ فرزین کو قید کرنے کی وہ بہت سی تدبیریں جانتا ہے اور جب فرزین کو (جو شطرنج میں ایک مہرہ ہوتا ہے اور نائب السلطنت کہلاتا ہے) قید کر لیا تو بس پھر تو میدان اس کے ہاتھ میں ہے اور وہ تم کو حقائق وانوار کے حصول سے اس طرح روکے گا کہ جس طرح گلے میں پھندا لگ جایا کرتا ہے تو پھر کوئی شے حلق سے نیچے اتر ہی نہیں سکتی اس طرح جب یہ قابو پالے گا تو تم کو تحصیل انوار وحقائق سے مانع ہوگا اور تم کو متوجہ الی الحق بہت مدت تک نہ ہونے دے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

در گلو ماند خس او سالہا	چیست آں خس مہر جاہ و مالہا
اس (شیطان) کا تنکا گلے میں سالہا رہتا ہے	وہ تنکا کیا ہے؟ رتبہ اور مال کی محبت

در گلو الخ۔ یعنی تمہارے گلے میں اسکا خس سالہا سال تک باقی رہے گا وہ خس کیا ہے وہ حب جاہ وحب مال ہے۔ مطلب یہ کہ وہ خس جو گلے میں اٹک جاتا ہے فوراً ہی نکل جاتا ہے مگر اس کمبخت کا خس کہ وہ منع عن توجہ الی اللہ ہے بہت مدت تک باقی رہتا ہے اور یہ اس کو نکلنے ہی نہیں دیتا اور وہ خس حب جاہ وحب مال ہے کہ یہ ایسا مرض ہے کہ مدتوں کے مجاہدہ وریاضت کے بعد جاتا ہے بلکہ حب جاہ تو جلدی زائل ہو بھی جاتی ہے مگر حب مال تو بڑی مشکل سے نکلتی ہے اس لئے کہ جب حب مال ہے تو اس کو کسب کریگا اور اسمیں انہماک ہوگا اور بہت جگہ یہ ہوگا کہ جاہ وعزت کو خاک میں ملانا پڑے گا تب مال حاصل ہوگا لہٰذا حب جاہ تو اس طرح بھی نکل گئی مگر حب مال باقی رہتی ہے جو ایک مدت تک مجاہدات وغیرہ سے نکلتی ہے اور بعض مرتبہ جب شیخ دیکھتا ہے کہ کسی کو حب جاہ بھی ہے اور حب مال بھی ہے اور دونوں مرض قابل ترک ہیں پس اگر ایک مرض سے دوسرے مرض کا علاج ہو جائے کہ جب جاہ اس طرح جاتی رہے کہ حب مال میں لگے تو اگر چہ وہ حضرات اس کی اجازت تو نہیں دیتے مگر ہاں تسامح فرماتے ہیں اور یہی سمجھتے ہیں کہ خیر ایک شے تو زائل ہو رہی ہے دوسرے کے لئے کوئی دوسرا علاج تجویز کر دیا جائیگا بس یہاں آکر شیخ کامل اور عاقل کی ضرورت ہے کہ وہ یہ سمجھے کہ اس کے اندر سے رذائل کو کس طرح اور کس تدبیر سے نکالا جائے اور کس کا علاج کس سے کیا جائے اگر اسمیں کہیں غلطی ہوتی ہے اور کوئی ایسی بات کہہ دی کہ جس سے دوسرے کو وحشت سوار ہوئی تو بس تو وہ گھبرا کر طریق کو چھوڑ بیٹھے گا۔ یہاں یہ بھی سمجھ لو کہ ذکر وشغل تصفیہ کی مدد کے لئے ہیں کہ تصفیہ قلوب جو کہ مجاہدات سے ہو رہا ہے اس میں امداد ہو اور ان کی برکت سے جلدی ہو جائے ورنہ یہ یاد رکھو کہ اسکو دخل کچھ نہیں ہے بعض لوگ جو صرف ذکر وشغل ہی کرتے ہیں اور اسکو کافی خیال کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے اسکی تو ایسی مثال ہے کہ جس طرح طبیب مسہل دے اور اسمیں مدد کے لئے عرق گاؤزبان بتا دے اور اب کوئی احمق صرف عرق گاؤزبان کو کافی سمجھے اور مسہل کا نتیجہ نہ پیوے بلکہ صرف عرق ہی پیوے تو اگر چہ اس عرق سے بھی کچھ نفع ضرور ہوگا کہ ایک آدھ اجابت تو ہو ہی جائیگی مگر وہ بات کہاں جو کہ مسہل پینے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ہوتی پس اس طرح اگر صرف ذکر و شغل ہی میں لگا رہا اور دوسری تدابیر سے ازالہ رذائل نہ کیا تو ظاہر ہے کہ ذکر کی برکت ضرور ہوگی اور اس سے بھی نفع ہوگا مگر وہ تصفیہ جو بعد مجاہدات کے حاصل ہوتا کیا ہوسکتا ہے اور کتب فن میں دیکھ لو کہ اس کے لئے حضرات نے کیا چیز تجویز کی ہے مثلاً احیاء العلوم کو دیکھ لو کہ کہیں ذکر و شغل کی تعلیم کی ہے یا نہیں۔ معلوم ہوا کہ کہیں بھی نہیں بلکہ جہاں کہیں ہے تدابیر بتلائی گئی ہیں کہ اس طرح کرو تو تم کو یہ فائدہ ہو اور اس طرح کرو تو یہ غرض ذکر و شغل صرف مدد کے طور پر ہے اور اصل میں ازالہ رذائل کے لئے تو صرف مجاہدہ ہے جناب مولانا رحمت اللہ صاحب مرحوم کیرانوی ایک مرتبہ ایک گاؤں میں تشریف لے گئے جہاں کہ لوگ شرک وکفر میں مبتلا تھے مگر زبان سے اپنے کو مسلمان کہتے تھے تو وہاں کے ملاجی نے کہا کہ حضرت یہاں کے لوگوں کو میں بہت روز سے نصیحت کرتا ہوں مگر کوئی مانتا ہی نہیں مولانا نے دریافت کیا کہ کیا نصیحت کرتے ہو کہنے لگے کہ میں یہ کہتا ہوں کہ لہنگا پہننا چھوڑ دو اس کو کوئی نہیں سنتا حضرت نے فرمایا کہ شاید تمہاری عقل جاتی رہی ہے کہ تم اس امر کی تعلیم کو لے بیٹھے بھائی اول ان کو شرک وکفر سے تو نکالو رفتہ رفتہ یہ بھی چھوٹ جائیگا اس کے بعد مولانا نے دریافت کیا کہ یہاں کا سردار کون ہے معلوم ہوا کہ ایک عورت ہے وہ چودھرائن ہے۔ مولانا نے اسکو بلایا معلوم ہوا کہ وہ ایک پنڈت کی معتقد ہے بس اب مولانا نے اس سے کوئی گفتگو نہیں کی بلکہ اسی کی معرفت اس پنڈت کو بلایا جب وہ آیا تو مولانا اس کے استقبال کے لئے اٹھ بیٹھے جب اس نے منع کیا تو فرمایا کہ آخر آپ بھی تو اپنے مذہب کے بزرگ ہیں۔ خیر جب وہ بیٹھا تو اس سے دریافت کیا کہ پنڈت جی ہندو مذہب والوں کے علاوہ اور کسی مذہب والے بھی ناجی ہیں۔ کہا نہیں۔ پھر پوچھا کہ مسلمان سے ہندو بھی ہوسکتا ہے اسکا بھی یہی جواب کہ نہیں۔ اس لئے کہ انکا اصل مذہب یہی ہے۔ پھر دریافت کیا کہ پھر ان مسلمانوں کی نجات کی بھی کوئی صورت ہے اس نے کہا کہ کوئی نہیں بس مولانا نے فوراً اس عورت سے کہا کہ لو جی سن لو پنڈت جی تو تم کو دوزخی کہتے ہیں اس لئے کہ اگرچہ یہ لوگ شرک میں مبتلا تھے مگر زبان سے تو مسلمان ہی کہتے تھے اس عورت نے فوراً اس پنڈت سے کہا کہ کمبخت تو گاؤں سے نکل جا تجھے اس قدر کھلایا پلایا اور پھر بھی تو آج یہ کہنے بیٹھا۔ غرضیکہ اس کو نکال دیا اور اس کے بعد مولانا کیرانوی نے سب کو تجدید ایمان کرائی اور نماز روزہ کی تعلیم کی اور ان ملاجی سے کہا کہ خبردار جو ایک سال تک تم نے لہنگے کا نام بھی لیا۔ غرضیکہ جب طبیب کامل ہوتا ہے تو وہ سمجھتا ہے کہ اس کے لئے یہ نسخہ مفید ہوگا بلکہ طبیب بعض مرتبہ سنکھیا کھانے کو دے دیتا ہے اور اس کو وہ مفید ہوتا ہے اس طرح بعض مرتبہ شیخ ایک مرض کو دوسرے کے ازالہ کا سبب دیکھ کر یا تو تسامح کرتا ہے اور یا خود کہہ دیتا ہے کہ خیر اس کام کو کرتے رہو اور جانتا ہے کہ جب یہ چھوٹ جائیگا تو اس دوسرے کو بھی دوسری تدابیر سے چھڑا دینگے۔

پس غرض اس ساری تقریر سے یہ ہے کہ اگر ایسے وقت شیخ کامل مل گیا تب تو فائز المرام ہو ورنہ پھر تو موت ہے اور جاہی تقریر بہت دور چلی گئی مقصود مولانا روم رح کا یہ ہے کہ وہ خس جس کے ذریعہ سے شیطان تم کو حق کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف توجہ سے مانع ہوتا ہے حب جاہ و حب مال ہے کہ یہ دونوں اس طریق کے رہزن ہیں اب آگے ان دونوں میں سے مال کی تخصیص کرتے ہیں اس لئے کہ اکثر ابتلاء اسی میں ہے اور جہاں حب مال ہوگی حب جاہ اکثر نہیں ہوگی بس اسی کو فرماتے ہیں کہ

مال خس باشد چو ہست آں بے ثبات	در گلویت مانع آب حیات
مال چونکہ فانی ہے وہ تنکا ہے	تیرے گلے میں وہ آب حیات سے مانع ہے

مال خس الخ۔ یعنی مال جو ایک خس ہے اور بے ثبات ہے اور تمہارے گلے میں آب حیات کے جانے سے مانع ہے مطلب یہ کہ حب مال جبکہ وہ بے ثبات ہی ہے اور تمہارے لئے انوار اور حقائق کی تحصیل سے مانع بھی ہے تو اس کا تو یہ نتیجہ ہونا چاہیے کہ اس کی محبت تمہارے دل میں ہرگز نہ رہے اور اسکا یہ اثر ہونا چاہیے کہ جس کو آگے بیان کرتے ہیں کہ

گر برد مالت عدوے پر فنے	رہزنے را بردہ باشد رہزنے
اگر کوئی چالاک دشمن تیرا مال لے جائے	ایک ڈاکو دوسرے ڈاکو کا مال لے گیا

گر برد۔ الخ۔ یعنی اگر تمہارا مال کوئی چالاک اور پرفن لیجائے تو (صرف یہ ہوا کہ) ایک رہزن کو دوسرا رہزن لے گیا۔ مطلب یہ کہ اسکی بے ثباتی اور مانعیت کا تو یہ اثر ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص مال کو لے بھی جائے تو اسکا غم نہ ہو اس لئے کہ حقیقت اسکی یہ ہے کہ ایک رہزن اور گمراہ کنندہ کو دوسرا رہزن یعنی چور لے گیا تو تم کو خوش ہونا چاہیے۔ نہ کہ رنجیدہ اور دیکھو اس کی ایسی مثال ہے جیسا کہ اس اگلی حکایت سے ظاہر ہوتا ہے

شرح حبیبی

جب کہ اسکی ابرو کا ایک بال ٹیڑھا ہو گیا تو اس نے ہلال کی صورت اس کے تخیلہ میں پیدا کر دی اب ذرا غور کرو کہ جب ایک ٹیڑھا بال بصر اور آسمان کے درمیان حائل ہو گیا اور بصر کو حقیقت بینی سے مانع ہو گیا تو جبکہ تیرے سارے اجزاء ٹیڑھے ہیں تو اس کا کیا نتیجہ ہوگا اور کیا تیرے حواس مادیہ ادراک حقائق علی ماھی علیہ فی نفس الامر کے لئے کافی ہو سکتے ہیں بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ اس کے خلاف ایک دلیل بھی موجود ہے کہ شخص مذکور اس کے ایک بال نے ٹیڑھا ہو کر راہ حقیقت بینی سے یہاں تک بھٹکایا اور اتنا قوی دھوکہ دیا کہ دعویٰ کے ساتھ رویت ہلال کی ڈینگ مارنے لگا اور اس کو اپنی غلط بینی کا احتمال تک نہ ہوا۔

راست کن: جب کہ تجھے معلوم ہو گیا کہ اجزاء کی ناراستی کا حقیقت بینی پر برا اثر پڑتا ہے اس لئے تجھ پر لازم ہے کہ اپنے اجزا کو درست کرے اور اپنے آپ کو بالکل مرضی حق سبحانہ کے مطلب بناوے اور یہ بات بطور خود حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے ان لوگوں کی جو اپنے آپ کو راست کر چکے ہیں اور مطابق

www.besturdubooks.wordpress.com

مرضی حق سبحانہ کے بن چکے ہیں۔ اس کے چند وجوہ ہیں اول تو خود صحبت ہی مؤثر ہے دوسرے یہ کہ جو کام کسی نمونہ کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے اس میں سہولت ہوتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اس راہ میں خطرات اور مہالک بہت ہیں جن کو وہ عبور کر چکے ہیں اور ان سے بچنے کی تدابیر جان چکے ہیں اور تو ابھی ناواقف اور تجربہ کار ہے تیرا ان سے نجات پانا سخت دشوار ہے اس بنا پر ضروری ہے کہ تو انکا آستانہ نہ چھوڑے دیکھ باٹ کو باٹ ہی ٹھیک اور پورا کرتا ہے اور باٹ کو باٹ ہی گھٹاتا ہے یعنی اگر کسی باٹ کو پورے باٹ کے برابر کیا جائے تو پورا ہوگا اور اگر کم باٹ کے برابر کیا جائے تو کم ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ نمونہ کو بہت بڑا دخل ہے۔ پس اگر تیرے سامنے بہتر نمونہ ہے تو تو اچھا ہوسکتا ہے اور برا نمونہ ہے تو برا بن جائے گا۔ تو جانتا ہے کہ برے نمونہ کا اثر کیا ہوگا سمجھ لے کہ جو شخص ناقصوں کا قرین بنتا ہے اور ناقصین کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ گھاٹے میں رہتا ہے اور اسکی عقل دنگ ہو کر لا یھتدون سبیلا کا مصداق بن جاتا ہے۔

رواشداء علی: تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ راستی کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ٹھیک نمونہ کی مگر صرف نمونہ کافی نہیں بلکہ تیرے لئے عمل کی بھی ضرورت ہے اور عمل کے لئے ایک ضابطہ کی وہ ضابطہ ہم کس قدر تفصیل کے ساتھ تجھے بتاتے ہیں وہ ضابطہ یہ ہے کہ کفار اور اعداء اللہ کے مقابلہ میں سخت رہ اسکے معنی یہ نہیں کہ خواہ مخواہ لوگوں سے لڑتا پھر۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اغیار اور مانع عن التوجہ الی الحق ہوں کائنا من کان۔ ان کی ملاطفت پر خاک ڈال اور ان کی خاطر سے دین میں مداہنت مت کر دیکھ ہم پھر کہتے ہیں اعداء اللہ کے سر پر شمشیر برہنہ رہ۔ خبردار روباہ بازی اور پالیسی کو اختیار نہ کرنا بلکہ شیر رہنا اور ان کی مخالفت سے جو خطرات پیش آئیں یا پیش آنے کا احتمال ہو ان سے ہرگز نہ ڈرنا بلکہ نہایت جرأت و ہمت و فراخ حوصلگی سے ان کو برداشت کرنا (لیکن یہ) اس وقت ہے جبکہ ان کی مخالفت کے سوا چارہ نہ ہو اور اگر سانپ مر جائے اور لاٹھی نہ ٹوٹے تو سختی کی ضرورت نہیں) تیرے ایسا نہ کرنے میں اندیشہ ہے کہ خود اپنے لوگ تجھے اغیار سے ملتا دیکھ کر جوش غیرت سے تجھ سے قطع تعلق نہ کر بیٹھیں کیونکہ کوئی شخص اس کو پسند نہیں کرتا کہ اپنا دوست اس کے یا اس کے دوست کے دشمنوں سے اختلاط رکھے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں یایھا الذین آمنوا لاتتخذوا عدوی و عدوکم اولیاء۔ یعنی اے وہ لوگو جو ایمان لا کر ہمارے محبین میں داخل ہو چکے ہیں ہم کو ناپسند ہے کہ تم ہمارے دوست ہو کر ہمارے دشمنوں سے یا ہمارے دوستوں کے (یعنی خود اپنے) دشمنوں سے ملو۔ لہٰذا تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے اس آیت میں حق سبحانہ نے کفار کو عدو سے تعبیر کر کے ممانعت فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ منشاء نہی ان کی عداوت ہے پھر اولاً عدو کو اپنی طرف مضاف کیا اور پھر اپنے دوستوں کی طرف مضاف کیا جس سے معلوم ہوا کہ ان میں سے ہر ایک مستقل وجہ ہے ممانعت کی گو اول اہم ہے جس کی اہمیت پر تقدیر دلالت کرتی ہے اور عدوی و عدوکم میں جس طرح منشاء نہی کی طرف اشارہ ہے یوں ہی امتثال پر تحریض بھی ہے تو حاصل آیت یہ ہوا کہ تم کفار سے مت ملو اور ان کو اپنا دوست نہ بناؤ۔ اس کی وجہ اول تو یہ ہے کہ وہ ہمارے دشمن ہیں اور تم ہمارے دوست ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہمارے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوست ہمارے دشمنوں سے ملیں پھر تم کو ہماری محبت کا دعویٰ کر کے ہمارے دشمنوں سے ملنا زیبا بھی نہیں۔ بڑی وجہ تو یہ ہے مگر اس کے ساتھ ہی ایک وجہ اور بھی ہے اور وہ بھی فی نفسہ ایک مستقل وجہ ہے گو وہ پہلی وجہ کے برابر نہیں وہ یہ کہ یہ لوگ تمہارے بھی دشمن ہیں اور تم ہمارے دوست ہو اول تو ہم کو یہ ہی پسند نہیں کہ ہمارا دوست اغیار سے ملے پھر اس میں تمہارا ذاتی ضرر بھی ہے قطع نظر اس سے کہ ہم کو پسند ہے یا ناپسند دوسرے مصرع میں دوستوں کے قطع تعلق کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ان کے قطع تعلق کا سبب یہ ہے کہ یہ خار ہیں اور دشمن ہیں ان کے محبوب حقیقی کے اس لئے وہ ہرگز گوارا نہیں کر سکتے کہ تم ان کی محبت کا دعویٰ کر کے ان کے محبوب کے دشمنوں سے تعلق رکھو بس تم ان بھیڑیوں کو سپند کی طرح چولہے میں ڈالو۔ کیونکہ جس طرح تمہارے ایسا نہ کرنے میں یہ خطرہ ہے کہ تمہارے دوستوں کو ناگوار ہو کر اس کے قطع تعلق کا باعث ہوگا یوں ہی اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ خود تمہارے محبوب کے بھی دشمن ہیں اول تو خود محبوب کا دشمن ہونا ہی کافی وجہ ہے ان کی مہاجرت کی اس کے علاوہ اسمیں خود تمہارا ذاتی ضرر بھی ہے کہ مانع وصال محبوب ہیں۔ والی ضرر اشد منہ۔ حاصل یہ ہوا کہ اغیار کے ساتھ تعلق رکھنے میں تین خرابیاں ہیں خود محبوب ناخوش ہوگا دوست قطع تعلق کر دیں گے وصال سے محروم رہو گے تحذیر عن الاغیار کے بعد ایک بہت بڑی کٹھن اور صعب العبور گھاٹی پر متنبہ فرماتے ہیں اور ایک بہت بڑے غول بیابانی سے ہوشیار کرتے ہیں جو تمام اغیار سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اور اغیار کی طرف سے نہ تو عموماً اضلال کی سعی ہوتی ہے اور نہ وہ اس کی اتنی تدابیر جانتے ہیں برخلاف اس غول بیابانی ابلیس کے علاوہ ازیں وہ بھی اسی کے چیلے ہیں اس تنبیہ کی ضرورت اس لئے ہے کہ سالک کو اس سے ہر وقت اور لامحالہ سابقہ پڑتا ہے۔

جان بابا: دیکھو تمام اغیار میں ایک بہت بڑا غیر ہے جو سب سے زیادہ خطرناک ہے اگر تم اس سے بچ جاؤ پھر کچھ اندیشہ نہیں اور وہ ابلیس ہے دیکھو اس سے بچنا وہ تجھے بیٹا کہتا ہے اور ہر وقت تیری مقتضیات نفس کی مساعدت کر کے اور بظاہر دل خوش کن صورتیں دکھلا کر تجھ پر اپنا پدر مشفق ہونا ثابت کرنا چاہتا ہے تاکہ اس دھوکے سے یہ غول بیابانی تجھے پھسلا لے اور کچھ تیرے ہی ساتھ اسکا یہ برتاؤ نہیں بلکہ تیرے باپ آدم علیہ السلام کے ساتھ بھی اس نے اسی قسم کا دھوکہ کر کے اور ان پر اپنی خیر خواہی و شفقت ثابت کر کے ان کو شکست دی تھی اس لئے وہ تیرا پشتینی دشمن ہے۔

بر سر شطرنج: یہ بھی یاد رکھنا کہ بساط شطرنج پر جو تیرے اور اس کے درمیان بچھی ہوئی ہے یہ سیانا کوا۔ بڑا چست ہے اور نہایت ہوشیاری سے چالیں چلتا ہے ایسی حالت میں تجھے اونگھتے ہوئے بازی کو نہ دیکھنا چاہیے اس لئے کہ تیرا حریف بڑا کھلاڑی ہے اسی فرزین کو قید کر لینے کے ایسے بہت سے داؤ آتے ہیں جو تیرے لئے تنکے کی طرح گیر ہو کر وبال جان بن جائیں گے اور تجھے اپنے فرزین کو ان پھندوں سے نکالنا بہت دشوار ہوگا بس تو اس کو پھنسنے ہی نہ دینا۔ حاصل یہ ہے کہ تم کو شیطان کے ساتھ پالا پڑا ہے تم وصول الی الحق چاہتے ہو وہ مانع ہے لیکن چونکہ اس کو بہت سی تدبیریں ایسی آتی ہیں کہ وصول الی الحق سے روک دے اور رات دن وہ اپنے کام میں مشغول

ہے تم کو اس سے غافل نہ رہنا چاہیے کیونکہ متنبہ ہو کر بھی اس سے بازی لے جانا ایک اہم کام ہے چہ جائیکہ غافل رہ کر۔ فرزین۔ شطرنج کا ایک نہایت اہم مہرہ ہوتا ہے کیونکہ باقی مہرے یا سیدھے چلتے ہیں یا ٹیڑھے۔ یہ دونوں چالیں چلتا ہے شطرنج بازوں کو یہ مہرہ نہایت عزیز ہوتا ہے کہ وہ دو مہرے دے کر بھی اس کو بچا لینا بہتر سمجھتے ہیں حتیٰ کہ اس کو بچانے کے لئے اپنے دونوں رخ دیدیتے ہیں اس کے مقید ہونے سے بازی کو بہت کمزوری لاحق ہو جاتی ہے اور کامیابی کی امید کو کمزور ہو جاتی ہے مگر معدوم نہیں ہوتی۔ پس مولانا کے کلام میں ایک نہایت لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ شیطان اس استعداد فطری کو جو کہ اپنی نہایت گرامی قدر ہونے کے باعث فرزین سے مشابہ ہے۔ مغلوب تو کر دیتا ہے۔ مگر فنا نہیں کر سکتا۔ اس بناء پر مرتے دم تک آدمی کو یاس نہ ہونی چاہیے اور کسی ایسے استاد کی مدد سے اس عزیز مہرہ کو ان بندشوں سے آزاد کرنا چاہیے جو ابلیس کے داؤ پیچ سے پوری واقفیت رکھتا ہو اور ان کا توڑ بخوبی جانتا ہو۔

درگلو ماند خس: اوپر شیطانی پھندوں کو بوجہ مانع من الانتفاع بالاشیاء النافعة المطلوبة ہونے کے اس خس سے تشبیہ دی تھی جو گلے میں پھنس جائے اور ان کے لئے گلے میں پھنسنا ثابت کیا تھا جو کہ لوازم مشبہ بہ سے تھا لہٰذا ان اشعار میں خس کو استعارہ کیا ہے ان پھندوں کے لئے۔ اور اس کے لئے لازم یا مناسب مشبہ بہ یعنی گلے میں پھنسا رہنا ثابت کیا ہے اس کے بعد اس خس یعنی پھندوں کی تفسیر کی ہے حب جاہ و مال سے۔ پس حاصل کلام یہ ہوا کہ یہ شیطانی پھندے برسوں تیرے لئے وبال جان رہیں گے اور تو ان سے نجات نہ پا سکے گا تو جانتا ہے کہ وہ پھندے کیا ہیں۔ اچھا تو نہیں جانتا۔ تو ہم سے سن گو اس مقام پر ہم ان کی تفصیل نہیں کر سکتے مگر ایک گر بتائے دیتے ہیں وہ یہ کہ اصل پھندا اور سب سے بڑا پھندا حب جاہ و حب مال ہے۔ باقی پھندے قریب قریب سب اس کی شاخیں ہیں۔ یہاں حب مال کو خس کہا ہے آگے اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں۔ جب کہ مال تیرے گلے میں آب حیات نہ اترنے دے اور تجھے ان نعمتوں سے متمتع نہ ہونے دے جو حیات روح کا مدار اور اس کی غذا ہیں تو اس کو تنکا کہنا بالکل درست ہے کیونکہ وہ بھی گلے میں پھنس کر پانی وغیرہ اشیا کو جو حیات جسمانی کا مدار ہیں معدہ میں جانے سے روکتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مال ایک خس اور وبال جان اور دشمن زندگانی روح ہے تو اگر کوئی چالاک دشمن تیرا مال لیے جائے تو تجھے ہرگز ملال نہ کرنا چاہیے بلکہ خوش ہونا چاہیے کہ ایک رہزن کو دوسرا رہزن لے اڑا اور تجھے اس کے ضرر سے بچا دیا اس پر ایک حکایت یاد آ گئی جو ہمارے اس بیان کی تائید کرتی ہے سنو۔ دزدکے از مار گیرے مار برد الخ۔

شرح شبیری

دزدیدن مارگیرے مارے راازمارگیرے دیگر

ایک سپیرے کا دوسرے سپیرے کے سانپ کو چرانا

دزدکے از مارگیرے مار برد	زابلہی آں راغنیمت می شمرد
ایک چور ایک سپیرے کا سانپ لے گیا	بیوقوفی سے اس کو (مال) غنیمت سمجھ رہا تھا

دزدکے الخ۔ یعنی ایک چوٹلا ایک سپیرے کا سانپ لے گیا اور اپنی بیوقوفی سے اس کو غنیمت سمجھا (شاید سانپ کی ٹوکری لے گیا ہو اور اس کو یہ سمجھا ہو کہ اس میں کوئی مال ہوگا اور اس کو غنیمت سمجھا کہ خیر ایک چیز اڑا لایا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

وارہید آں مارگیر از زخم مار	مارکشت آں دزدرا بس زارزار
وہ سپیرا سانپ کے زخم سے بچ گیا	سانپ نے اس چور کو بری طرح مار ڈالا

وارہید الخ۔ یعنی وہ سپیرا تو اسکے زخم سے چھوٹ گیا (اس لئے کہ ممکن تھا اسی کو کاٹ لیتا) اور اس سانپ نے اپنے چور کو خوب ذلیل کر کے مار ڈالا (یعنی اچھی طرح کاٹا حتی کہ وہ مرگیا)

مارگیرش دید پس بشناختش	گفت از جاں مارمن پرداختش
سپیرے نے اس کو دیکھا تو پہچان گیا	بولا اس کو میرے سانپ نے بے جان کیا ہے

مارگیرش الخ۔ یعنی (جب وہ سپیرا اس کو تلاش کرتا ہوا اس شخص تک پہنچا) تو اس نے اس کو دیکھا (اور آثار سے) پہچانا کہ اسی نے چرایا ہے (اس لئے کہ ٹوکری وغیرہ رکھی ہوگی) تو کہنے لگا کہ میرے سانپ نے اس کو جان سے خالی کر دیا یعنی مار ڈالا۔

در دعا می خواستے جانم ازو	کش بیابم مار بستانم ازو
دعا میں میری جان اس کو طلب کرتی تھی	کہ میں اس کو پکڑ لوں سانپ اس سے لے لوں

دردعا الخ۔ یعنی میری (مرادِ خوب) دعا یہ تھی کہ اگر کہ کہیں مل جائے تو میں اس سے اپنا سانپ لے لوں۔

شکر حق راکاں دعا مردود شد	من زیاں پنداشتم آں سود شد
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ وہ دعا مردود ہو گئی	میں نے نقصان سمجھا تھا وہ نفع ہوئی

شکر حق الخ۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ وہ دعا قبول نہ ہوئی بلکہ مردود ہوئی اور میں نے اس عدم قبولیت کو نقصان

سمجھا تا مگر وہ میرے لئے نفع ہو گیا اس لئے کہ ممکن تھا کہ وہ میرے ہی کاٹ لیتا پس اس طرح سمجھو کہ اگر کوئی تمہارا مال لیجائے تو غم کس قدر بیجا ہے اس لئے کہ ایک رہزن کو جو کہ مانع عن طریق حق تھا ایک دوسرا رہزن یعنی چور لے گیا پھر غم کا ہے کا آگے مولانا ہر دعا کے قبول نہ ہونیکی حکمت اور وجہ بتاتے ہیں کہ

شرح حبیبی

دزدکے: ایک چوٹا کسی سپیرے کا سانپ (جو پٹاری میں بند تھا) چرا لے گیا۔ وہ بیوقوف اس کو اپنی حماقت سے مال سمجھتا تھا یہ خبر نہیں تھی کہ دشمن جان ہے۔ اس چور کے سانپ کو چرا لینے کا یہ نتیجہ ہوا کہ سپیرا تو سانپ کے زخم سے بچ گیا مگر چور نے جب بطمع مال اس پٹاری کو کھولا تو سانپ نے اسے کاٹ لیا اور وہ چور مر گیا۔

مارگیرش: سپیرے نے چور کو دیکھ کر قرائن سے پہچان لیا اور دل میں کہا کہ ہو نہ ہو میرے ہی سانپ نے اس کے قفص تن مگو طائر روح سے خالی کیا ہے میں تو حق تعالیٰ سے دعا میں درخواست کرتا تھا کہ وہ چور مجھے کہیں مل جائے تو میں اپنا سانپ اس سے لوں مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ میری دعا قبول نہ ہوئی ورنہ میں جان سے جاتا۔ میں تو سانپ کی چوری کو اپنا نقصان سمجھتا تھا لیکن درحقیقت وہ سراسر نفع ہو گیا پس اب تم سمجھ سکتے ہو کہ جب وہ شے کہ جس کو تم مال سمجھتے ہو مال نہیں بلکہ مار ہے۔ تو اس کو اگر کوئی دشمن اڑا لے جائے تو اسمیں تمہارا ضرر نہیں بلکہ سراسر نفع ہے اگرچہ تم اس مارگیر کی طرح اپنی ناواقفیت اور غلطی سے نقصان سمجھو چونکہ یہاں دعاء مضر کے قبول نہ ہونے کا ذکر تھا اس لئے مولانا فرماتے ہیں پس دعا ہا کاں زیان ست وہلاک الخ۔

شرح شبیری

بس دعا ہا کاں زیانست وہلاک	از کرم می نشنود یزدان پاک
بہت سی دعائیں جو نقصان اور ہلاکت ہیں	اللہ پاک ان کو کرم کیوجہ سے قبول نہیں کرتا ہے

بس دعا الخ۔ یعنی بہت سی دعائیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ سراسر نقصان اور مہلک ہوتی ہیں مگر حق تعالیٰ اپنے بے حد لطف وکرم کی وجہ سے ان کو قبول نہیں فرماتے مطلب یہ کہ جس طرح اس سپیرے نے دعا کی تھی کہ مجھے وہ شخص مل جائے تو میں اس سے اپنا سانپ لے لوں اور وہ دعا قبول نہ ہوئی پھر اس دعا کا نقصان دہ اور مہلک ہونا معلوم ہوا اس طرح بہت سی ایسی دعائیں ہوتی ہیں کہ جن کو تم اپنے لئے مصلحت سمجھتے ہو اور یوں سمجھتے ہو کہ اگر یہ دعا قبول ہو جائے تو ہم کو بہت نفع ہوگا اور ہم فائز المرام ہونگے مگر وہ تمہارے لئے بالکل غارت اور تباہ کر دینے والی ہوتی ہیں بمصداق عسى ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم وعسى ان تحبوا شيئا وهو شر لكم۔ بس جس قدر امور ہیں ان کو تفویض کرنا چاہیے ہاں دعا کرنا ضرور ہے اس لئے کہ خداوند کریم اس سے خوش ہوتے ہیں کہ انکا بندہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ان سے کچھ مانگے اور دیکھو جابجا تعلیم ہے کہ ہم سے اس طرح مانگو ہم سے یہ مانگو اس کی ایسی مثال ہے جس طرح کہ باپ اور بیٹے کی کہ اگر بیٹا آ کر باپ کے سامنے مچلے اور ضد کرے کہ ہم فلاں کام کریں گے اس کو اس وقت اس کا یہ مچلنا اور بظاہر دق کرنا ہی بھلا معلوم ہوتا ہے اب بعض مرتبہ تو اگر وہ شے اس کے لئے نافع ہوتی ہے یا مضر نہیں ہوتی اس کو اجازت دے دیتا ہے اور اگر دیکھتا ہے کہ یہ امر اس کے لئے مضر ہوگا خواہ دین کو یا دنیا کو تو اس کو ہرگز قبول نہیں کرتا مگر اس کو دوسری چیزیں دے دیتا اور کہتا ہے کہ بیٹا وہ تمہارے لئے مضر ہے اور نقصان دہ ہے تم اس کو لے لو پس اس طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے مانگنے اور دعا کرنے سے بہت ہی خوش ہوتے ہیں اور وہ جس شے کے لئے دعا کر رہا ہے اگر اس کے لئے وہی مناسب ہے تو اس کو وہی عنایت فرما دیتے ہیں اور اس دعا کو قبول فرما لیتے ہیں ورنہ اس کی جگہ اس کو کوئی اور شے عنایت فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث میں کہ جو بندہ دعا کرتا ہے وہ مردود نہیں ہوتی اس لئے کہ اگر وہ قبول نہ ہوگی تو اس کی جگہ یا تو کوئی بلا جو اس پر آنیوالی تھی رک جائیگی یا کوئی اور نفع پہنچ جائیگا پس دعا کرنا تو ضروری ہوا مگر اس کے نتیجہ کا موافق اپنے خیال کے نہ ہونے سے رنجیدہ نہ ہو کہ یہ برا ہے اس لئے کہ

مصلح ست او مصلحت را داند او	کاں دعا را باز می گرداند او
وہ مصلح ہے اور مصلحت کو جانتا ہے	کہ اس دعا کو وہ لوٹا دیتا ہے

مصلح ست الخ۔ یعنی وہ مصلح ہے اور مصلحت (عباد) کو جانتا ہے کہ اس دعا کو قبول نہیں کرتا مطلب یہ کہ جب وہ اپنے بندوں کا خیر خواہ اور مصلحت جاننے والا ہے تو اب وہ جب مصلحت سمجھتا ہے جس دعا کو چاہتا ہے قبول فرما لیتا ہے اور جس کو مصلحت نہیں سمجھتا اس کو رد فرما دیتا ہے پس اس رد ہونے سے غمگین ہونا بہت نادانی ہے۔ اس لئے کہ تمہاری مصلحت اس وقت اس دعا کے رد ہونے ہی کو مقتضی تھی آگے فرماتے ہیں کہ

واں دعا گوینده شاکی می شود	ے برد ظن بدو آں بدبود
دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے	برا گمان کرتا ہے اور یہ بدگمانی بری ہوتی ہے

وان دعا الخ۔ (جب دعا قبول نہیں ہوتی اور وہ خود اس داعی ہی کی مصلحت ہوتی ہے مگر) وہ شکایت کرنے لگتا ہے اور گمان بد لیجاتا ہے حالانکہ وہ گمان ہی خود بد ہوتا ہے (آں بدبود کی ضمیر اگر ظن کی طرف کی جائے تب تو یہ معنی ہوں گے اور اگر شاکی کی طرف لیجائے تو یہ معنی ہوں گے کہ وہ گمان بد کرتا ہے حالانکہ خود ہی برا ہوتا ہے اور دیکھو یہ نہیں سمجھتا کہ وہ خود اس چیز کی دعا کر رہا ہے جو اس کے لئے بلائے جان ہو جاوے گی۔ مگر چونکہ خداوند کریم اس کی مصالح کو خوب جانتے اور سمجھتے تھے اس لئے اس دعا کو اس کے حق میں قبول نہیں فرماتے بلکہ رد فرما دیتے ہیں پس حاصل مقام اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ دیکھو شیطان کے پھندوں سے بچتے رہنا کہ اگر کہیں اس میں پھنس گئے تو پھر تم کو نکلنا مشکل ہو جائیگا اور اسکے پھندے حب مال حب جاہ ہیں ان کی محبت دل سے نکال دو کہ حدیث میں بھی ہے حب الدنیا راس کل خطیئۃ۔ یعنی دنیا کی محبت تمام معاصی کی جڑ ہے لہٰذا اسی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

بچنا ضروری ہے اور جب اس کی محبت نہ ہوگی تو اس کے جاتے رہنے سے غم بھی نہ ہوگا اور نہ ہونا چاہیے اس لئے کہ اس کی مثال تو بالکل ایسی ہے جیسے ایک رہزن کو دوسرا رہزن لے جائے جیسا کہ سپیرے کی مثال سے معلوم ہوتا ہے اور محبت تو حق تعالیٰ کی ہونی چاہیے اور اسی پر پورا پورا بھروسہ چاہیے اگر وہ کوئی کام تمہاری مرضی کے خلاف بھی کرے تو وہ خلاف مرضی ہونا چاہیے اس لئے کہ وہ تمہاری مصلحتوں کو اچھی طرح جانتا ہے اس طرح جو تم کو ضرر دہ ہیں ان کو بھی خوب جانتا ہے پس شاکی نہ ہونا چاہیے۔ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند۔ آگے اسی مضمون کو (بہت مرتبہ تو ایک بات کو چاہتا ہے اور وہ تیرے لئے مصلحت نہیں ہوتی) ایک مثال سے بیان کرتے ہیں کہ

می نداند کہ بلائے خویش خواست	وز کرم حق آں بدو ناورد راست
وہ نہیں سمجھتا کہ اس نے اپنی مصیبت کی دعا کی ہے	اور خدا نے کرم کر کے اس کو قبول نہیں کیا ہے

شرح حبیبی

بہت سی دعائیں ایسی ہوتی ہیں کہ بظاہر تو مفید معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقت میں موجب زیان و ہلاکت ہوتی ہیں حق سبحانہ اپنے فضل و کرم سے ان کو قبول نہیں فرماتے۔ اس کی وجہ استغنا نہیں ہوتی بلکہ اسکا اصلی سبب یہ ہوتا ہے کہ حق سبحانہ محض اپنے فضل و کرم سے اپنے خاص خاص بندوں کی مصلحتوں کا لحاظ رکھتے ہیں چونکہ بندہ حقیقت سے واقف نہیں ہوتا اس لئے اس کو اپنے لئے نافع سمجھ کر دعا کر بیٹھتا ہے اور حق سبحانہ مصلحت دان ہیں اس لئے اس کو مضر سمجھ کر رد کر دیتے ہیں اور جب دعا قبول نہیں ہوتی تو دعا کرنے والا شاکی ہوتا ہے اور خیالات فاسدہ دل میں لاتا ہے حالانکہ قبول نہ کرنا بے جا نہیں ہوتا بلکہ اس کی شکایت اور گمان بد نازیبا ہوتا ہے کیونکہ اس بیچارے کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس نے اپنے لئے ایک مصیبت کی درخواست کی تھی اور حق سبحانہ نے اس پر اپنا فضل کیا کہ اس کی درخواست کو منظور نہ کیا اور جیسا اس نے چاہا تھا ویسا اس کے لئے نہ کیا بس تم کو چاہیے کہ جب ایسی صورت پیش آئے تو سمجھ لو کہ اس کے قبول نہ ہونے میں بھی کوئی مصلحت ہوگی اور پریشان نہ ہو۔ اوپر بیان کیا گیا تھا کہ بھی آدمی ایک ایسی شے کی درخواست کرتا ہے جو اس کے لئے مضر ہوتی ہے۔ آگے اسی کی تائید ایک حکایت سے کرتے ہیں۔

شرح شبیری

التماس کردن ہمراہ عیسیٰ علیہ السلام بزندہ کردن استخوانہا از عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی کا ان سے ہڈیوں کو زندہ کر دینے کی درخواست کرنا

گشت با عیسیٰ یکے ابلہ رفیق	استخوانہا دید در گورے عمیق
ایک بیوقوف (حضرت) عیسیٰ کا سفر کا ساتھی بن گیا	اس نے ایک گہری قبر میں ہڈیاں دیکھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گشت الخ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے ایک بیوقوف ساتھ ہو گیا اور اس نے ایک گڑھے میں کچھ ہڈیاں دیکھیں (گورے عمیق سے مراد یا تو خود قبر ہے تب تو یہ معنی ہوں گے کہ کسی قبر میں وہ ہڈیاں گر گئی ہونگی اس لئے کہ وہ تو شیر کی تھیں تو گور میں کس طرح ہوتیں اور اگر گورے عمیق سے مراد مطلق گہرا گڑھا لیا جائے جیسا کہ ترجمہ میں لیا گیا ہے تو مراد یہ ہے کہ کسی گڑھے میں کچھ ہڈیاں دیکھیں)

گفت اے ہمراہ نام آں سنی	کہ بداں تو مردہ زندہ می کنی
کہنے لگا کہ اے ساتھی! اس بلند ذات کا نام	جس کے ذریعہ تم مردے کو زندہ کرتے ہو

گفت الخ۔ یعنی اس شخص نے کہا کہ اے ہمراہی (یعنی عیسیٰ علیہ السلام اس لئے کہ وہ بھی اس کے ہمراہ تھے اور وہ ان کے ہمراہ تھا) اس روشن کا نام کہ جس سے تم مردہ کو زندہ کیا کرتے ہو مجھے بھی سکھلا دو تا کہ میں بھی احسان کروں اور ہڈیوں کو اس کی برکت سے باجان کر دوں (سنی معنی روشن مراد ذات حق تعالیٰ۔ احسان کنم میں اگر احسان کو بمعنی منت لیا جائے تب تو یہ معنی ہوں گے کہ میں اس پر احسان کروں کہ اس کو زندہ کر دوں اور اگر احسان سے مراد مطلق فعل حسن ہو تو یہ مراد ہوگی کہ میں بھی ایک اچھا کام کروں اس لئے کہ ہر شے کا وجود اس کے عدم سے تو بہتر ہے تو اس کو ذی روح کر دینا بھی ایک فعل حسن ہوگا) آگے عیسیٰ علیہ السلام اس کو جواب دیتے ہیں کہ

مر مرا آموز تا احساں کنم	استخوانہا را بداں با جاں کنم
مجھے سکھاؤ تاکہ میں اچھا کام کروں	اس کے ذریعہ ہڈیوں کو جاندار بنا دوں

گفت خامش الخ۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ ارے خاموش رہ اس لئے کہ یہ تیرا کام نہیں ہے (کیونکہ ہر کام کے لئے کچھ شرائط ہوتے ہیں اور اس کی شرط ہے کہ کلام میں برکت ہو اور یہ ہے نہیں) اور تیرے کلام اور تیرے کلمات کے قابل اور لائق نہیں ہے اس لئے کہ وہ نام تو ایسا کلام چاہتا ہے کہ جو بارش سے بھی پاک ہو اور وہ شخص فرشتہ سے بھی (عبادت میں) چست و چالاک ہونا چاہیے (فرشتہ سے چست و چالاک کہنا مبالغہ ہے) مطلب یہ کہ چونکہ شرط ہے برکت دم و کلام وہ تجھ میں معدوم ہے پس اس پر یہ اثر یعنی مردہ سے زندہ ہونا بھی مرتب نہیں ہو سکتا اور اس کے لئے تو ایک پاک نفس اور ایک اس شخص کے دم کی ضرورت ہے جو کہ طاعت حق میں چست و چالاک ہو آگے فرماتے ہیں کہ

گفت خامش کن کہ آں کارتو نیست	لائق انفاس و گفتار تو نیست
فرمایا چپ رہ کہ وہ تیرا کام نہیں ہے	تیرے سانسوں اور گفتار کے لائق نہیں ہے

عمرہا الخ۔ یعنی بہت سی عمروں کی (یعنی مدت کی) ضرورت تھی کہ آدم علیہ السلام پاک ہوئے یہاں تک کہ مخزن افلاک کے امین ہوئے مطلب یہ کہ برکت نفس کے لئے جو کہ شرط ہے کلام کے مؤثر ہونے میں ایک مدت

www.besturdubooks.wordpress.com

کے مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہے دیکھو آدم علیہ السلام کو کس قدر مدت کی ضرورت ہوئی ان میں استعداد پیدا ہوئی اس کے بعد وہ امین مخزن افلاک ہو سکے اس لئے کہ اس کے بعد ہی تو ان کو کونیات اور الٰہیات کی اسماء وغیرہ تعلیم ہوئے تھے یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام تو فوراً پیدا ہوئے اور فوراً ان کو اسماء کی تعلیم ہوئی اور فوراً ہی مسجود ملائکہ ہوئے اور اس کے بعد ہی دخول جنت ہوا اور پھر متصل ہی اکل حنطہ ہوا تو پھر عمرہا کہنا صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ آدم علیہ السلام عصر کے وقت پیدا ہوئے تھے اور غروب نہ ہونے پایا تھا کہ جنت سے نکالے گئے تو اس کی توجیہ یا تو یہ کی جائے گی کہ یہ باعتبار وہاں کے ایام کے ہے کہ ایک دن وہاں کا اس قدر بڑا ہوتا ہے کہ یہاں اس مدت میں بہت سی عمریں گزر جائیں اور یا یوں کہا جائے کہ چونکہ آدم علیہ السلام کا مادہ تو پہلے سے موجود تھا ہی اور اس کے متعلق خود حدیث میں تصریح بھی ہے کہ وہ ایک مدت تک ان کا خمیر ہوتا رہا تو اب یہ معنی ہونگے کہ ان کے مادہ ہی میں استعداد پیدا ہونا شروع ہو گئی تھی اور اس کے بعد جب وہ مادہ رہا تو اس وقت سے اور وقت وجود تک استعداد کامل ہو گئی تھی اور ایک نسخہ تادم پاک شد ہے اس بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ ایک مدت کی ضرورت تھی کہ میرا دم کہ جس کی برکت ہے مردہ کو زندہ کر دینا پاک ہوا اس لئے کہ انبیاء کی استعداد بھی تو قبل نبوت کامل ہوتی رہتی ہے اور ان کو بھی ایک مدت تک مجاہدات کرنا پڑتے ہیں مقصود یہ کہ یہ کام اس وقت ہو سکتا ہے کہ عبادات و ریاضات کر کر کے تم اپنے کو اس قابل بنالو پھر شاید ممکن بھی ہے ورنہ صرف الفاظ کے سیکھنے سے کیا ہوتا ہے آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

کاں نفس خواہد ز باراں پاک تر	وز فرشتہ در روش چالاک تر
وہ (نام) ایسا سانس چاہتا ہے جو بارش سے زیادہ پاک ہو	اور رفتار میں فرشتہ سے زیادہ تیز ہو

خود گرفتی الخ۔ یعنی تو نے خود اس عصا کو اگر داہنے ہاتھ میں لے بھی لیا مگر موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ جیسا افسوں کہاں سے لاؤ گے مطلب یہ کہ تم نے یہ تو سیکھ لیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں بھی عصا تھا اس لئے تم نے بھی ایک عصا لے لیا مگر جو ان کے ہاتھ میں برکت تھی اور جس کی وجہ سے وہ عصا اژدہا ہو جاتا تھا کہاں سے لاؤ گے پس اس طرح اگر تم نے الفاظ سیکھ بھی لئے مگر وہ برکت جو ان کو مؤثر بنانے کے لئے درکار ہے کہاں سے لاؤ گے کہ اس کی استعداد پیدا کرنے کے لئے ایک مدت کی ضرورت ہے اور وہ بھی جب کہ حق تعالیٰ بھی چاہیں پس تم کو ان الفاظ کے سیکھنے کے کچھ فائدہ نہ ہوگا جب اس ہمراہی نے یہ سنا تو آگے کہتا ہے کہ

عمرہا بایست تا دم پاک شد	تا امین مخزن افلاک شد
عمریں چاہئیں تا کہ سانس پاک ہو	اور آسمانوں کے خزانے کا امین بنے
خود گرفتی ایں عصا در دست راست	دست را دستان موسیٰ از کجاست
یہ لاٹھی تو نے داہنے ہاتھ میں پکڑ لی ہے	ہاتھ میں موسیٰ اعجاز کہاں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت گر من نیستم اسرار خواں	ہم تو برخواں نام را بر استخواں
وہ بولا اگر میں اسرار کے پڑھنے کے قابل نہیں ہوں	(تو) آپ ہی ہڈیوں پر نام پڑھ دیجئے

گفت الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ اچھا اگر میں ان اسرار کا جاننے والا اور پڑھنے والا نہیں ہوں (تو نہ سہی مگر آپ تو ہیں) لہٰذا آپ ہی وہ نام پاک ان ہڈیوں پر پڑھ دیجئے کہ یہ زندہ ہو جائیں جب وہ بہت ہی مصر ہوا تو عیسیٰ علیہ السلام دعا کرنے لگے کہ

گفت عیسیٰؑ یارب ایں اسرار چیست	میل ایں ابلہ دریں گفتار چیست
(حضرت) عیسیٰؑ نے کہا اے خدا! یہ کیا راز ہے؟	اس بیوقوف کا میلان اس گفتگو کی طرف کیوں ہے؟

گفت عیسیٰ الخ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام جناب باری میں دعا کرنے لگے کہ اے اللہ یہ کیا بھید ہیں جو اس بیوقوف کا میلان اس بات کی طرف ہے اور اس بیمار نے اپنے غم کو کیوں چھوڑ رکھا ہے اور اس مردار کو اپنی جان کا غم کیوں نہیں اور اس نے اپنے مردہ کو تو چھوڑ رکھا ہے اور دوسرے کے مردہ کو چاہتا ہے کہ اس میں رفو ہو جائے یعنی یہ روح کے ساتھ مل جائے۔ مطلب یہ کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اسکا اصرار بہت ہی بڑھ رہا ہے اور یہ مانتا ہی نہیں تو دعا کرنے لگے کہ یا الٰہی اس میں کیا بھید ہیں اور یہ اس قدر اصرار کیوں کر رہا ہے یہاں یا تو عیسیٰ علیہ السلام کو معلوم ہو گیا جو کہ یہ ہڈیاں شیر کی ہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ یہ تو زندہ ہو کر خود اسی کو پھاڑ دے گا اور ہلاک کر دیگا پھر اس کے اصرار میں کیا بھید ہیں اور اس کے لئے کیا مقدر ہے اور یا یہ کہ معلوم نہ ہوا ہو مگر صرف اس لئے فرماتے ہیں کہ آخر اس فضول کام میں یہ کیوں لگا ہوا ہے اور مجھے دق کر رہا ہے اور یہ شخص خود بیمار ہے اس کا تو علاج کرتا نہیں اور اس کی تو فکر نہیں ہے کہ غافل عن الحق ہے اور خود ہی مردار کی طرح ہو گیا ہے مگر کچھ خیال اور غم نہیں ہے اور افسوس اس نے اپنے کو چھوڑ رکھا ہے اور اپنی اصلی حیات کی طرف متوجہ نہیں ہوتا کہ وہ طاعت اور ذکر اللہ ہے اور دوسروں کی فکر میں ہے کہ کسی طرح ان میں پیوند حیات لگ جائے اور یہ زندہ ہو جائیں تو آخر اس میں کیا بھید ہیں آگے حق تعالیٰ کی طرف سے جواب عنایت ہوا کہ

چوں غم خود نیست ایں بیمار را	چوں غم جاں نیست ایں مردار را
اس بیمار کو اپنا غم کیوں نہیں ہے؟	اس مردے کو (اپنی) جان کا غم کیوں نہیں ہے؟
مردۂ خود را رہا کردست او	مردۂ بیگانہ را جوید رفو
اس نے اپنے مردے کو چھوڑا ہے	غیر کے مردے کی بھلائی چاہتا ہے
گفت حق ادبارا گر ادبار جوست	خار روئیدن جزائے کشت اوست
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا بدبخت ہے اگر بدبختی کا جویاں ہے	اس کی کھیتی کا نتیجہ کانٹوں کا اگنا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت حق الخ۔ (یہاں ادبار اول میں لفظ صاحب محذوف ہے یعنی صاحب ادبار) یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر صاحب ادبار بدبختی کو تلاش کرتا ہے (تو کرنے دو) اس لئے کہ کانٹے اگنا تو اس کے بونے کا بدلہ ہے (جیسا بویا ویسا پھل پائے گا) مطلب یہ کہ اگر یہ اصرار کرتا ہے تو تم اس کے قول کو مان لو اور ان کو زندہ کر دو اس لئے کہ جب اس کی قسمت میں ہلاک ہونا ہے تو یہ ضرور ہلاک ہو ہی جاوے گا اور جب اس نے کانٹے بوئے ہیں یعنی اعمال سیئہ کا مرتکب ہوا ہے تو اس کو اس کی جزا بھی ویسی ہی ملے گی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

آنکہ تخم خار را کارد در جہاں	ہاں وہاں او را مجو در گلستاں
جس شخص نے دنیا میں کانٹے کا بیج بویا	خبردار خبردار اس کو گلستان میں نہ تلاش کر

آنکہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ کانٹے بوتا ہے (یعنی اعمال سیئہ کا مرتکب ہوتا ہے) تو اس کو تم ہرگز ہرگز گلستان میں مت تلاش کرو (یعنی اس کو اس جگہ جہاں ثمرات محمودہ حاصل ہوتے ہیں مت تلاش کرو اس لئے کہ اس نے اعمال ہی اس لائق نہیں کئے تو ان پر ثمرات محمودہ کہاں سے حاصل ہونگے آگے فرماتے ہیں کہ

گر گلے گیرد بکف خارے شود	ور سوئے یارے رود مارے شود
اگر وہ ہاتھ میں پھول لے گا تو وہ کانٹا بن جائے گا	اگر دوست کی طرف جائے گا تو سانپ بن جائے گا

گر گلے گیرد الخ۔ یعنی اگر یہ شخص پھول بھی لیگا تو وہ بھی خار ہو جائیگا اور اگر کسی یار کی طرف جائیگا تو وہ سانپ ہو جائیگا مطلب یہ کہ اگر وہ کوئی عمل حسن بھی کریگا تو وہ بھی حسن نہ رہے گا اس لئے کہ اس میں مثلاً ریا کا شائبہ ہو تو وہ عمل حسن کہاں رہا بلکہ وہ بھی معصیت ہوگئی اس طرح ایک دوسرے مقام میں خود مولانا فرماتے ہیں۔

ہر چہ گیرد علتے علت شود + کفر گیرد کاملے ملت شود

اور اس شعر کی توجیہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ خوب فرماتے تھے کہ ہر چہ عام ہے اعمال حسنہ کو اور ایمان کو سب کو شامل ہے اب اس میں سے ایک فرد کی بابت فرماتے تھے کہ ہر چہ گیرد علتے علت شود میں یہ بھی داخل ہے کہ دیکھو ایمان جو کہ نجات کا ذریعہ ہے اور اسی سے سعادت دارین حاصل ہوتی ہے اسی کو منافقین نے اختیار کیا ان کے لئے ایمان بھی ذریعہ ہو گیا زیادتی خسران کا کہ فرمایا جاتا ہے کہ ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار یعنی منافقین نار کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہونگے والعیاذ باللہ تو دیکھو کہ اسی ایک شے کو علتی نے اختیار کیا تو کیا حشر ہوا کہ باوجود منجی ہونے کے پھر اس لئے سبب خسران ہو گیا اور دوسرے مصرعہ کو اس طرح سمجھو کہ دیکھو حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کہ انہوں نے بظاہر کلمہ کفر کہا تھا جس سے کہ متبادر کفر ہوتا ہے مگر وہی داخل دین ہو گیا اور قیامت تک کے لئے مسئلہ ہو گیا کہ اگر اکراہ کے وقت کسی نے زبان سے کلمۂ کفر کہہ دیا تو اس کا ایمان زائل نہیں ہوتا بس دیکھو کہ ایک کامل نے کفر اختیار کیا مگر وہ ملت اور دین ہو گیا (وللہ در قال) سچ یہ ہے کہ اس سے اچھی توجیہ ممکن ہی نہیں اور اس شعر کا مصداق اور کوئی امر اس قدر ظاہر طور پر نہیں ہو سکتا

www.besturdubooks.wordpress.com

اے اللہ حضرت کے فیوض ہم خدام پر فائض فرمائیے اور ان کی برکت سے حسنات کی توفیق عطا فرمائیے آمین ثم آمین پس معلوم ہوا کہ جو شخص شقی ہے اگر وہ دین کی بات بھی اختیار کرے گا تو وہ اس کے لئے مہلک اور سبب خسران بن جاوے گی آگے بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ

کیمیائے زہر مارست آں شقی	برخلاف کیمیائے متقی
وہ بدبخت سانپ کے زہر (کی طرح) کی کیمیا ہے	شقی کی کیمیا کے برخلاف

کیمیائے الخ۔ یعنی اس شقی کی کیمیا بھی سانپ کا زہر ہے بخلاف کیمیائے متقی کے کہ وہ اس کے بالکل خلاف اور برعکس ہے (کیمیا کہتے ہیں تبدیل ماہیت الی ماہیت اخری کو) لہٰذا فرماتے ہیں کہ اس شقی کے اعمال کو ماہیت جب بدلتی ہے تو وہ حسنات سے سیئات ہو جاتے ہیں جیسے کہ سانپ کا زہر ہوتا ہے کہ وہ آخر مہلک ہو جاتا ہے بخلاف متقی کے اعمال کے کہ وہ اس کے بالکل خلاف اور عکس ہوتے ہیں اس لئے کہ اگر شقی حسنات بھی کرے گا وہ بھی اسکی نیت کے درست نہ ہونے کی وجہ سے سیئات ہو جاویں گی اور جو متقی ہوگا وہ اگر سیئات کا بھی ارتکاب کرے گا اس کے لئے وہ بھی حسنات ہو جاویں گی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

ہیں مکن برقول و فعلش اعتمید	کو ندارد میوہ مانند بید
خبردارا اس کے قول و فعل پر بھروسہ نہ کر	وہ (درخت) بید کی طرح پھل نہیں رکھتا ہے

ہیں مکن الخ۔ یعنی ہرگز ایسے شخص کے قول و فعل پر اعتماد مت کرنا اس لئے کہ اس کے اندر میوہ ہی نہیں جیسا کہ بید ہوتا ہے (کہ اس میں بھی میوہ نہیں ہوتا) مطلب یہ کہ اس شخص کے قول فعل پر ہرگز اعتماد نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ اس کے پاس ثمرات محمودہ تو ہیں ہی نہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر اس کے قول پر اعتماد کرو گے تو ایسا حال ہوگا کہ جیسا کہ اس حکایت آئندہ میں معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

گشت ہاعیس: یعنی ایک احمق حضرت عیسے علیہ السلام کا رفیق سفر ہوا ایک گہرے گڑھے میں اس کو کچھ ہڈیاں دکھائی دیں اس پر اس نے حضرت عیسے علیہ السلام سے درخواست کی اور کہا اے یار مجھے حق سبحانہ کا وہ نام سکھلا دے جس سے تو مردوں کو زندہ کرتا ہے تاکہ میں ایک نیک کام کروں یعنی اس کے ذریعہ سے ان ہڈیوں کو جاندار اور زندہ کر دوں۔

گفت خامش: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ چپ رہ یہ تیرا کام نہیں اور تیرے پڑھنے کے لائق نہیں ہے کیونکہ اس کے لئے ایسے دم کی ضرورت ہے جو بارش سے بھی زیادہ پاک ہو اور جس طرح نجاسات جسمانیہ سے پاک ہوتی ہے وہ اس سے بھی زیادہ نجاسات روحانیہ سے پاک ہو اور ذکر الٰہی میں فرشتوں سے بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

زیادہ تیز چلتی ہو۔ اور دم کے پاک ہونے کے لئے عموماً ایک عرصہ دراز کی ضرورت ہے الا ماشاء اللہ تاکہ مجاہدات و ریاضات طویلہ کے بعد پاک ہو کر خزائن عالم ملکوت کا حامل اور امین بن سکے اور اس سے وہ عجائبات ظاہر ہو سکیں جو سفلیات کی احاطہ قدرت سے باہر ہیں دیکھ لے لاٹھی تو تیرے ہاتھ میں بھی ہے مگر تو اس کو سانپ نہیں بنا سکتا کیوں محض اس لئے کہ وہ افسوں اور تاثیر کہاں ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں تھی۔ گو اس کے حصول میں کسب کو دخل نہ تھا لیکن مقصود صرف اس قدر ہے کہ طہارت ہونی چاہیے خواہ بفضل بحت ہو یا اس میں کسب کو بھی فی الجملہ دخل ہو۔ (تنبیہ) عمرہا بایست الخ کا مذکورہ بالا مطلب اس بناء پر لکھا گیا ہے کہ بایست اور شد کو بمعنی مستقبل لیا گیا ہے یہاں ایک توجیہ اور بھی ہے وہ یہ کہ دم سے مراد۔ دم عیسیٰ علیہ السلام ہو خواہ۔ بعہد یا بحذف مضاف الیہ۔ اے دم۔ اس تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ میرے دم کے پاک ہونے کے لئے ایک عرصہ دراز کی ضرورت تھی چنانچہ ایک عرصہ دراز تک مجاہدات و ریاضات و ذکر اللہ کے بعد یہ کمال حاصل ہوا الخ۔ مگر اس توجیہ میں یہ خدشہ ہوتا ہے کہ اس عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ریاضات اس تاثیر کا سبب اور باعث ہوئی ہیں گو موجب نہیں حالانکہ یہ انکا ایک معجزہ تھا جس میں اعمال کو دخل نہ تھا نیز یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے اعمال ان کی طہارت نفس کا سبب بنے ہیں مگر امر بالعکس معلوم ہوتا ہے کہ ان کی طہارت جبلی ان اعمال و مجاہدات کا سبب ہوئی ہے نہ کہ مجاہدات و ریاضات سبب طہارت لانہم علیہ السلام طاھرون و مطھرون من بدو الفطرۃ معصومون من اولی الامر. وھو فضل محض و لطف صرف من ربھم الکریم لادخل لکسبھم فیہ اصلا. دوسرا نسخہ اس مقام پر عمرہا بایست کا دم پاک شد ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ آدم علیہ السلام کے پاک ہونے کے لئے ایک عرصہ دراز کی ضرورت تھی کہ وہ اس عرصہ کے بعد پاک ہو کر امین مخزن افلاک ہوئے پھر تمہاری کیا ہستی ہے۔ اسمیں یہ خدشہ ہے کہ اول تو پیدا ہوتے ہی آدم علیہ السلام امین مخزن افلاک ہو گئے تھے اور اگر زمانہ تخمر کو بھی لیا جائے تو وہ بھی صرف چالیس روز تھا (جیسا کہ یاد پڑتا ہے) اور وہاں کے دنوں کا بڑا ہونا محض احتمال ہے۔ ثانیاً اس میں بھی ان کے کسب کو دخل نہ تھا محض لطف و فضل رب تھا ثالثاً ان کی پاکی میں کسب کو دخل نہ تھا ان وجوہ سے وہ توجیہ اقرب معلوم ہوتی ہے جو ترجمہ میں اختیار کی گئی ہے کیونکہ اس میں گو ماضی کو مستقبل کے معنی میں لینا پڑتا ہے مگر معنی بے تکلف ہے وقد وصانا السید الشریف فی حواشی المطول بقولہ راع جانب المعنی والوا حوجک الی تکلفات کثیرۃ۔

گفت اگر: اس پر اس نے کہا کہ اگر میں ان اسرار کے پڑھنے کے لائق نہیں۔ کیونکہ وہ شرائط مفقود ہیں جو ان کی تاثیر کے لئے لازمی ہیں تو خود آپ ہی پڑھ دیجئے۔

گفت عیسیٰ: حضرت عیسے نے متعجب ہو کر حق سبحانہ سے دریافت کیا کہ خدایا یہ کیا بھید ہے اور یہ بیوقوف اس قسم کی باتوں کی طرف کیوں مائل ہے۔ اس بیمار کو اپنی فکر کیوں نہیں اور یہ مردہ دل اپنی حیات روحانی کی فکر کیوں نہیں کرتا۔ اس کا دل جو صفات بہیمیہ اور غلبہ نفس سے مردہ یعنی قریب المرگ اور قریب قریب مسلوب الاستعداد

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو چکا ہے اس کو تو اس نے چھوڑ رکھا ہے اور دوسرے مردہ کی جان وتن میں اتصال چاہتا ہے اور اس کے زندہ ہونے کی باصرار درخواست کرتا ہے۔

گفت حق: حق سبحانہ نے بذریعۂ وحی ارشاد فرمایا کہ جو بد بخت بدبختی کو ڈھونڈتا ہے اور ان چیزوں کے پیچھے پڑتا ہے جو اس کے لئے مضر ہیں تو اس کی کھیتی اور سعی کا ثمرہ خار یعنی نتیجہ بد ہوتا ہے چنانچہ تم کو اس کا نتیجہ عنقریب معلوم ہو جائے گا اور تم جان لوگے کہ اس بد بخت کے سر پر شامت سوار تھی اور اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی مار رہا تھا آگے مولانا نتیجہ حکایت کے طور پر نصیحت فرماتے ہیں کہ جو شخص اس دنیا میں رہ کر کانٹوں کا بیج بوتا ہے اور اعمال سیئہ میں گرفتار اور مقتضیات نفس کا پابند ہوتا ہے اس کو گلستان میں نہ ڈھونڈنا اور اس کے لئے ثمرات محمودہ کی توقع نہ رکھنا اس کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ اگر وہ پھول ہاتھ میں لے اور بظاہر کوئی نیک کام کرے تو وہ بھی اس کے لئے بوجہ غرض انسانی کی آمیزش اور عدم خلوص نیت کے خار۔ اور موجب مضرت ہو جاتا ہے اور اگر کسی یار یعنی ولی اللہ کی خدمت میں جاتا ہے تو وہ اس کے لئے مار اور موت روحانی کا سبب بن جاتا ہے کیونکہ اس کو ابتداءً تو مقصود ہوتا نہیں۔ کوئی نفسانی غرض ہوتی ہے اس لئے وہ ان شرائط پر بھی کار بند نہیں ہوتا جو استفاضہ کے لئے ضروری ہیں لہٰذا خسران ابدی میں مبتلا ہو جاتا ہے (اس شعر میں لفظ یار کو ہم نے بمعنی مرشد کامل قرار دیا ہے اور اس سے عمل صالح بھی مراد ہو سکتا ہے۔ والاقرب ہو الاول لان الافادۃ خیر من الاعادۃ ۔جس مطلب کو مولانا نے مصرع اول میں اور بر توجیہ ثانی پورے شعر میں ادا فرمایا ہے اسی مضمون کو ایک دوسرے شعر میں بھی دوسرے عنوان سے ادا فرمایا ہے چونکہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے اس کے مضمون کو ایک نہایت نفیس دلیل سے ثابت فرمایا ہے لہٰذا افادۃً للناظرین اس کا حل بھی درج کیا جاتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔ ہر چہ گیرد علتے علت شود + کفر گیرد کاملے ملت شود + یعنی مبتلائے امراض روحانی کے لئے وہ اعمال بھی جو فی نفسہ صالح اور قابل غذائے روح ہیں مادۂ فاسدہ کی طرف مستحیل ہو جاتے اور اعمال سیئہ بن جاتے ہیں اور کامل اگر کفر بھی اختیار کرتا ہے تو وہ کفر بھی دین ہو جاتا ہے حضرت حاجی صاحب اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ایمان سے بڑھ کر کوئی عمل صالح نہیں لیکن منافقین بظاہر ایمان لائے تو ان کی نسبت حق سبحانہ فرماتے ہیں فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا اور حضرت عمارؓ نے بظاہر کفر اختیار کیا اور کلمۂ کفر زبان سے نکالا تو ظاہری کفر جزو دین بن گیا اور قیامت تک کے لئے قانون مقرر ہو گیا کہ من اکرہ و قلبہ مطمئن بالایمان سے کوئی مواخذہ اور باز پرس نہ ہوگی) پس اس بد بخت کی کیمیا تو یہ ہے کہ تریاق بھی زہر مار ہو جاتا ہے اور اعمال صالحہ بھی سیئہ بن جاتے ہیں برخلاف کیمیائے متقی کے وہاں زہر مار بھی تریاق ہو جاتا ہے اور فی الجملہ اعمال سیئہ بھی حسنہ ہو جاتے ہیں۔ جب تو یہ جان چکا تو ہم تجھ سے کہتے ہیں کہ خبردار ایسے کے قول وفعل پر اعتماد نہ کرنا اور ظاہری عمدہ صورت سے دھوکہ نہ کھانا۔ وہ افعال واقوال ثمرات محمودہ سے بید کی طرح بالکل معرا ہیں چنانچہ ہم تم کو ایک حکایت سناتے ہیں جس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کے اقوال وافعال پر بھروسہ کرنیکا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ صوفی ے گشت درد وراقق الخ۔

شرح شبّیری

اندرز کردن صوفی خادم را در تیمار داشت بہیمہ ولاحول گفتن آں خادم

صوفی کا خادم کو جانور کی خبر گیری کرنے کی نصیحت کرنا اور اس خادم کا لاحول پڑھنا

صوفئے می گشت درد ور افق	تا شبے در خانقاہے شد قنق
ایک صوفی دنیا کے اطراف میں گشت کرتا تھا	ایک رات ایک خانقاہ میں مہمان ہوگیا

صوفی الخ۔ یعنی ایک صوفی سیر وسیاحت کرتا پھرا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک رات کو ایک خانقاہ میں مہمان ہو گیا (قنق لفظ ترکی بمعنی مہمان)

یک بہیمہ داشت در آخر بہ بست	او بصدر صفہ با یاراں نشست
اس کا ایک چوپایہ (سواری کا) تھا جس کو اصطبل میں باندھ دیا	وہ دوستوں کے ساتھ چبوترے کے صدر مقام پر بیٹھ گیا

یک بہیمہ الخ۔ یعنی اس کے پاس ایک جانور تھا اس کو آخور پر باندھ دیا اور خود یاروں کی جماعت میں صدر پر جا کر بیٹھ گیا (صدر صفۂ یاران سے مراد یہ کہ ان لوگوں نے جو کوئی جگہ بنا رکھی ہوگی وہاں آپ نے تشریف رکھی)

پس مراقب گشت با یاران خویش	دفترے باشد حضور یار بیش
پھر اپنے دوستوں کے ساتھ مراقبہ کرنے لگا	یار کی صحبت بہت بڑا دفتر ہوتی ہے

پس مراقب الخ۔ یعنی پس وہ جا کر مراقب ہو کر بیٹھ گیا اور حضور یار تو ایک بہت بڑا دفتر ہوتا ہے مطلب یہ کہ وہاں صدر پر جا کر یہ صوفی مراقب ہو کر بیٹھ گیا اب آگے مصرعہ ثانی میں انتقال فرماتے ہیں اس حکایت سے مضمون کی طرف یعنی وہ تو مراقب ہوگیا اور حضور یار کا دفتر تو بہت ہی بڑا ہے اس کے مطالعہ کے لئے بہت زیادہ مدت کی ضرورت ہے چونکہ مولانا کے دل میں تو ایک ہی چیز بس رہی ہے بس جہاں ان کو ذراسی بات ملی فوراً اس کی طرف چل دیتے ہیں۔ گلستان میں جا کر ہیر اک گل کو دیکھا + تیری ہی سی رنگت تیری ہی سی بو ہے + بس اسی بنا پر اس حکایت کو چھوڑ کر مشاہدہ جمال باری کی طرف متوجہ ہوگئے اور اس کو بیان کرنے لگے کہ جمال یار کے مطالعہ کا دفتر تو ایک بے نہایت اور بے پایاں دفتر ہے اس کے مشاہدہ لئے بھی ایک مدت درکار ہے آگے اس دفتر کی تعیین فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ایک صوفی سیاحی کرتے پھرتے تھے ایک رات خانقاہ میں مہمان ہوئے ان کے پاس ایک جانور (گدھا) تھا اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

تو آخور پر باندھ دیا اور خود یاران جلسہ کے ساتھ مسند صدارت پر جلوہ افروز ہو گئے اور یاران جلسہ کے ساتھ مراقبہ میں مشغول ہو گئے اور ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ اغلب احوال میں حضور یار ہی ان کا دفتر ہوتا ہے اور وہ یار ہی کی تجلیات کا مشاہدہ ومطالعہ کیا کرتے ہیں اور بعض نسخوں میں بجائے بیش کے پیش ہے۔ یعنی حضور یار کا دفتر ان کے سامنے رہتا ہے۔

شرح شبّیری

دفتر صوفی سوا دو حرف نیست	جز دل اسپید ہمچوں برف نیست
صوفی کا دفتر، سیاہی اور حرف نہیں ہے	برف کی طرح سفید دل کے سوا کچھ نہیں ہے

دفتر صوفی الخ۔ یعنی فرماتے ہیں کہ صوفی کا دفتر مثل علماء ظاہر کے سیاہی اور حروف نہیں ہوتا بلکہ اس کا دفتر تو بجز دل سفید مانند برف کے اور کچھ نہیں ہے۔ یعنی صوفی تو اس دفتر میں جس میں کہ حروف ہوتے ہیں مطالعہ نہیں کرتے بلکہ ان کا دفتر اور ملتفت الیہ تو ان کا دل ہے جو کہ انوار کی وجہ سے برف کی طرح سفید ہو رہا ہے۔ یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اوپر تو کہا تھا کہ ان کا ملتفت الیہ صرف حضور یار ہوتا ہے اور وہ اسی طرف لگے رہتے ہیں اور یہاں کہتے ہیں کہ ان کا ملتفت الیہ سوائے قلب کے اور کچھ نہیں ہوتا تو بظاہر ان دونوں صورتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے مگر تعارض نہیں ہے اس لئے کہ حضور یار جب حاصل ہوگا اور جب یار کی طرف توجہ ہوگی وہ بواسطہ دل کے ہی ہوگی لہذا قلب ملتفت الیہ بالعرض ہوا اور حضور یار ملتفت الیہ بالذات ہوا تو معنی یہ ہو گئے کہ صوفی تو بواسطہ قلب کے حضور یار ہی میں مشغول اور اس کی طرف ملتفت رہتے ہیں آگے بھی اسی کو فرماتی ہیں کہ

زاد دانشمند آثار قلم	زاد صوفی چیست انوار قدم
عقلمند کا توشہ قلم کے نشانات ہیں	صوفی کا توشہ کیا ہے اللہ (تعالیٰ) کے انوار

زاد دانشمند الخ۔ یعنی دانشمند اور عالم ظاہر کا سرمایہ تو یہی قلم کے آثار ہیں جو کہ وہ لکھتا ہے اور صوفی کا سرمایہ انوار قدیم ہیں مطلب یہ کہ صوفی اور عارف کا التفات تو اس ذات قدیم کے انوار کی طرف رہتا ہے اور علماء کا التفات اور ان کی توجہ کتب وغیرہ میں رہتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اب یہاں یہ بات قابل لحاظ ہے کہ انوار قدم سے مراد تجلیات افعالی ہیں اس لئے کہ سالک کو اسی طرح معرفت حاصل ہوتی ہے کہ اول اس کو تجلیات افعالی منکشف ہوتی ہیں ان کے دیکھنے کے بعد ان کے ذریعہ سے ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے پس یہاں انوار قدم سے مراد تجلیات قدیمہ نہیں ہیں اس لئے کہ افعال باری تعالیٰ تو سب حادث ہیں صرف ذات وصفات قدیم ہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ ذات قدیم کے انوار اور سلوک کی یہی ترتیب ہے کہ اول سالک کو تجلیات افعالی کا ظہور ہوتا ہے پھر ان کے ذریعہ سے تجلیات ذاتی وصفاتی منکشف ہوتی ہیں اور اسی ترتیب کو مولانا خود اگلے شعر میں فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو صیادے سوئے اشکار شد	گام آہو دید و بر آثار شد
اس شکاری کی طرح جو شکار کے پیچھے لگا	ہرن کے قدم دیکھے اور نشان قدم پر چل پڑا

ہمچو صیادے الخ۔ یعنی جیسے ایک شکاری کسی شکار کے پیچھے گیا اور (مثلاً) ہرن کے آثار دیکھ کر ان پر چلنا شروع کیا تھوڑی دیر تک تو یہ نشان قدم اس کے کام آویں گے اس کے بعد خود نافۂ ہرن اس کا رہبر بن جائے گا۔ مطلب یہ کہ صوفی کا سرمایہ انوار قدم کا ہونا اس طرح سمجھو کہ جیسے کوئی شکاری ہرن کے پیچھے گیا اور اس کے نشان قدم دیکھتا چلا گیا اور یہ نشان قدم اس ہرن کے افعال ہیں صفات بازات تو نہیں مگر یہی نشان قدم اس کی ذات کی بھی معرفت کرادیں گے اور ایک وقت میں اس تک لے جا کر کھڑا کریں گے اس طرح اول سالک کو تجلیات افعالی کا ظہور ہوتا ہے اس کے بعد ان کی مدد سے ذات وصفات کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے مگر یہ نشان قدم پر چلنا اس کو تھوڑی ہی دور تک لائق ہے اس کے لئے یہی مناسب ہے کہ کچھ دور تک تو ان آثار کو دیکھتا ہوا چلا جائے اس کے بعد تو اس کے نافہ کی خوشبو خود اس کو اپنی طرف بتلائے گی اور وہ خوشبو خود بتلا دے گی کہ اے طالب وہ ذات جس کی تو تلاش میں ہے یہاں موجود ہے یہاں مولانا نے فن کے ایک مسئلہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ سلوک بغیر جذب کے کافی نہیں ہوتا تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب سالک راہ طے کرتا ہے تو اول اس کو تجلیات ہوتی ہیں اس کے بعد باری تعالیٰ کی طرف جذب ہوتا ہے اور وہ اس کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تب تو اس کو وصول الی اللہ میسر ہوتا ہے پس جیسا کہ اس ہرن کے نافہ کی خوشبو کچھ دیر بعد اس طالب کو اپنے صاحب کے وجود پر مطلع کر دیتی ہے اس طرح یہ تجلیات افعالی ذات وصفات کی معرفت کے لئے آلہ اور سبب ہو جاتی ہیں اور جب انسان عمل کرتا رہتا ہے تو اس کو اکثر جذب ہو ہی جاتا ہے ورنہ بغیر جذب کے تو واصل ہو ہی نہیں سکتا اس کی ایسی مثال ہے کہ جس طرح ایک بزرگ جا رہے تھے اور سامنے ایک بادشاہ کسی غرفہ وغیرہ میں بیٹھے تھے ان کو دیکھنے کا بہت اشتیاق تھا جب دیکھا تو پکارا کہ حضرت بہت روز سے آپ سے ملنے کا اشتیاق تھا آج بعد مدت کے یہ دولت نصیب ہوئی ہے اب اگر دروازہ کی طرف کو آپ آویں گے تو بہت ہی چکر پڑے گا اس لئے کہ قلعہ وغیرہ تو بہت دور ہوتے ہیں لہٰذا میں کمند ڈالتا ہوں آپ اس پر کو تشریف لے آئیں غرضیکہ اس نے کمند ڈالی اور اس کو انہوں نے پکڑ لیا۔ بادشاہ نے ان کو کھینچ لیا جب اوپر آ گئے تو اس نے کہا کہ حضرت مجھے بہت روز سے اسمیں اشکال ہے کہ آپ واصل الی الحق کس طرح ہوئے اور خدا تک کس طرح پہنچے انہوں نے بہت ہی عمدہ جواب دیا کہنے لگے کہ اس طرح پہنچا جس طرح کہ تم تک پہنچا اس لئے کہ اگر میں آنا چاہتا تو نہیں معلوم کس قدر موانع ہوتے کہیں دربان روکتے کہیں کچھ کہیں کچھ اور جب آپ نے بلانا چاہا تو فوراً کمند ڈال دی اور کھینچ لیا۔ پس اگر اس طرف سے جذب نہ ہو تو پھر کوئی سالک بھی واصل نہیں ہو سکتا اور یہی وجہ ہے کہ شیطان نے اس قدر عبادت کی اور پھر بھی مردود ہوا اس لئے کہ سالک محض تھا اور اس کو جذب نہ ہوا تھا پس صرف سلوک کام نہ آیا اور دیکھو اگر اس طرف سے جذب ہو چکا

www.besturdubooks.wordpress.com

8

ہوتا تو وہ کیا یہ کہہ سکتا تھا کہ اسجد لمن خلقت طینا اگر جذب ہوجاتا تو یہ ہوتی کہ ارشاد کو بجان ودل بجالاتا پھر اپنی ہستی کو ہستی نہ سمجھتا اور یہ نہ کہتا کہ خلقتنی من نار و خلقته من طین اور عادت اللہ یوں جاری ہے کہ جو مجذوب ہوجاتا ہے اور جس کو اس طرف سے جذب ہوجاتا ہے پھر وہ گمراہ نہیں ہوتا۔ ہاں خود اس کو ہروقت اور ہر گھڑی یہ خوف رہنا چاہیے کہ شاید میں مردود ہوجاؤں اور اس جذب کی بابت حدیث میں آیا ہے وکذلک الایمان اذا خالط بشاشته القلوب۔ یعنی ایمان اور اعمال صالحہ قلب میں اثر کر جائیں اور جگہ پکڑ جائیں اور جب تک یہ نہیں ہوتا اس وقت تک وہ شخص واصل ہی نہیں ہوا پس مقصود یہ ہوا کہ اول سالک کو تجلیات افعالی کا ظہور ہوتا ہے اس کے بعد ان کے واسطہ سے تجلیات ذاتی وصفاتی کی معرفت ہوتی ہے پھر اس طرف سے جذب ہوتا ہے اس وقت کامل اور واصل الی الحق ہوتا ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

چند گاہش گام آہو در خورست	بعد ازاں خود ناف آہو رہبرست
اس کو کچھ دیر ہرن کے قدموں کی ضرورت ہے	اس کے بعد خود ہرن کا نافہ اس کا رہنما ہے
چونکہ شکر گام کرد و رہ برید	لاجرم زاں گام در کامے رسید
چونکہ اس نے نشان قدم کی قدر کی اور راستہ طے کیا	لامحالہ اس قدم سے مقصد تک پہنچ گیا

چون شکر الخ۔ یعنی جب اس نے اس نشان قدم کی قدر کی اور اسی کے ذریعہ سے راستہ طے کیا تو آخر کار اس نشان قدم کے ذریعہ سے مقصد کو پہنچ گیا۔ مطلب یہ کہ جب ان تجلیات افعالی کے ظہور کے وقت یہ راستہ کو طے کرتا رہا اور ٹھہرا نہیں بلکہ تلاش مطلوب میں چلتا ہی رہا تو آخر کار ایک دن جذب ہو ہی گیا اور فائز المرام ہو ہی گیا آگے فرماتے ہیں کہ

رفتن یک منزلے بر لوئے ناف	بہتر از صد منزل گام و طواف
نافہ کی خوشبو پر ایک منزل چلنا	چکر کی سو منزلوں سے بہتر ہے

رفتن الخ۔ یعنی تیرا ایک منزل نافہ کی بو پر چلنا تیری سو منزلوں سے بہتر ہوگا جو صرف نشان قدم پر چلنا ہوگا اور صرف طواف ہی ہوگا مطلب یہ کہ جذب کے ساتھ ایک منزل کا طے کرنا زیادہ نافع اور بہتر ہوگا بغیر جذب کے سلوک محض سے سو منزلیں طے کرنے سے کسی بزرگ کا قول ہے جذبته ربانته خیر من عبادة الثقلین یعنی اگر اس طرف سے ایک جذبہ بھی ہوجائے تو پھر جو قرب اور جو مقصود اس میں حاصل ہوگا وہ ثقلین کی اس عبادت سے جو بغیر جذب ہو بہتر وانفع وارفع ہے اور یہ تو بہت موٹی بات ہے اس لئے کہ اول صورت میں تو اس طرف سے طلب ہے اور شان محبت کی ہے اور صورت ثانیہ یعنی جذب کی صورت میں اس طرف طلب ہے اور شان محبوبیت کی ہے تو جب وہ چاہیں گے تو ایک دم میں واصل کرلیں گے اور اگر صرف یہی چاہے گا تو سر مارتا پھرا کرے کبھی بھی وصل سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا لہٰذا معلوم ہوا کہ جذب من الحق ہی اصل ہے آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سیر زاہد الخ۔ یعنی زاہد کی پہنچ تو ہر مہینہ میں پیش گاہ تک ہوتی ہے اور عارف کی پہنچ ہر دم تخت شاہی تک ہوتی ہے (زاہد سے مراد سالک غیر مجذوب اور عارف سے مراد مجذوب پیشگاہ کہتے ہیں اس دروازہ وغیرہ کو جہاں سے بادشاہ سامنے ہو) مطلب یہ کہ سالک بغیر جذب کے تو ایک مدت دراز میں کہیں پیشگاہ تک پہنچ سکے گا یعنی بہت سے بہت ایک مدت میں قرب اور تجلیات اور انوار کو دیکھ لے گا مگر وہ شخص جو کہ مجذوب ہے ہر دم اور ہر گھڑی واصل ہوتا ہے اور تخت شاہی تک پہنچتا ہے اس لئے کہ جب انہوں نے چاہا بہت ہی تھوڑی مدت میں بہت جلد واصل ہو گیا۔ پس معلوم ہوا کہ بغیر جذب من الحق کے کوئی واصل نہیں ہو سکتا۔ اب آگے اس پہلے شعر دفتر صوفی سواد وحرف نیست الخ کے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ

آں دلے کو مطلع مہتابہاست	بہر عارف فتحت ابوابہاست
وہ دل جو بہت سے سورجوں کا مشرق ہے	عارف کیلئے فتحت ابوابہا (کا مصداق) ہے

آن دلے الخ۔ یعنی وہ دل جو کہ ماہتابوں کا مطلع ہے اور عارف کے واسطے فتحت ابوابہا کا مصداق ہے مطلب یہ کہ وہ دل سفید وہ دل ہے کہ مہتابوں اور تجلیات الٰہیہ کا مطلع ہے اور عارف کے لئے تو یہ ابواب جنت کے کھلنے کا سبب ہے اس لئے کہ جو عارف ہوگا وہ اعمال صالحہ کریگا لہٰذا اس کے لئے جنت کے دروازہ کھل جائیں گے اس طرح جب وہ اس قلب کے ذریعہ سے باری تعالیٰ کی طرف متوجہ اور ملتفت ہوگا تو اس کے لئے جنت معارف کے دروازہ کھل جائیں گے اب آگے اس قلب کا باعتبار استعداد کے متفاوت ہونا فرماتے ہیں کہ

باتو دیوارست وباایشاں درست	باتو سنگ وباعزیزاں گوہرست
(وہ دل) تیرے لئے دیوار اور ان کے لئے دروازہ ہے	تیرے لئے پتھر اور پیاروں کے لئے موتی ہے

باتو الخ۔ یعنی تیرے پاس تو وہ ایک دیوار کی طرح ہے اور ان کے پاس ایک موتی کی طرح ہے اور تیرے پاس تو پتھر ہے اور ان عزیزوں اور عارفوں کے نزدیک گوہر ہے مطلب یہ کہ یہ قلب تیرے پاس تو ایسا ہے کہ جس طرح دیوار ہوتی ہے اس لئے کہ تو اس سے کام ہی نہیں لیتا اور عارفوں کے پاس ایسا ہے جیسا کہ موتی ہوتا ہے اپنی درخشانی میں یعنی قلب عارف منور ہوتا ہے بانوار الٰہیہ اس لئے وہ مثل دور کے ہے اور چونکہ قلب نامی بالکل بے نور اور بیکار ہوتا ہے اس لئے مثل دیوار کے ہے آگے پھر اسی تفاوت کو بیان فرماتے ہیں کہ

انچہ تو در آئینہ بنی عیاں	پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
تو جو کچھ آئینہ میں مشاہدہ کرتا ہے	پیر لوہے کے ٹکڑے میں اس سے پہلے دیکھ لیتا ہے

آنچہ تو الخ۔ یعنی جو چیز کہ تم آئینہ میں بالکل عیاناً اور ظاہر طور پر دیکھ رہے ہو پیر اور عارف اسکو اینٹ اس سے پہلے سے دیکھ رہا تھا (آئینہ کو آئینہ بعد صیقل کہتے ہیں اور مراد عالم تکون اور قبل صیقل اس کو خشت کہتے ہیں اور

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد عالم قبل تکون) مطلب یہ کہ تم جو کچھ اس وقت اس عالم میں مخلوقات وغیرہ دیکھ رہے ہو اور اپنے قلب سے بعد صیقل کے ان کو دیکھ کر حق تعالیٰ کی معرفت کر رہے ہو تو جو عارف ہوتے ہیں وہ ان اشیاء سے پہلے ہی قبل تکون سے معرفت حاصل کرتے تھے۔ بس جس طرح ارواح میں تفاوت ہوتا ہے اس طرح بعد ان کے ظہور کے ان کی استعداد میں بھی تفاوت ہوتا یہاں صرف یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ تکوینیات قبل از تکون ارواح کے سامنے حاضر تھیں اور اس کے ذریعہ سے ان کو معرفت ہوتی ہے اور یہاں یہ شبہ بھی نہیں ہوسکتا کہ اگر ان کے وہ اشیاء وہاں پیش نظر تھیں تو یہاں آکر وہ یاد کیوں نہیں اور ان کا ذہول کیوں ہوا اس لئے کہ دیکھو جس طرح ازل میں تمام ارواح کو جمع کر کے اللہ تعالیٰ نے اقرار ربوبیت لیا تھا اور سب نے اقرار کر لیا تھا لیکن اس وقت کسی کو بھی یاد نہیں الا ماشاء اللہ سوا گر ایک آدھ کو کسی کو یاد بھی ہوا جیسے کہ بعض بزرگوں کی حکایتوں سے معلوم ہوتا ہے تو اس سے کلیہ نہیں بن سکتا پس فرماتے ہیں کہ جو چیز کہ ان کونیات میں تم اب بعد قلب کی صفائی دیکھتے ہو اس کے ذریعہ سے معرفت حاصل کرتے ہو جو لوگ کہ عارف ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں حالت روح ہونے میں بھی مشاہدہ کرتے تھے اور اس کے ذریعہ سے معرفت ہوتی تھی آگے فرماتے ہیں کہ

پیر ایشاں نند کایں عالم نبود	جان ایشاں بود در دریائے جود
وہ اس وقت سے پیر ہیں جبکہ یہ جہان نہ تھا	ان کی روحیں دریائے حق میں تھیں

پیر ایشا نند الخ۔ یعنی وہ بوڑھے (اور عارف ہیں) کہ جب یہ عالم بھی نہ تھا مگر ان کی جان دریائے جود (یعنی معرفت) میں تھی مطلب یہ کہ ان کو قبل تکون بھی ان کے ذریعہ سے معرفت ہوئی تھی اور اس عالم کی پیدائش سے پہلے بھی وہ دریائے معرفت میں تھے آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ

پیش ازیں تن عمرہا بگذاشتند	پیشتر از کشت بر برداشتند
اس جسم سے پہلے انہوں نے عمریں گزاری ہیں	انہوں نے کھیتی سے پہلے ہی پھل چنے ہیں

پیش ازیں الخ۔ یعنی وہ اس بدن سے پہلے بہت سی عمریں گزار چکے ہیں اور اس کھیتی سے قبل ہی پھل اٹھا چکے ہیں مطلب یہ کہ اس بدن میں آنے سے پہلے ہی انہوں نے بہت بڑی مدت معرفت ہی میں گزار دی ہے اور عمل کرنے سے پہلے ہی وہ پھل پا چکے ہیں اس لئے کہ اعمال تو اس عالم میں آنے کے بعد ہوئے ہیں اور ان کی معرفت پہلے سے اس طرح تھی لہٰذا اس عمل کی کھیتی سے پہلے ہی وہ پھل اٹھا چکے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

پیشتر از نقش جاں پذ رفتہ اند	پیشتر از بحر درہا سفتہ اند
وہ جسم سے پہلے جان حاصل کر چکے ہیں	دریا سے پہلے ہی وہ موتی پرو چکے ہیں

پیشتر الخ۔ یعنی (وہ ایسے لوگ ہیں کہ) نقش سے پہلے ہی جان کو قبول کر چکے ہیں اور بحر کے ہونے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

پہلے ہی موتی پرو چکے ہیں (نقش سے مراد تعلق بالجسد بحر سے مراد عالم کہ دریائے معارف ہے) مطلب یہ کہ وہ تعلق بالجسد سے پہلے ہی جان کو قبول کر چکے ہیں یعنی معرفت حاصل کر چکے ہیں اور دریا کی پیدائش سے قبل ہی وہ موتی حاصل کر چکے ہیں اور موتی سے نفع ہوتا ہے اس کا لڑی میں پرونا اوران کو نیات کا نفع یہ ہے کہ ان کے معرفت حاصل ہو بس وہ اس عالم میں آنے سے پہلے ہی معرفت حق حاصل کر چکے ہیں۔

مولانا کو اس مقام پر روح کے چند احکام خاصہ وعامہ بیان کرنا مقصود ہے۔خاصہ تو وہ جو کہ خاص اہل اللہ اور کاملین کے ساتھ مختص ہیں اور عام وہ جو کہ ان کے علاوہ اور دوسروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔اوپر سے بھی یہی مضمون آرہا ہے اور آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں اور یہاں تک جو بیان ہوا ہے وہ تو احوال واحکام خاصہ تھے اور آگے بھی احوال خاصہ ہی بیان فرماتے ہیں اس کے بعد بعض وہ احکام بھی بتلاویں گے جو کہ عام ہیں ارواح کاملین وغیرہ کاملین پر۔ان پہلے اشعار کا ماحصل تو یہی تھا کہ ارواح کاملین کو قبل تعلق بالجسد بھی معرفت حاصل ہوتی ہے بلکہ کونیات کا علم اوران کی معرفت قبل ان کے تکون کے ہوتی ہے اور یہ مسئلہ کشفی ہے جس کی کوئی دلیل بجز کشف کے نہیں ہے کہ ان حضرات کو یہ بات مکشوف ہوئی کہ قبل تعلق بالجسد بھی معرفت ہوتی ہے اور معرفت کا ہونا تو خود نصوص سے ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ دیکھئے اقرار ربوبیت ارواح ہی سے لیا گیا ہے اوران کو اس وقت اس خاص امر کی معرفت تھی پھر حدیث میں ہے کہ الارواح جنود مجندۃ الخ یعنی ارواح ایک لشکر کے لشکر ہیں اب ان میں سے جن میں وہاں الفت اور مناسبت تھی ان میں یہاں آکر بھی الفت اور مناسبت ہے اور جن میں وہاں تناکر تھا اور مناسبت نہ تھی ان میں یہاں بھی تناکر ہی رہتا ہے پس اس قدر تو معلوم ہوا کہ بعض علوم و معارف ارواح کو وہاں بھی حاصل تھی اور اس عالم میں آکر انکا اثر بھی مرتب ہوا تو اگر یہ حضرات اپنے کشف اور مشاہدہ سے کسی دیگر معارف کے حصول کے بھی مقر ہیں تو کیا جرح ہے اور مان لینے میں کیا محذور ہے کہ خداوند کریم نے ان کو وہاں کونیات کے تکون سے پہلے ہی معرفت عطا فرمادی تھی لہٰذا ایک حکم تو یہ ہوا کہ روح کو قبل از تعلق بالجسد ی معرفت اشیاء تھی اس کو پہلی سی بیان فرماتی آرہی ہیں اور آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں۔

مشورت کردن خدائے تعالٰی با فرشتگان در ایجاد خلق

مخلوق کے پیدا کرنے میں اللہ تعالٰی کا فرشتوں سے مشورہ کرنا

جان شاں در بحر قدرت تا بحلق	مشورت می رفت در ایجاد خلق
ان کی روح گلے گلے تک قدرت کے سمندر میں ڈوبی ہوئی تھی	مخلوق کے پیدا کرنے میں مشورہ ہو رہا تھا

مشورت میرفت الخ یعنی مشورہ جاری تھا مخلوق کے پیدا کرنے کے بارہ میں اور یہ حضرات قدرت کے دریا میں حلق تک غرق تھے۔مطلب یہ کہ ابھی مخلوق کی پیدائش کا مشورہ ہی تھا (اور مشورہ کہہ دینا باعتبار ظاہر کے ہے ورنہ خداوند

www.besturdubooks.wordpress.com

کریم کو مشورہ کی کیا ضرورت تھی) اور ابھی تک انسان پیدا بھی نہ ہوا تھا مگر جو کاملین ہیں انہیں اس وقت بھی استعداد موجود تھی اور اس وقت بھی آثار قدرت کو مشاہدہ میں از سرتا پا غرق تھی اور اس وقت بھی ان کو مشاہدہ اور معرفت حاصل تھی تو جب ان کو اس وقت بھی معرفت حاصل تھی اور وہ مشاہدہ کر رہی تھی تو ضرور ہے کہ ان کو اس مشورہ کی بھی خبر ہوگی اور ان کو یہ بھی اطلاع ہوگی کہ ہمارے ایجاد کا مشورہ ہو رہا ہے اور فرشتے یہ جواب دے رہے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

چوں ملائک مانع آں می شدند	بر ملائک خفیہ خنبک می زدند
جب فرشتے اس کے لئے مانع ہے	انہوں نے فرشتوں پر چپکے سے تالی پیٹی

چون ملائک الخ۔ یعنی جب ملائک اس ایجاد کے مانع ہوئے تو ملائکہ پر تال بجاتے تھے (خنبک تالی بجانا) مطلب یہ کہ جب ان کو معرفت قبل تکون ہی تھی تو جو مشورہ ہو رہا تھا اس کو وہ سب دیکھ رہے تھے اور جب ملائکہ نے عرض کیا اتجعل فیھا من یفسد فیھا اور اس عرض سے یہی مطلب تھا کہ ان کو پیدا نہ کیا جائے تو چونکہ ان حضرات کو معرفت تھی یہ ان پر ہنستے تھے کہ یہ فضول دخل در معقولات دیتے ہیں اور ان کو اس سے کیا مطلب یہ تو ہونیوالی بات ہے یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ یہاں فرشتوں کی شان میں ایک گستاخی معلوم ہوتی ہے کہ ان کو اس امر کی اطلاع نہ تھی اور ان پر یہ لوگ ہنس رہے تھے دوسرے اوپر کے شعر میں اللہ تعالیٰ کے لئے مشورہ کو ثابت کرتے ہیں بات یہ ہے کہ اول تو صفات انسانی صفات ملائکہ سے افضل واشرف ہیں دوسرے یہ کہ اس حالت میں چونکہ مولانا اولیاء اللہ کی معرفت اور حقیقت کو بیان فرما رہے ہیں اس لئے ان کو ایک جوش میں کہہ دیا اور اسی حالت میں یہ بھی کہہ دیا کہ ابھی مشورہ ہی تھا کہ ان کو خبر تھی جس کو ایک جگہ خود بھی فرماتے ہیں کہ ۔ گفتگوئے عاشقان در امر رب + جوشش عشق ست نے ترک ادب + حاصل یہ ہوا کہ کاملین کی معرفت وجود اشیاء سے پہلے اور خود ان کے تعلق بالجسد سے بھی پہلے سے تھی آگے اس کو پھر صاف طور سے فرماتے ہیں کہ

مطلع بر نقش ہر چہ ہست شد	پیش ازاں کیں نقش گل پابست شد
وہ ہر اس چیز سے باخبر تھے جو وجود میں آئی	اس سے پہلے کہ یہ صورت مٹی کی پابند ہو

مطلع بر نقش الخ۔ یعنی ہر اس شخص کی حالت پر مطلع تھے جو کہ ہست ہوا اس سے پہلے یہ نقش مٹی میں پابند ہوا مطلب وہی کہ ہر شے کے ہست ہونے کے قبل اور تعلق بالجسد سے پہلے ان کو اس کی معرفت تھی یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اس سے ان کے علم کا محیط ہونا لازم آتا ہے اس لئے کہ یہاں مولانا کو یہ مقصود نہیں ہے اور مقصود ہو بھی کیسے سکتا ہے جب کہ اور دلائل سے یہ امر منتفی ہے بلکہ مقصود صرف اس قدر ہے کہ ان کو علم بقدر ضرورت تھا آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

پیشتر ز افلاک کیواں دیدہ اند	پیشتر از دانہا ناں دیدہ اند
انہوں نے آسمانوں سے پہلے زحل کو دیکھا ہے	انہوں نے دانوں سے پہلے روٹی دیکھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیشتر ز افلاک الخ۔ یعنی افلاک سے پہلے کی وہ ان کو دیکھ چکے ہیں اور دانوں سے پہلے روٹی کو دیکھ لیا ہے یعنی ابھی متبوع موجود ہی نہیں ہوا اور اس کے توابع کو دیکھ لیا مثلاً آسمان ابھی پیدا بھی نہیں ہوا اور ستارے جو کہ اس کے تابع تھے ان کی معرفت ہوئی اور دانوں سے پہلے روٹی کو پہچان لیا اور یہاں یہ مراد نہیں کہ افلاک سے پہلے کواکب کو دیکھ لیا یعنی افلاک کو نہیں دیکھا۔ نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ افلاک کا علم تو ہوا مگر یہ کچھ ایسا بعید نہیں ہے بلکہ بعید یہ ہے کہ افلاک کے تکون سے قبل ہی کواکب کی معرفت ہوگئی پھر فرماتے ہیں کہ

بے دماغ و دل پر از فکرت بدند	بے سپاہ و جنگ بر نصرت زدند
وہ دماغ اور دل کے بغیر غور و فکر سے پر تھے	انہوں نے بغیر لشکر اور جنگ کے (شیطان پر) فتح حاصل کرلی تھی

بے دماغ و دل الخ۔ یعنی بے دل و دماغ کے فکر سے پر تھے اور بے سپاہ و جنگ کے مدد پر آمادہ تھے۔ (فکر سے مراد علم ہے) مطلب یہ کہ بغیر دل و دماغ کے جو کہ آلہ ہیں از قسام علوم کا ان کو علوم و فکر موجود تھے اور بغیر آلات اور اسباب کے ان کو علوم حاصل تھے۔ یہ تو ان کی قوت علمیہ کا بیان تھا آگے ان کی قوت علمیہ کا بیان ہے کہ وہ باوجود اس کے کہ ان کے پاس شیاطین کو دفع کرنے کے اسباب موجود نہ تھے مگر پھر بھی منصور علی الشیطان تھے اور وہ جانتے تھے کہ ہم پر اس کا قابو چل ہی نہیں سکتا جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے فرماتے ہیں لیس لک علیہم سلطان۔ پس ان کو اس سے قبل سے یقین تھا اور معرفت تھی آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں عیاں نسبت بایشاں فکرت ست	ورنہ خود نسبت بدوراں رویت ست
وہ مشاہدہ ان کے اعتبار سے (بمنزلہ) فکر کے ہے	ورنہ دور والوں کے اعتبار سے (جو حجاب کے بعد مشاہدہ) وہ تو رویت ہے

آن عیان نسبت الخ۔ یعنی یہ معائنہ ان کی نسبت تو فکر ہے۔ مگر جو لوگ دور ہیں ان کی نسبت رویت ہے۔ مطلب یہ کہ اس معائنہ اشیاء کو ان اولیاء اللہ کی نسبت سے فکر کہہ دیا اس لئے کہ ان کو جو اور علوم حاصل ہوئے ہیں ان کے مقابلہ میں یہ کچھ بھی نہیں اور بالکل ہیچ ہیں۔ ہاں جو لوگ دور ہیں اور جن کو معرفت نہیں ہے ان کی نسبت سے یہ مثل رویت کے ہے کہ ان کو یہی حاصل ہو جانا بہت غنیمت ہے آگے بھی اسی کی تشریح فرماتے ہیں کہ

فکرت از ماضی و مستقبل بود	چوں ازیں دو رست مشکل حل شود
فکر (کا تعلق) ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے	جبکہ اتنا فکر اس (ماضی و مستقبل) سے متعلق نہیں مسئلہ حل ہوگیا

فکرت از ماضی الخ۔ یعنی تیرا فکر تو ماضی اور مستقبل سے ہوتا ہے اور جب ان سے دور ہوگیا تو بس مشکل حل ہو گئی مطلب یہ کہ فکر تو اسی طرح ہوتا ہے کہ یا تو کسی زمانہ ماضی کے کام کو سوچا جائے یا مستقبل کے اور جہاں ماضی اور مستقبل ہی نہ ہو بلکہ سب اشیاء مشاہد اور معائن ہوں تو پھر ان کو فکر کیوں ہوگی اس لئے کہ جب اس قید ماضی و مستقبل سے نکل گئے بس مشکل حل ہوگئی یہاں فکر سے مراد فکر متعارف ہے یعنی ان کو سوچنے کی ضرورت نہیں اور اوپر فکر سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد یہ تھا کہ چونکہ ان کے علوم ان سے بہت عالی ہیں اس لئے ان کو فکر کہہ دیا آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

دیدہ چوں بے کیف ہر با کیف را	دیدہ پیش از کاں صحیح و زیف را
چونکہ انہوں نے ہر با کیف کو بے کیف دیکھ لیا ہے	انہوں نے کان (کے وجود) سے پہلے ہی کھرے کھوٹے کو دیکھ لیا ہے

دیدہ چون الخ۔ یعنی وہ ہر بے کیف اور پھر با کیف کو دیکھے ہوئے ہیں اور کان سے پہلے ہی کھوٹے کھرے کو دیکھ چکے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح وہ مادیات کو دیکھتے ہیں اور ان کا مشاہدہ کرتے ہیں اسی طرح مجردات کو بھی دیکھتے ہیں ان کے نزدیک دونوں برابر ہیں اور وہ معدن سے پہلے ہی پہچان لیتے ہیں کہ یہ کھرا اور یہ کھوٹا ہے بظاہر تو معدن سے نکلنے کے بعد ہی کھرا کھوٹا معلوم ہوتا ہے مگر اس سے بھی پہلے معلوم کر لیتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

پیشتر از خلقت انگورہا	خوردہ میہا و نمودہ شورہا
انگوروں کی پیداوار سے پہلے ہی	انہوں نے شرابیں پی لی ہیں اور مستیاں دکھائی ہیں

پیشتر از خلقت الخ۔ یعنی انگور کے پیدا ہونے سے پہلے ہی شراب کو پی رکھا ہے اور اس کی وجہ سے شور کر رہے ہیں یعنی شراب تو بعد شیرہ نکلنے کے بنتی ہے مگر وہ لوگ اس کو خود انگور ہی میں دیکھے ہوئے ہوتے ہیں اور یہاں تک معرفت ہوتی ہے کہ اسکا اثر بھی ہوتا ہے اور وہ اس کی وجہ سے شور کرتے ہیں یعنی اس معرفت کے وقت ان کو بے حد سرور ہوتا ہے اور ان پر احوال طاری ہوتے ہیں۔

در تموز گرم می بینند دے	در شعاع شمس می بینند فے
وہ ساون میں ماگھ کو دیکھتے ہیں	وہ سورج کی شعاع میں سایہ دیکھتے ہیں

در تموز گرم الخ۔ یعنی تموز کے مہینہ میں جو کہ گرم ہوتا ہے وہ ماہ دے کو دیکھتے ہیں (یعنی سردی کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں) اور شجاع شمس میں بھی سایہ کو دیکھتے ہیں (حالانکہ سایہ بعد شعاع کے ہوتا ہے مگر وہ وقت شعاع اور روشنی میں دیکھتے ہیں اس لئے کہ ان کے سامنے تو موجودات اور معدودات سب بقدر ضرورت منکشف ہوتے ہیں۔ لہٰذا جس وقت گرمی کا وجود ہے اس وقت بھی وہ سردی کا معائنہ کر رہے ہیں تموز کہتے ہیں گرمیوں کے ایک مہینہ کو اور دے جاڑے کے مہینہ کو)

در دل انگور مے را دیدہ اند	در فنائے محض شئی را دیدہ اند
انہوں نے انگور کے دل میں شراب کو دیکھا ہے	انہوں نے عدم محض میں وجود کو دیکھا ہے

در دل انگور الخ۔ یعنی انگور کے اندر وہ ابھی سے مے کو دیکھ رہے ہیں (حالانکہ اس میں فی الحال شیرہ ہوتا ہے اور بعد ایک مدت کے وہ شراب بنتی ہے مگر وہ ابھی سے اس میں شراب ہی دیکھ رہے ہیں) اور عدم محض کی حالت میں وہ شے کو دیکھ رہے ہیں یعنی جس وقت کہ کسی شئے کو ابھی عدم ہے اس کی معرفت بھی ان کو حاصل ہے یہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

عدم سے مراد عدم سابق ہے عدم لاحق مراد نہیں یعنی یہ مراد نہیں کہ وہ شے بعد وجود کے معدوم ہوئی بلکہ مطلب یہ کہ اس کو ابھی وجود حاصل ہی نہیں ہوا اور وہ اسکا مشاہدہ کر رہے ہیں حاصل ان مضامین کا یہ ہوا کہ اولیاء اللہ کو معرفت میں اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان کو اسباب کے وجود سے قبل ہی ہر شے کی معرفت ہو جاتی ہے۔ مولانا کو یہاں تک روح اولیاء کا حال معرفت اور علم بتلانا مقصود تھا اب آگے ان کا فیض اور ان کے وجود کا دوسری اشیاء کے لئے موجب برکت ہونا بتاتے ہیں جو کہ روح کے احکام میں سے دوسرا حکم ہے اور یہ حکم عام ہے کاملین اور غیر کاملین سب کی ارواح میں پایا جاتا ہے۔

روح از انگورے را دیدہ است	روح از معدوم شئی را دیدہ است
روح نے انگور کے اندر شراب کو دیکھا ہے	روح نے معدوم سے موجود کو دیکھا ہے
آسماں در دور ایشاں جرعہ نوش	آفتاب از جود شاں زربفت پوش
آسمان ان کے دور (جام) میں شراب نوش ہے	سورج ان کی سخاوت سے زربفت پوش ہے

آسمان در دور الخ۔ یعنی آسمان بھی ان کے زمانہ میں جرعہ نوش ہے اور آفتاب کو بھی ان کی سخاوت سے یہ لباس زربفت ملا ہے مطلب یہ کہ آسمان کا وجود بھی صرف ان ہی کے لئے ہے اور اس کو قیام ان ہی کی برکت سے ہے اور آفتاب کو جو ایک لباس زربفت حاصل ہوا جس کی وجہ سے وہ اس قدر منور اور دل فریب ہے وہ ارواح ہی کی برکت اور فیض کا اثر ہے۔ اور یہ امر خود نص سے ثابت ہے فرماتے ہیں کہ هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً پس معلوم ہوا کہ اصل مقصود تو پیدائش انسان ہے اس کے قیام اور آرام کے لئے یہ سب اشیاء ہیں اب ان میں سے جو اولیاء اللہ ہیں ان کا فیض اور ان کی برکت کی وجہ سے خود ان کو قیام بھی ہے ورنہ اگر وہ نہ ہوں اور صرف کفار ہی کفار رہ جائیں تو یہ سب غارت ہو جائے جیسا کہ قیامت کو ہوگا اب آئندہ اشعار کے سمجھنے کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے سو جاننا چاہیے کہ مولانا کو ارواح کے متعلق چار حکم بیان کرنا مقصود ہی اول تو انکا کمال علمی وعملی۔ دوم ان کا عالم کی ایجاد کا سبب ہونا سوم سب کا متحد الحقیقت ہونا چہارم متحد فی الصفت ہونا ان چاروں میں سے دوم وسوئم تو احکام عامہ ہیں اور اول و چہارم مخصوص ہیں ارواح اولیاء اللہ کے ساتھ ان چار میں سے دو کو تو اوپر بیان کر دیا ہے اور وہ دو ان کا کمال علمی وعملی اور ان کا سبب ایجاد عالم ہوتا ہے آگے دو باقی کا بیان ہے ان کے سمجھنے کے لئے اس تمہید کی ضرورت ہے سو یوں سمجھو کہ لفظ حقیقت کے معنی اصطلاح صوفیہ ہیں اور ہیں اور اصطلاح اہل معقول میں دوسرے ہیں صوفیہ کے یہاں حقیقت ظاہر کو کہتے ہیں اور مظہر کو صورت کو مرآۃ سے تعبیر کرتے ہیں مثلاً کوئی آئینہ میں اپنی صورت دیکھتا ہے تو اس شخص کو تو ظاہر اور حقیقت کہیں گے اور آئینہ صورت ومظہر کہلائے گا۔ اب یوں سمجھو کہ عالم میں جس قدر اشیاء ہیں وہ سب انواع واشخاص میں منقسم ہیں اور ہر نوع کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے کچھ آثار مختصہ ہیں جو دوسروں میں نہیں ہیں اور ان آثار کا ایک مصدر ہوتا ہے جہاں سے کہ یہ سب پیدا ہوتے ہیں فلاسفہ تو اس کو صورت نوعیہ کہتے ہیں اور صوفیہ اس کو روح کہتے ہیں کہ ہر ہر نوع کی روح کے آثار اس کے افراد واشخاص سے متعلق ہو کر ان کے شخصیہ آثار کا مصدر ہوتے ہیں تو مثلاً جمادات کے لئے ایک نوع روح ہے جس کا اثر حفظ ترکیب ہے پس یہ اپنے افراد وتشخصات کے ساتھ مل کر ان کی ترکیب کی حفاظت کریں گے اس کے بعد ایک روح نباتات کے لئے ہے اس کا اثر تنمیہ وتغذیہ ہے مع حفظ ترکیب کے اس کے بعد ایک نوع روح حیوانات کے لئے ہے اس کا اثر احساس وادراک وغیرہ ہے مع حفظ ترکیب وتنمیہ وتغذیہ کے پھر ایک نوع روح انسان میں ہے جس کا اثر ادراک حقائق کونیہ واسرار الٰہیہ ہے۔ مع مذکورین کے اب یوں سمجھو کہ ان سب کے علاوہ ایک اور روح ہے جس کو روح اعظم کہتے ہیں اور اسی کو نفس کلی بھی کہتے ہیں اور وہی حق تعالیٰ سے صادر اول ہے اور دیگر ارواح کے لئے بھی مربی ہے اور ارواح جزیہ اسی کے فیض سے مستفیض ہیں اور اسی کے تابع ہیں لیکن یہ تربیت اضطراری ہے اختیاری نہیں جس سے کہ یہ لازم ہو کہ اس کو تربیت کے لئے علم احوال جزئیات بھی ضروری ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ شمس سے تربیت ہوتی درختوں کی اور پھلوں کی یا پانی سے درختوں کی تربیت ہوتی ہے مگر اس کو اس کے متعلق بھی اطلاع نہیں ہوتی۔ اس طرح روح اعظم کے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس کو تربیت کے لئے علم کلی ہو لہٰذا چونکہ ارواح جزئیہ اور اس کے آثار کا مظہر ہیں اور ورح اعظم ان میں اپنے آثار کے لحاظ سے ظاہر ہے۔ روح اعظم کو ارواح جزئیہ کی حقیقت اور دیگر ارواح کو اسکا مظہر کہا جاتا ہے اور چونکہ ارواح جزئیہ انسانی کو ارواح زجاجی بھی کہتے ہیں اس لئے کہ یہ روح اعظم کی مظہر اتم ہیں اور چونکہ روح اعظم ان کے اندر بوجہ اتم ظہور کرتی ہے اس لئے اس کو روح سراجی کہتے ہیں جب معلوم ہو گیا کہ ان کی اصطلاح میں حقیقت ظاہر کو کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم روح کہ وہ عظیم اپنے آثار کے اعتبار سے دیگر ارواح میں ظاہر ہے اور وہ سب اس کے مظاہر ہیں تو اب یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ تمام عالم کی حقیقت ایک ہے اور جب ان ہی میں ارواح اولیا بھی ہیں تو یہ بھی صحیح ہے کہ تمام اولیاء اللہ کی حقیقت ایک ہے اور وہ روح اعظم ہے اب یہ بھی سمجھ لو کہ وہ روح اعظم کیا ہے غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ روح اعظم حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روح ہے اس لئے کہ صوفیہ روح اعظم کو صادر اول اور مظہر اتم مانتے ہیں اور یہ بات کسی اور شے میں پائی نہیں جاتی اس لئے کہ حدیث میں ہے اول ما خلق اللہ نوری اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم واکمل ہونا مسلمات سے ہے لہٰذا ان دونوں کا مصداق ایک ہونا ضروری ہوا اور یہی منشاء ہے ہمارے زمانہ کے صوفیہ کے ضلال واضلال کا اس لئے کہ جب روح اعظم کو دیکھا کہ تمام عالم کو مربی یہی ہے اور وہ ہے روح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین کہنے لگے اور یہ نہ سمجھا کہ یہ تربیت کس قسم کی ہے اس لئے کہ اگر اسی قسم کی تربیت کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین کہنا صحیح ہے تو آفتاب کو رب الاشجار اور پانی کو رب الاشجار کہنا بھی صحیح ہوگا۔ والعیاذ باللہ پھر کیا ہے اگر اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

تربیت کا اعتبار کرو تو پھر تو تمام عالم ارباب سے بھر جائیگا نعوذ باللہ من ذلک۔ اب اگر یہ کہا جائے کہ پانی وغیرہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح سے تربیت پا کر پھر مربی ہیں۔ بالذات نہیں ہیں تو ہم کہیں گے کہ روح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اللہ تعالیٰ جل شانہ سے تربیت پا کر مربی ہوتی ہے بالذات یہ بھی مربی نہیں ہے۔ پھر یہ غلطی کی کہ تربیت کو اختیاری سمجھ کر آپ کے لئے علم محیط ثابت کرنے لگے حالانکہ خود تربیت ہی اختیاری نہیں بلکہ اضطراری ہے جیسا کہ پہلے بیان کر چکے ہیں ہاں یہ تربیت خود ایک بہت بڑا انعام اور عظیم الشان شرف ہے کہ سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور دوسرا کوئی ممکن بھی اس سے مشرف نہ ہوا اور الحمد للہ علی ذلک اور یہاں ایک اور غلطی یہ کرتے ہیں کہ روح اعظم حقیقت محمدیہ کو سمجھتے ہیں حالانکہ دونوں بالکل علیحدہ ہیں اس لئے کہ روح اعظم وہ روح ہے جسکا تعلق بلا واسطہ جسد اطہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور وہ مخلوق اور ممکن ہے اور حقیقت محمدیہ مراتب وجوب میں سے دوسرا مرتبہ ہے یعنی صفات کے اجمال کا مرتبہ ہے جس کو علم بھی کہتے ہیں اور وہ واجب ہے نہ ممکن و مخلوق اور چونکہ یہ مرتبہ مربی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کا اس لئے اس کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں یہ ساری غلطیاں اصطلاحات صوفیہ کو نہ جاننے کی وجہ سے ہوتی ہیں پس معلوم ہوا کہ روح اولیاء اللہ متحد فی الحقیقۃ ہے اب متحد فی الصفۃ ہونیکا بیان سنو جو کہ ارواح کے احوال واحکام میں سے چوتھا حکم تھا یوں سمجھو کہ وہ صفت جس میں کہ سب متفق ہیں اہتداء رہے یعنی سب کا ہدایت پر ہونا اور اپنی مرضیات کو حق کے تابع کر دینا ہے اور چونکہ اختلاف تو تخالف اغراض سے پیدا ہوتا ہے کہ زید کی اور غرض ہے اور عمرو کی اور لہٰذا آپس میں اختلاف پیدا ہو گیا اور جب غرض سب کی ایک ہی ہوگی تو ہرگز ہرگز اختلاف پیدا نہ ہوگا لہٰذا یہ حضرت متحد فی الصفۃ بھی ہوئے اب اگلے اشعار میں ان دو احکام باقیہ کا بیان ہے اول اولیاء اللہ کی روح کا متحد فی الحقیقۃ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

چوں از ایشاں مجتمع بینی دو یار	ہم یکے باشند وہم شش صد ہزار
جب تو ان میں سے دو یاروں کو اکٹھا دیکھے	وہ ایک ہوں گے اور چھ لاکھ (بھی)

چون از ایشان الخ۔ یعنی جب ان میں سے چند شخصوں کو مجتمع دیکھو تو یوں سمجھو کہ وہ ایک بھی ہیں اور متعدد بھی ہیں اس لئے کہ وہ باعتبار حقیقت کے تو متحد ہیں اور باعتبار تشخصات کے اور صور کے متعدد ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہوا آگے اس کو ایک مثال سے بتلاتے ہیں کہ

بر مثال موجہا اعداد شاں	در عدد آوردہ باشد بادشاں
ان کی شمار موجوں جیسی ہے	جن کو ہوا گنتی میں لے آئی ہے

بر مثال موجہا الخ۔ یعنی پانی کی موج کی طرح ان کے اعداد ہیں جن کو کہ ہوا نے متعدد کر دیا ہو (اور بظاہر وہ متعدد معلوم ہوتی ہیں مگر ان کی حقیقت ایک ہوتی ہے اور وہ پانی ہے اس طرح ارواح اولیاء اللہ بھی متحد فی الحقیقۃ ہوتے ہیں اور بظاہر باعتبار تشخصات متعدد اور مختلف ہوتے ہیں لیکن فرق صرف اس قدر ہے کہ پانی تو حقیقت امواج باصطلاح اہل

www.besturdubooks.wordpress.com

معقول ہے اور یہاں متحد باصطلاح صوفیہ ہیں نہ بلا اعتبار روح اہل معقول آگے ایک دوسری مثال سے سمجھاتے ہیں۔

مفترق شد آفتاب جانہا	در درون روزن ابدانہا
روحوں کا سورج جدا جدا ہو گیا ہے	جسموں کے سوراخوں میں

مفترق شد الخ۔ یعنی آفتاب جان ان ابدان کے روزنوں میں مفترق اور متعدد ہو گیا ہے ورنہ اگر اس قرص خورشید پر نظر کرو تو وہ ایک ہی ہے اور جو شخص کہ اس تعدد کو دیکھنے لگا اور اس میں پھنس گیا وہ شک میں پڑ گیا۔ مطلب یہ کہ روح اعظم جو فیض پہنچانے میں اور مربی ہونے میں مثل آفتاب کے ہے ابدان میں آ کر متعدد معلوم ہوتی ہے جس طرح کہ آفتاب مختلف سوراخوں سے ظاہر ہوتا ہے اور ان میں کسی کی شکل کیسی ہوتی ہے اور دوسری اس کے خلاف ہوتی ہے اور دوسری اس کے خلاف ہوتی ہے حالانکہ اگر اس آفتاب کی ٹکیا کو دیکھو تو وہ ایک ہی ہے اس طرح وہ روح اعظم تو ایک ہے مگر بظاہر یہ تعدد معلوم ہوتا ہے اور جو شخص کہ اس تعدد ابدان کی طرف چلا اور اس کو حقیقت بینی حاصل نہ ہوئی وہ شک میں پڑ گیا کہ بھلا جب ان تشخصات میں تعدد ہے تو یہ کیسے ایک ہو سکتے ہیں پس اس کو یہ بات حقیقت بینی سے روک دیتی ہے یہاں تک تو روح کا متحد فی الحقیقۃ ہونا بیان کیا ہے آگے اس کا متحد فی الصفۃ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

چوں نظر در قرص داری خود یکیست	آنکہ شد محجوب ابداں در شکیست
جب تو سورج کی ٹکیہ کو دیکھے تو وہ ایک ہے	جو بدنوں کے حجاب میں ہے :: شک میں ہے

چونکہ حق الخ۔ یعنی چونکہ حق تعالیٰ نے ان پر اپنا نور چھڑک دیا ہے (اس لئے وہ مفترق ہیں ہیں کیونکہ) نور حق تو مفترق اور متعدد نہیں ہوا کرتا (یہ اشارہ ہے اس کی طرف جو کہ حدیث میں ہے کہ ان اللہ تعالیٰ خلق الخلق فی ظلمتہ فرش علیھم من نورہ فمن اصاب من ذلک النور فقد اھتدی و من اخطا فقد ضل یعنی خداوند تعالیٰ نے اول مخلوق کو ایک ظلمت میں پیدا کیا اس کے بعد اپنا نور ان پر چھڑکا جس کو نور پہنچ گیا وہ تو مہتدی ہو گیا اور جس کو نہ پہنچا وہ ہی گمراہ ہو گیا) مطلب یہ ہوا کہ چونکہ اولیاء اللہ کی ارواح جس قدر ہیں سب کو وہ نور پہنچا ہے اور اسی وجہ سے یہ مہتدی ہیں پس ان میں افتراق نہیں ہے اس لئے کہ نور خداوندی بھی کہیں مفترق اور متعدد ہا کرتا ہے لہٰذا سب اولیاء اللہ ایک ہی صفت پر ہیں اور وہ صفت اہتداء ہے آگے اسکا فیصلہ فرماتے ہیں کہ

تفرقہ در روح حیوانی بود	نفس واحد روح انسانی بود
تعدد حیوانی روح میں ہوتا ہے	انسانی روح ایک جان ہوتی ہے

تفرقہ در روح الخ۔ یعنی تفرقہ اور تعدد تو روح حیوانی میں ہوتا ہے اور روح انسانی تو نفس واحد ہوتی ہے یہاں سے متحد فی الصفۃ ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ تعدد اور تفرقہ تو روح حیوانی میں ہوتا ہے اس لئے کہ ان میں بہیمیت اور سبعیت بڑھی ہوتی ہے اور ان کے اغراض ایک دوسرے سے بالکل مختلف اور مغائر ہوتے ہیں اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے ان میں تعدد فی الصفات ہو جاتا ہے ورنہ روح انسانی کے (اور وہ اولیاء اللہ کی روح ہے) اغراض اور ان کے صفات تو ایک دوسرے کے مغائر ہوتی ہی نہیں جیسا کہ اوپر تمہید میں بیان کیا گیا ہے اور اس اتحاد کو اگر اتفاق کہا جائے تو انسب ہے آگے اس اتفاق کا راز بتاتے ہیں کہ

روح انسانی کنفس واحدست	روح حیوانی سفال جامدست
انسانی روح ایک نفس کی طرح ہے	حیوانی روح جامد ٹھیکرا ہے

روح انسانی الخ۔ یعنی روح انسانی تو مثل ایک نفس واحد کے ہے۔ وردرح حیوانی مثل سفال جامد کے ہے (یہاں یہ نہیں کہا کہ روح انسانی نفس واحد ہے بلکہ یوں کہا کہ مثل نفس واحد کے ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ حقیقت واحد ہونا باصطلاح ارباب معقول مراد نہیں ہے بلکہ باصطلاح صوفیہ مراد ہے پس فرماتے ہیں کہ بوجہ اولیاء اللہ کی اغراض کے متحد ہونے کے ان کی ارواح مثل ایک نفس کی ہیں کہ جو نفس واحد ہوتا ہے اس کے اغراض بھی آپس میں جدا نہیں ہوتے اور روح حیوانی ایک بیکار شے ہے اس لئے کہ اسمیں بہیمیت اور سبعیت کا غلبہ ہے جو مانع عن الحق ہے) یہاں تک احوال بیان کر کے آگے فرماتے ہیں کہ ان کو سمجھنے کے لئے یہ عقل جزوی کافی نہیں ہے بلکہ ان حضرت سے تعلق ہونا ضروری ہے فرماتے ہیں کہ

گفت حق رش علیہم نورہ	مفترق ہرگز نہ گردد نور او
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ان پر اپنا نور چھڑک دیا ہے	اس کا نور متعدد نہیں ہو سکتا ہے
عقل جزو از رمز ایں آگاہ نیست	واقف ایں سر بجز اللہ نیست
ناقص عقل اس راز سے آشنا نہیں ہے	اس راز سے اللہ کے علاوہ کوئی واقف نہیں ہے

عقل جزو الخ۔ یعنی عقل جزوی ان رموز سے آگاہ نہیں ہے اور ان اسرار سے سوائے اللہ کے کوئی واقف نہیں ہے پس جو شخص کہ علم الٰہی سے متجلی ہوگا اور اس میں یہ علوم متجلی ہوں گے وہی واقف ہو سکتا ہے اس کے علاوہ یہ عقل جزوی جس میں کہ سبعیت اور بہیمیت غالب ہے واقف نہیں ہو سکتی آگے اس کو ایک مثال سے ثابت کر کے بتاتے ہیں کہ

عقل را اندر چنیں سودا چہ کار	کر مادر زاد را سرنا چہ کار
اس معاملے میں عقل کا کیا کام؟	پیدائشی بہرے کو شہنائی سے کیا واسطہ؟

عقل را الخ۔ یعنی عقل کو اس خیال سے کیا کام اور جو مادر زاد بہرا ہو اس کو شہنائی سے کیا کام (سرنا کہتے ہیں شہنائی کو) مطلب یہ کہ عقل جزوی کو اس خیال سے کیا کام اور وہ یہاں تک اور اسکی حقیقت تک کہاں پہنچ سکتی ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی شخص مادرزاد بہرا ہو تو اس کو شہنائی کی آواز سے کیا کام اس کو کچھ بھی سنائی نہ دے گا اگرچہ وہ فی الحقیقۃ کیسی ہی دلفریب ہو۔ اسی طرح اگرچہ یہ علوم و معارف حقیقۃً تو کس قدر عالی ہیں مگر جسے احساس ہی نہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

اور جس کی ان تک رسائی ہی نہ ہو اس کو کیا خبر کہ ان میں کیا سر ور اور کیا بات ہے اگلے شعر میں مخاطب کو پھر متوجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابھی اکتا ؤ مت۔ اس لئے کہ یوں قاعدہ ہے کہ گر مخاطب کسی مضمون کے سننے سے گھبرا جاتا ہے تو متکلم پھر اس مضمون کو بیان بھی نہیں کر سکتا بلکہ اس کی طبیعت بھی رک جاتی ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ

یک زماں بگذارا اے ہمرہ ملال	تا بگویم وصف خالے زاں جمال
اے ساتھی تھوڑی دیر کے لئے ملال کو چھوڑ دے	تاکہ میں تجھ سے اس حسن کے ایک تل کی تعریف کروں

یک زبان بگذارالخ۔ یعنی اے مخاطب تھوڑی دیر کو ملال چھوڑ دے اور اکتایا مت جا (ابھی میں نے کہا ہی کیا ہے) اب میں اس کے جمال میں سے ایک خال کا وصف بیان کروں جو کہ اس کے جمال کے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا اور وہ خال روح اعظم ہے اس لئے کہ جمال حق کی مظہر ہے جیسا کہ خال سے حسن ظاہر ہوتا ہے آگے اس کے جمال کی حالت کے بیان سے عاجز ہونا ظاہر فرماتے ہیں کہ

در بیاں ناید جمال حال او	ہر دو عالم چیست عکس خال او
اس کی خوبی کا حسن بیان نہیں کیا جا سکتا	دونوں جہان کیا ہیں؟ اس کے تل کا عکس

در بیان الخ۔ یعنی اس کے جمال کی الت تو بیان میں آ ہی نہیں سکتی اس لئے کہ دونوں عالم کیا ہیں اس کے خال کا عکس ہیں جب دونوں عالم اس کے خال کے عکس ہوئے تو اس کے حسن کی حالت کس طرح بیان ہو سکتی ہے اور خال کا جمال ہونا اس طرح کہ خال سے مراد روح اعظم جیسا کہ بیان ہوا اور روح اعظم کا عکس دو جہاں ہونا ظاہر ہے کہ سب اسی کے مظاہر اور اسی سے تربیت پا رہے ہیں اور وہی سب کی مربی ہے۔ آگے یہ بیان کرتے کرتے جوان پر ایک حالت طاری ہوئی ہے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ

چونکہ من از خال خوبش دم زنم	نطق می خواہد کہ بشگافد تنم
جب میں اس کے حسین تل کا بیان کرتا ہوں	گویائی چاہتی ہے کہ میرے جسم کو پھاڑ ڈالے
چوں کنم لب را کشادن نیست راہ	فکر تے کن تا نماید رہ الٰہ
میں کیا کروں لب کشائی کا موقع نہیں ہے	تدبیر کر تاکہ خدا رہنمائی کر دے

چونکہ من الخ۔ یعنی جب میں اس کے خال خوب کی کیفیت اور اس کے حالات بیان کرتا ہوں (تو بوجہ جوش کے اور مضامین کی آمد کے) میرا کلام یوں چاہتا ہے کہ میرے بدن کو پھاڑ دے اور وہ حقائق و معارف اس قلب میں سما نہیں سکتے۔ آگے حق تعالیٰ کے اوصاف کا غیر محدود ہونا اور ان کے بیان سے اپنا عجز بیان فرماتے ہیں کہ

ہمچو مورے اندریں خرمن خوشم	تا فزوں از خویش بارے میکشم
اس ڈھیر میں میں چیونٹی کی طرح خوش ہوں	اپنی طاقت سے زیادہ بوجھ اٹھا رہا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہچو مورے الخ۔ یعنی میں اس خرمن ایک چیونٹی کی طرح ہوں کہ اپنی ہمت سے زیادہ بوجھ کھینچ رہا ہوں مطلب یہ کہ اس خرمن حقائق و معارف میں میری مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک چیونٹی کہ اگرچہ وہ سارے خرمن کو اٹھا کر لے جا نہیں سکتی مگر خوش ہوتی ہے کہ خیر اس میں سے جس قدر مجھ سے اٹھ سکے گا بلکہ اس سے بھی زیادہ لے جا سکتی ہوں اس طرح وہ حقائق و معارف مجھ سے کہاں بیان ہو سکتے تھے مگر خیر ان میں سے جو بیان کرتا ہوں وہ بھی اپنی طاقت و ہمت سے باہر ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ اگرچہ میں ان میں سے کس قدر بیان کرنا چاہتا ہوں مگر حق تعالیٰ مجھے روکتے ہیں اور عرض کرنے کی مجال نہیں ہوتی پس فرماتے ہیں کہ

بستہ شدن تقریر معنی حکایت بسبب میل مستمع باستماع صورت ظاہر حکایت وغیر آں

حکایت کے معنی کی تقریر کا بند ہو جانا چونکہ سننے والے کا رجحان حکایت کے ظاہر کی طرف ہے وغیرہ

کے گزارد آنکہ رشک روشنی ست	تا بگویم آنچہ فرض و گفتنی ست
(اسرار کی) وضاحت پر رشک (کرنے والی ذات) کب موقع دیتی ہے؟	کہ میں فرض اور کہنے کی بات کہوں

کے گذارد الخ۔ یعنی وہ ذات جو کہ رشک روشنی ہے مجھے کہاں اجازت دیتی ہے کہ میں ان باتوں کو ظاہر کر سکوں اور بیان کر سکوں جو میرے دل میں ہیں مراد یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم کو حقائق کا علم دیتے ہیں مگر ساتھ ہی ممانعت بھی فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ ظاہر نہ ہونے پائیں اور مجھے کہنے نہیں دیتے آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ

بحر کف پیش آرد و سدے کند	جر کند وز بعد جر مدے کند
سمندر سامنے جھاگ لے آتا ہے اور بندش کر دیتا ہے	کھینچ کرتا ہے اور کھینچ کے بعد ڈھیل دیدیتا ہے

بحر کف الخ۔ یعنی جس طرح سمندر موجوں کے سامنے جھاگ ڈال دیتا ہے اور اس کی وجہ سے موجوں کی روانی رک جاتی ہے اور ایک دیوار کی طرح ہو جاتی ہے اور کبھی وہ دریا موجوں کو بڑھاتا ہے اور کبھی گھٹاتا ہے اس طرح خداوند تعالیٰ اس اسرار و مضامین کی روانی کے وقت مجھے روک دیتے ہیں اور کہنے نہیں دیتے۔ دوسرے مصرع میں جر کند وز بعد جر مدے کند کے معنی یہ ہیں کہ کبھی اس طرح کرتا ہے کہ امواج کو گھٹا دیتا ہے اور کبھی بڑھا دیتا ہے اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کبھی اسکا عکس ہوتا ہے کہ کبھی موجیں اول بڑھتی ہیں پھر گھٹتی ہیں بس مقصود صرف یہ ہوا کرتا ہے جنیں گاہے چناں پس یہاں صورت ثانیہ مراد ہے کہ اول بڑھاتے ہیں اور پھر گھٹاتے ہیں یعنی اول تو اسرار و حقائق کا علم دیتے ہیں اور وہ اس قدر جوش زن ہوتا ہے کہ جسم کو پھاڑ کر نکلنا چاہتا ہے مگر پھر ان کے اظہار سے روک دیتے ہیں + جر کہتے ہیں کسی شے کا اپنی طرف کھینچنا اور مد کہتے ہیں اسی کو دوسری مرتبہ ڈھیل دے دینا اور آگے کی طرف بڑھا دینا بس مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

حل ہو گیا کہ ایک معنی تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی طرف سے روک اور ممانعت ہے آگے فرماتے ہیں کہ کہیں یہ مت سمجھنا کہ موانع ادھر سے ہی ہیں نہیں بلکہ تمہاری طرف سے بھی کچھ موانع ہیں فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

دفتر صوفی: اور وہ دفتر اغلب احوال میں ان کے پیش نظر کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ صوفیوں کا دفتر سیاہی اور حرف تو ہوتا نہیں کہ یہ اسمیں مصروف رہیں انکا دفتر تو صرف قلب روشن ہے جو برف کی طرح سفید ہو اہل علم کا سرمایہ تو حروف ونقوش ہوتے ہیں جو آثار قلم ہیں اور صوفی کا سرمایہ ذات قدیمہ کے انوار اور اسکی تجلیات ہوتی ہیں (جاننا چاہیے کہ سواد اور سفید کے تقابل میں ایک لطیف اشارہ ہے۔ دفتر ثانی کی فوقیت پر بہ نسبت اول کے اور آثار علم اور انوار قدم میں تو گویا کہ تصریح ہے فوقیت کی۔ اور یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ سالک پر اولاً افعال حق سبحانہ کا ظہور ہوتا ہے اس کو تجلی افعال کہتے ہیں پھر صفات کا اس کو تجلی صفات کہتے ہیں اس کے بعد ذات بحت کا اس کو تجلی ذات کہتے ہیں انوار قدم سے مراد تجلیات افعال ہیں جیسا کہ اشعار آئندہ سے ظاہر ہو گا نیز یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ اور حضور یار کو دفتر کہا تھا اور یہاں قلب روشن کو اس کی وجہ یہ ہے کہ دفتر سے مراد ماینظر فیہ و یلتفت الیہ ہے چونکہ قلب بالتبع منظور فرما ہوتا ہے اور تجلیات بالذات لہٰذا دونوں کو دفتر سے تعبیر کرنا درست ہے)

ہمچو صیاد: اس صوفی سالک کی مثال بلکل ایسی ہے جیسے ایک شکاری شکار کو گیا راستے میں اس کے ہرن کے نقش قدم دیکھے اور وہ انہی پر پڑ گیا۔ پس اس شکاری کو کچھ دیر تو ہرن کی کھری کے نشانات کی ضرورت پڑتی ہے اس کے بعد جب ہرن قریب رہ جاتا ہے تو خود اس کی ناف کی خوشبو اس کے لئے رہبر ہو جاتی ہے اور وہ خوشبو کے ذریعہ سے ہرن تک پہنچ جاتا ہے۔ یوں ہی صوفی سالک کے لئے ابتداء تجلیات افعال کی ضرورت ہوتی ہے جب سالک تجلیات افعال کا مشاہدہ کرتا ہے تو فرط شوق قطع منازل الی المطلوب الحقیقی میں مصروف ہوتا ہے اور الا ماشاء اللہ قطع منازل طے کرتا رہتا ہے اس کے بعد ادھر سے جذب ہوتا ہے اور تجلی صفاتی ہوتی ہے اس کے بعد تجلی ذاتی ہوتی ہے۔ وھوالمطلوب۔ پس جاننا چاہیے کہ وصول الی المطلوب کا مدار جذب حق پر ہے۔ اگر ادھر سے جذب نہ ہو تو محض سلوک موصل الی المطلوب نہیں اسی لئے کسی بزرگ نے فرمایا ہے جذبۃ من جذبات الرحمٰن توازی عمل الثقلین۔ کیوں نہ ہو سلوک کا منشا محبیت ہے اور جذب کا محبوبیت۔ وبین المحبۃ والمحبوبیۃ مہامہ لاتطوی۔ سلوک اور جذب میں ایک فرق عظیم الشان یہ ہے کہ سالک کے لئے نفس الامر میں ہر وقت ضلال کا اندیشہ اور خطرہ ہے کیونکہ اسکا مدار اپنی سعی پر ہے اور تخلف سعی باقتضائے نفس یا باغواء شیطان کچھ مستبعد نہیں برخلاف مجذوب من الحق کے کہ اس کے لئے نفس الامر میں خطرہ نہیں من یھدہ اللہ فلا مضل لہ لیکن خود اسکو مطمئن نہ ہونا چاہیے۔ لان الایمان بین الخوف والرجاء۔ ولان الضلال بعد الجذب ممکن فی نفسہ مقدور

www.besturdubooks.wordpress.com

للہ عزوجل ابلیس کے باوں ہمہ ریاضات شاقہ ومجاہدات طویلہ گمراہ ہوجانیکا سبب یہی بیان کیا جاتا ہے کہ سالک محض تھا جذبۂ ربانیہ اس سے متعلق نہ ہوا تھا (جذب اور سلوک کے فرق کو ایک بزرگ نے نہایت سلیس عنوان سے سمجھایا ہے افادۃً للناظرین لکھا جاتا ہے۔ کوئی بادشاہ قصر شاہی کے دریچہ سے سیر کررہا تھا اتفاقاً اس کی نظر ایک بزرگ پر پڑی تو ان کو آواز دی کہ شاہ صاحب ہم کمند ڈالے دیتے ہیں اس پر کو آپ تشریف لے آیئے ایک بات دریافت کرنی ہے کہ وہ کمند کے ذریعہ چڑھ گئے تو بادشاہ نے دریافت کیا کہ حضرت آپ خدا تک کیسے پہنچے۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ اس طرح جس طرح تمہارے پاس پہنچا۔ اگر میں چاہتا کہ تم تک پہنچوں تو سر پٹک مارتا۔ مگر نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تم نے چاہا تو ایک لمحہ میں تمہارے پاس بیٹھا ہوا ہوں پس اگر میں وصول الی الحق کی سعی کرتا اور ادھر ہی جذب نہ ہوتا تو وصول ناممکن تھا لیکن جب ادھر سے جذب ہوا تو نامحدود مسافت دم بھر میں قطع ہوگی آگے مضمون ماقبل کا تتمہ ہے۔

چونکہ شکر: یعنی چونکہ اس شکاری نے نقش سم آہو کا شکریہ کیا اور اسکی قدر کی۔ یعنی اسکی مقتضی پر کار بند ہو کر طلب آہو پر کمربستہ ہوا تو اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نقش کی بدولت مقصد اصلی تک پہنچ گیا اور آہو کا شکار کرلیا اگر ایسا نہ کرتا تو محرومی لابدی تھی یوں ہی سالک کا فرض ہے کہ ان انوار قدم اور تجلیات افعال کی نہایت قدر کرے اور ان کو نعمت عظمیٰ اور محبت کبریٰ سمجھے اور قطع منازل الی المطلوب میں جہد بلیغ کرے تاکہ اول وہ بوئے ناف اور تجلی صفات تک پہنچے اور وہاں سے بجذب مطلوب محبوب تک پہنچ جائے۔ یاد رکھ کہ نقش آہو اور تجلیات افعال فی نفسہ ایک محبت کبریٰ ہے۔ مگر ان کو بوئے ناف اور تجلیات صفات سے کوئی نسبت نہیں کیونکہ نقش آہو اور تجلیات افعال کے بعد اپنی سعی کی ضرورت ہے اور بوئے ناف وتجلیات صفات کے بعد ادھر سے جذب ہوتا ہے اور سعی اور جذب میں جو فرق ہے ظاہر ہے اس لئے بوئے ناف پر ایک منزل چلنا نقش پر سو منزل چلنے سے کہیں بہتر ہے کیونکہ اور تو نقش پر چلنے میں مانع سعی پیش آنے کا اندیشہ ہے برخلاف بوئے ناف پر جانے کے دوسرے جبکہ نقش پر چل رہا ہے تو طالب ہے اور جب کہ بوئے ناف پر جا رہا ہے تو مطلوب۔ واین الطالب من المطلوب۔ سیر زاہد ہر مہے تا پیشگاہ + سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ

آن دے: سالک اور مجذوب میں یہ فرق ہے کہ سالک جب تک سالک رہتا ہے ہر مہینہ فنائے قصر شاہی ہی میں رہتا ہے اور مجذوب من الحق ہر لحظہ اور ہر آن تخت شاہی تک پہنچتا ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ دفتر صوفی دل سفید ہم چو برف ہے اب اس کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں جو دل انوار حق سبحانہ کی مجلیت کے باعث ہزاروں ماہتابوں کا مطلع بن چکا ہے۔ عارف کے لئے فتح ابواب جنان معارف کا سبب ہے اور اس میں نظر کرنے سے اس کو وہ معارف حاصل ہوتے ہیں جن کی نسبت کہنا مناسب ہے۔ لاعین رأت ولا اذن سمعت ولا خطرت علی قلب بشر۔

یا تو دیوار: اے حامی محبوب وہ دل تیرے لئے مثل دیوار کے ہے اور جس طرح دیوار مانع دخول اور رائی

مرئی کے درمیان حائل ہوتی ہے یوں ہی اس کو حائل بین الرائی والمرئی و مانع من دخول معارف و انوارحق سمجھتا ہے اسی لئے تو ایسے لوگوں کی وقعت وقدر نہیں کرتا۔ بلکہ انکی تحقیر کرتا ہے اور ہمارے مہربان اہل اللہ کے لئے وہ مثل دروازہ کے ہے۔ جس طرح دروازہ محل دخول وذریعہ ابصار ہوتا ہے یوں ہی وہ قلب محل دخول معارف الٰہیہ اور ذریعہ رؤیت انوارحق ہے۔ ان کی تو یہ حالت ہے کہ جن اشیاء کا تو آئینہ عالم میں بعد اس کے طیاری اور تحقق بالفعل کے معائنہ کرتا ہے وہ ان کو انہیں اس وقت بھی دیکھتے تھے جبکہ وہ صیقل ہو کر مکمل بھی نہ ہوا تھا اور مرتبہ استعداد ہی میں تھا یعنی جن حقائق کا تو بعد تکون عالم انہیں ادراک واحساس کرتا ہے وہ لوگ ان کا ادراک اس میں اس کے تکون سے پہلے کرتے (اور یہ امر کچھ مستبعد نہیں کیونکہ عالم ارواح میں ارواح کا نفس ادراک تو نفس سے ثابت ہے پس اگر یہی تفاوت جو بعد تعلق بدن ارواح میں مشاہدہ ومعائن ہے قبل از تعلق بالجسد بھی ہو تو کیا بعید ہے جب یہ مسلم ہو چکا تو جس طرح وہ اب ان حقائق کا ادراک کرتے ہیں جو تم کو فی الحال مدرک نہیں۔ بلکہ ممکن ہے کہ دوسرے وقت مدرک ہوں یوں ہی اگر اس وقت میں بھی اور ان اشیاء کا ادراک کرتی ہوں جو تم کو اس وقت مدرک نہ تھیں بلکہ ممکن الادراک تھیں اور جن کا ادراک تم کو بعد تعلق بدن ہوا ہے تو کچھ تعجب کی بات نہیں) اور یہ پیر تو وہ لوگ ہیں کہ جب یہ عالم موجود اور تحقق بالفعل نہ تھا اس وقت بھی ان کی روح حق سبحانہ کے دریائے جود میں غرق تھی۔ اور معارف الٰہیہ وکونیہ کے موتی رول رہی تھی انہوں نے تعلق بالاعباد سے پیشتر ایک زمانہ دراز گزارا ہے جس میں وہ معارف الٰہیہ وکونیہ کے موتی رول رہی تھی۔ انہوں نے تعلق بالاجیاد سے پیشتر ایک زمانہ دراز گزارا ہے جس میں وہ معارف الٰہیہ وکونیہ سے متمتع رہے ہیں حالانکہ اس وقت تک انہوں نے کوئی عمل نہیں کیا تھا بلکہ جو کچھ انہوں نے حاصل کیا وہ محض عنایت وفضل ایزدی تھا اس بناء پر یہ کہنا ٹھیک ہے کہ انہوں نے کھیتی سے پہلے پھل حاصل کر لیا ان حضرات کو اجسام کے تعلق سے پہلے حیوۃ (روحانی) حاصل ہو چکی ہے حالانکہ عام طور پر حیات (جسمانی) جسم کے بعد حاصل ہوتی ہے اور یہ لوگ بحر عالم اجسام کے تحقق بالفعل سے ہی پیشتر اس کے موتی پرو چکے اور کام میں لا چکے ہیں یعنی اس کے حقائق واسرار سے آگاہی حاصل کر چکے ہیں اگلے اشعار میں بھی اسی مضمون کا تتمہ ہے۔

مشورت ے: یعنی جس وقت حق سبحانہ باقتضائے مصلحت باوجود علم کامل کے فرشتوں سے تخلیق آدم کے بارہ میں ان کی کررہے رائے دریافت کر رہے تھے یہ لوگ اس وقت بھی بحر قدرت الٰہی میں ڈوبے ہوئے عجائبات قدرت کا مشاہدہ تھے اور جب فرشتے بوجہ مصالح تخلیق پر مطلع نہ ہوتے اور مضار سے آگاہ ہونے کے اپنی رائے تخلیق آدم کے خلاف ظاہر کر رہے تھے تو اس وقت یہ لوگ علم مصالح کی بناء پر فرشتوں کے اس فعل پر دوستانہ اور بعنوان بے تکلفی تالیاں بجا رہے تھے اور ہنس رہے تھے (یعنی ان کی اس ناواقفیت اور غلط رائے پر تعجب کر رہے تھے اور ضحک ہی زدند عنوان تعبیر ہے۔ معنی حقیقی مقصود نہیں۔ اس تعبیر میں جو ایہام گستاخی اور اہانت کا

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا اس کو ہم نے ترجمہ سے دفع کر دیا فتامل) جو چیز ہست ہوئی یعنی جس کے لئے ہستی اور وجود مقدر ہو چکا ہے اس کی ہستی اور تعلق بالجسد سے پہلے اس سے واقف تھے (یاد رکھنا چاہیے کہ ان عنوانات سے ان کا علم محیط مقصود نہیں ہوتا بلکہ تکثیر منظور ہوتی ہے ورنہ ادلہ شرعیہ کے معارض ہو جائیں گے) انہوں نے وجود افلاک سے پہلے کیوں ان زحل کو اور دانوں سے پہلے روٹی کو دیکھ لیا تھا حالانکہ تعلق بالجسد سے پیشتر نہ ان کے لئے دل تھا نہ دماغ جو کہ آلات ادراک ہیں لیکن وہ اس وقت بھی اشیاء کو سوچ رہے تھے اور حالانکہ ان کے پاس نہ شیطان سے لڑنے کے لئے فوج تھی اور نہ شیطان سے لڑائی تھی مگر وہ اس وقت بھی منصور و مظفر تھے اور شیطان کی کوئی ہستی نہ سمجھے تھے ان کے لئے ان عبادی لیس لک علیهم سلطان کا خلعت تیار ہو چکا تھا (اس میں بیان ہے ان کی کمال قوت عملیہ کا) جو کچھ حقائق و معارف ان پر اس وقت منکشف تھے ان کو ان کے لحاظ سے فکرت کہنا مناسب ہے لیکن محجوبین کے لحاظ سے اس کو رویت کہنا مناسب ہے اس لئے کہ فکرت امر ماضی و مستقبل کی بابت ہوتی ہے اور جب کوئی شے ماضی و مستقبل سے دور اور معائن و مشاہد ہو تو فکرت کیسی۔ پس چونکہ وہ علم واقعات آئندہ کا تھا اس لئے ان کے لحاظ سے فکرت تھا۔ رہے محجوبین ان کے لحاظ سے رؤیت تھا کیونکہ ان کو ویسا علم بعد وجود بھی حاصل نہیں۔ وہ لوگ بے کیف اور مجردات کو بھی اس طرح دیکھتے تھے جس طرح بالکیف اور مادیات کو۔ اور کان کا وجود بھی نہ تھا مگر وہ کھری کھوٹی معدنیات کو دیکھ رہے تھے۔ انگوروں کی خلقت سے پہلے شرابیں پی چکے تھے اور شور مچا رہے تھے (یعنی تکلیف سے پیشتر شراب محبت الٰہی سے مست اور مخمور ہو چکے تھے) صرف یہ ہی نہیں ان کے وجود یا ان کے مادہ اور ظرف سے پہلے ہی ان کا مشاہدہ کر رہے تھے بلکہ ان کے ضد کے وجود کی حالت میں بھی ان کو دیکھتے تھے چنانچہ ماہ تموز میں جو گرمیوں کا مہینہ ہوتا ہے جاڑے کے مہینے کو دیکھتے تھے اور دھوپ میں سایہ کا معائنہ کر رہے تھے۔ حالانکہ انگور میں بالفعل شیرہ ہوتا ہے مگر وہ اس میں شراب دیکھ رہے تھے اور عدم سابق میں وجود کا مشاہدہ کر رہے تھے یہاں تک ان کے کمال علمی و عملی کا بیان ختم ہو گیا۔ آگے ان کا فیض بیان فرماتے ہیں آسمان کو انہی کے دور ساغر میں سے ایک گھونٹ ملا ہے کہ چکر میں ہے (یعنی اسکا وجود اور اسکا چکر انہیں کی بدولت ہے اور دور ایشان۔ اور جرعہ نوش۔ بمناسبت دور فلک استعمال کئے گئے ہیں) اور آفتاب کو یہ جگمگ کرتا ہوا خلعت زربفت یعنی چمک دمک انہیں کی سخاوت کا نتیجہ ہے (یعنی وہ ہی اس کے سبب ہیں لہٰذا گویا انہیں کا دیا ہوا ہے) شرح ابیات آئندہ کے لئے کچھ تمہید اولاً ضروری معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ مدار ہے حل ابیات کا سو جاننا چاہیے کہ مولانا کو ارواح اولیاء کے متعلق چار باتیں بیان کرنی ہیں اول کمال قوت علمیہ و عملیہ دوم ان کا باعث و سبب ایجاد عالم ہونا سوم ان کا متحد الحقیقت ہونا چہارم ان کا متحد فی الصفۃ ہونا۔ ان میں سے اول و چہارم ان کے ساتھ مخصوص ہیں اور دوم و سوم غیر مخصوص دو کو اوپر بیان کر چکے اور دو کا بیان کرنا باقی ہے۔ ان کا بیان ابیات آئندہ میں کرتے ہیں۔ ان کے بیان سے قبل ایک تمہید کی ضرورت ہے سو جاننا چاہیے کہ لفظ حقیقت کے بارہ میں اہل

www.besturdubooks.wordpress.com

تصوف کی اصطلاح اہل معقول سے جداگانہ ہے ان کی اصطلاح میں حقیقت ظاہر کو کہتے ہیں اور صورت و مرآۃ وغیرہ۔ جب یہ تمہید معلوم ہو چکی تو اب سنو کہ عالم کے اندر جس قدر چیزیں ہیں وہ انواع و اشخاص میں منقسم ہیں اور ہر نوع کے لئے کچھ آثار مختصہ ہوتے ہیں جو دوسرے نوع میں نہیں ہوتے مثلاً پانی کی خاصیات جدا ہیں اور آگ کی الگ مٹی کی الگ۔ ہوا کی الگ علیٰ ہذا القیاس اور ان آثار مختصہ کا ایک مصدر اور منشا ہوتا ہے فلاسفہ اُس کو صورت نوعیہ کہتے ہیں اور صوفیہ اس کو روح کہتے ہیں تا کہ ہر ہر نوع کی روح کے اشخاص اس نوع کے افراد و اشخاص سے متعلق ہو کر ان کے آثار مختصہ کا مصدر ہوتے ہیں مثلاً جمادات کے لئے ایک نوع روح ہے جس کا اثر حفظ ترکیب ہے تو اس نوع روح کے افراد اشخاص جمادات سے وابستہ ہو کر ان کی ترکیب خاصہ کی حفاظت کریں گے۔ علیٰ ہذا نباتات کے لئے ایک نوع روح ہے جسکا اثر تغذیہ و تنمیہ اس کے افراد۔ اشخاص نباتات سے متعلق ہو کر مفید تغذیہ و تنمیہ مخصوص ہونگے۔ یوں ہی حیوانات کے لئے ایک نوع روح ہے جسکا کام ہے۔ تولید مثل و احساس و ادراک الی حد معین اس کے افراد افراد حیوانات سے متعلق ہو کر ان کاموں کو سرانجام دیں گے۔ علیٰ ہذا القیاس انسان کے لئے ایک نوع روح ہے جسکا اثر ہے ادراک حقائق کونیہ و معارف و اسرار الٰہیہ وغیرہ۔ اس کے اشخاص خاص اشخاص و افراد انسانی سے متعلق ہو کر اس کام کو انجام دیں گے۔ یہ بھی معلوم ہو چکا تو اب جاننا چاہیے کہ ان تمام ارواح کے علاوہ ایک روح اور ہے جس کو روح اعظم اور نفس کلی کہتے ہیں وہی روح صادر اول ہے حق سبحانہ سے اور مربی ہے ان تمام اروح جزئیہ کی۔ اور ارواح جزئیہ اسی کے فیض سے مستفیض اور اسی کے محکوم و تابع ہیں لیکن یہ تربیت اضطراری ہے نہ کہ اختیاری بلکہ ایسی ہے جیسے تربیت شمس الاشجار والاثمار۔ اور تربیت ماء الاشجار۔ اس لئے اس کے لئے علم باحوال المربیات و انحار و تفاصیل تربیت ضرور نہیں چونکہ ارواح جزئیہ اس کے آثار کا مظہر ہیں اور روح اعظم اپنے آفار کے لحاظ سے ان میں ظاہر۔ اس لئے روح اعظم کو ارواح جزئیہ کی حقیقت اور ارواح جزئیہ کو اسکے مظاہر اور مرایا کہا جاتا ہے اور ارواح جزئیہ انسانیہ کو بوجہ روح اعظم کے مظہر اتم ہونے کے ارواح جزئیہ کو اس کے مظاہر اور مرایا کہا جاتا ہے اور ارواح جزئیہ انسانیہ کو بوجہ روح اعظم کے مظہر اتم ہونے کے ارواح زجاجیہ۔ اور روح اعظم کو لظھورہ فی الارواح الانسانیہ الی الوجہ الاکمل روح سراجی کہتے ہیں چونکہ اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ان کی اصطلاح میں ظاہر فی المظاہر کو ان کی حقیقت کہتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ روح اعظم تمام ارواح میں اپنے آثار کے لحاظ سے ظاہر ہے اور ارواح جزئیہ عالم اس کے مظاہر مختلفہ۔ تو یہ کہنا صحیح ہے کہ تمام عالم کی حقیقت ایک ہے اور انہیں میں ارواح اہل اللہ بھی ہیں۔ لہٰذا ارواح اہل اللہ کا متحد فی الحقیقت ہونا ثابت ہو گیا۔ اہل اللہ کے متحد فی الحقیقۃ ہونے کی ایک دوسری توجیہ بھی ہے جو اس مقام کے مناسب نہیں کیونکہ ابیات آئندہ میں اس کو خال سے تعبیر کرنا اس سے آبی ہے۔ وہ توجیہ یہ ہے کہ حق سبحانہ کو حقیقت ارواح بمعنی ظاہر فیہا مانا جائے اور باقی تقریر وہی ہے جو اوپر مذکور ہوئی۔ جب کہ یہ معلوم ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ حقیقت ارواح روح اعظم ہے تو اب یہ بتلا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ روح اعظم کیا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ روح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کیونکہ صوفیہ کرام روح اعظم کو صادر اول اور مظہر اکمل واتم حق سبحانہ کا مانتے ہیں اور یہ دونوں باتیں کسی اور شے میں پائی نہیں جاتیں کیونکہ حدیث میں آیا ہے۔ اول ما خلق اللہ نوری۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مظہر اتم واکمل ہونا خود مسلمات میں سے ہے لہٰذا ضرور ہے کہ دونوں کا مصداق ایک ہو اور یہ ہی منشا ہے۔ ہمارے زمانہ کے مدعیان تصوف کی ضلال واضلال کا کیونکہ جب انہوں نے روح اعظم کو مربی ارواح عالم جانا تو اول غلطی یہ کی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بالعالمین کہنا شروع کر دیا اور نحو تربیت سے واقف نہ ہوئے۔ اگر اسی نوع کی تربیت کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین کہنا جائز ہو تو آفتاب کو رب الاثمار وغیرہ اور پانی کو رب النبات وغیرہ کہنا بھی جائز ہوگا۔ اس بنا پر تمام عالم ارباب سے پر ہو جاوے گا ارباب متفرقون خیر ام اللہ الواحد القھار۔ اور یہ فرق کہ پانی وغیرہ تو بہ تربیت روح آں جناب سرور کائنات علیہ التحیات والصلوات مربی ہیں نہ بالذات اس لئے ان کو ارباب کہنا جائز نہیں تو ہم کہیں گے کہ روح آنحضرت تربیت رب العالمین جل مجدہ مربی ہے نہ بالذات۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی رب العالمین کہنا درست نہیں۔ اور دوسری غلطی یہ کی کہ تربیت کو اختیاری سمجھ کر آپ کے لئے علم محیط ثابت کیا اور یہ بناء فاسد علی الفاسد ہے۔ کما اوضحنا فیما سلف۔ ہاں یہ تربیت فی نفسہ ایک نعمت عظمیٰ و محبت کبریٰ اور منقبت علیا مختصہ بآں جناب ہے جس میں کوئی ممکن آپ کا شریک نہیں۔ والحمد للہ علی ذلک اس مقام پر ایک اور غلطی یہ کرتے ہیں کہ روح اعظم حقیقت محمدیہ ﷺ کو سمجھتے ہیں حالانکہ ہر دو جداگانہ ہیں روح اعظم وہ روح ہے جسکا تعلق بلا واسطہ جسد اطہر سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت سے ہے اور مخلوق و ممکن ہے اور حقیقت محمدیہ مرتبہ ثانیہ ہے مراتب وجوب میں سے یعنی صفات کا مرتبہ اجمالی جس کو مرتبہ علم بھی کہتے ہیں وہ واجب ہے نہ کہ ممکن و مخلوق چونکہ یہ مرتبہ مربی ہے روح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لئے اس کو حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے۔ ان تمام غلطیوں کا منشاء علوم شرعیہ واصطلاحات صوفیہ سے ناواقفیت ہے۔ یہ تو اہل اللہ کے متحد الحقیقۃ ہونے کی تفصیل تھی۔ اب ان کے متحد فی الصفت ہونے کا بیان سنو وہ صفت جس میں سب متحد ہیں وہ صفت اجتماع اور اپنے کو مرضیات حق سبحانہ کے تابع کر دینا مقتضیات نفس پر خاک ڈالنا۔ تقرب الی اللہ میں ساعی ہوتا ہے چونکہ تفارق وتصادم تخالف و تناقض پیدا ہوتا ہے۔ تزاحم اغراض سے جو کہ اہل اللہ میں مفقود ہے اس لئے وہ سب متحد و متفق ہیں اور جن لوگوں پر بہیمیت اور سبعیت کا غلبہ ہے ان کے اغراض میں تخالف ہے لہٰذا ان میں تشتت۔ وتفرق۔ تباغض۔ وتحاسد۔ تمزق۔ وتنازع موجود ہے اور اتحاد و اتفاق مفقود چ یہ تمہید گوش گزار ہو چکی تو اب حل کتاب سنو۔

چون از یشان: یعنی جب ان میں سے چند شخصوں کو باہم دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ سب ایک بھی ہیں اور متعدد بھی ایک تو حقیقت اور ظاہر کے لحاظ سے ہیں اور متعدد تشخصات اور صور کے ذریعہ سے ان کی مثال قریب قریب ایسی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جیسے کہ ایک دریا ہو جس کو طوفان باد نے متلاطم کر رکھا ہو اور اس وجہ سے اس کے اندر سینکڑوں موجیں پیدا ہو گئی ہوں۔ بس جس طرح یہ موجیں اپنی حقیقت کے لحاظ سے ایک ہیں۔ کیونکہ یہ سب کی حقیقت پانی ہے۔ اور تشخصات وتشکلات کے ذریعہ سے جدا۔ یوں ہی ان اہل اللہ کو سمجھو (مگر ان میں اور موجوں میں اتنا فرق ہے کہ پانی موجوں کے لئے جس طرح حقیقت باصطلاح صوفیہ ہے یوں ہی باصطلاح اہل معقول ہے لیکن روح اعظم اہل اللہ کے لئے باصطلاح صوفیہ حقیقت ہے نہ باصطلاح ارباب معقول) ان کے اتحاد حقیقت کی تفصیل یہ ہے کہ ان کی ارواح میں آفتاب (روح اعظم) ان کے ابدان مختلفہ سے جو بمنزلہ سوراخوں کے ہیں جلوہ گر ہو کر متعدد محسوس ہوتا ہے ورنہ حقیقت میں ایک ہے جیسے کہ آفتاب ظاہری مختلف سوارخوں میں جلوہ گر ہو کر متعدد محسوس ہوتا ہے اور جب ذات شمس پر نظر کرو تو ایک ہی ہماری اس بات کو حقیقت میں تو باور کر سکتا ہے مگر جن لوگوں کو تعداد ابدان نے حقیقت بینی سے روک دیا ہو وہ تو شک ہی میں رہیں گے اور کہیں گے کہ بھلا یہ اشخاص جن کے تشخصات جدا تشکلات علیحدہ۔ افعال ومقتضیات ممتاز واحد کیونکر ہو سکتے ہیں۔

تفرقہ در روح: جس طرح یہ لوگ متحد الحقیقۃ ہیں یوں ہی مقصد اور مطمع نظر بھی ان کا ایک ہی ہے کیونکہ سب طالب حق اور اپنے کو مرضیات حق سبحانہ کے تابع کرنے والے اور مہتدین کامل ہیں اس لئے ان میں تدافع و تمانع بھی نہیں کیونکہ تدافع اور تمانع تفرق۔ اور تشتت خاصہ ہے سبعیت اور بہیمیت کا اور سبعیت اور بہیمیت خاصہ ہے روح حیوانی کا۔ روح انسانی ان صفات ذمیمہ سے مبرا ہے اب بناء پر تفرقہ کا مدار روح حیوانی ہوئی ہے۔ پس جن پر روح حیوانی کا غلبہ ہوگا انہیں میں تدافع اور تمانع حقیقی وبین ہو سکتا ہے اور جن پر روح انسانی غالب ہے وہ سب حقیقۃً متفق ہوں گے ان میں تشعب وتفرق حقیقی وتبین نہ ہوگا۔ اہل اللہ میں تفرق وتشتت کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ حق سبحانہ نے ان پر اپنا نور چھڑکا ہے اور ان کو اس کا کافی حصہ پہنچا ہے اور یہ لوگ اس کے اثر سے متاثر ہو چکے ہیں اور جب کہ حق سبحانہ کا نور تاثرات متضادہ اور متخالفہ نہیں رکھتا بلکہ صرف ایک صفت ہدایت رکھتا ہے (اسمیں اشارہ ہے ایک حدیث شریف کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ حق سبحانہ نے ارواح کو جمع کر کے ان پر اپنا نور چھڑکا۔ من اصابہ فقد اہتدی و من اخطاہ ضل ہماری تقریر بالا سے یہ شبہ بھی دفع ہو گیا کہ رش نور اگر مقتضی ہے عدم اختلاف کو تو چاہیے کہ اہل حق میں اختلاف نہ ہو۔ حالانکہ اختلاف مشاہد ہے کیونکہ اہل حق میں دو قسم کا اختلاف ہے۔ ایک للہ۔ دوسرا للنفس۔ اول تو اختلاف حقیقی ہی نہیں بلکہ محض صوری ہے اس کی نفی مقصود ہی نہیں دوسرا اختلاف اختلاف حقیقی ہے لیکن اس کا منشا روح حیوانی ہے اب اگر وہ بہ نسبت اتحاد کے بہت کم ہے تو نظر کرنے کے قابل ہے اور اگر زیادہ ہے تو اسکا منشاء غلبہ روح حیوانی اور روح انسانی کی کمزوری اور نور کا کم پہنچنا ہے۔ پس رش نور تو عدم اختلاف ہی کو مقتضی ہے لیکن جس قدر پہنچے گا اتنا ہی اتحاد پیدا کرے گا) پس ثابت ہوا کہ تمام ارواح انسانیہ گویا کہ ایک ہی ہیں اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ روح حیوانی بالکل بے قدر و بے حقیقت مثل سفال جامد ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل جزو: عقل ناقص اس حقیقت کی واقفیت کے لیے کافی نہیں کیونکہ اس کو ایسی قوت عطا نہیں کی گئی ہے کہ وہ بطور خود اور اشیاء کی طرح اس کا بھی ادراک کر لے بلکہ اس کے علم کو حق تعالیٰ نے اپنے لئے رکھا ہے پس اپنے خاص خاص بندوں کو اس سے سرفراز فرماتے ہیں خود عقل کو اس متاع بے بہا سے کیا واسطہ کہ اس کو تو اس کے ادراک کی قوت تفویض ہی نہیں کی گئی۔ اس بنا پر وہ حقیقت کی نسبت سے ایسی ہے جیسے پیدائشی بہرا۔ شہنائی کے لحاظ سے۔ اور پیدائشی بہرے کو شہنائی سے کیا کام۔ تو اسی طرح عقل کو بھی اس حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

یک زمان: اوپر روح اعظم کا تذکرہ کیا جو کہ جمال حق سبحانہ کے لئے بوجہ مظہر اتم ہونے کے بمنزلہ خال کے تھی۔ اس کے ذکر سے مولانا کا ساغر لذت لبریز ہوتا ہے اور جوش مستی میں فرماتے ہیں شعر۔ زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا + کہ میرے نطق نے بوسے میرے دہن کے لئے + اے رفیق تو ذرا اکتاتا نہیں۔ میں بمال محبوب حقیقی کے خال اور مظہر روح اعظم کی کچھ صفت بیان کر لوں۔ بیان کے لئے الفاظ نہیں ملتے تو پریشان ہو کر فرماتے ہیں اس کے اوصاف تو احاطہ بیان سے باہر ہیں میں بیان کیونکر کروں۔ مختصر اور نا کافی بیان یہ ہے کہ دونوں عالم اس خال کا عکس ہیں اور سب اس کے فیض سے مستفیض اور اسی کے باعث موجود ہیں جب کہ میں اپنی استطاعت کے موافق اس کے خال خوب کے اوصاف بیان کرنا چاہتا ہوں تو میری گویائی راہ زبان کو نا کافی سمجھ کر میرے جسم کو چھوڑ کر نکلنا چاہتی ہے گو مجھ میں اس خال کے پورے اوصاف کے بیان کرنے کی قدرت نہیں۔ مگر جس قدر ہے اتنی ہی سے خوش ہوں کہ اپنی بساط سے زیادہ بوجھ اٹھائے ہوئے ہوں۔ ورنہ میں تو اس کے قابل بھی نہ تھا۔ پس میری مثال ایسی ہے جیسے ایک چیونٹی کہ خرمن میں سے ایک دانہ کھینچ لاتی ہے اور سمجھتی ہے کہ میں تمام خرمن کو نہ اُٹھا سکی مگر پھر بھی اپنی حیثیت سے زیادہ اٹھا لائی اول تو مجھے اس خال کے پورے طور پر اوصاف بیان کرنے پر قدرت ہی نہیں مگر جس قدر بیان کر سکتا ہوں اور کرنا چاہیے اس کو بھی مفصل نہیں بیان کر سکتا کیونکہ رشک روشنی (یعنی حق سبحانہ) کے خلاف مرضی ہونے کا خیال مانع ہے (حق سبحانہ کو رشک روشنی اور روح اعظم کو خال کہنے میں ایک لطیف نکتہ ہے وہ یہ کہ وجود مشابہ ہے نور سے۔ لکونهما مقتضين للظهور۔ اور عدم فنا مشابہ ہیں ظلمت اور تاریکی سے لاقتضائهما انحفاء۔ پس حق سبحانہ جو وجود بحت ہیں جن میں شائبہ عدم بھی نہیں ان کو استعارۃً روشنی بلکہ رشک روشنی کہا۔ کہ عام روشنیوں میں وہ ظہور اور ان کے لئے وہ وجود کہا۔ جو حق سبحانہ کے لئے ہے۔ اور روح اعظم کو فی حد ذاتہ ممکن اور ہالک الذات ہے اس کو فی ذاتہ تاریک اور سیاہ مانا۔ لیکن چونکہ صرف مظلم اور تاریک ہی نہ تھی بلکہ جمال رشک روشنی سے کافی طور پر بہرہ اندوز اور اسکا مظہر اتم تھی اس لئے اس کو خال کہا کہ خال فی نفسہ سیاہ اور تاریک ہوتا ہے مگر حسن محبوب اس کو زیور جمال سے متجلی اور نور حسن سے متجلی کر دیتا ہے) اس لئے میری ایسی مثال ہے جیسے دریا بہتا ہوا اور خس و خاشاک کو کھینچ کر اپنے سامنے روک قائم کر دے جو کہ اس کو بہنے سے روک دے۔ پس جیسے وہ اول خس و خاشاک کو کھینچ کر آتا ہے اور پھر ان کو اپنے سامنے پھیلاتا ہے اور وہ خس و خاشاک اس کو روانی

www.besturdubooks.wordpress.com

سے روک دیتے ہیں یوں ہی اولاً میری طبیعت کا دریا اظہار حقائق واسرار کے لئے جوش مارتا ہے مگر پھر وہی ایک مانع کو پیدا کر دیتا ہے جو کہ اس کو روانی سے روک دیتا ہے یعنی حق سبحانہ کی ناخوشی (کما ہو الظاہر من کے گزاردآ نکہ رشک روشنی ست اور سامع کی طبیعت کا قصہ کی طرف مائل ہونا) کما ہو الظاہر من قولہ ایں زماں بشنو چہ مانع شد مگر الخ) ان دو باتوں کا خیال پیدا ہوتا ہے) اس سے طبیعت رک جاتی ہے۔

شرح شبیری

حکایت معنی کی تقریر کا بستہ ہو جانا اس وجہ سے کہ سامعین کی توجہ ظاہری حکایت کی طرف ہے

ایں زماں بشنو چہ مانع شد مگر	مستمع را رفت دل جائے دگر
اب سن کہ مانع کیا پیش آیا شاید	سننے والے کا دل دوسری جگہ پہنچ گیا

ایں زماں الخ۔ یعنی اس وقت سنو کہ کیا مانع ہوا ہے (اور بیان اسرار سے ہم کیوں رک گئے) اس لئے کہ سننے والے کا دل دوسری طرف ہو گیا اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر متکلم یہ سمجھے کہ مخاطب میرے کلام کی طرف متوجہ نہیں ہے تو اس کی تقریر بند ہو جاتی ہے اور زبان چلتی نہیں۔ اس طرح مولانا فرماتے ہیں اور اگر چہ اس وقت جبکہ مولانا مثنوی لکھ رہے ہیں کوئی سامع موجود نہیں ہے مگر مصنف کو یہ خیال آ جانا بھی کہ اب شاید سامعین اکتا گئے ہونگے تحریر سے روک دیتا ہے پس یہی سبب یہاں ہوا کہ مولانا کہ یہ خیال ہوا کہ شاید اب ان حقائق کے سننے سے لوگ گھبرا گئے ہوں لہٰذا دوسرا مضمون شروع کرنا چاہتے ہیں اب اس اکتانے کا سبب فرماتے ہیں کہ

خاطرش شد سوئے صوفی قنق	اندراں سودا فروشد تا عنق
اس کا دل مہمان صوفی کی طرف چلا گیا	اس معاملہ میں وہ گردن تک ڈوب گیا

خاطرش شد الخ۔ یعنی اسکا دل اس مہمان صوفی کی طرف مائل ہو گیا اور اسی خیال میں گردن تک غرق ہو گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ سامعین کو یہ خیال ہوا کہ اس صوفی مہمان کی حکایت تو چھوڑی اور یہ کیا بیان کرنے لگے اور اس کے یاد آنے سے اس طرف توجہ ہو گئی اور ان معانی کے بیان سے گھبرا گئے۔ لہٰذا اب اس طرف توجہ ضروری ہوئی اسی کو فرماتے ہیں کہ

لازم آمد باز رفتن زیں مقال	سوئے آں افسانہ بہر وصف حال
اس گفتگو سے چلنا ضروری ہو گیا	اس افسانہ کی طرف حال بیان کرنے کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

لازم آمد الخ۔ یعنی اب لازم ہوا کہ اس گفتگو سے باز رہیں اور اس افسانہ کے بیان کی طرف متوجہ ہوں آگے اس مضمون ارشادی کی طرف انتقال ہے کہ اس صوفی کے قصہ سے تم یہ صوفی ظاہر کو مت سمجھ لینا اسی کو فرماتے ہیں

صوفی صورت مپندار اے عزیز	ہمچو طفلاں تا کے از جوز و مویز
اے عزیز! ظاہری صوفی نہ سمجھنا	بچوں کی طرح اخروٹ اور منقی سے کب تک دلچسپی؟

صوفی صورت الخ۔ یعنی تم صوفی صورت کو مت سمجھنا اور بچوں کی طرح کب تک جوز و مویز سے کھیلو گے۔ مطلب یہ کہ اس حکایت کو صرف افسانہ ہی مت سمجھنا بلکہ اس کے معانی کی طرف خیال کرنا کہ جس طرح اس نے اپنے خادم پر اعتماد کیا اور وہ نا اہل اعتماد کے قابل نہ تھا تو اس نے نقصان اٹھایا اسی طرح تم بھی کہیں ناقصین کے پھندے میں پھنس کر نقصان مت اٹھانا اور اس حکایت سے سمجھ لو کہ ناقص پر اعتماد کافی نہیں ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ

جسم ما جوز و مویز ست اے پسر	گر تو مردی زیں دو چیز اندر گذر
اے بیٹا! ہمارا جسم اخروٹ اور منقی ہے	اگر تو مرد ہے تو ان چیزوں سے گزر جا

جسم ما جوز الخ۔ یعنی یہ ہمارا جسم جوز و مویز ہے اے لڑکے (یعنی طالب مبتدی) اگر تو مرد ہے تو ان دونوں چیزوں سے (یعنی جسم و صورت سے) گزر جا (علیحدہ ہو جا اور اس میں مت پھنس) چونکہ یہاں ان دونوں سے علیحدگی اختیار کرنے کو کہا ہے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ

ورتو اندر نگذری اکرام حق	بگذر اند مر ترا از نہ طبق
گر تو (خود) نہ گزر سکے گا تو اللہ (تعالیٰ) کا کرم	تجھے نو آسمانوں سے گزار دے گا

ورتو اندر الخ۔ یعنی اگر تو نہ گزر سکے گا تو اکرام حق تجھے نو آسمان سے گزار دے گا مطلب یہ کہ تم اپنی طرف سے کوشش کرو اور ان چیزوں سے علیحدگی اختیار کرو اور اس کوشش میں رہو پھر گر تم وہاں تک نہ پہنچ سکو گے تو اس کے بعد تو جذب من اللہ ہو جائے گا اور تم واصل الی الحق ہو جاؤ گے پس مقصود یہ ہے کہ کام کرتے رہو اس کے بعد وہاں تک پہنچا دینا حق تعالیٰ کا کام ہے آگے اسی قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بستہ شدن تقریر معنی حکایت بہ سبب میل مستمعان باستماع ظاہر

اب سن کہ میری اس گفتگو کے قطع کرنے کا کیا سبب ہوا غالباً سننے والے کا دل دوسری طرف متوجہ ہو گیا ہو گا (یہ ضرور نہیں کہ اس وقت کوئی سننے والا موجود ہو بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہاں تک پہنچ کر مولانا کو خیال آ گیا کہ میں اس قصہ کو چھوڑ کر بہت دور نکل گیا جو شخص مثنوی دیکھے گا وہ اکتا جائے گا اور اس کا دل ضرور قصہ صوفی کی طرف مائل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگا یہ خیال کر کے اس قصہ کی طرف رجوع کیا اور اسکا سبب بیان کیا) میں کہوں کیا تیرا دل تو قصہ صوفی کی طرف ہے اور سراسر اسی خیال میں ڈوبا ہوا ہے اس بنا پر مجھے ضرور ہے کہ میں اس گفتگو سے اس قصہ کی طرف رجوع کروں تم صوفی سے ظاہری صوفی نہ سمجھنا بلکہ حقیقی صوفی سمجھنا یہاں سے مذمت میل الی الصورۃ بیان فرماتے ہیں۔ آخر تو کب تک پابند صورت رہے گا اور لڑکوں کی طرح جوز و مویز سے خوش ہوگا نہ ہمارا جسم تو جوز و مویز کی طرح نادانوں کے دل کو لبھانے والا ہے تجھے چاہیے کہ اس جوز و مویز کو چھوڑ اور حقیقت تک پہنچ اگر تو سعی کرے گا دراپنی سعی سے منزل مقصود تک نہ پہنچ سکے گا۔ تو حضرت سبحانہ تیری دستگیری فرمائیں گے اور اپنے فضل سے تجھے عالم ناسوت سے اوپر پہنچادیں گے یعنی سلوک سے مطلوب تک نہ پہنچو گے (اور ہرگز نہ پہنچو گے) تو حق سبحانہ کی طرف سے جذب ہوگا اور وہ جذب منزل مقصود تک پہنچادے گا۔ مذمت میل الی الصورۃ بیان فرما کر پھر قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں بشنو اکنون صورت افسانہ را۔

شرح شبیری

بشنو اکنوں صورت افسانہ را	لیک ہیں از کہ جدا کن دانہ را
اب افسانہ کی صورت سن لے	لیکن خبردار! بھس سے غلہ کو جدا کر لینا

بشنو اکنوں۔ الخ یعنی اب اس افسانہ کی صورت سن لو مگر دیکھو دانہ کو خس خاشاک سے علیحدہ کر کے مطلب یہ کہ لو اب اس حکایت کو سن لو مگر یہ سمجھ لو کہ اس میں جو معنی ہیں اور مثل دانہ کے ہیں ان کو خس و خاشاک صورت سے علیحدہ کر کے دیکھنا اور یہی مت سمجھنا کہ اس سے مقصود صرف یہاں افسانہ ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ جس طرح اس صوفی نے اعتماد نا اہل پر کیا تم بھی کہیں ایسا ہی مت کرنا آگے اس صوفی کی حکایت کا تتمہ ہے فرماتے ہیں

التزام کردن خادم تعہد بہیمہ را و تخلف نمودن

خادم کا چوپائے کی نگرانی اپنے ذمہ لینا اور وعدہ خلافی کرنا

حلقۂ آں صوفیان مستفید	چونکہ در وجد و طرف آخر رسید
استفادہ کرنے والے صوفیوں کا حلقہ	جب وجد اور طرب میں ختم ہوا
خواں بیا وردند بہر میہماں	از بہیمہ یاد آورد آں زماں
وہ مہمان کے لئے خوان لائے	تب اس نے چوپائے کو یاد کیا

حلقۂ آں الخ یعنی جب ان صوفیوں کا جو کہ مستفید من الحق تھے (خواہ وہ استفادہ سچا ہو یا جھوٹا حلقہ حالت وجد و طرب میں ختم اور تمام ہوگیا اور وہ لوگ اس صوفی مہمان کے لئے کھانا لائے اس وقت اس صوفی مہمان کو اپنا جانور بھی یاد آیا تو کہنے لگا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت خادم را کہ در آخر برو	راست کن بہر بہیمہ کاہ وجو
خادم سے کہا اصطبل میں جا	چوپائے کے لئے گھاس اور جو تیار کر

گفت خادم راالخ۔ یعنی خادم (خانقاہ) سے کہنے لگا کہ آخور میں جا کر ذرا اس جانور کے لئے گھاس دانہ درست کردو۔

گفت لاحول ایں چہ افزوں گفتن ست	از قدیم ایں کارہا کار من ست
اس نے کہا لاحول یہ کیا زیادہ کہنے کی بات ہے	یہ کام تو میرے ہمیشہ کے کام ہیں
گفت تر کن آں جوش را از نخست	کاں خرک پیرست و دنداں ہاس سست
اس نے کہا اس کے جو کو پہلے بھگو لینا	کیونکہ گدھا بوڑھا ہے اور اس کے دانت کمزور ہیں
گفت لاحول ایں چہ می گوئی مہا	از من آموزند ایں ترتیب ہا
اس نے کہا لاحول یہ جناب کیا فرماتے ہیں؟	یہ باتیں لوگ مجھ سے سیکھتے ہیں

گفت لاحول الخ۔ یعنی خادم نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ یہ کیا فضول بات آپ نے کہی میرا تو یہ قدیمی کام ہے مطلب یہ کہ اس سے خوب واقف ہوں بتانے کی ضرورت نہیں۔

گفت تر کن الخ۔ یعنی اس صوفی نے کہا کہ اسکا دانہ پہلے سے بھگو دینا اس لئے کہ وہ گدھا بوڑھا ہے اور دانت کمزور ہیں۔

گفت لاحول الخ۔ یعنی خادم نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ آپ یہ کیا فرما رہے ہیں اس کام کو تو لوگ مجھ سے سیکھتے ہیں یعنی فن خدمت سے خوب واقف ہوں۔

گفت پالانش فرونہ پیش پیش	داروئے منبل بنہ بر پشت ریش
اس نے کہا اس کا فوراً پالان اتار دے	زخمی کمر پر منبل دوا مل دینا

گفت پالانش الخ۔ یعنی اُس صوفی نے کہا کہ پہلے پہل اُسکا پالان اوتار لیجو اور زخم کی دوا اُسکی زخمی کمر پر لگا دیجو منبل اس گھاس کا نام ہے جو زخم پر لگایا جاتا ہے۔

گفت لاحول آخر ایں حکمت گزار	جنس تو مہمانم آمد صد ہزار
اس نے کہا لاحول اس حکمت کو رہنے دے	تجھ جیسے ہزاروں مہمان میرے یہاں آئے ہیں

گفت لاحول الخ۔ یعنی خادم نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ آخر اس حکمت آموزی کو چھوڑ دیئے تم جیسے مہمان ہمارے یہاں لاکھوں آتے ہیں اور سب کے سب ہم سے راضی ہی جاتے ہیں اور مہمان تو ہماری جان ہے ہمارا عزیز ہے۔

جملہ راضی رفتہ انداز پیش ما	ہست مہماں جان ما و خویش ما
ہمارے پاس سے سب خوش گئے ہیں	مہمان تو ہمارا اپنا اور جان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آبش دہ وہ لیکن شیر گرم	گفت لاحول از توام بگرفت شرم
اس نے کہا اس کو پانی پلا دے لیکن نیم گرم	اس نے کہا لاحول میں تو تجھ سے شرمندہ ہو رہا ہوں

گفت آبش الخ۔ یعنی اس صوفی نے کہا کہ اس کو پانی بھی پلا دینا مگر ذرا نیم گرم ہو تو خادم نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ اس بات کو چھوڑیے اور کم کیجئے۔

گفت اندر جو تو کمتر کاہ کن	گفت لاحول ایں سخن کوتاہ کن
اس نے کہا جو میں گھاس کم ملانا	اس نے کہا لاحول بات مختصر کر
گفت جایش را بروب از سنگ و پشک	ور بود تر ریز بروے خاک خشک
اس نے کہا اس کا تھان کنکر اور لید سے صاف کر دینا	اگر گیلا ہو خشک مٹی ڈال دینا

گفت جایش الخ۔ صوفی نے کہا کہ ذرا اسکی جگہ جھاڑ دو دے کر پتھر اور مینگن وغیرہ سے صاف کر دینا اور اگر جگہ تر ہو تو اس پر تھوڑی خشک سی مٹی ڈال دینا۔

گفت لاحول اے پدر لاحول کن	با رسول اہل کمتر کن سخن
اس نے کہا لاحول اے باوا! لاحول پڑھ	لائق قاصد سے بات کم کر

گفت لاحول الخ۔ خادم نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ اے قبلہ لاحول پڑھیے اور سمجھدار قاصد سے کم بات کہیے اس لئے کہ وہ خود جانتا ہے۔ رسول اہل موصوف صفت۔

گفت بستاں شانہ پشت خر بخار	گفت لاحول اے پدر شرمے بدار
اس نے کہا کھریرا لے گدھے کی کمر پر پھیر دے	اس نے کہا لاحول اے باوا! شرم کر

گفت بستان الخ۔ صوفی نے کہا کہ کھر پرا لے کر گدھے کی کمر میں کھجلا دینا۔ خادم بولا کہ لاحول ولاقوۃ قبلہ ذرا تو شرم کیجئے کہ کیا کیا فضولیات بک رہے ہو۔

گفت دم افسار را کوتہ بہ بند	تاز غلطیدن نیفتد او بہ بند
اس نے کہا پچھاڑی چھوٹی کر کے باندھ	تا کہ لوٹنے میں اس میں نہ پھنس جائے

گفت دم الخ۔ صوفی نے کہا کہ اسکی پچھاڑی ذرا تنگ ہی باندھ دینا تا کہ لوٹنے کے وقت اس میں الجھ نہ جائے۔

گفت لاحول اے پدر چندیں منال	بہر خر چندیں مرو اندر جوال
اس نے کہا لاحول اے باوا! اس قدر نہ رو	گدھے کے لئے اس قدر پریشان نہ ہو

گفت لاحول الخ۔ خادم بولا کہ لاحول ولاقوۃ قبلہ اتنا نہ روئیے (یعنی اس قدر پریشان نہ ہو جائیے) اور

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک گدھے کے واسطے اس قدر خفاست ہو جائیے۔ درجوال رفتن محاورہ ہے یعنی خفا شدن۔

گفت بر پشتش فگن جل زودتر	زانکہ شب سرماست اے کان ہنر
اس نے کہا اس کی کمر پر جلد جھول ڈال دے	اے ہنر مندا! چونکہ سردی کی رات ہے

گفت بر پشتش الخ۔ صوفی نے کہا کہ اس کے اوپر جھول بھی جلد ہی ڈال دینا اس لئے کہ سردی کی رات ہے اے ہنرمند۔

گفت لاحول اے پدر چندیں مگو	استخواں در شیر چوں نبود مجو
اس نے کہا لاحول اے بابا! اس قدر باتیں نہ کر	دودھ میں ہڈی نہیں ہوتی ہے تلاش نہ کر

گفت لاحول الخ۔ خادم نے کہا کہ لاحول ولاقوۃ اے قبلہ اس قدر نہ فرمایئے دیکھئے تو دودھ میں ہڈی کہاں ہوتی ہے لہٰذا تم مت ڈھونڈو مطلب یہ کہ فضول کام مت کرو۔

من زتو استاترم در فن خود	میہماں آید مرا از نیک و بد
میں اپنے فن میں تجھ سے زیادہ استاد ہوں	میرے پاس اچھے اور برے مہمان آتے رہتے ہیں

من زتو استاترم الخ۔ اور خادم ہی نے یہ کہا کہ میں اپنے فن میں تم سے زیادہ استاد ہوں اور یہاں تو مہمان اچھے برے سب طرح کے آتے ہیں میں ہر ایک مہمان کے لائق اور مناسب خدمت کرتا ہوں اور میں اس خدمت کی وجہ سے مثل گل اور سوسن کے محبوب ہو گیا ہوں یا یوں کہا جائے کہ میں خدمت سے اس طرح کھلتا اور خوش ہوتا ہوں کہ جس طرح پھول ہوتا ہے اور سوسن ہوتی ہے۔

لائق ہر میہماں خدمت کنم	من زخدمت چوں گل وچوں سوسنم
میں مہمان کے مناسب خدمت کرتا ہوں	میں خدمت ہی کی وجہ سے پھول اور سوسن کی طرح ہوں
خادم ایں گفت ومیاں رابست چست	گفت رفتم کاہ و جو آرم نخست
خادم نے یہ کہا اور کس کر کمر باندھی	بولا جاتا ہوں پہلے گھاس اور جو لاؤں

خادم این گفت الخ۔ خادم نے یہ کہہ کر اپنی کمر چست کس لی اور کہنے لگا کہ اب میں پہلے گھاس دانہ لے آؤں۔

رفت وز آخر نکرد او ہیچ یاد	خواب خرگوشے بداں صوفی فتاد
وہ چلا گیا اور اصطبل کی کوئی بات یاد نہ رکھی	اس صوفی کو غفلت کی نیند آ گئی

رفت واز آخر الخ۔ یعنی وہ خادم صاحب وہاں سے تشریف لے گئے اور آخور کی طرف رخ بھی نہ کیا اور اسے مطلق یاد نہ کیا یہاں صوفی صاحب بے فکر ہو کر خوب آرام سے سورہے مطلب یہ کہ اس صوفی سے تو سب

www.besturdubooks.wordpress.com

وعدہ کرلیا اور کیا کچھ بھی نہیں بلکہ

رفت خادم جانب اوباش چند	کرد بر اندر ز صوفی ریشخند
خادم چند آوارہ کے پاس پہنچا	صوفی کی نصیحت کی مذاق اڑائی

رفت خادم الخ۔ یعنی وہ خادم وہاں سے چل کر چند اوباش لوگوں کے پاس گیا اور صوفی کی ان نصیحتوں پر مسخرہ پن کرنا شروع کیا۔

صوفی از رہ ماندہ بود و شد دراز	خوابہامی دید با چشم فراز
صوفی راستہ کا تھکا ہوا تھا لیٹ گیا	بند آنکھوں سے خوابیں دیکھ رہا تھا

صوفی از رہ ماندہ الخ۔ یعنی صوفی راستہ کا تھکا ہوا تھا اور رات بھی خوب لمبی تو اس نے خوابیں دیکھنا شروع کیں آنکھیں بند کئے ہوئے فراز کھلے ہوئے کے اور بند کے دونوں معنی میں آتا ہے مطلب یہ کہ جب وہ سو گیا تو اس کو خوابیں نظر آنے لگیں۔

کاں خرش در چنگ گرگے ماندہ بود	پارہا از پشت و رانش می ربود
کہ وہ گدھا ایک بھیڑیے کے پنجے میں ہے	وہ اس کی کمر اور ران کے ٹکڑے اڑا رہا ہے

کان خرش الخ۔ صوفی نے یہ خواب دیکھا کہ اسکا گدھا ایک بھیڑیے کے چنگل میں ہے اور وہ کبھی اسکی کمر سے ایک ٹکڑہ گوشت کا لے بھاگتا ہے اور کبھی ران سے مطلب یہ کہ خوب گت بن رہی ہے۔

گفت لاحول ایں چہ مالیخولیاست	اے عجب آں خادم مشفق کجاست
بولا لاحول! یہ کیا دیوانگی ہے؟	ہائے تعجب! وہ مہربان نوکر کہاں ہے؟

گفت لاحول الخ۔ یعنی وہ صوفی خواب میں کہنے لگا کہ لاحول ولاقوۃ یہ کیا مالی خولیا اور پراگندہ خیالات ہیں اور تعجب کی بات ہے کہ وہ خادم مشفق کہاں ہے یعنی اگر وہ ہوتا تو اس بیچارے کی یہ گت کیوں بنتی۔

باز میدید آں خرش در راہرو	گہ بچاہے می فتاد وگہ بہ گو
پھر اس نے دیکھا کہ اس کا وہ گدھا راستہ چلنے میں	کبھی کنویں میں گرتا تھا کبھی گڑھے میں

باز میدید الخ۔ پھر دیکھا کہ اس کا گدھا راستہ چلنے میں کبھی کنویں میں گرتا ہے اور کبھی گڑھے میں گرتا ہے مطلب یہ کہ بیچارے کی بری گت بن رہی ہے در راہرو سے مراد در راہروی ہے یعنی راہ چلنے میں اس کی یہ حالت تھی۔

گونا گوں می دید ناخوش واقعہ	فاتحہ می خواند بالقارعہ
قسم قسم کے ناخوشگوار واقعات دیکھتا تھا	سورۃ الحمد مع سورۃ القارعہ کے پڑھتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گونہ گون الخ۔ یعنی قسم قسم کے ناگوار واقعات دیکھ رہا تھا اس کی وجہ سے کبھی سورۂ فاتحہ پڑھتا تھا اور کبھی القارعہ عاملوں کے یہاں یہ دونوں سورتیں دفع بلا کے لئے ہیں لہٰذا مولانا نے بھی بنا بر مشہور لکھ دیا۔

گفت چارہ چیست یاراں خستہ اند	رفتہ اند و جملہا در بستہ اند
اس نے کہا تدبیر کیا ہو دوست تھکے ہوئے ہیں	سب چلے گئے ہیں اور دروازہ بند کر لیا ہے؟

گفت چارہ چیست الخ۔ (اب اول صوفی صاحب کی آنکھ کھلی) تو کہنے لگا کہ اب علاج ہی کیا ہو سکتا ہے اس لئے کہ سب یار تو تھکے ماندے ہیں اور سب (اپنے اپنے حجرہ میں) چلے گئے ہیں اور دروازہ بند کر لیا ہے۔ مطلب یہ کہ جب ان حضرت کی آنکھ کھلی تو اس خواب کا قلب پر کچھ اثر ہوا لیکن کہنے لگے کہ آخر علاج ہی کیا ہو سکتا ہے خانقاہ میں ایک ہو کا عالم ہے سب لوگ اپنے اپنے حجروں میں تھکے ماندے پڑے ہیں کس کو جگاؤں کہ اس کی خبر لے۔ پھر اس توہم کو دفع کرتا تھا اور کہتا تھا کہ

باز می گفت اے عجب آں خادمک	نے کہ باما گشت ہم نان و نمک
پھر کہتا ہائے تعجب وہ نالائق نوکر	کیا ہمارا ہم پیالہ و ہم نوالہ نہیں بنا ہے

بازمیگفت الخ۔ پھر کہنے لگا کہ تعجب کی بات ہے کہ وہ خادم کیا ہمارے ساتھ ہم نان و نمک نہ ہوا تھا۔ مطلب یہ کہ اس بدگمانی سے واپس ہو کر کہتا کہ اس خادم نے جب ہمارے ساتھ روٹی کھائی ہے تو وہ ایسی بے وفائی نہیں کر سکتا کہ اس جانور کی خبر نہ لیتا۔ نے کہ باما الخ استفہام تقریری۔

من نکردم باوے الا لطف ولیں	او چرا با من کند بر عکس کیں
میں نے تو اس کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی برتی	وہ کیوں برعکس کینہ کرتا ہے؟

من نکردم الخ۔ یعنی میں نے اس کے ساتھ مہربانی اور نرمی ہی کی ہے پھر وہ میرے ساتھ اس کے بالعکس کینہ کیوں کرتا اس لئے کہ

ہر عداوت را سبب باید سند	ورنہ جنسیت وفا تلقیں کند
دشمنی کی بنا کے لئے کوئی سبب ہونا چاہیے	ورنہ ہم جنس ہونا وفاداری سکھاتا ہے

ہر عداوت را الخ۔ یعنی ہر عداوت کا کوئی سبب ہوتا ہے ورنہ ہم جنس ہونا تو وفا کی تعلیم کرتا ہے اور یہ تو وفا کرنے کو مقتضی ہے مگر پھر وہم سوار ہوا اور کہنے لگا کہ

باز می گفت آدمؑ با لطف و جود	کے براں ابلیس جورے کردہ بود
پھر کہتا مہربانی اور کرم کرنے والے آدمؑ نے	کب اس شیطان پر ظلم کیا تھا؟

بازمی گفت الخ۔ پھر کہنے لگا کہ (جنسیت تو بیشک وفا کی تعلیم کرتی ہے مگر) دیکھو کہ آدم علیہ السلام نے باوجود اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لطف وکرم کے ابلیس لعین پر کیا ظلم کیا تھا کہ وہ ان کا دشمن ہو گیا اسی کو دوسری مثال سے بیان کرتا ہے اور دل کو سمجھاتا ہے۔

آدمی مر مار و کژدم راچہ کرد	کو ہمیخواہند اورا مرگ و درد
آدمی نے سانپ اور بچھو کے ساتھ کیا کیا ہے؟	کہ وہ اس کی تکلیف اور موت کے خواہاں ہیں

آدمی مر مار الخ۔ یعنی دیکھو سانپ بچھو کا آدمی نے کیا بگاڑا ہے کہ یہ اسکا مرنا اور اسکی تکلیف چاہتے ہیں پھر ایک اور مثال دیتا ہے کہ

گرگ راخود خاصیت بدریدنست	ایں حسد در خلق آخر روشن ست
بھیڑیئے کی اپنی خاصیت پھاڑ ڈالنا ہے	مخلوق میں یہ حسد کرنا کھلا ہوا ہے

گرگ راخود الخ۔ یعنی بھیڑیئے کی خاصیت پھاڑ ڈالنا ہے اور یہ حسد روشن ہے اور اس کو سب جانتے ہیں حالانکہ انسان نے اسکا کچھ بھی نقصان نہیں کیا بس معلوم ہوا کہ بعض مرتبہ بے سبب بھی دشمنی ہوا کرتی ہے اور یہ شبہ ہو گیا کہ اگرچہ میں نے اس خادم کے ساتھ کوئی بات ایسی نہیں کی کہ جس سے کہ وہ میرا دشمن ہوتا مگر ممکن ہے کہ بے سبب کے بھی دشمن ہو گیا ہو لیکن پھر اس وہم کو دفع کرتا ہے۔

باز میگفت ایں گمان بدخطاست	بر برادر ایں چنیں ظنم چراست
پھر کہتا یہ بدگمانی بری ہے	بھائی کے بارے میں یہ میرا گمان کیوں ہے؟

باز می گفت الخ۔ یعنی پھر یہ کہنے لگا کہ یہ بدگمانی کرنا بری بات ہے اور بھلا بھائی پر یہ گمان میرا کیوں ہے اور کس لئے ہے مطلب یہ کہ یہ بدگمانی بھائی پر نہ ہونی چاہیے پھر اس میں وہم پیدا ہوتا تھا اور کہتا تھا۔

باز گفتے حزم سوء الظن تست	ہر کہ بدظن نیست کے ماند درست
پھر کہتا بدگمانی تیری پختہ کاری ہے	جو بدظن نہیں ہے وہ کب بچا ہے؟

باز گفتے الخ۔ یعنی پھر کہنے لگتا کہ یہ میرا سوء ظن نہیں ہے بلکہ یہ تو دور اندیشی ہے اس لئے کہ جو دور اندیش نہیں ہے وہ درست کب رہ سکتا ہے حزم سوء الظن سے اشارہ ہے ایک حدیث کی طرف وہ یہ ہے الحزم سوء الظن یعنی دور اندیشی کی بات یہ ہے کہ ہر شخص سے بدگمان رہے یہاں یہ سمجھ لو کہ حدیث میں دوسری جگہ مسلمان پر بلا قرینہ کے بدگمانی کرنے سے ممانعت آئی ہے اور یہاں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص پر بدگمانی کرنی چاہیے تو اس کو یوں سمجھو کہ ایک تو سوء الظن عملاً ہے یعنی عمل اس طرح ہو کہ جس سے سوء ظن معلوم ہو لیکن کسی پر بدگمانی نہ کرے دوسرے یہ کہ دل میں بدگمانی ہے اور بلا کسی قرینہ اور دلیل کے کسی کو متہم کرے۔ سو صورت اول تو جائز ہے اور حدیث میں یہی معنی ہیں کہ عملاً سب کی طرف سے بدگمان رہے تا کہ اپنی چیز کو اچھی طرح حفاظت کر سکے اور دوسری صورت ممنوع ہے کہ بلا کسی قرینہ قویہ کے کسی کو متہم کرے پس یہ صوفی کہنے لگا کہ اس طرح رہنا جس سے کہ بدگمانی مترشح

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے وہ دوراندیشی اور اپنی چیز کی حفاظت ہے لہٰذا اگر مجھے اس پر اس قسم کے گمان ہیں تو کوئی تعجب نہیں ہے آگے اس بے چارے گدھے کی حالت بیان کرتے ہیں کہ اس بے چارے پر کیا گزری فرماتے ہیں کہ

صوفی اندر وسوسہ و آں خر چناں	کہ چناں بادا اجزائے دشمناں
صوفی وسوسوں میں ، اور وہ گدھا اس حال میں	کہ دشمنوں کی یہ سزا ہو

صوفی اندر الخ۔ یعنی صوفی تو ان وساوس میں مبتلا تھا اور وہ گدھا اسی حالت میں تھا کہ بس دشمن کی بھی یہی حالت ہو یعنی اس کا برا حال تھا۔

آں خر مسکیں میان خاک وسنگ	کژ شدہ پالاں دریدہ پالہنگ
وہ بیچارہ گدھا پتھر اور مٹی میں	پالان ٹیڑھا اور باگ ڈور شکستہ

آن خر مسکین الخ۔ یعنی وہ بیچارہ گدھا خاک اور پتھروں میں پڑا ہوا تھا اور اس کا پالان بھی ٹیڑھا ہو گیا تھا اور زیر بند بھی پھٹ گیا تھا اور

خستہ از رہ جملہ شب بے علف	گاہ در جاں کندن و گہ در تلف
راستہ کا تھکا ماندہ ، تمام رات بغیر گھاس کے	کبھی جاں کنی میں ، اور کبھی ہلاکت میں

کشتہ رہ الخ۔ یعنی راستہ کا تھکا ہوا ساری رات کا بے گھاس دانہ کبھی اس کو جان کنی ہوتی تھی اور کبھی مرنے کو ہوتا تھا۔

خر ہمہ شب ذکر می کردے اے الٰہ	جو رہا کردم کم از یکمشت کاہ
گدھا تمام رات کہتا تھا ، اے خدا!	میں نے جو چھوڑے ، ایک مٹھی گھاس (ہی مل جائے)

خر ہمہ شب الخ۔ یعنی وہ گدھا رات بھر یہ دعا کر رہا تھا کہ یا الٰہی میں نے جو (یعنی دانہ) چھوڑا مجھے ایک مٹھی گھاس ہی مل جائے۔

باز بان حال میگفت اے شیوخ	رحمتے کن سوختم زیں خام شوخ
زبان حال سے کہتا تھا ، اے بزرگو!	رحم کرو میں اس ناتجربہ کار بے شرم کے ہاتھوں جل گیا

بازبان حال الخ۔ یعنی بزبان حال وہ گدھا کہہ رہا تھا کہ اے شیوخ (خانقاہ) رحم فرمائیے کہ اس بدمعاش (صوفی) کی وجہ سے میں جل گیا اور مجھ پر یہ مصیبتیں پڑیں۔ آگے مولانا اس گدھے کے مصائب کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

انچہ آں خر دید از رنج و عذاب	مرغ خاکی بیند اندر سیل آب
جو رنج اور عذاب اس گدھے نے دیکھا	خشکی کا پرند پانی کے بہاؤ میں دیکھتا ہے

انچہ این الخ۔ یعنی اس بیچارے گدھے پر جو رنج وعذاب گزر رہا تھا اس کی ایسی مثال تھی جس طرح کہ اگر خشکی کے جانور کو پانی میں ڈال دو اس کی حالت ہوتی ہے آگے پھر اسی کی حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بس بہ پہلو گشت آں شب تا سحر	آں خر بیچارہ از جوع البقر
رات سے صبح تک بہت پہلو بدلتا رہا	وہ بیچارہ گدھا بھوک کی شدت سے

بس بہ پہلو الخ۔ یعنی وہ تمام رات صبح تک اس بیچارے گدھے کو جوع البقر کی وجہ سے کروٹیں بدلتے گزری جوع البقر اور جوع الکلب وغیرہ امراض ہوتے ہیں جس میں بھوک بہت لگتی ہے مطلب یہ کہ بھوک کے مارے کروٹیں بدلتے ہی گزری اور نیند نہ آئی۔

نالہ می کرد از فراق کاہ و جو	مستمند از اشتیاق کاہ و جو
گھاس اور جو کی جدائی میں روتا تھا	گھاس اور جو کے شوق میں غمزدہ تھا

نالہ میکرو الخ۔ یعنی وہ گدھا گھاس دانہ کے نہ ملنے کی وجہ سے روتا تھا اور گھاس دانہ کے اشتیاق میں غمگین تھا۔

ہمچنیں در محنت و در درد و سوز	نالہا می کرد آں شب تا بروز
درد و سوزش اور تکلیف میں اسی طرح	اس رات (میں) دن تک روتا رہا

ہمچنین در محنت الخ۔ یعنی اس طرح اس مصیبت اور درد اور جلن میں رات بھر نالہ وفریاد کیا صبح تک۔

روز شد خادم بیامد بامداد	زود پالاں چست بر پشتش نہاد
دن ہوا خادم صبح کو آیا	بہت جلد اس کی کمر پر پالان کس دیا

روز شد خادم الخ۔ یعنی دن ہوا تو صبح ہی وہ خادم صاحب تشریف لائے اور جلدی سے پالان ڈھونڈ کر اس کی پشت پر رکھ دیا یعنی صوفی صاحب کی سواری کے لئے تیار کر دیا۔

خر فروشانہ دو سہ زخمش بزد	کرد با خر انچہ زاں سگ می سزد
گدھے بیچنے والوں کی طرح دو تین چوٹیں لگائیں	گدھے سے وہ کیا جو کتے کے لائق ہوتا ہے

خرفروشانہ الخ۔ یعنی خرفروشوں کی طرح اس کے دو تین زخم لگائے اور جو کتے کے ساتھ کرنا چاہیے اس (گدھے) نے اس گدھے کے ساتھ کیا مطلب یہ کہ جس طرح گدھے بیچنے والے جانور کی تیزی دکھانے کو اسے مار کر بھگاتے ہیں اس طرح اس نے بھی بہت ہی بے دردی سے اس کو مارنا شروع کیا تا کہ معلوم ہو کہ خوب کھا کر مضبوط ہو گیا ہے۔

خر جہندہ گشت از تیزی نیش	کو زباں تا خر بگوید حال خویش
چوٹ کی تیزی سے گدھا کودنے لگا	زبان کہاں تھی کہ گدھا اپنی حالت بتاتا؟

خر جہندہ الخ۔ یعنی وہ گدھا اس زخم کی وجہ سے کودنے پھاندنے لگا اور بیچارا زبان کہاں سے لائے کہ اپنا حال بیان کرے کہ مجھ پر یہ گزری غرضیکہ اس خادم نے اس بیچارے کو اچھی طرح بھوکا پیاسا مارا اور اب صوفی

www.besturdubooks.wordpress.com

صاحب سوار ہو کر تشریف لے چلتے ہیں ذرا دیکھئے کیا گت بنتی ہے۔

گمابردن کاروانیاں کہ بہیمہ صوفی رنجور ست

قافلہ والوں کا گمان کرنا کہ صوفی کا گدھا بیمار ہے

چونکہ صوفی برنشست وشد رواں	خر برو افتادن آمد در زماں
جب صوفی بیٹھا اور روانہ ہوا	اسوقت گدھا منہ کے بل گرنے لگا

چونکہ صوفی الخ۔ یعنی جب کہ وہ صوفی صاحب (صبح کو) اس پر بیٹھ کر روانہ ہوئے تو وہ گدھا منہ کے بل گرنے لگا۔

ہر زمانش خلق می برداشتند	جملہ رنجورش ہمی پنداشتند
ہر موقع پر لوگ اس کو اٹھا دیتے ہیں	سب لوگوں نے اس کو بیمار سمجھا

ہر زمانش الخ۔ یعنی ہر وقت اس کو لوگ اٹھاتے تھے اور سب کے سب اس کو بیمار سمجھتے تھے۔

آن یکے گوشش ہمی پیچید سخت	واں دگر در زیر گامش جست لخت
کوئی اس کا کان سخت مروڑتا	کوئی دوسرا اس کے قدم کے نیچے کنکر تلاش کرتا

ان یکے الخ۔ یعنی کوئی اس کا کان خوب زور سے ملتا تھا (تا کہ تیز چلے) اور کوئی اس کے قدم میں زخم ڈھونڈتا تھا کہ شاید اس زخم کی وجہ سے نہ چل سکتا ہو۔

واں دگر در نعل او می جست سنگ	واں دگر در چشم او می دید رنگ
کوئی اس کے کھر میں پتھر ڈھونڈتا	کوئی اس کی آنکھ کی رنگت دیکھتا

وان دگر در الخ۔ یعنی کوئی اس کے نعل میں کنکر ڈھونڈتا تھا (کہ شاید اس کی تکلیف سے نہ چل سکتا ہو) اور کوئی اس کی آنکھ کی رنگت دیکھتا تھا (اس لئے کہ گھوڑوں گدھوں کی بیماری آنکھ سے ہی معلوم ہوتی ہے تو وہ بھی اس لئے آنکھ دیکھتا تھا کہ شاید کچھ بیمار ہو۔

باز می گفتند اے شیخ ایں زچیست	دی ہمی گفتی کہ شکر ایں خر قویست
پھر کہتے اے شیخ! اس کو کیا ہوا ہے؟	کل تو کہتا تھا کہ (خدا کا) شکر ہے یہ گدھا مضبوط ہے

باز می گفتند الخ۔ یعنی (جب کہ ان باتوں میں کچھ نہ پایا تو) کہتے تھے اجی حضرت شیخ صاحب اس کا گرنا پڑنا کس سبب سے ہے اور حالانکہ آپ کل فرما رہے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ گدھا خوب قوی ہے اور خوب چلتا ہے مطلب یہ کہ کل تو یہ تعریفیں تھیں اور آج اس کی یہ حالت ہے یا یا ایں شورا شوری یا یا ایں بے نمکی آگے اس صوفی نے خوب جواب دیا کہنے لگا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آں خر کو بشب لاحول خورد	جز بدیں شیوہ نداند راہ برد
اس نے کہا وہ گدھا جس نے رات کو لاحول کھائی ہے	اس طریقہ کے علاوہ راستہ طے نہیں کر سکتا ہے

گفت آن خرالخ۔ یعنی وہ صوفی کہنے لگا کہ جس گدھے نے رات بھر لاحول کھائی ہو وہ بجز اس طریقہ کے اور کس طرح چل ہی نہیں سکتا اس لئے کہ

چونکہ قوت خر بشب لاحول بود	شب مسبح بود و روز اندر سجود
چونکہ رات کو گدھے کی خوراک لاحول تھی	رات کو تسبیح خواں تھا اور دن میں سجدہ میں ہے

چونکہ قوت الخ۔ یعنی چونکہ گدھے کا کھاجا رات بھر لاحول ہی رہا ہے لہٰذا رات بھر تسبیح خوان رہا اور اب سجدہ کر رہا ہے یعنی رات بھر انتڑیوں نے قل ھو اللہ پڑھی اب سجدہ کر رہی ہیں کہ گر گر پڑتی ہیں اب آگے مولانا اس صوفی کی حکایت سے انتقال فرماتے ہیں کہ ایک مضمون ارشادی کی طرف کہ جس طرح اس صوفی نے نااہل پر اعتماد کر کے اور اس کی باتوں سے دھوکا کھایا کہیں تم بھی نہ پھنس جانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بشنوا کنون: اچھا اب صورت واقعہ سن لیکن دیکھ بھس میں سے غلہ جدا کر لینا اور صرف قصہ پر نظر نہ رکھنا بلکہ اس سے نصیحت حاصل کرنا جب ان صوفیوں کا حلقہ حال قال میں ختم ہوا تو مہمان کے لئے کھانا لایا گیا اب صوفی صاحب کو اپنا گدھا بھی یاد آیا اور خادم سے کہا بھائی آخور پر جاؤ اور گدھے کے لئے گھاس اور جو کا انتظام کر دو۔

گفت لاحول: اس نے کہا لاحول ولاقوۃ آپ کے فرمانے کی ضرورت کیا ہے۔ یہ تو میرے ہمیشہ کے کام ہیں (اُن میں مجھے کسی کے بتانے کی ضرورت نہیں۔ صوفی صاحب نے فرمایا میاں ذرا اس کے جو کو پیشتر سے بھگو دینا کیونکہ بیچارہ گدھا بڈھا ہے اور دانت کمزور ہیں خادم نے جواب دیا سرکار یہ آپ کیا فرماتے ہیں ان باتوں کو تو لوگوں کو مجھ سے سیکھنا چاہیے نہ کہ مجھے سکھایا جائے صوفی صاحب نے فرمایا میاں پہلے پہل اس کا پالان اتار دینا اور زخمی کمر پر مرہم منبل (اتام دوا) لگا دینا خادم نے جواب دیا لاحول ولاقوۃ اس حکمت کو جانے دیجئے کچھ آپ میرے یہاں نئے مہمان نہیں آئے آپ سے ہزاروں میرے یہاں مہمان ہوتے ہیں اور سب کے سب ہمارے یہاں سے خوش گئے کیونکہ مہمان کو تو ہم جان کے برابر اور اپنا عزیز سمجھتے ہیں۔

گفت آبش: صوفی صاحب نے کہا میاں اسے پانی بھی پلا دینا مگر نیم گرم تا کہ ٹھنڈا پانی اس کے دانتوں کو ضرر نہ پہنچائے اس نے جواب دیا لاحول ولاقوۃ مجھے تو آپ سے شرم آتی ہے کہ اس قدر سمجھا چکا ہوں اور آپ کی سمجھ میں نہیں آتا۔ صوفی صاحب نے کہا میاں جو میں تھوڑا سا بھس بھی ملا دینا۔ اس نے جواب دیا لاحول ولاقوۃ اس گفتگو کو مختصر کیجئے۔ صوفی نے کہا اس کی جگہ کو بھی ذرا ڈھیلوں اور لید وغیرہ سے صاف کر دینا اور اگر جگہ تر ہو تو اس پر سوکھی مٹی ڈال دینا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس نے جواب دیا اے قبلہ لاحول پڑھیئے لاحول۔ لائق قاصد (مراد کارکن) کو ہرگز زیادہ ہدایات نہیں کرنی چاہئیں۔
گفت بستان: صوفی صاحب نے فرمایا بھائی ذرا گدھے کی کمر پر کھریا بھی پھیر دینا اس نے کہا باحول ولا قوۃ قبلہ کعبہ تو شرم کیجئے کہ آپ مجھے کس وقت سے دق کر رہے ہیں صوفی صاحب نے فرمایا اس کی پچھاڑی بھی ذرا چھوٹی رکھنا تاکہ لوٹنے سے اس میں پھنس نہ جائے اس نے کہا لاحول ولا قوۃ آپ اتنا رونا نہ رویئے اور ایک گدھے کے لئے اتنے پریشان نہ ہوجائیے صوفی صاحب نے فرمایا کہ اس پر جھول ذرا جلدی سے ڈال دینا کیونکہ جاڑے کی رات ہے اس نے کہا لاحول ولا قوۃ اے قبلہ اس قدر فرمانے کی ضرورت نہیں آپ فضول حرکت کیوں کرتے ہیں میں آپ سے زیادہ اپنے فن میں ماہر ہوں میرے یہاں اچھے برے ہر قسم کے مہمان آتے ہیں اور میں ہر ایک کی خدمت اس کی حیثیت کے موافق کرتا ہوں اور میں محض خدمت ہی کے سبب سے گل وسوسن کی طرح سب کو محبوب ہوں۔
خادم ایں: خادم یہ کہہ کر تیار ہوا اور کہا اچھا میں جا کر بھس اور جو لے آؤں پھر یہ سب کام کرونگا۔ یہ کہہ کر چل دیا اور آخور کو بالکل بھول گیا۔ ادھر صوفی صاحب خادم کے بھروسہ پر مطمئن ہو کر سو گئے۔ ادھر تو صوفی صاحب کی یہ حالت تھی کہ وہ مطمئن ہو کر سو رہے تھے ادھر خادم کی یہ حالت کہ چند آوارہ لوگ جو اس کے یار دوست تھے ان کے جلسہ میں پہنچ گیا اور صوفی صاحب کی ہدایتوں کا مضحکہ اڑانے لگا۔ صوفی صاحب کا بدن رستے کی تھکان سے چور چور تھا ہی اور رات تھی لمبی اس لئے گہری نیند سو رہے تھے اور آنکھیں بند کیے خواب میں دیکھ رہے تھے کہ ان کا گدھا ایک بھڑیے کے پنجے میں پھنس گیا ہے اور بھیڑیا اس کے ٹکڑے اڑا رہا ہے کبھی کمر کا ٹکڑا لے جاتا ہے کبھی ران کا۔ علیٰ ہذا القیاس صوفی صاحب خواب میں ہی فرماتے ہیں لاحول ولا قوۃ یہ کیا خلل دماغ ہے جب کہ خادم نگران ہے تو کہیں ایسا ہوسکتا ہے پھر دل میں اس واقعہ کی صحت کا وسوسہ پیدا ہوتا ہے تو فرماتے ہیں ارے غضب خادم شفیق کیا ہوا جو بھیڑیا گدھے کی یہ گت بنا رہا ہے۔
باز میدید آں: پھر دیکھتے تھے کہ ان کا گدھا راستہ چلنے میں کبھی کنوئیں میں گرتا ہے کبھی کھائی میں غرض یوں ہی ناگوار واقعات دیکھتے تھے اور دفع مصیبت کے لئے کبھی الحمد پڑھتے' کبھی القارعۃ' کبھی فرماتے تھے کیا تدبیر کروں سب لوگ تھکے ماندے اپنے اپنے حجروں میں دروازے بند کیے سو رہے ہیں کسی کو اٹھا بھی نہیں سکتا پھر کہتے تھے تعجب ہے کہ خادم بھی نہیں جس نے ہمارے ساتھ کھانا کھایا تھا۔ میں نے تو اس کے ساتھ ملاطفت اور نرمی ہی برتی ہے وہ میرے ساتھ الٹی دشمنی کیوں کرتا ہے۔ ہر عداوت کو کسی سبب پر مبنی ہونا چاہیے ورنہ ہم جنس ہونا تو وفا ہی سکھلاتا ہے۔
باز مے گفت: پھر کہتے تھے کہ عداوت کے لئے سبب کیا ضرور ہے۔ کہ مہربان کریم آدم علیہ السلام نے شیطان پر کب کوئی زیادتی کی تھی کہ اس کے معاوضہ میں شیطان نے ان سے عداوت کی۔ آدمی نے سانپ بچھو کا کیا بگاڑا ہے کہ وہ اسکی موت اور تکلیف چاہتے ہیں بھیڑیئے کے پھاڑنے کی عادت ہی ہے بلکہ اس قسم کا حسد تمام مخلوق میں مشاہد ہے پھر کہتے ہیں کہ یہ بدگمانی بیجا بات ہے بھائی کی نسبت اس قسم کا گمان کیوں ہو پھر کہتے تیری بدگمانی ہی حزم واحتیاط ہے۔ جو شخص بدظن نہ ہو کب محفوظ رہ سکتا ہے یعنی احتیاط اس میں ہے کہ ہر شخص سے اس طرح معاملہ کیا جاوے جس طرح بدگمانی کی حالت میں کیا جاتا ہے لیکن بلا وجہ اعتقاد برائی کسی کی نسبت نہ ہونا

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہئے۔ فلاتعارض بین قوال الشیخ۔ نگہدارد آن شوخ در کیسہ در + کہ داند ہمہ خلق را کینہ بر + وبین قولہ ہر کرا جامہ پارسا بینی + یارسادان و نیک مرد انگار

صوفی اندر وسوسہ: صوفی صاحب تو اسی ادھیڑ بن میں غلطاں پیچاں رہے ادھر گدھے کی وہ بری حالت تھی کہ خدا ایسی حالت دشمنوں کو نصیب کرے۔ بیچارہ گدھا مٹی اور پتھروں میں لوٹتا تھا پالان لوٹنے سے ٹیڑھا ہو گیا تھا باگ ڈور ٹوٹ پھوٹ گئی تھی راستے کا مارا ہوا تھا رات بھر بے چارہ کے گزاری کبھی جان کنی کی حالت میں تھا کبھی یہ حالت ہوتی تھی کہ اب مرا۔ رات بھر یوں ہی دعائیں مانگتا رہا کہ الٰہی میں نے جو چھوڑے تھوڑا سا بھس مل جائے اور زبان حال سے کہہ رہا تھا کہ اے مشائخ تمہیں میرے حال پر رحم کرو اس بے شرم نا تجربہ کار مالک سے تو میری جان جل بھن کر کوئلہ ہو گئی کہ خود خبر نہیں لی۔ اور خبر گیری سپرد کی تو ایسے نالائق کے۔

آنچہ آن خر دید: جو تکالیف گدھے نے برداشت کیں ویسی تکلیفیں خشکی کے جانور کو پانی میں ہو سکتی ہیں گدھا بیچارہ تمام رات صبح تک شدت گرسنگی سے کروٹیں بدلتا رہا کبھی بھس وجو کے نہ ملنے سے چلاتا تھا کبھی بھس اور جو کے اشتیاق میں رنجیدہ ہوتا تھا غرض محنت و تکلیف اور جلن کے سبب شام سے صبح تک چلاتا رہا۔

روز شد خادم: صبح ہوئی تو خادم صاحب تشریف لائے پالان ڈھونڈ کر فوراً گدھے پر کس دیا خر فروشوں کی طرح دو تین ڈنڈے بھی رسید کئے اور گدھے کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جو کتے کے ساتھ ہونا چاہئے۔ گدھا بیچارہ ڈنڈوں کے صدمہ سے کودنے لگا مگر زبان کہاں تھی جو اپنی حالت کہتا کہ رات بھر تو میری یہ گت بنائی اب مرے پر سو درے یہ کہ پالن کس کر سفر کی زحمت میں پھنسایا جاتا ہے اور اوپر سے ڈنڈے بھی لگائے جاتے ہیں۔

چونکہ قوت: غرض جبکہ صوفی صاحب اس پر سوار ہو کر چل دیئے تو راستہ میں وہ گدھا دم بدم گرنے لگا لوگ ہر مرتبہ اس کو اٹھاتے تھے اور سمجھتے تھے کہ بیچارہ بیمار ہے کوئی اٹھانے کے لئے اس کے زور سے کان مروڑتا۔ کوئی اس کے پاؤں کے نیچے کنکری وغیرہ تلاش کرتا کوئی اس کے نعل کے اندر کنکری وغیرہ دیکھتا کوئی آنکھ کا رنگ دیکھتا غرض یوں ہی ہر ایک اس کی وجہ دریافت کرنے میں مشغول تھا۔ جب کوئی وجہ نہ معلوم ہوئی تو طنز سے شیخ سے کہتا کہ حضور تو کل رات فرماتے تھے کہ خدا کا شکر ہے کہ یہ گدھا بہت مضبوط ہے۔ آج اسے کیا ہوا یہ گر گر کیوں پڑتا ہے۔ صوفی صاحب نے فرمایا کہ صاحبو جس گدھے نے رات بھر لاحول کے سوا کچھ نہ کھایا ہو وہ تو راستہ یوں ہی قطع کرے گا چونکہ اس بیچارے نے رات بھر لاحول کھائی ہے اس لئے رات بھر اس نے تسبیح پڑھی اور صبح کو سجدہ میں مشغول ہے۔

شرح شبیری

چوں ندارد کس غم تو ممتحن	خویش کار خویش باید ساختن
اے مبتلا! جب کسی کو تیری فکر نہ ہو	اپنا کام خود کر لینا چاہئے

چون دارد وانخ۔ یعنی اے مبتلا جب کوئی تیرا غم نہیں کھاتا تو تجھے اپنا کام خود کرنا چاہیے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آدمی خوارند اغلب مردماں	از سلام علیک شاں کم جواماں
اکثر لوگ مردم خور ہیں	ان کی سلام علیک سے مطمئن نہ ہو

آدمی خوارند الخ۔ یعنی اکثر لوگ آدمی خوار ہوتے ہیں تم ان کو سلام علیک سے بہت کم امن ڈھونڈو مطلب یہ کہ بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ دوسرں کو نقصان پہنچاتے ہیں لہٰذا تم ان کے چرب زبانی اور عمدہ عمدہ باتوں کے دھوکے میں مت آنا اور ان سے ہمیشہ بچے رہنا ورنہ نااہلوں کے ہاتھ میں پڑ کر تم بھی اس طرح پچھتاؤ گے آگے بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ

خانۂ دیو ست دلہائے ہمہ	کم پذیر از دیو مردم دمدمہ
سب کے دل شیطان کا مسکن ہیں	انسانی شیطان سے فریب نہ کھا

خانہ دیوست الخ۔ یعنی سب کا دل دیو کے مانند ہوتا ہے تم ان شیاطین الانس سے دھوکا مت کھانا ہمہ کہہ دینا باعتبار اغلب کے ہے یعنی ان آدمیوں سے جو دراصل دیو کی طرح ہیں دھوکے میں مت پڑنا اور نااہلوں کی صحبت سے ہمیشہ پرحذر رہنا مقصود یہی ہے کہ نااہلوں کی صحبت سے بچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

از دم دیو آنکہ او لاحول خورد	ہمچو آں خردر سر آید در نبرد
جو شیطان کے افسوں سے دھوکا کھا گیا	معرکہ میں وہ گدھے کی طرح سر کے بل گرے گا

از دم دیو الخ۔ یعنی اس دیو سے جس نے دھوکا کھایا وہ اس گدھے کی طرح مقابلہ کے وقت سر کے بل گرے گا۔ مطلب یہ کہ جن لوگوں نے نااہلوں سے دھوکا کھایا اور ان کی عمدہ عمدہ باتوں کے پھندے میں پھنس گئے وہ اس طرح قیامت کے روز گریں گے۔ لاحول خوردن کنایہ ہو گیا ہے دھوکہ کھانے سے اس لئے کہ اس خادم نے لاحول کہہ کہہ کر اس کو دھوکا دیا بس کنایہ ہو گیا دھوکا کھانے سے۔

ہر کہ در دنیا خورد تلبیس دیو	وز عدوے دوست رو تعظیم و ریو
جو دنیا میں شیطان کا دھوکا کھاتا ہے	اور دوست نما دشمن سے تعظیم (پر پھولتا) اور فریب کھاتا ہے

ہر کہ در دنیا الخ۔ یعنی جو شخص دنیا میں شیطان سے دھوکا کھائے اور اس دشمن سے جو کہ دوست کی طرح ہو تعظیم اور تکریم سے دھوکا کھائے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ دنیا اور عقبیٰ دونوں میں سر کے بل اس گدھے کی طرح گرے گا مطلب یہ کہ جو شخص اپنے معتقدین کو دیکھ کر (کہ ہمارے معتقد بہت ہیں اس لئے ہم ضرور کچھ ہوں گے ورنہ بیا اتنے لوگ کیوں معتقد ہوتے) دھوکا کھائے اور اپنے آپ کو کچھ سمجھنے لگے نتیجہ یہ ہو گا کہ قیامت کے دن بھی اور دنیا میں بھی ہلاک ہو گا آگے پھر فرماتے ہیں کہ

در رہ اسلام بر پول صراط	در سر آید ہمچوں آں خر از خباط
اسلامی طریقہ کے مطابق پل صراط پر	حماقت کی وجہ سے اس گدھے کی طرح سر کے بل گرے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

عشوہائے یار بد منیوش ہیں	دام بیں ایمن مرو تو بر زمیں
خبردار! شریر دوست کے نخرے نہ سہہ	جال کو دیکھ زمین پر بے پروا ہو کر نہ چل

عشوہائے الخ۔ یعنی یار بد کی دھوکے کی باتیں مت سنو اور ذرا جال دیکھ کر چلو اور بالکل نڈر ہو کر راہ مت طے کرو اس لئے کہ

صد ہزار ابلیس لاحول آر بیں	آدما ابلیس را در مار بیں
لاحول پڑھنے والے لاکھوں شیطانوں کو مدنظر رکھ	اے آدم! شیطان کو سانپ میں دیکھ

صد ہزار الخ۔ یعنی لاکھوں شیطانوں کو تم دھوکا دینے والے سمجھو اور اے آدمی شیطان کو اور اس کی تلبیسات کو اس طرح سمجھو کہ جس طرح سانپ ہوتا ہے کہ بظاہر کس قدر خوشنما اور خوبصورت ہوتا ہے مگر اصل میں دیکھئے تو کس قدر زہریلا اور مہلک ہوتا ہے۔ بس اس طرح یہ ابلیس تم کو بہلاتا ہے مگر درحقیقت بہت ہی ضرر رساں اور ہلاک کرنیوالا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

دم دہد گوید ترا اے جان دوست	تا چو قصابے کشد از گوشت پوست
دھوکا دیگا، تجھے "اے جان دوست" کہے گا	تاکہ قصاب کی طرح گوشت سے کھال کھینچ دے

دم دہد الخ۔ یعنی وہ شیطان دم دیتا ہے کہ اے میری جان اور میرے دوست (اور یہ اس لئے کہتا ہے کہ تا کہ قصاب کی طرح تجھے دوست بنا کر تیری کھال کھینچے اور اس لئے کہ

دم دہد تا پوستت بیروں کشد	وائے آں کز دشمناں افیوں چشد
وہ فریب دے گا تاکہ تیری کھال کھینچ لے	اس پر افسوس ہے جو دشمنوں سے افیون کھائے

دم دہد تا پوستت الخ۔ یعنی وہ اس لئے دم دیتا ہے تا کہ تیری کھال کھینچے اور اس شخص کی حالت پر بڑا افسوس ہے کہ دشمنوں کے ہاتھ سے افیون کھالے اس لئے کہ وہ دشمن تو اس لئے افیون کھلاتے ہیں کہ یہ نشہ میں ہو جائے گا اور ہم اس پر قابو پالیں گے بس مطلب یہ کہ شیطان تمہارے ساتھ اس لئے تلبیسات کرتا ہے تا کہ تم کو پھانس لے اور خوب قابو پالے بس اس سے بچنا چاہیے اور اس کی اس عاجزی اور چاپلوسی سے بچنا ضروری ہے اس لئے کہ

سر نہد بر پائے تو قصاب دار	دم دہد تا ریزدت خوں زار زار
قصائی کی طرح تیرے پیر پر سر رکھتا ہے	فریب دیتا ہے تاکہ خوب ذلت سے تیرا خون بہادے

سر نہد الخ۔ یعنی یہ قصاب کی طرح تمہارے سامنے عاجزی کرتا ہے اور اس لئے دم دیتا ہے تا کہ تمہارا خون اچھی طرح گرا دے مطلب یہ کہ جس طرح قصاب جانور کی خدمت کرتا ہے اور اس کو خوب فربہ کر کے پھر ذبح کر ڈالتا ہے اس طرح یہ بھی چاپلوسی کرتا ہے تا کہ ایک دن تم کو ہلاک کر دے لہٰذا ان سے بچنا چاہیے اور نااہلوں کی

www.besturdubooks.wordpress.com

صحبت میں نہ رہنا چاہیے فرماتے ہیں کہ

ہمچو شیراں صید خود را خویش کن	ترک عشوہ اجنبی و خویش کن
شیر کی طرح اپنے لئے خود شکار کر	اپنے اور غیر کے مکر سے بچ

ہمچو شیرے الخ۔ یعنی شیر کی طرح اپنا شکار خود کر اور اپنوں اور اجنبیوں کی چاپلوسی کو چھوڑ مطلب یہ کہ جو کام کرو اپنی ہمت سے کرو اور دوسروں کے اعتقاد کی وجہ سے اپنے مقبول ہونے پر کیوں استدلال کرتے ہو خود اپنی حالت کیوں نہیں دیکھتے کہ کس قدر خراب ہو رہی ہے پھر جب حالت تو اس قدر خراب ہے اور پھر بھی دوسروں کے کہنے پر اعتماد ہے تو یہ تو ایسی مثال ہے کہ گھر سے آیا ہے معتبر نائی لہٰذا ان نااہلوں کی تعریف سے اترا ؤ مت اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہمچو خادم داں مراعات خساں	بیکسی بہتر ز عشوہ ناکساں
کمینوں کی رو رعایت خادم جیسی سمجھ	نالائقوں کی ناز برداری کرنے سے بے کسی بہتر ہے

ہمچو خادم الخ۔ یعنی ان نااہلوں کی خوشامد کی ایسی ہی مثال ہے جیسا کہ وہ خادم تھا کہ اس نے ان صوفی صاحب کی خوشامد کر کر کے خوب گت بنائی پس تنہا رہنا نااہلوں کی خوشامد میں پھنسنے سے بہتر ہے۔

در زمین مرد ماں خانہ مکن	کار خود کن کار بیگانہ مکن
دوسروں کی زمین میں گھر نہ بنا	اپنے کام میں لگ جا بیگانے کے کام کو چھوڑ

در زمین الخ۔ یعنی دوسروں کی زمین میں گھر مت بناؤ (مطلب یہ کہ دوسروں کے بھروسہ پر اپنے کام کو مت چھوڑو) اور اپنے کام کو خود کرو ورنہ پچھتاؤ گے یہاں تک تو ممانعت اس سے تھی کہ کسی سے تعلق استعانت کا مت رکھو اور اپنے کام کو دوسروں پر مت ڈالو اب آگے اعانت سے بھی منع فرماتے ہیں کہ نہ کسی کی اعانت کرو اور نہ کسی سے استعانت کرو لہٰذا اعانت کی ممانعت کو اس لفظ سے شروع فرماتے ہیں کہ کار بیگانہ مکن یعنی اپنا کام خود کرو جو کہ خلاصہ ہے عدم استعانت کا اور دوسروں کا کام بھی مت کرو جو کہ خلاصہ ہے اعانت کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں سے تعلق ہی مت رکھو نہ اعانت کا نہ استعانت کا آگے بھی دور تک یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ

کیست بیگانہ تن خاکی تو	کز برائے اوست غمناکی تو
بیگانہ کون ہے! تیرا خاکی جسم ہے	جس کے لئے تو فکرمند ہے

کیست بیگانہ الخ۔ یعنی بیگانہ کوئی اور نہیں ہے بلکہ خود تیرا ہی تن خاکی ہے (اور اسی میں لگ کر تجھ کو خدا سے غفلت ہوتی ہے) اور اسی کی وجہ سے یہ تیری ساری غمناکی اور مصیبتیں ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

تا تو تن را چرب و شیریں می دہی	جوہر جاں را نہ بینی فربہی
جب تک تو جسم کو تر اور میٹھے (لقمے) دیتا ہے	روح کے جوہر میں تو موٹاپا نہ پائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا تو تن را الخ۔ یعنی جب تک تم اس تن خاکی کو چرب وشیرینی دیتے رہو گے (اور اسی کی پرورش اور تزئین میں لگے رہو گے اس وقت تک) تم جو ہر جان کی فربہی نہیں دیکھ سکتے (یعنی تم کو ترقی الی الحق حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ اسی میں لگے رہو گے آگے اس بدن کی حقیقت بتاتے ہیں اور اس سے مقصود اس کے تزئین وغیرہ کا لا حاصل ہونا ظاہر فرماتے ہیں کہ

گر میان مشک تن را جا شود	روز مردن گند او پیدا شود
اگر جسم کی جگہ مشک میں (بھی) ہو گی	موت کے دن اس میں بدبو پیدا ہو جائیگی

گر میان مشک الخ۔ یعنی اگر مشک کے اندر بھی اس بدن کو جگہ ملے (اور تم اس کو سر سے پاؤں تک مشک میں لپیٹ دو تو آخر کار یہ انجام ہو گا) کہ مرنے کے دن اس کی گندگی اور ناپاکی ساری ظاہر ہو جائے گی لہٰذا بدن کو مشک میں بسانا یعنی اس کی اس قدر خدمت کرنا بالکل فضول ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مشک را بر تن مزن بر دل بمال	مشک چہ بود نام پاک ذوالجلال
منافق جسم پر مشک ملتا ہے	روح کو بھٹی میں جھونکتا ہے
آں منافق مشک بر تن می نہد	روح را در قعر گلخن می نہد
منافق جسم پر مشک ملتا ہے	روح کو بھٹی میں جھونکتا ہے

مشک را الخ۔ یعنی مشک کو بدن پر مت لگاؤ بلکہ دل پر ملو (لیکن چونکہ مشک ظاہری تو کس طرح دل پر ملی جاوے اس لئے بتاتے ہیں کہ) مشک کیا ہے اور ہم کس کو مشک کہتے ہیں وہ اس ذات پاک ذوالجلال والاکرام کا نام ہے یعنی اس کے نام کو صرف زبان ہی سے مت لو بلکہ اس کا اثر دل پر بھی ہو تب کام دے سکتا ہے اور جو شخص کہ صرف زبان ہی سے اس نام پاک کو لیتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے

آن منافق الخ۔ یعنی وہ منافق کہ اس مشک کو یعنی اس نام پاک کو صرف زبان ہی سے لیتا ہے اور صرف زبان ہی تک رکھتا ہے مگر دل میں اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا تو وہ اپنی روح کو بھاڑ کے گڑھے میں یعنی دوزخ میں ڈالتا ہے اور زبان سے نام لینے کے یہ معنی ہیں کہ منافقین جب مسلمانوں سے ملتے تھے تو کہا کرتے تھے کہ آمنا۔ لہٰذا یہ زبان سے خدا کا نام لیتا ہے اس لئے کہ زبان سے کہتے تھے اور دل میں ان کے اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا تھا اور روح کے قعر گلخن میں ڈالنے سے یہ مراد ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ان المنافقین فی الدرک الاسفل من النار۔ پس معلوم ہوا کہ یہ جسم ظاہری کے بناؤ سنگھار میں لگ جانا بھی اس طرف سے بیگانگی ہے اور یہ تم کو نہ چاہیے اس لئے کہ جسم کی حقیقت ہی کیا ہے جس کو کہ تم اس قدر پرورش کرتے ہو اور جو چیز کہ اصل ہے یعنی روح اس کو چھوڑ رکھا ہے ارے ظالم جس روز یہ روح نہ ہو گی اس دن یہ بدن بالکل بیکار ہو گا اور آج جو یہ بناؤ سنگھار اچھا معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ بھی وہی وجود روح ہے پس اصل میں تو اس کی خبر لینا چاہیے آگے پھر اس منافق کی زبانی نام حق لینے کی مثال دیتے ہیں کہ

بر زباں نام حق و در جان او	گندہا از کفر بے ایمان او
زبان پر اللہ (تعالیٰ) کا نام اور اس کی روح میں	بے ایمان کفر کی گندگیاں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

برزبان نام الخ۔ یعنی اس کی زبان پر تو خداوند ذوالجلال کا نام پاک ہے اور اندر اس کے کفر کی وجہ سے گندگیاں بھر رہی ہیں اور یہاں کفر بے ایمان کہنے سے یہ مراد ہے کہ وہ کفر جو کہ بے ایمانی کے ساتھ ہوا اور ایمان کا مقابل ہے اور وہ مراد نہیں جو کہ خود کفر کے مقابل ہو اس لئے کہ کفر میں ہی تو مراتب ہوتے ہیں بعض کفروں کفر ہوتا ہے پس مراد یہ کہ خالص کفر کی وجہ سے اس کے اندر تو گندگیاں بھر رہی ہیں اور زبان سے نام حق لیتا ہے پس ہرگز کارآمد نہیں ہے اور اسکی ایسی مثال ہے۔

ذکر با او ہمچو سبزہ گلخن ست	بر سر مبرز گست و سوسن ست
اس کا ذکر (ذکر) کوڑی کے سبزہ کی طرح ہے	پاخانہ پر پھول اور سوسن ہے

ذکر با او الخ۔ یعنی ان گندگیوں کے ساتھ ذکر زبانی ایسا ہے کہ جس طرح بھاڑ پر سبزہ ہوتا ہے اور جس طرح پاخانہ کی کوڑی پر گل وسوس وگ آ دیں تو یقیناً یہ نباتات ان مقامات پر عاریۃً ہیں ورنہ ان کی اصل جگہ تو مجالس ہیں اور محافل عشرت ہیں پس اس طرح یہ صرف زبانی ذکر اور خدا کی یاد ایسی ہے اور یہ بھی ناپائیدار ہے اور اسکا جب تک قلب پر اثر نہ ہو کارآمد نہیں ہوسکتی بس اس جسم کی تزئین اور تحسین کو چھوڑ واور روح کی تزئین میں لگو جو کہ اصل ہے آگے اسی پر تفریع فرماتے ہیں کہ

آں نبات آنجا یقین عاریت ست	جائے آں گل مجلس ست وعشرت ست
وہ سبزہ اس جگہ پر یقیناً عارضی ہے	اس پھول کی جگہ مجلس اور (مقام) عشرت ہے
طیبات آمد برائے طیبین	للخبیثات الخبیثیں ست ہیں
اچھی چیزیں اچھوں کے لئے ہیں	ہاں برائیاں بروں کے لئے ہیں

طیبات آمد الخ۔ یعنی طیبات تو طیبین کے لئے ہوتی ہیں اور خبیثات خبیثین کے لئے پس انوار اور رحمۃ الٰہیہ جو طیبہ ہے اگر تم طیب ہوگے تو تم کو ملے گی ورنہ وہ خبیثین کے پاس نہیں آیا کرتی خوب سمجھ لو اور ان بیگانوں کو چھوڑ و اور اصل مقصود رضا حق کو اختیار کرو۔

چونکہ اوپر کے شعر۔ کیست بیگانہ تن خاکی تو الخ سے یہاں تک اس امر کو بیان کیا تھا کہ بدن کی تزئین اور تحسین میں مت لگو کہ خواہشات نفسانی اسی میں انہماک سے پیدا ہوتی ہیں جو کہ مانع طریق اور مضر ہیں اب آگے بھی ان ہی کو بیان فرماتے ہیں کہ اس بدن کی پرورش سے خصائل ذمیمہ پیدا ہوتے ہیں بس فرماتے ہیں کہ

کیں مدار آنہا کہ از کیں گمرہند	گورشاں پہلوئے کیں داراں نہند
کینہ وری نہ کر وہ لوگ جو کینہ کی وجہ سے گمراہ ہیں	ان کی قبر کینہ وروں کے پہلو میں بنائیں گے

کین مدار آنہا الخ۔ یعنی کینہ مت رکھو کہ جو لوگ کینہ سے گمراہ ہوئے ہیں ان کی قبر کینہ وروں کے پاس

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھیں گے نور سے مراد برزخ ہے مطلب یہ کہ کینہ ایک بہت بری شے ہے اس لئے اس سے بچنا کیونکہ اگر تم کینہ رکھو گے تو برزخ میں تم کو کینہ وروں کے پاس رکھا جائے گا اور جو عذاب وغیرہ ان کے لئے ہوگا وہی تمہارے لئے بھی ہوگا اور کینہ کی تخصیص بیان میں اس لئے کی کہ یہ بہت ہی مہتم بالشان ہے اور اس میں اکثر مبتلا ہوتے ہیں پس اسی کو بیان فرمادیا آگے اس کو ایک تشبیہ دے کر بتاتے ہیں فرماتے ہیں کہ

اصل کینہ دوزخست و کین تو	جزو آں کلست و خصم دین تو
کینہ کی اصل دوزخ ہے اور تیرا کینہ	اس کل کا جز ہے اور تیرے دین کا دشمن ہے

اصل کینہ الخ۔ یعنی کینہ کی اصل دوزخ ہے اور تمہارا کینہ بھی اسی کل کا ایک جزو ہے اور تمہارے دین کا دشمن ہے یہاں اصل کینہ دوزخ ست سے مراد یہ نہیں کہ کینہ دوزخ سے پیدا ہوتا ہے اور اس کی اصل دوزخ ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس طرح اصل متبوع ہوتی ہے اور اسکی فروع اس کے تابع ہوتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ فرع اپنی اصل کی طرف جایا کرتی ہے پس یہ مثال دے کر فرماتے ہیں کہ جس طرح اصل کی طرف اس کی فرع رجوع کیا کرتی ہے اس طرح تمہارا کینہ بھی دوزخ کی طرف رجوع کرے گا اور دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جائے گا۔ کین تو جزو آن کل ست سے اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ دیکھو تو جب قاعدہ ہے کہ اصل کی طرف فرع رجوع کرتی ہے اور تمہارا کینہ اس کی فرع ہے لہٰذا یہ بھی تم کو دوزخ کی طرف لے جائے گا اس سے بچنا ضروری ہے اور دوسری وجہ اس سے بچنے کی یہ ہے کہ تمہارے دین کا دشمن ہے پھر تو اس سے بچنا بہت ہی ضروری ہے آگے اسی مضمون کو صاف کر کے بیان فرماتے ہیں اور ایک تفریع کے طور پر فرماتے ہیں کہ

چوں تو جزو دوزخی پس ہوش دار	جزو سوئے کل خود گیرد قرار
چونکہ تو دوزخ کا جز ہے لہٰذا سمجھ لے	جز اپنے کل کی جانب ہی قرار پکڑتا ہے

چون تو جزو الخ۔ یعنی جب تم جزو دوزخ ہو تو ذرا ہوش سے کام لو اس لئے کہ (قاعدہ ہے کہ) جزو اپنے کل کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسکا قرارگاہ وہی ہوتا ہے مطلب یہ کہ اگر تم میں اخلاق ذمیمہ مثل کینہ وغیرہ کے ہیں اور یہ اشیاء ہیں جزو دوزخ یعنی سبب دوزخ میں جانے کا تو ذرا ہوش سنبھالو اس لئے کہ جزو تو کل کی طرف راجع ہوا کرتا ہے پس یہ اخلاق بھی تم کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور اگر ایسا نہیں ہے کہ فرماتے ہیں کہ

ور تو جزو جنتی اے نامدار	عیش تو باشد زجنت پائدار
اے نامور! اگر تو جنت کا جز ہے	تیری زندگی جنت کی وجہ سے پائیدار ہوگی

ور تو جزو الخ۔ یعنی اگر تو جزو جنت ہے اے نامدار تو تیرا عیش جنت کی طرح پائیدار اور قائم ہوگا۔ جزو جنت ہونے سے یہ مراد ہے کہ گر تمہارے اعمال جنت کے قابل ہیں اور اعمال حسن ہیں تو تمہاری عیش دائمی ہوگی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

ابدی ہوگی جس طرح جنت دائمی اور ابدی ہے اس لئے کہ ارواح ازلی تو نہیں ہیں مگر ابدی ہیں اگر چہ بعض لوگ ایک لمحہ کے لئے ان کو فنا کے قائل ہوئے ہیں تا کہ آیت کل شئی ہالک الا وجہہ کے معنی درست ہو جائیں لیکن پھر بھی وہ فنا معتد بہ نہ ہوگی اور اگر ان کو ابدی مان بھی لیا جائے تب بھی اس آیت سے معارضہ لازم نہیں آتا اس لئے کہ استحالہ تو ازلی ماننے میں ہے نہ کہ ابدی ماننے میں پس مقصود مولانا کا یہ ہوا کہ اعمال سیئہ کو ترک کرنا چاہیے اور اعمال حسنہ کا ارتکاب چاہیے اس لئے کہ اعمال سیئہ تو دوزخ کی طرف راجع ہوتے ہیں اور اعمال حسنہ جنت کی طرف۔ آگے یا تو اسی پر تفریع کہا جائے یا دلیل کہا جائے فرماتے ہیں کہ

تلخ با تلخاں یقیں ملحق شود	کے دم باطل قرین حق شود
یقیناً کڑوا کڑوؤں کے ساتھ مل جاتا ہے	باطل بات حق (بات) کے ساتھ کب مل سکتی ہے؟

تلخ با تلخان الخ۔ یعنی تلخ تلخوں کے ساتھ یقیناً ملحق ہوتا ہے اور دم باطل حق کے ساتھ کب ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ اوپر جو ہم نے بیان کیا ہے کہ اعمال سیئہ دوزخ کی طرف راجع ہوتے ہیں اور اعمال حسنہ جنت کی طرف تو اس کی دلیل یہ ہے کہ دیکھو ہر چیز اپنے مجانس کی طرف جاتی ہے تلخ تلخوں کے ساتھ ملحق ہوتا ہے پس اعمال سیئہ دوزخ کی طرف راجع ہوں گے اور دیکھو تو حق بات باطل کے ساتھ کس طرح ہو سکتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جیسے اعمال ہوں گے ویسا ہی اس پر اثر مرتب ہوگا اور اگر اس کو تفریع کہا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ اعمال سیئہ دوزخ کی طرف راجع ہوں گے اور حسنہ جنت کی طرف جس طرح کہ دیکھو تلخ تلخوں کے ساتھ ملتے ہیں اور بات بھی تو یہی ہے کہ باطل کے ساتھ حق کس طرح ہو سکتا ہے پس معلوم ہو گیا کہ ہر جنس اپنی دوسری جنس کی طرف رجوع ہوتی ہے اب یہاں جو کہا ہے کہ جیسے اعمال ہوں گے ویسی ہی اس پر جزا ہوگی آگے ان اعمال کے درست ہونے کے تدبیر بتاتے ہیں۔

اے برادر تو ہمیں اندیشۂ	ماقی تو استخوان و ریشۂ
اے بھائی! تو فقط غور (و فکر) ہے	باقی تو ہڈیاں اور ریشے ہیں

اے برادر الخ۔ یعنی اے بھائی تو تو اندیشہ اور فکر ہی ہے اور باقی تو ہڈیاں اور گوشت پوست ہیں یہاں یوں سمجھو کہ ہر فعل اختیاری سے قبل اس کا عزم اور ارادہ ہوتا ہے اور ارادہ سے پہلے اس کی فکر اور سوچ کہ اس کام کو کرنا چاہیے یا نہ کرنا چاہیے پس فرماتے ہیں کہ اے بھائی یعنی اے طالب تم تو صرف فکر ہو اور بیچ ہو اور تمہارے اندر اصل شے اور مقصد یہ چیز تو یہ فکر ہے اور سوچ ہے۔ ورنہ ویسے تو تم گوشت ہڈیاں رگیں وغیرہ ہو جو کہ دیگر حیوانات کے اندر بھی موجود ہیں پس تم کو جو شرف ہے وہ تو صرف اس فکر کی وجہ سے ہے کہ تم فکر کر سکتے ہو اور ہر کام سے پہلے سوچ سکتے ہو لہٰذا اگر تم اس فکر اور اس سوچ کو درست کر لو گے کہ جب تم سوچا کرو تو افعال حسنہ ہی کو سوچا کرو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

تمہارے اعمال بھی درست ہو جائیں اور وہ اعمال جنت ہو جائیں اور یہاں خود ذات انسان کو اندیشہ کہنا مبالغہ ہے ورنہ اصل میں تو انسان اندیشہ اور فکر والا ہے اور فکر اس میں پائی جاتی ہے پس مقصود یہ ہوا کہ تم تو ایسے ہو جیسے کہ سراپا فکر ہی ہو اور اس ترکیب کی ایسی مثال ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے ان ہو الا ذکری للعالمین۔ تو دیکھو کہ قرآن شریف پر ذکریٰ کا اطلاق کیا گیا ہے حالانکہ قرآن شریف کی ذات ذکریٰ نہیں ہے بلکہ اس کے اندر ذکریٰ ہے پس اس طرح یہاں بھی فرمادیا آگے اس اندیشہ کی تفصیل فرماتے ہیں کہ

گر گل ست اندیشۂ تو گلشنی	ور بود خارے تو ہیمہ گلخنی
اگر تیرا فکر پھول ہے تو تو گلزار ہے	اور اگر کانٹا ہے تو تو بھٹی کا ایندھن ہے

گر گل است الخ۔ یعنی اگر تیرا فکر اور اندیشہ گل ہے یعنی اعمال حسنہ ہیں تو گلشن ہے اور اگر وہ فکر اور اندیشہ خار ہو تو پھر تو گلخن کا ایندھن ہے مطلب یہ کہ اگر تمہاری قوت فکریہ اعمال حسنہ میں ہے اور تم ان کو سوچتے ہو تو تم ایسے ہو جیسا کہ گل کے لئے گلشن محل ہوتا ہے اس طرح تم بھی ان کے محل ہو جاؤ گے اور وہ اعمال تم کو جنت کی طرف لے جائیں گے اور اگر وہ فکر خار ہے یعنی اعمال سیئہ ہیں تو پھر تم گلخن کا ایندھن ہو یعنی دوزخ کا ایندھن ہو جیسے کہ خود قرآن شریف میں ہے وقودہا الناس والحجارہ پس مقصود یہ ہوا کہ اگر اعمال سیئہ ہیں تو جزاء دوزخ ہے اور اگر حسنہ ہیں تو جزاء جنت ہے آگے بھی اسی کو مؤکد فرماتے ہیں کہ

گر گلابی بر سر و جیبت زنند	ور تو چوں بولی برونت افگنند
اگر تو گلاب ہے تو سر اور گریبان پر ملیں گے	اگر تو پیشاب ہے تو تجھے باہر پھینک دیں گے

گر گلابے الخ۔ یعنی اگر تم گلاب کی طرح ہو تو تم کو سر اور گریبان پر لگا دیں گے اور اگر پیشاب کی طرح ہو تو باہر پھینک دیں گے مطلب یہ کہ اگر تیرا اندیشہ اور فکر اعمال صالحہ حسنہ میں ہے تو اہل اللہ تیری قدر کریں گے اور تجھ کو اچھا جانیں گے اور اگر تمہارے اعمال خراب اور سیئہ ہیں تو تم کو دور پھینک دیں گے اور اپنے سے علیحدہ کر دیں گے لہٰذا تم ایسا فکر مت کرو جس سے اعمال سیئہ ناشی ہوں بلکہ فکر بھی اعمال حسنہ ہی کا ہونا چاہیے تاکہ اس سے جزاء بھی حسن ہی ملے آگے ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ

طبلہا در پیش عطاراں بہ بیں	جنس را با جنس خود کردہ قریں
عطار کے سامنے ڈبوں کو دیکھ	جنس کو جنس کے ساتھ ملا رکھا ہے

طبلہا در پیش الخ۔ یعنی دیکھو قرابے عطاروں کے سامنے دیکھو کہ ہر جنس کو اس کی دوسری ہم جنس کے ساتھ رکھا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جس طرح وہاں اپنے اپنے مجانس کے پاس ہر چیز ہے عرق عرق ایک جگہ ہیں اور شربت شربت ایک جگہ پس اگر تمہارے اعمال سیئہ ہیں تو وہ دوزخ کے اندر لے جائیں گے ورنہ جنت میں پس

www.besturdubooks.wordpress.com

جب ایسا ہے تو تم صحبت ناجنس سے بچو اسی کو فرماتے ہیں کہ

جنسہا باجنسہا آمیختہ	زیں تجانس زینتے انگیختہ
ہم جنسوں کو ہم جنسوں میں ملائے ہوئے ہے	اس جنسی مناسبت سے رونق بڑھائی ہے

جنسہا باجنسہا الخ۔ یعنی اس عطار نے جو ہر جنس کو اپنے دوسرے مجانس سے ملا رکھا ہے تو اس تجانس سے کیسی زینت کر رکھی ہے اور اس سے کیسی زینت حاصل ہوئی ہے پس اس طرح اگر ہم بھی اعمال صالحہ کی طرف اپنی فکر لے جائیں گے تو اس سے زینت اور فلاح حاصل ہوگی جو کہ جنت ہی آگے پھر اس کی تاکید کے طور پر لاتے ہیں کہ

تو رہائی جو زنا جنساں بجد	صحبت ناجنس گورست و لحد
تو کوشش کر کے ناجنسوں سے رہائی حاصل کر لے	ناجنس کی صحبت قبر اور لحد ہے

تو رہائی جو۔ الخ یعنی تو ناجنسوں سے کوشش کر کے علیحدگی ڈھونڈو۔ اس لئے کہ ناجنس کی صحبت تو گور اور لحد ہے یعنی قلب کے لئے گور ولحد ہے اس لئے کہ اعمال سیۂ سے تو قلب مردہ ہو جاتا ہے اور یہ مضمون خود حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث میں ہے المرء مع من احب دوسری حدیث میں ہے المرء علی دین خلیلہ۔ پس معلوم ہوا کہ جیسے لوگوں اور جیسے اعمال سے مجانست اور میل ہوگا یہ شخص بھی ویسا ہی ہو جائے گا آگے پھر اس مثال عطار کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

گر در آمیزند عود و شکرش	برگزیند یک بیک از دیگرش
اگر اس کی شکر اور عود گڑ بڑ ہو جائیں	ایک کو دوسرے سے چھانٹ لے گا

گر درآمیزند الخ۔ یعنی اگر اس کا عود اور شکر کوئی ملا دے تو وہ عطار ہر ہر چیز الگ الگ کریگا مطلب یہ کہ دیکھو اگر اس کی اشیاء آپس میں کوئی گڈمڈ کر دے اور بالکل دو غیر جنس کو آپس میں ملا دے تو وہ ان کو چن کر علیحدہ علیحدہ کریگا پس اس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کو بھی ہر ایک مجانس کے ساتھ رکھا تھا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ ارواح آپ کی طرف کیں اور فرمایا کہ ہؤلاء للجنۃ ولا ابالی اور پھر دوسرے ارواح دوسری طرف رکھیں اور فرمایا ہؤلاء للنار ولا ابالی۔ بس معلوم ہوا کہ درجہ استعداد و تب علیحدہ علیحدہ تھے اور ہر جنس دوسری جنس سے ممتاز تھی اور اہل جنت ایک جگہ تھے اور اہل نار دوسری جگہ مگر دنیا میں آ کر سب مل جل گئے اور آپس میں وہ امتیاز جو اصل استعداد میں تھا باقی نہ رہا پس اسی کو فرماتے ہیں کہ

طبلہا بشکست و جانہا ریختند	نیک و بد در ہمدگر آمیختند
ڈبیں ٹوٹیں اور روحیں بہہ پڑیں	اچھی اور بری آپس میں مل گئیں

طبلہا بشکست الخ۔ یعنی ڈبے ٹوٹ گئے اور جانیں گر گئیں اور اچھے برے سب ایک دوسرے میں مخلوط ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گئے مطلب یہ کہ جس طرح قرابے ٹوٹ جانے سے سب اشیا مل جاتی ہیں اور آپس میں امتیاز باقی نہیں رہتا اس طرح ارواح جب عالم ارواح میں تھیں تو سب میں امتیاز تھا مگر عالم اجسام میں آ کر ایک دوسرے سے خلط ملط ہو گئیں اور سب نیک و بد مل گئے اور کچھ بھی امتیاز نہ رہا پس اب ضرورت ہوئی کہ کوئی ایسا ہو جو کہ اس خلط کو رفع کرے اور پھر اس امتیاز کو جو کہ عالم ارواح میں درجہ استعداد میں تھا ظاہر کر دے پس فرماتے ہیں کہ

حق فرستاد انبیاء را با ورق	تا گزید ایں دانہا را بر طبق
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو کتابیں دیکر بھیجا	یہاں تک کہ ان دانوں کو (مختلف) طبق پر چن دیا

حق فرستاد الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اسی کے لئے بھیجا تا کہ کفر و دین سب الگ ہو جائیں اور سب میں امتیاز رہے مطلب یہ کہ ہر چیز کو اپنے ہم جنس کے ساتھ ملانا کچھ عطار وغیرہ کا کام ہی نہیں ہے بلکہ خداوند کریم نے بھی ارواح کو اپنی اپنی مجانس کے ساتھ ملایا تھا مگر چونکہ وہ استعداد جو کہ ہر مجانس اپنے دوسرے کے ساتھ رہنا چاہتا تھا دنیا میں آ کر اور اس عالم اجسام میں آ کر مفقود ہو گئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کے اظہار کے لئے انبیاء کو بھیجا تا کہ وہ آ کر ہر جنس کو علیحدہ علیحدہ فرمائیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ

حق فرستاد انبیاء را بہر دیں	تا جدا گردد ز ایشاں کفر و دیں
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کو اس لئے بھیجا ہے	تا کہ ان کی وجہ سے کفر اور دین جدا ہو جائے

حق فرستاد انبیاء الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا اور ساتھ میں ان کے ساتھ مصاحف بھی اتارے یہاں تک کہ انہوں نے ان دانوں کو ایک طبق میں چن دیا یعنی سب کو ایک دوسرے سے متمیز کر دیا اس لئے کہ جس نے ان انبیاء اور ان مصاحف کو مانا وہ حق پر ہو گئے اور جنہوں نے ان کی تکذیب کی وہ گمراہ ہوئے پس مہتدی اور ضال سب الگ الگ جناس ہو گئیں اور ان انبیاء کی تشریف آوری سے پہلے سب گڈمڈ اور خلط ملط ہو تھے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مومن و کافر مسلمان و جہود	پیش ازایشاں جملہ یکساں می نمود
مومن اور کافر مسلمان اور یہودی	ان سے پہلے سب یکساں نظر آتے تھے

مومن و کافر الخ۔ یعنی مومن اور کافر اور مسلمان اور یہودی انبیاء سے پہلے سب یکساں تھے اور آپس میں کوئی امتیاز اور فرق نہ تھا اور یہ مضمون قرآن شریف میں بھی ہے فرماتے ہیں کہ کان الناس امة واحدة فبعث الله النبین مبشرین ومنذرین یعنی پہلے تو آدمی سب امتہ واحدہ اور ایک ہی جنس کے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو ڈرانے والے اور بشارت دینے والے بھیجا (پس جنہوں نے اطاعت کی وہ مطیع اور منقاد اور مومن اور مسلمان ہو گئے اور جنہوں نے تکذیب کی وہ نافرمان اور سرکش اور کافر اور گمراہ ہو گئے۔ آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

پیش ازایشاں ما ہمہ یکساں بدیم	کس ندانستہ کہ ما نیک و بدیم
ان سے پہلے ہم سب یکساں تھے	کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہم نیک ہیں یا برے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش از ایشان الخ۔ یعنی حضرت انبیاء علیہم السلام کی تشریف آوری سے پہلے ہم سب یکساں ہی معلوم ہوتے تھے اور کوئی شخص یہ نہ جانتا تھا کہ ہم نیک ہیں یا بد ہیں۔

قلب و نیکو در جہاں بودے رواں	چوں جہاں شب بود ما چوں شبرواں
کھوٹا اور کھرا دنیا میں چالو تھا	چونکہ دنیا رات تھی اور ہم رات کے مسافروں کی طرح تھے

بود نقد الخ۔ یعنی کھوٹا اور کھرا عالم میں سب چلتا تھا اور جہاں رات کی طرح تھا اور ہم رات کو چلنے والوں کی طرح تھے مطلب یہ کہ جس طرح رات کو اندھیرے میں کھوٹا اور کھرا اسکے سب چل جاتا ہے اور کسی کو امتیاز نہیں ہوتا کہ ان میں کون کھرا ہے اور کون کھوٹا اس طرح انبیاء کے آنے سے پہلے عالم میں ایک ظلمت طاری تھی کہ جس میں نیک و بد کا امتیاز نہ تھا اور سب آدمی یکساں ہی معلوم ہوتے تھے اور ایسی حالت تھی کہ جس طرح رات کو چلنے والے ہوتے ہیں کہ ان کو راستہ کا پتہ تو چلتا نہیں ہے پس انکل پچو جس طرف کو منہ اٹھا شتر بے مہار کی طرح چلے جاتے ہیں اس طرح اس ظلمت میں کسی کو راستہ حق تو معلوم نہ تھا کہ اس پر چلتا بلکہ اپنی سمجھ سے جس کو اچھا سمجھتے اس کو اچھا کہتے اور جس کو برا سمجھتے اس کو برا کہتے اس لئے کہ پہلے اگر عقل سے ادراک نیک و بد ہو بھی سکتا ہو تو صرف اس قدر کہ اخلاق کی حالت معلوم ہو جاوے گی جو کہ اعمال کے سامنے معتد بہ نہیں ہیں اگر اعمال خراب اور اخلاق بہت اچھے ہیں تو وہ اخلاق کسی کام کے نہیں ہیں بلکہ اخلاق مع اعمال حسنہ ہوں تب ٹھیک ہو سکتا ہے اور اعمال قبل بعثت انبیاء معلوم نہ تھے اس لئے بالکل شب رو دن کی سی حالت تھی اور اسی ظلمت میں سب کام کر رہے تھے۔

تا برآمد آفتاب انبیاء	گفت اے غش دور شو صافی بیا
یہاں تک کہ نبیوں کا آفتاب طلوع ہوا	اس نے کہا اے کھوٹ تو دور ہو (اور اے) صاف تو آ

تا برآمد آفتاب الخ۔ یعنی یہاں تک کہ آفتاب انبیاء علیہم السلام نے طلوع کیا اور اس نے کہا کہ اے کھوٹ دور ہو جا اور اے صافی تو آ۔ مطلب یہ کہ جس طرح آفتاب کے نکلنے سے ہر نیک و بد اور ہر کھوٹے کھرے میں امتیاز ہو جاتا ہے اس طرح جب انبیاء علیہم السلام جو امتیاز دینے میں مثل آفتاب کے تھے تشریف لائے تو گمراہوں کو مہتدین سے علیحدہ کر دیا اور سب کو ممتاز کر دیا آگے فرماتے ہیں کہ

چشم داند فرق کردن رنگ را	چشم داند لعل را و سنگ را
آنکھ رنگ میں فرق کرنا جانتی ہے	آنکھ لعل اور پتھر کو جانتی ہے
چشم داند گوہر و خاشاک را	چشم را زاں می خلد خاشا کہا
آنکھ موتی اور تنکے کو جانتی ہے	اسی لئے آنکھ میں تنکا کھٹکتا ہے

چشم داند الخ۔ یعنی آنکھ ہی رنگ میں فرق کرنا جانتی ہے اور آنکھ ہی لال اور سنگ کو متمیز کر سکتی ہے اور آنکھ ہی گوہر خاشاک میں امتیاز کرتی ہے اسی لئے خاشاک آنکھ میں زیادہ چبھتے ہیں کیونکہ اس کو دونوں میں فرق معلوم ہوتا ہے پس خاشاک اس میں زیادہ کھٹکتے ہیں مطلب یہ کہ اس ظلمت میں سب لوگ مثل اندھوں کے تھے جب

www.besturdubooks.wordpress.com

انبیاء علیہم السلام تشریف لائے جب سب کی آنکھ کھلی اور اس وقت نیک و بد میں امتیاز ہوسکا اور چونکہ انبیاء علیہم السلام جو کہ مثل چشم کے تھے نیک و بد کو خوب جانتے تھے اس لئے ان کی نظر میں وہ بہت ہی برے معلوم ہوتے تھے اور بہت ہی کھٹکتے تھے بس جب کہ سب کھرا کھوٹا ظاہر ہونے لگا تو جو لوگ کھوٹ چلانے والے تھے یعنی جن میں استعداد اعمال سیئہ کی تھی ان کو بہت ہی رنج ہوا کہ افسوس اب ہمارا کھوٹ نہ چلے گا اور جو لوگ کھرے چلانے والے تھے یعنی استعداد حسنہ رکھتے تھے وہ خوب خوش ہوئے کہ اب ہماری قدر ہوگی اسی کو فرماتے ہیں کہ

دشمن روزند ایں قلابگاں	عاشق روزند آں زرہائے کاں
یہ کھوٹے سکے ڈھالنے والے دن کے دشمن ہیں	کان کے سونے دن کے عاشق ہیں

دشمن روزند الخ۔ یعنی جو لوگ کھوٹے ہیں یہ تو اس روز کے (یعنی انبیاء علیہم السلام کے) دشمن ہوگئے کہ اب ہماری وہ گمراہی نہ چل سکے گی اور جو خالص معدن کے سونا تھے یعنی ان کی استعداد اچھی تھی وہ اس پر سو جان سے عاشق ہوگئے کہ الحمدللہ اب امتیاز دینے والا آگیا ہے اور اب ہماری قدر ہوگی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

زانکہ روزست آئینہ تعریف را	تا بہ بیند اشرفے تشریف را
اس لئے کہ دن پہچاننے کا آئینہ ہے	تاکہ اشرف بلند رتبے کو دیکھ لے

زانکہ روزست الخ۔ یعنی نیک آدمیوں کو اس لئے خوشی ہوئی کہ یہ روز ان کی تعریف اور ان کے اظہار کے آئینہ تھے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ اب کوئی اشرف اور کوئی بھلا آدمی ہماری قدر اور منزلت کو جانے گا۔ مولانا کے کلام میں کہیں علوم ہوتے ہیں اور کہیں کشفیات کو بیان فرماتے ہیں اس طرح کہیں کچھ نکات بھی بیان فرمایا کرتے ہیں پس اس مضمون پر کہ دن امتیاز دینے والا ہوتا ہے آگے ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ

حق قیامت را لقب زاں روز کرد	روز بنماید جمال سرخ و زرد
اللہ (تعالیٰ) نے قیامت کا لقب اسی وجہ سے دن بنایا ہے کہ	دن سرخ اور زرد کا حسن دکھا دیتا ہے

حق قیامت را الخ۔ یعنی اسی لئے کہ روز ممیز ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے قیامت کو بھی روز کہا (جیسا کہ جا بجا قرآن شریف میں یوم الساعۃ وغیرہ آیا ہے) اور یہ اس لئے کہ جس طرح دن ممیز ہوتا ہے اور سب چیزوں کو آپس میں تمیز دیدیتا ہے اس طرح قیامت میں ہر شے اپنے دوسرے سے ممتاز اور علیحدہ ہوجاوے گی اب آگے صاف طور پر اس روز کے تعین کرتے ہیں کہ

پس حقیقت روز سر اولیاست	روز پیش مہرشاں چوں سایہاست
پس (اس) روز (قیامت) کی حقیقت اولیاء کا باطن ہے	ان کے چاند کے مقابلہ میں دن سایوں کی طرح ہے

پس حقیقت الخ۔ یعنی اس روز کی حقیقت اولیاء اللہ کا باطن ہے اور یہ ظاہری روز ان کے چاند کے سامنے

www.besturdubooks.wordpress.com

سایہ کی طرح ہے یہاں اولیاء سے مراد عام لیا جائے یعنی مقبولین خدا تا کہ انبیاء علیہم السلام بھی ان میں داخل ہو جائیں پس مطلب یہ ہوا کہ یہ تو معلوم ہے کہ حقیقت صوفیہ کی اصطلاح میں ظاہر کو کہتے ہیں اور صورت کہتے ہیں مظاہر کو اور یہ بھی معلوم ہے کہ جس قدر کونیات ہیں وہ سب علیحدہ علیحدہ اسماء کے مظاہر ہیں اور ظاہر اور حقیقت ان کی وہ اسماء ہیں اور ان سب کونیات میں جامع بلکہ اجمع انسان ہے کہ اس میں اکثر اسماء کا ظہور ہوتا ہے پھر ان میں سے جو مقبول اور مقرب الی اللہ ہیں وہ بدرجہ اتم واکمل جامع ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ جس قدر کائنات ہیں وہ ساری انسان کے لئے ہیں اور خلقت انسان مقصود بالذات ہے پھر اس انسان میں سے بھی خلقت حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم مقصود اعظم ہے۔ بس اب یوں سمجھو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس روز کی حقیقت جو ممیز ہے نیک و بد میں وہ مقربین حق کا (جس میں کہ انبیاء بھی ہیں) باطن ہے کہ وہ اسم جو کہ ممیز ہے اور جس کی شان فرق بین الحق والباطل ہے ان حضرات کے باطن میں ظاہر ہے اور اس اسم الٰہی کی تجلی اور ظہور کی وجہ سے ان حضرات کے قلوب اس درجہ کو پہنچے ہیں کہ وہ ممیز ہوگئے ہیں اور یہ روز ظاہری ان کی اس تجلی اور اس ظہور کے سامنے سایہ کی طرح ہے اس لئے کہ ظاہر ہے کہ یہ تجلی جو ان حضرات کے قلوب سے متعلق ہے کامل اور اکمل ہے اور جو تجلی کہ اس نہار ظاہری پر ہے وہ حبعا اور ناقص ہے آگے فرماتے ہیں کہ

عکس راز مرد حق دانید روز	عکس ستاریش شام چشم دوز
دن کو مرد حق کے باطن کا عکس سمجھو	آنکھ کا بند کر دینے والی شام اس کی ستاری کا عکس ہے

عکس راز مرد الخ۔ یعنی مردان حق کے باطن کی تجلی کے عکس کو روز سمجھو اور ان کی ستاری اور پوشیدگی کے عکس کو شام سمجھو مطلب یہ کہ جو اسم کہ اولیاء اللہ کے قلوب میں متجلی ہو کر حالت بسط پیدا کرتا ہے اور پھر ان کے قلوب کی تجلی کا یہ عکس ہے کہ روز ظاہری پیدا ہوتا ہے اور وہ اسم الٰہی کہ جو ان پر حالت قبض کو مسلط کر دیتا ہے اس کا عکس شب ظاہری اور شام ظاہری کو سمجھو اور حدیث میں آیا ہے وباسم الذی وضعتہ علی النھار فاستنار وباسم الذی وضعتہ علی اللیل فاظلم۔ پس معلوم ہوا کہ بعض اسماء ایسے ہیں کہ جن کی تجلی سے اور ان کے اثر سے روز و شب پیدا ہوتے ہیں اور چونکہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ کل کوینات تابع ہیں انسان کے اور انسان مقصود بالذات ہے اور اس میں ان اسماء کا ظہور در ان کی تجلی بدرجہ اکمل واجمع ہوتی ہے پس اب ظاہر ہے کہ ان اسماء کے اثر نے ان حضرات کے قلوب پر حالت قبض و بسط پیدا کی اور پھر ان کا عکس پڑ کر یہ ظاہری کو رات دن پیدا ہو گئے اور چونکہ یہ بھی معلوم ہو چکا کہ انسان میں بھی پھر کامل تجلی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر ہوتی ہے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ

زاں سبب فرمود یزداں والضحیٰ	والضحیٰ نور ضمیر مصطفیٰؐ
اسی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) نے (قسم ہے) ضحیٰ کی فرمایا ہے	اور ضحیٰ مصطفیٰ کے دل کا نور ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں سبب فرمود الخ۔ یعنی اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے والضحٰی فرمایا اور والضحٰی نور ہے قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ کہ قرآن شریف میں جو اللہ تعالیٰ نے ضحٰی کی قسم کھائی تو اس سے مراد وہی روز اور وہی تجلی ہے اور یہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک ہے آگے دوسری توجیہ اہل ظاہر کی بیان کر کے فرماتے ہیں کہ اس سے یہی ہمارا مقصد حاصل ہے اور یہ مولانا کی عادت کے خلاف ہے کہ توجیہات مختلفہ کو بیان فرمادیں مگر یہاں چونکہ اس سے بھی مقصود حاصل ہوتا تھا اس لئے اس کو بیان فرمایا کہ

قول دیگر کایں ضحٰی راخواست دوست	ہم برائے آنکہ ایں ہم عکس اوست
دوسرا قول یہ ہے کہ یہ چاشت کا وقت دوست (خدا) نے چاہا ہے	اس لئے کہ یہ (چاشت کا وقت) اس کے (دل کے نور) کا عکس ہے

قول دیگر الخ۔ یعنی ایک دوسرے قول کے مطابق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسی ظاہری نہار کا قصد کیا ہے اور اسی کی قسم کھائی ہے تو یہ بھی اس لئے کہ یہ نہار ظاہری بھی اسی نور قلب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عکس ہے یعنی اہل ظاہر مفسرین تو یہی کہتے ہیں کہ قسم اس نہار ظاہری کی کھائی ہے پس فرماتے ہیں کہ اس کی قسم بھی اس لئے کھائی کہ یہ اس تجلی کا عکس ہے آگے اس کی دلیل لاتے ہیں کہ اس نہار ظاہری کی قسم کیوں نہیں ہوسکتی اور کہاں سے معلوم ہوا کہ اس سے مقصود نور ضمیر مصطفیٰ نبیؐ ہے پس فرماتے ہیں کہ

ورنہ برفانی قسم گفتن خطاست	خود فنا چہ لائق گفت خداست
ورنہ فانی چیز پر قسم کھانے کو کہنا غلطی ہے	کیا نا (کا ذکر) اللہ تعالیٰ کے قول کے مناسب ہے؟

ورنہ برفانی الخ۔ یعنی اگر یہ مراد نہ ہوتا تو فانی کی قسم کھانا خود خلاف اولیٰ ہے اور فانی شے اللہ تعالیٰ کے کلام کے لائق کہاں سے ہوسکتی ہے خطا کے معنی یہاں خلاف اولیٰ کے ہیں یعنی چونکہ یہ نہار ظاہری تو فانی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا اس کی قسم کھانا خلاف اولیٰ ہے پس ضرور ہوا کہ اس قسم سے مراد وہی نور ضمیر مصطفیٰ لیا جائے دوسری یہ بات ہے کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں قسم ہے وہ مقسم کے مناسب ہے اور اس کو حضرت حکیم الامت دام فیضہم نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ قرآن شریف میں قسم اپنے مقسم کے مناسب ہے پس اس کے اعتبار سے بھی اگر اس سے مراد نور ضمیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لیا جائے تو بھی مناسب ہے اس لئے کہ اس قسم کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر ہے پس یہ بھی اسی کے مناسب ہو تو بہتر ہے آگے اسی شعر کی تائید میں فرماتے ہیں کہ

از خلیلے لا احب الآفلین	پس فنا چوں خواست رب العالمین
خلیل (اللہ) نے فرمایا میں غروب کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں	تو فانی کو رب العالمین نے کیسے پسند فرما لیا؟

از خلیلے الخ۔ یعنی حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام تو لا احب الآفلین (میں پوشیدہ اور فنا ہونے والوں کو محبوب نہیں رکھتا) فرماویں تو پھر رب العالمین کس طرح فانی شے کا قصد قسم میں کرتے اور دیکھو تو حضرت خلیل

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ علیہ السلام تو لا احب الافلین کہیں تو اللہ تعالیٰ فانی شے کو کس طرح چاہیں گے۔ پس مقصود مولانا کا یہ ہے کہ اس قسم سے مراد وہی نور ضمیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ نہار فانی نہیں ہے اور اس کو دلیل سے ثابت کر دیا اور تاکیدوں سے مؤکد کر دیا یہاں تک تو ع عکس را از مردحق دانید روز + کو ثابت کیا ہے آگے دوسرا مصرع عکس ستاریش شام چشم دوز + کو ثابت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ

لا احب الآفلین گفت آں خلیل	کے فنا خواہد ازیں رب جلیل
میں غروب کر جانے والوں کو پسند نہیں کرتا خلیل نے فرمایا	رب جلیل نے فنا کو کب پسند کرے گا؟
باز واللیل ست ستاری او	واں تن خاکی زنگاری او
پھر "واللیل" آنحضورؐ کی ستاری ہے	اور آپ زنگاریؐ خاکی جسم ہے

باز واللیل است الخ۔ پھر واللیل سے مراد ان کی ستاری ہے اور وہ ان کا تن زنگاری ہے یعنی الضحےٰ کے آگے واللیل ہے تو اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اور ان کی پوشیدگی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک ہے جو قلب مبارک کو مثل زنگار پوشیدہ کئے ہوئے تھا پس معلوم ہوا کہ والضحےٰ سے مراد وہ نور ضمیر صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک جو ساتر ہے قلب کا مراد ہے اور اس عکس کا یہ ظاہری لیل ہے اور بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ اسم باسط کا اثر اور اس کی تجلی تو قلب پر بسط کرتی ہے اور اسی سے یہ نہار ظاہری ہوتا ہے اور یا قابض کی تجلی قلب پر قبض پیدا کرتی ہے اور اسی سے لیل ظاہری پیدا ہوتی ہے چونکہ اوپر والضحےٰ کی تفسیر مولانا نے نور ضمیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے اور واللیل کی تفسیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے تن خاکی سے کی ہے اور اس تن کو زنگاری کہا ہے جس سے کہ یہ شبہ ہوتا ہے کہ جسد مبارک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منور نہیں بلکہ محجوب ہے اس لئے آگے اس شبہ کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد مبارک بھی محجوب نہیں ہے اس لئے کہ اس کو تعلق اور تلبس ہے اس ضمیر سے جو کہ منور ہے پس اب اس مضمون کو اس طرح تعبیر فرماتے ہیں کہ

آفتابش چوں برآمد زاں فلک	با شب تن گفت ہیں ما ودعک
جب (آنحضورؐ) کا آفتاب (اللہ تعالیٰ) جب فلک (الوہیت) سے برآمد ہوا	جسم کی رات کو فرمایا خبردار! اس نے تمہیں چھوڑا نہیں ہے

آفتابش الخ۔ یعنی جب اس ضمیر کے آفتاب نے اس آسمان سے طلوع کیا تو شب تن سے کہا کہ ما ودعک (یعنی نہیں چھوڑا تجھ کو) یہاں یوں سمجھو کہ اول درجہ ہے الوہیت کا جس کے معنی ہیں جامع جمیع صفات آگے کل صفات اس کی تفصیل ہیں پس ان صفات میں سے ایک صفت ہے ربوبیت اب مطلب یہ ہوا کہ (جب اس ضمیر کے آفتاب نے) کہ وہ حق تعالیٰ شانہ ہیں اس لئے کہ وہ ضمیر تو ان ہی سے روشن ہے اور ان ہی سے انوار حاصل کر

www.besturdubooks.wordpress.com

رہی ہے (فلک سے) یعنی مرتبہ الوہیت سے کہ جامع جمیع صفات ہے (طلوع کیا) یعنی مرتبہ ربوبیت میں ظہور کیا اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت فرمانے کے لئے (تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد مبارک سے فرمایا ماودعک) مقصود مولانا کا یہ ہے کہ یہاں ماودعک کا خطاب جسد خاکی کو ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تو جب اس کو خطاب ماودعک ربک وما قلی کا ہوا تو وہ کس طرح محجوب ہو سکتا ہے اور چونکہ اس کی شان نزول میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہود نے روح کے متعلق کچھ سوال کیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ کل کو جواب دونگا اور اس کے ساتھ ان شاء اللہ نہیں کہا تو اس کی وجہ سے بہت روز تک وحی منقطع رہی تھی اور کفار کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ دیا ان سے ناراض ہو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی تو چونکہ ترک ان شاء اللہ ذہول کی وجہ سے ہوا اور ذہول ہوتا ہے اس جسد کے مقتضیات کے غلبہ سے اس لئے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ خطاب جسد مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے پس مقصود یہ ہوا کہ جسد خاکی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی محجوب نہیں ہے بلکہ وہ بھی منور ہے جیسا کہ خطاب سے معلوم ہوتا ہے اور یہ نہ کہا جائے کہ اچھا اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ جسد مبارک محجوب نہیں ہے مگر پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذہول تو تسلیم کرنا پڑے گا اور یہ تو کہا جائے گا کہ آپ کو ذہول ہوا تو بات یہ ہے کہ ذہول وہ مذموم ہے کہ جس میں کوئی مصلحت نہ ہو اور جس میں کوئی مصلحت ہو وہ مذموم نہیں ہے پس یہاں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اولیاء اللہ کو کہ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہیں اس سے بہت سے منافع ہوتے ہیں مثلاً عجب کا علاج ہے وغیرہ وغیرہ پس چونکہ یہاں مصلحت تھی اس لئے یہ ذہول مذموم نہیں ہے آگے اس کو خود مولانا بیان فرماتے ہیں کہ

وصل پیدا گشت از عین بلا	زاں حلاوت شد عبارت ما قلیٰ
خود ابتلاء سے وصل پیدا ہو گیا	"اس نے کینہ وری نہیں کی" کی تعبیر شیریں بنی ہوئی

وصل پیدا گشت الخ۔ یعنی اس عین عین بلا میں وصل حاصل ہو گیا اور اس حلاوت سے معبر ما قلی ہو گیا۔ مطلب یہ کہ یہ جو ایک ابتلا تھا کہ کچھ روز تک وحی بند رہی اس سے ایک وصل حاصل ہو گیا اور ایک حلاوت اور لطف حاصل ہوا جس کی تعبیر الفاظ ماودعک ربک وما قلی کر رہے ہیں ورنہ اگر وہ ذہول نہ ہوتا اور یہ ابتلا نہ ہوتا تو پھر ان الفاظ سے خطاب کہاں ہو سکتا تھا لہٰذا اس آزمائش اور ابتلاء میں یہ مزہ بھی حاصل ہوا اور اسکی ایسی مثال ہے کہ جس طرح بنو سلمہ اور بنو حارثہ نے غزوہ احد میں کچھ تاخیر کی تھی اس پر آیت اذھمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیھما نازل ہوئی تھی بلکہ ہم اس وقت خوش ہیں اس لئے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ بھی فرمایا کہ واللہ ولیھما اگر ہم تاخیر نہ کرتے تو یہ کہاں فرماتے پس اس طرح اگرچہ ایک بظاہر ابتلا تھا مگر در اصل اس میں ایک لطف اور مزہ ہے اور اس لطف کو الفاظ ماودعک ربک وما قلی سے تعبیر کر رہے ہیں آگے اس مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ ہر عبارت اپنے مدلول پر دال ہوتی ہے اور ہر عبارت سے اس کے مناسب شے پر دلالت ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حال چوں دست و عبارت آلتیست	ہر عبارت خود نشان حالتیست
حال بمنزلہ ہاتھ کے اور عبارت بمنزلہ آلہ کے ہے	ہر عبارت ایک حالت کی علامت ہے

ہر عبارت الخ۔ یعنی ہر عبارت ایک حالت پر دال ہے اور حال ہاتھ کے مانند ہے اور عبارت آلہ ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح ہاتھ میں کسی آلہ کا ہونا دلالت کرتا ہے اس ہاتھ پر اور اس ہاتھ کو بتلاتا ہے کہ کس کا ہے مثلاً اگر ایک ہاتھ میں لوہار کے آلات ہیں تو یہ آلات دلالت کرتے ہیں اس امر پر کہ یہ ہاتھ لوہار کا ہے علیٰ ہذا بس اس طرح سمجھو کہ حالت کی تو ایسی مثال ہے جیسے کہ ہاتھ ہوتا ہے اور عبارت کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ہوتا ہے کہ وہ آلہ اس ہاتھ پر دلالت کرتا ہے اس طرح ہر عبارت اپنے مدلول اور حالت پر دلالت کرتی ہے اور اس عبارت کی جو مناسب حالت ہوتی ہے اس پر دلالت کرتی ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ ہر شے اپنے اپنے محل میں اچھی معلوم ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ

ہمچو دانہ کشت کردہ ریگ در	آلت زرگر بدست کفش گر
ایسا ہی ہے جیسے ریتے میں بویا ہوا دانہ	سنار کا اوزار موچی کے ہاتھ میں

آلت زرگر الخ۔ یعنی سونار کے آلات اگر کسی موچی کے پاس ہوں تو ان کی ایسی مثال ہے جیسے کہ دانہ ریگ میں بودیا جاوے کہ وہ بالکل بے محل ہوگا اور اس پر کوئی اثر مرتب نہ ہوگا نہ وہ جے گا نہ کچھ پس اس طرح آلات زرگر کفش دوز کے سامنے بے محل اور فضول ہیں اور فضول بھی اپنے بے محل ہونے کی وجہ سے ہیں آگے دوسری مثال یہ ہے کہ

پیش سگ کہ استخواں در پیش خر	وآلت اسکاف پیش برزگر
کتے کے سامنے گھاس اور گدھے کے سامنے ہڈی ڈالنا ہے	اور موچی کا اوزار کاشتکار کے سامنے

والت اسکاف الخ۔ یعنی اور آلات موچی کے کسان کے سامنے بالکل ایسی مثال رکھتے ہیں کہ کتے کے سامنے گھاس ہو اور گدھے کے سامنے ہڈیاں ہوں یعنی یہ بھی بے جوڑ اور بے محل ہونے کی وجہ سے بالکل فضول اور بے سود ہیں آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

بود انا اللہ در لب فرعون زور	بود انا الحق در لب منصور نور
میں خدا ہوں" فرعون کے لب پر جھوٹ تھا	انا الحق منصور کے لب پر نور تھا

بود انا الحق الخ۔ یعنی منصور نے انا الحق کہا تو وہ ان کے لئے نور ہو گیا اور فرعون نے انا اللہ کہا تو وہ اس کے لئے دروغ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ منصور کی ایک ایسی حالت تھی کہ جس پہ انا الحق اور انا اللہ کہنا پھبتا تھا اس لئے وہ بر محل ہونے کی وجہ سے نور ہو گیا اور چونکہ وہ حالت فرعون پر نہ تھی اس لئے اس کے لئے وہ الفاظ مہلک اور جھوٹ ہو گئے یہاں ایک حکایت مناسب مقام یاد آئی وہ یہ کہ ایک بزرگ نے اللہ تعالیٰ سے ایک حالت ناز میں یہ پوچھا کہ یا آلہ

www.besturdubooks.wordpress.com

العالمین وہی کلمہ منصور نے کہا تو وہ مقبول بارگاہ ہوئے اور وہی کلمہ فرعون نے کہا تو وہ مردود بارگاہ ہوا ارشاد ہوا کہ اسکی وجہ ہے کہ منصور نے جو انا الحق کہا تھا تو اس لئے کہ اپنی ہستی کو مٹادے اور ہم کو ثابت کرے اور فرعون نے جو کہا تھا وہ اس لئے کہ ہم کو مٹادے اور اپنی ہستی کو ثابت کرے پس اس لئے منصور مقبول ہوئے اور فرعون مردود ہوا اور یہاں مولانا کو مقصود منصور کی مدح نہیں ہے اس لئے کہ ان کی یہ حالت حالت کمال نہ تھی بلکہ صرف اس قدر مقصود ہے کہ چونکہ منصور کی وہ حالت اس قابل تھی کہ ان سے یہ کلمہ نکلے اور وہ حالت اس کی محل تھی اس لئے یہ تو برمحل ہونے کی وجہ سے مقبول ہوگیا اور وہ فرعون کے لئے بےمحل تھا اس لئے وہ مردود ہوگیا آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

شد عصا اندر کف موسیٰ گوا	شد عصا اندر کف ساحر ہبا
لاٹھی موسیٰ کے ہاتھ میں گواہ بنی	جادو گر کے ہاتھ میں لاٹھی بیکار ہوئی

شد عصا الخ۔ یعنی عصا موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں تو ان کی رسالت پر گواہ بنا اور جادوگروں کے ہاتھ میں ایک فضول اور واہیات شئے ہوگئی کہ اگرچہ بظاہر وہ بھی ویسے ہی بن گئے مگر بےسود اس لئے عصائے موسیٰ نے سب کو نگل لیا اور ہباءً منثورا ہوگئے آگے اس پر متفرع کرتے ہیں

زیں سبب عیسیٰ بداں ہمراہ خود	در نیاموزید آں اسم احدؐ
اسی وجہ سے (حضرت) عیسیٰ نے اپنے ساتھی کو	اللہ کا نام (اسم اعظم) نہ سکھایا

زین سبب الخ۔ یعنی اسی سبب سے عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہمراہی کو وہ اسم اللہ تعالیٰ کا نہ سکھلایا کہ خود تو جانے گا نہیں اور آلہ پر نقص رکھے گا کہ اثر مرتب نہ ہوتا کہ آلہ کی خرابی سے ہے اور دیکھو اگر پتھر کو مٹی پر مارو تو آگ کہاں نکلتی ہے مطلب یہ کہ چونکہ اس ہمراہی جیسے علیہ السلام میں اس اسم کے سیکھنے کی قابلیت ہی نہ تھی اور وہ اسم اس کے مناسب نہ تھا اس لئے انہوں نے اس کو نہ سکھلایا۔ (جیسا کہ حکایت گزشتہ سے معلوم ہوتا ہے) اور اس لئے نہ سکھلایا کہ وہ جانتے تھے کہ یہ اسکا محل نہیں ہے اور بےمحل ہونے کی وجہ سے جب اثر مرتب نہ ہوگا تو اپنی تو خبر نہ لے گا کہ اثر مرتب نہ ہوتا یہ اس لئے ہے کہ مجھ میں ہی قابلیت نہیں ہے بلکہ یوں کہنے لگا کہ اس اسم میں ہی خرابی ہے جو اس پر اثر مرتب نہیں ہوتا اور اس بےمحل ہونے کی ایسی مثال ہے کہ اگر تم پتھر کو دوسرے پتھر سے مارو تو ان سے آگ پیدا ہوتی ہے لیکن اگر اس پتھر کو گارے پر مارو تو ہرگز آگ نہ نکلے گی بس اسی طرح ہر چیز بےمحل ہونے کی وجہ سے بیکار اور فضول ہوتی ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

کو نداند نقص بر آلت نہد	سنگ بر گل زن تو آتش کے جہد
کیونکہ وہ (اپنا) نقص نہ سمجھے گا آلہ پر (الزام) دھرے گا	تو چقماق کو مٹی پر رگڑ شعلہ کب دے گا؟

ست و آلت الخ۔ یعنی ہاتھ اور آلہ کی ایسی مثال ہے جیسے کہ پتھر اور آہن ہوتا ہے اور جفت ہونا چاہیے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے کہ پیدا ہونے کے لئے جفت ہونا شرط ہے یعنی دست و آلات کی ایسی مثال ہے کہ جیسے پتھر اور لوہا کہ دونوں آپس میں مناسب ہیں اور دونوں کے اقتران سے اثر مرتب ہوتا ہے پس اس طرح آلات اگر ہاتھ کے مناسب ہوں گے تو اثر مرتب ہوگا اس لئے کہ اثر کے پیدا ہونے کے لئے مناسب قابل اور فاعل کی ضروری ہے اگر قابل اور فاعل مناسب نہ ہوں گے تو یہ اثر مرتب نہیں ہوسکتا پس معلوم ہوا کہ ہر چیز میں تناسب قابل وفاعل کی ضرورت ہے لیکن ایک وہ ذات ہے کہ جس کو ان آلات ظاہری کی ضرورت نہیں اب یہاں سے مولانا توحید کے مضمون کو بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ

دست و آلت ہمچو سنگ و آہن ست	جفت باید جفت شرط زادن ست
ہاتھ اور آلہ چقماق اور لوہے کی طرح ہے	جوڑا چاہئے جننے کیلئے جوڑا شرط ہے

آنکہ بے جفت است الخ۔ یعنی وہ ذات کہ جس کو تناسب کی اور آلات کی ضرورت نہیں ہے وہ ایک ہی ہے اور اگر چہ عدد میں شک ہوا ہے مگر ایک ان سب میں بے شک ہے مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کے عدد میں اختلاف کیا ہے اور کسی نے دو کہا کسی نے تین کہا کسی نے زیادہ مگر یہ سارے ایک پر تو متفق ہیں اس لئے کہ جو لوگ دو کہتے ہیں وہ بھی ایک کے تو قائل ہیں کیونکہ دو کے ضمن میں ایک پایا جاتا ہے اور اس طرح اور زیادہ کے ضمن میں بھی ایک تو پایا جاتا ہے پس ایک تو سب کا متفقہ علیہ ہوا اب اور زائد جو کہتے ہیں اس کے لئے ان کو ضرورت ہوگی کہ دلیل لاویں اور ثابت کریں اور ہم کو ضرورت نہیں کہ دلیل لاویں اس لئے کہ جو ہم کہتے ہیں اس کے وہ خود ہی قائل ہیں اور اس کو وہ بھی مانتے ہیں آگے اسی مضمون کو صاف طور پر فرماتے ہیں کہ

آنکہ بے جفتست و بے آلت یکیست	در عدد شک ست و آں یک بے شکیست
جو (ذات خدا) بے جوڑے کے اور بے آلے کے ہے وہ ایک ہی ہے	(اس کے) چند ہونے میں شک ہے اور اس کا ایک ہونا بیشک ہے
آنکہ دو گفت و سہ گفت و بیش ازیں	متفق باشند در واحد یقیں
جنہوں نے (اسکو) دو کہا اور تین کہا اور اس سے زیادہ کہا	یقیناً وہ ایک (کے وجود) میں متفق ہیں

آنکہ دو گفت الخ۔ یعنی جو لوگ دو کے قائل ہیں اور جو تین کے اور اس سے بھی زیادہ کے وہ ایک پر تو یقیناً متفق ہیں آگے ان کے اس اختلاف کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ

احولی چوں دفع شد یکساں شوند	آں دو سہ گویاں یکے گویاں شوند
بھینگا پن جب جاتا رہا یکساں ہو جائیں گے	دو تین کہنے والے ایک کہنے والے ہو جائیں گے

احولی چون الخ۔ یعنی یہ اختلاف صرف احولی کی وجہ سے ہے اور جب یہ احولی جاتی رہے گی تو سب یکساں ہو جاوینگی اور یہ دو تین کہنے والے سب ایک کے قائل ہو جائیں گے اور ساری حقیقت کھل جائے گی اور وہ احولی

www.besturdubooks.wordpress.com

قیامت کو دور ہوگی یہاں تک تو غیر موحدین سے خطاب تھا آگے موحدین کو خطاب ہے کہ جس طرح تم توحید کو مانتے ہو وہ توحید کامل نہیں موحد کامل تو وہ ہے جس کی یہ شان ہے کہ

گر یکے گوئی تو در میدان او	گرد بر میگرد از چوگان او
اگر تو (خدا کو) ایک کہتا ہے تو اس کے میدان میں	اس کے بلے پر چکر کاٹ

گر یکے الخ۔ یعنی اگر تم ایک کہتے ہو تو اس کے میدان میں اس کے بلے سے اس کے گرد گھومو۔ مطلب یہ کہ اگر تم موحد ہو تو اس کی تو یہ شان ہونی چاہیے کہ جس طرف کو مرضی حق لے جائے اسی طرف کو چلو جس طرح کہ گیند بلے کے تابع ہوتی ہے اس طرح تم بھی اسکی مرضی کے تابع ہو جاؤ اس وقت موحد کامل ہو گے اس لئے کہ

گوی آنگہ راست و بے نقصاں شود	کوز زخم دست شہ رقصاں شود
گینڈ اس وقت ٹھیک اور بے عیب ہوتی ہے	جبکہ وہ بادشاہ کے ہاتھ کی ضرب سے ناچے

گوی آنکہ الخ۔ یعنی وہ گیند درست اور ٹھیک ہوگی کہ جو بادشاہ کی ضرب سے ناچے گی اور جس طرف کو ضرب پڑے گی اس طرف کو چلے گی اس کو کہا جائے گا کہ یہ گیند درست چل رہی ہے پس اس طرح اگر تم مرضی حق کے تابع ہو جاؤ گے اور جس طرف کو اس کی مرضی ہوگی تم چلو گے اس وقت کہا جائے گا تم درست اور ٹھیک ہو۔

آگے اس پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ

گوش دار اے احول اینہا را بہوش	داروے دیدہ بکش از راہ گوش
اے بھینگے! اس کو ہوش سے سن لے	کان کے راستہ سے آنکھ کی دوا لگا لے

گوشدار اے الخ۔ یعنی اے احول (جس کو کہ اس وقت اپنی بینائی خراب ہونے کی وجہ سے ایک کے دو دکھلائی دیتے ہیں) اس بات کو ذرا کان لگا کر ہوش سے سن لے اور کان کے ذریعہ سے آنکھ میں دوا لگا لے۔ مطلب یہ کہ اصل مقصود بصیرت کا درست ہونا ہے لیکن چونکہ اس بات کے سننے سے بصیرت حاصل ہوتی ہے اور بصیرت کا سبب ہے اسکا سننا لہٰذا ایسا ہو گیا کہ جس طرح آنکھ کی دوا کان کی طرف سے لگائی جائے پس تم اس کو سن لو اور اس پر عمل کرو اور احولی کا علاج کرو پھر تم کو بھی ایک ایک ہی نظر آوے گا آگے تفریع ہے اس مضمون پر جو کہ اوپر بیان کیا ہے کہ ہر شے اپنے مناسب محل میں اچھی طرح جمتی ہے ورنہ بیکار رہتی ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ

پس کلام پاک در دلہاے کور	می نپاید می رود تا اصل نور
بہت سے پاک کلام میں جو اندھے دلوں میں	نہیں ٹھہرتے ہیں اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں

پس کلام پاک الخ۔ یعنی (چونکہ ہر شے اپنے محل میں مناسب ہوتی ہے اس لئے) کلام پاک اندھی قلوب میں بھی نہیں آتے بلکہ وہ اصل نور کی طرف چلے جاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف اس لئے کہ اگرچہ ان کو کوئی نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے مگروہ کلام پاک تو مقبول ہوگا الیہ یصعد الکلم الطیب کی دلیل سے معلوم ہوا کہ کلام پاک اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور اندھے قلوب میں نہیں آتے اس لئے کہ یہ قلوب ان کا محل نہیں ہیں ہاں جن امور کے یہ محل ہیں وہ امور ان میں خوب جمتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

واں فسون دیو در دلہائے کژ	می رود چوں کفش کژ در پائے کژ
شیطان کے منتر ٹیڑھے دلوں میں	اتر جاتے ہیں جیسے ٹیڑھی جوتی ٹیڑھے پاؤں میں

واں فسون الخ۔ یعنی اور وہ شیطان کا فسون اور شیطان کی کج باتیں اس کے قلب میں خوب جمتی ہیں جیسے کہ ٹیڑھے پاؤں میں ٹیڑھا جوتا خوب آتا ہے مطلب یہ کہ چونکہ یہ قلوب کلمات طیبہ کا محل تو ہوتے نہیں اس لئے وہ تو ان میں آتے نہیں ہاں فسوں گری شیاطین کی ان میں خوب جمتی ہے اس لئے کہ دیکھو اہل عرب جو کہ فصاحت اور بلاغت کے نقاد اور اس کے جاننے والے تھے کہ یہ فصیح ہے اور یہ غیر فصیح ہے مگر چونکہ بعض کے قلوب میں کجی تھی اس لئے قرآن شریف پر جو کہ فصاحت میں حد کو پہنچا ہوا ہے ایمان نہ لائے اور اس کی تکذیب کی اور مسیلمہ کذاب جس نے عبارات واہیہ کو جمع کر کے پیش کیا اور اس کی تصدیق کی پس اس طرح جب کہ قلوب میں کجی ہوتی ہے وہ بھی حق کو قبول نہیں کرتے اور باطل کی طرف ان کا رجحان ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ اگر علم کو اور حکمت کو تم بار بار بھی حاصل کر داور ہو نااہل تو حکمت اور علم بوجہ اس کے کہ تم اس کے لئے محل نہیں ہو تم سے علیحدہ ہو اور بری ہو جائیگی پس فرماتے ہیں کہ

گرچہ حکمت را بہ تکرار آوری	چوں تو نااہلی شود از تو بری
اگرچہ دانائی کی باتوں کو تو دہرائے	جبکہ تو نااہل ہے وہ تجھ سے علیحدہ رہے گی

گرچہ حکمت را الخ۔ یعنی اگرچہ علم وحکمت کو تم بتکرار حاصل کرو لیکن جب تم نااہل ہو تو وہ تم سے علیحدہ اور بری ہو جائے گا۔ بری ہونے سے یا یہ مراد ہے کہ وہ بالکل رہے گا ہی نہیں جیسا کہ بعض مرتبہ دیکھا گیا ہے کہ کسی نے استاد کی شان میں گستاخی کی یا اور کسی کی شان میں گستاخی کی تو اس سے علم بالکل جاتا رہا اور ذہول ہو گیا یا یہ معنی ہوں کہ علم کا کوئی اثر تمہارے اندر نہ ہوگا لہٰذا مولانا فرماتے ہیں کہ اگرچہ تم بار بار کوشش کر کے حاصل بھی کر لو لیکن وہ تمہارے پاس نہ ٹھہرے گا اگرچہ ایک مرتبہ آجائے آگے فرماتے ہیں کہ

ورچہ بنویسی نشانش می کنی	ورچہ می لافی بیانش می کنی
اگرچہ تو لکھ لے اس کی پہچان بنا لے	اگرچہ تو ڈینگیں مارے اس کو بیان کرے

گرچہ بنویسی الخ۔ یعنی اگر تم اس کو لکھو اور نشان کرو (یعنی نوٹ کرو) اور اگرچہ تم اترا اترا کر اس کو بیان کرو (لیکن جب نااہل ہو گے) تو وہ تم سے اعراض کریگا اور بہت دور بھاگے گا۔ مطلب یہ کہ خواہ تم اس کے رکھنے کی کتنی ہی کوشش کرو اور کتنی ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

تدبیریں کرو کہ اس کو یاداشت کے طور پر لکھ کر بھی رکھو نوٹ بھی کرو کہ یاد رہے لیکن بے محل ہونے کی وجہ سے وہ تم سے الگ اور دور بھاگے گا۔ یہ تو معلمین کے لئے تھا اور متعلمین کے لئے فرماتے ہیں کہ تم بھی ذرا اتراتا مت کہ ہم اس طرح بیان کر رہے ہیں اور یوں جانتے ہیں کہ گر تم بھی نا اہل ہو گے تو وہ تم سے بھی علیحدہ ہو جائے گا اور اگر تم اہل ہو تو اس کے لئے فرماتے ہیں کہ

اوز تو رو در کشد اے پر ستیز	بندہا را بگسلد بہر گریز
اے جھگڑالو! وہ (باتیں) تجھ سے منہ پھیر لیں گی	بھاگنے کے لئے پھندے توڑیں گی
ورنہ خوانی و ببیند سوز تو	علم باشد مرغ دست آموز تو
اگر تو (علم ظاہری) نہ پڑھے اور وہ (خدا) تیرے شوق کو دیکھتا ہے	علم، تیرے ہاتھ کا پلا ہوا پرند ہو گا

ورنہ خوانی الخ۔ یعنی اور اگر تم علم کو بطریق متعارف حاصل بھی نہ کرو لیکن خداوند کریم تمہارے سوز قلبی کو دیکھیں (اور یہ جان لیں کہ تم حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو) تو پھر علم (ظاہری) تو تمہارا مرغ دست آموز ہو جائے کہ جس طرح جس جانور کو ہاتھ پر بٹھلا کر پالتے ہیں پس اگر وہ کہیں چلا بھی جاتا ہے لیکن جب اس کو ذرا آواز دی فوراً ہاتھ پر آ بیٹھتا ہے اس طرح علم ہو جائے گا کہ جب ذرا توجہ کرو گے فوراً علم حاصل ہو جائے گا جیسا کہ اولیاء اللہ کو ہوتا ہے کہ علوم وہبی ہوتے ہیں اور علوم اور معانی کا الہام ہوتا ہے اور وہ الہام بعض مرتبہ تو بغیر الفاظ کے ہوتا ہے اور کبھی مع الفاظ کے ہوتا ہے پس اگر مع الفاظ ہو تب اور اگر بغیر الفاظ ہو تب دونوں صورتوں میں مقصود حاصل ہے کہ علوم و معانی ان کو ملہم ہوتے ہیں اور بے حصول ظاہری بھی حاصل ہو جاتے ہیں آگے پھر اس مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ اگر نا اہل ہے تو علم اس کے پاس نہیں ٹھہرتا فرماتے ہیں کہ

او نپاید پیش ہر نا اوستا	ہمچو باز شہ بخانہ روستا
وہ بے استاد کے پاس نہیں ٹھہرتا ہے	جیسے کہ شاہی باز دیہاتی کے گھر میں

او نپاید الخ۔ یعنی وہ علم کسی نا اہل کے پاس نہیں ٹھہرتا جیسا کہ بادشاہ کا باز کسی دیہاتی کے یہاں نہیں ٹھہرتا اس لئے کہ جس باز نے کہ دست شاہ میں پرورش پائی ہو وہ بھلا کسی دیہاتی کے یہاں کیوں رہے گا آگے فرماتے ہیں کہ اگر کبھی نا اہلوں کے پاس آ جاتا ہے تو اس کی اچھی طرح گت بنتی ہے جیسا کہ بادشاہ ایک دیہاتن کے یہاں چلا گیا تھا اس کی گت بنی اس لئے کہ اس باز کے لئے وہ دیہاتن نا اہل تھی اور اس کے لئے وہاں جانا بے محل تھا۔

یافتن بادشاہ باز گم کردہ را بخانہ پیرزن

بادشاہ کا گم شدہ باز کو بوڑھی عورت کے گھر میں پالینا

علم آں باز یست کو از شہ گریخت	گندہ پیر از جہل پیشش کاہ ریخت
علم، وہ باز ہے جو بادشاہ سے بھاگا	بوڑھی نے نادانی سے اس کے سامنے گھاس ڈالا

www.besturdubooks.wordpress.com

علم آن بازست الخ۔ یعنی علم شاہ کی طرح ہے کہ جب وہ باز بھاگ کر ایک بڑھیا کے گھر میں چلا گیا تھا جب کہ وہ آٹا چھان رہی تھی اس طرح اگر علم نااہلوں کے پاس چلا جاتا ہے تو اسکی بھی خوب گت بنتی ہے جیسی اس باز کی حجامت ہوئی۔

علم بازے داں کہ او از شہ گریخت	سوئے آں کمپیر کو می آرد بیخت
علم کو وہ باز سمجھ جو بادشاہ سے بھاگا	اس بوڑھی کے پاس جو آٹا چھانتی تھی
تاکہ تتماجے پزد اولاد را	دید آں باز خوش خوش زاد را
تاکہ بچوں کے لئے حریرہ پکائے	اس نے اس خوبصورت اچھی نسل کے باز کو دیکھا

تا کہ تتماجے الخ۔ یعنی (وہ بڑھیا آٹا اس لئے چھان رہی تھی) تا کہ اولاد کے لئے حریرہ وغیرہ پکائے تو اس نے اس عمدہ اور خوش نسل باز کو دیکھا (تتماج وتر کی قسمے از آش)

پایکش بست و پرش کوتاہ کرد	ناخنش ببرید و قوتش کاہ کرد
اس کے نازک پیر باندھ اور اس کے پر کاٹے	اس کے ناخن چھانٹے اور اس کو گھاس کا چارہ دیا

پایکش بست الخ۔ یعنی اسکا چھوٹا سا پاؤں باندھ دیا اور اس کے پر کاٹ ڈالے اور اس کے ناخن تراشے اور کھانے کے لئے نرم نرم گھاس لائی (اچھی قدر کی) اور کہنے لگی کہ

گفت نااہلاں نکردندت بساز	فر فزود از حد ناخن شد دراز
بولی نااہلوں نے تجھے درست نہ کیا	پر حد سے بڑھ گئے اور ناخن لمبے ہو گئے

گفت نااہلان الخ۔ یعنی کہنے لگی کہ نااہلوں نے تجھے درست نہ کیا تیرے پر حد سے بڑھ گئے اور ناخن لمبے ہو گئے اور کہنے لگی کہ

دست ہر نااہل بیمارت کند	سوئے مادر آ کہ تیمارت کند
ہر نااہل کا ہاتھ تجھے بیمار کر دے گا	ماں کے پاس آ تاکہ تیری خبر گیری کرے

دست ہر نااہل الخ۔ یعنی ہر نااہل کا ہاتھ اور اس کے پاس رہنا تجھ کو بیمار کر دے گا۔ بیٹا اماں کے پاس آ ؤ کہ تمہاری اچھی طرح خبر لیں گی (اچھی طرح خبر لے ڈالی) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

مہر جاہل را چنیں داں اے رفیق	کژ رود جاہل ہمیشہ در طریق
اے دوست! جاہل کی محبت کو ایسا ہی سمجھ	جاہل راستہ میں ہمیشہ ٹیڑھا چلتا ہے

مہر جاہل راالخ۔ یعنی جاہل کی دوستی کو اسطرح سمجھ اور جان اس لئے کہ جاہل سیدھے راستہ میں بھی ہمیشہ کج ہی چلتا ہے (تو تجھ کو کجی ہی سکھلا دے گا) اور اگر جاہل کسی کے ساتھ ہمدردی کا اظہار بھی کرتا ہے (تو وہ بھی کچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

قابل اعتبار نہیں) اس لئے کہ آخر کار وہ اپنی جہالت کی وجہ سے زخم لگاتا ہے (یعنی نقصان پہنچاتا ہے جیسا کہ اس باز کے ساتھ نااہل بڑھیا نے کیا)

جاہل ار با تو نماید ہمدلی ۔	عاقبت زخمت زند از جاہلی
جاہل اگر تجھ سے ہمدردی ظاہر کرے	نادانی سے آخر کار تجھے زخمی کر دے گا
روز شہ در جستجو بیگاہ شد	سوئے آں کمپیر وآں خرگاہ شد
بادشاہ کا دن تلاش میں بیکار گیا	(بالآخر) اس بڑھیا اور اس کے خیمہ کی طرف روانہ ہوا

روز شہ درالخ۔ یعنی بیچارے بادشاہ کا سارا دن اس کی تلاش میں برباد ہوا (آخر کار ڈھونڈتے ڈھونڈتے) اس بڑھیا کے جھونپڑے کی طرف بھی آنکلا۔

دید ناگہ باز را در دود گرد .	شہ برو بگریست زار و نوحہ کرد
اچانک باز کو دھویں اور غبار	میں دیکھا بادشاہ اس پر رو پڑا اور نوحہ کرنے لگا

دیدناگہ باز راالخ۔ یعنی (جب بادشاہ تلاش کرتے کرتے اس بڑھیا کے گھر پر پہنچا تو) دیکھا کہ باز دھوئیں اور گرد میں اٹا ہوا بیٹھا ہے اس کو دیکھ کر بادشاہ بہت ہی رویا اور آہ وزاری کرنے لگا مطلب یہ کہ بہت ہی رنجیدہ ہوا اور کہنے لگا کہ

گفت ہر چند ایں جزائے کارتست	کہ نباشی در وفائے ما درست
بولا ۔ درحقیقت تیرے کام کی یہی سزا ہے	کیونکہ تو ہماری وفاداری پر قائم نہ رہا

گفت ہر چندالخ۔ یعنی بادشاہ کہنے لگا کہ اگرچہ تیرے اس کام کا تو یہی بدلا تھا کہ تو ہماری وفا میں درست نہ رہا یعنی اگرچہ تیری اس حرکت کا کہ تو نے ہم سے بے وفائی کی یہی بدلا تھا جو کہ تجھے ملا مگر ہم پھر بھی تجھ پر لطف و کرم کرتے ہیں اور تیری اس حالت پر افسوس کرتے ہیں اور ہر چند کے مدخول پر اس سے پہلے کا شعر دال ہے کہ ع شہ برو بگریست زار و نوحہ کرد + کہ تیری اس حرکت پر ہرگز لطف وکرم نہ چاہیے تھا مگر ہم کو پھر بھی تجھ پر افسوس ہوتا ہے اور مقصود مولانا کا یہاں بزبان بادشاہ کے اس بات کا بتلانا ہے کہ ہمارے حرکات اور ہمارے معاصی تو اس قابل نہ تھے کہ وہ بارگاہ الٰہی میں قبول و منظور ہوں مگر خداوند کریم پھر بھی لطف و کرم فرماتے ہیں اسی مضمون کو آگے خوب صاف کر کے خود فرماتے ہیں کہ

چوں کنی از خلد در دوزخ فرار	غافل از لا یستوی اصحاب نار
تو جنت سے دوزخ میں ٹھکانہ کیوں کرتا ہے؟	اے لا یستوی اصحاب النار سے غافل

چون کنی الخ۔ یعنی جنت سے اور آرام وراحت سے دوزخ میں کس طرح جائے گا کرتے ہو اس حال میں کہ تم لایستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ الخ سے غافل ہوتے ہو۔ چوں استفہامیہ ہے اور غافل حال ہے چون سے پس

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ تم خلد طاعت سے نکل کر جہنم معاصی میں کس طرح جاتے ہو اور تم آیت لایستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ (اصحاب نار اور اصحاب جنت برابر نہیں ہوتے) سے غافل اور طاعت کو خلد اور معاصی کو جہنم اس لئے کہا کہ طاعت میں جو حلاوت اور جو لطف اور آرام اور راحت قلبی ہوتی ہے معاصی میں وہ سب زائل ہو جاتی ہے اور ان کی جگہ کدورت اور پریشانی اور کلفت اور بدمزگی نصیب ہوتی ہے اور جو عذاب کہ آخرت میں ہوگا وہ تو علیحدہ ہے اور طاعت میں تو وہ مزا ہے کہ بعض صاحب حال تو یہ کہتے ہیں کہ خیر جنت کی نعمتوں کا اور اسکا مزا جو بھی ہوگا اس کی تو خبر نہیں مگر خدا کی قسم نماز میں وہ لذت حاصل ہوتی ہے کہ جنت میں کیا ہوگی تو ان حضرات اصحاب حال کے قول کی تاویل کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ چونکہ ابھی اس مزے کو چکھا نہیں اس لئے ایسا کہتے ہیں لیکن پھر بھی غور کرنے کی بات ہے کہ آخر کوئی تو لذت ہوگی کہ جو اس لذت کو وہ اس درجہ کہتے ہیں کہ جنت سے بھی زیادہ ہے اور مسلمان جب کہ اس کو اپنا ایمان اور عظمت وجلال خداوندی اور عقوبت مستحضر ہو تو ہرگز گناہ کر ہی نہیں سکتا۔ یہ جو کچھ ہوتا ہے ان امور کے مستحضر نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اعتقاد تو ہر شخص کا ہوتا ہے مگر مستحضر نہیں ہوتا اسی کو حدیث میں بھی فرماتے ہیں کہ لایزنی الزانی وھو مومن یعنی مومن کبھی زنا نہیں کرتا مطلب یہ کہ جب اس کو یہ سب امور مستحضر ہوں گے تب وہ مومن کامل ہوگا تو وہ گناہ بھی نہیں کر سکتا۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ ان طاعات سے جو معاصی کی طرف توجہ ہے تو وہ صرف اسی لئے ہے کہ اس وقت اس سے غافل ہے۔ ورنہ کبھی معاصی سرزد ہو نہیں سکتے آگے پھر اس باز کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ

ایں سزائے آنکہ از شاہ خبیر	خیرہ بگریزد بخانہ گندہ پیر
یہی اس کی سزا ہے جو جانکار بادشاہ سے	شوخی سے بھاگ کر بوڑھی عورت کے گھر جائے

این سزائے آنکہ الخ۔ یعنی یہ اسکی سزا ہے کہ جو شاہ باخبر سے اعراض کر کے اس گندے بڑھیا کے گھر میں بھاگے مقصود مولانا کا یہ ہے کہ جو حق تعالیٰ کی طرف سے توجہ ہٹا کر دوسری جانب متوجہ ہو اس کی یہی سزا ہوتی ہے اور یہی گت بنتی ہے جو اس باز کی بنی۔ آگے مولانا گندہ پیر سے مراد متعین فرماتے ہیں کہ

گندہ پیر جاہل ایں دنیا دنی ست	ہر کہ مائل بد بدو خوار وغبی ست
جاہل بوڑھی یہ کمینی دنیا ہے	جو اس کی طرف جھکا ذلیل اور بیوقوف ہے

گندہ پیر جاہل الخ۔ یعنی وہ گندہ پیر اور جاہل یہ دنیا کمینی ہے جو شخص اس میں لگ گیا اور اس طرف متوجہ ہوا وہ ذلیل اور غبی ہے یعنی کج فہم ہے اور جب اس کی طرف متوجہ ہوگا تو پھر ذلیل وخوار ہونا تو ظاہر ہے جیسے کہ یہ باز ذلیل وخوار ہوا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہست دنیا جاہل و جاہل پرست	عاقل آں باشد کزیں جاہل پرست
دنیا جاہل اور جاہل پرست ہے	عقلمند وہ ہے جو اس جاہل سے نجات پالے

ہست دنیا جاہل الخ۔ یعنی دنیا جاہل ہے اور جاہل پرست اور جاہل کی قدردان ہے اور عاقل تو وہ ہے کہ

اس جاہل سے علیحدہ ہو گیا اور دنیا کے جاہل ہونے سے مراد اہل دنیا کا جاہل ہونا ہے کہ اہل دنیا جاہل اور نادان اور نااہل ہیں پس عاقل تو وہی ہے جو ان سے علیحدہ ہو جائے آگے فرماتے ہیں کہ

آں رسد با او کہ با آں شاہ باز	ہر کہ با جاہل بود ہمراز باز
اس کو وہ ملے گا جو اس شہباز کو	جو جاہل کا ہمراز ہو گا بالآخر

ہر کہ با جاہل الخ۔ یعنی جو شخص کہ جاہل کے ساتھ ہمراز ہوا تو آخر کار اس کو وہی پہنچے گا اور اس کی وہی گت ہو گی جو کہ اس شہباز کی اس جاہل بڑھیا کے ہاتھوں پڑ کر بنی تھی مطلب یہ کہ جو شخص اہل دنیا کی طرف متوجہ ہو گا اور نااہلوں سے ربط و ضبط رکھے گا اس کی تو یہی گت بنے گی اور وہ تو ذلیل و خوار ہی ہو گا آگے مولانا پھر اس باز کی حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ

بے زباں می گفت من کردم گناہ	باز می مالید پر بردست شاہ
بغیر زبان کے کہتا تھا کہ میں نے خطا کی	باز بادشاہ کے ہاتھ پر بازو مَلتا تھا

بازمی مالید الخ۔ یعنی باز بادشاہ کے ہاتھ پر بازو مل رہا تھا اور بے زبانی سے (یعنی بزبان حال) کہہ رہا تھا کہ میں نے گناہ کیا۔ مقصود مولانا یہ ہے کہ جس طرح اس باز پر اس کی اس چاپلوسی سے اور منت سے بادشاہ کو اس پر رحم آیا اور اس پر نظر لطف و کرم کی اس طرح جب کوئی بعد گناہ کے تائب ہو کر آتا ہے اور اپنی خطاؤں کا اعتراف کرتا ہے اس پر بھی رحمت خداوندی نازل ہوتی ہے اور لطف و کرم متوجہ ہوتا ہے آگے بھی مولانا تائب کی حالت کو بزبان باز بیان فرماتے ہیں کہ

گر تو نپذیری بجز نیک اے کریم	پس کجا زارد کجا نالد لئیم
اے کریم! اگر تو نیک کے علاوہ کسی کی (دعا) قبول نہیں کرتا ہے	کمینہ کہاں زاری کرے کہاں روئے؟

پس کجا نالد الخ۔ یعنی (وہ باز کہہ رہا تھا) کہ پھر یہ نالائق اور پاجی کہاں جا کر روئے اور کہاں نالہ و زاری کرے اگر آپ سوائے نیکوں کے اور کسی کو قبول ہی نہ کریں۔ مقصود یہ ہے کہ اس تائب پر اب حالت غالب ہے اور کہتا ہے کہ بیشک مجھ سے خطا ہو گئی اور گناہ سرزد ہو گیا اس کا اعتراف کرتا ہوں مگر سوائے آپ کی بارگاہ کے اس نالائق کا اور کوئی ٹھکانا بھی تو نہیں ہے کہاں جائے اور کس کے پاس جا کر نالہ و زاری کرے اگر آپ سوائے اچھوں کے اور کسی کو قبول ہی نہ کریں چونکہ تائب پر حالت طاری ہے لہٰذا اس کو مولانا آگے پھر بزبان باز فرماتے ہیں کہ

جز بدرگاہ تو اے آمرزگار	سر کجا بنہد ظلوم شرمسار
تیری درگاہ کے سوا اے بخشنے والے!	ظالم شرمندہ سر کہاں جھکائے؟
زانکہ شہ ہر زشت را نیکو کند	لطف شاہ جاں را جنایت جو کند
کیونکہ شاہ ہر برائی کو بھلائی کر دیتا ہے	شاہ کی مہربانی جان کو گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے

لطف شہ جاں الخ۔ یعنی بادشاہ کے لطف و کرم جان کو اس امر پر جری کر دیتا ہے کہ وہ جنایت اور گناہ کرنے

www.besturdubooks.wordpress.com

لگتی ہے اس لئے کہ جانتی ہے کہ بادشاہ تو ہر برے کو اچھا کر ہی دیتے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ ع کرمہاے تو ما را کرد گستاخ' چونکہ آپ کی وہ شان ہے کہ سیئات کو بھی مبدل بہ حسنات فرما دیتے ہیں اور حسنات کی وجہ سے سیئات کی طرف توجہ نہیں ہوتی جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ ان الحسنات یذھبن السیئات۔ پس اس لئے مجھے جرأت ہوتی ہے کہ اگر سیئات صادر ہو بھی جائیں گے تو کیا ہے وہ بارگاہ تو ایسی ہے کہ ان سیئات کو بھی حسنات کر دیتی ہے پس اسی لئے معاصی اور خطائیں سرزد ہوتی ہیں اور یہی لطف وکرم سبب ہے اس جرأت کا اب چونکہ مولانا صاحب مقام ہیں اور یہ حالت بیان فرمائی ہے صاحب حال کی اس لئے اب اس کی غلطی پر متنبہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک صاحب مقام صاحب حال کی غلطی پر متنبہ کرتا ہے پس فرماتے ہیں کہ

رو مکن زشتی کہ نیکیہاے ما	زشت آید پیش آں زیباے ما
گناہ کا رخ نہ کر' کیونکہ ہماری نیکیاں (بھی)	اس ہمارے محبوب کے سامنے بری (نظر) آتی ہیں

رو مکن الخ۔ یعنی جاؤ اور برائی مت کرو اس لئے کہ ہماری نیکیاں ہی اس زیبا کے سامنے برائیاں ہیں مقصود یہ کہ اس خیال کو چھوڑ دو کہ اس کا لطف وکرم ہماری سیئات کو حسنات کے ساتھ مبدل کر دے گا اور اس خیال سے ارتکاب معاصی کا مت کرو اس لئے کہ جن کو تم حسنات سمجھ رہے ہو وہ خود حسنات ہی نہیں ہیں بلکہ اس حسین کے سامنے تو یہ بھی سیئات ہی ہیں پس اب کل سیئات ہی سیئات ہو گئیں اور حسنات بالکل باقی نہ رہیں تو اب یہ خیال کہ وہ ایسا کریم ہے کہ سیئات کو حسنات کے ساتھ مبدل کر دے گا اور سیئات کو حسنات کے تابع کر دیگا صحیح ہے مگر پہلے حسنات بھی تو ہوں جن کو تم حسنات سمجھ رہے ہو وہ سیئات ہی ہیں اور سچ یہی ہے اس لئے کہ دیکھ لیا جائے کہ مثلاً نماز کہ جس کو دن بھر میں پانچ مرتبہ ادا کرتے ہیں کس طرح ہوتی ہے اور اس کے جو شرائط ہیں ان میں سے کس قدر ادا کرتے ہیں اور کتنے ترک کرتے ہیں ہماری نماز اور عبادتوں کی بالکل ایسی مثال ہے کہ جس طرح ایک گنوار ایک بہت ہی لطیف المزاج اور نازک کو پنکھا کر رہا ہو تو اول تو اس نازک کو اسکا طرز ہی تکلیف دہ ہوگا لیکن اس پر طرہ یہ کہ یہ گنوار اس پنکھے سے اس کی کبھی ٹوپی پھینک دیتا ہے اور کبھی ان کے منہ پر پنکھا مارتا ہے اور کبھی اور طریقہ سے تکلیف پہنچاتا ہے اور وہ تحمل کئے ہوئے بیٹھا ہے تو یہ شخص دو گھنٹہ تک پنکھا جھلنے کے بعد یہ سمجھے کہ میں نے دو گھنٹہ تک خدمت کی اور آرام پہنچایا مگر دیکھو کہ اسکا یہ خیال کہاں تک صحیح ہے اور آیا اس نے یہ راحت پہنچائی یا اور کلفت دی پس اس طرح ہماری عبادت ہے کہ ہم عبادت کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے اتنی دیر تک عبادت کی اور خداوند کریم کو راضی اور خوش کیا مگر در حقیقت ہماری یہ عبادت کر کے خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے اتنی دیر تک عبادت کی اور خداوند کریم کو راضی اور خوش کیا مگر در حقیقت ہماری یہ عبادت میں قابل ہی نہیں کہ اس کو عبادت کہا جا سکے جیسا کہ اس کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس نے پنکھا جھلا اور چونکہ خداوند کریم تو تاثر سے پاک ہیں اس لئے ان کو کوئی اثر نہیں ہوتا ورنہ اگر کوئی ایسا ہوتا کہ جو متاثر ہوتا تو ہماری اس عبادت کا خوش کن ہونا تو در کنار اور

www.besturdubooks.wordpress.com

تکلیف دہ ہوتی۔ بس ایسی عبادت پر ناز کرنا اور اترانا بالکل بے محل ہے اور اس کو عبادت کہنا اور حسنات میں داخل کرنا ہی غلط ہے پس یہ کہنا کہ سیئات حسنات کے تابع ہو جائیں گے غلط ہوا اس لئے کہ یہاں حسنات ہی نہیں ہیں جن کے تابع سیئات ہوں گے آگے بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ

خدمت خود را سزا پنداشتی	تو لوائے جرم ازاں افراشتی
تو نے اپنی عبادت کو اچھا سمجھا	اس لئے تو نے خطاکاری کا جھنڈا بلند کر دیا

خدمت خود را الخ۔ یعنی چونکہ تو نے اپنی خدمت کو سزاوار اور لائق پذیرائی سمجھا اس لئے تو نے جرم کا جھنڈا بلند کیا ہے اور یہ سمجھ کر اترانے لگا کہ ہمارے پاس طاعات بھی تو ہیں ان میں یہ سیئات بھی مل جائیں گے حالانکہ یہ خدمت اور طاعات ہی اس قابل نہیں کہ قبول کی جائیں اگر خداوند کریم قبول فرمالیں تو صرف ان کا فضل اور کرم ہے ورنہ ہماری طاعات بھی سیئات ہیں اور سیئات تو سیئات ہیں ہی۔ آگے پھر یہی مضمون ہے۔

چوں ترا ذکر و دعا دستور شد	زاں دعا کردن دلت مغرور شد
چونکہ تجھے ذکر اور دعا کی عادت ہو گئی ہے	اس دعا سے تیرا دل مغرور ہو گیا ہے

چون ترا ذکر و دعا الخ۔ یعنی چونکہ تیرا دستور ذکر کرنا اور دعا کرنا ہو گیا اس لئے تیرا دل مغرور ہو گیا مقصود یہ کہ جب تو نے یہ سمجھا کہ اگر معاصی بھی سرزد ہوں گے تو کچھ خوف نہیں ہے اس لئے کہ جب توبہ کر لیں گے تو فوراً سب معاف ہو جائیں گے اور انکا کوئی اثر باقی نہ رہے گا بلکہ ایسے ہو جائیں گے جس طرح نومولود ہوتا ہے کہ بالکل معصوم ہوتا ہے اور التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ کے مصداق بن جائیں گے پس تو نے بے باکانہ گناہ شروع کر دیئے کہ توبہ کر لیں گے اور معاف کرالیں گے حالانکہ اس پر مغرور ہونا سراسر تیری غلطی ہے کیونکہ توبہ قبول کرنا تو محض ان کے فضل و کرم سے ہے ورنہ ہماری توبہ بھی اس قابل نہیں کہ قبول کی جائے آگے اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ

ہم سخن دیدی تو خودرا با خدا	اے بسا کوزیں گماں افتد جدا
تو نے اپنے آپ کو خدا سے ہمکلام سمجھا	بہت سے لوگ اسی گمان کی وجہ سے دور جا پڑے ہیں

ہم سخن دیدی الخ۔ یعنی تو نے اپنے کو خدا کے ساتھ ہمکلام دیکھا (اس لئے مغرور ہو گیا) حالانکہ بہت سے لوگ اسی گمان کی وجہ سے دور جا پڑے ہیں اور بعید عن الطریق ہو گئے ہیں مطلب یہ کہ تم نے جو استغفار اور توبہ شروع کی تو اس سے مغرور ہو گئے کہ اب تو ہم خدا کے ساتھ ہمکلام ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے باتیں کر رہے ہیں تو اس گمان میں مت پڑنا اس لئے کہ بہت سے لوگ اس طرح گمراہ ہو چکے ہیں اور اس گمان میں پڑ کر حق تعالیٰ سے بعید ہو گئے ہیں پس اگر تم نے اپنے کو ہم کلام بھی پایا تو یہ ان کا فضل ہے مگر تم کو تو اپنے اوپر اور اپنے اعمال پر نظر رکھنی چاہیے کہ وہ کیسے ہیں اور کس قابل ہیں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ با تو شہ نشیند بر زمیں	خویشتن بشناس و نیکو ترنشیں
اگرچہ بادشاہ تیرے ساتھ زمین پر بیٹھ جائے	اپنے آپ کو پہچان اور سلیقے سے بیٹھ

گرچہ باتوشہ الخ۔ یعنی اگرچہ بادشاہ تمہارے ساتھ زمین پر بیٹھ جائے لیکن تم اپنے کو پہچانو اور اچھی طرح بیٹھو ۔مطلب یہ کہ اگر حق تعالیٰ تمہاری عبادتوں اور دعاؤں کو مقبول فرمالیں اور ان کو عبادت سمجھیں تو اس سے مغرور نہ ہو جاؤ کہ اب تو ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں میں سے اور مقربین اور ہم کلاموں میں سے ہو گئے ہیں بلکہ تم تو اپنا مرتبہ اور اپنی قدر پہچانو اور حق تعالیٰ کے سامنے مؤدب رہو کہ تمہارے اعمال تو اس قابل ہیں ہی نہیں کہ ان کو قبول کیا جائے اور کسی درجہ میں بھی ان کو حسنات کہا جائے ان کا اس کو قبول فرمالینا یہ محض فضل ہے ہم کیا اور ہمارے اعمال کیا۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی　　　منت شناس ازو کہ بخدمتے بداشتت

اب یہاں تک تو مولانا نصائح فرما کر انتقال فرماتے ہیں قصہ باز کی طرف فرماتے ہیں کہ

باز گفت اے شہ پشیماں می شوم	توبہ کردم نو مسلماں می شوم
باز نے کہا ' اے شاہ! میں شرمندہ ہوں	میں نے توبہ کی از سر نو مسلمان ہوتا ہوں

باز گفت اے شہ الخ۔ یعنی باز کہتا تھا کہ اے بادشاہ میں (اپنی حرکت سے) بہت ہی پشیمان ہوتا ہوں اور اب توبہ کرکے نومسلم ہوتا ہوں مقصود یہ کہ تائب بھی جب نادم ہوتا ہے اور پشیمان ہوکر اپنے گناہوں کا اعتراف کر کے معافی چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف فرمادیتے ہیں اور بالکل ایسا ہو جاتا ہے کہ جیسے نومسلم بالکل بے گناہ ہوتا ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے التائب من الذنب کمن لاذنب لہ اور چونکہ تائب پر ایک حالت طاری ہوتی ہے اس لئے بزبان باز اس کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ

آنکہ تو مستش کنی و شیر گیر	گر ز مستی کژ رود عذرش پذیر
جس کو تو مست اور نیم مست کرے	اگر مستی کی وجہ سے ٹیڑھا چلے تو اس کا عذر قبول فرما

آنکہ تو مستش الخ۔ یعنی جس کو آپ مست کردیں اگر وہ مستی کی وجہ سے کج چلے تو اسکا عذر مانو اور معذور سمجھنے سے مراد یہ ہے کہ اس کیساتھ معاملہ معذور کا فرمایئے کہ اسکی اس لغزش کو معاف فرمادیجئے۔ شیر گرمحاورہ ہے نیم مست کو کہتے ہیں اب آگے اس توبہ کے بعد خداوند کریم سے مدد کے طالب ہوتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں کہ اگرچہ ہم گناہ کرتے کرتے اس درجہ اور اس حد کو پہنچ گئے ہیں مگر جب آپ ساتھ ہوں گے تو پھر کوئی خوف نہیں ہے اسی کو فرماتے ہیں بزبان باز کہ

گرچہ ناخن رفت چوں باشی مرا	برکنم من پرچم خورشید را
اگرچہ ناخن جاتے رہے (لیکن) جب تو میرا ہوگا	میں سورج کا جھنڈا اکھاڑ دوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر چہ ناخن رفت الخ۔ یعنی اگر چہ میرے ناخن نہیں رہے مگر جب آپ میرے ہیں (یعنی بادشاہ) تو میں خورشید کے پرچم اکھاڑ لاؤنگا مطلب یہ کہ اگر چہ معاصی کرنے سے میری وہ حالت نہیں رہی لیکن اگر آپ (یعنی اللہ تعالیٰ) میرے ہیں تو مجھے کچھ بھی غم نہیں اور میں بلندسے بلند مرتبہ تک پہنچ سکتا ہوں اور عالی سے عالی مقام تک میری رسائی ہو سکتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ور چہ پرم رفت چوں بنوازیم	چرخ بازی کم کند در بازیم
گرچہ میرے پر جاتے رہے (لیکن) جب تو مجھے نواز دے	آسمان مجھ سے گردش میں بازی نہیں لے سکتا

ور چہ پرم الخ۔ اگر چہ میرے پر جاتے رہے مگر جب آپ مجھے نوازیں گے تو میری اڑان کے سامنے آسمان بھی بازی نہیں کر سکتا۔ یعنی اگر چہ میری حالت ہوا و ہوس میں پھنس کر اور نا اہلوں میں رہنے کی وجہ سے بہت ہی ردی ہو گئی ہے مگر جبکہ آپ میرے ہیں تو مجھے غم نہیں اس لئے کہ پھر تو میں اس قدر بلند پہنچ سکتا ہوں کہ آسمان بھی میری رسائی کے سامنے کم اور نیچا ہے اور میں بلند مراتب کو حاصل کر سکتا ہوں آگے فرماتے ہیں کہ

گر کمر بخشیم کہ را برکنم	گر دہی کلکم علمہا بشکنم
اگر تو میرے پٹکا باندھ دے پہاڑ کو اکھاڑ دوں	اگر تو مجھے (قلم کا) پھاوڑا دے میں جھنڈے گرا دوں

گر کمر بخشیم الخ۔ یعنی اگر آپ مجھے پٹکا عنایت فرمادیں تو میں کوہ کو اکھاڑ ڈالوں اور اگر ایک کلک عنایت ہو تو بڑے بڑے علموں کو توڑ ڈالوں۔ مطلب یہ کہ اگر اللہ کی طرف سے تھوڑی سی بھی مدد ہو تو نفس و شیطان کیا کر سکتے ہیں ان کے قلعوں کو اور ان کے علموں کو بالکل آسانی سے توڑ اور اکھاڑ سکتا ہوں آگے فرماتے ہیں کہ

آخر از پشہ نہ کم باشد تنم	ملک نمرودی بپر برہم زنم
آخر میرا جسم مچھر سے کم نہ ہو گا	نمرودی سلطنت کو پر سے زیر و زبر کر دوں

آخر از پشہ الخ۔ یعنی آخر مچھر سے تو میرا بدن کم نہیں ہے اور میں ملک نمرودی کو ایک پر سے درہم برہم کر دونگا مطلب یہ کہ آخر مچھر نے کہ جو اس قدر ضعیف ہے نمرود جیسے شوکت و جلال کے بادشاہ کے ملک کو تیری مدد سے تباہ کر دیا تو میرا جثہ تو اس سے کچھ بڑا ہی ہے تو اگر مجھے آپ کی مدد ہو گی تو نفس و شیطان کے ملک کو تو درہم برہم کر دونگا اور یہ مچھر ہرگز غالب نہیں آسکتے آگے اس مضمون سے منتقل ہو کر فرماتے ہیں کہ

در ضعیفی تو مرا بابیل گیر	ہر یکے خصم مرا چوں پیل گیر
کمزوری میں مجھے ابابیل سمجھ	میرے ہر مقابل کو ہاتھی جیسا سمجھ

در ضعیفے الخ۔ یعنی تم مجھے ضعف میں ابابیل کی طرح سمجھ لو اور میرے ہر دشمن کو ہاتھی کی طرح زبردست سمجھ لو لیکن

قدر فندق افگنم بندق خریق	بندقم در فعل صد چوں منجنیق
خندق کی بقدر پھاڑنے والا غلہ پھینکوں گا	میرا غلہ کام میں سو گو پھنو کی طرح ہوگا

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر خندق الخ۔ یعنی میں ایک خندق کی برابر ایک غلہ جو چیرنے پھاڑنے والا ہوگا پھینکوں گا مگر وہ غلہ طاقت اور قوت میں سو منجنیق کے برابر ہوگا پس جس طرح کہ ابابیل کا ایک چھوٹا سا کنکر جس کے سر پر پڑتا تھا اس کو چیر پھاڑ کر نکل جاتا تھا اور یہ اسی لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ہمراہ تھی پس جب میرے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی تو میں بھی قوت میں اس طرح ہو جاؤنگا اور میں ایک بہت ہی تھوڑے سے کام سے نفس و شیطان کو زیر کر لونگا اس لئے کہ میرے اس ذرا سے کام میں تیری مدد کی وجہ سے بہت زیادہ قوت پیدا ہو جاویگی اور

گرچہ سنگم ہست مقدار نخود	لیک در ہیجانہ سر ماند نہ خود
اگرچہ جب میرا پتھر چنے کی بقدر ہے	لیکن جنگ میں نہ سر بچے گا نہ خود

گرچہ سنگم است الخ۔ یعنی اگرچہ میرا پتھر ایک چنے کے برابر ہے مگر لڑائی کے وقت نہ خود سر کو چھوڑے گا نہ خود بلکہ سب کو چیر پھاڑ ڈالے گا۔ مطلب یہ کہ اگرچہ میری قوت اور طاعت کچھ بھی نہیں مگر جب آپ کی مدد ساتھ ہوگی تو پھر تو میں نفس و شیطان کی لڑائی میں خوب اچھی طرح مغلوب کر سکتا ہوں آگے اسی مضمون کو ایک اور مثال سے ثابت اور مؤکد کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ

رفت موسیٰ در وغا با یک عصاش	زد براں فرعون و بر شمشیر ہاش
موسیٰ جنگ میں ایک لاٹھی لے کر گئے	اس کو فرعون اور اس کی تلواروں پر چلایا

موسےٰ آمد الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام بھی تو لڑائی اور مقابلہ کے وقت صرف ایک عصا ہی لے کر تشریف لائے تھے مگر (چونکہ آپ کی مدد ان کے ساتھ تھی اس لئے) اسی عصا سے فرعون کو اور اس کی تلواروں وغیرہ سب کو مارا اور سب پر غالب ہوئے تو یہ برکت ساری آپ کی مدد کی ہے پس اگر میرے ساتھ بھی امداد ہوگی تو میں بھی نفس و شیطان سے مقابلہ میں غالب ہونگا آگے ایک اور نظیر پیش کرتے ہیں کہ

ہر رسولے یک تنہ کاں در زدست	بر ہمہ آفاق تنہا بر زدست
ہر پیغمبر تنہا جو اس جنگ میں داخل ہوا ہے	تمام جہان پر تنہا غالب آیا ہے

ہر رسولے الخ۔ یعنی ہر رسول اکیلے ہی آئے لیکن تمام عالم پر غالب ہوئے اس لئے کہ آپکی مدد ان کے ساتھ تھی آگے فرماتے ہیں کہ

نوحؑ چوں شمشیر درخواہید ازو	موج طوفاں کرد حق شمشیر او
نوحؑ نے جب اس (اللہ) سے تلوار چاہی	اللہ (تعالیٰ) نے طوفان کی موج کو ان کی تلوار بنا دیا

نوح چوں شمشیر الخ۔ یعنی نوح علیہ السلام نے جب حق تعالیٰ سے شمشیر چاہی (کہ جس کے ذریعہ سے کفار پر غالب ہوں) تو اللہ تعالیٰ نے ان کی شمشیر طوفان کو بنا دیا۔ یعنی اس طرح ان کی مدد فرمائی اسی طرح میری بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

مدد ہو تو میں بھی ان کفار سے یعنی نفس وشیطان سے لڑ کر غلبہ پاؤں اب آگے اس تائب کے قول سے انتقال فرما کر اللہ تعالیٰ کا قول بیان کرنے لگے اس لئے کہ ان پر ایک حالت طاری ہے۔ بس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چون داروکس: اے مبتلائے آزمائش۔ اور اے مکلف جب کسی کو تیری فکر نہیں تو تجھے اپنا کام خود کرنا چاہیے۔ لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ ان میں اکثر آدم خوار و ضرر رساں ہیں پھر ان سے انتفاع کی کیا توقع ہو سکتی ہے تجھے تو ان کے سلام علیک سے بھی بچنا چاہیے نہیں معلوم اس میں بھی کیا راز ہے سب کے دلوں میں شیطان گھسا ہوا ہے اور اس نے ان کو اپنا گھر بنا لیا ہے ان شیطان آدمیوں کے فریب میں نہ آنا جس نے فریب شیطانی سے لاحول کھائی اور اس پر اطمینان کر لیا تو وہ اس گدھے کی طرح اپنے اور شیطان کے معرکہ اور مقابلہ میں سر کے ہی بل گرا اور شکست ہی کھائی کبھی کامیاب نہ ہوا اور جس شخص نے دنیا میں شیطان سے دھوکا کھایا اور اپنے اس دوست نما دشمن کی مکارانہ تعظیم اور دوسرے مکروں سے مغالطہ میں پڑا وہ راہ سلام اور پل صراط پر اس گدھے کی طرح اپنی بے ڈھنگی چال کی بدولت ضرور سر کے بل گرے گا پس اپنے اس برے دوست کی فریب آمیز باتیں نہ سننا اور زمین میں بے کھٹکے نہ چلنا۔ اے آدمی دیکھ تو سہی دنیا میں لاکھوں ابلیس ہیں جو اس خادم کی طرح لاحول پڑھ پڑھ کر فریب دیتے ہیں اور یاد رکھ کہ ایسی جگہ بھی تجھے شیطان ملے گا جہاں وہم وگمان بھی نہ ہو چنانچہ حضرت آدم کو بہکانے کے لئے سانپ کے اندر حلول کر کے جنت تک پہنچا تھا (مولانا نے اسی مضمون کی طرف آدما۔ ابلیس را در مار بین سے اشارہ کیا ہے) یہ تجھے جان دوست کہہ کر پکارتا اور میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے تجھے دھوکہ دیتا ہے تاکہ تجھے ہلاک کر دے جس طرح قصائی گائے کو فریب دے کر اور قدموں میں گرا کر گراتا ہے اور اس کی کھال نکال لیتا ہے یہ بھی اس طرح تجھے فریب دیتا ہے تاکہ تیری کھال نکالے اور تجھے موت روحانی میں مبتلا کرے۔ ہائے افسوس ان لوگوں کی حالت پر جو دشمنوں کے ہاتھ افیون کھا کر بے ہوش ہو جاتے ہیں اور ان کو اپنا کام کر گزرنے کا موقع دیتے ہیں یعنی وہ لوگ جو شیطان کے فریب میں آ کر عقل کھو بیٹھتے ہیں جس سے اس کو اپنی مقصد برآری کا پورا موقع ہاتھ آ جاتا ہے شیطان کی تو بالکل ایسی حالت ہے (جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں) جیسے قصائی کہ وہ فریب دے کر تیرا خون بہانا اور موت روحانی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے جب تجھے معلوم ہو گیا کہ شیطان کی یہ حالت ہے اور اکثر آدمیوں میں شیطان حلول کئے ہوئے ہے تو بس تو کسی پر اعتماد نہ کر اور شیر کی طرح اپنا شکار خود کر اور اپنوں اور پرایوں کی ناز برداری چھوڑ ان نااہلوں اور کمینوں کی مراعات کو ایسا ہی سمجھ جیسے اس خادم کی مراعات اور سمجھ لے کہ نااہلوں کی ناز برداری سے عدم استعانت ہی بہتر ہے ہم پھر کہتے ہیں کہ دوسروں کی زمین میں گھر نہ بنا اور ان پر اعتماد نہ کر۔ بس اپنا کام کئے جا دوسروں کی فکر میں بھی مت پڑ اور جس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح دوسروں سے کام لینا چھوڑا ہے یوں ہی دوسروں کے کاموں میں مشغول بھی مت ہو (جس سے تیرے کاموں میں خلل پڑے اور جبکہ دوسروں کا کام اپنا ہی کام ہو تو وہ اس ممانعت میں داخل ہی نہیں جیسے ارشاد و ہدایت وغیرہ امور جو مامور من اللہ ہیں) عام بیگانوں کو تو تو جانتا ہے ایک خاص بیگانہ کو بھی ہم تجھے بتائے دیتے ہیں تو جانتا ہے وہ بیگانہ کون ہے وہ تیرا تن خاکی ہے جس کے لئے تو ہمیشہ مغموم رہتا ہے پس تو جب تک اس کے کام میں مصروف رہے گا اور اس کو چرب و شیریں لقمے کھلائے گا۔ تیری روح میں قوت اور موٹائی پیدا نہیں ہو سکتی یاد رکھ کہ جسم کی فکر تو بالکل ہی بے سود ہے اس لئے کہ اگر مشک کے انبار میں بھی اس کو رکھ دیا جائے تب بھی مرتے ہی اس میں بدبو آنے لگے گی لہٰذا بدن میں مشک بسانا بالکل بے سود ہے پس تو بدن میں مشک نہ لگا بلکہ دل پر مل دل پر لگانے کا مشک یہ متعارف مشک نہیں بلکہ وہ مشک حق سبحانہ کا نام پاک ہے۔ منافق حقیقی یا اعم من الحقیقی والشبیہ بہ بدن میں تو مشک لگاتا ہے مگر روح کو دوزخ میں جھونکتا ہے یعنی زبان پر تو خدا کا نام ہے لیکن اس کی روح میں اس کے کفر و بے ایمان حقیقی یا اعم منہ و من الشبیہ بہ کی منوں نجاستیں اور گندگیاں بھری ہوئی ہیں اس کے اور اس کے ذکر کی ایسی مثال ہے جیسے گھوڑے پر سبزہ اور پنجانہ کی جگہ پر گل و سوسن وہاں وہ سبزہ یقیناً عاریت اور عارضی ہے ورنہ اصلی جگہ اس کی مجلس عیش و طرب ہے اس لئے کہ اچھی چیزیں اچھوں کے لئے ہیں اور بری بروں کے لئے۔ یہاں چونکہ نفس ردی اور بدباطنی کی مذمت کی تھی آگے بعض اخلاق ذمیمہ سے رد کتے ہیں جن سے باطن میں برائی پیدا ہوتی ہے اور کینہ کی تخصیص مزید شناعت کی بنا پر ہے۔

کین مدار آنہا: کینہ نہ رکھنا کیونکہ جن کو کینہ نے راہ راست سے بھٹکا دیا ہے ان کی قبر کینہ داروں کے برابر بنائی جائے گی یعنی عالم برزخ میں ان کو مقارنت و مرافقت ایسے ہی لوگوں سے ہو گی اس لئے کہ وہی ان کے ہم مشرب ہیں۔ ایک وجہ تو اس کی برائی کی یہ تھی دوسری وجہ یہ ہے کہ نفس کینہ یعنی مرتبہ حقیقت کلیہ میں جو کہ اپنی افراد کے اعتبار سے مثل جڑ کے ہے مال کے لحاظ سے دوزخ ہے اور تیرا کینہ بھی اسی کل کی ایک شاخ اور اسی کلی کا ایک فرد ہے جس کو تشبیہا کل و جزو کہہ دیا لہٰذا تیرا کینہ دوزخ کی شاخ اور جزو دوزخ ہو گا۔ تیسری وجہ خرابی کی یہ ہے کہ وہ تیرے دین کا دشمن ہے پس جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ تیرا کینہ نفس کینہ کا جزو اور اسکی ایک شاخ اور اس کلی کا ایک فرد ہے اور نفس کینہ دوزخ ہے تو اگر تو اس کینہ کا ملازم ہو گا تو تو بھی بمنزلہ جزو دوزخ کے ہو گا اور یہ سن رکھ کہ جزو اپنے کل ہی میں جا کے ٹھہرتا ہے تو اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر تو کینہ کا ملازم ہو گا اور اس کو اپنے سے جدا نہ کریگا تو تیرا ٹھکانا دوزخ ہو گا اور جبکہ کینہ اور اسی تقریر سے جزو دوزخ قرار پایا تو جو شخص کینہ ور نہیں لامحالہ جزو جنت ہو گا پس اگر تو جزو جنت ہے تو تیری مزیدار زندگی جنت کی طرح پائیدار ہو گی اور تو دنیا میں بھی راحت میں رہے گا۔ لعدم الموذی اور آخرت میں بھی چین سے رہے گا۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ گورشان پہلوے کین داران نہند۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ الجنس یمیل الی الجنس عام قاعدہ ہے اور تلخ یقیناً تلخون ہی کے ساتھ ملحق ہوتا ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

باطل بات باطل ہی کے ساتھ میل کھاتی ہے حق بات کے ساتھ اس کو لگاؤ نہیں ہوتا تو لازم ہے کہ کینہ دار بھی کینہ داروں ہی کے ساتھ ہوں (تنبیہ) اصل کینہ دوزخ ست کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ اصل سے مراد مرجع ہو اور دوسری یہ کہ اصل کینہ سے مراد نفس کینہ ہو اور اصل کی اضافت کینہ کی طرف بیانیہ من قبیل لجین الماء ہو اور دوزخ اس پر مبالغۃً محمول ہو لحاظ مآل ہونے کی اور مولانا کا اصل کینہ کو دوزخ کہہ کر کہیں تو اس کا کل کا جزء کہنا اور پھر مخاطب کو اس کی صفت غیر منفکہ کی وجہ سے جزو دوزخ کہنا توجیہ ثانی کا مؤید ہے۔

اے برادر: چونکہ ہم نے اوپر اصلاح اعمال کی طرف تیری توجہ منعطف کی ہے اور افعال اختیاریہ کا صدور موقوف ہے عزم پر اور عزم کا تحقق موقوف ہے ادراک فعل پر جس کو ہم فکر کہتے ہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ تو سراپا فکر ہے کیونکہ اصل الاصول فکر ہی ہے اور باقی سب اس کے توابع اور مدد و معاون بمنزلہ ہڈی اور گوشت وغیرہ کے ہیں پس لازم ہے کہ تو اسکی اصلاح کرے اور تیرا فکر محمود ہو۔ اس لئے کہ اگر تیرا فکر گل کی طرح خوبی و حسن معنوی رکھتا ہوگا تو تو اس کو اپنے اندر رکھنے کے سبب گلشن کی طرح محبوب اور مرغوب ہوگا اور اگر وہ خار کی طرح نامرغوب ہے تو تو اس کے اشتمال کے سبب گلخن دوزخ کا ایندھن ہوگا اور اگر تو خوبی و حسن اندیشہ کے سبب گلاب ہے تو خوبان تجھے سر میں اور گریبان میں لگائیں گے یعنی نیک لوگ تیری قدر و منزلت کریں گے اور اگر تو گندگی اندیشہ کے باعث پیشاب ہے تو وہ تجھے باہر پھینک دیں گے اور تیری کچھ عزت و وقعت نہ کریں گے چونکہ خیال کے حسن و قبح میں صحبت کو بھی بہت بڑا دخل ہے اس لئے صحبت نیک کی ترغیب دیتے ہیں اور صحبت بد سے تحذیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں یاد رکھ کہ ہر چیز کے لئے ایک محل مناسب ہوتا ہے اور وہ پہلوئے مجانس ہے عطار کے ڈبوں کو دیکھ کر متناسب اشیاء کے ڈبے پاس پاس ہوتے ہیں لہٰذا تو کوشش کر کے ناجنسوں کی صحبت سے نکل۔ اس لئے کہ صحبت ناجنس باعث ہلاکت ہے۔ جس ایک جنس اپنی ہم جنس کے ساتھ ملتی ہے تو اس تجانس سے ایک زینت پیدا ہوتی ہے اور وہ چیزیں ایک جگہ اچھی معلوم ہوتی ہیں اور جب ایک ناجنس دوسری ناجنس کے قرین ہوتی ہے تو اس سے ایک ناگوار صورت پیدا ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب کسی عطار کی دکان میں عود و شکر مل جاتے ہیں تو وہ ایک کو دوسرے سے الگ کرتا ہے اور ایک جا نہیں رہنے دیتا۔

طلبہا بشکست: ایک ناجنس کو دوسرے ناجنس سے جدا کرنا کچھ عطار وغیرہ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ حق سبحانہ بھی یہی کرتے ہیں کیونکہ جب ارواح کے ڈبے ٹوٹے اور عالم ارواح سے جہاں وہ اپنے اپنے مجانس کے ساتھ اقتران رکھتی تھیں جدا ہو کر عالم اجسام میں آئیں اور خلط ملط ہو گئیں تو حق سبحانہ نے انبیاء کو بھیجا کہ ان میں سے کفار اور مومنین کو باہم ایک دوسرے سے جدا کر دو اور انبیا کو کتابیں دیکر بھیجنے کا یہ مقصد تھا کہ یہ اشرف ذاتی یعنی مومنین جو اپنی ناجنس اور کفار میں خلط ملط ہو گئے ہیں ان کو چن کر طبق میں الگ رکھ دو اور ان کو شرف امتیاز بخشو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا کہ لوگوں کو حق کی دعوت دی کچھ لوگوں نے اس کو قبول کیا اور کچھ نے رد۔ اس طرح ہر دو

www.besturdubooks.wordpress.com

فریق جدا جدا ہو گئے ورنہ اس سے پیشتر مومن و کافر مسلمان اور یہودی سب یکساں دکھائی دیتے تھے اور ہم سب یکساں تھے کسی کو معلوم نہ تھا کہ ہم نیک ہیں یا بد۔ عالم میں کھرے کھوٹے کا یکساں چلن تھا اور عالم رات کی طرح تاریک تھا اور ہم رات میں چلنے والوں کی طرح اس میں انکل پچو چل رہے تھے حتیٰ کہ انبیاء کا آفتاب طلوع ہوا اور اس نے کھرے کو قبول کر لیا اور کھوٹے کو پھینک دیا یعنی مومنین کو شرف ملازمت بخشا اور کفار کو مردود و مطرود کیا۔

چشم واند فرق: انبیاء مومن و کافر میں کیونکر نہ تمیز کرتے اور نااہلوں کے ہاتھ سے اذیت کیوں نہ اٹھاتے حالانکہ وہ انسانوں میں بمنزلہ چشم ہیں اور چشم کا کام رنگوں میں امتیاز کرنا ہے چشم ہی پتھر اور لعل میں فرق کرتی ہے چشم ہی موتی اور خاشاک میں تمیز کرتی ہے یہ ہی وجہ ہے کہ آنکھ میں خس و خاشاک پڑ کر اس کو ایذا دیتے ہیں کیونکہ وہ ان کی قدر گھٹانے والی ہے اس طرح یہ عیار لوگ جو کھوٹے سکے چلانے کے عادی ہیں آفتاب انبیاء کے دشمن ہیں کیونکہ وہ ان کی قلعی کھولتا ہے اور یہ کان کے سونے (یعنی مومن لوگ) اس آفتاب کے عاشق ہیں اس لئے کہ وہ ان کی قدر بڑھاتا ہے اور انکی تعریف کا آئینہ ہے تاکہ اس سے اشرف و اعلیٰ کو اپنا علو مرتبت معلوم ہوتا ہے۔

حق قیامت: حق سبحانہ نے اس سبب سے قیامت کو یوم کہا ہے جس کے متعارف معنی روز اور دن ہیں کہ روز جس طرح سرخ و زرد کی حالت ظاہر کر دیتا ہے یوں ہی وہ سرخیوں اور زردیوں کو ایک دوسرے سے کامل طور پر جدا کر دیگا اور ظاہر کر دیگا کہ کون سرخ رو ہے اور کون زرد رو۔ جب یہ حالت روز متعارف کی ہے تو تو اندازہ کر سکتا ہے کہ اصل روز کی کیا حالت ہوگی اصل روز کیا ہے باطن اولیاء۔ اور روز متعارف اس روز کا مظہر ہے اور وہ روز اس کے لئے حقیقت اور ظاہر۔ اس روز کو ان کے روز سے کیا نسبت یہ تو ان کی چاندنی رات کے مقابلہ میں بھی ایسا ہے جیسا نور کے مقابلہ میں سایہ۔ ایک سایہ نہیں بلکہ بہت سے سایوں کا مجموعہ۔ تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ روز متعارف کی روشنی اور شب تاریک کی تاریکی اپنی ذاتی نہیں بلکہ اولیاء اللہ کے اندر دو باتیں ہیں ایک نور باطن دوسری شان ستاری جسکا مقتضی ہے خفا جو مناسب ہے ظلمت کے اور جسکا مظہر ہے حجاب ظلماتی جسم پس دن ان کے نور باطن کا عکس اور اسکا مظہر ہے اور رات اس حجاب ظلمانی جسم کا عکس اور اسکا مظہر ہے یہ ہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے ضحےٰ کی قسم کھائی ہے کیونکہ ضحیٰ سے مراد نور قلب مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا ہے اور مفسرین ضحیٰ اس ضحیٰ متعارف مراد حق سمجھتے ہیں ایک درجہ میں یہ بھی صحیح ہے اس صورت سے کہ اس کو مقسم بہ اس لحاظ سے کہا جائے کہ وہ عکس نور ضمیر مصطفےٰ ہے۔ ورنہ من حیث الذات وہ ذاتی ہے اور فانی من حیث الذات تو اس قابل بھی نہیں کہ حق سبحانہ کے کلام میں واقع ہو چہ جائیکہ مقسم بہ ہو کیونکہ مقسم بہ کو محبوب اور عزیز ہونا چاہیے حالانکہ خلیل فرماتے ہیں لا احب الآفلین تو رب جلیل احب الآفلین کیونکر فرما سکتے ہیں اور ضحیٰ سے ضحیٰ فانی من حیث الذات کیسے مراد لے سکتے ہیں جب کہ خلیل رب جلیل آفلین کو محبوب اور عزیز نہیں رکھتے تو رب جلیل آفلین کو ہرگز عزیز نہیں رکھ سکتے۔ اور ضحیٰ سے ذاتی من حیث الذات ہرگز مراد نہیں لے سکتے۔ چونکہ اوپر تم کو بتایا گیا ہے کہ رات میں تاریکی اولیاء اللہ کے حجاب ظلمانی سے آتی ہے یہی

www.besturdubooks.wordpress.com

وجہ ہے واللیل میں لیل سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان ستاری اور ان کا تن خاکی زنگاری مراد ہے جو مظہر ہے ان کی شان ستاری کا جسکا مقتضی خفا ہے جو مناسب ہے ظلمت کے۔

آفتابش چون: آفتابش میں ضمیر شین راجع ہے ضمیر مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کی طرف۔ آفتاب سے مراد ذات حق سبحانہ ہے جو منور ضمیر ہے اور فلک سے مراد فلک الوہیت ہے بر آمدن آفتاب ذات حق از فلک الوہیت کنایہ ہے تربیت ضمیر کی طرف متوجہ ہونے سے۔ باشب تن گفت میں تن کو ماودعک کا مخاطب بنانے میں نکتہ یہ ہے کہ اصل باعث اس خطاب کا تن ہی ہے کیونکہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روح وغیرہ کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے وعدہ فرمالیا کہ میں کل جواب دوں گا اور ان شاء اللہ سے ذہول ہو گیا۔ اس پر پندرہ روز تک وحی بند رہی کفار نے فقرے کسنے شروع کئے۔ رب محمد ودع محمدا۔ رب محمد قلی محمدا۔ آپ کو سخت ملال ہوا تسکین وتشفی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔ والضحیٰ واللیل اذا سجیٰ ماودعک ربک وما قلیٰ الخ پس منشاء اس آیت کا ذہول ہے جو کہ تعلق رکھتا ہے قوائے جسمانیہ سے۔ لہٰذا مورد عتاب ہونے کا توہم جسم ہی پر ہو سکتا ہے کہ وہی منشاء زلت ہے اس لئے اسی کو مخاطب بنا کر فرمایا گیا ماودعک ربک وما قلی اور اصل مقصد ان اشعار کا دفع کرنا ہے اس شبہ کا جو ماسبق سے پیدا ہوا تھا یعنی یہ کہ جب جسم ظلمانی ہے تو اس کو حق سے بعد ہو گا اس کو یوں دفع فرماتے ہیں کہ جب اس ضمیر کا روشن کرنے والا آفتاب (یعنی ذات حق سبحانہ) سماء ربوبیت سے جلوہ گر ہوا اور تربیت کی جانب متوجہ ہوا تو جسم ظلمانی سے فرمایا کہ ضمیر روشن مصطفےٰ کی قسم اور اے جسیم کاللیل تیری قسم ہم نے تجھے چھوڑا نہیں اور تجھ سے ہمیں مخالفت نہیں کیونکہ تو گو تاریک ہے مگر ضمیر مصطفےٰ سے تعلق رکھتا ہے اور ان کی شان ستاری کا مظہر ہے لہٰذا خود بلائے ہجر ہی سے وصل پیدا ہو گیا اور اسی حلاوت وصل پر ماقلیٰ اور اسکا ماقبل ماودعک دلالت کرتا ہے کیونکہ جب تودیع وقلیٰ کی نفی کی گئی تو اتصال وعلاقہ خود ثابت ہو گیا۔

ہر عبارت: ماودعک ربک وما قلی وصل پر دال کیوں نہ ہو گا حالانکہ ہر عبارت اپنے مناسب ایک حالت اور ایک مقصد پر دلالت کرتی ہے (پھر یہ تو حق سبحانہ کی عبارت ہے) اور عبارت اور حال کی مثال ایسی ہے جیسے ہاتھ اور آلہ جس طرح آلہ ہاتھ کو بتلاتا ہے کہ ہاتھ کیسا ہے لکڑیاں چیرنے والا ہے یا زیور بنانے والا وغیرہ وغیرہ۔ یوں ہی عبارت بھی اپنے مناسب حال پر دلالت کرتی ہے جیسے ماودعک وما قلیٰ وصل پر۔ لہٰذا آلہ کو ہاتھ کے مناسب اور عبارت کو حال کے مطابق ہونا چاہیے۔ ورنہ ہر دو بے جوڑ اور بے تکے ہونگے۔ چنانچہ سنار کا اوزار موتی کے ہاتھ میں یوں ہی بے جوڑ اور غیر مفید ہے جیسے ریت میں غلہ بونا اور موچی کے اوزار کسان کے ہاتھ میں یوں ہی نامناسب اور بے تکے ہیں جیسے کتے کے سامنے گھاس اور گدھے کے سامنے ہڈی۔ کچھ آلات درست یا عبارت ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہر چیز اپنے مناسب اور موافق کے ساتھ زیب دیتی ہے دیکھو منصور نے بھی انا الحق کہا اور فرعون نے بھی مگر منصور کے لئے باعث نور ہے۔ کیونکہ مقام فنا پر پہنچ کر اور اپنی ہستی کو مٹا کر کہا

تھا اور فرعون کے لئے جھوٹ ہو گیا کیونکہ اس نے اپنی ہستی کو قائم رکھ کر اور حق سبحانہ کی نفی کے لئے کہا تھا نیز دیکھو لاٹھی حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں بھی تھی اور ساحر کے ہاتھ میں بھی مگر حضرت موسیٰ کے ہاتھ میں دلیل نبوت ہوئی اور ساحر کے ہاتھ میں بیکار اور لاشے محض۔ چونکہ ہر چیز اپنا مناسب اور موافق طلب کرتی ہے اسی لئے حضرت عیسیٰ نے اپنے ہمراہی کو اسم اعظم نہ بتلایا کہ اس کے مناسب نہ تھا اس لئے کہ اس کو بتلانے سے وہ اسم اس کو وہ کام تو دیتا نہیں جو حضرت عیسیٰ کو دیتا تھا لہٰذا وہ اس کو اسم کا نقص بتلانا حالانکہ یہ اسم کا قصور نہیں بلکہ خود اسی میں شرط فاعلیت مفقود ہے مثلاً اگر کوئی پتھر کو گارے پر مارے تو آگ نہ نکلے گی کیونکہ محض اس لئے کہ منفعل قابل نہیں پس جب عدم قابلیت منفعل مانع ظہور اثر تاثیر ہے تو عدم قابلیت فاعلیت بالا و ے مانع ہوگی۔ پس ہاتھ اور آلہ میں باہم ایسا ہی تناسب ہونا چاہیے جیسے پتھر اور لوہے میں اور جوڑ کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک جوڑا (بیوی) نہ ہو بچہ پیدا نہیں ہو سکتا اس طرح اگر پتھر ہے اور اسکا جوڑ لوہا نہیں بلکہ گارا ہے تو آگ نہیں نکل سکتی یوں ہی اگر آلہ ہے مگر استعمال کرنے والا کامل نہیں تو آلہ کام نہ دیگا۔

آنکہ بے جفت: سب کے افعال کے نتائج کے حصول کے لئے ضرورت ہے جوڑہ اور آلہ کی لیکن جس کے لئے ضرورت نہیں وہ صرف ایک ذات ہے ایک ہم نے اس لئے کہا کہ ایک تو تیقن ہے اور تعدد میں شک ہے کیونکہ جو لوگ دو یا تین یا اس سے زیادہ آلہ کے قائل ہیں وہ سب ہمارے ساتھ ایک پر متفق ہیں اور اپنی احولی سے ایک کو دو یا تین سمجھتے ہیں اگر وہ احولی دفع ہو جائے تو سب یکساں ہو جائیں وہ دو یا تین ماننے والے بھی وحدانیت کے قائل ہو جائیں۔ اے مخاطب گو تو وحدانیت کا قائل ہے اور اس لئے حق پر بھی ہے مگر صرف وحدانیت کے دعوے پر اکتفا نہ کرتا کیونکہ حقیقت اعتقاد وحدانیت یہ ہے کہ تو اس کے میدان میں اس کے چوگان حکم سے گیند کی طرح گھومے اور ہمہ تن اس کا مطیع و منقاد ہو جب تک تجھ میں یہ کیفیت نہ پیدا ہوگی تو ناقص رہے گا کیونکہ تو واقع میں چوگان حکم خدا کے لئے مثل گیند کے ہے اور گیند اسی وقت ٹھیک اور نقصان سے پاک ہوتی ہے جبکہ بادشاہ کی ضرب کے سامنے جس طرح وہ چاہے اس طرح ناچے۔ اے احول ان باتوں کو خوب کان کھول کر سن لے اور دیدہ قلب کی دکان کی راہ سے جذب کر یعنی ہمارے نصائح تیرے دیدۂ قلب بیمار کے لئے کحل الجواہر ہیں ان کو غور سے سن اور دل میں جگہ دے کہ یہ تیرے دیدۂ بصیرت کو روشن کرینگی۔ اگر تو ایسا نہ کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ کلام پاک اندھے دلوں میں داخل نہیں ہوتا اور ان میں اثر نہیں کرتا بلکہ وہ ان دلوں میں داخل ہوتا ہے جن میں نور موجود ہے ہاں شیطانی باتیں ان ٹیڑھے دلوں میں گھر کرتی ہیں کیونکہ ان کو ان سے مناسبت ہے کہ یہ بھی ٹیڑھی ہیں وہ بھی ٹیڑھے پس ان کی اور ان کی ایسی مثال ہوئی جیسے ٹیڑھی جوتی اور ٹیڑھا پاؤں کہ باہمی تناسب کے باعث وہ جوتی اس پاؤں میں آ جاتی ہے اور عدم تناسب کے باعث سیدھی جوتی نہیں آ سکتی۔

گرچہ حکمت: چونکہ ہر چیز کا میلان اپنی مناسب کی طرف ہوتا ہے اس لئے اگر تو حکمت کو بار بار سیکھے یاد

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے تو بھی وہ تیرے پاس نہ ٹھہرے گی اور تجھ سے دور بھاگے گی اگر تو اسکا اہل نہیں ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر چہ تو حکمت کو لکھے نوٹ کرے اور مونچھوں پر تاؤ دے کر اس کو بیان کرے لیکن وہ تجھ سے اعراض ہی کرے گی اور بھاگنے کے لئے رسی تڑائے گی۔ (یا تو بھاگنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کو آئے گی ہی نہیں اگر آ گئی تو جلد زائل ہو جائے گی یا یہ کہ بوجہ اس کے غیر مؤثر ہونے کے تیرے لئے اسکا عدم وجود برابر ہوگا اور وہ بحالت حصول ایسی ہو گی گویا کہ نہیں ہے بلکہ بھاگ گئی) اور اگر تو پڑھے نہیں مگر تیرے اندر سوز اور اہلیت ہو تو علم تجھ سے مانوس اور تیرے ہاتھ پر پلا ہوا جانور ہے یعنی تیرے قابو میں ہے کیونکہ اس صورت میں تجھے علم لدنی حاصل ہوگا۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ علم نااہل کے پاس نہیں ٹھہرتا کیونکہ وہ محبوب حق سبحانہ اور بازشہ کی مثل ہے اور بازشہ دیہاتی کے گھر کیوں رہنے لگا اول تو جائے گا ہی نہیں اور اگر کسی وجہ سے چلا گیا تو رہے گا نہیں۔

علم آن بازست: پس اس علم کو جو نااہلوں کو حاصل ہوتا ہے تم اس باز کی مثل سمجھو جو بادشاہ سے بھاگ کر اس بڑھیا کے پاس آیا تھا جو اپنے بچوں کے لئے حریرہ پکانے کے واسطے آٹا چھان رہی تھی اس کا واقعہ یہ ہے کہ اس بڑھیا نے اس عمدہ اور پاکیزہ نسل باز کو دیکھا تو اس کو پکڑ لیا اور پکڑ کر اس کے پاؤں میں ڈور وغیرہ باندھ دیا اور پر کاٹ کر چھوٹے کر دیئے۔ ناخن سب تراش ڈالے کھانے کے لئے دوب سامنے ڈال دی اور کہا کہ نااہلوں نے تجھ سے موافقت نہ کی اور تیرے ساتھ اچھا سلوک نہ کیا اس لئے تیرے پر بھی بڑھ گئے اور ناخن بھی بڑے بڑے ہو گئے اگر تو ایسے ہی نااہلوں کے پاس رہتا تو ان کے ہاتھ سے تو ضرور بیمار ہو جاتا تو نے بہت اچھا کیا کہ اپنی مادر مشفقہ کے پاس چلا آیا میں تیری غمخواری کروں گی اور تیری آسائش کا خیال رکھوں گی بس جس طرح بڑھیا کے پاس اس باز کی گت بنی یوں ہی نااہلوں کے پاس علم کی بنتی ہے۔ اس واقعہ سے جس طرح مضمون ماسبق کی تائید ہوتی ہے یوں ہی اس سے ایک اور نتیجہ بھی نکلتا ہے جس کو مولانا آگے بیان فرماتے ہیں۔

مہر جاہل راچنین: یعنی جو جاہل اور نادان کی محبت کو بھی بڑھیا ہی کی محبت کے مثل سمجھ کیونکہ جاہل ہمیشہ ٹیڑھا چلتا ہے پس اگر جاہل تیرے ساتھ ہمدردی کرے تو سمجھ لینا کہ انجام کار یہ تجھے اپنی نادانی سے کوئی صدمہ ضرور پہنچائے گا۔

روز شہ در جستجو: غرض کہ بادشاہ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے ناوقت ہو گیا بالآخر اس بڑھیا اور اس کے ٹھکانے کی طرف چلا جب وہاں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ باز دھوئیں اور گرد میں بیٹھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر بادشاہ اس کی حالت پر گریہ وزاری کرنے لگا۔

گفت ہر چند: (تنبیہ) گفت ہر چند الخ میں جواب ہر چند بقرینۂ بیت سابق محذوف ہے فقط بادشاہ نے باز کو اس خستہ حالت میں دیکھ کر اس سے کہا کہ گو تیری اس حرکت کی کہ تو ہماری وفا میں ثابت قدم نہ رہا سزا تو یہ ہی تھی کہ تجھ پر رحم نہ کیا جاتا مگر ہماری شفقت و رحمت بیکراں کا تقاضا ہے کہ پھر تجھے اپنے پاس رکھنا چاہتے ہیں تجھے اتنی بھی سمجھ نہ ہوئی کہ جنت (ہمارے قصر معلی) کو چھوڑ کر دوزخ (اس بڑھیا کے گھر) کو اپنا ٹھکانا بنایا اور لایستوی اصحاب

www.besturdubooks.wordpress.com

النار و اصحاب الجنۃ کو بالکل بھول گیا جو اپنی ہر بات کی خبر رکھنے والے اور ہر قسم کی راحت پہنچانے والے بادشاہ کے پاس سے محض بلاوجہ اور باغیانہ بڑھیا کے گھر بھاگ جائے اس کی یہی سزا ہے جو تجھے ملی۔

گندہ پیر جاہل: اب نتیجہ حکایت کے طور پر نصیحت فرماتے ہیں کہ دنیاء دنی کو جاہل بڑھیا سمجھو پس جو شخص اپنے شہنشاہ حقیقی کو چھوڑ کر اس دنیاء دنی کی طرف مائل ہوگا وہ اس باز کی طرح ذلیل اور کودن ہوگا کہ اس نے جنت اطاعت کی قدر نہ کی اور دوزخ معاصی میں پھنس گیا اور لا یستوی اصحاب النار و اصحاب الجنۃ کو یک لخت فراموش کر دیا۔ چونکہ دنیا خود بھی جاہل اور حق ناشناس ہے اور جاہلوں اور حق ناشناسوں ہی کی قدر بھی کرتی ہے اس لئے عاقل وہی ہے جس نے اس جاہل کے دام سے رہائی پائی کیونکہ جو شخص جاہل کا ہمراز و دمساز ہوگا اس کا آخر میں وہی حشر ہوگا جو اس شہباز کا ہوا تھا بس جبکہ اس نے اس کو پیشتر ہی سمجھ لیا تو یہ اس کی عقل کی دلیل ہے۔

بازے مالید: نصیحت سن چکے تو پھر اصل قصہ سنو وہ باز بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھا ہوا تملق والحاج کے طور پر اپنے پر بادشاہ کے ہاتھ پر مل رہا تھا اور گو زبان نہ تھی مگر بزبان حال کہہ رہا تھا کہ اے شاہ واقعی مجھ سے قصور ہوا اور میں نادم ہوں آپ مجھے قبول فرما لیجئے اور میرا قصور معاف کر دیجئے کیونکہ گر آپ نیکوں ہی کو قبول کریں اور جن سے کوئی لغزش ہوگئی باوجود ندامت اور معذرت کے بھی آپ ان کو قبول نہ فرمائیں تو پھر ہم سے نالائقوں کا کہاں ٹھکانا ہے اور وہ کہاں جا کر روئیں اور کس جگہ زاری کریں ان کے لئے تو آپ کے در کے سوا کوئی ٹھکانا ہی نہیں۔ میری غلطی کی وجہ یہ تھی کہ بادشاہ سلامت کے الطاف خسروانہ نے ارتکاب جرائم پر دلیر کر دیا تھا کیونکہ حضور ہماری ہر برائی کو نظر انداز فرماتے ہیں جس سے وہ بوجہ عدم مواخذہ کے مثل نیکی کے ہو جاتی ہے پس اصل وجہ یہ تھی اس قصور کی۔

رو مکن زشتے: مجھے معلوم ہوگیا کہ باز کی اس غلطی کا باعث اس کی وہ جرأت تھی جو بادشاہ کے اس کی لغزشوں کو نظر انداز کرنے سے پیدا ہوئی تھی پس تجھ کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کے عفو و درگزر سے مغرور ہو کر جرائم پر دلیر نہ ہو جائے برائی پر جرأت تو درکنار تجھ پر لازم ہے کہ اپنی طاعت پر بھی مغرور نہ ہو کیونکہ تو جس قدر بھی طاعت کرے گا لامحالہ وہ طاعت حق سبحانہ کی قدر عالی سے کم ہوگی لہٰذا وہ طاعت بوجہ کما ینبغی نہ ہونے کے زشت ہوگی۔ تیری جرأت علی الجرائم کی وجہ عفو حق تو ہے ہی لیکن بڑی وجہ یہ ہے کہ تو نے اپنی خدمت کو مناسب سمجھا اور حب ذکر حق اور دعا تیرا معمول ہوگیا تو اس دعا کرنے سے تیرا دل مغرور ہوگیا اور غلطی میں پڑ گیا اور تو اپنے کو خدا سے ہم سخت سمجھ بیٹھا۔ ارے بہت سے لوگ اس گمان باطل سے حق سے جدا ہو گئے ہیں کیونکہ اول تو یہ خود بری بات ہے کہ عجب و خود بینی ہے دوسرے جب آدمی ایسا سمجھنے لگتا ہے تو وہ بدین خیال کسی معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ نیکیاں غالب ہیں تو ایک گناہ کیا ضرر پہنچائے گا اور وہ معصیت کسی دوسری معصیت کی طرف مفضی ہو جاتی ہے وہلم جرا اور بالآخر وہ مردود بارگاہ ہو جاتا ہے یا ایک ہی معصیت خذلان کا باعث ہو جاتی ہے (نعوذ باللہ منہ ونسالہ العصمۃ والتوفیق) دیکھ اپنی غلطیوں پر مواخذہ نہ ہونے پر اور اپنی ناقص طاعت پر جو ایک درجہ میں معصیت ہے کبھی مغرور

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ ہونا کیونکہ اگر بادشاہ ذرہ نوازی کرے اور تیرے برابر زمین پر بیٹھ جائے تو تجھے اپنی حیثیت ملحوظ رہنی چاہیے اور خوب سنبھل کر بیٹھنا چاہیے اور اس کی اس ذرہ نوازی سے مغرور ہو کر گستاخ نہ ہونا چاہیے۔

باز گفت اے: باز کہتا تھا کہ اے بادشاہ میں قصور پر نادم ہوں اور اب توبہ کرتا ہوں کہ پھر ایسا نہ کرونگا اور از سرِ نو اطاعت کا عہد کرتا ہوں۔

آنکہ تو مستوش: اوپر باز کے بادشاہ سے معذرت کرنے کو بیان کیا تھا یہاں اپنے کو حق سبحانہ کا عاصی باز قرار دیکر اپنے شہنشاہ حقیقی سے معذرت اور مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے شہنشاہ حقیقی میں گو عاصی ہوں لیکن مجھے تیرے الطاف فراوان اور رحمت بیکراں اور بے انتہا چشم پوشی نے مغرور کر دیا اور اس بنا پر میں حقیقت معصیت کو پیش نظر نہ رکھ سکا۔ پس بوجہ عدم تمیز بین النفع والضرر کے میں کبھی مثل مست اور کبھی مثل نیم مست کے ہو گیا چونکہ میں تیری شان رحیمی اور عفو پر بھولا ہوا تھا اس لئے مجھ سے خطائیں ہو گئیں۔ پس اے اللہ تو میرا عذر قبول فرما اور مجھ پر رحم کر۔ گو معصیت کے سبب میری استعداد ناقص ہو گئی اور اس نے میرے قوی محرکہ الی الطاعات کو مضمحل کر دیا لیکن میں بالکل ناکارہ نہیں ہوا گو میرے ناخن جاتے رہے اور قوی محرکہ الی الطاعات خراب ہو گئیں لیکن اگر تو میرا ہو جائے اور تیری توفیق اور امداد میری مساعد ہو تو میں اب بھی پرچم آفتاب کو اکھیڑ سکتا ہوں یعنی اس پر تصرف کر سکتا ہوں اور گو میرے پر جاتے رہے یعنی میری وہ قوتیں خراب ہو گئیں جن سے میں عروج روحانی کرتا لیکن اگر تیری نوازش ہو تو میری سرعت حرکت اور گردش کے مقابلہ میں فلک ابھی کیا گردش کر سکتا ہے اور اگر تو مجھے اپنی خدمت گاری کا پٹکا عنایت کرے تو اب بھی پہاڑ کو اکھیڑ سکتا ہوں اور مشکل سے مشکل طاعت کو انجام دے سکتا ہوں اور اگر تو مجھے قلم عنایت کرے تو صرف قلم سے فوجوں کے جھنڈوں کو توڑ سکتا ہوں (توضیح اس کی یہ ہے کہ ملازمین شاہی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک اہل قلم دوم اہل شمشیر و اہل شمشیر کو فوجوں کو شکست دینے کی سلطنت کی طرف سے پوری قوت حاصل ہوتی ہے اور اہل قلم کو پوری قوت نہیں ہوتی لیکن وہ بادشاہ کی ملازمت میں ہوتے ہیں اور ان کو بادشاہ کی حمایت حاصل ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو ان اب سمجھو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ اگر تو مجھے اپنی ملازمت میں لے لے اور اپنی حمایت میں داخل کر لے تو میں صرف اسی حمایت اور تعلق کی بناء پر لشکر شیطانی کو شکست دے سکتا ہوں اور مجھے کسی آلہ کی ضرورت نہیں) اے اللہ میں کیسا ہی گیا گزرا سہی مگر پھر بھی مچھر سے تو کم نہیں میں تیری حمایت کے بھروسہ پر ایک پر اور معمولی قوت سے نمرود نفس و شیطان کی باجبروت سلطنت کو تلپٹ کر سکتا ہوں یہ بھی سہی کہ میں کمزوری میں ابابیل ہوں اور میرا دشمن نفس و شیطان قوت میں ہاتھی ہے لیکن میں خندق کے برابر توڑ کر نگل جانے والی گولیاں پھینکوں گا اور میری ہر گولی سو قلعہ شکن گولیوں کا کام کرے گی اگرچہ میری گولی چنے کے برابر ہے اور قوت مزاحمت بہت کمزور ہے لیکن جنگ بانفس و شیطان میں نہ حریف کے پاس سر رہے گا نہ خود۔ سب کا صفایا ہو جائے گا اور دشمن کو کامل شکست ہوگی۔ صاحبو میں نے جو کچھ کہا ہے یہ واقعی امر ہے لفاظی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

واقعی حمایت خداوندی میں یہی قوت ہے اور اسی امداد اور حمایت کی صورت میں مجھ سے ان باتوں کا صدور کچھ بھی مستبعد نہیں بلکہ اس کی نظریں موجود ہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام فرعون کے مقابلہ میں ایک لاٹھی ہی تو لے کر آئے تھے اور ان کے پاس کیا تھا لیکن چونکہ حمایت خداوندی شامل حال تھی اس لئے اسی سے اس کو تہس نہس کر دیا اور اس کی تلواروں کا بھی ستیاناس کر دیا نیز جس ایک رسول نے تمام عالم کا مقابلہ کیا ہے آخر اس نے تمام عالم پر اکیلے ہی تو حملہ کیا ہے۔ اور دیکھو نوح علیہ السلام نے جب حق سبحانہ سے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے تلوار مانگی تھی تو حق سبحانہ نے موج طوفان ہی کو توان کے لئے تلوار بنا دیا تھا اور جو پانی کہ مادۂ حیات ہے اسی کو تو آلہ ممات بنا دیا تھا جب یہ واقعات موجود ہیں تو اگر اسکی حمایت سے مجھ سے بھی مذکورہ بالا کارنامے ظہور میں آئیں تو کیا بعید ہے۔

شرح شبّیری

احمد اخود کیست اسپاہ زمیں	ماہ بیں بر چرخ وبشگافش جبیں
اے احمد! یہ زمین کے سپاہی کیا ہیں؟	آسمان پر چاند کو دیکھ اور اس کی پیشانی چیر دے

احمد اخود کیست الخ۔ یعنی (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ سپاہ زمین کیا چیز ہیں ہم نے آپ کو ایسی قدرت دی ہے کہ آپ آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالئے۔

تابداند سعد ونحس بے خبر	دور دور تست نے دور قمر
تاکہ نیک بخت اور جاہل بدبخت جان لے	یہ تیرا دور دورہ ہے نہ کہ قمر کا

تابداند سعد الخ۔ یعنی تاکہ ہر بے خبر نیک و بد جان لے کہ یہ زمانہ آپ کا ہے اور دور قمر نہیں ہے مطلب یہ کہ اول تو دور قمر کوئی شے تھا ہی نہیں لیکن اگر اس کو کچھ مان بھی لیا جائے کہ کچھ تھا تو اب نجومی وغیرہ کو معلوم ہو جائے کہ اب آپ کا دور آ گیا اور ان چاند سورج کی قدرت وغیرہ سب باطل ہو گئی آگے اس مضمون سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کی تعریف کی طرف منتقل ہوتے ہیں بس فرماتے ہیں

دور تست ایرا کہ موسیٰ کلیم	آرزو می برد زیں دورت مقیم
یہ تیرا دور ہے اسی لئے موسیٰ کلیم (اللہ)	تیرے اس دور میں مقیم ہونے کی آرزو کرتے تھے

دور تست آنر الخ۔ یعنی آپ کا وہ دور ہے کہ موسیٰ کلیم علیہ السلام ہمیشہ آپ کے دور میں ہونے کی آرزو رکھتے تھے یہ اشارہ معلوم ہوتا ہے ایک حدیث کی طرف جو کہ ابونعیم نے حلیہ میں روایت کی ہے وہ یہ ہے کہ حدیث عن انسؓ فی حدیث طویل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال تعالیٰ یا موسیٰ نبی بنی اسرائیل انہ من لقینی. ھو جاحدیا حمدا دخلتہ النار ولو کان ابراھیم خلیلی و موسی کلیمی قال و من احمد. قال یا موسی و عزتی و جلالی ما خلقت خلقا اکرم علی منہ کتبت اسمہ مع اسمی فی العرش قبل

www.besturdubooks.wordpress.com

ان اخلق السموات والارض والشمس والقمر بالفی الف سنة و عزتی و جلالی ان الجنة لمحرمته علیٰ جمیع خلقی حتی یدخلها محمد صلی الله علیه وسلم و امته قال موسیٰ ومن امته قال الحما دون یحمدون الله صعوداً وهبوطا و علی کل حال یشدون اوساطهم و یطهرون اطرامهم صائمون بالنهار رهبان باللیل اقبل منهم الیسیر و ادخلهم الجنة بشهادة ان لا اله الا الله قال موسی یارب اجعلنی نبی تلک الامته قال نبیها منها قال فاجعلنی من امة قال استقدمت و استاخر ساجمع بینک و بینه فی دار الجلال رواه فی الحلیه. یعنی انسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے موسیٰ بنی اسرائیل سے کہہ دیجئے کہ جو شخص میرے پاس منکر با احمد صلی اللہ علیہ وسلم آویگا اس کو میں دوزخ میں جھونک دونگا۔ خواہ وہ ابراہیمؑ میرے خلیل اور موسیٰ میرے کلیم ہی کیوں نہ ہوں اس پر موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ احمد کون ہیں ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ قسم ہے میری عزت وجلال کی کہ میں نے کوئی مخلوق ان سے زیادہ مکرم پیدا نہیں کی اور ان کا نام اپنے نام کے ساتھ عرش میں آسمان وزمین شمس وقمر کی پیدائش سے کروڑوں برس پہلے لکھ چکا ہوں اور قسم ہے اپنی عزت وجلال کی جب تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت جنت میں داخل نہ ہولیں گے اس وقت تک جنت تمام میری مخلوق پر حرام ہے موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان کی امت کون ہے ارشاد ہوا کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں ہر حالت میں چڑھتے ہوئے بھی اور اترتے ہوئے بھی اور اپنی کمر عبادت کے لئے کسے ہوئے ہیں اور اپنے ہاتھ منہ وغیرہ پاک رکھتے ہیں دن کو صائم ہوں گے اور رات کو رہبان ہوں گے میں ان سے تھوڑی سی عبادت بھی قبول کرلونگا اور ان کو لا الہ الا اللہ کہنے پر جنت میں داخل کردونگا۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ پھر اس امت کا نبی مجھے کردیجئے ارشاد ہوا کہ اس کا نبی تو ان میں سے ہی ہوگا۔ پھر عرض کیا کہ اچھا مجھے ان کی امت میں سے کر دیجئے ارشاد ہوا کہ تم پہلے ہوگئے ہو اور وہ بعد میں آئیں گے لیکن میں تم کو دار الجلال میں ان کے ہمراہ جمع کردونگا۔ انتہیٰ۔ پس یہاں اس شعر میں مولانا کو اس حدیث کا جزو اخیر مقصود ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے دور میں ہونے کی تمنا کی یا اللہ مجھے ان کی امت میں سے کردیجئے۔ پس معلوم ہوا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا دور مبارک وہ ہے کہ جس کی تمنا انبیاء نے کی ہے آگے بھی اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ

چونکہ موسیٰ رونق دور تو دید	کاندرو صبح تجلی می دمید
؛ چونکہ موسیٰ نے تیرے دور کی رونق دیکھی	کہ اس میں تجلی کی صبح چمکتی ہے

چونکہ موسیٰ الخ۔ یعنی جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے دور مبارک کی رونق دیکھی اس میں انوار و تجلیات صبح کی طرح ظاہر وروشن تھے تو فرمانے لگے کہ

گفت یارب ایں چہ دور رحمت است	آں گذشت از رحمت اینجا رویت است
کہا ' اے خدا یہ کیسا رحمت کا دور ہے؟	وہ تو رحمت سے (بھی) بڑھ گیا اس جگہ تو دیدار ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت یارب الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے الٰہی یہ کیسا رحمت کا زمانہ ہے اور کیسا مبارک ہے اور وہ رحمت سے گزر کر فرمانے لگے کہ یہاں تو رویت ہے کہ کھلم کھلا ظاہر طور پر رحمت کا نزول ہوتا ہے اس کے بعد پھر دعا فرماتے ہیں کہ

غوطۂ خور موسیاً اندر بحار	وزمیان دور احمدؐ سر بر آر
اے موسیٰ! سمندروں کے اندر غوطہ لگا	اور احمد کے دور کے درمیان سر ابھار دے

غوطہ دہ الخ۔ یعنی اے الہ العالمین آپ اپنے موسیٰ کو رحمت کے دریاؤں میں غوطہ دیجئے اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اپنے موسیٰ کو کردیجئے اس پر ارشاد ہوا کہ

شرح حبیبی

اوپر حضرت موسیٰ و حضرت نوح کے کارنامے بیان کئے تھے جو ان سے بتائید الٰہی ظہور میں آئے تھے اب اس تائید الٰہی کا مذکور فرماتے ہیں جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہوئی چنانچہ فرماتے ہیں کہ احمد پیارے۔ دیگر انبیاء کے تصرفات تو زمین ہی تک محدود تھے اور آپ کے سامنے سیاہ زمین کیا چیز ہے آپ تو اس تائید الٰہی سے جو آپ کے لئے حاصل ہے آسمان پر چاند کی پیشانی کو اشارہ انگشت شہادت سے دو نیم کیجئے تاکہ ہر سعید۔ اور جاہل منحوس وشقی کو معلوم ہو جائے کہ آج کل آپ کا دور دورہ ہے نہ کہ چاند وغیرہ کا۔ جیسا کہ منجم سمجھتے ہیں۔ آپ کے دور کی کیا بات ہے یہ وہ دور ہے جس کی موسیٰ کلیم اللہ باہمہ عظمت و جلال ہمیشہ آرزو کرتے تھے جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے آپ کے زمانہ کی رونق کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ آپ کا دور نور الٰہی سے جگمگا رہا ہے اور صبح کے مانند پرنور بنا ہوا ہے تو فرمایا کہ اس کو صرف رحمت کا دور نہیں کہا جا سکتا بلکہ وفور انوار و تجلیات و کثرت قرب کے سبب اس کو تو دور رویت کہنا بجا ہے اے اللہ اپنے موسیٰ کو کسی سمندر میں غوطہ دے اور جناب احمدؐ کے دور میں نکال یعنی کوئی ایسی صورت کہ میں اس دور سے اس دور میں پہنچ جاؤں۔

شرح شبّیری

گفت یا موسیٰ بداں بنمودمت	راہ آں خلوت بداں بکشودمت
(اللہ نے) فرمایا اے موسیٰ اسی لئے میں نے تمہیں دکھایا ہے	اس خلوت کا راستہ تم پر اسی لئے کھولا ہے

گفت یا موسیٰ الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ میں نے تم کو اس لئے دکھلایا ہے اور اس خلوت کی طرف اسی لئے راہ کھول دی ہے تاکہ

گر تو زاں دوری دریں دور اے کلیم	پا بکش زیرا دراز است ایں گلیم
اے کلیم اگرچہ تو اس دور سے دور ہے (لیکن) اسی میں ہے	پیر پھیلا دے اس لئے کہ یہ کملی دراز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

13

کہ تو زان دوری الخ۔ یعنی تم اس زمانہ میں بھی اسی دور میں سے ہو اور خوب پاؤں پھیلاؤ اس لئے کہ یہ کمبل خوب دراز ہے یعنی تم کو اس زمانہ میں بھی اس زمانہ کی برکات حاصل ہونگی اور یہ دریائے رحمت تو خوب وسیع ہے اس میں تم کمی سے مت ڈرو بلکہ خوب اچھی طرح مانگو اور حاصل کرو وہ برکات تم کو خوب حاصل ہونگی اور میں نے تم کو اسی لئے دکھلایا ہے تاکہ تم مطمع کر کے اس کو مانگو اور پھر میں تم کو دوں اس لئے کہ میری یہی عادت ہے کہ

من کریم ناں نمایم بندہ را	تا بگریاند طمع آں زندہ را
میں کریم ہوں بندہ کو روٹی دکھا دیتا ہوں	تا کہ اس زندہ کو لالچ رلا دے

من کریم الخ۔ یعنی میں تو کریم ہوں اور بندہ کو روٹی اس لئے دکھلاتا ہوں تاکہ وہ اس کو دیکھ کر مانگے اور روئے۔ مطلب یہ کہ میں تو کریم ہوں اور میں تو اپنے بندوں پر رحمت کرنا چاہتا ہوں مگر اول ذرا دکھلاؤ کہ طمع دلاتا ہوں اس کے بعد جب اس کو پوری طرح شوق ہو جاتا ہے اور وہ شوق اس قدر ترقی کرتا ہے کہ یہ بندہ رونے لگتا ہے تو میں اس وقت اس کو دیتا ہوں تاکہ اسکی قدر ہو اور شکر کرے اور دیکھو اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کہ ماں اور بچہ ہوتے ہیں کہ

بنی طفلے بمالد مادرے	تا شود بیدار و وا جوید خورے
ماں بچے کی ناک ملتی ہے	تا کہ جاگ جائے اور کھانا مانگے

بنی طفلے الخ۔ یعنی ماں بچے کی ناک ملتی ہے تاکہ بیدار ہو کر اپنی خوراک مانگے مطلب یہ کہ جس طرح ماں چاہتی ہے کہ بچے کو غذا دے مگر اول اس کو سونے سے جگاتی ہے جس کی وجہ سے وہ خلاف عادت ہونے سے روتا ہے بس جیسے ہی وہ رویا اور اس نے فوراً اس کو غذا دیدی اس طرح ہم ہیں کہ اول بندہ کو نعمتیں اور رحمتیں دکھلاتے ہیں جب وہ ان کو مانگتا ہے اور مچلتا ہے اور رونے لگتا ہے اس وقت اس کو عطا فرما دیتے ہیں اور وہ ماں اس لئے بچہ کو جگاتی ہے کہ

کو گرسنہ خفتہ باشد بے خبر	واں دو پستاں می چکد از مہر در
کہ وہ بھوکا بے خبر سویا ہوا ہوتا ہے	اور دونوں پستان محبت سے دودھ ٹپکاتے ہیں

کو گرسنہ الخ۔ یعنی اس لئے وہ جگاتی ہے کہ وہ بچہ بھوکا سو گیا ہے اور اس ماں کے دونوں پستان مہربانی کی وجہ سے ٹپک رہے ہیں پس اس کو جگا کر وہ پستان اس کے منہ میں دیدیتی ہے اس طرح چونکہ ہماری رحمت جوش کھاتی ہے اور چاہتی ہے کہ کہیں نازل ہو پس اس وقت ہم نعمتیں اپنے بندہ کو دکھلاتے ہیں اور جب وہ مانگتا ہے تو اس کو عطا فرما دیتے ہیں آگے بھی یہی مضمون ہے کہ

کنت کنزاً رحمۃً مخفیۃً	فابتعثت امۃً مھدیۃً
میں رحمت کا ایک چھپا ہوا خزانہ تھا	تو میں نے ایک ہدایت یافتہ امت پیدا کی

کنت کنزا الخ۔ یعنی میں ایک کنز تھا رحمت مخفی پس میں نے امت مھدیۃ بھیجی اشارہ ہے کنت کنزا مخفیا

www.besturdubooks.wordpress.com

محاجبت ان اعرف خلقت الخلق کی طرف مطلب یہ کہ چونکہ میں خزانہ رحمت مخفی تھا اور اس رحمت کا اقتضاء یہ تھا کہ کسی پر نازل ہو اور یہ کہ میں پہچانا جاؤں تو بس میں نے ایک امت مہدیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کو بھیجا اس لئے کہ یہ امت معرفت میں کامل ہے لہٰذا خلقت میں بھی مقصود وزیادہ ہوگی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو تم کو نعمتیں دکھلاتے ہیں وہ اسی لئے تاکہ تم کو عطا فرمائیں فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ میں نے ان کرامات و برکات عہد مصطفوی کو تجھ پر اسی لئے ظاہر کیا ہے اور اس خلوت خانہ کا راستہ تیرے لئے اسی واسطے کھولا ہے کہ تو اس دور کی کرامات و برکات سے متمتع ہو کر اسی دور میں اس دور سے ہو جائے پس تو مطمئن رہ کیونکہ یہ گلیم دور مصطفویؐ بہت وسیع ہے اس لئے اس کے فیوض و برکات سے متمتع ہونا صرف ارباب آن عہد تک محدود نہیں بلکہ دوسرے لوگ بھی مستفید ہو سکتے ہیں ہم کریم ہیں اس لئے جب بندہ کو روٹی دکھلاتے ہیں تو ہم کو دینا مقصود ہوتا ہے اور دکھلانا اس لئے ہوتا ہے کہ دیکھ کر اس کو لالچ آئے اور وہ اس کی خواہش اور طلب میں روئے اور پھر ہم اس کو دے دیں اور طلب و خواہش کے بعد دینے کی وجہ یہ ہے کہ جو شے طلب و شوق کے بعد حاصل ہوتی ہے وہ زیادہ محبوب ومرغوب اور قابل قدر رہوتی ہے لیکن یہ عادت دائمی کلی نہیں بلکہ بلا طلب بھی بہت کچھ دیتے ہیں) ہمارے اس طرز کو منافی شفقت و رحمت نہ سمجھنا کیونکہ اسکی نظیر خود تمہارے درمیان میں بھی موجود ہے۔ ان کی شفقت و رحمت میں کسی کو کلام نہیں لیکن جب بچہ بھوکا سو جاتا ہے تو مادر مشفقہ کی پستان میں دودھ جوش مارتا ہے اور ٹپکنے لگتا ہے پس اس بچہ کی نیند سے بیدار ہونے اور رونے کی تکلیف کی کچھ پرواہ نہیں کرتی بلکہ باقتضائے شفقت وافرہ و رحمت متکاثرہ اس کی ناک مل کر اس کو جگاتی اور بیدار کرتی ہے تاکہ وہ اٹھے اور غذا ڈھونڈے۔ پس جس طرح ان کی رحمت جوش کرتی ہے اور وہ بچے کو خواب خوش سے کہ مشابہ عدم ہے بٹھاتی اور طلب پر آمادہ کرتی ہے یوں ہی میں بھی رحمت کا ایک پوشیدہ مخزن تھا اور وہ طالبین کی خواستگار تھی اور طالبین خواب عدم میں تھے لہٰذا میں نے اصالۃً تو ایک امت مہدیہ (امت مصطفویہ) کو اس خواب سے اٹھایا اور تبعاً اوروں کو بھی بیدار کیا اور وجود میں لایا تاکہ وہ آثار رحمت کے طالب ہو کر ان سے بہرہ ور ہوں۔

شرح شبیری

ہر کراماتے کہ میجوئی بجاں	او نمودت تا طمع کردی دراں
جن عطاؤں کو تو جان (و دل) سے چاہتا ہے	اس نے وہ تجھے دکھا دیں تاکہ تو ان کا لالچ کرے

ہر کراماتے الخ۔ یعنی کہ جو نعمت اور جو رحمت کہ تم جان و دل سے تلاش کرتے ہو اس کو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دکھلا دیتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں تا کہ تم اس کے حصول کی تمنا کرو اور اس میں طمع کرو آگے پھر مولانا نعمت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں فرماتے ہیں کہ

چند بت بشکست احمدؐ در جہاں	تا کہ یارب گوی گشتند امتاں
احمد نے دنیا میں چند بت توڑے	تو امتیں یارب کہنے والی بن گئیں

چند بت بکشت الخ۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے ہی بت توڑ ڈالے یہاں تک کہ یارب کہنے والے بہت ہو گئے امت میں سے اور اگر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو یہ شرف کہاں حاصل ہوتا اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر نبودے کوشش احمدؐ تو ہم	می پرستیدی چو اجدادت صنم
اگر احمدؐ کی کوشش نہ ہوتی تو بھی (اے مخاطب)	اپنے باوا دادا کی طرح بت پوجتا

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر احمد صلی اللہ علیہ وسلم وسلم کی کوشش نہ ہوتی تو آج تم بھی اپنے باپ دادا کی طرح بت پرست ہوتے اب تم کو ان کا شکر گزار ہونا لازم ہے کہ انہوں نے تمہارے سر کو سجدہ بتاں سے چھڑایا فرماتے ہیں کہ

ایں سرت وارست از سجدہ صنم	تا بدانی حق او را بر امم
تیرا یہ سر بت کو سجدہ کرنے سے بچ گیا	خبردار! امتوں پر ان کے حق کو سمجھ لے

ایں ست وارست الخ۔ یعنی تمہارا یہ سر بتوں کے سامنے سجدہ کرنے سے چھوٹ گیا تا کہ تم اس کا حق اور امتوں پر سمجھو اور اس کا شکریہ ادا کرو اور اس شکر کی برکت سے اس بت باطن سے بھی چھوٹ جاؤ فرماتے ہیں کہ

گر بگوئی شکر ایں رستن بگو	کز بت باطن ہمت برہاند او
اگر تو اس کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہے تو کر	تاکہ اندرونی بت سے بھی تجھے چھٹکارا دلا دے

گر بگوئی الخ۔ اگر تم اس چھوٹنے کا شکر کہو تو کہنا چاہیے کہ اسکی برکت سے بت باطن سے بھی وہی تم کو چھڑا دیں گے آگے فرماتے ہیں کہ

مر سرت را چوں رہانید از بتاں	ہم بداں قوت تو دل را وارہاں
جس طرح اس نے تیرے سر کو بتوں سے آزاد کر دیا	اسی طاقت کے ذریعہ سے تو دل کو (بت پرستی سے) آزاد کر

مر سرت را الخ۔ یعنی جب اس نے تمہارے سر کو بتوں سے بچایا تو اسی وقت سے وہ تمہارے دل کو بھی چھڑا دیں گے آگے مولانا اس سے انتقال فرماتے ہیں اور ہماری غفلت کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ

سر ز شکر دیں ازاں برتافتی	کز پدر میراث ارزاں یافتی
دین کے شکریہ سے تو نے اس لئے منہ موڑا ہے	کہ تو نے باپ سے سستی میراث پا لی ہے

سر ز شکر الخ۔ یعنی دین کے شکریہ سے اس لئے سرتابی کرتے ہو کہ باپ دادا سے مفت میں پالیا ہے اس کی کچھ قدر نہیں ہے اگر کچھ محنت اور مشقت کر کے حاصل کیا ہوتا تو اس کی قدر ہوتی اور جس کو مفت کی چیز ملا کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ یوں ہی بے قدری کیا کرتا ہے فرماتے ہیں کہ

مرد میراثی چہ داند قدر مال	رستمے جاں کند مجاں یافت زال
وراثت پانے والا انسان مال کی قدر کیا جانے؟	رستم نے جان کھپائی' بوڑھے نے مفت حاصل کر لیا

مرد میراثی الخ۔ یعنی جس کو مال میراث میں ملا ہو وہ اس کی قدر کیا جانے دیکھو رستم نے تو جان کندنی سے پیدا کیا اور زال کو مفت میں ملے گیا تو خوب گل چھرے اڑائے پس اس طرح ہم کو بھی دین اس طرح ملے گی ہے کہ باپ مسلمان دادا مسلمان تو ہم بھی مسلمان اگر خود حاصل کرتے تو اس کی قدر ہوتی اب اس سے انتقال فرماتے ہیں اور رجوع کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول کی طرف کہ اللہ تعالیٰ نے فرماتے ہیں کہ جب کوئی روتا ہے اور طلب کرتا ہے تو ہمارا دریائے رحمت جوش میں آتا ہے پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اب مولانا حسب عادت نصیحت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس قدر فیوض و برکات کا تو جان و دل سے طالب ہے وہ اسی کی دکھلائی ہوئی ہیں اور اسی کی توفیق مساعدت سے تیرا جی ان کے لئے للچاتا ہے حتیٰ کہ تیرا اسلام بھی اسی نمائش کا نتیجہ ہے چنانچہ اس نے رسول کو بھیجا۔ انہوں نے حق کی طرف دعوت دی اور بہت سے بتوں کو توڑا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امتی خدا کو پکارنے لگے تو یہ کس شے کا نتیجہ ہے صرف اسی نمائش اور مساعدت کا اگر حق سبحانہ کی طرف سے نمائش اور تحریک نہ ہوتی اور وہ رسول کو نہ بھیجتے اور رسول اس قدر کوشش نہ کرتے تو تو بھی اپنے آباؤ اجداد کی طرح بت پوجتا' کاہے کو اسلام سے واقف ہوتا اور کیونکہ اسے طلب کرتا۔ اصل احسان تو حق سبحانہ کا ہے مگر چونکہ اس کا ظہور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہوا ہے کہ ان کی کوشش سے تیرا سر سجدۂ بت سے چھوٹا ہے اس لئے تجھ کو جاننا چاہیے کہ آپ کا حق امتیوں پر کیا ہے اور جہاں تک تجھ سے ہو سکے اس نعمت رہائی کا شکر زبان سے بھی ادا کر اور جوارح سے بھی اور قلب سے بھی اور طریقہ شکر یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو کمال اتباع مصطفوی میں ساعی ہو اس شکر کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کی برکت سے بت باطن کی پرستش اور اتباع نفس سے بھی نجات پا جائے گا کیونکہ شکر سے منعم نعمتوں میں اضافہ کرتا ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں لئن شکرتم لازیدنکم ۔ جس قوت کے ذریعہ سے تو نے اپنے سر کو سجدۂ بتان سے چھڑایا ہے اسی قوت کے طفیل اور اسی کے اتباع و موافقت سے تو دل کو بت باطن اور اتباع نفس سے چھڑا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ ہی نہیں اب تک جو تو نے شکر دین سے اعراض کیا ہے اور اس کی قدر نہیں کی اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ کی بدولت تجھ کو بلا مشقت اور بلا طلب مال مل گیا ہے یعنی تو مسلمان کے گھر پیدا ہوا اس لئے تو بھی مسلمان ہو گی اور نہ اگر تجھے طلب کے بعد ملتا اور تو اس کے حاصل کرنے میں مشقتیں برداشت کرتا تب تجھے قدر ہوتی جس

شخص کو زر کہ میں مال ملتا ہے اس کو اسکی قدر نہیں ہوتی۔ وہاں تو یہ ہوتا ہے کہ ایک حوصلہ منداور بہادر اس کی تحصیل میں مصائب اور مشقت برداشت کرتا ہے اور ایک کم حوصلہ اور نا قادر علی الاکتساب مفت میں قابض ہو جاتا ہے

ع گل چھرے اڑائے کوئی دولت ہو کسی کی

شرح شبّیری

چوں بگریانم بجوشد رحمتم	آں خروشندہ نیوشد نعمتم
جب میں رلاتا ہوں میری رحمت جوش مارتی ہے	وہ رونے والا سن لیتا ہے" میں نعمت ہوں"

چوں بگریانم الخ۔ یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں رلاتا ہوں تو یری رحمت جوش مارتی ہے اور وہ گریہ زاری کرنے والا (میری نعمتوں کو بزبان حال) یہ کہتے ہوئے سنتا ہے کہ میں نعمت ہوں (تو رومت میں آ گئی) اور اگر ہم کو عطا فرمانا مقصود نہ ہوتا تو ہم دکھلاتے ہی کیوں اسی کو فرماتے ہیں کہ

گرنخواہم داد خود نمایمش	چونش کردم بستہ دل بکشایمش
اگر میں دینا نہ چاہوں تو اسکو نہ دکھاؤں	جب میں اس کو تنگدل بناتا ہوں تو اس دل کو کشادہ کر دیتا ہوں

گرنخواہم داد الخ۔ یعنی اگر میں دینا نہ چاہتا تو میں دکھلاتا بھی نہیں اور جب (اس دکھلانے کی وجہ سے) اس کو بستہ دل کیا ہے تو اس کو ہم بھی کھولیں گے یعنی جب بندہ دیکھ کر طامع ہوا اس کے حصول کا اور پھر حاصل نہ ہونے سے رنجیدہ ہوا ہے تو اس رنجیدگی اور بستہ دلی کو ہم ہی کھولیں گے اور یہاں جو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے دکھلایا ہے تو اس کو عطا بھی فرمادیں گے تو یہاں موسیٰ علیہ السلام کو جو کمالات ملے ہیں وہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے کمالات سے مستفاد ہیں اس لئے کہ یہ مسلم ہے کہ جس قدر کمالات ہیں ان میں اصل تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات ہیں اور پھر ان سے مستفید دیگر انبیاء بھی ہیں لہٰذا موسیٰ علیہ السلام کو بھی ان ہی کمالات میں سے حصہ ملا ہے آگے پھر اسی مضمون کو کہ بعد طلب اور آہ وزاری کے رحمت جوش میں آتی ہے بیان فرماتے ہیں کہ

رحمتم موقوف آں خوش گریہ ہاست	بعد ازاں از بحر رحمت موج خاست
میری رحمت خوب رونے پر موقوف ہے	اس کے بعد رحمت کے دریا سے موج اٹھتی ہے

رحمتم موقوف آن الخ۔ یعنی میری رحمت ان گریوں کے اوپر موقوف ہے اور جب کوئی روتا ہے تو ابر رحمت سے موج اٹھتی ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک منت وزاری اور طلب نہ ہوگی اس وقت تک ہماری رحمت کو جوش نہ ہوگا۔ پس طلب ہونی چاہیے پھر دیکھو کہ کس طرح رحمت نازل ہوتی ہے آگے مولانا اس مضمون کو ایک نظیر سے موکد فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تا نگرید طفل کے جوشد لبن	تا نگرید ابر کے خندد چمن
جب تک بچہ نہ روئے دودھ کب جوش مارتا ہے؟	جب تک ابر نہ روئے چمن کب ہنستا ہے؟

تا نگرید ابر کے الخ۔ یعنی جب تک ابر روتا نہیں اس وقت تک چمن ہنستا نہیں اور جب تک لڑکا نہیں روتا اس وقت تک دودھ کو جوش نہیں ہوتا مطلب یہ کہ دیکھو یہ امر تو حق تعالیٰ اور بندہ ہی میں مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسری اشیاء میں پایا جاتا ہے کہ دیکھو جب تک بارش نہیں ہوتی (جو کہ مثل ابر کے رونے کے ہے) اس وقت تک چمن میں شادابی پیدا نہیں ہوتی اور جب تک بچہ نہیں روتا اس وقت تک پستان مادر میں دودھ جوش نہیں کھاتا پس اس طرح جب بندہ کی طرف سے طلب ہوتی ہے اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے نزول رحمت ہوتا ہے آگے اسی کی تائید میں ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں یعنی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جب میں رلاتا ہوں تو میری رحمت جوش میں آتی ہے اور وہ گریہ زاری کرنیوالا (میری نعمت کو بزبان حال) یہ کہتے سنتا ہے کہ میں نعمت ہوں (تو رومت میں آ گئی) جب مجھے دینا مقصود ہوتا ہے تب ہی میں دکھلاتا ہوں۔ اور جب میں اس کو دل گرفتہ اور مغموم اور محزون کرتا ہوں تو اس کے دل کو کھول بھی دیتا ہوں اور مسرور و محظوظ بھی کر دیتا ہوں لیکن ہماری رحمت اس گریہ وزاری پر موقوف ہوتی ہے جو ہم کو بھلی معلوم ہوتی ہے اور جب وہ رونے لگتا ہے تو ہمارا بحر رحمت موجیں مارنے لگتا ہے پھر اس کو محروم نہیں کرتے (لیکن یہ طرز عمل وہیں ہوتا ہے جہاں اس کے خلاف میں کوئی مصلحت مانعہ نہ ہو ورنہ بلا طلب بھی دیتے ہیں) اب مولانا فرماتے ہیں کہ فی الحقیقت رونا ایک عجیب خاصیت اور عجیب تاثیر رکھتا ہے دیکھو جب تک ابر نہ روئے گا چمن کیونکر ہنس سکتا ہے (یعنی جب بارش نہ ہو باغ میں سرسبزی اور شادابی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے اور اس میں پھول کیونکر کھل سکتے ہیں) اور جب تک بچہ نہ روئے دودھ کیسے جوش مار سکتا ہے پس معلوم ہوا کہ رونے میں عجیب تاثیر ہے۔

شرح شبیری

حلوا خریدن شیخ احمد خضرویہ از جہت خریماں بالہام حق تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کے الہام سے شیخ خضرویہ کا قرض خواہوں کے لئے حلوا خریدنا

بود شیخ دائماً او وام دار	از جوانمردیکہ بود او نامدار
ایک شیخ ہمیشہ قرض دار رہتے تھے	اس سخاوت کی وجہ سے جس میں وہ مشہور تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

بود شیخے دائما الخ۔ یعنی ایک شیخ تھے اور وہ ہمیشہ اپنی جوانمردی کی وجہ سے قرضدار رہا کرتے تھے اس لئے کہ وہ نامدار تھے از جوانمردی علت ہے وام وار کی مطلب ظاہر ہے

وہ ہزاراں دام کردے از مہاں	خرج کردے بر فقیران جہاں
وہ مالداروں سے ہزاروں قرض لیتے تھے	دنیا بھر کے فقیروں پر خرچ کر دیتے تھے

وہ ہزاران الخ۔ یعنی دس دس ہزار بڑے لوگوں سے قرض لیا کرتے تھے (اور اس کو) فقیران جہاں پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ وہ ہزاروں سے مراد عدد نہیں ہے بلکہ مطلب یہ کہ امراء سے بہت زیادہ قرض لے لیا کرتے تھے اور پھر اس کو غرباء فقراء کی خدمت میں خرچ کر دیتے تھے۔

ہم بوام او خانقاہے ساختہ	جان و مال و خانقہ در باختہ
انہوں نے قرض ہی سے خانقاہ بنائی تھی	گھر بار اور خانقاہ (قرض میں) کو بیچے تھے

ہم بوام او الخ۔ یعنی قرض ہی سے ایک خانقاہ بھی بنوائی تھی اور خدا نداں اور خانقاہ سب ہارے ہوئے خان و مان۔ اہل وعیال مطلب یہ کہ انہوں نے قرض ہی سے ایک خانقاہ بھی بنوائی تھی اور اپنا اہل وعیال اور خانقاہ وغیرہ سب چیزیں خدا کے واسطے لٹادی تھیں اور جو ان کے پاس تھا سب خدا کی راہ میں وہ خرچ کرتے تھے۔

احمد خضرویہؒ بودے نام او	خدمت عشاق بودے کام او
ان کا احمد خضرویہؒ تھا	(خدا کے) عاشقوں کی خدمت ان کا کام تھا

احمد خضرویہ الخ۔ یعنی احمد خضرویہ ان کا نام تھا اور ان کا مقصد (اس قرض لینے سے) عاشقان الٰہی کی خدمت کرنا تھا۔ کام مقصد۔

دام او را حق زہر جائی گزارد	کرد حق بہر خلیل از ریگ آرد
اللہ (تعالیٰ) ان کے قرض ہر جگہ سے اتار دیتا تھا	خدا (تعالیٰ) نے (حضرت) ابراہیم کیلئے ریت سے آٹا کر دیا

وام او را الخ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے قرض کو ہر جگہ سے ادا فرما دیتے تھے (اور دیکھو) حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ریت سے آٹا بنا دیا مطلب یہ کہ ان کے قرض کے ادا ہو جانے کو کچھ مستبعد مت سمجھنا اس لئے کہ خداوند تعالیٰ کی قدرت تو اس سے کہیں زیادہ ہے دیکھو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے ریت سے آٹا بن گیا تھا سو اگر ان کا قرض ادا ہو جاتا تھا تو کیا بعید ہے آگے مولانا اس حکایت سے انتقال فرما کر انفاق فی سبیل اللہ کے فضائل بیان فرماتے ہیں

گفت پیغمبر کہ در بازار ہا	دو فرشتہ می کنند از دل دعا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ بازاروں میں	دو فرشتے دل سے دعا کرتے ہیں

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بازاروں میں ہمیشہ دو فرشتے ندا کرے ہیں کہ

کاے خدا تو منفقاں رادہ خلف	وے خدا تو ممسکاں رادہ تلف
کہ اے خدا تو خرچ کرنے والوں کو عوض دے دے	اے خدا تو بخیلوں کو ہلاکت دے دے

کائے خدا الخ۔ یعنی اے خدا (تو اللہ کی راہ میں) خرچ کرنے والوں کو تو عوض عنایت فرما اور اے خدا تو (اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے) بخل کرنے والوں کو تلف کر دیجئے مطلب یہ کہ اے اللہ جو تیری راہ میں خرچ کرنیوالے ہیں ان کو تو اسکا عوض اور مال دے کہ وہ اور خرچ کریں اور آخرت میں بھی ان کو اس کا عوض عطا فرما اور جو لوگ بخیل ہیں اور تیری راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے مال کو تلف فرما کہ فضول اور بیکار ہے اور یہ مضمون حدیث کا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

خاصہ آں منفق کہ جاں انفاق کرد	حلق خود قربانی خلاق کرد
خصوصا وہ خرچ کرنے والا جس نے جان خرچ کی	اپنے گلے کو اللہ (تعالی) کی قربانی بنایا

خاصہ آن الخ۔ یعنی خاص کر وہ خرچ کرنے والا کہ جان کو خرچ کرے اور اپنے حلق کو پیدا کرنیوالے کی قربانی کر دے مطلب یہ کہ جو لوگ کہ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے والے ہیں ان کی تو یہ فضیلت ہے جیسا کہ مضمون حدیث سے معلوم ہوا مگر خاص کر وہ لوگ بہت زیادہ خرچ کرنیوالے اور افضل ہیں کہ جو اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کر دیتے ہیں آگے پھر اسی کو فرماتے ہیں کہ

حلق پیش آورد اسماعیل دار	کارد بر حلقش نیارد کردگار
(حضرت) اسماعیل کی طرح اس نے گلا پیش کر دیا	خدا اس کے گلے پر چھری نہ چلائے گا

حلق پیش الخ۔ یعنی حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح حلق سامنے لے آئے ہیں (پس اس اطاعت اور تسلیم کی وجہ سے) اللہ تعالی ان کے حق پر چھری نہیں چلنے دیتے۔ مطلب یہ کہ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے کہنے سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے اپنی جان دینا منظور کر لیا تھا اور خدا کی راہ میں قربان ہونے کے لئے تیار ہو گئے تھے مگر اللہ تعالی نے ان کے اس تسلیم و رضا کی وجہ سے ان پر چھری نہ چلنے دی اور ان کو زندہ و سلامت رکھا بلکہ ان کی جگہ دنبہ آ گیا جیسا کہ مشہور ہے اس طرح جو لوگ خدا کی راہ میں اپنی خواہشات نفسانی کو مٹا دیتے ہیں اور مجاہدات و ریاضات کرتے ہیں خداوند کریم ان کو بھی حیات ابدی عنایت فرماتے ہیں آگے اسی مضمون پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس شہیداں زندہ زیں رویند و خوش	تو بداں قالب بمنگر گبرو ش
پس شہید اسی لئے زندہ اور خوش ہیں	تو ان کے (خالی) قالب کو کافر کی طرح نہ دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

پس شہیدان الخ۔ یعنی پس شہداء اسی وجہ سے زندہ اور خوش ہیں اور تو اس قالب کو گبر کی طرح مت دیکھ مطلب یہ کہ چونکہ جو لوگ اپنی خواہشات کو مٹا دیتے اور ترک کردیتے ہیں اور اپنی جان کو جان نہیں سمجھتے ان کو حق تعالیٰ ایک حیات ابدی عنایت فرماتے ہیں اسی لئے جو لوگ شہید ہوتے ہیں اور اپنی جان راہ حق میں قربان کر دیتے ہیں وہ ہی خوش اور زندہ رہتے ہیں وہ ہی خوش اور زندہ رہتے ہیں چونکہ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ شہداء کو حیات کہاں نصیب ہوتی ہے بلکہ وہ تو مرجاتے ہیں اس کا دفعیہ فرماتے ہیں کہ گبر کی طرح اس قالب ظاہری کو مت دیکھو کہ اس کو موت آ گئی ہے بلکہ ان کو جو حیات حاصل ہوئی ہے وہ حیات حقیقی ہے اگرچہ موت ناسوتی اور بدنی ان پر طاری ہوئی ہو لیکن حقیقتہً وہ زندہ ہی ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کا یہ اثر ہوتا ہے کہ ان کا بدن خراب نہیں ہوتا جس سے معلوم ہوا کہ ان کو بدن کے ساتھ ہی کچھ تعلق باقی رہتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

چوں خلف دادستشاں جان بقا	جان ایمن از غم و رنج و شقا
چونکہ انکو (اللہ تعالیٰ نے) باقی رہنیوالی جان عوض میں دیدی ہے	وہ جان جو غم اور رنج اور بدبختی سے محفوظ ہے

چون خلف داد است الخ۔ یعنی جب کہ عوض میں ان کو جان بقا عنایت ہوگئی ہے ایسی جان جو کہ غم اور رنج اور شقاوت سے بے خوف ہے (بس وہ زندہ ہیں اور خوش ہیں) یہاں چوں خلف داد بست الخ کی جزا محذوف ہے اور دال علی الجزاء پس شہیدان الخ ہے لہٰذا مطلب یہ ہوگیا کہ چونکہ جن لوگوں نے مجاہدات و ریاضات کر کر کے اپنی خواہشات نفسانی کو بالکل کالعدم کردیا ہے اس کے عوض ان کو ایسی باقی اور پائیدار زندگی حاصل ہوگئی ہے کہ جس میں نہ رنج ہے نہ غم ہے نہ شقاوت ہے اس لئے وہ بالکل خوش اور زندہ ہیں اور یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ ارواح تو عامہ مسلمین کی بلکہ کفار تک کی باقی رہیں گی پھر ان کی تخصیص کیا ہے اس لئے کہ اگرچہ ارواح کفار بھی رہیں گی مگر ان کا رہنا کالعدم ہے کیونکہ ان کے لئے ارشاد ہے لایموت فیھا ولا یحیی کہ نہ ان کی زندگی ہی ہوگی اور نہ موت ہی آوے گی پس اس کا اعتبار نہیں کیا گیا اور عامہ مسلمین کی ارواح کی حیات چونکہ اس قدر قوی نہیں ہیں جیسے کہ ان شہداء کی ارواح کی ہے اس لئے ان کا بھی اعتبار نہیں کیا گیا آگے پھر قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

یہاں سے گریہ کی فضیلت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گریہ کی برکت کے متعلق ایک حکایت سن۔ ایک بزرگ اس سبب سے کہ وہ فضیلت سخاوت سے معزز و ممتاز تھے۔ ہمیشہ قرضدار رہتے تھے ہزاروں روپیہ سیٹھوں سے قرض لیتے اور فقیروں پر صرف کردیتے قرض ہی سے ایک خانقاہ بھی بنائی تھی قرض ہی میں اپنا سارا گھربار اور خانقاہ سب کھو چکے تھے احمد خضرویہ ان کا نام تھا اور اہل اللہ ہی کی خدمت ان کا مطمع نظر تھا۔ حق سبحانہ ان کے قرض کو کہیں سے نہ کہیں سے ادا کرا دیتے تھے ان کے نزدیک یہ امر کچھ بھی دشوار نہیں کیونکہ ان کی تو وہ قدرت کاملہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ انہوں نے ریت کو آٹا کر دیا تھا یعنی ریت سے آٹا دلا دینا جب آسان ہے تو کسی شخص سے روپیہ دلا دینا کون سی بڑی بات ہے اور یہ خرچ کرنا ان کا کچھ مذموم نہ تھا بلکہ محمود تھا اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ دو فرشتے بحکم خداوندی بازاروں میں ہمیشہ یہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ العالمین تو سخی کو اس کے خرچ کردہ مال کا بدلہ عنایت فرما اور بخیل کے مال کو تباہ و برباد کر اس دعا کی مقبولیت اور اس بنا پر عام طور پر اسخیا کو بدل ملنا ضرور ہے بالخصوص وہ سخی جس نے اپنی جان صرف کی ہے اور اپنے گلے کو خلاق عالم کے لئے قربان کر دیا ہے اور اس کے خنجر ناز کے لئے اسمٰعیل علیہ السلام کی طرح گلا سامنے کر دیا ہے یعنی اپنے کو مرضیات حق سبحانہ میں فنا کر دیا ہے اس کو تو بالا و لٰی بدل ملے گا کہ حق سبحانہ اس کے حلق پر چھری نہ چلائیں گے اور اس فنا کے معاوضہ میں اس کو بقا بخشیں گے پس یہ شہیداں خنجر ناز اس لئے زندہ اور خوش اور مصداق لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما اتھم اللہ ہیں کہ حق سبحانہ نے اس کے بدلے میں ان کو جان اتقاء بخشی ہے۔ تو جانتا ہے۔ جان اتقاء کیا ہے۔ وہ وہ جان ہے جس کو نہ رنج کا کھٹکا ہے نہ محرومی کا پس خبردار تو ان سے جسم کی خستگی پر کافروں کی طرح ہرگز نظر نہ کرنا اور اس سے ان کی حقارت پر استدلال نہ کرنا ان کی تو یہ شان ہے۔ رب اشعث اغبر مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ۔ او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم

شرح شبیری

شیخ وامی سالہا ایں کار کرد	می ستد می داد ہمچوں پائمرد
قرض لینے والے شیخ نے سالوں یہ کام کیا	مستقل مزاج کی طرح لیتے دیتے رہے

شیخ وامی الخ۔ یعنی قرض والے شیخ نے برسوں یہ کام کیا اور جوانمردی کی طرح داد و ستد کرتے تھے مطلب یہ کہ جس طرح جواں مرد بے فکر ہو کر کام کرتے ہیں اس طرح یہ قرضدار شیخ بھی قرض لیتے تھے اور پھر اس کو ادا کر دیتے تھے آگے فرماتے ہیں کہ

تخم ہامی کاشت تا روز اجل	تا بود روز اجل میر اجل
مرنے کے دن تک (نیکیوں کی) تخم ریزی کرتے رہے	تاکہ موت کے دن بڑے سردار بنیں

تخم ھاے کاشت الخ۔ یعنی موت کے دن تک تخم (عمل) بوتے تھے تاکہ موت کے دن بہت بڑے میر ہوں مطلب یہ کہ وہ اخیر عمر تک یہ داد و دہش کرتے رہے تاکہ خدا تعالیٰ کے یہاں ان کا مرتبہ بلند ہو اور ایک بہت بڑے بزرگ اور میر اپنے انفاق کی وجہ سے ہوں آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ عمر شیخ در آخر رسید	در وجود خود نشان مرگ دید
جب شیخ کی آخری عمر آ گئی	انہوں نے اپنے جسم میں موت کے آثار دیکھے

چونکہ عمر شیخ الخ۔ یعنی جبکہ شیخ کی عمر آخر کو پہنچی اور انہوں نے اپنے اندر موت کی نشانیاں دیکھیں تو

وام داران الخ۔ یعنی ان کے گرد قرض خواہ جمع ہو کر بیٹھ گئے اور شیخ خود بخود خوش اور شمع کی طرح پگھلنے والے تھے مطلب یہ کہ جب تک ان کی عمر آخر ہوئی اور ان کو بھی معلوم ہو گیا کہ اب زندگی نہیں رہی تو اس وقت سب قرض خواہ اپنا قرض مانگنے آئے مگر شیخ خوش تھے اس لئے کہ جانتے تھے کہ خداوند کریم دینے والا ہے وہی دے گا اور جس طرح شمع پگھلا کرتی ہے مگر روشن ہوتی ہے اس طرح شیخ بوجہ اس کے کہ روح تحلیل ہو رہی تھی پگھل رہے اور گھل رہے تھے مگر شمع کی طرح روشن اور خوش بھی تھے پس جبکہ قرض خواہوں نے دیکھا کہ یہ تو مرے اور قرض کس سے ملے گا تو

وام خواہاں گرد او بنشستہ جمع	شیخ بر خود خوش گدازاں ہمچو شمع
قرض خواہ ان کے گرد جمع ہو کر بیٹھ گئے	شیخ شمع کی طرح اپنے آپ میں پگھل رہے تھے

وام داران الخ۔ یعنی قرض خواہ ناامید اور غصہ میں ہو گئے اور دل کا درد جگر کے درد کے ساتھ مل گیا مطلب یہ کہ جس طرح درد دل اور درد جگر دونوں مہلک ہیں اور جب دونوں جمع ہو جائیں تو اور بھی زیادہ مہلک ہیں اس طرح ان قرض خواہوں کی حالت تھی کہ بہت ہی مصیبت میں تھے اور کبھی غصہ آتا تھا کہ ایسے کو قرض دیا ہی کیوں تھا اور کبھی ناامید ہوتے تھے غرض کہ ایک عجیب مصیبت میں مبتلا تھے اور درد دل اور درد جگر سے مراد خود درد نہیں ہے بلکہ کئی مصیبتوں کا جمع ہونا ہے جیسا کہ ظاہر ہے جب ان کی یہ حالت ہوئی تو شیخ اپنے دل میں کہنے لگے کہ

وام خواہاں گشتہ نومید و ترش	درد دلہا یار شد با دردشش
قرض خواہ ناامید اور ناراض تھے	دلوں کا درد پھیپھڑے کے درد کا ساتھی ہو گیا تھا

شیخ گفت الخ۔ یعنی شیخ کہنے لگے کہ ان بدگمانوں کو تو دیکھو (کہ ابھی سے گھبرائے جاتے ہیں) کیا حق تعالیٰ کے پاس چار سو دینار بھی سونا نہیں ہے مطلب یہ کہ خدا پر بھروسہ ہونا چاہیے وہی دے گا مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا یہ گمان ہے کہ خدا کے پاس چار سو دینار بھی نہیں اس لئے کہ اگر یہ گمان نہ ہوتا تو اس قدر پریشان کیوں ہوتے یہی سمجھتے کہ خدا دے گا یہاں تو یہ ہو رہا تھا ادھر ایک لڑکا حلوہ بیچ رہا تھا اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

قرض کے عادی بزرگ برسوں یہی کام کرتے ہیں اور نہایت استقلال کے ساتھ لین دین جاری رکھا کہ امرا سے لیتے اور فقرا کو دیتے فی الحقیقت وہ موت کے روز ثمرات حاصل کرنے کے لئے بیج بو رہے تھے تا کہ وہ ان ثمرات کی بدولت موت کے روز ایک بڑے سیٹھ ہوں آخر کار جب شیخ کا آخری وقت ہوا اور آثار مرگ اپنے اندر مشاہدہ کئے تو قرضداروں کی جماعت نے آ گھیرا اور ان کو گھیر کر بیٹھ گئے اور شیخ بے فکر محبت الٰہی میں شمع کی طرف خوب گھل

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے تھے ادھر قرض خواہوں کی یہ حالت تھی کہ ناامید اور بدمزہ ہو رہے تھے پھیپھڑے کے درد کے ساتھ درد دل بھی شامل ہو گیا تھا یعنی بے حد مضطرب اور بے چین تھے شیخ ان کی حالت قرائن وغیرہ سے معلوم کر کے دل میں کہہ رہے تھے کہ ان بدگمانوں کو دیکھو کہ خواہ مخواہ پریشان ہیں کیا خدا کی قدرت میں چار سو دینار کا ادا کر دینا بھی نہیں۔

شرح شبّیری

شیخ گفتن ایں بدگماناں را نگر	نیست حق را چار صد دینار زر
شیخ نے فرمایا ان بدگمانوں کو دیکھ	(کیا) اللہ کے پاس سونے کی چار سو اشرفیاں نہیں ہیں
کودکے حلوا ز بیروں بانگ زد	لاف حلوا بر امید دانگ زد
ایک لڑکے نے باہر سے حلوے کی آواز لگائی	پیسے کی امید پر حلوے کی تعریف کی

کودکے حلوا الخ۔ یعنی ایک لڑکے نے باہر سے حلوے کی آواز دی اور حلوے کی شیخی داموں کی امید پر ماری مطلب یہ کہ کسی لڑکے حلوا فروش نے باہر سے آواز لگائی اور دام ملنے کے واسطے اس حلوے کی تعریفیں کیں مثلاً یہ کہ گرما گرم حلوا وغیرہ وغیرہ جیسا کہ دستور ہے بس سنتے ہی شیخ نے بلا لیا۔

شیخ اشارت کرد خادم را بسر	کہ برو آں جملہ حلوا را بخر
شیخ نے خادم کو سر سے اشارہ کیا	کہ جا تمام حلوا خرید لے

شیخ اشارت کرد الخ۔ یعنی شیخ نے خادم کو سر سے اشارہ کیا کہ جا اور اس سارے حلوے کو خرید اس لئے کہ

تا غریماں چونکہ آں حلوا خورند	یک زمانے تلخ در من ننگرند
کیونکہ قرض خواہ جب وہ حلوا کھا لیں گے	تھوڑی دیر تیکھی نظر سے مجھے نہ دیکھیں گے

تا غریمان الخ۔ یعنی تا کہ جب تک کہ قرض خواہ حلوا کھائیں تھوڑی دیر مجھے کڑی نگاہوں سے نہ دیکھیں گے یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ شیخ نے اس لئے حلوہ کھلایا تا کہ کچھ دیر کے لئے ان کا تقاضا کم ہو بلکہ چونکہ ان کی عادت کھلانے پلانے کی تھی اس لئے انہوں نے اس وقت بھی ان کو حلوا کھلا دیا جب شیخ نے سر سے اشارہ کیا تو

در زماں خادم بروں آمد ز در	تا خرد آں جملہ حلوا زاں پسر
فوراً خادم دروازے سے باہر آیا	تا کہ سارا حلوا لڑکے سے خرید لے

درزمان خادم الخ۔ یعنی وہ خادم اسی وقت دروازہ سے باہر آیا تا کہ اس سارے حلوے کو اس لڑکے سے خرید لے۔

گفت اورا جملۂ حلوا بچند	گفت کودک نیم دینار ست وانند
(خادم نے) اس سے پوچھا سب حلوا کتنے کا ہے؟	لڑکے نے کہا کہ آدھے دینار سے کچھ زائد کا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اورا کین الخ۔ یعنی اس خادم نے اس لڑکے سے کہا کہ یہ سارا حلوا کتنے کا ہے تو وہ لڑکا بولا کہ کچھ اوپر آدھے دینار کا ہے۔ اند کنایہ از عدد مبہم + از سہ تا نہ بمعنی چند۔

گفت نے از صوفیاں افزوں مجو	نیم دینارت دہم افزوں مگو
اس نے کہا صوفیوں سے زیادہ نہ مانگ	تجھے آدھا دینار دوں گا زیادہ نہ بول

گفت نے از صوفیان الخ۔ یعنی اس خادم نے کہا کہ صوفیوں سے زیادہ مت لے تجھے آدھا دینار دونگا بس اور کچھ مت کہنا۔

شرح حبیبی

اتنے میں ایک لڑکے نے آواز دی "حلوا تر گرم" اور دانگ کی امید میں حلوے کی خوب تعریف کی شیخ نے اپنے خادم کو سر کے اشارے سے کہا کہ جاؤ سب حلوا خرید لو تا کہ جب یہ قرض خواہ حلوا کھالیں تو کچھ دیر تو یہ مجھے بد مزہ ہو کر نہ دیکھیں اور کچھ عرصہ تک تو ان بیچاروں کو اس کوفت سے نجات مل جائے یہ سن کر وہ فوراً دروازہ سے باہر آیا کہ وہ سارا حلوا لڑکے سے خرید لے اور اس سے کہا کہ یہ سارا حلوا کتنے میں دو گے لڑکے نے کہا کہ اس کی قیمت کچھ اوپر نصف دینار ہے خادم نے کہا میاں فقیروں سے زیادہ نہ لو ہم تمہیں نصف دینار دیں گے بس اب کچھ نہ کہنا۔

شرح شبّیری

او طبق بنہاد اندر پیش شیخ	تو ببیں اسرار سر اندیش شیخ
اس نے اندر جا کر طباق شیخ کے سامنے رکھ دیا	(اب) تو راز کو سوچنے والے شیخ کے اسرار کو دیکھ

او طبق بنہاد الخ۔ یعنی اس حلوہ فروش نے طبق حلوا شیخ کے سامنے رکھ دیا اب ذرا اس بھید کے سوچنے والے شیخ کے اسرار کو دیکھو (کہ کہاں تک انہوں نے سمجھا اور کیا کیا ظہور میں آیا)

کرد اشارت با غریماں کیں نوال	نک تبرک خوش خورید ایں را حلال
(شیخ نے) قرض خواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ عطا (ہے)	یہ تبرک ہے اس کو حلال سمجھ کر خوب کھاؤ

کرد اشارت الخ۔ یعنی شیخ نے قرض خواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ ما حضر کچھ تبرک ہے اس حلال کو خوب کھاؤ۔

نک مخفف ہے اینک۔

بہر فرماں جملگی حلقہ زدند	خوش ہمی خوردند حلوائے چو قند
حکم کے مطابق سب نے حلقہ باندھ لیا	قند جیسے حلوے کو خوب کھایا

بہر فرمان الخ۔ یعنی شیخ کے حکم کی وجہ سے سب نے حلقہ باندھ لیا اور اس قند جیسے حلوے کو خوب کھایا (اس حکم کو کیسا مانا)

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں طبق خالی شد آں کودک ستد	گفت دینارم بدہ اے پر خرد
جب طباق خالی ہوگیا اس لڑکے نے اٹھا لیا	بولا اے دانشمند میرا دینار دے

چوں طبق خالی شد الخ۔ یعنی جب طبق خالی ہوگیا تو اس لڑکے نے لے لیا اور کہا کہ اے عقلمند مجھے دینار دیجئے۔

شیخ گفتا از کجا آرم درم	دام دارم میروم سوئے عدم
شیخ نے فرمایا درہم کہاں سے لاؤں؟	میں مقروض ہوں (ملک) عدم کی طرف جا رہا ہوں

شیخ گفتا الخ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ دام کہاں سے لاؤں میں تو (پہلے سے ہی) قرضدار ہوں اور عدم کی طرف جاتا ہوں اور یہ اس لئے کہا تاکہ اس کو معلوم ہو کہ ارے یہ تو ابھی مرا جاتا ہے اس لئے اس کو اور بھی گھبراہٹ ہو اور پھر جو مقصود ہے اس کو رلانا وہ بوجہ اتم حاصل ہو۔ جب لڑکے نے یہ سنا تو

کودک از غم زد طبق را بر زمیں	نالۂ و گریہ بر آورد و حنین
لڑکے نے غم کے مارے طباق زمین پر پٹخ دیا	رونا اور چیخنا شروع کر دیا

کودک از غم الخ۔ یعنی اس کودک حلوا فروش نے غم کی وجہ سے طبق کو زمین پر دے پٹکا اور نالہ و گریہ کرنے لگا اور رونے کی آواز نکالی حنین کہتے ہیں رونے کی آواز کو۔ یعنی اس بچے نے جب دیکھا کہ یہ دام نہیں لیتے اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ملک عدم کو جا رہے ہیں جہاں سے واپسی کی امید بھی نہیں تو وہ بہت ہی رونے چلانے لگا اور کہنے لگا کہ

بانگ می کرد و فغاں و ہائے ہائے	کاے مرا اشکستہ بودے ہر دو پائے
شور کرتا اور روتا اور ہائے ہائے کرتا تھا	کہ میرے دونوں پاؤں ٹوٹ گئے ہوتے

نالہ می کرد الخ۔ یعنی وہ لڑکا نالہ کرتا تھا اور فغاں اور ہائے ہائے کہ کاش میرے دونوں پاؤں ٹوٹ جاتے کہ میں یہاں نہ آتا اور مجھ پر یہ بلا نازل نہ ہوتی اور کہتا تھا کہ

کاشکے من گرد گلخن گشتمے	بردر ایں خانقاہ نگذشتمے
کاش میں بھٹی کے گرد ہی چکر لگاتا	اس خانقاہ کے دروازے سے نہ گزرتا

کاشکے من الخ۔ یعنی کاش میں بھاڑ کے گرد ہی گھوم لیتا اور اس خانقاہ کے دروازہ پر نہ آتا گلخن سے مراد وہ بھاڑ وغیرہ جہاں حلوا وغیرہ پکاتے ہیں یعنی میں اپنے گھر ہی کے پاس پھر لیتا مگر یہاں نہ آتا آگے اس حلوا فروش نے غصہ میں آکر صوفیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا کہتا ہے کہ

صوفیان طبل خوار لقمہ جو	سگ دلان ہمچو گربہ روئے شو
پیٹو صوفی لقمہ ڈھونڈنے والے	کتوں کا دل رکھنے والے بلی کی طرح منہ دھونے والے

www.besturdubooks.wordpress.com

صوفیان طبل الخ۔ یعنی صوفی طبل کی طرح کھانے والے لقمہ کو ڈھونڈنے والے کتے جیسے دل والے اور بلی کی طرح منہ دھونے والے طبل خوار سے مراد زیادہ کھانے والا جیسا کہ ڈھول کا پیٹ بڑا ہوتا ہے جب یہ بہت ہی چلایا تھا۔

از غریو کودک آنجا خیر و شر	گرد آمد گشت بر کودک حشر
لڑکے کے شور وغل سے اس جگہ بھلے اور برے	جمع ہوگئے لڑکے پر بھیڑ لگ گئی

ازغریو الخ۔ یعنی اس لڑکے کے چلانے سے اس جگہ اچھے برے اس لڑکے پر سب جمع ہو گئے۔

پیش شیخ آمد کہ اے شیخ درشت	تو یقیں داں کہ مرا استاد کشت
شیخ کے سامنے آیا کہ اے سنگدل شیخ!	تو یقین کر لے کہ استاد نے مجھے مار ہی ڈالا

پیش شیخ آمد الخ۔ یعنی وہ لڑکا شیخ کے سامنے آیا کہ اس سخت شیخ تو یقین جان کہ مجھ کو استاد نے مار ڈالا چونکہ اس کا مار ڈالنا یقینی تھا اس لئے کہ اس کو صیغہ ماضی سے تعبیر کر دیا کہ گویا یوں سمجھ کہ اسے مار ہی ڈالا اور کہنے لگا کہ

گر روم من پیش او دست تہی	او مرا بکشد اجازت مید ہی
اگر میں اس کے سامنے خالی ہاتھ جاؤں	وہ مجھے مار ڈالے گا تو روا رکھتا ہے؟

گر براستاروم الخ۔ یعنی اگر میں استاد کے پاس خالی ہاتھ جاؤں گا اور وہ مجھے مار ڈالے گا کیا تم اس کی اجازت دیتے ہو اور تم کو یہ گوارا ہے کہ میں مار ڈالا جاؤں استاد سے مراد وہ شخص ہے جو اس کو حلوا فروخت کرنے کو دیتا تھا جب اس نے بہت شور وغل مچایا تو وہ قرض خواہ بھی کہنے لگے کہ

واں غریماں ہم بانکار و جحود	رو بشیخ آوردہ کایں بازی چہ بود
قرض خواہ بھی تردید اور انکار کے ساتھ	شیخ کی طرف متوجہ ہوئے کہ یہ کیا تماشہ تھا؟

وان غریمان الخ۔ یعنی اور وہ قرض خواہ بھی انکار ونفرت سے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر بولے کہ آخر یہ کیا تھا اور تم نے یہ کیا کیا کہ ایک تو ہمارا قرض تھا ہی اس بیچارے غریب بچے کا حلوا ہمیں کھلا دیا اور اس کے دام نہیں دیتے اور کہنے لگے کہ

مال ما خوردی مظالم می بری	از چہ بود ایں ظلم دیگر برسری
ہمارا مال مارا حقوق لے جا رہا ہے	علاوہ ازیں یہ کیا ظلم تھا؟

مال خوردی الخ۔ یعنی ہمارا مال تو کھایا اور اب حقوق (اپنے ساتھ) لے جاتے ہو (مگر) ان کے علاوہ اور دوسرا یہ حق کیوں لے لیا اور یہ ظلم کیوں کیا اور اس لڑکے نے رونا شروع کیا۔

تا نماز دیگر الخ۔ یعنی عصر کی نماز تک وہ لڑکا روتا رہا اور شیخ نے آنکھ بند کر لی اور اس کی طرف دیکھا بھی نہیں۔

تا نماز دیگر آں کودک گریست	شیخ دیدہ بست و در وے ننگریست
عصر کی نماز تک وہ لڑکا روتا رہا	شیخ نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کی طرف دیکھا (بھی) نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ فارغ از جفاؤ از خلاف	در کشیدہ روی چوں مہ در لحاف
شیخ ظلم اور جھگڑے سے فارغ (الحال) تھے	چاند جیسا چہرہ لحاف میں چھپائے ہوئے تھے

شیخ فارغ الخ۔ یعنی شیخ ان جفاؤں اور مخالفت سے فارغ اور علیحدہ چاند جیسا منہ لحاف میں لپیٹے ہوئے تھے مطلب یہ کہ اس جھگڑے کا اور ان باتوں کا شیخ پر کوئی اثر نہ تھا بلکہ وہ بالکل خوش تھے اس لئے کہ جانتے تھے کہ جس قدر قرض ہے سب خدا کے واسطے لیا ہے اللہ میاں خود ادا فرمائیں گے مجھے کیا فکر ہے اور ان کی یہ حالت تھی کہ

با ازل خوش با ابد خوش شاد کام	فارغ از تشنیع وطعن خاص وعام
ازل (مقدر) سے خوش ابد (آخرت) سے خوش اور مسرور	خاص وعام کے لعن طعن سے بے نیاز تھے

با اجل خوش الخ۔ یعنی اپنی موت سے بھی خوش اور اپنے مقدر پر بھی خوش اور ویسے بھی خوش اور لوگوں کی تشنیع اور کہنے سننے سے بالکل فارغ اور ان کو کچھ پرواہ ہی نہ تھی کہ کوئی کیا کہہ رہا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی یہ حالت اس لئے تھی کہ

شرح حبیبی

لڑکے نے خوانچہ شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ اب تو واقف اسرار شیخ کے اسرار ملاحظہ کر کہ اس کا کیا انجام ہوتا ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل قصہ سن شیخ نے قرض خواہوں کو اشارہ کیا کہ یہ ہماری جانب سے عطیہ ہے اب تم اس مال طیب کو تبرکاً خوب کھاؤ قرض خواہوں نے تعمیل ارشاد شیخ کے لئے خوانچہ کے گرد حلقہ باندھ لیا اور قند کی طرح مزے لے لے کے خوب حلوا کھایا جب کھا چکے اور خوانچہ خالی ہو گیا تو لڑکا اٹھا اور کہا کہ میرا نصف دینار دلوایئے۔ شیخ نے کہا میاں میں روپیہ کہاں سے لاؤں مجھ پر تو اور ہی قرض بہت سا ہے اور کوئی دم میں راہی ملک عدم ہوتا ہوں اس لئے تحصیل زر پر بھی قدرت نہیں لڑکے نے مارے رنج کے خوانچہ کو زمین پر دے پٹکا اور گریہ وزاری شروع کر دی وہ دھاڑیں مار مار کر روتا اور ہائے ہائے کرتا تھا اور کہتا تھا کہ جب میں یہاں آتا تھا میرے پاؤں کیوں نہ ٹوٹ گئے کاش میں بھاڑ کے پاس جاتا اور وہ میرا جانا بے سود اور تکلیف دہ ہوتا مگر اس خانقاہ میں نہ آتا یہ کھاؤ اور چرب لقمہ تلاش کرنے والے صوفی اپنے سینوں میں کتوں کی طرح حریص اور موذی دل رکھتے ہیں اور بلی کی طرح منہ دھو کر پارسا اور مقدس بنے بیٹھے ہیں۔ لڑکے کا شور سن کر بھلے برے آدمی سب اکٹھے ہو گئے اور لڑکے کے گرد اژدہام ہو گیا لڑکا دوبارہ شیخ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا بے مہر بڑے میاں آپ یقین جانئے کہ میرا استاد مجھے مار ہی ڈالے گا کیا آپ جائز رکھتے ہیں کہ میں خالی ہاتھ جاؤں اور میرا استاد مجھے مار ڈالے اور دیگر قرض خواہوں نے بھی اعتراض کرنا شروع کیا کہ آخر یہ کیا حرکت تھی جو آپ نے کی جب آپ کے پاس کچھ دینے کو نہیں تھا تو حلوا خریدنے کو کس نے کہا تھا ہمارا تو مال کھا گئے اور حقوق العباد کی گٹھڑی اپنے سر پر لئے جاتے ہو ایک اور ظلم اپنے سر پر کھا اس کا کیا سبب ہے۔ عصر کی نماز تک وہ لڑکا رویا کیا ادھر تو یہ حالت تھی ادھر شیخ نے اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکھیں بند کر لی تھیں اور لڑکے کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے تھے اور لوگوں کی زیادتی اور مخالفت کو بالکل نظر انداز کر کے اپنا چاند سا منہ کپڑے میں لپیٹ لیا تھا اور موت اور عالم باقی سے مسرور اور شاد کام تھے اور خاص و عام کی ملامت اور سخت گفتگو کا کچھ بھی لحاظ نہ تھا۔

شرح شبیری

آنکہ جاں در روئے او خندد چو قند	از ترشروئی خلقش چہ گزند
جس کی جان اس کے سامنے قند کی طرح (میٹھی)	مسکرا رہی ہو اس کو مخلوق کی بدمزاجی سے کیا نقصان؟

آنکہ جان الخ۔ یعنی جس کے سامنے جان کند کی طرح ہنس رہی ہو اس کو مخلوق کی ترشروئی سے کیا خوف مطلب یہ کہ جس شخص کے سامنے کہ حق تعالیٰ کی تجلی ہو جو کہ جان جان اور روح الروح ہیں پھر اس کو مخلوق کی برائی بھلائی کی طرف کیا التفات ہو سکتا ہے اس کے سامنے تو ساری چیزیں کالعدم ہونگی آگے فرماتے ہیں کہ

آنکہ جاں بوسہ دہد بر چشم او	کہ خورد غم از فلک و ز خشم او
جس کی آنکھوں پر جان بوسہ دے	وہ آسمان اور اس کے غصہ کا غم کب کرتا ہے؟

آنکہ جان بوسہ دہد الخ۔ یعنی جس کے لب پر جان نے بوسہ دیا ہو وہ فلک سے اور اس کے غصہ سے کب غم کھائے مطلب یہ کہ جو حق تعالیٰ کے نزدیک محبوب و مقرب ہو اس کو حوادثات زمانہ سے کیا فکر ہے وہ اپنے کام میں مشغول ہوگا اور دیدار سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کریگا یا ان کی طرف متوجہ ہوگا آگے اسی مضمون کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

در شب مہتاب مہ را بر سماک	از سگاں دعوعو ایشاں چہ باک
چاندنی رات میں چاند کو سماک پر	کتوں اور ان کے بھونکنے سے کیا خوف ہے؟

در شب مہتاب الخ۔ یعنی چاندنی رات میں برج سماک پر چاند کو کتوں کی بھوں بھوں سے کیا خوف ہے بلکہ

سگ وظیفہ خود بجا می آورد	مہ وظیفہ خود برخ می گسترد
کتا اپنا کام کر رہا ہے	چاند اپنا کام (روشنی) رخ پر ڈال رہا ہے

سگ وظیفہ الخ۔ یعنی کتا تو اپنا معمول پورا کر رہا ہے اور چاند اپنا معمول چہروں پر بچھا رہا ہے مطلب یہ کہ جو شخص تجلی الٰہی کے مشاہدہ میں ہو اور اس کو لوگ برا بھلا کہیں تو اس کو تو ایسی مثال ہے کہ جیسے چاندنی رات میں چاند تو اپنی روشنی سے لوگوں کے چہروں کو منور کر رہا ہے اور خود بھی منور ہے اور کتے بھی بھونک رہے ہیں مگر اس چاند کو ان کتوں کے بھونکنے سے کوئی اثر نہیں ہو سکتا کہ اس کی جلوہ گستری بن کر کوئی نقصان ہو بلکہ اس کی جلوہ گستری

www.besturdubooks.wordpress.com

اس طرح رہے گی وہ کتے بھونک بھونک کر خود ہی چپ ہو جائیں گے اس طرح ان شیخ کو بھی ان لوگوں کے طعن و تشنیع کی پرواہ نہ تھی بلکہ یہ اپنے کام یعنی مشاہدہ جمال حق میں مصروف تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ہر شخص اپنا اپنا کام کرتا ہے پس فرماتے ہیں کہ

کارک خود می گزارد ہر کسے	آب نگذارد صفا بہر خسے
ہر شخص اپنا کام کرتا ہے	تنکے کی وجہ سے پانی اپنی صفائی نہیں چھوڑتا ہے

کارک خود الخ۔ یعنی اپنا کام ہر شخص ادا کرتا ہے دیکھو پانی اپنی صفائی کو ایک تنکے کی وجہ سے چھوڑ نہیں دیتا مطلب یہ کہ دنیا میں ہر شخص اپنا اپنا کام کر رہا ہے دیکھو خس و خاشاک پانی پر آتے ہیں اور اس پر غلبہ چاہتے ہیں مگر وہ اپنے اس کام میں لگے رہتے ہیں مگر پانی اپنی اس روانی اور صفائی کو نہیں چھوڑتا بلکہ یہ خس و خاشاک بھی اس پر گزر جاتے ہیں اور وہ اس طرح صفائی کے ساتھ گزرتا ہوا چلا جاتا ہے وہ اپنے کام میں ہے اور خس و خاشاک اپنے کام میں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

خس خسانہ می رود بر روئے آب	آب صافی می رود بے اضطراب
تنکا کمینوں کی طرح پانی کے اوپر جا رہا ہے	صاف پانی بغیر پریشانی کے بہہ رہا ہے

خس خسانہ الخ۔ یعنی خس تو کمینوں کی طرح پانی پر چلا جاتا ہے اور پانی (اس طرح) صاف و شفاف بغیر کسی رکاوٹ کے چلتا رہتا ہے آگ اس مضمون کو ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں کہ

مصطفیٰ مہ می شگافد نیم شب	ژاژ می خاید زکینہ بولہب
(حضرت) مصطفیٰ آدھی رات چاند کو شق کر رہے ہیں	کینہ کی وجہ سے ابولہب بکواس کر رہا ہے

مصطفےٰ مہ الخ۔ یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آدھی رات کو چاند کے دو ٹکڑے کر رہے تھے اور ابولہب کینہ کی وجہ سے بے ہودہ بک رہا تھا پس وہ اپنے کام میں مشغول تھے اور ابولہب اپنے کام میں آگے دوسری مثال ہے کہ

آں مسیحا مردہ زندہ می کند	واں جہود از خشم سبلت می کند
(حضرت) عیسیٰ مردے کو زندہ کر رہے ہیں	یہودی غصہ میں اپنی مونچھیں نوچ رہے ہیں

آن مسیحا مردہ الخ۔ یعنی ادھر عیسیٰ علیہ السلام تو مردہ کو زندہ فرما رہے تھے اور ادھر یہودی غصہ کی وجہ سے اپنی مونچھیں اکھاڑتا تھا کہ افسوس ان کا معجزہ ظاہر ہو رہا ہے اور ان کی سچائی ظاہر ہوتی ہے یہاں بھی اسی مضمون کی توضیح و تشریح ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے کام میں ہے اس طرح یہاں شیخ مشاہدہ جمال میں تھے اور وہ لوگ ان کو برا بھلا کہہ رہے تھے لیکن ان کو اس کی پرواہ بھی نہ تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جب کتوں کی آواز چاند تک نہیں پہنچتی تو پھر خاصان الٰہی تک ان سگان دنیا کی آواز کہاں اثر کر سکتی ہے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ سگ ہرگز رسد در گوش ماہ	خاصہ ماہے کو بود خاص اللہ
کتوں کی آواز بھی چاند کے کان میں پہنچی ہے؟	خصوصاً وہ چاند جو اللہ (تعالیٰ) کا مخصوص ہو

بانگ سگ الخ۔ یعنی کتوں کی آواز کہیں چاند تک پہنچتی ہے خاص کر اس چاند تک جو کہ خاصان الٰہی میں سے ہو مطلب یہ کہ جو مقربان الٰہی ہوتے ہیں ان کے قلب تک ان مکدرات کا گزر ہی نہیں ہوتا تا کہ ان کو مشاہدہ سے باز رکھیں بلکہ ان کو اس طرف التفات بھی نہیں بس وہ تو اس طرف متوجہ ہیں اور خوش ہیں آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ

مے خورد شہ برلب جو تا سحر	در سماع از بانگ چغزاں بے خبر
بادشاہ نہر کے کنارے صبح تک مے نوشی کرتا ہے	گانے میں مینڈکوں کی آواز سے بے خبر

مے خورد شہ الخ۔ یعنی بادشاہ ندی کے کنارے پر صبح تک سماع میں اور مے خواری میں رہتا ہے اور مینڈکوں کی آواز سے بے خبر ہوتا ہے چونکہ اکثر عیش وطرب کے جلسے ایسے پر فضا مقامات پر ہوتے ہیں اس لئے یہاں لب جو کہہ دیا مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہ رات بھر عیش وطرب میں مشغول رہتا ہے اور اس کے پاس ہی مینڈک بولتے ہیں مگر اس کو اس وجہ سے کہ محویت دوسری طرف ہوتی ہے مینڈکوں کی آواز کی خبر بھی نہیں ہوتی اس طرح جو لوگ مقربان خدا ہیں جب وہ مشاہدہ میں محو اور مستغرق ہوتے ہیں کہ تو ان کو بھی ان اہل دنیا کے طعن وتشنیع کی خبر نہیں ہوتی۔ آگے پھر رجوع اس حکایت کی طرف فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

شیخ موصوف ان کی باتوں کی طرف متوجہ کیوں نہ ہوئے بات یہ ہے کہ جن لوگوں کا محبوب حقیقی اپنی تبسم شیریں اور اپنی اظہار رضا سے ان کے دلوں کو لذت بخشا ہوتا ہے ان کو مخلوق کی ترشروئی اور ناراضی سے اصلا نقصان نہیں ہوتا اس لئے وہ اس کی پرواہ بھی نہیں کرتے اور جن کا محبوب حقیقی ان کی آنکھ پر بوسہ دیتا یعنی ان سے پیار ومحبت کرتا ہے ان کو زمانہ اور اس کی ناموافقت سے کبھی کوئی ملال نہیں ہوتا۔ ہو کیونکر دیکھو چاندنی رات میں چاند کو آسمان پر کتوں اور ان کی بھوں بھوں سے کچھ اندیشہ ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ پس ان فلک رفعت کے ماہ ہائے کامل کو خسیس مذلت کے کتوں اور ان کو بھون بھون سے کیونکر اندیشہ ہو سکتا ہے بس کتا اپنا معمول ادا کرتا ہے اور چاند معمول پورا کرنے میں مشغول ہے اور چہروں پر نور افشانی کر رہا ہے۔ یوں ہی عوام اپنی بکواس میں لگے ہوتے ہیں اور اہل اللہ اپنے فرائض توجہ الی اللہ اور افاضہ علی المستفیدین میں مصروف ہوتے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا کا کرتا ہے اور دوسرے کی پرواہ نہیں کرتا۔ ماء صافی تنکے کے سبب اپنی صفا نہیں چھوڑتا تنکا ذلت کے ساتھ پانی پر بہا چلا جاتا ہے اور پانی اس کی پرواہ بھی نہیں کرتا بلکہ اطمینان کے ساتھ بہتا رہتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام کر رہے ہیں اور چاند کے ٹکڑے کر رہے ہیں اور ابولہب اپنا کام کر رہا ہے اور عداوت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے بیہودہ بکواس بک رہا ہے مسیحا علیہ السلام مردہ زندہ کر رہے ہیں اور ایک یہودی مارے غصہ کے اپنی موچھیں اکھیڑ ڈالتا ہے بھلا تو سمجھ تو سہی کہیں چاند بھی کتے کی آواز سنتا ہے اور اس سے متاثر ہوتا ہے بالخصوص وہ چاند جو خواص حق سبحانہ میں سے ہے ہرگز نہیں۔ دیکھو ایک بادشاہ ندی کے کنارے صبح تک شراب پیتا ہے اور گانے بجانے اور عیش و طرب میں مشغولی کے سبب مینڈکوں کی ٹرٹر سے بالکل بے خبر اور بے پروا ہوتا ہے بس جب شاہان صوری کی یہ حالت ہے تو شاہان معنوی جو کہ عشق حق سبحانہ سے سرشار اور لذت وصال سے بہرہ یاب اور مسرور و شادکام ہیں وہ عوام کی ٹرٹر پر کیونکر کان دھریں گے۔

شرح شبیری

ہم شدے توزیع کودک دانگ چند	ہمت شیخ آں سخارا کرد بند
لڑکے کے چند پیسے چندہ بھی ہو سکتے تھے	شیخ کی باطنی توجہ نے اس سخاوت کو روک دیا

ہم شدے الخ۔ یعنی اس لڑکے کے حصہ کے موافق تھوڑا چندہ بھی ہو سکتا تھا مگر شیخ کی ہمت نے اس سخاوت کو بند کر دیا شیخ نے سب کو چندہ کرنے سے روک کر فرمایا کہ

تا کسے ندہد بکودک ہیچ چیز	قوت پیراں ازیں بیش ست نیز
تا کہ کوئی شخص لڑکے کو کچھ نہ دے	بزرگوں کی قوت اس سے بھی بڑھ کر ہے

تا کسے ندہد الخ۔ یعنی کوئی شخص لڑکے کو ہرگز کچھ نہ دے (بلکہ اس کو میں خود دونگا اور یہ اس لئے تھا کہ شیخ کو معلوم تھا کہ اس کے اس رونے میں ہی مصلحت و اسرار ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) پیروں اور شیخوں کی قوت (توکل) تو اس سے بھی کہیں زیادہ ہوتی ہے (سو اگر یہاں ان کو خدا پر بھروسہ تھا تو کچھ تعجب کی بات نہیں) بس جبکہ خوب یہ چپقلش ہو رہی تھی اور سب کہہ رہے تھے کہ ایک تو ہمارا مال کھا گئے پھر اس غریب بچے کا بھی مال کھا گئے اور وہ بچہ رو رہا تھا اس کو روتے روتے عصر کا وقت ہو گیا تھا کہ اس سارے قصہ کا ظہور ہوا اور

شد نماز دیگر آمد خادمے	یک طبق برکف ز پیش حاتمے
عصر کی نماز ختم ہوئی تو ایک خادم آیا	ایک طباق ہاتھوں پر دھرے کسی سخی کے پاس سے

شد نماز الخ۔ یعنی نماز عصر ہو گی تو ایک خادم کسی سخی کے پاس سے ایک طبق سر پر رکھے ہوئے آیا۔

صاحب مالے و حالے پیش پیر	ہدیہ بفرستاد کز وے بد خبیر
ایک صاحب مال و حال نے پیر کی خدمت میں	ہدیہ بھیجا کیونکہ وہ اس کی حالت سے باخبر تھا

صاحب مالے و حالے الخ۔ یعنی ایک صاحب مال و حال نے پیر کے پاس ہدیہ بھیجا تھا اس لئے کہ وہ انکی

www.besturdubooks.wordpress.com

حالت سے خبردار تھا کہ یہ مقروض رہا کرتے ہیں لیکن تعجب یہ تھا کہ شیخ پر جس قدر قرض تھا اسی مقدار میں اس نے بھیجا حتی کہ اس حلوافروش کے دام بھی الگ رکھ دیئے دیکھو اگر کسی کو کوئی دس روپیہ دے تو اس قدر تعجب نہیں لیکن اگر دس روپیہ اور ایک دونی دے تو یہ بہت ہی عجیب ہے کہ یہ دونی کیسی اسی طرح اس نے بھی چار سو دینار بھیجے اور وہ نصف دینار بھی بھیجا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا فرماتے ہیں کہ

چار صد دینار بر گوشہ طبق	نیم دینار دگر اندر ورق
طباق کے کنارے پر چار سو دینار	آدھا دینار اور کاغذ میں

چار صد دینار الخ۔ یعنی چار سو دینار تو طبق کے ایک گوشہ میں رکھے ہوئے اور آدھا دینار ایک کاغذ میں لپٹا ہوا یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ اس سخی آدمی کو یہ معلوم ہوگا کہ شیخ پر چار سو دینار قرض ہیں اور اس حلوافروش کا قصہ بھی معلوم ہوگا لہٰذا اس نے اس طرح بھیجے اس لئے کہ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ اس کو اس کی کچھ خبر نہ تھی بلکہ حق تعالیٰ نے ہی اس کے دل میں یہ ڈال دیا کہ چار سو دینار اور نصف دینار بھیج دو اور کاغذ میں اس لئے لپیٹ کر بھیجا کہ ان دیناروں میں مل نہ جائے جیسا کہ اب بھی دستور ہے کہ دونی چونی وغیرہ کو کاغذ میں لپیٹ دیتے ہیں اس طرح وہ بھی کاغذ میں لپیٹ دیئے ہونگے بس وہ خادم آیا اور

خادم آمد شیخ را اکرام کرد	واں طبق بنہاد پیش شیخ فرد
خادم آیا شیخ کی تعظیم کی	اور اس طبق کو یگانہ (زمانہ) شیخ کے سامنے رکھ دیا

خادم آمد شیخ را الخ۔ یعنی وہ خادم آیا اور شیخ کا اکرام کیا (یعنی سلام و مصافحہ وغیرہ کیا) اور اس طبق کو اس شیخ فرد کے سامنے رکھ دیا۔

چوں طبق را از عطا بکشود زود	خلق دیدند آں کرامت بے جحود
جب فورا عطیہ کے طباق کو کھولا	لوگوں نے وہ کرامت اقرار کے ساتھ دیکھی

چون طبق پوش الخ۔ یعنی جب سر پوش طبق سے اٹھایا تب لوگوں نے ان کی کرامت دیکھی کہ جس قدر قرض تھا اتنا ہی نپا تلا آیا ہے جب سمجھے کہ اللہ اکبر یہ تو بہت ہی بڑے بزرگ ہیں اور اس وقت ہر طرف سے شور وغل اٹھا اسی کو فرماتے ہیں کہ

آہ و افغاں از ہمہ برخاست زود	کاے سر شیخاں و شاہاں ایں چہ بود
فورا سب کی آہ و فغاں بلند ہوئی	کہ اے بزرگوں اور بادشاہوں کے سردار یہ کیا تھا؟

آہ و افغان الخ۔ یعنی سب سے آہ و فغاں نکلی (اور کہنے لگے کہ) اے شیخوں اور شاہوں کے سردار یہ کیا تھا اور

ایں چہ سرست ایں چہ سلطانیست باز	اے خداوند خداوندان راز
یہ کیا راز ہے؟ اور یہ کیسی شہنشاہی ہے؟	اے رازداروں کے آقا!

www.besturdubooks.wordpress.com

این چہ سراست الخ۔ یعنی یہ کیا بھید ہے اور آخر یہ کیا سلطانی ہے اے رازدانوں کے آقا (کچھ تو فرمایئے) اور عرض کرنے لگے کہ

ماندا نستیم مارا عفو کن	بس پراگندہ کہ رفت از ما سخن
ہم نہ سمجھے ہمیں معاف کر دیجئے	وہ بہت بیہودہ باتیں۔ جو ہم سے ہوئیں

ماندانستیم الخ۔ یعنی ہم (آپ کی قدر) نہ جانتے تھے ہم کو معاف فرمایئے اور ہم سے بہت پریشان اور بے ہودہ باتیں صادر ہوئی ہیں اور عرض کرنے لگے کہ

ماکہ کورانہ عصا ہامی زنیم	لاجرم قندیلہا را بشکنیم
ہم جو اندھا دھند لاٹھی گھماتے ہیں	یقیناً قندیلوں کو توڑ دیتے ہیں

ماکہ کورانہ الخ۔ یعنی ہم کہ اندھوں کی طرح لاٹھی مارتے ہیں بیشک بہت سی قندیلوں کو توڑتے ہیں مطلب یہ کہ ہم جو سخت باتیں کہتے ہیں اور لٹھ سا مارتے ہیں اس سے بہت سے قلوب اولیاء کو جو قندیل کی طرح روشن و منور ہیں توڑتے ہیں مگر کیا کریں اندھے ہیں اور کہنے لگے کہ۔

ماچو کراں ناشنیدہ یک خطاب	ہرزہ گویاں از قیاس خود جواب
ہم بہروں کی طرح ہیں ایک بات سنے بغیر	اپنے اندازے سے بیہودہ جواب دیتے ہیں

ماچوکران الخ۔ یعنی ہم بہروں کی طرح ہیں کہ (دوسرے کی) ایک بات بھی نہیں سنتے اور اپنے ہی قیاس سے بے ہودہ جوابات دیتے ہیں اور بے ہودہ بکتے ہیں آگے اپنے کو موسیٰ علیہ السلام سے اور شیخ کو خضرؑ سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ جب موسیٰ جیسے جلیل القدر نبی بھی اپنے سے ایک ادنیٰ آدمی کے اسرار کو نہ سمجھ سکے تو اگر ہم آپ کے اسرار نہ سمجھے تو کیا عجب ہے پس کہتے ہیں کہ

ما ز موسیٰ پند نگرفتیم کو	گشت از انکار خضرے زرد رو
ہم نے (حضرت) موسیٰ (کے واقعہ) سے نصیحت حاصل نہ کی جو	(حضرت) خضر پر اعتراض کر کے شرمندہ ہوئے

مازموسیٰ الخ۔ یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے نصیحت حاصل نہ کی کہ وہ خضر علیہ السلام کے انکار سے (کہ وہ ان سے درجہ میں کم تھے) شرمندہ ہوئے تو پھر آپ کے اسرار ہم کیسے سمجھ سکتے تھے حالانکہ آپ ہم سے درجہ میں بھی افضل و اعلیٰ تھے آگے اپنے کو توموش آسیا سے تشبیہ دیتے ہیں اور ان کو موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دیتے ہیں کہ

باچناں چشمے کہ بالامی شتافت	نور چشمش آسماں رامی شگافت
ایسی آنکھوں کے ذریعہ جو عالم (بالا) کی طرف جاتی تھیں	ان کی آنکھوں کا نور آسمان کو چاک کرتا تھا

باچنان چشم الخ۔ یعنی باوجود ایک ایسی آنکھ کے کہ جو اوپر کو دوڑتی تھی اور اس آنکھ کا نور آسمانوں کو پھاڑ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

گزر جاتا تھا اے موسیٰ آپ کی آنکھ کے ساتھ حماقت کی وجہ سے ایک چکی کے چوہے نے تعصب کیا یہاں باچشمت میں وضع مظہر موضع مضمر ہے اور کرد باچشمت میں کرد کی ضمیر ہے چشم موش آسیا کی طرف جو کہ لفظاً دوسرے مصرعہ میں مذکور ہے اور رتبۃً مقدم ہے اور عبارت یوں ہوگی کہ موسیا از حماقت چشم موش آسیا باچشمت تعصب کرد اب مطلب یہ ہوگیا کہ ہم لوگ جو کہ موش آسیا کی طرح اندھے ہیں اور حقیقت بین نہیں آپ سے (کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہیں اور علوم اور انوار کی تجلی آپ پر ہوتی ہے اور جمال حق کا مشاہدہ کرتے ہیں) مقابلہ کیا اور اسرار کو نہ سمجھا کہ اس سارے قصہ میں کیا بھید ہے لہٰذا اب خدا کے لئے ہمیں اس بھید سے آگاہ فرما دیجئے آگے شیخ نے جواب دیا اور فرمایا کہ

کردہ باچشمت تعصب موسیا	از حماقت چشم موش آسیا
اے موسیٰ! (شیخ خضر دیہ) تیری آنکھوں کے ساتھ تعصب برتا	حماقت کی وجہ سے ہماری چکی کے چوہے نے (جیسی) آنکھ نے
شیخ فرمود آں ہمہ انکار و قال	من بحل کردم شمارا آں جدال
شیخ نے فرمایا وہ سب انکار اور گفتگو	وہ لڑائی جھگڑا میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے

شیخ فرمود الخ۔ یعنی شیخ نے فرمایا کہ وہ ساری باتیں اور لڑائی جھگڑا میں نے تم کو معاف کیا۔

سر آں این بود کز حق خواستم	لاجرم بنمود راہ راستم
اس کا راز یہ تھا کہ میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی	لامحالہ اس نے سیدھا راستہ مجھے دکھا دیا

راز آن الخ۔ یعنی اور اس کا راز یہ تھا کہ حق تعالیٰ سے میں نے دعا کی تھی آخر کار انہوں نے مجھے سیدھی راہ دکھلادی اور ارشاد ہوا کہ

گفت ایں دینار اگر چہ اندک است	لیک موقوف غریو کودک است
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا یہ دینار اگرچہ تھوڑے سے دینار ہیں	لیکن بچہ کے رونے پر موقوف ہیں

گفت ایں دینار الخ۔ یعنی ارشاد ہوا کہ یہ دینار اگرچہ تھوڑے ہی ہیں لیکن (ہمارے علم میں ان کا ملنا) ایک بچے کے رونے پر موقوف ہے۔

تانگرید کودک حلوا فروش	بحر بخشش در نمی آید بجوش
جب تک حلوہ فروش کا لڑکا نہ روئے	بخشش کا دریا جوش میں نہ آئے گا

تانگرید الخ۔ یعنی جب تک کہ حلوا فروش لڑکا نہ روئے گا اس وقت تک دریائے بخشائش جوش میں نہ آئے گا پس جب کہ یہ ارشاد ہوا تو اس کو اس ترکیب سے رلایا اور پر دیکھا اور پر دیکھو لو اس کا ثمرہ بھی بہت جلد معلوم ہوگیا اور بحر بخشائش جوش میں آگیا اور عطا شروع ہوگئی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اس لڑکے کے لئے چند دانگ کا چندہ ہو سکتا تھا اور لوگوں نے ایسا کرنا بھی چاہا مگر شیخ کی ہمت عالی نے اس سخاوت کو روک دیا اور ممانعت کر دی کہ کوئی شخص اس لڑکے کو کچھ نہ دے۔ یہ تو ان لوگوں کے نزدیک ادنیٰ بات ہے ان حضرات کی ہمت عالی تو اس سے بھی کہیں ارفع واعلیٰ ہے۔ الغرض نماز عصر ہو چکی تو ایک خادم کسی سخی کے یہاں سے ایک طبق سر پر رکھے ہوئے آیا۔ بات یہ تھی کہ ایک شخص دولت مند بھی تھے اور صاحب حال بھی اور ان بزرگ سے واقف اور ان کے شناسا بھی تھے۔ انہوں نے پیر صاحب کے یہاں ہدیہ بھیجا تھا اور اس ہدیہ کی تفصیل یہ تھی کہ طباق کے اندر چار سو دینار تھے اور ایک طرف کو نصف دانگ ایک پڑیا میں بندھا رکھا تھا وہ خادم آیا اور شیخ کی خدمت میں آداب بجا لایا اور اس خوان کو شیخ یکتائے روزگار کے سامنے رکھ دیا جب شیخ موصوف نے اس پر سے خوان پوش اٹھایا تو لوگوں نے ان کی کرامت مشاہدہ کی اس پر سب نے اپنی حرکات ناشائستہ پر نادم ہو کر گریہ وزاری شروع کر دی جب ہوش آیا تو دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا بات تھی اس پریشان کرنے میں کیا راز تھا اور اس کے بعد اس تصرف میں کیا حکمت تھی پہلے ہی آپ نے ایسا کیوں نہ کیا اس کے بعد معذرت کی کہ حضرت ہم واقف تھے ہمیں معاف فرمائیے ہم سے بہت کچھ خرافات سرزد ہوئی ہے جس پر ہم کو بہت ندامت ہے اصل بات یہ ہے کہ ہم اندھوں کی طرح لاٹھی مارتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم قندیلوں کو جو نا قابل شکستن ہیں توڑ ڈالتے ہیں یعنی ہم اپنی لکڑ توڑ اور نازیبا باتوں سے بھی اپنی نادانی سے اہل اللہ کے قلوب صافیہ کو بھی صدمہ پہنچا بیٹھتے ہیں۔ ہماری حالت یہ ہے کہ بہروں کی طرح بات تو سنتے نہیں اور اپنے اختراعی سوال کا جواب دینے لگتے ہیں پس وہ جواب سوال از آسمان اور جواب از ریسمان کا مصداق ہو جاتا ہے غرض کہ ہماری حرکات بالکل بے تکی اور بے محل ہیں افسوس ہم نے موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے بھی سبق حاصل نہ کیا۔ کہ وہ باایں ہمہ عظمت وشان اپنے سے کم رتبہ حضرت خضر پر اعتراض کر کے خفیف ہوئے تھے۔ پس ایسی حالت میں ہم کو کب زیبا تھا کہ ہم اپنے سے کہیں ارفع واعلیٰ پر اعتراض کریں۔ اے شیخ مثیل موسیٰ آپ کی اس آنکھ کے ساتھ جو اوپر کو جاتی ہے اور جس کی نظر آسمان کے پار ہوتی ہے چکی کے چوہے (یعنی ہماری) کی آنکھ نے حماقت سے تعصب کیا اور اپنے کو اس سے بڑھ کر سمجھا جس کا ہمیں افسوس ہے شیخ نے فرمایا کہ اس سب گفتگو اور جھگڑے کو میں نے معاف کیا اسکا راز یہ تھا کہ میں نے حق سبحانہ سے درخواست کی تھی کہ اے اللہ تو کہیں سے ادائیگی قرضہ کا انتظام کر دے تو اس نے مجھے ایک راہ راست موصل الی المطلوب دکھلایا اور فرمایا کہ دینار گو کوئی حیثیت نہیں رکھتے مگر ان کا ملنا حلوا فروش لڑکے کے رونے پر موقوف ہے جب تک وہ لڑکا نہ روئے گا ہمارا بحر کرم جوش میں نہ آئے گا۔

شرح شبّیری

اے برادر طفل طفل چشم تست	کام خود موصوف زاری داں نخست
اے بھائی! بچہ تیری آنکھ ہے	پہلے اپنے مقصد کو رونے پر موقوف سمجھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

اے برادر طفل الخ۔ یعنی اے بھائی (تمہارے پاس) طفل تمہاری آنکھ ہے پس حصول مقصود کو اس کی زاری کا موقوف سمجھو کہ جب یہ روویگی اس وقت مقصد حاصل ہوگا اور اگر آنکھ سے آنسو نہیں نکلتا تو اس کی تدبیر بتلاتے ہیں کہ

کام خود موقوف زاری دل ست	بے تضرع کامیابی مشکل ست
اپنا مقصد دل کے رونے پر موقوف ہے	گڑ گڑائے بغیر کامیابی مشکل ہے

کام تو موقوف الخ۔ یعنی (اصل مقصود تو زاری قلب ہے پس) اپنے مقصد کے حصول کو زاری قلب پر موقوف سمجھو اور بے تضرع اور زاری کئے ہوئے تو کامیابی مشکل ہے لہٰذا اگر آنکھ سے نہ رووے تو قلب سے تو رووے کہ یہ تو ممکن ہے آگے فرماتے ہیں اگر مقصد کا حاصل ہونا چاہتے ہو تو اس کی تو یہی تدبیر ہے فرماتے ہیں کہ

گر ہمی خواہی کہ مشکل حل شود	خار محرومی بگل مبدل شود
اگر تو چاہتا ہے کہ مشکل حل ہو جائے	محرومی کا کانٹا پھول میں بدل جائے
گر ہمی خواہی کہ آں خلعت رسید	پس بگریاں طفل دیدہ بر جسد
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ پوشاک تجھے مل جائے	تو آنکھ کے بچے کو جسم (کی ضرورت) پر رلا

گر ہمی خواہی الخ۔ یعنی اگر تو چاہتا ہے کہ مشکل حل ہو جائے اور خار محرومی گل (حصول مقصد) سے مبدل ہو جائے اور اگر چاہتے ہو کہ وہ خلعت حصول تم کو حاصل ہو جائے تو اس طفل آنکھ کو اپنے جسم پر رلاؤ۔ مطلب یہ کہ اگر تم چاہتے ہو کہ مقصود قرب الی الحق میسر ہو تو اپنی آنکھ کو اپنی خواہشات نفسانی پر رلاؤ اور ان سے بچو اور توبہ کرو پھر دیکھو کہ قرب حق میسر ہوتا ہے کہ نہیں جب تم روؤ گے تو ان شاء اللہ بحر بخشش ضرور جوش میں آئے گا

ف: درس کے وقت اس قصہ پر یہ اشکال ظاہر کیا گیا کہ شیخ نے اس طفل کو بلا ضرورت ایذا پہنچائی۔ جیسا اس کا رونا اس کی صاف دلیل ہے اور یہ غیر مشروع ہے اور الہام کی بناء پر غیر مشروع کا ارتکاب ناجائز ہے اور اس کے ساتھ ہی احادیث نہی اخذ عصا لاعبا یا جادا و نہی عن ایذاء یہ واقعات مزاح پر بھی بحث ہوئی اس کے جواب میں مختلف رائیں ظاہر کی گئیں چنانچہ مولوی حبیب احمد صاحب نے اپنی رائے ذیل کی عبارت میں ظاہر کی وھو ہذا۔

(۱) حرمت اخذ مال غیر کی دو قسمیں ہیں (۱) بحق العبد۔ حرمت اولے رضاء عبد سے مرتفع نہیں ہو سکتی اور حرمت ثانیہ رضاء عبد سے مرتفع ہو جاتی ہے اور رضائے عبد کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ وقت اخذ صراحۃً متحقق ہو دوم یہ کہ وقت اخذ دلالۃً موجود ہو سوم یہ کہ وقت اخذ نہ ہو تو صراحۃً موجود ہو اور نہ دلالۃً بلکہ بعد میں حاصل کی جائے۔ پہلی صورت میں آخذ ابتداءً ہی سے عاصی نہ ہوگا۔ دوسری صورت کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ آخذ کو کسی معقول وجہ کی بنا پر اعتماد ہو کہ اگر مالک کو اپنے مال کے ضائع ہونے کا علم ہو اور اس وقت تک یہ علم نہ ہو کہ فلاں شخص نے لیا ہے اور بعد کو اس کا علم بھی ہوا تو گو اس صورت کو واقعہ کے علم سے پہلے ناگواری اور ناراضامندی لاحق ہو مگر بعد علم کے نہ اس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ناراض ہوگا کہ تو نے بلا اجازت لیا کیوں اور نہ اس سے کہ لیا تھا تو اچھا کیا۔ مگر ہم کو اطلاع کیوں نہ دی بلکہ ہر دو امور کو بخوشی گوارا کریگا۔ دوسرے یہ کہ وہ جانتا ہے کہ بعد علم اخذ میرا لے لینا تو ناگوار نہ ہوگا مگر اطلاع نہ کرنا ناگوار ہوگا۔ پہلی صورت میں ہر دو امر کا وقت اخذ بھی دلالۃً اذن ہے اس لئے آخذ نہ تو اخذ ہی کے سبب گنہگار ہوگا اور نہ عدم اطلاع ہی کے باعث۔ اور جہل بحقیقۃ الحال سے جو اذیت لاحق ہوئی ہے وہ کالعدم سمجھی جائیگی کیونکہ گو آخذ اپنی عدم اطلاع کے سبب اس تکلیف کا باعث ہوا مگر چونکہ وہ اس فعل میں بالدلالۃ ماذون تھا لہٰذا وہ تکلیف بھی بالدلالۃ اذن مرضی ماذون ہوگی۔ اور تحمل تکلیف پر بھی اس کی رضامندی متحقق ہوگی۔ دوسری صورت میں اذن اخذ تو دلالۃً ثابت ہوگا مگر اذن عدم اطلاع نہ ہوگا۔ لہٰذا اخذ کے سبب تو ابتداء ہی سے گناہگار نہ ہوگا مگر عدم اطلاع کے سبب ضرور گنہگار ہوگا۔ تیسری صورت میں وقت آخذ نہ گنہگار ہوگا مگر بعد حصول رضا گناہ مرتفع ہوجائیگا۔

(۲) حرمت ایذاء کی بھی دو قسمیں ہیں (۱) بحق اللہ (۲) بحق العبد۔ حرمت اولے رضاء عبد سے مرتفع نہیں ہوسکتی اور حرمت ثانیہ مرتفع ہوسکتی ہے اور رضائے عبد کی تین قسمیں ہیں اول یہ کہ وقت ایذاء صراحۃً رضا متحقق ہو۔ دوم یہ کہ وقت ایذاء رضاء دلالۃً متحقق ہو۔ تیسری یہ کہ وقت ایذاء تو رضاء نہ صراحۃً متحقق ہو نہ دلالۃً۔ مگر ایذا رضامندی حاصل کرلیجائے۔ پہلی صورت میں وقت ایذاء ہی گنہگار نہ ہوگا اور دوسری صورت میں بھی وقت ایذاء ہی سے گنہگار نہ ہوگا۔ لتحقق الاذن اما صراحۃً او دلالۃً اور تیسری صورت میں اولاً گنہگار ہوگا مگر بعد حصول رضاء گناہ باقی نہ رہے گا مثلاً سوئے کو جگا دینا ضرور ایذاء ہے اور ممنوع بھی ہے لیکن جب سونے والے کی طرف سے صراحۃً اذن ہو اور اس نے کہہ دیا ہو کہ تم کو اجازت ہے جس وقت تم چاہو مجھے جگا سکتے ہو تو اس کو اٹھا دینے میں کوئی گناہ نہیں خواہ اس کو اٹھنے میں طبعاً تکلیف ہو۔ یا اس وجہ سے کہ وہ نہیں جانتا کہ جگانیوالا ماذون لہ ہے کیونکہ اس تکلف کے تحمل پر وہ صراحۃً رضامند ہوچکا ہے اور اگر کسی نے اپنی کسی غرض سے اپنے باپ یا بھائی یا کسی اور ایسے شخص کو (جسکی نسبت اس کو اعتماد ہو کہ وہ میرے اس فعل سے اصلاً ناخوش نہ ہوگا گو اس کو طبعاً تکلیف ہو یا اس وجہ سے کہ وہ یہ نہیں جانتا کہ جگانیوالا میں ہوں یا میرے جگانے کی غرض سے واقف نہیں اس لئے ابتداءً ناخوش ہو مگر بعد علم وہ ناخوشی مبدل بہ رضا ہوجائیگی) جگایا تو یہ گناہ نہیں اس لئے کہ دلالۃً اس جگانے کا بھی اذن ہے اور اس کی وجہ سے جو تکلیف ہو اس پر بھی رضا ہے اور اگر کسی ایسے شخص کو سوتے سے جگائے جس کی بابت مذکورۂ بالا اطمینان حاصل نہیں تو یہ جائز نہیں لعدم الاذن والرضاء اور ایسا کرنے والا عاصی ہوگا مگر معافی کے بعد گناہ مرتفع ہوجائے گا۔

(۳) حرمت مزاح کی بھی دو صورتیں ہیں (۱) بحق اللہ اما بالذات او بواسطۃ لافضائہ الی المحرم بحق اللہ (۲) بحق العبد۔ حرمت اولے تو رضائے عبد سے مرتفع نہیں ہوسکتی ہاں حرمت ثانیہ مرتفع ہوسکتی ہے اور رضائے عبد کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ مزاح موذی کی صراحۃً اجازت حاصل ہو مثلاً کہہ دیا ہو کہ تم کو ہر وقت یا کسی خاص وقت میں ایسے مزاح کی بھی اجازت ہے جس سے یہ نہ جاننے کے سبب کہ مزاح کرنے والے تم ہو یا جو بات

www.besturdubooks.wordpress.com

مزاحا کہی گئی ہے اس کا اصل مقصد نہ سمجھنے کے باعث یا جو کام مزاحا کیا گیا ہے اس کو جد پر محمول کرنے کی وجہ سے کچھ دیر کے لئے ہم کو ملال اور تکلیف ہو دوسری صورت یہ کہ دلالۃً اذن ہو یعنی مزاح کرنیوالا کسی معقول وجہ کی بنا پر یہ اعتماد رکھتا ہو کہ اگر میں فلاں شخص سے مذاق کرونگا تو اس کو اس وجہ سے تو ضرور تکلیف اور ناگواری لاحق ہو گی کہ وہ کسی وجہ سے اس کو جد پر محمول کریگا۔ باوجودیکہ اس کو یہ علم ہی نہیں کہ میں نے مذاق کیا ہے اس لئے وہ اس کو دوسرے کا فعل سمجھے گا لیکن جب اس کو حقیقت حال پر اطلاع ہوگی اور جان لے گا کہ جد نہیں تھی بلکہ مزاح تھا یا یہ کہ مزاح کرنے والا فلاں شخص ہے تو فوراً وہ تکلیف اور ناگواری رفع ہو جائے گی اور اس کو یہ خیال بھی نہ ہوگا کہ اس نے مجھے خواہ مخواہ پریشان کیا۔ تیسری صورت یہ کہ یہ دونوں صورتیں نہ ہوں بلکہ اس کے فعل سے اس کو ایذاء بھی ہو اور بعد علم الحقیقۃ الحال وہ ناگواری باقی بھی رہی اور اس کے بعد اس کی درخواست پر یا بلا درخواست رضامندی تحقق ہو جائے پہلی صورت کا جواز تو ظاہر ہے۔ دوسری صورت بھی جائز ہے کیونکہ شخص مذکور کی جانب سے مازح کو اس قسم کی تکلیف دینے کا دلالۃً اذن تھا۔ اور وہ اس کے تحمل پر دلالۃً رضامند تھا یہی وجہ ہے کہ جب اس کو حقیقت حال پر اطلاع ہوتی ہے تو اس کو یہ بھی خیال نہیں ہوتا کہ مجھے بلاوجہ تکلیف دی گئی۔ فارتفع الحرم ان دونوں صورتوں میں مازح ابتدا ہی سے گناہ گار نہیں ہوتا اور تیسری صورت میں ابتداء تو گنہگار ہوتا ہے مگر بعد حصول رضا گناہ مرتفع ہو جاتا ہے لعدم الرضا ابتداء وتحققہ بعد ذلک۔

(۴) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑھیا سے مزاح دلالۃً اذن کی بناء پر تھا گو اس میں ایذا تھی مگر دلالۃً بڑھیا کی طرف سے اسکی تحمل کی رضاء بھی تھی اور یہ کہنا کہ ایذاء ہی نہیں تھی اور اس کے لئے اما تقرئین القرآن کو قرینہ بنانا ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ ایذاء کا مطلقاً انتفا تو بڑھیا کے رونے ہی سے صحیح نہیں رہا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشتر سے یہ سمجھنا کہ یہ عورت اس کلام کے مضمون کو سمجھ جائے گی اور اس ابہام سے اس پر کچھ اثر نہ ہوگا سو یہ غرض الہام اور نفس مزاح ہی کو باطل کرتا ہے بلکہ اس سے مقصود اپنے کلام کے حق ہونے کا ثبوت اور اس کے رنج کا ازالہ ہے اور نصوص ممانعت مزاح یا تو قسم ثالث پر محمول ہیں یا محرم بحق اللہ پر۔ یا اس مزاح پر جو موذی ہو۔ اور اس کے لئے نہ وقت ایذاء رضا ہو اور نہ بعد ایذاء۔

(۵) جواز مزاح کے لئے مقدار ایذاء کی تعیین نہیں ہوسکتی بلکہ اختلاف مواقع اور تفاوت مراتب تعلقات سے اس کی مقدار گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ انتہی تقریر المولوی حبیب احمد۔

تو اس تقریر کی بناء پر شیخ کے فعل کی توجیہ یہ ہوئی کہ یہ ایذاء کی دوسری قسم تھی کہ ان کو قرائن سے یہ معلوم تھا کہ یہ ناگواری دام ملنے سے مایوسی کے ساتھ مقید ہے۔ دام ملتے ہی اور یہ معلوم ہوتے ہی کہ یہ فعل اس مصلحت سے تھا ناگواری جاتی رہے گی۔ پس ارتکاب غیر مشروع کا شبہ جاتا رہا اور صاحب درس کا معہ بعض دوسرے مخصوصین کے اس بحث میں ایک اور مسلک ہے کہ اگر ایذاء کے کسی درجہ کو بھی جائز نہ کہا جائے اور لا یاخذ احدکم عصا

www.besturdubooks.wordpress.com

اخیـہ الـخ کو اطلاق ہی پر محمول رکھا جائے تو حدیث مجوز میں یہ کہا جائے گا کہ یہ نہی عن الایذاء اس وقت ہے جب مزاح کا پہلے سے یا تو قصد ہو یا علم ہو اور یہاں اس کی کوئی دلیل نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا ہوگا کہ قرآن سے اس کو حقیقت پر اطلاع ہے اور اس لئے اس کو مزاح سمجھ کر خوش ہوگی پس آپ کا ایذاء کا قصد تھا اور نہ اس کا علم تھا۔ مگر خلاف آپ کے خیال کے وہ ناواقف نکلی جب حضور نے اس ناواقفیت کا اثر کہ بکاء ہے مشاہدہ فرمایا اس کو حقیقت پر مطلع فرمادیا تو اس بناء پر شیخ کے فعل کی وہ توجیہ نہ ہوگی بلکہ کہا جائیگا کہ گو انکا یہ فعل قواعد پر منطبق ہو لیکن چونکہ مسئلہ مجتہد فیہ ونظری ہے ان کی رائے موافق مسلک مذکور اولاً کے ہوگی پس تقریر ثانی کی بناء پر ان سے خطاء اجتہادی ہوئی جس میں بجائے گناہ کے ایک ثواب ملتا ہے وھـذا اسلم وان کان الاول عند البعض احکم واللہ اعلم۔

اشرف علی ۱۵ صفر ۱۳۲۴ ہجری

چونکہ اوپر سے گریہ کی فضیلت بیان فرمائی ہے
اس کی مناسبت سے اس حکایت کو بیان فرماتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح مبیبی

یہاں سے بطور نتیجہ کے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے بھائی تو اپنے کو بھی بمنزلہ کودک حلوافروش کے سمجھ اور اپنے مقصد کو اس کی گریہ وزاری پر موقوف جان۔ علی ہذا تو اپنے دل کو بھی بمنزلہ کودک حلوافروش کے سمجھ کیونکہ تیرا مقصد اس کی اشکباری پر ہی موقوف ہے اور جب تک تضرع نہ ہوگا اس وقت تک کامیابی دشوار ہے پس اگر تو چاہتا ہے کہ تیری مشکل حل ہو جاوے اور محرومی کا خار کامیابی کے گل سے بدل جاوے اور اگر تو یہ چاہتا ہے کہ خلعت خوشنودی حق سبحانہ تجھے عطا ہو تو اپنے طفل چشم کو اپنے جسم کی تباہی پر اور اس کے اصلاح کے لئے رلاتا کہ وہ شہوات نفسانیہ اور صفات بہیمیہ سے پاک ہو اچھا ایک قصہ سن جس سے تجھے معلوم ہو کہ رونا کس قدر ضروری چیز ہے۔

شرح شبیری

ترسانیدن شخصے زاہدے راکہ کم گری تا کور نہ شوی

ایک شخص کا ایک زاہد کو ڈرانا کہ کم رویا کر تا کہ تو اندھا نہ ہو جائے

زاہدے را گفت یارے در عمل	کم گری تا چشم رانا ید خلل
عمل (تصوف) کے ایک ساتھی نے ایک زاہد سے کہا	کم رویا کر تا کہ آنکھ کو نقصان نہ پہنچے

زاہدے الخ۔ یعنی ایک زاہد سے اس کے ایک ہم مشرب یار نے کہا کہ رویا کم کرو تا کہ کہیں آنکھ میں خرابی نہ آ جائے یہ سن کر اس زاہد نے جواب دیا اور خوب جواب دیا کہنے لگا کہ

گفت زاہد از دو بیروں نیست حال	چشم بیند یا نہ بیند آں جمال
زاہد نے کہا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے	اس حسن کو آنکھیں دیکھیں گی یا نہ دیکھیں گی

گفت زاہد الخ۔ یعنی اس زاہد نے کہا کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو اس جمال کو (یعنی جمال حق کو) یہ آنکھ دیکھے گی یا نہ دیکھے گی پس اگر اس جمال کو دیکھا تو ان کے جاتے رہنے کا غم نہیں اسی کو کہتے ہیں کہ

گر بہ بیند نور حق خود چہ غم ست	در وصال حق دو دیدہ کے کم ست
اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دیکھ لیں گی تو پھر کیا غم ہے؟	اللہ (تعالیٰ) کے وصال میں دو آنکھیں کیا کم ہیں

گر بہ بیند نور حق الخ۔ یعنی اگر نور حق کو دیکھا تب تو کچھ غم نہیں اور حق تعالیٰ کے وصال میں (اور اس کی آرزو اور حسرت میں اگر) دو آنکھیں۔ (جاتی بھی رہیں) تو کیا کم ہیں مطلب یہ کہ اس وصال کے سامنے تو ان کی تو کچھ بھی حقیقت نہیں دو آنکھیں ہیں ہی کیا اور اگر اس جمال کو نہ دیکھیں گے تو پھر ان کا عدم وجود برابر بلکہ عدم اولیٰ ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ورنہ خواہد دید از حق نور وضو	ایں چنیں چشم شقی گو کور شو
اور اگر وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور اور روشنی کو نہ دیکھ سکیں گی	تو کہہ دو ایسی آنکھیں اندھی ہو جائیں

ورنہ خواہد دید الخ۔ یعنی اور اگر جمال حق کو نہ دیکھے گی تو پھر تو اس سے کہہ دو کہ جا ایسی بدبخت آنکھ سے تو کہہ دو وہ اندھی ہو جائے اور اس کا اندھا ہو جانا ہی بہتر ہے لہٰذا اگر میرے اس رونے سے دیدار حق ہو اور اس وجہ سے آنکھیں اندھی ہو جائیں تب تو کچھ بھی غم نہیں اس کے وصال کے سامنے یہ دو آنکھیں ہی کیا اگر لاکھوں آنکھیں بھی ضائع ہو جائیں اور وہ مل جائے تو بس کافی ہے اور اگر اس کے دیدار سے محروم ہیں تو پھر ان کو اندھا ہی ہو جانا چاہیے اور ایسی آنکھ اگر پھوٹ جائے یہی بہتر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اس آنکھ کے جاتے رہنے سے غمگین مت ہو اس لئے کہ

غم مخور از دیدہ کاں عیسیٰ تراست	چپ مرو تا بخشدت او چشم راست
آنکھوں کی فکر نہ کر عیسیٰ (خدا) تیرا ہے	ٹیڑھا نہ چل تاکہ وہ تجھے صحیح آنکھیں بخش دے

غم مخور الخ۔ یعنی ان آنکھوں کا غم مت کھاؤ اس لئے کہ وہ عیسیٰ تو تمہارے ہیں اور ٹیڑھے مت چلو تا کہ تم کو وہ دو آنکھیں درست عنایت فرمائے یہاں عیسیٰ سے مراد حق تعالیٰ ہیں اور تشبیہ صرف احیاء و شفاء بخشی میں ہے کہ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام مردہ کو زندہ فرما دیتے تھے اندھے مادرزاد کو بھی اچھا کر دیتے تھے اس طرح حق تعالیٰ ہیں تو پھر اگر آنکھیں جاتی رہیں تو کیا غم ہے وہ پھر درست فرما دیں گے اور چونکہ یہ ضروری نہیں کہ مشبہ بہ مشبہ سے اکمل ہو اس لئے حق تعالیٰ کو عیسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دینے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی جیسا کہ خود قرآن شریف میں ہے مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح پس دیکھ لو کہ نور شمع ناقص ہے اور نور حق کامل و اکمل ہے لیکن پھر بھی مشکوۃ فیھا مصباح مشبہ بہ ہے اور حق تعالیٰ مشبہ ہیں اس طرح یہاں بھی ہے۔ فلا اشکال آگے فرماتے ہیں کہ

عیسیٰ روح تو باتو حاضر ست	نصرت از وے خواہ کو خوش ناصر ست
تیری روح کا عیسیٰ (خدا) تیرے پاس موجود ہے	مدد اس سے مانگ' وہ بہترین مددگار ہے

عیسیٰ روح الخ۔ یعنی تمہاری روح کا عیسیٰ زندہ رکھنے والا تمہارے ساتھ حاضر ہے اور موجود ہے تو تم اس سے مدد چاہو اس لئے کہ وہ بہت اچھا مدد کرنیوالا ہے یہاں عیسیٰ روح میں عیسیٰ سے مطلق محیی مراد ہے جیسے کہ حاتم سے مطلق سخی مراد ہے پس مطلب یہ ہوا کہ حق تعالیٰ تو تیرے ساتھ ہیں جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ پس باوجود اس قدر قرب کے پھر بھی تو اس سے غافل ہے تو سخت تعجب ہے تجھ کو تو چاہیے کہ اس سے امداد چاہے اور حیات روح کے لئے اس سے دعا کرے کہ یا الٰہی مجھ کو حیات روح میسر فرما کہ جس کے ذریعہ سے میں تیری معرفت حاصل کر سکوں اور تجھ تک پہنچ سکوں۔ مگر اس سے اس تن ظاہری ہی کی اصلاح کے لئے ہر وقت دعا مت مانگو بلکہ اس سے تو اصلاح قلب اور حیات روح ہی کی دعا کرو اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک بیگار تن پر استخواں	بردل عیسیٰ منہ تو ہر زماں
لیکن ہڈیوں بھرے جسم کی بیگار	کسی وقت (بھی) عیسیٰ (خدا) کے دل پر نہ رکھ

لیک بیگار تن الخ۔ یعنی (اس سے مدد چاہو دعا کرو) لیکن اس تن پر استخوان ہی کی بیگار اس عیسیٰ کے قلب پر مت ڈالو مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے نصرت چاہو اور دعا کرو کہ حق تعالیٰ تمہارے قلوب کی اصلاح فرمائیں لیکن اس بدن کی تزئین و تحسین و تربیت ہی کی ہر وقت فکر میں مت لگے رہو اس لئے کہ یہ ایک بیکار اور فضول ہے اس کی فکر ہی کیا اور دل عیسیٰ سے مراد دل حق تعالیٰ ہے اور دل کہہ دینا ایسا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے تعلم مافی نفسی ولا اعلم مافی نفسک۔ پس جس طرح وہاں نفس کا اطلاق حق تعالیٰ پر صحیح ہے اس طرح یہاں دل کا اطلاق بھی صحیح ہے آگے اس کے ایک مثال کی طرف اشارہ کر کے توضیح فرماتے ہیں کہ

ہمچو آں ابلہ کہ اندر داستاں	ذکر او کردیم بہر راستاں
اس بیوقوف کی طرح جس کا قصہ میں	اہل حق کے لئے ہم نے اس کا ذکر کیا ہے

ہمچو آن ابلہ الخ۔ یعنی (تمہارا اس تن خاکی کی اصلاح اور تزئین کی فکر کرنا) اس بیوقوف کی طرح ہے کہ جس کا ذکر ہم نے راست لوگوں کے واسطے ایک داستان میں کیا ہے) بس جس طرح اس نے حقیقت سے غافل ہو کر احیاء جسم چاہا تھا اور نقصان اٹھایا جیسا آگے معلوم ہوگا اس طرح تم بھی حق سے دور اور خاسر ہو گے آگے پھر اسی کی تاکید فرماتے ہیں کہ ظاہری آرائش کو ترک کرو اور باطن کی طرف متوجہ ہو فرماتے ہیں کہ

زندگی تن مجو از عیسیت	کام فرعونی مخواہ از موسیت
اپنے عیسیٰ (خدا) سے جسم کی زندگی کا طالب نہ بن	اپنے موسیٰ (خدا) سے فرعونی مقصد نہ چاہ

زندگی تن الخ۔ یعنی اپنے عیسیٰ (یعنی حق تعالیٰ) سے تن ظاہری ہی کی زندگی مت چاہو (بلکہ اس کو تابع رکھو اصل مقصود حیات روحانی کو سمجھو) اور اپنے موسیٰ سے فرعونی مقصد مت چاہو اس لئے کہ فرعون کا مقصود تو صرف ظاہر پرستی اور تن پروری تھا تو تم حق تعالیٰ سے اسی مقصد کی دعا مت کرو بلکہ اگر اس کی دعا کرو بھی تو تبعاً اصل مقصود حیات روح ہی ہے آگے خدا پر بھروسہ رکھنا اور اصل زندگی روح ہی کی زندگی کو سمجھنا بیان فرماتے ہیں کہ

بردل خود کم نہ اندیشہ معاش	عیش کم ناید تو بر درگاہ باش
اپنے دل پر معاش کی فکر کم کر	معاش کم نہ رہے گی تو دربار میں حاضر رہ

بردل خود الخ۔ یعنی اپنے دل پر معاش کا فکر کم رکھو (اس لئے کہ معاش سے تو صرف زندگی بدن ظاہری ہوتی ہے جو کہ اصل مقصود نہیں ہے اصل مقصود حیات روح ہے لہٰذا) تم درگاہ حق میں حاضر تو رہو (پھر دیکھو کہ اس عیش (ظاہری) میں بھی کمی نہ آئے گی آگے اس کی دلیل بتاتے ہیں کہ اگر تم درگاہ حق میں حاضر رہو گے تو عیش ظاہری میں بھی اس لئے خلل نہیں واقع ہو سکتا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں بدن خرگاہ آمد روح را	یا مثال کشتی مر نوحؑ را
یہ جسم روح کا خیمہ ہے	یا کشتی جیسا ہے نوحؑ کے لئے

ایں بدن خرگاہ الخ۔ یعنی یہ بدن (ظاہری) روح کے لئے (مثل) ایک خیمہ کے ہے (تو جس نے خیمہ لگایا ہے وہی اس کو درست بھی رکھے گا اور وہی اس کی مرمت وغیرہ بھی کرے گا تاکہ خراب نہ ہو جائے کہ اس کے خراب ہونے سے اس شخص کو جس کے لئے خیمہ لگایا گیا ہے کلفت ہوگی پھر ہمیں کیا فکر ہے اور) یا نوح علیہ السلام کی کشتی کی مثال سمجھو کہ جس نے نوح علیہ السلام کو کشتی دی ہے وہی اس کی حفاظت بھی کریں گے اس طرح جب روح کی حفاظت کے لئے بدن انسان مقرر ہوا ہے اور مقرر کرنے والے حق تعالیٰ ہیں تو ضرور ہے کہ اس کی حفاظت اور اسکا تغذیہ وغیرہ بھی وہی فرمادیں گے ہم کو کیا فکر ہے اور یہ امر شاہد ہے کہ جس نے اللہ پر بھروسہ کیا اس کو وہاں سے ملا ہے کہ جہاں سے گمان بھی نہ تھا اور اس وقت اس کا مصداق معلوم ہوتا ہے کہ یہ یرزقہ من حیث لایحتسب۔

پس چاہیے کہ خدا پر بھروسہ کرے اور اصلاح روح کی فکر میں لگے آگے اسی کی ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ

ترک چوں باشد بیابد خرگہے	خاصہ چوں باشد عزیز درگہے
سپاہی جب (ملازم) ہوتا ہے اس کو خیمہ مل جاتا ہے	خصوصاً جبکہ وہ دربار میں باعزت ہو

ترک چوں باشد الخ۔ یعنی جب سپاہی ہوتا ہے تو اس کو خیمہ وغیرہ ملتا ہے اور پھر خاص کر اس کو جو کہ مقرب بارگاہ بھی ہو پس جس طرح کہ سپاہی اپنا نان ونفقہ بادشاہ کے ذمہ سمجھتا ہے اور اسی پر مطمئن ہو کر خود کوئی فکر نہیں کرتا تو اس کو بادشاہ کی طرف سے کل سامان ملتا ہے اور وہ آرام سے رہتا ہے اور پھر اگر وہ سپاہی مقبول بارگاہ بھی ہو تب تو اس کو ضروری سارا سامان ملے گا تو اس طرح جو شخص حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور یہ سمجھے کہ بس وہ خود روزی پہنچا دے گا اور اپنے آپ فکر چھوڑ کر توکل علی اللہ کرے اس کی حق تعالیٰ ضرور مدد فرمائیں گے اور وہ ان شاء اللہ کبھی پریشان نہ ہوگا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ جو لوگ متوکل ہوتے ہیں وہ بھی پریشان ہوتے ہیں تو اس کو یوں سمجھو کہ پریشانی اصل میں قلب سے ہوتی ہے اور پریشانی ظاہری جس کا اثر قلب پر نہ ہو اصل پریشانی نہیں ہوتی پس جو اولیاء اللہ اور متوکل ہیں ان کو حقیقی قلبی پریشانی کبھی نہیں ہوتی ہاں پریشانی ظاہری کہ مثلاً فاقہ ہو گیا بیٹا مر گیا وغیرہ وغیرہ پیش آتی ہیں سو وہ پریشان نہیں ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی ملازم کسی نواب کے یہاں ہے اور اس کو علاوہ تنخواہ کے روٹی بھی ملتی ہے مگر روزانہ کھانا دس بجے آجاتا تھا اور آج بارہ بج گئے ہیں مگر ابھی تک کھانے کا پتہ نہیں تو اس وقت اس سے دریافت کیا جائے گا کہ بھائی بارہ بج گئے اور روٹی نہیں آئی تو تم کچھ اور فکر کرو تو وہ یہی کہے گا کہ روٹی ضرور آوے گی لیکن آج کسی خاص مصلحت سے دیر ہو گئی ہے جس کا مجھے علم نہیں تو اگرچہ اس کو بظاہر بھوک لگ رہی ہے مگر اس کا قلب مطمئن ہے کہ ضرور کھانا ملے گا بس یہی حال ان حضرات متوکلین کے فاقہ اور پریشانی ظاہری کا ہے خوب سمجھ لو۔ اور یہاں یہ مت سمجھ جانا کہ بس پھر کیا ہے توکل کر کے اسباب کو ترک

کر کے بیٹھ رہیں خدا دے گا یہ سمجھنا بہت بڑی غلطی ہے اس لئے کہ دیکھو حدیث میں ایک بدوی کا قصہ ہے کہ اس نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اونٹ کو باندھ کر پھر خدا پر بھروسہ رکھوں کہ میرا اونٹ گم نہ ہوگا یا مطلق العنان چھوڑ کر پھر بھروسہ کروں ارشاد ہوتا ہے کہ اعقل وتوکل یعنی اس کو باندھ دے اور پھر توکل کر۔ اس لئے کہ اگر تم نے اس کو باندھ بھی دیا تو پھر بھی تو خدا ہی اس کی حفاظت کرتا ہے ورنہ چور کھول کر لے جائیں خود رسی توڑ کر بھاگ جائے وغیر ذلک پس اس طرح جو اسباب شریعت نے انسان کو بتا دیئے ہیں ان کا ارتکاب ضروری ہے بعد ارتکاب اسباب بھی تو اس فعل کا مرتب کر دینا حق تعالیٰ ہی کا کام ہے تمہارے باوا کا اجارہ ہے کہ جب تم اسباب کا ارتکاب کر لیا کرو تو اس پر ضرور اثر مرتب ہو ہی جایا کرے اثر کا مرتب فرما دینا تو فعل حق تعالیٰ کا ہے اسی پر بھروسہ رکھو اب معلوم ہوا کہ اسباب کا ارتکاب کرے اور پھر بھی حق سبحانہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھے اور بعض جگہ جو سنا گیا ہے کہ کسی بزرگ نے بالکل ترک اسباب کر دیا اور ان کے لئے غیب سے کھانے وغیرہ آتے تھے یہ ان کی خصوصیت ہے اور کرامت ہے۔ کار پاکان را قیاس از خود مگیر + گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر + خوب سمجھ لو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اوپر چونکہ زاہد کے قصہ کے ضمن تمثیلاً اشارہ کیا تھا اس رفیق عیسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی طرف لہٰذا اب اس قصہ کو پورا فرماتے ہیں

شرح حبیبی

زاہدے را گفت: کسی زاہد نے اپنے ہم مشرب سے کہا کہ بھائی اتنا نہ رویا کرو تا کہ تمہاری آنکھوں میں نقصان نہ آ جائے تو اس زاہد نے کیا خوب جواب دیا کہ جناب دو حال سے خالی نہیں یا تو میری آنکھیں آخرت میں جمال حق کا مشاہدہ کریں گی یا نہیں اگر کریں گی تو پھر کیا پرواہ ہے اگر یہ جاتی رہیں وصال حق کے وقت جو قیامت میں دو آنکھیں مجھے ملیں گی وہی کیا کم ہیں اور اگر دیدار حق سبحانہ ان کی قسمت میں نہیں تو جانے دو بلا سے جاتی رہیں ایسی بدقسمت اور محروم آنکھوں کا تو اندھا ہونا ہی بہتر ہے پس اگر اندھی ہو جائیں تو ہو جانے دو اس کے بعد مولانا حسب عادت نصیحت فرماتے ہیں۔

غم مخور از دیدہ: جب تجھے معلوم ہو چکا کہ طالب حق آنکھ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے تو تو بھی آنکھ کی کچھ فکر نہ کر اور جس قدر رو سکے رو۔ کیونکہ آنکھیں دینے والا تیرا یار ہے۔ پس اگر جاتی بھی رہیں اور تجھے ضرورت بھی ہو اور خواہش بھی ہو تو وہ پھر دے سکتا ہے اور ٹیڑھا مت چل بلکہ صراط مستقیم پر قائم رہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تجھ کو راست اور حقیقت بین اور غلط بینی سے محفوظ دو آنکھیں عنایت کرے گا جن سے تو حقائق کو علی ما ہی علیہ دیکھ سکے گا تیری روح کو حیات جاوید عطا کرنے والا تو تیرے ساتھ ہے بس تو اس کے ماسوا کو چھوڑ کر صرف اسی کو اپنا مددگار بنا اور اس سے مدد کی درخواست کر کہ وہ اچھا مددگار ہے اور ادھر ادھر مت بھٹک۔ مگر اپنی ہڈیوں سے بھرے ہوئے جسم کی بے نتیجہ حیات وبقا کی اپنی عیسیٰ اور روح کو حیات ابدی بخشنے والے اور چشم حقیقت بین عنایت کرنے والے حق سبحانہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر وقت درخواست مت کرنا جیسے اس احمق نے حیات جسم مردہ کی حضرت عیسیٰ سے لغو درخواست کی تھی جسکا ہم اثناء قصہ میں ارباب طبع مستقیم کی عبرت کے لئے ذکر کر چکے ہیں بلکہ اصالتہ حیات روح کی درخواست کرنا اور اس کے لئے انہیں مانگنا اور اگر حیات روح کی غرض سے حیات و اصلاح جسم کی بھی درخوست ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ یہ بھی فی الحقیقتہ حیات روح ہی کی درخواست ہے۔ دیکھو ہم پھر کہتے ہیں کہ اپنے عیسیٰ (حق سبحانہ) سے جو تجھے حیات روح عطا کر سکتے ہیں حیات جسم کی درخواست ہرگز نہ کرنا اس لئے کہ جو جس کے شایان شان ہوتا ہے اس سے اسی کی درخواست کی جاتی ہے موسیٰ جن کا کام مقصد فرعونی کا ملیامیٹ کرنا ہے ان سے مقصد فرعونی کی درخواست سراسر نازیبا ہے پس حق سبحانہ جن کے شایان شان روح پروری ہے ان سے تن پروری کی ہرگز درخواست نہ کرنا اور معاش کی فکر کا بار بھی اپنے دل پر نہ ڈالنا بس تو فقط اس شہنشاہ کی ڈیوڑھی پر حاضر رہ یعنی اس کی اطاعت اختیار کر تیرے لئے روٹیوں کی کمی نہیں جب کہ اصل معیشت کی یہ حالت ہے جس پر مدار حیات ہے تو اور چیزیں یا غیر ضروری ہیں ان کی فکر تو محض لا طائل ہے یا ضروری ہیں مگر رزق سے کم تو جو رزق کا انتظام کرے گا وہ ان ضروریات کو بھی پورا کرے گا لہٰذا ان کی فکر بھی بے سود ہے تو یوں سمجھ کہ بدن روح کا خیمہ ہے جس کو حق سبحانہ نے روح کی مہمانی کے لئے قائم کیا ہے اور روح اس میں حق سبحانہ کی مہمان ہے تو جس جواد وغنی نے اس کو اپنا مہمان بنایا ہے اور رہنے کے لئے خیمہ دیا ہے کیا وہ کھانا نہ دیگا ضرور دیگا چنانچہ وہ اپنے کلام پاک میں اطلاع بھی دے چکا ہے چنانچہ فرمایا وما من دابة في الارض الاعلی الله رزقها یابدن کو مثل کشتی کے سمجھ۔ اور روح کو مثل نوح کے۔ پس جس نے نوح علیہ السلام کو کشتی میں رزق پہنچایا تھا جہاں ان کو کسب پر بھی قدرت نہ تھی کیا وہ روح کو بدن کے اندر غذا نہ دیگا بات یہ ہے کہ ہر چیز کے لئے اس کی ضروریات حاصل ہوتی ہیں چنانچہ جب ترک ہوگا تو اس کو خیمہ بھی ملے گا پھر جب کہ وہ مقرب بارگاہ شاہی بھی ہو تو بلائے اس کو خیمہ ملے گا پس اگر تو معمولی شخص ہے اور درگاہ حق سبحانہ کا مقرب نہیں تب بھی تجھے ضروریات زندگی ملیں گی چہ جائیکہ مقرب بارگاہ حق سبحانہ ہو اس وقت تو بلا لے تیرے لئے ضروریات فراہم کی جائیں گی چونکہ اشعار مذکور میں ترغیب تھی حق سبحانہ سے حیات روح طلب کرنے کی اور حیات جسم کے متعلق درخواست نہ کرنے کی آگے حیات روح کے بجائے حیات جسم طلب کرنے کا ضرور بیان کرتے ہیں اور اس مناسبت سے قصہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

تمامی قصہ زندہ شدن استخوانہا بدعائے عیسیٰ علیہ السلام

(حضرت) عیسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ہڈیوں کے زندہ ہو جانے کے قصہ کی تکمیل

چونکہ عیسیٰ دید آں ابلہ رفیق	جز کہ استیزہ نمید انذ طریق
جب (حضرت) عیسیٰ نے اس بیوقوف ساتھی کو دیکھا	کہ جھگڑے کے سوا کوئی طریقہ نہیں جانتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ عیسیٰ الخ۔ یعنی جب کہ عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ بیوقوف رفیق سوائے مخالفت کے اور کچھ طریق جانتا ہی نہیں اور

می نگیرد پندرا از ابلہی	بخل می پندارد او از گمرہی
بیوقوفی کی وجہ سے نصیحت قبول نہیں کرتا ہے	نادانی کی وجہ سے (اسم اعظم نہ پڑھنے کو) بخل سمجھتا ہے

می نگیرد الخ۔ یعنی بیوقوفی کی وجہ سے نصیحت کو قبول نہیں کرتا اور گمراہی کی وجہ سے بخل خیال کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بتانے میں بخل کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس میں کیا خرابیاں ہیں پس جب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اب یہ مانے گا نہیں تو آخر کار انہوں نے اس اسم کو ہڈی پر پڑھ دیا اسی کو فرماتے ہیں کہ

خواند عیسیٰ نام حق بر استخواں	از برائے التماس آں جواں
(حضرت) عیسیٰ نے ہڈیوں پر اسم اعظم پڑھ دیا	اس جوان کے اصرار کی وجہ سے

خواند عیسیٰ الخ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے ہڈی پر حق تعالیٰ کا نام پڑھ دیا اس جوان کے عرض کرنے کی وجہ سے پس جب اس نام حق کو پڑھا تو وہ ہڈی زندہ ہو گئی اس کو فرماتے ہیں کہ

حکم یزداں از پئے انجام مرد	صورت آں استخواں را زندہ کرد
اللہ (تعالیٰ) کے حکم نے (اس) انسان کے انجام کیلئے	ان ہڈیوں کے ڈھانچہ کو زندہ کر دیا

حکم یزدان الخ۔ یعنی حکم خداوندی نے اس خام مرد کے واسطے (یعنی اس کے کہنے کی وجہ سے) اس ہیں کی صورت کو زندہ کر دیا تو

از میاں برجست یک شیر سیاہ	پنجۂ زد کرد نقشش را تباہ
درمیان سے ایک کالا شیر کودا	اس (شیر) نے پنجہ مارا اور اس کے نقش کو مٹا دیا

از میان برجست الخ۔ یعنی (فوراً) درمیان سے ایک شیر سیاہ کودا اور پنجہ مار کر اس رفیق کے نقش (ہستی) کو تباہ کر دیا اور

کلّاش بر کند و مغزش ریخت زود	ہمچو جوزے کاندرے مغزے نبود
اس کی کھوپڑی اکھاڑ دی اور جلد اس کا بھیجا بکھیر دیا	اس اخروٹ کی طرح جس میں گری نہ تھی

کلّاش الخ۔ یعنی اسکا کلہ توڑ دیا اور جلدی سے مغز بکھیر دیا جیسے کہ اس میں مغز تھا ہی نہیں اس لئے کہ اگر مغز اور عقل ہوتی تو وہ ایسی بات ہی کیوں کہتا اور حقیقت کو سمجھ کر اس اصرار سے اعراض کرتا آگے مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ

گر ورا مغزے بدے ز اشکستنش	خود نبودے نقص الا بر تنش
اگر اس میں گودا ہوتا اس کے ٹوٹنے سے	محض اس کے جسم کو نقصان پہنچتا

www.besturdubooks.wordpress.com

گردرا مغزے الخ۔ یعنی اگر اس کا مغز (عقل) ہوتا تو اس کے ٹوٹنے سے صرف اس کے بدن پر ہی نقصان آتا کہ وہ مغز پاش پاش ہو جاتا مگر روح کو تو فرحت ہوتی کہ یہ حجاب جسمانی اٹھ کر وصل حاصل ہو جاتا مگر چونکہ اس کی عقل تو تھی نہیں کہ جو حقیقت کو پہچانتا اس لئے جسم پر بھی آفت آئی اور روح کو بھی فرحت نہ ہوئی خسر الدنیا والآخرہ رجب اس شیر نے اس کو مار ڈالا تو اس سے عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ

گفت عیسیٰ چوں شتابش کوفتی	گفت زاں رو کہ تو زو آشوفتی
(حضرت عیسیٰ نے اس (شیر) سے فرمایا تو نے اس قدر جلد اسکی سرکوبی کیوں کی؟	اس نے کہا اس لئے کہ تم اس سے پریشان ہوئے

گفت عیسیٰ الخ۔ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تو نے اس کو اس قدر جلد کیوں ہلاک کر دیا تو اس شیر نے کہا اس لئے کہ آپ اس سے پریشان ہو چکے تھے اور اس نے آپ کو بہت پریشان کیا تھا لہٰذا اس کی یہ سزا اس کو دی گئی یہاں سے معلوم ہو گیا کہ مقبولان حق کے ساتھ گستاخی کرنا اور ان کے کہنے کو نہ ماننے کی کیا سزا ہوتی ہے اور کیا کیا آفات انسان پر آتے ہیں۔ دیکھو اس شخص نے نہیں مانا تو اس کو یہ سزا ملتی بس اگر آج کوئی شخص اہل اللہ کے ساتھ گستاخی کرتا ہے تو اگرچہ شیر سیاہ اس کے بدن ظاہری کو ہلاک نہیں کرتا لیکن کیا موت باطن قابل حسرت وافسوس نہیں ہے خدا کی قسم دل مر جاتا ہے اور قلب میں وہ شگفتگی و بحالی ہرگز ہرگز نہیں رہتی اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وقت ایک پہاڑ سر پر رکھا ہے اور اس شخص کو عیش دنیاوی میں بھی لذت حاصل نہیں ہوتی پس چاہیے کہ اہل اللہ کی ایذا دہی اور ان کے ستانے سے بچے اور ہمیشہ ان کی اطاعت کرے آگے پھر عیسیٰ علیہ السلام نے اس شیر سے دریافت کیا کہ

گفت عیسیٰ چوں نخوردی خون مرد	گفت در قسمت نبودم رزق خود
حضرت عیسیٰ نے فرمایا تو نے اس کا خون کیوں نہ پیا؟	اس نے کہا میری قسمت میں اپنی روزی نہ تھی

گفت عیسیٰ چون الخ۔ یعنی (پھر) عیسیٰ علیہ السلام نے (اس شیر سے) پوچھا کہ (اگر تو نے اس کو مارا تھا تو) تو نے اسکا خون کیوں نہ پیا (جیسا کہ شیروں کا معمول ہے کہ شکار کا خون پی لیتے ہیں) تو شیر نے کہا کہ میری قسمت میں رزق کھانا نہ رہا تھا اس لئے کہ اگر میری قسمت میں اس کو کھانا ہوتا تو میں پہلے ہی حیات میں اس کو کھا لیتا اور کھانے سے پہلے مرتا ہی کیوں پس جب کہ میں مر گیا تھا تو معلوم ہوا کہ میری قسمت میں اب رزق نہ رہا تھا یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ ممکن ہے کہ اس کی قسمت میں یہ ہو کہ اول حیات میں اس قدر رزق اس کو ملے گا اور حیات ثانیہ میں اس قدر تو پھر اس کا یہ کہنا کہ میری قسمت میں رزق رہا ہی نہیں کیسے صحیح ہوگا۔ جواب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ جب تک ہر چیز اپنا رزق پورا نہیں پا لیتی اس وقت تک اس کو موت نہیں آتی۔ پس اس کا پہلے مر جانا دلیل اس کی ہے کہ اس کی قسمت میں رزق رہا ہی نہ تھا اگر یہ آدمی اسکا رزق ہوتا تو ضرور ہے کہ پہلے ہی مل جاتا اب آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح اس شیر نے مارا تو کھایا نہیں اس طرح بہت سے لوگ جمع کر جاتے ہیں مگر اس سے منتفع نہیں ہوتے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

جبکہ عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ یہ احمق ساتھی لجاج وجدال کے سوا کوئی اور طریق جانتا ہی نہیں اور اپنی حماقت سے مفید اور سودمند بات کو مانتا ہی نہیں بلکہ میری اس پہلوتہی اور معذرت کو وہ احمق بخل سمجھتا ہے تو اس کی درخواست کے سبب ان ہڈیوں پر اسم حق سبحانہ پڑھا اس پر حق سبحانہ کے حکم سے اس نادان آدمی (کی سزا ہی) کے لئے وہ ہڈیاں زندہ ہوگئیں اور ان میں سے ایک کالا شیر نکلا جس نے نکلتے ہی اس شخص کے سر پر ایک پنجہ مارا اور اس کے نقش ہستی کو مٹا دیا۔ اس کی کھوپڑی اتار لی جس سے سارا بھیجا نکل پڑا اور اس کا سر ایسا ہو گیا جیسے اخروٹ جس میں گری نہ ہو اس سے اس کو سراسر نقصان ہوا کیونکہ اس میں حقیقی مغز اور عقل وفہم نہ تھی لیکن اگر اس میں حقیقی مغز ہوتا تو اول تو یہ نوبت ہی نہ آتی اور اگر بالفرض آتی بھی تو اس سے صرف اس کے جسم میں نقصان آتا روح پر کوئی کچھ اثر نہ ہوتا اور ضرر جسمانی لائے محض ہے تو فی الحقیقت اس کو کچھ بھی نقصان نہ ہوتا اب سراسر نقصان اس لئے ہوا کہ روح تو پیشتر ہی سے مردہ تھی اگر وہ زندہ تھا تو محض حیات جسمانی سے اب وہ بھی جاتی رہی تو زندگی کا کچھ حصہ بھی اس کے لئے باقی نہ رہا وھل ھذا الاخسران مبین حضرت عیسیٰ نے شیر سے دریافت کیا کہ تو نے اس کو اتنی جلدی کیوں کچل دیا اس نے جواب دیا کہ وجہ یہ تھی کہ آپ اس سے بلاوجہ پریشان ہوئے تھے حق سبحانہ کو گوارا نہ ہوا کہ بعد وجود سبب ہلاک کے اس کو ذرا سی بھی مہلت دی جائے اور اپنی خیالی کامیابی پر ذرا بھی خوش ہوے۔ اس پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اچھا تو نے اس کا خون کیوں نہ پیا تو اس نے جواب دیا کہ رزق کھانا میرے مقدر نہ تھا آگے مولانا نصیحت کی طرف انتقال فرماتے ہیں

شرح شبّیری

اے بسا کش ہمچو آں شیر ژیاں	صید خود ناخوردہ رفتہ از جہاں
اے (مخاطب) بہت سے لوگ اس غضبناک شیر کی طرح	دنیا سے اپنا شکار بغیر کھائے چلے گئے

اے بسا کس الخ۔ یعنی اس شیر مست کی طرح بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ اپنے شکار کو بغیر کھائے ہوئے جہاں سے روانہ ہو جاتے ہیں اور ان کو اس سے عیش حاصل کرنا نصیب نہیں ہوتا بلکہ جمع کیا اور دوسروں کے واسطے چھوڑ گئے آگے فرماتے ہیں کہ

قسمتش کاہے نہ و حرصش چو کوہ	جستہ بے وجہے وجوہ از ہر گروہ
اسکی قسمت میں ایک تنکا نہیں اور اس کی حرص پہاڑ جیسی ہے	ہر گروہ سے بے طریقہ آمدنوں کا جویاں ہے

قسمتش کاہے الخ۔ یعنی اسکا حصہ گو ایک تنکا بھی نہیں اور حرص پہاڑ کی طرح اور نامشروع طریق سے آمدنیوں کو حاصل کیا نہ جائز دیکھا نہ ناجائز دیکھا جس طرح حاصل ہوا حاصل کیا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

دشمناں در ماتم او کردہ سور	جمع کردہ مال و رفتہ سوئے گور
دشمنوں نے اس کے ماتم میں جشن منایا	مال کو جمع کیا اور قبر میں چلا گیا

جمع کردہ مال الخ۔ یعنی مال جمع کر کے گور کی طرف چلا گیا (اور خود اس سے منتفع نہ ہوا) تو دشمن اس کے ماتم (کے زمانہ) میں خوشی کرتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ جو اس نے جمع کیا تھا وہ اب ہم کو ملے گا پس بڑے حسرت اور افسوس کی بات ہے کہ جمع بھی کیا بے ہودہ طرق سے اور وبال اُخروی اپنے سر لیا اور پھر اس سے منتفع بھی نہ ہوا اب آگے مولانا مناجات فرماتے ہیں اور اس سے پناہ مانگتے ہیں فرماتے ہیں کہ

سخرۂ و بیگار مارا وارہاں	اے میسر کردہ برما در جہاں
فرمانبرداری اور بیگار سے ہمیں نجات دے	اے (وہ ذات) تو نے دنیا کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے

اے میسر کردہ الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ جس نے ہم پر اس جہان میں ان بے ہودہ امور کو اور فضول کاموں کو آسان فرما دیا ہے ہم کو اس سے چھڑا دے اور اس میں مبتلا نہ فرما اور

آنچناں بنما بما آں را کہ ہست	طعمہ بنمودہ بما و آں بودہ شست
ہمیں اسی طرح دکھا دے جس طرح سے وہ ہے	ہمیں چارہ نظر آیا اور وہ مچھلی کا کانٹا تھا

طعمہ بنمودہ الخ۔ یعنی ہم کو لقمہ دکھلائی دیتا ہے حالانکہ وہ کانٹا ہے (جیسے کہ مچھلی کو بظاہر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میرا کھانا رکھا ہوا ہے لیکن اصل میں وہ کانٹا ہوتا ہے آخر اسی میں پھنس جاتی ہے اس طرح ہم دھوکہ میں آ کر دام نفس میں پھنس جاتے ہیں) پس ہم کو ویسا ہی دکھلا دے جیسا کہ وہ ہے یعنی ہم کو حقیقت بین فرما دیجئے ہم صرف ظاہر بینی ہی پر نہ رہیں بلکہ ہم کو حقیقت بینی میسر ہو اور حطام دنیا میں پھنس کر کہیں ہلاک نہ ہو جائیں آگے پھر اس حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ارے ایسے بہت سے لوگ ہیں کہ اس غضبناک شیر کی طرح دنیا سے چلے جاتے ہیں اور اپنا شکار نہیں کھاتے (مال و متاع مکسوب سے متمتع نہیں ہوتے) اور ان کی حرص حطام دنیا کی تحصیل میں پہاڑ جیسی ہوتی ہے لیکن ان کی قسمت میں ایک تنکا بھی نہیں ہوتا اور نامشروع طور پر آمدنیاں بڑھاتے ہیں اور مال جمع کرتے ہیں خود تو حسرت و یاس قبر میں چلے جاتے ہیں اور دشمن ان کے ایام ماتم میں خوشیاں مناتے ہیں۔ اے وہ ذات پاک جس نے بیگار اور شاق وغیرہ نافع کاموں کو ہمارے لئے آسان کر دیا ہے ہم کو اس بیگار سے چھڑا اور جو چیز فی الحقیقت مچھلی کے شکار کا کانٹا اور مضر ہے لیکن ہم کو غذا اور نافع محسوس ہوتی ہے تو ہم کو اس کی حقیقت دکھلا دے کہ ہم اس کو علی ماھی علیہ فی النفس الامر دیکھ لیں اور دھوکہ نہ کھائیں اس کے بعد پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

گفت آں شیر اے مسیحا ایں شکار	بود خالص از برائے اعتبار
اس شیر نے کہا اے مسیحا! یہ شکار	محض عبرت کے لئے تھا

گفت آں شیر الخ۔ یعنی اس شیر نے کہا کہ اے عیسیٰ (علیہ السلام) یہ شکار تو صرف عبرت کے واسطے تھا میرا رزق نہ تھا صرف اس لئے تھا کہ لوگ اس کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں کہ ہم اہل اللہ کے ساتھ گستاخی کریں گے تو ہماری بھی یہی گت بنے گی آگے پھر وہ شیر کہتا ہے کہ

گر مرا روزی بدے اندر جہاں	خود چہ کارستے مرا با مردگاں
اگر دنیا میں میرا رزق ہوتا	میرا مردوں سے کیا واسطہ ہوتا؟

گر مرا روزی الخ۔ یعنی اگر میری روزی جہان میں باقی رہتی تو مجھے مردوں سے کیا کام تھا یعنی پھر میں مرتا ہی کیوں اس کو کھا کر ہی مرتا آگے پھر بتاتے کہ یہ سزا اس شخص کی ہے کہ جو ایسا مسیحا پائے اور اس سے ایسی بے ہودہ باتوں کا سوال کرے بسا تعجب ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

پھر اس نے کہا کہ اے عیسیٰ وہ شکار تو محض اس لئے تھا کہ لوگ عبرت پکڑیں کہ اہل اللہ کے ساتھ گستاخی کرنی اور ان کو لایعنی درخواستوں سے پریشان کرنیکا یہ نتیجہ ہوتا ہے باقی رہا میرا کھانا سو اگر میری قسمت میں اس سے زیادہ کھانا ہوتا جو مجھے حیات اولیٰ میں مل چکا ہے تو میں مردوں ہی میں کیوں شامل ہوتا کیونکہ میری قسمت میں جتنا رزق تھا حیات اولیٰ میں تھا پس اگر اس کا کھانا بھی میری قسمت میں ہوتا تو مجھے اس وقت تک زیادہ رہنا چاہیے تھا تاکہ میں اپنا رزق پورا کر کے مروں۔ مولانا آگے پھر نصیحت فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

ایں سزائے آنکہ یابد آب صاف	ہمچو خرد رجو بمیزد از گزاف
یہ اس کی سزا ہے جو صاف پانی پائے	بیہودگی سے گدھے کی طرح اس میں پیشاب کردے

ایں سزائے آنکہ الخ۔ یعنی یہ سزا اس شخص کی ہے جو کہ صاف پانی پاوے اور پھر ندی میں گدھے کی طرح بے ہودگی سے پیشاب کردے مطلب یہ کہ جو شخص ایسے نبی کو جو کہ مثل آب صاف کے ہیں پاوے اور پھر ان کے سامنے اپنے تن ظاہری کی زیبائش اور آرائش کی درخواست کرے اور ان سے یہ چاہے کہ تن ظاہری کو وہ زندہ کردیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تو اس شخص پر بسا تعجب ہے اور اس کی یہ سزا ہے کہ اسکا ظاہری بدن بھی خراب ہوا اور باطن تو خراب ہو ہی جاوے گا اور یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ اس شخص کو اس نعمت کی قدر نہیں ہے اور یہ نہیں جانتا کہ اس سے کیا نفع حاصل کرنا چاہیے اس لئے ان بے ہودگیوں میں پھنس رہا ہے ورنہ اگر جانتا تو کبھی ایسی حرکت نہ کرتا اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر بداند قیمت آں جوئے خر	او بجائے پانہد در جوئے سر
اگر گدھا اس نہر کی (قدر) قیمت جانتا	وہ نہر میں پیر کی جگہ سر رکھتا

گر بداند الخ۔ یعنی اگر وہ گدھا اس ندی کی قیمت اور قدر جانتا تو اسکے اندر پاؤں کی جگہ سر رکھتا۔ مطلب یہ کہ اگر یہ شخص ان کی قدر جانتا اور حقیقت کو دیکھ لیتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا چیز ہیں اور کس کام کے ہیں تو پھر تو ان کا تابع اور مطیع ہو جاتا اور جو چیز ان سے حاصل کرنی چاہیے تھی یعنی حیات روحانی اس کو حاصل کرتا آگے پھر افسوس فرماتے ہیں کہ جس کسی کو ایسے نبی ملیں اور وہ ان کی یہ قدر کرے تو بڑی حسرت کی بات ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

او بیابد آنچناں پیغمبرے	میر آب زندگانی پرورے
وہ ایسا پیغمبر پائے جو زندگی کے پرورش کرنے والے	پانی (آب حیات) کا سردار ہے

او بیابد الخ۔ یعنی جو شخص کہ ان جیسے پیغمبر کو پاوے جو کہ امیر آب ہیں اور زندگانی بخشنے والے ہیں تو ان کے سامنے امر کن سے یہ کہتا ہوا کیوں نہ مر جائے کہ اے امیر آب ہم کو زندہ کر دے۔ امیر آب وہ کہلاتا ہے جو پانی تقسیم کرے اور چونکہ آب موجب حیات ہوتا ہے تو قاسم آب کو قاسم حیات کہنا صحیح ہے اور امر کن میں امر سے مراد تشریعات ہیں تکوینیات نہیں ورنہ تکوینیات کا تخلف تو امر کے بعد محال ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کسی کو ایسی حیات بخش زندگی پرور نبی ملیں اور وہ ان کا مطیع اور فرمانبردار نہ ہو اور ان کا مطیع ہو کر ان سے حیات روحانی کا سائل نہ ہو اور شریعت پر عمل نہ کرے جس کے لئے کہ ہر وقت کن کا خطاب متوجہ ہو رہا ہے اس کو تو چاہیے کہ بس جس طرح وہ حکم کریں اس پر عمل کرے اور اپنی رائے اور سمجھ کو مطلق دخل نہ دے۔ بلکہ اس کا تو یہ مذہب ہونا چاہیے کہ۔ زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو + دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو + اس کے سامنے تو کالمیت فی ید الغسال ہونا چاہیے اور ان کی خدمت میں یہ عرض کرے کہ اے حیات روحانی کے بخشنے والے مجھے حیات روحانی عطا فرما اور خبردار اپنے نفس کمینہ کی حیات کو اس معطی حیات سے مت طلب کر اسی کو فرماتے ہیں کہ

چوں نمیرد پیش او از امر کن	اے امیر آب مارا زندہ کن
(لفظ) کن کے حکم سے اس کے سامنے جان کیوں نہ دیدے؟	اے آب حیات کے سردار ہمیں زندہ کر دے
ہیں سگ ایں نفس را زندہ مخواہ	کو عدو جان تست از دیر گاہ
خبردار! اپنے نفس کتے کی زندگی نہ چاہ	کیونکہ وہ مدت سے تیری جان کا دشمن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں سگ نفس الخ۔ یعنی ہاں اپنے اس نفس کتے کی زندگی مت چاہو اس لئے کہ یہ تیری جان کا دشمن ایک مدت سے ہے لہٰذا اگر تو اس کی حیات کو مانگے گا اور اسکی دعا کرے گا تو یہ سمجھ لینا کہ اپنے دشمن کو خود اپنے سر پر سوار کر لینا ہے۔ خدا کے لئے اس دشمن کو فنا اور ہلاک ہی کر دینا کہیں اس کی زندگی کی درخواست مت کرنے لگنا اور اسمیں لگ کر اس حیات حقیقی کو مت بھول جانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

خاک بر سر استخوانے را کہ آں	مانع ایں سگ بود از صید جاں
ان ہڈیوں پر خاک جو کہ	اس کتے کو جان کا شکار کرنے سے روکیں

خاک بر سر الخ۔ یعنی اس ہڈی پر خاک پڑے کہ وہ اس کتے کو جان کے شکار کرنے سے مانع ہو جائے مطلب یہ کہ اس جسم پر (جو کہ ہڈیاں اور گوشت ہی ہے) خاک پڑے جب کہ یہ انسان کو معانی کے شکار سے مانع ہو اور اس کو معانی کے حاصل کرنے سے جو کہ جان کی طرح ہیں اور توجہ الی الحق سے روک کر ان ہڈیوں میں لگا لے خدا کرے یہ کہیں غارت ہو اور اس پر خاک پڑے آگے فرماتے ہیں کہ تم کو جو یہ گوشت پوست توجہ الی الحق سے مانع ہو جاتا ہے تو تم کہیں کتے تو نہیں ہو کہ کتے کی طرح ان چیزوں پر گرے جاتے ہو فرماتے ہیں کہ

سگ نہ بر استخواں چوں عاشقی	دیوچہ وار از چہ برخوں عاشقی
تو کتا نہیں ہے ہڈیوں پر کیوں عاشق ہے؟	جونک کی طرح خون پر تو کس وجہ سے عاشق ہے؟

سگ نہ بر استخوان الخ۔ یعنی تو کتا تو نہیں ہے جو ہڈی پر عاشق ہے اور جونک کی طرح خون پر کس لئے فریفتہ ہے مطلب یہ کہ تم جو اپنے جسم کی اور تن ظاہر کی حیات پر جان دیتے ہو اور وہ بھی ہڈی وغیرہ ہے تو تم کتے تو نہیں ہو اس لئے کہ ہڈی پر تو کتا عاشق ہوتا ہے جو اس طرح جونک خون پر فریفتہ ہوتی ہے اس طرح تم بھی اپنے خون پر فریفتہ ہو رہے ہو کہ بس ہر وقت اسی کی فکر میں لگے ہوئے ہو اس کی فکر چھوڑو اور حیات اصلی اور حقیقی کی فکر کرو آگے مولانا اس مضمون سے انتقال فرما کر اس پہلے مضمون کی طرف جو کہ آنکھ حقیقت بین میں نہ ہو وہ اندھی ہے اور اس کو بینا نہ کہنا چاہیے رجوع فرماتے ہیں کہ

آں چہ چشم ست آنکہ بینائیش نیست	ز امتحانہا جز کہ رسوائیش نیست
وہ بھی کیا آنکھ ہے جس میں بینائی نہیں ہے	امتحانوں میں رسوائی کے سوا اس کے لئے کچھ نہیں ہے

آنچہ چشم ست الخ۔ یعنی وہ کیا آنکھ ہے جس کی بینائی نہیں اور امتحانوں سے اس کو رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہیں مطلب یہ کہ جو آنکھ حقیقت بین نہ ہو اور جس کو معرفت حق نہ ہو وہ تو ایسی ہے جیسے کسی شخص کے حلقہ چشم تو ہیں پتلی میں روشنی نہیں ہے اور وہ دعویٰ کرے کہ میں بینا ہوں پس جب امتحان ہوگا اور کوئی شے سامنے پیش کر کے کہا جائے گا کہ بتاؤ کیا ہے تو اس وقت بجز اس کے کہ رسوائی ہو اور کچھ نتیجہ نہیں ہو سکتا بس اس طرح جو نگاہ حق شناس

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں گو بظاہر بینا معلوم ہوتی ہے مگر حقیقۃً وہ کور ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ۔ یارب نہ ہو وہ دل کہ جو درد آشنا نہ ہو+ پھوٹے وہ آنکھ جس سے کہ آنسو بہا نہ وہ+ یا الٰہی ہمیں سب کو اپنی معرفت اور اپنی محبت عطا فرما آمین۔ اب یہاں کوئی یہ کہہ سکتا تھا کہ ہم سے جو غلطیاں ہوتی ہیں جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم اندھے ہیں وہ بھول سے ہو جاتی ہیں ورنہ عمداً ہم بھی نہیں کرتے آگے مولانا اسکا جواب فرماتے ہیں کہ

سہو باشد ظنہارا گاہ گاہ	اینچہ ظن ست اینکہ کور آمد براہ
گمانوں میں کبھی کبھی بھول ہوتی ہے	یہ کیا گمان ہے جو راستہ سے اندھا ہوا

سہو باشد الخ۔ یعنی ظنیات میں بھول بھی کبھی ہو جاتی ہے (اسکا تو کچھ مضائقہ نہیں مگر) یہ کیسا ظن ہے کہ اندھے ہی ہو کر راہ چلتے ہو مطلب یہ کہ اگر بھول چوک کہا جائے تو بھول تو کبھی کبھی ہوتی ہے مگر یہ امور تو روزانہ پیش آتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سہو نہیں ہے بلکہ یہ ساری خرابی اسکی ہے کہ حقیقت کو جانتے نہیں بس اندھوں کی طرح جو دل میں آیا کر لیا کچھ خبر نہیں کہ انجام کیا ہوگا۔ اپنی خبر تو لیتے نہیں اور دوسروں پر افسوس کرتے ہو کہ تم ایسے ہو اور تم ایسے ہو حالانکہ تم کو تو اپنے ہی اوپر گریہ وزاری کرنے سے فرصت نہ ہوتی۔ یہ فرصت تو کہ دوسروں کے عیوب گنے جاویں علامت ہے غفلت کی لہٰذا ذرا سوچو اور اسکا تدارک کرو اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ

کردہٗ بر دیگراں نوحہ گری	مدتے بنشیں و برخود می گری
تو دوسروں پر رویا ہے	کچھ عرصہ بیٹھ اور اپنے اوپر رو

کردہٗ بر دیگران الخ۔ یعنی تم دوسروں پر افسوس اور نوحہ گری کرتے ہو (کہ فلاں شخص ایسا ہو گیا حالانکہ تم کو چاہیے کہ) ایک مدت بیٹھ کر اپنے اوپر گریہ وزاری کرو اور خداوند کریم سے گریہ وزاری کر کے قصور معاف کراؤ آگے گریہ کی یہ حکمت بتاتے ہیں کہ رونے سے کیا ہوگا فرماتے ہیں کہ

زابر گریاں شاخ سبز و تر شود	زانکہ شمع از گریہ روشن تر شود
رونے والے ابر سے شاخ سبز و تازہ بنتی ہے	جیسا کہ شمع رونے سے اور زیادہ روشن ہو جاتی ہے

زابر گریان الخ۔ یعنی ابر کے رونے سے شاخ سرسبز اور تر ہو جاتی ہے اور اس لئے کہ شمع رونے سے زیادہ روشن ہو جاتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ جس قدر پگھلتی ہے اسی قدر زیادہ روشن ہوتی ہے پس اگر تم بھی روؤ گے اور اپنی حالت پر گریہ وزاری کرو گے تو تم بھی اس طرح روشن ہو گے اور تمہارا باطن منور ہو جائیگا اور شاخ سبز و تر کی طرح تم کو باطنی تر و تازگی حاصل ہوگی۔ پس تم کو چاہیے کہ درگاہ حق میں آہ وزاری کرو اور ایسے ہی لوگوں کی صحبت میں رہو جو کہ رونے والے ہیں اگر چہ ان کا رونا تصنع ہی سے ہو مگر پھر بھی تم ان سے ملو اور ان کے پاس بیٹھو اس لئے کہ ان کے پاس بیٹھنے سے تم کو بھی رونا آ دے گا جیسا کہ قاعدہ ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کجا نوحہ کنند آنجا نشیں	زانکہ تو اولیٰ تری اندر حنیں
جہاں نوحہ کریں وہاں بیٹھ	کیونکہ رونا تیرے لئے زیادہ بہتر ہے

ہر کجا نوحہ کنند الخ۔ یعنی جہاں نوحہ کرنے والے ہوں وہاں تو بھی بیٹھ اس لئے کہ ان کی نسبت کر تجھ کو رونا اولیٰ ہے اس لئے کہ

زانکہ ایشاں در فراق فانی اند	غافل از لعل بقائے کانیاند
کیونکہ وہ فنا ہونے والے (مردے) کے فراق میں (مبتلا ہیں)	بقا کی کان کے لعل سے غافل ہیں

زانکہ ایشاں الخ۔ یعنی تو اس لئے اولیٰ ہے کہ یہ لوگ تو ایک شے فانی کو فراق اور فنا کی وجہ سے رو رہے ہیں اور انس موتی سے جو کہ معدنی ہے اور باقی ہے غافل ہیں پس جبکہ یہ اپنی لاعلمی کی وجہ سے فانی شے کے فوت ہونے پر اس قدر نوحہ و بکا کر رہے ہیں تو بسا تعجب ہے کہ تو ایک اس شے کے فوت ہونے پر بھی آہ وزاری نہ کرے جو کہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور حقیقی لعل کی طرح ہے پس تیرا یہ نہ رونا اس لئے ہے کہ تو بروں کی تقلید کرتا ہے اور اس کا اثر تجھ پر ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

زانکہ بر دل نقش تقلید ست بند	رو بآب چشم بندش را برند
کیونکہ دل پر تقلید کا نقش رکاوٹ ہے	جا آنسوؤں سے اس رکاوٹ کو صاف کر دے

زانکہ بر دل الخ۔ یعنی (یہ حقیقت کو نہ دیکھنا اور اپنی حالت پر گریہ وزاری نہ کرنا) اس لئے ہے کہ دل پر (بردن) کی تقلید کی قید لگی ہے سو جاؤ اور آنکھ کے پانی سے اسکو اس قید سے چھوڑاؤ اور پھر اُس قید سے چھڑا کر اُسکو خدا کی طرف لگا دو۔ یہ بردن کی تقلید بہت بڑی مہلک شے ہے خدا کے لئے اس سے بچتے رہنا کہیں اسمیں پھنس نہ جانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

زانکہ تقلید آفت ہر نیکو یست	کہ بود تقلید گر کوہ قوی ست
کیونکہ تقلید ہر نیکی کی تباہی ہے	تقلید اگر مضبوط پہاڑ (بھی) ہے تو وہ تنکا ہے

زانکہ تقلید آفت الخ۔ یعنی اس لئے کہ یہ تقلید (بداں) ہر نیکی کی آفت ہے (اور اس کو ہلاک کر دینے والی شے ہے) سو تقلید بدوں کو ایک تنکے کے برابر سمجھو اگر چہ (بظاہر) ایک قوی پہاڑ معلوم ہو آگے اس کی ایک مثال دے کر اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ

گر ضریرے لمترست و تیز خشم	گوشت پارہ اش داں کہ اورا نیست چشم
اگر کوئی اندھا موٹا اور غصیل ہے	اسکو گوشت کا ٹکڑا سمجھ کیونکہ اس کے آنکھ نہیں ہے

گر ضریرے الخ۔ یعنی اگر کوئی اندھا بہت ہی فربہ اور تیز غصہ والا ہے (یعنی بہت ہی کچھ فربہ اور چالاک

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے) مگر تم اس کو ایک گوشت کا لوتھڑا سمجھو اس لئے کہ اس کی آنکھ نہیں ہے اس طرح جس شخص کی آنکھ حقیقت کو نہ دیکھے وہ تو بالکل فضول اور کالعدم ہے اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہے لہٰذا یہ شخص خواہ کسی قدر تیز ہو سب کچھ ہو مگر کسی مصرف اور کسی کام کا نہیں اگرچہ زبان سے بہت ہی بک بک کرتا ہو اس کا کچھ اعتبار نہیں لدتر بلام مفتوح قوی ہیکل وفربہ اور چونکہ یہ شخص اندھا ہونے کیوجہ سے کسی شے کو دیکھ تو سکتا نہیں اس لئے جو کچھ بھی کہے گا سنی ہوئی کہے گا اور دوسروں کی تقلید سے کہے گا۔ پس ظاہر ہے۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ + اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر سخن گوید زمو باریک تر	آں سرش را زاں سخن نبود خبر
اگر وہ بال سے زیادہ باریک بات کہے	اس کے دماغ کو اس بات کا پتہ نہیں ہے

گر سخن گوید الخ۔ یعنی اگرچہ یہ اندھا بال سے بھی باریک بات کہے لیکن اس کی خبر اس کے سر کو نہ ہوگی اس لئے جو کہے گا بے دیکھی ہوگی اور جب بے دیکھی ہے تو اس کو پوری طرح سمجھ کر نہ کہے گا بس اس کے سر کو کیا خبر کہ اس نے کیا کہا صرف زبان سے جو چاہا نکال دیا اور چاہے وہ باتیں کر کر کے بہت ہی مست ہو جاوے اور یہ معلوم ہو کہ اسکو بے حد لذت اور لطف حاصل ہو رہا ہے مگر سب کو غلط سمجھو کہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہے بالکل بے سمجھ کہہ رہا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مستی دارد ز گفت خود و لیک	از بروئے تا بے راہست نیک
اپنی گفتگو سے مست ہے لیکن	اس سے شراب تک بڑا لمبا راستہ ہے

مستی دارد الخ۔ یعنی وہ اپنی گفتگو کی وجہ سے مستی رکھتا ہے (اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپنی باتوں کو اس قدر سمجھتا ہے کہ خود بھی مست ہوا جاتا ہے مگر) اس سے شراب (حقیقی) تک (جو کہ مست کر دینے والی ہے) ایک بہت بڑا راستہ ہے اور بہت بڑا تفاوت ہے کہاں وہ اور کہاں وہ مست کر دینے والی شراب کوسوں دور پڑا ہے اس کو اسکی ہوا بھی نہیں لگی آگے ایسے شخص کی جو کہ محقق نہ ہو بلکہ صرف مقلد بن کر زبانی باتیں کرے اور دل میں اس کے کچھ نہ ہو ایک مثال دیتے ہیں کہ

ہمچو جویست او نہ آبے میخورد	آب از و بر آب خواراں بگذرد
اس کی مثال نہر کی سی ہے جو پانی نہیں پیتی	اس کا پانی، پانی پینے والوں تک چلا جاتا ہے

ہمچو جویست الخ۔ یعنی (یہ شخص) مانند ایک ندی کے ہے کہ وہ خود پانی نہیں پیتی بلکہ اس میں سے پینے والوں پر گزرتا ہے اور وہ اس سے منتفع ہوتے ہیں اس طرح یہ شخص جو کہ علوم و معارف کو یاد کر کے دوسروں کی دیکھا دیکھی بیان کرتا ہے تو اس کے قلب کو تو ان سے خاک بھی فائدہ نہیں ہاں جو لوگ سن رہے ہیں ان کو ضرور نفع ہوگا مگر یہ کورے کا کورا رہے گا۔ آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ ندی میں پانی کیوں نہیں ٹھہرتا فرماتے ہیں کہ

آب در جوز اں نمی گیرد قرار	زانکہ آں جو نیست تشنہ وآب خوار
پانی اس وجہ سے نہر میں نہیں ٹھہرتا	کہ وہ نہر پیاسی اور پانی پینے والی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آب در جوزان الخ۔ یعنی ندی کا پانی ندی میں اس لئے نہیں ٹھہرتا کہ ندی کو پیاس نہیں ہے اور وہ پانی پینے والی نہیں ہے ورنہ اگر وہ پیاسی ہوتی تو سارا پانی اسی میں جذب اور ہضم ہو جایا کرتا دوسروں تک پہنچتا ہی کیوں اس طرح اگر اس شخص کو طلب ہوتی تو یہ علوم خود اسی کے قلب میں نہ رہتے دوسروں تک کیوں پہنچتے اور کیوں گاتا پھرتا معلوم ہوتا ہے کہ خود اس کو طلب نہیں ہے اس لئے وہ معانی وغیرہ بھی اس کے پاس نہیں ٹھہرتے بلکہ بس آئے اور گزرے رہ کر اپنا کچھ اثر نہیں کرتے۔ آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

ہمچونائے نالہ و زاری کند	لیک بیگار خریدارے کند
جیسا کہ بانسری نالہ و زاری کرتی ہے	لیکن وہ خریدار کی بیگار کرتی ہے

ہمچونائے الخ۔ یعنی (جو حقیقت بین نہ ہو) وہ مثل نے کے ہے کہ آہ وزاری بہت کرتی ہے لیکن (خود اسمیں اسکا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ) خریداری کی بیگار کر رہی ہے کہ اس کو حظ آ رہا ہے اور وہ خوش ہو رہا ہے مگر ان حضرت کو پتہ بھی نہیں اس طرح جو شخص کہ محقق نہیں ہوتا بلکہ صرف مقلد ہوتا ہے وہ بھی باتیں تو سنی سنائی کہہ دیتا ہے اور اسکا نفع سامعین کو ہوتا ہے مگر اس کے قلب پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

نوحہ گر باشد مقلد در حدیث	جز طمع نبود مراد آں خبیث
نوحہ گر بات میں مقلد ہوتا ہے	اس خبیث کا لالچ کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہے

نوحہ گر باشد الخ۔ یعنی (دیکھو) نوحہ گر باتوں میں مقلد ہوتا ہے (جو باتیں اور لوگ کہہ رہے ہیں ان ہی کو یہ بھی دہرا کر آہ وواویلا کر رہا ہے حالانکہ اس کے دل میں رنج وغم سے ایک ذرہ بھی نہیں) اور اس خبیث کی مراد سوائے طمع کے کچھ بھی نہیں ہوتی بلکہ اُسکو تو یہی مقصود ہوتا ہے کہ اس آہ وزاری کرنے سے مجھے کچھ ملے گا۔ کوئی بات دل سے نہیں کہتا اس لئے کہ اس کے دل میں رنج ہی نہیں ہوتا (نوحہ گر سے وہ مراد ہے جو لوگ اپنا پیشہ کر لیتے ہیں کہ جہاں مجلس غم ہوئی اور ان کو کچھ ملا انہوں نے رونا شروع کیا جیسے کہ اکثر مجالس مراثی وغیرہ میں ایسے لوگ ہوتے ہیں) آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ کہاں اس کی یہ واویلا اور کہاں رنج دلی فرماتے ہیں کہ

نوحہ گر گوید حدیث سوز ناک	لیک چو داؤ دست واں دیگر صداست
نوحہ گر دردناک بات کہتا ہے	لیکن دل کی جلن اور پھٹا ہوا دامن کہاں ہے؟
از مقلب تا محقق فرقہاست	کیں چو داؤ دست واں دیگر صداست
مقلد اور محقق میں بہت فرق ہے	یہ داؤد کی طرح ہے اور وہ صدائے بازگشت ہے

نوحہ گر گوید الخ۔ یعنی نوحہ گر سوز ناک باتیں کرتا ہے لیکن (اصلی) سوز دل اور دامان چاک کہاں ہے وہ صرف بناوٹ سے سارے کام کرتا ہے دل پر اس کے کوئی اثر نہیں ہوتا اس طرح وہ لوگ ہیں جو کہ صرف مقلد ہیں خود محقق نہیں ہیں کہ ان کو صرف الفاظ یاد ہوتے ہیں اور وہ ان کو دہرا دہرا کر مست ہوئے جاتے ہیں اور دل کورا کا کورا پڑا ہوا ہے آگے فرماتے ہیں کہ مقلد اور محقق میں بہت زیادہ فرق ہے کہ محقق جو کہتا ہے دل سے کہتا ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

از دل خیر و بردل ریزد کا مصداق ہوتا ہے اور مقلد کے پاس صرف زبانی جمع خرچ ہوتا ہے بس فرماتے ہیں کہ

از مقلد تا محقق الخ۔ یعنی مقلد اور محقق میں بہت زیادہ فرق ہے اور یوں سمجھو کہ اس کی (یعنی تحقق کی) مثال تو ایسی ہے کہ جیسے داؤد علیہ السلام تھے کہ خود صاحب آواز تھے اور وہ دوسرا (یعنی مقلد) ایسا ہے کہ جیسے آواز ہوتی ہے کہ صرف الفاظ اور صوت ہوتی ہے اور کچھ نہیں ہوتا اور داؤد کی ذات خود کامل تھی اسی طرح جو بات محقق کہے گا وہ تو بات کہے گا جو کہ سمجھی ہوئی اور دل سے ہوگی اور جو شخص کہ اس کی تقلید کر رہا ہے وہ صرف ایک آموختہ سا جو کہ اسکو پہلے سے یاد ہو پڑھتا چلا جائیگا اسی کو فرماتے ہیں کہ

منبع گفتار ایں سوزے بود	واں مقلد کہنہ آموزے بود
اس کی بات کا سرچشمہ سوز ہوتا ہے	اور وہ مقلد کہنہ آموز ہوتا ہے

منبع گفتار الخ۔ یعنی اس (محقق) کی بات تو سوز دل سے ہوگی اور مقلد تو ایک پرانا سیکھا ہوا ہوگا اس کو کچھ خبر بھی نہ ہوگی کہ میرے منہ سے کیا نکل رہا ہے بس ایک آموختہ سا یاد ہوگا اور ہر جگہ اسی کو پڑھ دے گا کسی نے خوب کہا ہے۔ کہاں سے لائے گا قاصد بیان میرا زبان میری + مزا جب تھا کہ خود سنتے زبانی داستان میری + اس لئے کہ جس درد سے خود متکلم اپنی حالت زار کو بیان کرے گا دوسرا وہ درد کہاں سے لائے گا کہ جو محبوب کے دل پر اور دوسروں کے دل پر بھی اثر کر جائے پس اگر یہ قاصد اترانے لگے کہ ہم بھی اس محبوب کے سامنے اس حالت کو بیان کر آئے تو یہ اس کی سراسر بیوقوفی ہے اسی کو ایک مثال دے کر واضح فرماتے ہیں کہ

ہیں مشو غرہ بداں گفت حزیں	بار بر گاو ست بر گردوں حنیں
اس غمناک بات سے دھوکے میں نہ پڑنا	بوجھ بیلوں پر ہے گاڑی میں چوں چوں ہے

ہیں مشو غرہ الخ۔ یعنی ہاں تم کہیں اس غمگین گفتگو سے مغرور مت ہو جانا (اس لئے کہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جس طرح) بوجھ تو بیلوں پر ہوتا ہے اور گاڑی میں سے آواز نکلتی ہے حالانکہ اس گاڑی کو بوجہ جماد محض ہونے کے یہ بھی خبر نہیں کہ مجھ پر بوجھ ہے کہ نہیں مگر پھر بھی آپ چوں چوں کر رہی ہے۔ جو بیل بے چارے بوجھ کھینچ رہے ہیں اور اس کو محسوس بھی کرتے ہیں وہ چپ چاپ جا رہے ہیں کہ جیسے ان پر کچھ ہے ہی نہیں بس اس طرح جو کہ مقلد ہیں وہ تو بک بک لگاتے ہیں اور خاک بھی خبر نہیں ہوتی کہ اس قول سے مقصود کیا ہے، بہت واویلا کرتے ہیں لیکن مطلوب کی خبر نہیں اور جو لوگ محقق ہوتے ہیں وہ تو زبان بھی نہیں ہلاتے او چپ چاپ اس بار محبت کو کھینچتے ہیں اور اف نہیں کرتے جو گزرتا ہے دل پر گزرتا ہے لیکن اگر کوئی محقق نہ ہو اور مقلد ہی ہو کر نقلیں اتارا کرے تو وہ بھی ان شاء اللہ ثواب سے محروم نہ رہے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہم مقلد نیست محروم از ثواب	نوحہ گر را مزد باشد در حساب
مقلد بھی ثواب سے محروم نہیں ہے	نوحہ گر کی مزدوری بھی حساب میں لگتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم مقلد الخ۔ یعنی مقلد بھی ثواب سے محروم نہ رہے گا (جب کہ اس نقل سے بھی نیت درست ہو اور اگر نیت میں بھی خرابی ہے تو کچھ نہ ملے گا۔ اگلے مصرعہ میں ایک مثال سے سمجھاتے ہیں کہ دیکھو) نوحہ گر کو بھی حساب میں مزدوری ملتی ہے پس جس طرح اس کو اصلی رنج نہ تھا بلکہ صرف دوسروں کی نقل اتار کر سوزناک باتیں کر رہا تھا لیکن اس کو بھی مزدوری ملتی ہے اس طرح اگر تم دل سے یہ باتیں نہ بھی کہو گے بلکہ خلوص سے دوسروں کی نقلیں بھی اتارو گے تو ان شاء اللہ تم بھی محروم نہ رہو گے اس لئے کہ خود فرماتے ہیں کہ وان لم تبکوا فتباکوا یعنی اگر حقیقۃً رونا نہ آوے اور نہ رو سکو تو رونے والوں کی صورت ہی بنالو تو اگر جو ان میں سے نہ ہو گے مگر ان کی نقل اتارنے والوں میں سے تو ہو گے کسی نے خوب کہا ہے۔ احب الصالحین ولست منہم + لعل اللہ یرزقنی صلاحا + آگے ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں کہ دیکھو ایک بات ہوتی ہے اور دو کہنے والے ہوتے ہیں اس لئے اس ایک ہی بات میں کس قدر فرق ہو جاتا ہے فرماتے ہیں کہ

کافر و مومن خدا گویند ولیک	درمیان ہر دو فرقے ہست نیک
کافر اور مومن (یا) خدا کہتے ہیں لیکن	دونوں میں بہت فرق ہے

کافر و مومن الخ۔ یعنی کافر اور مومن دونوں خدا کہتے ہیں اور اس کو مانتے ہیں (اس لئے کہ ایسے اندھے تو بہت ہی کم ہیں جو کہ وجود صانع کا بالکل انکار کرتے ہیں اکثر تو ایسے ہیں کہ صانع عالم کو مانتے ہیں مگر دیکھو کہ ان دونوں کے درمیان میں ایک عظیم الشان فرق ہے دونوں ایک بات کہنے والے اور پھر کس قدر فرق ہے سو یہ سارا فرق اسی کے باعث ہے کہ ایک سمجھ کر کہہ رہا ہے اور اسکو مانتا ہے مع اسکی معرفت کے اور دوسرا اس کو صرف دلائل کی وجہ سے مانتا ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ یہ دنیا کا کارخانہ چل رہا ہے اور بظاہر اس کا چلانے والا کوئی نظر نہیں آتا تو مضطر ہو کر صانع کے وجود کا قائل ہوتا ہے اور جو مومن ہے وہ اسکو مانتا ہے مع اس کی معرفت کے اگرچہ معرفت اس کو بھی ان اسباب سے ہی ہوتی ہے مگر بعد معرفت ان کی طرف التفات نہیں رہتا بلکہ بس وہ اس کا ہو گیا شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ ۔ آنکس کہ ترا شناخت جان راچہ کند + فرزند عیال وخان ومان راچہ کند + وہ تو بزبان حال ہر وقت یہ کہتا ہے کہ ۔ رہے وہ جان جہان یہ جہان رہے نہ رہے + بکین کی خیر ہو یارب مکان رہے نہ رہے + اور وہ بیچارہ کافر کچھ بھی نہیں جانتا بس ان اسباب ہی میں پھنس جاتا ہے خوب سمجھ لو آگے ایک اور مثال دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ

آں گدا گوید خدا از بہر ناں	متقی گوید خدا از عین جاں
بھکاری (یا) خدا روٹی کے لئے کہتا ہے	متقی (دل و) جان سے خدا کہتا ہے

آن گدا گوید الخ۔ یعنی دیکھو فقیر خدا کہتا ہے روٹی کے واسطے اور متقی خدا کا نام لیتا ہے تو عین جان سے پس دیکھ لو ایک ہی نام دو کے منہ سے نکلتا ہے اور کس قدر فرق ہے کہ ایک بے ادب ہے اور دوسرا مقرب اور پہلے شعر میں ایک مردود ہے اور دوسرا محبوب ہے۔ یہ ساری وجہ اسی سمجھ اور عقل اور تحقیق کی ہے ورنہ یہ فرق کیوں ہوتا پس ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ان لذات دنیا کے واسطے خدا کا نام لیتے ہیں ذرا ان کو ترک کر دیں اور پھر خدا کا نام لیں دیکھو کیا اثر ہوتا ہے اور کیسی برکت ہوتی ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

اللہ اللہ می زنی از بہر ناں	بے طمع پیش آو اللہ را بخواں
تو روٹی کے لئے اللہ اللہ کی ضربیں لگاتا ہے	لالچ کے بغیر آگے بڑھ اور اللہ کہہ

اللہ اللہ الخ۔ یعنی تم اللہ اللہ روٹی کے واسطے کہتے ہو (تاکہ نعماء دنیا حاصل ہوں) اے کمبخت اس طمع کو چھوڑ اور پھر آ کر خدا کا نام لے اور دیکھ کہ کس طرح برکات نازل ہوتی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

گر بدانستے گدا از گفت خویش	پیش چشم او نہ کم ماند نہ بیش
اگر بھکاری اپنی بات کی (قدر) جانتا	اس کی نظر میں (دنیا کا) کم و بیش نہ رہتا

گر بدانسے الخ۔ یعنی اگر وہ فقیر (جو کہ روٹی کے واسطے خدا کا نام لے رہا ہے) اپنے اس قول (کی حقیقت) کو جان لیتا تو پھر اسکی نگاہ میں نہ کم رہتا نہ زیادہ بس وہ تو اس کا ہو جاتا یہ ساری خرابی تو اسی کی ہے کہ حقیقت بینی حاصل نہیں ہے اور ہم اس سے بالکل خالی ہیں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

سالہا گوید خدا آں نان خواہ	ہمچو خر مصحف کشد از بہر کاہ
روٹی مانگنے والا سالوں (یا) خدا کہتا ہے	گدھے کی طرح گھاس کے لئے قرآن اٹھاتا ہے

سالہا گوید الخ۔ یعنی یہ شخص برسوں تک خدا کا نام روٹی (اور معاش دنیوی) کے واسطے لیتا ہے۔ جسطرح کہ گدھا کہ قرآن کا بوجھ اٹھاتا ہے گھاس کے واسطے اسی طرح ہم جو حقیقت کو نہیں جانتے ان علوم و معانی کا بوجھ اٹھا رہے اور ان نام پاک کو لے رہے ہیں تاکہ اس کو دیکھ کر لوگ پھندے میں پھنسیں اور سمجھیں کہ حضرت تو بڑے صوفی ہیں کس قدر علوم و معارف بیان فرماتے ہیں۔ بس اس کی ایسی ہی مثال ہے جیسے کہ کسی نے کہا ہے۔ حرف درویشان بدزدد مردون + تا بہ پیش جاہلان خواند فسون + اگر ان کے یہ کلمات دل میں بھی جگہ کئے ہوئے ہوتے تو پھر ان کی یہ حالت تھوڑا ہی رہتی یہ تو کچھ اور ہی ہو جاتے اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر بدل در تافتے گفت لبش	ذرہ ذرہ گشتہ بودے قالبش
اگر اس کے ہونٹ کی بات دل پر چمکتی	تو اس کا جسم ذرہ ذرہ ہو جاتا

گر بدل در تافتے الخ۔ یعنی اگر یہ اسکی زبانی گفتگو دل میں بھی چمک جاتی تو اسکا قالب ذرہ ذرہ ہو جاتا اور یہ جسم ظاہری بھی پھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے اڑ جاتا آگے فرماتے ہیں کہ

نام دیوے رہ برد در ساحری	تو بنام حق پشیزے می بری
جادوگری میں شیطان کا نام کام کرتا ہے	تو اللہ کے نام کے ذریعہ دمڑی حاصل کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نام دیوے الخ۔ یعنی ایک دیو کا نام تو ساحری میں اپنا اثر کر جائے (اور ساحر اس نام خبیث پر مٹا پھرے تو بڑے شرم اور غیرت کی بات ہے کہ) تم نام پاک حق تعالیٰ سے ایک پیسہ حاصل کرو یعنی اس کمینی دنیا کو حاصل کرو جو کہ کالعدم اور لاشے ہے اور اس نام کے ذریعہ سے اپنے حلوا مانڈے کو درست کیا جائے تم سے تو وہ ساحر اس صفت میں بہتر ہے کہ ایک کا ہو تو رہا آگے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ شخص حقیقت نہ جاننے کے باعث دھوکہ میں تھا اس طرح بوجہ حقیقت سے اندھا ہونے کے ہم بھی دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

واقعی جس (تشنگی سے جان بلب) کو صاف پانی ملے اور وہ بجائے اس کے کہ اس سے اپنی پیاس بجھائے اور اپنی جان بچائے۔ گدھے کی طرح بے ہودگی سے اس میں پیشاب کر دے جیسا کہ اس رفیق عیسیٰ نے کیا کہ اس کو ایسا امیر آب ملا جو اپنے آپ فیضان سے جانوں کو سیراب اور تر و تازہ کرتا ہے اور پیاسوں کی جان بچاتا ہے اور اس نے بجائے اس کے کہ اپنی جان بچاتا اور اس کو سرسبز و شاداب کرتا الٹا ان کو مکدر کر دیا۔ اس کی یہی سزا ہے کہ جان سے جاتا رہے جس طرح رفیق عیسیٰ اپنی جان سے گیا۔ اگر اس گدھے کو اس نہر کی قدر و قیمت معلوم ہوتو بجائے اس کے کہ وہ اس میں پاؤں رکھے اور اپنی ناشائستہ حرکت سے اس کو مکدر کرے وہ بجائے پاؤں کے اس میں منہ ڈال کر پانی پیئے اور باقاعدہ اس سے مستفید ہو کر اپنی جان بچائے لیکن اپنی حماقت اور غفلت سے اس کی قدر نہیں جانتا اور ہلاک ہو جاتا ہے۔ ہائے افسوس اس احمق رفیق کو ایسا پیغمبر ملے جو پودہائے ارواح کا باغبان اور انہار فیوض کا مالک اور زندگانی پرور ہو اور وہ اس کے سامنے اس کے امر کن میتاً نتصرف فیک کیف نشاء کو سن کر مر نہ جائے اور اپنے کو مردہ بدست زندہ نہ کر دے اور یوں نہ کہے کہ اے امیر آب تو ہمیں حیات روحی بخش۔ ہم پیاس سے جان بلب ہیں اور ہماری جانوں کے پودے سوکھ سوکھ کر عنقریب مرجانے والے ہیں۔ ہمیں تیری توجہ کی سخت ضرورت ہے۔ ہاں تو تو اپنی سگ نفس کی زندگی نہ چاہتا کیونکہ وہ تیری جان کا بہت دنوں سے دشمن ہے اور تیری گھات میں لگا ہوا ہے تو اسے پہلے ہی مار دینا۔ ایسا نہ ہو کہ تجھے قابو پا کر ہلاک کر ڈالے۔ اگر تو اس کی زندگی چاہے گا تو تو بھی اس طرح اپنی جان کا دشمن ہو گا جس طرح وہ احمق رفیق عیسیٰ علیہ السلام۔ اور دیکھ اس سگ نفس کو ہڈی نہ دینا اور اس کو لذات سے متمتع نہ ہونے دینا کیونکہ یہ ہڈی اس کے لئے جان کا شکار کرنے اور اس کے منافع سے متمتع ہونے سے مانع ہوگی۔ خاک پڑے اس ہڈی پر جو اسکو صید جان سے محروم کر دے۔ تو جسم کی فکر میں کیوں پڑتا ہے اس میں ہڈیاں اور گوشت اور خون ہی تو ہے تو کتا بھی نہیں پھر ہڈی و گوشت پر کیوں عاشق ہے اور جونک بھی نہیں پھر خون پر کس لئے فریفتہ ہے بلکہ تو اپنی چشم دل کی فکر کر کہ وہ اندھی ہے اور جو آنکھ اندھی ہو وہ بھی کوئی آنکھ ہے اس کا وجود عدم سے بدتر ہے اس لئے کہ بالکل نہ ہو تو کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

امتحان بھی نہ لے گا کیونکہ اس وقت دعوئ ابصار ہی نہ ہو سکے گا اور اگر بظاہر ہوئیں اور دعوئ بینائی کیا گیا تو امتحان میں بجز رسوائی کے اور کیا ہوگا اور تیرا یہ عذر ہرگز نہ چلے گا کہ رؤیت قلبی از قبیل ظنون ہے اور ظنون میں غلطی ہوتی ہے اس لئے کہ ظنون میں غلطی ہوتی ہے مگر گاہ گاہ یہ کیا کہ راہ مطابقت مظنون میں بالکل ہی چوپٹ ہو اور کبھی مظنون سے مطابق ہی نہ ہو اور اب تک تو دوسروں ہی پر روتا رہا ہے اب کچھ دنوں الگ بیٹھ کر اور گوشہ نشین ہو کر ذرا اپنے اوپر بھی تو رو۔ پھر دیکھنا کہ اس رونے کے ثمرات تجھے کیا ملتے ہیں رونے میں بڑی کرامت ہے تو اس کو لغو نہ سمجھنا دیکھ ابر وتا ہے تو شاخیں سرسبز و شاداب ہوتی ہیں اور شمع روتی ہے تو اور روشن ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ اگر یہ نفع لازم بھی رکھتا ہے اور متعدی بھی پس تو ہنسنے والوں کی محفل میں نہ بیٹھنا بلکہ جہاں لوگ روتے ہیں وہاں بیٹھنا تا کہ ان کو روتے دیکھ کر تجھے بھی آئے کیونکہ تو ان سے زیادہ رونے کا مستحق ہے کیونکہ ان کا تو کوئی فانی محبوب ایسے جاتا رہا گو اصلی لعل نعمائے باقیہ بھی کھویا گیا لیکن اس کی ان کو پرواہ نہیں بخلاف تیرے کہ تیرا بیش قیمت اور بے بہا لعل کھویا گیا اور تجھے اس کا خیال بھی ہے اس لئے رونے کا زیادہ مستحق تو ہے چونکہ نقش تقلید بھی دل کے لئے ایک کڑا ہے جو کہ فیضان حق کو دل میں پہنچنے سے روکتا ہے اس لئے جا اور آنسوؤں سے اس کڑے کو صاف کر اور اس روک کو اٹھا کیونکہ تقلید محض اور نقل صرف ہر بھلائی اور خوبی کے لئے مانع ہے اس لئے تقلید اگر پہاڑ کے برابر بھی ہے تب بھی تنکے کے مانند بے حقیقت ہے کیونکہ ایک اندھا آدمی گو کتنا ہی قوی اور کتنا ہی غصہ ور ہو مگر چونکہ اس کے آنکھیں نہیں اس لئے محض گوشت کا لوتھڑا ہے اس طرح مقلد کو سمجھو کہ وہ بھی اندھا ہے پس اس کی تقلید گو کتنی ہی قوی ہو مگر کس کام کی۔ مقلد اگر بال سے بھی باریک بات کہے گا تو بھی فضول کیونکہ خود اس کے دماغ کو تو جز ہی نہیں صرف سنی سنائی ہانک رہا ہے خود نہیں سمجھتا کیونکہ صاحب حال نہیں اور جب تک حال نہ ہو اس وقت تک سمجھنا حقیقت میں سمجھنا نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ سمجھنے کی نقل ہے وہ ہستی بھی رکھتا ہے اور ہاؤ ہو بھی کرتا ہے لیکن شراب میں اور اسمیں بہت بعد ہے اور یہ ہستی بلا شراب کے ہے لہٰذا نقلی ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک ندی کہ خود تو پانی نہیں پیتی مگر پیاسوں تک پانی پہنچاتی ہے کیونکہ اپنی باتوں سے وہ خود کچھ فائدہ نہیں اٹھاتا۔ ہاں سامعین میں جو اہل دل ہیں وہ ان سے مستفید ہوتے ہیں اور یہ علوم و معارف اس کو کیوں فائدہ نہیں پہنچاتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو طلب اور پیاس نہیں اور جب تک طلب اور پیاس نہ ہو اس وقت تک علوم و معارف کچھ مفید نہیں ہوتے سمجھو کہ ندی اپنے پانی سے مستفید کیوں نہیں ہوتی اس کی وجہ یہی ہے کہ اسے پیاس اور پانی کی طلب نہیں نیز اس مقلد و ناقل علوم و معارف بیان کرنے والے اور رونے پیٹنے والے کی مثال ایسی ہے جیسے بانسری کہ نالہ و زاری کرتی ہے مگر اس سے اس کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا صرف خریداری کے لئے بیگار بھگت رہی ہے کہ مشتری اس کو خرید لے اور مالک کو فائدہ ہو یوں ہی اس مقلد کا علوم و معارف بیان کرنا اور رونا پیٹنا اس کو کچھ نافع نہیں بلکہ طالبین اہل دل کی بیگار ہے کہ وہ اس سے منتفع ہوں گے۔ ناقل گفتار اور مقلد کو ایسا سمجھو جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

نوحہ گر کیونکہ نوحہ گر دل سے تو روتا نہیں بلکہ اس کا مقصد کچھ وصول کرنا ہوتا ہے یوں ہی اس مقلد کی یہ گفتار پراسرار ومعارف دل سے تو ہے نہیں بلکہ صرف طلب مال وجاہ کے لئے ہے۔ نوحہ گر مؤثر اور سوز سے پر باتیں کرتا ہے مگر نہ اسے کے دل میں سوز ہے اور نہ اسکا دامن پھٹا ہوا ہے پس یوں ہی یہ مقلد بھی ہے۔ بات یہ ہے کہ مقلد ناقل اور محقق صاحب دل میں زمین آسمان کا فرق ہے اگر محقق کو داؤد علیہ السلام سے تشبیہ دیجئے اور اسکی تحقیق کو لحن داؤدی سے تو مقلد پہاڑ کے مشابہ اور اس کی نقل کو صدائے بازگشت کہنا چاہیے کہ آوازیں دونوں ایک ہیں مگر ایک اصل ہے اور دوسری نقل محقق کی گفتگو کا سرچشمہ سوز دل ہوتا ہے اور مقلد و ناقل چونکہ کہنہ مشق ہے اس لئے کہتا ہے دیکھ مقلد کی المناک گفتگو سے دھوکہ نہ کھانا کیونکہ یہ درد جو اس گفتگو میں ہے وہ اس کے سوز دل کے سبب نہیں بلکہ یہ کلام کسی دل جلے کا ہے اس لئے اس میں یہ درد ہے لہٰذا اس کی مثال ایسی ہے جیسے بوجھ تو بیلوں پر ہے اور گاڑی چوں چوں کرتی ہے اس لئے کہ درد تو دوسرے کے دل میں ہے اور ظاہر اصل زبان سے ہو رہا ہے مگر مطلقا مقلد بھی برا اور ثواب سے محروم نہیں کیونکہ محقق ہونے کے لئے اولاً مقلد بننے کی ضرورت ہے بس جو شخص محقق ہونے کے لئے مقلد بنے وہ ضرور ثواب کا مستحق ہے آخر نوحہ گر کو بھی تو اجرت ملتی ہی ہے۔ اس کو تو مقصد اس مقلد کی مذمت ہے جس کو محض نقل اور تحصیل حطام دین مقصود ہو اور اس تقلید کو تحقیق کا ذریعہ بنانا مد نظر نہ ہو (ف مولانا نے مقلد بحث۔ اور مقلد لاجل التحقیق دونوں کو نوحہ گریں استحقاق اجر بہ نقل خوب سمجھ لو دھوکہ نہ کھانا) محقق اور مقلد بحت میں فرق یوں بھی سمجھو کہ مومن ہو یا کافر۔ خدا دونوں کہتے ہیں مگر ان کے درمیان جو فرق ہے وہ ظاہر ہے اور دیکھو۔ کہ گداگر بھی خدا کہتا ہے اور متقی بھی۔ مگر اول روٹی کے لئے کہتا ہے اور دوسرا خلوص دل اور اطاعت محضہ سے جسمیں شائبہ بھی غرض کا نہیں پس جو فرق ان دونوں میں ہے وہی فرق مقلد و محقق میں ہے آگے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھلے مانس روٹی کے لئے اللہ اللہ کے نعرے لگاتا ہے نہایت نازیبا حرکت ہے اگر تجھے فائدہ مقصود ہے تو غرض چھوڑ اور بلا کسی طمع کے آ اور اللہ اللہ کہہ۔ افسوس گداگر کو خبر نہیں کہ میرے پاس کیسی دولت ہے اور میں اس کو کس بے دردی اور بے قدری سے ضائع کر رہا ہوں اگر اس اللہ اللہ کی حقیقت اسے معلوم ہوتی تو پھر نہ اس کی نظروں میں کم چیز سماتی نہ زیادہ اور وہ اسکو ہفت اقلیم کی سلطنت کی تحصیل کا بھی ذریعہ نہ بناتا۔ روٹی تو درکنار وہ فکر گدھا برسوں اللہ اللہ کہتا مگر اسی ناواقفیت کے سبب اس کے برکات وثمرات محمودہ سے محروم رہتا اور اسکی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے گدھا جو کہ چارہ کی لالچ میں کلام اللہ کو کمر پر لاد کر منزل مقصود تک پہنچاتا ہے اگر اس کے دل پر اس گفتگو سے زبانی کی کچھ بھی چمک پڑ جائے تو اس کا قالب ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ بھلے مانس ذرا سمجھ تو سہی کہ جادوگری میں شیاطین کا نام منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے کیا خدا کے نام میں اتنی تاثیر بھی نہیں ہے اور ضرور ہے مگر تو اس سے کام نہیں لیتا۔ بلکہ تو تو اس کو کوڑیوں کی تحصیل کا آلہ بناتا ہے۔ اس بیان پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ جس شے میں کوئی تاثیر ہوتی ہے وہ اسکی حقیقت سے واقفیت پر موقوف نہیں ہوتی مثلاً سنکھیا قاتل ہے سو وہ اس وقت بھی قاتل ہے جب کہ کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

شخص یہ نہ جانتا ہو کہ یہ سکھیا ہے یا کمیں یہ تاثیر ہے پس مولانا حکایت آئندہ سے اس استبعاد وشبہ کا ازالہ فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

خاریدن روستائی در تاریکی شیر را بہ ظن آنکہ گاؤ ست

ایک دیہاتی کا شیر کو سہلانا اس خیال سے کہ وہ گائے ہے

روستائی گاؤ در آخر بہ بست	شیر گاوش خورد و برجالیش نشست
ایک دیہاتی نے گائے کو سال میں باندھ دیا	شیر نے اس کی گائے کھائی اور اس کی جگہ بیٹھ گیا

روستائے گاؤ الخ۔ یعنی ایک دیہاتی نے گائے آخور میں باندھ دی شیر نے اسکی گائے تو کھالی اور اس کی جگہ پر بیٹھ گیا۔

روستائی شد در آخر سوئے گاؤ	گاؤ را می جست شب آں کنجکاؤ
دیہاتی سال میں گائے کے پاس گیا	وہ تلاش کنندہ رات میں گائے کو ڈھونڈتا تھا

روستائی شد الخ۔ یعنی وہ دیہاتی آخور میں گائے کی طرف گیا اور گائے کو رات کے وقت متجسس کی طرح ڈھونڈ رہا تھا۔

دست می مالید بر اعضائے شیر	پشت و پہلو گاہ بالا گاہ زیر
شیر کے اعضاء پر ہاتھ پھیرتا تھا	کمر اور کروٹ پر کبھی اوپر کبھی نیچے

دست می مالید الخ۔ یعنی وہ دیہاتی اس شیر کے اعضا پر ہاتھ ملتا تھا کبھی پشت پر کبھی پہلو پر کبھی نیچے غرض کہ خوب سہلا رہا تھا۔

گفت شیر ار روشنی افزوں بدے	بر دریدے زہرہ اش دل خوں شدے
شیر نے کہا اگر روشنی تیز ہوتی	اس کا پتا پھاڑ دیتی اس کا دل خون بن جاتا

گفت شیر از الخ۔ یعنی اور شیر کہہ رہا تھا کہ اگر روشنی زیادہ ہوتی تو اس شخص کا پتہ پھٹ جاتا اور دل خون ہو جاتا۔

ایں چنیں گستاخ زاں می خاردم	کو دریں شب گاؤ می پنداردم
اس طرح نڈر ہو کر مجھے سیلا رہا ہے	کیونکہ وہ رات میں مجھے گائے سمجھ رہا ہے

ایں چنیں گستاخ الخ۔ یعنی یہ اس طرح گستاخی (اور آزادی) سے اس لئے مجھے کھجا رہا ہے کہ وہ رات کی وجہ سے مجھے گائے سمجھ رہا ہے اگر اس کی آنکھ اس وقت بینا ہوتی اور مجھے پہچانتا اور میری حقیقت کو سمجھتا تو ہرگز ایسی گستاخی نہ کرتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے مولانا اس حکایت سے انتقال فرماتے ہیں کہ اس طرح ہم حقیقت نام حق سے ناواقف اور اندھے ہو رہے ہیں اگر ہم کو معلوم ہو جائے کہ یہ کیا چیز ہے تو پھر اس کے ساتھ اس قدر لا پروائی اور بے التفاتی کا برتاؤ نہ کریں بس فرماتے ہیں

شرح حبیبی

ایک دیہاتی نے اپنا بیل آخور پر باندھا۔ شیر نے اس کا بیل تو کھا لیا اور خود اس کی جگہ بیٹھ گیا پیچھے سے دیہاتی آ گیا اور وہ متلاشی بیل کو رات میں ڈھونڈنے لگا جب بیل کی جگہ پہنچا تو شیر کو بیل سمجھ کر اس کے اعضا پر ہاتھ پھیرتا رہا کبھی پشت پر ہاتھ پھیرتا تھا کبھی پہلو پر۔ کبھی اوپر کبھی نیچے۔ شیر نے دل میں کہا کہ اگر روشنی زیادہ ہوتی تو اسکا پتہ پھٹ جاتا۔ اور دل خون ہو جاتا اس طرح بیبا کانہ مجھے اس لئے کھجلا رہا ہے کہ رات میں وہ مجھے بیل سمجھتا ہے یعنی مجھ میں بزدل آدمی کا پتہ پھاڑ دینے اور دل خون کر دینے کی خاصیت ہے لیکن اس پر جو اثر نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ میری حقیقت سے واقف نہیں آگے نتیجہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ

شرح شبیری

حق ہمی گوید کہ اے مغرور کور	نے ز نامم پارہ پارہ گشت طور
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے اے دھوکے میں مبتلا اندھے!	کیا میرے نام سے (کوہ) طور ریزہ ریزہ نہیں ہوا

حق ہمی گوید الخ۔ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے اندھے مغرور کیا میرے نام ہی سے طور جیسے پہاڑ کے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو گئے تھے مگر تو ایک وہ ہے کہ جس طرح تھا ویسا ہی ہے اور تیرے اندر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا اور نام سے پارہ پارہ ہونا اس لئے فرمایا کہ اس وقت بھی تو ایک اسم کی تجلی ہی تھی جس کے سبب سے طور بالکل خاک سیاہ ہو گیا یہ عظمت تو ہمارے نام کی ہے اور کتاب کی عظمت یہ ہے کہ

کہ لو انزلنا کتابا للجبل	لانصدع ثم انقطع ثم ارتحل
کہ اگر ہم (اپنی) کتاب پہاڑ پر اتارتے	تو وہ پھٹ جاتا پھر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا پھر جگہ سے

کہ لو انزلنا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم اپنی کتاب کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو وہ پھٹ جاتا اور پھر ٹوٹ جاتا اور پھر (اپنی جگہ سے) چل بھی دیتا۔ یعنی اس پر اس کتاب کی عظمت وجلال کا یہ اثر ہوتا تو حیف ہے انسان پر کہ اس پر بالکل بھی اثر نہ ہو۔ اور بت سا بنا رہے ف اس شعر پر اور اس طرح اس کے ماخذ یعنی آیت لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل الخ پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ الزام تو مقبولین مطیعین پر بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ بھی اس درجہ تو قرآن سے متاثر نہیں ہوئے۔ جواب یہ ہے کہ مقصود اس سے اس درجہ کی تاثیر کی مطلوبیت نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں تو پھر اطاعت ہی کا تحقق نہ ہوگا اور یہ حکمت تکلیف کے خلاف ومنافی ہے بلکہ مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ قرآن مجید سے جو کہ فی نفسہ ایسا موثر ہے گو اسکی اتنی تاثیر انسان میں بوجہ حکمت مطلوب نہیں مگر جس قدر مطلوب ہے اس قدر تو انسان کو موثر ہونا چاہیے جیسا مطیعین ہوتے بھی ہیں فافہم (حضرت والا دام ظلہم نے یہ فائدہ راقم کو لکھ کر عنایت کیا تھا کہ اس کو یہاں بڑھا دوں آگے پھر اسی کو فرماتے ہیں کہ

از من ار کوہ احد واقف بدے	پارہ گشتے و دلش پرخوں شدے
اگر احد پہاڑ مجھ سے واقف ہوتا	ٹکڑے ہو جاتا اور اس کا دل پرخون ہو جاتا

از من ار کوہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر احد پہاڑ مجھ سے واقف ہوتا تو اس کی میری معرفت ہو جاتی تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اس کا دل خون ہو جاتا یعنی اس کی ہستی فنا ہو جاتی پس حیرت ہے کہ انسان کو اثر نہ ہو۔ اور یہ اثر اس لئے نہیں ہوتا کہ خود تو حاصل کیا نہیں بے محنت ملے گا فرماتی ہیں کہ

از پدر و زما داریں بشنیدۂ	لا جرم غافل ازیں پیچیدۂ
تو نے ماں باپ سے یہ سنا ہے	لامحالہ تو غفلت سے اس میں لگا ہوا ہے

از پدر وز مادر الخ۔ یعنی ماں باپ سے اس (نام پاک) کو سن لیا ہے اسی لئے غافل کی طرح اسمیں کیا ہوا ہے مطلب یہ ہے کہ خدا کا نام ماں باپ سے سن لیا ہے اس لئے اسکی کوئی قدر نہیں ہے اور بالکل بے پرواہ اور غافل رہتا ہے اور بے التفاتی سے اس نام پاک کو لیتا ہے اگر محقق ہو کر اس نام پاک کو لیتا تو جانتا کہ کیا چیز ہے اب تو ماں باپ کی سنی سنائی باتیں خود بھی کہنے لگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر تو بے تقلید ازیں واقف شوی	بے نشاں از لطف چوں ہاتف شوی
اگر بغیر تقلید کے تو اس سے واقف ہو جائے	ہاتف کی طرح لطافت کی وجہ سے بے نشان ہو جائے

گر تو بے تقلید الخ۔ یعنی اگر تو اس سے بے تقلید کے واقف ہوتا تو بے نام اور بے محل ہاتف کی طرح ہو جاتا اگرچہ ہاتف بھی مادی ہے اور اس کا محل اور مقام سب کچھ ہے مگر جس طرح وہ بظاہر دکھلائی نہیں دیتا اس طرح تم بھی اس سے واقف ہو کر اپنی ہستی کو مٹا دیتے اور یہ حالت ہوتی کہ چو سلطان عزت علم برکشد + جہان سر بجیب عدم در کشد + پس اس طرح اس کو جان کر اپنے نشان کو بے نشان اور اپنی ہستی کو عدم سمجھنے لگتے آگے فرماتے ہیں کہ

بشنو ایں قصہ پے تہدید را	تا بدانی آفت تقلید را
تنبیہ کے لئے یہ قصہ سن لے	تاکہ تو تقلید کی ہلاکت کو سمجھ لے

بشنو ایں قصہ الخ۔ یعنی اب تم اس قصہ (ذیل) کو تہدید کے واسطے سن لو تا کہ تم کو محقق نہ ہونے کی اور صرف تقلید کی آفات اور خرابیاں معلوم ہو جائیں۔

شرح حبیبی

حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اے دھوکے میں مبتلا اندھے کیا میرے نام کی تجلی سے کوہ طور پارہ پارہ نہیں ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور فرماتے ہیں کہ اگر ہم کتاب کو پہاڑ پر نازل کرتے۔تو وہ پھٹ جاتا پھر منقطع ہو جاتا۔پھر چل دیتا اگر کوہ احد مجھ سے واقف ہوتا تو وہ بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا اور اس کا دل بھی پر خون ہو جاتا۔اچھا اب اس کی وجہ سن کر تجھ پر اثر کیوں نہیں ہوتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ تو نے ماں باپ سے سن لیا ہے اور اسی میں پھنسا ہوا ہے اور تحقیق کا درجہ حاصل نہیں کیا اگر تو تقلید سے جدا ہو کر اس سے واقف ہوتا تو تو بھی ہاتف کی طرح بے نشان محسوس و بے مکان محسوس ہو جاتا۔اچھا اب تو ایک قصہ سن جس سے تجھے تقلید محض کی خرابی معلوم ہو۔

شرح شبّیری

فروختن صوفیاں بہیمہ صوفی مسافر را جہت سماع

سماع کی خاطر صوفیوں کا ایک مسافر صوفی کی سواری کو بیچ ڈالنا

صوفی در خانقاه از راه رسید	مرکب خود برد و در آخر کشید
ایک صوفی (سفر کے) راستہ سے ایک خانقاہ میں پہنچا	اپنی سواری کو لے گیا اور اصطبل میں باندھ دیا

صوفی در خانقاہ الخ۔یعنی ایک صوفی راستہ سے خانقاہ میں پہنچا اور اپنی سواری کو آخور کی طرف کھینچا۔یعنی لیجا کر باندھ دیا اور

آبکش داد و علف از دست خویش	نے چو آں صوفی کہ ما گفتیم پیش
اپنے ہاتھ سے اس کو تھوڑا سا پانی اور چارا دیا	اس صوفی کی طرح نہیں جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے

آبکش داد الخ۔یعنی اس جانور کو تھوڑا پانی اور گھاس اپنے ہاتھ سے دیا اور اس صوفی کی طرح نہیں جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یعنی اس کی طرح غافل نہیں ہوا اور دوسروں پر بھروسہ نہ کیا بلکہ اس کی خدمت خود کی اور

احتیاطش کرد از سہو و خباط	چوں قضا آید چہ سودست احتیاط
اس (صوفی) نے اس (سواری) کی بھول اور بیوقوفی سے احتیاط کی	جب قضا آتی ہے تو احتیاط سے کیا فائدہ؟

احتیاطش کرد الخ۔یعنی بھول سے اور خبط سے اسکی احتیاط کی مگر جب قضا آئے تو احتیاط سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔وہ ہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔

صوفیاں درویش بودند و فقیر	کاد فقران یکن کفرا کبیر
صوفی درویش اور فقیر تھے	قریب ہے کہ فقر بڑا کفر بن جائے

صوفیاں درویش الخ۔یعنی وہ سارے صوفی (جو کہ وہاں جمع ہو گئے تھے) مفلس اور فقیر تھے اور قریب ہے کہ (ایسا) فقر کفر کبیر ہو جائے یعنی سبب ہو جائے۔کفر کبیر کا اور یہاں فقر سے مراد بعض فقر ہے ورنہ کل فقر تو ایسا نہیں ہوتا اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ارشاد ہے الفقر فخری۔ پس بعض فقر ایسا ہوتا ہے کہ جو کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ یہاں یہ مقصود ہے کہ ان لوگوں کا فقر ایسا ہی تھا اور وہ فقر جو کہ اس حدیث کا مصداق ہے یہاں نہ تھا اس لئے کہ سب مکار تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے تو نگر تو کہ سیری ہیں مخند	بر کژی آں فقیر درد مند
اے مالدار تو کہ پیٹ بھرا ہے نہ ہنس	اس دکھی فقیر کی کج روی پر

اے تونگر تو الخ۔ یعنی اے تونگر جو کہ پیٹ بھرا ہوا ہے ہرگز اس دردمند صوفی کی کجی پر مت ہنس اس لئے کہ جس مصیبت اور بلاء فقر میں یہ مبتلا ہے کیا خبر ہے کہ اگر تم مبتلا ہوتے تو تم کیا کچھ کر بیٹھتے۔ پس مقصود مولانا کا یہ ہے کہ جو شخص کہ گناہوں میں مبتلا ہے اور تم نیک ہو اس گنہگار پر مت ہنسو اس لئے کہ کیا خبر ہے کہ تم خود بھی اسی میں مبتلا ہو جاؤ۔ جیسا کہ حدیث میں بھی ہے من ضحک ضحک یعنی جو کسی پر ہنسے وہ خود بھی ہنسا جاتا ہے اس طرح سے کہ وہ بھی اسی میں مبتلا ہو جاتا ہے اور دوسرے اس پر ہنستے ہیں جیسے کہ یہ ہنستا تھا۔ لہٰذا اس کو حقیر و ذلیل مت سمجھو۔ بلکہ اس پر تاسف کرو اور اس کی حالت سے دردمند ہو اور اس کی تدبیر نرمی سے یا سختی سے جیسا موقعہ ہو اور مناسب ہو کرو اور حق تعالیٰ سے ہر وقت پناہ مانگو۔ آگے فرماتے ہیں کہ از سر تقصیر الخ۔ یعنی ان صوفیوں کی جماعت نے بسبب (اس) کمی کے (جو ان میں تھی) سب نے خرفروشی اختیار کی۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ لوگ کامل تو تھے نہیں کہ جس کی وجہ سے صبر و استقلال کامل ہوتا اور اس مصیبت پر صبر کرتے اس لئے سب نے یہ حرکت کی کہ اس صوفی جدید کا گدھا فروخت کر دیا اور اس خرفروشی کے جواز کے لئے یہ بات گھڑی کہ

از سر تقصیر آں صوفی رمہ	خر فروشی در گرفتند آں ہمہ
اس صوفی گروہ نے غلط کاری سے	سب نے خر فروشی شروع کر دی

در ضرورت ہست الخ۔ یعنی (وہ صوفی کہنے لگے کہ) ضرورت میں تو مردار بھی مباح ہو جاتا ہے اور بہت سے فساد ضرورت کی وجہ سے اچھے اور درست اور جائز ہو جاتے ہیں ان حضرات نے ضرورت کو بھی خود ہی تراشا اور اس پر احکام بھی خود ہی جاری کر لئے اور سب حلال کرا کر اس غریب کا گدھا فروخت کر دیا۔ پس جب یہ سمجھ لیا اور اس کو ضرورت کی وجہ سے حلال سمجھا تو۔

کز ضرورت ہست مردارے مباح	بس فاسدے کز ضرورت شد صلاح
کیونکہ ضرورت کی وجہ سے مردار جائز ہے	بہت سی خرابیاں ہیں جو ضرورت میں جائز ہو جاتی ہیں
ہمدراں دم آں خرک بفروختند	لوت آوردند و شمع افروختند
فوراً ہی انہوں نے وہ گدھیا بیچ دی	مزیدار کھانا لائے اور شمع روشن کی

ہم دراں دم الخ۔ یعنی (بس یہ سوچ کر) اسی وقت اس گدھے کو فروخت کر دیا (اور پھر) عمدہ عمدہ کھانے

www.besturdubooks.wordpress.com

لائے۔ اور شمع روشن کی یعنی پھر کیا تھا خوب چہل پہل ہوگئی۔ لوت بوا د الجھول غذائے عمدہ ونفیس ولذیذ۔

شرح مبیبی

ایک صوفی کسی خانقاہ میں کہیں سے آ پہنچا۔ وہاں پہنچ کر اس نے اپنی سواری کا جانور (گدھا) آخور پر باندھ دیا اور پانی بھی خود ہی پلایا اور چارہ بھی اپنے آپ ہی ڈالا۔ اس صوفی کی طرح جسکا ذکر ہم نے پیشتر کیا ہے دوسرے کے بھروسہ نہیں رہا۔ اس سے مقصود اسکی احتیاط تھی کہ کہیں بھول چوک اور کوئی بے عنوانی نہ ہو لیکن حکم خداوندی اور تقدیر الٰہی کے سامنے احتیاط بالکل بے سود ہے۔ وہ صوفی لوگ مفلس محتاج تھے اس لئے ان کی نیت بدل گئی اور کچھ عجب نہیں کیونکہ بعض فقہ تو کفر عظیم کا سبب ہوجاتا ہے۔ یعنی جبکہ غنی القلب نہ ہو۔ یہ تو بددیانتی اور اضاعت اور اتلاف حق عبد ہی ہے لیکن اے تونگر تو سیر ہے۔ تجھے ایسے لوگوں کی حالت معلوم نہیں پس تجھے ایسے المناک محتاجوں کی اس روش کج پر ہنسنا اور انکی تحقیر کرنا نہ چاہیے۔ بلکہ اس کا علاج اور تدارک کرنا چاہیے۔ تجھے کیا معلوم کہ اگر تو اس مصیبت میں مبتلا ہو تو اس وقت تیرا کیا حال ہے ممکن ہے کہ تیری نوبت کفر تک پہنچ جائے خیر تو اس صوفیوں کی جماعت نے غلطی سے اور معصیت کے باعث سبب دولت دینوی واخروی سے کم بضاعتی کے اس گدھے کے بیچنے کی ٹھان لی اور حیلہ یہ تراشا کہ گو یہ فعل حرام ہے مگر الضرورات تبیح المحظورات یعنی ضرورت کے وقت بعض ناجائز امور بھی جائز ہوجاتے ہیں اور بہت سے نقصانات اور خرابیاں صلاح و درست ہوجاتی ہیں مگر احتیاج اور طمع نے ان کو یہ نہ سوچنے دیا کہ وہ کونسی ضرورتیں ہیں جن سے مراد حلال ہوجاتا ہے یہ سوچ کر انہوں نے اس گدھے کو بیچ ڈالا اور انواع واقسام کے کھانے لائے اور شمع روشن کی غرض خوب ٹھاٹھ بنایا۔

شرح شبّیری

ولولہ افتاد اندر خانقہ	کامشاں لوت وسماع ست وولہ
خانقاہ میں غل مچ گیا کہ	آج رات لذیذ کھانا ہے سماع ہے مستی ہے

ولولہ افتاد الخ۔ یعنی (جب کہ یہ لذیذ اور عمدہ کھانے وغیرہ آ گئے تو) خانقاہ میں ایک شور ہوگیا کہ آج کی رات تو عمدہ کھانے ہیں اور سماع ہے اور جوش ہے مطلب یہ کہ اب کیا ہے مزے ہیں خوب اڑاؤ اور سماع سنو اور جوش کرو اس لئے کہ اس قدر تو فاقے اٹھائے اور آخر ہماری بھی تو جان ہے پھر کیوں نہ کھائیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

چند ازیں صبر وازیں سہ روزہ چند	چند ازیں زنبیل وزیں دریوزہ چند
کب تک یہ صبر اور کب تک یہ تین دن کا فاقہ	کہاں تک یہ کشکول اور کہاں تک بھیک!

چند ازیں صبر الخ۔ یعنی کہاں تک صبر ہو اور یہ تین دن کے روزے کہاں تک اور یہ جھولی کب تک اور یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بھیک کہاں تک آخر ہم تو مخلوق ہیں اور جان رکھتے ہیں اور آج کی رات تو دولت ہمارے یہاں مہمان ہے۔ چونکہ یہ بیچارے بہت ہی بھوکے تھے اس لئے کہنے لگے کہ اب صبر کہاں تک کریں اب تو دولت ہمارے یہاں مہمان ہے خوب مزے اڑائیں گے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ماہم از خلقیم جاں داریم ما	دولت امشب میہماں داریم ما
ہم بھی مخلوق ہیں، ہم بھی جان رکھتے ہیں	آج رات دولت ہماری مہمان ہے

تخم باطل الخ۔ یعنی (یہ لوگ) تخم باطل اس لئے بو رہے تھے (یعنی برے کام کہ اس بیچارے کا گدھا چرا کر فروخت کردیا اس لئے کر رہے تھے) کہ جو چیز جان نہیں تھی (اور قابل پرورش نہیں تھی) اس کو جان سمجھے مطلب یہ کہ چونکہ یہ لوگ نفس ہی کی حیات کو حیات سمجھے اس لئے اسی کی پرورش میں اور اسی کی تغذیہ میں لگ گئے اور اس غذا کی تحصیل بھی ناجائز طریق سے کی حالانکہ پرورش کے قابل روح ہے اور اصل حیات روحانی ہے ورنہ اگر جسمانی حیات ہو اور روح مردہ کی طرح ہو تو پھر کس کام کا وہ تو بالکل فضول ہے۔ یہ لوگ تو لطف اور مزے میں تھے اور وہ مسافر غریب تھکا ماندہ تھا تو اس کی ان حضرات نے خوشامد میں خوب خدمت کی کہ کہیں اس کو رات میں خبر نہ ہو جائے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اب کیا تھا خانقاہ میں ایک شور مچ گیا کہ آج کی رات کھانے بھی خوب اڑیں گے محفل سماع بھی ہوگی اور خوش شوریدگی اور اچھل کود ھوگی کیوں نہ ہو آخر صبر کب تک اور تین تین دن کے روزے کب تک۔ جھولی کب تک اور دریوزہ گری کب تک کبھی تو ہم کو بھی چین نصیب ہو آخر ہم بھی تو مخلوق خدا ہیں۔ ہمارے بھی تو جان ہے۔ خیر آج تو دولت ہمارے یہاں مہمان ہے۔ آج تو جی بھر کے مزے لوٹ لیں یہ لوگ باطل کا بیج اس لئے بو رہے تھے اور خیال باطل اس لئے جما رہے تھے کہ ان احمقوں نے نفس کو روح سمجھا اور جو جان نہیں تھی اس کو جان گمان کیا اور نفس کے تقاضے کو روح کا تقاضا خیال کیا۔

شرح شبیری

تخم باطل را ازاں می کاشتند	کانکہ آں جاں نیست جاں پنداشتند
باطل کا بیج انہوں نے اس لئے بویا	کہ جو جان نہیں ہے اس کو انہوں نے جان سمجھا

وان مسافر الخ۔ یعنی اور وہ مسافر دور کے سفر کی وجہ سے (تھکا ماندہ اور) خستہ ہو رہا تھا اس نے (ان لوگوں کی جو اس قدر) توجہ دیکھی اور ناز برداری تو خوب خوش ہوا اور خواہش سماع اور مجلس طرب کی کہ جیسے کہ آگے معلوم ہوتا ہے۔ آگے ان صوفیوں کی توجہ اور ناز برداری کو بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے کیا کیا۔ فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

واں مسافر نیز از راہ دراز	خستہ بود و دید آں اقبال و ناز
وہ (صوفی) مسافر طویل راستہ کی وجہ سے	تھکا ہوا تھا اور اس نے توجہ اور مہربانی دیکھی

صوفیانش الخ۔ یعنی وہ صوفی ایک ایک اسکو نوازتا تھا اور اس کی خدمت کی چوسر خوب خوش ہو کر کھیل رہے تھے۔ مطلب یہ کہ ہر شخص الگ الگ خدمت کے لئے کمربستہ اور تیار تھا اور

صوفیانش یک بیک بنواختند	نرد خدمتہاش خوش می باختند
ایک ایک صوفی نے اس کو نوازا	اس کی خدمت گزاری کی اچھی چالیں چل رہے تھے

آں یکے الخ۔ یعنی کوئی اس کے ہاتھ پاؤں دباتا تھا اور کوئی اس کی قیام گاہ کو دریافت کرتا تھا کہ حضرت کا دولت خانہ کہاں ہے غرض کہ اس کا گدھا فروخت کیا اور خوب اس کو گدھا بنایا اچھی بیچارے کی کم بختی آئی۔

آں یکے پایش ہمی مالید و دست	واں یکے پرسیدش از جائے نشست
ایک اس کے ہاتھ پیر دبا رہا تھا	ایک اس کی نشست گاہ کو دریافت کرتا تھا

وان یکے الخ۔ یعنی اور کوئی اس کے اسباب میں سے گرد جھاڑ رہا تھا اور کوئی اس کے ہاتھ اور منہ چومتا تھا۔ غرض کہ جب وہ خوب گدھے بن لئے اور ذرہ مزہ میں آگئے تو اب آپ کو مستی سوجھی اور بولے کہ

واں یکے افشاند گرد از رخت او	واں یکے بوسید دستش راو رو
ایک اس کے سامان کی گرد کو جھاڑتا تھا	دوسرا اس کے ہاتھ اور منہ کو چومتا تھا

گفت چوں الخ۔ یعنی جب اس نے ان کا میلان اپنی طرف دیکھا تو بولا کہ اگر آج ہی کی رات طرب نہ کرونگا تو کب کرونگا۔ یعنی آج تو یاران مجلس موجود ہیں اور ہر طرح کا سامان موجود ہے پھر آج تو ضرور سماع ہونا چاہیے بہتر ہے آگے یہ ساری مستی نکلے گی ذرا ٹھہر جایئے۔

شرح حبیبی

ان صوفیوں کی تو یہ حالت تھی اور وہ مسافر بیچارہ بھی درازی سفر سے تھکا ماندہ تھا یہاں آ کر اس نے وہ توجہ اور الطاف دیکھے جن کا ہم آگے ذکر کرتے ہیں تو بیچارہ دھوکے میں پڑ کر نفع و نقصان سب کچھ بھول گیا۔ ایک ایک صوفی نے اس کی خوب آؤ بھگت کی اور اس کی خدمت کرنے میں نہایت ہوشیاری سے چالیں چلیں کہ اسے کسی قسم کا شبہ نہ ہو جائے۔ کوئی پاؤں دباتا تھا کوئی ہاتھ۔ کوئی کہتا حضرت یہاں تشریف رکھیے کوئی ان کے اسباب کی گرد جھاڑتا تھا۔ کوئی ہاتھ چومتا اور پیشانی پر بوسہ دیتا تھا۔ غرض وہ ان چاپلوسیوں سے اس قدر مغرور ہوا کہ دل میں کہتا تھا کہ آج بھی مزے نہ اڑائے تو پھر کب اڑائیں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

گفت چوں می دید میلان شاں بوے	گر طرب امشب نخواہم کرد کے
جب اس نے ان کا جھکاؤ اپنی طرف دیکھا تو کہا	اگر آج (عیش و) طرب نہ کروں گا تو کب کروں گا؟
لوت خوردند و سماع آغاز کرد	خانقاہ تا سقف شد پر دود و گرد
سب نے کھانا کھایا اور سماع شروع ہوا	خانقاہ چھت تک دھویں اور گرد سے بھر گئی

لوت خوردند الخ۔ یعنی سب نے کھانا کھایا اور سماع شروع ہوا تو خانقاہ چھت تک دھوئیں اور گرد سے بھر گئی۔

آگے بتاتے ہیں کہ یہ دھواں اور گرد کہاں سے آیا پس فرماتے ہیں کہ

دود مطبخ، گرد آں پا کوفتن	ز اشتیاق و وجد جاں آشوفتن
دھواں مطبخ کا، گرد رقص کی	شوق اور وجد کی وجہ سے جان کا پریشان ہونا

دود مطبخ الخ۔ یعنی دھواں تو باورچی خانہ کا تھا۔ (اس لئے کہ آج خوب کھانے پکے تھے) اور گرد اس پاؤں پیٹنے کی تھی (جو کہ وجد کی حالت میں ہوا تھا) اور اشتیاق اور وجد کی اور جان کے آشفت ہونے کی وجہ سے خوب اچھل کود رہے تھے۔

گاہ دست افشاں قدم می کوفتند	گہ بسجدہ صفہ را می روفتند
کبھی ہاتھ ہلاتے ہوئے رقص کرتے تھے	کبھی سجدوں سے چبوترہ پر جھاڑو دیتے تھے

گاہ دست الخ۔ یعنی کبھی تو تالیاں بجاتے ہوئے پیر پیٹتے تھے اور کبھی سجدہ سے اس صفہ کو (یعنی چبوترہ وغیرہ کو صاف کر رہے تھے) اس لئے کہ جب لوٹتے تھے تو وہاں کی جگہ تو صاف ہوتی ہی تھی مطلب یہ کہ خوب وجد کر رہے تھے آگے فرماتے ہیں کہ یہ صوفی اس وجہ سے مست ہو جاتے ہیں کہ ان کو کبھی کبھی کھانے کو ملتا ہے۔ تو جب ملتا ہے خوب مزہ کرتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

شرح مظہبی

غرض جب خوب سیر ہو کر کھانا کھا چکے تو قوالی شروع ہوئی اور خانقاہ چھت تک گرد اور دھوئیں سے پر ہوگئی۔ دھواں تو باورچی خانہ کا تھا جس میں کھانے تیار کئے گئے تھے اور گرد وہ تھی جو پاؤں سے گت بجانے اور شوق و وجد سے جان کو پریشان کرنے اور اچھل کود سے اڑی تھی۔ ان صوفیوں کی قوالی میں یہ حالت تھی کہ کبھی تو ہاتھ نچا نچا کر پاؤں سے گت بجاتے تھے اور کبھی پیشانی زمین پر رگڑتے اور اس طرح صفہ میں جھاڑو دیتے تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

زاں سبب صوفی بود بسیار خوار	دیر یابد صوفی آز از روزگار
اسی لئے صوفی پر خور ہوتا ہے	صوفی زمانہ سے مراد دیر میں پاتا ہے

دیر یابد الخ۔ یعنی چونکہ اپنی تمنا کو زمانہ سے بہت دیر میں پاتا ہے اس لئے صوفی بہت کھاؤ ہوتا ہے کیونکہ جسے روز ملے اس کی تو نیت بھری رہتی ہے اور جسے بعد تمناؤں کے ملا ہو وہ تو ہوس کا مارا ایک دم سے بے حد کھا جائے گا لیکن یہ حالت ان صوفیوں کی ہے جو کہ مکار ہوتے ہیں اور حقیقۃً صوفی نہیں ہوتے اور جو صوفی حقیقی ہوتے ہیں وہ ایسے نہیں ہوتے بس اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ

سیر خورد و فارغ ست از ننگ ودق	جز مگر آں صوفی کز نور حق
پیٹ بھرا ہو اور ذلت اور (دروازہ) پیٹنے سے بے نیاز	مگر سوائے اس صوفی کے جو اللہ کے نور سے

جز مگر آن الخ۔ یعنی سوائے اس صوفی کے کہ جو نور حق کو سیر ہو کر کھا چکا ہے وہ اس ننگ ودق سے فارغ ہوتا ہے۔ دق سے مراد دروازوں پر جا کر آواز دینا۔ جیسا کہ شیخ سعدی کہتے ہیں ومن دق باب الکریم انفتح۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ نور حق سے پر ہے اور اس کے اندر حق تعالیٰ کی معرفت اور اسکا نور بھرا ہوا ہے وہ ان بے ہودہ حرکتوں اور گداگری سے فارغ اور علیحدہ ہے اس کو اس کی غرض نہیں کہ وہ نعماء دنیا پر گرتا پھرے مگر اس قسم کا صوفی کہیں ہزاروں میں سے ایک ہوتا ہے اور باقی جو مکار ہیں وہ سارے ان ہی کے طفیل میں کھانے والے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

باقیاں در دولت آں می زیند	از ہزاراں اندکے زیں صوفی اند
باقی ان کی بدولت جیتے ہیں	ہزاروں میں بہت تھوڑے ایسے صوفی ہیں

از ہزاراں الخ۔ یعنی ہزاروں میں سے تھوڑے سے اس قسم کے صوفی ہیں اور باقی ان کی بدولت اور ان کے طفیل میں زندگی بسر کرتے ہیں اس لئے کہ عوام الناس تو یہ نہیں جانتے کہ ان دو میں کون مکار ہے اور کون سچا ہے بلکہ وہ تو صرف یہ دیکھتے ہیں کہ جس شخص کی صورت درویشوں کی سی ہوگی بس وہ سچا ہی ہوگا لہٰذا مکار لوگ بھی ان ہی کی صورت بنالیتے ہیں اور عوام دھوکے میں آجاتے ہیں بس یہ مکار ان ہی کے طفیل سے زندگی بسر کرنے والے ہوئے اب آگے مولانا پھر اس حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چونکہ زمانہ صوفیوں کو بہت دیر میں انکا مطلوب دیتا ہے اس لئے یہ لوگ بہت حریص اور بہت کھانے والے ہوتے ہیں اور کھانے کے لئے جائز اور ناجائز کچھ نہیں دیکھتے الا وہ صوفی جس نے نور حق اور نور معرفت سے اچھی

طرح اپنا پیٹ بھرلیا ہے وہ بیشک اس قسم کی شرمناک اور قابل ملامت باتوں سے بالکل بے کھٹکے ہیں۔ لیکن اس قسم کے صوفی ہزاروں میں معدودے چند ہیں اور یہ نقلی صوفی انہی کی بدولت جیتے ہیں کہ لوگ ان کو ان کے مشابہ دیکھ کر ان کے مثل سمجھ جاتے ہیں اور جس طرح ان کی خدمت کرتے ہیں یوں ہی ان کی بھی خاطر تواضع کرتے ہیں۔

شرح شبّیری

چوں سماع آمد ز اول تا کراں	مطرب آغازید یک ضرب گراں
جب سماع (کا سامان) اول تا آخر ہوگیا	گویئے نے ایک موثر گت شروع کی

چوں سماع آمد الخ۔ یعنی جبکہ سماع اول سے آخر تک آیا یعنی خوب جوش میں ہونے لگا تو مطرب نے بربط پر ایک چوٹ شروع کی۔ کران بمعنی بربط

خر برفت خر برفت آغاز کرد	زیں حرارہ جملہ را انباز کرد
وہ گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (کی دھن) کو شروع کیا	اس گرمی نے سب کو (دھن میں) شریک کر دیا

خر برفت الخ۔ یعنی (اس مطرب نے بربط پر ایک چوٹ لگا کر) خر برفت و خر برفت شروع کر دیا اور اس ترانہ میں سب کو شریک کر لیا یعنی کچھ ایسے جوش کے ساتھ کہا کہ سب کے سب جوش میں آ کر یہی کہنے لگے اور

زیں حرارہ پائے کوباں تا سحر	کف زناں خر رفت و خر رفت اے پسر
اس گرم جوشی میں صبح تک رقص کرتے ہوئے	تالیاں بجاتے ہوئے اے لڑکے گدھا چلا گیا گدھا چلا گیا (گاتے رہے)

پائے کوبان الخ۔ یعنی اس ترانہ کی وجہ سے پاؤں پیٹ رہے اور تالیاں بجا بجا کہہ رہے تھے خر برفت و خر برفت و اے پسر یعنی اس مصرعہ کو سب لوگ کہہ رہے تھے اور خوب کود ناچ رہے تھے خیر ان پر تو مستی سوار تھی مگر ان حضرت صوفی نو وارد صاحب کو دیکھئے کہ وہ بھی تو ان ہی کے ساتھ ہو گئے اور خود بھی یہی کہنے لگے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ

از رہ تقلید آں صوفی ہمیں	خر برفت آغاز کرد اندر حنیں
بطور تقلید کے (مسافر) صوفی نے (بھی) یہی	روتے ہوئے گدھا چلا گیا (گانا) شروع کر دیا

از راہ تقلید الخ۔ یعنی تقلید کے طریقہ پر اس صوفی نے بھی یہی خر برفت غمگین آواز میں کہنا شروع کر دیا اس لئے کہ وہ لوگ تو شرارت سے کہہ رہے تھے اور شاید یہ حضرت یوں سمجھے ہوں گے کہ خر برفت سے یہ مراد ہے کہ قوت بہیمیہ جاتی رہی ہے جو کہ گدھے کے مانند تھی بس یہ بھی ان صوفیوں کے ساتھ بے حقیقت کو سمجھے ہوئے وہی الفاظ دہرانے لگے۔

شرح حلیبی

جب قوالی کی نوبت ابتدا ہی میں بربط تک پہنچی تو قوال نے ایک زبردست گت بجانی شروع کی اور گدھا

www.besturdubooks.wordpress.com

چلد دیا گدھا چل دیا گانا شروع کیا اور اس ترانہ میں سب کو شریک کرلیا۔ سب لوگ اسی ترانہ سے صبح تک پاؤں سے گت بجاتے رہے اور گدھا چل دیا گدھا چلد دیا کہتے ہوئے تالیاں بجاتے رہے۔ ان کی دیکھا دیکھی اس گدھے والے صوفی نے بھی رو رو کر گدھا چل دیا گدھا چل دیا کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔

شرح شبّیری

چوں گذشت آں نوش و جوش و آں سماع	روز گشت و جملہ گفتند الوداع
جب وہ کھانا پینا اور جوش اور سماع ختم ہوا	دن نکل آیا اور سب رخصت ہوگئے

چون گزشت آن نوش الخ۔ یعنی جب کہ یہ کھانا پینا اور جوش اور سماع ختم ہوگیا اور دن ہوگیا اور سب نے الوداع کہی۔ یعنی سب رخصت ہوگئے تو

خانقہ خالی شد و صوفی بماند	گرد از رخت آں مسافر می فشاند
خانقاہ خالی ہوگئی اور مسافر صوفی رہ گیا	وہ (صوفی) مسافر سامان سے گرد جھاڑنے لگا

خانقہ خالی شد الخ۔ یعنی خانقاہ خالی ہوگئی اور وہ صوفی رہ گیا تو اسباب مسافرت سے گرد جھاڑتا تھا جو کہ رات کو کودنے پھاندنے میں لگ گئی تھی۔ مطلب یہ کہ اب سب چیزیں درست کر کے یہ بھی تشریف لے جانے کو تیار ہوئے اور

رخت از حجرہ بروں آوردہ او	تا بخر بندند آں ہمراہ جو
اس نے حجرے سے سامان باہر نکالا	تا کہ وہ ساتھیوں کو تلاش کرنے والے (صوفی) گدھے پر لادیں

رخت از حجرہ الخ۔ یعنی اس صوفی نے اسباب حجرہ سے باہر نکالا تا کہ یہ ہمراہی کو تلاش کرنیوالا اس اسباب کو گدھے پر باندھے ہمراہ جو مسافر کو کہہ دیا اس لئے کہ اس کو بھی ہمراہی کی تلاش ہوتی ہے یہ حضرت اسباب کو گدھے پر باندھنے چلے اب رات کے واقعات کی شرح معلوم ہوگی کہ وہ کھانا کیا تھا اور وہ سماع کیا تھا۔

تا رسد در ہمرہاں خوش می شتافت	رفت در آخر خر خود را نیافت
بہت جلدی کر رہا تھا تا کہ ساتھیوں سے جا ملے	اصطبل میں گیا (تو) اپنا گدھا نہ پایا

تا رسد در ہمرہان الخ۔ یعنی یہ صوفی جلدی کر رہا تھا تا کہ اپنے ہمراہیوں میں جلدی سے پہنچ جائے تو آخور میں گیا وہاں گدھے کو نہ پایا تو اب بھی ان کو کچھ شبہ نہیں ہوا بلکہ حسن ظن کی وجہ سے کہنے لگا کہ

گفت آن خادم الخ۔ یعنی (حسن ظن کی وجہ سے) کہنے لگا کہ وہ خادم اس کو پانی پلانے کے واسطے لے گیا ہوگا۔ اس لئے کہ اس نے کل پانی کم پیا تھا بیچارہ بہت ہی بزرگ تھا کہ کسی کے ساتھ بدظنی ہوتی ہی نہ تھی۔ خیر اب کسر نکلتی ہے۔

شرح حبیبی

جب کھانا پینا اور جوش و خروش اور قوالی ختم ہوئی تو فوراً ہی دن ہوگیا اور سب لوگ رخصت ہوگئے۔ اب

www.besturdubooks.wordpress.com

ساری خانقاہ خالی ہوگئی اور اکیلا صوفی بیچارہ رہ گیا۔ اس نے بھی چلنے کی تیاری کی اور اپنے سامان کو جھاڑنے پونچھنے لگا۔ بالآخر صاف کر کرا کے حجرہ سے سب سامان نکالا تا کہ وہ جلدی سے گدھے پر لاد کر چل دے اور ساتھیوں سے جلدی مل جائے۔ اسی لئے اس قدر جلدی کر رہا تھا جب آخور پر گیا تو گدھا ندارد سوچا کہ خادم پانی پلانے لے گیا ہوگا کیونکہ رات گدھے نے پانی کم پیا تھا یہ سوچ کر خاموش ہو رہا۔

شرح شبیری

گفت آں خادم بآبش بردہ است	زانکہ خر دوش آب کمتر خوردہ است
دل میں کہا کہ خادم اس کو پانی پلانے لے گیا ہے	اس لئے کہ گدھے نے کل رات پانی کم پیا تھا
خادم آمد گفت صوفی خر کجاست	گفت خادم ریش بیں، جنگے نجاست
خادم آیا (تو) صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے؟	خادم نے کہا اپنی داڑھی کا خیال کرو (اس پر دونوں میں) جھگڑا شروع ہوگیا

خادم آمد الخ۔ یعنی (یہ حضرت انتظار ہی میں تھے کہ) خادم آ گیا تو صوفی نے کہا کہ گدھا کہاں ہے تو خادم بولا کہ ذرا داڑھی کو ملاحظہ کیجئے (کہ بایں ریش وفش اور یہ جھوٹ مجھ پر لگاتے ہیں شرم نہیں آتی۔ بس یہ کہتے ہی) لڑائی شروع ہوگئی اور خوب چھتی۔ صوفی بولا کہ

گفت من خر را بتو بسپردہ ام	من ترا بر خر مؤکل کردہ ام
صوفی نے کہا میں نے گدھا تیرے سپرد کیا ہے	میں نے تجھے گدھے کا محافظ بنایا ہے

گفت خررا الخ۔ یعنی صوفی بولا کہ گدھا میں نے تو تجھے سپرد کیا تھا اور میں نے تو تجھ کو گدھے کا محافظ بنایا تھا لہٰذا میں تو تجھ سے ہی یہ لونگا۔

بحث با توجیہ کن حجت میار	وآنچہ من بسپردمت واپس سپار
دلیل بات کر حجت بازی نہ کر	جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے واپس دے

بحث با توجیہ الخ۔ یعنی بات دلیل کے ساتھ کہو اور فضول لڑائی مت کرو اور جو کچھ میں نے تم کو سپرد کیا ہے واپس سپرد کرو باتیں مت بناؤ۔

از تو خواہم انچہ من دادم بہ تو	بازدہ انچہ کہ بسپردم بہ تو
جو میں نے تجھے دیا ہے تجھ سے (لینا) چاہتا ہوں	جو میں نے تیرے سپرد کیا ہے واپس کر

از تو خواہم الخ۔ یعنی میں تو تجھ سے وہ چیز مانگتا ہوں جو تجھ کو دی ہے اور جو چیزیں میں نے تجھے سپرد کی ہے وہ واپس دے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبر کہ دستت ہر چہ برد	بایدش در عاقبت واپس سپرد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ ہاتھ جو کچھ دے	اس کو آخر میں واپس کرنا چاہیے

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی دیکھو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تمہارا ہاتھ جو چیز لے جائے تو اس کو چاہیے کہ آخر کار اس کو پھر واپس دے۔ اس لئے کہ ہاتھ کو ہاتھ پہچانتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس ہاتھ لے اور اس ہاتھ دے۔ بس یہ صوفی صاحب اس خادم کے سر ہو گئے کہ میرا گدھا لاؤ۔

ورنہ از سرکشی راضی بدیں	نک من و تو خانہ قاضی دیں
اور اگر سرکشی سے تو اس پر راضی نہیں ہے	ابھی میں ہوں اور تو ہے اور شریعت کے قاضی کا گھر ہے

ورنہ از سرکشی الخ۔ یعنی اور اگر تو سرکشی کی وجہ سے اس طرح راضی نہیں ہے (اور ڈھنگ سے گدھے کو واپس کرنا نہیں چاہتا) تو پھر میں ہوں اور تو ہے اور دین کے قاضی۔ یعنی پھر فیصلہ قاضی کے یہاں جائے گا اور وہاں فیصلہ ہوگا ورنہ میرا گدھا دیدو۔

گفت من مغلوب بودم صوفیاں	حملہ آوردند و بودم بیم جاں
(خادم نے) کہا میں مجبور تھا صوفیوں نے	حملہ کر دیا اور مجھے جان کا خوف تھا

گفت من مغلوب الخ۔ یعنی وہ خادم کہنے لگا کہ میں تو مغلوب تھا اس لئے کہ صوفیوں نے ایک دم سے مجھ پر حملہ کر دیا تو میں تو ادھ مرا ہو گیا مطلب یہ کہ میں کیا کروں سارے صوفی ہلہ کر کے مجھے مغلوب کر کے گدھا لے گئے۔

تو جگر بندے میان گربگاں	اندر اندازی و جوئی زاں نشاں
تو کلیجہ کو بلیوں میں	پھینکتا ہے اور اس کا نشان ڈھونڈتا ہے

تو جگر بندی الخ۔ یعنی تو کلیجی تلی وغیرہ کو بلیوں کے سامنے ڈال کر پھر اس کو تلاش کرتا ہے کہ کہیں اس کا نشان ملے۔

درمیان صد گرسنہ گردۂ	پیش صد سگ گربۂ پژمردۂ
سو بھوکوں میں ایک روٹی	مری بلی سو کتوں کے سامنے

درمیان صد گرسنہ الخ۔ یعنی سو بھوکوں کے سامنے ایک ٹکیا ہو (تو اس کا کیا پتہ چل سکتا ہے) اور سو کتوں کے سامنے ایک پژمردہ بلی ہو (تو کیا وہ اس کو چھوڑیں گے) مطلب یہ کہ تم نے خود گدھا پن کیا کہ اس گدھے کو یہاں باندھ دیا حالانکہ یہ لوگ تو بھوکے تھے ہی بس اڑا گئے اور اب مجھے الزام دیتے ہو کہ تو نے گدھا کھویا ہے میں کیا کروں یہ تو جناب ہی کا وقوف ہے۔

گفت گیرم کز تو ظلماً بستدند	قاصد خون من مسکیں شدند
(صوفی نے) کہا مانتا ہوں تجھ سے وہ ظلماً چھین کر لے گئے	مجھ غریب کے خون کے درپے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت گیرم الخ۔ یعنی وہ صوفی کہنے لگا کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ سے ظلماً ہی چھین لیا اور وہ مجھ مسکین کے جان کے لیوا ہوئے مگر۔

تو نیائی و نگوئی مر مرا	کاں خرت را می برند اے بینوا
تو نہیں آتا اور مجھ سے نہیں کہتا ہے	کہ اے مفلس! وہ تیرا گدھا لے جا رہے ہیں

تو نیائی الخ۔ یعنی تو کیوں نہ آیا او مجھ سے کیوں نہ کہا کہ اے فقیر بینوا تیرے گدھے کو لئے جاتے ہیں۔

تا خراز ہر کہ برد من واخرم	ورنہ تو زیعے کنند ایشاں زرم
تاکہ جس نے گدھا لیا میں اس سے واپس لے لیتا	ورنہ وہ چندہ کر کے میری قیمت دے دیتے

تاخراز ہر کہ الخ۔ یعنی (تو نے مجھ سے کیوں نہ کہا) تاکہ جو میرے گدھے کو لے جاتا میں اس سے واپس لے لیتا اور اگر وہ بک ہی چکا تھا اور گدھا نہ مل سکتا تو وہ میرے روپیہ کا چندہ ہی کر دیتے خیر دام ہی ملتے وہی میرے کام آتے۔

صد تدارک بود چوں حاضر بدند	ایں زماں ہر یک باقلیمے شدند
جب وہ تھے تو سو بندوبست ہو سکتے تھے	اب تو ہر ایک ایک ملک کو روانہ ہو گیا

صد تدارک بود الخ۔ یعنی جب وہ سارے موجود تھے تو سو تدارک ہو سکتے تھے اور اب تو ہر ایک الگ الگ ملک میں چلا گیا ہے۔

من کرا گیرم کرا قاضی برم	ایں قضا خود از تو برآمد سرم
میں کس کو پکڑوں' کس کو قاضی کے پاس لے جاؤں؟	یہ مصیبت تیری وجہ سے میرے سر پر آئی ہے

من کرا گیرم الخ۔ یعنی اب میں کس کو پکڑوں اور کسے قاضی کے پاس لے جاؤں یہ قضا میرے سر پر تیری ہی وجہ سے آئی ہے۔

چوں نیائی و نگوئی کاے غریب	پیش آمد ایں چنیں ظلم مہیب
تو کیوں نہ آیا اور نہیں کہا کہ اے بے وطن!	ایسا خوفناک ظلم پیش آیا ہے

چون نیائی الخ۔ یعنی تو کیوں نہ آیا اور تو نے کیوں نہ کہا کہ اے غریب ایسا ظلم خوفناک پیش آیا ہے۔

گفت واللہ آمدم من بارہا	تا ترا واقف کنم زیں کارہا
(خادم نے) کہا خدا کی قسم میں کئی بار آیا	تاکہ تجھے ان کارناموں سے واقف کر دوں

گفت واللہ آمدم الخ۔ یعنی تو وہ خادم کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں تو کئی بار آیا کہ جناب کو ان کاموں کی خبر کروں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تو ہمی گفتی کہ خر رفت اے پسر	از ہمہ گویندگاں با ذوق تر
تو کہتا تھا اے بیٹا! گدھا چلا گیا	سب کہنے والوں سے زیادہ ذوق سے

تو ہمی گفتی الخ۔ یعنی (مگر جب میں آیا تو دیکھا کہ) آپ بہ نسبت دوسروں کے زیادہ جوش وخروش کے ساتھ خررفت فرمارہے ہیں

باز می گشتم کہ او خود واقف ست	زیں قضا راضیست مرد عارفست
میں واپس ہو جاتا تھا کہ وہ تو واقف ہے	اس مصیبت پر راضی ہے' عارف انسان ہے

باز می گشتم الخ۔ یعنی (جب میں نے یہ دیکھا) تو میں واپس ہو جاتا تھا کہ حضرت تو خود واقف ہیں (کہ خر برفت وخر برفت کہہ رہے ہیں اور یوں سمجھتا تھا کہ) حضرت اس تقدیری امر پر راضی ہیں اس لئے کہ مرد عارف ہیں تو ایک گدھے کے جاتے رہنے سے کوئی غم نہیں ہے اور فرمارہے ہیں کہ جاتا رہا اچھا ہوا اب ساری عارفیت معلوم ہوگئی۔

گفت آنرا جملہ می گفتند خوش	مر مرا ہم ذوق آمد گفتنش
(صوفی نے) کہا وہ سب اس کو ذوق سے گا رہے تھے	ان کے کہنے سے میرے اندر بھی ذوق پیدا ہو گیا

گفت آنرا الخ۔ یعنی وہ سارے کے سارے اس کو خوش بخوش کہہ رہے تھے تو مجھ کو اس کے کہنے میں مزہ آیا اس لئے میں بھی کہنے لگا کہ کہیں میرا مقصود یہ تھوڑا ہی تھا کہ مجھے اس کا علم ہے۔

مر مرا تقلید شاں برباد داد	کہ دو صد لعنت برآں تقلید باد
مجھے ان کی تقلید نے برباد کیا	ایسی تقلید پر دو سو لعنتیں ہوں

مر مرا تقلید شاں الخ۔ یعنی (وہ صوفی کہنے لگا کہ) مجھے ان (کم بختوں) کی تقلید نے برباد کیا اور ایسی تقلید پر (جو کہ نااہلوں کی ہو) دو سو مرتبہ لعنت ہو۔ اگر میں خود سمجھ کر کہتا تو اب مجھے کیوں پچھتانا پڑتا۔

خاصہ تقلید چنیں بے حاصلاں	کابرو را ریختند از بہر ناں
خصوصا ایسے بیہودہ لوگوں کی تقلید	جنہوں نے روٹی کی خاطر آبرو لٹا دی

خاصہ تقلید الخ۔ یعنی خاص کر ان جیسے نااہلوں اور بے حاصلوں کی تقلید کہ جنہوں نے روٹی کے واسطے آبرو گرا دی چونکہ تقلید تین قسم کی ہوتی ہے ایک وہ جو کہ غافلین عن الحق کی ہوتی ہے وہ تو مضر ہوتی ہے اور دوسری وہ جو کہ ضالین اور گمراہوں کی ہوتی ہے وہ اضر ہوتی ہے اور تیسری وہ جو کہ اہل اللہ کی ہوتی ہے وہ مفید اور منجی ہوتی ہے پس مولانا نے مر مرا تقلید شاں الخ میں تو تقلید مضر کو بیان فرمایا اس کے بعد اضر کو بیان فرماتے ہیں اس لئے خاصۃ لائے کہ وہ تقلید تو جیسی تھی وہ تھی مگر ان ضالین کی تقلید تو خاص کر بہت ہی اضر ہے آگے عکس چنداں بایدا لخ سے تقلید اہل اللہ کو بیان فرمائیں گے جو کہ محمود اور مفید ہے اگلے شعر میں پھر وہ صوفی کہتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عکس ذوق آں جماعت میزدے	دیں دلم از عکس ذوقیں می شدے
اس جماعت کے ذوق کا عکس پڑ رہا تھا	میرا دل عکس سے صاحب ذوق بن رہا تھا

عکس ذوق الخ۔ یعنی (میرے قلب پر) اس جماعت کے ذوق کا عکس پڑ رہا تھا اور اس عکس کی وجہ سے میرا دل پر ذوق ہوتا تھا۔ یعنی چونکہ ان کو تو مزہ آ ہی رہا تھا کہ خوب مفت کے کھانے ملے تھے مگر اس مزہ کا عکس مجھ پر بھی پڑا اور مجھے بھی مزہ آنے لگا۔ اس مہ میں حضرت کی کم بختی آ گئی۔ آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ

شرح مبیبی

جب خادم آ گیا تو صوفی نے کہا گدھا کہاں ہے۔ خادم نے جواب دیا جناب ذرا اپنی ریش مبارک تو ملاحظہ کیجئے۔ یہ ریش مقطع اس پر یہ باتیں اور ان میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ صوفی نے کہا کہ گدھا میں نے تیرے سپرد کیا تھا اور تجھی کو اس کا نگران مقرر کیا تھا میں تجھ سے لونگا۔ تو معقول بات کہہ جھگڑے کی بات نہ کر اور جو میں نے تیرے سپرد کیا تھا تو اسے واپس دے میں نے جو تجھے دیا تھا وہی تو لیتا ہوں۔ تجھ سے کچھ مانگتا تو نہیں۔ پس جو کچھ میں نے تجھے دیا تھا اس کو واپس کر دے۔ دیکھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علی الید ما اخذت۔ یعنی جو کچھ ہاتھ نے لیا ہے اس کا وہ ذمہ دار ہے اور اس کو واپس کرنا چاہیے اور اگر تین پانچ کریگا اور میرا گدھا مجھے نہ دیگا تو میں ہوں اور تو ہے۔ اور قاضی شرع کا گھر خادم نے کہا کہ میرا کیا قصور ہے۔ صوفیوں نے مجھ پر ہلہ کیا میں مغلوب اور نیم جان تھا۔ اس لئے میں ان کی مزاحمت و مدافعت نہ کر سکا۔ ذرا تو خیال کر کہ تو اوجھری' کلیجی ملبوں کے درمیان میں ڈالتا ہے پھر اسے ڈھونڈتا ہے نیز سو بھوکوں کے درمیان ایک روٹی رکھتا ہے اور سو کتوں کے آگے ایک کمزور بلی کو چھوڑتا ہے پھر ایسی صورت میں رو روٹی اور بلی بچ سکتی ہے۔ یعنی اتنے قزاقوں کی اندر گدھے کو مجھ بے چارہ کے سپرد کر کے پھر مجھ سے مطالبہ کرتا ہے۔ تیری عقل کہاں ہے اس پر صوفی نے کہا کہ اچھا میں نے مانا کہ انہوں نے تجھ سے جبراً چھین لیا اور تو ان کی مزاحمت نہ کر سکتا تھا اور ان کم بختوں نے مجھ غریب کی جان لینے کی ٹھان لی لیکن یہ کون سی بات تھی کہ تو مجھ تک نہ آئے اور آ کر یہ نہ کہے کہ یہ لوگ تیرا گدھا لئے جاتے ہیں تاکہ جو گدھا لے گیا ہے میں اس کو اس سے واپس لے لوں یہ بھی نہ ہو تو میں ان سے تھوڑا تھوڑا سا روپیہ وصول کر کے اپنے گدھے کی قیمت پوری کر لوں جب وہ موجود تھے تو سو تدبیریں ہو سکتی تھیں۔ اب کوئی کہیں چلا گیا کوئی کہیں کوئی کہیں۔ اب میں کسے پکڑوں اور کسے قاضی کے پاس لے جاؤں۔ یہ مصیبت مجھ پر محض تیری وجہ سے پڑی ہے۔ ارے کمبخت تیرے لئے کون سی وجہ تھی کہ تو نہ آ دے اور آ کر نہ کہہ دے کہ اس قسم کا خوفناک ظلم پیش آیا ہے اگر کچھ تدارک ہو سکے تو کر لے۔ خادم نے کہا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں چند مرتبہ آیا۔ کہ آپ کو ان کاموں سے مطلع کر دوں لیکن میں جب آیا تو یہی دیکھا کہ آپ سب لوگوں سے زیادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ذوق وشوق کے ساتھ فرما رہے ہیں خرفت اے پسر۔ خرفت اے پسر۔ لہٰذا میں سمجھ کر لوٹ جاتا تھا کہ آپ کو خود اطلاع ہے اور چونکہ آپ عارف اور صاحب دل ہیں اس لئے قضاء الٰہی پر صابروشاکر ہیں۔ صوفی نے کہا کہ مجھے بالکل بھی اطلاع نہ تھی اور خررفت خررفت جو کہتا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ سب لوگ مزہ میں کہہ رہے تھے۔ مجھے بھی اس کا کہنا پرلطف معلوم ہوا اس لئے میں بھی کہنے لگا۔ اس بیجا تقلید پر خدا کی دو سو لعنتیں ہوں مجھے اس نے تباہ کیا۔ پھر تقلید بھی کن کی ان نااہلوں کی جنہوں نے روٹی کے لئے آبرو کھودی۔ بس بات یہ تھی کہ اس نااہل جماعت کے ذوق کا عکس مجھ پر پڑتا تھا اور میرا دل اس عکس سے مزے لے رہا تھا۔ اس لئے میں بھی ان کا ہم نوا ہوں اور گدھا کھو بیٹھا (ف جاننا چاہیے کہ تقلید دو قسم کی ہے۔ اول مفید یہ تو تقلید محققین بغرض تحقیق ہے۔ دوم مضروہ تقلید ناقصین۔ وتحقیق ارباب کمال التحصیل حطام الدنیا ہے والاول اضرمن الثانی وتفاوت مراتب الضرر فیہ بحسب تفاوت مراتب النقصان والاغراض التی یقلد لاجلہا) اس بیان سے چونکہ تقلید کی مذمت ظاہر ہوئی تھی جس سے غلط فہمی کا اندیشہ تھا کہ کوئی مطلق تقلید کو برا نہ سمجھ لے اس لئے آگے تقلید مفید کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں

شرح شبّیری

عکس چنداں باید از یاران خوش	کہ شوی از بحر بے عکس آب کش
اچھے دوستوں کا عکس اس قدر درکار ہے	کہ تو بے عکس سمندر سے سیراب ہو

عکس چنداں الخ۔ یعنی یاران خوش (اہل طریقت) کا عکس اس قدر ضروری ہے کہ دریا سے بے عکس کے پانی لینے لگو۔ مطلب یہ کہ مرید کو شیخ کی اس وقت تک ضرورت ہے جب تک واصل الی الحق نہ ہو جائے۔ اور جب واصل ہو جاتا ہے اور اس کو تعلق مع اللہ پیدا ہو جاتا ہے پھر ان پیر صاحب کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ وہ خود ہی فیوض وبرکات کو حاصل کرنے لگتا ہے۔ اور شیخ کی ایک مثال حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز فرمایا کرتے تھے کہ شیخ کی ایسی مثال ہے جیسے کہ مشاطہ ہوتی ہے کہ درمیان میں پیغام دینے والی اور سبب وصل دولہا دلہن تو یہی ہوئی ہے اور سارا اسی کا طفیل ہے۔ مگر جس وقت وہ خاص وقت وصل آتا ہے تو پھر درمیان میں وہ مشاطہ صاحب بھی نہیں رہتیں اور ان کا گزر بھی وہاں تک نہیں ہوتا۔ بلکہ بس وہاں تو ایک دولہا ہے اور دوسری دلہن ہے۔ ؎ شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری۔ غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری + بس اس طرح شیخ کی حاجت بھی جب ہی تک ہے جب تک کہ مرید کو حضوری حاصل نہیں ہوتی اور یہ حاصل ہوگئی تو پھر تو مرید خود اقتباس معانی کرتا ہے اور بعض مرتبہ وہ فیوض وبرکات حاصل ہوتے ہیں اور اس مرتبہ کو پہنچ جاتا ہے کہ وہاں شیخ کی بھی رسائی نہیں لیکن اس پر اترادے نہیں کہ ہم شیخ سے بڑھ گئے ہیں اور اگرچہ اس حالت میں شیخ کی ضرورت فی الواقع تو نہیں ہوتی لیکن اس شخص کو چاہیے کہ اپنے کو شیخ سے ہرگز ہرگز مستغنی نہ سمجھے۔ اس لئے کہ جو کچھ بھی یہ مزا اور لطف

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے سارا اسی کی بدولت اور اسی کے طفیل میں ہے۔ تو اس سے مستغنی ہو جانا اور علیحدہ ہو جانا بہت بڑی ناشکری ہے اور مصداق ہے من لکم یشکر الناس لم یشکر اللہ کا پس مرید تو اپنے کو ہرگز ہرگز مستغنی نہ سمجھے ہاں واقع میں وہ مستغنی ہو جاتا ہے اور اب اس کو شیخ کی ضرورت حصول مقصد کے درجہ میں نہیں رہتی۔ اور پھر شیخ محض واسطہ فی العروض رہ جاتا ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ جس وقت تک خود محقق نہ ہو اس وقت تک تو شیخ کی تقلید ضروری ہے اور جب محقق ہو جائے تو پھر تقلید کی ضرورت نہیں اور اجتہاد فقہ میں تو منقطع ہو گیا اور اب کسی کو جائز نہیں کہ فقہ میں اجتہاد سے کام لے لیکن طریقت میں اب بھی اجتہاد کر سکتا ہے اور یہ وہ طریق ہے کہ جس میں ہر مقلد محقق اور ہر مبتدی منتہی اور غیر مجتہد مجتہد بن سکتا ہے۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ

عکس کاول زدتو آں تقلید داں	چوں پیاپے شد بود تحقیق آں
شروع میں جو عکس پڑے تو اس کو تقلید سمجھ	جب پے در پے ہو تو وہ تحقیق ہو گی

عکس کاول الخ۔ یعنی اولاً جو عکس (تمہارے قلب پر اہل اللہ کا) پڑا ہے اس کو تو تقلید جانو۔ (کہ محض عکس ہی عکس ہے ذرا الگ ہو گئے اور غائب ہو جائے گا) اور جب (یہ عکس) پے در پے پڑتا رہے تو یہی تحقیق ہو جاتی ہے پس جب تک تحقیق حاصل نہ ہو یاران طریقت سے قطع مت کرو (اور ان سے علیحدہ مت ہو) اور جس وقت تک قطرہ موتی نہ ہو جائے اس کو سیپی سے علیحدہ مت کرو۔ مطلب یہ کہ اولاً جو تمہارے قلب پر احوال وواردات طاری ہوئے ہیں ان کو تو بالکل بے حقیقت اور ناپائیدار سمجھو اس لئے کہ صرف عکس ہی عکس ہے ہاں اگر کام میں لگے رہو گے اور یہ عکس تمہارے قلب پر اس طرح سایہ افگن رہے گا تو ایک دن وہ ہو گا کہ تم خود محقق ہو جاؤ گے اور پھر تم کو اس تقلید کی ضرورت نہ رہے گی اور اپنی ایسی مثال سمجھو کہ جیسے قطرۂ آب صدف میں آ کر ٹھہرا تو جب تک وہ پوری طرح موتی نہ بن جائے اس سے پہلے اگر وہ اترائے گا اور یہ سمجھے گا کہ بس میں تو کامل موتی ہو گیا اور اس خیال سے جھٹک کر سیپی سے علیحدہ ہو جائے گا تو آخر یہ نتیجہ ہو گا کہ سمندر میں مل جاوے گا اور کسی کو خبر بھی نہ ہو گی کہ یہ قطرہ ہے جو کہ موتی ہونیوالا تھا اور اگر اس طرح صدف میں رہے گا تو ایک دن وہ ہو گا کہ غواص اس کو نکال کر لا دیگا اور لاکھوں خریدار عالم میں ان کے ہو جائیں گے۔ اور ہر شخص اس کے دیدار کا مشتاق ہو جائے گا لہٰذا جب تک تم خود محقق نہ ہو جاؤ اور اس قابل نہ ہو جاؤ کہ اپنے پاؤں پر خود کھڑے ہو تو ہرگز ہرگز شیخ سے قطع مت کرو ورنہ سمجھ لو کہ جیسے تھے ویسے ہی رہ جاؤ گے سو اگر چہ تم شیخ سے کمالات میں بڑھ بھی جاؤ مگر پھر بھی اسی کا طفیل سمجھو اور اس کے ہمیشہ مشکور رہو تاکہ اس کی برکت سے تم کو اور برکات حاصل ہوں اور مراتب ترقی پر ہوں اور اتباع شیخ میں ترک اخلاق ذمیمہ جزو اعظم ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

تم غلطی میں نہ پڑنا اور مطلق عکس اور مطلق تقلید کو مذموم نہ سمجھنا بلکہ کاملین کے عکس اور تقلید کی تو ضرورت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے لیکن صرف اسی قدر کہ اس سے حق سبحانہ سے بدون عکس اور تقلید کے فیض حاصل کرنے کے قابل ہو جائے اور جب اس قابل ہو گیا پھر عکس اور تقلید کوئی چیز نہیں (ف حضرت اقدس مجدد الملت والدین نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ شیخ کو ایسا سمجھو جیسے مشاطہ کو طالب و مطلوب کے درمیان واسطہ اور ہر ممکن تدبیر سے طالب کو مطلوب تک پہنچانے والی وہی ہوتی ہے لیکن عین وصال اور خلوت راز میں صرف طالب و مطلوب ہی ہوتے ہیں اور مشاطہ کو کچھ تعلق خلوت سے نہیں ہوتا۔ یوں ہی شیخ طالب کو حق سبحانہ تک پہنچاتا ہے اور بعد وصول اس کے اور حق سبحانہ کے درمیان محض بلا واسطہ تعلق ہوتا ہے اور شیخ کو ان معاملات اور راز و نیاز میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ یہ قصہ بیان کر کے فرمایا کہ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ حاجی صاحب قدس سرہ کی تعلیم و تربیت اغراض سے کس قدر دور تھی۔ اور ان کو اس وصف میں انبیاء سے کس قدر تشابہ تھا کیونکہ جو لوگ غرض رکھتے ہیں وہ کبھی ایسی بات نہیں کہتے۔ جس سے لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جس میں پیر صاحب کی حاجت نہیں ہوتی۔ اس سلسلہ میں حضرت ممدوح نے ایک اور واقعہ بیان فرمایا جس سے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی کمال بے غرضی اور شفقت بر طالبین ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ حضرت اقدس سرہ اپنے مستفیدین سے فرماتے کہ میری بیعت کا اصل مقصود وصول الی الحق ہے۔ پس اگر تمہارا یہ مقصد کہیں اور یہاں سے زیادہ حاصل ہو تو میری طرف سے بخوشی اجازت ہے کہ شوق سے وہاں مستفید ہو۔ ایک صاحب نے اس واقعہ سے کمال بے غرضی اور شفقت کے علاوہ ایک اور لطیف بات نکالی ہے وہ یہ کہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں جو کھرا مال مل سکتا ہے دوسری جگہ نہیں مل سکتا کیونکہ ایسی بات وہی کہہ سکتا ہے جسکو اعتماد ہو کہ اس سے اچھا مال اور کہیں نہیں مل سکتا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جب ابتداء ابتداء میں تجھ پر شیخ کے حال کا عکس پڑے تو تو اس کو تقلید سمجھ اور جب لگاتار ہوتا رہتا ہے تو آخر میں وہی تحقیق بن جاتا ہے۔ وہ عکس جب تک تحقیق نہ بن جائے اس وقت تک مشائخ سے مستغنی نہیں ہو سکتا اس لئے ان سے تعلق استفادہ قطع مت کر اور جب تک تیرا قطرہ یعنی عکس تقلیدی جو کہ تحقیق بننے کی صلاحیت رکھتا ہے موتی یعنی تحقیق نہ ہو جائے اس وقت تک اپنے شیخ سے جو کہ سیپ کی طرح مربی ہے علاقہ منقطع نہ کر ورنہ صفت نقصان سے نجات نہیں پا سکتا کیونکہ اگر قطرۂ ابر نیسان آغوش صدف سے چھٹک کر الگ ہو جائے تو ہرگز موتی نہیں بن سکتا۔ ف حضرت قدس مدظلہ العالی نے اس مقام پر بھی ایک مزید افادہ فرمایا تھا اس کو بھی اس جگہ درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا کہ شیخ وصول الی المطلوب کے لئے بمنزلہ واسطہ فی العروض کے ہوتا ہے اور مرید اور شیخ کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے کشتی اور مسافر کہ چلتی کشتی ہے اور مسافر کی منزل بھی قطع ہوتی ہے لیکن وہ مسافر خود نہیں چلتا بلکہ کشتی اسے لئے جا رہی ہے۔ ایسی حالت میں اگر مسافر یہ سمجھ کر میں چلتا ہوں کشتی چھوڑ دے تو نتیجہ ہلاکت ہوگا۔ یوں ہی خود مرید نہیں چلتا۔ بلکہ شیخ اسے کھینچے لئے جا رہا ہے۔ پس اگر مرید یہ سمجھ کر میں خود قطع منازل کر رہا ہوں شیخ کو چھوڑ دے۔ فذلک ھو الخسران المبین (اللھم

www.besturdubooks.wordpress.com

احفظنا) یہ حالت تو اس وقت تک ہوتی ہے جب تک کہ طالب درجہ تحقیق تک ہیں پہنچتا اور جبکہ درجہ تحقیق کو پہنچ جاتا ہے تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ کبھی تو شیخ خود بھی محقق ہوتا ہے اور مرید سے اس کا مرتبہ تحقیق زیادہ ہوتا ہے اور کبھی مرید سے پیچھے رہ جاتا ہے۔ پہلی صورت میں شیخ واسطہ فی الثبوت کے مثل ہوتا ہے کیونکہ جو کچھ مرید کو ترقی ہوتی ہے وہ گو اپنی ہی رفتار سے ہوتی ہے مگر شیخ کی بدولت اور چونکہ شیخ خود بھی اس نوع ترقی کے ساتھ موصوف ہوتا ہے جس کے ساتھ مرید متصف ہے گو اس فرد خاص کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کو واسطہ فی الثبوت سے مشابہ کہنا زیادہ مناسب ہے اور دوسری صورت میں چونکہ شیخ خود ترقی نہیں کرتا جو مرید کو ہو رہی ہے اور مرید ترقی کر رہا ہے جو کہ اسی شیخ کی بدولت ہے اس لئے اس صورت میں شیخ کو واسطہ فی الثبوت کی قسم ثانی سے تشبیہ دینا زیادہ مناسب ہے جس کو واسطہ فی الاثبات بھی کہا جاتا ہے جیسے صباغ وثوب کہ صباغ کپڑا کو رنگ دیتا ہے مگر خود نہیں رنگا جاتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک مرغی کے تلے بطخ کے انڈے رکھ دیئے جائیں اور مرغی ان سے بچے نکالے۔ تو وہ بچے تو دریا میں تیریں گے اور مرغی کھڑی دیکھے گی حالانکہ ان کا تیرنا بلکہ انکا وجود خود اسی مرغی کی بدولت ہے۔ اب مرید کے اپنے شیخ سے بڑھ جانے کا استبعاد مندفع ہو گیا لیکن ایسی حالت میں مرید کو چاہیے کہ شیخ کی وہی عظمت و وقعت دل میں رکھے اور مغرور نہ ہو جائے کیونکہ یہ سب کچھ اسی کا طفیل اور اسی کی برکت ہے۔

شرح شبیری

تا نشد تحقیق از یاراں مبر	از صدف مگسل نگشتہ قطرہ در
جب تک تحقیق (کا درجہ حاصل) نہ ہو دوستوں سے نہ کٹ	جب تک قطرہ موتی نہ بنے سیپ سے جدا نہ ہو
صاف خواہی چشم عقل و سمع را	بردراں تو پردہائے طمع را
اگر تو عقل کی آنکھ اور کان کو صاف رکھنا چاہتا ہے	تو لالچ کے پردوں کو چاک کر دے

صاف خواہی چشم الخ۔ یعنی اگر چشم عقل اور سمع عقل کی صفائی چاہتے ہو تو طمع کے پردوں کو پھاڑ ڈالو اور طمع کو ترک کر دو اس لئے کہ یہ ایسی شے ہے کہ نہ حق کو سننے دیتی ہے اور نہ دیکھنے دیتی ہے اور جب یہ ایسی بلا ہے تو اس طریق میں تو مانع اشد اور حاجب ہو گی لہٰذا اس کو ترک کر دو اور پھر دیکھو کہ کس طرح انوار کی بارش ہوتی ہے۔

آگے پھر اس صوفی کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

زانکہ آں تقلید صوفی از طمع	عقل او بر بست از نور و لمع
اس لئے کہ لالچ کی وجہ سے اس صوفی کی تقلید نے	اس کی عقل کو نور اور چمک سے روک دیا

زانکہ آں تقلید الخ۔ یعنی (دیکھو کہ) طمع نے اُس صوفی کی عقل کو اُس نور درخشاں سے بند کر دیا حقیقت کے علم سے مانع ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ صوفی را طمع بردش ز راہ	ماند در خسران و شد کارش تباہ
کیونکہ صوفی کو لالچ نے گمراہ کیا	ٹوٹے میں پڑا اور اس کا کام برباد ہو گیا

صوفی کو طمع راستہ سے علیحدہ لے گئی۔ (اور طریق حق سے اس کو منصرف کر دیا) تو خسران میں رہ گیا اور اس کا کام تباہ ہو گیا۔ آگے اس طمع کو بتاتے ہیں کہ وہ طمع صوفی کس شے کی تھی فرماتے ہیں کہ

طمع لوت و طمع آں ذوق سماع	مانع آمد عقل او را ز اطلاع
مزیدار کھانے کا لالچ اور سماع کے ذوق کا لالچ	اس کی عقل کے لئے خبر ہونے سے مانع بن گیا

طمع لوت الخ۔ یعنی ان لذیذ کھانوں کی طمع اور اس ذوق وسماع کی طمع اس کی عقل کو اطلاع (حقیقت) سے مانع ہو گئی اور بوجہ لاعلمی کے حقیقت سے نقصان اٹھایا۔ آگے ایک نظیر بتاتے ہیں کہ

گر طمع در آئینہ برخاستے	در نفاق آں آئینہ چوں ماستے
لالچ اگر آئینہ میں پیدا ہو جائے	نفاق میں وہ آئینہ بھی ہم جیسا ہو جائے

گر طمع در آئینہ الخ۔ یعنی اگر آئینہ میں بھی طمع ہوتی تو آئینہ بھی نفاق میں ہمارا ہی جیسا ہوتا۔ مطلب یہ کہ آئینہ جو بدصورت کو بدصورت اور خوبصورت کو خوبصورت ظاہر کر دیتا ہے اور کسی سے چاپلوسی کی وجہ سے غیر واقعی امر کو ظاہر نہیں کرتا کہ خوشامد کے مارے بدصورت کو خوبصورت ظاہر کرتا۔ یہ بوجہ بے طمع ہونے کے ہی ہے آگے ایک اور نظیر فرماتے ہیں کہ

گر ترازو را طمع بودے بمال	راست کے گفتے ترازو وصف حال
اگر ترازو کو مال کا لالچ ہوتا	(تو) ترازو سچی حالت کب بتاتی؟

گر ترازو را طمع الخ۔ یعنی اگر ترازو کو مال میں طمع ہوتی تو وہ ہر چیز کی حالت کو ٹھیک ٹھیک کب کہہ سکتی تھی بلکہ طمع کی وجہ سے کم کو درست اور زیادہ کو کم بتلایا کرتی تاکہ اس کو بھی کچھ ملے۔ تو یہ ساری راست گوئی اسی وجہ سے ہے کہ نہ آئینہ کو طمع ہے اور نہ ترازو کو آگے ایک تیسری نظیر فرماتے ہیں کہ

گفت گیرم از طمع قاروں شوی	آخر الامر اندریں ہاموں شوی
(ترازو نے) کہا میں مانتی ہوں لالچ سے تو قارون بن جائیگا	انجام کار اسی جنگل (قبرستان) میں پہنچے گا
ہر نبی می گفت با قوم از صفا	من نخواہم مزد پیغام از شما
ہر نبی اپنی قوم سے اخلاص سے کہتا تھا	میں تم سے پیغام (بری) کی مزدوری نہیں چاہتا ہوں

ہر نبی می گفت الخ۔ یعنی ہر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم سے فرماتے تھے کہ میں تم سے اپنے اس پیام رسانی کی مزدوری نہیں چاہتا جیسا کہ قرآن شریف میں بھی ہے کہ یا قوم لا اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین کہ اے قوم میں تم سے کوئی اجرت اس کام پر نہیں طلب کرتا بلکہ میری اجرت تو

www.besturdubooks.wordpress.com

حق تعالیٰ کے پاس ہے۔ وہی عنایت فرمادیں گے تو دیکھ تو کہ چونکہ ان حضرات کو مزدوری وغیرہ کی طمع نہ تھی۔ حق کو حق اور باطل کو باطل دکھاتے تھے کسی کی خوشامد اور چاپلوسی نہ تھی۔

من دلیلم حق شمارا مشتری	داد حق. دلالیم ہر دو سری
میں راہ نما ہوں اور تمہارا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے	اللہ (تعالیٰ) نے مجھے دونوں طرف کی دلالی دیدی ہے

من دلیلم الخ۔ یعنی (ہر نبی فرماتے تھے کہ) میں دلال ہوں اور حق تعالیٰ تمہارے خریدار ہیں (جیسا کہ ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم سے معلوم ہوتا ہے اور دلال بائع و مشتری دونوں سے اپنی مزدوری لیتا ہے تا کہ دونوں جیسی کہے مگر) مجھے حق تعالیٰ ہی نے دونوں طرف کی مزدوری عنایت فرمادی ہے مجھے اب تم سے لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہست مزد کار مر دلال را	مزد باید داد تا گوید سزا
ہر دلال کی اجرت ہوتی ہے	اجرت دے دینی چاہئے تاکہ وہ ٹھیک بات کہے

ہست مزد کار الخ۔ یعنی دلال کے کام کی مزدوری ضرور ہوا کرتی ہے اور اس کو مزدوری دینی چاہیے تا کہ ٹھیک اور سزاوار بات ہے۔

چیست مزد کار من دیدار یار	گرچہ خود بوبکر بخشد چل ہزار
میرے کام کی اجرت کیا ہے؟ یار کا دیدار	اگرچہ ابوبکرؓ خود چالیس ہزار دے دیں

چیست مزد کار الخ۔ یعنی (وہ فرماتے ہیں کہ) ہمارے کام کی مزدوری تو دیدار حق سبحانہ تعالیٰ ہے اگرچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ (خود سعادت حاصل کرنے کو) چالیس ہزار (دینار) بخشیں مگر ہم کو ان کی ضرورت نہیں ہے یعنی بس حق کے دیدار کے سامنے ہم کو اور کچھ نہیں چاہیئے۔

چل ہزار او نباشد مزد من	کے بود شبہ شبہ در عدن
ان کے چالیس ہزار میری مزدوری نہیں ہو سکتے	پوتھ عدن کے موتی کی طرح کب ہوتا ہے؟

چل ہزار او الخ۔ یعنی (نبی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ) وہ ان کے چالیس ہزار میری مزدوری کہاں ہو سکتے ہیں اس لئے کہ دُرعدم کے مشابہ پوتھ کہاں ہو سکتی ہیں۔ شبہ بکسر الشین مشابہ و شبہ بفتحتین پوتھ مطلب یہ کہ چالیس ہزار دینار وغیرہ اس دیدار یار کے مثل لو اس کے مشابہ کب ہو سکتا ہے۔ تو جب ہم کو دیدار یار میسر ہے تو پھر ان چالیس ہزار یا پچاس لاکھ کی کیا پرواہ ہے۔ اور یہ اس دولت کے برابر کب ہو سکتے ہیں اور چالیس ہزار کہنا باعتبار بیان زیادت کے ہے۔ کہ خواہ کتنا ہی خرچ کریں عدد مراد نہیں ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اچھا خوب خیال کر کے اور توجہ سے ایک حکایت سن تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ ایک جگہ طمع کان کے لئے ڈاٹ بن گئی اور اس سے تو نتیجہ نکال لے کہ طمع کان کی ڈاٹ ہو جاتی ہے اور کچھ یہ بھی نہیں کہ طمع کان ہی کو بند کرتی ہے بلکہ زبان کو بھی بند کرتی ہے کہ صاحب طمع صاف اور سچی بات نہیں کہہ سکتا اس لئے مثل ہکلے کے ہو جاتا ہے اور اسکا اثر کان اور زبان ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ چشم دل پر بھی پڑتا ہے کہ طمع سے چشم بصیرت اندھی ہو جاتی ہے اور بالکل لهم قلوب لايفقهون بهاولهم اعين لايبصرون بهاولهم آذان لايسمعون بهااولئك كالانعام بل هم اضل کا مصداق ہو جاتا ہے اس کی آنکھ کے سامنے ہمیشہ جاہ وزر کی صورت خیالیہ رہ کر اس کو ہمیشہ یوں پریشان رکھتی ہے جس طرح آنکھ کے اندر بال اور یہ طمع سب لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ بجز اس مست کے جو شراب محبت حق سے لبالب ہو اسکی تو یہ مثال ہوتی ہے کہ اگر تم اس سے بہت سے خزانے بھی دیدو تب بھی آزاد رہے اور سب پر لات مار کر الگ کھڑا ہو جائے کیوں نہ ہو بات یہ ہے کہ جو قدار حق سبحانہ سے بہرہ یاب ہو اس کی نظر میں دنیا مردار کے مانند مکروہ ومبغوض ہوگئی مگر تم کو یہ شبہ نہ کرنا چاہیے کہ صوفیوں کی یہ حالت ہے تو پھر وہ صوفی کیونکر طمع میں گرفتار ہو گیا۔ کیونکہ وہ حقیقی صوفی نہ تھا بلکہ مستی سے دور تھا اور شراب محبت حق اسنے نہیں پی تھی اس لئے لامحالہ وہ حرص سے بے نور تھا جو حرص سے مدہوش ہوتا ہے وہ سو حکایتیں سنتا ہے مگر اس کے گوش حرص میں ایک نکتہ بھی نہیں پہنچتا۔ اچھا اب وہ حکایت سن جسکا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

شرح شبّیری

یک حکایت گویمت بشنو بہوش	تا بدانی کیں طمع شد بند گوش
میں تجھے ایک قصہ سناتا ہوں ہوش سے سن لے	تاکہ تو سمجھ جائے کہ یہ لالچ کان کی ڈاٹ ہے

یک حکایت الخ۔ یعنی (مولانا فرماتے ہیں کہ) میں تم سے ایک حکایت کہتا ہوں ذرا ہوش سے سننا تا کہ تم جان لو کہ طمع بند گوش وہ جاتی ہے اور جہاں طمع ہوتی ہے وہاں حق کو انسان سن ہی نہیں سکتا۔

ہر کرا باشد طمع الکن شود	باطمع کے چشم دل روشن شود
جس میں لالچ ہوتا ہے وہ گونگا ہو جاتا ہے	لالچ کے ہوتے ہوئے دل کی آنکھ کب روشن ہوتی ہے

ہر کرا باشد الخ۔ یعنی جس کو طمع ہو وہ گنگ ہو جاتا ہے (اس لئے کہ جس سے طمع ہے اس کو کوئی حق بات نہیں کہہ سکتا) اور طمع کے ساتھ دل کی آنکھ کب روشن ہو سکتی ہے یعنی حقیقت بینی میسر نہیں ہو سکتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش چشم او خیال جاہ و زر	ہمچناں باشد کہ موی اندر بصر
اس کی آنکھ کے سامنے رہے اور مال کا خیال	ایسا ہوتا ہے کہ جیسا کہ آنکھ میں بال

پیش چشم الخ۔ یعنی اس (طامع) کی آنکھ کے سامنے جاہ وزر کا خیال ایسا (حاجب) ہوتا ہے کہ جس طرح آنکھ میں بال کہ وہ بھی آنکھ کو دیکھنے سے مانع ہوتا ہے اس طرح یہ بھی آنکھ کو حقیقت بینی سے مانع اور حاجب ہوتا ہے۔

جز مگر مستے کہ از حق پر بود	گرچہ بدہی گنجہا او حر بود
ہاں سوائے اس مست کے کہ جو حق سے بھرا ہو	اگرچہ تو اس کو خزانے بخش دے وہ آزاد ہوتا ہے

جز مگر مستے الخ۔ یعنی سوائے اس مست کے کہ نور حق سے پر وہ (کہ اس کو طمع نہیں ہوتی اس لئے کہ وہاں اس کی جگہ ہی نہیں) اور اگرچہ تم اس کو خزانے کے خزانے دو مگر وہ ان سب سے آزاد ہوگا۔

ہر کہ از دیدار برخور دار شد	ایں جہاں در چشم او مردار شد
جو دیدار (خداوندی) سے بہرہ ور ہوگیا	یہ دنیا اس کی نظر میں مردار ہوگئی

ہر کہ از دیدار الخ۔ یعنی جو شخص کہ دیدار حق سے مشرف ہوگیا تو اسکی نگاہ میں تو یہ جہان (مثل) مردار کے ہو گیا۔ آگے پھر اس صوفی کی حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ

لیک آں صوفی زمستی دور بود	لاجرم از حرص خود بے نور بود
لیکن وہ صوفی مستی سے دور تھا	لامحالہ اپنے لالچ کی وجہ سے بے نور تھا

لیک آں صوفی الخ۔ یعنی (جو شخص کہ اہل بصیرت ہوگا وہ تو اس دنیا کی طرف ہرگز توجہ نہ کرے گا) لیکن وہ صوفی مستی (حقیقی اور اصلی) سے دور تھا۔ لہٰذا وہ حرص کی وجہ سے بے نور تھا اور اس کو نور معرفت حاصل نہ تھی لہٰذا طمع نے اس کو خراب کیا۔

صد حکایت بشنود مدہوش حرص	در نیاید نکتۂ در گوش حرص
حرص سے مدہوش سو قصے سنتا ہے	(لیکن) حرص کے کان میں ایک نکتہ بھی نہیں آتا ہے

صد حکایت بشنود الخ۔ یعنی جو شخص کہ حرص میں مدہوش ہوتا ہے وہ سینکڑوں حکایتیں سنتا ہے مگر اس کے کان میں جو کہ حرص سے بھرا ہوا ہوتا ہے ایک بات بھی نہیں آتی۔ اور حرص کی وجہ سے بالکل کورد ہو جاتا ہے جیسا کہ حکایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔

شرح شبّیری

تعریف کردن منادیان قاضی مفلس را گرد شہر

قاضی کے اعلانچیوں کی شہر کے چاروں طرف ایک مفلس کی تشہیر کرنا

بود شخصے مفلسے بے خان و ماں	ماند در زندان و بند بے اماں
ایک شخص مفلس اور خانہ خراب تھا	جو قید خانہ اور بے اماں قید میں تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

بود شخصے مفلسے الخ۔ یعنی ایک شخص مفلس بے اہل وعیال کے تھا اور وہ قید بے امان میں وہ گیا تھا یعنی کسی وجہ سے یہ مفلس صاحب قید ہو گئے تھے۔

لقمۂ زندانیاں خوردے گزاف	بردل خلق از طمع چوں کوہ قاف
خوانخواہ قیدیوں کا کھانا کھا جاتا	لالچ کی وجہ سے وہ لوگوں کے دلوں پر کوہ قاف کی طرح (بھاری) تھا

لقمہ زندانیاں الخ۔ یعنی قیدیوں کا کھانا بے ہودگی کی وجہ سے کھا جاتا تھا اور حرص کی وجہ سے تمام مخلوق پر کوہ قاف کی طرح گراں تھا۔

زہرہ نے کس را کہ او لقمہ خورد	زانکہ آں لقمہ ربا چابک برد
کسی کا پتہ نہ تھا کہ وہ لقمہ کھائے	کیونکہ وہ لقمہ اچک لینے والا فوراً (اڑا) لے جائے گا

زہرہ نے کس را الخ۔ یعنی کسی کو اتنی طاقت نہ تھی کہ ایک لقمہ روٹی کا کھا لے اس لئے کہ وہ لقمہ لینے والا جلدی سے لے جاتا ہے اور صیغۂ حال سے استحضار ماضی کے واسطے تعبیر کیا گویا کہ اب لے جا رہا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہر کہ دور از رحمت رحماں بود	او گدا چشم ست گر سلطاں بود
جو رحمان کی رحمت سے دور ہو	اگرچہ وہ بادشاہ ہو اس کی آنکھ بھکاری کی ہے

ہر کہ دور از دعوت الخ۔ یعنی جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی دعوت سے دور ہو (کہ اس کو توکل نصیب نہ ہو) تو وہ فقیر جیسی آنکھ والا ہوتا ہے اگرچہ بادشاہ ہی ہو اس لئے کہ جس طرح فقیر حریص ہوتا ہے ویسا ہی وہ بھی حریص ہوتا ہے تو اس کا ظاہری جاہ ومال کسی کام نہ آیا۔ جب تک کہ غناء باطن حاصل نہ ہو۔ آگے پھر اسی مفلس کی حالت کو فرماتے ہیں کہ

مر مروت را نہادہ زیر پا	گشت زنداں دوزخے زاں ناں ربا
اس نے مروت کو پامال کر رکھا تھا	اس روٹی اچکنے سے قید خانہ دوزخ بن گیا تھا

مر مروت رانہادہ الخ۔ یعنی اس مفلس نے مروت کو تو پاؤں تلے رکھ لیا تھا (اور بے حیائی پر کمر باندھ رکھی تھی) تو اس روٹی اور اچکنے والے کی وجہ سے یہ زندان دوزخ ہو گیا تھا یعنی ایک تو فی نفسہ قید خانہ مصیبت کی جگہ ہے اور پھر اگر اس میں علاوہ اس مصیبت کے اور مصائب بھی ہوں تو پھر بہت ہی مصیبت کا مقام ہو جاتا ہے اور کسی حالت میں چین مل ہی نہیں سکتا بس یہی حالت دنیا کی ہے جس کو خود مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

یعنی ایک شخص مفلس اور خانماں برباد ایک جیل خانہ اور بے امان قید خانہ میں رہتا تھا اس کی حالت یہ تھی کہ بے محابا قیدیوں کی روٹیاں کھاتا اس لئے وہ اپنی طمع کے سبب مخلوق کے دل پر کوہ قاف کے مانند گراں تھا۔ کسی کو

www.besturdubooks.wordpress.com

اتنی طاقت نہ تھی کہ روٹی کا ایک ٹکڑہ کھائے کیونکہ وہ روٹی چھیننے والا فوراً اڑا لے جاتا تھا۔ بات یہ ہے کہ جو شخص دعوت خداوندی سے دور اور غذائے روحانی سے محروم ہے وہ دنیاوی حیثیت سے گو بادشاہ ہو مگر گدا چشم اور حریص و طماع ہے۔ غرض اس شخص نے انسانیت کو پامال کر دیا تھا اور جیل خانہ اس کی وجہ سے دوزخ ہو گیا تھا۔

شرح شبیری

زاں طرف ہم پیشت آید کوفتے	گر گریزی بر امید راحتے
اس طرف سے بھی تیرے سامنے کوئی مصیبت آئے گی۔	اگر تو راحت کی تمنا میں بھاگے گا

گر گریزی الخ۔ یعنی اگر تم کسی راحت کی امید پر کسی مصیبت سے بھاگو تو اس طرف سے بھی تمہارے آگے ایک نئی آفت اور مصیبت آئے گی۔ مقصود یہ کہ دنیا کی بھی یہی حالت ہے کہ اول تو خود زندان ہے ہی کہ الدنیا سجن المومن فرمایا گیا ہے لیکن پھر اس پر طرہ یہ کہ طرح طرح کی مصیبت اور کاہشوں کا سامنا رہتا ہے اور کسی حالت میں بھی چین اور قرار نہیں۔

جز بخلوت گاہ حق آرام نیست	ہیچ کنجے بے ددو بے دام نیست
حق کی خلوت گاہ کے سوا کہیں راحت نہیں ہے	کوئی گوشہ درندے اور چرندے کے بغیر نہیں ہے

ہیچ کنجے الخ۔ یعنی کوئی کونہ اس دنیا کا بے درندے اور چرندے کے نہیں ہے اور سوائے حق تعالیٰ کی خلوت گاہ کے کہیں بھی آرام نہیں ہے اس لئے کہ یہ امر مشاہد اور ظاہر ہے کہ دنیا میں پھنس کر انسان کبھی راحت سے نہیں گزار سکتا بلکہ ہمیشہ پریشانیوں میں مبتلا رہتا ہے۔ ہاں جو لوگ کہ متوجہ الی الحق ہیں اور واصل بحق ہیں وہ بیشک آرام سے ہوتے ہیں اور انکو ہرگز پریشانی نہیں ہوتی۔ ہاں رنج طبعی اور غم ضرور ہوتا ہے۔ مگر اضطراب اور پریشانی کہ مصیبت کے وقت یوں سوچیں کہ اب کیا ہوگا اور اس کا کیا تدارک ہوگا۔ یہ نہیں ہوتی مثلاً دو شخص ہیں ایک وہ جو کہ خدا کا نام لینے والا ہے اور دوسرا دنیادار ہے۔ اور دونوں کے بیٹے مثلاً مریض ہیں تو رنج تو دونوں کو ہوگا مگر دونوں کے رنج میں یہ فرق ہوگا کہ جو خدا کا نام لینے والا ہے اس کو یوں پریشانی نہ ہوگی کہ اگر یہ مرجائے تو کیا ہوگا اور میری زندگی کس طرح بسر ہوگی الی غیر ذالک بلکہ اس کو صرف رنج طبعی ہوگا جو کہ طبیعت انسانی کا مقتضا ہے جیسا کہ خود حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوا کہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے انتقال پر فرماتے ہیں کہ انا بفراقک یا ابراھیم لمحزنون کہ اے ابراہیم ہم تمہارے فراق کی وجہ سے غمگین ہیں۔ تو جب غم طبعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوا تو آج کون ہے جو یہ دعویٰ کرے کہ ہمیں رنج ہی نہیں ہوتا۔ ہاں وہ شخص کہ جس کے قلب سے حق تعالیٰ نے رحم اور محبت کا مادہ ہی نکال دیا ہو وہ اس سے مستثنیٰ ہے لیکن جو شخص کہ فطرت سلیمہ پر ہو اور خدا کا نام لینے والا ہو تو اس کو ان حوادثات زمانہ سے ہرگز ہرگز پریشانی نہ ہوگی بلکہ اس کی نظر ہر وقت حق تعالیٰ پر

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے گی اور یہ سمجھے گا کہ جو ہوگا ادھر ہی سے ہوگا پھر کیا غم ہے لہٰذا اس کا قلب بشاش ہوگا۔ دوسرا شخص جو کہ دنیا دار اور غافل عن الحق ہے اس کی نظر چونکہ سوائے اسباب کے دوسری ایسی شئے پر جو کہ اس کو اطمینان اور صبر دلانے والی ہو نہیں ہے اس لئے اس کو بھی اضطراب ہوگا کہ اگر اس دوا سے شفایاب نہ ہوا تو دوسری کرنی چاہیے اور اگر اس سے بھی نہ ہوا تو تیسری۔ غرض کہ کہیں چین نہیں اور اگر کہیں اسی میں وہ صاجزادے صاحب بھی مرگئے تو پھر ان کی پریشانی کا پوچھنا ہی نہیں پھر تو یہ سوچا جاتا ہے کہ اگر فلاں حکیم کا علاج ہوتا تو ضرور اچھا ہوجاتا اگر فلاں دوا کی جاتی تو شفایاب ہوجاتا پس اسی حسرت میں اور پریشانی میں رہتا ہے۔ اب معلوم ہوگیا کہ غم اور شے ہے اور وہ ایک امر طبعی ہے جو کہ مذموم بھی نہیں اور پریشانی اور شے ہے جو کہ مذموم ہے اور خدا کا نام لینے سے یہ پریشانی نہیں ہوتی۔ آگے پھر اس دنیا کی مذمت فرماتے ہیں کہ

گنج زندان جہان ناگزیر	نیست بے پامزد وبے دق الحصیر
دنیا کے جبری قید خانہ کا گوشہ	محنت اور بھاگ دوڑ سے خالی نہیں ہے

گنج زندان الخ۔ یعنی اس جہان ناگزیر کے زندان کا کونہ بغیر مصیبت کے اور بے دق الحصیر کے نہیں ہے۔ دق الحصیر بوریا توڑنا تو چونکہ زیادہ کام کرے گا اسی کے بیٹھنے سے بوریا ٹوٹے گا اس لئے دق الحصیر محاورہ ہوگیا ہے مشکل کام کرنے سے مطلب یہ کہ دنیا میں اگر ایک کونہ بھی اختیار کرو اور بظاہر خلق سے علیحدگی بھی ہو مگر جب قلب میں دنیا ہے تو پھر بھی مصیبت ہی ہے۔

واللہ ار سوراخ موشے در روی	مبتلائے گربہ چنگالے شوی
خدا کی قسم اگر تو کسی چوہے کے سوراخ میں جائے گا	کسی بلی کے پنجے میں پھنسے گا

واللہ ار سوراخ الخ۔ یعنی خدا کی قسم اگر کسی چوہے کے سوراخ میں بھی تو چلا جائے تو بھی کسی بلی کے چنگل میں مبتلا ہوجائیگا۔ مطلب یہ کہ اگرچہ کتنا ہی جا کر کہیں چھپو مگر دنیا میں مصیبتیں اور بلائیں ہر جگہ موجود ہیں اگر کسی ایسی جگہ جا کر رہو کہ جہاں کوئی شئے موذی نہ وہ لیکن انسان کے اندر خیال ایک ایسی شے ہے کہ ہر جگہ موجود ہے۔ جیسے کہ ایک ذاکر شاغل شخص تھے وہ کہتے تھے کہ میں تمام کاموں سے فارغ ہوکر ذکر میں مشغول ہوتا ہوں تاکہ کوئی وسوسہ وغیرہ نہ آئے مگر جب ذکر کرنے بیٹھتا ہوں تو یہ خیال ہوتا ہے کہ ندی پر ایک درخت اس قسم کا کھڑا ہے۔ سو اسکا کیا علاج تو اگرچہ یہ ان کو مضر نہ تھا مگر ایک پریشان کن بات تو تھی لہٰذا اگر انسان دنیا میں کہیں چھپ کر رہے بھی اور کوئی شے موذی وہاں نہ ہو تو ایک خیال ایسی شے ہے کہ ہر جگہ پریشان کرنے کو موجود ہے۔ پس مولانا آگے خیال ہی کو بتاتے ہیں کہ

آدمی را فربہی ہست از خیال	گر خیالاتش بود صاحب جمال
خیالات کی وجہ سے آدمی کی فربہی ہے	اگر اس کے تصورات حسین ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

آدمی را الخ ـ یعنی اگر انسان کے خیالات صاحب جمال اور اچھے ہوتے ہیں تو اس کو فربہی حاصل ہوتی ہے اور خوب موٹا ہو جاتا ہے

ور خیالاتش نماید ناخوشے	می گدازد ہمچو موم آتشے
اگر اس کے خیالات ناخوشگواری ظاہر کریں	آگ (پر) کے موم کی طرح پگھل جائے گا

ور خیالاتش نماید الخ ـ یعنی اور اگر اس کے خیالات اس کو کوئی ناخوش بات دکھاتے ہیں تو موم کی طرح آگ سے پگھلتا ہے یعنی ان ہی خیالات میں گھلنے لگتا ہے تو دیکھو کہ خیال جو کہ ظاہر میں بالکل لاشئے ہے اور کہیں محسوس بھی نہیں مگر پھر بھی اگر اچھا ہے تو انسان کو موٹا تازہ کر دیتا ہے اور اگر خراب ہے تو اس کو گھلا دیتا ہے اور دبلا اور لاغر کر دیتا ہے اور خیالات خوش ایسی شے ہے کہ

درمیان مار وش کژدم گر ترا	با خیالات خوشاں دارد خدا
اگر تجھے سانپ اور بچھوؤں کے درمیان	عمدہ تصورات کے ساتھ خدا رکھے

درمیان مار و کژدم الخ ـ یعنی اگر خداوند تعالیٰ تم کو عمدہ خیالات کے ساتھ سانپ اور بچھوؤں میں بھی رکھے تو وہ سانپ بچھو بھی تمہارے مونس ہو جائیں اور تمہارے سے یہ خیالات تانبے کے لئے کیمیا ہو جائیں ـ مطلب یہ کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے خیال میں رکھ کر ظاہر مصائب میں مبتلا کر دے تو وہ بھی مونس اور گوارا ہو جاتے ہیں اس لئے کہ یہ شخص تو اپنے خیال میں مست ہوتا ہے اس کو یہ مصائب ظاہری معلوم بھی نہیں ہوتے ـ جیسا کہ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ ہر کجا دلبر بود خرم نشین + جنت است آن ار بود و قعر زمین + اور یہ امر مشاہد ہے کہ جب کوئی اچھا خیال غالب ہوتا ہے تو پھر انسان کو مصائب ظاہری اور یہ ظاہر کی کلفتیں معلوم نہیں ہوتیں ـ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہوا ہے تو یہ سارا دھندا کہ ایک بات سے آدمی موٹا ہوتا ہے اور ایک سے گھلتا ہے اور ایک جگہ مصائب میں رہ کر بھی خوش ہے اور دوسری جگہ ظاہری نعماء میں بھی مصیبت میں ہے ـ سب خیال کیوجہ سے ہوتا ہے ورنہ یہ تو کوئی شئے بھی نہیں ـ

مار و کژدم مر ترا مونس شود	کاں خیالت کیمیائے مس شود
سانپ بچھو تیرے غم خوار ہو جائیں گے	کیونکہ تیرے وہ خیالات تانبے کے لئے کیمیا ہو جائیں گے
صبر شیریں از خیال خوش شدست	کاں خیالات فرح پیش آمدست
اچھے خیال سے صبر شیریں بنا ہے	کیونکہ وہ خوشی کے خیالات پیش آئے ہیں

صبر شیریں الخ ـ یعنی صبر جیسی چیز بھی جو شیریں اور خوشگوار ہے تو وہ بھی خیالات خوش کی وجہ سے ہے کہ وہ فرح اور تازگی سامنے آئی ہے اس لئے کہ جب انسان یہ سمجھ لیتا ہے کہ صبر کرنے کا حکم خدا تعالیٰ کا ہے تو بس اس خیال کی وجہ سے وہ صبر خوشگوار ہو جاتا ہے ورنہ صبر تو بہت ہی مشکل شے ہے آگے مولانا خود اس فرح کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

17

آں فرح آید ز ایماں در ضمیر	ضعف ایماں نا امیدی و زحیر
دل میں خوشی ایمان سے آتی ہے	ایمان کی کمزوری ناامیدی اور ناخوشی ہے

آن فرح آید الخ۔ یعنی وہ فرح اور تازگی ایمان کی وجہ سے دل میں آتی ہے اور ضعف ایمان ہی ناامیدی اور مشقت ہے۔ یہاں سبب کا اطلاق مسبب پر مبالغہ کر دیا ہے اس لئے ناامیدی اور زحیر کا سبب ضعف ایمان ہے نہ کہ ضعف ایمان خود ناامیدی اور زحیر ہے۔ بس مطلب یہ ہوا کہ یہ جو فرح ہے یہ بھی ایمان کی وجہ سے دل میں آتی ہے اور یہ خود ایک خیال ہے اور جب ضعف ایمان ہوتا ہے اور اس خیال میں کمزوری پیدا ہوتی ہے تو پھر وہی حالت ناامیدی اور مشقت کا سبب بن جاتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

صبر از ایماں بیابد سر کلہ	حیث لاصبر فلا ایمان لہ
صبر نے ایمان کا تاج پہنا ہے	جس کو صبر (نصیب) نہیں اس کا ایمان نہیں ہے

صبر از ایمان الخ۔ یعنی صبر ایمان کی وجہ سے امتیاز پاتا ہے اور جہاں صبر نہیں ہے وہاں ایمان بھی نہیں ہے اس لئے حدیث شریف میں آیا ہے کہ الصبر شطر الایمان (اوکما قال) یعنی صبر ایمان کا نصف حصہ ہے تو پھر اگر کسی شے کا نصف حصہ مفقود ہو تو وہ شے تو معدوم ہی کہلائے گی اس لئے کہ کل تو ایک جزو کے مفقود ہونے سے ہی کل نہیں رہتا چہ جائیکہ کل کا نصف مفقود ہو تو پھر بطریق اولیٰ وہ شے مفقود ہوگی اسی بنا پر یہ فرمادیا کہ جہاں صبر نہیں وہاں ایمان بھی نہیں۔

گفت پیغمبر خداش ایمان نداد	ہر کرا صبرے نباشد در نہاد
پیغمبر (ﷺ) نے فرمایا خدا نے اس کو ایمان عطا نہیں کیا ہے	جس کی فطرت میں صبر (کرنا) نہ ہو

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا نے اس کو ایمان عطا نہیں فرمایا جس کی طبیعت میں کہ صبر نہیں ہے یہ روایت بالمعنی ہے اور توجیہ اس کی شعر بالا میں مذکور ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح مبیبی

رسمی جیل خانہ کا حال تو سن چکے۔ اب حقیقی جیل خانہ کا حال سناتے ہیں۔ پس سنو کہ گوشہ قید خانہ دنیا تکلیف و زحمت اور مشقت و رنج سے خالی نہیں۔ بنا اگر تو چوہے کے سوراخ میں بھی چلا جائے تو وہاں بھی تو بلی کے پنجے میں گرفتار ہوگا یعنی اگر تو تنہائی میں بھی رہے گا تب بھی تکالیف سے نجات نہ پائے گا اگر کوئی اور موذی سے نہ ہوگی تو کم از کم خیال ہی ہوگا جو پریشان کرے گا۔ اب ذرا خیال کی تاثیرات بھی سن لے۔ اگر آدمی کے خیالات اچھے ہوں خواہ واقع میں یا خیالی طور پر تو آدمی کو ان سے فربہی حاصل ہوتی ہے اور اس کے خیالات اس کو ناگوار واقعہ دکھلاتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں تو یوں گھلنے لگتا ہے جیسے آگ سے موم اگر خدا تجھے سانپ بچھو موذی چیزوں کے درمیان رکھے لیکن تیرے خیالات کو (اچھا رکھے تو وہ سانپ بچھو تیرے مونس ہو جائیں گے اور تجھے ان سے کوئی پریشانی نہ ہو گی کیونکہ وہ تیرا خیال تانبے کو کندن کر دینے والا اور موذی کو مونس بنا دینے والا ہے۔ عمدہ ہی خیال کی بدولت۔ صبر با ایں ہمہ تلخی ونا گواری شیریں اور گوارا ہو جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ واقعی فرح اور تازگی سامنے ہوتی ہے یعنی صبر سے حصول فرح وتازگی کی امید ہوتی ہے۔ اس فرح کے دل میں آنے کا اصل منشاء ایمان ہوتا ہے کیونکہ ایمان نام ہے تصدیق کا پس جب ان مواعید کی تصدیق ہو گی جو صبر کرنیوالوں کے لئے کئے گئے ہیں اور مانع مرتفع ہو گا تو امید ہو گی اور امید سے فرح خواہ مخواہ ہو گی اور جب تصدیق ہی نہ ہو گی یا ہو گی مگر عوارض کے سبب مذہول عنہ ہو گی تو فرح کہاں پس جبکہ ایمان منشاء ہے امید کا اور امید منشاء ہے فرح کا تو نا امیدی دلیل ہو گی ضعف ایمان کی اور موجب ہو گی رنج وتکلیف کے لئے اسی واسطے صبر کو ایمان کہہ کر شرف بخشا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے **الصبر نصف الایمان**۔ پس جب صبر نہیں تو ایمان بھی نہیں۔ **لانعدام الکل بانعدان الجزء** پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس کی سرشت میں صبر نہیں اس کو خدا نے کامل ایمان نہیں دیا۔

شرح شبیری

آں یکے در چشم تو باشد چو مار	ہم وے اندر چشم آں دیگر نگار
ایک شخص تیری نظر میں سانپ ہوتا ہے	وہی دوسرے کی نظر میں محبوب ہوتا ہے

آں یکے در چشم الخ۔ یعنی وہ ایک شخص ہوتا ہے کہ تمہاری آنکھ میں تو وہ سانپ معلوم ہوتا ہے اور وہی شخص دوسرے کی نگاہ میں نگار۔ اور اچھا معلوم ہوتا ہے تو یہ فرق صرف خیال ہی کا تو ہے۔ آگے اس اختلاف کی وجہ بتاتے ہیں کہ

زانکہ در چشمت خیال کفر اوست	واں خیال مومنی در چشم دوست
اس لئے کہ تیری نظر میں اس کے کفر کا خیال ہے	دوست کی نگاہ میں اس کے مومن ہونے کا خیال ہے

زانکہ در چشمت الخ۔ یعنی یہ اس لئے کہ تمہاری نگاہ میں تو اس کے کفر کا خیال ہے (یعنی اس ایک ہی شخص میں جو برائیاں ہیں تمہاری نگاہ تو ان پر پڑ رہی ہے) اور دوست کی نگاہ میں اس کی مسلمانی کا خیال ہے (یعنی وہ باتیں ہیں جو کہ اس میں بھلی ہیں) پس دیکھ لو کہ ایک ہی شخص کے لئے بوجہ اختلاف خیال دو شخصوں کے الگ الگ احکام جاری ہوتے ہیں۔

کاندریں یک شخص فعلے ہر دو ہست	گاہ ماہی باشد او گاہ شست
ایک شخص میں دونوں کے کارنامے ہیں	کبھی وہ مچھلی ہوتا ہے کبھی مچھلی پکڑنے کا کانٹا

www.besturdubooks.wordpress.com

کاندرین یک شخص الخ۔ یعنی کہ اس ایک ہی شخص کے اندر دونوں باتیں ہیں کبھی بھلی معلوم ہوتا ہے (جو کہ مقصود اور عمدہ ہوتی ہے) اور کبھی زشت معلوم ہوتا ہے جو کہ مقصود نہیں ہے مطلب یہ کہ کبھی اس کی صفات حمیدہ پر نظر ہوتی ہے تو اچھا معلوم ہوتا ہے اور کبھی اس کے افعال ذمیمہ پر نظر ہوتی ہے تو برا معلوم ہوتا ہے۔ یہ سارا تفاوت خیال ہی کا ہے۔

نیم او مومن بود نیمیش گبر	نیم او حرص آوری نیمیش صبر
اس کا نصف مومن ہوتا ہے نصف کافر	اس کا نصف حرص پسندی نصف صبر ہوتا ہے

نیم او مومن الخ۔ یعنی نصف اس کا مومن ہوتا ہے اور نصف گبر ہوتا ہے اور نصف حرص سے پر ہوتا ہے اور نصف صبر ہوتا ہے مطلب یہ کہ ایک ہی شخص میں دونوں باتیں ہوتی ہیں کبھی کسی کو مومن معلوم ہوتا ہے اور کسی کو کافر اور کسی کو صابر معلوم ہوتا ہے اور کسی کو حریص۔ یہ ساری باتیں خیالی ہی ہیں۔ آگے مولانا اس کی تائید میں آیت وھو الذی خلقکم فمنکم کافر و منکم مومن کی تفسیر فرماتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

گفت یزدانت فمنکم مؤمن	باز منکم کافر گبر کہن
تیرے خدا نے فرمایا ہے بس تم میں سے مومن ہیں	پھر (فرمایا) تم میں سے کافر ہیں پرانے کافر

گفت یزدانت الخ۔ یعنی (دیکھو) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بعض تم میں سے مومن ہیں اور بعض کافر پرانے گبر ہیں۔ اصل معنی آیت تو یہ ہیں کہ تمہارے مجموعہ میں سے بعض افراد مومن ہیں اور بعض افراد کافر ہیں لیکن یہاں مقصود مولانا کا یہ ہے کہ یہ امر تو ثابت ہے کہ حالات اور خیالات کے اختلافات سے تفاوت ہوتا ہے اور اسی بنا پر اس آیت کے بھی ایک یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ ہر ہر فرد میں بعض مومن ہے اور بعض کافر ہے پس یہاں یہ نہ کہا جائے کہ مولانا تفسیر بالرائے کرتے ہیں اس لئے کہ مقصود مولانا کا یہ نہیں کہ اگر اس آیت کی یہ تفسیر ثابت نہ ہو تو پھر یہ مضمون بھی ثابت نہ ہو بلکہ مقصود یہ ہے کہ یہ بات تو ایک مستقل دلیل سے ثابت ہے اب اسکی بنا پر اس آیت کی یہ تفسیر بھی ہو سکتی ہے اور حدیث میں جو آیا ہے کہ قرآن شریف کی آیات کی تفسیر میں ایک تو معنی ظاہر ہیں اور ایک ان کا بطن ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ وہ بطن سے یہ صوفیہ کے نکات ہوتے ہیں اس لئے کہ صوفیہ جو نکات بیان کرتے ہیں وہ تو مدلول الفاظ ہی نہیں ہوئے بلکہ معنی حدیث کے یہ ہیں کہ ظہر اور بطن دونوں مدلول لفظ ہوتے ہیں مگر اس سے ایک تو معنی ظاہری الفاظ سے سمجھ میں آتے ہیں اور دوسرے اس سے غور کرنے سے نکلتے ہیں جیسے کہ مثلاً قرآن شریف میں ان صحابہ کی نسبت جو کہ دراصل مالدار تھے مگر مسلمان ہونے کی وجہ سے ان کے مال پر قبضہ کفار کا ہو گیا تھا حق تعالیٰ نے للفقراء فرمایا تو اس سے ظاہر میں لوگ تو صرف یہ سمجھے کہ صدقات فقراء کے لئے ہیں۔ جن کے پاس مال نہ ہو۔ اس کے بعد فقہاء نے اس میں اور غور کیا اور اس سے یہ نکالا کہ جب یہ لوگ مالدار تھے اور پھر بھی انکو فقراء کہا گیا تو معلوم ہوا کہ اگر کسی مسلمان کے مال پر کافر کا قبضہ ہو جائے تو وہ کافر اسکا مالک ہو جاتا ہے ورنہ اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ مالک نہ ہوتے تو وہ چیزیں ان کے ملک میں داخل رہتیں اور یہ فقراء نہ ہوتے لہٰذا ایک معنی اسی آیت کے یہ بھی ہیں جس کو کہ فقہاء کہتے ہیں کہ اشارۃ النص سے نکلتے ہیں اور یہ دونوں مدلول آیت ہیں مگر بہ نسبت پہلے معنی کے اس کو بطن کہا جائے گا اور ان کو ظہر کہا جائے گا۔ اب اگر ان دونوں کے علاوہ کوئی اور تیسرے معنی کوئی نبی یا مثلاً اور کوئی نکالے اور وہ بھی مدلول الفاظ قرآن ہوں تو اس کے بہ نسبت یہ دونوں ظہر ہوں گے اور وہ بطن ہوں گے پس معلوم ہوا کہ حدیث میں جو ظہر اور بطن آیا ہے اس سے یہی مراد ہے کہ دونوں معنی مدلول لفظ ہوں خواہ تو بدلالتہ النص یا باشارۃ النص یا کسی طرح اور جو معنی مدلول لفظ نہ ہوں وہ نہ بطن میں داخل ہوں گے نہ ظہر میں۔ بس صوفیہ کے جو نکات ہوتے ہیں وہ نہ بطن ہوتے ہیں اور نہ ظہر بلکہ وہ اس معنی کر ہوتے ہیں کہ مدلول لفظ تو وہ بھی ہے مگر یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں جیسے کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے اذھب الی فرعون انه طغٰی تو اس کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اے شخص تو اپنی روح کو نفس کی طرف متوجہ کر اور اسکی اصلاح کر اس لئے کہ اس نے سرکشی کی ہے حالانکہ اصل میں معنی یہ ہیں کہ اے موسیٰ فرعون کے پاس جایئے اس لئے کہ اس نے بہت سرکشی کی ہے تو اب صوفیہ یہ نہیں کہتے کہ جو معنی ہم نے بیان کیے وہی ہیں جس سے کہ تفسیر بالرائے کا الزام ان پر عائد ہو بلکہ وہ ان معنی اصل کو مان کر یوں کہتے ہیں کہ ایک معنی یہ بھی ممکن ہیں کہ موسیٰ سے مراد روح ہو جو کہ لطافت اور پاکیزگی میں موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے اور فرعون سے مراد نفس ہو جو کہ ناپاکی اور سرکشی میں فرعون کی طرح ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حق تعالیٰ نے بنی نضیر کا قصہ بیان فرما کر یوں فرمایا ہے کہ فاعتبروا یا اولی الابصار تو اس سے یہی مراد ہے کہ اول بنی نضیر کی حالت کو دیکھو اور اگر دونوں کو مطابق پاؤ تب تو تم بھی اپنے اوپر اس عذاب کو وارد سمجھو اور اس سے خوف کرو اور عبرت حاصل کرو۔ پس اس طرح صوفیہ بھی کہتے ہیں کہ تم بھی اپنی حالت کو دیکھو اور فرعون کی حالت کو دیکھو پس اگر دونوں مطابق ہوں تو جو اس پر عذاب نازل ہوا ہے اس سے ڈر کر اصلاح کر لو۔ بس معلوم ہو گیا ظہر معنی اور بطن معنی سے اور مراد ہے اور صوفیہ جو تفسیر کرتے ہیں وہ نہ ظہر ہوتے ہیں نہ بطن بلکہ نکات کے طور پر ایک امر زائد کو جو قرآن سے مفہوم ہوتا ہے بیان فرماتے ہیں جس میں کہ کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ فافہم فانہ غریب جداً (واللہ در القائل) آگے پھر اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

ہمچو گاوے نیمۂ جلدش سیاہ	نیمۂ دیگر سپید و ہمچو ماہ
اس بیل کی طرح جس کی آدھی کھال کالی ہے	اور دوسری آدھی چاند کی طرح سفید ہے

ہمچو گاوے نیمۂ الخ۔ یعنی (ایک ہی شخص میں دو حالتیں معلوم ہونے کی ایسی مثال ہے) جیسے ایک بیل ہے کہ آدھی کھال تو اس کی کالی ہے اور آدھی دوسری وہ چاند کی طرح سفید ہے۔

ہر کہ ایں نیمہ بہ بیند رد کند	ہر کہ آں نیمہ بہ بیند کد کند
جو اس آدھے کو دیکھتا ہے اس کو رد کر دیتا ہے	جو اس آدھے کو دیکھتا ہے خریداری کی کوشش کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ ایں نیمہ الخ۔ یعنی جو شخص اس آدھے (سیاہ) کو دیکھتا ہے تو رد کرتا ہے اور جو کوئی اس نصف (سفید) کو دیکھتا ہے تو (اس کے حاصل کرنے کی) کوشش کرتا ہے اس طرح ایک ہی شخص میں ایک شخص تو خوبی کو دیکھ رہا ہے وہ تو اس کو مقبول بارگاہ جانتا ہے اور دوسرا اسکی برائی پر نظر کر رہا ہے تو وہ اس کو مردود جانتا ہے۔ یہ بھی سب خیال ہی کے کرشمے ہیں۔

از جمال یوسفؑ اخواں بس نفور	لیک اندر دیدۂ یعقوبؑ نور
یوسف (علیہ السلام) کے حسن سے بھائی سخت متنفر	لیکن وہ یعقوب (علیہ السلام) کے نور چشم تھے

از جمال یوسف الخ۔ یعنی (دیکھو) یوسف علیہ السلام کے (کہ ایک ہی شخص ہیں) جمال سے (انکے) بھائی تو متنفر (اور ان کے دشمن) تھے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھ کا نور تھا۔ اس کی وجہ آگے مولانا خود فرماتے ہیں کہ

از خیال بد مرا و راز زشت دید	چشم فرع و چشم اصلی ناپدید
(بھائیوں نے) برے خیال کی وجہ سے ان کو بدشکل دیکھا	(ان کی) فروعی آنکھ تھی اور اصل آنکھ ناپید تھی

از خیال بد نظر الخ۔ یعنی برے خیال کی وجہ سے چشم فرع ان کو برا بھلا دیکھ رہی تھی۔ اور چشم اصل ناپدید تھی۔ مطلب یہ کہ چونکہ اخوان یوسف علیہ السلام کے خیالات ان کی طرف سے خراب تھے۔ اس لئے اس چشم فرع سے ان کو زشت روہی دیکھ رہے تھے اور باوجود اس قدر حسن و جمال کے وہ انکے دشمن ہی تھی اور یہ اس لئے تھا کہ ان کی چشم اصلی ظاہر نہ تھی بلکہ وہ بند تھی آگے مولانا خود اس چشم ظاہر کو چشم فرع کہنے کی وجہ بتاتے ہیں کہ

چشم ظاہر سایۂ آں چشم داں	ہر کہ آں بیند بگردد ایں بداں
ظاہری آنکھ کو اس آنکھ کا پرتو سمجھ	جو وہ (دل کی آنکھ) دیکھے گی یہ اسی طرف گھوم جائے گی

چشم ظاہر الخ۔ یعنی چشم ظاہر کو اس چشم قلب کا سایہ سمجھو۔ تو جو کچھ وہ دیکھے گی یہ بھی ویسی ہی ہو جائے گی۔ مطلب یہ کہ اصل تو چشم قلب ہے۔ اگر وہ غلط بین ہے تب تو یہ چشم ظاہر بھی غلط بین ہی ہوگی۔ اور اگر وہ حقیقت بین ہوگی تو یہ بھی حقیقت بین ہی ہوگی۔ پس چونکہ جو اس کی حالت ہوتی ہے وہی اس کی ہوتی ہے اس لئے اس کو فرع اور اس کو اصل کہا اور چونکہ ان اخوان یوسف کی چشم قلب ہی کور تھی اس لئے ان کو وہ جمال یوسف بھی ان چشم ظاہری سے دکھائی نہ دیتا تھا۔

سایۂ اصل ست فرع اما کجا	سایہ با خورشید دارد پا بجا
فرع اصل کا سایہ ہے لیکن کہاں	ٹھہرتا ہے سایہ سورج کے سامنے؟

سایۂ اصل است الخ۔ یعنی فرع بھی یہ اصل کا سایہ ہے لیکن کہاں (یہ اور کہاں وہ) کیونکہ خورشید کے ساتھ سایہ کب اپنی جگہ پر رہ سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک تو چشم فرع ظاہر غلط بین ہوتی ہے اس کی اصل تو وہ چشم باطن

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے جو کہ غلط بین ہو۔ دوسرے یہ چشم باطن جو کہ غلط بین ہے فرع ہے اور اسکی اصل وہ چشم باطن ہے جو کہ حقیقت بین ہو پس فرماتے ہیں کہ اگرچہ چشم باطن غلط بین بھی چشم باطن حقیقت بین ہی کا سایہ ہے اور اسی کی فرع ہے مگر وہ کہاں اور وہ کہاں چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ پس اس چشم غلط بین کو بند کر دو اور چشم حقیقت بین کو کھولو تو تم کو حقیقت معلوم ہو۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

تو مکانی اصل تو در لامکاں	ایں دکاں بر بندو بکشا آں دکاں
تو مکانی ہے تیری اصل لا مکان میں ہے	یہ دکان بند کر دے وہ دکان کھول لے

تو مکانے الخ۔ یعنی تو تو مکانی ہے (اور مادی ہے) اور اصل تیری (یعنی روح) لامکان میں ہے (یعنی مجرد ہے) تو تو اس دکان کو (یعنی ان مادیات میں انہماک کو) بند کر اور وہ دکان کھول (یعنی عالم غیب کی طرف متوجہ ہو اور ان دنیا کے جھگڑوں میں پھنس کر حقیقت بینی سے محروم مت ہو۔ یہاں روح کو لامکانی فرمایا ہے جو کہ مجرد کے خواص سے ہے حالانکہ متکلمین روح کو مادی کہتے ہیں تو اصل یہ ہے کہ اس بارہ میں متکلمین کی رائے غلط ہے۔ اس لئے کہ وہ تجرد کو خواص باری تعالیٰ سے کہتے ہیں حالانکہ یہ محض دعوے ہے جس کی کوئی دلیل نہیں اور محض مصادرہ علی المطلوب ہے اس لئے کہ اول روح کا غیر مجرد مادی ہونا ثابت ہو اس وقت وہ خواص باری تعالیٰ سے ہوسکتا ہے اور جب یہ ہی نہیں تو پھر خواص میں سے کیسے ہو جائے گا۔ صوفیہ اور حکماء اسی کے قائل ہیں کہ روح مجرد ہے اور تجرد خواص باری تعالیٰ سے نہیں ہے۔ ہاں یہ حکماء کی گمراہی ہے کہ اس کو قدیم بالذات کہنے لگے۔ صوفیہ اس کو قدیم نہیں کہتے ہاں مجرد کہتے ہیں اور اس میں کوئی خرابی نہیں اور وہ روح جس کی بابت حدیث میں لفظ نسمہ کا آیا ہے اور جس کو کہ فرشتے حریر میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس سے روح طبی مراد ہے جس کو کہ جسم مثالی بھی کہتے ہیں جس کو اہل کشف نے لکھا ہے کہ روح بالکل انسان کی ہم شکل ہوتی ہے اور اسی کے مثل ہوتی ہے پس اس حدیث سے تجرد روح پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔ اب مقصود مولانا کا یہ ہے کہ بس سب طرف سے توجہ ہٹا کر ایک طرف یعنی اللہ کی طرف توجہ کر لو اسی کو صاف طور پر پھر فرماتے ہیں کہ

شش جہت مگریز زیرا در جہات	ششدرست و ششدرہ مات ست مات
چاروں طرف نہ بھاگ اس لئے کہ تمام جانبوں میں	پھنساؤ کی جگہ ہے اور پھنساؤ والے کے لئے ہار ہی ہار ہے

شش جہت الخ۔ یعنی ان شش جہات میں بھاگے مت پھرو۔ اس لئے کہ ان جہات میں تو ششدرہ جانا ہے اور جب ششدررہ میں آ گئے تو پھر مات ہی ہے۔ مطلب یہ کہ حق کو چھوڑ کر چاروں طرف مارے مارے مت پھرو۔ اس لئے کہ اس طرح تم ششدر ہو جاؤ گے اور حیران رہو گے۔ حاصل خاک بھی نہ ہوگا اس لئے کہ دیکھو جب مہرہ شطرنج ششدررہ میں (جو کہ شطرنج کے بیچ کے چار خانوں کو کہتے ہیں) پھنس جاتا ہے تو پھر مات ہو جانا لازمی امر ہے پس اگر تم ان شش جہات میں پھنس گئے تو تم بھی مات کھاؤ گے اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

این سخن را نیست حد زندانیاں	مضطر اند از دست آں خر قلتباں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے قیدی	اس دیوث گدھے سے پریشان ہیں

این سخن رانیست الخ۔ یعنی ان باتوں کی تو کہیں حد نہیں ہے۔ (یہ علوم و معانی تو کہیں بھی ختم نہیں ہو سکتی لہٰذا ان کو تو ابھی یہیں چھوڑ و اس لئے کہ) وہ قیدی لوگ اس گدھے کی وجہ سے بہت بے چین اور مضطر ہیں پس ان کو جلدی اس کے ہاتھ سے رہائی دلانا چاہیے۔ پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

خیالات جس طرح اپنے اثر کے لحاظ سے مختلف ہوتے ہیں یوں ہی اپنی ذات کے لحاظ سے بھی مختلف ہوتے ہیں کیونکہ ایک ہی شخص تیری نظر میں سانپ ہوتا ہے اور وہی دوسرے کی نظر میں معشوق اور تصویر کیونکہ تیری آنکھ کے سامنے تو اس کی کفر کی صورت ہے اور اس کے دوست کی نظر میں اس کی مومنی کی صورت کیونکہ اس کے اندر دونوں طرح کے فعل ہیں بعض ایسے جو کفار کے لئے مناسب ہیں اور بعض ایسے جو مومنین کو شایاں۔ پس تو پہلے قسم کے افعال پر نظر رکھتا ہے اور دوست دوسری قسم کے افعال پر۔ اس لئے کبھی وہ مچھلی کے مثل مرغوب ہوتا ہے اور کبھی کانٹے کی طرح مکروہ و ناپسندیدہ۔ نیز اس لئے وہ آدھا مومن ہے اور آدھا کافر۔ اور آدھا حریص بوجہ کفر کے اور آدھا سراپا صبر بوجہ ایمان کے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں فمنکم مومن ومنکم کافر۔ یعنی بعض حصہ تمہارا مومن ہے اور بعض کافر (یعنی ایک اعتبار سے یہ معنی بھی صحیح ہیں گو مراد حق سبحانہ یہ معنی نہیں) اس لئے ہر شخص کی ایسی مثال ہے جیسے ایک بیل جس کا آدھا جسم سیاہ ہو اور آدھا سفید چاند کی طرح کیونکہ اس میں سواد کفر بھی ہے اور نور ایمان بھی۔ پس جو شخص کالے حصہ کو دیکھتا اور جہت کفر کا لحاظ کرتا ہے وہ تو ناپسند کرتا ہے اور جو سفید حصہ کو دیکھتا اور نور ایمان کو پیش نظر رکھتا ہے وہ اس کے قبول میں سعی کرتا ہے چنانچہ دیکھ لو۔ یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے جمال سے نہایت متنفر تھے اور یعقوب علیہ السلام کی آنکھ میں اس کو دیکھنے سے روشنی بڑھتی تھی اس کی وجہ یہی تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نسبت ان کا خیال برا تھا۔ اس لئے نظر بھی ان کو بری ہی دیکھتی تھی لہٰذا یوں کہا جا سکتا ہے کہ نہ ان کی ظاہری آنکھیں تھیں جو کہ ایک درجہ میں فرع اور تابع ہیں چشم باطن کے اور نہ چشم باطن تھی جو کہ ایک حیثیت سے اصلی اور متبرع ہے کیونکہ آنکھ کا کام یہ ہے کہ وہ مبصر کو علی ما ھو علیہ بحسب قوۃ الابصار دکھاوے۔ اور جو آنکھ ایسا نہیں کر سکتی بلکہ مبصر کا جہل بڑھا کر جہل بسیط کو مرکب کر دیتی ہے اس کو معدوم کہنا زیبا ہے۔ چشم ظاہری کو ہم نے فرعی اور تابع اس لئے کہا کہ یہ آنکھ چشم باطن کے لئے بعض حیثیات سے بمنزلہ عکس کے ہے۔ پس چشم باطن جس چیز کو جیسا دیکھتی ہے چشم ظاہر بھی اسی کی طرف منقلب ہو جاتی ہے اور یہ بھی اس کو ویسا ہی دیکھتی ہے۔ گو فرع اصل کا عکس ہوتی ہے اس لئے اس کو اصل سے گونہ مشابہت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے لیکن پھر بھی دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ کجا اصل کجا فرع۔ بھلا کہیں سایہ خورشید کے مقابلہ کی تاب لاسکتا ہے۔ ہرگز نہیں پھر اصل کے سامنے جو بمنزلہ خورشید کے ہے فرع جو مثل سایہ کے ہے۔ کیا حقیقت رکھتی ہے۔ جب تجھے اصل فرع کا تفاوت معلوم ہوگی تو سن کہ تو ذی مکان ہے اور فرع ہے لامکان اور روح مجرد کی اور وہ لامکانی روح مجرد تیری اصل ہے تو دوکان فرع کو بند کر اور جسم کی خدمت وآرائش وغیرہ چھوڑ کر اس میں خسارہ ہے اور روح کی دکان کھول اور اس کو سجا کہ اس سے تم کو نہایت نفع ہوگا اور تو دولت عقبےٰ سے مالا مال ہو جائے گا اور تو چھ جہتوں یعنی عالم ناسوت کی طرف مت بھاگ اس لئے کہ چھ جہتوں میں ششدر (چھ در) ہیں اور ششدر میں جب بادشاہ پھنس جاتا ہے تو بس مات ہو جاتی ہے اور بازی ہر جاتی ہے۔ (ششدرہ بساط شطرنج وسطی چار خانوں کو کہتے ہیں جب باشاہ ان گھروں میں آجاتا ہے تو بات لازمی ہے۔ چنانچہ کوئی شاعر کہتا ہے۔ شاہ درچار خانہ می آید۔ لات از ہر بہانہ می آید) اس گفتگو کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔ قیدی لوگ اس بھڑوے گدھے کے ہاتھ سے پریشان ہیں اس سے ان کو نجات دلانا چاہیے۔

شرح شبّیری

شکایت کردن اہل زنداں پیش وکیل قاضی از دست آں مفلس

قیدیوں کا اس مفلس کی قاضی کے وکیل سے شکایت کرنا

باوکیل قاضی ادراک مند	اہل زنداں در شکایت آمدند
عقلمند قاضی کے وکیل سے	قیدی شکایت کرنے لگے

باوکیل قاضی الخ۔ یعنی قاضی عقلمند کے وکیل سے اہل زندان نے شکایت کی۔ وکیل قاضی سے مراد اسکا کوئی خادم وغیرہ جو اس کام پر مامور ہو مطلب یہ ہے کہ وکیل قاضی سے کل واقعہ کہا اور یہ کہا کہ

کہ سلام ما بقاضی برکنوں	بازگو آزار مازیں مرد دوں
کہ اب ہمارا سلام قاضی کو پہنچا	پھر اس کمینہ انسان سے جو تکلیف ہمیں پہنچ رہی ہے وہ بیان کرنا

کہ سلام مابقاضی الخ۔ یعنی (وہ لوگ کہنے لگے) کہ قاضی صاحب کے پاس ابھی سلام لے جا اور پھر اس کمینہ آدمی کے آزار دہی کو بیان کر کہ

کاندریں زنداں بماند او مستمر	یاوہ تاز و طبل خوارست و مضر
وہ ہمیشہ اس قید خانہ میں رہتا ہے	فضول گشت کرنے والا پرخور اور تکلیف دہ ہے

کاندرین زندان الخ۔ یعنی کہ اس قید خانہ میں وہ ایک مدت دراز سے رہا ہے اور بے ہودہ اور بے انتہا

www.besturdubooks.wordpress.com

کھانے والا ہے اور (سب کے لئے) مضر ہے اس لئے کہ اس سے زیادہ اور کیا اضرار ہوگا کہ سب کی روٹیاں کھا جاتا تھا آگے کہتے ہیں کہ

مرد زندانی نیا بد لقمہ	در بصد حیلت کشاید طعمہ
قیدی کو (اول تو) روٹی ملتی نہیں ہے	اگر سو تدبیروں سے وہ کھانا کھولتا ہے

مرد زندانی الخ۔ یعنی (اول تو) قیدی لوگ کھانا پاتے ہی نہیں اور اگر سو حیلوں سے کوئی لقمہ حاصل بھی کیا تو

درزماں پیش آید آں دوزخ گلو	حجتش اینکہ خدا گفتہ کلو
وہ جہنم (جیسے حلق والا فوراً آ جاتا ہے	اس کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ خدا نے فرمایا ہے کھاؤ

درزماں پیش آید الخ۔ یعنی فوراً وہ دوزخ جیسے گلو والا سامنے آتا ہے (اور سب کھا جاتا ہے اور اگر اس کو منع کیا جائے تو) اس کی دلیل یہ ہے کہ خدا نے کہا ہے کھاؤ۔ اور چونکہ کوئی قید نہیں لہٰذا جو سامنے آیا کھا لینا چاہئے۔

چوں مگس حاضر شود بر ہر طعام	از وقاحت بے صلاح و بے سلام
ہر کھانے پر مکھی کی طرح گرتا ہے	بے شرمی سے بغیر بلائے اور بغیر سلام کے

چوں مگس حاضر شود الخ۔ یعنی مکھی کی طرح ہر کھانے پر بے شرمی سے بغیر کسی صلاح کے اور بے سلام کے موجود ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جہاں کھانا سامنے آیا تو پھر نہ کسی سے پوچھتا ہے نہ کچھ بس فوراً موجود ہوتا ہے اور اڑا جاتا ہے۔ پیش

پیش او ہیچ ست لوت شصت کس	کر کند خود را اگر گوئیش بس
اس کے لئے ساٹھ آدمیوں کا کھانا کچھ بھی نہیں ہے	اگر اس کو بس کہو تو اپنے آپ کو بہرا بنا دیتا ہے

او ہیچ ست الخ۔ یعنی اس کے آگے ساٹھ آدمیوں کا کھانا بھی کچھ نہیں ہے اور اگر اس سے کہو کہ بس (اور مت کھا) تو بہرا ہو جاتا ہے جیسے ایسے سنتے ہی نہیں۔

زیں چنیں قحط سہ سالہ داد داد	ظل مولانا ابد پائندہ باد
اس تین سالہ قحط سے فریاد ہے فریاد ہے	جناب کا سایہ ہمیشہ قائم رہے

زاں چنیں قحط سالہ الخ۔ یعنی ایسے سہ سالہ قحط سے تو انصاف ہے انصاف۔ حضور کا سایہ ہمیشہ ابد تک رہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص قحط سہ سالہ ہو رہا ہے کہ سب چیزیں کھا جاتا ہے خدا کے لئے اس سے ہم کو بچایئے۔ اور ہم پر رحم فرمایئے حضور کی عمر دراز ہو اور ہم غریبوں پر حضور کا سایہ ہمیشہ رہے۔

گو زنداں تا رود ایں گاؤمیش	یا وظیفہ کن ز وقفے لقمہ ایش
حکم دیجئے کہ یہ بھینسا قید خانہ سے چلا جائے	یا اس کے کھانے کا کسی وقف سے وظیفہ مقرر کر دیجئے

گو زنداں الخ۔ یعنی (وہ قیدی) اس وکیل سے کہنے لگے کہ یہ عرض کرنا کہ (اس کو حکم دیجئے تا کہ بھینسا قید

خانہ سے چلا جائے اور اگر یہ حکم نہیں دیتے تو کہیں وقف وغیرہ سے اس کی روٹی مقرر کیجئے ورنہ ہم کو یہ کھا جائے گا۔

اے زتو خوش ہم ذکور وہم اناث	داد کن المستغاث المستغاث
اے وہ کہ تجھ سے سب مرد و زن راضی ہیں؟	انصاف کیجئے الدد الدد

اے زتو خوش الخ۔ یعنی (وہ قیدی کہتے ہیں کہ) اے قاضی جس سے کہ مرد وعورت سب خوش ہیں ذرا انصاف فرمایئے اور فریاد کو پہنچئے۔ کہ یہ تو کھائے جاتا ہے۔

شرح حبیبی

شکایت کردن اہل زندان نزد وکیل قاضی از دست آن مفلس

کسی روز قاضی کا ایک کارندہ جیل خانہ کے معائنہ کے لئے آیا۔ تو قیدیوں نے اس سے شکایت کی کہ اور کہا کہ قاضی صاحب سے ہمارا سلام عرض کر دیجئے اس کے بعد ہم کو جو اس کمینہ شخص سے تکلیف پہنچ رہی ہے وہ بیان کر دیجئے۔ کہ حضور والا یہ شخص عرصہ دراز سے جیل میں ہے اور نہایت بے ہودہ اور بے حد کھانے والا اور سخت ایذا دینے والا ہے۔ اگر کوئی قیدی سو تدبیروں اور نہایت مشقت سے بھی کھانا حاصل کرتا ہے تو اس کی بدولت اس کو ایک لقمہ بھی نصیب نہیں ہوتا فوراً یہ شخص جس کا حلق دوزخ کی طرح ھل من مزید پکارتا ہے کھانے آ بیٹھتا ہے۔ اگر کوئی منع کرتا ہے تو کہتا ہے کہ کھانا مباح ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کلوا واشربوا پس میں کیوں نہ کھاؤں۔ یہ شخص مکھی کی طرح کھانے پر آ موجود ہوتا ہے۔ نہ اسے سلام کی ضرورت ہے نہ اجازت کی اور کھانے کی یہ کیفیت ہے کہ ساٹھ آدمیوں کا کھانا بھی اس کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اگر کوئی کہے کہ بھائی بس کر تو بہرا بن جاتا ہے اور سنتا ہی نہیں اس میں سال کے قحط کی طرح بھوکا مارنے والے شخص سے ہماری دادرسی فرمائی جائے۔ خدا حضور کا سایہ ہمارے سر پر ہمیشہ ہمیشہ رکھے اور یہ بھی فرما دیجئے کہ یا تو اس بھینسے کو قید خانہ سے نکالئے یا وقف سے اسکا کھانا مقرر کر دیجئے۔ حضور کے عدل وانصاف سے سب مرد وزن خوش ہیں۔ ہمارا انصاف فرما دیجئے۔ ہم اس کے ظلم سے نہایت پریشان ہیں اور حضور سے فریاد کرتے ہیں۔

شرح شبّیری

سوئے قاضی شد وکیل با نمک	گفت با قاضی شکایت یک بیک
خوش مزاج وکیل قاضی کے پاس گیا	ایک ایک کر کے قاضی سے شکایتیں کر دیں

سوئے قاضی شد الخ۔ (یہ ساری باتیں سن کر) وہ وکیل ملیح قاضی کے پاس گیا اور ساری شکایت ایک ایک قاضی سے کہی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خوانداز زنداں ورا قاضی بہ پیش	پس تفحص کرد از اعیان خویش
قاضی نے اس کو قید خانہ سے (اپنے) سامنے بلایا	اور اپنے لوگوں سے تحقیق کی

خوانداورا قاضی۔یعنی (جب یہ ساری شکایت قاضی نے سنی تو) اس کو قید خانہ میں سے اپنے سامنے بلایا پھر اپنے لوگوں سے تجسس کیا کہ آیا یہ حقیقۃً مفلس ہی ہے یا کہ اس کے پاس مال ہے اور چھپاتا ہے اس لئے کہ مسئلہ تو یہ ہے کہ اگر کوئی قرض دار ہو اور جب اس پر نالش ہو تو وہ یہ عذر کرے کہ میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جو ادا کردوں اور جب تک حاکم کو اس کی پوری حالت معلوم نہ ہو جائے جب تک اگر اس کو قید کردے تو جائز ہے۔پس اگر اس کے پاس مال ہے اور چھپاتا ہے تو گھبرا کر دے دے گا اور اگر نہیں ہے تو اتنی مدت میں معلوم ہو جائے گا اور اس کے بعد اس کو چھوڑ دیا جائے گا پس اس طرح اس کو قاضی نے قید کر دیا تھا۔اب پھر لوگوں سے اس کی حالت کو دریافت کرنے لگا کہ آیا حقیقۃً مفلس ہی ہے یا مکار ہے اس پر سب نے اس کے افلاس ہی کو ظاہر کیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ بیشک مفلس ہی ہے۔

گشت ثابت پیش قاضی آں ہمہ	کہ نمودند از شکایت آں رمہ
وہ سب کچھ قاضی کے سامنے ثابت ہو گیا	جو شکایت میں اس جماعت نے ظاہر کیا تھا

گشت ثابت پیش الخ۔یعنی وہ باتیں جنکی کہ اس جماعت نے شکایت کی تھی قاضی کے سامنے سب ثابت ہو گئیں اور معلوم ہو گیا کہ یہ حضرت بالکل مفلس ہیں اور سب کو انہوں نے تنگ کر رکھا ہے تو انہوں نے یہ حکم دیا کہ

گفت قاضی خیز زیں زنداں برو	سوئے خانہ مردہ ریگ خویش شو
قاضی نے کہا اٹھ اس قید خانہ سے چلا جا	اپنے موروثی گھر کی جانب (روانہ) ہو

گفت قاضی خیز الخ۔یعنی قاضی نے (اس مفلس سے) کہا کہ اٹھ اور اس قید خانہ سے (نکل) جا اور اپنے میراثی گھر کی طرف جا مردہ ریگ کہتے ہیں شے حقیر کو اور میراثی شے کو۔مطلب یہ کہ یہاں سے جاؤ اور جہاں کہیں تمہارا ٹھکانا ہو رہو۔

گفت خان و مان من احسان تست	ہمچو کافر جنتم زندان تست
اس نے کہا میرا گھر بار تو تیرا احسان ہے	کافر کی طرح میری جنت تیرا قید خانہ ہے

گفت خان و مان الخ۔یعنی اس قیدی نے کہا کہ میرے اہل و عیال تو آپکا احسان ہے اور کافر کی طرح آپ کا قید خانہ میرے لئے جنت ہے مطلب یہ کہ وہ کہنے لگا کہ میں کہاں جاؤں کہیں گھر نہیں کچھ نہیں حضور کا کرم اور آپ کی مہربانی ہی میرا گھر اور اہل و عیال ہے اور مہربانی یہ ہے کہ مجھے یہیں رہنے دیجئے۔اس لئے کہ جس طرح یہ زندان دنیا کافر کی جنت ہے اور جب تک یہاں ہے آرام اور عیش میں ہے۔اور یہاں سے نکلتے ہی اس کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

مصیبت اور عذاب ہے اس طرح جب تک میں جناب کے قید خانہ میں ہوں کہ دو وقت کی چھین جھپٹ کے روٹی تو مل جاتی ہے اور یہاں سے جا کر تو اس کی بھی امید نہیں آگے کہتا ہے کہ

گر ز زندانم برانی تو برد	خود بمیرم من ز درویشی و کد
اگر تو دھکے دے کر مجھے قید خانہ سے نکال دے گا	میں مفلسی اور مشقت سے مر جاؤں گا

گر ز زندانم الخ۔ یعنی اگر آپ مجھے قید خانہ سے رد کر کے نکالتے ہیں تو میں تو فقر و مصیبت کی وجہ سے خود ہی مر جاؤں گا اس لئے کہ اور کہیں روٹی نہ ملے گی تو مرے گا نہیں تو اور کیا ہوگا۔ آگے مولانا اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

شرح حبیبی

وہ پسندیدہ و مرغوب وکیل قاضی کے پاس گیا اور جا کر ایک ایک شکایت مفصل طور پر بیان کر دی قاضی نے اس کو اپنی حضور میں طلب کیا اور اپنے معتمدین سے اس واقعہ کی تحقیقات کی پس جس قدر شکایتیں اس قیدیوں کی جماعت نے کی تھیں سب ثابت ہو گئیں اس پر قاضی نے حکم دیا کہ جیل خانہ سے فوراً نکل جا اور اپنے گھر جا۔ اس نے جواب دیا کہ حضور میرا گھر بار تو حضور کا احسان ہی ہے اور جس طرح کافر کے لئے جیل خانہ دنیا جنت ہے یوں میرے لئے حضور کا جیل خانہ جنت ہے۔ اگر مجھے جیل خانہ سے نکال دیں گے تو میں فقر و فاقہ کی مشقت و تکلیف سے مر جاؤں گا۔

شرح شبّیری

ہمچو ابلیسے کہ می گفت اے سلام	رب انظرنی الیٰ یوم القیام
شیطان کی طرح کہ کہتا تھا اے خدا؟	مجھے قیامت تک مہلت دے دے

ہمچو ابلیسے الخ۔ یعنی (اس شخص کی حالت) مانند ابلیس کے ہے کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اے سلام (حق تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے) اور اے اللہ مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے۔

کاندریں زندان دنیا من خوشم	تا کہ دشمن زادگاں رامی کشم
کہ اس دنیا کے قید خانہ میں میں خوش ہوں	تا کہ دشمن کی اولاد کو ہلاک کروں

کاندریں زندان الخ۔ یعنی (مجھے مہلت) اس لئے (دے) کہ میں اس زندان دنیا ہی میں خوش ہوں تا کہ (یہاں رہ کر) دشمن زادوں کو ماروں یعنی ابن آدم کو گمراہ کروں۔ پس جس طرح شیطان جانتا تھا کہ جب تک کہ یہ حیات مستعار ہے اسی وقت تک گل چھرے اڑا سکتے ہیں ورنہ پھر اس کے بعد تو مصیبت ہے کہ دوزخ ہے اور وہی اس طرح اس مفلس کی حالت تھی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ او را قوت ایمانے بود	وز برائے زاد رہ نانے بود
جس کے پاس ایمان کی روزی ہو	اور توشہ کیلئے روٹی ہو

ہر کہ اور الخ۔ یعنی (وہ شیطان کہتا ہے کہ) جس کے پاس کچھ ایمان کی روزی ہوگی (یعنی تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا) اور سفر (آخرت) کے توشہ کے لئے ایک روٹی بھی ہوگی (یعنی اعمال تھوڑے سے بھی ہوں تو ان کو بھی نہ چھوڑوں گا لعنہ اللہ تعالیٰ تو ان سے کبھی تو مکر و فریب دے کر (اس توشہ کو) لے لونگا تا کہ پشیمان (اور پریشان ہو کر) شور (واویلا) کریں اور کبھی ان کو فقر سے دھمکاؤں گا (جیسا کہ قرآن شریف میں ہے الشیطان یعدکم الفقر) اور کبھی زلف و خال میں (لگا کر) ان کی آنکھیں (حق کو دیکھنے سے بند کردونگا) پس خلاصہ اس مردود کے قول کا یہ ہے کہ یا الٰہی مجھے تو قیامت تک زندہ رکھ پھر اگر کسی انسان کے پاس ذرا سا بھی عمل ہوگا تو اس کو بھی (یہ سمجھ) کہ اس کے پاس تو خود کم ہے اس سے نہ لینا چاہئے) نہ چھوڑونگا بلکہ غارت کروں گا اور حق سے غافل کر کے دوسری طرف متوجہ کروں گا۔ کہیں زلف و خال میں لگا دوں گا کبھی انکو اس طرح دہکاؤں گا کہ اگر دین پر چلوگے اور شریعت پر عمل کرو گے تو فقیر ہو جاؤ گے اور فقر سے ڈرانا اس کا آج کل بالکل ظاہر کالشمس فی نصف النہار ہے کہ دیکھئے کہ آجکل جو لوگ روشن خیال اور نئی روشنی کے ہیں وہ سب یہی کہتے ہیں کہ علم دین پڑھنے سے انسان کے خیالات پست ہو جاتے ہیں اور علم دین مانع ترقی ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان امور کے جوابات تو اپنے مقام پر دیئے گئے ہیں یہاں تو صرف یہ دکھلانا ہے کہ آجکل اسکا داؤ بہت زیادہ چل رہا ہے جس سے کہ بچنا لازمی ہے۔ خدا سے پناہ مانگو اور ڈرو اس قسم کے خیالات قلوب سے نکال ڈالو کہ یہ سراسر شیطان کی گمراہی ہے اور کچھ نہیں ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

می ستانم گہ بمکر و گہ بریو	تا بر آرند از پشیمانی غریو
(اس سے) کبھی کر سے کبھی دھوکے سے چھین لوں گا	تا کہ شرمندگی سے چیخنے لگے
گہ بدرویشی کنم تہدیدشاں	گہ بزلف و خال بندم دیدشاں
کبھی ان کو افلاس سے ڈراؤں	کبھی ان کی نگاہ زلف اور تل میں پھنساؤں
قوت ایمانی دریں زنداں کم ست	وانکہ ہست از قصد ایں سگ درخم ست
اس قید خانہ میں ایمان کی روزی کم ہے	جو ہے وہ اس کتے کی وجہ سے (پیچ و) خم میں ہے

قوت ایمانے الخ۔ یعنی ایمان کی روزی (اول تو) اس زندان (دنیا) میں کم ہی ہے اور جو کچھ ہے اس کتے (کم بخت شیطان) کے قصد (اور اس کی گمراہیوں کی) وجہ سے کجی میں ہے جیسے کہ ان قیدیوں نے کہا تھا کہ اول تو کھانا ہم کو دیتا ہی کون ہے اور اگر کہیں سے مل جائے تو یہ کمبخت (وہی مفلس) کھا جاتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

از نماز و صوم و صد بیچارگی	قوت ذوق آید برد یکبارگی
نماز اور روزہ اور سو قسم کے عجز سے	ذوق میسر آتا ہے جس کو وہ ایک دم لے بھاگتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از نماز و صوم الخ۔ یعنی نماز سے اور روزے اور سینکڑوں عاجزیوں سے (یعنی سینکڑوں اعمال کرنے سے تھوڑی سی) ذوق کی روزی حاصل ہوتی ہے (مگر یہ کمبخت) شیطان اس کو یکبارگی لے جاتا ہے بس ذرا سا دھوکا دیا اور سارے اعمال غارت کر دیتا ہے آگے پناہ مانگتے ہیں کہ

استعیذ اللہ من شیطانہ	قد ھلکنا آہ من طغیانہ
میں اللہ سے اس کے شیطان سے پناہ چاہتا ہوں	آہ ہم اس کی سرکشی سے ہلاک ہوگئے ہیں

استعیذ اللہ الخ۔ یعنی میں خدا سے پناہ کا طالب ہوں اس شیطان (کے مکروں) سے اور افسوس ہم تو اس کے بہکانے سے ہلاک ہوگئے ہیں اے اللہ ہم کو اور سب کو اس کمبخت کے دھوکے سے بچائیے۔ اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ آگے مولانا تعجب کے طور پر فرماتے ہیں کہ

یک سگ ست و در ہزاراں می رود	ہر کہ در وے رفت او آں می شود
ایک کتا ہے اور ہزاروں میں گھس جاتا ہے	جس میں وہ گھستا ہے وہ وہی بن جاتا ہے

یک سگست الخ۔ یعنی (دیکھو تو کہ) ایک کتا ہے اور ہزاروں میں (گھستا چلا) جاتا ہے اور جسم میں یہ گیا تو بھی (شیطان ہی) ہوگیا۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ جو حضرات اس کے پھندوں میں پھنستے ہیں انجام کو ایسے وہ ہی ہو جاتے ہیں اور ان کو ایسی سوجھتی ہے کہ اس شیطان کو بھی نہیں سوجھتی۔ خدا بچائے۔ آگے جس میں یہ اثر کر جاتا ہے اس کی پہچان بتاتے ہیں کہ

ہر کہ سرد ت کرد میداں کو در وست	دیو پنہاں گشت اندر زیر پوست
جو تجھے (اللہ کی عبادت میں) سست بنائے سمجھ لے وہ اس میں گھسا ہے	کھال کے اندر شیطان چھپا ہے

ہر کہ سردت الخ۔ یعنی جو کہ تم کو (گرمی عشق الٰہی سے) سرد کر دے (یعنی اس طرف سے غافل کر دے) تو جان لو کہ وہ (شیطان) اسی میں ہے۔ (اور وہ چیز خواہ کچھ ہی ہوحتیٰ کہ اگر انسان ہو تو یوں سمجھو) کہ پوست (انسانی) کے اندر دیوار شیطان پوشیدہ ہے بس اس سے بھی بچو۔ اور اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک کبوتر کے پیچھے جا رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان یتبع شیطانۃ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کبوتر کو شیطان فرمانا صاف دلیل اس کی ہے کہ جو شئے حق سے غافل کرنیوالی ہو وہ شیطان ہے اور یوں سمجھو کہ اس میں شیطان ہے پس ثابت ہوگیا کہ جو چیز بھی تم کو محبت الٰہی سے اور اس طرف توجہ سے سرد اور غافل کر دے بس یہی پہچان ہے اس کی کہ وہ شیطان ہے اس سے بچو اور خدا سے پناہ مانگو۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر شیطان کسی صورت و شکل میں بھی نہ آئے (جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تھا کہ کسی شئے کی صورت میں ہو اس سے بچو) تو وہ ایسی بلا ہے کہ خیال میں آتا ہے اور خیالات میں پراگندگی ڈال کر گمراہ کرتا ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نیاید صورت آید در خیال	تا کشاند آں خیالت. در وبال
جب (اپنی) صورت میں نہ آئے تو تصور میں آجائے گا	تاکہ وہ تصور تجھے وبال میں ڈال دے

چون نیاید الخ۔ یعنی کہ اگر صورت میں نہ آوے تو خیال میں آتا ہے (اور دل میں گمراہی کے خیالات ڈالتا ہے) تاکہ تمہارا خیال تم کو وبال میں کھینچے۔ غرض کہ جس طرح ہوسکتا ہے خوب بہکاتا ہے اور گمراہ کرتا ہے اور مختلف خیالات سے پریشان اور حق سے غافل کردیتا ہے۔

از خیالات تو می آید بلا	چوں خیالت فاسد آمد جا بجا
تیرے خیالات سے مصیبت آتی ہے	چونکہ تیرا خیال ہر جگہ فاسد ہوتا ہے

از خیالات الخ۔ یعنی تیرے خیالات کی وجہ سے بلا نازل ہوتی ہے۔ جیسا کہ تیرے جا بجا (مختلف طریقہ) سے فاسد ہوتے ہیں اور مختلف خیالات ہوتے ہیں تو اس طاعات کی پونجی پر بلائیں نازل ہوتی ہیں۔ یہ ساری خرابی تمہارے خیالات کی ہیں آگے ان اختلافات خیالات کو بیان فرماتے ہیں کہ

گہ خیال فرجہ و گاہے دکاں	گہ خیال علم و گاہے خان وماں
کبھی کشادگی کا خیال اور کبھی دکان (کا خیال)	کبھی علم کا خیال اور کبھی گھر در (کا خیال)

گہ خیال الخ۔ یعنی کبھی تو فراخی کا خیال ہوا اور کبھی دکان کا اور کبھی علم (غیر دین) کا خیال ہے اور کبھی اہل وعیال کا۔

گہ خیال مکسب و سوداگری	گہ خیال تاجری و داوری
کبھی پیشے اور سوداگری کا خیال	کبھی تاجر ہونے اور عہدہ کا خیال

گہ خیال مکسب الخ۔ یعنی کبھی کمائی کا خیال ہے اور کبھی سودا کرے گا اور کبھی تجارت کرنے کا اور کبھی عہدہ کا۔

گہ خیال نقرہ و فرزندان و زن	گہ خیال بوالفضول و بوالحزن
کبھی زر اور اولاد اور بیوی کا خیال	کبھی بکواسی اور غمزدہ کا خیال

گہ خیال نقرہ و الخ۔ یعنی کبھی تو چاندی (یعنی روپیہ) کا خیال اور کبھی بچوں کا اور کبھی کسی فضول آدمی کا اور کبھی کسی غمگین کا۔

گہ خیال آسیا و باغ و راغ	گہ خیال میغ دماغ ولیغ ولاغ
کبھی چکی اور باغ اور جنگل کا خیال	کبھی ابر اور کہر اور بدولی اور شوخی کا خیال

گہ خیال آسیا و الخ۔ یعنی کبھی تو چکی کا خیال اور کبھی باغ اور کبھی چمن کا اور کبھی ابر کا اور کبھی کول کا اور کبھی کسی بدولی کا اور کبھی کسی شوخی کا۔ راغ بمعنی چمن میغ ابر۔ باغ وہ چیز جو سردی میں اکثر آفتاب نکلنے سے قبل گرا کرتا ہے جسکو بعض جگہ کول اور بعض جگہ کہرا کہتے ہیں لیغ بمعنی بدولی اور لاغ شوخی وبازی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گہ خیال آشتی و جنگہا	گہ خیال نامہا و ننگہا
کبھی صلح اور لڑائیوں کا خیال	کبھی نام آوریوں اور ذلتوں کا خیال

گہ خیال آشتی الخ۔ یعنی کبھی تو صلح کا خیال کبھی لڑائیوں کا اور کبھی ناموں کا خیال (کہ اگر یہ ہوگا تو ہمارا نام ہوگا) اور کبھی ننگ کا خیال (کہ اگر فلاں بات ہوگئی تو بڑے شرم کی بات ہے) غرض کہ یہ مختلف خیالات ہیں جو کہ شیطان کے اغواء سے انسان کو پیش آتے ہیں اور گمراہ کرتے ہیں اور حق سے غافل کر دیتے ہیں۔ اس لئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گہ خیال کالہ و گاہے قماش	گہ خیال مفرش و گاہے فراش
کبھی سامان کا خیال کبھی عمدہ چیزوں کا	کبھی فرش بچھانے کی جگہ کا خیال اور کبھی فرش کا

گہ خیال کالہ و الخ۔ یعنی کبھی اسباب کا خیال اور کبھی عمدہ چیزوں کا اور کبھی فرش کی جگہ کا (یعنی گھر وغیرہ کا) اور کبھی خود فرش کا۔

ہیں بروں کن از سر ایں تخییلہا	ہیں بروب از دل چنیں بد حیلہا
خبردار! ان خیالات کو سر سے نکال دے	خبردار! ان بری تدبیروں کو دل سے نکال دے

ہیں بروں کن الخ۔ یعنی اپنے سر سے ان خیالات (فاسدہ) کو ضرور نکال دے اور دل میں سے اس قسم کی تبدیلی کو اور اختلاف کو صاف کر دے یعنی دل میں نہ رہنے دینا اور نہ گمراہ کریں گے۔

ہاں بگو لا حولہا در ہر زماں	از زباں تنہا نہ بل از عین جاں
خبردار! ہر وقت لاحول پڑھ	صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ دل سے

ہاں بگو الخ۔ یعنی فوراً بہت سی لاحولیں پڑھ دو (اور ان خیالات کو دور کر کے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو) اور لاحول صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ عین جان سے پڑھو یعنی صرف زبان ہی سے قطع تعلق کافی نہیں ہے بلکہ ان چیزوں کا خیال اور ان سے تعلق جب دل میں ہے تو دل ہی سے نکالنا ضروری ہے (اے اللہ ہم کو اور سب کو اپنی محبت اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عنایت فرما اور شریعت پر چلنے کی توفیق دے اور احکام شرعی کو امور طبعی بنا دے اور شیطان کے اغوا سے بچا اور خاتمہ ایمان پر فرما آمین) آگے مولانا پھر ان قیدیوں کی حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

مفلس قیدی کے قصہ کا قاضی کے ساتھ تتمہ

گفت قاضی مفلس الخ۔ یعنی قاضی نے کہا کہ اپنی مفلسی کو ثابت کر تو وہ (مفلس) کہنے لگا کہ یہ آپ کے اہل زندان گواہ ہیں پہلے جو آیا ہے کہ قاضی نے کہہ دیا کہ جا زندان سے چلا جا۔ وہ صرف ایک اجمال قصہ بیان کرتا تھا اب یہاں اس کی تفصیل ہے۔

گفت قاضی مفلسی را وانما	گفت اینک اہل زندانت گواہ
قاضی نے کہا مفلسی کو ثابت کر	اس نے کہا یہ قیدی آپ کے (سامنے) گواہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت ایشاں متہم باشند چوں	می گریزند از تو می گریند خوں
(قاضی نے) کہا وہ متہم ہوں گے کیونکہ	وہ تجھ سے گریزاں ہیں تیری وجہ سے خون کے آنسو بہارہے ہیں

گفت ایشاں متہم الخ۔ یعنی قاضی نے کہا کہ وہ لوگ (یعنی اہل زندان) تو متہم ہیں اس لئے کہ وہ تجھ سے بھاگتے ہیں اور خون روتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب وہ تجھ سے تنگ ہیں تو وہ تیرے موافق گواہی کیوں دیں گے وہ تو تجھ سے علیحدگی ہی چاہیں گے اس لئے وہ متہم ہوگئے۔ پس ان کی گواہی ان ہی کے نفع کے لئے معتبر نہیں ہوسکتی۔

وز تو می خواہند تا ہم وارہند	زیں غرض باطل گواہی می دہند
وہ چاہتے ہی کہ تجھ سے چھٹکارا حاصل کرلیں	اس وجہ سے غلط گواہی دیں گے

وزتو می خواہند الخ۔ یعنی اور وہ تو چاہتے ہی ہیں کہ تجھ سے چھوٹ جائیں اسی باطل غرض کی وجہ سے گواہی دیتے ہیں۔

شرح حبیبی

ہمچو ابلیسے الخ: قیدی کی جیل خانہ کے لئے درخواست ایسی ہی تھی جیسے ابلیس نے کہا تھا کہ اے حق سبحانہ مجھے قیامت تک مہلت دیدے کیونکہ میں اسی دنیا کے جیل خانہ میں خوش ہوں تا کہ اپنے دشمن آدم علیہ السلام کی اولاد کو روحانی موت سے مار ڈالوں۔ اور جس شخص کے پاس غذائے روحانی ہو اور راہ آخرت کے توشے یعنی اعمال صالحہ ہوں تو میں ان سے فریب و تدبیر سے لے لوں تا کہ وہ پشیمان ہو کر فریاد اور آہ وزاری کریں۔ کبھی میں ان کو فقر و فاقہ سے ڈراؤں گا کبھی ان کی نظر کو زلف و خال میں باندھ دوں گا۔ اول تو اس جیل خانہ میں غذائے ایمانی ہے ہی کم۔ پھر جو کچھ ہے بھی وہ اس کتے کے قصد کے بیچ میں ہے کہ یہ ہر وقت اس کی تاک میں لگا ہوا ہے کہ جس طرح بن پڑے اسے اڑالوں۔ نمازوں، روزوں اور سوز قلب سے غذائے ذوق و شوق حاصل ہوتی ہے اور یہ کمبخت کسی معصیت میں مبتلا کر کے ایک دم میں اڑا لے جاتا اور کھو دیتا ہے۔ شیطان سے خدا کی پناہ۔ ہائے افسوس ہم تو اس ہی کی تعدی سے تباہ و برباد ہوگئے (یا یوں کہو ہائے رے اس کی تعدی سے ہم تو اس کے ہاتھوں تباہ و برباد ہوگئے دوسرا ترجمہ زیادہ اچھا ہے) غضب تو دیکھو ہے تو ایک کتا اور ہزاروں میں حلول کرتا ہے اور جس میں حلول کرتا ہے اس کو اپنا ہی سا بنالیتا ہے اور وہ شیطان مجسم بن جاتا ہے جو چیز تیری آتش عشق حق سبحانہ کو بجھائے اور تجھے خدا سے غافل کردے تو سمجھ لے کہ شیطان اس میں حلول کئے ہوئے ہے اور شیطان اس کی کھال کے اندر چھپا ہوا ہے۔ اگر وہ خود نہیں آتا ہے تو کوئی صورت دلکش تیرے خیال میں پیدا کرتا ہے تا کہ وہ خیال ہی تجھ کو کسی وبال میں کھینچ لے جائے جبکہ تیرے خیالات فاسد ہوتے ہیں تو انہی سے مصائب اور تکالیف روحانی و جسمانی پیدا ہوتی ہیں۔ ان خیالات فاسدہ کو ہم کسی قدر تفصیل سے بیان کرتے ہیں تا کہ اس کی مدد سے دیگر خیالات فاسدہ غیر مذکورہ آسانی سے معلوم ہو جائیں۔ مثلاً کبھی فراخی کا خیال ہوتا ہے کہ کس طرح فراخی ہو کبھی

www.besturdubooks.wordpress.com

دکان کا کہ کس طرح دکان چلے۔ کبھی علم دنیا کا کہ کس طرح علم میں ترقی ہو۔ کبھی گھربار کا' کبھی کمائی اور سوداگری کا' کبھی تجارت کا' کبھی حکومت کا' کبھی روپے پیسے اور بیوی بچوں کا' کبھی لغویات اور پریشان کن باتوں کا' کبھی ساز وسامان ومال ومتاع کا' کبھی مکانات اور فرش وفروش کا' کبھی چکی اور باغ اور جنگل کا' کبھی ابر اور کرے اور دیگر واہیات خرافات کا کبھی لڑائی اور صلح کا کبھی نام اور ننگ کا۔ پس یہ اور اسی قسم کے خیالات جو مانع من الوصول الی الحق اور خدا سے جدا کرنیوالے ہوں خیالات فاسدہ ہیں۔ دیکھ تو ان کو اپنے سر سے نکال دینا اور اپنے دل کو ان متغیرات فانیہ سے پاک اور صاف کر دینا۔ اور جب ایسے خیالات آئیں تو فوراً سینکڑوں لاحول پڑھنا تاکہ یہ آثار شیطانیہ دور ہوں مگر زبان سے پڑھنا کافی نہ ہوگا بلکہ صمیم قلب اور خلوص نیت سے پڑھنا۔ خیر یہاں تک تو نصائح تھیں اب اصل قصہ سن جب قاضی نے دھمکی کے طور پر اس قیدی سے کہا کہ نکل جا جیل خانہ سے اور اس نے کہا کہ میں مفلس وقلاش ہوں مجھے اگر جیل خانہ سے نکال دیجئے گا تو میں بھوکا مرجاؤں گا اس پر قاضی نے کہا کہ اچھا اپنی مفلسی ثابت کر تو اس نے کہا کہ قیدی لوگ میرے گواہ ہیں۔ اس پر قاضی نے کہا کہ یہ لوگ تجھ سے علیحدگی چاہتے ہیں اور تو نے ان کو اس قدر دق اور پریشان کیا ہے کہ خون روتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تجھ سے چھوٹیں۔ اس لئے اس غرض باطل سے گواہی دیتے ہیں لہٰذا یہ گواہ متہم ہیں۔

شرح شبّیری

جملہ اہل محکمہ گفتند ما	ہم برادبار و بر افلاسش گوا
محکمہ کے سب لوگوں نے کہا کہ ہم	بھی اس کی نحوست اور مفلسی کے گواہ ہیں

جملہ اہل الخ۔ یعنی (جبکہ قاضی نے ان کو متہم کر دیا اور ان کی گواہی قبول نہ کی تو) سب اہل محکمہ (قضا) کے لوگ کہنے لگے کہ ہم بھی اس کے ادبار اور افلاس پر گواہ ہیں۔

ہر کرا پرسید قاضی حال او	گفت مولا دست زیں مفلس بشو
قاضی نے جس سے بھی اس کا حال پوچھا	اس نے کہا جناب! اس سے دستبردار ہو جائیے

ہر کرا سید الخ۔ یعنی قاضی نے جس سے اوس کا حال پوچھا اوس نے یہی کہا کہ جناب اس مفلس سے ہاتھ دھوئیے مطلب یہ کہ قاضی نے خوب تحقیق کی جیسا کہ فقر میں مسئلہ ہے تو جس سے پوچھا اس نے یہی کہا کہ حضرت بس اس کو تو چھوڑ دیجئے یہ تو بالکل مفلس قلاش ہے۔

گفت قاضی کش بگردانید فاش	گرد شہر ایں مفلس ست وہم قلاش
قاضی نے کہا اس کو علی الاعلان گھماؤ	شہر کے چاروں طرف کہ یہ مفلس اور کنگال ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت قاضی الخ۔ یعنی (جبکہ قاضی کو اس کا افلاس ثابت ہو گیا تو) قاضی نے کہا کہ اس کو ظاہر طور پر شہر کے گرد پھراؤ کہ یہ مفلس ہوا اور بالکل قلاش ہے۔

کو بکو او را منادیہا کنید	طبل افلاسش عیاں ہر جا زنید
کوچہ بکوچہ اس کے بارے میں اعلانات کر دو	علی الاعلان اس کے افلاس کا ہر جگہ ڈھول پیٹ دو

کو بکو اور الخ۔ یعنی گلی گلی اس (مضمون ذیل) کی منادی کر دو اور اس کے افلاس کا طبل ہر جگہ بجا دو۔

تا کسے نسیہ نبفروشد بدو	قرض ندہد ہیچ کس او را تسو
تا کہ کوئی اس کے ہاتھ ادھار نہ بیچے	کوئی اس کو آدھا حبہ (بھی) قرض نہ دے

ہیچ کس نسیہ الخ۔ یعنی (منادی یہ ہو کہ) کوئی اس کے ہاتھ (سودا) اور ہار نہ بیچے اور نہ اس کو ایک تسو برابر (نقد) قرض دے۔

ہر کہ دعوی آردش اینجا بفن	پیش زندانش نخواہم کرد من
جو کوئی اس پر اس جگہ چالاکی سے دعوی کریگا	اس کو میں قید میں نہ ڈالوں گا

ہر کہ دعوے الخ۔ یعنی اگر کوئی (قرض وغیرہ دے گا اور پھر) اس پر دعویٰ یہاں چالاکی سے لاوے گا تو میں اس کو قید نہ کروں گا۔

پیش من افلاس او ثابت شدست	نقد و کالا نیستش چیزے بدست
میرے روبرو اس کا افلاس ثابت ہو گیا ہے	نقد اور جنس کچھ اس کے پاس نہیں ہے

پیش من الخ۔ یعنی میرے سامنے اسکا افلاس ثابت ہو گیا ہے کہ نقد یا اسباب اس کے پاس کچھ نہیں ہے اس لئے اب قید سے کیا فائدہ ہے اب اسے مہلت دی جائے۔ آگے مولانا انتقال کر کے فرماتے ہیں کہ

آدمی در حبس دنیا زاں بود	تا بود کافلاس او ثابت شود
انسان دنیا کے قیدخانہ میں اسی وجہ سے ہوتا ہے	تا کہ اس کا افلاس ثابت ہو جائے

آدمی در حبس الخ۔ یعنی آدمی دنیا کے قید خانہ میں اس لئے رہتا ہے تا کہ شاید اس کا افلاس ثابت ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ انسان کو جو دنیا میں رکھا گیا ہے وہ اس لئے تا کہ (جن کے پاس دولت ایمان ہو ان کا مالدار ہونا ثابت ہو جائے اور) جو کافر بے ایمان ہیں ان کا مفلس ہونا معلوم ہو جائے۔ اور پھر یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ سب لولا ارسلت الینا رسولاً فنتبع آیاتک الخ بس یہیں دنیا میں سب کی حالت معلوم ہو جائے اور چونکہ سب سے زیادہ مفلس شیطان تھا جس کا مفلس عن الاعمال ہونا ظاہر ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کی مفلسی کی منادی کی ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مفلسی دیورا یزدان ما	ہم منادی کرد در قرآن ما
ہمارے خدا نے شیطان کی مفلسی کا	بھی ہمارے قرآن میں اعلان کر دیا ہے

مفلسی دیورا الخ۔ یعنی دیو (شیطان) کی مفلسی کی ہمارے اللہ میاں نے ہمارے قرآن میں منادی کی ہے اور وہ منادی یہ ہے کہ

کو دغا و مفلس ست و بدسخن	ہیچ با او شرکت و سودا مکن
کہ وہ (مجسم) دغا اور مفلس اور بدکلام ہے	تو بھی اس کے ساتھ شرکت اور معاملہ نہ کر

کو دغا و الخ۔ یعنی وہ (شیطان) دغا باز ہے اور مفلس ہے اور بدسخن ہے تو اس کے ساتھ کبھی شرکت اور سودا مت کرنا اور یہ مضمون قرآن شریف میں بھی ہے جیسے کہ ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا وغیرہ جن سے کہ مولانا کے اس قول کی تائید ہوتی ہے۔ آگے پھر اسی منادی قرآن شریف کا تتمہ ہے کہ

ور کنی او را بہانہ آوری	مفلس ست او صرفہ از وے کم بری
اگر تو کرے گا تو اس کے لئے بہانہ مہیا کرے گا	(وہ) مفلس ہے اس سے ڈگری وصول نہ کر سکے گا

ور کنی او را الخ۔ یعنی (اس کے ساتھ شرکت و سودا) کرو گے تو تم (اس کے لئے) بہانہ آوری (کاسب) ہو گے تو تو مفلس ہے اس سے صرفہ کس طرح لے سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے باوجود اس قدر منادی اور شہرت کے بھی معاملہ کیا اور اس کو دوست بنایا تو پھر تم اس پر کوئی دعویٰ نہیں کر سکتے اور تم کو اس سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا اس لئے کہ جب اس سے کہا جائے گا کہ ان کے جو اعمال صالحہ تو نے ضائع کئے ہیں ان کا بدلا دے تو وہ یہ بہانہ دے گا کہ میں تو مفلس ہوں جیسا کہ معلوم ہے اور مشہور ہے پھر انہوں نے جان بوجھ کر مجھ سے معاملہ کیوں کیا تو اس کی بہانہ آوری کا سبب یہی شخص ہوگا اور جب وہ یہ کہہ کر الگ ہو جائے گا تو پھر تم اس سے کیا لے لوگے لہٰذا اپنے ہی مال کا نقصان ہے۔ پس اس منادی قرآنی کو سن لو اور اس مفلس سے ہرگز ہرگز اختلاط اور میل جول مت رکھو۔ آگے پھر اسی حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں

شرح حبیبی

جملہا بلم: یہ سن کر تمام اہل عدالت نے کہا کہ ہم لوگ اس کی تباہ حالی اور مفلسی پر گواہی دیتے ہیں غرض قاضی نے جس سے اس کی حالت دریافت کی اس نے یہی کہا کہ حضور والا اس مفلس سے ہاتھ دھولیں اور اسے چھوڑ دیں۔ قاضی نے کہا کہ اچھا اس کا اعلان سارے شہر میں کر دو کہ وہ مفلس اور قلاش ہے۔ کوچہ کوچہ اس کی منادی کر دو اور اس کے افلاس کا ڈھنڈورا ہر جگہ پیٹ دو اور منادی کر دو کہ کوئی شخص اس کے ہاتھ ادھار کوئی چیز نہ بیچے اور چار

www.besturdubooks.wordpress.com

جو بھی اس کو کوئی قرض نہ دے گا جو شخص چالاکی اور ہوشیاری سے اس پر دعویٰ کر کے اس کو ہمارے اجلاس میں پیش کرے گا تو ہم اس کو کچھ دنوں کے لئے بھی قید نہ کریں گے۔ کیونکہ ہمارے روبرو اسکی مفلسی ثابت ہو چکی ہے اور یہ محقق ہو گیا ہے کہ نہ تو اس کے پاس نقدی ہے اور نہ سامان (تنبیہ) اشعار بالا میں مذکور ہوا ہے کہ قاضی نے اس قیدی سے کہا کہ خیز از زندان برو۔ اس کے بعد مذکور ہوا کہ قاضی نے اس کی مفلسی پر گواہ طلب کیے۔ پس شبہ یہ ہے کہ حکم رہائی کے بعد مفلسی ثابت کرنے کے لئے گواہ طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ کیونکہ اثبات افلاس کی تو رہائی کرنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے اس کا جواب چند طرح ہو سکتا ہے اول یہ کہ وہ رہائی کا حکم نہ تھا بلکہ دھمکی تھی۔ پس جب اس دھمکی کے جواب میں اس نے اپنی مفلسی کا اظہار کیا تو اس دعوے پر گواہ طلب کیے تا کہ مفلسی ثابت ہونے کے بعد اس کو مشتہر کر دیا جائے اور لوگوں کو ضرر سے بچایا جائے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ وہ دین میں محبوس نہ تھا بلکہ یہ حبس تعزیری تھی اور بقدر تعزیر مدت پوری ہو چکی تھی یا پوری نہیں ہوئی تھی لیکن جبکہ اہل زندان نے شکایت کی تو قاضی نے اب انقضائے مدت تعزیر کے سبب یا ضرر اشد کو اخف پر ترجیح دے کر اس کو رہا کر دیا اس پر اس نے اپنی مفلسی کا اظہار کیا۔ قاضی نے دوسرے لوگوں کو ضرر سے بچانے کیلئے اس سے ثبوت طلب کیا۔ تیسرا جواب یہ ہے کہ کلام میں تقدیم و تاخیر ہوتی ہے) نتیجہ کو اولاً بیان کر کے بعد کو تفصیل واقعہ بیان کی ہے۔

آدمی در حبس: اب بطور نصیحت کے کچھ بیان کرتے ہیں کہ جس طرح مدیون کو جیل میں اس لئے رکھا جاتا ہے کہ یا تو قرض ادا کر دے اور اس طرح اس کا مالدار ہونا ظاہر ہو جائے۔ یا یہ ثابت ہو جائے کہ وہ مفلس ہے اور اس کے پاس کچھ نہیں اس طرح انسان کو دنیا کی جیل میں اس لئے رکھا ہے تا کہ دلیل سے ثابت ہو جائے کہ یہ دولت دینی سے مالا مال ہے اور حق سبحانہ کا حق ادا کر دے یا دلیل ہے اس کا اس دولت سے خالی ہاتھ ہونا محقق ہو جائے۔ اس کے بعد اس کے ساتھ اس کی حالت کے موافق معاملہ کیا جائے۔ اور اس کو کوئی عذر نہ رہے۔ اسی لئے حق سبحانہ نے اپنے علم پر اکتفا نہیں کیا۔ ورنہ وہ یہ عذر کرتے کہ ہمیں دنیا میں بھیج کر دیکھ تو لیا ہوتا کہ ہم کیا کرتے اور ان کے امتحان کے لئے شیطان کو ان کے پیچھے لگایا ہے۔ لیکن چونکہ شیطان کی مفلسی ثابت ہو چکی ہے اس لئے حق سبحانہ نے قرآن پاک میں اعلان بھی کر دیا ہے کہ یہ سراپا دغا اور قلاش اور بدکلام ہے کہ جو بات کرتا ہے دھوکے اور فریب کی لہٰذا تم اس کے ساتھ بالکل شرکت اور معاملہ نہ کرنا اور اگر کرو گے تو تم کو دام نہ ملیں گے کیونکہ وہ مفلس ہے تم اس سے خرچہ اور زر زرگری کیونکر لو گے۔

شرح شبیری

حاضر آوردند چوں فتنہ فروخت	اشترے کردی کہ ہیزم می فروخت
جب فتنہ روشن ہو گیا (لوگ) لائے	ایک کردی کا اونٹ جو ایندھن بیچتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

حاضر آوردند الخ۔ یعنی جبکہ فتنہ خوب بھڑکا (اور یہ شور وغل اس کی مفلسی کا بہت ہی پھیلا تو ملازمان محکمۂ قضا) ایک کردی کا اونٹ جو لکڑیاں فروخت کررہا تھا لائے۔ کرد بضم الکاف قومیت۔ مطلب یہ کہ ایک کرد ہیزم فروش کا اونٹ اس کے مشہور کرنے کو سپاہی پکڑ لائے۔

کرد بے چارہ بسے فریاد کرد	ہم موکل را بدانگے شاد کرد
بیچارے کردی نے بہت فریاد کی	سپاہی کو بھی ایک دانگ دے کر خوش کیا

کرد بیچارہ الخ۔ یعنی اس بیچارہ کردی نے بہت ہی فریاد (واویلا) کی اور سپاہی کو ایک دانق سے خوش بھی کیا۔ مطلب یہ کہ بہت ہی منت وفریاد کی کہ میرے اونٹ کو چھوڑ دو مجھے لکڑیاں فروخت کرنی ہیں اور جب اس نے دیکھا کہ یہ نہ چھوڑیں گے تو اس نے سپاہی کو رشوت کے طور پر کچھ دینا بھی چاہا مگر اس کی کچھ نہ چلی بلکہ اشترش بردند الخ۔ یعنی اسکا اونٹ چاشت کے وقت سے رات تک کے لئے لے گئے اور اس (کردی) کی چیخ وپکار نے کچھ اثر نہ کیا اور کچھ بھی کارگر نہ ہوئی۔

اشترش بردند از ہنگام چاشت	تا شب وافغان او سودے نداشت
چاشت کے وقت سے اس کا اونٹ لے گئے	رات تک کے لئے اور اس کا رونا دھونا مفید نہ ہوا
بر شتر بنشست آں قحط گراں	صاحب اشتر پئے اشتر دواں
وہ بھاری قحط اونٹ پر بیٹھ گیا	اونٹ والا اونٹ کے پیچھے دوڑ رہا تھا

بر شتر بنشست الخ۔ یعنی (جب سپاہی اونٹ لے آئے تو) وہ قحط گراں (یعنی مفلس) اونٹ پر بیٹھا اور اونٹ والا اونٹ کے پیچھے دوڑ رہا تھا اسی لئے کہ جب یہ بیگار ختم ہو تو میں اپنا اونٹ لے لوں۔

سو بسو وکو بکو می تاختند	تا ہم شہرش عیاں بشناختند
ہر ہر جانب اور کوچہ بکوچہ دوڑتے تھے	یہاں تک کہ تمام شہر نے اس کو نمایاں طور پر پہچان لیا

بو بسو وکو بکو الخ۔ یعنی (اونٹ پر سوار کرکے) ہر ہر طرف اور گلی گلی میں پھرا رہے تھے یہاں تک کہ سارے شہر نے اچھی طرح پہچان لیا کہ یہ حضرت ہیں جو بالکل مفلس وقلاش ہیں۔

پیش ہر حمام وہر بازار گہ	کردہ مردم جملہ در شکلش نگہ
ہر حمام اور ہر بازار کے سامنے	سب لوگوں نے اس صورت پر نگاہ ڈال لی

پیش ہر حمام الخ۔ یعنی ہر حمام اور ہر بازار کی جگہ میں تمام آدمیوں نے اس کی شکل میں نگاہ کی یعنی خوب اچھی طرح اس کو دیکھ لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دہ منادی گر بلند آوازیاں	ترک و کرد رومیان و تازیاں
دس بلند آواز منادی کرنے والے	ترک اور کرد اور رومی اور عرب

دہ منادی گر الخ۔ یعنی دس منادی کرنے والے بلند آواز والے (مختلف مقامات سے کوئی) ترک (کوئی) رومی (کوئی) تازی اور منادی کرنیوالے مختلف زبان والے اور مقدار میں اس لئے زیادہ تھے کہ شہر بڑا تھا اور وہاں مختلف ممالک کے لوگ ہوتے ہیں اس لئے اس قدر اہتمام کی ضرورت ہوئی۔

جملگاں آواز ہا برداشتہ	کایں ہمہ تخم جفاہا کاشتہ
سب چیخے تھے	کہ اس نے سب بدمعاملگیوں کا بیج بویا ہے

جملہ گان آواز ہا الخ۔ یعنی سب نے سب آوازیں بلند کئے ہوئے (یہ کہہ رہے تھے کہ) اس نے تمام تخم جفا بوئے ہیں۔ بڑے بڑے ظلم کئے ہیں کہ لوگوں کے حق مار لئے ہیں۔

مفلس ست وایں ندارد ہیچ چیز	تا کس اورا قرض ندہد یک پشیز
یہ مفلس ہے اس کے پاس کچھ نہیں ہے	ہرگز اس کو کوئی ایک دمڑی قرض نہ دے

مفلس است الخ۔ یعنی اور مفلس ہے اور کوئی چیز نہیں رکھتا (یعنی اس کے پاس کچھ نہیں ہے) ہرگز اس کو ایک پیسہ بھی قرض نہ دینا۔

ظاہر و باطن ندارد حبہٗ	مفلسے قلبے دغائے دبہٗ
کھلا ڈھکا اس کے پاس ایک حبہ نہیں ہے	مفلس ہے کھوٹا ہے دغا باز ہے مٹی کا ڈھیر ہے

ظاہر و باطن الخ۔ یعنی اندر باہر اس کے یہاں ایک دانہ بھی نہیں ہے۔ مفلس ہے کھوٹا ہے دغا باز ہے بے حیا ہے۔

بینوائے بد ا۔ائے بے وفا	ناں ربائے زگدائے بے حیا
مفلس ہے نادہند ہے بے وفا ہے	روٹی کا اچکا ہے پکا بھکاری ہے بے شرم ہے

بینوائے الخ۔ یعنی یہ بینوا ہے اور بدادا ہے اور بیوفا ہے اور روٹی لے بھاگنے والا ہے اور پورا پورا فقیر ہے (یعنی بالکل ہی قلاش ہے) اور بے حیا ہے۔

ہاں و ہاں با او حریفی کم کنید	چونکہ گاز آرد گرہ محکم زنید
خبردار! خبردار! اس کے ساتھ معاملہ نہ کرنا	چونکہ قینچی رکھتا ہے اس لئے مضبوط گرہ لگا لو

ہاں وہاں الخ۔ یعنی ہاں ہاں اس کے ساتھ حریفی کم کرو اور جبکہ یہ مقراض لائے تو گرہ کو مضبوط کر لو۔ مطلب یہ کہ یہ حضرت گرہ کٹ بھی ہیں ذرا بچتے رہنا۔ بیچارے کی اچھی گت بنی خوب خوب صفات ظاہر ہو رہی ہیں اللھم احفظنا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بحکم آرید ایں پژمردہ را	من نخواہم کرد زنداں مردہ را
اس موئے کو اگر تم عدالت میں لاؤ گے	میں مردے کو قید نہ کروں گا

ور بحکم آرید الخ۔ یعنی اگر اس اومرے کو کوئی عدالت میں لائے گا (کہ اس نے قرض لے کر واپس نہیں کیا تو) میں (یعنی قاضی) اس مردہ کو ہرگز قید خانہ میں قید نہ کروں گا اور یہاں جو من نخواہم کرد کہا گیا ہے التفات ہے غیبت سے تکلم کی طرف یعنی چونکہ قاضی ہی کی طرف سے ساری منادی تھی اس لئے یہ ایسا ہے جیسا کہ کہا جائے کہ دیکھو سرکاری حکم ہے اگر اس سے کوئی معاملہ کرے اور پھر اس کو ہمارے پاس لادے تو ہم اس کو ہرگز سزا نہ کریں گے۔ آگے بھی وہی منادی کے الفاظ ہیں کہ

خوش دم ست واں گلویش بس فراخ	با شعار نو دثار شاخ شاخ
بت بنا (باتونی ہے) اس کا حلق بہت پھیلا ہوا ہے	اوپر کا لباس نیا ہے اندرونی تار تار ہے

خوش دم است الخ۔ یعنی کہ یہ خوشدم (یعنی چرب زبان) ہے اور اس کا گلا بہت ہی فراخ ہے۔ (یعنی بہت ہی کہانی والا ہے) اور اس کا شعار تو نیا ہے اور دثار ٹکڑے ٹکڑے ہے۔ شعار کہتے ہیں اس کپڑہ کو جو اوپر ہوتا ہے جس کو ابر بولتے ہیں اور دثار کہتے ہیں اس کپڑا کو جو نیچے ہوتا ہے جس کو استر بولتے ہیں پس مطلب یہ کہ اس کی یہ حالت ہے کہ بظاہر تو خوب چرب زبان ہے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی نیک او بزرگ ہیں اور اندر اس کے خصائل ذمیمہ بھرے ہوئے ہیں تو اس کی ایسی مثال ہے جیسے اوپر کا ابر تو نیا اور عمدہ ہو اور اندر سے استر بالکل پھٹا ہوا ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے پس اسی طرح ظاہر میں تو بڑا بزرگ معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس کے اندر جو خصائل ہیں وہ بہت ہی برے ہیں۔

گر بپوشد بہر مکر آں جامہ را	عاریہ است آں تا فریبد عامہ را
اگر مکاری کے لئے وہ کوئی کپڑا پہنے	وہ مانگا ہوا ہے تاکہ عوام کو فریب دے

گر بپوشد بہر الخ۔ یعنی اگر مکر (دینے کے) واسطے اس (استر پھٹے ہوئے) کپڑے کو پہنے تو وہ کپڑا (جو ظاہر میں نیا معلوم ہوتا ہے محض) عاریت ہے (جیسے کہ مانگے کی چیز بظاہر تو اس کی ہی معلوم ہوتی ہے جس کے پاس ہے مگر اصل میں دوسرے کی ہوتی ہے اور یہ عاریت اس لئے ہے) تاکہ تمام لوگوں کو فریب دے۔

شرح مبیبی

جب اس کے مشتہر کرنے کا فتنہ روشن ہوا اور قرار پایا کہ اس کو مشتہر کی جائے تو اس کام کے لئے ایک لکڑہارے کرد کا اونٹ لایا گیا۔ جب اس کرد کا اونٹ لانے لگے تو اس نے بہت فریاد کی اور جو شخص اس کام پر تعینات تھا اس کو ایک دانگ بھی دیا اس نے نہ مانا اور وہ اس کے معاونین اونٹ کو لے ہی گیا اور دو پہر سے رات

www.besturdubooks.wordpress.com

تک کام لیا۔ اس کردبیچارہ کی چیخ پکار نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ غرض کہ وہ بھاری قحط کی طرح لوگوں کو بھوکا مارنے والا اس اونٹ پر سوار ہو کر پھرنے لگا۔ اونٹ والا اونٹ کے پیچھے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ سرکاری آدمی اس کو ہر طرف اور ہر گلی میں پھراتے رہے۔ یہاں تک کہ تمام شہر نے معائنہ اور مشاہدہ کر کے اس کو خوب پہچان لیا کیونکہ ہر حمام کے سامنے اور ہر بازار میں لوگوں نے اس کی شکل دیکھی اور دس بلند آواز منادی کرنے والے جن میں ترک بھی تھے کرد بھی رومی بھی عرب بھی سب کے سب یہ آوازیں لگا رہے تھے کہ اس نے بڑی زیادتیوں کا بیج بویا ہے۔ یہ شخص مفلس نادہند بدعہد ہے۔ لوگوں کی روٹیاں بہت اڑاتا ہے بھکاری ہے بے شرم ہے۔ پھر سن لو یہ مفلس ہے اس کے پاس کچھ نہیں دیکھو اس کو کوڑی قرض نہ دے خوب کان کھول کر سن لو کہ اسکے پاس ایک حبہ نہیں۔ نہ ظاہر نہ پوشیدہ مفلس ہے۔ کھوٹا آدمی ہے سراسر دغا ہے۔ ریچھ کی طرح شریر اور موذی ہے۔ دیکھنا خبردار اس کے ساتھ معاملہ نہ کرنا چونکہ یہ گرہ کٹ ہے اور قینچی لئے ہوئے ہے اس لئے گرہ مضبوط باندھنا یعنی بڑا چالاک ہے اس سے ہوشیار رہنا اور اگر اس غم سے مرجھائے ہوئے کو عدالت میں لاؤ گے تو ہم اس کو جیل خانہ نہ بھیجیں گے کیونکہ یہ مردہ کی طرح ناقابل تعزیر ہے دیکھو اس کی باتیں بہت چکنی چپڑی ہیں اور حلق بہت وسیع ہے کہ جو ملتا ہے ہڑپ کر جاتا ہے اس کی حالت یہ بھی ہے کہ اس خستہ حالت پر ٹھاٹھ سے رہتا ہے اور اس لئے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی ایسا کپڑہ پہنے جس کا استر پھٹا ہوا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو مگر ابرہ نیا ہو۔ یعنی اسکا ظاہر اچھا ہے اور باطن خراب پس اگر تم ساکو ایسے کپڑے پہنے دیکھو تو سمجھنا کہ وہ مانگے ہوئے ہیں تاکہ لوگوں کو دھوکہ دکھائے۔

شرح شبیری

حرف حکمت بر زبان ناحکیم	حلہائے عاریت داں اے سلیم
نادان کی زبان پر دانائی کی بات	اے عزیز! مانگی ہوئی پوشاک سمجھ

حرف حکمت الخ۔ یعنی اے سلیم (الطبع) غیر حکیم کی زبان سے حکمت کی باتوں کو ایسی سمجھو جیسے کہ مانگے ہوئے جبہ وغیرہ کہ بظاہر تو ملک اس شخص کی معلوم ہوتی ہے مگر حقیقتہً وہ اس کی ملک نہیں ہے آگے اسکی ایک مثال دیتے ہیں کہ

گرچہ دزدے حلۂ پوشیدہ است	دست تو چوں گیرد آں ببریدہ دست
اگرچہ ایک چور نے پوشاک پہن لی ہے	(مصافحہ میں) وہ تیرا ہاتھ کیسے پکڑے کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہے

گرچہ دزدے الخ۔ یعنی (جو کہ بظاہر چرب زبان ہو اور دراصل حکیم اور عالم اور محقق نہ ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ) اگرچہ کسی چور نے کپڑے پہن لئے ہیں (اور اپنے اس بریدہ ہاتھ کو چھپا لیا ہے مگر جب دستگیری کا وقت آئے گا) وہ کٹا ہوا ہاتھ تیرا ہاتھ کس طرح پکڑے گا اور تیری دستگیری کس طرح کرے گا۔ اس طرح اگر کسی شخص کے پاس صرف زبانی ہی جمع خرچ ہے اور دل میں کچھ نہیں ہے تو اب تو خوب باتیں بنا رہا ہے مگر جب کوئی مرحلہ آ

www.besturdubooks.wordpress.com

کر پڑے گا اس وقت اس کی ساری حقیقت کھل جائے گی آگے پھر اس حکایت کی طرف رجوع ہے۔

شرح حبیبی

اے بھولے بھاگے مقالات حکمت غیر حکیم کی زبان پر عاریت سمجھنا وہ اس کے طبعزاد نہیں بلکہ اور حکماء سے ماخوذ ہیں۔ اس لئے وہ بمنزلہ چور کے ہے اور چور کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ چوری میں کئے ہوئے ہاتھ کو کپڑے میں چھپا سکتا ہے مگر جب ہاتھ پکڑنے کا موقعہ آئے تو مجبور ہوتا ہے اور بوجہ ہاتھ نہ ہونے کے ہاتھ نہیں پکڑ سکتا۔ یوں ہی تم اس غیر حکیم اور غیر محقق کو سمجھو جو اسرار معارف بیان کرتا ہے کہ اپنی عدم تحقیق کو مقامات حکمت کے ذریعہ سے چھپا تو لیتا ہے مگر دستگیری کے وقت طالب کو سنبھالنے سے عاجز ہوتا ہے۔

شرح شبّیری

چوں شبانگہ از شتر آمد بزیر	کرد گفتش منزلم دورست و دیر
رات کو جب وہ (مفلس) اونٹ سے نیچے اترا	کردی نے اس سے کہا میرا مکان دور ہے اور دیر ہو رہی ہے

چون شبانگہ الخ۔ یعنی جب رات کو وہ (مفلس) اونٹ سے نیچے اترا تو کردی نے اس سے کہا کہ میرا گھر دور ہے اور دیر (میں راستہ پورا ہو سکتا) ہے پس۔

بر نشستی اشترم را از پگاہ	جو رہا کردم کم از اخراج کاہ
تو صبح سے میرے اونٹ پر بیٹھا ہے	جو میں نے چھوڑے کم از کم گھاس کا خرچہ (دے)

بر نشستی اشترم الخ۔ یعنی تو میرے اونٹ پر صبح سے سوار ہوا (تو تجھ کو کچھ تو دینا چاہیے اور) میں نے دانہ چھوڑ دیا میں دانہ نہیں لیتا مگر کم سے کم گھاس کا تو خرچ وہ یعنی گھاس کا خرچ تو دیدے۔ چونکہ اس کردی کو سپاہیوں سے تو کوئی توقع کچھ ملنے کی تھی نہیں اس لئے اس نے اس سے کہا کہ شاید اس سے کچھ مل جائے۔ اس پر اس مفلس نے جواب دیا کہ

گفت تا اکنوں چہ میکردیم پس	ہوش تو کو نیست اندر خانہ کس
(مفلس نے) کہا ہم نے اب تک کیا کیا ہے؟	تیرے ہوش کہاں ہیں؟ بے وقوف!

گفت تا اکنوں الخ۔ یعنی اس (مفلس) نے کہا کہ اب تک میرے پیچھے تو کس لئے پھر رہا تھا۔ تیرے ہوش کہاں ہیں (معلوم ہوتا ہے کہ) گھر میں کوئی نہیں ہے۔ نیست اندر خانہ کس ایک مثل ہے جس کا مطلب یہ کہ معلوم ہوتا ہے کہ عقل بالکل نہیں ہے اس لئے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چرخ افلاسم شنید اے پر طمع	تو نہ بشنیدی بگوش بے لمع
اے لالچی! میرے افلاس (کی بات) آسمان نے سن لی	بھونے کان سے تونے نہ سنی

چرخ افلاسم الخ۔ یعنی میرے افلاس (کی منادی) کو آسمان تک نے تو سن لیا اور اے پر طمع تو اپنے بے لمع کانوں سے نہ سنا اور کہنے لگا کہ

طبل افلاسم بچرخ سابعہ	رفت و تونشیدہ ایں واقعہ
میرے افلاس کا ڈھنڈورا ساتویں آسمان تک	پہنچ گیا اور تونے یہ واقعہ نہ سنا

طبل افلاسم الخ۔ یعنی میرے اخلاص کا طبل ساتویں آسمان تک تو گیا اور تو نے اب تک یہ واقعہ نہیں سنا اس لئے کہ اگر سن لیتا اور مجھے مفلس سمجھ لیتا تو پھر مجھ سے کچھ مانگتا ہی کیوں اور کہنے لگا کہ

گوش تو پر بودہ است از طمع خام	پس طمع کری کند گوش اے غلام
تیرا کان بیہودہ لالچ سے پر ہے	اے لڑکے! لالچ کان کو بہرا بنا دیتا ہے

گوش پر بودہ است الخ۔ یعنی (چونکہ) تیرے کان طمع خام سے پر تھے پس اس لئے اس لڑکے طمع نے تجھے بہرا اور اندھا کر دیا اور کہنے لگا کہ

تاکلوخ و سنگ بشنید ایں بیاں	مفلس ست و مفلس ست ایں قلتباں
یہ بیان اینٹ اور پتھر تک نے سن لیا	(کہ) یہ دیوث مفلس ہے مفلس ہے

تاکلوخ الخ۔ یعنی ڈھیلوں اور پتھروں تک نے تو (جو کہ جمادات ہیں) اس بیان کو سن لیا کہ یہ قلتبان مفلس ہے مفلس ہے قلتبان کے معنی ایسے سمجھو جیسے کہ اردو میں بھڑوا کہہ دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ سب نے اس بات کو سن لیا کہ میں مفلس ہوں اور آپ اب بھی مجھ سے معاملہ کرتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کچھ سنا ہی نہیں یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ اس کو اپنے دامن کی حرص تھی اس لئے اس کو کچھ بھی نہ سنائی دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں

تابشب گفتند و در صاحب شتر	برنزد کو از طمع پر بود و پر
وہ (منادی کرنے والے) رات تک کہتے رہے اور اونٹ والے	پر اثر نہ کیا کیونکہ وہ لالچ سے بھرپور تھا

تابشب گفتند الخ۔ یعنی رات تک لوگوں نے کہا (اور چیخ پکار کی کہ یہ مفلس ہے) مگر اونٹ والے میں کچھ بھی اثر نہ کیا۔ اس لئے کہ وہ حرص سے خوب اچھی طرح بھرا ہوا تھا۔ آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ حرص سے پر ہونے سے اس نے سنا کیوں نہیں پس فرماتے ہیں کہ

ہست بر سمع و بصر مہر خدا	در حجب بس صورت ست و بس صدا
کان اور آنکھ پر خدا کی مہر ہے	بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں پردوں میں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست بر سمع الخ۔ یعنی کان اور آنکھ پر خداوند تعالیٰ کی مہر ہے (جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ ختم اللہ علی قلوبهم الخ) اور بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں حجابوں میں ہیں۔

انچہ او خواہد رساند آں بہ چشم	از جمال و از کمال واز کرشم
جس کو وہ چاہتا ہے آنکھ تک پہنچا دیتا ہے	(یعنی) حسن اور کمال اور کرشمہ (کو)

انچہ او خواہد رساند الخ۔ یعنی (ان محجوب صورتوں اور آوازوں میں سے) جو جمال اور کمال اور کرشمے خدا چاہتا ہے آنکھ تک پہنچا دیتا ہے تو وہ حق بین ہو جاتی ہے۔

وانچہ او خواہد رساند آں بگوش	از سماع واز بشارت وز خروش
جس کو وہ چاہتا ہے کان تک پہنچا دیتا ہے	(یعنی) قوالی اور خوشخبری اور شور (کو)

وانچہ او خواہد الخ۔ یعنی اور جو بشارت اور سننے کی چیز اور خروش وغیرہ حق تعالیٰ چاہتے ہیں کان تک پہنچا دیتے ہیں۔ غرض کہ معلوم ہوا کہ سمع و بصر نہ خود کچھ سن سکتے ہیں اور نہ خود دیکھ سکتے ہیں بلکہ جس کان کو چاہے خداوند کریم حق بات سنا دے اور جس کو چاہے محروم کر دے اور اگر اپنے اختیار میں ہوتا تو پھر کفار بھی انبیاء کو کیوں نہ مان لیتے بلکہ بعض لوگوں نے تو آیت تراهم ينظرون اليك وهم لايبصرون کی یہ تفسیر کی ہے کہ وہ ان آنکھوں سے ہی نہیں دیکھتے اگر چہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ دیکھتے ہیں اور ان کو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک بھی نظر نہ آتی تھی پس اگر اس آیت کی یہ تفسیر لے جائے تو پھر تو در حجب بس صورت ست وبس صدا کے معنی بالکل صاف ہیں کہ ان کو حقیقۃً وہ صورتیں اور آوازیں دکھائی اور سنائی دیتی ہی نہیں ہیں پس معلوم ہوا کہ جب تک حق تعالیٰ بصیرت اور سمع قبول عطا نہ فرمائیں اس وقت تک کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا اور انسان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

گرچہ تو ہستی کنوں غافل ازاں	وقت حاجت حق کند آنرا عیاں
اگرچہ تو اب اس سے غافل ہے	ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر کر دے گا

گرچہ ہستی الخ۔ یعنی اگرچہ تم ان (صورتوں اور آوازوں) سے (جو حق کی طرف سے آتی ہیں) اس وقت غافل ہو (اور ان کو نہ دیکھتے وہ اور نہ سنتے ہو) لیکن حق تعالیٰ ضرورت کے وقت ان کو ظاہر فرمائیں گے یعنی قیامت میں سب ظاہر ہو جاوے گا کہ کون حق تھا اور کون باطل تھا اور یہ مت سمجھنا کہ جب وہ صورتیں ہم کو دکھائی ہی نہیں دیتیں تو پھر ہمیں ان کے حق و باطل ہونے کی کیا خبر ہے اس لئے کہ

گفت پیغمبر کہ یزدان مجید	از پئے ہر درد درماں آفرید
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے	ہر درد کا علاج پیدا فرمایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر درد کے لئے درمان اور علاج پیدا فرمایا ہے۔ پس تم پانے مرض کے لئے کوئی علاج جس کو حق نے اس لئے پیدا کیا ہو حاصل کرلو اور وہ اتباع انبیاء ہے مگر باوجود اتنی تلاش کے پھر بھی حق تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھو۔ اسی کو فرماتی ہیں کہ

گرچہ درماں جوئی و گوئی بجاں	کاے خدا درمان کار من رساں
اگرچہ تو علاج تلاش کرے اور دل سے کہے	کہ اے خدا میرے کام کا علاج کر دے!

گرچہ درمان الخ۔ یعنی اگرچہ تم (اپنے مرض کے لئے) درمان اور علاج ڈھونڈوگے اور جان (ودل) سے کہوگے کہ اے خدا میرے کام کا علاج فرمادے لیکن تم اس درمان کی اپنے درد کے واسطے رنگ وبو بھی نہ دیکھ سکوگے (یعنی تم کو اسکی ہوا بھی نہ لگے گی) اس کے بے حکم کے۔ مطلب یہ کہ جب تک خداوند تعالیٰ کا حکم نہ ہوگا اس وقت تک تم کو اس مرض کا علاج حاصل نہیں ہوسکتا اور اس سے تم فائدہ نہیں اٹھاسکتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

لیک زاں درماں نہ بینی رنگ وبو	بہر درد خویش بے فرمان او
لیکن تو اس علاج کا رنگ و بو نہیں دیکھے گا	اس کے حکم کے بغیر اپنے درد کے لئے
چشم راا ے چارہ جو در لامکاں	ہیں بنہ چوں چشم کشتہ سوئے جاں
اے علاج کی جستجو کرنے والے آنکھ کو لامکان میں	لگائے رکھ جس طرح مقتول کی آنکھ جان کی طرف (لگی رہتی) ہے

چشم راا ے چارہ جو الخ۔ یعنی اے علاج کے متلاشی آنکھ کو لامکان میں رکھ جس طرح کہ مقتول کی آنکھ جان کی طرف ہوتی ہے چونکہ مقتول کی آنکھ کھلی رہ جاتی ہے اس لئے اس کو اس طرح ظاہر کیا کہ جیسے کہ وہ اپنی جان کو دیکھ رہا ہے اور اس کی نظر ہٹتی ہی نہیں۔ بس اس طرح تم بھی اس طرف لگ جاؤ کہ پھر ادھر کی خبر ہی نہ رہے۔ مقصود یہ کہ اپنے کو فنا کردو اور فنا کے اس درجہ کو پہنچ جاؤ کہ تمہارا وجود بس کالعدم ہوجائے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کون پر چارہ است و ہیچت چارہ نے	تا کہ نکشاید خدایت روزنے
دنیا علاج سے پر ہے اور تیرا کوئی علاج نہیں ہے	جب تک خدا تیرے لئے راہ نہ کھول دے

کون پر چارہ است الخ۔ یعنی تمام دنیا علاجوں سے بھری ہوئی ہے اور تیرا کوئی علاج نہیں ہے جب تک کہ حق تعالیٰ ہی کوئی دروازہ (رسائی کا) تیرے لئے نہ کھول دیں تو جب سوائے حق کی توجہ کے حق بینی اور حق شنوی سے محروم ہے تو اسی طرف توجہ کرنا چاہیے اور اس دنیا کی طرف سے توجہ کو ہٹالینا چاہیے اسی کو فرماتے ہیں کہ

ایں جہاں از بے جہت پیدا شدست	کہ ز بے جائے جہاں را جا شدست
یہ جہاں بے جہت (خدا) سے پیدا ہوا ہے	لامکاں (خدائی قدرت) سے دنیا کو (عالم وجود میں) جگہ ملی ہے

ایں جہان از بے جہت الخ۔ یعنی کہ یہ جہان (بھی تو) بے جہت (یعنی حق تعالیٰ ہی کی طرف) سے پیدا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا ہے اور اس کو بھی تو ایک بے جگہ والی ذات سے جگہ ہوئی ہے۔

باز گرد از ہست سوئے نیستی	گر تو از جاں طالب مولیستی
ہستی سے نیستی کی طرف لوٹ	اگر تو (دل و) جان سے مولا کا طالب ہے

باز گرد از ہست الخ۔ یعنی (جبکہ یہ جہان عدم ہی سے وجود میں آیا ہے تو) تم بھی ہست سے فنا کی طرف لوٹ آؤ۔ اگر جان و (دل سے) مولا کے (یعنی حق تعالیٰ کے) طالب ہو اس لئے کہ جب تک اس وجود میں رہو گے اس وقت تک تو یہ وجود حاجب رہے گا توجہ الی الحق سے اور جب اس کو چھوڑ کر درجہ فنا کا حاصل کر لو گے تو پھر مقصود یعنی حضور حق تعالیٰ کی درگاہ کی حاصل ہو جائے گی اور اگر از روئے عقل دیکھا جائے تب بھی تو فنا ہی ہونا چاہیے اور اسی طرف توجہ چاہیے اس لئے کہ

جائے دخل ست ایں عدم از وے مرم	جائے خرج ست ایں وجود بیش و کم
یہ نیستی آمدنی کی جگہ ہے اس سے گریز نہ کر	یہ گھٹنے بڑھنے والا وجود خرچ کی جگہ ہے

جائے دخل است الخ۔ یعنی عدم تو آمدنی کی جگہ ہے (اس لئے کہ جو یہاں سے گیا رہ وہ وہیں جاتا ہے تو آمدنی کی جگہ ہوئی) تو اس سے بھاگو مت (یعنی علیحدہ مت ہو) اور یہ تھوڑا بہت وجود خرچ کی جگہ ہے (اس لئے کہ ہر وقت اس میں سے تو خرچ ہی ہو رہا ہے) پس وہ جگہ جہاں کی آمدنی ہو زیادہ قابل توجہ ہے اور جہاں آمدنی نہ ہو وہ قابل توجہ نہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ توجہ اصل میں عدم یعنی عالم ملکوت ہی کی طرف ہونی چاہیے اور اسی میں فنا حاصل کرنا چاہیے آگے فرماتے ہیں کہ

کارگاہ صنع حق چوں نیستی ست	جز معطل در جہان ہست کیست
اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا محل نیستی ہے	عالم ہستی میں بیکار کے علاوہ کچھ نہیں ہے

کارگاہ صنع الخ۔ یعنی کہ حق تعالیٰ کے افعال کے (صادر ہونے کی) جگہ (یعنی یہ عالم دنیا) مثل نیستی کے ہے (اس لئے اسکا وجود مثل عدم ہی کے ہے) اور جہان ہست (بظاہر) میں سوائے معطل کے اور کون ہے۔ مطلب یہ کہ جب یہ عالم جس کو عالم موجودات کہا جاتا ہے اور حق تعالیٰ کے افعال کا ظہور اور صدور نہیں ہوتا ہے اور یہ کالعدم ہے تو پھر تو انسان کو جو کہ سب میں ضعیف البیان ہے فنا اور عدم کو حاصل کرنا چاہیئے۔ چونکہ مولانا نے یہاں تک فنا کی اور توجہ الی الحق کی ترغیب دی ہے اس لئے اب آگے حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو بھی یہ مرتبہ عطا فرما۔ بس فرماتے ہیں کہ حضرت مولانا کی عادت ہے کہ ایسے مواقع پر رجوع الی الحق فرماتے ہیں لہٰذا اب بھی آپ مجیب الدعوات کی بارگاہ میں مناجات فرمانے لگے۔

شرح حبیبی

جب وہ قیدی رات کے وقت اونٹ سے اترا تو کردنے کہا کہ رات ہوگئی ہے میرا گھر دور ہے اور میں دیر

www.besturdubooks.wordpress.com

میں پہنچوں گا اس سے مجھے تکلیف ہوگی۔ پھر صبح سے تو میرے اونٹ پر بھی سوار ہے ان تمام چیزوں کے معاوضہ میں میں نے جو چھوڑے گھاس کا تو خرچ دیدے۔ اس نے کہا بھلے مانس اب تک ہم کیا کر رہے تھے تیری عقل کہاں ہے۔ کیا تو بالکل ہی بہرا ہے۔ ارے طمع آسمان نے تو میرے افلاس کا شہرہ سنا مگر تو نے اپنی روشنی سماعت بے بہرہ کان سے نہ سنا۔ میرے افلاس کے نقارہ کی آواز فلک ہفتم تک تو گئی لیکن یہ واقعہ تیرے کان تک نہیں پہنچا تو سنتا کیسے تیرے کان میں تو بے ہودہ طمع کا روڑہ ٹھنسا ہوا تھا۔ صاحبزادہ جب تو یہ قصہ سن چکا تو سمجھ لے کہ طمع کان کو بہرہ کر دیتی ہے۔ ڈھیلے پتھروں تک نے یہ بیان سن لیا کہ یہ بھڑوا مفلس ہے مفلس ہے اور رات تک لوگوں نے یہ اعلان کیا لیکن اس آواز نے اونٹ والے کے کان سے ٹکر نہ کھائی کیوں محض اس لئے کہ وہ طمع سے بالکل بہرا ہوا تھا اس لئے آواز پہنچنے کی اس میں گنجائش ہی نہ تھی۔ بات یہ ہے کہ کان اور آنکھ پر خدا کی مہر لگی ہوتی ہے اور یہ دونوں بالکل اس کے قبضہ میں ہیں۔ ان میں دیکھنے اور سننے کی قوت ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے اور غیب کے پردوں میں بہت سی صورتیں اور بہت سی آوازیں مستور ہیں۔ ان میں سے جس کو خدا چاہتا ہے خواہ جمال ہو یا کمال یا کرشمہ۔ وانداز وغیرہ وغیرہ پردہ اٹھا کر اسکو آنکھ تک پہنچا دیتا ہے اور آنکھ اس کا احساس کر لیتی ہے اور جس کو چاہتا ہے خواہ سماعت ہو خواہ بصارت خواہ غیر مدرک بالسمع ہو یا مدرک بالسمع اس کو کان تک پہنچا دیتا ہے۔ جو چیزیں تجھے مسموع یا مبصر نہیں اگرچہ تو ان سے اب تک غافل ہے مگر حق سبحانہ جس وقت تیرے لئے ضرورت سمجھیں گے اس کو تیرے لئے معاین ومشاہد کر دینگے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہر مرض کے لئے دوا پیدا کی ہے اگر تجھے اپنے امراض طمع وغیرہ کے علاج کی ضرورت اور طلب ہے تو صدق دل سے دعا کر کہ اے اللہ میرے کام کی تدبیر مجھ تک پہنچا دے اور مجھے معلوم کرا دے لیکن یہ سمجھ لینا کہ تجھے اس زبیر کا نہ رنگ معلوم ہو سکتا ہے نہ بو۔ غرض کچھ بھی پتہ نہیں چل سکتا۔ جب تک خدا کا حکم نہ ہوگا عالم تدابیر اور معالجات سے پر ہے مگر تیرے لئے کوئی تدبیر اور کوئی چارہ نہیں۔ جب تک حق سبحانہ کی مدد شامل حال نہ ہو اور وہ تیرے لئے کوئی ذریعہ نہ پیدا کر دے اور اے علاج کے طالب خدا کی اعانت کا ذریعہ یہ ہے کہ تو لامکان کی طرف ٹکٹکی باندھ اور اپنی روح مجرد کی طرف متوجہ ہو کہ اس کی اصلاح کر اور اپنے کو فنا کر اور ٹکٹکی یوں باندھ جیسے مردہ اپنے جان کو آنکھیں کھولے دیکھتا ہے کہ پلک جھپکتے ہی نہیں۔ لامکان کی طرف متوجہ ہونے کی اس لئے ضرورت ہے کہ لامکان کے معنی ہیں عدم مکان اور عدم اور نیستی عجب چیز ہے کیونکہ یہ جہان معدوم الجہۃ ہی سے پیدا ہوتا ہے اور بے جان ہی سے اس کو جگہ ملی ہے یعنی عدم سے کیونکہ وہ نیست ہی سے ہست ہوا ہے۔ پس اگر تجھے طلب حق ہو تو وجود سے عدم کی طرف لوٹ اور اپنے کو فنا کر کیونکہ خدا سے ملنے کا یہی راستہ ہے اور وجود پر عدم کو اس لئے بھی شرف ہے کہ عدم آمدنی کی جگہ ہے اور عالم وجود موہوم خرچ کی اس لئے کہ اشیاء اولاً پیدا ہوتی ہے اور پھر عدم کو چلی جاتی ہے اس لئے عدم گویا کہ خزانہ موجودات کا ہے لہٰذا تو عدم سے بھاگ مت۔ نیز یہ صنعت خداوندی کا محل

www.besturdubooks.wordpress.com

ظہور۔ عالم وجود بھی مثل عدم کے ہے۔ اس لئے کہ یہاں ہر چیز بمنزلہ معطل کے ہے اور تعطل منافی وجود ہے۔ اس توجیہ پر کلمہ چون تشبیہ کے لئے ہے اور اگر شرطیہ ہو تو یہ تقریر ہوگی کہ چونکہ صنعت خداوندی کا محل عدم بھی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ ایجاد کا تعلق موجود کے ساتھ تو ہوتا نہیں معدوم ہی کے ساتھ ہوتا ہے جس کے بعد وہ موجود ہو جاتا ہے اس لئے عالم وجود میں وہ کون ہے جو معطل نہ ہو۔ یعنی سب موجودات ممکنہ مثل معطل کے ہیں انکے ساتھ تعلق تصرف کا نہیں ہوتا۔ یعنی من حیث الوجود کیونکہ جو تصرف ہوگا وہ شئ حاصل بعد التصرف کے عدم ہی کی حیثیت سے ہوتا ہے یا یوں کہو کہ جب صنعت حق سبحانہ کا محل عدم ہوا اور اس سے مستفیض فانی اور معدوم ہی ہیں تو جو عالم ہستی میں ہوگا اور اپنے کو فنا نہ کرے گا وہ لامحالہ معطل اور فیضان حق سبحانہ سے محروم ہوگا۔

شرح شبّیری

مناجات

اے خدائے پاک بے انباز و یار	دست گیر و جرم ما را در گذار
اے خدائے پاک جو لاشریک اور مددگار سے مستغنی ہے	دست گیری فرما اور ہماری خطا سے درگزر فرما

اے خدائے الخ۔ یعنی اے خدائے پاک جو بے شریک اور بے (کسی) مددگار کے ہے ہماری دستگیری کیجئے اور ہمارے جرم سے درگزر کیجئے۔

یاد دہ ما را سخنہائے رقیق	کہ ترا رحم آورد آں اے رفیق
ہمیں رقت آمیز باتیں سکھا دے	اے مہربان! جو تیرے رحم کا سبب بنیں

یاد دہ مارا الخ۔ یعنی اے رفیق ہم کو ایسی نرم باتیں یاد دلایئے (یعنی سکھلایئے) جو کہ آپ کے رحم کو لائیں۔ مطلب یہ کہ اے اللہ ہم کو ایسی نرم نرم باتیں سکھلا دیجئے کہ جن کی وجہ سے آپ کو ہمارے اوپر رحم آئے اس لئے کہ

ہم دعا از تو اجابت ہم زتو	ایمنی از تو مہابت ہم زتو
دعا (کی توفیق) بھی تیری جانب سے ہے اور قبولیت بھی	اطمینان تیری طرف سے ہے ڈر بھی تجھی سے ہے

ہم دعا از تو الخ۔ یعنی دعا بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اور قبول کرنا بھی آپ ہی کی طرف سے اور بے خوفی بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اور خوف بھی آپ ہی کی طرف سے۔ جب یہ بات ہے تو پھر دعا کرنا بھی آپ ہی سکھلا دیجئے۔ اور پھر اس کو آپ ہی قبول فرما لیجئے۔ جیسے کہ قرآن شریف میں آدم علیہ السلام کے قصہ میں ارشاد ہے۔ فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ ترجمہ۔ پھر حاصل کر لئے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند الفاظ تو اللہ تعالیٰ نے رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی جس سے معلوم ہوا کہ معذرت کے الفاظ بھی حق

www.besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ ہی سے حاصل ہوئے تھے اور ایسے موقعہ پر جبکہ خطا وار اپنی خطا پر سخت نادم و بے چین ہو۔ کلمات معذرت تلقین کر دینا میں بھی رائج ہے جیسے کہ کوئی نوکر اپنی خطا پر نادم ہو کر منہ بنا کر ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑا ہے اور ہیبت اور انفعال کی وجہ سے اس کی سمجھ میں نہیں آتا کہ اس خطا کی معذرت کے واسطے کو نسے الفاظ لاوے اور وہ ڈرتا ہے کہ اگر اس مرتبہ بولا تو نہ معلوم میرے منہ سے کیا نکلے اور وہ بدتمیزی ہو تو عتاب اور زیادہ ہو جائے۔ اس وقت آقا کو جوش کرم ہوتا ہے اور مہربان ہو کر کہتا ہے کہ کیا چاہتا ہے کچھ منہ سے کہہ وہ جب بھی خاموش رہتا ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ اچھا کہہ کہ پھر ایسی حرکت نہ کرونگا لہٰذا وہ ان ہی الفاظ کو دہرا دیتا ہے اس وقت کہتے ہیں کہ جا معاف کیا پھر ایسا مت کرنا۔ تو دیکھو کلمہ معذرت بھی آقا ہی نے سکھائے۔ پس اسی لئے یہاں بھی مولانا فرماتے ہیں کہ دعا کے الفاظ اور معذرت کے آپ ہی سکھلایئے اور پھر آپ ہی ان دعاؤں اور عذروں کو قبول فرمایئے۔ جو دعا کہ آقا اور مالک کی سکھلائی ہوتی ہے اس میں قبولیت کی امید زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ جب وہ خود فرما رہے ہیں کہ ہم سے اس طرح مانگو تو یہ فرمانا اس لئے تو یقیناً نہیں ہے کہ جب یہ مانگے گا تو ہم رد کر دیں گے۔ بلکہ اسی لئے ہے کہ یہ مانگے گا تو ہم اس کو عنایت کریں گے پس جب وہ مانگے گا تو پھر اس کو ضرور عنایت ہو جائے گی اور یہ بھی ممکن تھا کہ حق تعالیٰ بے مانگے ہوئے اور بلا کسی دعا وغیرہ کے عنایت فرما دیا کرتے۔ مگر اس دعا میں ایک مصلحت تو یہ ہے کہ عبد کی عبدیت معلوم ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کی عظمت کا احضار ہوتا ہے دوسرے یہ کہ بغیر مانگے عطا فرمانے میں وہ قدر نہ ہوتی جو کہ اب بعد اس طلب کے ہے۔ تیسرے یہ کہ حق تعالیٰ کو جو اپنے بندہ پر شفقت اور رحمت ہے وہ اس کو مقتضی ہے کہ بندہ خود کچھ مانگے جیسے کہ باپ بچہ کے واسطے آم لادے تو اس کو آتے ہی نہیں دیدیتا بلکہ یوں کہتا ہے کہ آم ایسا شیریں ہوتا ہے کہ اسکی جیسی شیرینی اور کسی شے میں ہے ہی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کے سامنے خوب اسکی تعریف کرتا ہے اب وہ بچہ اس سے ضد کرتا ہے اور مانگتا ہے اور مچلتا ہے کہ ہم تو ضرور آم کھائیں گے اور ہم کو لا کر دو وغیرہ وغیرہ یہاں تک کہ جب اسکی طلب بڑھتی ہے اور وہ خوب ضد کرتا ہے تو فوراً آم اس کے حوالہ کرتا ہے تو دیکھو وہ یہ بھی کر سکتا تھا کہ اول آتے ہی اس کو دیدیتا۔ مگر اس قدر ضد کراتے ہیں اور اس کی تعریف کر کے اس کو شوق دلانے میں جو لذت ہوئی ہے اور جو لطف ہے وہ کوئی صاحب اولاد کے دل سے پوچھے۔ سچ یہ ہے کہ یہ لذت اور کسی شے میں حاصل ہی نہیں ہوتی اس کے بیان کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جس سے بیان کردوں۔ بس اس کو راقم بھی ایک ذوق سے جانتا ہے اور جس کو ذوق والفت ہو وہ ہی سمجھ سکتا ہے پس اس طرح حق تعالیٰ اول انسان کو جنت کا اور اس کے نعماء کا اشتیاق دلاتے ہیں اور پھر اس کے مانگنے کے طریقے بتاتے ہیں جیسا کہ جا بجا قرآن شریف میں موجود ہے اس کے بعد بندہ کی طلب پر دریائے رحمت جوش میں آتا ہے اور اس کو عنایت فرما دیتے ہیں اور اسی خوشی کو ایک حدیث قدسی میں اس طرح فرمایا ہے کہ بندہ کے سوال کرنے پر حق تعالیٰ کو اس شخص کی خوشی سے بھی زیادہ خوشی ہوتی ہے جسکا کہ اونٹ کھو گیا ہو اور اس کا کھانا پینا

www.besturdubooks.wordpress.com

سب اسی کے اوپر تھا اس نے اس اونٹ کو بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملا۔ حتیٰ کہ یہ مایوس ہو کر بھوکا پیاسا کسی جگہ پڑ رہا اور سو رہا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اونٹ مع سب سامان کے جو اس پر تھا اسی طرح اس کے سرہانے کھڑا ہوا ہے۔ اس وقت فرط خوشی میں اس کے حواس بجا نہ رہے اور وہ (بجائے اس کے کہ یوں کہتا کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا خدا ہے) یوں کہہ اٹھا کہ میں تیرا خدا ہوں اور تو میرا بندہ ہے۔ (نعوذ باللہ) اور اس شخص پر کوئی اعتراض بھی نہیں۔ اس لئے کہ یہ فرط فرح سے اپنے قبضہ میں نہ رہا تھا۔ اب دیکھو کہ اس کو کس قدر خوشی ہوتی کہ ہوش و حواس بھی ٹھکانے نہ رہے اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بندہ کے سوال پر مجھے اس سے بھی زیادہ خوشی ہوئی ہے اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس ناپاک بندہ کی دعا سے کتنی خوشی ہوتی ہے فالحمد للہ رب العالمین۔ ہاں حق تعالیٰ انفعال سے منزہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے اس خوشی کی وجہ سے اسکے افعال و اقوال حکمت اور اعتدال سے خارج نہیں ہو جاتے۔ خوب سمجھ لو اور بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جو دعا انسان کرتا ہے وہ پوری نہیں ہوتی۔ تو اس وقت اس کو بہت زیادہ پریشانی ہوتی ہے اور مختلف قسم کے خیالات اس کو آنے لگتے ہیں اس کو خوب سمجھ لو بات یہ ہے کہ دعا کی قبول ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ جو مانگا وہی مل جائے اور دوسری یہ کہ جو مانگا ہے وہ (بسبب کسی ایسی مصلحت کے جس کی خبر اس شخص کو نہیں ہے مگر حق تعالیٰ کو ہے) نہ ملے۔ اول صورت میں تو کوئی وجہ پریشانی وغیرہ کی ہے ہی نہیں۔ ہاں دوسری صورت میں کچھ پریشانی ظاہر بین کو ہو سکتی ہے۔ اس کو سمجھ لو کہ چونکہ انسان کو اپنے تمام منافع اور مضار پر اطلاع نہیں ہوتی اور بہت سے مضار کو منافع اور بالعکس سمجھ لیتا ہے اور حق تعالیٰ کو سب معلوم ہے پس یہ تو بلا سمجھے بوجھے جو چاہتا ہے مانگ لیتا ہے مگر حق تعالیٰ جانتے ہیں کہ اگر اس کو عطا کر دیا گیا تو اس کو ضرر دینی یا دنیوی ہوگا۔ پس اس کو وہ شے عطا نہیں فرماتے لیکن دعا کو رد بھی نہیں فرماتے بلکہ اس کی جگہ یا تو کوئی اور شے عنایت ہوتی ہے یا کوئی گناہ معاف ہو جاتا ہے یا اسکی برکت سے کوئی بلا جو آتی ہوتی ہے ٹل جاتی ہے پس دعا حق تعالیٰ سے ہر صورت اور ہر حالت میں ضروری ہے لیکن اس پر مصر ہونا کہ جس طرح ہم چاہتے ہیں اسی طرح ہو جائے بڑا ہے بلکہ دعا کرتا رہے اور اس پر جو کچھ بھی مرتب ہو اس پر راضی رہے اور خوش رہے اگر خود کوئی اثر مرتب نہ معلوم ہو تب بھی دعا کرنا ترک نہ کرے۔ بلکہ دعا کرتا رہے کہ اگر یہ امر حاصل نہ بھی ہوگا تب بھی اور منافع تو حاصل ہونگے خوب سمجھ لو (اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمیں دعا خود سکھلا کر اس کو قبول فرمالیجئے آگے فرماتے ہیں کہ

مصلحی تو اے تو سلطان سخن	گر خطا گفتیم اصلاحش تو کن
اے کہ تو کلام کا بادشاہ ہے تو ہی اصلاح کرنے والا ہے	اگر ہم غلط بات کہیں تو اس کی اصلاح کر دے

گر خطا گفتیم الخ۔ یعنی اگر ہم نے کوئی (بات) غلط اور خطا کہہ دی ہے تو اس کی آپ اصلاح فرما دیجئے (اور اس کو معاف فرما دیجئے اس لئے کہ (اے سلطان سخن اصلاح کرنے والے بھی آپ ہی ہیں۔ سلطان سخن اس

لئے کہہ دیا کہ جس قدر کلام اور جتنی باتیں ہیں سب اسی طرف سے ہیں اور وہی ان کے خالق ہیں مطلب یہ کہ جو کچھ جناب نے سکھلایا ہے اگر اس میں ہم سے کوئی لغزش اور غلطی ہو جائے تو اس کو آپ معاف فرما دیجئے اور اسکی اصلاح اس پر تنبیہ سے یا کسی اور طریقہ سے فرما دیجئے اس لئے کہ

کیمیا داری کہ تبدیلش کنی	گرچہ جوئے خود بود نیلش کنی
تیرے پاس کیمیا ہے تو اس کو تبدیل کر سکتا ہے	اگر خون کی نہر ہو تو اس کو (دریائے) نیل بنا دیتا ہے

کیمیاداری کہ الخ۔ یعنی آپ تو کیمیا (قدرت) رکھتے ہیں (تو جس طرح کیمیا سے تبدیل ماہیت ہو جاتی ہے اسی طرح آپ ہماری خطاؤں اور گناہوں کو) تبدیل فرماتے ہیں اور اگرچہ خون کی ندی ہوتی ہے مگر آپ اس کو نیل (کی طرح صاف اور پاک) فرما دیتے ہیں مطلب یہ کہ جناب کو تو وہ قدرت ہے کہ جس سے سیئات کو حسنات فرما دیتے ہیں جیسا کہ خود ارشاد ہے۔ یبدل اللہ سیئاتھم حسنات یعنی اللہ ان کی سیئات کو حسنات سے بدل دیتے ہیں پس اسی طرح ہماری خطاؤں کو بھی اپنی رحمت اور قدرت سے بدل دیجئے اور ان کو بھی حسنات کر دیجئے اس لئے کہ

ایں چنیں مینا گریہا کارتست	ایں چنیں اکسیر ہا اسرارتست
ایسی مینا کاری تیرا کام ہے	ایسی کیمیائیں تیرے بھید ہیں

ایں چنیں مینا الخ۔ یعنی اس قسم کی نقاشی (جو کہ برے کو اچھا کر دے) آپ ہی کا کام ہے اور اس قسم کی اکسیر (جو کہ قلب ماہیت کر دے) آپ کے اسرار میں سے ہے۔ پس ہماری سیئات کو بھی حسنات سے بدل دیجئے اور آپ کی تو وہ قدرت ہے کہ

آب را و خاک را برہم زدی	ز آب و گل نقش تن آدم زدی
تو نے پانی اور مٹی کو ملایا	پانی اور مٹی سے آدم کے جسم کی صورت بنا دی

آب را و خاک را الخ۔ یعنی آپ نے پانی اور مٹی کو ملا کر اسی پانی اور مٹی سے آدمی کے بدن کا نقش بنایا جو کہ اس قدر جامع کمالات ہے اور مظہر اتم ہے حق سبحانہ تعالیٰ کا۔ تو جب آب و خاک کو بدل کر ایسی شے بنا دی اور بالکل ہی ماہیت کو بدل کر ایک ارذل شے سے اکرم مخلوقات بنایا تو پھر ہمارے سیئات کو بدل کر حسنات کر دینا تو اس کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے اور پھر صرف نقش تن انسان بنانے ہی پر کفایت نہیں کی بلکہ۔

نسبتش دادی بجفت و خال و عم	با ہزار اندیشۂ شادی و غم
(پھر) تو نے ایک ساتھ شوہر بیوی ماموں اور چچا (ہونے کی) نسبت قائم کر دی	مع ہزاروں شادی اور غمی کے خیالات کے

نسبتش دادی الخ۔ یعنی اسکی نسبت جوڑے زوج اور ماموں اور چچا وغیرہ کے ساتھ ہزاروں خوشیوں اور

www.besturdubooks.wordpress.com

غموں اور اندیشوں کے ساتھ فرمائی۔ مطلب یہ کہ اس آب وخاک کو جو کہ جماد محض اور اشیاء لا یعقل نہیں اس طرح ترکیب دی اور پھر ان میں یہ تعلقات پیدا کئے اور پھر ان تعلقات میں خوشیاں اور رنج اور اندیشے ہر قسم کے رکھے۔

باز بعضے را رہائی دادۂ	زیں غم و شادی جدائی دادۂ
پھر تو نے بعض کو چھٹکارا دے دیا	اس غم اور خوشی سے جدا کر دیا

باز بعضے را الخ۔ یعنی (باوجود ان سب تعلقات کے بھی) بعض کو (ان سے) رہائی دی ہے اور اس غم وشادی سے جدا اور الگ اور علیحدہ فرمایا۔

بردۂ از خویش و پیوند و سرشت	کردۂ در چشم او ہر خوب زشت
اس کو اپنے دوستوں عزیزوں اور سرشت سے نکال لیا	اس کی نظر میں ہر لبھانے والی چیز کو برا بنا دیا

بردۂ از خویش الخ۔ یعنی جس کو آپ نے ان تعلقات سے علیحدگی عطا فرمائی اس کو) آپ نے خویش و خویشاوند سے اور باپ بیٹے سے سب سے الگ کر دیا ہے اور اسکی نظر میں ہر (دنیا کے) اچھے کو برا کر دیا ہے اس لئے کہ اسکی نظر میں تو ایک حق کا تعلق بس کیا ہے اس کو دوسروں کی طرف ہرگز التفات نہیں رہتا۔ ہاں جو تعلقات شرع نے مقرر فرما دیئے ہیں وہ ضرور باقی رہتے ہیں مگر وہ اضطرار (جو کہ بغیر تعلق مع اللہ کے ان تعلقات سے ہوتا) نہیں ہوتا بلکہ اس کو ہر وقت تعلق اللہ ہی کے ساتھ رہتا ہے اور دنیا کی عمدہ سے عمدہ شے بھی اسکی نظر میں حقیر اور معلوم ہوتی ہے اور اسکی یہ شان ہو جاتی ہے کہ

ہر چہ محسوس ست او ردمی کند	وانچہ ناپیدا ست مسند می کند
وہ ہر محسوس چیز کو رد کر دیتا ہے	جو غیر محسوس ہے اس کو سہارا بناتا ہے

ہر چہ محسوس الخ۔ یعنی جو کچھ کہ محسوس ہے (یعنی یہ دنیاوی تعلقات) وہ اسکو رد کر دیتا ہے اور جو کچھ کہ ناپیدا ہے (یعنی حق تعالیٰ اور اس کے اسرار) ان کو مسند (اور محکم) کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو اپنے ان تعلقات دنیوی سے بچایا اسکی تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ سوائے آپکے تعلق کے اور سب تعلقات کو ترک کر دیتا ہے اور سب کو حجاب خیال کرتا ہے اور اسکی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

عشق او پیدا و معشوقش نہاں	یار بیروں فتنہ او در جہاں
اس کا عشق ظاہر ہے اور اس کا معشوق پوشیدہ ہے	یار (کائنات سے) باہر ہے جہان میں اس کا فتنہ ہے

عشق او پیدا الخ۔ یعنی اس (شخص) کا عشق تو ظاہر ہوتا ہے (کہ سب جانتے ہیں کہ عاشق خدا ہے) اور اسکا معشوق (یعنی حق تعالیٰ) پوشیدہ ہیں تو یار تو (اس جہان سے) باہر ہے اور اس کا فتنہ (اور عشق) سارے جہان میں ہو رہا ہے (اور جس کو دیکھو اسی کا شیدا اور متوالا ہے بعض تو ہر وقت اور بعض گاہے گاہے اسکی طرف متوجہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتے ہیں لیکن ہوتے سب ہیں پس وہ تو ان جہات وغیرہ سے باہر ہے اور منزہ ہے مگر اس کا فتنہ عشق جہان میں موجود ہے چونکہ اوپر عشق حقیقی تعلق بحق اور فنا کا ذکر تھا اور ان چیزوں کی ترغیب اور ان کا مطلوب ہونا بیان کیا گیا تھا اس لئے آگے اسکی ضد یعنی عشق مجازی اور غیر اللہ سے تعلق اور حق سے غفلت کو منع فرماتے ہیں اور ان کا غیر مقصود اور غیر مطلوب ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

مناجات

اے خدائے پاک لاشریک بے مددگار تو ہماری دستگیری کر اور ہمارے قصوروں کو معاف کر اور ہم کو دل نرم کرنے والی باتیں یاد دلا جو تجھ کو ہم پر مہربان کریں۔ دعا کی توفیق بھی تو ہی دینے والا ہے اور قبول بھی تو ہی کرنے والا ہے۔ بے خوفی بھی تیری ہی طرف سے ہے اور خوف بھی تیری ہی جانب سے۔ پس اگر ہم نے کوئی خطا کی ہو اور کوئی بات غلط کہی ہو تو اس کی اصلاح کر اس لئے کہ اے بادشاہ سخن و متصرف و مالک کلام تو ہی اصلاح کرنیوالا ہے تیرے پاس کیمیا ہے کہ تو اس کی قلب ماہیت کر سکتا ہے اور فاسد کو صالح بنا سکتا ہے۔ اگر خون کی ندی ہو تو اس کو رود نیل بنا سکتا ہے۔ اس قسم کی نقاشیاں کرنا تیرا ہی کام ہے اور اس قسم کی اکسیریں کہ فاسد کو صالح کر دے اور صالح کو فاسد وغیرہ تیرے ہی بھید ہیں تو نے پانی اور مٹی کو مخلوط کر کے اس پانی و مٹی سے ایک تصویر یعنی جسم انسان بنا دیا پھر اس کا تعلق خاوند اور بیوی ماموں اور چچا وغیرہ سے پیدا کیا اور اس کو خوشی اور رنج کے ہزار خرخشوں میں مبتلا کر دیا۔ پھر بعضوں کو ان خرخشوں سے نکالا اور رنج و شادی کے قصوں سے علیحدہ کیا اور اس کا تعلق عزیز و اقارب اور ملکات سیئہ سے قطع کیا اور ہر بظاہر خوشنما چیز کو اسکی نظر میں برا کر دیا۔ چنانچہ اب اس کی حالت یہ ہے کہ جو کچھ محسوس ہوتا ہے اسے رد کرتا ہے اور غیر محسوس یعنی حق سبحانہ کو اپنا سہارا بناتا ہے اور اسکی حالت یہ ہوتی ہے کہ اسکا عشق تو ظاہر ہوتا ہے مگر معشوق نظروں سے مخفی اسکا محبوب تو بیرون عالم اور لامکانی ہے مگر اس کی شورش عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔

شرح شبیری

ہیں رہا کن عشقہائے صورتی	نیست بر صورت نہ بر روئے ستی
خبردار! صورت کے عشقوں کو چھوڑ دو	وہ (عشق) بیوی کے چہرہ اور صورت پر نہیں ہے

ہیں رہا کن الخ۔ یعنی ہاں صورت کے عشق کو ترک کر دے (اس لئے کہ) جو عشق صورت پر ہے (وہ واقعہ میں) بیوی کے منہ پر نہیں ہے ستی۔ بی بی و کدبانو را گویند مطلب یہ کہ اے عاشق صورت تو جو اپنا معشوق صورت کو

www.besturdubooks.wordpress.com

سمجھے ہوئے ہے اور اس بنیاد پر چہرۂ زوجہ کو محبوب سمجھتا ہے تو سن رکھ کہ یہ عشق بھی جو کہ تجھے بیوی کے ساتھ ہے اس کے چہرہ پر یا کسی ظاہری عضو پر نہیں آگے بھی اس کو فرماتے ہیں کہ

آنچہ معشوقست صورت نیست آں	خواہ عشق ایںجہاں خواہ آںجہاں
جس سے عشق ہے وہ صورت نہیں ہے	خواہ اس جہان (عالم ناسوت) کا عشق ہو یا اس جہان (عالم ملکوت) کا

انچہ معشوق ست الخ۔ یعنی جو کچھ معشوق ہے وہ صورت نہیں ہے۔ اب وہ عاشق خواہ اس جہان (یعنی ناسوت) کا ہو اور خواہ اس جہان (یعنی عالم ملکوت) کا ہو غرضیکہ جو عشق کہ ماسوی اللہ کے ساتھ ہوگا وہ بھی اس کی صورت پر نہیں ہے اور صورت پر عشق سمجھنا غلطی ہے بلکہ وہ عشق بھی اس کے کسی کمال پر ہوتا ہے مثلاً جمال پر وفا پر ناز و ادا پر وغیرہ وغیرہ مگر اس کالبد خاکی پر جو کہ گوشت پوست سے مل کر بنا ہے ہرگز ہرگز عشق نہیں ہوتا آگے اس دعویٰ کی دلیل خود بیان فرماتے ہیں اور اس شعر میں عشق ایںجہان و آںجہان کہنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ وہ عشق ماسوی اللہ کا ہوگا۔ اس لئے کہ جہان کے معنی ہیں عالم کے خواہ وہ یہ عالم ہو اور خواہ عالم ملکوت ہو۔ یہاں تک تو عشق ظاہر ہے روز اس کا رونا پڑا رہتا ہے کسی نے کیا ہے کہ۔ عشق سے کون ہے بشر خالی + کر دیئے جس نے گھر کے گھر خالی + اور عشق عالم ملکوت کا ایسا ہے جیسے کوئی شخص حور پر عاشق ہو اس کی طلب میں لگ جائے اور ہمہ تن اس کی مطلوب وہی ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس کو حق تعالیٰ سے علیحدگی اور غفلت لازم ہے اور یہ بھی مذموم ہے۔ آگے اپنے اس دعوے کی کہ عشق جو بظاہر صورت پر معلوم ہوتا ہے (وہ بھی اصل میں کسی کمال ہی پر ہے) اس کو صورت پر سمجھنا ہی غلطی ہے ایک دلیل لاتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

آنچہ بر صورت تو عاشق گشتۂ	چوں بروں شد جاں چرایش ہشتۂ
جس کی صورت پر تو عاشق ہو رہا ہے	جب اس کی جان نکل گئی تو اس کو کیوں چھوڑا ہے

انچہ بر صورت الخ۔ یعنی جو کچھ کہ تم صورت پر عاشق ہو گئے ہو تو جب جان باہر ہو گئی تو اب اس کو کس لئے چھوڑتے ہو اور مطلب یہ کہ اے صورت پرست اور صورت کے عاشق اگر تیرا یہ کہنا صحیح ہے کہ تو اس خط و خال اور لون ظاہری ہی پر عاشق ہے تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ جب اس جسم میں سے جان نکل جاتی ہے تو پھر اس جسم سے عشق کیوں نہیں ہوتا اور اس کو کیوں الگ کر دیتے ہو کہ اس کو لے جا کر اپنے ہاتھوں سے تہ خاک کر آتے ہو۔ اس وقت اگر عشق باقی ہے تو پھر اسکی لاش کو اٹھا کر رکھو اور اس کو اسی طرح چومو اسی طرح پیار کرو وغیرہ وغیرہ۔ مگر نہیں سب سے اول یہ عاشق خدا جب ہی فرمائیں گے کہ اس کو جلدی کہیں دفن کر دینا چاہیے اور سارا سامان خود کریں گے اور اس جسم کو دفن کر آئیں گے بس معلوم ہوا کہ اس کالبد سے اور اس صورت سے عشق نہ تھا اور نہ پھر ایسا کیوں ہوتا ہے اور اس لاش سے اس قدر نفرت کیوں ہو جاتی ہے اور اگر یہ کہو کہ ہم کو رنج و الم تو ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم کو عشق صورت ہی سے تھا اور اس کے پیش نظر نہ رہنے سے یہ سارا قلق اور رنج ہے اور اس کو دفن بوجہ ضرورت

www.besturdubooks.wordpress.com

کے کردیتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت جب عشق ہوتا ہے تو ساری مصلحتیں اور ساری ضرورتیں ہیچ ہوجاتی ہیں اور سب سے بڑی ضرورت عشق ہی کی اور اس کے مقتضیات کی ہوتی ہے۔ آخر دیکھو کیا اپنی آبرو کی حفاظت کی اور بدنامی سے بچنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن پھر بھی اس عشق اور محبت کے سامنے کسی چیز پر بھی نظر نہیں ہوتی بلکہ صرف محبوب پیش نظر رہتا ہے اور اس کی یاد میں نہ اپنے بدنام ہونے کا خوف اور نہ کسی شے کا بس وہ ملنا چاہیے تو جب یہ بات ہے تو پھر تو اس کی لاش کو ضرور رکھتے اور ان ساری ضرورتوں پر خاک ڈالتے لیکن دیکھا جاتا ہے کہ اگر کہیں یہ عاشق صاحب رات کو مردہ معشوق کے پاس ہوں تو بھاگتے نظر آئیں گے۔ جب یہ بات ہے تو معلوم ہو گیا کہ عشق صورت پر ہرگز نہ تھا بلکہ کسی کمال پر تھا اور یہ قلق اور رنج والم بھی اس کمال ہی کے گم ہوجانے پر ہے۔ یہاں ایک صاحب نے حضرت دام ظلہم سے دریافت کیا کہ مثنوی گلزار ابراہیم میں جو قصہ لکھا ہے کہ حضرت ادہم اس شہزادی کی نعش کو نکال کرلے گئے تھے اور اس کو اپنے ویرانہ میں رکھ کر اس کو خطاب کررہے تھے کہ عہد کر کے مجھکو دغا کرنا نہ تھا + مجھ کو زندہ چھوڑ کر مرنا نہ تھا + جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تو لاش بھی نکال لی اور یہ ضرور عاشق صورت ہی تھے جواب یہ ارشاد ہوا کہ اول تو یہ شاذ ونادر ہے اور النادر کالمعدوم کے حکم میں ہے اور اگر شاذ نہ کہا جائے تو جواب یہ ہے کہ وہ مردہ بھی نہ تھی بلکہ وہ سکتہ میں مبتلا تھی اس لئے اس کے اندر ایک قسم کی کشش اس وقت بھی باقی تھی وہی کشش ان کی رہبر ہوئی اور ان کو اس امر پر مجبور کیا اور یہاں بحث ہے اس سے جو مردہ ہو کہ اس وقت اس صورت میں کشش باقی کیوں نہیں رہی حالانکہ صورت میں کوئی تغیر نہیں آیا اسی کو فرماتے ہیں کہ

صورتش برجاست ایں سیری زچیست	عاشقا واجو کہ معشوق تو کیست
اس کی صورت موجود ہے یہ دل بھرنا کیوں ہے؟	اے عاشق! ڈھونڈ کہ تیرا معشوق کون ہے؟

صورتش برجاست الخ۔ یعنی اس کی صورت تو اپنی جگہ پر (بلا کسی تغیر وتبدل کے قائم) ہے پھر یہ سیری (اور اکتانا) کس چیز کے سبب سے ہے تو اے عاشق تو دیکھ کہ تیرا معشوق (حقیقت میں) کون ہے اس لئے کہ اگر صورت ہوتی تو وہ تو موجود ہے۔ مگر اس سے اکتاتے کیوں ہو جب اس سے گھبراتے ہو تو معلوم ہوگیا کہ معشوق اور ہی کچھ ہے۔ پس اس کو دیکھنا اور اس کو طلب کرنا چاہیے اور اس کو ترک کردینا چاہیے۔ آگے ایک اور دلیل اپنے دعوے پر بیان فرماتے ہیں کہ

آنچہ محسوس ست گر معشوقہ است	عاشق ستے ہر کہ او را حس ہست
اگر محسوس چیز ہی معشوق ہے	تو جس میں بھی حس ہے وہ عاشق ہوتا

آنچہ محسوس ست الخ۔ یعنی جو چیز کہ محسوس ہے اگر (وہی) معشوقہ ہوتو ہر وہ شخص جس کو حس ہوتی عاشق ہوجاتا مطلب یہ کہ اگر محسوس شے معشوقہ ہوا کرتی اور عشق صورت پر ہی ہوتا تو پھر تو جسکو حس ہوتا وہی اس پر عاشق ہوتے اور حس حیوانات کو بھی ہے اس لئے کہ اس شخص کے معشوق کو آخر آنکھ سے وہ بھی دیکھتے ہیں تو وہ بھی اس معشوق پر عاشق ہوجاتے۔ اور اس کے رقیب گائے بھینس بیل گھوڑے ہوا کرتے۔ (سبحان اللہ کیا نفیس

www.besturdubooks.wordpress.com

رقابت ہے) حالانکہ یہ چیزیں عاشق نہیں ہوتیں تو معلوم ہوا کہ انسان کے عاشق ہونے کی کوئی اور وجہ ہے اور کوئی اور شے ہے جوان حواس ظاہری سے مدرک نہیں ہے بلکہ عقل سے مدرک ہے۔ اور عقل حیوانات میں ہی نہیں۔ بس عشق بھی نہیں۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ صورت ہرگز معشوق نہیں ہے۔ آگے ایک اور دلیل اس کی فرماتے ہیں کہ

چوں وفا آں عشق افزوں می کند	کے وفا صورت دگرگوں می کند
جب وفاداری عشق کو بڑھاتی ہے	(تو) وفا صورت میں کب تغیر کرتی ہے؟

چوں وفا آن الخ۔ یعنی جبکہ وفا اس عشق میں زیادتی کرتی ہے تو وفا صورت کو دگرگوں کب کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جب محبوب کی طرف سے وفا ہوتی ہے اور اس طرف سے بھی محبت ہو تو پھر کس قدر الفت اور محبت مابین بڑھتی ہے جیسے کسی نے کہا ہے کہ ۔ الفت کا جب مزہ ہے کہ وہ بھی ہوں بے قرار + دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی + تو اس وفاداری نے صورت کو تو ذرا بھی نہیں بدلا۔ پھر محبت کیوں بڑھتی ہے۔ معلوم ہو گیا کہ عشق کمالات پر ہے اور کیونکہ وفا بھی ایک کمال ہے اس لئے وفا ہونے سے محبت زیادہ ہوتی ہے اور اصل کمالات کی حق تعالیٰ ہیں اور جامع کمالات بھی وہی ہیں اور کل کمالات ان میں بطریق اتم واحسن موجود ہیں لہٰذا بس کامل کے ساتھ عشق اور محبت چاہیے اور ان مجازی محبوبوں کو جو کہ اسی کا پرتو اور سایہ ہیں اور اس کے تابع ہیں علیحدہ اور الگ کرو اور غلطی اس وقت تک ہی جب تک کہ اصل کو دیکھا نہیں۔ ورنہ اگر اصل کو دیکھ لیتے تو پھر ان مجازی اور مستعار اشیاء کے درپے نہ ہوتے۔ اس کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

پرتو خورشید بر دیوار تافت	تابش اریتے دیوار یافت
آفتاب کا عکس دیوار پر پڑا	(تو) عارضی چمک دیوار نے حاصل کر لی

پرتو خورشید الخ۔ یعنی خورشید کا سایہ دیوار پر چمکا تو مستعار چمک دیوار نے بھی پالی۔ پس اگر کوئی اس دیوار کو منور دیکھ کر اس کو محبوب سمجھے اور اس پر عاشق ہو جائے اور اس چمک کو خاصہ اس کی ذات کا سمجھ کر اسی کا ہو رہے ہے تو ظاہر ہے کہ وہ غلطی پر ہے اور ہر شخص اس سے یہی کہے گا کہ جو چیز اصل ہے اور جس کا یہ عکس ہے یعنی آفتاب اس کو دیکھو اور اس سے لو لگاؤ۔ بس اس طرح ماسوی اللہ جس قدر عالم ہیں اور ان میں جس قدر کمالات ہیں وہ سب اسی کامل کا عکس اور سایہ ہے اور اصل کمال اس کے اندر ہی اس کو چھوڑ کر اس کے عکس کی طرف توجہ کرنا اور اس شے کو اصل اور اس کو اس کی ذاتیات سے سمجھنا صریح غلطی ہے بلکہ اصل تو یہ ہے کہ حسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردہ + پس بچشم عاشقان خود را تماشا کردہ + اصل میں تو جمال حق ہے اور اس جمال کا عکس محبوبان مجازی پر پڑ رہا ہے اس وجہ سے یہ بھی محبوب ومطلوب بظاہر نظر معلوم ہوتے ہیں۔ آگے بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ

بر کلوخے دل چہ بندی اے سلیم	واطلب اصلی کہ او تابد مقیم
اے سادہ لوح! ڈھیلے سے کیا دل لگاتا ہے	اصلی کو طلب کر جو ہمیشہ چمکتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برکلوخے دل چہ ال لخ۔ یعنی اے بھلے آدمی کلوخ پر کیا دل باندھتے ہو (اور اس سے کیا تعلق پیدا کرتے ہو) بلکہ اس اصل کو طلب کرو اور اسکی تلاش کرو جو کہ ہمیشہ اور ہر آن چمکتی ہے۔ مطلب یہ کہ ان محبوبان مجازی سے جو کہ مشابہ دیوار اور کلوخ کے ہیں دل مت لگاؤ۔ حق تعالیٰ سے جو کہ اصل ہونے میں مثل خورشید کے ہیں تعلق پیدا کرو۔ یہاں تک تو صورت پرستوں کی غلطی بتائی تھی آگے اہل سلوک اور صوفیوں کی غلطی بتاتے ہیں کہ اگر کسی کو شبہ ہو کہ یہ جو کہا ہے کہ اصل حق تعالیٰ ہے اور اس کا پرتو مخلوق پر پڑا ہے جس کی وجہ سے یہ حسین اور با جمال نظر آتی ہے تو ہم بھی اس شخص میں اس کامل کی تجلی اور اس کے جمال کو دیکھ رہے ہیں اور ہمارا مقصود اصلی جمال حق کو دیکھنا ہے اور یہ صورت محض آلہ رویت ہے پس ان کی غلطی کو بیان کرتے ہیں اور ان کا جواب دیتے ہیں حاصل جواب کا یہ ہے کہ حقیقت میں تو بے شک یہی ہے اور اسی اصل کا پرتو ہر شئے پر پڑ رہا ہے مگر تمہارا یہ قول کہ ہمارا مطمع نظر بالقصد حق تعالیٰ ہیں غلط ہے اس لئے کہ اگر وہ خوبیاں اور کمالات جن پر یہ شخص عاشق ہے اور جن کو کہ حق تعالیٰ کے کمالات کا پرتو اور عکس خیال کرتا ہے کسی دوسرے شخص میں بھی موجود ہوں اس شخص پر بھی یہ کیوں عاشق نہیں ہوتا جیسے کہ مثلاً کسی کا محبوب بہت ہی وفادار ہے اور اسکی وجہ سے یہ شخص اس پر عاشق ہے اور کہتا ہے کہ اصل میں ایفاء عہد صفت ہے حق تعالیٰ کی لیکن چونکہ اسکا عکس اسمیں بھی اس صورت سے آیا ہے کہ یہ وفادار ہو گیا ہے اس لئے ہم اس پر عاشق ہیں پس اگر یہی کمال کسی دوسرے میں بھی ہو اس پر کیوں عاشق نہیں ہو جاتے اور اگر مان لیں کہ تمہاری نظر میں صرف اسی کے اندر یہ صفات پائی جاتی ہیں اور دوسروں میں نہیں ہیں تو پھر اس کی وجہ بتاؤ کہ جب تمہارا معشوق ذرا بڑا ہوا اور دو ایک بال نکلے اور صورت بگڑی بس اس سے نفرت شروع ہو گئی اس سے طبیعت سیر ہو گئی حالانکہ اب اس کے اندر وہ صفت بدرجہ اولیٰ اور بطریق اتم موجود ہے کیونکہ پہلے تو بہت خریدار تھے۔ اب کون ہے بس اب تو جو بھی ذرا اس سے محبت کرے گا وہ اس کے ساتھ ہونے کو تیار اور ہر طرح سے اس کی خوشامد کو موجود ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے پھر اس سے وہ محبت عشق کیوں نہیں ہے حالانکہ وہ صفت پوری طرح پر موجود ہے۔ معلوم ہو گیا کہ حضرت بھی صورت ہی پر عاشق ہیں اور یہ صفات وغیرہ کا بہانہ ہی ہے اور یہ سارا نفس کا کید ہے۔ اب سمجھو کہ مولانا اس کو فرماتے ہیں کہ

اے کہ تو ہم عاشقی بر اصل خویش	خویش بر صورت پرستاں دیدہ بیش
اے وہ کہ تو بھی (اپنے زعم میں) اصل پر عاشق	اپنے آپ کو صورت پرستوں سے زیادہ (افضل) سمجھتا ہے

ایکہ تو ہم عاشقی الخ۔ یعنی اے وہ شخص کہ تو بھی اپنی عقل پر عاشق ہے اور اپنے کو صورت پرستوں سے زیادہ جانتا ہے۔ عقل کو مشابہت حق تعالیٰ سے اصل ہونے میں ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ اے شخص تو جو یہ سمجھتا ہے کہ صورت پرست تو غافل عن الحق ہیں لیکن میں متوجہ بحق ہوں اور میری توجہ کا آلہ یہ صورت ہے کہ مجھے اس میں جمال الٰہی کا مشاہدہ ہو رہا ہے۔ بس یہ تیری غلطی ہے اور نفس کا کید ہے اور اصل میں تو بھی عاشق صورت ہی ہے جیسا کہ معشوق کے بوڑھے یا بدصورت ہو جانے کے بعد اس کی صورت میں وہ جمال ظاہری نہیں رہتا اس لئے وہ عشق

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی نہیں رہتا۔ حالانکہ اور ساری خوبیاں درجہ کمال پر ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ وہی بات کسی دوسرے میں ہوتی ہے مگر اس طرف اس کو التفات بھی نہیں ہوتا حکایت۔ ایک مرتبہ بقراط نے راستہ میں ایک صوفی کو دیکھا کہ بے ہوش پڑا ہے پوچھا کہ اس کی کیا حالت ہے معلوم ہوا کہ کسی حسین صورت کو دیکھ لیا ہے اس لئے یہ حالت طاری ہے۔ بقراط نے کہا کہ کہ مجھ بڈھے کو دیکھ۔ اس کو کبھی حق تعالیٰ کے کمالات کا استحضار نہ ہوا۔ بھلا خوبصورت ہی کو دیکھ کر احساس ہوا۔ پس اپنے اپنے نفس کو ٹٹول کر دیکھو لو کہ کیا کہتا ہے۔ یہ ساری خرابی مستی کی ہے اگر وہ وعیدیں جو نگاہ بد کے متعلق وارد ہیں مستحضر ہوں اور حق تعالیٰ کا خوف دل میں ہو پھر دیکھیں کہ یہ مستیاں کہاں جاتی ہیں۔ اور اس کا مشاہدہ دنیا میں ہے کہ جب تک عیش و آرام ہے جب ہی تک سارے لطف سوجھتے ہیں اور اگر ابھی کوئی مقدمہ وغیرہ قائم ہو جائے اس وقت اس معشوق کی یہ بھی خبر نہیں ہے کہ کہاں ہے اور کہاں نہیں بس نفسی نفسی کی پڑ جاتی ہے۔ اسی کو ایک جگہ مولانا فرماتے ہیں کہ ۔ عشق نبود آں کہ ہر مردم بود + این ہمہ از خوردن گندم بود + ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ عشق بازی کرپے رنگے بود + عشق نبود عاقبت ننگے بود + سچ ہے انجام کار ننگے ہی ہو جاتے ہیں پس معلوم ہوا کہ صورت قابل عشق ومحبت کے نہیں ہے اور اس کے ساتھ ذرا سا تعلق بھی مانع عن الحق ہے سو اس کو نہ مرآۃ قرار دے نہ کچھ بس متوجہ الی الحق ہو اور ان سب کو غیر سمجھے اور ان کی طرف توجہ کو شرک فی الطریق خیال کرے۔

آگے پھر مضمون بالا کی طرف یعنی صورت پرستوں کی غلطی کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

پرتو عقل ست آں بر حس تو	عاریت میداں ذہب بر مس تو
تیرے (اس) احساس پر عقل کا سایہ پڑ گیا ہے	اپنے تانبے پر سونے کو عارضی سمجھ

پرتو عقل ست الخ۔ یعنی (اے صورت پرست مجھ کو جو صورت اچھی اور حسین معلوم ہوتی ہے یہ بھی) تیری حس پر عقل ہی کا سایہ ہے اور اپنے تانبے پر سونے کو عاریت سمجھو۔ مطلب یہ کہ یہ جو حسن صورت اور خوبی ظاہری ہے یہ بھی اس کامل ہی کا سایہ ہے اور اس سایہ کی وجہ سے ہی تم کو یہ صورت بھی حسین معلوم ہوتی ہے بس تم اس خوبصورتی کو جو کہ ایک جھول کی طرح اوپر سے حسین معلوم ہوتی ہے مانگی ہوئی اور ناپائیدار شے سمجھو۔ آگے اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ہیں رہا کن عشقہائے صورتی ------------ واطلب اصلی کہ تابد او مقیم

دیکھو ان عشقوں کو چھوڑ جنکا تعلق صورت سے ہے۔ اس لئے کہ جو عشق بظاہر صورت پر ہے وہ فی الحقیقت بیوی وغیرہ کے چہرہ پر نہیں اور جو فی الحقیقت معشوق ہے وہ صورت نہیں خواہ صورت ناسوتی کا عشق ہو خواہ ملکوتی کا وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر تو صورت ہی پر عاشق ہوا ہے تو کیا وجہ ہے کہ جب جان نکل گئی تو نے اس کو چھوڑ دیا۔ حالانکہ صورت تو اسی طرح موجود ہے پھر یہ استثناء کس سبب سے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صورت پر نہیں۔ تو اب

www.besturdubooks.wordpress.com

تجھے غور کرنا چاہیے کہ فی الحقیقت تیرا معشوق کون ہے۔ غور سے تجھے معلوم ہو گا کہ صورت نہیں بلکہ کوئی اور ہی ہے اس لئے کہ جو محسوس ہے وہی اگر معشوق ہوتا تو ہر حس رکھنے والا عاشق ہوتا۔ پس لازم تھا کہ گائے بیل بھی عاشق ہوتے۔ نیز یہ مشاہدہ ہے کہ معشوق کی وفا سے عشق میں ترقی ہوتی ہے تو کیا وفا صورت کو بدل دیتی ہے ہرگز نہیں بلکہ صورت وہی رہتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عشق میں تغیر ہوتا ہے اس سے بھی ثابت ہوا کہ معشوق صورت نہیں پھر کیا ہے تو ہم بتائے دیتے ہیں بات یہ ہے کہ آفتاب حقیقی حق سبحانہ کا پرتو دیوار یعنی ممکنات پر پڑا اس سے اس دیوار یعنی ممکنات کے اندر عارضی حسن پیدا ہو گیا بس وہ حسن تیرے دل کو کھینچتا ہے۔ پس جبکہ معشوق وہ حسن عارضی ہوا جو حق سبحانہ کے پرتو سے پیدا ہوا ہے تو یہ سراسر حماقت ہے کہ اس عارضی حسن رکھنے والے ڈھیلے اور ممکن سے دل لگایا جائے بلکہ اصل خورشید (حق سبحانہ) کو ڈھونڈنا چاہیے جو کہ ہمیشہ چمکتا اور ذاتی اور بے زوال حسن رکھتا ہے۔

ایک تو ہم عاشقی بر عقل خویش-----------عاریت میدان ذہب بر مس تو

اوپر صورت پرستوں پر اعتراض اور ان کو تفہیم تھی۔ ان اشعار میں عقل پرستوں کی تردید ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ ارے تو جو اپنی عقل پر عاشق ہے اور صورت پرستوں سے اپنے کو اعلیٰ وافضل سمجھتا ہے تجھے معلوم بھی ہے کہ تیرا معشوق کون ہے۔ وہ تیری عقل ناقص نہیں بلکہ اس عقل ناقص پر جو خسیس ہونے میں مثل خس کے ہے اس لطیف وخبیر کا جو عقل کی طرح اشیاء کو علی ماہی علیہ ادراک کرتا ہے۔ پرتو پڑا ہے اس لئے اس میں یہ کیفیت پیدا ہو گئی ہے جو تجھے مرغوب وپسندیدہ ہے۔ اور یہ سونا اور پرتو کمال تیری عقل ناقص پر جو بمنزلہ تانبے کے ہے عارضی ہے اصل نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ معشوق خود عقل نہیں بلکہ وہ سونے کا مطمع ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ عقل پر عاشق ہونا بھی سراسر حماقت ہے۔ عقل انسانی کو ضعف وغلطی ادراک کے سبب حس سے تعبیر کیا اور حق سبحانہ کو اس کے ادراک اشیاء علی ماہی علیہ اور مناسبت لفظ حس کے سبب جو اس مصرع میں واقع ہے عقل سے اور یہ لوگ تعبیرات کی پرواہ نہیں کرتے چنانچہ اشعار آئندہ میں حق سبحانہ کو دل سے تعبیر کیا ہے۔ فاندفع البعد (تنبیہ) اس مقام پر بعض اور توجیہات بھی ہیں اول یہ کہ شعر اول میں عقل سے مراد معقول ہے اور مقصود ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو دعوے کرتے ہیں کہ ہم صورت پر عاشق نہیں بلکہ ہم تو معنی پر عاشق ہیں۔ یعنی یہ صورت مظہر اور مرآۃ جمال ہے حق سبحانہ کا اس میں ہم ظاہر اور مرئی کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اس پر عاشق ہیں۔ تفصیل یہ ہے کہ تو جو اپنی معقول یعنی حق سبحانہ پر بزعم خود عاشق ہے اور صورت پرستوں سے اپنے کو افضل سمجھتا ہے یہ تیری غلطی ہے اور منشاء غلطی یہ ہے کہ تیری حس میں عقل کی آمیزش ہو گئی ہے وہ آمیزش تجھے گمراہ کر رہی ہے کہ اس آمیزش سے تو اپنے کو معقول کا عاشق سمجھ گیا چونکہ اس وقت من وجہ معقول کا بھی ادراک ہو گیا وہ ادراک عشق کے درجہ تک نہیں پہنچا اور نہ واقع میں مدرک بالحس یعنی صورت ہی کا تو عاشق ہے۔ اس توجیہ پر مصرع عاریت میدان ذہب بر مس تو را میں عاریت کا لفظ اچھی طرح چسپاں نہیں ہوتا۔ اللھم الا ان یقال اس آمیزش کو بوجہ ناپائدار ہونے کے غایت سے تشبیہ دی کیونکہ

غالب عشق صورت ہی کا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ دوسرا شعر پہلے شعر سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ اشتعار ماسبق سے مرتبط ہے اور معنی یہ ہیں کہ تیری محسوسات پر معقول (حق سبحانہ) کا پرتو ہے اس لئے مجھے اپنے تانبے (محسوس) پر سونے (پرتو حق سبحانہ) کو طمع اور عارضی سمجھنا چاہیے لہٰذا اس پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے اس توجہ میں یہ خدشہ ہے کہ شعر اول لام تام نہیں بلکہ محتاج جواب ندا ہے اور اس تقدیر پر جواب ندا ندارد ہے۔ اللھم الا ان یقال بقرینہ مقام مقدر ہے بعض نسخوں میں شعر اول میں بجائے عقل کے لفظ اصل واقع ہے اور اصل سے مراد حق سبحانہ ہیں اور مطلب یہ ہے کہ تو جو اپنے اصل حق سبحانہ پر بزعم خود عاشق ہے اور اپنے کو صورت پرستوں سے اعلیٰ وافضل بتاتا ہے یہ تیرا نقص ہے اس لئے کہ تیرے حس پر مرد عارف کا پرتو پڑا یعنی تو نے ان کی نقل کی اور اصل اور نقل اور حال اور قال میں بہت فرق ہے اس لئے یہ قول اور یہ خیال تیرا انی الحقیقت حس اور نقص ہے۔ گو اس مشابہت عرفاء سے صورت کمال پیدا ہوگئی ولا یخفی سخافتہ وحزازتہ علی من لہ ذوق سلیم۔

شرح شبیری

چوں زراندود ست خوبی در بشر	ورنہ چوں شد شاہد تو پیر خر
انسان کا حسن ملمع کی طرح کا ہے	ورنہ تیرا معشوق بوڑھے گدھے کی طرح کیوں ہوا؟

چون زراندودست الخ۔ یعنی انسان میں خوبصورتی سونے کی جھول کی طرح ہے (جو کہ اصل میں تو تانبا ہے اور اوپر سے سونا معلوم ہوتا ہے) اور اگر (ایسا) نہیں ہے (اور تم اس حسن کو صفت ذاتی انسان کی سمجھتے ہو تو یہ بتاؤ) کہ تمہارا معشوق (تھوڑے دن بعد) بوڑھا گدھا کیوں ہو جاتا ہے۔ بوڑھا گدھا کہنے میں بیکار ہونے سے تشبیہ ہے۔ یعنی بعد ایک مدت کے وہ اس کا سارا حسن و جمال کہاں جاتا رہتا ہے اور اس وقت خود یہ عاشق ہی صاحب کیوں اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساری حسن وخوبی عاریت اور ناپائیدار تھی اس کو پھر فرماتے ہیں کہ

چوں فرشتہ بد ہمچو دیو شد	کاں ملاحت اندر و عاریہ بد
فرشتہ جیسا تھا بھوت جیسا بن گیا	کیونکہ اُس میں حسن عارضی تھا

چون فرشتہ بود الخ۔ یعنی (پہلے تو وہ معشوق) فرشتہ کی طرح تھا (اور اب) دیو کی طرح ہو گیا (بس معلوم ہوا) کہ وہ ملاحت (اور حسن) اسمیں عاریۃ تھا اور اس کی صفت ذاتی اور اصلی نہ تھی اور یہ ساری ملاحت حسن جاتے رہنے کی وجہ یہ ہے کہ

اندک اندک می ستاند آں جمال	اندک اندک خشک می گردد نہال
(اللہ تعالیٰ) اُس حسن کو تھوڑا تھوڑا واپس لیتا رہتا ہے	آہستہ آہستہ (ہرا بھرا) پودا خشک ہو جاتا ہے

اندک اندک الخ۔ یعنی حق تعالیٰ اس سے تھوڑا تھوڑا حسن و جمال (سلب فرما) لیتے ہیں (جیسے کہ) شاخ تھوڑی تھوڑی سوکھتی ہے مطلب یہ کہ جس طرح شاخ تھوڑی تھوڑی سوکھتی ہے آخر کار بالکل خشک ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی طرح اس حسن و جمال عارضی کو اس معشوق سے لیتے رہتے ہیں۔ حتیٰ کہ بالکل سلب فرما لیتے ہیں اور پھر اسی بوڑھے گدھے کی طرح اور دیو کی طرح ہو جاتا ہے اور اس کی دلیل (کہ حق تعالیٰ تھوڑا تھوڑا سلب فرما لیتے ہیں) قرآن شریف میں بھی موجود ہے اس کو مولانا فرماتے ہیں کہ

رو نعمرہ ننکسہ بخواں	دل طلب کن دل منہ بر استخواں
جا نعمرہ ننکسہ کو پڑھ	دل کو طلب کر ہڈی سے دل نہ لگا

رو نعمرہ ننکسہ الخ۔ یعنی جاؤ اور آیت من نعمرہ ننکسہ فی الخلق (جس کو ہم عمر دیتے ہیں اس کو لوٹا دیتے ہیں پیدائش کی طرف) کو پڑھو اور دل (یعنی حق تعالیٰ) کی طلب کرو (اور اس سے تعلق پیدا کرو) اور ہڈیوں پر مت رکھو (کہ فضول چیز ہے) مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ حق تعالیٰ حسن و جمال میں سے تھوڑا تھوڑا لیتے رہتے ہیں اسکی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف میں موجود ہے کہ ومن نعمرہ الخ یعنی جس کی عمر ہم دراز کرتے ہیں اس کو پیدائش کی طرف راجع فرمادیتے ہیں اور جس طرح بچپن میں مجبور اور محتاج تھا ویسا ہی کر دیتے ہیں۔ بس دیکھو جس طرح اس کے اور قویٰ مضمحل ہوتے ہیں اور ساری قوتیں زائل ہوتی ہیں اس طرح یہ حسن و جمال ظاہری بھی معدوم ہو جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ حسن ظاہری اس قدر ناپائیدار شے ہے تو اس سے قطع تعلق کرو اور اس گوشت پوست سے محبت مت کرو بلکہ حق کی طرف متوجہ ہو اور یہاں حق تعالیٰ کو تشبیہ دل کے ساتھ عمدہ اور مطلوب اور مقصود ہونے میں ہے کہ جس طرح اور اعضاء کے سامنے دل محبوب ہوتا ہے اور جب کوئی خوف وغیرہ ہوتا ہے تو اول حفاظت قلب کی فکر پڑتی ہے اور تمام اعضاء اسی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں (اور یہ مشاہد ہے کہ جب کوئی خوف وغیرہ ہو تو سارے اعضاء سمٹ کر قلب کی طرف ہو جاتے ہیں) اس طرح حق تعالیٰ کی طرف توجہ مطلوب اور وہی مقصود بالذات تمام عالمین سے ہے۔ آگے دل طلب کن کی وجہ بتاتے ہیں اور اس کی ضرورت کو بیان کرتے ہیں کہ

کاں جمال دل جمال باقی ست	دو لبش از آب حیواں ساقی ست
کیونکہ دل کا حسن باقی رہنے والا حسن ہے	اس کے دونوں ہونٹ آب حیات کے ساقی ہیں

کان جمال دل الخ۔ یعنی (حق تعالیٰ کی طلب اس لئے ضروری ہے) کہ اس دل (حق تعالیٰ) کا جمال جمال باقی ہے اور حق تعالیٰ کے دولب آب حیوان (یعنی زندگی) کے پلانے والے (یعنی عطا کرنے والے) ہیں۔ دولب کہنا مجاز ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ حق تعالیٰ کا جمال باقی ہے اور جس قدر جمال وکمال ہیں سب فانی ہیں اور اسی کے حکم سے (جو کہ عادۃً دنیا میں دولب سے دیا جاتا ہے) زندگی ملی ہے۔ اور وہی اس زندگی کا عطا کرنیوالا ہے بس اس کو طلب کرنا چاہیئے۔ اور سب کو ترک کر دینا ضروری ہے بلکہ یہ تعلق بالغیر جب ہی تک ہے جب تک کہ تمہاری آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے اور تم حقیقت سے غافل اور جاہل ہو ورنہ یہ سب چیزیں بالکل

www.besturdubooks.wordpress.com

کالعدم ہیں اور اصل وجود اسی ذات کا ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

خود ہم اُو آب ست وہم ساقی و مست	ہر سہ یک شد چوں طلسم تو شکست
خود وہی پانی ہے وہی پلانے والا ہے اور مست ہے	جب تیرا طلسم ٹوٹا تینوں ایک ہوئے

خود ہم او آب الخ۔ یعنی خود ہی (حق تعالیٰ) پانی بھی ہیں اور وہی ساقی ہیں اور وہی مست ہیں اور جبکہ تمہارا طلسم (جسم) ٹوٹ جاوے گا تو (معلوم ہوگا کہ) یہ تینوں ایک ہی ہیں۔ یہاں کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ ایک ہونے سے مراد اتحاد ذات ہے اور مطلب یہ ہے کہ (نعوذ باللہ) ذات آب اور ذات ساقی اور ذات مست سب ذات حق کے عین ہیں۔ نعوذ باللہ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جسکو حق تعالیٰ کی عظمت شان کا استحضار ہوگا اور اس کو وجود پیش نظر ہوگا تو دیگر اشیاء کا وجود کالعدم معلوم ہوگا اور ہر وقت اس شخص کو حق تعالیٰ ہی کی طرف توجہ ہوگی اور جس شے کو دیکھے گا اسی کی کاری گری اور صنائی اور قدرت کا مشاہدہ کریگا لیکن اس ذات وحدہ لاشریک کی معرفت ان بے ہودہ گوئیوں میں اور تعلق ماسوی اللہ سے رکھ کر حاصل نہیں ہوسکتی بلکہ اس کی تدبیر عبادت اور اطاعت حق ہے۔ آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں یکے را تو ندانی از قیاس	بندگی کن ژاژ کم خا ناشناس
تو اکیلے (خدا) کو عقل سے نہ سمجھے گا	اے جاہل! عبادت کر، بکواس نہ کر

آن یکے را تو الخ۔ یعنی اس ایک کو تم قیاس سے (اور دلائل عقلیہ سے پوری طرح) نہیں جان سکتے۔ (بلکہ) عبادت کرو اور بے ہودہ (اور فضول) کام مت کرو اے ناشناس۔ مطلب یہ کہ اس ذات کو جس کے وجود کے سامنے تمام اشیاء بالکل ناپید اور معدوم کے مثل ہیں ان حواس ظاہری سے پہچاننا اور دیکھ لینا غیر ممکن ہے بلکہ اطاعت اور بندگی کرو اسی سے تم کو اس کی معرفت حاصل ہو جائے گی۔ آگے پھر رجوع ہے اس مضمون کی طرف جس میں کہ سالکوں کی غلطی بتائی تھی کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم صورت کے عاشق نہیں ہیں غلط ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

معنی تو صورت ست و عاریہ	بر مناسب شادی و بر قافیہ
تیری اصل (بھی) صورت (ہی) ہے اور عارضی ہے	تناسب (اعضاء) اور موزونیت پر تو خوش ہے

معنی تو صورت الخ۔ یعنی تیری معنی صورت ہیں اور عارتہ ہیں (اس لئے کہ تجھ کو) تناسب (اعضاء معشوق) پر قافیہ پر خوشی ہو رہی ہے قافیہ سے مراد بھی تناسب یہ ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو تم معنی سمجھ رہے ہو وہ بھی اصل میں صورت ہی ہے۔ اور حقیقۃً تم صورت ہی پر عاشق ہو اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب محبوب کے اعضاء میں تناسب ہوتا ہے اور وہ ایک دوسرے کے مناسب ہوتے ہیں تو تم کو خوشی ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم صورت پر ہی عاشق ہو۔ اور جن کو تم معنی سمجھے ہو وہ معنی نہیں ہیں بلکہ معنی اور شے ہے اس لئے کہ

معنی آن باشد الخ۔ یعنی معنی تو وہ (چیز) ہیں کہ تجھ کو (تجھ سے) لے لیں (اور تجھے اپنی بھی خبر نہ رہے) اور

www.besturdubooks.wordpress.com

تجھے نقوش (ظاہری) سے بالکل بے نیاز اور بے پرواہ کردے اور وہ معنی ایسی نہیں ہوتے کہ تجھے نقوش ہی میں لگائے رکھیں اور مقصود کی طرف متوجہ ہی نہ ہونے دیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں بود معنی کہ بستاند ترا	بے نیاز از نقش گرداند ترا
اصل تو وہ ہوتی ہے جو تیری خودی کو ختم کردے	تجھے صورت سے بے نیاز بنا دے

معنی آن بنود الخ۔ یعنی معنی (حقیقت) وہ نہیں ہوتے جو کہ تجھے (حق کے دیکھنے اور سننے سے) اندھا اور بہرا کردیں اور تجھے نقش پر اور زیادہ عاشق کردیں۔ بلکہ حقیقت اور اصل تو وہ شے ہے کہ سب سے علیحدہ کر کے اپنی ہی طرف متوجہ کرلیتی ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

نبود آں معنی کہ کورو کر کند	مر ترا بر نقش عاشق تر کند
اصل وہ نہیں ہے جو اندھا اور بہرا بنائے	تجھے صورت پر زیادہ عاشق کر دے
کور را قسمت خیال غم فزاست	بہرۂ چشم ایں خیالات فناست
اندھے کا حصہ غم بڑھانے والے خیالات ہیں	(ظاہری) آنکھ کا حصہ فانی خیالات ہیں

کور را قسمت خیال الخ۔ یعنی اندھے کی قسمت (اور حصہ) میں تو غم بڑھانے والے خیالات ہی ہیں اور چشم (ظاہری) کا حصہ فانی اشیاء کا دیکھنا اور اسی میں لگا رہنا) ہے بس تم اندھے کیوں بنتے ہو بینا بنو اور حقیقت کو دیکھ کر اس کی طرف متوجہ ہو ورنہ تمہاری ایسی مثال ہے کہ

حرف قرآں را ضریراں معدنند	خرنہ بینند و بپالاں بر زنند
اندھے قرآن کے حروف کی کان ہیں	گدھے کو نہیں دیکھتے ہیں اور پالان کو لوٹتے ہیں

حرف قرآن الخ (جیسے کہ) قرآن شریف کے حروف کے اندھے معدن ہوتے ہیں (اور ان کو حروف خوب ازبریاد ہوتے ہیں مگر معانی خاک بھی نہیں سمجھتے تو یہ اس کی برابر کب ہوسکتے ہیں جس کو الفاظ بھی یاد ہوں اور معانی کو بھی سمجھے اور جیسے کہ) گدھے کو تو نہ دیکھیں اور پالان پر حملہ کریں۔ مطلب یہ کہ اگر تم حقیقت سے کور اور اندھے ہو گئے تو تمہاری ایسی مثال ہے کہ جیسے اندھے کو قرآن کے حروف یاد ہوتے ہیں اور معانی کو وہ نہیں جانتا۔ یا جیسے کوئی شخص گدھے کو تو دیکھے نہیں اور پالان کو لینے لگے اس طرح تم اصل مقصود کو تو چھوڑ بیٹھے ہو اور ظاہری چیزوں پر جو مقصود نہیں ہیں جان دیئے دیتے ہو۔ بس تم ان فانی چیزوں کو ترک کرو اور مقصود اصلی یعنی حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

چوں تو بینائی پے خر رو کہ جست	چند ازیں پالاں گری اے تن پرست
اگر تو بینا ہے گدھے کا پیچھا کر جو کود گیا	اے تن پرست! یہ پالان گری کب تک؟

چون تو بینائی الخ۔ یعنی اگر تم بینا ہو اور حقیقت کو دیکھتے ہو) تو گدھے کے پیچھے جاؤ (اور اس کو پکڑو) کہ وہ نکل گیا ہے اور اے پالان پرست پالان کو کب تک سیتے رہو گے یعنی اگر تم حقیقت بین اور حق شناس ہو تو مقصود اصلی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طلب میں لگو اسلئے کہ صورت کے بناؤ سنگھار میں اور اسکی محبت وعشق میں کب تک لگے رہوگے۔ بس اس فانی عالم کو ترک کرو اور اس سے قطع تعلق کر کے حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرو۔ اس لئے کہ جب تم حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو پھر یہ صورتیں تو سب تمہاری تابع ہو جائیں گے اور خود ہی تم کو سب حاصل ہو جائے گا۔ اس کو فرماتے ہیں کہ

خر چو ہست آید یقیں پالاں ترا	کم نگردد ناں چو باشد جاں ترا
جب گدھا ہے تو تجھے پالان یقیناً مل جائے گا	جب تک تیری جان ہے رزق نابید نہ ہوگا

خر چو ہست آید الخ۔ یعنی جب گدھا تمہارا ہو گیا تو یقیناً پالان بھی تمہارا ہو جائے گا۔ اور جب جان ہوگی تو روٹی بھی بہت ملے گی۔ مطلب یہ کہ جب تمہارے پاس مطلوب اور مقصود بالذات موجود ہوگا تو پھر توابع جو کہ اشیاء فانی ہیں سب تمہارے غلام اور لونڈی بن کر رہیں گی۔ آگے بھی اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

خرچہ باشد کم نیاید اے عمو	خود بہ پشتش رونہد پالان او
اے چچا! جب گدھا ہوگا (پالان کی) کمی نہ ہوگی	خود بخود اس کی کمر پر اس کا پالان آ جائے گا

خرچہ باشد کم الخ۔ یعنی اگر گدھا موجود ہوگا تو کم نہ آوے گا (یعنی زیادہ زمانہ نہیں گزرے گا) اے چچا۔ کہ پالان خود اس کی پشت پر رکھا جائے گا۔ یعنی اگر معنی اور حقیقت تمہارے ہاتھ لگ گئی تو یہ فانی چیزیں سب خود ہی آویں گی جیسے کہ مشاہد اور ظاہر ہے کہ جو اولیاء اللہ ان چیزوں کو ترک کر دیتے ہیں اور ان کو منہ نہیں لگاتے ان کے سامنے دنیا کس طرح آتی ہے۔ دنیا اور اہل دنیا سب ان کے سامنے سرنگوں اور ان کے تابع ہوتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ

پشت خر دکان مال ومکسب ست	جان تو سرمایۂ صد قالب ست
گدھے کی کمر مال اور کمائی کی جگہ ہے	تیری جان سو قالبوں کا سرمایہ ہے

پشت خر دکان الخ۔ یعنی گدھے کی پشت تو دکان اور مال کی کمائی ہے اور تیری جان سینکڑوں قالبوں کا سرمایہ ہے پس مقصود اصلی تو جان ہے اور مال وغیرہ نہ ہوگا تو کیا حرج ہے۔ اس سے اتنا حرج نہیں ہو سکتا جتنا کہ جان کے نہ ہونے سے ہوتا ہے اور اگر ہم نے مانا کہ گدھا تمہارا بے پالان ہی ہے اور ننگی پیٹھ ہی ہے تو کیا حرج ہے اس لئے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی تو گدھے کی برہنہ پیٹھ پر سوار ہوئے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

خر برہنہ بر نشیں اے بوالفضول	خر برہنہ نے کہ راکب شد رسول
اے ہوسی! ننگی پشت والے گدھے پر چڑھ جا	کیا ننگی پشت والے گدھے پر رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سوار نہیں ہوئے؟

خر برہنہ بر نشیں الخ۔ یعنی اے ابوالفضول ننگے (کمر) گدھے پر بیٹھ جاؤ (اس لئے کہ) کیا برہنہ پشت خر پر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سوار نہیں ہوئے۔ مطلب یہ کہ اگر مال وکسب موجود نہیں ہے بلکہ تم کو حقیقت اور معنی حاصل ہیں تو پھر ان کی پرواہ مت کرو اور سب کو چھوڑ دو اس لئے کہ کیا حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک نہیں فرمایا ضرور ترک فرمایا ہے پس سنت ہے کہ ان چیزوں کو سب کو ترک کر دو۔ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

النبی قد رکب معروریاً	والنبی قیل سافرما شیئاً
نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) ننگے پشت (گدھے) پر سوار ہوئے	کہا گیا ہے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے پیدل سفر کیا

النبی قد رکب الخ۔ یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم برہنہ پشت پر بھی سوار ہوئے اور کہا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیدل بھی چلے ہیں۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان اسباب دنیا اور فانی اشیاء کے محتاج ہونے کو ترک فرما رکھا تھا۔ پس اگر تمہارے پاس بھی مال و متاع نہ ہو تو تم بھی ان کے پیچھے مت پڑو بلکہ تم اپنا دھیان ادھر ہی رکھو۔ کہ یہ صورتیں ہیں اور حقیقت اور کچھ ہے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ان فانی اشیاء کی طرف بالکل بھی احتیاج نہیں رکھی تھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

بلکہ آں شہ ہم پیادہ رفتہ است	بار این وآں لبسے پذ رفتہ است
بلکہ وہ شاہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پیدل بھی چلے ہیں	اس کا اور اس کا بوجھ بہت اٹھایا ہے

بلکہ آن شہ الخ۔ یعنی بلکہ وہ بادشاہ (دو جہاں) تو اکثر پیادہ ہی چلے ہیں اور اسکا (یعنی پیادہ چلنے کا) اس کا (یعنی ننگی پشت پر سوار ہونے کا) بار تو بہت قبول فرمایا ہے۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ظاہر میں بھی ان اشیاء کی طرف بالکل توجہ نہیں کی تو قلب میں تو غیر اللہ کیا ہوتا۔ بس تم بھی ان صورتوں کو ترک کرو اور معانی کی طرف توجہ رکھو اور یہ نفس تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے اس کی خبر لو ورنہ پھر جب یہ زیادہ از دست رفتہ ہو جائے گا تو قابو میں نہ آئے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چون زر اندود ست: آدمی میں جو جمال ہے وہ ایسا ہے جیسے ملمع کی ہوئی شے کہ ظاہر کچھ اور ہے اور حقیقت کچھ اور۔ اس لئے کہ اگر وہ فی حد ذاتہ ایسا ہی ہوتا جیسا دکھلائی دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ تیرا معشوق بڈھا ہو کر بڈھا گدھا بن جاتا اور وہ صفت ذاتی کیونکر مسلوب ہو جاتی۔ دیکھو وہ معشوق پہلے فرشتہ کی طرح محبوب و مطلوب تھا اب شیطان کی طرح مبغوض و مردود ہو گیا کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ نمک جو عشاق کے دلوں کو لذت بخشتا اور اپنی طرف کھینچتا تھا مستعار و عارضی تھا۔ اب واپس لے لیا گیا۔ لیکن وہ جمال عموماً دفعتہ سلب نہیں کر لیا جاتا بلکہ حق سبحانہ اس کو رفتہ رفتہ لیتے ہیں اور وہ نونہال رفتہ رفتہ سوکھتا ہے اور ہر حسین کے جب کہ وہ عمر طبعی کو پہنچے ایسا پیش آنا ضروری ہے باور نہ ہو تو جا کلام اللہ میں و من نعمرہ ننکسہ فی الخلق پڑھ اور دیکھ کہ اس کی تصدیق ہوتی ہے یا نہیں۔ پس جب کہ یہ حسن ظاہری زائل اور فنا ہونے والا ہے تو ہڈی کو چھوڑ اس سے دل نہ لگا بلکہ دل کو طلب کرو کہ وہی مستحق مطلوبیت ہے (اس شعر میں حسینان جہان کو بلکہ ماسوی اللہ کو ہڈی سے تشبیہ دی بوجہ اس کے نقص اور احتیاج الی

www.besturdubooks.wordpress.com

القب کے اور حق سبحانہ کو دل سے مشابہت دی بوجہ اسکے محتاج الیہ اور مابہ البقاء اور اشرف واکمل ہونے کے) کیونکہ ماسوی اللہ کا جلال زائل اور فانی ہے۔ اور حق سبحانہ کا جمال باقی ہے اور اس کے دلب (یعنی اس کی عنایت) اپنے طالبین کو حیات جاودانی روحانی بخشنے والا پانی پلاتے ہیں اور عام معشوقوں کے لب اپنے عشاق کو حیات جسمانی وہ بھی ان کی خیالی اور فرضی عطا کرتے ہیں۔ تو کجا وہ لب۔ کجا یہ۔ جب تیرا طلسم خودی ٹوٹ جائے گا اور تو فانی فی مرضیات الحق ہو جائے گا تو پھر تجھے وہ مرتبہ حاصل ہو جائے گا کہ بی یسمیع وبی یبصر الخ اور اس وقت ساقی وشراب ومستقی تینوں ایک ہو جائیں گے مگر یہ اتحاد ذاتی نہ ہوگا بلکہ ایک خاص ارتباط ہوگا جس کو اتحاد سے تعبیر کر سکتے ہیں اور ایسی وقت میں اتحاد کا اطلاق متعارف بھی ہے چنانچہ جب دو شخصوں میں اس قسم کا تعلق ہو کہ ہر شخص دوسرے کی مرضی کا تابع ہو تو کہتے ہیں کہ ان دونوں میں اتحاد ہے اور یہ دونوں ایک ہیں۔ ہمارے اس بیان کی حقیقت تجھ پر عقل سے پورے طور پر منکشف نہیں ہو سکتی بلکہ اطاعت کر اور اپنے کو مرضیات حق سبحانہ میں فنا کر دے جب ذوقاً معلوم ہو سکتی ہے۔ پس فضول بکواس مت کر کیونکہ لفاظی سے کام نہیں چلتا اور تو جو مدعی ہے کہ ہم صورت پر عاشق نہیں بلکہ معنی پر عاشق ہیں اور مرأۃ میں مرئی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ بھی تیری ژاژ خائی اور بکواس ہے۔ کیونکہ تیرا معنی صورت اور حسن مستعار ہی ہے اور تناسب اعضاء اور ان کی موزونیت ہی پر تجھے خوشی ہوتی ہے ورنہ مراتبت کے لئے تناسب اعضاء اور انکی موزونیت کیا ضرورت ہے۔ محقق ہمان بیند اندر ابل + کہ در خوبرویان چین و چگل۔ معنی وہ ہیں جو جو کامل طور پر تجھے اپنی طرف کھینچ لیں اور صورت سے بالکل مستغنی کر دیں معنی کا یہ کام نہیں کہ حقیقت بینی اور استماع سخن حق سے تجھے روک کر اندھا کر دے اور تجھے صورت پر پہلے سے زیادہ عاشق کر دے۔

کور را قسمت: بات یہ ہے کہ اس قسم کے خیالات اور بزعم حقیقت بینی صورت پرستی کرنا جو کہ ایک وقت میں اس کے لئے غم وحسرت افزا ہونگے اندھوں ہی کا حصہ ہیں۔ کیا یہ خیالات فانیہ چشم حقیقت بین کا حصہ ہو سکتی ہیں ہرگز نہیں یا یوں کہو کہ چشم حقیقت بین کا حصہ تو ان کی فناء کا خیال ہے (پہلی صورت میں مصرع ثانیہ استفہام انکاری ہوگا) اور دوسری صورت میں جزیہ) بات یہ ہے کہ جو لوگ حقیقت پر نظر رکھتے ہیں وہ مقصود بالعرض کو مقصود بالذات نہیں سمجھتے جو لوگ مقصود بالعرض کو مقصود بالذات سمجھ لیں وہ اندھے اور احمق ہیں چنانچہ الفاظ قرآنی ہی پر اکتفاء کرنا اور انہیں کو مقصود بالذات سمجھنا اندھوں کا کام ہے اور حقیقت میں الفاظ کو مقصود بالعرض اور ان کے مدلول ومقصود کو مقصود بالذات بالنسبت الی الالفظ سمجھتے ہیں۔ اور قرب حق کے لحاظ سے معانی کو مقصود بالعرض اور قرب کو مقصود بالذات جانتے ہیں اور جو لوگ گدھے کو نہیں دیکھتے اور پالان پر حملہ کر کے اس کو لینا چاہتے ہیں وہ احمق ہیں کیونکہ پالان گدھے کے لئے مقصود ہے نہ کہ خود پس اگر تو چشم حقیقت بین رکھتا ہے تو گدھے کو پکڑ کر وہ بھاگا جاتا ہے اور مقصود بالذات کو طلب کر کہ فوت ہوا جا رہا ہے ارے تو پالان کب تک سیتا رہے گا اور مقصود بالعرض میں کب تک پھنسا رہے گا احمق گدھا سلامت ہے تو پالان یقیناً مل جائے گا۔ جان سلامت ہے تو روٹی

www.besturdubooks.wordpress.com

بہت۔ جب گدھا ہے تو پالانوں کی کمی نہیں۔ کہیں سے نہ کہیں سے آ کر اسکی پیٹھ پر رکھا ہی جائے گا۔ اب سمجھو کہ گدھا گو پالان کی نسبت سے مقصود ہے مگر خود مقصود نہیں کیونکہ اس کی کمر ذریعہ ہے مال اور کسب کا اس لئے مقصود بالغرض ہے اور اصل مقصود جان ہے کہ وہ سرمایہ ہے سو قالبوں کا۔ پس گدھے کی خبر گیری جان کی حفاظت کے لئے ہونی چاہیے اور اس طرح اس میں مشغول نہ ہونا چاہیے کہ جان ہی خطرہ میں پڑ جائے۔ بنابریں معانی قرآن میں اشتغال قرب حق کے لئے ہونا چاہیے اور ان میں اس طرح مشغول نہ ہونا چاہیے کہ قرب حق ہی فوت ہو جائے۔

خر برہنہ بر نشین: اوپر بیان کیا تھا کہ مقصود بالعرض کے خاطر مقصود بالذات کو نہ چھوڑنا چاہیے کیونکہ جب مقصود بالذات حاصل ہوگا تو مقصود بالعرض خود حاصل ہو جائے گا۔ اور اس مضمون کو گدھے اور پالان کے عنوان سے بیان کیا تھا اب فرماتے ہیں کہ اگر مقصود بالعرض مقصود بالذات کے لئے موقوف علیہ نہ ہو اور حاصل بھی نہ ہو تب بھی کچھ حرج نہیں۔ مثلاً گدھا مقصود بالذات ہے اس لئے اس نہ نہ چھوڑنا چاہیے۔ رہا پالان سو وہ یا تو خود ہی حاصل ہو جائے گا اور اگر نہ بھی حاصل ہوا تو بھی حرج نہیں۔ کیونکہ گدھے سے انتفاع نہ عقلاً پالان پر موقوف ہو ہو ظاہر اور نہ شرعاً۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گدھے کی ننگی پیٹھ پر سوار ہوئے ہیں۔ آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شے دوسری شے کے لحاظ سے تو مقصود بالذات ہو مگر فی حد ذاتہ مقصود نہ ہو وہ بھی اگر مقصود اصلی کے لئے موقوف علیہ نہ ہو اور فوت ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ مثلاً گدھا گو پالان کے لحاظ سے بمنزلہ مقصود بالذات کے ہے۔ مگر فی نفسہ مطلوب نہیں۔ بلکہ وصول الی المقصود کے لئے مقصود ہے۔ سو اگر گدھا بھی نہ رہے اور پیدل ہی چلنا پڑے تو بھی حرج نہیں۔ عقلاً تو ظاہر ہے۔ شرعاً اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود پیادہ پا چلے ہیں۔ جیسا کہ منقول ہوا ہے۔ اور ایسا کوئی اتفاقی طور پر نہیں ہوا بلکہ اکثر ہوا ہے اور خود صرف پیدل ہی نہیں چلے بلکہ دوسروں کا بار بھی رحمۃً وشفقۃً اپنے اوپر لاد کر چلے ہیں۔

شرح شبّیری

چند بگریزد ز کاروبار چند	شد خر نفس تو برمیخش بہ بند
تو کاروبار سے کب تک گریز کرے گا؟	تیرا خرِ نفس (قبضہ سے) نکل گیا اس کو کھونٹے سے باندھ

شد خر نفس تو برانخ۔ یعنی تیرا یہ نفس جو گدھے کی طرح جا چکا ہے (اور ہاتھ سے نکل چکا ہے) تو اس کو میخ پر باندھ دو (اور اوامر و نواہی حق میں اس کو مقید کرو) اور یہ کب تک اس کام سے بھاگے گا اور کب تک اس بوجھ (کے کھینچنے) سے بھاگے گا اسلئے کہ یہ کام تو اس کو کرنا ہوگا۔ اب کرے یا بعد میں کرے۔ بس اگر اب حالت جوانی میں کر لیا تو بہتر ہے ورنہ پھر بڑھاپے میں کچھ بھی نہ ہو سکے گا آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بار صبر و شکر او را برد نیست	خواہ در صد سال خواہی سی و بیست
صبر اور شکر کا بوجھ اس کو اٹھانا ہے	خواہ سو سال میں خواہ تیس اور بیس سال میں

بار صبر و شکر الخ۔ یعنی صبر و شکر کا بوجھ تو اسی کو کھینچتا ہے (اسے) خواہ سو برس میں (ادا کرے اور) خواہ تیس برس میں اور خواہ بیس برس میں کرو۔ پس جب اسی کو کرنا ہے تو کیا فائدہ ہے ابھی سے کیوں نہ کر لے اور دوسروں کے بھروسہ پر بھی نہ رہنا چاہیے کہ کوئی صاحب یہ سمجھیں کہ ہم غوث کی اولاد ہیں یا قطب کی اس لئے کہ اپنا اپنا کام اور اپنے اعمال کو ہر شخص خود ہی بھگتے گا۔ اس کو فرماتے ہیں کہ

ہیچ واز روز رغیرے برنداشت	ہیچکس ندرود تا چیزے نکاشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھایا	کسی نے نہ کاٹا جب تک کہ کچھ نہ بویا

ہیچ واز روز الخ۔ یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا اور کوئی شخص جب تک کچھ بوئے گا نہیں اس وقت تک کچھ کاٹ بھی نہیں سکتا۔ پس اگر خود تمہارے اعمال ہونگے اور تم خود حقیقت شناس ہو گے اور صورتوں سے علیحدہ اور قطع تعلق کر کے رہو گے تو تم کو فلاح حاصل ہوگی اور خدا کے یہاں سے ثمرات میسر ہونگے پس طمع دنیا کو ترک کرو اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو۔ آگے اس کو فرماتے ہیں مگر طمع کے ترک کرنے کو کس خوبی سے ایک مثال دے کر سمجھایا ہے۔ سچ یہ ہے کہ ان مضامین کا نظم میں بیان فرمانا مولانا ہی کا کام ہے فرماتے ہیں کہ

طمع خام ست آں مخور خام اے پسر	خام خوردن علت آرد در بشر
خام لالچ ہے اے صاحبزادے! تو کچا نہ کھا	کچا کھانا انسان میں بیماری پیدا کر دیتا ہے

طمع خام است الخ۔ یعنی یہ (سمجھنا کہ ہمارا کام کوئی اور کرے گا) طمع خام ہے (جیسا کہ ظاہر ہے اور کچی چیز کے کھانے سے ضرر ہوتا ہے مثلاً کچی روٹی کھانے سے درد شکم وغیرہ ہوتا ہے اس لئے) آئے صاحبزادہ کچی مت کھاؤ (اس لئے کہ) کچا (کھانا وغیرہ) کھانا انسان میں بیماری لاتا ہے یہاں مولانا نے طمع خام کو طعام خام سے تشبیہ دی ہے اور تشبیہ صرف خام ہونے میں ہے پس ارشاد ہے کہ جس طرح طعام خام سے خرابی ہوتی ہے اور ظاہر جسم میں نقصان ہوتا ہے اسی طرح اگر طمع خام کرو گے اور دوسروں پر اپنا بوجھ ڈالو گے اور خود کچھ نہ کرو گے تو نقصان روحانی تم کو پہنچے گا اور اگر کسی کو بلا محنت کے اور بے خود کام کئے ہوئے کچھ مل گیا ہو تو اس پر اپنے کو قیاس مت کرو اس لئے کہ یہ تو اتفاقی باتیں ہیں اسی کو مولانا خود فرماتے ہیں کہ

کاں فلانے یافت گنجے ناگہاں	من ہم آں خواہم چرا جویم دکاں
کہ فلانے نے اچانک خزانہ پا لیا	میں بھی ایسا ہی چاہتا ہوں دکان کی جستجو کیوں کروں؟

کان فلانے الخ۔ یعنی (طمع مت کرو) کہ اس فلاں شخص نے تو ناگہاں ایک خزانہ پالیا تو میں بھی اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہتا ہوں پس کس لئے دکان کو تلاش کروں۔ مطلب یہ کہ کسی ایک کو بظاہر یہ دیکھ کر کہ وہ بغیر اسباب ہی کے واصل ہو گیا ہے ہے تم بھی اس کی طمع مت کرو اور اس پر اپنے کو قیاس کر کے تم ترک اسباب مت کرو۔ اور یوں مت سمجھو کہ بس اس طرح مجھے بھی مل جاوے گا اور اسباب کے ارتکاب کی اور اعمال کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تیری غلطی ہے۔ اس لئے کہ یہ تو نصیب کی بات ہے اور یہ۔ ایں سعادت بزور بازو نیست + تا نہ بخشد خدائے بخشندہ اور پھر بھی نادر وجود ہے اور النادر کالمعدوم کے حکم میں ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

کار بخت ست آن وآنہم نادرست	کسب باید کرد تا تن قادرست
یہ مقدر کی بات ہے اور وہ بھی بہت نادر ہے	جب تک بدن میں جان ہے کمائی کرنی چاہیے

کار بخت است آن الخ۔ یعنی (کسی کو ایک دم سے کچھ مل جانا اور واصل ہو جانا) وہ قسمت کا کام ہے اور (پھر) وہ بھی نادر ہی (تو جب نادر ہوا تو اس پر بھروسہ کرنا اور اس کے بھروسہ پر کام چھوڑ بیٹھنا سخت نادانی ہے پس) جب تک بدن میں قدرت اور طاقت ہو (اس وقت تک) کسب کرنا چاہیے۔ یعنی اعمال کرنا چاہئے دوسرے کے کئے کچھ نہیں ہوتا اور جس کسی کو ایک دم بھی مل گیا ہے وہ اس وجہ سے کہ ان میں پہلے سے استعداد تھی خواہ وہ پہلے مجاہدہ وغیرہ کر چکے ہوں یا حق تعالیٰ نے ان کو بغیر ان کے اختیار کے کسی ایسے امر میں مبتلا کیا ہو کہ جس سے ان کے اخلاق رذیلہ کا ازالہ ہو گیا پس ان کو اب مجاہدہ کی ضرورت نہیں رہی مگر بغیر صفائی قلب اور مجاہدہ اور اعمال کے کوئی نہیں پہنچا۔ خوب سمجھ لو۔ اور اگر ہم نے مانا کہ تم کو کہیں سے اچانک خزانہ معرفت حق مل بھی گیا اور تم ایک دم سے واصل بھی ہو گئے مگر پھر بھی تو یہ امر کسب کے منافی نہیں ہے۔ اس لئے کہ کسب بھی ہو اور خزانہ بھی مل جاوے تو یہ دو دو چیزیں حاصل ہوں۔ پس کچھ آتا ہی ہے جاتا تو ہے نہیں لہٰذا یہ سمجھ کر اعمال کو ترک کر دینا شدید غلطی ہے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

کسب کردن گنج را مانع کے ست	پا مکش از کار آں خود در پے ست
کمائی خزانہ کے لئے کب رکاوٹ ہے؟	کام سے قدم نہ ہٹا وہ (تیرے) پیچھے ہے

کسب کردن الخ۔ یعنی کسب کرنا خزانہ کو (ملنے سے) مانع ہے اور کام سے پاؤں مت کھینچو کہ وہ (یعنی خزانہ) خود تمہارے پیچھے ہے مطلب یہ کہ اعمال کرنا تو اس خزانہ کو جو تمہیں ملنے والا ہے مانع نہیں ہے بلکہ اگر تمہاری قسمت میں اس کا ملنا ہے تو پھر تو دو دو اور چیڑی۔ یعنی اعمال کا الگ ثواب ملے گا اور ان مجاہدات وریاضات پر ثمرات الگ ملیں گے اور اس جذب سے جو وصول ہو گا وہ اس سے الگ ہو گا۔ لہٰذا مجاہدات کو ہرگز ترک مت کرو اور کام کے کئے گئے جاؤ کہیں کام نہ کرنے سے پھر پشیمان نہ ہو۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تا نگردی تو گرفتار اگر	کہ اگر ایں کردمے یا آں دگر
تو "اگر مگر" میں ہرگز نہ پھنس	کہ اگر میں یہ کرتا یا وہ کرتا

تا نگردی الخ۔ یعنی (کام کرو اور اس چند روزہ زندگی میں جو ہو سکے کر لو) تا کہ (مرنے کے بعد) تم اگر میں گرفتار نہ ہو جاؤ (اور اگر میں گرفتار ہونا یہ ہے کہ یوں کہو) کہ اگر یہ (عمل) کرتا (تو اس پر یہ ثمرہ ملتا) یا اگر وہ دوسرا کرتا (تو یہ ثمرہ ملتا) مطلب یہ کہ اگر اعمال نہ ہونگے تو قیامت میں بجز حسرت وافسوس کے اور کچھ بھی نہ حاصل ہوگا اور دیکھو اگر کہنے سے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی منع فرمایا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

کز اگر گفتن رسول با وفاق	منع کرد و گفت ہست آں از نفاق
باتوفیق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "اگر" کہنے سے	منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ وہ نفاق ہے

کز اگر گفتن الخ۔ یعنی کہ اگر کہنے سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کہ باوفاق ہیں منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ (یعنی اگر کہنا) نفاق میں سے ہے اس لئے کہ جو شخص اگر مگر میں لگا ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پختہ نہیں ہے۔ جب اور کاموں میں پختہ نہ ہوگا تو دین کی باتوں میں بھی پختہ نہیں ہو سکتا لہٰذا منافق ہوگا اور یہ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف کہ ایاک ولو کان لو من عمل الشیطان او کما قال یعنی لو (اگر کہنے) سے بچو اس لئے کہ لو (اگر) شیطان کے کاموں میں سے ہے پس جبکہ تم اعمال دنیا میں نہ کرو گے اور دوسروں کے کندھے بندوق چلانا چاہو گے تو کس طرح کام چل سکتا ہے۔ آخر کار پشیمانی ہوگی اور اس میں اگر مگر کرو گے جو کہ عمل شیطان ہے پس صورت کو چھوڑو اور اس دنیا میں منہمک نہ ہو بلکہ حقیقت میں لگو اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرو اور دیکھو کہ منافق اگر ہی کہتا ہوا مرے گا اور بعد میں بجز حسرت کے اور کوئی نتیجہ نہیں ہوا اس کو مولانا فرماتے ہیں کہ

کاں منافق در اگر گفتن بمرد	وز اگر گفتن بجز حسرت نبرد
کیونکہ منافق "اگر مگر" میں ہی مر گیا	اور "اگر مگر" کہنے سے سوائے افسوس کے کچھ حاصل نہ کیا

کان منافق الخ۔ یعنی کہ (دیکھو) وہ منافق جو کہ ایمان وکفر میں مذبذب رہا) اگر (ہی) میں مر گیا اور اگر کہنے سے سوائے حسرت کے کچھ نہ لے گیا۔ مطلب یہ کہ تذبذب کی حالت تو منافقوں کی مشابہ ہے پس اس سے حذر ضروری ہے تو ایسا کام کرو جو قیامت میں منافقوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو جائے اور صد افسوس وحسرت ہے ان لوگوں پر جو کہ ایسے لیت ولعل کی حالت میں مر جاتے ہیں اور کوئی کام پورا نہیں کرتے اور یہ حالت ہوتی ہے کہ ہر شے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم + باز چون فردا شود امروز را فردا کنم + پس اسی ٹال مٹول میں ایک دن داعی اجل سر پر آ پکارتا ہے اور اس وقت خواب غفلت سے جاگ کر افسوس اور حسرت کیا کرتے ہیں کہ رب لولا اخرتنی الی اجل قریب فاصدق واکن من الصالحین. لیکن اس کا جواب اس طرف سے یہی ملتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ ولن یؤخر اللہ نفساً اذا جاء اجلہا اس وقت جو حسرت ہوتی ہے اس کا پوچھنا ہی کیا ہے۔ اللھم احفظنا اللھم ارحمنا۔ آگے بھی یہی مضمون ہے کہ

اے بسا کس مردہ در بوک و مگر	از نہال عاقبت ناخوردہ بر
بہت سے انسان "شاید کہ ہو" اور "اگر" میں مر گئے	آخرت کے درخت کا پھل چکھے بغیر

اے بسا کس الخ۔ یعنی بہت سے آدمی ایسے ہیں جو کہ شاید اور مگر ہی میں مر گئے اور عافیت کے جمال میں سے بالکل پھل نہیں کھایا یعنی بالکل بھی عافیت اور آرام نصیب نہ ہوا اور اسی میں ایک روز خاتمہ ہو گیا۔ لوک مخفف ہے بود کا کہ بمعنی شاید۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ور نمی یابی تو نقصان اگر	ایں مثل بشنو کہ در یابی مگر
اگر تو "اگر مگر" کے نقصان کو نہیں سمجھا	تو یہ قصہ سن لے شاید تو سمجھ جائے

ور نمی یابے الخ۔ یعنی اور اگر تم کو اب بھی اگر کا نقصان نہ معلوم ہو تو یہ بات (ذیل) سنو کہ شاید تم (اس کے کہنے سے) اس کو پا لو یعنی حکایت ذیل سنو تو شاید تم کو اس تذبذب اور اگر کہنے کی اور حقیقت کو نہ جاننے کی اور بیکار حسرت کی خرابی اور اسکا نقصان معلوم ہو جائے۔ اگر مگر کے متعلق کسی نے ایک شعر کیا ہی اور خوب کہا ہے کہ۔ اگر را با مگر ہم جفت کردند + از ایشان بچہ آمد کاشکے نام + یعنی اگر اور مگر کا نکاح کر دیا تو ان سے ایک بچہ ہوا کاش کے نام کا۔ خوب ہی کہا ہے۔ آگے وہ حکایت اور مثال بیان کرتے ہیں کہ

شرح حبیبی

شد خر نفس الخ: اوپر گدھے کے بھاگنے اور اس کو مقید کرنے کا ذکر تھا گو دوسرے مقصود کے لئے تھا۔ اس مناسبت سے فرماتے ہیں کہ پالان کے مقابلہ میں گدھے کے پکڑنے اور اس کو مقید کرنے کی ضرورت ہے لیکن خر نفس کے مقابلہ میں اس کی بھی ضرورت نہیں تو کیا گدھے کی فکر میں ہے۔ دیکھ یہ دوسرا گدھا نفس شرارت کر کے تیرے قابو سے نکلا جاتا ہے اسے کھونٹے سے باندھ اور اسے مقید کر۔ یہ کب تک شرارتیں اور شوخیاں کر کے کار بار سے بھاگے گا اس کو تو صبر و شکر کا بوجھا اپنی پیٹھ پر لاد کر چلنا ہی پڑے گا۔ خواہ سو سال میں لے جائے خواہ بیس برسوں میں اور جس قدر جلدی کرے گا اتنا ہی جلدی مشقت سے نجات پائے گا اور کیونکہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا اور جب تک خود نہیں بوتا اس وقت تک نہیں کاٹتا۔ صاحبزادہ ایسا خیال کرنا کہ فلاں شخص کو اچانک خزانہ مل گیا یوں ہی مجھے بھی مل جائے گا۔ دکان کرنے یا کوئی کسب کا اور ذریعہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت ہو۔ طمع خام ہے۔ تو کچا نہ کھا کیونکہ کچا کھانا آدمی کے اندر مرض پیدا کرتا ہے اس لئے طمع خام سے تجھ کو ضرر محرومی پہنچے گا۔ یوں اگر تو نفس کو آزاد چھوڑے رکھے گا اور امید رکھے گا کہ سب کچھ خود بخود ہو جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

تو نتیجہ اسکا محرومی ہوگا۔ اچانک خزانہ کا مل جانا یا دولت اخروی کا بلا محنت و مشقت مل جانا ایک اتفاقی کام ہے کہ سبب و مسبب میں علاق نہیں اور وہ بھی شاذ و نادر ہوتا ہے اس لئے اس بھروسہ پر رہنا اور ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا سخت حماقت ہے لہٰذا جب تک جسم میں قوت ہے کمانا چاہیے اور ہاتھ پاؤں توڑ کر نہ بیٹھنا چاہیے۔ اچھا ہم نے مانا تجھے غیب سے کوئی خزانہ ملنے والا ہے تو یہ کسب کے منافی تو نہیں تو کسب بھی کر جب خزانہ مقدر میں ہوگا وہ بھی مل جائے گا جب مل جائے اس وقت چھوڑ دینا۔ پس حاصل یہ ہے کہ کام کر اور اس خیا ے کہ وہ تو خود ہی حاصل ہو جائے گا پاؤں توڑ کر نہ بیٹھ تاکہ تو اگر کے پھیر میں نہ آ جائے کہ اگر یوں کرتا تو یوں ـنا اور اگر دوں کرتا تو بون ہوتا۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر مگر سے منع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں۔ ایاکم ولو کان لو تفتح عمل الشیطان یعنی تم اپنے کو اگر مگر سے بچاؤ کہ یہ کار شیطانی کا دروازہ کھولتا ہے اور شیطان کو فضول امیات میں پھنسانے اور احتمالات مضرت کو تقویت دینے کا موقع ملتا ہے۔ دیکھو کہ منافق (بے عمل) اگر ہی کہنے میں چل بستا ہے اور اس اگر کہنے سے بجز حسرت کے اور کچھ نہیں لے جاتا اور اسی حسرت میں چل دیتا ہے کہ اگر یہ کرتا تو اچھا ہوتا وہ کرتا تو اچھا ہوتا ارے بہت سے لوگ انہی خیالات میں مر گئے کہ کاش یوں ہو۔ شاید یوں ہو اور اپنی صحت کے جمال کا ان کو کچھ بھی پھل کھانا نصیب نہ ہوا۔ اچھا اگر اب بھی اگر کا نقصان اور اسکی لغویت تیری سمجھ میں نہیں آئی تو یہ قصہ سن شاید اس سے کچھ پتہ چل جائے۔

شرح شبّیری

حکایت در معنی ایں بیت "اگر را با مگر"

ہم جفت کردند از ایشاں بچہ آمد کاشکے نام

اس شعر کے معنی سے متعلق قصہ انہوں نے "اگر اور مگر" کی شادی کردی ان سے "کاشکے" نامی بچہ پیدا ہوا

یک غریبے خانہ می جست از شتاب	دوستے بردش سوئے خانہ خراب
ایک مسافر جلدی میں گھر تلاش کر رہا تھا	ایک دوست اس کو گرے ہوئے گھر کے پاس لے گیا

یک غریبے الخ۔ یعنی کہ ایک پردیسی جلدی جلدی گھر تلاش کر رہا تھا تو اس کا ایک دوست اس کو ایک ویران گھر کی طرف لے گیا یعنی وہ پردیسی گھر کی تلاش میں تھا تو ایک دوست صاحب گھر دکھانے لے گئے اور اس کو ایک گھر میں لے جا کر کھڑا کر دیا اور کہنے لگا کہ

گفت ایں او را اگر سقفے بدے	پہلوئے من مر ترا مسکن شدے
اس (دوست) نے کہا کہ اگر (اس گھر پر) چھت ہوتی	میرے پڑوس میں تیرے رہنے کی جگہ ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اوایں رالخ۔ یعنی وہ دوست کہنے لگا کہ اگر اسکی چھت ہوتی تو میرے پہلو میں آپ کا مکان ہو جاتا۔ پہلو سے مراد پڑوسی مطلب یہ کہ اگر اس مکان کی چھت ہوتی تو آپ رہتے اور میرے پڑوس میں آپ ہی ہوتے مگر کیا کیا جائے۔ اب چھت ہے ہی نہیں اور

ہم عیال تو بیا سودے اگر	درمیانہ داشتے حجرہ دگر
تیرے بال بچوں کو بھی آرام ملتا اگر	دوسرا حجرہ درمیان میں ہوتا

ہم عیال تو الخ۔ اور تمہارے بال بچے بھی آرام پاتے۔ اگر درمیان میں کوئی دوسرا حجرہ بھی ہوتا مگر اب تو ہے نہیں پس مجبوری ہے۔

در رسیدے میہماں روزے ترا	ہم بیا سودے اگر بودیت جا
اگر کسی روز تیرا مہمان آ جاتا	وہ بھی آرام پاتا اگر تجھے جگہ مل جاتی

در رسیدے میہمان الخ۔ یعنی اور اگر کسی دن تیرے یہاں کوئی مہمان آجاتا تو وہ بھی آرام پاتا۔ اگر تجھے جگہ ہوتی۔ یعنی اگر تیرے رہنے کی جگہ ہوتی تو وہ بھی آرام سے رہتا مگر مجبوری یہ ہے کہ ہے ہی نہیں۔

کاشکے معمور بودے ایں سرا	خانۂ تو بودے ایں معمور ما
کاش یہ مکان آباد ہوتا	تو ہمارا یہ آباد گھر تیرا گھر ہوتا

کاشکے معمور بودے الخ۔ یعنی کاش کہ یہ گھر بنا ہوا ہوتا تو یہ ہمارا معمور تمہارا گھر بن جاتا معمور اس لئے کہہ دیا کہ یہ بھی تو پڑوس میں ہی رہتا تھا مطلب یہ کہ اگر اس کی عمارت بنی ہوتی تو تم ہمارے پڑوس میں رہا کرتے مگر اب تو محض لاچاری ہے کہ گھر ہی نہیں ہے جب وہ یہ سن چکا تو اس پردیسی نے بھی جواب دیا اور خوب جواب دیا کہ

گفت آرے پہلوئے یاراں خوش است	لیک اے جاں در اگر نتواں نشست
(مسافر نے) کہا بیشک (دوستوں کا پڑوس اچھا ہے	لیکن اے جان (من) "اگر" میں سکونت نہیں ہو سکتی ہے

گفت آرے الخ۔ یعنی اس پردیسی نے کہا کہ ہاں دوستوں کا قرب اچھی چیز اور عمدہ چیز تو ہے لیکن اے یار (مجبوری یہ ہے کہ) اگر میں بیٹھ نہیں سکتا۔ مطلب یہ کہ تمہارے مکان تو کوئی ہے نہیں بلکہ صرف اگر کا زبانی جمع خرچ ہے تو اس میں کس طرح رہ سکتا ہوں۔ آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ شخص اصل مقصود سے تو بہت دور تھا اور حقیقت کو جانتا نہ تھا صرف اگر ہی اگر کر کے قرب دست تو جو کہ محبوب اور عمدہ شے ہے چاہتا تھا اس طرح خوش اور عمدہ کے تو سب طالب ہیں مگر حقیقت سے جاہل ہونے کی وجہ سے خوب حقیقی اور خوب مجازی میں فرق نہیں کرتے۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

ایں ہمہ عالم طلبگار خوش اند	وز خوش تزویر اندر آتش اند
یہ تمام جہان اچھائی کا طلبگار ہے	لیکن بناوٹی اچھائی سے آگ میں ہیں

ایں ہمہ عالم الخ۔ یعنی یہ سارا عالم خوش اور عمدہ چیز کا طلب گار ہے۔ (لیکن حقیقت سے لاعلمی کی بدولت) کثرت کے عمدہ سے سوزش میں ہیں اس لئے کہ جب وہ طلبگار ہیں عمدہ کے اور پھر اس عمدہ کو انتخاب کرتے ہیں اپنی عقل سے تو اب خوب حقیقی نہ ہونے کی وجہ سے سوزش اور جلن میں اور حسرت میں رہتے ہیں اور کھوٹے کو اور کھرے کو پہچانتے نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

طالب زر گشتہ جملہ پیر و خام	لیک قلب از زر نداند چشم عام
تمام بوڑھے اور نوجوان سونے کے طلبگار ہیں	لیکن عام آنکھ (کھرے) سونے کو کھوٹے سے نہیں پہچانتی ہے

طالب زر گشتہ الخ۔ یعنی سارے بوڑھے اور جوان زر (خالص) کے طالب تو ہوئے مگر عام لوگوں کی آنکھ کھوٹے کو کھرے سے پہچانتی نہیں اور اس لاعلمی اور جہل کی وجہ سے بے حد مصائب میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور صورت ہی میں لگے رہتے ہیں اور اسی کو حقیقی اور مقصود سمجھ لیتے ہیں اور اس کے اندرونی نقص کو نہیں دیکھتے کہ سارا کھوٹ ہی کھوٹ بھرا پڑا ہے اور یہ جو کھوٹا تم کو کھرا معلوم ہو رہا ہے یہ بھی اس کھرے ہی کا عکس ہے لہٰذا اس اصل ہی کو حاصل کرنا چاہیے اور فروع کو ترک کر دینا ضروری ہے۔ فرماتے ہیں کہ

پرتوے بر قلب زد خالص ببیں	بے محک زر را مکن از ظن گزیں
دیکھ خالص نے کھوٹے کو چمکا دیا ہے	بغیر کسوٹی کے (محض) اندازے سے سونا نہ لے

پرتوے بر قلب الخ۔ یعنی کھوٹے پر زر خالص نے عکس ڈالا ہے (اس وجہ سے یہ کھوٹا بھی تم کو کھرا معلوم ہونے لگا ہے) دیکھو بے کسوٹی کے سونے کو (صرف) گمان ہی سے قبول مت کرنا۔ مطلب یہ کہ ان فانی چیزوں پر بھی اسی حقیقت کا عکس ہے اس وجہ سے تم کو ان کی طرف کشش ہوتی ہے اور محبوب معلوم ہوتی ہیں پس تم ان سب کو چشم بصیرت سے اور تحقیق سے جانچو کہ کون شے ان میں سے حقیقی ہے اور مقصود ہے اور کونسی شے مجازی اور غیر مقصود ہے بغیر بصیرت اور تحقیق کے ہرگز ہرگز کسی چیز کی طرف التفات اور توجہ مت کرنا اگر خود تم اہل بصیرت و تحقیق سے ہو تو خود اس کو جانچ لو اور اگر تم صاحب بصیرت نہیں ہو تو کسی بصیرت والے کو تلاش کرو اور جس کو وہ مقصود اور حقیقی بتائے اس کو حقیقی سمجھو اور جس کو غیر مقصود بتائے اس کو ویسا سمجھو اسی کو فرماتے ہیں کہ

گر محک داری گزیں کن ورنہ رو	نزد دانا خویشتن را کن گرو
اگر تو کسوٹی رکھتا ہے لے ورنہ جا	اپنے آپ کو کسی دانا کے سپرد کر دے

گر محک داری الخ۔ یعنی اگر تم (خود) کسوٹی رکھتے ہو (تب) تو (خود ہی پہچان کر کھرے کو) قبول کر لو ورنہ (یعنی اگر تمہارے پاس کسوٹی نہیں ہے تو) جاؤ (اور کسی) دانائے (طریقت) کے پاس اپنے کو گروی کر دو مطلب یہ کہ اگر خود تم کو بصیرت حاصل ہے تب تو خود ہی پہچان لو اور حقیقت کو حاصل کرو ورنہ پھر کسی کامل اور

www.besturdubooks.wordpress.com

بصیرت والے کا اتباع کرو اور اپنے کو اس کے سپرد کر دو اور بالکل سونپ دو اور اپنی رائے کو بالکل دخل مت دو جو کچھ وہ کہے اس پر عمل کرو اور اس سے بزبان حال یا قال یہ کہہ دو کہ ۔ سپردم بتومایۂ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را۔ بس اس محقق اور مبصر کے پاس کالمیت فی ید الغسال ہو جاؤ اور اس کے بعد اس کی صحبت میں رہ کر خود بصیرت اور تحقیق حاصل کرو اسی کو فرماتے ہیں کہ

پس محک باید میان جان خویش	ورنداری رہ مرو تنہا بہ پیش
کسوٹی اپنے اندر ہونی چاہئے	اگر تیرے پاس نہیں ہے تو تنہا آگے نہ بڑھ

این محک باید الخ۔ یعنی یہ کسوٹی (بصرت وتحقیق) خود تمہاری جان میں ہونی چاہیے اور اگر خود نہیں رکھتے ہو (تو پھر کس کا اتباع کرو) اور تنہا راستہ میں آگے مت جاؤ۔ مطلب یہ کہ اول تو خود ہی بصیرت حاصل کرنی ضروری ہے اور اگر تم کو حاصل نہ ہو تو یہ یاد رکھو کہ اس راستہ میں ہرگز ہرگز بے رہبر کے قدم مت رکھنا ورنہ تباہ و برباد ہو گے اور مہلکات تم کو ہلاک و برباد کر دینگے اسی کو ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ ۔ یار باید راہ را تنہا مرو + بے قلاوز اندرین صحرا مرو۔ اور اگر رہبر نہ ہوگا تو تم شیاطین کے پھندے میں پھنس جاؤ اور وہ تم کو تلبیس میں پھنسا کر تحقیق سے کوسوں دور لے جاؤ لیں گے اور اس قدر تلبیس ملمع کرینگے کہ تم کو ان کی آوازیں دوستوں اور اپنے لوگوں کی آوازیں معلوم ہونے لگیں گی اس کو فرماتے ہیں کہ

بانگ غولاں ہست بانگ آشنا	آشنائے کو کشد سوئے فنا
چھلاووں کی آواز دوست کی آواز ہے	(لیکن) ایسا دوست جو ہلاکت کی طرف کھینچتا ہے

بانگ غولان ہست الخ۔ یعنی شیاطین کی آواز آشنا کی آواز (معلوم ہوتی) ہے اور آشنا بھی وہ جو کہ فنا (ہلاک کی طرف کھینچے یہاں شیاطین سے مراد شیاطین الانس لئے جائیں جو کہ معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور خدا سے غافل کرتے ہیں تو اب مطلب یہ ہوگا کہ شیاطین الانس جبکہ تجھے معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور اسکی ترغیب دیتے ہیں تو اس طرح تلبیس دیتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہمارے بہت ہی خیر خواہ ہیں اس لئے کہ دوست ہیں مگر وہ اصل میں دشمن ہوتے ہیں جیسے کہ قیامت میں معلوم ہوگا اور اگر شیاطین سے مراد شیاطین الجن ہی ہوں تو یہ معنی ہیں کہ چونکہ جن صورت وغیرہ بدلنے پر قادر ہیں اس لئے وہ بعض مرتبہ صورتیں بدل کر اور آوازیں بدل کر تمہارے دوستوں کی سی آوازیں اور صورتیں بنا لیتے ہیں اور پھر تم کو شہوات اور مہلکات کی طرف بلاتے ہیں تو اس آواز اور صورت کو تم آشنا سمجھتے ہو۔ اس کے اسی کہنے کو خیر خواہ کا قول سمجھ کر عمل کر لیتے ہو اور پھر غارت ہوتے ہو۔ بس اس پہچان کے لئے تم کو خود بصیرت کی ضرورت ہے اور اگر خود بصیرت نہ ہو تو کسی مبصر کا پلہ پکڑنے کی ضرورت ہے خوب سمجھ لو آگے ان آوازوں کو بتاتے ہیں کہ وہ آوازیں اس طرح دیا کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ می دارد کہ ہاں اے کارواں	سوئے من آئید نک راہ ونشاں
وہ (چھلاوا) پکارتا ہے کہ خبردار اے قافلے!	میری جانب آؤ یہ راستہ اور نشان (منزل) ہے

بانگ می دارد کہ الخ۔ یعنی وہی شیطان آواز دیتا ہے کہ اے قافلہ (والو) میری طرف آؤ اس لئے کہ یہ نام ونشان (تمہارے مطلوب کا) ہے اور صرف اس دعوت عام ہی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ ہر ایک ایک کا نام لے کر بھی پکارتا ہے اسی کو آگے فرماتے ہیں اور شیاطین کا پکارنا کچھ عجیب نہیں اکثر قصص وغیرہ سے ایسے واقعات کا صحیح ہونا معلوم ہوتا ہے اور اگر شیاطین الانس مراد ہو تو پھر یہ معنی ہیں کہ بعض مرتبہ بہت سے آدمیوں کو ایک دم سے بہکاتے ہیں اور بعض مرتبہ الگ الگ ہر ایک کو گمراہ کرتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ

نام ہر یک می برد غول اے فلاں	تا کند آں خواجہ را از آفلاں
چھلاوا ہر ایک کا نام پکارتا ہے اے فلانے!	تا کہ ان صاحب کو ہلاک شدگان میں (شامل) کردے

نام ہر یک می برد الخ۔ یعنی وہ جن ہر ایک کا (علیحدہ علیحدہ) نام لیتا ہے کہ اے فلاں شخص تا کہ اس خواجہ کو (جسے پکار رہا ہے) ہلاک ہونے والوں میں سے کردے یعنی چونکہ جن کو تو ہمارے نام وغیرہ معلوم ہی ہیں اس لئے وہ نام لے لے کر پکارتے ہیں تا کہ غایت لطف وآشنا ہی معلوم ہو اور اچھی طرح ہلاک کر دیئے یا یہ کہا جائے کہ انسان ہی دوست بن کر پکارتے ہیں اور شہوات میں مبتلا کر دیتے ہیں پس جبکہ ان کے دواعی پر عمل کیا جاتا ہو تو پھر تباہ ہوتے ہیں اور دین وایمان سب کو تباہ کر بیٹھتے ہیں اس کو فرماتے ہیں کہ

چوں رسد آنجا بہ بیند گرگ وشیر	عمر ضائع راہ دور و روز دیر
وہ جب اس جگہ پہنچتا ہے بھیڑیا اور شیر دیکھتا ہے	عمر برباد (ہوئی) راستہ دور (رہ گیا) اور دن بے وقت (ہو گیا)

چون رسد انجا بہ الخ۔ یعنی کہ جب اس جگہ پہنچتا ہے (جہاں کہ ان شیاطین نے بلایا تھا) تو وہاں شیر اور بھیڑیئے دیکھتا ہے۔ (یعنی مہلکات نظر آتے ہیں تو اس کی وہ عمر (جو کہ اس مسافت کے قطع کرنے میں صرف ہوتی ہے) ضائع ہے اور راستہ دور ہے اور دن بھی ضائع ہے۔ مطلب یہ کہ جب تک ان شیاطین کے قول پر عمل کرے گا اور جب تک دواعی شہوات پر عمل کرتا رہے گا اس وقت تک کی عمر بھی برباد ہوئی اور راستہ سے کوسوں دور ہو گیا اور یہ سارے دن برباد ہوئے۔ پس ہرگز ہرگز ان کے دواعی پر عمل نہ کرنا چاہیے آگے خود ان مہلکات کی تفصیل بتاتے ہیں کہ

چہ بود آں بانگ غول اے نیک خو	مال خواہم جاہ خواہم آبرو
اے نیک مزاج! چھلاوے کی آواز کیا ہوتی ہے؟	مال چاہتا ہوں، رتبہ چاہتا ہوں، آبرو (چاہتا ہوں)

چہ بود آن بانگ الخ۔ یعنی شیاطین کی آوازیں آخر کیا ہوتی ہیں (کچھ تو) کہو۔ (اب خود بتاتے ہیں کہ وہ آوازیں یہی ہوتی ہیں کہ) مال چاہتا ہوں اور جاہ چاہتا ہوں اور آبرو۔ یعنی وہ مہلکات جو کہ دین کو تباہ وبرباد کر

www.besturdubooks.wordpress.com

دیتے ہیں یہی جب مال وحب جاہ وغیرہ ہیں کہ سب معاصی کی جڑ ہیں جیسے کہ حدیث میں بھی ہے کہ حب الدنیا راس کل خطیئة بس جبکہ یہ چیزیں برباد کردینے والی ہیں توان کواپنے اندر سے نکالو اور ان سے تعلق قطع کرو اور علیحدہ ہوجاؤ پھر دیکھو کیسے کیسے علوم ومعارف تم پر منکشف ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

از درون خویش ایں آوازہا	منع کن تا کشف گردد رازہا
اپنے اندر سے ان آوازوں کو	روک دیتا کہ راز کھلیں

از درون الخ۔ یعنی اپنے اندر (باطن) میں سے ان آوازوں (کے مقتضیات) کو روکو (اوران پر عمل مت کرو) تاکہ اسرار (الٰہیہ تم پر) منکشف ہوں۔ مطلب یہ کہ اپنے اندر سے شہوات کواور دیگر دواعی الی الشر کو نکال ڈالو اور اپنے باطن کو صاف کرلو پھر دیکھو کہ کیسے کیسے اسرار منکشف ہوتے ہیں اور کس کس طرح سے انوار وتجلیات کا ظہور ہوتا ہے اور چونکہ اخلاق رذیلہ غلبۂ ذکر سے کم اور زائل ہوجاتے ہیں اس لئے ذکر کی ترغیب دیتے ہیں کہ

ذکر حق کن بانگ غولاں رابسوز	چشم چوں نرگس ازیں کرگس بدوز
اللہ کا ذکر کر چھلاووں کی آواز کو پھونک دے	نرگس جیسی آنکھ اس گدھ سے بند کر لے

ذکر حق کن پاک الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کا ذکر کرو اور شاخوں کو بالکل جلا ڈالو اور اپنی) آنکھ کو جو مثل نرگس کے ہے اس کرگس (دنیا کی طرف) سے سی لو اور بند کرلو۔ مطلب یہ کہ غلبہ ذکر اپنے اوپر کرلو اور دنیا سے قطع تعلق کرو اور شیاطین کو بالکل آگ دیدو اور حقیقت کو پہچانو اور گمراہی اور مجاز سے بچو اس کے آگے فرماتے ہیں (پاک غولان رابسوز میں پاک کے معنی بالکل کے ہیں اور یہ محاورہ ہے معنی یہ ہیں کہ شیاطین کو خوب اچھی طرح بالکل آگ دیدو)

صبح کاذب راز صادق وآشناس	رنگ مے را باز داں از رنگ کاس
صبح صادق کو صبح کاذب سے پہچان	شراب کے رنگ کو پیالہ کے رنگ سے علیحدہ کر

صبح صادق راز الخ۔ یعنی صبح صادق (حقیقت) کو صبح کاذب (مجاز اور غیر مقصود) سے (علیحدہ کرکے) خوب پہچان لے۔ اور شراب کے رنگ کو پیالہ کے رنگ سے ممتاز کرکے) جان لے۔ مطلب یہ کہ حقیقت اور مجاز اور مقصود اور غیر مقصود میں امتیاز کرو اور دونوں میں جو فرق ہے اس کو سمجھو۔ اور بہر حقیقت اور مقصود کو حاصل کرنے کی کوشش میں لگو اور غیر مقصود کو ترک کردو۔ پھر دیکھنا کہ ان آنکھوں کے علاوہ تمہیں دیدۂ بصارت جس سے کہ حق شناسی اور حقیقت شناسی میسر ہوگی مل جائے گا۔ لہٰذا خوب خوب مجاہدے اور ریاضت کرکے اس مقصود کو اصل کرلو اس کو فرماتے ہیں کہ

تابود کز دیدگان ہفت رنگ	دیدۂ پیدا کند صبر و درنگ
ہوسکتا ہے کہ سات پردوں والی آنکھوں کی بجائے	صبر اور استقلال ایک آنکھ پیدا کر دے

تابود کز دیدگان الخ۔ یعنی (مجاہدات وریاضات کرو اور ان کے ذریعہ سے حقیقت شناسی تک پہنچو) تاکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ان سات رنگ کی آنکھوں کے بدلہ میں صبر اور دیرایک اور آنکھ (حقیقت شناس) پیدا فرماوے اور جب مجاہدات سے بصیرت اور تحقیق حاصل ہو جائے گی تو ان ظاہری الوان کے علاوہ دوسرے الوان اور حالات تم کو میسر ہونگے اس کو فرماتے ہیں کہ

رنگہا بینی بجز ایں رنگہا	گوہراں بینی بجائے سنگہا
ان رنگوں کے علاوہ تو اور رنگ دیکھے	سنگریزوں کی بجائے تو موتی دیکھے

رنگہا بینی بجز الخ۔ یعنی ان الوان کے علاوہ اور دوسرے رنگ دیکھو گے اور پتھروں کی جگہ موتیوں کو دیکھو گے مطلب یہ کہ جب حقیقت ہی پر وقت تمہاری نظر رہے گی تو پھر ان دنیاوی اشیاء سے الگ اور علیحدہ ہو کر تم کو اشیاء حقیقی اور مقصود اصلی نظر آئے گا اور اس کے سوا دوسری چیزوں کی ہستی کالعدم ہو جائے گی اور جب یہ حالت بڑھے گی اور فنا کے مرتبہ میں ترقی ہوگی تو پھر اپنی ہستی کو بھی معدوم سمجھو گے اور اس ایک وجود کے سامنے سارے وجودات ہیچ اور معدوم ہی معلوم ہونگے آگے فرماتے ہیں کہ

گوہرے چہ بلکہ دریائے شوی	آفتاب چرخ پیمائی شوی
موتی کیا بلکہ تو دریا بن جائے	آسمان کو طے کرنے والا سورج بن جائے

گوہرے چہ بلکہ الخ۔ یعنی گوہر کیا ہے بلکہ خود دریا ہی ہو جاؤ گے اور ایک آفتاب آسمان کی پیمائش کرنے والے ہو جاؤ گے مطلب یہ کہ جب مجاہدات وریاضات سے درجہ فنا کا حاصل کر چکو گے اور اپنی ہستی کو معدوم کر چکو گے اس وقت بس اسی ایک ذات کا وجود پیش نظر رہے گا اور دیگر وجودات اور ہستیاں کالعدم ہو جائیں گی اور یہ حالت ہوگی کہ۔ جو سلطان عزت علم برکشد + جہان سربجیب عدم درکشد اور اس کے وجود باجود کے سامنے یہ حالت ہوگی جیسے کہ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ۔ یکے قطرہ از ابر نیسان چکید + خجل شد جو پہنائے دریا بدید + کہ جائے کہ دریاست من کیستم + گراوہست حقا کہ من نیستم + اور جب یہ اپنی ہستی کو اس طرح معدوم سمجھے گا اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے رحمت نازل ہوگی اور اس کو اپنے جوار میں لے لے گی۔ اسی کو شیخ آگے فرماتے ہیں کہ۔ چو خود را بہ چشم حقارت بدید + صدف درکنارش بجان پرورید + سپہرش بجائے رسانید کار + کہ شد نامور لونوے شاہوار + بلندی بدان یافت کوپشت شد + درنیستی کوفت تاہست شد۔ پس اپنے اور دیگر موجودات کی ہستی کو کالعدم کر کے صرف اس ذات وحدہ لاشریک کی طرف توجہ کرو اور چونکہ طلب کے لئے اس کے ملنے کی جگہ کا معلوم ہونا ضروری ہے پس آگے فرماتے ہیں کہ

کارکن درکار گاہ باشد نہاں	تو برو درکار گہ بینش عیاں
کاریگر کارخانہ میں چھپا ہوتا ہے	تو جا کارخانہ میں اس کا مشاہدہ کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

کارکن در کار النخ ۔یعنی کام کرنے والا (حق تعالیٰ) کارخانہ (صنائع وموجودات) ہی میں پوشیدہ ہے (لہٰذا) تو کارخانہ میں (مصنوعات عالم میں) جا (غور کراور) اس کو ظاہر طور پر دیکھ لے مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ اگر مجاہدہ کروگے تو تم کو حق تعالیٰ کی معرفت میسر ہوجائے گی اور وہ تم کو مل جائے گا اس کو کچھ بعید مت سمجھو۔اس لئے کہ اب بھی وہ تم سے دور نہیں ہے۔ بلکہ اس کی معرفت انہیں مصنوعات دنیا میں غور کرنے سے حاصل ہوسکتی ہے بلکہ خود اپنے ہی اندر غور کرنے سے اس صانع حقیقی کی معرفت اور اسکا قرب حاصل ہوجائے گا لیکن جب تک چشم بصیرت نہیں ہے اس وقت تک تو یہ ظاہری چیزیں اس کے جمال کے مشاہدہ سے حاجب اور مانع ہیں۔ان سے قطع نظر کرلو پھر دیکھو کہ اس کی معرفت کے لئے ان سے کہیں خارج جانے کی ضرورت نہیں ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

کارچوں برکارکن پردہ تنید	کارکن برکار گہ باشد پدید
کام نے جبکہ کارکن پر پردہ ڈال رکھا ہے	کاریگر کارخانہ میں رونما ہوگا

کارچون برکارکن النخ ۔یعنی کام (مصنوعات عالم) نے کام کرنے والے پر (حق تعالیٰ کے سامنے) پردہ تن رکھا ہے (اسکی معرفت سے اور مشاہدہ سے حاجب اور مانع ہورہی ہیں لیکن اس کی معرفت انہیں میں ہے پس) اس کام سے خارج تم اس کو نہیں دیکھ سکتے مطلب یہ کہ اور کوئی ذریعہ سوائے ان ہی مصنوعات عالم کے اندر غور وفکر کے اور اس غور فکر کے بعد ان کی ہستی کو معدوم سمجھنے کے معرفت حق کا نہیں ہے۔اس لئے جو عاقل ہوتے ہیں وہ اسی کو طلب کرتے ہیں خود فرماتے ہیں کہ

خارج ایں کار نتوانیش دید	منتظر درکار گہ آید پدید
کام سے علیحدہ تو اس کو نہ دیکھ سکے گا	جس کا انتظار ہے وہ کارخانہ میں ظاہر ہوگا

کارگہ النخ ۔یعنی کارخانہ (عالم) مثل عاقل کے جائے قیام کے ہے (اس لئے کہ وہ تو معرفت کے لئے اسی میں غور وفکر کرے گا) اور جو کہ اس سے باہر گیا وہ غافل ہے یعنی کہ جو ان مصنوعات عالم میں غور کرے گا وہ ان کی وجود کی حقیقت کو سمجھے گا اور پھر اس وجود کی حقیقت سمجھ کر ان کے اضمحلال کو بھی اچھی طرح معلوم کرے گا اور حق تعالیٰ کے وجود کو اصل اور اسی کو مقصود سمجھے گا تو وہی عاقل ہوگا۔مقصود یہ ہے کہ فناء اور عدم حاصل کرنا چاہیے کہ اسی سے معرفت حق ہوتی ہے اور مقصود اصلی حاصل ہوتا ہے اسی مقصود کو مولانا صاف طور سے فرماتے ہیں کہ

کارگہ چوں جائے باش عاقل ست	آں کہ بیروں ست از وے غافل ست
جبکہ کارخانہ کاریگر کا ٹھکانا ہے	جو اس (کارخانہ) سے باہر ہے وہ اس سے غافل ہے

پس درآ در کارگہ النخ ۔یعنی (جب کہ حق تعالیٰ ہستی کو فنا کرنے سے ہی ملتے ہیں) پس کارخانہ (عالم) میں یعنی عدم میں آ ۔تاکہ مصنوع اور صانع کو ایک جگہ دیکھو۔ مطلب یہ کہ اپنی ہستی کو اور دیگر اشیاء کی ہستی کو فنا کرکے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور مضمحل سمجھ کر پھر اس کے وجود پر نظر کرو تو بس اسی کا وجود کامل اور قابل وجود کہنے کے نظر آئے گا اور باقی سارے وجودات اس قدر مضمحل ہونگے کہ ان کو وجود کہتے ہوئے شرم آئے گی تو چونکہ مصنوعات ہی اس کی معرفت کے لئے ظاہر اور بین آلہ اور ذریعہ ہیں اس لئے ان ہی کے وجودات میں اول غور کرو اس کو فرماتے ہیں کہ

پس در آ در کارگہ یعنی عدم	تا بہ بینی صنع و صانع را بہم
لہذا کارخانہ یعنی عدم میں آ	تاکہ تو کام اور کاریگر کو اکٹھا دیکھے

کارگہ چون الخ۔ یعنی کارخانہ (عالم) جبکہ روشن دیکھنے کی جگہ ہے تو اس کارخانہ (عالم) سے باہر پوشیدگی (اور تاریکی) ہے لہٰذا ان سب کے اور اپنے وجود کو کالعدم سمجھو اور ہستی کو نیستی سے بدل دو۔ تب تمہیں معرفت حاصل ہوسکتی ہے اور اگر اپنی ہستی پر نظر رکھی تو کبھی بھی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔ مولانا اس مضمون کو فرعون اور اسکے تکبر کی مثال دے کر بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

یک غریبے: ایک شخص بیچارہ کوئی مکان تلاش کرتا تھا۔ ایک مہربان اس کو ایک ویران مکان کی طرف لے گئے اور کہا کہ اگر اس کی چھت ہوتی تو تم یہیں رہتے۔ اس طرح میرا اور تمہارا مکان ہر دو پاس پاس ہو جاتے اور اسمیں ایک اور حجرہ بھی ہوتا۔ تو تمہارے گھر کے آدمی بھی رہ سکتے تھے۔ اور اگر آپ کے یہاں مہمان کے لئے جگہ ہوتی تو اگر کوئی مہمان آتا تو اس کو بھی آرام مل سکتا تھا۔ کاش کہ یہ مکان ویران نہ ہوتا۔ بلکہ قابل سکونت ہوتا۔ اس صورت میں یہ قابل رہائش مکان آپ کا گھر ہوتا اور آپ اس میں رہتے۔ اس نے جواب دیا کہ ہاں دوستوں کا قرب اچھی چیز ہے۔ پھر کیا کیجئے کہ یہاں تو اگر کے سوا کچھ ہے ہی نہیں اور اگر قابل سکونت نہیں۔ لہٰذا مجبوری ہے۔

این ہمہ عالم: جب تجھے معلوم ہو چکا کہ ہوسات فضول وخواہشات لایعنی کا نتیجہ بجز محرومی کے کچھ نہیں تو خبردار تو ان خواہشات بے ہودہ کے جال میں نہ پھنسنا۔ بلکہ تجھے کام کرنا چاہیے جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں۔ دنیا کی عام حالت یہ ہے کہ اپنی خیالی اچھی چیز کو طلب کرتے ہیں اور اس اچھی چیز کے لئے جس کی خوبی ان کی من گھڑت ہے اور اس لئے وہ سراپا تزویر ہے۔ بے قرار ہیں اور دل و جان سے متمنی ہیں کہ ہم کو حاصل ہوتی یا حاصل ہو جائے۔ لیکن یہ لوگ خوبی حقیقی اور خیالی وغیرہ میں تمیز نہیں کرتے۔ مثلاً لوگ سونے کے طالب ہیں لیکن کھرے کھوٹے کی تمیز نہیں رکھتے اس لئے اصلی سونے (حق سبحانہ) کو چھوڑ کر کھوٹے سونے (زر دنیاوی) کو طلب کرتے ہیں اسی کے متمنی ہیں اسی کے لئے مصیبتیں اٹھاتے ہیں اس کے لئے بے قرار رہتے ہیں دیکھ تو عام لوگوں کی طرح دھوکہ نہ کھانا اور کھرے کھوٹے میں تمیز کرنا۔ خوبی واقعی اور غیر واقعی میں امتیاز کرنا۔ دیکھ رز خالص (حق سبحانہ نے) تو اس متعارف سونے پر اپنا پرتو ڈالا ہے اس لئے یہ خوشنما اور مرغوب ہو گیا لہٰذا یہ اصلی سونا نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ ملمع ہے۔ خبردار بے کسوٹی لگائے اور بدون حقیقت پر غور کئے محض ظن سے سونے کو نہ لینا۔ اگر تیرے پاس کسوٹی ہے تو اس سے جانچ کر کھرے سونے کو لے لے ورنہ جا اور اپنے کو کسی نقاد کی خدمت میں محبوس کر دے اور کسی شیخ کامل کا مقلد ہو جا۔ غرض کہ اس کسوٹی اور معرفت نقد وقلب کی ضرورت ہے کہ اپنے اندر ہو اور اگر تیرے پاس نہیں تو خبردار راہ طلب میں تنہا قدم نہ بڑھانا بلکہ کسی واقف کار شیخ کو ساتھ لے لینا۔ کیونکہ اس راہ میں بہت سے شیاطین ہیں اور وہ راہ سے بھٹکانے کے لئے راہرووں کو پکارتے ہیں اور اس انداز سے پکارتے ہیں جیسے کوئی مخلص اور خیر خواہ دوست پکارتا ہو لیکن وہ ایسا آشنا ہوتا ہے جو لوگوں کو تباہی کی طرف کھینچتا ہے وہ آواز دیتا ہے کہ اے قافلہ والو یہاں آؤ تمہاری منزل مقصود کا پتہ ونشان میں بتاؤں گا اور اسی پر اکتفا نہیں کرتا بلکہ ہر ایک کا نام لے کر پکارتا ہے تاکہ ان کو پورا اعتماد ہو جائے اور کہتا ہے کہ اے فلاں ادھر آ اے فلاں ادھر آ اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس مانوس کرنے والی آواز "اے فلاں ادھر آ" سے اس کو ہلاک کر دے۔ (یعنی شیاطین ہر ممکن تدبیر سے طالب حق کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں ورنہ یہ مطلب نہیں کہ وہاں حقیقی آوازیں ہوتی ہیں) اور جب یہ شخص ان آوازوں پر وہاں پہنچتا ہے اور شیطان کا اتباع کرتا ہے تو وہاں دیکھتا ہے کہ شیر اور بھیڑیئے ہیں اور مہلکات کا سامنا ہے۔ عمر ضائع ہو چکی راہ راست سے بہت دور نکل گئے دن بھی بہت کم باقی رہ گیا ہے غرضیکہ منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے بہت سے موانع موجود ہو گئے ہیں جن سے رہائی دشوار ہو گئی ہے تو شیاطین کی آوازوں سے متعارف آوازیں نہ سمجھنا کہ تجھے شبہ ہو کہ ہم نے اب تک ایک آواز بھی نہیں سنی بلکہ خواہشات نفسانیہ کی ترغیب کہ مجھے مال چاہیے مجھے جاہ چاہیے مجھے آبرو چاہیے۔ یہی ان کی آوازیں ہیں۔ بس تو اپنے اندر سے ان آوازوں کو بند کر اور ان خواہشوں کو فنا کر۔ تب تجھے اسرار حق سبحانہ معلوم ہوں گے اور معارف الٰہیہ کا دروازہ تجھ پر کھلے گا۔ بس خدا کی یاد کر اور ان شیاطین کو آگ لگا اور اپنی آنکھ نرگس کی طرح اس کرگس کی طرف سے سی لے اور ان کی طرف دیکھ بھی مت۔ صبح صادق اور صبح کاذب میں امتیاز کر۔ رنگ مے اور رنگ پیالہ میں تمیز کر غرض کہ مطلوب حقیقی اور شبیہ مطلوب میں فرق کر۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ مجاہدہ اور صبر وتانی تیرے لئے بجائے ان سات طبقہ والی آنکھوں کے ایک اور آنکھ پیدا کریں گے اور ان سے تو ان رنگوں کے سوا جو تجھے محسوس ہوتے ہیں اور عجیب عجیب رنگ دیکھے گا اور کنکریوں کے عوض تجھے موتی نظر آئیں گے۔ موتی دیکھنا کیا معنی بلکہ دریا کی طرح تو خود ان موتیوں اور معارف الٰہیہ کا مخزن ہو جائے گا اور ان جواہر کی روشنی سے منور ہو کر تو آفتاب چرخ پیما کی مثل روشن ہو جائے گا۔ گو آفتاب کی روشنی کو اس روشنی سے کوئی نسبت نہیں مگر چونکہ عالم محسوسات میں اس سے بڑھ کر کوئی روشن شے نہیں اس لئے اس سے تشبیہ دی گئی۔

کارکن درکارگہ: ہم نے تجھے اوپر فنا کی ترغیب دی تھی اور کہا تھا کہ تو غول بیابانی اور موانع طلب حق کو آگ لگا اور صرف حضرت حق کو مطمح نظر بنا اس کی وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ صانع عالم اپنی محل صنع یعنی عدم میں مستور ہیں تو جا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس محل منع میں ان کو کھلم کھلا دیکھ لے۔ چونکہ کام نے صانع عالم پر پردہ تن دیا ہے یعنی رویت صانع سے مانع ہو گیا ہے اس لئے جب تک اس کو نہ اٹھاؤ گے اور ہستی کو فنا نہ کرو گے اس کو دیکھ نہ سکو گے اگر چاہو کہ اس پردہ سے باہر اور ہستی کو باقی رکھ کر دیکھ لو تو ناممکن ہے کیونکہ جب عدم اس صانع عالم کی جائے باش ہے تو باہر کیونکر چل سکتا ہے جو باہر دیکھے وہ اسکی جائے باش سے بےخبر ہے پس اگر تجھے حق بینی کی طلب ہے تو عدم میں آ اور اپنے کو فنا کر تا کہ تجھے صانع اور اس کا فعل دونوں دکھلائی دیں کیونکہ صرف عدم ہی اس کے صاف صاف دیکھنے کی جگہ ہے اور فناء ہی سے اسکا مشاہدہ ہو سکتا ہے اور اس سے باہر یعنی ہستی میں خفا ہے وہاں دکھلائی نہیں دے سکتا۔ (ف۔ جاننا چاہیے کہ یہ محض عنوان تعبیری ہے جو تفہیم کے لئے اختیار کیا گیا ورنہ فی الحقیقۃ عدم کوئی مکان نہیں جس میں حق سبحانہ بیٹھے ہوئے ہوں بلکہ اس کو تشبیہاً مکان کہا گیا ہے اور چونکہ جو چیز احاطہ مکان کے اندر مستور ہوتی ہے وہ مکان کے اندر داخل ہونے سے دکھلائی دیتی ہے اور حق سبحانہ احاطہ فناء میں داخل ہونے سے بصیرت کے ذریعہ سے دکھلائی دیتے ہیں اس لئے ان کو یوں ظاہر کیا کہ جیسے کہ وہ مکان عدم میں موجود ہوں۔ فافہم ولا تتزل)

شرح شبّیری

کارگہ چوں جائے روشن دید گیست	پس برون کارگہ پوشید گیست
کارخانہ چونکہ کھلے طور پر دیکھنے کی جگہ ہے	پس کارخانہ کے باہر پوشیدگی ہے
رو بہ ہستی داشت فرعون عنود	لاجرم از کارگاہش کور بود
سرکش فرعون (اپنے) وجود کی طرف متوجہ ہوا	لامحالہ اس کے کارخانہ سے اندھا تھا

رو بہ ہستی داشت الخ۔ یعنی (کہ دیکھو) فرعون سرکش ہستی کی طرف توجہ رکھتا تھا (اور اس کو اپنی ہستی پر نظر تھی اس لئے) اس کے کارخانہ سے غافل تھا (جو کہ اس کی معرفت کا آلہ ہے) اور اس کو حق تعالیٰ کی معرفت نصیب نہ ہو سکی۔

لاجرم میخواست تبدیل قدر	تا قضا را باز گرداند ز در
یقیناً وہ تقدیر کو بدلنا چاہتا تھا	تاکہ اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ کو دروازہ سے واپس لوٹا دے

لاجرم میخواست الخ۔ یعنی بالضرور وہ تبدیل قدر چاہتا تھا تا کہ قضا کو دروازہ سے لوٹا دے۔ یعنی اسی ہلاکت اور بربادی سے جو موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مقدور ہو چکی تھی اس کو معرفت حق نہ ہونے کی وجہ سے چاہتا تھا کہ رد کر دے اور یہ خبر نہ تھی کہ وہاں یہ شان ہے کہ ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید اور اس کے لئے طرح طرح کی تدبیریں کرتا تھا مگر قضا اس پر ہنس رہی تھی کہ کس قدر بےوقوف ہے کہیں میں ٹل سکتی ہوں فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خود قضا بر سبلت آں حیلہ مند	زیر لب می کرد ہر دم ریشخند
فیصلہ (خداوندی) اس حیلہ گر کی مونچھوں پر	ہر وقت زیر لب مسکرا رہا تھا

خود قضا بر سبلت الخ۔ یعنی خود قضا اس حیلہ مند کی مونچھ پر زیر لب ہر وقت مسخرہ پن کر رہی تھی اور یہ کہہ رہی تھی کہ تو جو چاہے کر لے میں تیرے دشمن کو تیرے ہی ہاتھوں پلواؤنگی اور پھر وہ تجھی کو ہلاک کرے گا۔ آگے پھر اس کی تدبیروں کو قضا کے بدلنے کے لئے بیان فرماتے ہیں کہ

صد ہزاراں طفل کشت او بے گناہ	تا بگردد حکم و تقدیر الٰہ
اس نے لاکھوں معصوم بچے قتل کر ڈالے	تاکہ (اللہ تعالیٰ کا) فیصلہ اور تقدیر ٹل جائے

صد ہزاراں طفل کشت الخ۔ یعنی لاکھوں بے گناہ بچے اس نے مار ڈالے تاکہ اللہ تعالیٰ کا حکم اور تقدیر پھر جائے

تا کہ موسیٰ نبی ناید بروں	کرد در گردن ہزاراں ظلم و خوں
تاکہ موسیٰ نبی ظاہر نہ ہوں	اس نے (اپنی) گردن پر ہزاروں ظلم اور خون لے لئے

تاکہ موسیٰ الخ۔ یعنی اور تاکہ موسیٰ علیہ السلام نبی باہر نہ آئیں (پیدا نہ ہوں) اس نے اپنی گردن پر ہزاروں خون کر لئے۔

آں ہمہ خوں کرد و موسیٰ زادہ شد	وز برائے قہر او آمادہ شد
اس نے بہت (کشت و) خون کیا اور موسیٰ پیدا ہو گئے	اور اس کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہو گئے

ایں ہمہ مکر دو موسے الخ۔ یعنی یہ سب خون کئے (اور طرح طرح کی تدبیریں کیں مگر) موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو ہی گئے اور اس کی ہلاکت کے واسطے آمادہ ہو گئے تو یہ ساری فضول تدبیریں حقیقت سے لاعلمی کی وجہ سے تھیں اگر وہ حقیقت شناس ہوتا تو پھر اس قسم کے حیلے ہرگز نہ کرتا اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ

گر بدیدے کارگاہ لایزال	دست و پایش خشک گشتے زاحتیال
اگر وہ (خدائے) لایزال کا کارخانہ دیکھ لیتا	حیلہ گری سے اس کے ہاتھ پیر خشک ہو جاتے

گر بدیدے کارگاہ الخ۔ یعنی اگر حق تعالیٰ کے کارخانہ کو دیکھ لیتا (اور اس میں غور کر لیتا تو اس کے صانع کے وجود کی عظمت اور جلال منکشف ہو جاتی تب) اس کے ہاتھ پاؤں حیلہ کرنے سے خشک ہو جاتے اور وہ کوئی حیلہ نہ کر سکتا اور اب بھی اس کا کوئی حیلہ کام نہ آیا اس لئے کہ

اندرون خانہ اش موسیٰ معاف	وز بروں می کشت طفلاں را گزاف
اس کے گھر میں موسیٰ آرام سے تھے	وہ باہر خواہ مخواہ بچوں کو قتل کر رہا تھا

اندرون خانہ اش الخ۔ یعنی کہ گھر کے اندر تو موسیٰ علیہ السلام جو کہ عافیت دیئے گئے تھے (پرورش پا رہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور باہر لڑکوں کو بے وقوفی کی وجہ سے مار رہا ہے۔ گھر کی خبر نہیں کہ خود ہی اپنے دشمن کی پرورش کر رہا ہے پس اس کی حالت کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

رو بہ ہستی داشت: او پر فناء کی ترغیب دی تھی یہاں سے خودی کا نقصان بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چونکہ فرعون ہستی کی طرف متوجہ اور خودی میں منہمک تھا اس لئے فناو عدم سے بالکل اندھا تھا اور چونکہ فناء وعدم ہی حق سبحانہ کی معرفت کا ذریعہ ہے لہٰذا نہ وہ حق سبحانہ سے واقف تھا نہ اس کی تدبیر اور افعال سے۔ پس لامحالہ وہ قضاء الٰہی کو بدلنا چاہتا تھا۔ یہ معنی نہیں کہ قضاء الٰہی کو قضا جان کر بدلنا چاہتا تھا کیونکہ وہ تو قضاء الٰہی کو جانتا ہی نہ تھا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو امر نفس الامر میں مقدر ہو چکا تھا اس کو وہ چاہتا تھا کہ نہ ہو لیکن قضاء الٰہی اس تدبر پر ہنس رہی تھی کہ دیکھو یہ کیا بے ہودہ منصوبے گانٹھ رہا ہے اس نے لاکھوں بچے بے گناہ مار ڈالے تاکہ جو امر نفس الامر میں مقدر ہو چکا ہے وہ وجود میں نہ آئے اس نے ہزاروں ظلم اور خون اس لئے اپنی گردن پر لئے کہ موسیٰ علیہ السلام وجود میں نہ آئیں۔ گو اس نے یہ سب خون کئے مگر موسیٰ علیہ السلام پیدا ہو ہی گئے اور اس کی سرکوبی کے لئے آمادہ ہو گئے۔ پس اگر یہ احمق کارگاہ حق سبحانہ (فناو عدم) سے واقف ہوتا اور خودی و ہستی میں منہمک نہ ہوتا تو تدبیر سے اس کے ہاتھ پاؤں خشک ہو جاتے اور کبھی جرأت نہ ہوتی کہ تقدیر الٰہی کے مقابلہ میں تدبیر کرے۔ تقدیر الٰہی اس درجہ قوی ہے کہ فرعون گھر سے باہر بے ہودگی سے ہزاروں بچے قتل کر رہا تھا لیکن موسیٰ جو خود اس کے گھر کے اندر موجود تھے ان کو کچھ نہ کہتا تھا۔

شرح حبیبی

ہمچو صاحب نفس کو تن پرورد	بر دگر کس ظن حقدے می برد
اس نفسانی (انسان) کی طرح جو تن پروری کرے	دوسرے پر دشمنی کا گمان کرے

ہمچو صاحب الخ۔ یعنی (فرعون کے موسیٰ علیہ السلام کو پالنے کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی صاحب نفس بدن کی پرورش میں لگا ہوا ہو (اور نفس کی پرورش سے غافل ہو) اور دوسروں پر حسد کا گمان کرتا ہے اور اصل دشمن و دوست کو تو دیکھتا نہیں کسی کو دشمن اور کسی کو دوست سمجھ لیتا ہے۔ یہی حالت فرعون کی تھی کہ اصل دشمن اور مہلک موسیٰ علیہ السلام کو تو خود پال رہا تھا اور دوسرے بچوں کو قتل کر رہا تھا اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ یوں کہتا ہے کہ

کایں عدو و آں حسود و دشمن ست	خود حسود و دشمن او آں تن ست
کہ یہ دشمن اور وہ حاسد اور مخالف ہے	(حالانکہ) اس کا حاسد اور دشمن خود وہ جسم ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کایں عدو و آن الخ۔ یعنی کہ یہ عدو ہے اور وہ حاسد اور دشمن ہے۔ (حالانکہ) خود حاسد اور دشمن اپنا یہ خود ہی ہے مگر حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھتا ہے یہاں تو فرعون کو صاحب نفس سے اور موسیٰ علیہ السلام کو تن سے تشبیہ دی تھی کہ تن کو پالنا اپنے دشمن کو پالنا ہے مگر چونکہ عداوت دونوں طرف سے تھی اور جس طرح فرعون موسیٰ علیہ السلام کا دشمن تھا اس طرح وہ اس کے دشمن تھے۔ پس ان کی دشمنی کو آگے اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ وہ صاحب نفس یا تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے اور اس کا بدن فرعون کی طرح ہے اس لئے کہ جس طرح روح بدن کی دشمن اور اسکی مخالفت ہوتی ہے اس طرح وہ بھی فرعون کے مخالف تھے اور جس طرح کے روح باوجود دشمن ہونے کے جسم ہی میں رہتی ہے اسی طرح موسیٰ علیہ السلام بھی فرعون ہی کے یہاں رہتے تھے اس کو فرماتے ہیں کہ

او چو موسیٰ و تنش فرعون او	او بہ بروں می دود کہ کو عدو؟
وہ موسیٰ کی طرح ہے اور اس کا جسم اس کا فرعون ہے	وہ باہر بھاگا پھرتا ہے کہ دشمن کہاں ہے؟

او چو موسیٰ الخ۔ یعنی وہ صاحب نفس تو مثل موسیٰ علیہ السلام کے ہے اور اس کا بدل مثل ان کے فرعون کے ہے اور وہ باہر تلاش کرتے ہیں کہ کون دشمن ہے حالانکہ دشمن پاس ہی موجود ہے۔

نفس اندر خانۂ تن نازنیں	بر دگر کس دست می خاید بکیں
نفس جسم کے گھر میں نازوں میں پل رہا ہے	وہ دوسروں پر کینہ سے ہاتھ چبا رہا ہے

نفس اندر خانۂ الخ۔ یعنی کہ نفس (جیسا دشمن) اس نازنین بدن کے خانہ میں (موجود) ہے اور یہ شخص دوسروں پر کینہ کی وجہ سے ہاتھ چباتا ہے اور دوسروں کو دشمن خیال کرتا ہے۔ پس چاہیے کہ اول اس دشمن کو قتل کرو کہ ضرر حقیقی کی وجہ اس سے پہنچتا ہے اور اگر دوسرے لوگ دشمن بھی ہوتے ہیں تو وہ ضرر حقیقی نہیں پہنچا سکتے مثلاً انتہا سے انتہا کوئی اس کو جان سے مار ڈالے گا تو اسکا کوئی حقیقی نقصان نہیں ہوا اس لئے کہ حق تعالیٰ کے یہاں مراتب زیادہ ہوئے اور درجہ شہادت کا حاصل ہوا جو کہ مرغوب و مطلوب ہے اور جو ضرر کہ نفس پہنچاتا ہے اسکا خمیازہ قیامت میں معلوم ہوگا اور وہ ایسا ضرر ہوگا کہ اسکا کوئی تدارک ہی ہیں اور بلکہ دوسرے لوگ جو دشمن ہوتے ہیں وہ بھی ان حضرت نفس کی بدولت ہوتے ہیں کسی سے دوستی ہے کسی سے دشمنی ہے سارے حرکات انہیں حضرت کے ہیں لہٰذا اس جڑ ہی کو قطع کر دو۔ کہ اگر یہ مارا گیا تو سارے دشمن مارے جائیں گے اور پھر کوئی بھی دشمن حقیقی نہ رہے گا آگے اس پر (جو کہ بناء فساد ہو اور خرابیوں کی جڑ ہو اس کو قطع کرنا چاہیے) ایک حکایت تمثیلاً بیان کرتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ہمچو صاحب نفس: فرعون کے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو گھر میں (کینے اور باہر بچوں کو قتل کرنے میں بالکل وہی حالت تھی جو ایک صاحب نفس کی ہوتی ہے جو ہمہ تن تن پروری اور ہوا و ہوس میں مصروف ہے۔ یہ شخص دوسروں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

دشمن سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ میرا دشمن ہے۔ وہ میرا حاسد ہے حالانکہ اصل دشمن کو اس کو خبر بھی نہیں کہ وہ اس کا نفس ہے جس کو یہ نہایت رغبت اور شوق کے ساتھ پال رہا ہے۔ وہ یعنی اس کی روح مثل موسیٰ علیہ السلام کے فطرۃ منقاد حق سبحانہ ہے اور اسکا نفس مثل فرعون کے ہے جو اسکا دشمن اور گمراہ کرنیوالا ہے۔ پس اس کو اپنے اصلی دشمن کی تو خبر نہیں جو گھر میں موجود ہے۔ باہر ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ دشمن کہاں ہے مل جائے تو میں اسے مار ڈالوں۔ پس اس کا دشمن حقیقی نفس ہے جو خانہ تن میں محبوب ہوا بیٹھا ہے اور دوسروں پر مارے غصہ کے اپنے پشت دست کاٹتا ہے۔ یہ روش اسکی بالکل غلط ہے۔ اس کو وہی کرنا چاہیے جو ایک شخص نے اپنی بدکار ماں کے ساتھ کیا تھا جس کی تفصیل ذیل ہے۔

شرح حبیبی

ملامت کردن مردم شخصے را کہ مادر را کشت بہ تہمت

لوگوں کا ایک شخص کو ملامت کرنا جس نے ماں کو تہمت کی وجہ سے قتل کر ڈالا

آں یکے از خشم مادر را بکشت	ہم بزخم خنجر وہم زخم مشت
ایک شخص نے غصہ میں ماں کو مار ڈالا	خنجر کے زخم اور مکوں کی مار سے

آن یکے از خشم الخ۔ یعنی ایک شخص نے اپنی ماں کو مار ڈالا۔ خنجر کے زخم سے بھی اور گھونسے کے زخم سے بھی۔

آں یکے گفتش کہ از بد گوہری	یاد ناور دی تو حق مادری
ایک شخص نے اس سے کہا کہ بد ذاتی کی وجہ سے	تو نے ماں کا حق یاد نہ کیا

آن یکے گفتش الخ۔ یعنی (اس پر) ایک شخص نے اس سے کہا کہ نالائقی کی وجہ سے تجھے ماں ہونے کا حق بھی یاد نہ آیا اور اس کو قتل کر دیا۔

ہے چرا کشتی ورا اے زشت رو	می نگوئی او چہ کرد آخر بتو
افسوس! اے بد رو تو نے اس کو کیوں مار ڈالا؟	کیوں نہیں بولتا؟ آخر اس نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا؟

ہر تو مادر را چرا الخ۔ یعنی ارے تو نے ماں کو کس لئے مار ڈالا (کچھ تو) کہہ آخر اس نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا اے بری خصلت والے۔

ہیچ کس کشت ست مادر اے عنود	می نگوئی کو چہ کرد آخر چہ بود
اے سرکش! کسی نے ماں کو (بھی) قتل کیا ہے؟	کیوں نہیں بولتا کہ اس نے کیا کیا؟ آخر کیا بات تھی؟

ہیچکس کشتست الخ۔ یعنی ارے کمبخت کسی نے ماں کو بھی مارا ہے اور کہتا کیوں نہیں کہ آخر اس نے کیا کیا اور کیا بات تھی جس پر کہ تو نے اس کو قتل کر دیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت کارے کرد کان عار ویست	کشتمش کاں خاک ستار ویست
اس نے کہا اس نے وہ کام کیا جو اس کے لئے عار تھا	میں نے اس کو قتل کر دیا کیونکہ مٹی (ہی) اس کی پردہ پوشی کرنے والی ہے

گفت کارے الخ۔ یعنی اس لڑکے نے کہا کہ اس (ماں) نے ایک کام کیا تھا کہ وہ (موجب) اسکی عار کا تھا اس لئے میں نے اس کو مار ڈالا خاک اسکی پردہ پوش ہے۔ کار عار سے مراد زنا ہے یعنی وہ زانیہ تھی اس لئے میں نے یہ سمجھ کر ایسے آدمی کا مرنا ہی بہتر ہے اس کو مار ڈالا۔

متہم شد با یکے زاں کشتمش	غرق خوں در خاک گور آغشتمش
وہ ایک کے ساتھ متہم ہوئی اس لئے میں نے اس کو قتل کر دیا	خون میں نہلا کر میں نے قبر کی مٹی میں اس کو ملا دیا

متہم شد با یکے الخ۔ یعنی چونکہ وہ ایک شخص سے متہم تھی اس لئے میں نے اس کو مار ڈالا اور خون میں ڈوبی ہوئی کو ہی میں نے قبر کی خاک میں ملا دیا۔ یعنی اسی طرح خون آلودہ دفن کر دی۔

گفت آں کس را بکش اے محتشم	گفت پس ہر روز مردے را کشم
اس نے کہا اے بھلے اس شخص کو قتل کر	اس نے کہا تو پھر ہر روز ایک مرد کو قتل کروں

گفت آنکس را الخ۔ یعنی اس (ناصح) نے کہا کہ اے عزیز اس شخص کو (جس سے متہم تھی) مار ڈال (امر بمعنی ماضی یعنی مار ڈالا ہوتا کہ ان کے قتل سے تو ہاتھ نہ رنگے جاتے) تو اس لڑکے نے جواب دیا کہ پھر تو ہر روز ایک مخلوق کو قتل کیا کرتا اس لئے کہ اسکا روز یہی کام تھا تو میں کس کس کو مارتا۔ اس لئے میں نے جڑ ہی کاٹ دی کہ نہ وہ ہوگی اور نہ کوئی اس سے منہ کالا کر سکے گا۔ نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

کشتم اور ارستم از خونہائے خلق	نائے او برم بہ است از نائے خلق
میں نے اس کو قتل کر دیا لوگوں کے خون سے چھٹکارا پا لیا	اس کا گلا کاٹوں یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں کا گلا

کشتم اور ارستم الخ۔ یعنی میں نے اس ہی کو مار ڈالا اور مخلوق کے خون کرنے سے چھوٹ گیا اور میں نے اس ہی کا گلا کاٹ ڈالا (اس لئے کہ) مخلوق کے گلا کاٹنے سے بھی بہتر ہے۔ آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

آن یکے از: ایک شخص نے غصہ ہو کر اپنی ماں کو مکوں اور خنجر سے مار ڈالا۔ ایک شخص نے کہا کہ ارے تو بڑا بدذات ہے تجھے حق مادری بھی یاد نہ رہا۔ ارے بتا تو سہی تو نے پانی ماں کو کیوں مار ڈالا اس نے تیرا کیا بگاڑا تھا کمبخت کسی نے اپنی ماں کو بھی مارا ہے۔ ارے بتا تا کیوں نہیں۔ آخر کچھ بات بھی تھی اس نے کیا کیا تھا اس نے جواب دیا کہ کہ اس نے ایک ایسا کام کیا تھا جو اس کے لئے شرم کا باعث تھا لہٰذا میں نے اسے مار ڈالا کہ خاک اسکی پردہ پوشی

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے وہ ایک شخص سے زنا کے ساتھ متہم ہوگئی تھی اس لئے میں نے اسے مارڈالا اور یوں خون میں ڈوبی ہوئی مٹی ملا آیا۔ غسل بھی نہیں دیا۔ اس شخص نے کہا کہ اس شخص کو مارنا چاہیے تھا نہ کہ ماں کو۔ لڑکے نے جواب دیا کہ تم یہ چاہتے ہو کہ ہر روز لوگوں کو مارتا پھروں یہ کیسے ہوسکتا ہے لہٰذا میں نے اسی کو ماردیا اور تمام مخلوق کے خون سے بچ گیا۔ اور میں نے سمجھا کہ لوگوں کے گلے کاٹنے سے یہی بہتر ہے کہ اسکا گلا کاٹ دوں۔

شرح حبیبی

نفس تست آں مادر بدخاصیت	کہ فساد اوست دہر ناحیت
وہ بدعادت ماں تیرا نفس ہے	کہ ہر جانب اسی کا فساد ہے

نفس تست آن الخ۔ یعنی وہ بدخاصیت ماں یہ تیرا نفس ہے کہ اسکا فساد ہر طرف پھیل رہا ہے۔

ہیں بکش او را کہ بہر آں دنی	ہر دمے قصد عزیزے می کنی
آگاہ! اس ہی کو قتل کر اس کمینے کی وجہ سے	تو ہر وقت کسی عزیز (کی جان لینے) کا قصد کرتا ہے

پس بکش او را الخ۔ یعنی پس اس (نفس) کو مارڈال کہ اس کمینہ کی وجہ سے تو ہر دم ایک عزیز (ولی اللہ کی ایذا رسانی) کا قصد رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک یہی نفس ہے کہ جس کی بدولت اولیاء اللہ کو تم تکالیف پہنچاتے ہو جس کا ضرر کہ ضرر حقیقی ہے لہٰذا اسی کمبخت کو نیست اور قتل کرنا چاہیے۔

از وے ایں دنیائے خوش برتست تنگ	از پئے او باحق و باخلق جنگ
اس ہی کی وجہ سے یہ بھلی دنیا تجھ پر تنگ ہے	اس ہی کے لئے اللہ (تعالیٰ) اور مخلوق سے جنگ ہے

از وے این دنیائے الخ۔ یعنی اور اس (نفس ہی) کی بدولت یہ عمدہ دنیا تجھ پر تنگ ہے اور اسکی وجہ سے اللہ تعالیٰ سے اور مخلوق سے لڑائی ہے مطلب یہ کہ باوجود اس دنیاوی عیش اور آرام کے بھی تم تنگ دل اور پریشان رہتے ہو۔ یہ اس ہی کی حرص کا نتیجہ ہے کہ جس قدر دنیا تمہارے پاس ہے یہ اس سے زیادہ کو چاہتا ہے اسی لئے عیش مکدر کر رکھا ہے اور اس کے دواعی اور خواہشات پر عمل کرنے سے حق تعالیٰ سے اور مخلوق سے سب سے لڑائی ہے۔ لہٰذا اس ہی کو کھودو کہ سب کچھ مل جائے۔

نفس کشتی باز رستی اعتذار	کس ترا دشمن نہ ماند در دیار
(اگر) تو نے نفس کو مارڈالا عذر خواہی سے چھوٹ جائے گا	دنیا میں تیرا کوئی دشمن نہ رہے گا

نفس کشتی باز الخ۔ یعنی اگر تم نفس کو مارڈالو تو عذر کرنے سے چھوٹ جاؤ (اس لئے کہ جب کسی سے لڑائی وغیرہ ہے اس وقت عذر کرے ہو کہ ہم سے غلطی ہوگئی معاف کردو۔ اگر نفس نہ ہوگا تو عذر کرنے کی بھی ضرورت نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگی اس لئے کہ کسی قسم کی لڑائی وغیرہ ہی نہ ہوگی) اور دنیا میں تمہارا کوئی دشمن نہ رہے گا۔ آگے مولانا ایک اشکال کی تقریر کر کے اس کا جواب دیتے ہیں۔ حاصل اعتراض کا یہ ہے کہ جب آپ کہتے ہیں کہ نفس کشی کے بعد کوئی دشمن دنیا میں نہ رہے گا تو انبیاء علیہ السلام اور اولیاء اللہ کے نفس کا کشتہ ہونا تو معلوم اور ظاہر ہے پھر کفار ان کے دشمن اور حاسد کیوں ہوئے۔ پس حاصل جواب کا یہ ہے کہ دشمن ایک تو وہ ہوتا ہے جو کہ ضرر حقیقی اور واقعی پہنچا سکے اور وہ ضرر ضرر عقبیٰ ہے اور جو دشمن انبیاءؑ کے تھے چونکہ وہ ان کو کوئی ضرر آخرت کا نہ پہنچا سکتے تھے اس لئے وہ ان کے دشمن بھی نہ تھے بلکہ وہ تو خود اپنے ہی دشمن تھے کیونکہ اپنا ہی ضرر آخرت کر رہے تھے اور ان کے انوار اور برکات سے محروم تھے اور اگر انبیاء علیہم السلام کو کوئی جسمانی تکلیف وغیرہ پہنچا بھی دی تو وہ قابل اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ باقی رہنے والا اور کوئی معتدبہ ضرر نہیں ہے اور یا دشمن وہ ہوتا ہے کہ جو کسی منفعت کے حصول سے مانع ہو اور یہاں یہ بھی نہیں تھا اس لئے کہ کفار انبیاء علیہم السلام کو کسی نور یا کسی برکت کے حصول سے مانع نہ ہو سکے۔ اب معلوم ہو گیا کہ چونکہ ان کا نفس کشتہ ہو چکا تھا اس لئے انکا کوئی دشمن بھی دنیا میں موجود نہیں تھا اور دشمن حقیقۃً خود نفس انسان ہی ہے اب اشعار کو سمجھ لو کہ خوب سمجھ میں آئے گا۔ فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

نفس تست آن: ب تم سمجھو کہ وہ بدخصلت ماں تمہارا نفس ہے جس کا فساد ہر گوشہ میں پھیلا ہوا تم کو چاہیے کہ تم اس کو مار ڈالو جس کے سبب تم ہر ایک شخص کے خون کا ارادہ رکھتے ہو اسی کے سبب یہ دنیا جو بجہت مزرع آخرت یا آلہ معرفت حق سبحانہ ہونے کے بظاہر پسندیدہ اور موجب راحت ہو باوجود اپنی وسعت کے تم پر تنگ ہوگئی ہو اور تمہارا دم ناک میں آ رہا ہے اور اسی کے لئے تم نے خدا اور مخلوق سے لڑائی مول لے رکھی ہے پس جب نفس کو مار ڈالو گے تو تم سے کوئی حرکت ایسی صادر نہ ہوگی جس کی وجہ سے تم کو معذرت کرنی پڑے یا تمہارا کوئی دشمن ہو۔ لہٰذا معذرت کرنے سے بھی بچ جاؤ گے اور عالم میں کوئی تمہارا دشمن بھی نہ رہے گا۔

شرح حبیبی

گر شکال آرد کسے بر گفت ما	از برائے انبیا و اولیا
اگر ہماری بات پر کوئی اشکال (اعتراض) کرے	انبیاء اور اولیاء کی وجہ سے

گر شکال آرد الخ۔ یعنی اگر کوئی شخص ہمارے قول پر اشکال کرے۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے واسطے۔

کانبیا را نے کہ نفس کشتہ بود	پس چرا شاں دشمناں بود و حسود
کہ نبیوں کا نفس کیا مرا ہوا نہ تھا	تو ان کے حاسد اور دشمن کیوں تھے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

کانبیاراانے کہ الخ۔ یعنی کہ کیا انبیاء علیہم السلام کا (اور اس طرح اولیاء اللہ کا) نفس مراد ہوا نہیں ہوا تھا۔ (استفہام تقریری یعنی ضرور کشتہ تھا) پھر ان کے دشمن اور حاسد کس لئے تھے حالانکہ تم کہتے ہو کہ جس کا نفس کشتہ ہو جائے اسکا جہاں میں بھی کوئی دشمن یا حاسد نہیں رہتا یہاں تک تو شبہ کی تقریر تھی آگے جواب فرماتے ہیں کہ

گوش نہ تو اے طلبگار صواب	بشنو ایں اشکال وشبہت راخواب
اے بھلی بات کے طالب! کان دھر	اس اشکال اور شبہ کا جواب سن لے

گوش نہ اے الخ۔ یعنی کہ اے درست بات کے طالب ذرا کان رکھ کر اور اس اشکال اور شبہ کا جواب نہ سن کہ

دشمن خود بودہ اند آں منکراں	زخم بر خودمی زدند ایشاں چناں
وہ منکر خود اپنے دشمن تھے	اس طرح وہ اپنے ہی کو زخمی کر رہے تھے

دشمن خود بودہ الخ۔ یعنی وہ منکر (کافر) تو اپنے ہی دشمن تھے اور اپنے ہی اوپر وہ اس طرح کے زخم مارتے تھے اس لئے

دشمن آں باشد کہ قصد جاں کند	دشمن آں نبود کہ خود جاں می کند
دشمن تو وہ ہوتا ہے جو جان (لینے) کا ارادہ کرے	دشمن وہ نہیں ہوتا جو خود دم توڑ دے

دشمن آن باشد الخ۔ یعنی دشمن تو وہ ہوتا ہے کہ جان (کے لینے) کا قصد کرے اور وہ دشمن نہیں ہوتا جو کہ خود ہی جان کنی کرتا ہے یہاں مصرعہ اول میں جان سے مراد علوم ومعارف ہیں اب مطلب یہ ہو گیا کہ دشمن تو حقیقۃً وہ ہوتا ہے جو کوئی ضرر آخرت اور حقیقی ضرر پہنچا سکے اور تقرب حق اور علوم نہ معارف میں سے کچھ لے لے اور ان چیزوں کو برباد کر دے اور جو شخص کہ خود ہی جلے اور مرے وہ کیا دشمن ہو گا اس لئے کہ اس خسو: کا کیا ضرر کیا اگر کچھ کھویا تو اپنا ہی کھویا۔ آگے کفار کی دشمنی کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

نیست خفاشک عدوو آفتاب	او عدوو خویش آمد در حجاب
چمگادڑ سورج کی دشمن نہیں ہے	وہ در پردہ اپنی ہی دشمن ہے

نیست خفاشک الخ۔ یعنی (دیکھو) چمگادڑ آفتاب کی دشمن نہیں ہے۔ (اور اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتی بلکہ خود ہی اپنا نقصان کر رہی ہے) اور اپنی ہی دشمن ہے کہ پردہ میں آ گئی ہے (اور انوار شمس سے محروم ہے)

تابش خورشید او را می کشد	رنج او خورشید ہرگز کے کشد
سورج کا نور اس کو مارے ڈالتا ہے	اس کی تکلیف سورج کب برداشت کرتا ہے؟

تابش خورشید الخ۔ یعنی آفتاب کی چمک اس کو (حسد کی وجہ سے) مارے ڈالتی ہے لیکن اس کا رنج خورشید کو تو ہرگز ذرا بھی نہیں کھینچتا۔ یعنی اس چمگادڑ کے پوشیدہ ہونے سے خورشید کو مطلق بھی رنج نہیں ہے۔ ہاں اس کا خود ہی نقصان ہے۔ اس طرح یہ کفار بھی خود انوار تجلیات وبرکات نبوت سے محروم ہیں مگر انبیاء کو کیا ضرر پہنچاتے ہیں یہاں تک تو دشمن

www.besturdubooks.wordpress.com

کے اول قسم کا بیان تھا جو کہ کوئی ضرر حقیقی پہنچا سکے آگے اس کو بتاتے ہیں کہ جو کسی جلب نفع سے مانع ہو فرماتے ہیں کہ

دشمن آں باشد کزو آید عذاب	مانع آید لعل را از آفتاب
دشمن وہ ہوتا ہے جس سے تکلیف پہنچے	لعل کے لئے آفتاب سے مانع بنے

دشمن آن باشد الخ۔ یعنی دشمن تو وہ ہوتا ہے کہ اس سے عذاب (ضرر حقیقی) پہنچے (اور وہ ضرر یہ کہ) لعل (انبیاء و اولیاء) کو آفتاب (حق سبحانہ تعالیٰ) سے (فیض حاصل ہونے سے) مانع ہو اور انبیاء و اولیاء میں یہ بات نہیں ہے بلکہ خواہ کفار اور معاندین اور منکرین اور حاسدین کا بغض اور کینہ کتنا ہی بڑھ جائے مگر ان کے ترقی مراتب میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں ہوتی لہٰذا معلوم ہو گیا کہ کفار اور معاندین انبیاؑ و اولیاء کے دشمن ہی نہیں ہیں بلکہ اپنے ہی دشمن ہیں۔

مانع خویشند جملہ کافراں	از شعاع جوہر پیغمبراں
تمام کافر اپنے لئے روک ہیں	پیغمبروں کے گوہر کی شعاع سے

مانع خورشید جملہ الخ۔ یعنی سارے کافر اپنے کو انبیاؑ کی ذات کی شعاع سے (اور ان کے انوار سے) روک رہے ہیں تو اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔

کے حجاب چشم آں فردند خلق	چشم خودرا کو روکش کردند خلق
لوگ اس یکتا کی آنکھ کا حجاب کب ہیں؟	لوگوں نے اپنی آنکھ کو اندھا اور (اپنے آپ کو بہرا بنالیا ہے

کے حجاب چشم الخ۔ یعنی اس یکتا (یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کی آنکھ حجاب یہ مخلوق کب ہو سکتی ہے۔ (اور ان کو فیوض کے حاصل ہونے سے کب روک سکتے ہیں بلکہ) مخلوق نے اپنی آنکھ کو اندھا اور کج کر رکھا ہے کہ اس کوری اور کجی کی وجہ سے ان پر حق ظاہر نہیں ہوتا۔ آگے مولانا ان حاسدین کے حسد کی ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

چوں غلام ہندوی کو کیں کشد	از ستیز خواجہ خود را می کشد
ہندوستانی غلام کی طرح کہ وہ کینہ رکھتا ہے	آقا کی دشمنی میں اپنے آپ کو مار ڈالتا ہے

چون غلام ہندوی الخ۔ یعنی مثل ہندی غلام کے کہ وہ کینہ کرتا ہے اور آقا کی لڑائی کی وجہ سے اپنے کو مار ڈالتا ہے چوں کہ ہندوستان سے محمود غزنوی وغیرہ کے زمانہ میں بہت سے غلام اور باندی قید ہو کر گئے اس لئے مطلق غلام کو فارس میں ہندی کہنے لگے۔ مطلب یہ کہ ان معاندین کی اہل حق سے عداوت کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی ہندی غلام اپنے آقا سے لڑے اور اسکا نقصان کرنے کو خود مر جائے کہ جب میں مر جاؤنگا تو جو میری قیمت ہے اس قدر اسکا نقصان کرنا ہے تو اس آقا کا تو صرف مال ہی کا نقصان کیا مگر اپنا تو جان کا نقصان کیا اسی طرح یہ کفار ہیں کہ انبیاء کو بظاہر تھوڑی سی کلفت جسمانی پہنچا کر اپنی آخرت کو خراب کرتے ہیں۔ ان پر یہ مثل صادق ہے کہ پرائے شگون کو اپنی ناک کٹائی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سرنگوں می افتد از بام سرا	تازیانے کردہ باشد خواجہ را
کوٹھے پر سے اوندھا گر جاتا ہے	تاکہ آقا کو نقصان پہنچائے

سرنگوں می الخ۔یعنی وہ غلام گھر کے کوٹھے سے اوندھا گر جاتا ہے تاکہ آقا کا کچھ نقصان کرے لے۔مگر آقا کا تو کوئی ایسا ضرر کہ جسکا تدارک نہ ہو سکے نہ ہوا مگر اس کا ایسا ضرر ہوا کہ اسکا تدارک ہو ہی نہیں سکتا کہ جان ہی گئی جو کہ اصل ہے آگے مولانا ان کی عداوت کی ایک مثال دیتے ہیں سچ یہ ہے کہ مولانا ہی ان علوم کو خوب سمجھتے ہیں اور انکا فہم حق تعالیٰ نے مولانا علیہ الرحمۃ ہی کو عنایت فرمایا ہے کہ بس ایک بات کو سمجھ کر اس کو مختلف عنوانوں سے اور مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔فرماتے ہیں کہ

گر شود بیمار دشمن با طبیب	ور کند کودک عداوت با ادیب
اگر بیمار طبیب کا دشمن ہو جائے	اگر بچہ استاد سے عداوت کرے

گو شود بیمار الخ۔یعنی اگر بیمار طبیب کا دشمن ہو جائے اور اگر لڑکا استاد اور معلم سے عداوت کرے تو درحقیقت یہ لوگ اپنی جان کے خود ہی دشمن ہیں اور اپنی عقل اور جان کی خود رہزنی کر رہے ہیں اور اس طبیب یا استاد کا کچھ بھی حرج نہیں۔یہ خود ہی طبیب اور استاد کے فیض سے محروم رہیں گے یا یوں سمجھو کہ

درحقیقت دشمن جان خودند	راہ عقل و جان خود را خود زدند
درحقیقت وہ خود اپنی جان کے دشمن ہیں	اپنی عقل اور جان کا راستہ خود کاٹتے ہیں

گازرے گر خشم الخ۔یعنی اگر دھوبی بھی آفتاب سے خفا ہو جائے (اور کہنے لگے کہ ہم آفتاب میں کپڑے نہیں سکھاتے یا کوئی مچھلی پانی سے خفا ہو جائے (اور کہے کہ میں پانی میں نہیں رہتی اور اس سے نکل آئے) تو تم خوب اچھی طرح دیکھو کہ نقصان کس کو ہوگا اور آخر کار سیاہ اختر (اور بدنصیب) کون ہوگا۔ظاہر ہے کہ یہ دھوبی اور یہ مچھلی ہی ہونگے ان کے خفاء ہو جانے سے آفتاب اور پانی پر کیا اثر پڑا وہ تو اسی طرح درخشاں اور وہ اسی طرح صاف پاک رہا یہی خود مریں گے۔اسی طرح انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ کے حاسدین خود ہی حسرت و افسوس کریں گے مگر ان کو کوئی کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچا سکتے لہٰذا ثابت ہو گیا کہ چونکہ اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام کا نفس کشتہ تھا اس لئے کوئی حقیقی ضرر رساں ان کے لئے نہ تھا آگے مولانا اس مضمون سے انتقال فرما کر اس کو بیان فرماتے ہیں کہ جس قدر عیوب اور بری باتیں تمہارے اندر اب موجود ہیں خیر ان ہی تک رکھو۔ان اخلاق رذیلہ کو ترقی تو نہ دو جس حد پر ہیں اسی حد تک رکھو گے تو ایک دن ان کا بھی قلع قمع بالکلیہ ہو جائے گا بس فرماتے ہیں کہ

گازرے گر خشم گیرد ز آفتاب	ماھیے گر خشم می گیرد ز آب
دھوبی اگر سورج پر غصہ کرے	مچھلی اگر پانی سے دشمنی کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر تراحق آفریدہ الخ۔ یعنی اگر حق تعالیٰ نے تم کو بری صورت پیدا کیا ہے (چونکہ دنیا میں خوبصورت کم اور بدصورت زیادہ ہیں اس لئے یہاں زشت رو کہہ دیا ہے) تو تم بدصورت اور بدسیرت دونوں مت ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ تم اس کمی کو اور ترقی مت دو چاہیے تو یہ تھا کہ جس قدر کمی اور نقص ہے اس کو بھی زائل کرتے یہ تو نہ کیا بلکہ اور اس میں ترقی کرنا شروع کر دی۔ ایسا ہرگز مت کرو۔ آگے ایک مثال دے کر واضح فرماتے ہیں کہ

تو نکو بنگر کرا دارد زیاں	عاقبت کہ بود سیاہ اختر ازاں
تو غور کر نقصان کس کا ہے	آخر کار اس سے زیادہ بدنصیب کون ہو گا؟

وربود کفشت مرو الخ۔ یعنی اور اگر تمہارے (پاس سواری پاؤں کی حفاظت کی نہ ہو بلکہ صرف) جوتیاں ہوں تو تم سخت زمین میں مت چلو (کہاں جوتہ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے اور جو کچھ حفاظت پیر کی اب یہ کر رہا ہے پھر اتنی بھی نہ رہے گی) اور اگر اس وقت تمہارے (عذاب دینے کے) لئے دو شاخ مقرر ہوئی ہیں تو تم چار شاخ میں مت ہو۔ دو شاخ اور چار شاخ سے آلہ تعذیب مراد ہیں دو شاخ سے تکلیف کم ہوتی ہے اور چار شاخ سے زیادہ مطلب یہ کہ اگر تمہارے پاس اخلاق حمیدہ اور بصیرت نہ ہو تو تم ان ذمیمہ ہی کو اپنی حد پر رکھو اور ان کو ترقی مت دو ورنہ پھر بالکل ہی برباد اور غارت ہو جاؤ گے۔

گر تراحق افریند زشت رو	ہاں مشو ہم زشت رو ہم زشت خو
اگر تجھے اللہ (تعالیٰ) نے بدصورت پیدا کیا ہے	خبردار بدصورت اور بدعادت نہ بن

تو حسودی کز الخ۔ یعنی کہ تم تو حسد کرتے ہو کہ میں فلاں سے کم ہوں (اور وہ مجھ سے بڑا کیوں ہے اور یہ سمجھتے ہو کہ اس کے مراتب کا بڑھنا تمہاری کمی کا بڑھنا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ) خود حسد ہی ایک علیحدہ کمی ہے بلکہ تمام کمیوں سے یہ بدتر ہے اس لئے کہ رذائل میں سے سب سے زیادہ ردی یہی ہے۔ آگے حسد کے نقصان دہ ہونے کو مثالیں دے کر بیان فرماتے ہیں کہ

ور بود کفشت مرو در سنگلاخ	ور دو شاخستت مشو تو چارہ شاخ
اگر تیرے پاس جوتا ہے تو پتھریلی زمین میں نہ چل	اگر تیرے دو شاخیں ہیں چار شاخوں والا نہ بن
تو حسودی کز فلاں من کمترم	می فزاید کمتری در اخترم
تو اس پر حاسد ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں	وہ میرے نصیب میں کمتری بڑھا رہا ہے
خود حسد نقصان و عیب دیگر ست	بلکہ از جملہ بدیہاں بدتر ست
خود حسد ایک دوہرا عیب اور نقصان ہے	بلکہ تمام برائیوں سے بڑا ہے
آں بلیس از ننگ و عار کمتری	خویشتن افگند در صد ابتری
شیطان نے کمتری کی ذلت اور عار سے	اپنے آپ کو سینکڑوں تباہیوں میں پھنسا دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

آن بلیس الخ۔ یعنی کہ ابلیس نے اس کمتری ہی کی شرم اور عار کی وجہ سے اپنے آپ کو سینکڑوں ابتریوں میں ڈال لیا۔ یوں کہنے لگا کہ (انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین) اور وہ شیطان حسد کی وجہ سے چاہتا تھا کہ بلند اور بالا (مرتبہ والا) ہو جائے مگر بالا تو کیا ہوتا خود آلودہ ہو گیا۔ یعنی ناپاک اور مردود ہو گیا اور بالا و بلند خاک بھی نہ ہوا۔ آگے ایک اور مثال اس کی دیتے ہیں کہ

از حسدی خواست تا بالا بود	خود چہ بالا بلکہ خوں پالا بود
اس نے حسد کی وجہ سے چاہا کہ اونچا بنے	اونچا تو کیا بنتا بلکہ خون آلود ہو گیا
آں ابوجہل از محمدؐ ننگ داشت	وز حسد خود را ببالا می فراشت
ابو جہل کو محمدؐ سے ذلت محسوس ہوئی	اور حسد کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو اونچا کرتا

آن ابوجہل الخ۔ یعنی کہ ابوجہل محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کے اتباع) سے شرم رکھتا تھا اور حسد کی وجہ سے اپنے کو بلندی کی طرف ابھارتا تھا (لیکن اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ) ابوالحکم (بڑا فیصلہ کرنے والا) اس کا نام تھا اور (حسد کے بعد) ابوجہل (بڑا کٹر جاہل) نام ہو گیا اور بہت (سے ایسے) ہیں (کہ) جو اہل تھے مگر حسد کی وجہ سے نااہل ہو گئے اور اچھی طرح غارت اور برباد ہوئے جیسا کہ شیطان اور ابوجہل حسد ہی کی بدولت مردود اور مطرود ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

بوالحکم نامش بدو بوجہل شد	اے بسا اہل از حسد نااہل شد
اس کا نام بوالحکم تھا بوجہل ہو گیا	بہت سے لوگ حسد کی وجہ سے نااہل بنے
من ندیدم در جہان جستجو	ہیچ اہلیت بہ از خوئے نکو
میں نے تگ و دو کی دنیا میں نہیں دیکھی	کوئی اہلیت نیک عادت سے بہتر

من ندیدم الخ۔ یعنی میں نے تو جہاد طلب میں سوائے اچھی خصلت کے کوئی اہلیت نہیں دیکھی اور اس سے بہتر کوئی شے نہیں اور یہ حاصل ہوتی ہے نفس کشتن سے اور اخلاق ذمیمہ کے ازالہ سے پس ان سب کو چھوڑو اور اخلاق حمیدہ کو حاصل کرو۔ آگے مولانا ایک بالکل نیا مضمون مگر بہت ہی لطیف بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ جبکہ بندوں کو بلا کسی واسطہ کے فیض پہنچا سکتے تھے تو پھر انبیاء علیہم السلام کو درمیان میں واسطہ لانے کی کیا ضرورت تھی مولانا اسکا جواب فرماتے ہیں کہ جسکا یہ خلاصہ ہے کہ حق تعالیٰ کو مقصود حسد کا امتحان لینا تھا کہ کون ایسا ہے جو کہ حسد جیسے اردء الاخلاق میں مبتلا ہے اور کون مبتلا نہیں ہے۔ پس اگر حق تعالیٰ خود ہی بلا واسطہ فیض پہنچاتے تو ان سے کسی کو حسد نہ ہوتا۔ اس لئے کہ حسد تک اپنے ہم جنس سے ہی ہوتا ہے۔ کہ یہ اس قدر بڑھے گا اور ہم رہ گئے اور دنیا میں جو بھی خدا کے قائل ہیں وہ کسی حالت میں اپنے کو اللہ تعالیٰ سے بڑھا نہیں سکتے اور اسکے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے کہ ہم خدا کے برابر ہیں۔ نعوذ باللہ منہ۔ لہٰذا جو مقصود تھا یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

اظہار حسد وہ حاصل نہ ہوتا۔ اس لئے انبیاء علیہم السلام کو درمیان میں واسطہ ڈالا مگر چونکہ ان کے بعد پھر کسی کو حسد نہ رہتا اس لئے کہ عادۃً حسد ہمعصر سے ہی ہوتا ہے اور بعد والوں کو حسد نہیں ہوتا خواہ کسی اور وجہ سے ایمان نہ لائیں مگر حسد ہرگز نہیں ہوتا۔ پس آزمائش ایک زمانہ کے لئے مخصوص ہوتی اور بعد کے لوگوں کی آزمائش نہ ہوتی اس لئے حق تعالیٰ نے نبوت کے بعد ولایت کا درجہ کہا کہ نبیوں کے بعد ولی ہوں گے اور لوگ دنیا میں ان سے حسد اور عناد رکھیں گے۔ اس طور پر ہمیشہ ہمیشہ یہ آزمائش باقی رہے گی اس لئے کہ ہر زمانہ میں اولیاء اللہ اس زمانہ کے موجود ہیں اب اشعار کو سمجھو کہ انشاء اللہ خوب اچھی طرح حل ہو جائیں گے۔

انبیا را واسطہ زاں کرد حق	تا پدید آید حسد ہا در فلق
اللہ (تعالیٰ) نے انبیاء کا واسطہ اسی سے بنایا ہے	تاکہ حسد روشنی میں نمایاں ہو جائے

انبیاء را واسطہ الخ۔ یعنی انبیاء کو حق تعالیٰ نے اس لئے واسطہ ڈالا ہے تاکہ حسد خوب اچھی طرح ظاہر اور واضح ہو جائیں اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ رسالت کی حکمت صرف یہی ہے کہ حسد کو ظاہر کیا جائے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ منجملہ اور حکمتوں کے ایک یہ بھی حکمت ہے خوب سمجھ لو۔

در گذر از فضل و زچستی و فن	کار خدمت دارد و خلق حسن
بڑائی اور چالاکی اور ہنر سے درگزر کر	خدمت اور اچھے اخلاق کام کے ہیں

در گذر از فضل الخ۔ یعنی چستی اور فنو میں بڑائی کو چھوڑ دو اور خدمت کرنا اور اچھے اخلاق ہی کام کی چیز ہیں اس لئے کہ اگر ان چیزوں میں بڑھنا چاہو گے تو پھر وہی حسد پیدا ہوگا۔ پس اس سے بچو یہ جملہ معترضہ کے طور پر اس کی برائی پھر بیان فرما کر مضمون واسطہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

زانکہ کس را از خدا عارے نبود	حاسد حق ہیچ دیارے نبود
اس لئے کہ خدا سے تو کسی کو عار نہ تھی	کوئی باشندہ اللہ (تعالیٰ) کا حاسد نہ تھا

زانکہ کس را الخ۔ یعنی (انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ) اس لئے (واسطہ ڈالا) کہ حق تعالیٰ (کے اتباع) سے تو کسی کو عار نہ تھی اور حق تعالیٰ کا حاسد کوئی شخص نہ ہوتا لہٰذا وہ حسد کا ظہور نہ ہوتا۔

آں کسے کش مثل خود پنداشتے	زاں سبب با او حسد برداشتے
جس شخص کو تو اپنا جیسا سمجھتا ہے	اس سے اسی وجہ سے تو حسد کرتا ہے

آن کسے کش مثل الخ۔ یعنی جس شخص کو کہ اس کو تو نے اپنے مثل جانا (کہ جیسے ہم انسان ہیں ویسے ہی یہ بھی ہے اور خود ہمارے میں سے پیدا ہوا ہے تو پھر اس کو یہ درجہ کیوں ملا) اس سبب سے اس کے ساتھ تو نے حسد اٹھایا لہٰذا انبیاءؑ سے حسد کیا جیسا کہ ظاہر ہے اور وہ مقصود پورا ہو گیا۔ مگر چونکہ نبوت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو

گئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی مسلم ہو چکی ہے اس کسی کو حسد نہ رہتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس آزمائش کے جاری رکھنے کو اولیاء کو پیدا فرمایا۔ اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ

چوں مقرر شد بزرگی رسولؐ	پس حسد ناید کسے را از قبول
جب رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بڑائی طے ہو گئی	تو کسی (مومن) کو ماننے میں حسد نہیں آتا

چون مقرر شد الخ۔ یعنی جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی مسلم ہو چکی ہے پس اس کسی کو قبول (حکم) سے حسد (مانع) نہ ہوتا خواہ اور کوئی امر اس کے علاوہ مانع ہو جاتا مگر حسد نہ ہوتا اس لئے کہ حسد تو معاصرین ہی کو ہوتا ہے۔

شرح حبیبی

گر شکال آرد کسے الخ: اگر کوئی شخص ہمارے مذکورہ بالا بیان پر انبیاءؑ و اولیاء کے سبب اشکال وارد کرے اور کہے کہ انبیاء کا نفس کشتہ نہیں تھا پھر لوگ ان کے کیوں دشمن تھے تو ہم کہیں گے کہ اے طالب حق متوجہ ہو اور اپنے اشکال وشبہ کا جواب سن۔ یہ لوگ فی الحقیقت انبیاءؑ کے دشمن نہ تھے بلکہ وہ خود اپنے دشمن تھے اور انبیاء کی دشمنی کے پردہ میں خود زخم کھا رہے تھے کیونکہ دشمن وہ ہوتا ہے جو دوسرے کی جان لینا چاہتا ہو نہ کہ وہ جو خود دم توڑ رہا ہو دیکھو خفاش فی الحقیقت آفتاب کا دشمن نہیں بلکہ وہ اس پردہ میں اپنا دشمن ہے۔ آفتاب کی چمک خود اس کو مارتی ہے اور آفتاب کو اس سے کچھ صدمہ نہیں پہنچتا۔ دشمن وہ ہے جس سے تکلیف پہنچے۔ اور لعل کو آفتاب سے مستفیض ہونے سے مانع ہو جائے۔ اس اصول کو مدنظر رکھنے کے بعد تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کفار خود اپنے دشمن ہیں کہ وہ اپنی ارواح کو جو بمنزلہ لعل کے ہیں جو ہر انبیاءؑ کی شعاعوں سے مانع ہیں لیکن یہ لوگ اس یکتا (نبی) کے آنکھ کے حجاب نہیں کہ اس کو مشاہدہ حق سے باز رکھیں اور اخذ فیض سے مانع ہوں بلکہ اپنی ہی تو آنکھوں کو اندھی اور بھینگی کر رہے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کہ وہ ہندوستانی غلام جو اپنے آقا سے عداوت رکھتا تھا اور اپنے آقا کی مخالفت سے اپنے کو ہلاک کر دیا تھا۔ وہ کوٹھے سے اوندھے منہ اس لئے گر پڑا تھا تا کہ اس طرح آقا کا مالی نقصان کرے لیکن سمجھو کیا یہ آقا کی مخالفت تھی ہرگز نہیں بلکہ خود اپنے ساتھ عداوت تھی۔ یوں ہی اگر مریض طبیب کا مخالف ہو یا لڑکا اپنے ادیب کا مخالف ہو تو یہ لوگ خود اپنے دشمن ہیں اور اپنی عقل و جان کی راہ مارتے ہیں۔ علی ہذا گرو ہوئی آفتاب پر غصہ ہو یا مچھلی پانی سے ناراض ہو۔ تو غور کرو کہ اس میں کس کا نقصان ہے اور انجام کار اس سے کس کی قسمت پھوٹے گی۔ خود انہیں کی نہ کہ آفتاب اور پانی کی۔ یہاں تک اس اشکال کا جواب ہو گیا آگے عداوت با اہل اللہ کا منشاء متعین فرماتے ہیں اور اسکی اصلاح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر تجھ کو حق سبحانہ نے زشت رو یعنی ناقص بنایا ہے تو تو اس نقصان غیر اختیاری کے ساتھ ایک اور نقص زشت خوئی کا اضافہ نہ کر اور خوبرویوں یعنی کاملین پر حسد نہ کر اور اگر تیرے پاس جوتا ہو تو سنگلاخ میں ننگے پاؤں مت جا۔ یعنی جبکہ تو اس زحمت سے بچ سکتا ہے تو ضرور بچ اور بلا ضرورت رنج و زحمت

www.besturdubooks.wordpress.com

مت خرید اور اگر تو دو شاخ (الہ عذاب) میں گرفتار ہے اور تکلیف نقص تجھ کو لاحق ہے تو چار شاخ (الہ عذاب) میں گرفتار نہ ہو۔ یعنی مخالفت اہل کمال سے اس نقص کو دونا نہ کرلے۔ بیوقوف تو اس پر حسد کرتا ہے کہ میں فلاں سے کم ہوں اور اسکے ہوتے ہوئے میری کمتری اور بے قدری میں اضافہ ہوتا ہے مگر اتنا نہیں سمجھتا کہ اول تو کم تھا ہی پھر یہ حسد اور عیب اور نقصان ہے بلکہ تمام برائیوں سے بڑی برائی ہے اس سے تیرا نقصان اور بڑھتا ہے اور تو پہلے سے بھی زیادہ برا ہوتا ہے دیکھ تو سہی اس حسد نے ابلیس کا کیا حشر کیا کہ کمتری کی غاروں تک سے سواابتری میں گر گیا اور پہلے سے لاکھوں درجہ کمتر ہو گیا۔ وہ احمق حسد سے تفوق چاہتا تھا مگر برتر نہ ہوا بلکہ خونریز اور خونخوار ہو گیا اور ابوجہل کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے عار آئی اور ان سے اپنے کو بڑا سمجھتا رہا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے ابوالحکم کہلاتا تھا اب بوجہل مشہور ہو گیا۔ ارے نادان یہ حسد وہ بری بلا ہے کہ اس سے بہت سے اہل نااہل ہو گئے اور قابل ناقابل بن گئے۔ خبردار تو اس کے پاس نہ بھٹکنا تو خوشخوئی کو اختیار کر کہ یہ بہت بڑی دولت ہے میں نے بہت کچھ کنج وکاوی کر مجھے تو خوشخوئی سے بڑھ کر کوئی اہلیت نہیں معلوم ہوئی۔ انبیاؑ کو حق نے واسطہ اسی لئے بنایا ہے اور براہ راست بندوں کو احکام اسی لئے نہیں سنائے گئے کہ لوگوں کی استعدادات مکنونہ کا ظہور ہو۔ جو صالح الاستعداد ہیں اور ان کی صلاحیت ظاہر ہو جائے۔ اور جو فاسد الاستعداد ہیں ان کا فساد ظاہر ہو جائے۔ اور جوش میں آ کر ان کا حسد کھل جائے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ انبیاؑ چونکہ صورۃً دوسرے لوگوں کے مماثل ہیں اور آدمی جن کو اپنا مماثل سمجھتا ہے اسی کے تفوق سے حسد کرتا ہے اور اسکی اطاعت کو شرم کی بات سمجھتا ہے پس لازم کہ انبیاؑ پر فاسد المزاج لوگ اپنی مثل سمجھ کر حسد کریں اور چونکہ خدا کو کوئی اپنا مماثل نہیں سمجھتا اس لئے اسکی اطاعت سے کسی کو استنکاف بھی نہیں اور اسکا کوئی حاسد بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جن لوگوں پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی ثابت ہوگئی ان کو اطاعت میں کوئی عذر نہیں اور نہ ان کو اس سے عار ہے کہ ان کی اطاعت ہم کیوں کریں پس جو لوگ فاسد المزاج فاسد الاستعداد تھے انہوں نے حسد کیا اور خسران ابدی میں مبتلا ہو گئے۔ اور جو لوگ معتدل المزاج صالح الاستعداد تھے انہوں نے اطاعت کی اور مفلح وکامیاب ہو گئے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ حسد منبع شرور ہے۔ اور خلق حسن واطاعت اہل کمال منبع خیرات پس تو لیاقت وقابلیت سب سے اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنے کے خیال کو چھوڑ کہ یہی منشاء حسد ہے اور خدمت وخلق حسن اختیار کر کہ یہی کارآمد ہے (تنبیہ) ان ابیات میں ترتیب بدلی ہوئی ہے لہٰذا تم ہماری شرح سے مقدم ومؤخر کو متعین کرلو)

شرح حبیبی

پس بہر دورے ولی قائم ست	تا قیامت آزمائش دائم ست
ہر زمانے میں ایک ولی قائم ہے	قیامت تک دائمی آزمائش ہے

پس بہر دورے الخ۔ یعنی پس ہر زمانہ میں ایک ولی قائم موجود رہتا ہے اور قیامت تک آزمائش (حسد) باقی رہے گی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کرا خوئے نکو باشد برست	ہر کسے کو شیشہ دل باشد شکست
جس کی اچھی عادت ہو گی وہ نجات پا گیا	جس کا دل شیشے کا ہو گا وہ ٹوٹ گیا

ہر کرا خوئے نکوالخ۔ یعنی کہ جو اچھی خصلت والا ہوگا وہ تو (عذاب سے) چھوٹ جائے گا (اور آزمائش میں کامیاب ہوگا) اور جو شخص شیشہ دل (اور تنگ مزاج) ہوگا وہ ٹوٹ جائے گا۔ (یعنی اسکی خوب گت بنے گی) آگے فرماتے ہیں کہ

پس امام حی وقائم آں ولی ست	خواہ از نسل عمرؓ خواہ از علیؓ ست
زندہ اور قائم امام وہ ولی ہے	خواہ (حضرت) عمرؓ کی نسل سے ہو یا (حضرت) علیؓ کی

پس امام حی قائم الخ۔ یعنی پس زندہ امام قائم وہ ولی ہی ہے خواہ عمر رضی اللہ عنہ کی نسل سے (یعنی فاروقی) ہو اور خواہ علی رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہو (یعنی علوی) غرضیکہ ہر زمانہ میں ایک شخص ایسا رہے گا کہ جو اس زمانہ میں امام قائم اور سب کا سردار ہوگا۔ اور سب کو اس کے ذریعہ سے فیض پہنچے گا جس کو کہ اصطلاح میں قطب کہتے ہیں اس شعر میں ایک لطیف اشارہ شیعوں کے رد کی طرف بھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ امام صرف حضرت مہدی علیہ السلام ہیں جو کہ پوشیدہ ہیں اور علوی ہیں اور ان کے ظہور کا ایک وقت معین ہے۔ یہاں مولانا فرماتے ہیں کہ وہی خاص امام نہیں ہیں بلکہ ہر زمانہ میں اس زمانہ کا ولی ہوتا ہے اور وہ ظاہر بھی ہوتا ہے اس کے لئے جس کو بصیرت ہو اور جس کو بصیرت نہ ہو اس کے لئے پوشیدہ ہے آگے مہدی کہنا بھی اس اشارہ کی تائید کرتا ہے فرماتے ہیں کہ

مہدی و ہادی ویست اے نیک خو	ہم نہاں وہم نشستہ پیش رو
اے نیک بخت! مہدی اور ہادی وہی ہے	چھپا ہوا بھی ہے اور سامنے بیٹھا ہوا بھی ہے

مہدی و ہادی الخ۔ یعنی ہدایت دینے والا خود ہدایت پانے والا یہی ہے اے طالب حق اور وہ پوشیدہ بھی ہے اور منہ کے سامنے بھی بیٹھا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو حق تعالیٰ نے حقیقت شناس آنکھ دی ہو وہ تو اس کے کمالات کو دیکھے گا اور اسکا اتباع کرے گا اور جو اندھا ہو اور اسکو بصیرت حاصل نہ ہو اس سے اس کے کمالات پوشیدہ ہونگے اور وہ اتباع سے بھی محروم رہے گا۔ اب آگے اسی کے متعلق ایک اور مضمون بیان فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ ان اولیاء میں بھی مراتب مختلف ہیں ایک تو سب سے بڑا ہوگا اور دوسرے اس سے کم ہونگے اور پھر ان میں بھی علیٰ فرق مراتب کمی زیادتی ہوگی۔ اس لئے ہر طالب کہ یہ نہ چاہیے کہ وہ اس بیڑ اور قطب ہی سے فیض حاصل کرنا چاہے بلکہ اس کو یہ چاہیے کہ جو اس کے قابل ہو اور جس سے اس کو نفع ہو اس سے فیض حاصل کرے۔ ورنہ اگر اس قطب کے پاس گیا تو اپنی کم فہمی اور کم استعدادی کی وجہ سے اس کے کمالات کو نہ سمجھے گا اور پھر یا تو اس سے بداعتقاد ہو کر اپنا ایمان کھو دے گا ویسے ہی کافر اور زندہ بن جائیگا اور بے سمجھے بوجھے اسکی نقلیں اتارے گا تو پھر

www.besturdubooks.wordpress.com

ایمان کہاں سلامت رہ سکتا ہے اس لئے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کے آخر زمانہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث رحمۃ اللہ علیہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ بہت سے لوگ مکہ جاتے ہیں اور ایمان وہیں چھوڑ آتے ہیں۔ اس لئے کہ آخر عمر میں حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہم کے کمالات اس درجہ کو پہنچ گئے تھے کہ ہر ایک کی سمجھ میں نہ آتے تھے۔ پھر یا تو غیر معتقد ہو جاتا تھا اور یا زندیق ہو جاتا تھا اور چونکہ اس ولی اعظم کے کمالات اس درجہ عالی ہو جاتے ہیں کہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتے مگر ان پکے جو ان سے مناسبت رکھتے ہیں اس لئے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک صدیق نہیں ہو سکتا جب تک کہ ستر صدیق اس کو زندیق نہ کہیں۔ یعنی اس کے کمالات اس درجہ کو پہنچ جائیں کہ جب لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں تو لوگ اسکو زندیق اور کافر کہنے لگیں اور اس زمانہ میں یہ شان حضرت مولانا حکیم الامۃ شاہ اشرف علی صاحب ہیں بالکل کھلم کھلا دکھلائی دے رہی ہے۔ کہ مولانا دام ظلہم ہی قطب اس زمانے کہ اور ولی اعظم ہیں اسی لئے حضرت کو لوگوں نے کافر وغیرہ بھی کہا ہے خوشا نصیب ان لوگوں کے جن کو مولانا دام ظلہم سے تعلق ہے اے اللہ مولانا دام ظلہم کے برکات اور فیوض سے اس گنہگار کو بھی کچھ عطا فرما اور اتباع سنت اور محبت اپنی کوٹ کوٹ کر میرے دل میں بھر دے۔ اب اشعار کو سمجھ لو فرماتے ہیں کہ

او چو نورست و خرد جبرئیل او	آں ولی کم از و قندیل او
وہ نور کی طرح ہے اور عقل اس کا جبرئیل ہے	اس سے کم (درجہ کا) ولی اس کا قندیل ہے

وچو نورست الخ۔ یعنی کہ وہ (ولی اعظم) مثل نور کے ہے اور عقل اسکی جبریل (کی جگہ) ہے (یعنی کہ جس طرح جبریل علیہ السلام وحی کے پہنچانے کے واسطہ تھے اسی طرح یہاں اس کی عقل فیوض کے لئے واسطہ ہے) اور جو ولی کہ اس سے کم ہے وہ اسکی قندیل ہے۔

وانکہ زیں قندیل کم مشکوٰۃ ماست	نور را در مرتبہ ترتیبہاست
اور جو اس قندیل سے کم (درجہ کا) ہے وہ ہمارا طاقچہ ہے	مرتبہ میں نور کی ترتیبیں ہیں

وانکہ زیں الخ۔ یعنی اور وہ کہ اس قندیل سے کم ہے وہ ہمارا مشکوٰۃ (طاق) ہے اور مرتبہ میں نور کے بہت ترتیب ہیں یہ اخذ ہے۔ آیت اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ یعنی کہ اصل نور تو وہ ولی اعظم ہے اس تک تو رسائی بہت کم ہوتی ہے۔ اس کے بعد اس سے کم وہ ہیں جن پر کہ اس کے انوار کا عکس پڑ رہا ہے اس کے بعد وہ ہیں کہ جن پر اس عکس سے عکس پڑ رہا ہے تو اگر ہم کو تیسرا درجہ بلکہ اس سے بھی کہیں کم درہ والے کے کمالات معلوم ہو جائیں تو بہت بڑی بات ہے ورنہ کہاں ہم اور کہاں ان حضرات کے کمالات پس ہر طالب کو چاہیے کہ اسکو تلاش کرے اور اس سے فیض حاصل کرے جس سے کہ مناسبت ہو اور اگر کسی کو کسی بزرگ سے مناسبت نہیں ہوتی لہذا خود فرما دیتے ہیں کہ مائی مجھ سے تم کو نفع نہ ہوگا۔ کسی اور کو تلاش کر لو بس اگر قرائن سے معلوم ہو کہ آزمائش نہیں بلکہ حقیقت میں یہی ہوتا ہے تو فوراً کہنا مان لو اور اگر دیکھو کہ آزماتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں تو یہ بھی یاد رکھو کہ ان کے ناز اور نخرے بھی معشوقوں سے کیا کم ہوتے ہیں۔ پس مر جاؤ مگر اس در کو نہ چھوڑو آخر کہاں تک رحم نہ آئے گا اور یہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ نور کے مراتب مختلف ہیں جیسے کہ بیان ہے آگے اس اختلاف مراتب کی وجہ کہ یہ مختلف کیوں ہیں بیان فرماتے ہیں۔

زانکہ ہفصد پردہ دارد نور حق	پردہائے نور داں چندیں طبق
اس لئے کہ اللہ (تعالیٰ) کا نور سات سو پردے رکھتا ہے	تو ان مراتب کو نور کے پردے سمجھ

زانکہ ہفصد پردہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ حق تعالیٰ کا نور سات سو پردہ رکھتا ہے (یعنی بے انتہا حجابات نور حق تک ہیں) پس تم ان مراتب کو بھی نور کے پردے ہی جانو۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے مراتب مختلف ہونے کر یہی سمجھو کہ ایک تو وہ پردہ ہے کہ جو بالکل اس نور کے متصل ہے وہ تو پورا پورا روشن ہوگا اور اس سے پاس والا اس سے کم علیٰ ہٰذا اسی لئے ہر ایک قوم کے لئے ایک ایک پردہ کو معین فرما دیا ہے کہ اس سے وہی فیض حاصل ہو سکتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

از پس ہر پردہ قومے را مقام	صف صف انداین پردہاشان تا امام
ہر پردے کے پیچھے ایک جماعت کا مقام ہے	ان کے یہ پردے امام تک صف بہ صف ہیں

از پس ہر پردہ الخ۔ یعنی کہ ہر پردہ کے پیچھے ایک قوم کا مقام کر دیا ہے اور اسی طرح صف بصف یہ پردے امام تک ہیں۔ مطلب یہ کہ اس ولی اعظم تک سارے پردہ ختم ہو جاتے ہیں اور اس پر بلا واسطہ کسی حجاب کے نور پڑتا ہے۔

اہل صف آخریں از ضعف خویش	چشم شاں طاقت ندارد نور بیش
آخری صف والے اپنی کمزوری کی وجہ سے	ان کی آنکھ زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

اہل صف آخرین الخ۔ یعنی کہ سب سے پچھلی صف والے ضعف کی وجہ سے ان کی آنکھ زیادہ نور (کے دیکھنے) کی طاقت نہیں رکھتی لہٰذا اس کو چاہیے کہ بس یہیں تک رہے اور اس سے آگے نہ بڑھے۔

واں صف پیش از ضعیفی بصر	تاب نارد از شعاع بیش تر
اگلی صف نگاہ کی کمزوری کی وجہ سے	زیادہ چمک کی طاقت نہیں رکھتی ہے

وان صف پیش الخ۔ یعنی جو صف کہ اس سے آگے ہے وہ بھی بصیرت ضعف کی وجہ سے زیادہ روشنی کی تاب نہیں لاسکتی اور جس حد پر ہیں اس سے آگے تک نہیں دیکھ سکتے۔

روشنی کو حیات اول ست	رنج جان و فتنہ ایں احوال ست
وہ روشنی جو پہلی (صف) کی زندگی ہے	اس کمزور آنکھ والے کی جان کے لئے مصیبت و آفت ہے

روشنائے کو الخ۔ یعنی اور جو روشنی کہ حیات اول (جماعت) کی ہے وہ اس احول (ناقص الاستعداد) کے لئے رنج جان (مصیبت) اور فتنہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا کہ اس کے کمالات کو اپنی کم استعدادی کی وجہ سے نہ سمجھے

www.besturdubooks.wordpress.com

گا اور پھر ایمان کھو بیٹھے گا۔ چونکہ یہاں سے معلوم ہوتا تھا کہ بس اگر یہی حالت ہے تو پھر اس نور تک رسائی ہم ناقصوں کی تو ہرگز نہیں ہو سکتی اور ہم ان پردوں ہی کے پیچھے پڑے رہیں گے لہٰذا اس ناقص کی تسلی فرماتے ہیں کہ

احولیہا اندک اندک کم شود	چوں ز ہفصد بگذرد او یم شود
اس کی کمزوری تھوڑی تھوڑی کم ہوتی ہے	جب سات سو (پردوں سے) گزر جاتا ہے "میں وہ ہوں" ہو جاتا ہے

احولیہا اندک الخ۔ یعنی یہ احولی تھوڑی تھوڑی کم ہوتی ہے۔ اور جب ان سات سو پردوں سے گزر جائے گا تو پھر دریا ہو جائے گا یعنی وہی اتحاد اصلاحی ہو جائے گا۔ آگے اس امر کو کہ ایک ہی چیز ایک کو نافع اور ایک کو مضر ہے۔ ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

آتشے کاصلاح آہن یا زرست	کے صلاح آبی و سیب ترست
وہ آگ جو لوہے یا سونے کی (باعث) اصلاح ہے	تازہ سیب اور بہی کی (باعث) اصلاح کب ہے؟

آتشے کاصلاح الخ۔ یعنی آگ کہ لوہے اور سونے کی تو اصلاح (کرنے والی) ہے کہ ان سے اشیاء مختلف آگ ہی کے ذریعہ سے بنتی ہیں) مگر آبی اور سیب تر کی اصلاح (کرنے والی) کہاں ہے۔ آبی ایک پھل ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو آگ ہی ہے اس میں اگر لوہے اور سونے کو ڈال دو تب تو ان کی اصلاح ہو جاتی ہے اور وہ کام کے قابل ہو جاتے ہیں اور اگر اسی آگ میں کسی پھل مثلاً آبی یا سیب کو ڈال دیں تو پھر دیکھو کہ ان کی کیا گت بنتی ہے کہ جتنے کچھ پہلے کام کے تھے اب اس سے بھی گئے گزرے ہوئے۔ پس اس طرح جو کہ اہل بصیرت ہوتے ہیں اور قوی الاستعداد ہوتے ہیں ان کی تو رسائی وہاں تک ہوتی ہے اور جو ابھی ضعیف الاستعداد ہیں ان کی رسائی بھی رفتہ رفتہ ہو جائے گی ایک دم سے پہنچنے کی کوشش فضول ہے اس لئے کہ ابھی اس میں خامی باقی ہے اس لئے اس نور کی تاب نہ لا سکیں گے اس کو فرماتے ہیں کہ

سیب و آبی خامی دارد خفیف	نے چو آہن تابشے خواہد لطیف
سیب اور بہی تھوڑا سا کچا پن رکھتے ہیں	لوہے جیسا نہیں (اس لئے) ہلکی نرمی چاہتے ہیں

سیب و آبی خامے الخ۔ یعنی سیب اور آبی چونکہ ابھی ایک خفیف خامی رکھتے ہیں (اس لئے ان کا ناس ہو جاتا ہے) اور یہ ابھی لوہے کی طرح نہیں ہے کہ وہ ایک لطیف روشنی اور چمک کو چاہتا ہے ابھی ان میں خامی ہے تو اس تک بے حجاب نہیں پہنچ سکتے اس لئے ان کو چاہیے کہ جہاں تک ان کی رسائی ہو وہیں تک رہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ

لیکن آہن را لطیف آں شعلہاست	کو جذوب تابش آں اژدہاست
لیکن لوہے کے لئے وہ شعلے ہلکے ہیں	کیونکہ وہ گرمی کے ان اژدہوں کو خوب چوسنے والا ہے

لیک آہن را لطیف الخ۔ یعنی (اس آبی وغیرہ کو تو وہ آگ مضر ہے) لیکن لوہے کے لئے اس کے شعلے لطیف ہیں اور اس لوہے کو بنا دینے والے ہیں) اس لئے کہ وہ لوہا اس اژدھا (جیسی آگ) کی تابش کو جذب

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے والا ہے اور اس کے اندر اتنا ضبط اور اتنی ہمت ہے کہ یہ اس کی گرمی کو برداشت کر لیتا ہے۔ آگے مولانا اس لوہے کی مراد کی تعیین فرماتے ہیں کہ

ہست آں آہن فقیر سخت کش	زیر تپک و آتش ست او سرخ و خوش
سختی کو برداشت کرنے والا درویش وہ لوہا ہے	ہتھوڑے اور آگ کے نیچے وہ اور سرخ اور خوش ہے

ہست آن الخ۔ یعنی وہ لوہا فقیر سخت (مجاہدات) کھینچنے والا ہے کہ ہتھوڑے اور آگ کے نیچے ہی مگر سرخ (خندان) ہے اور خوش ہے اور بلا کسی واسطہ کے آگ کا ہم نشین ہو جاتا ہے اور دل آتش میں بغیر رابطہ کے چلا جاتا ہے مطلب یہ کہ اس لوہے کی مثل وہ فقیر ہے کہ جو مجاہدہ کش ہو اور راہ حق کی سختیاں خوش وخرم رہ کر جھیلتا ہو اور خواہ کتنا ہی قوی وارد ہو یا کچھ ہو مگر اس کو پرواہ بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اس ایک وحدہ لاشریک کی یاد میں ہر وقت مستغرق رہتا ہے اور حق تعالیٰ سے بلا کسی واسطہ کے فیض حاصل کرتا ہے جیسا کہ ایک مرتبہ پہلے بیان کیا گیا کہ جب مستر شد واصل ہو جاتا ہے تو پھر شیخ کے درمیان میں واسطہ ہونے کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ وہی عروسو مشاطہ مثال ہوتی ہے۔ پس وہ انوار و تجلیات میں اور واردات میں گھستا چلا جاتا ہے اور اس کو اپنی جان کی یا کسی چیز کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ اس کی استعداد کامل ہے اور اس قدر قوت موجود ہے کہ ان واردات کو برداشت کر سکے۔ آگے استعداد اور خام کو فرماتے ہیں کہ

حاجب آتش بود بے واسطہ	در دل آتش رود بے رابطہ
وہ بال واسطہ آگ کی روک بنتا ہے	بغیر کسی ذریعہ کے آگ کے درمیان گھس جاتا ہے
بے حجابے آب و فرزندان آب	پختگی ز آتش نیابند و خطاب
پانی اور پانی کی پیداوار بغیر آڑ کے	آگ سے نہیں پکتی ہے اور نام نہیں پاتی ہے

بے حجابے آب و الخ۔ یعنی پانی اور اس کے فرزندان (یعنی ثمار وغیرہ) آگ سے بغیر حجاب کے پختگی نہیں پاتے ہیں اور نہ خطاب۔ (پلاؤ زردہ قورمہ وغیرہ) پاتے ہیں (اور وہ) واسطہ یا تو کوئی دیگ (ہانڈی پتیلی وغیرہ وغیرہ ہوتی ہے تو ہوتا ہے (کہ آگ اور اس شئے کے درمیان میں حجاب ہوتا ہے اور خود اول حرارت کو جذب کر کے پھر اس کو پہنچاتا ہے اور اگر خود اس شئے کو آگ میں ڈال دو تو جل بھن کر خاک سیاہ ہو جائے یا ایسے جھوکہ) جیسے پاؤں کے لئے چلنے میں پاتابہ کی ضرورت ہے کہ اس کی مدد سے سنگلاخ زمین میں بلا تکلف چلا جاتا ہے اور اگر وہ نہ ہو تو پیر کے کٹ کر ٹکڑے اڑ جائیں) اور یا (اس آگ کے اور اس آبی وغیرہ کے) درمیان میں (واسطہ) کوئی مکان ہوتا ہے (جیسے کہ حرارت آفتاب کے اور ثمار کے درمیان ایک بہت بڑا مکان حائل ہے) یہاں تک کہ ہوا گرم ہو جاتی ہے اور پھر اس میں نشوونما پیدا کرتی ہے اور اگر یہ ثمار وغیرہ کہیں آفتاب کی حرارت تک پہنچ جائیں اور اس کی ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

ذرا لپٹ بھی ان کو لگ جائے تو تباہ ہو جائیں یہ جو رنگ و بو وذائقہ نکلا ہے یہ سارا اس کی بدولت ہے کہ درمیان میں ایک واسطہ موجود ہے اور اس واسطہ کے اندر حرارت ان کے مزاج کے مطابق ہے اس لئے خوب لطیف اور مزیدار ہو رہے ہیں آگے پھر اس ولی کامل کی تعریف فرماتے ہیں اور مثال کو مثل بہ پر منطبق کرتے ہیں کہ۔

واسطہ دیگے بود یا تابۂ	ہمچو پارا در روش پا تابۂ
دیگ کا واسطہ ہو یا توے کا	جس طرح چلنے میں پیر کے لئے جوتا
یا مکانے درمیاں تا آں ہوا	میشود سوزاں و می آرد نما
یا درمیان میں الگ جگہ ہو تاکہ وہ ہوا	گرم ہو اور بڑھائے
پس فقیر آنست کو بے واسطہ ست	شعلہا را با وجودش رابطہ ست
درویش وہ ہے جو بغیر واسطہ کے ہے	شعلوں کو اس کی وجود سے تعلق ہے

پس فقیر آنست الخ۔ یعنی (جبکہ یہ تقریر سمجھ میں آ گئی) پس (اب سمجھو کہ) فقیر وہ ہی ہے کہ جو بلا واسطہ کے (واصل اور مستفید) ہو اور (اس نور کے) شعلوں کو اس کے وجود سے ایک رابطہ ہو جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ جب مسترشد واصل ہو جاتا ہے تو شیخ کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے مستفید بلا واسطہ حق سبحانہ تعالیٰ سے ہوتا ہے یہاں بعض محشیوں نے مقام کا ناس مارا ہے اور لکھا ہے کہ واسطہ میں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں اور بلا واسطہ کہنے سے انکا واسطہ بھی اٹھ گیا آگے اس کے جوابات دیئے ہیں جو کہ بجز مہمل ہونے کے اور کچھ وقعت نہیں رکھتے ہیں میں کہتا ہوں کہ یہاں اس ہی کی کیا ضرورت ہے کہ اس واسطہ میں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی داخل مانا جائے بلکہ واسطہ سے مراد شیخ اور دیگر مجاہدات و ریاضات ہیں اور مطلب یہ ہے کہ جب اس میں استعداد کامل ہو جاتی ہے تو اسکو ان ظاہری وساطت کی ضرورت نہیں رہتی۔ باقی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے تو کسی وقت غیر محتاجی ممکن ہی نہیں ہے اور یہ سارا فیض وغیرہ ان ہی کی تو برکت ہے ورنہ اور کون تھا جسکے ذریعہ سے یہ چیزیں حاصل ہو سکتی ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ اس واسطہ میں حضور مقبول داخل ہیں پھر جوابات دے کر اس بات کو دھونا بالکل ایسا ہے کہ جیسے کسی کابلی کا ایک ہندوستان نے علاج کیا تھا جب تندرست ہو کر وطن گیا تو اس معالج سے کہا کہ اگر تم یہاں آ ؤ گے تو ہم تمہارے اس خدمت کا تم کو بدلہ دیں گے شامت اعمال سے بعد چندے معالج صاحب ان کے یہاں پہنچ گئے اس نے ان کو مکان پر بٹھلا دیا اور خود کسی کام کو گیا اسکی بیوی نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو انہوں نے اپنے علاج کرنے کا قصہ بتایا اس بی بی نے کہا کہ اگر پہلی خبر ہے تو ابھی بھاگ جاؤ ورنہ وہ کہتا تھا کہ جب وہ ہندوستانی آئے گا ہم اس کو اول اسی قدر زخمی کریں گے جتنے کہ ہم تھے اور پھر اس کا علاج کریں گے پس اسی طرح اول یہ مہمل شبہ کرنا اور پھر مرہم پٹی کرنا ہے یہاں تو کسی کو جسے تھوڑی سی بھی عقل ہو یہ شبہ ہو ہی نہیں سکتا

www.besturdubooks.wordpress.com

خوب سمجھ لو۔ آگے بھی اس ولی اعظم ہی کی تعریف ہے اور اسی پہلے مضمون پر آگے بھی کئی تعریفیں کرتے ہیں کہ پس فقیر آنست کو الخ۔ یعنی بس فقیر وہ ہوا جو کہ خود اپنے کو آپ حیات دے جو کہ ہمیشہ تک رہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اقتباس علوم وتجلیات وانوار خود بلا واسطہ ظاہری کرنے لگے۔

پس دل عالم ویست ایرا کہ تن	می رسد از واسطہ ایں دل بفن
وہ درویش عالم کیلئے (بمنزلہ) دل ہے کیونکہ جسم	اسی دل کے واسطے سے فن (ہنر) تک پہنچتا ہے

پس دل عالم الخ۔ یعنی پس (جبکہ وہ ایسا ہو تو) تمام عالم کا وہی دل ہے اس لئے کہ بدن کو جو فن (اور علم وغیرہ) حاصل ہوتا ہے وہ دل ہی کے واسطہ سے ہوتا ہے اس طرح یہ شخص ہے کہ جس کو عالم میں فیض ہوگا وہ اس کی برکت سے ملے گا ہاں اس کو خبر ہونا کہ میری ذات سے فیض ہو رہا ہے ضروری نہیں بلکہ اکثر اس کو خبر نہیں ہوتی اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آفتاب کا نور کہ تمام عالم میں پھیل رہا ہے اس میں عمدہ اور خراب اور پاک اور ناپاک سب چیزیں ہیں مگر آفتاب کو مطلق بھی خبر نہیں کہ مجھ سے کس کس کو فیض پہنچ رہا ہے اور کون کون میری ذات سے منور ہو رہے ہیں حالانکہ ظاہر ہے کہ سارا عالم اسی کی وجہ سے منور ہے پس اس طرح یہ ولی اعظم اپنے زمانہ میں سبب ہوتا ہے تمام عالم کے مستفید ہونے کا اور اس کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ آگے اس کی توضیح فرماتے ہیں کہ

دل نباشد تن چہ داند گفتگو	دل نہ جوید تن چہ داند جستجو
اگر دل نہ ہو جسم گفتگو کیا جانے؟	دل جستجو نہ کرے تو جسم جستجو کرنا کیا جانے؟

دل نباشد تن الخ۔ یعنی (دیکھو) اگر دل نہ ہو تو بدن گفتگو کرنا کیا جانے اور اگر دل طلب نہ کرے (اور راہ حق کو تلاش نہ کرے) تو بدن جستجو کرنا کیا جان سکتا ہے۔ یہ سارے اعمال ان دل صاحب ہی کی برکت سے ہیں اس طرح جس قدر علوم وفنون ومعارف وقرب کسی کو عالم میں میسر ہوتا ہے وہ اس ولی اعظم ہی کی بدولت ہوتا ہے آگے مولانا اس لوہے کی مثال پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس نظر گاہ شعاع آں آہن ست	پس نظر گاہ خدا دل نے تن ست
لہذا شعلے کا منظور نظر لوہا ہے	خدا کا منظور نظر دل ہے نہ کہ جسم

پس نظر گاہ الخ۔ یعنی (جب کہ اس لوہے میں استعداد اور قوت تھی پس (اس لئے) وہ لوہا شعاع (اور لپٹ) کا نظر گاہ ہو گیا (اور آگ نے اس پر اپنا اثر ڈال کر اس کو کامل بنا دیا) پس (اس طرح) حق تعالیٰ کا نظر گاہ (تجلیات کے ظہور کی جگہ) دل ہی ہے بدن نہیں ہے اور دل وہ ولی اعظم ہی ہے۔ پس معلوم ہو گیا کہ تجلی گاہ اور مستفید حق تعالیٰ سے وہی ہے اور جتنے ہیں وہ سب اس کے تابع اور اس شخص سے مستفید ہیں یہاں کسی کو ظاہر الفاظ سے شبہ ہوتا تھا کہ دل تو ہمارے بھی ہے اور دل ہی تجلی گاہ حق تو ہمارا دل بھی تجلی گاہ ہوا۔ آگے مولانا اس کا جواب دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بازایں دلہائے جزوی چوں تن ست	با دل صاحب دلے کو معدن ست
پھر یہ جزدی دل جسم کی طرح ہیں	صاحب دل کے دل کے مقابلے میں جو کان ہے

بازاین دلہائے الخ۔ یعنی پھر یہ جزی دل مثل تن ہی کے ہیں اس صاحب کے سامنے جوکہ (انوار وتجلیات کا) معدن ہے۔ مطلب یہ کہ تمہارا جو دل ہے وہ بھی غفلت اور بے استعدادی میں اس ولی اعظم کے سامنے بدن ہی کی طرح محجوب اور غافل ہے خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

بس مثال وشرح خواہد ایں کلام	لیک ترسم تا نہ لغزد فہم عام
یہ کلام بہت سی مثالیں اور شرح چاہتا ہے	لیکن میں ڈرتا ہوں کہ عوام کی سمجھ لغزش نہ کھا جائے

بس مثال وشرح الخ۔ یعنی یہ کلام تو بہت شرح کو چاہتا ہے اور بہت سی مثالوں کی ضرورت ہے (اور جب بہت سی مثالیں دیں گے تو پھر یہی ہوگا کہ اسی اتحاد اصطلاحی کے قائل ہو جائیں گے جوکہ حاصل ہے وحدۃ الوجود وغیرہ کا اور اس میں لاکھوں گمراہ برباد ہوگئے ہیں اسی لئے فرماتے ہیں کہ) لیکن ڈرتا ہوں کہ کہیں فہم عوام لغزش نہ بن جائے (کہ کہیں گے حق بات اور وہ گمراہی کا ذریعہ ہو جائے اور وہی مثل صادق آئے کہ نیکی برباد گناہ لازم دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ) یہ بھی جو کچھ ہم نے بیان کر دیا ہے سوائے بیخودی کے اور کچھ نہ تھا (یعنی یہ بھی بیخودی میں کہہ گئے اگرچہ یہ بھی کہنے کی بات نہ تھی) پھر فرماتے ہیں کہ

تا نہ گردد نیکوی ما بدی	ایں کہ گفتم ہم نہ بد جز بیخودی
تاکہ ہماری نیکی بدی نہ بنا جائے	یہ بھی جو کچھ میں نے کہہ دیا سوائے بیخودی کے کچھ نہ تھا
پائے کژرا کفش کژ بہتر بود	مر گدا را دستگہ بردر بود
ٹیڑھے پیر کے لئے ٹیڑھا جوتا بہتر ہوتا ہے	گداگر کی جگہ دروازے پر ہوتی ہے

پاء کژ را کفش الخ۔ یعنی ٹیڑھے پاؤں میں ٹیڑھا ہی جوتہ ٹھیک ہوتا ہے (تو کم فہموں کے لئے کم ہی درجہ کے علوم اور معارف بیان کرنے چاہئیں تاکہ ان کی سمجھ میں ٹھیک سے آجائیں) اور فقیر کی قدرت دروازہ ہی پر ہوتی ہے (کہ وہیں کھڑے کھڑے جو کچھ لینا ہے لے لے اگر اس کے آگے گیا اور کہیں گھر میں گھس گیا تو سوائے اس کے کہ پٹے گا اور کیا ہوگا لہٰذا جوکہ کم فہم ہوں ان کی رسائی علوم عالیہ تک تو ناممکن ہے لہٰذا ان کو ان کے مرتبہ کے موافق ہی باتیں بتانی چاہئیں آگے مولانا اس پر (کہ جس مرتبہ کا آدمی ہو اس کو اسی مرتبہ میں رکھنا چاہیے اور اس سے بڑھانا نہ چاہیے) ایک بادشاہ اور دو غلاموں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو چونکہ ایک بدخو تھا اس کو اس کے مرتبہ کے موافق رکھا گیا اور جو نیک خصلت تھا اس کے مرتبہ کو عالی کیا گیا۔ جیسا کہ مولانا نے سرخی باز پرسیدن شاہ حال از غلام دیگران ہر ایک کو اس کے مرتبہ کے موافق کہنے کو اشعال ذیل میں بیان کیا ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ بادشاہ نے اس خوبصورت

www.besturdubooks.wordpress.com

بدسیرت سے کہا کہ مجھے معلوم ہے تو گندہ خصلت ہے اور وہ صرف گندہ ذہن ہی ہے لہٰذا تو دور ہو جا اور وہ تجھ پر حاکم ہو گا اور تو اس کا محکوم۔ وہ اشکار یہ ہیں ۔ گفت دانستم ترا از وے بدان از تو جان گندست دازیارت وہان۔ بس نشین اے گندہ جان از دور تو + تا امیر او باشد و ماموُر تو۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک کو اس کی حالت کے مطابق رکھا اور اس سے ویسا ہی معاملہ کیا اس طرح کم فہموں کے سامنے بھی مضامین عالیہ بیان نہ کرنا چاہئیں یہاں بھی محشیوں نے ربط کی گت بنائی ہے۔ حالانکہ بالکل سیدھی بات تھی خوب سمجھ لو۔

شرح مبیبی

پس بہر دورے الخ: مضمون بالا سے تم کو یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ انبیاؑ کا دور ختم ہو گیا۔ لہٰذا آزمائش بھی ختم ہو گئی اور اب حسد مضر نہیں کیونکہ ہر زمانہ میں ایک ولی ہوتا ہے جو قطب ارشاد کہلاتا ہے اب وہ حقیقی جانشین ہوتا ہے۔ نبی امت کا اور اسکی اطاعت بھی یوں ہی موجب خیرات و برکات اور اس پر حسد اور اسکا انکار بھی یوں ہی موجب حرمان وخسران ہوتا ہے جس طرح نبی کی اطاعت اور اسکا انکار بھی یوں ہی موجب حران وخسران ہوتا ہے جس طرح نبی کی اطاعت اور اسکا انکار۔ لہٰذا یہ آزمائش قیامت تک جاری رہے گی۔ پس جو شخص خوشخو صالح الاستعداد ہو گا رہائی پائے گا اور جو ضعیف القلب فاسد المزاج ہو گا نقصان اٹھائے گا اپنے زمانہ کا امام حی وقائم وہی ولی ہوتا ہے۔ خواہ حضرت عمرؓ کی نسل سے ہو یا حضرت علیؓ کی اپنے زمانہ کا وہی ولی ہوتا ہے اور وہی ہادی وہ محجوبین سے محجوب ہوتا ہے اور عارفین کے لئے ظاہر۔ (نہ یہ کہ مہدودیت شخص واحد میں منحصر ہے اور وہ غار سرمن رآے میں چھپا ہوا ہے اور حسن عسکری کا بیٹا ہے جیسا کہ شیعوں کا خیال ہے اس کے ماتحت اور بہت سے اولیاء اللہ ہیں اور ان کی اطاعت ان کا انکار نہ کرنا بھی ضرور ہے۔ اس قطب ارشاد اور دیگر اہل اللہ کی ایسی مثال ہے جیسے کہ شعلہ چراغ اور قندیل ومشکوۃ وغیرہ سو قطب ارشاد تو بمنزلہ شعلہ چراغ ہے اور اس سے جو بلاواسطہ مستفید ہیں وہ بمنزلہ قندیل کے اور جو ان سے مستفید ہیں وہ بمنزلہ طارق کے جسمیں وہ قندیل رکھا ہوا ہے۔ غرض اسی طرح نور کے مراتب مختلف ہوتے چلے گئے ہیں اور اس اختلاف کی وجہ یہی ہے کہ نور حق سبحانہ کے لئے سات سو یعنی بکثرت پردہ ہیں اور وہ سب حجب نورانی ہیں اور ہر پردہ کے پیچھے ایک گروہ کی جگہ ہے پس جو لوگ تمام حجب کوٹ کر گئے ہیں وہ تو نور علی نور ہیں اور جو پردہ اول کے قریب ہیں ان پر تیز روشنی پڑتی ہے اور جو ان سے پیچھے ہیں ہیں ان پر سے کم اور جو ان سے پیچھے ہیں ان پر ان سے کم علی ہٰذا القیاس اور اس تفاوت کی اصل وجہ تفاوت استعدادات ہے جو سب سے پیچھے ہیں چونکہ ان کی استعداد بہت کم ہے اس لئے وہ ہنوز اس سے زائد نور کی تاب نہیں لا سکتے اور جو ان سے آگے ہیں وہ اسی قدر نور کی برداشت کر سکتے ہیں اور اس سے زیادہ کا تحمل نہیں کر سکتے اور جو روشنی اگلی صف والوں کے لئے مایۂ حیات ہے وہ پچھلی صف والے ضعیف البصر لوگوں کے لئے وبال جان۔ اور مضر ہے۔ پس

www.besturdubooks.wordpress.com

رفتہ رفتہ یہ استعداد بڑھتی جاتی ہے اور ضعف بصر گھٹتا جاتا ہے اور نظر قوی ہوتی جاتی ہے اور جبکہ سب حجب طے ہو جاتے ہیں تو حق سبحانہ سے اتصال معنوی حاصل ہو جاتا ہے اور آدمی عارف کامل و اکمل ہو جاتا ہے۔ ہمارے اس بیان پر کہ جو روشنی اگلی صف والوں کے لئے مایۂ حیات ہے وہی روشنی پچھلی صف والوں کے لئے وبال جان ہے کچھ استبعاد نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کی نظیر محسوسات میں بھی موجود ہے۔ دیکھو جس قدر آگ سے لوہے یا سونے کی اصلاح ہوتی ہے اس قدر آگ سے بھی اور سبب تر کی اصلاح نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ان کے لئے مفسد اور جلا کر خاک کر دینے والی ہے وجہ کیا ہے وہی تفاوت استعداد چونکہ بہی و سبب ہیں ہنوز خامی موجود ہے اس لئے نرم آنچ کی ضرورت ہے لیکن لوہے کے لئے شعل ہائے عالیشان ہی بمنزلہ نرم آنچ کے ہیں کیونکہ وہ اپنی پختگی کے سبب اس خطرناک اژدہے یعنی آگ کے شعلوں کا جاذب اور متحمل ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ فقیر کامل جو مجاہدات و ریاضات کی مشقتیں جھیل چکا اور پختگی حاصل کر چکا ہے وہ لوہے کی طرح گھن اور آگ کے نیچے سرخ اور خوش ہے اور آتش جلال حق سبحانہ کا بلاواسطہ تحمل کرتا اور بدون واسطہ کے آگ میں داخل ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ پانی یا پانی سے پیدا شدہ چیزوں کی طرح خام اور ضعیف الاستعداد ہیں وہ بدوں واسطہ کے پختہ نہیں ہو سکتے اور اس قابل نہیں کہ آگ بلاواسطہ ان سے مخاطب ہو اور ان کی طرف توجہ کرے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ کوئی پختہ ہنڈی اور توے کی مانند واسطہ ہوتا کہ وہ آگ سے منتفع ہو سکیں یا یوں کہو کہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے پاؤں اور کامل کی مثال ایسی ہے کہ جیسے پاتابہ وغیرہ پاؤں اگر بدوں پاتابہ کے سنگلاخ وغیرہ مقامات پر چلے تو اسے نقصان پہنچے گا اور اگر پاتابہ کی مدد سے چلے تو محفوظ رہے گا۔ وجہ وہی پاتابہ کی پختگی اور پاؤں کی خامی ہے۔ یا ان کو بمنزلہ میوہ کے سمجھو اور کامل کو بمنزلہ مکان پر ہوا کے۔ میوہ اسی وقت بڑھتا اور پکتا ہے جبکہ ہوا آفتاب سے گرمی حاصل کر کے اس تک پہنچا دے اور بدون ہوا کے واسطہ کے میوہ آفتاب سے متمتع نہیں ہو سکتا۔ مضمون سابق کے مناسب اب ہم ایک اور بات بتانا چاہتے ہیں غور سے سنو۔ وہ یہ کہ جنس ولی ہے وہ ہی جسکے اور فیوض حق سبحانہ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں اور ان فیوض کو اس سے براہ راست تعلق ہے اور وہ جنس ولی ہی ہے جو بلاواسطہ آب حیات پیتا ہے جس سے وہ دائم البقا ہو جاتا ہے پس وہ بمنزلہ قلب عالم کے ہے اور باقی عالم بمنزلہ جسم کے جس طرح جسم کے کمالات دل سے حاصل ہوتے ہیں یوں ہی عالم کو کمالات اس کے واسطہ سے حاصل ہوتے ہیں (گو جنس ولی کو اسکا تفصیلی علم نہ ہو کہ اس کے واسطہ سے کسی کو کیا مل رہا ہے) اگر وہ نہ ہو تو عالم کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر دل نہ ہو تو جسم بولنا کیا جانے اور طلب سے کیونکر واقف ہو۔ یہ سب کچھ دل ہی کی برکت ہے پس جس طرح شجاع آتش کا مطمح نظر لوہا ہوتا ہے یوں ہی حق سبحانہ کا منظور نظر وہ دل ہے نہ کہ جسم (یعنی باقی عالم) یہ تو دل اور محجوبین وغیرہ کا درمیانی فرق تھا اب اہل اللہ کا آپس کا فرق سمجھو اہل اللہ تابعین کو قطب ارشاد کے ساتھ تو یہ تعلق ہے جو تن کو دل سے۔ یہ لوگ قطب ارشاد کے مقابلہ میں بمنزلہ تن کے ہیں اور قطب ارشاد اصل اور دل۔ اس مضمون کی توضیح کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے بہت سی مثالوں اور بہت تفصیل کی ضرورت ہے مگر مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو عوام کو غلط فہمی ہو جائے اور بھلائی کے بدلے برائی حاصل ہو۔ اس قدر بھی کہنا مناسب نہ تھا مگر سکر میں کہہ ڈالا بات یہ ہے کہ ہر چیز اپنا مناسب چاہتی ہے چنانچہ ٹیڑھے پاؤں کے لئے ٹیڑھے ہی جوتے کی ضرورت ہے اور فقیر کی رسائی دروازہ ہی تک ہوتی ہے اسی طرح ان کج فہم اور دولت باطنی سے بے بہرہ لوگوں کے لئے موٹی سی باتیں مناسب ہیں جو ان کی سمجھ میں آ سکیں۔ دقائق ان کے لئے ہرگز مناسب نہیں۔ اس بیان میں حسد کی مذمت اور کج فہمی کی برائی بیان کی تھی۔ اس مناسبت سے آگے دو غلاموں کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

امتحان بادشاہ بآں دو غلام کہ نو خریدہ بود

بادشاہ کا ان دو غلاموں کا امتحان کرنا جن کو نیا خریدا تھا

بادشاہے دو غلام ارزاں خرید	تا یکے زاں دو سخن گفت و شنید
ایک بادشاہ نے دو سستے غلام خریدے	ان دونوں میں سے ایک سے بات کہی اور سنی

بادشاہ الخ۔ یعنی ایک بادشاہ نے دو غلام ارزاں خرید لئے ان دونوں میں سے ایک سے بات کہی سنی۔ ارزاں واقعی ہے احترازی نہیں۔ یعنی کہیں سے ارزاں دو غلام لے لئے اور ایک سے بات چیت کی۔

یافتش زیرک دل و شیریں جواب	از لب شکر چہ زاید شکر آب
اس نے اس کو ذہین اور شیریں جواب پایا	حسین ہونٹوں سے کیا نکلتا ہے؟ شربت

یافتش زیرک الخ۔ یعنی (کہ جب اس سے بات چیت کی تو) اس کو سمجھدار اور شیریں جواب پایا (یعنی اس نے خوب عمدہ عمدہ باتیں کیں اور سمجھدار بھی تھا مگر اس کی سیرت اور اس کے خصائل بہت ہی ناپاک اور گندہ تھے جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔ ہاں سمجھدار اور چرب زبان بہت تھا اور یہ بدسیرتی کو منافی نہیں۔ اگلے مصرعہ میں مولانا اس شیریں زبانی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ) لب شکر (جیسں) سے (بجز) شکر (از شیرینی) کے کیا پیدا ہو۔ یعنی چونکہ وہ حسین اور خوبصورت تھا (جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) تو پھر اس کے شیریں لبوں سے بجز شیریں باتوں کے اور کیا نکلتیں۔ پس اس نے خوب چکنی چپڑی باتیں کیں آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں دوسرے مضمون کی طرف جسکا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے عیوب اور ہنر سب کے سب زبان ہی سے معلوم ہوتے ہیں جب تک انسان چپ رہتا ہے اس کی حال اور اسکے عیوب اور ہنر سب پوشیدہ رہتے ہیں اور جہاں وہ بولا بس ساری قلعی کھل گئی۔ اس کو شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ

؎ تا مرد سخن نگفتہ باشد — عیب و ہنرش نہفتہ باشد

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس کے قریب قریب مضمون حدیث میں بھی ہے کہ آیا ہے کہ ہر صبح کو تمام اعضا زبان کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خدا کے لئے درست رہنا اگر تو درست رہے گی تو ہم بھی درست رہیں گے اور اگر تو بگڑ جائے گی تو ہم بھی بگڑ جائیں گے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ظہور عیوب و ہنروں کا دارومدار زبان ہی پر ہے۔ اب اشعار کو سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

آدمی مخفی ست در زیر زباں	ایں زباں پردہ است بر درگاہ جاں
انسان زبان میں پوشیدہ ہے	یہ زبان جان کے دربار کا پردہ ہے

آدمی مخفی است الخ۔ یعنی آدمی (کا عیب اور اس کی خوبی) زبان کے نیچے مخفی ہے اور یہ زبان درگاہ جان پر پردہ ہے۔

چونکہ بادے پردہ را درہم کشید	سر صحن خانہ شد بر ما پدید
جب ہوا نے پردہ ہٹا دیا	گھر کے صحن کا راز ہم پر کھل گیا

چونکہ بادے پردہ را الخ۔ یعنی کہ جب کسی ہوا نے پردہ کو ہٹا دیا تو گھر کے صحن کے بھید ہم پر ظاہر ہو گئے۔

کاندراں خانہ گہر یا گندم ست	گنج زر یا جملہ مار و کژدم ست
کہ اس گھر میں موتی ہیں یا گیہوں	سونے کا خزانہ ہے یا سب سانپ اور بچھو ہیں

کاندران خانہ الخ۔ یعنی کیا اس گھر میں موتی ہیں یا غلہ ہے اور سونے کا خزانہ ہے یا سانپ اور بچھو (بھرے پڑے) ہیں۔

یا درو گنجست و مارے بر کراں	زانکہ نبود گنج زر بے پاسباں
یا اس میں خزانہ ہے اور کنارے پر سانپ ہے	اس لئے کہ سونے کا خزانہ محافظ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

بادران گنج است الخ۔ یعنی یا اس میں خزانہ ہے اور اس کے کنارہ پر ایک سانپ ہے اس لئے کہ سونے کا خزانہ بے پاسبان کے نہیں ہوتا۔ پس اس طرح جبکہ زبان سے کوئی بات نکلتی ہے اس وقت وہ پردہ اٹھ جاتے ہیں اور سارے عیوب یا ہنر معلوم ہو جاتے ہیں اور معلوم ہو جاتا ہے کہ آیا یہ شخص عالم ہے یا جاہل ہے اور آیا اس کے یہ خصائل صرف دکھانے کے ہیں یا اصل میں بھی کچھ ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ ہنر اور عیب کے ظہور کا آلہ زبان ہی ہے۔ آگے پھر اس قصہ کی طرف انتقال ہے کہ

بے تامل او سخن گفتے چناں	کز پس پانصد تامل دیگراں
وہ بے تامل ایسی باتیں کرتا	جو دوسرے پانچ سو بار غور کر کے (کرتے)

بے تامل او سخن الخ۔ یعنی کہ وہ غلام بلا سوچے ہوئے ایسی باتیں کر رہا تھا کہ دوسرے لوگ پانسو تاملوں اور فکروں کے بعد کہہ سکتے تھے گویا کہ اس کے باطن میں ایک دریا ہے اور (یہ باتیں) ساری موتی ہیں یا گوہر گویا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ جو بادشاہ سے گفتگو کر رہا تھا تو اس قدر برجستہ باتیں کر رہا تھا اور اس قدر حاضر جواب تھا کہ ان باتوں کو اگر اور لوگ کہیں تو ان کو بے انتہا سوچنے کی ضرورت پڑے مگر وہ اس قدر زیرک اور سمجھدار تھا کہ بلا سوچے فی البدیہہ اس قسم کی باتیں کر رہا تھا۔ یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ جب وہ بدخو اور بدسیرت تھا تو پھر مولانا اسکی تعریف کیوں کر رہے ہیں تو سمجھو کہ اگرچہ وہ حقیقتہً تو بدسیرت ہی تھا مگر بظاہر صورت تو حسین وجمیل اور خوبصورت اور شیریں زبان تھا اس لئے اس کی ظاہری اوصاف کی تعریف فرما رہے ہیں اور یہاں مولانا کا مقصود بھی اس کی تعریف نہیں ہے بلکہ اس کی مثال دے کر عارفین کے کلام کی اور ان کے حقائق ومعارف کو بیان کرنا چاہیے ہیں کہ جو حضرات عارف ہوتے ہیں چونکہ ان پر حقائق اشیاء منکشف ہو جاتی ہیں اس لئے وہ ان باتوں کو جو اور لوگ بہت ہی تامل وغور کے بعد بیان کر سکتے ہیں بالکل برجستہ اور فی الفور بیان فرماتے ہیں اور ان کو تامل و غور کی ضرورت نہیں رہتی اس لئے کہ ان کی تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ بی یسمع وبی یبصر وبی ینطق کہ اس کا سماع بھی ادھر ہی سے اور اسکی بات بھی ادھر ہی سے اور اسکا دیکھنا بھی ادھر ہی سے غرضیکہ اس کے تمام افعال حق تعالیٰ کے تابع ہو جاتے ہیں اور اس کو علم وہبی اور لدنی ہوتا ہے جس میں کہ کسب کی ضرورت نہیں ہوتی لہٰذا ان کو غور وفکر کی کیا حاجت ہے اور کیا ضرورت ہے اور اس مقصود کی تائید اگلے شعر سے ہوتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا کلام عارفین کو بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ غلام برجستہ جوابات دے رہا تھا اور شیریں کلامی سے گفتگو کر رہا تھا اس طرح حضرات اولیاء اللہ جو کہ متخلق باخلاق اللہ اور مستفید عن الحق ہوتے ہیں بغیر کسی تامل وغیرہ کے علوم و معانی کو بیان فرماتے چلے جاتے ہیں اور دوسرے لوگ ان باتوں کو بغیر انتہاء غور وفکر اور تامل کے بیان نہیں کر سکتے (بلکہ بیان تو کیا کریں گے اگر ان کو غور وتامل سے سمجھ ہی لیں تو غنیمت ہے) اب شعر کو سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

گفتے در باطنش دریا ستے	جملہ دریا گوہر گویا ستے
گویا اس کے اندر ایک دریا ہے	جو موتی ہی موتی ہے یا وہ (غلام) بولتا موتی ہے
نور ہر گوہر کزو تاباں شدے	حق وباطل را ازاں فرقاں شدے
ہر موتی (بات) کا نور جو اس سے چمکتا	حق اور باطل اس سے الگ الگ ہو جاتا

نور ہر گوہر کزو الخ۔ یعنی ہر اس گوہر کا نور جو کہ اس سے (یعنی حق تعالیٰ سے) تاباں (مستفید) ہو وہ حق اور باطل کو اس سے امتیاز اور علیحدگی ہو اس کی جزا بقرینہ مقام محذوف ہے یعنی وہ نور ممیز ہو اگر ہم کو چشم بصیرت حاصل ہو چونکہ یہاں بیان کلام عارفین کا تھا آگے خود کلام حق کا بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بادشاہ ہے دو غلام: ایک بادشاہ نے دو غلام سستے خرید لئے۔ اور ان دونوں میں ایک سے گفتگو شروع کی۔ اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

کہتا تھا اور اس کی سنتا تھا جب اس کی باتیں سنیں تو اس کو سمجھدار اور شیریں جواب پایا کیوں نہ ہو آخر شیریں لب تھا اس سے میٹھی میٹھی باتیں ہی ظاہر ہونی چاہئیں۔ آدمی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے اور یہ زبان درگاہ روح کا ایک پردہ ہے جب ہوا پردہ کو اٹھاتی ہے اور کسی عارضی سے زبان کھلتی ہے تو اس سے گھر اور روح کی حالت ظاہر ہوتی ہے کہ ان میں موتی اور اعلیٰ درجہ کے خصائل ہیں یا گیہوں اور ادنیٰ درجہ کے اوصاف یا اس میں سونے کا خزانہ اور اسط درجہ خصائل ہیں یا خصائل حمیدہ بالکل ہی نہیں۔ بلکہ سانپ بچھو اور خصائل ذمیمہ ہی بھرے پڑے ہیں یا اس میں زر کا خزانہ اور خصائل حمیدہ ہیں مگر ایک طرف کو سانپ بھی بیٹھا ہوا ہے یعنی اسکے ساتھ خصائل ذمیمہ بھی ہیں کیونکہ عادۃً خزانہ بدول پہرہ دار سانپ کے اور خصائل حمیدہ بدوں صفات ذمیمہ کے نہیں ہوتے لہٰذا جب اس نے کسی قدر زبان کھولی تب اس کی حالت فی الجملہ معلوم ہوئی کہ بڑا زیرک اور شیریں گفتار ہے وہ بدون سوچ ایسی باتیں کرتا تھا جو کہ اور لوگ بہت غور وخوض کے بعد کر سکتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کے اندر دریا ہے جو سراپا گوہر ہے یا یوں کہو کہ وہ ایک موتی ہے جس کو حق سبحانہ نے گویائی عطا کی ہے۔ اس کے اندر سے جو موتی نکلتا تھا وہ جو نفس بات وہ کہتا تھا اسکا نور حق وباطل کو بالکل جدا جدا کر دیتا تھا۔

شرح حبیبی

نور فرقاں فرق کردے بہر ما	ذرہ ذرہ حق و باطل را جدا
قرآن کا نور ہمارے لئے جدا کر دیتا	حق اور باطل کے ذرے ذرے کو علیحدہ

نور فرقان فرق الخ۔ یعنی قرآن شریف کا نور ہمارے لئے حق و باطل کو ذرہ ذرہ ممتاز اور جدا کر دیتا ہے اور نور گوہر ہمارا بھی آنکھ کا نور ہو جاتا ہے اور سوال و جواب سب ہمارے ہی اندر سے ہوتے۔ جزا القرنیہ اگلے اشعار کے محذوف ہے یعنی یہ امور ہوتے اگر چشم بصیرت ہم کو حاصل ہوتی یہاں یوں سمجھو کہ مولانا کا مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ اگر ہمارے اندر کجی نہ ہوتی اور چشم بصیرت ہمیں حاصل ہوتی تو قرآن شریف بھی اور کلام عارفین بھی سب ہمارے ہادی اور ممیز بین الحق والباطل ہوتے اس لئے کہ منشاء اختلاف دو ہی ہوتے ہیں کبھی تو وہ منشاء کلام کے اندر ہوتا ہے کہ اس میں اختلاف ہوتا ہے اور کبھی وہ منشاء سامع کی طرف لیں ہوتا ہے کہ اس میں کوئی کجی وغیرہ ہوتی ہے۔ پس جبکہ سامع میں کجی ہوتی ہے تو اس وقت یہی کہا جاتا ہے کہ یہ کلام تو فی نفسہ درست اور صحیح ہے مگر اس عارضی کجی کی وجہ سے اس خاص شخص کو اس کی درستی اور اسکا صدق معلوم نہیں ہوتا جیسے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذلک الکتاب لاریب فیہ۔ تو یہاں یہی معنی ہیں کہ اس کتاب میں فی نفسہ تو ریب نہیں ہے لیکن اسکا صدق اس لئے معلوم نہیں ہوتا کہ کجی طرف سامع میں ہے اسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک سفید کپڑا رکھا ہے اور ایک شخص یرقان والا اس کو زرد دیکھ رہا ہے اس لئے کہتا ہے کہ یہ کپڑا زرد ہے مگر دوسرا صحیح النظر کہتا ہے کہ لاصفرۃ فیہا کہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں زردی نہیں ہے تو دیکھ لو کہ یہ قول صحیح ہے یا نہیں فی نفسہ بالکل درست ہے ہاں اس شخص کے اعتبار سے غلط ہے تو اسکا اعتبار نہ کیا جائے اور اس کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے لاریب فیہ فرمایا لاریب فیہم نہیں فرمایا۔ اس لئے منشاء ریب تو ان سامعین ہی میں تھا اور اس قرآن شریف میں تو منشاء ریب تھا ہی نہیں پس اس طرح چونکہ منشاء شبہ واختلاف ہمارے اندر ہے اور ہم کو چشم بصیرت حاصل نہیں ہے اس لئے کلام حق اور عارفین میں ہم کو شبہات ہوتے ہیں اگر کہیں چشم بصیرت ہوتی تو پھر ان سب شبہات کا جواب خود ہمارے ہی اندر موجود ہوتا۔ اگلا شعر دال علی الجزاء ہے کہ فرماتے ہیں کہ

نور گوہر نور چشمے ماشدے	ہم سوال و ہم جواب مادبے
موتی کا نور ہماری آنکھ کا نور ہو جاتا	ہمارا سوال بھی ہمارا جواب بھی ہو جاتا
چشم کژ کردی دو دیدی قرص ماہ	چوں سوال ست ایں نظر در اشتباہ
تو نے آنکھ کو ٹیڑھا کر لیا' چاند کی ٹکیا کو دو دیکھا	اشتباہ (کے معاملہ) میں یہ ٹیڑھی نظر سوال (اعتراض جیسی)

چشم کژ کردی الخ۔ یعنی آنکھ کو تو کج کر رکھا ہے اور چاند کی ٹکیا کو دو دیکھ رہے ہو تو یہ نظر (کج) اشتباہ میں مثل سوال (اعتراض) کے ہے مطلب یہ کہ چونکہ تم نے اپنی چشم باطن کو کور و کج کر رکھا ہے اس لئے حقیقت سے دور ہو کر یہ نظر بھی اعتراض کی طرح ہو گئی کہ جس طرح معترض کے سامنے حقیقت شئے پوشیدہ ہو جاتی ہے اور تم حق تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو شریک کر رہے ہو۔ اس لئے کہ جب حق تعالیٰ ہی اس قابل نہیں کہ ان پر بھروسہ کیا جائے اور وہی ایسے ہیں کہ جن سے خوف کیا جائے اور امید کی جائے اور کوئی ایسا ہے نہیں جو اس قابل ہو اور یہ شخص غیر حق پر بھی اعتماد اور بھروسہ کرتا ہے اس لئے یہ اعتماد وغیرہ توحید حالی کے خلاف ہے توحید اعتقادی کے تو خلاف نہیں مگر توحید حالی کے خلاف ہے۔ تو توحید حالی کے اعتبار سے اس کو اس طرح تعبیر کر دیا کہ تم قرص ماہ یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ کو دو دیکھ رہے ہو اور شبہات میں پڑ رہے ہو۔ آگے اس سے خلاصی کی تدبیر بتاتے ہیں کہ

راست گرداں چشم را در ماہتاب	تا یکے بینی تو مہ را نک جواب
چاند (کو دیکھنے) میں اپنی آنکھ سیدھی کر لے	تاکہ تو چاند کو ایک دیکھے' یہ جواب ہے

راست کرداں الخ۔ یعنی اپنی نگاہ کو ماہتاب (کے دیکھنے) میں درست کر لو تاکہ چاند کو ایک ہی دیکھو۔ (اور یہ احولی دور ہو تو پھر تمہارے شبہات کا) یہی جواب ہو جائے گا اور اپنی فکر کو کج مت کرو اور اچھی طرح دیکھو کہ وہ (غیر حق جس پر کہ تم اعتماد اور بھروسہ کرتے ہو) بھی اسی گوہر کے نور کا عکس ہے اور اسکی شعاع ہے مطلب یہ کہ اس احولی کو جس کی وجہ سے تم کو حقیقت نظر نہیں آتی اور اس وجہ سے غیر حق کے ساتھ بھی معاملہ حق تعالیٰ جیسا کرنے لگتے ہو دور کر دو اور پھر دیکھو تو معلوم ہو کہ یہ بھی جس پر کہ تمہاری نظر ہے اسی نور کی شعاع ہے اور اسی کا عکس ہے۔ پس اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

اصل کو چھوڑ کر کوئی عکس کی طلب کرنے لگے تو اس سے زیادہ بیوقوف اور ناحقیقت شناس اور کون ہوگا لہٰذا جو کچھ گمراہیاں ہو رہی ہیں اور فیض سے محروم ہیں یہ ساری اپنی کجی کی بدولت ہے۔ ورنہ اگر ہمارے اندر کجی نہ ہوتی تو ساری فیوض و برکات ہم حاصل کرتے اور اگر چشم بصیرت ہوتی تو سارے انوار و تجلیات کو دیکھا کرتے اور پھر ان کو حاصل کرتے اور اگر کلام حق کو یا کلام اولیاء اللہ کو کان سے سن بھی لیا تو اس سے کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ چشم بصیرت اور قلب صافی موجود نہ ہو اس کو فرماتے ہیں کہ

فکرتت را راست کن نیکو نگر	ہست ہم نور و شعاع آں گہر
اپنی فکر کو سیدھا کر نے اچھی طرح دیکھ	وہ بھی اسی موتی کا نور اور شعاع ہے
ہر جوابے کاں ز گوش آید بدل	چشم گفت از من شنو آں را بہل
جو جواب کان کے ذریعہ سے دل میں پہنچتا ہے	چشم (بصیرت) کہتی ہے مجھ سے سن' اس کو چھوڑ

ہر جوابے کان الخ۔ یعنی جو جواب کہ کان کے ذریعہ سے دل میں آتا ہے تو چشم (قلب) کہتی ہے کہ مجھ سے سن اس کو چھوڑ۔ یعنی صرف کان ہی تک مت رہو اور سنی سنائی باتوں پر ہی مت رہو بلکہ کچھ خود بھی تدبیر اور ہمت کرو اور بصیرت کو حاصل کرو۔ آگے کان کی اور چشم بصیرت کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

گوش دلالست و چشم اہل وصال	چشم صاحب حال و گوش اصحاب قال
کان (تو) دلال ہے اور چشم (بصیرت خود) صاحب وصل ہے	چشم (بصیرت) صاحب حال ہے اور کان زبانی بات کرنے والوں میں سے ہے

گوش دلال الخ۔ یعنی کان تو دلالہ ہے اور آنکھ وصل والی ہے (یا یوں کہو کہ) آنکھ تو صاحب حال (کی مثل) ہے اور کان صاحب قال (کی مثل) ہے مطلب یہ کہ دیکھو مشاطہ محبوب اور محب کے درمیان میں پیغام دینے والی اور تدابیر وصل کرنیوالی ہوتی ہے مگر جبکہ باہم وصل ہوتا ہے تو پھر ان مشاطہ صاحب کو بھی کوئی نہیں پوچھتا۔ اور وہاں اسکا بھی گزر نہیں ہوتا۔ حالانکہ اصل میں سبب وصال وہی ہے پس اس طرح حقائق و معارف کے حصول کا اول ذریعہ تو کان ہی ہے اور اسی کے ذریعہ سے قلب تک پہنچتے ہیں مگر جبکہ قلب میں انجلاء اور صفائی پیدا ہو جاتی ہے اس وقت پھر ان کان صاحب کی ضرورت نہیں رہتی مگر بلا واسطہ کان کے پھر علوم و معانی و حکم قلب پر خائض ہوتے ہیں اور کان کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے صاحب قال ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی اسکے سامنے ہے اور ظاہر الفاظ سے جو مفہوم ہوتا ہے بس وہ اسی کو جانتا ہے اور آگے رسائی نہیں اور چشم قلب مثل صاحب حال کے ہے کہ اس کو سوائے الفاظ وغیرہ کے اور علوم و معانی بھی حاصل ہوتے ہیں پس قابل حصول چشم بصیرت ہی ہوئی۔ آگے پھر چشم گوش میں فرق بیان فرماتے ہیں کہ

در شنید گوش تبدیل صفات	در عیان دید ہا تبدیل ذات
کان سے سننے میں صفات کی تبدیلی ہے	مشاہدوں سے ذات کی تبدیلی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در شنود الخ۔ یعنی کان کے سننے میں وہ صرف تبدیل صفات ہی ہے (مثلاً کسی نے نصیحت کی کہ تکبر مت کرو یہ سن کر وہ متواضع بن گئے وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب صفات ہی کی تبدیلی ہے لیکن) آنکھوں کے دیکھنے میں تبدیل ذات کی ہے یعنی اگر اسی قول کو جس کو تم نے سنا ہے خود دیکھ لو اور حقیقت کو معلوم کر لو تو تمہاری یہ ذات ہی نہ رہے بلکہ قریب تم بالکل ہی بدل جاؤ اور تم تو نرہو یہ ساری حجابات اسی وقت تک ہیں جب تک علم الیقین حاصل ہے اور اگر عین الیقین اور حق الیقین حاصل ہو جائے تو پھر علوم و معانی اس قدر منکشف ہوں کہ اٹھائے نہ اٹھیں چونکہ صوفیہ کے یہاں تین اصطلاحیں ہیں۔ علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین۔ آگے مولانا ان تینوں کو بتاتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ علم الیقین تو کہتے ہیں کسی مخبر صادق سے کوئی خبر سن کر اس کو صحیح مان جیسے کہ کسی نے کہا کہ آگ جلا دیتی ہے پس چونکہ وہ مخبر صادق تھا اس لئے ہم نے یقین کر لیا اس کو تو علم الیقین کہتے ہیں اور اگر اس میں کسی کو جلتے ہوئے بھی لیں تو پھر عین الیقین کا درجہ حاصل ہوتا ہے اور اگر کسی سے سنا بھی اور دوسروں کو بھی جلتے ہوئے دیکھا مگر پھر خود بھی اسی میں کود پڑا تو اب اس کو آگ کا حق الیقین کا مرتبہ حاصل ہوا بس اسی طرح اول تو عشق و محبت حق کو صرف سن ہی کر مانتے ہیں یہ تو علم الیقین ہے اور اس سننے کے بعد پھر دوسروں کو دیکھتے ہیں کہ اس عشق و محبت میں غرق ہو رہے ہیں اس وقت عین الیقین حاصل ہوتا ہے اور اگر خود بھی اس میں جلتے اور عشق خداوندی میں خود بھی غرق ہو گئے تو اب درجہ حق الیقین کا حاصل ہوا لہٰذا قابل طلب درجہ حق الیقین کا ہے اس کو حاصل کرنا چاہیے اور کان سے سُنے پر یا چشم ظاہر سے دیکھنے پر ہی مت رہو بلکہ دل کی آنکھ سے دیکھو اور حق الیقین حاصل کرو۔ اب مطلب اشعار کو سمجھو کہ فرماتے ہیں

زآتش ار علمت یقیں شد بے سخن	پختگی جو در یقیں منزل مکن
بلاشبہ اگر آگ کا تجھے علم الیقین ہو گیا ہے	یقین میں پختگی طلب کر قیام نہ کر
تا نسوزی نیست آں عین الیقین	ایں یقیں خواہی در آتش نشیں
جب تک آگ تجھے جلا نہ دے عین نہیں ہے	تو یہ یقین چاہتا ہے تو آگ میں بیٹھ

زآتش ار الخ۔ یعنی اگر آگ سے تمہارا علم یقین ہو جائے (یعنی تم کو درجہ علم الیقین کا حاصل ہو جائے) تو بات سے یقین میں پختگی و تلاش کرو (یعنی عین الیقین حاصل کرو) اور ٹھہرو مت۔ اور جب تک کہ تم خود (اس آگ میں) جل نہ جاؤ (اس وقت تک) وہ عین یقین (یعنی اصل یقین اور حق الیقین نہیں ہے اور اگر اس یقین کو (یعنی حق الیقین کو) چاہتے ہو تو آگ میں بیٹھ جاؤ۔ مطلب یہ کہ آگ کی صفت احراق کو سن کر جو تم کو یقین ہوا ہے یہ تو علم الیقین ہے (جس کو مولانا نے زآتش ار علمت یقین الخ سے بتایا ہے) مگر یہاں منزل مت کئے ہو اور ٹھہرے مت جاؤ بلکہ اس امر کو سن کر خود اس کی تلاش میں لگو اور کسی جلے ہوئے کے پاس جا کر اس کو دیکھ لو اور درجہ عین الیقین کا حاصل کرو (جسکو مولانا نے پختگی جو در یقین سے بیان کیا ہے) لیکن جب تک کہ خود بھی اس مزہ کو نہ چکھو اور خود ہی آتش (محبت میں نہ جاؤ اس وقت تک اصل یقین اور حق یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ جس کو مولانا نے تا نسوزے نیست آن عین الیقین سے تعبیر فرمایا ہے یہاں عین سے مراد اصل ہے آنکھ نہیں ہے پس معنی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہوئے کہ جب تک کہ اصل یقین یعنی حق الیقین حاصل نہ ہو اس وقت تک طلب سے باز مت رہو بلکہ اس درجہ کو حاصل کرلو۔ یہاں لفظ عین کو دیکھ کر محشیوں نے خوب خوب گت بنائی ہے اور کوئی تو مولانا کی اصطلاح کے جدا ہونے کا قائل ہو گیا اور کوئی کچھ ہونے لگا حالانکہ بالکل ظاہر مطلب یہ ہے کہ عین سے مراد اصل لے لیا جائے جس کا ترجمہ دوسرے الفاظ میں حق بھی ہو سکتے ہیں خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گوش چوں ناقد بود دیدہ شود	ورنہ قل در گوش پیچیدہ شود
کان اگر پرکھنے والا ہو تو چشم (بصیرت) بن جاتا ہے	ورنہ بات کان میں لپٹ (کر رہ) جاتی ہے

گوش چون الخ۔ یعنی کان بھی اگر پرکھنے والا ہو تو وہ بھی ایک دن آنکھ بن جاتا ہے اور اگر وہ ناقد نہیں ہے تو باتیں جو اس نے سنی ہیں کان ہی میں لپٹ کر رہ جاتی ہیں اور قلب پر اثر نہیں پہنچتا جبکہ قرآن شریف میں بھی ہے کہ اوالقی السمع وھو شہید یعنی حق بات کو سنے اس حال میں کہ اس کا کان شہید ہو تو دیکھو کہ حق کے سننے کے لئے کان کا شہید ہونا شرط فرمایا اگر وہ ناقد نہ ہو گا تو پھر تو یہ باتیں کان ہی کان تک محدود رہیں گی ان کا اثر قلب تک کچھ نہ ہو گا پس اس ساری تقریر کا ماحصل یہ ہوا کہ کلام حق اور کلام عارفین کے سمجھنے کے لئے بصیرت پیدا کرو اور اول تو ان باتوں کو سن کر علم الیقین پیدا کرو پھر عین الیقین ہو جائے گا۔ پھر حق الیقین ہو جائے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	تا کہ شہ باآں غلامانش چہ کرد
یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے واپس لوٹ	دیکھ بادشاہ نے اپنے غلاموں سے کیا کیا؟

این سخن پایان الخ۔ یعنی یہ (علوم و معانی) کی باتیں تو انتہا نہیں رکھتیں۔ اس لئے لوٹو اور دیکھو کہ بادشاہ نے اپنے غلاموں کے ساتھ کیا کیا۔ آگے اس قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب بادشاہ اس غلام خوبرو سے باتیں کر چکا اور معلوم ہو گیا کہ یہ تو بڑا عقلمند اور حاضر جواب اور شیریں کلام ہے تب بادشاہ نے اس دوسرے بدصورت کو بلایا اور اس خوبصورت کو کہا کہ تم جا کر نہا دھو آؤ جب وہ چلا گیا تو اس کی غیبت میں اس سے اس کے حالات دریافت کئے اس طور سے کہ بھائی وہ تو تمہاری بہت برائیاں کرتا تھا مگر تو ایسے معلوم نہیں ہوتے ہو اور تم تو بہت اچھے آدمی ہو اور ایسے ہو اور ویسے ہو اب اگر تم کو اس کے کچھ عیوب وغیرہ معلوم ہوں تو بیان کر دو تا کہ مجھے بھی معلوم ہو کہ تم میرے خیر خواہ ہو کہ اس کی برائیاں ظاہر کر کے مجھے ان سے بچا لیا اس نے عرض کیا کہ حضرت وہ جو کہتا تھا اور میرے عیوب بیان کرتا تھا صحیح اور درست تھے۔ میں بے شک ایسا ہی ہوں مگر اس کے عیوب میں عرض کرتا ہوں وہ یہ کہ وفادار ہے اس میں انسانیت ہے وغیرہ وغیرہ یعنی اس میں یہ چیزیں ہیں۔ اگر یہ عیوب ہیں تو اس میں عیوب ہیں اور اگر یہ ہنر ہیں تو اس میں ہنر ہیں۔ اب اشعار پر اس تقریر کو منطبق کرلو۔

شرح حبیبی

نور فرقان فرق الخ: مولانا کے بیان پر ایک شبہ ہوتا تھا وہ یہ کہ آپ نے فرمایا ہے کہ غلام جو بات کہتا تھا وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ایسی تھی کہ حق و باطل میں اس سے امتیاز ہوتا تھا۔ یہ محض شاعری ہے کیونکہ یہ بات قرآن میں تو ہے ہی نہیں کیونکہ اگر قرآن میں ہوتی تو پھر یہ نزاع اور اختلاف کیوں ہوتا اور جب قرآن میں نہیں تو بیچارہ غلام کی بات میں یہ صفت کہاں ہو سکتی ہے۔ مولانا جواب دیتے ہیں کہ قرآن میں یہ صفت بالکل وجود موجود ہے مگر کجی ہم لوگوں کے فہم میں ہے اس لئے حق و باطل جدا نہیں ہو سکتے۔ ورنہ یہ نہیں کہ قرآن میں یہ صفت نہ ہو۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کسی پر صفراء کا غلبہ ہو اس لئے اس کو میٹھی چیز کڑوی معلوم ہوتی ہو تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شیریں شے میں شیرینی نہیں اس میں شیرینی کامل ہے مگر تمہاری قوت ذائقہ کے اندر نقص ہے اس لئے وہ شیرینی تم کو محسوس نہیں ہوتی۔ یہ حاصل جواب ہے اب ہم اشعار کا مطلب خیز ترجمہ کرتے ہیں۔ نور فرقان فی نفسہ فارق بین الحق و الباطل ہے اور ہمارے لئے بھی فارق ہوتا اور ذرہ ذرہ حق و باطل کو جدا کر دیتا۔ اور اصلا شبہ نہ چھوڑتا اس کے مضامین عالیہ مثل گوہر کا نور ہماری چشم قلب کا نور ہو جاتا کہ اس سے ہم کو حق و باطل میں کامل امتیاز ہو جاتا اور خود وہ نور ہی ہمارا سوال اور جواب ہو جاتا۔ یعنی ہم کو اس کے مشاہدہ کے بعد سوال کی ضرورت ہی نہ رہتی کہ جواب کی حاجت ہوتی لیکن کیا کیجئے کہ تم نے معاصی وغیرہ سے اپنے چشم باطن کو مریض اور غلط بین کر لیا ہے اور چاند کی ٹکیا کو دو دیکھنے لگے یعنی واقع کو خلاف واقع سمجھنے لگے۔ پس جس طرح تمہارا فرقانیت قرآن سے متعلق سوال متلبس باشتباہ حقیقت ہے کیونکہ یہ ناشی ہے۔ اس اشتباہ سے۔ یوں ہی تمہاری نظر غلط متلبس باظہار حقیقت ہے کہ وہ موجب انظہار حقیقت ہے پس تمہارے سوال بابت فرقانیت قرآن کا جواب یہ ہے کہ تم اپنی نظر کو چاند کے دیکھنے میں سیدھا کر لو اور فہم راست سے قرآن کو سمجھو کیونکہ جب تم اپنی فہم کو درست کر لوگے تو فرقانیت قرآن تم کو مشاہد ہو جائے گی پس سوال بھی قائم نہ رہے گا ہم پھر کہتے ہیں کہ تم اپنی فہم درست کر لو اور غلط بینی چھوڑ کر راست بین بنو۔ تم کو خود معلوم ہو جائے گا کہ قرآن بھی اس غلام کے گوہر سخن کا ہم نورد ہم شجاع یعنی فارق بین الحق والباطل ہوتے ہیں۔ شارک اعلیٰ ہے کیونکہ درجہ فرقانیت میں ان میں وہی نسبت ہے جو خالق و مخلوق میں ہے۔ پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ قرآن فارق میں الحق والباطل ہے تو اب وہ شبہ کہ جب قرآن ہی فارق نہیں تو سخن غلام کیونکر فارق ہو سکتا ہے بالکل مندفع ہو گیا ہم نے فرقانیت قرآن کے دلائل نہیں بیان کئے بلکہ یہ کہہ دیا کہ چشم باطن کو راست بین بنا کر مشاہدہ کر و اس کی وجہ یہ ہے کہ جو جواب کان سے دل تک پہنچتا ہے وہ شفاء تام نہیں بخشتا۔ بلکہ چشم بزبان حال متقاضی ہوتی ہے کہ یہ ناکافی ہے سے چھوڑ اور مجھے معائنہ کرنے میں شفائے کلی بخشوں گی اس لئے ہم نے قال کو چھوڑ کر چشم بصیرت پر محول کر دیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ کان کو چشم بصیرت سے کیا نسبت کان کی مثال تو ایسی ہے جیسے دلالہ۔ اس کا کام یہ ہے کہ مقصود کو دل تک پہنچا دے اور بس۔ اور چشم باطن صاحب وصال ہے کہ وہ مطلوب سے بہرہ ور ہوتی ہے نیز کان بمنزلہ صاحب قال کے ہے کہ اس کا تعلق الفاظ سے ہے اور چشم بصیرت مثل صاحب حال کے کہ اس کا تعلق حقیقت سے ہے۔ پس جو نسبت دلالہ اور صاحب وصال اور صاحب قال و

صاحب حال میں ہے وہی نسبت کان اور چشم باطن میں ہے پس اس جواب میں جو کان سے مدرک ہوا اور اس جواب میں جو چشم قلب پر مدرک ہوو ہی نسبت ہوگی جو کان اور چشم باطن میں ہے اور فرق سنو جو تغیر جواب سننے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور جو تغیر کہ مشاہدہ وجدانی کے بعد پیدا ہوتا ہے ہر دو میں ایسی ہی نسبت ہے جیسی کہ صفات کے بدلنے اور کایا پلٹ ہو جانے میں کہ ایک ادنے ہے اور دوسرا کہیں اعلیٰ۔ وھو ظاہر۔ پس ہر دو جوابوں میں بھی وہی نسبت ہوگی ان وجوہ سے ہم نے دلائل کو ترک کیا اور کہا کہ وجدان کو صحیح کرو اور اس سے دیکھو اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ چشم بصیرت کو راست کر کے اس سے دیکھنے پر بھی اکتفا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے گو یقین حاصل ہو جائے گا مگر یہ یقین کافی نہیں بلکہ حال اور رسوخ فی العلم کی ضرورت ہے۔ اگر چہ درجہ علم میں تم کو یقین کامل ہے لیکن اس پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے اور اس علم الیقین میں ڈیرہ نہ ڈال لینا چاہیے بلکہ پختگی حاصل کرنی چاہیے۔ لو تم کو حرارت نار ہے مگر اصل یقین وحق الیقین (جس کو معنی لغوی کے اعتبار سے عین الیقین کہہ دیا نہ کہ بمعنے اصطلاحی) اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک اس میں جلوس نہ ہو۔ پس اگر تم کو اس درجہ یقین کی ضرورت ہے تو تم کو آگ میں بیٹھنا چاہیے۔ اس کے بدوں یہ یقین حاصل نہیں ہو سکتا یوں ہی اگر تم کو فرقانیت قرآن کے متعلق عین الیقین کی ضرورت ہے تو حال پیدا کرو۔ جوابات قالیہ ہر چند کہ مقید یقین ہوں مگر نا کافی ہیں خیر اگر کان بھی پرکھنے والا ہو یعنی استماع بغرض تحقیق حق ہو اس وقت وہ بھی آنکھ کا کام دے جاتا ہے گو آنکھ نہیں ہوتا اور اگر یہ بھی نہ ہو تب تو کہنا سننا بالکل ہی فضول ہے اس لئے کہ الفاظ کان سے دل تک پہنچتے ہی نہیں پھر فائدہ کیا ہو (یہ ایک استطرادی مضمون ہے جو مزید افادہ کے لئے بیان کر دیا گیا ورنہ اصل مقصد صرف اس قدر ہے کہ چشم بصیرت کو راست بین کرو تم کو فرقانیت قرآن معلوم ہو جائے گی ہم کو دلائل بیان کرنے کی ضرورت نہیں) خیر یہ بات تو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اب لوٹنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ بادشاہ نے اپنے ہر دو غلام کے ساتھ کیا کیا۔

شرح حبیبی

رواں کردن بادشاہ یکے را ازاں دو غلام واز یں دیگر حال پرسیدن

بادشاہ کا ان دو غلاموں میں سے ایک کو روانہ کر دینا اور دوسرے سے حالات دریافت کرنا

آں غلامک راچو دید اہل ذکا	آں دگر را کرد اشارت کہ بیا
جب اس (شاہ) نے اس پیارے غلام کو ذہین سمجھا	دوسرے کو اشارہ کیا کہ آجا

این غلامک رالخ۔ یعنی کہ جب اس غلامنے کو بادشاہ نے دیکھا کہ ذکاوت والا ہے (یعنی اسکا امتحان لے لیا) تو اس دوسرے کو اشارہ کیا کہ یہاں آؤ آگے مولانا ایک جملہ معترضہ فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کاف رحمت گفتمش تصغیر نیست	جد چو گوید طفلکم تحقیر نیست
میں نے (غلامک میں) کاف محبت کے لئے بولا ہے تحقیر کا نہیں ہے	دادا جب میرا بچڑا کہتا ہے تو تحقیر نہیں ہے

کاف رحم الخ۔ یعنی میں نے (غلام میں جس کا ترجمہ غلمطا چھوٹا سا غلام ہیں) کاف رحمت بولا ہے (کاف) تصغیر نہیں ہے (اس لئے کہ دیکھو) جب دادا کہتا ہے میرا طفلک تو اس میں بھی تحقیر نہیں ہے مطلب یہ کہ میں نے جو غلامک کہہ دیا ہے اس سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ فضول کسی مسلمان کی تحقیر کی میرا مقصود تحقیر اور تصغیر نہیں ہے بلکہ میں نے شفقت اور رحمت کی وجہ سے اس طرح کہہ دیا ہے (یہ مولانا کا ایک لطیفہ ہے) آگے پھر قصہ ہی کو بیان فرماتے ہیں کہ

چوں بیامد آں دوم در پیش شاہ	بود او گندہ دہاں دنداں سیاہ
جب وہ دوسرا بادشاہ کے سامنے آیا	وہ گندہ دہن اور کالے دانتوں والا تھا

چون بیامد الخ۔ یعنی جب کہ وہ دوسرا (غلام) بادشاہ کے سامنے آیا تو (معلوم ہوا کہ) وہ گندہ دہن اور سیاہ دندان تھا لیکن وہ بادشاہ کے بلانے سے حاضر ہوگیا۔

گرچہ شہ ناخوش شد از گفتار او	جستجوئے کرد ہم ز اسرار او
بادشاہ اگرچہ اس کی گفتگو سے (منہ کی بدبو سے) ناخوش ہوا	(تاہم) اس کے بھیدوں کی جستجو کی

گرچہ شہ ناخوش شد الخ۔ یعنی اگرچہ بادشاہ اس کی باتوں سے ناخوش ہوا (کہ اس کو اس کی گندہ دہنی سے تکلیف ہوئی لیکن) اس نے اس کے اسرار بھی معلوم کرنے چاہے تا کہ یہ دیکھے کہ اس کے اخلاق کیسے ہیں پس اس نے بختی کا برتاؤ شروع کر دیا اور تندی سے پیش آیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ بھی کوئی عارف ہے اس لئے کہ اس نے جو امتحان لئے ہیں وہ بالکل ایسے ہیں جو کہ مشائخ مستفیدین سے لیا کرتے ہیں پس بادشاہ نے یہ امتحان لیا کہ

گفت باایں شکل و گندہ دہاں	دور بنشیں مرکب ایں سو تر مراں
اس (بادشاہ) نے کہا اس شکل اور منہ کی بدبو کے ہوتے ہوئے	پرے ہو کر بیٹھ سواری اس جانب زیادہ نہ بڑھا

گفت باایں شکل الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ اس شکل اور گندہ دہنی کے ساتھ تو دور ہی بیٹھ لیکن اس طف زیادہ مت جانا (اس لئے کہ مجھے کچھ باتیں کرنا ہیں بس قریب ہی بیٹھ جا)

کہ تو زاہل نامۂ و رقعہ بدی	نے جلیس و یار ہم بقعہ بدی
کیونکہ تو نامہ و پیام کے لائق ہے	نہ کہ ہم نشیں اور ہم مجلس دوست ہونے کے

تاعلاج این دہان الخ یعنی تا کہ تیرے اس منہ (کی گندگی) کا علاج کریں تو مریض ہے اور ہم پرفن طبیب ہیں۔ مطلب یہ کہ پوچھ پاچھ کر تیری اس گندہ دہنی کا سبب معلوم کر کے اس کا علاج کر دیں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا علاج آں دہان تو کنیم	تو حبیب و ما طبیب پر فہیم
جب تک کہ ہم تیرے منہ کا علاج کریں	تو پیارا ہے اور ہم ہنرمند طبیب ہیں

کہ تو را اہل الخ۔ یعنی تو تو (لائق) صاحب نامہ اور رقعہ ہونے کے تھا (کہ تجھ کو الگ بٹھا کر تجھ سے رقعوں وغیرہ سے گفتگو کی جایا کرے) نہ کہ جلیس اور یار اور ہمنشین (ہونے کے قابل) تھا مگر صرف اس عیب کی وجہ سے بالکل چھوڑ دینا بھی نہ چاہیے اس لئے کہ آخر خریدا ہے تو اس ذرا سی بات سے اتنا نقصان کیوں کیا جائے اسی کو مولانا ایک مثال دے کر فرماتے ہیں کہ

بہر کیکے نو گلیمے سوختن	نیست لائق از تو دیدہ دوختن
ایک پسو کی وجہ سے نئی گدڑی کو جلانا (مناسب نہیں)	(اس طرح) تجھ سے آنکھیں بند کر لینا مناسب نہیں ہے

بہر کیکے الخ۔ یعنی (اگر ہم اس عیب کی وجہ سے تجھ کو بالکل علیحدہ کر دیں جس طرح) پسو کی وجہ سے نیا کمبل جلا دینا (بیوقوفی ہے اس طرح) تجھ سے آنکھ سی لینا (علیحدگی اختیار کرنا) لائق نہیں ہے۔ اس لئے ہم سے دور مت ہو اور پاس ہی بیٹھ۔

لیک قابل تر بدی زاں یار خود	نزد ما آ کہ تو بہ زاں یار بد
لیکن تو اپنے دوست سے زیادہ قابل ہے	ہمارے پاس آجا کیونکہ تو اس برے دوست سے بہتر ہے
باہمہ بنشیں دو سہ دستاں بگو	تا بہ بینم صورت عقلت نکو
سب کچھ ہوتے ہوئے بیٹھ جا دو تین قصے سنا	تاکہ میں تیری عقل کی حالت اچھی طرح دیکھ لوں

باہمہ بنشین الخ۔ یعنی باوجود ان سب (عیوب وغیرہ) کے بیٹھ جا اور دو ایک باتیں کرتا کہ میں تیری عقل کی صورت کو پوری طرح دیکھوں۔

آں ذکی را پس فرستاد او بکار	سوئے حمامے کہ رو خود را بخار
پھر اس ذہین کو اس نے کام کے لئے بھیج دیا	حمام کی جانب کہ جا اپنے آپ کو مل دل

آن یکے را الخ۔ یعنی (جب اس سے باتیں شروع کیں تو) تو اس سمجھدار کو کام کے واسطے روانہ کر دیا ایک حمام کی طرف کہ جا کر خوب مل مل کر نہا آؤ۔

ویں دگر را گفت تو چہ زیرکی	صد غلامی در حقیقت نے یکی
اس دوسرے سے کہا تو کتنا سمجھدار ہے	درحقیقت تو سو غلام (کی برابر) ہے نہ کہ ایک کے

ویں دگر را گفت الخ۔ یعنی (جب اس کو روانہ کر دیا) تو اس دوسرے سے کہا کہ تو تو کیسا زیرک ہے اور تو تو حقیقت میں سو غلاموں کے برابر ہے تو ایک نہیں ہے۔ یہی طریق مشائخ کا ہوتا ہے۔ کہ اول طالب سے سختی کرتے ہیں اور جب وہ اس میں پورا

www.besturdubooks.wordpress.com

اترتا ہے اور اس سختی کو جھیل جاتا ہے تو اب اس سے نرمی اور دلجوئی کی باتیں کرتے ہیں آگے بھی مقولہ بادشاہ ہی کا ہے۔

آں نہ کاں خواجہ تاش تو نمود	از تو مارا سرد کرد آں حسود
تو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرے ساتھی نے ظاہر کیا ہے	اس حاسد نے ہمیں تجھ سے برگشتہ کیا ہے

باز قابل الخ۔ یعنی پھر تو تو اپنے ساتھی سے زیادہ قابل ہے لہٰذا ہمارے پاس آ کہ تو اس برے یار سے اچھا ہے۔

گفت کو دزد و کژ ست و کژ نشیں	حیز و نامرد و چنانست و چنیں
اس نے کہا ہے کہ وہ (تو) چور اور بد چلن ہے اور بدصحبت (ہے)	کم ہمت (ہے) اور نامرد (ہے) اور ایسا ہے اور ویسا (ہے)

آن نہ کہ خواجہ تاس الخ۔ یعنی کہ تو ایسا نہیں ہے جیسا کہ تیرے خواجہ تاش نے کہا ہے کہ وہ حاسد مجھ سے ہم کو سرد کرتا تھا اور تیرے عیوب کو ہمارے سامنے بیان کرتا تھا کہ ہماری طبیعت تجھ سے پھر جائے لیکن تو تو بہت اچھا آدمی ہے۔

گفت پیوستہ بدست او راست گو	راست گوئے من ندیدستم چو او
اس نے کہا' وہ ہمیشہ سے سچا ہے	اس جیسا سچا میں نے نہیں دیکھا

گفت او دزد و کژ ست الخ۔ یعنی وہ دوسرا غلام یہ کہتا تھا کہ وہ چور ہے اور کج ہے اور بدصحبت ہے۔ حیز ہے نامرد ہے ایسا ہے ویسا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ تیری خوب برائیاں کرتا تھا۔

راستی و نیک خوئی و حیا	حلم و دینداری و احسان و سخا
سیدھا پن اور نیک خصلتی اور شرم	بردباری اور دینداری اور احسان اور سخاوت

گفت پیوستہ الخ۔ یعنی اس بدصورت نے کہا کہ ہمیشہ وہ سچ بولنے والا ہی تھا اور اس سے زیادہ سچا میں نے کوئی دیکھا نہیں۔

راست گوئی در نہادش خلقتست	ہر چہ گوید من نگویم تہمت ست
(اور) سچائی اس کے مزاج سے پیدائشی ہے	وہ جو کچھ کہتا ہے میں نہیں کہتا ہوں کہ (وہ) تہمت ہے

راستی و نیکخوئی الخ۔ یعنی سیدھا پن اور نیک خصلتی اور حیا اور علم اور دینداری اور احسان اور سخا اور سچائی اس کے اندر خلقی ہیں لہٰذا وہ جو کچھ کہتا ہے میں یہ ہیں کہتا کہ مجھ پر تہمت ہے۔

کژ ندانم آں نکو اندیش را	متہم دارم وجود خویش را
میں اس نیک خیال کو ٹیڑھا نہیں سمجھتا ہوں	اپنے آپ کو ملزم ٹھہراتا ہوں

کژ نہ گویم الخ۔ یعنی میں اس نیک اندیش کو کج نہیں کہتا۔ بلکہ اپنے ہی وجود کو متہم کرتا ہوں۔

باشد او در من بہ بیند عیبہا	من نہ بینم در وجود خود شہا
ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ میں عیبوں کو دیکھتا ہو	اے بادشاہ! میں اپنے اندر نہیں دیکھتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

باشد او در من الخ۔ یعنی شاید وہ مجھ میں عیوب کو دیکھتا ہو اور اے بادشاہ (ان عیوب کو) اپنے وجود میں میں نہ دیکھتا ہوں۔ یعنی شاید مجھے اپنے عیوب نہ نظر آتے ہوں اور اس کو نظر آتے ہوں۔ اس لئے میں اس کو جھوٹا نہیں کہہ سکتا وہ بیشک ٹھیک کہتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہر کسے گر عیب خود دیدے ز پیش	کے بدے فارغ وے از اصلاح خویش
ہر شخص اگر پیشی اپنا عیب دیکھ لیتا	اپنی اصلاح سے کب فارغ ہوتا؟

ہر کسے گر عیب خود الخ۔ یعنی اگر ہر شخص اپنے عیوب کو سامنے دیکھ لیا کرتا تو پھر وہ اپنی اصلاح سے کیا فارغ رہتا۔ یہ فراغت اور غفلت تو اپنے عیوب کے ظاہر نہ ہونے ہی کی وجہ سے ہے۔

غافل اند ایں خلق از خود اے پدر	لاجرم گویند عیب ہمدگر
اے بابا! یہ لوگ اپنے آپ سے غافل ہیں	لامحالہ ایک دوسرے کے عیب بیان کرتے ہیں

غافل اند این خلق الخ۔ یعنی چونکہ لوگ غافل اور اپنے (عیوب) سے بےخبر ہیں اس لئے ایک دوسرے کے عیوب بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

من نہ بینم روئے خود را اے شمن	من بہ بینم روئے تو تو در روئے من
اے صورت پرست میں اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہوں	میں تیرا چہرہ دیکھتا ہوں تو میرا چہرہ

من نہ بینم الخ۔ یعنی اے بت پرست میں اپنا منہ تو دیکھتا نہیں پس میں تیرا منہ دیکھوں اور تو میرا منہ دیکھ یعنی کہ میں تیرے عیوب نکالوں اور تو میرے عیوب نکال اس لئے کہ ہم کو خود تو اپنے عیوب دکھلائی دیتے نہیں دشمن بت پرست کہنا یا تو صرف بضرورت یافتہ ہو یا اس لئے کہ ہم جو ہر وقت اپنی تن پروری میں لگے ہوئے ہیں اور عیوب کی خبر نہیں ہے اس لئے دشمن کہہ دیا اور آپس میں کہنے سے مراد یہ ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کے عیوب نکالتے ہیں اور اسی کو کہنے سے تعبیر کر دیا۔ پس یہ ساری غفلت اپنے عیوب پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہے اور جو لوگ اپنے عیوب پر نظر رکھتے ہیں ان نور جس سے وہ اپنے معیوب کو دیکھ رہے ہیں مخلوق کے اس ظاہر نور نظر سے علیحدہ ہوتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں کسے کہ او بہ بیند روئے خویش	نور او از نور خلقان ست بیش
جو شخص اپنا چہرہ دیکھتا ہے	اس کا نور لوگوں کے نور سے بڑھا ہوا ہے

آنکسے کہ او بہ بیند الخ۔ یعنی جو شخص کہ اپنا منہ (عیوب) خود دیکھ رہا ہے اس کا نور بصیرت اور مخلوق کے نور سے زائد ہوتا ہے۔ عیوب کو منہ سے تشبیہ اس لئے دی کہ جس طرح اپنا منہ دکھلائی نہیں دیتا اسی طرح اپنے عیوب بھی دکھلائی نہیں دیتے۔ پس مطلب یہ کہ جس کی نظر کہ اپنے عیوب پر ہوتی ہے تو اس کی نظر اور مخلوق سے اعلیٰ ہوتی ہے اس لئے کہ اس کو بصیرت اور چشم حقیقت شناس میسر ہوتی ہے جو کہ اس چشم ظاہری کے نور سے کہیں زیادہ ہے وھو من المعلوم آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بمیرد نور او باقی بود	زاں کہ دیدش دید خلاقی بود
اگر وہ مر (بھی) جائے اس کا نور باقی رہتا ہے	کیونکہ اس کی نظر خدائی نظر ہوتی ہے

نور حس نبود الخ۔ یعنی وہ نور جس سے کہ اپنے عیب سامنے دیکھ رہا ہو نور حسی نہیں ہوتا بلکہ وہ نور حقیقی اور نور بصیرت ہوتا ہے کہ جس کو کسی وقت میں زوال نہیں۔

نور حسی نبود آں نورے کہ او	روئے خود محسوس بیند پیش رو
وہ نور حسی نہیں ہوتا جو کہ	اپنے چہرے کو آمنے سامنے محسوس کرے

گر بمیرد نور او الخ۔ یعنی اگر وہ مر بھی جائے تو نور اس کا باقی رہتا ہے اس لئے کہ اسکی آنکھ حق تعالیٰ کی آنکھ ہو جاتی ہے اور اس کی وہ حالت ہو جاتی ہے جس کا ارشاد ہے کہ بے یسمع و بے یبصر و بی ینطق پس جبکہ اس کو نظر بصیرت اور حقیقت شناس حاصل ہو جائے تو وہ تو باقی اور غیر فانی ہی ہوئی اگر اس شخص پر عادی طاری بھی ہوگی تب بھی وہ نور زائل نہ ہوگا۔ بلکہ اس میں تو اور ترقی ہوگی آگے پھر رجوع ہے حکایت کی طرف۔

گفت تو ہم عیب او گو مو بمو	آنچناں کہ گفت او از عیب تو
(اس نے کہا) تو بھی اس کے عیب ایک ایک کر کے کہہ دے	جس طرح اس نے تیرے عیب کہے ہیں

گفت تو ہم عیب الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ جس طرح اس نے تیرے عیوب بیان کئے ہیں تو بھی اس کے عیوب ایک ایک کر کے بیان کر۔

تا بدانم کہ تو غم خوار منی	کد خدائے مملکت یار منی
تاکہ میں سمجھ جاؤں کہ تو میرا غمخوار ہے	سلطنت کا منتظم (اور) میرا دوست ہے

تابدانم الخ۔ یعنی تاکہ مجھے معلوم ہو جاوے کہ تو میرا غمخوار ہے اور میرے ملک اور کام کا منتظم ہے کہ اس کے عیوب پر مطلع کر کے مجھے اس سے بچاتا ہے۔

گفت اے شہ من بگویم عیبہاش	گرچہ ہست او مرا خوش خواجہ تاش
اس (غلام) نے کہا اے شاہ! میں اس کے عیب بتاتا ہوں	اگرچہ وہ میرا اچھا ساتھی ہے

گفت اے شہ الخ۔ یعنی (یہ سن کر) اس نے کہا کہ اے بادشاہ میں اس کے عیوب بیان کرتا ہوں۔ اگرچہ وہ میرا اچھا خواجہ تاش ہے خواجہ تاش آپس میں ان دو غلاموں کو کہتے ہیں جن کا آقا ایک ہو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ وہ بہت ہی اچھا آدمی ہے لیکن میں آپ کے ارشاد کے مطابق اس کے عیوب عرض کرتا ہوں۔ وہ عیوب ذیل ہیں۔

عیب او مہر و وفا و مردمی	خوئے او صدق و ذکا و ہمدمی
اس کا عیب محبت اور وفاداری اور انسانیت ہے	اس کی خصلت سچائی اور ذہانت اور ہمدردی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عیب او مہر و وفا الخ۔ یعنی اس کے عیب محبت اور وفا اور انسانیت ہیں اور اس کے عیب سچائی اور صفائی اور ہمدردی ہیں اور ایک چھوٹا سا عیب اس کا جوانمردی اور انصاف ہے اور جوانمردی بھی وہ کہ اپنی جان تک دیدے۔ مطلب یہ کہ ہمیں یہ خصائل ہیں پس اگر یہ عیب ہیں تو اس میں اس قدر عیوب ہیں اور اگر یہ باتیں ہنر ہیں تو ہمیں اسی قدر ہنر ہیں اور اسی طرح بیان کرنا بلیغ ہے اس کہہ دینے سے کہ اس میں کوئی عیب نہیں ہے اور اسکی مثال ایسی ہے کہ جیسے عربی کا شعر ہے کہ۔ ولا عیب فیہم غیر آن سیوفہم + بہن فلول من قراع الکتاب + (ترجمہ یعنی شاعر کہتا ہے کہ میرے ممدوحین میں اور کوئی عیب نہیں ہے بجز اس کے کہ ان کی تلواروں میں دشمنوں کو مارنے سے دندانے پڑ گئے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ یہ بات عیب نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ ان میں کوئی عیب نہیں ہے اسی تمثیل سے یہ بھی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ کی راہ میں یہ جان فنا بھی ہو جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے اس کے علاوہ لاکھوں جانیں پیدا فرمائی ہیں جو محبت حق میں اپنی جان کو فنا کر دیتا ہے اس کو حیات ابدی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے لیکن اس حیات کے دیکھنے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے جو کہ ہر کسی کو حاصل نہیں اسی لئے لوگ ڈرتے ہیں بلکہ لفظ فنا ہی سے گھبراتے ہیں اور اگر اس حیات کو دیکھ لیتے اور اس کا مشاہدہ ہو جاتا تو پھر کبھی بھی جان دینے میں دریغ نہ کرتے اور ہرگز نہ ڈرتے۔ یہ سارا بخل حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ہے۔ اب اشعار کا حل سمجھ لو اور منطبق کر لو کہ بہت ہی آسانی سے منطبق ہو جائیں گے فرماتے ہیں کہ

کمتریں عیبش جوانمردی و داد	آں جوانمردی کہ جاں راہم بداد
اس کا سب سے چھوٹا عیب سخاوت اور بخشش ہے	ایسی سخاوت جو جان بھی بخش دے

صد ہزاراں جان الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے لاکھوں جانیں علاوہ اس جان کے پیدا فرمائی ہیں۔ لیکن جس شخص نے ان کو نہ دیکھا ہو وہ جوانمردی کیسے کر سکتا ہے اور اپنے کو کیسے فنا کر سکتا ہے۔

صد ہزاراں جاں خدا کردہ پدید	چہ جوانمردی بود کاں را ندید
خدا نے لاکھوں جانیں پیدا فرمائی ہیں	جس نے ان کو نہ دیکھا اس سے (جان کی) سخاوت کیا ہوگی؟
در بدیدے کے بجاں بخلش بدے	بہر یک جاں کے چنیں غمگیں شدے
اگر (ان جانوں کو) دیکھ لیتا (اپنی) جان پر کب بخل کرتا؟	(اپنی) ایک جان کی وجہ سے کب ایسا غمگین ہوتا؟

در بدیدے کے بجان الخ۔ یعنی اور اگر (ان جانوں کو جو اس ایک کے فنا کے بدلہ میں ملیں گی فنا سے ڈرنے والا شخص) دیکھ لیتا تو پھر اس کو جان (دینے) میں کب بخل ہوتا اور ایک جان کی وجہ سے اس قدر غمگین کب ہوتا اس لئے کہ اس کی تو وہ جانیں اور حیات ابدی پیش نظر ہے پھر اس عارضی جان کو اس کی کیا قدر اور کیا پرواہ ہے۔ اس کی تو یہ شان ہوگی کہ۔ زندگی کی عطائے تو در بخشی فدائے تو + دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو + اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کی تو یہ حالت ہو کہ ۔ سپردم بتو مایہ خویش + تو دانی حساب کم و بیش را + اس درگاہ میں تو یہ حالت ہے کہ ۔ نیم جان بستاند و صد جان دہد + انچہ در وہمت نیاید آن دہد + پس فنا کو حاصل کرو۔ اور اس کے ذریعہ سے وہ حیات ابدی اور وہ جا نیں حاصل کرو کہ دیکھو کس قدر سستے مول پر یہ موتی فروخت ہو رہے ہیں خوب کہا ہے کہ ۔ کے بیابی این چنین بازار را + کہ بیک گل میخری گلزار را + خوشا نصیب اس کے جس کو یہ دولت نصیب ہو اے اللہ اس گناہگار کو بھی اپنے اور اپنے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عطا فرما اور اپنے مرضیات کو اس کی طبعیات فرمادے۔ حضرت مولانا دام ظلہم کی برکت ہے آنانکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند + آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند + مقصود سے دور چلا گیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

برلب جو بخل آب آں را بوذ	کو زجوئے آب نابینا بود
نہر کے کنارے پر پانی کا بخل اس میں ہو گا	جو نہر کے پانی سے اندھا ہو گا

برلب جو بخل الخ۔ یعنی ندی کے کنارہ پر پانی (دینے) سے بخل اس شخص کو ہوتا ہے کہ وہ اس پانی کی ندی سے اندھا ہوتا ہے تو ایک ایک پیالہ پانی پر مرا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کہاں جان لئے جاتے ہو۔ میرا پانی ہے حالانکہ اس کو یہ خبر نہیں کہ اگر ایک دریا میں سے ایک پیالہ کم ہی ہو گیا تو کیا غضب آ گیا۔ اسی طرح اس حیات ابدی کے بدلہ یہ جان فانی فنا ہی ہو گئی تو کیا ہوا اگر چشم بصیرت ہے تو اس سے حقیقت کو دیکھو اور پھر سمجھو تو کبھی جان دینے سے دریغ نہ ہو اور تم کو فنا میں رغب ہو۔

گفت پیغمبر کہ ہر کس از یقیں	داند او پاداش خود در یوم دیں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ جو شخص یقینی طور پر	قیامت کے دن کے اپنے بدلے کو جان لے گا

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص یقینی طور پر اپنے (اعمال) کے بدلے (جو) قیامت کے دن (ملیں گے) دیکھ لے کہ ایک (عمل) کے دس عوض ملتے ہیں تو ہر وقت اس کی سخاوت بڑھے۔ مطلب یہ کہ فنا سے خوف اس وقت تک ہے جب تک کہ اس حیات کو دیکھا نہیں اور جب دیکھ لے گا کہ ومن جاء بالحسنة ، فله عشرا مثالها کہ ایک نیکی کے دس ثواب ملتے ہیں تو پھر اس کو اپنی جان محبت حق اور اس کی راہ میں فنا کر دینا کچھ نہ معلوم ہوگی۔

ہر یکے را دہ عوض می آیدش	ہر زماں جودے دگرگوں زایدش
کہ اس کو ایک کے بدلے میں دس ملیں گے	اس سے ہر وقت نئی قسم کی سخاوت صادر ہو گی

جود جملہ از عوضہا الخ۔ یعنی یہ سب کی سخاوت عوضوں کے دیکھ لینے کی وجہ سے ہے پس عوض کو دیکھ لینا ڈرنے کی ضد ہے یعنی چونکہ شیطان فقر و فاقہ سے ڈرتا ہے اس لئے انسان سخاوت سے باز رہتا ہے اور اس کے دل میں یہ خوف ہوتا ہے کہ اگر اس مال کو راہ حق میں دیدیا تو پھر میں مفلس رہ جاؤں گا لیکن جبکہ کسی نے ان ثمرات پر جو کہ ان اعمال کے عوض میں میسر ہوں گے نظر کی تو پھر وہ ہرگز خوف نہ کرے گا بلکہ وہ تو یہی سمجھے گا کہ کہ ایک خرمہرہ دے کر خزانہ ملا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔پس وہ فوراً اس خرمہرہ کو دیدینے کے لئے تیار ہو جائے گا لہٰذا ان اعواض کو دیکھ لینا اور فقر و فاقہ سے خوف کرنا یہ تو آپس میں ضد ہیں جب خوف ہوگا تو اعواض کے دیکھنے سے محروم ہے اور اس طرح بالعکس میں بھی۔

جود جملہ از عوضہا دیدن ست	پس عوض دیدن ضد ترسیدن ست
سب کی سخاوت بدلوں کو دیکھ لینے کی وجہ سے ہے	بدلے کو دیکھ لینا (فقر سے) ڈرنے کی ضد ہے

بخل نادیدن الخ۔ یعنی بخل عوضوں کے نہ دیکھنے کی وجہ سے ہوا ہے (اور اگر ان کو دیکھ لیتا تو پھر بحر محبت الٰہی میں غوطہ زنی سے ہرگز خوف نہ کرتے اور اپنی ہستی کو مٹا کر فنا حاصل کرتے اس لئے کہ دیکھو) غوطہ زن کو موتی کا دیکھ لینا کس قدر خوش رکھتا ہے (اور وہ گوہر کے حاصل ہونے کی امید پر اس دریائے ذخار میں غوطہ زنی سے نہیں گھبراتا۔ اسی لئے کہ اس نے گوہر کو دیکھ پایا ہے) آگے مولانا ایک لطیفہ فرماتے ہیں کہ

بخل نادیدن بود اعواض را	شاد دارد دید در غواص را
بدلوں کو نہ دیکھنا بخل (کا سبب) ہوتا ہے	موتی کی دید غوطہ خور کو خوش رکھتی ہے

پس بعالم ہیچکس الخ۔ یعنی کہ پس عالم میں کوئی بخیل نہ ہوگا اس لئے کہ کوئی بے بدلے کے کچھ لاتا نہیں ہے۔ لہٰذا جب معلوم ہو گیا کہ ہر شخص کسی شے کی امید پر سخاوت کرتا ہے اور جن کو حصول کی امید نہیں ہوتی وہ سخاوت بھی نہیں کرتے۔ پس معلوم ہو گیا کہ دنیا میں خائف تو ہیں مگر بخیل کوئی نہیں۔ یہ ایک لطیفہ ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

پس بعالم ہیچکس نبود بخیل	زانکہ کس چیزے نیارد بے بدیل
(اگر بدلے کی دید ہر شخص کو حاصل ہو جائے) تو دنیا میں کوئی شخص بخیل نہ ہو	اس لئے کہ بدلے کے بغیر کوئی چیز نہیں دیتا ہے

پس سخا از چشم الخ۔ یعنی (کہ جب یہ تقریر سن لی) پس اب سمجھو کہ) سخا آنکھ سے ہوتی ہے۔ ہاتھ سے نہیں ہوتی اور آنکھ ہی کچھ کام رکھتی ہے اور سوائے بینا کے کوئی نہیں چھوٹا۔ مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ منشاء بخل اور سخاوت کا اعواض کا دیکھ لینا اور نہ دیکھنا ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ اصل تخی آنکھ ہوئی کہ سخاوت کا سبب وہی ہے اور ہاتھ تو صرف آلہ ہے آگے مولانا پھر قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

پس سخا از چشم آمد نے ز دست	دید دارد کار جز بینا نرست
تو سخاوت کا تعلق آنکھ سے ہوا نہ کہ ہاتھ سے	معاملہ یعنی خربوزہ کو بیچنے والے کی بھائی نے (آنکھ) سے انجام حاصل کیا

عیب دیگر آنکہ الخ۔ یعنی (اس بدصورت نے کہا کہ) ایک اور عیب (اس میں) ہے کہ وہ خود بین نہیں ہے اور خود اپنے عیوب کو تلاش کرتا ہے تاکہ اس کا تدارک کرے۔

عیب دیگر آنکہ خود بیں نیست او	ہست در ہستی خود او عیب جو
(اس غلام میں) دوسرا عیب یہ ہے کہ وہ خود بیں نہیں ہے	وہ اپنے اندر عیوب کو تلاش کرنے والا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عیب گوئی عیب جوئی الخ۔ یعنی کہ اپنے ہی عیوب کو ظاہر کرنے والا اور تلاش کرنے والا ہے اور سب کے ساتھ تو اچھا ہے لیکن اپنے لئے برا ہے کہ اپنے عیوب پر نظر رکھتا ہے جب اس نے اس کی تعریف میں زیادتی کی تو اس پر بادشاہ نے فرمایا کہ

گفت شہ جلدی مکن در مدح یار	مدح خود در ضمن مدح او میار
بادشاہ نے کہا دوست کی تعریف میں جلدی نہ کر	اس کی تعریف کے ضمن میں خود ستائی نہ کر

گفت شہ جلدی مکن الخ۔ یعنی اس بادشاہ نے کہا کہ اس کی تعریف کرنے میں جلدی مت کرنا اور اپنی تعریف اس کے مضمون میں مت لاؤ۔ مطلب یہ کہ تم جو اس کی اس قدر تعریف کر رہے ہو یہ صرف اس لئے ہے تا کہ ظاہر کرو کہ میں بہت ہی متواضع ہوں بس یاد رکھو کہ

زانکہ در امتحاں آرم ورا	شرمساری آیدت در ماجرا
اس لئے کہ میں اس کو آزماؤں گا	(اس) قصہ میں تجھے شرمندگی ہو گی

زانکہ من ذرا امتحان ال۔ یعنی اس لئے (جلدی مت کرو) کہ میں اس کو امتحان میں لاؤں گا (یعنی آزماؤں گا کہ تو جو کچھ کہہ رہا ہے آیا وہ صحیح ہے یا غلط ہے تو اس وقت) تجھے شرمندگی حاصل ہو داستان میں یعنی اس کہنے کی وجہ سے شرمندگی ہو کہ نہ کہتا اور نہ جھوٹا بنتا جب بادشاہ نے کس طرح یقین ہی نہ کیا تو اس نے قسمیں کھانا شروع کر دیں۔

شرح حبیبی

آن غلامک الخ جب بادشاہ نے اس غلام کو زیرک اور ذہین پایا تو اس کو چھوڑ کر دوسرے کو آنے کا اشارہ کیا۔ میں نے اپنی تقریر میں لفظ غلامک استعمال کیا ہے اس میں کاف تصغیر کے لئے استعمال نہیں کیا گیا بلکہ یہ کاف شفقت ہے اگر دادا اپنے پوتے کو طفلک کہے تو یہ اس کی شفقت ہے نہ کہ تحقیر۔ یوں غلامک کو سمجھو۔ خیر جب وہ دوسرا غلام بادشاہ کے حضور میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ دانت کالے ہیں منہ سے بدبو آتی ہے اگرچہ ابتداً بادشاہ نے باقتضاء طبع اس کی گفتگو کو ناپسند کیا لیکن پھر خیال کیا کہ صرف گفتگو ہی تک نہ رہنا چاہیے بلکہ اس کی باطنی حالت بھی معلوم کرنی چاہیے۔ اس نے مصلحتہً کہا کہ تو بڑا بدشکل اور گندہ دہن ہے ہم سے دور بیٹھ اور آگے مت بڑھ۔ تو تو اس قابل ہے کہ تجھ سے نامہ بری کا کام لیا جائے تو اس لائق نہیں کہ تجھ کو ندیم وجلیس بنایا جائے تا آنکہ ہم تیرے منہ کا علاج کریں کیونکہ تو دوست ہے اور ہم طبیب ماہر یسودن کے لئے نیا کمبل جلا دینا ہرگز مناسب نہیں اس لئے گندگی دہن کے باعث تیری طرف توجہ نہ کرنا بھی مناسب نہیں۔ خیر گو تو گندہ دہن اور بدشکل ہے مگر اپنے یار سے اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ شکل وصورت کے لحاظ سے اچھا ہے مگر تیری سیرت اچھی معلوم ہوتی ہے پس تو مصاحبت کا زیادہ مستحق ہے نہ کہ وہ بدطنیت غلام تیرا ساتھی۔ اس لئے تو ہمارے پاس آ جا (اس بیان میں اول سختی سے کام لیا اس کے بعد کچھ نرم ہوا پھر بالکل ہی نرم ہو گیا۔ کیونکہ اول کہا

دور بیٹھ تو مصاحبت کے قابل نہیں وغیرہ وغیرہ پھر کہا کہ گو تو گندہ دہن ہے لیکن مناسب نہیں کہ تجھ کو اپنے سے الگ رکھا جائے۔ بلکہ ہم تیرا علاج کریں گے اور تجھے صحبت کے قابل بنائیں گے۔ اس کے بعد بالکل ہی نرم ہو گیا اور کہا کہ اچھا تو ہمارے پاس آ جا۔ یا تار چڑھاؤ ہیں اس کی حالت باطنی معلوم کرنے کے لئے) گو تو مصاحبت کے لائق نہیں مگر ہم تجھ پر عنایت خسروانہ مبذول کرتے ہیں اور بانہم اجازت دیتے ہیں کہ ہمارے پاس بیٹھ اور کچھ باتیں کرتا کہ تیری عقل جس کے بہتر ہونے کا میں ظن رکھتا ہوں مجھے معلوم ہو جائے۔ یہاں بطور جملہ معترضہ کے یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ اس گفتگو کے وقت دوسرے غلام کو ایک کام کے لئے بھیج دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ تم حمام میں جاؤ اور خوب مل دل کر نہاؤ۔ جب یہ جملہ معترضہ معلوم ہو گیا تو ہم مطلب شروع ہوتے ہیں۔ بادشاہ نے مذکورہ بالا گفتگو کے بعد اس دوسرے غلام قبیح سے کہا کہ ارے میں تجھے ایسا نہ سمجھتا تھا تو تو نہایت عقلمند ہے اس لئے تو تو سو غلاموں کا ایک غلام ہے اور ویسا نہیں ہے جیسا کہ تیسرے ساتھی نے ظاہر کیا تھا اس کمبخت حاسد نے ہمارا دل ہی تیری طرف سے پھیر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ یہ چور بھی ہے۔ کج فہم بھی۔ مصاحبت کے لحاظ سے بھی اچھا نہیں۔ بزدل اور نامرد بھی ہے اور ایسا ہے ویسا ہے۔ غرض اس نے بہت سی برائیاں کی تجھ میں کہاں تک بیان کروں۔ غلام نے جواب دیا کہ حضور والا اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا راست گفتاری اسکا ہمیشہ شیوہ رہا ہے۔ میں نے اپنی عمر بھر میں ایسا سچا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ اس راست فہم کو میں کج فہم نہیں سمجھ سکتا۔ میں خود اپنی ذات کو متہم کروں گا اور کہونگا کہ ضرور مجھ میں عیب ہیں گو مجھے معلوم نہیں ہوتے۔ یہ ممکن ہے کہ اس نے یہ عیب مجھ میں دیکھے ہوں اور میں اپنے اندر نہ دیکھتا ہوں کیونکہ اگر ہر شخص اپنے عیب کو دیکھتا تو وہ اپنی اصلاح سے بھی فارغ نہ ہوتا چونکہ لوگ اپنے عیوب کو نہیں دیکھتے۔ اسی لئے وہ دوسروں کے عیب بیان کرتے ہیں اگر وہ اپنے عیب دیکھتے تو ان کو اس کی مہلت ہی نہ ملتی۔ میں اپنا منہ نہیں دیکھ سکتا بلکہ آپ کا منہ دیکھتا ہوں اور آپ اپنا منہ نہیں دیکھ سکتے بلکہ میرا منہ دیکھتے ہیں یہی حالت بالکل عیبوں کی ہے اور جو شخص کہ اپنا منہ دیکھ سکے اور اپنے عیب اس کو نظر آئیں تو سمجھنا چاہیے کہ اس کی نظر بہت تیز ہے اور اس کا نور سب لوگوں سے بڑھا ہوا ہے۔ یہ نور اس کا مرنے سے زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اسکی بینش تو حق سبحانہ تعالیٰ ہے۔ لانہ ینظر بنور اللہ اور بینش حق سبحانہ غیر فانی ہے لہٰذا اسکی بینش بھی غیر فانی ہوگی اور یہ نور حسی کا کام نہیں کہ اس سے اپنا منہ دکھلائی دے۔ بادشاہ نے کہا تو نے خود کہا ہے کہ کوئی شخص اپنا عیب نہیں دیکھتا بلکہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے عیوب کو دیکھتے ہیں۔ پس جس طرح اس نے تیرے عیب دیکھے اور بیان کئے یوں ہی تو اس کے عیوب دیکھتا ہوگا۔ تو بھی بیان کر۔ اس میں کیا کیا عیب ہیں تا کہ مجھے معلوم ہو جائے کہ تو میرا غمخوار میری سلطنت کا ممد و معاون اور میرا دوست ہے کیونکہ جب تک مجھے اس کے عیوب نہ معلوم ہوں گے میں اس کی شر سے بچ نہیں سکتا پس تیرا ان کو بیان کرنا میری خیر خواہی ہے اور چھپانا میری بدخواہی۔ غلام نے عرض کیا کہ اچھا حضور جو عیب اس کے مجھے معلوم ہیں میں بیان کرتا ہوں اگرچہ وہ میرا دوست ہے اور مجھے مناسب نہیں کہ اس کے راز بیان کروں۔ اس کے عیوب یہ ہیں کہ اس میں محبت ہے وفاء ہے جوانمردی ہے صدق و صفا ہے ہمدمی ہے بہت کم درجہ کا عیب اس میں جوانمردی اور سخاوت ہے اور جوانمردی بھی کیسی کہ جان بھی دیدی اور اپنے کو

رضائے حق میں فنا کر دیا۔ حق سبحانہ نے بہت سی جانیں دینے کا وعدہ فرمایا ہے یعنی بہت سے انعام اور احسانوں کا امیدوار بنایا ہے لیکن وہ کتنا بڑا جوانمرد ہے کہ ان پر نظر نہیں کرتا۔ بلکہ طاعت سے مقصود اس کو امتثال اور امر ونواہی ہے۔ اور اصل سخاوت و جوانمردی وداد یہی ہے کیونکہ۔ اگر وہ ان انعامات واحسانات پر نظر کرے تو پھر بخل کی کوئی وجہ ہی نہیں اور اتنی جانوں کے ملتے ہوئے اس کو ایک جان کے جانے کا کوئی غم نہیں ہوسکتا مثلاً نہر پر پانی سے وہی بخل کر سکتا ہے جو نہر کے پانی کو نہ دیکھتا ہو اور جو دیکھتا ہو اس کو بخل ہو ہی نہیں سکتا۔ پس چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شخص کو قیامت میں اس کے عمل کا بدلا یقیناً معلوم ہو جائے گا کیونکہ اس کو ایک کی عوض دس ملیں گے اس لئے آدمی ہر وقت نئی نئی سخاوتیں کرتا ہے اور یہ سخاوت اس کی ان عوضوں کے یقین کے سبب ہے پس عدم بخل لازم ہے کیونکہ معاوضہ پر نظر ہونا مخالف ہے اس خوف کے جو منشاء بخل ہے پس وہ خوف کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ پس بالضرور بخل کے ساتھ جمع نہ ہو سکے گا وھو المدعی۔ بخل کا منشا تو معاوضہ کا پیش نظر نہ ہونا چاہیے اور جب معاوضہ پیش نظر ہوگا تو بخل ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ غواص دریا میں گھستا ہے اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈالتا ہے کیونکہ اس کے پیش نظر ہوتا ہے اگر صرف توقع نفع وعوض کا نام ہی سخاوت ہو تو دنیا میں کوئی شخص بخیل ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ کوئی شخص بلا معاوضہ کے کوئی کام کرتا ہی نہیں اور جو کام کرتا ہے بتوقع معاوضہ کرتا ہے اور جب کہ توقع نفع کا نام ہی سخاوت ٹھہرا تو ہر شخص سخی ہوا۔ پس جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ علی العموم تمام اسخیا کی سخاوت کا منشاء معاوضہ کا پیش نظر ہوا ہے اور یہ معلوم ہے کہ بہتر معاوضہ کے پیش نظر ہوتے ہوئے کوئی شخص اپنی کسی محبوب شے کو صرف کرنے میں دریغ نہیں کر سکتا تو معلوم ہوا کہ یہ اسخیاء فی الحقیقت سخی نہیں ہیں ورنہ عالم میں کوئی بخیل ہی نہ رہے گا۔ اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ اصل سخی وہی ہے جس کے پیش نظر معاوضہ نہ ہو اور یہ کہ سخاوت کا تعلق ہاتھ سے نہیں یعنی صرف کرنے کا نام سخاوت نہیں بلکہ اس کا تعلق آنکھ سے ہے اور سخاوت نام ہے سیر چشمی کا۔ پس اس سے نتیجہ نکلا کہ وہ غلام بھی اصل سخی ہے کہ معاوضہ پر نظر نہیں رکھتا اور اپنی چشم بصیرت سے اس کو پست ہمتی دیکھتا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ چشم بصیرت ہی کی ضرورت ہے۔ اور وہی شخص مفلح اور کامیاب ہو سکتا ہے جو چشم بصیرت رکھتا ہو۔ یہ عیوب تو حضور والا سن چکے اب میں اس کا ایک اور عیب بیان کرتا ہوں وہ یہ کہ وہ خود بین نہیں بلکہ خود اپنے اندر عیب تلاش کرتا رہتا ہے پس اس کا کام یہ ہے کہ اپنے ہی عیوب بیان کرتا ہے اور اپنے ہی عیب تلاش کرتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ اور سب کے ساتھ اچھا ہے برا ہے تو صرف اپنے ساتھ بادشاہ نے کہا کہ اپنے دوست کی تعریف میں جلدی نہ کرو بلکہ یاد کرو اور خیال کرو کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اس میں تمام اوصاف ہی اوصاف ہوں اور کوئی بھی برائی نہ ہو۔ تمہارا اسکی تعریف کرنا اور کوئی عیب نہ بیان کرنا یہ گویا کہ خود اپنے تقدس کا دعویٰ ہے اور اپنی تعریف اپنی زبان سے گو اشارۃً اور ضمناً ہی ہو مناسب نہیں میں اس لئے تاکید کرتا ہوں کہ میں اس کا امتحان کرونگا۔ مبادا تم کو شرمندگی ہو۔ قد تم الربع الاول من الدفتر الثانی من المثنوی المعنوی وللہ الحمد۔

تم الربع الاول من الدفتر الثانی من المثنوی المعنوی

تاریخ ۲۸ صفر ۱۳۳۴ھ

www.besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الربع الثانی من الدفتر الثانی من المثنوی المعنوی

شرح مبیبی

قسم غلام در صدق و وفائے یار خود از طہارت ظن خود نزدیک شاہ

بادشاہ کے سامنے غلام کا اپنے دوست کی سچائی اور وفاداری کی اپنے گمان اور پاکیزگی کی وجہ سے قسم کھانا

گفت نے واللہ باللہ العظیم	مالک الملک و رحمٰن و رحیم
اس (غلام) نے کہا نہیں خدا کی قسم عظیم خدا کی قسم جو بزرگ ہے	سلطنت کا مالک ہے اور مہربان ہے اور رحم والا ہے

گفت نے واللہ الخ۔ یعنی کہنے لگا کہ نہیں واللہ العظیم باللہ العظیم جو کہ مالک الملک ہے اور رحمٰن ہے اور رحیم ہے۔ ان سب قسموں کے جواب آگے بعد پینتالیس شعر کے شعر کہ صفات خواجہ تاش دیار من میں ہے اور وہاں تک یہ ساری قسمیں ہیں)

آں خدائے کہ فرستاد انبیا	نے بحاجت بل بفضل و کبریا
وہ خدا جس نے نبی بھیجے	مجبوری سے نہیں بلکہ (اپنی) بڑائی اور فضل سے

آں خدائے الخ۔ یعنی اور اس خدا کی (قسم) کہ جس نے انبیاء بھیجے (اور ان انبیا کو) کسی حاجت کی وجہ سے نہیں (بھیجا اس لئے کہ حق تعالیٰ تو بے واسطہ کے بھی ہدایت فرما سکتے تھے) بلکہ (انکا بھیجنا صرف) فضل کی وجہ سے (ہے) اس لئے کہ حق تعالیٰ تو احتیاج سے منزہ ہیں ان کو تو کسی چیز کی احتیاج نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ نے صرف بندوں پر رحمت و شفقت کی وجہ سے ان کی ہدایت کے لئے ان ہی کی جنس میں سے ارسال فرمایا اور نہ ان کو کوئی ضرورت نہ تھی اسی کو مولانا ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

من نکردم خلق تا سودے کنم
بلکہ تا بر بندگان جودے کنم

آں خداوندیکہ از خاک ذلیل	آفرید او شہسواران جلیل
وہ خدا جس نے حقیر مٹی سے	بڑے بڑے (روحانی) شہسوار پیدا فرمائے

www.besturdubooks.wordpress.com

آن خداوندے الخ۔ یعنی اس خدا کی قسم کہ خاک ذلیل سے اس نے بڑے بڑے شہسواروں کو پیدا فرمایا۔

پاک شاں کرد از مزاج خاکیاں	بگذرانید از تگ افلاکیاں
ان کو خاکیوں کے مزاج سے پاک کر دیا	آسمان والوں کی دوڑ سے آگے کر دیا

پاک شاں کرد الخ۔ یعنی اور ان کو (دیگر) خاکیوں کے مزاج سے پاک کیا اور ان کو آسمان والوں کی دوڑ سے بھی آگے گزار دیا۔ مطلب یہ کہ خاک سے پیدا فرما کر انہیں اس قدر مراتب عطا فرمائے کہ جہاں فرشتے بھی نہ جا سکیں وہاں تک ان ہی کی رسائی ہو جیسے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں تشریف لے گئے تو سدرۃ المنتہیٰ تک جا کر حضرت جبریل علیہ السلام بھی رہ گئے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے تھے۔

برگرفت از نار و نور صاف ساخت	وانگہ او بر جملۂ انوار تاخت
آگ سے ان کو علیحدہ کر دیا اور صاف نور بنایا	تب وہ (نور) تمام نوروں سے بازی لے گیا

برگرفت الخ۔ یعنی (ان لوگوں کو خاک سے پیدا فرما کر) آگ سے الگ کیا (یعنی دوزخ سے بچایا) اور نور صاف بنا دیا اور نور بھی وہ جو تمام انوار سے بڑھ گیا۔

آں سنا برقے کہ بر ارواح تافت	تا کہ آدمؑ معرفت زاں نور یافت
وہ روشن برق جو روحوں پر چمکی	یہاں تک کہ (حضرت) آدم نے اس نور سے معرفت حاصل کر لی

ان سنا الخ۔ یعنی وہ چمک اس برق کی کہ ارواح پر چمکی (جیسا کہ حدیث میں آیا ہے ازل میں حق تعالیٰ نے سب ارواح کو جمع کر کے ان پر بارش نور کیا۔ فمن اصاب من ذالک النور اھتدی ومن اخطا پس وہ نور جس کو ملا اسی نے ہدایت پائی ہے اور جس کو جس قدر مراتب عالیہ حاصل ہوئے ہیں وہ سب اسی نور کی برکت ہے) یہاں تک کہ آدمؑ نے معرفت (حق) اسی نور سے پائی۔

آں کز آدمؑ رست و دست شیثؑ چید	پس خلیفہ اش کرد آدمؑ کاں بدید
وہ (نور) کہ (حضرت) آدم سے چھوٹا اس کو (حضرت) شیث کے ہاتھ نے چنا	جب اس (نور) کو (حضرت) آدم نے دیکھا تو ان (حضرت شیث) کو خلیفہ بنایا

آن کز آدم الخ۔ یعنی وہ نور کہ جب آدم علیہ السلام کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور حضرت شیث علیہ السلام کے ہاتھ نے چن لیا (انہوں نے اس کو حاصل کر لیا) پس آدم علیہ السلام نے ان کو خلیفہ کر دیا۔ جبکہ (اس نور کو) دیکھا (اور معلوم ہو گیا کہ ان میں بھی قابلیت ہے تو ان کو اپنا خلیفہ کر دیا تو یہ قابلیت بھی اس نور ہی کی برکت ہے۔

نوحؑ ازاں گوہر چو برخوردار شد	در ہوائے بحر جاں دربار شد
جب (حضرت) نوح اس موتی (نور) سے نفع اندوز ہوئے	جان کے سمندر کے تموج سے موتی برسانے لگے

نوح ازان الخ۔ یعنی نوح علیہ السلام جبکہ اس موتی سے برخوردار ہوئے تو بحر جان کی خواہش میں موتی برسانے والے ہوئے اس لئے کہ ان سے جو فیض پہنچا وہ سب اس نور ہی کی برکت تھی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جان ابراہیمؑ ازاں انوار زفت	بے حذر در شعلہائے نار رفت
انہی عالی قدر نوروں کی وجہ سے (حضرت) ابراہیم کی جان	بلا جھجک آگ کے شعلوں میں گھس گئی

جان ابراہیم الخ۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جان ان ہی عظیم انوار (کی وجہ سے) بے خوف آگ کے شعلوں میں چلی گئی یہ بھی اس نور کی برکت تھی جیسا کہ مشہور و معروف و معلوم ہے۔

چونکہ اسماعیلؑ در جویش فتاد	پیش دشنہ آبدارش سر نہاد
چونکہ (حضرت) اسماعیل اس (نور) کی نہر میں گھسے	اور اس کے تیز خنجر کے سامنے سر رکھ دیا

چونکہ اسمٰعیل الخ۔ یعنی جبکہ حضرت اسمٰعیلؑ اس کی ندی میں گر پڑے (یعنی اس نور معرفت میں غرق ہو گئے) تو ان کے خنجر آبدار کے سامنے سر رکھ دیا یہ بھی اس نور ہی کی برکت کی جیسا کہ معلوم ہے۔

جان داؤدؑ از شعاعش گرم شد	آہن اندر دست بافش نرم شد
(حضرت) داؤد کی جان اس (نور) کی شعاع سے گرم ہوئی	لوہا ان کے بننے والے ہاتھ میں نرم ہو گیا

جان داؤد الخ۔ یعنی داؤد علیہ السلام کی جانب جب اس کی شعاع سے گرم ہوئی (یعنی ان کو گرمی عشق کی حرارت پہنچی) تو لوہا ان کے بننے کے (لئے) ہاتھ میں نرم ہو گیا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے والنا لہ الحدید ان اعمل سابغات وقدر فی السرد اور مشہور ہے کہ جب وہ زرہ بناتے تھے تو لوہا ان کے ہاتھ میں موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا۔

چوں سلیمانؑ بد وصالش را رضیع	دیو گشتش بندہ فرمان و مطیع
چونکہ (حضرت) سلیمان اس (نور) کے وصال سے شیر خوار تھے	دیو (اور پری) ان کے حکم کے غلام اور فرمانبردار ہو گئے

چوں سلیمان الخ۔ یعنی جبکہ سلیمان علیہ السلام اس کی وصال کے دودھ پینے والے (حاصل کرنے والے) ہو گئے (یعنی جبکہ ان کو وصل حاصل ہو گیا) تو دیو ان کے حکم کے غلام اور مطیع ہو گئے۔ یہ بھی اس نور ہی کی شرکت ہے۔

در قضا یعقوبؑ چوں بنہاد سر	چشم روشن کرد از بوئے پسر
(حضرت) یعقوب نے جب (نور کے اثر سے) خدائی حکم کے آگے سر رکھ دیا	تو بیٹے کی خوشبو سے آنکھوں کو روشن کیا

در قضا یعقوب الخ۔ یعنی جبکہ یعقوب علیہ السلام نے قضا میں سر رکھا (یعنی اس پر صبر کیا اور کہا کہ انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ) صاحبزادہ (کے پیراہن کی) بو سے آنکھیں روشن کر لیں یہ بھی اسی نور کی برکت ہے۔ بعض محشیوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے نابینا ہونے اور حضرت شعیب علیہ السلام کے نابینا ہونے کا انکار کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ نابینا تو نہ ہوئے تھے بلکہ ضعیف البصر ہو گئے تھے اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر ان کو نابینا مان لیا جائے تو نبی کے اندر عیب ہونا لازم آتا ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام سب بے عیب پیدا فرمائے گئے ہیں تا کہ کوئی اعتراض کی نگاہ سے نہ دیکھے۔ اجی بھلا کون ان بھلے مانسوں سے پوچھے کہ نابینا ہونے

www.besturdubooks.wordpress.com

کو تم نے عیب کہاں سے گھڑ لیا ہم کہتے ہیں کہ نابینا ہونا عیب ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ عیب وہ ہے جس پر کہ لوگ طعن کریں اور اس کو برا جانیں۔ بلکہ نابینا ہونے کے بعد تو لوگ اس کا اور زیادہ خیال کرتے ہیں اور اس پر ترس کرتے ہیں نہ کہ برا جانتے ہیں پس معلوم ہوا کہ یہ عیب ہی نہیں بلکہ ایک مرض ہے اور انبیاء کا مریض ہونا مسلم ہے پس وہ بے شک عیوب سے پاک تھے لیکن امراض بدنی میں تو مبتلا ہوتے ہی تھے اور اگر حضرت یعقوب علیہ السلام کے نابینا ہونے کا انکار کرتے ہیں تو قرآن شریف میں جو آیا ہے وابیضت عیناہ یعنی روتے روتے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور انکی سیاہی جاتی رہی تو جب مواد چشم نہیں رہتی اس وقت تو بینائی ہرگز بھی نہیں رہتی دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ فارتد بصیرا یعنی وہ بصارت کی طرف واپس ہو گئے۔ پس سمجھ لو کہ درمیان میں بصر نہ رہی تھی جب پیراہن ڈالا گیا تو بصارت واپس آ گئی اس کا کیا جواب دیجئے خوب سمجھ لو کہ ان کے نابینا ماننے میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی۔ بلا دلیل یہ کہنا کہ ان کی بینائی گئی نہ تھی بلکہ صرف ضعیف ہو گئی تھی اور آیات قرآنی کے خلاف کہنے کی کوئی ضرورت نہیں سیدھی بات یہ ہے کہ کہا جائے کہ نابینا ہونا عیب ہی نہیں ہے۔

یوسفؑ مہ رو چو دید آں آفتاب	شد چناں بیدار در تعبیر خواب
چاند سے مکھڑے والے (حضرت) یوسف نے جب (اس نور) آفتاب کو دیکھا	تو خواب کی تعبیر (دینے میں بہت بیدار مغز) ہو گئے

یوسفؑ مہر و الخ۔ یعنی یوسف ماہر و علیہ السلام نے جب وہ آفتاب (نور) دیکھا تو تعبیر خواب میں ایسے بیدار (مغز) ہو گئے کہ جو تعبیر دی وہی درست ہوتی تھی اور اسی کے مطابق ہوتا تھا۔ یہ بھی اس نور کی برکت تھی۔

چوں عصا از دست موسیٰؑ آب خورد	ملکت فرعون را یک لقمہ کرد
جب لاٹھی (حضرت) موسیٰ کے ہاتھ سے سیراب ہوئی	فرعون کی سلطنت کو ایک لقمہ بنا لیا

چون عصا الخ۔ یعنی جبکہ عصا نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے پانی پیا (یعنی برکت حاصل کی) تو فرعون کے ملک و ایک لقمہ کر لیا یعنی ان کو مغلوب کر دیا اس لئے کہ جب ساحروں سے مقابلہ ہوا ہے تو اس عصا نے ان کے بنائے ہوئے سانپوں وغیرہ کو کھا لیا اس کے بعد برعون مغلوب ہو گیا اور اس کا ملک جاتا رہا اور از دست موسیٰ آب خورنہ میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں عصا صرف آلہ تھا اور اس میں نور کا اثر نہ تھا بلکہ اصل اثر تو موسیٰ علیہ السلام کے دست مبارک میں تھا اس عصا میں اس واسطہ سے آ جاتا تھا اور یہ سب اس نور کی برکت ہے۔

جان جرجیسؑ از فرش چوں راز یافت	ہفت نوبت جاں فناندو باز یافت
(حضرت) جرجیسؑ کی جان نے جب اس (نور) کی عظمت کا راز پا لیا	سات مرتبہ جان نثار کی اور پھر پا لی
چونکہ زکریا عشقش دم زدے	کردور جوف درختش جاں فدے
(حضرت) زکریا نے (اس نور کی وجہ سے) اس کے عشق کا دم بھرا	اس کے درخت کے بیچ میں جان قربان کر دی

جان جرجیسؑ الخ۔ یعنی جرجیس علیہ السلام نے ان کے دبدبہ کا راز پا لیا تھا تو سات مرتبہ جان بکھیری اور پھر پائی۔ قصہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ یہ ایک پیغمبر ہیں ان کی قوم نے ان کو ستر مرتبہ ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور یہ اسی قدر مرتبہ زندہ ہو گئے تو

یہ بھی اسی نور ہی کی برکت تھی اور مولانا کا سات مرتبہ کہنے سے مراد عدد نہیں ہے بلکہ صرف تکثیر مراد ہے کہ بہت مرتبہ ایسا ہوا۔

چونکہ زکریا الخ۔ یعنی جبکہ زکریا علیہ السلام اس کے عشق سے دم بھرتے تھے تو اس کے درخت کے جوف میں جان فدا کر دی جیسا کہ معلوم ہوا کہ ان کی قوم ان کے قتل کے واسطے تعاقب میں تھی تو انہوں نے ایک درخت سے پناہ لینی چاہی تو وہ پھٹ گیا اور حضرت اس میں تشریف لے گئے تو شیطان نے آکر ان کی قوم کو بتایا کہ وہ اس درخت میں ہیں تم اس کو چیر دو لہٰذا انہوں نے اس کو چیرا تو آرہ ان کے سر پر چلایا مگر اف بھی نہ کی یہ بھی اس نور کی برکت ہے۔

چونکہ یونسؑ جرعۂ زاں جام یافت	در درون ماہی او آرام یافت
چونکہ (حضرت) یونسؑ نے اس (نور کے) جام سے ایک گھونٹ پیا	مچھلی کے (پیٹ کے) اندر انہوں نے آرام کیا

چونکہ یونس الخ۔ یعنی جبکہ یونس علیہ السلام نے اس جام میں سے ایک گھونٹ پی لیا تو مچھلی کے اندر انہوں نے آرام پایا یہ بھی اس کی برکت ہے۔

چونکہ یحییٰؑ مست گشت از ذوق او	سر بطشت زر نہاد از شوق او
چونکہ (حضرت) یحییٰؑ اس (نور) کے ذوق سے مست ہوئے	اس کے عشق میں سونے کے طشت میں سر دیدیا

چونکہ یحییٰ الخ۔ یعنی جبکہ یحییٰ علیہ السلام اس (نور) کے شوق سے مست ہو گئے تو طشت زر میں ذوق (اور خوشی) سے سر رکھ دیا ان کا قصہ اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک شاہ اپنے کسی محرم سے زنا کرنا چاہتا تھا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام منع فرماتے تھے اور وہ عورت ان کی دشمن تھی تو اس نے بادشاہ سے یہ کہا کہ میں تمہارا کہنا جب قبول کرونگی جب ان کا سر میرے پاس لاؤ گے۔ تو اس بادشاہ ان کو قتل کر کے اور طشت زر میں ان کے سر کو رکھ کر اس کے پاس پیش کیا تو لکھا ہے کہ اس وقت بھی صرف سر یہ کہہ رہا تھا کہ دیکھو خبردار ایسا مت کرنا اور ان کو برابر زنا سے روک رہا تھا۔ اللہ اکبر۔

چوں شعیبؑ آگاہ شد زیں ارتقا	چشم را در باخت از بہر لقا
جب (حضرت) شعیبؑ اس (نور کی وجہ سے) عروج سے واقف ہوئے	ملاقات کے لئے آنکھیں ہار دیں

چون شعیب الخ۔ یعنی جبکہ شعیب علیہ السلام نے اس بلندی (مراتب) کی خبر پائی تو وصل کے واسطے آنکھوں کو ہار دیا۔ اس سیر نے لکھا ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت میں روتے روتے ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں اور محشیوں کی غلطی اوپر شعر در قضا یعقوب الخ میں بیان کر دی گئی ہے۔

شکر کرد ایوبؑ صابر ہفت سال	در بلا چوں دید آثار وصال
(حضرت) ایوب صابر نے (اس نور کی بدولت) سات سال شکر ادا کیا	مصیبت میں جبکہ وصال کے آثار دیکھے

شکر کرد الخ۔ یعنی حضرت ایوب صابر علیہ السلام نے سات برس تک صبر کیا جبکہ بلا ہی میں وصال کے آثار دیکھے ان کو جو یہ صبر کی ہمت ہوئی یہ بھی اسی نور کی وجہ سے ہوئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خضر و الیاس از میش چوں دم زدند	آب حیواں یافتند و کم زدند
(حضرت) خضر اور الیاس نے جب اس (نور) کی شراب کا گھونٹ پیا	انہوں نے آب حیات پا لیا اور پروا نہ کی

خضر و الیاس الخ۔ یعنی حضرت خضر و حضرت الیاس علیہما السلام نے جب اس شراب سے دم مارا (یعنی اس کو پیا) تو آب حیات کو پایا اور کم التفات کیا بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ یہ حضرات زندہ ہیں اور اکثر لوگوں کو ملتے بھی ہیں اور ہر سال دونوں حج کرتے ہیں اور وہاں جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کا سر مونڈتے ہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ خضر علیہ السلام اور سکندر رومی دونوں چشمہ حیات پر گئے تھے بالکل غلط ہے اس لئے کہ کہاں حضرت خضر علیہ السلام اور سکندر رومی اس لئے کہ اول تو زمانہ دونوں کا بہت ہی مختلف اور پھر سکندر رومی کافر اور حضرت خضر علیہ السلام نبی پھر ان دونوں کا ساتھ کہاں ہوتا۔ یہ ویسے ہی مشہور ہو گیا ہے بلکہ وہ جو زندہ ہیں وہ بغیر آب حیات کے پینے کے زندہ ہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ باوجود یہ کہ انہوں نے چشمہ حیات کو پایا مگر اس کو کچھ بھی نہ سمجھا۔

نرد بانش عیسیٰ مریمؑ چو یافت	بر فراز گنبد چارم شتافت
(حضرت) عیسیٰ ابن مریم نے جب اس (نور) کی سیڑھی پالی	چرخ چہارم کی بلندی پر چڑھ گئے

نرد بانش الخ۔ یعنی اس (نور) کا زینہ جب مریم علیہا السلام کے عیسیٰ علیہ السلام نے پالیا تو چوتھے آسمان کی بلندی پر دوڑ گئے جیسا کہ مشہور ہے کہ وہ چوتھے آسمان پر ہیں اور معراج میں ان کا دوسرے آسمان پر ملنا ثابت ہوتا ہے اس لئے یوں کہیں گے کہ گنبد سے مراد آسمان نہیں ہے بلکہ مطلق کرہ مراد ہے تو اب یہ ہو گیا کہ چونکہ خاک سے اوپر کو ہوا ہے اس کے بعد کرہ نار ہے پھر آسمان اول اور پھر آسمان دوم تو ان دونوں کرہ نار اور ہوا کو بھی ملا کر گنبد چہارم کہہ دیا اور وہاں پہنچنا بھی اس نور ہی کی وجہ سے ہے۔

چوں محمدؐ یافت آں ملک و نعیم	قرص مہ را کرد اندر دم دو نیم
جب (حضرت) محمد (ﷺ) نے (نور کی) وہ دولت اور نعمت پالی	فوراً چاند کی ٹکیا کے دو ٹکڑے کر دیئے

چوں محمدؐ الخ۔ یعنی جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ (نور کا) ملک و نعمت پایا تو ایک دم میں چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے یہ جو کچھ تھا سب اسی نور کی برکت تھی یہاں تک تو انبیاؑ کا ذکر تھا اب خلفاء راشدین کا ذکر ہے۔

چوں ابوبکرؓ آیت توفیق شد	با چناں شہ صاحب و صدیق شد
جب (حضرت) ابوبکر (نور کی بدولت) توفیق (خداوندی) کے نشان بنے	ایسے بادشاہ کے ساتھی اور تصدیق کرنے والے ہوئے

چوں ابوبکرؓ الخ۔ یعنی جبکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ توفیق (حق) کی نشاندہی ہو گئے تو ایسے بادشاہ (یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی اور صدیق ہو گئے۔ یہ بھی اس نور ہی کی برکت ہے کہ ان کو اس قدر عظیم الشان درجہ حاصل ہوا۔

چوں عمرؓ شیدائے آں معشوق شد	حق و باطل را ز دل فاروق شد
جب (حضرت) عمرؓ اس معشوق (نور) کے شیدا بنے	دل سے حق اور باطل میں امتیاز کرنے والے ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

چون عمرؓ الخ۔ یعنی جبکہ عمر رضی اللہ عنہ اس معشوق (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدا ہو تو حق اور باطل کے (درمیان میں) دل کی طرح فرق کرنیوالے ہوگئے یہ بھی اس نور ہی کی وجہ سے تھا۔

چونکہ عثمانؓ آں عیاں رائین گشت	نور فائض بودہ ذوالنورین گشت
چونکہ (حضرت) عثمانؓ اس (نور) مشاہدہ کی آنکھ بنے	نور فیضان رساں تھا وہ ذوالنورین بن گئے

چونکہ عثمانؓ الخ۔ اور جبکہ عثمان رضی اللہ عنہ اس ظاہر کے لئے چشمہ ہوگئے تو نور فائض ہوا اور ذوالنورین ہو گئے مطلب یہ ہے کہ پہلے نور پر زیادتی ہوئی تو ذوالنورین کہنے کی تو یہ وجہ ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں سے ان کا نکاح ہوا مگر اس لقب کے لئے یہ بھی ایک لطیفہ ہے کہ ان کے نور پر زیادتی ہوئی اس لئے وہ ذوالنورین ہوگئے یہ بھی وہی تھا۔

چوں زنورش مرتضیٰؓ شد درفشاں	گشت او شیر خدا در مرج جاں
جب اسکے نور سے (حضرت علی) مرتضیٰ موتی برسانوالے بنے	تو وہ جان کے جنگل میں شیر خدا ہوگئے

چون زرویش الخ۔ یعنی جبکہ اس (نور) کے منہ سے (حضرت علی) مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ موتی جھاڑنے والے ہوئے تو وسط جان میں شیر خدا ہوگئے یعنی ان کا یہ لقب بھی اس نور کی برکت سے تھا یہاں تک خلفاء راشدین کا ذکر تھا۔ آگے اہلبیت کا ذکر ہے۔

روشن از نورش چو سبطینؓ آمدند	عرش را دریں و قرطین آمدند
چونکہ حسنینؓ اس کے نور سے روشن (پیدا) ہوئے	عرش کے لئے دو موتی اور دو بالے بن گئے

روشن الخ۔ یعنی جبکہ اس کے نور سے حضرت امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما روشن ہوئے تو عرش کے لئے دو موتی اور دو بالیاں ہوگئے (یعنی زینت وہ عرش ہوگئے اور) ایک نے تو زہر سے جان نثار کردی اور دوسرے نے اس کی راہ میں سر ڈال دیا کہ کربلا میں شہید ہوئے یہ بھی سب اس ہی نور کی برکت سے آگے اولیاء اللہ کا ذکر ہے۔

آں یکے از زہر جاں کردہ نثار	واں سر افگندہ براہش مست وار
اس ایک نے زہر سے جان نثار کر دی	اور اس (دوسرے) نے مستانہ وار اس کی راہ میں سر دیدیا
چونکہ سبطینؓ از سرش واقف بدند	گوشوار عرش ربانی شدند
چونکہ حسنینؓ اس (نور) کے راز سے واقف تھے	خدا کے عرش کے گوشوارے بن گئے
سبط پاکش ہم حسینؓ و ہم حسنؓ	گوشوار عرش حی ذوالمنن
ان کی پاک اولاد حسینؓ اور حسنؓ بھی	حی ذوالمنن کے عرش کے گوشوارے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں جنیدؒ از جند او دید آں مدد	خود مقاماتش فزوں شد از عدد
جب (حضرت) جنیدؒ نے اس (نور) کے لشکر کی مدد دیکھی	ان کے مرتبے شمار سے (آگے) بڑھ گئے

چون جنید الخ۔ یعنی جبکہ حضرت جنید قدس سرہ نے اس کے (حق تعالیٰ کے) لشکر سے مدد دیکھی (یعنی فضل ہوا) تو ان کے مقامات عدد سے کہیں زیادہ ہوگئے یہ بھی اس نور ہی کی برکت ہے۔

بایزیدؒ اندر مزیدش راہ دید	نام قطب العارفیں از حق شنید
(حضرت) بایزیدؒ نے اس (نور) کی زیادتی میں راستہ پایا	خدا سے قطب العارفین کا لقب سنا

بایزید الخ۔ یعنی حضرت بایزید قدس سرہ نے جب اس (نور) کی زیادتی میں راہ دیکھی تو حق تعالیٰ کی طرف سے قطب العارفین کا لقب پایا کہتے ہیں کہ لقب الہامی ہے تو دیکھو ان کا یہ مرتبہ بھی اس نور ہی کی وجہ سے ہوا کہ ان کو یہ خطاب ملا۔

چونکہ کرخیؒ کرخ او را شد حرس	شد خلیفہ حق و ربانی نفس
چونکہ (حضرت) کرخیؒ اس کے کرخ کے محافظ بنے	خدا کے خلیفہ اور خدائی سانس والے بن گئے

چونکہ کرخی الخ۔ یعنی جبکہ حضرت کرخی قدس سرہ کرخ کے محافظ ہوگئے (یعنی وہیں رہ کر عبادت میں مشغول رہے اور کہیں نہیں گئے) تو خلیفہ ہوگئے اور ربانی نفس ہوگئے جیسا کہ ظاہر ہے کہ کس قدر جلیل القدر بزرگ تھے یہ بھی اس نور ہی کی بدولت ہوا۔

پور ادہمؒ مرکب آں سو راند شاد	گشت او سلطان سلطانان راد
ادہمؒ کے بیٹے نے خوشی سے اس طرف سواری ہانکی	تو انصاف کے بادشاہوں کے بادشاہ بن گئے

پور ادہم الخ۔ یعنی ادہم قدس سرہ کے بیٹے نے جب اس (نور) کی طرف مرکب خوش خوش چلایا تو وہ بادشاہان انصاف کے بادشاہ ہوگئے۔ یہ بھی اس ہی کی وجہ سے ہوا۔

واں شقیقؒ از شق آں راہ شگرف	گشت او خورشید رائی و تیز طرف
(حضرت) شقیقؒ اس عجب راستہ کو طے کرنے کی وجہ سے	آفتاب جیسی رائے والے اور تیز نگاہ بن گئے

وان شقیق الخ۔ یعنی شقیق قدس سرہ اس راہ شگرف کے شگاف سے وہ خورشید جیسے رائے والے اور تیز نگاہ والے ہوگئے یعنی ان کا فہم وذکر بڑھ گیا جیسا کہ بارہا بیان ہوا ہے کہ اولیاء اللہ کے علوم وہبی ہوتے ہیں یہ بھی اس نور کے سبب سے ہوا۔

شد فضیلؒ از رہزنی رہ پیر راہ	چوں ملحظ لطف شد ملحوظ شاہ
(حضرت) فضیلؒ راستہ کی رہزنی سے راہ (طریقت) کے شیخ ہوگئے	جب شاہ کی مہربانی سے منظور نظر بنے

شد فضیل الخ۔ یعنی حضرت فضیل قدس سرہ ڈاکہ ڈالنے سے راہ حق کے پیر (اور رہبر ہوگئے) جبکہ بادشاہ

www.besturdubooks.wordpress.com

(حقیقی یعنی خدائے تعالیٰ) کی نگاہ لطف کے منظور ہو لئے یہ پہلے رہزنی کرتے تھے اور بہت قوی آدمی تھے پھر خدا نے ہدایت دی تو پھر شیخ وقت ہوئے اور جس طرح ڈکیتی میں مشہور تھے اس سے زیادہ اس راہ میں مشہور و معروف و کامل ہوئے یہ بھی اس ہی کی برکت تھی۔

بشر حافیؒ را مبشر شد ادب	سرنہاد اندر بیابان طلب
بشر حافی کے لئے ادب بشارت دینے والا بنا	تو وہ طلب کے بیابان میں چل پڑے

بشر حافی الخ۔ یعنی کہ بشر حافی قدس سرہ کو ادب بشارت دینے والا ہوا کہ طلب کے جنگل میں سر کہاان کا قصہ یہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی قاری کو الم نجعل الارض مہادا پڑھتے سن لیا تھا فوراً کہنے لگے کیا خدا کے فرش پر جوتے لے کر چلیں گے اور اس روز سے ننگے پیر پھرا کرتے تھے اس لئے ان کا لقب حافی (یعنی ننگے پاؤں) ہو گیا تو ان کا یہ ادب ان کے مراتب کی ترقی کا بشارت دینے والا ہوا اور جب انہوں نے یہ ادب کیا تو اس طرف سے یہ قدر ہوئی کہ تمام جانوروں وغیرہ کو حکم ہو گیا کہ کوئی راستہ میں بیٹ یا گوبر وغیرہ نہ کرتے تو چونکہ یہ بزرگ بغداد میں تھے لہٰذا بغداد کی سڑکیں بالکل صاف پڑی رہتی تھیں اور کوئی غلاظت وغیرہ وہاں نہ ہوتی تھی ایک روز ایک بزرگ نے دیکھا کہ ایک جانور نے بیٹ کی فوراً کہا انا للہ وانا الیہ راجعون معلوم ہوتا ہے کہ بشر حافی نے انتقال کیا۔ پس معلوم ہوا کہ عین اسی وقت انتقال ہوا تھا پس وہ ادب کرنے والے تشریف لے گئے اور وہ قرنطینہ اٹھ گیا۔ یہ ساری باتیں اسی نور کا فیض تھا۔

چونکہ ذوالنونؒ از غمش دیوانہ شد	مصر جاں را ہمچو شکر خانہ شد
چونکہ (حضرت) ذوالنونؒ اس کے غم میں دیوانہ بنے	روح کی بستی کے لئے شکر خانہ جیسا بن گئے

چونکہ ذوالنون الخ۔ اور جبکہ حضرت ذوالنون مصری قدس سرہ اس کے غم میں دیوانہ ہو گئے (یعنی اس ہی میں مست ہو گئے اور دیوانہ سے مراد پاگل نہیں ہے) تو جان کی مصری کے لئے مثل شکر خانہ کے ہو گئے یعنی جان کو شیرینی اور فرحت بخشنے والے ہو گئے یہ بھی اسی نور کی برکت تھی۔

چوں سریؒ بے سر شد اندر راہ او	بر سریر سروراں شد جاہ او
جب سریؒ اس کے راستہ میں فنا ہو گئے	شاہوں کے تخت پر ان کی جگہ ہو گئی

چون سری الخ۔ یعنی جب حضرت سری سقطی قدس سرہ اس کی راہ میں بے سر ہوئے تو (اسی کا یہ اثر ہوا کہ) سرداروں کے تحت پر ان کا مرتبہ ہو گیا یعنی بہت ہی بلند مرتبہ ہو گئے۔ یہ بھی اسی کی بدولت ہوا۔ یہاں تک اولیاء اللہ مشاہیر کے اکثر کے نام بتا کر آگے فرماتے ہیں کہ

رحمت و رضوان حق در ہر زماں	باد بر جان و روان پاک شاں
ہر زمانہ میں اللہ (تعالیٰ) کی رضامندی اور رحمت	ان کی پاک جان اور روح پر رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزاراں بادشاہان مہاں	سرفراز انندزاں سوئے جہاں
لاکھوں بڑے بڑے شاہ (طریقت)	جو اس عالم کی جانب سے سرفراز ہیں

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں بڑے بڑے بادشاہان (حق کے راستے کے) سرفراز ہیں اس جہان سے یعنی یہ جو ہم نے گنوا لئے ہیں یہ تو بہت کم ہیں ورنہ حق تعالیٰ کی مخلوق میں لاکھوں اور کروڑوں ایسے ملیں گے کہ جو اس طرف کے فیوض سے سرفراز ہونگے مگر ان کو کوئی نہ جانتا ہوگا مثلاً ایک مرتبہ حضرت محبوب الاولیا سلطان نظام الدین دہلوی قدس سرہ العزیز کہیں تشریف لے جارہے تھے راستہ میں مغرب کا وقت ہوگیا اور سامنے ایک مسجد آ گئی مگر ویران تھی تو حضرت نے انتظار کیا کہ کوئی آئے تو جماعت کی جائے حتیٰ کہ ایک لکڑہارا آیا اور اس نے جلدی سے لکڑیاں ڈال کر حضرت کو سلام کیا۔ حضرت نے فرمایا کہ بھائی جلد وضو کر لو اس نے کہا کہ نظام الدین وہ مسلمان ہی کیا جو ہر وقت باوضو نہ رہے اس کہنے پر جو حضرت نے اس کے باطن کی طرف غور کیا تو معلوم ہوا کہ بہت ہی بڑے درجہ کا آدمی ہے اور بظاہر لکڑہارا تھا تو اس طرح مولانا فرماتے ہیں کہ لاکھوں ایسے ہونگے جن کو کسی کی خبر بھی نہیں اور ان کے مراتب ان سب سے عالی ہوں اس لئے کہ اشتہر ہونے کے لئے اقرب ہونا لازم نہیں ہے بلکہ یہ خدا کا شکر ہے جس سے چاہیں کام لیں اور جس کو چاہیں آرام میں رکھیں بعض مرتبہ بوجہ زیادتی رحمت اور تعلق کے حق تعالیٰ بعضوں کے لئے یوں ہی چاہتے ہیں کہ بس یہ آرام سے رہیں اور ان سے کوئی کام نہیں لیتے۔ بس عزہ سے اللہ اللہ کئے جاؤ اور بعضوں سے خوب کام لیتے ہیں تو مشہور ہونا مقرب ہونے کے لئے ضروری نہیں اور نہ بالعکس۔ خوب سمجھ لو اور اس کی نظیریں لاکھوں موجود ہیں جو اولیاء اللہ کے قصص میں موجود ہیں۔

نام شاں از رشک حق پنہاں بماند	ہر گدائے نام شاں را بر نخواند
ان کا نام اللہ (تعالیٰ) کے رشک کی وجہ سے پوشیدہ رہا	کسی درویش نے بھی ان کا نام ظاہر نہ کیا

نام شان الخ۔ یعنی ان کا نام حق تعالیٰ کے رشک کی وجہ سے پوشیدہ رہا اور ہر فقیر نے ان کے نام کو برملا نہ پڑھا یعنی بعض کے ساتھ حق تعالیٰ کو ایسا تعلق ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کو رشک ہوتا ہے کہ ہمارے محبوب اور محب کا نام دوسرا بھی جانے ہرگز نہیں بس اس لئے ان کو کم نام فرما دیتے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں کہ اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم سوائی۔ یعنی میرے دوست میری قبا کے نیچے ہیں ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔ تو بوجہ رشک حق کے وہ پوشیدہ ہیں اور اس لئے مشہور نہیں ہیں کہ۔ غیرت از چشم برم روئے تو دیدن ندہم + گوش را تیز حدیث تو شنیدن ندہم۔ اس کی الیٰ مثال ہے کہ جیسے اہل سیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الٰہی اپنے کسی ایسے بندے کو دکھلا کہ جو تیرا انتہادرجہ محب ہو۔ حکم ہوا کہ فلاں جگہ جاؤ۔ وہاں تم کو ایک شخص ایسے ہی ملیں گے غرضیکہ یہ تشریف لے گئے اور کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ بس یہ کہنا تھا کہ ایک چیخ مار کر انتقال فرما گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درگاہ باری میں عرض کیا کہ اے بار الٰہی یہ کیا ماجرا تھا ارشاد ہوا کہ یہ شخص اس وقت اس

www.besturdubooks.wordpress.com

خیال میں مگن تھا تھا کہ بس خداوند کریم میرے محبوب ہیں اور میرے سوا ان کے نام کو کوئی نہیں جانتا۔ صرف اس خیال نے اس کو مست کر رکھا تھا آج تمہارے منہ سے جو ہمارا نام سن لیا تو اس کو غیرت آئی کہ میرے محبوب کا نام کوئی دوسرا بھی جانتا ہے اور دنیا میں میرا کوئی رقیب بھی ہے۔ بس اس غیرت اور شرم کے مارے مر گیا اور اس کی تو یہ حالت تھی کہ ۔ بیا سایہ ترا نمی پسندم + عشق است ہزار بدگمانی + پس اسی طرح حق تعالیٰ کو اپنے محبین کا نام ظاہر فرماتے ہوئے رشک ہوتا ہے اس لئے لاکھوں اولیاء اللہ تقی اور غیر معلوم ہیں۔

رحمت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کی رحمت اور رضامندی ہر زمانہ میں ان کی جان اور روان پاک پر ہو۔

حق آں نور و حق نورانیاں	کاندراں بحر اند ہمچو ماہیاں
قسم ہے اس نور کی اور قسم ہے ان نور والوں کی	جو اس (نور کے) سمندر میں مچھلیوں کی طرح ہیں

حق آن الخ۔ یعنی قسم اس نور کی اور ان نورانیوں کی کہ وہ اس دریا (محبت) میں مثل مچھلیوں کے ہیں کہ نہ اس سے نکلنا چاہتے ہیں اور نہ کسی وقت اس کے پانی کا کم ہونا گوارا ہے بلکہ ہر وقت اللھم زدفزد کی صدا ہے اور یہ نہ کہا جائے کہ نورانیوں کی قسم کھانا جس سے کہ مراد غیر اللہ ہیں کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ چونکہ اس نور سے جو کہ نور حق ہے ان حضرات کو غایت تلبس ہے اس لئے ان کی بھی قسم کھالی اور یا یہ کہو کہ چونکہ مولانا پر اس وقت توحید کا غلبہ ہے اور اس کو بیان فرما رہے ہیں لہٰذا ان نورانیوں کو بھی عین اصطلاحی سمجھ کر ان کی بھی قسم کھالی۔ فلا اشکال آگے فرماتے ہیں۔

بحر جان و جان بحر ار گویمش	نیست لائق نام نومی جویمش
اگر میں اس (نور کے سمندر) کو جان کا سمندر اور سمندر کی جان کہوں	مناسب نہیں ہے اس کے لئے نیا نام تلاش کروں گا

بحر جان الخ۔ یعنی میں اس کو بحر جان اگر کہوں یا جان بحر تو کوئی نام بھی اس کے لائق نہیں ہے اس لئے کوئی نیا نام تلاش کرتا ہوں مطلب یہ کہ کوئی نام جو کہ اس کی کل صفات کا جامع ہو نہیں ملتا۔ حیران ہوں کیا کہوں کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

حق آں آنے کہ این و آں از وست	مغزہا نسبت بدو باشند پوست
اس ملکیت کی قسم کہ یہ اور وہ اسی سے ہے	اس کے اعتبار سے مغز (بمنزلہ) چھلکے کے ہیں

حق ان الخ۔ یعنی قسم ہے اس وقت کی کہ یہ اور وہ سب اس کی طرف سے ہے اور مغزاا ور اس کی نسبت سے دیکھو تو پوست ہیں۔ مطلب یہ کہ چیزیں اوروں کی نسبت مغز اور لب معلوم ہوتی ہے وہ اصل موجودات معلوم ہوتے ہیں وہ اس کے سامنے کالعدم اور مثل قشر کے تابع محض معلوم ہوتے ہیں اور جو کچھ ہے وہی ہے۔ گلستان میں جا کر ہر اک گل کو دیکھا + تیری ہی سی رنگت تیری ہی سی بو ہے + اور۔ بسکہ در جان نگار و چشم بیدارم توئی + ہر کہ پیدا می شود از دور پندارم توئی + ان قسموں کا جواب اس اگلے شعر میں ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ صفات خواجہ تاش و یار من	ہست صد چنداں کہ ایں گفتار من
کہ ساتھی اور میرے یار کی خوبیاں	میرے اس بیان سے سو گنا ہیں

صفات الخ۔ یعنی کہ (ان سب کی قسم) میرے یار اور خواجہ تاش کی صفات اس میرے کہنے سے سو گنا زیادہ ہیں۔

آنچہ می دانم ز وصف آں ندیم	باورت ناید چہ گویم اے کریم
اس دوست کی خوبی جو میں جانتا ہوں	اے صاحب کرم! میں کیا بتاؤں آپ یقین نہیں کرتے ہیں

انچہ میدانم الخ۔ یعنی اے ندیم اور جو اس کے اوصاف مجھ کو معلوم ہیں آپ کو معلوم ہیں آپ کو یقین نہ آئے گا اس لئے کیا عرض کروں ورنہ وہ تو بڑا باوصف شخص ہے کہ جس کے اوصاف بیان میں آ ہی نہیں سکتے۔ اور بادشاہ کو ندیم اس لئے کہہ دیا کہ وہ پاس تو بیٹھا ہی تھا غرضیکہ اس غلام نے اس کی خوب ہی قسمیں کھا کھا کر تعریفیں کیں اور اپنی ساری برائیاں تسلیم کرلیں جس سے کہ اس کی حد درجہ کی تواضع ثابت ہوگئی اور اس بادشاہ کی گفتگو گزشتہ و آئندہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود کوئی کامل اور عارف ہے اور اس غلام کی حالت کا امتحان مقصود ہے کہ اس کے اخلاق کس قسم کے ہیں یہاں تک کی باتوں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس غلام کو اپنے سامنے اور سب کے ساتھ حسن ظن تھا اور اپنے عیوب پر نظر تھی اسی لئے باوجود اس کے کہ وہ دوسرا اس قدر شریر وغیرہ تھا مگر اس کی تعریف ہی کرتا رہا آگے بادشاہ پھر سوال کرتا ہے کہ

شرح حبیبی

قسم غلام در صدق وفائے یار خود از طہارت ظن خود

گفت نے واللہ الخ: غلام نے کہا کہ ہرگز ایسا نہیں ہے جیسا حضور والا نے ارشاد فرمایا۔ میں اس خدائے عظیم کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں جو مالک الملک اور الرحمن ورحیم ہے اور جس خدا نے بنا بر احتیاج نہیں بلکہ محض اپنے فضل اور اپنی عظمت واقتدار غیر مزاحم کی بنا پر انبیاء کو بھیجا اور جس نے کہ ذلیل خاک سے راہ خدا کے بڑے بڑے شہسوار پیدا کئے اور ان کو دیگر خاکیوں کے مماثل مزاج سے پاک کیا اور ان کے عروج روحانی کو فرشتوں کی دوڑ سے بھی بڑھا دیا۔ ان کو آتش شہوات وملکات رذیلہ سے پاک کر کے صاف شفاف نور بنا دیا اور پھر وہ نور تمام انوار سے سبقت لے گیا اور اس نور کی قسم کھاتا ہوں جو رواح پر چمکتا تھا۔ تا آنکہ آدم علیہ السلام کو اس سے معرفت حاصل ہوئی اور جو کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جلوہ گر ہوا اور جس نے حضرت شیث علیہ السلام کے ہاتھ کو اپنے مکانیت کے لئے منتخب کیا جس کو دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام نے ان کو اپنا خلیفہ بنایا اور جس گوہر سے حضرت نوح علیہ السلام نے متمتع ہو کر تقاضائے بحر جان امت میں گہرباری کی اور ان کو باطنی موتیوں سے مالا مال

کیا اور جس عظیم الشان نور کی بدولت حضرت ابراہیم علیہ السلام بے خطر آگ میں گھس گئے اور جس کی نہر میں غرق ہوکر اسمٰعیل علیہ السلام نے خنجر آبدار کے سامنے سر تسلیم خم کردیا اور جس کی شعاع سے جان ردٔ دعلیہ السلام گرم ہوئی تو ان کے زرہ بننے کے ہاتھ میں لوہا نرم ہوگیا اور جس کے وصال سے حضرت سلیمانؑ متمتع ہوئے تو دیوان کے مطیع و تابع فرمان ہوگئے اور جس کے سبب حضرت یعقوب علیہ السلام قضا الٰہی کے منقاد ہوئے تو بوئے یوسف سے ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور جس آفتاب کو دیکھ کر یوسف علیہ السلام کے اندر تقیظ و بیداری پیدا ہوئی تو وہ خوابوں کے معبر کامل بن گئے اور جس کے سبب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مستفیض ہوکر لاٹھی اژدہا بن گئی۔اور سلطنت فرعون کو نگل گئی اور جس کی شوکت وعظمت کا راز معلوم کر کے برجیسؒ نے سات بار جان دی اور ہر مرتبہ زندہ ہوگئے اور جس کے عشق کا دم بھر کر زکریا علیہ السلام نے درخت کے اندر اپنی جان فدا کردی اور جس کے جام کا ایک گھونٹ پی کر حضرت یونس علیہ السلام مست ہوگئے تو شکم ماہی میں ان کو آرام ملے گا اور جس کی لذت سے مست ہوکر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس کے شوق میں طشت زر میں اپنا سر رکھ دیا یعنی شہید ہوگئے اور جس کے ارتقاء اور علو مرتبت سے واقف ہوکر اسے دیکھنے کے اشتیاق میں روتے روتے شعیب علیہ السلام آنکھیں کھو بیٹھے اور جس کے آثار وصال کو دیکھ کر حضرت ایوب علیہ السلام نے مصیبت میں سات سال شکر وشکر کیا اور جس کی شراب نوشی کا دعویٰ کر کے خضر والیاس علیہما السلام نے آب حیوان کو باوجود پالینے کے محقر سمجھا اور چھوڑ دیا اور اس کی طرف التفات بھی نہ کیا اور جس کی سیڑھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی تو وہ اس کے ذریعہ سے آسمان چہارم پر چڑھ گئے اور جس سلطنت ونعمت عظمیٰ کو پاکر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمحہ میں چاند کے دو ٹکڑے کردیئے اور جس کے سبب ابوبکر صدیقؓ خود مہتدی وموفق کامل اور دوسروں کے لئے نشان ہدایت وتوفیق ہوئے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے بادشاہ عظیم القدر کے مصاحب خاص اور درجہ صدیقیت پر فائز ہوگئے اور جس معشوق کا شیدا بن کر امیر المومنین عمر بن الخطابؓ تہ دل سے فارق بین الحق والباطل ہوگئے اور جس نور معائن و مشاہد کو دیکھنے کے لئے حضرت عثمانؓ ہمہ تن چشم بن گئے تو ان پر مزید نور فائض ہوا اور ذوالنور بن گئے اور جس کے نور سے درفشاں ہوکر جناب علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چراگاہ ارواح میں شیر خدا بن گئے اور متصرف فی الارواح بالاصلاح ہوگئے اور جس کے نور سے روشن ہوکر سبطین حق سبحانہ کے عرش بریں کے گوشوارہ ہوگئے جن میں سے ایک زہر سے شہید ہوئے (کما ھو المشہور) اور دوسروں نے راہ خدا میں سر دیدیا اور کربلا میں شہید ہوگئے اور جس کے راز سے واقف ہوکر سبطین عرش کے گوشوارہ ہوگئے (اعادہ مضمون سابق ہے) سبطین سے مراد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک نور سے امام حسنؓ اور امام حسینؓ ہیں جو عرش حق سبحانہ کے گوشوارہ ہیں) اور جس کے لشکر سے مدد پاکر حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے بے انتہا مقامات رفیعہ پر قبضہ پالیا اور جس کی وفود اور زیادتی سے مہتدی ہوکر حضت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے بذریعہ الہام حق سبحانہ سے قطب العارفین کا لقب حاصل کیا (خواہ اپنے الہام سے یا دوسروں کے) اور جس کے سبب حضرت کرخیؒ اپنے مقام کرخ کے محافظ ہوکر یعنی اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں عبادت میں مصروف رہ کر خلیفۂ حق اور گفتۂ او گفتۂ اللہ بود کا مصداق ہو گئے اور جس کے جویاں ہو کر حضرت ابراہیمؒ بن ادھم شاہان حکماء اور اہل اللہ کے بادشاہ ہو گئے اور جس کے سبب حق سبحانہ کے عجیب وغریب رستہ کو طے کرنے میں مصائب برداشت کرے سے حضرت شفیق بلخی خورشید رائے اور تیز نظر ہو گئے اور جس کے سبب حضرت فضیلؒ پر حق سبحانہ کی نظر عنایت ہوئی تو وہ رہزن سے پیر راہ اور مقتدائے راہ حق ہو گئے اور جس کے سبب بشر حافی علیہ الرحمۃ کو ادب میسر ہوا اور وہ بیابان طلب حق میں دوڑنے میں سرگرم ہوئے اور جس کے غم میں حضرت ذوالنون مصریؒ دیوانہ ہوئے اور مصر جان کے شکر خانہ بن گئے کہ ارواح عالم ان سے فیوض مرغوبہ حاصل کرنے لگیں ۃ اور جس کی راہ میں حضرت سری سقطی علیہ الرحمۃ نے سر دیا تو بڑے بڑے شہنشاہوں کے تحت سے ان کا رتبہ عالی ہو گیا۔ رحمۃ اللہ علی ارواحہم ولنوسہم المقدسہ ابدا ورضی اللہ عنہم اجمعین۔ اور جس کے سبب لاکھوں بڑے بڑے بادشاہ (اہل اللہ) اس عالم سے مستفیض ہو کر اس عالم میں جلوہ گر ہوئے جن کے ناموں کو غیرت خداوندی نے مخفی رکھا اور کسی ولی یا ہر ولی کو بھی ان کا پتہ نہ چلا لہٰذا وہ ان کا نام زبان پر نہ لا سکے یا پتہ تو چلا مگر اظہار کی اجازت نہ ہوئی اس لئے ظاہر نہ کر سکے نیز میں اس نور کی اور ان نورانی حضرات کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں جو اس بحر نور میں مچھلیوں کی طرح غرق ہیں جس کو اگر میں اس لئے بحر جان کہوں کہ روح اس میں غرق ہے اور اس سے حیات حاصل کرتی ہے یا اس لئے ان بحر کہوں کہ اس سے سمندر کو وہی نسبت ہے جو جان سے جسم کو۔ تو مناسب نہیں کہ یہ ہر دو اوصاف اس کے کم ترین اوصاف میں سے ہیں بلکہ اس کی تعبیر کے لئے مجھے نئے نام کی ضرورت ہے۔ نیز اس وقت اور اس ساعت کی قسم کھا کر عرض کرتا ہوں جس سے تمام عالم کا ظہور رہا ہے۔ اور تمام مغز جس کے مقابلہ میں بمنزلہ پوست کے ہیں کہ میرے ساتھی کے اوصاف اس سے سوگنا ہیں جس قدر کہ میں نے بیان کئے مجھے تو اس کے اوصاف یہ ہی معلوم ہیں لیکن جو مجھے معلوم ہیں ان کا آپ کو اعتبار نہیں آتا۔ پس میں کیا کر سکتا ہوں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔

شرح حبیبی

شاہ گفتا کنوں از آن خود بگو	چند گوئی آن این و آن او
شاہ نے کہا اب اپنی بات کہہ	اس کی اور اس کی کب تک کہے گا؟

شاہ گفت الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ اب کچھ ان پر حالات بھی تو بیان کر اور اس کے اور اسکے حالات کب تک بیان کرے گا۔ مطلب یہ کہ دوسروں کے حالات کو کب تک بیان کرتے گے اپنے حالات اور کمالات بھی تو بیان کر۔

تو چہ داری و چہ حاصل کردہٖ	از تگ دریا چہ در آوردہٖ
تیرے پاس کیا ہے؟ اور تو نے کیا حاصل کیا ہے؟	دریا کی تہہ سے کیا موتی لایا ہے؟

تو چہ داری الخ۔ یعنی تو (کمالات میں سے) کیا رکھتا ہے اور تو نے کیا حاصل کیا ہے اور دریائے (کمالات) سے کتنے موتی لائے ہو یعنی تم نے خود بھی کچھ حاصل کیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نور جاں داری کہ یار دل شود	روز مرگ ایں حس تو باطل شود
تیرے پاس روح کا نور (بھی) ہے جو دل کا رفیق ہے	مرتے وقت تیری یہ حس تو بیکار ہو جائے گی

روز مرگ الخ۔ یعنی موت کے دن تیری یہ حس تو باطل ہو جائے گی تو کیا تو نور جان رکھتا ہے جو یار دل ہو جائے مطلب یہ کہ کچھ کمالات باطنی بھی ہیں جو کہ وہاں کام آئیں اس لئے کہ وہاں تو یہ حواس باطل ہو جائیں گے تو وہاں اس طرح باتیں بنا کر کام نہیں چل سکتا بلکہ وہاں تو نور باطنی کی ضرورت ہے۔

ہست آنچہ گور را روشن کند	در لحد کیں چشم را خاک آگند
وہ کچھ بھی ہے جو قبر کو روشن کرے	قبر میں اس آنکھ کو مٹی بھر دے گی

در لحد الخ۔ یعنی لحد میں اس آنکھ کو خاک بھر دے گی تو کیا کوئی چیز (تیرے) پاس ایسی ہے جو کہ قبر کو روشن کرے مطلب یہ کہ یہ حس ظاہری جس سے کہ تو تمام عالم کو دیکھ رہا ہے اور جس کی وجہ سے تو تمام عالم کو روشن کہتا ہے یہ تو وہاں بیکار ہو جائے گی لہٰذا ان حواس کے علاوہ کوئی اور چیز ایسی ہونی چاہیے کہ جو وہاں روشنی پھیلا دے

مستعار آں رالداں اے مست عار	نور دل از جاں بود اے یار غار
اے مغرور! اس کو مانگی ہوئی چیز نہ سمجھ	اے جگری دوست! دل کا نور روح سے ہوتا ہے

نور دل الخ۔ یعنی نور دل (نور) جان سے ہوتا ہے اس یار غار کو مستعار مت جان اے عار (اور تکبر) میں مست۔

پر و بالت ہست تا جاں بر پرد	آں زماں کیں دست و پایت بر درد
بال و پر ہیں کہ روح پرواز کرے	جس وقت تیرے یہ ہاتھ پیر ریزہ ریزہ ہو جائیں گے

آنزمان الخ۔ یعنی جس وقت کہ تیرے ہاتھ پاؤں ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے تو کیا تیرے پر و بال ہیں کہ جن سے روح اڑ کر مراتب بلند کو حاصل کر) سکے۔

جان باقی بایدت بر جا نشاند	آں زماں کیں جان حیوانی نماند
اس کی جگہ باقی رہنے والی جان بٹھانی چاہیے	جس وقت یہ حیوانی روح نہ رہے گی

آنزمان الخ۔ یعنی جس وقت کہ جان حیوانی نہ رہے گی (ماضی بمعنے مستقبل) تو (اس وقت) جان باقی کو (اس کی) جگہ بٹھانا چاہیے۔ مطلب یہ کہ حصول ثمرات کے لئے حیات تو ضروری ہے اور یہ حیات دنیا چند روز میں فنا ہونے والی ہے لہٰذا کوئی ایسی چیز ہونی چاہیے جو کہ اس کے قائم مقام ہو سکے ورنہ اگر یہ روح حیوانی بھی نکل گئی اور اس کی جگہ اس کا کوئی بدل نہ آیا تو پھر تو مصداق لا یموت فیہا ولا یحیٰی کا ہو جائے گا لہٰذا اس حیات کا طلب کرنا ضروری ہوا یہاں تک تو بادشاہ نے ضرورت تکمیل روح کی بیان کی آگے آیت میں جاء بالحسنۃ سے بطور خطابہ استدلال فرماتے ہیں کہ دیکھو قرآن شریف سے بھی تکمیل روح کا ضروری ہونا ثابت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرط من جاء بالحسن نے کردن ست	بل حسن را سوئے حضرت بردن ست
"جو شخص نیکی لایا" کی شرط نیکی کرنا نہیں ہے	بلکہ نیکی کو دربار میں لے جانا ہے

شرط من الخ۔ یعنی شرط من جاء بالحسنة (جو شخص کہ لائے حسنہ کو) ہے نہ کہ کرنا بلکہ (عمل) حسن کو حضرت حق کی طرف لے جانا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جو قرآن شریف میں حسنات پر ثمرہ دینے کی شرط فرمائی ہے تو وہ یہ ہے کہ جو حسنات کو لائے اور یہ شرط نہیں ہے کہ جو حسنات کرے اور اعمال حسنہ جس قدر ہیں وہ سب کے سب عرض ہیں جو کہ منتقل نہیں ہو سکتے پس ظاہر آیت سے معلوم ہوا کہ یہ اعمال تو وہاں منتقل نہ ہونگے بلکہ وہاں لے جانے کے لئے کوئی شے جوہر ہونی چاہیے اور وہ جوہر روح عامل ہے لہٰذا آیت سے معلوم ہوا کہ ان ثمرات کے ملنے کیلئے تکمیل روح کی ضرورت ہے اور من جاء بالحسنة سے بظاہر مراد من جاء بالنفس الحسنة ہے۔ گویا کہ ضرورت نفس کاملہ کی ثابت ہوگئی اس لئے کہ معروض اور موزوں وغیرہ تو سب جواہر ہی ہیں اعراض تو معروض ہو ہی نہیں سکتے۔ آگے اسی تقریر کو مولانا خود فرماتے ہیں کہ

جوہرے داری ز انساں یا خری	ایں عرضہا کہ فنا شد چوں بری
تو انسانیت کا جوہر رکھتا ہے یا خر (گدھا) ہے	یہ اعراض جبکہ فنا ہو گئے (انکو) کیسے لے جائے گا؟

جوہرے الخ۔ یعنی کوئی جوہر انسانی یا خری رکھتے (بھی) ہو (اس لئے کہ) یہ اعراض (اعمال) جب فنا ہو گئے تو ان کو کس طرح لے جاسکو گے مطلب یہ کہ جب وہاں حصول ثمرات کی شرط آوردن سے ہے اور اعراض منقول ہوتے نہیں بلکہ فنا ہو جاتے ہیں تو پھر تمہارے پاس کوئی جوہر نفس انسانی یعنی کامل یا بخری یعنی ناقص کچھ ہے بھی تاکہ وہاں جا کر وہ موزوں و معروض ہو سکے ورنہ یہ اعمال جو کہ اعراض ہیں فنا ہو جائیں گے اور وہاں کچھ بھی کام نہ آئے گا۔

ایں عرضہائے نماز و روزہ را	چونکہ لا یبقیٰ زمانین انتفا
یہ نماز روزہ عرض	جبکہ دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے ہیں، ناپید ہو گئے

ایں عرضہائے الخ۔ یعنی اعراض نماز و روزہ جبکہ دو زمانوں نہیں باقی رہتے تو منتفی ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ اعراض دو زمانوں میں باقی نہیں رہتے جیسا کہ متکلمین کا مذہب ہے پس یہ اعمال نماز روزہ وغیرہ جو کہ اعراض ہیں سب بیکار ہیں اور یہ وہاں پیش ہو ہی نہیں سکتے۔

نقل نتواں کرد مر اعراض را	لیک از جوہر برند امراض را
اعراض کو منتقل نہیں کیا جا سکتا ہے	ہاں (یہ اعراض) جوہر سے امراض خارج کر دیتے ہیں

نقل نتواں الخ۔ یعنی اعراض کو تو نقل کر نہیں سکتے لیکن امراض کو جوہر سے لے جاتے ہیں مطلب یہ کہ اعراض ہمیشہ کسی موضوع میں موجود ہو کر منتقل ہوتے ہیں اور اصل انتقال اس موضوع کو ہوتا ہے جو کہ جوہر ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کو صرف طبعاً انتقال کہا جاتا ہے پس اعراض فی موضوع تو پائے جاتے ہیں لیکن فی لاموضوع خارج میں کہیں پائے نہیں جاتے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ منتقل جوہر ہی ہو گا۔ غرض صرف جوہر کی تکمیل کرتا ہے لہٰذا یہ اعمال جو کہ اعراض ہیں جوہر نفس انسانی کی تکمیل کرتے ہیں اور یہ اعمال صرف آلات ہیں اس کی تکمیل کے ورنہ اصل معروض وموزوں وغیرہ جوہر ہی ہے لہٰذا اس کو حاصل کرنا چاہیے آگے اس کے نظائر اپنی عادت کے موافق پیش فرماتے ہیں کہ

تامبدل گشت جوہر زیں عرض	چوں ز پرہیزے کہ زائل شد مرض
ان اعراض سے جوہر میں تبدیلی ہو جاتی ہے	جیسا کہ پرہیز سے مرض جاتا رہتا ہے

تامبدل الخ۔ یعنی یہاں تک کہ وہ جوہر اس عرض سے مبدل ہو جاتا ہے جیسے کہ پرہیز سے (کہ عرض ہے) مرض (جو کہ جوہر ہے) زائل ہو گیا دیکھو کہ یہاں ایک عرض نے جوہر کی تکمیل کر دی اور اس کو تندرست اور صحیح اس طرح اگر اعمال ہونگے تو روح تندرست اور قابل پیش کرنے کے بن جائے گی لیکن خود یہ اعمال پیش نہ ہونگے۔

گشت پرہیز عرض جوہر بجہد	شد دہان تلخ از پرہیز شہد
کوشش سے پرہیز (عرض) جوہر (کو مکمل کرنے والا) بن گیا	کڑوا منہ پرہیز سے میٹھا بن گیا

گشت پرہیز الخ۔ یعنی پرہیز جو کہ عرض تھا کوشش کی وجہ سے جوہر بن گیا (جوہر کہہ دینا مبالغہ ہے مقصود یہ ہے کہ مکمل جوہر بن گیا) اور کڑوا منہ پرہیز کی وجہ سے شہد (کی طرح شیریں) بن گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو پرہیز سے جو کہ عرض ہے منہ شیریں ہو گیا جو کہ جوہر ہے اور انسان تندرست ہو گیا تو معلوم ہوا کہ اعراض جوہر کے لئے مکمل ہیں اور خود اعراض فنا ہونیوالے ہیں۔

از زراعت خاکہا شد سنبلہ	داروئے مو کرد مو را سلسلہ
کھیتی کرنے سے مٹی بال بن گئی	بالوں کی دوا نے بالوں کو بڑھا دیا

از زراعت الخ۔ یعنی زراعت کی وجہ سے خاک (بصورت سنبلہ ہو گئی اور بالوں کی دوا نے بالوں کو دراز کر دیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو زراعت جو کہ ایک فعل ہے اور عرض ہے اس نے ایک جوہر یعنی خاک کی تکمیل کر کے اس کو بصورت سنبلہ کر دیا اور بال بڑھانے والے تیل کے اثر نے جو کہ عرض ہے بال کو جو کہ جوہر ہیں دراز کر دیا تو معلوم ہوا کہ اعراض مکمل جوہر ہوتے ہیں لیکن خود وہ کسی مصرف کے نہیں ہوتے۔

آں نکاح زن عرض بد شد فنا	جوہر فرزند حاصل شد زما
عورت سے نکاح کرنا عرض تھا جو فنا ہو گیا	فرزند جوہر ہم سے برآمد ہو گیا

آن نکاح الخ۔ یعنی نکاح عورت کا بھی ایک عرض تھا جو کہ فنا ہو گیا اور ایک جوہر یعنی فرزند ہم کو حاصل ہو گیا نکاح یہاں بمعنی لغوی یعنی وطی ہے مطلب یہ کہ وطی زوجین ایک فعل تھا جو کہ عرض تھا اور اس عرض نے ایک جوہر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی نطفہ کی تکمیل کی پس اس سے ایک اور چیز یعنی صاحبزادہ بلند اقبال تشریف لے آئے۔

جفت کردن اسپ واشتر را عرض	جوہر کرہ بزائیدن غرض
گھوڑے اور اونٹ کی جفتی کرانا عرض ہے	مقصود بچہ جوہر جننا ہے

جفت کردن الخ۔ یعنی کہ گھوڑے اور خچر کو جفت کرنا ایک عرض ہے اور مقصود بچھڑے کا پیدا ہونا ہے جو کہ جوہر ہے پس معلوم ہوگیا کہ انکا وہ فعل عرض کامل ہوکر جوہر بن گیا ہے۔

ہست آن بستاں نشاندن ہم عرض	گشت جوہر میوہ اش اینک عرض
باغ لگانا عرض ہے	اس کا پھل جوہر بن گیا یہ مقصود ہے

ہشت آن الخ۔ یعنی کہ درخت لگانا ایک عرض ہے اور اس کا میوہ جو کہ جوہر ہے مقصود ہے اور اس فعل کے بعد یہ اثر اور مقصود حاصل ہو جاتا ہے۔

ہم عرض داں کیمیا بردن بکار	جوہرے زاں کیمیا گر شد بیار
کیمیا گری کو بھی عرض سمجھ	کیمیاگر کے پاس سے جوہر دوست کے پاس آ گیا

ہم عرض الخ۔ یعنی کیمیا کو کام میں لانا بھی ایک عرض ہے اور اس کیمیا گر سے یار کو ایک جوہر حاصل ہوگیا جو کہ مقصود ہے لہذا جب اس کا فعل کہ اشیاء کیمیاوی کو جمع کر دینا ہے۔ کامل ہوگیا تو کیمیا حاصل ہوگئی۔

صیقلی کردن عرض باشد شہا	زیں عرض جوہر ہمی زاید صفا
اے شاہ! صیقل کرنا عرض ہوتا ہے	یہ عرض جوہر میں صفائی پیدا کر دیتا ہے

صیقلے کردن الخ۔ یعنی شاہ صاحب صیقل کرنا ایک عرض ہے اور اس عرض کی وجہ سے جوہر (کی تکمیل ہوکر اسکو) صفائی حاصل ہو جاتی ہے۔

پس مگو کہ من عملہا کردہ ام	دخل آں اعراض را بنما مرم
تو یہ نہ کہہ میں نے عمل کئے ہیں	ان اعراض کی پیداوار دکھا بھاگ نہیں

پس مگو الخ۔ یعنی پس یوں مت کہو کہ ہم نے اعمال کئے ہیں (بلکہ) ان اعراض کے ثمرہ کو دکھلاؤ اور بھاگو مت مطلب یہ کہ جب معلوم ہوگیا کہ اعراض بعد تکمیل جوہر ہو جاتے ہیں اور وہی کام کی چیز ہے اور وہی مقصود ہوا کرتا ہے جیسا کہ مثال ونظائر سے معلوم ہوگیا تو پھر یہ کہنا فضول ہے کہ ہم نے اعمال کئے ہیں نماز پڑھی ہے روزہ رکھا ہے وغیرہ وغیرہ بلکہ ان ثمرات کو جو کہ امر ہیں اور ان اعمال سے کامل ہوگئے ہیں دکھلاؤ۔

ایں صفت کردن عرض باشد خمش	سایۂ بز را پئے قرباں مکش
اسی طرح "کرنا" عرض ہوگا چپ رہ	قربانی کیلئے بکری کے سایہ کو ذبح نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

این صفت الخ۔ یعنی کہ یہ صفت کرنا بھی (کہ ہم ان ایسے اعمال کئے ہیں) عرض ہے (اور غیر مقصود ہے) پس چپ رہو اور بکری سایہ قربانی کے واسطے مت مارو مطلب یہ کہ تم جو اعراض کو ظاہر کر رہے ہو اور ان ہی پر نازاں ہو تو اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے بکری کے سایہ کے گلے پر چھری پھیر دو تو ہر گز قربانی میں ہو سکتی اس لئے کہ جو اصل اور مقصود ہے اس کو چھوڑ کر عرض اور غیر مقصود کی طرف متوجہ ہو لہٰذا بادشاہ کی ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ اعمال چونکہ اعراض ہیں لہٰذا وہ نہ قیامت میں معروض ہو سکتے ہیں اور نہ موزوں کہ موزوں و معروض کوئی شے جوہری ہے اور وہ روح ہے لہٰذا ان اعمال کو آلات بنا کر اس جوہر کی تکمیل کرنی چاہیے جو کہ مقصود اور مفید ہے اور صرف ان اعمال ہی پر اعتماد نہ کرنا چاہیے جب تک صفائی قلب میسر نہ ہو لہٰذا یہ سن کر اس غلام نے جواب دیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کا قائل ہونا کہ اعمال بالکل ہی پیش نہ ہونگے ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ عوام ناامید ہو جائیں گے اور سمجھیں گے کہ جب اعمال بیکار ہیں تو پھر ان سے کیا فائدہ ہے اور صفائی باطن ہر ایک کو حاصل نہیں ہے لہٰذا اعمال کو بھی ترک کر دینگے جس کا مضر ہونا ظاہر ہے جب اسکا قائل ہونا مضر ہوا تو کوئی ایسی شے ہونی چاہیے جو کہ امور شرعیہ کے بھی موافق ہو اور یہ خرابی بھی لازم نہ آوے لہٰذا یہ کہیں گے کہ یہ اعراض نقل تو ضرور ہوں گے مگر اعراض رہ کر نقل نہ ہونگے بلکہ جواہر ہو جائیں گے جیسا کہ احادیث سے سورۂ بقرہ و آل عمران کا وہ لکڑیوں میں آنا ثابت ہے وغیر ذلک اب اشعار کو سمجھو۔

شرح حبیبی

شاہ گفت اکنون الخ: جب وہ غلام اپنے ندیم کی بہت کچھ تعریف کر چکا تو بادشاہ نے کہا کہ اس کے اور اس کے حالات کب تک بیان کرتا رہے گا اب کچھ اپنی حالت بیان کر کہ تیرے پاس کیا ذخیرہ ہے اور تو نے کیا کمال حاصل کیا ہے اور اس بحر نور کے تہ سے جس کا تو نے اوپر ذکر کیا ہے کیا موتی نکالا اور کونسا کمال حاصل کیا ہے۔ موت کے دن یہ تیری حسن ظاہری و جسمانی تو جاتی ہی رہے گی اب تو یہ بتا کہ نور روح تیرے پاس ہے جو تیرے دل کا ساتھی ہو اور قبر جو کہ تیری جسمانی آنکھ خاک سے بھر دے گی جس سے بصورت بینائی ہونے کے بھی دکھائی نہیں دے سکتا اس کے لئے کیا تیرے پاس کوئی ایسی چیز (نور روح) ہے جو اس تیرہ و تار مکان کو روشن کر کے تجھے راحت پہنچا سکے اور جس وقت کہ یہ تیرے ہاتھ پاؤں پاش پاش ہو جائیں گے اور تو مرکز خاک ہو جائے گا تو ایسے وقت کے لئے تیرے لئے پرہ بازو (کمال) ہیں جن کے ذریعہ سے تیری روح بلند پروازی کر کے معراج قرب حق حاصل کر سکے اور چونکہ نور جان صرف صحت و سلامت قلب ہی سے حاصل ہو سکتا ہے خارج سے حاصل نہیں ہو سکتا تو کیا تیرا دل سلیم ہے یاد رکھ جبکہ یہ روح حیوانی کہ بخارات لطیفہ کا نام ہے فنا ہو جائے گی اور تجھ پر جسمانی موت طاری ہو گی اس روز تجھے جان باقی بقاء الحق اور روح کامل کو اس کی جگہ بٹھلانے اور بحیات روحانی زندہ ہونے کی ضرورت ہو گی تا کہ تو قیامت میں اس کو حق سبحانہ کے پاس لے جا سکے کیونکہ حق سبحانہ

www.besturdubooks.wordpress.com

فرماتے ہیں من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالہا اس آیت میں مجی بالحسن اور اتیان بانحس کو دس گنی جزاء کے لئے شرط قرار دیا ہے نہ کہ عمل کو اور یہ نہیں فرمایا کہ من عمل حسنا فلہ عشر امثالہا پس اس سے ظاہر ہے کہ ماتی بہ جوہر حسن (روح کامل) ہونا چاہیے۔ اب تو یہ بتا کہ تجھ میں روح انسانی اور روح کامل بھی ہے جس کو تو حق سبحانہ کے حضور میں لے جا سکے یا بالکل گدھا ہی ہے اور اب تک مقتضیات روح حیوانی شہوت وغضب وغیرہ ہی میں پھسلا رہا ہے اور روح انسانی جو تجھے عطا کی گئی تھی اس کی اصلاح کرنے اور اس کو حضور حق سبحانہ میں لے جانے کے قابل بنانے کی فکر ہی نہیں ہوئی۔ رہے یہ اعراض فانیہ نماز و روزہ سو تو ان کو حق سبحانہ کی حضور میں لے جا بھی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ یہ اعراض ہیں اور اعراض چونکہ زنان وجود اور زمان بعد الوجود میں باقی نہیں رہ سکتیں اس لئے موجود ہوتے ہی معدوم ہو جاتی ہیں لہٰذا وہ لے جانے کے قابل نہیں کیونکہ لے جانے کے لئے بقا ضروری ہے وھو منتف ہہنا۔ ہاں ان اعراض خاصہ کے ذریعہ سے جوہر (روح) کے امراض کو زائل کیا جا سکتا ہے حتیٰ کہ ان اعراض کی ذریعہ سے وہ جوہر روحانی فساد سے مبدل بفلاح اور مرض سے منقلب الی الصحۃ ہو جاتا ہے جیسے کہ پرہیز کہ وہ ایک عرض ہے مگر اس کے ذریعہ سے جسم مرض سے مبدل بہ صحت ہو جاتا ہے اور یہ عرض یعنی پرہیز ایک جوہر یعنی جسم کے لئے مکمل ہو جاتی ہے کہ منہ جو کہ جوہر ہے صفرا کے سبب پہلے کڑوا ہوتا ہے پھر پرہیز کے باعث شہد کی طرح شیریں ہو جاتا ہے نیز دیکھو یوں ایک عرض ہے مگر خاک کو مکمل کر کے بالی بنا دیتا ہے اور بالوں کے بڑھانے کی دوا کا استعمال اور اس کی تاثیر ایک عرض ہے مگر وہ ایک جوہر کا مکمل ہو جاتی ہے اور بالوں کو بڑھا کر زنجیر کی مانند لمبے کر دیتی ہے۔ نیز عورت سے جماع ایک عرض ہے جو فنا ہو جاتی ہے مگر اس سے نطفہ کی تکمیل ہو کر بچہ بن جاتا ہے جو کہ ایک جوہر ہے۔ علی ہذا گھوڑے کو گھوڑی پر ڈالنا اور اونٹ کو اونٹنی پر ایک عرض ہے مگر مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس سے ایک بچہ پیدا ہو جو کہ جوہر ہے اور یہ مقصود حاصل بھی ہو جاتا ہے۔ یوں ہی باغ لگانا ایک عرض ہے مگر اس سے میوہ حاصل ہوتا ہے جو کہ جوہر ہے اور وہی مقصود ہے اسی طرح قلب ماہیت کرنے والی ادویہ کا استعمال ایک عرض ہے مگر کیمیا گر کے اس فعل سے ایک جوہر یعنی سونا وغیرہ بن کر کسی یار کے پاس چلا جاتا ہے۔ اور یہ فعل اس کا ایک ناقص دھات کا مکمل ہو جاتا ہے یوں ہی صیقل کرنا تلوار وغیرہ کا ایک عرض ہے مگر اس سے ایک جوہر (تلوار وغیرہ) مکمل ہو جاتا ہے اور اپنے اندر صفائی پیدا کر لیتا ہے پس جب تجھے معلوم ہو گیا کہ افعال خود لے جانے کے قابل نہیں ہاں روح کو مکمل اور لے جانے کے قابل بنا سکتے ہیں تو یہ نہ کہنا کہ میں نے بہت سے اچھے اچھے کام کر لئے ہیں میں وہ لے جاؤں گا بلکہ اعراض کی تاثیر دکھا کر انہوں نے تیری روح کو کامل بنایا یا نہیں اور اس سے گریز مت کر جب تک تو ایسا نہ کرے گا اور اپنے اندر کمال نہ پیدا کرے گا اس وقت تک تیرا اپنے متعلق یہ کہنا کہ میں نے اعمال صالحہ کئے ہیں یا اپنے ندیم کے متعلق یہ کہنا کہ وہ ایسا ہے ایسا ہے بالکل فضول اور عرض فانی ہے پس تو لایعنی باتوں میں مصروف نہ ہو اور بجائے بکرے کے اس کے سایہ کی قربانی نہ کر۔ کہ بے نتیجہ ہے۔ بلکہ کمال روحانی حاصل کر اور کر چکا ہے تو دکھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

گفت شاہا بے قنوط عقل نیست	گر تو فرمائی عرض را نقل نیست
اس (غلام) نے کہا اے شاہ عقل کے لئے مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے	اگر آپ یہ کہیں کہ عرض منتقل نہیں ہوتا ہے

گفت شاہا الخ۔ یعنی کہ غلام نے کہا کہ اے بادشاہ سوے (عام لوگوں کی) عقل کے ناامید ہونے کے (اور کوئی نتیجہ) نہیں ہے اگر آپ یہ فرماتے ہیں کہ اعراض کو نقل نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر آپ اس کے قائل ہونگے تو پھر عام لوگ تو بالکل ناامید ہی ہوجاوینگے۔

بادشاہا جز کہ یاس بندہ نیست	ہر عرض کاں رفت و باز آئندہ نیست
اے شاہ! (یہ بات) بندہ کی مایوسی کے سوا کچھ نہیں ہے	(کہ) جو عرض چلا گیا واپس آنے والا نہیں ہے

بادشاہا الخ۔ یعنی کہ اے بادشاہ (اسکا قائل ہونا کہ) جو عرض کیا گیا پھر واپس ہونیوالا نہیں ہے بجز اس کے کہ بندوں کو ناامید کرنیوالا ہے اور کوئی نتیجہ نہیں ہے۔

گر نبودے مر عرض را نقل و حشر	فعل بودے باطل و اقوال قشر
اگر عرض کے لئے نقل ہونا اور جمع ہونا نہیں ہے	"کرنا" باطل ہو گا اور "کہنا" چھلکا ہو گا

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر اعراض کے لئے نقل نہ ہوتی تو تمام اقوال باطل اور افعال فضول ہوجاتے اس لئے کہ جب وہ صادر ہونے کے بعد فوراً فنا ہوگئے تو ثمرہ کس پر ملے گا لہٰذا اس کے تو قائل نہیں ہوسکتے کہ اعراض اعمال منتقل نہ ہونگے اور انکا منتقل ہونا تو ممکن ہوگیا اب رہا یہ کہ ان کے معروض وموزوں ومنقول ہونے کی کیفیت کیا ہوگی لہٰذا آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ

ایں عرضہا نقل شد لون دگر	حشر ہر فانی بود کون دگر
یہ اعراض دوسری طرح منتقل ہوں گے	ہر فانی کا حشر دوسری ہستی میں ہو گا

این عرضہا الخ۔ یعنی تمام اعراض کی نقل دوسرے طریقہ سے ہوگی اور ہر فانی کا حشر ایک دوسرے کون سے ہوگا کہ جو اس کے پہلے عرضیت یا جوہریت کے مناسب بھی ہوگا۔

نقل ہر چیزے بود ہم لائقش	لائق گلہ بود ہم سائقش
ہر چیز کا منتقل ہونا اس کے مناسب ہوگا	گلہ بان گلہ کے مناسب ہوتا ہے

نقل ہر چیزے الخ۔ یعنی نقل ہر چیز کا اس کے لائق ہی ہوگا جیسے کہ گلہ کے لائق اس کا سائق ہوتا ہے۔ بس اس طرح ان کا حشر بھی ان کے مناسب اور لائق ہی ہوگا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وقت محشر ہر عرض را صورتیست	صورت ہر یک عرض را نوبتیست
حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی	ہر عرض کی صورت کے لئے ایک نوبت (معین) ہے

وقت محشر الخ۔ یعنی حشر کے وقت ہر عرض کی ایک صورت ہوگی اور ہر ایک کے عرض کی صورت کے لئے ایک نوبت ہوا کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ ہر اس شے کے لئے جو اس وقت عرض ہے مراتب اور نوبتیں مختلف ہوتی ہیں جو شے اس وقت جوہر ہے وہ کسی وقت میں عرض تھی اور جو اس وقت عرض ہے وہ کسی وقت جوہر تھا اس لئے کہ جس قدر جواہر موجود ہیں یہ سب مرتبہ علم الٰہی میں اعراض تھے اور جس قدر اعراض ہیں یہ سب حق تعالیٰ کے یہاں جواہر موجود ہیں۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ لما خلق اللہ الرحم قامت فقالت ہذا مکان العائذ بک من القطیعۃ لہٰذا معلوم ہوگیا کہ صلۂ رحم جو ایک عرض ہے ایک وقت میں جوہر تھا جو کہ بولتا تھا اور کھڑا ہوتا تھا لہٰذا معلوم ہوگیا کہ یہ سلسلہ اس طرح جاری ہے کہ جواہر سے اعراض اور اعراض سے جواہر بنا کرتے ہیں لہٰذا اگر اس طرح اعراض اعمال کو بھی مان لیا جائے تو کیا خرابی ہے۔

بنگر اندر خود کہ تو بودی عرض	جنبش جفتے بہ جفتے با غرض
تو خود اپنے اندر غور کر تو عرض تھا	ایک جوڑے کی جوڑے کے ساتھ حرکت خواہش کے ساتھ تھی

بنگر اندر الخ۔ یعنی اپنے اندر دیکھو کہ اول تم خود عرض تھے ایک جفت کی دوسرے کے ساتھ جنبش کی غرض کی وجہ سے تھی۔ مطلب یہ کہ اول ماں باپ کا ایک خیال تھا اور اس کی وجہ سے ایک حرکت انہوں نے کی لہٰذا اس خیال سے تم پیدا ہو گئے تو تم خود ایک مرتبہ میں عرض تھے جو کہ اب جوہر بنے بیٹھے اور آخر حکماء بھی اس کے تو قائل ہیں کہ ہر شے جب کہ موجود فی الذہن ہوتی ہے تو اسکا وجود اور ہوتا ہے اور جب موجود فی الخارج ہوتی ہے تو اسکا وجود اور ہوتا ہے پہلے وہ موجود فی رموضوع تھی اور خارج میں آ کر وہ موجود فی الموضوع ہوگئی۔ پس جو نسبت کہ ذہن کو خارج دنیا سے بھی ہی نسبت خارج دنیا کو خارج آخرت سے ہے اور اعمال اس وقت موجود لافی الموضوع ہیں اور قیامت میں موجود فی الموضوع ہو جائینگے تو کیا استحالہ ہے یہاں سے امثال و نظائر بیان فرمارہے ہیں اور آگے بھی امثال ہی میں فرماتے ہیں کہ

بنگر اندر خانہ و کاشانہا	در مہندس بود چوں افسانہا
محلوں اور گھر کو دیکھ	انجینئر (کے ذہن) میں خیالات کی طرح تھے

بنگر اندر الخ۔ یعنی کہ گھروں میں اور محلوں میں دیکھو کہ وہ انجینئر (کے ذہن) میں مانند افسانوں کے تھے کہ وہ فلاں گھر جو ہم نے اچھی طرح دیکھا ہے وہ موزوں دیوار اور چھت اور دروازہ تھا۔ مطلب یہ کہ اول انجینئر کے ذہن میں اس طرح آتا ہے کہ فلاں مکان جو دیکھا ہے اس کے مطابق بنانا چاہیے۔ پس وہ صورت ذہنیہ صورت

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل کرکے پھر جوہر بن جاتی ہے۔

کاں فلاں خانہ کہ ما دیدیم خوش	بود موزوں صفہ و سقف و درش
کہ فلاں گھر جو ہم نے دیکھا ہے بہت خوبصورت تھا	اس کا دالان اور چھت اور دروازہ بہت موزوں تھا
از مہندس آں عرض و اندیشہا	آلت آور دوستوں از بیشہا
انجینئر کا وہ عرض اور خیالات	آلہ اور جنگلوں سے ستون لائے

از مہندس الخ۔ یعنی انجینئر کے نزدیک تو وہ صرف تخیلات اور سوچ ہی تھے پھر اس سے جنگلوں میں سے آلات کو جمع کیا اور ستونوں کو اور اس سے ایک عمارت کھڑی کردی تو یہ سب مسبوق بالعرض ہیں۔

چیست اصل و مایۂ ہر پیشۂ	جز خیال و جز عرض و اندیشۂ
ہر پیشہ کی اصل اور سرمایہ کیا ہے؟	سوائے خیال اور عرض اور سوچ کے

چیست اصل الخ۔ یعنی کہ ہر ایجی اور پیشہ کی اصل کیا تھی سوائے خیال اور عرض اور تفکرات کے مثلاً یہ کہ اس طرح کمائینگے اور اس طرح مال حاصل کریں گے یہ سب اعراض ہی ہیں۔

جملہ اجزائے جہاں را بے غرض	در نگر حاصل نشد جز از عرض
دنیا کے تمام اجزاء کو بے غرض (ہو کر)	دیکھ سوائے عرض کے اور کچھ حاصل نہیں ہے

جملہ اجزائے الخ۔ یعنی تمام اجزائے عالم کو بے غرض (نفسانی) کے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ سوائے عرض کے اور کچھ بھی حاصل نہیں یعنی سب چیزیں مسبوق بالعرض ہونگی۔

اول فکر آمد آخر در عمل	بنیت عالم چناں داں در ازل
پہلے فکر آیا پھر عمل	ایسے ہی عالم کی بناء ازل میں (سمجھ)

اول فکر الخ۔ یعنی (جو شے کہ) فکر (میں) اول (تھی وہ) عمل میں آخر میں آئی اسی طرح عالم کی نسبت میں سمجھو کہ وہ بھی اول قصد و ارادہ حق تعالیٰ میں آیا اس کے بعد وجود ہوا پس وہ ارادہ و قصد حق تعالیٰ کا بھی کالعرض یعنی عرض کے مثل ہے اس لئے کہ عوارضات و جواہر تو صفات ممکن سے ہیں باری تعالیٰ میں پائی نہیں جاتیں۔ اس لئے یہاں مثل عرض کے کہیں گے آگے اول فکر آخر آمد در عمل کے نظائر پیش کرتے ہیں کہ

میوہا در فکر دل اول بود	در عمل ظاہر بآخر می شود
پھل اول دل کے خیال میں ہوتے ہیں	آخر میں عملی طور پر ظاہر ہوتے ہیں

میو ہا الخ۔ یعنی کہ دل کی فکر اور سوچ میں اول میوہ ہوتا ہے اور عمل میں سب سے آخر میں ظاہر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کوئی باغ وغیرہ لگاتے ہیں تو سب سے اول یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کا پھل کھائیں گے اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد تمام کام اس کا لگانا اس کی پرورش کرنا وغیرہ وغیرہ کرتے ہیں پھر جب وہ پرورش پا جاتا ہے تب وہ پھل لاتا ہے پس دیکھو فکر میں سب سے پہلے آیا تھا اور وجود میں سب سے بعد میں حاصل ہوا۔

اندر آخر حرف اول خواندئی	چوں عمل کردی شجر بنشاندئی
(گویا) آخر میں پہلا حرف پڑھا	جب تو نے عمل کیا شجرکاری کی

چون عمل الخ۔ یعنی جبکہ تم نے کام کیا اور درخت کو لگا دیا تو آخر میں اول حرف کو پڑھا۔ مطلب یہ کہ جب تجھے میوہ کا خیال آیا تو اس کے واسطے درخت لگا دیا تو آخر میں اول حرف کو پڑھا۔ مطلب یہ کہ جب تجھے میوہ کا خیال آیا تو اس کے واسطے درخت لگایا گیا اور اسکی پرورش وغیرہ ہوئی۔ اس کے بعد اس میوہ کے خیال کو سب سے آخر میں حاصل کیا اور اس کا ثمرہ بالکل آخر میں ملا حالانکہ خیال شروع میں پیدا ہوا تھا۔

آں ہمہ از بہر میوہ مرسل ست	گرچہ شاخ و برگ و بیخش اول ست
وہ سب میوے کے لئے بھیجے ہوئے ہیں	اگرچہ اس (درخت) کی شاخ اور پتے اور جڑ پہلے ہے

گرچہ شاخ الخ۔ یعنی اگر شاخ اور پتے اور جڑ سب اول میں ہیں مگر یہ سب میوہ کے واسطے بھیجے گئے ہیں اصل مقصود تو میوہ ہی ہے اور سب توابع ہیں۔

اندر آخر خواجۂ لولاک بود	پس سرے کہ مغز ایں افلاک بود
آخر میں صاحب لولاک ہوا	پس وہ سردار جو ان آسمانوں کا مغز تھا

پس سرے الخ۔ یعنی وہ سردار کہ ان الاک کے مغز (اور مقصود) تھے تو آخر میں آئے اور ایسے سردار (کہ جن کی شان میں) لولاک (کہا گیا ہے ہوئے۔ یہ مضمون اگرچہ اس قبیل سے نہیں لیکن چونکہ اس کی مثل تھا اس لئے یہاں بھی لے آئے کیونکہ بیان اس کا ہے کہ جو شے کہ مقصود ہوتی ہے وہ بعد میں حاصل ہوا کرتی ہے اور اسکے توابع پہلے ہوا کرتے ہیں پس اس طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ باعث تکوین عالم ہیں سب کے بعد میں تشریف لائے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل مقصود بعد ہی کو حاصل ہوا کرتا ہے اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ عالم ارواح میں سب سے پہلے پیدا ہوئے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اول ماخلق اللہ نوری یا یہ کہ آیا ہے کہ حق تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرما دیا تھا اور آدم ابھی مٹی اور پانی ہی میں تھے پس معلوم ہوا کہ اولیت من وجہ اور آخریت من وجہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت ہے۔

نقل اعراض ست ایں شیر و شگال	نقل اعراض ست ایں بحث و مقال
یہ شیر اور گیدڑ اعراض کی نقل ہے	یہ بحث اور گفتگو اعراض کی نقل ہے

نقل اعراض است الخ۔ یعنی کہ یہ بحث و مقال (جو کہ اسوقت ہو رہی ہے) بھی اعراض کا نقل ہی ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ شیر اور گیدڑ بھی سب نقل اعراض ہی ہے اس لئے کہ ہر شے کا وجود خارجی مسبوق مابعدم ہے اور اس عدم میں قصد حق تعالیٰ تخلیق کا تھا لہٰذا اول تمام عالم کالعرض تھا اور اب وہی چیزیں جواہر ہیں۔

جملہ عالم خود عرض بودند تا	اندریں معنیٰ بیامد ھل اتی
تمام عالم خود عرض تھا یہاں تک	کہ اسی مقصد کے لئے ھل اتی (قرآن میں) آیا ہے

جملہ عالم الخ۔ یعنی کہ تمام عالم عرض تھا یہاں تک کہ اس معنے میں آیت ہل اتی علی الانسان الخ آئی ہے۔ مطلب یہ کہ جس قدر عالم میں کونیات ہیں وہ سب کے سب مسبوق بالعدم ہیں اس لئے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہل اتے علی الانسان حین من الدہر لم یکن شیئا مذکورا یعنی کیا انسان پر ایک ایسا وقت نہیں آیا کہ وہ کچھ بھی نہ تھا تو دیکھو لوکہ انسان پر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ بھی عدوم ہوتا ہے۔

ایں عرضہا از چہ زائید از صور	ویں عرض ہم از چہ زائید از فکر
یہ اعراض (دنیا) کس چیز سے پیدا ہوئے صور (مثالی سے)	اور یہ عرض (صور مثالی) کس چیز سے پیدا ہو فکر (صور علمیہ) سے

این عرضہا الخ۔ یعنی یہ اعراض کہاں سے پیدا ہوئے۔ صورتوں سے پیدا ہوئے اور وہ صورتیں کس شے سے پیدا ہوئیں۔ ان ہی تفکرات سے لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ سلسلہ اس طرح جاری ہے کہ اعراض سے جواہر اور جواہر سے اعراض بنا کرتے ہیں تو دیکھو اصل میں جو عرض تھا وہی جوہر ہو جاتا ہے۔

ایں جہاں یک فکرتست از عقل کل	عقل چوں شاہ است و فکرتہا رسل
یہ دنیا ایک عقل کل (اللہ) کا ایک امر ہے	عقل (اللہ) گویا بادشاہ ہے اور فکر (صور علمیہ) قاصد ہیں

این جہان الخ۔ یعنی سارا جہان عقل کل (یعنی حق تعالیٰ) کی ایک فکر (کا نتیجہ) ہے اور عقل تو مثل بادشاہ کے ہے اور تفکرات مثل رسولوں کے ہیں مطلب یہ کہ ساری دنیا صرف حق تعالیٰ کے ایک خیال اور قصد کا ظہور ہے جو کہ کالعرض ہے۔ اسی سے یہ جواہر بن گئے ہیں۔

عالم اول جہان امتحاں	عالم ثانی جزائے ایں و آں
پہلا عالم امتحان کی دنیا ہے	دوسرا عالم اس اور اس کا بدلہ ہے

عالم اول الخ۔ یعنی عالم اول تو یہ جہان امتحان (یعنی دنیا) ہے اور عالم ثانی وہ اس کی اور اس کی جزا اور بدلہ ہے مطلب یہ کہ یہ جہان تو جہان امتحان ہے اس میں جو اعمال اچھے یا برے ہونگے وہ سب کے سب بصورت جواہر باقی رہیں گی ورنہ پھر ثواب و عقاب ہی کس پر ہوگا۔

چاکرت شاہا خیانت می کند	آں عرض زنجیر و زنداں می شود
اے شاہ! آپ کا نوکر بددیانتی کرتا ہے	وہ عرض زنجیر اور قید خانہ بن جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چاکرت شاہا الخ۔ یعنی کہ اے بادشاہ آپ کا خیانت کرتا ہے (پس اس وقت آپ کے دل میں یہ آتا ہے کہ اس کو زنجیر میں باندھ کر قید کرنا چاہیے۔ پس) یہ عرض (جو کہ آپ کے دل میں خیال زنجیر زندان تھا) خود زنجیر و زندان کی شکل میں ہو جاتا ہے لہٰذا دیکھ لو کہ اول عرض تھا اور وہی عرض اب جوہر ہو گیا۔

بندہ ات چوں خدمت شائستہ کرد	آں عرض نے خلعتے شد در نبرد
آپ کے غلام نے جب اچھی خدمت کی	وہ عرض کیا معرکہ میں خلعت نہیں بنی؟

بندہ ات الخ۔ یعنی جب تیرا غلام کوئی عمدہ خدمت کرتا ہے (اور اس وقت تمہارے قلب میں اس کو حرکت دینے کی آئی) تو کیا وہ عرض (جو دل میں ایک خیال تھا) مقابلہ میں خلعت نہیں ہو گیا یعنی دیکھ وہ خیال عرض تھا اور پھر اسی سے وہ خلعت جو کہ جوہر ہے ظاہر ہو گیا اور بن گیا اور اس کو مل گیا۔

ایں عرض با جوہر آں بیضہ است و طیر	ایں ازاں و آں ازیں زاید بہ سیر
اس عرض (کی نسبت) جوہر کے ساتھ انڈے اور پرندکی ہے	یہ اس سے اور وہ اس سے مسلسل پیدا ہوتا ہے

ایں عرض الخ۔ یعنی کہ یہ عرض جوہر کے ساتھ (ایسا ہے جیسا کہ) بیضہ اور پرندہ کہ یہ اس سے پیدا ہوتا ہے اور وہ اس سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی۔ اس کی تفسیر بیضہ اور طائر کے ساتھ کی گئی ہے۔ پس حاصل اس تقریر کا یہ ہوا کہ آپ جو کہتے ہیں کہ اعمال بالکل پیش ہی نہ ہونگے تو یہ غلط ہے وہاں معروض و موزوں اعمال ہی ہونگے ہاں ان کی صورت بدل جاوے گی اور یہ اعراض سے جواہر ہو جاوینگے۔

گفت شاہنشہ چنیں گیر المراد	ایں عرضہائے تو یک جوہر نزاد
شاہنشاہ نے فرمایا مطلب یہی سمجھو	تیرے ان اعراض نے ایک جوہر نہ بنایا

گفت شاہنشہ الخ یعنی کہ بادشاہ نے کہا کہ اچھا اس طرح فرض کرلو مگر تیرے ان اعراض نے تو ایک بھی جوہر پیدا نہ کیا مطلب یہ کہ خیر اس کو تو ہم مان گئے مگر یہ ماننا صرف تقلیدی اور عقلی ہے ہم چاہتے ہیں کہ حسا عرض کو مستحیل بجوہر ہوتے ہوئے دیکھیں پس اگر تیرے اعراض اعمال جوہر ہوتے ہیں تو دکھلا کہ کہیں نماز پڑھی ہو اور وہ جوہر ہو گئی ہو۔

شرح حبیبی

گفت شاہا بے قنوط الخ: غلام نے عرض کیا کہ حضور والا نے دعویٰ کیا ہے کہ روح ہی حضور حق سبحانہ میں لے جانے کی چیز ہے نہ کہ اعمال اور دلیل یہ بیان کی ہے کہ اعمال اعراض ہیں والعرض لایبقے زمانین فالاعمال لایبقی زمانین اور جو چیز دونوں زمانوں تک باقی نہیں رہ سکتی وہ موجود ہوتے ہی معدوم ہو جاتی ہے اور جو چیز موجود ہوتے ہی معدوم ہو جاتی ہے وہ قابل نقل نہیں لہٰذا اعمال قابل نقل و حشر نہیں اور جب اعمال قابل نقل و حشر نہیں تو وہ باقی بہ بھی نہیں ہو سکتے اور جبکہ اعمال باقی بہ نہیں ہو سکتے تو لامحالہ روح ہوگی کیونکہ پیش کرنے کے قابل دو ہی چیزیں ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

سکتی ہیں یا روح یا اعمال پس جبکہ اعمال نہیں تو ضرور روح ہے۔ اس دلیل کا یہ مقدمہ کہ اعمال اعراض ہیں اس خاکسار کو مطلقاً تو تسلیم نہیں ہاں فی النشاۃ الاولی مسلم ہے اور حضور جو یہ فرماتے ہیں کہ اعمال قابل نقل نہیں تو اسکا سبب محض عقل متوسط کی اسکے ادراک وعلم سے ناامیدی اور عجز ہے کہ وہ اس کو نہ سمجھ سکے اور نہ سمجھ میں آنے کی توقع رہی لہٰذا اس نے حکم لگا دیا کہ اعمال قابل نقل نہیں۔ نیز یہ امر کہ جو عرض فنا ہو گئی لوٹ نہیں سکتی۔ بندوں کے لئے مایوس کن ہے اور اس کا نتیجہ سوائے عوام کی مایوسی کے اور کچھ نہیں ہے کیونکہ ان کے اعمال کا مدار صرف یہی خیال ہے کہ اعمال تولے جائیں گے ان کی پرسش ہوگی وغیرہ وغیرہ اب اگر یہ کہہ دیا جائے کہ اعمال نقل نہیں ہو سکتے تو عوام ان کو محض بیکار سمجھ کر چھوڑ بیٹھیں گے اس لئے نہ یہ حکم فی نفسہ ہے اور نہ مصلحت کے لحاظ سے اسکا اظہار مناسب (بادشاہا جز کہ یاس بندہ نیست شعر سابق کے مضمون کی تاکید بھی ہو سکتا ہے مگر اولویت تاسیس کی بنا پر معنے مذکور پر محمول کیا گیا) حضور والا نے تو نقل اعمال کے امتناع کا دعویٰ کیا تھا مگر میں کہتا ہوں کہ اعمال ضرور منقول ومحشور ہونگے کیونکہ اگر اعمال کے لئے نقل وحشر نہ ہوتا تو وہ گو بوجہ مفید تجلیہ روح ہونے کے بالکل بے سود اور لغو نہ ہوتے لیکن معیاریت سزا جزا کے لحاظ سے ضرور فضول اور لغو ہوتے الانکہ نقوص متواترہ ومتکاثرہ و متواترہ سے ان کے اس اعتبار سے بھی لغو اور فضول ہونے کا بطلان ظاہر ہے (اس تقریر پر شعر گر بنودے مر عرض را الخ کا مقصد من جاء بالحسنۃ کا معاوضہ ہوگا اور یہ بھی مطلب ہو سکتا ہے کہ اگر عوام کے اعتقاد میں مصلحت نہیں اس تقریر پر یہ شعر مضمون شعر سابق کا تتمہ ہوگا) آپ کے اس خیال کا کہ اعمال منقول ومحشور نہیں ہو سکتے مبنی یہ امر ہے کہ یہ اعراض ہیں اس لئے فانی اور غیر باقی ہیں مگر یہ مبنی ہی غلط ہے کیونکہ اعمال ضرور اعراض ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے ہم یہ بھی مان لیتے ہیں کہ اعراض غیر باقی ہیں لیکن یہ کون کہتا ہے کہ یہ اعراض بوصف غرضیت ہی منقول ہونگے۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ یہ اعراض دوسرے رنگ میں یعنی رنگ جوہریت میں محشور ہونگے اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ عرض کا حشر برنگ عرض ہی ہو گو محال بھی نہیں (جیسا کہ نقل اعراض است این بحث وجدال سے ظاہر ہے) کیونکہ ہر فانی چیز کا حشر اسکا ایک دوسرا وجود ہے جو پہلے کیلئے مغایر ہے پس جو حالت اس وجود کے مناسب ہوگی اسی حالت میں محشور ہوگی کیونکہ گلہ کا ہانکنے والا اس کے مناسب ہوتا ہے یعنی ہر چیز کے متعلقات اس کے مناسب ہوتے ہیں اور ان میں سے ایک نقل بھی ہے لہٰذا وہ بھی اس کے مناسب ہی ہوگی۔ پس قیامت میں ہر عرض کے لئے ایک صورت جوہری ہوگی اور یہ کوئی ناممکن امر نہیں کیونکہ ہر عرض کی صورت وہیئت کے لئے مختلف وجودوں کے لحاظ سے ایک جداگانہ نوعیت ہے کبھی وہ صورت عرضیہ میں ظاہر ہوتی ہے اور کبھی صورت جوہریہ میں۔ دور کیوں جایئے خود اپنے ہی کو دیکھ لیجئے کہ آپ ایک وقت میں عرض اور زوجین کی حرکات جماعی کی علت غائی تھے جو کہ قایم بالذین اور موجود فی الموضوع تھے۔ اب آپ بصورت جوہری موجود ہیں۔ نیز مکانات اور عمارات کو دیکھئے کہ انکا وجود انسانوں کی طرح صرف مہندس اور انجینئر کے ذہن ہی میں تھا یعنی کہ فلاں گھر جو ہم

نے دیکھا تھا بہت عمدہ تھا۔ اسکا صفہ' چھت' در سب موزوں اور مناسب تھے ہم کو بھی ایک ایسی ہی عمارت تیار کرنی چاہیے مہندس کی اس عرض اور اسکے ان خیالات کا اثر یہ ہوا کہ جنگل سے ستون اور دیگر سامان مہیا کیا گیا اور ایک روز مکان تیار ہو گیا اور وہ موجود ذہنی جو بصورت عرض تھا اب بصورت جوہری نمودار ہو گیا اور یہ کچھ فن تعمیر ہی پر منحصر نہیں بلکہ اگر غور کیجئے کہ ہر پیشہ کی اصل کیا ہے تو خیال اور عرض اور تصور وفکر کے سوا کچھ نہ نکلے گی۔ آپ بنظر انصاف اور اتباع ہوئی کو چھوڑ کر سارے عالم کے ایک ایک جزو کو دیکھ جایئے تو آپ کو معلوم ہو جایئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اسکے تمام اجزا ایسے ہی اشیاء سے حاصل ہوئے ہیں جس کو مشابہت عرض کے سبب عرض کہا جاسکتا ہے یعنی صور علمیہ حق سبحانہ جس طرح ہمارے یہاں ایک شئے فکر اور ذہن میں اول ہوتی ہے مگر عمل اور وجود خارجی میں مؤخر۔ یوں ہی بناء عالم کو ازل میں سمجھو کہ اسوقت وہ مرتبہ علم الٰہی میں تھی اور بعد کو اس کا خارج میں وجود ہوا (یہ تو معنی تو اس وقت ہیں جبکہ اول فکر کے معنی اول در فکر یا دیہ فکر اول ہوں اور دوسرے مصرعہ میں وبنیت عالم بیائے موحدہ تحتانیہ ہو اور اگر نبیہ عالم بمیم ہو تو معنے یہ ہونگے کہ جس طرح ہوں کہ جس طرح فکر اول کا وجود خارجی آخر میں ہوتا مشیت ایجاد وعالم کو بھی ازل میں ایسا ہی سمجھو۔ کہ اسکا وجود خارجی بھی بعد ہی کو ہوا ہے) اب تم ایجاد علم کو میوہ دار درخت لگانے کے مثل سمجھو اور دیکھو کہ اس کا وجود خارجی بھی بعد ہی کو ہوا ہے۔ اب تم ایجاد عالم کو میوہ دار درخت لگانے کے مثل سمجھو اور دیکھو کہ میوے تصور ذہنی میں اول ہوتے ہیں لیکن خارج میں آخر میں ظاہر ہوتے ہیں جب تم عمل کرتے ہو اور درخت لگاتے ہو تو آخر میں اسی پہلی بات کو دہراتے اور اسکی علت غائیہ پھلوں کو جو پہلے ذہن میں موجود تھے اب اس کو خارج میں موجود پاتے ہو۔ پس اگرچہ وجود خارجی میں شاخیں' پتے' جڑ مقدم ہوتے ہیں مگر وجود ذہنی میں مؤخر اور مقصود بالعرض ہیں۔ مقصود بالذات پھل ہیں یہ چونکہ اس کے حصول کا ذریعہ ہیں اس لئے ان کو مقدم کیا گیا ہے۔ یوں جملہ عالم بمنزلہ جڑ اور شاخوں وپتوں کے ہے جو کہ وجود خارجی میں مقصود بالطبع اور موصل الی المطلوب الاصلی ہونے کے سبب مقدم ہے اور مقصود اصلی اور مغز آفرینش افلاک وغیرہ کا جسکا وجود خارجی آخر میں ہوا اور وہ عالی جناب ہیں جن کے لئے لولاک لما خلقت الافلاک وارد ہوا ہے خیر یہ ذکر تو استطراداً آ گیا تھا اب پھر اصل مطلب سنو۔ یہ گفتگو اور بحث جو آپ کر رہے ہیں کہ اعراض منقول نہیں ہو سکتے جو کہ عرض ہے خود یہ بحث بھی نقل اعراض ہی ہے اور شیر وگیدڑ جو کہ جوہر ہیں یہ بھی نقل اعراض ہی ہیں کیونکہ یہ منجملہ اجزائے عالم ہیں اور ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں اور اب پھر یاد دلاتے ہیں کہ تمام اجزائے عالم ابتدا میں کالعرض ہی تھے حتیٰ کہ قرآن مجید سے بھی یہی ثابت ہے کیونکہ ارشاد ہوتا ہے ہل اتی علی الانسان حین من الدھر لم یکن شیئا مذکورا اس سے معلوم ہوتا ہے عالم اولاً وجود خارجی اصلا نہ رکھتا تھا۔ اب سوچو کہ یہ اعراض (وجواہر عالم) کس چیز سے پیدا ہوئیں۔ صور مثالیہ جوہر سے اور صور مثالیہ جوہر یہ کس سے پیدا ہوئیں صور علمیہ حق سبحانہ سے لہٰذا اس تمام جہان کی اصل علیم وخبیر کا ایک علم ہی ہے جو اس عالم سے متعلق ہے او جو کہ شبیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بالعرض ہے اور حق سبحانہ بمنزلہ بادشاہ کے ہیں اور صورت علیہ بمنزلہ قاصدون کے جولہ حصول مدعا کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ یہ بحث دجلال وشیر وشغال سب نقل اعراض ہیں اور یہ بھی ثابت ہو گی کہ کبھی نقل اعراض بصورت اعراض ہوتی ہے اور کبھی بشکل جواہر نیز اسی سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اعمال بصور جو ہر یہ محشور و منقول ہو سکتی ہیں اور ان کے بصورت اعراض محشور ہونے سے محض ان کا عرض ہونا مانع نہیں کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ عرض بصورت عرضی منقول ہو سکتی ہے۔ ہاں اگر مانع ہے تو کوئی اور علت بلکہ میں کہتا ہوں کہ اعراض کا بصورت عرض محشور ہونا صرف ممکن ہی نہیں بلکہ فی الجملہ ثابت بھی ہے مثلاً صحف اعمال میں ان کا محشور ہونا یا بعد عرض اعمال کے مکلفین کے ان کو جان لینے کے بعد ان کا ان کے ذہنوں میں موجود ہونا وغیرہ وغیرہ خیر جب یہ ثابت ہو گیا کہ جملہ اجزائے عالم خواہ جواہر ہوں خواہ اعراض نقل اعراض اور عالم کے دو حصہ ہیں ایک اول جو کہ مقام امتحان و آزمائش ہے دوسرا آخر جو کہ مقام جزا و سزا ہے پس جبکہ اس عالم کے اشیاء خواہ جواہر ہوں یا اعراض۔ نقل اعراض ہیں تو اس عالم میں نقل اعراض بصورت اعراض و جواہر کیوں محال ہو گی اور یہ احتمال کہ وہ عالم جزاء سزا ہے اس لئے ایسا نہیں ہو سکتا سو یہ ایک بے سود احتمال ہے ہم تمہیں عالم جزاء و سزا میں بھی اس قسم کی نقل دکھائے دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ کا ایک خادم خیانت عرض ہے اور زنجیر و جیل خانہ جوہر۔ یوں ہی آپ کا ایک غلام عمدہ خدمت کرتا ہے جو کہ عرض ہے تو کیا وقت مجازاۃ اس کا ظہور خلعت کی صورت میں نہیں ہوتا جو کہ جوہر ہے ضرور ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ اس کا عالم جزا و سزا ہونا بھی اس نقل سے مانع نہیں ہے ان دو شعروں کی ایک تقریر تو یہ تھی۔ دوسری تقریر یہ ہے کہ آپ کا ایک خادم خیانت کرتا ہے اور اس کے سبب آپ اس کے لئے اول اپنے ذہن میں زنجیر و جیل خانہ تجویز کرتے ہیں جو کہ عرض ہے پھر اس سزا کا ظہور ہوتا ہے تو وہ سزا جو اول عرض تھی زنجیر وجیل خانہ ہو جاتی ہے جو کہ جوہر ہے۔ علیٰ ہذا آپ کا ایک غلام عمدہ خدمت کرتا ہے اور آپ اس کی جزاء میں اس کے لئے خلعت تجویز کرتے ہیں جس وقت کہ اب تک عرض ہوتی ہے تو کیا وقت مجازاۃ وہ عرض خلعت اور جوہر نہیں بن جاتی الخ پس خلاصہ کلام یہ کہ جوہر سے عرض پیدا ہوتی رہتی ہے اور عرض سے جوہر اور یہی سلسلہ چلا جاتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے انڈا اور پرندہ کہ پرندہ سے انڈا پیدا ہوتا ہے اور انڈے سے پرندہ۔ تو نقل جواہر بصورت اعراض ناممکن اور نہ اعراض کا بصورت جواہر منقول ہونا پس یہ دعوے کہ نقل اعراض و اعمال ناممکن ہے بالکل غلط ہے۔ ف عرض کے بصورت جوہر نمودار ہونے اور جوہر کے بشکل عرض ظاہر ہونے کے امتناع کا مدار ذاتیت جوہریت و عرضیت للجوہر والاعراض پر ہے لیکن اس اصل پر کوئی دلیل قائم نہیں محض دعوے بداہت ہے۔ پس خصم کو گنجائش ہے کہ وہ اس دعوے کو تسلیم نہ کرے بلکہ کہہ دے کہ یہ بداہت۔ بداہت وہم ہے نہ کہ بداہت عقل۔ صوفیہ تو اس بداہت کو بداہت وہم جانتے ہی ہیں۔ بعض اہل ظاہر جیسے محقق دوانی وغیرہ بھی اس کو بداہت وہم ہی مانتے ہیں اور اعمال کے قیامت میں بشکل جواہر نمودار ہونے کو تسلیم کرتے ہیں۔

گفت شاہنشہ چنین گیر الخ: بادشاہ نے کہا اچھا یونہی سہی کہ جواہر سے اعراض پیدا ہوئے ہیں اور اعراض سے جواہر اس لئے اعراض اعمال سے بھی جواہر اعمال پیدا ہوتے ہیں مگر ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ تمہارے اعمال سے تو کوئی جوہر پیدا نہیں ہوا تم خدا کے سامنے کیا لے کر جاؤ گے اگر پیدا ہوا ہو تو دکھاؤ کہاں ہے۔

شرح حبیبی

گفت مخفی داشت ہست آں را خرد	تا بود غیب ایں جہان نیک و بد
اس (غلام) نے کہا عقل (اللہ) نے اس کو پوشیدہ رکھا ہے	تاکہ یہ جہان نیک و بد پوشیدہ رہے

گفت مخفی الخ۔ یعنی اس غلام نے کہا کہ اس کو عقل (کل یعنی حق تعالیٰ) نے مخفی رکھا ہے تاکہ اس جہان کا نیک و بد پوشیدہ اور مخفی رہے۔ مطلب یہ کہ جیسا ہم نے بتایا ہے یہ چونکہ عالم امتحان ہے اس لئے اس کے اندر سب نیک و بد مخفی رکھا گیا ہے۔

زانکہ گر پیدا شدے اشکال فکر	کافر و مومن نگفتے جز کہ ذکر
اس لئے کہ اگر خیالات کی شکلیں ظاہر ہو جاتیں	(تو) کافر اور مومن سوائے ذکر (خداوندی) کے زبان پر نہ لاتا

زانکہ گر پیدا الخ۔ یعنی اس لئے کہ اگر تفکرات کے اشکال ظاہر ہو جایا کرتے تو کافر و مومن سب کے سب سوائے ذکر اللہ کے اور کچھ بھی نہ کہتے۔ مطلب یہ کہ اگر ان اعراض اعمال کی شکلیں ظاہر ہو جایا کرتیں جس سے کہ معلوم ہو جاتا کہ یہ برا ہے اور یہ اچھا ہے تو پھر مومن و کافر سب کے سب اللہ ہی کی یاد میں رہتے اس لئے کہ سب کے سب دیکھ لیتے کہ اسکا یہ ثمرہ ہے اور اسکا یہ ثمرہ ہے پس سب کو معلوم ہو جاتا اور خوف کے مارے اللہ کی یاد میں لگے رہتے اور یہ عالم غیب نہ رہتا۔

پس عیاں بودے نہ غیب اے شاہ دیں	نقش دین و کفر بودے بر جبیں
اے دین کے بادشاہ! مشاہدہ ہو جاتا نہ کہ غیب	پیشانی پر دین اور کفر کا نشان ہو جاتا

پس عیان بودے الخ۔ یعنی یہ سب چیزیں ظاہر ہو جاتیں نہ کہ غیب رہتیں۔ اے شاہ دین اور نقش کفر کا اور ایمان کا ہر شخص کے ماتھے پر ہوتا۔ یعنی ظاہر ہو جاتا تو پھر یہ دنیا عالم غیب نہ رہتا۔ بلکہ عالم مشاہدہ ہو جاتا ظاہر نظر میں یہاں شبہ ہوتا ہے کہ جب سب کی حالت ظاہر ہو جاتی اور ہر شخص کو معلوم ہو جاتا کہ میں دوزخ میں جاؤں گا یا جنت میں تو پھر وہ سارے کے سارے ذکر اللہ میں کیوں مشغول ہوتے جیسا کہ مولانا فرماتے ہیں بلکہ دوزخی ہونگے وہ تو مایوس ہو کر سب ذکر وغیرہ چھوڑ دیں گے اور جو مومن ہونگے وہ بے فکر ہو کر سب چھوڑ بیٹھیں گے جواب اس کا یہ ہے کہ باوجود اس ظہور کے بھی ذکر اللہ ہی ہے اس طرح مشغول رہیں گے اور اس طرح اعمال حسن کرینگے جیسے کہ اب قیامت میں باوجود یہ کہ سب کو اپنی اپنی حالت معلوم ہو جائے گی مگر کفار پھر بھی الفاظ ایمان کہیں گے کہ شاید قبول ہو جائیں حالانکہ وہ کہنا بالکل فضول ہوگا پس اس طرح اگر دنیا میں معلوم ہو جاتا تو اس وقت بھی یہی حالت ہوتی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جولوگ کہ مومن ہوتے وہ ترقی درجات کے لئے ذکر اللہ میں مشغول ہوتے۔ خوب سمجھ لو۔

کے دریں عالم بت و بتگر بدے	چوں کسے را زہرۂ تسخر بدے
اس عالم میں بت اور بتگر کب ہوتے؟	کس طرح کسی کو مذاق اڑانے کا حوصلہ ہوتا؟

کے دریں الخ۔ یعنی پھر اس عالم میں بت اور بت گر کب ہوتے اور کسی کو مسخرہ پن کی کب مجال ہوتی۔

پس قیامت بودے ایں دنیائے ما	در قیامت کے کند جرم و خطا
ہماری یہ دنیا حشر بن جاتی	(اور) حشر میں جرم و خطا (کوئی) کب کرسکتا ہے؟

پس قیامت الخ۔ یعنی پس ہماری یہ دنیا قیامت ہو جاتی (اور عالم امتحان نہ رہتا) اور قیامت میں کون جرم خطا کرتا ہے لہٰذا یہاں بھی سب نیکوکار ہی ہوتے۔ مگر چونکہ یہ عالم امتحان تھا اس لئے حق تعالیٰ نے ان چیزوں کو پوشیدہ رکھا اور ظاہر نہیں فرمایا۔

شرح حبیبی

گفت مخفی داشت الخ: غلام نے کہا کہ خدائے علیم نے ان کو ابھی پردۂ عدم میں چھپا رکھا ہے۔ ابھی پیدا ہی نہیں کیا۔ قیامت کو پیدا کرے گا یہ کہ پیدا کر دیئے گئے مگر نظروں سے پوشیدہ ہیں (والثانی ارجح) تاکہ یہ عالم اعمال نیک بد عالم غیب رہے اور امتحان متصور ہو کیونکہ اگر صور عقائد کہ منجملہ اعمال ہیں ظہور ہوتا تو جواب مومن یا کافر ہیں سب ذکر اللہ ہی کرتے اور مومن ہوتے نیز اس وقت یہ عالم عالم شہادت ہوتا نہ کہ عالم غیب اور دیندار کا دین اور کافر (اگر بالفرض موجود ہوتا تو اس) کا کفر یوں ظاہر و آشکار ہوتا جیسے پیشانی پر لکھا ہوا ہو اور اس عالم میں کب بت ہوتے اور کب بت گر اور کسی کو دین کے ساتھ استہزاء کی مجال کیسی ہوتی۔ اس بنا پر یہ ہماری دنیا ہی قیامت ہو جاتی اور کوئی جرم ہی نہ کرسکتا کیونکہ قیامت میں جرم کون کرتا ہے۔

شرح حبیبی

گفت شہ پوشید حق پاداش بد	لیک از عامہ نہ از خاصان خود
بادشاہ نے فرمایا اللہ (تعالیٰ) نے برائی کی سزا پوشیدہ رکھی ہے	لیکن عام انسانوں سے نہ کہ اپنے خواص سے

گفت شہ الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ بے شک حق تعالیٰ نے جزائے بد کو پوشیدہ رکھا ہے لیکن عام ہی لوگوں سے پوشیدہ رکھا ہے اپنے خاص لوگوں سے پوشیدہ نہیں رکھا اس کہنے میں بطور تحدث بالنعمۃ کے بادشاہ نے یہ کہا کہ چونکہ خاص لوگوں سے مخفی نہیں اور میں بحمد اللہ خاص لوگوں میں سے ہوں پس تو مجھ اپنے اعمال کو جواہر بنتے ہوئے دکھا۔

گر بدامے افگنم من یک امیر	از امیراں خفیہ دارم نز وزیر
اگر میں (سزا کے) جال میں کسی ایک سردار کو ڈالوں	سرداروں سے مخفی رکھوں گا نہ کہ وزیر سے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بدامے الخ۔ یعنی میں اگر کسی امیر کو قید میں ڈالتا ہوں تو (دوسرے) امیروں سے تو خفیہ رکھتا ہوں نہ کہ وزیر سے بس اس طرح حق تعالیٰ بھی اپنے خاص لوگوں سے ظاہر فرمادیتے ہیں۔

حق بمن بنمود پس پاداش کار	وز صورہائے عملہا صد ہزار
اللہ (تعالیٰ) نے عملوں کا بدلہ میرے لئے نمودار کر دیا ہے	لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ذریعہ

حق بمن بنمود الخ۔ یعنی کہ مجھے حق تعالیٰ نے اعمال کے بدلے دکھلا دیئے ہیں لاکھوں اعمال کی صورتوں میں لہٰذا تو بھی مجھے اپنے اعمال کو جواہر ہوتے دکھلا۔ یہاں سے بھی اس بادشاہ کا عارف کامل ہونا معلوم ہوتا ہے۔

تو نشانے دہ کہ من دانم تمام	ماہ را بر من نمی پوشد غمام
تو (اپنے اعمال کی) نشاندہی کر میں سب جان جاؤں گا	ابر چاند کو میرے سامنے نہیں چھپا سکتا

تو نشانے وہ الخ۔ یعنی کہ تو کوئی نشانی بتا کہ جس سے میں پوری طرح (تیری حالت) کو جان لوں اور بادل میرے اوپر چاند کو پوشیدہ نہیں کرتا۔ مطلب یہ کہ یہ عوارضات ظاہری مجھے حقیقت بینی سے روکتے نہیں ہیں لہٰذا تم کوئی نشانی ایسی بتاؤ کہ جس سے مجھے تمہاری پوری کیفیت معلوم ہو جائے۔

گفت پس از گفت من مقصود چیست	چوں تو میدانی کہ آں چہ بود چیست
اس (غلام) نے کہا پھر میرے کہنے کا کیا فائدہ ہے؟	جبکہ آپ جانتے ہیں کہ جو (عمل) تھا وہ کیسا ہے

گفت پس الخ۔ یعنی کہ اس غلام نے کہا کہ پھر میرے ہی کہنے سے کیا مقصود ہے جبکہ آپ کو معلوم ہے جو کچھ کہ تھا یا ہے۔ مطلب یہ کہ جب آپ کو خبر ہے تو میرے کہنے ہی کی کیا ضرورت ہے۔

گفت شہ حکمت در اظہار جہاں	آنکہ دانستہ بروں آید عیاں
شاہ نے فرمایا دنیا کو پیدا کرنے کی حکمت	یہ ہے کہ (اللہ کا) جانا ہوا مشاہدہ میں آجائے

گفت شہ الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ جہان کے ظاہر کرنے میں یہ حکمت تھی کہ جو چیز کہ جانی ہوئی تھی (علم باری تعالیٰ میں) وہ ظاہر ہو جائے پس جب کہ سنت اللہ بھی اظہار ہی پر جاری ہے حالانکہ حق تعالیٰ کو سب معلوم تھا کہ وہ دوزخی ہے اور وہ جنتی ہے مگر جب تک کہ ظاہر طور پر دکھلا نہیں دیا اس وقت تک اس کو سزا یا جزا نہیں دی۔ پس اگرچہ مجھے بھی معلوم ہے مگر تو بیان کر۔

آنچہ می دانست تا پیدا نکرد	بر جہاں ننہاد رنج طلق و درد
جب تک (اللہ تعالیٰ نے) اس کو پیدا نہ کر دیا جس کو وہ جانتا تھا	دنیا پر درد زہ اور تکلیف کو مسلط نہیں کیا

انچہ میدانست الخ۔ یعنی جو کچھ کہ حق تعالیٰ جانتے تھے جب تک کہ اس کو پیدا نہ کرلیا اس وقت تک جہان پر کسی قسم کی تکلیف نہیں رکھی طلق دردزہ کو کہتے ہیں مطلب یہ کہ باوجود یہ کہ حق تعالیٰ جانتے تھے مگر پھر بھی سب کو

www.besturdubooks.wordpress.com

پیدا اور ظاہر فرما کر پھر ان پر کسی قسم کی رنج و تکلیف اور سزا و جزا رکھی۔

یک زماں بیکار نتوانی نشست	تا بدی با نیکی از تو نجست
تو تھوڑی دیر (بھی) بیکار نہیں بیٹھ سکتا ہے	جب تک کہ کوئی بدی یا نیکی تجھ سے سرزد نہ ہو

یکو مان بیکار الخ۔ یعنی ایک گھڑی بھی تم بیکار نہیں بیٹھ سکتے کہ تم سے کوئی بدی یا نیکی ظاہر نہ ہو۔

ایں تقاضا ہائے کار از بہر آں	شد موکل تا شود سرت عیاں
کام کے یہ تقاضے اس لئے	مسلط ہوئے تاکہ تیرا بھید کھل جائے

این وتقاضہ ہائے الخ۔ یعنی یہ کام کا تقاضا اس لئے مسلط ہو گیا ہے تاکہ وہ کام ظاہر ہو جائے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ اظہار ہی میں فوائد ہیں اسی وجہ سے سنت اللہ بھی اس طرح جاری ہے پس تو بھی ظاہر کر اور نشانی دکھا۔

ورنہ کے گیرد کلابہ تن قرار	چوں ضمیرت می کشد او رابکار
ورنہ (یہ کیوں ہے کہ) بدن کا چرخہ کب قرار پکڑتا ہے؟	چونکہ تیرا دل اس کو کام کی طرف کھینچتا ہے

پس کلابہ الخ۔ یعنی یہ بدن کا چرخہ کب ساکن ہو سکتا ہے جب اسکے تاگے کو دل کھینچ رہا ہو مطلب یہ کہ جب اندر سے افعال کا تقاضا ہو رہا ہے تو پھر بغیر ان افعال کے صادر ہوئے کیسے چین لے سکتا ہے کلابہ چرخہ۔

پس کلابہ تن کجا ساکن شود	چوں سر رشتہ ضمیرش می کشد
جسم کا چرخہ کہاں ٹھہرتا ہے؟	جبکہ دل کا دھاگا اس کو چلاتا ہے
تاسۂ تو شد نشان آں کشش	بر تو بیکاری بود چوں جاں کنش
اس کشش کی علامت تیری بے چینی ہے	بیکاری تیرے لئے جان کنی ہے

تاسۂ تو شد الخ۔ یعنی تمہارا اضطراب اس کشش کی نشانی ہے کہ تجھ پر بیکاری جان کندنی ہو جاتی ہے اور دل چاہتا ہے کہ کون کام کریں لہٰذا یہ دل کا گھبرانا اس کشش اندرونی کی دلیل ہے کہ جس سے افعال ظاہر ہوتے ہیں۔

تاسۂ تو آں کشش را شد نشاں	ہست بیکاری چوں جاں کندن عیاں
تیری بے قراری اس کشش کی علامت ہے	ظاہر ہے کہ بیکاری جان کنی کی طرح ہے
ایں جہان وآں جہاں زاید ابد	ہر سبب مادر اثر از وے ولد
یہ جہاں اور وہ جہاں ہمیشہ (نتائج) پیدا کرتا ہے	ہر سبب ماں ہے مسبب اس کا بچہ ہے

این جہان الخ۔ یعنی کہ یہ جہان اور وہ جہان ہمیشہ (اسباب کو) پیدا کرتا ہے اور ہر سبب (مثل) ان (کے) ہے اور اس کا اثر اس کے ولد کی طرح ہے۔ اس جہان عالم غیب کا ہمیشہ ہونا تو ظاہر ہے کہ لاتقف عند حد

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے لیکن اس جہان کو ہمیشہ کہہ دینا بوجہ طول زمانہ کے ہے۔ مطلب یہ کہ اسباب سے ہمیشہ اثر ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ غرضیکہ عالم کا یہی سلسلہ ہے۔

چوں اثر زائید آں ہم شد سبب	تا بزاید زو اثر ہائے عجب
جب مسبب پیدا ہوا وہ بھی سبب بن گیا	یہاں تک کہ اس نے عجب مسببات پیدا کئے

چون اثر الخ۔ یعنی جبکہ اثر پیدا ہوا تو وہ بھی (کسی اور کا) سبب ہو جاتا ہے یہاں تک وہ ایک دوسرا عجیب اثر پیدا کرتا ہے۔

ایں سبہا نسل بر نسل ست لیک	دیدۂ باید منور نیک نیک
یہ اسباب نسل در نسل ہیں لیکن	بہت روشن آنکھ چاہیے

این سبہا الخ۔ یعنی کہ یہ اسباب اس طرح نسلاً بعد نسلاً ہیں (کہ ایک دوسرے سے پیدا ہوتے ہیں لیکن ان کے دیکھنے کے لئے خوب اچھی طرح منور آنکھ کی ضرورت ہے کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ اسباب آپس میں اس طرح متبدل ہوتے ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شاہ با او در سخن اینجا رسید	تا بدید ازوے نشانے یا ندید
بادشاہ اس کے ساتھ گفتگو میں یہاں تک پہنچا	(یہ معلوم) اس (غلام کے قول) کا کوئی نشان دیکھا یا نہیں دیکھا

شاہ با او الخ۔ یعنی بادشاہ اس غلام کے ساتھ باتوں میں یہاں تک پہنچا اب اس نے کوئی نشانی اس غلام سے دیکھی یا نہیں دیکھی اس کی ہمیں خبر نہیں۔

گر بدید آں شاہ جویا دور نیست	لیک مارا ذکر آں دستور نیست
اگر اس جستجو کرنے والے بادشاہ نے دیکھ لیا ہو تو بعید نہیں	لیکن اس کا ذکر کرنا ہمارا شیوہ نہیں ہے

گر بدید آن الخ۔ یعنی اگر اس بادشاہ نے طالب نے دیکھ لیا ہو تو کچھ بعید بھی نہیں ہے لیکن ہم کو اس کے ذکر کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ یہاں تک جو گفتگو بھی ہے یہ تو اس غلام بدصورت کے ساتھ تھی آگے اس غلام خوبصورت سے گفتگو کا ذکر ہے جس کو پہلے نہانے کو روانہ کر دیا تھا۔ اب وہ حضرت تشریف لائے ہیں فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

گفت شہ پوشید حق الخ۔ بادشاہ نے کہا کہ بے شک حق سبحانہ نے برے (اور اچھے) اعمال کی سزاؤں (اور جزاؤں) کو مخفی کیا ہے لیکن عوام سے نہ کہ خواص سے۔ دیکھو اگر میں کسی امیر کو پھانستا ہوں تو دیگر امراء سے مخفی کرتا ہوں مگر وزیر سے نہیں چھپاتا۔ لہٰذا حق سبحانہ نے بہت سے کاموں کی (جزائیں) و سزائیں مجھ پر لاکھوں عملوں کی صورتوں کے ضمن میں منکشف کی ہیں اب تو مجھے اپنے اعمال کی صورتیں دکھلا کیونکہ میں تیرے اس جل میں نہیں آ سکتا کہ حق تعالیٰ نے چھپا رکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور ظاہر نہیں کرتا۔ ورنہ یہ ہو جائے اور وہ ہو جائے اور ماہتاب حقیقت کو ابر تلبیس مجھ سے نہیں چھپا سکتا۔

گفت پس از گفت الخ: غلام نے کہا پہلے تو یہ فرمایئے کہ جب آپ حقیقت حال پر مطلع ہیں اور صور اعمال سے واقف ہیں تو مجھ ہی سے بیان کرانے اور نقل اعراض کو ثابت کرانے سے کیا مقصود تھا اپنے اعمال کے صور میں دکھانے یا نہ دکھانے کا قصہ تو الگ رہا۔

گفت شہ حکمت الخ: بادشاہ نے کہا کہ بے شک مجھے حقیقت معلوم تھی مگر تیری زبان سے ادا کرنا مد نظر تھا۔ یہ فعل عبث نہیں بلکہ سنت اللہ ہے کیونکہ وہ بھی اپنے علم پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اپنی معلومات کا اظہار چاہتے ہیں چنانچہ عالم کے پیدا کرنے میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ جو کچھ معلوم ہے وہ ظاہر ہو جائے اس لئے مسببات کو اسباب سے وابستہ کر دیا ہے چنانچہ جو کچھ وہ جانتا تھا اگر اس کو ظاہر نہ کرنا چاہتا تو عالم پر درروزہ کی تکلیف قائم نہ کرتا۔ اس کے قائم کرنے میں یہ مصلحت ہے کہ دو چار آدمی جمع ہوں اور خبر ہو جائے کہ فلاں کے فلاں بچہ پیدا ہوا ہے نیز تو تھوڑی دیر بھی بیکار نہیں بیٹھ سکتا بلکہ کچھ نہ کچھ خواہ نیکی ہو خواہ بدی کرتا ضرور رہتا ہے یہ کام کا تقاضا تیرے اندر کیوں پیدا کر دیا اس لئے کہ وہ باتیں جو تیرے اندر مضمر ہیں اور جن کو حق سبحانہ خوب جانتا ہے ظاہر ہو جائیں۔ پس جبکہ تیرے دل کی ڈور حق سبحانہ نے اپنے قبضہ میں لے رکھی ہے اور اس کو وہ کھینچتا رہتا ہے تو پھر تیرے بدن کا خرچہ ساکن کیونکر رہ سکتا ہے وہ تو ہمیشہ چلتا ہی رہے گا اور اس کشش کی علامت یہ مقرر کی ہے کہ جب تو خالی بیٹھتا ہے تو تجھے الجھن ہوتی ہے اور خواہ مخواہ جی چاہتا ہے کہ کچھ کرے اور بیکاری تیرے لئے جانکنی کی طرح تکلیف دہ ہوتی ہے۔ غرض کہ اپنے معلومات کے اظہار کے لئے حق سبحانہ نے عالم پیدا کیا اسی لئے عالم میں خواہ یہ عالم ہو خواہ وہ مسببات اپنے اسباب سے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور ہر سبب ماں ہوتا ہے اور مسبب اس کا بچہ جب اس اثر مسبب کے بچہ پیدا ہوتا ہے تو پھر وہ بھی سبب بن جاتا ہے۔ اور اس سے دیگر عجیب عجیب اسباب پیدا ہوتے ہیں یوں ہی یہ اسباب نسل در نسل چلے آتے ہیں مگر ان کے دیکھنے کے لئے بہت روشن آنکھ کی ضرورت ہے۔

شاہ با او در سخن الخ: خیر بادشاہ کی گفتگو کا سلسلہ اس غلام کے ساتھ یہاں تک پہنچا اور امتحان کی وجہ بتائی شان اعمال دکھایا یا نہیں دیکھا اس سے بحث نہیں اگر اس بادشاہ نے صور اعمال کو دیکھ لیا ہو تو کچھ عجب نہیں لیکن ہمارا قاعدہ نہیں کہ غیر ضروری باتوں کے پیچھے پڑیں اور ان کو ذکر کریں۔

شرح حبیبی

باز پرسیدن حال آں غلام

پھر اس غلام کی حالت پوچھنا

سوئے خویشش خواند آں شاہ ہمام	چوں زگرمابہ بیامد آں غلام
تو ملک معظم نے اس کو اپنی طرف بلایا	جب وہ غلام حمام سے آیا

چون ز گرما الخ۔ یعنی جب کہ وہ غلام (خوبصورت حمام سے واپس آیا تو اس بادشاہ بزرگ نے اس کو اپنے سامنے بلایا۔

گفت صحاً لک نعیم دائم	بس لطیفی و ظریف و خوبرو
اس (بادشاہ) نے کہا خاکر سے تندرستی ہے (اور تیرے لئے) دائمی نعمت ہو	تو بہت پاکیزہ اور خوش طبع اور خوبصورت ہے

گفت صحا لک الخ۔ یعنی بادشاہ نے (اس غلام سے کہا) کہ تیرے لئے ہمیشہ تندرستی اور نعمت ہو تو تو بڑا ہی لطیف اور ظریف اور خوبصورت ہے چونکہ اس کا بھی امتحان لینا مقصود تھا اس لئے اس کو ذرا پہلے خوب چڑھا دیا۔

پس سوئے کارے فرستاد آں دگر	تا ازیں دیگر شود او باخبر
پھر اس دوسرے (غلام) کو ایک کام کے لئے بھیج دیا	تاکہ اس دوسرے سے وہ باخبر بنے

پس سوئے الخ۔ یعنی پھر (یہ کہہ کر) اس دوسرے کو کسی کام کو روانہ کر دیا تاکہ اس دوسرے (کے حالات) سے وہ باخبر ہو جائے۔

پیش بنشاندش بصد لطف و کرم	بعد ازاں گفت اے چو ماہ اندر ظلم
بڑی مہربانی اور کرم سے اس کو سامنے بٹھایا	اس کے بعد کہا اے تاریکی کے چاند جیسے!

پیش بنشاندش الخ۔ یعنی اس کو خوب لطف و کرم کے ساتھ اپنے سامنے بٹھلایا۔ بعد اس کے کہا کہ اے مانند چاند کے اندھیرے میں

ماہ روئی جعد موئی مشکبو	نیک خوئی نیک خوئی نیک خو
تیرا چاند جیسا مکھڑا ہے تو گھنگریالے بال والا ہے مشک کی سی خوشبو والا ہے	تو نیک خو ہے تو نیک خو ہے نیک خو ہے

ماہرو ے الخ۔ یعنی تو ماہرو ہے اور گھونگریالے بالوں والا ہے اور مشکبو ہے اور نیک خو ہے اور پھر نیک خو ہے اور نیک خو۔

اے دریغا گر نبود در تو آں	کہ ہمی گوید برائے تو فلاں
ہائے افسوس! اگر تجھ میں وہ باتیں نہ ہوتیں	جو فلاں نے تیرے بارے میں کہی ہیں

اے دریغا الخ۔ یعنی کاش اگر تجھے میں وہ باتیں نہ ہوتیں کہ فلاں شخص (یعنی وہ غلام بدصورت) تیرے لئے کہتا ہے۔

شاد گشتے ہر کہ رویت دیدیے	دیدنت ملک جہاں ارزیدیے
جو بھی تیرا چہرہ دیکھتا خوش ہوتا	تیرا دیکھنا دنیا کی سلطنت کی قیمت کا ہوتا

شاد گشتے الخ۔ یعنی پھر تو جو تیرا منہ دیکھتا وہ شاد ہوتا اور تیرا دیکھنا ایک ملک مل جانے کے برابر ہوتا۔ اس لئے کہ خوبصورت تو ہی ہے اگر خوب سیرت بھی ہوتا تو کیا ہی کہنا تھا کہ پھر اس کا مصداق ہوتا کہ۔ بہار عالم حسنش دل و جان تازہ میدارد + برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنے را۔

گفت رمزے زاں بگوائے بادشاہ	کز برائے من چہ گفت آں دیں تباہ
اس (غلام) نے کہا اے شاہ! اس میں سے کچھ بتایئے	اس بے ایمان نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟

گفت رمزے راالخ۔ یعنی اس غلام نے کہا کہ اے بادشاہ اس میں سے کچھ تو بیان فرمایئے جو کہ میرے لئے اس دین تباہ نے کہا ہے دین تباہ بددعا ہے۔

گفت اول وصف دورویئت کرد	کاشکارا تو دوائی خفیہ درد
اس (شاہ) نے کہا کہ پہلے تو اس نے تیرے دورخے ہونے کی بات کی	کہ بظاہر تو دوا ہے بباطن درد ہے

گفت اول الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ اول تو اس (بدصورت) نے تیری دوروئی کو بیان کیا (کہ سامنے تو تو اچھا ہے اور بعد میں بہت ہی برا ہے) کہ ظاہر تو تیرا دوا ہے (کہ خیر خواہ معلوم ہوتا ہے) اور اندر درد ہے یعنی تکلیف دہ ہے اور یہ ساری باتیں اسکا امتحان لینے کے واسطے کیں اور کہیں۔

خبث یارش راچو از شہ گوش کرد	در زماں دریائے خشمش جوش کرد
جب اس نے بادشاہ سے اپنے دوست کی خباثت سنی	فوراً ہی اس کے غصہ کا دریا جوش میں آ گیا

خبث یارش الخ۔ یعنی اپنے ساتھی کی خباثت جبکہ بادشاہ سے سنی تو فوراً اس کے غصہ کے دریا نے جوش کیا اور بھڑک اٹھا۔

کف برآورد آں غلام وسرخ گشت	تا کہ موج ہجو او از حد گذشت
وہ غلام منہ میں جھاگ بھر لایا اور سرخ ہو گیا	یہاں تک کہ مذمت کرنے کا جذبہ حد سے گزر گیا

گفت برآورد آن الخ۔ یعنی وہ غلام کف بھر لایا اور سرخ ہو گیا یہاں تک کہ اس کے ہجو کی موج حد سے گزر گئی۔

کوز اول دم کہ بامن یار بود	ہمچو سگ در قحط سرگیں خوار بود
کہ وہ شروع ہی سے جب سے کہ میرا دوست تھا	قحط میں کتے کی طرح گوبر کھانے والا تھا

کوز اولدم الخ۔ یعنی (کہنے لگا) کہ وہ (یعنی بدصورت غلام) اول ہی سے کہ میرے ساتھ تھا کتے کی طرح قحط میں گوبر کھانے والا تھا مطلب یہ کہ وہ ہمیشہ ہی سے براہے غرضیکہ اس بیچارے کی خوب برائیاں کیں۔

چوں دمادم کرد ہجوش چوں جرس	دست برلب زد شہنشاہش کہ بس
جب اس نے اس کی گھنٹے کی طرح دمادم مذمت کی	شہنشاہ نے اس کے ہونٹ پر ہاتھ رکھ دیا کہ بس

چون دمادم کرد الخ۔ یعنی جب اس نے گھنٹے کی طرح دمادم اس کی ہجو کی تو اس کے منہ پر بادشاہ نے ہاتھ رکھ دیا کہ بس چپ رہو۔ مطلب یہ کہ جب وہ گھنٹے کی طرح ٹن ٹن بولنے لگا تو خوب اس کی برائیاں کیں تو بادشاہ نے منع کر دیا اور چپ رہنے کا حکم دیدیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت دانستم ترا از وے بداں	از تو جاں گندست از یارت دہاں
اس (بادشاہ) نے فرمایا میں تجھے اور اسے سمجھ گیا سمجھ لے	تیری روح گندی ہے اور اس کا منہ گندہ ہے

گفت دانستم الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ میں نے تجھے اس سے ممتاز کرلیا ہے اچھی طرح سمجھ لے تیری جان گندی ہے اور اس کا منہ گندہ ہے جیسا کہ پہلے معلوم ہوا ہے کہ گندہ دہن تھا۔

پس نشیں اے گندہ جاں از دور تو	تا امیر او باشد و مامور تو
بس اے گندہ روح! تو دور بیٹھ	تاکہ وہ حاکم بنے اور تو محکوم (بنے)

پس نشین الخ۔ یعنی لہٰذا اے گندے دور بیٹھ تاکہ وہ حاکم ہو اور تو محکوم ہو۔ لہٰذا دیکھ لو کہ ہر شخص اپنے اپنے مرتبہ کے موافق رکھا گیا ہے اور یہی وجہ تھی اس حکایت کے لانے کی جیسا کہ اس حکایت کے شروع میں اپنے مرتبہ کے موافق رکھا گیا اور یہی وجہ تھی اس حکایت کے لانے کی جیسا کہ اس حکایت کے شروع میں وجہ ربط بیان بھی کیا گیا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بہر ایں گفتند اکابر در جہاں	راحۃ الانسان فی حفظ اللسان
اسی لئے دنیا بھر کے بزرگوں نے کہا ہے	انسان کی راحت زبان کی حفاظت میں ہے

بہر این گفتند الخ۔ یعنی اس لئے بڑے لوگوں نے جہان میں کہا ہے کہ انسان کی راحت زبان کی حفاظت کرنے میں ہے۔ اگر یہ غلام اپنی زبان کو روکتا تو اس کے عیوب ظاہر نہ ہوتے۔

در حدیث آمد کہ تسبیح از ریا	ہمچو سبزہ گولخن داں اے کیا
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ ریاکاری کے ساتھ تسبیح	اے عقلمند! کوڑی کا سبزہ سمجھ

درحدیث آمد الخ۔ یعنی حدیث میں ہے کہ تسبیح ریا کے واسطے ایسی ہے کہ جیسے پہاڑ پر سبزہ ہوتا ہے اے زیرک کہ اوپر سے تو سبزہ معلوم ہوتا ہے اور اندر اس کے آگ بھری ہے۔ اس طرح یہ غلام اوپر سے تو خوبصورت اور اچھا تھا مگر اندر سے سیرت اور باطن بہت ہی خراب تھا اور بہت ہی بدسیرت تھا۔

پس بداں کہ صورت خوب نکو	باخصال بد نیرزد یک تسو
پس سمجھ لے بھلی اچھی صورت	بری عادتوں کے ہوتے ہوئے چار جو کے لائق نہیں ہے

پس بدانکہ الخ۔ یعنی پس جان لو کہ خوبصورت اور اچھی صورت برے اخلاق کے ساتھ ایک تسو کے برابر بھی نہیں ہوتی۔ تسو چار جو کو کہتے ہیں۔ مطلب یہ کہ بالکل بے قدر اور فضول شے ہے۔

ور بود صورت حقیر و ناپذیر	چوں بود خلقش نکو در پاش میر
اگر صورت حقیر اور نہ بھانے والی ہو	جب اسکے اخلاق اچھے ہوں تو اس کے قدموں میں جان دے دے

www.besturdubooks.wordpress.com

در بود الخ۔ یعنی اور اگر صورت حقیر و نامقبول ہو لیکن اس کے اخلاق اچھے ہوں تو اس کے پاؤں میں مر جاؤ یعنی اس پر سے تو فدا ہو جاؤ۔

صورت ظاہر فنا گردد بداں	عالم معنی بماند جاوداں
سمجھ لے ظاہری صورت فنا ہو جائے گی	باطن کا عالم ہمیشہ (باقی) رہے گا
چند بازی عشق با نقش سبو	بگذر از نقش سبو و آب جو
ٹھلیا کے نقش سے عشق بازی کب تک؟	ٹھلیا کے نقش اور نگار کو چھوڑ اور پانی تلاش کر

چند بازی الخ۔ یعنی گھڑے کے نقوش کے ساتھ کب تک عشق بازی رہے گی نقش کو چھوڑ دو (جو کہ غیر مقصود ہے) اور پانی کو تلاش کرو (جو کہ مقصود ہے) بس اچھی صورت مت دیکھو بلکہ اچھی سیرت دیکھو۔

چند باشی عاشق صورت بگو	طالب معنی شو و معنی بجو
بتا صورت کا عاشق کب تک (بنا) رہے گا؟	سیرت کا طلب گار بن اور باطن کی تلاش کر

چند باشی الخ۔ یعنی کہ صورت کے عاشق کب تک رہو گے کچھ کہو تو سہی (اور چونکہ یہ مقصود نہیں ہے اس لئے اس کو چھوڑ دو اور) معنی کے طلب کرنے والے ہو جاؤ اور معنی ہی کو تلاش کرو جو کہ مقصود ہے اور وہ معنی کمالات باطنی ہیں ان کو حاصل کرو کہ وہی مقصود ہیں۔

صورت ظاہر الخ۔ یعنی سمجھ لو کہ ظاہری صورت تو فنا ہو جائے گی اور عالم معنی ہمیشہ رہیں گے اس لئے کہ کمالات باطنی تو باقی رہنے والے ہیں بلکہ اس جہان سے قطع تعلق کے بعد بڑھنے والے ہوتے ہیں۔

صورتش دیدی ز معنی غافلی	از صدف در را گزیں گر عاقلی
تو نے اس کی صورت دیکھی اس سیرت سے غافل ہے	سیپ میں سے موتی چن اگر تو عقلمند ہے

صورتش الخ۔ یعنی اس (معنی) کی صورت تم نے دیکھی ہے اور پھر غافل ہو (بس غفلت کو چھوڑ دو) اور صدف سے موتی کو لے لو اگر تم عاقل ہو۔ یعنی مقصود کو غیر مقصود سے الگ کر کے مقصود کو حاصل کرو۔

این صدفہائے قوالب در جہاں	گرچہ جملہ زندہ اند از بحر جاں
جسموں کے یہ سیپ دنیا میں	اگرچہ سب جان کے سمندر (اللہ تعالیٰ) سے زندہ ہیں

این صدفہائے الخ۔ یعنی یہ قوالب (جو کہ مثل) صدف کے ہیں جہاں میں اگرچہ اسی دریائے جان (حق تعالیٰ) کی وجہ سے زندہ ہیں۔ مطلب یہ کہ جس قدر کونیات ہیں ان سب کو حق تعالیٰ کے ساتھ مخلوق ہونے کا تعلق تو ہے ہی پس اس لئے سب کا وجود اس کی وجہ سے ہے اور اسکی طرف سے ہے اور سب کے سب اسی سے پرورش پاتے ہیں مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک اندر ہر صدف نبود گہر	چشم بکشا در دل ہر یک نگر
لیکن ہر سیپ میں موتی نہیں ہوتا ہے	آنکھ کھول اور ہر ایک کے اندر دیکھ لے

لیک اندرالخ۔ لیک ہر صدف میں گوہر نہیں ہوتا لہٰذا آنکھ کھولو اور ہر ایک (صدف) کے دل میں دیکھو۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ تمام صدف دریا ہی سے فیض لینے والے اور اس ہی سے تعلق رکھنے والے ہوتے ہیں لیکن ہر صدف میں موتی نہیں ہوتا پس اسی طرح اگرچہ جملہ اکوان عالم حق تعالیٰ ہی کی طرف سے موجود ہیں اور ان ہی سے سب کا تعلق ہے لیکن ہر ایک تو کامل نہیں ہوتا لہٰذا چشم حقیقت میں سے دیکھ لو کہ کون جامع کمالات ہے اور کون خالی ہے جس میں کمالات ہوں اس سے کمالات حاصل کرلو اور جو الی ہو اس سے قطع تعلق کرو۔ آگے چشم بکشا در دل ہر یک نگر کی تشریح ہے کہ

کانچہ دارد ویں چہ دارد می گزیں	زانکہ کم یاب ست آں در ثمیں
اس میں کیا ہے اس میں کیا ہے چن	کیونکہ قیمتی موتی نایاب ہے

کان چہ داردالخ۔ یعنی (چشم بین سے دیکھو) کہ یہ کیا رکھتا ہے اور وہ کیا رکھتا ہے (اسبات کو) قبول کرلو اس لئے کہ وہ در بے بہا ہی کمیاب ہے لہٰذا صورت صدف کی طرف مت جاؤ اور اس کو مقصود مت سمجھو بلکہ بس جس میں کہ موتی ہے اس سے وہ موتی لے لو۔ اور جس میں نہیں ہے اس کو پھینک دو کہ صورت صدف کسی مصرف کی نہیں ہے اسی طرح دنیا میں جو کامل اور متوجہ بحق ہیں ان سے کمالات حاصل کرلو اور جو اس سے خالی ہیں ان سے بالکل قطع تعلق کردو۔

گر بصورت می روی کوہے بشکل	در بزرگی ہست صد چنداں کہ لعل
اگر تو صورت پر جاتا ہے تو پہاڑ شکل میں	بڑائی میں لعل سے کئی سو گنا زیادہ ہے

گر بصورت الخ۔ یعنی اگر تم صورت کو دیکھتے ایک پہاڑ شکل میں لعل سے سو چند (بلکہ کہیں اس سے زیادہ ہے لہٰذا اس پہاڑ کی قیمت زیادہ ہونی چاہیے۔ حالانکہ اس پہاڑ کو کوئی بھی نہیں پوچھتا اور لعل کے خریدار لاکھوں ہیں پس معلوم ہوا کہ صورت مقصود نہیں ہے۔

ہم بصورت دست و پا و پشم تو	ہست صد چنداں کہ نقش چشم تو
نیز تیرے ہاتھ اور پیر اور بال	تیری آنکھوں کے وجود سے کئی سو گناہ بڑے ہیں

ہم بصورت الخ۔ (کہ ایک اور نظیر یہ بھی (ہے کہ) تمہارے ہاتھ پاؤں اور جسم صورت میں آنکھ کے نقش سے سینکڑوں حصے زیادہ ہیں (تو اگر صورت ہی مقبول و مقصود ہوتی تو آنکھ سب سے کم اور ارذر ہوتی) لیکن تم پر یہ بات پوشیدہ نہیں کہ تمام اعضاء سے دو آنکھیں مقبول (و مقصود) ہیں اور سب میں زیادہ بھی عزیز ہیں لہٰذا معلوم ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گیا اصل مقصود صورت نہیں بلکہ باطن ہے پس اس کے حصول کی کوشش کرنی چاہیے۔ آگے بھی باطن کی فضیلت ظاہر پر بیان فرماتے ہیں کہ

لیک پوشیدہ نباشد بر تو ایں	کز ہمہ اعضا دو چشم آمد گزیں
لیکن یہ تجھ سے پوشیدہ نہ رہے	کہ تمام اعضاء میں دو آنکھیں فائق ہیں
از یک اندیشہ کہ آید در دروں	صد جہاں گردد بیک دم سرنگوں
ایک خیال جو دل میں آتا ہے اس سے	سو جہان فوراً اوندھے ہو جاتے ہیں

از یک اندیشہ الخ۔ یعنی ایک خیال کہ (کسی بادشاہ کے) دل میں آتا ہے تو سینکڑوں جہان ایک دم میں سرنگوں ہو جاتے ہیں پس دیکھ لو کہ ایک خیال کہ جس کو باطن سے تعلق تھا اس کے آنے کے ساتھ ہی ظاہری صورتیں سینکڑوں لاکھوں فنا ہو جاتی ہیں۔

جسم سلطاں گر بصورت یک بود	صد ہزاراں لشکرش در پے دود
بادشاہ کا جسم اگرچہ بظاہر ایک ہوتا ہے	(لیکن) اس کے پیچھے ہزاروں کا لشکر دوڑتا ہے

جسم سلطان الخ۔ یعنی (دیکھو کہ) جسم بادشاہ کا صورت میں گرچہ ایک ہی ہوتا ہے لیکن لاکھوں لشکر اس کے پیچھے ہوتا ہے تو یہ ساری وجہ اس کی ہے کہ اس کے اندر ایک ایسی شے ہے جو اوروں میں نہیں ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ باطن کو ظاہر پر اور صورت پر فضیلت ہے۔

باز شکل و صورت شاہ صفی	ہست محکوم یکے فکر خفی
پھر (اسی) منتخب بادشاہ کی صورت	ایک مخفی خیال کے تابع ہے

باز شکل الخ۔ یعنی پھر اس برگزیدہ بادشاہ کی صورت بھی ایک فکر خفی کی محکوم ہے کہ جب کوئی خیال اس کے ذہن میں آتا ہے فوراً اس پر عمل کرتا ہے۔

خلق بے پایاں زیک اندیشہ بیں	گشتہ چوں سیلے روانہ برزمیں
دیکھ (اللہ تعالیٰ کے) ایک ارادہ سے لا انتہا مخلوق	زمین پر بہاؤ کی طرح روانہ ہو گئی ہے

خلق بے پایان الخ۔ یعنی بے انتہا مخلوق دیکھ لو کہ ایک خیال (حق) سے ایک رو کی طرح زمین پر روانہ ہو گئے ہیں لہٰذا دیکھ لو کہ ایک خیال باطن ہی سے اس قدر صورتیں ظاہر اور پیدا ہو گئیں۔

ہست آں اندیشہ پیش خلق خرد	لیک چوں سیلے جہاں را خورد و برد
(اگرچہ) وہ ارادہ لوگوں کی رائے میں چھوٹا ہے	لیکن بہاؤ کی طرح اس نے دنیا کو خورد برد کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست آن الخ۔ یعنی کہ وہ خیال مخلوق کے سامنے ایک چھوٹی شے ہے لیکن وہی خیال جہان کو روئی کی طرح بہا لے جائے۔ اور خورد برد کردے جیسا کہ قرآن شریف ہے فمن یملک من اللہ ان اراد ان یھلک المسیح ابن مریم وامہ ومن فی الارض جمیعاً پس اگر حق تعالیٰ سب کے ہلاک کا قصد کریں تو وہ ایک قصد ہو لیکن وہی موجب سب کی تباہی کا ہو جائے۔

خلق عالم چوں رمہ ست وحق شباں	میدواند جملہ را روز و شباں
دنیا والے ریوڑ کی طرح ہیں اور اللہ (تعالیٰ) چرواہا	شب و روز سب کو دوڑا رہا ہے

خلق عالم الخ۔ یعنی مخلوقات عالم سب کی سب مثل ایک گلہ کے ہیں اور حق تعالیٰ مثل چرواہے کے ہیں تو جس طرف کو اور جس طرح چاہتے ہیں ان کو رات دن دوڑاتے ہیں پس معلوم ہو گیا کہ ظاہر اور صورت پر باطن کو ترجیح ہے لہٰذا اس کو طلب کرنا چاہیے اور صورتوں کو ترک کرنا چاہیے چونکہ اوپر سے بیان ہے ترجیح معنی کا صورت پر اس لئے آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس چومی بنی کہ از اندیشۂ	قائم ست اندر جہاں ہر پیشۂ
پس جب تو دیکھے کہ ایک ارادہ سے	ہر چیز دنیا میں قائم ہے

پس چوالخ۔ یعنی پس جبکہ تو دیکھتا ہے کہ ایک خیال ہی سے ہر پیشہ قائم ہے اور گھر اور محل اور شہر اور پہاڑ اور جنگل اور نہریں اور زمین اور دریا اور خورشید اور آسمان (غرضیکہ جملہ کائنات) اسی (خیال) سے زندہ ہیں جیسے کہ مچھلی دریا سے (زندہ رہتی ہے اور اگر دریا نہ ہو تو اس کا وجود بھی فنا ہو جاتا ہے) پس پس اے اندھے (حقیقت سے) تیرے سامنے بے وقوفی سے کس لئے بدن (ظاہری) مثل سلیمان علیہ السلام کے (مقصود و عزیز و عظیم) ہے اور اندیشہ اور خیال مانند چیونٹی کے (غیر مقصود اور حقیر) ہے مطلب یہ کہ تمام کائنات عالم کو دیکھ لو خواہ وہ صنعت حق سبحانہ سے ہو اور خواہ صنعت مخلوق کو اس میں دخل ہو غرضیکہ سب کی سب خیال اور قصد اور ارادہ ہی سے قائم اور موجود ہیں اور وہ ارادہ اور قصد ایک معنوی اور مستتر شے ہے تو وہ متبوع اور یہ کل کائنات عالم توابع ہوئے پس جو کہ اصل اور متبوع ہے اس کو حاصل کرنا چاہیے اور ان توابع سے قطع تعلق ضروری ہے۔

خانہاؤ قصر ہاؤ شہر ہا	کوہہاؤ دشتہاؤ نہرہا
مکانات محلات اور شہر	پہاڑ اور جنگل اور نہریں
ہم زمین و بحر ہم مہر و فلک	زندہ ازوے ہمچو از دریا سمک
زمین اور دریا بھی سورج اور آسمان بھی	اسی کی وجہ سے زندہ ہیں جیسا کہ مچھلی دریا سے
پس چرا از ابلہی پیش کو کور	تن سلیمانؑ ست واندیشہ چو مور
تو تجھ اندھے کے سامنے حماقت سے	جسم سلیمانؑ جیسا ہے اور ارادہ چیونٹی جیسا

www.besturdubooks.wordpress.com

می نماید پیش چشمت کہ بزرگ	ہست اندیشہ چولیش وکوہ گرگ
تیری نگاہ کے سامنے پہاڑ بڑا ہے	ارادہ بھیڑ کی مانند ہے اور پہاڑ بھیڑیا

می نماید الخ۔ یعنی کہ تیری آنکھ (غلط بین) کے سامنے پہاڑ بڑا (معلوم ہوتا ہے) اور فکر اور خیال مانند چوہے کے اور بدن بزرگ (معلوم ہوتا ہے)

عالم اندر چشم تو ہول و عظیم	زابر و برق و رعد داری لرز و بیم
جہاں تیری نظر میں خوفناک اور بڑا ہے	ابر بجلی اور کڑک سے تو لرزتا اور ڈرتا ہے

عالم اندر الخ۔ یعنی عالم تیری نگاہ میں ایک ہول دلانیوالی اور بہت بڑی شے ہے اور ابر اور بجلی اور کڑک سے تم خوف اور لرزہ رکھتے ہو یعنی ان چیزوں سے ڈرتے ہو۔

وز جہان فکرتی اے کم زخر	ایمن و غافل چو سنگ بے خبر
اور اے گدھے سے کم (عقل) تو عالم فکر سے	بے علم پتھر کی طرح غافل اور مطمئن ہے

در جہان الخ۔ یعنی اے (وہ شخص جو کہ) گدھے سے کم ہے تو جہان فکر میں بے خوف اور غافل ہے مانند ایک بنجر پتھر کے یعنی تو اس کو کچھ سمجھتا ہی نہیں۔ یہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ تو اس حقیقت سے غافل اور بے بہرہ ہے۔

زانکہ نقشی و زخرد بے بہرۂ	آدمی خو نیستی خر کرۂ
کیونکہ تو ایک تصویر ہے اور عقل سے بیگانہ ہے	تو آدمی خصلت نہیں ہے گدھے کا بچہ ہے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ تو صرف نقش ہی ہے اور عقل سے بالکل بے بہرہ ہے اور خود آدمی نہیں ہے بلکہ گدھے کا بچہ ہے۔ لطیفہ بعض لوگ کسی کو کہہ دیتے ہیں گدھے کا بچہ سور کا بچہ تو اس سے یہ سمجھا جاتا ہے اس نے باپ کو بھی گالی دی کہ اس کو گدھا بنا کر اس کو اس کا بچہ بنایا لیکن اصل میں یہ بات نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ تو مثل گدھے کے بچے کے ہے ابجٗ۔ مطلب یہ کہ چونکہ تو صرف صورت اور نقش ہی ہے اور عقل سے بالکل ہی خالی ہے اس لئے تجھے حقیقت کی خبر نہیں ہے۔

جہل محضی و زخرد بیگانہ	بو نداری از خدا دیوانہ
تو خالص جہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے	خدا کی تجھ میں بو بھی نہیں ہے تو پاگل ہے

جہل محضی الخ۔ یعنی کہ تو جاہل ہے اور عقل سے بیگانہ ہے اور حق تعالیٰ کی (معرفت کی) بو بھی نہیں رکھتا لہٰذا دیوانہ ہے تو۔

سایہ را تو شخص می بینی زجہل	شخص ازاں شد نزد تو بازی وسہل
نادانی سے تو سایہ کو وجود سمجھتا ہے	اسی لئے وجود تیرے نزدیک کھیل اور بے وقعت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سایہ رالخ۔ یعنی کہ تو سایہ کو جہل کی وجہ سے شخص دیکھ رہا ہے (یعنی غیر مقصود کو مقصود سمجھ رہا ہے) اس لئے شخص (مقصود) تیر نزدیک کھیل اور سہل ہے اور اسی لئے اس کو چھوڑے بیٹھا اور وجہ چشم حقیقتہً بین نہ ہونے کے تجھے اس مقصود کی خبر نہیں۔ لیکن ایک وقت وہ بھی آئے گا کہ تجھے کالشمس فی رابعۃ النہار یہ سب چیزیں معلوم ہونگی اس کی ایک مثال مولانا بیان فرماتے ہیں کہ

نک زغیبت یک نمودار آتش ست	کز لطافت چوں ہوائے دلکش ست
دیکھئے آگ عالم غیب کا ایک نمونہ ہے	جو لطافت میں دلکش ہوا کی طرح ہے

نک زغیبت الخ۔ یعنی کہ عالم غیب کا ایک نمونہ آگ ہے کہ لطافت کی وجہ سے (پوشیدگی میں) ہوائے دلکش کی طرح اور جب تک کسی جسم کثیف کے ساتھ ملتی نہیں ہے اس وقت تک اس لطیف کی نگاہ کو خبر بھی نہیں ہوتی پھر اثر کے وقت زیادہ ہے۔ ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور کلہاڑوں سے مطلب یہ ہے کہ تم کو جو عالم غیب کی طرف التفات نہیں ہے اور چونکہ وہ تم کو دکھلائی نہیں دیتا اس لئے اس سے غفلت ہے سو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آگ ہوتی ہے کہ جو آگ کہ خالص ہوتی ہے اور اس میں امتزاج کثیف کا نہیں ہوتا تو وہ دکھلائی نہیں دیتی۔ اس لئے کہ آگ تو ہوا سے بھی لطیف شے ہے مگر جبکہ وہی آگ کہیں بدن کو لگ جائے تو لطف آ جائے تو دیکھو حالانکہ مبصر نہیں ہے اور ظاہر نظر سے غائب ہے مگر پھر بھی اثر کرتی ہے اس طرح تم اس وقت جو مقصود سے بےخبر اور غافل ہو یہ سب قیامت کے روز تمہارے سامنے آ جائے گا اور اس دن ساری حقیقت معلوم ہو جائے گی اس کو مولانا فرماتے ہیں۔

تا بجسمے در نمی پیچد کثیف	آگہی نبود بصر را زاں لطیف
جب تک کسی کثیف جسم میں نہ لگے	اس لطیف کا آنکھ کو پتہ نہیں چلتا ہے
باز افزوں ست ہنگام اثر	از ہزاراں تیشۂ و تیغ و تبر
پھر تاثیر کے وقت وہ بڑھی ہوئی ہے	ہزاروں تیشوں اور تلواروں اور تبر سے
باش تا روزیکہ آں فکر و خیال	برکشاید بے حجابے پر و بال
اس دن تک ٹھہر جب کہ وہ فکر اور خیال	کھلم کھلا بال و پر نکالے

باش تا روزے الخ۔ یعنی اس دن تک ٹھہرو کہ یہ فکر و خیال بغیر کسی حجاب کے پیر و بال کھولے اور تم کو اس وقت اس کی حقیقت اور اس کا اثر معلوم ہوگا اس لئے کہ اعدام کا اثر بہ نسبت ایجاد کے زیادہ پڑتا ہے۔ مثلاً آگ کو کہ جو اس کے اندر آ گیا اور اس نے اس کو جلا دیا۔ بہت ہی مؤثر جانتے ہیں اور پانی اگر بہت سے مکانات گرا دے تو اس کو بھی مؤثر مانتے ہیں اور اس کی عظمت دل میں ہوتی ہے اور اگر ان سے کوئی شے پیدا ہو تو پھر ان کی اس قدر عظمت نہیں ہوتی پس اس طرح اگرچہ یہ دنیا بھی ان خیال اور قصد حق تعالیٰ ہی کا ظہور ہے مگر یہ مؤثر نہیں ہے ہاں جبکہ وہ قصد اور خیال

www.besturdubooks.wordpress.com

باری تعالیٰ ان کے عدم کی طرف متوجہ ہوگا اس وقت اس کو بہت ہی عظمت کی نظر سے دیکھا جائے گا اسی لئے مولانا نے فرمایا کہ اس دن تک ٹھہرو کہ جس دن میں اس قصد اور خیال وغیرہ کا پورا پورا اثر ہوگا اور وہ اثر یہ ہے کہ

کوہہا بینی شدہ چوں پشم نرم	نیست گشتہ ایں زمین سرد و گرم
تو پہاڑوں کو نرم اون کی طرح دیکھے گا	یہ سرد و گرم زمین نابود ہو جائے گی

کوہہا بینی الخ۔ یعنی پہاڑوں کو تم دیکھو گے مثل ان نرم کے۔ اور نیست شدہ (دیکھو گے) اس زمین سرد و گرم کو یعنی وہ زمین جو کبھی سرد اور کبھی گرم ہوتی ہے یا یہ کہ کہیں سرد ہے کہیں گرم غرضیکہ ان عظام مخلوق کو ہلاک شدہ دیکھو گے اس روز اس خیال کی وقعت دل میں ہوگی۔

نے سما بینی نے اختر نے وجود	جز خدائے واحد حی ودود
تو نہ آسمان دیکھے گا نہ ستارے نہ وجود	ایک خدا حی اور ودود کے علاوہ

نے سما بینی الخ۔ یعنی نہ تو آسمان دیکھے گا نہ ستاروں کا وجود (دیکھے گا بلکہ کل کائنات عالم فنا ہو جائیں گے) سوائے خدائے حی ودود کے کہ اس کی ذات باقی ہے اور باقی کل اشیاء فنا ہو جائیں گے پس اس روز اس خیال اور قصد کی جو کہ معنوی چیزیں ہیں عظمت تمہارے قلب میں جاگزیں ہوگی اور معلوم ہوگا کہ صورت قابل ترک اور معنے لائق حصل کرنے کے تھے آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چون زگرمابہ بیامد آن الخ: جب بادشاہ ایک غلام کا امتحان کر چکا تو اب دوسرے کا امتحان کرنا چاہتا ہے۔ اس کو مولانا بیان کرتے ہیں کہ جب وہ دوسرا غلام حمام سے فارغ ہو کر آیا تو شاہ عالی جانے اس کو اپنے پاس بلایا اور فرمایا کہ خدا تجھے ہمیشہ خوش رکھے تو نہایت ہی پاکیزہ، خوش مزاج اور خوبصورت ہے یہ کہہ کر اس دوسرے غلام کو کسی کام کے لئے بھیج دیا تاکہ اس دوسرے کی حالت سے واقف ہو اس غرض سے اس کو نہایت مہربانی اور عنایتن سے اپنے سامنے بٹھایا اس کے بعد اس سے یوں خطاب کیا اے اندھیری رات کے چاند کے شبیہ تیرا چہرہ بھی چاند سا ہے۔ تیرے بال بھی گھونگریالے ہیں تیری خوشبو بھی مشک جیسی ہے لیکن افسوس ہے کہ تجھ میں ایک عیب ہے اگر تجھ میں وہ عیب نہ ہوتا جو تیری طرف فلاں شخص منسوب کرتا ہے تو جو شخص تجھے دیکھتا خوش ہوتا۔ اور تیرے دیدار کی سارا جہان قیمت ہوتا۔

گفت رمزے زان الخ: غلام نے عرض کیا کہ حضور والا اس عیب کی طرف کچھ اشارہ فرما دیں جو اس سے ایمان نے میری طرف منسوب کیا ہے۔

گفت اول وصف الخ: بادشاہ نے کہا سب سے پہلے اس نے بیان کیا کہ تیرا ظاہر و باطن یکساں نہیں تو ظاہر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں دوا اور دوست ہے۔ در باطن میں مرض اور دشمن۔

خبث یارش اچواز شہ الخ: جب اس غلام نے اپنے رفیق کا اختراعی خبث نفس سنا فوراً اس کے دریائے خشم میں طغیانی آ گئی۔ منہ سے جھاگ نکلنے لگے اور مارے غصہ سے لال پیلا ہو گیا حتیٰ کہ اس کے دریائے ہجو کی موج حد سے تجاوز کر گئی یعنی یہاں تک کہہ گزرا کہ جب سے میرا اس کا ساتھ ہوا ہے میں اسی وقت سے دیکھتا ہوں کہ یہ اسی حرص و رغبت کے ساتھ لوگوں کی غیبتیں اور جھوٹی برائیاں کیا کرتا ہے جس طرح زمان قحط میں کتا گوہ کھاتا ہے جبکہ وہ غلام لگاتار اس بیچارہ کی ہجو کرتا رہا اور گھنٹے کی طرح اس کا رونا روتا ہی رہا تو بادشاہ سے نہ رہا گیا اس نے فوراً اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا جس میں اشارہ تھا کہ بس خاموش۔

گفتند انستم ترا از دے الخ: اور کہا کہ جان لے مجھے تجھ میں اور اس میں خوب امتیاز ہو گیا ہے کہ تیری جان خبث باطن سے بدبودار ہے اور اس کا منہ مرض ظاہری سے۔ او گندہ جان جا دور بیٹھ تو اس قابل نہیں کہ شرف قرب سے مشرف کیا جائے آج سے وہ تیرا افسر اور تو اس کا محکوم ہے (تا امیر او باشد و ماصور تو کی ایک توجیہ یہ ہے کہ وہ ہمارے نزدیک امراء کی طرح معظم و مکرم ہوگا اور غلامانہ حیثیت نہ رکھے گا اور تو اسی غلامانہ حیثیت سے رہے گا جو تیری ہے۔ توجیہ اول ظاہر ہے اور توجیہ ثانی انسب کیونکہ ایک غلام کی افسری کوئی ایسی قابل وقعت چیز نہیں ہے جس کو اس کے کمال کی قدر و منزلت سمجھا جاوے۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ بہر این گفتند اکابر در جہان الخ۔

بہر این گفتند اکابر الخ: دیکھو اس غلام کو جو ذلت ہوئی وہ محض زبان کی بدولت۔ اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ آدمی کی راحت زبان کو محفوظ رکھنے ہی میں ہے۔

در حدیث آمد الخ: اوپر سے صورت کے بے حقیقت ہونے اور معنے کے قابل وقعت ہونے کا ذکر آ رہا ہے۔ اب اسی مضمون کو دوسرے انداز سے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ تسبیح ریائی ایسی ہے جیسے کوڑے کرکٹ پر سبزہ اور محض ناموزوں و نامقبول۔ اب سمجھو کہ یہ بات کیوں ہے کیا صورت نہیں۔ صورت تو ہے پھر کیا بات ہے محض اس لئے کہ معنی خلوص نہیں اس سے تم نتیجہ نکال سکتے ہو کہ صورت اگر اچھی ہو اور خصلتیں بری ہوں تو وہ صورت کوڑی کے کام کی نہیں اور اگر صورت محض کھر اور نامرغوب ہو اور خلق اچھا ہو تو وہ اس قابل ہے کہ آدمی اس کے قدموں میں جان دیدے۔ غور تو کر کہ تو گھڑے پر کب تک عاشق رہے گا۔ گھڑے کو چھوڑ پانی طلب کر کہ وہی جان بچانے والا ہے۔ محض گھڑا کس کام کا۔ اور یہ تو بتا کہ تو صورت پر لیک عاشق رہے گا۔ ارے بھلے مانس اس کو چھوڑ اور معنی کو طلب کر اور اس کو ڈھونڈ۔ کیونکہ صورت ظاہری ایک دن فنا ہو جائے گی اور عالم معنی اپنے نتائج کے ذریعہ سے ہمیشہ باقی رہے گا تو نے صورت تو دیکھ لی۔ مگر معنی نہ دیکھے یہ کونسی عقل کی بات ہے۔ اے عقلمند صورت کو سیپ کے مثل سمجھ اور معنی کو موتی کے مانند۔ سیپ کس کام کی اس کو چھوڑ اور موتی لے۔ اگر تجھ میں عقل ہے۔ اور یہ ان لئے کہ یہ اجسام جن کو ہم نے سیپ سے تشبیہ دی ہے سب حق سبحانہ ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

کے فیض سے زندہ ہیں اور حق سبحانہ ان کے لئے ایسے ہیں جیسے سیپوں کے لئے دریا۔ اس لئے ہم نے ان کو بحر جان کہا ہے یعنی بحر بخشندہ وباقی دارندۂ جان لیکن جس طرح تمام سیپوں میں موتی نہیں ہوتے یوں ہر صورت وجسم میں معنی واخلاق حسنہ نہیں ہوتے ایسی حالت میں تیرا فرض ہے کہ صورت ظاہری سے دھوکہ نہ کھائے اور یہ نہ سمجھ لے کہ صورت ہے تو معنی بھی ہونگے۔ بلکہ باطن پر نظر کر لینی چاہیے۔ اور دیکھ لینا چاہیے کہ اس میں کیا ہے اور اس میں کیا۔ بس جس میں موتی اور خلق حسن ہو اس میں سے موتی لے لینا چاہیے کیونکہ وہ موتی نہایت بیش قیمت اور قابل قدر ہے۔ اب ہم تجھے دوسرے عنوان سے صورت ومعنی کا فرق سمجھاتے ہیں۔ غور کر کہ اگر صورت کو دیکھا جائے تو پہاڑ صورت میں لعل سے سینکڑوں حصہ بڑا ہے مگر کیا لعل کے برابر قدر ومنزلت رکھتا ہے۔ ہرگز نہیں کیوں کہ محض اس لئے کہ اس میں وہ معنی نہیں جو لعل میں ہیں۔ نیز دیکھو کہ ہاتھ پاؤں اور باقی جسم صورت میں آنکھ سے سینکڑوں حصے بڑے ہیں لیکن یہ واضح رہے کہ تمام اعضا میں سے آنکھ ہی منتخب ہے۔ کیونکہ محض اس لئے کہ ان میں وہ معنی نہیں جو آنکھ میں ہیں۔ اور سن خیال وارادہ معنی ہے اور تمام عالم جسم۔ لیکن ایک خیال اور ارادہ جو دل میں آتا ہے اتنی طاقت رکھتا ہے کہ ایسے ایسے سینکڑوں عالموں کو ایک دم میں تلپٹ کر دے (اذا اراد اللہ شیئا ان یقول لہ کن فیکون) اور دیکھو بادشاہ جسم کے لحاظ سے ایک ہی تو ہوتا ہے مگر لاکھوں فوجیں اس کے پیچھے دوڑتی ہیں کیوں کیا اس کا جسم ان کے اجسام سے مقدار میں بڑا ہیں پھر کیا بات ہے صرف یہ کہ اس میں وہ معنی ہیں جو ان میں نہیں۔ یہاں تک تم کو معلوم ہو گیا کہ ایک جسم کا دیگر اجسام کے مقابلہ میں معنی کی بدولت کی مرتبہ ہو گیا اب یہ سنو کہ اسی جسم کے معنی کے مقابلہ میں کیا حالت ہے سو وہ جسم شاہ جو لاکھوں اجسام کو اپنے پیچھے دوڑاتا تھا وہی جسم ایک (معنی) خیال کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچتا ہے اور دیکھو۔ ایک اندیشہ اور ارادۂ خداوندی نے بے انتہا مخلوق کو روئی کی طرح زمین پر پھرا رکھا ہے۔ اندیشہ گو لوگوں کی نظر میں بہت چھوٹا اور غیر محسوس ہے مگر اس میں یہ طاقت ہے کہ روئی کی طرح دنیا بھر کو چٹ کر جائے۔ نیز دیکھو حق سبحانہ معنی کی طرح غیر محسوس ہیں اس لئے صورت کے مقابلہ میں ان کو معنی کہا جا سکتا ہے لیکن جملہ مخلوقات کے اندر اپنے حکم تکوینی سے یوں تصرف کرتے ہیں جس طرح چرواہا بکریوں کے گلے کو جس طرح چاہتا ہے دوڑاتا ہے۔

پس چوں بنی الخ: اوپر ترجیح معنے بر صورت کے ضمن میں خیال وارادہ کی قوت کا ذکر کیا تھا۔ اب اس کے مناسب نصیحت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تو دیکھتا ہے کہ ارادہ ایک عظیم الشان قوت رکھتا ہے اور اس کی بدولت ہر پیشہ کا وجود ہے اور مکانات محلات شہر پہاڑ جنگل نہریں زمین دریا آفتاب آسمان وغیرہ ان سب کے لئے ان کے مناسب حیات ارادہ ہی کے ذریعہ سے اس طرح حاصل ہے جس طرح مچھلی کے لئے پانی سے تو اے اندھے کونسی وجہ ہے جسکی بنا پر تیرے نزدیک جسم سلیمان کی طرح قابل وقعت اور ارادۂ الٰہی چیونٹی کی طرح بے وقعت اور نظر انداز کرنے کے قابل ہے اور اندیشہ جو کہ فی الحقیقت بڑا ہے وہ تجھے چوہے کی طرح چھوٹا معلوم ہوتا ہے اور تن جو فی

www.besturdubooks.wordpress.com

الحقیقت کچھ بھی نہیں وہ بڑا نظر آتا ہے (جاننا چاہیے کہ یہ ترجمہ اس وقت ہوگا جبکہ "بزرگ ہست" کو اندیشہ کی صفت مقدم مانا جائے اور اگر کہ کوہ کا مخفف کہا جائے تو معنی یہ ہونگے کہ تیری نظر میں پہاڑ بزرگ معلوم ہوتا ہے اور اندیشہ چوہے کی مثل اور جسم بڑا ہے دونوں ترجموں کو دیکھنے سے پہلا ترجمہ بے تکلف معلوم ہوتا ہے) اور عالم جسمانی تیری نظر میں ہولناک اور عظیم الشان ہے۔ اسی لئے تو ابر اور کڑک اور بجلی سے خوف کھاتا اور کانپ جاتا ہے اور اے گدھے سے بھی زیادہ بے عقل شخص عالم فکر سے تو بالکل بے خوف اور غافل اور پتھر کی طرح بنجر ہے۔ اسی بنا پر تو ارادۂ خداوندی سے کہ اس عالم فکر کا ایک جزو ہے بالکل نڈر ہے اور چونکہ تو اس عالم کے لحاظ سے بالکل بے حس اور مثل تصویر ہے اور عقل سے بے بہرہ ہے اس لئے تو بالکل آدمی نہیں بلکہ گدھے کا بچہ سراپا جہل عقل سے بیگانہ خدا سے بے تعلق اور پاگل ہے تیری حالت یہ ہے کہ تو اپنی نادانی سے سایہ کو شخص اور غیر مستقل کو مستقل اور تابع کو متبوع سمجھتا ہے اس لئے شخص واصل (حق سبحانہ) تیرے نزدیک یک کھیل اور معمولی چیز ہو گیا ہے اور تو اس کی پرواہ نہیں کرتا اس کی وجہ یہی ہے کہ غیر محسوس کو تو بمنزلہ معدوم کے سمجھتا ہے اس خیال کی غلطی ہم پیشتر بھی ظاہر کر چکے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں دیکھ عالم غیر محسوس کا ایک ادنیٰ نمونہ آگ ہے کہ وہ بھی حالت صرافت میں غیر محسوس اور اپنی لطافت کے سبب مثل ہوا کے ہے اور اس درجہ لطیف ہے کہ جب تک کسی جسم کثیف سے اسکا تعلق نہ ہو نظر اس کا احساس نہیں کر سکتی مگر باایںہمہ لطافت اپنی تاثیر میں ہزاروں بسولوں کلہاڑوں اور تلواروں سے بڑھی ہوئی ہے کہ یہ آلات وہ کام نہیں کر سکتے جو آگ کر سکتی ہے۔ اگر اب بھی غیر محسوس کی قوت تیرے ذہن میں نہیں آئی اور تیری غفلت اسی طرح قائم ہے تو اچھا اس دن تک ٹھہر جبرو ارادۂ خداوندی علی الاعلان اپنے پر و بازو کھول کر اس عالم کو جس کو تو مستقل سمجھتا ہے اور جس کی ہوا کو تو معدوم جانتا ہے تباہ و برباد کرنے کے لئے تیار ہوگا۔ اس روز تجھے اس کی حقیقت معلوم ہوگی کہ کیا ہے۔ اس روز یہ سر بفلک پہاڑ نرم اون کے مثل ریزہ ریزہ ہونگے اور تکون الجبال کالعہن المنفوش کا نظارہ آنکھوں کے سامنے ہوگا اور زمین نیست ہو کر واذا الارض مدت کی زبان حال سے تصدیق کر رہی ہوگی۔ نہ اس دن تجھے آسمان کا وجود نظر آئے گا نہ ستاروں کا نہ کسی اور شے کا بلکہ اس روز صرف ایک خدائے حی ودود ہوگا۔ جو لمن الملک الیوم کہے گا جس کا جواب یہ ہوگا للہ الواحد القہار۔

شرح حبیبی

یک فسانہ راست آید یا دروغ	تادہد مر راستیہا را فروغ
ایک قصہ خواہ سچا ہو یا جھوٹا (ذکر کیا جاتا ہے)	تاکہ وہ سچائیوں کو فروغ دے

یک فسانہ الخ۔ یعنی ایک افسانہ (ذکر کیا جاتا ہے۔ سچ ہو یا غلط ہوتا کہ سچائی کو فروغ دے۔ مطلب یہ کہ ہم ایک قصہ بیان کرتے ہیں خواہ وہ غلط ہو یا صحیح مگر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صورت ظاہری اور صاف باطنی کے سامنے بالکل ہیچ اور محض لاشے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حسد کردن حشم بر غلام خاص

غلاموں کا مخصوص غلام پر حسد کرنا

پادشاہے بندۂ را از کرم	برگزیدہ بود بر جملہ حشم
ایک بادشاہ نے کرم کر کے ایک غلام کو	تمام غلاموں میں سے پسند کر لیا تھا

بادشاہے بندۂ الخ۔ یعنی کہ ایک بادشاہ نے ایک غلام کو تمام غلاموں سے برگزیدہ کرلیا تھا۔

جامگی او وظیفہ چل امیر	دہ یکے قدرش ندیدہ صد وزیر
اس کی تنخواہ چالیس سرداروں کی تنخواہ (کی برابر) تھی	سو وزیروں نے بھی اس کے مرتبہ کا دسواں حصہ نہ دیکھا تھا

جامگی او الخ۔ یعنی وظیفہ اس کا چالیس امیروں کی تنخواہ کے برابر تھا اور سو وزیر بھی اس کی قدر کو نہیں پہنچ سکتے مطلب یہ کہ اس کی اتنی قدر و منزلت تھی کہ اگر سو وزیروں کی قدر کو جمع کیا جائے تب بھی اس کی قدر زیادہ رہے گی یعنی وہ بادشاہ کے نزدیک بہت ہی محبوب ہوتا اور اسکی بہت ہی قدر تھی۔

از کمال طالع و اقبال و بخت	او ایازے بود و شہ محمود وقت
بلحاظ اور اقبال اور نصیبہ کے کمال کی وجہ سے	وہ ایاز تھا اور بادشاہ محمود دوراں (تھا)

از کمال طالع الخ۔ یعنی نصیب اور اقبال اور بخت کے کامل ہونے کی وجہ سے وہ ایک ایاز تھا اور بادشاہ محمود وقت تھا۔ مطلب یہ کہ ان دونوں میں اس قدر الفت تھی جیسے کہ محمود غزنوی کو ایاز کے ساتھ تھی۔ آگے اس شرط محبت کی وجہ سے بیان فرماتے ہیں کہ

روح او با روح شہ در اصل خویش	پیش ازیں تن بودہ ہم پیوند و خویش
اس کی روح شاہ کی روح کے ساتھ اپنی اصل میں	اس جسم سے پہلے جڑی ہوئی اور یگانہ تھی

روح او الخ۔ یعنی اس (غلام) کی روح بادشاہ کی روح کے ساتھ اپنے اصل میں (یعنی علم الٰہی میں) اس تن سے پہلے ہم پیوند اور خویش تھی مطلب یہ کہ ان دونوں میں جو محبت تھی یہ اس مناسبت کا اثر تھا جو کہ ان کو آپس میں اس بدن میں آنے سے پہلے تھی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ الارواح جنود مجندۃ ما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف یعنی ارواح ایک لشکر کا لشکر تھا پس ان میں سے جنہوں نے وہاں (عالم ارواح میں) آپس میں ایک دوسرے سے علیحدہ رہے ہیں وہ یہاں بھی علیحدہ رہتے ہیں اور ان میں آپس میں مناسبت نہیں ہوتی لیکن حدیث میں تو عالم ارواح کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جن میں وہاں مناسبت ہوتی ہے۔ الخ مگر اس شعر میں وہ تناکر و تناسب جو کہ علم الٰہی میں تھا کہ فلاں فلاں میں تناکر ہوگا اور فلاں فلاں میں تناسب ہوگا بوجہ اشعار آئندہ کے لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے تو بہتر ہے تو یہ تناکر و تناسب عالم ارواح سے بھی مقدم ہوگا۔ اب مطلب یہ ہو گیا کہ چونکہ حق تعالیٰ کے علم میں ان کو آپس ایک دوسرے سے محبت ہونا تھا اس لئے ان کو آپس میں محبت ہوئی۔ یہاں وجہ محبت بھی بیان کر دی اور انتقال بھی ہے اس حکایت سے اس مضمون کی طرف کہ اصل اعتبار اس دنیا کا نہیں ہے اور ان صورتوں کا اعتبار نہیں ہے بلکہ اعتبار اور کام کی شے عالم غیب ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ

کار آں دارد کہ پیش از تن بدست	بگذر از اینہا کہ نو حادث شدست
(اصل) معاملہ وہی ہے جو جسم سے پہلے ہوا ہے	ان (تعلقات) کو رہنے دے کہ یہ نئے پیدا ہوئے ہیں

کار آن دارد الخ۔ یعنی کام (اور اعتبار) تو وہ شے رکھتی ہے جو کہ اس بدن (کے وجود) سے پہلے تھی (یعنی عالم غیب لہٰذا) ان کو چھوڑ جو کہ نو حادث ہوئے ہیں۔

چشم عارف راست گونے احول ست	چشم او بر کشتہائے اول ست
عارف کی آنکھ ٹھیک دکھانے والی ہے نہ کہ بھینگی	اس کی نظر پہلی کھیتیوں پر ہے

چشم عارف الخ۔ یعنی کہ عارف کی نگاہ راست گو ہے۔ احول نہیں ہے اور اسکی نگاہ اول کھیتوں پر ہے۔ مطلب یہ کہ جو عارف ہوتے ہیں ان کی نگاہ چونکہ حقیقت بین ہوتی ہے اس لئے ان کی نگاہ اس پر پڑتی ہے کہ جو مقدر ہو چکا ہے وہ اس کو اول جانتے ہیں اور اسی کا اعتبار کرتے ہیں اول تو یہ حالت ہوتی ہے کہ جب کسی حادث پر نظر ہوئی اس کے بعد فوراً ہی حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہوگئی اس کو تو کہتے ہیں ماراَیت شیئاً الاوراَیت اللہ بعدہ پھر یہ حالت ہو جاتی ہے کہ جب کسی حادث پر نظر پڑی معاً حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہوگئی اس کو کہتے ہیں کہ ماریت شیئاً الاوراَیت اللہ معہ اس کے بعد جو کاملین عارفین ہوتے ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اول نظر حق تعالیٰ پر پڑتی ہے پھر حادث اور غیر اللہ پر پڑتی ہے اس کو کہتے ہیں کہ ماراَیت شیئاً الاوراَیت اللہ قبلہ اور یہ روایت قبل اسی وقت تک نہیں ہوتی۔ جب تک کہ حقیقت شے سے ناآشنائی رہتی ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سورج اور اسکی روشنی کہ ہم جس قدر اشیاء کو دیکھ رہے ہیں اس کی وجہ سے اور اس کے واسطہ سے دیکھ رہے ہیں مگر اپنی نادانی کی وجہ سے اول نظر تو ضیاء پر پڑتی ہے پھر خورشید پر نظر پڑتی ہے۔ پھر جب تحقیق بڑھ جاتی ہے اس وقت جس وقت روشنی پر نگاہ پڑتی ہے معاً خورشید پر بھی نگاہ پڑی کہ یہ اسی کا فیض ہے جب تحقیق اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے تو اس وقت اول نگاہ خورشید پر پڑتی ہے اور اس کی ضیاء پر اس لئے کہ وہی اصل روشن ہے تو اول نگاہ اس پر پڑنی چاہیے لہٰذا جو عارفین ہوتے ہیں وہ ان نو حادث پر نگاہ نہیں ڈالتے بلکہ وہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان کی نظر اس کی طرف ہوتی ہے اس کے بعد وہ ان حوادثات کو دیکھتا ہے تو پھر جس طرح حق تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے ان کو اس طرح جانتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

انچہ گندم کاشتندش و انچہ جو	چشم او آنجاست روز و شب گرو
جو انہوں نے گیہوں بویا ہے اور جو	اس کی نظر شب و روز اس طرف لگی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچہ گندم الخ۔ یعنی جس کو گندم بودیا ہے اور جس کو جو اس (عارف) کی نگاہ روز وشب وہیں گڑ رہتی ہے یعنی وہ ہر وقت اسی طرف متوجہ رہتا ہے اور سب چیزوں کی تقریر الٰہی سے جانتا ہے۔

آنچہ آبستست شب جز آں نزاد	حیلہا و مکرہا جملہ ست باد
رات جس سے حاملہ بنی ہے اس کے سوا اس نے نہیں جنا	حیلے اور تدبیریں سب بیکار ہیں

آنچہ آبستست الخ۔ یعنی جو کچھ رات (یعنی عالم) کا حمل ہے (یعنی مقدر ہے) سوائے اس کے (اور کچھ) پیدا نہیں ہوا اور حیلے اور مکر (جو تقدیر کے مقابلہ میں انسان کرتا ہے) ہوائیں ہوا یعنی بالکل بیکار ہیں۔ پس جو مقدر ہو چکا ہے وہی ہوگا جس کو سعید لکھا گیا ہے اور جس کو شقی لکھا گیا ہے وہ شقی ہے اور جو مالدار لکھا گیا ہے وہ ویسا ہے اور جو غریب مقدر ہو گیا ہے اس کو مال نہیں مل سکتا اس کے خلاف جس قدر تدابیر ہونگی وہ محض مہمل اور بے کار ہونگی جیسا کہ ظاہر ہے۔

کے شود دل خوش بحیلتہائے گش	آنکہ بیند حیلۂ حق برسرش
چالو حیلوں سے وہ شخص کب دل خوش ہوتا ہے	جو اللہ تعالیٰ کی تدبیر کو اپنے سر پر (مسلط) دیکھتا ہے

کے شود دل الخ۔ یعنی وہ شخص بڑے بڑے حیلوں سے کب خوش ہو سکتا ہے جو کہ حق تعالیٰ کے حیلہ اور تقدیر) کو اپنے سر پر دیکھ رہا ہے وہ ایک جال میں ہے (یعنی حق تعالیٰ کے) اور ایک جال خود رکھ رہا ہے اور اس کی جان نہ اس سے چھوٹتی ہے اور نہ اس سے چھوٹتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس کی نظر کہ تقدیر الٰہی پر ہوتی ہے تو پھر وہ ان تدابیر ظاہری کو جو کہ اس تقدیر کے خلاف ہوں کب پسند کر سکتا ہے۔ ہاں وہ تدابیر جن سے طبعاً یا شرعاً چارہ نہیں ہے کہ ان کو کرنا ہی پڑتا ہے لہٰذا ایک تو تقدیر الٰہی تھی اور ایک تدبیر ضروری اور تدبیر شرعی اس نے کی تو اب یہ جالوں میں پھنس گیا مگر نہ تو اس سے نکل سکتا ہے اس لئے کہ شریعت یا طبیعت اجازت نہیں دیتی اور نہ اس سے نکل سکتا ہے اس لئے کہ ما یبدل لدی وہاں تو جو ہو گیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ الا ان یشاء اللہ لہٰذا ارتکاب تدابیر شرعی اور طبعی کا ارتکاب تو مجبوری ہے مگر ان سے بھی کچھ ہوتا نہیں بلکہ وہی ہوتا ہے جو کہ حق تعالیٰ نے مقدر کر دیا ہے لہٰذا حاصل یہ ہے کہ تدابیر کا ارتکاب ضروری ہے مگر نظر اسی پر رکھنا چاہیے کہ یہ سب کچھ ہے۔ مگر وہی ہوگا جو کہ مقدر ہو چکا ہے۔ دربدر ناصیہ فرسائی سے کیا ہوتا ہے + وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے + لہٰذا تفویض کل تو حق تعالیٰ ہی کی طرف کر دو کہ۔ زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو + دل شدہ جتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو + اور جو تدابیر تکوینی ہوں یا تشریعی خدائے تعالیٰ نے بتائی ہیں ان کا ارتکاب کر دیہی معنے ہیں اس حدیث کے جس میں ہے اعقل وتوکل خوب سمجھ لو اب آگے بھی یہی مضمون ہے۔

او درون دام و دامے می نہد	جان تو نے آں جہد نے ایں جہد
وہ جال میں ہے اور ایک جال اور بچھاتا ہے	تیری جان کی قسم نہ اس سے نکلتا ہے نہ اس سے نکلتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بروید ور بریزد صد گیاہ	عاقبت بر روید آں کشتہ الٰہ
اگر سینکڑوں گھاسیں اگیں یا اکھڑ جائیں	انجام کار اللہ (تعالیٰ) کا بویا ہوا اگے گا

گر بروید الخ۔ یعنی اگر اگے اور اگر بکھر جائے (کہ نہ اگے) سینکڑوں گھاس (یعنی اگر یہ تدابیر ظاہری کارگر ہوں یا نہ ہوں) آخر کار وہی حق تعالیٰ کا بویا ہوا اگے گا) مطلب یہ کہ خواہ یہ تدابیر کام آئیں یا نہ آئیں مگر انجام ہر صورت میں یہی ہے کہ جو تقدیر الٰہی ہے وہی غالب آئے گی اور یہ ساری تدابیر محض بیکار ہو جائینگی مگر یہ سمجھ کر اس کو ترک نہ کر دے جیسا کہ اسکی پوری بحث اس کے مقام پر مذکور ہے۔

کشت نو کارید بر کشت نخست	ایں دوم فانیست وآں اول درست
پرانی کھیتی پر تو نے نئی کھیتی بودی	دوسری فنا ہونے والی ہے پہلی ٹھیک ہے

کشت نو کارید الخ۔ یعنی (کسی نے) پہلی کھیتی پر نئی کھیتی بودی تو یہ دوسری فنا ہونے والی ہے اور اول درست اور ٹھیک ہے۔ مطلب یہ کہ ان تدابیر کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص نے خوب زمین کو درست کر کے اور عمدہ بیج لے کر بویا تھا اس کے بعد کسی صاحب نے بالکل گلا سڑا خراب خستہ بیج لا کر اوپر سے بکھیر دیا تو بتاؤ کہ کونسا اگے گا ظاہر ہے کہ وہ جو کہ اول بویا گیا ہے وہی پیدا ہوگا پس اس طرح وہ تقدیر الٰہی مثل اس عمدہ بیج کے ہے اور یہ تدابیر ظاہری مثل اس خراب وخستہ تخم کے ہے لہٰذا یہ بالکل بیکار ہونگے اور وہی کارگر ہوگی اس لئے کہ

تخم اول کامل و بگزیدہ است	تخم ثانی فاسد و بوسیدہ است
پہلا بیج مکمل اور منتخب ہے	دوسرا بیج خراب اور سڑا ہوا ہے

تخم اول الخ۔ یعنی تخم اول تو کامل اور چھانا ہوا ہے اور یہ دوسرا تخم فاسد اور گلا ہوا ہے پس اصل میں تو وہی اگے گا اور یہ سب بیکار ہو جائے گا۔

افگن ایں تدبیر خود را پیش دوست	گرچہ تدبیرت ہم از تدبیر اوست
اپنی اس تدبیر کو دوست کے سامنے ڈال دے	اگرچہ تیری تدبیر بھی اسی کی تدبیر کی وجہ سے ہے

افگن این الخ۔ یعنی اپنی تدابیر (ظاہری) کو دوست (حق تعالیٰ) کے سامنے ڈال دو اگرچہ تمہاری تدابیر بھی (اصل میں) اسکی تدبیر ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ان تدابیر کا بھی وہی خالق ہے اور یہ بھی اسی کے کرنے سے ہو رہی ہیں مگر پھر بھی سب چیزوں کو اس کے سپرد کر دو اور تفویض حاصل کر لو کہ وہ جو چاہے کرے تو دم نہ مارے + خواہ تمہارے خیال میں وہ بظاہر تم کو مضر ہو مگر حقیقۃً وہ نافع ہوگا عام اس سے کہ وہ نفع دنیوی ہو یا دینی غرضیکہ نافع ضرور ہوگا۔ عسی ان تکرھوا شیأ وھو خیر لکم۔ تمام چیزوں کو اس کی طرف سے سمجھو مگر کہیں یہ نہ سمجھ کر معطل نہ ہو جانا اور سارے اسباب کو ترک مت کر بیٹھنا کہ مذموم ہے بلکہ اس قدر سمجھو کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ اس کی طرف سے ضرور ہوتا ہے لیکن ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

کو حکم یہ ہے کہ ہم اس طرح تدابیر کا ارتکاب کریں پس ان کا حکم سمجھ کر مرتکب ہو نہ کہ ان کو موثر سمجھ کر خوب سمجھ لو۔

کار آں دارد کہ حق افراشت ست	آخر آں روید کہ اول کاشت ست
اہم کام وہی ہے جو خدا نے قائم کیا ہے	آخر میں وہی اگے گا جو پہلے بویا ہے

کاران دارد الخ۔ یعنی کام تو وہ چیز رکھتی ہے کہ حق تعالیٰ نے پھیلایا ہے اور آخر کار وہی اگے گا جو کہ اول بویا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ انجام کار تو وہی ہوگا جو مقدر ہو چکا ہے لیکن اپنی طرف سے تدابیر جائز کو نہ چھوڑنا چاہیے۔

ہر چہ کاری از برائے او بکار	چوں اسیر دوستی اے دوستدار
جو بوئے اس کے لئے بو	اے دوست! جبکہ تو دوست کا پابند ہے

ہر چہ کارے الخ۔ یعنی جو کچھ کہ تو بوئے اس کے واسطے بو۔ جب تک تو ایک دوست کا (تابع) اور قیدی ہے اے دوستدار یعنی جب کہ تم ایک ذات کے تابع محض ہو تو پھر جو کام کرو اسی کے واسطے کرو اور خواہشات نفسانی کو مطلق ترک کردو۔

گرد نفس دزد و کار او مپیچ	ہر چہ آں نے کار حق ہیچست و پیچ
چور نفس کے گرد اور اس کے کام میں نہ لگ	جو اللہ (تعالیٰ) کا کام نہیں ہے وہ ہیچ در پیچ ہے

گرد نفس الخ۔ یعنی نفس (جو کہ مثل) چور کے (ہے) پیچھے اور اس کے کام کے پیچھے مت پھرو اس لئے کہ جو کچھ کہ حق تعالیٰ کا کام نہیں ہے وہ بالکل ہیچ ہے اور پیچ ہے۔

پیش ازاں کہ روز دیں پیدا شود	نزد مالک دزد شب رسوا شود
اس سے قبل کہ قیامت کا دن ظاہر ہو	مالک کے سامنے رات کا چور رسوا ہو

پیش ازانکہ الخ۔ یعنی اس سے پہلے کہ جزا کا دن ظاہر ہووے اور مالک (الملک) کے پاس دین کا چور رسوا اور ذلیل ہو اور اسکا چرایا ہوا اسباب (جو کہ اس نے) تدابیر اور فن سے (چرایا ہے) انصاف کے دن اس کی گردن پر ہو یعنی جبکہ نفس و شیطان جو کہ دین کا تباہ کرنے والا اور چرانے والا ہے۔ رسوا اور ذلیل ہوگا اور اسکا وہاں اسکی گردن پر ہوگا۔ بلکہ خود وہ چیزیں اسکی گردن پر ہونگی جیسے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت میں جس نے جو چیز چرائی ہے اس کو گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا تو اس سے پہلے پہلے تم اس سے قطع تعلق کردو اور اسکی خواہشات کو پورا مت کرو اور تم کتنا ہی چاہو گے کہ اپنی تدابیر سے تقدیر کو بدل دو مگر وہ ہرگز بدلنے والے نہیں ہے بلکہ جتنا تم اس سے نکلنا چاہو گے اسی قدر اور اچھی طرح پھنسو گے اسی کو فرماتے ہیں کہ

رخت دز دیدہ بتدبیر و فنش	ماندہ روز داوری در گردنش
تدبیر اور اس کے ہنر سے چرایا ہوا مال	انصاف کے دن اس کی گردن پر ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزاراں عقل باہم بر جہند	تا بغیر دام او دامے نہند
لاکھوں عقلیں مل کر کوشش کرتی ہیں	تاکہ اس کے (تقدیر کے) جال کے سوا کوئی (تدبیر کا) جال بچھائیں

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں عقلیں آپس میں کودتی ہیں اچھلتی ہیں تا کہ حق تعالیٰ کے دام (تقدیر) کے علاوہ دوسرا دام (تدبیر) بچھادیں (مگر آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ) اپنے دام (تدبیر) کو اور زیادہ سخت پاتے ہیں اور اچھی طرح اس میں جکڑ جاتے ہیں) اور بس (اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا اس لئے کہ ہوا کے سامنے ایک تنکا کیا قوت دکھا سکتا ہے۔ یعنی چونکہ تدابیر انسانی مثل ایک ذرا سے تنکے کے ہیں اور حق تعالیٰ کی تقدیر مثل ایک تیز ہوا کے ہے جیسے کہ حدیث میں بھی آیا کہ حق تعالیٰ کی تقدیر کے سامنے عالم کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک چٹیل میدان میں ایک ذرا سا تنکا پڑا ہوا ہو اور تند ہوائیں اس کو جس طرح چاہیں لوٹ پوٹ کرتی ہوں۔ بس اس طرح حق تعالیٰ کے سامنے مخلوق ہے کہ اس کو جس طرح وہ چاہتے ہیں رکھتے ہیں اور اس کا کوئی بس نہیں ہے۔ ایسی حالت میں بجز تفویض کے اور کچھ نہ کرے اور جس طرح وہ رکھے رہے جس کا وہ حکم کرے اس کا وہ ارتکاب کرے اور جس کو وہ منع کرے اس سے باز رہے۔ لہٰذا تدابیر کے ارتکاب کا بھی انہوں نے حکم فرمایا ہے پس جس طرح اس کے اور احکام کو تسلیم کرنا مقتضائے تفویض ہے اسی طرح تدابیر کا مرتکب ہونا بھی منجملہ تفویض کے ہے خوب سمجھ لو۔

دام خود را سخت تریابند و بس	کے نماید قوتے با باد خس
اپنی (تقدیر کے) جال کو اور سخت پاتے ہیں اور بس	تنکا آندھی کے مقابلے میں کیا طاقت دکھائے؟
ور نداری باور از من رو ببیں	در نبے واللہ خیر الماکرین
اگر میری بات کا تجھے یقین نہیں ہے جا دیکھ	قرآن میں ہے "اور اللہ سب سے اچھا داؤ کرنے والا ہے"

ورنداری الخ۔ یعنی اور اگر تم کو میرے کہنے کا یقین نہیں ہے تو جاؤ اور دیکھو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ واللہ خیر الماکرین۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ بھی مکر فرماتے ہیں مگر وہ مکر خیر ہے اور وہ جال جو حق تعالیٰ نے پھیلایا ہے وہ بھی خیر ہے بس اس سے ہرگز ہرگز علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ ہرگز نکل نہیں سکتے۔ آگے مولانا ایک سوال کرتے ہیں اور پھر اسکا جواب بھی خود ہی عنایت فرمائیں گے خلاصہ سوال کا یہ ہے کہ جب یہ تدابیر ظاہری بالکل ہی بیکار ہیں اور ان سے کچھ فائدہ ہی نہیں ہے بلکہ اصل تقدیر ہی ہے تو پھر ان کے پیدا کرنے ہی سے کیا فائدہ ایسی بیکار شے کو پیدا ہی کیوں کیا گیا اور مولانا کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ ان کے پیدا کرنے میں فائدے تو بہت ہیں لیکن ہم تو بتاتے نہیں اس لئے کہ اس کا بتانا ہمارے ذمہ نہیں ہے۔ اب اشعار سے سمجھ لو کہ

گر تو گوئی فائدہ ہستی چہ بود	در سوالت فائدہ ہست اے عنود
اگر تو کہے ہستی (عالم تدبیر) کا کیا فائدہ تھا	اے سرکش! کیا تیرے (اس) سوال میں فائدہ ہے

ورتو گوئی الخ۔ یعنی اگر تم کہو کہ پھر (اس کی) ہستی ہی سے کیا فائدہ ہے (تو فرماتے ہیں کہ اچھا بتاؤ) کہ تمہارے اس سوال میں بھی کوئی فائدہ ہے (یا نہیں ہے) اے معاند۔

گر ندارد ایں سوالت فائدہ	چہ شنوم ایں را عبث بے عائدہ
اگر تیرے اس سوال میں فائدہ نہیں ہے	(تو) میں اس کو بیکار بے نتیجہ کیوں سنوں؟

گر ندارد الخ۔ یعنی اگر اس سوال میں تمہارے کوئی فائدہ نہیں ہے تو پھر میں اس کو فضول کیوں سنوں مطلب یہ کہ پھر تو سوال سننے کے بھی قابل نہیں ہے۔

ور سوالت فائدہ دارد یقیں	پس جہاں بے فائدہ نبود ببیں
اگر تیرے سوال میں یقیناً فائدہ ہے	تو غور کر عالم (تدبیر) میں بے فائدہ نہ ہوگا

ور سوالت الخ۔ یعنی اور اگر تمہارا سوال یقیناً کوئی فائدہ رکھتا ہے تو بس جان لو کہ جہاں بھی بے فائدہ نہیں ہے اس لئے کہ تمہارے افعال میں تو فوائد ہوں اور حق تعالیٰ کے افعال میں فوائد نہ ہوں یہ کیسے ہو سکتا ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ اس ہستی میں کوئی نہ کوئی فائدہ ضرور ہے۔

از سوالت ار بود بس فائدہ	چوں نجوید در جہاں کس فائدہ
اگر تیرے سوال سے بہت سے فائدے ہیں	تو عالم (تدبیر) آخر بے فائدہ کیوں ہے؟
ور سوالت را بسے فائید ہاست	پس جہاں بے فائدہ آخر چراست
اگر تیرے سوال میں بہت سے فائدے ہیں	تو عالم (تدبیر) میں کوئی شخص فائدہ کیوں نہ تلاش کرے گا؟

گر سوالت الخ۔ یعنی اگر تیرے اس سوال کے بہت سے فوائد ہیں تو پھر آخر جہان بے فائدہ کیوں ہے اس میں بھی ضرور فوائد ہیں اگرچہ معلوم نہ ہوں اس لئے کہ عدم العلم سے عدم الشئے تو لازم نہیں آتا۔ اگر ان کے فوائد کا ہم کو علم نہ ہو تو اس سے یہ کہاں سے لازم آ گیا کہ اس میں فائدہ بھی نہیں ہے ہاں معلوم ہونا کوئی ضروری بات نہیں ہے یہاں بعض محشیوں نے لکھا ہے کہ اس تقریر سے مولانا نے جواب بھی دیدیا۔ اس لئے کہ اس سے دریافت کرتے ہیں کہ تیرے سوال میں کوئی فائدہ بھی ہے تو اگر مخاطب ذرا بھی غور کرے تو سمجھ سکتا ہے کہ اس سوال میں یہ فائدہ ہے کہ اس مخفی شے کا اظہار ہو جائے گا لہٰذا یہی فائدہ ہے اس ایجاد عالم کا کہ حق تعالیٰ کے اسماء نے جو کہ پہلے سے مخفی تھے ظہور چاہا۔ اور اس اقتضاء کی وجہ سے یہ عالم پیدا ہو گیا اور ان مخفی امور کا ظہور ہو گیا انتہیٰ محشی کا قول ایسا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ خود مولانا کی بھی یہ مراد نہ ہوگی مگر ایک لطیفہ کے درجہ میں بہت ہی نفیس استدلال ہے یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اچھا اگر ایجاد عالم میں فوائد ہیں تو پھر یہ کیا بات ہے کہ بہت سی چیزوں کو ہم اپنے لئے مضر پاتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اشیاء مضر بھی ہیں اور وہ بھی عالم میں داخل ہیں پس معلوم ہو گیا کہ عالم میں فوائد ہی نہیں بلکہ ضرر بھی ہیں آگے مولانا اس کا جواب دیتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز ہر شخص کو مفید نہیں ہوتی۔ بلکہ کسی کو مفید اور کسی کو مضر ہوتی ہے لیکن اگر ایک کو بھی مفید ہو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو عبث اور بے فائدہ نہ کہیں گے بلکہ اس کو بھی مفید ہی کہیں گے اور عالم میں کوئی شے ایسی نہیں ہے جو کہ کسی کو بھی مفید نہ ہو لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ہستی مفید ہی ہے بے فائدہ نہیں ہے اب اشعار سے سمجھ لو۔ فرماتے ہیں کہ

در سوالت را بسے فائید ہاست	پس جہاں بے فائدہ آخر چراست
اگر تیرے سوال میں بہت سے فائدے ہیں	تو عالم (تدبیر) آخر بے فائدہ کیوں ہے؟
در جہاں از یک جہت بے فائدہ است	از جہت ہائے دگر پر عائدہ است
اگر عالم (تدبیر) ایک اعتبار سے بے فائدہ ہے	دوسری جہتوں سے فائدہ سے پر ہے

در جہان الخ۔ یعنی کہ اگرچہ جہان ایک طرف سے بے فائدہ ہو مگر دوسری جہتوں سے فائدوں سے بھرا پڑا ہے تو اس جہت مفید کو دیکھیں گے اور مضر کی طرف التفات ہی کیوں کریں گے۔

فائدہ تو گر مرا فائیدہ نیست	مر ترا چوں فائدہ است از وے مایست
اگر تیرا فائدہ میرا فائدہ نہیں ہے	چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اس سے باز نہ رہ

فائدہ تو الخ۔ یعنی اگر تم کو فائدہ ہے اور مجھے فائدہ نہیں ہے تو جب تجھے فائدہ ہے تو اس سے الگ مت ہو اس لئے کہ مجھے اگر وہ شے مضر ہے تو اس میں تمہارا کیا حرج ہے تم اس سے فائدہ حاصل کرو اور اس طرح بالعکس کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ تمہیں مفید ہیں اور مجھے مفید نہیں ہیں تو وہ اشیاء بے فائدہ نہ ہوئیں ہاں بعض ایک کو اور بعض دوسرے کو مفید ہیں یہ اور بات ہے۔

فائدہ تو گر مرا نبود مفید	چوں ترا شد فائدہ گیر اے مرید
اگر تیرا فائدہ میرے لئے مفید نہیں ہے	چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اے مرید! تو اسے اختیار کر

فائدہ تو گر الخ۔ یعنی اگر تمہاری مفید شے مجھ کو مفید نہ ہو تو جب تجھے فائدہ ہے تو اس کو حاصل کرائے (بھلائی کا) ارادہ کرنے والے اگرچہ ہیں اس فائدے سے آزاد ابن آزاد ہوں (کہ نہ مجھے فائدہ ہے اور نہ میرے باپ کو تھا لیکن جب تجھے فائدہ ہے تو اس سے قطع مت کرو یعنی پھر تم اس سے الگ مت ہو اور جب وہ تم کو مفید ہے تو پھر وہ شے فی نفسہ تو مفید ہی ہے اگرچہ کسی کو بوجہ کسی عارض کے مفید نہ ہو۔ آگے اس کے نظائر بتاتے ہیں کہ

ور منم زاں فائدہ حر ابن حر	مر ترا چوں فادہ است از وے مبر
اگر میں اس فائدہ سے آزاد ہوں	چونکہ وہ تیرا فائدہ ہے اس سے نہ کٹ
حسن یوسف عالمے را فائدہ	گرچہ بر اخواں عبث بد زائدہ
یوسف کے حسن میں عالم کا فائدہ تھا	اگرچہ وہ بھائیوں کے لئے بیکار عبث تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

حسن یوسف الخ۔ یعنی یوسف علیہ السلام کا حسن ایک عالم کو مفید ہے۔ اگر چہ بھائیوں کے سامنے فضول اور بے فائدہ تھا تو دیکھ لو کہ ایک کو مفید ہے اور دوسروں کو غیر مفید مگر پھر بھی اسے بالکل بے فائدہ کوئی بھی نہیں کہتا۔

لحن داؤدی چناں محبوب بود	لیک بر محروم نامطلوب بود
داؤدی نغمہ کس قدر محبوب تھا	لیکن محروم (منکر) کے لئے ناپسندیدہ تھا

لحن داؤدی الخ۔ یعنی داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی کس قدر محبوب تھی لیکن محروم کے سامنے ایک لکڑی کی آواز تھی یعنی جسے سنائی نہ دے اس کے نزدیک تو ایک جھوجرا بانس اور وہ برابر تھا۔

آب نیل از آب حیواں بد فزوں	لیک بر قبطی منکر بود خوں
نیل کا پانی آب حیات سے بھی بڑھا ہوا تھا	لیکن منکر قبطی (فرعون) پر خون تھا

اب نیل از الخ۔ یعنی نیل کا پانی (فائدہ کے عام ہونے میں) آب حیات سے بھی زیادہ تھا (کہ اس کو تو بقول مشہور صرف حضرت خضر علیہ السلام ہی نے پیا اور اس سے بے انتہا لوگ اور جانور وغیرہ وغیرہ سیراب ہوئے) لیکن قبطی منکر کے لئے خون ہو گیا جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ جب ان پر عذاب آیا ہے تو پانی خون ہو جاتا تھا قبطی قوم فرعون پس لاکھوں کو مفید اور سینکڑوں کو مضر۔

ہست بر مومن شہیدی زندگی	بر منافق مردنست وژندگی
مومن کے لئے شہادت زندگی ہے	منافق کے لئے موت اور تباہی ہے

ہست بر مومن الخ۔ یعنی مومن کے لئے تو شہید ہونا زندگی (کا باعث) ہے (کہ حیات ابدی میسر ہوتی ہے) اور منافق کے لئے موت ہے اور بہت ہی ہولناک شے ہے۔ یہاں بھی ایک کو مفید ہے اور دوسرے کو مضر۔ مگر فی نفسہ وہ شے مفید ہی رہی۔

چیست در عالم بگو یک نعمتے	کہ نہ محروم اندازو وے امتے
بتا دنیا میں کونسی نعمت ہے؟	کہ اس سے کچھ لوگ محروم نہیں ہیں

چیست در عالم الخ۔ یعنی بتاؤ کہ عالم میں وہ کونسی نعمت ہے کہ جس سے ایک دوسرے لوگ محروم نہیں ہیں بلکہ سب چیزوں میں یہی ہے کہ ایک کو مفید ہیں اور دوسرے کو مضر ہیں مگر وہ فی نفسہ مفید ہی کہی جاتی ہے۔

گاؤ و خر را فائدہ چہ در شکر	ہست ہر جاں را یکے قوتے دگر
گدھے اور بیل کے لئے شکر میں کیا فائدہ ہے؟	ہر جاندار کی جداگانہ غذا ہے

گاؤ خر الخ۔ یعنی دیکھ لو کہ گدھے اور بیل کو شکر سے کیا فائدہ ہے (کچھ بھی نہیں ہے حالانکہ ایسی شیریں اور عمدہ شے ہے بلکہ بات یہ ہے کہ) ہر جان کے لئے غذا الگ ہے پس چونکہ گاؤ خر کی غذا شکر نہیں ہے اس لئے ان کو مفید بھی نہیں ہے پس معلوم ہو گیا کہ عالم میں غیر مفید تو کوئی شے نہیں ہے ہاں بعض کو مفید اور بعض کو غیر مفید ضرور ہیں تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے اس شے کا غیر مفید ہونا لازم نہیں آتا پس جس طرح ہر جان کے لئے ایک غذا مقرر کر دی گئی ہے اسی طرح حق تعالیٰ نے بھی ہر ایک انسان کہ ہر جاندار کے لئے اس کے مقررہ غذا ہوتی ہے اور اگر وہ حالت کسی عارض کی وجہ سے ہوتی ہے تو وہ زائل ہو جاتی ہے اور یہ حالت کا اصلی اور عارضی ہونا مرتے وقت تک معلوم نہیں ہوتا اور جب موت آ جاتی ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ حالت کفر وغیرہ اس سے زائل ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بوجہ عدم علم بالحقیقۃ کے ایسا تھا اور جب علم ہو گیا تو وہ حالت زائل ہو گئی اور اگر جبلی ہوتی ہے تو ہرگز ہرگز زائل اور منفک نہیں ہوتی جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اگر تم سنو کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ گیا ہے تو اس کی تصدیق کر لو اور اگر سنو کہ جبلت بدل گئی ہے تو ہرگز تصدیق مت کرنا۔ اسی کو کسی نے کہا ہے کہ جبل گردد جبلی نگردد پس اوپر تو ان کا بیان تھا کہ جو حالت مقدر من اللہ ہو چکتی ہے وہ ہرگز مٹ نہیں سکتی آگے حالت عارضی کو بیان فرماتے ہیں کہ

لیک گر آں قوت بروے عارضیست	پس نصیحت کردن اوراانقھی ست
لیکن اگر وہ اس کی عارضی غذا ہے	تو نصیحت کرنا اس کو سدھانا ہے

لیک گر آن الخ۔ یعنی لیکن اگر وہ غذا اس پر عارضی ہے تو پھر اس کو نصیحت کرنا صرف سدھانا ہے رائضی کہتے ہیں گھوڑے کے سدھانے کو مطلب یہ کہ اگر حالت اصلی ہے تب تو وہ بدل نہیں سکتی لیکن اگر عارضی حالت ہے تو پھر تو یہ نصیحت وغیرہ اس کے لئے درست کرنے والی اور سدھانے والی ہیں کہ گھوڑا چابک سوار کے سدھانے سے ان شرارتوں کو جو کسی عارض کی وجہ سے اس میں ہوتی ہیں چھوڑ دیتا ہے لیکن جو شرارت کہ اس کی اصلی حالت ہوتی ہے اس کو ہرگز نہیں چھوڑتا۔ پس اس طرح اگر نفس میں خباثت اصلی ہوتی ہے تب تو وہ ہرگز نہیں نکلتی اور اگر چہ خبثت کسی عارض سے ہے تو وعظ ونصائح سے دفع ہو جاتی ہے مگر وہ خواہ اصلی ہوں یا عارضی ان کے علاج سے بے فکر نہیں ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ جس کو اس وقت اصل سمجھے ہوئے ہیں وہ اصل میں عارضی ہو اس لئے کہ اصلیت اور عارضیت تو مرتے وقت ہی معلوم ہوتی ہے اور اس کو اصل سمجھ کر اس کو چھوڑ بیٹھے اور بعد کو پشیمان ہو تو پھر اب کیا ہو پچھتانے سے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

چوں کسے کو از مرض گل داشت دوست	گر چہ پندارد کہ آں گل قوت اوست
جب کوئی کسی مرض کی وجہ سے مٹی (کھانا) پسند کرے	اگر چہ وہ سمجھ رہا ہو کہ مٹی اس کی (اصل) غذا ہے

چون کسے الخ۔ یعنی جیسے کہ کوئی شخص مرض کی وجہ سے مٹی کو دوست رکھتا ہے (تو وہ) اگر چہ خیال کرتا ہے کہ اس کی غذا وہی ہے مگر یہ اسکی غلطی ہے اور یہ غلطی اس لئے ہے کہ

قوت اصلی را فرامش کردہ است	روئے در قوت مرض آوردہ است
(لیکن) اس نے اصلی غذا کو بھلا دیا ہے	بیماری کی غذا نے اس کو لکڑی جیسا بنا دیا ہے
نوش را بگذاشتہ سم خوردہ است	قوت علت ہمچو چوبش کردہ است
شہد کو چھوڑ کر زہر کھایا ہے	بیماری کی غذا نے اس کو لکڑی جیسا بنا دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قوت اصلی الخ۔ یعنی اصلی غذا کو تو بھول گیا ہے اور مرض کی غذا میں (جو کہ مٹی ہے) توجہ لایا ہے کہ اسی کو اصلی سمجھے ہو۔ بس یہ سمجھنا اس لئے ہے کہ اس غذائے اصلی سے اس کو غفلت اور فراموشی ہو رہی ہے۔

نوش راالخ۔ یعنی غذا کو چھوڑ کر زہر کھا رہا ہے تو مرض کی غذا نے اس کو لکڑی کی طرح کر دیا ہے یعنی اس کو جو مرض کی وجہ سے مٹی کھانے کی عادت ہوگئی ہے تو اس مٹی کھانے نے اس کو سکھا کر کانٹے کی طرح کر دیا ہے۔ اس طرح ان خواہشات نفسانی نے کمالات سے خالی کر رکھا ہے اور باطن مثل مردہ کے ہوگیا ہے۔ آگے اس اصلی راز کو بتاتے ہیں کہ وہ کیا ہے فرماتے ہیں کہ

قوت اصلی بشر نور خداست	قوت حیوانی مراورا ناسزاست
انسان کی اصل غذا خدا کا نور ہے	حیوانی غذا اس کے لئے مناسب نہیں ہے

قوت اصلی الخ۔ یعنی انسان کی غذائے اصلی تو حق تعالیٰ کا نور ہے اور یہ حیوانی غذا اس کے لائق نہیں ہے جبکہ اصلی غذا نور حق ہوئی اور یہ غذا عارضی حیوانی غذا اور نفسانی خواہشات ہوئیں تو اب ان عارضی کی تقلیل اور اس اصلی کی تکثیر ضروری ہے اور اس وقت جو اس غذائے حیوانی ہی کو اصلی سمجھے ہوئے ہو یہ تمہاری غلطی ہے اور بوجہ غفلت اور مرض باطنی کے ہے ورنہ یہ اصلی غذا ہے ہی نہیں فرماتے ہیں کہ

لیک از علت دریں افتاد دل	کہ خورد او روز و شب از آب و گل
لیکن بیماری کی وجہ سے (اس کا) دل اس میں پڑا ہے	کہ شب و روز وہ پانی مٹی (کی پیداوار) کھائے

لیک از علت الخ۔ یعنی کہ مرض (باطنی) کی وجہ سے دل اس میں پڑا ہوا ہے کہ رات اور دن اس پانی اور مٹی کو کھاتا ہے یعنی بوجہ غفلت عن الحق کے یہ غذائے حیوانی کے در پے ہے اور اس غذائے اصلی سے بے خبر ہے ورنہ اس کی طلب کرتا۔

روئے زرد و پائے سست و دل سبک	کو غذائے والسما ذات الحبک
چہرہ زرد پیر سست اور دل کمزور	کہاں راستوں والے آسمان کی غذا؟

روے زرد الخ۔ یعنی زرد منہ اور سست پاؤں اور ضعیف دل ہے اور کہاں ہے غذا آسمان ذات الحبک کی۔ مطلب یہ کہ اس غذائے حیوانی کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہے کہ اس کے تمام اعضائے باطن بالکل مضمحل اور بیکار ہو رہے ہیں اور اگر اس کو غذائے عالم علوی کی حاصل ہو جاتی تو پھر تو یہ کامل اور سرخرو ہوتا۔ مگر اب تو ہر طرح ذلیل و خوار ہو رہا ہے آسمان والی غذا سے مراد غذائے عالم بالا کی ہے اور وہ غذا ہے کمالات اور معانی اور اسرار پس ظاہر ہے کہ روح کی غذائے اصلی وہی ہے اور باقی غذائیں عارضی ہیں۔

آں غذائے خاصگان دولت است	خوردن آں بے گلو و آلت است
وہ دربار کے مخصوص لوگوں کی غذا ہے	اس کا کھانا بغیر حلق کے برتنوں کے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آن غذائے الخ۔ یعنی وہ غذا (عالم بالا کی) دولت کی خاص لوگوں کی ہے (ہر ایک کو میسر نہیں) اور ان کا کھانا بھی بے گلے کے اور بغیر کسی آلہ کے ہے۔ یعنی یہ آلات اور اسباب ظاہری اس سے تغذیہ حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس غذا کا تغذیہ بے ان آلات کے اور بے ان اعضا کے ہوتا ہے اس لئے کہ وہ تو معانی ہوتے ہیں جو کہ محسوس ہی نہیں ہوتے تو ان کو ان آلات جوارح سے کیسے حاصل کر سکتے ہیں بلکہ ان کے حصول کا تو ایک دوسرا ہی طریقہ ہے۔

شد غذائے آفتاب از نور عرش	مرحسود و دیوراز از دود فرش
آفتاب کی غذا عرش کا نور ہے	حاسد اور شیطان کی (غذا) زمین کا دھواں ہے

شد غذائے الخ۔ یعنی آفتاب (عارف) کی غذا تو نور عرش (عالم بالا) سے ہوتی ہے اور حاسد دیو (کافر یا شیطان جو کہ عارفوں کے قرب پر حسد کرتا ہے) کی غذا فرش (عالم سوت) کے دھوئیں (ظلمات) سے ہوتی ہے۔ عارف کو بوجہ اس کے کمالات سے منور ہونے کے آفتاب کہہ دیا گیا۔ مطلب یہ کہ انکی غذائے باطنی اور روحانی عالم غیب سے ملتی ہے اور جو لوگ اس طرف سے غافل ہیں ان کی غذا یہ غذائے ظاہری ہی ہوتی ہے۔

در شہیداں یرزقون فرمود حق	آں غذا را نے دہاں بدنے طبق
اللہ (تعالیٰ) نے شہیدوں کے بارے میں یرزقون فرمایا ہے	اس غذا کے لئے نہ منہ ہے نہ طباق

در شہیدان الخ۔ یعنی شہیدوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یرزقون فرمایا ہے تو اس غذا کے لئے نہ منہ ہے اور نہ طبق۔ مطلب یہ کہ اس سے تعجب مت کرو کہ بے آلات کے تغذیہ کس طرح ہو سکتا ہے اس لئے کہ دیکھو کہ قرآن شریف میں شہیدوں کے بارے میں یرزقون فرحین بما آتہم اللہ من فضلہ آیا ہے کہ وہ بے دہان رزق دیئے جاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ غذا مثل اس ظاہری غذا کے نہیں ہوتی بلکہ اس میں کہیں فرق ہوتا ہے اور اس کے کھانے کے لئے بھی یہ اعضا نہیں ہوتے جیسا کہ شریعت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں جو جسم عطا ہوگا وہ اگر چہ اس کے مثل ہوگا مگر یہ جسم خاص نہ ہوگا پس دیکھو کہ تغذیہ بغیر ان آلات کے حاصل ہو گیا۔

دل زہر یارے غذائے می خورد	دل زہر علمے صفائے می برد
دل ہر محبوب (چیز) سے غذا حاصل کرتا ہے	دل ہر علم سے صفائی حاصل کرتا ہے

دل زہر رائے الخ۔ یعنی کہ دل ہر رائے سے ایک غذا حاصل کرتا ہے اور دل ہر ایک علم سے ایک صفائی حاصل کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ بے آلات ظاہری کے تغذیہ کی ایک اور نظیر سنو کہ دیکھو جب قلب میں کوئی بہت ہی نفیس اور عمدہ رائے ہوتی ہے تو اس سے قلب کو فرحت ہوتی ہے اور اس کو ایک قسم کی غذا حاصل ہوتی ہے اس طرح علم سے بھی غذا حاصل ہوتی ہے حالانکہ یہ منہ اور آلات کہیں بھی نہیں ہیں لہٰذا معلوم ہو گیا کہ دنیا میں بھی بعض اشیاء ایسی ہیں کہ جن کو بے ان آلات وغیرہ کے کھا سکتے ہیں۔ پس اسی طرح وہ کمالات اور معانی ہیں کہ ان کے

www.besturdubooks.wordpress.com

کھانے کے لئے بھی اس دہان وآلات کی ضرورت نہیں ہے۔

صورت ہر آدمی چوں کاسہ ایست	چشم از معنی و حساسہ ایست
ہر آدمی کی صورت پیالے کی طرح ہے	آنکھ اس کے باطن کا ادراک کرنے والی ہے

صورت ہر آدمی الخ۔ یعنی ہر آدمی کی صورت تو مثل ایک پیالہ کے ہے (کہ جو غیر مقصود ہے) اور اصل وہ ہے جو کہ اس پیالہ میں ہے) اور آنکھ (حقیقت شناس) اس کے معنی (حقیقت) کی پہچاننے والی ہے (اور وہی مقصود بھی ہیں) پس معلوم ہوگیا کہ دنیا میں بھی جو چیز دوسرے سے ملے گی اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ اور غذا ضرور حاصل ہوگا اس کو آگے مع نظائر کے بیان فرماتے ہیں کہ

از لقائے ہر کسے چیزے خوری	وز قران ہر قریں چیزے بری
تو ہر شخص کی ملاقات سے کچھ حاصل کرے گا	تو ہر ساتھی کے ملنے سے کچھ حاصل کرے گا

از لقائے الخ۔ یعنی ہر شخص کے ملنے سے کچھ نہ کچھ تم ضرور کھاؤ گے (یعنی کچھ نہ کچھ ضرور فرحت اور سرور یا غم وغیرہ ہوگا) اور ہر ساتھی کے ایک چیز لے جائے گا تو یہ تو انسان ہی کے ساتھ خاص تھا آگے عام فرماتے ہیں کہ انسان ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ کل موجودات میں یہی ہے کہ ایک دوسرے کے قرآن سے کچھ فوائد ہوتے ہیں آگے اسی کے نظائر ہیں کہ

چوں ستارہ با ستارہ شد قریں	لائق ہر دو اثر زاید یقیں
جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے	یقیناً دونوں کے مناسب اثر بڑھتا ہے

چون ستارہ الخ۔ یعنی جب ایک ستارہ دوسرے ستارہ سے ملتا ہے تو ان دونوں کے مناسب یقیناً کوئی اثر پیدا ہوتا ہے یہاں یا تو مولانا نے بھی بناءً علی المشہور اثر سے مراد تاثیر ہی لی ہو جیسا کہ اہل نجوم کہتے ہیں اور یا یہ کہ یہ مقصود ہو کہ آخر جب وہ ملیں گے تو ان میں کوئی نہ کوئی اثر تو ضرور ہی ہوگا مثلاً یہی کہ ایک دوسرے کی قوت کا کاسر یا قوی کرنے والا ہو۔ وغیر ذلک غرضیکہ دو کے ملنے سے ایک اثر پیدا ہوگا۔

از قران مرد و زن زاید بشر	وز قران سنگ و آہن ہم شرر
مرد اور عورت کے ملنے سے انسان پیدا ہوتا ہے	اور پتھر اور لوہے کے ملنے سے چنگاریاں (نکلتی ہیں)

از قران الخ۔ یعنی کہ مرد وعورت کے ملنے سے لڑکا پیدا ہوتا ہے اور لوہے اور پتھر سے ملنے سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں یہاں بھی دو کے ملنے سے ایک خاص اثر اور نتیجہ پیدا ہوا ہے۔

وز قران خاک با بارانہا	میوہا و سبزہا ریحانہا
مٹی اور بارشوں کے ملنے سے	میوے اور سبزے (اور) خوشبودار گھاسیں (پیدا ہوتی ہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

وز قرآن خاک الخ۔ یعنی اور خاک کے بارش کے ساتھ ملنے سے میوہ اور سبزے اور پھول (پیدا ہوتے ہیں)"۔

وز قران سبز ہا با آدمی	دل خوشی و بے غمی و خرمی
انسان کے ساتھ سبزوں کے جمع ہونے سے	دل خوشی اور بے غمی اور سرور (پیدا ہوتا ہے)

وز قران الخ۔ یعنی اور سبزوں کے آدمی کے ساتھ ملنے سے (یا تو ان کے دیکھنے سے یا کھانے سے) دلخوشی اور بے غمی اور خرمی پیدا ہوتی ہے اور جان کے ساتھ خرمی کے ملنے سے خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہیں اس لئے کہ اگر دل مکدر ہو اور خوشی اور دلجمعی حاصل نہ ہو تو ہرگز کوئی کمال حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ بھی اسی وقت تک ہے جب تک کہ قلب ٹھکانے سے ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

وز قرآن خرمی باجان ما	می بزاید خوبی و احسان ما
ہماری جان کے ساتھ خوشی کے ملنے سے	خوبی اور کمالات پیدا ہوتے ہیں
قابل خوردن شود اجسام ما	چوں برآید از تفرج کام ما
ہمارے جسم (کھانا) کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں	جبکہ تفریح سے ہمارا مقصد پورا ہوتا ہے

قابل خوردم الخ۔ یعنی ہمارے اجسام (ان اشیاء کو) کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں جبکہ تفریح سے ہمارا کام نکل آئے۔ مطلب یہ کہ ان سبزوں کے اقتران سے ایک فائدہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ان سے فائدہ حاصل کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

سرخروئی از قران خود بود	خوں ز خورشید خوشی گلگوں بود
خون کے ملنے سے سرخروئی حاصل ہوتی ہے	خوشی کے آفتاب سے خون سرخ ہوتا ہے

سرخروئے الخ۔ یعنی کہ خون کے ملنے سے سرخروئی پیدا ہوتی ہے اور خون خوشی کے خورشید سے گلاب جیسی رنگت کا ہو جاتا ہے اور بہترین رنگ سرخی ہوتی ہے اور وہ خورشید سے ہوتی ہے اور اسی سے حاصل ہوتی ہے۔ اہل نجوم کہتے ہیں کہ جس شخص کو مناسبت سورج سے ہوتی ہے وہ دموی المزاج ہوتا ہے اور اس کے اندر خون زیادہ ہوتا ہے اور جس قدر مناسبت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر خون میں بھی زیادتی ہوتی ہے تو دیکھ لو دو چیزوں کے اقتران سے سرخرو حاصل ہوئی اور یہ فرمانا بناز علی المشہور ہے ورنہ خدانخواستہ مولانا کا عقیدہ اس کے موافق ہرگز نہ تھا۔

بہترین رنگہا سرخی بود	واں ز خورشیدست از وے میرسد
رنگوں میں بہترین رنگ سرخی ہوتی ہے	وہ سورج کی وجہ سے ہے اور اس سے حاصل ہوتی ہے
ہر زمینے کو قریں شد باز حل	شورہ گشت وکشت را نبود محل
جو زمین زحل (ستارہ) کی متعلق ہوئی	وہ شوریلی بنی اور کھیتی کی جگہ نہیں رہتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر زمینے الخ۔ یعنی جو زمین کہ زحل کے ساتھ مقترن ہو تو وہ شور ہوتی ہے اور کھیتی کے قابل نہیں ہوتی تو دیکھو کہ دو کے اقتران سے ایک اثر پیدا ہوا ہے یہ بھی بنا علی المشہور ہے کہ اہل نجوم کہتے ہیں کہ زحل ایک منحوس ستارہ ہے جس طرف اس کا رخ ہوتا ہے اس طرف نحوست ہی پھیلتی ہے۔ آگے ان سب تمثیلات و نظائر کا حاصل فرماتے ہیں کہ

قوت اندر فعل آید ز اتفاق	چوں قران دیو با اہل نفاق
متفق ہو جانے سے کام میں قوت آ جاتی ہے	جیسا کہ شیطان کا منافقوں سے مل جانا

قوت اندر الخ۔ یعنی کہ (دو چیزوں کے ملنے سے) استعداد (درجہ) فعلیت میں آتی ہے جیسے کہ شیطان کا مل جانا اہل نفاق کے ساتھ کہ جو خباثت پہلے نہ کرتے اب کرنے لگے اور خباثت زیادہ ہو جاتی ہے اور جو خباثت کہ ابھی تک پوشیدہ تھی اب وہ ساری ظاہر ہوتی ہیں لہٰذا ثابت ہو گیا کہ ہر شے کے دوسرے کے ساتھ اقتران سے ایک اثر ظاہر ہوتا ہے پس اس طرح اگر صورت کے ساتھ معنی کا اقتران ہو گا تو پھر وہ وہ کمالات پیدا ہوں گے کہ دیدہ باید اور کمالات اور معانی کو تو عالم بالا سے اور حق تعالیٰ سے تعلق ہے اور اگرچہ وہ محسوس ظاہری نہیں ہیں مگر پھر بھی ان کے اندر ایک شان ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

ایں معانی راست از چرخ نہم	بے ہمہ طاق و طرم طاق طرم
ان معانی کے لئے نویں آسمان	بغیر شان و شوکت والے سے شان و شوکت ہے

این معانی الخ۔ یعنی کہ ان معانی کو نویں آسمان (عالم بالا) سے بغیر کسی (ظاہری) شان و شوکت کے شان و شوکت ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ معانی غیر محسوس ہیں اس لئے ان کی شان و شوکت ظاہری تو معلوم ہوتی نہیں مگر پھر بھی ان کی بہت بڑی شان ہے۔ اور چونکہ صوفیہ دو عالم کے قائل ہوئے ہیں ایک تو مادیت کے دوسرے مجردات کے اور مادیات کو عالم خلق اور مجردات کو عالم امر کہتے ہیں جیسا کہ حکماء نے بھی مانا ہے مگر وہ اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ وہ اس کے قدم کے قائل ہو گئے اور متکلمین بالکل انکار ہی کر بیٹھے مگر صوفیہ بین بین ہیں نہ یہ قدم کے قائل ہیں اور نہ انکار کرتے ہیں بلکہ مادیات اور مجردات دونوں کو مانتے ہیں۔ اب بعض جاہل صوفی اس عالم خلق و امر کو قرآن سے ثابت کرنے لگے اور کہتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو الا لہ الخلق والامر ہے اس سے یہی عالم خلق اور امر اصطلاحی مراد ہیں۔ تو یہ کہنا بالکل لغو ہے اس لئے کہ قرآن شریف ان اصطلاحوں میں نازل نہیں ہوا پھر خواہ مخواہ اس میں ان چیزوں کو تلاش کرنا اور زور لگا کر نکالنے سے کیا فائدہ ہوتا ہے بلکہ اگر صرف ان صوفیوں کے دعوے قرآن کے خلاف نہ ہوں تو کافی ہے نہ یہ کہ ہر مسئلہ اس سے نکلتا ہی ہو اس کی کیا ضرورت ہے پس صوفیہ بھی دو عالموں کے قائل ہوئے ہیں ایک کے مشاہدہ سے اور دوسرے کے کشف سے اور حکماء نے عقل سے پہچانا لیکن صوفیہ خیر الامور اوسطہا کے مصداق رہے۔ آگے اشعار میں ان ہی دونوں عالموں کا ذکر ہے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خلق را طاق و طرم عاریت است	امر را طاق و طرم ماہیت است
عالم کی شان و شوکت عارضی ہے	(عالم) امر کی شان و شوکت ذاتی ہے

خلق را الخ۔ یعنی عالم خلق (عالم مادیات) کی شان وشوکت تو عاریت ہے اور عالم امر (عالم مجردات) کی شان وشوکت ماہیت (داخل ذات یا لازم غیر منفک) ہے یعنی عالم مادیات میں جو شان وشوکت ہوتی ہے وہ عارضی اور عالم مجردات کی شان وشوکت اصلی ہے (لیکن پھر بھی لوگ غلطی کرتے ہیں اور عارضی ہی کو طلب کرتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

از پئے طاق و طرم خواری کشند	بر امید عز در خواری خوشند
شان و شوکت کیلئے ذلت برداشت کرتے ہیں	عزت کی امید پر ذلت میں خوش ہیں

از پے الخ۔ یعنی شان وشوکت (ظاہری) کے لئے ذلت جھیلتے ہیں اور (صرف) عزت کی امید (مرہوم) پر خواری میں خوش ہیں جیسا کہ آجکل مشاہدہ ہو رہا ہے کوئی اس فکر میں کہ مجھے خطاب مل جائے کوئی کسی فکر میں لگا ہوا ہے اور ان ساری ذلتوں پر خوش ہیں تف ہے ایسی عزت پر جو کہ مستلزم ہو اس قدر ذلتوں کو۔

بر امید عز دہ روزہ خدوک	گردن خود کردہ انداز غم چودوک
دس روزہ عزت کی امید پر پریشان ہیں	فکر میں اپنی گردن کو تکلا جیسا بنائے ہوئے ہیں

برامید الخ۔ یعنی دوروزہ عزت کی امید (موہوم) پر پراگندہ ہیں اور اپنی گردم غم کی وجہ سے مثل تکلے کے کر لی ہے۔ اسی فکر میں گھل گئے اور اصلی شے سے غافل رہے اور اس کو طلب نہ کیا آگے مولانا بطور تحدث بالنعمۃ کے فرماتے ہیں کہ۔

چوں نمی آیند ایں جا کہ منم	کاندریں عز آفتاب روشنم
اس جگہ کیوں نہیں آتے جہاں میں ہوں	کہ میں اس عزت میں روشن سورج ہوں

چون نمی آیند الخ۔ یعنی جس جگہ (اور مقام) پر میں ہوں وہاں کیوں نہیں آتے (کہ عزت اصلیہ حاصل ہو) کہ اس عزت (اصلیہ) میں میں ایک آفتاب روشن ہوں۔ یعنی خدا کا شکر ہے کہ مجھے وہ عزت اصلی میسر ہے اور پوری طرح میسر ہے پھر یہ لوگ اور کہاں کہاں پھر رہے ہیں اور جو اصل مطلوب ہے اس کو چھوڑے بیٹھے ہیں۔ اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید + معشوق درین جاست بیائید بیائید + آؤ اور اس نور حقیقی سے منور ہو جاؤ کہ وہ اس آفتاب ظاہری کی طرح نہیں ہے بلکہ وہ نور ہی نور ہے۔

مشرق خورشید برج قیرگون	آفتاب ماز مشرقہا بروں
سورج کی مشرق سیاہ برج ہے	ہمارا سورج مشرقوں سے بالا ہے

مشرق خورشید الخ۔ یعنی (اس) خورشید (ظاہری) کا مشرق ایک برج سیاہ رنگ والا ہے (یعنی کہ مظلم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے) اور ہمارا آفتاب (جس سے کہ ہم اقتباس نور کر رہے ہیں) مشرقوں سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ تم جو اس خورشید ظاہری پر دم دیئے ہو تو اس کے مشرق کی تو یہ حالت ہے کہ وہ ایک وقت میں مظلم تھا پھر جب سورج وہاں گردش کرتا ہوا پہنچا تب وہ منور ہوا اور چونکہ حق تعالیٰ تو جہات اور مکان وغیرہ سے منزہ اور پاک ہیں تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا اس لئے ان کا مشرق انوار ہر وقت منور ہی رہتا ہے لیکن اس مشرق کا نور بعض مرتبہ بوجہ عوارض کے دکھلائی نہیں دیتا مگر اس طرف سے ہر وقت نور افگنی اور جلوہ افگنی ہو رہی ہے اس لئے قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید یعنی ہم تو اس کے قریب ہیں اور وہ ہم سے دور ہے اور چونکہ حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان میں علم کا واسطہ اور تعلق ہے اس لئے یہ ممکن ہے کہ ایک وقت میں حق تعالیٰ تو قریب ہوں اور بندہ غافل اور دور ہو اس لئے کہ قرب من الجانبین تو ضروری ممکن میں ہوتا ہے کہ ایک ممکن دوسرے کے قریب ہوگا تو وہ بھی ضرور اس کے قریب ہوگا اسلئے کہ ان میں قرب مکانی ہے اور یہاں تو قرب علمی ہے تو حق تعالیٰ تو ہر وقت بندہ کی حالت اور کیفیت کے عالم ہیں مگر بندہ بہت اوقات میں غفلت کی وجہ سے عارف نہیں ہوتا اور اسکی مثال حکماء نے یہ دی ہے کہ جیسے ایک شخص ہماری داہنی طرف بیٹھا ہے تو اس وقت جیسا وہ ہماری داہنی طرف ہے ہم بھی اس کی بائیں طرف ہے اور ہم پر یہی بولا جاتا ہے کہ یہ اس کے بائیں پر ہے اور اگر یہ شخص اٹھ کر ہمارے بائیں طرف آ بیٹھے تو اب ہم ہی پر یہ صادق ہے کہ ہم اس کے داہنی طرف آ گئے مگر دیکھو ہم تو اپنی جگہ پر ہیں اس کو ہی حرکت ہوئی اور اس کی حرکت سے ہماری حیثیت اور حالت بھی بدل گئی اس طرح حق تعالیٰ تو مکان اور جیز سے پاک ہیں وہ تو ہر وقت اور جگہ موجود اور جلوہ افگن ہیں مگر چونکہ ہم غافل ہیں اس لئے ہماری غفلت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ سے اس وقت دور ہیں اور جب ہم کو تنبہ ہوتا ہے اور اس طرف توجہ ہوتی ہے تو اس وقت کہا جاتا ہے کہ اب ہم قریب ہیں تو یہ دونوں حالتیں ہماری ہیں حق تعالیٰ کی کیفیت میں تغیر نہیں ہوا مگر ان پر تبدیل حیثیت صادق ہے جیسا کہ مثال مذکور میں بیان کیا گیا لہٰذا مولانا فرماتے ہیں کہ ہمارا خورشید جو ہے وہ ہر وقت منور اور روشن ہے اور اس کو مشرق کی ضرورت ہی نہیں نہ مظلم کی نہ منور کی بلکہ وہ خود فی حد ذاتہ نور ہی نور ہے۔ اللہ نور السموات والارض مثل نورہ کمشکوٰۃ فیہا مصباح آگے مولانا فرماتے ہیں کہ بعض مرتبہ قلب عارف کو مطلع انوار حق کہا گیا ہے حالانکہ یہاں کہہ رہے ہو کہ وہ مطلع اور مشرق سے پاک ہو تو اس تعارض کو اٹھاتے ہیں کہ

مشرق او نسبت ذرات او	نے برآمد نے فروشد ذات او
اس کی مشرق ذروں کے ساتھ اس کی نسبت ہے	نہ اس کی ذات طلوع کرتی ہے نہ غروب کرتی ہے

مشرق او الخ۔ یعنی مشرق اس کا نسبت ہوتا ہے اس کے ذرات کا (ورنہ) نہ طلوع ہوئے اور نہ غروب ہوئے اس کی ذات مطلب یہ کہ بعض مرتبہ جو قلب عارف وغیرہ کا مطلع کہہ دیا گیا ہے جیسا کہ دیباچہ میں فرمایا ہے کہ مطلع شمس آ اگر اسکندری الخ۔ تو یہ مشرق اور مطلع اس کی نسبت ذرات کی طرف ہے کہ ان کو اس کے نور سے کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

نسبت ہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو ایک غیر متناہی نور ہے اور انسان اور اس کے صفات سب متناہی ہیں لہٰذا انسان خواہ کتنا ہی اس نور کو حاصل کرے گا اور خواہ اس کو پچاس عمر نوح میسر ہو جائیں مگر پھر بھی متناہی ہی رہا اور متناہی کو غیر متناہی سے کیا نسبت لہٰذا جس قدر بھی حاصل ہو اس سے گزر کر آگے کی طلب ضروری ہے اس کو کہا ہے کہ اے برادر بے نہایت در گہے است + ہر چہ بروے مِی رسی بروے مایست + پس قلب عارف وغیرہ کو مشرق کہہ دینا مجاز ہے ورنہ آپس میں کوئی نسبت ہی نہیں ہے اس کو تو کسی وقت زوال ہی نہیں ہے کہ اس پر دو حالتیں طلوع اور غروب کی صادق آئیں بلکہ وہ تو ہر وقت طلوع ہے اس کو کسی وقت بھی غروب نہیں ہے لہٰذا اس نور علی نور سے اقتباس نور کرو اور اس سے عزت اصلی حاصل کرو اور اس عارضی شان وشوکت اور عزت وجلال کو چھوڑو کہ کسی کام کی نہیں ہے۔

ما کہ واپس ماندہ ذرات ویم	در دو عالم آفتاب بے فیم
ہم جو کہ اس کے ذرات میں سے پسماندہ ہیں	دونوں جہانوں میں بغیر سایہ کا سورج ہیں

ما کہ واپس الخ۔ یعنی کہ ہم (اور انبیاء اور اولیاء کے سامنے) بہت سی پیچھے پڑے ہوئے اس کے ذرات میں سے ہیں (مگر پھر بھی) دو عالم میں آفتاب بے سایہ کے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو ہم جو ان کے نور سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے اور یہ نسبت ان لوگوں کے پس ماندگان میں ہیں مگر پھر بھی ذرا سا نور حاصل کرنے سے بالکل نور ہی نور ہو گئے ہیں اور اس قدر نور کامل حاصل ہوا ہے کہ دو جہان میں بس نور ہی نور ہیں تو پھر خود اس نور علی نور اور وراء الوراء ثم وراء الوراء کی کیا کیفیت ہوگی کہ اس کے بیان کے لئے یہ الفاظ حادث اور متناہی ہرگز ہرگز کافی نہیں۔ یہ تو سب کچھ ہے مگر اس گھمنڈ پر کہ ہم کو اس درجہ کمالات حاصل ہو لئے ہیں ہم اس سے مستغنی نہیں ہیں بلکہ اب بھی اس کی تگ ودو میں لگے ہوئے ہیں اور یہ حالت ہے کہ + دست از طلب نہ دارم تا کام من بر آید + یا تن رسید بجانان یا جان زتن بر آید + پس جب ہم بھی مستغنی نہیں ہیں تو وہ شخص کہ جس کو کچھ بھی کمالات حاصل نہیں ہیں کس طرح مستغنی ہو سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

باز گرد شمس میگردم عجب	ہم ز فر شمس باشد ایں سبب
تعجب ہے میں پھر بھی سورج کے چاروں طرف گردش کرتا ہوں	یہ سبب بھی سورج کی شان وشوکت کی جانب سے ہے

باز گرد شمس الخ۔ یعنی پھر بھی شمس (حق تعالیٰ) کے چاروں طرف پھر رہا ہوں اور اس کی طلب میں لگا ہوا ہوں کس قدر تعجب کی بات ہے مگر یہ سبب بھی اس شمس کے دبدبہ اور شوکت کی وجہ سے ہے کہ جو ہم اس سے باوجود اس قدر کمالات حاصل ہونے کے بھی مستغنی نہیں ہیں۔

شمس باشد بر سببہا مطلع	ہم ازو حبل سببہا منقطع
اسباب سے سورج باخبر ہوتا ہے	اسباب کی رسی کا ٹوٹنا بھی اسی کی جانب سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شمس باشد الخ۔ یعنی کہ ان اسباب پر بھی وہی شمس (حق تعالیٰ) مطلع ہیں اور ان ہی سے (بعض مرتبہ) کس قدر تعجب کی بات ہے مگر یہ سب بھی اس شمس کے دبدبہ اور شوکت کی وجہ سے ہے کہ جو ہم اس سے باوجود اس قدر کمالات حاصل ہونے کے بھی مستغنی نہیں ہیں۔

شمس باشد الخ۔ یعنی کہ ان اسباب پر بھی وہی شمس (حق تعالیٰ) مطلع ہیں اور ان ہی سے (بعض مرتبہ) ان اسباب کی رسی منقطع ہو جاتی ہے اس لئے کہ بعض مرتبہ وہ ناامید کر دیتے ہیں اگرچہ وہ ناامیدی طبعی ہوتی ہے عقلی نہیں ہوتی مگر پھر بھی یہ حالت ہوتی ہے کہ بہت سے لوگوں نے خودکشی کر لی ہے اس لئے کہ جب اس کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر انسان اندھا ہو جاتا ہے اور عقل وغیرہ سب بالائے طاق رکھی رہ جاتی ہے اور یوں سمجھتا ہے کہ جب وہ نہیں ملتے تو پھر ہم ہی رہ کر کیا کریں گے اور اس حالت کے بیان کو الفاظ نہیں ہیں بلکہ جس پر گزرے وہ جانے۔

صد ہزاراں بار بریدم امید	از کہ از شمس ایں شما باور کنید
میں نے لاکھوں بار امید منقطع کی	کس سے؟ سورج سے اس کا تم یقین کرو

صدہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں مرتبہ میں نے امید کو منقطع کر دیا کس سے شمس (حق تعالیٰ) سے اس کو مجھ سے یقین کرو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ جب ناامیدی ہو جاتی ہے تو پھر طلب سے بھی کیا فائدہ ہے پس چونکہ مولانا جس طرح صاحب حال ہیں اس طرح شیخ وقت اور سالک بھی تو ہیں اس لئے یہاں آ کر اس شخص کو سنبھالتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

تو مرا باور مکن کز آفتاب	صبر دارم من ویا ماہی ز آب
تو میرا یقین نہ کر کہ سورج سے	میں صبر کر سکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے (صبر کر سکتی ہے)

تو مرا باور الخ۔ یعنی تم یہ ہرگز مت خیال کرنا کہ آفتاب (حقیقی) سے میں صبر رکھ سکتا ہوں اور یا مچھلی پانی سے نہیں یعنی اگرچہ اس طرف سے بعض مرتبہ ناامیدی معلوم ہو مگر پھر بھی اسکی طلب کو ترک نہ کر دینا چاہیے بلکہ اسی تگ و دو میں لگے رہو اس لئے کہ اسکی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے مچھلی اور پانی تو جب مچھلی پانی کے بغیر صبر نہیں کر سکتی تو پھر انسان کو حق تعالیٰ سے علیحدہ ہو کر کس طرح صبر آ سکتا ہے پس اگرچہ طبعی ناامیدی ہو جائے مگر پھر لگا رہے آخر ایک دن وہ ہوگا کہ ارشاد ہوگا کہ قبولست گرچہ ہنر نیستت + کہ جز ما پناہے دگر نیستت + اور آخر ایک دن وصل حاصل ہو جائے گا۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

ورشوم نومید نومیدی من	عین صنع آفتاب ست اے حسن
اگر میں ناامید ہوں میری ناامیدی	بالکل سورج کا کام ہے اے پیارے!

ورشوم الخ۔ یعنی اور اگر میں ناامید بھی ہو جاؤں تو میری یہ ناامیدی بھی تو ان ہی کا فعل ہے۔ اے حسن۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میں ناامید بھی ہو گیا ہوں تو ناامید کرنا کس کا فعل ہے یہ بھی تو حق تعالیٰ الٰہی کا فعل ہے تو ہم اس کو اس حیثیت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے دیکھیں گے کہ یہ فعل ہے اس ذات کا کہ جو ایسی مستغنی ہے کہ اس کو کسی کی احتیاج اور کسی کی ضرورت نہیں ہے تو اس خیال سے اس کی معرفت حاصل ہوگی اور نا امیدی وغیرہ سب زائل ہو جائے گی اور یہ توجیہ اس شعر کی مستنبط ہے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کے اس قول سے کہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی کو وسوسے بہت پریشان کریں تو وہ یہ مراقبہ کرے کہ اللہ اکبر اس کی کیسی شان ہے کہ ایسی ایسی چیزیں پیدا فرمائی ہیں اور ایسے ایسے خیالات انسان کو دیئے ہیں بس اس مراقبہ سے سارے وساس منقطع ہو جائیں اور حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہو جائے گی انتہی للہ در القائل سبحان اللہ کیا تحقیق ہے اور کیسا علاج ہے کہ جس سے مرض کی جڑ ہی کٹ گئی۔ سچ یہ ہے کہ حضرت اپنے وقت کے امام بلکہ مجدد صاحب تھے ان سے ہرگز کم نہ تھے۔ کیسے کیسے علاج اور کیسے کیسے معارف زبان فیض ترجمان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ اے اللہ حضرت کے فیوض و برکات اور علوم میں سے اس راقم گنہگار کو بھی ایک حصہ وافر عطا فرما۔ اے اللہ تیری قدرت کے سامنے کچھ بعید نہیں ہے اگرچہ میری نسبت کرتو محال کے قریب ہے امید کہ ناظرین بھی اس گنہگار کو اس جگہ پہنچ کر دعا سے محروم نہ فرمائیں گے کہ۔ شنیدم کہ در روز امید و بیم + بدان را بہ نیکان بہ بخشد کریم۔ پس جبکہ حق تعالیٰ ہی کا فعل ہے تو اس سے علیحدہ کرنے والا کس طرح ہو جائے گا بلکہ وہ تو عین وصل الی الحق ہوگا اس کو فرماتے ہیں کہ

عین صنع از نفس صانع چوں برد	عین ہست از غیر ہستی چوں چرد
بعینہ کام کام کرنے والے کی ذات سے کیسے جدا ہو سکتا ہے؟	خود موجود غیر موجود سے کیسے غذا (وجود) حاصل کر سکتا ہے؟

عین صنع الخ۔ یعنی عین صنعت صانع سے کس طرح قطع کرے گی (بلکہ صنعت سے تو صانع کی اور معرفت ہو گی) اور عین موجود غیر موجود سے کس طرح چر سکتا ہے مطلب یہ کہ جس اس نا امیدی کو اس حیثیت سے دیکھا کہ یہ فعل حق ہے تو پھر تو اور بھی معرفت حاصل ہوگی نہ کہ علیحدگی ہوگی اور جو شے کہ موجود ہے وہ مابہ الموجودیت سے کس طرح الگ ہو سکتی ہے اس لئے کہ اگر اس سے علیحدہ ہو جائے تو پھر تو وجود ہی باقی نہیں رہ سکتا لہٰذا مقصود یہ ہوا کہ مولانا سالک کو تعلیم فرماتے ہیں کہ اگر کبھی طبعی نا امیدی ہو بھی تو اس سے طلب کو مت چھوڑ دبلکہ طلب میں لگے رہو اور اس نا امیدی کو بھی اسی طرف سے سمجھو پھر کبھی پریشانی اور حیرانی نہیں ہو سکتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

جملہ ہستیہا ازیں روضہ چرند	گر براق و تازیاں ور خود خرند
تمام موجودات اسی باغ سے غذا (وجود) حاصل کرتے ہیں	خواہ براق اور عربی گھوڑے ہوں یا خود گدھے ہوں

جملہ ہستیہا الخ۔ یعنی ساری ہستیاں اس باغ ہی سے چرتی ہیں (اور فیض حاصل کرتی ہیں) خواہ وہ براق ہوں یا عربی گھوڑے ہوں یا گدھے ہوں مطلب یہ کہ کیا اچھے اور کیا برے سب اسی سے فیض یاب ہیں تو پھر اس سے علیحدگی کیسے کر سکتے ہیں اس لئے کہ اس سے علیحدہ ہو کر تو کسی کا وجود بھی نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ حصول کمالات ہو اس لئے کہ اگرچہ وہ بھی اسی موجود سے وجود کو حاصل کر رہا ہے مگر اس کو اس تحصیل کا علم نہیں ہے اور جب علم نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تو ضرور ہے کہ اس کے حقوق بھی ادا نہ کرسکے گا تو اس وجود ہی سے فائدہ نہیں ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ

لیک اسپ کور کورانہ چرد	می نہ بیند روضہ را زانست رد
لیکن اندھا گھوڑا اندھے پن سے چرتا ہے	وہ باغ کو نہیں دیکھتا ہے اس لئے مردود ہے

لیک اسپ الخ۔ یعنی لیکن اندھا گھوڑا اندھوں کی طرح چرتا ہے اور چونکہ باغ کو دیکھتا نہیں ہے اس لئے مردود ہے۔ مطلب یہ کہ مگر چہ کل وجود اسی سے ہیں اور یہ مستلزم تھا اس کو کہ سب عارف ہوا کرتے اس لئے جب اسی کے فیض سے ایک کامل اور عارف ہے تو کیا وجہ ہے کہ دوسرا نہ ہو تو فرماتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ اگرچہ یہ محجوب بھی اسی فیض سے اور اسی کمال سے مستفیض ہے جس سے کہ عارفین و کاملین ہوتے ہیں مگر دونوں میں فرق یہ ہے کہ ایک کو تو اس حصول کا اور مستفیض ہونے کا علم ہے اور اس علم کی وجہ سے وہ اس کے حقوق بقدر استطاعت ادا کر رہا ہے اور دوسرا جو کہ محجوب اور مردود ہے وہ اس لئے ہے کہ اس کو اس کا علم نہیں ہے اس لئے وہ اس کی قدر اور اس کے حقوق کو کچھ بھی ادا نہیں کرسکتا۔ اور ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے دو گھوڑے ایک باغ میں چرتے ہیں مگر ایک اندھا ہو اور دوسرا بینا ہو تو جو بینا ہے وہ تو اس سے چر بھی رہا ہے اور اس باغ کا مشاہدہ بھی کر رہا ہے اور ایک اندھا ہے وہ بھی اسی سے غذا حاصل کر رہا ہے مگر اس کو خبر بھی نہیں ہے کہ باغ کیا ہے اور یہ سبزہ اور گھاس کس کو کہتے ہیں بس اس کو کھانے سے مطلب ہے۔ اسی طرح کفار اور منکرین کی حالت ہے کہ وجود تو اسی موجود سے حاصل کر رہے ہیں مگر معرفت ذرا بھی نہیں اس وجہ سے مردود اور مطرود ہوتے ہیں اور کوئی نصرانی ہو جاتا ہے اور کوئی برت پرست ہے۔ کوئی آتش پرست تو کوئی مادہ پرست۔ غرضیکہ چون ندیدند حقیقت رہ افسانہ زوند + یہ ساری خرابی معرفت نہ ہونے کی ہے ورنہ اس ذات کو پہچان کر اور اس کی معرفت کے بعد تو پھر اس سے علیحدگی اور کسی اور کی طرف توجہ ہو ہی نہیں سکتی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

وانکہ گردشہا ازں دریا ندید	ہر دم آرد رو بمحراب جدید
اور جس نے گردشوں کو اس دریا سے نہ سمجھا	ہر آن منہ نئی محراب کی طرف کرتا ہے

وانکہ گردشہا الخ۔ یعنی جس نے اس دریائے (وجود) سے (اپنی) گردشوں کو نہ دیکھا (بلکہ ان انقلابات کو کسی اور کی طرف سے سمجھا) تو ہر دم وہ ایک نئی محراب (قبلہ توجہ) کی طرف متوجہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ جو انقلاب کو حق تعالیٰ کی طرف سے نہ سمجھے گا اور جس نے کہ یہ سمجھ لیا کہ جو ہوتا ہے وہ اسی طرف سے ہوتا ہے اور کسی دوسرے کا مطلق اختیار نہیں ہے تو پھر وہ تو صرف اس ایک ہی ذات کی طرف متوجہ ہوگا اس کو دوسروں سے کیا کام اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی تنکا دریا میں بہہ رہا ہے اور دریا اس کو لوٹ پوٹ کر رہا ہے کبھی ادھر ڈال دیا اور کبھی دوسری طرف تو اگر وہ یہ جانتا ہے کہ یہ سارے کرشمے دریا ہی کے ہیں تب تو بس اس کے خیال میں

www.besturdubooks.wordpress.com

پراگندگی اور تشتت نہ ہوگا بلکہ وہ صرف ایک ہی طرف متوجہ ہوگا اور اگر وہ ان امواج کو مؤثر سمجھ رہا ہے جو اس دریا سے پیدا ہو رہی ہیں تو پھر اس کے قبلہ توجہ ہزاروں ہونگے اور ہر وقت ایک الگ شے کی طرف توجہ ہوگی اور جب انسان کی پراگندگی اور تشتت کی یہ حالت ہوگی تو پھر وہ وجود مصنوع سے وجود صانع پر کس طرح استدلال کر سکتا ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک تو مؤثر اور صانع ایک ہی ہے نہیں یہ ساری خرابی اس معرفت سے نابینا ہونے کی ہے اور اس کا اس موجود سے وجود حاصل کرنا ہی سبب اس کی کوری کا ہو گیا ہے اور یہی تحصیل وجود دوسروں کے لئے سبب ہدایت اور سبب بینائی ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

اوز بحر عذب آب شور خورد	تا کہ آب شور او را کور کرد
اس نے شیریں دریا سے کھارا پانی پیا	یہاں تک کہ کھارے پانی نے اس کو اندھا کر دیا

اوز بحر الخ۔ یعنی اس (نابینائے حقیقت) نے شیریں دریا سے شور پانی پیا۔ یہاں تک کہ اس شور پانی نے اس کو اندھا کر دیا۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے وجود سے جو کہ سراسر نور اور ہدایت ہی تھا اس نے وجود حاصل کیا اور وہ وجود شیریں اس کے حق میں مثل آب شور کے ہو گیا کہ اس کو لومضر ہی ہوا اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔ یضل بہ کثیرا و یہدی بہ کثیرا کہ قرآن ایک ہی شے ہے۔ تو اس کا سبب ضلال ہونا بھی اس مفصل کی ناقابلیت اور بے استعدادی سے ہے ورنہ وہ تو فی نفسہ ہادی ہی ہے۔ پس اسی طرح وہ وجود حق تو شیریں اور بینا ہی کرنیوالا ہے مگر جو شخص کہ خود ہی اندھا ہو اس کے لئے تو وہ خراب اور گمراہ کرنے والا ہی ہوگا جیسے کہ شیرینی کہ کس قدر مرغوب و محبوب ہے مگر دیکھو جس کو صفرا کا حلیہ ہو اس کو مضر ہے تو اس شیرینی کو تو مرغوب و محبوب ہی کہیں گے مگر یہ نقص قابل میں ہے کہ جس کی وجہ سے وہ مضر معلوم ہوتی ہے اور جبکہ یہ گمراہی زیادہ ہوتی ہے اور انتہا تک پہنچ جاتی ہے تو پھر یہی گمراہی کفر تک نوبت پہنچا دیتی ہے العیاذ باللہ اس لئے کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ غفلت عن الحق کے سات درجے ہیں اور مابین سات حجاب ہیں سب سے آخر کا حجاب کفر اور شرک ہے کہ جب غفلت اور انتہائی درجہ کو پہنچ جاتی ہے تو پھر نوبت کفر کی آجاتی ہے۔ خدا بچائے آگے فرماتے ہیں کہ

بحر می گوید بدست راست خور	زآب من اے کور تا یابی بصر
دریا کہتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے پی	میرا پانی اے اندھے! تا کہ تو بینائی حاصل کرے

بحر میگوید الخ۔ یعنی دریا تو کہہ رہا ہے کہ اے اندھے میرے پانی کو داہنے ہاتھ سے پی تا کہ تو بصیرت پائے۔ چونکہ اوپر کے اشعار میں حق تعالیٰ کو تشبیہ دی ہے دریا سے جیسا کہ صوفیہ کے یہاں اصطلاح ہے اس لئے یہاں فرماتے ہیں کہ وہ گمراہ ہو رہا ہے اور حق تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ دیکھ اس وجہ سے گمراہ مت ہو جانا ذرا سنبھل کر اس کا استعمال کرنا تا کہ تجھے اس سے میری معرفت حاصل ہو۔ آگے خود اس دست راست یعنی داہنے ہاتھ کو بتاتے ہیں کہ دست براست سے ہم کو مقصود کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست دست راست اینجا ظن راست	کو بداند نیک و بد را کز کجاست
داہنے ہاتھ (سے مراد) یہاں صحیح عقیدہ ہے	تاکہ وہ جان لے کہ نیک و بد کہاں سے ہے

ہست دست الخ۔ یعنی کہ اس جگہ دست راست (سے مراد) راست ہے کہ وہ نیک و بد کو جان لے کہ کہاں سے ہیں۔ اب مطلب یہ ہو گیا کہ حق تعالیٰ اس کو حقیقت کو فرما رہے ہیں کہ ارے کمبخت دیکھ فہم سلیم اور سیدھا گمان پیدا کرتا کہ تجھے اس کی معرفت اور پہچان ہو کہ یہ نیک و بد کہاں سے اور کدھر سے ہیں۔ اگر معرفت اور بصیرت ہو گی تو معلوم ہو جائے گا کہ جو کچھ ہو رہا ہے سب اسی طرف سے ہے پس پھر تفویض کامل حاصل ہو جائے گی اور معرفت حق حاصل ہو گی جو کہ اصل مقصود ہے اور معلوم ہو جائے گا کہ یہ نیک و بد کا مالک اور احوال کو بدلنے والا آخر کوئی ہے ضرور کہ جس کی وجہ سے کہیں کچھ ہے اور کہیں کچھ ہے۔ کہیں گمراہی ہے اور کہیں ہدایت۔ کوئی مومن ہے اور کوئی کافر۔ آگے فرماتے ہیں کہ

نیزہ گردانیست اے نیزہ کہ تو	راست می گردی گہ و گاہے دوتو
اے نیزے! کوئی نیزے کو گھمانے والا ہے کہ تو	کبھی سیدھا ہو جاتا ہے اور کبھی دوہرا

نیزہ گردانیست الخ۔ یعنی کوئی نیزہ کا پھرانے والا ہے کہ یہ نیزہ کبھی تو سیدھا چل رہا ہے اور کبھی دوہرا چل رہا ہے یہ سب کسی بہت بڑے غالب زبردست کی دست قدرت میں ہے کہ وہ جس طرح چاہتا ہے بدل دیتا ہے اور اس کے سامنے کسی کی کچھ نہیں چلتی تو جب اس کی معرفت ہو گی وہی مقصود ہے اور اس کے مل جانے سے مقصود اصلی حاصل ہو جائے گا آگے فرماتے ہیں کہ

ما ز عشق شمس دیں بے ناخنیم	ورنہ ما آں کور را بینا کنیم
ہم دین کے شمس کے عشق کی وجہ سے معذور ہیں	ورنہ ہم اس اندھے کو بینا کر دیتے

ماز عشق الخ۔ یعنی کہ ہم حضرت شمس الدین کے عشق سے بے بس ہو رہے ہیں ورنہ ہم تو اس اندھے کو بینا کر دیتے۔ حضرت مولانا شمس الدین تبریزی قدس اللہ سرہ حضرت مولانا روم کے شیخ ہیں اور مولانا ان پر بالکل عاشق ہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت شیخ کی محبت اور عشق میں ہم تو فنا ہو گئے ہیں اور فنا کا مقتضی یہ ہے کہ پھر تصرفات نہیں ہو سکتے اس لئے ہم مجبور ہیں اور بے بس ہو رہے ہیں ورنہ ایسے اسباب کا ارتکاب کرتے کہ جس سے وہ ہدایت پر آ جائے اس لئے کہ ہدایت پر لانا کسی کے اختیار میں تو ہے نہیں جیسا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء۔ پس مراد اسباب ہدایت کا ارتکاب ہے مگر اس سے یہ مانع ہے کہ ہم ان کی محبت میں بالکل مٹ چکے ہیں لہٰذا اب ہم سے کوئی تصرف نہیں ہو سکتا اور یا یہ کہ چونکہ ہم کو ان کا عشق ہے اور معشوق کے سامنے اپنی حکومت چلانا اور تصرفات کو نافذ کرنا ایک بے ادبی ہے اس لئے ہم اپنے تصرفات کو روکے ہوئے ہیں غرضیکہ یا تو ادب مانع ہے اور یا انتہاء محبت مانع ہے ظاہر الفاظ کا تو یہ مطلب ہے لیکن یہاں مولانا نے ایک مسئلہ کی طرف بھی اشارہ فرما دیا ہے وہ یہ کہ کاملین تصرفات سے

www.besturdubooks.wordpress.com

طبعاً نفور ہوتے ہیں اور وہ ہدایت اور فیض تصرفات باطن سے نہیں کرے بلکہ مثل انبیاء علیہم السلام کے صرف دعوة الی الحق کرتے ہیں یضل بہ من یشاء و یھدی بہ من یشاء۔ وہ یہ نہیں کرتے کہ کسی کی طرف متوجہ ہو کر اس کو ہدایت فرمادیں جیسا کہ بعض متوسطین کا طریقہ ہوتا ہے اس لئے کہ تصرف کے لئے ضروری ہے کہ قلب کو ماسوی المقصود فی الحال سے بالکل خالی کرلیا جائے اس کے بعد توجہ کی جائے تو وہ تصرف مفید اور مؤثر ہوتا ہے پس اس توجہ سے بعض مرتبہ تو فنا کا غلبہ مانع ہوتا ہے کہ یہ شخص اپنے کو بالکل فانی کر چکا۔ ہے اور اپنے وجود ظاہری کو وجود ہی نہیں گنتا اس لئے اس سے تصرفات بھی صادر نہیں کرسکتا اور اس سے طبعاً متنفر ہوتا ہے اگرچہ بوجہ کامل ہونے کے ان کو جائز تو سمجھتا ہے اور اس قدر مغلوب نہیں ہوتا کہ ان کو ناجائز یا حرام کہے مگر اس وجہ سے کہ اس میں ایک قسم کی ہستی کا اظہار ہے اس سے طبعاً نفرت ہوتی ہے اور یا یہ ہوتا ہے کہ ادب حق تعالیٰ کا مانع ہوتا ہے کہ ان کے سامنے کسی قسم کے تصرف کرنے کو اچھا نہیں سمجھتا گرچہ یہ بھی جو کچھ ہوگا وہ اس کے کرنے سے بھی اصل میں حق تعالیٰ ہی کریں گے مگر آخر صورۃ تو اس کا بھی تصرف ہے اس لئے وہ اس کو خلاف ادب جان کر اس سے علیحدہ اور متنفر ہوتا ہے اور کبھی یہ دونوں باتیں نہیں ہوتیں بلکہ غلبۂ توحید مانع ہوتا ہے اس لئے کہ تصرف اس وقت مؤثر ہوسکتا ہے جبکہ اس وقت قلب مقصود و معبود علاوہ سب اشیاء سے خالی ہو تو ظاہر ہے کہ جو تعلق اور نسبت اس کو اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ اس طرف توجہ کرنے سے پہلے تھی وہ ہرگز اس وقت موجود نہیں ہے بلکہ اس میں ضرور کمی ہوگی۔ لہٰذا اس شخص کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ اس کے خیال کے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہو اس کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری + غیر کی ہوکے رہے یا شب فرقت میری + یہ شخص اس تصرف اور توجہ کو شرک فی الطریق سمجھتا ہے اور اس توجہ کو کہتا ہے کہ حق تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنا ہے اس لئے کہ شرک کہتے ہیں اس کو کہ جو کام حق تعالیٰ سبحانہ کے ساتھ مخصوص تھا اسی کو غیر اللہ کے لئے لایا جائے گا تو ظاہر ہے کہ اس میں ایک شائبہ شرک کا ہوگا۔ اگرچہ اس کو توحید اعتقادی کے خلاف تو ہیں کہہ سکتے مگر ہاں توحید حالی کے ضرور خلاف ہے تو خلاصہ یہ ہوا کہ کامل محقق تصرف اور توجہ سے طبعاً متنفر ہوتا ہے اور یہ توجہ متعارف جو ہوتی ہو اس میں بھی یہی ہوتا ہے اور تصور شیخ میں بھی یہی ہوتا ہے اس لئے کاملین کے یہاں ان کی تعلیم ہی نہیں ہوتی بلکہ وہ تو بس حق تعالیٰ کا نام بتاتے ہیں کہ نام لئے جاؤ اور کہیں کی ضرورت نہیں ہے۔ ساری عمر طلب میں گزارہ اسلئے کہ عبدیت اور بندگی کا تو یہی مقتضا ہے ورنہ اگر کچھ اپنے تصرفات بھی چلتے ہوتو یہ تو سراسر بندگی اور عبدیت کے خلاف ہے اس لئے کہ دیکھو طریق کامل وہی ہوگا جو کہ اوفق بالسنۃ ہو تو تتبع احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بھی ایک نظر میں کامل نہیں کی اور کسی کافر کو ایک نگاہ ڈال کر مومن نہیں کرلیا بلکہ وہی اسباب کا ارتکاب اور دعوة الی الحق کے سوا اور کچھ بھی نہیں کیا لہٰذا معلوم ہوا کہ یہ توجہ اور تصرف سب خلاف سنت ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ خدانخواستہ اس طریقے پر چلنے والے گمراہ ہیں یا غلطی پر ہیں ہرگز نہیں نعوذ باللہ بلکہ مقصود یہ کہ طریق کامل اور اوفق بالسنۃ کونسا طریقہ ہے تو صاف ظاہر ہے کہ وہی طریقہ اوفق ہے اور چشتیوں کے یہاں بھی ان سب

www.besturdubooks.wordpress.com

اشیاء کی نفی ہے بلکہ صرف اس ذات پاک کی طلب اور یاد ہوتی ہے نہ ان کے یہاں لطائف کی تعلیم ہے اور نہ تصور شیخ کی نہ وہ متوجہ ہو کر کسی کے قلب میں تصرف کریں اور نہ بہت ہو حق کریں اس لئے نقشبندی بزرگ ان کو کہتے ہیں کہ چشتیوں کے یہاں بجز جلنے اور مرنے کے لئے ہی کیا۔ بس مدت العمر اسی میں رہو کہ تلاش کرو نہ کوئی کرامت ہے اور نہ کوئی تصرف جو کہ کمال ظاہر و دلیل ہو مگر چشتی کہتے ہیں کہ ہم کو ہمارا جینا اور مرنا مبارک اور تم کو وہ احوال اور مواجید مبارک ہوں اس لئے کہ دونوں طریقہ ہدایت اور من اللہ ہی ہیں ہاں کامل اور اکمل کا فرق ہے کہ جو طریقہ اوفق بالسنۃ ہوگا جیسا کہ چشتیوں کا ہے وہ اکمل ہوگا اور دوسرا کامل ہوگا کیونکہ جو تصرفات کہ شیخ مرید ہیں اس توجہ خاص سے یا اور کسی طرح کرتا ہے وہ جب ہی تک قائم رہتا ہے جب تک کہ شیخ کے پاس رہے اور جہاں شیخ سے دور ہوا اور ساری کیفیات اور انوار اور احوال غائب ہوئے۔ اس لئے کہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے بچہ جو کہ ابھی خود چل نہیں سکتا تو جب تک ماں کی گود میں ہے اس وقت تک وہ یہاں سے وہاں اور وہاں سے اور آگے پہنچ رہا ہے لیکن جہاں ماں نے گود سے رکھ دیا بس وہ تمام مٹی اور کیچڑ میں خراب ہو گیا اسی طرح جب تک کہ یہ مرید شیخ کے پاس رہتا ہے جب تک تو سارے حوال اور مواجید درست رہتے ہیں اور جہاں اس سے بعد ظاہری ہوا بس وہ ساری کیفیت وغیرہ جاتی رہتی ہے اور کورا کا کورا رہ جاتا ہے جیسا کہ نقشبندیوں کے یہاں ہے کہ ہر وقت عزلت اور خلوت ہی پسند کرتے ہیں اور بالکل چھوئی موئی کا درخت ہو جاتے ہیں کہ جہاں کسی نے ہاتھ لگا دیا اور بس ساری کیفیات سلب ہو گئیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نسبت میں ضعف ہے لیکن بالکل خالی بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ ضعیف کہا جائے گا اور چشتیوں کے یہاں کوئی تصرف وغیرہ تو ہے نہیں بلکہ صرف صحبت سحر اثر ہوتا ہے اور وہ اثر بہت زیادہ قوی ہوتا ہے اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر مرید خراب ہو مگر وہ نسبت اور حالت باقی رہتی ہے اور اس کو فنا نہیں ہوتی اور چونکہ شیخ کو تو تعلق اور اس کی توجہ تو حق سبحانہ کی طرف ہوتی ہے اور جب مرید کو شیخ سے تعلق ہوا تو یہ مرید اس توجہ میں بھی شیخ کے ہمراہ ہی ہو گیا کیونکہ ایک خاص توجہ شیخ کو اس طرف بھی ہوتی ہے جو کہ توجہ الی الحق کو منافی نہیں ہوتی۔ بس اب چونکہ یہ مرید بھی شیخ کا شریک ہو گیا ہے لہٰذا یہ بھی متوجہ بحق ہے اور اس کو بھی تعلق مع اللہ اس وقت پیدا ہے گو بواسطہ ہی سہی۔ اور نقشبندیہ کے یہاں توجہ الی الخلق ہوتی ہے تو تم ہی بتاؤ کہ توجہ الی الحق محمود ہے یا توجہ الی الخلق محمود ہے اور ان دونوں میں سے سنت پر کونسی منطبق ہے اور جب معلوم ہو گیا کہ جو حالت کہ کسی تصرف کی وجہ سے ہوتی ہے تو جب تک اس متصرف سے قرب ہو جب تک تو وہ باقی رہتی ہے اور اس کے بعد وہ بہت جلد فنا ہو جاتی ہے اور جو نسبت کہ صحبت شیخ سے حاصل ہوتی ہے وہ باقی اور قوی ہوتی ہے اور یہ امر مشاہدہ سے معلوم ہے تو اب دونوں طریق میں کامل اور اکمل حدیث سے سمجھ لو کہ فرماتے ہیں کہ المومن القوی خیر من المومن الضعیف وفی کل خیر۔ یعنی مومن قوی و مومن ضعیف سے بہتر ہے اور ویسے سب اچھے ہی ہیں تو اب دیکھ لو۔ کہ فرمایا کہ جو قوی ہے وہ بہتر ہے بس ہم بھی کہتے ہیں کہ وہ طریق بھی گمراہ نہیں ہے بلکہ وہ بھی بہتر ہے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کامل کون ہے اور اکمل کون ہے پس ظاہر ہو گیا کہ جو قوی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو گیا اور دیر پا ہو گا وہی کامل ہو گا بعض بزرگ اس زمانہ میں بھی خاندان نقشبندیہ میں موجود ہیں اور ان کی یہی حالت ہے کہ وہ بالکل علیحدہ رہتے ہیں ذرا بھی کوئی ان کے پاس زیادہ ٹھہرا اس سے کہتے ہیں کہ جاؤ اب زیادہ مت بیٹھو۔ یہ ساری خرابی اسی کی ہے کہ ان کے اندر وہ نسبت پختہ اور کامل نہیں ہے اور ان کو ذرا سا بھی اختلاط خلق مضر اور ان کی کیفیات کو کھو دینے والا ہوتا ہے بخلاف چشتیوں کے کہ ان کے یہاں خواہ کتنا ہی اختلاط خلق ہو مگر ان کی توجہ میں ذرا بھی کمی نہیں آتی۔ یہ ساری بات قوت کی ہے اور اگر عزلت ہی محبوب اور کمال کی بات ہوتی تو ضرور تھا کہ انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہوتی حالانکہ وہ حضرات اس قدر مخلوق سے ملتے جلتے تھے کہ جو ظاہر و باہر ہے۔ ہاں یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ عزلت اور خلوت مفید ہے ہی نہیں بلکہ ہر شے کے مراتب ہوتے ہیں اور وہ شے اپنے مرتبے پر ہی خوب اور پسندیدہ معلوم ہوتی ہے پس اسی طرح خلوت اور عزلت کا انکار نہیں کیا جاتا کہ بالکل کسی درجہ میں مفید ہے ہی نہیں بلکہ خود حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے۔ ایک عرصہ تک خلوت ہی تجویز کی گئی اور چشتی بھی خلوت کی تعلیم کرتے ہیں مگر الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ کے مرتبہ کو ملحوظ رکھتے ہیں اور خلوت کی اسی وقت تک ضرورت ہوتی ہے جب تک کہ صفائی قلب اور نسبت مع اللہ پختہ نہ ہو جائے اور جب یہ پختہ ہو جاتی ہے اور اس کی ضرورت نہیں رہتی تو اس کو جلوت ہی کی تعلیم کرتے ہیں جیسے کہ مثلاً حکیم جب مسہل پلاتا ہے تو کہہ دیتا ہے کہ دیکھو کسی سے بات مت کرنا ورنہ دست بند ہو جائیں گے اس کو یہ کہہ کر سب سے الگ ایک جگہ بٹھا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا مادہ فاسد نکل جاتا ہے اور یہ شخص تندرست ہو جاتا ہے تب وہ اس سے کہہ دیتا ہے کہ اب ملو جلو چاہو کرو اس لئے کہ جس کے لئے تم کو محبوس کیا گیا تھا اور خلوت کو تجویز کیا گیا تھا وہ غرض حاصل ہو گئی لہٰذا اب تم کو خلوت کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح شیوخ کاملین بھی خلوت کو اسی وقت تجویز کرتے ہیں جبکہ خصائل رذیلہ کے نکالنے کی ضرورت ہو اور جب وہ نکل گئے پھر اس کی ضرورت نہیں رہتی اور ساری عمر کا قرنطینہ نہیں کر دیتے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ اسرارہم کے یہاں بھی یہی تعلیم تھی اور حضرت تو اکثر اوقات جلوت میں ہی رہتے تھے بلکہ تمام شیوخ کاملین چشتیہ جلوت ہی میں رہتے ہیں اور خلوت کو بقدر ضرورت اختیار کرتے ہیں اسی طرح تصور شیخ کہ ہمارے حضرت قدس اللہ اسرارہم فرمایا کرتے تھے کہ تصور شیخ کی اس شخص کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ جس کو وساوس اور خیالات فاسدہ نے پریشان کر رکھا ہو اور اس کو توجہ بحق سے مانع ہو تو اس وقت صرف اس قدر توجہ کہ اس کو جو کبھی دیکھا ہے تو اس کی کسی ہیئت اور حالت کا تصور کرے کہ ہمارا شیخ فلاں جگہ فلاں حال میں بیٹھا تھا (مثلاً) تو چونکہ شیخ محبوب تو ہوتا ہی ہے اس لئے اس مراقبہ سے اور دوسرے وساوس اور خیالات منقطع ہو جائیں گے اور جب وہ سب منقطع ہو جائیں تو اب اس کی طرف سے بھی توجہ کو ہٹائے اور پھر حضرت حق ہی کی طرف متوجہ ہو جائے اس لئے کہ جب تک ضرورت رہی رکھا گیا جب ضرورت ختم ہو گئی تو اب اصل مقصود اور مطلوب کی طرف توجہ ضروری ہے علیٰ ہذا حضرت قدس اللہ اسرارہم کے یہاں لطائف کی بھی تعلیم نہ تھی بلکہ چشتیوں کے یہاں ہوتی ہی نہیں اس لئے کہ لطائف میں یہ ہوتا ہے کہ اول ایک لطیفہ کی خوب مشق کی گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اچھی طرح اس کو جمالیا گیا اس کے بعد دوسرے کی مشق کی گئی اب یہ پہلے صاحب مضمحل اور کمزور ہو گئے خیر دوسرے کی مشق کی جب شیخ نے احوال سن کر شہادت دیدی تو اس وقت اس پہلے کو ملا کہ دونوں کی طرف توجہ شروع کی اور یہ قاعدہ لازم عادی ہے کہ النفس لاتتوجہ الی شیئین فی آن واحد لہٰذا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک کو حاضر کیا دوسرا نکل گیا اسے گھیر کر لائے پہلا نکل گیا غرضیکہ ایک مصیبت اور آفت ہوتی ہے اس طرح وہ چھ کے چھ پورے کئے جاتے ہیں اور اصل مطلوب اور مقصود سے علیحدگی ہوتی ہے اسی لئے حضرت ان لطائف کو حجب نورانیہ فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ حجب نورانیا شد ہیں حجب ظلماتی سے اس لئے کہ حجب ظلماتی میں انسان اپنے کو محجوب تو سمجھتا ہے اور ان میں پھنس کر تو وہ واصل اور عارف خیال کرتا ہے حالانکہ مقصود سے کہیں دور پڑا ہوا ہے اور بعض لوگوں کی عمر اسی طرح ختم ہو گئی اور اصل مقصود سے محروم رہ گئے اس لئے حضرات چشتیوں کے یہاں یہ غیر مقصود وامور نہیں ہیں لیکن ان کا انکار بھی نہیں کرتے بلکہ ان میں منہمک نہیں ہوتے بلکہ بس بقدر ضرورت کس کی بھی تعلیم کرتے ہیں جیسا کہ اوپر تصور شیخ میں اور خلوت میں بیان کیا گیا ہے اب توجہ کو بھی سن لو کہ حضرات چشتیہ اس کے بھی قائل ہیں مگر وہی کہ اس کے مرتبہ پر رکھ کر بقدر ضرورت اس کے بھی قائل ہو گئے ہیں مثلاً یہ کہ اگر کوئی شخص کسی کو کوئی ذکر کی تعلیم کرے اور اس سے کوئی نفع ظاہری نہ ہو اور کوئی اثر مرتب نہ ہو تو وہ دوسرا ذکر تعلیم کرتا ہے اس طرح جب دیکھتا ہے کہ اس کو کسی ذکر وغیرہ سے اثر نہیں ہوتا تو اس وقت اس کو اگر معلوم ہوتا ہے کہ اس عدم تاثیر کی وجہ ضعف استعداد ہے تو اس وقت شیخ مرید کو پاس بٹھا کر اپنا قلب اس طرف متوجہ کرتا ہے اور اس میں القاء نسبت کرتا ہے تو عادت اللہ یوں جاری ہے کہ جب وہ متوجہ ہوتا ہے تو مرید میں استعداد پیدا ہو جاتی ہے بس جب اس میں استعداد پیدا ہو گئی اب پھر توجہ نہیں دیتے بلکہ پھر وہی ذکر و شغل میں لگا دیتے ہیں اور اس سے تاثر ظاہری بھی ہونے لگتا ہے اگر چہ وہ مقصود نہیں ہے مگر خیر اگر شیخ کسی کے لئے مناسب سمجھتا ہے تو ایسا ہی کرتا ہے یہ سب امور بالکل شیخ کی راہ پر ہیں وہ جیسے چاہے کرے یہ سب ادویات ہیں جس کو جو دوا مناسب ہو پلا دے مرید کو چاہیے کہ وہ کسی خاص امر کی خواہش نہ کرے اس لئے کہ اگر وہ مناسب سمجھے گا اور اس کو معلوم ہو گا کہ فلاں شئے اس کو نفاع ہے تو چونکہ یہ حضرات مخلوق پر شفیق ہوتے ہیں اس لئے ضرور ہے کہ خود ہی اس شئے کو تجویز فرمائیں گے جو اس کے مناسب ہو گی ورنہ اگر کوئی اثر ظاہری مرتب نہ بھی ہوا تو کیا حق تعالیٰ کا نام لینا کوئی چھوٹی بات ہے اور اس کا ثواب کیا کم ہے۔ ایک نقشبندی بزرگ نے ایک چشتی سالک سے دریافت کیا کہ کیا کچھ کرے ہو انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں کرتا ہوں پوچھا کہ کچھ معلوم بھی ہوتا ہے انہوں نے کہا کہ حضرت کچھ بھی نہیں۔ فرمانے لگے کہ خیر ثواب سے جاؤ اور مقصود تو بہت دور ہے افسوس ہے کہ ثواب جس کے لئے انبیاء مبعوث ہوئے اور قرآن اترا وہ اس قدر ہلکی شے ہو گئی کہ اس کو اس طرح تعبیر کیا گیا یہ اسی وجہ سے کہ ان حضرات کے یہاں تو جب تک تصرفات اور کرامات نہ ہوں وہ کامل ہی نہیں ہوتا حالانکہ یہ چیزیں مقصود سے بالکل الگ ہیں ہاں بعض حضرات ماذون من اللہ ہوتے ہیں کہ وہ تصرفات کرنے میں اس طرف ہی سے ماذون ہوتے ہیں جیسے کہ حضرت

www.besturdubooks.wordpress.com

غوث پاک اعظم رحمۃ اللہ کہ ان کے بہت سے تصرفات مشہور ہیں اور لکھا ہے کہ وہ ماذون ہوتے ہیں جیسے کہ حضرت غوث پاک اعظم رحمۃ اللہ کہ ان کے بہت سے تصرفات مشہور ہیں اور لکھا ہے کہ وہ ماذون تھے تو جو اس طرف سے ماذون ہوتے ہیں وہ بھی خود اپنی طرف سے تصرف نہیں کرتے بلکہ وہ بھی اسی طرف سے ہوتا ہے اور یہ بھی غلبۂ فنا ہی سے حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ فنا اسی کا نام نہیں ہے کہ کچھ کرے ہی نہیں بلکہ فنا کہتے ہیں اپنے تصرفات اور ہستی کو دوسرے کے سامنے کالعدم سمجھنا اور اپنے کو دوسرے کے سپرد اور تفویض کر دینا تو اب ان حضرات نے اپنے کو حق سبحانہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا تو اس طرف سے جو بھی حکم ہوتا ہے اس پر عمل کرتے ہیں گر حکم ہے کہ تصرف کرو تو ان کے کئے تصرف کرنا ہی تفویض اور فنا ہے اور اگر روک لیا گیا تو الگ رہنا اور روکنا فنا اور تفویض ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جو کاملین ہوتے ہیں وہ اس قسم کے تصرفات وغیرہ سے الگ اور متنفر ہوتے ہیں اگرچہ ان کو جائز کہتے ہیں ہاں اگر کسی درجہ میں توجہ کرتے ہیں تو صرف قلب کی طرف بطور اس کے آلہ ہونے کے ہوتی ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے ان فی جسد ابن آدم مضغۃ ان صلحت صلح الجسد کلہ وان فسدت فسد الجسد کلہ الا وہی القلب۔ لہٰذا وہ قلب کی طرف تھوڑی سی توجہ کر کے اس کو متوجہ بحق کر دیتے ہیں اس کے بعد پھر جب وہ متوجہ ہو جاتا ہے تو اب پھر اس کو لے کر حضرت حق کی طرف توجہ کرتے ہیں اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کاتب کہ اولاً اس کو توجہ قلم کی طرف ہوتی ہے مگر جب وہ کتابت میں مشغول ہو جاتا ہے تو پھر اس طرف سے بھی توجہ ہٹ جاتی ہے اور ہمہ تن وہ شغل کتابت میں لگ جاتا ہے۔ اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ ہم ان کے عشق میں فنا ہو چکے ہیں لہٰذا ہم کوئی تصرف نہیں کر سکتے آگے فرماتے ہیں کہ

ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو زود	داروئیش کن کوری چشم حسود
ہاں ضیاء الحق حسام الدین تو جلد	اس کا علاج کر دے حاسد کے اندھے پن کے باوجود

ہان ضیاء الحق الخ۔ یعنی ہان اے ضیاء الحق حسام الدین تم جلدی سے اس (نابینائے حقیقت) کی دوا کرو (اگرچہ) حاسد کی آنکھ اندھی ہو جائے چونکہ اوپر بتایا گیا ہے کہ کاملین تو تصرفات کرتے نہیں ہیں اور اس کے موانع مختلف ہوتے ہیں لیکن جو لوگ متوسط الحال ہوتے ہیں وہ تصرفات کرتے ہیں اور مولانا ضیاء الحق حسام الدین چونکہ مولانا کے خلیفہ ہیں اس لئے مولانا سے کم درجہ کے ہیں لہٰذا مولانا فرماتے ہیں کہ میں تو تصرفات کرتا نہیں ہوں اس لئے کہ میری حالت کے لائق نہیں ہے ہاں تم تصرف کرو اور ان اندھوں کو بینا کر دو اور یا یوں کہا جائے کہ چونکہ بعض مرتبہ بعض بزرگ کامل ہوتے ہیں مگر تصرفات میں حق کی جانب سے ماذون ہوتے ہیں اس لئے وہ تصرفات کرتے ہیں پس ممکن ہے کہ مولانا ضیاء الحق حسام الدین اصل میں مولانا کے برابر یا ان سے بھی زیادہ ہوں مگر یہ تصرفات میں ماذون ہوں اور مولانا روم ماذون نہ ہوں اس لئے فرماتے ہیں کہ ہم تو تصرف نہیں کر سکتے مگر چونکہ تم ماذون ہو لہٰذا تم تصرف کر دو اور ان اندھوں کو آنکھوں والے کر دو اگرچہ حاسد جلبین مریں مگر تم ان کی دوا کر ہی دو اور فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ کوراں را دوا کن اے قمر	اے نہال میوہ دار افشاں ثمر
اے چاند! سب اندھوں کا علاج کر دے	اے پھلدار درخت! پھل گرا
توتیائے کبریائی تیز فعل	داروئے ظلمت کش استیز فعل
زود اثر خدائی سرمہ	تاریکی کو دور کرنیوالی دوا اکھاڑ کرنے والی

توتیائے الخ۔ یعنی سرمہ عظمت (کوجلال حق تعالیٰ) کا (جوکہ) تیز فعل اثر والا ہو اور دوا (جوکہ) ظلمت کو دفع کرنے والی ہو اور زوداثر ہو وہ ان اندھوں کو عنایت کردیجئے تاکہ ان کی آنکھیں جلدی ہی کھل جائیں مطلب یہ کہ ایسی توجہ کرو کہ بس ایک دم سے کام بن جائے۔

آنکہ گر بر چشم اعمیٰ برزند	ظلمت صدسالہ را زوبر کند
وہ کہ اگر اندھے کی آنکھ میں ڈال دیں	سو سالہ تاریکی کو اس سے دور کر دے

آنکہ گر بر چشم الخ۔ یعنی وہ (سرمہ عنایت کیجئے) کہ گر مادرزاد اندھے کی آنکھ میں بھی لگادیا جائے تو سو برس کی نابینائی کو دور کردے اور انسان کو بینا کردے۔ یعنی ایسا تصرف کرو کہ ان کی یہ نابینائی جاتی رہے اور حقیقت منکشف ہوجائے۔

جملہ کوراں را دوا کن جز حسود	کز حسودی بر تو می آرد جحود
حاسد کے علاوہ سب اندھوں کا علاج کر	جو حسد کی وجہ سے تیرا انکار کرتا ہے

جملہ کوراں را الخ۔ یعنی اے چاند سب اندھوں کی دوا کردو۔ اے میوہ والی شاخ پھل جھاڑ دو۔ مطلب یہ کہ فیوض وبرکات فائض فرمایئے۔

جملہ کوران الخ۔ یعنی تمام اندھوں کی دوا کردو سوا حاسد کے کہ حسد کی وجہ سے وہ تم پر انکار کو لاتا ہو مطلب یہ کہ چونکہ حاسد کی طرف توجہ کرنا اور فیض پہنچانا فضول ہے کہ اس کے حسد کی وجہ سے اس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا تو پھر تم خود ہی فیض مت پہنچاؤ اولیاء اللہ سے بغض اور حسد رکھنا بہت بری بات ہے اللھم احفظنا

مرحسودت را اگرچہ آں منم	جاں مدہ تا ہمچنیں جاں میکنم
اپنے حاسد کو خواہ وہ میں ہی ہوں	جان عطا نہ کر تاکہ اسی طرح جان توڑتا رہوں

مرحسودت الخ۔ یعنی اپنے حاسد کو اگرچہ وہ (بالفرض) میں ہی ہوں فیض مت دے تاکہ اس طرح جان کندنی کرتا رہوں چونکہ اوپر بالفرض اپنے کو حاسد کہا ہے اس لئے اگلا مصرع بھی اسی پر متفرع فرمادیا۔

آنکہ او باشد حسود آفتاب	کور می گرد و زبود آفتاب
جو کہ سورج کا حاسد ہوتا ہے	سورج کے وجود سے اندھا ہوجاتا ہے

آنکہ او باشد الخ۔ یعنی جو کہ آفتاب کا حاسد ہوگا تو وہ تو وجود آفتاب ہی سے اندھا ہوجائے گا فیض حاصل

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنا تو درکنار وہ اس کے وجود ہی کو نہ دیکھ سکے گا (خدا بچائے) آفتاب سے اولیاء اللہ کا مراد ہونا ظاہر ہے۔

اینت درد بے دوا کوراست آہ	اینت افتادہ ابد در قعر چاہ
عجب اس کا لاعلاج مرض ہے! افسوس	عجب یہ ہمیشہ کے لئے کنویں کی گہرائی میں گرا ہوا ہے

انیت درد الخ۔ یعنی افسوس عجیب درد بے دوا ہے جو اس (حاسد) کو ہے۔ تعجب ہے کہ وہ پڑا ہوا ہے ہمیشہ کنویں کے گڑھے میں۔

نفی خورشید ازل بایست او	کے برآید ایں مراد او بگو
اس نے ازلی سورج کا عدم چاہا	بتا اس کی یہ تمنا کیسے پوری ہو؟

نفی خورشید الخ۔ یعنی خورشید ازلی (اولیاء اللہ یا انبیاء علیہم السلام) کی نفی اس کی خواہش ہے تو اس کی یہ مراد بھلا بتاؤ تو کس طرح پوری ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ اس اسد کمبخت کو تو یہ خواہش ہے کہ یہ حضرات دنیا میں ہی نہیں تو پھر بتایا کہ اس کی یہ خواہش پوری ہوتی ہے ہرگز نہیں اور حاسد سے مراد یہاں منکر محض ہے اس لئے کہ اگر کسی کو انکار نہ ہو بلکہ صرف بداعتقادی ہو تو یاد رکھو کہ اکی اصلاح بہت ممکن ہے۔ یہ تو کمبخت جو منکر ہوتا ہے اس کی اصلاح ممکن ہی نہیں ہوتی اور اس کو جو فیض پہنچانا چاہتے ہیں وہ رک جاتا ہے اور اس کا وہ انکار اور حسد سامنے دیوار کی طرح آ کر مانع ہو جاتا ہے۔ خدا بچائے اللہ محفوظ رکھے آگے فرماتے ہیں کہ

باز آں باشد کہ باز آید بشاہ	باز کورست آنکہ شد گم کردہ را
باز وہی ہے جو شاہ کے پاس واپس آ جائے	جو راستہ سے بھٹک گیا وہ اندھا باز ہے

باز آن باشد الخ۔ یعنی باز تو وہ ہوتا ہے جو کہ پھر بادشاہ کے پاس واپس آ جائے اور وہ تو اندھا باز ہے کہ جس نے راہ کو بالکل ہی گم کر دیا۔ مطلب یہ کہ طالب تو وہ ہے کہ اگر کسی وجہ سے اس کو کوئی بداعتقادی بھی لاحق ہو گئی تو پھر بھی انکار نہ کرے بلکہ ہر وقت اسی طلب میں رہے کہ اب مجھ کو راستہ ملے اور میں واپس لوٹ جاؤں اگر وہ اس کی طلب میں رہے گا اور اس سے منکر نہ ہوگا تب تو وہ پھر فیض حاصل کر سکتا ہے اور واپس آ سکتا ہے اور اگر کہیں خدانہ کرے وہ منکر ہو گیا تو پھر واپس آنا محال ہے۔ آگے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ اس طرح ایک باز شاہی چندوں میں جا پھنسا تھا مگر وہ ہر وقت اسی خواہش میں رہا کہ پھر بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤں تو آخر وہ واپس آ ہی گیا اور اگر وہ بھی انکار میں رہتا تو پھر بتاؤ کہ کس طرح واپس آ سکتا تھا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

حسد کرد حشم بر غلام خاص

یک فسانہ راست: اچھا اب ایک قصہ سن خواہ سچا ہو یا جھوٹا تا کہ اس سے ہماری پچی باتوں کو رونق و تقویت ہو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

قصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے خدام میں سے ایک غلام کو اپنی عنایت سے منتخب کر کے مقرب بنالیا۔ اس کی تنخواہ چالیس امیروں کی تنخواہ کے برابر مقرر کی تھی اور اس کا مرتبہ اس قدر بڑھایا تھا کہ چالیس وزیروں کو اس کا دسواں حصہ بھی میسر نہ تھا۔ غرض کہ وہ اپنی بلند طالعی و خوش اقبالی اور خوش نصیبی سے ثانی ایاز تھا اور بادشاہ اپنے وقت کا محمود اصل وجہ اس کی یہ تھی کہ مرتبہ اعیان ثابتہ میں اس کی روح کو اس کی روح کے ساتھ اتصال و یگانگت حاصل ہو چکی تھی۔

کار آن دارد: اوپر تقدیر الٰہی کا ذکر کیا تھا اب مولانا حسب عادت اس کے مناسب نصیحت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں قابل اعتبار وہی بات ہے جو اس ہستی سے پہلے ازل میں ہو طے ہو چکی ہے۔ یعنی قضائے مبرم اس لئے ان باتوں کو نظر انداز کرنا چاہیے جو عالم میں ہوتی ہیں کیونکہ وہ سب طے شدہ امر کا نتیجہ اور ظہور ہیں چونکہ عارف کی نظر راست گو ہوتی ہے اور واقعی حالت کا اظہار کرتی ہے اور احول و غلط بین نہیں ہوتی لہٰذا اس کی نظر کشت اول اور تقدیر الٰہی پر ہوتی ہے پس اگر تو عارف بننا چاہتا ہے تو اپنے اندر یہ صفت پیدا کر کہ حق سبحانہ نے ازل میں جو کچھ خیر و شر مقدر کر دیا اس کی نظر اس کی مقید و محبوس ہوتی ہے۔ دوسری شے پر اس کی نظر نہیں پڑتی دوسری شے پر نظر پڑ کیونکر سکتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ شب کو جماع کرنے سے جو حمل لڑکا یا لڑکی کا رہ جاتا ہے جتنے وقت اسی کا ظہور ہوتا ہے اس کے خلاف تمام تدابیر و حیل فضول ہیں۔ یوں ہی جو کچھ حق سبحانہ نے ازل میں مقرر کر دیا ہے وہی ہوگا۔ کوئی تدبیر کی جائے اس کے خلاف ناممکن ہے پس جو شخص تدبیر حق کو اپنے سر پر مسلط دیکھتا ہے وہ اپنی بظاہر دل خوش کن تدابیر سے کیسے خوش ہو سکتا ہے اور ان پر کیونکر نظر کر سکتا ہے اور عارف تدبیر و تقدیر بھی کو دیکھتا ہے تو اس سب سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ عارف کی نظر صرف تقدیر الٰہی پر ہوتی ہے حق سبحانہ ایک جال کے اندر دوسرا جال بچھا رہے ہیں یعنی اول تو مقدر کر چکے اس کے بعد عالم میں تصرف بھی فرما رہے ہیں پس تیری جان نہ اس دام تقدیر سے نکل سکتی ہے اور نہ دام تصرف سے ورنہ تو تقدیر الٰہی کو بدل سکتا ہے اور نہ تصرف کو اگر بالفرض کوئی سوگھاس حق سبحانہ کھیتی کے خلاف بودے اور وہ نکل بھی آئیں یعنی اگر کوئی خلاف تقدیر الٰہی تدبیر سوچیں اور ان کو عمل میں بھی لائے تب بھی خدا ہی کی کھیتی اگے گی اور اسی کی تقدیر ظاہر ہوگی اور وہی بار آور ہو گی اور اس سب کو فنا کر دے گی اس کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ اس نے پہلی بوئی کھیتی پر دوسری کھیتی بوئی ہے پس دوسری کھیتی فنا ہوگی اور اول تیار ہوگی۔ دوم یہ کہ پہلا تخم کامل اور قوی اور پسندیدہ ہے اور دوسرا خراب اور بوسیدہ تو ضرور ہے کہ تخم اول ہی بار آور ہو۔ پس جب معلوم ہو گیا کہ تقدیر الٰہی کے مقابلہ میں تدبیر عبد کوئی حیثیت نہیں رکھتی تو اب عبد کا فرض ہے کہ اپنی تدبیر کو حق سبحانہ کے سپرد کر دے گو جو بظاہر اس کی تدبیر ہے فی الحقیقت وہ بھی اسکی نہیں بلکہ وہ بھی حق سبحانہ کی ہے۔ پس ان تمام باتوں سے ثابت ہو گیا کہ قابل اعتبار وہی ہے جو حق سبحانہ قائم کر چکے ہیں اور آخر میں وہی اگتا ہے جو وہ پہلے بو چکے ہیں۔ یہاں تک امر تکوینی کا بیان تھا آگے امر تشریعی کا بیان فرماتے ہیں کہ چونکہ تو حق سبحانہ کی حسب ایمان کے دام میں گرفتار ہے یعنی مومن ہے اس لئے تیرا فرض ہے کہ تو

www.besturdubooks.wordpress.com

جو کچھ بوئے اور جو عمل و تدبیر کرے اس میں اپنے محبوب حق سبحانہ کی موافقت رضا ضرور ملحوظ رکھے اور تیرا کام اس کے لئے ہو اور نفس خائن اور اس کے موافق کاموں سے تعلق نہ رکھنا کیونکہ جو کام مرضی خدا کے موافق نہیں وہ کچھ بھی نہیں اور یہ اطاعت حق و عصیان نفس اس سے پیشتر ہونا چاہیے کہ روز جزا کا ظہور ہو اور مالک حقیقی کے سامنے دین کا چور (عاصی) رسوا اور ذلیل ہو۔ اور جو مال اس نے اپنی تدبیر و چالاکی سے چرایا ہے وہ اس کی گردن پر سوار ہو کیونکہ اس روز ندامت کچھ سود مند نہ ہوگی خیر یہ تو جملہ معترضہ کے طور پر تھا اب پھر اصل مطلب سن اس جل عظمتہ کی تو یہ شان ہے کہ لاکھوں عقلیں اس بات پر مستعد ہوتی ہیں کہ اس کے دام تقدیر و تدبیر کے خلاف کوئی دام تزویر بچھا دیں اور تبدیل تقدیر کے لئے سینکڑوں کوششیں کرتی ہیں مگر وہ اپنے دام تقدیر کو جس میں وہ گرفتار ہیں پہلے سے زیادہ سخت پاتے ہیں کیونکہ پہلے تو وہ اس کو قابل شکست جانتے تھے اب ان کے معلوم ہوتا ہے کہ نا قابل شکست ہے کیوں نہ ہو تقدیر و تدبیر الٰہی بمنزلہ آندھی کے ہے اور ان کی تدبیریں بمنزلہ تنکے کے۔ بھلا تنکا کہیں آندھی کی مزاحمت کر سکتا ہے۔ اچھا اگر تجھے ہماری بات کا یقین نہیں آتا تو جا قرآن میں واللہ خیر الماکرین دیکھ لے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مدبرین سے اعلیٰ و افضل ہیں ان کے مقابلہ میں کسی کی نہیں چلتی۔ ف اس مقام پر حضرت مجدد الملتہ والدین نے ایک نہایت نفیس بات فرمائی اس کو یہاں اس لئے درج کیا جاتا ہے کہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ فرمایا کہ دیکھو اس زمانہ میں اور اس زمانہ میں کس قدر تفاوت ہے۔ اس وقت اگر کوئی کسی کی عقلی بات کو نہ مانتا تھا تو اس کو منوانے کے لئے قرآن دکھاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ محض عقلی ہی نہیں بلکہ نقلی بھی ہے اور اب لوگوں کو قرآن دکھایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ جناب ہم کو عقلی دلیل سے سمجھائیے محض نقلی کو ہم نہیں مانتے۔ موافق دونوں روشوں کے ملاحظہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کی طبیعتیں سلیم تھیں اور اس وقت کے لوگوں کے مزاجوں کو امراض روحانیہ نے بالکل فاسد کر دیا ہے طبع سلیم کا مقتضا یہی ہے کہ نقل عقل پر مقدم ہو۔ اگر عقل بھی نقل کی موافقت کرلے فبہا اور اگر اس کے مزاحم ہلو تو سمجھنا چاہیے کہ اس میں وہم کی آمیزش ہے۔ گو ہم کو مدرک نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ منقولات کے تتبع میں غلطی کا احتمال نہیں اور ہمارے عقول میں غلطی مشاہد ہے۔ پس عقل خطا کار کی کیا مجال ہے کہ وہ منزہ عن الخطاء کے حکم کی مزاحمت کرے تجویز رد نقل بعقل خود عقل کی ایک غلطی ہے عقل سلیم کا مقتضا تو یہی ہے کہ جب ثابت ہو جائے کہ یہ خدا اور رسول کا ارشاد ہے فوراً بلا چوں و چرا مان لیا جائے اگر عقل اس میں کچھ چوں و چرا کرے تو سمجھ لیا جائے کہ اس میں وہم کی آمیزش ہے اور خود حکم خلاف عقل نہیں۔ یہ امر اس قدر بدیہی ہے کہ اسکا منکر یا مجنون ہے یا معاند اور ہر دو صورت نا قابل خطاب ہے۔ اسی مضمون کو عارف شیراز شیخ سعدی علیہ الرحمتہ نے یوں بیان کیا ہے۔ آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی + اینست جوابش کہ جوابش ندہی۔

ورتو کوئی فائدہ: یہاں سے اس سوال کا اجمالی جواب دیتے ہیں جو حاصل مضمون سابق ماشاء اللہ کان و مالم یشالم یکن پر وارد ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر کوئی یہ کہے کہ جب عالم میں جو کچھ ہوتا ہے بتقدیر الٰہی ہوتا ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم کو اس درجہ معطل پیدا کرنے کا کیا فائدہ۔ تو ہم اس سے کہیں گے کہ ہٹ دھرم تو یہ تو بتا کہ تیرے اس سوال کا کیا فائدہ ہے۔ اگر کچھ بھی نہیں تو میں اس کو بے فائدہ کیوں سنوں اور جواب کی زحمت کیوں گوارا کروں اور اگر تیرے سوال کے لئے بہت سے فائدہ ہیں تو یہ غضب کی بات نہیں کہ تو عابث اور لغو گفتار و کردار تو اپنے فعل میں کوئی نہ کوئی فائدہ مدنظر رکھے خواہ حقیقت میں وہ فائدہ ہو یا نہ ہو اور صانع علیم و حکیم اپنے فعل میں کوئی فائدہ مدنظر نہ رکھے۔ تیری غلطی کا منشاء یہ ہے کہ تجھے اس کا فائدہ معلوم نہیں اس لئے اس کو بے سود سمجھتا اور ناخلق جانتا ہے مگر یہ بنا ہی غلط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جہان اگر ایک جہت سے بے فائدہ ہے (مثلاً یہی کہ اس کا فائدہ عوام کو معلوم نہیں) تو دوسری حیثیتوں سے مفید بھی ہے (گو ہم ان کی تفصیل و تعیین نہ کرسکیں) اور یہ کچھ ضرور نہیں کہ جو چیز ایک جہت سے بے فائدہ ہو تو اس کو کیا ہی نہ جائے۔ مثلاً جس کام میں تیرا فائدہ ہے اور میرا فائدہ نہیں تو گو وہ ایک حیثیت سے بے فاعدہ ہے مگر جب ایک فائدہ بھی ہے یعنی تیرا تو تجھ پر لازم نہیں کہ اس کام کو نہ کرے بلکہ حکم عقل یہی ہے کہ تجھ کو اس سے باز نہیں رہنا چاہیے اگر تیرے فائدہ میں میرا فائدہ نہیں نہ سہی تیرا ہی فائدہ سہی اور اگر میں اس فائدہ سے بالکل آزاد اور بے تعلق ہوں تو بلا سے جب تیرا فائدہ ہے تو تو اس سے قطع تعلق مت کر اور میری وجہ سے اپنا فائدہ نہ کھو یہاں تک تو ہم نے یہ بتایا ہے کہ جو فعل من وجہ غیر مفید ہو۔ قابل ترک نہیں ہوتا۔ اب ہم تجھے اسے نظائر دکھلاتے ہیں جو من وجہ مفید و من وجہ غیر مفید ہیں حالانکہ موجود ہیں پس انہیں میں کا ایک فرد عالم کو سمجھ لے مثلاً حسن یوسف تمام عالم کے لئے مفید اور لذت بخش تھا لیکن ان کے بھائیوں کے نزدیک بالکل عبث اور فضول تھا۔ لحن داؤدی باوجود یہ کہ اس درجہ مرغوب اور پسندیدہ خلق تھی مگر منکرین کے نزدیک لکڑی کی چوں چوں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی تھی۔ آب نیل اپنے عموم نفع کے لحاظ سے آب حیات پر بھی فوقیت رکھتا تھا مگر قبطی منکر کے لئے خون تھا۔ شہادت مومن کے لئے زندگی ہے اور شہداء اس کے سب احیاء عند ربہم یرزقون فرحین بما اتہم اللہ کا مصداق ہیں مگر منافق کی نظر میں وہ موت اور بربادی ہے۔

چھا انکو چھوڑ۔ اور تو ہمیں تمام دنیا میں کوئی ایک ہی غذا ایسی بتادے جس سے عالم کی ایک بڑی جماعت محروم نہ ہو اور اس کے لحاظ سے وہ بے فائدہ نہ ہو۔ مثلاً شکر ہی کو لے لو اور بتاؤ کہ گدھوں بیلوں کا اسمیں عادۃً کیا نفع ہے۔ کچھ بھی نہیں کیونکہ ہر جان کے لئے ایک جداگانہ غذا ہے شکر ان کی غذا نہیں اس لئے اس میں عادۃً ان کا فائدہ بھی نہیں اور چونکہ انسانوں کی غذا ہے اس لئے اس میں انہیں کا فائدہ بھی ہے تو کیا یہ اشیاء مخلوق نہیں ضرور ہیں پھر کیا ان کی تخلیق عبث ہے اس کو تو تو بھی تسلیم نہیں کرتا پھر تخلیق عالم عبث کیوں ہو گئی۔

لیک گر آن: اوپر کہا تھا کہ ہر روح کے لئے ایک جداگانہ غذا ہوتی ہے اب فرماتے ہیں کہ کبھی ارواح اپنی اصلی غذا کے علاوہ دیگر اغذیہ سے بھی متغذی ہوتی ہے اور ان کو اپنی اصلی غذا خیال کرتی ہے۔ ایسی حالت میں نصیحت اور دیگر تدابیر سے اسکا چھڑانا ممکن ہے اور وہ نصیحت وغیرہ ان کے لئے چابک سواری کا کام دیں گی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اصلاح کرینگی۔ اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کوئی شخص مرض کے سبب مٹی کو خوب مزے سے کھاتا ہو ایسا شخص گو اس کو اپنی اصلی غذا سمجھتا ہے مگر فی الحقیقت ایسا نہیں بلکہ مرض قوت پکڑ گیا ہے اور اس کے سبب وہ اپنی اصلی غذا کو بھول گیا ہے اور اپنی غذائے موافق کو چھوڑ کر زہر اور غذائے مضر کھانے لگا ہے چونکہ وہ غذائے اصلی تو تھی نہیں جو تغذیہ وتمیہ کر کے اس کو موٹا تازہ کرتی بلکہ مرض کے سبب تھی اس لئے اس غذائے مرض نے بجائے نفع کے نقصان کیا۔ اور سوکھا کر کانٹا کر دیا۔ اب تک تم کو چند باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ ارواح کی غذائیں مختلف ہیں دوسرے یہ کہ کبھی ارواح اپنی غذا کو چھوڑ کر غیر غذا سے متغذی ہوتی ہیں سوم یہ کہ وہ اغذیہ غیر اصلیہ بجائے نفع کے نقصان دیتی ہیں چہارم یہ کہ تدابیر سے ان کا چھوڑنا ممکن ہے۔ پنجم یہ کہ کبھی ارواح غلبۂ مرض سے غذائے عارضی کو اصلی سمجھ جاتی ہیں یہ تمام امور اصل مقصود کے مقدمات تھے۔ اب اصلی مقصد سن روح انسان کی غذا اور اشیاء کی غذا اس مختلف ہے اس کی اصلی غذا نور معرفت حق سبحانہ ہے اور اغذیہ روح حیوانی یعنی لذات وشہوات حرص وطمع بغض و حسد وغیرہ اس کے لئے اغذیہ ناموافقہ ومضرہ وغیر اصلیہ ہیں لیکن غلبۂ مرض سے دل ان میں پھنس گیا ہے اور اس کی یہی خواہش ہے کہ ان ہی ناسوتی اغذیہ سے مستغذی ومتمتع ہوتا رہے ان اغذیہ ناموافقہ کی بدولت اس کی روح کا چہرہ زرد اور پاؤں سست اور دل کمزور ہو گیا ہے یعنی اس کی روح میں اضمحلال وضعف آ گیا ہے کیونکہ غذائے اصلی نور معرفت حق سبحانہ تو ملتی ہی نہیں جس سے قوت ہو۔ یہ غذائیں بے بہرہ اور محجوب کو کہاں نصیب یہ تو بندگان خاص و دولت خداوندی کے لئے ہے۔ جس کو وہ بدون حلق اور رکابی پیالوں وغیرہ کے کھاتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ غذا اور متغذی میں مناسبت ہونی چاہیے جیسا متغذی ہوگا ویسی ہی غذا ہوگی چنانچہ جو لوگ قلوب روشن مثل آفتاب رکھتے ہیں ان کی غذا نور معرفت حق سبحانہ ہے اور تیرہ رون ابلیس اور اس کے متبعین کی غذا ہیں کا دھواں اور ظلمات عالم ناسوت ہیں دیکھو شہداء جو مثل آفتاب کے ہیں ان کے بارہ میں حق سبحانہ یرزقون فرحین بما اتٰھم اللہ من فضلہ فرماتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خدا کے یہاں سے رزق ملتا ہے۔ جس کو وہ بدون منہ کے اور بلا رکابی پیالوں کے کھاتے ہیں وہ غذا اور رزق کیا ہے وہی نور معارف الٰہی (ف جاننا چاہیے کہ الفاظ آیہ فی نفسہا اس معنے سے آبی نہیں محتمل عموم ہیں لہٰذا یہ تفسر ان تفاسیر کے بھی خلاف نہیں جن میں ان کی تفسیر اغذیہ جنت سے کی گئی ہے کیونکہ وہ تعیین یک نوع رزق ہے اور یہ تشریح نوع دیگر ہذا ما عندی فی توجیہ ہذا المقام واللہ اعلم بالصواب اور دہان سے دہان ناسوتی اور طبق سے طبق ناسوتی مراد لینا اس لئے مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ اس صورت میں وہ غذا اصالتہ غذائے روحانی نہ رہے گی بلکہ جسمانی ہوگی) نیز دل کی غذا بھی اور اشیاؤں کی غذا سے مختلف ہے کیونکہ اس کی غذا انظار وافکار ہیں جن سے اس کو تقویت ہوتی ہے اور علوم مفیدہ ہیں جن سے اس کو صفائی اور قوت ادراک حاصل ہوتی ہے۔ علی ہذا آنکھ کی غذا بھی اور اشیاء سے مختلف ہے۔ اس کا پیالہ صورت چشم ہے اس میں جو امور مدرک بالبصر ہیں وہ ان کا ادراک کرتی ہے اور ان سے غذا حاصل کرتی ہے (ہذا ہو المراد

www.besturdubooks.wordpress.com

ولا تلتفت الی ما قال المحشون فانهم وقصوانی الخلط والخبط) جب تجھے معلوم ہو گیا کہ آدمی کے لئے بعض اغذیہ مفید ہیں اور بعض مضر اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ آنکھ کی غذا کیا ہے اور دل کی غذا کیا اور روح انسانی کی غذا کیا ہے اور روح حیوانی کی غذا کیا اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اصل غذا انسانی غذائے روح ہے تو اب تجھے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ جب تو کسی سے ملتا ہے تو کوئی نہ کوئی غذا خواہ روحانی ہو یا حیوانی قلبی ہو یا عینی مفید ہو خواہ مضر اس سے تجھے ملتی ضرور ہے۔ بلکہ ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جب کسی شئے سے بھی تجھے اقتران ہوتا ہے اس سے تجھے کچھ نہ کچھ حاصل ضرور ہوتا ہے کیونکہ قرآن میں حق سبحانہ نے تاثیر ہی یہ رکھی ہے کہ جب دو چیزوں کا قرآن ہوتا ہے تو ان کے اقتران سے کوئی نہ کوئی بات ضرور پیدا ہوتی ہے مثلاً جب دو ستاروں کا قرآن ہوتا ہے تو یقیناً ان کے مناسب کوئی اثر پیدا ہوتا ہے۔ عورت اور مرد کا قرآن ہوتا ہے تو بچہ پیدا ہوتا ہے لوہے اور پتھر کا قرآن ہوتا ہے تو چنگاریاں نکلتی ہیں مٹی کو مینہ سے قرآن ہوتا ہے تو سبزہ اور پھل پھول پیدا ہوتے ہیں آدمی کو سبزہ زار سے قرآن ہوتا ہے تو خوشی اور خرمی اور بے غمی پیدا ہوتی ہے خوشی کو ہماری ارواح سے قرآن ہوتا ہے تو اس سے ان میں طرح طرح کی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ طاعات میں جی لگتا ہے۔ اس سے ثمرات محمودہ پیدا ہوتے ہیں جب ہم سیر کرتے ہیں اور ہم کو حرکات اور مفرح ہواؤں وغیرہ سے قرآن ہوتا ہے تو اس سے کھانا ہضم ہو کر اور کھانے کی خواہش پیدا ہوتی ہے اور ہمارے اجسام اور کھانا کھانے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ خون جب جلد چہرہ کے مقارن ہوتا ہے تو اس سے چہرہ میں سرخی اور چمک دمک پیدا ہوتی ہے۔ خون ب آفتاب خوشی کے مقارن ہوتا ہے تو سرخی حاصل کرتا ہے (چونکہ سرخ رنگوں کا تعلق اور ان کا پیدا کرنے والا اہل نجم آفتاب کو کہتے ہیں اس لئے مولانا نے خوشی کو آفتاب سے تشبیہ دیگر مشبہ بہ کو مشبہ کی طرف مضاف کر دیا) سب سے عمدہ اور دلکش رنگ سرخی ہے وہ آفتاب سے تعلق رکھتی ہے اور اسی سے حاصل ہوتی ہے جو زمین زحل سے تعلق رکھتی ہے شور ہو جاتی ہے اور زراعت کے قابل نہیں رہتی جب دو شخص مل کر کسی کام کو کرتے ہیں تو اس سے اس کام میں قوت پیدا ہو جاتی ہے مثلاً اہل نفاق اور شیطان آپس میں مل گئے تو اس سے ان کے نفاق کو بے حد قوت ہو گی (وہذا ہوا وجہ مما قالہ المحشون) جب یہ مقدمہ بھی معلوم ہو گیا تو تجھے تغذی کے وقت نفع وضرر کا لحاظ رکھنا اور معارف الٰہیہ سے تغذی اور دیگر اغذیہ مضرت سے پرہیز چاہیے۔ گو یہ معانی و معارف الٰہیہ بوجہ ظاہری شان شوکت نہ ہونے کی وجہ سے تو مانوس ہے تیری نظر میں بے وقعت ہوں لیکن سمجھ لے کہ گو ان میں عارضی شان وشوکت نہیں لیکن خداداد شان و شوکت ہے اور ان کی شان وشوکت تیری مرغوب شان وشوکت س ہزار گنا بڑھی ہوئی ہے اس لئے کہ عالم خلق یعنی عالم جسمانی کی شان وشوکت تو محض عارضی ہے جو کہ چند فانی چیزوں کے اجتماع سے پیدا ہو گئی ہے اور عالم امر اور مجردات ومتعلقاتہا کی شوکت اصلی اور غیر زائل بمنزلہ حقیقت کے پھر اس کو اس سے کیا نسبت جب حالت یہ ہے کہ دونوں کی شان وشوکت میں اس درجہ فرق ہے تو لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ظاہری شوکت کے لئے ذلت اٹھاتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور محض امید عزت پر ذلت میں خوش ہیں اور دس دن کی عزت کی امید پر کہ وہ بھی سراسر پریشانی اور زحمت ہے غم میں اپنی گردن کو گھلا کر تکلے کی مانند کر دیتے ہیں۔ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ طلب عزت وجاہ کا منشا ذلت سے نفرت ہے اور طلب خوشی کا باعث غم کا ناپسندیدہ ہونا ہے اور طلب عزت وخوشی میں ذلت ورنج جس سے نفرت ہے اور طلب خوشی کا باعث غم کا ناپسندیدہ ہونا ہے اور طلب عزت وخوشی میں ذلت ورنج جس سے نفرت ہے وہ تو متیقن اور عزت وخوشی جو مطلوب ہے وہ موہوم پس یہ کونسی عقل کی بات ہے کہ مطلوب موہوم کے لئے مہروب عنہ تلیقین کو قبول کیا جائے۔ اس مقام پر مرزا غالبؔ کا ایک لطیفہ یاد آ گیا چونکہ پر معنے اور مناسب مقام ہے اس لئے نقل کیا جاتا ہے مرزا غالب نے معیشت کی تنگی کے سبب سررشتہ تعلیم میں ملازمت کی درخواست کی۔ اس کے متعلق سررشتہ تعلیم کے کسی افسر کی ملاقات کو جانا ہوا پالکی میں سوار ہو کر گئے وہاں پہنچ کر اس انتظار میں پالکی نہیں اترے گی کہ وہ افسر میرے استقبال کو آگے گا جب وہ نہ آیا تو مرزا صاحب نے وجہ دریافت کی کہ آپ میرے استقبال کیوں نہیں آئے حالانکہ گورنمنٹ میں میری اسقدر عزت ہے کہ دربار میں مجھے کرسی ملتی ہے۔ اس پر افسر نے جواب دیا کہ جب آپ کو کرسی ملتی ہے تو آپ کی دوسری حیثیت ہوتی ہے اور یہاں آپ طالب ملازمت ہو کر آئے ہیں اس لئے آپ کسی تعظیم کے مستحق نہیں۔ مرزا صاحب نے کہا کہ ہم نے تو گورنمنٹ کی ملازمت کی درخواست عزت کے لئے دی تھی جب اس میں ابھی سے عزت بھی جاتی ہے تو ایسی ملازمت سے باز آئے اور ملازمت نہیں کی۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔ مولانا آگے فرماتے ہیں کہ اگر ان کو عزوجاہ مطلوب ہے تو یہ طالب عزت احمق وہاں کیوں نہیں آتے جہاں میں ہوں کہ اس عزت وشان وشوکت اصلی میں مجھے مرتبہ حاصل ہے جو عارضی عزت وشوکت وشان میں آفتاب روشن کو نہیں۔ میں نے غلطی کی کہ اپنے کو آفتاب کا مماثل کہا اس کو مجھ سے کیا نسبت اس کی مشرق تو ایک برج سیاہی مائل ہے کیونکہ وہ آسمان کا ایک حصہ ہے اور آسمان کی رنگت سیاہی مائل ہے۔ اور ہمارا آفتاب جس نے ہم کو آفتاب بنایا ہے وہ مشارق سے باہر ہے اس کے لئے یہ ظاہری مشارق نہیں بلکہ اس کی مشرق تو یہ ہے کہ ذرات اور مستفیدین کو اس سے تعلق ہو جائے اور وہ ان کے قلوب صافیہ و ارواح طاہرہ پر نور پاشی کرے ورنہ خود اس کے لئے نہ طلوع ہے نہ غروب کیونکہ طلوع فرع ہے غروب کی اور غروب کے معنے ہیں ایک خاص طور پر چھپ جانا وھوالظاھر فی حد ذاتہ ابدا ولا صاحب لانہ اصلا فلا طلوع لہ ولا غروب اور جو اگر نہیں دیکھتے وہ خود محجوب اور کور ہیں اگر کوئی مکان میں بیٹھ جائے یا اندھا ہو اس لئے آفتاب کو نہ دیکھ سکے تو آفتاب کو نہ کہا جائے گا کہ غروب ہو گیا اور وہ آفتاب حقیقی اس قدر تیز روشنی رکھتا ہے کہ باوجود یہ کہ ہم ایک دور افتادہ ذرہ ہیں اس لئے پاس والوں کی نسبت سے کسب ضیاء بہت کم کر سکتے ہیں اس پر بھی ہمارے روشنی کی یہ حالت ہے کہ ہم ہر دو عالم میں آفتاب بے زوال ہیں اور ہمارا نور رو بزوال نہیں جس طرح آفتاب ظاہر کا نور

لے حیات غالب میں اس کو کس قدر دوسرے عنوان سے نقل کیا ہے جو اس وقت متحضر نہیں جس کو بالکل ٹھیک معلوم کرنا ہو اس میں دیکھ لے ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

زوال سے گھٹنا شروع ہوتا ہے پس جب ہماری یہ حالت ہے تو آفتاب ظاہری کو ہم سے کیا نسبت اور باوجود یہ کہ میری موجودہ حالت یہ ہے کہ شان وشوکت عز وجاہ نور وضیاء میں اب بھی اس آفتاب سے بڑھا ہوا ہوں مگر پھر بھی میں آفتاب حقیقی ہی کو لپٹا ہوا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی بے حد ونہایت شان وشوکت اور بے غایت وبے پایاں نور وضیاء مجھے اس سے مستغنی نہیں ہونے دیتی بلکہ مزید کسب ضیاء کا شوق دلاتی ہے پھر یہ محروی ایسی دولت بے زوال کی طرف متوجہ کیوں نہیں ہوتے۔ آگے مولانا پر توحید کا غلبہ ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ کوئی بالکل اختیاری امر نہیں کہ جو شخص چاہے حاصل کرلے بلکہ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ قدرت انسانی کو اگر کچھ دخل ہے تو اختیار اسباب ہی میں تو ہے۔ ثمرات پر تو اس کا کوئی قابو ہی نہیں مگر اسباب پر کس کا قبضہ ہے اس کا وہی اسباب پر مطلع ہے وہی اسباب کو مہیا کرتا ہے وہی اس کے اختیار کی توفیق دیتا ہے وہی سلسلہ اسباب کو منقطع کردیتا ہے باوجود یہ کہ میری یہ حالت ہے جو تم کو معلوم ہو چکی لیکن کیا میں اس مرتبہ کی تحصیل میں مستقل تھا ہرگز نہیں بلکہ میں سینکڑوں مرتبہ امید منقطع کر چکا اور جان چکا کہ تجھے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ سعی لاحاصل ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے نہ اس میں کسر نفسی ہے نہ جھوٹ نہ مبالغہ لیکن تم سچ جانو کہ اس پر بھی میری یہ حالت تھی کہ طلب میں یوں بے تاب تھا جیسے مچھلی پانی کے لئے اگر میں دعوے بھی کروں کہ مجھے استغناء تھا یا ہے تو یہ دعوے ایسا ہی ہے جیسا کہ یوں کہا جاوے کہ مچھلی بے پانی کے رہ سکتی ہے تم ہرگز سچ نہ ماننا پس اگر میرا اختیاری امر ہوتا تو ناامیدی کے بعد طلب نہ رہنی چاہیے تھی مگر رشتہ در گردنم افگندہ دوست + می برد ہر جا کہ خاطر خواہ است + اس کی تو یہ شان ہے کہ اسباب ہجر کو اسباب وصل بنا دیتا ہے۔ دیکھو ناامیدی ترک طلب کا سبب ہے جس کا نتیجہ ہجران وفراق ہے مگر میں ناامید ہوتا ہوں تو اپنی ناامیدی سے بھی حق سبحانہ کی معرفت ہوتی ہے جو کہ عین وصال ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اسی محبوب کا فعل ہے اس لئے کہ یہ مخلوق ہے اور مخلوق بے خالق کے پائی نہیں جا سکتی۔ ولا خالق الا اللہ فہو مخلوق للہ۔ نیز یہ ایک موجود ہے اور موجودہ مستقل تو بداہتہ نہیں تو ضرور اس کے کسب ہستی و وجود کسی موجود مستقل ہی سے کیا ہے کیونکہ غیر موجود سے کسب ہستی چہ معنی دارد اور موجود مستقل خدا کے سوا کوئی ہے نہیں تو لامحالہ اس کی ہستی حق سبحانہ ہی سے مستفاد ہے ایک ناامیدی ہی پر منحصر نہیں بلکہ وجودات غیر استقلالی کیا براق یا گھوڑے کیا گدھے کیا ان کے علاوہ کوئی اور سب اسی گلشن وجود سے مستفاد ہیں۔ میں جب اپنی ناامیدی کو اس نظر سے دیکھتا ہوں تو خیال ہوتا ہے (شعر) کو دشمنی سے دیکھتے تو ہیں + میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں + اس خیال سے آتش شوق بھڑک اٹھتی ہے اور پھر طلب میں مصروف ہو جاتا ہوں اور وہی ناامیدی جو ترک طلب کا سبب ہے مجھے وادی طلب میں گرم جولان کر کے خود چپت ہو جاتی ہیں۔

لیک اسپ: یہ تو صحیح ہے کہ تمام موجودات اسی گلشن ہستی سے مستفید ہیں مگر جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہیں وہی اس کو سمجھتے ہیں لہٰذا مقبول ہوتے ہیں اور جو لوگ چشم بصیرت نہیں رکھتے۔ اندھے گھوڑے کی طرح اس باغ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں چرتے اور اس گلشن وجود سے ہر طرح مستفید ہوتے ہیں وہ اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ لہٰذا مردود نا مقبول ہوتے ہیں چونکہ لوگ تقلبات عالم کو اس بحر حقیقی بے پایاں سے ناشی نہیں سمجھتے اور نہیں جانتے کہ متصرف فی العالم موجود حقیقی ہی ہے بلکہ آلات واسباب ہی کو متصرف حقیقی سمجھتے ہیں اسی لئے ان کا قبلہ مقصود ہر دم ایک جداگانہ ہوتا ہے بخلاف عارفین کے کہ ان کا قبلہ مقصود صرف ایک ذات واحد ہے یہ محجوبین ومحرومین دریائے شیریں سے کھارا پانی پیتے ہیں جو ان کو بجائے نفع کے نقصان دیتا ہے اور اندھا کر دیتا ہے۔ یہ لوگ مستفید تو اُ ازات سے ہیں جس سے استفادہ سراسر مفید اور نافع ہے اپنی بے قاعدگی سے اس کو مضر بنا لیتے ہیں۔ دریا کہتا ہے کہ اے اندھے مجھے سیدھے ہاتھ سے پانی پی اور باقاعدہ مستفیض ہو تب تجھے بینائی ملے گی اور بے قاعدگی سے تو اندھا پن ہی پیدا ہوگا دست راست سے مراد علم صحیح ہے یعنی یہ جاننا کہ خیر وشر کا اصلی وحقیقی منشاء ومنبع کون ہے پس جب کوئی اس بحر وجود سے اس طرح مستفیض ہوگا کہ اس کو متصرف حقیقی اور مالک خیر وشر سمجھے گا اس کو نور معرفت عطا ہوگا۔ پس اے محبوب یاد رکھ کہ تو اور تیرے مثل دیگر اپنے افعال واحوال میں استقلالی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ تم کو جو کچھ حاصل ہے سب عطائی ہے اس لئے تمہاری مثال ایسی ہے جیسے ایک نیزہ کہ اس کے حرکات ذاتی نہیں ہوتیں بلکہ اس کی سیدھی اور ٹیڑھی حرکتیں سب نیزہ گھمانے والے کی عطا کی ہوئی ہوتی ہیں پس جس طرح حرکات نیزہ نیزہ گردان کی معرفت کا ذریعہ ہیں یوں ہی تقلبات عالم صانع اور متصرف حقیقی کا پتہ دیتی ہیں پس غور کر ان سے معرفت حق حاصل کر اور تیرہ کی حرکات کو اس کی ذاتی حرکات سمجھ کر احمق اور اندھا مت بن آگے مولانا فرماتے ہیں

ماز عشق شمس: یعنی کیا کہیں ہم کو تو شمس الدین کے عشق نے مجبور کر دیا۔ ورنہ ہم ان اندھوں کو بینائی عطا کرنے کی کوشش کرتے اور بشرط مشیت الٰہی ان کو بینا کر دیتے ف جاننا چاہیے کہ عرفا کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک فنا دوسری بقا۔ حالت فنا میں یہ لوگ تصرف نہیں کرتے ہیں کیونکہ اس حالت میں یہ لوگ اپنے کو مردہ بدست زندہ سمجھتے ہیں اور اپنی خواہش سے خواہ وہ حق سبحانہ کے منشاء کے خلاف نہ ہو کوئی کام نہیں کرتے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کا دعویٰ ہستی ہے جو کہ فناء تام کے منافی ہے حالت بقا میں ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں کبھی کسی مصلحت سے مجور عن التصرف ہوتے ہیں اور کبھی ماذون فیہ۔ حالت حجر میں بھی یہ لوگ تصرف نہیں کرتے۔ رہی حالت اذن اس کی دو صورتیں ہیں کبھی مامور بالتصرف ہوتے ہیں لمصلحۃ اور کبھی غیر مامو ہوتے ہیں حالت اولیٰ میں تو لامحالہ تصرف کرتے ہیں اور حالت ثانیہ والے عرفاء دو شانیں رکھتے ہیں بعض اشبہ بالانبیاء اور انبیاء کی طرح اسباب غیر عادیہ سے کام لینے سے طبعاً نفرت رکھتے ہیں جس کی ایک وجہ یہ بھی ہوتی ہے کہ اسباب غیر عادیہ سے کام لینے میں اس کی ضرور ضرورت ہوتی ہے کہ تصرف کرتے وقت تمام چیزوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر صرف اس مقصود کو مطمح نظر بنائیں جس کی تحصیل مقصود ہے اس میں اتنی دیر کے لئے حق سبحانہ کی طرف سے بھی توجہ ہٹانی پڑتی ہے۔ اور یہ ان لوگوں کو گوارا نہیں ہوتا۔ کہ حق سبحانہ سے تھوڑی دیر کے لئے بھی توجہ ہٹا دیں نیز ان کو غیرت آتی ہے کہ جو حالت

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کی حق سبحانہ کے ساتھ ہونی چاہیے وہ دوسروں کے ساتھ ہو اور بعض انبیاء کے ساتھ اس درجہ مشابہت نہیں رکھتے۔ یہ لوگ تصرف کرتے ہیں والکل کاملون وان کان الاولون اکمل لان زیادۃ الاکمال بقدر زیادۃ التشبہ بالانبیاء اور یہ سب حالتیں شیخ کے ساتھ محبت اور تعلق سے پیدا ہوتی ہیں اس لئے ان سب کا سبب محبت شیخ ہوتا ہے۔ اب چونکہ مولانا فرماتے ہیں۔ ماز عشق شمس دین بے ناخنیم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اس وقت تصرف سے معذور تھے خواہ اس کا سبب حالت فنا ہو یا محبوبیت یا تشبہ بالانبیاء اور اس کا سبب عشق شمس الدین شیخ مولانا تھا۔ پس وجہ تسبب عشق شمس الدین لعدم التصرف معلوم ہو چکی اور یہ بھی ممکن ہے کہ یوں کہا جائے کہ غلبہ عشق میں آدمی بجز ان کاموں کے جن کا تعلق عشق سے ہے کوئی کام نہیں کرسکتی عشق نے غالب نکما کر دیا + ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے + اس توجیہ پر عشق بلا واسطہ عدم تصرف کا سبب بن جائے گا۔

ہاں ضیاء الحق: ضیاء الحق حسام الدین بھائی ہم تو معذور ہیں جیسا کہ ہم کہہ چکے اچھا اب تم اس کا علاج کرو اور اس کی ایسی دوا دو جس سے اس کو تو بینائی اور معرفت حق حاصل ہو مگر حاسد بالکل نیٹ ہو جائے کہ اس سے اس کا حسد بڑھے اور وہ حسد حق بنی سے مانع ہوا لہٰذا وہ پہلے سے بھی زیادہ اندھا ہو جائے۔ وہ دوا عظمت الٰہی کا سرمہ ہے جو نہایت قوی التاثیر دوا اور تاریکی چشم کو فنا کرنے والی اور مرض کوری کی سخت مزاحمت کرنے والی ہے جس کو اگر اندھے کی آنکھ میں لگا دیا جائے تو سو برس کی تاریکی کو بھی جڑ سے اکھیڑ پھینکے۔ اے حق کے چاند سب اندھوں کا علاج کرے اور اپنے نور معرفت سے ان کی ظلمت چشم کو فنا کر کے ان کو عارف اور حق بین کر دے حق نے تجھے میوہ دار درخت کی طرح بنایا ہے۔ پس اے میوہ دار نونہال تو ان پر میوہ افشانی کر۔ اور اپنی برکات و فیوض سے ان کو غذائے روحانی پہنچا کر موت روحانی سے بچا لیکن دیکھ سب کا علاج کرنا مگر حاسد کا نہ کرنا جو حسد سے تیرا انکار کرتا ہے اور اپنے حاسد کو جان نہ دینا بلکہ مرنے دینا خواہ میں ہی کیوں نہ ہوں۔ مجھے بھی دم توڑتے رہنے دینا۔ علاج حاسد سے ممانعت سبب عناد نہیں بلکہ وجہ یہ ہے کہ اس کا معالجہ بجائے نفع کے اس کو نقصان پہنچائے گا۔ نیز اس کا علاج ناممکن اور لاحال ہے۔ دیکھو آفتاب ایک قسم کی نابینائی کا علاج کرتا ہے اور جو چیز بوجہ تاریکی شب کے دکھلائی نہیں دیتی وہ اس کے طلوع ہونے سے دکھلائی دینے لگتی ہے۔ لیکن حاسد آفتاب کے لئے اس کا اثر الٹا ہے وہ اس کے وجود سے اندھا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ مارے جلن کے آنکھ ہی نہیں کھولتا کہ آنکھ کھولنے کی صورت میں آفتاب نظر آئے گا اس لئے وہ پہلے سے بھی زیادہ اندھا ہو جاتا ہے اور جن چیزوں کو طلوع آفتاب سے پیشتر کسی قدر دیکھ بھی سکتا تھا اب ان کو بالکل بھی نہیں دیکھ سکتا پس اس حاسد آفتاب کا علاج تو یہ ہے اور اس کو شفا تو یوں ہو سکتی ہے کہ آفتاب نہ رہے چونکہ آفتاب ایک ممکن چیز ہے اس لئے اسکا بالکل فنا ہو جانا بھی ممکن ہے لہٰذا اس کے حاسد کا علاج بھی ممکن ہے مگر چاند تیرے حاسد کا کیا علاج یہ تو عجیب قسم کا اندھا ہے کہ اس کے مرض کا علاج ہی نہیں اور عجیب طرح سے ہمیشہ کے لئے کنوئی کی تہہ میں بیٹھا ہے کہ نکلنا ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ اس کو تیری ذات

سے تو حسد ہی نہیں بلکہ تیرے نور سے عداوت ہے اور تیرا نور مستفاد ہے۔ آفتاب ازل سے تو وہ فی الحقیقت آفتاب ازل کا عدم چاہتا ہے بھلا واجب کیونکر معدوم ہو اور وجود بحت پر عدم کیونکر طاری ہو اور اسکا یہ مقصد کیونکر حاصل ہو اور جب تک یہ نہ ہو اس وقت تک علاج ناممکن۔ پس ثابت ہوا کہ اس کا علاج ناممکن ہے بس سعی لاحاصل اس حاسد کو یہ حسد ہرگز زیبا نہیں کیونکہ وہ شہنشاہ حقیقی اور مالک حقیقی کا باز ار اور مربوب ہے اور باز کا فرض یہ ہے کہ اپنے بادشاہ کو نہ بھولے اور ہر حالت میں اپنے مالک کو یاد رکھے۔ جو باز اپنے مالک کو چھوڑ کر ادھر ادھر بھٹکتا پھرے اور جبکہ کوئی وفادار باز (یعنی عبد کامل) اس کو باشداہ (حق سبحانہ) کی طرف لوٹنے کی ترغیب تو اس سے جلے اور برسر پیکار ہو ایسا باز کافر نعمت اور ناقدر شناس ہے۔ وفادار باز اور عبد مقبول اور واصل کی مخالفت اور اس پر حسد کی ہرگز گنجائش نہیں کیونکہ گو وہ مصلحۃً ویرانہ دنیا میں بھیج دیئے گئے ہیں اور اہل دنیا الوؤں سے ان کو پالا پڑتا ہے مگر بادشاہ کا ان سے ہنوز رشتۂ ولا منقطع نہیں ہوا اور وہ اعلان کرتا ہے کہ من حادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب اور جنگ با شہنشاہ کا نتیجہ ہلاکی اور تباہی ہے اچھا اب ایک قصہ سن کہ تجھے معلوم ہو کہ اہل اللہ کی حق سبحانہ کے نزدیک کیا وقعت ہوتی ہے اور ان کو ستانے اور جھوٹے الزام لگانیوالا کس قدر غضب الٰہی کا مستحق ہوتا ہے۔

شرح شبّیری

گرفتار شدن باز میان چغداں بویرانہ

ویرانہ میں باز کا چغدوں میں پھنس جانا

باز در ویراں بر چغداں فتاد	راہ را گم کرد و در ویراں فتاد
باز ویرانے میں الوؤں میں جا گرا	راستہ بھول گیا اور ویرانے میں جا اترا

باز در ویران الخ۔ یعنی ایک باز کسی ویرانہ میں چغدوں کے پاس کے پاس جا پڑا راستہ کو بھول کر ویرانہ میں چلا گیا اسی طرح اولیاء اللہ بعض مرتبہ نااہلوں اور ناجنسوں میں جا پڑتے ہیں۔

او ہمہ نورست از نور رضا	لیک کورش کرد سرہنگ قضا
وہ خوشنودی (حق) کے نور سے سراپا نور ہے	لیکن اس کو قضا (خداوندی) کے سپاہی نے اندھا کردیا

او ہمہ نورست الخ۔ یعنی وہ ہمہ تن نور تھا نور رضا سے لیکن اس کو قضا نے اندھا کردیا۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ جو بعض مرتبہ نااہلوں اور ناجنسوں کی صحبت میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ خود تو نور ہی ہوتے ہیں مگر ان پر قضا غالب آتی ہے اور بعض مرتبہ ان کو امتحاناً ان میں پھنسا دیتے ہیں کہ جس میں بہت سے فائدے ہو جاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خاک در چشمش زد و از راہ برد	درمیان چغد و ویرانش سپرد
(قضا نے) اس کی آنکھوں میں دھول جھونک دی اور راستہ سے ہٹا دیا	اس کو الوؤں اور ویرانے میں ڈال دیا

خاک در چشمش الخ۔ یعنی اس قضا نے اس کی آنکھ میں خاک ڈال دی اور راہ حق سے الگ لے گئی اور الوؤں میں اور ویرانہ میں اس کو ڈال دیا یعنی قضا نے اس کو راہ حق سے الگ کر کے ان نااہلوں میں پھنسا دیا اور یہ اکثر سالکین کو پیش آتا ہے۔

بر سری چغدانش بر سری زنند	پر و بال نازنینش می کنند
علاوہ ازیں الو اس کے سر پر (ٹھونگیں) مارتے تھے	اس کے ناز پروردہ پر و بال اکھاڑتے تھے

بر سرے چغدانش الخ۔ یعنی (ایک تو وہ الوؤں میں پھنس گیا تھا یہی اس کے لئے موت تھا) اس پر طرہ یہ ہوا کہ الو اس کے سر پر (چونچیں) مارتے تھے اور اس کے نازنین پر و بال اکھاڑتے تھے اس طرح جب اہل اللہ نااہلوں میں پھنس جاتے ہیں تو ایک تو یہی ان کے لئے مصیبت ہوتی ہے اس پر پھر طعن و تشنیع کی بھرمار ہوتی ہے۔

ولولہ افتاد در چغداں کہ ہا	باز آمد تا بگیرد جائے ما
الوؤں میں شور مچا کہ خبردار!	باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ پر قبضہ کرلے

ولولہ افتاد الخ۔ یعنی الوؤں میں شور پڑ گیا کہ خبردار رہنا باز آیا ہے تاکہ ہماری جگہ لے لے۔ اہل اللہ کو بھی عوام یہی کہتی ہے کہ جناب یہ جو بزرگ بنے ہیں اور آئے ہیں یہ اس لئے ہیں کہ ہماری جائیدادوں اور املاک پر قبضہ کریں اور اولیاء ہی کو نہیں بلکہ انبیاء علیہم السلام کو بھی معاندین نے یہی کہا ہے۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہتا ہے کہ یریدان یخرجکم من ارضکم فماذا تامرون کہ یہ جو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس لئے تاکہ تم کو نکال کر خود قبضہ کریں یہ عوام اور اہل اللہ میں ایک عادت مستمرہ ہے کہ یوں ہی چلی آتی ہے۔

چوں سگان کوی پر خشم و مہیب	اندر افتادند در دلق غریب
گلی کے ہیبت ناک اور غضبناک کتوں کی طرح	مسافر کی گدڑی کو لپٹ گئے

چون سگان الخ۔ یعنی گلی کے کتوں کی طرح جو غصہ میں بھرے اور ہیبت ناک ہوئے ہیں اس غریب کی گدڑی میں پڑ گئے یعنی اس کو ستانا شروع کر دیا۔ یہی حالت اہل اللہ کے ساتھ عوام دنیاداروں کی اور انبیاء کے ساتھ کفار کی ہوتی ہے۔

باز گوید من چہ در خوردم بچغد	صد چنیں ویراں رہا کردم بچغد
باز کہتا ہے مجھے الوؤں سے کیا لگاؤ؟	ایسے سو ویرانے میں نے الوؤں کے لئے چھوڑ دیے ہیں

باز گوید الخ۔ یعنی (یہ سب تو کہہ رہے تھے) اور باز کہتا تھا کہ میں الو کے کیا لائق ہوں اور میں نے ایسے سینکڑوں ویرانے الوؤں کو بخش دیے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

من نخواہم بود اینجا می روم	سوئے شاہنشاہ راجع می شوم
میں اس جگہ نہیں رہنا چاہتا میں جاتا ہوں	شاہ کی طرف واپس جاتا ہوں

من نخواہم الخ۔ یعنی میں یہاں رہوں گا ہیں میں تو جاتا ہوں اور بادشاہ کی طرف رجوع کرتا ہوں اس طرح اہل اللہ اور انبیاؑ کفار اور عوام سے کہتے ہیں کہ بھائی ہم رہنے کے لئے تو نہیں آئے ہیں اور یہ دنیا ہمارا گھر تو نہیں ہے کہ جس سے تم گھبراتے ہو اور ہم کو ستاتے ہو۔ ہمارا گھر تو آخرت ہے اور ہم اسی طرف اس شہنشاہ حقیقی کی طرف واپس ہو جائیں گے تم چین سے یہاں رہنا اس لئے کہ زندگی مسافرگی کا وقفہ ہے یعنی آگے چلیں گے دم لے کر + اس ویرانہ میں اتفاق سے آ پھنسے ہیں اور قضا وقدر نے لا کر یہاں ڈال دیا اس لئے سر تسلیم خم کئے ہوئے پڑے ہیں ورنہ جو تنگی کہ یہاں ہم کو ہے وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ کہ خود حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر تو قید خانہ میں کون خوش رہتا ہے بلکہ اگر کوئی امیر کسی مصلحت سے قید خانہ میں پھنس بھی جاتا ہے تو اس کو ہر قیمت یہی امید رہتی ہے کہ اب یہاں سے چھٹکارا ملے تو اس شاہ حقیقی کے پاس جاؤں اور وہ یہاں سے چھوٹنے کی اس طرح خوشیاں مناتا ہے جیسے کوئی بہت ہی بڑی قید گراں سے چھوٹ کر محل شاہی میں پہنچ گیا ہو ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ خرم آن روز کزین منزل ویران بروم + راحت جان طلبم وز پے جانان بروم + نذر کردم کہ گر آید بسر این غم روزے تا در میکدہ شادان وغزلخوان بروم + لہٰذا وہ ان حقیقت کے اندھوں سے کہتے ہیں کہ ارے کم بختو تمہیں بادشاہ کی خبر نہیں ہے اور الو کی طرح اس آفتاب فیض کے شعاعوں سے محروم ہو مگر میں نے تو اس کو دیکھا ہے مجھے تو اس کی بقدر استطاعت معرفت ہے پھر میں کیوں نہ اس طرف جانے کی تمنا اور کوشش کروں۔

خویشتن مکشید اے جغداں کہ من	نے مقیم می روم سوئے وطن
اے الوؤ! اپنے آپ کو نہ مارے ڈالو کیونکہ میں	میں مقیم نہیں ہوں وطن کی طرف جاتا ہوں

خویشتن کشید الخ۔ یعنی (وہ کہتا ہے کہ) اے الوؤ تم مرے مت جاؤ میں یہاں رہتا ہی نہیں میں تو وطن (اصلی کی طرف جاتا ہوں اور اہل اللہ کے لئے وطن اصلی آخرت اور قرب حق ہونا ظاہر ہے وہ یہی فرماتے ہیں کہ دنیا چونکہ ہمارا گھر نہیں اس لئے ارے دنیا دارو یہ گھر تم ہی کو مبارک رہے ہم کو اس سے کیا غرض ہے۔

ایں خراب آباد در چشم شماست	ورنہ مارا ساعد شہ باز جاست
یہ ویرانہ تمہاری نظر میں آباد ہے	ورنہ ہمارے لئے تو شاہ کی کلائی واپسی کی جگہ ہے

این خراب الخ۔ یعنی یہ ویرانہ تمہاری نگاہ میں آباد معلوم ہوتا ہے ورنہ ہمارے لئے بادشاہ کا بازو جائے بازگشت ہے۔ مطلب یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ اے دنیا دارو اور اے کافرو یہ دنیا تمہاری نگاہ میں آباد اور پرفضا معلوم ہوتی ہے ورنہ ہم کو اس سے کیا غرض ہے ہم کو تو حق تعالیٰ کا قرب مقصود ہے اور انشاء اللہ وہیں واپس بھی جائیں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چغد گفتا باز حیلت می کند	تا زخان و ماں شمارا برکند
ایک الو بولا باز مکاری کرتا ہے	تاکہ تمہیں گھر بار سے اکھاڑ دے

چغد گفتا الخ۔ یعنی (باز کی یہ باتیں سن کر) ایک الو بولا کہ باز حیلہ کرتا ہے تاکہ تم کو گھر باہر سے اجاڑ دے وہ اس لئے حیلہ کرتا ہے کہ

خانہائے ما بگیرد او بہ مکر	برکند مارا زسالوسی ز وکر
مکاری سے ہمارے گھروں پر قبضہ کر لے	چالاکی سے ہمارے گھونسلوں سے ہم کو اجاڑ دے

خانہائے ما الخ۔ یعنی ہمارے گھر مکر کرکے لے لے اور دھوکہ بازی سے ہمیں آشیانوں سے اجاڑ دے۔

مینماید سیری ایں حیلت پرست	واللہ از جملہ حریصاں بدتر ست
یہ مکار سیر چشمی دکھاتا ہے	خدا کی قسم تمام لالچیوں سے بدتر ہے

می نماید الخ۔ یعنی یہ حیلہ باز غنا ظاہر کرتا ہے۔ خدا کی قسم سب حیلہ گروں سے بدتر ہے اس طرح اہل اللہ اور انبیا کو عوام اور کفار ان کی باتیں اور دنیا سے استغناء کو سن کر کہتے ہیں کہ ارے بھائی یہ ساری مکر اور حیلہ کی باتیں ہیں اور یہ استغنا اس لئے اختیار کیا ہے کہ اس سے خوب آمدنی ہوتی ہے ورنہ یہ بھی کمائی کا ایک طریقہ ہے۔ ہائے افسوس ہے ان اندھوں پر کہ جو حقیقت سے کہیں دور ہوتے ہیں۔ کفار مکہ نے بھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ اگر آپ کو سلطنت کی ضرورت ہے تو ہم سلطنت دیدیں تو یہ بھی یہی سمجھتے تھے کہ ان کو دنیا کی طلب ہے اور اس ادعاء نبوت سے ان کو یہی مقصود ہے والعیاذ باللہ اور وہ الو کہتے تھے کہ

او خورد از حرص طیں را ہمچو دبس	دنبہ مسپارید اے یاراں بخرس
وہ لالچ میں مٹی انگور کے شیرے کی طرح چاٹتا ہے	اے دوستو! دنبہ ریچھ کے سپرد نہ کرو

او خورد از الخ۔ یعنی یہ اس قدر حریص ہے کہ مٹی کا شیرۂ انگور کی طرح کھاتا ہے اس لئے اے یارو ریچھ کو دنبہ مت سپرد کرو کہ ہلاک کردے گا یعنی وہ کہتے ہیں کہ یہ تو اس قدر حریص ہیں کہ ان کو اگر ذرا سی بھی کوئی شے ملے بس اس پر شیرہ کی مکھی کی طرح گرتے ہیں۔

لاف از شہ می زند و زدست شاہ	تا برد او ما سلیماں را ز راہ
بادشاہ اور بادشاہ کی کلائی کی ڈینگیں مارتا ہے	تاکہ ہم بھولوں کو گمراہ کردے

لاف از شہ الخ۔ یعنی (وہ الو کہنے لگے کہ) بادشاہ سے شیخی بھگارتا ہے اور اس کے ہاتھ سے (کہ میں مقرب ہوں اور دست شاہ میری نشست گاہ ہے) تاکہ ہم بھولوں کو راستہ سے علیحدہ کردے یعنی بہکا دے۔

خود چہ جنس شاہ باشد مرغکے	مشنوش گر عقل داری اند کے
ذلیل پرند بادشاہ کے کیا مناسب ہو گا؟	اگر تم تھوڑی سی بھی عقل رکھتے ہو تو اس کی نہ سنو

www.besturdubooks.wordpress.com

خود چہ الخ۔ یعنی (یہ ساری باتیں ہمارے بہکانے کو ہیں ورنہ) ایک ذرا سا جانور کیا بادشاہ کے لائق ہو سکتا ہے تم اس کی بات مت سنو اگر کچھ عقل رکھتے ہو۔ مطلب یہ کہ اس ذرا سے جانور کو بادشاہ سے کیا نسبت کہ یہ اس کا مقرب ہوتا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک + کجا مہدی کجا دجال ناپاک۔

جنس شاہ است او و یا جنس وزیر	ہیچ باشد لائق لوزینہ سیر
وہ بادشاہ کے لائق ہے یا وزیر کے لائق ہے؟	کبھی لہسن بادام کے حلوے کے لائق ہوتا ہے؟

جنس شاہ است الخ۔ یعنی یہ بادشاہ کی جنس سے ہے یا وزیر کی ہے (استفہام انکاری یعنی کسی کی بھی جنس نہیں ہے) اور حلوائے بادام کی لائق لہسن کیا ہو سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ آخر قرب کے لئے کچھ مناسبت بھی تو شرط ہے اکیس اور بادشاہ میں کیا مناسبت جو یہ اسکا مقرب ہوتا ہے اہل اللہ اور انبیاء کو بھی عوام و کفار یہی کہتے تھے کہ یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مقرب خدا ہیں اور یا خدا کے پاس سے آئے ہیں یہ ساری ان کی جھوٹی باتیں ہیں ورنہ کہاں یہ اور کہاں خدا ان کو اس سے کیا نسبت۔ لہٰذا یہ مقرب اور نبی بھی نہیں ہو سکتے ان کے سارے اقوال غلط ہیں نعوذ باللہ۔

آنچہ می گوید ز مکر و فعل و فن	ہست سلطاں با حشم جویائے من
وہ جو مکاری اور فریب کاری اور چالاکی سے یہ کہتا ہے	(کہ) بادشاہ مع فوج کے میری تلاش میں ہے

انچہ میگوید الخ۔ یعنی یہ جو مکر اور چالاکی سے کہتا ہے کہ بادشاہ لشکر سمیت میری تلاش میں ہے عجیب مالیخولیا نامقبول ہے اور یہ ایک شیخی خام اور بھولوں کے پکڑنے کا جال ہے۔ تا کہ ہم بہکانے میں آ کر ڈر جائیں اور جو یہ کہیں اس کے تابع ہو جائیں یہی حالت عوام و کفار کی اہل اللہ اور انبیا علیہم السلام کے ساتھ ظاہر ہے کہ کفار کہتے تھے کہ بھلا خدا کو یہی نبی بنانے کو بھی ملے تھے۔ اگر خدا کی طرف سے نبی آتا تو کوئی فرشتہ وغیرہ ہوتا۔ یہ کیا نبی ہیں وغیر ذلک

اینت مالیخولیائے ناپذیر	اینت لاف خام و دام گول گیر
عجب! ناقابل قبول پاگل پن ہے	عجب! بے بنیاد شیخی اور بھولوں کو پھانسنے کا جال ہے

ہر کہ این باور الخ۔ یعنی جو کوئی اسکی بات کو قبول کرے وہ بیوقوف ہے اس لئے کہ ذرا سا جانور دبلا بادشاہ کے کیا لائق ہے۔

ہر کہ ایں باور کند او ابلہ است	مرغک لاغر چہ در خورد شہ است
جو یہ یقین کرے وہ احمق ہے	کمزور ذلیل پرند بادشاہ کے کیا لائق ہے؟
کمترین چغد ار زند بر مغز او	مر ورا یاری گری از شاہ کو
چھوٹے سے چھوٹا الو اگر اس کے بھیجے پر (ٹھونگ) مار دے	اس کی بادشاہ سے دوستی کہاں ہے؟

کمترین چغد الخ۔ یعنی اگر چھوٹا سا الو بھی اس کے مغز پر (ایک چونچ) مار دے تو اس کی بادشاہ کو خبر کرنے والا کہاں ہے یہی حالت کفار و عوام کی ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر و باہر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت باز ار یک پر من بشکنید	یا زغم برگ گلے بر من زنید
باز نے کہا اگر میرا ایک پر (بھی) تم توڑ دو	یا غصہ سے ایک پھول کی پنکھڑی میرے مارو

گفت باز الخ۔ یعنی (ان کی یہ ساری گفتگو سن کر) باز نے کہا کہ اگر میرا ایک پر بھی (کوئی الو) اکھاڑ دے تو بادشاہ چغدستان کی جڑ کو اکھاڑ پھینکے اسی طرح اہل اللہ بزبان حال یا بزبان قال فرماتے ہیں کہ اے اندھو تم کو ہماری حقیقت کی خبر نہیں ہے یاد رکھنا کہ اگر تم ہم کو ستاتے رہو گے ایک دن غیرت حق جوش میں آئے گی اور تمہارا استیصال اور بیخ کنی کردے گی جیسا کہ اکثر بزرگوں کے قصص دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ذرا سا کسی نے ستایا اور فوراً سزا مل گئی اور اگر یہاں سزا نہ بھی ملے تو کیا عذاب آخرت کچھ کم ہے۔ خدا بچائے

بیخ چغد ستاں شہنشہ برکند	خانہاتاں جملگی بر سر زند
بادشاہ بوستان کی بیخ کنی کر دے گا	تم سب کے گھونسلے اجاڑ دے گا
چغد خود چہ بود اگر بازے مرا	دل برنجاند کند بر من جفا
آ تو کیا ہوتا ہے؟ اگر کوئی باز (بھی) میرا	دل رنجیدہ کرے (اور) مجھ پر ظلم کرے

چغد چہ بود الخ۔ یعنی (اس باز نے کہا کہ) بھلا چغد تو کیا چیز ہے (جو وہ ستارے) اگر کوئی (دوسرا) باز بھی (جو اس طرح مقرب شاہ نہ ہو) میرا دل رنجیدہ کرے اور مجھ پر جفا کرے تو بادشاہ شیب فراز میں بازوں کے سروں کے لاکھوں ڈھیر اور تودے لگا دے۔ مطلب یہ کہ عوام اگر اہل اللہ یا انبیاء کو ستائیں تو ان کے خسران اور ہلاک کی تو کچھ انتہا ہی نہیں۔ وہ تو اس قدر ظاہر ہے کہ بیان کی بھی ضرورت نہیں مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی کم درجہ کا ولی اعلیٰ درجہ کے کامل اور ولی کو خدانخواستہ ستائے یا کہ کوئی ولی خدانہ کرے وہ کسی نبی کو ستانے لگے تو اس کی بھی یہی گت بنتی ہے اور اس کو بھی ایسی سزا ملتی ہے کہ جس کی انتہا نہیں ہے لہٰذا ایذا اہل اللہ سے بہت بچنا چاہیے اور اس سے انکا حسد ہرگز نہ ہونا چاہیے ہاں چاہے معتقد نہ ہو یہ اور بات ہے مگر ان سے حسد اور کینہ نہ رکھے کہ یہ تو دو جہان سے برباد کرنے والا ہے۔ اللھم احفظنا۔ یہاں ایک حکایت یاد آ گئی کہ جس سے معلوم ہوگا کہ ایک ولی نے دوسرے ولی سے انکار اور حسد کا معاملہ کیا تو اس کا کیا نتیجہ ہوا۔ اہل سیر نے لکھا ہے کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ایک اور بزرگ تھے وہ بھی غوث ہی کے نام سے مشہور تھے اور ان کی ایک یہ کرامت تھی کہ وہ کبھی تو سب کو دکھلائی دیتے تھے اور کبھی پوشیدہ ہو جاتے تھے اور نظروں سے غائب ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ بغداد سے تین بزرگ ان کی شہرت سن کر ان کی ملاقات کو چلے ایک تو ابن السقاء نامی اور دوسرے عبداللہ اور تیسرے حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ راستہ میں آپس میں گفتگو ہوئی کہ بھائی کون کون کس کس ارادہ سے چلا ہے تو ابن السقاء چونکہ بہت بڑا عالم اور مقرر تھا وہ تو بولا کہ میں تو اس لئے جاتا ہوں کہ ان سے ایک ایسا سوال کروں گا کہ ان سے جواب نہ آ سکے گا۔ عبداللہ بولے میں اس لئے جاتا ہوں کہ ان سے ایک سوال کروں اور دیکھوں کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں اور حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے فرمایا کہ استغفر اللہ میں کیا اور میرا سوال کیا بھائی ہم تو صرف اس لئے جاتے ہیں کہ ان سے کچھ حاصل کریں اور اس کی زیارت ہو جائے کہ موجب برکت ہے اور حضرت کا یہ زمانہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شباب اور عدم شہرت کا تھا غرضیکہ یہ تینوں وہاں پہنچے جہاں وہ بزرگ رہتے تھے تو اس زمانہ میں وہ نظروں سے غائب تھے ان کے پہنچتے ہی وہ ظاہر ہوئے اور ان تینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ابن السقاء سے کہا کہ تو اس لئے آیا ہے کہ مجھ سے کوئی ایسا سوال کرے جس کا جواب مجھ سے نہ آسکے تو سن تیرا تو یہ سوال ہے اور یہ تیرا جواب ہے اور اس عناد اور سرکشی کی یہ سزا ہے کہ میں تیرے چہرہ میں نقش نصرانیت دیکھتا ہوں اور عنقریب ہے وہ زمانہ کہ تو نصرانی ہوگا اور اسی پر تیرا خاتمہ ہوگا۔ نعوذ باللہ۔ اور عبداللہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم اس لئے آئے ہو کہ میرا امتحان کرو میں تمہارے سوال کا کیا جواب دیتا ہوں تو سنو کہ یہ سوال ہے اور یہ جواب ہے اور چونکہ تم کو عناد نہ تھا بلکہ صرف ایک امتحان مقصود تھا اس لئے تم کو یہ سزا ہے کہ تم کو دیکھتا ہوں کہ حق تعالیٰ سے غافل اور دنیا میں سر سے پاؤں تک غرق ہو اور یہ زمانہ بھی عنقریب ہونے والا ہے پھر حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ تم صرف زیارت اور فیض حاصل کرنے آئے ہو تو اس کی یہ برکت ہے کہ میں دیکھتا ہوں کہ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم بغداد کے ممبر پر بیٹھ کر قدم اٹھا کر کہو گے کہ قدمی ہذا علی رقاب کل اولیاء اللہ اور اس وقت روئے زمین کے اولیاء سر تسلیم خم کریں گے اور کہیں گے بیشک قدمک علی رقابنا یہ سن کر تینوں وہاں سے واپس ہوگئے اور بغداد میں پہنچ گئے اتفاق سے خلیفہ روم کے پاس روانہ کرنے کے لئے سفیر کی ضرورت ہوئی تو تلاش ہوئی کہ کون جائے۔ حتی کہ یہ ابن السقاء منتخب ہوا اس لئے کہ بہت بڑا مقرر اور عالم تھا غرضیکہ اس کو روانہ کردیا گیا اور جب یہ روم میں پہنچا اور کار سفارت کے لئے گیا تو اس میں بھی کامیاب ہوا اور اس کے بعد علماء نصاریٰ سے مناصرہ کا اتفاق ہوگیا اس میں بھی سب پر غالب رہا اور بہت ہی سرخرو اور غالب ہوا خدا کی قدرت کہ کہیں جا رہا تھا کہ قیصر کی نظر لڑکی پر پڑ گئی وہ بے حد حسین وجمیل تھی فوراً قیصر کو پیغام دیا اس نے یہ شرط پیش کی کہ اگر نصرانی ہو جاؤ تو نکاح ہو سکتا ہے یہ سنتے ہی یہ ابن السقاء جو کہ اتنا بڑا عالم اور بزرگ تھا معاً نصرانی ہوگیا اور اسی حالت میں مر گیا۔ والعیاذ باللہ یہ تو اس کا ظہور ہوا۔ جوان غوث نے اس کے لئے کہا تھا انہوں نے کیا کہا تھا۔ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے کہا تھا۔ اب عبداللہ کی حالت سنیئے کہ ایک امیر بغداد کو ضرورت ہوئی کہ کسی کو اوقاف کا جو اس نے کیے تھے منتظم بنادے لیکن کسی شخص متدین کی ضرورت تھی اس لئے یہ عبداللہ انتخاب کیے گئے اور پھر اسی میں ان کو اس قدر انہماک ہوا کہ نماز و روزہ سب بالائے طاق رکھا گیا اور کہا کرتے تھے کہ مجھے ان کی دعا لگ گئی اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کی بابت سب کو معلوم ہے کہ انہوں نے بغداد کے ممبر پر تشریف رکھ کر فرمایا تھا کہ قدمی ہذا علی رقاب کل اولیاء اللہ تو اس آواز کو حق تعالیٰ نے تمام دنیا میں پہنچایا جس طرح کہ آواز ابراہیمی تمام عالم میں پہنچی تھی اور اس وقت کل اولیاء اللہ نے سر جھکا دیا اور کہا کہ بے شک آپ کا قدم ہمارے سر پر ہے پس دیکھ لو کہ اس عناد اور حسد کی کیا سزا ملی اور اس اعتقاد کی کیا جزا ملی کہ ایک کافر اور مردود ہوکر مرا اور دوسرے تمام دنیا کے نزدیک مسلم ولی اور مقرب بارگاہ ہوئے لہٰذا ہمیشہ اور ہر وقت بزرگوں کے عناد اور ان کے حسد سے بچنا ضرور ہے ورنہ نہ معلوم کیا عذاب حق تعالیٰ کی طرف آجائے اور اگر بظاہر کوئی وبال بھی نہ آیا تو کیا وبال آخرت اور حرمان عن الفیض کچھ کم شے ہے ہاں اگر کسی بزرگ سے اعتقاد نہ ہو تو اس کا مضائقہ نہیں کہ اس سے کوئی وبال نہیں آتا۔ خوب سمجھ لو آگے بھی بازکی زبانی انسانی کامل کا قول بیان فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شہ کند تو دہ بہر شیب و فراز	صد ہزاراں خرمن از سرہائے باز
بادشاہ ہر نشیب و فراز میں ڈھیر لگا دے	بازوں کے سروں کے لاکھوں کھلیان
پاسبان من عنایات وے ست	ہر کجا کہ می روم شہ در پے ست
اس کی مہربانیاں میری نگہبان ہیں	میں جہاں جاتا ہوں بادشاہ پیچھے ہوتا ہے

پاسبان من الخ۔ یعنی کہ میری پاسبان (اور نگہبان) اس کی (حق تعالیٰ) کی عنایتیں ہیں اور میں جس جگہ جاتا ہوں بادشاہ میرے پیچھے ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کامل اور اولیاء اللہ اور انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ میرا نگہبان اور حفاظت کرنے والا تو حق تعالیٰ ہے جیسے کہ خود فرماتے ہیں کہ واللہ یعصمک من الناس اور میں جہاں کہیں رہتا ہوں خواہ ظاہراً و باطناً ہو اور خواہ صرف باطناً ہو اور ظاہراً دور ہوں مگر حق تعالیٰ میری حفاظت اور میرے ہمراہ ہیں۔ اللہ معکم اینما کنتم۔ آگے فرماتے ہیں کہ

در دل سلطاں خیال من مقیم	بے خیال من دل سلطاں سقیم
بادشاہ کے دل میں میرا خیال جما ہوا ہے	میرے خیال کے بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ ہے

دردل الخ۔ یعنی بادشاہ کے دل میں میرا خیال (ہر وقت) رہنے والا ہے اور میرے خیال بغیر بادشاہ کا دل رنجیدہ رہتا ہے۔ مطلب زیادتی تعلق کا بیان کرنا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو ہر وقت بندوں کا اور بالخصوص اولیاء و انبیاء کا جو کہ انسان کامل اور عبد کامل ہیں ہر وقت خیال رہتا ہے اور ان کو ہر حالت کی اطلاع رہتی ہے اور اس قدر تعلق ہے کہ جس طرح عادۃً کسی وقت کسی محبوب کا خیال دل سے نکل جاتا ہے تو بے چینی ہوتی ہے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ غایت درجہ تعلق ہے اس سے بھی کہیں زیادہ حق تعالیٰ کو بندوں کے ساتھ تعلق ہے آگے فرماتے ہیں کہ

چوں پراند مرا شہ در روش	یابم اندر اوج جاں خوش پرورش
جب بادشاہ مجھے کسی روش میں اڑاتا ہے	میں جان کی بلندی میں اچھی بالیدگی محسوس کرتا ہوں

چوں پراند الخ۔ یعنی جب مجھے بادشاہ اڑاتا ہے تو میں اوج میں اس کی جان خوش پرور پاتا ہوں مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ مجھے ترقی بخشتے ہیں اور مجھے عروج نصیب ہوتا ہے اور مجھے سیر الی اللہ حاصل ہوتی ہے تو اس وقت میری روح بے حد ترقی پذیر ہو جاتی ہے اور مجھے اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب حاصل ہو جاتے ہیں اور میری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

ہمچو ماہ و آفتابے می پرم	پردہائے آسماں را بر درم
میں چاند اور سورج کی طرح اڑتا ہوں	آسمان کے پردے چاک کر دیتا ہوں

ہمچو ماہ الخ۔ یعنی آفتاب اور ماہتاب کے مانند اڑتا ہوں اور آسمانوں کے پردے پھاڑ دیتا ہوں مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آفتاب اور ماہتاب کو عروج حسی ہے اس طرح ہم کو عروج باطنی ہوتا ہے یہاں تک کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آسمانوں کے پردے تک پھاڑ دیتا ہوں اوران سے بھی آگے اور بلند نکل جاتا ہوں اس لئے کہ روح تو مجرد اور لامکانی شے ہے اور افلاک مکانی اور متغیر ہیں تو لامحالہ لامکانی شے تو مکانیات سے خالی اور بلند ضرور ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ

روشنی عقلہا از فکرتم	انفطار آسماں از فطرتم
عقول کی روشنی میرے فکر (کے نور) سے ہے	آسمانوں کا شق ہونا میری پیدائش کی وجہ سے ہے

روشنی عقلہا الخ۔ یعنی عقول کی روشنی میری فکر کی وجہ سے ہے اور آسمانوں کا پھٹنا میری فطرت کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ پیدائش خلق کا سبب یہی فرمایا ہے کہ کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق تو معرفت کا محبوب ہونا باعث تخلیق خلق ہوا لہٰذا الخلوق میں سے جس کو معرفت زیادہ ہوگی وہی زیادہ مقصود من التخلیق ہو گا اور یہ ظاہر ہے کہ انسان ہی زیادہ عارف ہے اور یہ اکرم مخلوقات اس معرفت ہی کی بدولت بنا ہے لہٰذا اس کا وجود اوز اشیاء کی نسبت اصل ہوا اور ان سب کا وجود فرع اور غیر مقصود بالذات ہوا حتیٰ کہ ملائکہ جو اس قدر مقرب اور منزہ اور مبرا ہیں اہل حق انسان کو ان سے بھی افضل کہتے ہیں کہ خواص انسان خواص ملائکہ سے افضل ہیں اور عوام انسان عوام ملائکہ سے افضل ہیں اور یہاں عقول سے مراد ملائکہ ہی ہیں کہ جس طرح عقل پوشیدہ ہوتی ہے اسی طرح وہ پوشیدہ ہیں جب یہ بات معلوم ہوگئی اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ ملائکہ کا تقرب اور ملائکہ کی یہ افضلیت میری ہی وجہ سے ہے اس لئے کہ اگر انسان نہ ہوتا تو پھر یہ ساری مخلوقات بھی نہ ہوتی تو پھر یہ تقرب بھی نہ ہوتا جو کچھ بھی ہے سارا ظہور انسان کا ہے پھر ان میں سے بالخصوص انسان کامل کا اور ارواح وغیرہ لے جانے کے لئے یا بارش وغیرہ کے لئے جو آسمان کے دروازہ کھلتے ہیں اور ان میں شگاف پیدا ہوتے ہیں وہ سارے میری وجہ سے ہیں اس لئے اگر انسان ہی نہ ہوتا تو ان کا وجود بھی نہ ہوتا تو پھر نہ انفطار تھا نہ التیام خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

بازم و حیراں شود در من ہما	چغد کہ بود تا بداند سر ما
میں باز ہوں اور میرے معاملہ میں ہما حیران ہوتا ہے	الو کیا ہوتا ہے کہ ہمارا راز سمجھے؟

بازم وحیران الخ۔ یعنی میں باز ہوں اور میرے اندر ہما بھی حیران ہے تو چغد تو کون ہے کہ میرے اسرار کو جانے۔ مطلب یہ کہ انسان کامل کے عروج ومراتب ہیں (جو کہ مثل باز کے ہے کہ صورت میں بھی زیادہ حسین نہیں ہے اور ویسے مل بھی اکثر جاتا ہے نایاب بھی نہیں ہے) فرشتے (جو کہ ہما کی مثل ہیں کہ مجرد عن المادہ ہیں اور پھر آسانی سے نظر بھی نہیں آتے اور ہر کس وناکس کو ملتے بھی نہیں ہیں) بھی حیران اور دنگ ہیں اور بعض مقامات خواص بشر کے لئے ایسے ہیں کہ جہاں جا کر فرشتوں کو بھی ٹھہرنا پڑتا ہے اور ان کو بھی یہی کہتے بن پڑتی ہے کہ آگے ہم نہیں جاسکتے آگے آپ ہی تشریف لے جائیں جیسا کہ معراج میں جبرائیل علیہ السلام نے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا تو جب یہ حالت ہے تو پھر عوام الناس اور محجوبین اور مردودین تو ان کے کمالات کو کس طرح معلوم کر سکتے ہیں۔ وہ تو صرف صورت کو دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ ان انت الا بشر مثلنا اور یہ نہ دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ان کے کمالات کیا ہیں اور حقیقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیا شے ہے بس حقیقت سے اندھے ہو کر انکار اور در پے ایذا ءرسانی ہو گئے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شہ برائے من ز زنداں یاد کرد	صد ہزاراں بستہ را آزاد کرد
شاہ نے میری وجہ سے قید خانہ کو یاد کیا	لاکھوں قیدیوں کو آزاد کر دیا

شہ برائے الخ۔ یعنی بادشاہ نے میری خاطر سے قید خانہ کو یاد کیا اور لاکھوں قیدیوں کو آزاد کیا۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے اس دنیا کو جو کہ قید خانہ کی مثل ہے صرف انسان ہی کی پیدائش کے لئے یاد فرمایا اور اسکا ظہو کیا جیسا کہ کسی کا قول ہے کہ لولاک لما خلقت الافلاک یہ ساری باتیں انسان ہی کی خاطر اور اسی کے ظہور کے لئے کیں اور انسان کامل ہی کی وجہ سے لاکھوں ان کفار کو جو حرص و ہوا میں قید رہے تھے ہدایت فرمائی اور ان کو اس قید گراں سے رہائی عنایت فرمائی پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو کس قدر تعلق ہے کہ اس کی خاطر سے کیا کیا کیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

یک دم با چغد ہا دمساز کرد	از دم من چغدہا را باز کرد
(مجھے) تھوڑی دیر کے لئے الوؤں کا ساتھی بنایا	میرے دم بدم سے الوؤں کو باز بنا دیا

یکدم با چغدہا الخ۔ یعنی ایک دم مجھے چغدوں کے ساتھ دمساز کر دیا تو میری باتوں کی وجہ سے بہت چغدوں کو باز کر دیا۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا اور ان کو کفار کے ساتھ رکھا اور ان ہی میں پرورش کیا حتیٰ کہ ایک وہ دن ہوا کہ اس نبی اور رسول کی بدولت وہ فار جو کہ مثل چغد اور الو کے تھے جب کہ انہوں نے اتباع کیا اور اقوال کو مانا اور سنا تو مثل باز کے کامل کر دیا جیسا کہ ظاہر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے خنک چغدے کہ در پرواز من	فہم کرد از نیک بختی راز من
وہ الو خوش قسمت ہے جو کہ میری پرواز میں	نیک بختی سے میرا راز سمجھ گیا

اے خنک الخ۔ یعنی خوش ہے وہ چند کہ جس نے کہ میری پرواز میں نیک بختی سے میرے راز کو سمجھا۔ مطلب کہ ان لوگوں میں سے وہ خوش ہے وہ چند کہ جس نے کہ میری پرواز میں نیک بختی سے میرے راز کو سمجھا۔ مطلب کہ ان لوگوں میں سے وہ خوش نصیب اور اچھے ہیں جنہوں نے کہ ان انبیا اور ارلسا کے مراتب علیا اپنی اس نیک بختی کی وجہ سے جو کہ ازلی تھی پہچانا اور پھر ان کا اتباع کیا اور خود بھی ان کے فیض سے مستفید ہوئے آگے پھر وہ باز یعنی انسان کامل کہتا ہے

در من آویزید تا بازاں شوید	گرچہ چغدانید شہبازاں شوید
مجھ سے متعلق ہو جاؤ تاکہ باز بن جاؤ	اگرچہ تم الو ہو باز بن جاؤ

در من آویزید الخ۔ یعنی مجھ میں لٹک جاؤ تا کہ باز ہو جاؤ اور اگرچہ چغد ہو شہباز ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ انبیاء

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہم السلام فرماتے ہیں کہ اے کفار ہم سے تعلق پیدا کرو تا کہ تم بھی کامل اور عارف ہو جاؤ اور اب اگرچہ محجوب اور محروم ہو مگر پھر تو مقرب اور کامل ہو جاؤ گے اور کہتے ہیں کہ

آنکہ باشد با چنیں شاہے حبیب	ہر کجا افتد چرا باشد غریب
جو ایسے بادشاہ کا محبوب ہو	جہاں بھی جا پڑے اجنبی کیوں ہو؟

آنکہ باشد الخ۔ یعنی جو کہ ایسے (جلیل القدر) باشاہ کا حبیب ہو تو وہ تو جہان کہیں بھی ہو کس طرح غریب ہوگا۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ سے تعلق ہے تو پھر اگر اس دنیا میں بظاہر دور بھی نظر آتے ہیں مگر پھر بھی اس تعلق کے قائم ہونے کی وجہ سے مسافر نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ ان کو تو ہر وقت معیت مع اللہ اور تعلق حق تعالیٰ کے ساتھ موجود ہے پھر وہ غریب وہ بے کس کیوں ہونگے۔

ہر کہ باشد شاہ دردش را دوا	گرچو نے نالد نباشد بینوا
بادشاہ جس کے درد کی دوا ہو	اگرچہ وہ بانسری کی طرح نالہ کرے بے ساز وساماں نہیں ہوتا

ہر کہ باشد الخ۔ یعنی جس شخص کے درد کی دوا بادشاہ ہو تو اگر وہ (بظاہر) نے کی طرح رودے تب بھی وہ بے نوا نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ جس شخص کا غمخوار حق تعالیٰ ہوں تو اگر وہ بظاہر کسی مصیبت میں مبتلا ہوگا تب بھی اس کو مصیبت زدہ نہ کہیں گے اس لئے کہ اس کو جو شے حاصل ہے اس کے سامنے دو جہان کی راحتیں اور نعمتیں گرد ہیں آنکس کہ ترا شناخت جاں را چہ کند + فرزند وعیال وخان ومان را چہ کند + چونکہ اوپر ان چغدوں نے یعنی محجوبین نے یہ کہا تھا کہ می نماید سیری ابن حیلہ پرست الخ یعنی یہ جو استغناء ظاہر کر رہا ہے یہ بھی اس کا مکر ہے ورنہ بہت ہی حریص ہے۔ آگے وہ باز یعنی اولیاء اللہ اور انبیاء یوں کہو کہ انسان کامل جواب فرماتے ہیں کہ

مالک ملکم نیم من طبل خوار	طبل بازم می زند شہ از کنار
میں سلطنت کا مالک ہوں پیٹو نہیں ہوں	کنارے سے بادشاہ میری واپسی کا طبل بجاتا ہے

مالک الملکم الخ۔ یعنی میں تو مالک الملک ہوں میں حریص نہیں ہوں اور میری واپسی کا طبل بادشاہ ایک گوشہ سے بجا رہا ہے۔ طبل خوار بمعنے حریص طبل باز ایک طبل ہوتا ہے جس کو باز کے دور چلے جانے کے وقت بجاتے ہیں تو باز واپس آ جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ انسان کامل فرماتے ہیں کہ اے محجوبین یاد رکھو کہ ہم حریص نہیں ہیں اور ہم کو تمہارے اس ویرانہ دنیا کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے بلکہ ہم تو خود مالک الملک اور شہنشاہ ہیں ہم حریص اور ٹکڑ گدے نہیں ہیں اور ہم کو حق تعالیٰ سے اس قدر تعلق ہے کہ حق تعالیٰ ہر وقت ہم کو بلا رہے ہیں اور ندا دے رہے ہیں کہ واپس چلے آؤ اس طبل باز کی تعیین کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی یہاں کیا مراد ہے فرماتے ہیں کہ

طبل باز من ندائے ارجعی	حق گواہ من برغم مدعی
میری واپسی کا طبل "واپس آ جا" کی آواز ہے	مخالف کی ذلت کے ساتھ اللہ (تعالیٰ) میرا گواہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

طبل باز الخ۔ یعنی میری واپسی کا طبل ندا ارجعی (لوٹ آ) کی ہے اور حق تعالیٰ (اس کے) گواہ ہیں بنا کوئی مدعی کے مطلب یہ کہ ہم جو کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ سے اس قدر تعلق ہے کہ وہ ہم کو بلاتے ہیں تو یہ بلا دلیل نہیں ہے بلکہ دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ یاایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف راضی اور مرضی لوٹ آ۔ پس جب کہ وہاں سے یہ ندا ہے تو معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ کے ساتھ اس قدر خصوصیت ہے کہ حق تعالیٰ ان کا دنیا میں رکھنا پسند فرماتے نہیں ہیں اور جس قدر مدت یہاں رکھا گیا ہے وہ صرف کسی مصلحت کی وجہ سے ہے جس کا کلی علم حق تعالیٰ ہی کو ہے اور چونکہ ان چندوں نے کہا تھا کہ ع جنس شاہ است او دیا جنس وزیر + یعنی یہ بادشاہ کی جنس ہے یا وزیر کی الخ تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ

من نیم جنس شہنشہ دور ازو	لیک دارم در تجلی نور ازو
میں بادشاہ کا ہم جنس نہیں ہوں اس سے جدا ہوں	لیکن تجلی میں اس کا نور رکھتا ہوں

من نیم الخ۔ یعنی میں بادشاہ کی جنس نہیں ہوں (بلکہ) اس سے (کہیں) دور ہوں لیکن تجلی میں اس سے نور رکھتا ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے مماثلت تو نہیں ہے جیسا کہ لیس کمثلہ شیٔ سے صاف معلوم ہوتا ہے نور ان کی ذات اور انسان کی ذات واحد ہے بلکہ حق تعالیٰ سے مناسبت ہے جو کہ منافی بھی نہیں ہے اور حق تعالیٰ ہی سے اقتباس انوار و تجلیات اور استفادہ فیوض ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ بس حق تعالیٰ کیساتھ مماثلت اور اتحاد تو نہیں ہے لیکن مناسبت تو ضرور ہے آگے اس کی شرح فرماتے ہیں کہ

نیست جنسیت زروئے شکل وذات	آب جنس خاک آمد در نبات
ہم جنس ہونا صورت اور ذات (ہی) کی وجہ سے نہیں ہے	زمین کی پیداوار میں پانی مٹی کی جنس ہو گیا

نیست جنسیت الخ۔ یعنی جنسیت (اور اتحاد) از روئے شکل وذات کے نہیں ہے (کہ ذات حق اور ذات انسان کامل ایک ہو جائیں بلکہ آپس میں صرف مناسبت ہے (آگے اس مناسبت بین الشیئین کی مثالیں دیتے ہیں کہ دیکھو جس طرح) نباتات پانی مٹی کی جنس سے ہے جب یہ دونوں ملتے ہیں تو ان سے نباتات کو نشو و نما ہوتا ہے مگر پھر بھی دونوں کو متحد اور مماثل کوئی نہیں کہتا بلکہ یہی کہا جاتا ہے کہ ایک دوسرے کے مناسب ہیں بس اس طرح حق تعالیٰ سے انسان کی مناسبت تو ہے مگر مماثلت نہیں ہے آگے اور مثال ہے کہ

باد جنس آتش آمد در قوام	طبع راجنس آمدست آخر مدام
بناوٹ میں ہوا آگ کی جنس ہو گئی	شراب (آدمی کی) طبیعت کی جنس ہو گئی ہے

باد جنس الخ۔ یعنی ہوا آگ کے قائم رکھنے میں (اس کی) جنس آئی ہے (اور کہا جاتا ہے کہ دونوں مجانس ہیں) اور طبیعت کے لئے شراب مجانس آئی ہے کہ اس کو پی کر سرور ہوتا ہے مگر ان کو متحد فی الذات اور مماثل کوئی نہیں کہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ مناسب کہتے ہیں اور اگر کسی سے دریافت کیا جائے کہ اس مناسبت کی جو آگ اور ہوا میں ہے ماہیت تو بیان کر دو تو اس کے لئے صرف الفاظ تو ہو نگے مگر جو کہ اصل حقیقت ہے سچ یہ ہے کہ اس کو کوئی بھی بیان نہیں کر سکتا۔ پس حق تعالیٰ سے بھی بندہ کو مناسبت تو ہے مگر مماثلت اور اتحاد نہیں ہے اگر چہ وہ مناسبت کسی کی سمجھ میں نہ آئے اگر چہ وہ محسوس نہ ہو مگر محسوس نہ ہونے سے اس کا معدوم ہونا تو لازم نہیں آتا خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

جنس ماچوں نیست جنس شاہ ما	مائے ماشد بہرمائے او فنا
ہماری جنس چونکہ ہمارے بادشاہ کی جنس نہیں ہے	ہماری ہستی اس کی ہستی میں فنا ہوگئی ہے

جنس ماچون الخ۔ یعنی جبکہ ہماری جنس بادشاہ کی جنس نہیں ہے اور ہماری ہستی اس کی ہستی کے سامنے فنا ہوگئی مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ ہماری اور حق تعالیٰ کی جنس اور حقیقت ایک نہیں ہے بلکہ صرف مناسبت ہے تو اب یوں سمجھو کہ جنسیت سے یہ مراد ہے کہ ہماری ہستی اسکی ہستی کے سامنے جو کہ اصل ہے مثل فنا کے ہوگئی ہے اور گویا کہ ہماری ہستی موجود ہی نہیں ہے پس جو ہے وہی ہے۔ ہم بالکل کالعدم ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

چوں فنا شد مائے ما او ماند فرد	پیش پائے اسپ او گردم چو گرد
جب ہماری ہستی فنا ہو گئی وہ اکیلا رہ گیا	اس کے گھوڑے کے پیر کے سامنے میں گرد کی طرح ہوگیا

چون فنا شد الخ۔ یعنی جب ہماری ہستی (اس کے وجود کے آگے) فنا ہوگئی تو وہ واحد اور یکتا رہ گیا اور میں اس کے گھوڑے کے پاؤں کے سامنے گرد کی طرح ہو گیا مطلب یہ کہ جب اس کے سامنے ہمارا وجود کالعدم ہوا اور ہماری ہستی فانی ہوئی تو پھر ہم پر تو کسی قسم کا حکم نہیں لگا سکتے تو یہ کہنا کہ ہم اس کے ساتھ متحد ہو گئے کیسے صحیح ہو سکتا ہے اس لئے کہ جس کہ ہم کہتے ہیں وہ ہے کہاں۔ اور یہ تو ایسا ہے کہ جیسے گھوڑے کے پاؤں کے سامنے گرد ہوتی ہے کہ اس گرد کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا اور اصل مقصود پائے اسپ ہوتا ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ اتحاد فی الذات ہرگز نہیں ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا بلکہ صرف ایک مناسبت ہے جیسا کہ گرد پا کو بھی پاؤں سے ایک قسم کی مناسبت ہوتی ہے مگر جو اس کی حقیقت ہے اس کو ہرگز کوئی بیان نہیں کر سکتا کہ وہ نسبت کیا ہے بس یہ کہے گا کہ وہ تابع ہے اور وہ متبوع ہے ہم کہتے ہیں کہ آخر تابع کس طرح ہے اور متبوع کس طرح اگر مخاطب ذرا بھی غور کرے تو اپنے وجدان میں ایک ایسا امر پائے کہ جس میں حیرت رہتی ہے اور حق تعالیٰ کی قدرت کا معائنہ ہوتا ہے تو جب ہم ممکنات کی نسبت کو نہ سمجھ سکے تو جو نسبت کہ واجب سے ہوگی اگر اس کی کیفیت بھی سمجھ میں نہ آئے تو کیا عجب ہے۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

خاک شد جان و نشانہائے او	ہست بر خاکش نشان پائے او
ہماری جان خاک ہوگئی اور اس کی نشانیاں	اس (جان) کی خاک پر اس کے پاؤں کے نشان ہو گئے

خاک شد الخ۔ یعنی جان تو خاک ہوگئی اور اس کی نشانیاں اس جان کے خاک پاؤں کا نشان ہوگیا مطلب یہ کہ جس طرح کہ خاک پر قدم پڑنے سے نشان بن جاتا ہے تو اس نشان کو اس قدم سے ایک قسم کی مناسبت ہوتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ کی تجلیات اور کمالات کا ظہور انسان میں ہوا ہے کہ جس سے یہ بھی کامل اور منور معلوم ہوتا ہے ورنہ اصل اسی طرف سے ہے اور چونکہ یہ اسی کا ظل ہے اس لئے اس کو بھی اس کا مناسب کہا جائے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

خاک پائش شو برائے ایں نشاں	تا شوی تاج سر گردن کشاں
اس نشان کے لئے اس کے پاؤں کی خاک بن جا	تاکہ تو عالیشان لوگوں کے سر کا تاج بن جائے

خاک پائش الخ۔ یعنی اس نشان کے واسطے اس کے خاک پا ہو جاؤ تاکہ گردن کشوں کے سر کے تاج بن جاؤ۔ مطلب یہ کہ جب یہ کمالات اور تجلیات اس کا ظل ہے اور گرد پا میں یہ نشانیاں بنا کرتی ہیں تو اب تم اس کے خاک پا ہو جاؤ اور اس سے مناسبت اور تعلق پیدا کرو۔ پھر دیکھو کہ کیا مراتب عالیہ میسر ہوتے ہیں اور سب کفار اور معاندین پر تم ہی عالی ہو گے جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہر کہ ترسید از حق وتقوے گزید + ترسد ازوے جن وانسان ہر کہ دید + پس اس صورت ظاہری کو مت دیکھو اور یہ جو اس نور سے متجلی ہو رہا ہے اس نور کو دیکھو اور اس سے خود بھی فیض حاصل کرو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا کہ نفریبد شمارا شکل من	نقل من نوشید پیش از نقل من
ہرگز میری (ظاہری) صورت تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے	میرے مرنے سے پہلے میرا نقل چکھ لو

تا کہ نفریبد الخ۔ یعنی تم کو میری صورت ہرگز فریب نہ دے۔ میرا ایچا ہوا اور میری شراب پی لو۔ میرے منتقل ہونے سے قبل۔ مطلب یہ کہ انسان کامل جو کہ صورت میں تو مثل دیگر انسانوں کے ہوتا ہے کہتا ہے کہ اے محرومین میرے چلے جانے اور میرے انتقال سے پہلے پہلے مجھ سے فیوض حاصل کرلو ورنہ پھر پچھتاؤ گے۔

اے بسا کس را کہ صورت راہ زد	قصد صورت کرد بر اللہ زد
اے (مخاطب) بہت سے لوگوں کو صورت نے گمراہ کیا	اس نے صورت کو ستانے کا ارادہ کیا (اور) اللہ پر حملہ کیا

اے بسا الخ۔ یعنی ایسے بہت لوگ ہیں کہ جن کی راہ زنی صورت نے کی اور انہوں نے صورت کا قصد کیا اور حق تعالیٰ پر حملہ کیا مطلب یہ کہ بہت لوگ ایسے موجود ہیں جیسے کہ کفار انبیاء کے لئے اور معاندین اور حاسدین اہل اللہ کی نسبت کہ ان کی راہ زنی ان حضرات کی صورت ظاہری نے کی ہے اور کفار کہتے تھے ماہذا الا بشر مثلکم وغیرہ وغیرہ علی ہذا عوام بھی اہل اللہ کو اس طرح کہتے ہیں جیسا کہ ظاہر ومشہور ہے اور ان لوگوں نے چونکہ صورت ہی کو مقصود کو سمجھا اس لئے حق تعالیٰ پر حملہ شروع کر دیا مثلاً یہ کہ ہماری صورت اور ان کی صورت ایک سی ہے پھر حق تعالیٰ نے تقرب کے لئے ان کو مخصوص کیا ان نالائقوں سے کوئی پوچھے کہ کم بختو اس نور معنوی اور تجلی باطن کی خبر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی نہیں ہے پھر کس بوتہ پر تم کہتے ہو کہ ہم ہی جیسے ہیں پس تم اس صورت کو چھوڑ دو اور اصل معنے سے فیض حاصل کرو آگے پھر اسی مضمون مناسبت کی طرف رجوع ہی فرماتے ہیں کہ

آخر ایں جاں با بدن پیوستہ است	ہیچ ایں جاں با بدن مانستہ است
آخر یہ جان بدن کے ساتھ ملی ہوئی ہے	کہیں یہ جان بدن سے مشابہ ہے؟

آخر ایں الخ۔ یعنی آخر یہ بدن جان کے ساتھ ملا ہوا ہے تو یہ جان بدن کے ساتھ کچھ بھی مشابہ ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو بدن اور جان میں قرب رشتہ اور تعلق اور نسبت ظاہر ہے مگر پھر بھی دونوں میں کچھ نسبت نہیں چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ اس طرح انسان کو حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے پھر فرماتے ہیں کہ

تاب نور چشم با پیہ است جفت	نور دلدر قطرۂ خونے نہفت
آنکھ کے نور کی چمک آنکھ کی چربی سے ملی ہوئی ہے	دل کا نور خون کے ایک قطرے میں چھپا ہوا ہے

تاب نور چشم الخ۔ یعنی آنکھ کی روشنی چربی کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور نور دل ایک قطرۂ خون میں پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو نور چشم کو اس گوشت پوست چشم سے بھی تو تعلق ہے مگر پھر بھی کہاں یہ کہاں وہ۔ اگر حقیقت کی طرف نظر کرو تو کوئی نسبت ہی نہیں ہے اور دیکھو کہ نور قلب اس قلب صنوبری میں جو کہ مضغۂ لحم ہے موجود ہے لیکن کہاں اس کا مرتبۂ عالی اور کہاں یہ ادنیٰ شے یہی تعلق مع اللہ کی حالت ہے اور یہ جس قدر مثالیں ہیں اور جہاں کہیں ہوتی ہیں صرف تقریب فہم کے لئے ہوتی ہیں ورنہ ان امثال کو حق تعالیٰ سے کیا نسبت۔ لیس کمثلہ شئی اور واللہ المثل الاعلیٰ خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شادی اندر گردہ و غم در جگر	عقل چوں شمعے درون مغز سر
خوشی گردے میں اور غم جگر میں (ہے)	عقل شمع کی طرح سر کے مغز میں (ہے)

شادی اندر الخ۔ یعنی کہ خوشی تو گردہ میں اور غم جگر میں اور عقل شمع کی طرح مغز سر میں روشن ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح اور اشیاء میں تعلق ہوتا ہے اسی طرح خوشی کو گردہ سے اور غم کو جگر کے ساتھ ایک تعلق ہے اس تعلق کے سمجھنے کے لئے اول دو مقدمے سمجھ لینا چاہئیں۔ اول یہ کہ اطبا نے لکھا ہے کہ جگر کا فعل تولید دم تغذیۃ الاعضاء ہے اور گردہ کا فعل خون کو قلب اور پھیپھڑے کی طرف بھیجنا ہے تو اس مقدمہ سے یہ مستفاد ہوا کہ جگر کا فعل تو طویل الزمان ہے اور گردہ کا فعل قصیر الزمان ہے۔ یہ مقدمہ تو طبی تھا دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ تجربہ اور مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشی کا اثر قلیل الزمان ہوتا ہے کہ وہ ایک فوری فرحت ہوتی ہے جو کہ جلدی ہی زائل ہو جاتی ہے اور غم کا اثر طویل الزمان ہوتا ہے کیونکہ غم ایک حد معین تک وقتاً فوقتاً بڑھتا اور زیادہ ہوتا رہتا ہے یہ دوسرا مقدمہ ہوا۔ اب سمجھو کہ ہر چند خوشی سے دونوں عضو کے مزاج میں ضعف اور ضعف مزاج سے دونوں کے فعل میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ضعف ہوگا تو دونوں کا دونوں سے اس معنی کر تعلق ہے مگر دوسرے مقدمہ پر نظر کرنے سے کہا جائے گا کہ غم جو کہ طویل الزمان شے ہے جگر میں تو اثر کرے گا اور اس کا فعل جو تولید دم تھا اس کو ضعیف کرے گا اور گردہ میں اثر نہ کرے گا بخلاف خوشی کے کہ اس کا اثر چونکہ قلیل الزمان ہوتا ہے اس لئے وہ جگر میں جس کا فعل طویل الزمان ہے اثر نہ کرے گی اور گردہ میں جس کا فعل قلیل الزمان ہے اثر کریگی کہ اس میں اور اس کے فعل میں قوت پیدا ہو گی پس حاصل یہ ہوا کہ دونوں چیزیں گو دونوں میں اثر کریں گی مگر قوت ضعف اثر کیوجہ سے ایک کو دوسرے کے مناسب کہہ دیا گیا ہے فافہم اور عقل و دماغ سے تعلق ظاہر ہے۔

رائحہ در انف و منطق در لسان	لہو در نفس و شجاعت در جنان
خوشبو ناک میں اور گویائی زبان میں (ہے)	کھیل کود نفس میں اور بہادری قلب میں (ہے)

رائحہ در انف الخ۔ یعنی کہ بو (یا خوشبو) ناک میں اور گفتگو زبان میں اور لہو (ولعب) نفس میں اور شجاعت قلب میں۔ مطلب یہ کہ دیکھو بو میں جو کہ پوشیدہ ہے اور اس گوشت پوست کی ناک میں ایک علاقہ ہے اور زبان میں اور گفتگو میں ایک علاقہ اور نسبت ہے۔ علی ہذا نفس میں اور شہوات میں اس طرح شجاعت اور قلب میں بھلا کوئی شخص ان کی ماہیات تو بیان کرے سچ یہ ہے کہ کوئی بھی قادر نہیں ہے۔ مثلاً زبان اور گفتگو کو کہیں گے کہ حرکت لسان علاقہ ہے ہم کہتے ہیں کہ اگر زبان کو ویسے پکڑ کر ہلا دیں تو الفاظ کیوں پیدا نہیں ہوتے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اور علاقہ ہے جو کہ مدرک نہیں ہے پس اسی پر اس علاقہ حق کو قیاس کر لو کہ آیا اسکی ماہیت اور کیفیت کسی کو معلوم ہو سکتی ہے یا کہ یہ بھی ایک بے کیف شے ہے اور اس کی کیفیت کے درپے ہونا کس قدر بے عقلی ہے اس کو خود مولانا ایک جگہ فرماتے ہیں کہ اتصالے بے تکیف بے قیاس + ہست رب الناس را با جان ناس + پس اس تعلق کی وجہ سے مخلوق کی خالق کا متحد فی الذات کہنا اور اس کی کھوج کرنا کس قدر بے ادبی اور نالائقی ہے آگے بھی مولانا ایک دوسرے عنوان سے اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ

ایں تعلقہا نہ بے کیف ست و چوں	عقلہا در دانش چونی زبوں
کیا یہ تعلقات ناقابل بیان اور ناقابل مثال نہیں ہیں؟	عقلیں (ان کی) کیفیت کے سمجھنے سے قاصر ہیں

ایں تعلقہائے الخ۔ یعنی یہ تعلقات (مذکورہ صدر) کیا بے کیف اور بے چوں نہیں ہیں (یعنی ہیں) اور عقلیں عقل چونی میں دنگ اور حیران ہیں تو جب یہ تعلقات اور مناسبین بے کیف ہیں اور ان کی کیفیت کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی تو اگر حق تعالیٰ کے تعلق کی کیفیت نہ معلوم ہو تو کیا غضب ہے۔ آگے اس تعلق مع اللہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

جان کل با جان جزو آسیب کرد	جاں ازو درے ستد در جیب کرد
جان کل نے جان جزو پر اثر ڈالا	جان (جزو) نے اس سے موتی لیا اور جیب میں ڈال لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل کل الخ۔ یعنی عقل کلی (حق تعالیٰ) نے عقل جزوی (انسان) پر اثر کیا تو عقل (جزوی) نے اس (عقل کلی) سے ایک موتی لے لیا اور گریبان میں کر لیا۔ مطلب یہ کہ وہ تعلق جو کہ مابین العبد والحق ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جو کہ فاعل مختار ہیں انسان پر تجلی اور نور ڈالا اس سے وہ منور اور مستفید ہوا اور اس نور اور تجلی کو اپنے قلب میں جو کہ گریبان کے پاس ہے جگہ دی پس اس سے جو ایک نسبت حاصل ہو گئی کہ یہ متجلی بانوار اللہ اور متخلق باخلاق اللہ ہے یہی نسبت ہے اور یہی مجانست ہے اور یہی تعلق ہے آگے اس کی ایک مثال سے اور توضیح کرتے ہیں کہ

ہمچو مریمؑ جاں ازاں آسیب جیب	حاملہ شد از مسیح دلفریب
(حضرت) مریم کی طرح جان اس دل کی تاثیر سے	حسین مسیح سے حاملہ ہو گئی

ہمچو مریم الخ۔ یعنی مانند مریم علیہا السلام کے کہ اس گریبان کے اثر سے (یعنی جو اثر کہ گریبان کے راستہ سے ہوا تھا اضافت بلونی ملابست ہے) حضرت مسیح علیہ السلام کی حاملہ ہو گئیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح حضرت مریم علیہا السلام کے گریبان میں اس روح کے پھونکنے سے یہ اثر ہوا کہ ان کے پیٹ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسے نبی (جو کہ حیات بخش) تھے رہ گئے اور وہ ان کی حاملہ ہو گئیں اس طرح حق تعالیٰ کی تجلی جب قلب پر ہوتی ہے تو اس سے وہ قلب منور ہو جاتا ہے اور مستفید ہوتا ہے آگے اس عیسیٰ سے مراد کی تعیین فرماتے ہیں کہ

آں مسیحے نے کہ بر خشک و تر ست	آں مسیحے کز مساحت برترست
وہ مسیح نہیں جو بحر و بر پر ہے	وہ مسیح جو ناپ تول سے بالا ہے

ان مسیحے الخ۔ یعنی وہ مسیح نہیں کہ جو خشکی اور تری پر تھے بلکہ وہ مسیح کہ جو مسافت سے برتر ہیں مطلب یہ کہ حضرت مریم علیہا السلام جو حاملہ ہوئی تھیں وہ تو پھر بھی ممکن اور انسان تھے لیکن یہ شخص جو اپنے قلب میں ان کی مثل ایک شے کو پاتا ہے وہ وہ ذات ہے کہ وہ جہات سے منزہ ہے نہ مادی ہے بلکہ وہ تو مجرد المجرد ذات ہے اور وہ ذات خداوندی ہے کہ اس کی تجلیات اور انوار سے اس کا قلب منور ہو جاتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

پس ز جان جاں چو حامل گشت جاں	از چنیں جانے شود حامل جہاں
تو جب جانِ جان سے حاملہ ہو گئی	ایسی جان سے جہاں پر ہو جاتا ہے

پس ز جان الخ۔ یعنی جب اس جان جان کی حامل یہ جان ہو گئی تو اس جان سے ایک جہان حاصل ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جب انسان کامل جو کہ مثل روح اور جان کے ہے جب حق تعالیٰ سے جو کہ مثل روح الروح اور جان جان کے ہیں مستفید ہو جاتا ہے تو پھر اس سے ایک عالم مستفید ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

پس جہاں زاید جہان دیگرے	ایں حشر راوانماید محشرے
تو جہان دوسرا جہان جنم دیتا ہے	یہ گروہ (جہاں دیگر) اس گروہ کا حشر نمایاں کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس جہان الخ۔ یعنی پھر جہان سے ایک دوسرا جہان پیدا ہوتا ہے اور اگر وہ اس کو ظاہر کر دیتا ہے مطلب یہ کہ جب اس انسان کامل سے اور لوگ مستفید ہوتے ہیں تو ان سے اور لوگ الی قیام الساعۃ اسی طرح ہوتا رہے گا اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا اور ہر گروہ مستفیدین کا اپنے بزرگوں کو ظاہر اور مشہور کرنے والا ہوا کرے گا جیسا کہ ظاہر ہے اور واضح ہے آگے فرماتے ہیں کہ

تا قیامت گر بگویم بشمرم	من ز شرح ایں قیامت قاصرم
قیامت تک اگر میں بتاؤں (اور) گنوں	میں اس قیامت کی تشریح سے عاجز ہوں
تا قیامت ایں قیامت را اگر	شرح گویم قاصر آیم اے پسر
قیامت تک اس قیامت کی اگر	میں شرح کروں اے صاحبزادے! میں عاجز آ جاؤں

تا قیامت الخ۔ یعنی اگر قیامت تک میں کہتا رہوں اور گنتا رہوں تو میں اس قیامت کی شرح سے قاصر رہوں جہان فانی میں قیامت سے مراد ظہور ہے اب مطلب یہ کہ اگر میں قیامت تک بھی اس کو گنواتا رہوں اور کہتا رہوں کہ اسی طرح ہر گروہ اپنے بزرگوں کے ظہور کا سبب ہوگا تو میں قیامت تک بھی اس کو کما حقہ بیان نہیں کر سکتا آگے فرماتے ہیں کہ

ایں سخنہا خود بمعنی یا رب ست	حرفہا دام دم شیریں لبے ست
خود یہ باتیں یارب کے معنی میں ہیں	(ان کے) حروف شیریں لب (محبوب) کی گفتگو کا جال ہیں

این سخنہا الخ۔ یعنی یہ باتیں خود معنے کے اعتبار سے یاربی (کی مثل) ہیں اور یہ حروف شیریں لب کی گفتگو کے جال ہیں مطلب یہ کہ اگرچہ ہم بظاہر خطاب بہ مخلوق کر رہے ہیں لیکن اگر حقیقت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو یہ خطاب ایہا الناس وغیرہ بھی یارب یارب کہنے کے قائم مقام ہے اس لئے کہ جو ثواب یارب کہنے میں ملتا وہی ثواب ہم کو اس میں رہا ہے کیونکہ بزرگوں کی دو شانیں ہوتی ہیں ایک تو وہ جن کے سپرد خدمت خلق نہیں ہوتی تو وہ تو ہر وقت ذکر و شغل میں مصروف رہتے ہیں اور بعض وہ ہوتے ہیں کہ جن کے سپرد خدمت خلق ہوتی ہے تو وہ متوجہ بخلق للحق ہوتے ہیں تو ان کا وہ خطاب اور توجہ بھی مثل ان دوسروں کے ذکر و شغل کے بلکہ اس سے زیادہ ہوتا ہے اور جب بندہ ذکر خدا کرتا ہے تو حق تعالٰی بھی اس کا ذکر فرماتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حق تعالٰی فرماتے ہیں کہ جب بندہ مجھے خلوت میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو خلوت میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو مجمع میں جو اس مجمع سے بہتر ہوتا ہے یاد کرتا ہوں اور جب اس دوسرے شخص کی توجہ الی الخلق اس پہلے ذکر و شغل سے بہتر ہے اور اس کے ذکر پر ثمرہ یہ ملتا ہے کہ حق تعالٰی بھی اس کا ذکر فرماتے ہیں تو لامحالہ اس کے اس عمل پر بھی حق تعالٰی اس کی طرف متوجہ ہونگے اور چونکہ اس کی توجہ الخلق للحق ہے تو گویا الی الحق ہی ہے پس جب یہ مخلوق کو پکارتا ہے گویا کہ حق تعالٰی ہی کو پکارتا ہے تو حق تعالٰی اس کو جواب مرحمت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لبیک اسی لئے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ میرے حروف اور گفتگوئے شیریں لبی کے جال ہیں کہ جب میں ان حروف کو

www.besturdubooks.wordpress.com

ادا کرتا ہوں تو ادھر سے جواب لبیک عطا ہوتا ہے تو میرے یہ حروف سب ہیں اس جواب کے پھر فرماتے ہیں کہ

چوں کند تقصیر پس چوں تن زند	چونکہ لبیکش زیارب می رسد
کوتاہی کیوں کرے اور خاموش کیوں رہے؟	جبکہ یارب کی وجہ سے اس کے پاس لبیک (کی آواز) پہنچ رہی ہے

چون کند الخ۔ یعنی کس طرح تقصیر کرے اور کس طرح بدن کو پالے جب اس کو یارب کی وجہ سے لبیک پہنچ رہا ہے مطلب یہ کہ جس شخص کی یہ حالت ہو کہ اس کو ذکر حق میں اور توجہ الی الحق میں ادھر سے جواب ملتا ہو تو پھر وہ توجہ میں اور عبادت میں کس طرح کمی کر سکتا ہے اور وہ اپنی تن پروری میں کب مشغول ہوگا بلکہ اس کو تو اسی طرف کی دھن لگ جائے گی اب یہاں ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ آواز لبیک ادھر سے آتی ہے تو ہم نے کبھی سنی نہیں وہ کیسی آواز ہے جو کہ سنائی ہی نہیں دیتی۔ اس کا آگے جواب دیتے ہیں کہ

ہست لبیکے کہ نتوانی شنید	لیک سرتا پائے بتوانی چشید
وہ ایسی لبیک ہے جو سنی نہیں جا سکتی	ہاں سر سے پیر تک تو چکھ سکتا ہے

ہست لبیکے الخ۔ یعنی وہ لبیک ایسا ہے کہ تم اس کو سن ہی نہیں سکتے لیکن سر سے پاؤں تک چکھ سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ اس لبیک کی آواز کو ان ظاہری کانوں سے سن نہیں سکتے لیکن اگر تم کو ذوق صحیح حاصل ہو جائے اور حق تعالیٰ سے تعلق اور محبت پیدا ہو جائے تو تم اس مزہ کو چکھ سکتے ہو جیسا کہ کسی نے کہا ہے کہ پرسید یکے کہ عاشق چیست + گفتم کہ چہ ماشوی بدانی + اور کہتے ہیں کہ بچے پنے کی حقیقت میری جب معلوم ہو تم کو + کہ دیکھو جب کسی معشوق پر تم مبتلا ہو کر + پس سمجھ لو کہ یہ بات کانوں سے سننے کی یا آنکھوں سے دیکھنے کی نہیں ہے بلکہ جب اس کا ذوق ہو جائے تو بس صرف ایک ذوقی امر ہوگا کہ اگر تم بھی اس کو الفاظ سے تعبیر کرنا چاہو گے تو ہرگز قادر نہ ہو گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

یک مثل آوردمت تا پے بری	وز چنیں لبیک پنہاں برخوری
میں تیرے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں تاکہ تجھے پتہ چل جائے	اور اس طرح کی پوشیدہ لبیک سے پھل کھالے

یک مثل الخ۔ یعنی میں ایک مثل لاتا ہوں تا کہ تم نتیجہ حاصل کرو اور اس پوشیدہ لبیک سے پھل کھاؤ مطلب یہ کہ ایک مثل بیان کرتے ہیں کہ جس سے تم کو معلوم ہوگا کہ آواز لبیک ایک ذوقی امر ہے اور اس میں جو لطف ہے وہ اسی کو معلوم ہوتا ہے کہ جو اس کا طالب ہو ورنہ اندھے کے آگے روئے اور اپنے نین کھوئے۔ آگے حکایت ہے

شرح حبیبی

گرفتار شدن باز میان چغدان بویرانہ

باز در ویران: ایک باز رستہ بھول گیا اور ایک ویرانہ میں پہنچ کر الوؤں میں پھنس گیا اس کی وجہ یہ نہ تھی کہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ سے ناخوش ہوا اور غیر وفاداری سے اس نے ایسا کیا ہو بلکہ وہ نور رضائے الٰہی دنیا وز میں از سرتا پا منور اور ہمہ تن بادشاہ کا مطیع تھا لیکن تقدیر الٰہی نے اسے اندھا کر دیا اور اس کی آنکھوں میں خاک ڈال کر راستہ سے بھٹکا دیا اور اس طرح اس کو ویرانہ اور الوؤں کے حوالہ کر دیا یعنی عارف کامل بہ تقدیر الٰہی بوجہ مصلحت کے دنیا میں آ پڑا۔ اول تو یہی مصیبت کیا کم تھی کہ صورۃً اپنے مالک سے چھوٹا گھر سے بے گھر ہوا نااہلوں میں پھنسا یعنی عالم غیب سے دنیا میں آ کر دنیاداروں میں پھنسا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ الو (دنیادار) اس کے سر پر چونچیں مارنے لگے یعنی اسے طرح طرح سے ستانے لگے اور اس کے نفیس پر و بازو اکھیڑنے لگے اور الوؤں میں غل مچ گیا کہ باز ہمارا گھر چھیننے آیا ہے یعنی اس کو ریاست و سلطنت مال و جاہ مقصود ہے۔ اس خیال کے باعث سب الو غضبناک اور خوفناک کتے کی طرح اس بیچارہ کو لپٹ گئے۔ یہ دیکھ کر باز نے کہا کہ مجھے الوؤں سے کیا مناسبت کہ ویرانہ پر قبضہ کرونگا یہ تو ایک ویرانہ ہے ایسے سو بھی ہوں تو بھی میں نے الوؤں ہی کو دیئے۔ میں یہاں رہنے والا نہیں ہوں۔ تقدیر سے آ پھنسا ہوں خدا نے چاہا تو میں بہت جلد پانے بادشاہ کے پاس لوٹ جاؤں گا تم اس فکر میں اپنے کو ہلاک نہ کرو۔ میں تم کو اطمینان دلاتا ہوں کہ میں یہاں رہنے نہیں آیا بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد اپنے (گھر مقعد صدق میں) چلا جاؤنگا۔ یہ ویرانہ (دنیا) کچھ تمہاری ہی نظر میں آباد ہوگا ورنہ مجھے تو اس سے وحشت ہوتی ہے میں تو پھر بادشاہ کی کلائی پر جا بیٹھوں گا۔ اور فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر کا مصداق بنوں گا۔ کسی چالاک الو نے کہا کہ الوؤ اس گفتگو سے دھوکا مت کھانا یہ اس کی چال ہے تاکہ تم کو غافل کر کے تمہیں گھر سے باہر نکال پھینکے اور ہم کو فریب سے ہمارے گھونسلوں سے نکال کر دھوکے سے خود ہمارے مکانات پر قابض ہو جائے۔ یہ چالباز استغناء تو ظاہر کرتا ہے مگر واللہ تمام حریصوں سے بڑھ کر ہے اس کی حرص کی نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ مٹی کو شیرۂ انگور کی طرح کھاتا ہے۔ اس پر کہتا ہے کہ مجھے ویرانہ کی ضرورت نہیں بھائیو دیکھو دنیا کو ریچھ کے سپرد نہ کر دینا اور اپنے مکانات سے اس کے اطمینان پر غافل نہ ہونا یہ بادشاہ کے پاس جانے اور اس کے بازو پر بیٹھنے کی شیخی اس لئے مارتا ہے کہ ہم بھولے بھالوں کو راہ راست سے بھٹکا دے ہم تو سمجھیں کہ جب یہ بادشاہ کا مقرب ہے تو اس کو ویرانہ کی کیا پرواہ اور اس لئے غافل ہو جائیں اور یہ قبضہ کر لے۔ سمجھو تو سہی کہ اس معمولی پرندے کو بادشاہ سے کیا نسبت ہے خیر بادشاہ تو بڑی چیز ہے وزیر سے بھی تو اس کو نسبت نہیں اور ہو کیسے سکتی ہے کیونکہ بادشاہ اور وزیر بمنزلہ حلوائے بادام کے ہیں اور یہ بمنزلہ لہسن کے بھلا حلوے بادام سے لہسن کو کیا نسبت یہ جو فریب اور ہوشیاری و چالاکی سے کہتا ہے کہ بادشاہ میرا طلب گار ہے مالیخولیائے نامقبول بے ہودہ شیخی اور احمقوں کے پھنسانے کا جال ہے جو اسے باور کرے احمق ہے بھلا ایک حقیر اور دبلے پتلے جانور میں تقرب سلطانی کی کیا قابلیت ہے اگر کوئی معمولی سے معمولی الراس کے سر پر کوئی چونچ مار دے تو بھلا کسی کی عقل میں آتا ہے کہ بادشاہ کی طرف سے کوئی مددگار اس کی حمایت کو آئے گا۔ توبہ توبہ باز نے کہا کہ تم تو سر پر مارنے کو کہتے ہو سر تو بڑی چیز

ہے اگر تم میرا ایک پر بھی توڑ دو اور توڑ نا تو در کنار اگر تم غصہ سے پھول کی ایک پنکھڑی مارے مار دو تو شہنشاہ ساری چغد ستان کی جڑ اوکھیڑ دے اور کم سلے گھر اجاڑ دے الو کی تو حقیقت کیا ہے اگر کوئی باز بھی مجھے دکھ دے یا مجھ پر زیادتی کرے تو شہنشاہ میری خطر بلندی و پستی میں بازوؤں کے سروں کے لاکھوں ڈھیر لگا دے کس کی مجال ہے کہ مجھے آنکھ بھر کے دیکھے کیونکہ اس کی عنایتیں میری محافظ ہیں اور جہاں میں جاؤں بادشاہ میرے پیچھے ہوتا ہے۔ بادشاہ کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہے اور بدون میرے خیال کے بادشاہ کے دل طول رہتا ہے ف یاد رکھو کہ حق سبحانہ ملال و دیگر صفات نقص سے پاک ہیں اور مقصود صرف اتنا ہے کہ حق سبحانہ کی مجھ پر بہت نوازش ہے اور ان کو مجھ سے بہت تعلق ہے اور یہ عنوان لفظ باز اور بادشاہ کی بنا پر اختیار کیا گیا ہے کہ ان سے باز اور بادشاہ متعارف متبادر ہیں اور یہ صفات بادشاہ متعارف کے مناسب ہیں خوب سمجھ لو

چون بہ پرانند مرا: ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ باز سے مراد عارف ہے اور بادشاہ سے حق سبحانہ اور چغدان سے محجوبین للہذا ہم باز کی شرح میں عارف کہیں گے اور شاہ کی شرح میں حق سبحانہ اور چغدان کی شرح میں محجوبین اور زندان سے شہوت دنیویہ مراد ہیں جبکہ حق سبحانہ مجھ کو عروج روحانی عطا فرماتے ہیں تو مجھے روح کی ترقی و عروج میں عمدہ پرورش حاصل ہوتی ہے اور اس سے میری خوب تربیت ہوتی ہے میں اسی طرح عروج روحانی حاصل کرتا ہوں جس طرح آفتاب اور ماہتاب کو عروج حسی حاصل ہوتا ہے بلکہ آسمانوں سے بالاتر عروج کرتا ہوں بلکہ میرے عروج کے سامنے رفعت آسمانی کی کوئی حقیقت نہیں میں حق سبحانہ کے نزدیک اس قدر محبوب ہوں کہ عقل کی طرح مستور۔ فرشتوں کو نورانیت میرے ہی سبب سے حاصل ہوئی ہے اور ظہور آسمان یا اسکا قیامت میں پھٹنا یا اس کے دروازہ کھلنا یا اس سے بارش وغیرہ ہونا میری ہی خلقت کے سب ہے کیونکہ تخلیق عالم کا سبب انسان ہے اور انسانوں میں سے خاصان الٰہی مقصود ہیں اور میں خواص سے ہوں اسی لئے میں سبب ہوں میں انسان ہوں مگر فرشتے جو ہما کی طرح مستور اور کمیاب ہیں میری عظمت میں حیران ہیں پھر محجوب کی کیا حقیقت ہے کہ ہمارا بھید جان سکے ہماری ہی خاطر سے حق سبحانہ نے دنیا کی طرف نظر رحمت فرمائی اور بہت سے پابند ہوا و ہوس لوگوں کو نجات دے کر مقرب بنالیا کچھ دی کے لئے محجوبین کے ساتھ میرا ارتباط کیا یعنی حکم دیا کہ ان کو ہدایت کرو اور میں نے اس لئے ان سے تعلق رکھا۔ پس تعلیم و تلقین سے محجوبین کو مقرب بنالیا ارے وہ محجوب بڑا خوش قسمت ہے جو اپنی سعادت سے بڑا راز سمجھ گیا۔ پس اے محجوبین تم بھی سمجھو اور مجھ سے تعلق پیدا کرو تم بھی باز ہو جاؤ گے گو اس وقت محجوب ہو مگر عارف کامل ہو جاؤ گے۔ میں اس وقت گو حق سبحانہ سے دور ہوں بایں معنے کہ دنیا میں ہوں مگر حقیقت میں دور نہیں ہوں کیونکہ حق سبحانہ مجھ سے تعلق رکھتے ہیں پس میں کسی حالت میں بھی اس سے دور نہیں ہوں جس کے درد کی دوا حق سبحانہ ہوں وہ اگرچہ نے کی طرح نالہ وزاری کرے مگر وہ بے نوا اور بے ساز و سامان نہیں۔ پس اگر میں کسی سبب سے روؤں تو مجھے بے نوا نہ سمجھو تم جو مجھے حریص اور طالب دنیا کہتے ہو یہ تمہاری غلطی

ہے میں بادشاہ ہوں ہرگز حریص نہیں بادشاہ میری اسقدر قدر کرتے ہیں کہ جب کسی لغزش کے سبب حق سبحانہ سے دور ہوتا ہوں تو میری دستگیری فرماتے ہیں اور مجھے بلاتے ہیں جس طرح ظاہری بادشاہ باز متعارف کو اس باجہ کے ذریعہ سے بلایا کرتے ہیں جس کو طبل باز کہتے ہیں اور وہ بلانا یوں ہوتا ہے کہ فرماتے ہیں یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔ گرتم کو نا پسند ہو مگر میری ان باتوں کا خدا شاہد ہے میں ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔

من نیم جنس: اور یہ جو تم کہتے ہو کہ بادشاہ سے اس کو کیا مجانست سو اس کا جواب یہ ہے کہ فی الواقع میں اسکا ہم جنس نہیں۔ سبحانہ عن مجانسۃ المخلوقین مگر ان سے جو مجھ پر تجلی فرمائی اس میں اس کا نور مجھے مل گیا ہے اس سبب سے مناسبت پیدا ہوگئی ہے اور مجانست کچھ شکل وذات میں ہی منحصر نہیں دیکھو نبات کے اندر پانی اور خاک میں مجانست ہے کہ ہر دو اس کا جز واور اس کی غذا ہیں حالانکہ مجانست ذاتی یا صوری نہیں ہوا اور آگ میں تقوم میں مجانست ہے کہ آگ کا تقوم ہوا سے ہے۔ ہوا نہ ہو تو آگ فوراً بجھ جائے حالانکہ ذات وشکل میں مجانست نہیں طبیعت اور شراب میں مجانست ہے کہ اس سے طبیعت کو قوت وسرور حاصل ہوتے ہیں حالانکہ ذاتاً وشکلاً مجانست نہیں جب یہ معلوم ہو گیا کہ مجانست شکل وصورت وحقیقت وماہیت میں منحصر نہیں تو پھر مجھ میں اور حق سبحانہ میں مجانست کی نفی کیونکر کی جا سکتی ہے نیز ہم نے اس کی ہستی کے آگے اپنی ہستی کو فنا کر دیا اور جب ہماری ہستی فنا ہوگئی تو وہ متفرد ہو گیا اور ہم اس کے سمند ناز کے سامنے گرد ہو گئے ہماری جان بھی خاک ہوگئی اس کے آثار بھی خاک ہو گئے اور اس خاک پر اس کا نقش پا بن گیا یعنی ہم متخلق باخلاق اللہ ہو گئے پس ایسا کرنے سے ہم کو اس کے ساتھ اتحاد اصطلاحی کامل طور پر حاصل ہو گیا اور تغائر ہی نہ رہا مجانست کیسی اب مولانا بطور جملہ معترضہ فرماتے ہیں کہ ارے یہ نفس پا یعنی تخلق باخلاق اللہ بڑی دولت ہے تو اس کے حاصل کرنے کے لئے اپنے کو فنا کر اگر ایسا کرے گا تو تجھے شرف عظیم حاصل ہو گا اور تو بڑے بڑے گردن کشوں کے سر کا تاج ہو گا یعنی تجھے ان پر تفوق ہو گا اور وہ تیرے سامنے گردن جھکائیں گے۔ یہ فرما کر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ عارف کہتا ہے کہ اے محجوبین تم میری شکل وصورت کو دیکھ کر دھوکے میں نہ آؤ اور یہ نہ سمجھو کہ اس کو حق سبحانہ سے کیا مناسبت ان ہذا الا بشر مثلنا بلکہ قبل اس کے کہ میں تم سے جدا ہوں (خواہ بذریعہ موت یا اور کسی طریق سے) مجھ سے نقل وشراب محبت الٰہی پی لو نہیں تو پچھتاؤ گے۔

اے بسا کس را: یہاں سے مولانا کا بیان شروع ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ارے صورت نے بہت سے لوگوں کا راہ مارا ہے اور صورت سے دھوکے میں پڑ کر اہل کمال کے کمال کا انکار کر بیٹھے ہیں کمبخت یہ نہیں سمجھتے کہ آخر جان کو بدن سے جو تعلق ہے تو ان دونوں میں کونسی مجانست ہے۔ نور چشم کو چربی سے تعلق ہے۔ نور دل ایک قطرۂ خون میں پوشیدہ ہے خوشی گردہ میں ہے غم جگر میں ہے۔ عقل شمع کی طرح مغز سر میں روشن ہے۔ بو ناک میں ہے۔ گویائی زبان میں ہے لہو ولعب نفس میں ہے شجاعت دل میں ہے ان سب میں کونسی مناسبت ہے۔ کیا یہ تعلقات بے کیف

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں کیا ان کی کیفیت کے جاننے سے عاقل عاجز نہیں جبکہ ہے تو عبد اور معبود کے تعلق کا کیوں انکار کیا جاتا ہے اور وہاں کیوں مجانست کی تلاش ہوتی ہے خیر اجمالاً اتنا سمجھ لو کہ حق سبحانہ نے جان عید میں اثر کیا اور عقل نے اس سے دولت عظمیٰ حاصل کر کے اپنے اندر رکھ لی اور مریم کی طرح روح اس اثر سے متاثر ہوئی اور مسیح دلفریب سے حاملہ ہو گئی مگر وہ مسیح معروف مراد نہیں جو خشک وتر پر ہیں بلکہ وہ مسیح مراد ہیں جو مساحت سے برتر ہیں یعنی معرفت حق سبحانہ محبت حق جلشانہ ومتعلقاتہما پس جب یہ جان جان یعنی نہایت ہی عزیز اور قابل قدر شے کے اندر حاصل ہوگئی تو اس جان سے یہ دولت دوسروں کو حاصل ہوگی اور ان سے اوروں اور اس گروہ سے ایک اور جماعت تیار ہوگئی جو ان پھلوں کا مظہر ہونے کے باعث قیامت سے مشابہ ہوگی اور یوں ہی سلسلہ جاری رہے گا اگر میں قیامت تک بھی ان گروہوں کی تفصیل بیان کرتا رہوں اور ان لوگوں کو گنتا رہوں تب بھی میں بیان نہیں کر سکتا۔

این سخنہا خود بمعنی: میں جو خاموش نہیں ہوتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ سب حقیقتہً ذکر حق سبحانہ ہے اور یہ باتیں حق سبحانہ کی طرف سے جواب لاتی ہیں پھر ایسا شخص جس کو حق سبحانہ کی طرف سے لبیک پہنچتی ہو کیونکر کر سکتا ہے اور کیسے خاموش ہو سکتا ہے مگر وہ لبیک کانوں سے سنائی نہیں دیتی بلکہ روح کو اس کی لذت حاصل ہوتی ہے اگر تیری سمجھ میں یہ بات نہ آئی ہو تو میں تجھے ایک مثال سے سمجھاتا ہوں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے اور اس لبیک مخفی کے علم سے متمتع ہو سکے۔

شرح شبّیری

کلوخ انداختن تشنہ از سر دیوار در جوئے آب

پیاسے کا دیوار پر سے پانی کی نہر میں مٹی کے ڈلے پھینکنا

بر لب جوبود دیوارے بلند	بر سر دیوار تشنہ درد مند
ایک نہر کے کنارے پر ایک اونچی دیوار تھی	دیوار پر مصیبت زدہ پیاسا (بیٹھا تھا)

برلب جوالخ۔ یعنی ایک ندی کے کنارے پر ایک بلند دیوار تھی اور دیوار کے اوپر ایک دردمند پیاسا تھا

تشنۂ مستقی زار و نزار	عاشق مست غریب بے قرار
پیاسا پانی کا طلبگار بدحال اور لاغر	عاشق، مست، پردیسی بے قرار (تھا)

تشنہ مستقی الخ۔ یعنی وہ ایک پیاسا تھا مستقی تھا زار و نزار تھا اور ایک عاشق (پانی) تھا اور مست تھا اور غریب بے قرار تھا۔ مانعش از الخ۔ یعنی وہ دیوار اس کو پانی سے روک رہی تھی اور وہ پانی کے واسطے مچھلی کی طرح بے قرار تھا۔

مانعش از آب آں دیوار بود	از پئے آب او چو ماہی زار بود
وہ دیوار اس کے لئے پانی سے روک تھی	پانی کے لئے وہ مچھلی کی طرح بے تاب تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

شدحجاب آب آں دیوار او	بر فلک می شد فغاں زار او
اس کی وہ دیوار پانی کی آڑ بنی	اس کی درد ناک فریاد آسمان پر پہنچی تھی

شدحجاب الخ۔ یعنی اس کو پانی (تک پہنچنے) سے وہ دیوار حجاب ہوگئی اور اس کی مصیبت کی آہ وفغاں آسمان تک پہنچ رہی تھی۔

ناگہاں انداخت او خشتے درآب	بانگ آب آمد بگوشش چوں خطاب
اچانک اس نے ایک اینٹ پانی میں پھینکی	اس کے کان میں پانی کی آواز پکار کی طرح آئی

ناگہان انداخت الخ۔ یعنی اس نے ناگہان ایک اینٹ پانی میں ڈالی تو اس کے کان میں پانی کی آواز خطاب کی طرح آئی یعنی ایسا معلوم ہوا کہ پانی اس کو پکار رہا ہے۔

چوں خطاب یار شیرین ولذیذ	مست کرد آں بانگ آبش چوں نبیذ
دوست کی میٹھی اور لذیذ گفتگو جیسی	اس کو پانی کی اس آواز نے شراب کی طرح مست کردیا

چون خطاب الخ۔ یعنی مثل یار کے شیریں اور لذیذ خطاب کے اس پانی کی آواز نے اس کو مست کردیا یعنی جس طرح کہ محبوب کی آواز مست کردیتی ہے اسی طرح اس آواز آب نے بھی اس کو مست کردیا۔

از صفائے بانگ آب آں ممتحن	گشت خشت انداز وزانجا خشت کن
وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کی صفائی کی وجہ سے	اینٹ پھینکنے والا اور اس جگہ سے اینٹ اکھاڑنے والا ہوگیا

ازسماع الخ۔ یعنی وہ مصیبت زدہ پانی کی آواز کو سننے سے اس جگہ سے اینٹیں پھینکنے لگا اور اکھاڑنے لگا۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس کو وہ آواز محبوب تھی اس لئے وہاں سے اینٹیں اکھاڑ اکھاڑ کر پانی میں ڈالنے لگا کہ جب ڈالونگا تو یہ آواز ہوگی بس اس طرح جو طالب حق ہوتا ہے وہ بھی ذکر وشغل میں لگا رہتا ہے اور چونکہ اس کو ایک مخبر صادق نے کہہ دیا ہے کہ جب تم ذکر خدا کروگے تو حق تعالیٰ تمہارا ذکر کریں گے تو اب ایسا ہے کہ جیسے وہ اس وقت خود حق تعالیٰ ہی سے ذکر سن رہا ہے اس لئے وہ اس عمل میں معروف ہے کہ جس کے ذریعہ سے وہ لبیک نکل رہا ہے خوب سمجھ لو۔

آب می زد بانگ یعنی ہے ترا	فائدہ چہ زیں زدن خشتے مرا
پانی پکارتا تھا یعنی ارے تجھے	میرے اینٹ مارنے سے کیا فائدہ ہے؟

آب می زد الخ۔ یعنی کہ پانی (بزبان حال) آواز دے رہا تھا۔ یعنی اے تجھے میرے اندر اینٹیں مارنے سے کیا فائدہ ہوگا۔

تشنہ گفت آبا مرا دو فائدہ است	من ازیں صنعت ندارم ہیچ دست
پیاسے نے کہا اے پانی میرے دو فائدے ہیں	میں اس کام سے بھی دست بردار نہ ہوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

تشنہ گفت الخ۔ یعنی اس پیاسے نے کہا کہ اے پانی مجھے دو فائدے ہیں اس لئے میں اس فعل سے دست بردار نہ ہونگا۔

فائدہ اول سماع بانگ آب	کو بود مر تشنگاں را چوں سحاب
پہلا فائدہ تو پانی کی آواز کا سننا ہے	جو پیاسوں کے لئے ابر کی طرح ہوتی ہے

فائدہ اول الخ۔ یعنی اول فائدہ تو پانی کی آواز سننا ہے کہ وہ پیاسوں کے لئے مثل جواب کے ہوتی ہے اور اس سے ایک قسم کی تسکین ہوتی ہے۔

بانگ او چوں بانگ اسرافیل شد	مردہ را زیں زندگی تحویل شد
اس کی آواز اسرافیل کی آواز کی طرح ہے	مردے (کو) اس سے زندگی حاصل ہو جاتی ہے

بانگ او الخ۔ یعنی اس کی آواز مثل حضرت اسرافیل علیہ السلام کی آواز کے (زندہ کرنے والی) ہے مردہ کو اس زندگی (مستعار) سے بدلنے والی ہے اور حیات ابدی نصیب کرنے والی ہے اس لئے کہ اس آواز آب سے جو فرحت اور سرور پیاسے کو ہوتا ہے وہ بھی ایسا ہی ہے کہ جیسے مردہ زندہ ہو گیا اور اس کو وہ جانے جس کو کبھی پیاس لگی ہو۔ ع گفتم کہ چو ما شوی بدانی۔

یا چو بانگ رعد ایام بہار	باغ می یابد ازو چندیں نگار
یا موسم بہار میں بادل کی گرج کی آواز کی طرح ہے	جس سے باغ بہت سے نقش و نگار حاصل کر لیتا ہے

یا چو بانگ الخ۔ یعنی یا (وہ آواز آب) مثل رعد کی آواز کے ہے موسم بہار میں کہ باغ اس سے اس قدر نقش و نگار پاتا ہے اس لئے کہ رعد ہی تو سبب ہے بارش کا اس لئے رعد کو سن کر باغ باغ ہو جاتا ہے۔

یا چو بر درویش آواز زکات	یا چو بر محبوس پیغام نجات
یا (ایسی ہے) جیسی فقیر کے لئے زکات (دینے والے) کی آواز	یا (ایسی ہے) جیسے قیدی کے لئے رہائی کا پیغام

یا چو بر الخ۔ یعنی یا جیسے درویش پر آواز زکات کی (کہ جب اس کو کہا جائے کہ زکوۃ لیتے جاؤ تو اس کو کس قدر خوشی ہوتی ہے) اور یا جیسے محبوس کے نزدیک رہائی کا پیغام کہ کس قدر فرحت بخش ہوتا ہے۔

یا دم رحمٰن بود کاں از یمن	میرسد سوئے محمدؐ بے دہن
یا اللہ (تعالیٰ) کی وہ گفتگو تھی جو یمن سے	محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس بغیر منہ کے پہنچتی ہے

چون دم الخ۔ یعنی یا جیسے کہ حق تعالیٰ کی آواز یمن کی طرف سے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بے دہن کے پہنچتی ہے۔ اشارہ ہے حدیث الایمان یمان الخ کی طرف تو اس سے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فرحت ہوئی تھی وہ ظاہر ہے اور بے دہن ہونا بھی اظہر ہے اس لئے کہ وہ آواز حق تعالیٰ کی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یا چو بوئے احمدؐ مرسل بود	کاں بعاصی در شفاعت میرسد
یا رسول (اللہ) احمدؐ کی خوشبو تھی	جو ایک گنہگار کو شفاعت (کے وقت) میں پہنچے گی

یا چو بوئے الخ۔ یعنی مانند خوشبوا احمد مرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ہووے کہ وہ کسی عاصی کی شفاعت کو پہنچیں اور اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سے معلوم ہو جائے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم میری شفاعت کو آرہے ہیں تو وہ کس قدر خوش ہوگا۔ ظاہر ہی ہے

یا چو بوئے یوسفؑ خوب لطیف	میزند بر جان یعقوبؑ نحیف
یا حسین پاکیزہ یوسف کی خوشبو کی طرح	جو لاغر (حضرت) یعقوبؑ کی جان پر اثر کرتی ہے

یا چو بوئے الخ۔ یعنی یا مثل یوسف علیہ السلام کی بو کے جو کہ خوب اور لطیف تھی کہ یعقوب علیہ السلام کی جان پر مارتی تھی جو کہ نحیف تھی۔ مطلب یہ کہ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو نے ان کی جان میں ایک روح تازہ ڈال دی جس سے کہ ان کو کس قدر فرحت حاصل ہوئی۔

یا نسیم روضۂ دارالسلام	سوئے عاصی می رسد بے انتقام
یا بہشت کے باغ کی خوشگوار ہوا ہے	جو بخشے ہوئے گنہگار کو پہنچتی ہے

یا نسیم الخ۔ یعنی یا (مثل) جنت کے باغ کی ٹھنڈی ہوا کے ہے جو کہ عاصی کی طرف بے بدلا لئے ہوئے پہنچے تو دیکھو اس کو کس قدر سرور ہوگا کہ وہ پہلے سے سمجھ رہا تھا کہ مجھے سزا ہوگی اور اب اس کو ایک دم سے جنت کی ہوا آگئی تو کیسی خوشی کی بات ہے۔

یا سوئے مس سیہ از کیمیا	می رسد پیغام کاے ابلہ بیا
یا کالے تانبے کے پاس کیمیا کی جانب سے	پیغام پہنچتا ہے کہ اے بیوقوف آ (اس کی طرح ہے)

یا سوئے الخ۔ یعنی یا سیاہ تانبے کی طرف کیمیا کا پیغام جائے کہ اے بیوقوف ادھر آ میں تجھے سونا بنا دوں تو یہ اس کی کس قدر خوش قسمتی ہے اور اس کو کس قدر خوش ہونا ضروری ہے خوب سمجھ لو۔

یا ز لیلیٰ بشنود مجنوں کلام	یا فرستد ویس را میں را پیام
یا (جس طرح کہ) لیلیٰ کی جانب سے مجنوں کلام سنتا ہے	یا ویس (معشوقہ) رامین (عاشق) کو پیغام بھیجتی ہے

یا ز لیلیٰ الخ۔ یعنی یا جیسے لیلیٰ کی طرف سے مجنوں کوئی پیغام سنے یا ویس رامی کو کوئی پیغام بھیجے تو اس کو کس قدر فرحت اور خوشی ہوگی کہ اللہ اکبر محبوب نے یاد کیا ہے پس اسی طرح جب معلوم ہے کہ کام میں لگے رہنے سے حق تعالیٰ بھی جواب دیتے ہیں اور وہ بھی ذکر فرماتے ہیں تو اب اس شخص کو کس قدر خوشی ہوگی جبکہ اس طرف سے جواب اس طرف سے ذکر اپنا سنے گا ع ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے جو اس محفل میں ہے بس وہ لبیک حق تعالیٰ کا چونکہ ہم کو

www.besturdubooks.wordpress.com

یقین ہے کہ ہمارے ذکر پر فرمایا جاتا ہے تو اب اس سے خوش اور متاثر ہوتے ہیں اور کام میں لگے رہتے ہیں ایک وجہ تو یہ ہوئی آگے دوسری وجہ کو بیان کرتے ہیں کہ (ویس نام معشوقہ اور رامی نام عاشق لیلیٰ و مجنوں مشہور ہیں

فائدہ دیگر کہ ہر خشتے کزیں	بر کنم آیم سوئے ماء معیں
دوسرا فائدہ (یہ ہے) کہ ہر اینٹ جو اس میں سے	میں اکھاڑتا ہوں صاف پانی کی جانب آ جاتا ہوں

فائدہ دیگر الخ۔ یعنی کہ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو اینٹ اس (دیوار) سے اکھاڑتا ہوں جاری پانی کی طرف آتا ہوں اور اس سے قریب ہوتا چلا جاتا ہوں جو میرا محبوب اور مطلوب ہے۔

کز کمی خشت دیوار بلند	پست تر گردد بہر دفعہ کہ کند
اس لئے کہ اونچی دیوار ایک اینٹ کی کمی سے	جتنی مرتبہ اکھڑتی ہے زیادہ نیچی ہو جاتی ہے

کز کمی الخ۔ یعنی بلند دیوار کی اینٹ کی کمی سے ہر دفعہ اکھاڑنے سے نیچی ہوتی ہے اور اس سے قرب پانی کا نصیب ہوتا ہے۔

پستی دیوار قربے می شود	فصل او درمان وصلے می شود
دیوار کی نیچائی ایک نزدیکی بن جاتی ہے	اس (اینٹ) کا جدا ہونا وصل کا سبب ہو جاتا ہے

پستی دیوار الخ۔ یعنی دیوار کی پستی (سبب) قرب ہوتی ہے اور اس (اینٹ) کا جدا ہونا وصل کا علاج ہو جاتا ہے کہ جب یہ اینٹیں ساری اس طرح ختم ہو جائیں گی تو پھر قرب حاصل ہو جائے گا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

برلب جو بود دیوارے: ندی کے کنارے ایک اونچی دیوار تھی جس پر ایک پیاسا مصیبت کا مارا مرض استسقا میں گرفتار شدت پیاس سے نڈھال۔ پانی کا عاشق اسی خیال میں مست بے کس اور بے چین بیٹھا ہوا تھا وہ مچھلی کی طرح پانی کے لئے نڈھال تھا مگر بلندی دیوار کے سبب پانی تک نہ پہنچ سکتا تھا چونکہ دیوار اس کے پانی تک پہنچنے سے مانع تھی اس لئے اس کی آہ وزاری کا نعرہ آسمان تک جاتا تھا۔ دفعتہ اس کو کچھ سمجھ آئی اور اس نے ایک اینٹ اکھیڑ کر پانی میں پھینکی اس سے اس کے کان میں ایک آواز آئی اور وہ اس کو اس قدر مزہ دار اور شیریں معلوم ہوئی جیسے خطاب معشوق اور اس آواز نے اس کو یوں مست کر دیا جیسے اس نے شراب پی لی ہو اس آواز کے سننے سے وہ بیچارہ مصیبت زدہ اینٹیں اکھیڑ اکھیڑ کر پانی میں پھینکنے لگا۔ پانی بزبان حال کہتا تھا کہ ارے تیرا اس میں کیا فائدہ ہے تو میرے اینٹیں کیوں مارتا ہے۔ پیاسے نے جواب دیا کہ اے پانی میرے لئے اس میں دو فائدے ہیں اس لئے میں اس فعل سے باز نہیں رہ سکتا۔ اول یہ کہ میں پانی کی آواز سنتا ہوں جو کہ پیاسوں کے لئے یوں ہی لذت دہ ہے جس طرح عاشق کے لئے جواب معشوق یا یوں کہو کہ اس کی آواز اسرافیل علیہ السلام کی آواز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جس سے مُردوں کو موت حیات سے بدل جاتی ہے یا موسم بہار میں رعد کی آواز ہے جس سے باغ اس قدر آراستہ پیراستہ ہو جاتا ہے یا ایسی ہے جیسے زکوٰۃ دینے کے وقت فقیر کو آواز دینا یا قیدی کے لئے رہائی کا پیغام یا ایسی جیسے حق سبحانہ کا سانس جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن کی جانب سے بلا منہ کے پہنچتا ہے (یہ مضمون ہے ایک حدیث کا یعنی انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن اور مراد نفس سے برکات و فیوض ہیں) یا یوں کہو کہ بوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو عاصی کو اس وقت آئے گی جب کہ آپ شفاعت کے لئے تشریف لائیں گے۔ یا یوسف علیہ السلام کی بو ہے جو یعقوب علیہ السلام تک پہنچتی ہے یا باغ جنت کی نسیم ہے جو گنہگار کی طرف بے سزا کے پہنچتی ہے یا ایسی ہے جیسے کیمیا کی طرف مس سیہ کو پیغام پہنچے کہ اے احمق آ میں تجھے سونا بنا دوں یا لیلےٰ کا کلام ہے جس کو مجنوں سنتا ہے۔ یا دلیس کا پیام ہے جو رامی کو پہنچتا ہے ایک فائدہ تو یہ تھا۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ جو اینٹ اکھیڑتا ہوں مجھے تجھ سے مزید قرب ہوتا ہے کیونکہ جب کوئی اینٹ اکھڑتی ہے تو ہر اینٹ کے اکھڑنے سے یہ اونچی دیوار بہ نسبت پہلے کے نیچے ہو جاتی ہے اور اس کی پستی تجھ سے مزید قرب کا سبب بن جاتی ہے پس یہ میرا اینٹوں کا جدا کرنا ایک وقت ذریعہ وصل بن جائے گا اور اس طرح ایک وقت میں پانی تک پہنچ جاؤنگا۔

شرح شبّیری

پستی آمد کندن خشت لزب	موجب قربت کہ واسجد واقترب
چپکی ہوئی اینٹ کا اکھاڑنا پستی (کا سبب) بنا	(یہ) قرب کا سبب ہے (جیسا) کہ سجدہ کر اور قریب ہو جا

سجدہ آمد الخ۔ یعنی سجدہ آیا ہے اکھاڑنا سخت اینٹ کا (اور یہ سجدہ) سبب اس قرب نا ہے جو کہ واسجد واقترب (سے معلوم ہوتا ہے) مطلب یہ کہ جس طرح اس شخص کو دیوار کی اینٹیں اکھاڑنے سے دراس کو پست کرنے سے مقصود قرب تھا اس طرح عبد کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی درگاہ میں سجدہ کرے اور پستی اختیار کرے کہ اس سے قرب خداوندی نصیب ہوگا اور جس قدر موانع خصائل ذمیمہ وغیرہ ہوں ان سب کو ان اینٹوں کی طرح اکھاڑ کر پھینک دے۔

تا کہ ایں دیوار عالی گردن ست	مانع ایں سر فرود آوردن ست
جب تک یہ دیوار اونچی گردن والی ہے	یہ سر جھکانے سے مانع ہے

تا کہ ایں دیوار الخ۔ یعنی جب تک کہ یہ دیوار عالی گردن (اور بلند) ہے تو اس سرنگوں کو مانع ہے۔ مطلب یہ کہ جب تک موانع تکبر وغیرہ بھرا ہوا ہے اس وقت تک یہ قرب اور عاجزی کو مانع ہیں لہٰذا ان خصائل کو نکال دو اور پھر قرب حق جو کہ مطلوب و محبوب ہے حاصل کرو۔

سجدہ نتواں کرد بر آب حیات	تا نیابم زیں تن خاکی نجات
آب حیات پر سجدہ نہیں کیا جا سکتا	جب تک کہ تو اس مٹی کے جسم سے نجات نہ پالے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

سده نتوان کرد الخ۔ یعنی آب حیات پر سجدہ نہیں کر سکتے جب تک کہ اس تن خاکی سے نجات نہ پائے مطلب یہ کہ جس وقت تک اس تن خاکی کی خواہشات کو دفع نہ کرے اس وقت تک اس فیض حق سے جو کہ زندگی بخش ہے مستفید نہیں ہو سکتے۔

بر سر دیوار ہر کو تشنہ تر	زود تر او میکند خشت و مدر
جو شخص دیوار پر زیادہ پیاسا (بیٹھا) ہو گا	وہ اینٹ اور ڈھیلا جلد اکھاڑے گا

بر سر دیوار الخ۔ یعنی دیوار پر جس قدر زیادہ پیاسا ہو گا اتنی جلدی اینٹ اور ڈھیلے اکھاڑے گا (تاکہ پانی سے قریب ہو جائے) مطلب یہ کہ جتنا زیادہ طالب قرب حق کا ہو گا اسی قدر جلدی موانع قرب کو دفع کرے گا تاکہ جلدی سے محبوب اور مطلوب سے ملاقات ہو۔

ہر کہ عاشق تر بود بر بانگ آب	او کلوخ زفت بر کند از حجاب
جو پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہو گا	وہ آڑ کے بڑے بڑے ڈھیلے اکھاڑ دے گا

ہر کہ عاشق تر الخ۔ یعنی جو شخص کہ پانی کی آواز پر زیادہ عاشق ہوتا ہے وہ سخت ڈھیلے حجاب پر سے اکھاڑتا ہے تاکہ پانی میں ڈالے اور اس سے آواز ہو اور اس سے یہ سنے۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ طالب حق ہو گا تو جتنا زیادہ طالب ہو گا اسی قدر مجاہدہ و ریاضت زیادہ کرے گا تاکہ قرب جلدی میسر ہو۔

او ز بانگ آب پر ے تا عنق	نشنود بیگانہ جز بانگ بلق
وہ پانی کی آواز سے گلے تک شراب سے پر ہے	بیگانہ سوائے "گڑپ" کی آواز کے کچھ نہیں سنتا ہے

او ز بانگ الخ۔ یعنی وہ (عاشق) تو آواز پانی سے گلے تک شراب سے بھر رہا ہے اور جو بیگانہ ہے وہ سوائے ایک ابلق کی آواز کے (جو کہ اس اینٹ وغیرہ کے گرنے سے پیدا ہوئی ہے) کچھ نہیں سنتا اور اس کو کوئی حظ نہیں آ م۔ مطلب یہ کہ جو طالب حق ہوتا ہے اس کو تو مجاہدہ اور ریاضت میں ایک عجیب لطف حاصل ہوتا ہے اور جو طاہر نہیں ہے وہ تو صرف یہی دیکھتا ہے کہ زبان سے اللہ اللہ کر لیا یا کھانا کم کر دیا وغیرہ وغیرہ مگر چونکہ اس کو ذوق نہیں ہوتا اس لئے اس کو کوئی لطف اور مزا نہیں آتا۔

اے خنک آں را کہ او ایام پیش	مغتنم دارد گزارد وام خویش
اے (مخاطب) خوش نصیبی ہے جو شروع کے زمانے کو	غنیمت سمجھے (اور) اپنا قرض ادا کر دے

اے خنک الخ۔ یعنی وہ شخص اچھا اور ٹھنڈا ہے کہ جو پہلے ایام کو غنیمت جانتا ہے اور اپنا قرض ادا کر رہا ہے مطلب یہ کہ خوش نصیب اس شخص کے کہ جو اس جوانی اور قوت کے دنوں کو غنیمت جان کر مجاہدات و ریاضات اور اعمال میں لگا ہوا ہے اور قرب حاصل کر رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندراں ایام کش قدرت بود	صحت و زور دل و قوت بود
اس زمانے میں جبکہ اس کو قدرت ہوتی ہے	صحت اور دل کی طاقت اور قوت ہوتی ہے

اندران ایام الخ۔ یعنی ان ایام میں کہ اس کو قدرت ہو صحت اور زور اور دل اور قوت ہو۔ ان ایام میں وہ مجاہدات اور اعمال میں مشغول ہے۔

واں جوانی ہمچو باغ سبز و تر	می رساند بے دریغے بار و بر
اور وہ جوانی سرسبز و شاداب باغ کی طرح	بے دریغ پھل اور میوے دیتی ہے

وان جوانی الخ۔ یعنی وہ (ایام) جوانی میں (جوکہ) مانند سبز و تر باغ کے ہے بے دریغ پھول پھل لا رہی ہے مطلب یہ کہ جوانی کے زمانہ کو غنیمت سمجھنا چاہئے کہ اس میں اعمال اور مجاہدات سب اچھی طرح ہو سکتے ہیں اور جس طرح ہوائی شر قوی ہوتے ہیں اس طرح ان کے دفع کی قوت بھی قوی ہوتی ہے اور ان کا دفع کرنا بوجہ اس وقت کے آسان ہوتا ہے۔

چشمہائے قوت و شہوت رواں	سبزمی گردد زمین تن بداں
قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہیں	جسم کی زمین ان سے سرسبز ہوتی ہے

چشمہائے قوت الخ۔ اور قوت اور شہوت کے چشمے جاری ہوتے ہیں اور ان سے زمین تن سبز و تر رہتی ہے مطلب یہ کہ جوانی کے زمانہ میں قوت اور شہوت چونکہ زیادہ ہوتی ہے اس لئے طبیعت میں شوق و ذوق زیادہ ہوتا ہے اور انسان خوب کام کر سکتا ہے اب اگر اس شوق و ذوق کو حق تعالیٰ کی طرف لگا دیا تو ادھر لگ جاتا ہے اور اگر معاصی کی طرف رجوع کیا تو ادھر ہو جاتا ہے مگر مادہ ہونے سے امید ہوتی ہے کہ کام چل جائے گا ورنہ پھر بہت مشکل ہو جاتی ہے۔

خانۂ معمور سقفش بس بلند	معتدل ارکان بے تخلیط و بند
گھر آباد ہے اس کی چھت اونچی ہے	بغیر گڑ بڑ اور رکاوٹ کے ستون ٹھیک ہیں

خانہ معمور الخ۔ یعنی (جوانی کے زمانہ میں) خانہ (تن) بنا ہوا اور اس کی چھت بلند اور معتدل ارکان اور بغیر خلاء اور قید کے ہوتے ہیں یعنی تمام قویٰ وغیرہ درست ہوتے ہیں۔

نور چشم و قوت ابداں بجا	قصر محکم خانہ روشن پر صفا
آنکھوں کی روشنی اور جسموں کی طاقت بحال ہے	قلعہ مضبوط گھر روشن صاف ستھرا ہے

نور چشم الخ۔ یعنی آنکھ کا نور اور بدن کی قوت اپنی جگہ پر اور (بدن کا) محل مضبوط اور گھر روشن اور صاف ہے۔

ہیں غنیمت تاں جوانی اے پسر	سر فرود آور بکن خشت و مدر
اے صاحبزادے! خبردار جوانی کو غنیمت سمجھ	سر جھکالے اینٹ اور ڈھیلا کھاڑ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہین غنیمت الخ۔ یعنی ہاں اے لڑکے جوانی کو غنیمت جانو اور عاجزی کرو اور اینٹیں ڈھیلے اکھاڑ ڈالو مطلب یہ کہ ان ایام جوانی کو غنیمت سمجھو اور ان خصائل ذمیمہ کو اور موانع قرب کو علیحدہ کر دو اور مجاہدات و ریاضات اور اعمال کر لو کہ پھر بڑھاپے میں کچھ نہ ہو سکے گا۔

پیش ازاں کایام پیری در رسد	گردنت بندد بحبل من مسد
اس سے پہلے کہ بڑھاپے کا زمانہ آئے	تیری گردن مونج کی رسی سے بندھ جائے

پیش ازان الخ۔ یعنی پہلے اس زمانہ کہ کہ بڑھاپا پہنچ جائے اور تمہاری گردن کھجور کی رسی سے باندھیں یعنی عذاب کی طرف کھینچے جاؤ اور اعمال کی سزا بھگتو۔

خاک شورہ گردد و ریزان و ست	ہرگز از شورہ نبات خوش نرست
مٹی شوریلی اور جھڑنے والی اور ست ہو جائے	شوریلی زمین میں بھی اچھی گھاس نہیں اگی ہے

خاک شورہ الخ۔ یعنی اس سے قبل کہ خاک شورہ ہو جائے اور ریزان اور ست ہو جائے کہ شورہ زمین سے عمدہ سبزہ نہیں اگا کرتا

آب زور و آب شہوت منقطع	او ز خویش و دیگران نا منتفع
طاقت کا پانی اور شہوت کا پانی منقطع ہو جائے	وہ اپنے آپ اور دوسروں سے نفع نہ اٹھا سکے

اب زور و الخ۔ یعنی زور اور شہوت سب منقطع (ہو جائیں گے) اور وہ نہ اپنے (ذات) سے منتفع ہے اور نہ دوسروں سے۔

ابرواں چوں پار دم زیر آمدہ	چشم را نم آمدہ تاری شدہ
ابروئیں موچی کی طرح لٹکی ہوئی	آنکھ میں موتیا اترا ہوا دھندلائی ہوئی

ابروان چون الخ۔ یعنی کہ ابرویں مانند دمچی کے نیچے کو آئی ہوئیں اور آنکھوں میں آنسو آئے ہوئے اور وہ ایک بار ہو گیا ہے کہ رکتے ہی نہیں۔

از تشنج رو چو پشت سوسمار	رفتہ نطق و طعم و دندانہا ز کار
جھریوں سے چہرہ گوہ کی کمر کی طرح	گویائی اور ذائقہ ختم اور دانت بیکار

از تشنج الخ۔ یعنی تشنج کی وجہ سے منہ گوہ کی پشت کی طرح ہے اور زبان اور مزہ اور دانت بیکار ہو گئے ہیں۔

پشت دوتا گشتہ دل ست و تپاں	تن ضعیف و دست و پا چوں ریسماں
کمر دوہری دل ست اور لرزاں	جسم کمزور ہاتھ پیر دھاگا جیسے

پشت دوتا گشتہ الخ۔ یعنی کمر دوہری ہو گئی اور دل ست اور سوزناک اور بدن ضعیف اور ہاتھ پاؤں تاگے کی مانند۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بر سر رہ زاد کم مرکوب سست	غم قوی و دل تنگ تن نا درست
راستہ پر توشہ تھوڑا سواری سست	غم بھاری دل کمزور جسم بگڑا ہوا

بر سرِ رہ الخ۔ یعنی راستہ کے سر پر اور زادراہ کم اور سواری سست اور غم زیادہ اور دل بودا اور بدن نادرست ہے۔

خانہ ویراں کار بے ساماں شدہ	دل ز افغاں ہمچو نائی انباں شدہ
گھر تباہ کام بے سہارا	دل فریاد سے مشک والی بین کی طرح

خانہ ویران الخ۔ یعنی گھر ویران اور کام بے سامان ہو گیا ہے اور دل نے انبان کی طرح پر افغان ہو رہا ہے انبان مشک کی بین کو کہتے ہیں جو کہ اکثر جوگیوں کے پاس ہوتی ہے اس میں منہ سے ہوا بھر کر بغل سے دباتے ہیں تو اس سے آواز سریلی نکلتی ہے۔

عمر ضائع سعی باطل راہ دور	نفس کاہل دل سیہ جاں ناصبور
عمر برباد کوشش بیکار راستہ دراز	نفس سست دل کالا جان بے صبر

عمر ضائع الخ۔ یعنی عمر ضائع اور کوشش بیکار اور راستہ دور اور نفس کاہل اور دل سیاہ اور جان بے صبری۔

موئے بر سر ہمچو برف از بیم مرگ	جملہ اعضا لرز لرزاں ہمچو برگ
موت کے ڈر سے سر پر بال برف جیسے	تمام اعضاء پتے کی طرح سخت لرزاں

موئے بر سر الخ۔ یعنی سر کے بال موت کے خوف کی وجہ سے برف کی طرح سفید اور تمام اعضاء پتے کی طرح کانپتے ہوئے۔

روز بے گہ لاشہ لنگ و رہ دراز	کارگہ ویراں عمل رفتہ ز ساز
دن بے وقت گدھا لنگڑا اور راستہ دراز	کارخانہ ویران عمل ناکارہ

روز بیگہ الخ۔ یعنی دن بے وقت اور سواری لنگڑی اور راستہ دور کا اور کارخانہ (تن) ویران اور کام ہاتھ سے گیا ہوا۔ یعنی کام کے سنبھالنے کی قوت اور قدرت نہیں ہے۔

بیخہائے خوئے بد محکم شدہ	قوت برکندن آں گم شدہ
بری عادتوں کی جڑ مضبوط	اس کے اکھاڑنے کی طاقت گم

بیخہائے خوئے الخ۔ یعنی بری خصلتوں کی جڑیں محکم ہو گئی ہیں اور ان کے اکھاڑنے کی قوت کم ہو گئی ہے مطلب یہ کہ یہ ساری حالتیں بڑھاپے میں ہو جاتی ہیں کہ انسان بالکل بے کار محض ہو جاتا ہے اور اس میں جس طرح دواعی شر نہیں رہتے اسی طرح دواعی خیر بھی نہیں رہتے اور وہ خصائل بد پختہ ہوتے ہوتے خوب جڑ پکڑ جاتے ہیں اور یہ حضرت ضعیف اور کمزور ہو گئے ہیں ان میں مجاہدات و ریاضات کی قوت نہیں ہے بس وہ ساری

www.besturdubooks.wordpress.com

حالتیں خوب مضبوط ہو جاتی ہیں اور اس طرح ایک روز موت آ جاتی ہے اور پھر کچھ بنائے نہیں بنتا۔ اس لئے اس دو روزہ جوانی کو غنیمت جانو اور اس میں جو کرنا ہے کرلو۔ ورنہ پھر پچھتاؤ گے خوب سمجھ لو۔

فرمودن والی شخص را کہ خاربن کہ نشاندۂ از سرِ راہ مردماں برکن وعذر آوردن او

حاکم کا ایک شخص سے کہنا کہ کانٹوں کا جھاڑ جو تو نے بویا ہے لوگوں کے راستہ سے اکھاڑ دے اور اس کا عذر کرنا

ہمچو آں شخص درشت خوش سخن	درمیان رہ نشاند او خار بن
اس باتونی سنگدل انسان کی طرح	جس نے راستہ میں کانٹوں کا جھاڑ بویا

حکایت ہمچو آن الخ۔ یعنی مثل اس سخت آدمی کے جو کہ شیریں سخن تھا کہ اس نے راستہ کے درمیان میں ایک کانٹے دار درخت کی جڑ لگائی تھی۔ مطلب یہ کہ جو شخص خصائل بد کا ازالہ نہیں کرتا اور وہ پختہ ہو جاتی ہیں تو پھر کچھ بنائے نہیں بنتا۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شخص تھا جو چرب زبان تو خوب تھا اور اس نے ایک کانٹے دار دخت راستہ میں لگا دیا تھا اور اس کو اکھاڑتا نہ تھا آگے اس کی پوری حکایت کو بیان فرماتے ہیں

رہ گذریانش ملامت گر شدند	پس بگفتندش بکن آنرا نکند
راستہ چلنے والے اس کو ملامت کرتے	اس نے کہا اس کو اکھاڑ اس نے نہ اکھاڑا

رہگذر الخ۔ یعنی راستہ چلنے والے اس کو ملامت کر رہے تھے اور اس کو کہتے تھے کہ اس کو اکھاڑ دے اور وہ نہ اکھاڑتا تھا۔

ہر دمے آں خاربن افزوں شدے	پائے خلق از زخم آں پرخوں شدے
ہر وقت وہ جھاڑ بڑھتا رہا	لوگوں کے پیر اس کے زخم سے خون آلود ہوتے

ہر دمے الخ۔ یعنی وہ کانٹے کی جڑ ہر دم بڑھتی تھی اور مخلوق کے پاؤں اس کے زخم سے پرخون ہوتے تھے اس طرح انسان میں خصائل بد ترقی پذیر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے مخلوق کو تکالیف ہوتی ہیں۔

جامہائے خلق بدریدے زخار	پائے درویشاں بخستے زار زار
کانٹوں سے لوگوں کے کپڑے پھٹتے	غریبوں کے پیر خوب زخمی ہوتے

جامہائے الخ۔ یعنی مخلوق کے کپڑوں کو کانٹوں سے پھاڑتا تھا اور درویشوں کے پاؤں خوب اچھی طرح زخمی ہوتے تھے۔

چونکہ حاکم را خبر شد زیں حدیث	یافت آگاہی ز فعل آں خبیث
جب حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی	اس خبیث کے کام سے واقف ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ حاکم الخ ۔ یعنی جبکہ حاکم کو اس بات کی خبر ہوئی اور اس خبیث کے کام کی خبر پائی ۔

چوں بجد حاکم بدو گفت ایں بکن	گفت آرے بر کنم روزیش من
جب حاکم نے تاکید سے اس سے کہا اس کو اکھاڑ دے	بولا ہاں کسی دن میں اس کو اکھاڑ دوں گا

چون بجد الخ ۔ یعنی جب حاکم نے اس کو تاکید سے کہا کہ اس کو اکھاڑ دے تو کہا کہ ہاں ایک دن اس کو اکھاڑ دونگا ۔ اس طرح انسان بھی خصائل بد کے ازالہ میں تاخیر کرتا ہے تو پھر پچھتاتا ہے ۔

مدتے فردا و فردا وعدہ داد	شد درختے خار او محکم نہاد
ایک زمانہ تک کل اور کل کا وعدہ کرتا رہا	وہ خار دار درخت مضبوط جڑ کا ہو گیا

تے فردا الخ ۔ یعنی ایک زمانہ تک کل پرسوں کا وعدہ کرتا رہا اور اس کے درخت کا کانٹا خوب مضبوط جڑ کا ہو گیا ۔

گفت روزے حاکمش اے وعدہ کژ	پیش آ در کار ما واپس مغو
ایک روز حاکم نے اس سے کہا اے وعدہ خلاف!	ہمارے (کہے ہوئے) کام میں پیش قدمی کر واپس نہ جا

گفت روزے الخ ۔ یعنی ایک روز حاکم نے اس سے کہا کہ اے کج وعدہ ہمارے کام میں جلدی کر اور واپس مت جا یعنی دیر مت کر جلدی سے اس کو اکھاڑ دو ۔

گفت الایام یا عم بیننا	گفت عجل لا تماطل دیننا
بولا زمانہ نے ہم میں دوری پیدا کر دی	اس (حاکم) نے کہا جلدی کر ہمارے قرض میں ٹال مٹول نہ کر

گفت الایام الخ ۔ یعنی اس شخص نے کہا کہ اے چچا ہمارے درمیان میں تو بہت دن ہیں (جلدی کیا ہے اکھاڑ دونگا) تو حاکم نے کہا کہ جلدی کر اور ہمارے فرض کو ٹال مت بلکہ جلدی سے حکم کی تعمیل کر ۔

تو کہ می گوئی کہ فردا ایں بداں	کہ بہر روزے کہ می آید زماں
تو جو کہتا ہے کہ "کل" یہ سمجھ لے	کہ ہر دن جو وقت بھی آتا ہے

تو کہ میگوئی الخ ۔ یعنی حاکم نے کہا کہ تو جو کہتا ہے کہ کل کو (اکھاڑ دونگا) تو یہ جان لے کہ جتنے دن تک کہ زمانہ گزرتا ہے وہ درخت بد خوب جوان ہو رہا ہے اور یہ اکھاڑنے والا بڈھا اور مضطر ہو رہا ہے یعنی تو تو ضعیف ہو رہا ہے اور وہ خوب قوی ہو رہا ہے اس طرح انسان کی بری خصلتیں تو خوب محکم اور مضبوط ہوتی ہیں اور وہ بوڑھا اور کمزور ہوتا ہے تو انکا ازالہ نہیں کر سکتا ۔

لہذا بہ نسبت جوانی کے بڑھاپا زیادہ قابل خیال اور توجہ ہے کہ اس میں انسان قریب بیکار کے ہو جاتا ہے ۔

آں درخت بد جواں تر می شود	ویں کنندہ پیر و مضطر می شود
وہ خراب درخت زیادہ جوان ہوتا جاتا ہے	اور یہ اکھاڑنے والا بوڑھا اور مجبور ہوتا جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خاربن الخ۔ یعنی کانٹے کا درخت تو قوت میں اور بڑھنے میں ہے اور اس کو اکھاڑنے والا سستی اور گھٹنے میں ہے۔

خار بن در قوت و برخاستن	خار کن در سستی و درکاستن
خار دار درخت قوت اور بلند ہونے میں ہے	کانٹے اکھاڑنے والا سستی اور گھاٹے میں ہے
خاربن ہر روز و ہر دم سبز و تر	خارکن ہر روز زار و خشک تر
خار دار درخت ہر دن اور ہر وقت سبز و تازہ ہے	کانٹے اکھاڑنے والا ہر دن کمزور اور زیادہ خشک ہوتا جاتا ہے

خاربن ہر روز الخ۔ یعنی کانٹے کا درخت تو ہر دم اور ہر دن زیادہ سرسبز ہوتا ہے اور اکھاڑنے والا ہر روز خشک ہوتا ہے اور ضعیف ہوتا ہے۔

او جواں تر می شود تو پیر تر	زود باش و روزگار خود مبر
وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بوڑھا	جلدی کر اور اپنا وقت ضائع نہ کر

او جوان الخ۔ یعنی وہ زیادہ جوان ہو رہا ہے اور تو زیادہ بوڑھا ہو رہا ہے تو جلدی کر اور اپنے زمانہ کو ضائع مت کر۔

خاربن داں ہر یکے خوئے بدت	بارہا در پائے خار آخر زدت
اپنی ہر بری عادت کو خاردار درخت سمجھ	بارہا کانٹا تیرے پیر میں چبھا ہے

خاربن الخ۔ یعنی تم کانٹے کا درخت اپنی ہر بری خصلت کو جانو کہ آخر بہت مرتبہ کانٹا تمہارے پاؤں میں بھی لگا ہے یعنی ان خصائل بد سے تم بھی پشیمان ہوئے ہو۔

بارہا بر فعل خود نادم شدی	بر سر راہ تحیر آمدی
تو بارہا اپنے فعل پر نادم ہوا ہے	تو حیرانی کے راستہ پر آیا ہے
بارہا از خوئے خود خستہ شدی	حس نداری سخت بے حس آمدی
تو بارہا اپنی عادت سے زخمی ہوا ہے	تجھے احساس نہیں ہے تو سخت بے حس ثابت ہوا ہے

بارہا از فعل الخ۔ یعنی تو بارہا اپنے فعل بد سے نادم ہوا ہے اور راہ ندامت پر آیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ اکثر غصہ وغیرہ کی وجہ سے انسان نادم ہوتا ہے۔

گر زخستہ کردن دیگر کساں	کہ ز خلق زشت تو ہست آں رساں
اگر دوسروں کو زخمی کرنے سے	جو کہ تیرے برے اخلاق سے (وہ زخم) لگے ہیں

گر زخستہ الخ۔ یعنی کہ اگر تم دوسرے لوگوں کے زخم سے کہ جو تمہارے برے اخلاق کی نشانی ہے غافل ہو تو آخر اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہو اور تو اپنا بھی اور دوسرے کا بھی عذاب وہ ہے یعنی تجھ سے خود تجھے بھی کلفت ہوتی ہے اور دوسرے لوگوں کو بھی برے اخلاق کی وجہ سے ضرر ہوتا ہے لہٰذا ان اخلاق ذمیمہ کا ازالہ کرو

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے اس ازالہ کے طریقہ بتاتے ہیں کہ

غافلی بارے زرخم خود نہ	تو عذاب خویش و بر بیگانہ
تو غافل ہے لیکن اپنے زخم سے تو (غافل) نہیں ہے	تو اپنے لئے اور دوسروں کے لئے عذاب ہے
یا تبرگیر و بہ بن مردانہ زن؟	تو علیؓ دار ایں در خیبر بکن
یا کلہاڑا لے اور بہادروں کی طرح (جڑ پر) مار	تو علیؓ کی طرح خیبر کے اس دروازہ کو اکھاڑ دے

یتبر برداراالخ۔ یعنی یا تو تبر اٹھا کر مردوں کی طرح مارو اور حضرت علی کی طرح در خیبر کو اکھاڑ دو ورنہ حضرت صدیق اور فاروق رضی اللہ عنہما بزرگ کی طرح دوسروں کا طریقہ اختیار کرو اور یا پھول کے درخت سے اس کانٹے کو ملا دو اور اس آگ کو نور سے ملا دو۔ مطلب یہ کہ جب ان اخلاق ذمیمہ کا ازالہ ضروری ہے تو اس کی توجہ میں اختلاف استعداد طالبین کے کئی طریقے ہیں اول تو طریق ولایت ہے وہ یہ کہ خوب مجاہدات وریاضات کرو اور مخلوق سے الگ رہو اور بس حق کی طرف متوجہ ہو جاؤ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقام تھا اور اگر تمہاری استعداد اس کے مناسب نہ ہو بلکہ اس سے عالی ہو تو پھر دوسرا طریقہ اختیار کرو جو کہ طریقہ نبوت ہے کہ نہ تو زیادہ مجاہدات وریاضات کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ مخلوق سے الگ رہنے کی ضرورت ہے بلکہ وہ متوجہ بہ مخلوق للحق رہتے ہیں اور یہ مقام حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کا تھا اور اگر نہ اسکی استعداد ہے اور نہ اس کی تو پھر بھی کرو کہ اپنے کو کسی سے متعلق کرو۔ اور کسی کی خدمت کرو کہ اس سے ملنے اور تعلق پیدا ہونے سے تم بھی خالی نہ رہو گے۔ خوب سمجھ لو اب یہاں اس میں اختلاف ہوا کہ آیا طریق ولایت افضل ہے یا طریق نبوت۔ بعض لوگ تو طریق ولایت کو افضل کہتے ہیں اور بعض نبوت کو مگر محققین طریق نبوت ہی کو افضل کہتے ہیں اس لئے کہ طریق نبوت تو فیض رساں زیادہ ہے اور طریق ولایت صرف اس شخص کے لئے نجات دلانے والا ہے لہٰذا وہی افضل ہوگا مگر جو لوگ کہ ولایت کو افضل کہتے ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ جب ولایت افضل ہے تو ولی بھی نبی سے افضل ہوگا حاشا وکلا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ نبی میں دونوں چیزیں موجود ہیں اس لئے ولی کس طرح افضل ہو سکتا ہے۔ ہاں یہ طریق اور درجہ افضل ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی سے ولی افضل ہو۔ فافہم۔ چونکہ اوپر کہا ہے کہ اگر نہ طریق ولایت کی استعداد ہے اور نہ نبوت کی تو کسی سے تعلق پیدا کر لو۔ لہٰذا اب آگے اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ

ورنہ چوں صدیق و فاروق مہیں	ہیں طریق دیگراں را بر گزیں
ورنہ (حضرت) صدیقؓ اور بزرگ فاروقؓ کی طرح	خبردار! دوسروں کا طریقہ اختیار کر
یا بگلبن وصل کن ایں خار را	وصل کن با نار نور یار را
یا اس کانٹے کو بوٹے کے ساتھ ملا لے	آگ کو دوست کے نور کے ساتھ وابستہ کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ نور او کشد نار ترا	وصل او گلشن کند خار ترا
تا کہ اس کا نور تیری آگ کو بجھا دے	اس کا ملنا تیرے کانٹے کو گلستاں بنا دے

تا کہ نور او الخ۔ یعنی تا کہ اس کا نور تیری نار کو بجھا دے اور اسکا وصل تیرے خار کو پھول کا درخت کر دے مطلب یہ کہ کسی کامل اور عارف سے تعلق پیدا کرے تو اس کا نور تیری آتش شہوت و غضب کو بجھا دے گا اور اخلاق ذمیمہ کو حمیدہ سے بدل دے گا۔

تو مثال دوزخی او مومن ست	کشتن آتش بمومن ممکن ست
تو دوزخ جیسا ہے وہ مومن ہے	مومن کے ذریعہ آگ بجھانا ممکن ہے

تو مثال الخ۔ یعنی تو دوزخ کی مثل ہے اور وہ (کامل اور عارف) مومن کی طرح ہے تو آگ کو مومن سے بجھا سکتے ہیں یہ اشارہ ہے ایک حدیث کی طرف جس میں ہے کہ جب مومن دوزخ کے اوپر کو گزر گیا تو دوزخ کہے گی کہ جز یا مومن فان نورک اطفاء ناری یعنی اے مومن جلدی سے گزر جا کہ تیرے نور نے میری آگ کو مدہم کر دیا ہے پس جب کہ مومن کی برکت سے نار جہنم سرد ہو جاتی ہے تو نار شہوت و غضب کیوں نہ سرد ہو گی آگے خود صاف طور پر حدیث ہی کو بیان فرماتے ہیں کہ

مصطفیٰ فرمود از گفت جحیم	کو بمومن لابہ گر گردد زبیم
مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے دوزخ کی گفتگو نقل فرمائی ہے	کہ وہ خوف سے مومن کی خوشامد کرے گی

مصطفےٰ فرمود الخ۔ یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوزخ کا قول (نقل) فرمایا ہے کہ وہ دوزخ مومن سے ڈر کے مارے خوشامد کرتی ہے اور اس سے کہے گی کہ اے شاہ صاحب ذرا جلدی سے گزر جایئے کہ آپ کے نور نے میری آگ کے سوزش کو اڑا دیا ہے۔ پس اس طرح وہ شیخ کامل اپنے متعلقین کے نار شہوت و غضب کو بجھا دیتا ہے اور اس کے نور اور فیض کے سامنے سب ہیچ اور کالعدم معلوم ہوتے ہیں۔ آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ

گویدش بگذر زمن اے شاہ زود	ہیں کہ نورت سوز نارم را ربود
اس سے کہے گی اے شاہ! میرے پاس سے جلد چلا جا	دیکھ! تیرے نور نے میری آگ کی گرمی ختم کر دی
پس ہلاک نار نور مومن ست	زانکہ بے ضد دفع ضد لایمکن ست
تو مومن کا نور آگ کی تباہی ہے	کیونکہ مقابل کے بغیر مقابل کا دفاع کرنا ناممکن ہے

پس ہلاک الخ۔ یعنی بس ہلاکت نار کی مومن کا نور ہے اس لئے کہ بے ضد کے دوسرے ضد کو دفع کرنا غیر ممکن ہو تو چونکہ نار شہوت و غضب کی ضد نور مومن ہے لہٰذا اس سے تعلق پیدا کر لو تب یہ سارے اخلاق ذمیمہ اس کی برکت سے دور ہو جائیں گے پھر یہی فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نار ضد نور باشد روز عدل	کاں زقہر انگیختہ شد دیں زفضل
انصاف کے دن آگ نور کی ضد ہو گی	اس لئے کہ وہ غضب سے بھڑکی ہے اور یہ مہربانی سے

نار ضد نور الخ۔ یعنی قیامت کے دن آگ نور کی ضد ہو گی (جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نور کی وجہ سے نار بجھے گی) اس لئے کہ وہ قہر ناشی ہوئی ہے اور یہ فضل سے اور ان دونوں میں منافی ظاہر ہے بس ان دونوں کے مناشی میں بھی منافی ہوگی۔

گرہمی خواہی تو دفع شر نار	آب رحمت بردل آتش گمار
اگر تو آگ کے شر کو دفع کرنا چاہتا ہے	تو رحمت کا پانی آگ میں ڈال دے

گر تو میخواہی الخ۔ یعنی اگر تم اس نار کا دفع کرنا چاہتے ہو تو اس آگ کے اندر آب رحمت کو متوزر کر دو۔ مطلب یہ کہ اخلاق ذمیمہ کا ازالہ چاہتے ہو تو اس کی یہ ترکیب ہے کہ کسی کامل سے تعلق پیدا کرو کہ اس کی وجہ سے وہ سب زائل ہو جائیں گے کہ اس سے تعلق پیدا کرنا ایسا ہے جیسا کہ آگ پر پانی ڈال دینا اس لئے کہ اس مومن کے اندر کب رحمت موجود ہے اور وہ اس کے برکات اور فیوض ہیں آگے فرماتے ہیں

چشمۂ آں آب رحمت مومن ست	آب حیواں روح پاک محسن ست
اس آب رحمت کا چشمہ مومن ہے	محسن کی پاک روح آب حیوان ہے

چشمۂ آن الخ۔ یعنی اس آب رحمت کا چشمہ مومن ہے اور آب حیات اس محسن کی روح پاک ہے لہٰذا اس سے تعلق پیدا کرلو کہ جس سے حیات ابدی حاصل ہو جائے گی کہ اس کی روح پاک مثل آب حیات کے حیات بخش ہے۔

بس گریزانست نفس تو ازو	زانکہ تو از آتشی اوز آب جو
تیرا نفس اس سے بہت بھاگتا ہے	اس لئے کہ تو آگ کا (بنا ہوا) ہے وہ نہر کے پانی سے

بس گریزانست الخ۔ یعنی تیرا نفس اس سے بہت بھاگتا ہے اس لئے کہ تو آگ سے ہے اور وہ ندی کے پانی سے ہے مطلب یہ کہ چونکہ تیرے نفس کے اندر آتش وغضب واخلاق ذمیمہ بھرے ہوئے ہیں اور وہ شیخ ان کو بجھاتا اور فنا کرتا ہے اس لئے تیرا نفس اس سے بھاگتا ہے۔

زآب آتش زاں گریزاں می شود	کآتشش از آب ویراں می شود
آگ پانی سے اس لئے بھاگتی ہے	کہ اس کی سوزش پانی سے برباد ہو جاتی ہے

زاب آتش الخ۔ یعنی پانی سے آگ اس لئے بھاگتی ہے اس لئے کہ اس کی سوزش پانی سے ویران ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ نفس اس شیخ سے اس لئے بھاگتا ہے کہ وہ اس لذات وخواہشات کو دفع اور منعدم کر دے گا اس لئے بھاگتا ہے اور دوڑتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حس و فکر تو ہمہ از آتش ست	حس شیخ و فکر او نور خوش ست
تیرا حس اور فکر سب آگ سے (بنا) ہے	شیخ کا حس اور اس کا فکر عمدہ نور سے (بنا) ہے

حس تو الخ۔ یعنی تیری حس اور فکر تو آگ (کی وجہ) سے ہے اور شیخ کا حس اور فکر عمدہ نور ہے۔ مطلب یہ کہ عوام الناس احساسات اور افکار تو اخلاق ذمیمہ سے ناشی ہوتی ہیں اور وہ برے اثر پیدا کرتے ہیں اور شیخ کے افکار اور احساس چونکہ اخلاق حمیدہ سے ناشی ہیں اس لئے اس سے نیک اثر اور ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔

آب نور او چو بر آتش چکد	چلچک از آتش بر آید بر جہد
اس کے نور کا پانی جب آگ پر سے ٹپکتا ہے	آگ سے بجز بجز کی آواز آتی ہے (اور وہ) غائب ہو جاتی ہے

اب نور او الخ۔ یعنی جب اس کے نور کا پانی اس آگ پر گرتا ہے تو آگ سے چلچک پیدا ہوتی ہے اور جلدی سے الگ ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس شیخ کے برکات اور فیوض اس شخص کے اخلاق ذمیمہ پر اثر کرتے ہیں تو جس طرح پانی پڑنے سے لکڑی میں سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے اور پھر فوراً گل ہو جاتی ہے اسی طرح اس فیض و برکات سے سب اخلاق ذمیمہ دفع ہو جاتے ہیں چلچک اس آواز کو کہتے ہیں جو کہ جلی ہوئی لکڑی پر پانی ڈالنے سے ہوتی ہے۔

چوں کند چلچک تو گویش مرگ و درد	تا شود ایں دوزخ نفس تو سرد
جب وہ بجز بجز کرے تو اس سے کہہ (کہ تجھے) موت اور درد (نصیب ہو)	تاکہ تیرے نفس کی یہ دوزخ ٹھنڈی ہو جائے

چون کند الخ۔ یعنی جب وہ چلچک کرے تو اس سے کہو کہ دور ہو تا کہ یہ تیرے نفس کا دوزخ سرد ہو جائے مطلب یہ کہ جب شیخ کے برکات اور فیوض سے اخلاق ذمیمہ دفع ہونے لگیں تو تم بھی خیال کر کے اور کوشش کر کے ان کو ترک کر دو۔

تا نسوزد او گلستان ترا	پست نکند عدل و احسان تار
تاکہ وہ تیرے چمن کو نہ جلا دے	تیرے عدل اور احسان کو نہ گھٹا دے

تا نسوزد الخ۔ یعنی تا کہ وہ تمہارے باغ کو نہ جلائے اور تمہارے عدل و احسان کو پست نہ کر دے۔ مطلب یہ کہ اخلاق ذمیمہ کو دفع کرو اور ان کا ازالہ کرو تا کہ کہیں وہ تمہارے اعمال کے باغ کو بالکل تباہ و برباد نہ کر دے اور تمہارے اندر جو اخلاق حمیدہ ہیں کہیں ان کو زائل نہ کر دے اس لئے تم کو ضروری ہے کہ ان کا ازالہ کرو اور ان کو چھوٹی چیز نہ سمجھو۔

یک شرار زوے ہزاراں گلستاں	از یکے نے نام بینی نے نشاں
اس کی ایک چنگاری سے ہزاروں چمن ایسے ہیں	کہ تو ایک کا (بھی) نام و نشان نہ دیکھے گا

یک شرار الخ۔ یعنی ایک چنگاری اس کی ہزاروں باغوں کو جلا دے اور ایک ہی سے نام و نشان بھی باقی نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے۔ مطلب یہ کہ اگر اخلاق ذمیمہ کی ابتداء ہے اور وہ ابھی پختہ نہیں ہوئے ہیں بلکہ زیادہ پڑھے نہیں ہیں تب بھی ان کو کم مت سمجھو اس لئے کہ ایک خلق مذموم بھی تمام اعمال کو برباد و تباہ کردے گا۔ بس اول تو تم اس اخلاق ذمیمہ کی آگ کو بجھاؤ اسکے بعد پھر جو عمل کرو کہ وہ پانی ہوگا اور اس کا ثمر تم کو ملے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

بعد ازاں چیزے کہ کاری بردہد	لالہ و نسرین و سیسن بردہد
اس کے بعد تو جو بوئے گا نفع دے گا	لالہ اور سیوتی اور سیسن اگائے گا

بعد ازاں الخ۔ یعنی بعد اس کے تو جو کچھ بوئے گا وہ پھل لائے گا اور لالہ و نسرین اور سیسنبر دے گا۔ مطلب یہ کہ جب اخلاق ذمیمہ کا ازالہ ہوگیا تو اب جو عمل بھی کرو گے اس کے ثمرات تم کو حاصل ہونگے سیسنبر ایک گھاس ہے کہ جس کی خوشبو نعناع اور پودینہ کے درمیان ہوتی ہے۔ باسمین والیاء المعروف والسین والنون المخفی والیاء المفتوح ثم الراء المہملۃ۔ اب یہاں تک تو اس مضمون کو بیان کیا ہے کہ اخلاق ذمیمہ کا ازالہ اور باطن کی اصلاح ضروری ہے آگے پھر اس مضمون کی طرف کہ جوانی کو غنیمت سمجھو ورنہ بڑھاپے میں یہ گت بنے گی رجوع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

حکایت

ہمچو آں شخص درست الخ: اب مولانا حسب عادت نصیحت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح اس پیاسے کا اینٹیں اکھیڑنا وصل آب اور پانی تک پہنچنے کا سبب تھا یوں ہی طالب حق کے لئے سجدہ موجب قرب حق سبحانہ ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ واسجد واقترب کہ سجدہ کر اور مقرب بن جا۔ یاد رکھ کہ تیرا تن خاکی ایک عالی شان دیوار ہے جب تک یہ قائم رہے گی اور تو اس کی درستی اور تن پروری کو نہ چھوڑے گا اس وقت تک تجھے سجدہ حقیقی اور انقیاد کامل ناممکن ہے اور جب تک تو اس کی فکر سے رہائی نہ پائے گا اس وقت تک آب حیات حقیقی اور اصلی جان بخش ذات کا قرب حاصل نہیں کرسکتا اس لئے لازم ہے کہ تو اس دیوار کو اکھیڑے اور اس کی فکر چھوڑے اور چونکہ یہ بات بدون طلب کے نہیں ہوسکتی لہٰذا اول طلب پیدا کر پس طلب جس قدر شدید ہوگی فنائی تن اسی قدر جلد ممکن ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ آدمی جس قدر زیادہ پیاسا ہوتا ہے اتنی ہی جلدی اینٹیں اور ڈھیلے اکھیڑتا ہے اور جو شخص پانی کی آواز پر جتنا عاشق ہوتا ہے اتنی ہی جلدی وہ دیوار مانع سے بڑے بڑے ڈھیلے اکھیڑتا ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ پانی کی آواز سے نشہ میں سرشار ہوتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ اس نے گلے تک شراب بھر رکھی ہے اور سوائے گڑپ گڑپ کی آواز کے اور کوئی آواز ہی نہیں سنتا لہٰذا آدمی کی طلب جس قدر شدید ہوگی اسی قدر وہ ماسوی اللہ سے بے تعلق ہوگا اور اتنا ہی جلد موانع کو مرتفع کرے گا اور اتنا ہی جلد وہ تن

www.besturdubooks.wordpress.com

خاکی کو مٹائے گا چونکہ شدت طلب اور رفع موانع اوران کی مزاحمت موقوف ہے اعتدال مزاج اور قوت قوی پر اور یہ بات جوانی میں ہوتی ہے اس لئے جوانی کی قدر کرنی چاہئے۔ ارے مزے ہیں اس کے جو پہلے دنوں کو اور موسم شباب کو غنیمت جانے اور اپنا فرض اطاعت جو واجب الادا ہے پہلے ہی سے ادا کر دے جس زمانہ میں کہ اس کو قدرت اعمال بھی ہے۔ صحت واعتدال مزاج بھی ہے دل میں بھی زور وقوت ہے اور جوانی جو ایک سرسبز شاداب باغ کی طرح ہے اس کو بے تکلف اپنے منافع وثمرات سے ممتع کر رہی ہے یعنی قوت اور شہوت کے چشمہ رواں ہیں جس سے زمین جسم سرسبز ہے مکان آباد ہے اور چھت نہایت اونچی ہے ارکان وعناصر معتدل حالت میں ہیں کوئی گڑبڑ نہیں کسی قسم کی بندش نہیں ہر طرح انتفاع ممکن ہے آنکھ کی روشنی اور اعضا کی قوت قائم ہے محل مضبوط مکان روشن اور خس وخاشاک۔ پاک وصاف ہے غرض کہ جسم کی حالت ہر طرح قابل اطمینان اور راحت بخش اور مقصود اصلی کی معاون ہے۔ بیٹا دیکھ جوانی کو غنیمت جان سر جھکا اور حق سبحانہ کا مطیع ومنقاد بن اور بدن کی اینٹیں اور ڈھیلے اکھیڑ اور شہوات ولذات نفسانی کو چھوڑ قبل اس کے کہ بڑھاپے کا زمانہ آئے اور تیری گردن مونج کی رسی میں بندھ جائے اور اب تجھے وہ آزادی حاصل نہ رہے جو جوانی میں تھی۔ زمین تن کی مٹی شور ہو جائے عمارت تن سے مٹی جھڑنے لگے بینا وکمزور ہو جائے اور اس قابل نہ رہے کہ عمدہ گھاس پیدا ہو سکے اور اعمال صالحہ اس سے صادر ہو سکیں کیونکہ زمین شور میں ہرگز عمدہ گھاس نہیں جمتی۔ اور تن ست سے اعمال صالحہ نہیں ہو سکتے زور وشہوت کا پانی بھی بند ہو چکا ہے اس لئے وہ بھی مدد کو نہ پہنچا سکے گا اور وہ نہ اس قابل رہے گا کہ دوسروں کو نفع پہنچا سکے اور نہ اپنے سے خود ہی منتفع ہو سکے گا۔ بھوین وحجی کی طرح نیچے کو لٹک جائیں گی۔ آنکھ میں تراوٹ آ کر آنسوؤں کا ایک تار بندھ جائے گا جھریاں پڑ کر منہ گوہ کی پیٹھ کی طرح ہو جائے گا۔ نہ بولا جائے گا نہ کھایا جائے گا۔ دانت بیکار ہو جائیں گے۔ کمر ٹیڑھی ہو جائے گی۔ دل ست ہو جائے گا ضعف سے دھڑکن پیدا ہو جائے گی جسم کمزور ہو جائے گا۔ ہاتھ پاؤں سوکھ کر ری کی طرح ہو جائیں گے اور حالت یہ ہوگی کہ چلنے کے لئے تیار۔ زادراہ بہت قلیل سواری ست۔ غم اور فکر قوی۔ دل کمزور جسم خراب خانہ جسیم ویران۔ کام تر بتر دل آہ وفغان سے نالے ابتاں (باجہ) کی طرف لبریز کوشش بیکار' عمر برباد' سفر لمبا' نفس کاہل' دل سیاہ جان بے صبر بال سر پر برف کی طرح سفید۔ موت کے خوف سے تمام اعضاء تھر تھر پتے کی طرف کانپتے ہوئے۔ وقت بے وقت۔ سواری لنگڑی۔ سفر لمبا جائے عمل جسم ویران کام ناموافق اخلاق ذمیمہ کی جڑیں مضبوط۔ اکھیڑنے کی قوت کمزور۔ اس لئے اس کی مثال اس روکھے اور چکنی چپڑی باتیں کرنے والے کی سی ہوگی جس نے رستہ میں ایک درخت خاردار بو دیا تھا اور راہ گیر اس سے ملامت کرتے اور اکھیڑنے کو کہتے تھے تو اکھیڑتا نہ تھا وہ درخت خاردار ہر وقت بڑھتا تھا اور مخلوق کے پاؤں اس کے زخم سے لہولہان ہوتے تھے۔ فقیروں کے کپڑے کانٹوں میں الجھ کر پھٹتے تھے۔ بیچاروں کے ننگے پاؤں زخمی ہوتے تھے جبکہ حاکم کو اس واقعہ کی خبر ہوئی اور اس خبیث کے اس فعل ناشائستہ پر اطلاع ہوئی تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو اکھیڑنے کی فرمائش کی پس جب حاکم نے بتاکید حکم دیا کہ اس کو اکھیڑ ڈال تو اس نے کہا اچھا کسی وقت اکھیڑ ڈالونگا۔ ایک عرصہ تک آجکل آجکل کرتا رہا اور اسکا خاردار درخت خوب مضبوط اور قوی ہوتا گیا۔ ایک روز حاکم نے اس سے کہا کہ اے وعدہ خلاف ہمارے حکم کی فوراً تعمیل کر اور کچھ حیل وحجت مت کر۔ تو اس نے جواب دیا کہ حضور ابھی تو زمانہ پڑا ہوا ہے۔ حاکم نے کہا کہ نہیں جلدی کر اور تعمیل حکم میں ٹال مٹول نہ کر کہ پس بیٹا تو جو کہتا ہے کہ اعمال صالحہ آج نہیں کل کرونگا تو یاد رکھ کہ جوں جوں دن گزرتے ہیں تیری برائی کا درخت جوان ہوتا جاتا ہے اور اکھیڑنے والا یعنی تو بڈھا اور لاچار ہوتا جاتا ہے۔ درخت خارداری تو قوی ہوتا جاتا ہے اور اٹھان پر ہے اور اسکا اکھیڑنے والا یعنی تو کمزور ہوتا جاتا ہے اور ہر وقت گھٹنے میں ہے۔ درخت خاردار ہر دن بلکہ ہر لحظہ سرسبز ہوتا ہے اور اکھیڑنے والا یعنی تو لاچار اور خشک ہوتا ہے جس قدر وہ جوان ہوتا ہے اتنا ہی تو بڈھا ہوتا ہے۔ پس جلدی کر اور اپنا وقت ضائع نہ کر۔ یاد رکھ کہ تیری ہر خوئے بد ایک خاردار درخت ہے۔ وہ بارہا خود تیرے ہی پاؤں میں چبھتا ہے اور تجھے ہی تکلیف دی ہے چنانچہ تو بارہا اپنے فعل سے نادم ہوا اور سینکڑوں مرتبہ تو نے اپنی خصلت بد سے تکلیف اٹھائی ہے مگر اس پر بھی تجھے حس نہیں نہایت بے حس شخص ہے بھلے مانس اگر دوسروں کے زخمی ہونے سے جس کا سبب تیری خوئے بد ہے تو غافل ہے اور تجھے ان کی پرواہ نہیں تو اپنے زخم سے تو غافل نہیں۔ ارے کمبخت تو اپنے لئے بھی وبال ہے اور دوسروں کے لئے بھی تجھے چاہئے کہ تین باتوں میں سے علی الترتیب ایک بات کو اختیار کر لے۔ وہ باتیں یہ ہیں یا تبر بردار و مردانہ بزن الخ۔

یا تبر بردار و مردانہ: یا تو یہ کر کہ تبر اٹھا اور بہادری سے اس درخت خاردار کی جڑ میں مار اور اسے اس طرح نیست ونابود کر دے جس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے در خیبر کو نیست ونابود کر دیا تھا۔ اور اگر تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو صدیق اکبر اور فاروق اعظم کی طرح دوسری روش پر چل یعنی جس طرح صدیق اکبر اور فاروق اعظم باوجود یہ کہ شجاعت کاملہ وتدبیر تام اور ایمان کامل رکھتے تھے اور کوئی ظاہری سبب مانع فتح نہ تھا در خیبر کو اس لئے فتح نہ کر سکے کہ ان کے ہاتھوں اس کا فتح ہونا مقدر نہ تھا مگر انہوں نے اس کی فتح کی امکانی کوشش کی اس لئے جہاد میں شریک اور مستحق اجر ہوئے۔ یوں ہی تو اس کے اکھاڑنے کی کوشش کر پس اگر باوجود کوشش کے بھی وہ درخت خاردار جڑ سے نہ اکھڑ سکا تب بھی تو جہاد اکبر میں شامل سمجھا جائے گا اور مستحق اجر اور مقرب عند اللہ ہوگا۔ اس تقریر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی فضیلت شیخین پر لازم نہیں آتی اور نہ ان کے طریق مجاہدہ کا شیخین کے طریق مجاہدہ پر افضل ہونا لازم آتا ہے بلکہ بر تقدیر صحت واقعہ کے حضرت علی کا فضل جزئی شیخین پر لازم آتا ہے اور یہ شیخین کے فضل کلی کے منافی نہیں۔ وہو ظاہر۔ اس میں اشارہ ہے ان روایات کی طرف جن میں مذکور ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً ابوبکر کو جھنڈا دے کر بھیجا اس کے بعد حضرت علی کو بھیجا انہوں نے فتح کیا اور خیبر کو اکھاڑ کر پھینک دیا چنانچہ خصائص نسائی میں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اخبرنا احمد بن سليمان الرهاوی حدثنا عبيد الله اخبرنا ابن ابی ليلی عن الحكم عن المنهال عن عبدالرحمن ابن ابی الليلی عن ابيه قال يعلی وهو يسير معلان الناس قد انكرو امنک شيئا اتخرج فی البرد فی الملاء تين و تخرج فی الحرنی انحش والثوب الغليظ فقال لم تكن معانا بخيبر قال لی. قال بعث رسول الله صلی الله عليه وسلم ابابكر و عقدله لواء فرجع و بعث عمر و عقدله لواء فرجع فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم لاعظين الرائيه رجالا لحب الله ورسوله ويحبه الله ورسوله ليس بفرار فارسل الی وانا ارمد فتفل فی عينی فقال اللهم الفهاذی احزو البرو قال ماوجدت حرا بعد ذلک ولابردا (اخبرنا) محمد بن علی بن هشيها الله الواقدی قال اخبر نا معاذ بن خالد قابل اخبر نا الحسين بن واقعد عن عبدالله بن بريدة قال سمعت ابی بريدة يقول حاضر نا خيبر فاخذا الرائيه ابوبكر وها يصفح له فاخله من الغذ عمر فانصرف ولم يفتح له واصاب الناس شدة وجهدا فقال رسول الله صلی اللهعليه وسلم انی وافع لوائی غدا الی رجل لحيب الله ورسوله و ليبه الله ورسول لايرجع حتی يفتح له وبتنا طيبته انفسنا ان الفتح غذا فلما اصبح رسول الله صلی الله عليه وسلم صلی الغداة ثم جاء قائما فدعا باللواء والناس علی مصافهم فمامنا انسان له منزله عند الرسول صلی الله عليه وسلم صلی انعداة ثم جاء قائما فدعا باللواء والناس علی مصافهم فمامنا انسان له منزله عند الرسول صلی الله عليه وسلم وهو يرجوان يكون صاب اللواء و فتح الله عليه. قالو اخبر نا من تطاول اليها (قال بريده وانا من تطاول اليها) (اخبرنا)محمد بن بشار ربندار البصری اخبرنا محمد بن جعفر قال حدثنا عوف عن ميمون ابی عبدالله.

ان عبدالله ابن بريدة حدثه عن بريدة الاسلمی قال لما كان يوم خيبر نزل رسول الله صلی الله عليه وسلم تحصبن اهل خيبر اعطی رسول الله صلی الله عليه وسلم اللواء عمر فنهض فيه من نهض من الناس فلقوا اهل خيبر فانكشف عمرو اصحابه فرجعوا الی رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال رسول الله صلی الله عليه وسلم لاعظين الرائيه رجلا يحب الله ورسوله وليحه الله ورسوله فلما كان من الغداتضادر ابوبكر و عمر فدعا عليا وهوار مدقفل فی عينه و نهض معه من الناس من نهض فلقی اهل خيبر.

فاذا مرحب يرتجز ۔ قد علمت خيبر انی مرحب + شاكی السلاح بطل مجرب + اذاالليوث اقبلت تلهب + اطعن احيانا و حيناً اضرب + فاختلف هود علی ضربتين فضربه علی هامته حتی مفی السيف منها منتهیٰ راسه و سمع اهل العسكر صوت ضربته فماتتام اخر الناس مع علی حتی فتح لاوليهم. ميزان الاعتدال ميں هے. ابنانا ابن علانی انا الكندی حدثنا الشيبانی انا الخطيب حدثنا محمد بن عمر ابن بكيرانا علی بن احمد بن محمد بن فروح الوراق حدثنا محمد بن صابر حدثنا اسمعيل بن موسی حدثنا المطلب ابن زياد عن ليث عن ابی جعفر محمد بن علی عن جابر ان عليا حمل باب خيبر يوم اسفها وانهم جربوه

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ذلک فلم یحمله الاربعون رجلا هذا منکر رواه جماتهعن اسمعیل انتهی۔ مسند احمد میں ہے حدثنا عبداللہ حدثنی ابی ثنا یعقوب ثنا ابی عن محمد بن اسحق قال حدثنی عبدالله بن الحسن عن بعض اهله عن ابی رافع. مولی رسول الله صلی الله علیه وسلم خرجنا مع علی حین بعثه رسول الله صلی الله علیه وسلم برایته فلما و نامن الخصین جرح الیه اهله فقاتلهم فضربه رجل من یهود ف ا رح ترسه من یدو فتنا ول علی بابا کان عند الحصن فترس به نفسه فلم یزل فی یده وهو یقاتل حتی فتح الله علیه ثم القاه من یده حین فرغ فلقدرایتنی فی نضر مبعی سبعته اناثا منهم نجهد علی ان تقلب ذلک الباب فماتقلبه گو کو یہ روایات تنقید کے بعد میرے نزدیک قابل اعتماد نہیں اور ابوبکر صدیق وعمر فاروق کو جھنڈا دے کر بھیجنا ثابت نہیں چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں ولم تکن الرایته قبل ذلک لابی بکرولا لعمر ولا قریبها واحد منهما بل هذا من الاکاذیب ولهذا قال عمر فما اجنبت الامارة الایومئذو بات الناس کلیهم یرجون ان یعطاها.

اور خود الفاظ حدیث ہی بتا رہے ہیں کہ حدیثیں کسی کی تراشی ہوئی ہیں۔ گو اسنادیں کوئی متہم بالوضع نہیں مگر ایسے بھی نہیں کہ ان کی روایت قابل اطمینان ہو لولا غرابتہ القام لاشبعت الکلام۔ مگر مولانا استطرادی امور میں اس کی پرواہ نہیں کرتے کہ واقعہ کیا ہے۔ یہ توجیہ مجھے اقرب معلوم ہوتی ہے اس میں تفصیل علی کرم اللہ وجہہ علی الشیخین سے کوئی تعرض ہی ہیں کہ تاول کی فکر ہو یا تقدیم امر اول کے لئے کسی توجیہ کی ضرورت ہو دوسری وجہ یہ ہے کہ یا تبر بردار و مردانہ بزن الخ میں اشارہ ہے اختیار مسلک ولایت کی طرف اور ورنہ چون صدیق الخ سے اختیار مسلک نبوت کی طرف یعنی اول تو چاہیئے کہ یا تو طریق ولایت سے جو علی کرم اللہ وجہہ غالب تھا اکی بیخ کنی کرنے اور اگر شیخ کامل کی رائے میں اس سے مناسبت نہ ہو تو صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کی طرح مسلک نبوت کو اختیار کر جو دیگر سالکین کا مختار ہے غرض جیسی استعداد ہو مسلک ولایت وطریق نبوت میں یہ فرق ہے کہ مسلک ولایت میں خلق کی طرف عدم توجہی اور توجہ الی الحق غالب ہوتے ہیں اور مسلک نبوت میں توجہ الی الخلق للحق غالب ہوتی ہے جو کہ فی الحقیقۃ توجہ الی الحق ہی ہے۔ مسلک اول میں ملذذات وتنعمات اختلاط مع الخلق سے کامل نفرت ہوتی ہے اور مسلک ثانی میں بقدر ضرورت تلذذات وتنعمات سے للحق تمتع ہوتا ہے اور خلق کے ارشاد ہدایت کے لئے ان کیساتھ اختلاط ہوتا ہے لیکن معاصی سے احتراز کلی ہوتا ہے۔ مسلک اول بظاہر سخت ہے اور مسلک ثانی درحقیقت سخت طبائع واستعدادات مختلف ہوتی ہیں لہٰذا بعض کے مناسب مسلک اول ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک مسلک ثانی مولانا پر ظاہراً مسلک اول غالب تھا اور ذوقاً ان کے مناسب تھا اس لئے اول کو مقدم کیا ورنہ افضل واعلیٰ مسلک ثانی ہی ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ الولایۃ افضل من النبوۃ اس کی چند توجیہیں ہیں اول یہ کہ ولایت نبی نبوت نبی سے افضل ہے۔ نہ کہ ولایت ولی۔ دوم کہ ولایت مطلقاً نبوت سے افضل ہے مگر ولی نبی سے افضل نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ اس میں ولایت ونبوت دونوں ہیں اور اس میں صرف ولایت لیکن تحقیق یہی ہے کہ نبوت افضل ہے ولایت سے اس لئے کہ منشا تفصیل ولایت یہ تھا کہ ولایت میں توجہ الی الحق ہوتی ہے اور نبوت میں توجہ الی الخلق ۔ توجہ الی الحق افضل ہے توجہ الی الخلق سے مگر یہ منشاء ہی غلط ہے کیونکہ نبوت میں صرف توجہ الی الخلق نہیں ہوتی بلکہ توجہ الی الخلق للحق ہوتی ہے اور یہ عین توجہ الی الحق ہے اور اس توجیہ پر تفصیل مسلک ولایت مفضول علی مسلک النبوت الفاضل کا شبہ نہ کیا جائے گو وہ ایک تاول صحیح رکھتی ہے لیکن یہاں محض تقدیم ذکری سے تقدیم رتبی لازم نہیں آتی اور حضرت علیؓ پر مسلک ولایت کا غلبہ بناء علی ما ہو المسلم عند اہل الفن ہے گو بعض نے اس میں اس طرح کلام کیا ہے کہ سیرۃ علی کرم اللہ وجہہ سے ظاہر نہیں ہوتا کہ ان پر مسلک ولایت غالب تھا بلکہ تحقیق یہ ہے کہ شیخین پر زہد فی الدنیا بہ نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے غالب تھا۔ وان کانوا زاہدین رضی اللہ عنہم مگر خود زہد بھی دو قسم ہے ایک مشابہ زہد انبیاء کے مال میں ظاہراً دخیل ہو مگر باطناً اس سے کچھ تعلق نہ ہو دوسرا یہ کہ ظاہراً بھی اس سے تعلق کم ہو اور اس لئے اس کے بہت سے مصالح و منافع ساریہ الی الخلق کا افاضہ نہ کر سکے اور یہ زہد اولیاء ہے اور حضرات شیخین قسم اول میں بڑھے ہوئے تھے تیسری توجیہ یہ ہے کہ مجاہدہ دو قسم کا ہے ایک جلی دوسرا خفی اول مشابہ ہے طریق علی کے کہ قلعہ باب خیبر امر جلی ہے اور یہ مجاہدہ ہے ترک لذات و تنعمات کے ساتھ اور دوسرا مشابہ ہے طریق شیخین کے کہ اس میں سعی کی کوئی صورت ظاہر نہیں ہوتی مگر باطنی مقامات اس سے طے ہوتے ہیں اور یہ مجاہدہ ہے دقائق اعمال کی رعایت کے ساتھ جس کی کوئی ظاہر صورت نہیں مگر اول سے زیادہ دشوار ہے پس مولانا فرماتے ہیں کہ یا تو مجاہدہ جلی اختیار کرو جس طرح کہ قلعہ باب خیبر امر جلی تھا یا مجاہدہ خفی اختیار کرو کہ جس طرح شیخین کی کامیابی غزوہ خیبر میں خفی تھی کہ بظاہر کوشش بے نتیجہ تھی مگر حقیقت میں اپنے اندر ثمرات رکھتی تھی (تنبیہ) واضح ہو کہ یہ تشبیہ محض مجاہدہ کے جلی اور خفی ہونے میں ہے ورنہ کامیابی قلع خیبر اور ناکامی سے قطع نظر ہے۔ اب یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ ایک طریق کا حاصل کامیابی ہے اور دوسرے کا ناکامی۔ کیونکہ سعی باطنی کامیابی سے خالی نہیں ہوتی واللہ اعلم۔ والتوجیہ الذی اختارہ المحشون مطروح لایلتفت الیہ۔ یہ دونوں باتیں اگر تجھ سے نہ ہو سکیں اور نہ تو خصائل ذمیمہ کی بیخ کنی کر سکے اور نہ نفس کی مزاحمت پر قادر ہو تو یہی کہ اس خار کو درخت گل سے ملا دے اور اپنی آگ کی طرح مضر خصلتوں کے ساتھ نور باطنی شیخ کامل کو قرین کر۔ یعنی شیخ کامل کی خدمت میں پڑا رہ شاید بہ برکت صحبت شیخ ہی تو ان مضر خصائل سے نجات پا جائے۔ آگے مولانا اس کو بیان فرماتے ہیں۔

تا کہ نور او کشد: صحبت شیخ کی اس لئے ضرورت ہے تا کہ اس کا نور تیری آتش شہوت و غضب کو بجھا دے اور تجھے خصائل ذمیمہ سے نجات دے۔ یہ شبہ نہ کرنا کہ نور نار کو کیونکر بجھا دے گا اس لئے کہ تیری مثال دوزخ کی سی ہے کیونکہ تو آتش خصائل بد سے دوزخ کی طرح لبریز ہے اور وہ مومن ہے اور نور مومن کا آتش دوزخ کو بجھا دینا ممکن ہے نہ صرف ممکن بلکہ واقع ہے چنانچہ مخبر صادق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دوزخ کی گفتگو نقل فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخ خوف سے مومن کی خوشامد کرے گی اور کہے گی کہ حضور والا جلدی سے پل صراط سے گزر جائیں آپ کا نور میری سوز آتش کو فنا کئے دیتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آگ کی تباہی و بربادی مومن کے نور ہی سے ہوتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ نور ضد نار ہے اور ایک ضد کی مدافعت دوسری ضد ہی کر سکتی ہے اس کے بغیر ناممکن ہے رہی یہ بات کہ نور نار کی ضد کیونکہ ہے یہ اگرچہ پورے طور پر اس وقت سمجھ میں نہ آئے مگر قیامت میں اس کا مشاہدہ ہو جائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ آگ مظہر ہے آتش قہر الٰہی اور اس کے جلال کا اور نور مظہر ہے اس کے فضل و جمال کا۔ قہر و فضل اور جلال و جمال میں تضاد ظاہر ہے یوں ہی ان کے مظاہرین میں بھی تضاد لابدی ہے جبکہ یہ امر ثابت ہے کہ نور آگ کی ضد ہے اور ایک ضد بدوں دوسری ضد کے مدفوع نہیں ہو سکتی تو اگر تو چاہتا ہے کہ میں آگ کی مضرت سے محفوظ رہوں تو آب نور جو مظہر رحمت ہے اور جس کو اس بنا پر آب رحمت کہا جا سکتا ہے تو آگ کے اندر ڈال اور اس پانی کا پتا بھی ہم تجھ کو بتائے دیتے ہیں یہ پانی تجھ کو مومن کامل سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ اس کا سرچشمہ ہے اور اسکی روح پاک سراسر آب حیات ہے اس سے متمتع ہو چونکہ تو آب سے پر اور گویا آگ کا پتلا ہے اور مومن سراپا آب جوئے رحمت ہے اس لئے تیرا نفس اس سے بھاگتا ہے۔ یہی دلیل ہے اس کے سرچشمہ آب رحمت ہونے کی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ آگ پانی سے بھاگتی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کے اتصال میں آگ اپنی تباہی و بربادی محسوس کرتی ہے۔ یاد رکھ کہ تیری حس اور تیرا تفکر مصروف شہوات نفسانیہ ہونے کے باعث سراپا آتش ہے اور شیخ کی حس اور اسکا فکر مصروف حقائق الٰہیہ ہونے کے سبب سراپا نور ہے جب اس کے نور کا پانی تیری آگ پر پڑے گا اور ہمت شیخ اور برکت مرشد جب اس کے اطفاء کی طرف متوجہ ہو گی تو آگ آواز دے کر دم بھر میں رخصت ہو جائے گی جب اس میں سے آواز ر نکلے تو خوش ہو اور کہہ کہ تجھے درد مرگ نصیب اور مبارک ہو کیونکہ اسکا مرنا ہی بہتر ہے تاکہ آگ فنا ہو کر تیرا نفس سرد ہو جائے اور مطمئنہ بن جائے اور تاکہ وہ باقی رہ کر تیرے گلشن اعمال و ملکات فاضلہ کو بھسم نہ کر دے۔ اور تیرے عدل و احسان کو پست نہ کر دے کیونکہ اس کمبخت کی یہ خاصیت ہے کہ اعمال کی برکت کھو دیتی ہے اور ایسی بدبلا ہے کہ اس کی ایک چنگاری ہزاروں باغوں کو تہس نہس کر دیتی ہے پس جب یہ آگ فنا ہو جائے گی تو زمین صالح ہو جائے گی اور جوں تو بوئے گا پھلے پھولیں گی لالۂ و نسرین و سبزہ سبز پیدا ہونگے اور تیرے اعمال صالحہ ثمرات محمودہ سے بار آور ہونگے۔

شرح شبّیری

باز پہنائی رویم از راہ راست	باز گردائے خواجہ راہ ما کجاست
پھر ہم کشادہ اور سیدھے راستہ پر چلتے ہیں	اے جناب! واپس لوٹئے ہمارا راستہ کدھر ہے؟

باز پہنا الخ۔ پھر ہم چوڑی سڑک پر جاتے ہیں راہ راست کی اے خواجہ بولو کہ ہماری راہ کہاں ہے۔ مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ چونکہ یہ مضمون تو باطن سے متعلق تھا اس لئے دقیق تھا اور اہل باطن ہی کے کام کا تھا اور وہ پہلا مضمون عام فہم اور ہر شخص کے کام کا تھا اس لئے فرماتے ہیں کہ ہم اس مضمون کو چھوڑتے ہیں اور اس سیدھے سادے مضمون کی طرف رجوع کرتے ہیں آگے خود فرماتے ہیں کہ

اندریں تقریر بودیم اے خسور	کہ خرت لنگ ست و منزل دور دور
ہم یہ کہہ رہے تھے اے ٹوٹے میں پڑے ہوئے!	کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل بہت دور ہے

اندران الخ۔ یعنی اس تقریر میں تھے اے خاسر کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل بے انتہا دور ہے۔ یہ اشارہ ہے اس شعر کی طرف ہے جو اوپر فرمایا ہے کہ ع روز بیگہ لاشہ لنگ وره دراز + الخ یعنی ہم اس مضمون کو بیان کر رہے تھے آگے بھی اب وہی مضمون بیان کرتے ہیں

بار تو باشد گراں در راہ چاہ	کج مرو رو راست اندر شاہ راہ
تیرا بوجھ بھاری ہو گا راستہ میں کنواں ہے	ٹیڑھا نہ چل چوڑی سڑک پر سیدھا چل

بارتو باشد الخ۔ یعنی تیرا بوجھ بھاری ہے اور راستہ میں کنواں ہے تو تو کج مت چل سڑک پر سیدھا چل مطلب یہ کہ تمہارے گناہوں کا بوجھ بھاری ہے اور جنت کے راستہ میں دوزخ ہے اس لئے کہ سب اسی پر کو گزریں گے لہٰذا سیدھے سڑک سڑک چلو ورنہ کہیں کنویں میں گر پڑو گے۔

سال شصت آمد کہ در شستت کشد	راہ دریا گیر تا یابی رشد
ساٹھ سال ہو گئے تاکہ تجھے کانٹے میں پھندہ لیں	دریا (میں) کا راستہ اختیار کرتا کہ تو ہدایت حاصل کرے

سال شصت الخ۔ یعنی ساٹھ کا سن آگیا ہے کہ تم کو قید میں کھینچے تو تم دریا کی راہ لو تا کہ ہدایت پاؤ۔ یہ اشارہ ہے ایک قصہ مشہور کی طرف کہ ایک صیاد نے جال ڈالا اور اس تالاب میں تین مچھلیاں تھیں ایک عاقل اور دوسری کم سمجھ اور تیسری بے وقوف تو جب جال آیا تو وہ عاقل تو قعر دریا میں چلی گئی کہ جہاں جال پہنچ ہی نہ سکے اور وہ کم سمجھ گئی تو کہیں نہیں بلکہ جال میں پھنس گئی لیکن جب صیاد نے جال نکالا تو وہ مردہ بن گئی اس نے مردہ جان کر پھینک دیا وہ اچھی خاصی چلی گئی اور تیسری جو بے وقوف تھی وہ پھنسی اور خوب اچھلی کودی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوب کباب کر کے کھائی گئی تو یہاں مولانا فرماتے ہیں کہ اب ساٹھ برس کے ہو گئے ہو اور وہ زمانہ قریب آگیا ہے کہ تمہارا امتحان کیا جائے۔ لہٰذا یا تو ہمت کر کے اس عاقل مچھلی کی طرح عمل کرو اور مجاہدات و ریاضات کر لو اور اخلاق ذمیمہ کو دور کر دو تا کہ تم گمراہ نہ ہو۔ بلکہ ہادی ہو۔ ورنہ بری طرح پھنسو گے۔

آنکہ عاقل بود در دریا رسید	شد خلاص از دام و از آتش رہید
جو (مچھلی) سمجھدار تھی دریا (کی تہ) میں پہنچی	جال سے خلاصی ہوئی اور آگ سے چھوٹ گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ عاقل الخ۔ یعنی جو کہ عاقل تھی وہ تو دریا میں پہنچی تو جال سے چھوٹ گئی اور آگ سے بھی چھوٹ گئی۔

پس اس طرح تم بھی کام کرو اور راہ حق میں چلو اور مجاہدہ کرو۔ تو تم بھی نار دوزخ سے خلاصی پاؤ گے حق تعالیٰ کی قید گر ان سے چھوٹ جاؤ گے اور اگر اب بوجہ ضعف وغیرہ کے اس قدر ہمت نہیں رہی تو پھر دوسرا طریقہ بتاتے ہیں کہ

چونکہ بیگہ گشت وآں فرصت گذشت	مردہ گردو روسوئے دریاز دشت
چونکہ بے وقت ہوگیا اور وہ موقع نکل گیا	مردہ بنجا اور جنگل سے دریا کی جانب نکل جا

چونکہ بیگہ الخ۔ یعنی جبکہ بے وقت ہوگیا ہے اور وہ فرصت گزر گئی تو مردہ ہو جا اور خشکی سے دریا کی طرف چلا جا (اس لئے کہ صیاد نے مردہ جان کر پھر دریا ہی میں پھینک دیا تھا) مطلب یہ کہ اگر اعمال ومجاہدات اب نہیں ہو سکتے اور وقت بہت ہی کم رہ گیا ہے اور ضعف روبترقی ہے تو خیر اب یہ تو کرو کہ درجہ میں فنا حاصل کرلو اور حق تعالیٰ کے سامنے اپنی ہستی کو کالعدم کردو۔ کہ شاید اسی سے نظر رحم ہو جائے اور تمہاری پہلی سیئات کو بھی حسنات فرمائیں فرماتے ہیں کہ یبدل اللہ سیئاتہم حسنات۔ پس وہ فنا توبہ ہے خلاصہ یہ کہ اول درجہ تو یہ تھا کہ اعمال صالحہ کرتے اور مجاہدات کرتے اور اخلاق ذمیمہ اور اعمال سیئہ کو ترک کرتے لیکن اگر اس کی قوت اور ہمت نہیں ہے تو خیر دوسرا درجہ یہ ہے کہ سیئات کو ترک کردو نہ پڑھو تہجد نہ ہو بارہ تسبیح وغیرہ۔ مگر سیئات تو چھوٹ جائیں یہی بساغنیمت ہے اور اگر یہ بھی نہ کیا تو پھر تو اس تیسری مچھلی کی طرح آگ میں خوب مرنڈا بنو گے۔ والعیاذ باللہ۔ آگے خود فرماتے ہیں کہ

ورنہ درتابہ شوی بریاں بسے	ایں چنیں برخود کند ہرگز کسے
ورنہ تو توے پر خوب بھنے گا	ایسا اپنے لئے کوئی نہیں کرتا ہے

ورنہ درتابہ شوی الخ۔ یعنی ورنہ توے میں خوب بھنو گے۔ بھلا کوئی اپنے اوپر ایسا بھی کیا کرتا ہے مطلب یہ کہ گر اس عمر میں آ کر بھی سیئات سے باز نہ رہے تو پھر اس تیسری مچھلی کی طرح خوب اچھی طرح دوزخ میں کباب کئے جاؤ گے اور خوب جلو گے (اے اللہ بچا) اور بھلا کوئی اپنے واسطے ایسا کام بھی کیا کرتا ہے کہ جس سے نقصان ہو ہرگز نہیں۔ پھر بتاؤ تم کیوں ایسے کام کرتے ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

حال آن الخ۔ یعنی ان تین مچھلیوں کا اور اس ندی کا قصہ اس جگہ عبرت کے لئے کہا گیا ہے تو اس سے عبرت حاصل کرو۔

حال آں سہ ماہی وآں جوئبار	گفتہ شد اینجا برائے اعتبار
ان تین مچھلیوں اور اُس نہر کا قصہ	یہاں عبرت کے لئے کہا گیا ہے
فانتبہ ثم اعتبر ثم انتصب	واستعن باللہ ثم اجہد تصب
پس بیدار ہو جا پھر عبرت پکڑ پھر سیدھا ہو جا	اللہ سے مدد چاہو پھر کوشش کر پالے گا

فانتبہ الخ۔ یعنی پس ہوش میں آؤ پھر عبرت حاصل کرو تم مضبوط ہو جاؤ اور حق تعالیٰ سے مدد چاہو پھر کوشش کرو کہ پہنچ جاؤ گے مطلب یہ کہ اگرچہ وقت بہت ہی نا وقت ہو گیا ہے مگر اب بھی ہمارے ان اقوال کو سن کر ہوش

www.besturdubooks.wordpress.com

میں آ ؤ اور مضبوط ہو کر حق تعالیٰ سے مدد چاہو اور کام شروع کر دو۔حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ مدد فرمائیں گے۔پس تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے لہذا کوشش کرو۔کوشش کہ بغیر اس کے کام نہیں چلتا۔جب یہ مثل تم کو معلوم ہو گئی اور اوپر بتایا گیا کہ بڑھاپا آ گیا ہے اس لئے وقت عمل کم رہ گیا ہے آگے بھی اب اس کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ

سال بے گہ گشت ووقت کشت نے	جز سیہ روئی و فعل زشت نے
سال بے وقت ہو گیا بونے کا وقت نہیں ہے	سوائے کالا منہ ہونے کے اور برے کام کے کچھ نہیں ہے

سال بیگہ الخ۔یعنی سال بے وقت ہو گیا ہے اور کاشت کا وقت نہیں ہے اب سوائے سیاہ روئی اور برے افعال کے کچھ نہیں ہے اس لئے کہ جوانی میں جب بجز سیئات کے اعمال صالحہ کیے ہی نہیں تو پھر اب بڑھاپے میں بھی سیئات کے اور کیا ہو سکتا ہے لہذا اب تو خیال کرو اور ان ہی دو دن کو غنیمت جانو اور جو ہو سکے کرلو۔عمل نہ ہو سکے زبان سے توبہ ہی کرلو۔

کرم در بیخ درخت تن فتاد	بایدش برکند و بر آتش نہاد
جسم کے درخت کی جڑ میں دیمک لگ گئی ہے	اس کو دور کرنا اور آگ پر رکھ دینا چاہیے

کرم در بیخ الخ۔یعنی درخت بدن کے اندر دیمک لگ گئی ہے تو اس کو نکال کر آگ پر رکھ دینا چاہیے۔مطلب یہ کہ اعمال سئیہ روح کو کھا گئے ہیں اور اب بدن ضعیف ہو گیا ہے مگر خیر جو کچھ بھی بچ گیا ہے اور دو روزہ زندگی باقی ہے اور گھن سے جس قدر بچ گیا ہے اسی قدر عمل کرے اور ان کم بخت اخلاق ذمیمہ کو آگ دیدے (اے اللہ ہر مسلمان کو اس کی توفیق دے آمین)

ہیں وہیں اے راہ رو بیگاہ شد	آفتاب عمر سوئے چاہ شد
خبردار اور خبردار! اے مسافر بے وقت ہو گیا ہے	زندگی کا سورج کنویں کی جانب (روانہ) ہو گیا ہے

ہین وہین الخ۔یعنی ارے ای مسافر بے وقت ہو گیا ہے اور عمر کا آفتاب کنویں کی طرف چلا گیا ہے۔کنویں سے مراد گور ہے۔مطلب یہ کہ اب مرنے کے دن قریب آگئے ہیں اور جتنی عمر گزرتی ہے قبر سے قریب ہو تا جاتا ہے تو جو کچھ بھی وقت مل جائے غنیمت سمجھ اور بیکار مت بیٹھ کر منزل پر پہنچنا ہے۔

ایں دوروزک را کہ زورت ہست زود	پیر افشانی بکن از راہ جود
ان دو دنوں میں جبکہ طاقت ہے جلد	از راہ کرم بڑھاپے میں جوانی کا کام کر لے

این دوروزک الخ۔یعنی ان دونوں میں کہ تیرا زور ہے پت جھڑمت کر سخاوت کے طریقہ سے۔مطلب یہ کہ سخاوت میں آ کر ان ایام دوروزہ کو بھی مت کھو بیٹھنا۔اب بھی جس قدر قوت اور زور باقی رہ گیا ہے اس سے کام لو۔

ایں قدر تخمی کہ ماندستت بکار	تا در آخر بینی آں را برگ و بار
اتنا ہی بیج جو بچ گیا ہے بو دے	تاکہ آخرت میں تو اس کے پھل اور پتے دیکھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں قدر تخمی کہ الخ۔ یعنی جس قدر تخم کہ رہ گیا ہے اس کو بو دے تا کہ آخر میں تو پھول پھل دیکھے۔ مطلب یہ کہ جس قدر عمل کہ اس عمر دو روزہ میں کر سکتے ہو وہی کر لو شاید حق تعالیٰ اس ہی کو قبول فرمالیں۔ ان ایام کو غنیمت سمجھو فضول برباد مت کرو۔

ایں قدر عمرے کہ ماندست بہار	تر بروید زیں دو دم عمر دراز
جس قدر تیری عمر باقی رہی ہے اس کو بازی پر لگا دے	تا کہ ان دو سانسوں سے بڑی عمر اگ آئے
تا نہ مردست ایں چراغ با گہر	ہیں فتیلہ اش ساز و روغن زودتر
جب تک یہ جواہر دار چراغ بجھا نہیں ہے	خبردار بہت جلد اس کے لئے بتی اور تیل مہیا کرلے

تا نمردست الخ۔ یعنی جب تک کہ یہ چراغ یا گھر گل نہیں ہوا ہے تو اس کی بتی اور تیل جلدی سے درست کر دے۔ مطلب یہ کہ جب تک تھوڑی سی عمر بھی باقی ہے اور یہ چراغ ٹمٹما رہا ہے اس کو غنیمت جانو اور اعمال صالحہ کر لو شاید ان ہی اعمال سے روح میں روشنی اور تر و تازگی پیدا ہو جائے اور اب ٹالو مت۔

آفت تاخیر خیرات بفردا

اچھے کاموں کو کل پر مؤخر کرنے کی آفت

ہیں مگو فردا کہ فرداہا گذشت	تا بکلی نگذرد ایام کشت
خبردار "کل" نہ کہہ کیونکہ بہت سے کل گزر گئے	کہیں کھیتی کا زمانہ بالکلیہ نہ گزر جائے

ہیں مگو فردا الخ۔ یعنی ہاں (یہ) مت کہو (کہ) کل (کرلونگا) اس لئے بہت سے فردا گزر گئے ہیں تو کہیں یہ کھیتی کے دن بالکل ہی نہ گزر جائیں۔ مطلب یہ کہ اعمال کو ٹالو مت اس لئے کہ اس طرح ٹالتے ہوئے ایک مدت گزر گئی ہے اور کبھی بھی نصیب نہ ہوا پس اس طرح ایک روز موت کا فرشتہ سر پر آ کھڑا ہوگا اور اس روز کچھ بنائے نہ بنے گی کسی نے خوب کہا ہے کہ ہر شبے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم + باز چون فردا شود امروز را فردا کنم + یعنی ہر روز کہہ لیتا ہوں کہ کل کو اس کام کو ترک کر دونگا مگر جب کل ہوتی ہے تو کہتا ہوں کہ کل کو ترک کرونگا۔ ارے غافل اس طرح ساری عمر ختم ہو جائے گی اور کچھ بھی نہ ہو سکے گا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ کارے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر + زان پیشتر کہ بانگ بر آید فلاں نماند آگے اس ٹالنے کی خرابیاں بیان فرماتے ہیں۔

کام کے ٹالنے میں بہت آفتیں ہیں

پند من بشنو الخ۔ یعنی میری نصیحت سن کہ تن ایک بہت بڑی قید ہے اگر تم کو نئے کی رغبت ہے تو پرانے کو دور کرو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پندمی بشنو کہ تن بند قویست	کہنہ بیروں کن گرت میل نویست
میری نصیحت سن لے کہ جسم مضبوط قید ہے	پرانے کو چھوڑ دے اگر نئے کی خواہش ہے
لب بہ بندو کف پر زر بر کشاد	بخل تن بگذار پیش آور سخا
ہونٹ بند کر' سونے سے بھری مٹھی کھول دے	جسم کا بخل چھوڑ دے' سخاوت اختیار کر

لب بہ بند الخ۔ یعنی لب کو بند کرو اور ہاتھ سونے سے بھرا ہوا کھولو اور بدن کا بخل چھوڑو اور سخا کو آگے لا۔ مطلب یہ کہ بدن کے واسطے بخل مت کرو کہ اس کے خرچ کرنے سے اور کام میں لانے میں بخل مت کرو بلکہ اعمال میں کوشش کرو۔ آگے خود سخا سے مراد بتاتے ہیں کہ

ترک لذتہا و شہوتہا سخاست	ہر کہ در شہوت فروشد برنخاست
لذتوں اور شہوتوں کا چھوڑنا' سخاوت ہے	جو شخص شہوت میں ڈوبا' نہ ابھرا

ترک لذتہا الخ۔ یعنی لذتوں اور شہوتوں کو چھوڑنا سخاوت ہے اور جو شہوت میں چلا گیا وہ پھر نہیں اٹھا۔ مطلب یہ کہ ترک لذات اور شہوات ہی بدن کی سخاوت ہے۔

ایں سخا شاخست از سرو بہشت	وائے او کز کف چنیں شاخے بہشت
یہ سخاوت' جنت کے سرو کی شاخ ہے	اس پر افسوس ہے جو ایسی شاخ کو چھوڑ دے

این سخا الخ۔ یعنی سخا بہشت کے درخت کی ایک شاخ ہے اس پر افسوس ہے کہ جس نے ہاتھ سے ایسی شاخ چھوڑ دی۔ اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں ہے کہ السماء شجرۃ من اشجار الجنۃ اغصانہا متدلیات فی الدنیا الخ۔ کہ سخا ایک درخت ہے جنت کے درختوں میں سے اور اسکی ٹہنیاں دنیا میں لٹکی ہوئی ہیں۔ تو جب سخاء مال کی یہ فضیلت ہے تو بذل جان اور سخاء نفس کی فضیلت تو اس سے کہیں زیادہ ہوگی اور اس کا خرچ کرنا تو بہت افضل اعمال ہوگا لہٰذا خواہشات و شہوات نفس کو ترک کردتا کہ یہ فضیلت حاصل ہو آگے فرماتے ہیں کہ

عروۃ الوثقیٰ ست ایں ترک ہوا	برکشید ایں شاخ جاں را بر سما
خواہش نفسانی کو چھوڑنا' مضبوط رسّہ ہے	جان کی شاخ کو آسمان پر کھینچ لے جاتا ہے

عروۃ الوثقیٰ الخ۔ یعنی ترک خواہشات نفسانی ایک بہت مضبوط رسی ہے اور یہ شاخ جان آسمان پر کھینچے گی۔ مطلب یہ کہ چونکہ سخاوت درخت جنت کی ایک ٹہنی ہے تو اگر اس ٹہنی کو پکڑے رہو گے اور بذل نفس میں کوشش کرو گے تو آخر ایک دن یہی سخا تم کو مراتب عالی نصیب کرے گی۔

تا برد شاخ سخا اے خوب کیش	مر ترا بالا کشاں تا اصل خویش
اے خوش خصلت! تاکہ سخاوت کی شاخ	تجھے اوپر اوپر کھینچ کر اپنی اصل تک لے جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

نا برد شاخ الخ۔ یعنی اے خوب نہاد تا کہ وہ شاخ سخا تم کو اوپر اپنی اصلی کی طرف کھینچ لے جائے۔ مطلب یہ کہ اگر اعمال کرو گے تو آخر ایک دن مراتب عالیہ پاسکے جیسا کہ ظاہر ہے۔

شرح مبلیبی

پند من بشنو کہ الخ: اس سیدھے راستہ کو چھوڑ کر جس پر ہم ہنوز چل رہے تھے پھر ایک طرف کو مڑتے ہیں اے جناب آپ بھی رکیے اور دیکھیے کہ ہمارا رستہ جس پر ہمیں چلنا ہے کہاں ہے ہاں تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ تیرا گدھا لنگڑا ہے اور منزل مقصود دور ہے۔ تیرا بوجھ بھاری ہے۔ راستہ میں کنواں اور خطرہ ہے یعنی قوائے جسمانیہ کمزور ہو گئے ہیں اور کام بہت باقی ہے پس تو تیز حامت چل بلکہ صراط مستقیم پر سیدھا چل کیونکہ ایسی حالت میں سیدھی راہ پر چل کر پہنچنا تب تو وصول الی الحق بالکل ہی ناممکن ہو جائے گا دیکھ تیری عمر کے ساٹھ سال ہو چکے ہیں اور یہ تجھے کانٹے میں پھنسانا چاہ رہے ہیں یعنی مزید ضعف پہنچا کر بالکل بے قابو اور ناقابل عمل بنانا چاہتے ہیں اس وقت تیرا فرض ہے کہ اس دانا مچھلی کی طرح جو شست کے اندیشہ سے قعر دریا میں پہنچ گئی تھی اور اس ذریعہ سے شست میں پھنسنے سے محفوظ ہو گئی تھی اور آگ میں جلنے سے بچ گئی تھی جسکا مفصل قصہ دفتر چہارم میں آئے گا۔ تو بھی دریائے حقیقی یعنی حق سبحانہ کا رستہ لے اور اعمال صالحہ و مجاہدات کر۔ اس سے تو مہتدی ہوگا اور مہلکہ سے نجات پائے گا اور اگر اتنی بھی تو نہیں رہی ہے کہ اعمال و مجاہدات کر سکے اور وقت بے وقت ہو گیا ہے اور موقع ہاتھ سے نکل چکا ہے اور تو ضعف کے دام میں پھنس چکا ہے تو اس مچھلی کی طرح نا عاقبت اندیشی سے جال میں پھنس گئی تھی مگر اس نے اپنے کو مردہ بنالیا تھا اور شکاری نے اس کو مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا بعد کو وہ خشکی سے دریا میں پہنچ گئی تھی اور اس طرح وہ توے پر کباب ہونے سے بچ گئی تھی۔ تو بھی اپنے کو مردہ کر لے اور سیئات سے باز رہ اور خشکی سے دریا میں پہنچ جا یعنی حالت مصرۃ سے حالت نافعہ کو اختیار کر لے اگر تو اپنے کو مردہ نہ کرے گا اور تیسری نادان مچھلی کی طرح زندہ ہی رہے گا اور اعمال سیئہ سے بھی باز نہ آئے گا تو یاد رکھ کہ خوب ہی آگ میں جلے گا اس موقعہ پر ہم نے اشارۃً تین مچھلیوں اور دریا کا تذکرہ کر دیا ہے کہ تجھ کو غیرت ہو پس تو اب تو جاگ جا۔ اور عبرت حاصل کر اور ہماری نصیحت پر عمل کرنے کے لئے کھڑا ہو جا۔ خدا سے مدد چاہ اور کوشش کر انشاء اللہ تعالیٰ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ دیکھ تو ستّی سال بے وقت ہو چکا ہے اور کھیتی یعنی اعمال صالحہ کا وقت نہیں رہا ہے اور روسیاہی اور بدکرداری کے سوا اور کوئی بات نہیں ہے درخت جسم کی جڑ میں کیڑا لگ چکا ہے یعنی دن بدن اضمحلال ہوتا جاتا ہے اور بہت جلد فنا ہونے کو ہے پس اس وقت تیرا فرض ہے کہ اس درخت کو اکھیڑ کر آگ میں جلا دے اور اس کی فکر کو چھوڑ دے اور روح کی فکر کر ہاں اے مسافر راہ عدم یا راہ حق دیکھ وقت ناوقت ہو گیا ہے عمر کا سورج ڈوبنے کو ہے اور موت آنے کو ہے ان تھوڑے دنوں میں جو تیری عمر کے باقی ہیں از راہ سخاوت بہت جلد پر پرزے جھاڑ کر تیار ہو جا اور جس قدر بیج باقی ہے اسے بودے یعنی جس قدر اعمال صالحہ ہو سکیں کر لے تا کہ انجام

www.besturdubooks.wordpress.com

کارتوان کے ثمرات دیکھے اور جب چراغ روح کا گل نہیں ہوا ہے اور روح موت کے ذریعہ سے ناقابل تلافی اور اصلاح نہیں ہوئی ہے۔ بہت جلد تیل بتی درست کر کے اس کو روشن کر دے اور اس کی حکمت عارضیہ کو دور کر دے۔ ارے دیکھ کل کل مت کر کیونکہ بہت سی کلیں گزر چکی ہیں ایسا نہ ہو کہ بونے کا زمانہ اور عمل کرنے کا وقت پورا گزر جائے اور موت آ جائے تو میری نصیحت سن اور سمجھ کہ جسم وصول الی الحق کے لئے ایک نہایت سخت آڑ ہے پس اگر تجھے نئی زندگی یعنی حیات روحانی حاصل کرنے کی خواہش ہے تو اس روک کو اٹھا اور پرانی اور فرسودہ حیات جسمانی پر خاک ڈال اور ہونٹوں کو لایعنی باتوں سے بند رکھ کہ من سکت سلم و من سلم نجا امر مقرر ہے اور اپنا حیات جسمانی سے غنی ہاتھ کھول اور جسم کے متعلق جو تجھ میں بخل ہے کہ تو اس کا نقصان گوارا نہیں کرتا۔ اس کو چھوڑ اور سخاوت اختیار کر۔ اس کو مرضیات حق سبحانہ میں فنا کر عشق الٰہی میں گھلا اور لذات و شہوات کو ترک کر۔ کہ یہ وہ سخاوت ہے جس کا ہم نے حکم کیا ہے اور اس سخاوت کی اس لئے ضرورت ہے کہ جو شہوت و لذت و تن پروری میں مشغول ہوا بس پھر نہیں اٹھا اور تباہی ہو گیا یاد رکھ کہ سخاوت عجیب چیز ہے۔ یہ سرو بہشت کی ایک شاخ ہے۔ افسوس ہے اس کے حال پر جس نے ایسی شاخ چھوڑ دی اور اتباع ہوائے نفسانی کو چھوڑ دینا ایک مضبوط دستاویز ہے اور یہ شاخ جان کو عالم ناسوت سے عالم ملکوت کو کھینچ لے جاتی ہے اور اس عالم سے اس کی توجہ ہٹا کر اس طرف متوجہ کر دیتی ہے یا یوں کہو کہ جنت میں لے جاتی ہے جو کہ آسمان پر ہے۔ وہذا ہو الظاہر۔ جب تجھے سخاوت کی خوبی معلوم ہو گئی تو تو اس کو مضبوط پکڑ تا کہ تجھے اوپر کو یعنی اپنی اصل (جنت) کی طرف کھینچ لے جائے۔

شرح شبیری

یوسفِ حسنی و ایں عالم چو چاہ	ویں رسن صبرست بر امر الٰہ
تو حسن کا یوسف ہے اور یہ جہاں کنواں جیسا ہے	اور یہ رسی خدا کے حکم پر صبر کرنا ہے

یوسف حسنے الخ۔ یعنی تم ایک یوسف حسن ہو اور یہ عالم (دنیا) مثل کنویں کے ہے اور رسی احکام الٰہی پر صبر کرنا ہے۔

یوسفا آمد رسن دزن دو دست	از رسن غافل مشو بیگہ شدست
اے یوسف! رسی آ گئی ہے دونوں ہاتھ سے پکڑ لے	رسی سے غافل نہ ہو بے وقت ہو گیا ہے

یوسفا آمد الخ۔ یعنی اے یوسف رسی آئی ہے تو ہاتھ مار اور رسی سے غافل مت ہو کہ بے وقت ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ اے طالب تمہاری مثال تو ایسی ہے کہ جیسے یوسف علیہ السلام تھے اور یہ عالم کنواں ہے اور احکام الٰہیہ ہی ہیں تو جب تم احکام پر عمل کرو گے تو اس قید چاہ سے باہر ہو جاؤ گے لہٰذا اس سے غافل مت ہو اور جلدی سے رسی پکڑ لو آگے فرماتے ہیں کہ

حمد للہ کایں رسن آویختند	فضل و رحمت را بہم آمیختند
الحمد للہ کہ یہ رسی لٹکا دی ہے	فضل اور رحمت کو باہم ملا دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حمد للہ الخ۔ یعنی الحمد للہ کہ اس رسی کو لٹکا دیا ہے اور فضل اور رحمت کو آپس میں ملا دیا ہے مطلب یہ کہ خدا کا شکر کے کہ ہم کو توبہ کی تعلیم کر دی گئی ہے ورنہ اگر یہی حکم ہوتا کہ جب کوئی گناہ ہو جائے تو پھر اس کی معافی کی کوئی صورت ہی نہیں۔ تو پھر کیسی مشکل پڑ جاتی۔ مگر اب تو یہ حکم ہے کہ باز آ باز آ انچہ ہستی باز آ + صد بار اگر توبہ شکستی باز آ + این درگہ ما درگہ نومیدی نیست + گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ + لہٰذا ان احکام پر عمل کرو اور اس عالم کے جھگڑوں سے نکل جاؤ۔

دررسن زن دست بیروں روز چاہ	تا بہ بینی بارگاہ بادشاہ
رسی پکڑ لے کنویں سے نکل آ	تا کہ بادشاہ کے دربار کو دیکھے

دررش الخ۔ یعنی رسی کو پکڑ لو اور کنویں سے نکل جاؤ تا کہ بادشاہ کی درگاہ کی زیارت نصیب ہو۔ مطلب یہ کہ اعمال کرو کہ اس عالم کی خواہشات و مقتضیات سے باہر ہو کر حق تعالیٰ کا قرب حاصل ہو۔

تا بہ بینی عالم جان جدید	عالمے بس آشکار و ناپدید
تا کہ تو جان کے نئے عالم کو دیکھ لے	وہ عالم جو بہت واضح اور پوشیدہ ہے

تا بہ بینی الخ۔ یعنی تا کہ عالم روح کو جو کہ (تمہارے اعتبار سے) جدید ہے دیکھ لو اور اس عالم کو کہ ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ وہ عالم اس اعتبار سے کہ اصل وجود اسی کا ہے ظاہر ہے اور ہمارے اعتبار سے پوشیدہ ہے یعنی عالم غیب کو دیکھنا نصیب ہو اور اس کے برکات اور فیوض تم پر فائض ہوں۔

شرح حبیبی

یوسف حسنے تو این الخ: اچھا اب ہم تجھ کو دوسرے عنوانوں سے سمجھاتے ہیں تو یوسف حسن اور مصداق لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ہے اور یہ عالم تیرے لئے بمنزلہ کنویں کے ہے اور جس طرح یوسف علیہ السلام کے لئے کنویں میں رسی لٹکائی گئی تھی تیرے لئے بھی امر حق سبحانہ پر صبر کرنے اور اس طرح تحمل کرنے کی ناگواری کو برداشت کرنے کی رسی لٹکائی گئی ہے۔ پس اے یوسف تو اسی رسی کو پکڑ لے اور اس سے غافل نہ ہو کہ بے وقت ہو گی ہے۔ خدا کا بہت بڑا شکر ہے کہ اس نے یہ رسی لٹکا دی اور وصول کا ایک طریق مقرر کر دیا اور اپنی فضل و رحمت دونوں کو جمع کر دیا (اس کا رحمت ہونا تو ظاہر ہے اور فضل اس لئے کہ بلا استحقاق اور بلا معاوضہ ہے) پس تو اس رسی کو پکڑ کے اس کنویں سے نکل جا باہر نکل کر تو بارگاہ حق سبحانہ کا نظارہ کرے گا اور تجھے وہ دنیا عالم نظر آئے گا جو انوار و تجلیات حق سبحانہ سے جگ مگ کر رہا ہے اور جہاں ظلمت کا نام نہیں جس کو اس عالم اجسام کے مقابلہ میں عالم جان کہنا چاہیئے اور جسکی یہ شان ہے کہ جو اہل بصیرت کے لئے نہایت واضح اور غیر اہل بصیرت کے لئے نہایت بے نشان ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

ایں جہان نیست چوں غستاں شدہ	وآنجہان ہست بس پنہاں شدہ
معدوم جہان موجودات کی طرح ہوگیا ہے	وہ موجودہ جہان بہت پوشیدہ ہوگیا ہے

این جہان الخ۔ یعنی یہ جہان نیست تو مانند باغ کے ہورہا ہے اور وہ جہاں جو کہ (اصل میں) ہست ہے پوشیدہ ہورہا ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں بظاہر نقش ونگار معلوم ہوتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہستی بس اسی کی ہے اور جو جہاں کہ فی الواقع ہست ہے وہ پوشیدہ ہورہا ہے اور اس کو کوئی بھی نہیں دیکھتا۔ آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ

خاک بر بادست و بازی می کند	کژ نمائی پردہ سازی می کند
ہوا پر گرد ہے اور وہ ناچ رہی ہے	غلط نمائش اور پردہ پوشی کر رہی ہے

خاک بر بادست الخ۔ یعنی خاک ہوا پر ہے اور کھیل کرتی ہے اور کج نمائی اور پردہ سازی کرتی ہے مطلب کہ دیکھو جس طرح خاک جب ہوا پر اڑتی ہے جس کو بگولا کہتے ہیں تو خوب کھیل کرتی ہے اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ حرکت خاک ہی کی ہے مگر اصل میں دیکھو تو وہ حرکت ہوا کی ہے اور خاک محض تابع ہے اور اس پوشیدہ کا پردہ ہے پس جو شخص کہ صرف ظاہر بین ہے وہ تو اس خاک کو ہی دیکھ رہا ہے مگر حقیقت بین آنکھ یہی جانتی ہے کہ یہ حرکت ہوا ہی کی ہے۔

خاک ہمچوں آلتے در دست باد	باد را داں عالی و عالی نژاد
ہوا کے ہاتھ میں گرد ایک آلہ کی طرح ہے	ہوا کو برتر اور برتر اصل والا سمجھ

خاک ہمچون الخ۔ یعنی خاک ہوا کے ہاتھ میں مانند ایک آلہ کے ہے اور ہوا کو عالی اور عالی اصل جانو پس اسی طرح یہ عالم ظاہر عالم غیب کے سامنے مثل ایک آلہ کے ہے جس طرح چاہے وہ اس میں تصرف کرے۔ اس لئے کہ وہ اصل ہے اور یہ فرع ہے۔

چشم خاکی را بخاک افتد نظر	باد بیں چشمے بود نوع دگر
مٹی کی آنکھ کی گرد پر نظر پڑتی ہے	ہوا دیکھنے والی آنکھ دوسری قسم کی ہوتی ہے

چشم خاکی الخ۔ یعنی چشم خاکی کی نظر تو خاک ہی پر پڑتی ہے اور ہوا کو دیکھنے والی آنکھ تو اور ہی قسم کی ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس چشم ظاہر کی نگاہ تو اس عالم ظاہر ہی پر پڑے گی اور اس عالم غیب کو دیکھنے والی تو ایک اور ہی نگاہ ہوتی ہے اور وہ چشم حقیقت بین ہوتی ہے۔

اینکہ برکارست بیکارست و پوست	وانکہ پنہان ست مغز و اصل اوست
یہ جو (جہان) کام میں لگا ہے وہ بیکار اور چھلکا ہے	وہ جو پوشیدہ ہے مغز اور اصل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اینکہ برکارست الخ۔ یعنی جو کہ (بظاہر) کام پر ہے وہ تو بیکار ہے اور پوست ہے اور جو کہ پوشیدہ ہے وہ مغز اور اصل ہے مطلب یہ کہ عالم ظاہر جو کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہی کام کی شے ہے حقیقت میں بالکل بیکار ہے اور ایک پوست ہے اور جو کہ پوشیدہ ہے اصل میں وہ مغز ہے اور اصل وہی ہے اور وہی عالم غیب ہے لہٰذا اس کو حاصل کرنا ضروری ہوا۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

ہم سوارے داند احوال سوار	اسپ داند اسپ را کوہست یار
سوار بھی سوار کے احوال کو جانتا ہے	گھوڑے کو گھوڑا جانتا ہے کیونکہ وہ دوست ہے

اسپ داند الخ۔ یعنی گھوڑا گھوڑے کو جانتا ہے اس لئے کہ وہ اس کا ہم جنس ہے اور سوار سوار کے احوال کو جانتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہر چیز اپنے مجانس کو جانتی اور پہچانتی ہے الجنس یمیل الی الجنس۔

بے سوار ایں اسپ خود ناید بکار	چشم حس اسپ ست و نور حق سوار
سوار کے بغیر یہ گھوڑا اچھا کام میں نہیں آتا ہے	ظاہری آنکھ گھوڑا ہے اللہ کا نور سوار ہے

چشم حس الخ۔ یعنی چشم حس تو گھوڑے کی طرح ہے اور حق تعالیٰ کا نور سوار کی طرح۔ تو بے سوار کے یہ گھوڑا بھی کام میں نہ آئے گا۔ بس بے نور حق کے یہ آنکھ ظاہری بھی بیکار اور فضول ہے۔

ورنہ پیش شاہ باشد اسپ رد	پس ادب کن اسپ را از خوئے بد
ورنہ شاہ کے سامنے گھوڑا مردود ہو گا	تو گھوڑے کو بری عادت سے (چھڑا کر) مؤدب بنا

پس ادب الخ۔ یعنی پس بری خصلتوں سے گھوڑے کو سدھاؤ ورنہ بادشاہ کے سامنے گھوڑا رد ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ اس جسم ظاہری کی بھی تربیت و تعلیم کی ضرورت ہے ورنہ حق تعالیٰ کے سامنے یہ بھی مقبول نہ ہوگا اس لئے کہ اگر جسم ظاہر کی تربیت نہ کی تو پھر تو باطن بھی کام نہیں دے سکتا اس لئے کہ باطن کے لئے ظاہر تو مثل آلہ کے ہے تو اگر آلہ ہی خراب ہوگا تو صناع کیا کام کر سکتا ہے آگے اس کو ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

چشم او بے چشم شہ مضطر بود	چشم اسپ از چشم شہ رہبر بود
اس کی آنکھ شاہ کی آنکھ کے بغیر معذور ہے	گھوڑے کی آنکھ شاہ کی آنکھ کی وجہ سے رہبر ہوتی ہے

چشم اسپ الخ۔ یعنی گھوڑے کی آنکھ کی بادشاہ کی آنکھ رہبر ہوتی ہے اور اس کی آنکھ بے بادشاہ کی آنکھ کے بے قرار ہوتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو جس طرح گھوڑے کی بھی آنکھیں ہوتی ہیں اور سوار کی بھی ہوتی ہیں مگر گھوڑے کی آنکھ بادشاہ کے آنکھ کے بالکل تابع ہوتی ہے اور اول سوار راستہ کو دیکھ لیتا ہے اس کے بعد گھوڑے کو ادھر ہی لے جاتا ہے مگر جو گھوڑا کہ اندھا ہو اس کو اگر چشم شاہ بھی رہبر ہو تب بھی وہ راستہ طے نہیں کر سکتا لہٰذا اس کی آنکھ کی بھی ضرورت ہے مگر جو اس کی ہی دیکھی شے پر چھوڑا جائے گا تو وہ تو راستہ ہرگز نہ چلے گا بلکہ وہ تو چرنا شروع کر دے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم اسپاں جز گیاہ و جز چرا	ہر کجا خوانی بگوید نے چرا
گھوڑوں کی آنکھ کو گھاس اور چراگاہ کے سوا	جہاں تو بلائے گا وہ کہے گی نہیں' کس لئے؟

چشم اسپان الخ۔ یعنی گھوڑوں کی تو نگاہ سوائے گھاس اور چراگاہ کے کہیں نہیں ہے اور جہاں کہیں تم بلاؤ گے وہ کہے گا کہ نہیں اور کیوں۔ مطلب یہ کہ اگر گھوڑے کو چلنے کی عادت نہ ہو تو اگر تم اس کو سواری میں لے جانا چاہو گے تو وہ انکا کرے گا۔ پس اس طرح اگر راستہ کو قطع کرنے والے تو انسان میں حواس باطن ہی ہیں مگر چشم ظاہری کی درستی اور اصلاح کی بھی ضرورت ہے اور اس کو بھی مجاہدات وریاضات کا عادی رکھنا چاہیے۔ ورنہ اگر بجنسے اس کو اس کی خواہشات کے موافق چھوڑ دیا جائے اور اس سے کام نہ لیا تو پھر یہ ہرگز کام نہ دے گا اور پھر سخت مشکل ہوگی آگے فرماتے ہیں۔

نور حق بر نور حس راکب شود	وانگہے جاں سوئے حق راغب شود
حسی نور پر اللہ کا نور سوار ہوتا ہے	تب جان اللہ (تعالیٰ) کی جانب راغب ہوتی ہے

نور حق الخ۔ یعنی نور حق نور حسی پر سوار ہو جاتا ہے تو اس وقت جان حق تعالیٰ کی طرف راغب ہوتی ہے مطلب یہ کہ جب اخلاق حمیدہ ذمیمہ پر غالب ہو جاتے ہیں اس سے توجہ تام الی الحق ہوتی ہے۔

اسپ بے راکب چہ داند رسم وراہ	شاہ باید تا بداند شاہراہ
گھوڑا سوار کے بغیر رسم و راہ کو کیا جانے؟	شاہ چاہیے تاکہ وہ شاہراہ کو سمجھے

اسپ بے راکب الخ۔ یعنی گھوڑا بے سوار کے راستہ اور نشان کو کیا جان سکتا ہے۔ بادشاہ کی ضرورت ہے تاکہ گھوڑا سڑک کو جانے۔ مطلب یہ کہ جسم ظاہر توجہ بحق اور اعمال صالحہ کو کیا جان سکتا ہے جب تک کہ باطن کے اندر نور نہ ہو پس ان سب باتوں سے معلوم ہو گیا کہ نور حسی کی تلاش کی ضرورت ہے اور اس کو حاصل کرنا چاہیے لہٰذا آگے اس کے حصول کا طریقہ بتاتے ہیں کہ

سوئے حسے رو کہ نورش راکب ست	حس را آں نور نیکو صاحب ست
اس حس کی جانب جا جس پر نور سوار ہے	حس کے لئے وہ نور بہتر ساتھی ہے

سوے حسن الخ۔ یعنی نور حسن کی طرف جا کہ جس کا نور راکب ہو اور جس کے لئے وہ نور اچھا ساتھی ہو۔ مطلب یہ کہ اس نور باطن کی تحصیل کے لئے اس شخص کے پاس جاؤ کہ جس کی شہوات پر نور حق غالب ہو چکا ہے اور وہ مرشد کامل ہے پس مولانا مرشد کے پاس جانے کی ترغیب دے رہے ہیں۔

نور حس را نور حق تزئیں بود	معنے نور علیٰ نور ایں بود
حسی نور کے لئے اللہ کا نور باعث زینت ہے	نور بالائے نور کے یہی معنیٰ ہیں

نور حسن الخ۔ یعنی نور حسی کے لئے نور حق سبب تزئین ہوتا ہے اور نور علیٰ نور کے یہی معنے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اس نور ظاہر کیساتھ جب نورِ باطن مل جاتا ہے تو پھر مصداق نور علیٰ نور کا ہو جاتا ہے اور یہ نور ظاہر مزین ہو جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور اس میں بھی برکت وانوار کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

نورِ حسی می کشد سوئے ثریٰ	نورِ حقش می برد سوئے علیٰ
حسی نور مٹی کی طرف کھینچتا ہے	اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے

نورِ حسی الخ۔ یعنی نورِ حسی تو اسفل کی طرف کھینچتا ہے اور نورِ حق اس (طالب) کو بلندی کی طرف لے جاتا ہے مطلب یہ کہ حواس ظاہری تو اسفل اور ادنیٰ کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور اس عالم سفلی میں لگا دیتے ہیں اور نورِ حق عالم بالا اور مراقب بلند کی طرف لے جاتا ہے آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ

زانکہ محسوسات دوں تر عالمے ست	نورِ حق دریا و حس چو شبنمے ست
کیونکہ (عالم) محسوسات نچلے درجہ کا عالم ہے	دریا اور حس شبنم کی طرح ہے
لیک پیدا نیست آں راکب برو	جز بہ آثار و بہ گفتارِ نکو
لیکن وہ سوار (نورِ حق) اس (نورِ چشم) پر نظر نہیں آتا ہے	سوائے اچھی نشانیوں اور اچھی گفتگو کے

زانکہ محسوسات الخ۔ یعنی اس لئے کہ محسوسات تو کمترین عالم ہیں اور نورِ حق دریا ہے اور حس مثل شبنم کے ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ محسوسات خود عالم سفلی میں ہیں اس لئے کہ ادنیٰ اور اسفل کی طرف متوجہ کرتے ہیں اور نورِ حق وحواس ظاہر کی ایسی مثال ہے کہ جیسے دریا اور شبنم ہوتا ہے کہ دریا کو شبنم سے کیا نسبت ہے۔ ببین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا + اس طرح عالم غیب کو اور نورِ باطن کو حواس ظاہری اور عالم مادیات سے کچھ نسبت نہیں ہے کہاں یہ اور کہاں وہ۔ نورِ باطن عالی اور یہ اسفل تو بس عالی ہی کو حاصل کرنا ضروری ہے اب یہاں کسی ظاہر بین کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ تم جو کہتے ہو کہ نورِ حق نورِ حس پر راکب ہوتا ہے تو ہم نے تو کسی پر نورِ حق کو کہیں راکب نہیں دیکھا اس لئے آگے بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ

لیک پیدا الخ۔ یعنی لیکن وہ راکب ظاہر نہیں ہے بجز آثار اور اچھی باتوں کے۔ مطلب یہ کہ وہ نور بے شک غالب اور راکب ہے مگر وہ ہم کو حسا نظر نہیں آسکتا ہاں آثار سے اور اس کی عمدہ عمدہ باتوں اور حقائق و معارف کے بیان کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص پر نورِ باطن غالب ہو گیا ہے اور اس نور کا نظر نہ آنا کچھ مستبعد بھی ہے بلکہ محسوسات میں بھی اس کی نظیر موجود ہے اسی کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ

نورِ حسی کو غلیظ ست و گراں	ہست پنہاں در سوادِ دیدگاں
حسی نور جو کہ کثیف اور بھاری ہے	وہ (بھی) آنکھوں کی سیاہی میں چھپا ہوا ہے

نورِ حسی الخ۔ یعنی نورِ حسی جو کہ غلیظ اور بھاری ہے آنکھوں کی سیاہی میں پوشیدہ ہے یعنی اس چشم ظاہر میں جو نور ہے وہ بھی تو آخر اس مردمک چشم کے اندر پوشیدہ ہے اور وہ بھی تو نظر نہیں آتا بلکہ یہ مردمک اور سیاہی ہی نظر آتی ہے۔

چونکہ نورِ حس نمی بینی بہ چشم	چوں بہ بینی نورِ آں غیبی بچشم
جبکہ حسی نور کو بھی تو آنکھ سے نہیں دیکھتا ہے	تو اس غیبی نور کو آنکھ سے کیسے دیکھ لے گا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ نور حسن الخ۔ یعنی جبکہ نور حس کو تم آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے تو اس دین والے کا نور اس آنکھ سے کس طرح دیکھ سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ جب تم کو اس چشم ظاہری کا نور جو کہ ممکن اور حادث اور محسوس ہے نظر نہیں آتا پھر اس نور حقیقی لم یزل واجب کو کس طرح دیکھ سکتے ہو۔ بس وہ ایک نور پوشیدہ ہے جو کہ باطن پر متجلی ہوتا ہے اور اس کو بھی اپنا ہی جیسا بنا دیتا ہے۔

نور حس با آں غلیظی مختفی ست	چوں خفی نبود ضیائے کاں صفی ست
حسی نور باوجود کثافت کے پوشیدہ ہے	تو وہ روشنی جو شفاف ہے پوشیدہ کیسے نہ ہوگی؟

نور حس الخ۔ یعنی نور حسی باوجود اس قدر غلاظت کے مخفی ہے اور وہ نور جو کہ برگزیدہ ہے کس طرح مخفی نہ ہوگا۔ مطلب ظاہر ہے۔

شرح حبیبی

این جہان نیست: یہ جہان عالم شہادت جو بمنزلہ موجود کے ہوگیا ہے لانہ ظاہر محسوس مشاہد اور وہ جہان یعنی عالم غیب جو فی الحقیقت ہست ہے پوشیدہ ہوگیا ہے اس لئے بمنزلہ معدوم کے سمجھا جاتا ہے اور ایسی صورت پیدا ہوگئی ہے جیسے خاک ہوا سے اڑ جائے اور حرکت کرنے لگے اس لئے دیکھنے والوں کی نظروں کو مغالطہ میں ڈالے کہ وہ سمجھیں کہ وہ صرف خاک ہی ہے اور اس طرح ہوا کے لئے پردہ بن جائے حالانکہ اصل میں ہوا ہی ہے جو کچھ ہے وہی اسے نچا رہی ہے مگر دیکھنے والے اس کو تو دیکھتے نہیں صرف خاک کو دیکھتے ہیں اس طرح عالم شہادت میں عالم غیب ہی متصروف ہے مگر محسوس یہ ہوتا ہے کہ عالم شہادت ہی ہے اور عالم غیب کچھ نہیں اور جس طرح ہوا ایک نہایت شریف چیز ہے اور اک جو ایک خسیس شے ہے اس کے ہاتھ میں بمنزلہ آلہ کے ہے کہ جس طرح چاہتی ہے اس کو گھماتی ہے۔ مگر باایں ہمہ محسوس نہیں ہوتی اور محسوس وہ جسم خسیس ہی ہے یوں ہی عالم غیب نہایت عالی مرتبہ ہے جس کے قبضہ میں عالم شہادت جو ایک خسیس شے ہے بمنزلہ آلہ کے ہے اور ہوا اس کو جس طرح چاہتا ہے گھماتا ہے مگر باایں ہمہ محسوس نہیں ہوتا اور محسوس یہ عالم خسیس ہی ہے باایں ہمہ ہوا اور عالم غیب بالکل غیر محسوس نہیں مگر چشم حس خاکی اس کو نہیں دیکھ سکتی چشم خاکی تو خاک اور عالم شہادت ہی کو دیکھتی ہے باد اور عالم غیب دوسری قسم کی آنکھ چشم قلب سے دکھلائی دیتے ہیں لہٰذا ان کے لئے دوسری آنکھ کی ضرورت ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ جو چیزیں کام کرتی معلوم ہوتی ہیں وہ حقیقت میں خاک کی طرح بیکار اور محض پوست ہیں اور جو پوشیدہ ہے یعنی حق سبحانہ وہ ہوا کی طرح منفرد اور ان کی اصل ہے جس کے ذریعہ سے وہ کام کر رہی ہیں رہی یہ بات کہ جس طرح یہ اشیاء کام کرتی ہوئی دکھلائی دیتی ہیں وہ کیوں نہیں دکھلائی دیتا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر شے اپنے مناسب کو جانتی ہے مثلاً گھوڑا گھوڑے کو جانتا ہے کہ وہ اس کی جنس ہے سوار سوار کو جانتا ہے کہ وہ اس کی جنس ہے پس اس طرح چشم حس بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور نور حق بمنزلہ سوار کے لہٰذا چشم حس اپنے مجانس محسوسات کو دیکھتی ہے اور نور حق سبحانہ حق سبحانہ کو دیکھتا ہے اب ہم تجھے نصیحت کرتے ہیں کہ سوار کے بدوں گھوڑا کسی کام کا نہیں ہوتا اور جب تک وہ سواری کے قابل نہ ہو بادشاہ کے یہاں مقبول اور بادشاہ کی سواری کے قابل نہیں ہوتا۔ پس تو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

گھوڑے کو سدھا اور اس کی عادت حرونی و سرکشی چھوڑ اور مجاہدات سے اس کو شائستہ کرتا کہ نور حق کی سواری کے قابل ہو اور وہ اس پر سوار ہو کر مقصود یعنی بحق سبحانہ کی طرف راہ نمائی کرے کیونکہ گھوڑے کی آنکھ رہبر نہیں بلکہ چشم شہ ہی اس کی رہنمائی کرتی ہے اور چشم شہ ہی کی برکت وہ شاہراہ مقصود پر چلتا ہے اگر بادشاہ کی آنکھ نہ ہو تو گھوڑے کی آنکھ مضطر اور پریشان ہو گی کبھی اس طرف کی جائے گی اور کبھی اس طرح اور وہ منزل مقصود سے بھٹک جائے گا۔ کیونہ گھوڑوں کی آنکھ کو سوائے گھاس اور چارہ کے جس طرف تو بلائے گا کبھی اطاعت نہ کرے گی اور حیل وحجت کرے گی بس جب نور حق نور حس پر سوار ہوتا ہے تب ہی جان حق سبحانہ کی طرف راغب ہوتی ہے ورنہ گھوڑا بدون سوار کے چلنے کی روش اور راہ منزل مقصود کیا جانے اس کے سیدھی سڑک کو جاننے کے لئے ضرورت ہے شاہ سوار کی پس تو اس حس کی طرف جا جس کا نور حق سوار ہے یعنی اس حس کو طلب کر کیونکہ نور حق حس کے لئے بہتر ساتھی ہے اور نور حس نور حق سے مزین ہو یہی معنے ہیں نور علی نور کے پس تم نور حق سبحانہ ضرور حاصل کرو اور نور حس پر اکتفا نہ کرو نور حس تو آدمی کو پستی کی طرف کھینچتا ہے اور نور حق اس کو بلندی کی جانب لے جاتا ہے اور حق سبحانہ کے مشاہدہ سے بہرہ اندوز کرتا ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ نور حس پستی کی طرف لے جاتا ہے اور نور حق بلندی کی جانب اس کی وجہ یہ ہے کہ نور حس محسوسات کی طرف لے جاتا ہے اور عالم محسوسات پست ترین وحقیر ترین عالم ہے اور نور حق عالم غیب کی طرف عالم غیب اشرف ترین واعلیٰ ترین عالم ہے لہٰذا نور حق ایک دریا ہے اور نور حس اس کے مقابلہ میں شبنم کی طرح بے حقیقت یہ کچھ ہے کہ نور حس مرکب ہے اور نور حق راکب۔ مگر یہ سوار اس پر معلوم نہیں ہوتا اور دکھلائی نہیں دیتا بلکہ صرف آثار محمودہ اور گفتار حس سے پتہ چلتا ہے کہ نور حسن پر نور حق سوار ہے اور باوجود سوار ہونے کے دکھلائی نہ دینا کچھ تعجب خیز بات نہیں خود نور حس بن کر دیکھ لو باوجود یہ کہ یہ تو اس نور کے مقابلہ میں کثیف اور بھاری ہے لیکن آنکھوں کی سیاہی میں پوشیدہ ہے اور دکھلائی نہیں دیتا پس جب کہ نور حس باایں ہمہ کثافت وگرانی آنکھ سے دکھلائی نہیں دیتا تو اس پوشیدہ حق سبحانہ کا نو کیونکر دکھلائی دے سکتا ہے اور جبکہ نور چشم باایں ہمہ غلظت نظروں سے پوشیدہ ہے تو وہ برگزیدہ اور کثافت سے منزہ ومصفیٰ ضیاء کیونکر مخفی نہ ہو گی۔

شرح شبیری

ایں جہاں چوں خس بدست باد غیب	عاجزی پیشہ گرفت از داد غیب
یہ جہان غیبی ہوا کے ہاتھ میں تنکے کی طرح ہے	اس نے (عالم) غیب کی مہربانی سے عاجزی کا پیشہ اختیار کرلیا ہے

این جہان الخ۔ یعنی یہ جہان جو کہ خس کی طرح ہے غیب کے ہوا کے ہاتھ میں ہے اور اس کے غیب کی عطا سے عاجزی کا پیشہ اختیار کرلیا ہے مطلب یہ کہ یہ جہان ظاہری عالم غیب کے بالکل تابع اور وہ اصل ہے۔

گہ بلندش می کند گاہیش پست	گہ درستش می کند گاہے شکست
وہ (ہوا) اس کو کبھی اونچا کرتی ہے کبھی نیچا	کبھی اس کو درست کر دیتی ہے کبھی شکستہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گہ بہ بحرش الخ۔ یعنی کبھی اس کو دریا میں لے جاتا ہے اور کبھی خشکی میں اور کبھی اس کو خشک کر دیتا ہے اور کبھی تر کر دیتا ہے مطلب یہ کہ وہ عالم غیب اور قضاء قدر اس عالم ظاہر وفانی کو جس طرح چاہتا ہے بدل دیتا ہے اور اس کے ہاتھ میں بالکل کالمیت فی ید الغسّال ہے۔

گہ یمینش می برد گاہے یسار	گہ گلستانش کند گاہیش خار
کبھی اس کو دائیں جانب لے جاتی ہے کبھی بائیں جانب	کبھی اس کو چمن بنا دیتی ہے کبھی کانٹا

دست پنہاں الخ۔ یعنی ہاتھ تو پوشیدہ ہے اور قلم کو دیکھو خط کا ادا کرنے والا ہے اور گھوڑا تو جولانی میں ہے اور سوار مخفی ہے مطلب یہ کہ آثار وافعال عالم غیب کے تو ظاہر ہیں مگر وہ ہاتھ کہ جس کے تصرف میں یہ سب افعال ہیں اور وہ جس طرح چاہتا ہے رد و بدل کرتا ہے پوشیدہ ہے یعنی حق تعالیٰ کہ تمام افعال و آثار مخلوق حق ہیں مگر حق تعالیٰ کو دنیا میں جہاں کہ یہ آثار مرتب ہو رہے ہیں کوئی نہیں دیکھ سکتا جیسا کہ ظاہر ہے

گہ بہ بحرش می بردگاہیش بر	گاہ خشکش می کند گاہیش تر
کبھی اس کو سمندر میں لے جاتی ہے کبھی خشکی میں	کبھی اس کو خشک کر دیتی ہے کبھی تر

گہ بلندش الخ۔ یعنی کبھی اس کو بلند کر دیتا ہے اور کبھی پست اور کبھی اس کو جوڑ دیتا ہے اور کبھی توڑ دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ ذات کہ جس کی قدرت سے یہ افعال و آثار پیدا ہوتے ہیں بالکل پوشیدہ ہے اور اس کے دست قدرت میں کل جہان اس طرح ہے کہ جو چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔

دست پنہان وقلم بیں خط گذار	اسپ در جولان و ناپیدا سوار
ہاتھ پوشیدہ ہے اور قلم کو خط کھینچنے والا دیکھ	گھوڑا دوڑ میں ہے اور سوار ظاہر نہیں ہے

گہ یمینش الخ۔ یعنی کبھی اس کو داہنی طرف لے جاتا ہے اور کبھی بائیں اور کبھی اس کو گلستان کر دیتا ہے اور کبھی خار۔ مطلب یہ کہ جس طرح چاہتا ہے تصرف کرتا ہے آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

تیر پراں بین و ناپیدا کمان	جانہا پیدا و پنہاں جان جان
تیر کو اڑتا ہوا دیکھ اور کمان ظاہر نہیں ہے	جانیں ظاہر ہیں اور جانوں کی جان پوشیدہ ہے

تیر پران الخ۔ یعنی تیر تو اڑ رہا ہے اور کمان پوشیدہ ہے اور جانیں ظاہر ہیں اور جان جان مخفی ہے۔ مطلب یہ کہ آثار وافعال تو صادر ہوتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مگر وہ ذات حق تعالیٰ کہ جس سے کہ یہ صدور ہو رہا ہے پوشیدہ ہے اور کسی کو دنیا میں ان حواس ظاہری سے اس کا ادراک نہیں ہو سکتا مگر جو کچھ بھی آثار وافعال ہیں وہ یقیناً اسی طرف سے ہیں لہٰذا جو حالت بھی ہو خواہ راحت یا تکلیف گا گوارا یا ناگوار سب پر راضی رہنا اور سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تیر را مشکن کہ ایں تیر شہی ست	نیست پرتابی زشست آگہی ست
تیر کو نہ توڑ کیونکہ یہ شاہی تیر ہے	اٹکل پچو نہیں ہے واقفیت کے نشانہ سے ہے

تیر را الخ۔ یعنی تیر کو مت توڑ کہ یہ تیر شاہی ہے اور یہ اناڑی پن سے نہیں ہے بلکہ خبرداری کے نشانہ سے ہے مطلب یہ کہ جو حالت بھی ہو اس پر راضی رہنا چاہیئے اور یہ سمجھنا چاہیئے کہ جو کچھ بھی ہے اس ذات وحدہ لاشریک کی طرف سے ہے اور وہ عالم الغیب اور رحیم باحوال العباد ہیں تو وہ جو کچھ بھی بندہ کے لئے کریں وہ مناسب اور مفید ہی ہوگا پس اس پر راضی رہنا ضروری ہے اگرچہ وہ بظاہر کسی اور ہی جانب سے معلوم ہوں مگر وہ دراصل ہی طرف سے ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مارمیت اذ رمیت گفت حق	کار حق بر کارہا دارد سبق
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا	اللہ (تعالیٰ) کا فعل (بندوں کے) کاموں پر سبقت رکھتا ہے

مارمیت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے مارمیت اذ رمیت فرمایا ہے اور حق تعالیٰ کے کام سب کاموں پر سبق رکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمٰی (ترجمہ جب آپ نے رمی کی تو وہ اور اصل) آپ نے نہیں کی بلکہ اللہ نے رمی کی) تو دیکھو بظاہر تو معلوم ہوتا تھا کہ رمی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہوئی ہے مگر اصل میں اس رمی کو بھی حق تعالیٰ اپنی ہی طرف منسوب فرماتے ہیں لہٰذا خوب سمجھ لو کہ جو کچھ ہے اسی طرف سے ہے اور جو کچھ اس طرف سے ہوگا وہ مفید ہی ہوگا اس لئے اس سے ناراض مت ہو بلکہ اپنی اس ناراضگی اور غصہ ہی کو ختم کر دو کہ اس کی وجہ سے تم کو وہ مفید مضر معلوم ہو رہا ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

خشم خود بشکن تو مشکن تیر را	چشم خشمت خوں شمارد شیر را
اپنے غصہ کو ختم کر دے تو تیر کو نہ توڑ	تیرے غصہ کی آنکھ دودھ کو خون سمجھتی ہے

خشم الخ۔ یعنی اپنے غصہ ہی کو توڑ اور اس تیر کو مت توڑ تیرے غصہ کی آنکھ دودھ کو خون دکھا رہی ہے۔ مطلب یہ کہ اپنی اس وقت غضب وشہوت کا خاتمہ کر اور اس کو زائل کر اور اس حالت سے جو کہ حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچی ہے ناراض مت ہو کہ وہ اصل میں تو مفید اور مثل دودھ ہے مگر تم کو مضر اور مثل خون کے ناپاک نظر آتی ہے لہٰذا اس پر راضی رہو اور اس طرح حق تعالیٰ کے سامنے چلے جاؤ اور تفویض محض اپنا شعار کر و اسی کو فرماتے ہیں کہ

بوسہ دہ بر تیر و پیش شاہ بر	تر خوں آلودہ از خون تو تر
تیر کو چوم لے اور بادشاہ کے سامنے لے جا	خون آلود تیر جو تیرے خون سے تر ہو

بوسہ دہ الخ۔ یعنی تیر کو بوسہ دو اور بادشاہ کے پاس لے جاؤ کہ وہ تیر تمہارے خون سے تر اور بھرا ہوا۔ مطلب یہ کہ اس حالت پر جس پر حق تعالیٰ نے رکھا ہے راضی رہو اور اگرچہ وہ تم کو بظاہر مضر ہی ہو مگر اس کو اس طرح لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوئے حاضر ہو جاؤ۔ پھر حق تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے الطاف تم پر نازل ہونگے آگے فرماتے ہیں کہ

انچہ پیدا عاجز و بستہ زبوں	وانچہ ناپیدا چنیں تند و حروں
جو ظاہر ہے وہ عاجز اور بندھا ہوا اور کمزور ہے	جو پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے

آنچہ پیدا الخ۔ یعنی جو کچھ کہ ظاہر ہے وہ تو عاجز اور پست اور کمزور ہے اور جو کہ پوشیدہ ہے وہ ایسا تند اور زور آور ہے مطلب یہ کہ یہ عالم و دنیا جو کہ ظاہر ہے اور ظہور کا مقتضا یہ تھا کہ ز .آور ہوتا مگر ضعیف اور کمزور ہے اور جو مخفی ہے اس کے آثار و افعال بھی مخفی ہوتے ہیں اور وہ ضعیف و کمزور ہوتا مگر وہی زور آور ہے پس اسی کو طلب کرنا اور اسی سے دل لگانا ضروری ہے پھر فرماتے ہیں کہ

ماشکاریم ایں چنیں دامے کراست	گوی چوگانیم و چوگانے کجاست
ہم شکار ہیں، ایسا جال کس کا ہے؟	ہم بلے کی گیند ہیں اور بلا کہاں ہے؟

ماشکاریم الخ۔ یعنی کہ ہم تو شکار ہیں ایسا جال کس کا ہے اور ہم ایک بلہ کے گیند ہیں تو وہ بلے والا کہاں ہے مطلب یہ کہ ہم تو کسی ایک قدرت والے کے اختیار میں ہیں تو اس باقدرت واختیار کو ڈھونڈنا ضروری ہے اور اسی سے علاقہ رکھنا ضروری ہے۔

می درد می دوزد ایں خیاط کو	می دمد می سوزد ایں نفاط کو
پھاڑتا ہے سیتا ہے، یہ درزی کون ہے؟	پھونکتا ہے جلاتا ہے یہ مشعلچی کون ہے؟

می درد الخ۔ یعنی جو کہ پھاڑتا ہے پھر سیتا ہے یہ درزی کون ہے اور جو کہ پھونکتا ہے اور جلاتا ہے وہ نفاط کون ہے نفاط وہ جو کہ مشعل پر تیل ڈالے تاکہ خوب جلے مطلب یہ کہ وہ ذات جو کہ ہمارے اندر جس طرح چاہتی ہے تصرف کرتی ہے وہ کہاں ہے اس کی تلاش اور طلب ضروری ہے اس کی تو یہ شان ہے کہ

ساعتے کافر کند صدیق را	ساعتے زاہد کند زندیق را
کبھی تصدیق کرنے والے کو کافر بناتا ہے	کبھی بے دین کو زاہد بناتا ہے

ساعتے الخ۔ یعنی ایک گھڑی میں صدیق کو کافر کردے اور ایک گھڑی میں زندیق کو زاہد کردے پس جب کہ ہم اس کے بالکل قبضۂ قدرت میں ہیں تو اس سے ہرگز بے خوف نہ رہنا چاہیے بلکہ ہر وقت اس سے پناہ مانگنا اور ڈرنا ضروری ہے اور اسی لئے جو مومن کامل ہوتا ہے وہ ہر وقت خطرہ میں رہتا ہے اور کسی وقت گرفت سے مامون نہیں ہوتا۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

زانکہ مخلص در خطر باشد مدام	تاز خود خالص نگردد او تمام
(اپنے آپ کو) خالص بنانے والا ہمیشہ خطرے میں ہوتا ہے	جب تک کہ وہ خودی سے پورا خالص نہ ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ الخ۔ یعنی اسی لئے مخلص (بکسر اللام) ہمیشہ خطرہ میں رہتا ہے جب تک کہ اپنے سے پوری طرح خالص نہ ہو جائے۔ مطلب یہ کہ جو مخلص اور مومن ہوتا ہے چونکہ وہ اپنے کو بالکل قبضہ قدرت میں سمجھتا ہے اس لئے ہمیشہ خوف میں رہتا ہے جب تک کہ اپنی خودی سے بالکل خالص نہ ہو جائے اور یہ بات بعد موت کے حاصل ہوتی ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جو مومن کامل ہوتے ہیں وہ ہمیشہ خوف ورجا کی حالت میں رہتے ہیں یہاں تک کہ ان کو موت آ جاتی ہے اور اس وقت پوری حالت معلوم کر کے جب ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ہم ناجی ہیں تب ان کو اطمینان ہوتا ہے آگے اس خائف ہونے کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ

زانکہ در راہست و رہزن بیحدست	او رہد کو در امان ایزدست
چونکہ وہ راستہ میں ہے اور ڈاکو بہت ہیں	نجات وہی پائے گا جو خدا کی امان میں ہے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ راہ میں ہے اور رہزن بے حد و بے شمار ہیں۔ ہاں جو کہ حق تعالیٰ کے امن میں ہوتا ہے وہ ان خوفوں سے چھوٹا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو قرب حق نصیب ہو گیا ہے اور امان حق میں آ گئی ہے وہ فی الواقع تو چھوڑا ہوا ہے اور اس کو اب کوئی گزند نہ پہنچے گا مگر پھر بھی چونکہ راہ میں رہزن ہیں اس لئے وخود ہر وقت خائف ہی ہے ہاں امان شاہی کی وجہ سے وہ فی الواقع ضرور بچا ہوا ہے اور بے خوف ہے آگے اس کی مثال ہے کہ

آئینہ خالص نگشت او مخلص ست	مرغ را نگرفتہ است او مقتنص ست
آئینہ صاف نہیں ہوا ہے وہ صاف کر رہا ہے	پرند کا شکار نہیں کیا ہے وہ پھنسا رہا ہے

آئینہ الخ۔ یعنی آئینہ خالص نہیں ہوتا تو وہ مخلص ہوتا ہے اور جس نے مرغ کو نہیں پکڑا ہے وہ شکاری مطلب یہ کہ دیکھو جس وقت تک کہ آئینہ خالص اور صاف نہیں ہوتا اس وقت تک اس کو خالص کیا جاتا ہے اور اس میں صفائی کی کوشش کی جاتی ہے لیکن جب صاف ہو جاتا ہے اس وقت پھر اس کو ضرورت اس کی نہیں رہتی۔ بلکہ اب وہ صاف وشفاف ہو جائے اسی کو فرماتے ہیں کہ

چونکہ مخلص گشت مخلص باز رست	در مقام امن رفت و برد دست
جب صاف کرنے والا مصفیٰ ہو گیا' نجات پا گیا	امن کے مقام میں پہنچ گیا اور بازی جیت گیا

چونکہ الخ۔ یعنی جو کہ مخلص کہ مخلص ہو گیا چھوٹ گیا اور مقام اس میں چلا گیا اور ہاتھ لے گیا۔ مطلب یہ کہ جو شخص دل مجاہدہ اور ریاضت کر رہا تھا اور قلب کو ماسوا سے خالص کر رہا تھا حتیٰ کہ خالص ہو گیا تو وہ تمام تکالیف اور عذاب سے چھوٹ گیا اور وہ مقام مامون میں پہنچ گیا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (لاخوف علیہم ولاھم یحزنون) پس ایسے شخص کو خوف فی الواقع تو کچھ نہیں ہوتا لیکن وہ خود ہر وقت خائف وترساں ہی رہتا ہے اسی لئے حق تعالیٰ نے لاخوف علیہم فرمایا لایخافون نہیں فرمایا۔ لہٰذا جو شخص کہ مخلص (بفتح اللام) ہو گیا اور اس پر اب خوف بازگشت نہیں رہا اور اس میں اشارہ ہو چکا ہے صوفیہ کے اس قول کی طرف کہ الفانی لا یرد کہ جو اپنے کو فنا کر

www.besturdubooks.wordpress.com

چکا ہے وہ کبھی مردود نہیں ہوتا اور جو ایک مرتبہ مقبول ہو چکا ہے وہ کبھی مطرود نہیں ہوتا اور اسی لئے شیطان چونکہ مقبول و مجذوب من الحق نہ ہوا تھا بلکہ صرف سالک تھا اس لئے وہ مردود ہو گیا اگر اس طرف سے بھی جذب ہوتا تو ہرگز نہ ہو سکتا تھا اس لئے کہ عارف اللہ یہی جاری ہے کہ الفانی لایرد آگے اس کی مثالیں بیان فرماتے ہیں کہ

ہیچ الخ۔ یعنی کوئی آئینہ پھر لوہا نہیں ہوا اور کوئی روٹی پھر گیہوں کا ڈھیر نہیں ہو گیا۔

ہیچ آئینہ دگر آہن نہ شد	ہیچ نان گندمی خرمن نہ شد
کوئی (پکا) انگور پھر کچا نہیں ہوا ہے	کوئی گیہوں کی روٹی کھلیان نہیں بنی ہے

ہیچ الخ۔ یعنی کوئی انگور پختہ خام نہیں ہوا اور کوئی پختہ میوہ پھر کچا نہیں ہوا پس معلوم ہو گیا کہ جو شے کہ پختہ ہوتی ہے وہ پھر خامی کی طرف واپس نہیں ہوتی۔ اس طرح جو کہ فنا حق کامل ہو جاتا ہے وہ پھر مردود نہیں ہوتا لہٰذا فنا کو حاصل کرنا ضروری ہوا اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

این جہان چون حس: اوپر ہم نے اس عالم و خاک سے اور عالم غیب کو باد سے تشبیہ دی تھی اس کے بعد اس کے مناسب باتیں بیان کی تھیں اب ہم اصل مقصود کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عالم جو بمنزلہ خاک کے عالم غیب کے ہاتھ میں اس طرح ہے جس طرح ہوا کے قبضہ میں تنکا اور چونکہ عالم غیب نے اس کو عاجزی بخشی ہے اس لئے اسنے عاجزی پیشہ اختیار کیا ہے کہ تصرف تکوینی کے مقابلہ میں چون و چرا نہیں کرتا کبھی وہ باد غیب اس کو سمندر میں لے جاتی ہے کبھی خشکی میں کبھی بلند کرتی ہے کبھی پست کبھی بناتی ہے کبھی توڑتی پھوڑتی ہے کبھی دائیں لے جاتی ہے کبھی بائیں۔ کبھی اس کو باغ کرتی ہے کبھی خار پس یہ سب تصرفات اسی غیر محسوس کے ہیں اور ہاتھ و مؤثر حقیقی) محسوس نہیں ہوتا اور قلم لکھ رہا ہے یعنی مؤثرات مصنوعی کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ گھوڑا دوڑ رہا ہے اور عالم میں انقلابات ہو رہے ہیں مگر سوار (مؤثر حقیقی) محسوس نہیں ہوتا۔ اور قلم لکھ رہا ہے یعنی مؤثرات مصنوعی سے آثار ظاہر ہو رہے ہیں۔ گھوڑا دوڑ رہا ہے اور عالم میں انقلابات ہو رہے ہیں مگر سوار (مؤثر حقیقی) معلوم نہیں ہوتا۔ تیر جا رہا ہے اور کمان محسوس نہیں جانیں ظاہر ہیں اور جس نے جانوں کو حیات بخشی ہے وہ پوشیدہ ہے جب تجھے معلوم ہو گی کہ عالم میں جو کچھ ہوتا ہے وہ بتصرف حق سبحانہ ہوتا ہے اور جو تیر حوادث آتا ہے اس کا پھینکنے والا وہی ہے تو خبردار اس تیر کو نہ توڑنا اور اس سے ناخوش نہ ہونا کہ یہ شاہی تیر ہے اور حق سبحانہ کی طرف سے ہے اور انکل پچو نہیں ہے بلکہ واقف کاملہ ہے ضرور کوئی مصلحت ہو گی تجھے۔ معلوم نہ ہو۔ حوادث کے بقضاء و قدرت و تصرف خداوندی ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی۔ اس آیت میں حق سبحانہ نے رمی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت کر کے ان سے اس کو سلب کیا ہے اور اپنے لئے ثابت کیا ہے اور حاصل اس کا یہ ہے کہ گویہ فعل آپ سے صادر ہے مگر آپ اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

صدور نہیں مستقل نہیں۔ اس میں ہماری مشیت وارادہ وقدرت وخلق کو بھی کچھ دخل ہے یہ تو رمی کا بیان تھا اور باقی افعال کو اس پر قیاس کرنا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ جملہ کام جو بظاہر دوسروں سے صادر ہوں سب پر حق سبحانہ کا فعل مشیت وارادہ وخلوق وغیرہ مقدم ہے لہٰذا تو اپنی ناخوشی کو توڑ اور تیر کو مت توڑ بات یہ ہے کہ وہ حقیقت دودھ اور مرغوب ہے مگر تیری آنکھ میں مارے غصہ کے خون آ اتر آیا ہے مگر اس لئے وہ تجھے خون و نامرغوب و مکروہ دکھائی دیتا ہے پس تیرا فرض ہے کہ تو اس تیر کو چومے اور یونہی اپنے خون سے آلودہ بادشاہ کے سامنے لے جا کر رکھ دے یعنی نہایت فراخ حوصلگی کے ساتھ تقدیر الٰہی پر راضی ہو گو بظاہر تیرے لئے مضر ہی ہو۔ خیر یہ نصیحت تو جملہ معترضہ کے طور پر تھی اب پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مضمون بالا سے یہ نتیجہ نکلا کہ جو ظاہر ہے نہایت عاجز اور حقیر ہے اور جو پنہاں ہے نہایت قوی اور تیز ہے۔ اب مولانا جوش محبت میں فرماتے ہیں کہ ارے وہ کس کا جال ہے جس کے ہم شکار ہے اور وہ بلا کہاں ہے جس کے ہم گیند ہیں اور یہ درزی کون ہے جو کبھی پھاڑتا ہے کبھی سیتا ہے اور یہ لفظ چھڑ کنے والا کون ہے جو پھونکتا اور جلاتا ہے۔ اب مولانا استفہام شوقی سے فارغ ہو کر حق سبحانہ کی قدرت کاملہ کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کبھی تو مومن کو کافر کر دیتا ہے کبھی کافر کو زاہد کر دیتا ہے اس لئے جو لوگ ہنوز مصفا نہیں ہو چکے ان کو ڈرتے رہنا چاہیئے کیونکہ ناقصین کو ہر وقت مردودیت کا خطرہ لگا ہوا ہے اور یہ خطرہ اسی وقت تک ہے جب تک کہ وہ فانی کامل نہیں ہوتا کیونکہ ہنوز وہ راستہ میں ہے اور راہزن بہت سے ہیں ان سے وہی بچ سکتا ہے جسے خدا محفوظ رکھے اور ابھی اس کا آئینہ قلب مصفا نہیں ہوا ہے بلکہ ہنوز صاف ہو رہا ہے اور ہنوز اس نے شکار پر قبضہ نہیں کیا ہے بلکہ ہنوز در پے صید ہے اس لئے عوائق وموانع کا احتمال موجود ہے ہاں جب یہ مخلوص خالص وفانی کامل ہو گیا تو اب مخلص ہو کر اس خطرہ سے چھوٹ گیا اور مقام امن تک پہنچ گیا اور اس مقام کو اسنے حاصل کر لیا جہاں کسی رہزن کا خطرہ ہیں کیونکہ پختگی کے بعد خامی ناممکن ہے اور کمال کے بعد نقص اصلی نہیں لوٹ سکتا مثلاً کوئی آئندہ دوبارہ لوہا نہیں ہو جاتا اور کوئی روٹی پھر سے گیہوں نہیں بنتی اور انگور غورہ (خام) نہیں ہوتا اس کے سوا اور کوئی میوہ بھی پختہ ہو کر اپنی ابتدائی حالت خامی کی طرف نہیں لوٹتا۔

شرح شبّیری

ہیچ انگورے دگر غورہ نہ شد	ہیچ میوہ پختہ باکورہ نہ شد
کوئی (پکا) انگور پھر کچا نہیں ہوا ہے	کوئی پختہ میوہ کچا نہیں ہوا ہے
پختہ گرد و از تغیر دور شو	رو چو برہان محقق نور شو
پختہ بن جا اور تغیر سے دور ہو جا	جا برہان (الدین) محقق کی طرح نور بن جا

پختہ گرد الخ۔ یعنی پختہ ہو جاؤ اور پھر تغیر سے دور ہو جاؤ۔ جا اور مثل برہان الدین محقق کے نور ہو جاؤ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت برہان الدین محقق مولانا کے پہلے شیخ ہیں اول مولانا نے ان ہی سے بیعت کی تھی مگر چونکہ مولانا کی استعداد قوی تھی اس لئے یہ تربیت پوری طرح نہ کر سکے اس لئے پھر مولانا نے حضرت شمس الدین تمریزی سے رجوع کیا تھا اس لئے مولانا ان شیخ اول کی بھی تعریف فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم فنا میں کامل اور پختہ ہو جاؤ تو پھر اس تلوین اور تغیر سے نکل جاؤ گے اور تمکین حاصل ہو جائے گی پس جس طرح کہ حضرت برہان الدین محقق نورہی نور ہیں اسی طرح تم بھی ہو جاؤ یہ ایک مثال ہے تمکین کی حالت کو بیان فرمادیا آگے فرماتے ہیں کہ

چوں زخودرستی ہمہ برہاں شدی	چونکہ گفتی بندہ ام سلطاں شدی
جب تو نے خودی سے نجات پائی تو مجسم برہان (الدین) ہوگیا	جب تو نے کہا کہ میں غلام ہوں بادشاہ بن گیا

چون الخ۔ یعنی جبکہ اپنی خودی سے تم چھوٹ جاؤ گے تو حضرت برہان الدین ہو جاؤ گے اور جب تم کہو گے کہ میں بندہ ہوں تو سلطان ہو جاؤ گے مطلب یہ کہ جب تم درجہ فنا حاصل کرلو گے تو اس وقت تم حضرت برہان الدین کی طرح سے ہو جاؤ گے اور جبکہ فنا میں اپنی ہستی کو مٹا کر عبد بن جاؤ گے اور ایاک نعبد کا مصداق ہو جاؤ گے تو اس وقت سلطان باطن ہو جاؤ گے۔

درعیاں خواہی صلاح الدین نمود	دیدہا را کرد بینا و کشود
تو اگر مشاہدہ چاہتا ہے صلاح الدین نے دکھا دیا ہے	آنکھوں کو بینا کر دیا ہے اور کھول دیا ہے

درعیان الخ۔ یعنی اور اگر ظاہر طور پر دیکھنا چاہتے ہو تو شیخ صلاح الدین نے دکھلا دیا ہے اور آنکھوں کو بینا کر دیا اور کھول دیا ہے شیخ صلاح الدین بھی حضرت برہان الدین کے خلیفہ ہیں اور مولانا کے پر بھائی ہیں پس فرماتے ہیں کہ اگر تم درجہ فنا کو ظاہر طور پر دیکھنا چاہتے ہو تو شیخ صلاح الدین نے دکھلا دیا ہے اور انہوں نے آنکھوں کو بصر کر دیا ہے اور کھول دیا ہے۔

فقر را از چشم و از سیمائے او	دید ہر چشمے کہ دارد نور ہو
فقر کو ان کی آنکھوں اور پیشانی سے	ہر اس آنکھ نے دیکھ لیا ہے جو خدا کا نور رکھتی ہے

فقر را الخ۔ یعنی فقر کو آنکھ سے اور اس کی نشانی سے ہر اس آنکھ نے دیکھ لیا ہے کہ جو حق کا نور رکھتی ہے مطلب یہ کہ جس آنکھ میں نور حق ہے اور جو کہ متخلق باخلاق اللہ ہے وہ اس نور اور ان باتوں کی نشانیوں سے اور چشم حقیقت بین سے دیکھ لیتا ہے اور شیخ صلاح الدین کو دیکھا نہیں کہ کسی کی آنکھ میں انہوں نے سلائی چلائی ہو اور سرمہ لگایا ہو اس سے وہ بینا ہو گیا ہو اس لئے مولانا بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ

شیخ فعالست بے آلت چو حق	بامریداں دادہ بے گفتے سبق
پیر اللہ (تعالیٰ) کی طرح بغیر کسی آلہ کے تصرف کرنیوالا ہے	بغیر بولے مریدوں کو سبق پڑھاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ الخ۔ یعنی شیخ بے آلہ کے فاعل اور اثر کرنے والا ہے جس طرح کہ حق تعالیٰ اور مریدوں کو بے گفتگو کے سبق دیتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ حق تعالیٰ کو آلات و اسباب کے مہیا کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی اسی طرح جو کہ متخلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے اس کو بھی آلات کی ضرورت نہیں رہتی اور وہ بے آلات کے فیض پہنچاتا ہے اور مریدوں کو بے گفتگو کے ہدایت کرتا ہے پس شیخ صلاح الدین بھی اگرچہ بظاہر کسی آنکھ میں سلائی نہیں لگاتے لیکن وہ بے ظاہری اسباب ہدایت کے ہدایت فرما دیتے ہیں اور فیض پہنچاتے ہیں۔

دل بدست او چو موم نرم رام	مہر او گہ ننگ بسازد گاہ نام
دل اس کے ہاتھ میں نرم موم کی طرح مسخر ہے	اس کی مہر کبھی ذلت کی مہر لگاتی ہے کبھی شہرت کی

دل الخ۔ یعنی اس شیخ کے ہاتھ میں دل موم نرم کی طرح مطیع ہوتا ہے اور اس کی مہر کبھی تو ننگ کا نقش بناتی ہے اور کبھی نام کا مطلب یہ کہ جس طرح موم نرم پر جس طرح چاہو مہر کر لو اس طرح دل طالب بھی ہوتا ہے کہ اس پر شیخ جس طرح چاہتا ہے نقش کر دیتا ہے خواہ نقش ننگ کرے اور خواہ نام غرضیکہ ہر طرح سے اس کے قبضہ میں ہوتا ہے اس لئے کہ وہ تو متخلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے پس اس کی یہ حالت ہونا بعید نہیں ہے۔

مہر موش حاکی انگشتری ست	باز آں نقش نگیں حاکی کیست
اس کے موم کی مہر انگوٹھی کا نقش ہے	پھر وہ نگ کا نقش کس کا نقش ہے؟

مہر موش الخ۔ یعنی اس کے موم کی مہر تو انگشتری کی حاکی ہے۔ پھر وہ نقش نگین کس کا حاکی ہے۔ مطلب یہ کہ مرید کی حالت دیکھ کر تو شیخ پر استدلال ہوتا ہے کہ یہ کسی ایسے کا اثر ہے کہ جو ایسا کامل و مکمل ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ اس میں جو یہ نقش اور اثر پیدا ہوا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کا اثر دوسروں پر پڑتا ہے وہ کیا شے ہے تو یہ نقش اپنے صانع پر دال ہوگا اور وہ حق سبحانہ تعالیٰ ہیں پس اول تو مرید کی حالت دال ہے حالت شیخ پر اور اس کی حالت دال ہے حق تعالیٰ کی صنعت پر یہ سلسلہ اس طرح پہنچ گیا ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ

حاکی اندیشۂ آں زرگرست	سلسلۂ ہر حلقہ اندر دیگرست
(وہ نقش) سنار کے خیال کا عکس ہے	ہر حلقہ کا سلسلہ دوسرے میں (جڑا ہوا) ہے

حاکی الخ۔ یعنی وہ اس زرگر کی فکر کی حاکی ہے زنجیر کا ہر حلقہ ایک دوسرے میں مطلب یہ کہ نقش نگین اس ذات پر دال ہے جس کہ یہ بنائی ہے اور یہ سلسلہ اس طرح ہے کہ ایک سے دوسرے کی معرفت ہوتی چلی جاتی ہے چونکہ اوپر فرمایا تھا کہ یہ جو کچھ کہ عالم ظاہر ہے ضعیف اور کمزور ہے اور وہ جو کہ اصل ہے وہ پوشیدہ ہے اور کہا تھا کہ می دردمی درد و این خیاط کو الخ۔ اب آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

پختہ گردو واز: پس اگر تمہیں تغیر ورجعت سے بچنے کی ضرورت ہے اور ہمارے شیخ اول برہان الدین محقق کی طرح سراپا نور بنا چاہتا ہے تو پختہ ہو جا اس سے تمہیں یہ سب باتیں حاصل ہو جائیں گی وہ پختگی فنائے تام ہے پس جب تو خودی کو فنا کر چکا تو بالکل برہان الدین ہو گیا اور جب تو نے عبودیت کا بلہ اختیار کر لی تو بادشاہ ہو گا اگر ہمارے بیان پر اطمینان نہ ہو اور مشاہدہ کرنا چاہے تو ہمارے پیر بھائی صلاح الدین نے اس کو معاین کر دیا ہے یوں بھی کہ خود ویسا بن گیا اور یوں بھی کہ سینکڑوں آنکھوں کو بینا کر دیا اور کھول دیا جو آنکھ نور حق حق سبحانہ رکھتی ہے وہ فقر و عبدیت کی صورت ان کی آنکھوں اور ان کی پیشانیوں میں دیکھتی ہے کیونکہ فقر و فنا ان کی صورت سے ظاہر ہے۔

شیخ فعالست بے: تم تعجب نہ کرنا کہ اس کی نظر عنایت اور ان کی صورت دیکھنے سے لوگوں کو فقر کی صورت کیونکر دکھائی دی گئی اور ان کی آنکھیں کیونکر کھل گئیں اور کیونکر بینا ہو گئیں کیونکہ شیخ حق سبحانہ کی طرح اپنے تصرفات میں آلہ کا محتاج نہیں وہ اپنے مریدوں کو بدون تقریر کے سبق پڑھاتا ہے اس کے لئے تو قصد وارادہ کی بھی ضرورت نہیں بلکہ بدون اس کے قصد کے اس کے فیوض و برکات بقدرت الہیہ مخلصین تک پہنچتے ہیں اس کے قبضہ میں دل یوں رام ہے جس طرح موم نرم کہ جس طرح اور جس طرح چاہے موڑ دے اور اس کی مہر یعنی اس کا قلب اس میں کبھی اثر تنگ اور قبض پیدا کرتا ہے اور کبھی اثر نام اور بسط یہ نقش واثر جو موم یعنی قلب طالب میں پیدا ہوتا ہے یہ تو نقل ہے شیخ کی انگشتری قلب کی نقش کے اب یہ دیکھنا چاہئے کہ شیخ کے قلب کے نگینہ میں جو نقش ہے وہ کس کی نقل اور کس کا عکس ہے پس وہ عکس ہے زرگر یعنی حق سبحانہ کا مشیت کا اور یہ عکس ایک زنجیر ہیں جس کی ایک کڑی دوسری کڑی میں لگی ہوئی ہے۔

شرح شبّیری

ایں صدا در کوہ دلہا بانگ کیست	گہ پرست از بانگ کہ گاہے تہی ست
دلوں کے پہاڑ میں یہ گونج کس کی آواز کی ہے؟	پہاڑ کبھی آواز سے پر ہیں کبھی خالی ہیں

ایں صدا الخ۔ یعنی کوہ قلوب میں یہ آواز کس کی ہے کہ کبھی یہ پہاڑ اس آواز سے پر ہے اور کبھی خالی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ فیوض و برکات کس کے ہیں کہ جس سے کبھی تو قلب معمور ہوتا ہے اور کسی وقت بالکل خالی ہوتا ہے پس اس مخفی ہی کی تلاش ضرور ہے تاکہ ان تغیرات کی قدر ہو اور معلوم ہو کہ یہ تغیرات کس کے ہیں آگے مجملہ دعائیہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ

ہر کجا ہست او حکیم ست اوستاد	بانگ او زیں کوہ دل خالی مباد
جہاں یہ آواز ہے وہ دانا ہے استاد ہے	خدا کرے اس کی آواز اس دل کے پہاڑ سے جدا نہ ہو

ہر کجا الخ۔ یعنی وہ حکیم اور استاد جہاں کہیں بھی ہو اس کی آواز اس کو دل سے خالی نہ ہو مطلب یہ کہ مرشد اور

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ جہاں کہیں بھی ہو خدا کے ہمیشہ فیوض و برکات اس پر فائض ہوتے رہیں گے آگے فرماتے ہیں

ہست کہ کآوا مثنیٰ می کند	ہست کہ کآواز صد تا می کند
(بعض) پہاڑ ہیں جو آوز کو دوگنا کر دیتے ہیں	(بعض) پہاڑ ہیں جو آواز کو سوگنا کر دیتے ہیں

ہست الخ۔ یعنی بعض پہاڑ تو وہ ہیں کہ آواز کو دہری کر دیتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ آواز کو سوگنا کر دیتے ہیں مطلب یہ کہ جن قلوب پر کہ وہ فیوض و برکات فائض ہو رہے ہیں ان میں سے بعض تو وہ ہیں کہ جن سے صرف ایک دو ہی کو فائدہ ہوتا ہے اور ان کا سلسلہ آگے کو نہیں چلتا اور بعض وہ ہیں کہ جو صاحب سلسلہ ہوتے ہیں اور لاکھوں کروروں کو ان سے فیض ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

می زہاند کوہ زاں آواز و قال	صد ہزاراں چشمۂ آب زلال
پہاڑ اس آواز اور بات سے جوش میں لے آتا ہے	تیز پانی کے لاکھوں چشمے

منی رہاند الخ۔ یعنی اس آواز اور قال سے وہ کوہ لاکھوں آب زلال کے چشمے نکالتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس فیض حق سے مستفید ہو کر یہ شیخ کامل دوسروں کو فیض پہنچاتا ہے اور اس سے بھی لاکھوں فیض یاب ہوتے ہیں اور یہ افادہ و استفادہ سب حق تعالیٰ کی عنایت ہو ورنہ اگر یہ نہ ہو تو پھر نہ فیض لے سکتا ہے اور نہ دے سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

چوں زکہ آں لطف بیروں می شود	آبہا در چشمہا خوں می شود
جب پہاڑ سے وہ لطف نکل جاتا ہے	چشموں میں پانی خون بن جاتا ہے

چون الخ۔ یعنی جبکہ پہاڑ سے وہ لطف باہر ہو جاتا ہے تو چشموں کا پانی خون ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ اگر کسی وقت حالت قبض طاری ہوتی ہے تو پھر سارا افادہ و استفادہ رکھا رہ جاتا ہے۔

زاں شہنشاہ ہمایوں نعل بود	کہ سراسر طور سینا لعل بود
یہ اس شہنشاہ مبارک قدم کی وجہ سے تھا	کہ طور سینا (پہاڑ) لعل ہو گیا تھا

زان الخ۔ یعنی اس شاہ مبارک نعل ہی کی وجہ تھی کہ طور سینا لعل ہو گیا مطلب یہ کہ جس وقت موسیٰ علیہ السلام طور پر حق تعالیٰ اور تجلی سے پہاڑ تو مستفید اور منور ہو گیا اور اسمیں تو اثر ہو گیا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار وان منہا لما یشقق فیخرج منہ الماء وان منہا لما یہبط من خشیۃ اللہ مگر افسوس ہے کہ ہم میں اثر نہ ہوا اور ہم اس فیض سے مستفید نہ ہوں۔ تو کیا ہم پتھر سے بھی کم ہیں بڑے افسوس اور حسرت کی بات ہے۔

جاں پذیرفت و خرد اجزائے کوہ	ماکم از سنگیم آخر اے گروہ
پہاڑ کے اجزاء نے جان اور عقل قبول کر لی	اے لوگو! کیا ہم آخر پہاڑ سے بھی کم ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

نے زجاں یک چشمہ جوشاں میشود	نے بدن از سبز پوشاں می شود
نہ تو جان سے ایک چشمہ جوش زن ہوتا ہے	نہ بدن ہی سبزہ زاروں کی طرح بنتا ہے

نے الخ۔ یعنی نہ جان سے کوئی چشمہ جوشان ہوتا ہے اور نہ بدن سبز پوشوں میں سے ہوتا ہے مطلب یہ کہ نہ تو ہم سے دوسروں کو فیض ہی ہوتا ہے جیسا کہ پہاڑوں سے چشمہ جاری ہو کہ دوسروں کو سیراب کرتا ہے اور نہ خود ہی ہم درست ہوتے ہیں کہ اس سے مستفید ہو کر اپنی ہی حالت درست کر لیں کہ اکثر پہاڑ ایسے ہوتے ہیں کہ خود تر و تازہ ہو جاتے ہیں تو ہم جمادات سے بھی گئے گزرے ہوئے۔

نے صدائے بانگ مشتاقی درو	نے صفائے جرعۂ ساقی درو
نہ تو اس میں عشق کی آواز کی صدا ہے	نہ اس میں ساقی کے گھونٹ کی صفائی ہے

بو نے الخ۔ یعنی وہ تو اس دل میں کسی مشتاق کی آواز ہے اور نہ جام ساقی کی سی صفائی ہے مطلب یہ کہ نہ تو خود ہی درست ہوئے اور نہ دوسروں کو فیض یاب کیا۔

کو حمیت تاز تیشہ وز کلند	ایں چنیں کہ را بکلی بر کنند
غیرت کہاں ہے تا کہ کلہاڑے اور پھاوڑے سے	ایسے پہاڑ کو بالکل کھود دیں

کو حمیت الخ۔ یعنی غیرت کہاں ہے کہ ایسے پہاڑ کو کدال اور پھاوڑں سے بالکل اکھاڑ دیں۔ مطب یہ کہ جب یہ حالت ہے تو اب مقتضائے غیرت تو یہ ہے کہ اس کو بالکل فنا کر دیا جائے کہ اس فنا کر دینے سے شاید اس کو کوئی فیض حاصل ہو جائے اسی کو فرماتے ہیں کہ

بو کہ بر اجزائے او تابد مہے	بو کہ دروے تاب خور یابد رہے
ہو سکتا ہے کہ اس کے اجزا پر چاند چمک جائے	ہو سکتا ہے کہ اس میں سورج کی شعاع راہ یاب ہو جائے

بو کہ الخ۔ یعنی شاید کہ اس کے اجزاء پر کوئی چاند چمک جائے اور شاید کہ اس میں خورشید کی کوئی چمک راہ پائے مطلب یہ کہ اس فنا کر یدنے سے شاید کوئی ناقص یا کامل تجلی اس پر فائض ہو جائے اور اس سے وہ منور و مستفیض ہو جائے اور چونکہ قیامت میں بھی سب اشیاء فنا ہو جائیں گی اور یہاں بھی فنا کی تعلیم فرما رہے ہیں اس لئے آگے اس حالت فنا کو قیامت سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

چوں قیامت کوہہا را بر کند	پس قیامت ایں کرم را کے کند
جب قیامت پہاڑوں کو اکھاڑ دے گی	پھر قیامت یہ کرم کہاں کرے گی؟

چون الخ۔ یعنی مانند قیامت کے پہاڑوں کو اکھاڑ دے پس قیامت یہ کرم کب کرتی ہے مطلب یہ کہ قیامت کی طرح یہ حالت فنا بھی ان قلوب کو فنا کرے گی اور اسی ذات میں محو کر دے گی اور عین اصطلاحی ہو جائے گا مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

قیامت میں یہ کرم کہ اس فنا سے فیض بھی حاصل ہو کب ہونگے بلکہ اس میں تو محض فنا ہی فنا ہے اور اس فنا کے بعد بقا بھی ہے اور اگر چہ اس فنا کے بعد بھی بقا ہوگا وہ بقا روحانی ہوگا اس لئے یہ فنا اس فنا قیامت سے افضل ہے۔

ایں قیامت زاں قیامت کے کم ست	آں قیامت زخم وایں چوں مرہم ست
یہ قیامت اس قیامت سے کب کم ہے؟	وہ قیامت زخم اور یہ مرہم جیسی ہے

این الخ۔ یعنی یہ قیامت اس قیامت سے کب کم ہے وہ قیامت تو زخم ہے اور یہ مثل مرہم کے ہے مطلب یہ کہ اس دنیا میں فناء شہوات وغیرہ اس فناء قیامت سے کچھ کم نہیں ہیں بلکہ یوں سمجھو کہ وہ قیامت تو زخم ہے کہ اس میں سب کے اعمال کی جزاء اور سزا ہوگی تو سب کے سب خائف ہونگے اور یہ فنا مرہم کی طرح ہے کہ اگر یہ فنا حاصل کرلی ہے تو اس زخم یعنی خوف وغیرہ سے چھوٹ جائیں گے۔

ہر کہ دید آں مرہم از زخم ایمن ست	ہر بدے کایں حسن دید او محسن ست
جس نے وہ مرہم دیکھ لیا' زخم سے مطمئن ہے	جس برے نے یہ خوبی دیکھ لی وہ خوبیوں والا ہے

ہر کہ الخ۔ یعنی جس کے کہ اس مرہم کو دیکھ لیا وہ زخم سے بے خوف ہو گیا اور جس بدلے کہ اس حسن کو دیکھ لیا وہ محسن ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ ذات باری کے سامن فناء (اصطلاحی) ہو گیا بس وہ تمام احوال سے بے خوف ہو گیا اور لاخوف علیہم ولاہم یحزنون کا مصداق بن گیا اور جو کہ اول بد ہو اس کے بعد فنا کا درجہ حاصل کرلے تو وہ محسن اور نیکوکار ہو جائے گا۔

اے خنک زشتے کہ خوبش شد حریف	وائے گلروئیکہ جفتش شد خریف
اے طالب! وہ بدصورت قابل مبارکباد ہے حسین جس کا ساتھی ہو گیا	افسوس ہے اس خوبصورت پر جس کا ساتھی (موسم) خریف بنا

اے الخ۔ یعنی خوشا نصیب اس برے کے کہ جس کا ساتھی خوب ہو جائے اور افسوس ہے اس گلرو پر کہ اس کا ساتھی خزاں ہو جائے۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ گنہگار ہو اور اس کے ساتھی حق تعالی ہو جائیں وہ بہتر ہے اور راستہ کو پہنچا ہو سمجھو اور جو شخص کہ نیکوکار ہے مگر اس کے ساتھ آمیزش نفس کی ہے وہ برا ہے اور اس کی حالت قابل افسوس ہے اس لئے کہ جب برے شخص کے ساتھی حضرت حق نہ ہوئے تو یہ اب تو مردہ کی طرح ہے پھر چونکہ معیت مصطلحہ حاصل ہو جائے گی یہ بھی زندہ اور متخلق باخلاق اللہ ہو جائے گا۔ آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ

نان مردہ چوں حریف جاں شود	زندہ گردد نان عین آں شود
بے جان روٹی جب جان کی ساتھی بنتی ہے	روٹی زندہ ہو جاتی ہے بعینہ وہ ہی ہو جاتی ہے

نان الخ۔ یعنی مردہ روٹی جب جان کی ساتھی ہو جاتی ہے تو زندہ ہو جاتی ہے اور اس جان کی عین ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ جب روٹی کھاتے ہیں تو وہ بھی جزو بدن بنتی ہے اور اس کے اندر بھی حیات پیدا ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حالانکہ وہ پہلے سے مردہ تھی جیسا کہ ظاہر ہے یہ حیات اس کو صرف مصاحبت ہی سے نصیب ہوئی ہے۔

ہیزم تیرہ حریف نار شد	تیرگی رفت و ہمہ انوار شد
تاریک ایندھن آگ کا ساتھی بنا	تاریکی ختم ہوگئی اور مجسم نور بن گیا

ہیزم الخ۔ یعنی لکڑی اندھیری آگ کی ساتھی ہوگئی تو تیرگی جاتی رہی اور سب کی سب انوار ہوگئی۔ مطلب یہ کہ لکڑی بے نور تھی اور آگ سے ملنے سے اس میں نور آ گیا۔

در نمکسار ار خر مردہ فتاد	آں خری و مردگی یکسو نہاد
نمک کی کان میں اگر مردہ گدھا گرا	اس نے گدھا پن اور مردار پن کو علیحدہ کر دیا

در نمکسار الخ۔ یعنی نمکسار میں اگر مردہ گدھا گر گیا تو وہ گدھا پن اور مردہ پن اس نے ایک طرف رکھا۔ تو یہ اس کا زندہ ہو جانا اور منور ہو جانا وغیرہ سب اس تعلق کی وجہ سے ہے کہ ان اشیاء نے اپنے وجود کو کالعدم کر دیا اور ہمہ تن اسی میں فنا ہو گئے لہٰذا منور اور زندہ ہو گئے پس ہم کو بھی ضرور ہے کہ درجہ فنا حاصل کریں تا کہ عین (اصطلاحی) ذات حق کے ہو جائیں اور متخلق باخلاق اللہ ہو جائیں۔ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

صبغۃ اللہ ہست رنگ خم ہو	پیسہا یکرنگ گردد اندرو
اللہ کے مٹکے کا رنگ "صبغۃ اللہ" ہے	اس میں چتکبرے یک رنگ ہو جاتے ہیں

صبغۃ اللہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کا رنگ ہو کا خم ہے اور سارے پیسے اس کے اندر کے رنگ ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کا رنگ تو بس حق میں فنا ہو جاتا ہے کہ بس وہی ہو جائے اور جب عین (اصطلاحی) ہو جاتا ہے تو تمام پیسے وغیرہ سب ایک ہی رنگ ہو جاتے ہیں اور سب اشیاء میں حق تعالیٰ ہی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔ بسکہ در جان نگار و چشم بیدارم توئی + انچہ پیدا میشود از دور پندارم توئی۔

چوں دراں خم افتد و گوئیش قم	از طرب گوید منم خم لاتلم
جب وہ اس مٹکے میں گر جائے اور تو اس سے کہے کھڑا ہو جا	مستی سے وہ کہے گا میں مٹکا ہوں ملامت نہ کر

چون الخ۔ یعنی جب کوئی اس خم میں گر پڑے اور تم اس سے کہو کہ کھڑا ہو تو وہ طرب سے کہتا ہے کہ میں تو خم ہو گیا ہوں مجھے ملامت مت کرو۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو درجۂ فنا حاصل ہو جاتا ہے تو اگر کوئی شخص اس سے کہے کہ اس کو چھوڑو اس میں کہاں کر ڈوبے ہو جیسا کہ اہل ظاہر کہتے ہیں تو وہ جواب دیتا ہے کہ بھائی میں خود عین ذات (اصطلاحاً) ہو گیا ہوں مجھے مت چھیڑ در چونکہ میں از حد مسرور ہوں اس لئے مجھ پر اس عین کہہ دینے کی وجہ سے ملامت بھی نہ کرو آگے خود اس عینیت کو فرماتے ہیں کہ ہمیت سے مراد عینیت ذات اور لغوی عینیت نہیں ہے بلکہ صرف عینیت اصطلاحی مراد ہے پس فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آں منم خم خود انا الحق گفتن ست	رنگ آتش دارد الا آہن ست
اس کا "میں خود مٹکا ہوں" انا الحق کہنا ہے	آگ کا رنگ رکھتا ہے لیکن لوہا ہے

آن الخ۔ یعنی یہ منم خم خود انا الحق کہنا ہے بلکہ صرف عینیت اصطلاحی مراد ہے پس فرماتے ہیں کہ

آن الخ۔ یعنی یہ منم خم خود انا الحق کہنا ہے کہ رنگ تو آگ کا ہے مگر ذاتاً آہن ہے۔ مطلب یہ کہ اگر منصور نے انا الحق کہہ دیا تو کیا غضب کیا اس لئے کہ اس کا مطلب بھی تو یہی تھا جو کہ منم خم کا ہم نے ابھی بیان کیا کہ وہ متحد بالذات نہیں ہوگا بلکہ متحد فی الصفات ہوتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کہ لوہا آگ میں رکھنے سے سرخ ہو جاتا ہے تو بظاہر تو آگ معلوم ہوتا ہے اور آثار بھی اس کے آگ کے ہیں کہ جس چیز کو لگا دو گے اس کو جلا دے گا مگر ذاتاً لوہا ہی ہے پس اس طرح جس کو فنا حاصل ہوگی اسکے اندر آثار حق تعالیٰ کے فیوض و برکات کے ہوتے ہیں اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہوتا ہے مگر اس کی ذات اور ہے اور اس کی اور ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا آگے اسی مثال کی اور توضیح فرماتے ہیں کہ

رنگ آہن محو رنگ آتش ست	ز آتشی می لافد و خامش وش ست
لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو ہو گیا	آتش ہو جانے کی شیخی مارتا ہے اور خاموش جیسا ہے

رنگ الخ۔ یعنی لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو اور فنا ہو گیا ہے تو وہ آگ ہونے کی شیخی مار رہا ہے اور خاموش ہے کہ زبان سے تو کچھ نہیں کہتا مگر بزبان حال کہہ رہا ہے کہ میں بھی آگ ہوں کہ میرے اندر بھی آثار آگ کے موجود ہیں آگے پھر فرماتے ہیں کہ

چوں بسرخی گشت ہمچوں زرکاں	پس انا النارست لافش بے زباں
جب وہ لوہا سرخی کی وجہ سے کان کے سونے کی طرح ہو گیا	تو "میں آگ ہوں" اس کا بغیر زبان کے شیخی بگھارنا ہے

چون الخ۔ یعنی جبکہ سرخی میں وہ کان کے سونے کی طرح ہو گیا تو اس کی شیخی بے زبان کے یہ ہوگی کہ میں نار ہوں مطلب یہ کہ جب وہ آگ کی مصاحبت سے سونے کی طرح چمکنے دمکنے لگا اور اس پر آثار نار کے مرتب ہو گئے تو اب وہ بھی بے زبان قال کے کہنے لگا کہ میں بھی نار ہوں حالانکہ حقیقتاً لوہا ہی ہے۔ بوجہ ترتب آثار کے وہ اپنے آپ کو آگ کہتا ہے یہی حالت انا الحق اور منم خم کہنے والوں کی ہے۔

شد ز رنگ و طبع آتش محتشم	گوید او من آتشم من آتشم
وہ (لوہا) رنگ اور طبیعت سے شاندار آگ بن گیا	تو وہ کہتا ہے میں آگ ہوں، میں آگ ہوں

شد الخ۔ یعنی کہ وہ لوہا آگ کی رنگ اور طبیعت سے صاحب حشمت ہو گیا تو کہتا ہے کہ میں آگ ہوں میں آگ ہوں مطلب ظاہر ہے کہ آثار کے ترتب سے وہ اپنے اوپر اسم نار کا طلاق کرنے لگا مگر اس کی ذات اور ذات

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش ایک نہیں ہوگئی اس طرح جو اولیا اللہ کہ اس قسم کے اطلاقات کرتے ہیں ان کا بھی یہی مطلب ہوتا ہے کہ ہمارے اندر ترتب آثار ہو رہا ہے اور متخلق باخلاق اللہ ہو رہے ہیں مگر ہماری اور حق تعالیٰ کی ذات ایک نہیں ہوگئی۔ خوب سمجھ لو۔

آتشم من گر ترا شک ست وظن	آزموں کن دست را بر من بزن
میں آگ ہوں، اگر تجھے شک اور بدگمانی ہے	آزما لے، میرے اوپر ہاتھ رکھ دے

آتشم الخ۔ یعنی (وہ کہتا ہے) کہ میں آگ ہوں اگر تجھے شک ۔ درشبہ ہو تو آزما لے میرے اوپر ہاتھ مار مطلب یہ کہ اہل اللہ بزبان حال فرماتے ہیں کہ ہم تو متخلق باخلاق اللہ ہوگئے ہیں مگر جو تم کو شک وشبہ ہے تو ذرا ہم سے مصافحہ کر کے دیکھو کیسے چر کے دیتے ہیں کہ وہیں بھن کر رہ جاؤ گے۔

آتشم من بر تو گر شد مشتبہ	روئے خود بر روئے من یکدم بنہ
میں آگ ہوں، اگر تجھ پر مشتبہ ہے	تھوڑی دیر کے لئے اپنا چہرہ میرے اوپر رکھ دے

آتشم الخ۔ یعنی میں آگ ہوں اگر یہ بات تجھ پر مشتبہ ہوگئی ہے تو ذرا دیر کے لئے اپنا منہ میرے منہ پر رکھ دو پھر مزہ چکھنا۔

مطلب وہی جو اوپر بیان ہوا ہے پس جبکہ معلوم ہوا کہ مصاحبت سے نور حاصل ہو جاتا ہے تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

آدمی چوں نور گیرد از خدا	ہست مسجود ملائک ز اجتبا
انسان جب خدا کا نور حاصل کر لیتا ہے	وہ برگزیدہ ہوجانے کی وجہ سے فرشتوں کا مسجود بن جاتا ہے

آدمی الخ۔ یعنی آدمی جب حق تعالیٰ سے لے لیتا ہے تو یہ برگزیدگی سے ملائکہ کا مسجود ہوگیا ہے۔ مسجود ملائکہ ہونے سے مراد آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنا ہے کہ ان کو سجدہ کرنا گویا بالکل بنی آدم کو سجدہ کرنا ہے اور یا یہ مراد ہے کہ ملائکہ اس کے مطیع وفرمانبردار ہو جاتے ہیں غرضیکہ مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے حق تعالیٰ سے اقتباس انوار کیا تو چونکہ اس کے اندر بھی ایک اثر آگیا ہے اور یہ بھی ذات حق کا عین (اصطلاحی) ہوگیا ہے پس یہ بھی مسجود ملائکہ ہو گیا۔ یہ بھی اسی مناسبت کی وجہ سے ایسا ہوا آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

نیز مسجود کسے کو چوں ملک	رستہ باشد جانش از طغیان وشک
نیز اس شخص کا مسجود بن جاتا ہے فرشتہ کی طرح	جس کی جان سرکشی اور شک سے نجات پا گئی ہو

نیز مسجود الخ۔ یعنی اس شخص کا بھی مسجود ہو جاتا ہے جس کی جان کہ سرکشی اور شک سے چھوٹی ہوئی ہو۔ مطلب یہ کہ جس شخص کے اندر خصائل ذمیمہ نہ ہوں وہ بھی اس شخص کے مطیع وفرمانبردار ہو جاتے ہیں جب کہ اس کو مصاحبت و مناسبت حق سبحانہ تعالیٰ سے ہو جاتی ہے۔ یہاں تک تو مثالوں وغیرہ سے سمجھا رہے تھے آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

این صدا در کوہ: دلوں کے پہاڑوں میں یہ کس کی آواز کی صدائے بازگشت ہے اور کس مؤثر کا اثر ہے جس نے کبھی تو کوہ دل پر ہوتے ہیں اور کبھی خالی بات یہ ہے کہ جس کے دل میں وہ صدا ہے وہ حکیم استاد کامل ہے خدا کرے کوہ دل کبھی بھی اس آواز سے خالی نہ ہو پھر پہاڑوں کی حالت مختلف ہیں کسی سے آواز اک مرتبہ ہی لوٹتی ہے اور اس طرح اصل آواز دوہری ہو جاتی ہے اور بعض سے بہت ہی مرتبہ لوٹتی ہے۔ یعنی بعض دلوں میں قابلیت تاثیر کم ہے اس لئے تھوڑا اثر ہوتا ہے اور بعض میں زیادہ لہٰذا ان میں زیادہ اثر ہوتا ہے پھر اس آواز و گفتار و تاثیر خداوندی سے ان دلوں کے پہاڑوں سے ہزاروں شیریں اور صاف پانیوں کے چشمے ابلتے ہیں اور طرح طرح کے انور حرفانیہ اور فیوض باطنی سے لبریز ہوتے ہیں اور جب ان پہاڑوں سے وہ لطیف علیحدہ ہو جاتا ہے اور تاثیر و افاضہ بند ہو جاتا ہے تو وہی پانی چشمہ خون سے مبدل ہو جاتے ہیں اور معارف الٰہیہ خیالات کفریہ سے بدل جاتے ہیں اعاذ نا اللہ منہا۔ غور کرو کہ شہنشاہ حقیقی مبارک فعل یا حضرت موسیٰ علیہ السلام مبارک فعل کے باعث کوہ سینا محل ومہبط انوار وتجلیات الٰہیہ ہو کر سراسر لعل ہو گیا افسوس کہ پتھر اور پہاڑ کے اجزا تو جان اور عقل قبول کر لیں اور ہم نہ کریں کیا ہم پتھر سے بھی گئے گزرے ہیں جبکہ السابقین تو کیا بات ہے کہ نہ تو ہماری روح ہی سے کوئی معرفت الٰہی کا چشمہ نکلتا ہے اور نہ ہمارا جسم ہی سرسبز ہوتا ہے کہ ثمرات اعمال اس سے ظاہر ہوں نہ آواز شوق کی صدائے بازگشت ہے نہ ساقی کے پلائے ہوئے شراب محبت کے گھونٹ کی صفائی اور اثر ہے حمیت وغیرت کیا ہوئی کیوں نہ تیشہ ولکند مجاہدات سے اس پہاڑ کو اکھاڑ ڈالیں اور اس کو ریزہ ریزہ کر دیں اور دل وجسم وجان سب کو فنا کر دیں۔

بو کہ بر اجزائے: جب یہ پہاڑ ٹوٹ پھوٹ کا ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور فنا حاصل ہو جائے گی تو امید ہے کہ نور عرفان قلیل وکثیر اسکے اجزاء پر فائض ہوگا۔ قیامت ضرور پہاڑوں کو اکھیڑتی ہے مگر اس قیامت کبریٰ یعنی فنا کی طرح کب کرم کرتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ سے نور عرفان تو فائض نہیں ہوتا جیسا کہ اس سے ہوتا ہے لہٰذا یہ قیامت فنا اس قیامت معہود سے کسی طرح کم نہیں بلکہ زائد ہی ہے اس لئے کہ وہ قیامت تو زخم ہے اس لئے بھی کہ زندوں کو ہلاک کرتی ہے اور اس لئے بھی کہ وہ ملکات سیئہ کو ظاہر کرتی ہے اور یہ قیامت مرہم ہے اس لئے بھی کہ اقریب ہلاک لوگوں کو زندہ کرتی ہے اور اس لئے بھی کہ ملکات سیئہ کا ازالہ کرتی ہے۔ جس نے یہ مرہم لگا لیا اور فنا حاصل کر لی اب وہ زخم اور مضرتوں سے محفوظ ہو گیا اور جلوہ یہ حسن نصیب ہو گیا وہ حسن اور نکوکار بن گیا۔ وہ برا تو نہایت ہی مزہ میں ہے جس کا حریف یہ خوبرو یعنی فنا ہو جائے اور اس گلرو یعنی صاحب اعزاز حسن کی حالت نہایت ہی قابل افسوس ہے جس سے خزاں بن جائے اور فنا سے مشرف نہ ہو۔ اقتران زشت یا حسن کی برکت ہم تجھے دکھلاتے ہیں۔ روٹی ایک بے جان شے ہے لیکن جب جان کے ساتھ مصاحب ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے تو وہ روٹی زندہ ہو جاتی ہے اور سراپا جان بن جاتی ہے کیونکہ روح کا اس سے بھی تعلق ہو جاتا ہے۔ لکڑی یک تیرہ و

www.besturdubooks.wordpress.com

تاریک چیز ہے لیکن جب آگ کی مصاحب ہوتی ہے تو وہ ظلمت بالکل دور ہو جاتی ہے اور سراسر نور بن جاتی ہے نمک کی کان میں گدھا اگر جاتا ہے تو اس کا گدھا پن اور مرادر پن سب بالائے طاق ہو کر کھانے کے قابل ہو جاتا ہے پس جس پر خم کا ہو رنگ چڑھ گیا اور اس نے حق سبحانہ کے مقابلہ میں اپنے کو بالکل مٹا دیا وہ حق سبحانہ کے رنگ میں رنگ گیا اور متخلق باخلاق ہو کر حق سبحانہ کے ساتھ اس کو اتحاد اصطلاحی حاصل ہو گیا اور تمام افعال اس کے طاعت ہو کر ایک رنگ ہو گئے جب کوئی اس خم میں گر جاتا ہے اور فنا حاصل کر لیتا ہے تو جس وقت تو اس سے کہتا ہے کہ اٹھ تو وہ جوش میں آ کر کہتا ہے کہ میں تو خم ہوں تو کے ملامت کرتا ہے بس ملامت مت کر تم سمجھے کہ منم خم کیا شے ہے وہ انا الحق کہتا ہے یعنی انا الحق کہہ اٹھتا ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ وہ حقیقۃً وذاتاً عین حق سبحانہ ہو جاتا ہے توبہ توبہ مالکتراب ورب الارباب بلکہ بات یہ ہے کہ ذاتاً تو وہ لوہے کی طرح کثیف وخسیس ہے مگر اس میں آگ کا رنگ پیدا ہو گیا اور متخلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے اس بنا پر وہ انا الحق کہتا ہے جیسے کہ لوہے کا رنگ آگ کے رنگ میں محو ہو جاتا ہے اور گو وہ خاموش ہوتا ہے مگر زبان حال سے آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے جبکہ وہ سونے کی طرح سرخ ہو جاتا ہے تو بلا زبان کے دعوے انا النار کرتا ہے اور آگ کی طبیعت اور رنگ سے معزز ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ میں آگ ہوں آگ ہوں۔ اور یہ دعویٰ محض بلا دلیل نہیں ہوتا بلکہ وہ کہتا ہے کہ اگر تجھے میرے آگ ہونے میں شک ہے تو امتحان کر لے اور مجھے ہاتھ لگا میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں آگ ہوں۔ اگر تجھے کچھ بھی شبہ ہے تو میرے منہ پر اپنا منہ رکھ اور دیکھ کہ میں آگ ہوں یا نہیں پس لوہا ضرور آگ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ دعویٰ سچا بھی ہوتا ہے مگر اس پر بھی وہ ذاتاً آگ نہیں ہوتا بلکہ رنگ وطبع کے لحاظ سے آگ ہوتا ہے یوں ہی مدعی انا الحق بھی غلط گو نہیں کیونکہ وہ متخلق باخلاق اللہ ہے اس لئے اس کے معنی یہ ہیں کہ میں متخلق باخلاق اللہ ہوں نہ کہ عین خدا (مگر تاہم سوء ادب بھی ہے اور عوام کو گمراہ کرنے والا بھی اس لئے جو لوگ مغلوب نہیں ان کو بتاویل بھی ایسے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت نہیں اور مغلوب معذور ہے) آدمی جبکہ حق سبحانہ سے نور حاصل کرتا ہے اور مصبغ بصبغۃ اللہ ہو جاتا ہے تو اس وقت یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے کہ وہ برگزیدہ ہو کر مسجود ملائک ہو جاتا ہے یعنی فرشتوں کے نزدیک بھی معظم ومکرم ہو جاتا ہے نیز وہ ان لوگوں کا بھی مسجود اور مطاع ہو جاتا ہے۔ جو طغیان فسق اور شک سے چھوٹ کر صاحب نفس مطمئنہ اور محقق ہو گئے ہیں بشرطیکہ رتبہ میں اس سے کم ہوں۔ یہاں چونکہ مولانا ذات وصفات میں گفتگو کرنے لگے تھے اور حق سبحانہ کو آتش سے اور قلوب فانی کو لوہے سے تشبیہ دے چکے تھے لہٰذا متنبہ ہو کر بزبان ملامت گر ملامت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

آتشے چہ آہنے چہ لب بہ بند	ریش تشبیہ مشبہ بر مخند
کیسی آگ کیسا لوہا خاموش رہ	جسے کی تشبیہ کی ہنسی نہ اڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

آتشے الخ۔ یعنی آگ کیا اور لوہا کیا چپ رہو تشبیہ اور مشبہ کی داڑھی پر مت ہنسو۔ مطلب یہ کہ تم تو مشبہ پر ہنسا کرتے تھے کہ یہ حق تعالیٰ کے ساتھ غیر اللہ کو تشبیہ دیتا ہے اور اب خود تشبیہ دے رہے ہو لہٰذا چپ رہو اس لئے کہ تم جو آتش آہن سے تشبیہ دے رہے ہو یہ سب ناکافی اور ناتمام تشبیہات ہیں پس ان سے تو چپ ہی رہنا بہتر ہے بہت آگے مت ہو۔

پائے در دریا منہ کم گو ازاں	برلب دریا خمش کن لب گزاں
دریا میں قدم نہ رکھو اس کی بات نہ کر	ہونٹ کاٹتے ہوئے دریا کے کنارے خاموشی اختیار کر

پائے الخ۔ یعنی دریا کے اندر پاؤں مت رکھو اور اسکی حالت کم کہو لب دریا پر لب کاٹتے ہوئے چپ رہو مطلب یہ کہ مولانا اپنے قلب کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اس دریائے معانی وحقائق کے اندر مت جاؤ بس باہر ہی باہر ہو اور خاموش رہو بک بک مت کرو بلکہ رہو تو اس کے پاس مگر حالت سے کسی کو اطلاع مت دو بس چپ چاپ کھڑے رہو کہ اس میں سلامتی ہے اب یہ سن کر آگے قلب کی طرف سے جواب ہے کہ جو الفاظ میں تو کہیں ہے نہیں مگر قرینہ مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ آگے جواب دل کا ہی ہے فرماتے ہیں کہ

گرچہ صد چوں من ندارد تاب بحر	لیک می نہ شکیبم از غرقاب بحر
اگرچہ مجھ جیسے سینکڑوں بھی دریا کی تاب نہیں لا سکتے ہیں	لیکن میں دریا میں ڈوبے بغیر صبر نہیں کر سکتا ہوں

گرچہ الخ۔ یعنی اگرچہ مجھ جیسے سو بھی اس دریا کی تاب نہیں لا سکتے لیکن میں اس کے اندر غرق ہونے سے بھی صبر نہیں کر سکتا مطلب یہ کہ مجھ جیسے خواہ کتنے بھی ہوں مگر اس کے انوار وتجلیات کی تاب نہیں لا سکتے مگر باوجود اس کے ان فیوض وتجلیات سے صبر کر کے بھی نہیں بیٹھ سکتے۔ بلکہ جان دیں گے۔ مرجائیں گے کھپ جائیں گے مگر رہیں گے اسی کے اندر جیسے کسی نے کہا ہے کہ۔ من شمع جانگدازم تو صبح دلکشائی + سوزم گرت نہ بینم میرم چو رخ نمائی + نزدیک این چنینم دور اینچنانکہ گفتم + نے تاب وصل وارم نے طاقتِ جدائی + تو نہ الگ ہونے سے چین ملتا ہے اور نہ وصل کی تاب ہے۔ غرضیکہ ہر طرح مرنا اور کھپنا ہے۔

جان وعقل من فدائے بحر باد	خونبہائے عقل وجاں ایں بحر داد
دریا پر میری جان اور عقل قربان ہو	عقل وجان کے خون کا معاوضہ اس سمندر نے ادا کر دیا

جان الخ۔ یعنی میری جان اور عقل اس دریا پر فدا ہو کہ اس نے میری عقل اور جان کا خون بہا دے دیا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ تجلیات وانوار مجھ پر فائض ہوتے ہیں اس لئے میرا عوض تو مجھے ملے گا اب اگر یہ جان وعقل سب اس میں فنا ہو جائے کچھ پرواہ نہیں ذوق کہتا ہے کہ۔ شہیدان محبت خوب آئین وفا سمجھے + بہا خون کو وے قاتل میں اس کو خون بہا سمجھے۔ جب جان دنیا ہی ٹھہر گئی تو پھر کہیں کی بھی پرواہ نہیں ہرچہ بادا باد جب تک طاقت

صبر ہوگی صبر کرنے کے ورنہ پھر اسی میں فنا ہو جائیں گے۔

چوں نماند پا جو بطانم درو	تا کہ پایم می رود رانم درو
جب پیر کام نہ دیں گے تو میں اس میں بطخ کی طرح ہوں	جب تک میرے پیر چلتے ہیں ان کو اس میں چلا تا رہوں گا

تا کہ پایم الخ۔ یعنی جب تک کہ پاؤں چلے گا تو اس میں چلاؤنگا اور جب چلنے کی طاقت نہ رہے گی تو اس میں بط کی طرح ہو جاؤنگا۔ مطلب یہ کہ جب تک تحمل اور صبر ہو سکے گا اس وقت تک تو تحمل اور صبر سے کام لونگا اور جبکہ حالت زردست رفتہ ہو جائے گی اور قدرت باقی نہ رہے گی تو پھر تفویض محض اختیار کر لونگا اور سارا کا سارا اس میں فنا ہو جاؤنگا جو اس کے دل میں اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا + سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔ جب مولانا نے دریا سے تشبیہ دی اور اس کے اندر اپنی ذات کے فنا ہونے کو بیان کیا تو کسی ظاہر بین کو یہ شبہ ہوتا تھا کہ یہ تو صریح بے ادبی اور گستاخی ہے۔ کہ حق تعالیٰ کی ذات کو جو منزہ ہے اس طرح تعبیر کیا جائے اس لئے مولانا دفع دخل مقدر کے طور پر فرماتے ہیں کہ

حلقہ گر چہ کژ بود نے بر درست	بے ادب حاضر ز غائب خوشترست
حلقہ اگرچہ ٹیڑھا ہو (کیا) در پر نہیں ہے؟	حاضر اناڑی غائب سے بہتر ہے

بے ادب الخ۔ یعنی بے ادب جو کہ حاضر ہو غائب سے اچھا ہے اور حلقہ زنجیر اگرچہ کج ہے مگر دروازہ پر نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہم بے ادب ہیں گستاخ ہیں مگر ہیں تو در محبوب پر اور اسکی خدمت میں حاضر تو ہیں تو اے معترض تم سے لاکھ درجہ بہتر ہے کہ تم کو تو بے ادبی کے ساتھ بھی حضوری حاصل نہیں ہے اور دیکھو کہ جو زنجیر دروازہ پر لگ رہی ہے اگرچہ وہ کج ہے مگر پھر بھی کار آمد تو ہے اس زنجیر کو کیا کریں جو کہ ظاہر میں بہت ہی خوبصورت اور سیدھی ہو مگر لوہار کے یہاں رکھی ہوئی ہو۔ پس ہماری بے ادبی حضوری کے ساتھ مبارک ہو تمہاری غیبت سے آگے اس کو نصیحت فرماتے ہیں۔

پاک کے گردد برون حوض مرد	اے تن آلودہ بگرد حوض گرد
انسان حوض سے باہر کب پاک ہوا ہے؟	اے گندے جسم والے حوض کے گرد چکر لگا

اے الخ۔ یعنی اے تن آلود حوض کے گرد پھر اس لئے کہ حوض سے باہر رہ کر انسان کب پاک ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ اے غافل اور دور قرب حق اختیار کر اس لئے کہ بے اس کے پاک نہیں ہو سکتے اور خصائل واخلاق ذمیمہ قلب کے اندر سے ہرگز ہرگز نکل نہیں سکتے

او ز طہر خویش ہم دور اوفتاد	پاک کو از حوض مہجور اوفتاد
وہ اپنی پاکی سے بھی دور ہو گیا ہے	وہ پاک جو حوض سے دور ہو گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پاک الخ۔ یعنی پاک کہاں ہے وہ جو کہ حوض سے علیحدہ پڑا ہے وہ اپنی پاکی سے بھی دور پڑا ہوا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ قرب خداوندی سے علیحدہ ہے اس کے اندر سے تو اخلاق ذمیمہ نکل ہی نہیں سکتے نہ وہ خود پاک ہو سکتا اور نہ دوسرے کو کر سکتا ہے خوب سمجھ لو

پاکی ایں حوض بے پایاں بود	پاکی اجسام کم میزاں بود
اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے	(عام) جسموں کی پاکی کم وزن کی ہوتی ہے

پاکی الخ۔ یعنی اس حوض کی پاکی بے انتہا ہوتی ہے اور اجسام کی پاکی میزان سے کم ہوتی ہے مطلب یہ کہ قرب حق سے جو فیض و برکت حاصل ہوتا ہے وہ تو ایسا ہوتا ہے کہ لاتقف عند حد اس کی انتہا ہی نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو روحی فیض ہے جو کہ ابدی ہے لہٰذا یہ تو طہارت اجسام سے بھی بہت زیادہ مطلوب و محبوب ہوا۔

زانکہ دل حوضیست لیکن در کمیں	سوئے دریا راہ پنہاں دارد ایں
اس لئے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدہ طور پر	یہ دریا کی طرف چھپا ہوا راستہ رکھتی ہے

انکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ دل ایک حوض ہے لیکن پوشیدگی میں دریا کی طرف ایک راستہ رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ قلب کو چونکہ حضرت حق سے ایک تعلق ہے اس لئے اگر اس کی پاکی کی طرف توجہ کرو گے تو یہی توجہ موصل الی الحق ہو جائے گی۔

پاکی محدود تو خواہد مدد	ورنہ اندر خرچ گم گردد عدد
تیری محدود پاکی مدد چاہتی ہے	ورنہ خرچ ہونے میں عدد گھٹتا ہے

پاکی الخ۔ یعنی تیری محدود و متناہی پاکی کو مدد کی ضرورت ہے ورنہ خرچ کرنے سے تو عدد کم ہو جائے گا۔ مطلب یہ کہ جب قلب پاک ہو جائے تو پھر بھی مطمئن نہ ہو جانا چاہئیے۔ اس لئے کہ اگر مطمئن ہو گئے تو اس کی طہارت و نظافت میں بوجہ اس کے کہ اخلاق ذمیمہ کا ہر وقت زور رہتا ہے کمی ہو جائے گی اس لئے ہر وقت اس کی طہارت کی طرف ضروری ہے اسی لئے کاملین کو کامل کہا جاتا ہے کہ وہ ہر وقت نفس کو ممنوعات سے باز رکھتے ہیں ان کے لئے ہر وقت سوہان جان ہو جاتا ہے اس لئے کہ بوجہ لطافت کے ان کے ادراکات قوی ہو جاتے ہیں اور وہ مثلاً حسن کا ادراک بہت ہی جلدی کرتے ہیں شہوت بھی ان کو اوروں سے زائد ہوتی ہے اس لئے ان کو بہت مصیبت ہو جاتی ہے لہٰذا اگر نفس و قلب پر قدرت ہو بھی تب بھی اس سے بے فکر نہ ہونا چاہئیے خوب سمجھ لو۔ آگے اس مضمون پر ایک مثال لاتے ہیں کہ

شرح حبیبی

آتشے چہ آہنے الخ: (ناصح کہتا ہے) خاموشی کیسی آگ کہاں کا لوہا جب تو خود حق سبحانہ کو یک جسم یعنی آتش سے تشبیہ دیتا ہے تو تیرا بامنہ ہے کہ تشبیہ و مشبہ پر تنسے۔ ذات و صفات ایک دریائے ناپیدا کنار ہے اس میں مت گھس اور اس سے بحث نہ کر بلکہ ہونٹوں تک نیچے دبا کر اس دریا کے کنارہ پر باادب کھڑا رہ۔ آگے ناصح کو جواب دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ صد چون: اب مولانا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپکا ارشاد بجا ہے مجھے کیا بلکہ مجھ سے سو کو بھی اس دریائے ناپیدا کنار کی تاب نہیں لیکن مجبوری یہ ہے کہ بدون اس دریا میں غرقاب ہوئے صبر نہیں آتا۔ اگر میری جان اور میری عقل بھی اس دریا میں فنا ہو جائے تو بھی کچھ پرواہ نہیں اس دریا سے خون بہا وصول ہو چکا ہے یعنی دولت باطنی مل چکی ہے لہٰذا جب تک مجھ میں طاقت ہے اس وقت تک تو طاقت سے اس میں گھسونگا اور جب طاقت نہ رہے گی اس وقت تفویض کرونگا لہٰذا یہ مسلم کے ذات وصفات کے سمندر میں گھسنے اور ان کے متعلق بحث کرنے میں کبھی کبھی گستاخی بھی ہو جاتی ہے لیکن جو اس دریا میں گھستا ہے وہ حاضر ہے اور جو الگ رہتا ہے وہ غائب سو حاضر اگر فی الجملہ بے ادب بھی ہو یعنی اتفاقاً غلبۂ حال میں اس سے کوئی گستاخی بھی ہو جائے تو بھی وہ غائب سے اچھا ہے کہ حضوری تو ہے دیکھو اگر حلقہ ٹیڑھا بھی ہو تو کیا وہ در پر نہیں ہوتا ضرور ہوتا ہے پس لامحالہ وہ ایسے سیدھے ہونے سے اچھا ہے جن کو در تک رسائی نہیں اب مولانا دریائے حق سبحانہ سے تعلق کا ذریعہ بتاتے اور شیخ سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔

اے تن آلودہ: اے نجاسات نفسانیہ میں مبتلا حوض یعنی شیخ کے پاس جا اور اس کی پاکی سے متمتع ہو کر نجاسات نفسانیہ سے پاک ہو کیونکہ جب تک آدمی حوض سے باہر رہتا ہے پاک نہیں ہوتا۔ بلکہ اگر پاک بھی حوض سے یوں دور ہو جائے کہ اس کے پاس کبھی پھٹکے ہی نہیں تو وہ اپنی پاکی سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ پاک ہونے کے بعد اس کا ناپاک ہونا ممکن ہے پس اگر وہ حوض کے پاس نہائے تو ضرور ناپاک رہے گا پس معلوم ہوا کہ پاکوں کو بھی حوض کی ضرورت ہے۔ رہا یہ شبہ کہ جس طرح جسم یعنی عوام کی پاکی زائل ہو سکتی ہے۔ حوض یعنی شیخ کی پاکی کیوں نہیں زائل ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ جسم کی پاکی تو نہایت ہی کمزور اور بے وقعت ہے اس لئے بہت جلد زائل ہو جاتی ہے اور حوض کی پاکی ایک لحاظ سے بے پایاں ہے لہٰذا اس کا زوال آسان نہیں یہ ہم نے کیوں کہا کہ اسکی پاکی ایک لحاظ سے بے پایاں ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ فی حد ذاتہ تو حوض ایک حوض ہے جو ناپاک ہو سکتا ہے لیکن ایک خفیہ موری کے ذریعہ سے اس کو دریا یعنی حق سبحانہ سے اتصال ہے اس لئے ہر وقت اس کو مدد ملتی رہتی ہے اور نجاسات اس کو گندہ نہیں کر سکتی یہ وجہ ہے اس کی بے پایانی کی پس اس سے نتیجہ یہ نکلا کہ حوض دل کی پاکی محدود ہے اور اس کو مدد کی ضرورت ہے لہٰذا حق سبحانہ کے ساتھ تعلق قائم رکھنا ضرور ہے تاکہ مدد پہنچتی رہے اور گندہ نہ ہو سکے ورنہ دیکھو عدد ایک محدود شے ہے پس جس اس میں سے خرچ ہوتا ہے تو گھٹتا ہے اور بالآخر فنا ہو جاتا ہے یوں حوض دل کی پاکی محدود کو سمجھ لو۔

شرح شبیری

مثل خواندن آب آلودگاں را بپاکی

پانی کی ناپاکوں کو پاکی کی طرح بلانے کی مثال

آب گفت آلودہ را در من شتاب	گفت آلودہ کہ دارم شرم ز آب
ایک گندے کو پانی نے کہا میرے اندر آ جا	گندے نے کہا مجھے پانی سے شرم آتی ہے

آب الخ۔ یعنی پانی نے ایک آلودہ (نجاست) سے کہا کہ جلدی سے میرے اندر آ جا (تاکہ پاک ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے) تو آلودہ بولا کہ میں پانی سے شرم رکھتا ہوں (کہ میں تو نجس ہوں اور وہ پاک ہے اس لئے مجھے اس کے اندر آتے ہوئے شرم آتی ہے تو پانی نے جواب دیا کہ

گفت آب ایں شرم بے من کے رود	بے من ایں آلودہ زایل کے شود
پانی نے کہا میرے بغیر یہ شرم کیسے رفع ہو گی؟	میرے بغیر یہ گندگی کب دور ہو سکتی ہے؟

گفت الخ۔ یعنی پانی نے کہا کہ یہ شرم بے میرے کب جاسکتی ہے اور بے میرے کب آلودگی زائل ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ میرے اندر نہ آؤ گے تو ہمیشہ ناپاک ہی رہو گے اور یہ شرم اسی طرح باقی رہے گی اس شرم کے زوال کی تو یہی صورت ہے کہ میرے اندر آؤ اور پاکی حاصل کرلو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ز آب ہر آلودہ گر پنہاں شود	الحیاء یمنع الایماں بود
اگر ہر ناپاک پانی سے چھپے گا	تو شرم ایمان کے لئے مانع ہو جائے گا

زاب الخ۔ یعنی پانی سے اگر ہر آلودہ پوشیدہ ہو تو حیا مانع ایمان ہو جائے۔ مطلب یہ کہ اگر فیوض و برکات سے ہر آلودہ عصیان الگ اور دور رہے اور اس کو حاصل نہ کرے تو ایسی حیاء تو ایمان کو مانع ہو جائے گی حالانکہ حدیث میں ہے کہ الحیاء من الایمان۔ تو وہ حیاء تو حیاء محمود ہے اور یہ حیاء مذموم ہے پس اس قسم کی شرم ہرگز نہ چاہئے اور قرب حق اور تحصیل فیوض و برکات میں کوشش کرنا ضروری ہے۔

دل ز پایہ حوض تن گلناک شد	تن ز آب حوض دلہا پاک شد
دل جسم کے حوض کے زینہ سے مٹی میں سن گیا ہے	جسم دلوں کے حوض کے پانی سے پاک ہو گیا ہے

دل الخ۔ یعنی دل تو حوض تن کے پایہ سے خاک آلودہ ہو گیا اور بدن حوض دل سے پاک ہو گیا مطلب یہ کہ ظاہر کا اثر باطن پر اور بالعکس پڑتا ہے تو اخلاق حمیدہ سے جو کہ مقتضا ہے قلب کا بدن پر بھی اثر خوب ہوتا ہے اور اس میں بھی صلاحیت آجاتی ہے اور اگر اخلاق ذمیمہ انسان کے اندر ہیں تو ان کا اثر قلب پر پڑتا ہے اور اس سے قلب بھی خراب ہو جاتا ہے لہٰذا اخلاق حمیدہ کو حاصل کرنا چاہیے تاکہ اس کا بدن پر اثر پڑ کر وہ بھی درست ہو جائے اسی کو فرماتے ہیں کہ

گرد پایہ حوض گردی اے پسر	ہاں ز پایہ حوض تن می کن حذر
اے بیٹا! حوض کے زینہ کے چاروں طرف چکر لگا	خبردار! جسم کی حوض کے زینہ سے بچ

گرد پایہ الخ۔ یعنی اے صاحبزادے حوض دل کے گرد پھرو اور حوض تن سے بچو اور حذر کرو۔ مطلب یہ کہ اخلاق حمیدہ حاصل کرو اور اخلاق ذمیمہ سے بچو پھر فرماتے ہیں کہ

بحر تن بر بحر دل برہم زناں	درمیاں شاں برزخ لایبغیان
جسم کا دریا دل کے دریا سے ملا جلا ہے	ان کے درمیان آڑ ہے ایک دوسرے پر نہیں چڑھتے ہیں

بحرتن الخ۔ یعنی بحرتن بحر دل پر مل کر چل رہا ہے اور ان کے درمیان میں ایک آڑ ہے کہ یہ ملتے نہیں مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اخلاق حمیدہ و ذمیمہ کے درمیان میں ایک بہت ہی لطیف تفاوت ہے کہ جس کا ادراک بہت ہی مشکل ہے اور یہ کام بہت ہی مبصر شخص کا ہے کہ اس وقت جو یہ اقتضاء ہے آیا اقتضاء نفس ہے یا اقتضاء قلب ہے مثلاً یہ کہ ایک صورت میں اچھی معلوم ہوتی تو اب اس میں اس کا سمجھ لینا کہ آیا یہ اس لئے اچھی معلوم ہوئی کہ جمال حق کا مظہر ہے یا کید نفس ہے۔ بہت مشکل ہے اس میں بڑی بصیرت کی ضرورت ہے۔ سو اگر خود بصیرت نہ ہو تو پھر اپنے کسی مبصر کے سپرد کر دو کہ وہ جو کچھ کہے کرو اور خود کوئی بات تجویز مت کر دیں گے اس سب پر تفریع فرماتے ہیں اور اس کلام کا نتیجہ بتاتے ہیں کہ

گرتو باشی راست ور باشی تو کژ	پیشتر می غو و تو واپس مغو
خواہ تو سیدھا ہو خواہ تو ٹیڑھا ہو	آگے کو کھسک اور واپس نہ کھسک

گرتو الخ۔ یعنی اگر تم راست ہو اور اگر کج ہو لیکن آگے کو چلتے رہو اور واپس مت پھرو مطلب یہ کہ اگر تم نیک ہو یا بد جو حالت بھی ہو اس میں طلب حق میں لگے ہو۔ اس سے منحرف ہو کہ اگر طلب میں لگے رہو گے تو ایک روز گوہر مقصود حاصل کرلو گے اور قرب حق میسر ہوگا۔

پیش شاہاں گر خطر باشد بجاں	لیک نشکیبند عالی ہمتاں
بادشاہوں کے حضور میں اگرچہ جان کا خطرہ ہوتا ہے	لیکن بلند ہمت والے (اس سے) صبر نہیں کر سکتے

پیش الخ۔ یعنی بادشاہوں کے سامنے اگرچہ جان کا خوف ہوتا ہے مگر عالی ہمت لوگ صبر بھی نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ قرب حق میں بظاہر بہت سی تکالیف بھی ہیں کہ اس جسم ظاہر کو مجاہدات و ریاضات کرنا پڑتے ہیں مگر پھر ویسا ہی آرام بھی اور راحت ابدی بھی حاصل ہوتی ہے تو عالی ہمتی کا تو یہ مقتضا ہے کہ طلب کو نہ چھوڑے بلکہ طلب کرتا رہے اور جو کچھ بھی گزرے اس کو سہے آگے فرماتے ہیں کہ

شاہ چوں شیریں تر از شکر بود	جان بشرینی رود خوشتر بود
بادشاہ چونکہ شکر سے بھی زیادہ میٹھا ہوتا ہے	مٹھاس کے بدلے جان چلی جائے تو بہتر ہے

شاہ الخ۔ یعنی جب قرب بادشاہ کا شکر سے بھی شیریں ہوتا ہے تو اگر جان شیرینی میں جائے تو خوب ہے مطلب یہ کہ جب قرب حق لذیذ و شیریں ہے تو اگر اسی میں فنا ہو گئے اور جان جاتی رہے تو اس سے اور کیا بہتر ہو سکتا ہے لہٰذا قرب حاصل کرنا ضروری ہے پھر فرماتے ہیں کہ

اے ملامت گو سلامت مر ترا	اے سلامت جو توئی واہی العریٰ
اے ملامت گر! تجھے سلامتی مبارک ہو	اے سلامتی کی جستجو کرنے والے! تو کمزور دستہ والا ہے

اے الخ۔ یعنی اے ملامت گر سلامتی تجھی کو اور اے سلامتی کے ڈھونڈنے والے تو ایک ضعیف دستاویز والا ہے مطلب یہ کہ اے ملامت گر تو جو ہم کو ملامت کرتا ہے کہ اپنی جان دیئے دیتے ہیں اور اس وجہ سے تو اپنے لئے اس فنا سے سلامتی کی تلاش میں ہے تو ہم کو ہماری فنا مبارک اور تجھ کو تیری سلامتی۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ یہ سلامتی بہت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی ضعیف البنیان ہے آگے ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

جان من کورہ ست وبا آتش خوشست	کورہ را ایں بس کہ خانہ آتش ست
میری جان تو بھٹی ہے اور آگ سے خوش ہے	بھٹی کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے

جان الخ۔ یعنی ہماری جان (مثل) بھٹی کے ہے اور آتش کیساتھ خوش ہے اس لئے کہ بھٹی کے لئے تو یہی کافی ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہمارے اوپر کچھ ہی گزر جائے اور اس آتش عشق سے جل کر ہم بالکل فنا ہی کیوں نہ ہو جائیں اگر ہم ایسی حالت میں خوش ہیں اس لئے کہ قرب تو حاصل ہے ایسے عیش و آرام کو لے کر کیا آگ دیں گے کہ جس میں قرب حاصل نہ ہو خوب سمجھ لو۔

ہمچو کورہ عشق را سوزیدنے ست	ہر کہ او زیں کور باشد کودنے ست
بھٹی کی طرح عشق کا کام جلانا ہے	جو اس سے اندھا ہو وہ احمق ہے

ہمچو کورہ الخ۔ یعنی بھٹی کی طرح عشق کے لئے جلنا ہے اور جو شخص کہ اس سے اندھا ہو وہ کون ہے مطلب ظاہر ہے کہ جو شخص عشق و محبت حق سے خالی ہے اور غافل ہے وہ بالکل کودن اور نا اہل ہے۔

برگ بے برگی ترا چوں برگ شد	جان باقی یافتی و مرگ شد
سامان بے سامانی جب تیرا سامان ہو گیا	تو نے باقی رہنے والی جان حاصل کر لی اور موت ختم ہو گئی

برگ الخ۔ یعنی بے حاصلی کا حاصل ہونا ہی حاصل ہو گیا اور تو نے جان باقی پالی۔ تو مرگ چلا گیا۔ مطلب یہ کہ اگر فنا حاصل ہو گیا اور بظاہر تمہارا وجود منہدم ہی ہو گیا تو تمہارے لئے یہی حصول مقاصد ہے اور اس راہ میں فنا و وجود ہی حصول وجود ہے اور جب فنا ہو گیا تو اس کے بعد بقا ہو گا اور پھر مرگ اور موت سب زائل ہو جائے گی اور ہمیشہ کے لئے بقا حاصل ہو جائے گا۔

چوں زغم شادیت افزودن گرفت	روضۂ جانت گل وسوسن گرفت
جب غم سے تیری خوشی میں اضافہ ہوا	تو تیری جان کے باغ میں گل اور سوسن اُگے

چون الخ۔ یعنی غم سے تمہاری خوشی بڑھنا شروع ہو گئی تو تمہاری جان کے باغ نے گل وسوسن لے لئے۔ مطلب یہ کہ جب مجاہدہ و ریاضت سے تم کو قرب حق حاصل ہو گیا تو اب تمہارے اندر فیوض و برکات بے حد بے حساب پیدا ہو گئے ہیں۔

آنچہ خوف دیگراں آں امن تست	بط قوی از بحر و مرغ خانہ سست
جو دوسروں کا ڈر ہے وہ تیرا اطمینان ہو گیا	بطخ سمندر سے قوی ہوتی ہے اور پالتو پرند سست ہوتا ہے

آنچہ الخ۔ یعنی جو چیز کہ اوروں کے خوف کا باعث ہے وہ تمہارے لئے امن ہے۔ دیکھو بطخ تو دریا میں قوی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے اور مرغ بانگی سست اور کمزور ہوتا ہے مطلب یہ کہ مجاہدہ وریاضت تمہارے لئے تو باعث قرب حق ہے اور جو نااہل ہے اس کے لئے بجز جان کندن اور جان کاہی دن کے کچھ بھی نہیں ہے اس لئے کہ دیکھو اگر بطخ کو دریا میں ڈال دو تو وہ خوب تیرتی ہے اور خوش ہوتی ہے اور اگر مرغی کو ڈال دو تو بس وہیں مر مرا کر رہ جائے بس اس طرح طالب حق تو ان امور سے خوش ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اس کو مصیبت سمجھتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

بازسودائی شدم من اے حبیب	باز دیوانہ شدم من اے طبیب
اے دوست! میں پھر پاگل ہو گیا	اے طبیب! میں پھر دیوانہ ہوگیا

باز الخ۔ یعنی اے طبیب میں پھر دیوانہ ہو گیا اور اے حبیب میں پھر سودائی ہو گیا ہوں مطلب یہ کہ مجھ پر پھر عشق کا غلبہ ہے اور تیری وہی حالت ہے اور جوش جنون ترقی پر ہے اور محبت الٰہی کی زیادتی ہے کہ حقائق و معارف بیان کرنے کو دل چاہتا ہے

ہر یکے حلقہ دہد دیگر جنوں	حلقہائے سلسلہ تو ذوفنوں
ہر ایک حلقہ ایک نیا جنون پیدا کرتا ہے	تیری زنجیر کے حلقے فنون سے بھرے ہوئے ہیں

حلقہ الخ۔ یعنی تیری زنجیر کے حلقے ذوفنون ہیں اور ہر ایک حلقہ ایک دوسرا جنون پیدا کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ آپ کے عشق کی راہیں بہت مختلف ہیں اور ہر ایک طریقہ سے ایک نیا جوش پیدا ہوتا ہے اس لئے مجھے بھی آج کل زیادتی کا جوش ہے۔

پس مرا ہر دم جنون دیگرست	داد ہر حلقہ فنون دیگرست
تو میرے لئے ہر وقت ایک نیا جنون ہے	ہر حلقہ کی دین ایک دوسرا ہی جنون ہے

داد الخ۔ یعنی ہر حلقہ کی عطا الگ فنون ہے اس لئے مجھے ہر دم ایک نیا جنون ہے مطلب ظاہر ہے

خاصہ در زنجیر ایں میر اجل	پس فنوں باشد جنوں ایں شد مثل
خاص طور پر اس بڑے آقا کی زنجیر میں	تو جنون کی بہت سی قسمیں ہیں یہ ضرب المثل بن گئی ہے

پس الخ۔ یعنی پس جنون کئی قسم کا ہوتا ہے یہ ایک مثل ہو گئی ہے خاص کر جو کہ اس امیر بزرگ کی زنجیر کا ہو مطلب یہ کہ مثل مشہور ہے کہ الجنون فنون اس لئے مجھ پر بھی حالات مختلف آتے ہیں اور پھر جبکہ وہ جنون اور عشق ایک بہت بڑی جلیل القدر امیر کی زنجیر میں ہو تو وہ تو اور بھی زیادہ ہوگا۔

کہ ہمہ دیوانگاں پندم دہند	آنچناں دیوانگی بگسست بند
کہ سب دیوانے مجھے نصیحت کرنے لگے	دیوانگی نے ایسی بیڑیاں توڑیں

آنچناں الخ۔ یعنی دیوانگی نے اس قدر بند توڑے ہیں کہ دیوانی مجھے نصیحت کرتے ہیں مطلب یہ کہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر جوش جنون عشق ہے کہ اور لوگ جو کہ واصل اور عشق میں مبتلا ہیں مجھے نصیحت کرتے ہیں اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب دلی انتہا درجۂ ولایت کو پہنچ جاتا ہے تو اس وقت اولیاء اللہ بھی جو کہ اس کے درجہ سے کم ہوتے ہیں اس کو نہیں پہچان سکتے۔ آگے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ بھی عشق میں مبتلا تھے اس لئے کہ ان کو بھی لوگوں نے بند کر رکھا تھا۔ پس فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

آب گفت: ان اشعار کے ماقبل کے ساتھ تعلق کی دو توجیہیں ہیں اول یہ کہ اس کا تعلق "اے تن آلودہ بگرد حوض گرد" سے ہو۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ تجھ کو اپنی آلودگی کے باعث حوض کے اندر گھسنے سے شرم نہ چاہئے اس لئے کہ پانی آلودہ سے کہتا ہے الخ۔ دوسری توجیہ یہ کہ اس کا تعلق پاکی محدود تو خواہد مدد" سے ہو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ دریا سے تعلق پیدا کرنے یا قائم رکھنے میں تجھے شرم نہ آنی چاہئے کیونکہ پانی کہتا ہے الخ والثانی اقرب الی الملتفظر والاول الی المعنی فتامل غرض آلودہ نجاست کو ازالۂ نجاست میں دریا یا حوض سے مدد لینے میں شرم نہ چاہئے کیونہ پانی نے ایک آلودہ نجاست سے کہا کہ میرے اندر دوڑ آ آلودۂ نجاست نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ پانی صاف و شفاف ہے اور میں نجس اور گندہ میں کیا منہ لے کر اس سے ملوں پانی نے جواب دیا کہ یہ شرم مجھ بدون نہیں جا سکتی اور بدون میرے یہ نجاست دور نہیں ہو سکتی پس تجھے مجھ سے احتراز نہ چاہئے۔ واقعی بات یہ ہے کہ اگر آلودۂ نجاست پانی سے چھپنے لگے تو یہ شرم بجائے الحیاء شعبہ من الایمان کے الحیاء الایمان ہوائے گی پس ضرور ہے کہ بیجا شرم کو چھوڑا جائے اور اس سے کام نہ کیا جائے۔ یہاں ایک بات اور بھی قابل تنبیہ ہے وہ یہ کہ تیرے اندر دو حوض ہیں۔ ایک حوض تن۔ دوسرا حوض دل حوض تن تو بالکل مکدر ہے کہ اس سے حوض دل بھی مکدر ہو جاتا ہے اور حوض دل اتنا صاف و شفاف ہو کہ حوض تن کو بھی پاک و صاف کر دیتا ہے اور انسانی گندگیاں دور کر دیتا ہے پس حوض دل پر جانا اور اس سے منتفع ہونا اور حوض تن سے بچتے رہنا۔ اس تنبیہ کی اس لئے ضرورت ہے کہ بحر تن اور بحر دل دونوں ساتھ چلتے ہیں لیکن ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ یعنی اکثر مقتضیات نفسانیہ و قلبیہ بہت ملتے جلتے ہیں مگر فی الحقیقت جداگانہ ہیں اس لئے امتیاز کی ضرورت ہے ایسا نہ ہو کہ بحر تن کو بحر دل سمجھ کر اس سے منتفع ہونے لگو۔ اور جو بے حس ہے اس کو مطہر سمجھنے لگو خیر یہ مضمون تو استطراد آ گیا تھا۔ اب ہم پھر اصل مقصد کی طرف لوٹتے ہیں۔

گر تو باشی راست: خیر بات یہ ہے کہ تو چاہے ٹیڑھا ہو چاہے سیدھا۔ خواہ عالی ظرف ہو کہ کسی حالت میں بھی ادب کو ہاتھ سے نہ دے خواہ مغلوب کہ ادب ملحوظ نہیں رکھ سکتا۔ گو باختیار و بقصد ادب کو ترک بھی نہیں کرتا حق سبحانہ ہی کی طرف بڑھ۔ اس خیال سے کہ کہیں ادب ترک نہ ہو جائے۔ الثانہ لوٹ یہ مسلم ہے کہ بادشاہوں کے قرب میں جان کا خطرہ ہے اور قرب سلطان آتش سوزان بود مشہور ہے مگر عالی ہمتوں سے بدون بادشاہ کے صبر نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کہ بادشاہ کا قرب شکر سے زیادہ شیریں اور مرغوب ہے۔ خواہ سلطان حقیقی ہو خواہ مجازی۔ سلطان حقیقی کے قرب کا شیریں ہونا تو ظاہر ہے رہا سلطان مجازی سو اس کا قرب اس لئے شیریں ہے کہ یہ موجب جاہ ہے اور جاہ بالطبع مرغوب ہے پس اگر شیرینی کے لئے جان جاتی رہے تو بھی کچھ پرواہ نہیں غرض عالی ہمت بادشاہ کو خطرۂ جان کی بنا پر نہیں چھوڑتے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

عالی ہمت حقیقی شہنشاہ حقیقی کو نہیں چھوڑتے اور عالی ہمت مجازی سلطان مجازی کو نہیں چھوڑتے۔ پس اے ملامت گر تو جو ہم کو خطرۂ جان سے ڈراتا ہے اور کہتا ہے قرب سلطان آتش سوزان بود۔ پس بادشاہ سے جدا رہ کر سلامتی تجھے ہی نصیب رہے۔ ہماری تو اگر جان بھی جاتی رہے تب بھی ہم بادشاہ حقیقی کو نہ چھوڑیں گے اور اے سلامتی کے تلاش کرنے والے تو ہی کمزور اور بزدل اور ضعیف الاعتماد ہے۔ ہم اتنے بودے نہیں ہم کو اس کی ذات پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ ہماری لغزشوں کو نظر انداز کرے گا۔ بات یہ ہے کہ جو شل برف سرد ہوتا ہے اور آتش عشق سلطانی اپنے اندر نہیں رکھتا وہی آتش قرب سے ڈرتا ہے ہماری جان تو سوز عشق سے بھٹی بنی ہوئی ہے۔ ہمیں آگ کا کیا ڈر ہم کو تو وہ آگ ہی اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بھٹی کے لئے یہی کافی ہے اور یہی اس کا عین مقصود ہے کہ وہ آگ کا گھر ہے عاشق تو بھٹی کی طرح جلتا ہے جو اس سے ناواقف ہے احمق ہے یاد رکھو کہ جب یہ آگ تن من کو پھونک کر بے سامان کر دیتی ہے تو موت رفو چکر ہو جاتی ہے اور اس فنا کے بعد بقائے تام حاصل ہوتی ہے اور جب تجھے غم میں مزہ آنے لگتا ہے اور اس سے خوشی بڑھنے لگتی ہے تو جان میں طرح طرح کے آثار محمودہ پیدا ہونے لگتے اور انواع واقسام کے علوم ومعارف حاصل ہونے لگتے ہیں پس جس سے کم حوصلوں کی جان ہوا ہوتی ہے وہ تیرے لئے موجب سکینہ ہے اور یہ کچھ بعید نہیں دیکھو بطخ میں دریا سے جان آتی ہے اور خانگی مرغ کی روح تحلیل ہوتی ہے۔ عشق ومعشوق کے تذکرہ سے مولانا پر حال طاری ہو گیا لہٰذا فرماتے ہیں۔

باز دیوانہ شدم: ارے بیٹھے بیٹھے مجھے کیا جانے کیا یاد آیا۔ اے طبیب میں تو پھر دیوانہ ہو گیا اور اے حبیب مجھ پر تو پھر سودا نے غلبہ کیا کیوں نہ ہو میں تیری جس زنجیر میں بستہ ہوں عجیب قسم کی ہے اس کا تو ہر حلقہ ایک نئی قسم کا جنون پیدا کرتا ہے یعنی تیرے الطاف وانعامات میں جب غور کرتا ہوں تو ہر ایک نیا اثر کرتا ہے چونکہ ہر حلقہ کا اثر جداگانہ ہے اس لئے میرے جنون کے بھی مختلف رنگ ہیں یوں تو للجنون فنون مثل مشہور ہی ہے پر اس شاہ عظیم کی زنجیر میں تو یہ بات کامل طور سے موجود ہے میرا جنون مجھے اس درجہ وارستہ کرتا ہے کہ دیگر دیوانے اہل دنیا یا عشاق حق سبحانہ بھی مجھے نصیحت کرتے ہیں کہ اس قدر خود رفتگی مناسب نہیں۔ بعض نسخوں میں بجائے "پندم دہند" کے بندم دہند ہے۔ یعنی اہل دنیا مجھے مقید کرے ہیں وہذا ہو المناسب للحکایۃ الآتیۃ۔

شرح شبّیری

آمدن دوستاں بہ بیمارستاں جہت پرسش ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ

دوستوں کا شفاخانہ میں ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی مزاج پرسی کے لئے آنا

ایں چنیں ذوالنون مصری رافتاد	کاندرو شور و جنون نو بزاد
اسی طرح ذوالنون مصری کے لئے ہوا	کہ ان میں ایک نیا جنون اور ولولہ پیدا ہوا

انچنیں الخ۔ یعنی اس طرح حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ کو اتفاق پڑا کہ ان کے اندر ایک جدید جنون وشورش پیدا ہوئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شور چنداں شد کہ تا فوق فلک	میرسد ازوے جگر ہارا نمک
انہیں ایسی شورش ہوئی کہ آسمان کے اوپر تک	ان کی وجہ سے جگروں پر نمک پاشی ہوئی

شور چندان الخ۔ یعنی اس قدر شور ہوا کہ آسمان کے اوپر تک (پہنچ گیا) اور ان سے جگروں کو نمک پہنچا تھا۔ مطلب کہ ان کا عشق اس قدر ظاہر ہوا کہ سب جگہ مشہور ہو گیا اور اس کا اثر بھی قلب پر پڑتا تھا اور لوگ ان کے اس عشق سے مؤثر ہوتے تھے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہیں منہ تو شور خود اے شورہ خاک	پہلوئے شور خداوندان پاک
خبردار! اے شوریلی مٹی کے تو اپنے عشق کو نہ رکھ	پاک صاحبوں کے عشق کے برابر

ہین الخ۔ اے زمین شور (کی مثل) تو اپنی شورش کو حضرات پاک کے برابر مت رکھ مطلب یہ کہ کہیں اس سے کسی نقاص کو یہ شبہ نہ ہو جائے کہ جس طرح حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ کے اندر شول غل عشق تھی اس طرح ہمارے اندر بھی ہے لہٰذا ہم بھی کامل ہیں تو یہ غلطی ہے اس لئے کہ کار پاکان را قیاس از خود مگیر' اگرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر' وہ حالت صادقہ ہوتی ہے اور ناقص کی حالت کاذبہ ہوتی ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے صبح صادق اور صبح کاذب۔ کہ صبح کاذب بھی صادق کے مشابہ ہوتی ہے مگر اس کے بعد اس میں ظلمت ہوتی ہے پھر صبح صادق کا ظہور ہوتا ہے اس طرح کی حالت بھی مشابہ کامل کی حالت کے ہوتی ہے مگر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ آگے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف۔

خلق را تاب جنون او نبود	آتش او ریشہا شاں می ربود
لوگوں میں ان کے جنون (کے برداشت) کی طاقت نہ تھی	ان کی آگ ان کی داڑھیوں کا صفایا کر رہی تھی

خلق الخ۔ یعنی حضرت ذوالنونؒ کے جنون کی عامہ مخلوق کو تاب نہ تھی اور ان کی آتش عشق) لوگوں کی داڑھی کو لے بھاگتی تھی۔ مطلب یہ کہ ان کی اس حالت سے لوگ جلتے تھے اور ان کو اس کی تاب نہ تھی اس لئے کہ حضرت نے اپنے کو مجنون بنا کر حقائق و معارف بیان کئے اور دوسروں کی قلعی کھولی تو وہ لوگ ان سے جلنے لگے۔

چونکہ در ریش عوام آتش فتاد .	بند کردندش بزنداں . المراد
چونکہ عوام کی داڑھیوں میں آگ لگی	ان کو قید خانہ میں بند کر دیا مقصد یہ ہے

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ عوام کی داڑھی میں آگ لگی تو القصہ ان کو قید خانہ میں بند کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب ان کی آتش حسد بڑھی تو آخرکار حضرت کو قید کر دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

نیست امکاں واکشیدن ایں لجام	گرچہ زیں رہ تنگ می آیند عوام
اس لگام کو کھینچنا ممکن نہیں ہے	اگرچہ اس طریقہ سے عوام تنگ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست الخ۔ یعنی اس بات سے لگام روک لینا ممکن نہیں ہے اگرچہ اس راستہ سے عوام تنگ ہوں مطلب ظاہر ہے۔

دیدہ ایں شاہاں ز عامہ خوف جاں	کایں گرہ کورند و شاہاں بے نشاں
ان شاہوں نے عوام سے جان کا خطرہ محسوس کیا ہے	کیونکہ یہ گروہ اندھا ہے اور شاہوں میں کوئی علامت نہیں ہے

دیدایں الخ۔ یعنی ان بادشاہوں نے عوام سے خوف جان دیکھا اس لئے کہ یہ گروہ تو اندھے ہیں اور بادشاہ بے نشانی کے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان حضرات اہل اللہ نے جب دیکھا کہ کوئی علامت اور نشانی تو ایسی ہے نہیں کہ جس سے ظاہر ہو کہ یہ بزرگ ہیں اور ولی ہیں اور مخالفت عوام ظاہر ہے تو ان کو اپنی جان کا خوف ہو گیا کہ ممکن ہے کہ یہ لوگ مار ڈالیں اس لئے ان حضرات نے پوشیدگی ہی پسند کی۔

چونکہ حکم اندر کف رنداں بود	لا جرم ذوالنون در زنداں بود
جبکہ فیصلہ رندوں کے ہاتھ میں ہو گا	لامحالہ ذوالنون قید خانہ میں ہوں گے

حکم چون الخ۔ یعنی جب حکم رندوں کے ہاتھ میں پڑ گیا تو بیشک ذوالنونؒ قید خانہ میں پڑ گئے مطلب یہ کہ جب نااہل حاکم ہو گئے تو اب ان کو قید میں پڑنا ضروری تھا اس لئے کہ وہ ان کی قدر نہ جانتے تھے اس لئے ان کو قید کر دیا۔

یک سوارہ می رود شاہ عظیم	در کف طفلاں چنیں در یتیم
عظیم بادشاہ تنہا جا رہا ہے	ایسا نایاب موتی بچوں کے ہاتھ میں پڑا ہے

یک الخ۔ یعنی بادشاہ عظیم یکہ و تنہا جاتا ہے جیسے کہ لڑکوں کے ہاتھ میں در یتیم مطلب یہ کہ یہ حضرات اگرچہ واقع میں بادشاہ ہوتے ہیں مگر بظاہر کوئی علامت وغیرہ نہیں ہوتی بلکہ بالکل تنہا نااہلوں میں پھرتے ہیں جیسے کہ لڑکوں کے ہاتھ میں در یتیم آ جائے تو وہ اس کی اچھی طرح گت بناتے ہیں اسی طرح جامہ خلق ان حضرات کی خوب ہی گت بناتے ہیں اور ان کو دق کرتے ہیں۔

در چہ دریائے نہاں در قطرۂ	آفتابے درج اندر ذرۂ
موتی کیا ہوتا ہے ایک قطرہ میں پوشیدہ دریا	(یا) ایک سورج ذرے میں

در چہ الخ۔ یعنی اگرچہ ایک دریا قطرہ میں پوشیدہ ہو اور ایک آفتاب ذرہ میں مخفی ہو (مگر عوام کو اس کی کیا خبر ہو سکتی ہے) مطلب یہ کہ یہ حضرات حقیقۃً تو مظہر ہوتے ہیں صفات حق کے مگر لوگوں کو ان کے اس کمال کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔

آفتاب خویش را ذرہ نمود	واندک اندک روئے خود را بر کشود
اس نے اپنے سورج کو ذرہ دکھایا	اور تھوڑا تھوڑا اپنا منہ کھولا

آفتابے الخ۔ یعنی آفتاب نے اپنے کو ذرہ دکھلایا ہے اور تھوڑا تھوڑا اپنے منہ کو کھولا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے اپنے کمالات کو ان حضرات میں تھوڑے تھوڑے ظاہر کئے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

36

جملہ ذرات دروے محو شد	عالم از وے مست گشت وصحو شد
تمام ذرے اس میں محو ہو گئے	دنیا اس سے مست ہو گئی اور ہوش جاتا رہا

جملہ الخ۔ یعنی ذرات اس میں محو ہو گئے اور عالم اس سے مست ہو گیا اور ہوشیاری جاتی رہی مطلب یہ کہ جب آفتاب حقیقی یعنی حق تعالیٰ نے تھوڑا ظہور کیا اور اپنی صفات کا مظہر کسی کو بنا دیا تو اب اور کل ذرات اس کے جمال میں فنا ہو گئے اور ہوشیاری وغیرہ سب غائب ہو گئی بس اب تو اسی کا نظارہ مدنظر رہ گیا۔

چوں قلم در دست غدارے بود	لاجرم منصور بردارے بود
جب قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہو گا	تو لامحالہ منصور سولی پر ہو گا

چوں الخ۔ یعنی جب کہ قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہو۔ تو پھر منصور کیسے دار پر نہ ہوں۔ یہاں غدار سے مراد وہ وزیر ہے جو کہ حضرت حسین بن منصور کے قتل کے در پے تھا اور اصل قصہ یہ ہے کہ ایک وزیر تھا جو کہ بوجہ کسی خواہش نفسانی کے ان کے قتل کے در پے تھا اور یہ یقینی امر ہے کہ ان کی حالت مغلوبیت کی تھی غرضیکہ اس نے علماء سے استفتاء کیا تو علماء کے ساتھ حسن ظن ضرور اس کو بتاتا ہے کہ انہوں نے کل تفصیل لکھی ہوگی مگر اس نے یہ کہہ کر کہ ان کے قول میں کوئی تاویل نہیں ہوسکتی ان کے لئے حکم دار دیدیا اس لئے کہتے ہیں کہ جب ایسے غدار کے ہاتھ میں قلم ہو تو پھر وہ دار پر کیسے نہ چڑھائیں اور ان کا نام منصور نہیں ہے بلکہ ان کے والد کا نام ہے اور ان کا نام حسین ہے مگر یہ والد ہی کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب نااہل حاکم ہونگے تو ایسی ایسی باتیں ہوا کریں گی اور اولیاء اللہ کو اس طرح تکالیف اور گزند پہنچیں گے اور فرماتے ہیں کہ

چوں سفیہاں راست ایں کار و کیا	لازم آمد یقتلون الانبیا
جب اختیار اور اقتدار بے عقلوں کو حاصل ہو	ضروری ہوگا کہ وہ نبیوں کو قتل کریں

چوں الخ۔ یعنی جبکہ بیوقوفوں کے قبضہ میں کام اور حکومت ہو تو انبیاء کا قتل ہونا لازم ہے اس لئے کہ وہ ان کی حالت اور ان کے کمالات سے ناواقف ہونگے اور پھر ان کو قتل کر دینگے اور ایذا دینگے جیسا کہ پہلے ہو چکا ہے۔

انبیاء را گفتہ قوم بود گم	از سفہ انا تطیرنا بکم
گم گشتہ راہ قوم نے نبیوں سے کہا	حماقت سے کہ ہم تمہیں منحوس سمجھتے ہیں

انبیاء الخ۔ یعنی قوم گمراہ نے انبیاء کو بیوقوفی کی وجہ سے کہا ہے کہ ہم تم سے فال بد لیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آخر بیوقوفوں نے پہلے بھی انبیاء کی شان میں گستاخی کی ہے اور ہمیشہ مخالفت ہی کی ہے تو اگر اولیاء اللہ کے ساتھ دشمنی اور مخالفت کریں تو کیا عجب ہے آگے بیوقوفوں کی موافقت اور دوستی کو بتاتے ہیں کہ

جہل ترسا بیں اماں انگیختہ	زاں خداوندے کہ گشت آویختہ
نصرانیوں کی نادانی دیکھئے امن کے طالب ہیں	اس آقا سے جو (ان کے عقیدہ میں) سولی پر لٹکا دیا گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جہل الخ۔ یعنی نصرانی کا جہل دیکھو کہ اس نے امن کو اس خدا کے ساتھ تعلق کیا ہے کہ جو خود لٹک گئے۔ مطلب یہ کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام کے دوست بنتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ ہمارے گناہوں کے کفارہ میں ایک مرتبہ سولی پر چڑھ چکے ہیں تو بھلا کس قدر بے وقوفی کی بات ہو کہ جو اپنے کو تو سولی پر چڑھنے سے نہ بچا سکے ان سب کو بچائیں گے اللہ بچائے اس جہالت سے۔

چوں بقول اوست مصلوب یہود	پس مرا ورا امن کے تاند نمود
جب ان کے بقول یہودیوں نے ان کو سولی پر چڑھا دیا ہے	تو وہ ان کو نجات کب دے سکتے ہیں؟

چون الخ۔ یعنی جبکہ بقول نصرانی ان کو یہود نے سولی دیدی تو پھر وہ اس کو کس طرح دے سکتے ہیں۔ پس معلوم ہو گیاہ جاہل کی نہ دوستی اچھی اور نہ عداوت ہر طرح دل کا ضرر جان کا نقصان دیکھا + نہ عداوت تری اچھی نہ محبت اچھی۔ ان دو شعروں میں بے وقوف کی دوستی کی حالت کو بیان کر کے پھر مضمون بالا کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ جب منکرین ان حضرات کو اس طرح ستائیں گے تو پھر آخر کہاں تک بچیں گے۔ فرماتے ہیں کہ

چوں دل آں شاہ انیساں خون بود	عصمت وانت فیہم چوں بود
جبکہ اس (ذوالنون) شاہ کا دل اسطرح خون ہو	تو "انت فیہم" کا بچاؤ کیسے (حاصل) ہو؟

چون الخ۔ یعنی جبکہ اس شاہ کا دل اس طرح خون ہوگا تو پھر دانت فیہم کی عصمت کس طرح ہوگی مطلب یہ کہ بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی برکت سے ایسا ہوتا ہے کہ بلائیں ٹل جاتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ فرماتے ہیں ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم مگر پھر آخر یہ بچاؤ کب تک رہے گا جب اہل اللہ کو نا اہل اس طرح ستائیں گے تو حق تعالیٰ ان کو علیحدہ کر کر کے اوروں پر عذاب نازل فرمائیں گے لہٰذا ان حضرات کی دل آزاری سے ہمیشہ بچنا چاہیے کہ بہت ہی بڑی سخت بات ہے۔

زر خالص را و زرگر را خطر	باشد از قلاب خائن بیشتر
خالص سونے اور سنار کو خطرہ	زیادہ ہوتا ہے خائن جعلساز سے

زر خالص الخ۔ یعنی خالص سونے کو اور زرگر کو کھوٹ ملانے والے خائن کا بہت خوف ہوتا ہے مطلب یہ کہ حضرات اہل اللہ ان عوام سے بہت گھبراتے ہیں اور ہمیشہ مخالفت کا خوف ان کو لگا رہتا ہے اس لئے یہ حضرات اپنے کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ مخفی رکھتے ہیں۔

یوسفاں از رشک زشتاں مخفی اند	کز عدو خوباں در آتش می زیند
بہت سے یوسف بدصورتوں کے رشک کی وجہ سے پوشیدہ رہتے ہیں	کیونکہ حسین دشمن کی وجہ سے انگاروں پر لوٹتے ہیں

یوسفان الخ۔ یعنی یوسف (جیسے) لوگ بروں کے رشک کی وجہ سے مخفی ہیں اور دشمنی کی خصلت والوں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگ میں زندہ ہیں مطلب یہ کہ جو حضرات اہل اللہ ہیں وہ حاسدین اور منکرین کی وجہ سے اپنے کمالات کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور ان کی وجہ سے ایک کاہش اور تکلیف میں زندگی بسر کرتے ہیں۔

یوسفاں از مکر اخواں در چہ اند	کز حسد یوسف بگرگاں می دہند
بہت سے یوسف بھائیوں کی مکاری کی وجہ سے کنویں میں ہیں	کیونکہ وہ حسد کی وجہ سے یوسف کو بھیڑیوں کو دے دیتے ہیں

یوسفان الخ۔ یعنی یوسف (جیسے) حضرات بھائیوں کے مکر کی وجہ سے کنوئیں میں ہیں کہ حسد کی وجہ سے یوسف کو بھیڑیوں کو دے دیتے ہیں مطلب یہ کہ یہ حضرات اہل اللہ حاسدین کی وجہ سے اپنے کو مخفی رکھتے ہیں اس لئے کہ اگر ظاہر ہوں حاسدین ان کو تکلیف اور گزند پہنچاتے ہیں۔

از حسد بر یوسفؑ مصری چہ رفت	ایں حسد اندر کمیں گرگیست زفت
حسد کی وجہ سے مصری یوسف پر کیا گزری؟	یہ حسد چھپا ہوا موٹا بھیڑیا ہے

از حسد الخ۔ یعنی حسد کی وجہ سے حضرت یوسف مصری علیہ السلام پر کیا گزری اور یہ حسد ہی خود باطنا ایک بڑا بھیڑیا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ ضرور نہیں کہ حاسد ظاہر میں کوئی گزند ہی پہنچائے بلکہ خود یہ حسد ہی ایک بڑا بھیڑیا ہے کہ خود اسی سے گزند اور تکلیف ہوتی ہے۔

لاجرم زیں گرگ یعقوبؑ حلیم	داشت بر یوسفؑ ہمیشہ خوف وبیم
لامحالہ اس بھیڑیئے کی وجہ سے بردبار یعقوب	یوسف کے معاملہ میں خوف وخطر محسوس کرتے تھے

لاجرم الخ۔ یعنی بے شک اسی گرگ کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام جو کہ حکیم تھے یوسف علیہ السلام پر خوف رکھتے تھے مطلب یہ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اس حسد ہی سے خائف تھے کہ ایک روز یہ حسد ہی گل کھلائے گا سو وہی ہوا۔

گرگ ظاہر گرد یوسف خود نگشت	ایں حسد در فعل از گرگاں گذشت
ظاہری بھیڑیا یوسف کے پاس بھی نہ آیا	یہ حسد کارنامہ میں بھیڑیوں سے بھی بڑھ گیا

گرگ الخ۔ یعنی گرگ ظاہر تو یوسف علیہ السلام کے پاس بھی نہ ہوا (مگر) یہ حسد ہی فعل میں گرگوں سے بڑھ گیا کہ وہ تو پاس بھی نہ آیا اور اس حسد نے ان کو کنویں میں ڈلوا دیا تو اس حسد کا اثر اس بھیڑیئے سے بھی زیادہ ہو گیا۔

زخم کرد ایں گرگ وز عذر لبق	آمدہ کانا ذھبنا نستبق
اس بھیڑیئے نے زخمی کیا اور چکنا چپڑا عذر لے کر	(حضرت یعقوب کے پاس) آیا کہ ہم دوڑ لگا رہے تھے

زخم کرد الخ۔ یعنی اس گرگ (حسد) نے تو زخم لگایا اور چرب زبانی کے عذر کی وجہ سے آگے کہ ہم تو بھاگنے کے لئے گئے تھے۔ مطلب یہ کہ وہ ایذا رسانی تو فعل اس حسد اخوان کا تھا مگر وہ چرب زبانی سے اپنے کو بری ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

بتاتے رہے کہ ہم نے کیا کیا۔ ہم تو ذرا بھاگنے کو چلے گئے تھے۔

صد ہزاراں گرگ راایں مکر نیست	عاقبت رسوا شودایں گرگ بایست
لاکھوں بھیڑیوں کو بھی یہ مکاری حاصل نہیں ہے	ٹھہر جا بالآخر یہ بھیڑیا رسوا ہو گا

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں بھیڑیوں میں یہ مکر نہیں ہوتا اور آخر کار یہ مکر رسوا ہوتا ہے تم اس سے کھڑے ہو جاؤ یعنی الگ ہو جاؤ۔ ورنہ تم بھی اس کے ساتھ رسوا ہو گے آگے حسد کے گرگ ہونے کی دلیل لاتے ہیں کہ

زانکہ حشر حاسداں روز گزند	بیگماں برصورت گرگاں کنند
کیونکہ حشر کے دن حاسدوں کا حشر	یقینا بھیڑیوں کی صورت میں کریں گے

زانکہ الخ۔ یعنی اسی لئے قیامت کے دن حاسدوں کا حشر بھیڑیوں کی صورت پر کریں گے۔ حدیث میں اتنا تو آیا ہے کہ متکبرین چیونٹی کی صورت میں اٹھیں گے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حشر کچھ مناسب صورتوں میں ہوگا تو اگر مولانا کو کشف یا الہام سے معلوم ہو کہ حاسدین کا حشر بھیڑیوں کی شکل میں ہوگا تو کیا عجب ہے اسی لئے فرماتے ہیں کہ چونکہ حسد کے اندر سبعیت اور تکلیف دہی زیادہ ہے اسی لئے یہ گرگ کی طرح ہے اور حاسدین کا حشر بھی اسی مناسبت کی وجہ سے گرگوں کی بصورت میں ہوگا اور فرماتے ہیں کہ

حشر پر حرص سگ مردار خوار	صورتے خو کے بود روز شمار
مردار خوار حریص کتے کا حشر	قیامت کے دن سور کی صورت میں ہو گا

حشر الخ۔ یعنی حرص والے اور مردار خوار کا حشر قیامت کے دن سور کی صورت میں ہوگا اس لئے کہ مردار خواری اور حرص میں اس کو اس سے مناسبت ہے۔

زانیاں را گندہ اندام نہاں	خمر خواراں را بود گندہ دہاں
(قیامت کے دن) زناکاروں کی شرمگاہیں گندی ہوں گی	شراب نوشوں کے منہ بدبودار ہوں گے

زانیاں الخ۔ یعنی زانیوں کی اندام نہانی گندہ ہوگا اور شرابیوں کا منہ گندہ ہوگا اس لئے انہوں نے ان ہی اعضاء سے معصیت کا ارتکاب کیا ہے پس معلوم ہوا کہ سب کا حشر اس کے مناسب خصلت اور غالب حادت پر ہو گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

گند مخفی کاں بدلہا می رسید	گشت اندر حشر محسوس و پدید
چھپی ہوئی گندگی جو دلوں میں پہنچتی ہے	وہ قیامت میں محسوس اور ظاہر ہو گی

گند الخ۔ یعنی وہ مخفی گندگی جو کہ قلوب میں پہنچتی تھی قیامت کے اندر وہ محسوس اور ظاہر ہوگئی اور اس کی یہ سب صورت ناشبہ ظاہر ہوئیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بیشہ آمد وجود آدمی	بر حذر شوزیں وجود ار آدمی
انسان کا وجود ایک بن ہے	اگر تو انسان ہے تو اس وجود سے احتیاط برت

بیشہ الخ- یعنی وجود انسان ایک جنگل ہے تو اگر تم آدمی ہو تو اس سے بچو۔ مطلب یہ کہ وجود انسان مثل ایک جنگل کے ہے جس میں اخلاق ذمیمہ حرص و ہوا اور سبعیت و بہیمیت جو کہ کتے اور سور اور بھیڑیے وغیرہ کے مشابہ ہیں موجود ہیں تو اگر تم آدم ہو تو ان چیزوں سے بچو اور اخلاق ذمیمہ کو اپنے اندر سے باہر نکال ڈالو۔

ظاہر و باطن اگر باشد یکے	نیست کس را در نجات او شکے
اگر ظاہر و باطن یکساں ہو	اس کی نجات میں کسی کو شک نہیں ہے

ظاہر الخ- یعنی جسکا ظاہر و باطن یکساں ہو اس کی نجات میں کسی کو شک نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر کسی کا ظاہر و باطن دونوں اچھے ہوں تو پھر وہ یقیناً ناجی ہے بخلاف اس کے کہ جس کا ظاہر تو اچھا ہو اور باطن میں یا اخلاق ذمیمہ اور سبعیہ بھرے ہوئے ہوں

در وجود ما ہزاراں گرگ و خوک	صالح و ناصالح و خوب و حسوک
ہمارے وجود میں ہزاروں بھیڑیے اور سور ہیں	نیک اور بد اور اچھے اور برے

در وجود الخ- یعنی ہمارے وجود کے اندر ہزاروں سور اور بھیڑیے اچھے اور برے اور عمدہ اور کینہ ور ہیں مطلب یہ کہ مارے اندر اخلاق ذمیمہ اور حمیدہ اور سبعیت اور سمیت وغیرہ وغیرہ بھرے پڑے ہیں برے بھی ہیں اور بھلے بھی ہیں مگر اعتبار انہیں کا ہوگا جو کہ غالب ہوں گے اسی کو فرماتے ہیں کہ

حکم آنخور است کو غالب ترست	چونکہ زر بیش از مس آمد آں زرست
حکم اس خصلت کے مطابق ہے جو غالب ہے	جب سونا تانبے سے زیادہ ہے تو وہ سونا ہے

حکم خو الخ- یعنی اعتبار اسی کا ہے جو کہ غالب ہے اس لئے کہ اگر سونا تانبے سے زیادہ ہو تو وہ سنا ہی ہے۔

سیرتے کاں در وجودت غالب ست	ہم براں تصویر حشرت واجب ست
وہ خصلت جو تیرے وجود میں غالب ہے	اسی صورت پر تیرا حشر ضروری ہے

صورتے الخ- یعنی جو صورت کہ تیرے وجود میں غالب ہوگی تمہارا حشر ضرور اسی صورت پر ہوگا مطلب یہ کہ جب اعتبار غالب کا ہے تو بس اگر اخلاق حمیدہ غالب ہیں تو ویسا اثر مرتب ہوگا اور اگر ذمیمہ غالب ہیں تو اس کے آثار مرتب ہوں گے اور تم ویسے ہی کہلاؤ گے۔

ساعتے گرگی در آید در بشر	ساعتے یوسفؑ رخی ہمچوں قمر
ایک وقت میں انسان میں بھیڑیا پن آتا ہے	ایک وقت میں چاند جیسی یوسف رخی آتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساعتے الخ۔ یعنی کبھی تو ایک بھیڑیا بشر کے اندر آ جاتا ہے اور کبھی ایک یوسف جیسے رخ والے چاند کی طرح مطلب یہ کہ کسی وقت غلبہ اخلاق حمیدہ کا ہوتا ہے اور کبھی خلاق ذمیمہ کا اور اخلاق خود اسی شخص تک نہیں رہتے بلکہ ان کا اثر دوسروں تک بھی متعدی ہوتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

می رود از سینہا در سینہا	از رہ پنہاں صلاح و کینہا
سینوں لیں سینوں میں جاتے ہیں	پوشیدہ طور پر نیکی اور کینے

می رود الخ۔ یعنی سینوں سے سینوں کے اندر پوشیدہ راستہ سے صلاحیت اور کینہ جاتے ہیں مطلب یہ کہ ایک قلب سے دوسرے پر اثر پڑتا ہے اگر یہ قلب اچھا ہے تب تو اثر بھی اچھا ہوتا ہے اور اگر یہ برا ہے تو اثر بھی برا ہوگا بلکہ یہ اثر آدمیوں میں ہی منحصر نہیں ہے بلکہ آدمی سے جانوروں کے اندر بھی جاتا ہے اور ان میں بھی اثر کرتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

بلکہ خود از آدمی در گاؤ و خر	می رود دانائی و علم و ہنر
بلکہ انسان سے بیل اور گدھے میں	سمجھ اور علم اور ہنر پہنچتا ہے

بلکہ الخ۔ یعنی بلکہ آدمی سے بیل اور گدھے میں عقل اور ہنر جاتا ہے مطلب یہ کہ انسان کے اخلاق اور اس کے علم وہنر سکھلانے سے جانوروں میں بھی اثر کرتے ہیں آگے اس کی نظائر لاتے ہیں کہ

اسپ سکسک می شود رہوار و رام	خرس بازی می کند بز ہم سلام
کم رفتار گھوڑا تیز رفتار اور فرمانبردار ہو جاتا ہے	ریچھ کھیلتا ہے بکری بھی سلام کرتی ہے

اسپ الخ۔ یعنی اناڑی گھوڑا راستہ چلنے والا اور مطیع ہو جاتا ہے اور ریچھ کھیل کرتا ہے اور بکرا بھی سلام کرتا ہے تو دیکھو کہ انسان کے خلاق حمیدہ نے ان چیزوں میں کیا اثر کیا اور یہ بھی درست ہو گئے۔

رفت در سگ ز آدمی حرص و ہوس	یا شباں شد یا شکاری یا حرس
انسان سے حرص و ہوس کتے میں پہنچی	چرواہا یا شکاری یا محافظ بنا

رفت الخ۔ یعنی کتے کے اندر آدمی سے یا تو حرص وہوس جاتی یا وہ چرواہا ہو جاتا ہے یا شکاری یا نگہبان غرضیکہ اس کے اندر انسان کی جیسی خصلت اثر کرے گی وہ ویسا ہی ہو جائے گا۔

در سگ اصحاب خوئے زاں رقود	رفتہ تا جویائے اللہ گشتہ بود
اصحاب (کہف) کے کتے میں ان سوئے ہوؤں کی فضیلت	پہنچی یہاں تک کہ وہ اللہ کا طالب بن گیا

در سگ الخ۔ یعنی اصحاب کہف کے کتے ہیں ان سونے والوں کی ایک خصلت نے اثر کیا تھا یہاں تک کہ وہ کتا حق تعالیٰ کا طالب ہوگا اس لئے تو اہل اللہ کا پیچھا نہ چھوڑا شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ سگ اصحاب کہف روزے چند پے نیکاں گرفت مردم شد + پسر نوح بابدان بہ نشست + خاندان بنوتش گم شد + پس معلوم ہوا کہ ان

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرات انسان کے خصائل دوسرے انسانوں میں تواثر کرتے ہی ہیں مگر حیوانات میں بھی اس کا اثر پہنچتا ہے اور وہ اگر کسی کو نیک کر دیتا ہے اور کسی کو بد کر دیتا ہے اس کو فرماتے ہیں کہ

ہر زماں در سینہ نوعے سر کند	گاہ دیوو گہ ملک گہ دام و دد
ہر زمانہ میں سینہ میں ایک خاص نوعیت ظاہر ہوتی ہے	کبھی شیطان اور کبھی فرشتہ (اور) کبھی چرندہ اور درندہ (بن جاتا ہے)

ہر زمان الخ۔ یعنی ہر گھڑی سینہ میں ایک قسم (اخلاق کی) اثر کرتی ہے اور کبھی تو دیوار اور کبھی فرشتہ اور کبھی چرندہ اور کبھی درندہ۔ مطلب یہ کہ قلوب میں دوسرے کا اثر پڑتا ہے بس اگر وہ اثر نیک ہو تو اس طرف بھی آثار نیک ہی مرتب ہونگے ورنہ آثار بد مرتب ہونگے آگے فرماتے ہیں کہ

زاں عجب بیشہ کہ ہر شیر آگہ است	تا بہام سینہا پنہاں رہ است
اس عجیب جنگل سے جس کو ہر شیر جانتا ہے	سینوں کی بلندی تک مخفی راستہ ہے

زان الخ۔ یعنی اس عجیب جنگل سے جس کے کہ ہر شیر آگاہ ہے بام سینوں تک ایک پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ وجود انسان سے قلوب تک اندر ہی اندر ایک پوشیدہ راہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے اس کا اثر دوسرے تک پہنچتا ہے اور دوسرا اس سے متاثر ہوتا ہے۔

وزدی کن از در و مرجان جاں	اے کم از سگ از درون عارفاں
جان کا موتی اور مونگا چرا لے	عارفوں کے دل میں سے اے کتے سے کمتر!

وزدے الخ۔ یعنی اے کتے سے بھی کم جان کے سونے اور مرجان کی چوری قلوب عارفین سے کہ مطلب یہ کہ جب معلوم ہوا کہ قلوب میں اندر ہی اندر راستہ ہے اور اس سے اثر آتا ہے تو یہ ایک قسم کی چوری ہوئی تو پھر چوری بھی کرو تو عمدہ چیز کی تو کرو یعنی حاصل کرو تو اخلاق حمیدہ اور فیوض و برکات عارفین کے قلوب سے حاصل کرو۔ ورنہ پھر تو گناہ بے لذت ہے یہ اشارہ بھی ہے ایک عربی کی مثل کی طرف کہا کرتے ہیں کہ ان تسرق فاسرق الدرۃ وان تزن فازن الحرۃ یعنی اگر چراؤ تو موتی تو چراؤ (کہ کچھ حاصل بھی ہو) اور اگر زنا کرو تو کسی حرہ سے کرو (تاکہ لطف بھی آئے) پس اگر اثر ہی لو تو علوم و معارف ہی لو جو کہ نافع بھی ہوں ورنہ اخلاق ذمیمہ کا کیا لینا۔

چونکہ وزدی وزد آں در لطیف	چونکہ حامل می شوی بار شریف
جبکہ تو چور ہے تو پاکیزہ موتی چرا	جبکہ تو بوجھ اٹھاتا ہے تو بھلا بوجھ (اٹھا)

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ چوری کرو تو کسی عمدہ موتی کی کرو اور جبکہ بوجھ اٹھاؤ تو کوئی نفیس بوجھ اٹھاؤ۔ مطلب بالا ہے پس خوب سمجھ لو کہ ایک قلب کا اثر دوسرے پر پڑتا ہے لہٰذا قلوب عارفین سے علوم و معارف کو حاصل کرو پھر حضرت ذوالنون کی حکایت کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

آنچنان ذوالنون: ذوالنون مصری کوبھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا کہ ان کے اندر ایک مرتبہ نیا شور اور نئی طرح کا جنون پیدا ہو گیا تھا اور شورش اتنی بڑھ گئی تھی کہ آسمان سے اوپر تک کی مخلوق کے جگروں کو اس سے نمک پہنچتا تھا اور وہ اس سے متاثر ہوتے تھے۔ یہاں چونکہ مولانا نے اپنے اور ان کے جنون کو یکساں بتایا تھا اور فرمایا تھا کہ آنچنیں ذوالنون مصری۔ افتاد الخ اس لئے اب اپنے اوپر ملامت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ارے شورہ خاک اور گہائے جنون اصلی سے محروم کجا تو کجا حضرت ذوالنون تو اپنے جنون کو ان پاک حضرات کے جنون کے مشابہ مت بتا۔ یہ ایک قسم کا سوء ادب ہے ملامت کرنے کے بعد اصل قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مخلوق کو ان کے جنون کی تاب نہ تھی کیونکہ ان کی آگ ان کی داڑھیوں کو اڑائے دیتی تھی یعنی وہ اپنے جوش میں سب کی رسمی دینداری کی قلعی کھولتے تھے اس سے ان کے جاہ میں خلل پڑتا تھا جو کہ ان کو ناگوار تھا۔ پس جب کہ عوام کی داڑھیوں میں آگ لگی اور ان کی رسمی دینداری کی قلعی کھلنے لگی تو انہوں نے ان کو قید خانہ میں مقید کر دیا اب مولانا اس شبہ کو دفعہ کرتے ہیں جو اس مقام پر واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ آخر ذوالنونؒ نے ایسا فعل کیا ہی تھا کیوں جس سے فتنہ پیدا ہوا اور کہتے ہیں کہ عوام اس سے تنگ ہوں مگر اس لگام کو کھینچنا اور ضبط کرنا قریب قریب ناممکن ہے لہٰذا بوجہ مغلوبی کے ان لوگوں سے ایسی باتیں صادر ہوتی ہیں جو عوام کو برافروختہ کرتی ہیں پس چونکہ عوام ان حضرات کے جوش سے برافروختہ ہوتے ہیں اس سے ان باشدا ہوں کو اپنی جان کا خوف ہوتا ہے کیونکہ یہ لوگ تو اندھے ہیں اور ان حضرات میں کوئی ایسی علامت جو ان کی عظمت کو ظاہر کرے اور جس کو اندھے بھی معلوم کر سکیں نہیں ہوتی نیز چونکہ حکومت و اختیار آوارہ لوگوں کے ہاتھ میں تھا اس لئے حضرت ذوالنون کو جیل خانہ میں جانا ضروری تھا۔ ہائے افسوس ایسا عظیم الشان بادشاہ یکہ وتنہا جیل خانہ جا رہا ہے اور وائے حسرت کہ ایسا در یتیم اور لونڈوں کے ہاتھ میں ہے موتی کیا چیز ہے بلکہ یوں کہیے کہ ایک دریائے معرفت ہے جو قطرہ میں پوشیدہ او صورت ظاہری میں محجوب ہے اور ایک آفتاب معرفت ہے جو کہ ایک ذرہ میں پوشیدہ ہے اس آفتاب نے اپنے کو بصورت ذرہ ظاہر کیا اور بہت ہی کم اپنا منہ کھولا لیکن اس کا اثر یہ ہوا کہ تمام ذرات جن عوام اس میں محو ہو گئے اور اس کی طرف متوجہ ہو گئے اور اس کو لپٹ گئے اور تمام عالم اس سے مست اور بے خود ہو گیا اور ہوشیاری رفو چکر ہو گئی (غالباً مولانا نے عوام کے ان کے قصید کرنے کو مستی اور ہوشیاری کے جاتے رہنے سے تعبیر کیا ہے کیونکہ یہ حرکت ان کی نامعقول تھی جو کہ ہوشیاری کے خلاف اور مستی کے مناسب ہے اور چونکہ یہ اثر تھا کہ ان کی دیوانگی کا اور وہ قدرے ظہور تھا اس آفتاب کا لہٰذا اس کو اس ظہور آفتاب کی طرف منسوب کیا واللہ اعلم) یک سوارہ میرود سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہاں تک جملہ معترضہ تھا اب مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نیز جب قلم ایک غدار وزیر کے ہاتھ میں ہو جو حسین بن منصور کا مخالف تھا تو حسین موصوف کا سولی پانا ضروری تھا اور جب احمق مختار کار ہوں تو خواہ مخواہ یقتلون الانبیاء صادق ہوگا۔ ان گمراہ لوگوں نے تو انبیاء کو اپنی حماقت سے انا تطیرنا بکم کہا ہے تو اولیاء کے ساتھ تو جو کچھ کریں تھوڑا ہے ان احمقوں کی حماقت کچھ دشمنی ہی کے پردہ میں ظاہر نہیں ہوتی بلکہ جب دوستی کرتے ہیں تب بھی حماقت کرتے ہیں چنانچہ نصارے نے عیسیٰ علیہ السلام سے دوستی کی لیکن ان کی جہالت دیکھو کہ جس کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں کہ سولی دیدیا گیا اسی سے مان مانگتے ہیں اور الامان کا شور بلند کرتے ہیں ان احمقوں سے کوئی پوچھے کہ جب تم یہ کہتے ہو کہ یہود نے ان کو سولی دیدیا اور وہ اپنے کو بھی نہ بچا سکے تو تمہیں کیا خاک بچائیں گے غرض ہر طرح دل کا ضرر جاں کا نقصان دیکھا + نہ محبت تیرا اچھی نہ عداوت اچھی۔

چون دل آن شاہ: اب مولانا بطور جملہ معترضہ کے فرماتے ہیں کہ بھلا جب ذوالنو علیہ السلام کو یوں ستایا جائے اور یوں تکلیف دی جائے تو قہر خدا کیوں نہ نازل ہو اور ان کا ان میں موجود ہونا ان کو کیونکر بچا سکتا ہے وہ ہرگز اس کے مستحق نہیں اگر اس پر بھی عذاب نازل نہ ہو تو یہ ان کے وجود کی انتہائی برکت ہے (اس میں اشارہ ہے آیہ سورۂ انفال ما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم کی طرف جس میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ جب تک آپ کا وجود باوجود ان میں ہے ہم اس کی برکت سے ان لوگوں سے درگزر کریں گے اور ان کو عذاب معتد بہ دیں گے تنبیہات دوسری چیز ہیں۔ مولانا نے اس سے اس امر کو ظاہر فرمایا کہ یہ حکم بوجہ اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل اللہ کے لئے بھی ثابت ہے) آگے مولانا پھر وجہ اختفاء اہل اللہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں

زر خالص را وزرگر: یہ حضرات عامہ سے اس لئے ڈرتے ہیں کہ یہ زر خالص اور زرگر ہیں جو کھرے کھوٹے اور نقلی اور اصلی کو پہچانتے ہیں اور عوام جعلساز اور مروج اور کاسد ہیں اور جعلساز سے سنار اور زر خالص کو خطر لازم ہے کیونکہ یہ اس کی قلعی کھولتے ہیں اور اس کو رسوا کرتے ہیں نیز یہ حضرات یوسف معنوی ہیں اس لئے بڑوں کے حسد سے پوشیدہ ہیں کیونکہ ان دونوں خصلتوں کا ان سے ناک میں دم ہے نیز یہ یوسف اپنے ان بھائیوں کے مکر سے کنویں میں ہیں جو کہ حسد کی بنا پر یوسف سے بھائی کو بھیڑیوں کے حوالے کر دیتے ہیں غرض کہ یہ لوگ ان مکار حاسدوں کے باعث گوشۂ عزلت میں ہیں حسد بری بلا ہے دیکھو اس کی بدولت یوسف مصری علیہ السلام کو کیا کیا مصائب پیش آئے غرضیکہ یہ حسد ایک زبردست بھیڑیا ہے جب حالت یہ ہے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے متعلق اس بھیڑیے سے خائف ہونا اور فرمانا یا بنی لا تقصص رؤیاک علی اخوتک فیکیدوا لک کیدا ہرگز بیجا نہ تھا اور ان کی ہر ایسی بات سے احتیاط جس سے بھائیوں کے آتش حسد کو اشتعال ہوا لازمی تھی۔ ظاہری بھیڑیا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس بھی نہ پھٹکا مگر حسد اپنے کام میں بھیڑیوں سے بھی بڑھ گیا۔ زخمی تو کیا اس بھیڑیے نے اور تراش لیا گیا چکنا چیڑا یہ عذر کہ ہم دوڑنے لگے یوسف کو اپنے سامان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی حفاظت کے لئے چھوڑ گئے چونکہ ہم آگے نکل گئے تھے اس لئے ہم اس کی حفاظت نہ کر سکے اور بھیڑیے نے کھالیا اس کر کی بھی کوئی حد ہے۔ لاکھوں بھیڑیے بھی جمع ہو کر ایسا مکر نہیں کر سکتے گو تم یہاں کامیاب ہو گئے لیکن ذرا ٹھہرو تو سہی دیکھنا کہ انجام کار یا آخرت میں یہ مکر کیسی رسوائی کا سبب ہوگا کیونکہ قیامت میں حاسدوں کا حشر بھیڑیوں کی صورت میں ہوگا۔ جس طرح اوروں کا ان کی مناسب صورتوں میں ہوگا مثلاً حریص نالائق اور حرام کھانے والے کا حشر قیامت میں سور کی صورت میں ہوگا۔ زانیوں کا اندام نہانی بدبودار ہوگا۔ شراب خوروں کا منہ گندہ ہوگا اور جو بدبو اور نجاست دلوں میں مخفی ہوگی قیامت میں اس کا ظہور ہوگا۔

پیشۂ آمد وجود: وجود انسانی کو ایک بن سمجھو کہ اس میں سینکڑوں درندے ہیں لہٰذا اگر تم آدمی ہو تو اس وجود سے ڈرتے رہو ہاں اگر کسی کے اندر یہ درندے نہ ہوں اور اس کا ظاہر و باطن بالکل یکساں ہو اور جس طرح وہ صورۃً ہے معنیً بھی انسان ہو تو اس کے نجات میں کسی کو شک نہیں۔ ہمارے یعنی انسانی وجود میں ہزاروں سوار اور بھیڑیے ہیں اور نیک و بد خصلتیں بھلی بری باتیں سبھی طرح کی ہیں لیکن اکثر کا اعتبار ہے مثلاً جب سونا تانبے سے زیادہ ہوتا ہے تو کل سونا سمجھا جاتا ہے یہ دنیا میں ہو رہی قیامت سو وہاں بھی یہی حکم ہے بس جو خصلت تمہارے اندر غالب ہوئی اسی کی صورت میں تمہارا حشر ہوگا۔ آدمی کی یہ حالت ہے کہ کبھی تو اس کے اندر بھیڑیا آتا ہے اور خصائل ذمیمہ پیدا ہوتے ہیں اور کبھی اس کے اندر نہایت حسین اور چاند سی صورت یعنی خصائل حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور صلاح و کینہ ایک سینہ سے دوسرے سینوں میں منتقل بھی ہوتی ہیں اور یہ بات کچھ انسان ہی تک محدود نہیں بلکہ علم و ہنر دانائی وغیرہ آدمی سے گائے بیل میں بھی پہنچتی ہے دیکھو شریر گھوڑا رہوار اور شائستہ ہو جاتا ہے۔ ریچھ تماشہ کرتا ہے بکرا اسلام کرتا ہے کیوں۔ آدمی کے سکھانے سے اور دیکھو آدمی سے کتے میں حرص پہنچتی ہے اس کے بعد وہ چرواہا ہو جاتا ہے یا شکاری یا چوکیدار اور ان سب کا منشاء مخصوص ہے۔ یہ تو برائی کی مثال تھی اب بھلائی کی سنو۔ سگ اصحاب کہف میں ان سونے والوں کی خصلت پیدا ہو گئی کہ وہ ان کے ساتھ ہو لیا۔ اور طالب حق ہو گیا۔ غرضیکہ سینہ میں کوئی' کوئی نوع ہر وقت ظاہر ہوتی ہے کبھی دیو کی مثل بری خصلت کبھی فرشتہ کی مانند اچھی اور کبھی درندوں کی طرح خونخوار کیونکہ اس بن سے جس سے ہر شخص واقف ہے (یعنی عالم غیب یا وجود انسانی) سینہ کے جال تک خفیہ رستہ ہے پس اس رستہ سے آتے ہیں اور اس جال میں پھنس جاتے ہیں حاصل یہ کہ انسان کے اندر خصائل ذمیمہ یا حمیدہ پیدا ہوتے ہیں اور ایک انسان سے دوسرے انسان میں منتقل ہوتے ہیں جب یہ حالت ہے تو خصائل ذمیمہ کیوں حاصل کیجئے۔ خصائل حمیدہ اور علوم و معارف کہ یہ عارف سے کیوں نہ حاصل کیجئے اور جب چرانا ہی پڑا تو نفیس موتی چرا لیے اور حاملہ یہ ہوتا ہے تو حمل شریف سے کیوں نہ ہو جیسے غرضیکہ جب تاثر الابدی ہے تو آثار محمودہ سے ہونا چاہئے۔ آثار مذمومہ سے کیوں ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

فہم کردن مریداں کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ نشدہ متعمداً ایں صورت کردہ

مریدوں کا سمجھنا کہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ پاگل نہیں ہوئے قصداً یہ صورت بنائی ہے

چونکہ ذوالنون سوئے زنداں رفت شاد	بند برپا دست بر سرز افتقاد
جب ذوالنون خوشی خوشی قید خانہ کی طرف چلے	پابہ زنجیر (ان کے) گم کرنے کی وجہ سے سر کو پکڑے ہوئے

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ حضرت ذوالنون مصریؒ قید خانہ کی طرف پاؤں میں بیڑی ڈال کر خوش خوش چلے تو افسوس کی وجہ سے دوست سر پر ہاتھ رکھے ہوئے ہر طرف سے ان کے پوچھنے کو قید خانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے پاس لئے یعنی سب کو اس کا افسوس تھا کہ ایسا کامل اجل دیوانہ ہو گیا۔

دوستاں از ہر طرف بنہادہ رو	سوئے زنداں بہر پرسش نزد او
دوستوں نے ہر جانب سے رخ کیا	قید خانہ کی جانب ان کے پاس حال دریافت کرنے کے لئے

دوستان الخ۔ یعنی دوست ذوالنونؒ کے قصہ میں قید خانہ کی طرف چلے اور اس میں رائے مارنے لگے۔ مطلب یہ کہ جب سب لوگ چلے تو آپس میں رائے زنی کرنے لگے کہ آخر اس جنون کی کیا وجہ ہے آخر ان میں سے ایک نے یہ بھی کہا کہ

دوستاں در قصۂ ذوالنوں شدند	سوئے زنداں و دراں رائے زدند
دوست ذوالنون کے معاملہ میں روانہ ہوئے	قید خانہ کی جانب اور اس میں رائے زنی کی
کایں مگر قاصد کند یا حکمتے ست	او دریں رہ قبلہ است و آیتے ست
کہ یہ (مجنونانہ حرکتیں) بالقصد کرتے ہیں یا کوئی راز ہے	کیونکہ وہ اس راستہ میں قبلہ ہیں اور نشانی ہیں

کاین الخ۔ یعنی (یوں کہنے لگے) کہ یہ شاید قصداً کرتے ہیں یا کوئی حکمت (خداوندی) ہے اس لئے کہ وہ تو اس راہ میں قبلہ ہیں اور ایک نشانی ہیں مطلب یہ کہ یا تو انہوں نے ایسا خود کیا ہے یا خدا تعالیٰ کی کوئی حکمت ہے کہ ان کو اس طرح کر دیا ہے اس لئے کہ وہ تو راہ حق میں آیۃ من آیات اللہ ہیں تو ان کو ایسا مرض نہ لاحق ہوتا ضرور اس میں کوئی بھید ہے۔

دور دور از عقل چوں دریائے او	تا جنوں باشد سفہ فرمائے او
ان کی دریا جیسی عقل سے بہت بعید ہے	کہ جنون ان سے بیوقوفی (کی باتیں) کرائے

www.besturdubooks.wordpress.com

دور باد الخ۔ ان کی عقل سے جو کہ مثل دریا کے ہے یہ بات دور ہو کہ ان پر جنون حاکم ہو جائے۔ مطلب یہ کہ یہ تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے حضرات اور مجنون ہو جائیں۔

حاش للہ از کمال جاہ او	کابر بیماری بپوشد ماہ او
خدا بچائے! ان کے مرتبہ کے کمال کی وجہ سے	کہ بیماری کا ابر ان کے چاند کو چھپائے

حاش الخ۔ یعنی حاش اللہ ان کے کمال سے کہ بیماری کا ابر ان کے چاند کو چھپائے۔ مطلب یہ کہ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ ان کے کمالات کو مرض پوشیدہ کردے یہ تو ممکن ہی نہیں۔ اور یہ سب امور بوجہ غایت عقیدت کے ہیں ورنہ مرض کا آجانا مانع کمال ہرگز نہیں ہے۔

اوز شر عامہ اندر خانہ شد	اوز ننگ عاقلاں دیوانہ شدست
وہ عوام کے شر کی وجہ سے قیدخانہ میں گئے ہیں	وہ عقلمندوں کے عیب کی وجہ سے دیوانے بن گئے ہیں

اوز شر الخ۔ یعنی وہ عوام کی شر کی وجہ سے گھر میں چلے گئے اور عقلاء (ظاہری) کی شرم سے دیوانہ ہو گئے ہیں مطلب یہ کہ چونکہ عوام کا ہجوم ان پر زیادہ ہوتا تھا اس لئے وہ قیدخانہ میں چلے گئے ہیں اور چونکہ عقلا ظاہر پرست دنیا اور منہمک فی الدنیا ہوتے ہیں اس لئے ان کو ایسی عقل سے شرم آئی اور ہو اس عقل کو چھوڑ کر دیوانہ ہو گئے ہیں۔

اوز عار عقل کند تن پرست	قاصداً رفت ست و دیوانہ شدست
وہ تن پرست کند عقل کی ذلت کی وجہ سے	جان کر (قید خانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ بنے ہیں

اوز عار الخ۔ یعنی وہ اس کند عقل اور تن پرست کی عار کی وجہ سے قصداً (قیدخانہ میں) گئے ہیں اور دیوانہ ہو گئے ہیں اور وہ بزبان حال فرماتے ہیں

کہ بہ بندم اے فتیٰ وز ساز گاوٗ	بر سر و پشتم بزن وایں را مکاوٗ
کہ اے جوان (سپاہی) مجھے باندھ دے اور سانٹا	میرے سر اور کمر پر مار اور اس میں کنج وکاؤ نہ کر

کہ بہ بندیدم الخ۔ یعنی تم مجھے مضبوط باندھ دو اور کوڑے سے میرے سر اور پشت کو پیٹو اور اس کی کھوج مت کرو کہ میں یہ کس وجہ سے کہہ رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ جس طرح ان لوگوں نے ذبح بقرہ میں کھوج کرید کی تھی تم ہرگز مت کرو بلکہ مجاہدہ وریاضت شروع کردو پھر اس کے آثار خود مرتب ہو جائیں گے اس لئے کہ

تا ز زخم لخت یابم من حیات	چوں قتیل از گاو موسیٰ اے ثقات
تاکہ (چمڑے کے) ٹکڑے کی چوٹ سے میں زندگی حاصل کروں	اے معتبر لوگو! جیسا کہ موسیٰ کی گائے سے مقتول (نے زندگی پائی)

تاز زخم الخ۔ یعنی تا کہ اس زخم سخت سے مجھے حیات نصیب ہو جیسے کہ موسیٰ علیہ السلام کی گائے کے مقتول کو حیات میسر ہوئی تھی اے ثقات۔ مطلب یہ کہ جس طرح اس مقتول کو گائے کی بوٹی لگا دینے سے حیات حاصل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گئی تھی اسی طرح ان مجاہدات وریاضات سے روح کو حیات حاصل ہو جائے گی۔

تاز زخم لخت گاوے خوش شوم	ہمچو کشتہ گاو موسیٰ گش شوم
تا کہ گائے کے (جڑے کے) ٹکڑے سے میں خوش ہو جاؤں	(حضرت) موسیٰ کی گائے کے مقتول کی طرح شاداں ہو جاؤں

تاز زخم الخ۔ یعنی تا کہ گائے کے زخم سخت سے میں خوش ہوں اور موسیٰ علیہ السلام کے گائے کے مقتول کی طرح خوش ہوں۔ اضافتہ بادنی ملابستہ ہے یعنی وہ گائے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کے حکم سے لائی گئی تھی اور وہ مقتول جو کہ اس کی بوٹی لگانے سے زندہ ہوا تھا اس طرح میں بھی زندہ ہو جاؤں اور حیات روحی مجھے بھی حاصل ہو۔

زندہ شد کشتہ ز زخم دم گاوٗ	ہمچو مس از کیمیا شدز رساوٗ
گائے کی دم کی چوٹ سے مقتول زندہ ہو گیا	جیسے تانبا کیمیا سے خالص سونا بن گیا

زندہ الخ۔ یعنی وہ مقتول گائے کی دم کے زخم سے زندہ ہو گیا جیسا کہ تانبا کیمیا سے خالص سونا ہو جاتا ہے۔

کشتہ بر جست و بگفت اسرار را	وانمود آں زمرۂ خونخوار را
مقتول اٹھ بیٹھا اور راز بتائے	اور قاتل جماعت کو ظاہر کر دیا

کشتہ الخ۔ یعنی مقتول کودا اور سارے اسرار کہہ دیئے اور اس گروہ خونخوار کو ظاہر کر دیا اور بتا دیا کہ ان لوگوں نے مجھے قتل کیا ہے۔

گفت روشن کایں جماعت کشتہ اند	تخم ایں آشوب ایشاں کشتہ اند
واضح طور پر کہا کہ اس جماعت نے قتل کیا ہے	اس فساد کے بیج انہوں نے بوئے ہیں

گفت الخ۔ یعنی ظاہر طور پر کہہ دیا کہ اس جماعت نے مارا ہے اور اس ظلم کا بیج انہوں نے بویا ہے بس اس طرح جب یہ ہستی فنا ہو جاتی ہے تو پھر سب علوم ظاہر ہو جاتے ہیں فرماتے ہیں کہ

چونکہ گشتہ گردد ایں جسم گراں	زندہ گردد ہستی اسرار داں
جب یہ بھاری جسم مردہ ہو جاتا ہے	راز داں وجود زندہ ہو جاتا ہے

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ یہ جسم گران فنا ہو جائے گا تو اسرار کی ہستی زندہ ہو جائے گی مطلب یہ کہ اسی طرح جب ہستی ظاہری فنا ہو گی تو اس کے بعد بقاء ابدی حاصل ہو گا اور علوم وحقائق ومعارف سب کھل جائیں گے۔

جان او بیند بہشت و نار را	باز داند جملۂ اسرار را
اس کی جان دوزخ اور جنت کو دیکھتی ہے	(اور) تمام رازوں کو جان لیتی ہے

جان الخ۔ یعنی اس کی جان دوزخ اور جنت کو دیکھ لے گی اور پھر تمام اسرار کو جان لے گی۔ مطلب یہ کہ اس پر حقائق اشیاء بالکل منکشف ہو جاتے ہیں اور پھر وہ علوم ومعارف کو بالکل بے رکاوٹ بیان کرتا ہے۔ فرماتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں کہ بنی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید داو وستا۔

وانماید خونیان دیو را	وانماید دام خدعہ و ریورا
قاتل شیطانوں کو ظاہر کر دیتی ہے	مکر اور دھوکے کے جال کو واضح کر دیتی ہے

وانماید الخ۔ یعنی وہ خونی دیو کو ظاہر کر کے دکھلا دیتا ہے اور دھوکہ اور جال اور خدعہ کو بالکل صاف دکھلا دیتا ہے مطلب یہ کہ شیاطین کے اور نفس کے دھوکوں کو اور کیدوں کو خوب جانتا ہے اور ان سے بچنے کے طریقوں سے خوب اچھی طرح واقف ہوتا ہے۔

گاؤ کشتن ہست از شرط طریق	تا شود از زخم دمش جاں مفیق
گائے کو ذبح کرنا معرفت کی شرط ہے	تاکہ جان اس کی دم کی چوٹ سے ہوش میں آ جائے

گاؤ الخ۔ یعنی راہ (حق) میں گائے کا مار ڈالنا شرط ہے تاکہ اس کی بوٹی سے جان کو افاقہ حاصل ہو۔ مطلب یہ کہ راہ حق میں ہستی کو فنا کر دینا شرط ہے کہ اس سے فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں خود فرماتے ہیں کہ

گاؤ نفس خویش را زوتر بکش	تا شود روح خفی زندہ بہش
بہت جلد اپنے نفس کی گائے کو ذبح کر دے	تاکہ مخفی روح ہوش کے ساتھ زندہ ہو جائے

گاؤ الخ۔ یعنی اپنے نفس کی گائے کو بہت جلدی مار دتا کہ روح خفی ہوش کیساتھ زندہ ہو جائے۔ حاصل یہ کہ اس ہستی ظاہر و موہوم کو فنا کر دو تب تمہاری روح کے اندر تازگی اور حیات پیدا ہوگی اور قرب حق حاصل ہوگا۔ اب فرماتے ہیں کہ

ایں سخن را مقطع و پایاں مجو	حال ذوالنوں با مریداں باز گو
اس بات کی ابتدا اور انتہا نہ تلاش کر	ذوالنون کا مریدوں کے ساتھ معاملہ سنا

این الخ۔ یعنی اس بات کا تو مقطع اور انتہا مت ڈھونڈو (یہ تو کبھی بھی ختم نہ ہوگی پس اس کو یہیں تک رہنے دو) ذوالنون کا حال مریدوں کے ساتھ کہو۔ اب آگے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف

شرح حبیبی

چونکہ ذوالنون سوئے الخ: جبکہ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ مقید ہو کر خوش خوش جیل خانہ گئے تو دوستوں کو ان کے گم کرنے کا بے حد افسوس اور صدمہ ہوا۔ یہ لوگ حسرت و افسوس سے پر ہاتھ رکھے ہوئے ہر طرف سے تفتیش حال کے لئے جیل خانہ کی طرف چلے جبکہ ذوالنون کے معاملہ میں قید خانہ کو روانہ ہوئے تو راہ میں رائے زنی ہونے لگی کہ یا تو قصداً انہوں نے خود اپنے کو دیوانہ بنایا ہے یا حق سبحانہ کی کوئی حکمت ہے اور بالہام ربانی ایسا کیا ہے کیونکہ وہ ایک جلیل القدر عارف اور آیۃ من آیات اللہ ہیں اس لئے ہمارے خیال میں ان کی اس عقل سے جو دریا کی مانند

www.besturdubooks.wordpress.com

صافی عن الکدورات اور مخزن جواہر معارف ہے نہایت بعید ہے کہ اس پر جنون مسلط ہو کر حماقت کی باتیں صادر کرائے اور ان کے علو مرتبت کے سبب قریب ناممکن ہے کہ ابر ہماری ان کی چاند اس طرح روشن عقل کو محجوب ومستور کر کے پس معلوم ہوتا ہے کہ وہ عوام کے ضرر کے خوف سے عزلت گزیں ہو گئے ہیں اور جب انہوں نے دیکھا کہ ظاہر ہوش وحواس کے ساتھ نا اہلان زمانہ متصف ہیں تو ان کو شرم آئی کہ میں بھی ان کی مثل ہوں اس لئے ظاہرا وہ دیوانہ بن گئے (جیسا کہ کسی شریف نے ایک مرتبہ کسی بھنگی کو گھڑی لگائے دیکھا تو گھڑی لگانا چھوڑ دیا اور کہا کہ جب بھنگی بھی گھڑی لگانے لگے تو ہمارے لئے اس کا استعمال زیبا نہیں رہا) اور وہ عقل کند اور تن پرست کی شرم سے قصداً دیوانہ ہو گئے ہیں اور جیل خانہ چلے گئے ہیں ایک اور مصلحت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ بزبان حال یہ فرماتے ہیں کہ اے شخص مجھے باندہ اور کوڑے سے (جو فی الاغلب گائے کے چمڑے سے بنایا جاتا ہے) میرے سر اور کمر کو خوب مار۔ اور کچھ چون وچرا نہ کر۔ تا کہ گائے کے چمڑے کے ٹکڑے سے جو کہ گائے ہی کا ٹکڑا ہے (فاندفع ما قال ولی محمد) میں بحیات روحانی یوں زندہ ہو جاؤں جس طرح قتیل موسیٰ یعنی عامیل نام شخص جو زمانہ موسیٰ علیہ السلام میں مارا گیا تھا گائے کے ٹکڑے کے مارنے سے بحیات جسمانی زندہ ہو گیا تھا اور میں اس گائے کے چمڑے کے ٹکڑے یعنی کوڑے سے یوں ہی خوش ہوں جس طرح وہ قتیل جو اس گائے کے ٹکڑے کے مارنے سے زندہ ہوا تھا جو بامر موسیٰ علیہ السلام ذبح کی گئی تھی خوش ہوا تھا اور دم گاؤ کے صدمہ سے یوں زندہ ہو گیا تھا جس طرح تانبا کیمیا سے زر خالص بن جاتا ہے اور وہ باوجود مقتول ہونے کے اٹھ کھڑا ہوا تھا اسرار رکھ ڈالے تھے اور خونی جماعت کو بتا دیا تھا اور صاف صاف کہہ دیا تھا کہ مجھے اس جماعت نے مارا ہے اور انہیں نے اس فتنہ کا بیج بویا ہے جب تم کو یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب یہ جسم ثقیل مقتول ہو جاتا ہے اور خواہشات نفسانیہ فنا ہو جاتی ہیں تو ایک اسرار دان ہستی یعنی روح زندہ ہوتی ہے اور جان زندہ ہو کر بہشت ونار کو دیکھتی ہے اور بہت سے اسرار الٰہیہ پر مطلع ہوتی ہے اور قاتلین انسان شیاطین کا پردہ فاش کرتی اور مکر وفریب کے جال کی حقیقت آشکار کر دیتی ہے پس معلوم ہوا کہ طریق معرفت الٰہی کے لئے گاؤ تن کا ذبح کرنا یعنی خواہشات نفسانیہ کا فنا کرنا شرط ہے تا کہ اس کے دم کے صدمہ سے جان ہوش میں آئے پس تم اس گاؤ نفس کو جلد ذبح کرو تا کہ روح مضمحل زندہ اور ہوشیار ہو خیر اسباب کی تو کوئی حدود نہایت ہی نہیں اچھا اب ذوالنورین علیہ الرحمۃ کا قصہ ان کے مریدوں کے ساتھ سن۔

شرح شبّیری

رجوع کردن بحکایت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ

ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کی طرف رجوع کرنا

چوں رسیدند آں نفر نزدیک او	بانگ برزد ہے کہ ہند اتقو
جب وہ لوگ ان کے پاس پہنچے	وہ چیخے خبردار تم کون ہو بھاگو

www.besturdubooks.wordpress.com

چون الخ۔ یعنی جبکہ وہ جماعت (جو کہ عیادت کو چلے تھے) ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے آواز کہا کہ ارے تم کون ہو ہشو۔

باادب گفتند ما از دوستاں	بہر پرسش آمدیم اینجا بجاں
انہوں نے ادب سے کہا ہم دوستوں میں سے ہیں	ہم (دل و) جاں سے (آپ کو) پوچھنے آئے ہیں

ادب الخ۔ یعنی انہوں نے دست بستہ عرض کیا کہ ہم خادموں میں سے ہیں اس جگہ آپ کو جان و دل سے پوچھنے کو آئے ہیں۔

چونی اے دریائے عقل ذوفنون	ایں چہ بہتان ست بر عقلت جنون
اے عجائب والی عقل کے دریا! آپ کیسے ہیں؟	آپ کی عقل پر جنون کا یہ کیسا الزام ہے؟

جونی الخ۔ یعنی اے عقل ذوفنون کے دریا آپ کی عقل پر یہ جنون کا بہتان کیسا ہے۔

دود گلخن کے رسد در آفتاب	چوں شود عنقا شکستہ از غراب
بھٹی کا دھواں آفتاب تک کب پہنچتا ہے؟	عنقا کوے سے کب شکست کھاتا ہے؟

دود الخ۔ یعنی بھاڑ کا دھواں آفتاب کب تک جاتا ہے اور عنقا کوے سے کس طرح مغلوب ہو سکتا ہے بس اس طرح آپ کی عقل مبارک جنون سے کب مغلوب ہو سکتی ہے اور اس کو وہاں تک کب رسائی ہو سکتی ہے۔

وامگیر از ما بیاں کن ایں سخن	ما محبانیم باما ایں مکن
ہم سے نہ چھپائیے یہ بات بتائیے	ہم دوست ہیں، ہم سے یہ نہ کیجئے

وامگیر الخ۔ ہم سے پوشیدہ مت کرو اس بات کو کہ بیان کرو ہم تو محب ہیں ہم سے ایسا مت کرو کہ چھپاتے ہو

مر محباں را نشاید دور کرد	یا بروپوش و دغل مہجور کرد
دوستوں کو نہ بھگانا چاہیے	یا روپوشی اور دھوکے سے دور نہ کرنا چاہیے

ہر محبان الخ۔ یعنی دوستوں کو تو دور نہ کرنا چاہئے یا روپوشی اور دھوکہ سے الگ نہ کرنا چاہئے۔

راز را اندر میاں نہ با محب	اے کہ بحر علم و عقلی استجب
راز کو دوست کے سامنے رکھ دیجئے	اے وہ کہ آپ علم و عقل کے سمندر ہیں! مان جائیے

راز را الخ۔ یعنی دوست سے راز کو بیان کر دیجئے۔ اے وہ کہ آپ علم و عقل کے دریا ہیں (ہماری اس عرض کو) قبول فرمالیجئے اور اپنی حالت کو بیان کر دیجئے۔

راز را اندر میاں آور شہا	رو مکن در ابر پنہانی مہا
اے شاہ! راز بتا دیجئے	اے چاند! ابر میں منہ نہ چھپائیے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاز را اندر الخ۔ یعنی راز کو درمیان میں لاؤ اے بادشاہ اور منہ کو ابر میں پوشیدہ مت کرو اے چاند مطلب یہ کہ اے راز کو ہم سے پوشیدہ مت کرو بلکہ ظاہر کر دو۔

ما محب صادق و دلخستہ ایم	در دو عالم دل بتو وابستہ ایم
ہم سچے دوست اور دل شکستہ ہیں	دونوں جہان میں ہمارا دل آپ سے وابستہ ہے

ما محب الخ۔ یعنی ہم تو (آپ کے) محب صادق اور دل خستہ ہیں اور دونوں عالم میں دل کو آپ سے متعلق کر دیا ہے پھر بھی آپ اس راز کو ہم سے پوشیدہ کرتے ہیں۔

راز را از دوستاں پنہاں مکن	درمیاں نہ راز و قصد جاں مکن
راز کو دوستوں سے نہ چھپائیے	راز بتا دیجئے اور ہماری جان کے درپے نہ ہو جئے

راز الخ۔ یعنی راز کو دوستوں سے پوشیدہ نہ کیجئے اور راز کو بیان کر دیجئے اور ہماری جان (لینے) کا قصد نہ کیجئے اس لئے کہ اگر آپ نہ بتائیں گے تو ہم اپنی جان دے دیں گے۔

چونکہ ذوالنون ایں سخن زایشاں شنید	جز طریق امتحاں مخلص ندید
جب ذوالنون نے ان کی یہ بات سنی	آزمائش کے راستے کے علاوہ چھٹکارا نہ دیکھا

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ حضرت ذوالنونؒ نے ان سے یہ باتیں سنیں تو بجز امتحان کے طریقہ کے کسی میں چھٹکارا نہ دیکھا یعنی انہوں نے سمجھ لیا کہ ان کا امتحان لو تو معلوم ہوگا کہ کون اپنے دعوے میں صادق ہے اور کون کاذب ہے اور وہ امتحان یہ لیا کہ

فحش آغازید و دشنام از گزاف	گفت او دیوانگانہ زی وقاف
خواہ مخواہ فحش اور گالی گلوچ شروع کر دی	دیوانوں کی طرح انہوں نے زق زق بق بق شروع کر دی

فحش الخ۔ یعنی انہوں نے یفضول طریقہ سے برا بھلا کہنا شروع کی اور دیوانوں کی طرح اب تب کہنے لگے۔ زے وقاف سے مراد ہے فضول ولایعنی باتیں۔

برجہید و سنگ پراں کرد و چوب	جملگاں بگریختند از بیم کوب
کودے اور پتھر اور لکڑیاں پھینکنے لگے	چوٹ کے ڈر سے سب بھاگ گئے

برجہید الخ۔ یعنی یہ اٹھے اور پتھر اور لکڑیاں پھینکی تو سب کے سب پٹنے کے خوف سے بھاگ گئے اور یہ لکڑی وغیرہ جو پھینکی تو اس طرح پھینکی ہوگی کہ کسی کو لگی ہو نہ مگر لوگوں کی نیت کی کیا خبر سب ڈر کے مارے بھاگ گئے۔

قہقہہ خندید و جنبانید سر	گفت باد ریش ایں یاراں نگر
قہقہہ مار کر ہنسے اور سر ہلایا	کہا ان دوستوں کی شیخی دیکھو

www.besturdubooks.wordpress.com

قہقہہ الخ۔ یعنی ہنس کر قہقہہ لگایا اور سر ہلایا اور کسی درویش سے کہا کہ ان دوستوں کو دیکھنا کہ ذرا سی بات میں بھاگے جاتے ہیں۔

دوستاں بیں کو نشان دوستاں	دوستاں را رنج کے باشد زجاں
دوستوں کو دیکھو! دوستوں کی علامت کہاں ہے؟	دوستوں کو جان کی فکر کب ہوتی ہے؟

دوستان الخ۔ یعنی ذرا دوستوں کو دیکھنا کہاں ہے دوستوں کی نشانی اس لئے کہ دوستوں کو کہیں جان سے رنج ہوا کرتا ہے۔

کے کراں گیرد زرنج دوست دوست	رنج مغز و دوستی اورا چو پوست
دوست کے ستانے سے دوست کب کنارہ کشی کرتا ہے؟	تکلیف اٹھانا مغز ہے اور دوستی اس کا چھلکا

کے الخ۔ یعنی دوست دوست کی تکلیف سے کنارا کب کرتا ہے اس لئے کہ رنج تو منفر ہے اور دوستی پوست کی طرح ہے پس جس نے یہ سمجھ لیا کہ دوستی کی شرط اور اس کا مقتضایہ ہے کہ دوست کی تکلیفوں پر نہ صبر کریں تو اس کو وہ تکلیف تکلیف ہی معلوم نہ ہوگی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

رنج بر خود گیر گر تو دوستی	رو مگرداں گر تو نیکو خوستی
اگر تو دوست ہے، تکلیف برداشت کر	اگر تو اچھی عادت والا ہے، روگردانی نہ کر
نے نشان دوستی باشد خوشی	در بلا و محنت و آفت کشی
کیا خوشی دوستی کی نشانی نہیں ہے؟	مصیبت و مشقت اور آفتیں برداشت کرنے میں

نے الخ۔ یعنی کیا دوستی کی نشانی بلا میں اور محنت میں اور آفت کشی میں خوش رہنا نہیں ہے یعنی ضرور خوش رہنا چاہیے۔

دوست ہمچوں زر بلا چوں آتش ست	زر خالص در دل آتش خوش ست
دوست سونے کی طرح تکلیف آگ کی طرح ہے	خالص سونا آگ کے بیچ میں بھلا ہے

دوست الخ۔ یعنی دوست تو سونے کی طرح ہے اور بلا آگ کی طرف ہے تو زر خالص تو آتش ہی کے اندر خوش ہے اسی طرح دوست کو بھی مصائب میں راضی اور خوش رہنا ضروری ہے آگے اسی پر حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ دیکھوان کو آقاء کے ہاتھ سے کڑوا خربوزہ ملا۔ انہوں نے اس کو بھی رغبت سے کھایا اس طرح اگر حق تعالیٰ کی طرف سے بظاہر کوئی کلفت پہنچے تو اس میں بھی راضی برضا رہنا ضروری ہے۔

شرح حبیبی

رجوع بحکایت ذوالنون مصریؒ

چون رسیدند آن: جب وہ لوگ ان کے قریب پہنچے تو انہیں للکارا کہ ارے تم کون ہو علیحدہ رہو۔ سب نے باادب عرض کیا کہ ہم حضور کے مخلص ہیں اور بجان و دل پرسش حال کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ اے دریائے عقل

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اے ذوفنون آپ کی کیا حالت ہے اور آپ کی عقل پر جنون کا بہتان کیسا ہے۔ بہتان ہم نے اس لئے کہا کہ آپ کی عقل آفتاب ہے اور جنون دود گلخن اور آپ کی عقل عنقا ہے جنون ایک کوا۔ پہلا دود گلخن بھی کہیں آفتاب بھی پہنچتا ہے اور عنقا بھی کہیں کوے سے مغلوب ہوا ہے۔ آپ ہم سے اصل بات بیان کر دیجئے چھپایئے نہیں ہم مخلص ہیں ہمارے ساتھ ایسا کرنا مناسب نہیں نہ محبون کو دور کرنا مناسب ہے اور نہ پردہ داری سے ان کو مجبور کرنا زیبا ہے۔ راز کو محبت سے ظاہر کر دیجئے۔ آپ تو خود بحر علم وعقل ہیں آپ کو سمجھانے کی کیا بات ہے۔ آپ ہماری بات مان لیجئے۔ حضور والا ہم بالحاح عرض کرتے ہیں کہ ہم سے راز کہہ دیجئے اور اے ماہ روشن ابر میں منہ نہ چھپایئے۔ اور اپنی حالت کو ہم سے مخفی نہ کیجئے ہم محب صادق ہیں ہمارا دل آپ کی اس تکلیف سے مجروح ہے۔ دونوں عالم میں آپ کے سوا کسی سے ہم کو تعلق نہیں کہ افشاء کا اندیشہ ہو ہم دوستوں سے راز نہ چھپایئے اور بتا دیجئے کہ ورنہ ہماری جان جاتی رہے گی آپ چھپا کر ہماری جان کے درپے نہ ہوں۔

چونکہ ذوالنونؒ الخ: جب ذوالنون علیہ الرحمۃ نے ان کی یہ باتیں سنیں اور سب کو معقول پایا تو بجز امتحان کے اور کوئی صورت رہائی کی نہ پائی کہذا امتحان شروع کیا اور برا بھلا کہنا اور دیوانوں کی طرح زق زق بق بق یعنی بے معنی الفاظ بکنے شروع کئے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اٹھے اور پتھر پھینکنے لگے اور ڈنڈا اچلانا شروع کیا مار کے خوف سے سب بھاگ گئے اس پر ذوالنون نے ایک قہقہہ لگایا اور سر ہلا کر کہا کہ ان یاروں کی ڈینگ ملاحظہ کیجئے اور ان دوستوں کو دیکھئے۔ ارے دوستوں کا تو نام ونشان بھی کہیں نہیں (صادق الصدیق وکاف الکیمیاء معا + لا یوجدان فدع نفسک الطمعا) دوستوں کو تو تکلیف جان کی طرح مرغوب ہوتی ہے دوست کی طرف سے جو تکلیف پہنچے بھلا دوست کہیں اس کو گراں اور ناگوار سمجھتا ہے ہرگز نہیں بلکہ دوستی میں تو رنج ہی اصل شے ہے اور دوستی تو بمنزلہ ایک پوست کے ہے کیا دوستی کی علامت یہ نہیں کہ رنج اور تکلیف اور مصیبت وآفت کشی میں خوش رہے۔ یقیناً ایسا ہے۔ دوست کو سونا سمجھو اور مصیبت کو آگ سونا تو آگ ہی میں خوش ہوتا ہے اور آگ ہی سے اپنے جوہر تو ظاہر کرتا ہے۔

شرح شبّیری

امتحان کردن خواجہ لقمانؑ زیرکی لقمانؑ را

حضرت لقمانؑ کے آقا کا لقمانؑ کی ذہانت کی آزمائش کرنا

نیکہ لقمانؑ را کہ بندہ پاک بود	روز وشب در بندگی چالاک بود
کیا ایسا نہیں ہوا کہ لقمانؑ جو ایک اچھے غلام تھے	دن رات خدمتگاری میں چست تھے
خواجہ اش میداشتے در کار پیش	بہترش دیدے ز فرزندان خویش
آقا ان کو ہر کام میں آگے رکھتا تھا	اپنی اولاد سے بھی ان کو زیادہ سمجھتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

لیکنے الخ۔ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ لقمان علیہ السلام کو جو کہ بندۂ پاک تھے اور رات دن اطاعت میں چست و چالاک تھے ان کے آقا بہت زیادہ کام میں رکھتے تھے (یعنی بہت کام لیتے تھے) اور ان کو اپنے بیٹوں سے بھی اچھا جانتے تھے یعنی اگرچہ وہ ان سے محبت رکھتے تھے مگر حضرت لقمان ہی نے ان سے کہہ رکھا تھا کہ مجھ سے کام لیا کرو اس لئے وہ آقا مجبوراً کام لیتے تھے جیسا کہ آگے مولانا خود فرمائینگے۔

زانکہ لقماںؑ گرچہ بندہ زادہ بود	خواجہ بود و از ہوا آزادہ بود
اس لئے کہ حضرت لقمانؑ اگرچہ غلام زادہ تھے	(لیکن) آقا تھے اور خواہش نفسانی سے آزاد تھے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اگرچہ لقمان بندہ زادہ تھے (ظاہر میں مگر حقیقت میں) آقا تھے (اس لئے کہ) ہوا و نفس سے آزاد تھے مطلب یہ کہ وہ آقا ان سے اس لئے محبت کرتے تھے کہ اگرچہ بظاہر تو یہ غلام تھے مگر چونکہ بہت بڑے بزرگ تھے اس لئے حقیقۃً آقا ہی تھے چونکہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید حضرت لقمان علیہ السلام نبی ہوئے ہیں تو یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ الانبیاء مبعث من اشراف قوم اور کمال قال یعنی انبیاء ہمیشہ شرفاء میں سے ہوتے ہیں اور یہ غلام ہیں تو کیسے نبی ہو سکتے ہیں تو اول تو ان کے نبی ہونے میں ہی شک ہے لیکن اگر تسلیم کیا جائے تو ممکن ہے کہ یہ اور ان کے آباء واجداد اصل تو غلام نہ ہوں مگر ان میں سے کسی کو کسی ظالم نے ظلماً کہیں فروخت کر دیا جو جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کے ان کے بھائیوں نے کیا مگر وہ اس سے کہیں غلام تو نہ ہو گئے تھے پس اس طرح ان کے ساتھ بھی ہوا اس لئے یہ بندہ زادہ مشہور ہو گئے اور اگر نبی نہ کہا جائے تب بھی ان کی ولایت میں شک نہیں ہے ایک شبہ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ اگر یہ نبی ہوں تو پھر یہ اس طرح اپنی حالت کو پوشیدہ کیوں کرتے تھے بلکہ نبی کو تو فرض ہے کہ وہ خود بھی اپنے نبی ہونے کا مقر ہو اور سب کہے کہ میں نبی ہوں مجھ پر ایمان لاؤ تو جواب یہ ہے کہ ان کا یہ قصہ قبل بعثت و نبوت کا ہے اور اس وقت ان پر شان ولایت غالب تھی اور ولایت میں مختلف شانیں ہوتی ہیں اس لئے ان کی حالت اس وقت اسی کو مقتضی تھی کہ یہ پوشیدہ رہیں اس لئے پوشیدہ رہتے تھے خوب سمجھ لو۔ اب کوئی اشکال انشاء اللہ باقی نہ رہے گا۔ آگے اس حکایت سے ایک دوسری حکایت کی طرف انتقال ہے کہ جس طرح حضرت لقمان علیہ السلام ہوا و ہوس سے آزاد تھے اسی طرح اور اولیاء اللہ بھی ہوا و ہوس سے آزاد ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ

گفت شاہے شیخ را اندر سخن	کز من از بخشش تو چیزے خواست کن
ایک بادشاہ نے گفتگو میں ایک بزرگ سے کہا	مجھ سے بخشش میں کچھ مانگ

گفت الخ۔ یعنی ایک بادشاہ نے ایک بزرگ سے باتوں میں کہا کہ آپ میری بخشش میں سے کچھ لیجئے یعنی کچھ مجھ سے مانگیے۔

گفت اے شہ شرم نایدمر ترا	کہ چنیں گوئی مرا زیں برتر آ
اس (بزرگ) نے کہا اے بادشاہ! تجھے شرم نہیں آتی	کہ مجھ سے یہ کہتا ہے اس سے بالاتر بن

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی ان بزرگ صاحب نے کہا کہ اے بادشاہ تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھے ایسی بات کہتا ہے اس بات سے درگزر اور نکل ایسا مت ہے۔

من الخ۔ یعنی میرے دو غلام ہیں اور وہ بھی حقیر اور وہ دونوں تجھ پر امیر ہیں اور حاکم ہیں پھر تجھے شرم نہیں آتی کہ میرا غلامان غلام ہو کر ایسی بات کہتا ہے۔

گفت شہ آں دو چہ اند ایں ذلت ست	گفت آں یک خشم و دیگر شہوت ست
بادشاہ نے کہا' وہ دونوں کیا ہیں؟ یہ (تو) ذلت ہے	اس (بزرگ) نے کہا ایک غصہ دوسرا شہوت ہے

گفت الخ۔ یعنی بادشاہ نے کہا کہ وہ دونوں کون ہیں یہ تو بڑی ذلت کی بات ہے (کہ میں غلامان غلام ہو گیا) تو ان بزرگ نے فرمایا کہ ایک تو غصہ اور دوسرا شہوت ہے مطلب یہ کہ تم بندۂ شہوت وغضب ہو جیسا کہ ظاہر ہے کہ اکثر بادشاہ اور دنیا داران کے غلام اور تابع ہوتے ہیں اور یہ دونوں میرے تابع ہیں اس حیثیت سے تم میرے غلامان غلام ہو گئے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شاہ آں داں کوز شاہی فارغ ست	بر مہ و خورشید نورش بازغ ست
بادشاہ اس کو سمجھ جو بادشاہی سے بے نیاز ہے	چاند اور سورج پر اس کا نور غالب ہے

شاہ آن الخ۔ یعنی بادشاہ تو اس کو جانو کہ جو بادشاہی سے بھی فارغ ہو (اور اس کو بادشاہی کی بھی پرواہ نہ ہو) اور چاند اور سورج پر اسکا نور چمکتا ہو یعنی ان سے بھی اس کا نور بڑھ گیا ہو اصل بادشاہ تو وہ ہے اور جس کو طمع شاہی ہے اور اس کی احتیاج ہے وہ تو گدا کا گدا ہی رہا اور فرماتے ہیں کہ

مخزن آں دارد کہ مخزن عار اوست	ہستی آں دارد کہ با ہستی عدوست
وہ ایسا خزانہ رکھتا ہے کہ (ظاہری) خزانہ اس کی ذلت ہے	وہ ایسا وجود رکھتا ہے جو وجود کا دشمن ہے

مخزن الخ۔ یعنی خزانہ (اصلی) تو وہ رکھتا ہے کہ یہ خزانہ (ظاہری رکھنا) اس کے لئے عار ہو اور ہستی (اصل) تو اس کے پاس ہے جو کہ اس ہستی (ظاہری) کا دشمن ہے یعنی جو کہ سب ماسوائے اللہ سے قطع نظر کر چکا ہو اور بس اپنی ہستی کو اور خزانہ کو سب کو اس ایک ذات کے سامنے فنا کر کے بقاء حاصل کر چکا ہو اصل بادشاہ اور اصل زندہ تو وہ ہے ورنہ یہ سب چیزیں بالکل عارضی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں کہ

خواجۂ لقماں بظاہر خواجہ وش	در حقیقت بندہ لقمانؑ خواجہ اش
(حضرت) لقمان کا آقا ظاہری خواجگی کے ہوتے ہیں	حقیقتاً غلام ہے لقمان اس کے آقا ہیں

خواجۂ الخ۔ یعنی لقمان علیہ السلام کے آقا ظاہر میں تو آقا معلوم ہوتے تھے مگر حقیقت میں وہ غلام تھے اور حضرت لقمان ان کے آقا تھے پھر فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

در جہان باز گونہ زیں بسے ست	در نظر شاں گوہرے کم از خسے ست
الٹی دنیا میں ایسا بہت ہے	ان کی نظر میں جوہر تنکے سے کم ہے

در جہان الخ۔ یعنی اس قسم قسم کے جہان میں یہ بات بہت ہے (کہ نقلی کو اصلی اور اصلی کو نقلی سمجھتے ہیں) اور ان (اہل جہان) کی نظر میں گوہر ایک تنکے سے کم ہوتا ہے (تو یہ بھی الٹی ہی بات ہے)

مر بیاباں را مفازہ نام شد	نام و ننگے عقل شاں را دام شد
بیابان کا نام کامیابی کی جگہ ہوا	عزت و ذلت ان کی عقل کا جال بنا

مر بیابان الخ۔ یعنی جنگل کا نام مفازہ ہوگیا (جس کے معنی ہیں فوز کے اور مراد کی جگہ حالانکہ جنگل میں فوز و مراد کچھ بھی نہیں یہ بھی کئی بات ہے اور نام و ننگ ہی ان (اہل جہان) کی عقل کا دام ہوگیا ہے یعنی یہ اسی میں پھنس کر غارت ہوئے کہ کسی طرح نام رہے شرم رہے۔ چاہے حق تعالیٰ کی نافرمانی ہو چاہے کچھ ہو۔

یک گرہ را خود معرف جامہ است	در قبا گویند کو از عامہ است
ایک گروہ کے لئے لباس پہچان کا ذریعہ ہے	قبا پہنے والے کو عوام میں سے کہتے ہیں

یک الخ۔ یعنی ایک گروہ کے نزدیک تو پہچان کپڑا ہے (کہ جس کو گدڑی پہنے دیکھا سمجھے کہ بزرگ اور صوفی ہے اگرچہ مکار ہو) اور اگر قبا پہنے دیکھا تو کہہ دیا کہ عوام میں سے ہے (اگرچہ وہ سچا ہو اور وہ دراصل بزرگ ہو) تو یہ بھی الٹی ہی بات ہے۔

یک گرہ را ظاہر سالوس و زرق	کرد ہزاہد نام و اندر زہد غرق
ایک گروہ کے ظاہری مکر اور فریب نے	زاہد اور زہد میں ڈوبے ہوئے نام رکھ لئے

یک الخ۔ یعنی ایک گروہ کے لئے (معرفت) ظاہری تقوی اور زہد ہے (حالانکہ ظاہری تقوی و زہد سے کیا ہوتا ہے دل میں ہونا چاہیے) اور نور کی ضرورت ہے جو کہ زہد کا جاسوس ہو۔ مطلب یہ کہ ظاہری تقوی و طہارت کمال کی علامت نہیں ہے بلکہ نور باطن ہو کہ جس سے اصل حقیقت معلوم ہو جائے۔

یک گرہ را ظاہر سالوس و زہد	نور باید تا بود جاسوس زہد
ایک گروہ میں ظاہری مکر اور زہد ہے	نور چاہیے جو زہد کی مخبری کرے
نور باید پاک از تقلید و غول	تا شناسد مرد را بے فعل و قول
نور درکار ہے جو تقلید اور کجی سے خالی ہو	تاکہ انسان کو بغیر قول اور فعل کے پہچانے

نور الخ۔ یعنی نور چاہیے جو کہ تقلید اور جور سے پاک ہو تاکہ مرد (راہ حق) کو بے فعل و قول کے پہچانے یعنی ظاہری علامات پر اعتماد نہ ہو بلکہ خود باطن سے حقیقت انسان کو پہچاننا ضروری ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در رود در قلب او از راہ عقل	نقد او بیند نباشد بند نقل
اس کے دل میں عقل کے راستہ سے گھس جائے	اس کا نقد دیکھ لے سنی سنائی کا پابند نہ ہو

در رود الخ۔ یعنی قلب میں وہ نور عقل کے راستہ سے جائے اور اس کے کھرے کو دیکھ لے اور نقلی امور کا مقید نہ ہو مطلب یہ کہ اس کے پہچان کے لئے اس نور کی ضرورت ہے کہ جو عقول سلیمہ کے ذریعہ سے قلب کی حالت معلوم کرلے اور اس ظاہری زہد وتقوی پر نہ رہیں۔

بندگان خاص علام الغیوب	در جہان جاں جواسیس القلوب
علام الغیوب کے خاص بندے	روحانی دنیا میں دلوں کے جاسوس ہیں

بندگان الخ۔ یعنی جو کہ حق تعالیٰ کے بندگان خاص ہیں وہ جان کے جہان میں قلوب کے جاسوس ہیں کہ وہ جب ضرورت ہوتی ہے حسب ضرورت قلب کی حالت اور کیفیت کو معلوم کرلیتے ہیں لیکن یہ حضرات بے ضرورت قلوب کی حالت کو معلوم کرنا پسند نہیں فرماتے اور اس کو نہی لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم میں اور نہی لاتجسسوا میں داخل سمجھتے ہیں ہاں اگر استفادہ کے لئے کسی کی حالت معلوم کرنا ہو تو چنداں مضائقہ بھی نہیں مگر اتحادنا مستنکر ہے۔

در درون دلدر آید چوں خیال	پیش شاں مکشوف باشد سر حال
جب دل میں کوئی خیال آتا ہے	پوشیدہ بھید ان کے سامنے کھل جاتا ہے

در درون الخ۔ یعنی قلوب میں جب خیال آتا ہے (اور ابھی مرتبۂ خیال ہی میں ہوتا ہے مگر) ان کے سامنے کل حالات کے اسرار منکشف ہوتے ہیں اور ان کو ان کا علم ہو جاتا ہے یعنی اگر وہ توجہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو وہ امران پر بہت جلد منکشف ہوتے ہیں اور انکو انکا علم ہو جاتا ہے یعنی اگر وہ توجہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے تو وہ اوپر بہت جلد منکشف ہو جاتا ہے۔ ورنہ نعوذ باللہ یہ حضرات عالم الغیب نہیں ہوتے خوب سمجھ لو۔ آگے ہمارے خیالات کی اور ان کے علم کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

درتن گنجشک چہ بود برگ وساز	کہ شود پوشیدہ آں بر عقل باز
چڑیا کے جسم میں کیا ساز و سامان ہوتا ہے؟	کہ وہ باز کی عقل پر چھپ سکے

درتن الخ۔ یعنی چڑیا کے بدن میں کیا ساز وسامان ہوتا ہے کہ جو باز کی عقل پر پوشیدہ رہے تو ہمارے خیالات اور علوم ہی کیا ہیں جو کہ ان حضرات پر مخفی رہیں گے اسلئے کہ جب انہوں نے صفات حق کا ادراک کرلیا تو اب تو ہمارے علوم وصفات کا ادراک کچھ بھی مشکل نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

آنکہ الخ۔ یعنی جو کہ حق تعالیٰ کے اسرار پر واقف ہوگیا اس کے سامنے مخلوق کے اسرار کی حقیقت رکھتے ہیں۔

آنکہ واقف گشت بر اسرار ہو	سر مخلوقات چہ بود پیش او
جو اللہ (تعالیٰ) کے بھیدوں سے واقف ہوگیا	مخلوق کے بھید اس کے سامنے کیا ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ الخ۔ یعنی جس کی رفتار آسمان پر ہو (اور وہ آسمان پر چل سکتا ہو) تو اس کو زمین پر چلنا کیا دشوار ہوگا۔

آنکہ بر افلاک رفتارش بود	بر زمیں رفتن چہ دشوارش بود
جس کی گزر آسمانوں پر ہو	اس کو زمین پر چلنا کیا دشوار ہو گا؟
در کف داؤدؑ کاہن گشت موم	موم چہ بود در کف او اے ظلوم
(حضرت) داؤد کے ہاتھ میں جس کو لوہا موم ہو گیا	اے ظالم! ان کے ہاتھ میں موم کیا ہوگا؟

در کف الخ۔ یعنی جبکہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو گیا تو ارے کمبخت ان کے ہاتھ میں موم کی تو کیا حقیقت ہے کہ سخت رہے گا۔ لہٰذا جب یہ حضرات علوم الٰہیہ و اسرار حق سے واقف ہو گئے تو اب بھلا خلق کے اسرار پر ان کے آگے کیا ہیں لہٰذا جس کو حق تعالیٰ ان کو معلوم کرانا چاہیں وہ ان حضرات کو معلوم ہو جاتا ہے ورنہ کچھ بھی معلوم نہیں ہو سکتا خوب یاد رکھو آگے پھر عود حضرت لقمان علیہ السلام کی حالت کے بیان کی طرف فرماتے ہیں

بود لقمانؑ بندہ شکلے خواجۂ	بندگی برظاہرش دیباجۂ
لقمان بظاہر غلام (حقیقتاً) آقا تھے	غلامی ان کے ظاہر کا عنوان تھی

بود الخ۔ یعنی لقمان علیہ السلام ایک غلام شکل خواجہ تھے اور ان کے ظاہر پر غلامی ایک زائد امر تھا مطلب یہ کہ حضرت لقمان اگرچہ صورتاً غلام تھے مگر حقیقۃً خواجہ تھے اور یہ غلامی کسی مصلحت سے تھی آگے اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ

چوں رود خواجہ بجائے ناشناس	در غلام خویش پوشاند لباس
آقا جب کسی اجنبی جگہ جاتا ہے	اپنے غلام کو (شاہی) لباس پہنا دیتا ہے

چون الخ۔ یعنی جبکہ آقا کسی اجنبی جگہ جاتا ہے تو غلام کو اپنا لباس پہنا دیتا ہے (تاکہ کوئی پہچان نہ سکے)۔

او بپوشد جامہائے آں غلام	مر غلام خویش را سازد امام
وہ اس غلام کے کپڑے خود پہن لیتا ہے	اپنے غلام کو پیشرو بنا لیتا ہے

او الخ۔ یعنی وہ آقا اس غلام کے کپڑے پہن لیتا ہے اور اپنے ہی غلام کو امام بنا دیتا ہے

در پیش چوں بندگاں در رہ شود	تا نباید زو کسے آگاہ شود
راستہ میں غلاموں کی طرح اس کے پیچھے چلتا ہے	تاکہ اس کو کوئی نہ پہچان سکے

در الخ۔ یعنی اس غلام کے پیچھے راستہ میں غلاموں کی طرح چلتا ہے تاکہ کوئی اس سے آگاہ نہ ہو جائے۔

گوید اے بندہ تو رو بر صدر شیں	من بگیرم کفش چوں بندہ کمیں
کہہ دیتا ہے کہ اے غلام! تو جا اور صدر جگہ پر بیٹھ	میں معمولی غلام کی طرح جوتیاں لے لوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

گو یدالخ۔ یعنی وہ آقا غلام کو حکم کرتا ہے کہ اے غلام تو چل اور صدر پر بیٹھ اور میں کمینہ غلام کی طرح تیری جوتی لے لونگا

تو درشتی کن مرا دشنام دہ	مر مرا تو ہیچ توقیرے منہ
تو سختی کر مجھے برا بھلا کہہ	تو میری کوئی عزت نہ کر

اوالخ۔ یعنی وہ حکم کرتا ہے کہ تو مجھے برا بھلا کہنا سختی کرنا اور میری بالکل توقیر و وقعت مت کرنا مبادا کوئی پہچان لے۔

ترک خدمت خدمت تو داشتم	تا بغربت تخم حیلت کاشتم
خدمت نہ کرنا میں نے تیرے ذمہ لگایا ہے	جب تک کہ مسافرت میں میں نے تدبیر کا بیج بویا ہے

ترک الخ۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ میں نے خدمت نہ کرنا ہی تیرے سپرد کیا ہے جب تک کہ سفر میں تخم حیلہ کا بویا ہے مطلب یہ کہ جب تک میں سفر میں ہوں تیرا یہی کام ہے کہ کام مت کر اور خدمت سے الگ رہ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

خواجگاں ایں بندگیہا کردہ اند	تا گماں آید کہ ایشاں بندہ اند
آقاؤں نے یہ غلامیاں کی ہیں	تا کہ یہ گمان ہو کہ وہ غلام ہیں

خواجگان الخ۔ یعنی آقاؤں نے ایسی خدمت کی ہیں تا کہ گمان ہو کہ یہی غلام ہیں۔ مطلب یہ کہ جب آقا اپنے کو چھپانا چاہا کرتے ہیں تو اکثر ایسا کیا کرتے ہیں کہ غلاموں کی شکل بنا لیتے ہیں۔

چشم پر بودند و سیر از خواجگی	کارہا کردہ اند آمادگی
وہ آقائیت سے سیر چشم اور پیٹ بھرے تھے	انہوں نے استعداد (کے لئے) بہت سے کام کئے ہیں

چشم الخ۔ یعنی وہ آقا بننے سے سیر اور چشم پر ہوتے ہیں اور وہ آمادگی کے لئے بہت سے ایسے کام کیا کرتے ہیں مطلب یہ کہ وہ تو آقا بننے سے بھی گھبراتے ہیں اس لئے ان کو تو پرواہ بھی نہیں ہوتی اور بضرورت اکثر ایسا کرتے ہیں۔

ویں غلامان ہوا برعکس آں	خویشتن بنمودہ میر عقل و جاں
اور یہ خواہش کے غلام اس کے برعکس ہیں	اپنے آپ کو عقل و جان کا آقا ظاہر کرتے ہیں

این الخ۔ یعنی اور یہ ہوا و ہوس کے غلام اس کے برعکس اپنے کو آقا عقل و جان کے دکھاتے ہیں یعنی جو کہ غلام ہوتے ہیں ان کو اس خواجگی کی ہوس ہوتی ہے اس لئے وہ اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں۔

آید از خواجہ رہ افگندگی	ناید از بندہ بغیر از بندگی
آقا سے خاکساری کا طریقہ آتا ہے	(اللہ کے) بندے سے بندگی کے سوا کچھ نہیں آتا ہے

آید الخ۔ یعنی آقا سے تو عاجزی ہی آتی ہے اور بندۂ (حق) سے سوائے بندگی اور کیا آئے لہٰذا مقصود یہ ہے کہ جو حضرات اولیاء اللہ ہوتے ہیں وہ ہمیشہ اپنے کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور دوسروں کی خدمت اور ذلت و خواری ہی میں عمر گزار دیتے ہیں اس لئے کہ ان کو اس توقیر ظاہری کی پرواہ بھی نہیں ہوتی بخلاف ان دنیاداروں کے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کو ہر وقت یہی ہوس رہتی ہے کہ کسی طرح کوئی ہمیں آقا کہے اور کوئی ہماری توقیر اور عزت کرے اس لئے کہ وہ حضرات تو اصل میں سردار ہوتے ہیں اور سرداری سے ان کا دل سیر ہوتا ہے ان کو سرداری کی ضرورت ہی نہیں ہوتی اور چونکہ دنیا دار لوگ اصل میں تو بندۂ ہوا و ہوس ہیں اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح عارضی طور پر آقا بن جائیں اور حضرات اولیاء اللہ ہمیشہ اپنی زندگی عجز و انکسار میں گزار دیتے ہیں اس لئے کہ وہ تو عبد حق ہوتے ہیں اور اپنے کو بندۂ حق سمجھتے ہیں اس لئے ان سے تو عاجزی اور انکساری کے سوا اور کچھ سرزد ہو ہی نہیں سکتا مگر اس عالم میں بالکل الٹا ہو رہا ہے کہ جو حضرات کہ بادشاہ اصلی اور سردار واقعی ہیں ان کو تو غلام سمجھا جاتا ہے اور جو کہ اصل میں غلام ہیں اور ظاہراً عارضی طور پر آقا بن رہے ہیں ان کو سردار اور بادشاہ وغیرہ سمجھا جاتا ہے سچ ہے کہ بنے کیونکر کہ ہے سب کار الٹا + ہم الٹے بات الٹی یار الٹا + آگے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ

پس ازاں عالم بدیں عالم	چناں تعبیتہا ہست برعکس ایں بداں
پس اس عالم سے اس عالم تک	بہت سی بناوٹی باتیں ہیں ان کو الٹا سمجھ

پس الخ۔ یعنی پس اس عالم سے اس عالم میں اسی طرح برعکس بعیرین ہیں اس کو خوب جان لو مطلب یہ کہ اس جہان کے افعال کو اس جہان میں الٹا ہی سمجھتے ہیں اس لئے کہ ان کی عقلیں ہی اوندھی ہوتی ہیں اسی طرح چونکہ حضرت لقمان علیہ علیہ السلام نے اپنے ظاہری آقا کو اس کا حکم کر دیا تھا کہ مجھ سے کام لیا کرو اور اس کو اپنا لباس پہنا دیا تھا اور اس کا لباس خود پہن لیا تھا اور مصلحت کی وجہ سے اپنے کو پوشیدہ رکھتے تھے وہ بھی ان کو غلام اور اپنے کو آقا کہتا تھا ورنہ دراصل معاملہ بالعکس تھا اسی کو فرماتے ہیں کہ

خواجۂ لقمانؑ ازیں حال نہاں	بود واقف دیدہ بود از وے نشاں
(حضرت) لقمان کا آقا اس راز سے	واقف تھا اور اس کی نشانی دیکھ چکا تھا

خواجہ الخ۔ یعنی حضرت لقمان کے آقا بھی احوال پوشیدہ سے واقف تھے اور انہوں نے لقمان علیہ السلام میں نشان (بزرگی) دیکھ لیا تھا اور وہ جانتا تھا کہ یہ بزرگ اور ولی ہیں مگر بمقتضائے الامر فوق الادب ان کے حکم کی تعمیل میں وہ ان سے کام لیتا تھا۔

راز می دانست خوش می راند خر	از برائے مصلحت آں راہبر
راز جانتا تھا کام چلا رہا تھا	اس راہنما کی مصلحت کی وجہ سے

راز الخ۔ یعنی وہ آقا راز کو جانتا تھا اور خوب خدمت لیتا تھا اس راہبر کی مصلحت کی وجہ سے۔

مرد را آزاد کردے از نخست	لیک خوشنودی لقمانؑ را بجست
ان کو وہ پہلے ہی آزاد کر دیتا	لیکن اس نے (حضرت) لقمان کی خوشنودی چاہی

مرد الخ۔ یعنی وہ آقا ان کو اول ہی سے (کاموں سے) آزاد کر دیتا لیکن وہ تو حضرت لقمان کی رضا کا

www.besturdubooks.wordpress.com

طالب تھا (اور وہ اسی میں راضی تھے لہٰذا وہ بھی بے چارا مرتکب ہوتا تھا)

زانکہ لقمان را مراد ایں بود تا	کس نداند سر آں شیر فتا
کیونکہ (حضرت) لقمان کا مقصد یہی تھا تاکہ	اس نوجوان شیر کا کوئی بھید نہ سمجھ سکے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ حضرت لقمان کی یہی مراد تھی (کہ ان سے خدمت لی جائے اور اس حالت میں رکھا جائے) تا کہ کوئی شخص اس جوان شیر کے بھید سے آگاہ نہ ہو۔ آگے مولانا فرماتے ہیں

چہ عجب گر سر زبد پنہاں کنی	ایں عجب کہ سرز خود پنہاں کنی
یہ کیا عجب بات ہے کہ تو راز کو برے سے چھپالے	عجب تو یہ ہے کہ تو راز کو اپنے آپ سے چھپائے

چہ الخ۔ یعنی یہ کیا تعجب کی بات ہے کہ تو برے لوگوں سے بھید پوشیدہ کرے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ خود اپنے سے ہی بھید کو پوشیدہ بھی رکھو۔ مطلب یہ کہ دوسروں سے پوشیدہ رہنا اور ان کے سامنے اپنے مرتبہ کو معدوم کر دینا تو تعجب کی بات نہیں ہے مگر تعجب تو یہ ہے کہ یہ حضرات خود بھی اپنے مرتبہ کو اپنی ہستی کو معدوم اور ہیچ سمجھتے ہیں اور ان کو خود بھی اس طرف التفات نہیں ہوتا۔

کار پنہاں کن تو از چشمان خود	تا بود کارت سلیم از چشم بد
اپنی نظروں سے چھپا کر کام کر	تاکہ تیرا کام نظر بد سے بچا رہے

کار الخ۔ یعنی اپنے کاموں کو خود اپنے سے بھی پوشیدہ رکھو تا کہ تمہارے کام نگاہ بد سے محفوظ و مامون ہو جائیں اس لئے کہ جب اس قدر اخفاء ہے کہ خود بھی خبر نہیں تو دوسروں کو تو کیا خبر ہو سکتی ہے جو کوئی نگاہ بد لگائے گا مقصود یہ ہے کہ درجہ فنا حاصل کرو اور تفویض محض مذہب رکھو پھر دیکھو کہ کس قدر ثمرات و برکات تم کو میسر ہوتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

خویش را تسلیم کن بردار مزد	وانگہ از خود بے زخود چیزے بدزد
اپنے آپ کو سپرد کر دے مزدوری کما لے	پھر بے خودی میں اپنے میں سے کچھ چرا لے

خویش الخ۔ یعنی اپنے کو تسلیم اور سپرد کر دو اور پھر مزدوری لو اور اس وقت اپنی ہستی سے بے خود ہو کر کچھ چراؤ مقصود یہ کہ اپنی ہستی کو فنا کر دو اور تفویض محض اختیار کر کے اس طرف متوجہ ہو جاؤ پھر دیکھو کیسے کیسے برکات اور فیوض فائض ہوتے ہیں آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

می دہند افیوں بمرد زخم مند	تا کہ پیکاں از تنش بیروں کنند
زخمی انسان کو افیون دے دیتے ہیں	تاکہ اسکے جسم میں سے تیر کھینچ لیں

مید ہند الخ۔ یعنی زخمی آدمی کو افیون کھلاتے ہیں تا کہ اس کے بدن سے پیکان نکال لیں تو دیکھو وہ چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

افیون کے لطف کی طرف متوجہ ہو گیا اس کے اندر سے ایک موذی اور تکلیف دہ شے نکل گئی۔

وقت مرگ از رنج او را مید رند	او بداں مشغول شد جاں می برند
مرتے وقت اس کی تکلیف سے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں	وہ اس میں لگا جان نکال لے جاتے ہیں

وقت الخ۔ یعنی موت کے وقت تکلیف سے اس کو پھاڑتے ہیں وہ تو اس میں مشغول ہوتا ہے اور جان کو لے جاتے ہیں یہاں بھی دوسری طرف توجہ سے ایک نفیس شئے نکل گئی پہلی مثال اس کی تھی کہ عمدہ کی طرف توجہ سے موذی شئے نکلی اور یہ مثال اس کی ہے کہ موذی کی طرف توجہ سے عمدہ شئے نکل گئی اب آگے فرماتے ہیں کہ

چوں بہر فکرے کہ خواہی دل سپرد	تو چیزے در نہاں خواہند برد
جب کسی فکر میں تو دل کو لگا دیگا	تو وہ تیری چیز چپکے سے چرا لیں گے

چون الخ۔ یعنی جبکہ (معلوم ہو گیا کہ) جس فکر میں کہ تم دل کو لگا دو گے تمہارے دل میں سے دوسری شے نکل جائے گی جیسا کہ حکما بھی کہتے ہیں النفس لاتتوجه الى شيئين في آن واحد۔

پس بداں مشغول شو کاں بہترست	تاز تو چیزے برد کاں کہترست
تو اس میں لگ جو اچھی چیز ہو	تاکہ (چور) تیری وہ چیز لے جائے جو گھٹیا ہے

پس الخ۔ یعنی اس میں مشغول ہو جو کہ بہتر ہے تاکہ تمہارے اندر سے وہ شے نکل جائے جو کہ ذلیل ہے مطلب یہ کہ جب ایک طرف کی توجہ سے دوسری شے نکل جاتی ہے تو تم کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرو کہ اس سے غیر اللہ سب نکل جائیں گے اور فرماتے ہیں کہ

ہرچہ اندیشی و تحصیلے کنی	می درآید دزد زاں سو کایمنی
جو تو سوچتا ہے اور حاصل کرتا ہے	چور اس جانب سے آتا ہے جدھر سے تو مطمئن ہے

ہرچہ الخ۔ یعنی تو جو کچھ کہ سوچتا ہے اور جو کچھ کہ حاصل کرتا ہے تو چور اس طرف سے آتا ہے جدھر سے تو بے خوف ہوتا ہے لہٰذا تم حق تعالیٰ کی طرف مشغول ہو جاؤ تو شیطان ماسوی اللہ کو تمہارے قلب سے چرا لے جائے گا اور متوجہ ہونے کا طریقہ غلبہ ذکر اللہ ہے جب ذکر اللہ کا غلبہ ہوتا ہے تو غیر اللہ خود بخود نکل جاتے ہیں جیسا کہ مشاہد ہے آگے ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ

بار بازرگاں چو در آب اوفتد	دست اندر کالہٗ بہتر زند
تاجر کا مال جب پانی میں گرتا ہے	تو وہ عمدہ سامان پر ہاتھ مارتا ہے

بار الخ۔ یعنی سوداگر کا مال اگر پانی میں گر جائے تو وہ عمدہ مال پر ہاتھ مارے گا یعنی اول عمدہ عمدہ مال کو چھانٹے گا اور اس کو ڈوبنے سے بچائے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کشتی مالش بغرقاب ارفتد	ہر چہ نازل تر بدریا افگند
اس کے مال کی کشتی اگر سمندر میں پھنسے	جو گھٹیا ہے اس کو دریا میں پھینک دیتا ہے

کشتی الخ۔ یعنی اگر اس سوداگر کے مال کی کشتی ڈوبنے لگے گی تو جو کچھ کہ کمتر اموال ہوگا اس کو دریا میں ڈال دے گا اور عمدہ کو بچالے گا آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ چیزے فوت خواہد شد درآب	ترک کمتر گوئی و بہتر را بیاب
چونکہ کوئی نہ کوئی چیز تو پانی میں ڈوبے گی	گھٹیا کو چھوڑ دے اور بڑھیا کو بچالے

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ ایک چیز پانی میں فوت ہوگئی تو کمتر کو چھوڑ دو اور بہتر کو پکڑلو۔ مطلب یہ کہ یہ تو معلوم ہے کہ توجہ دوسری طرف نہیں ہوسکتی لامحالہ ایک چیز جانے والی ہے یا تو ماسوی اللہ نکلیں گے یا محبت حق نکلے گی تو اب اس شے کو جو کہ عمدہ اور نفیس ہے حاصل کرنا چاہیے یعنی جب حق اور تعلق مع اللہ کو حاصل کرو اور ماسوئے اللہ کو ترک کرو۔ آگے بھی فرماتے ہیں کہ

نقد ایماں را بطاعت گوش دار	تا ز روئے حق نگردی شرم سار
بندگی کے ذریعہ ایمان کے نقد کی حفاظت کر	تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے روبرو شرمندہ نہ ہو

نقد الخ۔ یعنی طاعت کے ذریعہ سے نقد ایمان کو بچاؤ تاکہ حق تعالیٰ کے سامنے شرمندگی حاصل نہ ہو۔

چونکہ نقدت را نگہداری کنی	حرص و غفلت را برد دیودنی
جب تو اپنے نقد کی دیکھ بھال رکھے گا	کمینہ شیطان حرص اور غفلت کو لے بھاگے گا

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تم اپنے نقد (ایمان) کی حفاظت کروگے تو حرص اور غفلت (عن الحق) کو شیطان لے جائے گا مطلب یہ کہ توجہ بحق سے حرص وہوس اخلاق ذمیمہ زائل ہوجائیں گے اور شیطان کے لے جانے سے یہ مراد ہے کہ وہ پھر القاء اخلاق ذمیمہ کا نہ کرسکے گا تو اس کا القاء نہ کرنا ہی ایسا ہے جیسا کہ وہ نکال کرلے جائے آگے پھر حضرت لقمان علیہ السلام کے قصہ کی طرف رجوع ہے۔

ظاہر شدن فضل وزیرکی لقمانؑ پیش امتحان کنندگان

امتحان کرنے والوں کے سامنے (حضرت) لقمانؑ کی بزرگی اور ذہانت کا ظاہر ہونا

خواجۂ لقمانؑ چو لقمانؑ را شناخت	بندہ بود او را و با او عشق باخت
(حضرت) لقمانؑ کے آقا نے جب لقمانؑ کو پہچان لیا	ان کا غلام ہوگیا اور ان پر فریفتہ ہوگیا

خواجہ الخ۔ یعنی جبکہ حضرت لقمان علیہ السلام کے آقا نے ان کو پہچان لیا تو ان کا غلام ہوگیا اور ان کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ عشق بازی کی۔ مطلب یہ کہ جب ان کا مرتبہ معلوم ہو گیا تو وہ ان پر فریفتہ تھا۔

ہر طعامے کاوریدندے بوے	کس سوئے لقمانؑ فرستادے زپے
وہ جو کھانا اس کے پاس لاتے	تو فورا کسی کو (حضرت) لقمان کی جانب روانہ کرتا

ہر الخ۔ یعنی جو کھانا کہ لوگ اس آقا کے لئے لاتے تو کسی کو پیچھے سے لقمان کی طرف بھیجتا۔

تا کہ لقمانؑ دست سوئے آں برد	قاصدا تا خواجہ پس خوردش خورد
تا کہ (حضرت) لقمان اس میں ہاتھ ڈال دیں	اس ارادے سے کہ آقا ان کا جھوٹا کھائے

تا کہ الخ۔ یعنی تا کہ لقمان اس کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائیں اس قصد کی وجہ سے کہ آقا ان کا پس خوردہ کھاوے مطلب یہ کہ ان کو اس لئے بلاتا تھا تا کہ وہ کھالیں تو پس خوردہ یہ بھی کھالے۔

سور او خوردے و شور انگیختے	ہر طعامے کو نخوردے ریختے
ان کا جھوٹا کھاتا اور مستی پیدا کرتا	جو کھانا وہ نہ کھاتے اس کو ضائع کر دیتا

سور الخ۔ یعنی ان کا جھوٹا کھاتا اور شور کو بھڑکاتا اور جو کھانا کہ وہ نہ کھاتے گرا دیتا۔ مطلب یہ کہ ان کا جھوٹا کھانے سے اس کے اندر شورش عشق برانگیختہ ہوتی تھی اس لئے وہ ان کا پس خوردہ کھایا کرتا تھا اور جس کھانے میں سے وہ نہ کھاتے اس کو خود بھی نہ کھاتا۔

ور بخوردے بیدلو بے اشتہا	ایں بود پیوستگی بے منتہا
اگر کھاتا بھی تو بے دلی اور بے رغبتی سے	لامحدود تعلق یہ ہوتا ہے

ور بخوردے الخ۔ یعنی اور اگر وہ کھا بھی لیتا تو بے دلی اور بے رغبتی سے کھاتا اور یہ بے انتہا محبت اور الفت ہوتی ہے کہ اس بغیر چین ہی نہ آئے۔

خر بزہ آوردہ بودند ارمغاں	لیک غائب بود لقمانؑ آں زماں
تحفے میں خربوزہ لائے تھے	لیکن اس وقت (حضرت) لقمان موجود نہ تھے

خربزہ الخ۔ یعنی (ایک مرتبہ) تحفہ خربوزہ لائے تھے لیکن لقمان علیہ السلام اس وقت غائب تھے۔

گفت خواجہ با غلامے کے فلاں	زود رو فرزند لقمانؑ را بخواں
آقا نے ایک غلام سے کہا کہ فلانے!	جلد جا، عزیز لقمان کو بلا لا

گفت الخ۔ یعنی آقا نے ایک غلام سے کہا کہ اے فلاں جلدی سے بیٹا لقمان کو تو بلالا۔

چونکہ لقمانؑ آمد و پیشش نشست	خواجہ پس بگرفت سکینے بدست
جب (حضرت) لقمان آئے اور اس کے سامنے بیٹھ گئے	اس کے بعد آقا نے چھری ہاتھ میں لی

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ لقمان علیہ السلام آئے اور اس کے سامنے بیٹھے تو آقا نے ایک چھری ہاتھ میں لی۔

چوں برید و داد او را یک بریں	ہمچو شکر خوردش و چوں انگبیں
جب تراشا اور ان کو ایک قاش دی	انہوں نے اس کو شکر و شہد کی طرح کھا لیا

چون الخ۔ یعنی جبکہ (اس نے تراشا اور ایک قاش ان کو دی تو انہوں نے اس کو شکر و شہد کی طرح کھایا مطلب یہ کہ اس کو بہت ہی لطف اور مزہ لے کر کھایا۔

از خوشی کہ خورد داد او را دوم	تا رسید آں گر چہا تا ہفدہم
چونکہ انہوں نے خوشی سے کھایا ان کو دوسری دی	یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہنچیں

از خوشی الخ۔ یعنی جبکہ خوشی سے کھایا تو ان کو دوسری دی یہاں تک کہ وہ قاشیں سترہ تک پہنچیں یعنی کل سترہ قاشیں ان کو دیں اور وہ مزہ لے لے کر کھاتے رہے۔

ماند گرچے گفت ایں را من خورم	تا چہ شیریں خربزست ایں بنگرم
ایک قاش بچی تو بولا اس کو میں کھاؤں گا	تاکہ دیکھوں کیسا میٹھا خربوزہ ہے؟

ماند الخ۔ یعنی ایک قاش باقی رہی تو اس آقا نے کہا کہ اس کو میں کھالوں تاکہ دیکھوں کہ کیسا شیریں خربوزہ ہے۔

او چنیں خوش میخورد کز ذوق او	طبعہا شد مشتہی و لقمہ جو
وہ اس قدر خوشی سے کھا رہے تھے کہ ان کے ذوق سے	طبیعتیں خواہشمند ہو گئیں اور کھانا چاہنے لگیں

او چنان الخ۔ یعنی وہ اسے اچھی طرح کھا رہے ہیں اور ایسے مزہ سے کھا رہے ہیں کہ ان کے مزہ سے طبائع راغب اور لقمہ جو ہوگئیں مطلب یہ کہ ان کے اس طرح کھانے سے میرا بھی دل چاہنے لگا۔

چوں بخورد از تلخیش آتش فروخت	ام زباں کرد آبلہ ہم حلق سوخت
جب اس نے کھایا اس کی کڑواہٹ سے آگ لگ گئی	زبان پر آبلہ پڑ گیا حلق بھی جل گیا

جون الخ۔ یعنی جبکہ اس نے کھایا تو اس کی تلخی نے آگ لگا دی۔ زبان میں آبلہ پڑ گیا۔ اور حلق بھی جل گیا۔

ساعتے بیخود شد از تلخی آں	بعد ازاں گفتش کہ اے جان جہاں
تھوڑی دیر اس کی کڑواہٹ سے بے چین رہا	اس کے بعد ان سے کہا اے جان عالم!

ساعتے الخ۔ یعنی تھوڑی دیر تو اس کی تلخی کی وجہ سے بے خود رہا۔ بعد اس کے ان سے کہا کہ اے جان جہاں۔

نوش چوں کردی تو چندیں زہر را	لطف چوں انگاشتی ایں قہر را
آپ نے اس قدر زہر کیسے پی لیا؟	اس قہر کو لطف کیوں سمجھا؟

نوش الخ۔ یعنی تم نے اس زہر کو کس طرح کھا لیا اور اس قہر کو لطف کس طرح گمان کیا کہ مزہ لے لے کر کھا گئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چہ صبرست ایں صبوری از چہ روست	جان تو گوئی بہ پیش تو عدوست
یہ کیسا صبر ہے اور یہ کس طرح کا صبر کرنا ہے؟	گویا آپ کی جان آپ کے نزدیک آپ کی دشمن ہے

اینچہ صبرست الخ۔ یعنی یہ صبر کیسا اور یہ صبر کس لئے ہے یا شاید تمہارے نزدیک جان تمہاری دشمن ہے یعنی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی جان کے دشمن ہو کہ ایسی چیز کھا گئے۔

چوں نیاوردی بحیلت حجتے	کہ مرا عذریست بس کن ساعتے
کیوں نہ تدبیر سے آپ نے کوئی عذر کر دیا	کہ میں معذور ہوں تھوڑی دیر ٹھہر

چون الخ۔ یعنی کوئی بہانہ اور حجت کیوں نہ کر دی کہ مجھے عذر ہے ایک گھڑی ٹھہر جایئے مطلب یہ کہ کہہ کیوں نہ دیا کہ یہ کڑوا ہے یا اگر یہ کہتے ہوئے شرم آتی تھی تو کوئی بہانہ لے دیا ہوتا۔

گفت من از دست نعمت بخش تو	خوردہ ام چنداں کہ از شرم دوتو
فرمایا کہ تیرے سخی ہاتھ سے	میں نے اس قدر کھایا ہے کہ شرمندگی سے جھکا جاتا ہوں

گفت الخ۔ یعنی حضرت لقمانؑ نے فرمایا کہ آپ کے نعمت بخشنے والے ہاتھ سے اس قدر نعمتیں میں نے کھائی ہیں کہ شرم سے دوہرا ہوا جاتا ہوں۔

شرم آمد گر یکے تلخ از کفت	می نوشم اے تو صاحب معرفت
مجھے شرم آتی اگر تیرے ہاتھ سے ایک کڑوی چیز	نہ کھاؤں اے (آقا) تو خود جانتا ہے

شرم آمد الخ۔ یعنی مجھے شرم آئی کہ ایک تلخ آپ کے ہاتھ سے میں نہ کھاؤں آپ تو خود ہی جانتے ہیں۔

چوں ہمہ اجزام از انعام تو	رستہ اند و غرق دانہ و دام تو
جبکہ میرے تمام اجزاء تیرے انعام سے	اگے ہیں اور تیرے دانہ دوام میں غرق ہیں

چون الخ۔ یعنی میرے سارے اجزاء (بدن) آپ کے انعام سے بڑھے ہیں اور آپ ہی کے دانہ دوام میں غرق ہیں۔

گرز یک تلخے کنم فریاد و داد	خاک تیرہ برس اجزام باد
اگر میں ایک کڑوی چیز سے فریاد اور واویلا کروں	تو کالی خاک میرے اجزاء پر ہو

گرز یک الخ۔ یعنی اگر میں ایک تلخی کی وجہ سے فریاد و داد کرنے لگوں تو میرے اوپر خاک پڑے۔ مطلب یہ کہ اگر اس ایک تلخی سے میں واویلا کرنے لگوں اور شکوہ و شکایت شروع کر دوں تو بڑے شرم اور غیرت کی بات ہے۔ پس اسی طرح حق تعالیٰ کی طرف سے اگر کوئی ظاہر تکلیف اور ناگواری بھی پہنچے تو اس پر صبر کرنا اور اس میں راضی رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ اس کے انعامات جب ہر وقت اور ہر گھڑی ہیں تو اگر یہ عارضی ناگواری پیش ہی آ گئی تو اس سے شکوہ و شکایت کرنا بڑی ناشکری ہے بلکہ جب یہ سمجھ لیا جائے کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر

www.besturdubooks.wordpress.com

تو وہ ناگواری ظاہری اور عارضی بھی نہ ہونی چاہیے۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

لذتے دست شکر بخشت کہ داشت	اندریں بطیخ تلخی کے گذاشت
تیرا شکر بخش ہاتھ جو لذت رکھتا تھا	اس نے اس خربوزے میں کڑواہٹ کہاں چھوڑی؟

لذتے الخ۔ یعنی جو لذت کہ آپ کا شکر بخشنے والا ہاتھ رکھتا تھا اس نے اس خربوزہ میں تلخی کب چھوڑی مطلب یہ کہ آپ کے ہاتھ سے ملنے کی وجہ سے اس میں وہ ناگواری وتلخی بھی باقی نہ رہی بلکہ اب تو وہ گوارا اور شیریں ہو گیا اس لئے کہ آپ محبوب ہیں اور محبت کی وجہ سے بہت سی وہ چیزیں جو کہ دوسروں کو ناگوار ہوتی ہیں محب کو گوارا ہو جاتی ہیں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

از محبت تلخہا شیریں شود	از محبت مسہا زریں شود
محبت کی وجہ سے کڑوی چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں	محبت سے تانبے سونے بن جاتے ہیں

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے تلخیاں شیریں ہو جاتی ہیں اور محبت کی وجہ سے تانبے سونا ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ ناگوار بھی گوارا ہو جاتے ہیں۔

از محبت دردہا صافی شود	وز محبت دردہا شافی شود
محبت سے تلچھٹیں صاف ہو جاتی ہیں	محبت سے درد شفا بخشنے والے بن جاتے ہیں
از محبت خارہا گل می شود	وز محبت سرکہا مُل می شود
محبت سے کانٹے پھول بن جاتے ہیں	محبت سے سرکے شراب بن جاتے ہیں

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے تلچھن شراب صاف ہو جاتے ہیں اور محبت ہی کی وجہ سے امراض شافی ہو جاتے ہیں۔

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے کانٹے پھول ہو جاتے ہیں اور محبت سے سرکہ شراب عمدہ ہو جاتے ہیں۔

از محبت دار تختے می شود	وز محبت بار بختے می شود
محبت سے سولی تخت بن جاتی ہے	محبت سے بوجھ نصیبہ بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے سولی بھی تخت (شاہی) ہو جاتی ہے اور محبت ہی سے بوجھ نصیب (یعنی ناگوار خوشگوار) ہو جاتے ہیں۔

از محبت سجن گلشن می شود	بے محبت روضہ گلخن می شود
محبت سے قید خانہ چمن بن جاتا ہے	بغیر محبت کے باغ بھٹی بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے جیل خانہ گلشن ہو جاتا ہے اور بے محبت کے باغ بھی گلخن ہو جاتا ہے۔

از محبت نار نورے می شود	وز محبت دیو حورے می شود
محبت سے آگ نور بن جاتی ہے	محبت سے دیو حور بن جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے آگ نور ہو جاتی ہے اور محبت ہی سے دیو حور (معلوم) ہوتا ہے۔

از محبت سنگ روغن می شود	بے محبت موم آہن می شود
محبت سے پتھر تیل بن جاتا ہے	بغیر محبت کے موم لوہا بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے پتھر (جیسے سخت بات) بھی روغن (کی طرح سہل) ہو جاتا ہے اور بے محبت کے موم بھی لوہا ہو جاتا ہے۔

از محبت حزن شادی می شود	وز محبت غول ہادی می شود
محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے	محبت سے چھلاوا راہبر بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے غم بھی خوشی ہو جاتے ہیں اور محبت ہی کی وجہ سے بھوت پریت راہبر ہو جاتے ہیں۔

از محبت نیش نوشے می شود	وز محبت شیر موشے می شود
محبت سے ڈنک شہد بن جاتا ہے	محبت سے شیر چوہا بن جاتا ہے
از محبت سقم صحت می شود	وز محبت قہر رحمت می شود
محبت سے بیماری تندرستی بن جاتی ہے	محبت سے قہر رحمت بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے نیش بھی گوارا ہو جاتا ہے اور محبت ہی کی وجہ سے شیر چوہے (کی طرح) ہو جاتے ہیں۔

از محبت خار سوسن می شود	وز محبت خانہ روشن می شود
محبت سے کانٹا سوسن بن جاتا ہے	محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے امراض صحت ہو جاتے ہیں اور محبت ہی کی وجہ سے قہر رحمت ہو جاتے ہیں۔
از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے کانٹے سوسن ہو جاتے ہیں اور محبت ہی کی وجہ سے گھر روشن ہو جاتے ہیں۔

از محبت مردہ زندہ می شود	وز محبت شاہ بندہ می شود
محبت سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے	محبت سے شاہ غلام بن جاتا ہے

از محبت الخ۔ یعنی محبت کی وجہ سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے اور محبت ہی کی وجہ سے بادشاہ غلام ہو جاتا ہے غرضیکہ جو چیزیں کہ محبت سے قبل ناگوار اور موذی اور تکلیف دہ ہوتی ہیں محبت وہ شے ہے کہ اس کی وجہ سے سب گوارا ہو جاتی ہیں اور جن سے یہ پہلے گھبراتا تھا اب ان ہی سے راضی اور خوش ہوتا ہے

عشق را نازم کہ یوسف را بازار آورد ہمچو صنعا زاہدے را از یزنار آورد

پس اگر حق تعالیٰ سے محبت ہو اور تعلق ہو تو پھر اس طرف سے جو کچھ بھی ہو اس سے ہمیشہ راضی رہنا چاہیے۔ ناگواری کیسی اور اسی لئے حضرت ذوالنونؒ نے ان مریدوں کے پتھر وغیرہ مارنے شروع کر دیئے کہ اگرچہ یہ باتیں ناگوار تھیں مگر جس کو محبت ہوتی اس کے نزدیک یہ چیزیں گوارا ہوتیں اور وہ ان سے راضی اور خوش رہتے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ یہاں محبت کی رغبت دلائی تھی کہ حق تعالیٰ سے محبت اور تعلق پیدا کرو تو اب اس محبت کی تدبیر اور طریقہ فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محبت کا قاعدہ ہے کہ جس قدر محبوب کی معرفت اور اس کے کمالات پر نظر ہوتی ہے اسی قدر محبت بھی زائد ہوتی ہے اور معرفت ہوتی ہے عقل سے لہٰذا آلہ معرفت عقل سلیم ہوئی اور اس سے محبت میں زیادتی ہوگی لہٰذا عقل سلیم حاصل کرنا چاہیے اور یہ حاصل ہوتی ہے عقلاء کی صحبت سے لہٰذا صحبت شیخ کامل میں چندے رہنا ضروری ہے اسی کو فرماتے ہیں

ایں محبت ہم نتیجہ دانش ست	کے گزافہ بر چنیں تختے نشست
یہ محبت بھی سمجھ کا نتیجہ ہے	بکواس ایسے تخت پر کب بیٹھ سکتا ہے؟

این محبت الخ۔ یعنی یہ محبت بھی عقل کا نتیجہ ہے ورنہ بے ہودہ کب ایسے تخت پر بیٹھ سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ محبت بھی جب ہی ہوتی ہے جبکہ عقل کامل ہو۔ ورنہ اس مرتبہ کو کوئی عقل ناقص کس طرح پہنچ سکتی ہے۔

دانش ناقص کجا ایں عشق زاد	عشق زاید ناقص اما بر جماد
ناقص عقل نے یہ عشق کب جنا ہے؟	ناقص (عقل) عشق پیدا کرتی ہے لیکن پتھر سے

دانش الخ۔ یعنی عقل ناقص نے کب یہ عشق پیدا کیا اور عقل ناقص عشق کو پیدا بھی کرتی ہے مگر جماد پر مطلب یہ کہ جب عقل ناقص ہوگی تو اصل حقیقت سے ناواقف ہو کر مخلوقات پر عشق و محبت ہوگی اور جس کا یہ عکس ہے اس پر نظر نہ کریں گے حالانکہ جو کچھ کمالات ہیں وہ حقیقۃً حق جل وعلا شانہ کے ہیں مگر اس نے کم عقلی سے خود اس مخلوق ہی کا کمال سمجھ لیا اسی کو فرماتے ہیں کہ

بر جمادے رنگ مطلوبے چو دید	از صغیرے بانگ محبوبے شنیدے
پتھر پر جب محبوب کا رنگ دیکھا	سیٹی سے محبوب کی آواز سن لی

بر جمادے الخ۔ یعنی جماد پر جب رنگ محبوبیت کا دیکھا (تو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے) ایک سیٹی سے محبوبیت کی آواز کو سنا۔ مطلب یہ کہ جس طرح صیاد کی سیٹی کو جانور اپنے ہم جنس کی آواز سمجھ کر اس کی طرف بڑھتا ہے اور پھر اس میں پھنس جاتا ہے اسی طرح اس حسن و جمال مخلوق کو اصل اور حقیقی سمجھ کر یہ شخص بھی اس کے عشق و محبت میں پھنس جاتا ہے۔

دانش ناقص نداند فرق را	لاجرم خورشید داند برق را
ناقص عقل فرق نہیں سمجھتی	لامحالہ بجلی کو سورج سمجھ لیتی ہے

دانش الخ۔ یعنی عقل ناقص چونکہ (اصلی اور نقلی میں) فرق کو نہیں جانتی اس لئے وہ بجلی کو (جس کی روشنی آفل اور فانی ہے) خورشید سمجھ لیتی ہے (کہ اس کی روشنی اور اس کا نور کامل ہوتا ہے)۔ مطلب یہ کہ جب عقل ناقص ہوتی ہے تو غیر حقیقی کو حقیقی اور ناقص کو کامل سمجھنے لگتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ ملعوں خواند ناقص رارسول	بود در تاویل نقصان عقول
ناقص کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ملعون کہا ہے	از روئے تاویل عقلوں کی کمی (مراد) تھی

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ ناقص کو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ملعون کہا ہے تو اس کے معنی نقصان عقل کے ہیں مطلب یہ کہ حدیث میں جو ناقص کو ملعون کہا گیا ہے اس سے مراد ناقص العقل ہی ہے آگے اس تعیین کی وجہ بھی بتادینگے مگر جیسا کہ بعض محشیوں نے لکھا ہے کہ حدیث میں یہ لفظ ہیں الناقص ملعون کہیں نظر سے نہیں گزرا اور نہ ذوقاً یہ حدیث معلوم ہوتی ہے ہاں یہ مضمون اس طرح مستنبط ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہل کی مذمت فرمائی ہے کہ یہ باعد من الحق ہے اور جہل بھی ایک نقصان ہے اور جوشی کہ باعد من الحق ہو اس کے ملعون ہونے میں کیا شک ہے لہٰذا اس تاویل سے ناقص بھی ملعون ہوسکتا ہے مگر اس مضمون میں کوئی حدیث صریح اللفظ تو معلوم نہیں ہوتی واللہ اعلم آگے اس سے نقصان عقل ہی مراد ہونے کی دلیل فرماتے ہیں کہ

زانکہ ناقص تن بود مرحوم رحم	نیست بر مرحوم لائق لعن وزجم
اس لئے کہ ناقص جسم قابل رحم ہوتا ہے	قابل رحم لعنت و زحمت کے لائق نہیں ہے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ ناقص البدن تو رحم کا مرحوم ہوتا ہے اور مرحوم پر لعنت اور زحمت مناسب نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی نقاص العضو ہو تو اس پر تو اور بھی رحم آتا ہے نہ کہ اس پر لعنت کی جائے تو اس لعنت کرنے سے معلوم ہوگیا کہ ناقص العقل ہی مراد ہے۔

نقص عقلست آنکہ بدرنجوریست	موجب لعنت سزائے دوریست
بری بیماری عقل کی کمی ہے	جو لعنت کا سبب اور دور رہنے کے قابل ہے

نقص الخ۔ یعنی نقصان عقل ہی ایک بری بیماری ہے اور یہی لعنت کا سبب ہے اور لائق دوری کے ہے جس سے صاف معلوم ہوگیا کہ نقص عقل ہی مراد ہے آگے ایک اور دلیل فرماتے ہیں کہ

زانکہ تکمیل خرد ہا دور نیست	لیک تکمیل بدن مقدور نیست
کیونکہ عقلوں کی تکمیل بعید نہیں ہے	لیکن بدن کی تکمیل ممکن ہے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ تکمیل عقل کی تو بعید نہیں ہے لیکن تکمیل بدن کی مقدور نہیں ہے تو جس چیز کی انسان کو قدرت ہی نہ ہو اس پر لعنت کرنے کے کیا معنی ہیں معلوم ہوا کہ لعنت کسی ایسی شے پر ہے کہ جو قدرت میں ہے اور وہ نقصان عقل ہے کہ اس کو انسان درست کرسکتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

کفر فرعونے و ہر گبر عنید	جملہ از نقصان عقل آمد پدید
فرعون اور ہر سرکش کافر کا کفر	سب عقل کی کمی سے رونما ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کفر فرعونے الخ۔ یعنی ہر فرعون اور ہر گبر معاند کا کفر یہ سب نقصان عقل کی وجہ سے ظاہر ہوا ہے لہٰذا اس کی تکمیل کرنا چاہیے تاکہ اسی نسے معرفت اور معرفت سے محبت حاصل ہو اور فرماتے ہیں کہ

بہر نقصان بدن آمد فرج	در نبے کہ ما علی الاعمیٰ حرج
بدن کی کمی کے لئے گنجائش آئی ہے	قرآن میں ہے "اندھے پر گناہ نہیں ہے"

بہر نقصان الخ۔ یعنی نقصان بدن کے واسطے تو وسعت اور کشادگی (منصوص) ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ اندھے پر کوئی تکلیف نہیں ہے اس لئے ناقص الجسم تو ملعون ہو ہی نہیں سکتا تو اس شخص کا غیر حقیقی کو حقیقی اور اصل سمجھنا بھی نقصان عقل ہی کی وجہ سے ہے اور اسی وجہ سے یہ اصلی اور غیر اصلی میں امتیاز نہیں کر سکتا اور چونکہ اوپر فرمایا تھا کہ برق کو خورشید سمجھنے لگتا ہے یعنی عارضی کو کامل خیال کرتا ہے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ

برق آفل باشد و بس بے وفا	آفل از باقی نداند بے صفا
برق چھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بیوفا (ہوتی ہے)	بے نور غائب ہو جانے والے کو باقی رہنے والے کے ممتاز نہیں کرتا ہے

برق الخ۔ یعنی بجلی تو چھپ جانے والی ہوتی ہے اور بہت بے وفا ہوتی ہے تو جس کا (قلب) صاف نہیں ہے وہ چھپ جانے والے میں اور باقی رہنے والے (میں امتیاز) کو نہ جانے گا۔ مطلب یہ کہ بے صفائی قلب کامل اور ناقص میں امتیاز غیر ممکن اور محال ہے۔ آگے ایک لطیفہ شاعرانہ ہے کہ

برق خندد بر کہ می خندد بگو	بر کسے کہ دل نہد بر نور او
بجلی ہنستی ہے بتا کس پر ہنستی ہے؟	اس شخص پر جو اس کی چمک سے دل لگائے

برق الخ۔ یعنی بجلی جو ہنستی ہے تو ذرا بتاؤ تو کس پر ہنستی ہے اس شخص پر کہ جو اس کے نور پر دل رکھے یعنی جو چمکتی ہے جو کہ مثل ہنسنے کے ہے۔ تو وہ اس بات پر ہنستی ہے کہ یہ شخص ایسی عارضی اور ناپید چیز پر عاشق ہو رہا ہے آگے پھر وہی مضمون بالا ہے کہ

نورہائے برق ببریدہ پے ست	آں چو لاشرقی و لاغربی کے ست
بجلی کے نوروں کے پیر کٹے ہوئے ہیں	وہ لاشرقی و لا غربی کی طرح کب ہیں؟

نورہائے الخ۔ یعنی برق کا نور تو منقطع ہونے والا ہے تو وہ لاشرقی اور لاغربی کے مانند کب ہے مطلب یہ کہ مخلوق کا حسن و جمال تو ناپائیدار ہے اور عارضی ہے وہ حق تعالیٰ کے کمالات اور حسن و جمال کی طرح کب ہو سکتا ہے وہ تو بے جہات اور بے حد و بے نہایت ہے کہاں اس کے کمالات اور کہاں اس کے ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

برق را چوں یخطف الابصار داں	نور باقی راہمہ ابصار داں
بجلی کو تو نگاہیں اچک لینے والی سمجھ	باقی رہنے والے نور کو مجسم نگاہیں سمجھ

www.besturdubooks.wordpress.com

برق الخ۔ یعنی برق کو آنکھ کی اچک لینے والی جانو اور نور باقی کو بالکل مددگار ہی سمجھو۔ مطلب یہ کہ عوارض و غیر اصل اشیاء کو نقصان دہ اور باعد عن الحق سمجھو۔ اور اس نور حقیقی اور اصلی یعنی حق تعالیٰ کو نافع اور ہادی جانو جیسا کہ ظاہر ہے آگے ان اشیاء عارضی کا اعتبار کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

برکف دریا فرس را راندن ست	نامہ را در نور برقے خواندن ست
دریا کے جھاگ پر گھوڑا دوڑانا ہے	خط کو بجلی کی روشنی میں پڑھنا ہے

برکف دریا الخ۔ یعنی دریا کے جھاگ پر گھوڑے کو چلانا اور بجلی کی روشنی میں خط کو پڑھنا تو صریحاً حرص کی وجہ سے ناعاقبت بینی ہی ہے اور اپنے دل پر اور عقل پر ہنسنا ہے۔ مطلب یہ کہ ان ناپائیدار چیزوں میں دل لگانا تو اس قابل ہے کہ انسان خود اپنی عقل پر ہنسے۔ اس لئے کہ یہ چیزیں تو کسی طرح قابل دل لگانے اور اعتبار کرنے کے ہیں ہی نہیں۔

از حریصی عاقبت نادیدنست	بر دلو بر عقل خود خندیدنست
حرص کی وجہ سے ناعاقبت اندیشی ہے	اپنے دل اور اپنی عقل کی ہنسی اڑانا ہے
عاقبت بین ست عقل از خاصیت	نفس باشد کو نہ بیند عاقبت
عقل طبعاً عاقبت میں ہے	جو انجام کو نہیں دیکھتا ہے وہ نفس ہے

عاقبت الخ۔ یعنی عقل تو اپنی خاصیت کے اعتبار سے عاقبت بین ہوتی ہے اور جو عقل کہ عاقبت کو نہ دیکھے وہ (اگرچہ ظاہر میں عقل معلوم ہوتی ہے مگر اصل میں) نفس ہے (اس لئے کہ جو فعل نفس کا ہے وہی اس سے سرزد ہو رہا ہے تو فعل میں یہ بھی نفس ہی ہوگئی آگے بھی فرماتے ہیں کہ

عقل کو مغلوب نفس او نفس شد	مشتری مات زحل شد نحس شد
جو عقل نفس سے مغلوب ہو وہ نفس بن جاتی ہے	جب مشتری زحل سے مات کھاجاتا ہے منحوس ہوجاتا ہے

عقل الخ۔ یعنی جو عقل کہ نفس سے مغلوب ہوگئی وہ نفس ہی ہوگئی (اس لئے کہ دیکھو) مشتری جب زحل سے مات ہوجائے وہ بھی نحس ہی ہوجاتا ہے مطلب یہ کہ جو عقل کہ ہوا و ہوس میں اور شہوت غضب سے مغلوب ہے اس کو عقل کہنا ہی زیبا نہیں ہے بلکہ وہ سرتاپا نفس ہی ہوگئی ہے مگر اس حالت مغلوبیت میں بھی حق تعالیٰ سے قطع مت کرو بلکہ مغلوبیت اور نحوست کو یوں سمجھو کہ یہ بھی حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے اور اس طرح ادھر لو لگاؤ اور ادھر متوجہ ہوجاؤ۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہم دریں نحسے بگرداں ایں نظر	در کسے کو کرد نحست در نگر
اس نحوست میں بھی اپنی نگاہ کو گھما	اس ذات کو دیکھ جس نے تجھے منحوس بنایا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم درین الخ۔ یعنی اسی نحس میں نظر کو پھراؤ اور اس ذات کو دیکھو کہ جس نے منحوس کر دیا ہے مطلب یہ کہ اگر کبھی وساوس وخطرات زیادہ ستائیں اور مغلوبیت ہونے لگے تو اس وقت ان کے دفع کی فکر مت کرو اس لئے کہ ان کی دفع کی فکر کرنا بھی تو ان ہی کی طرف توجہ کرنا ہے تو اس طرف سے توجہ کو بالکل ہٹالو۔ اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کا مراقبہ کرو کہ اللہ اکبر حق تعالیٰ کی کیسی باقدرت ذات ہے کہ جس نے یہ خیالات اور وساس میرے قلب میں ڈالے ہیں اور یہ مراقبہ کر کے حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اس سے وہ وساس وخطرات خود منقطع ہو جائیں گے (سبحان اللہ کیا خوب تعلیم ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ العزیز کے یہاں یہی تعلیم تھی اور بحمد اللہ کہ حضرت مولانا حکیم الامتہ دام ظلہم کے یہاں بھی یہی تعلیم ہے۔ یہی طریقہ ہے مختصر سلوک کا۔ اے اللہ ان کے فیوض سے ہم کو محروم نہ فرمایئے آمین) اور یہ نظر کرنا ہی اس حالت وساوس وخطرات سے نکال کر متوجہ بحق کر دے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں نظر کو بنگرد ایں جزر و مد	او زنحسے سوئے سعدے نقب زد
جو نگاہ اس اتار چڑھاؤ کو دیکھے	اس نے نحوست سے سعادت کی طرف راستہ بنالیا ہے

آن الخ۔ یعنی جو نظر کہ اس اتار چڑھاؤ کو دیکھے اس نے نحوست سے ایک سعد کی طرف نقب لگایا۔ مطلب یہ کہ اس نظر کرنے سے اس نحوست وساوس سے توجہ حق کی نیک بختی کی طرف راستہ ہے اور اسی سے یہ سعادت بھی حاصل ہو جاتی ہے آگے اس تبدیل احوال کی مصلحت اور حکمت بیان فرماتے ہیں کہ

زاں ہمی گرداند از حالے بحال	ضد بضد پیدا کناں در انتقال
(خدا) اس لئے تجھے ایک حال سے دوسرے حال کی طرف لے جاتا ہے	تبدیلی میں ایک مخالف سے دوسرا مخالف پیدا کرتے ہوئے

زان الخ۔ یعنی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف اور (اس) انتقال اور تبدیل میں اضداد کو حق تعالیٰ اس لئے پیدا فرماتے ہیں کہ جب تنگ تنگی سے خوف نہ دیکھو گے اس وقت تک فراخی کا لطف کب حاصل ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ جو احوال سالک کو بدلتے رہتے ہیں کہ کبھی قبض ہے اور کبھی بسط ہے وغیرہ ذلک یہ اس لئے ہے کہ اگر قبض نہ ہوا کرتا تو بسط کی قدر نہ ہوتی اور اگر تنگدستی نہ ہو تو فراخی کی قدر نہ ہو۔ اس لئے حق تعالیٰ کبھی اس میں رکھتے ہیں اور کبھی اس میں تاکہ نعماء حق کی قدر دل میں جاگزیں ہو۔ حافظ شیرازی نے بھی اس مضمون کو خوب ادا فرمایا ہے کہ۔ از دست ہجر یار شکایت نمی کنم + گر نیست غیبتے نہ دہد لذتے حضور + تو اس قبض سے ایک یاس و ناامیدی کی حالت پیدا ہو گی اور بسط کے بعد پھر امید ہو گی تو یاس کے بعد جو امید ہو گی وہ تو یقیناً زیادہ لذت بخش اور مفرح ہو گی اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا کہ خوفت زاید از ذات الشمال	لذت ذات الیمیں یرجی الرجال
تاکہ تیرا خوف بائیں جانب والے (اہل النار) سے پیدا کر دے	ان دائیں جانب والے (اہل الجنۃ) کی لذت جس کی لوگ تمنا کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ خوفت الخ۔ یعنی تا کہ تیرا خوف ذات الشمال سے پیدا ہو اور ذات الیمین کی لذت لوگوں کو امید دلا دے۔ مطلب یہ کہ قبض سے جو ایک حالت یاس کی پیدا ہو گئی ہے اب بسط میں امید پیدا ہو جائے اور حالت ہیبت مبدل بہ انس ہو جائے جیسا کہ اکثر سالکین کو پیش آتا ہے کہ اول ان پر حالت ہیبت کی طاری ہوتی ہے پھر وہ مبدل بہ انس ہو جاتی ہے۔

تا کہ از عسرت نہ بینی خوفہا	کے زلیسرے بازیابی لطفہا
جب تک کہ تو تنگی کے خوفوں کو نہ دیکھ لے گا	تو تجھے سہولت سے لطف کب حاصل ہوں گے؟
تا نہ بینی خوف نحس مشأمہ	کے شناسی قدر لطف میمنہ
جب تک تو بائیں جانب (والوں) کی نحوست کا خوف نہ دیکھ لیگا	دائیں جانب (والوں) کے لطف کی قدر کب سمجھے گا؟

تا نہ بینی الخ۔ یعنی جب تک کہ اصحاب مشأمہ کی نحوست کے خوف سے آگاہ نہ ہو گے اس وقت تک اصحاب میمنہ کے لطف کی قدر نہ کرو گے۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں جو اصحاب المیمنہ. ما اصحاب المیمنۃ و اصحاب المشئمۃ ما اصحاب المشئمۃ آیا ہو تو جب تک کہ اصحاب مشئمۃ کے عذاب وغیرہ کا خوف نہ ہوگا جب تک دوسروں کے لطف کی قدر ہرگز نہیں ہو سکتی اسی طرح اگر قبض وارد نہ ہو تو بسط کی قدر اور اسکا لطف حاصل نہیں ہو سکتا لہٰذا دونوں باتیں قابل حصول ہیں اور اسی لئے حق تعالیٰ بندہ پر دونوں حالتیں طاری فرماتے ہیں ایک دوسری مصلحت فرماتے ہیں کہ

تا دو پر باشی کہ مرغ یک پرہ	عاجز آید از پریدن یکسرہ
تا کہ تو دو پروں والا ہو جائے کیونکہ ایک بازو کا پرندہ	اڑنے سے بالکل عاجز رہتا ہے

تا دو پر باشی الخ۔ یعنی تا کہ تو دو بازو ہو جائے کہ ایک بازو کا جانور اڑنے سے بالکل عاجز ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ سارے تغیرات اس لئے ہوتے ہیں تا کہ تمہارے اندر دونوں صفتیں رجا و خوف پیدا ہوں اس لئے کہ ایمان تو بین الخوف والرجاء ہی ہے سو اگر صرف خوف ہی خوف ہو تب بھی کام نہیں چل سکتا اور اگر صرف رجاء ہی رجاء ہو تب بھی کام نہیں چل سکتا تو جب دونوں کی ضرورت ہے اس لئے حق تعالیٰ دونوں حالتوں کو طاری فرماتے ہیں گاہے چنیں گاہے چناں آگے فرماتے ہیں کہ اس درجہ سے بھی آگے بڑھو اور سابقین اولین کا درجہ اختیار کرو۔ فرماتے ہیں کہ

ہین گزر از میمنہ و ز میسرہ	در سرائے سابقاں آں یکسرہ
خبردار! دائیں جانب اور بائیں جانب والوں سے گزر جا	بالکلیہ سابقین کے گھر میں

ہین الخ۔ یعنی ہاں میمنہ اور میسرہ سے بھی گذر جاؤ اور بالکل ان سابقین کے گھر میں آ جاؤ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

قرآن شریف میں اصحاب میمنہ ومشائمہ کے ذکر کے بعد سابقین اولین کا ذکر ہے کہ فرماتے ہیں والسابقون السابقون اولئک المقربون۔ لہٰذا ان کے درجہ سے بھی نکل کر ان حضرات کا درجہ اختیار کرو کہ جو زیادہ اقرب الی الحق ہے۔ آگے مولانا مخاطب کے بے توجہی دیکھ کر خفا ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

یارہا کن تا نیایم در کلام	یا بدہ دستور تا گویم تمام
یا تو چھوڑ دے تاکہ میں گفتگو نہ کروں	یا اجازت دے تاکہ پوری بات کہہ دوں

یارہا کن الخ۔ یعنی (اے مخاطب) یا تو اس قصہ ہی کو چھوڑو کہ میں کلام ہی نہ کروں اور یا اجازت دو کہ پوری طرح سے کہوں مطلب یہ کہ بھائی اگر تم سننا نہیں چاہتے تو کیا فائدہ ہے مجھ سے کہہ دو کہ میں پھر کچھ کہوں ہی نہیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اچھی طرح سنو تا کہ میں بھی پوری بات کہوں۔

ورنہ ایں خواہی نہ آں فرماں تراست	کس چہ داند مر ترا مقصد کجاست
اگر تو نہ یہ چاہے نہ وہ چاہے تجھے اختیار ہے	کون سمجھے کہ تیرا مقصد کیا ہے؟

ورنہ این الخ۔ یعنی اور اگر نہ یہ چاہتا ہے اور نہ وہ تو پھر تو جان بھلا کسی کو کیا خبر کہ تیرا مقصود کیا ہے مطلب یہ کہ کچھ کہہ تو سہی تو معلوم ہو کہ تو سننا چاہتا ہے یا اکتا رہا ہے اور بے کہے کیا خبر ہو سکتی ہے کہ تیرا مقصود کیا ہے اور چونکہ مثنوی شریف کا طرز تصنیف کا نہیں ہے بلکہ بالکل پند ونصیحت جیسا ہے کہ جس طرح مشفق استاد تقریر کرتے ہوئے بیچ میں کہا کرتا ہے کہ بھائی یا تو بات سنو ورنہ میرا مغز کیوں خالی کیا۔ اس کے بعد پھر تقریر شروع کرتا ہے بعینہ یہاں بھی ہے کہ مولانا اثنائے تقریر میں فرماتے ہیں کہ بھائی یا تو سنو ورنہ تقریر سے کیا فائدہ ہے میں تقریر بند کرتا ہوں اب جبکہ مخاطب اس کو سن کر پھر متوجہ ہوتا ہے تو پھر آگے مضمون بیان کرنا شروع کرتے ہیں اور بلاشبہ یہی طرز قرآن شریف کا بھی ہے اور مکررات قرآنیہ بھی اس لئے ہیں کہ حق تعالیٰ عباد پر بے حد و بے انتہا رحیم و کریم ہیں اس لئے ایک ایک بات کو کئی کئی مرتبہ فرماتے ہیں تا کہ خوب ذہن نشین ہو جائے قرآن شریف کا طرز بھی تالیف کا نہیں ہے بلکہ بالکل باتوں کا طرز ہے اور جس نے اس کو سمجھ لیا اس کو مکررات قرآن سے ہرگز تعجب نہ ہوگا۔ خوب سمجھ لو اب چونکہ مولانا نے اوپر فرمایا تھا کہ نقصان عقل بہت بری بلا ہے اور عقل کامل کو حاصل کرنا چاہیے کہ فرمایا تھا کہ نقص عقلست آنکہ بدر نجوریست الخ۔ اسی کی طرف پھر رجوع فرماتے ہیں کہ

جان ابراہیم باید تا بنور	بیند اندر نار فردوس و قصور
(حضرت) ابراہیم کی جان چاہئے تا کہ نور کے ذریعہ	آگ میں جنت اور محلات دیکھ لے

جان الخ۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی جان چاہیے تا کہ نور (باطن) سے آگ میں باغ اور محل دیکھے مطلب یہ کہ یقین کامل ایسا چاہیے کہ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تھا باوجود ظاہر میں آگ کو دیکھنے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کو وہ باغ معلوم ہوا اور اس سے ڈر کر انہوں نے منصب نبوت کو نہیں چھوڑا بلکہ بے دھڑک اس میں چلے گئے تو جو اس کی برکت ہوئی وہ ظاہر ہے اس طرح اگر ہمت کر کے مجاہدوں کو مشکل نہ سمجھو گے اور ان کو بجائے مشقت کے راحت اور بجائے نقصان دہ ہونے کے نافع سمجھو گے تو اس کے ویسے ہی آثار مرتب ہونگے۔

پایہ پایہ بر رود بر ماہ و خور	تا نماند ہمچو حلقہ بند در
درجہ بدرجہ چاند اور سورج سے اونچا جائے	تا کہ کنڈے کی طرح دروازہ کا پابند نہ رہے

پایہ الخ۔ یعنی (سالک) تھوڑا تھوڑا (بڑھ کر) سورج اور چاند سے بھی بڑھ جاتا ہے یہاں تک کہ زنجیر کی طرح دروازہ ہی کا مقید نہیں رہتا بلکہ اس کے درجات بلند ہوتے چلے جاتے ہیں اور قرب حق نصیب ہو جاتا ہے۔

چوں خلیلؑ از آسمان ہفتمیں	بگذرد کہ لا احب الآفلیں
(حضرت ابراہیمؑ) خلیل (اللہ) کی طرح ساتویں آسمان سے	گزر جاتا ہے کیونکہ وہ "لا احب الآفلین" (کہتے ہیں)

چون الخ۔ یعنی حضرت خلیل اللہ کی طرح ساتویں آسمان سے بھی بڑھ جاتا ہے (یہ کہتا ہوا) کہ میں چھپنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ سالک بڑھتا جاتا ہے اور غیر حقیقی اور ناپائیدار اشیاء سے قطع تعلق کرتا ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے بالکل قرب ہو جاتا ہے۔

ایں جہان تن غلط انداز شد	جز مر آں را کوز شہوت باز شد
یہ جسم کی دنیا غلطی میں مبتلا کرنیوالی ہے	علاوہ اس کے جو خواہش نفسانی سے باز رہا

این الخ۔ یعنی یہ جہان تن غلط انداز ہے سوائے اس کے کہ جو شہوت سے چھوٹ گیا مطلب یہ کہ اس جہان فانی میں پھنس کر تو انسان ہمیشہ غلط انداز ہی رہتا ہے ہاں جو اس سے چھوٹ گیا وہ مقصود کو پہنچ گیا۔ اس مضمون کو مولانا ختم فرما کر آگے اس غلام کی حکایت کو پورا فرماتے ہیں کہ جس کو بادشاہ نے دو میں سے پسند کیا تھا اور وہ بدصورت تھا مگر اس کی سیرت عمدہ تھی۔

شرح حبیبی

خواجہ لقمان چو لقمان: کیا یہ واقعہ غلط ہے کہ حضرت لقمان کو جو محض غلام تھے اور دن رات اطاعت میں کمر بستہ رہتے تھے ان کا آقا محبوب رکھتا تھا اور اپنی اولاد سے اچھا سمجھتا تھا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت لقمان اگرچہ غلام زادہ تھے اور اس لئے خود بھی غلام تھے لیکن ہوائے نفسانی سے آزاد تھے۔ اس لئے حقیقت میں آقا تھے گو بظاہر غلام تھے اس کے مناسب ایک حکایت بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ اس سے تصدیق ہو جائے کسی شاہ نے کسی بزرگ سے اثناء گفتگو میں کہا کہ آپ کچھ مجھ سے مانگیے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ بادشاہ تجھے شرم نہیں آتی کہ مجھ سے ایسا کہتا ہے میرے دو غلام ہیں اور وہ بھی نہایت حقیر اور دونوں تجھ پر حکومت کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ نے کہا کہ آپ کی غلطی ہے یا آپ نے میری سخت توہین کی (ترجمۂ اول راجع بسوے نسخۂ ذلتہ بالزاء ہے اور ترجمۂ دوم راجع بسوئے نسخۂ ذلت بالذال) وہ کون سے دو غلام ہیں جو مجھ پر حکومت کرتے ہیں ان بزرگ نے فرمایا کہ وہ دو غلام یہ ہیں ایک غصہ دوسری شہوت کہ تو ان کا محکوم ہ اور یہ میرے محکوم ہیں واقعی بات یہ ہے کہ بادشاہ اصل میں وہی ہے جسے بادشاہی کی پرواہ نہیں ایسے شخص کا نور آفتاب مہتاب پر چمکتا ہے یعنی وہ اس قدر عظیم الشان ہے کہ آفتاب ومہتاب اس کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتے یا یہ کہ یہ بھی اس کے نور سے منور یعنی اس کے فیض سے مستفیض ہیں اصل میں خزانہ اسی کے پاس ہے جو خزانہ سے عار وننگ رکھتا ہے اور ہستی وہ ہی ہے ہے جو ہستی کا دشمن ہے اور اسکی نظر صرف ایک ہستی یعنی حق سبحانہ پر ہوتی ہے جب حالت یہ ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت لقمان کے آقا گو بظاہر آقا تھے مگر حقیقت میں وہ غلام تھے اور حضرت لقمان ان کے آقا۔ اس الٹی نگری میں ایسا بہت ہے کہ آقا غلام ہے اور غلام آقا اور موتی خس سے بھی زیادہ بے حقیقت دیکھا جاتا ہے اور خس موتی سے زیادہ بیش بہا۔ اوندھی عقل والوں نے چٹیل میدان کا نام مفازۃ (جائے کامیابی) رکھا ہے حالانکہ جائے ناکامی ہے اور نام وننگ ان کی عقلوں کا جال ہو گیا ہے حالانکہ عقل ان کو ردکرتی ہے اور ان میں گرفتار ہونے سے آبی ہے بعض انقلابات تو یہ تھے اور بعض یہ ہیں کہ کچھ لوگ آدمی کو لباس سے پہچانتے ہیں اور اگر کسی اچھے شخص کو قبا پہنے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں معمولی آدمی ہے حالانکہ یہ روش بالکل غلط ہے اور کچھ لوگوں کو ظاہری مکر زہد معلوم ہوتا ہے پس وہ جس کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے جو تسبیح کھٹکھٹاتا ہے اس کو سمجھتے ہیں کہ بڑا بزرگ ہے (اس وقت وہ بھی تغیر آ گیا اب رند اور پاگل کو بزرگ سمجھا جاتا ہے مولانا کے وقت تک تو حالت غنیمت تھی کہ صورت ظاہری کی عمدگی موجب دھوکہ تھی اب زشتی صورت ظاہری موجب دھوکا ہو گئی ہے) سو یہ طریق بھی غلط ہے بلکہ صحیح طریق اس کا نور قلب ہے اس سے زہد کا پتہ چلتا ہے نور بھی ایسا ہونا چاہیے کہ تقلید اور تجاوز عن الحد سے پاک صاف ہو ورنہ ان کی آفیرلش بھی دھوکا دے گی جب ایسا نور ہوگا تو پھر نہ افعال دیکھنے کی ضرورت ہوگی گو افعال واقع میں اچھے ہی ہونگے اور نہ کسی کے کہنے سننے کی ضرورت ہوگی بلکہ خود اصل حالت معلوم ہو جائے گی ایسا شخص اپنے نور فراست کے ذریعہ سے براہ عقل زاہدوں کے دن میں پہنچ جاتا ہے اور نقدی کو خود دیکھ لیتا ہے اس کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی کہ کوئی بتائے کہ ہاں یہ اچھا شخص ہے۔ کیوں نہ ہو حق سبحانہ علام الغیوب کے بندگان خاص جو انیس القلوب ہیں اور حق سبحانہ نے اپنی غیب دانی کا کچھ حصہ ان کو بھی عطا کیا ہے کہ یہ باعلام حق سبحانہ ایسی چھپی ہوئی چیزوں کو معلوم کر لیتے ہیں جو دوسروں کو معلوم نہیں ہو سکتی اور یہ صفت نہ ان کی اختیاری ہے نہ دائمی نہ ہر شے کے لحاظ سے بلکہ جس چیز کو حق سبحانہ معلوم کرانا چاہتے ہیں اس کو معلوم کرا دیتے ہیں اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ خیال کی طرح دل میں گھس جاتے ہیں اور ان پر چھپی ہوئی حالت مکشوف ہو جاتی ہے کیوں نہ ہو یہ شہباز ہیں اور دیگر لوگ بمنزلہ کنجشک کے چڑیا کے جسم میں کونسا ساز وسامان ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جو باز سے مخفی رہ سکے بلکہ وہ تو چیر پھاڑ کر سب کچھ دیکھ لیتا ہے یعنی حق سبحانہ ان کو مطلع کرنا چاہیں اس وقت یہ حالت ہوتی ہے نہ کہ ہر وقت' کیونکہ جب بادشاہ باز کو چڑیا کے شکار پر مسلط کرتا ہے تبھی وہ دیکھتا ہے بات یہ ہے کہ جو شخص حق سبحانہ کے اسرار پر باعلام الٰہی مطلع ہو چکا ہے ان کے سامنے مخلوقات کے اسرار کیا چیز ہیں پھر وہ کیوں باعلام حق معلوم نہیں ہو سکتے اور جو شخص آسمانوں پر چلتا یعنی اسکے اسرار کو معلوم کرتا ہے اس کے لئے زمین پر چلنا یعنی سفلیات کے اسرار معلوم کرنا کونسی بڑی بات ہے جب داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں لوہا موم ہو گیا تو پھر ان کے ہاتھ میں موم کی کیا حقیقت ہے جبکہ اس عالم کا اوندھا ہونا معلوم ہو گیا تو سمجھو کہ لقمان گو بصورت غلام تھے مگر فی الحقیقت خواجہ تھے غلامی ان کی ظاہر بر محض عنوان تھی تم اس کو مستعد نہ سمجھنا کہ ایک غلام خواجہ اور آقا کیونکر ہو سکتا ہے اس لئے کہ ہم اس کو ایک ایسی مثال سمجھاتے ہیں جس سے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے گی۔

دیکھو جب کوئی آقا کسی ادنیٰ جگہ جاتا ہے اور اپنے کو چھپانا مصلحت سمجھتا ہے تو اپنے غلام کو اپنا لباس پہنا دیتا ہے اور خود اس غلام کے کپڑے پہن لیتا ہے اور اس کو اپنے آگے کر لیتا ہے اور خود اس کے پیچھے غلاموں کی طرح چلتا ہے تاکہ کوئی پہچان نہ لے اور مصلحت فوت نہ ہو جائے جب کہیں بیٹھنے کی نوبت آتی ہے تو اس سے کہتا ہے کہ صدر نشین تو ہو میں ادنیٰ غلام کی طرح تیری جوتیاں لونگا جب ضرورت ہو تو مجھ پر سختی بھی کرنا برا بھلا بھی کہنا اور میری کچھ بھی عزت نہ کرنا۔ تیری یہی خدمت ہے کہ تو میری خدمت نہ کرے بلکہ مجھ سے خدمت لے تاکہ اس مسافرت کی حالت میں میری تدبیر کارگر ہو جبکہ یہ مشاہدہ ہے تو سمجھو کہ ان حضرات نے بھی یوں ہی غلامیاں کی ہیں تاکہ لوگ ان کی حالت پر مطلع نہ ہو سکیں اور سمجھیں کہ یہ تو غلام ہیں ان کو سرداری کی ضرورت نہیں اور اس سے تو یہ بالکل بے طمع اور سیر چشم ہیں بلکہ انکو تو کام کی ضرورت ہے اور کام اس سے نکلتا ہے لہٰذا یہ روش اختیار کی اب ان کے غلام ہو کر آقا ہونے میں کچھ بھی استبعاد نہ رہا ان کی حالت تو سن چکے کہ یہ خواجہ ہو کر غلام ہیں اب اہل ہوا کی حالت سنیے یہ حقیقت میں غلام ہوا ہیں اور اپنے کو اہل اللہ کا جو کہ سراپا عقل اور سراسر جان ہیں آقا سمجھتے ہیں حالانکہ جو فی الحقیقۃ آقا ہوتے ہیں ان کا کام عجز و مسکنت ہوتی ہے کیونکہ وہ حق سبحانہ کے سچے بندے ہوتے ہیں اور بندہ کا کام بندگی اور تذلل ہے نہ کہ فرعونیت پس ان کی فرعونیت ہی خود دلیل ہے کہ یہ آقا نہیں بلکہ غلام ہوا ہیں پس اس عالم سے لے کر اس عالم تک اسی قسم کی معکوس ترتیبیں ہیں لہٰذا تم کو الٹا سمجھنا چاہیے۔ الغرض لقمان فی الحقیقۃ آقا تھے۔ اور ان کے آقا غلام اور ان کے آقا بھی اس کو سمجھتے تھے کیونکہ وہ ان کی کوئی نشانی مقبولیت کے دیکھ چکے تھے اس لئے ان کو راز نہانی معلوم ہو گیا تھا چونکہ راز سے واقف تھے اور سمجھتے تھے کہ اس میں لقمان کی مصلحت ہے اس لئے بخوشی حکومت کر رہے تھے ورنہ وہ تو کبھی کے ان کو آزاد کر چکے ہوتے مگر چونکہ خوشنودی لقمان مدنظر تھی کیونکہ خود ان ہی کا مقصد یہ تھا کہ اس غلام کے پردہ میں میری حالت مخفی رہے اور کسی پر ظاہر نہ ہو اس لئے وہ ایسا نہیں کرتے تھے اور یہ کوئی زیادہ بڑی بات نہیں کہ تم بروں اور نااہلوں سے اپنی حالت چھپاؤ۔ بڑی بات یہ ہے کہ خود

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے سے بھی چھپاؤ اور یوں کام کرو کہ خود اپنی آنکھوں سے پوشیدہ رہے اور خود بینی نہ پیدا ہوتا کہ تمہیں اپنی نظر نہ ہو جائے اور خود بینی میں مبتلا ہو کر تباہ نہ ہو جاؤ کیسی خود بینی تم اپنے کو حق سبحانہ کے حوالہ کر دو اور اپنے کو بالکل فنا کر دو اور پوری مزدوری لے لو اور خود اپنے ہی خودی کو چھوڑ کر کچھ اڑا لو یعنی دولت ابدی حاصل کر لو فنا کی اس لئے ضرورت ہے کہ اس میں خودی سے غافل ہو کر حق سبحانہ کو مطمح نظر بنایا جاتا ہے اور خصائل مذمومہ کے ازالہ کے لئے اسکی شدید ضرورت ہے اس مضمون کو ہم تمہیں نظائر مشاہدہ سے سمجھانا چاہتے ہیں تا کہ اچھی طرح سمجھ میں آ جائے اور خوذہن نشین ہو جائے۔ دیکھو زخمی آدمی کو افیون دیتے ہیں تا کہ وہ بے ہوش ہو جائے اور خودی سے نکل جائے تب پیکان نکالتے ہیں۔ موت کے وقت جان کنی کی مصیبت میں مبتلا کرتے ہیں تا کہ وہ اس میں مشغول ہو اور جان نکال لیں جب تم کسی خیال میں دل کو لگاتے ہو تو چپکے چپکے تم سے اور خیالات نکل جاتے ہیں جب اصول معلوم ہو گیا تو اب تمہیں چاہیے کہ اچھی شے میں مشغول ہو تا کہ تمہاری بری چیزیں نکلیں یعنی حق سبحانہ سے لو لگاؤ اس سے تمہارے تمام رذائل دور ہو جائیں گے اگر مذکورہ بالا نظائر کافی نہ ہوں تو اور سن لو تم جس طرف دھیان لگاتے ہو اور جس چیز کو حاصل کرتے ہو چور ادھر سے نہیں آتا بلکہ اس طرف سے آتا ہے جس رف لیس تم غافل ہوتے ہو۔ نیز سوداگر کا مال جب سمندر میں گرتا ہے تو وہ اسی مال کو بچانا چاہتا ہے جو بہتر ہوتا ہے اور جب زیادہ بوجھ کے سبب کشتی ڈوبنے لگتی ہے تو اسکو ہلکا کرنے کے لئے گھٹیا چیزوں کو دریا میں پھینکتا ہے ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب خیال کرو کہ سب چیزیں تو تمہاری محفوظ نہیں رہ سکتیں ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون + این خیال است ومحال است جنون + اور ان الدنیا والاآخرۃ نقیضان ان رضیت احدھما سخطت الاخری۔ تو ان میں سے بعض کو ڈوبنا ضرور ہے پس اس وقت تمہارا فرض ہے کہ گھٹیا کو چھوڑ دو اور بڑھیا کو لے لو اور نقد ایمان کو بچا لو تا کہ تمہیں خدا کے سامنے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے پس جب تم ایمان کی حفاظت میں لگ جاؤ گے تو شیطان کا قابو اس پر تو چلے گا نہیں پس لامحالہ حرص وغفلت کو لے جائے گا اور تم پاک صاف ہو جاؤ گے۔ خیر لقمان کے آقا نے لقمان کو پہچان لیا تو اس کا بندہ اور عاشق ہو گیا جو کھانا اس کے لئے لایا جاتا اس کو بدوں لقمان کے نہ کھاتا بلکہ اگر وہ موجود نہ ہوتے تو کسی کو بھیج کر بلواتا تا کہ لقمان اس میں ہاتھ ڈالیں اور یہ ان کا جھوٹا کھالے ان کا جھوٹا کھاتا اور مست ہوتا اور جس کھانے کو لقمان نہ کھاتے اس کو پھینک دیتا (پھینکنے میں غالبا یہ مصلحت ہو گی کہ ان کے نہ کھانے سے اس کو مضر فی الدنیا یا فی الاآخرۃ ہونے کا شبہ ہو جاتا ہوگا یا اس لئے کہ چونکہ مرغوب نہ تھا اس لئے ان کو بھی اچھا نہ معلوم ہوتا تھا۔ واللہ اعلم (اور اگر (بقرائن انتفاء مضرت بالضرورت) کبھی کھاتا بھی تو نہایت بیدلی کے ساتھ اور بدوں خواہش کے جبراً قہراً کھاتا۔ دیکھو دلوں کا ملنا اسے کہتے ہیں جس میں ہر روز ترقی ہوتی ہے انحطاط کبھی نہیں ہوتا ایک مرتبہ کا واقعہ کہ تحفہ میں کہیں سے خربوزہ آیا لیکن لقمان اس وقت موجود نہ تھے آقا نے کسی غلام سے اس کا نام لے کر کہا کہ دیکھ بہت جلد بیٹا لقمان کو بلا لا۔ جب لقمان آئے اور اس کے سامنے بیٹھے آقا نے چھری ہاتھ میں لی

جب خربوزہ کو تراشا تو ایک پھانک اس میں سے لقمان کو دی انہوں نے اس کو شکر و شہد کی طرح مزہ لے کر کھانا شروع کیا جب اس نے دیکھا کہ یہ خربوزہ ان کو اچھا معلوم ہوا اور انہوں نے نہایت مزے سے کھایا تو دوسری اور دی۔ پھر تیسری دی۔ پھر چوتھی دی حتیٰ کہ سترہ قاشیں کھلا دیں اور وہ یوں ہی مزے لے لے کر کھاتے رہے۔ جب ایک پھانک باقی رہ گئی تو آقا نے کہا یہ میں کھاتا ہوں دیکھوں تو سہی کیسا میٹھا ہے جو لقمان کو اس درجہ مرغوب ہے اور وہ اس طرح مزہ لے لے کر کھاتا ہے کہ دوسروں کا جی للچاتا ہے جونہی اس نے وہ قاش کھائی آگ ہی تو لگا دی۔ زبان میں بھی آبلہ پڑ گئے۔ حلق بھی جل گیا۔ تھوڑی دیر تو اس کی تلخی سے جو اس ہی ٹھیک نہ رہے جب ذرا حواس درست ہوئے تو کہا کہ تم نے ایسے زہر کو اس قدر کیسے کھالیا ہمارے تو ایک ہی قاش نے حواس بگاڑ دیئے اور یہ قہر تمہیں لطف کیونکر معلوم ہوا اور یہ صبر کیوں تھا اور اس تحمل کا کیا باعث تھا لیکن تم اپنی ان کے دشمن تو نہیں بھائی اگر یہ کہتے شرم آتی تھی کہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا تو کوئی بہانہ ہی کر دیا ہوتا تاکہ بس کیجئے مجھے کچھ عذر ہے اس لئے زیادہ نہیں کھا سکتا۔ کچھ جھوٹ بھی نہ تھا انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی نعمت بخش ہاتھ سے میں نے اتنا کھایا ہے کہ شرم سے دوہرا دن مجھے شرم آتی ہے کہ آپ کے ایسے ہاتھ سے ایک مرتبہ تلخ شے نہ کھاؤں اور عذر کروں جبکہ میرے تمام اجزاء آپ کے ہی انعام سے پیدا ہوئے ہیں اور آپ کے دانہ و دام عنایت میں غرق ہوں اس پر بھی اگر ایک تلخی سے شکایت کروں تو میرے تمام اجزاء پر سو رستوں کی خاک پڑے یہ تو اس وقت ہے جبکہ تلخی محسوس ہو لیکن مجھے تو تلخی محسوس ہی نہیں ہوئی اس لئے کہ آپ کے دست شکر بخش نے اس میں تلخی چھوڑی ہی کب تھی جو مجھے محسوس ہوتی۔ لقمان کو کیوں نہ میٹھی معلوم ہوتی حالانکہ محبت میں تو خاصیت ہی یہ ہے کہ وہ قلب ماہیت کر دیتی ہے محبت سے کڑوی چیزیں میٹھی ہو جاتی ہیں محبت سے تانبے سونا بن جاتے ہیں۔ محبت سے تلچھٹ صاف شراب بن جاتی ہے محبت سے بیماریاں جاتی رہتی ہیں محبت سے کانٹے پھول ہو جاتے ہیں۔ محبت سے سرکہ شراب بن جاتی ہے محبت سے سولی تخت شاہی ہو جاتی ہے محبت سے مصیبت خوش نصیبی ہو جاتی ہے محبت سے جیل خانہ باغ ہو جاتا ہے محبت کے بغیر باغ بھاڑ ہو جاتا ہے محبت سے آگ نور بن جاتی ہے محبت سے دیو حور ہو جاتا ہے محبت سے پتھر روغن ہو جاتا ہے محبت سے لوہا موم ہو جاتا ہے محبت سے غم خوشی بن جاتا ہے محبت سے رہزن رہبر ہو جاتا ہے محبت سے ڈنگ خوشگوار ہو جاتا ہے محبت سے شیر چوہے کی طرح لاغر موذی ہو جاتا ہے محبت سے بیماری صحت بن جاتی ہے محبت سے قہر رحمت ہو جاتا ہے محبت سے غار سوسن ہو جاتا ہے محبت سے گھر روشن ہو جاتا ہے محبت سے مردہ زندہ ہو جاتا ہے محبت سے بادشاہ غلام ہو جاتا ہے۔

این محبت ہم نتیجہ: یہ تو تجھے معلوم ہو گیا کہ محبت عجیب چیز ہے۔ یہ قلب ماہیت کر دیتی ہے اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ محبت پیدا کیونکر ہوتی ہے محبت پیدا ہوتی ہے۔ عقل سے اور بدوں عقل کے اس تخت محبت پر نہیں بیٹھ سکتے ما عقل ناقص سے یہ محبت جو ہماری مدنظر اور مقصود بالبحث ہے پیدا نہیں ہو سکتی ہاں عقل ناقص سے جمادات کا

www.besturdubooks.wordpress.com

عشق ہوسکتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ناقص جب کسی جماد پر رنگ مطلوب دیکھتا ہے تو وہ دھوکہ کھا جاتا ہے اور اس کو اس جماد ہی کا کمال سمجھ جاتا ہے اور اس کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی جانور شکاری کو آواز کو اپنے محبوب جانور کی آواز سمجھے اور دھوکہ میں جال میں پھنس جائے پس عقل ناقص حقیقی صاحب کمال اور ظاہری صاحب کمال میں فرق نہیں کرسکتی اس لئے وہ برق کو آفتاب سمجھ جاتی ہے اور ناقص کو کامل خیال کرلیتی ہے یاد رکھو کہ نقصان عقل بہت بری چیز ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقص کو ملعون کہا ہے (یہ روایت متداول کتابوں میں نظر سے نہیں گزری اغلب ہے یہ کہ موضوع ہے) اور نقص سے نقص عقل ہی مقصود ہے کیونکہ ناقص الجسم اندھا لنگڑا وغیرہ بنص مرحوم و مستحق رحم ہیں اور جو مرحوم ہو وہ مستحق لعن و زحمت ہو نہیں سکتا تو نتیجہ یہ ہی نکلا کہ نقصان عقلی ہی بری بیماری ہے اور موجب لعنت اور وہی بعد عن الرحمۃ کی مستحق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تکمیل عقل مجاہدات اور ریاضات و ملازمت صحبت شیخ مستبعد نہیں مگر تکمیل جسم تو اختیاری نہیں پس جو چیز اختیاری نہیں اس کا آدمی مکلف بھی نہیں ہوسکتا اور اس لئے اس کے ترک سے عاصی بھی نہیں ہوسکتا بلکہ جو مقدور اور اختیاری ہے اس کا مکلف ہے اور اسکے ترک سے عاصی ہے اور عاصی ہی مستحق لعنت ہے اس سے معلوم ہوگیا کہ ترک تکمیل عقلی ہی پر وعید لعن ہے نہ کہ ترک تکمیل جسم پر اس کی ایک دلیل ہے کہ فرعون اور دیگر تمام کفار جو ملعون ہیں تو کیوں محض اس لئے کہ وہ کافر ہیں اور منشاء کفر کیا ہے وہی نقص عقل تو معلوم ہوا کہ نقص عقل ہی موجب کفر ہے اور نقص جسم نہ عقلاً موجب لعن ہوسکتا ہے کما مر۔ اور نہ نقلاً۔ کیونکہ ناقص الجسم لوگوں کے لئے تو شارع نے سہولت پیدا کی ہے اور قرآن میں فرمایا ہے کہ اندھوں لنگڑوں اور مریضوں پر کوئی تنگی نہیں خیر یہ بحث تو جملہ معترضہ کے طور پر تھی اب ہم پھر اسی مضمون کی طرف عود کرتے ہیں جو بیان کررہے تھے یعنی برق آفل اور فانی اور نہایت ہی بے وفا ہے کہ ذرا سی دیر بھی نہیں ٹھہرتی اور اپنے طالب کو تڑپتا چھوڑ جاتی ہے یہ ناقص العقل اس کو باقی سمجھتا ہے اور باقی اور فانی میں امتیاز نہیں کرتا دیکھو برق ہنستی ہے۔ بتاؤ کس پر ہنستی ہے اس پر ہنستی ہے جو اس پر دل لگاتا ہے اور ہنسنے کی بات بھی ہے اس لئے کہ اس کا نور ناقص ہے اس کو اس نور سے کیا نسبت جس کی نسبت لاشرقیہ ولا غربیہ واقعہ ہے اور جو جہات و کمنہ سے مبرا و منزہ ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ نور برق نظر کو اچک لیتا اور اندھا کردیتا ہے اور نور باقی سراسر بینائی ہے۔ بس جو نور باقی اور لاشرقی ولا غربی کو چھوڑ کر اس نور بریدہ پے اور ناقص اور خاطف الابصار سے دل لگائے وہ لامحالہ اس قابل ہے کہ اس پر ہنسا جائے۔ غرضیکہ دریا پر گھوڑا چلانا برق کی روشنی میں خط پڑھنا یعنی ایسا کام کرنا جو بے سود اور مضر ہے اور جس کا نتیجہ محرومی ہے ناعاقبت بینی کا نتیجہ ہے اور اپنے دل و عقل پر ہنستا ہے اور ناعاقبت بینی کا منشاء نفس ہے ورنہ عقل تو بالخاصہ عاقبت بین ہے لہٰذا عقل سے کام لینا چاہیے اور نفس کو چھوڑنا چاہیے۔ تم کو یہ شبہ نہ ہو کہ جو ناعاقبت بین ہیں عقل تو ان میں بھی ہے اگر عقل ناعاقبت بین ہوتی تو وہ ناعاقبت بین کیوں ہوتے کیونکہ ان میں عقل ہی نہیں اس لئے کہ ان کی عقل مغلوب نفس ہے اور عقل جب مغلوب نفس ہوجاتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تو وہ بھی نفس کی طرح ناعاقبت بین ہو جاتی ہے لعدم بقاء علی خلاصہ پس گویا کہ وہ بھی نفس ہی ہے اور تم اس کو مستبعد نہ سمجھو دیکھو مشتری سعد اکبر ہے لیکن جب مغلوب زحل ہو جاتی ہے تو وہ بھی نحس ہو جاتی ہے اور وہی خاصیت رکھتی ہے جو زحل کی ہے لہٰذا اگر اس کو زحل کہا جائے تو کچھ بعید نہیں۔

ہم درین بخشے: جب تیری عقل مغلوب نفس ہو جائے اور تو مشتری مغلوب زحل کی طرح منحوس ہو جائے تب بھی تجھے مایوس نہ ہونا چاہیے بلکہ اسی نحوست میں بھی تیرے لئے سعادت کی طرف راہ ہے وہ یہ کہ تو اس نحسی سے اس کی طرف نظر کو متوجہ کر جس نے تجھے نحس بنایا ہے اور اس آئینہ میں بھی تو حق سبحانہ کا جمال با کمال مشاہدہ کر اس سے تیری نحوست مبدل بہ سعادت ہو جائے گی جو نظر اس اتار چڑھاؤ اور ان انقلابات کو دیکھتی ہے وہ نحوست ہی میں سرنگ لگا کر سعادت تک پہنچ جاتی ہے۔ حق سبحانہ جو کبھی نفس کو مغلوب کر دیتے ہیں اور کبھی عقل کو کبھی نحس کر دیتے ہیں کبھی سعد اور ایک ضد نے دوسرے ضد کو پیدا کرتے ہیں۔ نحوست سے سعادت کو سعادت سے نحوست کو تو اس میں بھی ایک حکمت ہے وہ یہ کہ مثل مشہور ہے کہ قدر نعمت بداز زوال وقدر عافیت کسے داند کہ بہ مصیبت گرفتار آید و بضدہا تتبین الاشیاء پس جب تک تو غلبہ نفس کی تنگی میں مبتلا نہ ہوگا اور اس سے تو خائف نہ ہوگا اس وقت تک تجھے غلبہ عقل کی فراخی میں لطف نہیں آ سکتا پس اس میں مصلحت یہ ہے کہ غلبہ نفس سے خوف پیدا ہو۔ اور غلبہ عقل سے رجا۔ کیونکہ جب تک غلبہ نفس کی نحوست سے خوف پیدا نہ ہوگا عقل کی سعادت کا لطف نہیں آ سکتا پس اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تقلیب الاحوال میں یہ مصلحت ہے کہ تجھ میں خوف ورجا دونوں جمع ہو جائیں اور تو دو بازوؤں کا جانور ہو جائے کیونکہ جانور ایک بازو سے اڑ نہیں سکتا لیکن تم اس خوف میرہ ولذت میمنہ ہی میں پھنس کے رہ جانا اور انہیں کو مقصود بالذات نہ سمجھ لینا بلکہ ان کو آلات سمجھنا اور ان کے ذریعہ سے پورے طور پر سابقین کے مکان میں پہنچنا اور قرب کامل بقدر استعداد حاصل کرنا۔ اب مولانا سامع کی بے التفاتی سے تنگ آ کر فرماتے ہیں۔

یار رہا کن تا نیایم: اے مخاطب نہ تو کہتا ہے کہ بس کرو اب ہم کو سننے کی ضرورت نہیں اور نہ پورے طور پر متوجہ ہی ہوتا ہے یہ کیا بات ہے باتصاف کہہ دے کہ میں نہیں سننا چاہتا تاکہ مجھے زحمت تقریر سے نجات ملے یا پورے طور پر تقریر کرنے کی اجازت دے اور متوجہ ہو کر سن اور اگر یہ چاہتا ہے نہ وہ تو تو جان جب تک ایک شق متعین نہ ہو ہمیں کیا۔ معلوم تیرا کیا مدعا ہے (ف) دیگر محشین نے اس کو خطاب بحق سبحانہ قرار دیا ہے۔

جان ابراہیم: خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا بات یہ ہے کہ عاقبت بینی کی ضرورت ہے اور جان ایسی ہونی چاہیے جیسے ابراہیم علیہ السلام کی جنہوں نے نور بصیرت سے آگ میں جنت دیکھ لی تھی اور ناری میں محسوس نہیں ہو گئے تھے تاکہ وہ جان جمادات میں پھنس کر نہ رہ جائے بلکہ اصل کل حق سبحانہ تک پہنچے اور ضرورت ہے کہ زینہ بزینہ ترقی کرتا ہوا آفتاب و ماہتاب سے بھی اوپر پہنچ جائے تاکہ حلقہ کی طرح دروازہ ہی میں پھنس کر نہ رہ جائے یعنی مخلوقات میں پھنس کر وصول الی الحق سے محروم نہ ہو جائے بلکہ خلیل اللہ کی طرح آسمان ہفت میں سے یہ کہتا ہوا گزر

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے کہ لا احب الآفلین - یعنی سب فانی ہیں ان میں کوئی چیز بھی دل لگانے کے قابل نہیں - دل لگان کے قابل صرف وہ ذات ہے جو ماوراء عالم اور افول سے منزہ ہے یادرکھ کہ یہ عالم اجسام غلطی میں ڈال دیتا ہے بجز ان لوگوں کے جنہوں نے خواہشات نفسانیہ کو فنا کر دیا ہے پس تم کو اس سے ڈرتے ہی رہنا چاہیے۔

شرح شبیری

حسد آں چشم بر آں غلام خاص سلطاں

بادشاہ کے خاص غلام پر غلاموں کا حسد کرنا

قصۂ شاہ و امیران و حسد	بر غلام خاص و سلطان خرد
شاہ اور امیروں اور حسد کا قصہ	خاص غلام اور شہنشاہ عقل پر

قصہ الخ - یعنی قصہ بادشاہ کا اور امیروں کا اور حسد کا اس بادشاہ عظیم کے غلام خاص پر۔

دور ماند از جر جرار کلام	باز باید گشت و کرد آں را تمام
دور رہ گیا کلام کو طول دینے والے کے طول دینے کی وجہ سے	واپس لوٹنا چاہئے اور اس کو مکمل کرنا چاہیے

دور الخ - یعنی دور رہ گیا ہے کلام کے کھینچنے والے (حق تعالیٰ) کے کھینچنے سے تو پھر لوٹنا چاہیے اور اس کو پورا کرنا چاہیے مطلب یہ کہ مشیت ایزدی سے کلام طول پکڑ گیا اور وہ قصہ رہ گیا لہٰذا اب ہم اس کو پورا کرتے ہیں۔

باغبان ملک با اقبال و بخت	چوں درختے واندانداز درخت
اقبال اور نصیبہ والا ملک کا باغبان	درخت اور درخت میں امتیاز کرنا کیوں نہ جانے گا؟

باغبان الخ - یعنی باغبان ملک جو کہ اقبال و بخت کے ساتھ ہے وہ ایک درخت کو دوسرے درخت سے کس طرح نہ جانے گا۔

آں درختے را کہ تلخ و ردبود	واں درختے کہ یکش ہفصد بود
وہ درخت جو کڑوا اور ناپسند ہو	اور وہ درخت جو ایک سات سو کے برابر ہو

آن الخ - یعنی وہ درخت کہ تلخ اور مردود ہو اور وہ جو کہ ایک برابر سات سو کے ہو مطلب یہ کہ بہت بار آور ہو کہ جتنا نفع سات سو سے ہو وہ اس ایک سے ہو۔

کے برابر دارد اندر مرتبت	چوں بہ بیندشاں بچشم عاقبت
(ان کو) رتبے میں برابر کب رکھے گا؟	جب ان کو دور اندیشی کی نگاہ سے دیکھے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

کے برابرالخ۔ یعنی وہ مرتبہ کب برابر رکھے گا کہ جبکہ ان کی عاقبت کو اور انجام کو دیکھے گا۔

کاں درختاں را نہایت چیست بر	گرچہ یکسانند ایں دم در نظر
کہ ان درختوں کا انجام کار پھل کیا ہے؟	اگرچہ اس وقت دیکھنے میں یکساں ہیں

کان الخ۔ یعنی کس درخت کا انجام کونسا پھل ہے۔ اگرچہ اس وقت وہ دیکھنے میں یکساں ہیں مطلب یہ کہ وہ تو یہ دیکھے گا کہ کس کا پھل میٹھا ہے اور کس کا تلخ ہے پس جس کا پھل شیریں ہو اس کو محبوب رکھے گا اور جس کا پھل تلخ ہوگا اس کو مردود کرے گا۔ اس طرح چونکہ وہ بادشاہ صاحب بصیرت و معرفت تھا اس نے بھی ان دونوں کے انجام کو دیکھا اور انجام کو دیکھ کر جو کہ اچھا تھا اس کو مقرب کیا اور جو کہ برا تھا اس کو مردود کیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ بات کوئی اس کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام شیوخ کاملین کی یہی حالت ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ

شیخ کو ینظر بنوراللہ شد	از نہایت وز نخست آگاہ شد
وہ شیخ جو اللہ کے نور سے دیکھنے والا ہو گا	ابتداء اور انتہاء سے واقف ہو گیا

شیخ الخ۔ یعنی جو شیخ کہ نور حق سے دیکھنے والا ہو گیا (اور اس کو نور حق نصیب ہو گیا) وہ تو ابتداء اور انجام سے آگاہ ہو گیا لہٰذا وہ ہمیشہ انجام ہی پر نظر کرے گا۔

چشم آخر بیں بہ بستاز بہر حق	چشم آخر بیں کشاد اندر سبق
اس نے اللہ (تعالیٰ) کے لیے آخر دیکھنے والی آنکھ بند کر لی ہے	آخرت کو دیکھنے والی آنکھ پہلے سے کھول لی ہے

چشم الخ۔ یعنی اس نے آخور کے دیکھنے والی آنکھ تو حق تعالیٰ کے لیے بند کر لی اور چشم انجام بین کو سبقت میں کھول دیا مطلب یہ کہ اس نے دنیا کے تعلقات سے تو بالکل آنکھ کو بند کر لیا اور انجام بینی میں سب سے سبقت لے گیا۔

آں حسوداں بد درختاں بودہ اند	تلخ گوہر شور بختاں بودہ اند
وہ حاسد برے درخت تھے	کڑوی اصل والے بدبخت تھے

آن الخ۔ یعنی وہ حاسدین برے درخت تھے اور تلخ گوہر اور شور بخت تھے۔

از حسد جوشان و کف می ریختند	در نہانی مکر می انگیختند
حسد کی وجہ سے جوش میں تھے اور اور جھاگ گراتے تھے	خفیہ طور پر مکر کرتے تھے

از حسد الخ۔ یعنی وہ حسد کی وجہ سے جوش میں تھے اور جھاگ ڈال رہے تھے اور پوشیدگی مکر پھیلا رہے تھے۔

تا غلام خاص را گردن زنند	بیخ او را از زمانہ بر کنند
تاکہ خاص غلام کو قتل کر دیں	دنیا سے اس کی جڑ اکھاڑ دیں

تا غلام الخ۔ یعنی تا کہ اس غلام خاص کی گردن ماردیں اور اس کی جڑ کو زمانہ سے اکھاڑ دیں مطلب یہ کہ ان

www.besturdubooks.wordpress.com

حاسدین کا حسد تو اس لئے تھا تا کہ کہیں اس غلام کو غارت کر دیں اور بادشاہ اس کو قتل کر دے۔ وہ لوگ اس کے درپے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

چوں شود فانی جو جانش شاہ بود	بیخ او در عصمت اللہ بود
وہ فانی کب ہو سکتا ہے جبکہ بادشاہ اس کی جان تھا	اس کی جڑ اللہ (تعالیٰ) کی حفاظت میں تھی

چون الخ۔ یعنی وہ کس طرح ہلاک ہو سکتا تھا جبکہ اس کی جان بادشاہ تھی کہ اس کی جان تو حق تعالیٰ کی نگہبانی میں تھی پھر جسے حق تعالیٰ بچائیں اس کو کون ہلاک کر سکتا ہے آگے پھر فرماتے ہیں کہ

شاہ ازاں اسرار واقف آمدہ	ہمچو بوبکرؓ ربابی تن زدہ
بادشاہ ان رازوں سے واقف ہو گیا	ابوبکرؓ ربابی کی طرح خاموش تھا

شاہ الخ۔ یعنی بادشاہ ان کے اسرار سے واقف تھا اور حضرت ابوبکر ربابی کی طرح چپ تھا۔ حضرت ابوبکر ربابی ایک بزرگ تھے جو کہ سات برس تک خاموش رہے تھے یعنی بادشاہ دیکھتا اور جانتا تھا مگر کہتا نہ تھا بلکہ چپ تھا۔

در تماشائے دل بدگوہراں	میزند خنبک براں کوزہ گراں
بد اصلوں کے دل کو دیکھ کر	ان جعل سازوں پر تالیاں بجاتا تھا

در تماشائے الخ۔ یعنی بادشاہ ان بدگوہروں کے قلوب کے تماشے میں تھا اور ان کوزہ گروں پر تالی بجاتا تھا مطلب یہ کہ جس طرح کوزہ گر مٹی کی چیز کو روغن وغیرہ لگا کر دوسری طرح دکھاتے ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی تلبیس کر رہے تھے اور غیر واقع کو واقع دکھاتے تھے یہاں مولانا کو شیخ اور مرید کی حالت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ اس طرح جب کوئی اپنے اندر کیفیت تھوڑی بہت پاتا ہے تو اپنے کو شیخ سے مستغنی سمجھتا ہے اور اس وقت شیخ کی ضرورت نہیں سمجھتا مگر وضعداری کی وجہ سے تلبیس کرتا ہے اور اپنے کو معتقد ظاہر کرتا ہے حالانکہ شیخ اپنی اس بصیرت کی وجہ سے جو کہ اس کو ذکر اللہ سے حاصل ہوئی ہے سب کچھ جانتا ہے اور ان کی تلبیس اس کے سامنے بالکل بھی نہیں چلتی اور تعجب تو یہ ہے کہ اس تلبیس کو بھی اسی سے سیکھا ہے اور پھر اسی پر اس دام کو چلاتے ہیں اس لئے اعتقاد کا ظاہر کرنا تلبیس ہے اور اعتقاد ظاہر ہوتا ہے آداب شیخ کے ملحوظ رکھنے سے تو اس نے آداب شیخ وغیرہ سب اس شیخ ہی سے سیکھے اور اسی کو دھوکہ میں ڈالتا ہے بڑے افسوس اور حیرت کی بات ہے جس نے اس کو اس لائق کیا آج اسی کی ہمسری کا دعویٰ کرنا بالکل نمک حرامی اور احسان فراموشی ہے آگے یہی مضمون ہے اب اشعار سے سمجھ لو۔

مکری سازند قوم حیلہ مند	تا کہ شہ را در فقاعے در کنند
مکار قوم مکاری کر رہی تھی	تا کہ بادشاہ کو دھوکے میں مبتلا کر دیں

مکری سازند الخ۔ یعنی حیلہ مند لوگ مکر کرتے ہیں تا کہ بادشاہ (شیخ) کو دھوکہ میں ڈالیں یعنی تلبیس کرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور اعتقاد وغیر واقع کو واقع ظاہر کرتے ہیں۔

بادشاہے بس عظیم بیکراں	در فقاعے کے بگنجد اے خراں
لا انتہا عظیم بادشاہ	اے گدھو! دھوکے میں کب پڑ سکتا ہے؟

بادشاہے الخ۔ یعنی بادشاہ تو بہت بڑا ہے تو ارے گدھو وہ دھوکہ میں کب پڑ سکتا ہے یعنی وہ لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ شیخ کو حق تعالیٰ نے نور بصیرت عطا کیا ہے تو وہ کب اس تلبیس میں پڑ سکتا ہے وہ تو فوراً سمجھ جائے گا کہ یہ تلبیس ہے اور یہ حقیقت ہے۔

از برائے شاہ دامے دوختند	آخر ایں تدبیر ازو آموختند
بادشاہ کے لئے جال بن رہے تھے	آخر یہ تدبیر (بھی) اسی سے سیکھی تھی

از برائے الخ۔ یعنی بادشاہ (شیخ) کے واسطے ایک جال سی رہے تھے اور آخر یہ تدبیر بھی اسی سے سیکھی ہے مطلب یہ کہ شیخ ہی سے اظہار اعتقاد و آداب شیخ وغیرہ سیکھ کر بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان سے اسی کو دھوکہ دیا جارہا ہے۔ کس نیاموخت علم تیراز من+ کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد۔

نحس شاگر دیکہ بااستاد خویش	ہمسری آغاز دو آید بہ پیش
وہ شاگرد بدبخت ہے جو اپنے استاد سے	مقابلہ کرے اور سامنا کرے

نحس الخ۔ یعنی وہ شاگرد بڑا منحوس ہے جو کہ اپنے استاد کے ساتھ برابری (کا دعویٰ) شروع کرے اور (مقابل ہوکر) سامنے آئے مطلب یہ کہ جو مستفید ہوکر اپنے مربی اور محسن کا مقابلہ کرے وہ تو بڑا ہی منحوس اور نمک حرام ہے۔

باکدام استاد استاد جہاں	پیش او یکساں ہوید اونہاں
کونسے استاد سے؟ دنیا کے استاد سے	جس کے سامنے ظاہر و باطن یکساں ہے

باکدام الخ۔ یعنی استاد بھی کونسا جو کہ ایک جہان کا استاد ہے اور اس کے سامنے ظاہر اور پوشیدہ سب یکساں ہے۔ چونکہ شیخ کامل تو ایک .... ہوتا ہے اس لئے استاد جہاں کہہ دیا مطلب یہ کہ ناشکری بھی اور ایسے جلیل القدر کی یعنی گوہ بھی کھایا اور وہ بھی کتے کا۔

چشم او ینظر بنور اللہ شدہ	پردہائے جہل را خارق بدہ
اس کی نظر اللہ (تعالیٰ) کے نور سے دیکھنے والی ہوگی ہے	جہل کے پردوں کو پھاڑنے والی ہو گی ہے

چشم الخ۔ یعنی اس کی آنکھ نور حق سے دیکھنے والی ہے اور اس نے جہل کے پردہ کو پھاڑ دیا ہے پھر اس کے سامنے مکروفریب کس طرح چل سکتا ہے اس کو بصیرت بنور اللہ نصیب ہے۔

از دل سوراخ چوں کہنہ گلیم	پردہ بندد بہ پیش آں حکیم
پرانی گدڑی جیسے دل کے سوراخ پر	اس دانا کے سامنے پردہ تانتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از دل الخ۔ یعنی دل سوراخ دار پرانے کمبل جیسے سے اس حکیم کے سامنے پردہ باندھ دیتا ہے مطلب یہ کہ یہ شخص اس شیخ سے تلبیس کرتا ہے اور اس تلبیس کو چھپاتا ہے اور یوں سمجھتا ہے کہ میرے دل کی اس کو کیا خبر ہو سکتی ہے مگر یہ بے وقوف یہ نہیں سمجھتے کہ اس کا دل ہی بوجہ معاصی کے پارہ پارہ ہو رہا ہے اور جو کچھ کہ اس میں ہے شیخ کے قلب پر اسکا اثر پڑتا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ **اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله** تو اسکے سامنے تمہارے رازوں کو تمہارا قلب ہرگز پوشیدہ نہیں رکھ سکتا ہے خوب سمجھ لو۔

پردہ می خندد برو باصد دہاں	ہر دہانے گشتہ اشگافے دراں
پردہ سو منہ سے اس پر ہنستا ہے	اس کا ہر سوراخ ایک منہ بن گیا ہے

پردہ الخ۔ یعنی وہ پردہ اس پر سینکڑوں منہ سے ہنس رہا ہے اور ہر منہ اس پر ایک شگاف ہے۔ مطلب یہ کہ قلب جس میں کہ لاکھوں سوراخ ہیں جیسے کہ پرانا کمبل ہوتا ہے اس میں یہ اپنے راز کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہے حالانکہ وہ دل بھی خود ہنستا ہے کہ بھلا کہیں مجھ جیسے سے پردہ داری ممکن ہے۔ ہرگز نہیں اور جب بعض مرتبہ شیخ کو شفقت ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ

گوید آں استاد مر شاگرد را	کاے کم از سگ نیستت بامن وفا
وہ استاذ شاگرد سے کہتا ہے	اے کتے سے کمتر! تو میرا وفادار نہیں ہے

گوید آں الخ۔ یعنی وہ استاد شاگرد سے کہتا ہے کہ اے وہ جو کتے سے بھی کم ہے تجھ کو میرے ساتھ وفا نہیں ہے مطلب یہ کہ ارے کمبخت کیا تو مجھ ہی سے وفا نہیں کرتا جس نے تجھے آج اس لائق کیا ہے کہ تجھے دعوٰی ہمسری ہوا ہے اور کہتا ہے کہ

خود مرا استا مگیر آہن گسل	ہمچو خود شاگرد گیر و کور دل
مجھے لوہے کو توڑنے والا استاد نہ سمجھ	اپنی طرح شاگرد اور تاریک دل والا سمجھ

خود مرا الخ۔ یعنی اچھا مجھے استاد (کامل) لوہا توڑنے والا مت سمجھ اپنی ہی طرح شاگرد اور کور دل فرض کر لے مطلب یہ کہ اچھا میں کامل نہ سہی میں بھی تجھی جیسا سہی مگر یہ تو سمجھ کہ

نہ از منت یاریست در جان و رواں	بے منت آبے نمی گردد رواں
کیا تیری جان اور روح میں میری امداد نہیں ہے	میرے بغیر تیری کامیابی نہ تھی

نہ از منت الخ۔ یعنی کیا مجھی سے تیری جان اور روح کو یاری نہیں ہے اور کیا یہ بات نہیں ہے کہ بے تیرے پانی نہیں چلتا مطلب یہ کہ کمبخت میں کیسا ہی سہی مگر تجھے تو مجھ سے فائدہ ہوا ہے اس کا تو پاس کر اور یوں نمک حرامی تو مت کر اور میرا دل تو مت توڑ۔

پس دل من کارگاہ تخت تست	چہ شکنی ایں کارگہ اے نادرست
تیرے تخت کا کارخانہ میرا دل ہے	اے نالائق اس کارخانہ کو کیوں توڑتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

پس الخ۔ یعنی میرا دل تو تیرے نصیب کا کارخانہ ہے تو اے ٹیڑھے اس کو کیا توڑ رہا ہے مطلب یہ کہ میرا قلب تو تیرے انوار وفیض کا منبع ہے اور تجھ کو جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ تو میری ہی وجہ سے ہوا ہے پس جب تو میرا دل توڑے گا تو اس میں سے تیرے لئے انوار وغیرہ کہاں سے نکلیں گے یہ تو سمجھ کہ تو میری دل شکنی نہیں کرتا بلکہ یوں سمجھ کہ خود اپنا کارخانہ اجاڑ رہا ہے اور اس کو برباد کر رہا ہے جب شیخ یہ کہتا ہے اور مرید اس پر بھی اصرار ہی کرتا ہے اور یوں عرض کرتا ہے کہ

گوئیش پنہاں زنم آتش زنہ	نے بقلب از قلب باشد روزنہ
تو اس سے کہتا ہے میں پوشیدہ طور پر چقماق رگڑتا ہوں	کیا دل سے دل تک سوراخ نہیں ہوتا ہے

گوئیش الخ۔ یعنی تم اس سے کہتے ہو کہ میں چقماق اندر ہی اندر مار رہا ہوں تو کیا قلب سے قلب تک روزن نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ اس پر اگر وہ مرید یہ کہے کہ حضرت میں آپ سے مستغنی کس طرح ہو سکتا ہوں مگر اتنا ہے کہ میں بظاہر الگ رہتا ہوں اور اندر ہی اندر آتش عشق میرے اندر لگ رہی ہے تو بھلا اسے یہ خبر نہیں کہ دل سے دل کو راہ ہوتی ہے۔ ایک دل کا اثر دوسرے پر ضرور پڑتا ہے اس لئے شیخ معلوم کر لیتا ہے کہ یہ جو کچھ ہے دل سے نہیں ہے۔

آخر از روزن بہ بیند فکر تو	دل گواہی می دہد زیں ذکر تو
وہ تیرا خیال روزن میں سے دیکھ لیتا ہے	تیرے اس ذکر کی دل گواہی دیتا ہے

آخر الخ۔ یعنی تمہارے اس راز کو روزن (قلب) سے دیکھ لیتا ہے اور تمہاری اس بات کی گواہی دل دے دیتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ غلط کہتا ہے مگر جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کی اصلاح غیر ممکن ہے اور یہ جب خود اپنی اصلاح نہیں چاہتا تو دوسرے کے چاہنے سے کیا ہوتا ہے تو پھر اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

لیک در رویت نمالد از کرم	ہرچہ گوئی خندد و گوید نعم
لیکن شرافت کی وجہ سے تیرے منہ پر نہیں کہتا ہے	تو جو کچھ کہتا ہے وہ مسکرا دیتا ہے اور ہاں کہہ دیتا ہے

لیک الخ۔ یعنی لیکن وہ کرم کی وجہ سے (اس ناراضگی کو) تمہارے منہ پر ظاہر نہیں کرتا اور جو کچھ کہ تم کہتے ہو وہ ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں درست ہے مطلب یہ کہ جب اصلاح سے نا امیدی ہو جاتی ہے تو وہ ہاں میں ہاں ملانے لگتا ہے اور پھر وہ اس کو کچھ بھی نہیں کہتا اس لئے کہا تو اس سے کرتے ہیں کہ جو اپنا ہو اور یہ شیخ اس کو اپنا ہی نہیں سمجھتا بلکہ غیر جانتا ہے پھر کس سے کہے

او نمی خندد ز ذوق مالشت	او ہمی خندد براں اسگالشت
وہ تیری مالش کے ذوق سے نہیں ہنستا ہے	وہ تیرے خیال پر ہنستا ہے

او نمی خندد الخ۔ یعنی وہ تمہاری چاپلوسی کے لطف کی وجہ سے نہیں ہنستا بلکہ وہ تمہارے اس بے وقوفی پر ہنس رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کو ناراض کر کے یہ مت سمجھو کہ وہ ہم سے خوش ہو کر ہنس رہا ہے بلکہ وہ ڈھیل دے رہا ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اہمال کر رہا ہے کہ جب کسی سے تعلق ہی رکھنا منظور نہیں ہے تو اس سے ترش رو ہونے میں کیا فائدہ ہے ورنہ وہ تیرے سارے جھوٹے عقیدتوں کو جانتا ہے اور یہ اس لئے کرتا ہے کہ

پس خدائی را خدائی شد جزا	کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا
دھوکے بازی کا بدلہ دھوکہ بازی ہے	پیالی مار پیالہ کھا یہ سزا ہے

پس الخ۔ یعنی دھوکہ بازی کا بدلہ لے لو کہ دینا ہی ہے پیالہ مار وصراحی کھاؤ یہی سزا ہے۔ کاسہ زن کوزہ بخور ایک مثل ہے ایسے موقع میں بولتے ہیں کہ بدی کا بدلہ بدی ہی ہے اس کے یعنی معنی ہیں کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے تم نے شیخ سے تلبیس وخداع کیا تو اس نے اظہار رضا میں تم سے صورتاً مکر کیا آگے اس خندہ کے خندہ رضا نہ ہونے کی دلیل فرماتے ہیں کہ

گر بدے با تو ورا خندہ رضا	صد ہزاراں گل شگفتے مر ترا
اگر تیرے ساتھ اس کی رضامندی کی ہنسی ہوتی	تجھ میں لاکھوں پھول کھل جاتے

گر بدے الخ۔ یعنی اگر اس کی ہنسی رضامندی کی ہنسی ہوتی تو لاکھوں پھول تمہارے لئے کھل جاتے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ راضی ہوتا تو تم پر فیوض و برکات کا ڈھیر ہوتا اور فیوض و برکات ہر وقت تم پر فائض رہتے اب تم خود دیکھ لو کہ آیا کوئی نور پاتے ہو یا کہ ظلمت ہی ظلمت ہے۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چوں دل آو در رضا آرد عمل	آفتابے داں کہ شید در حمل
جب اس کا دل خوشی سے کوئی کام کرے	سمجھ لے کہ سورج (برج) حمل میں آ گیا

چون الخ۔ یعنی جبکہ اس کا دل رضامندی میں کام لائے (یعنی وہ تم سے راضی ہو) تو ایسا سمجھو کہ آفتاب برج حمل میں آ گیا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح آفتاب کے برج حمل میں آنے سے موسم بہار آتی ہے اگر وہ تم سے راضی ہوتا تو تمہارے اندر بھی بہار ہوتی اور لاکھوں شگوفے کھلتے۔ آگے یہی فرماتے ہیں کہ

زو بخندد ہم نہار و ہم بہار	درہم آمیزد شگوفہ و سبزہ زار
اس سے کھل جاتا ہے دن بھی اور (موسم) بہار بھی	شگوفے اور سبزہ زار آپس میں مل جاتے ہیں

زو بخندد الخ۔ یعنی اس (آفتاب کے حمل میں آنے) سے بہار بھی ہنستی ہے اور دن بھی ہنستا ہے اور شگوفوں اور سبزہ زار کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ ہر شے پر تر و تازگی ہوتی ہے۔

صد ہزاراں بلبل و قمری نوا	افگند اندر جہان بے نوا
لاکھوں بلبلیں اور قمریاں چہچہانے	لگتی ہیں (اس) اجاڑ دنیا میں

چون الخ۔ یعنی جبکہ تو خزاں کو بہار سے ممتاز نہیں کر سکتا تو پھولوں میں خندہ کے رمز کو کیا سمجھے گا۔ مطلب یہ

کہ جب تجھے شیخ کی رضا و نارضا ہی کی خبر نہیں ہے پھر تجھے ثمرات کی تو کیا تمیز ہوگی اور تجھے یہ تو کیا ہی خبر ہوگی کہ تو یہ سمجھے کہ اب فلاں نور یا فیض حاصل ہوا ہے۔

چوں ندانی تو خزاں را از بہار	چوں بدانی رمز خندہ در ثمار
جبکہ تو خزاں اور بہار کو نہیں سمجھتا ہے	تو پھلوں کے ہنسنے کے اشارے کیا سمجھے گا؟

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں بلبل اور قمریان جہان بے نوا میں آواز کو ڈال رہی ہیں مطلب یہ کہ اس جسم فانی میں لاکھوں فیوض و برکات فائض ہو رہے ہیں۔

چونکہ برگ روح خود زرد و سیاہ	می نہ بینی چوں بدانی خشم شاہ
جبکہ تو اپنی روح کے پتوں کا زرد اور سیاہ ہونا	نہیں سمجھتا ہے تو شاہ کے غصہ کو کیا سمجھے گا؟

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تم اپنی روح کے پتوں کو زرد و سیاہ ہوتے ہوئے ہی نہیں دیکھتے تو تم کو بادشاہ کے غصہ کی تو کیا خبر ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم کو اتنی بھی خبر نہیں کہ شیخ کی ناراضگی سے میرا کیا نقصان ہوگا تو تم اس کی ناراضگی کو کیا ہی پہچانو گے اور اس کی تو تم کو کیا ہی تمیز ہوگی۔

آفتاب شاہ در برج عتاب	میکند روہا سیہ ہمچوں کتاب
شاہ کا سورج غصہ کے برج میں آکر	اعمال نامہ کی طرح رو سیاہ کر دیتا ہے

آفتاب الخ۔ یعنی آفتاب شاہ برج عتاب میں چہروں کو سیاہ کر دیتا ہے مثل کتاب کے اسی طرح جب عتاب شیخ ہوتا ہے تو قلب بالکل مسخ ہو جاتا ہے اور سب انوار وغیرہ سلب ہو جاتے ہیں۔

آں عطارد را ورقہا جان ماست	آں سپیدی و آں سیہ میزان ماست
ہماری جان اس عطارد کے لئے کاغذ ہے	وہ سفید اور سیاہ ہمارا معیار ہے

آن الخ۔ یعنی اس عطارد کے پتے ہماری جان ہے اور وہ سپیدی اور وہ سیاہی ہماری میزان ہے مطلب یہ کہ اہل اللہ کی رضا اور ناراضگی کا اثر ہماری جان پر پڑتا ہے اور معیار اس رضا اور ناراضگی کا ہمارے اندر فیوض کا ہونا اور نہ ہونا ہے جب برکات ہونگے معلوم ہوگا کہ رضا ہے ورنہ ناراضگی معلوم ہوگی۔

باز منشورے نویسد سرخ و سبز	تا رہند ارواح از سودا و عجز
پھر وہ سرخ اور سبز فرمان لکھتا ہے	حتی کہ ہماری روحیں پاگل پن اور عجز سے نجات پا جاتی ہیں

باز منشورے الخ۔ یعنی پھر ایک فرمان لکھتے ہیں سرخ و سبز تا کہ ارواح سودا اور عاجزی سے چھوٹ جائیں مطلب یہ کہ پھر حضرات فیوض و برکات سے فائض فرماتے ہیں یہاں تک کہ اخلاق بد سے ارواح کو دستگاری ہوتی ہے جبکہ وہ راضی ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سرخ و سبز افتاد نسخ نو بہار	چوں خط قوس قزح در اعتبار
نو بہار کی تحریر سرخ اور سبز واقع ہوئی ہے	جو قیاس کرنے میں دھنک کمان کے نقش کی طرح ہے

سرخ الخ۔ یعنی سرخ و سبز واقع ہوا ہے نو بہار کا نسخہ مثل قوس قزح کے خط کے اعتبار میں مطلب یہ کہ ان حضرات کے فیوض وانوار مختلف اقسام کے ہوتے ہیں جیسے کہ قوس قزح ہوتی ہے کہ اس میں مختلف الوان ہوتے ہیں تو ان الوان کو دیکھنا اور رضا اور نارضا کو پہچان لینا اور اصلی اور غیر اصلی میں امتیاز کر لینا تو عقل کامل ہی کا کام ہے عقل ناقص تو صرف ظاہر کو دیکھ کر اسی پر حکم لگا دے گی اور ان اختلاف الوان وفیوض کو کس طرح جان سکتی ہے آگے اسی مضمون میں ایک حکایت حضرت بلقیس کی لاتے ہیں جسکا حاصل یہ ہے کہ بلقیس نے حضرت سلیمان کے خط کی بہت زیادہ قدر و منزلت کی اور اس نے حضرت سلیمان علیہ السلام کا مرتبہ پہچانا اور یہ نہیں دیکھا کہ یہ ذرا سا ہدہد خط لایا ہے جو کہ بہت ہی حقیر ہے اس نے اسی پر نظر کی کہ یہ ہدیہ مظہر ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کا اور ان کی شوکت وہیبت کو اس میں دیکھ کر اس نے ان کی تعظیم کی اس طرح عقل کامل بھی شیوخ اور اہل اللہ کو مظہر جمال حق سمجھتی ہے اور ان کی قدر اور منزلت کرتی ہے اب قصہ سن لیجئے فرماتے ہیں کہ

اندریں معنیٰ شنو تو قصۂ	تا بیابی از معانی حصۂ
اس مقصد میں تو ایک قصہ سن لے	تاکہ تو بھی معانی سے حصہ پالے

اندرین الخ۔ یعنی اس معنی میں ایک قصہ سنو تا کہ تم معانی سے ایک حصہ پاؤ۔ مطلب یہ کہ اسی مضمون بالا کے مناسب ایک قصہ سنو تا کہ تم کو علوم ومعانی سے ایک حظ وافر حاصل ہو اور مناسبت تقریر بالا میں عرض کی گئی ہے۔

شرح حبیبی

قصہ شاہ وامیران: بادشاہ اور اس کے امرا اور اس بادشاہ کے غلام خاص پر حسد کرنے کا قصہ حق سبحانہ کے کلام کو دراز کر دینے سے دور رہ گیا اسے پورا کرنا چاہیے۔ بھلا سوچو تو سہی کہ جو ملک کا باغبان اور خوش اقبال اور خوش نصیب ہو وہ اپنے درختوں میں اچھے برے کو کیوں نہ جانے گا۔ اور جو درخت کہ تلخ اور قابل رد ہو اور وہ درخت جو تنہا سات سو کے برابر ہو دونوں کو برابر مرتبہ کیسے دے سکتا ہے اور وہ انکو انجام بین نظر سے کیسے نہ دیکھے گا کہ یہ درخت اگرچہ اس وقت نظر میں یکساں ہیں مگر ان درختوں کا انتہا میں پھل کیسا ہے۔

شیخ کو ہے نظر بنور اللہ: جس طرح بادشاہ اپنی رعایا کے حال سے واقف ہوتا ہے یوں ہی شیخ کامل بھی جو ناظر بنور اللہ ہے طالبین کی انتہائی حالت سے اجمالاً ابتداء ہی میں واقف ہو جاتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس نے چشم حیوانی خدا کے لئے بند کر لی ہے اور چشم عاقبت بین یعنی چشم قلب ابتداء ہی سے کھول رکھی ہے (یہ مضمون بطور جملہ معترضہ کے ہے)

ان حسودان بد درختان: بات یہ ہے کہ وہ غلام عمدہ درخت تھا اس لئے باغبان کو محبوب تھا اور یہ حاسد برے

درخت تلخ گوہر اور شور بخت تھے اس لئے محبوب نہ تھے لہٰذا وہ حسد سے جوشاں وخروشاں تھے اور مارے غصہ کے منہ سے کف جاری تھا اور خفیہ خفیہ مکر کرتے تھے تاکہ اس غلام خاص کو مروا ڈالیں اور اس کی جڑ عالم سے اکھاڑ پھینکیں بھلا بادشاہ جس کی جان ہو اور جس کی جڑ کا خدا حافظ ہو وہ کیسے فانی ہوسکتا ہے۔ بادشاہ بھی ان کے راز سے واقف تھا مگر ابوبکر ربابی کی طرح خاموش تھا اور ان بدذاتوں کے دلوں کے نظارہ میں مصروف تھا اور ان کوزہ گروں مکاروں کی تدابیر پر تالیاں بجا رہا تھا کہ دیکھو تو سہی یہ مکار لوگ مکر کر رہے ہیں کہ بادشاہ کو شیشہ میں اتار لیں۔ ارے گدھو تم اتنا تو سوچو کہ اتنا عظیم الشان اور عالی مرتبت بادشاہ شیشہ میں کیسے اتر آئے گا اور حماقت دیکھو کہ بادشاہ کے لئے جال تیار کر رہے تھے حالانکہ یہ تدبیر بھی انہوں نے اسی سے سیکھی تھی کیونکہ ان کے مکر کا حاصل یہ تھا کہ وہ اس غلام کی نسبت ایسی باتیں بادشاہ کے ذہن میں جمانا چاہتے تھے جس کو بادشاہ ناپسند کرتا تھا اور اس ذریعہ سے اس کو غضبناک کر کے نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ اب دیکھنے کے قابل یہ بات ہے کہ یہ امر ان کو کس سے معلوم ہوا کہ فلاں فلاں باتیں بادشاہ کو ناگوار ہیں اور ایسے وہ غضبناک ہوتا ہے خود بادشاہ سے لہٰذا وہ اس امر میں ان کا استاد ہوا۔

نحس شاگردے: وہ شاگرد نہایت منحوس ہے جو اپنے استاد کی برابری اور اس کا سامنا کرلے بالخصوص اس استاد کا جو جگت استاد ہے یعنی شیخ کامل اور جس کے نزدیک ظاہر و پوشیدہ سب برابر ہے۔ یہ نہیں کہ وہ غیب دان اور عالم ما کان و مایکون ہے بلکہ بوقت ضرورت واقتضائے مصلحت حق تعالیٰ جن اسرار خفیہ کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں ان پر اس کو مطلع کر دیتے ہیں اور وہ ان کو اس طرح دیکھتا ہے جس طرح اشیاء ظاہرہ کو اور جس کی آنکھ ناظر بنور اللہ ہے اور جس نے جہل کے پردوں کو باعانت حق سبحانہ تعالیٰ پھاڑ دیا ہے یہ احمق ومکار مرید جو کہ اپنے کو ایسا ہی مخلص ظاہر کرتا ہے جیسا پہلے تھا اور دل میں سمجھتا ہے کہ اب میں مستغنی ہوگیا اور مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں رہی۔ اس سے حقیقت حال کو اس دل میں چھپاتا ہے جس میں سینکڑوں سوراخ ہیں اور اس کو اس حکم کے سامنے پردہ بناتا ہے کم بخت اتنا نہیں سمجھتا کہ اس پردہ کا ہر چاک ایک منہ ہے اور وہ ہر منہ سے اس کی اس بے ہودہ حرکت پر ہنس رہا ہے شیخ اصل حقیقت کو جانتا ہے اور دل ہی دل میں کہتا ہے کہ اے کتے سے بھی گئے گزرے ہوئے تجھے میرے ساتھ وفا نہیں اور تو نہیں سمجھتا کہ میں نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تو میرے ساتھ کیا کرتا ہے اچھا مان لے کہ میں استاد کامل نہیں اور فرض کرلے کہ میں بھی تیری ہی طرح ایک شاگرد اور کور دل ہوں لیکن کیا مجھ سے تیری جان کو کچھ بھی مدد نہیں پہنچی ضرور پہنچی اور یہ تیرا پانی جس نے تجھے کمال کے دھوکہ میں ڈالا ہے یا یہ تیری ادب دانی جس سے تو اپنے کو معتقد ظاہر کر رہا ہے میری ہی بدولت ہے پس سمجھ لے کہ میرا دل تیری قسمت کا کارخانہ ہے اسی سے یہ درست ہوسکتی ہے۔ اے نادرست اور غلط رو تو اس سے کیا توڑتا ہے اسے مت توڑ یہ توڑنے کے قابل نہیں دیکھ پچھتائے گا۔ یہاں تک شیخ کا بیان تھا اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تو اپنے شیخ سے کہتا ہے کہ میں آپکی محبت کے چقماق سے دل میں آگ سلگاتا ہوں حالانکہ واقع میں ایسا نہیں تو کیا تو نہیں جانتا کہ دل کو

www.besturdubooks.wordpress.com

دل سے راہ ہے وہ اس سوراخ سے تیرے اصلی خیال کو دیکھتا ہے اور اس کا دل تیرے اس بیان کی غلطی کی گواہی دیتا ہے مگر وہ تجھ پر ظاہر نہیں کرتا یہ اس کی عنایت ہے جو کچھ تو کہتا ہے وہ ہنستا ہے اور کہتا ہے بجا ہے مگر اس سے تو دھوکا نہ کھانا کہ ہم نے دھوکا دے لیا وہ تیری اس چاپلوسی کی لذت سے نہیں ہنستا بلکہ وہ تیرے اس بے ہودہ خیال پر ہنستا ہے کہ دیکھو یہ ہمیں احمق بناتا ہے پس تو اسے دھوکا دیتا ہے۔ وہ بھی تجھے مغالطہ میں رکھتا ہے جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا پیالہ مارکوٹا کھا یہی تیری سزا ہے سوچ تو سہی کہ اگر یہ ہنسی خوشنودی سے ہوتی تو تیری جان میں اسرار و معارف کے لاکھوں پھول کھلتے اور تیری جان ایک چمن ہوتا مگر ایسا نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ ہنسنا خوشی کا نہیں جب اس کا دل خوش ہو کر کوئی کام کرتا ہے تو سمجھ کہ آفتاب برج حمل میں آ گیا۔ اس سے بہار بھی ہنستی ہے اور دن بھی ہنستا ہے۔ سبزے اور شگوفے آپس میں ملتے ہیں غرضکہ ایک عجیب پر لطف سماں ہوتا ہے لیکن جب تجھے خزاں اور بہار ہی کی خبر نہیں تو تو کیا جانے کہ بہار کے خندہ کا ثمار میں کیا اثر ہے حاصل یہ کہ رضائے شیخ مثل آفتاب کے ہے اور اس کا دل مثل برج حمل کے اس کا انبساط اور سرور مثل بہار کے اور اس کی ہنسی مثل خندۂ بہار کے اور ہنسی کے ثمرات مثل پھل پھولوں کے اب فرماتے ہیں کہ جب تو انبساط ہی کو نہیں جانتا کہ انبساط کیا چیز ہے تو تو کیا جانے کہ اس کے خندہ سے دل میں کس قسم کے آثار پیدا ہوتے ہیں تاکہ تو ان کے نہ ہونے سے استدلال کر سکے کہ یہ ہنسی انبساط سے نہیں یاد رکھ کہ بہار کے اثر سے سینکڑوں بلبلیں اور قمریاں اس جہان بے سامان میں ایک شعور پیدا کر دیتی ہیں۔ یوں ہی شیخ کا انبساط روح بے سامان کے اندر شورش محبت اور ولولۂ عشق پیدا کر دیتا ہے مگر تجھے تو اپنی روح کے پتے کی حالت ہی معلوم نہیں کہ وہ خزاں یعنی انقباض شیخ کے اثر سے زرد ہے یا بہار یعنی انبساط کے سبب سبز مائل بسیاہی تو تجھے اس بادشاہ کی ناراضی کا علم کیونکر ہو سکتا ہے اور یاد رکھ کہ یہ بادشاہ جو مثل آفتاب کے ہے برج عتاب میں آتا اور غضبناک ہوتا ہے تو کتاب کی طرح روحوں کے منہ کو سیاہ کر دیتا ہے اور ان کی چمک دمک رنگ و روغن سب کھو دیتا ہے اور سمجھ کہ اس عطارد (شیخ) کے لئے ہماری جانیں ورق ہیں اور اس ورق کی سادگی اور ارواح کے اندر اثر نہ ہونا اور ان کی سیاہی اور نقوش و آثار ہمارے لئے اس کی الطاف اور نامہربانی کا معیار ہیں اگر ہم اپنی جانوں میں آثار محمودہ نہ پائیں تو سمجھ لینا چاہئے چاہیے کہ عطارد نامہربان ہے اور اگر پائیں تو سمجھ لینا کہ مہربان ہے جب وہ خوش ہوتا ہے تو اول نقوش سیاہ اور معمولی آثار پیدا کرتا ہے پھر ایک عجیب دلکش سرخ و سبز فرمان لکھتا ہے یعنی اعلیٰ قسم کے آثار پیدا کرتا ہے جس سے ارواح سودائے لذات نفسانیہ و عجز عن الوصول الی الحق کی قید سے رہائی پاتے ہیں کیونکہ اس کی کمال خوشنودی سے جو انبساط اور انشراح کامل پیدا ہوتا ہے وہ مثل نو بہار کے ہے اور نو بہار کی تحریر یہ سرخ و سبز ہوتی ہے قیاس کے لئے قوس قزح کو دیکھ لو کہ یہ سرخ و سبز کسی کی تحریر ہے۔ نو بہار کی یوں ہی بہار شیخ کی تحریر سمجھو انہیں امور کی تائید میں ایک قصہ سن تاکہ معانی کا کوئی حصہ تجھے مل جائے۔ دیکھ حضرت سلیمان علیہ السلام کے انشراح و انبساط و توجہ نے بلقیس پر کیا اثر کیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

عکس تعظیم پیغمبر سلیمانؑ در دل بلقیس از صورت حقیر ہدہد

(حضرت) پیغمبر سلیمان (علیہ السلام) کی تعظیم کا عکس بلقیس کے دل پر حقیر ہدہد کی صورت کے ذریعہ

رحمت صد تو براں بلقیس باد	کہ خدایش عقل صد مرداں بداد
اس بلقیس پر سوگنی رحمت	جس کو خدا نے سینکڑوں مردوں کی عقل عطا فرمائی

رحمت الخ۔ یعنی سینکڑوں رحمتیں اس بلقیس پر ہوں کہ خدا نے اس کو عقل سو مردوں کے (برابر) دی تھی یعنی بہت عاقل تھی۔

ہدہدے نامہ بیاورد و نشاں	از سلیمانؑ چند حرفے با بیاں
ایک ہدہد تحریر اور نشانی لایا	(حضرت) سلیمانؑ کی جانب سے وضاحت کیساتھ چند حروف والا

ہدہدے الخ۔ یعنی ایک ہدہد خط اور نشان سلیمان علیہ السلام کے پاس چند حروف کا جو بابیان تھے لایا۔

مطلب یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط ایک ہدہد لایا جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔

خواند او آں نکتہائے باشمول	وز حقارت ننگرید اندر رسول
اس نے ان جامع نکتوں کو پڑھا	اور نامہ بر کو حقارت سے نہ دیکھا

خواند الخ۔ یعنی ان نکات جامعہ کو پڑھا اور قاصد کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھا۔ مطلب یہ کہ اس کو نہیں دیکھا کہ یہ ذرا سا قاصد آیا ہے بلکہ اس نے اس خط والے کی عظمت و جبروت کا مشاہدہ اس جسم حقیر سے کیا اور اس خط کا بہت اعزاز و احترام کیا۔

چشم ہدہد دید و جان عنقاش دید	حس چو کفے دید و دل دریاش دید
آنکھ نے ہدہد دیکھا اور جان نے اس کو عنقا دیکھا	حس نے اس کو جھاگ دیکھا اور دل نے اس کو دریا دیکھا

جسم ہدہد الخ۔ یعنی جسم تو ہدہد کا دیکھا مگر جان اس کی عنقا دیکھی اور ظاہر کو مانند جھاگ کے دیکھا اور اس کے دل کو مثل دریا کے پایا۔ عنقاش اور دریاش میں شین مضاف الیہ جان و دل کا ہے عبارت یہ ہے کہ جانش عنقا دید اور دلش دریا دید مطلب یہ کہ اس کے ظاہری جسم کے صغر پر نظر نہ کی بلکہ اُس کے باطن کو دیکھا اور اس کو مظہر حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت و جبروت کا سمجھا اسی طرح شیخ کے اور کاملین کے اس جسم ظاہری کو دیکھ کر دھوکہ میں مت پڑو اور یہ مت سمجھو کہ یہ تو ہماری مثل ہیں بلکہ ان کے کمالات باطنی کو دیکھو اور ان سے فیوض و برکات حاصل کرو آگے اس ظاہر و باطنی کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل با حس زیں طلسمات دو رنگ	چوں محمدؐ با ابوجہلاں بجنگ
ان دو رنگی طلسمات کی وجہ سے عقل حس کے ساتھ	جنگ میں رہتی ہے جیسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابوجہل کیساتھ

عقل الخ۔ یعنی عقل حس کے ساتھ اس طلسمات دو رنگ میں مثل حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوجہلوں کے ساتھ لڑائی میں ہے مطلب یہ کہ ظاہر اور باطن میں چونکہ اختلاف ہے تو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے لڑتے تھے تو اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ اور کمالات کو جانتے تو کیا پھر وہ لڑ سکتے تھے ہرگز نہیں یہ صرف اس لئے تھا کہ وہ لوگ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد ظاہری کو دیکھ کر کہتے تھے ما ہذا الا بشر مثلنا اور بوجہ حقیقت سے اندھے ہونے کے وہ کمالات باطنیہ کو نہ دیکھتے تھے اسی کو فرماتے ہیں

کافراں دیدند احمدؐ را بشر	چوں ندیدند از وے انشق القمر
کافروں نے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو (صرف) انسان دیکھا	جبکہ ان سے شق القمر (کا معجزہ) نہ دیکھا

کافروں الخ۔ یعنی کافروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشری دیکھا اور ان سے انشقاق قمر کو کیوں نہ دیکھا مطلب یہ کہ کفار نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو صرف یہ دیکھا حضور بھی ہماری ہی طرح کھاتے ہیں پھرتے ہیں سوتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ ان کم بختوں نے یہ نہ دیکھا کہ حضور کے اندر کمالات باطنی بھی ہیں مثلاً معجزہ شق القمر کہ یہ کام صرف اس جسم خاکی کا ہرگز نہیں ہے ضرور کوئی اور قوت ہے کہ جس سے کہ سماویات پر حکومت ہو سکتی ہے پس وہ لوگ اس قوت کے دیکھنے سے اندھے تھے لہٰذا چشم ظاہر بین کو بند کرو اور صرف اس سے ہی کام مت لو بلکہ چشم حقیقت بین کو کھولو اور اس سے کام لو اسی کو فرماتے ہیں کہ

خاک زن در دیدۂ حس بین خویش	دیدہ حس دشمن عقل ست و کیش
اپنی حسی آنکھ پر خاک ڈال	حسی آنکھ عقل اور مذہب کی دشمن ہے

خاک الخ۔ یعنی اپنی اس چشم ظاہر بین پر خاک ڈالو اس لئے کہ چشم ظاہر بین تو عقل و مذہب کی دشمن ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ کفار کو اسی نے گمراہ کیا کہ ما ھذا الا بشر مثلنا انہوں نے صرف صفات بشریت ہی کو دیکھا اور اسی میں حصر کمالات کر دیا۔ اندھوں کو یہ نہ سوجھا کہ یہ معجزات و کمالات جو کہ روزانہ ظاہر ہو رہے ہیں یہ کس قوت کا کام ہے

دیدۂ حس را خدا اعماش خواند	بت پرستش گفت و ضد ماش خواند
حسی آنکھ کو خدا نے اندھا کہا ہے	اس کو بت پرست کہا ہے اور ہمارا دشمن کہا ہے

دیدہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے چشم ظاہری کو اندھا کیا ہے اور اس کو بت پرست کہا ہے اور اس کو ہماری ضد کہا ہے مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے ولھم اعین لا یبصرون بھا کہ ان کی آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں تو دیکھو حق تعالیٰ نے آنکھیں بھی فرمائیں ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ اندھے ہیں معلوم ہو گیا اس چشم باطن کے اعتبار

www.besturdubooks.wordpress.com

سے اندھے ہیں کہ اگرچہ بظاہر دیدے کھلے ہوئے معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقت شناس نہیں ہیں آگے اس چشم ظاہری کے اندھا ہونے کی دو دلیلیں لاتے ہیں کہ

زانکہ او کف دید و دریا را ندید	زانکہ حالے دید و فردا را ندید
کیونکہ اس نے جھاگ دیکھے اور دریا کو نہ دیکھا	کیونکہ اس نے موجودہ حالت دیکھی اور انجام نہ دیکھا

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس نے جھاگ تو دیکھے مگر دریا کو نہ دیکھا اور اس لئے کہ اس نے اس وقت کی حالت کو تو دیکھا مگر آئندہ کی حالت کو نہ دیکھا۔ مطلب یہ کہ چونکہ انجام بین اور عاقبت اندیش نہیں ہے اس لئے اندھا ہی کہا جائے گا زانکہ مصرعہ ثانی میں بحذف عاطف معطوف ہے ماقبل پر

خواجۂ فردا و حالی پیش او	او نمی بیند ز گنج جز تسو
وہ آخرت کے آقا ہیں اور اس کے نزدیک وہ موجودہ وقت کے ہیں	وہ خزانے میں سے سوائے دمڑی کے کچھ نہیں دیکھتا ہے

خواجہ الخ۔ یعنی وہ تو آقا ہیں آئندہ کے اور اس (اندھے) کے سامنے خالی ہیں اور وہ خزانہ سے سوائے ایک تسو کے کچھ نہیں دیکھتا مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر جو کمالات تھے وہ تو ہمیشہ وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتے رہتے تھے ان کفار کی ان پر تو نظر نہ تھی اور وہ صرف اس جسم ظاہری کو دیکھتے تھے اور وہ اس خزانہ کمالات میں سے سوائے اس جسد ظاہری کے جو کہ ان کمالات کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے اور کچھ نہ دیکھتے تھے ان کی نظر صرف جسد ظاہر پر ہی تھی ورنہ وہ کفر ہی کیوں کرتے ایمان ہی نہ لے آتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ذرۂ زاں آفتاب آرد پیام	آفتاب آں ذرہ را گردد غلام
(اگر) ایک ذرہ اس سورج کا پیغام لائے	سورج اس ذرے کا غلام بن جائے

ذرہ الخ۔ یعنی ایک ذرہ اس آفتاب (حقیقی) سے پیام لاتا ہے تو آفتاب (ظاہری) اس کا غلام ہو جاتا ہے۔

قطرۂ کز بحر وحدت شد سفیر	ہفت بحر آں قطرہ را باشد اسیر
ایک قطرہ جو دریائے وحدت کا پیغامبر بنا	ساتوں سمندر اس قطرے کے پابند ہوئے

قطرہ الخ۔ یعنی ایک قطرہ جو کہ اس بحر وحدت کا قاصد ہو تو ساتوں دریا اس ایک قطرہ کے مقید ہو جائیں۔

گر کف خاکے شود چالاک او	پیش خاکش سر نہد افلاک او
اگر ایک مٹھی مٹی اس کے لئے (اطاعت میں) چست ہو جائے	تو اس کی مٹی کے آگے اس کے آسمان سر دھریں

گر کفے الخ۔ یعنی اگر ایک مشت خاک اس کی (حق تعالیٰ کی) چالاک ہو جائے تو حق تعالیٰ کے افلاک اس کے سامنے سر رکھتے ہیں یعنی اس کے مطیع ہو جاتے ہیں پس جبکہ ایک ذرہ اور ایک قطرہ میں یہ خاصیت ہے اور اس کے کمالات کے ادنےٰ مظہر کی یہ حالت ہے کہ پھر اس کے سامنے کل کائنات مطیع و فرمانبردار ہوتے ہیں تو پھر حضور

www.besturdubooks.wordpress.com

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تو کس طرح مطیع وفرمانبردار نہ ہوں گے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو مظہر اتم واکمل ہیں حق سبحانہ وتعالیٰ کے جیسا کہ ظاہر ہے مگر کیا کیا جائے جبکہ دیکھنے والا ہی اندھا ہو تو اس کو یہ کمالات کہاں سے نظر آئیں گے اور اس کو کیا خبر ہو سکتی ہے آگے اس فرمانبرداری اور اطاعت کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

خاک آدم چونکہ شد چالاحق	پیش خاکش سرنہد املاک حق
(حضرت آدمؑ کی مٹی چونکہ اللہ کے لئے چست بنی	اس کی مٹی کے آگے اللہ کی مملوک چیزوں نے سر رکھ دیا

خاک الخ۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی خاک جبکہ حق تعالیٰ کی چالاک ہوگئی تو ان کی خاک کے سامنے حق تعالیٰ کے فرشتوں نے سر رکھا مطلب یہ کہ جب آدم علیہ السلام مظہر کمالات الٰہیہ کے ہوئے تو ان کا یہ مرتبہ ہوا کہ مسجود ملائکہ ہوئے تو معلوم ہوگیا کہ یہ کام صرف خاک کا نہیں ہے اور اس جسد ظاہری سے یہ کام نہیں ہو سکتے ورنہ دوسروں سے بھی جو کہ اس جسد ظاہری میں شریک ہیں یہ افعال صادر ہوتے حالانکہ صادر ہونا تو در کنار کہیں خواب میں بھی نہیں آتے معلوم ہوگیا کہ یہ کام کسی اور قوت کے ہیں جو کہ اس قوت ظاہری کے علاوہ اور اس سے برتر ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

السماء انشقت آخر از چہ بود	از یکے چشمے کہ خاکے برکشود
"آسمان پھٹ گیا" آخر کس وجہ سے تھا؟	اس آنکھ کے لئے جو مٹی نے کھولی

السماء انشقت الخ۔ یعنی انشقاق آسمان آخر کس وجہ سے ہوا تھا صرف ایک نگاہ سے کہ ناک کھول دی تھی۔ یہاں آسمان سے مطلق علویات مراد ہیں اور مقصود یہ ہے کہ آسمان پر جو انشقاق قمر ہوا تھا وہ آخر کس قوت سے تھا اور وہ کونسی طاقت ہے کہ جسکا اثر سماویات پر بھی چلتا ہے بس وہ وہی قوت باطنی ہے جو کہ ان ظاہری آنکھوں سے دکھائی بھی نہیں دیتی آگے اس قوت کے قوت ظاہری نہ ہونے کی دلیل فرماتے ہیں کہ

خاک از دردی نشیند زیر آب	خاک بیں کز عرش بگذشت از شتاب
مٹی تلچھٹ ہوجانے کی وجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے	مٹی کو دیکھ تیزی سے عرش سے بھی اونچی چلی گئی

خاک الخ۔ یعنی خاک تو کثافت کی وجہ سے پانی کے نیچے بیٹھ جاتی ہے تم اس خاک کو دیکھو جو عرش سے بھی گزر گئی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہی ہوئی تھی۔ لوگ خواہ مخواہ صوفیہ کو بدنام کرتے ہیں کہ یہ معراج جسمانی کے قائل نہیں ہیں حالانکہ دیکھو یہاں مولانا خود فرما رہے ہیں کہ خاک بین کز عرش بگذشت از شتاب آگے فرماتے ہیں کہ

آں لطافت پس بداں کز آب نیست	جز عطائے مبدع وہاب نیست
تو سمجھ لے وہ لطافت آب (و گل) کی نہیں ہے	ایجاد کرنے والے عطا کرنے والے (خدا) کی دین کے سوا کچھ نہیں ہے

آن الخ۔ یعنی بس جان لو کہ یہ لطافت آب وگل کی وجہ سے نہیں ہے بجز اس مبدع وہاب کی عطا کے اور کچھ نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے یہاں اب سے مراد آب وگل ہے۔ مطلب یہ کہ جو معراج جسمانی ہوئی ہے اس کو صرف یہی مت سمجھو کہ بس اس جسد ظاہری میں کوئی بات تھی ہرگز نہیں ورنہ اوروں کو بھی ہوا کرتی معلوم ہوگیا کہ جسم میں بھی جو لطافت آ گئی ہے اور وہ باوجود کثیف فی الاصل ہونے کے جس کا مقتضا اسفل کی طرف میلان ہے اعلیٰ کی طرف جانے لگا ہے۔ یہ اسی قوت باطنی اور لطافت باطنی کا اثر ہے پس اس قوت باطنی کو دیکھو اور اس کو حاصل کرو صرف اس جسد ہی جسد کے مقید مت رہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ان کے جانشین مشائخ اور نائب رسول کا اتباع اس قوت باطنی میں کرو ورنہ جسم تو سب کے یکساں ہیں بلکہ ممکن ہے کہ کوئی مرید شیخ سے جسماً خوبصورت اور قوی ہو لیکن وہ قوت اور حسن کہاں سے لائے گا

؎ این سعادت بزور بازو نیست ۔ تانہ بخشد خدائے بخشندہ

خوب سمجھ لو۔ چونکہ مولانا نے یہاں یہ فرمایا ہے کہ باوجود جسم کے مادی و مائل الی الاسفل ہونے کے وہ مثل مجرد کے مائل الی العلو ہوگیا ہے تو آگے فرماتے ہیں کہ اس کی تو ایسی قدرت ہے کہ سفلی کو علوی اور گل کو خار اور درد کو دوا و مثل ذلک تغیرات کر دے تو اس کے سامنے کس کو چوں چرا کی مجال ہے وہ حاکم ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے لہٰذا اس تغیر کو بعید نہ سمجھنا چاہیے اب اشعار سے سمجھ لو۔ فرماتے ہیں کہ

گر کند سفلی ہواؤ نار را	ور زگل او بگزراند خار را
اگر وہ ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے	اگر وہ کانٹے کو پھول سے بڑھا دے

گر کند الخ۔ یعنی وہ اگر ہوا اور آگ کو (جو کہ علویات میں سے ہیں) سفلی کر دے اور کانٹے کو (مرتبہ میں) گل سے بڑھا دے۔

حاکم ست و یفعل اللہ ما یشاء	اوز عین درد انگیزد دوا
وہ حاکم ہے اور اللہ (تعالیٰ) جو چاہے وہ کرتا ہے	وہ بعینہ درد سے دوا پیدا کر دیتا ہے

حاکم است الخ۔ یعنی وہ تو حاکم ہے اللہ جو چاہے کرے وہ خود درد سے دوا کو پیدا کر دے۔

ور زمین و آب را علوی کند	راہ گردوں را بپا مطوی کند
اگر مٹی اور پانی کو علوی کر دے	آسمان کے راستے کو پیروں سے طے کرا دے

ور زمین الخ۔ یعنی زمین اور پانی کو (جو کہ سفلیات میں سے ہیں) علوی کر دے اور آسمان کے راستہ کو پاؤں سے طے کر دے جیسا کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں قدم مبارک سے تمام آسمانوں کو طے فرما آئے تھے غرضیکہ وہ جو کچھ بھی کر دے۔

گر ہوا و نار را سفلی کند	تیرگی و دردی و ثقلی کند
اگر ہوا اور آگ کو سفلی بنا دے	تاریکی اور تلچھٹ اور کثافت والا کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرہواڈالخ۔ یعنی اگر ہوا کو اور آگ کو سفلی کر دے اور کثیف اور بے نور اور تلجمن کر دے۔

نیست کس رازہرہ تا گوید کہ چوں	بس جگرہا کاندریں رہ گشت خوں
کسی کی مجال نہیں کہ کہے "کیوں"؟	بہت سے جگر ہیں جو اس راستہ میں خون بنے ہیں

نیست الخ۔ یعنی کسی کو کیوں کہنے کی طاقت نہیں ہے اور بہت سے جگر ہیں کیا اس راہ میں خون ہو گئے ہیں مطلب یہ کہ وہ جو چاہے کرے وہاں کسی کو چوں چرا کی طاقت نہیں۔ اسی کو حضرت شیخ فریدالدین عطار فرماتے ہیں کہ

ہست سلطانی مسلّم مرورا نیست کس رازہرہ کا چون و چرا آگے فرماتے ہیں کہ

پس یقین شد کہ تعزمن تشاء	خاکی را گفت پرہا برکشا
لہٰذا یقین ہوگیا ہے کہ "تو جس کو چاہے عزت دے"	ایک خاکی کو کہا کہ پر کھول

پس الخ۔ یعنی پس یقین ہو گیا کہ جس کو چاہے عزت دے (اور جس کو چاہے ذلت دے اور وہ تو ایسی ذات ہے) کہ ایک خاکی کو تو کہہ دیا کہ پر کھول دے (اور اڑ جا جیسا کہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ سیر آسمان کیجئے) اور اس کی وہ شان ہے کہ

آتش را گفت رو ابلیس شو	زیر ہفتم خاک با تلبیس شو
آتشی کو کہا جا شیطان بن	ساتویں زمین کے نیچے مکار بن

آتشے الخ۔ یعنی آگ کو کہہ دیا کہ جا ابلیس ہو جا اور ساتویں زمین کے نیچے با تلبیس ہو جا۔

آدمؑ خاکی تو بر رو بر سما	اے ابلیس آتشی رو تا ثریٰ
اے خاکی آدم تو آسمان پر جا	اے آتشی شیطان! زمین کے نیچے جا

آدم خاکی الخ۔ یعنی اے آدم خاکی تم تو آسمان پر جاؤ اور اے ابلیس آتشی تو زمین کے اندر ثریٰ تک جا مطلب یہ کہ اس کی وہ شان ہے کہ خاک کو جو کہ سفلیات میں سے ہے علو کی طرف بھیجتا ہے اور وہ لطیف و مجرد کی طرح علوی کی طرف چلے جاتے ہیں اور آگ کو جس کا کہ میلان علو کی طرف ہے اس کو سفل کی طرف بھیجتا ہے اور وہ کثیف اور مادی کی طرح نیچے اور تراثریٰ چلی جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو کہ خاکی تھے کہ مرتبہ علیا میں رکھا اور ابلیس کو جو کہ ناری تھا مرتبہ اسفل میں رکھا تو اس کی قدرت اور طاقت کے مثل کوئی ہے ہی نہیں ہوا وراء الوراثم وراء الورا الی غیر النھایہ چونکہ فلاسفہ حق تعالیٰ کو ایجاد خلق کی علت اولیٰ مانتے ہیں کہ الواحد لایصدر عنہ الا الواحد اور اس اعتبار سے حق تعالیٰ سے عقل اول کی ایجاد کو تسلیم کر کے پھر حق تعالیٰ کو بے کار مانتے ہیں خذلھم اللہ اور بعض لوگ اربعہ عناصر کو مؤثر بالاضطرار مانتے ہیں کہ ان کے جو افعال ہیں وہ ان سے صادر ہوتے ہیں اور اگر وہ چاہیں کہ نہ صادر ہوں تو وہ اس پر قادر نہیں ہیں اس لئے مولانا آگے ان کی تردید فرماتے ہیں مگر چونکہ اس وقت مولانا پر توحید کا غلبہ ہے اس لئے بزبان حق ہی تعبیر کرنے لگے کہ جیسے حق تعالیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی کا قول نقل کر رہے ہیں اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

چار طبع و علت اولیٰ نیم	در تصرف دائماً من باقیم
میں چار عنصر اور پہلی علت نہیں ہوں	میں تصرف کرنے میں ہمیشہ باقی رہنے والا ہوں

چار طبع الخ۔ یعنی میں چار طبائع (کی طرف متصرف بالاضطرار) نہیں ہوں اور علت اولیٰ (شے کی طرح بے کار) نہیں ہوں میں تصرف میں ہمیشہ باقی ہوں یعنی میرا تصرف بالاختیار ہے اور وہ باقی بھی ہے اس کو کبھی زوال نہیں ہے جس طرح چاہتا ہوں کرتا ہوں اور فرماتے ہیں کہ

کار من بے علت ست و مستقیم	نیست تقدیرم بعلت اے سقیم
میرا کام بغیر علت کے ہے اور سیدھا ہے	اے بیمار! میری (خلق و) تقدیر علت کی وجہ سے نہیں ہے

کارمن الخ۔ یعنی میرا کام بغیر خرابی کے ہے اور مستقیم ہے اور میری تقدیر علت کے ساتھ نہیں ہے۔ اے سقیم مطلب یہ کہ میرے کام بے کسی خرابی کے ہیں اور کسی علت کے معلول نہیں ہیں تا کہ صدور میں کسی دوسری شے کے محتاج ہوں بلکہ میں متصرف باختیار خود ہوں اور میرے افعال میرے اختیار سے صادر ہوتے ہیں۔

عادت خود را بگردانم بوقت	ایں غبار از پیش بنشانم بوقت
(مناسب) وقت پر اپنی عادت کو بدل دیتا ہوں	اس غبار کو سامنے سے ہٹا دیتا ہوں

عادت الخ۔ یعنی اپنی عادت کو عین وقت پر بدل دیتا ہوں اور اس غبار کو سامنے سے عین وقت پر ہٹا دیتا ہوں۔ مطلب یہ کہ مجھے کسی فعل کے لئے پہلے سے انتظام وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ عین وقت پر جیسا بھی چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون مشیت کی دیر ہے مشیت کے ساتھ ہی ترتب اثر ہو جاتا ہے جیسا کہ اہل حق کے نزدیک ظاہر و باہر ہے اور فرماتے ہیں

بحر را گویم کہ ہیں پرنار شو	گویم آتش را کہ رو گلزار شو
میں سمندر کو کہہ دوں کہ ہاں آگ سے بھر جا	میں آگ کو کہہ دوں کہ جا گلشن بن جا

بحر را الخ۔ یعنی میں دریا کو کہہ دوں کہ آگ سے بھر جا اور آگ کو کہہ دوں کہ گلزار ہو جا (تو ویسا ہی ہو جاتا ہے) جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کے لئے فرمایا۔ کہ یانار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم کہ اے آگ ابراہیم علیہ السلام کیلئے ٹھنڈی سلامتی کے ساتھ ہو جا یہ حکم ہوتا تھا کہ فوراً گلزار ہو گئی غرضیکہ جو چاہیں کریں فعال لما یرید اور فرماتے ہیں کہ

کوہ را گویم سبک شو ہمچو پشم	چرخ را گویم فرو شو پیش چشم
میں پہاڑ کو کہہ دوں کہ گالے کی طرح ہلکا ہو جا	میں آسمان کو کہہ دوں آنکھوں کے سامنے نیچے اتر آ

کوہ را الخ۔ یعنی پہاڑ کو حکم کروں کہ اون کی طرح ہلکا ہو جا اور آسمان سے کہوں کہ آنکھ کے سامنے نیچے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاؤ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ وتکون الجبال کالعھن المنفوش یعنی قیامت کے روز پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کی طرح ہونگے اور ایک جگہ فرماتے ہیں کہ او نسقط علیھم کسفا من السماء فظلت اعناقھم لھا خاضعین کہ اگر ہم کوئی ٹکڑا آسمان سے گرادیں تو ان کی گردنیں اس کی وجہ سے جھک جائیں تو دیکھو کہ جس طرح حکم ہو اس طرح ہو جائے اور یہ اس قدر ظاہر ہے کہ جس کے بیان کی بھی ضرورت نہیں اس لئے اس وقت الفاظ ہی نہیں ملتے کہ جن سے ان کی قدرت اور جبروت کو ظاہر کیا جائے۔ وراء الوراء ثم وراء الورلا ثم وراء الوراء الی غیر النھایة۔

گویم اے خورشید مقروں شو بماہ	ہر دورا سازم چو دو ابر سیاہ
میں سورج کو کہدوں چاند سے مل جا	دونوں کو دو کالے ابر کی طرح بنا دوں

گویم الخ۔ یعنی میں حکم کروں کہ اے خورشید چاند کے ساتھ مقرون ہو جاؤ اور دونوں کی شکل ابر سیاہ کے کر دوں (تو ویسا ہی ہو جائے) جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ جمع الشمس والقمر اور دوسری جگہ فرماتے ہیں الشمس کورت اور حدیث میں بھی ہے کہ شمس وقمر آئیں گے اور بے نور ہونگے پس جو بھی مشیت ہو ویسا ہی ترتب آثار ہو جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ

چشمۂ خورشید را سازیم خشک	چشمۂ خوں رابفن سازیم مشک
میں چشمۂ آفتاب کو خشک کر دوں	خون کے چشمے کو ہنر سے مشک بنا دوں

چشمۂ الخ۔ یعنی چشمۂ خورشید کہ ہم خشک کر دیں اور چشمۂ خون کو فن سے ہم مشک بنادیں مطلب یہ کہ خورشید کے نور کو سلب کرلیں اس کی بھی ہم کو قدرت ہے اور خون سے مشک بناتے ہیں کہ خون آ ہو سے مشک بنتا ہے یہ سب ظاہر ہے اور فرماتے ہیں کہ

آفتاب و مہ چودو گاو سیاہ	یوغ بر گردن بہ بندد شاں الٰہ
سورج اور چاند دو کالے بیلوں کی طرح	ان کے کندھے پر اللہ (تعالیٰ) جوا باندھ دے

آفتاب الخ۔ یعنی آفتاب اور ماہتاب کو دو سیاہ بیلوں کی طرح کر کے ان کی گردن پر حق تعالیٰ جوا باندھ دیں تو اس کی بھی قدرت ہے اس لئے کہ سب اشیاء ان کے تابع اور ان کی مشیت کے مقید اور پابند ہیں پس جس طرح چاہیں کر دیں تو اگر حق تعالیٰ نے انسان میں سے کسی کو مقرب کر دیا ہو اور اس کو مراتب اعلیٰ پر پہنچا کر اس کی خواہشات نفسانی کو فنا کر کے فرشتوں سے بھی افضل کر دیا ہو تو اس میں استعجاب ہی کی کونسی بات ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ تو فاعل مختار ہیں جس طرح چاہتے ہیں تغیر اور ردو بدل کرتے ہیں لہٰذا انبیاء واولیا کی ظاہری صورت کو دیکھ کر انکار کمالات مت کرو کہ اس سے بعض مرتبہ دنیا میں بھی عذاب شدید ہوتا ہے اور عذاب آخرت تو ظاہر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے اسی مضمون پر ایک حکایت فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی معاند کافر نے قاری کو آیت ارایتم ان اصبح ماء کم غورا فمن یاتیکم بماء معین (یعنی اگر پانی نیچے زمین کی تہہ میں اتر جائے تو کون پانی کو وہاں سے لائے) پڑھتے ہوئے سنا تو بولا کہ فاینه بالمعول والمعین کہ ہم اس کو کدال وغیرہ سے نکال لیں گے یہ تو جو کچھ ہونا تھا ہولیا مگر اب رات کو جب سویا تو کسی نے ایک تھپڑ اس زور سے مارا کہ آنکھیں اندھی ہو گئیں (نعوذباللہ) اور کہا کہ ذھبنا بماء عینک فاته بالمعول والمعین یعنی ہم تیری آنکھ کا پانی اور روشنی لے گئے اب اس کو کدالوں سے نکال لے تو دیکھ چونکہ اس معاند نے صرف ظاہر ہی کو دیکھا اور اس کی اصل اور حقیقت پر نظر نہ کی تو اس کی اس کو یہ سزا ملی اور عذاب آخرت وہ الگ رہا۔ لہٰذا اولیاء اللہ کے کمالات کا انکار ان کے ظاہر کو دیکھ کر ہرگز نہ چاہیے۔ اب حکایت بھوکہ فرماتے ہیں کہ

شرح مبیبی

رحمت صد بران: خدا کی سینکڑوں رحمتیں اس بلقیس پر ہوں جس کو خدا نے باوجود عورت ہونے کے سومردوں کی عقل دی تھی جسکا ثبوت یہ ہے کہ ہدہد سلیمان علیہ السلام کی طرف سے خط اور کوئی نشان اور چند واضح کلمات لایا بلقیس نے ان جامع نکتوں کہ پڑھا اور قاصد کو اصلا بنظر تحقیر نہیں دیکھا چشم ظاہری نے تو اس کو ہدہد یعنی معمولی دیکھا مگر جان نے اس کو عنقا اور قابل قدر سمجھا اور جس نے گواسے کف دریا کی طرح ناچیز دیکھا مگر دل نے دریا سمجھا۔

عقل با حس زین: اس دورنگ طلسمات کے سبب عقل کی حس کے ساتھ یوں لڑائی رہتی ہے جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ابوجہل اور اس کے امثال کے ساتھ اس لئے کہ عقل ایک حکم صادق کوئی ہے اور حس اس کی تکذیب کرتی ہے اور اس کے خلاف حکم کرتی ہے کما مر اب حس کی غلطی کی ایک واضح مثال دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کفار نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف بشر دیکھا۔ یہ ان کی حس ظاہر کی غلط بینی تھی ورنہ واقع میں وہ صرف بشر نہ تھے بلکہ بشر بھی اور بشریت کے سوا نبی بھی تھے ان احمقوں نے لوازم بشریہ تو دیکھے اور بشریت کا حکم لگا دیا۔ یہ کیوں نہ دیکھا کہ آپ نے چاند کو دوٹکڑے کردیا۔ جو خواص نبوت سے ہے یعنی اس انشقاق محسوس سے نبوت غیر محسوسہ پر عقل سے کیوں نہ استدلال کیا اسلئے کہ ان کی عقل بھی مغلوب نفس ہو کر نفس ہوگئی تھی اور مغلوب حس ہو کر حس بن گئی تھی اب تم سمجھ گئے ہوگے کہ حس کیسی غلط بین ہے بس اس پر خاک ڈالو کیونکہ یہ دشمن عقل ودین ہے جیسا کہ ظاہر ہو چکا اور خدا نے جسم کو اندھا کیا ہے اور فرمایا ہے لھم اعین لا یبصرون بھا اور بت پرست (غلط بین) اور ہمارے عقول کے مخالف قرار دیا ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیے کیونکہ اس نے جھاگ تو دیکھے مگر دریا نہ دیکھا یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری صورت تو دیکھی اور باطنی حالت نہ دیکھی اور موجودہ حالت تو دیکھی مگر یہ نہ دیکھا کہ مستقبل میں ان کی حقیقت کا ظہور کس رنگ میں ہوگا اور عنداللہ ان کا کس درجہ تقرب ظاہر ہوگا اس سے زیادہ اور اس کی کوری کیا ہوگی کہ حال و مستقبل دنیا و آخرت کا

www.besturdubooks.wordpress.com

سرداراس کے سامنے ہے لیکن وہ اس کے خزانہ کمالات میں سے صرف ایک حقیر شے یعنی لوازم بشریہ کو دیکھتی ہے اور جواہر ثمینہ کو نہیں دیکھتی وہ ضرور ایک ذرہ مستفیض از آفتاب حق تھے مگر ان کی رسالت نے ان کو وہ شرف بخشا تھا کہ آفتاب ظاہری بھی اسیر دام اور مطیع و منقاد تھا وہ ضرور بحر وحدت کے ایک قطرہ تھے مگر اس بحر کی سفارت نے ان کی وہ عزت افزائی کی تھی کہ سات سمندر بھی اس کے پابند حکم تھے یہ اور ہرگز مستبعد نہیں ان کو تم ہرگز مستبعد نہ سمجھنا کیونکہ یہ اطاعت حق سبحانہ اور عبدیت کا فیض تھا اور اطاعت وعبدیت میں عجیب خاصیت ہے حتیٰ کہ اگر ایک مشت خاک اس کی مطیع ہو جائے تو اس خاک کے سامنے افلاک سر جھکا دیں دیکھو آدم علیہ السلام ایک مشت خاک ہی تو تھے مگر چونکہ مطیع حق سبحانہ تھے اس لئے مسجود ملائک ہوئے آخر وہ کیا بات تھی جس کے باعث آنکھ کھولتے ہی چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے وہی اطاعت وعبدیت دیکھو خاک کی خاصیت ہے کہ بوجہ اپنی کثافت کے پانی کے اوپر نہیں آسکتی اور تہہ میں بیٹھ جاتی ہے لیکن وہی خاک ایک لحہ میں عرش سے بھی تجاوز کر گئی۔(اشارہ الی المعراج الجسمانی للنبی صلی اللہ علیہ وسلم) کیوں محض عبدیت کے سبب اس سے معلوم ہو گیا کہ پانی کی لطافت جس کی باعث وہ خاک سے اوپر رہنا چاہتا ہے ذاتی نہیں ورنہ مٹی کو اس سے تفوق نہ ہوسکتا بلکہ حق سبحانہ جو کہ خالق اور عطا کنندۂ کمالات ہیں ان کی عطا تھی تب ہی تو وہ اس کے مقتضیات کو بدل دیتے ہیں اور مٹی کو پانی سے بلکہ ہوا سے اور نار سے بلکہ افلاک سے بھی اوپر پہنچا دیتے ہیں بے شک وہ حاکم قدیر ہیں اگر وہ ہوا و نار کو باوجود علوی ہونے کے سفلی کر دیں اور گل سے خار کو بڑھا دیں تو یہ ان کو زیبا ہے کیونکہ وہ حاکم مختار ہیں جو چاہتے ہیں کرتے ہیں ان کی قدرت کی تو یہ شان ہے کہ وہ درد کو دوا بنا سکتے ہیں پس اگر وہ آگ کو اور ہوا کو سفلی کر دیں اور بجائے شفافی اور صفائی اور لطافت کے تیرگی اور دردی اور سفلی کر دیں اور زمین و آب کو علوی کر دیں اور راہ آسمان کو پاؤں سے طے کر دیں تو کسی کو یہ تاب نہیں کہ کہہ سکے کہ یہ کیوں کیا بہت سے جگر اس راستہ میں خون ہو چکے ہیں اور اس کا راز دریافت کرنے کی کوشش میں خون جگر کھا چکے ہیں مگر کچھ نہ ہوسکا۔ ان تمام امور سے یقین ہو گیا کہ اے اللہ تو ہی جس کو چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور عزت کسی کی ذاتی نہیں چنانچہ دیکھ لو کہ آدم خاکی سے کہ کہا کہ باز وکھول اور جانب بالا پرواز کر اور جنت عالیہ میں یہ مقرب بن۔ حالانکہ خاک کی طبیعت تسفل کو مقتضی تھی اور آتشی سے کہا کہ جا ابلیس ہو جا اور ساتویں زمین کے نیچے رہ اور گمراہ کئے جا حالانکہ آتش کا مقتضا علو ہے اور فرمایا کہ آدم خاکی تو آسمان پر جا کر جنت میں مقرب ہو کر رہ اور ابلیس سے کہا تو تحت الثریٰ میں مردود ہو کر رہ اور فرماتے ہیں کہ ہم عناصر اربعہ اور علت اولیٰ نہیں کہ مؤثر بیک اثر بلا شعور ہوں یا فاعل ذی شعور باضطرار ہوں اور ایک معلول کو صادر کر کے وہ بھی باضطرار پھر خدائی سے ابد الآباد کے لئے دست بردار ہو جائیں بلکہ ہمارا تصرف اختیاری ہے جو ہمیشہ باقی ہے ہمارا کام بالکل بے نقص اور ٹھیک ہے اور ہماری تقدیر بعلت موجبہ یا بعلت غائیہ خاصہ نہیں بلکہ ہم اپنی عادت کو فوراً بدل سکتے ہیں اور سامنے سے اس غبار کو فوراً زمین میں بٹھلا سکتے ہیں۔ یعنی عادت جو ہمارے اختیار کا ایک پردہ ہو گئی ہے جس سے لوگوں کو شبہ ہو گیا ہے کہ ہم خلاف عادت کچھ کر ہی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

سکتے ہم اس کو بالکل اڑا کر اپنے اختیار کامل کو ظاہر کر سکتے ہیں اور ہم سمندر کو پر نار بنا سکتے ہیں اور آگ کو گلزار کر سکتے ہیں پہاڑ کو اون کی طرح ہلکا کر سکتے ہیں آسمان کو بلندی سے نیچے آنکھ کے سامنے لا سکتے ہیں ہم خورشید وماہ کو ملا سکتے ہیں اور قیامت میں ملا دیں گے اور ہم ان کا نور سلب کر کے ان کو دو ابر سیاہ کی مثل بنا سکتے ہیں اور بنائیں گے چشمہ خورشید کو آب سے ہم خشک کر سکتے ہیں چشمہ خون کو مشک بنا سکتے ہیں اور بناتے ہیں آفتاب وماہتاب دو سیاہ بیلوں کی طرح ہیں اور حق سبحانہ ان کی گردن پر اطاعت کا جوا رکھ کر جس طرف چاہیں چلا سکتے ہیں اور جو چاہیں کام لے سکتے ہیں۔

شرح شبّیری

انکار فلسفی بر قرآن ان اصبح ماء کم غوراً

قرآن کی آیت "اگر تمہارا پانی نیچے اتر جائے" پر فلسفی کا انکار

مقرئی میخواند از روئے کتاب	ماء کم غوراً ز چشمہ بندم آب
ایک قاری قرآن میں سے پڑھ رہا تھا	ماء کم غورا (یعنی) میں چشمہ سے پانی بند کر دوں

مقرائے الخ۔ یعنی ایک قاری قرآن شریف میں سے آیت ماء کم غورا (جس کے معنی ہیں) بند کر دوں میں پانی کو پڑھ رہا تھا اور فرماتے ہیں کہ اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ

آب را در غور اگر پنہاں کنم	چشمہا را خشک و خشکستاں کنم
اگر پانی کو گہرائی میں پوشیدہ کر دوں	چشموں کو خشک اور ریگستان بنا دوں

آب را الخ۔ یعنی پانی کو غاروں میں پوشیدہ کر دوں اور چشموں کو خشک اور خشکستان کر دوں۔

آب را در چشمہ کہ آرد دگر	جز من بیمثل با فضل و خطر
(تو) پانی کو چشمہ میں دوسرا کون لا سکتا ہے؟	مجھ بے مثال بزرگ اور عظیم کے علاوہ

آب را الخ۔ یعنی پھر پانی کو چشمہ سے کون دوبارہ باہر نکالے سوائے مجھ بے مثل اور با فضل و خطر کے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر ہم پانی کو خشک کر دیں تو پھر ہمارے سوا کون ایسا قادر ہے جو اسے جاری کر لے اور کہیں سے لے آئے وہ قاری صاحب تو یہ پڑھ رہے تھے اور ایک فلسفی صاحب وہاں کو جا رہے تھے اسکو فرماتے ہیں کہ

فلسفی منطقی مستہاں	میگذاشت از سوئے مکتب آں زماں
ایک ذلیل فلسفی منطقی	اس وقت مکتب کی جانب سے گذر رہا تھا

فلسفی الخ: یعنی ایک فلسفی منطقی ذلیل مکتب کی طرف سے اس وقت گزر رہا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ بشنید آیت او از ناپسند	گفت آریم آب را ما باکلند
جب اس نے آیت سنی تو ناپسندیدگی سے	بولا کہ ہم پھاوڑے سے پانی نکال لائیں گے

چونکہ الخ۔ یعنی جب اس فلسفی نے اس آیت کو اس قاری سے آواز بلند سے سنا تو بولا کہ ہم پانی کو کسی کدال سے نکال لائیں گے اور بولا کہ

ما بزخم بیل و تیزی تبر	آب را آریم از پستی زبر
ہم بیلچے کی ضرب اور تبر کی تیزی سے	پانی کو نیچے سے اوپر لے آئیں گے

مابزخم الخ۔ یعنی ہم بیلچہ کے زخم سے اور کلہاڑی کی تیزی سے پانی کو پستی سے اوپر لے آئیں گے۔ (احمق الناس یہ سمجھا کہ ایک حد معین تک نیچے ہو جائے گا وہاں سے نکال لائیں گے) آخر یہ نتیجہ ہوا کہ

شب بخفت و دید او یک شیر مرد	زد طپانچہ ہر دو چشمش کور کرد
وہ رات کو سویا اور اس نے ایک بہادر مرد کو دیکھا	اس (مرد) نے اسکے منہ پر طمانچہ مارا دونوں آنکھوں کو اندھا کر دیا

شب الخ۔ یعنی رات کو سویا تو ایک شیر مرد کو دیکھا اس نے ایک طمانچہ مارا اور اس کی آنکھیں اندھی کر دیں۔

گفت زیں دو چشمہ چشم اے شقی	باتبر نورے برآر ار صادقی
اس نے کہا اے بدبخت! آنکھوں کے ان دو چشموں سے	اگر تو سچا ہے تو تبر کے ذریعہ روشنی نکال لے

گفت الخ۔ یعنی اس شیر مرد نے کہا کہ اس آنکھ کے دونوں چشموں سے اے شقی کلہاڑی سے نور نکال لے اگر صادق ہے تو یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ اس نے تو اس پانی ظاہری کو کہا تھا کہ ہم کدال وغیرہ سے نکال لیں گے آب چشم کو تھوڑا ہی کہا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں کدال وغیرہ سے بھی مراد یہ کدال متعارف نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جو آلات کہ اس کے لئے متعارف ہیں ان کو کام میں لا اور ان سے اس آب کو جاری کر لے اللہ بچائے خدا پناہ میں رکھے۔ عناد عن الحق اور عناد اھل حق بہت بری اور نقصان دہ شے ہے کہ اس سے نقصان ظاہری و باطنی دونوں ہیں اے اللہ مجھے گناہوں سے بچا اور ہمت دے۔ اور اپنی اور اپنے اولیاء اور انبیاء کی محبت دے آمین یارب العالمین۔

روز گشت و چشم خود را کور دید	نور فائض از دو چشمش ناپدید
دن ہو گیا اور اس نے اپنی آنکھوں کو اندھا دیکھا	بہنے والا نور اس کی دونوں آنکھوں سے غائب ہو گیا

روز الخ۔ یعنی صبح کو اٹھا تو دونوں آنکھیں اندھی دیکھیں اور نور فائض کو دونوں آنکھوں سے غائب پایا تو دیکھو لوکہ اس بے ادبی کی کس قدر سخت سزا ملی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر بنالیدے و مستغفر شدے	نور رفتہ از کرم ظاہر شدے
اگر وہ روتا اور توبہ کرنے والا ہوتا	تو مہربانی کی وجہ سے گیا ہوا نور ظاہر ہو جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بنالیدے الخ۔ یعنی اگر یہ روتا اور استغفار کرتا تو نور گیا ہوا حق تعالیٰ کے کرم سے ظاہر ہو جاتا مطلب یہ کہ اگر اس گستاخی سے توبہ کر لیتا تو گناہ معاف ہو جاتا اور عذاب زائل ہو جاتا آگے فرماتے ہیں کہ

لیک استغفار ہم در دست نیست	ذوق توبہ نقل ہر سرمست نیست
لیکن توبہ بھی اپنے بس میں نہیں ہے	توبہ کا ذوق ہر مست کا چبینا نہیں ہے

لیک الخ۔ یعنی لیکن استغفار بھی قدرت میں نہیں ہے اور توبہ کا ذوق ہر سرمست کا جھوٹا نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ وہ توبہ تو کر لیتا مگر توبہ بھی تو اختیار میں نہیں ہے توبہ بھی تو جب ہی نصیب ہوتی ہے جبکہ توفیق ہو اس لئے کہ توبہ کہتے ہیں کسی فعل پر قلب کے منفعل اور نادم ہونے کو تو اگر بالفرض والحال مان لیا جائے کہ زبان سے کہنا اس کے اختیار میں ہو تو اس انفعال اور ندامت کو کہاں سے لائے گا جو توبہ کے لئے جزو اعظم ہے اس لئے کہ گناہ کرنے سے اول قلب پر سیاہی جمتی ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ سے غایت بعد ہو جاتا ہے اور پھر بھی اگر اس پر اصرار ہوتا ہے تو نعوذ باللہ حق تعالیٰ سے عناد اور بغض ہو جاتا ہے والعیاذ باللہ یہ بہت سخت بات ہے حق تعالیٰ ہی اس سے بچائیں تو بچ سکتا ہے لہٰذا گناہ کر کے یہ سمجھنا کہ توبہ کر لیں گے بڑی غلطی ہے اس لئے کہ بعض مرتبہ توبہ نصیب نہیں ہوتی اور اسی حالت پر خاتمہ ہو جاتا ہے اور کافر مرتا ہے والعیاذ باللہ گناہ ذرا سا بھی بہت بری شے ہے جیسا کہ آگ کی چنگاری کہ اگر بہت سی آگ ہے تب تو وہ کپڑے میں رکھتے ہی سب کو جلا کر بھون کر خاک کر دے گی اور اگر چھوٹی سی چنگاری ہے تو وہ اگرچہ تھوڑی دیر میں جلا دے گی مگر جلا دے گی تو ہاں اگر اس کا تدارک کر دیا گیا کہ مثلاً اس پر پانی ڈال دیا گیا تو بے شک وہ آگے نہ بڑھنے پائے گی۔ اس طرح گناہ کی حالت ہے کہ اول مرتبہ وہ بہت چھوٹا سا قلب پر داغ ہوتا ہے لیکن جب وہ بڑھ جاتا ہے اور اس کا تدارک توبہ سے نہیں کیا جاتا تو وہی مہلک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح چونکہ اس فلسفی کا عناد غایت درجہ کو پہنچ گیا تھا اس لئے اس کو بھی توفیق توبہ کی نہ ہوئی۔ نعوذ باللہ منہ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

زشتی اعمال و شومی جحود	راہ توبہ بر دل او بستہ بود
بد اعمالی اور انکار کی بدبختی نے	توبہ کا راستہ اس کے دل پر بند کر دیا تھا

زشتی اعمال الخ۔ یعنی زشتی اعمال اور انکار (حق) کی نحوست کی وجہ سے توبہ کا راستہ اس کے دل پر بند ہو گیا تھا۔

دل بسختی ہمچو روئے سنگ گشت	چوں شگافد توبہ آں را بہر کشت
دل سختی کی وجہ سے پتھر کی سطح کی طرح بن گیا	توبہ کھیتی کیلئے اس کو کس طرح پھاڑے؟

دل بہ سختی الخ۔ یعنی دل تو سختی کی وجہ سے پتھر کی طرح ہو گیا تھا تو توبہ اس کو کھیتی کے لئے کس طرح پھاڑے۔ مطلب یہ کہ اگر قلب میں کچھ بھی صلاحیت و نرمی ہوتی تو ضرور توبہ سے کام چل جاتا مگر جب عناد اور قساوت قلب انتہا درجہ کو پہنچ گیا تھا تو اس میں وہ بے چاری توبہ ہی کیا اثر کرتی اور کس طرح انوار کو پیدا کرتی آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں شعیبےؑ کو کہ تا او از دعا	بہر کشتن خاک سازد کوہ را
(حضرت) شعیبؑ جیسا کوئی کہاں ہے کہ وہ دعا سے	پہاڑ کو بونے کے لئے مٹی بنا دے

چون شعیبی الخ۔ یعنی حضرت شعیب علیہ السلام کی طرح کون ہے کہ جو دعا سے پہاڑ کو کھیتی کے لئے نرم کر دے۔ کسی روایت کی طرف اشارہ ہے جو کہ نظر سے نہیں گزری کہ حضرت شعیبؑ کی دعا کی برکت سے پہاڑ قابل کھیتی کے ہوگیا تھا تو فرماتے ہیں کہ ویسے مبارک اور برگزیدہ نفوس کہاں ہیں کہ جو اس قساوت قلب کو دور کر کے نرم کردیں اور انوار و معارف کو قلب میں بھر دیں جب کوئی ایسا نہیں ہے تو توبہ کس طرح نصیب ہوتی آگے ایک اور مثال اسی کے مثل فرماتے ہیں کہ

از نیاز و اعتقاد آں خلیل	گشت ممکن امر صعب مستحیل
اس پیارے کی عاجزی اور اعتقاد کی وجہ سے	سخت ناممکن کام ممکن بن گیا

از نیاز و اعتقاد الخ۔ یعنی حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے اعتقاد اور نیاز کی وجہ سے ایک امر سخت اور محال ممکن ہوگیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چونکہ اعتقاد پختہ تھا اس لئے آگ گلزار ہوگئی جو ایک محال اور غیر ممکن بات تھی تو یہ صرف اس لئے تھا کہ ان کا قلب مبارک نرم اور حق تعالیٰ کے سامنے خاشع خاضع تھا اور فرماتے ہیں کہ

یا بدریوزہ مقوقس از رسول	سنگلاخے مزرعے شد با وصول
یا مقوقس کی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے درخواست کی وجہ سے	پتھریلی زمین پیداوار والا کھیت بن گئی

یا بدریوزہ الخ۔ یعنی یا کہ مقوقس بادشاہ کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے ایک سخت زمین قابل زراعت اور باوصول ہوگئی تھی (کہ اس سے محصول وغیرہ وصول ہونے لگا تھا) مطلب یہ کہ مقوقس بادشاہ نے جبکہ سوال کیا اور عاجزی کی تو اس کی یہ برکت ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے ایک بنجر زمین قابل زراعت ہو گئی یہ روایت بھی کہیں نظر سے نہیں گزری۔ مقوقس ایک بادشاہ ہے جس نے کہ قاصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عزت کی تھی مگر مسلمان نہ ہوا تھا تو یہ ساری برکتیں عاجزی اور انکساری اور نرم دلی کی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

ہمچنیں برعکس آں انکار مرد	مس کند زر را و صلحے را نبرد
اسی طرح انسان کا انکار الٹا	سونے کو تانبا اور صلح کو جنگ بنا دیتا ہے

ہمچنین برعکس الخ۔ یعنی اسی طرح برعکس اس کے اس کے انکار پر سونا تانبا ہوجائے اور صلح لڑائی ہوجائے۔ مطلب یہ اگر قلب قاسی اسی حد سے دعا بھی کرے تو اس کا بھی اثر الٹا ہی ہوتا ہے کہ جو دوسرے کو توبہ سے انوار ہوتے اس کے حق میں وہی دعا مہلک اور نقصان دہ ہوتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کہربائے مسخ آمد ایں دعا	خاک قابل را کند سنگ وحصیٰ
یہ (بداعتقادی کی) پکار مسخ کی کہربا ہے	جو (کھیتی کے) قابل زمین کو پتھر و کنکر بنا دیتی ہے

کہربائے مسخ الخ۔ یعنی یہ دعا مسخ کو کھینچنے والی ہوتی ہے اور خاک قابل کو بھی پتھر اور کنکر ہی کر دیتی ہے مطلب یہ کہ اس کا اثر الٹا ہی ہوتا ہے کہ بجائے انوار کے ظلمت پیدا ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ

ہر دلے را سجدہ ہم دستور نیست	مزد رحمت قسم ہر مزدور نیست
ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے	ہر مزدور کی مزدوری کا رحمت میں حصہ نہیں ہے

ہر دلے را سجدہ الخ۔ یعنی ہر دل کو سجدہ کرنے کی بھی اجازت نہیں ہے اور مزدوری رحمت ہر مزدور کا حصہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اصل یہ ہے کہ جیسا کہ اوپر کہا ہے کس "لیک استغفار ہم در دست نیست" الخ عاجزی اور نرمی قلب بھی قدرت میں نہیں ہے بلکہ ہندی کی مثل مشہور ہے کہ جس کو پیا چاہے وہی سہاگن لہٰذا اس بھروسہ پر کہ توبہ کر لیں گے ہرگز گناہ مت کرو اس لئے کہ معلوم نہیں کہ حقیقت توبہ نصیب ہو یا نہ ہو اور وہ انفعال قلبی جو کہ توبہ میں اصل مقصود ہے حاصل ہو یا نہ ہو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

ہیں بہ پشت آں مکن جرم و گناہ	کہ کنم توبہ در آیم در پناہ
خبردار اس کے بھروسہ جرم اور گناہ نہ کر	کہ میں توبہ کر لوں گا پناہ میں آ جاؤں گا

ہین بہ پشت آن الخ یعنی اس بھروسہ پر جرم و گناہ ہرگز مت کرو کہ توبہ کرلونگا اور پناہ (حق) میں آجاؤنگا اس لئے کہ

می باید تاب و آبے توبہ را	شرط شد برق وسحابے توبہ را
توبہ کے لئے سوزش اور آنسو درکار ہیں	توبہ کے لئے بجلی اور ابر شرط ہے

می باید تاب الخ۔ یعنی توبہ کے لئے ایک سوزش کی ضرورت اور ایک بارش کی اس لئے کہ توبہ کی شرط ہی برق اور سحاب آئی ہے۔ مطلب یہ کہ توبہ کے لئے ضروری ہے کہ احتراق وانفعال قلب مع تحرک لسان کے ہو اسباب ظاہری بھی ہوں اور اسباب باطنی کہ تحرق قلب اور ندامت اور (انفعال ہے) بھی ہوں اور یہ اختیار میں نہیں ہے پھر کس بوتہ پر اور کس بھروسہ پر گناہ کرتے ہو۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

آتش و آبے بباید میوہ را	واجب آمد ابر و برق ایں شیوہ را
میوے کے لئے گرمی اور پانی چاہیے	اس طریقہ کے لئے۔ ابر اور برق ضروری ہے

آتش و آبے الخ۔ یعنی پانی اور گرمی میوہ (کی پختگی) کے لئے ضروری ہیں اور اس طریقہ کے لئے ابر و برق ضروری ہے جب تک حرارت اور پانی دونوں درخت کو نہ پہنچیں اس وقت تک میوہ پختہ ہی نہیں ہو سکتا جیسا کہ ظاہر ہے پس اسی طرح قلب کے کرنے کے لئے اور اخلاق حمیدہ کو پختہ کرنے کو اور قلب کی قساوت کے دور کرنے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے بھی ایک گرمی اور دوسرے پانی کی ضرورت ہے اور وہ گرمی تو تحرق قلب ہے اور وہ پانی اس کے لئے گریہ اور آب چشم ہے۔ جب گناہ پر انفعال ظاہری اور باطنی دونوں ہونگے تو اثر یعنی ترقی ضرور حاصل ہوگی اسی کو فرماتے ہیں کہ

تانباشد برق دل و آب دو چشم	کے نشیند آتش تہدید و خشم
جب تک دل کی بجلی اور دونوں آنکھوں کا پانی نہ ہو	دھمکی اور غصہ کی آگ کب فرو ہو سکتی ہے؟

تانباشد برق الخ۔ یعنی جب تک کہ دل کی جلن اور دونوں آنکھوں کا پانی نہ ہو غصہ اور سختی کی آگ کیا بیٹھ سکتی ہے مطلب وہی کہ جب تک انفعال کلی نہ ہو اسوقت تک حق تعالیٰ کے غصہ اور ان کی سختی کی آگ کب بجھ سکتی ہے آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

تانباشد گریۂ ابر از مطر	تانباشد خندۂ برق اے پسر
جب تک ابر کا رونا بارش کے ذریعہ نہ ہو	اے صاحبزادے! جب تک بجلی کا قہقہہ نہ ہو

تانباشد گریہ ابر الخ۔ یعنی اے صاحبزادے جب تک ابر کا گریہ مطر سے نہ ہو اور جب تک کہ برق کا خندہ نہ ہو یعنی خود برق ہی نہ ہو اس کے خندہ سے مراد اس کی چمک ہے مطلب یہ کہ جب تک ابر و برق نہ ہو

کے بروید سبزۂ ذوق وصال	کے بجوشد چشمہا ز آب زلال
وصال کے ذوق کا سبزہ کب اگتا ہے؟	نیز پانی کے چشمے کب جوش میں آتے ہیں؟

کے بروید سبزۂ الخ۔ یعنی ذوق وصال کے سبزے کب جم سکتے ہیں اور آب زلال کے چشمے کب جوش مار سکتے ہیں مطلب یہ کہ بہار کب آسکتی ہے جب تک کہ بارش نہ ہو۔ اسی طرح حق تعالیٰ کا وصل کب حاصل ہو سکتا ہے اور ان کی رحمت کے چشمے کب جوش مار سکتے ہیں جب تک کہ عصیان پر انفعال کلی نہ ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

کے گلستاں راز گوید با چمن	کے بنفشہ عہد بندد با سمن
گلستان چمن سے راز کب کہتا ہے؟	بنفشہ سمن کے ساتھ دوستی کب کرتا ہے؟

کے گلستان راز الخ۔ یعنی گلستان چمن سے کب راز کہے اور بنفشہ سمن کے ساتھ کب عہد باندھے کے خیار کف کشاید الخ۔ یعنی کب چنار دعا کے لئے ہاتھ کھولے اور کب کوئی درخت میوہ کو جھاڑے۔

کے چنارے کف کشاید در دعا	کے درختے سر فشاند در ہوا
دعا کے لئے چنار ہاتھ کب پھیلاتا ہے؟	ہوا میں درخت کب جھومتا ہے؟
کے شگوفہ آستین پر نثار	برفشاندن گیرد ایام بہار
نچھاور سے بھری ہوئی آستین شگوفہ کب	بکھیرتا ہے موسم بہار میں؟

کے شگوفہ آستین الخ۔ یعنی کب شگوفہ آستین پر نثار کو ایام بہار پر جھاڑنا شروع کرے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کے فروزد لالہ را رخ ہمچو خوں	کے گل از کیسہ برآرد زر بروں
خون جیسے (رنگ) سے لالہ چہرے کو کب چمکاتا ہے؟	پھول تھیلی سے سونا کب نکالتا ہے؟

کے فروزد لالہ را الخ۔ یعنی لالہ کا منہ خون کی طرح کب چمکے اور پھول تھیلی میں سے سونا کب نکالے مطلب یہ کہ غنچہ سے شگفتہ کب ہوسکتا ہے اگر بہار نہ ہو۔

کے بیاید بلبل و گل بوکند	کے چو طالب فاختہ کوکو کند
بلبل کب آئے اور پھول کو سونگھے؟	عاشق کی طرح فاختہ کہاں ہے کہاں کب کرے؟

کے بیاید بلبل و گل الخ۔ یعنی کب بلبل آوے اور پھول کو سونگھے اور کب فاختہ طالب کی طرح کوکو کرے۔ چونکہ کوکو کے معنی ہیں کہاں کہاں اس لئے اس کو طالب سے تشبیہ دیدی کہ گویا مطلوب کو تلاش کررہی ہے۔

کے بگوید لک لک آں لکلک بجاں	لک چہ باشد ملک تست اے مستعاں
لق لق لک لک (دل اور) جان سے کب کہے؟	لک کیا ہوتا ہے؟ اے مددگار ملک تیرا ہے

کے بگوید لک الخ۔ یعنی لقلق کب لک لک کہے جان سے (آگے لطیفہ فرماتے ہیں کہ) لک کیا ہوتا ہے الملک لک اے مستعان. مطلب یہ کہ وہ جو لک لک کہتا ہے اور اس کے معنی ہیں کہ الملک لک اے اللہ ملک تیرا ہی ہے۔

کے نماید خاک اسرار ضمیر	کے شود چوں آسماں بستان منیر
زمین دل کے راز کب ظاہر کرے؟	باغ آسمان جیسا روشن کب ہے؟

کے نماید خاک الخ۔ یعنی خاک پوشیدہ اسرار کو کب ظاہر کرے اور باغ آسمان کی طرح چمکدار کب ہو تو یہ کل بہاریں اور ثمار جب تک کہ بارش نہ ہو اور بجلی نہ چمکے اس وقت تک ہرگز بھی ظاہر نہیں ہوسکتے اسی طرح جس وقت توبہ کے اندر تحرق قلب نہ ہو اور آنکھ سے آنسو جاری نہ ہوں اس وقت تک انوار و فیوض و برکات کب حاصل ہوسکتے ہیں توبہ کی برکت تو اسی کو نصیب ہوگی کہ جو کہ توبہ کی حقیقت کو بجالایا ہو اور عصیان پر بارش کی طرح آنسو بہائے ہوں اور بجلی کی طرح قلب تڑپا ہو اور جلا ہو اور بے کل ہوا ہو اور جب تک یہ نہیں ہے اس وقت تک ہرگز اس کی حقیقت اور اس کے برکات کو حاصل نہیں کرسکتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

از کجا آوردہ اند ایں حلہا	من کریم من رحیم کلہا
یہ پوشاکیں کہاں سے لائے ہیں؟	سب کی سب کریم (اور) رحیم کی جانب سے ہیں

از کجا آوردہ اند الخ۔ یعنی یہ سارے حلے کہاں سے لائے ہیں یہ سارے ایک کریم رحیم کے پاس سے لائے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ مطلب یہ کہ اوپر جو باغ و بہار کو بیان کیا گیا ہے اور مختلف الوان بیان کئے گئے ہیں کوئی کسی رنگ میں ہے اور کوئی کسی میں یہ سب کے سب حق تعالیٰ کی دین ہے۔ بس وہاں سے ملے ہیں اور یہ سب عطائے حق ہے اور فرماتے ہیں کہ

آں لطافتہا نشان شاہدیست	ایں نشانہا پائمرد عابدیست
وہ پاکیزگیاں محبوب کی نشانی ہیں	یہ نشانیاں عابد کی مددگار ہیں

ان لطافتہا الخ۔ یعنی یہ لطافتیں ایک ایسے محبوب کی نشانیاں ہیں کہ اس پر ہر دم سینکڑوں جانیں فدا ہیں کہ ان نشانیوں سے اس کی ذات پر استدلال ہوتا ہے اور مصنوعات کے دیکھنے سے کمال صانع اور وجود صانع پر استدلال ہوتا ہے مگر ان استدلال کرنے والوں میں بھی فرق ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

آں شود شاد از نشاں کو دیدہ شاہ	چوں ندید او را نباشد انتباہ
نشانی سے وہ خوش ہوتا ہے جس نے شاہ کو دیکھا ہو	جب اس کو نہ دیکھا ہو آگاہی نہ ہو گی

آن شود شاد الخ۔ یعنی نشانی سے تو وہ خوش ہوتا ہے کہ جس نے بادشاہ کو دیکھا اور جب اس کو نہ دیکھا تو اس سے متنبہ نہ ہوگا مطلب یہ ہے کہ اگرچہ مصنوعات صانع کے وجود اور کمال پر دال ہیں لیکن استدلال کرنے والوں میں فرق ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ ایک تو وہ شخص ہے کہ جس نے بادشاہ کو دیکھا ہے اور اس کے بعد وہ اس کی تصویر کو دیکھے تو اس شخص کے سامنے بالکل وہی فوٹو کھنچ جائے گا کہ وہ جود و کرم کر رہا ہے اور اس نے مجھ پر لاکھوں احسانات کئے ہیں وغیرہ ذلک غرضیکہ اس پر تو ایک وجد کی حالت ہوگی اور بے حد خوش ہوگا اور دوسرا وہ شخص ہے کہ جس نے بادشاہ کو کبھی نہیں دیکھا بلکہ آج اول مرتبہ اس کی تصویر دیکھی ہے تو وہ صرف یہ دیکھے گا کہ اس کے اندر کس قدر نقش و نگار ہیں اور دیکھو اس کی اچکن کی بیل کس قدر اچھی ہے۔ وغیرہ ذلک مگر اس کو اس کے دیکھنے سے کوئی لطف خاص حاصل نہیں ہوا اور وہ اس پہلے شخص پر ہنستا ہے کہ بھلا دیکھو کہ اس میں کیا رکھا ہے کہ جس کو دیکھ کر اس کی یہ حالت ہوگئی مگر افسوس کہ اس کو ان انعامات اور احسانات کی خبر بھی نہیں ہے اور یہ صرف اس کی ظاہر تصویر ہی کو دیکھ رہا ہے اس کے اوصاف و کمالات پر مطلق نظر ہی نہیں ہے اسی طرح جو شخص کہ حق تعالیٰ کا قرب حاصل کر چکا ہو اور فنا ہو چکا ہو وہ تو ان مصنوعات کو دیکھ کر وجد میں آجائے گا اور کہے گا کہ

ع حسن خویش از روئے خوبان آشکارا کردۂ

غرضیکہ فرماتے ہیں کہ جس نے چاشنی وصل چکھی ہو وہ ان چیزوں سے لطف حاصل کر سکتا ہے ورنہ دوسرے کو کیا خبر ہو سکتی ہے۔ کہ یہ چیزیں کس پر دال ہیں وہ تو صرف ان چیزوں کی خوبی کو دیکھے گا اور دوسرا اس کی خوبی سے اس کے بنانے والے کی خوبی کو دیکھے گا تو ان دونوں میں جو فرق ہو گا وہ ظاہر ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

روح آنکس کو بہنگام الست	دید رب خویش و شد بے ہوش و مست
اس شخص کی روح جس نے الست کے وقت	اپنے رب کو دیکھا اور مست و بے خود ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

روح آنکس کوالخ۔ یعنی اس شخص کی روح خوش ہوگی کہ جس نے الست کے وقت اپنے رب کو دیکھ لیا اور بے خود اور مست ہوگیا۔ مطلب یہ کہ ان مصنوعات کے دیکھنے سے اس کی روح خوش ہوگی اور وہ شخص شاداں و فرحان ہوگا کہ جو ازل ہی سے فنا ہو چکا ہو اور حق تعالیٰ کے قرب و دیدار سے مشرف ہو چکا ہو آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

او شناسد بوئے مے کومی خورد	چوں نخورد او مے چہ داند بوئے کرد
شراب کی بو وہ پہچانتا ہے جو شراب پئے	جب اس نے شراب پی نہیں وہ سونگھنا کیا جانے؟

او شناسد بوئے کہ الخ۔ یعنی شراب کی بو کو وہ پہچان سکتا ہے کہ جس نے شراب پی ہو اور جب پی ہی نہ ہو تو وہ کیا تمیز کرسکتا ہے اسی طرح جس نے کبھی حق تعالیٰ کی تجلیات و انوار کو دیکھا ہو اور جس کو قرب حاصل ہوا ہو وہ تو نشانیوں سے پہچان لے گا کہ یہ اس کی نشانی ہے اور جس نے کبھی دیکھا ہی نہ ہو بلکہ کبھی پاس بھی نہ پھٹکا ہو اس کو کیا خبر کہ یہ کس کی نشانی ہے اور کس پر دال ہے۔ ہاں خود اس نشانی ہی میں کچھ تھوڑی بہت خوبی بیان کرسکتا ہے ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ

زانکہ حکمت ناقۂ ضالہ است	ہمچو دلالہ شہاں را دالہ است
کیونکہ دانائی گم شدہ اونٹنی ہے	دلالہ کی طرح شاہوں کے لئے رہنما ہے

زانکہ حکمت الخ۔ یعنی اسلئے کہ حکمت مومن کے لئے گم شدہ چیز ہے مثل اس دلالہ کے کہ بادشاہ کو بتلانے والی ہے حدیث میں ہے کہ کلمة الحق ضالة المومن تو جس طرح مومن کے سامنے جب کوئی کلمہ حق کہا جاتا ہے تو اس کا قلب فوراً اس کو قبول کرلیتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہلے سے بھی دل ہی میں تھا لیکن ذہول تھا ورنہ اگر پہلے سے دل میں نہ ہوتا تو پھر اس کا تصدیق کرنا اور اس کو مان لینا اس کے کیا معنی ہیں تصدیق تو اسی شے کی ہوتی ہے جو کہ پہلے سے معلوم ہو۔ اسی طرح آیات حق کو دیکھ کر ذات حق پر دلالت ہوتی ہے اور وہ پہلے سے بھی قلب میں تھی مگر اس سے ذہول ہونے کی وجہ سے التفات نہ تھا اور جبکہ کوئی نشانی سامنے آگئی تو اب فوراً اس ذات کی طرف توجہ ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ وہی ہے کہ جس کو روز الست دیکھا تھا۔ اور یہ بات ہر مسلمان کو حاصل ہے اس لئے کہ جن کو ذہول کم ہوتا ہے ان کو صرف آیت کے دیکھنے سے التفات ہو جاتا ہے اور جن کو ذہول زیادہ ہوتا ہے انکو زبان سے کہہ دینے سے متنبہ ہو جاتا ہے۔ اور فوراً اس طرف التفات ہو جاتا ہے۔ تو اگر پہلے سے ذات کو جانتے نہیں تو یہ التفات آخر کس کی طرف ہے غرض کہ اختلاف استعداد سے اختلاف ہوتا ہے ورنہ یہ حالت تمام مسلمانوں کے اندر عام ہے خوب سمجھ لو۔ آگے ایک اور مثال دیتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مثلاً تم کو کسی کام کی ضرورت ہے اور اس کے لئے تم دعائیں کر رہے ہو اور اس کی طلب میں بہت ہی بے چین ہو حتیٰ کہ جب تم رات کو سوؤ تو ایک شخص آکر تم کو بشارت دے کہ تمہارا کام کل ہو جائے گا اور میرے اس قول کے صحیح ہونے کی علامت ہے کہ میں تم سے ایک بات کہتا ہوں جو کہ کل ہی صادق ہوگی بس اگر وہ صادق ہو تو میرے اس قول کو بھی سچ ماننا ورنہ غلط سمجھنا اور وہ یہ ہے کہ کل صبح فلاں شخص جو کہ ایسی ایسی صورت کا ہوگا تمہارے سامنے آئے گا اور وہ سوار بھی ہوگا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تم کو دیکھے گا تو ہنسے گا بھی اور تم سے بغلگیر بھی ہوگا اور سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ تم کل کو اس خواب کو اگر کسی کے سامنے ظاہر بھی کرنا چاہو گے تو ظاہر نہ کر سکو گے اور تمام باتیں کرو گے مگر جب اس کو زبان پر لاؤ گے فوراً زبان بند ہو جائے گی وغیرہ غرضکہ اس نے خوب نشانیاں بتائیں اب جو صبح ہوئی تو تم اس علامت کی تلاش میں چلے یہاں تک کہ تلاش کرتے کرتے وہ مل بھی گیا اور ساری نشانیاں پوری ہو گئیں تو اب تمہاری یہ حالت ہے کہ لوٹتے ہو اور مارے خوشی کے پھولے نہیں سماتے۔ تم کو اس پر وجد ہے کہ بس نشانی تو پوری ہو گئی ہے اب مقصود بھی حاصل ہو جائے گا لیکن دوسرا شخص جس نے یہ نشانی نہیں دیکھی وہ تمہاری اس حالت پر متعجب ہے کہ یہ تو مثل دوسروں کے ایک سوار ہے پھر اس کو دیکھ کر اس کی یہ حالت کیوں ہے تو اگر تم کو اس کا تعجب معلوم ہو تو تم اس سے یہ ہی کہو کہ من کہ بکچند زدم مہر خموشی برلب تو چہ دانی کہ درین پردہ چہ سودا کردم + اسی طرح جن کو قرب حق نصیب ہے وہ ان مصنوعات کو دیکھتے ہیں اور ان کے لئے یہ چیزیں آئینہ جمال حق ہوتی ہیں اور دوسرے کے لئے حسن ظاہری ہی ہوتا ہے اس کو اس ذات کی کیا خبر کہ جس پر ان کی دلالت ہے اب اشعار سے سمجھ لو کہ فرماتے ہیں کہ

تو بہ بینی خواب در یک خوش لقا	کو دہد وعدہ و نشانے مر ترا
تو خواب میں ایک حسین کو دیکھتا ہے	جو تجھے وعدہ اور نشانی عطا کرتا ہے

تو بہ بینی خواب الخ۔ یعنی تم خواب میں ایک خوش لقا کو دیکھو کہ وہ تم کو ایک وعدہ اور ایک نشانی دے۔

کہ مراد تو شود اینک نشاں	کہ بہ پیش آید ترا فردا فلاں
کہ تیرا مقصد پورا ہو جائے گا' یہ نشانی ہے	کہ فلاں شخص کل تیرے سامنے آئے گا

کہ مراد تو الخ۔ یعنی کہ مراد تیری (حاصل) ہوگی اور نشانی یہ ہے کہ کل کو تیرے سامنے فلاں آئے گا۔

یک نشانے آنکہ او باشد سوار	یک نشانے کہ ترا گیرد کنار
ایک نشانی یہ ہے کہ وہ سوار ہو گا	ایک نشانی یہ ہے کہ تجھ سے بغلگیر ہو گا

یک نشانے آنکہ الخ۔ یعنی اور ایک نشانی یہ کہ وہ سوار ہوگا اور ایک نشانی یہ کہ تجھ کو کنار میں لے گا۔

یک نشانی کہ بخندد پیش تو	یک نشاں کہ دست بندد پیش تو
ایک نشانی یہ ہے وہ تیرے سامنے ہنسے گا	ایک نشانی یہ ہے کہ وہ تیرے سامنے ہاتھ باندھے گا

یک نشانے کہ الخ۔ یعنی ایک نشانی یہ کہ وہ تمہارے سامنے ہنسےگا اور ایک نشانی یہ کہ وہ تمہارے سامنے ہاتھ باندھےگا۔

یک نشانے آنکہ ایں خواب از ہوس	چوں شود فردا نگوئی پیش کس
ایک نشانی یہ ہے کہ وہ خواب فاش سے	کل جب ہو گی تو کسی سے نہ کہہ سکے گا

یک نشانی آنکہ الخ۔ یعنی ایک نشانی یہ ہے کہ یہ خواب ہوس کی وجہ سے جب کل ہوگی تو کسی سے تم کہہ نہ سکو گے اس سے مراد یہ کہ جیسے عجیب خواب کے بیان کی ہوس ہوتی ہے اس طرح اس کو بیان ہی نہ کر سکو گے اور قرآن شریف

www.besturdubooks.wordpress.com

میں بھی جو آیا ہے کہ وآیتک الاتکلم الناس ثلثة ایام الارمزا اس کے معنی محققین یہی کہتے ہیں کہ بات کرنہ سکو گے بجز تسبیح وتہلیل کے اور کسی بات پر قادر ہی نہ ہو گے۔ آگے مولانا بھی اسی کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ

زاں نشان با والد یحییٰؑ بگفت	کہ نیائی تا سہ روز اصلا بگفت
یہ نشانی (حضرت) یحییٰؑ کے والد سے کہی	کہ تو تین روز تک بات نہ کر سکے گا

زان نشان باوالداخ۔ یعنی یہی نشان حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والد سے بھی کہے تھے کہ تین روز تک تم نہ بول سکو گے مطلب یہ کہ یہ نشانی کوئی نئی نہیں ہے بلکہ حق تعالیٰ نے پہلے بھی حضرت زکریا علیہ السلام کے لیے یہی نشانی فرمائی تھی اور یہ فرمایا تھا کہ

دم مزن سہ روز ازیں اے نیک خو	کایں سکوت ست آیت مقصود تو
اے نیک عادت والے! اس بارے میں تین دن تک دم نہ مارنا	یہ خاموشی تیرا مقصود (حاصل ہونے) کی علامت ہے

دم مزن سہ الخ۔ یعنی تین روز تک بالکل گفتگو مت کرنا کہ تمہارے مقصود (کے حصول) کی نشانی سکوت ہی ہے بس اسی طرح وہ شخص بھی تم سے کہے کہ دیکھو اس بات کو تم کسی کے سامنے کہہ نہ سکو گے آگے اسی کو فرماتے ہیں اور رجوع ہے قصہ کی طرف فرماتے ہیں کہ

ہیں میاور ایں نشانے را بگفت	ویں سخن را دار اندر دل نہفت
خبردار! یہ نشانی کسی کو نہ بتانا	اس بات کو دل میں چھپائے رکھنا

ہین میاوراین الخ۔ یعنی اس نشانی کو ہرگز بیان مت کرنا اور اس بات کو دل میں پوشیدہ رکھنا۔

تا سہ شب خامش کن از نیک وبدت	ایں نشاں باشد کہ یحییٰؑ آیدت
تین رات تک اچھی بری بات سے چپ رہنا	یہ نشانی ہوگی کہ یحییٰؑ تیرے پاس پیدا ہو کر آئے گا

تا سہ شب خامش الخ۔ یعنی تین رات تک اس اپنے نیک وبد سے خاموش رہنا یہ نشانی ہے کہ یحییٰ علیہ السلام آپ کے پاس آئیں گے اور حکم ہوا تھا کہ

ایں نشانہا گویدت ہمچوں شکر	ایں چہ باشد صد نشانے ہمدگر
شکر کی طرح یہ نشانیاں تجھ سے کہے گا	یہ کیا؟ دوسری سو نشانیاں بھی (کہے گا)

این نشانہا الخ۔ یعنی وہ یہ نشانیاں تجھ سے شیرینی (اور محبت) کے ساتھ کہے گا اور یہ کیا ہیں ایسی اور سینکڑوں نشانیاں بتا دے اور کہے کہ

ایں نشان آں بود کاں ملک وجاہ	کہ ہمی جوئی بیابی از الٰہ
یہ اس کی نشانی ہوگی جو ملک و مرتبہ	تو چاہتا ہے وہ خدا کی جانب سے پالے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

این نشان آن الخ۔ یعنی یہ اس بات کی نشانی ہے کہ جو ملک وجاہ تم ڈھونڈ رہے ہو اس کو حق تعالیٰ کے یہاں سے پاؤ گے۔

آنکہ می گری بہ شبہائے دراز	وانکہ می سوزی سحر گہ در نیاز
جس کے لئے تو لمبی راتوں میں روتا رہا ہے	اور جس کے لئے صبح کے وقت عاجزی میں جلتا رہا ہے

آنکہ می گریی الخ۔ یعنی وہ (مقصود) کہ تو (اس کے لئے) دراز راتوں کو روتا ہے اور وہ کہ تو صبح کو عاجزی سے (اس کے لئے) جلتا ہے

وانکہ بے آں روز تو تاریک شد	ہمچو دوکے گردنت باریک شد
وہ جس کے بغیر تیرا دن تاریک ہو گیا ہے	تیری گردن تکلے کی طرح باریک ہو گئی ہے

وانکہ بے آن الخ۔ یعنی وہ کہ بے اس کے تیرا دن تاریک ہو گیا ہے اور تکلے کی طرح تیری گردن باریک ہو گئی ہے۔

وانکہ دادی ہر چہ داری در زکات	چوں زکات پاک بازاں رختہاست
وہ (جس کیلئے) تو نے اپنا سب کچھ لٹا دیا	جبکہ پاکبازوں کی خیرات' سامان ہوتا ہے
رختہا دادی و خواب و رنگ رو	سر فدا کردی و گشتی ہمچو مو
(جس کیلئے) تو نے سامان اور نیند اور چہرے کی آب وتاب لٹا دی	سر کو قربان کر دیا اور تو بال کی طرح بن گیا

وانکہ دادی الخ۔ یعنی وہ (مقصود) کہ (اس کے لئے) تو نے جو کچھ کر رکھا تھا زکوۃ میں دے دیا مثل پاک بازوں کی زکوۃ کے مطلب یہ کہ جس کی طلب میں تو نے اپنی جان اور اپنا مال سب خرچ کر دیا ہے۔

رختہا دادی الخ۔ یعنی اسباب دے دیئے اور نیند اور چہرہ کا رنگ اور سر کو فدا کر دیا اور بال کی طرح (دبلا) ہو گیا۔

چند در آتش نشستی ہمچو عود	چند پیش تیغ رفتی ہمچو خود
کتنی مرتبہ تو اگر کی طرح آگ میں بیٹھا؟	ڈھال کی طرح تو کتنی مرتبہ تلوار کے سامنے گیا؟

چند در آتش الخ۔ یعنی کتنی ہی بار تم (اس کے لئے) آگ میں عود کی طرح بیٹھے ہو اور کتنی ہی مرتبہ خود کی طرح تلوار کے سامنے گئے ہو مطلب یہ کہ اس کی طلب اور تلاش میں طرح طرح کی تکالیف اور کاہشیں برداشت کی ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

زیں چنیں بیچارگیہا صد ہزار	خوئے عشاقست و ناید در شمار
اس طرح کی لاکھوں بے چارگیاں	عاشقوں کی عادت ہے اور وہ شمار نہیں ہو سکتیں

زیں چنیں بیچارگیہا الخ۔ یعنی ایسی ایسی لاکھوں مصیبتیں عشاق کی خصلت ہوتی ہیں جو کہ شمار میں بھی نہیں آ سکتیں مطلب یہ کہ وہ یہ کہے کہ تجھ کو تیرا وہ مقصود حاصل ہو گا کہ جس کی وجہ سے تو نے بڑی بڑی مصیبتیں اٹھائی ہیں بس وہ تو یہ کہہ چکا اور تمہاری آنکھ کھل گئی اب فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ اندر خواب دیدی حالہا	آنکہ بودے آرزویش سالہا
چونکہ تونے خواب میں وہ احوال دیکھے	جن کی برسوں سے آرزو تھی

چونکہ اندر الخ۔ یعنی جبکہ تونے خواب میں ان احوال کو دیکھ لیا جن کی آرزو میں کہ تو برسوں سے تھا۔

چونکہ شب ایں خواب دیدی روز شد	از امیدش روز تو پیرو زشد
تونے جب رات کو یہ خواب دیکھا دن ہوا	اس کی امید سے تیرا دن کامیاب ہوا

چونکہ شب الخ۔ یعنی جب رات کو یہ خواب دیکھا اور دن ہو گیا تو اس کی (امید سے تیرا دل فیروزہ (کی طرح) ہو گیا۔

چشم گرداں کردہ بر چپ وراست	کاں نشان وآں علامتہا کجاست
تونے دائیں بائیں (جانب) آنکھیں دوڑائی ہیں	کہ وہ نشانی اور وہ علامتیں کہاں ہیں؟

چشم گردان الخ۔ یعنی تم نے دائیں بائیں نگاہ پھرانا شروع کی کہ وہ نشان اور وہ علامت کہاں ہیں۔ مطلب یہ کہ اب اسکی تلاش شروع کی۔

بر مثال برگ می لرزی کہ وائے	گر رود روز ونشاں ناید بجائے
تو پتے کی طرح لرزتا تھا کہ ہائے	اگر دن ختم ہو گیا اور نشانی نمودار نہ ہوئی

بر مثال برگ الخ۔ یعنی تم پتے کی طرح کانپ رہے ہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دن گزر جائے اور نشانی پوری نہ ہو۔

ع عشق است وہزار بدگمانی

می دوی در کوی و بازار و سرا	چوں کسے کو گم کند گوسالہ را
تو کوچہ اور بازار اور سرائے میں دوڑتا تھا	اس شخص کی طرح جس نے بچھڑا گم کر دیا ہو

مے دوی در الخ۔ یعنی تم دوڑ رہے ہو گلی میں اور بازار میں اور سرائے میں اس شخص کی طرح کہ جس کا بچھڑا کھو گیا ہو۔ مثال اتفاقی ہے مطلب یہ کہ اس کی تلاش اور جستجو میں تم بہت ہی سرگرداں اور حیران پھرتے ہو اور اسوقت تم سے کوئی یہ کہے کہ

خواجہ خیرست ایں دوادو چیست	گم شدہ اینجا کہ داری کیست
جناب خیریت ہے یہ تیری بھاگ دوڑ کس لئے ہے؟	تیرا اس جگہ جو گم ہوا ہے وہ تیرا کیا لگتا ہے؟

خواجہ خیرست الخ۔ یعنی میاں خیر ہے یہ دوڑ دھوپ کیوں ہے اور یہاں کیا کھو گیا ہے اور کس کی تلاش ہے۔

گوئیش خیرست لیکن خیر من	کس نشاید کہ بداند غیر من
تو اس سے کہے گا خیریت ہے لیکن میری خیریت	مناسب نہیں ہے کہ میرے سوا کوئی جانے

www.besturdubooks.wordpress.com

کو کیش خبر الخ۔ یعنی تم اس سے کہو کہ خیر ہے لیکن میری یہ خبر کوئی شخص سوائے میرے نہیں جان سکتا اس لئے کہ

گر بگویم یک نشانم فوت شد	چوں نشاں شد فوت وقت موت شد
اگر میں ایک نشانی (بھی) بتا دوں تو وہ جاتی رہی	جب نشانی جاتی رہی تو موت کا وقت آ گیا

گر بگویم الخ۔ یعنی اگر کہتا ہوں تو ایک نشانی فوت ہو جائے گی اور جب نشانی فوت ہو گی تو موت کا وقت ہو گیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ ایک نشانی یہ تھی کہ کسی سے کہہ نہ سکو گے تو اگر میں نے کہہ دیا تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ نشانی غلط تھی اور جب یہ معلوم ہوا تو یہ بھی معلوم ہو گا کہ مقصود بھی حاصل نہ ہو گا۔ اس لئے پھر تو میری موت ہے اور پھر تو بڑی سخت مصیبت آ جائے گی اور تیری یہ حالت ہے کہ

بنگری در روئے ہر مرد سوار	گویدت منگر مرا دیوانہ وار
تو ہر سوار انسان کے منہ کو تکتا ہے	وہ تجھ سے کہتا ہے مجھے دیوانوں کی طرح نہ دیکھ

بنگری در روئے الخ۔ یعنی تو ہر مرد سوار کے منہ کو دیکھے تو وہ تجھے کہے کہ مجھے دیوانے کی طرح کیوں دیکھتا ہے مطلب یہ کہ تیری یہ حالت ہو کہ جس کو سامنے سے آتا ہوا دیکھے یہ سمجھے کہ میرا مطلوب یہی ہے کہ ھر چہ پیدا می شود از دور پندارم توئی جب وہ سوار تجھ کو منع کرے تو اس سے بہ منت یوں کہے کہ

گو کیش من صاحبے گم کردہ ام	رو بجست وجوئی او آوردہ ام
تو اس سے کہتا ہے میں نے ایک ساتھی گم کر دیا ہے	میں اس کی تلاش میں ہوں

گو کیش من الخ۔ یعنی تو اس سے کہے کہ میں نے ایک ساتھی کو گم کیا ہے تو اس کی جستجو میں متوجہ ہوا ہوں اور یوں کہے کہ

دولت پائندہ بادا اے سوار	رحم کن بر عاشقاں معذور دار
اے سوار! تیری دولت باقی رہے	عاشقوں پر رحم کر معذور سمجھ

دولت پائندہ الخ۔ یعنی اے سوار تیری دولت ہمیشہ رہے عاشقوں پر رحم کر اور ان کو معذور رکھ مطلب یہ کہ تم اس کی خوشامد کرنا شروع کر دو۔

چوں طلب کردی بجد آمد نظر	جد خطا نکند چنیں آمد خبر
جب تو نے کوشش سے طلب کی وہ نظر آئی	حدیث میں آیا ہے کہ کوشش رائیگاں نہیں جاتی

چون طلب الخ۔ یعنی جب تم کوشش کرو تو وہ (مقصود) نظر آ ہی جائے۔ اس لئے کہ کوشش خطا نہیں کرتی اسی طرح حدیث میں آیا ہے۔ یہ اشارہ ہے ایک حدیث کی طرف کہ من طلب شیئا وجد وجد یہ حدیث صحاح میں تو نظر سے گزری نہیں ممکن ہے کہ کوئی حدیث ہو۔ مگر مضمون صحیح ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ جو

www.besturdubooks.wordpress.com

شخص طلب کرتا ہے اس میں لگا رہے تو حق تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں۔ خیر غرضیکہ تم اسی حالت میں ہو کہ

ناگہاں آمد سوارے نیک بخت	پس گرفت اند کنارت سخت سخت
اچانک ایک نیک بخت سوار سامنے آیا	اس نے گرم جوشی سے معانقہ کیا

ناگہان آمد الخ۔ یعنی اچانک ایک سوار نیک بخت آ گیا پھر اس نے تم کو کنار میں خوب سخت پکڑا۔

تو شدی بیہوش و افتادی بطاق	بے خبر گفت اینت سالوس ونفاق
تو بیہوش ہو گیا اور محراب میں گر پڑا	ناواقف نے کہا یہ مکر اور نفاق ہے

تو شدی بے ہوش الخ۔ یعنی تو بے ہوش ہو گیا اور بالکل (چاروں خانہ چت) گر پڑا تو بے خبر بولا کہ یہ عجیب مکر اور نفاق ہے مطلب یہ کہ تم کو تورات کی باتیں اور اپنے مقصود کے حصول کی علامت معلوم ہوئی اور اس سے تم پر تو وجد کی حالت ہو گئی مگر بے خبر کہتا ہے کہ بھلا یہ تو ایک سوار تھا اس کو دیکھ کر بے ہوش ہونے کی کیا بات تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

او چہ می بیند دروایں شور چیست	او نداند کاں نشان وصل کیست
وہ کب دیکھتا ہے کہ اس میں یہ جذبہ کس چیز کا ہے	وہ نہیں جانتا کہ یہ کس کے ملنے کی نشانی ہے؟

او چہ می بیند الخ۔ یعنی وہ کیا دیکھتا ہے کہ اس میں کس چیز کا شور ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کس کے وصل کی علامت ہے مطلب یہ کہ اس بے خبر کو کیا خبر ہو سکتی ہے کہ یہ شور عشق اور وجد کس وجہ سے ہے وہ تو صرف اس سوار کے جسم ظاہری کو دیکھ رہا ہے اور یہ شخص اس کو اس حیثیت سے دیکھتا ہے کہ یہ میرے مقصود کو حصول کی علامت ہے اور فرماتے ہیں کہ

ایں نشاں در حق او باشد کہ دید	آں دگر را کے نشاں آید پدید
یہ نشانی اس کے لئے (ہے) جس نے مقصد سمجھا ہے	دوسرے کے لئے یہ نشانی کب واضح ہو سکتی ہے؟

این نشان در الخ۔ یعنی یہ نشانی تو اس کے حق میں ہو کہ جس نے (پہلے سے) دیکھ لیا ہو اور اس دوسرے کو کب نشان ظاہر ہو۔ مطلب یہ کہ نشانی تو اسی کے حق میں ہو گی کہ جس نے پہلے مقصود کو دیکھا ہو ورنہ دوسرے شخص کو کیا خبر کہ اکسیں کیا جو ہر ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

ہر زماں کز وے نشانے می رسد	شخص را جانے بجانے می رسد
جب بھی اس کی جانب سے کوئی نشانی ملتی ہے	(اس) شخص میں ایک نئی جان آتی ہے

ہر زمان الخ۔ یعنی ہر گھڑی کہ اس (سوار) سے کوئی نشانی ظاہر ہوتی ہے اس شخص کی جان میں ایک جان آتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس نے پہلے اس کو خواب میں دیکھ لیا ہے وہ تو اس سے جس قدر نشانیاں دیکھتا ہے اسی قدر خوش ہوتا ہے کہ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سب میرے مقصود کے پورا ہونے کی علامات ہیں اور دوسرے کے لئے کچھ بھی نہیں آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

ماہی بیچارہ را پیش آمد آب	ایں نشانہا تلک آیات الکتاب
بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آ گیا	یہ نشانیاں تلک آیات الکتاب (جیسی) ہیں

ماہی بیچارہ الخ۔ یعنی بیچاری مچھلی کے سامنے پانی آ گیا اور یہ نشانیاں (مثل) تلک آیات الکتاب کے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح مچھلی کے پانی میں جانے سے جان میں جان آ جاتی ہے اسی طرح ان نشانیوں کے دیکھنے سے تم کو فرحت ہوئی اور یہ نشانیاں ایسی صادق ہیں کہ جیسے کہ یہ قرآن شریف کی آیات ہوں کہ ان میں کسی قسم کا شبہ ہی نہیں ہوتا اسی طرح تم کو ان نشانیوں کے ظہور کے بعد حصول مقصود میں شک وشبہ ہی نہ رہا یہاں مضمون کو ختم کر کے اوپر جو کہا تھا۔ آں شود شاد از نشان کو دید شاہ +الخ اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس نشانہا کہ اندر انبیاست	خاص آں جاں را بود کو آشناست
وہ نشانیاں جو انبیاء میں ہیں	وہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو واقف کار ہیں

پس نشانہا الخ۔ یعنی پس جو نشانیاں کہ انبیاء کے اندر ہیں خاص اس جان کے لئے ہیں کہ جو آشنا ہے۔ مطلب یہ کہ جب مثالوں وغیرہ سے تم کو معلوم ہو گیا کہ جس نے پہلے سے کوئی نشانی دیکھی ہوگی اس کو علامت دیکھ کر ایک وجد کی حالت ہوگی اور اس کو بے حد خوشی ہوگی بس اس طرح جس نے کہ حق تعالیٰ کی معرفت بقدر استعداد کے معلوم کر لی ہے جب وہ انبیاء واولیاء کو دیکھے گا تو اس کو یہ آیات حق معلوم ہونگی اور وہ اس حیثیت سے دیکھے گا کہ میرے اللہ کے نبی ہیں ان کے بھیجے ہوئے ہیں اور پھر ان سے وہ نشانیاں صادر ہونگی ان کو بھی اسی نظر سے دیکھے گا تو اس کو جو فرحت اور خوشی ہوگی وہ کسی دوسرے کو ہرگز نہیں ہو سکتی جیسا کہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں کہ

ایں سخن ناقص بماند و بے قرار	دل ندارم بیدلم معذور دار
یہ بات ناقص اور بکھری رہ گئی	میرا دل نہیں ہے، میں بیدل ہوں معذور سمجھ

ایں سخن الخ۔ یعنی بات تو ناقص رہ گئی اور بے قرار میں دل نہیں رکھتا بے دل ہوں مجھے معذور رکھو۔ مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کے متعلق یہ تو کہہ دیا کہ ان کی نشانیوں سے وہی خوش ہوگا جس نے کہ پہلے سے نشانیاں دیکھی ہونگی لیکن ان کی نشانیاں کچھ بیان ہی نہ کیں اس لئے فرماتے ہیں کہ بھائی کیا کریں دل ہی نہیں رہا ہاتھ سے دل ہی جاتا رہا اس لئے معذور سمجھو کہ اب ہمارے اندر بیان کی تاب ہی نہیں رہی ہے۔ آج پہلو میں ہمارے دل ناشاد نہیں +کس کو دے آئے کہاں بھول اٹھے یاد نہیں۔ پس ایک عذر تو یہ ہوا دوسرا عذر ایک مثال دے کر فرماتے ہیں کہ

ذرہا را کے تواند کس شمرد	خاصہ آں کو عشق از وے عقل برد
ذروں کو کوئی کب گن سکتا ہے؟	خصوصا وہ جسکی عقل کو عشق نے ختم کر دیا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ذرہ ہا را الخ۔ یعنی ذروں کو کب کوئی گن سکتا ہے اور خاص کر وہ شخص کہ جس کی عقل عشق کی وجہ سے زائل ہو گئی ہو مطلب یہ کہ ان کے کمالات اور ان کی نشانیاں تو بے حد ہیں ان کو گننے کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی ذرات زمین کو گننا شروع کر دے تو ظاہر ہے کہ اگر قیامت تک بھی گنے جب بھی ختم نہیں ہو سکتے اس لئے اگر ان حضرات کے کمالات کو بھی گنا جائے تو ان کو بھی کوئی نہیں گن سکتا اس لئے بھی ہم معذور ہیں آگے ایک اور مثال دیتے ہیں کہ

می شمارم برگہائے باغ را	می شمارم بانگ کبک و زاغ را
میں باغ کے پتوں کو گنتا ہوں؟	میں چکور اور کوے کی آواز کو شمار کرتا ہوں؟

مے شمارم برگہائے الخ۔ یعنی میں باغ کے پتوں کو گنوں گا اور کبک وزاغ کی آواز کو گنوں گا۔ یہ شعر جزا ہے شرط محذوف کی عبادت اس طرح ہے کہ نشانیہا را شمارم پس ایں چنیں باشد۔ کہ من برگہائے باغ را می شمارم الخ۔ مطلب یہ کہ اگر میں ان کو گننا شروع کر دوں تو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے میں باغ کے پتوں کو گننا شروع کر دوں اور جانوروں کی آوازوں کو گننے لگوں کہ کتنی مرتبہ تو کوا بولا اور کتنی مرتبہ کبک نے آواز کی تو ظاہر ہے کہ ان کو ہرگز احصاء نہیں کر سکتا اس لئے ان نشانیوں کا بھی احصاء نہیں کر سکتا آگے فرماتے ہیں کہ

در شمار اندر نیاید لیک من	می شمارم بہر رشد ممتحن
وہ گنتی میں نہیں آتے لیکن میں	جلا کی رہنمائی کے لئے گنتا ہوں

در شمار اندر الخ۔ یعنی شمار میں تو نہیں آسکتے لیکن کچھ ہدایت کے واسطے شمار کرتا بھی ہوں اے ممتحن۔ مطلب یہ کہ اگرچہ احصاء تو کوئی نہیں کر سکتا مگر خیر جس قدر بھی ہو سکے گا شمار کرتا ہوں آگے اس کی مثال ہے کہ۔

نحس کیواں یا کہ سعد مشتری	ناید اندر حصر گرچہ بشمری
زحل کی نحوست یا مشتری کی سعادت	گنتی میں نہیں آتی ہے اگرچہ تو شمار کرے

نحس کیوں ان الخ۔ یعنی زحل کی یا مشتری کی سعادت کسی کے حصہ میں نہیں آسکتی۔ زحل اور مشتری کی نحوست سے مراد ان کے افراد یعنی ان کے جو افراد ہیں کہ زحلکی فلاں فلاں نحوستیں ہیں اور مشتری کی فلاں فلاں سعادتیں ہیں یہ کسی کے شمار میں نہیں آسکتیں۔

لیک ہم بعضے ازیں ہر دو اثر	شرح باید کرد بہر نفع و ضر
لیکن ان دونوں کے اثر کا کچھ حصہ	(لوگوں کے) نفع و نقصان کے لئے بیان کر دینا چاہئے

لیک ہم بعضے الخ۔ یعنی لیکن ان دونوں کے اثروں میں سے بھی شرح کرنی چاہیے لوگوں کے نفع و ضرر کے واسطے

تا شود معلوم آثار قضا	شمۂ مر اہل سعد و نحس را
تا کہ قضا (خداوندی) کے اثرات معلوم ہو جائیں	کچھ سعادت اور نحوست والوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

تاشود معلوم الخ۔ یعنی تاکہ معلوم ہو جائیں آثار قضا کے تھوڑے سے اہل سعد و نحس کو

طالع آں کس کہ باشد مشتری	شاد گردد از نشاط و سروری
جس کا طالع مشتری ہو	وہ نشاط اور عزت کی وجہ سے خوش رہے گا

طالع آنکس الخ۔ یعنی جس کا طالع کہ مشتری ہو وہ تو نشاط و سرداری سے خوش ہو۔

وانکہ را طالع زحل از ہر شرور	احتیاطش لازم آمد در امور
جس کا طالع زحل ہو گا ہر قسم کے شروں سے	معاملات میں اس کے لئے احتیاط ضروری ہے

وانکہ را طالع الخ۔ یعنی جس کا طالع زحل ہو اس کو تمام شرور سے تمام امور میں احتیاط لازم ہو۔

گرنگویم آں زحل استارہ را	ز آتشش سوزد مرآں بیچارہ را
اگر میں اس زحل ستارے کے (متعلق) نہ کہوں	اس بیچارے کو وہ اپنی آگ سے پھونک دے

گرنگویم آن الخ۔ یعنی اگر میں اس زحل ستارہ (والے) نہ بتاؤں تو وہ اس بیچارہ کو اپنی آگ سے جلا دے۔ مطلب یہ کہ اگر ان ستاروں کے حالات معلوم ہونگے تو جس کا جیسا طالع ہوگا وہ ویسا ہی خوش یا محتاط رہے گا۔ اسی طرح حضرات انبیاءؑ کی بھی نشانیوں کو اگرچہ کوئی احصاء نہیں کرسکتا مگر پھر بھی جو کچھ بھی بیان ہوسکیں ان کو بیان کرنا ضروری ہے تاکہ ان کے مان لینے کے منافع اور انکار کے ضرر معلوم تو ہو جائیں اس کے بعد جو کوئی مانے وہ خوش و خرم ہے ورنہ اپنے ہاتھوں برباد ہو۔ آگے نفس کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں کہ

بس کن اے بیہودہ تاز آں آفتاب	آتشے ناید بیک بارہ بتاب
اے بیہودہ! بس کر کہیں اس آفتاب	کی آگ یکبارگی چمک نہ اٹھے

بس کن الخ۔ یعنی اے بے ہودہ بس کر کہیں اس آفتاب سے کوئی آگ ایک بارگی تاب میں نہ آجائے۔ مطلب یہ کہ آیات حق کے بیان کرنے میں ذرا زیادہ زبان مت کھولو کہ کہیں کوئی تجلی آکر تم کو جلا کر خاک سیاہ کر دے اس لئے کہ اس کی تو یہ قدرت ہے کہ

از کواکب در سپہر بیکراں	در دمے نے نور ماند نے نشاں
لامحدود آسمان کے ستاروں میں	ایک دم نہ نور رہے نہ نشان

از کواکب در الخ۔ یعنی ستاروں میں سے سپہر بے حد میں نہ نور رہے گا اور نہ نشان تو جب اس کی یہ قدرت ہے پس اگر ہماری ہستی کو بھی فنا کردے تو کیا تعجب ہے۔

انچہ بردارد در آں مشغول شو	وز دگر گفتارہا معزول شو
جس کا نتیجہ نکلے اس میں مشغول ہو	دوسری باتوں سے جدا رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

انچہ برواردالخ۔ یعنی جو کچھ کہ پھل رکھتا ہے اس میں مشغول ہو اور دوسری باتوں سے معزول ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ جس بات میں کوئی فائدہ ہو اس میں لگو اور بے فائدہ باتوں کو چھوڑ دو چونکہ تشبیہ و تنزیہ کے بیان کرنے میں عوام کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے اس کو ترک کر دو اور کام کی باتیں شروع کرو۔

جنبش اختر نیاید جز سقیم	برندارد جز کہ لطف آں رحیم
ستارے کی چال مریض کے سوا کچھ نہیں ہے	سوائے اس رحیم کی مہربانی کے کوئی چیز نتیجہ خیز نہیں ہے

جنبش اخترالخ۔ یعنی ستارہ کی گردش سے سوا عقیم کے کچھ نہیں آتا اور سوائے اس رحیم کے لطف کے اور کوئی شے پھل نہیں رکھتی۔ مطلب یہ کہ اسباب ظاہری وغیرہ کے تصرفات سے کوئی معتدبہ فائدہ نہیں ہوتا بلکہ ایک فضول شے ہے ہاں حق تعالیٰ کا لطف وکرم کام کی چیز ہے اس کو حاصل کرنا چاہیے۔ آگے اس کے تحصیل کی ترکیب فرماتے ہیں کہ

اذکرواللہ شاہ ما دستور داد	دید اندر نار و مارا نور داد
ہمارے بادشاہ (اللہ تعالیٰ) نے ذکر کی اجازت دے دی ہے	ہمیں آگ میں دیکھا اور ہمیں نور بخش دیا

اذکرواللہ الخ۔ یعنی ہمارے بادشاہ نے ذکر اللہ کی اجازت دیدی ہے اور آتش کے اندر آنکھوں کو نور دیدیا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے اپنا نام لینے کی ہم کو اجازت دے دی ہے باوجودیکہ ہم ایسی چیزوں میں ملوث تھے کہ وہ ہم کو جہنم کی طرف لے جاتیں مگر پھر بھی ہم کو یہ نور لم یزلی عطا فرمایا ہے کہ جس سے سعادت دارین حاصل ہو سکتی ہے اور یہی ایک کام ہے جس کے ذریعہ سے قرب حق اور لطف حق حاصل ہو سکتا ہے۔ پس غلبۂ ذکر اللہ کا کرلو ساری مشکلیں آسان ہو جائیں گی اور ماسوی اللہ سے بالکل علیحدگی ہو جائے گی۔ چونکہ یہاں ذکر اللہ کی ترغیب دی تھی اور اسکا نور ہونا بتایا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ اس ذکر کی جو حق تعالیٰ نے اجازت دی ہے اس سے حق تعالیٰ کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور ہماری تقدیس و تسبیح سے حق تعالیٰ ہرگز پاک نہیں ہوتے بلکہ ہم ہی پاک ہو جاتے ہیں آگے اس کو بزبان حق فرماتے ہیں کہ

گفت اگرچہ پاکم از ذکر شما	نیست لائق مر مرا تصویر ہا
فرمایا اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں	مثالیں میرے مناسب نہیں ہیں

گفت اگرچہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگرچہ میں تمہارے ذکر سے پاک ہوں اور یہ تمثیلات میرے لائق نہیں ہیں۔

لیک ہرگز مست تصویر و خیال	در نیابد ذات مارا بے مثال
لیکن مثال اور تخیل کا عادی	ہماری ذات کو بغیر مثال کے نہیں سمجھتا ہے

لیک ہرگز الخ۔ یعنی لیک تصویر و خیال کا مقید ہماری ذات کو ہرگز بے مثال کے سمجھ نہیں سکتا۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تشبیہات سے تو ہم بالکل منزہ ہیں مگر چونکہ عقول انسانی ناقص ہیں ان کو بغیر تمثیل کے معرفت ہو ہی نہ سکتی تھی اس لئے ہم نے اجازت دیدی ہے کہ خیر جس طرح بھی ہو سکے جس قدر بھی معرفت ہو جائے بہتر ہے ورنہ لیس کمثلہ شئی اور فرماتے ہیں کہ

ذکر جسمانہ خیال ناقص ست	وصف شاہانہ ازآنہا خالص ست
جسمانی ذکر ناقص خیال ہے	شاہانہ صفات ان سے منزہ ہیں

ذکر جسمانیہ الخ۔ یعنی ذکر جسمانی تو ایک خیال ناقص ہے اور وصف شاہانہ تو اس سے خالص ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے اوصاف تو کہیں برتر و بالا ہیں ان کو اس ذکر سے اور ان تمثیلات سے کیا نسبت ہو سکتی ہے لیکن پھر اجازت دے دینا رحمت ہے آگے اس ذکر کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

شاہ را گوید کسے جولاہ نیست	ایں چہ مدحست آں مگر آگاہ نیست
(اگر) بادشاہ کو کوئی کہے کہ وہ جولاہہ نہیں ہے	یہ کیا تعریف ہے؟ شاید وہ واقف نہیں ہے

شاہ را گوید الخ۔ یعنی بادشاہ کو کوئی یہ کہے کہ جولاہا نہیں ہے تو یہ مدح ہرگز نہیں ہے وہ شاید آگاہ نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو کہ اگر کوئی بادشاہ کی مدح شروع کرے اور اول ہی یہ کہے کہ سب بڑا وصف یہ ہے کہ ہمارے بادشاہ صاحب جولاہا نہیں ہیں تو اگر حقیقت کو دیکھو تو یہ مدح تو کیا ہوئی بلکہ اور مذمت ہے اس لئے کہ بادشاہ کے اندر جولاہا ہونے کا تو نشان و گمان بھی نہ تھا تو پھر اس کی نفی کیسی معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کچھ شبہ تھا کہ جس کو یہ دفع کر رہا ہے لیکن اگر بادشاہ اس تعریف کو سن کر خوش ہو اور مثل اور مداحین کے اس کو بھی انعام و اکرام دے تو یہ اس کی عنایت رحمت پر دال ہے پس ہماری تقدیس و تنزیہ بالکل ایسی ہی ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے ہاتھ نہیں ہیں پاؤں نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ تو ان چیزوں کے وہاں ہونے کا شبہ ہی کب تھا جو ان کی نفی کی جائے یہ صریح گستاخی اور بے ادبی ہے مگر حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس کو بھی اصل مدح قرار دے کر اس پر انعام و اکرام ثواب عنایت فرماتے ہیں اور ہم کو بوجہ ہماری بے عقلی کے اپنی کنہ کے ادراک نہ کر سکتے ہیں۔ معذور فرماتے ہیں ورنہ اگر معرفت تام کی تکلیف دی جاتی تو یقیناً اس عقل و فہم کے ساتھ تو کسی طرح ممکن نہ تھا تو کوئی بھی مومن نہ ہوتا اس لئے علی حسب الاستعداد ہر شخص کے مناسب اس کو تکلیف دی گئی ہے خوب کہا ہے کسی نے نتوان وصف تو گفتن کہ تو در وصف نہ گنجی + نتوان شرح تو گفتن کہ تو در شرح نیائی + اور شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو + عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما + بس معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ کی رحمت ہے کہ علی قدر المراتب والاستعداد معرفت کی تکلیف دی ہے آگے اسی مضمون کی ایک حکایت لاتے ہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان میں جس قدر بھی فہم ہو اور اسی قدر اس کو معرفت کی تکلیف دی گئی ہے۔

شرح حبیبی

مقرئے میخواند از الخ: ایک قاری قرآن کی یہ آیت پڑھ رہا تھا ان اصبح ماء کم غور افمن یاتیکم

www.besturdubooks.wordpress.com

بماء معین یعنی ہم چشموں کے پانیوں کو بند کر سکتے ہیں ہم پانی کو زمین کے اندر چھپا سکتے ہیں ہم چشموں کو خشک اور بالکل خشک کر سکتے ہیں پس اگر ہم ایسا کریں اور تمہارا پانی زمین میں اتر جائے تو پانی کو چشمہ میں پھر کون واپس لاسکتا ہے بجز مجھ بے مثل اور صاحب فضل ومنزلت کے ایک منطقی فلسفی ذلیل اس وقت مکتب کی طرف سے گزر رہا تھا جب اس نے اس کو اس آیت کو زور سے پڑھتے سنا تو اس نے کہا کہ ہم کسی سے لاسکتے ہیں۔ ہم بیلچہ اور بتر کی دھار سے پانی کو نیچے سے اوپر لے آئیں گے جب دن ختم ہوا اور رات ہوئی تو سو گیا اور خواب میں ایک شیر مرد کو دیکھا کہ اس نے ایک طمانچہ مار کر اسے اندھا کر دیا اور کہا کہ اے شقی گستاخ اگر تو سچا ہے کہ ہم خدا کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اس کے تصرفات میں اس کے مزاحم ہو سکتے ہیں تو ان دو چشموں میں ادویہ وغیرہ کے ذریعہ سے نور پیدا کر دن کو خواب سے بیدار ہوا تو آنکھوں کو اندھا پایا اور دیکھا کہ وہ نور جو اس کی آنکھوں میں جاری تھا۔ بالکل غائب ہے اس گستاخی پر بھی اگر یہ شخص نادم ہوتا اور حق سبحانہ کی درگاہ میں روتا اور گڑگڑاتا اور توبہ واستغفار کرتا تو حق سبحانہ اپنے فضل بیکراں سے اس کی اس گستاخی سے درگزر فرماتے اور اور نور زائل ظاہر ہو جاتا لیکن کیا کیجئے کہ استغفار بھی تو من کل الوجوہ قبضہ میں نہیں کیونکہ اس میں حق سبحانہ کی مساعدت توفیق کی بھی ضرورت ہے اور توبہ کی لذت ہر مست گناہ کے لئے تو نقل نہیں کہ ہر ایک کو مل جائے لہٰذا وہ توبہ نہ کر سکا کیونکہ بدکرداری اور انکار کی شامت نے اسے مخذول کر دیا تھا حتیٰ کہ توبہ جو ایک اختیاری امر ہے وہ بھی نہ کر سکا اور توبہ کا راستہ اس کے دل پر بند ہو گیا اور سختی میں پتھر کی طرح ہو گیا۔ پھر بھلا توبہ اس کو پھاڑ کر کھیتی کے قابل کیسے کرتی۔ پتھر کو دعا سے کھیتی کے قابل کر دینا یہ تو شعیبؑ جیسے بزرگوں اور ان کا کام ہے۔ پھر شعیبؑ جیسے کہاں ہیں جو ایسا کریں یا خلیل علیہ السلام کے عجز و نیاز اور اعتقاد وخلوص کے باعث امر دشوار اور محال عادی۔ یعنی آگ کا باغ ہو جانا یا ریتے کا آٹا ہو جانا) ممکن ہو گیا تھا یا مقوقس کی درخواست پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے پتھریلی زمین میں پیداوار کا کھیت بن گیا تھا۔ سو اب ایسے کہاں ہیں جس طرح ان کے خلوص کی بدولت خرق عادت کے طور پر ناقص سے کامل اور مضر سے مفید ہونا واقع ہوا اور اگر اسی قسم کا خلوص اور دن میں ہو تو اوروں سے بھی ہو سکتا ہے یوں ہی اس کے برعکس دعا کرنے والے شخص کے انکار سے سونا تانبا ہو جاتا ہے اور صلح جنگ ہو جاتی ہے یعنی مفید مضر اور کامل ناقص ہو جاتا ہے اور اس قسم کی دعا جاذب مسخ ہے کہ قابل زراعت زمین کو پتھریلی اور کنکریلی زمین اور ناقابل کاشت کرتی ہے بس بات یہ ہے کہ دل کو سجدہ اور انقیاد کی اجازت نہیں ہے اور مزدوری رحمت ہر مزدور کو نہیں کئی بلکہ وہ مشروط بشرائط ہے پس اگر شرائط پائی جائیں گی ملے گی ورنہ نہیں۔

ہین بہ پشت آن الخ: جب تجھے معلوم ہو گیا کہ توبہ من کل الوجوہ امر اختیاری نہیں پس تم اس بھروسہ پر جرم وگناہ نہ کرنا کہ میں توبہ کرلوں گا اور پناہ میں آجاؤں گا۔ کیونکہ توبہ کے لئے صرف الفاظ معذرت کافی نہیں بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے کہ سوزش دل ہو اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔ خوف کامل اور انفعال تام

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل ہو اور توبہ کے لئے برق وسحاب مذکور اس لئے شرط ہے کہ وہ میوہ سے مشابہ ہے پس جس طرح میوہ کے لئے حرارت اور پانی کی ضرورت ہے یوں ہی اس کام کے لئے بھی اس ابرو برق خاص کی ضرورت ہے جب تک برق دل اور آب چشم نہ ہو یعنی دل میں سوزش اور آنکھوں میں آنسو نہ ہوں جو اثر ہے انفعال وخوف کا۔ اس وقت تک آتش تهديد و خشم کیونکر دب سکتی ہے۔ دیکھو تو سہی جب تک ابر بارش سے نہ روئے اور برق نہ ہنسے اس وقت تک ذوق وصال کی مانند فرحت بخش سبزہ کیسے اگ سکتا ہے اور چشمے آب شیریں سے کیسے جوش مار سکتے ہیں اگر یہ نہ ہو تو کب گل بوئے چمن سے راز و نیاز کی باتیں کریں اور کب بنفشہ سمن کے ساتھ عہد باندھے اور چنار کب دعا کے لئے ہاتھ کھولے اور کب درخت میوہ گرائے اور ایام بہار میں کب شگوفہ آستین پر نثار جھاڑنے پر تیار ہو اور لالہ کا رخ خون کی طرح کب چمکے اور گل تھیلی سے زر کیسے نکالے اور کب بلبل آئے اور گل بو کرے اور کب فاختہ عاشق کی طرح کوکو (یعنی کہاں ہے کہاں ہے) کی صدائیں لگائے اور لکلک کب جان ودل سے لک لک کہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ ملک تیرا ہی ہے اور خاک اپنے دل کے اسرار سبزہ وغیرہ سے کب ظاہر کرے اور آسمان کی طرح باغ کب روشن ہو آگے مولانا ان اشیاء کا آلہ معرفت حق سبحانہ ہونا بیان فرماتے ہیں

از کجا آوردۂ اندایں الخ: چلئے کہاں سے آئے ہیں سب کے سب کریم ورحیم کے پاس سے اور یہ سب نزاکتیں نشان ہیں اس معشوق کا جس پر سو جانیں قربان۔ ان نشانات کو دیکھ کر وہی خوش ہوتا ہے جس نے اس بادشاہ کو دیکھا ہے اور اسی کی روح خوش ہو سکتی ہے جس نے روز الست ور روز میثاق میں اپنے رب کی معرفت حاصل کی اور فرط لذت سے بے خود و مست ہو گیا اور جس نے نہیں دیکھا اس کو تنبہ نہیں ہو سکتا کیونکہ بوئے مے سے مے کو وہی خوب پہچان سکتا ہے جس نے شراب پی ہو اور جس نے پی نہیں وہ کیا جانے نیز یہ وجہ بھی ہے کہ حکمت گمشدہ اونٹنی کی مانند ہے پس جس طرح گمشدہ اونٹنی کو دیکھ کر وہی خوش ہوتا ہے جو اس سے واقف ہے اور جانتا ہے کہ میرا مطلوب ہے یوں ہی حکمت من حیث الحکمتہ سے بھی وہی خوش ہوتا ہے جس کو اجمالی ادراک اس کے حکمت ہونے کا پیشتر سے ہو اور اس اجمالی ادراک کی بنا پر اس کا طالب ہو نیز وہ اس وجہ سے بھی خوش ہوتا ہے کہ یہ حکمت مانحن فیه اهل الله کے لئے مطلوب کی طرف راہبر ہے۔ اس مضمون کو ہم مثال سے واضح کرنا چاہتے ہیں مثلاً تم خواب میں دیکھو کہ ایک مہ جبین تمہیں حصول مقصود کا وعدہ دیتا ہے اور اس کا یہ نشان بتاتا ہے کہ کل تم کو فلاں شخص ملے گا اور دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ سوار ہوگا۔ تیسری نشانی یہ کہ تم سے بغل گیر ہوگا۔ چوتھی نشان یہ کہ تمہیں دیکھ کر ہنسے گا پانچویں نشانی یہ کہ تمہارے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوگا۔ چھٹی نشانی یہ کہ تم اس خواب کو کل کسی سے کہہ نہ دینا۔

زاں نشان الخ: اسی نشان کی بابت حضرت زکریا علیہ السلام سے کہا گیا تھا کہ تین روز تک بجز ذکر اللہ کے کوئی کلام نہ کرنا اور بجز ذکر اللہ کے اور تمام اچھی بری باتوں سے خاموش رہنا۔ یہ نشانی ہے اس کی کہ آپ کو یحییٰ علیہ السلام کی ضرورت ہے اور ملنا چاہتے ہیں لہٰذا آپ کو تین روز خاموش رہنا چاہیے کیونکہ یہ آپ کے حصول مدعا کی

www.besturdubooks.wordpress.com

علامت ہے جس وقت آپ ایسا کرلیں گے اس وقت آپ کو متوقع رہنا چاہیے کہ اب حضرت یحییٰ علیہ السلام ہم کو ملیں گے دیکھو خبردار اس نشانی کو کسی سے کہنا بھی نہیں اور اس بات کو دل میں ہی مخفی رکھنا۔ یہاں تک حضرت زکریا علیہ السلام کا قصہ بیان کرکے پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں۔

این نشانہا کو بدیش الخ: غرض وہ آئندہ الا شخص یہ شکر کے مانند مرغوب نشانات تم سے بیان کرے جو کہ تم کو حصول مدعا کا امیدوار بناتے ہیں لیکن وصول مدعا کے صرف یہ ہی نشانات نہیں ہیں بلکہ اور بھی سینکڑوں نشانات ہیں چنانچہ جس چیز کو تم حق سبحانہ سے طلب کرتے ہو اس کے ملنے کے یہ بھی نشانیاں ہیں کہ تم شبہائے دراز میں اس کے لئے روتے ہو اور صبح کے وقت دل سوزی سے تضرع و زاری کرتے ہو اور حصول مدعا کے لئے حق سبحانہ سے التجائیں کرتے ہو اور یہ کہ تم بدوں اس کے اس قدر مغموم رہتے ہو کہ دن تمہاری آنکھوں میں تاریک ہو گیا ہے اور مارے غم کے تکلے کی طرح تمہاری گردن پتلی ہو گئی ہے اور یہ کہ جو کچھ تمہارے پاس ہے تن من دھن مطلوب پر تم نے سب کو قربان کردیا ہے جس طرح کہ اہل اللہ کیا کرتے ہیں اور تو نے اپنا سب سامان لٹادیا ہے تمہاری نیند جاتی رہی ہے مارے غم کے چہرہ کا رنگ اڑگیا ہے اور سر تک مطلوب پر قربان کردیا ہے اور گھل گھل کر بال کی طرح پتلے دبلے ہو گئے ہو جس طرح عود آگ میں جلتا ہے یوں ہی تم بھی آتش فرقت میں جلتے ہو اور خود کی طرح تلوار کے سامنے سینہ سپر ہو گئے ہو یہ سب علامات ہیں وصال محبوب کے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہیے کہ جب وصال مطلوب کے یہ نشانات ہیں تو وصال گویا ناممکن ہے کیونکہ یہ نہ ہوگا نہ وصال ہوگا اس لئے کہ یہ تو چند باتیں ہیں تم انہیں سے گھبرا گئے ایسی باتیں تو عشاق لاکھوں کرتے ہیں جن کا احاطہ نہیں ہوسکتا اس مضمون کو ختم کرکے آگے فرماتے ہیں۔

چونکہ اندر خواب الخ: جبکہ خواب میں تم نے یہ حالت دیکھی جس کی تم کو برسوں سے آرزو تھی تو یہ خواب دیکھ کر جب دن ہوا اور امید حصول مطلوب پر تمہارا دل کامیاب ہوا تو تم نے دائیں بائیں دیکھنا شروع کیا کہ وہ نشانیاں اور علامتیں جو مجھے خواب میں معلوم ہوئی تھیں کہاں ہیں تم دیکھتے جاتے ہو اور تمہارا دل دھڑکتا جاتا ہے کہ اگر دن ختم ہو جائے اور وہ نشانیاں نہ ملیں تو بڑی مصیبت ہے تم پہاڑوں اور جنگلوں اور سرایوں میں ان نشانیوں کی تلاش میں یوں دوڑ رہے ہو جیسے کسی کا بچھڑا کھو گیا ہو اور وہ اس کو ڈھونڈتا پھرتا ہو۔ لوگ تم کو پریشان اور حواس باختہ دیکھ کر پوچھتے ہیں کہ کیوں جناب خیر تو ہے یہاں تمہارا کون شخص گم ہو گیا ہے اور وہ تمہارا رشتہ میں کیا ہوتا ہے تو تم اس کے جواب میں کہتے ہو کہ جی ہاں خیر ہے مگر میں آپ سے اصل واقعہ بیان نہیں کرسکتا اس کو مجھی تک رہنا چاہیے اس لئے کہ اگر میں کہتا ہوں تو میری ایک نشانی جاتی رہے گی اور اس نشانی کا ضائع ہو جانا میرے لئے موت ہے تم ہر سوار کی صورت غور سے دیکھتے ہو بدین خیال کہ شاید یہ وہی سوار ہو جس کی مجھکو بشارت دی گئی تھی اور وہ سوار تم کو غور سے دیکھتے ہوئے دیکھ کر ڈانٹتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مجھے دیوانوں کی طرح کیوں گھورتا ہے اس پر تم کہتے ہو کہ میرا ایک آدمی گم ہو گیا ہے میں اسے تلاش کرنے نکلا ہوں جناب کو خدا ہمیشہ بادولت رکھے آپ خفا

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ ہوں عشاق پر رحم کریں اور ان کو معذور رکھیں غرض جب تم نے بہت ڈھونڈا تو وہ سوار نظر آیا اور آنا بھی چاہیے کیونکہ حدیث میں ہے کہ حق سبحانہ کسی کی کوشش کو ضائع نہیں کرتے اور وہ سعادت مند سوار دفعتہ تیرے پاس پہنچ گیا اور تم کو آغوش میں لے کر خوب دبایا یہ دیکھ کر مارے خوشی کے تم بے ہوش ہو گئے اور جسم سست ہو جانے کے سبب زمین پر گر پڑے جو شخص اس راز سے واقف نہ تھا اس نے آوازے کسنے شروع کیے کہ ایک مکار ہے اور دغا باز ہے آخر اس نے کیا دیکھا اور یہ شورش کس بنا پر ہے لیکن اس جاہل کو معلوم نہیں کہ یہ کس کے وصل کا نشان ہے اور وہ کون ہے جس کے سبب یہ خود رفتہ ہوا ہے۔ یہ نشانی اسی شخص کے حق میں نشانی ہو سکتی ہے جس نے اس کو پہلے دیکھا ہو اور جس نے نہیں دیکھا اس کے لئے یہ نشانی نہیں ہو سکتی غرض جوں جوں نشانیاں ظاہر ہوتی جاتی ہیں اس شخص کی جان میں جان آتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی کو پانی مل گیا اور یہ نشانیاں اس کے لئے یوں ہی حیات بخش ہوتی ہیں جس طرح عارفین کے لئے وہ آیات جن کی طرف تلک آیات الکتاب میں اشارہ کیا گیا ہے جب تم کو یہ مثال معلوم ہو گئی تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ نشانی ہائے عالم سے حق سبحانہ اسی کو یاد آتے ہیں جو روز الست میں حق سبحانہ کی معرفت حاصل کر چکا ہے اور وہی ان پر وجد کر سکتا ہے جو اس دولت سے بہرہ مند ہے لیکن جو لوگ اس سے بے بہرہ ہیں ان کو اس سے کچھ پتہ نہیں چلتا اور وہ ایسے لوگوں کو احمق بناتے ہیں۔

پس نشانیہا کہ الخ: اسی مثال سے تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ انبیاء میں جو نشانیاں ہوتی ہیں ان کو وہی پہچانتے ہیں جن کو ان سے مناسبت ہے اور روز الست میں ان کو ان کی واقفیت ہو چکی ہے یہاں تک پہنچ کر مولانا کو تاب نہیں رہی اس لئے آگے معذرت فرماتے ہیں

این سخن ناقص بماند الخ: یہ گفتگو ناتمام اور بے ٹھکانے رہ گئی وجہ یہ ہے کہ میں دل نہیں رکھتا یعنی میرا دل میرے بس میں نہیں اس لئے مجھے زیادہ گوئی سے معذور سمجھو دوسری وجہ یہ ہے کہ نشانات وغیرہ ذروں کے مانند بے حد و نہایت ہیں آدمی جس طرح ذروں کو نہیں گن سکتا یوں ہی میں بھی ان کا احاطہ نہیں کر سکتا اور وہ تو کسی طرح بھی نہیں گن سکتا جس کی عقل پر عشق الہی غالب آ گیا ہے کہ جب محبوب کا ذکر آتا ہے وہ اپنے حواس میں نہیں رہتا۔ بھلا سمجھو تو سہی میں کہیں باغ کے پتوں کو شمار کر سکتا ہوں اور میں کوؤں اور چکوروں وغیرہ کی آوازوں کو گن سکتا ہوں ہرگز نہیں اور وہ شمار میں نہیں آ سکتے لیکن میں نے فی الجملہ بصیرت کے لئے جس قدر مجھ سے ہو سکے بیان کر دیئے مثلاً زحل کی نحوستیں اور مشتری کی سعادتیں احاطہ شمار میں نہیں آ سکتیں لیکن ان دونوں کے بے انتہا آثار و خواص میں سے بعض کا بیان کر دینا ضروری ہوتا کہ ان کے منافع سے متمتع اور مضرتوں سے محفوظ رہ سکیں اور تا کہ جو لوگ ان سعید و منحوس ستاروں سے تعلق رکھتے ہیں ان کو فی الجملہ آثار قضا و قدر پر اطلاع ہو جائے مثلاً یہ کہ جس شخص کا طالع مشتری ہوتا ہے وہ خوش و خرم اور با عزت و جاہ ہوتا ہے اور جس کا طالع زحل ہو اس کو اپنے کاموں میں برائیوں سے احتیاط کرنے کی ضرورت ہے پس اگر یہ فرضاً ان آثار سے واقف بھی ہوں اور معتقد بھی ہوں تو

www.besturdubooks.wordpress.com

میرا فرض ہے کہ میں اس شخص کو مطلع کردوں جس کا طالع زحل ہے اگر میں اس کو نہ بتاؤں تو زحل اس کو اپنی آگ سے جلادے گا اور اس کو بے حد نقصان پہنچائے گا اس بیان سے چونکہ بظاہر اعتقاد تاثیر کواکب ظاہر ہوتا ہے اس لئے مولانا کو متنبہ ہوتا ہے اور اس کی تردید فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں اے بے ہودہ بس اس فضول گوئی کو ختم کر کیسا زحل کیسی مشتری مبادا آتش قہر الٰہی کو اشتعال ہوا اور تجھے پھونک کر رکھ دے مؤثر تو حق سبحانہ ہیں جن کی یہ شان ہے کہ اگر وہ چاہیں تو ایک دم میں ستاروں کو بھی فنا کر سکتے ہیں اور نہ ان کا نور باقی رہ سکتا ہے اور نہ نشان مل سکتا ہے بلکہ خود آسمان کو بھی فنا کر سکتے ہیں جس میں یہ موجود ہیں پس اس لغو گفتگو کو چھوڑ اور اس میں مشغول ہو جس کا کوئی نتیجہ ہو باقی تمام بحثوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ حرکات کواکب محض بے نتیجہ ہیں اور مثمر اور با نتیجہ محض حق سبحانہ کی عنایت ہے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کر اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ذکر الٰہی میں مشغول ہونا چاہیے جس کی اس نے اذکروا اللہ فرما کر ہم کو اجازت دی ہے اور اس طریقہ سے اس نے آتش شہوت و غضب میں مبتلا ہونے کی حالت میں چشمہائے قلب کو نور بصیرت و معرفت عطا کیا ہے جو کہ اس کا بے حد انعام ہے اس نے فرمادیا ہے کہ اگرچہ میں تمہاری تسبیح و ذکر سے پاک ہوں کیونکہ تمہارا ذکر و تسبیح تشبیہ کی آمیزش سے پاک نہیں اور میں صورتوں سے منزہ اور مبرا ہوں لیکن میں بایں ہمہ تم کو اجازت دیتا ہوں کیونکہ ہمارا قانون جن کی بنا محض رحمت و شفقت ہی یہ ہے کہ ہم کسی کو اس کی استطاعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور عام لوگ تصویر و خیال میں گرفتار ہیں اس لئے وہ ہم کو بے مثال اور تصور کے نہیں جان سکتے بلکہ وہ ہمارا تصور اپنی اپنی استعداد کے موافق صورتوں اور خیالوں کے ضمن میں کرتے ہیں اس لئے یہ تسبیح و تقدیس بالکل ایسی ہے جیسے کوئی بادشاہ کی تعریف میں کہے کہ وہ جولاہا نہیں بھلا یہ بھی کوئی تعریف ہے ہرگز نہیں لیکن وہ اس تعریف کی حقیقت نہیں جانتا اس لئے اتراتا ہے کہ میں نے بادشاہ کی تعریف کی اس کے بعد قصہ بیان فرماتے ہیں جس سے اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ قبول ذکر کے لئے خلوص ضروری ہے۔ اگر الفاظ نامناسب ہوں اور ان کا استعمال بنابر جہالت کیا گیا ہو تو کچھ مضر نہیں۔

شرح شبّیری

انکار کردن موسیٰ علیہ السلام بر مناجات شباں

ایک چرواہے کی دعا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انکار

دید موسیٰ یک شبانے را براہ	کو ہمی گفت اے کریم واے الٰہ
(حضرت) موسیٰ نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا	کہ وہ کہہ رہا تھا اے کریم اور اے خدا!

دید موسے الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ایک چرواہے کو راستہ میں دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اے خدا اور اے اللہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تو کجائی تا شوم من چاکرت	چارقت دوزم کنم شانہ سرت
تو کہاں ہے؟ تاکہ میں تیرا نوکر بنوں	تیرا جوتا سی دوں تیرے سر میں کنگھی کروں

تو کجائی الخ۔ یعنی آپ کہاں ہیں تاکہ میں آپ کا نوکر ہو جاؤں اور آپ کے موزے سیوں اور آپ کے سر میں کنگھی کروں۔

تو کجائی تا کہ خدمتہا کنم	جامہ ات را دوزم و بخیہ زنم
تو کہاں ہے؟ تاکہ تیری خدمتیں کروں	تیرا کپڑا سی دوں اور بخیہ کر دوں

تو کجائی الخ۔ یعنی تو کہاں ہے تاکہ میں تیری خدمتیں کروں تیرے کپڑوں کو سیوں اور بخیہ کروں۔

جامہ ات شویم سپشہایت کشم	شیر پیشت آورم اے محتشم
تیرے کپڑے دھو دوں تیری جوئیں مار دوں	اے معزز! تیرے سامنے دودھ پیش کروں

جامہ ات الخ۔ یعنی تیرے کپڑوں دھوؤں اور تیری جوئیں ماروں اور اے محتشم تیرے آگے دودھ لاؤں۔

ور ترا بیماری آمد بہ پیش	من ترا غمخوار باشم ہمچو خویش
اگر تجھے بیماری لاحق ہو	اپنے کی طرح میں تیرا غمخوار بنوں

ور ترا الخ۔ یعنی اور اگر تیرے سامنے کوئی بیماری آئے تو میں تیرا اپنوں کی طرح غم خوار ہوں۔

دستکت بوسم بمالم پا یکت	وقت خواب آید بروبم جائیکت
تیرے پیارے ہاتھ چوموں تیرے نازک پیر دباؤں	سونے کا وقت آئے تو تیرا بستر صاف کر دوں

دستکت بوسم الخ۔ یعنی تیرے ننھے ننھے ہاتھ چوموں اور تیرے ننھے ننھے پاؤں دباؤں اور جب سونے کا وقت آئے تو تیری جگہ کو صاف کر دوں۔

اے خدائے من فدایت جان من	جملہ فرزندان و خان و مان من
اے میرے خدا تجھ پر میری جان قربان	تمام اولاد اور میرا گھر بار
گر بدانم خانۂ تو من مدام	شیر و روغن آرمت ہر صبح و شام
اگر مجھے تیرے گھر کا پتہ مل جائے تو میں ہمیشہ	صبح و شام دودھ اور گھی تیرے لئے لاؤں

گر بہ بینم الخ۔ یعنی اگر میں تیرا گھر دیکھ لوں تو ہمیشہ گھی اور دودھ صبح شام لایا کروں۔

ہم پنیر و نانہائے روغنیں	خمرہائے جوغرات اے نازنیں
پنیر بھی اور روغنی روٹیاں بھی	دہی کی مٹکیاں اے نازنیں!

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم پنیر الخ۔ یعنی پنیر اور روغنی روٹیاں اور عمدہ دہی کی مٹکیاں۔

سازم و آرم بہ پیشت صبح و شام	از من آوردن ز تو خوردن طعام
تیار کروں اور صبح و شام تیرے سامنے لاؤں	میرا لانا ہو تیرا کھانا ہو

سازم و آرم الخ۔ یعنی بناؤں اور صبح و شام لایا کروں اور میری طرف سے تو کھانا لانا ہو اور تیری طرف سے کھانا ہو۔

اے فدائے تو ہمہ بزہائے من	وے بیادت ہی ہی و ہیہائے من
اے (وہ ذات) جس پر میری ساری بکریاں قربان	اے (وہ ذات) کہ تیری یاد میں میری آہ و زاری ہے

اے فدائے الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ جس پر میری ساری بکریاں قربان اور تیری یاد میں میری ہائے ہائے اور شور وغل ہے۔

زیں نمط بیہودہ می گفت آں شباں	گفت موسیٰؑ با کیستت اے فلاں
وہ چرواہا اس طرح کی بیہودہ باتیں کہہ رہا تھا	(حضرت) موسیٰ نے کہا اے فلاں! تو کس سے مخاطب ہے؟

زین نمط الخ۔ یعنی اس طریقہ سے وہ چرواہا بے ہودہ کہہ رہا تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کس سے ہے تیرا خطاب اے فلاں۔

گفت با آں کس کہ مارا آفرید	ایں زمین و چرخ ازو آمد پدید
اس نے کہا اس ذات سے ہمکلام ہوں جس نے ہمیں پیدا کیا ہے	یہ زمین اور آسمان جس (کے پیدا کرنے) سے ظاہر ہوا ہے

گفت الخ۔ یعنی وہ چرواہا بولا کہ اس شخص سے کہ جس نے ہم کو پیدا کیا اور یہ زمین و آسمان اس سے ظاہر ہوئے ہیں۔

گفت موسیٰؑ ہائے خیرہ سر شدی	خود مسلماں ناشدہ کافر شدی
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا افسوس تو پاگل ہو گیا ہے	مسلمان نہ ہوا (بلکہ) کافر ہو گیا ہے

گفت موسیٰ الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام بولے کہ ہائے تو تو خیرہ سر ہو گیا ابھی مسلمان بھی نہ ہوا تھا کہ کافر ہو گیا یعنی ابھی معرفت اور علم بھی حاصل نہ ہوا تھا کہ تو اس سے پہلے ہی زبان سے ایسے الفاظ کفریہ نکالنے لگا ہے۔

اینچہ ژاژست وایں چہ کفرست و فشار	پنبہ اندر دہان خود فشار
یہ تیری کیا بکواس ہے اور یہ تیرا کیا کفر اور بیہودگی ہے؟	اپنے منہ میں روئی ٹھونس لے

ہین چہ الخ۔ یعنی ارے یہ کیا بے ہودگی ہے اور یہ کیا پراگندہ کفر ہے اپنے منہ میں روئی ٹھونس لے یعنی ایسی باتیں مت کر۔

گند کفر تو جہاں را گندہ کرد	کفر تو دیبائے دیں را ژندہ کرد
تیرے کفر کی بدبو نے دنیا کو بدبودار کر دیا ہے	تیرے کفر نے دین کو دیبا کو گدڑی بنا دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کند کفر تو الخ۔ یعنی تیرے کفر کی گندگی نے جہان کو گندہ کر دیا اور تیرے کفر نے دین کے لباس ریشمی کو پارہ پارہ کر دیا۔

چارق و پاتابہ لائق مر تراست	آفتابے را چنینہا کے رواست
چپل اور جوتا تیرے لئے مناسب ہے	آفتاب کے لئے ایسی چیزیں کب مناسب ہیں؟

چارق و پاتابہ الخ۔ یعنی موزے اور پاتابہ تو تیرے لائق ہیں اور آفتاب (حقیقی) کو ایسی چیزیں کب جائز ہیں۔

گر نہ بندی زیں سخن تو حلق را	آتشے آمد بسوزد خلق را
اگر تو ان باتوں سے منہ بند نہ کرے گا	آگ آئے گی اور دنیا کو جلا دے گی

گر نہ بندی الخ۔ یعنی اگر تو اس بات سے حلق کو بند نہ کرے گا تو ایک آگ آئے گی اور مخلوق کو جلا دے گی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

آتشے گر نامدست ایں دود چیست	جاں سیہ گشتہ رواں مردود چیست
اگر آگ نہیں آئی تو یہ دھواں کیا ہے؟	جان کالی ہو گئی روح مردود کیوں ہے؟

آتشے الخ۔ یعنی اگر کوئی (ظاہری) آگ نہ بھی آئی تو دھواں (اثر آگ) کیا ہے کہ جان سیاہ ہو گئی ہے اور جان مردود کس لئے ہو گئی ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ بظاہر آگ نہیں آتی مگر ان خرافات سے قلوب تو سیاہ ہوتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔

گر ہمی دانی کہ یزداں داور ست	ژاژ و گستاخی ترا چوں باور ست
اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے	بیہودہ گوئی اور گستاخی پر تجھے کیوں یقین ہے؟

گر ہمیدانی الخ۔ یعنی اگر تو جانتا کہ حق تعالیٰ حاکم ہیں تو یہ بے ہودہ گستاخی تجھ کو کب صحیح ہے۔

دوستی بے خرد چوں دشمنی ست	حق تعالیٰ زیں چنیں خدمت غنی ست
بے وقوف کی دوستی دشمنی جیسی ہے	اللہ تعالیٰ اس طرح کی خدمت سے بے نیاز ہے

دوستی بے خرد الخ۔ یعنی بے عقل کی دوستی بھی دشمنی ہے حق تعالیٰ تو ایسی خدمت سے غنی ہیں وہ تو منزہ و پاک ہیں۔

با کہ می گوئی تو ایں باعم و خال	جسم و حاجت در صفات ذوالجلال
تو یہ کس سے کہہ رہا ہے؟ چچا اور ماموں سے	جسم اور حاجت اللہ کی صفتوں میں؟

باکہ میگوئی الخ۔ یعنی تو کس سے کہہ رہا ہے کیا کسی ماموں چچا سے سارے جسم اور حاجت اور صفات ذوالجلال ہیں۔ نعوذ باللہ

شیر او نوشد کہ در نشو و نما ست	چارق او پوشد کہ او محتاج پاست
دودھ وہ پیتا ہے جو نشوونما میں ہے	چپل وہ پہنتا ہے جس کو پاؤں کی ضرورت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شیر او نوشد الخ۔ یعنی دودھ تو وہ پیے جو کہ نشو ونما میں ہو اور موزہ وہ پہنے جو کہ محتاج پاؤں کا ہو اور حق تعالیٰ ان سے منزہ ہیں۔

ور برائے بندہ است ایں گفتگو	آنکہ حق گفت او من ست و من خود او
اگر یہ گفتگو (اس) بندہ کے لئے ہے	جس کے بارے میں اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں وہ ہوں اور وہ میں

در برائے الخ۔ یعنی اور اگر اس بندہ کے واسطے یہ گفتگو ہے کہ جس کو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ میں ہوں اور میں خود وہ ہوں مراد وہی عینیت مصطلحہ ہے

آنکہ گفت انی مرضت لم تعد	من شدم رنجور او تنہا نہ شد
جس کے بارے میں فرمایا میں مریض ہوا تو نے عیادت کیوں نہ کی؟	میں بیمار تھا وہ تنہا بیمار نہ تھا

آنکہ گفت الخ۔ یعنی وہ کہ جس کے حق میں فرمایا ہے کہ میں مریض ہوا تھا اور تو نے عیادت نہیں کی اور میں بیمار ہوا تھا وہ تنہا ہی نہ ہوا تھا۔ حدیث میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ قیامت کے روز فرمائینگے کہ اے ابن آدم میں مریض ہوا تھا اور تو نے میری عیادت نہیں کی تو بندہ عرض کریگا اے رب العالمین آپ کب مریض ہوئے تھے ارشاد ہوگا کہ ہمارا فلاں بندۂ خاص بیمار ہوا تھا تو گویا ہم ہی بیمار ہوئے تھے تو نے اس کی عیادت نہ کی تو گویا ہماری عیادت نہیں کی یہاں اسی حدیث کی طرف اشارہ ہے۔

آنکہ بی یسمع و بی یبصر شدہ است	در حق آں بندہ ایم ہم بیہدہ است
وہ کہ جو میرے ذریعہ سنتا ہے اور میرے ذریعہ دیکھتا ہے" ہو گیا ہے	اس بندے کے حق میں بھی یہ بیہودہ ہے

آنکہ بی یسمع الخ۔ یعنی وہ کہ بی یسمع اور بی یبصر ہو گیا ہے۔ اس بندہ کے حق میں بھی یہ بے ہودہ بات ہے مطلب یہ کہ اگر حق تعالیٰ کی شان میں نہ بھی لیا جائے تو جو بندگان خاص ہیں ان کے ان کے حق میں بھی تو یہ الفاظ بے ہودہ ہی ہیں یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ آخر وہ تو بندہ ہیں اور ان کو سب چیزوں کی احتیاج ہے تو ان کے حق میں کس طرح بے ہودہ ہونگے اس لئے کہ اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کے جو کمالات کہ بیان کرنے کے قابل ہیں ان کو چھوڑ کر جب اس قسم کی تعریف کریگا مثلاً یہ کہ حضرت خوب عمدہ کپڑے پہنتے ہیں اور کھاتے بہت ہیں وغیر ذلک تو یہ بھی تو بے ہودہ ہی بات ہے جیسا کہ بادشاہ کی تعریف میں جولاہا ہونے کی نفی کی جائے کہ فی الواقع صحیح ہے مگر پھر بھی کوئی عاقل اس کو مدح نہیں کہتا بس معلوم ہوا کہ یہ باتیں نہ تو حق تعالیٰ کی شان میں زیبا ہیں اور نہ بندگان خاص حق کی شان میں تو سوائے بے ہودگی کے اور کیا کہا جائے آگے فرماتے ہیں کہ

بے ادب گفتن سخن باخاص حق	دل بمیراند سیہ دارد ورق
اللہ (تعالیٰ) کے خاص بندے سے بے ادبی سے بات کرنا	دل کو مردہ کر دیتا ہے اعمالنامہ سیاہ کر دیتا ہے

بے ادب الخ۔ یعنی بندگان خاص کی شان میں بے ادبی کی بات کہنا بھی دل کو مردہ کر دیتا ہے اور نامۂ

www.besturdubooks.wordpress.com

اعمال کو سیاہ کر دیتا ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

گر تو مردے را بخوانی فاطمہ	گر چہ یک جنس اند مرد و زن ہمہ
اگر تو مرد کو فاطمہ کہہ کر بلائے	اگر چہ سب مرد و عورت ایک جنس ہیں

گر تو مردے الخ۔ یعنی اگر تو کسی مرد کو فاطمہ کہے تو اگر چہ مرد و عورت سب ایک جنس (یعنی آدمی) ہیں لیکن

قصد خون تو کند تا ممکن ست	گر چہ خوشخوی و حلیم و ساکن ست
حتی الامکان تیری جان (لینے) کا ارادہ کرے	اگر چہ خوش مزاج اور بردبار اور صاحب سکون ہو

قصد خون الخ۔ یعنی تیری جان لینے کا قصد کرے گا جہاں تک بھی ممکن ہوگا اگر چہ خوشخو اور حلیم اور موسن ہو مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ مرد کو فاطمہ کہہ دینا ایک بے محل امر ہے اس لئے وہ جان لینے کے درپے ہوگا پس اگر حق تعالیٰ کی شان میں کوئی ایسی بات ہو تو وہ تو کیسی سخت گرفت کے قابل ہے۔

فاطمہ مدحست در حق زناں	مرد را گوئی بود زخم سناں
عورتوں کے لئے فاطمہ تعریف ہے	(اگر) تو مرد کو کہئے بھالے کا زخم ہو گا

فاطمہ الخ۔ یعنی فاطمہ عورتوں کے حق میں تو مدح ہے اور اگر تو مرد کو کہے تو بھالے کا زخم ہو جائے یعنی بہت سخت ناگوار ہو۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی شان میں بے جا بات کہنا تو بہت ہی سخت بات ہے۔

دست و پا در حق ما استایش ست	در حق پاکی حق آلائش ست
ہاتھ اور پیر ہونا ہمارے لئے تعریف ہے	اللہ (تعالیٰ) کی پاکی کے لئے ناپاکی ہے

دست و پا الخ۔ یعنی ہاتھ پاؤں ہمارے حق میں تو سامان آسائش ہیں اور حق تعالیٰ کی پاکی کے سامنے یہ سب آلائش ہیں۔

لم یلد لم یولد اور الائق ست	والد و مولود را او خالق ست
نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اس کے لئے مناسب ہے	(کیونکہ) وہ باپ اور لڑکے کا خالق ہے

لم یلد لم یولد الخ۔ یعنی اس کے مناسب تو لم یلد ولم یولد ہے (نہ وہ کسی کو جنے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا) اور والد اور مولود کا تو وہ خالق ہے تو پھر یہ صفات اس کے اندر کس طرح ممکن ہیں۔

ہر چہ جسم آمد ولادت وصف اوست	ہر چہ مولودست اوزیں سوئے جوست
جو جسم ہے پیدا ہونا اس کی صفت ہے	جو جنا ہوا ہے وہ اس طرف (جسم) کا جوئندہ ہے

ہر چہ جسم آمد الخ۔ یعنی جو کہ جسم ہے ولادت تو اس کا وصف ہے اور جو کہ مولود ہے وہ اس دریائے (وحدت کے اس طرف ہے مطلب یہ کہ ولادت وغیرہ تو صفات ممکن سے ہیں اور حق تعالیٰ ان سب سے بری اور منزہ ہے۔ تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکه از کون و فساد ست و مہیں	حادث ست و محدثے خواہد یقیں
چونکہ وہ بنے بگڑنے (والے عالم) کا اور کمزور ہے	وہ تو پیدا ہے اور یقینا پیدا کرنے والے کا خواہاں ہے

آنکہ از کون الخ۔ یعنی وہ کہ کون وفساد سے ہے اور ذلیل۔ وہ حادث ہے اور یقیناً حدوث کہ چاہتا ہے اور حق تعالیٰ واجب الوجود ہیں پھر ان کے اندر صفات ممکن کی کس طرح موجود ہو سکتی ہیں۔ غرضکہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو یہاں تک کہا تو اس کو بھی کچھ ہوش آئے اور بولا کہ

گفت اے موسیٰ دہانم دوختی	وز پشیمانی تو جانم سوختی
اس نے کہا اے موسیٰ! تم نے میرا منہ سی دیا	اور شرمندگی سے میری جان جلا دی

گفت الخ۔ یعنی وہ چرواہا بولا کہ اے موسیٰ آپ نے تو میرا منہ سی دیا اور پشیمانی سے میری جان کو جلا دیا۔ مطلب یہ کہ پہلے سے تو مجھے کچھ بھی خبر نہ تھی محبت حق میں سب کچھ کہہ رہا تھا اب جو آپ نے یہ فرمایا تو اب تو کچھ بقدر استعداد معرفت حق ہوئی ہے تو یہ باتیں اب تو بے ادبی اور گستاخی معلوم ہوتی ہیں اس لئے نہ تو اب کچھ کہہ سکتا ہوں اور پہلے کئے ہوئے پر سخت پشیمان ہوں غرضکہ عجب کشمکش میں عجب دردیست اندر دل اگر گویم زبان سوزد + وگر دم درکشم ترسم کہ مغز استخوان سوزد بس جب اس کو اپنا غبار دل زبان سے نکالنے سے تو یہ امر مانع ہوا تو اس کے عشق نے جوش کیا اور اس کی یہ حالت ہوئی کہ

جامہ را بدرید و آہے گرد تفت	سر نہاد اندر بیابان و برفت
کپڑے پھاڑے اور گرم آہ کی	بیاباں کا رخ کیا اور چل دیا

جامہ را الخ۔ یعنی کپڑوں کو پھاڑ ڈالا اور ایک گرم آہ کی اور سر بیابان میں رکھا اور چل دیا۔ مطلب یہ کہ حضرت موسیٰ کی ان نصائح سے اس کے دل میں اور بھی آگ لگ گئی اس لئے کہ پہلے سے تو صرف محبت ہی تھی اور اب کچھ معرفت بھی ہوئی اس لئے بس ایک آہ سرد بھر کر جنگل کو نکل گیا۔ اس کی تو یہ حالت ہوئی اور ادھر موسیٰ علیہ السلام پر عتاب حق ہوا کہ تم نے اس کو اس حالت میں کیوں چھیڑا آگے اسی کا بیان ہے مگر یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ ایک ادنیٰ درجے کے ولی کے بارے میں نبی پر عتاب ہوا اور پھر وہ چرواہا جو کہہ رہا تھا وہ تھا ہی خلاف ادب اور خلاف شرع تو یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عتاب کے کیا معنی ہیں اور اس سے تو بظاہر یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ چرواہا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درجہ میں بڑھا ہوا تھا نعوذ باللہ من ذلک اس کا جواب یہ ہے کہ یوں سمجھو کہ قرب حق کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ جو کہ بلا واسطہ معرفت کے ہو یہ تو مغلوب الحال لوگوں کو حاصل ہوتا ہے کہ ان کو اس وقت معرفت صفات وغیرہ نہیں ہوتی بلکہ ان کی توجہ ذات بحت کی طرف ہوتی ہے اور ایک وہ قرب جو کہ بواسطہ معرفت صفات کے ہو یہ قرب کاملین کا ہوتا ہے ہاں اول اکمل ہوتا ہے اور ثانی انفع ہوتا ہے اس لئے کہ جس

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر توجہ زیادہ ہوگی اسی قدر قرب بھی زیادہ ہوگا تو چونکہ یہ چرواہا مغلوب الحال تھا اور ذات بحت حق تعالیٰ کی طرف اس کی توجہ تھی تو اس کو قرب اکمل حاصل تھا اگرچہ دوسرا قرب جو کہ انفع تھا اس کو حاصل نہ ہوا ایک تو یہ بات یاد رکھو دوسرے یہ کہ قاعدہ ہے کہ مغلوب الحال مرفوع القلم ہوتا ہے اس پر اس وقت احکام شرعیہ کا خطاب نہیں ہوتا اس لئے کہ وہ اپنے ہوش ہی میں نہیں ہے۔ اب سمجھو کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس کو یہ باتیں کہتے ہوئے سنا تو ان کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ یہ جاہل ہے مگر ان کو اس وقت غلبۂ حال کی اطلاع نہ ہوئی وہ یہ سمجھے کہ صرف جہل ہے اور اس کی وجہ سے یہ خرافات بک رہا ہے لہٰذا انہوں نے اس کو روکا کہ یہ کیا کر رہا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے اور چونکہ یہ تو ولی ہی تھا اور وہ بھی کامل نہیں بلکہ مغلوب الحال اس لئے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو منع کیا تو نبی کے سامنے ولی کی حالت کیا ٹھہر سکتی تھی۔ اس کو فوراً اس طرف سے افاقہ ہوا اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات سنی اس طرف تو اس کا وہ حال ضعف تھا اور ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فضیلت قوی تھی اس لئے اس فضیلت قویہ کے سامنے وہ حال ضعیف نہ ٹھہر سکا اور یہ بھی سمجھو کہ اگر موسیٰ علیہ السلام ذرا بھی غور فرماتے تو وہ معلوم کر سکتے تھے کہ یہ مغلوب الحال ہے تو اس پر حق تعالیٰ نے شکایت فرمائی کہ اے موسیٰ جبکہ غور کرنے سے اس کی حالت تم کو معلوم ہو سکتی تھی تو تم نے اس کی حالت میں غور کیوں نہ کیا اور اس حالت سے اس کو افاقہ کیوں نہ ہونے دیا اس لئے کہ اس میں تو یہ مرفوع القلم ہی تھا اس تمہاری روک ٹوک سے اس کا وہ قرب جو کہ اکمل تھا اگرچہ انفع نہ تھا جاتا رہا اور اس کے لئے بوجہ اس کے کہ وہ عارف نہ تھا بلکہ جاہل تھا یہی مناسب تھا کہ وہ اس قرب میں رہے اور اگر اس حالت کے افاقہ کے بعد تلقین فرماتے تو یہ قرب جو کہ اس کو اس وقت حاصل تھا حاصل رہتا اور وہ دوسری حالت بھی جو کہ اب آپ کی تعلیم سے پیدا ہوئی ہے حاصل ہو جاتی لہٰذا اس وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کے طور پر فرمایا گیا بحمد اللہ اب کوئی اشکال نہیں رہا اس لئے کہ اس کی جو حالت تھی وہ اگرچہ اکمل تھی مگر انفع نہ تھی مگر نقصان حال تھا اور حق تعالیٰ نے جو شکایت فرمائی وہ صرف ان کی عدم توجہی پر فرمائی کہ اگر غور فرما لیتے تو ہرگز ایسا نہ ہوتا واللہ درّ مولانا دام بالفیض کہ ایسے مشکل مقام کو اس طرح آسان فرما دیا۔ للّٰہ درہ ثم للّٰہ درہ ثم واللہ للّٰہ درہ اب اشکالات تو باقی نہیں رہے لہٰذا اب سمجھو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ

عتاب کردن حق تعالیٰ باموسیٰ علیہ السلام بہر شباں

چرواہے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر خفگی

وحی آمد سوئے موسیٰ از خدا	بندۂ مارا زما کردی جدا
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے (حضرت) موسیٰ پر وحی آئی	تو نے ہمارے بندے کو ہم سے جدا کر دیا

وحی آمد الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی طرف حق تعالیٰ سے وحی آئی کہ تم نے ہمارے بندہ کو ہم سے کیوں جدا

www.besturdubooks.wordpress.com

کردیا جدا کرنے سے مراد یہی کہ اس کو جو قرب اکمل حاصل تھا اس سے جدا کردیا۔

تو برائے وصل کردن آمدی	نے برائے فصل کردن آمدی
تو ملانے کے لئے آیا ہے	جدا کرنے کے لئے نہیں آیا ہے

تو برائے الخ۔ یعنی تم تو وصل کرنے کے لئے آئے ہو نہ کہ جدائی ڈالنے کے لئے آئے ہو۔ یعنی آپ تو حق اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان وصل کرانے کے لئے آئے ہیں آپ جدائی کیوں ڈالتے ہیں۔

تاتوانی پامنہ اندر فراق	کابغض الاشیاء عندی الطلاق
جب تک ہو سکے جدائی میں قدم نہ رکھ	اس لئے کہ طلاق میرے نزدیک بری چیزوں میں سے سب سے بری ہے

تاتوانی الخ۔ یعنی حتی الامکان فراق میں قدم مت رکھو اس لئے کہ میرے نزدیک طلاق ابغض الاشیاء ہے اس سے زیادہ مبغوض میرے نزدیک کوئی شے نہیں ہے۔

ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم	ہر کسے را اصطلاحے دادہ ایم
ہم نے ہر شخص کی ایک طبیعت بنائی ہے	ہم نے ہر شخص کو ایک اصطلاح دی ہے

ہر کسے را الخ۔ یعنی ہر شخص کی ایک سیرت رکھی ہے ہم نے اور ہر کسی کو ہم نے ایک ایک اصطلاح بخشی ہے۔
درحق او الخ۔ یعنی اس کے حق میں تو مدح ہے اور (وہی بات) تمہارے حق میں مذمت ہے اور اس کے حق میں شہد ہے اور تمہارے حق میں زہر ہے۔

درحق او مدح درحق توذم	درحق او شہد و درحق توسم
اس کے حق میں تعریف ہے (اور) تیرے حق میں برائی ہے	اس کے حق میں وہ شہد ہے (اور) تیرے حق میں زہر ہے

درحق او الخ۔ یعنی اس کے حق میں نور ہے اور تیرے حق میں آگ ہے اور اس کے حق میں گلاب کا پھول ہے اور تیرے حق میں کانٹا ہے۔

درحق او نور درحق تو نار	درحق او ورد درحق تو خار
تیرے حق میں وہ نور ہے اس کے حق میں آگ ہے	اس کے حق میں وہ گلاب کا پھول ہے تیرے حق میں وہ کانٹا ہے

درحق او الخ۔ یعنی اس کے حق میں نیک اور تیرے حق میں بد اور اسکے حق میں خوب اور تیرے لئے مردود ہے۔ تو بس جس کی جو استعداد ہے اس کو اسی مرتبہ پر رکھنا ضروری ہے اس لئے کہ جو بہت بڑا عارف کامل ہے وہ بھی ہماری تقدیس تام نہیں کر سکتا اور جو ناقص ہے وہ تو کیا ہی کرے گا لہٰذا جس کی استعداد کے موافق جو حالت ہو اس کے لئے اس سے زیادہ کے حصول کی تمنا کرنا فضول ہے کہ بعض مرتبہ یہ ہوتا ہے کہ اعلیٰ کی تو استعداد نہیں ہے اس ناقص کو بھی چھوڑ بیٹھتا ہے تو کورا کا کورا ہی رہ جاتا ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

در حق او نیک در حق تو بد	در حق او خوب در حق تو رد
اس کے حق میں وہ اچھی ہے تیرے حق میں بری ہے	اس کے حق میں وہ خوب ہے تیرے حق میں مردود ہے
ما بری از پاک و ناپاکی ہمہ	از گراں جانی و چالاکی ہمہ
ہم پاکی اور ناپاکی سب سے منزہ ہیں	سستی اور چستی سب سے (منزہ ہیں)

مابری الخ۔ یعنی ہم تقدیس وغیرہ تقدیس سے بری ہیں گران جانی سے اور چالاکی سے سب سے مطلب یہ کہ جو کچھ بھی تقدیس وتنزیہ ہے ہماری ذات وراء الوراء ثم وراء الورا ثم وراء الوراء ہے اس لئے جس طرح بھی جو شخص کر سکے کام میں لگا رہنے دو۔

من نکردم امر تا سودے کنم	بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم
میں نے حکم اس لئے نہیں دیا کہ کوئی فائدہ اٹھاؤں	بلکہ اس لئے کہ بندوں پر بخشش کروں

من نکردم الخ۔ یعنی میں نے مخلوق کو اس لئے پیدا نہیں کیا تا کہ اپنا کوئی نفع کروں بلکہ اس لئے تا کہ بندوں پر احسان کروں تو جب میرا کوئی نفع نہیں ہے تو اب جس کا جس طرح نفع ہو اس کو اس میں لگا رہنے دو۔

ہندیاں را اصطلاح ہند مدح	سندیاں را اصطلاح سند مدح
ہندوستان والوں کے لئے ہندوستان کی اصطلاح تعریف ہے	سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح تعریف ہے

ہندیاں را الخ۔ یعنی ہندوؤں کے لئے ہند کی اصطلاح مدح ہے اور سندھیوں کے لئے سندھ کی اصطلاح مدح ہے ہاں جو شخص کہ مکار ہو گا جیسے کہ آج کل ہوتے ہیں وہ تو تقدیس کرتے ہی نہیں ہیں یہاں ان کا ذکر ہے کہ جو تقدیس کرتے ہیں تو جو مغلوب الحال ہیں ان کو ان کے غلبۂ حال کی حالت پر چھوڑا جائے اور جو ایسے نہیں ہیں ان کو ان کی حالت کے مطابق تعلیم و تلقین کی جائے اور فرماتے ہیں کہ

من نگردم پاک از تسبیح شاں	پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں
میں ان کی تسبیح سے پاک نہیں بنتا ہوں	وہی پاک اور موتی برسانے والے بن جاتے ہیں

من نکردم الخ۔ یعنی میں تو ان کی تسبیح سے پاک ہوتا نہیں ہاں وہ خود ہی پاک اور درفشاں ہو جاتے ہیں۔

ما بروں را ننگریم و قال را	ما دروں را بنگریم و حال را
ہم ظاہر اور قول کو نہیں دیکھتے ہیں	ہم باطن کو اور حالت کو دیکھتے ہیں

ما بروں الخ۔ یعنی ہم ظاہر کو اور قال کو نہیں دیکھتے بلکہ ہم باطن کو اور حال کو دیکھتے ہیں تو اگر کوئی بہت ہی چرب زبان ہو اور ہماری تقدیس میں لمبے چوڑے الفاظ لائے اور دل میں کچھ نہ ہو تو ہم اس سے خوش نہیں ہوتے ہاں اگر دل میں کچھ ہے تو پھر چاہے زبان سے اچھی طرح الفاظ بھی نہ نکلتے ہوں وہ حق تعالیٰ کے یہاں مقبول ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ناظر قلبیم اگر خاشع بود	گرچہ گفت لفظ ناخاضع بود
ہم قلب کو دیکھنے والے ہیں اگر وہ عاجزی کرنے والا ہو	اگرچہ لفظی گفتگو عاجزی کی نہ ہو

ناظر قلبیم الخ۔ یعنی ہم تو قلب کو دیکھتے ہیں اگر وہ خاشع ہوتا ہے تو اگرچہ لفظ کہنے کے نامناسب ہوں تب بھی قبول ہے آگے اس میں ایک لطیفہ فرماتے ہیں کہ

زاں کہ دل جوہر بود گفتن عرض	پس طفیل آمد عرض جوہر غرض
اس لئے کہ دل جوہر ہے اور کہنا عرض ہے	تو عرض محض چیز ہے، جوہر مقصود ہے

زانکہ دل الخ۔ یعنی اس لئے کہ دل تو جوہر ہے اور کہنا عرض ہے تو عرض تو طفیلی ہے اور مقصود تو جوہی ہے لہذا اگر قلب کی حالت درست ہے تو پھر سب مقبول ہے۔

چند ازیں الفاظ و اضمار و مجاز	سوز خواہم سوز با آں سوز ساز
یہ منہ سے بولنا اور دل میں چھپانا اور مجاز کب تک؟	میں سوزی سوز چاہتا ہوں، سوز سے موافقت کر

چندازیں الخ۔ یعنی ان الفاظ اور پوشیدہ امور اور مجاز سے میں سوز کا طالب ہوں سوز کا اس سوز کے ساتھ موافقت کر یعنی حق تعالیٰ کی محبت کی آگ دل میں ہو تو سب کچھ مقبول ہے ورنہ سب الفاظ وغیرہ مردود و مطرود ہیں لہٰذا وہ حرارت عشق اور آتش محبت دل میں پیدا کرو آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

آتشے از عشق در جاں برفروز	سربسر فکرو عبارت را بسوز
عشق کی آگ جان میں روشن کر	(غور و) فکر اور عبارت کو بالکل جلا دے

آتشے الخ۔ یعنی جان میں ایک عشق کی آگ روشن کرو اور اپنے فکر اور عبارت (ظاہری) کو جلا دو مطلب یہ کہ اس لفاظی کی طرف التفات مت کرو کہ کیا کہہ رہا ہے بلکہ دل کو دیکھو اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر تامل فرماتے تو اس کی حالت کو معلوم کر سکتے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اصل تو اس کا دل تھا کہ اس کے دل میں آگ لگی ہوئی تھی وہ دیکھنے کے قابل تھی اس لئے کہ وہ مغلوب الحال تھا اور مغلوب الحال احکام ظاہری سے مرفوع القلم ہوتا ہے اس لئے اس کے الفاظ ظاہری کی طرف التفات نہ کرنا چاہتا تھا مگر یہ غلبۂ حال کا حکم ہے لیکن جیسے آج کل کے صوفی ہیں مکار جھوٹے خدا ان کو غارت کرے ٹکر گدھے مانگتے پھرتے ہیں اور صوفی صاحب ہیں خاک ہیں گدھے کہیں کے نالائقوں نے تصوف کو بھی غارت کیا ہے تو ان کی یہ حالت حق تعالیٰ کے یہاں کبھی مسموع نہ ہوگی اس لئے کہ فرماتے ہیں کہ ما درونرا بنگریم و حال را + تو اگر ان صوفی صاحب کو غلبہ حال ہو جاتا تو کیا یہ اس طرح مانگتے ہوئے پھرتے استغفر اللہ اس کی صورت ہی اور ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ مرد حقانی کی پیشانی کا نور + کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور + خوب سمجھ لو کہ ان مکاروں کے پھندے میں مت پھنس جانا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہاں اس کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ ان کو برا بھلا کہنا شروع کر دو اس لئے کہ تم کو کسی کو ہدایت کرنا نہیں ہے کسی ایسی کی برائی بیان کرنا اس شخص کا منصب ہے کہ جو عالم ہو ورنہ عوام کو چاہیے کہ نہ تو ایسے شخص سے کام رکھیں اور نہ اس کو برا بھلا کہیں بلکہ بس اپنے کام میں لگے رہیں کار خود کن کار بیگانہ مکن + آگے فرماتے ہیں کہ

موسیا آداب داناں دیگراند	سوختہ جان ورداناں دیگراند
اے موسیٰ! آداب جاننے والے دوسرے ہیں	سوختہ جان اور سوختہ روح دوسرے ہیں

موسیا آداب الخ۔ یعنی اے موسیٰ آداب کے جاننے والے دوسرے ہیں (یعنی عارفین کامل) اور سوختہ جان وروان دوسرے ہیں (یعنی متوسطین ومغلوب الحال) اگر چہ اکمل وافضل وانفع وہی ہیں جو کہ عارف ہیں مگر وہ بھی اس لئے اکمل ہیں کہ ان میں باوجود صفت سوختہ جانی کے اور صفات بھی موجود ہیں لیکن جو سوختہ جان ہیں یہ بھی مقبول ہیں تو ان کے اور احوال ہیں اور ان کے اور احوال ہیں اور چونکہ مغلوب الحال احکام ظاہری سے اس حالت میں مرفوع القلم ہوتا ہے اس لئے اگر اس سے کوئی فعل خلاف ظاہر صادر بھی ہو جائے تو اس کو معذور رکھنا چاہیے مگر اس کو سمجھنا بہت بڑے کامل کا کام ہے اور اس کو بھی جب حق تعالیٰ نے بصیرت تامہ دی ہو تو بعد غور وخوض کے معلوم ہوتا ہے لہٰذا عوام کو ضروری ہے کہ مجاذیب وغیرہ سے علیحدہ رہیں کہ ایسے حضرات خود تو کامل ہوتے ہیں مگر مکمل نہیں ہوتے دوسرے کے کام کے نہیں ہوتے خوب سمجھ لو۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

عاشقاں راہر زماں سوزید نیست	بردہ ویراں خراج وعشر نیست
عاشقوں کو ہر وقت جلنا ہے	اجاڑ گاؤں پر خراج اور عشر نہیں ہے

عاشقاں را الخ۔ یعنی عاشق کو تو ہر وقت ایک جلنا ہے اور ویران گاؤں پر خراج اور عشر نہیں ہوتا مطلب یہ کہ جو مغلوب الحال ہیں ان پر ہر وقت ایک حالت طاری رہتی ہے اور وہ آتش عشق میں ہر گھڑی جلتے رہے ہیں اور چونکہ اس حالت میں وہ مرفوع القلم ہوتے ہیں اس لئے وہ احکام ظاہری کے مکلف نہیں ہوتے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی اجڑا ہوا گاؤں ہو تو اس پر بھی محصول وغیرہ نہیں ہوتا اسی طرح ان پر بھی احکام ظاہری جاری نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں کہ

ور خطا گوید ورا خاطی مگو	گر بود پر خوں شہید آں را مشو
اگر وہ غلط بات کہتا ہے تو اس کو خطاوار نہ کہہ	اگر شہید خون میں لتھڑا ہو اس کو نہ دھو

گر خطا گوید الخ۔ یعنی اگر یہ (مغلوب الحال) کوئی غلط بات کہے تو اس کو خطاوار ملامت کہو (آگے اس کی مثال ہے کہ) اگر شہید پر خون ہو جائے تو اس کو مت دھو اس لئے کہ

خوں شہیداں را ز آب اولیٰ تر است	ایں خطا از صد صواب اولیٰ تر است
شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے	یہ غلطی سو صحیح چیزوں سے زیادہ اچھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خون شہید الخ۔ یعنی خون شہیدوں کے لئے پانی سے بھی زیادہ بہتر ہے اور یہ (غلبۂ حال کی) غلطی سینکڑوں (ان) ٹھکانہ کی باتوں سے (جو کہ قلب سے نہ نکلی ہوں) اولیٰ زیادہ ہے مطلب یہ کہ اصل تو قلب ہے اگر قلب میں کچھ ہے تو زبان سے کچھ بھی نکلے وہ درست ہے ورنہ پھر تو زبان سے کہا ہوا بھی شل بیکار ہی ہے ہاں زبان سے کہنا بھی ترک نہ کرے کہ اسی سے پھر دل میں بھی آگ پیدا ہو جائے گی اور محبت وعشق الٰہی قلب میں بھی جوش زن ہو جائے گا آگے ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ

در درون کعبہ رسم قبلہ نیست	چہ غم ارغواص را پا چلہ نیست
کعبہ کے اندر (رو ہونے) کی رسم نہیں ہے	اگر غوطہ خور کے پاس چپل نہیں ہیں تو کیا غم ہے؟

در درون الخ۔ یعنی کعبہ کے اندر قبلہ کی رسم نہیں ہے (بلکہ جس طرف چاہو نماز پڑھو) اور غوطہ خور کے پاس اگر پاتابہ نہیں ہے تو کیا غم ہے اس لئے کہ اس کو زمین پر چلنا نہیں پڑتا لیکن ظاہر ہے کہ جو نماز کعبہ کے اندر ہوگی وہ مفضول ہوگی اس سے جو کہ اس سے باہر ہوگی اس لئے کہ اس کے اندر تو نوافل ہی ہونگے اور باہر فرائض ہونگے اور نوافل پر فرائض کا افضل ہونا ظاہر تو اسی طرح جو حالت کہ ایسی ہوگی اس کا بھی یہی حکم ہے تو مغلوب الحال شخص خود تو کامل ہے لیکن دوسرے سے افضل وارفع ہرگز نہیں ہے اور نہ دوسرے کے لئے مکمل ہے خوب سمجھ لو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

توز سرمستاں قلاوزی مجو	از رفو مر جامہ چاکاں را مگو
تو مستوں سے رہنمائی کی توقع نہ کر	جامہ چاک لوگوں سے راہ کی فرمائش نہ کر

توز سرمستان الخ۔ یعنی تو سرمستوں سے رہبری کومت ڈھونڈو اور جامہ چاکوں سے رفو کرنے کومت کہو اس لئے کہ رفو تو وہ کرے گا کہ جس کا تھوڑا سا کہیں سے پھٹ رہا ہو اور جس کا پیراہن پارہ پارہ ہو گیا ہو وہ رفو کس طرح کرسکتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ملت عشق از ہمہ ملت جداست	عاشقاں را مذہب وملت خداست
عشق کا مذہب تمام مذہبوں سے جدا ہے	عاشقوں کا مذہب اور دین اللہ (تعالیٰ) ہے

ملت عشق الخ۔ یعنی عشق کی ملت تمام دینوں سے جدا ہے اور عاشقوں کا مذہب اور ملت سب خدا ہے مطلب یہ کہ جیسا اوپر بتایا گیا ہے کہ غلبۂ حال میں توجہ ذات بحت کی طرف ہوتی ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ بس ان عشاق اور مغلوب الحال لوگوں کے لئے تو مذہب بھی اور ملت بھی اور دین بھی اور ایمان سب خدا ہی ہے اس لئے ان کی توجہ اور کسی طرف ہوتی ہی نہیں صرف ذات حق کی طرف ہوتی ہے آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ

لعل را گر مہر نبود باک نیست	عاشق از دریائے غم غمناک نیست
لعل پر اگر ٹھپہ نہیں ہے پروا نہیں ہے	عاشق غم کے دریا سے غمگین نہیں (ہوتا) ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لعل رالخ۔ یعنی لعل پر اگر مہر نہ ہو تو کچھ ڈر نہیں ہے اور صاحب عشق دریائے غم میں بھی غمناک نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ اگر مغلوب الحال حضرات کے لئے کوئی علامت ظاہری جس سے کہ وہ مقرب حق معلوم ہوں نہ ہو اور ان کے اقوال وافعال بھی ایسے ہوں جو کہ تقرب حق کے خلاف ہوں مگر پھر بھی کچھ خوف نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو لعل کی طرح ہیں ان کی قیمت اور ان کی قدر تو ہر حالت میں ہے۔ہاں اور حضرات کو جن کو کہ مرتبہ تمکین کا حاصل ہے اس کی بھی ضرورت ہے کہ ان کے اندر کچھ علامات ظاہری مثل اتباع شریعت وغیرہ کے ہوں اس لئے کہ یہ حضرات مسند ارشاد پر ہوتے ہیں اگر یہ بھی اسی طرح ہونگے تو ان سے عالم میں گمراہی اور ضلالت پھیلنے کا خوف ہے اور ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سکہ ہوتا ہے کہ بادشاہ سے اس کو ہی قرب ہوتا ہے اور حاجات میں وہی کام آتا ہے اگر چہ بظاہر کم قیمت ہے مگر کارآمد اور نافع ہے اور وہ لعل خود تو بہت قیمتی ہے مگر ہر کس وناکس کو اس سے نفع نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو جو عاشق اور مغلوب الحال ہوتے ہیں وہ دریائے محبت میں غرق ہوتے ہیں اور ان کو اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں ہوتی غرض کہ ہر ایک کی حالت بالکل علیحدہ ہوتی ہے اس کے امتیاز کے لئے بہت بڑی بصیرت کی ضرورت ہے۔ وذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء آگے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی طرف پھر رجوع ہے۔

وحی آمدن بموسیٰ علیہ السلام درعذر خواستن آں شباں

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر وحی آنا اس گڈریئے سے معذرت کے سلسلہ میں

بعد ازاں در سر موسیٰ حق نہفت	رازہائے گفت کاں ناید بگفت
اسکے بعد اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) موسیٰ کے باطن میں مضمر کردیئے	بات کے وہ راز جو بیان نہیں کیے جاسکتے

بعدازان الخ۔یعنی اس کے بعد موسےٰ علیہ السلام کے باطن میں حق تعالیٰ نے پوشیدہ راز فرمائے جو بیان میں نہیں آسکتے یعنی کچھ راز پوشیدہ ارشاد ہوئے کہ جن کی کسی کو خبر نہیں۔

بردل موسیٰ سخنہا ریختند	دیدن و گفتن بہم آمیختند
(حضرت) موسیٰ کے دل میں بہت سی باتیں ڈال دیں	مشاہدہ اور گفتگو کو آپس میں ملا دیا

بردل موسیٰ الخ۔یعنی موسیٰ علیہ السلام کے دل پر (کارکنان قضاء وقدر نے) بہت سی باتیں القاء کیں اور دیکھنا اور بولنا آپس میں ملا دیا۔مطلب یہ کہ کلام بھی ہوا اور دیدار اور تجلی بھی ہوئی۔

چند بیخود گشت و چند آمد بخود	چند پرید از ازل سوئے ابد
چند بار بیہوش ہوئے چند (بار) ہوش میں آئے	چند (بار) ازل سے ابد تک پرواز کی

چند بیخود الخ۔یعنی کتنی ہی مرتبہ بے خود ہوئے اور کتنی ہی مرتبہ ہوش میں آئے اور کتنی ہی مرتبہ ازل سے ابد تک اڑتے چلے گئے یعنی ازل سے ابد تک کے حالات منکشف ہوتے چلے گئے۔مقصود یہ کہ اس حالت میں خوب

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی عروج ہوا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بعد ازیں گر شرح گویم ابلہی ست	زاں کہ شرح ایں ورائے آگہی ست
اس کے بعد اگر میں تشریح کر دوں تو بیوقوفی ہے	اس لئے کہ اس کی تشریح عقل سے بالاتر ہے

بعد ازاں الخ۔ یعنی اس کے بعد اگر شرح کہوں میں تو بے وقوفی ہے اس لئے کہ اس کی شرح ادراک سے آگے ہے مطلب یہ کہ ان اسرار کی شرح کرنا کہ وہ کیا کیا باتیں تھیں بالکل بے وقوفی ہے اس لئے کہ ہماری عقول ناقصہ اور ادراکات ناقص کی اس تک رسائی ہو ہی نہیں سکتی خوب کہا ہے کہ ۔اکنون کرا دماغ کہ پرسد ز باغبان+بلبل چہ گفت وگل چہ شنید وصبا چہ کرد+

ور بگویم عقلہا را بر کند	ور نویسم بس قلمہا بشکند
اگر میں کہہ دوں تو عقلوں کو زائل کر دے	اگر میں لکھوں تو قلموں کو توڑ دے

ور بگویم الخ۔ یعنی اگر (بالفرض) کہوں بھی تو عقول کو اکھاڑ دے اور اگر لکھوں تو قلموں کو توڑ دے۔ عقول کے اکھاڑنے سے تو یہ مراد ہے کہ عقول کو زائل کرے اور پھر عقل میں اس قدر طاقت نہ رہے کہ وہ اتنا بھی ادراک کر سکے اور قلم کے ٹوٹنے سے یہ مراد ہے کہ لکھتے لکھتے سب قلم ختم ہو جائیں لیکن پھر بھی یہ تمام نہیں ہو سکتا جیسا کہ ادراک ہے کہ لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی۔

ور بگویم شرحہائے معتبر	تا قیامت باشد ایں بس مختصر
اگر میں اس کی قابل بھروسہ شرحیں بیان کروں	قیامت تک (بھی) وہ بہت مختصر (بیان) ہوں گی

ور بگویم الخ۔ یعنی اور اگر میں اس کی معتبر شرحیں قیامت تک بیان کروں تب بھی مختصر ہی ہو اس لئے اس کے کلمات غیر متناہی اور زمانہ قیامت تک بھی متناہی تو غیر متناہی متناہی کے اندر کب سما سکتا ہے ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں کہ

لاجرم کوتاہ کردم من زباں	گر تو خواہی از درون خود بخواں
مجبوراً میں نے زبان کوتاہ کر لی	اگر تو چاہتا ہے اپنے اندر (سے) پڑھ لے

لاجرم کوتاہ الخ۔ یعنی لاچار میں نے زبان کو کوتاہ کر لیا اور اگر تو چاہتا ہے تو اپنے باطن میں پڑھ کے مطلب یہ کہ جب اس کی شرح ممکن نہ تھی تو آخرکار ہم چپ ہی ہو گئے اور مجھ کو سننے اور دیکھنے کا شوق ہی ہے تو چونکہ یہ ایک ذوقی امر ہے اس لئے اپنے اندر بھی وہ کیفیت اور ذوق پیدا کر لو تو اگرچہ تم کو بعینہ وہ باتیں تو معلوم نہ ہوں گی مگر ان کی مثل کچھ کیفیات ذوقاً تم کو بھی معلوم ہو جائیں گی تو اسی سے قیاس کر لینا باقی الفاظ سے اس حالت کو ہرگز بیان نہیں کر سکتے کچھ آگے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرماتے ہیں کہ

چونکہ موسیٰ ایں عتاب از حق شنید	در بیاباں از پئے چوپاں دوید
جب (حضرت) موسیٰ نے یہ ناراضی اللہ سے سنی	جنگل میں گڈریئے کے پیچھے بھاگے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ موسیٰ الخ۔ یعنی جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ عتاب حق تعالیٰ کی طرف سے سنا تو اس چرواہے کے پیچھے جنگل میں (اس کی تلاش کے لئے) دوڑے۔

برنشان پائے آں سرگشتہ راند	گرد از پرہ بیاباں برفشاند
اس دیوانے کے نقش قدم پر روانہ ہو گئے	بیاباں کے دامنے سے گرد اڑائی

برنشان الخ۔ یعنی اس سرگشتہ کے نشان پا پر چلے اور گرد دامن بیابان سے جھاڑی۔ مطلب یہ کہ اس کی تلاش میں تمام جنگل چھان ڈالا اب یہاں چونکہ کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ جنگل میں تو مختلف نشان قدم ہوتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ کیسے پہچان ہوئی کہ اس کے نشان قدم یہ ہیں اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ

گام پائے مردم شوریدہ خود	ہم زگام دیگراں پیدا بود
دیوانوں کے پیروں کی رفتار	دوسروں کی رفتار سے جدا ہوتی ہے

گام پائے الخ۔ یعنی عاشق مزاج آدمی کا قدم دوسرے لوگوں کے قدم سے ظاہر و ممتاز ہوتا ہے۔

یک قدم چوں رخ زبالا تانشیب	یک قدم چوں پیل رفتہ براریب
ایک قدم رخسار کی طرف اوپر سے نیچے کو	ایک قدم ہاتھی کی طرح آڑا ترچھا

یک قدم الخ۔ یعنی ایک قدم تو رخ کی طرف اوپر سے نیچے کو پڑا ہوا اور ایک قدم پیل کی طرح ترچھا۔ مطلب یہ کہ جس طرح رخ مہرہ کو چال اوپر سے نیچے کو اور پیل مہرہ کی چال ترچھی ہوتی ہے اسی طرح عاشق مزاج کا قدم بھی کبھی ادھر کو کبھی ادھر کو گا ہے اوپر گا ہے نیچے ہوتا ہے اس لئے دوسروں کے قدم سے ممتاز ہوتا ہے۔

گاہ چوں موجے برافرازاں علم	گاہ چوں ماہی روانہ برشکم
کبھی موج کی طرح جھنڈا بلند کئے ہوئے	کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل رواں

گاہ چوں الخ۔ یعنی کبھی تو موج کی طرح جھنڈا بلند کئے ہوئے اور کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل چل رہا تھا یعنی کبھی تو جست کر کے یہاں سے وہاں پہنچا بیچ میں بہت سے قدم خالی طفرہ ہو گیا اور کبھی پیٹ کے بل لیٹ کر لڑھکنا شروع کر دیا۔

گاہ برخاکے نوشتہ حال خود	ہمچو رمالے کہ رملے برزند
کبھی خاک پر اپنا حال لکھا	رمال کی طرح جو رمالی کرتا ہے

گاہ برخاکے الخ۔ یعنی کبھی خاک پر اپنا حال لکھا ہوا مثل رمال کے کہ وہ رمل لگاتا ہو۔

گاہ حیراں ایستادہ گہ دواں	گاہ غلطاں ہمچو گوئی از صولجاں
کبھی حیران کھڑا ہوا کبھی دوڑتا ہوا	کبھی لڑھکتا ہوا جیسے بلے سے گیند

www.besturdubooks.wordpress.com

گاہ حیران الخ۔ یعنی کبھی حیران کھڑا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا اور کبھی لڑھکتا ہوا مانند گیند کے بلے سے غرضکہ اس کی چونکہ یہ حالت تھی اس لئے اس کے قدم اوروں سے ممتاز تھے۔

عاقبت دریافت او را و بدید	گفت مژده ده کہ دستورے رسید
انجام کار اس کو پا لیا اور دیکھا	فرمایا مبارک ہو اجازت آ گئی ہے

عاقبت الخ۔ یعنی آخرکار اس کو پالیا اور اس کو دیکھا تو فرمایا کہ بھائی خوشخبری ہو کہ اجازت پہنچ گئی مطلب یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو وہ مل گیا تو اس سے فرمایا کہ لے بھائی خوش ہو کہ تجھے تو اجازت مل گئی ہے۔

ہیچ آدابے و ترتیبے مجو	ہر چہ می خواہد دل تنگت بگو
کوئی ادب اور ترتیب نہ تلاش کر	جو تیرا تنگ دل چاہے کہتا رہ

ہیچ آدابے الخ۔ یعنی کوئی آداب اور ترتیب مت ڈھونڈ بلکہ جو کچھ تیرا دل تنگ کہے وہی کہہ۔ مطلب یہ کہ چونکہ مجھے پہلے سے تیری حالت معلوم نہ تھی اب معلوم ہوا کہ تو مغلوب الحال ہے تو اب جو کچھ بھی تیرا دل چاہے کہ تو مرفوع القلم ہے اور یہاں مولانا نے دل تنگ کہہ کر اس کے مغلوب الحال ہونے کی طرف اشارہ کر دیا۔ پس جو مغلوب الحال نہ ہو اس کے لئے یہ کلمات کہنا کفر اور شرک صریح ہے معاذ اللہ منہ۔

کفر تو دین ست و دینت نور جاں	ایمنی از تو جہانے در اماں
تیرا کفر دین ہے اور تیرا دین جان کا نور ہے	تو امن میں ہے (اور) تیری وجہ سے ایک جہان امن میں ہے

کفر تو الخ۔ یعنی تیرا کفر (ظاہری حقیقت میں) دین ہے اور دین تو عین جان ہے (اس لئے کہ وہ تو کمال ہوگا) اور تو ایمن ہے اور تیرے سبب سے ایک جہان امن میں ہے اس لئے کہا کہ اولیاء اللہ کے وجود سے تو جہان میں امن و امان ہوتا ہے تو اس کے وجود سے جہان میں امن ہونا کچھ مستبعد نہیں ہے اور فرمایا کہ

اے معاف یفعل اللہ ما یشأ	بے محابا رو زباں را برکشا
اے "یفعل اللہ ما یشاء" کے معافی دار	جا بے تامل زبان کھول

اے معاف الخ۔ یعنی اے وہ شخص کہ جو یفعل اللہ مایشاء کی وجہ سے معاف کیا گیا ہے جا اور بے محابا زبان کھول مطلب یہ کہ چونکہ حق تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ جو چاہیں کریں اس لئے انہوں نے اوروں سے تجھ کو مستثنیٰ کر کے تجھے اجازت دیدی ہے اور معاف کر دیا ہے اب جو تیرے منہ میں آئے کہہ یہاں تک تو یہ توجیہ تھی کہ یہ مغلوب الحال تھا مطلق العنان نہ تھا اس شعر سے شبہ ہو سکتا ہے اس لئے اس کی توجیہ یہ ہے کہ شارع کو اختیار ہے کہ کسی ایک شخص کو کسی حکم میں خاص فرمائیں کس لئے یہ کل باتیں اس کی تخصیص تھی مگر اور کسی کو جائز نہیں ہے غرضکہ اس نے یہ سن کر یہ جواب دیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اے موسیٰ ازاں بگذشتہ ام	من کنوں در خون دل آغشتہ ام
کہا اے موسیٰ اس سے میں گزر چکا ہوں	اب میں دل کے خون میں آلودہ ہوں

گفت الخ۔ یعنی وہ بولا کہ اے موسیٰ میں اس (حالت) سے گزر گیا ہوں اور اب تو میں خون دل میں ملا ہوا ہوں مطلب یہ کہ اب میں مغلوب الحال نہیں رہا۔ اس لئے کہ آپ کی اس روک ٹوک سے بوجہ اس کے کہ اس کی فاعلیت قوی تھی مجھ کو استعداد کے موافق کچھ معرفت حاصل ہو گئی ہے اس لئے اب تو میری اور حالت ہے اب میں خود ایسی باتیں نہیں کہہ سکتا اور بولا۔

من ز سدرہ منتہیٰ بگذشتہ ام	صد ہزاراں سالہ زاں سو گشتہ ام
میں سدرۃ المنتہیٰ سے گزر گیا ہوں	لاکھوں سال (کی مسافت) اس (سے آگے کی) جانب چلا گیا ہوں

من الخ۔ یعنی میں تو سدرۃ المنتہیٰ سے بھی گزر گیا ہوں اور میں تو لاکھوں برس اس طرف ہو گیا ہوں مطلب یہ کہ مجھے اس حالت سے اب بے انتہا عروج حاصل ہے۔

تازیانہ برزدی اسپم بگشت	گنبدی کرد وز گردوں برگذشت
تو نے کوڑا مارا میرا گھوڑا مڑ گیا	جست لگائی اور آسمان سے پار ہو گیا

تازیانہ الخ۔ یعنی آپ نے ایک تازیانہ ایسا مارا کہ میرا گھوڑا (اس طرف سے) لوٹ گیا اور ایک جست کی اور آسمان سے بھی آگے بڑھ گیا مطلب یہ کہ آپ کی اس توجہ کا یہ اثر ہوا کہ میرا مرتبہ کہیں کا کہیں پہنچ گیا۔ آگے اپنی اس حالت کے ابقاء کی دعا کرتا ہے کہ

محرم ناسوت ما لاہوت باد	آفریں بردست و بر بازوت باد
(خدا کرے) ہمارے ناسوت کا لاہوت (محرم) بنے	تیرے دست و بازو کو شاباش ہے

محرم ناسوت الخ۔ یعنی ہمارے ناسوت کا محرم لاہوت رہے اور آپ کے دست و بازو پر آفرین ہو۔ مطلب یہ کہ میری جواب یہ حالت فنا کی ہو گئی ہے خدا کرے کہ یہ باقی رہے اور چونکہ آپ کی برکت سے ہوئی ہے اس لئے کہ خدا کرے آپ کی برکت اور فیوض ہمیشہ باقی رہیں۔

حال من اکنوں بروں از گفتن ست	انچہ می گویم نہ احوال من ست
اب میری حالت بیان سے باہر ہے	جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ میرے احوال نہیں ہیں

حال من الخ۔ یعنی میرا حال اب کہنے سے باہر ہے اور جو کچھ کہ میں کہہ رہا ہوں یہ میرے احوال نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ اب تو میری وہ حالت ہے کہ جس کو بیان بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو الفاظ کہ میں اپنی تعبیر حال میں کہہ رہا ہوں یہ میرا حال ہرگز نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو ایک ذوق اور کیف ہے اس کو الفاظ میں تو لا ہی نہیں سکتا ہوں چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس حکایت میں بعض مقامات ذرا مشکل تھے اس لئے حضرت مولانا دام ظلہم نے بعد پڑھانے کے خود بھی ایک تحریر اس کے متعلق لکھ کر دی ہے تقریر سبق تو جو ضبط ہو سکی وہ پیش کر چکا ہوں اب ذیل میں وہ تحریر بعبارتہ نقل کرتا ہوں جو ان شاء اللہ موجب مزید لطف ہوگا۔

توجیہ بعض اجزاء مشکلہ حکایت راعی و موسیٰ علیہ السلام

از حضرت مولانا حکیم الامتہ دام ظلہم بعبارتہم

یہ شخص جاہل تھا مگر صاحب حال غلبۂ حالت میں بنا بر اپنے جہل کے کچھ کچھ بک رہا تھا موسیٰ علیہ السلام کو اس کی باتوں سے اس کا جہل تو معلوم ہوا اور مغلوب الحال ہونا معلوم نہیں ہوا اور اس میں کچھ استبعاد نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ماعز کی نسبت یہ پوچھا تھا کہ اس کو جنون تو نہیں اس لئے اس پر نکیر فرمایا اس نکیر سے وہ حال جاتا رہا اور اپنے جہل کے اقوال پر ندامت ہوئی اور اس ندامت کے اشتغال سے وہ اشتغال سابق جو بلا واسطہ بحق تھا جاتا رہا جو اپنی ذات میں اشتغال بالندم کی نسبت اکمل فی القرب الالٰہی ہے کیونکہ قرب بھی اشتغال بحق ہے اور قرب بلا واسطہ اکمل ہوگا بواسطہ سے گو کسی عارض سے ہو وہ بواسطہ والا انفع ہو چنانچہ اس راعی کو اس سے نفع عظیم پہنچا جو کہ حکایت ہی میں مذکور ہے مگر چونکہ یہ ممکن تھا کہ موسیٰ علیہ السلام ذرا توقف فرماتے اور غور کے بعد قرائن تو یہ اور نور بصیرت سے اس کا صاحب حال ہونا معلوم کر کے اس وقت سکوت فرماتے کیونکہ اس وقت وہ مکلف نہ تھا اور بعد افاقہ کے اس کے جہل کو رفع فرما دیتے تو اس طریق سے اس کا جہل بھی رفع ہو جاتا اور وہ قرب خاص بھی زائل نہ ہوتا اس لئے حق تعالیٰ نے اس پر شکایت فرمائی اور دونوں مذکورہ اشتغالوں کے تفاوت سے اس کو جدا کردن سے تعبیر فرمایا پس اس میں جو یہ مضامین ہیں بردہ ویران حراج وعشر نیست الخ۔ مطلب یہ ہے کہ عین غلبۂ حال میں اس سے تعرض مناسب نہ تھا نہ یہ کہ مکلف ہونے کے وقت بھی اس کو مطلق العنان چھوڑ دیا جائے اور شاید یہ شعر اے معاف یفعل اللہ ما یشاء الخ سے مطلق العنانی کا شبہ پڑے تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ شارع کو اختیار ہے اگر کسی شخص کو کسی حکم عام سے کسی قدر مخصوص کر دیا جائے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو بکرے کے بچہ کے قربانی کی اجازت دے کر فرمادیا۔ ولن تجزی احدا بعدک اور ایسی تخصیص باعتبار بعض شرائط و قیود کے مستلزم اطلاق عنان کو نہیں اور مبنی اس تخصیص کا یہ ہو سکتا ہے کہ حق تعالیٰ کو اس راعی کی حالت وقدرت سے معلوم تھا کہ جس مرتبہ تنزیہ پر اس کو موسیٰ علیہ السلام پہنچانا چاہیے ہیں بوجہ ضعف عقل کے وہاں نہ پہنچ سکے گا۔ خاص کر غلبۂ عشق عقل سے اتنا بھی کام نہ لینے دے گا پس جس طرح فقہانے ایسے شخص کو جو بعد کوشش کے تصحیح حروف سے ناامید ہو گیا ہو ترک تجوید کی اجازت دیدی ہے اسی طرح اس کی حالت یا اس عن

کمال المعرفۃ مقتضی ہوئی اس کے لئے کسی قدر توسیع اور گوایسے شخص کے لئے ایسی توسیع یہ بھی کلیہ عامہ شرعیہ ہے مگراس کی تخصیص صرف اتنی ہوگی کہ دوسروں پر جوکہ مغلوب العشق نہیں زیادہ کوشش کرنا ضروری تھااوراس پر وہ زیادہ کوشش ضروری نہ رہی اور گویہ بھی ایک کلیہ ہے لیکن چونکہ اس کلیہ کے مصادیق شاذ ونادر ہیں الـــــنادر کـالمعدوم اس لئے حکماایسا سمجھا جائے گا کہ گویا یہ حکم اس کے لئے ہے اور کسی کے لئے نہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ جوغلبۂ عشق بلاجمع اسباب ہے اس میں تو معذوری قاعدہ عامہ ہے لیکن جوغلبہ بجمع اسباب ہو جیسا بعض ذاکرین کے حالت سے مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ جب وہ خلوت یا مراقبہ میں ذکروفکر میں مشغول ہوتے ہیں فوراً یا کسی قدر دیر کے بعدان پر ایسے آثار غالب ہوتے ہیں سوجس شخص کی ایسی حالت ہواوراس کومعرفت صفات حق کی بقدر ضرورت حاصل نہ ہوئی ہواس کوحکم یہ ہے کہ اس معرفت کوتحصیل میں مقدم کرے اوراس کوان اسباب کے جمع کرنے سے منع کیا جائے گااور ممکن ہے کہ اس شان کی ایسی ہی حالت ہومگر باوجوداس کے وہ اس معرفت کی تقدیر کاماموراوراس جمع اسباب کامنتہی نہ ہو۔اس کے لئے معرفت ناتمام ہی کوجائز رکھ کراس کی اس حالت عشقیہکواس کے لئے پسند کیا گیا ہوتواس تقریر پر تخصیص بے تکلف محفوظ رہے گی فقط انتہی بالفاظہم وللہ درہم اب بالکل صاف ہوگیا بحمد اللہ کوئی اشکال بھی باقی نہیں رہا چونکہ اس نے کہا تھا کہ جوکچھ میں بیان کررہا ہوں یہ میری حالت نہیں ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

نقش می بینی کہ در آئینہ ایست	نقش تست آں نقش آں آئینہ نیست
تو جو نقش آئینہ میں دیکھتا ہے	وہ تیرا نقش ہے وہ نقش اس آئینہ کا نہیں ہے

نقش می بینی الخ۔یعنی تم جو آئینہ میں ایک نقش دیکھ رہے ہووہ تمہارا ہی نقش ہے آئینہ میں (کوئی دوسرا نقش نہیں ہے مطلب یہ کہ یہ چرواہا جواپنی حالت کوبیان کررہا تھا یہ بھی اس کی حالت نہ تھی اس لئے کہ وہ تو ایک کیف اور ذوق تھا بلکہ تمہاری حالت ناقص تھی جوکہ بوجہ آئینہ ہونے کے اس کے اندر نظر آرہی تھی اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ تمہارے اندر چونکہ استعداد اس سے زیادہ کی نہ تھی اس لئے تم کوصرف ان ہی الفاظ سے سمجھایا گیا ورنہ اگر تم کوبھی وہ ذوق حاصل ہوتا تو بیان ہی کی حاجت نہ ہوتی آگے اسی کی ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ

دم کہ مرد نائی اندر نائے کرد	درخور نایست نے درخورد مرد
نے بجانے والے نے جو پھونک نے میں بھری	وہ نے کے مناسب ہے نہ کہ (نے بجانے والے) مرد کے مناسب

دم کہ مردنائے الخ۔یعنی نے بجانے والے نے جونے کے اندر پھونک ماری تو یہ پھونکنے کے لائق ہے اس آدمی کے لائق نہیں ہے۔اس لئے کہ اگراس کی پھونک کودیکھا جائے تو وہ توایک بہت بڑی آواز ہوگی مگر وہ جانتا ہے کہ اگر زور سے پھونک ماروں گا تو یا تو یہ نے پھٹ جائے گی اور پھٹے گی بھی نہیں تو اس کی آواز تو خراب ہوہی جائے گی اسی طرح اگراولیا اللہ اپنی پوری حالت کو بیان بھی کرنے لگیں تو وہ جانتے ہیں کہ یا تو تم کو آتش عشق بالکل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی جلا دے گی اور فنا کر دے گی ورنہ کہیں گمراہ ہو جاؤ گے اس لئے وہ ایک شمہ اپنی حالت میں سے بیان فرما دیے ہیں آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ اسی طرح تم جو حمد حق تعالیٰ کی کرتے ہو وہ بھی اس شان ہی کی طرح سے ہے جس طرح کہ اس کے الفاظ بے ادبی کے معلوم ہوتے تھے واقع میں تمہاری یہ حمد بھی بے ادبی اور گستاخی ہے مگر حق تعالیٰ اس کو اپنے فضل سے قبول فرما لیتے ہیں (اسی مضمون پر یہ حکایت شبان کی لائی گئی تھی) اب فرماتے ہیں کہ

ہاں وہاں گر حمد گوئی و سپاس	ہمچو نافرجام آں چوپاں شناس
خبردار خبردار تو جو شکر گزاری اور تعریف کرے	اس نالائق گڈریے کی سی سمجھ

ہاں وہاں الخ۔ یعنی ارے بھائی اگر تم شکریہ میں حق تعالیٰ کی حمد کرو تو اس کو (بھی) اس چرواہے نافرجام کی (حمد کی) شرح جانو کہ وہ بھی ایسی ہی گستاخی اور بے ادبی ہے جیسی کہ تم کو اس کی حمد گستاخی معلوم ہوتی تھی۔

حمد تو نسبت بتو گر بہتر ست	لیک آں نسبت بحق ہم ابتر ست
تیرا تعریف کرنا تیرے اعتبار سے اگرچہ بہتر ہے	لیکن وہ اللہ (تعالیٰ) کی نسبت سے ناقص ہے

حمد تو الخ۔ یعنی تیری حمد تیری نسبت سے تو بہتر ہے لیکن وہی حق تعالیٰ کی نسبت ابتر ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ ہماری نماز ہمارا روزہ ہماری تقدیس و تسبیح وغیرہ کوئی بھی اس قابل نہیں ہے کہ اس درگاہ میں پیش کی جا سکے۔ یہ جو کچھ بھی انعامات ہیں سب اس کا فضل و کرم ہے ورنہ خود تو جیسے ہیں معلوم ہے آگے فرماتے ہیں کہ

کاشکے بہتر نبودے مر ترا	درد او وسوز بودے مر ترا
کاشکہ تیری (وہ) بہتر (دعا) نہ ہوتی	اس کا درد اور سوز تیرے لئے (حاصل ہوتا)

کاشکے الخ کاش کہ تیرے نزدیک بھی بہتر نہ ہوتا اور اس کا درد تیرا اور دلسوز ہوتا۔ مطلب یہ کہ کاش کہ تو بھی اس ذکر و تسبیح و تقدیس کو بہتر نہ سمجھتا تو اس میں کوشش کرتا اور حق تعالیٰ کی محبت اور سوز عشق تیری دلسوز ہو جاتی اور فرماتے ہیں کہ

چند گوئی چوں غطا بر داشتند	کایں نبودست آنچہ می پنداشتند
جب پردہ اٹھا دیں گے تو کتنا کہے گا؟	جو انہوں نے (خدا کے بارے میں) تصور کیا تھا وہ یہ نہ تھا

چند گوئی الخ۔ یعنی جب پردہ اٹھائیں گے تو تو اس وقت کس قدر کہے گا کہ یہ نہیں تھا جو کچھ کہ سمجھے ہوئے تھے مطلب یہ کہ جب قیامت کے روز کارکنان قضا و قدر پردہ اٹھائیں گے اور حقیقت اس ذکر اور تسبیح اور تقدیس کی معلوم ہوگی تب آنکھیں کھلیں گی اور کہو گے کہ سمجھے کیا تھا اور یہاں ہے کیا اس کی تو کچھ بھی حقیقت نہ تھی تو جب یہ حالت ذکر کی ہے اور تقدیس اس قدر ناقص ہے تو اس کو پیش کر دینا ہی گستاخی تھا اور اگر یہ قبول بھی ہو جائے تو یہ تو رحمت ہی رحمت ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

ایں قبول ذکر تو از رحمت ست	چوں نماز مستحاضہ رخصت ست
تیرے ذکر کو قبول کر لینا رحمت ہے	جیسے استحاضہ والی کی نماز جائز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

این قبول الخ۔ یعنی تیرے اس ذکر کا قبول کرلینا تو صرف رحمت کی وجہ سے ہے جیسا کہ مستحاضہ کی نماز کہ رخصت ہے مطلب یہ کہ ہمارے ذکر کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مستحاضہ کی نماز کہ باوجود خون کے جاری ہونے کے اس کو اجازت دے دی گئی ہے کہ خیر اس حالت میں بھی نماز پڑھ لیا کرو تو اگر وہ اس نماز کو کامل سمجھنے لگے تو کس قدر غلطی ہے اسی طرح اگر اس ذکر کو جو کہ لاکھوں ناپاکیوں سے بھرا ہوا ہے ہم کامل سمجھیں تو سراسر جہل اور لاعلمی ہے۔ سبحان اللہ کیا ہی خوب مثال ہے آگے فرماتے ہیں کہ

بانماز او بیالو دست خوں	ذکر تو آلودۂ تشبیہ وچوں
اس کی نماز سے خون وابستہ ہے	تیرا ذکر (اللہ) کرنا تشبیہ اور مثال سے آلودہ ہے

بانماز الخ۔ یعنی اس کی نماز تو خون ہی سے آلودہ ہو رہی ہے اور تیرا ذکر تو تشبیہ اور چون و چرا میں آلودہ ہو رہا ہے۔

خوں پلیداست و بآبے می رود	لیک باطن رانجاستہا بود
خون ناپاک ہے اور پانی سے دھل جاتا ہے	لیکن باطن میں وہ نجاستیں ہوتی ہیں

خون الخ۔ یعنی خون تو پلید ہے اور ایک پانی سے جاتا رہتا ہے اور یہ پلیدی جہل کی زیادہ قائم ہوتی ہے۔

کاں بغیر آب لطف کردگار	کم نہ گردد از درون مرد کار
جو خدا کی مہربانی کے پانی کے بغیر	کام کرنے والے کے باطن سے نہیں دھلتیں

کاں بغیر آب الخ۔ یعنی کہ وہ (جہل) بغیر حق تعالیٰ کے آب لطف کے کام کے آدمی کے باطن سے کم نہیں ہوتا ہے مطلب یہ کہ ہمارا ذکر وغیرہ مستحاضہ کی نماز کی طرح ہے کہ جس طرح ہے اس کو باوجود ناپاک ہونے کے اجازت دیدی گئی ہے اور حکم ہے کہ ایسی حالت میں نماز پڑھو ہم اس کو دوسری صحت کی نمازوں کے ساتھ ثواب میں برابر کردیں گے اسی طرح باوجود ہمارے ذکر وغیرہ کے ناقص ہونے کے حق تعالیٰ نے ہم کو اجازت دیدی ہے کہ خیر اس ذکر کو بھی ہم ذکر کامل کے ساتھ ملا کر ثواب ایسا ہی دیں گے بلکہ نماز مستحاضہ کی تو اس قدر ناپاکی میں آلودہ بھی نہیں ہے اس لئے کہ اس کی ناپاکی تو اس ظاہری پانی کے دھونے سے جاتی رہتی ہے تو وہ ناپاکی بھی ظاہری ہی ہے لیکن نقص ذکر اور جہل کی ناپاکی تو بے لطف حق تعالیٰ کے زائل ہی نہیں ہوسکتی اور سالک کا دل پاک ہو ہی نہیں سکتا تو یہ ناپاکی تو باطن میں گھسی ہوئی ہے اس لئے یہ اس سے بھی زیادہ ناپاک اور ناقص ہے پھر اس کو درگاہ حق میں پیش کرتے ہوئے تو بہت ہی شرم آنی چاہیے اور اگر اس کے پیش کرنے پر عذاب نہ ہو بھی بسا غنیمت ہے چہ جائیکہ انعام کی توقع کی جائے کہ یہ تو بس فضل ہی فضل ہے اور یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ ہم کو اپنی عبادت کی حقیقت معلوم نہیں ہے ورنہ اگر معلوم ہوتی تو کبھی یہ غفلت نہ ہوتی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

در سجودت کاش رو گردانئے	معنی سبحان ربی دانئے
کاش تو سجدے میں رخ پھیرتا	اے میرے رب تو پاک ہے" کے معنی جان لیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

درسجودت الخ یعنی اپنے سجود میں کاش کہ تو (حقیقت کی طرف) توجہ کرتا اور سبحان ربی کے معنی جانتا۔ مطلب یہ کہ کاش اگر تو جو سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ کہہ رہا ہے اس کے معنی سمجھتا کہ اس سے کیا مقصود ہے (یہاں مولانا اس سے ایک لطیف مقصود بیان فرماتے ہیں)

کاے سجودم چوں وجودم ناسزا	مربدی را تو نکوئی دہ جزا
یعنی اے خدا! میرا سجدہ میرے وجود کی طرح (تیرے) لائق نہیں ہے	تو برائی کا بدلہ بھلائی سے عطا فرما

کاے سجودم الخ۔ یعنی کہ اے وہ ذات کہ میرا سجدہ میرے وجود کی طرح (تیری درگاہ کے) لائق نہیں ہے تو ہی بدی کا بدلا نیکی دے۔ مطلب یہ کہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنے سے مقصود یہ ہے کہ یاالٰہی آپ پاک ہیں اس سے کہ آپ کی درگاہ میں میرا یہ سجدہ پیش کیا جائے اس لئے کہ یہ تو نیکی کیا بلکہ بدی ہے اور اس کا پیش کرنا تو آپ کی درگاہ میں گستاخی ہے اس لئے ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ اس بدی کے بدلہ میں جو کہ صرف صورت نیکی ہے ہم کو حسنات دے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یبدل اللہ سیاتھم حسنات تو اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ ہماری عبادتیں جو کہ حقیقت کے اعتبار سے گستاخیاں ہیں حق تعالیٰ کے یہاں پہنچ کر حسنات اور عبادتیں ہی ہو جائیں گی تو اگر اس مقصود کو کوئی سمجھ لے اس کو تو ہرگز بھی اپنی عبادتوں پر ناز نہیں ہو سکتا اور جہاں تک ہو سکے گا اس کی کوشش کرے گا کہ خیر اگر اصل حقیقت نہیں ہے تو صورت ہی بن جائے کہ اسی پر حق تعالیٰ کے یہاں سے انعام مل جائے گا اب چونکہ کسی کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ بھلا سیئات کی طرح حسنات ہو جائیں گے یہ تو قلب ماہیت ہے اس لئے آگے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مثال دے کر سمجھاتے ہیں کہ یہ عادت تو حق تعالیٰ کی مستمرہ ہے کہ ناقص کو کامل فرما دیتے ہیں جیسے کہ زمین کہ ادنیٰ مظہر ہے حق تعالیٰ کے کمال کا اس کے اندر گندگی ڈالتے ہیں اور اس سے گل دسوسن پیدا ہوتے ہیں اسی طرح یہ سیئات بھی حسنات ہو جائیں گے اب مجھو کہ فرماتے ہیں کہ

ایں زمیں از حلم حق دارد اثر	تا نجاست برد و گلہا داد بر
اس زمین میں اللہ (تعالیٰ) کی بردباری کا اثر ہے	کہ گندگی کو ختم کر دیا اور پھول نتیجہ میں دیئے

این زمین الخ۔ یعنی یہ زمین حق تعالیٰ کے علم سے تھوڑا ہی اثر رکھتی ہے یہاں تک کہ نجاست کو لے جاتی ہے اور پھل پھول دیتی ہے۔ حلم حق سے اثر رکھنے کے یہ معنی ہیں کہ چونکہ سیئات کو حسنات کر دینا بھی تو حلم ہی کی وجہ سے ہے ورنہ اگر صفت غضب کا ظہور ہو تو کہاں سے سیئات حسنات ہو جائیں گے تو دیکھو زمین نے ناقص شے کو تو زائل کر دیا اور اس سے گل دسوسن جو کہ کامل شے ہے پیدا ہوئے آگے فرماتے ہیں کہ

تا بپوشد او پلیدیہائے ما	در عوض بر روید از وے غنچہا
یہاں تک کہ وہ ہماری پلیدیوں کو چھپا لیتی ہے	بدلے میں اس سے غنچے کھلتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ناپوشد الخ۔ یعنی یہاں تک کہ ہماری پلیدیوں کو چھپا لیتی ہے اور عوض میں اس سے غنچے اگتے ہیں تو اسی طرح حق تعالیٰ بھی ان ناپاکوں کو زائل فرما کر سب صاف و پاک فرما دیں گے بس اس مضمون کو ختم کر کے آگے دوسرے مضمون کی طرف انتقال ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں جو آیا ہے کہ قیامت کے روز کافر کہے گا یالیتنی کنت ترابا اس کی یہ وجہ ہے کہ وہ دیکھے گا کہ مجھ سے تو بہتر زمین ہی تھی کہ وہ ناقص کو کامل تو کر دیتی تھی اور میں نے تو اس استعداد کو بھی جو میرے اندر کامل موجود تھی ناقص کر دیا تو اگر میں خاک ہی ہو جاتا تو بہتر تھا مولانا کا مقصود اس تبدیل سے تفسیر نہیں ہے بلکہ صرف ایک وجہ کا بیان ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے ورنہ تفسیر مشہور ہے تو یہ ہے کہ جب کافر دیکھے گا کہ خاک کو کسی قسم کا عذاب نہیں ہے تو وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش میں خاک ہوتا تو ان عذابوں سے تو رہائی ہوتی لیکن خیر یہ بھی مولانا کی ایک توجیہ ہے جو کہ قواعد شرعیہ کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے قابل تسلیم ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

پس چو کافر دید کو در داد وجود	کمتر و بے مایہ تر از خاک بود
تو کافر جب دیکھے گا کہ وہ عطا اور بخشش میں	مٹی سے بھی کمتر اور تہی دست تھا

پس چو کافر الخ۔ یعنی پس جب کہ کافر دیکھے گا کہ وہ داد و جود میں خاک سے بھی کم اور بے مایہ تھا (دید او بود وغیرہ ماضی بمعنی مستقبل ہے استحضار واقعہ کے لئے ہے)

از وجود او گل و میوہ نرست	جز فساد جملہ پاکیہا نخست
اس کے وجود سے پھول اور میوہ نہ اگا	پاکیوں کو خراب کرنے کے علاوہ اس نے کچھ نہ کیا

از وجود الخ۔ یعنی اس کے وجود سے کوئی گل اور میوہ نہیں جما اور سوائے تمام پاکیوں کے فساد کے اور کچھ نہیں ڈھونڈا یعنی ناقص کو تو کیا کامل کرتا اور استعداد کامل کو بھی ناقص کر لیا تو اس وقت کہے گا کہ

گفت واپس رفتہ ام من در ذہاب	حسرتا یالیتنی کنت تراب
کہے گا میں نے الٹی چال چلی ہے	افسوس! کاش میں مٹی ہوتا

گفت الخ۔ یعنی کہے گا کہ میں چلنے میں واپس ہوا ہوں افسوس کاش کہ میں خاک ہی ہوتا مطلب یہ کہ میں الٹا چلا اور راہ مستقیم پر نہ چلا تو اگر خاک ہوتا تو ایسا کیوں ہوتا بلکہ پھر تو میرے اندر سے گل و سوسن لاکھوں پیدا ہوتے۔

کاش از خاکے سفر نگزیدمے	ہمچو خاکے دانۂ می چیدمے
کاش میں مٹی (ہونے) سے ترقی نہ کرتا	مٹی کی طرح بیج کو چن لیتا

کاش الخ۔ یعنی کاش کہ خاک سے سفر قبول کرتا میں اور (مرغ) خاک کی طرح دانہ چن لیا کرتا مطلب یہ کہ چونکہ اول تو انسان خاک ہی ہوتا ہے اس لئے کہتا ہے کہ کاش کہ میں ویسا ہی رہتا تو میرے نقائص کامل تو ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتے اور یہ جو میں نے سفر کیا ہے کہ خاک سے حیوان بنا اور حیوان سے انسان بنا ہوں یہ نہ کرتا تو بہتر تھا اس لئے کہ اول انسان نطفۂ بے شعور ہوتا ہے پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے تو اس کو شعور حاصل ہوتا ہے لیکن ادراک کلیات نہیں ہوتا پھر جب عقل عطاء ہوتی ہے اس وقت انسان ہوتا ہے چونکہ سفر میں بھی انتقال من مکان الی المکان ہوتا ہے اور یہ انتقال ہے من حال الی حال اس لئے اس کو سفر سے تعبیر فرمایا اور مرغ خاکی کی طرح دانہ چننے کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح وہ عجز وانکساری میں ہوتا ہے اسی طرح میں بھی رہتا اور یہ مرتبہ علیا انسانیت کا نہ حاصل کرتا اور کہے گا کہ

چوں سفر کردم مرا رہ آزمود	زیں سفر کردن رہ آوردم چہ بود
جب میں نے ترقی کی مجھے راہ نے آزما لیا	اس ترقی سے مجھے کیا تحفہ ملا؟

چون سفرالخ۔ یعنی جب میں نے سفر کیا تو مجھ کو راہ نے آزمایا اور اس سفر کرنے سے میرا تحفہ کیا تھا۔ بزرگوں کا قول ہے انسان کی سیرت سفر میں معلوم ہو جاتی ہے اور اس کی حالت کا اندازہ سفر میں پورا پورا ہو جاتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ وہ کہے گا کہ اس انتقال من حال الی حال سے تیری حقیقت معلوم ہوگئی اور اس میں کامیاب نہ ہو سکا اس لئے کاش اسی کی حالت میں رہتا اور اس سفر میں مجھے کوئی فائدہ بھی نہ ہوا اور تحفہ میں اس سفر میں نہ لایا بلکہ ناکام ہو کر آیا تو اس یالیتنی کنت ترابا کہنے کی یہ وجہ ہوگی کہ چونکہ خاک میں صفت ناقص کو کامل کر دینے کی ہے اس لئے وہ تمنا کرے گا کہ کاش میں خاکی ہی ہو جاتا اب اس توجیہ کو پورا فرما کر اسکی تمنا کرنے کی وجہ بتاتے ہیں کہ وہ اس لئے خاک ہونے کی تمنا کرے گا کہ اس تغیر حال میں اس کو کوئی فائدہ نہیں ہے لہٰذا وہ اس کی تمنا کرے گا فرماتے ہیں کہ

زاں ہمہ میلش سوئے خاکست کو	در سفر سودے نہ بیند پیش رو
اسی وجہ سے اس کا میلان مٹی کی طرف ہے کیونکہ وہ	ترقی میں کوئی فائدہ نہیں دیکھتا ہے

زان ہمہ الخ۔ یعنی اس کا میلان خاک کی طرف اس لئے ہے کہ وہ سفر میں سامنے کوئی فائدہ نہیں دیکھتا۔

روئے واپس کردنش از حرص و آز	در رہ او ہیچ نہ صدق و نیاز
اس کا واپسی کی طرف رخ کرنا حرص اور لالچ کی وجہ سے ہے	اس کے راستہ میں کوئی سچائی اور عاجزی نہیں ہے

زوئے الخ۔ یعنی اس کا منہ واپس کرنا تو حرص و آز کی وجہ سے ہے اور راستہ میں کرنا اس کا صدق و نیاز کی وجہ سے ہے یعنی انسان ہونے کی تمنا تو جب کرے جب کہ اعمال صالحہ ہوں اور اس کو اس میں فائدہ ہو مگر جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ بجائے فائدہ کے اس کو ضرر ہے اور خاک ہونے میں ہی فائدہ ہے اس لئے وہ اس کی تمنا کرے گا آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر گیا راکش بود میل علا	در مزید ست و حیات ست و نما
جس گھاس کا میلان بلندی کی طرف ہوتا ہے	وہ بڑھوتری اور زندگی اور (نشوو) نما میں ہے

ہر گیاراالخ۔ یعنی جس گھاس کا میلان کہ بلندی کی طرف ہو وہ تو بڑھنے (کی حالت) میں ہے اور حیات میں اور نمو میں ہے مطلب یہ کہ جو گھاس کہ کھڑا ہوا اس کو تو یوں سمجھو کہ وہ زندہ ہے اور ہر دم ترقی میں ہے۔

چونکہ گردانید سر سوئے زمیں	در کمی و خشکی و نقص و غبیں
چونکہ اس نے زمین کی طرف رخ کیا	وہ گھاؤ اور خشکی اور نقصان اور ٹوٹے میں ہے

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ وہ (گھاس) سر کو زمین کی طرف کر لے تو (سمجھ لو کہ) کمی میں اور خشکی میں اور نقص میں اور غبن میں ہے مطلب یہ کہ جب وہ نیچے کو جھک جائے تو سمجھ لو کہ اسکے اندر حیات نہیں ہے بلکہ خشک ہو گیا ہے اسی طرح چونکہ کفار میں حیات روحانی نہ ہوگی وہ بھی خاک کی طرف میلان کریں گے اور تمنا کریں گے کہ کاش ہم خاک ہو جاتے یہی فرماتے ہیں کہ

میل روحت چوں سوئے بالا بود	در تزاید مرجعت آں جا بود
تیری روح کا میلان جب (عالم) بالا کی طرف ہو	ترقی میں تیرا مرجع وہی ہو گا

میل روحت الخ۔ یعنی جب تیری روح کا میلان (عالم) بالا کی طرف ہو تو ترقی میں تیرا مرجع اس جگہ ہے یعنی تیری توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہو اور عالم بالا سے تجھ کو تعلق و مناسبت ہو۔

ور نگونساری سرت سوئے زمیں	آفلی حق لا احب الآفلیں
اگر تو اوندھا ہے تیرا سر زمین کی طرف ہے	تو غروب کر جانیوالا ہے حالانکہ میں غروب کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

ور نگونساری الخ۔ یعنی اور اگر نگونساری ہو تو سر تیرا زمین کی طرف ہو تو تو (حقیقت سے چھپنے والوں میں سے ہو اور میں یقینا (حقیقۃ ...ے) پوشیدہ رہنے والوں کو درست نہیں رکھتا حق لا احب الآفلین اصل میں حقا لا احب الآفلین تھا جس کے معنی یقین اور اثبات ہیں بوجہ ضرورت شعر کے تنوین ساقط ہو گئی اور حق لا احب الآفلین ہو گیا مطلب ظاہر ہے کہ اگر اس کافر کا میلان عالم بالا اور حق تعالیٰ کی طرف ہوتا تو اس کو اس کی تمنا نہ ہوتی۔ کہ کاش میں خاک ہو جاؤں بلکہ وہ تو قرب حق کا طالب ہوتا یہ تمنا دلیل اس کی ہے کہ اسکا میلان اور رجعت عالم بالا کی طرف ہرگز نہیں ہے یہاں تک تو انتقالات ہوتے ہوئے یہ سب مضامین بیان ہو گئے تھے اب آگے مولانا پھر اس مکالمہ حضرت حق و موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع فرماتے ہیں چونکہ اوپر کہا تھا کہ + بہر دل موسے بخہار یختند + الخ کہ موسیٰ علیہ السلام پر بہت سے اسرار کا القاء کیا اور بہت سے راز بیان کئے اس لئے کہ ان اسرار میں سے ایک بیان فرماتے ہیں کہ منجملہ اور باتوں کے ایک یہ سوال جواب بھی ہوئے۔ اس سوال

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب کا اول خلاصہ سمجھ لیا جائے پھر سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی سوال کا تو یہ خلاصہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الٰہ العالمین آپ نے جو دنیا میں ظالموں کو غلبہ دیا ہے اور دوسروں کو مغلوب کیا ہے اس میں کیا بھید ہے اگرچہ یہ تو جانتا ہوں کہ کوئی مصلحت ضرور ہے لیکن یہ تو اجمال ہے اس کی تفصیل کا محتاج ہوں اور یہ بھی عرض کیا کہ یہ میرا سوال کوئی اعتراض کے طور پر نہیں بلکہ صرف استفادہ ہے جیسا کہ ملائکہ نے حضرت آدم علیہ السلام کے خلق کے وقت مصلحت سے سوال کیا تھا کہ وہ بھی استفادہ محض تھا اسی طرح یہ میرا سوال بھی صرف استفادہ کے لئے ہے انتہی۔ اب جواب کا خلاصہ سمجھو کہ حق تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اصل یہ ہے کہ ہر شے میں بعض مصالح ہوتے ہیں اور بعض ضرر ہوتے ہیں تو ہم جو اس شے کو پیدا کرتے ہیں ان مصالح کی بناء پر پیدا کرتے ہیں اور ضرر بھی اس کے تابع ہوتے ہیں مگر چونکہ یہ ضرر بھی سبب نفع کا ہو جاتا ہے اس لئے ہم اس شے کو پیدا کرتے ہیں اور اس بات کو مولانا مثالیں دے کر واضح کرتے ہیں کہ دیکھو مرنے میں چونکہ یہ مصلحت ہے کہ اس سے قیامت کو ثواب ملے گا اس لئے اس مرنے کی کلفت کو برداشت کیا جاتا ہے وغیرہ ذلک تو اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ چونکہ ظالموں کے غلبہ میں ایک حکمت تھی اور وہ یہ کہ جب یہ غالب ہونگے تو ظلم کریں گے اور جب ظلم کریں گے تو مظلوموں کے درجات میں ترقی ہوگی اس لئے ہم نے ان کو غالب کر دیا اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بعد از اں در سر موسیٰ: موسیٰ علیہ السلام نے ایک چرواہے کو راستہ میں یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ اے کریم اور اے اللہ تو کہاں ہے کہ میں تیرا خادم ہو جاؤں اور تیرے موزے سیا کروں۔ تیرے سر میں کنگھی کیا کروں۔ تو بتا دے کہ تو کہاں ہے تاکہ میں تیری خوب خدمت کروں۔ تیرے کپڑے سیا کروں اور ان میں بخیہ کیا کروں۔ تیرے کپڑے دھویا کروں تیرے بالوں کی اور کپڑوں کی جوئیں مارا کروں اور تیری خدمت میں دودھ حاضر کیا کروں اور اگر اتفاقاً آپ کو کوئی مرض لاحق ہو تو میں عزیزوں کی طرح آپ کی تیمارداری کروں آپ کے ہاتھ چوموں اور پاؤں دباؤں جب آپ کے سونے کا وقت ہو تو آپ کی خوابگاہ کو کوڑے کرکٹ سے صاف کیا کروں۔ اے خدا میری جان اور میرے بال بچے اور میرا گھر بار کنبہ قبیلہ تجھ پر قربان۔ اگر مجھے تیرا گھر معلوم ہو جائے تو صبح و شام دونوں وقت دودھ اور گھی تیرے لئے لایا کروں۔ نیز میں تیرے لئے پنیر اور روغنی روٹیاں اور دہی کی مٹکیاں تیار کروں اور صبح و شام دونوں وقت تیری خدمت میں حاضر کیا کروں بس میرا کام لانا ہو اور تیرا کام کھانا۔ اے اللہ میری بکریاں تجھ پر قربان اور اے وہ ذات جس کی یاد میں میرا یہ حسرت و افسوس اور آہ و زاری ہے اگر تو مجھے مل جائے تو میں مذکورہ بالا کام سارے کروں۔ غرض وہ چرواہا اسی قسم کی بے ہودہ گفتگو کر رہا تھا۔ یہ گفتگو سن کر موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے چرواہے تو یہ خطاب کس کو کر رہا ہے اس نے کہا اس کو جس نے ہم سب

www.besturdubooks.wordpress.com

کو پیدا کیا اور جس سے آسمان وزمین کا ظہور ہوا موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تو احمق ہو گیا ہے کہ ایسی باتیں کرتا ہے ایسی باتوں سے تو مسلمان تو کیا ہوتا۔ الٹا کافر ہو گیا۔ یہ کیا بکواس ہے اور یہ کیسا کفر اور لغویات ہے خبردار ایسی باتیں ہرگز منہ سے مت نکال اگر یوں چپ نہیں رہ جاتا تو منہ میں روئی ٹھونس لے۔ تیرے کفر کی بدبو نے عالم کو گندہ کر دیا اور تیرے اس کفر نے دین کو دیبا کو گدڑی بناہ ہے یعنی تو اس گفتگو سے پیشتر تلبیس بدین تھا جو کہ تیرے کئے بیش بہا ہونے میں مثل دیبا کے تھا اب وہ دین جو مثل دیبا کے تھا نہ رہا بلکہ اس کے بجائے کفر آ گیا جو مثل گدڑی کے ذلیل وحقیر ہے اور کوڑی کے بھی کام کا نہیں موزہ اور پاتابہ تیرے لئے زیبا ہیں بھلا آفتاب حقیقی کے لئے کب جائز ہے کہ موزہ اور پاتابہ پہنے اگر تو ان باتوں سے اپنا منہ بند نہ کرے گا تو آسمان سے آگ آئے گی اور مخلوق کو بھسم کر دے گی اور آتش معنوی یعنی آتش قہر تو آ بھی چکی کیونکہ اگر وہ ہنوز نہیں آئی تو یہ دھواں کیسا ہے اور تیری جان ودل کیوں سیاہ ہو گئے ہیں اور تیری جان مردود کیوں ہے۔ یہ سب آثار اسی آتش قہر کے ہیں جن سے اس آتش پر استدلال ہو سکتا ہے اگر تو جانتا ہے کہ خدا حاکم ہے تو ان بے ہودہ اور گستاخی کی باتوں کا تجھے اس کی نسبت کیسے یقین ہو گیا سچ ہے کہ نادان کی دوستی بھی دشمنی ہے اور یاد رکھ کہ حق سبحانہ کو اس قسم کی خدمات کی ضرورت نہیں ذرا بتا تو سہی کہ تو اس قسم کی باتیں اپنے چچا سے کرتا ہے یا ماموں سے کرتا ہے اور خدا تیرے ماموں اور چچا کی طرح ہے۔ بھلا صفات خداوندی میں جسمیت اور احتیاج کو کیا دخل دودھ تو وہ پیتا ہے جو ہنوز ناقص ہو اور نشوونما اسے درکار ہو اور موزہ وہ پہنتا ہے جسے پالان کی حاجت ہو اور خدا کے لئے یہ امور محال ہیں تو ان سے یہ گفتگو کیسی اور اگر تیری مراد وہ بندہ ہے جس کی نسبت حق سبحانہ نے یہ فرمایا ہے کہ میں وہ ہوں اور وہ میں ہے یعنی مجھ میں اور اس میں اتحاد عرفی یعنی توافق ہے اور جس کی عیادت نہ کرنے پر حق سبحانہ شکایت فرمائیں گے کہ **انی مرضت فلم تعدنی** یعنی مجھ میں اور اس میں ایسا اتحاد اور توافق تھا جس کی بنا پر عرفاً یوں کہا جا سکتا ہے کہ صرف وہی بیمار نہ ہوا تھا بلکہ اس کے ساتھ میں بھی بیمار ہوا تھا اور جس کی نسبت ارشاد ہوا ہے کہ **بی یسمع و بی یبصر** تو ایسے بندہ کے حق میں بھی یہ گفتگو بے ہودہ ہے اور عاصیان الٰہی سے گستاخانہ خطاب کرنا دل کو مردہ کرتا ہے اور نامۂ اعمال کو سیہ کرتا ہے۔ یہاں سے مولانا مضمون سابق کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کچھ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ صحیح ہے دیکھو اگر تم کسی مرد کی تعریف میں اسے فاطمہ کہو تو باوجودیکہ مرد وعورت ایک ہی جنس سے ہیں اور کچھ بہت بعد نہیں ہے مگر با ایں ہمہ بہت ممکن ہے کہ وہ تیرے خون کے درپے ہو جائے اگرچہ خوشخو اور حلیم اور بردبار ہو کیونکہ فاطمہ کہنا عورتوں کے حق میں تو تعریف ہے اگر مرد کو کہو تو اس کو ایسا ناگوار ہو گا۔ جیسا کسی نے نیزہ یا تیر مار دیا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ہاتھ پاؤں ہمارا کمال ہیں کیونکہ وہ ہمارے لئے آسائش کا ذریعہ ہیں اور پاکی حق سبحانہ کے مقابلہ میں وہ نجاست ہیں اس کے لئے تو **لم یلد ولم یولد** زیبا ہے کیونکہ ہر والد ومولود اس کا پیدا کردہ ہے پس وہ خود والد ومولود کیسے ہو سکتا ہے ولادت اجسام کی صفت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ کہ اس کی جو جسمیت سے منزہ ہے اور جو مولود ہے وہ بھی طالب جسمیت ہے پس والد و مولود اجسام ہوئے اور جو جسمیت سے منزہ ہے نہ وہ والد ہو گا نہ مولود اور راز اس کا یہ ہے کہ ہر والد و مولود کے لئے کون و فساد کی ضرورت ہے اور اس لئے وہ ذلیل بھی ہے پس وہ حادث ہو گا اور اس کو ایک محدث کی ضرورت ہو گی (کون سے مراد ہے نئے کیفیت اور صورت کا پیدا ہونا اور فساد سے مراد ہے کیفیت و صورت سابقہ کا زائل ہونا والد کو کون و فساد کی اس لئے ضرورت ہے کہ اس کے ان اجزاء میں تغیر ہوتا ہے جن سے وہ بچہ بنتا ہے پہلے وہ ایک کیفیت و صورت پر ہوتے ہیں اور پھر دوسری کیفیت و صورت اختیار کرتے ہیں اور مولود کے لئے کون و فساد کی اس لئے ضرورت ہے کہ پہلے وہ ایک کیفیت و صورت پر ہوتا ہے اس کے بعد دوسری کیفیت و صورت اختیار کرتا ہے مثلاً زید والد اس وقت بنے گا جبکہ اس کے اجزاء دمویہ فاسد ہو کر صورت منویہ اختیار کر لیں اور مولود یوں ہوا کہ پہلے وہ منی تھا بعد کو صورت منویہ فاسد ہوئی اور صورت زیدیہ پیدا ہو گئی۔ اسی پر دیگر والد و مولود کو قیاس کر لو) یہاں سے مولانا مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس نے عرض کیا کہ یا حضرت آپ نے تو میرا منہ ہی بند کر دیا اور ندامت سے میری جان جلا دی یعنی اب میں پشیمان ہوں کہ میں نے اس قسم کے الفاظ گستاخانہ کیوں استعمال کئے اور اب میں ایک لفظ بے ہودہ زبان سے نہ نکالوں گا یہ کہہ کر کپڑے پھاڑ ڈالے اور ایک گرم آہ کی اور بیابان کا رخ کیا اور چل دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت حق سبحانہ سے وحی آئی کہ آپ نے ہمارے بندہ کو ہم سے جدا کیوں کر دیا آپ کا کام تو یہ ہے کہ آپ بندوں اور حق سبحانہ کے درمیان تعلق پیدا کریں نہ یہ کہ جو تعلق پیدا ہو چکا ہے اس کو منقطع کریں اب ہم آپ کو متنبہ کرتے ہیں کہ آئندہ کبھی ایسی بات نہ کرنا جس سے ہمارے اور بندوں کے درمیان جدائی ہو کیونکہ زن و شوہر کی جدائی کو بھی ہم نے بہ مصلحت گوارا کیا ہے ورنہ ہم کو پسند نہیں پس ہم بندوں کی جدائی کو کیونکر گوارا کریں گے جب آپ نے اس کو نصیحت فرمائی تھی آپ کو خیال کرنا چاہیے تھا کہ ہم نے ہر ایک کی سیرت جداگانہ قائم کی ہے اور ہر ایک کو ہم نے جداگانہ اصطلاح عطا کی ہے جو ایک کے لئے مفید اور دوسرے کے لئے مضر ہے اس بنا پر اس کی یہ گفتگو اس کے حق میں تو مدح تھی اور تمہارے حق میں ذم ہو گی اس کے حق میں شہد تھی تمہارے حق میں سم ہو گی اس کے حق میں نور تھی آپ کے حق میں نار ہو گی اس کے حق میں گل تھی آپ کے حق میں خار ہو گی اس کے حق میں نیک تھی آپ کے حق میں بد ہو گی اس کے حق میں عمدہ تھی آپ کے حق میں مردود ہو گی مقصود سب کا یہ ہے کہ اس کے حق میں نافع اور بہتر تھی اور آپ کے حق میں مضر اور بدتر اور یہ بھلائی تمہارے ہی اعتبار سے اور خود تمہاری ہی طرف راجع ہے رہے ہم سو ہماری تو یہ شان ہے کہ ہم تمہاری پاکی سے بھی منزہ ہیں اور ناپاکی سے بھی یعنی کاہلی اور اسی قسم کے افعال و اوصاف ذمیمہ سے بھی جو ہماری طرف منسوب کئے جائیں اور چستی و چالاکی اور اس قسم کے افعال و اوصاف حسنہ سے بھی جو ہماری طرف منسوب کئے جائیں اور میں نے تسبیح و تقدیس کا حکم کیا ہے وہ اپنے کسی فائدہ کے لئے نہیں بلکہ محض اس لئے کہ مخلوق پر انعام

www.besturdubooks.wordpress.com

کروں اور اس کے ذریعہ وہ صفات حسنہ سے متصف ہوں پس ہندی لوگ ہندی زبان میں میری تعریف کرتے ہیں اور وہی ان کے حق میں مدح ہوتی ہے اور سندھی لوگ سندھی زبان میں میری تعریف کرتے ہیں اور ان کے حق میں وہی تعریف ہوتی ہے میں نہ ہندیوں کی تسبیح وتقدیس سے پاک ہوتا ہوں اور نہ سندیوں کی بلکہ وہی اپنی اس تسبیح وتقدیس سے پاک ہوتے ہیں اور انہیں کے منہ سے موتی جھڑتے ہیں پس تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم الفاظ کو نہیں دیکھتے بلکہ دل اور نیت کو دیکھتے ہیں کہ کس نیت سے یہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں ہم صرف باطن اور حال کو دیکھتے ہیں نہ کہ ظاہر اور قال کو اگر دل میں خشوع ہو تو ہم اسی کو دیکھیں گے اگر چہ گفتگو سے خشوع نہ ظاہر ہوتا ہو ہم اسپر ہرگز نظر نہ کریں گے اور راز اس میں یہ ہے کہ دل جوہر ہے اور گویائی عرض اور جوہر مقصود ہوتا ہے اور عرض اس کے تابع ہوتی ہے پس اگر مقصود درست ہو تو اتنا ہی کافی ہے غیر مقصود میں اگر کچھ نقص بھی ہو تو کچھ نقصان نہیں بشرطیکہ عمداً وہ نقصان پیدا نہ کیا گیا ہو۔ الفاظ واضمار ومجاز پر کب تک نظر کرو گے ہم کو تو یہ مطلوب ہی نہیں ہے ہم کو تو مطلوب صرف سوز ہے تم کو سوز سے موافقت کرنا چاہیے اور عشق کی آگ اپنے دل وجان میں مشتعل کرنا چاہیے اور محض فکر اعلیٰ اور عبارت حسنہ کو آگ لگا دینا چاہیے اور اگر عشق کے ساتھ یہ بھی ہوں تو نور علیٰ نور ہے۔ اے موسیٰ ادب دان اور لوگ ہیں اور دل جلے اور ہیں۔ جو ادب دان اور عارف وعاقل ہیں ان سے ادب مطلوب ہے اور جو عشاق ہیں وہ عموماً یا تو ناواقف ہوتے ہیں یا مغلوب الحال اس لئے وہ معذور ہیں اور ان سے ادب مطلوب نہیں۔ پس وہ ترک ادب پر ماخوذ بھی نہ ہونگے عاشق تو ہر وقت جلتے رہتے ہیں اور اپنی ہستی اور ہوش وحواس سب کو ہمارے لئے فنا کر چکے ہیں ان کے پاس وہ شے ہی نہیں جس کی بنا پر ان سے مطالبہ کریں یعنی ہوش وحواس پس ہم ان سے ادب کا کیونکر مطالبہ کر سکتے ہیں بھلا سمجھو تو سہی کہ کہیں ویران گاؤں پر خراج وعشر واجب ہوتا ہے ہرگز نہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہاں وہ شے ہی نہیں جس کی بنا پر عشر وخراج لازم ہو علیٰ ہذا یہاں بھی یہی حالت ہے پس اگر ایسے لوگ گفتگو میں غلطی کریں تو ان کو خطاوار نہ کہنا چاہیے جس طرح کہ شہید خون آلودہ کو نہلانا نہیں چاہیے اس لئے کہ جس طرح شہیدوں کے لئے خون پانی سے بہتر ہے یوں ہی یہ غلطی اس صواب سے بہتر ہے جس کا تعلق صرف زبان ہی سے ہو ہم تم کو اسی مضمون کو دوسری عنوان سے سمجھاتے ہیں۔ دیکھو قبلہ کے اندر کسی خاص جہت کی ضرورت نہیں اور اگر غوطہ خور کے پاس پاتابہ نہ ہو تو کوئی فکر کی بات نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ شرط توجہ الی الجهة المخصوصة اور شرط استعمال پاتابہ مقصود ہے پس یہاں بھی بعینہ یہی حالت ہے آپ مستوں سے رہبری کی توقع نہ رکھئے اور عشاق کو کپڑوں کے رفو کرنے کی ہدایت نہ کیجئے کیونکہ یہ دونوں ان دونوں کاموں کے اہل نہیں علیٰ ہذا وہ بھی ادب کا اہل نہیں کیونکہ اس کا مدار علم وعقل پر ہے اور وہاں دونوں مفقود ہیں مذہب عشق تمام مذاہب سے جداگانہ ہے کہ ہر مذہب میں مکلفین کے لئے احکام مخصوصہ ہوتے ہیں۔ عشاق الٰہی کا کوئی مذہب نہیں کیونکہ وہ شرط تکلیف ہی اپنے اندر نہیں رکھتے یعنی عقل بلکہ ان کا مذہب تو ان کا

مطلوب ہے یعنی حق سبحانہ پس وہ اس کی دھن میں لگے ہوئے ہیں اور اوامر و نواہی کی انہیں خبر بھی نہیں بس وہ بیچارے عمل کیا کر سکتے ہیں اور اس ترک ادب وغیرہ سے ان کے نقصان پر استدلال نہ کرنا چاہیے کیونکہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے لعل اور لعل کو سکہ کی ضرورت نہیں یوں ہی ان کو بھی افعال ظاہری کی ضرورت نہیں جس کی وجہ وہی فقدان شرط تکلیف ہے ہاں چاندی سونے کے لئے سکہ کی ضرورت ہے کیونکہ ان میں شرط موجود ہے نیز یہ افعال گو فی نفسہ مضر ہیں مگر ان کے لحاظ سے مضر نہیں اور ان کو ان سے کچھ ضرر نہیں ہوتا اگر یہ بات سمجھ میں نہ آئے تو یوں سمجھو کہ عاشق ہزاروں رنج و غم میں مبتلا ہوتا ہے مگر مغموم نہیں ہوتا حالانکہ غم فی نفسہ مغموم کرنیوالا ہے مگر عشاق پر اس کا اثر نہیں بس یہی حالت عاشقان حق سبحانہ کی ہے کہ ان کو ترک ادب وغیرہ باوجود فی نفسہ مضر ہونے کے مضر نہیں اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل میں پوشیدہ طور پر ان اسرار کا القاء ہوا جو بیان میں نہیں آ سکتے اور گفتگو و مشاہدہ ہر دو کو جمع کر دیا یعنی جو کچھ کہا گیا تھا اس کا مشاہدہ بھی کرا دیا اس پر موسیٰ علیہ السلام پر کیسی کیسی بے خودیاں طاری ہوئی ہیں اور کیسے کیسے ہوش آئے ہیں اور کیسے کیسے وہ ابتدا سے انتہا کی طرف اڑے ہیں اور ترقی روحانی حاصل کی ہے کہ بیان میں نہیں آ سکتی اب اگر میں ان امور کی تشریح کروں تو میری حماقت ہے اس لئے کہ وہ تو عقول متوسط کے احاطہ سے باہر ہے اگر میں کہتا ہوں تو عقول عامہ درہم برہم ہو جائیں کیونکہ ان کی کنہ تک تو پہنچیں گے نہیں پس یا تو کچھ سے کچھ سمجھ لیں گے یا انکار کر بیٹھیں گے اور یہ دونوں صورتیں بربادی کی ہیں نیز اگر لکھتا ہوں تو اس میں طول اتنا ہے کہ بہت سے قلم ٹوٹ جائیں گے اور تمام نہ ہوگی۔ وہ اتنی طویل ہے کہ اگر میں اس کی واقعی تفصیل کروں اور قیامت تک کئے جاؤں تب بھی نہایت مختصر ہوگی ان وجوہ سے مجبوراً میں نے خاموشی اختیار کی اب اگر تم کو ضرورت ہو تو اپنے باطن کی اصلاح کرو تم کو خود معلوم ہو جائے گی۔ غرض جبکہ موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ کا یہ شفقت آمیز عتاب سنا تو چوپان کو تلاش کرنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑے اور اس کے نقش قدم پر چل دیئے اور جستجو میں بیابان کی خوب خاک اڑائی یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ انہوں نے اس کے نقش قدم کو کیونکر پہچانا اس لئے کہ عشاق کے نقش قدم اور دوسروں کے نقش قدم میں فرق ہوتا ہے کوئی قدم تو ان کا اوپر سے نیچے کو ہوتا ہے جیسے رخ چلتا ہے اور کوئی قدم فیل کی طرح ٹیڑھا ہوتا ہے کبھی وہ موج کی طرح جھنڈا بلند کرتے ہیں یعنی کھڑے چلتے ہیں اور کبھی مچھلی کی طرح پیٹ کے بل چلتے ہیں کبھی مٹی پر اپنی حالت لکھتے ہیں جیسے کوئی رومال۔ مل نکال رہا ہو کبھی متحیر ہو کر کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں کبھی دوڑنے لگتے ہیں کبھی گیند کی طرح لڑھکتے چلتے ہیں خیر انجام کار انہوں نے اس کو پا لیا اور یہ خوشخبری سنائی کہ تم کو اجازت ہوگئی ہے کہ تم کو کسی ادب اور قرینہ کی ضرورت نہیں جو کچھ تمہارے جی میں آئے کہو تمہارا ظاہری کفر بھی تمہارے حق میں دین ہے اور یہ تمہارا دین تمہارے لئے نور جان ہے نہ کہ دود آتش قہر جیسا کہ میں نے کہا تھا اور تم خود بھی بے خطر ہو اور دنیا کو بھی تمہارے ذریعہ سے امان ہے اور آتش آسمان نہ تم کو جلا سکتی ہے نہ مخلوق کو جیسا کہ میں نے کہا تھا۔ تم کو حق سبحانہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نے جو قاعل مختار ہیں معافی کا پروانہ عطا کیا ہے لہٰذا بے کھٹکے جو جی میں آئے کہو اس نے عرض کیا کہ جناب والا اب میری حالت وہ نہیں رہی بلکہ اب مجھے حق سبحانہ کی معرفت حاصل ہوگئی ہے مگر اب میرا دل خون خون ہوگیا ہے اور میں اس میں لتھڑا ہوا ہوں اس لئے کہ میں اسکی تعریف کے لئے الفاظ نہیں پاتا بلکہ اپنی ہر تعریف کو اس کے رتبہ سے کمتر پاتا ہوں اب میں عروج روحانی اس قدر حاصل کر چکا ہوں کہ اس کو مثال محسوس سے ظاہر کرنے کے لئے یوں کہتا ہوں کہ سدرۃ المنتہیٰ سے گزر گیا ہوں میری پہلی حالت اور موجودہ حالت کے درمیان سینکڑوں برس کی مسافت حائل ہوگئی ہے خدا حضور کا بھلا کرے کہ حضور نے چابک مار کر میرے توسن روح کا رخ اس طرف سے پھیرا اور اس نے ایک ایسی جست کی کہ آسمان سے اوپر پہنچ گیا اب خدا کرے کہ لاہوت ہم ناسوتیوں کا محرم رہے اور آپ کے دست و بازو کو آفریں ہے کہ آپ کی بدولت یہ مرتبہ حاصل ہوا۔ میری موجودہ حالت بیان سے باہر ہے میں جو کچھ بھی بیان کرونگا وہ میری حالت نہ ہوگی کیونکہ حال قال میں نہیں آسکتا اس لئے میں کچھ عرض بھی نہیں کرتا صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ اب مجھے ترقی ہوگئی ہے۔

یہاں چند امور پر متنبہ کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے تا کہ عوام کو لغزش نہ ہو۔ اول یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو اپنا فرض منصبی ادا کیا تھا پھر ان پر عتاب کیوں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا فرض منصبی مکلفین کو تبلیغ کرنا تھا اور شبان مغلوب الحال ہونے کے سبب غیر مکلف تھا۔ اگر موسیٰ علیہ السلام عجلت کو کام نہ فرماتے اور ذرا غور فرماتے تو ان پر اس کی حالت منکشف ہو جاتی لیکن انہوں نے عجلت فرمائی اس لئے شفقت آمیز تنبیہ فرمائی گئی۔ دوم یہ کہ "ملت عشق از ہمہ دینہا جداست" سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ مشتاق حق سبحانہ کو مسلمان ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ بدوں مسلمان ہوئے عشق الٰہی بھی ناممکن ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ عاشق مغلوب الحال کا مطمح نظر صرف ذات حق سبحانہ ہوتی ہے اس کے علاوہ اور تمام چیزوں سے مغلوب الحال ہونے کے وقت وہ بے خبر ہوتا ہے اس وقت خاص تک اس کے حواس اس قابل نہیں ہوتے کہ وہ مکلف ہو سکے اس لئے وہ اس وقت تک قوانین شریعت سے مستثنیٰ ہو جاتا ہے جب تک کہ اسے ہوش نہ آ جائے سوم یہ کہ "مابرون را ننگریم وقال را" الخ کا مطلب نہیں کہ اصلاح ظاہر کی ضرورت ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر بعارض مغلوبیت حال کسی خاص وقت میں کسی کا ظاہر درست نہ رہے تو کچھ مضائقہ نہیں اور جس وقت مغلوب نہ ہو اس وقت اصلاح ظاہر لازم ہے کیونکہ اس کے بغیر اصلاح باطن بھی نہیں ہو سکتی۔

نقش می بینی کہ در آئینہ: ان اشعار کا تعلق "شاہ را گوید کسے جولاہا نیست" الخ اور اس سے اوپر کے اشعار کے ساتھ ہے اور قصہ شبان جو بمناسبت مضمون بالا بیان کیا گیا تھا اس کو ختم کر کے مولانا اسی مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں ان اشعار کو "حال من اکنون برون از گفتن ہست" الخ سے متعلق کہنا محشین کی واضح غفلت ہے' کما یظھر لک بالمراجعۃ الی وجدانک التسلیم فتدبر ہو اس تنبیہ کے بعد ہم حل اشعار کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ بوقت حمد حق سبحانہ کا جس عنوان سے تم تصور کرتے ہو وہ صورت تمہاری من گھڑت ہے حق سبحانہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت نہیں کہ وہ اس سے متعالی ہے اس کی شان تو یہ ہے کہ اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم وز ہرچہ گفتہ ایم و شنیدیم وخواندہ ایم + مثلاً آئینہ میں جو صورت تم کو نظر آتی ہے وہ خود تمہاری ہوتی ہے نہ کہ آئینہ کی اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ حق سبحانہ خود تو اپنی تعریف کر سکتے ہیں اور ہم جو تعریفیں کرتے ہیں وہ وہی ہیں جو اس نے اپنے لئے تجویز کی ہیں اور ہمکو تعلیم فرمائی ہیں۔ پس ہماری تعریفیں خلاف واقعہ کیونکر ہو سکتی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ بیشک وہ تعریفیں حق سبحانہ کی تعلیم کی ہوئی ہیں اور وہ اپنی تعریف کما حقہ کر سکتے ہیں لیکن اس تعلیم میں تمہاری استعداد کا لحاظ رکھا گیا ہے نہ کہ اپنی شان کا اس لئے کہ اس کی شان کے موافق اس کی تعریف احاطہ استعداد ممکنات سے باہر ہے اس کی تعریف کما ھو خود اس کے اوصاف مختصہ میں سے ہے جس کا ممکنات کے لئے حصول ناممکن ہے اس کو ہم ایک مثال سے سمجھاتے ہیں تاکہ تقریب فہم کا کام دے جو آواز کہ بانسری بجانے والا بانسری کے اندر بھرتا ہے وہ بانسری کی لیاقت کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ کہ بانسری بجانے والے کی لیاقت کے اعتبار سے چنانچہ جو آواز بانسری میں سے نکلتی ہے اور آواز کہ خود بانسری بجانے والے کے منہ سے نکلتی ہے دونوں میں کیوں بعد ہوتا ہے حالانکہ دونوں آوازیں ایک ہی شخص کی ہیں پس اسی قسم کا فرق حمد حق اور حمد عبد میں سمجھ لو۔ پس دیکھنا خبردار جو حمد حق سبحانہ تم شکر نعمائے الٰہیہ میں بجالاؤ اس پر مغرور نہ ہونا کہ ہم نے کما ینبغی تعریف کردی بلکہ اس کو اس چرواہے کے نامناسب الفاظ کے مانند سمجھنا۔ مانا کہ تمہاری ذاتی حمد کے لحاظ سے وہ تعلیمی حمد بہتر ہے مگر حق سبحانہ کی شان کے اعتبار سے وہ بھی گھٹیا ہے نیز جبکہ وہ بہتر اضافی وتعلیمی تعریف محض زبان ہی سے ہو تمہاری اس ذاتی تعریف سے بھی گھٹیا اور کمتر ہے جو درد اور سوز سے ناشی ہو۔ اس بناء پر ہم تو یہ کہتے ہیں کہ کاش یہ زبانی بہتر اضافی تعریف تمہیں حاصل نہ ہوتی بلکہ درد وسوز تم کو حاصل ہوتا اس سے جو تعریف بھی ناشی ہوتی وہ اچھی تھی۔ ارے تو اس زبانی تعریف میں کب تک مصروف رہے گا اس کو چھوڑ اور درد وسوز حاصل کر یاد رکھ کہ جب حقیقت حال منکشف ہو جائے گی اور حجاب اٹھ جائے گا خواہ دنیا میں یا آخرت میں اس وقت تجھے معلوم ہوگا کہ لوگ جن میں سے تو بھی ہے حق سبحانہ کے جو اوصاف بیان کرتے تھے وہ اصل حقیقت سے بہت بعید تھی اور ان میں بہت بڑی رنگ آمیزی ہماری استعدادوں اور قابلیتوں کی تھی تم کو یہ بھی شبہ نہ ہونا چاہیے کہ جب انہیں تعریفوں کی قبولیت کا ہم سے وعدہ کیا گیا ہے اور اس قبولیت کا ہم آثار سے مشاہدہ بھی کرتے ہیں پھر ہم کیسے سمجھیں کہ وہ خلاف واقعہ ہیں کیونکہ تیرے اس ذکر کا مقبول ہونا اس کی لیاقت قبول کی بنا پر نہیں بلکہ اس کا مبنی محض رحمت ہے کہ اس نے محض اپنی رحمت سے یہ قانون مقرر کر دیا ہے کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ مستحاضہ کی نماز کہ قانون عام کی بنا پر تو یہ نماز ہی نہیں کیونکہ نجاست جو سبیلین سے خارج ہو ناقض وضو ہے اور بدوں وضو کے نماز کہاں پس اس کو نماز نہ ہونا چاہیے مگر تعذر کا لحاظ فرما کر حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے اسی کو نماز قرار دیدیا ہے اور اسی پر وہ تمام ثمرات براءت ذمہ وغیرہ مرتب فرما دیتے ہیں جو طاہرین کی نماز پر مرتب ہوتے ہیں جس طرح اس کی نماز کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ خون کی آلائش ہے اور اس بنا پر وہ حقیقی نماز کہلانے کی مستحق نہیں یوں ہی تیرے ذکر میں تشبیہ اور کیف کی آمیزش ہے لہٰذا وہ بھی حقیقۃً ذکر کہلانے کا مستحق نہ ہوگا بلکہ اس کا ذکر نہ کہلانا اس کے نماز نہ کہلانے سے اولیٰ تر ہے کیونکہ نجاست خون تو اس حیثیت سے ادنیٰ ہے کہ وہ پانی سے زائل ہو سکتی ہے مگر نجاسات باطنیہ جن کے ساتھ تیرے ذکر کو تلبس ہے اس قدر قوی ہیں کہ وہ آب متعارف سے زائل نہیں ہو سکتیں ان کو صرف آب رحمت حق سبحانہ دھو سکتا ہے اور بدوں اس کے وہ کم بھی نہیں ہو سکتیں زوال تو در کنار اے کاش تو ان حقائق کو سمجھے اور سجدہ کے اندر اپنے عجب سے روگردان اور اپنے سبحان ربی الاعلیٰ کا مطلب سمجھے اور یوں خیال کرے کہ اے اللہ جسطرح میں نالائق ہوں میرا سجدہ بھی نا قابل پذیرائی ہے یہ بجائے تعظیم کے آپ کی تحقیر ہے لیکن مجھ سے یہ ہی ہو سکتا ہے آپ اپنے فضل ورحمت سے میری اس برائی کا بدلا بھلائی سے فرمائیں میرے عجز کے یہ ہی شایان ہے اور آپ کی قدرت ورحمت کو وہی زیبا ہے ہم نے اوپر کہا ہے کہ حق سبحانہ اپنے فضل سے تمہارے برائی کی مکافات بھلائی سے فرماتے ہیں یہ اگر تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو ہم تم کو ایک دلیل سے سمجھاتے ہیں دیکھو زمین من وجہ مظہر ہے صفت حلم حق سبحانہ کا اس پر یہ اثر ہے کہ تم اس پر نجاستیں ڈالتے ہو اور وہ تم کو اس کے معاوضہ میں پھل پھول دیتی ہے۔ ہماری ناپاکیوں کی پردہ پوشی کرتی ہے اور اس کے عوض میں اس سے کلیاں پیدا ہوتی ہیں پس جب زمین کی یہ حالت ہو تو حق سبحانہ کی نسبت ہماری برائیوں کی پردہ پوشی اور اس کی بھلائیوں سے مکافات کرنے میں کیا شک ہو سکتا ہے یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں جب زمین کی یہ حالت ہے کہ اس سے پھل پھول پیدا ہوتے ہیں پس قیامت میں کافر کو متنبہ ہوگا اور زمین کی حالت اس کو یاد آئے گی اور وہ اپنی حالت کو دیکھے گا کہ وہ سخاوت میں زمین سے بھی کم رہا اور اس کی روح سے معرفت حق سبحانہ کے پھل پھول نہ پیدا ہوئے اور بجز سراسر فساد کے پاکیاں اس میں پیدا نہ ہوئیں تو وہ رجعت قہقری کی آرزو کریگا اور بحسرت وافسوس کہے گا کہ کاش میں مٹی ہی ہوتا اور کاش میں ترابیت سے انسانیت کی طرف ترقی نہ کرتا بلکہ دوسری مٹی کی طرح میں دانہ چنتا اور پھل پھول اگاتا جب میں نے ترابیت سے انسانیت تک ترقی کی تو میں محض مبتلائے امتحان ہوا اور اس کا نتیجہ مجھے کچھ بھی نہ ملا۔ اس واقعہ سے تم سمجھو کہ وہ پستی کی طرف لوٹنے کی آرزو کیوں کر رہا ہے فائدہ کی خاطر کیونکہ اس ترقی کا ثمرہ اس کو کچھ نہ ملا۔ پس رجعت قہقری کا منشاء حرص اور طمع ہوئی نہ کہ صدق واخلاص لہٰذا تم کو اس سے نتیجہ نکالنا چاہیے کہ حرص وطمع پستی کی طرف لے جاتے ہیں اس لئے وہ قابل ترک ہیں اور عروج روحانی حاصل کرنے کی ضرورت ہے جس کا منشاء صدق واخلاص ہے اب ہم تم کو پستی کی طرف جھکنے اور بلندی کی طرف مائل ہونے ہر دو کے نتائج سے آگاہ کرتے ہیں تاکہ تم سمجھو کہ ان میں سے کون امر قابل تحصیل ہے اور کون قابل ترک دیکھو جو نباتات بلندی کی طرف مائل ہوتے ہیں وہ دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتے ہیں زندہ رہتے ہیں پھولتے پھلتے ہیں لیکن جس وقت سے کہ وہ پستی کی طرف جھکتے ہیں اسی وقت سے گھٹنے اور خشک ہونے لگتے ہیں اور نقصان و

www.besturdubooks.wordpress.com

خسارہ میں پڑ جاتے ہیں اس پر تم اپنی روح کی حالت کو بھی قیاس کر لو کہ اگر اس کا میلان بلندی کی طرف ہے اور وہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہے تو اس کو ترقی ہوتی رہے گی جس کا انجام حق سبحانہ کا قرب کامل ہوگا اور جبکہ اس کا میلان پستی کی طرف ہوگا اور تم کو عالم ناسوت میں انہماک ہوگا اس وقت تم آفل (فانی) ہو گے اور لا احب الآفلین یقینی بات ہے پس تم ہرگز محبوب حق نہیں ہو سکتے اوپر کافر کی ناگفتہ بہ حالت کا ذکر کیا تھا اس پر سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ ایسے لوگوں کو پیدا ہی کیوں کیا گیا لہٰذا مولانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نقل فرماتے ہیں جس میں سوال و جواب دونوں موجود ہیں۔

شرح شبّیری

پرسیدن موسیٰ علیہ السلام از سر غلبۂ ظالماں

ظالموں کے غالب ہونے کے بھید کی بابت حق تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام کا سوال

گفت موسیٰ اے کریم کارساز	اے کہ یک دم ذکر تو عمر دراز
(حضرت) موسیٰ نے عرض کیا اے کارساز' کریم!	اے (وہ ذات) جس کا ایک لحہ ذکر کرنا عمر دراز ہے

گفت موسیٰ الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے کریم وائے کارساز اور اے وہ ذات کہ ایک گھڑی اس کی یاد عمر دراز (سے کہیں بہتر) ہے۔

نقش کژ مژ دیدم اندر آب وگل	چوں ملائک اعتراضے کرد دل
میں نے (عالم) آب وگل میں بہت سی آڑی ترچھی چیزیں دیکھی ہیں	ملائک کی طرح دل نے اعتراض کیا ہے

نقش کژ مژ الخ۔ یعنی میں نے آب وگل (انسان) میں ٹیڑھے میڑھے نقش دیکھے ہیں۔ تو ملائک کی طرح دل نے ایک اعتراض کیا۔ مطلب یہ کہ بعض ایسے لوگ جو کہ راہ مستقیم سے کجی پر تھے میں نے دیکھے تو دل میں ایک سوال ایسا پیدا ہوا ہے جیسا کہ ملائک کو ایجاد آدم کے وقت ہوا تھا اور اس کو اعتراض کہہ دینا مجاز ہے ورنہ حقیقت میں صرف استفادہ ہے۔ صورت اعتراض جیسی ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ

کہ چہ مقصودست نقشے ساختن	واندرو تخم فساد انداختن
کہ اس میں کیا مقصود ہے؟ کہ ایک نقش بنانا	اور اس میں فساد کا بیج بو دینا

کہ چہ مقصودست الخ۔ یعنی کہ کیا مقصود ہے کہ ایک نقش بنانا اور پھر اس میں فساد کا بیج ڈالنا یعنی اس کو مفسد بنانا اس میں کیا مصلحت ہے۔

آتش ظلم و فساد افروختن	مسجد و سجدہ کناں را سوختن
ظلم اور فساد کی آگ بھڑکانا	مسجد اور سجدہ کرنے والوں کو پھونکنا

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش ظلم و فساد الخ۔ یعنی ظلم و فساد کی آگ بھڑکانا اور مسجد کو اور سجدہ کرنے والوں کو جلانا۔ اس لئے کہ جب ظالموں کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ اہل حق کو ستاتے ہی ہیں اس لئے عرض کی کہ ظلم کیا آگ کو روشن کرنا اور اس سے اہل حق کو نقصان پہنچانے سے کیا فائدہ ہے۔

مایۂ خونابۂ و زردابہ را	جوش دادن از برائے لابہ را
خون اور پیپ کے ذخیرے کو	دل لگی کے لئے جوش دینا

مایہ خون نابہ الخ۔ یعنی خون اور پیپ کے ذخیرہ کو ایک کھیل کے واسطے جوش دینے سے کیا فائدہ ہے خون اور پیپ کے ذخیرہ سے مراد انسان ہے اس لئے کہ یہ حضرت تو اول نطفہ اور علقہ وغیرہ ہونے کی حالت میں ایسے ہی تھے آگے فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتراض مقصود نہ تھا بلکہ صرف استفادہ ہی تھا فرماتے ہیں کہ

من یقیں دانم کہ عین حکمت ست	لیک مقصودم عیان رویت ست
میں بالیقین جانتا ہوں کہ (یہ) عین حکمت ہے	لیکن میرا مقصد مشاہدہ ہے

من یقین دانم الخ۔ یعنی یہ تو میں یقیناً جانتا ہوں کہ کوئی حکمت ہے لیکن میرا مقصود عیاناً دیکھنا ہے۔ یعنی اجمالاً تو معلوم ہے کہ کوئی حکمت ہے لیکن دل یوں چاہتا ہے کہ اس کا مشاہدہ ہی ہو جائے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوچھا تھا کہ کیف تحی الموتی تو سوال ہوا تھا کہ او لم تؤ من تو انہوں نے بھی عرض کیا تھا کہ بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی اس طرح موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اجمالاً تو حکمت کا وجود معلوم ہے لیکن یہ چاہتا ہوں کہ اسکو تعیناً بھی معلوم کروں آگے فرماتے ہیں کہ

آں یقیں می گویدم خاموش کن	حرص رویت گویدم نے جوش کن
وہ یقین مجھ سے کہتا ہے چپ رہ	دیکھنے کی حرص مجھ سے کہتی ہے نہیں (سوال میں) جوش دکھا

آن یقین الخ۔ یعنی وہ یقین تو مجھے کہتا ہے کہ چپ رہ اور دیکھنے کی حرص کہتی ہے کہ نہیں جوش کرو (اور سوال کرو) تو عجب کشمکش میں مبتلا ہوں آگے ایک نظیر لاتے ہیں کہ

مر ملائک را نمودی سر خویش	کایچنیں نوشے ہمی ارزد بہ نیش
تو نے فرشتوں پر اپنا راز ظاہر کر دیا	کہ اس طرح کا شہد ڈنک کے لائق ہے

مر ملائک را الخ۔ یعنی آپ نے فرشتوں کو اپنا بھید دکھلا دیا تھا کہ اس قسم کی راحت تکلیف کے برابر ہوا کرتی ہے مطلب یہ کہ آپ نے فرشتوں کے سوال پر بھی ان کو یہ جواب دیا تھا کہ ہر شے میں بعض مصالح ہوتے ہیں اور بعض مضار تو اس میں بھی اسی طرح ہے لیکن ہم ان مصالح کی بنا پر خلق آدم کرتے ہیں تو چونکہ فرشتوں کو پہلے سے صرف ضرر ہی کا علم تھا ان کو یہ خبر ہی نہ تھی کہ اس میں کوئی مصلحت بھی ہے اس لئے اتنا ہی کہہ دینے سے ان کا

www.besturdubooks.wordpress.com

اطمینان ہوگیا تو جیسا ان کا سوال تھا ویسا ہی میرا سوال ہے اس لئے جس طرح ان کو جواب مرحمت ہوا تھا اگر میری بھی تسلی فرمادی جائے تو بعید از لطف و کرم نہ ہو۔ اور فرماتے ہیں کہ

عرضہ کردی نور آدمؑ را عیاں	بر ملائک گشت مشکلہا بیاں
تونے آدمؑ پر علم کھلم کھلا پیش کر دیا	فرشتوں کے اشکالات حل کر دیئے

عرضہ کردی الخ۔ یعنی آپ نے آدم علیہ السلام کے نور کو فرشتوں پر عیاناً پیش کر دیا تو تمام مشکلیں ان کی حل ہوگئیں۔ نور آدم سے مراد علم آدم ہے۔ مطلب یہ کہ آپ نے ان کو بھی یہ جواب دے کر جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ اجمالاً ارشاد ہوا تھا واعلم مالا تعلمون اس کے بعد پھر حضرت آدم کو علم پیش کیا تھا جیسا کہ فرماتے ہیں کہ ثم عرضھم علی الملئکۃ الخ تو اسی طرح میری بھی تسلی فرمادیجئے۔ آگے جواب ہے جس میں کہ ظاہر الفاظ میں لفظ گو یدیا گفت وغیرہ کچھ نہیں ہے مگر قرینہ مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ جواب یہی ہے اس کو مولانا مثالوں سے بیان فرماتے ہیں جن سے کہ جواب بھی مستنبط ہوتا ہے اور ان سب کا خلاصہ یہی ہے کہ چونکہ سب چیزوں میں ضرر و نفع دونوں ہوتے ہیں اور نفع سبب ضرر کا اور ضرر سبب نفع کا ہو جایا کرتا ہے اس لئے ہم نفع کا لحاظ کر کے ضرر کو نظر انداز کر کے اس شے کو پیدا فرماتے ہیں اور چونکہ معاند نہ ہو بلکہ طالب حق ہو اس کو صرف اس قدر کہہ دینا بھی کافی ہے اور اس کی تسلی اس سے بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ مشاہد ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

حشر تو گوید کہ سر مرگ چیست	میوہا گویند سر برگ چیست
تیرا حشر بتا دے گا کہ موت کیا راز ہے؟	میوے بتاتے ہیں کہ پتوں (کے ہونے) کا کیا راز ہے؟

حشر تو گوید الخ۔ یعنی تمہارا حشر بتاتا ہے کہ موت میں کیا مصلحت ہے اور میوے کہتے ہیں پتوں (کی پیدائش) میں کیا بھید ہے مطلب یہ کہ موت جو کہ ایک تکلیف دہ شے تھی اس میں یہ مصلحت ہے کہ قیامت کو اعمال کے ثواب ملیں گے اور پتوں میں جب خوشہ نکلا تو معلوم ہوگیا کہ ان سے یہ مقصود تھا تو دیکھو ایک نقص کا وجود ایک کامل کے وجود کا سبب ہے۔

سر خون و نطفہ حسن آدمی ست	سابق ہر بیشی آخر کمی ست
خون اور نطفہ کا راز آدمی کا حسن ہے	ہر بیشی سے پہلے کمی ہوتی ہے

سر خون الخ۔ یعنی خون اور نطفہ (کی پیدائش) میں بھید حسن انسانی ہے اور ہر آخری زیادتی سے پہلے کمی ہوتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو نطفہ ایک ناپاک شے ہے مگر انجام کے اعتبار سے حسن انسانی کا یہی سبب ہے تو معلوم ہوگیا کہ جس شے کا انجام بہتر ہوتا ہے اس کے شروع میں ضرور کوئی نہ کوئی نقص ہوتا ہے اور ہر بیشی مسبوق کمی کے ساتھ ہوتی ہے۔

لوح را اول بشوید بے وقوف	آنگہے بروے نویسد او حروف
ناواقف (بچہ) پہلے تختی دھو دیتا ہے	پھر اس پر حروف لکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لوح را الخ۔ یعنی تختی کو اول (کاتب) بلا توقف دھوڈالتا ہے اور اس وقت اس پر حروف لکھتا ہے تو دیکھو اول تو اس نے ان حروف کو مٹایا مگر یہی سبب ہو گیا دوسرے حروف کے لکھنے کا اسی لکھی ہوئی تختی پر دوسرے حروف ہرگز نہ لکھے جاسکتے تھے آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

خوں کند دل راز اشک مستہاں	بر نویسد بروے اسرار نہاں
(سالک) بے وقعت آنسوؤں سے دل کو خون کرتا ہے	(پھر) اس پر پوشیدہ راز لکھتا ہے

خون کند الخ۔ یعنی (سالک اول) دل کو خون کر لیتا ہے ذلیل آنسوؤں سے اور اس پر اسرار پوشیدہ (حق تعالیٰ) کے لکھتا ہے مطلب یہ کہ اسی طرح جب سالک اسرار حق کو لوح دل پر لکھنا چاہتا ہے تو وہ بھی اول آنسوؤں سے اس کو دھوتا ہے جب پہلے نقوش جو شہوات سے پیدا ہو گئے تھے مٹ جاتے ہیں اب اس پر اسرار حق کے نقوش بناتا ہے اور معرفت حق حاصل کرتا ہے۔

وقت شستن لوح را باید شناخت	کہ مرآں را دفترے خواہند ساخت
دھونے وقت تختی کو پہچان لینا چاہئے	کہ اس کو ایک دفتر بنائیں گے

وقت شستن الخ۔ یعنی دھونے کے وقت تختی کو پہچان لینا چاہیے اس لئے اس کو ایک دفتر بنا دیں گے۔ مطلب یہ کہ صفائے قلب کے وقت خوب اچھی طرح صاف کر لینا ضروری ہے اس لئے کہ کارکنان قضا و قدر اس سے ایک دفتر بنا دینگے اور تمام نامہ اعمال کی شرح تو ان حضرات کے قلب صاف ہی ہیں اس لئے اول اس کی خوب صفائی کر لے پھر اسرار نہانی حق تعالیٰ کے اس پر نقوش بنادے۔ تفریع ختم ہوگئی۔ آگے پھر وہی مثالیں ہیں فرماتے ہیں کہ

چوں اساس خانۂ می افگند	اولیں بنیاد را بر می کنند
جب کسی گھر کی بنیاد رکھتے ہیں	پہلے نیو کھودتے ہیں

چون الخ۔ یعنی جب نئے گھر کی بنیاد ڈالتے ہیں تو پہلی بنیاد کو اکھاڑ پھینکتے ہیں تو اس کا اکھاڑنا ہی تو دوسری عمارت کے بنانے کے لئے سبب ہوا۔

گل بر آرند اول از قعر زمیں	تا بآخر بر کشی ماء معیں
پہلے زمین کی گہرائی سے مٹی کھودتے ہیں	تاکہ تو آخر میں پانی کھینچے

گل بر آرند الخ۔ یعنی قعر زمین سے اول مٹی نکالتے ہیں تاکہ انجام میں اس سے شیریں پانی کھینچو تو دیکھو مٹی نکالنا جو کہ زمین کو خراب کرتا ہے سبب ہو گیا ہے پانی کے نکلنے کا۔

از حجامت کودکاں گریند زار	کہ نمی دانند ایشاں سر کار
پچھنوں سے بچے زار زار روتے ہیں	کیونکہ وہ کام کے راز سے واقف نہیں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ازحجامت الخ۔ یعنی پچھنے لگوانے سے بچے بہت روتے ہیں اس لئے کہ وہ کام کے بھید سے واقف نہیں ہیں۔

مرد خود زرمی دہد حجام را	می نوازد نیش خون آشام را
مرد (باپ) پچھنے لگانے والے کو روپیہ دیتا ہے	خون چوسنے والے نشتر کو نوازتا ہے

مردخود الخ۔ یعنی مرد خود حجام کو روپیہ دیتا ہے اور اس خون پینے والے نشتر کو نوازتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو نشتر لگوانے سے بچہ تو زار زار رو رہا ہے اور جو اس کا سرپرست ہے وہ خوش ہوتا ہے اور حجام کو انعام دیتا ہے تو یہ اس لئے کہ بچے کو تو خبر نہیں ہے کہ اس سے انجام کیا ہوگا اس کی نظر تو صرف اس موجودہ تکلیف پر ہے اور مربی جانتا ہے کہ یہ جو راتوں کو بے چین رہتا ہے رات رات بھر نیند نہیں آتی یہ ساری خرابی اس دنبل کی ہے اور اس میں جو پیپ وغیرہ بھر رہی ہے اس کی خرابی ہے اور ایک نشتر کے لگنے سے وہ ساری تکلیفیں جاتی رہیں گی اور رات کو آرام سے سوویگا تو دیکھو کہ ایک تکلیف کے بعد راحت پہنچی اور یہ تکلیف یہ راحت کا سبب ہوئی۔

می دود حمال دربار گراں	میر باید بار را از دیگراں
بھاری بوجھ لئے ہوئے قلی دوڑتا ہے	دوسرے (قلیوں) سے بوجھ چھینتا ہے

می دود الخ۔ یعنی حمال بھاری بوجھ میں دوڑتا ہے اور بوجھ کو دوسروں سے چھینتا ہے تو یہ اس لئے کہ اس کا انجام یہ ہے کہ پیسے ملیں گے۔ ورنہ ظاہر میں تو ایک مصیبت ہے کہ بوجھ اٹھانا پڑے گا لیکن یہ مشقت ہی اس انعام کا سبب ہے۔

جنگ حمالاں برائے بار بیں	ایں چنیں ست اجتہاد مرد دیں
بوجھ کے لئے قلیوں کی جنگ پر غور کر	دیندار کی کوشش اس طرح کی ہے

جنگ الخ۔ یعنی حمالوں کی لڑائی بوجھ کے واسطے دیکھو تو اسی طرح دین کے کام میں بھی کوشش کرتا ہے اس لئے کہ کار دین میں بھی تو انجام کار فرحت اور نعمت ہے اسی طرح حمال کو بھی انجام کار انعام ملتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ بہت سے نقص اور بہت سی تکالیف اور مصیبتیں سبب کمال اور عیش اور راحت کا ہوا کرتی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

چوں گرانیہا اساس رحمت ست	تلخہا ہم پیشوائے نعمت ست
جبکہ گرانیاں رحمت کی بنیاد ہیں	تلخیاں بھی رحمت کا پیش خیمہ ہیں

چون گرانیہا الخ۔ یعنی جبکہ گرانیاں راحت کی بنیاد ہیں تو بہت سی تلخیاں نعمت کی پیشوا ہیں مطلب یہ کہ جس طرح تکالیف سبب راحت کا ہوتی ہیں اسی طرح راحت بھی سبب تکلیف کا ہوا کرتی ہیں آگے اس کی اور مثال دیتے ہیں کہ

حفت الجنۃ بمکروھاتنا	حفت النیران من شھواتنا
جنت ہماری ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی ہے	(اور) جہنم ہماری مرغوب چیزوں سے گھیر دی گئی ہے

حفت الجنۃ الخ۔ یعنی جنت تو ہماری مکروہات سے گھری ہوئی ہے اور جہنم ہماری شہوات سے گھرا ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔حدیث میں ہے کہ حفت الجنۃ بالمکارہ و حفت النار بالشھوات تو دیکھو کہ جس نے دنیا میں مکروہات نفس پر صبر کیا اور اس تکلیف کو جھیلا اس کا انجام تو جنت اور اس کی راحتیں ہیں اور جس نے یہاں شہوات اور لذات میں مزے اڑائے اس کو انجام کار جہنم ملے گا اور اس کی مشکلیں اور کاہشیں برداشت کرنا پڑیں گی۔

تخم مایہ آتشت شاخ ترست	سوختہ آتش قرین کوثر ست
تیری آگ کا سرمایہ تر شاخ ہے	آگ کا جلا ہوا کوثر کے پاس ہے

تخم مایہ الخ۔یعنی تمہاری آگ کا سرمایہ ایک شاخ تر ہے اور آگ کا جلا ہوا کوثر کے قرین ہے۔مطلب یہ کہ جو لکڑیاں اس وقت آگ میں جل رہی ہیں وہ ایک وقت میں شاخ تر تھیں اور خوب مزے اڑائے تھے اس لئے آج آگ میں جلنا پڑا اور جو لکڑی کہ جل چکی ہے اس کے گل کرنے کے لئے اس پر پانی ڈالتے ہیں جس سے کہ اس کی آگ بجھ جاتی ہے تو دیکھ لو کہ اس کو بعد راحت کے جلنا پڑا اور دوسرے کو بعد جلنے کے راحت نصیب ہوئی۔

ہر کہ در زنداں قرین محنتے ست	آں جزائے لذتے و شہوتے ست
جو قید خانہ میں محنت میں مبتلا ہے	وہ لذت اور شہوت کی سزا ہے

ہر کہ در زندان الخ۔یعنی جو کہ قید خانہ میں محنت کا قرین ہے تو کسی شہوت کی یا لقموں (لذیذ) کی جزا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی قید خانہ میں ہے تو ضرور اس سے قبل کسی لذت اور راحت میں رہا ہے۔یہ اسی کا بدلہ مل رہا ہے اور وہ عیش و لذت ہی اس مصیبت کا سبب ہو گئی ہے۔

ہر کہ در قصے قرین دولتے ست	آں جزائے کارزار و محنتے ست
جو محل میں صاحب سلطنت ہے	وہ محنت اور جنگ کا بدلہ ہے

ہر کہ در قصرے الخ۔یعنی جو شخص کہ محل میں دولت کا قرین ہے یہ کسی محنت اور مشقت کا بدلا ہے کہ اول اس دولت کے کسب میں مشقت کی ہے تو اب راحت سے اڑا رہے ہیں۔

ہر کرا بینی بزور سیم فرد	داں کہ اندر کسب کردن صبر کرد
جس کو تو چاندی اور سونے میں یکتا دیکھے	سمجھ لے اس نے کمائی میں صبر کیا ہے

ہر کرا دیدی الخ۔یعنی جس کو دیکھو کہ روپے پیسے میں یکتا ہے تو جان لو کہ اس نے کمانے میں (بڑی بڑی مشقتوں پر) صبر کیا ہے تو ان کا بدلا یہ مل رہا ہے لہٰذا جبکہ بعض منافع سبب ضرر کے اور بعض ضرر سبب نفع کا ہوا کرتے ہیں اس لئے بالنظر الی کمنافع ہم اس شے کو پیدا فرما دیتے ہیں یہ تو حق تعالیٰ کے اس جواب کا حاصل ہوا اب اس سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ چونکہ ظالموں کے غالب کرنے میں ترقی درجات مظلوموں کا نفع ہے اس لئے ہم نے ظالموں کو غالب کر رکھا ہے یہاں تک تو یہ مضمون تھا آگے مولانا اس سے انتقال فرماتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ یہاں ایک اعتراض یہ ہوتا تھا کہ یہ جس قدر اسباب ایک دوسرے کے ہم نے بیان کئے ہیں یہ تو توحید کے بالکل خلاف ہیں جس پر غلبہ توحید کا ہوگا اس کو ان اسباب سے کیا تعلق ہے اس کی نظر تو بس ذات بحت حق تعالیٰ کی طرف ہوگی آگے اسی لئے بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ترک اسباب تمہارا منصب نہیں ہے بلکہ یہ اس شخص کا منصب ہے کہ جو فنا ہو چکا ہو اور مرضی حق کو اپنی مرضی پر مقدم سمجھتا ہے لہٰذا تم کو ارتکاب اسباب ہی لازم ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں

بے سبب بیند چو دیدہ شد گزار	تو کہ در حسی سبب را گوش دار
جب آنکھ (عالم اسباب سے) گزر جانے والی بن جائے	تو بغیر سبب کے دیکھتی ہے تو حس کا پابند ہے سبب پر توجہ کر
آنکہ بیروں از طبائع جان اوست	منصب خرق سببہا آن اوست
جس کی جان (انسانی) طبائع سے باہر ہے	اسباب کو ترک کر دینے کا مقام اسے حاصل ہے

آنکہ بیرون الخ۔ یعنی جو شخص کہ اس کی جان طبائع سے باہر ہو تو ترک اسباب اس کا منصب ہے یعنی جو ان خواہشات وطبائع انسانی سے علیحدہ ہو اور ذات حق میں فنا ہو چکا ہو اس کو تو ترک اسباب جائز ہے مگر تم کو کہ ابھی خام ہو ہرگز جائز نہیں ہے فرماتے ہیں کہ

بے سبب بیند نہ از آب و گیا	چشمہ چشمہ معجزات انبیا
بغیر سبب کے پانی اور گھاس کے بغیر دیکھتا ہے	کثرت سے انبیاء کے معجزات (جیسے)

بے سبب بیند الخ۔ یعنی جبکہ آنکھ گزرنے والی ہوگی اس وقت بے سبب کے دیکھے گا اور تو کہ حس میں (مقید) ہے سبب کی حفاظت کر مطلب یہ کہ جس کی نظر کہ اس عالم اسباب سے گزر کر حق تعالیٰ تک پہنچ گئی ہو اس کو ترک اسباب جائز ہے لیکن تم جو کہ مقید اسباب ہو ہرگز ترک اسباب مت کرنا ورنہ گمراہ ہوگے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

بے سبب بیند الخ۔ یعنی وہ بے سبب کے دیکھتا ہے نہ آب وگھاس سے چشمے کے چشمے انبیاء علیہم السلام کے معجزات مطلب یہ کہ جس کی نگاہ اس عالم سے گزر گئی اس کو پھر اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ بے اسباب ظاہری کے لئے انبیا معجزات دیکھتا ہے اور انبیا کی تصدیق کرتا ہے اور اس کو ان معجزات ظاہری کے دیکھنے کی تصدیق میں ضرورت نہیں ہوتی آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

ایں سبب ہمچوں طبیب ست و علیل	ایں سبب ہمچوں چراغست و فتیل
یہ سب ایسا ہے جیسے طبیب اور بیمار	یہ سبب چراغ اور بتی کی طرح ہے

این سبب الخ۔ یعنی یہ اسباب (ظاہری) مثل طبیب کے ہیں اور (ان کا مرتکب مثل) علیل (کے) ہے (تو اگر ارتکاب نہ کرے گا تو آخر مرے گا اور کیا ہوگا آگے دوسری مثال ہے کہ) اور یہ اسباب مثل چراغ کے ہیں اور بتی کے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شب چراغت را فتیلے نو بتاب	پاک داں زینہا چراغ آفتاب
رات کو اپنے چراغ کے لئے نئی بتی بٹ لے	سورج کے چراغ کو ان سے پاک سمجھ

شب چراغت الخ۔ یعنی اپنے رات کے چراغ کے لئے نئی بتی بٹ لے اور آفتاب کے چراغ کو اس سے پاک جان مطلب یہ کہ چونکہ یہ اسباب چراغ کی طرح ہیں اس لئے ان کو جب تک تیل بتی پہنچتا رہتا ہے سب کام درست رہتے ہیں ورنہ گل ہو جاتے ہیں اور کام نہیں چلتا لیکن جو حضرات کاملین ہیں اور وہ مثل آفتاب کے ہیں ان کو اس تیل بتی کی ضرورت نہیں ہے ان کے اندر تو خود نور ہے ان کو ان اسباب ظاہری کے ارتکاب کی ہرگز ضرورت نہیں ہے +کار پاکاں را قیاس از خود مگیر +گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر+ ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ

رو تو کہگل ساز بہر سقف خاں	سقف گردوں را ز کہگل پاکداں
گھر کی چھت کے لئے تو گارا تیار کر لے	آسمان کی چھت کو گارے سے پاک سمجھ

رو تو الخ۔ یعنی جاؤ اور اپنی جان کی چھت کے لئے گارا بناؤ لیکن سقف آسمان کو کہگل سے پاک جانو۔ اس کو کہگل کی ضرورت نہیں ہے اسی طرح تم کو تو اسباب کی ضرورت ہے لیکن جو کاملین ہیں ان کو اس کی ضرورت نہیں ہے آگے بطور تحدث بالنعمۃ کے فرماتے ہیں کہ

وہ کہ چوں دلدار ما غم سوز شد	خلوت شب در گذشت و روز شد
واہ واہ جب ہمارا محبوب غم کو ختم کرنے والا بن گیا	رات کی تنہائی ختم ہوئی اور دن نکل آیا

وہ کہ چون الخ۔ یعنی خوب ہوا جبکہ ہمارا دلدار اور غم سوز ہوا تو خلوت شب گزر گئی اور دن ہو گیا۔ مطلب یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ جب ہمارا مطلوب اور محبوب ہمارا دلسوز ہوا تو وہ صفات بشریہ سب زائل ہو گئیں اور اسباب وغیرہ سب سے قطع نظر ہو گئی اور اس کی تجلی اور نور سے ہمارے اندر بھی نورانیت پیدا ہو گئی اور فرماتے ہیں کہ

جز بشب جلوہ نباشد ماہ را	جز بدرد دل مجو دلخواہ را
چاند کا جلوہ رات کے سوا نہیں ہوتا	درد دل کے بغیر محبوب کی جستجو نہ کر

جز بشب الخ۔ یعنی چاند کا جلوہ تو رات ہی کو ہوتا ہے تو دلخواہ کو بجز درد کے اور کسی طرح مت تلاش کرو۔ مطلب یہ ہے کہ جب ہمارے اندر پہلے سے رذائل بھرے ہوئے تھے جب ہی تو وہ نور اور تجلی بھی ہم پر آیا ورنہ کیسے حاصل ہوتا اس لئے کہ ہر کجا پستی است آب آنجا رود+ ہر کجا دردے شفا آنجا رود+ جب یہ معلوم ہو گیا تو اس تجلی کے حاصل کرنے کا طریق بتاتے ہیں کہ وہ مجاہدہ ہے اگر تم مجاہدہ کرو گے تو تم کو نور حق تعالیٰ کا میسر ہو جائے گا اسی کو مولانا نے جز بدرد دل مجو دلخواہ را سے تعبیر فرمایا ہے اب چونکہ یہاں ترغیب مجاہدہ کی تھی اس لئے آگے شکایتاً فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک عیسیٰ کردہ خر پروردۂ	لاجرم چوں خر بروں پردۂ
تو نے عیسیٰ کو چھوڑا ہے گدھے کی پرورش کی ہے	لامحالہ تو گدھے کی طرح خیمہ کے باہر ہے

ترک عیسے الخ۔ یعنی عیسیٰ کو چھوڑ کر خر کو پال رکھا ہے تو نے۔ لہٰذا بے شک گدھے کی طرح تو پردہ کے باہر ہے عیسے سے مراد روح ہے اور اسی کو مولانا نے آگے جان سے بھی تعبیر کیا ہے لیکن عقل سے بھی تعبیر کیا ہے سب سے بہی مراد ہے اور خر سے مراد نفس ہے کہ وہ تابع روح کا ہوتا ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ تم نے جو خواہشات نفسانی پر عمل کر رکھا ہے اور روح کے مقتضیات کو مٹا رکھا ہے تو گویا اس کو مار رکھا ہے اس لئے تم تجلیات حق سے علیحدہ اور دور ہو ورنہ اگر تم روح کے مقتضیات پر عمل کرتے اور نفس کے خواہشات کو زائل کر دیتے تو تم کو قرب نصیب ہوتا آگے مولانا ہر ایک کی خاصیات فرماتے ہیں کہ

طالع عیسیٰ ست علم و معرفت	طالع خر نیست اے تو خر صفت
علم و معرفت عیسیٰ کا نصیبہ ہے	اے کہ تو گدھے جیسا ہے! گدھے کا نصیبہ نہیں ہے

طالع الخ۔ یعنی عیسے (روح) کے حصہ میں تو علم و معرفت ہے اور یہ گدھے (نفس) کا حصہ نہیں ہے اے وہ شخص کہ گدھے کی طرح ہی تجھ کو روح کی پرورش چاہیے تاکہ علم و معرفت حاصل ہو۔

نالۂ خر بشنوی رحم آیدت	پس ندانی خر خری فرمایدت
تو گدھے کا نالہ سنتا ہے تجھے رحم آ جاتا ہے	تو نہیں جانتا ہے کہ گدھا تجھ سے گدھے پن کی فرمائش کریگا

نالۂ خر الخ۔ یعنی تو گدھے کا نالہ سنتا ہے تو تجھے رحم آ جاتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ گدھا تو گدھا پن ہی کا حکم کرتا ہے مطلب یہ کہ جان نفس نے ذرا واویلا کی اور تم کو اس پر رحم آ جاتا ہے اور اس کے خواہش کو پورا کر دیتے ہو مگر تم کو یہ خبر نہیں کہ یہ تو بجز اس کے کہ حق تعالیٰ سے دور کرنے والے ہیں اور کیا فائدہ ہے لہٰذا اس کی خواہشات و مقتضیات پر ہرگز عمل مت کرو۔

رحم بر عیسیٰ کن و بر خر مکن	طبع را بر عقل خود سرور مکن
عیسیٰ پر رحم کر اور گدھے پر نہ کر	نفس کو اپنی عقل کا سردار نہ بنا

رحم بر عیسیٰ الخ۔ یعنی عیسی پر رحم کرو اور گدھے پر مت کرو اور اپنی طبیعت کو عقل پر سردار مت کرو۔ مطلب یہ کہ روح پر رحم کرو اور اس کے مقتضیات کو پورا کرو اور نفس کی خواہشات کو ہرگز پورا مت کرو اس لئے کہ یہ قعر جہنم میں لے جانے والی شے ہے اور اپنے نفس کو روح پر سردار مت کرو ورنہ پھر یہ غالب ہو کر اس کو کسی مصرف کا نہ رکھے گا۔

طبع را ہل تا بگرید زار زار	تو ازو بستان دوام جاں گذار
نفس کو چھوڑ تاکہ وہ زار زار روئے	تو اس سے وصولی کر اور جان کا قرض ادا کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

طبع را الخ۔ یعنی طبیعت کو تو چھوڑ دتا کہ زار زار روئے اور تم اس سے (قوت) لے کر جان کا فرض ادا کرو مطلب یہ کہ نفس کو بالکل چھوڑ دو کہ ذلیل وخوار ہو اس کی بالکل پرواہ مت کرو بلکہ اس سے قوت کو حاصل کر کے حقوق روح کے ادا کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

سالہا خربندہ بودی بس بود	زانکہ خربندہ زخر واپس بود
تو سالوں گدھے کا غلام رہا ہے کافی ہے	کیونکہ گدھے کا نوکر گدھے کے پیچھے رہتا ہے

سالہا خربندہ الخ۔ یعنی سالہا سال تک تو گدھے کا بندہ رہا ہے بس کافی ہے۔ اس لئے کہ گدھے والا تو گدھے سے بھی پیچھے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ سالہا سال تک تم نے نفس کے مقتضیات پر عمل کیا ہے اور اس کے پیچھے پیچھے پھرے ہو لیکن یہ سمجھ لو کہ وہ گدھے کی طرح ہے اور جو گدھے والا گدھے کے پیچھے چلتا ہے تو منزل پر پہنچنے میں اس سے بھی پیچھے رہتا ہے اسی طرح اگر تم اس کے مقتضیات پر عمل کرو گے تو یقیناً نفس سے بھی پیچھے رہو گے اور نفس جیسی ذلیل شے بھی منزل پر پہنچنے میں تم سے آگے ہوگی ایک حدیث کے مضمون سے مثال دیتے ہیں کہ

زاخر وہن مرادش نفس تست	کو بہ آخر باید و عقلت نخست
ان کو "پیچھے رکھو" سے تیرا نفس مراد ہے	کیونکہ وہ پیچھے ہونا چاہیے اور عقل پہلے

زاخروہن الخ۔ یعنی آخروہن سے مراد ان کی تیرا نفس ہے کہ وہ آخر میں چاہیے اور تیری عقل پیچھے ہے۔ مطلب یہ کہ حدیث میں جو عورتوں کے بارہ میں آخروہن من حیث آخرہن اللہ (مؤخر کرو ان کو جیسا کہ مؤخر کیا ان کو حق تعالیٰ نے) آیا ہے اس کے عموم میں تیرا یہ نفس بھی داخل ہے اس لئے کہ مشاہدہ سے معلوم ہے کہ مقتضیات نفس پر عمل کرنے کے لئے بھی اول ضرورت عقل کی ہوتی ہے پھر نفس کے مقتضی پر عمل ہوتا ہے لہٰذا جیسے کہ یہاں نفس مؤخر ہے اسی طرح اس کو تم بھی مؤخر ہی رکھو۔

ہم مزاج خرشدست ایں عقل پست	فکرش اینکہ چوں علف آرم بدست
یہ پست عقل گدھے کے مزاج کی ہو گئی ہے	اس کو بھی فکر ہے کہ چارہ کیونکہ ہاتھ آئے

ہم مزاج الخ۔ یعنی یہ تیری عقل پست بھی خر کے ہم مزاج ہوگئی ہے اور اس کی بھی فکر یہی ہے کہ گھاس دانہ کسی طرح ہاتھ میں لائیں۔ مطلب یہ کہ نفس کو غالب کرنے کا یہ نتیجہ ہوا کہ عقل مغلوب ہوگئی اور اس کے مقتضیات سب باطل ہوگئے ورنہ وہ بھی مقتضیات ہی پر عمل کرنے لگی اس لئے ہمیشہ غالب کا اثر مغلوب پر ہوا کرتا ہے اور اصل میں تو عقل کا مقتضا کسب علوم و معارف تھا مگر اب وہ بھی کسب دنیا میں مصروف ہوگئی ہے نفس کو غالب کرنے کا تو یہ نتیجہ ہوا کہ عقل بھی اس جیسی ہوگئی آگے عقل کے غالب کرنے کا اثر بیان فرماتے ہیں کہ

آں خر عیسیٰؑ مزاج دل گرفت	در مقام عاقلاں منزل گرفت
(حضرت) عیسیٰ کے گدھے نے دل کا مزاج حاصل کیا	عقلمندوں کے مقام میں جگہ پائی

www.besturdubooks.wordpress.com

آن خرعیسے الخ۔ یعنی اس عیسیٰ کے گدھے نے مزاج دل کا لے لیا تو عاقلوں کے مقام پر جگہ اختیار کی۔ مطلب یہ کہ جب روح نفس پر غالب ہوئی اور اس کے مقتضیات پر عمل ہوا تو وہ بھی منور اور عاقل ہو گئی اور بعض مرتبہ محسوسات میں بھی ہوتا کہ بزرگوں کا اثر جانوروں پر پڑتا ہے بھلا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے میں تو جو برکات اور عقول ہونگے وہ اگرچہ معقول نہیں مگر عقل سے معلوم ہوتا ہے کہ بے انتہا برکات ہونگے مگر مکہ معظمہ میں ایک بزرگ خلیل پاشا تھے ان کی برکت گدھے میں ہونا تو مشاہدہ ہے کہ مولوی محمد سعید صاحب فرماتے تھے کہ ان کے گدھے کی یہ حالت ہے کہ جب یہ سوار ہوتے ہیں تو کبھی بولتا نہیں ورنہ گدھے کا کیا وہ تو گدھا ہی ہے جب چاہے بول پڑے اور اس وقت سوار کو شرمندگی ہوتی ہے اس لئے وہ سواری میں کبھی نہ بولتا تھا اور جہاں وہ جاتے تھے اگر ان کو کم ٹھہرنا ہوا تب تو اس سے کہہ دیا کہ کھڑا رہ وہ اس طرح کھڑا رہتا تھا اور اگر دیکھا کہ زیادہ دیر لگے گی تو اس سے کہہ دیا کہ چلا جا تو سیدھا گھر آتا تھا تو دیکھیے کہ اس کے اندر یہ ان کے تقویٰ کی برکت تھی کہ اس گدھے میں بھی خصلت آ گئی تھی تو اس طرح جن حضرات میں قوت روحانی زیادہ ہوتی ہے اور نفسانی ضعیف ہوتی ہے تو مقتضیات عقل ہی زیادہ ہوتے ہیں جو کہ علوم وفنون ومعارف ہیں آگے یہی فرماتے ہیں کہ

زانکہ غالب عقل بود وخر ضعیف	از سوار زفت گردد خر نحیف
کیونکہ عقل غالب تھی اور گدھا کمزور تھا	بھاری سوار سے گدھا کمزور ہو جاتا ہے

زانکہ غالب الخ۔ یعنی اس لئے کہ غالب تو عقل تھی اور نفس ضعیف تھا تو قوی سوار سے گدھا ضعیف ہو ہی جاتا ہے یعنی نفس میں جو اثر عقل کا آ گیا ہے وہ اسی لئے کہ عقل کو غلبہ تھا اور دیکھو اگر سواری قوی ہو تو سواری تابع ہو جاتی ہے اور جس طرح سوار چاہتا ہے اس کو لے چلتا ہے اس طرح اب غلبۂ عقل کی حالت میں نفس بھی بالکل تابع ومطیع ہو گیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

خود ز ضعف عقل تو اے خربہا	ایں خر پژمردہ گشت ست اژدہا
اے گدھے برابر! تیری عقل کی کمزوری کی وجہ سے	یہ ادھ موا گدھا اژدہا ہو گیا ہے

در ضعیفی الخ۔ یعنی اے گدھے کے برابر تیری عقل تو ضعیفی میں ہے اور یہ گدھا ذلیل اژدہا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اس وقت تیری روح تو ضعیفی میں ہے حالانکہ اس کو قوی رکھنا ضروری تھا اور یہ نفس ذلیل پھول گیا ہے اور اژدہا کی طرح قوی اور خونخوار ہو گیا ہے اس لئے چاہیے کہ مجاہدات وریاضات سے قوت عقل کو زیادہ کرے اور اس نفس ذلیل کو ضعیف اور عقل کے تابع کرے یہاں تک تو مجاہدہ کی ترغیب اور اس سے روح کی تربیت کی تعلیم اور نفس کو غالب کرنے کی ترہیب تھی لیکن چونکہ یہ سب امور بغیر شیخ کے حاصل نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہی راہبر ہے اور شیخ بعض مرتبہ ایسا حکم کرتا ہے کہ جو مرید کو طبعاً ناگوار ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ طبعاً رنجیدہ ہوتا ہے اس لئے اس کو تعلیم فرماتے ہیں کہ جب اس سے تم کو فائدہ پہنچ رہا ہو اور آئندہ فائدہ کی امید ہو تو پھر اس کو کیوں

www.besturdubooks.wordpress.com

چھوڑتے ہو اس سے ہرگز علیحدگی اختیار مت کرو فرماتے ہیں کہ

گرز عیسیٰ گشتۂ رنجور دل	ہم از و صحت رسد او را مہل
اگر تو عیسیٰ کی وجہ سے رنجیدہ دل ہو گیا ہے	اسی سے صحت حاصل ہو گی اس کو نہ چھوڑ

گرز عیسے الخ۔ یعنی اگر تو عیسیٰ (شیخ) سے رنجور دل ہو گیا ہے تو صحت بھی تو اسی سے پہنچتی ہے اس کو چھوڑو مت اس لئے کہ اگر شیخ سے علیحدگی ہو گئی تو جو فوائد اور فیوض اس سے پہلے حاصل ہوتے اب بالکل بند ہو جائیں گے لہٰذا علیحدگی مت اختیار کرو بلکہ لگے رہو اور اس کی اس سختی کو اگر چہ وہ ایک دفعہ بے جا ہی ہو اٹھا لو اس لئے کہ برنداز برائے دلے یارہا + خورند از برائے گلے خارہا + جبکہ اس سے ایک عرصہ تک فیوض پہنچتے رہے ہیں تو اگر اس سے ایک تکلیف بھی پہنچ گئی تو اس سے رنجیدہ ہو جانا بڑی ناشکری ہے اب آگے خود شیخ سے مرید کی سفارش کرتے ہیں کہ حضرت ذرا آپ کو بھی اتنی سختی نہ چاہیے اگر آپ ہی اس قدر سخت ہو جائیں گے تو یہ بے چارے کہاں جائیں گے اسی کو فرماتے ہیں کہ

اے مسیح خوش نفس چونی زرنج	کہ نبود اندر جہاں بے مار گنج
اے پاک دم مسیحا! تکلیف سے آپ کا کیا حال ہے؟	دنیا میں کوئی خزانہ سانپ کے بغیر نہیں ہوتا ہے

اے مسیح الخ۔ یعنی اے مسیح خوش نفس آپ کے مزاج تکلیف کی وجہ سے کیسے ہیں اور جہان میں بے رنج کے تو خزانہ ملتا بھی نہیں ہے مطلب یہ کہ شیخ کو خطاب فرما کر اول ان کی مزاج پرسی کرتے ہیں کہ حضرت آپ کو ان مریدوں سے بہت رنج پہنچا ہے جناب کے مزاج کیسے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ حضرت بے تکلیف کے تو یہ رفع درجات کا خزانہ مل بھی نہیں سکتا۔ ان کلفتوں پر جب آپ صبر کریں گے تو آپ کو ثواب اور رفع درجات میسر ہوگا لہٰذا ذرا تحمل سے کام لیا کیجئے اور فرماتے ہیں کہ

چونی اے عیسیٰ زدیدار یہود	چونی اے یوسفؑ زاخوان حسود
اے عیسیٰ! یہود کے دیدار سے تیرا کیا حال ہے؟	اے یوسف! حاسد بھائیوں کی وجہ سے آپ کیسے ہیں؟

چونی الخ۔ یعنی اے عیسیٰ ان یہود کے دیکھنے سے آپ کے مزاج کیسے ہیں اور اے یوسف ان حاسد بھائیوں کی بدولت آپ کے مزاج کیسے ہیں یہود اور اخوان حسود سے مراد مخالفین ہیں مطلب یہ کہ ان کی ایذا رسانی کی وجہ سے آپ کو بہت تکلیف ہوتی ہے تو اب آپ کا مزاج کیسا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

تو شب و روز از پے ایں قوم عمر	چوں شب و روزی بدو بخشائی عمر
تو دن رات اس بے وقوف قوم کے پیچھے	دن رات کی طرح ہے (اور) اس کو زندگی بخشتا ہے

تو شب و روز الخ۔ یعنی آپ رات دن اس سرکش قوم کے پیچھے رات دن کی طرح عمر کو مدد بخشنے والے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ جس طرح رات اور دن کے گزرنے سے عمر زیادہ ہوتی ہے اسی طرح آپ کا وجود باوجود بھی حیات روحانی کی ترقی اور زیادتی کا سبب ہے۔

آہ ازیں صفرائیان بے ہنر	چہ ہنر زاید زصفرا درد سر
ان بے ہنر صفراوی مزاج والوں پر افسوس ہے	صفراء سے کیا ہنر پیدا ہوتا ہے؟ درد سر (پیدا ہوتا ہے)

آہ ازین الخ۔ یعنی ان صفراوی بے ہنر لوگوں پر افسوس ہے اور صفراء سے ہنر ہی کیا پیدا ہو (صرف) درد سر۔ مطلب یہ کہ ان متبعین نفس کی حالت پر سخت افسوس ہے کہ یہ جناب کو ایذا دیتے ہیں اور سچ یہ ہے کہ اس نفس سے بجز تکلیف کے اور پیدا ہی کیا ہوگا اس سے تو تکلیف ہی پہنچے گی لیکن آپ مہربانی فرمایئے اور ان کی اصلاح فرمایئے۔ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

تو ہماں کن کہ کند خورشید شرق	با نفاق و حیلہ و دزدی و زرق
تو وہی کر جو شرق کا سورج کرتا ہے	باوجود نفاق اور حیلہ اور چوری اور مکاری کے

توہمان الخ۔ یعنی آپ وہی کیجئے جو کہ خورشید مشرق نفاق اور حیلہ اور چوری اور مکر (والوں) کے ساتھ کرتا ہے کہ یہ سمجھ کر یہ برے ہیں ان پر نور افگنی نہ کرے بلکہ وہ سب پر عام طور پر نور افگنی کرتا ہے اور کسی کو تخصیص نہیں کرتا اسی طرح اگر چہ یہ مرید ضرور برے ہیں لیکن آپ ان سے علیحدہ نہ ہو جایئے۔ بلکہ اپنے فیوض و برکات ان کو پہنچاتے رہیے کہ ان کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

تو عسل ما سرکہ در دنیا و دیں	دفع ایں صفرا بود سرکنگبیں
دنیا اور دین (کے معاملہ) میں تو شہد ہے اور ہم سرکہ ہیں	سکنجبین اس صفرا کو دفع کرنے والی ہے

توعسل الخ۔ یعنی آپ تو شہد ہیں اور ہم سرکہ ہیں دنیا میں بھی اور دین میں بھی تو اس صفرا کا دفعتہ تو سکنجبین ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ آپ تو شہد کی طرح ہیں اور ہم سرکہ کی طرح برے ہیں اور یہ نفس سرکش بڑھ گیا ہے اس لئے اس کا دفعیہ جب ہی ہو سکتا ہے جب آپ ہمارے ساتھ ملیں اور ہماری مدد کریں جیسے کہ سرکہ میں شہد مل کر سکنجبین ہو جاتی ہے اور وہ صفرا کا علاج ہوتا ہے اس طرح آپ ہمارے ساتھ ملیں گے تو اس نفس سرکش کا علاج ہو جائے گا۔

سرکہ افزودیم ماقوم زحیر	تو عسل بفزا کرم را وامگیر
ہم پیچش زدوں نے سرکہ بڑھا دیا ہے	تو شہد میں اضافہ کر دے مہربانی کم نہ کر

سرکہ الخ۔ یعنی ہم پیچش والوں نے تو سرکہ بڑھا دیا ہے اور آپ شہد زیادہ فرما دیجئے لیکن کرم کو الگ نہ کیجئے۔ مطلب یہ کہ ہم نے تو برائیاں اور اخلاق ذمیمہ زیادہ کر رکھے ہیں لیکن اگر آپ بھی مدد نہ فرمائیں گے تو پھر تو اس کا علاج بالکل ناممکن ہو جائے گا اور ہم بالکل ہی تباہ و برباد ہو جائیں گے اس لئے آپ یہ کیجئے کہ ہمارے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ مل جائیے اور تعلیم و تربیت کو زیادہ کر دیجئے کہ جس سے ہماری اصلاح ہو جائے۔

ایں سزید از ما چنیں آمد زما	ریگ اندر چشم چہ افزاید عمیٰ
ہم اسی لائق تھے ہم سے ایسا ہی ہوا	ریت آنکھ میں کیا بڑھائے گا؟ اندھا پن

این سزید الخ۔ یعنی ہم سے تو یہی لائق تھا اور ہم (جیسوں) سے تو یہی ہوگا اس لئے کہ آنکھ میں بالو کس شے کو زیادہ کرے گا اندھے پن کو اس طرح ہمارے سیئات تو حقیقت میں اندھے ہی پن کو زیادہ کریں گے۔

آں سزد از تو ایا کحل عزیز	کہ بیابد از تو ہر ناچیز چیز
اے پیارے سرمے! تیرے بھی لائق ہے	کہ تجھ سے ہر ناچیز کوئی چیز حاصل کر لے

آن سزد الخ۔ یعنی اور اے سرمہ عزیز آپ کو یہ لائق ہے کہ آپ سے ہر ناچیز ایک چیز حاصل کرے تو یہ ناچیز بھی آپ سے ایک نظر کے طالب ہیں کہ جس سے ان کی کوری جاتی رہے اور آنکھیں کھل جائیں۔

ز آتش ایں ظالمانت دل کباب	از تو جملہ اہد قومی بد خطاب
ان ظالموں کی آگ سے تیرا دل کباب ہے	تیری جانب سے اہد قومی کا جملہ خطاب ہے

زآتش الخ۔ یعنی ان ظالموں کی آتش (فساد) سے تو آپ کا دل کباب ہو گیا ہے مگر آپ کی طرف سے جملہ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون ہی کا خطاب ہونا چاہیے یعنی اگر یہ ظلوم وجہول آپ کو ایذا دیتے ہیں لیکن آپ ان سے جدا نہ ہوں بلکہ نائب رسول ہیں اس لئے آپ اس حالت میں بھی ان کے لئے دعا ہی کیجئے اور ان کو راہ راست پر لانے کی کوشش فرمائیے۔

کان عودی در تو گر آتش زنند	ایں جہاں از عطر و ریحاں پر کنند
تو "اگر" کی کان ہے اگر تجھ میں آگ لگائیں گے	اس دنیا کو عطر اور خوشبو سے بھر دیں گے

کان الخ۔ یعنی آپ تو کان عود ہیں اگر آپ میں آگ لگا دیں گے تو اس جان کو عطر و ریحان سے بھر دیں گے اس لئے کہ حالت جوش میں علوم و معارف کا زیادہ زور ہوتا ہے تو اگر آپ کو ستائیں گے تو بھی جناب سے فوائد ہی ہیں لہٰذا ان سے الگ نہ ہو جائیے۔

تو نہ آں عودی کز آتش کم شود	تو نہ آں روحی اسیر غم شود
تو وہ "اگر" نہیں ہے جو آگ سے کم ہو جائے	تو وہ روح نہیں ہے جو غم کی قیدی بن جائے

تو نہ آن الخ۔ یعنی آپ وہ عود نہیں کہ آگ سے کم ہو جائیں اور آپ وہ روح نہیں ہیں کہ غم کے اسیر ہو جائیں اس لئے کہ آپ تو کان عود ہیں وہ تو کم ہو ہی نہیں سکتا اس میں تو ہر وقت اور پیدا ہوتا رہتا ہے اس طرح آپ بھی معدن کمالات وفیوض ہیں ان کے ان تکلیف دہی سے آپ کے کمالات میں زوال تھوڑا ہی آسکتا ہے بلکہ اور پیدا ہو جاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عود سوزد کان عود از سوز دور	باد کے حملہ برد بر اصل نور
"اگر" جل جاتا ہے "اگر" کی کان جلنے سے دور ہے	اصل نور پر ہوا کب حملہ کر سکتی ہے؟

عود سوز الخ۔ یعنی عود جل جاتا ہے لیکن کان عود جلنے سے کہیں دور ہے اور ہوا اصل نور پر کب حملہ کر سکتی ہے اگر کوئی چراغ وغیرہ ہو تو اس کو ہوا بجھا دے لیکن جو نور اصلی ہو اس کو تو گل کر ہی نہیں سکتی اسی طرح آپ تو کامل ہیں کہیں ایسی باتوں سے آپ کے کمالات زائل تھوڑی ہو سکتے ہیں۔

اے ز تو مر آسماں ہارا صفا	اے جفائے تو نکو تر از وفا
اے (وہ کہ)! تیری وجہ سے آسمانوں کو صفائی حاصل ہے	اے وہ (ذات) کہ تیری جفا وفا سے بہتر ہے

اے ز تو الخ۔ یعنی اے جناب آپ کی وجہ سے تو آسمانوں میں صفائی ہے اور جناب آپ کی جفا بھی دوسروں کی وفا سے بہتر ہے چونکہ اولیاء اللہ کی برکت کا اثر تمام عالم پر ہوتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ آسمانوں کو بھی آپ ہی کی وجود باجود کی وجہ سے صفائی حاصل ہے اور اگر آپ بظاہر جفا بھی کریں تو وہ دوسروں کی وفا سے بہتر ہے آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ از عاقل جفائے گر رود	از وفائے جاہلاں بہتر بود
کیونکہ عقلمند سے اگر جفا بھی ہو جائے	تو جاہلوں کی وفا سے بہتر ہوتی ہے

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ عاقل سے اگر جفا بھی پہنچے تو وفائے جاہل سے بہتر ہوتی ہے اور آپکا عاقل ہونا مسلم ہے لہذا آپ کی جفا بھی اوروں کی وفا سے بہتر ہے ہماری زبان میں بھی بولتے ہیں کہ دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہے آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ عاقل کی دشمنی جاہل کی دوستی سے کیوں بہتر ہے فرماتے ہیں کہ

عاقل آرد معرفت را درمیاں	جاہل آرد معرفت را در زیاں
عقلمند معرفت کو درمیان میں لاتا ہے	جاہل معرفت کو زیاں پر لاتا ہے

عاقل آرد الخ۔ یعنی عاقل تو معرفت کو درمیان میں لگائے گا اور جاہل معرفت کو نقصان میں ڈالے گا اور جب عاقل کو معرفت ہوگی تو وہ کوئی ایسی بے ہودگی جو زیادہ مضر ہو نہ کریگا اور جو جاہل ہو اس کو نفع نقصان ہی کی تمیز نہیں ہے لہذا وہ کچھ بھی کرے کم ہے آگے اس کی تائید ایک حدیث سے فرماتے ہیں یہ حدیث نظر سے تو گزری نہیں لیکن اس کا مضمون بالکل صحیح ہے فرماتے ہیں کہ

گفت پیغمبر عداوت از خرد	بہتر از مہری کہ از جاہل رسد
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ عقل کے ساتھ دشمنی	اس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کی جانب سے ہو

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عداوت عقل سے اس دوستی سے بہتر ہے کہ جو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاہل سے پہنچے جیسا کہ اوپر بھی معلوم ہوا آگے فرماتے ہیں کہ

دوستی با مردم دانا نکوست	دشمن دانا بہ از نادان دوست
عقلمندوں سے دوستی اچھی ہے	دانا دشمن نادان دوست سے بہتر ہے

دوستی الخ۔ یعنی دانا آدمی کے ساتھ دوستی کرنا بہتر ہے اور دشمن دانا نادان دوست سے بہتر ہے۔ اب آگے دو حکایتیں بیان فرماتے ہیں ایک تو یہ کہ ایک شخص کے منہ میں سانپ گھس گیا تھا اور ایک نیک دل نے دیکھا تو اس کو مار مار کر خوب بھگایا یہاں تک کہ اس کو قے ہوگئی اور وہ سانپ نکل گیا تو دیکھو اگرچہ بظاہر وہ مار رہا تھا اور جفا کر رہا تھا لیکن اس کی یہ دشمنی لاکھوں دوستیوں سے بہتر تھی کہ اس کے ذریعہ سے اس کی جان بچ گئی۔ یہ حکایت تو اس پر ہے کہ دانا کی دشمنی بھی اچھی ہے اور دوسری حکایت یہ لائیں گے کہ ایک شخص ریچھ سے کھیاں اڑوایا کرتا تھا ایک روز ایک مکھی آ کر بیٹھی اس نے اڑایا وہ اڑ کر پھر آ کر بیٹھ گئی جب کئی مرتبہ اس طرح ہوا تو آخر کار اس نے ایک پتھر لا کر اس زور سے اس مکھی کے مارا کہ وہ تو خواہ مری ہو یا نہ مری ہو لیکن ان آقا صاحب کا خاتمہ ہوگیا تو دیکھو اگرچہ بظاہر اس کا مکھی اڑانا دوستی تھی لیکن آخر جاہل ہونے کی وجہ سے ایسی دشمنی کی کہ جس سے جان گئی اور اپنے نزدیک دوستی ہی کی کہ مکھی اڑادی یہ اس پر ہے کہ نادان کی دوستی بھی بری ہے اب اول اس سوار اور سانپ والے کی حکایت لاتے ہیں۔

شرح حبیبی

گفت موسےٰ اے: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے عرض کیا کہ اے کریم کارساز اور اے وہ ذات کہ جسکے ذکر کا ایک لحہ عمر درازی کی قیمت رکھتا ہو میری یہ گزارش ہے کہ میں نے اس مٹی اور پانی کے اندر بہت سی ٹیڑھی تصویریں دیکھی ہیں یعنی میں دیکھتا ہوں کہ بہت سے لوگ کندۂ ناتراش و ناحق شناس ہیں ان کو دیکھ کر فرشتوں کی طرح میرے دل نے بھی ایک سوال پیدا کر دیا کہ ایسے کندۂ ناتراش لوگوں کو پیدا کرنے اور ان کے اندر فساد کا بیج ڈالنے یعنی ملکات رد یہ و اخلاق رذیلہ پیدا کرنے اور ظلم و فساد کی آگ بھڑکانے اور مسجد اور ساجدین کو جلانے اور خون اور پیپ کے مادہ کو تفسیح دے کر منی بنانے اور پھر اس کو (ہماری نظر قاصر میں) ایسا فضول انسان بنانے میں کیا مصلحت ہے یہ میں اجمالی طور پر یقیناً جانتا ہوں کہ سراسر حکمت ہے لیکن میرا مقصود اس حکمت کی تفصیلی صورت کا معائنہ اور مشاہدہ ہے۔ میں دو عملے میں گرفتار ہوں میرا یقین اجمالی تو خاموشی کی ہدایت کرتا ہے اور مشاہدہ صورت تفصیلی کی رغبت کہتی ہے کہ خاموش مت رہ بلکہ خوب پوچھ آپ نے ملائکہ پر اپنا راز ظاہر کیا اور ان کو سمجھا دیا کہ یہ تمہاری نظر میں مفسد اور خطرناک شخص اس غذائے شیریں خلافت الٰہیہ کا مستحق ہے اور خلافت اسی کو سزاوار ہے آپ نے آدم علیہ السلام کا نور فرشتوں کو مشاہدہ کرا دیا جس سے ان کی مشکلیں حل ہوگئیں۔ یوں ہی آپ مجھ پر بھی صورت تفصیلی حکمت منکشف فرما دیجئے جواب ملائکہ سنو ہر چیز کی عمدگی اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

نتیجہ سے ظاہر ہوتی ہے گو ظاہر میں وہ بے سود بلکہ مضر معلوم ہو دیکھو موت کا راز حشر سے معلوم ہوگا اور پتے بظاہر فضول معلوم ہوتے ہیں مگر پھل سے ان کا فائدہ معلوم ہوتا ہے خون اور نطفۂ انسانی کی آفرینش کا راز حسن انسانی سے معلوم ہوتا ہے اب سمجھو کہ ہر کمی بیشی کا مقدمہ ہوتی ہے دیکھو بے علم اول تختی کو دھوتا ہے اس کے بعد اس پر حروف لکھتا ہے۔ آدمی رو رو کر اپنے دل کو خون کر ڈالتا ہے اس کے بعد اس پر مخفی اسرار لکھتا ہے یعنی اس کا دل مخزن اسرار الٰہیہ بنتا ہے۔ تختی کو دھوتے ہی وقت سمجھ لینا چاہیے کہ اس کو تحریر کا دفتر بنایا جائے گا نیز جبکہ کسی نئے مکان کی بنیاد ڈالتے ہیں تو پہلی بنیاد کو اکھیڑا جاتا ہے علیٰ ہذا اول زمین کی تہہ سے مٹی نکالتے ہیں پھر شیریں پانی اس سے حاصل کرتے ہیں ابتدائی نقص اور تکلیف سے پریشانی کا منشاء اس کے نتیجہ سے واقف نہ ہونا ہے چنانچہ پچھنے لگانے سے بچے زار زار روتے ہیں اس لئے کہ ان کو اس فعل کا راز معلوم نہیں ہوتا لیکن مرد چونکہ اس کا راز جانتا ہے اس لئے وہ حجام کے خون آشام نشتر کی خدمت روپے سے کرتا ہے نیز حمال چونکہ بارکشی کی منفعت سے واقف ہوتا ہے اس لئے وہ بوجھ کو دوڑ کر اور کوشش کر کے لیتا ہے بلکہ دوسروں سے اس کو چھینتا ہے چونکہ حمال لوگ اس کی منفعت سے واقف ہوتے ہیں اس لئے دیکھو بوجھ کے لینے میں آپس میں کیسے لڑتے ہیں۔ پس یہی حالت دیندار کی جفاکشی کی ہے کہ اس کو اس کی ان جفاکشیوں کا بہتر نتیجہ ملنے والا ہے اور ان کے اس ابتدائی نقص کی انتہا کمال ہے اور یہ کمی مقدمہ ہے اس بیشی کا جس طرح دنیاوی گرانیاں اور تکالیف بنیاد راحت ہیں یوں ہی دین کے لئے تلخیاں گوارا کرنا بھی نعمت اخروی کا پیش خیمہ ہے جنت نامرغوب اشیاء سے بھری ہوئی ہے اور دوزخ شہوات سے جو نامرغوبات کو طے کر جائے گا جنت میں پہنچ جائے گا اور جو ان سے گھبرا کر شہوات میں مبتلا ہو جائے گا دوزخ میں جائے گا مبتلائے تنعم کی مثال ایسی ہے جیسے شاخ تر کہ اس کا انجام آگ میں جلنا ہوتا ہے اور مبتلائے آلام کی ایسی مثال ہے جیسے جلی ہوئی لکڑی کہ وہ انجام کار راحت پاتی ہے اور پانی سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے تنعم و تالم کے نتائج کو ہم دوسرے عنوان سے سمجھاتے ہیں دیکھو جو شخص جیل خانہ کے مصائب جھیلتا ہو سمجھ لو کہ یہ لذت اور خواہش نفسانی کی متابعت کا بدلا ہے اور جو محل میں قرین و مصاحب دولت ہو سمجھ لو کہ یہ جنگ اور دیگر محنتوں کا معاوضہ ہے اور جس کو تملک زر و سیم میں یکتا دیکھو سمجھو لو کہ اس نے کسب کی مشقتوں پر صبر کیا پس حاصل جواب یہ ہے کہ کفار کی تخلیق کا اور ان کی سرکشی کا راز یہ ہے کہ مؤمنین کو ان کے سبب راحت نصیب ہو وہ سرکشیاں کریں اذیتیں دیں باطل کی طرف دعوتیں دیں لیکن یہ تمام مشقتیں جھیلیں اور دین پر قائم رہیں اور اس کے ثمرات محمودہ سے متمتع ہوں چونکہ یہاں آلام کی نعمتوں کے لئے سبب ہونے کا بیان تھا آگے اختیار سبب کے متعلق ہدایت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب دیدۂ سبب بین جاتا رہتا ہے آدمی اشیاء کو اسباب سے علیحدہ دیکھتا ہے اور ہر چیز کو بلاواسطہ حق سبحانہ کی قدرت و ارادہ سے وابستہ سمجھتا ہے تم بھی تک چونکہ سبب میں جس کی قید سے آزاد نہیں ہوئے اس لئے تم کو سبب بتایا جاتا ہے اس کو سنو اور جو شخص کہ عناصر سے قطع تعلق کر چکا ہے اسباب کو چھوڑ

www.besturdubooks.wordpress.com

دینا اس کا کام ہے نہ کہ تمہارا اور وہ بدوں اسباب ظاہرہ کے محض بلا سبب بکثرت و بے حد اشیاء کا اسی طرح مشاہدہ کرتا ہے جس طرح معجزات انبیاء کا بدوں سبب کے مشاہدہ کیا جاتا ہے نہ کہ تم (ف۔ یاد رکھو کہ یہاں معجزات انبیاء سے معنی حقیقی مراد نہیں بلکہ مطلق اشیاء مراد ہیں اور معجزات کو ان کے لئے استعارہ کیا گیا ہے اور وجہ شبہ ہر دو کا بلا سبب کے مشاہد ہونا ہے ورنہ تخصیص معجزات کی بالخصوص جبکہ ان کا مشاہدۂ بلا سبب ظاہری عوام و خواص سب میں مشترک ہے غیر موجہ ہے واللہ اعلم بالصواب) اور راز اس کا یہ ہے کہ سبب بمنزلہ طبیب کے ہے اور پابند دیدۂ سبب بین مثل علیل کے اور دیدہ سبب بین کا تارک مثل تندرست کے اور طبیب کی ضرورت مریض کو ہوتی ہے نہ کہ تندرست کو پس سبب کی ضرورت پابند دیدۂ سبب بین کو ہوگی۔ نہ کہ غیر پابند کو۔ یا یوں کہو کہ سبب مثل بتی کے ہے اور پابند دیدہ سبب بین مثل چراغ کے اور غیر پابندی مثل آفتاب کے اور بتی کی ضرورت چراغ کو ہوتی ہے نہ کہ آفتاب کو یا یوں کہو کہ سبب مثل کھگل کے ہے اور پابند دیدۂ سبب بین مثل سقف خانہ کے اور غیر پابند مثل سقف گردوں کے اور کھگل کی ضرورت سقف خانہ کو ہوتی ہے نہ کہ سقف آسمان کو۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم کو مرتبہ خرق اسباب حاصل ہوا اور یوں ہوا کہ اولا ہم نے درد محبت حاصل کیا اس سے رنج و غم فراق حاصل ہوا۔ جو مثل شب کے سراپا تاریکی اور ظلمات بعضها فوق بعض کا مصداق تھا اس سے ہم کو وصال و قرب حق میسر ہوا۔ اور وہ ہمارا رنج و غم فرقت سب جاتا رہا۔ اور وہ غم فراق جو مثل شب تھا دور ہو کر روز وصال یعنی فرحت و سرور حاصل ہوا۔ اس سے ہم کو حق سبحانہ کی معرفت بڑھی اس معرفت سے یہ مرتبہ حاصل ہوا اگر تم کو بھی اس مرتبہ کے حاصل کرنے کی آرزو ہے تو یاد رکھو کہ چاندرات ہی کو نکلتا ہے پس وصال و قرب حق سبحانہ غم فراق ہی کی حالت میں ہو سکتا ہے اور غم فراق درد محبت پیدا کرنے سے ہوتا ہے پس تم کو اول درد پیدا کرنا چاہیے اور بدوں اس کے طلب حق سبحانہ کا نام نہ لینا چاہیے کیونکہ سعی لا حاصل ہے جب درد پیدا کر لو گے اس وقت کبھی نہ کبھی یہ مرتبہ تم کو حاصل ہو جائے گا لیکن کیا کیا جائے کہ تم اس راستہ ہی کو نہیں چلتے بلکہ اس کے خلاف چل رہے ہو تم نے عیسیٰ یعنی روح کی خدمت اور اصلاح تو چھوڑ دی جس سے تم کو وصول ہو سکتا تھا اور گدھے کو پال رہے ہو یعنی نفس کی خدمت میں مصروف اور منہمک ہو پس ایسی صورت میں تم کو سراپردۂ جلال سے باہر اور قرب و حضور حق سبحانہ سے محروم ہونا ہی چاہیے۔ ارے گدھے کے مانند احمق یاد رکھ کہ علم و معرفت حق سبحانہ عیسیٰ روح کی قسمت میں ہے نہ کہ خر نفس کی پس تم کو روح کی خدمت چاہیے نہ کہ نفس کی لیکن تو الٹا چلتا ہے کہ تجھے گدھے کی فریاد و زاری پر رحم آتا ہے اور اس کی مخالفت مجھے گوارا نہیں تو یہ نہیں جانتا کہ اپنے ساتھ وہ تجھے بھی گدھا بنانا چاہتا ہے تجھ کو عیسیٰ روح پر رحم کرنا چاہیے نہ کہ خر نفس پر اور عقل یعنی روح کو طبیعت یعنی نفس پر غالب کرنا چاہیے نہ کہ طبیعت کو عقل پر طبیعت کو زار زار رونے دے اس پر رحم مت کر بلکہ رحم کو اس سے واپس لے کر عقل کا قرض ادا کر کہ یہ حق اس کا ہے تو برسوں تک اس گدھے کا غلام رہ چکا ہے پس یہ کافی ہے آئندہ کے لئے اس کی غلامی چھوڑ کہ یہ بہت بری شے ہے کیونکہ اول تو

www.besturdubooks.wordpress.com

گدھا خود ہی کیا چیز ہے پھر اس کا غلام اس سے بھی گزر گیا ہوگا۔ حدیث میں جو آیا ہے کہ آخروں۔ سو یہ نص اس مدعا پر بالا دلویت دلالت کرتی ہے کہ نفس کو عقل سے پیچھے رکھو۔ کیونکہ منشاء تاخیر نساء یا انکا ناقص العقل ہونا ہے یا موجب فتنہ ہونا۔ اور یہ دونوں وصف نفس میں علی وجہ الکمال پائے جاتے ہیں کیونکہ عورتوں میں تو محض نقصان عقل ہے اور نفس تو اس سے بالکل ہی بے بہرہ ہے اور وہ تو من وجہ فتنہ ہیں یہ سرا سر فتنہ ہے اس لئے اس نفس کی اس مدعا پر دلالت بالا دلویت ہوگی دیکھو تو سہی تمہاری غلامی نفس کا کیسا برا نتیجہ نکلا کہ تمہاری عقل نے بھی نفس کا مزاج اختیار کر لیا کہ اس کو رات دن یہی دھن ہے کہ خوراک جسمانی کیونکر ہاتھ لگے حالانکہ یہ اس کی اصلی غذا نہیں ہے بلکہ اس کی اصلی غذا تو معرفت حق سبحانہ ہے۔ جس کو وہ بالکل بھول گئی ہے یہ عقل تو گدھے سے بھی گئی گزری ہوئی کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کا گدھا تو گدھا ہی تھا ان کی صحبت سے اس نے دل کا مزاج حاصل کر لیا اور عاقلوں کی صف میں جگہ لے لی مگر تیری عقل گدھے کی صحبت سے گدھا ہوگئی۔ خر عیسےٰ کے عاقل ہو جانے کی وجہ یہ کہ عقل عیسی قوی تھی اور گدھا ضعیف تھا اور یہ قاعدہ ہے اگر سوار قوی ہو تو گدھا کمزور ہو جاتا ہے لہٰذا عقل غالب آئی اور اس کو اپنے رنگ میں رنگ لیا اور خود اس سے متاثر نہ ہوئی اور تیری عقل کمزور تھی اس سے اس گدھے (نفس) نے فائدہ اٹھایا۔ کہ بوجہ اس کے کمزور ہونے کے اس کے حق میں اژدھا ہو گیا اور اس کو بالیا عقل کی مغلوبیت اور نفس کے غلبہ کی وجہ یہ ہے کہ تو عارف کامل سے ناخوش ہے اس لئے اس کو مرشد ہی نہیں بناتا یا بنا کر چھوڑ دیا لیکن ہم کہتے ہیں کہ اگر تو اس سے ناخوش ہے تو اس ناخوشی کو چھوڑ شیخ کو مت چھوڑ کہ صحت تجھ کو اسی کی خدمت سے ہوگی چونکہ ناقدردانی اور ناحق شناسی سے شیخ کو طبعاً ایک قسم کا ملال ہوتا ہے اس لئے اب مولانا شیخ کی تسکین فرماتے ہیں اور اس ملال کو زائل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے خوش نفس مسیح دوران آف آزردہ کیوں ہیں آپ تو گنج معارف ہیں اور خزانہ کے مناسبات بلکہ لوازم عادیہ میں سے سانپ بھی ہے۔ پس آپ کے لئے ناقدردانوں کا ہونا تو ضروری ہے اور یہ آپ کے کمال کی دلیل ہے آپ اس کا ملال کرتے ہیں آپ ہرگز ملول نہ ہوں اے عیسےٰ ان یہود کی طرح منکرین کو دیکھ کر آپ کی کیا حالت ہوگئی اور اے یوسف ان حاسد بھائیوں کے ہاتھوں آپ کی کیا حالت ہے فرمایئے تو سہی آپ کیوں ملول ہیں آپ تو ان احمق کو گون کے لئے ان کی حیات روحانی کو فائدہ پہنچا رہے ہیں جس طرح کہ رات اور دن حیات جسمانی کو مدد پہنچاتے ہیں لیکن ان مغلوب صفراء اور فاسد الادراک نالائق لوگوں کی حالت قابل افسوس ہے کہ یہ قدر نہیں کرتے۔ ان سے اس کے سوا اور توقع ہی کیا ہو سکتی ہے صفرا سے تو درد سر ہی بڑھتا ہے یوں ہی ان کے فساد ادراک سے تکلیف ہی ہونی چاہیے جناب والا ان کی نالائقی پر نہ جائیں آپ وہی کریں جو نفاق و چالاکی چوری اور فریب کے ساتھ آفتاب مشرق کرتا ہے کہ ان کو زائل کرتا ہے اور وجود سے مانع ہوتا ہے پس جناب والا بھی دعا و ہمت باطنی سے کام لے کر ان کی اصلاح فرمائیں اور خصائل رذیلہ سے ان کو پاک فرمائیں آپ شہد ہیں اور ہم سرکہ ہیں دونوں کے ملنے سے فساد ادراک کا صفراء زائل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے گا کیونکہ سکنجبین دافع صفراء ہے ہم سرکہ بڑھائیں اور نالائقی کریں آپ شیرینی بڑھایئے اور کرم سے دریغ نہ فرمایئے۔ دونوں کے ملنے سے صفراء فساد ادراک زائل ہو جائے گا ہم نالائق اسی قابل ہیں اور ہم سے یہی ہوتا ہے اور کیا ہونا ہے کیونکہ ریت تو آنکھ میں پڑ کر آنکھوں کو پھوڑے ہی گا بینائی تو بڑھانے ہی سے رہا۔ یوں ہم نالائقوں سے تو حضور کو ایذا ہی ہوتی ہے راحت کب ہو سکتی ہے آپ سرمہ ہیں آپ کی شان کے یہی مناسب ہے کہ ہر ناچیز اور حقیر آپ سے کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل کر لے ان خالصوں کی آتش حسد سے آپ کا دل جل رہا ہے مگر آپ از غایت شفقت یہی فرماتے ہیں اللهم اهد قومی انهم لايعلمون آپ تو کان عود ہیں اگر آپ کے اندر لوگ آگ لگائیں تو اس سے آپ کی خوشبو پھیلے گی اور پھیل کر عالم کو پر کر دے گی یعنی آپ کو تکلیف دینے اور ستانے سے آپ کو ان کی محرومی کا زیادہ احساس ہوگا اور آپ کی شفقت کو زیادہ جوش ہوگا اور اس مزید توجہ سے فائدہ بھی زائد ہوگا۔ یا یہ کہ اس سے آپ کے کمالات ہی کا اظہار ہوگا اور آپ کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔ آپ عود نہیں جو آگ سے جل کر گھٹ جائیں یعنی آپ کے اندر اس سے کوئی نقصان نہیں آ سکتا اور آپ وہ روح نہیں ہیں جو پابند غم ہو غم تو آپ کے لئے ایسا ہے جیسا کہ نہر کا پانی کہ ادھر سے آیا ادھر گیا۔ عود جل سکتا ہے کان عود نہیں جل سکتی۔ پس آپ تو کان عود ہیں آپ کو کیا ضرر اور ہوا چراغوں وغیرہ کو بجھا سکتی ہے خود نور کا کچھ نہیں کر سکتی پس آپ تو سراپا نور ہیں آپ کو ان مخالف ہواؤں سے کیا خطر آپ کی ذات سے آسمانوں کو صفا حاصل ہے اور آپ کی زیادتی بھی اور ان کی محبت سے بہتر ہے کیونکہ عاقل اگر زیادتی بھی کرتا ہے تو وہ جاہلوں کی محبت سے بہتر ہوتی ہے۔ عاقل کو معرفت سے کام لے گا اور جاہل معرفت کو برباد کرے گا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ عداوت جو عقل سے ناشی ہو اس محبت سے بہتر ہے جو جاہل کرتا ہے اس بنا پر دوستی عاقل کے ساتھ اچھی ہے بہ نسبت جاہل کی دوستی کے اور نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے فقط فقد تم الربع الثانی

تم الربع الثانی من کلید مثنوی شرح الدفتر الثانی اخر ربیع الاول ۱۳۳۲ ہجری
فی کورۃ تھانہ بھون بلسان اشرف علی وبنان شبیر علی عفا اللہ عنہما

www.besturdubooks.wordpress.com

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

عرض ناشر

الحمد للہ ادارہ شروع ہی سے اکابر کی نایاب کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے خصوصاً حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ان کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔

انہیں کتب میں سے زیر نظر کتاب "کلید مثنوی" بھی ماضی قریب میں اتنی نایاب تھی کہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض خاص خلفاء کرام رحمہم اللہ کو مکمل کہیں دستیاب نہ آسکی حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ سید ومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے "کلید مثنوی" مکمل کہیں دیکھی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش ہے مگر صرف دو چار جلدیں ہی دستیاب ہوسکیں۔ اور حضرت نے مکمل دیکھنے کے شوق کا اظہار بھی فرمایا۔ اسی وقت حضرت کی برکت سے احقر کے دل میں کلید مثنوی مکمل تلاش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں جہاں جہاں کلید مثنوی کے حصے ملنے کی امید تھی وہاں کا سفر کیا تو الحمد للہ اصل مرکز یعنی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے کافی حصے مل گئے۔ لیکن پانچواں دفتر کہیں سے نہ مل سکا حتیٰ کہ اس کی تلاش دھلی کی گلی کوچوں میں حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ (مترجم مثنوی) کے در دولت

www.besturdubooks.wordpress.com

پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو انہوں نے بھی پانچویں دفتر کی عدم موجودگی کا اظہار فرمایا۔

بہر حال اللہ پاک نے نصرت فرمائی اور دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے وقف کردہ کتب خانہ سے پانچویں دفتر کا قلمی نسخہ نہایت شکستہ خط میں دستیاب ہوا۔ اور اس طرح محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ نایاب تصنیف لطیف "کلید مثنوی" مکمل چوبیس حصوں میں منظر عام پر آئی۔

ادارہ نے پہلے بھی اس کتاب کو شائع کیا تھا مگر قارئین کرام کے شدید اصرار پر ادارہ کو اس جدید ایڈیشن کو ترتیب نو کے ساتھ جلی قلم سے بڑی تختی پر شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے تاکہ شائقین کے لئے تفہیم میں اشاعت کی طرف سے کوئی پیچیدگی نہ رہے اور قارئین اس چشمۂ اشرفی سے بسہولت سیراب ہوسکیں۔

نوٹ: اس سے قبل دو ایڈیشن قدیم کتابت کے ساتھ شائع کیے تھے اُن میں بعض مقامات پر فارسی اشعار کا علیحدہ ترجمہ نہیں تھا۔ جو اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے پورا کیا ہے۔ الحمد للہ اس جدید کمپیوٹر ایڈیشن میں تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق
(محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

www.besturdubooks.wordpress.com

حامداً و مصلیاً و مسلماً

الربع الثالث من کلید المثنوی شرح الدفتر الثانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح مبیبی

رنجانیدن امیرے آں خفتہ را کہ مار در دہانش رفتہ بود

ایک امیر کا اس سونے والے کو تکلیف دینا جس کے منہ میں سانپ گھس گیا تھا

عاقلے بر اسپ می آمد سوار	در دہان خفتہ می رفت مار
ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آ رہا تھا	ایک سوئے ہوئے کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا
آں سوار آں را بدید و می شتافت	تا رہاند خفتہ را فرصت نیافت
اس سوار نے اس کو دیکھا اور دوڑا	تاکہ سوتے ہوئے کو بچا لے موقع نہ ملا
چونکہ از عقلش فراواں بد مدد	چند دبوسے قوی بر خفتہ زد
چونکہ عقل کی اس کو بہت مدد حاصل تھی	چند سخت کوڑے سوئے ہوئے کے مارے
خفتہ از خواب گراں چوں بر جہید	یک سوار ترک با دبوس دید
سویا ہوا جب گہری نیند سے اٹھا	ایک ترک سوار کو مع کوڑے کے دیکھا
بے محابا ترک دبوس گراں	چونکہ افزوں کوفت او را شد دواں
ترک نے بے جھجک سخت کوڑے	چونکہ اس کے بہت مارے وہ بھاگا
خفتہ زاں زخم گراں برجست زود	گشت حیراں گفت آیا ایں چہ بود
سویا ہوا اس سخت چوٹ سے بہت جلد اٹھا	حیران ہوگیا بولا یہ کیا تھا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

برد او را زخم آں دبوس سخت	زو گریزاں تا بزیر یک درخت
اس سخت کوڑے کی چوٹ اس کو لے گئی	اس سے بھاگ کر' ایک درخت کے نیچے
سیب بوسیدہ بسے بد ریختہ	گفت زیں خور اے بدرد آمیختہ
سڑے ہوئے سیب بہت پڑے تھے	بولا' یہ کھا اے دردمند!
سیب چنداں مرد را در خورد داد	کز دہانش باز بیروں می فتاد
(اس) شخص کو اس قدر سیب کھلائے	کہ اس کے منہ سے باہر نکلنے لگے
بانگی می زد کاے امیر آخر چرا	قصد من کردی تو نادیدہ جفا
وہ چیخا اے سردار! آخر کیوں؟	بغیر قصور کے تو نے میری جان (لینے) کا ارادہ کیا ہے
گر ترا از اصلست با جانم ستیز	تیغ زن یکبارگی خونم بریز
اگر اصلاً تجھے میری جان سے دشمنی ہے	تلوار مار' ایک دم سے میرا خون بہا دے
شوم ساعت کہ شدم بر تو پدید	اے خنک آں را کہ روے تو نہ دید
وہ گھڑی بڑی نحس تھی کہ میں تیرے سامنے آیا	وہ قابل مبارکباد ہے جس نے تیرا چہرہ دیکھا
بے جنایت بے گنہ بے بیش و کم	ملحداں جائز ندارند ایں ستم
بلا زیادتی' بلا خطا' بلا کمی اور بیشی کے	کافر (بھی) یہ ظلم جائز نہیں سمجھتے ہیں
می جہد خوں از دہانم با سخن	اے خدا آخر مکافاتش تو کن
بات کے ساتھ میرے منہ سے خون ٹپکتا ہے	اے خدا تو اس کا بدلہ لے!
ہر زماں می گفت او نفرین نو	اوش می زد کاندریں صحرا بدو
وہ ہر لمحہ ایک نئی ملامت کر رہا تھا	(اور) وہ اس کو مارتا تھا کہ اس بیاباں میں دوڑ
زخم دبوس و سوار ہمچو باد	می دوید و باز بر روی فتاد
کوڑے کی چوٹ' اور ہوا کی طرح کا سوار	وہ دوڑتا تھا اور پھر منہ کے بل گرتا تھا
ممتلی و خوابناک و ست بد	بر سر و پاپش ہزاراں زخم شد
وہ شکم پر اور نیند میں' اور ست تھا	اس کے سر اور پیروں پر ہزاروں زخم ہو گئے
تا شبانگہ می کشید و می کشاد	تا ز صفراے قے شدن بروے فتاد
رات تک کھینچا تانی ہوتی (رہی)	یہاں تک کہ اس کو صفرا کی قے ہونے لگی

www.besturdubooks.wordpress.com

زو برآمد خورد ہا زشت و نکو	مار با آں خوردہ بیروں جست ازو
اس سے اچھا برا کھایا ہوا نکل پڑا	اس کھائے ہوئے کے ساتھ سانپ بھی اس سے نکلا
چوں بدید از خود بروں آں مار را	سجدہ آورد آں نکو کردار را
جب اس نے اپنے (پیٹ) سے سانپ نکلتا دیکھا	اس بھلے (انسان) کے سامنے اس نے سجدہ کیا
سہم آں مار سیاہ زشت و زفت	چوں بدید آں دردہا از وے برفت
اس کالے بھدے موٹے سانپ کا ڈر	جب اسے نظر آیا' وہ تکلیفیں اس سے جاتی رہیں
گفت تو خود جبرئیل رحمتی	یا خداوندو ولی نعمتی
بولا' تو تو رحمت کا فرشتہ ہے	یا میرا آقا' اور مربی ہے
اے مبارک ساعتے کہ دیدیم	مردہ بودم جان نو بخشیدیم
وہ کتنی نیک گھڑی تھی کہ میں نے تجھے دیکھا	میں مر چکا تھا' تو نے نئی زندگی بخشی
تو مرا جویاں مثال مادراں	من گریزاں از تو مانند خراں
تو ماؤں کی طرح میری دیکھ بھال کرنے والا ہے	میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگنے والا تھا
خر گریزد از خداوند از خری	صاحبش درپے زنیکو اختری
گدھا مالک سے گدھے پن سے بھاگتا ہے	اس کا مالک نیک بختی کی وجہ سے اس کے درپے ہے
نز پئے سود و زیاں می جویدش	لیک تا گرگش ندرد یاد دش
وہ اس کو نفع نقصان کے لئے نہیں ڈھونڈتا ہے	لیکن (اس وجہ سے) کہ اس کو بھیڑیا یا درندہ نہ پھاڑ ڈالے
اے خنک آں را کہ بیند روئے تو	یا درافتد ناگہاں در کوئے تو
مبارک ہے وہ جو تیرا چہرہ دیکھے	یا اچانک تیرے کوچے میں پہنچ جائے
اے روان پاک بستودہ ترا	چند گفتم ژاژ و بیہودہ ترا
اے وہ کہ پاک جان تیری ثنا خواں ہے	میں نے تجھے کس قدر بیہودہ باتیں کہیں اور بکواس کی
اے خداوند و شہنشاہ و امیر	من نگفتم جہل من گفت آں مگیر
اے آقا' اور شہنشاہ اور سردار!	میں نے نہیں کہا میری نادانی نے کہا اس پر دارو گیر نہ کر
شمۂ زیں حال اگر دانستمے	گفتن بیہودہ نتوانستمے
اگر میں اس حال کا تھوڑا سا حصہ بھی جان لیتا	تو بیہودہ بکواس نہ کرتا

www.besturdubooks.wordpress.com

بس ثنایت گفتمے اے خوشخصال	گر مرا یک رمزی گفتی زحال
اے اچھے انسان! تیری میں بہت تعریفیں کرتا	اگر تو واقعہ کا تھوڑا اشارہ (بھی) کر دیتا
لیک خامش کردہ می آشوفتی	خامشانہ برسرم می کوفتی
لیکن تو تو چپ رہ کر پریشان کرتا تھا	خاموشی سے میرے سر کو کچل رہا تھا
شد سرم کالیوہ عقل از سر بجست	خاصہ ایں سر را کہ مغزش کمتر است
میرا سر دیوانہ ہوگیا عقل سر میں سے بھاگ گئی	خصوصاً یہ سر جس میں مغز بہت کم ہے
عفو کن اے خوبروئے خوب کار	آنچہ گفتم از جنوں اندر گذار
اے خوبصورت، خوب سیرت! معاف کر دے	پاگل پن سے میں نے جو کچھ کہا، اس سے درگزر کر
گفت اگر من گفتمے رمزے ازاں	زہرۂ تو آب گشتے در زماں
اس نے کہا اگر میں اس میں سے تھوڑا بھی بتا دیتا	فوراً تیرا پتا پانی بن جاتا
گر ترا می گفتمے اوصاف مار	ترس از جانت برآوردے دمار
اگر میں تجھ سے سانپ کی باتیں کہہ دیتا	خوف تیری جان نکال دیتا
مصطفیٰ فرمود اگر گویم براست	شرح آں دشمن کہ در جان شماست
مصطفیٰ (ﷺ) نے فرمایا اگر میں صاف صاف کہہ دوں	اس دشمن کی تفصیل، جو تمہارے اندر ہے
زہرہائے پردلاں برہم درد	نہ رود رہ نے غم کارے خورد
تو وہ بہادروں کے پتے پھاڑ دے	نہ کوئی راستہ چلے، نہ کسی کام کی فکر کرے
نے دلش را تاب ماند در نیاز	نے تنش را قوت صوم و نماز
نہ اس کے دل میں عاجزی کی طاقت رہے	نہ اس کے بدن میں نماز اور روزہ کی طاقت رہے
ہمچو موشے پیش گربہ لاشود	ہمچو برہ پیش گرگ از جا رود
(وہ) چوہے کی طرح بلی کے سامنے معدوم ہو جائے	اس بکری کے بچے کی طرح جو بھیڑیے کے سامنے سے بھاگے
اندروں نے حیلہ ماند نے روش	پس کنم ناگفتہ تاں من پرورش
اس میں نہ کوئی تدبیر رہے، نہ چال	میں بغیر بتائے ہوئے تمہاری تربیت کرتا ہوں
ہمچو بوبکر ربابی تن زنم	دست چوں داؤدؑ در آہن زنم
ابوبکر ربابی کی طرح میں خاموش رہتا ہوں	ہاتھ سے (حضرت) داؤدؑ کی طرح لوہے کا کام کرتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

تا محال از دست من حالے شود	مرغ پر برکندہ را بالے شود
تاکہ ناممکن میرے ہاتھ سے موجود ہو جائے	پر نچے ہوئے پرندے کے پر لگ جائیں
چوں یداللہ فوق ایدیہم بود	دست ما را دست خود فرمود احد
جب کہ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہوا	تو اللہ (تعالیٰ) نے میرے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا
پس مرا دست دراز آید یقیں	برگذشتہ ز آسمان ہفتمیں
تو یقینا میرا دراز ہاتھ	ساتویں آسمان سے آگے بڑھ گیا
دست من بنمود برگردوں ہنر	مقریا برخواں کہ انشق القمر
میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھایا	اے قاری انشق القمر پڑھ
ایں صفت ہم بہر ضعف عقلہاست	باضعیفاں شرح قدرت کے رواست
یہ صفت بھی عقلوں کی کمزوری کی وجہ سے (بیان کی) ہے	کم عقلوں کے سامنے قدرت کی تشریح کب مناسب ہے؟
خود بدانی چوں برآری سر ز خواب	ختم شد واللہ اعلم بالصواب
تو خود جان لے گا جب نیند سے سر اٹھائے گا	(بات) ختم ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے
گر ترا من گفتمے ایں ماجرا	آں دم از تو جان تو گشتے جدا
اگر میں یہ قصہ تجھ سے کہہ دیتا	اسی وقت تیری روح تجھ سے جدا ہو جاتی
مر ترا نے قوت خوردن بدے	نے رہ و پروائے قے کردن بدے
نہ تجھ میں کھانے کی طاقت رہتی	نہ قے کرنے کی راہ اور پروا رہتی
می شنیدم فحش و خر می راندم	رب یسر زیر لب می خواندم
میں بری باتیں سنتا رہا اور کام چلاتا رہا	آہستگی سے رب یسر پڑھتا رہا
از سبب گفتن مرا دستور نے	ترک تو گفتن مرا مقدور نے
سبب بتانا میری عادت نہیں ہے	تجھے چھوڑ دینے پر میں قادر نہ تھا
ہر زماں می گفتم از درد دروں	اھد قومی انہم لا یعلمون
اندرونی تکلیف کی وجہ سے میں ہر وقت کہتا تھا	(اے اللہ) میری قوم کو ہدایت دے بے شک وہ جانتے نہیں ہیں
سجدہا می کرد آں رستہ ز رنج	کاے سعادت وے مرا اقبال گنج
وہ تکلیف سے نجات پانے والا سجدے کرتا تھا	کہ اے سعادت (مند) اے میرے اقبال کے خزانے!

www.besturdubooks.wordpress.com

از خدایابی جزاہائے شریف	قوت شکرت ندارد ایں ضعیف
تو خدا سے اچھے بدلے پائے گا	اس کمزور میں تیرا شکریہ ادا کرنے کی طاقت نہیں ہے
شکر حق گوید ترا اے پیشوا	آں لب و چانہ ندارم واں نوا
اللہ تیرا شکریہ ادا کرے اے پیشوا؟	میں وہ ہونٹ اور جبڑا اور وہ سامان نہیں رکھتا ہوں
دشمنی عاقلاں زیںساں بود	زہر ایشاں ابتہاج جاں بود
عقلمندوں کی دشمنی اس طرح کی ہوتی ہے	ان کا زہر جان کی خوشی ہوتی ہے
دوستی ابلہاں رنج و ضلال	ایں حکایت بشنو از بہر مثال
بیوقوفوں کی دوستی رنج اور گمراہی ہے	مثال کے لئے یہ قصہ سن لے

اوپر بیان کیا تھا کہ عاقل کی زیادتی اور اسکا ظلم (ظاہری) نادان کی مہر ووفا (ظاہری) سے بہتر ہے لہٰذا اولاً عاقل کی زیادتی کا سودمند اور بہتر ہونا مثال سے ظاہر کرتے ہیں اس کے بعد نادان کی مہر ووفا کا مضر ہونا واقعہ سے ثابت کریں گے چنانچہ فرماتے ہیں۔ ایک عقلمند گھوڑے پر سوار آرہا تھا اور ایک سوئے ہوئے شخص کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا۔ اس سوار نے یہ واقعہ دیکھا اور اس شخص کو بچانے کے لئے دوڑا مگر اتنا وقت نہ ملا اور سانپ اندر گھس گیا۔ چونکہ حق تعالیٰ نے عقل سے اس کی کافی مدد فرمائی تھی یعنی عقل اس کو بہت دی تھی اس لئے اس نے اس کے بچانے کی یہ تدبیر کی کہ چند سونٹے زور زور سے اس کے مارے وہ سونے والا چوٹ کے صدمہ سے اس گہری نیند سے جاگ اٹھا دیکھا کہ ایک ترکی سوار ہاتھ میں سونٹا لئے ہوئے مار رہا ہے۔ جب اس سوار نے وہ زبردست سونٹا زیادہ بجایا تو یہ بھاگا۔ ضرب شدید کے سبب خوب تیز دوڑنا شروع کیا وہ اس واقعہ سے حیران تھا اور دل میں کہتا تھا ارے یہ کیا قصہ ہے یہ مجھے کیوں مارتا ہے۔ غرض کہ وہ اس ڈنڈے سے پٹتا ہوا ایک درخت کے نیچے پہنچا جہاں گلے سڑے سیب بہت سے پڑے ہوئے تھے اس نے کہا کہ ان کو کھا۔ اس غریب نے مجبوراً کھانے شروع کئے۔ اس سوار نے اتنے سیب کھلائے کہ گنجائش نہ ہونے کے سبب منہ سے باہر نکلنے لگے۔ لیکن وہ اب بھی یہی کہے جاتا تھا کہ اور کھا۔ آخر اس نے دق ہو کر یہ کہا کہ اے امیر آخر یہ تو بتا کہ تو بے قصور میری جان کے پیچھے کیوں پڑا ہے۔ اگر سرے سے میری جان ہی سے تجھے دشمنی ہے تو ایک دفعہ ہی تلوار مار کر مجھے مار ڈال سکتا ہے کر مارنے سے کیا فائدہ۔ کیسی منحوس گھڑی تھی کہ میں تجھے نظر پڑا۔ ارے بڑا مبارک ہے وہ شخص جس نے تیری منحوس صورت نہ دیکھی۔ ارے بے قصور بے جرم اور بلا کسی تعدی یا کوتاہی کے تو یہ ظلم کرتا ہے ایسا ستم تو بے دین لوگ بھی نہیں کرتے بات کہنے میں میرے منہ سے خون نکلتا ہے۔ اے خدا تو اس سے میرا انتقام لے۔ وہ ہر وقت ایک نئی تشنیع کرتا تھا لیکن وہ اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتا تھا اور مارتا تھا کہ دوڑ

عجب مصیبت تھی سونٹے کی ضربیں پڑ رہی تھیں سوار ہوا کی طرح دوڑ رہا تھا اور اس کو دوڑا رہا تھا۔ یہ بیچارہ دوڑتا تھا اور دوڑ میں گر گر پڑتا تھا کیونکہ اول تو پیٹ بہت بھرا ہوا تھا پھر نیند کا خمار موجود تھا پھر کمزور بھی تھا ان سب کے علاوہ سر میں پاؤں میں مار کے بہت سے زخم ہو گئے تھے۔ وہ سوار شام تک اس کو کھینچتا رہا اور جو مشکل آ کے پڑتی تھی اس کو اپنے ناخن تدبیر سے حل کرتا رہا حتیٰ کہ غلبہ صفرا سے اس کو قے ہونی شروع ہوئی اور اس سے بھلا برا غرض سارا کھایا پیا نکل گیا اور اس کے ساتھ سانپ بھی نکل گیا جبکہ اس نے اندر سے سانپ کو نکلا ہوا دیکھا تو اس محسن شخص کی بے حد تعظیم کی۔ اور اس کالے اور موٹے سانپ کا خطرہ جب پیش نظر ہوا تو سب تکلیفیں بھول گیا اور کہا کہ آپ تو میرے حق میں فرشتہ رحمت ہو گئے یا یوں کہوں کہ آپ تو میرے مالک اور خداوند نعمت ہیں۔ ارے کیسی مبارک گھڑی تھی کہ میں آپ کی نظر پڑ گیا۔ میں تو مر ہی چکا تھا۔ آپ نے مجھے نئے سرے سے زندگی بخشی آپ کی حالت یہ تھی کہ ماں کی طرح مجھے ڈھونڈتے تھے اور میری یہ حالت کہ میں گدھوں کی طرح آپ سے بھاگتا تھا گدھا اپنی حماقت سے اپنے مالک سے بھاگتا ہے اور اپنی خوش اقبالی اور سعادت بخت کے سبب اس کا مالک اس کے درپے ہوتا ہے حالانکہ اس تلاش میں اس کو کوئی اپنا نفع ونقصان پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ مقصود یہ ہوتا ہے کہ کوئی بھیڑیا یا کوئی اور درندہ اس کو نہ کھا جائے۔ اے بڑا مبارک ہے وہ شخص کہ آپ کی صورت دیکھے یا آپ کے کوچہ ہی میں پہنچ جائے۔ اے مقدس اور محمود جان والے شخص میں نے آپ کی شان میں بہت بے ہودگی اور بکواس کی ہے لیکن اے آقا اے شہنشاہ اے امیر یہ میں نے نہیں کیا بلکہ میری نادانی نے کیا ہے آپ کچھ خیال نہ فرمایئے۔ اگر مجھے واقعہ کی ذرا بھی اطلاع ہو جاتی تو میں بے ہودہ بکواس نہ کر سکتا۔ بلکہ جناب میں آپ کی بہت تعریف کرتا اگر مجھ سے اشارۃً بھی آپ واقعہ بیان فرما دیتے مگر آپ زبان سے تو کچھ فرماتے نہ تھے بلکہ چپکے چپکے پریشان کر رہے تھے اور چپکے ہی چپکے میرے سر پر ڈنڈے بجا رہے تھے جس سے دماغ پریشان ہو گیا اور عقل خارج ہو گئی۔ آپ ایسے سر کو معافی دیجئے کہ اس سے جو کچھ بھی ہو جائے کم ہے بالخصوص اس سر کو جس میں مغز بیشتر ہی سے کم ہو اور میں نے جو کچھ اپنی حماقت سے کہا ہے اس سے درگزر فرمایئے۔ سوار نے جواب دیا کہ اگر میں اشارۃً بھی واقعہ بیان کر دیتا تو فوراً مارے خوف کے تیرا پتا پانی ہو جاتا۔ اور اگر میں سانپ کے حالات تجھ سے بیان کرتا تو خوف سے تیری جان نکل جاتی یہاں تک پہنچ کر مولانا انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یوں ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں اس دشمن یعنی نفس کی حالت من وعن بیان کر دوں جو تمہارے اندر ہے تو تم میں جو بڑے بہادر ہیں ان کے بھی پتے پھٹ جائیں نہ وہ رستہ چل سکیں اور نہ کوئی کام کر سکیں غلبۂ خوف کے سبب نہ ان کو تضرع وزاری کی تاب رہے اور نہ ان کے جسموں میں روزہ نماز کی قوت رہے ان کی حالت ایسی ہو جائے جیسے چوہے کی بلی کے آگے اور وہ بالکل لاشے محض ہو جائیں اور یوں بے خود ہو جائیں جیسے بھیڑیئے کے سامنے بکری کا بچہ۔ نہ ان میں تدبیر ہی رہے نہ عمل

ہی بلکہ حس وحرکت سب باطل ہو جائے۔ اس لئے میں مفصل بیان نہیں کرتا اور بلا بیان کئے ہی تمہاری پرورش کرتا ہوں میں بوبکر ربابی کی طرح خاموش اور داؤد کی طرح اس لوہے کو نرم کرنے میں مصروف ہوں تاکہ جو بات تمہارے لحاظ سے محال ہے میں اس کو فعلیت میں لے آؤں اور تمہارے نفسوں کو ماردوں اس طرح تمہاری ارواح جو بے بس اور مجبور ہیں اور اس لئے عروج روحانی نہیں کر سکتیں ان کو سامان عروج مل جائے اور وہ عروج کر سکیں۔ چونکہ واقعہ بیعت رضوان میں ید اللہ فوق ایدیھم فرمایا گیا ہے اور میرے ہاتھ کو حق سبحانہ نے مجازاً اپنا ہاتھ فرمایا ہے اس لئے میرا ہاتھ بہت بڑا ہے حتیٰ کہ ساتویں آسمان سے بھی آگے نکل گیا ہے۔ یعنی حق سبحانہ نے میری تائید اپنی قوت سے فرمائی ہے پس جو کام کہ طاقت بشریہ سے باہر ہیں ان کا ظہور اس قدرت الٰہیہ کے سبب میرے ہاتھ سے ہو سکتا ہے چنانچہ میرے ہاتھ نے آسمان پر اپنا کمال دکھایا۔ اے قاری اس کی تصدیق اقتربت الساعۃ وانشق القمر سے کرلے جس میں چاند کے دو ٹکڑے ہونے کی خبر دی گئی ہے جس کا ظہور میرے ہاتھ سے اور میری انگلی کے اشارہ سے ہوا ہے یہ صفت تو میں نے ضعف عقول کے سبب بیان کی ہے ورنہ اس میں تو بے انتہا قوت ہے جس کی تفصیل میں نہیں کرنا چاہتا کیونکہ قدرت الٰہیہ کی تشریح ضعیف العقل لوگوں کے سامنے جائز نہیں اس لئے کہ ان کے فتنہ میں پڑ جانے کا اندیشہ ہے۔ جب تم نیند سے بیدار ہو گے اور حقیقت حال سے واقف ہو گے خواہ دنیا میں یا عقبیٰ میں اس وقت تم کو خود معلوم ہو جائے گا یہاں تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ختم ہوا واللہ اعلم۔ یہ روایت سند صحیح سے ثابت ہے یا نہیں میں نے بنا بر صحت مضمون نقل کر دیا ہے۔ اب مولانا پھر واقعہ سوار کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سوار نے کہا کہ اگر میں تجھ سے واقعہ بیان کر دیتا تو فوراً تیری روح پرواز کر جاتی۔ نہ تو کھا سکتا نہ تیرے لئے قے کرنے کا کوئی ذریعہ یا خیال ہوتا۔ میں تیرا برا بھلا سنتا جاتا تھا اور اپنے کام میں مشغول تھا اور حق سبحانہ سے چپکے چپکے دعا کرتا تھا کہ اے اللہ اس کام کو آسان کر دے۔ نہ تو مجھے عقل کی اجازت تھی کہ تجھ سے سبب بیان کروں اور نہ غایت شفقت کے باعث مجھ سے یہی ہو سکتا تھا کہ تجھے تیری حالت پر چھوڑ دوں۔ مجبوراً گالیاں سنتا تھا اور دردِ دل سے کہتا تھا کہ اے اللہ اسے ہدایت کر یہ جانتا نہیں۔ غرض اس نے اس مصیبت سے چھوٹ کر اس کی بے حد تعظیم کی۔ پاؤں پر گر پڑا۔ اور یہ کہا کہ اے میرے سعادت کے باعث اور اے میری خوش اقبالی اور دولت کے سبب میں تیرا شکر کرنے کی قدرت نہیں رکھتا پس خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے اس کی بہتر جزا دے میرے جبڑے میرے ہونٹ میری آواز میں طاقت نہیں کہ تیرا شکر کر سکے۔ بس میں تو یہ کہتا ہوں کہ خدا تجھے اس کی جزا دے۔ اب تم کو معلوم ہوا کہ عاقلوں کی دشمنی ایسی ہوتی ہے جیسے اس سوار کی وہ اگر زہر بھی دیں تو وہ بھی انبساط روح کا سبب ہوتا ہے اور نادانوں کی دوستی سراپا رنج اور بے راہ روی ہوتی ہے اس کی مثال کے لئے یہ حکایت سن۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

ایک امیر کا اس سونے والے کو مارنا جس کے منہ میں کہ سانپ چلا گیا تھا

عاقلے الخ۔ یعنی ایک عاقل گھوڑے پر سوار آ رہا تھا اور ایک سونے والے کے منہ میں سانپ گھس رہا تھا۔

آں سوار الخ۔ یعنی اس سوار نے اس کو (دور سے) دیکھا اور دوڑا تا کہ اس سونے والے کو چھڑائے مگر مہلت نہ پائی (اور وہ سانپ منہ میں گھس ہی گیا)

چونکہ الخ۔ یعنی چونکہ اس کو عقل سے زیادہ مدد تھی (یعنی بہت عاقل تھا) تو چند گرز زور سے سونے والے کے مارے دبوس سے مراد کوڑا ہے۔

خفتہ الخ۔ یعنی جب سونے والا خواب گراں سے اٹھا تو ایک سوار ترک مع کوڑے کے دیکھا۔

بچوں الخ۔ یعنی جب کہ ترک نے بے دھڑک زیادہ بھاری کوڑے مارے تو یہ شخص دوڑنے لگا یعنی بیچارہ بھاگا۔

برد الخ۔ یعنی اس سخت کوڑے کا زخم ایک درخت کے نیچے تک لے گیا اور وہ اس سے بھاگ رہا تھا۔

مطلب یہ کہ وہ حضرت اس کو پیٹ رہے تھے اور یہ بیچارا بھاگ رہا تھا یہاں تک کہ ایک درخت کے نیچے پہنچے۔

سیب بوسیدہ الخ۔ یعنی وہاں بہت سے سڑے ہوئے سیب پڑے تھے تو اس سوار نے کہا کہ اے دردمندان میں سے کھا۔

سیب چندان الخ۔ یعنی اس آدمی کو اس قدر سیب کھلائے کہ اس کے منہ سے باہر گرنے لگے۔

بانگ میزد الخ۔ یعنی وہ چلا رہا تھا کہ اے امیر آخر تو نے کیوں میرے ستانے کا قصد کیا ہے میں نے تیرا کیا کیا ہے۔

گر ترا از الخ۔ یعنی اگر تجھ کو میرے ساتھ کوئی فطرتی دشمنی ہی ہے تو ایک دفعہ تلوار مار کر میرا خون گرا دو۔

شوم ساعت الخ۔ یعنی بڑی منحوس گھڑی تھی جب کہ میں تجھ پر ظاہر ہوا تھا اور جس نے تیرا منہ نہیں دیکھا وہ بڑا خوش نصیب ہے۔

بے خیانت الخ۔ یعنی بے خیانت کے اور بے گناہ اور بغیر کسی کمی بیشی کے (تو مجھے ستا رہا ہے تو) ایسا ستم تو ملحد بھی روا نہیں رکھتے۔

میچکد خون الخ۔ یعنی بات کے ساتھ میرے منہ سے خون گر رہا ہے اے خدا تو ہی اس سے بدلہ لینا۔

ہر زمان الخ۔ یعنی وہ تو ہر گھڑی نئی نفرین کہہ رہا تھا اور وہ سوار اس کو مارتا تھا (اور کہتا تھا کہ) اس جنگل میں دوڑ۔

زخم دبوس الخ۔ یعنی چابک کا زخم اور ایک سوار ہوا کی طرح (پیچھے تھا) تو یہ شخص دوڑتا اور پھر منہ کے بل گرتا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ممتلی الخ۔ یعنی (سیبوں سے) بھرا ہوا اور نیند میں اور ست تھا اور اس کے سر پر اور پاؤں پر ہزاروں زخم ہو گئے تھے۔

تاشبانگہ الخ۔ یعنی رات تک یہی کھینچا تانی کرتا رہا یہاں تک کہ صفرا کی وجہ سے اس کو قے ہونا شروع ہوئی۔

زو برآمد الخ۔ یعنی اس کے اندر سے برا بھلا کھایا ہوا نکلنا شروع ہوا تو اس کھانے کے ساتھ اس میں سے سانپ بھی نکلا۔

چون بدید الخ۔ یعنی جب کہ اس سانپ کو اپنے سے باہر دیکھا تو اس نکوکار کے تعظیم کے لئے جھک گیا اور بہت ہی ممنون ہوا۔

سہم آن الخ۔ یعنی اس بڑے اور برے سیاہ سانپ کا خوف جب اس نے دیکھا تو ساری تکالیف (کوڑوں وغیرہ کی) اس سے جاتی رہیں۔

گفت تو الخ۔ یعنی کہنے لگا کہ تو تو جبرئیل رحمت ہے یا آقا اور ولی نعمت ہے۔

اے مبارک الخ۔ یعنی مبارک گھڑی تھی وہ کہ تو نے مجھے دیکھا تھا اور میں تو مردہ تھا تو نے مجھے جان بخشی ہے۔

تو مرا الخ۔ یعنی تو تو مجھے ماں کی طرح ڈھونڈ رہا تھا اور میں تجھ سے گدھوں کی طرح بھاگ رہا تھا۔

خر گریزد الخ۔ یعنی گدھا تو آقا سے گدھے پن سے بھاگتا ہے اور اس کا آقا نیک خصلتی کی وجہ سے اس کے پیچھے پھرتا ہے۔

کز پے الخ۔ یعنی اپنے کسی نفع کے واسطے اس کو نہیں ڈھونڈتا بلکہ تاکہ اس کو بھیڑیا یا درندہ پھاڑ نہ ڈالے۔

اے خنک الخ۔ یعنی خوش نصیب ہے وہ کہ تیرا منہ دیکھ لے یا ناگہاں تیرے کوچہ ہی میں آجائے۔

اے روان الخ۔ یعنی اے جان پاک محمود تجھے کس قدر بے ہودہ اور فضول باتیں کہی ہیں۔

اے خداوند الخ۔ یعنی اے آقا اور شہنشاہ اور امیر یہ سب میں نے نہیں کہا بلکہ میرے جہل نے کہا آپ اس کی گرفت نہ کیجئے۔

شمۂ زین الخ۔ یعنی اگر اس حال میں سے میں تھوڑا سا بھی جان لیتا تو میں بے ہودہ باتیں ہرگز نہ کہہ سکتا۔

پس ثنایت الخ۔ یعنی اے خوش سال میں آپ کا بہت ہی مشکور ہوتا اگر اس راز میں سے آپ ایک بات مجھے بتا دیتے۔

لیک خامش الخ۔ یعنی لیکن آپ تو چپ ہی چپ خفا ہو رہے تھے اور خاموش ہی مجھے پیٹ رہے تھے اس لئے مجھے کیا خبر کہ اس میں آپ کو یہ مصلحت مدنظر ہے۔

شد سرم الخ۔ یعنی میرا سر برگشتہ ہو گیا اور عقل سر سے نکل گئی خاص کر یہ سر جس میں کہ مغز بھی کم ہے۔

عفو کن الخ۔ یعنی اے خوبرو اور اے اچھے کام والے تو معاف کر دے میں نے جو کچھ کہا وہ جنون کی وجہ سے تھا اس سے درگذر غرضیکہ جب یہ خوب معافی مانگ چکا اور بہت ہی شرمندہ ہوا تو اس مشفق سوار نے جواب دیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اگر من۔الخ۔یعنی اس سوار نے کہا کہ اگر میں اس میں سے ایک راز بھی تجھ سے کہہ دیتا تو تیرا (خوف کی وجہ سے) پتہ پانی ہو جاتا یعنی اگر تجھے معلوم ہو جاتا کہ میرے اندر سانپ ہے تو فوراً ہول کے مارے مر جاتا۔

گر ترا الخ۔یعنی میں اگر تجھ سے سانپ کی حالت بیان کر دیتا تو خوف تیری جان میں سے دماغ نکال لیتا یعنی خوف کے مارے فوراً تم ہو جاتے۔تو چونکہ وہ سوار نیک دل تھا اور محقق تھا اس لئے اس کو اس شخص پر شفقت تھی اور اس نے اس کی حالت کو ظاہر نہیں کیا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ اگر اس کو ذرا بھی علم ہو جائے تو جان کھو دے گا اور اس کی جان جاتی رہے گی اس لئے اس نے بے اس کو اطلاع کئے ہوئے اس کی تدبیر شروع کر دی جس سے کہ وہ سانپ نکل گیا اور یہ بچ گیا اب آگے مولانا اس کی تائید میں ایک حدیث لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو خطاب فرما کر فرماتے ہیں کہ اگر میں ان حالتوں کی جو کہ تمہارے اندر ہیں اور وہ خصائل رذیلہ جو باطن میں بھرے ہوئے ہیں تم لوگوں سے کہوں تو تم پر اس قدر خوف حق غالب ہو کہ نہ کھا سکو اور نہ پی سکو نہ بس سکو نہ بول سکو غرضیکہ بالکل دنیا سے بے تعلق ہو جاؤ اور تھوڑے ہی دنوں میں جان کھو بیٹھو اس لئے میں تم کو بتاتا نہیں ہوں۔بلکہ ان کا علاج شروع کر دیتا ہوں (اس لئے کہ مقصود تو ان کا ازالہ ہے نہ ان کا علم تو اگر صحابہ کو علم ہو جاتا اور اس وقت اس قدر خوف مسلط ہو جاتا تو پھر وہ تو اس قابل بھی نہ رہتے کہ ان کو زائل ہی کر سکیں تو اسی طرح اس سوار نے اس کو بتلایا نہیں بلکہ علاج شروع کر دیا۔اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

مصطفےٰ فرمود الخ۔یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں ٹھیک ٹھیک اس دشمن کی شرح کر دوں جو کہ تمہاری جان میں ہے یعنی اگر ان خصائل واخلاق ذمیمہ کو جو باطن میں بھر رہے ہیں ان کو ظاہر کر دوں اور جو ان پر وعیدیں اور عذاب ہیں وہ معلوم ہی ہیں تو

زہرہائے الخ۔یعنی بڑے قوی دل والوں کے پتے پھٹ جائیں اور نہ وہ راہ چل سکیں اور نہ کسی کام کا فکر کر سکیں یعنی بالکل ہی مجبور ہو جائیں اور ان سے کچھ ہو ہی نہ سکے۔

نے دلش الخ۔یعنی نہ اس کے دل کو نیاز کی تاب رہے اور نہ اس کے بدن میں روزہ نماز کرنے کی قوت رہے۔

ہمچو موشے الخ۔ یعنی وہ چوہے کی طرح (ہو جائے) کہ وہ بلی کے سامنے فنا ہو جاتا ہے یا بکری کے بچہ کی طرح کہ بھیڑیئے کے سامنے اپنی جگہ پر (قائم) نہیں رہتا۔

اندرونے الخ۔یعنی اس کے اندر نہ حیلہ رہے اور نہ روش رہے۔پس میں بے کہے ہوئے تمہاری پرورش کر رہا ہوں۔مطلب یہ کہ اگر معلوم ہو جائے تو اس قوی دل کی بھی یہ حالت ہو جائے۔لہٰذا میں کچھ کہتا نہیں بلکہ اصلاح کی تدابیر کرتا ہوں کہ جس سے مرض زائل ہو جائے اور معلوم بھی نہ ہو۔آگے مولانا بزبان حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

ہمچو بوبکر الخ۔یعنی مانند بوبکر ربابی کے میں خاموش رہتا ہوں اور داؤد علیہ السلام کی طرح لوہے میں ہاتھ

www.besturdubooks.wordpress.com

مارتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جس طرح بوبکر ربابی جو کہ ایک بزرگ ہیں اور سالہا سال تک خاموش رہے ہیں اسی طرح رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی خاموش ہی رہتے تھے لیکن تدابیر ازالۂ رذائل کی فکر ہمیشہ فرماتے تھے۔

آگے پھر حضرت ہی مقولہ فرماتے ہیں کہ

تا محال الخ۔ یعنی تاکہ محال بات میرے ہاتھ سے حال (واقع) ہو جائے اور بال اکھڑے ہوئے جانور کے پر نکل آئیں یعنی اس خاموشی اور تدبیر میں لگے رہنے کا یہ فائدہ ہے کہ جن اخلاق کا ازالہ محال ہے وہ بھی زائل ہو جائیں گے۔

چون ید اللہ الخ۔ یعنی جبکہ حق تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے اور ہمارے ہاتھ کو حق تعالیٰ نے اپنا ہاتھ فرمایا ہے۔

پس مرا دست الخ۔ یعنی پس میرا ہاتھ یقیناً (تصرف میں) دراز ہو گیا اور ساتویں آسمان سے بھی گزر گیا۔

دست من الخ۔ یعنی میرے ہاتھ نے آسمان پر ہنر دکھلایا اور اے قاری انشق القمر کو پڑھ تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ آسمان پر بھی تصرف ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

این صفت الخ۔ یعنی یہ صفت بھی عقول کے ضعف کی وجہ سے ہے اور ضعیفوں سے قدرت کی شرح کب جائز ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ تو ان ممکنات اور افعال سے پاک ہیں لیکن جب عقول ضعیف ہیں تو ایسی طرح سمجھا جائے گا اور کیا صورت ہو سکتی ہے ورنہ تعالیٰ اللہ عن ذٰلک علوا کبیرا۔

خود بدانی الخ یعنی جیسے تم نیند سے جاگے تو خود جان لوگے (اور ان مثالوں کی ضرورت ہی نہ ہوگی) اور یہ حدیث ختم ہوگئی واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ جب قیامت میں اٹھوگے تو اس وقت حقائق و معارف سب کھل جائیں گے۔ اس حدیث کو مولانا نے روایت بالمعنی کیا ہے اور اس کی شرح اور بیان مطلب کے طور پر کہیں کہیں خود بھی مثال وغیرہ دے دی ہیں آگے پھر اس سوار کا مقولہ بیان فرماتے ہیں کہ

گر تر الخ۔ یعنی اگر میں تجھ سے یہ قصہ (سانپ کے اندر چلے جانے کا) کہہ دیتا تو تیری جان تجھ سے جدا ہو جاتی۔

مر ترا الخ۔ یعنی نہ تجھے کھانے کی قوت رہتی اور نہ قے کرنے کی طاقت اور سبیل ہوتی۔ مطلب یہ کہ تو نے جو یہ سیب کھا کر قے کی ہے اگر تجھے معلوم ہو جاتا تو تجھ سے ہرگز نہ ہو سکتا۔

می شنیدم الخ۔ یعنی میں فحش سن رہا تھا اور گدھے کو ہانک رہا تھا اور زیر لب رب یسر پڑھ رہا تھا۔ مطلب یہ کہ تیری باتوں کو سن رہا تھا اور دعا کر رہا تھا کہ اے اللہ اسکی مشکل آسان کر۔

از سبب الخ۔ یعنی سبب بیان کرنے کی عادت نہیں ہے اور تیرے چھوڑنے کی بھی قدرت نہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ مجھے تم پر شفقت تھی اس لئے نہ تو تم کو چھوڑ ہی سکتا تھا کہ مرنے دوں اور نہ یہ ہو سکتا تھا کہ تم کو حال سے آگاہ کر دوں کہ وہ بھی مضر تھا اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا تھا۔

ہر زمان الخ۔ یعنی ہر وقت درد دروں کی وجہ سے کہہ رہا تھا کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے کہ وہ مجھے

www.besturdubooks.wordpress.com

جانتے نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ میں ان کہنے میں تیری خطا نہ سمجھتا تھا بلکہ تجھے معذور سمجھ کر دعا کرتا تھا کہ اے اللہ اس کی آنکھ کھول دے کہ یہ مجھے دیکھ لے اور مجھے پہچان لے اب تک اس کو میرے مشفق ہونے کی خبر نہیں ہے چونکہ حضرات انبیاء علیہم السلام بے حد شفیق اپنی امت پر ہوتے تھے اس لئے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون جب اس نے یہ اس کی شفقت دیکھی تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ

سجدہا الخ۔ یعنی وہ تکلیف سے چھوٹا ہوا سجدہ کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے سعادت اور میرے اقبال اور خزانہ۔ مطلب یہ کہ بے حد تعظیم وتکریم اور شکریہ بجالایا۔

از خدا الخ۔ یعنی تو اس کی جزاء شریف حق سے پائے اس لئے کہ یہ ضعیف (یعنی میں) تیرے شکر کی طاقت نہیں رکھتا۔ پس تجھ کو حق تعالیٰ ہی جزائے خیر دے۔

شکر حق الخ۔ یعنی (بس میری جانب سے) حق تعالیٰ ہی تیرا شکر کریں (یعنی بدلہ دیں) میں تو وہ لب اور جبڑا نہیں رکھتا اور نہ وہ بخشش (کہ جس سے تیرا شکریہ ادا کروں) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

دشمنی الخ۔ یعنی عاقلوں کی دشمنی اس طرح ہوتی ہے اور ان کا زہر بھی جان کے لئے (باعث) تازگی ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ ان کی ظاہری ایذاء دہی اور تکالیف جو کہ اصل میں کسی مصلحت پر مبنی ہوتی ہیں انجام کار عمدہ اور بار آور ہوتی ہیں جیسا کہ اس سوار کی زدوکوب اور سختی نے انجام کار اس شخص کی جان بچادی ورنہ وہ ضرور مرجاتا۔ یہی حال اولیاء اللہ کا ہوتا ہے کہ ان کی بعض باتیں جو کہ بظاہر سخت اور ترش معلوم ہوتی ہیں فی الحقیقت وفی الواقع نافع محض ہوتی ہیں لہٰذا اگر شیخ کی طرف سے کوئی ناگواری بھی پیش آئے تو اس کو صبر وتحمل کے ساتھ برداشت کرنا ضروری ہے چونکہ مولانا نے اوپر فرمایا تھا کہ آگے ہم دو حکایتیں لاتے ہیں ایک تو عاقل کی دشمنی کی بہتری پر اور دوسری نادان کی دوستی کے ضرر پر۔ یہاں تک تو عاقل کی دشمنی کا بھی نافع ہونا بتادیا آگے دوسری حکایت لاتے ہیں فرماتے ہیں کہ

دوستی الخ۔ بے وقوف کی دوستی بھی رنج وگمراہی ہوتی ہے تو اس حکایت (ذیل) کو مثال کے واسطے سن۔ آگے حکایت فرماتے ہیں جس کو بہت سے انتقالات کے بعد پورا فرمایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک ریچھ کو اژدھا کے منہ سے چھڑایا اور اس کو پال لیا اور خدمت یہ سکھلائی کہ سوتے وقت مکھیاں ہٹایا کرے۔ ایک روز ایک مکھی بار بار آکر بیٹھی تو اس نے اس کو اڑایا لیکن وہ پھر بیٹھ جاتی تھی اس ریچھ کو غصہ آگیا آخر کار حیوان تھا ایک پتھر لایا اور جب وہ مکھی پھر آئی تو اس مکھی کے کھینچ کر مارا وہ مکھی تو مری ہو یا نہ مری ہو لیکن وہ آقا صاحب ٹیں ہوگئے تو دیکھو حالانکہ وہ دوستی کرتا تھا اور خدمت کرتا تھا لیکن چونکہ نادان تھا اس لئے انجام کار اس سے مضرت ہوئی۔ اب سمجھو فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اعتماد کردن شخصے بر تملق و وفائے خرس

ایک شخص کا ریچھ کی چاپلوسی اور وفاداری پر بھروسہ کرنا

اژدہائے خرس را درمی کشید	شیر مردے رفت و فریادش رسید
ایک اژدہا ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا	ایک بہادر گیا اور اس کی مدد کی

ایک اژدہا اپنی نظر سے یا اپنی سانس سے ایک ریچھ کو کھینچ رہا تھا۔ یہ حالت دیکھ کر ایک شیر مرد گیا اور اس کی فریاد کو پہنچا۔ یعنی اژدھے سے اس کو چھڑایا۔ اس شعر میں چونکہ ایک شیر مرد کی غمخواری کا ذکر ہے اسی مناسبت سے آگے مولانا اپنے مقصد کی طرف انتقال فرماتے ہیں

شرح شبّیری

اس بیوقوف آدمی کی حکایت کہ ریچھ کی خوشامد میں مغرور ہو رہا تھا

اژدہائے الخ۔ یعنی ایک اژدھا ایک ریچھ کو (سانس وغیرہ کے ذریعہ سے) کھینچ رہا تھا تو ایک شیر مرد گیا اور اس کی فریاد کو پہنچا یعنی اس کو اس اژدہا سے چھڑایا آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

شیر مرداند در عالم مدد	آں زماں کافغان مظلوماں رسد
بہادر لوگ دنیا میں مدد ہیں	اس وقت جبکہ مظلوموں کی فریاد آئے
بانگ مظلوماں زہر جا بشنوند	آں طرف چوں رحمت حق می دوند
مظلوموں کی فریاد جس جگہ سے سنتے ہیں	اس جانب اللہ کی رحمت کی طرح دوڑ جاتے ہیں
آں ستونہائے خللہائے جہاں	آں طبیبان مرضہائے نہاں
وہ دنیا کے شگافوں کے ستون ہیں	وہ پوشیدہ مرضوں کے طبیب ہیں
محض مہر و داروی و رحمت اند	ہمچو حق بے علت و بے رشوت اند
خالص محبت اور انصاف اور رحمت ہیں	اللہ تعالی کی طرح بلا غرض اور بے رشوت ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چہ یاری میکنی یکبار گیش	گوید از بہر غم و بیچارگیش
یہ مدد تو کیوں کرتا ہے؟ فوراً	وہ کہے گا اس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے
مہربانی شد شکار شیر مرد	در جہاں دارو نہ جوید غیر درد
بہادر کا شکار مہربانی ہے	درد کے علاوہ دنیا میں دوا کوئی نہیں تلاش کرتا ہے
ہر کجا دردے دوا آنجا رود	ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے	جہاں افلاس ہوتا ہے سامان وہاں جاتا ہے
ہر کجا پستی ست آب آنجا رود	ہر کجا مشکل جواب آنجا رود
جہاں نشیب ہے پانی وہاں پہنچتا ہے	جہاں کوئی اشکال ہے جواب وہاں جاتا ہے
آب کم جو تشنگی آور بدست	تا بجوشد آبت از بالا و پست
پانی کی تلاش نہ کر، پانی پیدا کر	تاکہ اوپر نیچے سے تیرے لئے پانی جوش میں آئے
تا سقاھم ربھم آید خطاب	تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب
تاکہ ان کے رب نے ان کو سیراب کیا" کا خطاب آئے	پیاسا رہ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
آب رحمت بایدت رو پست شو	وانگہاں خور خمر رحمت مست شو
تجھے رحمت کا پانی چاہئے؟ جا پست بن	پھر رحمت کی شراب پی مست بن
رحمت اندر رحمت آید تا بسر	بر یکے رحمت فرو ما اے پسر
پھر سر تک رحمت ہی رحمت ہو گی	اے صاحبزادے! ایک رحمت پر اکتفا نہ کر
چرخ را در زیر پا آر اے شجاع	بشنو از فوق فلک بانگ سماع
اے بہادر! آسمان کو قدموں کے نیچے لا	آسمان پر سے سماع کی آواز سن لے
پنبۂ وسواس بیروں کن زگوش	تا بگوشت آید از گردوں خروش
کان سے وسوسوں کی روئی نکال	تاکہ آسمان سے شور کی آواز تیرے کان میں آئے
پاک کن دو چشم را از موئے عیب	تا بہ بینی باغ و سروستان غیب
عیب کے بال سے دونوں آنکھوں کو صاف کر لے	تاکہ تو غیب کے سروستان اور باغ دیکھے
دفع کن از مغز و از بینی زکام	تا کہ ریح اللہ آید در مشام
سر اور ناک سے زکام رفع کر	تاکہ ناک میں خدائی خوشبو آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ مگذار از تپ صفرا اثر	تا بیابی از جہاں طعم شکر
صفراوی بخار کا کوئی اثر نہ چھوڑ	تاکہ تو عالم (آخرت) سے شکر کا مزا چکھے
داروئے مردی کن و عنّیں مپو	تا بروں آیند صد گوں خوبرو
مردی کا علاج کر اور عنّین بنا ہوا) نہ بھاگا پھر	تاکہ سو قسم کے خوبصورت (بچے) پیدا ہوں
کندۂ تن راز پائے جاں بکن	تا کند جولاں بگرد آں چمن
جان کے پاؤں میں سے جسم کا کاٹھ نکال دے	تاکہ وہ اس چمن (آخرت) کے گرد دوڑ سکے
غلِ بخل از دست و گردوں دور کن	بخت نو دریاب از چرخ کہن
بخل کا طوق ہاتھ اور گردن سے اتار ڈال	پرانے آسمان سے نیا نصیبہ حاصل کر لے
ورنمی تانی بہ کعبہ لطف پر	عرضہ کن بیچارگی بر چارہ گر
اگر (خود) نہیں کرسکتا ہے مہربانی کے کعبہ کی طرف پرواز کر	بیچارگی کو چارہ گر پر پیش کر دے
زاری و گریہ قوی سرمایہ ایست	رحمت کلی قوی تر دایہ ایست
عاجزی اور رونا بڑا سرمایہ ہے	عام رحمت بہت قوی دایہ ہے
دایۂ و مادر بہانہ جو بود	تاکہ کے آں طفل او گریاں شود
انا اور اماں بہانے ڈھونڈتی ہیں	تاکہ کب اس کا بچہ روئے؟
طفل حاجات شمارا آفرید	تا بنالید و شود شیرش پدید
(اللہ تعالیٰ نے) تمہاری ضرورتوں کا بچہ پیدا کر دیا	تاکہ تم روؤ اور اس کا دودھ پیدا ہو
گفت ادعوا اللہ زبے زاری مباش	تا بجوشد شیرہائے مہرہاش
اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا اللہ کو پکارو (گریہ) زاری کے بغیر نہ رہ	تاکہ اس کی مہربانیوں کے دودھ جوش میں آئیں
ہائے و ہوئے باد شیر افشان ابر	در غم ما اندیک ساعت تو صبر
ابر سے دودھ برسانے والی ہوا کے زنانے	ہماری فکر میں ہیں تھوڑی دیر صبر کر لے
فی السماء رزقکم نشنیدۂ	اندریں پستی چہ بر چسفیدۂ
آسمان میں تمہارا رزق ہے تو نے نہیں سنا؟	پھر اس پستی سے تو کیوں چپٹا ہوا ہے؟
ترس و نومیدیت داں آواز غول	می کشد گوش تو تا قعر سفول
اپنے خوف اور ناامیدی کو چھلاوے کی آواز سمجھ	جو تیرے کان کو گہرائی کی طرف لے جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر ندائے کاں ترا بالا کشد	آں ندائے داں کہ از بالا رسد
جو آواز تجھے (عالم) بالا کی طرف کھینچے	سمجھ لے کہ وہ آواز (عالم) بالا سے آئی ہے
ہر ندائے کاں ترا حرص آورد	بانگ گرگے داں کہ او مردم درد
جو آواز تجھ میں لالچ پیدا کرے	بھیڑیے کی آواز سمجھ جو انسانوں کو پھاڑتا ہے
ایں بلندی نیست از روئے مکاں	ایں بلندیہاست سوئے عقل وجاں
یہ بلندی جگہ کے اعتبار سے نہیں ہے	یہ بلندیاں عقل و جان کی طرف سے ہیں
ہر سبب بالاتر آمد از اثر	سنگ و آہن فائق آمد بر شرر
ہر سببؔ نتیجہ سے بلند ہے	پتھر اور لوہاؔ چنگاری سے بلند ہے
آں فلانے فوق آں سرکش نشست	گرچہ در صورت بہ پہلویش نشست
وہ فلاں اس متکبر سے اونچا بیٹھا ہے	اگرچہ صورتاً برابر میں بیٹھا ہے
فوقی آنجاست از روئے شرف	جائے دور از صدر باشد مستخف
وہاں کی فوقیت بڑائی کے اعتبار سے ہے	صدر سے فاصلہ کی جگہ بے وقعت ہوتی ہے
سنگ و آہن زیں جہت کہ سابق است	در عمل فوقی ایں دو لائق ست
پتھر اور لوہا اس اعتبار سے کہ پہلے ہیں	عمل میں ان دونوں کی فوقیت مناسب ہے
واں شرر از روئے مقصودی خویش	ز آہن و سنگست زیں رو بیش بیش
چنگاریاں اپنے مقصود ہونے کی وجہ سے	اس اعتبار سے لوہے اور پتھر سے بڑھ کر ہیں
سنگ و آہن اول و پایاں شرر	لیک ایں ہر دو تن اند و جاں شرر
پتھر اور لوہا پہلے ہے اور آخر میں چنگاریاں	لیکن یہ دونوں جسم ہیں اور چنگاریاں جان ہیں
کاں شرر گر چہ بزماں واپس ترست	در صفت از سنگ و آہن برترست
وہ چنگاریاں جو زمانہ میں بہت بعد میں ہیں	پتھر اور لوہے سے خوبی میں بڑھی ہوئی ہیں
در زماں شاخ از ثمر سابق ترست	در ہنر از شاخ او فائق ترست
شاخؔ زمانہ میں پھل سے پہلے ہے	خوبی میں وہ شاخ سے بہت برتر ہے
چونکہ مقصود از شجر آمد ثمر	پس ثمر اول بود آخر شجر
چونکہ درخت سے پھل مقصود ہے	اس لئے پھل پہلے درخت پیچھے ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے خرس و اژدہا گردیم باز	زانکہ طولے دارد اضمار و مجاز
ہم پھر ریچھ اور اژدہے کی طرف لوٹتے ہیں	کیونکہ اضمار اور مجاز کی بات طول رکھتی ہے

جس طرح اس بہادر نے ریچھ کی مدد کی تھی یوں ہی ان شیر مردوں (اہل اللہ) کا شیوہ ہے کہ جب ان کو مظلوموں کی نالہ وزاری پر اطلاع ہوتی ہے تو یہ ان کے مدد و معاون بن جاتے ہیں اور جس طرف سے مظلوموں کی چیخ و پکار سنتے ہیں رحمت حق کی طرح بلا توقع نفع اسی طرف مدد کے لئے دوڑتے ہیں ان کی مدد کچھ کسی خاص قسم کے ضرر کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ یہ لوگ مانع ضرر عالم جسمانی بھی ہیں کہ اپنی برکت سے یا اپنی دعا سے یا کسی اور صورت سے عالم یا اجزاء عالم کو حتی الامکان اختلال سے روکتے ہیں۔ چنانچہ ان کی برکت سے بقاء عالم تو احادیث سے ثابت ہے اور اجزاء عالم کی امداد دعا ت اور تدابیر سے مشاہد ہے اور امراض نہانی روحانی کے لئے بھی طبیب ہیں۔ چنانچہ یہ بھی مشاہد ہے یہ لوگ سراپا محبت عدل اور رحمت ہیں۔ حق سبحانہ کی طرح ان کی امداد بھی نفع ذاتی اور رشوت پر مبنی نہیں۔ جب وہ کسی کی اعانت کرتے ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ آپ خواہ مخواہ اس کی مدد کیوں کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ محض اس کی تکلیف اور بیچارگی کے سبب۔ پس ان شیر مردوں کا شکار صرف شفقت ہے یعنی ان کے اندر صفت شفقت ہی ہے نہ کہ غرض۔ اس لئے یہ حضرات مشابہ دوا کے ہیں کہ جس طرح دوا کو نفع رسانی کے لئے صرف درد کی ضرورت ہے اور کوئی ذاتی نفع مقصود نہیں یوں ہی ان حضرات کو صرف ازالہ تکلیف مقصود ہے اور کچھ نہیں پس اگر تم کو ان کی شفقت سے متمتع ہونا ہے تو اپنے اندر درد طلب پیدا کرو۔ یہ حضرات خود بخود متوجہ ہوں گے کیونکہ دوا اسی طرف متوجہ ہوتی ہے جہاں درد ہو اور سامان وہیں آتا ہے جہاں احتیاج ہو اور پانی نشیب ہی کی طرف دوڑتا ہے اور جواب اشکال ہی کے لئے ہوتا ہے۔ غرض ہر شے کی توجہ کا منشا اس کی ضرورت اور قابلیت ہے۔ پس تم کو چاہیے کہ پانی کو کم تلاش کرو۔ یعنی ثمرات محمودہ کو مطمح نظر اور اصل مقصود نہ بناؤ۔ بلکہ اپنے اندر تشنگی اور طلب پیدا کرو جو داعی ہے پانی کا تاکہ تیرے لئے۔ پانی ہر طرف سے جوش مارے اور تو رحمت حق کا مرجع بن کر ان لوگوں میں داخل ہو جائے جن کی نسبت فرمایا گیا ہے۔ سقاہم ربہم شرابا طہورا۔ خلاصہ یہ کہ تشنگی اور طلب حاصل کر اور اگر تجھے آب رحمت حق کی ضرورت ہے تو اپنے اندر وہ صفت پیدا کر جس سے تو اس پانی کی توجہ کا محل بن سکے یعنی پستی اور فروتنی عبودیت۔ رضا و تسلیم اختیار کر اور جب تیرے اندر یہ صفت پیدا ہو جائے تو مزہ سے شراب رحمت پی اور مست ہو یہاں ایک بات اور بھی بتا دینے کے قابل ہے وہ یہ کہ اگر تیری طلب کی پیاس نہ بجھے گی اور پستی میں روز افزوں ترقی ہوتی رہے گی تو بے انتہا رحمتیں تیری طرف متوجہ ہونگی۔ پس تو ایک ہی رحمت پر قانع نہ ہو جانا۔ اور طلب نہ چھوڑ بیٹھنا بلکہ عروج روحانی اس قدر کرنا کہ آسمان بھی تیرے قدموں کے نیچے رہ جائے۔ یعنی فوقیت و علو حسی میں جو مرتبہ آسمان کو حاصل ہے تو تفوق روحانی میں اس پر بھی قناعت نہ کرنا بلکہ اس سے بھی آگے بڑھنا۔ بس یہ بات حاصل کر لے اور آسمان کے اوپر سے آواز سماع سن

www.besturdubooks.wordpress.com

لے یعنی اسرار و معارف الہیہ پر حق سبحانہ کی طرف سے مطلع ہو جا اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ وساوس اختیاریہ کا ڈر اپنے کان سے نکال ڈال کہ تو اس شور کی آواز سن سکے اور اپنی ہر دو چشم سے عیب کا بال نکال ڈال تا کہ تو غیب کا باغ اور سروستان دیکھ سکے اور مغز اور ناک سے زکام کو دفع کرتا کہ حق سبحانہ کی بو تیرے مشام میں آسکے اور تپ صفراوی کا نام ونشان بھی نہ چھوڑ اور اپنی مزاج روحانی میں اعتدال پیدا کرتا کہ اس جہان میں تجھے شکر کا مزہ آئے اور نامردی کا علاج کر کے مرد بن اور نامردی کی حالت میں تگ و دو مت کرتا کہ سینکڑوں طرح کے خوبصورت تیرے لئے اپنے گھروں سے نکل پڑیں اور اپنے جسم کی بیڑی کو اپنی جان کے پاؤں سے علیحدہ کرتا کہ وہ چمنستان غیب میں دوڑ سکے اور بخل کا طوق اپنے ہاتھ اور گردن سے الگ کر غرض کہ یہ سب باتیں کر اور چرخ کہن سے نئی قسمت حاصل کر لے۔ خلاصہ یہ کہ اپنی روح کے نقائص کو دور کر اس کے مزاج کی اصلاح کر۔ اور فیوض ربانیہ کی توجہ کی قابلیت پیدا کر۔ تن پروری کی فکر چھوڑ اور افنائے تن میں جو تجھ کو بخل ہے اس کو ترک کر جب تو یہ سب باتیں کرے گا تو حق سبحانہ کی طرف سے تجھے ایک قسمت حاصل ہوگی جو موجودہ قسمت سے مختلف ہوگی اور تو مختلف قسم کے فیوض ربانیہ کا مرجع بنے گا۔ یہ حکم تو اس وقت ہے جبکہ تو مجاہدات وریاضات پر قادر ہو اور اگر تجھ سے یہ نہیں ہو سکتا تو اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو اور اس چارہ گر حقیقی کے سامنے اپنی بیماری کو پیش کر اور اس کی درگاہ میں خوب تضرع وزاری کے ساتھ التجا کر اور طالب رحمت ہو کیونکہ گریہ وزاری بہت بڑی دولت ہے اور رحمت کلی بہت بڑی دایہ اور مربیہ ہے اور دایہ اور ماں کی عادت یہ ہے کہ وہ بہانہ ڈھونڈتی ہیں اور منتظر رہتی ہیں کہ یہ لڑکا کب روئے کہ ہم اس کو دودھ دیں یوں حق سبحانہ نے بھی تمہاری ضرورتوں کو جو مثل لڑکے کے ہیں پیدا کیا ہے کہ وہ روئیں اور اس کی رحمت کا دودھ جوش مارے چنانچہ خود فرماتے ہیں ادعو ربکم تضرعا وخفیۃ اور ادعونی استجب لکم۔ پس ضرور گریہ وزاری کرتا کہ اس کی عنایات کا دودھ جوش مارے جب تو ایسا کرے گا تو حق سبحانہ ضرور تیری دستگیری فرمائیں گے خواہ یوں کہ ان کو مرتفع کر دیں یا یوں کہ بدوں مجاہدات کے ہی ثمرات عطا فرما دیں۔ چونکہ غالب احوال مجاہدات وریاضات سے مانع طلب معیشت ہوتی ہے اس لئے آگے توکل کی تعلیم فرماتے ہیں کہ (بڑا مانع غالب احوال میں انہماک فی طلب المعیشۃ ہوتا ہے) مگر تم کو کسی قدر تخیل سے بھی کام لینا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ ہوا کے زناٹے اور ابر کی شیر افشانی یہ سب ہمارے ہی معاش کے لئے ہے آخر تو نے فی السماء رزقکم تو سنا ہی ہوگا تو پھر اس پستی زمین سے کیوں لپٹا ہوا ہے اور کیوں سمجھتا ہے کہ ہمارا جوتنا بونا وغیرہ ہی رزق کا مدار ہے۔ اگر ہم خدا کی طرف متوجہ ہو جائیں گے تو یہ کام رہ جائیں گے اور ہم کو روٹی نہ ملے گی۔ پس اس انہماک کو چھوڑ اور خدا پر بھروسہ کر اور دل کو اسی طرف لگا ہاتھ پاؤں سے یہ کام بھی کر اور یہ سمجھ کہ اس میں بھی میں حق سبحانہ ہی کے حکم کا امتثال کر رہا ہوں کہ اس نے اختیار اسباب کا حکم دیا ہے ایسا کرنے سے خود یہ ہی مجاہدہ بن جائے گا۔ خوب یاد رکھ کہ تجھے جو توجہ الی الحق میں بھوکوں مرنے کا اندیشہ ہے اور بصورت عدم انہماک فی طلب

www.besturdubooks.wordpress.com

المعیشۃ کے رزق کے ملنے سے ناامیدی ہے یہ شیطان کی آواز ہے (چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں الشیطان یعدکم الفقر) جو کہ تیرے کان کو پستی کی طرف مائل کرتی ہے اور جو آواز تجھے عالم بالا کی طرف کھینچے اور جو داعیہ تیرے قلب میں توجہ الی الحق کا پیدا ہو اس آواز کو اوپر سے سمجھ اور حق سبحانہ کی طرف سے جان۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ جو آواز تیرے اندر حرص پیدا کرے وہ اس بھیڑیئے یعنی شیطان کی آواز ہے۔ جو آدمیوں کو پھاڑتا ہے پس تجھ کو خوب خبردار رہنا چاہئے۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ وہ اوپر کی آواز ہے۔ اس اوپر سے فوقیت مکانی نہ سمجھنا جو محسوس نجس ظاہر ہوتی ہے بلکہ یہ بلندی عقلی اور معنوی ہے جس کے ادراک کا مرجع عقل و جان ہے اور فوقیت معنویہ و عقلیہ کچھ حق سبحانہ ہی تک محدود نہیں کہ تم کہو کہ فوقیت عقلیہ تو ہمارے سمجھ میں نہیں آتی بلکہ اس قسم کی فوقیت خود اشیائے محسوسہ میں بھی پائی جاتی ہے اور تم کو اس فوقیت کا اعتراف بھی ہے۔ چنانچہ ہر سبب اپنے اثر اور مسبب سے فائق ہوتا ہے اور لوہا اور پتھر شرارہ سے فائق ہیں اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ فلاں شخص جو کہ مسند صدارت پر جلوہ گر ہے اس سرکش سے اوپر بیٹھا ہے اگرچہ صورت اور ظاہر میں اس کے برابر بیٹھا ہوتا ہے یا برابر بھی نہیں ہوتا بلکہ نیچے ہوتا ہے پس یہ فوقیت مکانیہ نہیں ہوتی بلکہ فوقیت شرف ہوتی ہے۔ کیونکہ جائے صدر جائے عالی ہوتی ہے اور جو جگہ صدر سے دور ہو وہ جس قدر دور ہوتی ہے اتنی ہی حقیر اور پست ہوتی ہے اگرچہ دیکھنے میں جائے صدر کے برابر یا اس سے اونچی ہو اور لوہا اور پتھر چونکہ عمل اور تاثیر میں سابق ہیں اس لئے یہ دونوں تفوق کے مستحق ہیں اور اگر دوسری جہت پر نظر کی جائے تو شرر اپنی مقصودیت کے سبب لوہے اور پتھر سے کہیں فائق ہے گو سنگ و آہن مقدم ہیں اور شرر موخر لیکن مقصودیت کے لحاظ سے یہ دونوں بمنزلہ تن کے ہیں اور شرر بمنزلۂ جان کے اور جو تفوق جان کو تن پر ہے وہی شرر کو سنگ و آہن پر کیونکہ شرر جو کہ زمانہ میں موخر ہے وصف مقصودیت میں سنگ و آہن سے بڑھ کر ہے دیکھو بلحاظ زمانہ شاخ ثمر پر مقدم ہے لیکن وصف میں شاخ سے ثمر فائق ہے اور چونکہ شجر سے ثمر ہی مقصود ہوتا ہے اس لئے ثمر اول ہوتا ہے اور شجر آخر۔ خیر اب ہم اژدھے اور ریچھ کے قصہ کی طرف لوٹتے ہیں امر معنوی اور مجاز کی بحث میں کب تک مشغول رہیں اور کب تک فوقیت معنویہ و مجازیہ کی تشریح کرتے رہیں۔ یہ بحث تو بڑی لمبی چوڑی ہے۔ جس قدر بیان کر دیا گیا وہی کافی ہے۔

شرح شبّیری

شیر مردانند الخ۔ یعنی بہت سے شیر مرد عالم میں مددگار اس وقت ہوتے ہیں جبکہ مظلوموں کی فغاں پہنچتی ہے۔

بانگ الخ۔ یعنی جس جگہ سے کہ مظلوموں کی آواز سنتے ہیں تو اس طرف حق تعالیٰ کی رحمت کی طرح دوڑتے ہیں۔ مطلب یہ کہ بہت سے ایسے شیر مردان حق ہوتے ہیں کہ جب وہ مظلوموں کی فریاد سنتے ہیں اور جہاں کہیں سے بھی سن لیں تو اس وقت وہ اس کی مدد کو پہنچتے ہیں لیکن نہ وہ ہر وقت سن سکتے ہیں اور نہ ہر جگہ سے سن

www.besturdubooks.wordpress.com

سکتے ہیں بلکہ جب بھی سن لیں تو وہ مدد کرتے ہیں۔

آن ستونہائے الخ۔ یعنی وہ دنیا کے خللوں کے ستون ہوتے ہیں اور وہ امراض باطنی کے طبیب ہوتے ہیں مطلب ہے کہ وہ امور دنیویہ میں بھی بعض دفعہ مدد کرتے ہیں اور امراض باطنیہ کے طبیب ہونا تو ظاہر ہے۔

محض الخ۔ یعنی یہ حضرات خالص مہربانی اور دوادری اور رحمت ہوتے ہیں اور حق تعالیٰ کی طرح بے غرض اور بے رشوت ہوتے ہیں یعنی ان کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی بلکہ محض نفع رسانی اس مظلوم کی اور فریادرسی ہوتی ہے۔

اینچہ الخ۔ یعنی یہ کیا ایک بار اس کی مدد کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ اس کے غم اور بیچارگی کی وجہ سے مطلب یہ کہ اگر کوئی ان سے سوال کرتا ہے کہ تم کیوں اس کی مدد کرتے ہو اور تمہاری اس میں کیا غرض ہے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم کو محض اس کی غمخواری مقصود ہے اور ہماری کوئی غرض نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

مہربانی الخ۔ یعنی اس شیر مرد کا شکار مہربانی ہی ہے اور دنیا میں سوائے درد کے اور کوئی دوا کو تلاش نہیں کرتا چونکہ شکار مطلوب ہوتا ہے تو مقصود یہ ہے کہ شیر مرد کا مطلوب و مقصود صرف مہربانی خلق اللہ پر ہوتی ہے اور بات بھی یہی ہے کہ جب درد ہوتا ہے جب ہی دوا بھی پہنچتی ہے اگر درد اور سوز ہے تو اس کی دوا اور علاج تو بہم پہنچ سکتا ہے اور اگر درد ہی نہیں ہے تو پھر دوا اور علاج اور تدبیر بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ آگے بھی فرماتے ہیں کہ

ہر کجا دردے الخ۔ یعنی جہاں کہیں درد ہوتا ہے دوا اسی جگہ جاتی ہے اور جہاں کہیں فقر ہوتا ہے عطا اسی جگہ جاتی ہے۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

ہر کجا الخ۔ یعنی جہاں کہیں پستی ہوتی ہے پانی اسی جگہ جاتا ہے اور جہاں کہیں اشکال ہوتا ہے جواب وہیں جاتا ہے اس لئے کہ جب اشکال ہوا ہے تو اس کے حل کی طلب ہوگی اور جب طلب ہوگی تو حق تعالیٰ کی مدد ہوگی اور ثمرات بھی حاصل ہو جائیں گے لہٰذا طلب حاصل کرنا چاہیے اور طلب لگا لینی ضروری ہے پھر ان شاء اللہ تعالیٰ ثمرات خود بخود ہاتھ آ جائیں گے آگے یہی فرماتے ہیں کہ

آب کم جو الخ۔ یعنی پانی کم تلاش کرو اور پیاس لگا لو تا کہ تمہارے اوپر سے اور نیچے سے سب طرف سے پانی ابلنے لگے مطلب یہ کہ طلب نکالو اور کام میں لگے رہو اور ثمرات کے طالب مت ہو تو جب طلب ہوگی پھر یہ ثمرات ان شاء اللہ تعالیٰ خود بخود تم کو حاصل ہو جائیں گے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی نے ایک شخص کو حساب لکھنے پر دس روپیہ ماہوار پر ملازم رکھا تو اس ملازم کے کام پر دس روپیہ ملیں گے اور ان سے اشیاء خانگی آئیں گے تو اصل ثمرات اس ملازمت کے وہ اشیاء خانگی ہوئیں تو اگر یہ شخص کام کرتے وقت اور حساب لکھتے وقت یہی سوچا کرے کہ جب دس روپے ملیں گے تو اتنے کا گھی اور اتنے کی دال وغیرہ وغیرہ لاؤں گا تو سچ بتاؤ کہ اس سے کام ہوگا۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ تعجب نہیں ہے کہ اس حساب میں بھی یہ آٹا اور گھی لکھ جائے اور کاغذ کو خراب کر دے تو پھر اس کو وہ دس روپے بھی نہ ملیں گے جو اس پر ثمرات مرتب ہوں اور اگر یہ کام میں لگا رہا اور اس نے ان باتوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

بالکل کام کے وقت الگ رکھ دیا اور کام اچھی طرح کرلیا تو مہینے پر دس روپے ملیں گے اور وہ ساری اشیاء موجود ہونگی لہٰذا اگر سالک کام کو چھوڑ کر اس میں لگ جائے کہ مزہ کیوں نہیں آیا اور روشنی کیوں نظر نہیں آتی وغیرہ وغیرہ تو بس نتیجہ یہ ہوگا کہ کام خراب ہوگا اور جو ملنے والا تھا وہ سب بند ہو جائے گا خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

تاسقاہم الخ۔ یعنی تا کہ سقاہم ربہم الخ۔ جواب آئے تو پیاسے ہو جاؤ۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ طلب پیدا کرو تا کہ آیت سقاہم ربہم کے مصداق ہو جاؤ اور حق تعالیٰ کی طرف سے تمکو امداد ہو۔

آب رحمت الخ۔ یعنی اگر تجھے رحمت کی ضرورت ہے تو جا اور عاجزی اختیار کر اور اس وقت شراب رحمت پی اور مست ہو تو معلوم ہوا کہ عاجزی اور تضرع سے رحمت حق نازل ہوتی ہے۔

رحمت اندر۔ یعنی اے صاحبزادے از سرتا پا رحمت پر رحمت نازل ہوگی تو ایک ہی رحمت پر رحمت ٹھہر مطلب یہ ہے کہ اگر تو پستی اور تواضع اختیار کرے گا تو یاد رکھ کہ چاروں طرف سے نزول رحمت حق ہوگا اور بے نہایت نعمتیں حاصل ہونگی لیکن تجھ کو لازم ہے کہ ہر وقت اور ہر گھڑی طلب مزید میں رہے اور کسی حد پر پہنچ کر طلب کو ترک نہ کرے اس لئے کہ

اے برادر بے نہایت درگہیست + ہرچہ بروے میرسی بروے مایست + لہٰذا جو درجہ قرب حق کا حاصل ہو اس سے زیادہ کے طالب بنو اور جس قدر اعمال اس کی تکمیل کے لئے تم سے ہوسکیں ان کو کرو۔ پھر دیکھو کہ کیا کیا نعمتیں اور رحمتیں بے مانگے نازل ہوتی ہیں اس لئے کہ رحمت حق بہانہ میجوید + آگے بھی یہی مضمون فرماتے ہیں کہ

چرخ را الخ۔ یعنی اے بہادر آسمان کو بھی پاؤں کے نیچے لا اور (پھر) آسمان کے اوپر آواز سماع سن۔ مطلب یہ کہ تم کو لازم ہے کہ مجاہدات و ریاضات سے اس قدر عروج روحانی کرو کہ اس آسمان ظاہری سے بھی بلند مرتبہ ہو جاؤ۔ اس لئے کہ روح تو مجردات سے ہے اور یہ چرخ اجسام سے تو جب عروج کر کے مجردات تک پہنچو گے تو پھر یقیناً مادیات اور اجسام سب نیچے اور اسفل ہو جائیں گے اس کے بعد جب اس قدر بلند مرتبہ ہو جائے تب پھر اسرار حق دیکھو اور اس وقت حقائق کا مشاہدہ کرو کہ کالشمس فی رابعۃ النہار تمہارے سامنے ہونگے اور فرماتے ہیں کہ

پنبۂ وسواس الخ۔ یعنی وسواس (شیطانی) گوش (دل) سے نکال ڈالو تا کہ تمہارے کان میں آسمان سے خروش آئے۔ مطلب یہ کہ شیطانی خطرات کو اور اس کے مقتضیات کو دل میں سے نکال ڈالو اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے تم پر رحمت ہوگی اور اسرار اور حقائق منکشف ہو جائیں گے اور فرماتے ہیں کہ

پاک کن الخ۔ یعنی دونوں آنکھوں کو عیوب کے بالوں سے صاف کرو تا کہ غیب کے باغ اور سروستان کا مشاہدہ کرسکو۔ مطلب یہ کہ چشم قلب کو شہوات نفسانیہ سے پاک صاف کرو تا کہ تم کو مشاہدہ انوار و تجلیات حق کا ہو۔ لیکن یہ یاد رکھنا کہ اگر اس قصد سے کرو گے کہ ہم کو انوار و تجلیات حاصل ہوں تو خاک بھی حاصل نہ ہوگا اور ہمیشہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کورے ہی رہو گے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

دفع کن الخ۔ یعنی مغز سے اور ناک سے زکام کو دور کرو تا کہ حق تعالیٰ کی بو تمہارے مشام میں آئے۔ مطلب یہ کہ اپنے حواس باطنیہ کو پاک صاف کرو تا کہ حق تعالیٰ کے اسرار وحقائق کا مشاہدہ کرسکو۔

ہیچ مگذار الخ۔ یعنی صفراوی بخار میں سے کوئی شے بھی مت چھوڑو تا کہ جہاں غیب سے شکر کا مزہ تم کو حاصل ہو۔ مطلب وہی کہ امراض باطنیہ کو دور کرو تا کہ تم کو عبادات اور ذکر حق میں لطف وذوق حاصل ہوسکیں یہ یاد رہے کہ اگر اس ذوق ولطف کے لیے کام کیا جائے گا تو یہ بھی حاصل نہ ہونگے اور کچھ بھی حاصل نہ ہوگا خوب یاد رکھو۔

داروے الخ۔ یعنی مردانگی کی دوا کر اور نامرد ہو کر مت دوڑ تا کہ سینکڑوں طرح کے خوبرو تیرے سامنے ظاہر ہوں۔ مطلب یہ کہ تحقیق اور کمال حاصل کرو اس طرح غیر محققانہ تگ ودو مت کرو۔ اس لئے کہ فضول ہے اور جب محقق ہو گے تو پھر تو اسرار الٰہیہ خود بخود تم کو حاصل ہوں گے لہٰذا معلوم ہوا کہ اصل میں تحقیق اور معرفت اور محبت وغیرہ جو مشابہ مردانگی کے ہیں حاصل کرو اس کے بعد اسرار حق جو خوبرووں کی مثل ہیں خود بخود منکشف ہوں گے۔

کندۂ تن الخ۔ یعنی قید تن کو جان کے پاؤں میں سے نکال ڈال تا کہ وہ اس چمن کے گرد جولانی کرے۔ مطلب یہ کہ روح کو ان قیود وشہوات ولذات سے نکال ڈالو اور ان کے مقتضیات پر عمل مت کرو تا کہ روح کو قرب حاصل ہو اور وہ اسرار الٰہیہ اور حقائق حق سے آگاہ ہو۔

غل بخل الخ۔ یعنی بخل کے طوق کو گردن اور ہاتھ سے علیحدہ کر دے اور آسمان کہن سے بخت نو حاصل کر۔ مطلب یہ کہ اخلاق رذیلہ کو مجاہدات وریاضات کر کے دور کر دے اور اس کے بعد عالم غیب سے علوم ومعارف جدیدہ حاصل کر یہاں تک ان لوگوں کو خطاب تھا جن کو کہ فرصت ہے اور وہ ریاضات ومجاہدات پر قادر ہیں اور ان کو اس کی فرصت بھی ہے آگے ان لوگوں کا ذکر ہے کہ جو مجاہدات وریاضات کے لئے خالی نہیں ہیں اور ان کو حقوق شرعیہ کے ادائگی سے یا کسی اور مباح کام میں مشغولی سے فرصت ہی نہیں ہوتی ان کو تدبیر وصول اور قرب بتاتے ہیں کہ

ورنمی تانی الخ۔ یعنی اور اگر تو نہ کر سکے تو کعبۂ لطف کے پاس اڑ اور اپنی عاجزی کو چارہ گر کے سامنے پیش کر دے۔ مطلب یہ کہ اگر تو ریاضت ومجاہدہ کے لئے خالی نہیں ہے اور تجھ کو اور امور سے فرصت نہیں ملتی تو خیر تو اسی قدر کر کہ حق تعالیٰ سے دعا کر اور اپنے اس عجز سے ان کے سامنے پیش کر دے اور ہر وقت معافی مانگ اور اعمال ضروریہ میں لگا رہ اور معاصی سے اجتناب کر اور اکثر گریہ وزاری کر تو ان شاء اللہ رحمت حق متوجہ ہوگی اور وہ تیری چارہ گری کرے گی اور تو بھی محروم نہ رہے گا بلکہ اگر نیت خالص ہے تو کیا عجب ہے کہ ان پہلوں سے بڑھ جائے آگے فرماتے ہیں کہ

زاری وگریہ الخ۔ یعنی زاری اور گریہ یہ ایک بہت بڑا سرمایہ ہے اور رحمت کلی بہت قوی دایہ ہے لہٰذا اگر اس سرمایہ سے کام لیا جائے تو وہ دایہ ضرور مہربان ہوگی اور تمہاری تربیت کرے گی کہ جس سے تم کو قرب حق حاصل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گا حتیٰ کہ بعض بزرگوں نے ایسے لوگوں کو جو کم فرصت ہیں صرف یہ بتایا ہے کہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا کریں اور سچ یہ ہے کہ اگر دوام ہو تو کیا یہ کم ہے۔ یہ وہ چیز ہے کہ جس سے کافر صد سالہ ایک پل میں پاک صاف اور معصوم نوزائیدہ بچے کی طرح ہو جاتا ہے یہ وہ باجبروت کلمہ ہے کہ جس میں نام حق ہے اور اس کی وحدانیت کا اقرار ہے پھر کیا اس کا دوام کچھ کم ہے۔ بہت بڑی برکت کی شے ہے لیکن دوام ضروری ہے لہٰذا اگر انسان کو فرصت ہو تب تو وہ درجہ کمال مجاہدات و ریاضات سے حاصل کرے کہ اس سے بڑھ کر اور کونسی شے ہوگی اور اگر تم کو فرصت ہے تو بس کسی محقق سے اپنی حالت بیان کر کے کچھ مختصر پوچھ لے اور اس پر دوام کرے حق تعالیٰ برکت فرمائیں گے آگے فرماتے ہیں کہ

دایہ الخ۔ یعنی دایہ اور ماں بہانہ ڈھونڈتی ہے کہ اس کا لڑکا کب روتا ہے (پس وہ ذرا رویا اور اس نے دودھ پلایا) اسی طرح رحمت حق بہانہ میجوید۔ جہاں ذرا عاجزی اور تضرع وزاری دیکھی پس اسی طرف توجہ اور مبذول ہو جاتی ہے لہٰذا اگر اور بھی کچھ نہ ہو سکے تو عجز و نیاز اور تضرع وزاری تو کرتا رہے کہ اسی سے امید رحمت ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ

طفل حاجات الخ۔ یعنی تمہاری حاجات کے طفل کو پیدا کیا تاکہ وہ روے اور اس کا دودھ ظاہر ہو مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے تمہارے ساتھ تمہاری حاجات لگا دیں تاکہ جب وہ پیش آئیں گی تو اس وقت تم کو حق تعالیٰ یاد آئے گا اور جہاں وہ یاد آیا اور اس کے سامنے ذرا بھی تواضع ہوئی کہ فوراً رحمت حق جوش کرتی ہے اور ظاہر ہوتی ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ کو پکارو اور بے زاری کے مت رہو تاکہ اس کی مہربانیوں کا دودھ جوش کرے۔ مطلب یہ کہ دیکھو حق تعالیٰ قرآن شریف میں خود فرماتے ہیں کہ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ تو معلوم ہوا کہ تضرع اور دعا حق تعالیٰ کو بھی محبوب ہے اور اسی سے دریائے رحمت جوش میں آتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے

ہائے ہوئے الخ۔ یعنی ہوا کی ہائے اور ہوئے اور بادل کا برسنا یہ سب ہمارے ہی غم میں ہے اور ایک ساعت تجھ کو صبر ہے۔ مطلب یہ کہ کل کائنات و موجودات حق تعالیٰ ہی کی یاد میں لگے ہوئے ہیں لیکن انسان غافل بیٹھا ہے تو کیسے تعجب اور حیرت کی بات ہے آگے فرماتے ہیں کہ

فی السماء الخ۔ یعنی کیا آیت وفی السماء رزقکم کو تو نے نہیں سنا ہے تو اس پستی میں کس لئے چپک رہا ہے مطلب یہ کہ جب رزق ظاہری آسمان اور عالم غیب ہی میں ہے تو رزق باطنی اور حقیقی تو لامحالہ عالم غیب ہی میں ہوگا تو پھر اس پست دنیا میں لگے رہنے سے کیا فائدہ ہے بلکہ عالم غیب اور عالم بالا کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

ترس الخ۔ یعنی خوف اور تیری ناامیدی اور وہ آواز شیطانی تیرے کان کو قعر اسفل کی طرف لے جاتا ہے مطلب یہ کہ تم کو جو احکام کی بجا آوری سے ان کی سختی کا خوف اور ان کے پورا نہ ہو سکنے کی ناامیدی ان سے باز رکھتی ہے تو یہ ساری باتیں تم کو اسفل کی طرف لے جاتی ہیں اور عالم بالا سے دور کرتی ہیں آگے صاف فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر ندائے الخ۔ یعنی جو ندا کہ تجھے اوپر کی طرف کھینچے تو اس کو جان لو کہ وہ اوپر ہی سے آ رہی ہے اس لئے کہ مشاہدہ ہے کہ انسان کو جس طرف سے آواز آتی ہے اسی طرف کو وہ جاتا ہے تو جب میلان اوپر کی طرف کو ہے تو معلوم ہوا کہ وہ آواز بھی اوپر ہی سے آ رہی ہے تو مطلب یہ ہے کہ جو وسوسہ نیک آئے اس کو عالم غیب سے جانو اور سمجھ لو کہ یہ وسوسہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

ہر ندائے الخ۔ یعنی جو آواز کہ وہ تیرے اندر حرص کو پیدا کرے تو جان لو کہ یہ ایک بھیڑیے کی آواز ہے کہ جو آدمی کو پھاڑنے والا ہے مطلب یہ کہ جس وسوسہ کا مقتضا شہوت وغضب وحرص وغیرہ ہو اس کو سمجھ لو کہ یہ وسوسہ شیطانی ہے لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے آگے فرماتے ہیں کہ

این بلندی الخ۔ یعنی یہ بلندی مکان کی رو سے نہیں ہے بلکہ یہ بلندی عقل و جان کی طرف سے ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ وہ آواز اوپر سے آتی ہے تو اس اوپر اور بلندی سے مراد یہ بلندی اور فوقیت ظاہری اور مکانی نہیں ہے بلکہ اس سے بلندی اور فوقیت عقلی مراد ہے کہ جو محسوس اور مدرک حواس ظاہری سے نہیں ہے۔ آگے مثال ہے فرماتے ہیں کہ

ہر سبب الخ۔ یعنی ہر سبب اثر سے اوپر ہوتا ہے دیکھو آگ سے فائق لوہا اور پتھر ہے مطلب یہ کہ ہر سبب مرتبہ میں پہلے ہوتا ہے اور اس کا اثر بعد کو مرتب ہوتا ہے لیکن ظاہر میں سبب کو اثر پر کچھ بھی فوقیت نہیں ہوتی بلکہ وہ اثر ہی غالب ہو جاتا ہے جیسا کہ لوہے اور پتھر کے ملانے سے آگ پیدا ہوتی ہے تو آگ کے پیدا ہونے کا سبب ان دونوں کا ملنا ہے تو وہ اس سے پہلے اور اس پر فوق ہے لیکن ظاہر میں خود آگ ہی اس سے بلند ہو جاتی ہے اسی طرح ایسی ہی بلندی وہاں بھی مراد ہے اور مثال فرماتے ہیں کہ

آن فلانے الخ۔ یعنی فلاں شخص اس سرکش پر بیٹھ گیا۔ اگرچہ ظاہر میں اس کے پاس بھی نہ بیٹھا ہو۔ مطلب یہ کہ دیکھو بولتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں پر چڑھ گیا۔ یعنی غالب ہو گیا حالانکہ ظاہر میں تو وہ اس کے پاس بھی نہیں پہنچا مگر اس کو اس کے اوپر بولتے ہیں۔

فوقے الخ۔ یعنی اس جگہ کو فوقیت شرف کی وجہ سے ہے اور دور جگہ صدر کم درجہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس جگہ فوقیت سے مراد یہ ہے کہ وہ شے اس پر شرف رکھتی ہے جیسا کہ صدر نشیں دور والی جگہ سے شرف اور مرتبہ میں بلند ہوتی ہے اگرچہ ظاہر میں بلند نہ ہو۔

سنگ و آہن الخ۔ یعنی لوہا اور پتھر اس سبب سے کہ یہ سابق ہیں تو عمل میں ان دونوں کی فوقیت لائق ہے (اور ان کو فوق کہنا درست اور بجا ہے)

وان شرر الخ۔ یعنی اور وہ شرر اپنی مقصودیت کی حیثیت سے آہن و سنگ سے اس جہت سے کہیں زیادہ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ آہن و سنگ سبب ہیں ظہور شرر کے تب تو وہ اول اور فوق

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور اگر اس حیثیت سے دیکھا جائے کہ اصل مقصود تو شرر ہے اور وہ دونوں اس کے لئے آلہ ہیں تو اس وقت شرر اول اور سابق اور فوق ہوگا۔

سنگ وآہن الخ۔ یعنی لوہا اور پتھر اول ہیں اور آخر میں شرر ہے لیکن یہ دونوں تن ہیں اور جان شرر ہی ہے مطلب یہ کہ اگر چہ بحیثیت سبب ہونے کے تو سنگ وآہن ہی مقدم اور فوق ہیں لیکن چونکہ مقصود اور مطلوب شرر ہے اس لئے اس کو فوق اور سابق کہا جائے گا۔

کان شرر الخ۔ یعنی کہ وہ شرر زمانہ میں تو بہت بعد میں ہے لیکن وصف میں سنگ وآہن سے بہت برتر ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ فوقیت صرف مکانی ہی نہیں ہوتی بلکہ فوقیت عقلیہ بھی ہوا کرتی ہے تو اس آواز کا بلندی سے آنے میں بھی فوقیت مکانی نہیں ہے بلکہ فوقیت عقلیہ ہی ہے۔ آگے ایک اور مثال ہے۔

در زمان الخ۔ یعنی زمانہ میں تو شاخ پھل سے بہت پہلے ہے اور ہنر میں وہ پھل شاخ سے بہت فائق ہے تو ایک حیثیت سے ایک شے فوق ہے اور دوسری حیثیت سے دوسری شے۔

چونکہ الخ۔ یعنی چونکہ درخت سے مقصود پھل ہی ہوتا ہے لہٰذا پھل اول ہوا اور آخر میں درخت ہوا حالانکہ ظاہر میں برعکس ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

سوے خرس الخ۔ یعنی ہم پھر ریچھ اور اژدھا (کے قصہ) کی طرف واپس ہوتے ہیں (اور اس کو بیان کرتے ہیں) اس لئے کہ یہ اضمار اور مجاز تو بہت طول رکھتا ہے اگر لاکھوں دفتر لکھے جائیں تب بھی کم ہے لوکان البحر مدداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی اور چونکہ حقائق و معارف بھی کلمات میں داخل ہیں اس لئے اس حکم میں بھی لامحالہ داخل ہونگے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

خرس چوں فریاد کرد از اژدہا	شیر مردے کرد از چنگش رہا
ریچھ نے جب اژدھے کی وجہ سے واویلا کی	بہادر مرد نے اس کو اس کے پنجے سے چھڑا دیا
حیلت و مردی بہم دادند پشت	اژدہا را او بدیں حیلہ بکشت
تدبیر اور بہادری نے ایک دوسرے کی مدد کی	اس تدبیر سے اس نے اژدھے کو مار ڈالا
اژدہا را او بدیں حیلہ بہ بست	تا کہ آں خرس از ہلاک تن برست
اژدھے کو اس نے اس تدبیر سے باندھ دیا	یہاں تک کہ ریچھ جسمانی ہلاکت سے بچ گیا

ریچھ نے جب اژدھے کے ستم سے فریاد کی تو ایک شیر مرد نے اس کو اس کے پنجہ سے چھڑا لیا۔ اس طرح کہ تدبیر اور شجاعت نے ایک دوسرے کی مدد کی اور اس مجموعہ سے جو اس کو ایک قوت حاصل ہوئی اس قوت سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس نے اژدھے کا کام تمام کردیا اور تدبیر کے جال میں اس نے اژدھے کو پھانس کر ہلاک کرڈالا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریچھ ہلاکت جسمانیہ سے بچ گیا۔

شرح شبّیری

خرس چون الخ۔ یعنی جب ریچھ نے اس اژدھا سے فریاد کی تو ایک شیر مرد نے اس کو اس کے چنگل سے چھڑایا۔

حیلت و مردی الخ۔ یعنی حیلہ اور مردانگی نے مل کر مدد کی تو اس نے اس قوت سے اس اژدھا کو مار ڈالا مطلب یہ کہ اس شخص نے تدبیر اور قوت دونوں سے کام لیا اور اس کے بعد اس اژدھا کو مار کر اس کے منہ سے اس ریچھ کو چھڑایا۔ اس لئے کہ نہ تو صرف تدبیر بغیر مردانگی کے کارآمد ہے اور نہ مردانگی بغیر تدبیر کے کارآمد ہے۔ غرضیکہ اس نے دونوں سے کام لے کر مار ڈالا۔

اژدھا را الخ۔ یعنی اس نے اژدھا کو اس حیلہ سے باندھ لیا یہاں تک کہ وہ ریچھ تن کے ہلاک ہونے سے بچ گیا یعنی وہ بیچارا چھوٹ گیا ورنہ ہلاک ہو جاتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اژدہا را ہست قوت حیلہ نیست	لیک فوق حیلۂ تو حیلہ ایست
اژدھے میں طاقت ہے تدبیر نہیں ہے	لیکن تیری تدبیر سے بڑھ کر ایک اور تدبیر ہے
ماکراں بسیار لیکن در کمیں	ماکر او داں وھو خیر الماکریں
تدبیر کرنے والے بہت ہیں لیکن گھات میں	اس تدبیر کرنے والے کو سمجھ جو تدبیر کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے
حیلۂ خود را چودیدی باز رو	کز کجا آمد سوئے آغاز رو
جب تو اپنی تدبیر کو دیکھے واپس لوٹ	کہ کہاں سے آئی ہے؟ شروع کی طرف پلٹ
ہر چہ در پستی ست آمد از علا	چشم را سوئے بلندی نہ ہلا
جو کچھ بھی (عالم) پستی میں آیا ہے (عالم) بالا سے (آیا ہے)	خبردار! نگاہ اوپر کی جانب رکھ
روشنی بخشد نظر اندر علا	گرچہ اول خیرگی آرد بلا
(عالم) بالا پر نظر رکھنا روشنی عطا کرتا ہے	اگرچہ آزمائش ابتداءً تاریکی پیدا کر دیتی ہے
چشم را در روشنائی خوئ کن	گر نہ خفاشی نظر آں سوئے کن
آنکھ کو روشنی میں رکھنے کی عادت ڈال	اگرچہ تو چمگادڑ نہیں ہے اس طرف دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقبت بینی نشان نور تست	شہوت حالی حجاب سور تست
انجام کو دیکھنا تیرے نور کی نشانی ہے	موجود شہوت تیری خوشی کا حجاب ہے
عاقبت بینے کہ صد بازی بدید	مثل آں نبود کہ یک بازی شنید
انجام پر نظر رکھنے والا جس نے سو کھیل دیکھے ہیں	اس جیسا نہ ہوگا جس نے ایک کھیل سنا ہے
زاں یکے بازی چناں مغرور شد	کز تکبر ز اوستاداں دور شد
ایک کھیل کیوجہ سے وہ ایسا مغرور ہوا	کہ تکبر کی وجہ سے استادوں سے دور ہو گیا
سامری وار آں ہنر در خود چو دید	اوز موسیٰ از تکبر سر کشید
سامری کی طرح جب اس نے اپنے اندر وہ ہنر دیکھا	اس نے موسیٰ سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی
اوز موسیٰ آں ہنر آموختہ	وز معلم چشم را بر دوختہ
اس نے وہ ہنر موسیٰ سے سیکھا ہے	اور استاد سے آنکھ بند کر لی
لاجرم موسیٰ دگر بازی نمود	تا کہ آں بازی او جانش ربود
لامحالہ موسیٰ نے دوسرا کھیل دکھایا	یہاں تک کہ وہ کھیل اس کی جان لے گیا
اے بسا دانش کہ اندر سر دود	تا شود سرور بداں خود سر رود
بہت سی عقلیں جو دماغ میں آتی ہیں	تاکہ ان کی وجہ سے سردار بنے (لیکن) سر ہی چلا جاتا ہے
سر نخواہی کہ رود تو پائے باش	در پناہ قطب صاحب رائے باش
(اگر) تو نہیں چاہتا ہے کہ سر جائے تو (سر تن) پاؤں بن جا	(اور) تدبیر والے قطب کی پناہ میں آ جا
گرچہ شاہی خویش فوق او مبیں	گرچہ شہدی جز نبات او مچیں
اگرچہ تو شاہ ہو اپنے آپ کو اس سے بالا نہ سمجھ	اگرچہ تو شہد ہو اس کی شکر کے علاوہ نہ چن
فکر تو نقش ست و فکر اوست جاں	نقد تو قلب ست نقد او ستکاں
تیرا فکر تصویر ہے اور اس کا فکر جان ہے	تیرا نقد کھوٹا ہے (اور) اس کا نقد کان ہے
او توئی خود را بجو در اوئے او	کو و کو گو فاختہ شو سوئے او
وہ تو ہی ہے اپنے آپ کو اس کی ہستی میں تلاش کر	اس کے لئے فاختہ بن اور کو کو کہتا رہ
ور نخواہی خدمت ابنائے جنس	در دہان اژدہائی ہمچو خرس
اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہیں کرنا چاہتا ہے	تو تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ور ترش می آیدت قند رضا	ہمچو خرسی در دہان اژدہا
اگر خوشنودی کی شکر تجھے کڑوی لگتی ہے	تو تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے
بو کہ استادے رہاند مر ترا	وز خطر بیروں کشاند مر ترا
شاید کوئی پیر تجھے رہائی دلا دے	اور خطرے سے تجھے نکال لے
زاری میکن چو زورت نیست ہیں	چونکہ کوری سرمکش از راہ بیں
خبردار! اگر تجھ میں طاقت نہیں ہے تو عاجزی کر	تو چونکہ اندھا ہے راستہ دیکھنے والے سے سرکشی نہ کر
تو کم از خرسی نمی نالی زدرد	خرس رست از درد چوں فریاد کرد
تو ریچھ سے بھی گیا گزرا ہے درد کی وجہ سے نالہ نہیں کرتا ہے	ریچھ نے درد سے نجات پا لی جب فریاد کی
اے خدا ایں سنگدل را موم کن	نالۂ او را خوش و مرحوم کن
اے خدا! اس سنگدل کو موم کر دے	اس کے رونے کو مبارک اور باعث رحمت بنا دے

اس شخص کے اژدھے سے ریچھ کو چھڑا لینے اور اژدھے کو مار ڈالنے کی وجہ یہ تھی کہ اس میں دو قوتیں جمع تھیں اول قوت شجاعت دوسری قوت تدبیر اور اژدھے کے اندر قوت تو ہے مگر تدبیر نہیں۔ اس لئے وہ اس پر غالب نہ آ سکا لیکن آدمی کو اپنی تدبیر پر نازاں نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اس کی تدبیر سے بڑھ کر بھی تدبیر ہے اور گو مدبرین علی تفاوت مراتب تدبیر ہم بہت ہیں لیکن قرآن میں دیکھ لے ارشاد ہے کہ واللہ خیر الماکرین کہ حق سبحانہ جملہ مدبرین سے بہتر مدبر ہیں پس جب اپنی تدبیر پر تیری نظر پڑے تو اس سے تجھے اس کے مبدأ کی طرف انتقال کرنا چاہیے اور سوچنا چاہیے کہ یہ وصف ہم میں کہاں سے آیا کچھ ایک تدبیر ہی پر منحصر نہیں بلکہ جو کچھ پستی اور عالم امکان میں ہے وہ سب اوپر سے یعنی واجب الوجود ہی کی طرف سے آیا ہے اور حقیقی مبدأ فیاض وہی ہے پس دیکھ تو واجب الوجود ہی کو ہر بات میں مطمح نظر بنانا۔ حق سبحانہ کو مطمح نظر بنانے میں بالآخر نور معرفت پیدا ہوتا ہے اگرچہ مصیبت کا واقع ہونا اولاً نظر کو خیرہ کرتا ہے کیونکہ ابتداءً نظر سبب ظاہری ہی پر پڑتی ہے اور اول وہلہ میں وہ اسی کو اس کا منشا اور مبدأ سمجھتا ہے تو اپنی آنکھ کو روشنی کا عادی بنا اور حق سبحانہ ہی کی طرف نظر کر کہ تو خفاش نہیں کہ روشنی سے گریزاں اور متوحش ہو۔ یہ تو مبدأ پر نظر کرنے کی ہدایت تھی۔ آگے مآل پر نظر کرنے کی ہدایت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح مبدأ پر نظر کرنا ضروری ہے یوں ہی مآل کو دیکھنا بھی ضروری ہے۔ کیونکہ مآل پر نظر کرنا تیری نور بصیرت کی علامت ہے اور موجودہ خواہشات نفسانی میں گرفتار ہونا فی الحقیقت تیری نابینائی ہے۔ پس تجھے عاقبت بیں ہونا چاہیے نہ کہ شہوت پرست۔ عاقبت بینی بڑی چیز ہے چنانچہ وہ عاقبت بین اور عارف محقق جس نے حق سبحانہ کے سینکڑوں تصرفات دیکھے ہوں یا خود سینکڑوں پختہ تدابیر رکھتا ہو ہرگز اس ناتجربہ کار اور نادان کے برابر

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہوسکتا جس نے صرف ایک بازی سنی ہو۔ یعنی احیاناً اس سے کوئی تدبیر صادر ہوگئی ہو اور اس ایک بازی پر وہ اتنا مغرور ہوگیا ہو کہ تکبر سے اپنے کو اپنے ماہر استادوں سے مستغنی سمجھ کر دور ہوگیا ہے۔ اور جب سامری کی طرح اس نے اپنے اندر ایک ہنر دیکھا ہو تو وہ موسیٰ کی طرح پختہ اور محقق کامل استاد سے اپنے کو بڑا سمجھ کر کھینچ گیا ہو۔ سامری نے یہی کیا تھا کہ اس ہنر کو موسیٰ ہی سے سیکھا تھا اور خاک سم اسپ جبریل کی خاصیت اس کو انہیں سے معلوم ہوئی تھی اور باوجود اس کے اس نے اپنے معلم سے آنکھ بند کر لی تھی اور ان سے اپنے کو مستغنی اور ان سے فائق سمجھ بیٹھا تھا مگر اس کا انجام کیا ہوا یہی کہ موسیٰ علیہ السلام نے دوسری تدبیر کی کہ اس تدبیر نے اس کا خاتمہ کر دیا۔ پس اگر تو ایسا کرے گا تو تیرا بھی وہی حشر ہوگا جو سامری کا ہوا تھا۔ ارے بہت سی حکمتیں دماغ میں اس غرض سے چکر کھاتی ہیں کہ ان سے آدمی سردار بن جائے مگر ان سے بجائے اس کے کہ سرداری حاصل ہو خودسر بن جاتا ہے اور اتنا بھی نہیں رہتا جتنا تھا پس اگر تو چاہتا ہے کہ سر نہ جائے تو پاؤں بن اور عاجزی و فروتنی اختیار کر اور کسی قطب صاحب رائے کی پناہ میں رہ۔ اس کو متبوع بنا اس کی رائے کا اتباع کر تو کتنا ہی بڑا ہو اور دانش کا بادشاہ ہو مگر اپنے کو اس سے بڑھ کر نہ سمجھ۔ اور اگر تو شہد بھی ہو تو بھی اس کی مصری سے منتفع ہو۔ اپنی شیرینی پر نازاں ہو کر مستغنی مت ہو یاد رکھ کہ تیری اور اس کی فکر میں وہی نسبت ہے جو جسم و جان میں ہے کہ تیرا فکر ارذل واخس ہے اور اس کا فکر اشرف واعلیٰ اور تیرے نقد اور اس کے نقد میں وہی نسبت ہے جو کھوٹے سونے اور کان زر میں ہے کہ تیرا نقد کھوٹا ہے اور اس کا کان زر۔ اور سمجھ کہ تو وہی ہے یعنی اس میں مندمج اور مندرج اور سمندر کا قطرہ ہے پس تو اپنے کو اس میں ڈھونڈھ اور اسی کا متبع بن اور فاختہ کی طرح کوکو کرتا ہوا اسی کی طرف جا اور اسی کا طالب اور مشتاق بن اور اگر تو اس کو بھی اپنا ہی سا سمجھتا ہے اور اس بنا پر تو اپنے ابنائے جنس کی خدمت سے احتراز کرتا ہے تو سمجھ لے کہ تو ریچھ کی طرح شیطان کے قبضہ میں ہے جو اژدھے کے مانند تیرے ہلاک کے درپے ہے اور بدوں اس شیر مرد کی مدد اور اعانت کے تو ہرگز اس ظالم کے پھندے سے نہیں نکل سکتا اور ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر قدر رضا و تسلیم و اطاعت و انقیاد تجھے ترش معلوم ہوتا ہے تو سمجھ لے کہ تو ریچھ کی طرح اژدھے کے منہ میں ہے اور عنقریب موت کے منہ میں جانے والا ہے پس جبکہ تو خود نہیں چھوٹ سکتا اور تجھ میں اتنی قوت نہیں تو گریہ وزاری کر اور استعانت و استمداد سے ہرگز استنکاف مت کر ممکن ہے کہ رحم کھا کر کوئی استاد کامل اور عارف محقق تجھے چھڑا لے اور اس خطرہ سے نکال لے اور جبکہ تو خود اندھا ہے تو واقف راہ سے سرتابی مت کر۔ تیری رہائی کی صرف یہی صورت ہے ارے تو تو ریچھ سے بھی کم ہے کہ تو اپنی مصیبت کے رونا بھی نہیں کہ کسی کو رحم آئے اور تیری اعانت کرے۔ دیکھ تو سہی ریچھ اپنی فریاد کی بدولت چھوٹ گیا تجھے اس سے بھی عبرت نہیں ہوتی (ف) بوکہ الخ اور شعر آئندہ میں ترغیب ہے۔ اتباع مرشد کامل کی اور تدبیر بتاتے ہیں شیطان کے پھندے سے نجات پانے کی اور تحذیر کرتے ہیں استبداد خودرائی سے جو اشعار بالا میں مذکور ہے چونکہ اتباع وانقیاد کامل دل پر نہایت شاق ہے اس لئے مولانا

www.besturdubooks.wordpress.com

مناجات فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے خدا اس پتھر کی طرح سخت دل کو موم کردے اور اسکے نالہ کو خوش آئند اور قابل رحم کردے کہ وہ اس مصیبت سے نجات پائے۔

شرح شبیری

اژدھار االخ۔ یعنی اژدھا کو قوت تو تھی حیلہ نہ تھا لیکن تیرے حیلہ کے اوپر ایک اور حیلہ ہے مطلب یہ کہ اس شیر مرد نے قوت و تدبیر دونوں سے کام لیا اور اژدھا میں صرف قوت تھی مگر تدبیر کچھ نہ جانتی تھی اس لئے ایک سے کام نہ چلا اور گرفتار ہوگئی اگلے مصرع میں انتقال فرماتے ہیں کہ کہیں اپنی اس تدبیر اور حیلہ پر نازاں مت ہونا اور یہ مت سمجھ لینا کہ ہم بھی کچھ تدبیر اور حیلہ پر قادر ہیں بلکہ یاد رکھو کہ فوق کل ذی علم علیم تمہارے سے زیادہ ایک اور حیلہ گر اور قادر ہے اور اس کے سامنے تم بالکل مجبور ہو اور وہ حق تعالیٰ جل علیٰ شانہ ہیں لہٰذا ہر وقت اپنے کمالات کے سامنے کمالات حق اور جبروت اور عظمت حق کو پیش نظر رکھو اور متکبر اور مغرور مت ہو۔

ماکران الخ۔ یعنی مکر کرنے والے تو بہت ہیں لیکن قرآن شریف میں واللہ خیر الماکرین کو بھی دیکھو۔ مطلب یہی کہ اپنی تدابیر کے سامنے تصرف حق کو پیش نظر رکھو تو کبھی تکبر اور غرور پیدا نہ ہو۔

حیلۂ خود راالخ۔ یعنی جب اپنے حیلہ کو دیکھو تو واپس ہو (اور یہ دیکھو) کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور اس آغاز کی طرف جاؤ مطلب یہ کہ اپنے تصرفات اور تدابیر کے مبداء و منشا کو دیکھو کہ اصل میں کہاں سے آیا ہے اور ظاہر ہے کہ تمام افعال عبد مخلوق حق ہیں اس لئے بس اپنے تصرفات پر نظر پڑتے ہی اور اپنے کمالات کو دیکھتے ہی فوراً کمالات اور تصرفات حق کو دیکھو کہ وہی اصل اور اسی سے یہ سب پیدا ہیں۔

ہر چہ الخ۔ یعنی جو چیز کہ پستی میں ہے وہ بلندی سے آئی ہے تو خبردار نگاہ کو بلندی ہی کی طرف رکھ۔ مطلب یہ کہ جس قدر افعال و تصرفات ہیں سب عالم غیب اور جانب حق ہی سے آئے ہیں اس لئے اس اصل اور مبدأ ہی کی طرف نظر رکھو تو اس سے تم کو یہ نفع ہوگا کہ

روشنی الخ۔ یعنی نظر کو بلندی میں روشنی حاصل ہوگی اگر اول بلا تاریکی کو لائی ہو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ بلیات دنیاوی میں پھنس کر قلب تاریک ہوگیا ہو لیکن پھر بھی اگر توجہ اس عالم غیب کی طرف ہوگی تو امید اصلاح کی ہے اور امید ہے کہ رحمت حق نازل ہوجائے گی۔ ہاں عناد نہ ہو۔ جیسا کہ بارہا بیان کیا گیا ہے۔

چشم را الخ۔ یعنی آنکھ کو روشنی کی عادت ڈال اگر تو خفاش نہیں ہے تو اس طرف نظر کر۔ مطلب یہ کہ تجلیات حق و انوار الٰہی کے مشاہدہ کی عادت ڈال اس لئے کہ آخر استعداد تو ہے ہی تو اس کو ظاہر کر اور پھر دیکھ کہ کس قدر انوار و تجلیات طاری ہوتے ہیں۔

عاقبت بینی الخ۔ یعنی عاقبت بینی تیرے نور کی نشانی ہے اور یہ شہوت حالی تیرے قلعہ کا حجاب ہے۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اگر تم دیکھو کہ تمہارے اندر اخلاق حمیدہ ہیں اور عاقبت اندیشی ہے تو سمجھ لو کہ یہ تجلیات اور انوار حق ہیں اور ان ہی کی یہ برکت ہے اور اگر شہوت وغضب اخلاق ذمیمہ تمہارے اندر ہیں تو سمجھو کہ یہ حصار تقویٰ اور قلعہ خوف حق کا حجاب ہے۔

عاقبت بنی الخ۔ یعنی جس عاقبت بین نے کہ سینکڑوں بازیاں دیکھی ہوں وہ اس کی مثل نہیں کہ جس نے ایک ہی بازی سنی ہو۔ مطلب یہ کہ جس عارف اور محقق نے کہ لاکھوں تصرفات حق کا مشاہدہ کیا ہو اور ہر وقت اس کا یہی کام ہو تو وہ بیشک عالم اور محقق ہوگا بخلاف اس کے کہ جس نے صرف اپنے ہی تصرفات کو دیکھا ہو کہ جو ان تصرفات کے سامنے بالکل ہیچ اور کالعدم ہیں اور ایسی مثال ہے کہ گویا صرف ایک ہی سنا ہے اس لئے کہ اسکا دیکھنا بھی جب کہ بے تحقیق ہے تو سننے ہی کے مثل ہے۔

زان یکے الخ۔ یعنی اس ایک ہی تصرف سے اس قدر مغرور ہو گیا کہ تکبر کی وجہ سے استادوں سے دور ہو گیا۔ مطلب یہ کہ حالانکہ تصرفات انسانی تصرفات حق کے سامنے بالکل ہی ہیچ اور کالعدم ہیں لیکن یہ غیر محقق اپنے اسی ایک تصرف اور تدبیر کو دیکھ کر ایسا مغرور ہو جاتا ہے کہ استادوں سے الگ ہو جاتا ہے اور ان کی طرف نسبت کو بھی عار جانتا ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ جو کچھ بھی ہے اس استاد ہی کا طفیل ہے لہٰذا یاد رکھو کہ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید لہٰذا چاہیے کہ استاد اور شیخ سے ہمیشہ تعلق رکھے اور اس سے ہرگز ہرگز قطع تعلق نہ کرے کہ اس کی بڑی نحوست اور ادبار ہوتا ہے آگے استاد اور شیخ سے نافرمانی اور گستاخی اور بے تعلقی کے ادبار اور نحوست کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

سامری وار الخ۔ یعنی سامری کی طرح کہ اس نے جب وہ ہنر اپنے اندر دیکھا تو موسیٰ علیہ السلام سے تکبر کی وجہ سے سرکشی کی۔

او ز موسیٰ الخ۔ یعنی اس نے موسیٰ علیہ السلام سے ہی اس ہنر کو سیکھا تھا اور معلم سے آنکھ کو سی لیا۔

لاجرم الخ۔ یعنی آخر کار موسیٰ علیہ السلام نے دوسرا تصرف دکھایا یہاں تک کہ وہ تصرف اس کی جان لے گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو سامری نے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی سے اس خاک پائے اسپ جبریل علیہ السلام کی تاثیر کو معلوم کیا تھا لیکن کم بخت نے ناشکری کی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معاند اور مخالف ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے بددعا کی اور اس سے وہ تصرف اور وہ بات تو کیا ہی باقی رہتی بلکہ جان بھی جاتی رہی اور پھر جو انجام ہوا تو وہ ظاہر ہے کہ دوزخ ملی۔ تو دیکھو کہ دنیا میں تو اس سے وہ علم اور تصرف سلب ہوا اور ایک مرض سخت میں مبتلا ہوا اور آخرت میں بھی معذب ہوا نعوذ باللہ منہ۔ لہٰذا ہرگز ہرگز شیخ کی ناشکری اور اس کی شان میں گستاخی اور بے ادبی نہ چاہیے کہ بہت سخت بات ہے حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی شخص عرض کرتا کہ حضرت کی برکت سے یہ نفع ہوا وہ نفع ہوا تو فرماتے کہ بھائی میں کیا ہوں میں تو صرف واسطہ ہوں اور میرے ذریعہ سے تمہاری استعداد ظاہر ہو جاتی ہے ورنہ فی الواقع تو جو خود تمہارے اند ہی استعداد ہوتی ہے وہ ظاہر ہو جاتی ہے لیکن چونکہ حضرت محقق اور

شیخ کامل اور مجدد وقت تھے اس لئے یہ فرما کر پھر فرماتے ہیں کہ اصل میں اور فی الواقع تو ایسا ہے جیسا کہ میں نے کہا لیکن تم کو ضروری ہے کہ تم یہی سمجھو جیسا کہ تم نے کہا تمہارے لئے یہ سمجھنا کہ جو ہوا ہے ہماری استعداد کی وجہ سے ہوا ہے۔ مضر ہے لہٰذا خوب یاد رکھو کہ اگر کسی وقت مرید شیخ سے مرتبہ میں عند اللہ بھی بڑھ جائے لیکن پھر بھی اسی کو واسطہ اور اسی کو وسیلۂ وصول سمجھے ورنہ بالکل ہی محروم رہ جائے گا نعوذ باللہ منہ۔ آگے فرماتے ہیں کہ

اے بسا دانش الخ۔ یعنی بہت سی عقلیں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ سر کے اندر دوڑتی ہیں تاکہ ان کے ذریعہ سے سردار ہو جائیں تو خود سر ہی جاتا رہتا ہے مطلب یہ کہ بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ عقل کے ذریعہ سے انسان بلند اور سردار بننا چاہتا ہے لیکن پھر بجائے اس کے کہ سرداری حاصل ہو اور بلند مرتبہ ہو خود یہ حضرت ہی فنا ہو جاتے ہیں جیسا کہ سامری کے قصہ میں ہے کہ اس نے چاہا تھا کہ اس ذریعہ سے میں مشہور ہونگا مجھ کو لوگ مانیں گے نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی جان ہی کھو بیٹھا جیسا کہ معلوم ہوا۔ آگے تعلیم فرماتے ہیں کہ

گر نخواہی الخ۔ یعنی اگر تو چاہتا ہے کہ سر نہ جائے تو پاؤں ہو جا۔ اور کسی قطب صحیح الرائے وا لعقل کی پناہ میں جا۔ مطلب یہ کہ اگر چاہتے ہو کہ طریق حق میں ہلاک اور غارت نہ ہو تو تواضع اور خشوع و خضوع اختیار کرو اور کسی شیخ کامل اور مربی مشفق کے پاس تفویض محض اختیار کرو۔ پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کبھی بھی گمراہ نہ ہو گے اور ٹھوکر نہ کھاؤ گے۔

گرچہ شاہی الخ۔ یعنی اگر چہ بادشاہ ہے تو اپنے کو اس سے زیادہ مت دیکھ اور اگر چہ تو شہد ہے مگر اس کی شکر کے سوا اور کچھ مت چن۔ مطلب یہ کہ اگر چہ تو مرتبہ میں شیخ سے بڑھ جائے اور اس سے زیادہ بھی ہو جائے لیکن یہ یاد رکھ کہ کبھی اپنے کو اس سے زیادہ مت سمجھنا بلکہ اس کو اصل اور اپنے کو تابع ہی جاننا ورنہ تباہ اور ہلاک ہو جاؤ گے۔ آگے شیخ کی اور مرید کی عقل کی مثال فرماتے ہیں کہ

فکر تو الخ۔ یعنی تیرا فکر تو نقش ہے اور اس کی فکر جان ہے اور تیرا نقد تو کھوٹا ہے اور اس کا نقد معدنی ہے۔ مطلب یہ کہ تیری سمجھ اور عقل اس کی مثل قشر اور پوست کے تابع ہے اور اس کی عقل جان اور مغز کی طرح اصل ہے تو اگر قشر مغز سے علیحدہ ہو جائے گا تو انجام کار یہ ہو گا کہ اس کے ساتھ تو کچھ قیمت اس کی بھی ملتی تھی لیکن اب بالکل بیکار اور بے قیمت اور فضول ہو جائے گا کوئی بھی نہ پوچھے گا کہ حضرت کون ہیں اس لئے جہاں تک ہو سکے اس سے لگا ہی رہے کہ اسی میں سلامتی ہے اور فرماتے ہیں کہ

او تو ئی خود را الخ۔ یعنی وہ تو تو ہی ہے اپنے کو اس کے وجود میں تلاش کر اور کوکو کہو اور اس کی طرف فاختہ ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ اپنے کو اس طرح سپرد کر دو اور سونپ دو کہ پھر تمہاری رائے اور عقل شیخ کے سامنے لاشے اور کالعدم ہو جائیں اور تم بالکل اپنی رائے وغیرہ کو فنا ہی کر دو۔ اور ہر وقت اس کی رضا جوئی میں لگے رہو اور اگر ایسا نہ کرو گے اور شیخ کی خدمت سے اور اس کی اطاعت سے عار کرو گے اور اس سے علیحدہ رہو گے تو یاد رہے کہ کورے کے کورے ہی رہو گے ایک دوسری جگہ خود مولانا فرماتے ہیں کہ چون بہر زخمے تو پر کینہ شوی + پس کجا

www.besturdubooks.wordpress.com

صیقل جو آئینہ مثنوی + اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

درنخواہی الخ۔ یعنی اور اگر تو اپنے ہم جنسوں کی خدمت نہ چاہے گا تو اژدھا کے منہ میں ریچھ کی طرح رہے گا۔ مطلب یہ کہ اگر شیخ سے جو کہ تمہاری ہی طرح انسان ہے اور کھاتا پیتا ہے علیحدہ ہوگے اور اس کی خدمت کو عار سمجھو گے تو پھر تو نفس وشیطان کے پنجہ سے چھٹکارا بہت ہی مشکل ہے لہٰذا چاہئے کہ خدمت کرو کہ ایک وہ دن ہو گا کہ تم خود مخدوم ہو جاؤ گے اس لئے کہ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔ لیکن ہاں یہ یاد رکھو کہ اگر اس خدمت سے مخدومیت کی نیت ہوگی تو پھر بھی کچھ حاصل نہ ہوگا پس اس سے تو صرف خدمت شیخ ہی مقصود ہو اور مطلوب اصلی رضائے حق ہو اب اس پر جو مل رہے وہ عنایت ہے اپنی طرف سے فرمائش مت کرو۔ اپنی جانب سے تو بس کام میں لگے رہو کہ جو کچھ ہے وہ اس میں ہے فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب + کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے + جو عاشق ہوتے ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ کہتے ہیں کہ شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری + غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری + لہٰذا یاد رکھو کہ شیخ اور استاد سے علیحدہ ہو کر اور ان سے قطع تعلق کر کے ہرگز فلاح حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ جو کچھ موجود بھی ہے وہ بھی شاید سلب ہو جائے۔ اللھم احفظنا وارزقنا برکات شیخنا و استادنا سلمہم اللہ تعالیٰ بزرگوں کی تو یہ حالت تھی کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ جب مرض الموت میں مبتلا تھے تو مولانا ذوالفقار علی صاحب کے مکان پر قیام تھا اور بہت ہی ضعیف ہو گئے تھے لیکن جب مولانا ذوالفقار علی صاحب تشریف لاتے تو آپ اٹھ بیٹھتے اگرچہ اس میں بہت ہی تکلف ہوتا تھا اس پر مولانا ذوالفقار علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں تو نیازمندانہ اور خادمانہ حاضر ہوتا ہوں اور آپ ایسا برتاؤ فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ کس طرح نہ کروں آپ میرے استاد ہیں۔ اس پر مولانا ذوالفقار علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت بھلا میں کب استاد ہوا تھا فرمایا کہ ایک مرتبہ مولانا مملوک علی صاحب کو کوئی کام تھا اس لئے وہ تشریف لے جا رہے تھے اور اس زمانہ میں کافیہ اور آپ بڑی کتابیں پڑھتے تھے تو مولانا مملوک علی صاحب نے آپ سے فرمایا کہ ذرا ان کو سبق کہلوا دو اس وقت آپ نے مجھے ایک سبق پڑھایا تھا اس لئے آپ میرے استاد ہوئے اس پر مولانا ذوالفقار علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مجھے تو یاد بھی نہیں تو فرماتے ہیں کہ حضرت آپ کی تو یہی خوبی ہے کہ آپ احسان کر کے بھول جائیں اور اس کو یاد نہ رکھیں لیکن اگر میں اس کو بھول جاؤں تو میری نالائقی ہے اس لئے آپ کو تو بیشک یاد نہ ہوگا مگر مجھے یاد ہے اور اس لئے مجھے اس کا حق بھی حتی المقدور ادا کرنا ضروری ہے اللہ اکبر کیا تواضع اور کیسی حق شناسی اور کیا ادب تھا کہ صرف ایک سبق پڑھ کر بھی مدۃ العمر ادب دل میں رہا اور اخیر عمر تک بالکل استادوں جیسا ادب اور لحاظ رہا۔ اسی لئے جب ایک شخص نے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ سے دریافت کیا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تو اتنی ہی کتابیں پڑھی ہیں جتنی کہ ہم نے بلکہ شاید بعض کتابیں ہم نے ہی زیادہ پڑھی ہونگی تو منجملہ ایک لمبی تقریر کے یہ بھی فرمایا کہ مولانا نے ہمیشہ اساتذہ کا بے حد

www.besturdubooks.wordpress.com

ادب کیا ہے اس لئے اس کی برکت ہے کہ مولانا کو علوم وہبی عطا ہوئے ہیں۔ تو دیکھئے کہ ادب شیخ اور استاد کی کیا برکت ہے لہٰذا اگر بے ادبی اور گستاخی کرے گا تو اسی قدر اس کا وبال ہوگا۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

در ترش الخ۔ یعنی اور اگر تجھ کو رضا کی قند ترش معلوم ہوتی ہے تو تو اژدھا کے منہ میں ریچھ کی طرح سے ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو یہ طریق رضا ناگوار معلوم ہوتا ہے اور اطاعت نہیں ہوسکتی تو سمجھ لو کہ ہمیشہ اسی طرح مقید نفس و شہوت وہوا رہو گے اور کبھی بھی اس سے چھٹکارا نہیں مل سکتا۔

بو کہ الخ۔ یعنی شاید کہ کوئی استاد تجھ کو چھڑا دے اور خطرہ سے تجھے باہر کھینچ دے تو تو زاری کر جب تجھ میں زور نہیں ہے اور جب تو اندھا ہے تو راستہ دیکھنے والے سے سرکشی مت کر۔ دونوں شعر بالا میں مصرعہ مقدم مؤخر ہیں اور اصل عبارت یوں ہے کہ زاری کن چو زورت نیست ہیں + بو کہ استادے رہاند مرترا + وز خطر بیرون کشاند مرترا + چونکہ کوری سرکش از را وبیں + مطلب یہ ہے کہ اگر تمہارے اندر زور نہیں ہے اور تمہارے اندر خود قدرت دفع بلیات کی نہیں ہے تو خیر تواضع وزاری ہی کرو کہ اسی کے ذریعہ سے شاید رحمت حق جوش میں آئے اور کسی استاد کو تیرے لئے مقرر کردے۔ وہ تیری ہدایت کردے۔ اگرچہ کسی درجہ ضلالت وگمراہی کو پہنچ چکا ہو اس لئے کہ وہ قادر مطلق ہیں وہ جو چاہیں کریں ان کی قدرت میں یہ بھی ہے کہ وہ ایک کافر گبر صد سالہ کو ایک لمحہ میں ولی اور قطب کردیں جیسا کہ حضرت غوث اعظمؒ کے تذکرہ میں ان کے ایک شاگرد راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت تہجد کو حسب معمول اٹھے تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا کہ اگر کسی کام وغیرہ کی ضرورت ہوگی تو حاضر ہونگا لیکن حضرت کے سامنے نہیں آئے بلکہ ایک طرف کو آڑ میں رہے تو دیکھا کہ حضرت نے مصلے کی طرف رخ نہیں کیا بلکہ دروازہ کی طرف چلے اور خانقاہ کا دروازہ کھول کر باہر تشریف لے گئے تو یہ بھی پیچھے ذرا فاصلہ سے چلے حتیٰ کہ حضرت شہر پناہ کے دروازہ پر پہنچے۔ تو حضرت کی کرامت سے جس قدر قفل کہ لگ رہے تھے ٹوٹ کر گر پڑے اور پھاٹک کھل گیا۔ حضرت باہر تشریف لے گئے اور یہ برابر ساتھ ہیں مگر ذرا فاصلہ سے حتیٰ کہ شہر پناہ سے ذرا دور آگے دیکھا کہ ایک بہت بڑا شہر ہے حضرت اور یہ اس میں داخل ہوئے اس کے بعد ایک مکان میں گئے حضرت جب اندر گئے تو یہ بھی چلے گئے اور ایک کونے میں کھڑے ہوگئے دیکھا کہ چند آدمی بہت ہی پاکیزہ صورت بیٹھے ہیں اور حضرت کو دیکھتے ہی وہ سب کھڑے ہوگئے تھے اور پھر حضرت کے سامنے مؤدب بیٹھے ہوئے تھے اور ایک صاحب بہت ہی ضعیف اور نہایت نورانی شکل ایک حجرہ سے نکلے اور اس حجرہ میں سے کراہنے کی آواز آرہی تھی تو وہ شخص معمر اس مریض کی تیمارداری میں مشغول ہوئے تھوڑی دیر میں وہ آواز تو منقطع ہوگئی اور پانی گرنے کی آواز آئی اس کے بعد وہی معمر ایک جنازہ لے کر نکلے تو حضرت نے اس کی نماز پڑھائی اور وہ اس کو لے کر چلے گئے اس کے بعد ان حاضرین نے عرض کیا کہ حضرت اب کیا حکم ہے تو حضرت نے کچھ دیر سوچا کہ ایک دم سے دروازہ سے ایک نصرانی زنار پہنے داخل ہوا حضرت نے اپنے ہاتھ سے اس کی زنار توڑ دی اور کلمہ تلقین کیا اور فرمایا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ یہ ہے اس کے بعد وہاں سے تشریف لے چلے تو یہ بھی پیچھے ہوئے حتیٰ کہ اسی طرح خانقاہ میں داخل ہو گئے اور حضرت نے نوافل ادا فرمائیں۔ جب صبح ہوئی تو ان پر اس قدر حیرت غالب تھی کہ سبق نہ پڑھا گیا حضرت نے فرمایا کہ پڑھو۔ تو عرض کیا کہ حضرت رات کے واقعہ کی حیرت اس قدر غالب ہے کہ کچھ سمجھ میں ہی نہیں آتا تب حضرت نے فرمایا کہ کیا تم ساتھ تھے انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں ہمراہ تھا تو فرمایا کہ وہ شہر جو کہ تم نے دیکھا تھا وہ موصل تھا (جو کہ بغداد سے سینکڑوں کوس پر ہے) اور وہ سب اقطاب تھے اور وہ معمر شخص حضرت خضر تھے اور وہ مریض ایک قطب تھے وہ چونکہ انتقال فرما رہے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے ان کی تجہیز و تکفین کے لئے حضرت خضر علیہ السلام کو مقرر فرمایا اور سب اقطاب کو ایک جگہ جمع کیا حتیٰ کہ وہ انتقال فرما گئے اور حضرت خضر علیہ السلام ان کو دفن کرنے کے لئے لے گئے اور چونکہ میں قطب الاقطاب ہوں اس لئے ان سب نے پوچھا کہ ان کی جگہ پر اب کس کے لئے حکم ہے تو میں نے حق تعالیٰ سے دعا کی ارشاد ہوا کہ قسطنطنیہ میں ایک نصرانی صلیب پرستی میں مشغول ہے اس کو بنایا جائے لہٰذا طے الارض کے ذریعہ اس کو حاضر کیا گیا اور پھر میں نے تمہارے سامنے اسکا زنار توڑ کر کلمہ تلقین کیا۔ بس کلمہ کا تلقین کرنا تھا کہ وہ ابدال اور قطب ہو گیا۔ تو دیکھو ایک کافر کو ایک دم میں قطبیت عطا ہو گئی لیکن عادت اللہ یوں جاری نہیں ہے بلکہ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ اول کام کرے پھر کچھ ملتا ہے لہٰذا اس بھروسہ پر کہ فلاں کو اس طرح دولت مل گئی تھی ہم کو بھی ملے گی کام کو نہ چھوڑ بیٹھے کہ مضر ہے اور اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کے خون کیا تھا اور ڈاکہ ڈالا تھا لیکن جب اس کو عدالت میں حاضر کیا گیا اور مقدمہ پیش ہوا تو اس پر گورنمنٹ کی طرف سے مراحم خسروانہ ہوئے اور ان کی وجہ سے رہا کر دیا گیا۔ اب کوئی نادان اس کو دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ بس ڈاکہ ڈالنے سے تو رہا ہو جاتے ہیں اور خوب مال ملتا ہے اور خوب رہزنی اور قتل و غارت شروع کر دے اور کوئی کام احکام گورنمنٹ میں سے نہ مانے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز پھانسی ہو گی اور ان حضرت کا گلا ہو گا۔ خوب سمجھ لو کہ ہمیشہ کام میں لگے رہو اور شیخ اور استاد کے دامن کو مت چھوڑو اور اس سے علیحدگی اختیار مت کرو اور اس کی شان میں گستاخی مت کرو کہ باعث محرومی اور بہت بڑی نمک حرامی ہے اللّٰھم احفظنا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

تو کم از خرسی الخ۔ یعنی تو تو ریچھ سے بھی کم ہے کہ درد کی وجہ سے آہ و نالہ بھی نہیں کرتا اور دیکھو کہ ریچھ نے فریاد کی تو وہ چھوٹ گیا اسی طرح اگر تم تضرع و زاری کرو گے تو ان قیود نفسانی اور شیطانی سے رستگاری پاؤ گے اب چونکہ نافرمانی اور گستاخی شیخ اور محسن ایک بڑی بلا تھی اور مولانا کی عادت ہے کہ جب کسی ایسی شے کا ذکر فرماتے ہیں تو فوراً مناجات فرمانے لگتے ہیں۔ لہٰذا آگے بھی مناجات فرماتے ہیں کہ

اے خدا الخ۔ یعنی اے الٰہی اس پتھر دل کو موم کر دے اور اس کے نالہ کو اچھا اور مرحوم کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ اے الٰہی ہمارے قلوب کو جو بہت ہی سخت ہو رہے ہیں نرم فرما دے اور ان کے نالوں میں ایسا تضرع و زاری بخش کہ جس سے تجھے رحم آئے اس لئے کہ اگر تضرع و زاری نہ ہو گی تو اس پر آپ کو بھی رحم نہ ہو گا۔ تو صرف زبان

www.besturdubooks.wordpress.com

سے استغفار کرنے سے کوئی نتیجہ نہ نکلے گا۔ آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اندھا یہ صدا لگاتا تھا کہ اے مسلمانو میں دوکوریوں میں مبتلا ہوں اس لئے مجھ پر دوہرا رحم کرو۔ جب لوگوں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ دوکوریوں میں مبتلا ہے تو بولا کہ ایک تو میں اندھا ہوں اور دوسری میری آواز بہت ہی بری ہے تو جب کسی سے مانگتا ہوں تو وہ میری آواز کو سن کر دھتکار دیتا ہے اس لئے ایک یہ بھی باعث محرومی ہے تو دوکوریاں میرے اندر ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ ایک تو ہمارے قلوب اندھے ہی ہیں اور پھر اگر آواز میں بھی تضرع وزاری نہ ہوگا تب تو بس بالکل گئے گزرے ہوگئے اور ایک کی جگہ دو بلکہ تین کوریاں ہوجائیں گی تو پھر رحمت حق ہوہی نہیں سکتی۔ والعیاذ باللہ۔ اب مجھو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

گفتن نابینائے سائل بامردم کہ من دوکوری دارم

ایک اندھے بھکاری کا لوگوں سے کہنا کہ میں دو اندھے پن رکھتا ہوں

بود کورے کو ہمی گفت الاماں	من دوکوری دارم اے اہل زماں
ایک اندھا تھا جو کہہ رہا تھا' پناہ بخدا	میں دو گنا اندھا پن رکھتا ہوں' اے دنیا والو؟
پس دوبارہ رحمتم آرید ہاں	چوں دوکوری دارم و من درمیاں
مجھ پر ضرور دو گنا رحم کرو	چونکہ میں دوگنا اندھا پن رکھتا ہوں اور بیچ میں ہوں
از تعجب مرد ماں گفتند لیک	ایں دوکوری رابیاں کن نیک نیک
لوگوں نے تعجب سے پوچھا' لیکن	اس دوہرے اندھے پن کو صاف صاف بتا
زانکہ یک کوریت می بینیم ما	آں دگر کوری چہ باشد وانما
اس لئے کہ تیرا ایک اندھا پن ہم دیکھتے ہیں	وہ دوسرا اندھا پن کیا ہے' ظاہر کر
گفت زشت آوازم و ناخوش نوا	زشت آوازی و کوری شد دوتا
بولا' میں بھدی آواز والا اور ناگوار آواز والا ہوں	آواز کا بھدا پن اور اندھا پن دوگنا (اندھا پن) ہوگیا
بانگ زشتم مایۂ غم می شود	مہر خلق از بانگ من کم می شود
میری بری آواز غم کا سرمایہ بن جاتی ہے	میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہو جاتی ہے
زشت آوازم بہر جا کہ رود	مایۂ خشم و غم و کیں می شود
میری بری آواز جہاں بھی جاتی ہے	غصہ اور غم و کینہ کا سبب ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بر دو کوری رحم را دو تا کنید	ایں چنیں نا گنج را گنجا کنید
دہرے اندھے پن پر دو گنا رحم کرو	ایسے نہ سمانے والے (شخص) کو سما جانے والا بنا دو
زشتی آواز کم شد زیں گلہ	خلق شد بروے برحمت یکدلہ
اس (طرح) شکوہ (کرنے) سے اس کی آواز کا بھدا پن کم (محسوس) ہوا	لوگ اس پر رحم کرنے پر متفق ہو گئے
کرد نیکو چوں بگفت او راز را	لطف آواز دلش آواز را
جب اس نے راز بتایا تو بھلا بنا دیا	اس کے دل کی آواز نے (اس کی) آواز کو
وانکہ آواز دلش ہم بد بود	آں سہ کوری زشتی سرمد بود
جس کے دل کی آواز بھی بری ہو	وہ تہرا اندھا پن ہمیشہ کی برائی ہو گی
لیک وہاباں کہ بے علت دہند	بوکہ دستے بر سر زشتش نہند
لیکن وہ بخشش کرنے والے جو بغیر سبب دیتے ہیں	ہو سکتا ہے کہ اس کے بدنصیب سر پر ہاتھ رکھ دیں
چونکہ آوازش خوش و مرحوم شد	زو دل سنگیں دلاں چوں موم شد
چونکہ اس کی آواز اچھی اور قابل رحم بن گئی	اس سے سنگدلوں کے دل (بھی) موم جیسے ہو گئے
نالۂ کافر چو زشت است و شہیق	زاں نمیگردد اجابت را رفیق
کافر کا نالہ چونکہ برا اور گدھے کی آواز (جیسا) ہوتا ہے	اس لئے قبولیت کا رفیق نہیں بنتا ہے
اخسوا بر زشت آواز آمدست	کوز خون خلق چوں سگ بود مست
دور ہٹو بھدی آواز پر آیا ہے	کیونکہ وہ مخلوق کے خون سے کتے کی طرح مست تھا
چونکہ نالہ خرس رحمت کش بود	نالہ ات نبود چنیں، ناخوش بود
جبکہ ریچھ کا رونا رحمت کا سبب ہو	تیرا رونا ایسا نہ ہو (تو وہ) ناپسندیدہ ہے
وانکہ با یوسفؑ تو گرگی کردۂ	یا ز خون بیگناہے خوردۂ
سمجھ لے کہ تو نے یوسف کے ساتھ بھیڑیا پن کیا ہے	یا کسی بے گناہ کا خون پیا ہے
توبہ کن وز خوردہ استفراغ کن	ور جراحت کہنہ شد رو داغ کن
توبہ کر اور کھایا ہوا اگل دے	اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو جا داغ دے
باز گرد از گرگی اے روباہ پیر	نصرت از حق می طلب نعم النصیر
اے بوڑھی لومڑی! بھیڑیا پن چھوڑ دے	اللہ (تعالیٰ) سے مدد طلب کر وہ بہترین مددگار ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہاں سے مولانا فریاد وگریہ وزاری کے ساتھ درد دل کی ضرورت بتانا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک اندھا کہہ رہا تھا کہ الٰہی توبہ اور اندھوں میں تو ایک ہی اندھا پن ہوتا ہے مجھ میں دو ہیں۔ اس لئے اگر ان پر ایک شفقت کی ضرورت ہے تو مجھ پر دو شفقتوں کی۔ کیونکہ لوگو مجھ میں دو اندھے پن ہیں۔ لوگوں نے تعجب سے کہا کہ ان اندھے پنوں کو مفصل بیان کر ہم کو ایک ہی اندھا پن دکھلائی دیتا ہے تم بیان کرو کہ دو اندھے پن کون سے ہیں تو اس نے کہا کہ میں بدآواز ہوں ایک میری بدآوازی دوسرے اندھا پن یوں دو اندھے پن ہو گئے۔ میری بدآوازی باعث رنج ہو جاتی ہے اور جس قدر میرے اندھے پن سے ان کو رحم آتا ہے وہ بھی میری آواز سے جاتا رہتا ہے غرضیکہ جہاں میری آواز بد جاتی ہے غم وغصہ اور مخالفت کا سبب ہو جاتی ہے۔ پس تم میرے ان دو اندھے پنوں پر رحم کرو اور اسے کہیں نہ سمانے والے کو سمائی کے قابل کردو۔ جب اس نے یہ کہا تو اس کی اس درد بھرے دل کی آواز کے لطف نے اس کی آواز کو خوش آئندہ کردیا اور اس کی اس شکایت نے اس کی آواز کی برائی کو مٹا دیا اور لوگوں نے متفق ہو کر اس پر رحم کیا۔ اب تم غور کرو کہ جس کے دل کی آواز بھی بری ہو اور دل میں درد بھی نہ ہو۔ تب تو تین اندھے پن جمع ہو جائیں گے جو کہ اغلب احوال ہیں اس کے لئے دائم ہونگے۔ اغلب احوال میں ہم نے اس لئے کہا کہ یہ اہل اللہ جو بے علت وتوقع نفع سخاوت کرتے ہیں ممکن ہے اس کے سر بد پر دست شفقت رکھیں اور اس کی اس نابینائی کو دور کر کے بینا اور عارف کر دیں۔ اس لئے چاہیے کہ ایسے لوگوں کی بھی تحقیر نہ کی جائے کیونکہ ان کا اہتداء ممکن ہے گو بعید ہے۔ غرض جب اس کی آواز درد دل سے خوش آئندہ اور قابل رحم ہو گئی تو اس سے سخت دلوں کا دل موم کی طرح نرم ہو گیا اور انہوں نے اس پر رحم کیا یہاں تک تو درد دل کی فضیلت معلوم ہو گئی اب کچھ بے دردی کا بیان بھی سن لینا چاہیے نالۂ کافر چونکہ برا اور مکروہ ہے اس لئے اجابت سے قرین نہیں ہوتا۔ اور اس زشت آواز کے لئے حکم ہوتا ہے **اخسئوا فیھا ولا تکلمون** اور اس کی آواز میں زشتی کیوں پیدا ہوئی اس لئے کہ وہ خونخوار تھا اور خلق خدا کے خون سے کتے کی طرح یا گدھے کے مانند مست تھا۔ کم از کم یہ کہ خود اپنے ہی اوپر ظلم کرتا تھا اور اپنے اوپر بھی اس کو درد نہ آتا تھا جبکہ ریچھ کا نالہ تو رحمت کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا ہو اور تیرا نالہ رحمت کو اپنی طرف مائل نہ کرے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ناپسندیدہ ہے اور وجہ یہ ہے کہ تو نے اپنی جان پر جو کہ یوسف کے مانند عزیز ہے زیادتی کی ہے اور اس کے ساتھ بھیڑیا پن کیا ہے یا ایک بے گناہ کا خون کھایا ہے یعنی کسی دوسرے کو یعنی اولاد وغیرہ کو گمراہ کیا ہے۔ پس تو توبہ کر اور جو کھایا ہے اس کو نکال اور مجاہدہ کر اور اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو اس کو داغ کر۔ یعنی مجاہدہ میں انتہائی کوشش کر اور اے پرانے حیلہ گر تو آئندہ کے لئے اس بھیڑیے پن اور اپنے نفس پر اور دوسروں پر ظلم کرنے سے باز آ اور خدا سے مدد چاہ وہ بہتر مدد کرنے والا ہے۔

شرح شبّیری

ایک اندھے سائل کا لوگوں سے یہ کہنا کہ میں دو کوری رکھتا ہوں مجھ پر رحم کرو

آن یکے اِلخ۔ یعنی ایک اندھا کہتا تھا کہ اللہ بھلا کرے اے لوگوں میں دو کوری رکھتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس دوبارہ الخ۔ یعنی پس رحم (بھی) دوبار کرو جبکہ میں دو کوری رکھتا ہوں اور میں بیچ میں ہوں۔ تو رحم بھی دو ہونے چاہئیں۔

از تعجب الخ۔ یعنی لوگوں نے تعجب سے کہا لیکن ان دونوں کوریوں کو تو ذرا اچھی طرح بیان کر (کہ اس سے کیا مراد ہے) یعنی اس لئے کہ تیری ایک کوری تو ہم دیکھ رہے ہیں وہ دوسری کوری کیا ہے ذرا دکھلا تو سہی۔

گفت زشت الخ۔ یعنی بولا کہ میں بری آواز والا ہوں اور بری صدا والا تو زشت آوازی اور کوری دوہری ہوگئی۔

بانگ زشتم الخ۔ یعنی میری بری آواز سبب تکلیف (خلق) ہوتی ہے اور میری آواز کی وجہ سے لوگوں کی مہربانی کم ہوجاتی ہے۔

زشت آوازم الخ۔ یعنی میری بری آواز جہاں جاتی ہے غصہ اور غم اور کینہ کا سبب ہوجاتی ہے (اور لوگ مجھ سے نفرت کرنے لگتے ہیں)

بردو کوری الخ۔ یعنی دو کوری پر رحم بھی دوہرا کرو اور ایسے نہ سمانے والے کو بھی کہیں جگہ دے دو۔

زشتی آواز۔ یعنی اس گلہ کرنے سے اس کی زشت آوازی کم ہوگئی اور مخلوق نے اس پر ایک دل ہوکر رحم کیا یعنی اس کی اس نالۂ و فریاد اور اپنی کمی کے اعتراف کا یہ اثر ہوا کہ سب لوگ اس پر مہربان ہوگئے۔

کردنیکو الخ۔ یعنی اس کے دل کی آواز کی خوبی نے اس کی آواز ظاہر کو بھی اچھا کردیا جبکہ اس نے راز کو کہا۔ یہاں عبارت میں کچھ تقدیم وتاخیر ہے اور کرد کا مفعول اول تو لطف دل ہے اور مفعول ثانی آواز ہے اور عبارت یوں ہے کہ کرد لطف آواز دلش آواز را نیکو چون گفت او راز را اسی لئے معنی بھی اسی اعتبار سے لئے گئے ہیں مطلب یہ ہے کہ اس تضرع وزاری سے لوگوں کی وہ نفرت جو اس کی آواز سے تھی جاتی رہی اور اس پر سب نے رحم کیا۔ اسی طرح اگر دعا اور سوال عن الحق میں ہماری آواز میں بھی تضرع ہوگا تو ضرور ہے کہ رحمت حق متوجہ ہوگی ورنہ عادت اللہ یوں ہے کہ ایسے موقعہ پر رحمت نازل نہیں ہوتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

وانکہ آواز الخ۔ یعنی اور وہ شخص کہ جس کی آواز قلب بھی بری ہو اس کو تو یہ تین کوریاں ہمیشہ کے لئے برائی ہوجائیں اور اس کے اندر تو دو ہی کوریاں تھیں لیکن اس میں پھر تین کوریاں ہوجائیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ ایک کوری چشم اور دوسری آواز اور تیسری قلب کی۔

لیک وہابان الخ۔ یعنی لیکن عطا فرمانے والے جو کہ بے سبب بھی عطا فرماتے ہیں شاید کہ اس کی زشتی پر کوئی ہاتھ رکھ دیں۔ مطلب یہ کہ عادت اللہ تو یوں ہی جاری ہے لیکن ممکن یہ بھی ہے کہ باوجود اس کے عناد اور مخالفت اور تین کوریوں کے جمع ہوجانے کے کوئی بندہ خدا اس پر مہربان ہو اور اس کی ساری خرابیاں دور ہوجائیں اور ساری گندگی کٹ جائے اس لئے کہ ان حضرات کی عطا کے لئے کسی علت اور سبب کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ حضرات بے کسی اپنی حاجت کے بھی عطا فرمادیتے ہیں لیکن اس پر بھروسہ نہ کرے کہ یہ اتفاقی ہے۔ عادی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جیسا کہ اوپر بتایا بھی گیا ہے آگے پھر اس سائل کو فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ آواز اچھی اور مرحوم ہوگئی تو اس سے سنگین دلوں کا دل بھی موم کی طرح ہوگیا۔ یعنی بڑے بڑے سنگ دلوں کو بھی اس کی بے کسی اور بے بسی پر رحم آ ہی گیا تو جو حضرات کہ رحم دل اور نرم دل ہوتے ہیں وہ تو کیوں رحم نہ فرمائیں گے خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

نالۂ کافر الخ۔ یعنی کافر کا نالہ جب برا ہے اور منکر ہے اسی لئے اجابت کا قرین نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ تضرع کا تو وہ اثر ہوتا ہے کہ سنگدل بھی موم کی طرح نرم ہو جاتے ہیں رر سختی اور تکبر کا یہ اثر ہوتا ہے کہ اس کو سب نفرت سے دیکھتے ہیں اور اسی لئے چونکہ دعا کافر اور فریاد منکر تھی قبول نہیں ہوتی بلکہ رد ہوتی ہے۔

اخسوا الخ۔ یعنی زشت آوازی پر ہی اخسوا کا جواب آیا ہے اس لئے کہ وہ آزار ہی مخلوق کی وجہ سے کتے کی مثل ہو رہا تھا۔ مطلب یہ کہ چونکہ کفار کی ذات سے اکثر اہل ایمان کو کلفت ہی ہوتی ہے اور پھر خاص کر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہی ہوتی ہے کیونکہ آپ کی خدمت میں ہر ہفتہ میں اعمال پیش ہوتے ہیں اس لئے حق تعالیٰ کو کفار کی دعا اور ان کی پکار بہت ہی منکر معلوم ہوتی ہے اور ان کی دعا پر اسی لئے قیامت میں اخسوا فیہا ولا تکلمون ارشاد ہوگا تو دیکھو تضرع نہ ہونے سے کس قدر بڑی مضرت ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ ریچھ کی فریاد رحمت کی جاذب ہے تو اگر تیرا نالہ ایسا نہیں ہے تو وہ برا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب اس ریچھ نے فریاد کی تو اس کی فریاد پر تو ایک نیک انسان کو رحم آ گیا لیکن تیری فریاد پر جو حق تعالیٰ کو رحم نہیں آتا حالانکہ وہ رحیم و کریم ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ تیرا نالہ دل سے نہیں ہے بلکہ وہ ایک آواز منکر ہے کہ جس سے سب کو نفرت ہے اور صرف زبان ہی سے کہہ رہا ہے دل بالکل کورا پڑا ہے ورنہ ع رحمت حق بہانہ میجوید + اگر تیرے اندر ذرا سا بھی تضرع ہوتا تو ضرور حق تعالیٰ کو توجہ ہوتی اور ضرور رحمت نازل ہوتی۔ لہٰذا توبہ کرو اور تضرع و زاری اور تواضع اختیار کرو۔ آگے خود فرماتے ہیں کہ

وانکہ الخ۔ یعنی تو نے جو یوسف (جیسوں) کی ساتھ گرگی کی ہے اور پھر کسی بے گناہ کا خون کھایا ہے۔

توبہ کن الخ۔ یعنی توبہ کر اور کھائے ہوئے کی قے کر اور اگر زخم پرانا ہو گیا ہے تو داغ لگوا (کہ حدیث میں ہے کہ آخر دوا داغ لگوانا ہے) مطلب یہ ہے کہ تم نے جو اس نافرمانی اور عصیان سے اہل اللہ اور بندگان خدا اور انبیاء کو تکلیف پہنچائی ہے اور ویسے بھی ان کو ستایا ہے اور بہت سے حقوق العباد کھائے بیٹھے ہو تو اب اس سے نجات ملنے کا یہ طریقہ ہے کہ جس کو ستایا ہے اس سے معاف کراؤ اور حقوق العباد جو کھا چکے ہو ان کو ادا کرو اور انکو اس کے بعد پھر تضرع و زاری کام دے سکتی ہے ورنہ اگر حقوق العباد گردن پر باقی رہیں اور زبانی توبہ کی جائے تو اس تضرع و زاری سے کام نہیں چلتا۔ بلکہ بعد ان مجاہدوں کے جن کو ستایا ہے ان سے بہ منت معافی مانگی جائے اور حقوق العباد ادا کئے جائیں تب یہ تضرع و زاری کارآمد ہو سکتی ہے اور اگر قلب بالکل ہی مسخ ہو چکا ہو اور کسی طرح درست ہی نہ ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتو اب اس کا یہ علاج ہے کہ اس کو خوب اچھی طرح ذلیل وخوار کرو اور مجاہدات وریاضات کاملہ کرو اور اپنے کو کسی شیخ کامل کے سپرد کردو اس کے بعد پھر ان شاء اللہ تم پر رحمت نازل ہوگی۔ آگے نصیحت فرماتے ہیں کہ

باز گرد الخ۔ یعنی ارے بوڑھی لومڑی (کی طرح) گرگی سے باز آ جا اور حق تعالیٰ سے مدد چاہ کہ وہ بہت اچھا مدد کرنے والا ہے۔ مطلب یہ کہ اے مکار اور اے نفس وشیطان کے جال میں پھنسنے والے ذرا تو اپنے دل میں شرما اور اس مردم آزاری سے باز آ اور اس میں حق تعالیٰ سے مدد مانگ کہ وہ تیری مدد فرمائیں گے اور تو مقصود کو پہنچ جائے گا۔ اب آگے اس ریچھ کی اور اس شخص کی حکایت کو پورا فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

تتمۂ حکایت خرس وآں ابلہ کہ بروفائے خرس اعتماد کردہ بود

ریچھ اور اس بیوقوف کی حکایت کا باقی حصہ جس نے ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس از اژدہا چوں وارہید	واں کرم زاں مرد مردانہ پدید
ریچھ جب اژدھے سے نجات پا گیا	اور اس نے اس بہادر کا بہادرانہ کرم دیکھا
چوں سگ اصحاب کہف آں خرس زار	شد ملازم درپئے آں یار غار
(تو) وہ بیچارہ ریچھ اصحاب کہف کے کتے کی طرح	اس یار غار کا ساتھی بن گیا
آں مسلماں سر نہاد از خستگی	خرس حارس گشت از دلبستگی
تھکن کی وجہ سے وہ نیک آدمی لیٹ گیا	تعلق خاطر کی وجہ سے ریچھ محافظ بن گیا
آں یکے بگذشت وگفتش حال چیست	اے برادر مر ترا ایں خرس کیست
ایک شخص وہاں سے گزرا اور اس نے اس سے کہا مزاج کیسے ہیں؟	اے بھائی! یہ ریچھ تیرا کون ہے؟
قصہ وا گفت و حدیث اژدہا	گفت بر خر سے منہ دل ابلہا
اس نے وہ قصہ اور اژدھے کی بات سب سنائی	اس نے کہا اے بیوقوف! ریچھ سے دل نہ لگا
دوستی زابلہ بتر از دشمنی ست	او بہر حیلہ کہ دانی راندنی ست
بیوقوف کی دوستی دشمنی سے بدتر ہے	ایسی ہر تدبیر سے جو تو جانتا ہے وہ بھگا دینے کے لائق ہے
گفت واللہ از حسودی گفت ایں	ورنہ خرس چہ نگری ایں مہر بیں
اس نے کہا خدا کی قسم (یہ بات) حسد سے کہی ہے	ورنہ ریچھ کو کیا دیکھتا ہے اس محبت کو دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت مہر ابلہاں عشوہ دہ است	ایں حسودی من از مہرش بہ است
اس نے کہا بیوقوفوں کی محبت فریب دینے والی ہے	میرا یہ حسد کرنا اس کی محبت سے بہتر ہے
ہی بیا با من براں ایں خرس را	خرس را مگزیں مہل ہم جنس را
خبردار! میرے ساتھ آ جا اس ریچھ کو بھگا دے	ریچھ کو پسند نہ کر ہم جنس کو نہ چھوڑ
گفت رو رو کار خود کن اے حسود	گفت کارم ایں بد و بخت نبود
اس نے کہا اے حاسد جا جا اپنا کام کر	اس نے کہا میرا کام یہی تھا اور تیرے نصیب میں نہ تھا
من کم از خرسے نباشم اے شریف	ترک او کن تا منت باشم حریف
اے بھلے آدمی! میں ریچھ سے کم نہ ہوں گا	اس کو چھوڑ دے تاکہ میں تیرا دوست ہو جاؤں
بر تو دل می لرزدم ز اندیشۂ	با چنیں خرسے مرو در بیشۂ
فکر سے تجھ پر میرا دل لرزتا ہے	ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا
ایں دلم ہرگز نہ لرزید از گزاف	نور حق ست ایں نہ دعویٰ و نہ لاف
میرا یہ دل خواہ مخواہ نہیں لرزا	یہ (لرزنا) اللہ کے نور (کی وجہ) سے ہے اور نہ دعا ہے نہ گواہی
مومنم ینظر بنور اللہ شدہ	ہاں وہاں بگریز ازیں آتشکدہ
میں مومن ہوں وہ (مومن) جو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے	خبردار خبردار! اس آگ کی بھٹی سے بھاگ
ایں ہمہ گفت و بگوشش در نرفت	بدگمانی مرد را سدیست زفت
اس نے یہ سب کچھ کہا اور اس کے کان میں نہ گیا	انسان کے لئے بدگمانی بڑا بندھ ہے
دست وے بگرفت و دست از وے کشید	گفت رفتم چوں نہ یار رشید
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اس نے اس سے ہاتھ چھڑا لیا	اس نے کہا جبکہ سیدھا ہونے والا دوست نہیں ہے میں جاتا ہوں
گفت رو بر من تو غمخوارہ مباش	بوالفضولا معرفت کمتر تراش
اس نے کہا جا تو میرا غم نہ کھا	اے بکواسی! معرفت (خداوندی کی باتیں) نہ کر
باز گفتش من عدوے تو نیم	لطف بینی گر بیائی در پیم
اس نے پھر کہا میں تیرا دشمن نہیں ہوں	اگر میرے پیچھے (پیچھے) آ جائے گا لطف (دعبت) دیکھے گا
گفت خوابستم مرا بگذار و رو	گفت آخر یار را منقاد شو
اس نے کہا مجھے نیند آ رہی ہے مجھے چھوڑ اور جا	اس نے کہا آخر دوست کا فرمانبردار بن جا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بخسپی در پناہ عاقلے	در جوار دوستے صاحبدلے
تاکہ تو ایک عقلمند کی حفاظت میں سوئے	ایک صاحب دل دوست کے قریب
در خیال افتاد مرد از جد او	خشمگیں شدز و بگردانید رو
اس کے اصرار سے وہ مرد شک میں پڑ گیا	غضبناک ہو گیا' اس سے منہ پھیر لیا
کیں مگر قصد من آمد خونی ست	یا طمع دارد گدائی و تونی ست
کہ یہ شاید میری جان کا خواہاں بنا ہے خونی ہے	یا لالچ کرتا ہے' بھک منگا اور چور ہے
یا گرو بست ست با یاراں بدیں	کہ بترساند مرا از ہمنشیں
یا اس نے دوستوں سے اس پر شرط باندھی ہے	کہ مجھے ساتھی سے ڈرا دے گا
یا حسد دارد ز مہر یار من	کاینچنیں جد میکند در کار من
یا میرے یار کی محبت پر حسد کرتا ہے	کہ میرے معاملہ میں اس قدر اصرار کر رہا ہے
خود نیامد ہیچ از خبث سرش	یک گمان نیک اندر خاطرش
اس کی بدباطنی سے نہ آیا	کوئی بھی نیک گمان اس کے دل میں
ظن نیکش جملگی بر خرس بود	او مگر آں خرس را ہم جنس بود
اس کا نیک گمان بالکل ریچھ پر تھا	شاید وہ اس ریچھ کا ہم نسل تھا
بدگمان و ابلہ و نااہل بود	وز شقاوت او مطیع جہل بود
بدگمان اور بے وقوف اور نااہل تھا	بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا تابع تھا
بدرگ و خودرای و بدبخت ابد	گمرہ و مغرور و کور و خوار و رد
بدسرشت اور خود سر اور ہمیشہ کا بدبخت	گمراہ اور مغرور اور اندھا اور ذلیل اور مردود
خرس را بگزیدہ بر صاحب کمال	روسیہ حاصل تبہ فاسد خیال
ریچھ کو صاحب کمال پر ترجیح دی	روسیاہ' بدانجام' گندے خیال والا
عاقلے را از سگی تہمت نہاد	خرس را دانست اہل مہر و داد
کتے پن سے ایک عقلمند پر تہمت دھری	ریچھ کو محبت اور انصاف والا سمجھا

جب ریچھ نے اژدھے کے پنجہ سے رہائی پائی اور اس بہادر شخص کی یہ شفقت مشاہدہ کی تو وہ بیچارہ ریچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

سگ اصحاب کہف کی طرح اس شخص کے پیچھے لگ لیا اور اس کے ساتھ ہولیا۔ وہ مسلمان کہیں ماندگی کے سبب لیٹ رہا تو ریچھ اس تعلق کے سبب جو اس کو اس شخص کے ساتھ پیدا ہو گیا تھا پہرہ دینے لگا۔ اتفاقاً ایک شخص کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے دریافت کیا کہ بھائی یہ کیا بات ہے اور اس ریچھ کو تجھ سے کیا تعلق ہے اس نے وہ تمام واقعہ اور اژدھے کی کہانی بیان کی اس نے کہا کہ ارے احمق ریچھ سے دل نہ لگا نادان کی دوستی دشمنی سے بدتر ہے لہٰذا جس تدبیر سے بھی ممکن ہو اس کو نکال دینا چاہیے۔

اس شخص نے یہ سن کر کہا کہ اس نے میرے اس امتیاز پر حسد کیا اور حسد سے ایسا کہتا ہے ورنہ اس کے ریچھ پن کو کیا دیکھتے ہو اس کی محبت کو دیکھنا چاہیے۔ گو صورتاً ریچھ ہے مگر اس کی محبت آدمیوں سے زیادہ ہے لہٰذا یہ ہرگز نکالنے کے قابل نہیں۔ اس نے کہا کہ یہ سچ ہے کہ یہ محبت کرتا ہے مگر احمقوں کی دوستی دھوکا دینے والی ہوتی ہے اور میرا یہ حسد (یعنی میری نصیحت جس کو تو حسد سمجھتا ہے) اس کی محبت سے اچھا ہے دیکھ تو میرے ساتھ آ اور اس ریچھ کو چھوڑ دے اور ریچھ کو اپنی ہم جنس کے مقابلہ میں مت اختیار کر اور اپنے ہم جنس کو مت چھوڑ۔ اس نے کہا چل چل اپنا کام کر زیادہ باتیں نہ بنا۔ میں سمجھتا ہوں کہ تو حاسد ہے اس نے کہا خیر میرا جو کام تھا کر چکا تمہاری قسمت میں کیا کروں۔ ارے بھلے مانس میں ریچھ سے تو کم نہیں اسے چھوڑ و کہنا مان اور میرا ساتھی ہو جا۔ مجھے تیرے متعلق کھٹکا ہے اور اس سے میرا دل کانپ رہا ہے معلوم نہیں کہ اس ریچھ کے سبب تجھ پر کیا مصیبت نازل ہو تو ایسے ریچھ کے ساتھ جنگل میں نہ جا یہ میرا کلیجہ فضول دھک دھک نہیں کرتا۔ میں سچ کہتا ہوں۔ یہ ڈینگ اور شیخی نہیں بلکہ نور حق اور اس فراست کے سبب ہے جو حق سبحانہ مومنین کو عطا فرماتے ہیں چونکہ میں مومن ہوں اور حق سبحانہ کے نور سے دیکھتا ہوں اس لئے میرا گمان غلط نہیں دیکھ دیکھ کہنا مان اور اس آتش کدہ سے بھاگ اس نے یہ سب کچھ کہا مگر اس نے ایک بھی نہ سنی اور بدگمانی اس کے لئے ایک زبردست حاجب ہو گئی کیونکہ بدگمانی آدمی کے لئے ایک مضبوط روک ہے بالآخر اس نے یہ کیا اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنی طرف کھینچا مگر اس نے ہاتھ بھی چھڑا لیا جب اس نے دیکھا کہ کسی طرح نہیں مانتا تو مجبور ہو کر کہا کہ خیر جبکہ تو ٹھیک ساتھی نہیں ہے تو میں جاتا ہوں اس نے کہا بسم اللہ آپ تشریف لے جائیے اور میری ہمدردی نہ کیجئے اور یہ بزرگی کی باتیں نہ بنائیے۔ پھر بھی اس ناصح سے نہ رہا گیا اور کہا کہ دیکھ میں تیرا دشمن نہیں ہوں تیری بڑی مہربانی ہوگی اگر تو میری بات مان لے اس نے کہا مجھے نیند آ رہی ہے للہ مجھے معاف کیجئے اور آپ تشریف لے جائیے اس نے پھر کہا کہ ارے نادان اپنے دوست کی بات مان لے تا کہ تو ایک خوش نصیب دوست صاحب دل کی پناہ میں اور اس کے پاس سوئے اس اصرار سے وہ شخص بے ہودہ خیال میں پھنس گیا کہ یہ کوئی خونی ہے جو مجھے مارنے آیا ہے یا کوئی لالچی فقیر اور کمینہ ہے کہ مجھ پر احسان رکھ کر کچھ اینٹھنا چاہتا ہے یا اس نے اپنے دوستوں سے اس کی شرط باندھی ہے کہ مجھ کو میرے اس ہم نشین سے ڈرا دے اور بدظن کر کے چھڑا دے۔ یا میرے اس

یار کی دوستی سے حسد کرتا ہے کہ میرے معاملہ میں اس قدر اصرار کرتا ہے یہ خیال کر کے غصہ ہو کر منہ پھیر لیا اور بجز خیالات فاسدہ کے اس کے خبث باطن سے ایک خیال بھی اچھا اس کے دل میں نہ آیا بلکہ اچھا گمان بالکل اس کو ریچھ پر تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بلحاظ طینت کے وہ ریچھ کا ہمجنس تھا۔ بدگمان تھا' احمق تھا' نااہل تھا اور اپنی بدبختی سے نادانی کا مطیع تھا۔ بدذات تھا۔ بدرائے تھا بدبخت ابدی تھا گمراہ تھا دھوکہ میں مبتلا تھا اندھا اور ذلیل و مردود تھا کہ اس روسیاہ تباہ حاصل اور فاسد خیال نے ایک صاحب کمال کے مقابلہ میں ریچھ کو ترجیح دی اور اپنے گدھے پن سے ایک عاقل پر حسد وغیرہ کی تہمت رکھی اور ریچھ کو دوست سمجھا۔

شرح شبّیری

ریچھ اور اس بیوقوف کی حکایت کا تتمہ جسکے کہ ریچھ کی وفاداری پر بھروسہ کیا تھا

خرس الخ۔ یعنی ریچھ بھی جب اژدھا سے چھوٹ گیا اور اس مرد مردانہ سے یہ کرم دیکھے۔

چون الخ۔ یعنی اصحاب کہف کے کتے کی طرح وہ ضعیف ریچھ اس یار غار کے پیچھے ہو لیا۔

آن الخ۔ یعنی وہ مسلمان تو خستگی کی وجہ سے لیٹ گیا اور وہ ریچھ خوب دل لگا کر اس کا محافظ بنا یعنی یہ شخص تو سو گیا اور ریچھ صاحب نے پہرا دینا شروع کیا۔

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص گذرا تو اس نے کہا کہ کیا حالت ہے ارے بھائی یہ ریچھ تیرا کون ہے (آیا بھائی یا باوا ہے) جو اس طرح آرام سے آپ اس کی نگہبانی میں سو رہے ہیں۔

قصہ الخ۔ یعنی اس شخص نے قصہ کہا اور اژدھا کی بات بھی تو اس نے کہا کہ اے بیوقوف ایک ریچھ پر دل مت رکھ یعنی اس سونے والے نے سب قصہ سنایا کہ اس طرح سے یہ میرے ساتھ ہوا ہے تو اس ناصح نے کہا کہ ارے بیوقوف اس پر بھروسہ مت کر اور اس کو دوست مت سمجھ اس لئے کہ

دوستی الخ۔ یعنی بیوقوف کی دوستی دشمنی سے بھی بدتر ہے اور یہ تو جس حیلہ سے کر تو جانے نکالنے کے قابل ہے مطلب یہ کہ چونکہ دشمن سے تو انسان بچاؤ کرتا ہے اور اس کے نقصانات سے پرہیز کرتا ہے لیکن اگر کوئی شخص دوستی کے پیرایہ میں دشمنی کرے تو وہ بہت ہی خطرناک ہے تو چونکہ بیوقوف کو عقل تو ہے نہیں اس لئے بجائے نفع کے ضرر ہی پہنچا دے گا اور چونکہ اس کو دوست سمجھے ہوئے ہے اس لئے بچاؤ بھی نہ کرے گا لہٰذا اس کی دوستی دشمنی سے بھی بدتر ہوئی اور چونکہ یہ ریچھ حیوان اور بیوقوف ہے اس لئے اس کو بھی جس طرح ہو سکے اپنے سے الگ کر دے ان ساری نصیحتوں کو سن کر وہ حضرت ریچھ والے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت واللہ الخ۔ یعنی وہ ریچھ والا کہنے لگا کہ خدا کی قسم حسد کی وجہ سے یہ کہا ہے ورنہ ریچھ پن کیا دیکھتے ہو اس مہربانی کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ جب اس پند گو نے یہ باتیں کہیں اور کہا کہ بھائی اس کو اپنے پاس سے ہٹا دے تو آپ فرماتے ہیں کہ چونکہ مجھے اس قدر امتیاز حاصل ہے کہ میرا نگہبان ایک درندہ ہے اس لئے آپ کو حسد پیدا ہوا ہے اور چاہتے ہو کہ یہ امتیاز مجھے حاصل نہ ہو ورنہ اس کے اندر تو خرسی کا کہیں پتا بھی نہیں بلکہ یہ اس کی ملاطفت اور مہربانی قابل دید ہے کہ یہ ایک انسان کی کس طرح حفاظت کر رہا ہے (عجب کوڑ مغز آدمی ہے) یہ سن کر وہ پند گو کہتا ہے کہ

گفت الخ۔ یعنی اس پند گو نے کہا کہ بیوقوفوں کی مہربانی دھوکا دینے والی ہوتی ہے اور میری یہ حسودی اس کی مہربانی سے بہتر ہے اس لئے کہ اس میں تو تیرا کوئی فائدہ بجز ایک حصول امتیاز موہوم کے کچھ بھی نہیں ہے اور میری اس نصیحت میں جس کو کہ تو اپنی کج فہمی سے حسد سمجھ رہا ہے تیرا فائدہ ہے اس لئے چاہیے کہ نصیحت کو سن اور اس کو الگ کر دے اور کہا کہ

ہے بیا با من الخ۔ یعنی ارے میرے ساتھ آ اور اس ریچھ کو بھگا دے خرس کو قبول مت کر اور ہم جنس کو چھوڑ مت

گفت الخ۔ یعنی وہ ریچھ والا بولا کہ ارے حاسد جا اپنا کام کر۔ تو وہ ناصح بولا کہ میرا کام تو یہی تھا اور تیری قسمت میں نہ تھا مطلب یہ کہ اب ان ریچھ والے صاحب کو جوش آیا اور بولے کہ اے چل کہاں کی نصیحت لئے پھرتا ہے وہ چونکہ بہت ہی مشفق تھا اس لئے کہنے لگا کہ بھائی میرا تو کام ہی نصیحت کرنا تھا اب تیری قسمت ہی میں نہ ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں یہ کہہ کر پھر جوش شفقت سے سمجھانے لگا کہ

من کم از الخ۔ یعنی اے بھلے آدمی میں ریچھ سے تو کم نہیں ہوں تو اس کو چھوڑتا کہ میں (اس سے اچھا) تیرا ساتھی ہو جاؤں۔

بر تو دل الخ۔ یعنی میرا دل تیرے اوپر اندیشہ کی وجہ سے کانپ رہا ہے ارے تو ایک ریچھ کے ساتھ جنگل میں مت جا۔ مبادا تجھے کوئی گزند پہنچا دے کہ آخر تو حیوان لایعقل ہے۔ جب غصہ آئے تو بھلے برے کی کچھ بھی تمیز نہ رہے گی خدا کے لئے میرے کہنے کو مان لے اور اس کو چھوڑ دے اور کہتا ہے کہ

این دلم الخ۔ یعنی یہ میرا دل فضول نہیں کانپ رہا ہے بلکہ یہ نور حق ہے کوئی دعوے یا شیخی نہیں ہے مطلب یہ کہ میں جو یہ کہہ رہا ہوں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ مبادا کہیں تجھ کو یہ گزند نہ پہنچا دے تو یہ میرا خیال ہی نہیں ہے بلکہ یہ میں الہام سے کہہ رہا ہوں صرف شیخی اور دعوے ہی نہیں ہے بلکہ جو کہہ رہا ہوں ضرور ہوگا اس لئے خدا کے لئے میرا کہا مان اور اس کو چھوڑ اور وہ کہنے لگا

مومنم الخ۔ یعنی میں مومن ہوں وہ کہ ینظر بنور اللہ ہو چکا ہو تو ضرور اس آتشکدہ سے بھاگ۔ مطلب یہ کہ دیکھ میرا کہنا کوئی ایسا کہنا نہیں ہے کہ صرف ایک گمان اور وہم سے کہا ہو بلکہ میری وہ حالت ہے کہ میں الحمد للہ نور حق سے دیکھتا ہوں اور مجھے بصیرت کاملہ حاصل ہے اس لئے مجھے صاف طور پر معلوم ہو رہا ہے اور الہام کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ یہ تجھے گزند پہنچا دے گا اس لئے خدا کے لئے اس سے الگ رہ اور اس سے دوستی مت کر آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں ہمہ گفت الخ۔ یعنی یہ سب کچھ کہا اور اس کے کان میں کچھ نہ گیا۔ اس لئے کہ بدگمانی انسان کے لئے ایک سخت روک ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس شخص کو اس مرد خدا پر بدگمانی ہوگئی تھی کہ اس کی کوئی غرض اس سمجھانے میں ہے لہٰذا یہ بدگمانی قبول حق سے اس کو بہت بڑی رکاوٹ اور آڑ ہوگئی اور اس نے ہرگز حق قبول نہ کیا اب جبکہ زبانی سمجھانے سے اس کی سمجھ میں نہ آیا تو اس نے پھر ایک کوشش کی اور وہ یہ کہ

دست الخ۔ یعنی اس ناصح نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس نے اس سے ہاتھ کھینچ لیا۔ تب وہ ناصح بولا کہ جب تو یار رشید نہیں ہے تو میں جاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ اس ناصح نے اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے اٹھایا تو ان حضرت نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا اور کھڑے نہیں ہوئے جب اس میں بھی وہ ناکام رہا تو بولا کہ اچھا بھائی میں تو جاتا ہوں جب کسی طرح مانتا ہی نہیں اس بیچارہ نے تو یہاں تک خیر خواہی کی اور اس قدر سمجھایا اس پر حضرت فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی ریچھ والا بولا کہ اچھا جا تو میرا غمخوار مت ہو ارے بوالفضول ذرا معرفت کم تراشو۔ مطلب یہ کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہاں ہاں بہتر ہے آپ تشریف لے جایئے مجھے آپ کی غمخواری کی ضرورت نہیں ہے اور ذرا کھڑے ہو کر بہت بزرگی مت بگھارو کہ مجھے الہام سے معلوم ہوا ہے اور میں جو کہہ رہا ہوں صحیح ہی کہہ رہا ہوں لیکن چونکہ اس کی تو کوئی ذاتی غرض نہ تھی بلکہ اس کے بھلے ہی کے واسطے کہہ رہا تھا اس لئے پھر جوش شفقت میں سمجھانے لگا کہ

باز گفتش الخ۔ یعنی اس سے کہا کہ ارے میں تیرا دشمن تو نہیں ہوں اگر تو میرے پیچھے آئے گا تو لطف دیکھے گا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ ارے کمبخت میں تیرا دشمن تو نہیں ہوں اس لئے میرے کہنے کو مان اور میرے ہمراہ چلا آ پھر دیکھ تو کیسے کیسے لطف و کرم دیکھے گا۔ وہ تو نصیحتیں کر رہا تھا اور اس کے دماغ میں اس امتیاز کی قدر تھی اور یوں سمجھ رہا تھا کہ اس ریچھ کی پاسبانی میں میری بہت بڑی عزت ہے اور یہ شخص اس میں حارج تھا تو آپ یہ سن کر جواب فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی اس ریچھ والے نے کہا کہ میں تو سوتا ہوں جا اور مجھے چھوڑ۔ تو اس ناصح نے کہا کہ پچھلے یار کا مطیع ہو یعنی میرا مطیع ہو جا اور کہنا مان لے۔

تا بہ خسپی الخ۔ یعنی تا کہ تو ایک مقبل کی پناہ میں سووے اور ایک دوست صاحب دل کے پڑوس میں۔ مطلب یہ کہ میرا کہنا مان لے اور میری ہمراہ چلا آ اور اس کو چھوڑ دے اور اس کی حفاظت میں مت سو تا کہ تجھے مجھ جیسے دوست کے اور صاحب دل اور مقبل کے سایہ اور حفاظت اور پناہ میں سونا ملے۔ جب اس ناصح نے سمجھانے میں اس قدر کاوش کی اور کوشش کی تو اس شخص کو یہ شبہ ہو گیا کہ اس میں اس ناصح کی کوئی ذاتی غرض ہے کہ جس کی وجہ سے اس کو اس قدر کوشش ہے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

در خیال الخ۔ یعنی اس ناصح کی کوشش کی وجہ سے یہ آدمی بدگمانی میں پڑ گیا اور غصہ ور ہو گیا اور اس ناصح سے

www.besturdubooks.wordpress.com

سے منہ پھیر لیا اور وہ یہ بدگمانی ہوئی کہ

کین الخ۔ یعنی یہ کہ شاید میرا قصد کر کے آیا ہے اور خونی ہے یا طمع رکھتا ہے کوئی فقیر ہے اور کمینہ ہے۔ مطلب یہ کہ اس کو یہ گمان ہوا کہ شاید یہ مجھے مارنا چاہتا ہے اور جانتا ہے کہ اس ریچھ کی حفاظت میں تو میرا قابو چل نہیں سکتا لہٰذا اس کو بہکا کر ریچھ کو تو الگ کر دوں پھر میرا قابو چل جائے گا اور یا کوئی فقیر اور طامع ہے کہ جس کو یہ لالچ ہے کہ اس ریچھ کو ہٹا کر خود خدمت کرے اور اس کی عوض میں اس کو میں کچھ دیدوں۔ اس لئے اس کو اس قدر کوشش ہے (سبحان اللہ ان نصائح کی کیا قدر کی ہے) اور یہ گمان ہوا کہ

یا گرو بست الخ۔ یعنی یا دوستوں سے اس بات کی شرط باندھ کر آیا ہے کہ مجھے اس ہم نشین سے ڈرائے گا یعنی اس کو یہ گمان ہوا کہ شاید کہیں لوگوں میں یہ چرچا ہوگا کہ اس کا تو ریچھ بہت گہرا دوست ہو گیا ہے اور وہ اس سے الگ ہو ہی نہیں سکتا تو اس شخص نے ان سے شرط کی ہو کہ میں ضرور اس کو بہکا کر اس سے الگ کرا دونگا اس لئے اس قدر کوشش کرتا ہو۔

یا حسد الخ۔ یعنی یا میرے دوست کی مہربانی کی وجہ سے حسد کرتا ہے کہ میرے کام میں اس قدر کوشش کر رہا ہے مطلب یہ کہ اس کو یہ گمان ہوا کہ چونکہ یہ ریچھ میرا بہت گہرا دوست ہو گیا ہے اس لئے اس کو حسد ہے اور چاہتا ہے کہ ان دونوں کی دوستی نہ رہے (ارے واہ ری عقل خوب سمجھے قربان جایئے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

خود نیامد الخ۔ یعنی اس کے خبث سر کی وجہ سے کوئی گمان نیک اس کے دل میں نہ آیا اور فرماتے ہیں کہ

ظن نیکش الخ۔ یعنی اس کا نیک گمان تو سارا کا سارا ریچھ پر تھا۔ ہاں شاید وہ ریچھ کا ہم جنس ہوگا اسی لئے اس کو اچھا جانتا تھا اور آدمیوں سے نفرت کرتا تھا۔ اب مولانا کو غصہ آ گیا اور فرماتے ہیں کہ

بدگمان الخ۔ یعنی بدگمان اور بیوقوف اور نااہل تھا اور بدبختی کی وجہ سے وہ جہل کا مطیع تھا۔

بدرگ الخ۔ یعنی بدرگ اور خود رائے بدبخت ابدی گمراہ مغرور رانذہ حاذلیل اور مردود تھا۔

خرس الخ۔ یعنی ریچھ کو ایک صاحب کمال پر ترجیح دی۔ رو سیہ حاصل تباہ فاسد خیال۔

عاقلے الخ۔ یعنی ایک عقلمند آدمی کو تو کتے پن کی وجہ سے تہمت لگائی اور ریچھ کو مہر و داد والا سمجھا۔ (گدھا کہیں کا) آگے مولانا ایک حکایت لاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک گوسالہ پرست سے پوچھا کہ ارے کمبخت تو یہ تو بتا کہ تو نے میرے اندر تو بہت سے معجزات دیکھے اور بہت سی نشانیاں میرے صدق پر تو نے دیکھیں۔ تو میری پیغمبری میں تو تجھے شبہ رہا اور اس گوسالہ کی ذرا سی بھاں بھاں پر ریجھ گیا اس کی کیا وجہ ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس کی عقل سالم نہ تھی اور اس کو بدگمانی تھی اس لئے اس کو طریق ہدایت نظر نہ آیا اسی طرح چونکہ اس شخص کو بھی بدگمانی اور فاسد خیالی نے آ کر گھیرا تھا لہٰذا اس نے بھی ہدایت کو نہ مانا۔ اب حکایت سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

گفتن موسیٰؑ گوسالہ پرست را کہ آں خیال اندیشی و حزم تو کجا رفت

(حضرت) موسیٰ علیہ السلام کا ایک بچھڑے کے پوجنے والے سے فرمانا کہ تیری وہ سمجھ اور پختگی کہاں چلی گئی؟

گفت موسیٰؑ با یکے مست خیال	کاے بد اندیش از شقاوت در ضلال
(حضرت) موسیٰؑ نے ایک وہمی سے فرمایا	کہ اے بدبختی کی وجہ سے گمراہ اور بدخیال!
صد گمانت بود در پیغمبریم	با چنیں برہان و ایں خلق کریم
تجھے میری پیغمبری میں سو شک تھے	ایسی دلیل اور ان اچھے اخلاق کے ہوتے ہوئے
صد ہزاراں معجزہ دیدی زمن	صد خیالت می فزود و شک و ظن
تو نے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے	(لیکن) تیرے اندر سینکڑوں وہم شک اور بدگمانیاں بڑھیں
از خیال و وسوسہ تنگ آمدی	طعن بر پیغمبریم می زدی
تو وہم اور وسوسہ سے مجبور ہو گیا	میری پیغمبری پر تو نے طعنہ زنی کی
گرد از دریا بر آوردم عیاں	تا رہیدید از شر فرعونیاں
میں نے کھلم کھلا دریا سے گرد اڑا دی	یہاں تک کہ تم فرعون والوں کے شر سے بچ گئے
ز آسماں چل سالہ کاسہ و خواں رسید	وز دعایم جوئے از سنگے دوید
چالیس سال تک آسمان سے پیالہ اور خوان آیا	میری دعا سے پتھر سے پانی کی نہر بہ پڑی
چوب شد در دست من نر اژدہا	آب خوں شد بر عدوے ناسزا
میرے ہاتھ میں لکڑی نر اژدھا بنی	نالائق دشمن پر پانی خون بن گیا
شد عصا مار و کفم شد آفتاب	آفتاب از عکس رویم شد شہاب
لاٹھی سانپ بنی اور میری ہتھیلی سورج بنی	سورج میرے چہرے کے عکس سے ٹوٹا ہوا ستارہ بن گیا
ایں و صد چندیں و چندیں گرم و سرد	از تو اے سرد آں توہم کم نہ کرد
اس نے اور ایسے ایسے سینکڑوں مختلف قسم (کے معجزوں) نے	اے کج فہم! تیرا وہم نہ مٹایا
بانگ زد گوسالہ از جادوئی	سجدہ کردی کہ خدائے من توئی
جادوگری سے بچھڑا بولا	تو نے سجدہ کیا کہ میرا خدا تو ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں توہمات را سیلاب برد	زیرکی باردت را خواب برد
تیرے ان وہموں کو سیلاب بہا لے گیا	تیری لایعنی ذہانت سو گئی
چوں نبودی بدگماں در حق او	چوں نہادی سر چناں اے زشت رو
تو اس کے بارے میں بدگمان کیوں نہ ہوا؟	اے بدصورت! تو نے اس طرح کیوں سر دھر دیا؟
چوں خیالت نامد از تزویر او	وز فساد سحر احمق گیر او
تجھے اس کی مکاری کا کیوں خیال نہ آیا؟	اور اس کے احمقوں کو پھنسانے والے جادو کا
سامری خود کہ باشد اے مہاں	کہ خدائے برتر اشد در جہاں
اے ذلیل! سامری خود کیا ہے؟	کہ جو دنیا میں خدا بنا ڈالے
چوں دریں تزویر او یک دل شدی	وز ہمہ اشکالہا عاطل شدی
تو جب تو اس کی اس مکاری سے مطمئن ہو گیا	اور تمام اشکالات سے خالی ہو گیا
گاوَی شاید خدائی را بلاف	در رسولی ام تو چوں کردی خلاف
بکواس سے بچھڑا خدائی کے لائق ہو سکتا ہے؟	میرے رسول ہونے میں تو نے کیوں خلاف کیا؟
پیش گاوے سجدہ کردی از خری	گشت عقلت صید سحر سامری
گدھے پن سے تو نے بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا	تیری عقل سامری کے جادو کا شکار ہو گئی
چشم وزدیدی ز نور ذوالجلال	اینت جہل و افروعین ضلال
تو نے اللہ (تعالیٰ) کے نور سے آنکھیں چرائیں	عجیب بھاری نادانی اور اصل گمراہی ہے
شہ براں عقل و گزینش کہ تراست	چوں تو کان جہل را کشتن سزاست
تیری عقل اور اس کے انتخاب پر جو تو نے کیا تف ہے	تجھ جیسے جہل کی کان کا قتل مناسب ہے
گاو زریں بانگ کرد آخر چہ گفت	کاحمقاں را ایں ہمہ رغبت شگفت
سونے کا بچھڑا بولا آخر کیا کہا؟	کہ احمقوں کی رغبت کے یہ سب پھول کھلے
زاں عجب تر دیدۂ از من بسے	لیک حق را کہ پذیرد ہر خسے
مجھ سے تو نے اس سے زیادہ تعجب انگیز (معجزے) دیکھے	لیکن ہر کمینہ حق بات کو کب مانتا ہے؟
باطلاں راچہ رباید باطلے	عاطلاں راچہ خوش آید عاطلے
بیہودوں کو کیا بھاتا ہے؟ بیہودہ بات	لغو لوگوں کو کیا اچھا لگتا ہے؟ لغو

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں کہ ہر جنسے رباید جنس خود	گاؤ سوئے شیر نر کے رونہد
کیوں کہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے	گائے نر شیر کی جانب کب آتی ہے؟
گرگ بر یوسفؑ کجا عشق آورد	جز مگر از مکر تا او را خورد
بھیڑیا یوسف سے کب عشق کرتا ہے؟	مکر کے سوا؟ تاکہ اس کو ہڑپ کر جائے
چوں زگرگی وارہد محرم شود	چوں سگ کہف از بنی آدم شود
جب بھیڑیے پن سے نجات حاصل کر لیتا ہے محرم ہو جاتا ہے	اصحاب کہف کے کتے کی طرح انسان ہو جاتا ہے
چوں محمدؐ را ابوبکرؓ نکو	دید صدقش گفت ھذا صادق
جب نیک (سیرت) ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)	کی سچائی کو دیکھا بول اٹھے یہ سچا ہے
چوں ابوبکرؓ از محمدؐ بردہ بو	گفت ھذا لیس وجہ کاذب
جب ابوبکرؓ نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو سونگھی	کہا یہ جھوٹا چہرہ نہیں ہے
چوں نہ بد بوجہل از اصحاب درد	دید صد شق القمر باور نہ کرد
چونکہ ابوجہل اصحاب درد میں سے نہ تھا	سو شق القمر (جیسے معجزے) دیکھے یقین نہ کیا
دردمندے کش زبام افتاد طشت	زونہاں کردیم حق پنہاں نگشت
وہ درد مند جس کا راز ظاہر ہو کر رہا	ہم نے اس سے حق کو چھپایا (پھر بھی) نہ چھپا
وانکہ او جاہل بد از دردش بعید	چند بنمودیم و او آں را ندید
وہ جو کہ جاہل تھا (اور) اس کے درد سے دور تھا	ہم نے اس کو ہر چند دکھایا اس نے اس کو نہ دیکھا
آئینہ دل صاف باید تا درو	واشناسی صورت زشت از نکو
دل کا آئینہ صاف ہونا چاہیے تاکہ اس میں	بری اور اچھی صورت میں تو امتیاز کر سکے

اوپر تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ وہ احمق واقعہ کو خلاف واقع اور دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست سمجھتا تھا آگے فرماتے ہیں کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے اس گوسالہ پرست شخص کی جس سے موسیٰ علیہ السلام نے گفتگو کی تھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ایک فاسد الخیال شخص سے کہا کہ اے غلط فہم اور اپنی بدبختی کے باعث مبتلائے گمراہی یہ کیا بات ہے کہ باوجود میرے نبوت کی دلیل واضح و برہان یقینی اور اس خلق کریم کے جو انبیاءؑ کے ساتھ مختص ہے تجھے میری رسالت میں سینکڑوں شبہات تھے اور تو نے مجھ سے بکثرت معجزے دیکھے مگر بایں ہمہ ان سے سینکڑوں خیالات باطلہ اور شکوک اور ظنون باطلہ ہی بڑھے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ تو نے اپنے خیالات اور وساوس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے تنگ آ کر اور مغلوب ہو کر میری پیغمبری پر اعتراض کیا میں نے کھلم کھلا دریا کو پھاڑ کر خشک مٹی نکال دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تم فرعونیوں کے شر سے محفوظ ہو گئے۔ نیز آسمان سے چالیس برس تک تم کو پیالے اور خوان پہنچے۔ یعنی وادی تیہ میں چالیس برس تم کو بلا مشقت کھانا ملا اور میری دعا سے پتھر سے چشمے نکلے۔ لاٹھی میری ہاتھ میں زبردست اژدھا بن گئی اور نالائق دشمن کے لئے پانی خون بن گیا۔ لاٹھی سانپ بن گئی اور میری ہتھیلی آفتاب کی طرح چمکنے لگی اور میرے نور کف کے عکس کے مقابلہ میں آفتاب ٹوٹنے والے ستارہ کی طرح بے قدر ہو گیا غرض کہ اے جامد طبع ان معجزات اور اتنے ہی بڑے اور سو معجزات اور اتنے ہی عظیم الشان مختلف احوال نے تیرے توہمات کو کم نہ کیا لیکن جادو سے گوسالۂ سامری بولنے لگا تو تو نے اس کو سجدہ کیا اور کہا کہ میرا خدا تو ہی ہے اور وہ توہمات سب رو میں بہہ گئے اور تیری اس جامد اور بے محل زیرکی کو نیند آ گئی کہ بالکل معطل ہو گئی اور کچھ بھی کام نہ دیا۔ اے بدخصلت تو اس کے حق میں بدگمان کیوں نہ ہوا اور اس کے سامنے تو نے سر کیوں جھکا دیا اور تجھے اس کی دھوکہ دہی کا خیال کیوں نہ آیا اور اس کے احمقوں کے پھنسانے والے جادو کے فساد کا احساس کیوں نہ ہوا اور اے ذلیل تو نے اتنا نہ سمجھا کہ سامری کیا چیز ہے کہ عالم میں ایک خدا بنا کر کھڑا کر دے اور بچھڑے کی خدائی پر تجھے کیونکر اطمینان ہو گیا اور تو تمام اشکالات سے کیونکر خالی ہو گیا۔ پس تو نے میری پیغمبری میں کیوں مخالفت کی سمجھ تو سہی کہیں لغو عوں سے بچھڑا بھی خدائی کا مستحق ہو سکتا ہے۔ جب ایسا نہیں ہو سکتا اور یہ امر نہایت ہی واضح ہے کہ موٹی عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے تو کیسے غضب کی بات ہے کہ تو نے ایک بچھڑے کے سامنے سجدہ کیا اور تیری عقل سامری کے جادو کے جال میں پھنس گئی اور نور حق سبحانہ سے تو نے آنکھ بند کر لی۔ یہ کیسی عجیب جہالت تامہ اور خالص گمراہی ہے تیری اس عقل اور تیرے اس انتخاب پر پھٹکار تو جہالت کی کان تو مار ڈالنے ہی کے قابل ہے۔ اچھا یہ تو بتا کہ سونے کا بچھڑا بولا تو آخر اس نے کیا کہا کہ احمقوں کو اس درجہ رغبت ہو گئی۔ مجھ سے تو تو نے اس سے بہت عجیب باتیں مشاہدہ کی ہیں لیکن تو میرا معتقد نہیں ہوا وجہ یہ کہ حق کو ہر ذلیل قبول نہیں کرتا کیونکہ ہر شے کا میلان اپنی مناسب کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ باطل پرستوں کو کیا چیز اپنی طرف کھینچتی ہے اس کی مناسب یعنی باطل اور کمالات سے بے بہرہ کو کیا چیز پسند آتی ہے وہی ان کے مناسب یعنی کمال سے بے بہرہ اور وجہ وہی ہے جو ہم پیشتر کہہ چکے ہیں کہ ہر جنس اپنی جنس کو کھینچتی ہے بھلا دیکھو گائے بھی کہیں شیر کی طرف جاتی ہے ہرگز نہیں کیوں؟ اس لئے کہ وہ اس کے مناسب نہیں اور دیکھو بھیڑیا بھی کہیں یوسف پر عاشق ہوتا ہے ہرگز نہیں بس اگر متوجہ بھی ہوتا ہے تو صرف اس لئے کہ مخالفت کے سبب مکر سے اسے کھا جائے۔ یہ حکم اس وقت تک ہے جب تک کہ اس میں بھیڑیا پن باقی رہے لیکن جب کہ اس کے اندر سے بھیڑیے پن کی صفت جاتی رہتی ہے تب وہ مناسب اور موافق ہو جاتا ہے اور سگ اصحاب کہف کی طرح آدمی ہو جاتا ہے پس اگر تم کوئی اس قسم کی نظیر دیکھو تو دھوکہ نہ کھانا۔ اب مناسبت اور عدم مناسبت کے آثار کے بعض نظائر اور سن لو۔ جبکہ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ

www.besturdubooks.wordpress.com

کا وصف صدیقیت بزبان حال بول اٹھا کہ یہ سچا نبی ہے اور چونکہ ان کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مناسبت تھی اس لئے آپ نے تصدیق کی اور گویا کہ یہ فرمایا کہ جھوٹے کی صورت ایسی نہیں ہوتی لیکن چونکہ ابوجہل اصحاب درد میں سے نہ تھا اور اس لئے اس کو مناسبت نہ تھی اس لئے شق القمر کی مثل سو عظیم الشان معجزات دیکھے مگر یقین نہیں کیا جس طرح انبیاء کے زمانہ میں دو قسم کے لوگ تھے یوں ان کے جانشین حضرات کے وقت میں بھی ہیں۔ چنانچہ جو درد مند کہ آج شہرۂ آفاق ہیں ان سے ہم نے حق کو چھپایا بھی اور اپنی حالت کو ان پر ظاہر بھی نہیں کیا لیکن تب بھی حق ان پر پوشیدہ نہیں ہوا اور وہ سمجھ گئے اور جو جاہل اور درد سے دور تھا اس کو بہت سی کرامات وغیرہ کے ذریعہ سے حق دکھلانا چاہا مگر اس کو دکھلائی نہیں دیا اور وہ جیسا تھا ویسا ہی رہا لہٰذا آئینہ دل صاف ہونا چاہیے تاکہ اس کے سبب سے تم کو اچھی اور بری صورت معلوم ہو جائے اور صالح الاستعداد اور فاسد الاستعداد کا پتہ چل جائے یا کامل اور ناقص میں اور سچی اور جھوٹی میں امتیاز ہو جائے۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کا ایک گوسالہ پرست سے کہنا کہ گوسالہ سے تجھ کو کیوں اعتقاد ہے

گفت الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے ایک مست وہم سے کہا کہ اے بداندیش شقاوت کی وجہ سے گمراہی میں۔

صد گمانت الخ۔ یعنی میری پیغمبری میں تجھے سینکڑوں گمان تھے باوجود اتنی دلیلوں کے اور اس خلق کریم کے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی تو نے مجھ سے لاکھوں معجزے دیکھے اور تیرے خیالات اور شک اور گمان بڑھتے ہی چلے گئے

از خیال الخ۔ یعنی خیالوں اور وسوسوں کی وجہ سے تو تنگ آتا تھا اور میری پیغمبری پر طعنہ مارتا تھا آگے اور معجزات کا بیان فرماتے ہیں کہ

گرد از الخ۔ یعنی میں نے دریا میں سے گرد نکالی یہاں تک کہ تم فرعونیوں کے شر سے چھوٹے۔

ز آسمان الخ۔ یعنی چالیس برس تک (وادی میں) پیالہ اور خوان پہنچا اور میری ہی دعا سے پتھر میں سے ندی نکلی یہاں ایک تاریخی اشکال یہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کا وادی میں ہونا تو اس عبادت گوسالہ کے بہت بعد ہوا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی وفات وادی ہی میں ہو چکی تھی تو پھر اس گوسالہ پرست سے یہ کہنا کہ تو نے میرا یہ معجزہ دیکھ کر بھی مجھے نہیں مانا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ سو اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید وجود گوسالہ سے قبل حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس قید کی اطلاع دی ہو اور چونکہ آپ نبی تھے اس لئے وہ خبر ایسی یقینی ہو گئی گویا کہ وقوع ہو گیا اس لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ قید بھی کا لمعاینہ ہو گئی تھی پھر بھی تو نے نہ مانا اگرچہ ایک بعید تاویل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے لیکن اس کے علاوہ اور کچھ سمجھ میں نہ آیا۔ اگر کسی اور صاحب کے خیال میں اس سے اچھی تاویل آئے تو طبع ثانی یا نظر ثانی میں اصلاح فرمائیں۔

چوب شد الخ۔ یعنی میرے ہاتھ میں لکڑی ایک نر اژدھا ہوگئی اور دشمن نالائق پر پانی خون ہو گیا۔

شد عصا الخ۔ یعنی عصا تو سانپ ہو گیا اور میرا ہاتھ آفتاب (کی طرح چمکدار) ہو گیا کہ میرے نور کے سامنے آفتاب (ظاہری) بھی ایک شہاب (کی مانند) ہو گیا۔

این الخ۔ یعنی یہ (مذکور) اور سینکڑوں ایسے ہی اور ایسے گرم و سرد لے اے سرد موجب سے اس تو ہم کو دور نہ کیا اور باوجود ان ساری نشانیوں کے تجھے شک ہی رہا۔

بانگ زد الخ۔ یعنی کہ ایک گوسالہ نے جادو کی وجہ سے آواز کی تو تو نے سجدہ کر لیا کہ تو ہی میرا خدا ہے۔

آن توہمات الخ۔ یعنی ان توہمات کو (جو کہ میرے صدق میں تھے) سیلاب (بہا) لے گیا اور تیری عقل سرد کو خواب غفلت لے گئی اور اس گوسالہ میں تجھے کچھ نہ سوجھا کہ شبہات نکالتا۔

چون نبودی الخ۔ یعنی اس کے حق میں تو بدگمان کیوں نہ ہوا اور اے زشت خواس کے سامنے تو نے کس طرح سر رکھ دیا۔

چون الخ۔ یعنی تجھے اس کی تزویر کا کیوں خیال نہ آیا اور اس کے احمق گیر فساد سے کیوں گمان نہ ہوا۔

سامرے الخ۔ یعنی اے کمبخت ایک سامری کیا ہوگا کہ وہ دنیا میں خدا کو تراشے گا نعوذ باللہ۔ یعنی بھلا سامری کا بنایا ہوا جو ہو وہ خدا بھی ہو سکتا ہے ہرگز نہیں۔

در خدائی الخ۔ یعنی ایک بیل کی خدائی میں تو کس طرح یکدل ہو گیا اور تمام اشکالات سے عاطل ہو گیا کہ کوئی شبہ ہی واقع نہ ہوا۔

گاو الخ۔ کیا ایک بیل خدائی کے لائق ہو سکتا ہے اور تو نے میری رسولی میں کس طرح خلاف کیا (عجب حیرت ہے)۔

پیش الخ۔ یعنی تو نے گدھے پن کی وجہ سے ایک بیل کے سامنے سجدہ کر لیا۔ تیری عقل سحر سامری کی شکار بن گئی۔

چشم الخ۔ یعنی تو نے نور حق تعالیٰ سے تو آنکھ ہی لی یہ عجیب جہل ہے اور عین گمراہی ہے۔

شہ بران الخ۔ یعنی تیری عقل اور سمجھ پر لعنت ہے اور جبکہ تو کان جہل ہے تو تیرا مار ڈالنا درست ہے۔

گاو زرین الخ۔ یعنی ایک سونے کے بیل نے آواز کی آخر کیا کہا کہ احمقوں کو یہ ساری رغبت ہوئی۔

زان الخ۔ یعنی اس سے بہت عجب تو نے مجھ سے اکثر دیکھا ہے لیکن (بات یہ ہے کہ) حق راہ ہر کمینہ کب قبول کرتا ہے۔ تو دیکھو کہ اس شخص کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں شک رہا اور اس کی ذرا سی بات دیکھ کر فوراً مان لیا یہ ساری کج فہمی ہی ہے اور کیا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

باطلان را الخ۔ یعنی باطلوں کو کیا شے لبھاتی ہے؟ کوئی باطل شے۔ اور عاطلوں کو کیا پسند آتا ہے کوئی عاطل۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ ہر جنس اپنی جنس کو بھاتی ہے اور گائے شیر نر کی طرف (ہرگز) منہ نہیں کرتی۔ اس لئے کہ وہ اس کی جنس سے نہیں ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ شیر تو اس کی طرف آتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی جنس سے ہے تو جواب یہ ہے کہ وہ جو آتا ہے تو اس کی محبت کی وجہ سے نہیں آتا بلکہ اسے معدوم کرنے کے لئے آتا ہے جس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکی جنس نہیں ہے آگے بھی مولانا اس جنس کی مثالیں بیان فرماتے ہیں کہ

گرگ الخ۔ یعنی بھیڑیا یوسف پر کب عاشق ہوگا سوائے اس کے کہ مکر سے ان کو کھالے۔ مطلب یہ کہ چونکہ گرگ انسان کی جنس نہیں ہے اس لئے اس سے ہرگز موانست پیدا نہ کرے گا اور اگر بظاہر اس کی طرف آئے گا جس سے کہ شبہ موانست کا ہوتا ہے تو وہ بھی اس لئے کہ اس حیلہ سے اس کو کھانے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض بزرگوں کو دیکھا گیا ہے کہ وہ درندوں کے ہمراہ رہتے ہیں بلکہ درندوں سے کھیل کرتے ہیں حالانکہ یقیناً وہ دونوں آپس میں ہم جنس نہیں ہیں اس لئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ

چون محمد الخ۔ یعنی جبکہ وہ گرگی سے چھوٹ جائے تو محرم ہو جائے اصحاب کہف کے کتے کی طرح بنی آدم میں سے ہو جائے مطلب یہ کہ اگر کہیں دیکھا گیا ہے کہ درندہ انسان سے ملتا ہے تو وہاں اس کی وہ صفت درندگی ہی موجود نہیں ہے لہٰذا درندہ ہی نہیں رہا۔ اس لئے کہ اب تو اس کے اندر صفت موانست کی آگئی ہے پھر وہ درندہ کیوں ہوگا آگے مناسبت ہی کی ایک اور نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ان کے صدق کو دیکھا تو کہہ دیا کہ یہ صادق ہے تو بے کسی دلیل وغیرہ کے اور بغیر مشاہدہ معجزات کے صادق کہہ دینا دلیل اس کی ہے کہ ان میں پہلے سے کوئی مناسبت تھی کہ جس کا یہ اثر ہوا۔

چون ابوبکرؓ الخ۔ یعنی جبکہ حضرت ابوبکرؓ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بو پائی تو کہہ دیا کہ یہ چہرہ کاذب نہیں ہے۔ یہ قصہ حضرت عبداللہ بن سلام کا ہے کہ انہوں نے چہرۂ انور کو دیکھ کر کہا تھا کہ ہذا الیس بوجہ الکذاب تو مولانا کا حضرت ابوبکر صدیقؓ کی بابت اس امر کو کہنا یا تو اس اعتبار سے کہ ان کا اعتقاد تو یہی تھا اور یا کسی جگہ ان کی بابت بھی ایسا آیا ہو۔ غرض کہ چونکہ آپس میں مناسبت تھی اس لئے انہوں نے تصدیق کی۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ ابوجہل اصحاب درد میں سے نہ تھا تو اس نے سینکڑوں شق القمر دیکھے مگر یقین نہ کیا مطلب یہ کہ چونکہ ابوجہل میں درد نہ تھا کہ جس کی وجہ سے طلب ہوتی اس لئے اس نے سینکڑوں معجزے دیکھے مگر کسی کا بھی یقین نہ کیا یہ اثر ہے غیر مناسبت اور مجانست کا آگے مولانا اپنے الفاظ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کی ارشاد حق کو فرماتے ہیں گویا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

دردمندے الخ۔ یعنی وہ دردمند کہ ان کا درد طشت از بام ہو گیا ان سے ہم نے حق کو پوشیدہ کیا مگر نہ رہا۔ مطلب یہ کہ ارشاد حق ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق وہ دردمند اور عاشق ہیں کہ ان کا یہ عشق اور محبت طشت از بام ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گیا ہے اور ہم نے تو اول ان سے معجزات کو پوشیدہ ہی رکھا مگر وہ بے معجزات کے بھی ایمان لے آئے اور پھر سب ان پر منکشف اور ظاہر ہو گیا اور انہوں نے حق کو قبول ہی کر لیا اور فرماتے ہیں کہ

وانکہ الخ۔ یعنی وہ شخص کہ جاہل تھا اور ان کے درد سے بعید تھا ہم نے اس کو بہت سے معجزے دکھلائے لیکن اس نے ان کو نہ دیکھا یعنی حضرت صدیقؓ کو چونکہ طلب تھی اور اس طلب سے مناسبت ہو گئی تھی اس لئے وہ تو بے کسی معجزہ وغیرہ کے دیکھے ایمان لے آئے اور جو کہ جاہل تھا اور اس کو طلب نہ تھی اس کو باوجود معجزات کے دیکھنے کے بھی اثر نہ ہوا۔ اب آگے فرماتے ہیں کہ

آئینہ الخ۔ یعنی آئینہ دل صاف ہونا چاہیے تا کہ اس میں برے بھلے کی صورت نظر آ جائے۔ اگر کفار کا قلب صاف ہوتا تو ضرور وہ قبول حق کرتے۔ مگر یہ ساری خرابی اسی کی تھی اور ان کے قلوب میں کھوٹ بھرا ہوا تھا لہٰذا معلوم ہو گیا کہ جب تک آپس میں مناسبت نہیں ہوتی اس وقت تک ایک کو دوسری کی طرف میلان نہیں ہوتا۔ لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں خرس اور صاحب خرس میں بھی کوئی مناسبت خاص تھی جس کی وجہ سے اس آدمی نے اس ناصح کی ہمراہی کو قبول نہ کیا بلکہ اسی کے ساتھ رہنے پر راضی رہا۔ آگے پھر اسی کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ترک کردن آں مرد ناصح بعد از مبالغہ پند مغرور خرس را

اس نصیحت کرنیوالے انسان کا حد درجہ کی نصیحت کے بعد ریچھ سے دھوکے میں پڑے ہوئے آدمی کی نصیحت ترک کرنا

آں مسلماں ترک آں ابلہ گرفت	زیر لب لاحول گویاں باز رفت
اس مسلمان نے اس بے وقوف کو چھوڑ دیا	خاموشی سے لاحول پڑھتا ہوا لوٹ گیا
گفت چوں از جد و پند و از جدال	در دل او بیش می زاید خیال
بولا جبکہ اصرار اور نصیحت اور بحث سے	اس کے دل میں زیادہ شک پیدا ہوتا ہے
پس رہ پند و نصیحت بستہ شد	امر اعرض عنہم پیوستہ شد
تو وعظ اور نصیحت کا راستہ بند ہو گیا ہے	"ان سے اعراض کر" کا حکم وابستہ ہو گیا ہے
چوں دوایت می فزاید درد پس	قصہ بر طالب بگو بر خواں عبس
جب تیری دوا درد بڑھائے تو	طلبگار سے بات کر (سورۂ) عبس پڑھ لے
چونکہ اعمیٰ طالب حق آمدست	بہر فقر او رانشاید سینہ خست
جبکہ اندھا حق کا طالب بن کر آیا ہے	اس کے افلاس کی وجہ سے تنگدل نہ ہونا چاہیے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو حریصی بر رشاد مہتراں	تا بیاموزند عام از سروراں
تو بڑوں کی ہدایت کا حریص ہے	تاکہ عوام سرداروں سے (دین) سیکھیں
احمدا دیدی کہ قومے از ملوک	مستمع گشتند گشتی خوش کہ بوک
اے احمد! تم نے دیکھا کہ بادشاہوں کی ایک جماعت	سننے لگی ہے (اور) تم خوش ہوئے کہ شاید
ایں رئیساں یار دیں گردند خوش	بر عرب اینہا سر اند و بر حبش
یہ سردار دین کے اچھے دوست بن جائیں گے	یہ عرب اور حبشہ کے سردار ہیں
بگذرد ایں صیت از بصرہ و تبوک	زانکہ الناس علیٰ دین الملوک
یہ شہرت بصرہ اور تبوک سے آگے بڑھ جائے گی	کیونکہ قوم بادشاہوں کے دین پر ہوتی ہے
زیں سبب تو از ضریر مہتدی	رو بگردانیدی و تنگ آمدی
اس لئے تم نے ہدایت چاہنے والے اندھے سے	رو گردانی کی اور تنگ ہوئے
کاندریں فرصت کم افتد ایں مناخ	تو زیارانی و وقت تو فراخ
کہ اس وقت یہ موقع کم ملتا ہے	تو صحابہ میں سے ہے تیرے لئے بہت وقت ہے
مزدحم می گردیم در وقت تنگ	ایں نصیحت می کنم نہ از خشم و جنگ
تنگ وقت میں تو نے مجھ پر ہجوم کیا	یہ میں نصیحت کر رہا ہوں نہ کہ غصہ اور لڑائی
احمدا نزد خدا ایں یک ضریر	بہتر از صد قیصرست و صد وزیر
اے احمد! اللہ کے نزدیک یہ ایک اندھا	سینکڑوں قیصروں اور وزیروں سے بہتر ہے
یاد الناس معادن ہیں بیار	معدنے باشد فزوں از صد ہزار
خبردار! "لوگ کانیں ہیں" کو یاد رکھ	ایک کان لاکھوں سے بہتر ہوتی ہے
معدن لعل و عقیق مکتنس	بہترست از صد ہزاراں کان مس
لعل اور عقیق کی چھپی ہوئی کان	تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے
احمدا اینجا ندارد مال سود	سینہ باید پر ز عشق و درد و دود
اے احمد! یہاں مال مفید نہیں ہے	ایسا سینہ درکار ہے جو عشق اور درد اور دھوئیں سے بھرا ہو
اعمیٰ روشندل آمد دردمند	پند او را دہ کہ حق اوست پند
ایک اندھا روشن دل، دردمند آیا	اس کو نصیحت کر نصیحت اس کا حق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر دو سہ ابلہ ترا منکر شوند	تلخ کے گردی چو ہستی کان قند
اگر دو تین بے وقوف تیرے منکر ہوں	تو آپ تلخ کب ہو سکتے ہیں جبکہ آپ شکر کی کان ہیں
گر دو سہ احمق ترا تہمت نہد	حق برائے تو گواہی می دہد
اگر دو تین احمق تجھ پر تہمت لگائیں	اللہ (تعالیٰ) تیری گواہی دیتا ہے
گفت از اقرار عالم فارغم	آنکہ حق باشد گواہ او راچہ غم
فرمایا (اب) میں جہان کے اقرار سے فارغ ہوں	جس کا خدا گواہ ہو اس کو کیا غم ہے
گر خفاشے راز خورشیدے خوریست	ایں دلیل آمد کہ آں خورشید نیست
اگر چمگادڑ کو سورج سے خوراک حاصل ہے	یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ سورج نہیں ہے
نفرت خفاشگاں باشد دلیل	کہ منم خورشید تابان جلیل
چمگادڑوں کی نفرت دلیل ہو گی	کہ میں (رب) جلیل کا روشن سورج ہوں
گر گلابے را جعل راغب شود	آں دلیل نا گلابی می بود
اگر کسی گلاب (کے پھول) کی طرف گبریلا رغبت کرے	وہ اس کے گلاب (کا پھول) نہ ہونے کی دلیل ہو گی
گر شود قلبے خریدار محک	در محکی اش درآید نقص و شک
اگر کھوٹا (سکہ) کسوٹی کا طالب ہے	اس کے کسوٹی ہونے میں نقص اور شک ہوگا
دزد شب خواہد نہ روز ایں رابداں	شب نیم روزم کہ تابم در جہاں
یہ جان لے کہ چور رات چاہتا ہے نہ کہ دن	میں رات نہیں ہوں، دن ہوں جو دنیا میں چمکتا ہوں
فارقم فاروقیم غربیل وار	تا کہ کاہ از من نمی یابد گزار
میں فرق کرنے والا ہوں چھلنی کی طرح جدا کرنیوالا ہوں	حتیٰ کہ بھوسی مجھ میں سے نہیں گزر سکتی ہے
آرد را پیدا کنم من از سبوس	تا نمایم کیں نقوش ست واں نفوس
میں آٹے کو بھوسی سے علیحدہ کر دیتا ہوں	تا کہ دکھا دوں کہ یہ تصویریں ہیں اور وہ انسان ہیں
من چو میزان خدایم در جہاں	وانمایم ہر سبک را از گراں
میں دنیا میں خدا کی ترازو کی طرح ہوں	ہر ہلکے کو بھاری سے نمایاں کر دیتا ہوں
گاؤ را داند خدا گوسالۂ	خر خریدارے و در خور کالۂ
بچھڑا ہی بیل کو خدا سمجھتا ہے	گدھا خریدار اور اس کے مناسب مال ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

من نہ گاؤم تا گوسالہ خرد	من نہ خارم کاشترے از من چرد
میں بیل نہیں ہوں کہ بچھڑا مجھے خریدے	میں کانٹا نہیں ہوں کہ اونٹ مجھے چرے
او گماں دارد کہ با من جور کرد	بلکہ از آئینۂ من روفت گرد
وہ خیال کرتا ہے کہ اس نے میرا کچھ بگاڑا	بلکہ اس نے میرے آئینہ سے گرد صاف کر دی ہے

خیر جب اس احمق نے کسی طرح اس مسلمان کی نصیحت نہ مانی تو اس نے اس احمق کو چھوڑ دیا اور چپکے چپکے لاحول پڑھتے ہوئے اپنا راستہ لیا اور کہا کہ جب میرے اصرار اور نصیحت اور جھگڑے سے اس کے دل میں خیالات فاسدہ ہی بڑھتے ہیں تو اب پند ونصیحت کی راہ بالکل بند ہوگئی اور اعرض عنہم کا حکم پہنچ گیا کہ جب یہ کسی طرح نہیں مانتے اور ماننے کی امید منقطع ہوگئی تو اب آپ بھی ان کی طرف التفات نہ کیجئے اور انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیجئے پس اس بیان سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب تمہاری دوا سے درد میں اضافہ ہو تو ان کو چھوڑ کر طالب کی طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اس کو پند ونصیحت کرنا چاہیے۔ اس میں اگر تم کو کچھ تردد ہو تو سورۂ عبس کی تلاوت کرو تم کو تصدیق ہو جائے گی۔ تفصیل اس مضمون کی یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جبکہ ایک نابینا (عبداللہ بن ام مکتوم) تمہارے پاس طالب حق ہو کر آیا ہے تو آپ کو زیبا نہیں کہ اس سبب سے کہ وہ ایک غریب آدمی ہے اس لئے اس کو ہدایت کرنے کا نفع صرف اسی کی ذات تک محدود ہے اور متعدی نہیں اور سرداران قریش کی ہدایت کا نفع متعدی ہے نیز یہ مقصد دوسرے وقت میں بھی حاصل ہو سکتا ہے بخلاف ہدایت قریش کے ایک فعل کریں جو فی نفسہ اس کی دل شکنی کا باعث ہے گو آپکا قصد یہ نہیں اور نہ اس کو ہی بوجہ کمال عقیدت کے ناگوار ہو گا آپ سرداران قریش کی ہدایت پر اس لئے گرویدہ ہیں کہ عوام ان سرداروں سے دین سیکھیں اور آپ کو یہ خیال ہوا کہ سرداروں کی ایک جماعت نصیحت سننے پر آمادہ ہوئی ہے ممکن ہے کہ یہ رؤسا دین کے بہتر مددگار بن جائیں اور چونکہ ان کا عرب پر بھی تفوق ہے اور حبش پر بھی اس لئے آوازۂ دین بصرہ اور تبوک سے گزر جائے کیونکہ عوام سرداروں اور بادشاہوں کی روش پر چلتے ہیں اس سبب سے آپ نے ایک نابینا طالب کی ہدایت سے اعراض فرمایا اور ان کے آنے سے بمصلحت خیالی نہ کہ از روئے تحقیر منقبض ہوئے اور فرمایا کہ ایسی حالت میں کہ یہ لوگ دین کی طرف متوجہ ہی نہیں ہوتے اس قدر نشست کم نصیب ہوتی ہے کہ یہ کچھ سننے کے لئے راغب ہوں تم تو اپنے ہی آدمی ہو۔ تمہارے لئے تو کافی وقت ہے ایسی حالت میں اور اس قدر تنگ وقت میں تم بھی آ گئے اور مجھے پریشان کیا۔ تم کو ایسا نہ چاہیے تھا میں نے یہ تم سے بطور نصیحت کے کہا ہے غصہ اور مخالفت سے نہیں کہا۔ سوائے ہمارے رسول آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایک اندھا ہمارے نزدیک سو قیصر اور وزیروں سے بہتر ہے آپ کو واضح ہونا چاہیے کہ الناس معادن کہ لوگ مختلف استعدادیں اور متفاوت قابلیتیں رکھتے ہیں۔ بعض اعلیٰ استعداد اور عمدہ قابلیت رکھتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں وہ بمنزلہ سونے کی کان کے ہیں انہی میں سے یہ نابینا بھی ہے اور بعض استعداد ناقص رکھتے ہیں وہ بمنزلہ تانبے کی کان کے ہیں اور ایسے لوگوں میں یہ سرداران قریش ہیں اور ایک کان سونے کی لاکھوں تانبے کی کانوں سے بہتر ہو سکتی ہے یا یوں کہو کہ بعض لعل وعقیق کی کانیں ہیں ان میں تو یہ اندھا ہے اور بعض تانبے کی اور ان میں سرداران قریش ہیں اور ایک لعل وعقیق کی کان تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے پس اس معمولی شخص کی ان سرداروں پر فوقیت کی وجہ ظاہر ہوگئی اور اگر کسی کو شبہ اور خلجان واقع ہوتا تو وہ مندفع ہو گیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے ہمارے رسول ہمارے یہاں مال کچھ مفید نہیں ہم کو تو اس سینہ کی قدر ہے کہ جو عشق اور درد آہ سے پر ہو۔ پس چونکہ یہ نابینا درد عشق سے مالا مال ہے اس لئے تم اس کو نصیحت کرو کہ نصیحت اس کا حق ہے اور اس کی کچھ پرواہ مت کرو کہ چند احمق ہم کو نہ مانیں گے اگر یہ نہ مانیں اور آپ کو کڑوا اور نا قابل رغبت سمجھیں تو ان کے ایسے سمجھنے سے جبکہ آپ فی الواقع کان قند اور مرغوب ومحبوب ہیں کڑوے اور مکروہ نہیں ہو سکتے اور اگر چند احمق آپ پر کذب وجنون کی تہمت لگائیں تو آپ کو کچھ ضرر نہیں جبکہ حق سبحانہ آپ کے سچ اور کمال عقل کے شاہد ہیں گو آپ کا مقصد یہ نہیں بلکہ ترویج دین ہی آپ کا مقصود ہے مگر ہم آپ کے مزید اطمینان کے لئے امر واقع کا اظہار کرتے ہیں۔ حق سبحانہ کی یہ نصیحت سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متنبہ ہوئے اور فرمایا کہ واقعی بات ہے مجھے اقرار عالم کی کوئی ضرورت نہیں جب کہ حق سبحانہ میری صدق عقل اور ادائے فرض منصبی کی گواہی دیں تو اب مجھے کیا فکر ہے۔ رہی شفقت اور خلق خدا کے ضرر سے متاثر ہونا یہ دوسری بات ہے جو کہ ایک طبعی امر ہے بلکہ ان ناقصین کا میری مخالفت کرنا ہی میرے کمال کی دلیل ہے۔ چنانچہ اگر خفاش آفتاب سے متنفع ہو تو یہ دلیل ہے اس کی کہ وہ صورۃً آفتاب ہے حقیقۃً نہیں۔ کیونکہ آفتاب کی مخالفت خفاش کے لئے بمنزلہ لوازم ذات کے ہے۔ پس ان ناحق بین خفاشوں کا ہم سے متنفر ہونا دلیل ہے اس کی کہ میں حق سبحانہ کا روشن آفتاب ہوں۔ یوں ہی اگر گوہ کا کیڑا گلاب کی طرف راغب ہو تو یہ دلیل ہے اس کی کہ وہ خالص گلاب نہیں۔ نیز اگر کوئی کھوٹا سونا چاندی چلانے والا کسوٹی خریدے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ اصل کسوٹی نہیں بلکہ نقلی ہے اور وہ لوگوں کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ نیز ہر عیب دار اپنے عیب کو چھپانا چاہتا ہے اس لئے وہ ہرگز نہیں چاہتا کہ وہ ذریعہ اختیار کرے جس میں اس کی رسوائی ہو۔ اسی لئے چور رات چاہتا ہے۔ پس تم کو سمجھنا چاہیے کہ میں رات تو ہوں نہیں کہ یہ دین کے چور مجھے پسند کریں میں عالم میں روز تاباں ہوں اور ان چوروں کی قلعی کھولتا ہوں تو یہ مجھے کیوں پسند کرنے لگے۔ میں فارق بین الحق و الباطل ہوں بلکہ اعلیٰ درجہ کا فارق ہوں اور میری مثال ایسی ہے جیسے چھلنی کہ جس طرح چھلنی بھوسی کو الگ کر دیتی ہے اور آٹے کے ساتھ جانے سے روک دیتی ہے یوں ہی میں حق کو باطل کی آمیزش سے روکتا ہوں اور بھوسی اور آٹے اور حق اور باطل کو بالکل جدا جدا کرتا ہوں تا کہ دکھلا دوں کہ یہ جسم اور صورت ہے اور یہ روح اور حقیقت اور میری مثال ہے جیسے ترازو کہ میں محقر اور سبک عند اللہ کو گراں قدر اور موقر عند اللہ سے ممتاز کرتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

پس چونکہ ہر چیز کو اپنی موافق کی طرف میل ہوتا ہے اور مخالف سے نفرت چنانچہ بچھڑے کو وہی خدا سمجھتا ہے جو خود بھی بچھڑے کی طرح حیوان اور بے عقل ہو اور گدھے کو اس کا خریدار ہی خوب سمجھتا ہے یوں ہی ہر سامان کو وہی خوب پہچانتا ہے جو اس سے مناسبت رکھتا ہو اور جس کے وہ لائق ہو اس لئے ان کا مجھ سے متنفر ہونا لازم ہے کیونکہ میں تو گائے نہیں کہ بچھڑا میرا طالب ہو اور میں خار نہیں کہ مجھے اونٹ چرے یعنی میں معاندین کفار کا مناسب نہیں کہ وہ میری طرف راغب ہوں وہ نااہل سمجھتا ہے کہ میں نے اس سے کشیدہ ہو کر اسے نقصان پہنچایا مگر یہ غلط ہے اس سے میرا کچھ نقصان نہیں ہوا بلکہ ایک قسم کا فائدہ یہ ہوا کہ اس نے میرے آئینہ کمال کو جو کسی قدر مکدر اور مخفی تھا اور جلا دیدی اور اس کو اور روشن کر دیا چنانچہ پیشتر بھی اس کی وجہ گزر چکی ہے اور حکایت آئندہ سے بھی معلوم ہو گی۔

شرح شبّیری

ناصح کا نصیحت سے باز رہنا

آن الخ۔ یعنی اس مسلمان شخص نے اس بیوقوف کو چھوڑ دیا اور زیر لب لاحول کہتے ہوئے اپنا راستہ لیا۔

گفت چون الخ۔ یعنی ناصح بولا کہ جب کوشش سے اور نصیحت سے اور لڑائی سے اس کے دل میں بدگمانی زیادہ ہوتی ہے۔

پس الخ۔ یعنی پس راستہ پند و نصیحت کا بند ہو گیا اور اعرض عنہم کا حکم پیوستہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جب اس نے دیکھا کہ میری اس قدر کوشش سے اس کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کی کوئی خاص غرض اس میں ہے تو اب چاہیے کہ نصیحت و پند کو بند کر لیں اور اعراض کریں کہ بالکل بے سود ہے بلکہ مضر ہے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ دوا سے تیرا مرض بڑھتا ہے پس قصہ کو طالب سے کہو اور سورہ عبس پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ جب معلوم ہو جائے کہ پند و نصیحت سے اور ضرر ہوتا ہے تو چاہیے کہ ایسے شخص کو نصیحت ہی نہ کرے بلکہ ایسے کو نصیحت کرنا چاہیے جو کہ اس کے لائق اور اس کا اہل ہو اور جس کو نافع ہو اور دیکھو سورہ عبس پڑھو تو معلوم ہو کہ قرآن شریف میں بھی یہی حکم ہے کہ طالب کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے اب آگے سورہ عبس کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ اعمیٰ حق کا طالب (ہو کر) آیا ہے تو اس کے فقر کی وجہ سے اس کو سینہ زخمی نہ کرنا چاہیے۔

تو حریصی الخ۔ یعنی آپ بڑے لوگوں کی ہدایت کے حریص ہیں تا کہ لوگ سرداروں سے علم سیکھیں۔

احمد ادیدی الخ۔ یعنی اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے یہ دیکھا کہ بڑے لوگوں میں سے ایک قوم (حق کو) سننے والی ہو گئی تو آپ خوش ہو گئے کہ شاید کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

این الخ۔ یعنی یہ رئیس خوب دین کے یار ہو جائیں کہ یہ لوگ عرب کے اور حبشہ کے سردار ہیں تو

بگذرد الخ۔ یعنی یہ آوازہ دین کا بصرہ اور تبوک سے بھی بڑھ جائے گا اس لئے کہ لوگ بڑے آدمیوں کے دین پر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ارشاد حق ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے جو دیکھا کہ یہ کچھ رئیس لوگ دین کی طرف متوجہ ہوئے ہیں تو آپ کو یہ خیال ہوا کہ شاید یہ لوگ مہتدی ہو جائیں تو ان سے دین کو ترقی ہوگی اس لئے کہ الناس علیٰ دین الملوک مسلم ہے لہٰذا اگر یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو پھر اور لوگ بھی مسلمان ہو جائیں گے۔ شاید کہ آپ کو یہ خیال ہوا ہے۔

زین الخ۔ یعنی اسی سبب سے آپ نے ایک اندھے ہدایت پانے والے سے روگردانی کی اور آپ تنگ آئے۔

کاندرین الخ۔ یعنی اس موقعہ کا تو اس فرصت میں کم اتفاق پڑتا ہے اور تو تو یاروں میں سے تھا اور تیرا وقت تو فراخ ہے۔

مزحم الخ۔ یعنی تنگ وقت میں مجھ پر تو نے اژدحام کیا اور میں یہ نصیحت کی وجہ سے کہہ رہا ہوں غصہ اور لڑائی کی وجہ سے نہیں کہتا۔ مطلب یہ کہ آپ کو چونکہ وہ خیال ہوا ہے اس لئے آپ نے اس اندھے سے روگردانی کی اور آپ نے فرمایا کہ یہ موقعہ کہ یہ لوگ حق کو سنیں بہت ہی کم ملتا ہے اور وہ تو ہر وقت کے پاس کے رہنے والے تھے اور وقت بھی فراخ ملتا تھا اس لئے اور کسی وقت میں پوچھ لیتے۔ قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک مرتبہ رؤسا مکہ نے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ہم حق بات کے سننے کو تو حاضر ہیں مگر ان غربا و مساکین میں ہم نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ یہ لوگ سر پر چڑھ جائیں گے اگر آپ کوئی وقت تنہائی کا نکال کر ہم کو نصائح فرمائیں تو ہم راضی ہیں چونکہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اس بات کا بہت ہی شوق تھا کہ لوگوں کو ہدایت ہو جس طرح بھی ہو اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو قبول فرمالیا حتیٰ کہ ایک روز کچھ شرفاء اور رؤسا اسی طرح تنہائی میں بیٹھے تھے اور اس وقت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صحابہ میں سے کوئی نہ تھا۔ ایک صحابی حضرت ابن ام مکتوم نابینا تھے ان کو اس کی خبر نہ تھی کہ اس وقت کس قسم کی مجلس ہے اس لئے وہ کچھ دریافت کرتے ہوئے حاضر ہو گئے تو حضور کو ناگوار ہوا اور اس پر سورہ عبس نازل ہوئی تھی جس کا یہی مضمون تھا کہ آپ کو کیا خبر ہے ممکن ہے کہ اللہ کے نزدیک یہ اندھے ہی بہتر ہوں اور انہی کی قسمت میں ہدایت لکھی ہو۔ اسی کو مولانا اپنے الفاظ میں بیان فرما رہے ہیں۔

احمد انزد الخ۔ یعنی اے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کے نزدیک یہ ایک اندھے سینکڑوں بادشاہوں اور وزیروں سے بہتر ہے۔

یاد الخ۔ یعنی الناس معادن کمعادن الذهب والفضة خيرهم خيرو شرهم شر کو یاد کرو کہ ایک معدن لاکھوں سے زیادہ ہوتی ہے اس لئے کہ اگر چہ روپیہ ویسے کتنا ہی ہو مگر پھر بھی ایک روز ختم ہو جائے گا اور معدن تو ختم ہی نہ ہوگا اس لئے کہ جو کم ہوا وہی پھر پیدا ہو گیا تو یہ حضرت ابن ام مکتوم تو معدن ہدایت ہیں اس لئے ان کو الگ نہ کرنا چاہیے۔

معدن الخ۔ یعنی ایک معدن لعل و عقیق کا پوشیدہ تانبے کی لاکھوں کانوں سے بہتر ہے اسی طرح یہ ایک بھی ان سب سے بہترین ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

احمد اانجا الخ۔ یعنی اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ مال کچھ فائدہ مند نہیں ہے سینہ عشق اور درد اور دھوئیں سے پر ہونا چاہیے جس کو یہ حاصل ہے اس کو سب کچھ حاصل ہے اور جس کو یہ حاصل نہیں اس کو اس درگاہ میں پوچھ بھی نہیں۔

لئے الخ۔ یعنی روشن دل اندھا اور دمند آیا ہے تو اس کو نصیحت کر کہ جس کا حق نصیحت ہے۔

گر دو سہ الخ۔ یعنی اگر دو تین بے وقوف آپ کے صدق کے منکر بھی ہو گئے تو آپ کب تلخ ہو سکتے ہیں۔ جبکہ آپ قند کی کان ہیں۔ مطلب یہ کہ ان بیوقوفوں کے انکار سے اور تکذیب سے خدانہ کردہ آپ کو کیا ضرر ہو سکتا ہے۔ اگر نہیں مانتے تو مارے جھاڑو جو حق کو قبول کرے آپ اسی کو ہدایت فرمایئے۔

گر دو سہ احمق الخ۔ یعنی اگر دو تین احمقوں نے تجھ پر تہمت رکھ بھی دی تو تمہارے لئے تو حق تعالیٰ گواہی دیتے ہیں کہ آپ سچے ہیں پھر آپ کو کیا غم ہے جب حق تعالیٰ کی طرف سے یہ ارشاد ہوا تو اب حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول روایت بالمعنی کے طور پر نقل فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمام عالم کے اقرار سے فارغ ہوں اور جس کا کہ حق گواہ ہو اس کو کیا غم ہے لہٰذا اگر اب میری تصدیق تمام دنیا میں کوئی بھی نہ کرے تب بھی مجھے غم نہیں اس لئے کہ میلان تو مناسبت سے ہوتا ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ الجنس یمیل الی الجنس تو اگر میلان ناقصین کا ہو گا تو اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ شاید کوئی نقص ہے، تب تو ناقصین کا میلان ہے ورنہ کامل کو ان لوگوں سے کیا واسطہ اور اسی لئے ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر کسی بزرگ کے یہاں امراء کا جمگھٹ زیادہ ہو تو سمجھ لو کہ پیر صاحب کے اندر بھی دنیا بھری ہوئی ہے ورنہ پھر امراء کا میلان کیوں ہے اور جس کی طرف غرباء زیادہ مائل ہوں اس کو سمجھ لو کہ کامل ہے اور نائب رسول ہے آگے اس کی مثالیں فرماتے ہیں کہ

گر خفاشے الخ۔ یعنی اگر کوئی خفاش خورشید سے غذا (یعنی نور) حاصل کرے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ وہ خورشید نہیں ہے اس لئے کہ

نفرت الخ۔ یعنی خفاشوں کی نفرت اس کی دلیل ہوتی ہے کہ میں خورشید تاباں حضرت حق کا ہوں۔ مطلب یہ کہ کاملوں کی طرف ناقصین کا میلان دلیل ہے اس امر کی کہ اس کامل میں بھی نقص ہے اس کے کمال کی دلیل یہی ہے کہ جو ناقص ہیں وہ اس سے متنفر ہوں۔

گر گلابے الخ۔ یعنی اگر گلاب کی طرف گوہ کا کیڑا رغبت کرے تو یہ اس کے گلاب نہ ہونے کی دلیل ہے۔

در شود الخ۔ یعنی اگر کوئی کھوٹ والا خریدار کسوٹی کا ہو تو اس کے کسوٹی ہونے میں نقصان اور شک آ گیا۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ کھوٹی چیز کو فروخت کرتا ہے اگر وہ کسی کسوٹی کو خریدنے لگے تو سمجھ لو کہ یہ کسوٹی ہی خالص نہیں ہے ورنہ اگر خالص ہوتی تو یہ شخص تو اس سے کوسوں دور بھاگتا۔ کہ اس کا عیب ظاہر کر دیتی۔ اسی طرح کسی بزرگ پر دنیاداروں کا جمگھٹ ہو تو یہ اس کے کمال میں کمی کی دلیل ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روز وشب الخ۔ یعنی جان لو کہ چور رات کو چاہتا ہے دن کو تو میں تو رات نہیں ہوں بلکہ دن ہوں کہ جہاں میں چمکتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جو ناقص ہیں وہ ظلمت ہی کے طالب ہوتے ہیں نہ کہ نور کے اس لئے کہ نور میں تو ان کے عیوب معلوم ہو جائیں گے۔ اگلے مصرعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ میں تو نور ہوں یہاں ظلمت کا کیا کام میرے پاس تو ناقصین الرئے بھی نہیں پھٹکتے۔ آگے بھی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ

فارقم الخ یعنی میں حق و باطل کو جدا کر دینے والا ہوں اور فاروق ہوں چھلنی کی طرح تا کہ کوڑا مجھ سے گزر نہیں سکتا۔

آرد را الخ۔ یعنی میں آٹے کو بھوسی سے الگ کر دیتا ہوں یہاں تک کہ دکھلا دیتا ہوں کہ یہ نقوش ہیں اور یہ جانیں ہیں۔ مطلب یہ کہ حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھاتا ہوں اور کسی قسم کا التباس باقی نہیں رہتا۔

من الخ۔ یعنی میں جہان میں حق تعالیٰ کی ترازو کی طرح ہوں کہ ہر ہلکے کو گراں سے متمیز کر دیتا ہوں۔

گاؤ الخ۔ یعنی بیل کو کوئی بچھڑا ہی خدا جانے گا کہ ایک گدھا خریدار ہے اور اس کے مناسب ہی سودا ہے۔

من نہ گاوم الخ۔ یعنی میں بیل تو ہوں نہیں جو کوئی گوسالہ مجھے خریدے اور میں کانٹا تو نہیں ہوں کہ کوئی اونٹ مجھے چرے مطلب یہ کہ میں ناقص تو نہیں ہوں کہ جوان ناقصین کا میلان میری طرف ہو۔

اوگمان الخ۔ یعنی وہ (ناقص) تو گمان رکھتا ہے کہ مجھ پر اس نے ظلم کیا بلکہ میرے آئینہ سے گرد کو صاف کر دیا۔ مطلب یہ کہ تکذیب سے لوگوں کو یہ گمان ہوتا ہے کہ ہم نے ان کو خوب دق کیا اور ان کی خوب تکذیب کی اور اس کو یہ خبر نہیں کہ اس سے اور بھی صفائی قلب ہوئی اور درجات میں اور بھی ترقی ہوگئی تو معلوم ہوگیا کہ ہر چیز کا میلان دوسری طرف اسی وقت ہوتا ہے جبکہ اس دوسری میں بھی کوئی ایسی بات ہو کہ جو اس پہلی کے مناسب ہو اگر وہ پہلی سے ناقص ہے تو اس دوسری میں بھی نقص کا گمان ہے اور اگر وہ کامل ہے تو اس میں بھی گمان کمال ہے آگے اسی کے متعلق ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک مرتبہ جالینوس جا رہا تھا تو ایک دیوانہ نے آ کر ان سے خوب ہی چاپلوسی کی باتیں کیں اور بہت ہی محبت سے پیش آیا تو جالینوس راستہ ہی سے واپس ہوا اور ایک شاگرد سے بولا کہ فلاں معجون لے آؤ کہ میں کھاؤں گا اس نے عرض کیا کہ حضرت وہ تو جنون کے لئے ہے تو فرمایا کہ مجھ سے فلاں مجنوں نے محبت کا برتاؤ کیا جس سے شبہ مجھے بھی یہ ہوا کہ شاید میرے اندر بھی کوئی شائبہ جنون کا ہے ورنہ اس کو مجھ سے کیا تعلق اور یہ کیوں میرے پاس آتا۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

تملق کردن دیوانہ جالینوس را و ترسیدن جالینوس از وے

ایک دیوانہ کا جالینوس کی خوشامد کرنا اور جالینوس کا اس سے خوفزدہ ہونا

گفت جالینوس با اصحاب خود	مرمرا تا آں فلاں دارو دہد
جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا (کوئی)	مجھے فلاں دوا لا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بدو گفت آں یکے کاے ذوفنوں	ایں دوا خواہند از بہر جنوں
اس سے کسی نے کہا اے صاحب کمالات!	یہ دوا جنون کے لئے مانگتے ہیں
دور از عقلت مگو ایں گفتگو	گفت درمن کرد یک دیوانہ رو
خدا کرے جنون! تیری عقل سے دور رہے یہ گفتگو نہ کر	اس نے کہا مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا
ساعتے در روئے من خوش بنگرید	چشمکم زد آستین من درید
تھوڑی دیر مجھے غور سے دیکھا	مجھے آنکھ ماری میری آستین پھاڑ دی
گرنہ جنسیت بدے درمن ازو	کے رخ آوردے بمن آں زشت رو
اگر مجھ میں اس کی جنسیت نہ ہوتی	وہ منحوس صورت میری طرف کب متوجہ ہوتا؟
گرنہ دیدے جنس خود کے آمدے	کے بغیر جنس خود را برزدے
اگر وہ اپنے ہم جنس کو نہ دیکھتا کب آتا!	اپنے آپ کو غیر جنس سے کب بھڑاتا؟
چوں دو کس برہم زند بے ہیچ شک	درمیاں شاں ہست قدر مشترک
جب دو شخص آپس میں ملیں بلاشک	ان میں کوئی قدر مشترک ہے
کے پرد مرغے مگر با جنس خود	صحبت ناجنس گورست و لحد
ہر پرند اپنے ہم جنس کے ساتھ ہی اڑتا ہے	ناجنس کی ہم نشینی قبر اور لحد ہے

سبب پریدن وچریدن مرغے با مرغ دیگر کہ جنس او نبود

ایک پرند کے غیر جنس پرند کے ساتھ اڑنے اور چرنے کا سبب

آں حکیمے گفت دیدم ہم تگے	در بیاباں زاغ را با لکلکے
ایک دانا نے کہا میں نے چلتے پھرتے دیکھا	جنگل میں کوے کو لقلق کے ساتھ
در عجب ماندم بجستم حال شاں	تاچہ قدر مشترک یابم نشاں
میں تعجب میں رہ گیا میں نے ان کے حال کی جستجو کی	تاکہ قدر مشترک کا پتہ لگاؤں
چوں شدم نزدیک من حیران و دنگ	خود بدیدم ہر دو آں بودند لنگ
میں جب حیران اور دنگ قریب پہنچا	میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

اب تم ایک حکایت سنو جس سے تائید ہو اس امر کی کہ ہر شئے کا میلان اپنے مناسب ہی کی طرف ہوتا ہے۔ جالینوس نے اپنے کسی آدمی سے کہا کہ مجھے فلاں دوا دیدو اس نے عرض کیا کہ آپ تو ہر فن میں کامل ہیں یہ دوا تو جنون کے لئے ہے خدا آپ کی عقل کو اس مرض سے محفوظ رکھے آپ ایسی بات پھر نہ فرمایئے۔ اس میں علاوہ بدنامی کے لوگوں کے لئے غلط فہمی بھی ہے اس نے کہا اصل بات یہ ہے کہ ایک دیوانہ میری طرف متوجہ ہوا اور تھوڑی دیر تک مجھے خوب دیکھا اور میری طرف آنکھیں مٹکاتا رہا اور لپٹ کر میری آستین پھاڑ ڈالی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ مجھ میں بھی کچھ شائبہ جنون ضرور ہے اگر مجھ میں اس سے مجانست نہ ہوتی تو وہ منحوس میری طرف کیوں متوجہ ہوتا اور اگر مجھے اپنا سا ندی نہ دیکھتا تو میری طرف کب آتا۔ اور اپنے غیر جنس سے کیسے بھڑتا اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب دو شخص ایک دوسرے سے میل کریں تو ضرور ان میں کوئی قدر مشترک محسوس ہوگی جو ان میں اور اوروں میں نہیں ہے جن سے وہ میل نہیں کرتے کیونکہ ہر جانور اپنی ہی جنس کے ساتھ اڑتا ہے غیر جنس کے ساتھ نہیں اڑتا اور وجہ یہ ہے کہ ناجنس کی صحبت سخت ناگوار ہوتی ہے اور اس کے ساتھ رہنا مثل قبر میں رہنے کے سمجھا جاتا ہے اسی اصول کی بناء پر ایک حکیم نے کہا کہ میں نے جنگل میں کوے کو لقلق کے ساتھ چلتے دیکھا یہ دیکھ کر مجھے نہایت حیرت ہوئی اور میں نے ان کی حالت دریافت کرنی چاہی کہ ان دونوں میں کیا چیز قدر مشترک ہے جس کے باعث ان دونوں میں میل ہے جب میں اس تحیر کی حالت میں اور پاس گیا تو میں نے دیکھا کہ دونوں لنگڑے ہیں۔

شرح شبّیری

ایک پاگل کا جالینوس سے تملق کرنا اور جالینوس کا اس سے ڈرنا

گفت الخ۔ یعنی جالینوس نے اپنے شاگردوں سے کہا کہ مجھے وہ فلاں دوا دو۔

پس الخ۔ یعنی پس ان میں سے ایک نے اس سے کہا کہ اے ذوفنون اس دوا کو تو جنون کے واسطے لیا کرتے ہیں۔

دور از الخ۔ یعنی آپ کی عقل سے دور آپ ایسی بات مت کہیے تو جالینوس نے کہا کہ مجھے ایک دیوانہ نے دیکھا۔

ساعتے الخ۔ یعنی ایک گھڑی مجھے خوب دیکھا اور میری طرف چشمک ماری اور میری آستین (کھینچ کر) پھاڑ دی۔ غرضیکہ بہت ہی دوستانہ تعلقات معلوم ہوتے تھے۔

گرنہ الخ۔ یعنی اگر میرے اندر اس کی جنسیت نہ ہوتی تو وہ زشت رو میری طرف رخ کیوں کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ میرے اندر بھی کوئی شائبہ جنون کا آ گیا ہے۔

گرنہ الخ۔ یعنی اگر وہ اپنی جنس کو نہ دیکھتا تو کب آتا اور بغیر جنس کے اپنے کو کب مارتا۔ یعنی اگر میں اس کا ہم جنس نہ ہوتا تو وہ میری طرف کیوں توجہ کرتا لہٰذا معلوم ہو گیا کہ میرے اندر بھی ایک شائبہ جنون ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

جنون کی دوا کھاتا ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جب دو شخص آپس میں ملیں تو بے کسی قسم کے شک کے جان لو کہ ان کے درمیان کوئی قدر مشترک ہے کہ جس کی وجہ سے ایک کو دوسرے کی طرف میلان ہے۔

کے پرد الخ۔ یعنی کوئی جانور بجز اپنے ہم جنس کے کب اڑے گا (اس لئے کہ) صحبت ناجنس کی تو گور اور لحد ہے۔ لہٰذا اگر کسی جگہ ایسا دیکھا جائے کہ دو غیر جنس آپس میں مل رہے تو سمجھ لو کہ ان دونوں میں کوئی نہ کوئی قدر مشترک ضرور ہے جیسا کہ حکایت ذیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص نے ایک کوے کو ایک لقلق کے ساتھ دیکھا تو تعجب ہوا کہ یہ دونوں غیر جنس ہو کر کس طرح ساتھ ہیں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ دونوں لنگڑے ہیں ان دونوں میں یہ ایک ایسی بات تھی کہ جس کی وجہ سے وہ دونوں قریب الجنس ہو کر آپس میں مل رہے تھے۔ اب حکایت سنو۔

ایک جانور کا اپنے غیر جنس کے ساتھ اڑنے اور چگنے کا سبب

آن الخ۔ یعنی ایک حکیم نے کہا کہ میں نے بیابان میں ایک کوے کو ایک لقلق کے ساتھ پھرتے دیکھا۔

در عجب الخ۔ یعنی میں تعجب میں رہ گیا اور ان کے حال کی جستجو کی تاکہ میں کسی قدر مشترک کو نشانی پاؤں۔

چون الخ۔ یعنی جب میں حیران اور دنگ ان کے قریب پہنچا تو میں نے خود دیکھا کہ وہ دونوں لنگڑے تھے۔ لہٰذا معلوم ہو گیا کہ ان دونوں میں یہ قدر مشترک ہے اور اس وجہ سے آپس میں مجاذبت ہے اب آگے رجوع ہے مضمون بالا کی طرف اوپر فرمایا تھا کہ ہر شئے اپنے ہم جنس کی طرف منجذب ہوتی ہے اور اگر کسی جگہ کسی ناقص کو کامل کی طرف میلان دیکھو تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کامل میں بھی نقص ہے اور اس کی بہت سی مثالیں دی تھیں اب اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

خاصہ شہبازے کہ او عرشی بود	با یکے چغدے کہ او فرشی بود
خصوصاً وہ شہباز جو عرشی ہو	ایک چغد کے ساتھ جو فرشی ہو (کیسے تعلق رکھ سکتا ہے)
آں یکے خورشید علییں بود	ویں دگر خفاش کز سجیں بود
ایک وہ جو علییں کا سورج ہو	اور یہ دوسری چمگادڑ جو سجین کی ہو
آں یکے نورے ز ہر عیبے بری	واں دگر کورے گدائے ہر دری
ایک وہ نور جو ہر عیب سے بری ہے	اور دوسرا وہ اندھا جو ہر در کا بھکاری ہے
واں یکے ماہے کہ بر پرویں زند	واں یکے کرمے کہ بر سرگیں تند
ایک ایسا چاند جو ثریا سے متعلق ہے	ایک وہ کیڑا جو گوبر کے چکر کاٹنے

آں یکے یوسف رخے عیسیٰ نفس	ویں دگر گرگے و یا خر یا خرس
ایک یوسف جیسے چہرے والا عیسیٰ جیسے سانس والا	دوسرا بھیڑیا' یا گدھا یا ریچھ
آں یکے پراں شدہ در لامکاں	ویں یکے در کاہداں ہمچوں سگاں
ایک وہ جو لامکان میں اڑتا ہے	اور یہ ایک کوڑی پر کتوں کی طرح
آں یکے سلطان عالی مرتبت	ویں دگر در گلخنے در تعزیت
وہ ایک ' بلند . مرتبہ بادشاہ	اور یہ دوسرا بھٹی کے اندر ماتم میں
آں یکے خلقے ز اکرامش خجل	ویں دگر از بینوائی منفعل
ایک وہ جس کے کرم سے مخلوق شرمندہ	اور یہ دوسرا بے سروسامانی سے شرمندہ
آں یکے سرور شدہ ز اہل زماں	ویں دگر در خاک خواری بس نہاں
ایک وہ جو زمانے والوں کا سردار بنا	اور یہ دوسرا ذلت کی خاک میں دبا ہوا
بلبلاں را جائے می زیبد چمن	مر جعل را در چمیں خوشتر وطن
بلبلوں کی جگہ چمن میں مناسب ہے	گبریلے کا گندگی بہترین وطن ہے
با زبان معنوی گل با جعل	ایں ہمہ گوید کہ اے گندہ بغل
پھول' گبریلے کو زبان حال سے	یہ کہتا ہے کہ اے بغل گندہ والے!
گر گریزانی ز گلشن بیگماں	ہست آں نفرت کمال گلستاں
اگر تو چمن سے بھاگتا ہے' یقینا	وہ نفرت' چمن کا کمال ہے
غیرت من بر سر تو دور باش	می زند کاے خس ازیں در دور باش
میری غیرت تیرے سر پر نیزہ	(پھینک کر) مارتی ہے اے کمینے! اس در سے دور رہ
ور بیا میزی تو با من اے دنی	ایں گماں آید کہ از کان منی
اے کمینے! اگر تو مجھ سے گھل مل جائے گا	یہ خیال ہوگا کہ تو میری جنس کا ہے
گر در آمیزد ز نقصان من ست	زاں کہ پندارند کو زان من ست
اگر گھل مل جائے گا تو میری کمی کا سبب ہے	کیونکہ لوگ سمجھیں گے کہ وہ میرا ہے
حق مرا چوں از پلیدی پاک داشت	چوں سزد بر من پلیدی را گماشت
خدا نے جب مجھے نجاست سے پاک رکھا ہے	تو مجھ پر نجاست کو مسلط کرنا کیسے مناسب ہوگا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یک رگم زایشاں بد وآں را برید	در من آں بد رگ کجا خواہد رسید
میری ایک رگ ان میں کی تھی اس کو کاٹ دیا	وہ بری رگ مجھ میں کہاں آ سکتی ہے؟
یک نشان آدمؑ آں بد از ازل	کہ ملائک سر نہندش از محل
(حضرت) آدمؑ کی ایک نشانی ازل سے یہ تھی	کہ فرشتے مرتبے کی وجہ سے ان کو سجدہ کریں
یک نشان دیگر آں کہ آں بلیس	ننہدش سر کہ منم شاہ و رئیس
دوسری نشانی یہ کہ شیطان	ان کو سجدہ نہ کرے کہ میں شاہ اور رئیس ہوں
پس اگر ابلیس ہم ساجد شدے	او نہ بودے آدمؑ او غیرے بدے
تو اگر شیطان بھی سجدہ کرنے والا ہو جاتا	تو وہ آدمؑ نہ ہوتا کوئی اور ہوتا
ہم سجود ہر ملک میزان اوست	ہم جحود آں عدو برہان اوست
ہر فرشتہ کا سجدہ اس کا معیار ہے	اس دشمن کا انکار بھی اس کی دلیل ہے
ہم گواہ اوست اقرار ملک	ہم گواہ اوست کفران سگک
فرشتہ کا اقرار کرنا بھی اس کا گواہ ہے	ذلیل کتے کا انکار بھی اس کا گواہ ہے
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	تا چہ کرد آں خرس با آں شیر مرد
اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل	کہ اس ریچھ نے اس بہادر کے ساتھ کیا کیا؟

پس جب ایک کوا تعلق کے ساتھ بدون امر مشترک کے نہیں چل سکتا تو ایک شہباز جو کہ عرش کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور ذوالعرش المجید کے مخصوصین میں سے ہے (یعنی نبی) ایک الو (محجوب) کے ساتھ کیونکر تعلق رکھے گا جو سراسر عالم ناسوت میں منہمک ہے کیونکہ ان دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ایک جنت کے درجات عالیہ کا آفتاب ہے دوسرا دوزخ کے طبقہ سفلی کا خفاش ہے اور ایک تو سراپا نور ہے جو کہ ہر عیب سے منزہ ہے اور دوسرا بالکل اندھا اور ہر گھر کا گدا ہے۔ایک ماہتاب ہے جو کہ پروین پر غالب ہے اور دوسرا کیڑا ہے جو کہ گوبر سے تعلق رکھتا ہے۔ایک تو جمال معنوی سے یوسف رخ ہے اور امراض روحانیہ کے لئے عیسے نفس ہے دوسرا ایک کیڑا یا گدھا یا گونگا ہے ایک تو عروج روحانی کے لحاظ سے اس قدر بلند پرواز ہے کہ لا مکان تک اڑتا ہے اور حق سبحانہ سے ایک خاص تعلق پیدا کرتا ہے۔دوسرا کتوں کی طرح دنیا کی نجاسات میں پھنسا ہوا ہے۔ایک عالی مرتبہ بادشاہ ہے اور شاداں و فرحاں ہے دوسرا گلخن دنیا میں پڑا ہوا اپنی جان کو رو رہا ہے اور اس قابل ہے کہ اس کی تعزیت کی جائے۔ایک کی تو یہ حالت ہے کہ اس کے انعام و اکرام سے مخلوق شرمندہ ہے اور دوسرے کی یہ کہ اپنی بے

سروسامانی سے خود شرمندہ ہے ایک تو ایسا ہے کہ سردار دو عالم ہے اور ایک ایسا کہ خاک مذلت میں سراسر دبا ہوا ہے پس یہ دونوں ایک ساتھ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ ایک تو بلبل ہے اور بلبلوں کے لئے چمن شایان ہے اور دوسرا گوہ کا کیڑا اس کے لئے بہتر مکان گھورا ہے ایک ان میں گل ہے اور دوسرا گوہ کا کیڑا گل گوہ کے کیڑے سے بزبان حال کہتا ہے کہ بدبودار کیڑے اگر تو گلشن سے بھاگتا ہے تو کچھ حرج نہیں بلکہ یہ تیرا بھاگنا ہی گلستان کے کمال کی دلیل ہے میری غیرت تیرے سر پر نعرۂ دور باش لگاتی ہے اور کہتی ہے کہ ارے ذلیل دور ہو اگر تو مجھ سے ملے گا تو اس سے خود مجھ پر دھبہ لگے گا اور لوگ مجھے بھی تیری ہی جنس سے سمجھیں گے غرض کہ تیرے ملنے میں میرا کوئی فائدہ نہیں بلکہ گونہ نقصان ہے کہ لوگوں کو میرے کمال میں شبہ ہوگا کیونکہ وہ سمجھیں گے کہ تو میرا ہم جنس ہے۔ پس اس گوہ کے کیڑے کا مجھ سے ملنا ایسا ہی بے جوڑ ہے جیسے چوہا اور دریا۔ یا مچھلی اور خشکی۔ پس جس طرح چوہا دریا کی طرف مائل نہیں ہو سکتا اور مچھلی خشکی کی طرف راغب نہیں ہو سکتی یوں ہی وہ گوہ کا کیڑا محجوب بھی مجھ نبی کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اور ہونا بھی یوں ہی چاہیے۔ کیونکہ جب حق سبحانہ نے مجھے نجاسات دنیویہ سے پاک رکھا ہے تو کیسے مناسب ہے کہ وہ ایک ناپاک گوہ کے کیڑے اور سگ دنیا کو مجھ پر مسلط کردے کیونکہ اس کا میلان تو نجاسات کی طرف ہے اور یہاں نجاست کا نام نہیں تو وہ مجھ پر مسلط کیونکر ہو سکتا ہے مجھ میں اگر ان کی مناسبت کا کچھ حصہ تھا بھی تو حق سبحانہ نے میرے سینہ کو شق کر کے اس کو بھی نکال پھینکا اور میرے سینہ کو نجاست دنیویہ سے بالکل پاک صاف کر دیا۔ پس اب وہ دنیا کا کتا گوہ کا کیڑا مجھ تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور میری طرف کیسے راغب ہو سکتا ہے۔ اچھے لوگوں اور کاملین کے کمال کی دو علامتیں ہیں۔ ایک اچھے لوگوں کا میلان اور دوسرے بدوں کا تنفر۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کے کمال کی ایک تو یہ علامت تھی ہی کہ فرشتے ان کے علو مرتبت کے سبب ان کے آگے سر جھکاتے تھے اور دوسری علامت یہ تھی کہ ابلیس نے انا خیر منہ کہہ کر سجدہ سے انکار کیا۔ پس اگر ابلیس بھی سجدہ کر لیتا تو آدم آدم نہ ہوتے بلکہ کچھ اور ہوتے۔ کیونکہ ایک نشانی کمال کی مفقود ہو جاتی۔ پس جس طرح فرشتوں کا سجدہ کرنا ان کے کمال کا معیار ہے یوں ہی اس دشمن انسان ابلیس کا انکار بھی ان کی کمال کی ایک دلیل قطعی ہے اور جس طرح فرشتوں کا اقرار ان کے کمال کا شاہد ہے یوں ہی اس کتے کا انکار بھی ایک گواہ ہے پس خوب ثابت ہو گیا کہ اس نااہل کی مجھ سے نفرت میرے آئینۂ کمال سے زنگ کو دور کرتی ہے یہاں تک بیان تھا جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جو آپ بزبان حال فرما رہے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اس بات کی تو کوئی انتہا ہی نہیں اچھا اس کو ختم کر کے اب لوٹنا چاہیے کہ ریچھ نے اس شیر مرد کے ساتھ کیا کیا۔

شرح شبیری

خاصہ الخ۔ یعنی خاص کر وہ شہباز جو کہ عرشی ہو اس چغد کے ساتھ کہ جو فرشی ہو۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی کامل

www.besturdubooks.wordpress.com

جس کا تعلق کہ عالم غیب اور عالم بالا سے ہو ناقصین سے ملے کہ جن کا تعلق دنیا سے ہے تو یہ اور بھی تعجب کی بات ہے۔ آگے ناقصین وکاملین کی مثالیں فرماتے ہیں کہ

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو عالم بالا کا خورشید ہو اور یہ دوسرا خفاش سجین سے ہو۔

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو نور ہے اور ہر عیب سے بری ہے اور وہ دوسرا اندھا اور ہر دروازہ کا فقیر ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک چاند ہے جو کہ پروین پر غالب ہوتا ہے اور وہ ایک کیڑا ہے جو کہ گوبر میں تپتا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک تو یوسف رخ اور عیسے نفس ہے اور یہ دوسرا گرگ ہے یا گدھا ہے یا گونگا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک تو لامکاں میں اڑ رہا ہے اور وہ ایک کوڑی میں کتوں کی طرح (ذلیل) ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک تو بادشاہ عالی مرتبہ ہے اور وہ ایک بھاڑ میں غم میں مبتلا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ یک تو کہ اس کی بخشش کی ایک خلق شرمندہ ہے اور یہ دوسرا بے نوائی کی وجہ سے منفعل ہو رہا ہے۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ یک تو اہل زمان میں سے سردار ہے اور یہ دوسرا خاک وخواری میں نہاں ہے۔

بلبلا نرا الخ۔ یعنی بلبلوں کی جگہ تو چمن زیب دیتی ہے اور گوہ کے کیڑے کا گوہ ہی میں عمدہ وطن ہے۔

باز بان الخ۔ یعنی پھول گوہ کے کیڑے سے زبان حال سے کہتا ہے کہ اے گندہ بغل۔

گر گریزانی الخ۔ یعنی اگر تو گلشن سے گریزاں ہے تو بے شک یہ نفرت گلستان کا کمال ہے۔

غیرت من الخ۔ یعنی میری غیرت تیرے سر پر دور باش (کاڑ تکا) بجارہی ہے کہ اے کمینہ اس دروازہ سے دور ہو۔

ور بیامیزے الخ۔ یعنی اے کمینے اگر تو میرے ساتھ ملے تو یہ گمان ہو کہ تو میری جنس سے ہو۔ (حالانکہ ایسا نہیں ہے)

گر دو الخ۔ یعنی اگر وہ ملے تو یہ میرا نقصان ہے اس لئے کہ لوگ جانیں گے کہ یہ میری جنس سے ہے۔

گر در آمیزد الخ۔ یعنی اگر وہ زہر ناگ مجھ میں ملے تو چوہا اور دریا اور مچھلی اور خشکی (کی طرح بے جوڑ) ہو۔

حق مرا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے جب مجھے پلیدی سے پاک رکھا تو کس طرح لائق ہے مجھ سے کسی پلیدی کو مقرر کرنا۔ مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ ناقص اور کامل میں تو کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ بلکہ اگر کسی جگہ پر کوئی ناقص کامل کی طرف جائے تو اس سے تو شبہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کامل ہی نہیں جب تو اس کی طرف ناقص کا میلان ہو رہا ہے اور اس کی یہ سب مثالیں دی ہیں کہ کامل کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک شہباز ہو یا خورشید یا نور یا چاند یا یوسف رُخ وغیرہ اور ناقص کی ایسی مثال ہے کہ جیسے چغد یا خفاش یا اندھا یا کرم سرگیں یا گدھا وغیرہ اور جیسے کہ کامل کی شناخت اس کے کمالات ہیں اسی طرح کامل کے کمال کی ایک یہ بھی شناخت ہے کہ اس سے معاندین اور ناقصین کو نفرت ہو اور اس کی صورت سے بیزار ہوں۔

تو دیکھو کہ ان اشیاء میں مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے باہم تجاذب نہیں ہوتا اسی طرح کاملین وناقصین میں بھی بہ سبب عدم تناسب کے تجاذب مابین نہیں ہوتا۔ آگے مقولہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یک رگم الخ۔ یعنی میرے اندر ان کی ایک رگ تھی حق تعالیٰ نے اس کو بھی کاٹ دیا تو اب میرے اندر وہ بد رگ کہاں پہنچ سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ان ناقصین کا ایک اثر مجھ میں تھا لیکن حق تعالیٰ نے اس کو بھی میرے اندر سے نکال دیا ہے تو اب مجھ پر کسی بد رگ کا قابو نہیں چل سکتا۔ اس میں یا تو اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں کہ ارشاد ہے کہ حق تعالیٰ نے میری مدد فرمائی اور میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے تب تو یہ مطلب ہوگا کہ ان کفار وغیرہ میں اور مجھ میں ایک قدر مشترک یہ تھی کہ ان کا بھی ایک شیطان تھا اور ایک میرا بھی لیکن حق تعالیٰ کی مدد سے وہ بھی مسلمان ہو گیا لہٰذا وہ بات بھی نہ رہی اور اب تو کسی قسم کی بھی مناسبت مابین باقی نہیں رہی اور یا اس حدیث کی طرف اشارہ ہو جس میں کہ ارشاد ہے کہ جب شق صدر ہوا ہے تو فرشتوں نے ایک پھٹکی خون کی نکالی اور کہا کہ آپ کے اندر اتنا حصہ شیطان کا تھا یعنی اتنا اثر آپ میں بشریت کا تھا تو اب مطلب یہ ہوگا کہ ان امور بشریہ میں جو اس خون کی پھٹکی کے متعلق تھے ان لوگوں سے مناسبت تھی اور آپس میں یہ قدر مشترک تھی لہٰذا اب اس کو بھی حق تعالیٰ نے نکال دیا لہٰذا اب کوئی کسی قسم کی مناسبت باقی نہیں ہے اس لئے کفار کا انکار کرنا بھی دلیل کمال ہے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی آگے اس کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

یک نشان الخ۔ یعنی آدم علیہ السلام کے (کمال) کی ازل سے ایک نشانی تو یہ تھی کہ ان کے مرتبہ کی وجہ سے ملائکہ سجدہ کریں گے۔

یک نشان الخ۔ یعنی ایک نشانی دوسری وہ کہ وہ ابلیس لعین ان کے آگے سر نہ رکھے گا کہ میں تو شاہ اور رئیس ہوں۔ مطلب یہ کہ ایک نشانی ان کے کمال کی مسجود ملائکہ ہونا تو ہے ہی ایک دوسری نشانی یہ ہے کہ ابلیس ان کا انکار کرے گا اور وہ ان کے سجدہ سے باز رہے گا تو یہ بھی ان کے کامل ہونے کی دلیل ہے آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

پس اگر الخ۔ یعنی پس اگر ابلیس ساجد ہو جاتا تو وہ آدم نہ ہوتے کوئی اور ہوتے اس لئے کہ اگر وہ بھی سجدہ کر لیتا تو معلوم ہوتا کہ آپس میں کوئی مناسبت ہے کہ جس کی وجہ سے یہ ان کی طرف جھکا اور اب معلوم ہو گیا کہ چونکہ انتہا کمال کو پہنچے ہوئے تھے اس لئے اس مردود ازلی نے ان کو سجدہ کرنے سے کنارہ کشی کی کہ آپس میں کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔

ہم سجود الخ۔ یعنی ہر فرشتہ کا سجدہ کرنا بھی ان (کے کمال) کا معیار ہے اور اس دشمن کا انکار کرنا بھی (ان کے کمال کی) دلیل ہے۔

ہم گواہ الخ۔ یعنی فرشتوں کا اقرار کرنا بھی ان کا گواہ ہے اور اس پلے کا کفران بھی ان کا گواہ ہے غرضیکہ معلوم ہو گیا کہ کوئی شئے غیر جنس سے نہیں ملتی بلکہ جب دو چیزوں میں تجاذب ہوگا تو ضرور ہے کہ ان میں کوئی قدر مشترک ہوگی لہٰذا اس شخص نے جو ریچھ کو نہ چھوڑا معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں میں آپس میں کوئی ضرور مناسبت تھی کہ اس شخص میں بھی بہیمیت اور سبعیت آ گئی تھی ورنہ اس انجذاب کے کیا معنی آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن الخ۔ یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی لہٰذا لوٹو کہ اس ریچھ نے اس شیر مرد کے ساتھ کیا کیا۔ اب یہاں سے پھر اس ریچھ کے قصہ کی طرف رجوع ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

تتمہ قصہ اعتمادِ آں مغرور بر تملق خرس

اس دھوکے میں مبتلا کا ریچھ کی چاپلوسی پر بھروسہ کرنے کا باقی حصہ

او بخفت و خرس میراندش مگس	وز ستیز آمد مگس شد باز پس
وہ سو گیا اور ریچھ اس کی مکھیاں اڑاتا تھا	اور ضد سے مکھیاں پھر واپس آ جاتی تھیں
چند بارش راند از روئے جواں	واں مگس زو باز می آمد دواں
اس نے کئی بار ان کو جوان کے منہ پر سے اڑایا	وہ مکھیاں تیزی سے واپس آ جاتیں
خشمگیں شد با مگس خرس و برفت	بر گرفت از کوہ سنگے سخت وزفت
ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا اور وہ گیا	پہاڑ سے ایک سخت اور بھاری پتھر اٹھا لیا
سنگ آورد و مگس را دید باز	بر رخ خفتہ گرفتہ جائے ساز
پتھر لایا اور مکھیوں کو پھر دیکھا	سوئے ہوئے کے منہ پر ٹھکانا بنائے ہوئے
برگرفت آں آسیا سنگ و بزد	بر مگس تا آں مگس واپس خزد
اس نے چکی (جیسا) پتھر اٹھایا اور مارا	مکھیوں پر تاکہ وہ مکھیاں واپس جا گھسیں
سنگ روئے خفتہ را خشخاش کرد	ایں مثل بر جملہ عالم فاش کرد
پتھر نے سوئے ہوئے کے منہ کو خشخاش (جیسا) کر دیا	یہ کہاوت تمام دنیا میں مشہور کر دی
مہر ابلہ مہر خرس آمد یقیں	کین او مہر ست و مہر اوست کیں
بیوقوف کی دوستی یقینا ریچھ کی دوستی ہے	اس کا کینہ محبت ہے اور اس کی محبت کینہ ہے
عہد اوسست و ویران و ضعیف	گفت او زفت و وفائے او نحیف
اس کا عہد (و پیمان) کمزور اور برباد اور ضعیف ہے	اس کی باتیں گھٹی ہیں اور اس کی وفاداری کمزور ہے
گر خورد سوگند ہم باور مکن	بشکند سوگند مرد کژ سخن
اگر وہ قسم بھی کھائے تو یقین نہ کر	الٹی باتیں کرنے والا قسم توڑ ڈالتا ہے
چونکہ بے سوگند گفتش بد دروغ	تو میفت از مکر و سوگندش بدوغ
چونکہ اس کی بغیر قسم کے بات جھوٹ تھی	تو اس کے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں نہ پڑ

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس او میر ست و عقل او اسیر	صد ہزاراں مصحفش خود خوردہ گیر
اس کا نفس حاکم ہے اور اس کی عقل قیدی ہے	لاکھوں قرآن اس کے کھائے ہوئے سمجھ
چونکہ بے سوگند پیماں بشکند	گر خورد سوگند ہم آں بشکند
جبکہ وہ بغیر قسم کے عہد توڑ ڈالتا ہے	اگر قسم بھی کھالے گا اس کو توڑ ڈالے گا
زانکہ نفس آشفتہ تر گردد ازاں	کہ کند بندش بسوگند گراں
کیونکہ اس (قسم) سے نفس زیادہ پریشان ہوگا	کہ اس کو بھاری قسم میں قید کرے
چوں اسیرے بند بر حاکم نہد	حاکم آں را بر درد بیروں جہد
جب کوئی قیدی حاکم کے بیڑی لگائے	حاکم اس کو توڑ دے گا باہر نکل آئے گا
بر سرش کوبد ز خشم آں بند را	می زند بر روئے او سوگند را
اس کے سر پر وہ بیڑی زور سے مارے گا	قسم کو اس کے منہ پر پھینک مارے گا
تو ز اوفوا بالعقودش دست شو	احفظوا ایمانکم با او مگو
تو "عہدوں کو پورا کر" سے اس سے ہاتھ دھولے	"اپنی قسموں کی حفاظت کرو" اس سے نہ کہہ
وانکہ داند عہد با کہ می کند	تن کند چوں تار و گرد او تند
جو شخص یہ سمجھ لے کہ عہد کس سے کرتا ہے	جسم کو دھاگے کی طرح کرتا ہے اور اس کے گرد بنتا ہے

الغرض وہ شخص سو گیا اور ریچھ اس کی مکھیاں اڑانے لگا۔ جوں جوں وہ اڑاتا تھا اسی طرح مکھیاں ضد سے لوٹ لوٹ آتی تھیں کئی دفعہ اس نے اس جوان کے منہ پر سے مکھیاں اڑائیں لیکن ہر بار وہ مکھیاں لوٹ لوٹ آئیں ریچھ کو مکھیوں پر غصہ آیا لہٰذا گیا اور پہاڑ میں سے ایک بڑا پتھر لیا جب پتھر لایا پھر مکھیوں کو دیکھا کہ سونے والے کے منہ پر بیٹھی ہوئی ہیں تو اس نے اس چکی کے پاٹ جیسے پتھر کو لیا اور مکھیوں کو مارا کہ یہ واپس لوٹ جائیں اور پھر نہ آئیں اس پتھر نے سونے والے کے سر کو چکنا چور کر دیا اور یہ مثل عالم میں مشہور ہو گئی کہ نادان کی دوستی ریچھ کی دوستی ہے اس سے تم کو سمجھنا چاہیے کہ نادان کی دوستی جو نادانی سے ہوفی الحقیقت دشمنی ہے اور دشمنی جو نادانی سے ہو دوستی ہے اور یاد رکھ کہ وہ جو عہد کرتا ہے وہ کمزور اور تباہ و ضعیف ہے۔ باتیں اسکی بہت بڑی بڑی ہیں مگر وفا کمزور ہے۔ پس اگر وہ قسم بھی کھائے تو اعتبار نہ کرنا اس لئے کہ جو آدمی اینڈی بینڈی باتیں کرتا ہے اس کو قسم کا توڑ دینا کچھ دشوار نہیں جبکہ بلا قسم کے جھوٹ بولتا ہے تو تم اس کے مکر اور قسم سے فریب میں نہ آنا بات یہ ہے کہ وہ تابع نفس ہے اور نفس اس کا حاکم اور اس کی عقل اس کی مقید ہے وہ سینکڑوں قرآن کھا کر بھی ڈکار نہیں لیتا۔ پس جو

www.besturdubooks.wordpress.com

شخص بلا قسم کے عہد کو توڑ ڈالتا ہے وہ بہت برا کرتا ہے جو قسم کھاتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ نفس کو جکڑنا چاہتا ہے اور نفس کو اس سے اور ہیجان ہوگا کہ وہ اس کو بھاری زنجیروں میں باندھتا ہے کیونکہ وہ اس کا حاکم ہے اور یہ اس کا مقید اور جب کوئی قیدی حاکم کو باندھتا اور اس کو پابند کرنا چاہتا ہے تو حاکم اس بند کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور خود باہر نکل آتا ہے اور غصہ سے اس بند کو اس کے منہ پر مارتا ہے پس وہ نفس بھی اس قسم کو اس کے منہ پر مارے گا اور یہ اس کو بوجہ اپنی مغلوبی کے روک نہ سکے گا لہٰذا جب نفس غالب ہو تو ایسے اسباب پیدا نہ کرنے چاہئیں جن سے اس کو ہیجان ہو بلکہ تدبیر اور ملاطفت سے اس کو قابو میں لانا چاہیے جب یہ معلوم ہوگیا کہ ایسے شخص کی قسم سے نفس کی ضد بڑھتی ہے اور وہ قسم کو ضرور توڑ ڈالتا ہے لہٰذا تم کو چاہیے کہ اس کی پیمان مؤکد بقسم کو سادے پیمان سے بھی زیادہ کمزور سمجھو۔ القصد تم کو اس کے وفائے عہد سادہ و مؤکد بقسم ہر دو سے ہاتھ دھو لینا چاہیے۔ اور اس سے بتوقع وفا احفظوا ایمانکم نہ کہنا چاہیے کیونکہ اس سے وفائے عہد کی امید نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جو شخص ہمارے سامنے جھوٹ بولنے کا عادی ہے اس کی قسم سے اس کی بات کو کوئی تفوق حاصل نہیں ہوتا اور جو شخص جانتا ہے کہ وہ فی الحقیقت کسی کے ساتھ عہد کرتا ہے وہ حفاظت میں اپنے جسم کو تار کر دیتا ہے اور ہر طرح کی مشقتیں اور روحانی کوفتیں جھیلتا ہے مگر اپنے عہد کو محفوظ رکھتا ہے اور جو شخص اپنے عہد میں حق سبحانہ کو وثیقہ و دستاویز بناتا ہے اور اس کے نام سے اپنے پیمان کو مضبوط کرتا ہے وہ اپنے جسم کو اس پیمان کے چاروں طرف روک بنا دیتا ہے اور ہمہ تن اس کی حفاظت کرتا ہے کہ مبادا جاتا نہ رہے اور کوئی بات خلاف عہد نہ ہو جائے شاید تم کو استبعاد ہو کہ عہد تو اس نے انسان کے ساتھ کیا تھا یہ خدا کے ساتھ عہد کیونکر ہوگیا۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہوا کہ جب اس نے خدا کے نام کو وثیقہ بنایا تو گویا کہ خدا کو اس نے وفائے عہد کا ضامن بنایا اور خدا کے ساتھ معاہدہ کیا کہ ہم خلاف ورزی نہ کریں گے۔ دوسرے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اوفوا بالعقود اور احفظو ایمانکم اور یہ ان احکام کو ماننا ہے تو یہ عہد ہے حق سبحانہ سے ایفاء کا پس جس طرح وہ بندے سے عہد کرتا ہے یوں ہی خدا سے بھی عہد کرتا ہے کہ میں حسب الحکم اس کی پابندی کرونگا۔ ان دونوں صورتوں میں تو بندہ کے عہد کے ساتھ خدا کے ساتھ ایک جداگانہ عہد ہوگا اور یہ عہد اس کو متضمن ہوگا یا مستلزم مگر یہ بھی ممکن ہے کہ بعض جگہ وہی عہد جو بندہ کے ساتھ کیا گیا ہے اس بندہ کے حق سبحانہ کے ساتھ عرفی اتحاد کی بنا پر حق سبحانہ کے ساتھ ہو جیسے کہ عبادت بندۂ خاص کو حق سبحانہ خود اپنی عبادت فرماتے ہیں جس کی تفصیل مع فوائد زائدہ حوالہ قلم کی جاتی ہے سنو۔

شرح شبّیری

اس آدمی کی حکایت کا تتمہ جو کہ ریچھ کی وفاداری پر مغرور تھا

شخص خفت الخ۔ یعنی وہ شخص تو سو گیا اور ریچھ اس کی مکھیاں جھل رہا تھا اور ضد کی وجہ سے مکھی جلدی ہی پھر

www.besturdubooks.wordpress.com

واپس آجاتی تھی (جیسا کہ مکھی کا قاعدہ ہے کہ جتنا ہٹاؤ اتنا ہی آتی ہے)

چند بارش الخ۔ یعنی اس ریچھ نے کئی مرتبہ جوان کے منہ سے اس کو ہٹادیا مگر وہ مکھی پھر دوڑتی ہوئی واپس آتی تھی۔

خشمگین شد الخ۔ یعنی ریچھ مکھی سے غصہ میں ہوا اور گیا اور پہاڑ سے ایک بڑا بھاری پتھر لایا۔

سنگ الخ۔ یعنی پتھر لایا اور مکھی کو پھر سونے والے کے منہ پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

برگرفت الخ۔ یعنی وہ چکی کا پتھر لے کر مکھی کے مارتا کہ وہ مکھی واپس لوٹے تو نتیجہ یہ ہوا کہ۔

سنگ روئے الخ۔ یعنی پتھر نے سونے والے کے منہ کو چور چور کردیا اور یہ مثل (ذیل کی) تمام عالم پر ظاہر کردی۔

مہر ابلہ الخ۔ یعنی بیوقوف کی دوستی یقیناً ریچھ کی دوستی ہے اس کا کینہ مہربانی ہے اور اس کی مہربانی کینہ ہے۔
مطلب یہ کہ اب یہ مثل ہوگئی کہ بیوقوف کی دوستی کو خرس کی دوستی کہتے ہیں۔ پس اگر بے وقوف دشمن ہو تو سمجھو کہ حقیقت میں یہ اس کی مہربانی ہے اس لئے کہ وہ اب کوئی گزند نہ پہنچائے گا اور اگر کہیں اس نے دوستی کرلی تو یہ حقیقت میں دشمنی ہے کہ خوب اچھی طرح ضرر ہونگے آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

عہد او سست الخ۔ یعنی اس بیوقوف کا عہد سست ہے اور ویران اور ضعیف ہے اور قول اس کا فضول ہے اور وفا اس کی کمزور

گر خورد الخ۔ یعنی اگر وہ قسم کھائے تب بھی یقین مت کر کیونکہ اوندھی بات والا آدمی قسم کو بھی توڑ دے گا۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ بے قسم کے اس کا قول کاذب ہے تو تو اس کے مکر اور قسم کی وجہ سے فریب میں مت پڑ۔
دوغ بمعنی چھاچھ دھوکہ کو اس لئے کہتے ہیں کہ چھاچھ بھی صورۃً دودھ ہوتی ہے لیکن واقع میں نہیں ہوتی اسی طرح دھوکہ بھی واقع میں نافع اور اصل میں مضر ہوتا ہے۔

نفس او الخ۔ یعنی اس کا نفس تو حاکم ہے اور عقل اس کی قیدی ہے لاکھوں قرآن اس کو کھائے ہوئے فرض کر۔ مطلب یہ کہ قرآن کی قسم کھانا تو درکنار اس کو اگر خود قرآن مل جائیں تو وہ ان کو بھی کھا جائے۔ لہٰذا ایسے آدمی کا کیا اعتبار ہوسکتا ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جب کہ بے قسم کے عہد شکنی کرتا ہے تو اگر قسم کھائے اس کو بھی توڑ دے گا (اس سے مشکل ہی کیا ہے)

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ نفس اس سے زیادہ برانگیختہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کو خوب بھاری قسم سے بند کر دے۔ مطلب یہ کہ یہ قاعدہ مسلم ہے النفس حریص علی مامنع اور یہ بھی معلوم ہے کہ جس قدر سخت ممانعت ہوگی اسی قدر زیادہ حرص بھی ہوگی تو اگر کوئی نفس کو عہد شکنی سے صرف عہد کر کے روکتا ہے تو یہ تو اتنا سخت نہیں ہے لیکن اگر اس کو عہد شکنی سے قسم کھا کر روکتا ہے تو اس میں ممانعت عہد شکنی زیادہ ہے اس لئے نفس کو زیادہ حرص ہوگی کہ وہ عہد شکنی کرے لہٰذا وہ قسم سے اور بھی آشفتہ ہوگا اور خوب عہد شکنی کرے گا ہاں اگر طبیعت سلیمہ ہے تو وہ ممانعت سے باز رہے گی۔ وہی شاذ۔ اکثر طبائع سلیم نہیں ہوتیں اور فقہاء نے بھی لکھا ہے کہ حاکم گواہ کو قسم نہ دے۔ ہاں اگر ضرورت سمجھے کہ زاجر ہوگی اور مانع عن الکذب ہوگی تو مضائقہ نہیں ہے۔ لہٰذا اگر ابلہ قسم بھی کھائے تو اس کا بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اعتبار نہیں ہے سبحان اللہ عجیب مضمون ہے للہ درہ ثم للہ درہ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چون اسیرے الخ۔ یعنی جب کوئی قیدی بیڑی حاکم پر مارے تو حاکم اس کو توڑ دے گا اور باہر نکل جائے گا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی قیدی کسی حاکم کو قید کرنا چاہے تو وہ حاکم ہرگز قید نہ ہوگا بلکہ اس قید سے نکل کر خود اس قیدی ہی کو ٹھیک کرے گا تو اسی طرح جب کہ بیوقوف کا نفس حاکم ہے اور عقل قیدی ہے اس لئے اگر عقل نفس کو قسم وغیرہ سے مقید کرنا چاہے گی اور وہ یہ چاہے گی کہ اس کو عہد شکنی نہ کرنے دے تو یاد رہے کہ وہ نفس حاکم اس عقل پر غالب آئے گا اور خود اس کو ہی قید کرلے گا لہٰذا ایسے آدمی کا ہرگز اعتبار نہیں ہے آگے یہی فرماتے ہیں کہ

بر سرش الخ۔ (یعنی (وہ حاکم) اس (قیدی) کے سر پر غصہ سے اس قید کو مارے گا تو اسی طرح نفس اس (عقل) کے منہ پر اس قسم کو مارے گا اور ہرگز اس پر عامل نہ ہوگا۔

تو زاوفوا الخ۔ یعنی تم اس کے وفائے عہد سے ہاتھ دھولو اور اس سے احفظوا ایمانکم (اپنی قسموں کی حفاظت کرو) مت کہو کیونکہ بالکل بے سود ہے۔

ہر کہ اوا لخ۔ یعنی جو کہ وہ ہمارے سامنے جھوٹ بولے تو اس کا قول اس کی قسم سے رونق نہ پائے گا۔ مطلب یہ کہ جس نے ویسے جھوٹ بول دیا تو اگر اس نے قسم بھی کھالی وہ بھی بے سود ہے اس لئے کہ اس سے اس کے قول میں کسی قسم کی پختگی نہیں ہو سکتی۔

وانکہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ جان لے کہ کس سے عہد کرتا ہے تو بدن کو تار کی طرح کرلیتا ہے اور اس کے گرد رہتا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ عہد کر رہا ہے اگر وہ سمجھے کہ یہ عہد حقیقۃً کس سے کر رہا ہے تو وہ اس کو وفا کرنے میں حتی الامکان کوشش کرے اگرچہ وہ سوکھ کر اس کے فکر میں کانٹا بھی ہو جائے مگر پھر بھی وہ اس کو پورا کرے اس لئے جو عہد کسی سے کرتا ہے وہ اصل اور حقیقت میں حق تعالیٰ سے عہد کر رہا ہے اب سمجھ لو کہ حق تعالیٰ سے عہد شکنی کس قدر سخت امر ہے۔

وانکہ الخ۔ یعنی اور وہ کہ حق کو پوشیدگی میں سند بنائے اور وہ بدن کو قیدی کی طرح کرلیتا ہے اور اس کے گرد رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس نے حق تعالیٰ کو سند بنا رکھا ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ سب عہد وغیرہ حق تعالیٰ سے ہیں تو وہ بدن کو قیدی کی طرح ایک جگہ رکھتا ہے اور اسی پر قائم رہتا ہے آگے ایک حکایت فرماتے ہیں اور وہ شعر وانکہ داند عہد با کہ می کند۔ الخ کے ساتھ مربوط ہے تقریر ربط اس طرح ہے کہ وہاں کہا ہے کہ جب عہد کرو تو سمجھو کہ حقیقت میں اور واقع میں کس سے عہد کر رہے ہو تو چونکہ اصل میں وہ عہد حق تعالیٰ سے ہے اس لئے عہد شکنی بہت بری بات ہے اب آگے عیادت کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ عیادت اس لئے افضل ہے کہ تم جس کی عیادت کر رہے ہو شاید وہ کوئی قطب ہو اور اس کی عیادت سے رضاء حق میسر ہو تو گویا کہ حق تعالیٰ کی عیادت کی اور یہ مضمون حدیث میں بھی ہے کہ حق تعالیٰ قیامت میں ایک شخص سے ارشاد فرمائیں گے کہ میں مریض ہوا تھا تم نے میری عیادت نہیں کی تو وہ عرض کرے گا کہ یا الٰہی آپ تو عیوب سے بری ہیں آپ کب بیمار ہو سکتے ہیں تو ارشاد ہوگا کہ میرا فلاں مقبول بندہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بیمار ہوا تو گویا کہ میں مریض ہوا اور تو نے اس کی عیادت نہ کی تو گویا میری عیادت نہ کی تو جس طرح وہاں عیادت عبد گویا کہ عیادت حق ہے اس طرح عہد با عبد گویا کہ عہد با حق ہے لہٰذا اس کو ہرگز نہ توڑنا چاہیے اس سے زیادہ صاف ربط شاید اور کوئی نہ ہو اور کانپوری مثنوی شریف کے حاشیہ میں حضرت حاجی صاحب نے بھی اسی ربط کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور آگے مولانا کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حکایت بیان فرمانا بھی اسکا موید ہے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

بعیادت رفتن حضرت مصطفیٰ علیہ وسلم صلی اللہ برصحابی رنجور وفائدہ عیادت

حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار صحابی کی مزاج پرسی کو جانا اور بیمار پرسی کا فائدہ

از صحابہ خواجۂ بیمار شد	واندراں بیماریش چوں تار شد
صحابہ میں سے ایک بزرگ بیمار ہوگئے	اور اس بیماری میں وہ دھاگے کی طرح ہوگئے
مصطفیٰؐ آمد عیادت سوئے او	چوں ہمہ لطف وکرم بد خوئے او
(حضرت) مصطفیٰؐ ان کے پاس بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے	چونکہ آپ کی عادت مجسم لطف و کرم تھی
در عیادت رفتن تو فائدہ است	فائدہ آں باز بر تو عائدہ است
بیمار پرسی کیلئے تیرا فائدہ ہے	اس کا فائدہ تجھے ہی پہنچنے والا ہے
فائدہ اول کہ آں شخص علیل	بو کہ قطبے باشد و شاہ جلیل
پہلا فائدہ یہ ہے کہ وہ بیمار شخص	ہو سکتا ہے کوئی قطب اور بڑا شاہ ہو
چوں دو چشم دل نداری اے عنود	وانمی دانی تو ہیزم را زعود
اے سرکش! جب تو دل کی دو آنکھیں نہیں رکھتا ہے	تو "اگر" کو ایندھن سے ممتاز نہیں کر سکتا ہے
چونکہ گنجے ہست در عالم مرنج	ہیچ ویراں رامداں خالی زگنج
جبکہ دنیا میں خزانہ ہے، رنجیدہ نہ ہو	کسی ویرانے کو (بھی) خزانے سے خالی نہ سمجھ
قصد ہر درویش می کن از گزاف	چوں نشاں یابی بجد می کن طواف
ہر درویش کا قصد وجہ کے بغیر کر لیا کر	جب پتہ پالے تو کوشش کر کے چکر کاٹ
چوں ترا آں چشم باطن بیں نہ بود	گنج می پندار اندر ہر وجود
جب تیری باطن کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے	ہر وجود میں خزانہ سمجھ

www.besturdubooks.wordpress.com

در نباشد قطب یار رہ بود	شہ نباشد فارس اسپہ بود
اگر قطب نہ ہو گا' راستہ کا یار ہو گا	شاہ نہ ہو گا' گھوڑا سوار ہو گا
پس صلہ یاران رہ لازم شمار	ہر کہ باشد گر پیادہ گر سوار
یاروں کے ساتھ سلوک کو لازم سمجھ	کوئی ہو' پیادہ ہو یا سوار
ورعدو باشد ہم ایں احساں نکوست	کہ باحساں دوست گردد گرعدوست
اگر دشمن ہے تو بھی یہ احسان اچھا ہے	اگر دشمن ہے' احسان کی وجہ سے دوست ہو جائے گا
ور نگردد دوست کینش کم شود	زانکہ احساں کینہ را مرہم شود
اگر دوست نہ بنا تو اس کی دشمنی کم ہو جائے گی	اس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہے
پس فوائد ہست غیر ایں ولیک	از درازی خائفم اے یار نیک
اس کے علاوہ بھی فائدے ہیں لیکن	اے بھلے یارا میں طوالت سے خائف ہوں
حاصل ایں آمد کہ یار جمع باش	ہمچو بتگر از حجر یارے تراش
خلاصہ یہ نکلا کہ جماعت کا دوست بن	بت گر کی طرح پتھر سے دوست تراش لے
زانکہ انبوہی و جمع کارواں	رہزناں را بشکند پشت وسناں
اس لئے کہ قافلہ کی جماعت اور اس کی کثرت	ڈاکوؤں کی کمر اور بھالا توڑ دیتی ہے

وحی آمدن از حق تعالیٰ بہ موسیٰ کہ چرا بہ عیادت من نیامدی

حضرت موسیٰ کے پاس خدا کی طرف سے وحی آنا کہ تو میری بیمار پرسی کے لئے کیوں نہ آیا؟

آمد از حق سوئے موسیٰ ایں عتیب	کاے طلوع ماہ دیدہ تو زجیب
موسیٰ کی جانب سے اللہ کے پاس سے یہ ناراضی پہنچی	اے وہ کہ تو نے گریبان سے سورج کا طلوع دیکھا ہے
مشرقت کردم بنور ایزدی	من حقم رنجور گشتم نامدی
میں نے خدائی نور سے تجھے مشرق بنایا	میں خدا ہوں' میں بیمار ہوا تو نہ آیا
گفت سبحانا تو پاکی از زیاں	اینچہ رمز ست ایں بکن یارب عیاں
(حضرت موسیٰ نے) کہا اے اللہ تو نقصان سے پاک ہے	یہ کیا راز ہے؟ اے خدا اس کو ظاہر کر دے
باز فرمودش کہ در رنجوریم	چوں نہ پرسیدی تو از روئے کرم
(اللہ تعالیٰ نے) پھر اس سے کہا کہ میں مریض ہوں	تو نے از روئے کرم میری پرسش کیوں نہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت یارب نیست نقصانے ترا	عقل گم شد ایں گرہ را بر کشا
انہوں نے عرض کیا اے خدا تیرے لئے کوئی گھاٹا نہیں ہے	عقل گم ہو گئی ہے یہ گرہ کھول دے
گفت آرے بندۂ خاص گزیں	گشت رنجور او منم نیکو ببیں
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا ہاں ایک خاص برگزیدہ بندہ	بیمار ہوا اور وہ میں ہوں خوب سمجھ لے
ہست رنجوریش رنجوری من	ہست معذوریش معذوری من
اس کی بیماری میری بیماری ہے	اس کی معذوری میری معذوری ہے
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا	گو نشیند در حضور اولیا
جو خدا کی ہم نشینی چاہے	کہہ دو وہ اولیاء کی خدمت میں بیٹھے
از حضور اولیا گر بگسلی	تو ہلاکی زانکہ جزوی نے کلی
اگر تو اولیاء کے پاس حاضری سے علیحدہ رہے گا	تو برباد ہے کیونکہ تو جزو ہے کل نہیں ہے
ہر کرا دیو از کریماں وا برد	بیکسش یابد سرش را وا خورد
شیطان جس کو بھلوں سے جدا کر دے	اس کو بے سہارا پا لیتا ہے اس کا سر چبا لیتا ہے
یک بدست از جمع رفتن یک زماں	مکر شیطاں باشد و نیکو بداں
تھوڑی دیر کے لئے بھی ایک بالشت جماعت سے دور ہونا	شیطان کا مکر ہو گا خوب سمجھ لے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب بیمار ہوئے اور اتنے بیمار ہوئے کہ سوکھ کر کانٹا ہو گئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت چونکہ سراپا لطف و کرم تھی لہٰذا عیادت کے لئے تشریف لائے اس سے تم کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور مریضوں کی عیادت کرنی چاہیے اس میں بڑا فائدہ خود تمہارا ہے اور اس کا بہت بڑا نفع خود تمہاری طرف عائد ہوتا ہے چنانچہ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وہ بیمار کوئی قطب اور عنداللہ نہایت عالی مرتبہ شخص ہو اور تم کو معلوم نہ ہو اور اس کو دیگر عوام سے ممتاز نہ سمجھنا کوئی چیز نہیں کیونکہ تمہاری چشم باطن روشن نہیں جس سے تم امتیاز کر سکو جب تمہاری حالت یہ ہے اور تم یہ بھی اجمالاً جانتے ہو کہ عالم اہل اللہ سے خالی نہیں اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے تو تم کو طلب سے ملول نہ ہونا چاہیے اور کسی ایسے شخص کو جس کا ظاہر خراب ہو قطعی طور پر دولت معرفت سے خالی نہ جاننا چاہیے گو یہ بھی نہ ہونا چاہیے کہ ظاہر کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے بلکہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر لازمی ہے اگر کسی وجہ سے اس کی معذوری ظاہر نہ ہو جائے اور ہر ایسے درویش کی طرف اٹکل پچو بھی متوجہ ہونا چاہیے۔ جس میں احتمال معرفت قریب ہو اور جبکہ تم کو کوئی کامل مل جائے تو اس کا دامن پکڑ لینا چاہیے۔ چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تیرے لئے چشم باطن نہیں ہے اس لئے تم کو ہر شخص میں گنج معرفت کا احتمال ہونا چاہیے اور بنا بر احتمال تحقیق حال کے درپے ہونا چاہیے لیکن یہ نہ ہونا چاہیے کہ اس کے افعال واقوال سیۓ کو حسن سمجھ لیا جائے بلکہ ان کو تو برا ہی سمجھنا چاہیے پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ شخص ان افعال واقوال میں معذور ہے اور حقیقت میں عارف ہے یا معذور نہیں اور حقیقت بھی اس کی ویسی ہی ہے جیسا اسکا ظاہر۔ یہاں تک تو ہم نے بیان کیا تھا کہ ممکن ہے کہ وہ مریض کوئی خاصان الٰہی میں سے ہو۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اگر وہ قطب اور خاصان الٰہی میں سے بھی نہ ہوگا تو آخر راہ خداوندی کا رفیق تو ہے یعنی مسلمان تو ہے اور اگر بادشاہ اور اعلیٰ رتبہ کا نہیں تو سپاہی تو ہے۔ جب یہ صورت ہے تو یاروں اور رفیقوں کے ساتھ اچھا برتاؤ لازم ہے خواہ پیادہ اور عاصی ہو یا سوار اور نیک اور فرض کرو کہ دشمن ہی ہے تب بھی یہ تمہارا احسان ہوگا اور احسان فی نفسہ اچھی چیز ہے۔ ممکن ہے کہ وہ تمہارے احسان ہی سے تمہارا دوست ہو جائے اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ احسان سے بہت سے دشمن دوست ہو گئے ہیں۔ اچھا یہ بھی مانا کہ وہ دوست بھی نہ ہوگا لیکن اس سے بھی فائدہ ہوگا کہ اس کی دشمنی کم ہو جائے گی کیونکہ احسان کا قاعدہ ہے کہ وہ زخم کینہ کے لئے مرہم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اور بہت سے فائدے ہیں لیکن سب کے بیان کرنے میں طوالت کا اندیشہ ہے اس لئے صرف اسی قدر پر اکتفا کیا جاتا ہے خلاصہ یہ کہ تم کو دوسروں کا یار ہونا چاہیے اور ان کو اپنا یار بنانا چاہیے اور بت گر کی طرح پتھر کا بھی یار بنانا چاہیے۔ مبالغہ ہے یار بنانے میں اور مقصود یہ ہے کہ مرافقت اچھی چیز ہو خواہ یار کتنا ہی ادنیٰ درجہ کا ہو۔ بشرطیکہ اس کے یار بنانے کی شرعاً ممانعت نہ ہو اور مرافقت کی اس لئے ضرورت ہے کہ ایک گروہ اور قافلہ کی جماعت رہزنوں کی کمر اور ان کے ہتھیاروں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتی ہے یعنی اتحاد واتفاق سے شیطانوں کا پورے طور پر مقابلہ ہو سکتا ہے اور تنہا پر شیطان کا داؤ بہت جلد چل جاتا ہے اور مرافقت کے لئے سب سے مقدم اولیاء اللہ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو حق سبحانہ کے ساتھ اتحاد توافق ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ موسیٰ علیہ السلام کو عتاب ہوا کہ اے وہ موسیٰ جس پر ہم نے یہ اکرام کیا کہ اس کے ہاتھ کو ماہتاب کی طرح کر دیا اور جب اس نے اپنے ہاتھ کو گریبان میں ڈال کر نکالا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گریبان میں سے چاند نکلا۔ ہم نے تم کو اپنے نور سے منور کیا۔ لیکن تم نے ہمارے ساتھ یہ کیا کہ ہم بیمار ہوئے تم ہماری عیادت کو نہ آئے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ اے قدوس سبحان تو تو نقصان مرض وغیرہ سے منزہ ہے اس کا مطلب کیا ہے اس کو واضح کر دیجئے پھر یہی حکم ہوا کہ ہماری بیماری میں تم نے ہماری عیادت نہیں کی۔ پھر حضرت موسیٰ نے عرض کیا کہ الہٰ العلمین تو تو نقصان سے مبرا ہے میری عقل گم ہو گئی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔ اس عقدہ کو حل کر دے حکم ہوا اچھا سن۔ میرا فلاں خاص اور مقبول بندہ بیمار ہوا غایت توافق کی بنا پر گویا کہ وہ میں ہی ہوں اور اس کی معذوری گویا کہ میری ہی معذوری ہے اور اس کی بیماری گویا کہ میری ہی بیماری ہے اس بیان سے تم کو معلوم ہو گیا کہ بندگان خاص حق سبحانہ کے لئے عینیت حق سبحانہ کا مجازاً حکم ہے اور ان کے ساتھ جو برتاؤ کیا جاتا ہے وہ گویا کہ حق سبحانہ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ پس جس کو مرافقت حق سبحانہ

www.besturdubooks.wordpress.com

درکار ہو وہ ان کی مرافقت اختیار کرے کہ ان کی صحبت گویا کہ حق سبحانہ کی صحبت ہے۔ پس تم کو ان کی مرافقت لازم ہے اگر تم ان سے مرافقت چھوڑ دو گے اور ان سے تعلق قطع کر دو گے تو تمہارے لئے ہلاکی ضروری ہے کیونکہ نہ تو تم خود کل یعنی عارف ہو اور نہ جز یعنی ان کے ساتھ مرتبط۔ پس ہلاکت لازم کیونکہ جس شخص کو شیطان ان کریموں اہل اللہ سے علیحدہ کر دیتا ہے جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی طرف سے کشش نہیں ہوتی کیونکہ ان کی طرف سے کشش ہونے کی صورت میں یہ امر ناممکن ہے تو اس کا مقصد اس کا سر اڑانا اور ہلاک کرنا ہوتا ہے پس تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ جماعت سے بالخصوص جماعت اہل اللہ سے ایک بالشت دور ہونا مکر شیطان ہے کہ اس طرح وہ اس کو ہلاک کرنا چاہتا ہے اچھا اب تم ایک قصہ سنو جس سے تم کو تنہائی اور مرافقت کو چھوڑنے کا ضرر معلوم ہو۔

شرح شبّیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک مریض صحابی کی عیادت کو جانا اور عیادت کے فوائد

از صحابہ الخ۔ یعنی صحابہ میں سے ایک صاحب بیمار ہوئے اور وہ اس بیماری میں مثل تار کے (دبلے) ہو گئے۔

مصطفیٰ آمد الخ۔ یعنی حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے ان کے پاس آئے اس لئے کہ ان کی خصلت تو لطف و کرم تام تھی۔ یعنی چونکہ آپ نہایت رحیم و کریم تھے اس لئے آپ ان کے پاس عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

در عیادت الخ۔ یعنی اے طالب تیری عیادت کے لئے جانے میں فائدے ہیں اور اس کا فائدہ پھر تیری طرف لوٹتا ہے۔ آگے فوائد کو بیان فرماتے ہیں کہ

فائدہ الخ۔ یعنی اول فائدہ تو یہ ہے کہ وہ مریض آدمی شاید کہ کوئی قطب ہو اور جلیل القدر بادشاہ ہو۔

چون الخ۔ یعنی اے معاند جب تو دل کی آنکھیں نہیں رکھتا تو تو لکڑی اور عود کو تمیز نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ جب تجھے بصیرت حاصل نہیں ہے تو پھر تو کامل اور ناقص میں کس طرح تمیز کر سکتا ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ عالم میں ایک خزانہ ہے تو تو (جستجو میں) رنجیدہ مت ہو اور کسی ویرانہ کو خزانہ سے خالی مت جان۔ مطلب یہ کہ یہ تو یقینی ہے کہ عالم میں اقطاب و ابدال ضرور موجود ہیں تو تم ان کی جستجو کرو اور اس جستجو سے اکتاؤ مت بلکہ کسی جگہ کو خالی از قطب مت سمجھو جیسا کہ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ کوئی قریہ ایسا نہیں ہے کہ جہاں قطب نہ ہو۔ لہٰذا کسی جگہ کو خالی مت سمجھو بلکہ اس جگہ تحقیق سے کام لو۔

قصد ہر درویش الخ۔ یعنی ہر درویش کا خوب کوشش سے قصد کرو اور جبکہ نشانی پالو تو کوشش سے اس کا طواف

www.besturdubooks.wordpress.com

کرو۔ مطلب یہ کہ جس درویش میں احتمال خلاف نہ ہو اگرچہ بظاہر اس میں علامت قبولیت کی بھی نہ ہو لیکن خلاف نہ ہونا چاہیے تو چاہیے کہ اس کی تحقیق کرے اور اس کے بعد پھر اسکی طلب میں کوشش کرے اور طواف سے مراد طواف متعارف نہیں ہے کہ عوام اس سے طواف بزرگوں کا اور قبروں کا نکالیں بلکہ مراد یہ ہے کہ جب ان کا کمال محقق اور معلوم ہو جائے تو پھر ان کا پیچھا پکڑلو اور ان کو چھوڑو مت ہاں جب تک کہ تحقیق نہ ہو اس وقت تک رہنا ضروری ہے اور جہاں غالب گمان یا یقین جانب مخالف یعنی عدم کمال کا ہو وہاں تو پھر کسی طرح اس کا اتباع جائز ہی نہیں ہے جیسے کہ کسی کو بت کے آگے سجدہ کرتے دیکھیں تو وہ یقینا کافر اور مردود ہے اس کو ہرگز کامل نہ کہیں گے ہاں بعض بزرگوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کامل تھے اور لوگوں نے ان کو شراب پیتے دیکھا حالانکہ وہ اصل میں شراب نہ تھی بلکہ خود اس دیکھنے والے کے اخلاق رذیلہ اس شکل میں متشکل ہو کر دکھائی دیئے تو وہاں تو معلوم ہونا بہت ہی مشکل ہے مگر چونکہ بہت شاذ و نادر ہے اس لئے اس کا اعتبار نہیں اور اگر ایسی جگہ کسی سے بے ادبی بھی ہو جائے تب بھی اس پر ملامت نہیں ہے اور نہ ایسے حضرات کی تحقیق کرنے کے ہم مکلف ہیں خوب سمجھ لو سو اگر ایسے حضرات کی شان میں کوئی گستاخی بھی ہو جائے تب بھی ملامت نہیں ہے لہٰذا جس کو خلاف شرع دیکھو اس کو تو یقینا مردود سمجھو اور جو خلاف شرع نہ ہو اس کی اگر ضرورت ہو تو تحقیق کر لو لیکن اگر کسی ایک کو تحقیق کر کے اس کا دامن ایک مرتبہ پکڑ لیا ہے تو اب ہرگز دوسرے کی تلاش نہ چاہیے کہ بعض اوقات مضر ہوتا ہے بلکہ چاہیے کہ تعلیم کا تو اسی سے تعلق رکھے ہاں دوسروں کی شان میں بھی گستاخی نہ کرے کہ فضول اور بعض مرتبہ مضر ہے بس اپنے کام میں لگا رہے اور ایک کا دامن پکڑے رہے آگے فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ تجھے وہ چشم باطن بیں (حاصل) نہیں ہے تو ہر وجود میں ایک خزانہ جان (اور ہر مسلمان کی عیادت کر کہ اور کچھ نہیں تو مسلمان بھائی تو ہے) اسی کو فرماتے ہیں کہ

ور نباشد الخ۔ یعنی اور اگر قطب نہ ہو تو کوئی یار راہ ہو بادشاہ نہ ہو کوئی فوج کا سپاہی ہی ہو۔

پس صلہ الخ۔ یعنی پس یاران راہ کے ساتھ صلہ کرنے کو لازم جان خواہ کوئی ہو پیادہ ہو یا سوار۔ یعنی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کے ساتھ ہمدردی اور صلہ رحمی ضروری ہے آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

ور عدو الخ۔ یعنی اور اگر دشمن ہو تب بھی احسان اچھا ہے اس لئے کہ احسان سے دوست ہو جاتا ہے اگرچہ دشمن ہو۔

ور نہ گردد الخ۔ یعنی اور اگر دوست بھی نہ ہوگا تو اس کا کینہ ہی کم ہو جائے گا اس لئے کہ احسان کینہ کا مرہم ہوتا ہے۔ غرضیکہ جو کوئی بھی ہو اس کے ساتھ احسان کرنا چاہیے احسان ہر حال میں بہتر ہے آگے فرماتے ہیں کہ

بس فوائد ہست الخ۔ یعنی اس کے سوا (عیادت کے) بہت سے فائدے ہیں لیکن ارے بھائی کتاب کی درازی سے ڈرتا ہوں (ورنہ اور بیان کرتا)

حاصل الخ۔ یعنی حاصل یہ ہوا کہ جماعت کے ساتھ رہ اور بت گر کی طرح پتھر ہی سے کوئی یار تراش لے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ ہمیشہ جماعت کے ہمراہ ہو کر مفید ہے اور چونکہ عیادت سے محبت بڑھتی ہے اور محبت سے اتفاق بڑھتا ہے اس لئے عیادت کرو اور ضرور کسی نہ کسی کو دوست بنالو اور پتھر کا دوست بنانے سے مراد یہ نہیں ہے کہ بت ہی بنا لو بلکہ مراد یہ ہے کہ دوست ضروری ہے اگر چہ وہ بالکل بیکار اور نکما ہی ہو جیسے کہ ہماری طرف بولتے ہیں کہ آدمی چون کا بھی ہو تو اس کی بھی قدر کرنا چاہیے۔ آگے اس کی مصلحت بیان فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ گروہ اور جماعت قافلہ کی ڈاکوؤں کی پشت اور بھال کو توڑ دیتی ہے۔ لہذا عیادت کرو اس سے محبت زیادہ ہوگی اور اتفاق بڑھے گا اور اگر ان مریضوں میں کوئی کامل ہوا تو اس کو تم سے محبت ہو جائے گی اور وہ تمہارے ساتھ نفس وشیطان کو جو کہ جانی دشمن ہیں دفع کر دے گا اب چونکہ اوپر کہا تھا کہ عیادت کرو کہ شاید ان میں کوئی قطب بھی ہو آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں کہ

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی جانب سے وحی آنا کہ تم میری عیادت کو کیوں نہیں آئے

آمد از حق الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کو یہ عتاب آیا کہ اے وہ کہ تم نے طلوع ماہ گریباں کو دیکھا۔ مطلب یہ کہ تم پر ہماری اتنی بڑی رحمت ہوئی کہ اس قدر بڑا معجزہ تم کو ملا۔

مشرقت الخ۔ یعنی میں نے تم کو نور ایزدی کا مشرق کیا میں حق ہوں اور میں بیمار ہوا تو تم آئے نہیں۔ مطلب یہ کہ تم پر اس قدر تو انعامات تھے اور پھر میں حق تھا اور میں مریض ہوا لیکن تم میری عیادت کو نہ آئے۔

گفت الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الٰہی آپ کے لئے تو نقصان نہیں ہے اس میں عقل گم ہے اس گرہ کو کھولئے مطلب یہ کہ یہ تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ مریض ہوئے ہوں اس لئے کہ آپ تو تمام نقائص سے بری ہیں پھر آپ پر اور مرض کچھ سمجھ میں نہیں آیا۔

گفت آرے الخ۔ یعنی ارشاد ہوا کہ ہاں میرا ایک بندۂ خاص اور مقبول بیمار ہوا تو وہ میں ہی تھا اس کو خوب سمجھ لے مطلب یہ میرا ایک نیک اور مقبول بندہ بیمار ہوا تھا اور اس میں اور مجھ میں وحدت مصطلحہ تھی اور تم اس کی عیادت کو نہ آئے تو گویا خود میری ہی عیادت نہ کی۔

ہست الخ۔ یعنی اس کی بیماری میری ہی بیماری ہے اور اس کی معذوری گویا میری معذوری ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہر کہ خواہد الخ۔ یعنی جو شخص کہ خدا کے ساتھ ہمنشینی کا طالب ہو تو اس سے کہہ دو کہ وہ اولیاء اللہ کی صحبت میں بیٹھے کہ وہیں وہ حق تعالیٰ کو بھی پائے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از حضور الخ۔ یعنی اگر تو اولیاء اللہ کی صحبت سے قطع تعلق کرے تو تو ہلاک ہونے والا ہے اس لئے کہ تو ناقص ہے کامل نہیں ہے۔

ہر کرا الخ۔ یعنی جس کسی کو دیو کریموں سے قطع اور علیحدہ کر دے اس کو بے کس پاکر اس کا سر کھائے۔

یک بدست الخ۔ یعنی جماعت سے ایک گھڑی کو ایک بالشت علیحدہ ہونا مکر شیطان کا ہے خوب جان لو۔ لہٰذا چاہیے کہ آپس میں اتفاق اور محبت رکھیں کہ اس سے شیطان کا قابو نہیں چلتا اور اگر تنہا ہو گئے تو شیطان کا قابو چل جائے گا۔ آگے اس پر حکایت لاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک باغ میں تین شخص زبردستی سے میوہ کھانے گئے ایک صوفی صاحب دوسرے سید صاحب تیسرے مولوی صاحب جب اس باغبان نے دیکھا کہ یہ تو تین ہیں اور میں تنہا تو اس نے ہر ایک کو بہانہ سے الگ الگ کر کے ہر ایک کی خوب مرمت کی تو مولانا کا مقصود یہ ہے کہ دیکھو اگر ان میں سے ہر شخص جماعت کے ساتھ رہتا تو کیوں پٹتے یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ ایک دوسرے سے الگ ہو گئے تھے۔ اب حکایت سنو کہ فرماتے ہیں

شرح حبیبی

جدا کردن باغباں صوفی وفقیہ وعلوی را از یکدگر واد ب کردن

باغبان کا صوفی اور مولوی اور سید کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا اور سزا دینا

باغبانے چوں نظر در باغ کرد	دید چوں دزداں بباغ خود سہ مرد
ایک باغبان نے جب باغ کو دیکھا	اپنے باغ میں تین شخص چوروں جیسے دیکھے
یک فقیہ و یک شریف و صوفیے	ہر یکے شوخے فضولی یوفیے
ایک مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی	(جن میں سے) ہر ایک بے حیا، بکواسی، لغو گو
گفت با اینہا مرا صد حجت ست	لیک جمع اند و جماعت رحمت ست
اس نے (دل میں) کہا ان کے مقابلہ میں میری سو دلیلیں ہیں	لیکن اکٹھے ہیں اور جماعت رحمت ہے
بر نیایم یک تنہ با سہ نفر	پس ببرم شاں نخست از یکدگر
تنہا تین کے ساتھ جیت نہ سکوں گا	پہلے ان کو ایک دوسرے سے جدا کر دوں
ہر یکے را من بسوئے افگنم	چونکہ تنہا شاں کنم سر بر کنم
میں ہر ایک کو ایک جانب پھینک دوں	جب ان کو اکیلا اکیلا کر دوں گا سر پھوڑ دوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

حیلہ کرد و کرد صوفی را براہ	تا کند یارانش را بے او تباہ
تدبیر کی اور صوفی کو ایک راستہ پر کیا	تاکہ اس کے دوستوں کو اس کے بغیر تباہ کرے
گفت صوفی را برو سوئے وثاق	یک گلیم آور برائے ایں رفاق
اس (باغبان) نے صوفی سے کہا، گھر جا	ان ساتھیوں کے لئے ایک کمبل لے آ
رفت صوفی گفت خلوت با دو یار	تو فقیہی ویں شریف نامدار
صوفی چلا گیا اس (باغبان) نے دونوں دوستوں سے تنہائی میں کہا	آپ مولوی ہیں، اور یہ مشہور سید ہیں
ما بفتوائے تو نانے می خوریم	ما بہ پر دانش تو می پریم
ہم آپ کے فتوے کے مطابق روٹی کھاتے ہیں	ہم آپ کی عقل کے پر سے پرواز کرتے ہیں
ویں دگر شہزادہ و سلطان ماست	سید ست از خاندان مصطفیٰ ست
یہ دوسرے ہمارے شاہ اور شہزادے ہیں	سید ہیں (حضرت) مصطفیٰ کے خاندان سے ہیں
کیست آں صوفی شکم خوار خسیس	تا بود با چوں شما شاہاں جلیس
وہ صوفی پیٹو کمینہ کون ہوتا ہے؟	کہ تم جیسے شاہوں کا ہمنشیں بنے
چوں بیاید مرو را پنبہ کنید	ہفتۂ بر باغ و راغ من زنید
جب آئے اس کی روئی دھن دو	تم ایک ہفتہ باغ اور چمن میں رہو
باغ چہ بود جان من آں شماست	اے شما بودہ مرا چوں چشم راست
باغ کیا ہوتا ہے؟ میری جان تمہاری ملک ہے	تم تو میری داہنی آنکھ ہو
وسوسہ کرد و مر ایشاں را فریفت	آں کز یاراں نمی باید شکیفت
اس نے (ان میں) وسوسہ پیدا کر دیا اور ان کو دھوکا دیا	افسوس ہے یاروں سے صبر کر لینا مناسب نہیں ہے
چوں برہ کردند صوفی را و رفت	خصم شد اندر پیش با چوب رفت
جب انہوں نے صوفی کو روانہ کر دیا اور وہ چلا گیا	دشمن اس کے پیچھے موٹی لکڑی لے کر چلا
گفت اے سگ صوفی باشد کہ تیز	اندر آئی باغ ما تو از ستیز
بولا اے کتے! تو وہی صوفی ہے کہ تیزی سے	تو ہمارے باغ میں جبرا اندر آتا ہے
ایں جنیدؒ رہ نمود و بایزیدؒ	از کدامیں شیخ و پیرت ایں رسید
یہ راستہ تجھے جنیدؒ اور بایزیدؒ نے دکھایا ہے	کون سے شیخ اور پیر سے تجھے یہ پہنچا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

کوفت صوفی را چو تنہا یافتش	نیم کشتش کرد و سر بشگافتش
جب صوفی کو اکیلا پایا اس کو پیٹ ڈالا	اس کو ادھ موا کر دیا اور اس کا سر پھاڑ دیا
گفت صوفی آن من بگذشت لیک	اے رفیقاں پاس خود دارید نیک
صوفی بولا' میرا وقت تو گزر گیا لیکن	اے دوستو! اپنا خوب خیال رکھو
مر مرا اغیار دانستید ہاں	نیستم اغیار تر زیں قلتباں
خبردار! تم نے مجھے غیر سمجھا	اس دیوث سے زیادہ میں غیر نہیں ہوں
آنچہ من خوردم شمارا خوردنی ست	وانچنیں ضربت جزائے ہردنی ست
جو کچھ میں نے چکھا' تمہیں بھی چکھنا ہے	اس طرح کی پٹائی ہر کمینہ کی سزا ہے
رفت بر من بر شما ہم رفتنی ست	اینچنیں شربت شمارا خوردنی ست
مجھ پر جو گزری' تم پر بھی گزرنی ہے	اس طرح کا شربت تمہیں بھی پینا ہے
ایں جہاں کوہست گفت و گوئے تو	چوں صدا ہم باز آید سوئے تو
یہ دنیا پہاڑ ہے اور تیری گفتگو	گونج کی طرح تیری طرف لوٹتی ہے
چوں ز صوفی گشت فارغ باغباں	یک بہانہ کرد زاں پس جنس آں
جب باغبان صوفی سے نبٹ لیا	اس کے بعد اسی طرح کا ایک بہانہ کیا
کاے شریف من برو سوئے وثاق	کہ ز بہر چاشت پختم من رقاق
کہ اے میرے سید گھر کی جانب چلا جا	اس لئے کہ میں نے ناشتہ کے لئے چپاتیاں پکائی ہیں
از در خانہ بگو قیماز را	تا بیارد آں رقاق و قاز را
دروازے میں نوکر سے کہنا	تاکہ وہ چپاتیاں اور قاز لے آئے
چوں برہ کردش بگفت اے تیز بیں	تو فقیہی ظاہر ست این و یقیں
جب اس کو روانہ کر دیا بولا اے تیز نگاہ والے!	تو مولوی ہے یہ ظاہر اور یقینی بات ہے
او شریفے می کند دعوی سرد	مادر او را کہ داند تا چہ کرد
وہ سید ہونے کا بغیر دلیل دعوٰی کرتا ہے	اس کی ماں کے بارے میں کون جانتا ہے کہ اس نے کیا کیا ہے؟
بر زن و بر فعل زن دل می نہید	عقل ناقص وانگہائے اعتمید
عورت اور عورت کے فعل پر اطمینان کرتے ہو	ناقص عقل اور پھر بھروسا

www.besturdubooks.wordpress.com

خویشتن را بر علیؓ و بر نبیؐ	بستہ است اندر زمانہ بس غبی
اپنے آپ کو علیؓ اور نبیؐ سے	وابستہ کر دیا ہے دنیا میں سے بہت سے بیوقوفوں نے
ہر کہ باشد از زنا وز زانیاں	ایں برد ظن در حق ربانیاں
جو شخص زنا اور زانیوں کی اولاد ہو	وہ خدا والوں کے ساتھ ایسا گمان کرتا ہے
ہر کہ بر گردد سرش از چرخہا	ہمچو خود گردندہ بیند خانہ را
جس کسی کا سر گھومنے سے چکرا جاتا ہے	وہ گھر کو اپنا جیسا چکرانے والا سمجھتا ہے
آنچہ گفت آں باغبان بوالفضول	حال او بد دور ز اولاد رسولؐ
اس بکواسی باغبان نے جو کچھ کہا	خود اس کا حال تھا، رسولؐ کی اولاد سے دور
گر نہ بودے او نتیجہ مرتداں	کے چنیں گفتے برائے خانداں
اگر وہ مرتدوں کا نطفہ نہ ہوتا	خاندان (نبوت) کے لئے ایسا کب کہتا؟
خواند افسونہا شنید آں را فقیہ	در پیش رفت آں ستمگار سفیہ
اس نے منتر پڑھے، مولوی نے وہ سنے	وہ احمق ظالم اس کے تابع بن گیا
گفت اے خر اندریں باغت کہ خواند	از پیغمبر وزدیت میراث ماند
بولا اے گدھے! اس باغ میں تجھے کس نے بلایا ہے	پیغمبر سے ورثہ میں تجھے چوری ملی
شیر را بچہ ہمی ماند بدو	تو بہ پیغمبرؐ چہ می مانی بگو
شیر کا بچہ اس کے مشابہ ہوتا ہے	بتا تجھ میں پیغمبرؐ کی کیا مشابہت ہے؟
با شریف آں کرد آں دوں از کجی	کہ کند با آل یٰسینؐ خارجی
کجی سے اس کمینہ نے سید کے ساتھ وہ کیا	جو خاندان نبوت کے ساتھ خارجی کرتا ہے
تا چہ کیں دارند دایم دیو و غول	چوں یزید و شمر با آل رسولؐ
دیکھو! شیطان اور بھتنے کس قدر مستقل کینہ رکھتے ہیں	یزید اور شمر کی طرح رسولؐ کی اولاد کے ساتھ
شد شریف از زخم آں ظالم خراب	با فقیہ او گفت با چشم پر آب
سید اس ظالم کی مار سے برباد ہوا	آنسو بھری آنکھوں سے اس نے مولوی سے کہا
پایدار اکنوں کہ ماندی فرد و کم	چوں دہل شو زخم می خور بر شکم
ٹھہر! اب جبکہ تو اکیلا اور کم رہ گیا	ڈھول بن جا، پیٹ پر مار کھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر شریف ولایق و ہمدم نیم	از چنیں ظالم ترا من کم نیم
میں اگر سید اور لائق اور ساتھی نہیں ہوں	تیرے لئے اس ظالم سے کم نہیں ہوں
مر مرا دادی بدیں صاحب غرض	احمقی کردی ترا بئس العوض
تو نے مجھے اس خود غرض کے سپرد کر دیا	تو نے بیوقوفی کی، تیرے لئے برا بدلہ ہے
شد ازو فارغ بیامد کاے فقیہ	چہ فقیہی اے تو ننگ ہر سفیہ
وہ اس سے نمٹا آیا کہ او مولوی!	تو کیا مولوی ہے؟ تو تو ہر احمق کے لئے ننگ ہے
فتویت اینست اے ببریدہ دست	کاندر آئی و نگوئی امر ہست
اے ہاتھ کٹے! تیرا یہ فتویٰ ہے	"کہ اندر آ جائے اور نہ کہے کہ اجازت ہے
ایں چنیں رخصت بخواندی در وسیط	یا بدست ایں مسئلہ اندر محیط
اس طرح کا جواز تو نے وسیط میں پڑھا ہے	یا یہ مسئلہ محیط میں ہے
ایں بگفت و دست بروے بر کشاد	دست او کین دلش را داد داد
یہ کہا اور اس پر ہاتھ چھوڑ دیا	اس کے ہاتھ نے دل کے کینہ کی خوب داد دی
گفت حقستت بزن دستت رسید	ایں سزائے آنکہ از یاراں برید
اس نے کہا تجھے حق ہے، مار تیرا قابو چل گیا	یہی اس کی سزا ہے جو دوستوں سے کٹا
من سزاوارم باین و صد چنیں	تا چرا ببریدم از یاراں بکیں
میں اس اور اس جیسی سینکڑوں کا مستحق ہوں	کینہ میں دوستوں سے کیوں کٹا؟
گوش کردم آں ہمہ افسوس تو	میزنم برسر کہ شد ناموس تو
تیری سب ملامت میں نے سنی	سر پر (ہاتھ) مارتا ہوں کہ تیری عزت گئی
زد ورا القصہ بسیار و بخست	کرد بیرونش ز باغ و در بہ بست
قصہ مختصر اس کو بہت مارا اور چورا کر دیا	اس کو باغ سے نکالا اور دروازہ بند کر دیا
ہر کہ تنہا ماند از یاران خود	ایں چنیں آید مر او را جملہ بد
جو اپنے دوستوں سے الگ رہ گیا	اس طرح کی سب خرابیاں اس پر آتی ہیں
ایں عیادت از برائے ایں صلہ ست	ویں صلہ از صد محبت حاملہ ست
یہ بیمار پرسی اس تعلق کیلئے ہے	اور یہ تعلق سینکڑوں محبتوں کا حامل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک باغبان نے جب اپنے باغ میں نظر ڈالی۔ تو باغ کے اندر دیکھا کہ تین آدمی چوروں کی طرح بھر رہے ہیں ان میں ایک فقیہ تھا ایک سید ایک صوفی۔ ان میں سے ہر ایک شوخ اور ناخواندہ مہمان اور یاوہ گو تھا۔ باغبان نے کہا کہ گو میرے پاس سو دلیلیں ان کو قائل کرنے کی ہیں مگر یہ مجتمع ہیں اور جماعت رحمت ہے اس وجہ سے ان کو تو کچھ نقصان نہیں ہو سکتا ہاں خود مجھے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہے کیونکہ میں تنہا ان تینوں پر غالب نہیں آ سکتا۔ لہٰذا پہلا فرض میرا یہ ہے کہ ان تینوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دوں اور ایک ایک کو ایک ایک جانب چلتا کر دوں اور جب ہر ایک تنہا ہو جائے تو اس وقت ان کی موچھیں اکھیڑوں یہ سوچ کر اس نے تدبیر سے اول صوفی کو چلتا کیا تاکہ اس کے دوستوں کے خیالات اس کی طرف سے فاسد کر دے اور کہا کہ صوفی صاحب ذرا آپ مکان چلے جایئے اور ان دوستوں کے لئے کمبل لے آیئے۔ پس صوفی صاحب تو کمبل لینے روانہ ہو گئے ادھر اس نے خلوت میں دونوں دوستوں سے کہا کہ آپ تو فقیہ ہیں اور یہ معزز سید ہیں ہم تو آپ ہی کے فتوے کی بنا پر روٹی کھاتے ہیں اور آپ ہی کے علم کے سہارے کام کرتے ہیں اور یہ شہزادے اور ہمارے بادشاہ ہیں یہ سید ہیں اور خاندان نبوت سے ہیں لیکن یہ پیٹو اور کمینہ صوفی کون ہوتا ہے کہ ایسے بزرگوں کا ندیم ہو۔ جب وہ واپس آئے تو اس کو خوب دھنا چاہیے اور آپ دونوں صاحب چاہے ہفتہ بھر میرے باغ اور جنگل پر قبضہ رکھیے۔ ایک باغ کیا چیز ہے میری تو جان بھی آپ ہی کی ہے ارے آپ صاحبان تو میری دائیں آنکھ ہیں یہ وسوسہ ڈالا اور ان کو دھوکا دے لیا (ہائے افسوس ان دونوں نے کیا غضب کیا کہ یار کو چھوڑ دیا یار کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے اور اس کے بغیر صبر کرنا نہیں چاہیے) جب انہوں نے صوفی کو چلتا کر دیا اور چھوڑ دیا تو وہ باغبان اس کے پیچھے ایک موٹا ڈنڈا لے کر چلا اور کہا کہ کتے تو وہی صوفی ہے جو مخالفانہ لوگوں کے باغ میں گھس جاتا ہے اور ذرا نہیں جھجکتا بتا تو سہی یہ روش تجھے جنیدؒ نے سکھائی ہے یا بایزید نے ارے بتا تو یہ تجھے کس شیخ اور کس سے پہنچا ہے غرض صوفی کو تنہا پا کر خوب کوٹا اور مارتے مارتے ادھ موا کر دیا اور سر بھی پھاڑ ڈالا اس وقت صوفی نے کہا کہ خیر میرا وقت تو گزر ہی گیا اور جتنا پٹنا تھا پٹ لیا لیکن دوستو تم اپنا خیال رکھنا مبادا تم پر بھی یہی گزرے تم نے مجھے غیر جانا لیکن میں اس بھڑوے سے زیادہ غیر نہ تھا کہ تم نے اس کو مجھ پر ترجیح دی جو کچھ میں نے کھایا ہے تم کو بھی کھانا ہوگا اور اسی قسم کی مار ہر کمینہ کی سزا ہے۔ خیر ہم پر تو گزر گئی تم پر بھی یہی وقت آتا ہے اور یوں ہی لہو کے گھونٹ تم کو بھی پینے ہوں گے۔ یہ جہان گویا کہ تمہاری گفتگو ہے کہ جیسی کہو ویسی سنو۔ یعنی جیسا تم نے میرے ساتھ کیا تم کو بھی وہی پیش آئے گا۔ خیر جب باغبان صوفی سے فارغ ہو گیا تو اسی قسم کی اس نے ایک اور چال کی اور کہا کہ میر صاحب ذرا آپ مکان تشریف لے جائیں کہ میں نے دوپہر کا کھانا پکوایا ہے دروازہ سے قیماز نام غلام آواز دے لینا تاکہ وہ روٹیاں اور قاز کا گوشت لے آئے جب ان کو بھی چلتا کر دیا تو فقیہ سے کہا کہ آپ تو فقیہ ہیں اور یہ ظاہر اور یقینی امر ہے جس میں شبہ کی کوئی بات ہی نہیں مگر یہ جو اپنے سید ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں کون جانتا ہے کہ اس کی ماں نے کیا کیا ہے عورت اور اس کے فعل پر کبھی اعتماد نہ کرو یہ ناقص العقل ہوتی ہیں ان کا کچھ بھروسہ نہیں ان کا اپنے کو سید کہنا کچھ نئی بات نہیں ہمیشہ سے لوگ اپنے کو علی رضی اللہ عنہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

www.besturdubooks.wordpress.com

غلط منسوب کرتے چلے آئے ہیں پس ممکن ہے کہ ان کے باپ دادا کا دعویٰ سیادت بھی ایسا ہی ہو۔ اب مولانا کو غصہ آ گیا کہ یہ نبی زادہ کی شان میں کس قسم کی گستاخی کر رہا ہے اور فرماتے ہیں کہ جو خود ولد الزنا اور زانیوں کی اولاد ہوتا ہے وہ اللہ والوں کی نسبت ایسا ہی گمان کرتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ جس کسی کو دوران سر کا مرض ہوتا ہے وہ اپنی طرح مکان کو بھی گھومتا ہوا دیکھتا ہے پس جو کچھ اس بے ہودہ باغبان نے نبی زادہ کی شان میں بکا ہے وہ خود اسی کی حالت تھی خدا نہ کرے کہ نبی زادے ایسے ہوں اگر وہ مرتدوں کا بچہ نہ ہوتا تو خاندان عالیشان نبوت کی نسبت ایسا نہ کہتا غرض کہ اسی قسم کے منتر پڑھ کر اس فقیہ کو تو رام کر لیا اور خود وہ ظالم اور احمق اس کے پیچھے چل دیا اور کہا کہ گدھے اس باغ میں تجھے کس نے بلایا تھا کیا پیغمبر سے میراث میں تجھے چوری ملی ہے۔ شیر کا بچہ تو شیر کے مشابہ ہوتا ہے بتا تجھ میں اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا مشابہت ہے یہ کہہ کر سید کیساتھ اس کج طبع کے وہ کیا جو آل یٰسین یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ساتھ خارجی کرتا ہے معلوم نہیں ان شیطانوں کو شمر اور یزید کی طرح خاندان نبوت کے ساتھ کیا عداوت ہے الغرض جب میر صاحب اس ظالم کی مار سے ہلکان ہو گئے تو اس فقیہ سے رو کر کہا کہ آپ اب تنہا رہ گئے ہیں ذرا ٹھہریئے! آپ کے ڈھول سے پیٹ پر کیسے ڈنکے پڑتے ہیں مانا کہ میں سید نہیں میں نالائق دوست بھی نہیں لیکن آپ کے لئے اس ظالم سے تو کم نہیں کہ مجھے تم نے اس صاحب غرض کے حوالہ کر دیا اور حماقت کی اس کا تم کو برا بدلا ملے گا۔ باغبان اس سے نپٹ کر آیا اور کہا کہ مولوی صاحب آپ کیسے مولوی ہیں آپ تو ہر احمق کے لئے موجب ننگ ہیں یعنی اتنے احمق ہیں کہ ہر احمق کو آپ سے عار آئے۔ ارے چور کیا تیرا یہ فتویٰ ہے کہ تو بے محابا اندر چلا آئے اور بد لیل یہ نہ کہے کہ اس کی اجازت ہے۔ کیا ابو حنیفہ نے تجھے یہ فتویٰ دیا ہے یا نالائق تجھ سے شافعی نے یہ کہا ہے کیا اسکی اجازت تو نے وسیط میں پڑھی ہے یا یہ مسئلہ محیط میں مذکور ہے۔ یہ کہہ کر اس پر اس طرح ہاتھ کھولا کہ اس کے ہاتھ نے اس کی عداوت کی داد دی۔ فقیہ نے کہا کہ مارلے تیرا حق اور تیرا قابو ہے لو یہی سزا ہے اس کی جو اپنے دوستوں سے قطع تعلق کرلے واقعی میں اسی قسم کی بلکہ اسی قسم کی سو گونہ سزا کا مستحق ہوں کہ میں نے کیوں مخالفت کر کے اپنے یاروں سے قطع تعلق کیا اور میں نے تیرا حیلہ بسماع قبول سنا اب میں اپنا سر پیٹتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے سر تیری عزت تو رخصت ہوئی غرض اس نے اس فقیہ کو خوب ہی مارا اور خوب زخمی کیا اور مار کوٹ کر باغ سے نکال دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ بات یہ ہے کہ جو شخص اپنے یاروں سے الگ رہ جاتا ہے اسی قسم کی تمام برائیاں اس پر واقع ہوتی ہیں اور عبادت اسی مواصلت کے لئے ہے جس کی ضرورت ہے اور اسی مواصلت میں سینکڑوں محبتیں پیدا ہوتی ہیں۔

شرح شبیری

باغبان کا مولوی صاحب اور سید صاحب اور صوفی صاحب کو ایک دوسرے سے جدا کر دینے کی حکایت

باغبانے چون نظر۔ یعنی ایک باغبان نے جب اپنے باغ میں دیکھا تو تین آدمیوں کو چوروں کی طرح باغ میں پایا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یک فقیہ الخ۔ یعنی ایک تو مولوی اور ایک سید اور ایک صوفی اور ہر ایک شوخ فضول گو اور مکار۔
گفت با الخ۔ یعنی اس نے (دل میں) کہا کہ ان کے ساتھ مجھے سینکڑوں حجتیں ہیں لیکن جماعت ہیں اور جماعت رحمت ہے۔ یعنی ویسے تو میں ان سے سو طرح کہہ سکتا ہوں کہ تم کیوں آئے مگر یہ تین اور میں ایک ان سے جیتنا مشکل ہے۔
بر نیایم الخ۔ یعنی میں اکیلا تین آدمیوں پر غالب نہیں آ سکتا لہٰذا پہلے ایک کو دوسرے سے الگ کرتا ہوں۔
ہر یکے را من الخ۔ یعنی ہر ایک کو ایک طرف ڈال دوں اور جبکہ ان کو تنہا کر دوں تو سر توڑ دوں۔
حیلہ کرد الخ۔ یعنی حیلہ کیا اور صوفی کو ایک راستہ سے لگا دیا تا کہ اس کے یاروں کو بے اس کے تباہ کرے۔
گفت صوفی الخ۔ یعنی صوفی سے کہا کہ ذرا گھر جا کر ان رفیقوں کے لئے ایک کمبل لے آ۔
رفت صوفی الخ۔ یعنی صوفی تو چلا گیا اس نے خلوت میں دونوں دوستوں سے کہا کہ آپ تو مولوی صاحب ہیں اور آپ سید نامدار ہیں۔
ما بفتوائے الخ۔ یعنی ہم آپ کے فتویٰ ہی کی بدولت روٹی کھاتے ہیں اور ہم آپ کی عقل کے پر سے ہی اڑتے ہیں مطلب یہ کہ جس کو آپ نے جائز کیا وہ جائز ہے اور جس کو ناجائز کیا وہ ناجائز لہٰذا آپ ہی کے فتوے سے روٹی ملتی ہے۔
وین دگر الخ۔ اور یہ دوسرے شہزادے اور بادشاہ ہمارے ہیں سید ہیں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے ہیں لہٰذا یہ بھی ہمارے سردار اور سرتاج ہیں۔
کیست الخ۔ یعنی یہ صوفی کمینہ کھاؤ کون ہے تا کہ آپ جیسے بادشاہوں کے ساتھ ہم جلیس ہو۔
چون بیاید الخ۔ یعنی وہ جب آئے اس کی خوب مرمت کرو اور تم ایک ہفتہ میرے باغ وغیرہ میں اقامت کرو یعنی آپ دونوں صاحبان کی تو ایک ہفتہ تک دعوت ہے مگر یہ نالائق کون ہے اس کو الگ کرو۔
باغ چہ الخ۔ یعنی باغ کیا ہے میری جان آپ کی ملک ہے آپ تو مثل میری سیدھی آنکھ کے ہیں۔
وسوسہ کرد الخ۔ یعنی اس نے وسوسہ ڈال کر ان کو اس سے دھوکا دیدیا (آگے مولانا فرماتے ہیں) کہ افسوس دوست سے ان کو صبر نہ کرنا چاہیے تھا مگر یہ ایک ہفتہ کی دعوت کے لالچ میں آ گئے۔
چون برو الخ۔ یعنی جب کہ صوفی کو راستہ سے لگا دیا اور وہ چلا گیا تو یہ دشمن اس کے پیچھے ایک مضبوط لکڑی لے کر چلا۔
گفت اے الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ ارے کتے صوفیت کیا ہے کہ لڑائی کی وجہ سے تو لوگوں کے باغ میں جلدی جلدی آتا ہے۔
این الخ۔ یعنی راستہ تجھے جنیدؒ نے دکھلایا ہے بایزید نے تجھے یہ کس شیخ اور پیر سے پہنچا ہے (بتا تو)
کوفت الخ۔ یعنی جب اس صوفی کو تنہا پایا تو خوب پیٹا اور اس کو ادھ موا کر دیا اور اس کا سر پھاڑ دیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی صوفی نے کہا کہ میرا وقت تو گزر گیا لیکن اے رفیقو ذرا اچھی طرح اپنی خبر رکھنا۔

مرمرا الخ۔ یعنی ہاں تم نے مجھے غیر سمجھا لیکن میں اس نالائق سے زیادہ تو غیر نہ تھا (آخر کچھ تو ساتھ رہا ہی تھا)

انچہ من الخ۔ یعنی میں نے جو کچھ کھایا ہے تم کو بھی کھانا ہے اور ایسی مار ہر کمینہ کا بدلا ہے یعنی مجھے تو پٹوایا ہی ہے مگر بچہ یادرکھو کہ تم بھی بچنے والے نہیں ہو بے پٹے نہ رہو گے۔

رفت برمن الخ۔ یعنی مجھ پر تو گزر گیا مگر تم پر بھی گزرنے والا ہے اور شربت تم کو بھی پینا ہے۔

اینجہان الخ۔ یعنی یہ جہان کیا ہے اور کسی کی گفتگو ہے صدا کی طرح ہماری ہی طرف واپس آتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس جہان میں تو جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے تم نے مجھے پٹوایا ہے تو تم بھی نہ بچو گے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ صوفی سے وہ باغبان فارغ ہوا تو ویسا ہی ایک بہانہ اور کیا۔

کاے شریف الخ۔ یعنی کہا اے سید صاحب آپ ذرا گھر ہو آیئے کہ میں نے چاشت کے لئے کچھ چپاتیاں پکائی تھیں۔

بردرخانہ الخ۔ یعنی گھر کے دروازہ پر خادم سے کہو کہ ان چپاتیوں کو اور کباب قاز کو لائے۔

چون برہ الخ۔ یعنی جب اس کو چلتا کر دیا تو بولا کہ اے مولانا آپ تو عالم ہیں یہ تو ظاہر ہے اور یقینی ہے۔

اوشریفے الخ۔ یعنی وہ سید پنے کا دعویٰ سرد کرتا ہے اور اسکی ماں کو کون جانے کہ اس نے کیا کیا۔ مطلب یہ کہ کیا خبر کس کا نطفہ ہے فضول سید بنتا ہے۔

برزن الخ۔ یعنی عورت پھر اور عورت کے فعل پر دل رکھتے ہو عقل ناقص اور پھر بھروسہ (استغفر اللہ)

خویشتن الخ۔ یعنی اپنے کو علیؓ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر زمانہ میں ہر بھی باندھتا ہے مطلب یہ کہ زمانہ میں سینکڑوں آدمی علوی اور سید ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو سب سچے تھوڑا ہی ہوتے ہیں لہٰذا نہیں معلوم یہ بھی کون ہے آگے مولانا کو یہ سن کر غصہ آ گیا اور آل رسول کی بابت یہ کلمات سن کر رہا نہ گیا اس لئے فرماتے ہیں کہ

ہر کہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ زنا سے ہو اور زانیوں میں سے ہو وہ اللہ والوں کے حق میں ایسے گمان لے جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ باغبان خود ہی حرامی تھا اس لئے آل رسول پر بھی اس کو ایسے ہی گمان تھے اس لئے کہ المرء یقیس علی نفسہ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

ہر کہ براالخ۔ یعنی جس کا سر چکر کی وجہ سے پھر رہا ہو تو وہ اپنی طرح سارے گھر کو پھرتا ہوا دیکھے گا۔ تو اسی طرح اس شخص کو جو وہ سید ولد الزنا معلوم ہوا تو وہ اصل میں خود ہی ولد الزنا تھا اس لئے دوسروں کو بھی ایسا ہی جانتا تھا آگے خود فرماتے ہیں کہ

ہر چہ گفت الخ۔ یعنی اس باغبان بوالفضول نے جو کچھ کہا وہ اسی کا حال تھا اولاد رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی بات دور ہے آگے اس کے باپ دادا کو فرماتے ہیں۔

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر یہ مردودوں کی اولاد سے نہ ہوتا تو خاندان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت کب

www.besturdubooks.wordpress.com

ایسا کہتا۔ بس یہاں تک تو غصہ میں اس کو خوب برا بھلا کہہ لیا آگے پھر ان تینوں کے قصہ کی طرف رجوع ہے۔
خواندافسونہا الخ۔ یعنی اس نے خوب افسون پڑھے اور ان کو ان مولوی صاحب نے سنا تو اس سید کے پیچھے وہ نالائق گیا۔
گفت الخ۔ یعنی اس باغبان نے (سید صاحب سے) کہا کہ ارے گدھے تجھ کو اس باغ میں کس نے بلایا کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے تجھے میراث میں چوری کرنا پہنچی ہے۔
شیر را بچہ الخ۔ یعنی شیر کا بچہ تو اس سے مشابہ ہوتا ہے تو بتا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کس امر میں مشابہ ہے۔
باشریف الخ۔ یعنی اس سید کے ساتھ اس کمینہ نے کجی کی وجہ سے وہ کیا جو کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خارجی کرتے
تاچہ کین الخ۔ یعنی نہ معلوم یہ دیو اور غول یزید اور شمر کی طرح آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں کینہ رکھتے ہیں۔
شد شریف الخ۔ یعنی وہ سید جب اس ظالم کے زخم کی وجہ سے خراب ہو گئے تو انہوں نے مولوی صاحب سے باچشم پرنم یہ کہا کہ
پائدار الخ۔ یعنی ٹھہر کہ اب تو تنہا اور اکیلا رہ گیا ہے ڈھول کی طرح ہو اور پیٹ پر زخم کھا۔ مطلب یہ کہ ذرا ٹھہریئے اب تو ند بجائی جاتی ہے خوب لاتیں لگیں گی۔
گر شریف الخ۔ یعنی اگرچہ میں شریف اور لائق اور ہمدم نہیں ہوں مگر تیرے لئے ایسے ظالم سے بھی کم نہیں ہوں۔
شدازو الخ۔ یعنی اس سید سے فارغ ہوا تو آیا کہ اجی مولانا آپ مولوی صاحب ہیں ارے تو تو بیوقوفوں کا بھی سبب ننگ ہے اور تجھ سے جاہلوں کو بھی شرم آتی ہے۔
فتویت الخ۔ یعنی اے چوٹے یہ تیرا فتویٰ ہے کہ باغ کے اندر آتا ہے اور تو یہ بھی نہیں کہتا کہ یہ حکم ہے یعنی جائز ناجائز کی بھی خبر ہے کہ بس گھسے ہی چلے آئے۔
بوحنیفہؒ داد الخ۔ یعنی ارے نالائق یہ فتویٰ ابوحنیفہؒ نے دیا ہے یا شافعیؒ نے کہا ہے (بتا تو)
انچنین الخ۔ یعنی ایسی رخصت تو نے وسیط میں پڑھی ہے یا یہ مسئلہ محیط میں ہے (کہ جس کی چیز میں چاہو تصرف بے اجازت کرو)
این الخ۔ یعنی یہ کہا اور مولوی صاحب پر دست درازی کی اور اس کے ہاتھ نے اس کے دل کی خوب داد دی۔ مطلب یہ کہ اس نے خوب دل کھول کر مارا۔
گفت الخ۔ یعنی مولوی صاحب بولے کہ تجھے حق ہے مارلے تیرا قابو چل گیا ہے اور یہ اس شخص کی سزا ہے جو دوستوں سے قطع کرے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میں نے دوستوں سے قطع کیا ہے لہٰذا میری یہی سزا ہے جو تیرا جی چاہے کر مار لے تیرا قابو چل گیا ہے۔ آخر تو مولوی صاحب ہیں باتیں بنانا شروع کر دیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

من سزا الخ۔ یعنی میں اس سزا کے لائق ہوں اور ایسی ہی اور سینکڑوں کے کہ میں نے دوستوں سے کینہ کی وجہ سے کیوں قطع کیا لہٰذا اب تو مجھے خوب سزا دے لے ہاں بھائی مار لے۔

گوش الخ۔ یعنی میں نے تیری وہ ساری باتیں کان لگا کر سن لیں تو اب اپنے کو مار رہا ہوں کہ (اے نفس) تیری عزت جاتی رہی اور ساری مولویت کرکری ہوگئی۔

روا لخ۔ یعنی آخر کار اس کو بہت مارا اور زخمی کر دیا اور اس کو باغ سے باہر کر دیا اور دروازہ بند کر لیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ہر کہ تنہا الخ۔ یعنی جو شخص کہ اپنے دوستوں سے تنہا رہتا ہے تو اس کو ایسی ہی برائیاں حاصل ہوتی ہیں جیسے کہ ان لوگوں کو ملیں آگے فرماتے ہیں کہ

این الخ۔ یعنی یہ عیادت اس صلہ رحمی ہی کے واسطے ہے اور یہ صلہ رحمی سینکڑوں محبت کی حاملہ ہے مطلب یہ کہ جب عیادت کرو گے تو اس طرح صلہ رحمی ہوگی اور اس صلہ رحمی میں آپس میں محبت بڑھتی ہے اور محبت سے اتفاق ہوتا ہے اور اتفاق سے مضرتوں سے انسان بچتا ہے لہٰذا چاہیے کہ انسان اپنے یاروں سے ہرگز قطع تعلق نہ کرے کہ بہت ہی حرمان اور مضرت کا باعث ہے آگے پھر اس عیادت مریض کی طرف رجوع ہے۔

شرح حبیبی

رجعت بقصۂ مریض وعیادت رفتن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

مریض اور آنحضورؐ کے مریض پرسی کے لئے جانے کے قصہ کی طرف رجوع

در عیادت شد رسول بے ندید	آں صحابی را بحال نزع دید
بے نظیر رسول (ﷺ) بیمار پرسی کے لئے روانہ ہوئے	ان صحابی کو نزع کی حالت میں دیکھا
چوں شدی دور از حضور اولیا	در حقیقت گشتۂ دور از خدا
جب تو اولیا کے پاس حاضری سے دور ہوگیا	حقیقۃً تو خدا سے دور ہو گیا ہے
چوں نتیجہ ہجر ہمراہاں غم ست	کے فراق روئے شاہاں زاں کمست
جبکہ ساتھیوں کی جدائی کا نتیجہ غم ہے	شاہوں کے حضور سے جدائی اس سے کب کم ہے؟
سایۂ شاہاں طلب ہر دم شتاب	تا شوی زاں سایہ بہتر ز آفتاب
شاہوں کا سایہ طلب کر اور ہر وقت دوڑتا رہ	تاکہ تو اس سایہ کی وجہ سے سورج سے بہتر ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

رو بجسپ اندر پناہے مقبلے	بو کہ آزادت کند صاحبدلے
کسی با اقبال کی پناہ میں جا پڑ	شاید کوئی صاحب دل تجھے آزادی دے دے!
گر سفر داری بدیں نیت برو	در حضر باشد ازیں غافل مشو
اگر سفر کرتا ہے اس نیت سے جا	اگر اقامت ہو (تو بھی) اس سے غافل نہ ہو
در بدری گرد و میرو کوبکو	جستجو کن جستجو کن جستجو
در بدر پھر کوچہ بکوچہ جا	تلاش کر تلاش کر تلاش
تاتوانی ز اولیاء برمتاب	جہد کن واللہ اعلم بالصواب
جب تک ہو سکے اولیا سے منہ نہ موڑ	کوشش کر اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

وہ بے مثل رسول عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور ان صحابی کو حالت نزع میں دیکھا۔ مولانا قصہ عیادت کو بمناسبت شعر ماقبل بیان کرنا چاہتے تھے لیکن ترغیب صحبت اولیاء کے غلبہ نے اس کو تمام نہ کرنے دیا اور مولانا نے پھر ترغیب صحبت اولیاء کی طرف عود فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں جبکہ تو حضور اولیاء اللہ سے دور ہوا تو سمجھنا چاہیے کہ حقیقت میں خدا سے دور ہوا اول تو ان کی مفارقت خود خدا سے جدائی ہے لیکن اگر یہ بھی نہ ہو تو بھی کیا کم مصیبت ہے سمجھو تو سہی کہ جب رفقا کی مفارقت موجب غم ہے جیسا کہ قصہ مذکورہ بالا سے تم کو معلوم ہو گیا تو ان بادشاہوں کی مفارقت رفقا کی مفارقت سے تو لامحالہ کم نہیں ہو سکتی۔ پھر یہ کیوں موجب غم نہ ہو گی پس تو بہت جلد ان بادشاہوں کا سایہ طلب کر کہ جو تجھ پر ہر دم رہے۔ یا ہر دم سایہ شاہاں طلب کرتا کہ تو اس سایہ کی برکت سے مستنیر القلب والروح ہو کر آفتاب سے بہتر ہو جائے۔ ان ریچھوں (نااہلوں) کو چھوڑ اور کسی با اقبال بادشاہ کی پناہ میں آرام کر اگر تیرا یہ قصد ہو گا اور تو ایسا کرے گا تو ممکن ہے کہ کوئی صاحب دل تجھے شیطان کے پنجہ سے رہائی دے اگر تو سفر کرے تو سفر بھی اسی نیت سے کر کہ کوئی اہل اللہ مل جائے اور اگر حضر میں رہے تو وہاں بھی یہی خیال رکھ اور فاختہ کی طرح رات دن کوکہتا رہ یعنی طالب اہل اللہ رہ اور خزانہ خفیہ معرفت الٰہی کسی ایک ہی فقیر سے مت ڈھونڈ یعنی تعلیم تو ایک ہی سے حاصل کر کہ تعلیم میں ہر جائی پن مضر ہے لیکن برکات سے ہر درویش کی مستفید ہو اور در در اور گلی گلی پھر اور بجد و جہد اہل اللہ کو تلاش کر اور جہاں تک تجھ سے ہو سکے اہل اللہ کی صحبت سے منہ نہ موڑ بلکہ ان کی تحصیل صحبت میں امکانی کوشش کر اس کے مناسب ہم تجھ کو ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تجھ کو معلوم ہو کہ اہل اللہ کا کیا طریقہ تھا اور تجھ کو عبرت ہو۔

شرح شبیری

مریض کے قصہ کی طرف رجعت اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا عیادت کرنا

در عیادت الخ۔ یعنی عیادت کے لئے رسول بے نظیر صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اس صحابی کو حالت نزع میں دیکھا۔ آگے پھر مضمون ماقبل کی طرف انتقال ہے اوپر فرمایا تھا کہ ہر کہ تنہا ماند از یاران خود الخ آگے پھر اسی کو فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون الخ۔ یعنی جب کہ تو صحبت اولیاء اللہ سے دور ہو گیا ہے تو حقیقت میں تو خدا سے دور ہو گیا ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں خدا یاد آتا ہے جب ان سے بعد ہو گا تو ذکر سے بھی بعد ہو گا اور یہی بعد عن الحق ہے۔

چون نتیجہ الخ۔ یعنی جب کہ ساتھیوں کا چھوڑ دینا موجب غم ہے اور بادشاہوں کے سامنے سے جدا ہونا کب کم ہے مطلب یہ کہ دیکھو اوپر کی حکایت میں ہمراہی آپس میں جدا ہو گئے تھے تو کس طرح مصیبت پڑی پھر جو شخص کہ اولیاء اللہ سے دور ہو گا اس کو تو کیوں مصیبت نہ پیش آئے گی۔

سایہ الخ۔ یعنی شاہان (معنوی) کا سایہ ڈھونڈو اور ہر دم دوڑو تا کہ ان کے سایہ کی بدولت آفتاب (ظاہری) سے بھی بہتر ہو جاؤ۔ اس لئے کہ ان کے سایہ میں تو انوار معنوی کا حصول ہو گا اور اس آفتاب میں صرف نور ظاہری ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ ان حضرات کے سایہ میں رہ کر اس سے فوقیت حاصل ہو گی۔

رو بخسپ الخ۔ یعنی جا اور کسی مقبول بندہ کی پناہ میں سو شاید کہ کوئی صاحب دل تجھ کو آزاد کر دے مطلب یا تو یہ کہ کسی مقبول بندہ کے سایہ میں آرام سے رہو کہ وہاں اطمینان قلب حاصل ہو گا اور پھر تم کو وہاں رہنے سے شاید کہ کوئی صاحب دل نظر کر دے اور واصل ہو جاؤ اور جو سونے سے مراد بیکار رہنا ہے تب یہ مطلب ہو گا کہ اگر بیکار ہی رہنا ہے اور کچھ کام کرنا ہی نہیں تب بھی کسی مقبول بندہ کے پاس ہی رہو کہ اس کی صحبت کے برکات اور فیوض تم کو حاصل ہونگے اور اس سے تم ایک روز کامیاب ہو جاؤ گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گر سفر داری الخ۔ یعنی اگر سفر کرو تو اسی نیت سے کرو اور اگر حضر ہو تو اس سے غافل مت ہو۔ مطلب یہ کہ حضر ہو یا سفر کی حالت میں تلاش مقبولان حق سے غافل مت رہو۔ یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لو جس کو کل کے سبق میں بھی بیان کر چکا ہوں کہ یہ جو تلاش مقبولان حق کی تعلیم فرما رہے ہیں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اگر کسی شخص کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہو تب تو وہ شیخ کی تلاش تعلیم کے لئے کرے اور اس میں خوب سرگرمی سے کام لے اور جبکہ تعلیم کے لئے کوئی شیخ مل گیا ہے تو اب تعلیم کے لئے کسی دوسرے کے پاس جانا موجب حرمان ہے اور یہ شخص ہمیشہ یوں ہی رہے گا۔ اس کو کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ لاالیٰ ھٰؤلاء ولاالیٰ ھٰؤلاء۔ بلکہ اب جبکہ ایک شیخ کا دامن تعلیم کے لئے تھام لیا ہے دوسرے اس کے ہم مقرب بزرگوں کے پاس حصول برکت صحبت کے لئے جانا مضائقہ نہیں ہے بلکہ مفید ہے لہٰذا جب تک کہ تعلیم کے لئے شیخ نہ ملے اس وقت تک تو تعلیم کے لئے تلاش کر اور جب اس کے لئے ایک پر دل ٹھن جائے اب دوسروں کے پاس صرف حصول برکت کے لئے جانا مفید ہے ہاں بھنگڑوں کے پاس ہرگز نہ جانا چاہیے کہ ان کی صحبت مضر ہوتی ہے اس لئے کہ اول تو یہ لوگ بالکل مکار اور فریبی ہوتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان میں سے خدا رسیدہ ہوا بھی جیسے کہ بعض مجذوب ایسے ہی ہوتے ہیں کہ ان کے افعال ظاہری خلاف شریعت ہوتے ہیں تب بھی اس شخص کے کام کے تو نہیں ہیں خود تو وہ مقرب ہیں مگر دوسرے کو پہنچا نہیں سکتے۔ ان کی مثال گود کے بچہ جیسی ہوتی ہے کہ وہ خود تو ماں کی گود میں بیٹھا ہے مگر اس کو یہ طاقت نہیں کہ کسی اور اپنے بھائی کو بھی لا کر کنار مادر میں بٹھائے اسی طرح مجاذیب خود تو مقرب حق ہوتے ہیں مگر دوسرے کے کام کے نہیں ہوتے۔ یہ تو کچھ ان ہی لوگوں میں ہے کہ جو خالی معلوم ہوتے ہیں یعنی شیوخ سالکین

www.besturdubooks.wordpress.com

کاملین کہ جو ظاہر نظر میں تو مثل عوام کے معلوم ہوتے ہیں مگر کب فلک کو یہ سلیقہ ہے ستمگاری میں + کوئی معشوق ہے اس پردۂ زنگاری میں۔ ع چھیڑ نا مت کہ بھرے بیٹھے ہیں + بلکہ قرب اصلی اور واقعی بھی ان ہی حضرات کو ہوتا ہے اس لئے کہ ان کی مثال مثل بڑے بیٹے کے ہے کہ جو ظاہر میں تو ماں باپ سے الگ ہے لیکن جب مشورہ طلب ہوتا ہے اس کا ہی کام پڑتا ہے اور اسی کی پکار ہوتی ہے اور وہی بلایا جاتا ہے اس کو یہ قدرت بھی ہے کہ دوسرے کی سفارش کر کے یا چھوٹے بھائی کو گود اٹھا کر ماں باپ تک پہنچا دے مگر یہاں سے جہلاء یہ نہ سمجھیں کہ نعوذ باللہ اس سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ میاں کے رشتہ دار یا مشیر کار ہوتے ہیں نعوذ باللہ بلکہ ان کو طریقے وصول کے معلوم ہوتے ہیں وہ ہر ایک کو بتا دیتے ہیں آگے جو ہوتا ہے اپنے کرنے سے ہوتا ہے جیسا کہ بارہا لکھا گیا ہے لہٰذا خواہ سفر میں رہو یا حضر میں تعلیم کے لئے تو ایک کو جو متبع شریعت ہو اور تمہارا دل گواہی دے کہ مجھے اس سے نفع ہوگا تلاش کر لو۔ پھر فیض صحبت کے لئے دوسروں کے پاس حاضر ہونا بھی مضر نہیں بلکہ اگر شیخ سے اجازت لے کر ان کے پاس بھی جاؤ تو یہ اور بھی اسلم طریق ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

فاختہ سان الخ۔ یعنی فاختہ کی طرح رات دن کو کو کہو اور پوشیدہ خزانہ کو ایک ہی درویش سے مت تلاش کرو مطلب یہ کہ ہر وقت تلاش میں لگے رہو اس خزانہ معانی کو ایک ہی کے پاس مت تلاش کرو بلکہ جو ملے اس سے حاصل کرو لیکن یہاں بھی وہی تقریر بالا یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعلیم کے لئے تو ایک ہی کا دامن پکڑ لو ہاں فیض صحبت کے لئے اگر کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں بھی حاضر ہو تو مضائقہ نہیں ہے۔

در بدر الخ۔ یعنی (تلاش میں) در بدر پھرو اور کوچہ در کوچہ میں جاؤ جستجو کرو جستجو۔

تا توانی الخ۔ یعنی جب تک ہو سکے اولیاء اللہ سے روگردانی مت کرو اور (تلاش میں) کوشش کرو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ غرضیکہ اولیاء اللہ کی تلاش کی ہر وقت ضرورت ہے خواہ کسی کا شیخ معین ہو یا نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر شیخ معین نہیں ہے تب تو خود اسی کی ضرورت ہے اور اگر وہ موجود ہے تو فیض صحبت کے حصول کی ضرورت ہے اس لئے تلاش ضروری ہے۔ آگے حضرت بایزید بسطامیؒ کی حکایت فرماتے ہیں کہ وہ سفر میں چلے تو اولیاء اللہ کی تلاش میں لگے رہے یہاں تک کہ ایک بہت بڑے بزرگ مل گئے۔ اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

رفتن بایزید بسطامی بہ کعبہ و در راہ بخدمت بزرگے رسیدن و گفتن آں بزرگ کہ کعبہ منم مرا طواف کن

ایک شیخ کا بایزیدؒ سے کہنا کہ میں کعبہ ہوں تو میرا طواف کر لے

سوئے مکہ شیخ امت بایزیدؒ	از برائے حج و عمرہ می دوید
امت کے شیخ بایزیدؒ مکہ کی جانب	حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

او بہر شہر یکہ رفتے از نخست	مر عزیزاں را بکردے باز جست
وہ جس شہر میں جاتے ابتداءً	خاصانِ خدا کی تلاش کرتے
گرد می گشتے کہ اندر شہر کیست	کو بہ ارکان بصیرت متکی ست
چکر کاٹتے کہ شہر میں کون ہے	جو طریقت کے ستونوں پر ٹیک لگائے ہو؟
گفت حق اندر سفر ہر جا روی	باید اول طالب مردے شوی
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جس جگہ تو سفر میں جائے	یہ چاہیے کہ ابتداءً تو مرد (حق آگاہ) کا طالب بنے
قصد گنجے کن کہ ایں سود و زیاں	در تبع آید تو آں را فرع داں
خزانہ کا ارادہ کر کیونکہ یہ نفع و نقصان	جبعاً حاصل ہو جائے گا اس کو تو فرع سمجھ
ہر کہ کارد قصد گندم باشدش	کاہ خود اندر تبع می آیدش
جو بوتا ہے اس کا قصد گیہوں کا ہوتا ہے	بھوسا جبعاً اس کو حاصل ہو جاتا ہے
گر بکاری جو نیاید گندمے	مردے جو مردے جو مردے
تو اگر جو بوئے گا گیہوں نہ اُگے گا	کسی مرد (حق) کی تلاش کر کسی مرد (حق) کی تلاش کر کسی مرد (حق) کی
قصد کعبہ کن چو وقت حج بود	چونکہ رفتی مکہ ہم دیدہ شود
جب حج کا زمانہ ہو کعبہ کا قصد کر	جب تو پہنچے گا مکہ بھی دیکھ لیا جائے گا
قصد در معراج دید دوست بود	در تبع عرش و ملائک ہم نمود
معراج میں دوست کے دیدار کا قصد تھا	جبعاً عرش اور فرشتے بھی دکھائی دے گئے
سید الاعمال بالنیات گفت	نیت خیرت بسے گلہا شگفت
سید (المرسلین) نے فرمایا اعمال نیتوں سے ہیں	تیری اچھی نیت سے بہت سے پھول کھلے ہیں
نیت مومن بود بہ از عمل	ایں چنیں فرمود سلطان دول
مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے	سلطنتوں کے بادشاہ نے اسی طرح فرمایا ہے

حکایت خانہ ساختن مریدے و امتحان پیر مرید را

ایک مرید کا مکان بنانے اور پیر کا مرید کے امتحان لینے کا قصہ

خانہ نو ساخت روزے یک مرید	پیر آمد خانۂ او را بدید
ایک مرید نے ایک وقت نیا گھر بنایا	پیر آیا اس نے اس کے گھر کو دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت شیخ آں نو مرید خویش را	**امتحاں کرد آں نکو اندیش را**
شیخ نے اپنے اس نئے مرید سے فرمایا	اس خیراندیش کا امتحان لیا
روزن از بہر چہ کردی اے رفیق	**گفت تا نور اندر آید زیں طریق**
اے دوست! تو نے روشندان کس لئے بنایا ہے	اس نے کہا تا کہ اس راستہ سے روشنی اندر آئے
گفت آں فرع ست ایں باید نیاز	**تا ازیں رہ بشنوی بانگ نماز**
فرمایا یہ تو فرع ہے یہ طاعت کے لئے ہونا چاہئے	تا کہ تو اس راستہ سے اذان سنے
نور خود اندر تبع می آیدت	**نیت آں را کن کہ آں می بایدت**
روشنی تبعاً خود تیرے پاس اندر آئے گی	اس کی نیت کر جس کی نیت کرنی چاہیے

شیخ امت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ بقصد حج وعمرہ کعبہ تشریف لے جارہے تھے مگر وہ جس شہر میں جاتے سب سے پہلے اہل اللہ کو تلاش کرتے اور چاروں طرف چکر لگاتے کہ دیکھیں اس شہر میں کون ہے جو بصیرت کو اپنا تکیہ گاہ بنائے ہوئے ہے یعنی صاحب بصیرت ومعرفت کون ہے اور وجہ اس کی یہ تھی کہ حق سبحانہ نے بذریعہ الہام ان سے فرمایا تھا کہ تم سفر میں جہاں کہیں جاؤ تم کو چاہیے کہ سب سے پہلے اہل اللہ کو تلاش کرو اور واقع میں ہونا بھی یہی چاہیے کہ مقصود خزانہ ہو رہا۔ نفع ونقصان جو سفر سے ایک درجہ میں مقصود ہے وہ فرع ہے مقصود اصلی کی جو کہ تبعاً حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ جو شخص کھیتی کرتا ہے اس کو گیہوں مقصود ہوتے ہیں اور بھس تبعاً حاصل ہوجاتا ہے لیکن اگر تم جو بوؤ گے یعنی غرض دنیاوی کو مطمح نظر اور مقصد اولی بناؤ گے تو اس سے گیہوں یعنی ثمرات محمودہ اخرویہ حاصل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا مقصد اعلیٰ وہم تلاش اہل اللہ ہونا چاہیے اس کو ایسا سمجھنا چاہیے جیسے سفر کعبہ کہ جب حج کا وقت ہو تو سفر کعبہ سے زیارت کعبہ وافعال حج مقصود ہونے چاہئیں۔ رہی سیر مکہ سو وہ خود بخود تبعاً حاصل ہوجائے گی۔ اس کو مطمح نظر نہ بنانا چاہیے ورنہ یا تو حج ہی نہ ہوسکے گا یا ثواب سے محروم رہو گے اسی بنا پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج سے مقصود اعلیٰ حق سبحانہ کا دیکھنا تھا۔ رہی سیر عرش وملائک سو وہ بھی بالتبع حاصل ہوگئی اور راز اس کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات پس اگر نیت اچھی ہو تو وہ عمل طاعت ہے اور اگر نیت بری ہے تو عمل برا۔ لہٰذا اگر تم کو سفر سے مقصود طلب اہل اللہ ہوگی تو یہ سارا سفر تمہارا اطاعت اور مثمر برکات ہوگا اور تیری نیت خیر سے بہت سے عمدہ نتائج پیدا ہونگے ورنہ علی حسب النیت معاملہ کیا جائے گا۔ یاد رکھو کہ نیت خیر بہت اعلیٰ درجہ کی چیز ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کی صرف نیت خیر اس کے محض عمل سے بہتر ہے کیونکہ اول طاعت ہے اور ثانی طاعت نہیں اب ہم اس کے مناسب ایک حکایت بیان کرتے ہیں ایک شخص نیا مرید ہوا تھا اس نے ایک گھر بنایا اس کے پیر صاحب تشریف لائے اور مکان کو دیکھا۔ دیکھ کر شیخ نے اپنے اس نئے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرید سے امتحاناً پوچھا کہ بھائی یہ روزن دیوار یا چھت میں کیوں رکھا گیا ہے اس نے عرض کیا اس لئے رکھا گیا ہے تا کہ روشنی مکان میں آسکے شیخ نے فرمایا کہ تم کو اس سے طاعت کی نیت چاہئے تھی کہ اذان کی آواز آسکے روشنی تو فرع تھی وہ بھی آسکتی تھی اصل مقصد ہونا چاہیے جو اصل مقصود ہے رہی روشنی وہ خود بخود آ جائے گی۔

شرح شبّیری

حضرت بایزید بسطامیؒ کا حج کے لئے جانا راستہ میں ایک بزرگ کی خدمت میں پہنچنا اور ان بزرگ کا ان سے یہ کہنا کہ میں کعبہ ہوں میرا طواف کر

سوئے کعبہ الخ۔ یعنی شیخ امت حضرت بایزیدؒ کعبہ کی طرف حج اور عمرہ کے لئے جا رہے تھے تو ان کی یہ حالت تھی کہ

او بہر شہر الخ۔ یعنی جس شہر میں وہ تشریف لے جاتے اول اولیاء اللہ کو تلاش فرماتے۔

گرد میگشے الخ۔ یعنی گرد شہر کے پھرتے کہ شہر میں ایسا کون ہے جو کہ ارکان بصیرت پر متکی ہو۔ مطلب یہ کہ اہل بصیرت کی تلاش فرماتے کہ کون ہیں۔

گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ سفر میں جہاں جاؤ چاہیے کہ اول کسی مرد حق کے طالب ہو۔ قرآن شریف میں اس کے متعلق کوئی آیت صریح تو ہے نہیں لیکن آیت ھو الذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ سے یہ مضمون مستنبط ہوتا ہے اس لئے کہ بعض مفسرین نے ینفقون اموالھم کی تفسیر میں یہ کہا ہے اے یفیضون المعانی تو اس سے معلوم ہوا کہ جیسا مولانا کا اور صوفیہ کا قاعدہ ہے کہ بعض امور بطن قرآن شریف سے نکالتے ہیں اسی طرح یہاں معنی ظاہری تو یہ ہیں کہ سفر کرو اور رزق ظاہری کو حاصل کرو اور بطن آیت کے یہ معنی ہونگے کہ جب سفر کرو تو رزق معنوی یعنی انوار اور فیوض اولیاء حاصل کرو۔ اس سے ایک تاویل بعید سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاش اولیاء بھی اس میں داخل ہے لہٰذا ممکن ہے کہ مولانا کا اشارہ اسی طرف ہو واللہ اعلم بالصواب۔ آگے فرماتے ہیں کہ

قصد گنجے الخ۔ یعنی ایک خزانہ کا قصد کر کہ دنیا کا نفع نقصان تو تبعاً خود آ جائے گا تم اس کو فرع سمجھو مطلب یہ کہ ہر کام میں رضا حق مطلوب ہونا چاہیے اور اس سے جو نفع یا نقصان ظاہری وابستہ ہے وہ تو ہو کر ہی رہے گا جیسے کہ مثلاً روٹی کھانے بیٹھے تو اس سے اگر مقصود یہ ہے کہ اس سے پیٹ بھرے گا تب تو صرف پیٹ بھرنا ہی نفع حاصل ہوا اور اگر مقصود یہ ہے کہ اس سے قوت عبادت ہوگی تو پیٹ اب بھی بھرے گا مگر ثواب بھی مل گیا۔ لہٰذا اصل مقصود تو رضا حق اور طاعت کو سمجھو اور اس کے تابع ہو کر امور دنیا و یہ بھی حاصل ہو جائیں گے آگے اپنی عادت کے موافق مثالیں دیتے ہیں کہ

ہر کہ کارد الخ۔ یعنی جو کوئی بوتا ہے اس کا مقصود تو گیہوں ہوتا اور بھوسہ تبعاً آ ہی جاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بکاری الخ۔ یعنی اگر تم جو بوؤ تو گیہوں حاصل نہ ہونگے کسی آدمی کو تلاش کرو آدمی کو۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے نیت اچھی نہ کی تو یقیناً اس سے عمدہ پھل حاصل نہ ہونگے لہٰذا جب سفر کرو تو اس سے مقصود اگر تلاش اولیاء ہو تو جہاں کا قصد ہے ہاں تو پہنچ ہی جاؤ گے مگر اس کا ثواب بھی مل رہے گا۔

قصد کعبہ کن الخ۔ یعنی جب وقت حج کا ہو تو قصد کعبہ کا کرو جب تم پہنچ جاؤ گے تو شہر مکہ بھی دیکھا جائے گا۔ مطلب یہ کہ جب حج کو جاؤ تو نیت زیارت بیت اللہ کی کرو جس سے ثواب ہوگا پھر جب وہاں پہنچو گے تو تم کو مکہ شہر کی بھی سیر ہو جائے گی لیکن اگر گھر ہی سے مکہ یا بمبئی کی سیر کا قصد کیا تو سیر تو ہوگئی مگر دوسرا مقصود یعنی ثواب حاصل نہیں ہوا۔

قصد الخ۔ یعنی معراج میں مقصود تو حق تعالیٰ کی تجلی کا دیدار تھا اور تبعاً عرش و ملائک کو بھی دیکھ لیا۔

سید الاعمال الخ۔ یعنی سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے الاعمال بالنیات فرمایا ہے اور تیری نیت خیر نے بہت سے غنچے کھلائے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ الاعمال بالنیات لکل امرء مانوی رواہ البخاری تو مطلب یہ ہوگا کہ اگر اعمال میں نیت درست ہو تو پھر دیکھو کس قدر غنچۂ معنی کھلتے ہیں اور اس عمل میں کس قدر فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں اور اگر نیت درست نہیں ہے تو وہ عمل ہی بے کار ہے جیسا کہ ظاہر ہے

نیت مومن الخ۔ یعنی مومن کی نیت عمل سے بہتر ہے اسی طرح سلطان ودل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حدیث میں ہے کہ نیت المومن خیر من عملہ رواہ المواھب و ضعفہ ورواہ الطبرانی و سکت عنہ اس سے معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث موضوع تو نہیں ہے اگرچہ ضعیف ہے اور مولانا ضعیف سے بھی استدلال فرما لیتے ہیں لہٰذا اسی طرح یہاں بھی مولانا استدلال فرما رہے ہیں کہ مومن کی نیت عمل سے بہتر ہوتی ہے لہٰذا نیت کو درست رکھنا چاہیے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے مکان بنایا تو اپنے شیخ کو اول اس کے اندر لایا اس میں ایک جگہ روزن بھی رکھا تھا شیخ نے پوچھا کہ یہ روشندان کس لئے رکھا ہے اس نے عرض کیا کہ تاکہ روشنی آئے فرمایا کہ اگر یہ نیت ہوتی کہ اس میں سے اذان کی آواز آئے گی تو تجھے روشنی تو حاصل ہو ہی جاتی مگر ثواب بھی ملتا۔ لہٰذا نیت کی درستی تمام اعمال میں ضروری ہے اب حکایت سنو۔

ایک مرید کے گھر بنانے اور شیخ کے مرید کا امتحان کرنیکی حکایت

خانہ الخ۔ یعنی ایک مرید نے ایک نیا گھر بنایا تو پیر صاحب آئے اور اس کے گھر کو ملاحظہ کیا۔

گفت الخ۔ یعنی شیخ نے اپنے اس نئے مرید سے کہا اور اس نکو اندیش کا امتحان کیا یہ کہا کہ

روزن الخ۔ یعنی اے رفیق تو نے یہ روشندان کس لئے رکھا ہے تو بولا کہ تاکہ اس راستہ سے نور آئے۔

گفت آن الخ۔ یعنی اس شیخ نے کہا کہ یہ تو فرع ہے یہ نیت چاہیے تھی کہ اس راستہ سے اذان کی آواز آئے گی۔

نور خود الخ۔ یعنی نور تو تبعاً تیرے پاس آ ہی جاتا تجھے وہ نیت کرنی چاہیے تھی جس کی تجھے ضرورت تھی۔ بس اب اس حکایت کو تو ختم کر دیا آگے پھر حضرت بایزیدؒ کی حکایت فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

بایزیدؒ اندر سفر جستے بسے	تا بیابد خضر وقت خود کسے
بایزیدؒ نے سفر میں بہت تلاش کیا	تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالے
دید پیرے باقدے ہمچوں ہلال	یافت دروے فر و گفتار رجال
ایک بوڑھے ہلال جیسے قد والے کو دیکھا	اس میں مردان (حق آگاہ) کی شان اور گفتگو پائی
دیدہ نابینا و دل چوں آفتاب	ہمچو فیلے دیدہ ہندوستاں بخواب
آنکھوں سے نابینا اور دل سورج کی طرح	اس ہاتھی کی طرح جس نے ہندوستان کوخواب میں دیکھا ہو
چشم بستہ خفتہ بیند صد طرب	چوں کشاید آں نہ بیند اے عجب
آنکھیں بند کیے ہوئے سوتا ہوا سومستیاں دیکھتا ہے	جب (آنکھ) کھولتا ہے تعجب ہے وہ کچھ نہیں دیکھتا
بس عجب در خواب روشن می شود	دل درون خواب روزن می شود
خواب میں بہت سے عجائب دیکھتا ہے	نیند میں دل روشندان بن جاتا ہے
آنکہ بیدارست و بیند خواب خوش	عارفست او خاک او در دیدہ کش
جو بیدار ہے اور اچھی خواب دیکھتا ہے	وہ عارف (باللہ) ہے اس کی خاک (قدم) آنکھوں میں لگا
بایزیدؒ او را چو از اقطاب یافت	مسکنت بنمود و در خدمت شتافت
ان کو بایزیدؒ نے جب قطبوں میں سے پایا	انکساری دکھائی اور ان کی خدمت میں دوڑے
پیش او بنشست و می پرسید حال	یافتش درویش و ہم صاحب عیال
ان کے سامنے بیٹھے اور احوال دریافت کیے	ان کو نادار اور عیال دار پایا
گفت عزم تو کجا اے بایزیدؒ	رخت غربت را کجا خواہی کشید
انہوں نے کہا اے بایزیدؒ تیرا کہاں کا ارادہ ہے؟	سامان سفر کہاں لے جائے گا؟
گفت عزم کعبہ دارم از ولہ	گفت ہیں باخود چہ داری زادرہ
(بایزیدؒ) نے کہا شوق کی وجہ سے کعبہ کا قصد ہے	فرمایا اچھا راستہ کا خرچہ کتنا رکھتا ہے؟
گفت دارم از درم نقرہ دویست	نک بہ بستہ سخت بر گوشہ ردیست
کہا چاندی کے دو سو درہم رکھتا ہوں	یہ چادر کے کونے میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت طوفی کن بگردم ہفت بار	ویں نکوتر از طواف حج شمار
انہوں نے فرمایا میرے گرد سات بار طواف کر لے	اور اس کو حج کے طواف سے بہتر سمجھ
واں درمہا پیش من نہ اے جواد	واں کہ حج کردی وشد حاصل مراد
اے سخی! اور وہ درہم میرے سامنے رکھ دے	سمجھ لے کہ تو نے حج کر لیا اور مقصد پورا ہو گیا
عمرہ کردی عمر باقی یافتی	صاف گشتی بر صفا بشتافتی
تو نے عمرہ کر لیا اور باقی رہنے والی زندگی حاصل کر لی	تو پاک ہوگیا (کوہ) صفا پر (بھی) دوڑ لیا
حق آں حقے کہ جانت دیدہ است	کہ مرا بر بیت خود بگزیدہ است
اس خدا کی قسم جس کو تیری روح نے دیکھا ہے	کہ اس نے اپنے گھر پر مجھے فضیلت بخشی ہے
کعبہ ہر چند یکہ خانہ بر اوست	خلقت من نیز خانہ سر اوست
ہر چند کہ کعبہ اس کی عبادت کا گھر ہے	میرا وجود بھی اس کے اسرار کا گھر ہے
تا بکرد آں خانہ را در وے نرفت	واندریں خانہ بجز آں حی نرفت
جب سے اس نے وہ گھر بنایا ہے اس میں نہیں گیا ہے	اور اس گھر میں اس حی (وقیوم) کے علاوہ کوئی نہیں گیا ہے
چوں مرا دیدی خدارا دیدۂ	گرد کعبہ صدق بر گردیدۂ
جب تو نے مجھے دیکھا تو گویا خدا کو دیکھا ہے	سچائی کے کعبہ کے گرد تو نے طواف کیا ہے
خدمت من طاعت وحمد خداست	تا نہ پنداری کہ حق از من جداست
میری خدمت اللہ (تعالیٰ) کی عبادت اور حمد ہے	خبردار! کبھی نہ سمجھنا کہ اللہ (تعالیٰ) مجھ سے جدا ہے
چشم نیکو باز کن در من نگر	تا بہ بینی نور حق اندر بشر
اچھی طرح آنکھ کھول، مجھے دیکھ	تاکہ تو بشر میں اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھے
بایزیدا کعبہ را دریافتی	صد بہاء و عز و صد فر یافتی
اے بایزیدؒ! تو نے کعبہ پا لیا	سینکڑوں رونقیں اور عزتیں سینکڑوں شان وشوکت پائی ہیں
کعبہ را یکبار "بیتی" گفت یار	گفت "یا عبدی" مرا ہفتاد بار
دوست (اللہ تعالیٰ) نے کعبہ کو ایک بار "میرا گھر" کہا ہے	مجھے ستر بار "اے میرے بندے" کہا ہے
بایزیدؒ آں نکتہا را ہوش داشت	ہمچو زریں حلقہ اش در گوش داشت
(حضرت) بایزیدؒ نے ان نکتوں کو یاد کر لیا	سونے کے بالے کی طرح ان کو کان میں پہنا

www.besturdubooks.wordpress.com

آمد از وے بایزیدؒ اندر مزید	منتہی در منتہیٰ آخر رسید
ان سے بایزیدؒ بزرگی میں پہنچے	کامل (مرید) مرتبہ کمال میں پہنچے

بایزید اپنے سفر میں بہت تلاش کرتے تھے کہ کوئی صاحب اپنے وقت کے خضر مل جائیں بالآخر انہوں نے دیکھا کہ ایک بڑے میاں ہیں جن کی کمر ہلال کی طرح خمیدہ ہے ان میں ایک شان وشوکت شاہانہ ہے اوران کی گفتگو مردانہ ہے گو آنکھیں بے نور ہیں مگر دل آفتاب کی طرح روشن ہے اور یاد وطن اصلی میں یوں مست ہیں جیسے ہاتھی اپنے وطن اصلی ہندوستان کو خواب میں دیکھ کر مست ہوتا ہے (کما ھو المشہور) تعجب کی بات ہے کہ سونے والا آنکھیں بند ہونے کی حالت میں تو مزہ کی باتیں سینکڑوں دیکھتا ہے کیونکہ اس کو اس حالت میں عالم غیب سے ایک گونہ تعلق ہو جاتا ہے اور جب آنکھیں کھولتا ہے تو وہ باتیں نہیں دیکھ سکتا منشا تعجب یہ ہے (کہ آنکھ بند ہونے کی حالت میں دیکھتا ہے اور آنکھ کھلنے پر نہیں دیکھ سکتا حالانکہ مناسب عکس تھا یہ شخص خواب میں بہت سے عجائبات کا مشاہدہ کرتا ہے اور دل کو خواب میں عالم غیب سے ایک تعلق پیدا ہو جاتا ہے گویا کہ عجائبات کے لئے دل میں ایک راستہ پیدا ہو جاتا ہے اور جو شخص جاگتا ہو اور جو جاگنے میں اچھے اچھے خواب دیکھے یعنی عجائبات عالم کا مشاہدہ کرے وہ عارف ہے اس کی خاک بجائے سرمہ کے آنکھوں میں لگانا چاہیے۔ القصہ بایزید نے جب ان کو قطب وقت پایا تو ان کے سامنے عجز وانکسار اختیار کیا اور خدمت میں دوڑے ان کے سامنے باادب بیٹھے حالت دریافت کی تو معلوم ہوا کہ بیچارے نادار ہیں اور اس کے ساتھ عیالدار بھی ہیں۔ شیخ نے پوچھا بایزید کہاں کا قصد ہے اور آپکا سامان سفر کہاں جائے گا انہوں نے کہا کہ صبح سے خانہ کعبہ کا ارادہ ہوا ہے آپ نے فرمایا دیکھو تو تمہارے پاس زادراہ کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دوسو درہم ہیں جو میری چادر کے پلہ میں بندھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سات بار میرے گرد گھوم لو اور اس کو طواف حج سے بہتر سمجھو اور یہ درہم میرے حوالہ کرو اور سمجھو کہ گویا کہ تم نے حج ہی کر لیا اور تمہارا مقصد حاصل ہو گیا اور تم کو عمر باقی مل گئی تو گویا عمرہ کر لیا اور صاف ہو گئے تو گویا صفا پر دوڑ لئے اس ذات حقہ کی قسم جس کا نور معرفت تم کو حاصل ہے مجھے اس نے بیت اللہ پر فضیلت دی ہے کیونکہ میں بحمد اللہ مومن کامل ہوں اور مومن کامل کا خانہ کعبہ سے افضل ہونا بنص نبوی ثابت ہے یہ ضرور ہے کہ ان کی طاعت کا گھر ہے لیکن میری خلقت اس کے اسرار کا گھر ہے ایک فرق مجھ میں اور خانہ کعبہ میں یہ ہے کہ جب سے حق سبحانہ نے خانہ کعبہ کو پیدا کیا ایک مرتبہ بھی اس میں ان تجلیات کا ورود نہیں ہوا جن کا مجھ میں ہوا ہے اور مجھ میں ان کا ورود سینکڑوں مرتبہ ہوا ہے بلکہ یوں کہیئے کہ میرا دل صرف انہیں تجلیات سے معمور ہے۔ جب تم نے مجھے دیکھ لیا تو گویا خدا کو دیکھ لیا کیونکہ جو معاملہ بندگان خاص حق سبحانہ کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ گویا کہ حق سبحانہ ہی کے ساتھ کیا جاتا ہے اور جب تم میرے گرد گھوم لئے تو گویا تم ایک کعبۂ صدق کے گرد گھوم لئے۔ میری خدمت حق سبحانہ کی طاعت اور اس کی حمد ہے تم کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ حق سبحانہ مجھ سے جدا ہیں للہذا ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ساتھ جو معاملہ کیا جائے گا وہ خود حق سبحانہ کے ساتھ نہ ہوگا بلکہ واقعی بات وہی ہے جو میں کہتا ہوں۔ چشم باطن سے بنظر غور مجھے دیکھنا چاہیے تا کہ تم کو نور حق سبحانہ آدمی کے اندر دکھلائی دے مجھ میں اور خانہ کعبہ میں ایک فرق یہ ہے کہ حق سبحانہ نے خانہ کعبہ کو ایک مرتبہ اپنا مکان کہا یعنی بہت کم کہا اور مجھے یا عبدی ستر بار یعنی بکثرت کہا کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ جب بندہ حق سبحانہ کو پکارتا ہے اور ایک مرتبہ یا اللہ کہتا ہے تو وہاں سے ستر مرتبہ یا عبدی جواب ملتا ہے (یا یوں کہو کہ عالم معاملہ میں یہ خطاب ہوا ہے) اس لئے اے بایزید جب تم نے مجھے پالیا تو گویا خانہ کعبہ ہی کو پالیا اور سینکڑوں رونق عزتیں اور سینکڑوں شوکت عنداللہ تم کو حاصل ہو گئیں۔ بایزید نے ان تمام نکتوں کو بہت غور سے سنا اور سونے کی بالی کی طرح ان کو آویزۂ گوش بنایا اور اس سے بایزید رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے مراتب طے ہو گئے اور گو اضافی منتہی تھے مگر اب اس سے اعلیٰ انتہاء پر پہنچ گئے۔

ف: اس حکایت میں بعض امور تشریح طلب ہیں تا کہ ناواقف مغالطہ میں نہ پڑ جائیں۔ اول یہ کہ ان بزرگ نے ان کو حج سے کیوں روکا اس کا جواب یہ ہے کہ یا تو بایزید علیہ الرحمۃ پر حج فرض ہی نہ ہوا ہوگا کیونکہ دو سو درہم حج کے لئے کافی نہ ہونگے۔ یا فرض ہو چکا ہوگا اور اس کو وہ ادا بھی کر چکے ہوں گے۔ بہر حال یہ حج نفل ہوگا۔ جناب شیخ نے دیکھا کہ میری خدمت میں بہ نسبت حج نفل کے ان کا زیادہ فائدہ ہے اس لئے روک دیا۔ گو اس وقت ان کو وہ برکات نہ حاصل ہو سکیں جو مخصوص ہیں خانہ کعبہ کے ساتھ مگر ان سے بڑھ کر برکات حاصل ہوئیں جو ان کی حالت کے لحاظ سے شیخ کے اجتہاد میں زیادہ مناسب تھیں دوم یہ کہ ان بزرگ نے اپنے گرد طواف کیسے کرایا اور اس کو قائم مقام طواف کعبہ کیونکر قرار دیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ طواف تعظیمی و تعبدی نہ تھا بلکہ جوش شوق و محبت سے گرد گھومنا تھا اور شیخ نے اس کو حقیقۃً مغنی عن طواف کعبہ نہیں قرار دیا بلکہ مقصد یہ تھا کہ جو برکات تم کو طواف سے حاصل ہوتیں گو وہ برکات حاصل نہ ہوں مگر ان سے بڑھ کر برکات حاصل ہونگی جو تمہاری حالت کے زیادہ مناسب ہیں اور منشاان برکات کا صورت طواف نہ تھی بلکہ محبت و محبت تھی جو گرد گھومنے میں حاصل تھی رہا اس صورت کا اختیار کرنا سو وہ بنا بر مشاکلت اور تطییب قلب کے لئے تھا۔

اس مقام پر تتمیما للفائدہ وہ مضمون بھی نقل کیا جاتا ہے جو حضرت مجدد الملۃ والدین دامت معالیہ نے خود قلمبند فرمایا ہے وھو ہذا۔

توجیہ حکایت بایزید باشیخ کہ بطواف خود امر فرمود

توجیہش چنانچہ بخاطر فاتر می رسد آنست کہ مقصود شیخ بایزیدؒ ازین سفر تحصیل برکات و انوار یکہ خاصہ بیت معظم ست نبود۔ خواہ فریضہ ادا کردہ باشد یا فریضہ نشدہ بود زیرا کہ آن خاصہ در محل دیگر اگر چہ فرضا بوجہ کلی یا جزی افضل ازان

www.besturdubooks.wordpress.com

ازان باشد مفقود ست وگرنہ خاصہ خاصہ نمی ماند وہذا خلف۔ بلکہ مقصودش بطریق منع الخلو یکے از امور سگانہ بود علی اختلاف حیثیۃ الطالب واحوالہ یا مطلق ثواب عظیم کما یقصدہ اہل الشریعۃ ودرینجا بسبب متعلل بودن آن کامل اتفاق و تصدق موجب زیادت اجر وثواب بود کما تحقق فی محلہ ویا اصلاح نفس بمجاہدہ این سفر کما یرذمہ اہل الطریقۃ۔ ودر بعضے احیان صحبت کمل سبب زیادۃ اصلاح می باشد۔ ویا مطلق مشاہدۂ تجلیات محبوب کما یریدہ اہل الحقیقۃ پس آن شیخ کامل بتصرف قوی تجلیات را بر قلب او وارد نمودہ ورنہ یقینی ومتفق علیہ بین اہل الظاہر والباطن است کہ طواف انسان کامل اگرچہ تجلیات کعبہ را ہم جامع باشد تغنی از طواف کعبہ نتوان شد وکیف کہ در کعبہ انچہ مفصل است در انسان مجمل ست والتفصیل مالیس بالاجمال اما توجیہ طواف پس عذرش غلبۂ حال ست۔ واسرار وحدۃ ومعیۃ لمحلہ لیس ہنالک۔

شرح شبیری

بایزید الخ۔ یعنی بایزید رحمۃ اللہ سفر میں بہت تلاش کرتے تھے تاکہ کسی اپنے وقت کے خضر کو پالیں۔

دید پیرے الخ۔ یعنی انہوں نے ایک بوڑھے کو جن کا قد کہ ہلال کی طرح خمیدہ تھا دیکھا اور ان بڑے میاں میں مردوں کی سی باتیں تھیں مطلب یہ کہ ان کی باتوں سے مرد راہ حق معلوم ہوتے تھے اور محقق اور مبصر معلوم ہوتے تھے۔

دیدہ الخ۔ یعنی آنکھیں تو نابینا تھیں اور دل آفتاب کی طرح روشن مثل ہاتھی کے کہ اس نے ہندوستان کو خواب میں دیکھا ہو۔ چونکہ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے اس لئے اگر کبھی باہر چلا جاتا ہے اور پھر خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ نہایت مسرور ہوتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ ہاتھی کی طرح آنکھیں تو بند تھیں مگر خوش وخرم تھے آگے فرماتے ہیں کہ

چشم بستہ الخ۔ یعنی یہ تعجب کی بات ہے کہ سونے والا آنکھیں بند کر کے تو سینکڑوں عمدہ باتیں دیکھتا ہے اور جب آنکھ کھول دے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا حالانکہ عکس موافق قیاس کے ہے۔

بس عجب در خواب الخ۔ یعنی بہت سی عجائبات خواب میں روشن ہو جاتی ہیں اور دل خواب میں ایک روشندان ہو جاتا ہے کہ اس میں مختلف قسم کے انوار نظر آتے ہیں یہ حالت تو عوام کی بھی ہے اور اس کو اطبانے بھی لکھا ہے کہ جب انسان سورہتا ہے تو اس کا نفس ملاءاعلیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ آگے اولیاء اللہ کی حالت کو بیان فرماتے ہیں۔

وانکہ الخ۔ یعنی اور وہ کہ بیدار ہے اور عمدہ خواب دیکھ رہا ہے وہ عارف ہے اس کے خاک قدم کو آنکھ میں لگا۔ مطلب یہ کہ جس کی یہ حالت ہو کہ بیداری میں بھی اس کو انوار حق اور عجائبات کا مشاہدہ ہوتا ہو اس کے تو غلام ہو جاؤ اور اس کی اطاعت میں مرمٹو۔ آگے پھر قصہ حضرت بایزید کا فرماتے ہیں کہ

بایزید الخ۔ یعنی حضرت بایزید رحمۃ اللہ نے جب ان کو اقطاب میں سے پایا تو ان کے سامنے عاجزی کی اور ان کی خدمت میں جلدی کی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش الخ۔ یعنی حضرت ان کے سامنے بیٹھے اور حال بھی پوچھا توان کو غریب اور عیالدار پایا۔
گفت عزم الخ۔ یعنی ان بزرگ نے کہا کہ اے بایزید کہاں کا سفر ہے اور اس سامان کو کہاں کھینچو گے۔
گفت قصد الخ۔ یعنی حضرت نے عرض کیا کہ میں شوق کی وجہ سے قصد کعبہ کا رکھتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا تو اپنے ساتھ زادِ راہ کیا رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ تیرے پاس کیا زادِ راہ ہے۔
گفت دارم الخ۔ یعنی حضرت نے عرض کیا کہ میں دو سو درہم رکھتا ہوں اور وہ یہ چادر کے کونہ میں مضبوط بندھے ہوئے ہیں۔
گفت طوفے الخ۔ یعنی ان بزرگ نے کہا کہ تو تم میرے گرد سات مرتبہ طواف کرو اور اس کو طواف حج سے اچھا جانو۔
وان الخ۔ یعنی اور اے سخی ان درہموں کو میرے آگے رکھ دو اور جان لو کہ تم نے حج کر لیا اور مراد حاصل ہو گئی۔
یہاں بزرگ کے کلام سے اول تو یہ شبہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنا طواف کرایا اور اس کو طواف حج سے بہتر بتایا۔ دوسری یہ کہ درہم مانگے جو کہ حرص کی بین دلیل ہے اور حضرت بایزیدؒ کے اوپر دباؤ ڈالنا ہے توجیہ ان کی یہ ہے کہ اصل میں حضرت بایزید رحمۃ اللہ پر حج فرض نہ تھا یا تو اس لئے کہ پہلے کر چکے ہوں اور یا اس لئے کہ ان کے پاس زادِ راہ کافی نہ ہو بلکہ صرف شوق میں نکل کھڑے ہوئے ہوں تو یہ حج تو نفل ہوتا اور یہ معلوم ہے کہ یہ شخص غریب اور عیالدار تھے ان کی خدمت کرنا بھی عبادت تھی پھر حج کا ثواب تو لازم صرف حضرت بایزید ہی تک تھا اور ان کی خدمت کا ثواب متعدی تھا اور نوافل میں نفع لازم سے نفع متعدی افضل ہے اس لئے انہوں نے یہ کہا کہ تم حج مت کرو کہ تم کو ثواب مقصود ہے وہ میری خدمت کرنے سے حاصل ہو جائے گا بلکہ اس سے افضل ثواب ملے گا جیسا کہ معلوم ہوا کہ یہ نفع متعدی ہے اس لئے اس کو حج سے افضل فرمادیا۔ رہا طواف کا حکم دینا تو یہ غلبہ حال میں ہو گیا ہے اصل میں تو ان کا مقصود یہ ہے کہ میری اطاعت کرو غلبۂ حال میں اس کی یہ صورت نکالی جس میں کہ کوئی ملامت نہیں ہے اور درہموں کا مانگنا حرص تو اس لئے نہیں ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ حضرت بایزید سمجھدار اور صاحب بصیرت ہیں وہ جانتے ہیں کہ میں حرص کی وجہ سے نہیں مانگتا بلکہ یہ جو کچھ کہہ رہا ہوں واقع ہے اور اسی لئے ان پر بوجھ بھی نہیں پڑ سکتا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ جب میرا مقصود حاصل ہے اور وہ ان کو دینے ہی سے ہو سکتا ہے لہٰذا دے دینا چاہیے اب بالکل صاف ہو گیا کوئی اشکال باقی نہیں رہا۔ اس کے متعلق خود حضرت مولانا دام ظلہم نے ایک تقریر ۱۳۱۷ میں لکھی تھی اس کو انشاء اللہ آخر حکایت میں نقل کر دیا جائے گا۔ آگے بھی ان بزرگ ہی کا قول ہے کہ
عمرہ کردی الخ۔ یعنی جان لے کہ تو نے عمرہ کر لیا اور عمر باقی کو پالیا اور تو صاف ہو گیا اور صفا پر دوڑ گیا۔ اس لئے کہ جب یہ روپیہ دیا تو اس سے قلب دکھا اور اس سے صفائی قلب حاصل ہوئی اور حیات ابدی کا حاصل ہونا ظاہر ہے۔
حق آن الخ۔ یعنی قسم ہے اس حق کی کہ جس کو تیری جان نے دیکھا ہے کہ اس نے مجھے اپنے گھر پر برگزیدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے کعبہ کو خطاب کر کے کہا تھا کہ بے شک تجھے حق تعالیٰ نے شرف دیا ہے مگر مومن تجھ سے زیادہ اشرف ہے حق تعالیٰ کے نزدیک۔ لہٰذا یہ کہنا کہ حق تعالیٰ نے بیت اللہ پر مجھے شرف دیا ہے کسی قسم کی بے ادبی وغیرہ نہیں ہے۔

کعبہ ہر چندے الخ۔ یعنی ہر چند کہ کعبہ اس کی عبادت کا گھر ہے مگر میری خلقت بھی اس کے اسرار کا گھر ہے۔ لہٰذا میں کہ مومن ہوں اس سے کم نہیں بلکہ افضل ہوں۔

تا بگرد الخ۔ یعنی جب اس گھر کو بنایا ہے اس میں کبھی تشریف نہ لے گئے اور اس گھر میں (یعنی قلب مومن میں) سوائے اس حی کے اور کوئی نہیں گیا ہے۔ یہاں بظاہر ایک اشکال ہوتا ہے کہ اگر کعبہ میں جانے سے مراد تحیز و تمکن ہے اور مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ چونکہ اس سے پاک ہیں لہٰذا وہاں تشریف لے جانا صادق نہیں ہو سکتا اور کعبہ مکان محیط حق نہیں ہو سکتا تو یہ بات تو قلب میں بھی ہے کہ یہاں بھی تمکن اور تحیز کے طور پر حق تعالیٰ کبھی بھی تشریف نہیں لائے اور اگر یہ کہا جائے کہ مراد تعلق ہے تو کعبہ اور دل دونوں سے تعلق ہے پھر قلب میں آنے کی ہی کیا تخصیص ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مراد تعلق ہے ہی لیکن چونکہ حق تعالیٰ کو قلب مومن سے جو تعلق ہوتا ہے وہ اس درجہ کا ہوتا ہے کہ اس کے سامنے تعلق مع بیت اللہ کالعدم سمجھا گیا ہے اس لئے فرمادیا کہ اس میرے قلب سے تو حق تعالیٰ کو وہ تعلق ہے کہ جس کے سامنے اس کا تعلق بالکل کالعدم ہے فلا اشکال۔

چوں مرا دیدی الخ۔ یعنی جب کہ تو نے مجھے دیکھ لیا تو (گویا کہ) خدا کو دیکھ لیا اور کعبہ صدق کے گرد پھر لیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ مجھ میں اور خدا میں عینیت مصطلحہ ہے (جا کثر بیان کی گئی ہے) اس لئے میرا دیکھ لینا گویا کہ خدا کا دیکھ لینا ہے۔

خدمت من الخ۔ یعنی میری خدمت کرنا حق تعالیٰ کی طاعت وحمد کرنا ہے تو ہرگز یہ مت سمجھنا کہ حق مجھ سے جدا ہے مطلب یہ کہ چونکہ میرا یہ مرتبہ ہو گیا کہ مجھے عینیت مصطلحہ ذات باری کے ساتھ ہو گئی ہے اور بی یسمع اور بی یبصر اور بی ینطق کا مصداق بن گیا ہوں تو میری خدمت کرنا گویا کہ خدمت حق ہے۔

چشم نیکو الخ۔ یعنی آنکھ کو اچھی طرح کھول اور میرے اندر دیکھ تاکہ تو حق تعالیٰ کا نور بشر میں دیکھے مطلب وہی کہ چونکہ عینیت مصطلحہ مجھے حاصل ہے اس لئے میرے اندر بھی نور حق متجلی ہے۔

بایزید الخ۔ یعنی اے بایزیدؒ آپ نے کعبہ کو پالیا اور آپ نے سینکڑوں رونقیں اور سینکڑوں عزتیں اور سینکڑوں دبدبہ پائے۔ مطلب یہ کہ تمہارے لئے چونکہ حج نفل ہے اس لئے میری خدمت کرنا اور میری صحبت میں رہنا حج سے بھی افضل ہے لہٰذا اب گویا کہ تم نے حج ہی کر لیا اور اس کی تمام برکات کو حاصل کر لیا۔

کعبہ را یکبار الخ۔ یعنی کعبہ کو تو حق تعالیٰ نے ایک ہی مرتبہ بیتی کہا ہے اور مجھے تو یا عبدی ستر بار کہا ہے مطلب یہ کہ چونکہ کعبہ تو مکلف احکام نہیں ہے اس لئے اس کو تو ایک مرتبہ اپنی طرف منسوب کرنے کے لئے بیتی کہہ دیا اور چونکہ بندہ سے احکام متعلق ہیں اس لئے اس کو ہر حکم کے ساتھ خطاب یا عبدی موجود ہے لہٰذا معلوم ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بندہ سے بہ نسبت کعبہ کے زیادہ تعلق ہے اور میں بندہ ہوں لہٰذا مجھ سے بھی کعبہ سے زیادہ تعلق ہوا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بایزید الخ۔ یعنی حضرت بایزید نے ان نکتوں کو یاد رکھا اور سونے کے بالی کی طرح کان میں رکھا مطلب یہ کہ ان بزرگ کی باتیں خوب غور سے سن کر ان کو یاد رکھا کہ کام کی باتیں تھیں۔

آمد الخ۔ یعنی ان سے حضرت بایزیدؒ زیادتی میں آئے اور منتہی ملنے کے آخر (مرتبہ) کو پہنچ گیا مطلب یہ کہ ان کی صحبت سے حضرت بایزیدؒ کو بہت ہی نفع ہوا اور ان کے مراتب میں بے انتہا ترقی ہوئی اور وہ پہلے سے منتہی اور کامل تو تھے ہی مگر اب اکمل ہو گئے اب اس حکایت کی توجیہ کے متعلق حضرت والا دام ظلہم کی تقریر سنو۔

توجیہ حکایت بالا از حضرت والا دام ظلہم العالی بالفاظہم

دو توجیہش چنانچہ بخاطر فاتری رسد آنست کہ مقصود شیخ بایزیدؒ ازین سفر تحصیل برکات وانوار یکہ خاصہ بیت معظم است نبود خواہ فریضہ ادا کردہ باشند یا فریضہ نشدہ باشد زیرا کہ آن خاصہ در محل دیگر اگرچہ فرضا بوجہ کلی یا جزئی افضل ازان باشد مفقود ست وگرنہ خاصہ خاصہ نمی ماند وہذا خلاف بلکہ مقصودش بطریق منع الخلو یکے از امور سہ گانہ بود علی اختلاف نیۃ الطالب واحوالہ۔ یا مطلق ثواب عظیم کما یقصدہ اہل الشریعۃ ودرینجا بسبب متمثل بودن آن کامل انفاق وتصدق موجب زیادت اجر وثواب بود کما تحقق فی محلہ ویا اصلاح نفس بمجاہدہ این سفر مبارک کما یرومہ اہل الطریقۃ ودر بعضے احیان صحبت کمل بسبب زیادت اصلاح می باشد ویا مشاہدہ مطلق تجلیات محبوب کما یریدہ اہل الحقیقۃ پس آن شیخ کامل بہ تصرف قوی تجلیات را بر قلب او وارد نمود ورنہ بحثی وتنفق علیہ بین اہل الظاہر والباطن است کہ طواف انسان کامل اگرچہ تجلیات را جامع باشد مغنی از طواف کعبہ نتوان شد وکیف کہ در کعبہ انچہ مفصل ست در انسان مجمل است وللتفصیل مالیس بالاجمال اما توجیہ طواف پس عذرش غلبہ حال ست لما اسرار وحدت ومعیۃ فمحلہ لیس ہنا لک ۲۰ رمضان ۱۳۶۷ ہجری۔

الحمد للہ کہ اب کوئی اشکال اس حکایت کے متعلق نہیں رہا وللہ درہ ثم للہ درہ۔

آگے پھر عیادت کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

دانستن پیغمبر کہ سبب رنجوری آں شخص گستاخی بودہ است در دعا

آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کا جان لینا کہ اس شخص کی بیماری کا سبب دعا میں گستاخی تھی

چوں پیمبر دید آں بیمار را	خوش نوازش کرد یار غار را
جب پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بیمار کو دیکھا	سچے دوست کی اچھی نوازش کی

زندہ شد چوں او پیمبر را بدید	گوئی آں دم حق مرا اورا آفرید
جب اس نے پیغمبر (ﷺ) کو دیکھا اس میں جان پڑ گئی	تو کہے گا اللہ نے اسی وقت اس کو پیدا فرمایا ہے
گفت بیماری مرا ایں بخت داد	کامد ایں سلطان بر من بامداد
اس نے کہا بیماری نے مجھے یہ نصیبہ دیا	کہ صبح صبح یہ شاہ میرے پاس آئے
تا مرا صحت رسید و عافیتؔ	از قدوم ایں شہ پر خاصیت
یہاں تک کہ مجھے صحت اور آرام حاصل ہو گیا	اس پرخاصیت شاہ کی تشریف آوری سے
اے خجستہ رنج و بیماری و تب	اے مبارک درد و بیداری شب
مبارک ہے مرض اور بیماری اور بخار	مبارک ہے درد اور یہ رات کا جاگنا
نک مرا در پیری از لطف و کرم	حق چنیں رنجوری داد و سقم
یہ کہ لطف و کرم سے بڑھاپے میں	اللہ تعالیٰ نے ایسی بیماری اور مرض عنایت کیا
درد پشتم داد تا من ہم زخواب	برجہم بر نیم شب لابد شتاب
کمر میں درد عطا کیا تاکہ میں نیند سے	لامحالہ جلدی سے آدھی رات کو اٹھ بیٹھوں
تا نہ خسپم جملہ شب چوں گاؤمیش	دردہا بخشید حق از لطف خویش
تاکہ تمام رات بھینس کی طرح نہ سوؤں	اللہ (تعالیٰ) نے اپنی مہربانی سے ایسے درد عطا کئے
زیں شکست آں رحم شاہاں جوش کرد	دوزخ از تہدید من خاموش کرد
اس شکستگی کی وجہ سے شاہ کا وہ رحم جوش میں آ گیا	کہ دوزخ کو میرے ڈرانے سے چپ کر دیا

جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیمار کو دیکھا تو اپنے مخلص دوست پر بے حد کرم فرمایا جب ان صحابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو یہ حالت ہوئی کہ گویا خدا نے اس کو ابھی پیدا کیا ہے یعنی سب تکالیف ورنج بھول گیا اور کہا کہ بیماری ہی کی برکت سے مجھے یہ بات نصیب ہوئی ہے کہ سلطان دو عالم آج صبح میرے پاس تشریف لائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں اس بادشاہ پرخاصیت کی برکت سے بالکل صحیح و سالم ہو گیا۔ ارے یہ تکلیف و بیماری اور بخار اور درد اور رات کا جاگنا بڑے مبارک ہیں۔ ایک وجہ تو یہ کہ خدا نے یہ بیماری اور درد کمر وغیرہ اپنی مہربانی سے مجھے ایسے وقت میں عطا کئے جس میں بوجہ کاہلی و سستی کے اعمال صالحہ نہیں کر سکتا تھا یعنی بڑھاپے میں تاکہ ان تکالیف کے سبب آدھی رات کے وقت ضرور اٹھ جایا کروں اور چونکہ حق سبحانہ کو منظور یہ تھا کہ میں رات بھر بھینس کی طرح نہ سوتا رہوں اس لئے مجھے حق سبحانہ نے یہ تکلیفیں اپنی مہربانی سے عطا

www.besturdubooks.wordpress.com

کیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میری اس شکستگی سے مرحمت خسروانہ کو جوش ہوا کہ میرے گھر تشریف لائے اور دوزخ کو مجھے دھمکی دینے سے خاموش کر دیا یعنی جناب والا کی تشریف آوری میری نجات کا ذریعہ ہو گئی۔

شرح شبّیری

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا جاننا کہ یہ شخص دعا میں گستاخی کرنے کی وجہ سے بیمار ہے

چون الخ۔ یعنی جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیمار کو دیکھا تو اس یار غار پر خوب نوازش کی۔

زندہ شد الخ یعنی وہ شخص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر زندہ ہو گئے گویا کہ حق تعالیٰ نے اسی وقت انکو پیدا کیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ شخص کہنے لگے کہ بیماری نے مجھے یہ حصہ دیا کہ ایسے بادشاہ میرے پاس صبح ہی تشریف لائے۔

یہ کہاں تھی مری قسمت کہ رکھیں دل پہ وہ ہاتھ　　آ کلیجے سے لگا لوں تجھے بیماری دل

تا مرا صحت الخ۔ یعنی یہاں تک کہ مجھے صحت حاصل ہو گئی اور عافیت اس بادشاہ پر خاصیت کی تشریف آوری سے۔

اے بجستہ الخ۔ یعنی یہ تکلیف اور بیماری اور بخار مبارک ہے اور یہ درد اور راتوں کا جاگنا مبارک ہے کہ جس کی بدولت قدوم میمنت لزوم سے میں اور میرا گھر مشرف ہوا۔ وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے + کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔

نک مرا درا لخ۔ یعنی اس بڑھاپے میں لطف و کرم سے حق تعالیٰ نے مجھے ایک ایسی تکلیف اور بیماری دی۔

درد پشتم الخ۔ یعنی مجھے درد پشت دیا یہاں تک کہ میں نیند سے ہر آدھی رات کو جلدی سے ضرور اٹھ بیٹھتا ہوں اور جب آنکھ کھل جاتی ہے تو لامحالہ مسلمان آدمی تو ذکر ہی میں مشغول ہو گا تو دیکھئے اس ذکر و خیر کا سبب وہ درد ہی ہے لہٰذا وہ بھی نعمت ہوا۔

تا نہ خسپم الخ۔ یعنی تاکہ میں بھینسے کی طرح رات بھر نہ سو سکوں مجھے حق تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے درد بخشے تو دیکھوان دردوں سے یہ فائدہ ہوا کہ رات بھر نیند نہ آئے گی تو ذکر اللہ میں مشغول رہیں گے اور ایک فائدہ یہ ہوا کہ

زین شکست الخ۔ یعنی اس شکستگی کی وجہ سے اس بادشاہ (یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم) کے رحم نے جوش کیا اور دوزخ کو میرے عذاب دینے سے خاموش کیا۔ مطلب یہ کہ میری اس بیماری ہی کی خبر سن کر تو حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی مجھ پر رحم آیا اور آپ تشریف لائے تو ایک تو آپ کی تشریف آوری کی برکت سے دوسرے آپ نے دعائے مغفرت فرمائی اس سے میرے گناہ معاف ہوئے اور دوزخ سے بالکل ہی بچاؤ ہو گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

رنج گنج آمد کہ رحمتہا دروست	مغز تازہ شد چو بخراشید پوست
مرض خزانہ بنا کیونکہ اس میں رحمتیں ہیں	جب چھلکا چھیلا تازہ مغز نکل آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

اے برادر موضع تاریک و سرد	صبر کردن بر غم و سستی و درد
اے بھائی تاریک اور سرد مقام میں	غم اور سستی اور درد پر صبر کرنا
چشمۂ حیوان و جام مستی است	کاں بلندیہا ہمہ در پستی است
آب حیات کا چشمہ اور مستی کا جام ہے	اس لئے کہ تمام بلندیاں پستی میں (مضمر) ہیں
آں بہاراں مضمرست اندر خزاں	پر بہارست ایں خزاں مگریز ازاں
بہاریں خزاں میں پوشیدہ ہیں	یہ خزاں پر بہار ہے اس سے گریز نہ کر
ہمرہ غم باش و با وحشت بساز	می طلب در مرگ خود عمر دراز
غم کا ساتھی بن اور وحشت سے نباہ	اپنی موت میں دراز زندگی تلاش کر

یہاں سے مولانا بمناسبت قصۂ مذکورہ مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یاد رکھو تکلیف کے اندر بہت سی رحمتیں ہیں اس لئے یہ رحمت الٰہی کا خزانہ ہے اس سے اخلاق ذمیمہ دور ہوتے ہیں گناہ معاف ہوتے ہیں اور آدمی ایسا پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ اس کی نظیر حیات میں بھی موجود ہے دیکھو جب کسی پھل کو چھیلا جاتا ہے جس سے کہ اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اندر سے صاف ستھرا اور تازہ تازہ مغز نکل آتا ہے پس خوب سمجھ لو کہ اس بے وفا اور تیرہ و تار مقام دنیا میں غم اور سستی اور تکلیف پر صبر کرنا حیات تازہ بخشنے والا اور مثل آب حیوان ہے اور گویا کہ شراب محبت الٰہی کا ایک جام ہے جس سے مستی پیدا ہوتی ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ صبر مقتضائے کے عبودیت ہے اور عبودیت تمام مراتب عالیہ کا منشاء ہے در یہ بہاریں اسی خزاں میں مضمر ہیں لہٰذا یہ خزاں بہاروں سے پر ہیں یعنی ان مشقتوں میں بڑی راحتیں ہیں تم کو ان سے بھاگنا نہ چاہیے بلکہ بشوق و رغبت برداشت کرنا چاہیے۔ غم کا رفیق ہونا چاہیے وحشت سے میل کرنا چاہیے اور اپنی موت میں عمر دراز کو ڈھونڈنا چاہیے یعنی انہیں ریاضات و مجاہدات میں مرجانا چاہیے اس سے تم کو حیات روحانی عطا ہوگی جو ابدی ہے اور جس کے لئے کبھی فنا نہیں۔

شرح شبّیری

رنج گنج الخ۔ یعنی رنج تو ایک خزانہ ہے کہ اس کے اندر بہت ہی رحمتیں ہیں۔ مغز تازہ ہو جاتا ہے جبکہ پوست کو چھیل ڈالا جائے مطلب یہ کہ چونکہ مرض اور تکلیف کی حالت میں رحمت حق نازل ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس مریض کی حالت شکستگی پر رحم فرماتے ہیں تو یہ مرض وغیرہ ہی سبب اس رحمت کا ہوا۔ لہٰذا تکلیف اور مرض میں بھی رحمت حق پوشیدہ ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے زخم کے اوپر جو خراب کھال آجاتی ہے اگر اس کو اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح رہنے دیا جائے تو زخم گل جاتا ہے سڑ جاتا ہے اور اگر جراح نشتر سے اس کو کاٹ کر الگ کر دے تو پھر اندر سے اور عمدہ کھال نکلتی ہے تو دیکھو اگرچہ جراح کے کاٹنے میں کلفت ہوئی مگر اس میں ایک راحت اور آرام مستتر ہے کہ وہ زخم اچھا ہو جائے گا اور عمدہ اور نئی کھال نکل آئے گی اسی طرح مرض کے بعد راحت ہوتی ہے۔

اے برادر الخ۔ یعنی اے بھائی تاریک و سرد جگہ میں غم اور سستی اور درد پر صبر کرنا (یہ شعر مبتدا ہے اور شعر آئندہ اس کی خبر ہے)

چشمہ الخ۔ یعنی چشمۂ حیوان اور جام مستی ہے کہ وہ بلندیاں ساری پستی میں ہیں۔ مطلب یہ کہ تکالیف پر صبر کرنا ہی موجب حیات ابدی کا ہے اور یہی شے ہے کہ جو موصل الی المطلوب ہوتی ہے اور یہ عاجزی اور تواضع ہی ایسی شے ہے کہ جو سبب علو مراتب کا ہوتی ہے۔

آن بہاران الخ۔ یعنی ان خزاں میں بہار پوشیدہ ہے اور یہ خزاں پر بہار ہے اس سے بھاگو مت اس لئے کہ جب خزاں کے بعد بہار آئے گی تو گویا کہ خزاں توطیہ و تمہید ہے بہار کی اس لئے خزاں میں بہار پوشید ہے لہٰذا ایسی خزاں سے بھی گریز نہ کرنا چاہیے کہ اس کے بعد تجلی محبوب ہی ہے۔

ہمرہ غم الخ۔ یعنی غم کی ہمراہ رہو اور وحشت کے ساتھ موافقت کرو اور اپنی موت میں عمر دراز کے طالب رہو۔ مطلب یہ کہ غموں اور تکالیف سے گھبراؤ مت بلکہ ان میں صبر کرو اس لئے کہ اگر انتہا ہی کو پہنچیں تو یہ ہوگا کہ مر جاؤ گے تو اس موت میں بھی تم کو عمر باقی اور حیات ابدی حاصل ہوگی تو اس حیات مستعار سے تو وہ حیات ابدی لامحالہ بہتر ہی ہے ہاں ان تکالیف اور مصیبتوں پر تیرا نفس بیشک صبر نہ کرے گا بلکہ وہ تم کو اس کے خلاف تعلیم دے گا اس لئے کہ اس کو تو اس میں کلفت ہی کلفت ہے لہٰذا تو اس کا کہا مت ماننا اور وہ جو کہے اس کے خلاف ہی کرنا آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

آنچہ گوید نفس تو کاینجا بدست	مشوش چوں کار او ضد آمدست
تیرا نفس کچھ بھی کہے کہ یہاں برائی ہے	اس کی نہ سن کیونکہ اس کا کام بالعکس ہے
تو خلافش کن کہ از پیغمبراں	ایں چنیں آمد وصیت در جہاں
تو اس کے خلاف کر کیونکہ پیغمبروں کی جانب سے	دنیا میں وصیت اسی طرح آئی ہے
مشورت در کارہا واجب شود	تا پشیمانی در آخر کم بود
کاموں میں مشورہ ضروری ہے	تاکہ انجام کار پشیمانی نہ ہو
حیلہا کردند بسیار انبیاء	تا کہ گرداں شد بریں سنگ آسیا
نبیوں نے بہت سی تدبیریں کی ہیں	تب اس پاٹ پر چکی چلی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس می خواہد کہ تاویراں کند	خلق را گمراہ و سرگرداں کند
نفس چاہتا ہے کہ تباہ کر دے	مخلوق کو گمراہ اور پریشان کر دے
گفت امت مشورت با کہ کنیم	انبیاء گفتند با عقل امیم
امت نے دریافت کیا ہم کس سے مشورہ کریں؟	انبیاء نے فرمایا رہبر کی عقل سے
گفت اگر کودک درآید یا زنے	کو ندارد عقل ورای روشنے
دریافت کیا اگر بچہ یا عورت سامنے آئے	جس میں عقل اور روشن رائے نہیں ہے
گفت با او مشورت کن وانچہ گفت	تو خلاف آں کن و در راہ افت
فرمایا اس سے مشورہ کر اور جو وہ کہے	تو اس کے خلاف کر اور چل پڑ
نفس خود را زن شناس از زن بتر	زانکہ زن جزوست نفست کل شر
اپنے نفس کو عورت سمجھ عورت سے (بھی) بدتر	اس لئے کہ عورت جزو ہے اور تیرا نفس پورا شر ہے
مشورت با نفس خود گرمی کنی	ہرچہ گوید کن خلاف آں دنی
اگر تو اپنے نفس سے مشورہ کرے	جو وہ کہے اس کمینہ کے خلاف کر
گر نماز و روزہ می فرمایدت	نفس مکارست مکرے زایدت
اگر وہ تجھے نماز اور روزہ کا حکم دے	نفس مکار ہے تجھ سے کوئی مکر کر رہا ہے
مشورت با نفس خویش اندر فعال	ہرچہ گوید عکس آں باشد کمال
کاموں میں اپنے نفس سے مشورہ (کر سکتے ہو)	وہ جو کچھ کہے اس کے بالعکس (کرنا) کمال ہے
بر نیائی باوے و استیز او	رو بر یارے بگیر آمیز او
(اگر) اس سے اور اس کی لڑائی میں نہ جیتے	کسی یار کے پاس جا اس سے میل جول کر
عقل قوت گیرد از عقل دگر	نیشکر کامل شود از نیشکر
عقل دوسری عقل سے طاقت حاصل کر لیتی ہے	نیشکر نیشکر سے کامل ہوتی ہے
من ز مکر نفس دیدم چیزہا	کو برد از مکر خود تمیزہا
میں نے نفس کے مکر سے بہت سی باتیں دیکھی ہیں	وہ اپنے مکر کے ذریعہ (اچھے برے کی) تمیز ختم کر دیتا ہے
وعدہا بدہد ترا تازہ بدست	کو ہزاراں بار آنہارا شکست
تیرے ہاتھ میں تازہ تازہ وعدے دیتا ہے	جن کو اس نے ہزاروں بار توڑا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عمر اگر صد سال خود مہلت دہد	اوت ہر روزے بہانہ نو نہد
عمر اگر سو سال کی بھی فرصت دے	وہ تجھے ہر روز نیا بہانہ سکھائے گا
گرم گوید وعدہائے سرد را	جادوے مردی بہ بندد مرد را
غلط وعدوں کو درست بتائے گا	قوت مردی کا جادو مردی کو ختم کر دیتا ہے

یہ ضرور ہے کہ ایسا کرنا تمہارے نفس کو ناگوار ہوگا۔ اور وہ کبھی تمہیں ایسا کرنے کی رائے نہ دے گا لیکن تم اس کی بات نہ سننا۔ کیونکہ اس کا کام تو مخالفت کرنا ہی ہے۔ پس تم کو اس کی مخالفت کرنا چاہیے کہ عالم میں پیغمبروں کی بھی وصیت ہے چونکہ اول تو عقلاً بھی مشورہ ضروری ہے تاکہ آخر میں پشیمانی نہ ہو دوسرے پیغمبروں نے اصلاح عالم میں بڑی بڑی کوششیں کی ہیں جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین کی چکی اس روش پر چل رہی ہے جس کو تم دیکھ رہے ہو اور وجہ یہ تھی کہ نفس کا مقصود یہ ہے کہ وہ عالم کو ویران کر دے اور مخلوق کو گمراہ کرے اور اسی گمراہی میں ان کو چکر دیتا رہے لہٰذا اس کی مزاحمت ضروری تھی پس انہوں نے اس کی مزاحمت کے لئے بڑی بڑی کوششیں کیں اور انہیں مساعی جمیلہ میں مشورہ کا حکم بھی دیا اس لئے نقلاً بھی مشورہ ضروری ہوا پس جبکہ مشورہ عقلاً بھی ضروری ہوا اور نقلاً بھی تو لوگوں نے انبیاء علیہم السلام سے دریافت کیا کہ وہ کون لوگ ہیں جن سے مشورہ کیا جائے انہوں نے فرمایا کہ مقتدا یان دین کی عقول سے مشورہ ہونا چاہیے۔ انہوں نے پھر عرض کیا کہ اگر اس وقت کامل العقل لوگ نہ ہوں بلکہ ناقص العقل یعنی لڑکے اور عورتیں ہی ہوں تو پھر کس سے مشورہ کیا جائے انہوں نے فرمایا کہ ان میں سے جو موجود ہو اسی سے مشورہ کرو اور وہ جو کچھ رائے دے اس کے خلاف کرو اور خلاف راستہ پر پڑ لو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دلالت نص سے یہ امر بھی ثابت ہوا کہ نفس کے مشورہ کے خلاف پر عمل ہونا چاہیے کیونکہ نفس تو عورت سے بھی بدتر ہے اس لئے کہ وہ تو تابع نفس ہے اس لئے بمنزلہ جزو کے ہے۔ اصل اور ہر فساد کی جڑ اور بمنزلہ کل کے تو یہ نفس ہی ہے پھر اس کی موافقت کیسے جائز ہوگی۔ پس حاصل یہ نکلا کہ اگر نفس سے مشورہ کرو تو جو کچھ وہ کہے اس کے خلاف کرو اور یاد رکھو کہ اگر وہ نماز و روزہ کا بھی تم کو حکم دے گا تو اس میں بھی اس کی کوئی چال ہے تم کو متنبہ رہنا چاہیے۔ یہ مطلب نہیں کہ نماز روزہ چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ وہ تو فی الحقیقت نفس کے خلاف ہے ہی اور وہ جو ان کا حکم کرتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ تم کو اپنے مطمئنہ ہونے کا اطمینان دلا دے اور اس طرح دوسرے موقعہ پر تم کو دھوکا دے کر معاصی میں مبتلا کر دے۔ پس تم کاموں میں نفس سے مشورہ کرو اور جو کچھ وہ کہے اس کے خلاف کرو کمال اور خوبی یہ ہے۔ لیکن اگر تم میں خود اس پر غالب اور اس کی مخالفت کو دبانے کی قابلیت نہ ہو تو کسی اہل اللہ کو تلاش کرو اور اس سے میل کرو اور اس کی عقل سے مدد لو کہ ایک عقل کو دوسری عقل سے قوت حاصل ہوتی ہے جس طرح ایک گنے کو دوسرے گنوں سے مدد ملتی ہے کہ جو گنا گنوں کے بیچ میں ہوتا ہے وہ ادھر ادھر دونوں سے زیادہ شیریں ہوتا ہے کیونکہ وہ شہ سے شیرینی حاصل کرتا ہے (کما ہو المشہور) میں جو تم سے یہ کہتا ہوں تو محض عقلاً نہیں کہتا بلکہ میرا تجربہ ہے۔ میں نے نفس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

عجیب عجیب مکر دیکھے ہیں جو کہ اپنے جادو سے عقل و تمیز کو سلب کر لینے والے ہیں۔ مثلاً دیکھو تم کو اس کی مکاری اس سے واضح ہو جائے گی کہ تم سے بار بار ہی وعدہ کرتا ہے جن کو وہ بار ہا توڑ چکا ہے پس تم کو اس کے وعدوں اور اس کی باتوں پر ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہیے۔ خوب سمجھ لو کہ اگر سو برس کی بھی عمر ہو تب بھی یہ تم سے ہر روز ایک نیا بہانہ کرے گا۔ یہ اپنے جھوٹے وعدوں کو سچا بناتا ہے اور ان سے آدمی کو پست ہمت کر دیتا ہے اس لئے یہ منتر اس کا ایسا ہے جیسا کہ قوت مردی کو باندھ دینے والا جادو کہ وہ مرد کو باندھ کر نامرد بنا دیتا ہے۔

شرح شبیری

انچہ گوید الخ۔ یعنی جو کچھ کہ تیرا نفس کہے کہ یہ برا ہے تو اس کو مت سن جبکہ اس کا کام الٹا آتا ہے مطلب یہ کہ جب وہ ہمیشہ اوندھی ہی سمجھاتا ہے تو تم اس کے پھندے میں ہرگز مت آنا اور جو کہے اس کے خلاف ہی کرنا۔

تو خلافش الخ۔ یعنی تو اس کے خلاف کر کہ پیغمبروں سے یہی وصیت منقول ہے جہان میں مطلب یہ کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام اصول میں تو سب موافق ہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ سب انبیاء علیہم السلام نے مخالفت نفس ہی کی تعلیم دی ہے لہٰذا ہمیشہ اس کے خلاف ہی کرنا اب آگے بھی مولانا کو مخالفت نفس کی تعلیم اور اس کے مکائد سے احتراز کے ضروری ہونے کو بتانا مقصود ہے لیکن اس کے لئے ایک تمہید اول لاتے ہیں اس کے بعد اس مضمون کو بیان فرمادیں گے اس تمہید اور مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ تو معلوم ہے کہ مشورہ کرنا اچھی بات ہے اور حدیث میں بھی اور خود قرآن میں بھی مشورہ کی فضیلت آئی ہے مگر جب حضور کے مشورہ کرنے کی تعلیم فرمائی تو ایک صحابی نے پوچھا کہ ہم کو مشورہ کس سے کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا کہ کسی مقتدا اور بڑے آدمی سے انہوں نے عرض کیا کہ اگر ایسا کوئی موجود نہ ہو بلکہ کوئی بچہ یا عورت ہو تو اس وقت کیا حکم ہے ارشاد ہوا کہ اس وقت اس بچہ یا عورت ہی سے مشورہ کرلو اور وہ جو مشورہ دیں اس کے خلاف کرو۔ چونکہ یہ لوگ ناقص العقل ہوتے ہیں لہٰذا ان کی مخالفت اور ان کے خلاف کرنے میں ہی بہتری ہے اس تمہید کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ اسی طرح چونکہ نفس بھی عورت اور بچہ ہی کی طرح ہے لہٰذا اس کی بھی مخالفت ہی کرو اور یہ جو کچھ کہے اس کے خلاف کرو کہ اسی میں فلاح ہے۔ اب اس کا ربط ماقبل سے بالکل صاف ہے چونکہ اوپر بھی نفس کی مخالفت کا ذکر تھا لہٰذا یہاں بھی بعد ایک تمہید کے مخالفت نفس ہی کا ذکر ہے اب اشعار سے سمجھ لو۔

مشورت الخ۔ یعنی (دیکھو) مشورہ کاموں میں واجب ہوتا ہے تاکہ آخر میں پشیمانی کم ہو (یہ تو سب کو معلوم ہے ہی)

سیعہا الخ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام نے بہت ہی کوششیں کی ہیں یہاں تک کہ اس پتھر پر یہ چکی پھرنے لگی۔ مطلب یہ کہ دیکھو انبیاء علیہم السلام نے بھی کس قدر کوششیں کی ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں مشورے بھی کئے ہیں تب کہیں یہ دین اس دنیا میں ہر چہار طرف پھیلا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس میخواہد الخ۔ یعنی نفس چاہتا ہے کہ ویران کردے اور مخلوق کو گمراہ اور سرگرداں کردے۔ مطلب یہ کہ نفس اس دین کو ویران کرنا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ خلق گمراہ ہو جائے لہٰذا اس کا کہنا نہ ماننا چاہیے۔

گفت امت الخ۔ یعنی امتیوں نے کہا کہ ہم مشورہ کس سے کریں تو انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ عقل امام کے ساتھ۔ مطلب یہ کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ مشورہ ضروری ہے اور انبیاء علیہم السلام نے خود بھی کیا ہے جس میں تعلیم فعلی ہے اور قرآن میں ہونا مستغنی عن البیان ہے تو اب لوگوں نے عرض کیا کہ حضرت مشورہ کس سے کیا کریں تو ارشاد فرمایا کہ کسی امام اور مقتدی عقل سے مشورہ کیا کرو کہ وہ نافع اور مفید ہوگا۔

گفت گر الخ۔ یعنی اس امتی نے عرض کیا کہ اگر کوئی بچہ یا عورت ہو کہ وہ عقل اور رائے روشن نہیں رکھتا (تو کیا کرنا چاہیے)

گفت باد مشورت الخ۔ یعنی ارشاد فرمایا کہ اس ہی سے مشورہ کر لو اور وہ جو کچھ کہے تم اس کے خلاف کرو اور کام شروع کرو (درراہ افتادن کنایہ ہے کام شروع کرنے سے) لہٰذا معلوم ہوا کہ چونکہ بچہ اور عورت ناقص العقل ہوتے ہیں لہٰذا مشورہ تو ان سے بھی کرنا چاہیے مگر ان کے مشورہ پر عمل نہ ہو۔ بلکہ جو یہ کہیں اس کے الٹے پر عمل کرو کہ اسی میں خیر ہے۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

نفس خود را زن الخ۔ یعنی تم اپنے نفس کو عورت جانو بلکہ عورت سے بھی بدتر اس لئے کہ عورت تو (شر کا اندر) جزو ہے اور تیرا نفس تو شر مجسم ہے لہٰذا یہ عورت اور بچہ سے بھی زیادہ ناقص العقل اور کم سمجھ ہے۔

مشورت الخ۔ یعنی اگر تم اپنے نفس سے مشورہ کرتے ہی ہو تو وہ جو کچھ کہے اس کمینہ کے خلاف ہی کرو۔ اب چونکہ یہ ایک قاعدہ کلی بتایا تھا کہ جب نفس سے مشورہ کرو تو اس کے خلاف ہی کرنا تو بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ نفس نماز روزہ اور طاعات کی تعلیم کرتا ہے اگرچہ اس میں بھی اس کا کید ہی ہوتا ہے مگر پھر بھی آخر تعلیم تو خیر کی ہے اور اس قاعدہ کا مقتضا یہ ہے کہ اس کے خلاف کیا جائے لہٰذا آگے فرماتے ہیں کہ

گر نماز الخ۔ یعنی اگر نماز روزہ کی تجھے تعلیم کرے تو (سمجھ لے) کہ نفس مکار ہے تیرے لئے کوئی مکر پیدا کیا ہے مطلب یہ کہ جب وہ نفس نماز روزہ کا حکم کرتا ہے تو دیکھو کہ اس کا اصل مقصود کیا ہے تو اصل مقصود اس کا نماز روزہ کی تعلیم نہیں ہے بلکہ اصل میں وہ تم کو ایک مکر سے طریق سے جدا کر رہا ہے لہٰذا اس کا جو مکر ہے اس کے خلاف کرو اور اس میں مکر یہ ہے کہ کچھ روز کے لئے وہ تعلیم صوم و صلوٰۃ کرتا ہے تو شبہ یہ ہوتا ہے کہ اب تو نفس مطمئنہ ہو گیا ہے یہ سمجھ کر سالک مجاہدات و ریاضات کو ترک کر دیتا ہے اور اس سے غافل ہو جاتا ہے بس جب اس نے اس شخص کو غافل دیکھا فوراً اس کی گردن دبائی اور پھر اچھی طرح تباہ اور برباد کرتا ہے تو اس کے کہنے پر عمل نہ کرنا یہ ہے کہ اس خبیث سے ہرگز غافل نہ ہونا چاہیے خواہ کتنا ہی انسان اپنے کو طاعات کی طرف راغب دیکھے مگر اس کے مکائد سے بے فکر نہ ہو تو یہی غضب ہے۔ بلکہ جبکہ انسان خود اپنے نفس کو مطمئنہ جانتا ہے تو وہ مطمئنہ ہے کہاں اس لئے کہ اگر مطمئنہ ہوتا تو اس کو تو اپنے لئے یہ خیال بھی نہ ہوتا خوب سمجھ لو جو نفس کہ مطمئنہ ہوتا ہے وہ خود کو ایسا نہیں سمجھتا ان فی

www.besturdubooks.wordpress.com

الواقع ایسا ہوتا ہے مگر وہ خود یہی سمجھتا ہے کہ میں اب تک امارہ ہی ہوں جیسا کہ ظاہر ہے اور فرماتے ہیں کہ مشورت الخ۔ یعنی کاموں میں نفس سے مشورہ کرنا جو کچھ کہ وہ کہے اس کا عکس کمال ہوگا۔ مطلب یہ کہ نفس سے مشورہ کرو مگر یاد رکھو کہ اس کے قول کے عکس میں کمال ہے اور خیر ہے لہٰذا ہمیشہ اس کے خلاف ہی کرو آگے فرماتے ہیں کہ برنیائی الخ۔ یعنی تو اس سے اس کی لڑائی میں غالب نہیں آسکتا تو جا کسی یار کے پاس اور اس کا اتباع اختیار کرلے۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو خود قدرت اس کے خلاف کرنے کی نہ ہو تو یہ کرو کہ کسی محقق کامل کو تلاش کر کے اس کا اتباع شروع کرو کہ وہ اس کے مکروں کو خوب جانتا ہے وہ اس کے کیدوں کو ظاہر کر کے تم کو ان سے بچالے گا آگے فرماتے ہیں کہ

عقل قوت الخ۔ یعنی ایک عقل دوسری عقل سے مل کر قوت حاصل کرتی ہے گنا گنے سے کامل ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی محقق کامل عارف کا اتباع شروع کرو گے تو اس کے ساتھ مل کر تمہاری عقل بھی کامل اور درست ہو جائے گی۔ دوسرے مصرعہ میں مثال فرماتے ہیں کہ جس طرح بیچ کا گنا دوسروں کی نسبت شیریں ہوتا ہے اسی طرح اس محقق کے ساتھ مل کر تم بھی کامل ہو جاؤ گے۔ یہ مشہور ہے کہ جس گنے کو کہ چاروں طرف سے اور گنے گھیرے ہوئے ہوں وہ میٹھا بہت ہوتا ہے اس لئے کہ چاروں طرف گنوں کی شیرینی کا اثر بھی اس کے اندر ہوتا ہے۔ اور جو گنا کہ کنارہ کا ہوتا ہے وہ پھیکا ہوتا ہے اسی بنا پر فرمایا ہے کہ اگر دوسری عقل شیخ کی تمہارے ساتھ مل جائے گی تو پھر دونوں مل کر کامل ہو جائیں گے اور تمہارے اندر بھی کمال آجائے گا لہٰذا اگر خود ہمت نہ ہو تو کسی شیخ کا دامن پکڑ لو اور اس کی تعلیمات پر عمل کرو کہ وہ نفس وشیطان کے مکائد سے خوب واقف ہوتا ہے وہ تم کو اس سے بچالے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

من زمکر الخ۔ یعنی میں نے نفس کے مکروں میں سے بہت سی چیزیں دیکھی ہیں کہ وہ جادو کی وجہ سے خود تمیز کو لے جاتا ہے مطلب یہ کہ یہ نفس وہ بلا ہے اور اس کے کید اس قدر سخت ہیں کہ یہ حق و باطل میں تمیز کو کھو دیتا ہے اور انسان کے اندر سے مادہ تمیز بین الحق والباطل جاتی رہتی ہے اور یہ کسی کی کہی ہوئی اور سنی سنائی نہیں کہتے بلکہ فرماتے ہیں کہ ہم نے تو خود دیکھا ہے اس سے بہت بچنا ضروری ہے۔ آگے اس کا ایک مکر بتاتے ہیں جو کہ اوروں سے سخت ہے کہ بیرایہ میں دین کے ہے اور پھر ہلاک کرتا ہے فرماتے ہیں کہ

وعدہا الخ۔ یعنی وہ تازے وعدے تیرے ہاتھ میں دیتا ہے کہ اس نے ان کو ہزاروں بار توڑ دیا ہے۔ مطلب یہ کہ اسکی یہ خاصیت ہے کہ وعدہ تو دیتا ہے کہ بس ایک مرتبہ اس گناہ کو دل بھر کے کروں پھر عمر بھر نام بھی نہ لونگا۔ یا اور اسی قسم کے وعدے کرتا ہے جس سے انسان دھوکے میں آکر اس فعل کا ارتکاب کر لیتا ہے نتیجہ ہلاکت اور بربادی ہوتی ہے کہ نہ اس نے کبھی وعدہ کو پورا کیا ہے اور نہ آئندہ کرے گا۔ لہٰذا بجز اس کے کہ پھر توڑ دے اور کیا ہو سکتا ہے لہٰذا اس کے وعدوں پر ہرگز اعتماد نہ چاہیے اس لئے کہ

عمر گر صد سال الخ۔ یعنی اگر عمر سو برس کی بھی ہو تو تجھے ہر روز نیا بہانہ دے گا۔

گرم الخ۔ یعنی پرانے وعدوں کو تازہ بتازہ کر کے کہتا ہے اور مردانگی کا جادو آدمی کو باندھ دیتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ وہ خبیث ہے کہ اگر سینکڑوں برس کی بھی عمر ہو جب بھی یہ بہکانے سے اور اپنے مکروں سے ہرگز باز نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آئے اور جو وعدے بارہا کر چکا ہے اور ان کو توڑ چکا ہے آج پھر ان وعدوں کو تلبیس کر کے ملمع سازی سے سامنے پیش کرتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وعدہ نیا ہے اور اس کو ضرور پورا کرے گا مگر وہ تو اپنی اسی عادت مستمرہ پر رہتا ہے لہٰذا خدا کے لئے کبھی اس کا اعتبار مت کرنا۔ اب چونکہ مولانا نے یہاں مکاید نفس کو بیان کیا ہے اور اس سے اجتناب کو ضروری فرمایا ہے لہٰذا آگے گھبرا کر مولانا حسام الدین کو پکارنے لگے کہ دستگیری فرمایئے توجہ فرما کر اس نفس کے ہاتھوں سے بچایئے اس لئے کہ یہ تو پہلے ہی معلوم ہو چکا ہے کہ مولانا حسام الدینؒ مولانا رومیؒ کے پیر بھائی ہیں مگر مولانا ان کا بہت ہی ادب کرتے ہیں اور ان کو اس طرح رکھتے ہیں کہ ظاہر نظر میں وہ شیخ معلوم ہوتے ہیں مگر اصل میں پیر بھائی ہیں اور سچ یہ ہے کہ بھائی تو ہے ہی وہ شے کو خواہ چھوٹا ہی ہو لیکن ایک نعمت غیر مترقبہ ہوتی ہے اور مصیبت میں وہی کام آتا ہے اسی لئے مولانا بھی ان کو متوجہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا	کہ نہ روید بے تو از شورہ گیا
اے ضیاء الحق حسام الدین! آ جا	کہ تیرے شور زمین سے گھاس نہیں اگتی
از فلک آویختہ شد پردۂ	از پئے نفرین دل آزردۂ
آسمان سے ایک پردہ لٹکا دیا گیا ہے	درد مند دل کی ملامت کے لئے
ایں قضا را ہم قضا داند علاج	عقل خلقاں در قضا گیج ست وکاج
اس تقدیر کا علاج بھی تقدیر ہی جانتی ہے	تقدیر کے معاملہ میں مخلوق کی عقل پراگندہ اور بھینگی ہے
اژدہا گشت ست آں مار سیاہ	آنکہ کرمے بود افتادہ براہ
وہ کالا سانپ اژدہا بن گیا	جو راستہ میں پڑا ہوا ایک کیڑا تھا
اژدہا و مار اندر دست تو	شد عصا اے جان موسیٰؑ مست تو
تیرے ہاتھ میں اژدہا اور سانپ	لاٹھی بن گیا اے وہ کہ (حضرت) موسیٰؑ کی جان تجھ سے مست ہے
حکم خذھا لا تخف دادت خدا	تا بدستت اژدہا گردد عصا
خدا نے تجھے "اس کو پکڑ لے نہ ڈر" کا حکم دیا ہے	تاکہ تیرے ہاتھ میں اژدہا لاٹھی بن جائے
ہیں ید بیضا نما اے بادشاہ	صبح نو بکشاز شبہائے سیاہ
ہاں اے بادشاہ ید بیضا دکھا دے	کالی راتوں میں سے نئی صبح نمودار کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخے افروخت بروے دم فسوں	اے دم تو از دم دریا فزوں
اس (نفس) نے دوزخ بھڑکا دی ہے اس پر پھونک مار دے	اے وہ کہ تیری پھونک دریا کی ہمت سے بڑھ کر ہے
بحر مکارست و بنموده کفے	دوزخ ست از مکر بنموده تفے
(وہ نفس) مکار سمند ہے جھاگ دکھائی دیتا ہے	دوزخ ہے مکر سے (معمولی) حرارت دکھائی دیتا ہے
زاں نماید مختصر در چشم تو	تازبوں بینیش جنبد خشم تو
تیری نگاہ میں اس وجہ سے مختصر نظر آتا ہے	تاکہ تو اس کو حقیر سمجھے اور تیرا غصہ حرکت میں آ جائے
ہمچناں کہ لشکر انبوہ بود	مر پیمبر را بہ چشم اندک نمود
جیسا کہ لشکر بہت تھا	پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں مختصر نظر آیا
تا بر ایشاں زد پیمبر بے خطر	ور فزوں دیدے ازاں کردے حذر
یہاں تک کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس پر بلا جھجک حملہ کر دیا	اگر زیادہ دیکھتے اس سے ہچکچاتے
آں نمایش بود فضل ایزدی	احمدؐ اور نہ تو بددل می شدی
یہ دکھاوا اللہ تعالیٰ کا کرم تھا	ورنہ اے احمدؐ! تم بددل ہو جاتے
کم نمود او را و اصحاب ورا	آں جہاد ظاہر و باطن خدا
ان کو اور ان کے ساتھیوں کو کم دکھایا	اللہ (تعالیٰ) نے ظاہری و باطنی جہاد
تا میسر کرد یسرے را برو	تاز عسرے او نگر دانید رو
یہاں تک کہ آپ کو سہولت میسر کر دی	جبکہ انہوں نے دشواری سے منہ نہ موڑا

اب مولانا نفس کی شرارتوں سے دق ہو کر فرماتے ہیں کہ بھائی ضیاء الحق حسام الدین ہماری کوششیں تو اس کی مزاحمت میں بالکل بیکار ثابت ہوئیں تم آؤ اور مدد کرو کہ بغیر تمہاری ہماری سعی لاحاصل بارآور نہیں ہو سکتی کیونکہ تقدیر الٰہی نے نفس کو حقیقت بینی سے مانع بنا کر مجھ دل آزردہ کی ملامت کے لئے مثل ایک پردہ کے بنا دیا ہے جو میری کوششوں پر ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا کیوں سعی لاحاصل کرتا ہے اور اس قضا کا علاج قضائے الٰہی سے ہی ہو سکتا ہے۔ ہم لوگوں کی عقول تو اس معاملہ میں پریشان اور احول و غلط بین ہیں اور وہ قضا الٰہی تمہارا تصرف ہے پس تم تصرف کرو اور اس پردہ کو دور کرو۔ میرا نفس جو اول کمزور کیڑا اقعاب یعنی کالا ناگ اژدھا ہو گیا ہے اور حق تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ میں خاصیت بحر رکھی ہے کہ اژدھا لاٹھی ہو جاتا ہے اور یہ صفت تمہاری ایسی ہی ہے کہ جس پر موسیٰ بھی خوش ہیں اور نہایت پسند کرتے ہیں۔ حق نے تم کو حکم دیا ہے کہ خذہا ولا تخف سنعید ہا

www.besturdubooks.wordpress.com

سیر تہا الا دے یعنی آپ نفس پر اپنا تصرف فرمایئے اور اس کی قوت سے گھبرایئے نہیں ہم اس کو مطمئنہ بنادیں گے اور اس بنا پر آپ کے تصرف سے نفس امارہ مطمئنہ بن جاتا ہے پس تم اپنے اس تصرف سے میرے اس اژدھے کو لاٹھی بنادو۔ یعنی اس نفس امارہ کو مطمئنہ اور بے ضرر بنادو نیز آپ کو حق نے ید بیضا عطا کیا ہے یعنی آپ کو روشن ضمیر بنایا ہے پس آپ اپنا ید بیضا دکھلایئے اور روشن ضمیری سے کام لیجئے اور ہماری بداعمالیوں کی تاریک راتوں کو دور کر کے صبح امید ظاہر کیجئے اور ہمارے دلوں کو مثل صبح منور فرمایئے۔ اژدہائے نفس کی شعلہ افشانیوں نے جان کو دوزخ بنا رکھا ہے آپ کی پھونک میں حق سبحانہ نے اطفاء شعلہائے اژدہائے نفس کے بارے میں دریا سے زیادہ خاصیت رکھی ہے پس آپ اس پر پھونک مارے اور اس کو بجھایئے۔ فی الحقیقت نفس شرارتوں کا ایک سمندر ہے لیکن یہ اس کی مکاری ہے کہ جھاگ دکھائی دیتا ہے اور در حقیقت یہ ایک دوزخ ہے جو معمولی حرارت معلوم ہوتا ہے اس کی مختصر نمائی میں ایک مصلحت بھی ہے وہ یہ کہ آپ اس کو حقیر سمجھیں اور آپ کے غصہ کو ہیجان ہو کہ یہ کیا ہے چیز جو اتنا پریشان کر رہا ہے اس کو میں ایک دم میں فنا کر دونگا۔ اور یہ بعینہ ایسا ہے جیسا کہ کفار مکہ کا لشکر بہت بڑا تھا لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کم دکھلایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے کھٹکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر حملہ کر دیا اور اگر زیادہ دکھلایا جاتا تو آپ کو ان پر حملہ کرنے میں جھجک ہوتی۔ پس ان کا کم دکھلانا حق سبحانہ کی عنایت اور ان کا فضل تھا ورنہ حضور والا بے دل ہو جاتے اس لئے خود ان کے لئے اور ان کے اصحاب کے لئے جہاد ظاہر و باطن کو مختصر کر کے دکھلایا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جو فی الحقیقت معمولی تھا وہ بھی ان کے لئے معمولی ہو گیا اور جو حقیقت میں دشوار تھا اس کی کم نمائی کے سبب اس سے بھی منہ نہ پھیرا اور اس کو بھی انجام دیا پس جس طرح ان کو کم دکھلانے میں یہ مصلحتیں تھیں یوں ہی آپ کو کم دکھلانے میں بھی یہی مصلحتیں ہیں لہٰذا آپ اس کو ایک حقیر اور نا قابل التفات خیال نہ فرمائیں اور اس کی سرکوبی کی طرف متوجہ ہوں۔

شرح شبّیری

اے ارخ۔ یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین آیئے کہ آپ کے بغیر شورہ زمین سے گھاس نہیں اگتی۔ مطلب یہ کہ حضرت ذرا توجہ فرمایئے اس لئے کہ ہمارا قلب جو کہ پژمردگی میں شور زمین کی طرح ہو گیا ہے اور علوم و معارف کا اس میں کہیں گزر ہی نہیں ہوتا آپ کی توجہ ہی سے بار آور ہو سکتا ہے اور اس میں علوم و معارف اسی وقت پیدا ہو سکتے ہیں جبکہ آپ کی توجہ بھی منعطف ہو اس لئے کہ

از فلک ارخ۔ یعنی آسمان سے ایک پردہ اس آزردہ دل کی نفرین کے لئے لٹکا دیا گیا ہے۔ مطلب یہ کہ عالم غیب سے یہ نفس ہمارے اوپر مسلط کر دیا گیا ہے تو اس کا علاج بھی ادھر ہی سے ہو تو ہو۔

این قضا ارخ۔ یعنی اس قضا کے لئے قضا ہی علاج آئی ہے اور قضا میں مخلوق کی عقل تو فضول اور بیکار ہے۔ مطلب یہ کہ جب یہ نفس اس عالم غیب ہی سے مسلط کیا گیا ہے تو اس کا رفع بھی ادھر ہی سے ہوگا اور آپ کو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم سے تعلق ہے لہٰذا توجہ فرمایئے کہ نفس بے ڈھب ترقی پکڑ گیا ہے اور اس نے بہت ہی ہاتھ پیر نکالے ہیں۔

اژدہا گشت الخ۔ یعنی وہ سیاہ سانپ اور وہ ذرا سا کیڑا جو کہ راستہ میں پڑا ہوا تھا (آج) بہت بڑا اژدہا ہو گیا ہے۔

اژدہا و مار الخ۔ یعنی اژدہا اور سانپ آپ کے ہاتھ میں عصا ہو جاتے ہیں اے وہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی جان آپ کی مست ہے مطلب یہ کہ یہ نفس جو کہ پہلے بہت ہی ضعیف اور کمزور شئے معلوم ہوتی تھی آج قوت پکڑتے پکڑتے اس قدر قوی ہو گیا ہے کہ اب قابو سے نکل گیا ہے۔ مگر آپ کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ جب تک کہ ان کا عصا زمین پر رہتا تھا اس وقت تک تو وہ اژدھا رہتا تھا اور جب انہوں نے اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ عصا ہوا اسی طرح جب تک کہ یہ نفس آپ سے دور ہے یہ بہت ہی قوی اور زور آور معلوم ہوتا ہے۔ لیکن اگر آپ کی ذرا سی توجہ بھی اس طرف ہوئی تو اس کا سارا زور نکل جائے اور بالکل ہی بے ضرر ہو جائے گا اور پھر کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا بلکہ بالکل تابع ہو جائے گا اور جان موسیٰ کے مست ہونے سے یہ مراد ہے کہ جب آپ کے اندر بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی خصلت اور قوت ہے تو ان کو بھی آپ سے تعلق اور محبت ہے اس محبت اور تعلق ہی کو مولانا جان موسیٰ کے مست ہونے سے تعبیر فرما رہے ہیں اب چونکہ نفس کو عصا موسیٰ سے تشبیہ دی ہے لہٰذا آگے اسی قسم کے احکام بھی اس کے لئے ثابت کر رہے ہیں کہ

حکم خذہا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے آپ کو **خذها ولا تخف** کا حکم کیا ہے تاکہ آپ کے ہاتھ میں اژدہا عصا ہو جائے مطلب یہ کہ جس طرح حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم فرمایا تھا کہ **خذها ولا تخف سنعيدها سيرتها الاولىٰ** کہ آپ اس اژدہا کو پکڑ لیجئے ڈریئے مت کہ ہم اس کو اس کی پہلی سیرت (صورت عصا) کی طرف لوٹا دیں گے تو جس طرح وہاں وہ اژدہا عصا ہو جاتا تھا اسی طرح حق تعالیٰ نے تمہیں اصلاح خلق کے لئے مامور فرمایا ہے اور تم کو مسند ارشاد پر متمکن کیا ہے لہٰذا تم اس نفس سرکش کی طرف توجہ کرو تا کہ یہ اپنی پہلی حالت یعنی فطرت کی طرف لوٹ آئے اور اس کے اندر صلاحیت اور استعداد قبول حق کے پیدا ہو جائے اور فرماتے ہیں کہ

ہن ید بیضا الخ۔ یعنی ہاں اے بادشاہ (معنوی) ید بیضا تو دکھایئے اور ان سیاہ راتوں میں سے صبح نئی کو نکالو۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ذرا اپنی تجلی اور اپنے انوار کو ہم پر فائض فرمایئے اور ہمارے اندر جو ظلمات بھرے پڑے ہیں ان کو الگ فرما دیجئے اور ہماری ان ظلمات کو دفع فرما کر ہمارے قلوب کو بھی منور اور روشن فرما دیجئے۔

دوزخے الخ۔ یعنی اس نے ایک دوزخ بھڑکا رکھی ہے آپ کچھ دم فرما دیجئے کہ آپ کا دم تو دریا کے دم سے بھی زیادہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس نفس نے آتش شہوت و غضب کو برانگیختہ کر رکھا ہے خدا کے لئے توجہ فرمایئے اور اس آگ کو بجھایئے ورنہ یہ آگ وہ ہے کہ مجھ کو تو جلا کر خاک سیاہ کر دے گی اور کسی مصرف کا نہ چھوڑے گی۔

بحر مکاراست الخ۔ یعنی ایک دریائے مکار ہے اور جھاگ دکھا رکھے ہیں اور ایک دوزخ ہے اور مکر کی وجہ سے ایک لپٹ ظاہر کر رکھی ہے مطلب یہ ہے کہ نفس کمبخت اصل میں بڑا موذی ہے مگر ظاہر میں بہت ہی ذرا سا

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوتا ہے اوراس کی یہی تلبیس دھوکے میں ڈالنے والی ہے کہ ظاہر کو دیکھ کر انسان اس سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا مگر پھر یہ خوب گل کھلاتا ہے۔

زان الخ۔ یعنی تمہاری نظر میں اس لئے چھوٹا دکھلائی دیتا ہے۔ تم اس کو حقیر جانو اور تمہارا غصہ حرکت کرے مطلب یہ ہے کہ اصل میں تو یہ نفس بڑا مکار ہے اور بہت موذی ہے مگر آپ کی نگاہ میں یہ مختصر اور عاجز اور حقیر ہی ہے اور حق تعالیٰ نے آپ کو اس لئے حقیر دکھلایا ہے تاکہ آپ اس کو حقیر سمجھ کر اس کے عاجز کرنے کے درپے ہو جائیں ورنہ اگر شیخ کی نظر میں بھی اس کی عظمت ہو جائے اور شیخ بھی اس کو قوی سمجھنے لگیں تو پھر تو علاج مشکل ہے اور شیخ بھی اس سے گھبرا جائیں لہٰذا حق تعالیٰ کی مصلحت اسی میں ہے کہ شیوخ کی نظر میں تو یہ حقیر اور عاجز ہوتا ہے لہٰذا وہ اس کا خوب علاج فرما دیتے ہیں آگے اس کی ایک مثال ہے کہ

ہمچنانکہ الخ۔ یعنی اسی طرح کہ لشکر ایک جماعت تھا اور ہم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں تھوڑا دکھائی دیا۔ مطلب یہ کہ غزوہ بدر میں جبکہ مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ یا اسی کے قریب تھی اور کفار قریب ایک ہزار کے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جماعت کفار کم معلوم ہوتی تھی اور جو ان کی اصلی تعداد تھی اس کے مطابق دکھلائی نہ دیتی تھی جیسا کہ قرآن شریف میں ہے اذیریکھم اللہ فی منامک قلیلا الخ۔

کہ وہ تھے تو زیادہ لیکن ہم تمہیں کم دکھا رہے تھے کہ کہیں تم بزدلی نہ کرو ورنہ اگر مسلمان ان کی پوری تعداد اور قوت کے موافق ان کو دیکھتے اور اپنی طرف ضعف دیکھتے تو شاید بزدل ہو کر بھاگ جاتے اور حملہ ہی نہ کرتے لہٰذا اس میں یہ مصلحت تھی کہ ان کو کم سمجھ کر مسلمان حملہ آور ہوئے اور پھر فتح مقدر نصیب ہوئی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

تابر ایشان الخ۔ یعنی یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر بے دھڑک حملہ کیا اور اگر زیادہ دیکھتے تو ان سے بچتے۔

آن عنایت الخ۔ یعنی وہ فضل حق تعالیٰ کی عنایت تھی اے احمدؐ ورنہ تم بددل ہو جاتے

کم نمود الخ۔ یعنی آپ کو اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کم دکھایا اس جہاد ظاہر اور باطن کو حق تعالیٰ نے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس جہاد ظاہری میں بھی کفار کو کم دکھایا اور جہاد باطن میں بھی یعنی نفس کے ساتھ جہاد کو بھی حقیر اور بے قدر دکھایا بس اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ حضرات کمر ہمت باندھ کر اٹھے اور سب کام ہو گیا ورنہ اگر وہ کہیں ہمت ہار دیتے تو کس طرح کام چل سکتا تھا۔

تا میسر کرد الخ۔ یعنی یہاں تک کہ مشکل کو ان کے لئے آسان کر دیا اور یہاں تک کہ انہوں نے مشکل سے منہ نہیں پھیرا۔ مطلب یہ کہ ان کو اس قدر ہمت اور جرأت دی کہ ساری مشکلیں آسان ہو گئیں اور کیسا ہی کٹھن سے کٹھن کام آ پڑا وہ ہٹے نہیں جمے رہے یہ ساری اس کی برکت تھی کہ ان کی جرأت حق تعالیٰ نے بڑھا رکھی تھی۔

کم نمودن مرد را پیروز بود	زاں نمودن روز او نو روز بود
ان کو کم دکھانا کامیابی تھی	اس لئے کہ اس طرح دکھانا ان کے لئے عید کا دن تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کم نمودن بس خجستہ روز بود	کہ حقش یار و طریق آموز بود
کم دکھانا بہت مبارک دن تھا	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) ان کا دوست اور رہنما تھا
آنکہ حق پشتش نباشد در ظفر	وانکہ خرگوشش نماید شیر نر
وہ شخص جس کا کامیابی میں خدا مددگار نہ ہو	سمجھ لے اس کو خرگوش نر شیر نظر آتا ہے
وائے گر صد را یکے بیند ز دور	تا بچالش اندر آید از غرور
اس پر افسوس ہے اگر دور سے سو کو ایک سمجھ بیٹھے	تاکہ دھوکے میں حملہ کر بیٹھے
زاں نماید ذوالفقارے حربۂ	زاں نماید شیر نر چوں گربۂ
چونکہ اس کو ذوالفقار ایک نیزہ نظر آتی ہے	چونکہ اس کو نر شیر ایک بلی نظر آتی ہے
تا دلیر اندر فتد احمق بجنگ	واندر آردشاں بدیں حیلت بچنگ
تاکہ بیوقوف ہمت کر کے جنگ کر بیٹھے	اور خدا ان کو تدبیر سے پنجے میں پکڑ لے
تا بپائے خویش باشد آمدہ	آں قلیواں جانب آتشکدہ
تاکہ اپنے پیروں سے آئے ہوئے ہوں	آگ کی بھٹی کی جانب وہ بیوقوف
کاہ برگے می نماید تا تو زود	پف کنی او را برانی از وجود
گھاس کا تنکا نظر آتا ہے تاکہ تو جلد	پھونک مار دے اور اس کو فنا کر دے
ہیں کہ آنکہ کوہہا برکندہ است	زو جہاں گریان و او در خندہ است
خبردار! وہ ایسا ہے کہ اس نے پہاڑوں کو اکھاڑ دیا ہے	جہان اس کی وجہ سے روتا ہے اور وہ ہنستا ہے
می نماید تا بہ کعب ایں آب جو	صد چو عوج بن عنق شد غرق او
یہ نہر کا پانی ٹخنے تک نظر آتا ہے	عوج بن عنق جیسے سینکڑوں اس میں ڈوب گئے ہیں
می نماید موج خونش تل مشک	می نماید قعر دریا خاک خشک
اس کو خون کی موج مشک کا ٹیلہ نظر آتی ہے	(اس کو) دریا کی گہرائی خشک زمین نظر آتی ہے
خشک دید آں بحر را فرعون کور	تا درو راند ز سرمستی و زور
اندھے فرعون نے اس دریا کو خشک دیکھا	یہاں تک کہ مستی اور طاقت سے اس میں گھس پڑا
چوں درآید در تگ دریا بود	دیدۂ فرعون کے بینا بود
جب گھس جاتا ہے دریا کی تہ میں ہوتا ہے	فرعون کی آنکھ کب دیکھتی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

دیدہ بینا از لقائے حق شود	حق کجا ہمراز ہر احمق شود
اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات سے آنکھ بینا بنتی ہے	اللہ (تعالیٰ) ہر احمق کا ہمراز کب بنتا ہے؟
قند بیند خود شود زہر قتول	راہ بیند خود بود آں بانگ غول
شکر سمجھتا ہے وہ خود قاتل زہر ہوتی ہے	وہ (ٹھیک) راستہ سمجھتا ہے وہ چھلاوے کی آواز ہوتا ہے

شرح حبیبی

غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی جمعیت کا کم دکھلانا یہ ان کی کامیابی کے لئے تھا اور یہ کم نمائی ان کے لئے باعث خوشی تھی اور یہ کم نمائی ان کے لئے نہایت مبارک تھی یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ حق سبحانہ ان کے مدد و معاون اور معلم و راہبر تھے لیکن جن کی فتح کے لئے حق سبحانہ مدد و معاون نہ ہوں جیسے کہ کفار مکہ اگر ان کو کم دکھلائیں اور وہ شیر نر کو بلی سمجھیں اور سو کو ایک دیکھیں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ وہ دھوکہ سے لڑائی میں پھنس جائیں تو ایسے لوگوں کی حالت نہایت قابل افسوس ہے ان کو ذوالفقاری شمشیر بران (کما ھو المشہور) معمولی ہتھیار اور شیر نر بلی اس لئے دکھلایا گیا ہے کہ یہ احمق دلیرانہ جنگ میں کود پڑیں اور اس تدبیر سے شیر کے پنجہ میں پھنس جائیں اور تاکہ یہ بوالفضول اپنے پاؤں سے آتشکدہ میں آ پڑیں اے بد قسمت غیر مؤید من اللہ تجھے تیرا حریف نفس و شیطان تنکا اور پتا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ تو جلدی سے پھونک مارے اور اس کو معدوم کرنے کی کوشش کرے لیکن سمجھ رکھ کہ جس کو تو نے تنکا سمجھا ہے وہ حقیقت میں اتنا قوی ہے کہ اس نے پہاڑوں کو جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیا ہے اور بڑے بڑے مقدس لوگوں کو نہتا کر دیا ہے دنیا بھر اس سے روتی ہے اس لئے کہ اس پر غالب آنے کی کوشش کرتی ہے لیکن ناکام رہتی ہے اور وہ اپنی کوششوں میں علی العموم الا ماشاء اللہ کامیاب ہو کر ہنستا اور خوش ہوتا ہے اور یہ نہر تجھے ٹخنوں تک معلوم ہوتی ہے لیکن سو عوج بن عنق سے قد آور اس میں غرق ہو چکے ہیں اور تجھے یہ موج خون مشک کا ٹیلہ معلوم ہوتی ہے اور قعر دریا خشکی دکھلائی دیتا ہے یہ تیری بدبختی ہے چنانچہ اس سے پیشتر ایسا ہو چکا ہے دیکھو اندھے فرعون نے دریا کو خشکی سمجھا اور گھوڑا ڈال دیا لیکن جب آ گیا تو دریا کی تہ میں پہنچ گیا۔ یعنی دریا دونوں طرف سے مل گیا اور وہ ڈوب گیا۔ وجہ یہ تھی کہ ازل کا اندھا تھا اس نے یہ نہ سمجھا کہ یہ خشکی خرق عادت کے طور پر ہے معمولی خشکی نہیں لہٰذا اس میں نہ جانا چاہیے اور جب حق بینی سے آدمی اندھا ہو تو حق سبحانہ اس کی کب اعانت کرتے ہیں اور جب حق سبحانہ اعانت نہیں کرتے تو یہ نتائج اس کے لئے لازمی ہیں کہ زہر ہلاہل کو قند جانے اور آواز غول کو راہ نما سمجھے (ف) اس بیان سے مولانا نے اس شبہ کا ازالہ کر دیا جو ماسبق سے پیدا ہوتا تھا کہ کم نمائی ہر جگہ مفید ہے اور بتلا دیا کہ ہر جگہ مفید نہیں ہے بلکہ وہیں مفید ہے جہاں مدد حق شامل حال ہو اور کبھی کم نمائی کا منشاء خذلان ہوتا ہے اور خذلان کا منشاء ترک معرفت حق۔ لہٰذا معرفت حق حاصل کرنا چاہیے تاکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خذلان سے بچے اور کم نمائی و غلط بینی سے خسران میں نہ مبتلا ہو۔ آگے مولانا عام حالت کو تباہ دیکھ کر بنا بر حرف عام و عادت اہل محاورہ فلک کو خطاب کرتے ہیں اس کو مؤثر سمجھ کر اور اصل مقصود و مناجات حق سبحانہ ہے رہا تیز الفاظ کا استعمال سو وہ مخاطب ظاہری کی رعایت سے اور عادت اہل عرف کی بنا پر ہے فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

کم نمودن الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کم دکھانا مبارک تھا اور اس دکھانے سے ان کا دن نوروز تھا۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں جو وہ کم دکھلائی دیتے تھے یہ مبارک تھا اس لئے کہ اس کی برکت ہی سے جرأت ہوئی اور آپ نے حملہ کیا اور فتح حاصل ہوئی۔

کم نمودن الخ۔ یعنی کم دکھائی دینا بہت ہی مبارک تھا اس لئے کہ حق تعالیٰ اس کے مددگار اور طریق کے سکھانے والے تھے مطلب یہ ہے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کفار کو کم دیکھنا تو مبارک تھا کہ ان کو دیکھ کر ہمت بڑھی اور پھر اسلام کو فتح حاصل ہوئی اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مددگار اور راستہ دکھانے والا تو حق تعالیٰ تھا لہٰذا بہتر اور مبارک ہوا یہاں تک تو مولانا نے کاملین کا نفس کی شرارتوں کو کم دیکھنے کی وجہ اور مصلحت بیان فرمائی آگے معاندین اور محجوبین کے زیادہ دیکھنے کی وجہ اور خرابی کو بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ محجوبین کی نظر میں جو نفس قوی معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ تو یہ ہوتی ہے کہ مدد حق تعالیٰ کی ان کے ساتھ نہیں ہوتی اس لئے وہ اس کو بہت قوی جانتے ہیں اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے خائف ہوجاتے ہیں اور پھر وہ ان کی خوب خبر لیتا ہے اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

آنکہ حق الخ۔ یعنی جس کا کہ حق تعالیٰ فتح کی رو سے مددگار نہ ہو جان لو کہ خرگوش اس کو شیر نر دکھائی دے گا۔ آگے محجوبین کے کم دیکھنے کو بیان فرماتے ہیں کہ اگر کہیں اس کو کمزور جانتے ہیں تو اس میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ اس پر حملہ آور ہوتے ہیں اور پھر مارے جاتے ہیں لہٰذا اولیاء اللہ کی نظر میں اگر مکائد نفس کم معلوم ہوتے ہیں تو وہ ان کے ازالہ میں قوی ہوجاتے ہیں اور اگر عوام نے کہیں ان کو کم سمجھا تو بس تباہ ہی ہوگیا اس لئے کہ وہ اس سے بے فکر ہوجائے گا اور وہ اس کا کام تمام کردے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

وائے گر صد را الخ۔ یعنی بڑے افسوس کی بات ہے کہ اگر سو کو ایک دیکھے دور سے یہاں تک کہ غرور کی وجہ سے ان کی لڑائی کے لئے مستعد ہوجائے اور پھر ہلاک ہو۔

زان نماید الخ۔ یعنی ذوالفقار کو ایک ذرا سا چہرہ اس لئے دکھاتا ہے اور اس لئے شیر نر کو بلی کی طرح دکھاتا ہے۔

تا دلیرانہ در الخ۔ یعنی تاکہ دلیرانہ احمق لڑائی میں پڑے اور ان کو اس حیلہ سے لڑائی میں لائے۔

تا بپائے الخ۔ یعنی تاکہ وہ احمق اپنے پاؤں سے آتشکدہ کی طرف آیا ہوا ہو۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ اس محجوب کو اس لئے حقیر دکھا رہا ہے تاکہ ذرا دلیر ہو کر خود ہی آئے اور اس سے مقابلہ کرے اور پھر ہلاک ہو اور ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حجت بھی باقی نہ رہے اس لئے کہ وہ تو خود اپنے ارادہ سے ہی تو آیا ہے۔

کوہ برگے الخ۔ یعنی پہاڑ ایک پتا دکھائی دیتا ہے تا کہ تو جلدی سے پھونک مارے اور اس کو وجود سے علیحدہ کر دے مگر وہ تو ایسا ہی ہے کہ تجھے بھی لے کر نہ ٹلے گا۔

ہانک الخ۔ یعنی ہاں وہ شخص کہ جس نے پہاڑوں کو اکھاڑ دیا ہے اس سے ایک جہان رو رہا ہے اور وہ ہنس رہا ہے مطلب یہ کہ تم تو اتنی قوت نہیں رکھتے کہ اس نفس کو پست کر سکو مگر ہاں جو کہ کامل اور قوی ہے اور جس نے کہ لاکھوں کو زیر کیا ہے وہ ایسا کر سکتا ہے اور اس کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ لوگ اس سے پریشان ہوتے ہیں اور وہ خوش ہوتا ہے جیسا کہ کفار کہ انبیاء علیہم السلام سے حسد کرتے تھے اور جلتے تھے مگر ان حضرات کو ذرا بھی اس کی پرواہ نہ تھی بلکہ وہ اسی طرح خوش خرم رہتے تھے کاملین تو ایسا کر سکتے ہیں مگر ناقصین اس نفس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ آگے پھر اس پہلے مضمون کی طرف رجوع ہے کہ

می نماید تا بہ الخ۔ یعنی اس ندی کا پانی ٹخنوں تک دکھائی دیتا ہے مگر سینکڑوں عوج بن عنق جیسے اس میں ڈوب چکے ہیں عوج بن عنق ایک شخص بے انتہا طویل القامت کہ سورج میں مچھلی کو بھون کر کھاتا تھا مشہور ہے مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے مولانا نے صرف بناء علی المشہور ایسا لکھ دیا ہے ورنہ مولانا کا مقصود اس روایت کی صحت یا عدم صحت سے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ نفس بظاہر بہت ہی حقیر معلوم ہوتا ہے مگر حضرت اصل میں بہت ہی قوی اور مکار ہے اس سے اگر خدا ہی بچائے تو بچ سکتا ہے۔

می نماید الخ۔ یعنی اس کے خون کی موج ایک مشک کا ٹیلہ دکھائی دیتی ہے اور قعر دریا خشک دریا دکھائی دیتا ہے مطلب یہ کہ اس نفس کی ظاہری صورت سے دھوکا ہوتا ہے اور جب انسان اس میں پھنس جاتا ہے تو پھر نکلنا محال ہو جاتا ہے اور اس میں ختم ہو جاتا ہے آگے دریا کو خشک دیکھنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

خشک دید الخ۔ یعنی فرعون اندھے نے دریا کو خشک دیکھا تا کہ اس میں سرمستی اور زور سے (سواری کو) چلائے۔

چون الخ۔ یعنی جب آئے تو وسط دریا میں ہووے اور فرعون کی آنکھ کب بینا ہو گی۔ مطلب یہ کہ چونکہ حقیقت سے تو اندھا تھا اس لئے وہ حقیقت کو نہ دیکھ سکا اور صرف اس کی صورت ظاہری کو دیکھ کر خشک ہی سمجھا کہ میرے لئے بھی خشک ہی ہے آخر کار جو انجام ہوا وہ ظاہر ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بھلا فرعون کی آنکھ کب بینا ہو سکتی ہے۔ وہ تو اندھا تھا اور اندھا رہا آگے فرماتے ہیں کہ

دیدہ بینا الخ۔ یعنی دیدۂ بینا تو لقائے حق سے ہوتا ہے اور حق تعالیٰ ہر احمق کے ہمراہ کب ہوتے ہیں اور جس کے ساتھ کہ حضرت حق تعالیٰ نہ ہوں وہ یقیناً تباہ و برباد ہو گا۔

قند بیند الخ۔ یعنی وہ شکر دیکھتا ہے اور وہ خود زہر قاتل ہوتا ہے اور راہ کو دیکھتا ہے اور وہ آواز غول ہوتی ہے مطلب یہ کہ جس کے ساتھ مدد حق تعالیٰ کی نہیں ہوتی اس کی آنکھ حقیقت شے کو نہیں دیکھتی اور ہمیشہ ظاہر پر نظر ہونے سے وہ تباہ و برباد ہوتا ہے۔ چونکہ عوام میں مشہور ہے اور شاعروں کا دستور ہے کہ فلک کی گردش کو سبب تغیر

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم کا کہتے ہیں اگرچہ عقیدہ یہ نہیں ہوتا اس لئے اسی مشہور کی بنا پر مولانا بھی ان تغیرات کو دیکھ کر بعض اشیاء کی حقیقت اور ہے اور ظاہر اور ہے اور ہم اس میں تباہ ہوتے ہیں۔ فلک کو پکارنے لگے اور فرماتے ہیں کہ

اے فلک در فتنۂ آخر زماں	تیز می گردی بدہ آخر اماں
اے آسمان! تو آخری زمانے کے فتنے میں	تیزی سے گھومتا ہے آخر (کچھ تو) امن دے
خنجر تیز تو اندر قصد ما	نیش زہر آلودۂ در قصد ما
تیرا تیز خنجر ہمارے قتل کے درپے ہے	زہر آلود نشتر ہمارے (مارنے کے) درپے ہے
اے فلک از رحم حق آموز رحم	بر دل موراں مزن چوں مار زخم
اے آسمان! اللہ (تعالیٰ) کے رحم سے رحم کرنا سیکھ لے	چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح نہ کاٹ
حق آنکہ چرخۂ چرخ ترا	کرد گرداں بر فراز ایں سرا
اس ذات کا واسطہ جس نے تیرے گنبد کے چرخے کو	اس گھر پر گھمایا ہے
کہ دگرگوں گردی و رحمت کنی	پیش ازاں کہ بیخ مارا برکنی
کہ دوسرے طریقہ پر گھوم اور رحم کر	اس سے قبل کہ تو ہمیں تباہ کرے
حق آنکہ دایگی کردی نخست	تا نہال ما ز آب و خاک رست
اس کا واسطہ کہ تو نے پہلے پرورش کی	یہاں تک کہ ہمارا پودا پانی اور مٹی سے اگا
حق آں شہ کہ ترا صاف آفرید	کرد چندیں مشعلہ در تو پدید
اس شاہ کا واسطہ جس نے تجھے شفاف پیدا کیا	اور اس قدر مشعلیں تجھ میں پیدا کیں
آنچناں معمور و باقی داشتت	تا کہ دہری از ازل پنداشتت
تجھے اس قدر آباد اور باقی رکھا	کہ دہریہ نے تجھے ازلی سمجھا
شکر دانستیم آغاز ترا	انبیاء گفتند آں راز ترا
(خدا کا) شکر ہے ہم تیری ابتدا کو سمجھ گئے	انبیاء نے تیرا راز کہہ دیا

شرح حبیبی

اے فلک تو اس فتنۂ آخر زمان میں بہت تیز گھومتا ہے اور بہت ستاتا ہے۔ تیرا تیز خنجر ہماری جان کے درپے ہے اور تیرا زہر آلود ڈنگ ہمارا خون بہا رہا ہے اے فلک حق سبحانہ کے رحم سے رحم سیکھ اور ہم چیونٹیوں کی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

کمزوروں کے دلوں پر سانپ کی طرح زخم نہ لگا۔ اے فلک تجھے اس ذات پاک کی قسم جس نے تیرے چرخہ کو اس عالم سفلی پر گھمایا ہے اور اس تربیت کی قسم جو پیشتر تو ہماری کر چکا ہے جس سے ہمارا نہال آب وخاک سے پیدا ہوا اور اس شہنشاہ کی قسم جس نے تجھے صاف پیدا کیا اور ستاروں کی اس قدر مشعلیں تجھ میں روشن کیں اور تجھے اس قدر آباد اور اتنا باقی رکھا کہ دہریوں نے تجھ پر ازلیت کا گمان کیا (شکر ہے کہ ہم سے انبیاء نے تیرا راز کھول دیا اور ہم نے جان لیا کہ تو بھی حادث ہے ورنہ ہم بھی اسی مغالطہ میں گرفتار ہو جاتے) تو دوسری چال چل اور اس ظالمانہ روش کو چھوڑ اور قبل اس کے کہ ہم فنا اور نیست ونابود ہو جائیں تو ہم پر رحم کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ آدمی کی عقل نہایت ناقص اور ناقابل اعتماد ہے اس لئے اس کو ضرورت ہے ان لوگوں کے اتباع کی جو مؤید من اللہ ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

اے فلک الخ۔ یعنی اے فلک آخر زمانہ کے فتنوں میں تو تیز گھوم رہا ہے آخر کچھ تو امن دے چونکہ ہر شخص اپنے زمانہ کو آخر زمان ہی جانتا ہے اس لئے مولانا بھی فرماتے ہیں کہ یہ انقلابات آخر زمان اور فتن آخر زمان ہیں اے فلک تو بہت تیزی سے گھوم رہا ہے اور بہت تغیرات پیدا ہو رہے ہیں خدا کے لئے ذرا صبر کر اور امن دے اور اس قدر تغیرات مت پیدا کر کہ خوف ہے کہ ایمان نہ کھو بیٹھیں آگے اس کو قسمیں دیتے ہیں کہ

خنجر الخ۔ یعنی تیرا تیز خنجر ہمارے قصد میں ہے اور ایک زہر کا بھرا ہوا ڈنک ہماری قصد کی قصد میں ہے۔ مطلب یہ کہ تو ہم کو تباہ اور برباد کرنے کو اور ان تغیرات سے ہمارا ایمان کھونے کو موجود ہے۔

اے فلک الخ۔ یعنی اے فلک حق تعالیٰ کے رحم سے تو مہربانی کو سیکھ اور ہم چیونٹیوں کے دل پر سانپ کی طرح زخم مت مار مطلب یہ کہ ہم ضعیفوں اور کمزوروں کو ستا مت آگے اس کو قسمیں دیتے ہیں کہ

حق آنکہ الخ۔ یعنی تجھے اس ذات کی قسم ہے کہ جس نے تیرے کرہ کے چرخہ کو اس دنیا کے اوپر چکر دیا ہے۔

کہ دگرگوں الخ۔ یعنی کہ دوسری طرح پھرے تو اور رحم کرے تو اس سے پہلے ہماری جڑ کو اکھاڑے۔ مطلب یہ کہ اس سے قبل کہ ان تغرات کو دیکھ کر ہم تباہ وبرباد ہوں تو رحم کر اور اس چال کو بدل دے۔

حق آنکہ الخ۔ یعنی قسم ہے اس بات کی کہ اول تو نے پرورش کیا ہے یہاں تک کہ ہمارا نہال آب وخاک سے اُگا۔

حق آن شہ الخ۔ یعنی اور قسم ہے اس بادشاہ کی جس نے تجھے صاف پیدا کیا اور اس قدر مشعلیں تیرے اندر ظاہر کیں۔

آنچنان الخ۔ یعنی تجھے اس قدر معمور اور باقی رکھا کہ دہری نے تجھے ازلی گمان کیا۔ مطلب یہ کہ جس ذات نے کہ تجھے اس قدر پرانا کیا کہ دہریوں نے یوں سمجھ لیا کہ تو ازلی ہے اور قدیم ہے اور پھر بھی تجھے اس قدر صاف رکھا اس ذات کی تجھے قسم ہے کہ ہم کو تباہ وبرباد مت کر آگے اس سے انتقال فرما کر فرماتے ہیں کہ

شکر ما نستیم الخ۔ یعنی شکر ہے کہ ہم نے تیری ابتداء کو جان لیا اور تیرے اس راز کو انبیاء علیہم السلام نے فرما دیا ورنہ ہم کو بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

خبر نہ ہوتی اور شاید دہری کی طرح ہم بھی تیری ازلیت ہی کے قائل ہو جاتے۔ مگر ان کے فرمادینے سے ہمیں خبر ہوگئی اور معلوم ہو گیا کہ تو حادث ہے آگے اس کی کہ انبیاء کو معلوم تھا کہ ہم کو بیان کے بتائے علم نہ ہو سکتا تھا ایک مثال فرماتے ہیں کہ

آدمی داند کہ خانہ حادث ست	عنکبوتے نے کہ در وے عابث ست
آدمی سمجھتا ہے کہ مکان نو پیدا ہے	مکڑی نہیں جو اس میں کھیل رہی ہے
پشہ کے داند کہ ایں باغ از کیست	کو بہاراں زاد و مرگش در دیست
مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب سے ہے؟	اس لئے کہ وہ موسم بہار میں پیدا ہوا اسی میں اس کی موت ہے
کرم کاندر چوب زاید ست حال	کے بداند چوب را وقت نہال
ست حال کیڑا جو لکڑی میں پیدا ہوا	وہ پودا ہونے کے وقت سے لکڑی کو کب جانتا ہے؟
ور بداند کرم از ماہیتش	عقل باشد کرم باشد صورتش
اور اگر کیڑا اس کی حقیقت کو جان لے	وہ عقل ہو گا' اس کی صورت کیڑے کی ہو گی
عقل خود را می نماید رنگہا	چوں پری دورست زاں فرسنگہا
عقل اپنے آپ کو مختلف رنگوں میں ظاہر کرتی ہے	پری کی طرح پری سے (بھی) کوسوں دور ہے
از ملک بالاست چہ جائے پری	تو مگس پری بہ پستی می پری
پری کیا چیز ہے' فرشتوں سے (بھی) بالا ہے	تو مکھی کے پر رکھتا ہے پستی کی طرف پرواز کرتا ہے
گرچہ عقلت سوئے بالا می پرد	مرغ تقلیدت بہ پستی می چرد
اگرچہ تیری عقل (عالم) بالا کی طرف پرواز کرتی ہے	تیری تقلید کا پرندہ نیچے کی طرف چگتا ہے
علم تقلیدی وبال جان ماست	عاریہ است و مانشستہ کاں ماست
تقلیدی علم ہمارا وبال جان ہے	وہ مانگی ہوئی چیز ہے اور ہم (مطمئن) بیٹھے ہیں کہ یہ ہماری ملکیت ہے
زیں خرد جاہل ہمی باید شدن	دست در دیوانگی باید زدن
اس عقل سے بیگانہ ہو جانا چاہیے	دیوانگی اختیار کر لینی چاہیے
ہرچہ بینی سود خود زاں می گریز	زہر نوش و آب حیواں را بریز
جس کو تو اپنا فائدہ سمجھتا ہے اس سے گریز کر	زہر پی لے آب حیات کو بہا دے
ہر کہ بستاید ترا دشنام دہ	سود و سرمایہ بمفلس دام دہ
جو تیری تعریف کرے اس کو برا بھلا کہہ	نفع اور سرمایہ مفلس کو قرض دے دے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایمنی بگزار و جائے خوف باش	بگذر از ناموس و رسوا باش فاش
امن کی جگہ کو چھوڑ خوف کی جگہ میں رہ	عزت کو خیرباد کہہ دے اور کھلم کھلا رسوا بن
آزمودم عقل دور اندیش را	بعد ازیں دیوانہ سازم خویش را
میں نے دور اندیش عقل کو آزما لیا	اس کے بعد اپنے آپ کو دیوانہ بناؤں گا

عذر گفتن دلقک با سید کہ چرا فاحشہ بنکاح آوردہ

آقا سے ڈوم کا عذر کرنا کہ اس نے بدکار عورت سے کیوں نکاح کیا ہے

گفت با دلقک شبے سید اجل	قحبہ را خواستی از تو عجل
ایک رات ایک بڑے آقا نے ڈوم سے کہا	جلدی میں تو نے رنڈی سے نکاح کر لیا
با من ایں را بازمی بایست گفت	تا یکے مستورہ کردیمیت جفت
مجھ سے یہ کھل کر کہنا چاہیے تھا	تاکہ میں ایک پردہ نشین سے تیرا نکاح کر دیتا
گفت نہ مستورہ صالح خواستم	قحبہ گشتند و زغم تن کاستم
اس نے کہا میں نے تو پاکدامن پردہ نشینوں سے نکاح کیا	وہ رنڈی بنیں اور میں غم سے گھلا
خواستم ایں قحبہ را با معرفت	تا ببینم چوں شود ایں عاقبت
اس رنڈی سے میں نے جان کر نکاح کیا ہے	تاکہ میں دیکھوں یہ آخر میں کیا بنتی ہے؟
عقل را ہم آزمودم من بسے	زیں سپس جویم جنوں را مغرسے
میں نے عقل کو بھی بہت آزمایا	اس کے بعد دیوانگی کا کھیت تلاش کروں گا

شرح حبیبی

دہریوں کا آسمان کو ازلی سمجھ لینا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ آدمی چونکہ صاحب عقل ہے اس لئے وہ جانتا ہے کہ گھر حادث ہے لیکن مکڑی جو کہ لہو ولعب میں منہمک ہے اور عقل سے بے بہرہ ہے وہ اس کے حدوث کو نہیں جان سکتی نیز مچھر کہاں جان سکتا ہے یہ باغ کب سے ہے کیونکہ اول تو اس کو عقل نہیں پھر عمر بھی زیادہ نہیں بلکہ صرف اتنی ہے کہ بہار میں پیدا ہوا اور خزاں میں مر گیا پھر اس کے پاس کونسا ذریعہ ہے۔ جس سے وہ اس کی ابتداء کو جانے پس لامحالہ وہ اس کو قدیم سمجھے گا اور سنو ایک ضعیف کیڑا جو لکڑی ہی کے اندر پیدا ہوتا ہے اور عقل رکھتا نہیں وہ اس لکڑی کے زمانہ نو نہالی اور ابتداء عہد سے کیا واقف ہو سکتا ہے لیکن اگر بالفرض وہ جان لے تو گو وہ صورۃً کیڑا اور غیر ذوی العقول میں

www.besturdubooks.wordpress.com

سے ہو مگر ماہیت اس کی عقل ہو گی اور حقیقۃً وہ ذوی العقول میں سے ہو گا تم کو استبعاد نہ ہونا چاہیے کہ کیڑے کی ماہیت عقل کیونکر ہو سکتی ہے اور وہ ذوی العقول میں سے کیسے ہو سکتا ہے اس لئے کہ عقل کی ذاتی تو کوئی صورت بھی نہیں بلکہ اپنی حدذات میں وہ پری کی طرح بے رنگ اور بے صورت ہے بلکہ پری کی اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں وہ تو اپنے تجرد کے سبب فرشتوں پر بھی تفوق رکھتی ہے مگر باایں ہمہ وہ الوان مختلفہ وصور متخالفہ سے متعلق ہو کر ان سے رونما ہو سکتی ہے اس میں کسی خاص رنگ اور مخصوص صورت کی تخصیص نہیں پھر استبعاد کی کون وجہ ہے اس پر دہری کہہ سکتا تھا کہ میں بھی تو ذوی العقول میں سے ہوں اور عقل رکھتا ہوں۔ پھر میں حدوث عالم سے کیوں نہیں واقف ہو سکتا۔ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ بے شک تو ذوی العقول میں سے ہے لیکن تو مگس پر پست ہمت اور منہمک فی الشھوات واللذات ہے اور تیری دوڑ لذات وشہوات ہی تک ہے اس لئے حقائق ومعارف تک تیری رسائی نہیں ہو سکتی۔ تیری عقل ضرور بلندی کی طرف مائل اور اقتناص حقائق ومعارف کی طالب ہے مگر تیرا مرغ تقلید پستی ہی سے غذا حاصل کرتا ہے یعنی اتباع نفس تجھے لذات وشہوات میں مبتلا رکھتا ہے اس لئے عقل کو بلند پروازی حاصل نہیں ہو سکتی اور اقتناص حقائق سے محروم رہتی ہے کس قدر غلطی ہے کہ علم تقلیدی باوجود یہ کہ حقیقت میں وبال جان اور عارضی ہے مگر لوگ سمجھتے ہیں کہ یہی علم اصلی اور حقیقی ہے اور اس کو مثل اپنی ملک کے سمجھ کر اسی پر مطمئن بیٹھے ہیں ایسی عقل ناقص سے تو جاہل ہونا ہی بہتر ہے اور ایسی عقلمندی سے تو دیوانہ بننا ہی بہتر ہے پس جس چیز کو تو اپنی اس عقل کے ذریعہ سے مفید سمجھے اس سے بھاگ اور جو تجھے زہر معلوم ہو اسے بھی لے اور جو آب حیات معلوم ہو اسے پھینک دے اور جو تیری تعریف کرے تو بجائے خوش ہونے کے تو اسے برا بھلا کہہ۔ غرض یہ منافع تو انہیں کو دیدے جو اس کے طالب ہوں تو تو بے خوفی کو چھوڑ کر خوف کی جگہ رہ عزت وآبرو چھوڑ کر ذلت اختیار کر غرض جو فتوے تجھے عقل ناقص دے اس کے خلاف کر میں نے تو اس نام کی دور اندیش عقل کو بہت کچھ آزمایا لیکن ہمیشہ نقصان ہی اٹھایا۔ اب تو میں دیوانہ بنتا ہوں اور اس عقل کو چھوڑتا ہوں اور وہی کہتا ہوں جو دلقک نے کہا تھا جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک رات دلقک سے اس کے آقا نے کہا کہ ارے تو نے نکاح کرنے میں بہت عجلت کی کہ رنڈی سے کر لیا۔ مجھ سے کہنا چاہیے تھا تاکہ میں کسی پردہ نشین سے تیری شادی کرا دیتا۔ اس نے کہا جناب والا نو پردہ نشین اور پاکدامن عورتوں سے شادی کر چکا ہوں لیکن سب رنڈیاں ہو گئیں اور میں رنج میں گھل گیا اب میں نے جان بوجھ کر چاہا کہ رنڈی سے شادی کروں دیکھوں اس کا کیا حشر ہوتا ہے۔ پس یونہی میں بھی کہتا ہوں کہ میں عقل کو تو بہت کچھ آزما چکا اب تو جنون کا کھیت تلاش کرتا ہوں اور بہلول کی طرح اپنے کو دیوانہ بناتا ہوں۔ آگے بہلول کا قصہ بیان فرماتے ہیں جن کی دیوانگی کا فائدہ ظاہر ہو گا۔

شرح شبیری

آدمی الخ۔ یعنی آدمی تو جانتا ہے کہ گھر حادث ہے نہ کہ مکڑی جو کہ اس میں کھیل رہی ہے مطلب یہ ہے کہ انبیاء کی مثال تو آدمی جیسی ہے اور ہم مکڑی کی طرح ہیں تو جس طرح مکان میں مکڑی جالا لگاتی ہے تو وہ مکان اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

پیدائش سے پہلے ہی کا ہوتا ہے اور اسی میں اس کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو وہ تو اس مکان کو ازلی ابدی ہی خیال کرتی ہے۔ برخلاف آدمی کے کہ وہ اگرچہ کسی مکان میں پیدا ہوا اور وہ اس سے پہلے کا بنا ہوا اور اس کے مرنے کے بعد تک باقی رہا ہو مگر وہ اس کی حقیقت کو جانتا ہے اور کہتا ہے کہ مکان کی کبھی ابتداء ہوئی ہے اور یہ حادث ہے اسی طرح عوام خلق تو اس آسمان کو دیکھ کر متحیر ہوتے ہیں اور جب اس کی ابتداء اور انتہا کو اپنے سے پہلے اور بعد تک دیکھتے ہیں تو اس کی ازلیت کے قائل ہو جاتے ہیں لہٰذا انبیاء علیہم السلام چونکہ حقیقت سے واقف تھے اس لئے ان کو اس سے دھوکا نہیں ہوا بلکہ انہوں نے اس کی حقیقت کو ظاہر کر دیا سبحان اللہ کیا خوب مثال ہے آگے ایک اور مثال ہے کہ

پشہ کے داند الخ۔ مچھر کیا جانے کہ یہ باغ کب حیوان ہے کہ وہ بہار میں تو پیدا ہوا ہے اور ماہ خزاں میں اس کی موت ہے لہٰذا اس کو باغ کی ابتدا انتہا کی کیا خبر۔ ہاں جس نے لگایا ہے یا جو کہ اس کی حقیقت سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ بذا حادث آگے ایک اور مثال ہے کہ

کرم کاندر الخ۔ یعنی جو کیڑا کہ لکڑی میں بالکل ضعیف اور سست حال پیدا ہوا ہے اس کو لکڑی کے تازگی کے وقت کی کیا خبر ہو سکتی ہے وہ تو اس کو ہمیشہ سے اور آئندہ ہمیشہ رہنے والی سمجھے گا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ عوام اور اولیاء اللہ بھی تو آخر حقائق و معارف سے آگاہ ہو ہی گئے ہیں اور اوپر معلوم ہوا ہے کہ عوام کو یہ علوم میسر ہو ہی نہیں سکتے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

در بنداند کرم الخ۔ یعنی اور اگر کیڑا اس لکڑی کی ماہیت کو جان لے تو وہ تو عقل (مجسم) ہوگا اور کیڑا صرف صورت ہوگی اسی طرح جو لوگ کہ ان علوم و معارف سے واقف ہو گئے ہیں وہ اب عوام ہی نہ رہے بلکہ اب تو وہ خواص ہو گئے وہ ہمارے اس کہنے سے ہی خارج ہیں اور فرماتے ہیں

عقل خود را الخ۔ یعنی عقل اپنے کو قسم قسم کے رنگوں میں دکھاتی ہے اور جن کی طرح اس سے فرسنگوں دور ہے مطلب یہ کہ الوان عقل مختلف ہوتے ہیں اور اس پشہ میں بھی اگر عقل ہے اور وہ عقیل ہو گیا ہے تو اس سے شبہ نہ کرو اس لئے کہ عقل تو عالم مجردات سے ہے اور وہ تو ایسی شے ہے کہ جنات جیسے لطیف الجسم بھی اس کا ادراک بالکلیہ نہیں کر سکتے تو بھلا انسان تو کیا شے ہے آگے اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

از ملک بالاست الخ۔ یعنی وہ تو فرشتہ سے بھی بالا ہے چہ جائے کہ جن اور تو کہ مکھی کے پر کی طرح ہے تو تو پستی میں اڑ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اس عقل کا ادراک تو فرشتوں سے جو کہ جنات سے بھی لطیف ہیں نہ ہو سکا اس لئے کہ آخر وہ بھی تو مادی ہیں اور عقل مجردات سے ہے اور یقیناً مجردات مادیات سے اعلیٰ ہوتے ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ عقل کی حقیقت کو دریافت کرنا عوام کی طاقت میں نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

گرچہ عقلت الخ۔ یعنی اگرچہ تیری عقل عالم بالا کی طرف اڑ رہی ہے مگر مرغ تقلید تیرا پستی میں چر رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ تیری عقل کا مقتضا تو یہ ہے کہ تو عالم بالا کی طرف جائے اور عالم غیب سے تعلق پیدا کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

مگر تیرے اندر جو مقتضیات انسانی ہیں وہ تجھے کب چھوڑتے ہیں وہ تو ہمیشہ تجھے پستی ہی کی طرف مائل رکھتے ہیں اور اس نفس وشیطان کی تقلید وہ تقلید ہے کہ تجھے برباد کردے گی۔

علم تقلیدی الخ۔ یعنی علم تقلیدی ہماری جان کا وبال ہے اور وہ عاریت ہے اور ہم بیٹھے ہوئے ہیں کہ وہ ہمارا ہے حالانکہ یہ ہماری کس قدر سخت غلطی ہے جو کچھ ہے وہ خدا کا ہے۔

زین خرد الخ۔ یعنی ایسی عقل سے تو جاہل رہنا چاہیے اور دیوانگی کو اختیار کرنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اس عقل سے تو بہتر ہے کہ یہ عقل نہ ہو بلکہ اس کی ضد جو ہے وہ حاصل ہو جائے اگرچہ بادی النظر میں وہ دیوانگی ہی ہو۔

ہر چہ بینی الخ۔ یعنی جس چیز میں کہ اپنا نفع سمجھو اس سے بھاگو اور زہر پی لو اور آب حیوان کو گرادو۔ مطلب یہ ہے کہ جو چیز کہ ظاہر میں تم کو نافع معلوم ہو رہی ہے مثل روپیہ پیسہ وغیرہ کے اس کو تو چھوڑو اور اس سے الگ رہو اور ظاہری تکالیف کو برداشت کرلو اور یہاں کی راحت و آرام کو الگ کرو کہ یہ بہت ہی موذی ہیں اور خدا سے دور کرنیوالی اشیاء ہیں۔

ہر کہ بستاید الخ۔ یعنی جو کوئی کہ تیری تعریف کرے تو اس کو گالی دے اور پونجی اور نفع مفلس کو قرض دیدے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دنیاداروں کی تعریف سے مغرور مت ہو اور اس کا اعتبار مت کرو اور اس ظاہری روپیہ پیسے کے نفع اور اصل سرمایہ کو سب کو ان علوم و معارف کے مفلس کو دیدو کہ جن کو یہ تو میسر ہے نہیں خیر وہی سہی مگر تم کو اس کی کیا ضرورت ہے تم کو تو طلب حق ہونی چاہیے (خطاب بہ سالک ہے)

ایمنی بگذار الخ۔ یعنی (ظاہری) بے خوفی کو چھوڑو اور خوف کی جگہ رہو اور ننگ و ناموس سے الگ ہو جاؤ اور بالکل رسوا ہو جاؤ مطلب یہ کہ اس دنیا کی عزت و حرمت سے قطع تعلق کرو اور یہاں کے خوف اور بے خوفی سب سے گذر جاؤ اور بس اس طرف لگ جاؤ اگرچہ وہ اس طرف سے کچھ خلاف ہی ہو اور اس میں تکالیف ہی ہوں مگر اسکی پرواہ مت کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

آزمودم الخ۔ یعنی میں نے اس عقل دور اندیش کو آزما لیا ہے اور اس کے بعد اپنے کو دیوانہ بنایا ہے مطلب یہ کہ اس عقل انسانی کی آزمائش کر چکا ہوں مگر اس کو بالکل فضول اور بے سود اور باعد عن الحق پایا تو اب اس کو ترک کر کے اس عقل کی طرف سے دیوانہ ہو گیا ہوں اگرچہ اصل میں وہی عقل ہے آگے اس آزمائش پر ایک مثال لاتے ہیں کہ ایک ڈوم نے ایک کسبی سے نکاح کرلیا تو ایک سردار نے اس سے کہا کہ تو نے ہم سے نہ کہا کہ ہم تیرا نکاح کسی پارسا عورت سے کردیتے تو اس نے کہا کہ حضور نو نکاح ایسی عورتوں سے کیے مگر آخر کار سب بدکار ہو گئیں اور تجربہ سے سب فاحشہ ثابت ہوئیں تو اب میں نے فاحشہ سے نکاح کیا ہے کہ دیکھئے یہ کیسی نکلتی ہے اس پر مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس عقل کو آزما چکے ہیں یہ تو بیکار ثابت ہوئی۔ اب دیوانگی کو اختیار کیا ہے دیکھئے اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے اب اشعار سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک ڈوم کا اپنے آقا سے ایک فاحشہ سے نکاح کر لینے کی نسبت عذر کرنا

گفت بادلقک الخ۔ یعنی ڈوم سے ایک رات کو آقا نامدار نے کہا کہ تو نے کسی سے جلدی ہی نکاح کر لیا۔

بامن این الخ۔ یعنی مجھ سے تجھے کہنا چاہیے تھا تا کہ میں کسی پردہ نشین کو تیری بیوی بنا دیتا۔

گفت نہ مستورہ الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ نو پردہ نشین نیک سے نکاح کیا میں نے وہ ساری فاحشہ ہو گئیں اور میں غم سے گھلا کرتا تھا۔

خواستم این الخ۔ یعنی اب میں نے اس فاحشہ سے باوجود جاننے کے نکاح کیا ہے تا کہ دیکھوں کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

عقل را ہم الخ۔ یعنی میں نے عقل کو بھی بہت آزما لیا ہے اس کے بعد میں نے جنون کو جائے پناہ ڈھونڈا ہے آگے مولانا حضرت بہلول کی حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح اصل میں تو وہ عاقل تھے مگر انہوں نے اپنے کو دیوانہ بنا رکھا تھا اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اس دیوانگی کو حاصل کرنا چاہیے نہ کہ یہ مطلب ہے کہ مجنوں ہی بن جاؤ اور کوئی دوا ایسی کھالو کہ اس سے جنون ہو جائے نہیں بلکہ جنون اصطلاحی ہونا چاہیے کہ ظاہر میں مجنوں ہی ہوں اور فی الواقع تو ایسے عاقل ہونگے کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ کو بھی وہ عقل اور فہم نہ ہو گا جو ایسے دیوانوں کو ہوتا ہے جیسا کہ خود حضرت بہلول کی حکایت سے معلوم ہوتا ہے۔

بہ حیلت در سخن آوردن سائل آں شیخ بہلول خود را دیوانہ ساختہ بود

سوال کرنے والے کا تدبیر سے ان بزرگ کو باتوں پر آمادہ کر لینا جنہوں نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا تھا

آں یکے می گفت خواہم عاقلے	مشورت آرم بدو در مشکلے
ایک (شخص) کہہ رہا تھا میں ایک عقلمند چاہتا ہوں	اس سے ایک مشکل میں مشورہ کروں گا
آں یکے گفتش کہ اندر شہر ما	نیست عاقل جز کہ آں مجنوں نما
ایک (شخص) نے اس سے کہا ہمارے شہر میں	اس بظاہر دیوانے کے علاوہ کوئی عقلمند نہیں ہے
بر نئے گشتہ سوارہ نک فلاں	می دواند درمیان کودکاں
بانس پر سوار ہو کر یہ فلاں	بچوں میں اس کو دوڑا رہا ہے
گوئے می بازد بروزان وشباں	در جہاں گنج نہاں جان جہاں
دن رات گیند سے کھیلتا ہے	دنیا میں چھپا خزانہ ہے دنیا کی روح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صاحب رایست و آتش پارۂ	آسماں قدرست و اختر بارۂ
صاحب رائے ہے اور چنگاری ہے	آسمان کے رتبہ والا ہے اور ستارے کا سوار ہے
فرّ او کروبیاں را جاں شدست	او دریں دیوانگی پنہاں شدست
اس کی عزت فرشتوں کی جان ہے	وہ اس کی دیوانگی میں چھپا ہوا ہے
لیک ہر دیوانہ را جاں نشمری	سرمنہ گوسالہ را چوں سامری
لیکن ہر دیوانہ کو تو جان نہ سمجھنا	سامری کی طرح بچھڑے کے آگے ماتھا نہ ٹیکنا
چوں ولی آشکارا با تو گفت	صد ہزاراں غیب و اسرار نہفت
جبکہ ولی نے صاف صاف تجھ سے کہہ دیے	غیب کے لاکھوں (معاملے) اور پوشیدہ راز
مرترا آں فہم و آں دانش نبود	واندانستی تو سرگیں را زعود
تجھ میں وہ فہم اور وہ سمجھ نہ تھی	تو گوبر کو "اگر" سے نہ پہچان سکا
از جنوں خود را ولی چوں پردہ ساخت	مرورا اے کور کے خواہی شناخت
ولی نے جب جنون کو اپنا پردہ بنا لیا	اے اندھے! تو اس کو کب پہچان سکتا ہے؟
گر ترا باز ست آں دیدہ یقیں	زیر ہر سنگے یکے سرہنگ بیں
اگر تیرے یقین کی آنکھ کھلی ہوئی ہے	ہر پتھر کے نیچے ایک سپاہی دیکھ لے
پیش آں چشمے کہ باز و رہبر ست	ہر گلیمے را کلیمے در برست
اس آنکھ کے سامنے جو کھلی ہوئی اور رہنما ہے	ہر کملی کی آغوش میں ایک کلیم ہے
مر ولی را ہم ولی شہرہ کند	ہر کرا او خواست با بہرہ کند
(اپنی) ولایت کو ولی مشہور کرتا ہے	جس کو وہ خود چاہتا ہے کامیاب کرتا ہے
کس نداند از خرد او را شناخت	خاصہ او مر خویش را دیوانہ ساخت
عقل کے ذریعہ کوئی اس کو نہیں پہچان سکتا	خصوصاً اس کو جس نے اپنے آپ کو دیوانہ بنا لیا
چوں بدزدد دزد بینا زخت کور	ہیچ یابد دزد را اعمٰی بزور
جب بینا چور نابینا کا سامان چرا لے	اندھا چور کو (اپنی) طاقت سے کبھی پکڑ سکتا ہے؟
کور کے شناسد کہ دزد او کہ بود	گرچہ خود بروے زند دزد عنود
اندھا نہیں پہچان سکتا ہے کہ اس کا چور کون ہے؟	اگرچہ سرکش چور اپنے آپ کو اس سے ٹکرا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں گزد سگ کور صاحب ژندہ را	کے شناسد آں سگ درندہ را
جب اندھے گدڑی والے کو کتا کاٹ لے	وہ کاٹنے والے کتے کو کب پہچانتا ہے؟

شرح حبیبی

ایک شخص کہہ رہا تھا کہ مجھے ایک عاقل کی ضرورت ہے۔ جس سے میں ایک اہم کام میں مشورہ کرلوں کسی نے کہا کہ بہت سے شہروں میں اس مجنوں نما عاقل سے زیادہ کوئی عاقل نہیں ہے جو کہ بانس پر سوار ہو کر لڑکوں میں دوڑتا پھرتا ہے اور رات دن گیند کھیلتا ہے۔ بہلول اس کا نام ہے عالم میں چھپا ہوا خزانہ ہے اور عالم کی جان ہے یہ شخص صاحب رائے اور آتش کا پرکالا ہے آسمان کی مانند رفیع المنزلت اور گویا کہ ستارہ پر سوار ہے۔ وہ اپنی شوکت سے فرشتوں کا محبوب ہے لیکن وہ اس دیوانگی میں پوشیدہ ہو گیا ہے۔ مگر یہاں تم کو اتنا سمجھ لینا چاہیے کہ بہلول کی حالت کو دیکھ کر ہر دیوانہ کو ولی نہ سمجھ بیٹھنا اور سامری کی طرح ہر گوسالہ کے سامنے سر نہ جھکا دینا۔ یعنی عوام کے معتقد نہ ہونا خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم اصل مضمون کی طرف عود کرتے ہیں اہل اللہ کے اپنے کو دیوانہ بنانے کی وجہ یہ ہے کہ جب کوئی ولی صاف طور پر تم سے عالم کی ہزاروں باتیں اور مخفی اسرار بیان کر دیتا ہے تو تم سمجھتے نہیں ہو اور گوبر اور عود یعنی حق و باطل میں امتیاز نہیں کرتے اور اس بیچارہ کو بدنام کرتے ہو پس وہ ولی بیچارہ اپنے لئے جنون کو شکل پردہ کہ بنالیتا ہے اور اے کور باطن محجوب تو اس کو پہچان نہیں سکتا۔ اگر تیری چشم بصیرت کھلی ہوئی ہو تو یقین جان تجھے ہر پتھر کے نیچے بکثرت یہ سردار یعنی ولی اللہ ملیں گے اور جو چشم باطن کہ کھلی ہوئی اور راہ نما ہو اس کو معلوم ہوگا کہ ہر کمبل اپنے اندر ایک کلیم یعنی مقرب حق سبحانہ کو لئے ہوئے ہے یعنی اسے بکثرت اولیاء اللہ ملیں گے۔ ولی اپنے کو خود ہی ظاہر کر سکتا ہے اور جس کو چاہے اپنے فیض سے بہرہ ور کر سکتا ہے لیکن کوئی شخص اپنی عقل سے گو کتنا ہی عاقل ہو اس کو نہیں پہچان سکتا۔ بالخصوص اس وقت جب کہ اس نے اپنے کو دیوانہ بھی بنالیا ہو۔ مثلاً اگر کوئی آنکھوں والا چور ایک اندھے کا مال چرالے تو اندھا اپنی قوت سے چور کو ہر گز نہیں پکڑ سکتا اگر وہ اس کی بغل میں بھی بیٹھ جائے تب وہ نہیں معلوم کر سکتا کہ اس کا چور کون ہے نیز اگر کوئی کتا کسی اندھے گدڑی والے کے کاٹ لے تو وہ اندھا اس کاٹنے والے کتے کو نہیں پہچان سکتا۔ کتے کے اندھے کے کاٹنے کے ذکر پر مولانا کو ایک واقعہ یاد آ گیا اس کو ذکر کرتے ہیں اور اس سے عمدہ نتائج استخراج کریں گے۔

شرح شبیری

ایک سائل کا حضرت بہلول کو جو کہ مجنوں بنے ہوئے تھے ایک بہانہ سے باتوں میں لگانا

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص کہہ رہا تھا کہ مجھے ایک عاقل کی ضرورت ہے کہ میں اس سے ایک مشکل

(باطنی) میں مشورہ لوں۔ مطلب یہ کہ کسی سالک کو کوئی مشکل باطنی پیش آ گئی تھی تو وہ پوچھتا پھرتا تھا کہ یہاں کوئی ایسے شخص بھی ہیں جو تعلیم تلقین کرتے ہوں۔

آن یکے الخ۔ یعنی اس سے ایک شخص نے کہا کہ ہمارے شہر میں بجز اس مجنوں نما کے اور کوئی عاقل نہیں ہے۔

بر نئے گشتہ الخ۔ یعنی وہ فلاں شخص ایک بانس پر سوار ہو کر لڑکوں کے درمیان دوڑ رہا ہے۔

گوے می باز و الخ۔ یعنی رات دن گیند کھیلتے ہیں اور جہان میں ایک پوشیدہ خزانہ ہے اور جان جہاں ہیں۔

صاحب رائے الخ۔ یعنی صاحب رائے ہیں اور آتش کا پرکالہ ہیں اور آسمان جیسے قدر والے ہیں اور ستاروں پر سوار ہیں۔ مطلب یہ کہ بہت بلند قدر اور بلند مرتبہ بزرگ ہیں۔

فراو کروبیان الخ۔ یعنی انکا دبدبہ کروبیوں کے لئے جان ہو گیا ہے اور وہ اس دیوانگی میں پوشیدہ ہو رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ ویسے تو وہ اتنے بڑے بزرگ ہیں کہ کروبی جو کہ فرشتے ہیں مقرب حق تعالیٰ کے ان کی ہی جان ہیں مگر مجنوں بن کر اپنے کو چھپا رکھا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں

لیک ہر دیوانہ الخ۔ یعنی لیکن ہر دیوانہ کو جان مت شمار کرنا اور سامری کی طرح بچھڑے کے آگے سر مت رکھنا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سن کر کہ حضرت بہلول مجنوں تھے ہر مجنوں کو بزرگ مت سمجھنا اس لئے کہ بعض مرتبہ بزرگ تو مجنوں بن جاتے ہیں مگر مجنوں بزرگ نہیں ہوا کرتے یاد رکھو

چون ولئے الخ۔ یعنی جب کسی ولی نے ظاہر طور پر تم سے لاکھوں غیب اور اسرار پوشیدہ تم سے کہہ دیئے۔

مر ترا آن الخ۔ یعنی تجھے اس کے لائق فہم اور عقل نہ تھی تو تو نے عود کو اور گوبر کو تمیز نہ کیا (لہٰذا وہ بزرگ پوشیدہ ہو گئے) مطلب یہ ہے کہ جب بزرگان دین نے دیکھا کہ ہماری باتوں کے سمجھنے کی کسی میں صلاحیت نہیں ہے اور لوگ بالکل کم عقل اور کم سمجھ ہو گئے ہیں تو ان حضرات نے پوشیدہ رہنے ہی کو مناسب سمجھا اس لئے کہ اگر اب بھی وہ اسرار کو ظاہر کرتے تو ظاہر تھا کہ خلق گمراہ ہوتی اور کفر اور ارتداد پھیلتا لہٰذا وہ پوشیدہ ہو گئے۔

از جنون الخ۔ یعنی جنون سے اپنے کو ولی نے پردہ کی طرح بنا لیا ہے تو اے اندھے تو اس کو کب پہچانے گا۔ مطلب یہ کہ تمہارے پاس تو چشم حقیقت بین نہیں ہے اور ان حضرات نے اپنے کو پوشیدہ کر رکھا ہے پھر اب جو تم ان کو پہچانو تو کس طرح ظاہر ہے کہ ہرگز بھی نہیں پہچان سکتے۔

گر ترا الخ۔ یعنی اور اگر تمہاری چشم یقین کھلی ہوئی ہے تو ہر پتھر کے نیچے ایک پیادہ کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو چشم حقیقت بین میسر ہے تو پھر تو ہر شخص میں تم کو قدرت حق کا مشاہدہ ہو گا خواہ وہ ظاہر میں کیسے ہی ہوں۔

پیش آن الخ۔ یعنی جو آنکھ کہ کھلی ہوئی اور رہبر ہے اس کے سامنے ہر کمبل کے اندر ایک کلیم پوشیدہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس کی آنکھ کھلی ہوئی ہو وہ تو ہر شے میں تجلی جمال حق کا مشاہدہ کرے گا۔

مر ولی را ہم الخ۔ یعنی ولی کو وہ ولی ہی خود مشہور کرتا ہے اور وہ جس کو چاہتا ہے با بہرہ کرتا ہے۔ مصرعہ اولے

میں ولی ثانی وضع مظہر موضع مضمر ہے مطلب یہ ہے اگر بزرگ خود اپنے کو ظاہر کر دیں تب تو عوام کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ بزرگ ہیں ورنہ عوام کو جو اندھے ہیں کیا پتہ چل سکتا ہے۔

کس نداند الخ۔ یعنی اس ولی کو عقل سے کوئی نہیں پہچان سکتا جبکہ اس نے اپنے کو دیوانہ بنایا ہو۔ مطلب یہ کہ جب وہ خود پوشیدہ رہنا چاہے تو عوام اس کو نہیں پہچان سکتے آگے بعیر نفس کے مکائد سے احتراز کی تعلیم کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ آنکھ والا چور کسی اندھے کا اسباب چرالے تو کیا وہ اندھا زور لگا کر اس چور کو پا سکتا ہے۔ استفہام انکاری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس کو ہرگز نہیں پا سکتا۔

کور نشناسد کہ الخ۔ یعنی اندھا نہیں پہچان سکتا کہ اس کا چور کون ہے اگر خود وہ بدمعاش چور اس پر اپنے کو مارے۔ مطلب یہ کہ اگر چہ وہ چور آ کر اس اندھے ہی پر گر پڑے مگر کیا خبر کہ یہی چور ہے اس لئے کہ اس نے تو دیکھا نہیں اسی طرح عوام نے جب حقیقت کو دیکھا ہی نہیں اور وہ اس سے اندھے ہیں تو وہ نفس و شیطان کے مکر سے کب بچ سکتے ہیں۔ آگے ایک اور مثال ہے کہ

چون گزد سگ الخ۔ یعنی جبکہ کوئی کتا کسی اندھے گدڑی والے کو کاٹ لے تو وہ اس کاٹنے والے کتے کو کب پہچان سکتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے آگے حکایت لاتے ہیں کہ دیکھو ایسا واقعہ ہوا بھی ہے کہ ایک کتا ایک فقیر کے پیچھے لگ گیا تھا اور اسے کچھ بھی خبر نہ تھی کہ یہ کیسا ہے آیا سفید ہے یا سیاہ ہے یا کیسا ہے۔

حملہ کردن سگ بر کور گدا

ایک اندھے فقیر پر کتے کا حملہ کرنا

یک سگے در کوئے بر کورے گدا	حملہ می آورد چوں شیر وغا
ایک کتا کسی گلی میں اندھے فقیر پر	معرکہ کے شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا
سگ کند آہنگ درویشاں بہ خشم	در کشد مہ خاک درویشاں بہ چشم
کتا غصہ سے فقیروں پر حملہ کرتا ہے	چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے
کور عاجز شد ز بانگ و بیم سگ	اندر آمد کور در تعظیم سگ
اندھا کتے کی آواز اور ڈر سے عاجز آ گیا	اندھا کتے کی تعظیم کرنے لگا
کاے امیر صید و اے شیر شکار	دست دست تست دست از من بدار
کہ اے شکار کے مالک اور اے شکار کے شیر!	غلبہ تجھی کو ہے مجھے چھوڑ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

کز ضرورت دم خررا آں حکیم	کرد تعظیم و لقب داوش ادیم
اس دانا نے مجبوراً گدھے کی دم کی	تعظیم کی اور اس کو "نری" کا لقب دیا
گفت او ہم از ضرورت اے اسد	از چوں من لاغر شکارت چہ رسد
اس نے بھی مجبوراً کہا اے شیر!	مجھ جیسے بوڑھے شکار، تجھے کیا ملے گا؟
گورمی گیرند یارانت بدشت	کورمی گیری تو در کوچہ بکشت
تیرے دوست جنگل میں گورخر پکڑتے ہیں	تو اندھے کو پکڑتا ہے جو گلی میں گشت میں ہے
گورمی جویند یارانت بہ صید	کورمی جوئی تو در کوچہ بہ کید
تیرے دوست شکار میں گورخر تلاش کرتے ہیں	تو گلی میں چالاکی سے اندھے کو ڈھونڈتا ہے

شرح حبیبی

ایک گلی کے اندر ایک کتا ایک اندھے فقیر پر شیر کی طرح حملہ کر رہا تھا۔ واقعی اہل اللہ پر کتے یعنی نااہل ہی حملہ کرتے ہیں اور جو چاند کی طرح روشن قلب ہیں وہ تو ان کی خاک آنکھوں میں بجائے سرمہ کے لگاتے ہیں (مجھے یہ اچھا معلوم ہوتا کہ اس کو مولانا کا تحسر قرار دیا جائے اس وقت ترجمہ یوں ہوگا۔ افسوس کہ کتا غصہ کے وقت درویشوں پر دوڑے حالانکہ ماہتاب سا عالی مرتبت ان کی خاک پا کو بجائے سرمہ کے آنکھوں میں لگاتا ہے) خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مقصد سنو وہ نابینا کتے کے بھونکنے اور اس کے خوف سے مجبور ہو گیا اور اس بیچارہ نے کتے کی تعظیم شروع کی اور یوں کہا کہ اے شکاری اور شکار کے شیر تو مختار ہے اور میں تیرے قبضہ میں ہوں تو مجھے چھوڑ دے کیونکہ ضرورت بری بلا ہے ایک حکیم نے ضرورت سے مجبور ہو کر گدھے کی دم کی تعظیم کی تھی اور اس کو نری کہا تھا۔ یوں ہی اس بیچارہ نے بھی کہا کہ اے شیر مجھ بیچارے دبلے پتلے شکار سے تیرے کیا ہاتھ آئے گا تیرے بھائی بند تو جنگل میں گورخر پکڑتے ہیں اور تو گلی میں گھومتے ہوئے اندھے کو پکڑتا ہے۔ تیرے بھائی بند تو شکار کے لئے گورخر ڈھونڈتے ہیں اور تو حیلہ سے گلی میں ایک اندھے کو ڈھونڈتا ہے۔ یہ امر تیری ہمت عالی سے نہایت بعید ہے۔

شرح شبیری

ایک اندھے فقیر پر ایک کتے کا حملہ کرنا

یک سگے الخ۔ یعنی ایک کتا ایک گلی میں ایک اندھے فقیر پر شیر دشت کی طرح حملہ کر رہا تھا آگے مولانا فرماتے ہیں سگ کند الخ۔ یعنی کتا تو فقیروں کا قصد غصہ سے کرتا ہے اور چاند فقیروں کی خاک آنکھ میں لگاتا ہے سگ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے سگ خصلت اور مہہ سے مانند مہہ مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جولوگ کہ سگ خصلت ہوتے ہیں وہی اولیاء اللہ کو ستاتے ہیں۔ ورنہ اچھے لوگ تو ان کی خاک پا کو آنکھوں میں لگاتے ہیں اتنا فرما کر آگے پھر اس اندھے فقیر کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ

کور عاجز الخ۔ یعنی اندھا اس کتے کی آواز سے اور خوف سے عاجز ہو گیا تو کتے کی تعظیم کرنے میں آیا۔ یعنی اس کی تعظیم اور اس کی تعریف شروع کی اور کہنے لگا کہ

کاے امیر صید الخ۔ یعنی کہ اے شکار کے امیر اور اے شکار کے شیر (یعنی شکاری) غلبہ تجھی کو ہے مجھ سے ہاتھ اٹھالے یعنی اجی شکاری صاحب آپ ہی غالب ہیں میری کیا مجال ہے مگر خدا کے لئے مجھے چھوڑ دیجئے۔

کز ضرورت الخ۔ یعنی کہ ضرورت کی وجہ سے گدھے کی دم کی اس حکیم نے تعظیم کی اور اس کو ادیم لقب دیا۔ ادیم کہتے ہیں خوشبودار چمڑہ کو حاصل یہ کہ ضرورت کی وجہ سے گدھے کو باپ بنانا پڑا۔

گفت اوہم الخ۔ یعنی اسی نے ضرورت کی وجہ سے کہا کہ اے شیر مجھ جیسے دبلے سے کیا شکار ہاتھ آئے گا۔

گور میگیرند الخ۔ یعنی تیرے ساتھی تو جنگل میں گورخر کو پکڑتے ہیں اور تو گلی میں گشت لگاتے ہوئے اندھے کو پکڑتا ہے (کیسے بری اور شرم کی بات ہے)

گور میجویند الخ۔ یعنی تیرے ساتھی تو شکار میں گورخر کو تلاش کرتے ہیں اور تو مکر سے اندھے کو تلاش کرتا ہے (ذرا تو شرما کہ کیسی بری بات ہے) گور اور کور میں تجنیس خطی کی خوبی ظاہر ہے۔

آں سگ عالم شکار گور کرد	ویں سگ بے مایہ قصد کور کرد
اس سدھے ہوئے کتے نے گورخر کا شکار کیا	اس بے ہنر کتے نے اندھے کا قصد کیا
علم چوں آموخت سگ رست از ضلال	می کند در بیشہ ہا صید حلال
جب کتے نے ہنر سیکھ لیا گمراہی سے چھوٹ گیا	جنگلوں میں حلال شکار کرتا ہے
سگ چو عالم گشت شد چالاک زحف	سگ چو عارف گشت شد از اصحاب کہف
کتا جب صاحب علم بنا چالاک و چست ہو گیا	کتا جب باخدا بنا اصحاب کہف میں سے ہو گیا
سگ شناسا شد کہ میر صید کیست	اے خدا آں نور اشناسندہ چیست
کتا واقف ہو گیا کہ میر شکار کون ہے	اے خدا وہ پہچاننے والا نور کہاں ہے؟

شرح حبیبی

قصہ بالا سے مولانا نتیجہ نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جس کتے کو علم حاصل ہو گیا وہ سمجھتا ہے کہ شکار کے قابل

www.besturdubooks.wordpress.com

گورخر ہے نہ کہ اندھا اور بے علم سے بے بہرہ کتا اندھے کو مارنا چاہتا ہے جو شکار نہیں ہے یہ فرق ہے علم اور جہل میں اور علم ایسی چیز ہے کہ جب کتے کو حاصل ہو گیا تو وہ غلطی سے رہائی پا گیا اور سمجھنے لگا کہ کیا چیز شکار کے قابل ہے اور کیا نہیں لہٰذا وہ جنگل میں حلال شکار کرنے لگا اور آدمیوں کو نہیں پھاڑتا۔ پس جب کتا واقف ہو گیا تو تیز اور چالاک ہو گیا اور جب اس کو معرفت حاصل ہوئی تو اصحاب کہف میں سے ہو گیا اور علم کے ذریعہ سے وہ پہچاننے لگا کہ شکاری کون ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے اللہ وہ نور کیا شے ہے جس سے کتوں کو یہ تمیز حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ مناسب اور نامناسب میں امتیاز کرنے لگتے ہیں اور اپنے آقا کو پہچاننے لگتے ہیں یہ دولت تو ہم کو بھی عطا کر۔ مولانا نے اس واقعہ کو بیان کر کے اس سے فضیلت علم و معرفت ثابت کی اور اخیر میں ترغیب دی کہ یہ دولت حاصل کرنے کے قابل ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کتے تو بیجا اور جا میں امتیاز کریں اور اپنے مالک کو پہچانیں۔ بلکہ معرفت الٰہی حاصل کر کے اصحاب کہف میں داخل ہو جائیں اور آدمی کے اندر یہ باتیں نہ ہوں۔ بڑے شرم کی بات ہے۔ آگے ان لوگوں کی غلطی کا منشا بیان فرماتے ہیں جو قابل فعل اور قابل ترک اشیا میں تمیز نہیں کرتی اور حق سبحانہ کو نہیں پہچانتے اور کہتے ہیں

شرح شبیری

آن سگ الخ۔ یعنی اس عالم کتے نے تو گورخر کا شکار کیا اور اس بے مایہ کتے نے قصد اندھے کا کیا۔ مطلب یہ کہ جو کتا سکھایا ہوا تھا وہ تو گورخر کا شکار کر رہا ہے اور چونکہ یہ کتا بے علم ہے اس لئے اندھوں کو ستاتا ہے آگے مولانا علم کی تعریف فرماتے ہیں کہ دیکھو کتے نے علم سیکھا تو اس کو بھی پہچان ہو گئی اور اپنے آقا کے کہنے پر چلنے لگا تو انسان کو بھی چاہیے کہ علم سیکھے اور اس سے اپنے مالک حقیقی کو پہچانے فرماتے ہیں کہ

علم چون الخ۔ یعنی جب علم سیکھ لیا تو کتا گمراہی سے چھوٹ گیا اور جنگلوں میں حلال شکار کرنے لگا۔

سگ چو عالم الخ۔ یعنی کتا جب عالم ہو گیا تو چست و چالاک ہو گیا اور کتا جب عارف ہو گیا تو اصحاب کہف سے ہو گیا اس لئے کہ جب کہ اس کو بھلے اور برے کی پہچان تھی جب ہی تو اس نے اچھوں کا اتباع کیا اس سے اس کا مرتبہ بلند ہو گیا اور وہ بھی ان ہی میں سے شمار کیا گیا۔

سگ شناسا شد الخ۔ یعنی کتا پہچاننے لگا کہ امیر شکار کون ہے (تو اسی کا اتباع کرتا ہے آگے مولانا دعا فرماتے ہیں) کہ اے خدا وہ نور پہچاننے والا کہاں ہے (ہم کو بھی عطا فرما کہ ہم بھی اپنے آقا اور مالک حقیقی کو پہچانیں)

کور نشناسد نہ از بے چشمی است	بلکہ ایں زاں ست کز جہلست مست
اندھا نہیں پہچانتا ہے (یعنہ پہچانتا) آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے	بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جہل سے مست ہے
نیست خود بے چشم تر کور از زمیں	ایں زمیں از فضل حق شد خصم بیں
زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے	یہ زمین اللہ کے کرم سے دشمن کو دیکھ لینے والی ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

نورِ موسیٰ را دید و موسیٰ را نواخت	خسف قاروں کرد و قاروں را شناخت
موسیٰ کے نور کو اس نے دیکھا اور موسیٰ کو نوازا	قارون کو دھنسا دیا اور قارون کو پہچانا
رجف کرد اندر ہلاک ہر دعی	فہم کرد از حق کہ یا ارض ابلعی
ہر حرامزادے کو ہلاک کرنے کے لئے زلزلہ میں آ گئی	"اے زمین تو پانی نگل لے" اللہ کی جانب سے سمجھ گئی
خاک و باد و آب و نار با شرر	بے خبر از ما و از حق با خبر
مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریوں والی آگ	ہم سے بے خبر ہیں اور اللہ (تعالیٰ) سے باخبر ہیں
ما بعکس آں ز غیر حق خبیر	بے خبر از حق با چندیں نذیر
ہم اس کی بالعکس خدا کے غیر سے باخبر ہیں	اور باوجود اس قدر ڈرانے والوں کے خدا سے بے خبر ہیں
لا جرم اشفقن منہا جملہ شاں	کند شد ز آمیز حیواں جملہ شاں
یقیناً وہ تمام (کائنات) اس (بار امانت) سے ڈر گئی	ان کی آمادگی حیوان کی (صفات کی) آمیزش سے سست ہو گئی
گفت بیزاریم جملہ زیں حیات	کہ بود با خلق حی با حق موات
کہا ہم سب اس زندگی سے بیزار ہیں	کہ مخلوق کے ساتھ زندہ خدا کے تعلق میں مردہ ہے
چوں بماند از خلق گردد او یتیم	انس حق را قلب میں باید سلیم
جب مخلوق سے جدا ہو جائے تو وہ یتیم ہو جائے	اللہ (تعالیٰ) سے محبت کے لئے قلب سلیم چاہیے

شرح حبیبی

اندھے کے نہ پہچاننے کی یہ وجہ نہیں کہ وہ آنکھوں سے اندھا ہے بلکہ یہ ہے کہ وہ اعمی القلب ہے کیونکہ اگر وہ آنکھوں کا اندھا ہے تو زمین سے زیادہ تو اندھا نہیں لیکن زمین بفضلہ تعالیٰ اپنے دوست و دشمن سے واقف ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کا نور اس نے دیکھا ان کی وقعت کی ان کے حکم کو مانا۔ بس اگر وہ جانتی نہ ہوتی تو ان کا حکم کیونکر مانتی اور قارون کو دھنسا لیا لہٰذا اس کو پہچاننا بھی ثابت ہوا۔ ہر شریر کو زلزلہ سے ہلاک کیا اور حق سبحانہ کے حکم یا ارض ابلعی ماءک کو سمجھا۔ پس اس نے دوست اور دشمن میں بھی تمیز کی اور اپنے مالک کو بھی جانا۔ اس کی اطاعت بھی کی باوجود یہ کہ اس کی متعارف آنکھیں نہیں تو معلوم ہوا کہ اندھے کے پہچاننے کی وجہ ظاہری آنکھوں کا نہ ہونا نہیں بلکہ بصیرت کا نہ ہونا ہے۔ افسوس مٹی ہوا پانی آگ سب کے سب مخلوق سے غافل اور خدا سے باخبر ہیں لیکن برخلاف ان کے ہماری یہ حالت ہے کہ غیر حق سے تو باخبر ہیں اور باوجود یہ کہ اتنے انبیاء متنبہ کر چکے ہیں مگر حق سے ہم پھر بھی بے خبر ہیں چونکہ یہ حیوانیت کا اثر ہے اسی لئے جس وقت امانت سپرد کرنے کے لئے ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی مرضی دریافت کی گئی تو وہ اس کے قبول کرنے سے ڈر گئیں اور حیوانیت جس کی قبول کی امانت کے بعد ضرورت ہوتی اس کے اختلاط کے خیال سے ان کی ہمت ٹوٹ گئی اور صاف کہہ دیا کہ ہم کو اس حیات کی ضرورت نہیں جس سے مخلوق کے ساتھ تو ہم زندہ ہوں اور خالق کے ساتھ مردہ۔ یعنی مخلوق سے باخبر اور خالق سے بے خبر اور جس کے سبب ہم کو مخلوق میں اتنا انہاک ہو کہ جب مخلوق سے علیحدہ ہو جائیں تو اسے ہو جائیں کہ گویا ہم ایک بے کس یتیم ہیں۔ حیوانیت کے ساتھ رہ کر ہمارے لئے حق کے ساتھ تعلق رکھنا نہایت دشوار ہے کیونکہ اس کے لئے قلب سلیم کی ضرورت ہے اور نیت کے ساتھ سلامت قلب دشوار ہے لہٰذا ہم کو معذور رکھا جائے۔

شرح شبیری

کور نشناسد الخ۔ یعنی اندھا جو پہچانتا نہیں تو یہ آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ جہل کی وجہ سے مست ہو رہا ہے اس لئے حقائق اس سے پوشیدہ ہیں۔

نیست خود بے الخ۔ یعنی زمین سے زیادہ بے آنکھوں والا اندھا کوئی نہیں ہے مگر یہ زمین بھی فضل حق سے دشمن کو دیکھنے والی ہے یعنی اس کو بھی دشمن اور دوست کی شناخت ہے آگے اس شناخت کی ایک فرد کو بیان فرماتے ہیں کہ

نور موسیٰ الخ۔ یعنی اس زمین کے موسیٰ علیہ السلام کا نور دیکھا اور اون کی عزت کی اور قارون کو خسف کیا اور اسکو پہچانا مطلب یہ کہ دیکھو جب زمین کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے قارون کی بابت حکم خذ یہ دیا ہے تو اس نے پہچانا کہ یہ حکم ایک نبی کا ہے اس لئے اس کو مان لیا اور بجالائی اور چونکہ قارون کو جانتی تھی کہ یہ نافرمان ہے اس لئے اس کو اپنے اندر دھنسا دیا تو دیکھو زمین کہ جو بالکل ہی اندھی بے چشم ہے اس کو بھی ادراک وشعور ہے معلوم ہوا کہ حقائق اور علوم کا مدرک ہونا ان چشم ظاہری ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ بے ان کی بھی ان کا ادراک ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر علم نہیں اور شعور نہیں ہے تب بے شک نہیں ہو سکتا اور بعض لوگ قائل ہوئے ہیں کہ یہ خسف قارون زمین سے بسبب حکم موسیٰ علیہ السلام کے اضطرارا سرزد ہو گیا اس کے شعور کو اس میں دخل نہ تھا مگر محققین کا یہی مسلک ہے کہ اس نے اپنے شعور سے اس کو اپنے اندر لے لیا اور اس میں کوئی استحالہ نہیں ہے۔

رخ کرد الخ۔ یعنی ہر حرام زادہ کے ہلاک کرنے میں متزلزل ہوئی اور حق تعالیٰ سے یا ارض ابلعی کو سمجھا۔ مطلب یہ کہ جس وقت بعد طوفان کے حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یا ارض ابلعی ماء ک تو اس کو سن کر اس نے تعمیل ارشاد کی آخر یہ بھی علم اور شعور ہی کی بدولت تھا اور فرماتے ہیں کہ

خاک وباد الخ۔ یعنی خاک اور ہوا اور پانی اور آگ شعلوں والی ہم سے تو بے خبر ہے اور حق تعالیٰ سے باخبر ہے مطلب یہ کہ خاک وباد وآتش وغیرہ ہماری نسبت تو بے شک بے شعور اور بے حس ہیں مگر حق تعالیٰ کے احکام کے سامنے سب باخبر ہیں اور سب کو شعور بھی ہے اور علم بھی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ما بعکس الخ۔ یعنی ہم بالعکس ان کے غیر حق سے تو خبردار ہیں اور حق تعالیٰ سے باوجود اتنی نذیروں کے بے خبر ہیں۔ مطلب یہ کہ سخت افسوس اور حسرت کی بات ہے کہ زمین و آسمان جو کہ جمادات محضہ ہیں وہ تو حق تعالیٰ کی عظمت و جلال سے باخبر ہوں اور ہم جو کہ عاقل کہلاتے ہیں اس سے مطلقاً بے خبر ہوں افسوس صد افسوس۔

لاجرم الخ۔ یعنی آخرکار وہ ساری اس سے ڈر گئیں اور حیوان کی آمیزش سے ان کا حملہ کند ہو گیا۔ قرآن شریف میں ہے انا عرضنا الامانة علی السموت والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا تو مطلب یہ ہے کہ چونکہ زمین و آسمان کو ادراک عظمت باری تعالیٰ کا تھا اس لئے اس امانت کے اٹھانے سے سب ڈر گئے اور اگرچہ حضرت انسان بھی اس زمین ہی سے بنے ہیں مگر ان کے اندر یہ جہل اور عدم شعور آمیزش حیوانیت کی وجہ سے آ گیا ورنہ اصل یہی تھا کہ اس میں بھی شعور و ادراک تھا۔

گفت بیزاریم الخ۔ یعنی سب نے کہا کہ ہم ایسی حیات سے بیزار ہیں کہ مخلوق کے ساتھ تو زندہ ہوں اور حق تعالیٰ سے مردہ یعنی مخلوق کی عظمت و جلال تو پیش نظر رہے اور حق تعالیٰ سے غافل ہو جائیں ایسی حیات کو سلام ہے اور اگر ان کے اندر یہ حیات حیوانی ہوتی تو ان کی بھی یہی حالت ہوتی اس لئے یہ حیات تو ابتلاء اور آزمائش کے لئے ہے لہٰذا ان سب نے اس سے پناہ مانگی اور اپنی اسی حالت میں رہنے کو پسند کیا یہ علم ہی کی برکت ہے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ وہ خلق سے مشابہ ہو گیا تو وہ یتیم رہ گیا حق تعالیٰ کے انس کے لئے قلب سلیم کی ضرورت ہے اور اگر قلب سلیم نہیں ہے تو حق تعالیٰ سے مناسبت اور تعلق کب پیدا ہو سکتا ہے آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر فرمایا تھا کہ۔ چون بدزد دوزد دینار رخت کور۔ الخ یعنی جب کوئی ہوشیار چور کسی اندھے کا مال لے جائے تو اس کو خبر نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح جبکہ نفس جہلاء کا مال و متاع باطنی چھین لے تو ان کو بھی بوجہ ناواقفی کے حقیقت سے خبر نہیں ہو سکتی۔ آگے اسی کی طرف انتقال ہے فرماتے ہیں کہ

چوں زکورے دزد دزد دکالۂ	می کند آں کور عمیا نالۂ
جب چور اندھے کا سامان چرا لیتا ہے	وہ اندھا اندھا دھند روتا ہے
تا نہ گوید دزد او را کاں منم	کز تو دزدیدم کہ دزد پر فنم
جب تک چور اس سے نہ کہے کہ وہ میں ہوں	میں نے تیری چوری کی ہے کیونکہ میں ماہر چور ہوں
کے شناسد کور دزد خویش را	چوں ندارد نور چشم و آں ضیا
اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے؟	جبکہ وہ نہ آنکھوں میں نور رکھتا ہے نہ وہ روشنی
چوں بگوید ہم بگیر او را تو سخت	تا بگوید او علامتہائے رخت
جب وہ کہہ دے اس کو مضبوطی سے پکڑ لے	تاکہ وہ سامان کی علامتیں بتا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس جہاد اکبر آمد عصر دزد	تا بگوید کو چہ ذر دیدست مرد
پس چور کو بھینچنا بڑا جہاد ہے	تاکہ وہ بتا دے کہ اس نے کیا چرایا ہے؟
اولاً دزد دید کحل دیدہ ات	چوں ستانی بازیابی تبصرت
اس نے پہلے تیری آنکھ کا سرمہ چرایا ہے	جب تو (واپس) لے لے گا دوبارہ بینائی حاصل کرے گا
کالۂ حکمت کہ گم کردہ دل ست	پیش اہل دل یقیں آں حاصل ست
دانائی کا سرمایہ جو دل نے گنوایا ہے	اہل دل کے سامنے یقینا وہ مل جاتا ہے
کور دل باجان و با سمع و بصر	می نداند دزد شیطاں را اثر
دل کا اندھا، جان اور کان اور بینائی کے ہوتے ہوئے	شیطان چور کی علامت کو نہیں جانتا ہے
زاہل دل جو از جماد آں راجو	کہ جماد آمد خلائق پیش او
اہل دل کے پاس تلاش کر بے حس کے پاس تلاش نہ کر	اس لئے کہ مخلوق اس کے مقابلہ میں بے حس ہے

شرح حبیبی

جب کسی اندھے کا کوئی چور مال چرا لیتا ہے تو وہ اندھا اندھا دھند نالہ و فریاد کرتا ہے کہ میں لٹ گیا مجھے لوٹ لیا اور جب تک چور نہ کہہ دے کہ میں ہوں جس نے تمہارا مال چرایا ہے کیونکہ میں بڑا چالاک چور ہوں اس وقت تک اندھا اپنے چور کو نہیں پہچان سکتا کیونکہ وہ بینائی اور روشنی تو رکھتا ہی نہیں جس سے پہچانے ایسے اندھے کو چاہیے کہ جب وہ اقرار کرلے کہ میں نے چرایا ہے تو اس کو خوب دبائے تاکہ وہ سامان کا پورا پتہ دیدے اب تم یہ سمجھو کہ چور (شیطان و نفس) کا دبانا ہے۔ جہاد اکبر ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے وہ مجبور ہوکر کہہ دے کہ میں فلاں شے لے گیا ہوں۔ خیر وہ تو جب بتائے گا تب ہی بتائے گا۔ ہمیں تم کو بتائے دیتے ہیں اولاً اس نے تمہاری بصیرت کا سرمہ یعنی حکمت چرائی ہے جب یہ تم اس سے واپس لے لوگے اور حکمت حاصل کرلوگے تم کو بصیرت حاصل ہو جائے گی اب ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ وہ کیونکر ملے گی سنو تمہارا سامان حکمت جو چوری گیا ہے وہ تم کو اہل دل کے یہاں یقیناً مل جائے گا۔ رہے وہ لوگ جو محجوب اور کور باطن ہیں ان کو تو اس چور یعنی شیطان کا پتہ بھی نہیں۔ تم اہل دل کے یہاں جاکر لو وہ سب وصول کرادیں گے اور جمادات سے مت اس کے طالب ہو کیونکہ وہ تو چور ہی کو نہیں جانتے پس وہ کیا دلا سکتے ہیں اور جماد سے ہماری مراد عامۂ خلائق ہیں کہ یہ اہل دل کے مقابلہ میں جماد محض ہیں۔

شرح شبّیری

چون ارالخ۔ یعنی جبکہ کسی اندھے سے کوئی چور کسی اسباب کو چرالے تو وہ اندھا چوپٹ نالہ ہی کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ ہے کہ اگر نفس تمہارے علوم ومعارف کو تم سے علیحدہ کردے اور چرالے جائے تو بسبب تمہاری حقیقت سے اندھے ہونے کے تم بجز اس کے کہ واویلا کرو اور کچھ بھی علاج نہیں کر سکتے۔

تا نگوید دزد الخ۔ یعنی جب تک کہ چور خود نہ کہے کہ میں ہوں کہ جس نے تجھ سے چرایا ہے اس لئے کہ میں ایک پرفن چور ہوں۔

کے شناسد الخ۔ یعنی اندھا اپنے چور کو کب پہچان سکتا ہے جبکہ وہ نور چشم اور روشنی ہی نہیں رکھتا لہٰذا اب اس کے ملنے کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو خود وہ چور کہہ دے یا کسی نے اس کو چراتے ہوئے دیکھا ہو وہ بتائے غرض اگر کسی طرح سے وہ مل جائے اور اسکا پتہ چل جائے تو اب اس کی تدبیر بتاتے ہیں کہ

چون بگوید الخ۔ یعنی کہ جب وہ اپنے کو بتا دے تو اس کو خوب مضبوط پکڑ لو یہاں تک کہ وہ اسباب کی علامتیں بتا دے۔ مطلب یہ کہ جب کبھی یہ نفس قابو میں آ جائے تو پھر اس کو چھوڑو مت اور اس کو مجاہدہ و ریاضت نے خوب کمزور کر دو آگے خود فرماتے ہیں کہ

پس جہاد اکبر الخ۔ یعنی پس جہاد اکبر اس چور کا پکڑنا ہے تا کہ وہ قرم ساق چرائے ہوئے کو بتائے۔ مطلب یہ کہ جب کبھی وہ قابو میں آ جائے تو بس اس کو مجاہدہ و ریاضت میں لگا دو تا کہ جو کچھ علوم و معارف اس نے برباد کر دیئے ہیں ان کو واپس کر دے زن بمزد اس کو کہتے ہیں جو کہ اپنی جورو کو مزدوری پر چلاتا ہو یعنی قرم ساق۔ اب مولانا آگے فرماتے ہیں کہ وہ بعد مجاہدات و ریاضات کے ہی بتائے گا مگر ہم تمہیں پہلے ہی بتائے دیتے ہیں کہ اس نے تمہاری اشیاء ذیل چرائی ہیں وہ یہ کہ

اولاً دزدید الخ۔ یعنی اول تو اس نے تیری آنکھ کا سرمہ چرایا ہے جب تو اس سے لے لیگا تو تجھے پھر بصیرت حاصل ہو جائے گی مطلب یہ کہ اول تو اس نے تیرے اندر جو مادہ حقیقت شناسی کا تھا اس کو غارت کیا ہے جب تم اس سے اس کو واپس لے لو گے تو پھر نور بصیرت حاصل ہو جائے گا۔

کالہ حکمت الخ۔ یعنی حکمت کی پونجی جو کہ دل کی گم کی ہوئی ہے وہ اہل دل کے سامنے یقیناً حاصل ہو مطلب یہ کہ حدیث میں ہے کہ کلمة الحكمة ضالة المومن تو فرماتے ہیں کہ وہ کلمہ حکمت جو کہ ضالۂ مومن ہے وہ اہل دل کے آگے ظاہر اور موجود ہوتا ہے۔

کوردل با جان الخ۔ یعنی کوردل باوجود جان کے اور کان کے اور آنکھ کے درد شیطان کے اثر کو نہیں جانتا۔

قرآن شریف میں ہے لهم اذان لايسمعون بها ولهم قلوب لايفقهون بها ولهم اعين لايبصرون بها یعنی ان کے کان ہیں مگر وہ سنتے نہیں اور قلوب ہیں مگر سمجھتے ہیں اور آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں۔ یہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ ان کے قلوب اندھے ہیں اور یہ لوگ کوردل ہیں تو ان کے علوم و معارف کو مت تلاش کرو اور مکائد شیطان کا علاج ان سے مت چاہو اس لئے کہ ان کو کچھ خبر ہی نہیں ہے او خویشتن گم است کرا رہبری کند یہ عوام

دوسرے کو کیا سنبھالیں گے پہلے خود تو سنبھل لیں۔

زاہل دل الخ۔ یعنی اس کو اہل دل سے ڈھونڈو اور جماد سے مت ڈھونڈو اس لئے کہ اور خلائق تو ان حضرات کے آگے جمادات ہی ہیں لہٰذا چاہیے کہ نفس وشیطان کے مکروں کا علاج حضرات اہل اللہ سے پوچھیں اور اس پر عمل کریں اور یہ حضرات خوب واقف ہوتے ہیں اس مضمون کو یہاں ختم کر کے آگے پھر اس سائل کی حکایت کی طرف رجوع ہے کہ

بازمی گردیم سوئے راز جو	تاشود ہم مشورت باراز گو
راز تلاش کرنے والے کی طرف ہم پھر لوٹتے ہیں	تاکہ راز بتانوالے سے وہ ہم مشورہ ہو سکے
مشورت جوینده آمد نزد او	کاے اب کودک شدہ رازے بگو
مشورہ چاہنے والا اس کے پاس آیا	اے بچہ بنے ہوئے باپ! ایک راز بتا دے
گفت روزیں حلقہ کیں در باز نیست	باز گرد امروز روز راز نیست
اس نے کہا اس زنجیر کے پاس سے چلا جا کیونکہ دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے	واپس ہو جا آج راز (بتانے) کا دن نہیں ہے
گر مکاں را رہ بدے در لامکاں	ہمچو شیخاں بودمے من بردکاں
اگر مکان کے لئے لامکان میں راستہ ہوتا	مشائخ کی طرح میں گدی پر ہوتا

خواندن محتسب مست خراب افتادہ را بسوئے زنداں

محتسب کا ایک بدمست پڑے ہوئے کو قید خانہ کی طرف بلانا

محتسب در نیم شب جائے رسید	در بن دیوار مستے خفتہ دید
کوتوال آدھی رات کو ایک جگہ پہنچا	دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سویا ہوا دیکھا
گفت ہے مستی چہ خوردستی بگو	گفت زیں خوردم کہ ہست اندر سبو
اس نے کہا ارے تو نشہ میں ہے بتا تونے کیا پیا ہے؟	اس نے کہا جو صراحی میں ہے وہ میں نے پیا ہے
گفت آخر در سبو وا گو کہ چیست	گفت زانچہ خوردہ ام گفت آں خفی ست
اس نے کہا صاف بتا کہ آخر صراحی میں کیا ہے؟	اس نے کہا جو میں نے پیا ہے کہا یہ گول مول بات ہے
گفت آنچہ خوردۂ خود چیست آں	گفت آنکہ در سبو مخفی ست آں
اس نے کہا یہ بتا کہ جو تونے پیا ہے وہ کیا ہے؟	اس نے کہا وہی جو صراحی میں چھپا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دور می شد ایں سوال وایں جواب	ماند چوں خر محتسب اندر خلاب
یہ سوال اور جواب چلتا رہا	کوتوال گدھے کی طرح کیچڑ میں پھنس گیا
گفت او را محتسب ہیں آہ کن	مست ہو ہو کرد ہنگام سخن
اس سے کوتوال نے کہا، خبردار آہیں بھر	مست نے بات کرتے ہوئے آہا ہا کہا
گفت گفتم آہ کن ہو می کنی	گفت من شادم تو از غم منحنی
اس نے کہا میں نے آہ کرنے کو کہا تو آہاہا کرتا ہے	اس نے کہا میں خوش ہوں تو غم سے جھک گیا ہے
آہ از درد و غم و بیدادی ست	ہوی ہوی مے خوراں از شادی ست
آہ درد اور غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتی ہے	شرابیوں کا آہاہا کرنا خوشی کی وجہ سے ہوتا ہے
محتسب گفت ایں ندانم خیز خیز	معرفت متراش بگذار ایں ستیز
کوتوال نے کہا میں یہ کچھ نہیں جانتا، تو کھڑا ہو اٹھ	بزرگی نہ بگھار، یہ جھگڑا ختم کر
گفت رو تو از کجا من از کجا	گفت مستی خیز تا زنداں بیا
اس نے کہا جا، تو کہاں اور میں کہاں	اس نے کہا تو نشہ میں ہے، اٹھ قید خانہ چل
گفت مست اے محتسب بگذار و رو	از برہنہ کے تواں بردن گرو
مست نے کہا اے کوتوال جانے دے اور چلا جا	ننگے کا کیا گروی کیا جا سکتا ہے؟
گر مرا خود قوت رفتن بدے	خانہ خود می رفتمے ویں کے شدے
اگر مجھ میں خود بخود جانے کی طاقت ہوتی	تو میں اپنے گھر چلا جاتا اور یہ (جھگڑا) کب ہوتا؟
من اگر با عقل و با امکانمے	ہمچو شیخاں بر سر دکانمے
میں اگر عقلمند اور قابو میں ہوتا	مشائخ کی طرح مسند پر ہوتا
گر مرا رائے و تدبیر بدے	ہمچو شیخاں جاہ و توقیرے بدے
اگر مجھ میں رائے اور تدبیر ہوتی	مشائخ کی طرح رتبہ اور عزت ہوتی
ہم مرا زنبیل و دریوزہ بدے	نذر و ادرار ہمہ روزہ بدے
میری بھی جھولی اور بھیک ہوتی	روزانہ کی نذر اور بخشش ہوتی
بگذر از من زانکہ گم کردی تو راہ	باز جو ریش بزرگ و خانقاہ
میرے پاس سے چلا جا کیونکہ تو بھٹک گیا ہے	لمبی داڑھی اور خانقاہ تلاش کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اچھا اب ہم پھر اس راز تلاش کرنے والے کی طرف لوٹتے ہیں تا کہ وہ اپنے راز گو سے مستشیر ہوئے۔ غرض مشورہ کا طالب ان کے پاس آیا اور کہا کے اے بچہ بن جانے والے باپ آپ مجھ سے ایک راز کہہ دیجئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ بس زنجیر اور کنڈے کے ہی پاس سے لوٹ جا یہ دروازہ کھلا ہوا نہیں۔ یعنی یہاں راز داز کچھ نہیں الٹا ہی لوٹ جا۔ یہ دن راز کہنے کا نہیں اگر مجھ متمکن کو لامکانی یعنی حق سبحانہ سے تعلق خاص ہوتا تو میں اور بزرگوں کی طرح ایک دوکان پر بیٹھا ہوتا اور تعلیم وہدایت میں مصروف ہوتا۔ میری تو وہی مثل ہے جو ایک مست کی تھی تفصیل اس کی یہ ہے کہ آدھی رات کے وقت محتسب ایک مقام پر پہنچا دیکھا کیا ہے کہ دیوار کی جڑ میں ایک مست پڑا ہوا ہے۔ محتسب نے کہا کہ ارے تو مست ہے بتا تو نے کیا پیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں نے وہی پیا جو سبو میں ہے اس نے کہا اچھا بتا سبو میں کیا ہے اس نے کہا وہی جو میں نے پیا ہے اور جو کہ تجھے معلوم نہیں۔ اس نے کہا کہ اچھا تو نے پیا کیا ہے اس نے کہا جو سبو میں مخفی ہے دیر تک یہی سوال وجواب ہوتے رہے اور محتسب بیچارہ ایسا چکر میں آیا کہ جیسا گدھا دلدل میں پھنس کر رہ جاتا ہے مجبور ہو کر محتسب نے کہا کہ اب تو آہ کر اور اپنی قسمت کو رو کیونکہ اب تیری کمبختی آنے والی ہے مست نے ہو ہو کرنا شروع کیا۔ محتسب نے کہا میں کہتا ہوں آہ کر تو ہو ہو کرتا ہے اس نے کہا میں تو خوش ہوں اس لئے ہو ہو کرتا ہوں غم سے تیری ہی کمر ٹیڑھی ہے تو آہ کر اس لئے کہ آہ تو وہی کرتا ہے جس کو تکلیف ہو رنج ہو یا مظلوم ہو۔ رہے شرابخوارہ تو خوشی سے ہو ہو کرتے ہیں محتسب نے کہا کہ میں کچھ نہیں جانتا چل اٹھ معرفت کی باتیں نہ بنا اور مباحثہ چھوڑ۔ اس نے کہا چل لمبا پڑ تو کہاں میں کہاں میں تیرے ساتھ کیوں جاؤ اس نے کہا تو مست ہے چل حوالات میں تجھے حد لگائی جائے گی۔ اس نے کہا محتسب صاحب معاف کیجئے اور تشریف لے جایئے ننگے سے کپڑے کوئی گرو نہیں رکھتا کیونکہ اس کے پاس ہیں ہی نہیں (مطلب یہ ہے کہ جو کام جس سے نہ ہو اس کی اس کو تکلیف نہیں دی جا سکتی) آپ خیال تو فرمائیں کہ اگر میں چل سکتا تو اپنے گھر نہ جاتا اس حالت میں کیوں ہوتا۔ پس میں بھی یوں کہتا ہوں کہ اگر میں عاقل اور صاحب قدرت راز گوئی ہوتا تو اس حالت میں کیوں ہوتا۔ دوکان پر ہوتا۔ میرے لئے بھی یا جھولی اور گداگری ہوتی۔ جیسے بعض فقراء کے لئے حق سبحانہ کی طرف سے شریعت کا لحاظ رکھتے ہوئے یہ مجاہدہ تجویز ہوتا ہے یا مجھے نذرانہ اور تحفہ تحائف ملتے۔ جیسا کہ اور فقرا کو ملتے ہیں۔ بھائی تم کو دھوکا ہوا تم مجھے چھوڑ دو اور کسی خانقاہ میں جاؤ اور کسی بڑی داڑھی والے کو ڈھونڈ و۔

شرح شبّیری

بازمیگردیم الخ۔ یعنی کہ ہم پھر اس راز جو کی طرف لوٹتے ہیں تا کہ وہ راز گو کے ساتھ ہم مشورت ہو۔

مشورت الخ۔ یعنی مشورہ کا تلاش کرنے والا ان کے پاس آیا کہ ارے باوا جو کہ لڑکا بن گیا ہے ایک بات تو بتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت رواں الخ۔ یعنی انہوں نے کہا کہ چل یہاں سے کہ یہ دروازہ کھلا ہوا نہیں ہے اور لوٹ جا کہ آج راز بتانے کا دن نہیں ہے۔

گر مکاں را الخ۔ یعنی اگر مکان کو لامکان میں رستہ ہوتا تو میں بھی دوسرے شیخوں کی طرح ایک دکان پر ہوتا۔ مطلب یہ کہ اگر اس عالم ناسوت سے تعلق رکھتا ہوتا اور میرے سپرد خدمت خلق ہوتی تو میں بھی شیخ المشائخ بنا ہوا ایک دوکان کی طرح لگائے ہوئے بیٹھا ہوا ہوتا مگر میری حالت اس کے مناسب نہیں ہے لہٰذا تم یہاں سے جاؤ آگے اس کے مناسب ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک محتسب نے ایک مست کو دیکھ کہ وہ نشہ میں پڑا ہوا ہے تو اس کو اس نے جھڑک کر کہا کہ کمبخت تو نے شراب پی ہے تو جیل خانہ چل تو اس نے کہا کہ اگر میرے اندر اتنی طاقت ہوتی کہ جیل خانہ تک جاؤں تو میں اپنے گھر ہی نہ چلا جاتا اتنی نوبت ہی کیوں آتی کہ تم مجھے دیکھتے تو اس طرح حضرت بہلول نے بھی کہہ دیا کہ اگر میری حالت ان کے قابل ہوتی تو میں بھی ایک دوکان لگائے ہوئے ہوتا اب حکایت سنو۔

محتسب کا ایک مست کو جیلخانہ میں بلانا اور اس کا جواب

محتسب الخ۔ یعنی آدمی رات کو محتسب ایک جگہ پہنچا تو ایک دیوار کی جڑ میں ایک مست کو سوتا ہوا دیکھا۔

گفت ہے الخ۔ یعنی محتسب نے کہا کہ ارے تو مست ہے تو نے کیا کھایا ہے بتا اس نے کہا کہ میں نے وہ کھایا ہے جو کہ گھڑے میں ہے۔

گفت آخر الخ۔ یعنی اس محتسب نے کہا کہ آخر گھڑے میں کیا ہے بتا تو وہ بولا کہ وہ ہے جو میں نے پیا ہے تو اس نے کہا کہ یہ بھی گول مول بات ہے (صاف کہہ اور بتا)

گفت آنچہ الخ۔ یعنی اس محتسب نے کہا کہ تو نے جو پیا ہے آخر وہ ہے کیا تو بولا کہ جو کچھ گھڑے میں ہے پوشیدہ ہے۔

دور می شد الخ۔ یعنی اس سوال اور جواب میں دور ہو رہا تھا تو وہ محتسب گدھے کی طرح کیچڑ میں رہ گیا۔ یعنی متحیر ہوا کہ آخر اس سے کس طرح دریافت کروں۔

گفت او را الخ۔ یعنی محتسب نے اس سے کہا کہ اب افسوس کرو (کہ جیل خانہ چلنا ہوگا) تو مست نے باتوں میں ہو ہو کرنا شروع کیں۔

گفت گفتم الخ۔ یعنی محتسب نے کہا کہ میں نے کہا تھا کہ آہ کر اور تو ہو ہو کرتا ہے تو بولا کہ میں خوش ہوں اور تو غم کی وجہ سے دبلا اور کمزور ہو رہا ہے۔

آواز درد الخ۔ یعنی افسوس تو درد و غم اور ظلم کی وجہ سے ہوتا ہے اور مے کشوں کی ہو ہو خوشی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

محتسب گفت الخ۔ یعنی محتسب نے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا اب اٹھئے بہت بزرگی مت بگھاریئے اور اس لڑائی کو چھوڑیئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی وہ مست بولا کہ جا تو کہاں اور میں کہاں تو اس محتسب نے کہا کہ تو مست ہے اٹھ جیل خانہ تک آ۔
گفت مست الخ۔ یعنی مست نے کہا کہ اے محتسب چھوڑ اور جا ننگے سے تو رہن کو کب لے سکتا ہے۔
مطلب یہ کہ مجھ سے تجھے کیا ملے گا بھائی تو اپنا کام کر جا چلا جا۔
گر مرا خود الخ۔ یعنی اگر مجھے چلنے کی طاقت ہوتی تو میں اپنے گھر ہی نہ جاتا یہ بات ہی کا ہے کو ہوتی کہ آپ تشریف لا کر مجھے دق کرتے آگے حضرت بہلول کا قول نقل فرماتے ہیں کہ
من اگر الخ۔ یعنی اگر میں عقل اور امکان کے ساتھ ہوتا . تو شیخوں کی طرح کسی دوکان پر ہوتا۔ مطلب یہ کہ اگر میں بھی اس کام کا ہوتا تو دوسروں کی طرح مشہور ہوتا مگر میں تو علیحدہ رہتا ہوں میں رائے وغیرہ دینے کے قابل نہیں ہوں نہ مجھے کچھ آئے۔
گر مرا رائے الخ۔ یعنی اگر میرے اندر رائے اور تدبیر ہوتی تو پیر جیون کی طرح میری بھی عزت اور توقیر ہوتی
ہم مرا الخ۔ یعنی میرے پاس بھی ایک زنبیل اور بھیک ہوتی اور نذر اور درار تمام دنوں کا ہوتا۔ اہل قصص نے لکھا ہے کہ بعض بزرگوں کی شان ہوتی ہے کہ انہوں نے توکل کیا تو ان کو حکم دیا گیا کہ خود جا کر جھولی لے کر مانگو اور بعض نے توکل کیا تو عوام کے قلوب کو ان کی طرف مائل کر دیا کہ لوگ ان کی خدمت کرتے تھے غرضیکہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے سپرد خدمت خلق ہوتی تو میں بھی یا اس طریقے کو اختیار کرتا یا اس کو جب مجھے کوئی طریقہ بھی حاصل نہیں ہے لہذا معلوم ہو گیا کہ میں رائے وغیرہ دینے کے کام کا نہیں ہوں۔
بگذر از من الخ۔ یعنی مجھے چھوڑ اس لئے کہ تو راستہ بھول گیا ہے کسی لمبی داڑھی والے کو اور خانقاہ کو تلاش کر کہ وہاں تجھے ایسے لوگ ملیں گے جو تیری مشکل کو حل کر دیں گے ورنہ میں کچھ نہیں جانتا یاد رکھ۔ جب اس نے دیکھا کہ یہ تو کسی طرح قابو میں آتے ہی نہیں تو اس نے دوبارہ دوسرے پہلو سے بات شروع کی جس سے کہ وہ کھل جائیں اس کے بعد مطلب کی بات کہے گا آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

دوم بارہ درسخن آوردن سائل شیخ را تا حال باقی معلوم گردد

سوال کرنے والے کا شیخ کو دوبارہ بات چیت میں لگانا تا کہ باقی حال معلوم ہو جائے

گفت آں سائل کہ آخر یک نفس	اے سوارہ بر نے ایں سوراں فرس
اس سائل نے کہا کہ آخر تھوڑی دیر کے لئے	اے بانس کے سوار گھوڑا اس طرف ہانک دے
راند سوئے او کہ ہیں زوتر بگو	کاسپ من بس توسن ست وتند خو
گھوڑا اس طرف بڑھایا کہ ہاں جلد کہہ	کیونکہ میرا گھوڑا بہت منہ زور اور تند مزاج ہے
تا لگد بر تو نہ کوبد زود باش	از چہ می پرسی بیانش کن تو فاش
تا کہ تیرے دولتی نہ مار دے جلدی کر	کیا پوچھتا ہے اس کو واضح کر؟

او مجال راز دل گفتن نہ دید	زو بروں شو کرد و در لاغش کشید
اس نے دلی راز کہنے کا موقع نہ دیکھا	اس کو ٹال دیا اور مذاق میں لگا لیا
گفت می خواہم دریں کوچہ زنے	کیست لائق از برائے چوں منے
اس نے کہا میں اس گلی میں ایک عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہوں	مجھ جیسے کے لئے کون سی مناسب ہوگی؟
گفت سہ گونہ زنند اندر جہاں	آں دو رنج و ایں یکے گنج رواں
اس نے کہا دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہیں	دو وبال ہیں اور ایک گنج رواں ہے
آں یکے راچوں بخواہی کل تراست	ویں دگر نیمے ترا نیمے جداست
ایک سے جب تو نکاح کرے گا وہ پوری تیری ہے	دوسری آدھی تیری ہے آدھی بیگانہ ہے
واں سوم ہیچ او ترا نبود بداں	ایں شنیدی دور شو رفتم رواں
سمجھ لے تیسری بالکل تیری نہ ہوگی	تو نے یہ سن لیا بھاگ جا میں روانہ ہوتا ہوں
تا ترا اسپم نپراند لگد	کہ بیفتی بر نہ خیزی تا ابد
تاکہ میرا گھوڑا تیرے دولتی نہ اڑا دے	اور تو ایسا گرے کہ قیامت تک نہ اٹھے
شیخ راند اندر میان کودکاں	بانگ زد بار دگر او را جواں
شیخ نے گھوڑا بچوں میں دوڑا دیا	جوان نے ان کو دوبارہ پکارا
کہ بیا آخر بگو تفسیر ایں	ایں زناں سہ نوع گفتی برگزیں
کہ آئیے آخر اس کی تفصیل بتائیے	آپ نے تین قسم کی عورتیں بتائیں منتخب کر دیجئے
راند سوئے او و گفتش بکر خاص	کل ترا باشد زغم یابی خلاص
اس کی طرف گھوڑا دوڑایا اور اس سے کہا باکرہ خاص	سب تیری ہوگی تو غم سے نجات پالے گا
وانکہ نیمے آن تو بیوہ بود	وانکہ ہیچست آں عیال باولد
جو آدھی تیری ہوگی بیوہ ہوگی	وہ جو تیرے لئے کچھ نہیں بال بچے والی بیوہ عورت ہوگی
چوں زشوئے اولش کودک بود	مہر کل خاطرش آں سو رود
جب اس کے پہلے شوہر سے بچہ ہوگا	اس کے دل کی محبت اس طرف جائے گی
دور شو تا اسپ نندازد لگد	سم اسپ تو سنم بر تو رسد
بھاگ جا تاکہ گھوڑا دولتی نہ مار دے	میرے سرکش گھوڑے کا کھر تیرے لگے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہائے وہوئے کرد شیخ و باز راند	کودکاں را باز سوئے خویش خواند
شیخ نے ہائے و ہو کی اور پھر (گھوڑا) دوڑا دیا	بچوں کو پھر اپنی طرف بلا لیا
باز بانگش کرد آں سائل بیا	یک سوالم ماند اے شاہ کیا
سوال کرنے والے نے پھر ان کو آواز دی کہ آیئے	اے شہنشاہ! ایک سوال رہ گیا
باز راند ایں سو بگوز و ترچہ بود	کہ زمیداں آں بچہ گویم ربود
پھر (گھوڑا) اس طرف کو دوڑایا کہ جلد کہہ کیا تھا؟	کیونکہ وہ بچہ میدان سے میری گیند لے بھاگا
گفت اے شہ باچنیں عقل وادب	ایں چہ شیدست ایں چہ فعلست اے عجب
اس نے کہا اے شاہ! اس عقل و ادب کے ہوتے ہوئے	یہ کیا بناوٹ ہے؟ یہ کیا کام ہے؟ تعجب ہے
تو ورائے عقل کلی در بیاں	آفتابی در جنوں چونی نہاں
تو بیان میں عقل کل سے آگے ہے	تو سورج ہے پاگل پن میں کیوں پوشیدہ ہے؟
گفت ایں اوباش رائے می زنند	تا دریں شہر خودم قاضی کنند
کہا یہ عوام سوچتے ہیں	کہ اس شہر کا مجھے قاضی بنا دیں
دفع می گفتم مرا گفتند نے	نیست چوں تو عالمے صاحب فنے
میں ٹالتا ہوں وہ مجھ سے کہتے ہیں نہیں	تم جیسا (کوئی دوسرا) صاحب فن عالم نہیں ہے
باوجود تو حرام ست و خبیث	کہ کم از تو در قضا گوید حدیث
تمہارے ہوتے ہوئے ناجائز اور برا ہے	کہ تم سے کمتر فیصلہ کی بات کرے
در شریعت نیست دستورے کہ ما	کمتر از تو شہ کنیم و پیشوا
شریعت میں کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہم	تم سے کم تر کو شاہ اور پیشوا بنا لیں
زیں ضرورت گیج و دیوانہ شدم	زیں گروہ از عجز بیگانہ شدم
اس مجبوری میں میں پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں	عاجز آ کر ان لوگوں سے بیگانہ بن گیا ہوں
ظاہراً شوریدۂ و شیدا شدم	لیک در باطن ھمانم کہ بدم
بظاہر پاگل اور دیوانہ ہو گیا ہوں	لیکن در حقیقت میں وہی ہوں کہ جو تھا
عقل من گنج ست و من ویرانہ ام	گنج اگر پیدا کنم دیوانہ ام
میری عقل خزانہ ہے اور میں ویرانہ ہوں	اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو میں دیوانہ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

او ست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شد	ایں عسس را دید و در خانہ شد
دیوانہ وہ ہے جو دیوانہ نہ بنا	کوتوال کو دیکھا اور گھر میں نہ چھپا
دانش من جوہر آمد نے عرض	ایں بہائے نیست بہر ہر عرض
میری عقل جوہر (پائیدار) ہے نہ کہ عرض (غیر مستقل)	یہ ہر عرض کی قیمت نہیں ہے
کان قندم نیستان شکرم	ہم زمن می روید و من می خورم
میں شکر کی کان ہوں شکر کی اکھ ہوں	(شکر) مجھ میں سے پیدا ہوتی ہے اور میں (خود) کھاتا

شرح حبیبی

سائل نے کہا کہ اے نئے سوار تھوڑی دیر کے لئے ذرا اپنا گھوڑا ادھر بڑھا لایئے۔ یہ سن کر انہوں نے ادھر گھوڑا بڑھایا اور کہا اچھا جلد کہو جو کہنا ہے کیونکہ میرا گھوڑا بہت سرکش اور کڑوا ہے ایسا نہ ہو تمہارے لات مار دے جلدی کہو اور جو کچھ پوچھنا ہے صاف کہو۔ یہ سن کر اس نے اصلی راز بیان کرنے کا موقع نہ سمجھا یا لہٰذا اس کو چھوڑ کر ایک فضول بات میں ان کو الجھالیا اور کہا کہ مجھے آپ کی جناب میں ایک عورت کے متعلق دریافت کرنا ہے آپ فرما دیجئے کہ مجھ سے شخص کے لائق کون عورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں تعیین تو کرتا نہیں مگر تفصیل بتائے دیتا ہوں ان میں جو عورت تم کو پسند ہو اس سے شادی کر لو۔ دنیا میں تین قسم کی عورتیں ہیں بعض تو ان میں نہایت مرغوب اور دولت کی طرح آرام جان ہے اور بعض وبال جان۔ ان میں ایک تو وہ ہے کہ اگر تم اس سے شادی کرو تو وہ کل تمہاری ہوگی اور دوسری وہ ہے جو آدھی تمہاری اور آدھی دوسرے کی تیسری وہ ہے جو بالکل بھی تمہاری نہیں۔ بس تم سن چکے اب چل دو میں اڑنچھو ہوتا ہوں دیکھ گھوڑا لات نہ مار دے کہ تو ایسا گرے کہ پھر اٹھنا بھی نصیب نہ ہو۔ یعنی مر جائے۔ یہ کہہ کر شیخ گھوڑے کو اڑاتے ہوئے لڑکوں میں پہنچ گئے۔ اس شخص نے ان کو پھر بلایا اور کہا کہ ذرا ادھر تو تشریف لایئے یہ تو آپ معما کہہ گئے ذرا اس کی شرح تو کر دیجئے جو تین قسم کی عورتیں آپ نے بیان کی ہیں ان کو مفصل تو بیان کیجئے۔ شیخ نے اس کی طرف پھر گھوڑا بڑھایا اور کہا کہ خاص باکرہ تو ایسی ہے جو کل تیری ہے اور تجھے اس کے ذریعہ سے غم سے نجات مل سکتی ہے اور وہ جو آدھی تیری ہے وہ بیوہ لاولد ہے اور وہ جو بالکل تیری نہیں وہ صاحب اولاد بیوہ ہے کیونکہ جب پہلے خاوند سے اس کی اولاد ہے تو اس کی دلی محبت کل پہلے خاوند سے ہوگی۔ اچھا اب بھاگ جاتا کہ گھوڑا لات نہ مار دے اور میرے سرکش گھوڑے کا پاؤں تجھ تک نہ پہنچ جائے یہ کہہ کر شیخ نے پھر دیوانہ وار ہا دہو کی اور گھوڑے کو بڑھایا اور بچوں کو اپنی طرف بلایا کہ آ ؤ رے لڑکو کھیلیں اس سائل نے پھر آواز دی کہ جناب میرا ایک سوال اور رہ گیا اس کا بھی جواب دے دیجئے میں چلا جاؤنگا۔ شیخ نے

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر گھوڑا بڑھایا اور کہا کہ جلد کہو کیا سوال ہے کہ لڑکا میدان میں سے میری گیند لے گیا میں جا کر اس سے چھینوں گا اس نے کہا کہ آپ تو اس قدر عاقل اور دانا ہیں پھر یہ کیا مغالطہ دہی ہے اور یہ آپ کی کیا حرکت ہے مجھے سخت حیرت ہے آپ تو بیان میں عقل کل سے بھی بڑھے ہوئے ہیں پھر آفتاب ہو کر ابر جنون میں کیوں پوشیدہ ہیں۔ آپ نے فرمایا اے عزیز اصل بات یہ ہے کہ عوام میں مشورے ہو رہے تھے کہ مجھے قاضی شہر بنائیں بالآخر مجھ سے کہا گیا میں ان کو ٹالتا رہا۔ لیکن انہوں نے منظور نہ کیا اور کہا کہ آپ کی مثل کوئی شخص عالم اور صاحب فن نہیں ہے لہٰذا آپ کے ہوتے ہوئے حرام اور ناجائز ہے کہ کوئی کم درجہ کا شخص قضا میں گفتگو کرے کیونکہ شریعت کی اجازت نہیں کہ فاضل کے ہوتے ہوئے مفضول قاضی ہو۔ پس ہم حکم شریعت سے مجبور ہیں اور آپ سے کم کو اپنا حاکم اور مقتدا نہ بنائیں گے۔ اس ضرورت سے میں پاگل اور دیوانہ بن گیا اور مجبور ہو کر اس گروہ سے علیحدگی اختیار کی کیونکہ میں اپنے اندر اس بار گران کے تحمل کی قوت نہ پاتا تھا اور عوام میری کمزوری کو سمجھتے نہ تھے اور مجبور کرتے تھے گو میں بظاہر دیوانہ اور مجنوں ہو گیا لیکن باطن میں وہی ہوں جیسا کہ تھا۔ میری عقل مثل خزانہ کے ہے اور اپنی ظاہری خستگی کے سبب مثل دیوانہ کے ہوں اور وہ خزانہ اس ویرانہ میں پوشیدہ ہے۔ بس میں دیوانہ نہیں کہ اس خزانہ کو ظاہر کر کے نقصان اٹھاؤں۔ وہ دیوانہ ہے جو ایسی حالت میں دیوانہ نہ ہو جائے اور کوتوال (عوام) کو دیکھ کر گھر میں (پردۂ جنون میں) نہ چھپ جائے۔ میری عقل جوہر ہے عرض نہیں۔ (یعنی پختہ اور مضبوط ہے کمزور نہیں) اور یہ اس قابل نہیں کہ اس کو ہر سامان (حطام دنیا) کے بدلہ میں دے دیا جائے یعنی جاہ و مال پر اس کو قربان کر دیا جائے۔ میں تو کان قند اور نیشکر کا کھیت ہوں پس شکر مجھی سے پیدا ہوتی ہے اور میں بھی ان سے متمتع ہوتا ہوں۔ یعنی اپنی علوم و معارف سے خود ہی لذت اٹھاتا ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ کوئی قدر دان ہو۔

شرح شبّیری

اس سائل کا ان بزرگ کو دوبارہ باتوں میں لگانا تاکہ حال باقی معلوم ہو جائے

گفت آن الخ۔ یعنی اس سائل نے کہا آخر تھوڑی دیر کو اے بانس سوار ذرا ادھر گھوڑا چلا دو۔

راند سوے الخ۔ یعنی اس کی طرف چلایا کہ ہاں جلدی سے کہہ اس لئے کہ میرا گھوڑا بہت قوی اور تیز ہے (لیکن بھاگ جائے گا لہٰذا جو کہنا ہے جلدی کہہ لے۔ ایسی باتیں شروع کر دیں تاکہ مجنوں معلوم ہوں)

تا لگد برالخ۔ یعنی تیرے کہیں لات نہ مار دے جلدی کہہ تو کیا پوچھتا ہے جلدی ظاہر کر۔ سبحان اللہ بانس کا گھوڑا اور لات مار دے یہ ساری باتیں اس لئے کہیں کہ یہ شخص مجنوں ہی سمجھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او مجال الخ۔ یعنی اس شخص نے بات کہنے کی مجال نہ دیکھی تو اس سے الگ ہو کر اس کو مذاق میں کھینچا۔ مطلب یہ کہ جب اس شخص نے دیکھا کہ یہ بات نہ سنیں گے اور اسی طرح ٹالتے رہیں گے تو اس نے مذاق شروع کیا تا کہ ہنسی مذاق کرنے سے ذرا یہ کھل جائیں گے تو ان سے اصل مقصود کو بھی ظاہر کروں گا تو اس نے یہ سوچ کر یہ کہنا شروع کیا کہ

گفت بخواہم الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ میں یہاں ایک عورت کرنا چاہتا ہوں تو مجھ جیسے کے لائق کون ہے۔ اصل مقصود تو اس شخص کا کسی مشکل باطنی کا حل تھا مگر اس کو چھوڑ کر یہ باتیں شروع کیں یہ سن کر حضرت بہلول نے جواب دیا کہ

گفت سہ گونہ الخ۔ یعنی حضرت بہلولؒ نے فرمایا کہ دنیا میں عورتیں تین قسم کی ہوتی ہیں دو تو خراب اور ایک خزانہ جاری۔

آن یکے را جاالخ۔ یعنی اس ایک کو اگر تو کرے تو وہ تو ساری تیری ہی ہے اور دوسری آدھی تیری اور آدھی الگ۔

و آن سوم الخ۔ یعنی اور وہ تیسری تیری نہیں ہے جان لے یہ سن لیا تو اب بھاگ میں جاتا ہوں۔

تا ترا الخ۔ یعنی تا کہ کہیں میرا گھوڑا تیرے لات نہ مار دے کہ تو گر جائے گا اور پھر کبھی اٹھ نہ سکے گا اوپر۔ چونکہ باتیں عقل کی کہی تھیں اس کے بعد ایک یہ بات کہ دیکھو میرا گھوڑا لات نہ مار دے ایسی کہہ دی کہ جس سے جنون معلوم ہو غرضیکہ یہ کہہ کر حضرت چل دیئے۔

شیخ راند الخ۔ یعنی شیخ نے لڑکوں کے اندر گھوڑا چلایا تو اس شخص نے پھر ان کو آواز دی۔

کہ بیا آخر بگو الخ۔ یعنی ذرا یہاں تشریف لا کر اس کی تفسیر تو کر دیجئے اور ان تینوں قسموں میں سے چھانٹ تو دے دیجئے۔

راند سوئے الخ۔ یعنی اس کی طرف پھر تشریف لائے اور اس سے کہا کہ خاص کنواری تو ساری تیری ہے اور تو غم سے چھوٹ جائے گا یعنی اس سے نکاح کر کے تو کسی قسم کا غم ہی نہیں مزے کرو۔

وان کہ نیمے الخ۔ یعنی اور جو کہ آدھی تیری ہے وہ تو بیوہ بے اولاد ہے اور جو کہ بالکل تیری نہیں ہے وہ بیوی با اولاد۔

چون ز سوئے الخ۔ یعنی جبکہ پہلے خاوند سے اس کے بچے ہوگئے تو اس کے دل کا میلان کلی اسی طرف ہوگا اور تیری طرف مطلق متوجہ نہ ہوگی۔ یہ مضمون حدیث کا ہے۔ اسی طرح حدیث میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شریف النساء ثلثة واحدة لک وواحدة علیک وواحدة لک وعلیک اما التی لک فھی الحرة البکر فقلبھا وجھالک واما التی علیک فالمتزوجة ذات ولد تاکل مالک و تبکی علی الزوج الاول واما التی لک وعلیک فالمتزوجة التی لاولدلھا فان کنت لھا خیراً من الاول فھی لک والافھی علیک .

ان اشعار میں بھی بعینہ یہی مضمون ہے غرض کہ حضرت بہلول نے اس کو حدیث کے موافق بتا دیا آگے فرماتے ہیں کہ

دور شو تا الخ۔ یعنی دور ہو جا تا کہ میرا گھوڑا لات نہ مار دے اور میرے قوی گھوڑے کا سم تجھے پہنچ نہ جائے۔ ساری باتیں کہہ کر ایک بات ایسی فرما دیتے ہیں عجیب حالت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہائے ہوئے الخ۔ یعنی شیخ نے ہائے ہوئے کی اور پھر گھوڑا چلا دیا اور لونڈوں کو اپنی طرف بلایا۔ غرضکہ حضرت کی حالت بالکل لونڈوں جیسی ہو رہی تھی کہ ایک بانس پر سوار ہیں اور لڑکوں میں کھیلتے پھرتے ہیں۔

باز بانگش کرد الخ۔ یعنی اس سائل نے پھر آواز دی کہ حضرت تشریف تو لائیے۔ اجی عقلمند شاہ صاحب میرا ایک سوال اور رہ گیا ہے۔

باز راند الخ۔ یعنی پھر اس کی طرف تشریف لائے کہ ہاں جلدی سے کہہ کیا ہے اس لئے کہ میدان میں وہ لونڈا میری گیند لے بھاگتا ہے (سبحان اللہ کیا شان ہے) زود مخفف ہے زودتر کا بمعنی بہت جلدی۔

گفت اے شہ الخ۔ یعنی اس سائل نے کہا کہ اجی حضرت باوجود اس عقل وادب کے یہ کیا مکر ہے اور کیا حرکت ہے تعجب کی بات ہے۔

تو ورائے الخ۔ یعنی آپ تو بیان میں عقل کل سے بھی آگے ہیں اور آپ تو آفتاب ہیں آپ اس جنون میں کس طرح پوشیدہ ہیں مطلب یہ کہ آپ نے اس طرح اپنے کو کیوں کر رکھا ہے ماشاء اللہ عاقل سمجھدار ہیں۔ اس پر جواب ارشاد ہوا کہ

گفت این الخ۔ یعنی یہ اوباش لوگ رائے نکالتے تھے کہ مجھے اپنے اس شہر میں قاضی کریں۔

دفع میگفتم الخ۔ یعنی میں دفع کرتا تھا تو مجھ سے کہتے تھے کہ نہیں آپ جیسا تو کوئی صاحب فن عالم اور ہے ہی نہیں۔

باوجود تو الخ۔ یعنی آپ کے ہوتے ہوئے تو حرام اور خبیث ہے یہ بات کہ آپ سے کم ہو کر قاضی ہو کر بات کہے مطلب یہ کہ آپ کے ہوتے ہوئے اور کوئی قاضی بن ہی نہیں سکتا۔

در شریعت نیست الخ۔ یعنی شریعت میں یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے کہ تم سے کم کو بادشاہ اور پیشوا بنا دیں (جب آپ موجود ہیں تو آپ ہی پیشوا ہیں)

زین ضرورت الخ۔ یعنی اس ضرورت سے باؤلا اور دیوانہ ہو گیا ہوں اور اس گروہ سے عاجز ہو کر بیگانہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ ان لوگوں کے ایسے خیالات کو دیکھ کر باؤلا بن کر ان سے علیحدہ ہو گیا اور نہ قاضی بننا پڑتا تو کون علت مول لیتا۔ اب چونکہ حضرت بہلول نے اس کو طالب صادق دیکھا اس لئے فرماتے ہیں کہ

ظاہرا الخ۔ یعنی ظاہر میں باؤلا اور دیوانہ ہو گیا ہوں۔ لیکن باطن میں وہی ہوں جو کہ تھا۔

عقل من الخ۔ یعنی میری عقل ایک خزانہ ہے اور میں (مثل) ایک جنگل کے ہوں تو اگر میں خزانہ کو ظاہر کر دوں تو پاگل ہوں مطلب یہ کہ میرے علوم و معارف اور عقل ایک خزانہ کی طرح ہیں اور میں ایک جنگل کی طرح تو خزانہ کو تو جنگل میں اس لئے دفن کرتے ہیں کہ کسی کو خبر نہ ہو پھر اگر سب پر ظاہر کرتا پھروں اور بتاتا پھروں کہ میرے اندر یہ خزانہ مدفون ہے تو کیا میں بالکل پاگل تھوڑی ہوں۔

اوست دیوانہ الخ۔ یعنی وہ دیوانہ ہے جو کہ (ایسا) دیوانہ نہ ہوا اور اس کوتوال کو دیکھ کر گھر میں نہ گیا۔ مطلب یہ کہ جو اس دیوانگی کو چھوڑ کر غافل رہا اور عقل ظاہری پر ہی مغرور رہا تو فی الحقیقت تو وہ دیوانہ ہے اور جس نے کہ ایسے لوگوں

www.besturdubooks.wordpress.com

کو جو اس کو پکڑتے پھرتے ہیں اور کام میں لگاتے ہیں دیکھا اور چھپ نہ گیا وہ دیوانہ ہے بس چاہیے کہ ان سب سے علیحدہ ہو کر اپنے کو چھپا لے ہاں اگر کسی کے سپرد خدمت خلق ہے تو اس کی اور بات ہے یہ ان لوگوں کا ذکر ہے کہ جن کے سپرد حق تعالیٰ کی طرف سے یہ خدمت نہیں کی گئی بلکہ صرف نماز روزہ کر لو اور مزہ سے یاد خدا میں لگے رہو۔

دانش من الخ۔ یعنی میری عقل جوہر ہے عرض نہیں ہے تو یہ ہر عرض کی قیمت نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ میری حالت اس کے مناسب نہیں ہے جو کہ لوگ کہتے ہیں لہٰذا میں الگ ہو گیا۔

کان قندم الخ۔ یعنی میں قند کی کان ہوں اور شکر کی نیستان ہوں اور مجھ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور میں ہی کھا لیتا لیتا ہوں مطلب یہ کہ علوم و معارف کا میں خزانہ ہوں میرے ہی اندر سے پیدا ہوتے ہیں اور ان سے میں ہی لطف حاصل کرتا ہوں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی قدر بھی کرے بلکہ ان سے میں خود ہی حظ حاصل کرتا ہوں

علم تقلیدی و تعلیمی ست آں	کز نفور مستمع دارد فغاں
وہ تقلیدی اور (محض) پڑھا ہوا علم ہے	جو سننے والے کی بے رغبتی سے واویلا کرے
چوں پئے دانہ نہ بہر روشنی ست	ہمچو طالب علم دنیائے دنی ست
چونکہ وہ روٹی کے لئے ہے نور (معرفت) کے لئے نہیں ہے	(اس کا طالب) کمینی دنیا کے علم کا طالب جیسا ہے
طالب علم ست بہر عام و خاص	نے کہ تا یابد ازیں عالم خلاص
وہ علم کا طالب عوام و خواص کے لئے ہے	نہ اس لئے کہ اس عالم (دنیا) سے نجات پائے
ہمچو موشے ہر طرف سوراخ کرد	نیست مرغے از ہمہ سوراخ فرد
وہ چوہے کی طرح ہے جس نے ہر جانب بھٹ بنائے	وہ پرند نہیں ہے جو تمام بھٹوں سے آزاد ہو
ہمچو موشے ہر طرف سوراخہا	می کند غافل ز انوار لقا
وہ چوہے جیسا ہے کہ ہر جانب سوراخ	کھودتا ہے لقاء (اللہ) کے نوروں سے غافل ہے
چونکہ سوئے دشت و نورش رہ نبود	ہم در آں ظلمات جہدے می نمود
چونکہ وہ میدان اور نور کی طرف راہ یاب نہ ہوا	انہی تاریکیوں میں محنت کرتا رہا
گر خدایش پر دہد پر خرد	برہد از موشی و چوں مرغاں پرد
اگر خدا اس کو عقل کے پر دے دے	تو وہ چوہے پن سے نجات پا جائے اور پرندوں کی طرح پرواز کرے
ورنہ جوید پر بماند زیر خاک	نا امید از رفتن راہ سماک
اگر وہ پرندوں کا جویاں نہ ہو تو مٹی کے نیچے رہے گا	سماک کے راستہ پر چلنے سے ناامید (ہو کر)

www.besturdubooks.wordpress.com

علم گفتارے کہ او بے جاں بود	عاشق روئے خریداراں بود
وہ زبانی علم جو بے روح ہوتا ہے	وہ خریداروں کی توجہ کا عاشق ہوتا ہے
گرچہ باشد وقت بحث علم زفت	چوں خریدارش نباشد مرد و رفت
اگرچہ وہ بحث کے وقت بھاری علم ہو	جب اس کا خریدار نہ ہوگا تو وہ فنا ہوا اور جاتا رہا
مشتری من خدایست و مرا	می کشد بالا کہ اللہ اشتریٰ
میرا خریدار اللہ (تعالیٰ) ہے اور مجھے	وہ (عالم) بالا کی طرف کھینچتا ہے چنانچہ (ارشاد ہے) اللہ نے خرید لیا
خونبہائے من جمال ذوالجلال	خونبہائے خود خورم کسب حلال
میرا خون بہا ذوالجلال (اللہ تعالیٰ) کا جمال ہے	میں اپنا خونبہا کھاتا ہوں (جو) حلال کمائی ہے
ایں خریداران مفلس را بہل	چہ خریداری کند یک مشت گل
ان مفلس خریداروں کو چھوڑ	ایک مشت خاک کیا خریداری کر سکتی ہے؟
گل مخور گل را مخر گل را مجو	زانکہ گل خوارست دائم زرد رو
مٹی نہ کھا مٹی نہ خرید مٹی کی جستجو نہ کر	کیونکہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رو ہوتا ہے
دل بخر تا دائما باشی جواں	از تجلی چہرہ ات خوں ارغواں
دل کو خرید تاکہ تو ہمیشہ جوان رہے	تجلی سے تیرا چہرہ گل بابونہ کی سرخی کی طرح رہے گا
طالب دلشو کہ تا باشی چو گل	تا شوی شاداں و خنداں ہمچو مل
دل کا طالب بن تاکہ تو پھول کی طرح بنے	اور شراب کی طرح مسکراتا ہوا اور خوش رہے
دل نباشد آنکہ مطلوبش گل ست	ایں سخن را روئے با صاحبدلست
وہ دل ہی نہ ہوگا جس کا مطلوب مٹی ہے	یہ روئے سخن صاحب دل کے لئے ہے

شرح حبیبی

وہ علم تقلیدی و تعلیمی ہے جو سامعین کی ناقدردانی سے شکوہ و شکایت کرنے لگے اور وہ علم طلب رزق کی شے ہے نہ کہ نور معرفت حاصل کرنے کے لئے اور ایسے علم کا طالب ایسا ہی ہے جیسا طالب علم دنیاوی۔ وہ لوگوں کے لئے علم طلب کرتا ہے اس کا مقصود خود اپنی رہائی نہیں ہے کہ وہ خود اخلاق ذمیمہ اور ملکات رویہ سے نجات پا جائے وہ اس چوہے کی مانند ہے جو ہر طرف طلب رزق کے لئے سوراخ بناتا ہے اور رزق کے ذرائع کو محدود سمجھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس پرندہ کی مثل نہیں جو تمام سوراخوں سے مبرا اور رزق کی ایک نامحدود فضا اپنے ساتھ دیکھ رہا ہے یا احمق چوہے کی طرح ہر طرف سوراخ کرتا ہے اور طلب رزق میں ہمہ تن ساعی اور منہمک ہے لیکن انوار خوش لقا (حق سبحانہ) سے غافل ہے اور منشاء اسکا یہی ہے کہ رزق کے ذرائع نامحدود اور نور معرفت تک تو اس کی رسائی ہی نہیں اس لئے مجبوراً تاریکی جہل میں پھنسا ہوا سرگرم جدو جہد ہے لیکن اگر خدا اس کو پر ہائے عقل بخشے اور اس کی عقل کو نور معرفت عطا کرے جو عروج روحانی کا ذریعہ ہے تو ہرگز وہ چوہا پن نہ کرے بلکہ پروان کی طرح بلند پروازی کرے اور علو ہمت و عالی حوصلگی اختیار کرے اور سمجھے کہ ذرائع رزق نامحدود ہیں اس کا حصول کچھ ہماری سعی ناجائز پر موقوف نہیں پس اس کو یہ پر (نور معرفت) حاصل کرنے چاہئیں اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو ہمیشہ مبتلائے ظلمات جہل رہے گا اور ترقی سے مایوس اور محروم ہو جائے گا علم قال جس میں روح معرفت و حال نہ ہو اور قدر دانوں کا طالب ہو۔ایسا علم اگرچہ بحث و مباحثہ کے وقت بڑا معلوم ہوتا ہے مگر فی نفسہ بہت حقیر اور ناچیز ہے کیونکہ اسکی بقاء طالبین کی رغبت پر موقوف ہے اگر طالبین بے رغبتی کریں تو بہت جلد فنا اور رخصت ہو جاتا ہے اور میرا علم عام قدر دانوں کا محتاج نہیں میرا قدر دان اور خریدار خود حق سبحانہ ہے وہی اپنی قدر دانی سے مجھے عروج دیتا ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ خود فرماتا ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم جس طرح مجھے عام لوگوں کی قدر دانی کی ضرورت نہیں یوں ہی اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اس کو تحصیل رزق کا ذریعہ بناؤں بلکہ میں اپنے کو اس کی راہ میں فنا کر چکا ہوں اور اسکا خون بہا دیدار جمال حق سبحانہ پا چکا ہوں۔پس میں اپنے اسی خون بہا کو کھاتا ہوں جو کہ میرا کسب حلال ہے یعنی مشاہدہ جمال حق سے غذائے روحانی حاصل کرتا ہوں پس میری طلب تو یہ ہے باقی رہی غذائے جسمانی سو میں اس کا طالب و جویاں نہیں ہوں وہ مجھ کو حق سبحانہ کی طرف سے خود ملتی ہے اے عالم علم قال کہنا مان ان عام خریداروں کو چھوڑ ان سے تو اپنی دولت کی کیا قیمت حاصل کرتا ہے یہ تو ننگے ہیں وہ خود بھی ایک مشت خاک ہیں اور ان کی قیمت بھی خاک ہے ایک مشت خاک کیا خریداری کر سکتی ہے۔نہ تو مٹی کھا نہ مٹی خرید نہ مٹی تلاش کر تجھے معلوم نہیں مٹی کھانے والوں کی کیا حالت ہوتی ہے مٹی کھانے والا (طالب دنیا) ہمیشہ زرد رو (حق سبحانہ کے سامنے شرمندہ) ہوتا ہے۔ارے دل خرید اور دولت باطنی حاصل کرتا کہ تو ہمیشہ جوان اور قوی القلب رہے اور نور حق سبحانہ سے تیرا چہرہ سرخ اور روشن ہو۔بس ہم پھر کہتے ہیں کہ دل طلب کر اور حقیقت علم حاصل کرتا کہ تو گل اور محبوب و مرغوب ہو اور شراب کی طرح شاداں و فرحاں ہو (شراب کو شاداں و فرحاں کہنے کی غالباً وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ دوسروں میں نشاط و سرور پیدا کرتی ہے پھر خود کیوں شاداں و فرحاں نہ ہوگی یا یہ کہ وہ سرخ ہوتی ہے اور سرخی خوشی کا رنگ ہے واللہ اعلم خوب سمجھ لینا چاہیے جو دل اشیاء دنیہ اور حطام دنیاوی یعنی مال و جاہ طلب کرے وہ دل کہلانے کا مستحق نہیں کیونکہ اس میں دل کی صفات نہیں ان باتوں کو وہی سمجھ سکتا ہے جو صاحب دل ہو عوام کی سمجھ میں نہیں آئیں گی لہذا ہمارے مخاطب ارباب دل ہی ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

علم تقلیدی الخ۔ یعنی وہ علم تقلیدی اور تعلیمی ہے جو سننے والوں کی نفرت سے فغاں کرے۔ مطلب یہ کہ جس علم کے لئے ضرورت اس کی ہے کہ اس کی قدردان ہیں تو وہ باقی اور اس کو رونق اور ترقی ہے ورنہ زائل ہے تو وہ علم تقلیدی ہے اور جو علم تحقیقی ہوتا ہے اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی قدردان بھی ہو بلکہ وہ تو خود بخود بڑھتا ہے اور صاحب علم اس سے محظوظ ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ ہمارا علم تحقیقی ہے تقلیدی نہیں ہے اس لئے اگر ہم مجنوں ہو گئے اور اس حالت میں ہمارا کوئی قدردان نہ بھی رہا تب بھی ہم خوش اور مگن ہیں۔

چون پے الخ۔ یعنی جبکہ دانہ کے لئے ہے روشنی کے لئے نہیں ہے تو مثل دنیائے کمینی کا علم طلب کرنے والے کی طرح ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی علم دین کو دنیا کے لئے سیکھے وہ طالب علم دین نہیں ہے بلکہ ایسا ہے کہ جیسے دنیا ہی کا علم سیکھ لیا اس لئے کہ جب مقصود اس سے دنیا ہے تو وہ دنیا ہی کا ہو گیا۔ اگرچہ بظاہر دین کے لئے ہے۔

طالب علم است الخ۔ یعنی وہ ایک طالب علم ہے خاص وعام کے لئے نہ اس لئے کہ وہ اس عالم سے چھوٹ جائے۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ دنیا کے لئے علم حاصل کر رہا ہو تو اس کا نفع دوسروں کو تو پہنچے گا مگر اس کو خاک بھی نفع نہ ہوگا۔ آگے ایسے طالب علم کی مثال ہے کہ

ہمچو موشے الخ۔ یعنی چوہے کی طرح ہر طرف سوراخ کئے ہیں اور وہ پرند نہیں ہے کہ تمام سوراخوں سے مستغنی ہو مطلب یہ کہ جس طرح چوہا ہر طرف سوراخ کرتا ہے کہ زمین ہی میں سے کبھی اس طرف سے غذا لایا اور کبھی ادھر سے اسی طرح یہ طالب علم ہے کہ ہر جگہ کھانے ہی کی فکر ہے اور جو پرند ہوتا ہے اس کو سوراخوں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ تو ہر جگہ جا کر غذا کو حاصل کر سکتا ہے اسی طرح جو بزرگان دین ہیں اور طالب دین ہیں ان کو ان اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہوتی اور ان کو بے ان اسباب ظاہری کے ملتا ہے اور ان کی مثال کیمیا گر کی خوب ہے کہ کیمیا گر اسی میں خوش ہوتا ہے کہ اس کو کوئی نہ جانے کہ یہ کیمیا گر ہے اور جب اس کو کوئی جان لیتا ہے تو وہاں سے چل دیتا ہے بعینہ یہی حالت ہے ان حضرات کی اور ان کے علوم کی کہ یہ اسی میں خوش ہیں کہ ان کو کوئی نہ جانے اور جہاں کسی کو ان کے کمال کی اطلاع ہوئی اور یہ وہاں سے بھاگے۔

ہمچو موشے الخ۔ یعنی چوہے کی طرح چاروں طرف بہت سے سوراخ وہ کرتا ہے جو انوار لقاءِ حق سے غافل ہوتا ہے۔

چونکہ سوئے الخ۔ یعنی جب اس کو جنگل اور نور کی طرف راہ نہ تھی تو اسی ظلمات میں کوشش کرتا رہا۔

گر خدا ایش الخ۔ یعنی کہ خدا اس کو پر دے عقل کے پر کہ وہ اس چوہے پن سے چھوٹ کر پرندوں کی طرح چرے۔ مطلب یہ کہ وہ اس کوشش میں ہے کہ حق تعالیٰ اس کو نور بصیرت عطا فرمائے تو وہ اس حالت سے نکل کر محقق بن جائے۔ جب وہ کوشش کرتا ہے تو ایک دن ہو بھی جاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ورنہ جوید پراِلخ۔ یعنی اگر پرنہ ڈھونڈے تو خاک کے نیچے ہی رہتا ہے ساک کے راستہ کے چلنے سے ناامید رہتا ہے مطلب یہ کہ اگر طلب ہی نہ ہو تو پھر تو کبھی بھی تحقیق میسر نہیں ہو سکتی ہمیشہ اسی طرح ٹھوکریں کھاتے اور بھٹکتے گزر جائے گی۔

علم گفتاری الخ۔ یعنی علم قولی کہ وہ بے جان ہوتا ہے وہ عاشق خریداروں کے منہ کا ہوتا ہے۔ اگر قدر دان ہیں تو وہ بھی ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔

گرچہ باشد الخ۔ یعنی اگرچہ علم بحث کے وقت تو بہت قوی ہوتا ہے مگر جب اس کا خریدار نہ ہو تو مر جاتا ہے اور چل دیتا ہے۔ اس علم تقلیدی کی تو یہ حالت ہے کہ اگر اس کے خریدار ہیں تو اس میں ترقی بھی ہے اور اس کو قیام بھی ہے اور اگر قدر دان نہیں ہے تو ترقی تو درکنار باقی بھی نہیں رہتا جیسا کہ ظاہر ہے کہ علوم کبی کو اگر پڑھنے والے ہوں تب تو وہ باقی رہتا ہے ورنہ بالکل ذہول ہو جاتا ہے مگر جو علم کہ وہبی ہوتا ہے اس کو بے کسی خریدار اور قدر دان کے ہر وقت بقا اور ترقی ہے اس لئے کہ اس کا تعلق تو عطاء حق پر ہوتا ہے اور عطا ہر وقت ہے لہٰذا اس کو بھی ہر وقت ترقی ہے اس کو کسی قدر دان ظاہری کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا خریدار تو حق تعالیٰ ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

مشتری من الخ۔ یعنی میرا خریدار تو خدا ہے اور وہ مجھے بالا کی طرف کھینچ رہا ہے کہ اللہ نے خرید لیا ہے قرآن شریف میں ہے ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ تو یہ حق تعالیٰ کی خریداری ہم کو عالم غیب کی طرف کھینچتی ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیں خرید لیا ہے۔

خون بہائے من الخ۔ یعنی میرا خون بہا حق تعالیٰ کا جمال ہے اور میں اپنا خون بہا کھاتا ہوں اور کسب حلال ہے مطلب یہ کہ ہمیں جو حق تعالیٰ نے خریدا ہے تو اسکی قیمت میں ہم کو اپنا جمال مبارک دکھایا ہے بس ہم نے اس کے بدلے میں اپنی جان بھی فدا کر دی اور تعجب تو یہ ہے کہ جمال سے جو کہ ہمارے خون بہا میں ملا تھا اور جس کے عوض میں ہم نے اپنے کو فنا کر دیا تھا اسی سے خود ہی لطف حاصل کر رہے ہیں اور بالکل کسب حلال ہے کیسے تعجب اور حیرت کی بات ہے اور فرماتے ہیں کہ

این خریداران الخ۔ یعنی ان مفلس خریداروں کو چھوڑ دے اس لئے کہ ایک مٹھی خاک کیا خریداری کر سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ تیرے علوم کے جو آدمی قدر دان ہیں ان کو اور ان کی قدر دانی کو چھوڑ اس لئے کہ یہ یکمشت خاک خدا کے سامنے کیا خریداری کر سکتے ہیں اور کیا قیمت دے سکتے ہیں لہٰذا اپنا خریدار خدا کو بناؤ اور ان سے سب سے قطع تعلق کرو۔

گل مخور گل الخ۔ یعنی نہ مٹی کو کھاؤ اور نہ اس کو خریدو اور نہ تلاش کرو اس لئے کہ مٹی کھانے والا ہمیشہ زرد رو رہتا ہے۔

دل بخر تا الخ۔ یعنی دل کو خرید لو تا کہ تم ہمیشہ جوان رہو اور تجلی کی وجہ سے تمہارا چہرہ ارغوان کی طرح ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

طالب دل شو کہ الخ۔ یعنی دل کے طالب ہوتا کہ تم گل کی طرح رہو اور تا کہ تم شراب کی طرح خوش خرم رہو۔
دل نباشد الخ۔ یعنی وہ دل ہی نہیں ہوتا جس کا مطلوب کہ مٹی ہو اور اس بات کا رد و صاحب دل کی طرف ہے مطلب یہ ہے اس عالم مادی اور سفلیات میں مت رہو بلکہ اہل دل اور قلب سلیم کی تلاش کرو کہ وہی کام کی چیز ہے اور فرماتے ہیں کہ اس کا روئے سخن بھی جو صاحب دل ہو اسی کی طرف ہے ورنہ دوسرا اس کو کچھ بھی نہیں سکتا۔
چونکہ مولانا کا قاعدہ ہے کہ جہاں بہت پریشان ہوا کرتے ہیں وہاں دعا کرنے لگتے ہیں تو یہاں کہا تھا کہ عالم سفلی سے قطع تعلق کر کے عالم غیب سے تعلق پیدا کرو اور یہ اپنے قبضہ میں نہ تھا اس لئے آگے دعا فرماتے ہیں کہ

یا رب ایں بخشش نہ حد کار ماست	لطف تو لطف خفی را خود سزاست
اے خدا! یہ عطا ہمارے بس کی نہیں ہے	مخفی مہربانی کے لئے تیری مہربانی مناسب ہے
دست گیر از دست ما مارا بخر	پردہ را بردار و پردہ ما مدر
ہماری دستگیری فرما ہمیں ہم سے خرید لے	پردے کو اٹھا دے اور ہماری پردہ دری نہ فرما
باز خر ما را ازیں نفس پلید	کاردش تا استخوان ما رسید
اس ناپاک نفس سے ہمیں خرید لے	اس کی چھری ہماری ہڈیوں تک پہنچ گئی ہے
از چو ما بیچارگاں ایں بند سخت	کہ کشاید اے شہ بے تاج و تخت
ہم مجبوروں سے یہ سخت بیڑی	اے تاج و تخت سے مستغنی بادشاہ! کون کھول سکتا ہے؟
ایں چنیں قفل گراں را اے ودود	کہ تواند جز کہ فضل تو کشود
اے محبوب اس قدر بھاری قفل کو	تیری مہربانی کے علاوہ اور کون کھول سکتا ہے؟
ما ز خود سوئے تو گردانیم سر	چوں توئی از ما بما نزدیک تر
ہم اپنی جانب سے تیری جانب رخ کرتے ہیں	چونکہ تو ہم سے ہمارے اختیار سے بھی زیادہ نزدیک ہے
با چنیں نزدیکی دوریم دور	در چنیں تاریکی بفرست نور
اس قدر نزدیکی کے ہوتے ہوئے (بھی) ہم بہت دور ہیں	ایسی تاریکی میں تو نور بھیج دے
ایں دعا ہم بخشش و تعلیم تست	ورنہ در گلخن گلستاں از چہ رست
یہ دعا بھی تیری تعلیم اور عطا ہے	ورنہ بھٹی میں چمن کیسے اگتا؟
در میان خون و رودہ فہم و عقل	جز ز اکرام تو نتواں کرد نقل
خون اور انتڑی میں سمجھ اور عقل	تیرے کرم کے سوا کوئی منتقل نہیں کر سکتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از دو پارہ پیہ ایں نور رواں	موج نورش می زندتا آسماں
یہ جاری نور چربی کے دو ٹکڑوں سے!	اس کے نور کی موج آسمان سے ٹکراتی ہے
گوشت پارہ کہ زباں آمد ازو	می رود سیلاب حکمت جوبجو
گوشت کا ٹکڑا جو کہ زبان ہے اس سے	دانائی کا سیلاب نہر درنہر جاتا ہے
سوئے سوراخے کہ نامش گوشہاست	تا بباغ جاں کہ میوہ اش ہوشہاست
اس سوراخ کی جانب ہے جس کا نام کان ہے	جان کے باغ تک جس کا میوہ دانائیاں ہیں
شاہراہ باغ جانہا شرع اوست	باغ وبستانہائے عالم فرع اوست
جانوں کے باغ کی شاہراہ اس کی شریعت ہے	دنیا کے باغ اور چمن اس کی شاخ ہیں
اصل وسر چشمہ خوشی آنست آں	زود تجری تحتہا الانہار خواں
اصل اور خوشی کا سر چشمہ وہی وہ ہے	جلدی سے "اس کے نیچے نہریں جاری ہیں" پڑھ لے
قصۂ رنجور گو با مصطفیٰ	زانکہ لطف حق ندارد منتہیٰ
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بیمار کا قصہ بتا	اس لئے کہ اللہ کی مہربانی کی کوئی حد نہیں ہے
شکر نعمت چوں کنی چوں شکر تو	نعمت تازہ بوز احسان او
تو نعمت کا شکر کیسے ادا کر سکتا ہے جبکہ تیرا شکر کرنا	اسکے احسان سے ایک نئی نعمت ہے
عجز تو در شکر شکر آمد تمام	فہم کن دریاب قدتم الکلام
شکر سے تیرا عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے	سمجھ لے جان لے بات پوری ہوئی

شرح حبیبی

چونکہ طلب دنیا اقتضائے نفس سے ناشی ہے اور نفس کے پنجہ سے رہائی دشوار ہے اس لئے حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور التجا کرتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں اے اللہ یہ موہبت کبریٰ (دنیا سے بے رغبتی) ہماری طاقت سے باہر ہے (گو ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنی سی کوشش کریں اور کوتاہی نہ کریں) اس لئے تیرا لطف واعطائے دولت اس کا مستحق ہے کہ وہ محض میرے فضل خفی سے ناشی ہو اور ہماری جدوجہد پہنچی نہ ہو اے اللہ تو ہماری دستگیری کر اور ہم جو اپنے ہاتھ بکے ہوئے اور اپنے نفسوں کے غلام ہیں تو ہم کو ہمارے ہاتھ سے خرید لے اور تیرے اور ہمارے درمیان میں جو پردہ حائل ہے اس کو اٹھا دے اور ہم کو رسوا نہ کر ہم کو ہمارے نفس سے خرید لے اس کی چھری ہماری

www.besturdubooks.wordpress.com

ہڈی تک پہنچ گئی اور اس کی تعدی انتہا کو پہنچ گئی۔ اے اللہ تاج وتخت سے مستغنی بادشاہ تیرے سوا اس بند سخت کو ہم بے چاروں سے کون الگ کرسکتا ہے اور اے اللہ اس بھاری قفل کو تیرے فضل کے سوا کون کھول سکتا ہے اب ہم اپنے سے رخ پھیر کر اور اپنی کوششوں کو ناکافی سمجھ کر تیری طرف رخ کرتے ہیں تو ہم سے ہماری جانوں سے زیادہ نزدیک ہے مگر افسوس کہ ہم اس نزدیکی وقرب پر بھی تجھ سے بہت دور ہیں پس تو ہماری تاریکی میں نور پیدا کر اور ظلمات نفس سے چھڑا کر اپنا نور معرفت عطا فرما۔ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ یہ دعا بھی تیری ہی عطا اور تیری ہی تعلیم کردہ ہے ورنہ ہمارے بھاڑ میں باغ کب اگتا ہے اور ہمارے گندہ نفس میں یہ خیالات نفسیہ کہاں پیدا ہوسکتے ہیں تو ہی اپنے فضل سے خون اور آنتوں وغیرہ (جسم) میں فہم وعقل پیدا کرتا ہے اور دو چربی کے ٹکڑوں میں نور بصر جس کی موجیں آسمان سے ٹکر کھاتی ہیں تیرے ہی ذریعہ سے جاری ہے اور ایک گوشت کا ٹکڑا جس کو زبان کہتے ہیں اس سے سیلاب حکمت کی ندیاں ان سوراخوں کی طرف جن کو کان کہتے ہیں باغ جان تک جن کے میوہ ادراکات و افہام ہیں تو ہی جاری کرتا ہے اور اس سیلاب کا راستہ شاہراہ باغ جان ہے اور وہی اس کے بہنے کی جگہ ہے اور عالم کے باغ سب اسی سیلاب کی فرع اور اسی سے ناشی ہیں اور خوشی کی اصل اور اسکا سرچشمہ یہی سیلاب حکمت ہے باور نہ ہو تو فوراً جنت تجری من تحتها الانهار پڑھے۔ یعنی یہ نص گو ظہر سے تو جنات و انهار حسیہ ہی پر دلالت کرتی ہے مگر بطن سے جنات وانہار معنویہ ومعارف الٰہیہ پر دلالت کرتی ہے چونکہ حق سبحانہ کی الطاف غیر متناہی ہیں لہٰذا وہ شمار میں نہیں آسکتیں ان تعدوا نعمة الله لا تحصوها لہٰذا اپنے عجز کا اقرار کرکے اس مریض کی طرف متوجہ ہونا چاہیے کہ ان کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا قصہ ہوا۔ تم اس کی نعمتوں کا کیونکر شکر کرسکتے ہو جبکہ یہ شکر خود بھی اسکی ایک نعمت ہے اگر اسکا شکر کروگے وہ شکر بھی ایک نعمت ہے اسکا بھی شکر واجب ہے وہلم جرا غرض تم کسی طرح اس کے شکر سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے۔ پس ایسی حالت میں یہی شکر ہے کہ کہا جائے لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک اور اپنے عجز کا اقرار کیا جائے فتدبر تفہم۔ قصہ ختم ہوا۔

شرح شبیری

یارب این الخ۔ یعنی اے اللہ یہ عنایت ہماری طاقت کی حد سے تو باہر ہے آپ ہی کا لطف خفی کو سزاوار ہے۔

دستگیر از الخ۔ یعنی دست گری کیجئے اور ہم کو ہمارے ہاتھ سے خرید لیجئے اور پردہ کو اٹھا دیجئے اور ہماری پردہ دری نہ کیجئے۔ یعنی آپ کے دیدار کے جو حجاب مانع ہیں ان کو اٹھا دیجئے اور ہماری پردہ دری نہ کیجئے۔

باز خر ما را الخ۔ یعنی پھر ہم کو اس نفس پلید سے خرید لیجئے کہ اس کی چھری ہماری ہڈی تک پہنچ گئی ہے۔

از چو ما الخ۔ یعنی اے شہ بے تاج وتخت ہم سے اس قید سخت کو کون کھول سکتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

انچنین الخ۔ یعنی اے وددواس جیسے قفل گراں کوسوائے آپ کے فضل کے اور کون کھول سکتا ہے۔
ماز خود سوے الخ۔ یعنی ہم اپنے سے آپ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جبکہ آپ ہماری نسبت ہم سے زیادہ نزدیک ہیں جیسا کہ ارشاد ہے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔
با چنین نزدیکئے الخ۔ یعنی باوجود اس نزدیکی کے ہم دور ہی ہیں اور آپ ایسی تاریکی میں نور بھیجئے (جس سے ہماری آنکھیں کھلیں)
این دعا ہم بخشش الخ۔ یعنی یہ دعا آپ ہی کی بخشش اور تعلیم ہے ورنہ کھوڑی پر باغ کہاں اگتا ہے مطلب یہ کہ ہمارے اندر یہ باتیں کہاں تھیں یہ بھی آپ ہی کا فضل ہے۔
درمیان الخ۔ یعنی پھٹے خون کے درمیان میں سمجھ اور عقل بجز آپ کے اکرام اور کون نقل کرسکتا ہے مطلب یہ کہ دماغ میں جوکہ خون دریدہ ہے اس سمجھ اور عقل کا رکھ دینا یہ بھی آپ ہی کا فضل ہے۔
از دو پارہ الخ۔ یعنی چربی کے دو ٹکڑوں سے یہ نور جاری ہے کہ اس کے نور کی موج آسمان تک جاری ہے۔ مراد آنکھ ہے کہ دیکھو دماغ میں سے یہ نور آتا ہے جس میں کہ حیرت ہوتی ہے اور قدرت حق معلوم ہوتی ہے کہ اللہ اکبر کیا شے ہے کہ جس میں یہ نور ہے سبحان اللہ۔
گوشت پارہ الخ۔ یعنی ایک گوشت کا ٹکڑا کہ جسکا نام زبان ہے کہ اس سے علوم کے رودندی کی طرح بہتے ہیں۔
سوے سوراخیکہ الخ۔ یعنی اس سوراخ کی طرف کہ اس کا نام کان ہے باغ جان تک کہ اس کا میوہ ہوش ہے۔
شاہراہ الخ۔ یعنی ایک شاہراہ ہے کہ اس کی جان کا باغ اس کی شرح ہے اور اس عالم ظاہری کے باغ وبستان اسی کی فرع ہیں۔
اصل وسرچشمہ الخ۔ یعنی اصل اور سرچشمہ تو وہی ہے تم جلدی سے تجری تحتها الانهار پڑھو۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو حق تعالیٰ کی قدرت میں عقل دنگ ہے کہ دماغ میں جوکہ گوشت پوست اور خون کا بنا ہوا ہے عقل جیسی لطیف شے رکھی آنکھوں کا نور بھی اس چربی وغیرہ میں رکھا کانوں میں سننے کی طاقت دی وغیرہ وغیرہ تو اصل میں تو ان چیزوں کو اسی کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے اس لئے کہ اور اشیاء دنیوی سب ان کی فرع ہیں اور راہ حق وہی اصل اور سرچشمہ ہے آگے فرماتے ہیں کہ
قصہ رنجور الخ۔ یعنی اس بیمار کا قصہ حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیان کرو اس لئے کہ لطف حق کی تو کوئی انتہا ہی نہیں۔
شکر نعمت چون الخ۔ یعنی تم اس کی نعمتوں کا شکر کس طرح کرسکتے ہو جبکہ تمہارا یہ شکر بھی اس کے فضل سے ایک نئی نعمت ہے۔ مطلب یہ کہ ہمارا شکر کرنا بھی تو ایک نعمت خداداد ہے کہ اسی نے توفیق دی ورنہ کس کو توفیق ہوسکتی تھی لہٰذا اگر بالفرض پہلی نعمتوں کا شکر ادا بھی ہوگیا تب بھی یہ جو شکر کیا اس کا شکر کہاں ادا ہوا اگر اس کا ادا کیا تو اس کا جواب کیا کہاں ادا ہوا۔ ھکذا الیٰ غیر النهایة بس معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کوئی ادا نہیں کرسکتا۔ بس۔ شکر نعمہائے تو چندانکہ نعمہائے تو+عذر تقصیرات ما چندانکہ تقصیرات ما۔ اب چونکہ طالب کو سخت پریشانی ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ آخر کس طرح شکر ادا کرنا چاہیے اور تم کہتے ہو کہ ادا ہوتا ہی نہیں تو اب کیا کریں اس کی تدبیر فرماتے ہیں کہ عجز تو از شکر الخ۔ یعنی تمہارا شکر سے عاجز ہونا ہی پورا شکر ہے سمجھ لو اور پالو بات پوری ہو چکی۔ مطلب یہ کہ یہ کہہ دینا کہ اے اللہ ہم تیری نعمتوں کے شکر کرنے سے عاجز ہیں یہی خود شکر ہے اور اسی سے شکر ادا ہوتا ہے کہ اس درگاہ میں عجز کو ظاہر کردو اللھم لا نحصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ آگے ان صحابی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قصہ بیان فرماتے ہیں۔

تتمہ نصیحت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں بیمار را

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیمار کو نصیحت کرنے کا بقیہ قصہ

گفت پیغمبر مرآں بیمار را	چوں عیادت کرد یار زار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اس بیمار سے فرمایا	جب بیمار دوست کی مزاج پرسی کی
کہ مگر نوعے دعائے کردۂ	از جہالت زہر بائے خوردۂ
شاید تو نے کوئی دعا کی ہے	نادانی سے زہریلا شوربا پیا ہے
یاد آور چہ دعائے گفتۂ	چوں زمکر نفس می آشفتۂ
یاد کر کیا دعا کی ہے؟	جب تو نفس کے مکر سے پریشان ہوا ہے
گفت یادم نیست الا ہمتے	دار با من یادم آید ساعتے
اس نے کہا مجھے یاد نہیں، مگر توجہ	ڈال دیجئے مجھ پر فوراً مجھے یاد آ جائے گی
از حضور نور بخش مصطفیؐ	پیش خاطر آمد او را آں دعا
آنحضورؐ کی نور عطا کرنے والی تشریف آوری سے	وہ دعا اس کے دل میں آ گئی
ہمت پیغمبرؐ روشن کدہ	پیش خاطر آمدش آں گم شدہ
نورانی خاندان کے پیغمبرؐ کی توجہ سے	وہ بھولی ہوئی (دعا) اس کے دل میں آ گئی
تافت ازاں روزن کہ از دل تا دلست	روشنی کو فرق حق و باطل ست
اس روزن سے جو دل سے دل تک ہے چمکی	روشنی جو حق اور باطل میں فرق کر دینے والی ہے
گفت اینک یادم آمد اے رسول	آں دعا کہ گفتہ ام من بوالفضول
اس نے کہا اے رسول! اب مجھے یاد آ گئی	وہ دعا جو مجھ بے وقوف نے کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں گرفتار گنہ می آمدم	غرقہ گشتہ دست و پائے می زدم
جب میں گناہ میں مبتلا ہوگیا	ڈوب کر ہاتھ پیر مارتا تھا
ہر گنہ باب کشایش میں زند	غرقہ دست اندر حشایش می زند
گنہگار نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے	ڈوبتا ہوا گھاس پر ہاتھ مارتا ہے
از تو تہدید و وعیدے می رسید	مجرماں را از عذاب بس شدید
آپ کی جانب سے دھمکی اور ڈراوا پہنچا تھا	گنہگاروں کے لئے سخت عذاب کا
مضطرب می گشتم و چارہ نہ بود	بند محکم بود و قفل ناکشود
میں پریشان ہو گیا اور کوئی تدبیر نہ تھی	مضبوط قید تھی اور نہ کھلنے والا تالا
نے مقام صبر و نے راہ گریز	نے امیدے توبہ نہ جائے ستیز
نہ صبر کا مقام اور نہ بھاگنے کی جگہ	نہ توبہ کی امید نہ جھگڑے کا موقع
نے بغیر حق تعالیٰ یار من	ایں چنیں دشوار آمد کار من
نہ خدا کے علاوہ (کوئی) میرا دوست	میرا کام ایسا مشکل ہوگیا
من چو ہاروت و چو ماروت از حزن	آہ می کردم کہ اے خلاق من
میں غم سے ہاروت و ماروت کی طرح	آہ کرتا تھا کہ اے میرے پیدا کرنے والے؟

ذکر دشواری عذاب آخرت و سختی آن

آخرت کے عذاب کی دشواری اور سختی کا ذکر

از خطر ہاروت و ماروت آشکار	چاہ بابل را بکردند اختیار
ہاروت و ماروت نے خطروں کی وجہ سے علانیہ	بابل کے کنویں کو پسند کر لیا
تا عذاب آخرت اینجا کشند	گر بزند و عاقل و ساحر وشند
تاکہ آخرت کے عذاب کو اسی جگہ بھگت لیں	ہوشیار ہیں اور عقلمند ہیں اور جادوگر جیسے ہیں
نیک کردند و بجائے خویش بود	سہل تر باشد ز آتش رنج دود
اچھا کیا اور بامحل تھا	دھویں کی تکلیف آگ سے زیادہ آسان ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حد ندارد وصف رنج آنجہاں	سہل باشد رنج دنیا پیش آں
اس عالم (آخرت) کی تکلیف کی کوئی حد نہیں ہے	دنیا کی تکلیف اس کے مقابلہ میں آسان ہے
اے خنک آں کو جہادے می کند	بر بدن زجرے ودادے می کند
قابل مبارک باد ہے وہ شخص جو مجاہدہ کرتا ہے	بدن کو تنبیہ اور اسکے ساتھ انصاف کرتا ہے
تاز رنج آں جہانے وارہد	برخودایں رنج عبادت می نہد
تاکہ اس جہاں (آخرت) کی تکلیف سے نجات پالے	اپنے اوپر عبادت کی تکلیف ڈالتا ہے

شرح حبیبی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیمار صحابی سے ان کی عیادت کے وقت فرمایا کہ شاید تو نے کوئی دعا کی ہے جس کا یہ نتیجہ ہے اور اپنی نادانی سے زہر آلود شوربا کھایا ہے اور اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری ہے اچھا یاد کرو کہ جب تم مکر نفس سے پریشان ہوئے تو تم نے کیا دعا کی تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے تو یاد نہیں آتا۔ حضور کچھ میرے قلب کی طرف توجہ فرمائیں تاکہ یاد آجائے۔ غرض کہ حضور کی دلوں کو منور کرنے والی موجودگی کے سبب ان کو وہ دعا یاد آگئی اور معدن نور پیغمبر کی توجہ سے وہ بھولی ہوئی دعا ذہن میں آگئی کیونکہ وہ روشنی جو حق و باطل میں امتیاز کرنے والی ہے اس راہ سے جو ایک دل سے دوسرے دل تک ہوتا ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان صحابی تک پہنچی اور یہ روشنی اس کے یاد آنے کا سبب ہوگئی اس وقت ان صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ دعا جو مجھ لغو آدمی نے کی تھی یاد آگئی۔ قصہ یہ ہے کہ جب میں کسی گناہ میں مبتلا ہوتا تھا تو میں مثل غریق کے ہاتھ پاؤں مارتا تھا اور نجات کی تدبیر کرتا تھا چنانچہ قاعدہ ہے گنہگار نجات کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے یعنی صورت رہائی سوچتا ہی ہے جیسا کہ ڈوبنے والا تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے اس طرف تو مجھے نجات کی فکر ہوتی ہے ادھر حضور والا کی جانب سے گناہگاروں کے لئے سخت عذاب کی دھمکیاں اور وعیدیں سنتا تھا اس سے میں پریشان ہوگیا اور کوئی تدبیر رہائی کی میری سمجھ میں نہ آئی۔ بیڑی مضبوط تھی اور قفل کھلنے والا نہیں تھا کیونکہ نہ تو میں اپنے اندر عذاب آخرت کے تحمل کی قوت دیکھتا تھا اور نہ اس سے بھاگنے اور جان بچانے کی کوئی صورت میرے ذہن میں تھی نہ توبہ کی امید تھی اور نہ حق سبحانہ سے مقابلہ ہی کرسکتا تھا اور نہ خدا کے سوا کوئی یار و مددگار تھا۔ غرض میں اس سخت مصیبت میں گرفتار تھا۔ ان وجوہ سے میں حق سبحانہ سے ہاروت و ماروت کی طرح محزون ہو کر اور آہ وزاری کرکے دعا کرتا تھا۔ ہاروت و ماروت نے عذاب آخرت کے خوف سے چاہ بابل کو اختیار کرلیا تاکہ آخرت کے عذاب کے عوض دنیا ہی میں عذاب بھگت لیں۔ واقعی بڑے ہوشیار عقلمند اور ساحروش ہیں۔ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کارروائی انہوں نے بہت خوب کی اور بہت ٹھیک تھی۔ کیونکہ آگ کی تکلیف سے دھوئیں کی تکلیف کا برداشت کرنا سہل ہے اور اس جہان کی تکلیف ناقابل بیان ہے اور دنیا کی تکلیف اس کے سامنے آسان ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ شخص بڑے مزے میں ہے جو مجاہدہ کرتا ہے اور اپنے جسم پر تعبیہ اور اس کے ساتھ عدل کرتا ہے یعنی اس کو معاصی سے روکتا ہے اور اس کو صدور معاصی پر سزائے مناسب دیتا ہے اور آخرت کی تکلیف سے نجات پانے کے لئے اس کو عبادت کی تکلیف میں گرفتار کرتا ہے۔ آگے مولانا اصل قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں

شرح شبیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اس مریض کو نصیحت فرمانا اور دعا سکھانا

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس مریض یار غار کی عیادت کی تو ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ

کہ مگر نوے الخ۔ یعنی کہ شاید تم نے کسی قسم کی دعا کی ہے اور جہالت کی وجہ سے زہر آلود کوئی شے کھالی ہے۔ مطلب یہ کہ کوئی ایسی دعا جو کہ نقصان دہ تھی تم نے اپنے لئے کی ہے۔

یاد آور چہ الخ۔ یعنی یاد کرو کہ تم نے کیا دعا کی ہے جبکہ مکر نفس کی وجہ سے پریشان ہوئے ہو۔

گفت یادم الخ۔ یعنی انہوں نے عرض کیا کہ مجھے یاد نہیں ہے مگر آپ توجہ رکھئے مجھے ایک گھڑی میں یاد آجائے گی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

از حضور الخ۔ یعنی مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور بخش حضور کی وجہ سے وہ دعا ان کے دل کے سامنے آ گئی۔

ہمت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر روشن کردہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کے دل کے سامنے وہ گم شدہ شے آ گئی۔

تافت زان الخ۔ یعنی اس روزن سے جو کہ دل سے دل تک ہے وہ روشنی جو کہ حق اور باطل میں فرق کرنیوالی ہے چمکی۔

گفت اینک الخ۔ یعنی عرض کیا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دعا یاد آ گئی جو کہ میں نے نادانی سے کی تھی۔

چون گرفتار الخ۔ یعنی جبکہ میں گرفتار گناہ ہو رہا تھا اور (بحر عصیان میں) ڈوبے ہوئے ہاتھ پاؤں مار رہا تھا

بر گنہ باب الخ۔ یعنی گناہ سے بھرا ہوا کشائش کے دروازہ کو کھولتا ہے اور ڈوبتا ہوا ہاتھ تنکوں میں مارتا ہے۔ یعنی کہ مشہور ہے کہ الغریق یتشبث بکل حشیش اسی طرح میں بھی ذرا ذرا سی بات سے سہارا لیتا تھا اور گناہوں سے بچنے کی جو تدبیر بھی سمجھ میں آتی تھی کرتا تھا۔

از تو تہدید الخ۔ یعنی آپ سے تہدید اور وعیدیں معلوم ہوتی تھیں مجرموں کے لئے عذابات شدید کی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مضطرب مے گشتم الخ۔ یعنی میں مضطرب ہوتا تھا اور کوئی علاج نہ تھا ایک مضبوط قید تھی اور ایک نہ کھلنے والا قفل تھا۔

نے مقام صبر و نے الخ۔ یعنی نہ تو صبر کا مقام نہ بھاگنے کی جگہ نہ امید (قبولیت) توبہ کی نہ جھگڑے کی جگہ۔

نے بغیر الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی میرا یار نہ تھا میرا کام کچھ ایسا دشوار ہو گیا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ گناہوں میں تو مبتلا تھا اور وعیدیں ان پر آپ سے سنتا تھا تو اب پریشان ہوا کہ کیا کروں کچھ سمجھ میں نہ آیا تو یہ دعا کر لی جس کا آگے خود ذکر کریں گے۔

ہمچو ہاروت الخ۔ یعنی ہاروت اور ماروت کی طرح غم کی وجہ سے میں آہ کر رہا تھا کہ اے میرے خالق۔ وہ دعا تو آگے بیان کریں گے چونکہ یہاں ہاروت و ماروت کی حالت سے تشبیہ دی ہے اس لئے آگے کچھ ان کا ذکر فرماتے ہیں۔ محققین کے نزدیک تو یہ قصہ ہاروت ماروت کا جو مشہور ہے غلط ہے مگر مولانا بناء علی المشہور اس کو بیان فرماتے ہیں

عذاب آخرت کی دشواری اور اس کی سختی کا بیان

از خطر الخ۔ یعنی خوف کی وجہ سے ہاروت اور ماروت نے ظاہر طور پر بابل کے کنویں کو اختیار کیا۔ قصہ ان کا مشہور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان سے سوال ہوا کہ عذاب آخرت چاہتے ہو یا قید بابل تو انہوں نے چاہ بابل ہی کو اختیار کیا تھا۔

تا عذاب الخ۔ یعنی تا کہ عذاب آخرت کا یہیں بھگت لیں وہ ہوشیار تھے اور عاقل اور ساحر تھے۔

نیک کردند الخ۔ یعنی انہوں نے اچھا کیا اور ٹھیک کیا اس لئے کہ دھوئیں کی تکلیف آگ سے کم ہوتی ہے۔ یعنی انہوں نے جو عذاب دنیا کو اختیار کر لیا یہ بہتر کیا اس لئے کہ وہاں کی تکلیف کے مقابلہ میں یہاں کی کلفت اور عذاب اور رنج تو کوئی شے ہی نہیں آگے خود بھی فرماتے ہیں۔

حد ندارد الخ۔ یعنی اس جہان کے تکالیف کے بیان کی تو کوئی حد نہیں ہے (بس یہ سمجھ لو کہ) کہ دنیا کی تکلیف اس کے سامنے بہت سہل ہے۔

اے خنک الخ۔ یعنی وہ اچھا ہے جو کہ جہاد کرتا ہے اور بدن ہی پر سختی اور ظلم کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو دنیا ہی میں تکالیف برداشت کر لیتا ہے اور مجاہدہ کرتا ہے وہی اچھا ہے اس لئے کہ وہاں کی کلفت سے چھوٹ جاتا ہے۔

تا ز رنج الخ۔ یعنی تا کہ اس جہان کی تکلیف سے چھوٹ جائے اپنے اوپر عبادت کی تکلیف کو رکھ لیتا ہے۔

یہاں تک فرما کر پھر ان صحابی کی دعا کا ذکر فرماتے ہیں کہ۔

من ہمی گفتم کہ یارب آں عذاب	ہم دریں عالم بران بر من شتاب
میں نے بھی یہ کہا کہ اے خدا! وہ سزا	اسی عالم (دنیا) میں جلدی سے جاری کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا دراں عالم فراغت باشدم	در چنیں درخواست حلقہ می زدم
تاکہ اس عالم (آخرت) میں مجھے فراغت حاصل ہو	اس طرح کی درخواست پر میں زنجیر کھٹکھٹاتا تھا
اینچنیں رنجورے پیدام شد	جان من از رنج بے آرام شد
اس قسم کی بیماری مجھ میں پیدا ہو گئی	کہ میری جان تکلیف سے بے آرام ہو گئی
ماندہ ام از ذکر و از اوراد خود	بے خبر گشتم زخویش و نیک و بد
ذکر اور اپنے وظائف سے میں عاجز ہو گیا ہوں	اپنے اور اچھے برے سے بے خبر ہو گیا ہوں
گرنمی دیدم کنوں من روئے تو	اے خجستہ وے مبارک خوئے تو
اگر اب میں آپ کا چہرہ نہ دیکھتا	اے بابرکت اور اے وہ ذات کہ تیری خصلت مبارک ہے
می شدم از دست من یکبارگی	کردیم شاہانہ ایں غم خوارگی
میں ایک بارگی اپنے ہاتھ سے گیا گزرا ہو جاتا	آپ نے میری شاہانہ غمخواری فرمائی
گفت ہے ہے ایں دعا دیگر مکن	برمکن تو خویش را از بیخ و بن
آپ نے فرمایا خبردار! یہ دعا پھر نہ کرنا	اپنے آپ کو جڑ بنیاد سے نہ اکھاڑ
تو چہ طاقت داری اے مور نژند	کہ نہد برتو چناں کوہے بلند
اے کمزور چیونٹی! تو کیا طاقت رکھتا ہے	کہ وہ (اللہ تعالیٰ) تجھ پر اس قدر اونچا پہاڑ دھر دے
گفت توبہ کردم اے سلطاں کہ من	از سر جلدی نبافم ہیچ فن
اس نے کہا اے شاہ! میں نے توبہ کی	عجلت میں کوئی ترکیب عمل میں نہ لاؤں گا
ایں جہاں تیہ است و تو موسیٰ و ما	از گنہ در تیہ ماندہ مبتلا
یہ دنیا تیہ ہے اور آپ موسیٰ ہیں اور ہم	گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہیں
سالہا رہ می رویم و در اخیر	ہمچناں در منزل اول اسیر
ہم سالوں کی مسافت طے کرتے ہیں اور آخر میں	اسی طرح پہلی منزل کے پابند ہیں

شرح حبیبی

ہاروت و ماروت کی طرح میں بھی کہتا تھا کہ اے اللہ وہ عذاب جو آخرت میں ملنے والا ہے اسی عالم میں جلدی مجھے دیدے تاکہ اسی عالم میں فارغ ہو جاؤں اور اسی قسم کی درخواست سے حق سبحانہ کے باب اجابت کی

www.besturdubooks.wordpress.com

زنجیر کھنکھناتا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی قسم کی بیماری مجھے لاحق ہو گئی جس کی تکلیف سے میری جان بے کل ہو گئی۔ میں اس کے سبب اذکار و وظائف سے بھی رہ گیا۔ اب نہ مجھے اپنی خبر ہے اور نہ بھلے برے کی۔ اے مبارک چہرہ اور اے مبارک خو اگر میں آپ کی صورت نہ دیکھتا تو میں ہاتھ سے جاتا رہا تھا یعنی مر چکا ہوتا۔ لیکن دفعۃً حضور والا نے میری شاہانہ غمخواری کی کہ عیادت کو تشریف لائے اس سے میں بچ گیا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو خبردار ایسی دعا پھر نہ کرنا اور اپنے کو بیخ و بن سے نہ اکھاڑنا یعنی تباہ نہ ہو جانا یہ تباہی کی بات ہے اے حقیر چیونٹی تیری کیا طاقت ہے کہ حق سبحانہ تجھ پر اتنا بڑا مصیبت کا پہاڑ ڈالیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ حضور میں توبہ کرتا ہوں کہ اس قدر جلد کوئی کام نہ کرونگا بلکہ سوچ سمجھ کر اور مشورہ و فتویٰ لے کر کرونگا۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ یہ جہان ہمارے لئے مثل وادی تیہ کے ہے اور حضور ہمارے موسیٰ ہیں اور ہم اپنی شامت اعمال کی بدولت اسی تیہ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم برسوں خدا کا راستہ قطع کرتے ہیں اور ریاضات و مجاہدات کرتے ہیں لیکن پھر کوئی نہ کوئی گناہ ہو جاتا ہے اور پھر وہیں کے وہیں آ جاتے ہیں جہاں سے چلے تھے۔

شرح شبّیری

من ہمی گفتم الخ۔ یعنی میں کہا کرتا تھا کہ اے اللہ وہ عذاب مجھ پر اسی عالم میں جلدی سے فرما دیجئے۔

تا دران الخ۔ یعنی تاکہ اس عالم میں مجھے فراغت حاصل ہو جائے تو میں اس درخواست میں کوشش کر رہا تھا۔

اینچنین رنجورے الخ۔ یعنی مجھے ایسی بیماری پیدا ہوگئی اور میری جان تکلیف کی وجہ سے بے آرام ہو گئی۔

مانده ام الخ۔ یعنی اب میں اپنے ذکر سے اور وظیفوں سے عاجز ہو گیا ہوں اور اپنوں سے اور برے بھلے سب سے بے خبر ہو گیا ہوں۔

گر نمی دیدم الخ۔ یعنی اگر میں اب آپ کے چہرۂ انور کی زیارت نہ کر لیتا۔ اے وہ ذات کہ آپ کے خصائل بہت ہی مبارک ہیں۔

می شدم الخ۔ یعنی میں تو اپنے ہاتھ سے ایک دفعہ ہی ہو چکا تھا آپ نے میرے لئے یہ شاہانہ غمخوارگی فرمائی۔ مطلب یہ کہ میں تو یہ دعا کر کے اپنے ہاتھوں برباد ہو چکا تھا مگر اب حضرت کی تشریف آوری سے کچھ تسلی ہوئی اور امید ہے کہ ہدایت ہو جائے اور مغفرت کی امید ہو گئی ہے۔

گفت ہے ہے الخ۔ یعنی ارشاد فرمایا کہ ارے ارے یہ دعا پھر مت کرنا تو اپنے آپ کو جڑ ہی سے مت اکھاڑ۔ مطلب یہ کہ اس طرح ایسی دعا کر کے اپنے ہاتھوں تباہ مت ہو خبردار ایسی دعا ہرگز کبھی مت کرنا۔

تو چہ طاقت الخ۔ یعنی اے کمزور چیونٹی تجھے کیا طاقت ہے کہ تجھ پر ایسا بڑا پہاڑ رکھ دیا جائے۔ مطلب یہ کہ تم نے جو دعا کی کہ مجھے دنیا ہی میں عذاب دے لو تو خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں عذاب تو ہے پھر تمہارے اندر عذاب حق کی کہاں طاقت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت توبہ الخ۔ یعنی انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے بادشاہ میں توبہ کرتا ہوں اب کبھی جلدی سے ایسے بات نہ کہوں گا۔

این جہان الخ۔ یعنی یہ جہان وادی تیہ (کی طرح) اور آپ موسے (کی طرح) ہیں اور ہم گناہ کی وجہ سے تیہ میں مبتلا ہوئے ہیں۔

سالہا رہ الخ۔ یعنی برسوں تک راستہ چلتے ہیں اور اخیر میں اسی طرح اول منزل میں قید ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری تو گناہوں میں ایسی حالت ہے کہ بارہا توبہ کرتے ہیں اور اس سے کچھ ترقی حاصل ہوتی ہے اور قلب کی درستی ہوتی ہے مگر پھر اس توبہ کو توڑ دیتے ہیں اور جہان کے تہان رہ جاتے ہیں جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم تھی کہ دن بھر وہ راستہ کی تلاش میں پھرتے تھے اور شام کو وہیں موجود ہوتے تھے جہاں سے کہ چلے تھے۔ آگے مولانا قوم موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

ذکر قوم موسیٰ علیہ السلام و پشیمانی ایشاں

موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور ان کی شرمندگی کا تذکرہ

قوم موسیٰ راہ می پیمودہ اند	آخر اندر گام اول بودہ اند
(حضرت) موسیٰ کی قوم راستہ طے کرتی	(لیکن) نتیجہ میں وہ پہلی جگہ پر ہوتی
گر دل موسیٰ زما راضی بدے	تیہ را راہ و کراں پیدا شدے
اگر (حضرت) موسیٰ کا دل ہم سے خوش ہوتا	تیہ کا راستہ اور کنارہ معلوم ہو جاتا
ور بہ کل بیزار بودے اوز ما	کے رسیدے من و سلویٰ از سما
اگر وہ ہم سے بالکلیہ بیزار ہوتے	تو من و سلویٰ آسمان سے کب آتا
کے زسنگے چشمہا جوشاں شدے	در بیاباں تا امان جاں شدے
پتھر سے چشمے کب جوش مارتے	جنگل میں حتیٰ کہ جان کی امان بن گئے
بل بجائے خواں خود آتش آمدے	اندریں منزل لہب برما زدے
بلکہ خوان کی بجائے آگ برستی	اس منزل میں لپٹ ہمیں مارتی
چوں دودل شد موسیٰ اندر کار ما	گاہ خصم ماست و گاہے یار ما
چونکہ ہمارے معاملہ میں موسیٰ دو دلے ہو گئے ہیں	کبھی ہمارے دشمن ہیں اور کبھی ہمارے دوست ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خشمش آتش می زند در رخت ما	حلم او ردمی کند تیر بلا
ان کا غصہ ہمارے سامان کو پھونک دیتا ہے	ان کی بردباری مصیبت کا تیر لوٹا دیتی ہے
کے بود کہ حلم گردد خشم تیز	نیست نادر ایں زلطف اے عزیز
کب ہو گا کہ ان کا تیز غصہ بردباری بن جائے	اے خدا! یہ تیری مہربانی سے دور نہیں ہے
مدح حاضر وحشت است از بہر ایں	نام موسیٰ می برم قاصد چنیں
منہ پر تعریف کرنا ناراضی (کا سبب) ہے اس لئے	میں عمداً اس طرح (حضرت) موسیٰ کا نام لے رہا ہوں
ورنہ موسیٰ کے روا دارد کہ من	پیش تو یاد آورم از ہیچ تن
ورنہ (حضرت) موسیٰ کب گوارا کرتے کہ میں	آپ کے سامنے کسی کو یاد کروں

شرح حبیبی

(یہ مقولہ صحابی بیمار ہے اور اشعار بالا کا تتمہ ہے ان کے ساتھ ملا کر پڑھنا چاہیے) ان صحابی نے یہ بھی فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم روزانہ چلتی تھی لیکن جہاں سے چلتی تھی پھر وہیں آ جاتی تھی۔ وہ کہتی تھی کہ حالت موجودہ بتلا رہی ہے کہ موسیٰ ہم پر کچھ ناخوش ہیں اور کچھ مہربان کیونکہ اگر بالکل راضی ہوتے تو تیہ کے اندر ہم کو راستہ مل جاتا اور یہ طے ہو جاتا اور اگر بالکل ناخوش ہوتے تو حق سبحانہ کی جانب سے بے مشقت غذائے من و سلویٰ ہم کو نہ ملتی اور نہ پتھر سے چشمے نکلتے جنہوں نے ہماری جان بچائی ہے بلکہ خوان نعمت کے بجائے آتش قہر نازل ہوتی اور اسی جگہ ہم کو پھونک دیتی پس چونکہ موسیٰ علیہ السلام ہمارے معاملہ میں یکسو نہیں ہیں بلکہ کبھی ہمارے مخالف اور ہم سے ناخوش ہیں اور کبھی موافق اور خوش اس لئے ان کی آتش خشم تو ہمارے سامان کو جلاتی ہے یعنی اس کے باعث ہم کو مصیبت پہنچتی ہے اور ان کا حلم تیر بلا کو رو کتا ہے اور ہم پر بجائے مصیبت کے انعام ہوتا ہے وہ دن کب ہو گا کہ ان کا غصہ بھی حلم بن جائے اور یہ کچھ ان کے الطاف بیکراں سے بعید نہیں یہ جو کچھ میں نے قوم موسیٰ اور موسیٰ علیہ السلام کے متعلق بیان کیا ہے اس سے مقصود مجھ کو اپنی حالت زبوں کا اظہار ہے اور جناب والا کی تعریف اور حضور سے رحم کی التجا ہے اور یہ عنوان محض ایک پردہ ہے اس پردہ کی ضرورت اس لئے ہوئی کہ خود حضور کے سامنے حضور کی تعریف کرنا حضور کی ناخوشی کا باعث ہو گا ورنہ خود موسیٰ علیہ السلام بھی اس کو گوارا نہ کریں گے کہ حضور کے سامنے اس کی تعریف کی جائے یہاں تک جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر کے آگے حق سبحانہ سے مناجات کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کی قوم اور ان کی پشیمانی کا ذکر

قوم موسے الخ۔ یعنی قوم موسے علیہ السلام راستہ کو ناپتی تھی اور آخر کار قدم اول ہی رہتے تھے (یعنی جہاں سے چلتے تھے وہیں پر شام کو موجود ہوتے تھے)

راز میگفتند الخ۔ یعنی سارے مرد اور عورتیں اور بڈھے اور جوان ظاہر طور پر اور پوشیدہ طور پر سرگوشیاں کرتے تھے کہ

گر دل موسے الخ۔ یعنی اگر موسیٰ علیہ السلام کا قلب ہم سے راضی ہوتا تو تیہ کا راستہ اور کنارہ ظاہر ہو جاتا۔

ور بکل الخ۔ یعنی اور اگر بالکل ہم سے بیزار ہوتے تو من وسلویٰ آسمان سے کب آتا۔ آسمان سے آنے سے مراد خوان لگ کر آنا نہیں ہے اس لئے کہ ایسا نہ ہوتا تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ بے تعب کے یہ دونوں چیزیں مل جاتی تھیں۔ ترنجبین درختوں پر سے اور بٹیر جنگل سے ہاتھ آ جاتی تھیں تو گویا کہ آسمان ہی سے آتا تھا اس لئے کہ ان کو تو کچھ کرنا ہی نہ پڑتا تھا۔

کے زسنگے الخ۔ یعنی ایک پتھر سے چشمے کب ابلتے کہ بیابان میں وہ جان کے لئے امن ہوتے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ راضی ہوتے تب تو اس قید میں ہم کیوں پھنستے اور اگر ناراض ہوتے تو ہم کو روزانہ یہ نعمتیں کیسے میسر آتیں غرض کہ کچھ پتہ نہ چلتا تھا اور کہتے تھے کہ

بل بجائے الخ۔ یعنی بلکہ بجائے خوان نعمت کے خود آگ آتی اور اس شعلہ میں ہم پر پڑتی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ اس شش وپنج میں تھے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام راضی ہیں تو اس تیہ میں بھٹکنا کیا اور اگر ناراض ہیں تو یہ نعمتیں کیسی بلکہ اور غضب نازل ہونا چاہیے اور کہتے تھے کہ

چون دو دل الخ۔ یعنی ہمارے معاملہ میں موسیٰ علیہ السلام دو دل کیوں ہو رہے ہیں کہ کبھی ہمارے دشمن ہیں (کہ راستہ نہیں ملتا) اور کبھی دوست ہیں (جس کا اثر ہے کہ نعمتیں مل رہی ہیں)

خشمش آتش الخ۔ یعنی ان کا غصہ تو ہمارے اسباب میں آگ لگا دیتا ہے اور ان کا حلم تیر بلا کو رد کر دیتا ہے۔

جب اس مصیبت میں مبتلا ہیں تو اب حق سے دعا کرتے ہیں کہ

کے بود کہ الخ۔ یعنی اے اللہ یہ کب ہوگا کہ غصہ بھی حلم ہو جائے اور آپ کے لطف سے یہ کچھ عجب نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ موسیٰ علیہ السلام کی خفگی تو اسی لئے تھی کہ حق تعالیٰ ناراض تھے اس لئے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم پر یہ نعمتیں کہ من وسلویٰ بلا تعب حاصل ہو جاتا ہے آپ نے نازل فرمادی ہیں مگر اس کے ساتھ میں جو یہ اثر

www.besturdubooks.wordpress.com

غضب کا ہے کہ راستہ نہیں ملتا خدا کے لئے اس کو بھی مبدل بہ رحمت فرما دیجئے اور راستہ عنایت فرما دیجئے غرضکہ ان صحابی نے یہ عرض کیا کہ جس طرح کہ یہ لوگ اس تیہ میں مبتلا تھے اور جہاں کے تھے شام کو واپس آ جاتے تھے اور نکلنا نصیب نہ ہوتا تھا یہی حالت ہماری ہے کہ توبہ کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کی رضامندی کو حاصل کرتے ہیں کہ جس سے راہ حق طے ہوتی ہے مگر پھر توبہ توڑ دیتے ہیں اور جیسے تھے ویسے ہی ہو جاتے ہیں اور پھر ناراضگی حق تعالیٰ کی عود کر آتی ہے جس سے کہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ بھی ناراض ہو جاتے ہیں اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ توفیق اعمال صالحہ کی نہیں رہتی اس لئے خدا کے لئے ایسی نظر رحمت فرمایئے کہ پھر گمراہی نہ ہو اور پھر کبھی توبہ شکنی کی نوبت نہ آئے اور اعمال صالحہ کی توفیق مدت العمر باقی رہے۔ آمین یا رب العالمین۔ اب چونکہ ان صحابیؓ نے حضورؐ سے رحم کی درخواست اس طرح کی کہ اپنے گناہ میں مبتلا ہونے کو قوم موسیٰ کے وادی تیہ میں سرگشتہ ہونے سے اور حضور کو موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دی اور پھر ان کے قول کو اپنے لئے بھی چاہا حالانکہ ممکن تھا کہ یہ ساری باتیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے عرض کر لیتے تو ایسا نہ کرنے کی وجہ آگے وہ خود فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ وہ صحابی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ کسی شخص کی مدح اگر اس کے سامنے کی جائے تو اس کو ایک قسم کی پریشانی ہوتی ہے اور وہ اس سے اکتاتا ہے اور پھر ایک قسم کی خوشامد اور ریا بھی ہوتی ہے اس لئے میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر کے اس سے آپ کو تشبیہ دی اور پھر اپنی حالت کو بھی عرض کر دیا۔ انتہیٰ اب سنو کہ فرماتے ہیں کہ

مدح حاضر الخ۔ یعنی مدح حاضر کی چونکہ وحشت پیدا کرنے والی ہوتی ہے اس لئے میں نے قصداً اس طرح موسیٰ علیہ السلام کا نام لیا۔

ورنہ موسیٰ کے الخ۔ یعنی ورنہ موسیٰ علیہ السلام خود کب جائز رکھتے تھے کہ میں آپ کے ہوتے ہوئے کسی اور کو یاد کروں۔ مطلب یہ کہ میرا موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو لانا صرف اس لئے ہے کہ اپنی تعریف سن کر کہیں آپ اکتا نہ جائیں۔ اس لئے ان کی صفات بیان کر کے ان کی نسبت اس طرح عرض کر دیا کہ بس یہی حالت ہماری اور آپ کی ہے ورنہ بھلا میں تو کیا موسیٰ علیہ السلام بھی اس کو روا نہ رکھتے کہ آپ کے ہوتے ہوئے اور ان کی تعریف کی جائے۔ نعوذ باللہ بلکہ صرف مقصود یہ تھا کہ آپ کو ہماری حالت معلوم ہو جائے بس اس کو فرما کر آگے پھر انتقال ہے اور پر جو دعا فرمائی تھی کہ یا رب این بخشش نہ حد کار ماست الخ۔ اب آگے بھی مولانا درگاہ باری میں دعا فرماتے ہیں کہ

عہد ما بشکست صد بار و ہزار	عہد تو چوں کوہ ثابت برقرار
ہمارا عہد سینکڑوں اور ہزاروں بار ٹوٹا ہے	تیرا عہد پہاڑ کی طرح ثابت برقرار ہے
عہد ما کاہ و بہر بادے زبوں	عہد تو کوہ و زصد کہ ہم فزوں
ہمارا عہد تنکا ہے اور ہر ہوا سے مغلوب ہے	تیرا عہد پہاڑ ہے اور سینکڑوں پہاڑوں سے بڑھا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حق آں قوت کہ بر تلوین ما	رحمتے کن اے امیر لونہا
اس قوت کا واسطہ جو تجھے ہماری نیرنگیوں پر ہے	اے حالات کے فرمانروا! رحم فرما دے
خویش را دیدم و رسوائی خویش	امتحان ما مکن اے شاہ بیش
میں نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا	اے شاہ! ہمارا زیادہ امتحان نہ لے
تا فضیحتہائے دیگر را نہاں	کردہ باشی اے کریم مستعاں
تاکہ دوسری رسوائیوں کو تو پوشیدہ	کردے اے مددگار کریم!
بیحدی تو در جمال و در کمال	در کژی ما بیحدیم و در ضلال
تو جمال اور کمال میں لامحدود ہے	ہم کجی اور گمراہی میں لاانتہا ہیں
بیحدی خویش بگمار اے کریم	بر کژی بیحد مشتے لئیم
اے کریم! اپنی بے پایانی مسلط فرما دے	ایک مٹھی (خاک) کمینے کی لامحدود کجی پر
ہیں کہ از تقطیع ما یک تار ماند	مصر بودیم و یکے دیوار ماند
دیکھ! ہمارے لباس کا ایک تار رہ گیا ہے	ہم شہر تھے اور ایک دیوار رہ گئی ہے
البقیہ البقیہ اے خدیو	تا نگردد شاد کلی جان دیو
اے شاہا! باقی کی حفاظت کر	تاکہ شیطان کی جان بالکلیہ خوش نہ ہو
بہر ما نے بہر آں لطف نخست	کہ تو کردی گمرہاں را باز جست
ہماری وجہ سے نہیں اس پہلی مہربانی کی وجہ سے	کہ تو نے گمراہوں کو تلاش کیا ہے
چوں نمودی قدرتت بنمائے رحم	اے نہادہ رحمہا در شحم و لحم
جب تو نے اپنی قدرت کا اظہار کیا ہے رحم فرما دے	اے وہ ذات! جس نے چربی اور گوشت میں رحم (کا مادہ) رکھ دیا ہے
زیں دعا گر خشم افزاید ترا	تو دعا تعلیم فرما مہترا
اگر یہ دعا تیرا غصہ بڑھائے	اے بڑے! تو (اور) دعا سکھا دے
آنچناں کآدم بیفتاد از بہشت	رجعتش دادی کہ رست از دیو زشت
جیسا کہ (حضرت) آدم جنت سے گرے	ان کو ربنا ظلمنا کے طریقہ کی تعلیم فرمائی کہ شیطان سے نجات پا گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اے اللہ ہمارا عہد اطاعت کامل سینکڑوں بلکہ ہزاروں بار ٹوٹ چکا ہے اور تیرا عہد انعام واکرام ہنوز پہاڑ کی طرح ثابت وبرقرار ہے۔ ہمارا عہد تو ایک تنکے کی مثل اور ہر باد ہوائے نفس سے متزلزل اور کمزور ہو جاتا ہے۔ تیرا عہد پہاڑ ہے بلکہ سو پہاڑوں سے بھی بڑھ کر ہے۔ تجھے اس قدرت کی قسم جو تجھ کو ہماری تلوین وتغیر پر حاصل ہے ہم پر رحم کر ہم نے اپنے کو بھی دیکھ لیا اور اپنی رسوائی کو بھی دیکھ لیا اے شہنشاہ اس سے زیادہ ہمارا امتحان نہ کر دیکھ ہماری دیگر رسوائیوں کو چھپالینا (ہم میں اب برداشت کی قوت نہیں) اقول ہذا اوجہ مما قال ملا علی القاری بل ہو الصواب وما قالہ یاباہ السباق والسیاق فتدبر) تو جمال وکمال میں بے حد ہے اور ہم کجی وگمراہی میں بے حد ہیں۔ پس اپنی بے حدی کو اس ناچیز کی کجی بے حد پر مسلط کر کہ وہ اس کو زائل کر دے دیکھ ہمارے کپڑے کا ایک تار باقی رہ گیا ہے اور ہم ایک شہر تھے اب صرف ایک دیوار باقی رہ گئی ہے یعنی ہم بہت تباہ وبرباد ہو چکے اب ہماری کامل تباہی میں تھوڑی ہی کسر باقی ہے۔ پس اے اللہ تو اس بقیہ کی حفاظت کر اور اس کو فنا ہونے سے بچا ایسا نہ ہو کہ ہم بالکل تباہ ہو جائیں اور شیطان کو پوری خوشی حاصل ہو جائے تو یہ ہمارے لئے نہ کر کیونکہ ہم تو اس قابل نہیں کہ ہم پر کچھ رحم کیا جائے بلکہ تو اپنی اس لطف قدیم پر نظر کر کے ایسا کر جس نے گمراہوں کی دوبارہ دستگیری فرمائی ہے اور ان کی ہدایت کے لئے پیغمبر کو بھیجا ہے۔ اے اللہ تو گوشت پوست میں رحم پیدا کرنے والا ہے تو اپنی قدرت دکھلا چکا اور ہم دیکھ چکے اب رحم کر کہ ہم میں اس سے زیادہ تاب نہیں اگر میری دعائے سابق کی طرح یہ دعا بھی تجھے ناپسند ہو تو اے سردار تو کوئی اور دعا تعلیم فرما۔ جس طرح تو نے حضرت آدمؑ کو توبہ کی تعلیم فرما کر شیطان کے پنجہ سے چھڑایا تھا۔ جبکہ آدم علیہ السلام بہشت سے نیچے اتارے گئے تھے (تنبیہ یہ مناجات جس طرح صحابی کی ہو سکتی ہے یوں ہی مولانا کی بھی ہو سکتی ہے گو ولی محمد انکار کرتا ہے اور اس کا مخاطب جناب رسول کو بناتا ہے لیکن اس کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب ٹھہرانا تو باطل ہے اور مناجات مولانا ہونے سے انکار غیر موجہ بلکہ اس کا مناجات مولانا ہونا ہی اظہر ہے۔ واللہ اعلم۔

شرح شبّیری

عہد ما بشکست الخ۔ یعنی ہمارا عہد تو سینکڑوں اور ہزاروں مرتبہ ٹوٹا ہے اور اے اللہ آپ کا عہد اسی طرح ثابت اور برقرار ہے۔

عہد ما کاہ الخ۔ یعنی ہمارا عہد تو ایک تنکا ہے کہ ہر ہوا سے مغلوب ہے اور آپ کا عہد ایک پہاڑ ہے بلکہ سینکڑوں پہاڑوں سے بھی زیادہ (مضبوط ہے)

حق آن الخ۔ یعنی اے مالک اموال اس قوت (عہد) کے طفیل میں ہماری اس تلوین (عہد) پر رحم فرمایئے (اور ہماری حالت کو مبدل باستقامت ودوام فرما دیجئے)

www.besturdubooks.wordpress.com

خویش را دیدیم الخ۔ یعنی ہم نے اپنے آپ کو اور اپنی رسوائی کو دیکھ لیا ہے اب اے شہنشاہ ہمارا زیادہ امتحان نہ کیجئے اس لئے کہ

تا فضیحتہائے الخ۔ یعنی تا کہ اے کریم مستعان وہ رسوائیاں جن کو آپ نے ہم سے پوشیدہ کیا ہے ظاہر نہ ہو جائیں اس لئے جو ہو گیا ہو گیا اب آئندہ معاف فرمایئے اور ہماری حالت تلوین کو استقامت اور دوام علی الطاعت سے مبدل فرما دیجئے۔

بیحدی تو الخ۔ یعنی تو آپ جمال اور کمال میں بے حد ہیں اور ہم گمراہی اور کجی میں بے حد ہیں۔

بیحدی خویش الخ۔ یعنی اے کریم اپنی بے حدی کو ایک مٹھی خاک لئیم کی بے حد کجی پر مقرر فرما دیجئے۔ مطلب یہ کہ اپنے لطف وکرم بے حد کو ہماری اس گمراہی اور بے حد کجی پر مقرر فرما دیجئے تا کہ ہماری اصلاح ہو جائے۔

ہین کہ از تقطیع الخ۔ یعنی اب تو ہماری لباس (تقوی) میں سے ایک دھاگا رہ گیا ہے اور ہم ایک شہر تھے اور ایک دیوار باقی رہ گئی ہے۔

البقیہ البقیہ الخ۔ یعنی اے شہنشاہ باقی ہی کی حفاظت فرمایئے تا کہ کہیں اس شیطان کی جان پوری طرح خوش نہ ہو۔ البقیہ البقیہ کی تقدیر احفظ البقیہ احفظ البقیہ۔ مطلب یہ ہے کہ ہماری حالت بہت ردی ہو گئی اور تقوی کو اور اس استعداد فطری کو بہت کچھ کر چکے ہیں لیکن اگر اب بھی آپ دستگیری فرماویں گے اور آپ کا لطف شامل ہو گا تو امید ہے کہ پھر کچھ سنبھل جائیں ورنہ خوف ہے کہ کہیں اس استعداد کو بالکلیہ ہی نہ کھو بیٹھیں اور خدانخواستہ نوبت کفر تک آ جائے نعوذ باللہ اور پھر شیطان کو پوری طرح خوش ہونے کا موقعہ مل جائے۔ لہٰذا رحم فرمایئے اور دستگیری کیجئے۔

بہر مانے ہر آن الخ۔ یعنی ہماری وجہ سے نہیں بلکہ اس لطف ازلی کے طفیل سے جس سے کہ آپ نے گمراہوں کو ہدایت فرمائی ہے۔

چون نمودی الخ۔ یعنی جب آپ نے اپنی قدرت دکھائی ہے تو رحم کو بھی دکھایئے۔ اے وہ ذات کہ آپ نے رحم کو گوشت پوست میں رکھا ہے مطلب یہ ہے کہ جب آپ نے تغیر احوال میں اپنی قدرت کا ظہور فرمایا ہے کہ ہم کو جس طرح چاہا بدل دیا تو اب رحم فرمایئے اور اس کا بھی ظہور فرمایئے آپ کی تو وہ ذات ہے کہ آپ نے انسان میں جو کہ گوشت پوست سے بنا ہوا ہے۔ رحم کی صفت ودیعت رکھ دی ہے تو پھر آپ تو بدرجہ اولی رحم فرمائیں گے۔ اب چونکہ انسان تو حق تعالی کے آگے کوئی نسبت ہی نہیں رکھتا نہ اس کو آداب کی خبر ہے نہ کہیں کی بلکہ جو کچھ ہے اس ذات حق کا سکھلایا ہوا ہے اور پھر اس میں بھی کوتاہیاں ہو جاتی ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ

این دعا گر خشم الخ۔ یعنی اگر یہ دعا آپ کے غصہ میں ترقی کرے تو اے اللہ آپ ہی کوئی دعا بھی تعلیم فرمایئے۔

آنچنان کادم الخ۔ یعنی جس طرح کہ آدم علیہ السلام بہشت سے گر پڑے تھے تو آپ نے ان کو رجوع فرما دیا تھا کہ وہ اس شیطان ملعون سے چھوٹ گئے تھے اسی طرح ہم کو بھی رجوع فرما لیجئے اور ہم کو بھی آپ ہی دعا سکھا دیجئے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دیو کہ بود کوز آدمؑ بگذرد	بر چنیں نطعے ازو بازی برد
شیطان کیا ہوتا ہے جو (حضرت) آدمؑ سے بڑھ جائے	انکی بساط پر اس سے بازی جیت لے
در حقیقت نفع آدمؑ شد ہمہ	لعنت حاسد شد آں بد دمدمہ
حقیقتاً سب (حضرت) آدمؑ کا نفع ہوا	وہ برا مکر حاسد کی لعنت بنا
بازی دید و دو صد بازی ندید	پس ستون خیمۂ خود را برید
ایک چال دیکھی اور دوسو چالیں نہ دیکھیں	تو اپنے خیمہ کا ستون کاٹ ڈالا
آتشے زد شب بکشت دیگراں	باد سوئے کشت او گردش رواں
رات میں دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی	ہوا نے اس کو اس کی کھیتی کی طرف روانہ کر دیا
چشم بندے بود لعنت دیورا	تا زیان خصم دید آں دیو را
لعنت شیطان کی آنکھ کی پٹی تھی	یہاں تک کہ اس مکر کو مقابل کی بربادی سمجھا
ہم زیان جان او شد ریو او	خود تو گوئی بود آدمؑ دیو او
اس کا مکر اس کی جان کی تباہی بنا	تو خود کہے گا آدمؑ اس کے گمراہ کرنے والے تھے
لعنت ایں باشد کہ کژ بینش کند	حاسد و خود بین و پر کینش کند
لعنت یہ ہوتی ہے کہ اس کو کج بین بنا دے	اس کو حاسد اور متکبر کینہ ور کر دے
تا بداند کہ ہر آں کو بد کند	عاقبت باز آید و بروے زند
یہاں تک کہ وہ جان لے گا کہ جو شخص برائی کرتا ہے	انجام کار وہ لوٹتی ہے اور اس پر پڑتی ہے
جملہ فرزیں بندہا بیند بعکس	مات بروے گردد و نقصان و نکس
تمام مہروں کو الٹا دیکھتا ہے	مات اور نقصان اور ذلت اس کو ہوتی ہے
زانکہ گر او ہیچ بیند خویش را	مہلک و ناسور بیند ریش را
اس لئے کہ اگر وہ اپنے آپ کو ناچیز سمجھتا	زخم کو مہلک اور ناسور سمجھتا
درد خیزد زیں چنیں دیدن دروں	درد او را از حجاب آرد بروں
اس طرح دیکھنے سے اندر درد اٹھتا ہے	درد اس کو پردے سے باہر لے آتا ہے
تا نگیرد مادراں را درد زہ	طفل درد زادن نیابد ہیچ رہ
جب تک ماؤں کے درد زہ نہ ہو	بچہ کو پیدا ہونے کے لئے کوئی راستہ نہیں ملتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں امانت دردل وجاں حاملہ است	وایں نصیحتہا مثال قابلہ است
یہ امانت دل میں ہے اور جان حاملہ ہے	اور یہ نصیحتیں دایہ جیسی ہیں
قابلہ گوید کہ زن را درد نیست	درد باید درد کودک رار ہست
دایہ کہتی ہے کہ عورت کو درد (زہ) نہیں ہے	درد چاہئے درد (زہ) بچہ کا راستہ ہے
آنکہ او بیدرد باشد رہزن ست	زانکہ بیدردی انا الحق گفتن ست
جو بے درد ہو وہ رہزن ہے	اس لئے بیدردی انا الحق کہتا ہے
آں انا بیوقت گفتن لعنت است	ویں انا دروقت گفتن رحمت است
"انا" کو بے موقع کہنا (موجب) لعنت ہے	اور اس "انا" کو باموقع کہنا (باعث) رحمت ہے
آں انا منصور را رحمت بدہ	ایں انا فرعون را لعنت بدہ
وہ "انا" منصور کے لئے (باعث) رحمت تھا	یہ "انا" فرعون کے لئے (موجب) لعنت تھا
لاجرم ہر مرغ بے ہنگام را	سربریدن واجب است اعلام را
لامحالہ بے وقت کے ہر مرغ کا	سرکاٹ ڈالنا تشہیر کے لئے ضروری ہے
سربریدن چیست کشتن نفس را	درجہاد و ترک گفتن لمس را
سر کاٹنا کیا ہے؟ نفس کو مارنا ہے	مجاہدہ میں اور لذت کو خیرباد کہنا ہے
آنچناں کہ نیش کژدم برکنی	تاکہ یابد اوز کشتن ایمنی
جیسے کہ تو بچھو کا ڈنک نکال دے	تاکہ وہ مارے جانے سے مامون ہو جائے
برکنی دندان پر زہرے زمار	تارہد مارازبلائے سنگسار
سانپ کے زہریلے دانت اکھاڑ دے	تاکہ سانپ سنگساری کی مصیبت سے بچ جائے

شرح حبیبی

اب مولانا فرماتے ہیں کہ شیطان کی کیا مجال ہے کہ آدم علیہ السلام پر غالب ہو جائے اور اس بساط پر ان سے بازی لے جائے گو وہ سمجھتا تھا کہ میں آدم کو نقصان پہنچا رہا ہوں لیکن فی الحقیقت آدم علیہ السلام کو اس سے کچھ ضرر نہیں پہنچا بلکہ ان کو سراسر نفع ہوا۔ ہاں وہ فریب خود اس حاسد کے لئے موجب مزید بعد عن الحق ہو گیا۔ اس نے صرف ایک چال دیکھی لیکن حق سبحانہ کی سینکڑوں تدبیروں کو اس نے بالکل نظر انداز کر دیا اس لئے اس نے اپنے خیمہ کا ستون خود اکھیڑ ڈالا اور اپنا نقصان خود کر لیا۔ اس نے رات کو دوسروں کی کھیتی میں آگ لگائی لیکن ہوا اس کو خود اسی کی کھیتی کی طرف لے گئی۔ لہٰذا اس تدبیر سے خود اسی کا نقصان ہوا لعنت مقدرۂ حق سبحانہ نے اس کی آنکھوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

بند کر دیا تھا کہ اس نے اپنے مکر میں دوسرے کا نقصان دیکھا اور اپنا ضرر نہ سمجھا پس وہ مکر خود اسی کی جان کا وبال ہو گیا لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ شیطان نے آدم کو نقصان نہیں پہنچایا بلکہ آدم نے شیطان کو نقصان پہنچایا وہ لعنت مقدرہ ہی ہے۔ جس نے اس کو غلط بین حاسد خود بین اور دشمن بنایا تا کہ اسے معلوم ہو جائے کہ جو شخص برائی کرتا ہے انجام کار وہ برائی اسی کی طرف لوٹتی اور اسی کو لاحق ہوتی ہے۔ وہ اپنے تمام داؤں پیچوں کو منقلب پاتا ہے اور اسی کو بات ہوتی ہے۔ اسی کو ضرر ہوتا ہے وہی سرنگوں ہوتا ہے۔ لعنت ظاہرہ مسبب از خود بینی و ما یتفرع منہ اور لعنت مقدرہ سبب خود بینی و ما یتفرع منہ اس لئے ہے کہ اگر وہ اپنے کو ہیچ سمجھے اور اپنے معمولی زخم کو بھی ناسور اور مہلک سمجھے اور تھوڑی برائی کو بھی بہت خیال کرے تو اس کے اندر سوز و گداز پیدا ہو اور وہ اس کو حجاب سے نکال کر مقرب بنا دے پھر وہ ملعون کا ہے کو ہو۔ پس معلوم ہوا کہ خود بینی و ما یتفرع منہ کا لازمی نتیجہ لعنت ہے۔ آگے مولانا درد کی ضرورت اور خود بینی کا منشا بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ درد کی ضرورت ہے کیونکہ جب تک ماؤں کے لئے دروزہ عارض نہیں ہوتا بچہ ہرگز پیدا نہیں ہوتا پس یوں ہی سمجھو کہ نتائج محمودہ دل و جان کے اندر مضمر ہیں اور وہ ان سے حاملہ ہیں اور نصیحتیں بمنزلہ دائی کے ہیں پس نصیحتوں کے مؤثر ہونے اور نتائج محمودہ کے پیدا ہونے کے لئے درد کی ضرورت ہے اگر درد دل نہ ہو تو نصائح کارآمد نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ کہیں گے کہ ہم تو دائی ہیں عورت کو دروزہ ہی نہیں ہم بچہ کس طرح پیدا کریں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ درد دل کی ضرورت ہے اور درد دل ہی نتائج محمودہ کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے اور جس میں وہ درد نہیں وہ رہزن ہے کیونکہ بے دردی سبب ہے انا الحق کہنے اور خود بینی کا اور خود بینی سبب ہے رہزنی کا پس معلوم ہوا کہ بے درد رہزن ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ انا الحق تو منصور نے بھی کہا تھا پھر وہ بے دردی سے ناشی کیوں نہ تھا۔ کیونکہ مقصود یہ ہے کہ انا الحق بے وقت کہنا بے دردی سے ناشی اور موجب لعنت ہے۔ رہا وقت پر انا الحق کہنا سو وہ درد سے ناشی ہے اور موجب رحمت ہے چنانچہ منصور نے اپنے کو فنا کر کے انا الحق کہا لہٰذا وہ ان کے لئے رحمت ہو گیا اور فرعون نے خود بینی سے انا الحق کہا وہ اس کے لئے لعنت ہو گیا اس بیان سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بے وقت اذان دینے والے مرغ کی طرح بے وقوف انا الحق کہنے والے خود بین کا سر اڑا دینا واجب ہے۔ مقصد یہ ہے کہ منشا انا الحق کہنے اور خود بینی کا نفس ہے لہٰذا اس کو مجاہدات سے مار ڈالنا چاہیے اور شہوت رانی وغیرہ مقتضیات نفس کو خیر باد کہنا چاہیے تا کہ یہ ہلاک ابدی سے بچ جائے جس طرح کہ بچھو کا ڈنک اس لئے توڑ دیا جاتا ہے کہ وہ مارے جانے سے بچ جائے اور زہریلے سانپ کے دانت اس لئے توڑ دیئے جاتے ہیں کہ وہ سنگساری سے محفوظ رہے اس کے بعد مولانا نفس کشی کی تدبیر ارشاد فرماتے ہیں۔

ہیچ نکشد نفس را جز ظل پیر	دامن آں نفس کش را سخت گیر
نفس کو شیخ کے سایہ کے علاوہ کوئی چیز نہیں مارتی ہے	اس نفس کو مارنے والے کا دامن مضبوطی سے پکڑ لے
چوں بگیری سخت آں توفیق ہوست	در تو ہر قوت کہ آید جذب اوست
جب تو مضبوط پکڑے گا وہ اللہ (تعالیٰ) کی توفیق ہو گی	تجھ میں جو قوت آئے گی وہ اسی کی کشش ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مارمیت اذرمیت راست داں	ہرچہ دارد جاں بود از جان جاں
"تونے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" کو صحیح سمجھ	جو کچھ جان میں ہے وہ جان جاں کی جانب سے ہوگا
دست گیرندہ ویست و بردبار	دمبدم آں دم ازو امیدوار
وہی دستگیری کرنے والا اور بوجھ اٹھانے والا ہے	ہر وقت اس سے جذب کی امید رکھ
نیست غم گر دیر بے او ماندۂ	دیر گیر و سخت گیرش خواندۂ
اگر تو بہت دیر تک اس کے بغیر رہا ہے تو غم نہ کر	تونے اس کو دیر سے پکڑنے والا اور سخت گرفت کرنیوالا پڑھا ہے
دیر گیرد سخت گیرد رحمتش	یک دمت غائب ندارد حضرتش
اسکی رحمت دیر سے شامل حال ہوگی تو پوری شامل حال ہوگی	اس کا دربار تجھے ایک لمحہ کے لئے غائب نہ ہونے دے گا
ورتو خواہی شرح ایں فضل و ولا	از سر اندیشہ می خواں والضحیٰ
اگر تو اس مہربانی اور دوستی کی شرح چاہتا ہے	تو غور و فکر سے (سورۂ) والضحیٰ پڑھ لے

جب ہم تم کو نفس کشی کی ضرورت بتا چکے اور یہ بھی بتا چکے کہ یہ مجاہدہ وریاضت سے حاصل ہوتی ہے تو اب سمجھو کہ مجاہدہ وریاضت بدون پیر کے مکمل نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ بدون شیخ کامل کے مجاہدہ میں ضرر کا اندیشہ ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نفس کشی بدون شیخ کامل کی تربیت کے نہیں ہوسکتی پس تم کو چاہیے کہ اس نفس کشی کا دامن مضبوط پکڑو اور جب تم دامن مضبوط پکڑلو تو تم کو عجب میں مبتلا نہ ہونا چاہیے بلکہ سمجھنا چاہیے کہ یہ توفیق ہے حق سبحانہ کی اور تم میں جو قوت محمودہ پیدا ہو اس کو ادھر ہی کا جذب سمجھنا چاہیے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ یعنی اے رسول یہ کنکریاں مارنا خود تمہاری ذاتی قدرت سے نہیں تھا بلکہ یہ بھی ہماری ہی توفیق تھی اور اس پر جو نتیجہ مرتب ہوا وہ بھی تمہارا فعل نہیں بلکہ ہمارا فعل ہے لہٰذا یوں کہنا چاہیے کہ گویا کہ تم نے نہیں پھینکیں بلکہ ہم نے پھینکیں ہیں لہٰذا یہ بالکل سچ ہے کہ تم کو اس کی تصدیق کرنا چاہیے اور دیگر امور کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے اور سمجھنا چاہیے کہ جان کے اندر جو بات پیدا ہو وہ حق سبحانہ ہی کی طرف سے ہے وہی مددگار ہے اور بڑا مہربان ہے تم کو ہر وقت اس سے جذب کا امیدوار رہنا چاہیے۔ اگر جذب میں تاخیر ہوگئی ہے اور تم اس سے عرصہ تک جدا رہے ہو اور اس لئے تم نے اس کو پریشان ہوکر اور گھبرا کر دیر تک گرفت کرنے والا اور سخت گرفت کرنے والا سمجھا ہے تو کوئی فکر کی بات نہیں تم کو مایوس نہیں ہونا چاہیے یہ صحیح ہے کہ کبھی کبھی بمقتضائے حکمت ومصلحت دیر تک پکڑتے ہیں اور سخت گرفت کرتے ہیں لیکن یہ عتاب ظاہری ہوتا ہے ورنہ اس کی رحمت تم کو ایک لحظہ کے لئے بھی اس کے حضور سے جدا نہیں ہونے دیتی۔ اگر تم کو اس عنایت ومحبت کی شرح کی ضرورت ہے تو غور سے والضحیٰ پڑھو اس میں قسم کھا کر فرمایا گیا ہے ماودعک ربک وما قلیٰ وللاخرۃ خیرلک من الاولیٰ جس کا حاصل یہ ہے کہ مفارقت

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہری اس لئے نہیں تھی کہ ہم نے تم کو چھوڑ دیا ہوا ور تم سے بغض رکھا ہو بلکہ اس میں تمہاری مصلحت تھی۔

شرح شبیری

دیو کہ بود الخ۔ یعنی دیو کیا ہے کہ وہ آدم علیہ السلام سے بڑھ جائے اور ایسے بساط شطرنج پر ان سے بازی لے جائے۔ مطلب یہ کہ جب آپ کی عنایت حضرت آدم علیہ السلام کے شامل حال تھی تو پھر اس شیطان لعین کی کیا ہمت تھی کہ ان سے بڑھ جاتا اور جیت جاتا بلکہ

در حقیقت الخ۔ یعنی وہ سارا مکروفریب حقیقت میں آدم علیہ السلام کا تو نفع ہو گیا اور حاسد کی لعنت کا سبب ہو گیا۔

بازی دید الخ۔ یعنی اس نے ایک بازی تو دیکھ لی اور دوسو اور بازیاں نہ دیکھیں لہٰذا اپنے خیمہ کے ستون کو کاٹ ڈالا یہ مثال ہے مطلب یہ ہے کہ اس شیطان لعین نے یہ تو دیکھا کہ میرے اس حطہ کے کھلا دینے سے یہ جنت سے نکل جائیں گے مگر اس کو اس کی خبر نہ تھی کہ اس کے اندر بہت حکم و مصالح پوشیدہ ہیں کیا اس کے ذریعہ سے آدم علیہ السلام کو ظہور اسماء جلالیہ کا ہو گیا مثلاً وعلی ہذا لہٰذا اس کی مثال ہو گئی کہ کسی شخص نے خیمہ کا بانس کاٹ ڈالا تا کہ فلاں دوسرا شخص جو اس کے اندر ہے مرجائے بس اس بات پر تو نظر ہوئی مگر اس میں جو اور مصلحتیں تھیں اس کی ان حضرت کو خبر ہی نہ ہوئی اور نہ اس کی خبر ہوئی کہ میرا بھی نقصان ہے کہ خیمہ بیکار ہو جائے گا۔

آتشے الخ۔ یعنی دوسروں کے کھیت میں رات کو آگ لگائی تھی ہوا نے خود اس کے کھیت کی طرف آگ کو روانہ کر دیا۔ یہ بھی مثال ہے مطلب یہ ہے کہ اس کی ایسی مثال ہو گئی کہ کسی نے دوسرے کے کھیت میں آگ لگائی اور اس کی نقصان دہی کے لئے دوسرے ہوا نے اس آگ کو اڑا کر اس کے کھیت میں لا ڈالا تو اس شیطان نے چاہا تھا حضرت آدم علیہ السلام کا نقصان اور ہو گیا خود اس کا نقصان خسر الدنیا والآخرہ نعوذ باللہ منہ۔

چشم بندی الخ۔ یعنی اس دیو کی لعنت کا سبب اس کی چشم بندی تھی یہاں تک کہ اس نے اس مکر کو اپنے مقابل کا نقصان جانا۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ حقیقت سے اندھا تھا اس لئے یہ ملعون ہوا اور نہ سمجھ جاتا کہ ان کا کوئی نقصان نہیں بلکہ نفع ہے اور سراسر میرا ہی نقصان ہے تو یہ حقیقت سے آنکھ بند ہونے کی وجہ سے ہوا۔

ہم زیان الخ۔ یعنی اس کا مکر اس ہی کی جان کے نقصان کا باعث ہو گیا جیسے کہ تم کہو کہ آدمؑ ہی اس کے گمراہ کنندہ ہو گئے اس لئے کہ آخر سبب ظاہری تو آدم علیہ السلام ہی ہوئے۔

لعنت آن باشد الخ۔ یعنی لعنت وہ ہوتی ہے کہ اس کو (ملعون کو) کج بین کر دیتی ہے اور حاسد اور خود بین اور پر کینہ اسکو کر دیتی ہے۔

نا بداند الخ۔ یعنی تا کہ جان لے کہ جو کوئی برائی کرتا ہے یقیناً وہ واپس ہو کر اسی پر پڑتی ہے (جیسے کہ مثل مشہور ہے کہ چاہ کن را چاہ در پیش اسی کا مصداق ہو جاتا ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ فرزین الخ۔ یعنی ساری فرزین کی قیدیں بالعکس ہو جاتی ہیں اور مات ایسے شخص پر پڑتی ہے اور نقصان اور سرنگوی فرزین شطرنج کے وزیر کو کہتے ہیں چونکہ اس کے قید کر لینے سے دوسرے کو مات ہو جاتی ہے اس لئے کہتے ہیں کہ فرزین کی ساری قیدیں الٹی ہونگی اور فرزین کی قید سے مراد تدبیر ہے۔ اب مطلب یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ کی طرف سے کسی پر لعنت ہوتی ہے تو اس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ وہ شخص کج بین ہو جاتا ہے اور اس کو حقیقت کی خبر ہی نہیں رہتی اور جو تدابیر کہ دوسرے کے نقصان کی سوچتا ہے وہ خود اسی پر پڑتی ہیں۔ آگے لعنت کی وجہ سے تدابیر کے الٹے ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ گراو ہیچ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اگر وہ اپنے کو ہیچ دیکھتا اور اپنے زخم کو مہلک اور ناسور جانتا۔

درد خیزد الخ۔ یعنی اس دیکھنے سے دل میں درد اٹھتا اور درد اس کو حجاب سے باہر لاتا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر لعنت حق نہ ہوتی تو اس سے حق تعالیٰ خوش ہوتے اور اس خوشی کا اثر یہ ہوتا کہ حقائق اشیاء اس پر منکشف ہوتیں اور جب حقائق اشیاء منکشف ہوتیں تو ان کی طلب ہوتی اور طلب میں درد پیدا ہوتا۔ تو یہ درد اور طلب اس حجاب باطن سے اس کو چھڑا دیتے اور کل تدابیر راس آتیں مگر اب جبکہ لعنت ہے تو نہ رحمت ہے اور نہ اس کا اثر ہے لہٰذا ساری تدابیر الٹی ہوتی ہیں۔ آگے درد کی فضیلت بیان فرماتے ہیں کہ مطلق درد ظاہری کی بہت سی برکات ہیں اور ان سے بہت سے فائدے ہیں تو جو درد کہ حق تعالیٰ کے لئے ہوگا اس میں کیوں کر فائدے نہ ہونگے فرماتے ہیں کہ

تا نگیرد الخ۔ یعنی جب تک کہ ماں کو دردزہ نہ ہو تو بچہ کو پیدا ہونے کا کوئی راستہ ہی نہیں مل سکتا۔ تو اسی طرح جب تک کہ قلب میں درد نہ ہو اس وقت تک اس سے علوم و معارف و حقائق پیدا نہیں ہوتے۔

این امانت الخ۔ یعنی یہ امانت دل اور جان میں حاملہ ہے اور یہ نصیحتیں دائی کی طرح ہیں۔

قابلہ گوید کہ زن الخ۔ یعنی دائی کہتی ہے کہ عورت کے درد ہی نہیں ہے اور درد چاہیے اس لئے کہ درد ہی بچہ کے لئے راستہ ہے مطلب یہ کہ یہ علوم و معارف تو دل اور جان میں ایسے ہیں جیسے کہ حاملہ کے اندر بچہ ہوتا ہے اور یہ پند و نصائح دایہ کی طرح ہیں اور دایہ صرف معین و مددگار ہوتی ہے کہ جب بچہ پیدا ہو اور نکلنا چاہے تو وہ سنبھال لے اور بچہ جب درد ہو تو اس وقت خود ہی پیدا ہوتا ہے اسی طرح یہ علوم معارف بھی اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب دل میں درد ہو اور اگر درد نہ ہو تو یہ نصائح و پند بھی سب بے سود ہیں۔ اس لئے کہ یہ تو صرف معین و مددگار ہیں اگر کوئی شے پیدا ہونا چاہے تو اس کی مدد کر سکتے ہیں اور اس کو سنبھال سکتے ہیں۔

آنکہ او بے درد الخ۔ یعنی جو شخص کہ بے درد ہوگا وہ رہزن ہے اس لئے کہ بے دردی انا الحق کہنا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کے دل میں درد نہیں وہ خود تو گمراہ ہے ہی اوروں کا بھی رہزن ہے اس لئے کہ اس بے دردی کا یہ اثر ہوگا کہ اس سے طلب تو ہوگی نہیں لہٰذا خود بینی وغیرہ آثار پیدا ہونگے اور اس وقت بوجہ حقیقت ناشناسی کے وجود مستقل اپنا سمجھے گا کہ جس سے خود گمراہ ہوگا اور اوروں کو گمراہ کرے گا اور جب حال نہ ہو تو انا الحق کہے بھی یہی

www.besturdubooks.wordpress.com

معنی ہیں۔ جیسا کہ فرعون نے اپنے وجود کے استقلال کی وجہ سے انا ربکم الاعلیٰ کہا تھا۔ اب یہاں ظاہر الفاظ سے یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ جب انا الحق کہنا گمراہی ہے تو پھر منصورؒ نے بھی تو کہا تھا وہ بھی خدانخواستہ گمراہ ہوئے تو چونکہ مولانا محقق اور شیخ کامل ہیں لہٰذا اس کا بھی جواب فرماتے ہیں۔

آن انا بیوقت الخ۔ یعنی وہ انا بے وقت کہنا تو موجب لعنت کا ہے اور یہ انا وقت کے اندر کہنا موجب رحمت ہے اور وہ وقت وہ ہے کہ جب اپنے وجود کا اضمحلال اور اس کا کالعدم ہونا پیش نظر ہو اس وقت انا الحق کہنا رحمت ہے کہ اس کے اندر وجود حق کا استقلال اور اپنے وجود کا اضمحلال ہے اور اگر یہ حالت نہیں ہے بلکہ اپنے وجود کے استقلال کے اظہار کے لئے کہہ رہا ہے تو موجب لعنت ہونا ظاہر ہے آگے دونوں کی نظیریں بیان فرماتے ہیں کہ

آن انا منصور الخ۔ یعنی وہی انا منصور کے لئے تو موجب رحمت تھا اور وہی انا فرعون کے لئے موجب لعنت تھا۔ اس لئے کہ ایک نے تو اپنے وجود کے عدم کے لئے کہا تھا وہ تو رحمت ہوگیا اور دوسرے نے اپنے وجود کے استقلال کے لئے کہا تھا وہ موجب لعنت ہوا۔

لاجرم ہر مرغ الخ۔ یعنی بس ہر مرغ بے ہنگام کا سر کاٹنا اعلان کے لئے ضروری ہوا۔ کسی زمانہ میں رسم تھی کہ جو مرغ کہ بے وقت اذان دیتا تھا اس کو ذبح کر دیتے تھے اس لئے اس سے مثال دے کر مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح اس کے بے وقت اذان دینے کی وجہ سے گردن ماری جاتی تھی اس کے بے وقت انا الحق کہنے کی وجہ سے چاہیے کہ سر کاٹ ڈالیں آگے فرماتے ہیں کہ

سر بریدن الخ۔ یعنی سر کاٹنا کیا ہے نفس کا مار ڈالنا ہے مجاہدہ میں اور لذات کے ترک میں لہٰذا جب تم نفس کشی کرلوگے تو اس سے پھر خود بینی پیدا نہ ہوگی۔

آنچنان کہ الخ۔ یعنی جس طرح کہ بچھو کا ڈنک اکھاڑ دو تو وہ مارے جانے سے بے خوف ہوجاتا ہے۔

برکنی دندان الخ۔ یعنی سانپ کے زہر کے بھرے ہوئے دانت اکھاڑ دو تا کہ وہ سنگساری کی بلا سے چھوٹ جائے تو اسی طرح جب تم نفس کشی کرلوگے تو اور تو اس کے شر سے بچیں ہی گے مگر اس کو بھی یہ فائدہ ہوگا کہ سرزنش سے بچ جائے گا جیسا کہ اوپر کی دونوں مثالوں سے واضح ہے۔ آگے فرماتے ہیں

ہیچ نکشد الخ۔ یعنی نفس کو سوائے پیر کے سایہ کے اور کوئی مار نہیں سکتا۔ تو تم اس نفس کے مارنے والے کے دامن کو مضبوط پکڑلو۔

چون تو گیری الخ۔ یعنی جب تو مضبوط پکڑ لے گا تو وہ توفیق حق ہوگی اور جان لے کہ تجھ میں جو قوت بھی آئے وہ جذب حق ہے اور اسی کی توفیق ہے بلکہ شیخ کو تو ایسا سمجھو کہ

مارمیت اذرمیت الخ۔ یعنی مارمیت اذرمیت کو درست جانو وہ جو کچھ کرد کھاتا ہے وہ جان جان ہی سے ہے۔ مطلب یہ کہ اس کے جو تصرفات ہیں وہ تصرفات حق ہی ہیں اس لئے کہ وہ تو بی یسمع اور بی یبصر اور بی ینطق کا مصداق ہوگیا ہے۔

دستگیرندہ الخ۔ یعنی ہاتھ پکڑنے والا تو وہی ہے اور بردبار تو دمبدم اس دم کی اس سے امید رکھ اور چونکہ بعض

www.besturdubooks.wordpress.com

مرتبہ سالک کو وصول میں دیر ہوتی ہے تو وہ اکتا جاتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ
نیست غم گر دیر بے الخ۔ یعنی اگر دیر تک تم بے اس کے رہے ہو تو کوئی غم نہیں ہے اس لئے وہ دیر میں پکڑتا ہے مگر اس کو سخت گیر پڑھا ہے مطلب یہ کہ اگرچہ دیر میں حاصل ہو مگر جب مل جاتا ہے تو پھر ایسا مضبوط پکڑتا ہے کہ پھر نہیں چھوڑتا جیسا کہ مسئلہ تصوف کا ہے کہ الفانی لا یرد تو جب تم کو معلوم ہے کہ دیر گیر دے لے سخت گیر تو پھر گھبرانے کی کون سی بات ہے۔
دیر گیر د الخ۔ یعنی اس کی رحمت دیر میں پکڑتی ہے مگر سخت پکڑتی ہے پھر ایک دم کے لئے اپنی بارگاہ سے تجھے غائب نہ کرے گی۔
ور تو خواہی الخ۔ یعنی اور اگر تو اس فضل اور بخشش کی شرح چاہتا ہے تو ذرا سوچ سمجھ کر والضحیٰ کو پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ والضحیٰ میں ہے ما ودعک ربک وما قلی تو دیکھو جب وحی میں دیر ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پریشان ہوئے تو بھی ارشاد ہوا جب پکڑ لیتے ہیں تو چھوڑتے نہیں ہیں لہٰذا گھبرانے کی بات نہیں ہے تو اسی طرح اگر دیر بھی ہو تو پریشان مت ہو۔

ور تو گوئی ہم بدی ہا از ویست	لیک آں نقصان فضل او کیست
اگر تو کہے کہ برائیاں بھی اسی کی جانب سے ہیں	لیکن وہ اس کی حمایت کے نقصان کا باعث کب ہیں؟
آں بدی دادن کمال اوست ہم	من مثالے گویمت اے محتشم
وہ برائی دینا بھی اس کا کمال ہے	اے بزرگوار! میں تجھ سے ایک مثال کہتا ہوں

مثال در بیان معنیٔ مؤمن بالقدر خیرہ وشرہ

اس معنی کے بیان میں ایک مثال کہ ہم ایمان لائے اچھی اور بری تقدیر پر

کرد نقاشے دو گونہ نقشہا	نقشہائے صاف و نقش بے صفا
ایک نقاش نے دو قسم کے نقش بنائے	اچھے نقش اور برے نقش
نقش یوسفؑ کرد و حور خوش سرشت	نقش عفریتاں و ابلیسان زشت
(حضرت) یوسف کا اور خوبصورت حوروں کا نقش بنایا	بھوتوں اور شیطانوں کا برا نقش (بنایا)
ہر دو گونہ نقش استادی اوست	زشتی او نیست آں رادی اوست
دونوں قسم کے نقش اس کی مہارت (کی دلیل) ہیں	یہ اس کی برائی نہیں ہے اس کی دانائی ہے
خوب را در غایت خوبی کشد	حس عالم چاشنی از وے چشد
خوبصورت کو انتہائی خوبصورتی سے بناتا ہے	دنیا کے حواس اس سے لطف اٹھاتے ہیں

زشت را در غایت زشتی کند	جملہ زشتی ہا بگردش برتند
بدصورت کو انتہائی بدصورت بناتا ہے	تمام بدصورتیاں اس پر مزہ دیتا ہے
تاکمال دانشش پیدا شود	منکر استادیش رسوا شود
تاکہ اس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے	اس کی استادی کا منکر رسوا ہو جائے
ورنہ تاندزشت کردن ناقص ست	زیں سبب خلاق گبرو مخلص ست
اگر وہ بدصورت کو نہ پیدا کر سکے تو ناقص ہے	اسی لئے وہ کافر اور مومن کا پیدا کرنے والا ہے
پس ازیں روکفروایماں شاہداند	برخداوندیش ہر دو ساجد اند
تو اس حیثیت سے کفر اور ایمان گواہ ہیں	اس کی خدائی پر (اور) دونوں اس کو سجدہ کرنے والے ہیں
لیک مومن دانکہ طوعاً ساجدست	زانکہ جویائے رضاوقاصدست
لیکن سمجھ لے کہ مومن خوشی سے سجدہ کرنے والا ہے	کیونکہ وہ رضامندی کا جویاں اور قصد کرنے والا ہے
ہست کرہاً گبرہم یزداں پرست	لیک قصد او مراد دیگرست
کافر بھی جبراً خدا پرست ہے	لیکن اس کا مقصود دوسرا ہے
قلعۂ سلطاں عمارت می کند	لیک دعوی امارت می کند
شاہی قلعہ تعمیر کرتا ہے	لیکن سلطنت کا مدعی ہے
گشت باغی تا کہ ملک اورا بود	عاقبت خود قلعہ سلطاں را شود
وہ باغی بنا تاکہ ملک اس کا ہو جائے	انجام کار قلعہ بادشاہ کا ہو جاتا ہے
مومن آں قلعہ برائے بادشاہ	می کند معمور نے از بہر جاہ
مومن وہ قلعہ بادشاہ کے لئے	تعمیر کرتا ہے نہ کہ (اپنی) شان و شوکت کے لئے
زشت گویداے شہ زشت آفریں	قادری برخوب و برزشت مہیں
بدصورت کہتا ہے اے بدصورت کے پیدا کرنیوالے شاہ!	تو خوبصورت اور ذلیل بدصورت (کے پیدا کرنے) پر قادر ہے
خوب گویداے شہ حسن و بہا	پاک گردانیدیم از عیبہا
خوبصورت کہتا ہے اے شاہ حسن و جمال!	تو نے مجھے عیبوں سے پاک کر دیا
حمد لک والشکر لک یاذالمنن	حاضری و ناظری برحال من
اے احسانات والے! تیری تعریف ہے اور تیرا شکر ہے	تو میری حالت پر حاضر و ناظر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل آں شد کو ہرانچہ خواست کرد	خوب راوزشت راچوں خاروورد
خلاصہ یہ ہوا کہ اس نے جو چاہا وہ کیا	اچھے اور برے کو کانٹے اور پھول کی طرح
اوست بر ہر بادشاہے بادشا	کار ساز یفعل اللہ مایشا
وہ ہر بادشاہی کے اوپر بادشاہ ہے	کاموں کا بنانے والا ہے اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے

شرح حبیبی

اگر تم یہ سوال کرو کہ جان کے اندر جو بات بھی پیدا ہو سب کو اس کی طرف سے سمجھو تو اس سے لازم ہے کہ برائیاں بھی اسی کی طرف سے ہوں اور یہ اس کا نقص ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو تسلیم کرتے ہیں کہ برائیاں بھی اسی کی طرف سے ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ یہ اس کا نقص نہیں بلکہ عین کمال ہے ہم اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں تم حق سبحانہ کو ایک مصور فرض کرو اس نے اچھی اور بری ہر قسم کی صورتیں بنائی ہیں۔ یوسف اور حورعین کی تصویریں بھی اسی نے بنائی ہیں اور دیوؤں اور شیطانوں کی صورتیں بھی اسی نے بنائی ہیں۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ اس کا نقص ہے ہرگز نہیں بلکہ یہ اس کی عین استادی اور کمال ہے یہ اس کی برائی نہیں بلکہ عین حکیمی اور صناعی ہے۔ وہ اچھے کو نہایت اچھا بناتا ہے کہ عالم کے حواس اس سے مزے لیتے ہیں اور بری کو نہایت برا بناتا ہے گویا کہ تمام برائی کو اس میں جمع کر دیتا ہے یہ اس لئے کہ اس کا کمال علم وصنعت ظاہر ہو اور اس کی استادی کا منکر ذلیل ہو ہم تو کہتے ہیں کہ اگر برے کو نہ پیدا کر سکے تو یہ اس کا نقص ہے اسی لئے اس نے مومن وکافر دونوں کو پیدا کیا تاکہ نقص کا الزام اس پر عائد نہ ہو سکے۔ اسی لئے کافر و مومن ہر ایک اس کی خدائی کے شاہد اور اس کے سامنے سرفگندہ ہیں مگر ان میں فرق کیا ہے وہ فرق یہ ہے کہ مومن تو طوعاً منقاد ہے کیونکہ وہ طالب وقاصد رضائے حق ہے اور کافر قہراً خدا پرست ہے مگر مقصود اس کا دوسرا ہے یعنی انکار ومخالفت۔ اس لئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک باغی کہ وہ بغاوت کے لئے قلعہ بناتا ہے اور امارت کا دعویٰ کرتا ہے اور بغاوت اس لئے کرتا ہے کہ ملک پر قبضہ کر لے لیکن نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مغلوب ہوتا ہے اور قلعہ بادشاہ کے قبضہ میں چلا جاتا ہے تو اس نے حقیقۃً بادشاہ ہی کے لئے قلعہ بنایا تھا مگر چونکہ مقصود اس کا اطاعت نہ تھا بلکہ مخالفت تھا اس لئے مردود ہوا اور مومن اپنی وجاہت کے لئے قلعہ نہیں بناتا بلکہ وہ بادشاہ کی بادشاہی کو تسلیم کرتا ہے اور اسی کے لئے وہ قلعہ بناتا ہے لہٰذا مقرب ہے۔ غرض کہ اچھے ہوں یا برے خواہ بزبان حال ہوں یا بزبان قال سب اس کے مداح ہیں اور اس کی استادی و کمال کی داد دیتے ہیں برا کہتا ہے کہ اے برے کے پیدا کرنے والے تو اچھے پر بھی قادر ہے اور برے پر بھی۔ اچھا کہتا ہے کہ اے شہ حسن وبہا تو نے مجھے عیبوں سے پاک کیا اے محسن تیرا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے تو حاضر وناظر ہے میری حالت واقعی طور پر تیرے کمال کی داد دے رہی ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اچھوں کو اچھا بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی نے بنایا اور بروں کو برا بھی اسی نے بنایا جس طرح کہ کانٹا بھی اسی نے بنایا اور پھول بھی اسی نے اور باقتضائے حکمت جیسا چاہا ویسا بنایا کسی کو اس پر اعتراض کا حق حاصل نہیں کیونکہ یہ منصب اس کا ہے جو خدا پر حاکم ہو اور خدا پر کوئی حاکم نہیں بلکہ وہ خود احکم الحاکمین ہے اس کی شان یہ ہے لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون لہٰذا وہ فاعل مختار و حکیم ہے باقتضائے حکمت جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

شرح شبیری

ور تو گوئی الخ۔ یعنی اور اگر تم کہو کہ یہ برائیاں بھی اسی سے ہیں لیکن وہ اس کے فضل کی کمی کب ہے۔
مطلب یہ ہے کہ اگر شبہ ہو کہ یہ جو گناہ وغیرہ برے کام پیدا کئے اگر ان کو پیدا نہ فرماتے تو بہتر تھا اس لئے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود حق تعالیٰ میں نعوذ باللہ کوئی نقص ہے جو ایسی بری چیزیں اس سے صادر ہوئیں تو یہ شبہ بالکل فضول ہے اس لئے کہ ان کے پیدا کرنے سے ان میں نقصان کب ثابت ہوا بلکہ
آن بدی الخ۔ یعنی وہ بدی دنیا بھی اس کا کمال ہے اور میں ایک مثال تم سے بیان کرتا ہوں اے محتشم کہ اس سے تم کو معلوم ہو جائے کہ خلق معاصی وغیرہ دلیل نقص نہیں ہے بلکہ دلیل کمال ہی ہے۔

ایمان بالقدر خیرہ وشرہ کے بیان کرنے میں ایک مثال

کرد نقاشی الخ۔ یعنی کسی نقاش نے دو طرح کے نقش بنائے کچھ صاف نقش اور کچھ نقوش بے صفا (یعنی خراب)۔
نقش یوسف الخ۔ یعنی یوسف جیسا نقش بنایا اور ایک خوبصورت حور کا اور کچھ دیوؤں کے اور شیطانان مردود کے۔
ہر دو گونہ الخ۔ یعنی دونوں نقش اس کی استادی ہیں اور وہ اس کی برائی نہیں ہیں یا وہ اس کی دانائی (کی دلیل) ہیں مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے برے اور بھلے دونوں طرح کی مخلوق پیدا فرمائی ہے مگر بروں کو پیدا کرنا اور ناقصین کا ایجاد مستلزم اس کے نقص اور برائی کو نہیں ہے بلکہ دونوں کا ایجاد دلیل ہے اس کے کامل ہونے کی کہ کیا قدرت ہے کہ جیسا چاہے بنا دے ورنہ اگر سب مخلوق یکساں ہی پیدا ہوا کرتی تو پھر تو وہ امر اضطراری ہو جاتا جیسا کہ مشین ہوتی ہے کہ جب اس کو چلا دیا گیا تو وہ ایک ہی سی چیز بناتی چلی جائے گی بخلاف کاریگر اور صناع کامل کے کہ وہ ہر شے کو جب دوبارہ بنائے گا تو یقینا پہلے سے اس میں فرق ہوگا۔ اس کی ایک مثال حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے۔ سبحان اللہ عجیب مثال ہے فرماتے تھے کہ اس زشت و خوب کی تخلیق کی ایسی مثال ہے جیسے کہ کاتب کی کتابت اس لئے کہ دیکھو اگر میر پنجہ کش جیسا کاتب کہ جو اپنے فن میں کامل ہیں ایک بہت نفیس و صاف لکھ کر دکھائیں تو کوئی تعجب نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو ان کا کام ہی ہے اس طرح تو وہ بالکل بے تکلف لکھ سکتے ہیں کمال تو جب ہے کہ لکھیں تو قلم برداشتہ مگر لکھیں ایسا جیسا کہ گویا کسی سیکھنے والے بچے کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوگا کہ اس قدر بڑا کامل ہے کہ جو چاہے اور جس طرح چاہے لکھ دے کسی ایک طرز اور ایک روش کا پابند نہیں ہے اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ جمیل ہیں (جیسا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان اللہ جمیل یحب الجمال) وہ اگر جمیل اور حسن کو پیدا فرمائیں تو اس قدر تعجب نہیں ہے جیسا کہ زشت کا بنانا تعجب کی بات ہے کہ اللہ اکبر وہ ذات جس کی یہ شان ہے اور وہ یہ صورتیں پیدا کرے بس سوائے اس کے کہ منکر سے منکر بھی اور ملحد سے ملحد بھی پکار اٹھے کہ وحدہ لاشریک ہے بے شک قادر مطلق ہے اور کوئی بات نظر نہیں آتی تو دیکھو وہ شے کہ جو بظاہر ذات باری تعالیٰ میں نقص معلوم ہوتا تھا بحمد اللہ وہی موجب کمال ہو گیا اور ہو کیا گیا پہلے سے تھا اب ظاہر ہو گیا۔ وللہ الحمد۔

اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ زشتی اونسبت آں راوی اوست۔ سبحان اللہ اور اس کی وہ قدرت ہے کہ

خوب را الخ۔ یعنی اچھے کو انتہا درجہ کا اچھا بناتا ہے کہ ایک جہان کی حس اس سے چاشنی چکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ اچھا بناتا ہے تو وہ ایسا کہ ایک عالم محظوظ ہوتا ہے۔

زشت را الخ۔ یعنی برے کو انتہا درجہ کا برا کرتا ہے کہ ساری برائیوں کو اس کے گرد تن دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر برا بنائے تو ایسا کہ اس کے مقابلہ کی اور کوئی شے دنیا میں بری نہیں ہو سکتی۔

تا کمال الخ۔ یعنی تا کہ اس کی دانش کا کمال ظاہر ہو جائے اور اس کی استادی کا منکر رسوا ہو (اس لئے وہ اس طرح مختلف صور سے اپنی قدرت کا اظہار کرتے ہیں)

گر نتاند الخ۔ یعنی اگر برا نہ بنا سکے تو ناقص ہے اسی سبب سے حق تعالیٰ مومن اور کافر سب کے خالق ہیں (اس لئے کہ وہ تو کامل ہیں لہٰذا دونوں طرح بنا سکتے ہیں)

پس ازیں الخ۔ یعنی پس اسی وجہ سے (کہ سب مخلوقات حق ہی ہیں) کفر اور ایمان (دونوں) اس کی خداوندی کے شاہد ہیں اور سب اسی کو سجدہ کرتے ہیں مگر اس قدر فرق ہے کہ

لیک مومن الخ۔ یعنی لیکن مومن تو خوشی سے عبادت کر رہا ہے اس لئے کہ وہ تو رضائے حق کی تلاش میں ہے اور اسی کا قاصد ہے۔

ہست کرہا الخ۔ یعنی کافر بھی ہے تو حق پرست ہی مگر قصد میں اس کی مراد اور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مومن تو خوشی سے اور قصداً عبادت حق ہی کرتا ہے اور اس کی رضا کا جویا ہوتا ہے بخلاف کافر کے کہ وہ اپنے قصد سے تو عبادت حق نہیں کرتا بلکہ دوسرے کو سجدہ کر رہا ہے مگر باعتبار آئندہ کے یہ عبادت زبردستی عبادت حق ہی کر لے جائے گی۔ آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

قلعہ سلطان الخ۔ یعنی کوئی ایک قلعہ شاہی بنا رہا ہے لیکن خود امیر ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔

گشتہ باغی الخ۔ یعنی وہ باغی ہو گیا ہے تا کہ ملک اس کا ہو جائے آخر کار خود قلعہ سلطان ہی کا ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک شخص شاہی زمین میں قلعہ بنا رہا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرا ہے اور میں بادشاہ ہوں یا یہ کہ کسی دوسرے بادشاہ کی اطاعت کرتا ہے اور اس کا دم بھرتا ہے تو نتیجہ یہ ہے کہ باغی کہلائے گا اور ایک روز بادشاہ اس کو قلعہ سے نکال باہر کرے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور جو قلعہ دوسرے کے لئے یا اپنے لئے بنایا تھا آج پھر وہ بادشاہ ہی کا ہو گیا۔ تو اسی طرح یا تو کافر عبادت دوسرے کی کرتا ہے جیسا کہ عوام کفار کی حالت ہے یا خود اپنی ہی عبادت کرتے ہیں یا حکم عبادت کرتے ہیں جیسے کہ فرعون وغیرہ تو بس ایک دن وہ ہوگا کہ اس ملک شاہی سے ان کو نکال باہر کیا جائے گا اور ان کی ساری محنت برباد ہو جائے گی اور جو شان کی کہلاتی تھی وہ حق تعالیٰ کی ہو جائے گی جیسا کہ ظاہر ہے یہ تو مثال کافر کی ہے کہ جس کی عبادت کرتا عبادت حق ہو گی آگے مثال مومن کی بیان فرماتے ہیں جو کہ طوعاً عبادت حق میں مشغول ہے فرماتے ہیں کہ

مومن آن الخ۔ یعنی مومن اس قلعہ کو خاص بادشاہ کے لئے عمارت کر رہا ہے نہ کہ اپنی جاہ کے لئے۔ مطلب یہ کہ اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے بادشاہ کسی معمار کو حکم دے کہ ایک قلعہ بناؤ تو یہ بھی قلعہ بنا رہا ہے مگر اس کی منشا خاص اللہ کے واسطے ہے تو قلعے تو انجام کار دونوں بادشاہ ہی کے ہوں گے مگر اس قدر فرق ہے کہ اس باغی سے قلعہ لیا گیا اور اس کو سزا بھی دی گئی کہ دائم الحبس کیا گیا اور اس معمار سے قلعہ لے لیا گیا مگر اس کی مزدوری اور مزید انعام و اکرام بھی عطا ہوا پس یہی حالت مومن و کافر کی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

زشت گوید الخ۔ یعنی برا آدمی تو کہتا ہے کہ اے بادشاہ برے کو پیدا کرنے والے تو اچھے پر بھی قادر ہے اور اس دلیل زشت پر بھی خوب گوید اے الخ۔ یعنی اچھا کہہ رہا ہے کہ اے شاہ حسن و جمال تو نے مجھے عیبوں سے پاک فرمایا ہے۔

حمد لک الخ۔ یعنی اے اللہ تیرا شکر ہے اور تیرے ہی لئے حمد ثابت ہے تو میرے حال کا حاضر و ناظر ہے (کہ تو نے مجھے کیسا کچھ بنایا ہے) مطلب یہ ہے کہ جو برا ہے اور کافر ہے وہ اگر تعریف بھی کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی قدرت کو بھی یاد کرتا ہے تو چونکہ برا ہے برائی ہی کو یاد کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یا الٰہی تیری وہ قدرت ہے کہ تو ایسی بری بری چیزیں پیدا فرماتا ہے اور جو اچھا ہے اور مومن ہے وہ تعریف کرتا ہے تو اس طرح سے کہ یا الٰہی تیرا شکر ہے کہ تو نے مجھے عیب سے پاک بنایا۔ اچھی چیزوں کو پیدا کیا اے اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو دیکھو جو جیسا تھا اس نے ویسے ہی حق تعالیٰ کی حمد اور تعریف بھی کی۔ آگے اس تقریر کا حاصل بیان فرماتے ہیں کہ

حاصل آن الخ۔ یعنی حاصل یہ ہے کہ اس نے جو چاہا کیا اچھا اور برا پھول اور کانٹے کی طرح۔

اوست بر ہر الخ۔ یعنی وہ ہر بادشاہ کے اوپر بادشاہ ہے جو چاہے وہ ہی کرے۔ مطلب یہ کہ وہ قادر مطلق ہے کوئی اس کی روک ٹوک کرنے والا نہیں اس لئے کہ اس سے بڑا ہی کوئی نہیں ہے۔ غرض کہ اس کی وہ شان ہے ہست سلطانی مسلم مر ورا + نیست کس را زہرہ چون وچرا۔ آگے پھر قصہ صحابی مریض اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع ہے۔

وصیت کردن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بیمار را و دعا آموزیدن

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار کو نصیحت کرنا اور دعا سکھانا

گفت پیغمبر مر آں بیمار را	ایں بگو کہ سہل کن دشوار را
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیمار سے فرمایا	یہ کہہ کہ (اے خدا) مشکل آسان کر دے

آتنا فی دار دنیا ناحسن	آتنا فی دار عقبانا حسن
ہمیں ہمارے دنیا کے گھر میں بھلائی عطا فرما	ہمیں ہمارے آخرت کے گھر میں بھلائی عطا فرما
راہ رابر ما چو بستاں کن لطیف	منزل ما خود تو باشی اے شریف
صراط (مستقیم) کو ہم پر باغ کی طرف پر لطف بنا دے	اے شرافتوں والے! ہماری منزل خود تو ہی ہو

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی کو یہ دعا سکھلائی کہ یوں کہو کہ ہماری مشکل آسان کر۔ ہم کو دنیا میں بھی اچھائی عطا کر اور آخرت میں بھی اور اپنے راستہ کو ہمارے لئے باغ کی طرح دلچسپ کر دے اور ہماری منزل مقصود اور ہمارا مطلوب تو ہو جا۔ آگے مولانا راہ رابر ما چو بستان کن لطیف سے پل صراط پر عبور کی حالت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

مومناں در حشر گویند اے ملک	نے کہ دوزخ بود راہ مشترک
مومن حشر میں کہیں گے اے فرشتو!	کیا دوزخ (مومنوں اور کافروں کا) مشترک راستہ نہ تھا؟
مومن و کافر برو یابد گزار	ماندیدیم اندریں رہ دود و نار
مومن اور کافر اس پر گزرتے ہیں	ہم نے اس راستہ میں دھواں اور آگ نہ دیکھی
نک بہشت و بارگاہ ایمنی	پس کجا بود آں گزرگاہ دنی
یہ تو بہشت اور اطمینان کی بارگاہ ہے	تو وہ کم درجہ کا راستہ کہاں ہے؟
پس ملک گوید کہ آں روضہ خضر	کاں فلاں جا دیدہ اید اندر گذر
تو فرشتے کہیں گے کہ وہ سبز باغ	جو راستہ میں تم نے فلاں جگہ دیکھا ہے
دوزخ آنجا بود وسیاست گاہ سخت	برشما شد باغ و بستان و درخت
دوزخ اور سخت سزا کی جگہ وہیں تھی	تمہارے لئے وہ باغ اور چمن اور درخت بن گئی
چوں شما ایں نفس دوزخ خوی را	آتشی و گبرو فتنہ جوئے را
چونکہ تم نے اس دوزخ مزاج نفس پر	جہنمی اور کافر اور فتنہ جو پر
جہد ہا کردید تا شد پر صفا	نار را کشتید از بہر خدا
تم نے مجاہدے کئے یہاں تک کہ وہ مصفی ہو گیا	تم نے آگ کو بجھایا خدا کے لئے
آتش شہوت کہ شعلہ می زدے	سبزۂ تقویٰ شدو نور ہدے
شہوت کی آگ جو بھڑکتی تھی	تقویٰ کا سبزہ اور ہدایت کا نور بن گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش خشم از شما ہم حلم شد	ظلمت جہل از شما ہم علم شد
تمہارے غصہ کی آگ بھی بردباری بن گئی	تمہارے جہل کی تاریکی بھی علم بن گئی
آتش حرص از شما ایثار شد	واں حسد چوں خار بد گلزار شد
تمہاری حرص کی آگ ایثار بن گئی	جو حسد کانٹے کی طرح تھا وہ چمن بن گیا
چوں شما ایں جملہ آتشہائے خویش	بہر حق کشتید جملہ پیش پیش
چونکہ تم نے اپنی ان تمام آگوں کو	پہلے ہی پہلے اللہ (تعالیٰ) کے لئے بجھا دیا
نفس ناری را چو باغے ساختید	اندر و تخم وفا انداختید
چونکہ تم نے جہنمی نفس کو باغ بنا لیا	اس میں وفا کا بیج بو دیا
بلبلان ذکر و تسبیح اند رو	خوش سرایاں در چمن بر طرف جو
جس میں ذکر اور تسبیح کی بلبلیں	نہر کے کنارے چمن میں خوش الحانی کرتی ہیں
داعی حق را اجابت کردہ اید	وز جحیم نفس آب آوردہ اید
اللہ (تعالیٰ) کی طرف بلانے والے کی تم نے بات مان لی	اور نفس کی دوزخ سے تم نے پانی حاصل کر لیا
دوزخ ما نیز در حق شما	سبزہ گشت و گلشن و برگ و نوا
ہماری دوزخ بھی تمہارے لئے	سبزہ اور گلشن اور ساز و سامان بن گئی
چیست احساں را مکافات اے پسر	لطف و احسان و ثواب معتبر
اے بیٹا! احسان کا بدلہ کیا ہے؟	مہربانی اور احسان اور معقول ثواب
نے شما گفتید ما قربانیم	پیش اوصاف شما ما فانیم
کیا تم نے نہیں کہا تھا' ہم فدائی ہیں	آپ کے اوصاف کے پیش نظر ہم فانی ہیں
ما اگر قلاش وگر دیوانہ ایم	مست آں ساقی و آں پیمانہ ایم
ہم خواہ مفلس اور خواہ دیوانے ہیں	اسی ساقی اور اسی پیمانے کے مست ہیں
بر خط فرمان او سر می نہیم	جان شیریں را گروگاں میدہیم
اس کے ارشاد کی ہم فرمانبرداری کرتے ہیں	اپنی جان شیریں کو ہم گروی کرتے ہیں
تا خیال دوست در اسرار ماست	چاکری و جاں سپاری کار ماست
جب تک دوست کا خیال ہمارے دلوں میں ہے	خدمتگاری اور فدا کاری ہمارا کام ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اس دعا کا اثر قیامت میں یوں ظاہر ہوگا کہ پل صراط پر عبور آسان ہوگا۔ دوزخ گلزار بن جائے گی اور جنت جو انوار و تجلیات ربانیہ کا محل ہے وہ مسکن ہوگا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مومن لوگ قیامت میں کہیں گے کہ اے فرشتو یہ تو بتلاؤ دوزخ تو ہمارا اور کافروں کا مشترک راستہ تھا کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے ان منکم الا واردھا مگر ہم کو راستہ میں نہ دھواں ملا اور نہ آگ یہ کیا بات ہے۔ بہشت اور مقام امن تو آ گیا۔ دوزخ کہاں رہ گئی۔ فرشتے اس کے جواب میں کہیں گے کہ وہ فلاں سرسبز باغ جو تم نے راستہ میں فلاں مقام پر دیکھا تھا وہ تھا دوزخ اور سخت سیاست گاہ تمہارے لئے وہ باغ بستان اور درخت بن گیا تھا چونکہ تم نے اس دوزخ خصلت اور آتش شہوت سے لبریز کا فرفتنہ جو نفس کو مجاہدات سے صاف ستھرا کر دیا تھا اور خدا کے لئے تم نے اس کی آتش شہوات کو بجھا دیا تھا جس سے کہ آتش شہوت جو شعلہ زن تھی۔ سبزہ تقوے و نور ہدایت سے مبدل ہوگئی تھی اور تمہاری آتش خشم حلم بن گئی تھی اور ظلمت جہل مبدل بہ نور علم ہوگئی تھی اور آتش حرص ایثار سے بدلی گئی تھی اور خار حسد گلزار ہوگیا تھا چونکہ تم ان سب آتشوں کو خدا کے لئے پہلے ہی بجھا چکے تھے اور تم نے نفس ناری کو ایک باغ بنا دیا تھا جس میں تم نے اطاعت حق سبحانہ کا بیج بو دیا تھا اور جس میں ذکر الٰہی اور تسبیح حق سبحانہ کی بلبلیں انہار فیوض الٰہیہ کی ملابس ہو کر نغمہ سرائیاں کر رہی تھیں اور چونکہ تم نے داعی حق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی اجابت کی اور دوزخ نفس سے پانی نکالا اور اس کو امارہ سے مطمئنہ بنایا ان وجوہ سے ہمارا دوزخ بھی تمہارے حق میں سبزہ اور گلشن وغیرہ بن گیا کیونکہ احسان کا بدلا لطف و احسان و ثواب ہے کیا تم نے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم فدائی ہیں اور حق سبحانہ کے اوصاف کے مقابلہ میں ہم فانی ہیں ہم گو اہل دنیا کی نظر میں بے نام و ننگ اور دیوانہ ہیں لیکن ہم تو حق سبحانہ کی شراب محبت سے مست ہیں ہم کو اس دنیاوی نام و ننگ و عقل کی کیا پرواہ ہے ہم تو اس کے فرمان و حکم کے مطیع ہیں اور اپنی جان شیریں کو اسی کے لئے محبوس کرتے ہیں جب تک دوست کا خیال ہمارے اندر ہے بندگی اور جان کو اس کے حوالہ کر دینا ہمارا کام ہے۔ جب تم نے ایسا کیا تھا تو حق سبحانہ اور اس کا معاوضہ تم کو کیوں نہ دیتے لہٰذا اس نے تم کو اس کا بہتر معاوضہ دیا جس میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لئے نار کو گلزار کر دیا۔

شرح شبّیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بیمار کو دعا اور توبہ سکھلانا

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مریض سے فرمایا کہ یوں کہو کہ دشوار کو سہل فرما دیجئے۔

مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے تو یہ دعا کرو کہ وہ مشکل کو آسان کر دے نہ یہ کہ آسان کو مشکل کر دے اور یہ کہو کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اتنائی وار دنیا الخ۔ یعنی اے اللہ ہم کو ہماری دنیا میں بھی بہتری دے اور اے اللہ ہم کو ہماری آخرت میں بھی بہتری عنایت فرما۔ یہ ترجمہ ہے بعینہ اس دعا کا جو قرآن شریف میں ہے کہ ربنا اتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار غرضکہ ارشاد ہوا کہ عافیت دوجہان کی طلب کرو۔ یہ کیا کہ اے اللہ جو عذاب دینا ہے یہیں دے دیجئے یوں کہو کہ یہاں بھی عافیت دے اور وہاں بھی عذاب مت فرما اور یوں عرض کرو کہ

راہ رابر ما الخ۔ یعنی اے اللہ ہماری راہ کو باغ کی طرح لطیف اور آسان فرما دیجئے اور ہماری منزل (مقصود) خود آپ ہی ہو جایئے غرض کہ عافیت اور وصل اور لقاء حق کے طالب ہو اب چونکہ بیان کیا تھا کہ یوں دعا کرو کہ اے اللہ ہماری راہ کو بستان کر دے تو آگے گویا کہ اس کا مفہوم اور مطلب بیان فرماتے ہیں ایک قصہ سے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب قیامت کے روز مسلمان بہشت میں پہنچ جائیں گے تو وہ فرشتوں سے دریافت کریں گے ہم نے دنیا میں سنا تھا کہ مومن اور کافر سب پل صراط پر سے گزریں گے اور وہ جہنم پر ہے مگر ہم کو راستہ میں جہنم ملا نہیں اور اب جنت میں ہیں کہ یہاں سے اور کہیں جانے کی امید نہیں ہے اس لئے یہ تو بتاؤ کہ آخر یہ بات کیا ہے تو وہ فرشتے فرمائیں گے کہ تم کو راستہ میں جو ایک سبز ہرا ابھرا باغ ملا تھا جہنم وہی تھا چونکہ تم نے دنیا میں اپنے اخلاق ذمیمہ کو مجاہدہ و ریاضت کر کے زائل کر دیا تھا اور شہوت و غضب کی آگ کو بجھا دیا تھا آج اس کی برکت ہوئی کہ تمہارے لئے دوزخ کی آگ بھی بجھ گئی اور تمہارے لئے وہ سرسبز باغ ہو گیا تو مولانا کا مقصود یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرو اس راہ پل صراط کو باغ بنا دیجئے۔ اب سنو فرماتے ہیں کہ

مومنان در حشر الخ۔ یعنی قیامت میں مومن کہیں گے کہ اے فرشتو کیا دوزخ ایک راہ مشترک (بین الکافر والمومن) نہ تھی استفہام انکاری ہے مومن اور کافر کے لئے تو دوزخ ہی راہ مشترک تھی اور سب کو اسی پر سے گزرنا تھا۔

مومن و کافر بر او الخ۔ یعنی مومن اور کافر سب اس پر سے گزریں گے (مگر) ہم نے تو اس راہ جنت میں نہ آگ دیکھی نہ دھواں۔

نک بہشت الخ۔ یعنی یہ بہشت ہے یہ خوف کی جگہ (اب یہاں سے کہیں جانا ہوگا نہیں) پس وہ گزرگاہ کمینی کہاں ہے۔

پس ملک گوید کہ الخ۔ یعنی پس فرشتہ کہے گا کہ وہ سرسبز باغ جو کہ فلاں جگہ تم نے راستہ میں دیکھا تھا۔

دوزخ آن بود الخ۔ یعنی دوزخ وہی تھی اور سخت سیاست کی جگہ تھی مگر تم پر وہ باغ اور بستان اور درخت ہو گیا۔

چون شما الخ۔ یعنی جبکہ تم نے اس دوزخ خوئے نفس کو آتشی کو اور گبر کو اور فتنہ جو کو

جہدہا کردید الخ۔ یعنی تم نے مجاہدے کئے یہاں تک کہ وہ پر صفا ہو گیا اور تم نے نار (شہوت و غضب) کو خدا کے واسطے مارا۔

آتش شہوت الخ۔ یعنی آتش شہوت کہ شعلہ مار رہی تھی وہ سبزۂ تقوی اور نور ہدایت ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش خشم از الخ۔ یعنی تمہاری اندرونی آتش خشم حلم ہوگئی اور جہل کی ظلمت تمہاری حلم ہوگئی۔

آتش حرص الخ۔ یعنی تمہاری آتش حرص (مبدل) بہ ایثار ہوگئی اور وہ حسد جو خار کی طرح تھا گلزار ہوگیا

چون شما این الخ۔ یعنی جبکہ تم نے اپنی ان ساری خواہشات کو حق تعالیٰ کے واسطے پہلے ہی سے مار دیا تھا۔

نفس ناری الخ۔ یعنی تم نے نفس ناری کو ایک باغ بنالیا تھا اور اس کے اندر تخم وفا ڈالا تھا۔

بلبلان ذکر الخ۔ یعنی اس باغ میں ذکر و تسبیح کی بلبلیں نہر کے کنارے پر خوب گا رہی تھیں۔

داعی حق الخ۔ یعنی داعی حق کی تم نے اجابت کی تھی اور دوزخ نفس سے تم نے پانی نکالا تھا یعنی اس کی صفات جو کہ مشابہ نار کے تھیں ان کو دوسری صفات حسنہ سے بدل دیا تھا جو کہ مثل پانی کے تھیں تو گویا کہ آگ میں سے پانی نکالا تھا جب تم نے دنیا میں یہ کیا تھا تو

دوزخ الخ۔ یعنی ہماری دوزخ بھی تمہارے حق میں سبزہ ہوگئی اور گلشن اور پتے اور بخشش ہوگئی۔

چیست احسانرا الخ۔ یعنی اے صاحبزادہ احسان کا بدلا کیا ہے لطف اور احسان اور ثواب ہی ہے (لہٰذا چونکہ تم نے دنیا میں احسان کیا تھا اور معاصی سے بچے تھے اس لئے حق تعالیٰ نے تم پر احسان کیا) چونکہ یہ سوال بھی سب مومن کریں گے تو جواب بھی سب کے لئے ہوگا اس لئے یہاں تک جواب عباد و زہاد کے لئے تھے کہ دیکھو تم نے یہ اعمال کئے ان کی یہ برکت ہوئی۔ آگے ان کی طرف سے الگ ہو کر خطاب ہے عشاق کو جنہوں نے کہ یاد میں حق تعالیٰ کی اپنے کو فنا کر دیا تھا اور بالکل مر مٹے تھے ان کو مخاطب بنا کر بطور استفہام انکاری کے کہتے ہیں کہ

نے شما گفتید الخ۔ یعنی کیا تم نے نہ کہا تھا کہ ہم قربانی ہیں اور اوصاف بقا کے سامنے ہم تو فانی ہیں اور یہ کہا تھا کہ

ما اگر قلاش و گر الخ۔ یعنی ہم خواہ مفلس ہیں اور خواہ دیوانہ ہیں مگر ہیں تو اسی ساقی اور پیمانہ کے مست غرضکہ جیسے بھی ہیں ان کے ہیں۔

بر خط و فرمان الخ۔ یعنی اس کے ارشاد اور فرمان پر سر رکھتے ہیں اور اپنی جان شیریں کو دوسروں کے قبضہ میں یوں دیتے ہیں کہ ان کے پاس بطور مرہون کے ہو جاتی ہے اور یہی شان ہے عشاق اہل فنا کی اور تم اس طرح کہا کرتے تھے کہ

تا خیال دوست در الخ۔ یعنی ہمارے قلب میں جب تک کہ خیال دوست ہے تو چاکری اور جانسپاری ہمارا کام ہے۔

ہر کجا شمع بلا افروختند	صد ہزاراں جان عاشق سوختند
انہوں نے جہاں کہیں عشق کی شمع روشن کی ہے	عاشقوں کی لاکھوں جانیں جلا ڈالی ہیں
عاشقانے کز درون خانہ اند	شمع روئے یار را پروانہ اند
وہ عاشق جو بارگاہ کے اندر ہیں	وہ دوست کے رخ کی شمع کے پروانے ہیں
اے دل آنجا رو کہ باتو روشن اند	وز بلاہا مرترا چوں جوشن اند
اے دل تو وہاں جا جہاں تیرے ساتھ روشن (دل) ہیں	جو مصائب کے لئے تیری زرہ ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

درمیان جان ترا جامی کنند	تا ترا پر بادہ چوں جامے کنند
وہ تجھے دل میں جگہ دیتے ہیں	تاکہ تجھے جام کی طرح شراب سے بھرپور کردیں
درمیان جان ایشاں خانہ گیر	در فلک خانہ کن اے بدر منیر
ان کے دل میں تو جگہ بنالے	اے روشن چاند! آسمان میں جگہ کرلے
چوں عطارد دفتر دل وا کنند	تاکہ برتو سرہا پیدا کنند
وہ عطارد کی طرح دل کا دفتر کھول دیں گے	تاکہ تجھ پر راز کھول دیں
پیش خویشاں باش چوں آوارۂ	برمہ کامل زن ارمہ پارۂ
اپنوں کے سامنے رہ تو آوارہ کیوں ہے	اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے کامل چاند سے جڑ جا
جزو را از کل خود پرہیز چیست	با مخالف ایں ہمہ آمیز چیست
جزو کو اپنے کل سے پرہیز کیوں ہے؟	مخالف کے ساتھ یہ میل کیوں ہے؟
جنس را بیں نوع گشتہ در روش	غیبہا بیں عین گشتہ در رہش
تو اس کے سامنے جنس کو نوع بنے ہوئے دیکھ	اسکے طریق میں تو غیبوں کو مشاہدہ بنے ہوئے دیکھ
تا چو زن عشوہ خری اے پرخرد	از دروغ و عشوہ کے یابی مدد
اے عقلمند! عورتوں کی طرح تو کب تک فریب کی قدر کرے گا	جھوٹ اور فریب سے کب مدد حاصل کرسکے گا؟
چاپلوسی لفظ شیرینی فریب	می ستانی می نہی چوں زن بہ جیب
خوشامد (اور) فریب کے میٹھے الفاظ	تو قبول کرتا ہے عورتوں کی طرح جیب میں رکھ لیتا ہے
مر ترا دشنام و سیلی شہاں	بہتر آید از ثنائے گمرہاں
تیرے لئے شاہوں کی گالیاں اور چپت	مناسب ہیں گمراہوں کی تعریف سے
صفع شاہاں خور مخور شہد خساں	تا کسے گردی ز اقبال کساں
شاہوں کا طمانچہ کھا کمینوں کا شہد نہ کھا	تاکہ تو صاحب دل لوگوں کی توجہ سے انسان بن جائے
زانکہ زایشاں دولت و خلعت رسد	در پناہ روح جاں گردد جسد
کیونکہ انہی سے دولت و خلعت ملتی ہے	روح کی پناہ میں جسم روح بن جاتا ہے
ہر کجا بینی برہنہ بے نوا	داں کہ او بگریختست از اوستا
جس جگہ تو ننگا بے سروسامان دیکھے	سمجھ لے کہ وہ استاد سے بھاگا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تاچناں گردد کہ می خواہد دلش	آن دل کور بدبے حاصلش
تاکہ وہ ویسا بنے جیسا کہ اس کا دل چاہتا ہے	وہ اس کا اندھا برا بد نصیب دل
گر چناں گشتی کہ استا خواستے	خویش را و خلق را آراستے
اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ استاد چاہتا	اپنے آپ کو اور لوگوں کو سدھار دیتا
ہر کہ از استاد گریزد در جہاں	اوز دولت می گریزد ایں بداں
جو دنیا میں استاد سے بھاگے	یہ سمجھ لے وہ دولت سے بھاگتا ہے
پیشۂ آموختی در کسب تن	چنگ اندر پیشۂ دیں نیز زن
تو نے جسم کی کمائی کا پیشہ سیکھ لیا	دین کے پیشہ میں بھی ہاتھ ڈال
در جہاں پوشیدہ گشتی و غنی	چوں بروں آئی ازینجا چوں کنی
تو مالدار تھا دنیا میں چھپا رہا	جب یہاں سے باہر نکلے گا کیا کرے گا
پیشۂ آموز کاندر آخرت	اندر آید کسب و دخل مغفرت
ایسا پیشہ سیکھ کہ آخرت میں	مغفرت کی آمدنی اور کمائی حاصل ہو
آں چناں شہریست پر بازار و کسب	تانہ پنداری کہ کسب اینجاست حسب
وہ عالم (آخرت) ایک ایسا شہر ہے جو بازار اور کمائی سے بھرا ہے	تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ کمائی صرف اسی جگہ ہے
حق تعالیٰ گفت کایں کسب جہاں	پیش آں کسب ست لعب کودکاں
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس عالم (دنیا) کی کمائی	اس (عالم آخرت) کی کمائی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے
ہمچو آں طفلے کہ بر طفلے تند	شکل صحبت کن مساسے می کند
اس بچے کی طرح جو بچہ پر چڑھے	(اور) جماع کرنے والے کی طرح مساس کرے
کودکاں سازند در بازی دکاں	سود نبود جز کہ تغییر زماں
بچے کھیل میں دکان لگاتے ہیں	وقت گزاری کے علاوہ کوئی نفع نہیں ہوتا ہے
شب شود در خانہ آید گرسنہ	کودکاں رفتہ بماندہ یک تنہ
رات ہو جاتی ہے تو گھر میں بھوکا آتا ہے	بچے چلے جاتے ہیں اکیلا رہ جاتا ہے
ایں جہاں بازیگہ است و مرگ شب	باز گردی کیسہ خالی پر لعب
یہ دنیا تماشا گاہ ہے اور موت رات ہے	تو تھکا ماندہ خالی جیب واپس ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے خانہ گور تنہا ماندۂ	با فغاں و احسرتا برخواندۂ
قبر کے گھر کی طرف (جانے کے لئے) تو تنہا رہ گیا	فریاد کے ساتھ ہائے افسوس کہتا ہوا
کسب دیں عشق ست و جذب اندروں	قابلیت نور حق داں اے حروں
دین کی کمائی عشق اور باطنی جذبہ ہے	اے سرکش! قابلیت اللہ کے نور کو سمجھ
کسب فانی خواہدت ایں نفس خس	چند کسب خس کنی بگزار و بس
تیرا یہ کمینہ نفس فنا ہو جانے والی کمائی چاہتا ہے	کب تک کمینی کمائی کرے گا؟ چھوڑ بس کر
نفس حس گر جویدت کسب شریف	حیلہ و مکرے بود آں را ردیف
حسی نفس اگر تجھ سے اچھی کمائی کا مطالبہ کرے	کوئی حیلہ اور مکر اس کے پس پشت ہوگا

شرح حبیبی

عشاق خداوندی نے جس جگہ شمع عشق روشن کی ہے ہزاروں جانوں کو جلادیا یعنی ان کو بھی اپنا ہی سا عاشق بنا لیا ہے جو عاشق کہ درگاہ خداوند میں باریاب ہیں وہ شمع روئے خداوندی کے پروانہ ہیں اور مشاہدہ جمال خداوندی میں مصروف ہیں غرض کہ ان کی ذاتی حالت بھی اچھی ہے اور دوسروں کے ساتھ بھی ان کا معاملہ اچھا ہے۔ آگے ان سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ اے دل تو وہیں جا جہاں تیرے ساتھ کشادہ روی کے ساتھ برتاؤ کیا جاتا ہے اور جو تیری بلاہائے دنیوی واخروی کے حجابا قصداً دفع کرنے والے ہیں اور جو تجھے اپنی جان کے اندر جگہ دیتے ہیں تاکہ تجھے شراب محبت الٰہی سے جام کی طرح لبریز کردیں تو ان کی ہی جان کے اندر گھر کر تو تو اصالتہً بدر منیر ہے تیرا گھر تو فلک ہونا چاہیے۔ یعنی اہل اللہ کی جان رفیع میں تجھ کو گھر کرنا چاہیے۔ یہ حضرات دبیر فلک عطارد کی طرح تیری کتاب دل کو کھول لیں گے تاکہ تجھ پر رازہائے پنہانی حق سبحانہ ظاہر کریں ارے تو آوارہ کیوں ہوتا ہے اپنوں میں رہ اگر تو مہ پارہ ہے (جیسا کہ واقعی امر ہے) تو چاند سے مل کیونکہ جزو کو اپنے کل سے ملنے سے کچھ پرہیز نہیں ہوتا۔ تو بیگانوں اور نااہلوں سے ملتا ہے یہ نہایت نامناسب بات ہے۔ اپنوں سے مل پھر دیکھنا کہ اب تو تو ان کا ہم جنس ہے۔ پھر ہم نوع ہو جائے گا۔ اور اب تو تجھ کو ان سے بہت بعد ہے پھر کمال قرب ہو جائے گا اور دیکھنا کہ جو اسرار الٰہی اس وقت تجھ پر ظاہر نہیں بلکہ مخفی ہیں ان کے پرتو سے وہ تجھ پر کھل جائیں گے۔ ارے جھوٹ اور فریب سے تیرا کب کام چل سکتا ہے بس تو کب تک۔ عورتوں کی طرح ان کا طالب رہے گا تو چاپلوسی، میٹھی میٹھی باتیں اور فریب کر لیتا ہے اور عورتوں کی طرح جیب میں رکھتا ہے (یعنی تو ان خرافات کو پسند کرتا ہے جس طرح عورتیں ان کو پسند کرتی ہیں حالانکہ تجھ کو شاہوں (اہل اللہ) کے چپت اور برا بھلا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہنا زیادہ مفید ہیں بہ نسبت گمراہوں کی تعریف کے۔ پس تو ان بادشاہوں کے چپت کھا اور ان ذلیل نااہلوں کا شہد نہ کھا تاکہ ان انسانوں کے اقبال اور ان کی برکت توجہ سے تو بھی ایک آن آدمی بن جائے کیونکہ یہ بادشاہ ہیں یہ اگر ایک وقت میں ماریں گے تو دوسرے وقت میں خلعت اور دولت معنویہ بھی دیں گے تو دیکھتا نہیں کہ کاملین کی صحبت کا کیا اثر ہوتا ہے۔ دیکھو جسم ایک بے جان چیز ہے لیکن جب روح کی پناہ میں آجاتا ہے تو زندہ ہو جاتا ہے اور دولت وخلعت حیات سے مشرف ہو جاتا ہے۔ یاد رکھ کہ جہاں کہیں تجھے کوئی خلعت باطنی سے ننگا اور دولت باطنی سے بے بہرہ ہے تو سمجھ لینا کہ استاد کامل کی صحبت سے گریزاں ہوا ہے۔ یہ اس کا سبب ہے اس کے بھاگنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا وہ دل جو اندھا بد اور بے حاصل ہے جس چیز کو چاہتا ہے وہ حاصل ہو جو اس کی صحبت میں حاصل نہیں ہوتی لیکن یہ اس کی بدقسمتی ہے اگر وہ ویسا بنتا جیسا کہ استاد چاہتا ہے تو وہ اپنے کو آراستہ و پیراستہ کر لیتا۔ سمجھ لو کہ جو استاد سے بھاگتا ہے وہ فی الحقیقت بڑی دولت سے بھاگتا ہے تو نے وہ پیشہ تو سیکھ لیا جس سے پرورش جسم کر سکے لیکن اب تجھ کو پیشہ دینی بھی سیکھنا چاہیے جس سے دین درست ہو۔ دنیا میں تو صاحب کروفر اور غنی ہو گیا لیکن جب اس دنیا سے باہر جائے گا اس وقت کیا کرے گا۔ وہ پیشہ بھی تو سیکھ جس سے آخرت میں اپنے کسب کی آمدنی اور مغفرت حاصل کر سکے تو یہ نہ سمجھنا کہ کسب کی صرف یہیں ضرورت ہے نہیں بلکہ وہ جہان بھی بازار وکسب کا ایک بہت بڑا شہر ہے۔ جو مال آدمی وہاں لے جاتا ہے اس کی نہایت انصاف کے ساتھ جانچ ہوتی ہے اگر اچھا ہوتا ہے تو عمدہ قیمت ملتی ہے اور نکما ہوتا ہے تو اس کا ویسا ہی معاوضہ ملتا ہے۔ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ انما الحیوۃ الدنیا لعب ولھو یعنی یہ کسب دنیوی کسب اخروی کے مقابلہ میں بچوں کا کھیل ہے اور کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک بچہ دوسرے بچہ کے ساتھ بشکل جماع مساس کرے تم سمجھ سکتے ہو کہ اس بچہ کا مساس ایک مرد کے جماع کے مقابلہ میں بجز کھیل کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ دیکھو بچے آپس میں کھیل کے طور پر دکان بناتے ہیں اور خرید وفروخت کرتے ہیں لیکن اس کا نتیجہ بجز وقت ضائع کرنے کے کچھ نہیں ہوتا۔ وہ بچہ جو دن کو سوداگری کرتا تھا رات کو گھر بھوکا آتا ہے لڑکے سب رخصت ہو جاتے ہیں اور یہ تنہا رہ جاتا ہے اور یہ سوداگری اسے کوئی نفع نہیں پہنچاتی اب تم سمجھو کہ یہ دنیا کھیل کا مقام ہے اور مکاسب دنیویہ بچوں کی سوداگری اور موت رات ہے۔ پس آدمی عمر بھر مکاسب دنیویہ میں مصروف رہتا ہے لیکن جب مرتا ہے تو وہ مکاسب اس کے کچھ کام نہیں آتے تھیلی اس کی خالی ہوتی ہے اور خود تھکا ماندہ ہوتا ہے۔ خانہ گور میں تنہا ہوتا ہے اور آہ وزاری کرتا ہوتا ہے کیونکہ توشہ کچھ نہیں ہوتا جو اس کے کام آئے۔ یہ تو تم کو معلوم ہو گیا کہ کسب دین کی ضرورت ہے اب سمجھو کہ کسب دین کیا ہے وہ عشق حق سبحانہ اور جذب باطنی ہے اس کے علاوہ دیگر مکاسب اسی سے متفرع ہیں اور اصل سب کی یہی ہے لہٰذا اس کو حاصل کرنا چاہیے جب یہ حاصل ہو جائے گا تو اور سب حاصل ہو جائیں گے اور تجھ میں جو عشق حق سبحانہ کی استعداد اور قابلیت ہے یہ حق سبحانہ کا نور ہے تو اپنی سرکشی سے اسے مت کھو اور اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر کر۔ تیرا ذلیل نفس اس کسب کو مقتضی ہے جو فنا ہو جانے والا ہے لہٰذا اس کو چھوڑ۔ آخر یہ ذلیل کسب کب تک اختیار کرے گا اسے چھوڑ اور کسب شریف اختیار کر اس مقام پر ایک ضروری بات بتلا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ اگر نفس اپنی ناشائستگی کی حالت میں کسی کسب شریف کو مقتضی ہو تو سمجھو کہ ضرور اس کے ساتھ کوئی حیلہ و مکر ہے لہٰذا خوب تحقیق کر کے اس کام کو کرنا چاہیے۔ اس کو ہم ایک واقعہ سے واضح کرتے ہیں سنو۔

شرح شبّیری

ہر کجا شمع بلا الخ۔ یعنی جہاں کہیں شمع بلا کو (کارکنان قضاء وقدر نے) روشن کیا وہیں لاکھوں عاشقوں نے جانیں جلا دیں مطلب یہ کہ تمہاری وہ حالت تھی کہ ذرا بھی تجلی اور وصال حق کی امید ہوئی بس اس کی امید میں لاکھوں عاشق خدا فنا ہو گئے۔

عاشقان کز درون الخ۔ یعنی وہ عاشق کہ گھر کے اندر تھے وہ شمع روئے یار کے پروانہ تھے جب یہ حالت تھی تو تم کو مراتب بھی ویسے ہی حاصل ہوئے اب آگے ایسے حضرات کی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دیتے ہیں کہ

اے دل آنجا روکہ الخ۔ یعنی اے دل اس جگہ جا کہ جو تیرے ساتھ صاف ہیں اور بلاؤں سے تیرے لئے جوش کی طرح ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کی خدمت کرنی چاہیے کہ جن کو کسی قسم کے فیوض کے دینے سے دریغ ہی نہیں ہے اور نفس و شیطان سے ہمیشہ امن میں رکھنے والے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ

درمیان جان الخ۔ یعنی جان کے اندر تیری جگہ کر لیتے ہیں یہاں تک کہ تجھے ایک جام کی طرح پر بادہ کر دیتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ طالب کو اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں اور پھر اسے بھرپور کر دیتے ہیں۔

درمیان جان الخ۔ یعنی ان کی جان کے اندر گھر کر کے فلک میں گھر بنا لو اے بدر منیر مطلب یہ کہ ان سے تعلق پیدا کر کے پھر عالم غیب سے تعلق پیدا کر لو۔

چون عطارد دفتر الخ۔ یعنی عطارد کی طرح کے دفتر کو کھولتے ہیں یہاں تک کہ تجھ پر اسرار کو ظاہر فرما دیتے ہیں۔

پیش خویشان الخ۔ یعنی اپنوں کے پاس رہ اگر تو آوارہ ہے اور چاند کے پاس جا اگر تو چاند کا ٹکڑا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تیرے اندر بھی استعداد قبول حق کی موجود ہے اور وہ حضرات مقبولین ہیں ہی تو آخر تجھے بھی ان سے کچھ مناسبت ہی ہے لہٰذا ان کے پاس جا اس لئے کہ

جز و را از الخ۔ یعنی جزو کو اپنے کل سے پرہیز ہی کیا ہے اور مخالف کے ساتھ یہ میل جول کیوں ہے۔ مطلب یہ کہ جبکہ وہ کامل ہیں اور تم ناقص ہو تو وہ دونوں جزو اور کل کی طرح ہوئے پھر ایک دوسرے سے گھبراتے کیوں ہو اور دوسروں سے میل کیوں پیدا کرتے ہو اپنوں ہی میں رہو۔

جنس را بین الخ۔ یعنی اس کے پاس تو جنس کو دیکھو کہ تو رج ہو گئی ہے اور مغیبات کو دیکھو کہ وہ ظاہر ہو گئے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ ہے کہ دیکھو جنس کہتے ہیں ایک کل کو جسکا اطلاق کثیرین مختلف بالحقائق پر آئے اور نوع کہتے ہیں جس کا اطلاق متفقین بالحقائق پر آئے تواب مولانا کا مقصود یہ ہے کہ وہ عشاق فانی جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ساری مختلف اشیاء پر آئے تواب مولانا کا مقصود یہ ہے کہ وہ عشاق فانی جن کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ ساری مختلف اشیاء ایک ہو جاتی ہیں اس لئے کہ ان کی نظر میں تو صرف ایک ہی ہے باقی کو تو وہ فناہی کر چکے ہیں سبحان اللہ کیا تعبیر ہے بس قربان جایئے سبحان اللہ ثم سبحان اللہ۔

تاچوزن عشوہ الخ۔ یعنی اے بیوقوف عورت کی طرح کب تک دھوکہ اور فریب کو خریدے گا اور مکر اور فریب سے کب تک مدد پائے گا۔ مطلب یہ کہ نفس و شیطان تجھے فریب دے رہے ہیں تو ان کے دھوکہ میں کب تک رہے گا۔

چاپلوسی لفظ الخ۔ یعنی پھسلانے کو اور لفظ شیریں اور فریب کو تو لے رہا ہے اور عورت کی طرح جیب میں رکھ رہا ہے یعنی اس سے مغرور ہو رہا ہے یہ سراسر تیری غلطی ہے کہ ان کی اس خوشامد اور چاپلوسی کو اچھا جانتا ہے اور بزرگوں سے گھبراتا ہے کہ وہ دشمنی کرتے ہیں اس لئے کہ

مرترا دشنام الخ۔ یعنی تیرے بادشاہ کا برا بھلا کہنا اور اس کا چپت مارنا گمراہوں کی تعریف کرنے سے بہتر ہے۔

صفع شاہان الخ۔ یعنی بادشاہوں کے چپت کھالے مگر کمینوں کا شہد بھی مت کھا تا کہ تو آدمیوں کے اقبال سے آدمی ہو جائے۔

زانکہ زایشان الخ۔ یعنی اس لئے کہ ان سے خلعت اور دولت بھی تو پہنچتا ہے اور روح کی پناہ میں جان جسم ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی سختی اوروں کی نرمی سے اس لئے بہتر ہے کہ اگر یہ ایک وقت سختی کر رہے ہیں تو دوسرے وقت دولت باطنی سے بھی تو مالا مال کر دیتے ہیں جو کہ تلافی مافات ہو جاتی ہے آگے استاد اور شیخ کی سختی کے منافع اور اس سے بھاگنے کے مضار بیان فرماتے ہیں کہ

ہر کجا بینی الخ۔ یعنی جہاں کہیں تم کسی غریب ننگے کو دیکھو تو جان لو کہ وہ استاد سے بھاگا ہے (جو اس حالت کو پہنچا ہے)

تاچنان گردد کہ الخ۔ یعنی (وہ استاد سے بھاگا تھا) تا کہ وہ ہو جو اس کا وہ اندھا اور بے حاصل دل چاہتا ہے اور اسکا دل لہو و لعب کو چاہتا تھا لہٰذا اس کا نتیجہ ظاہر ہے کہ یہی ہوتا۔

گر چنان گشتے کہ الخ۔ یعنی اگر اس طرح ہو جاتا کہ جس طرح استاد نے چاہا تھا تو (آج) اپنے کو اور ایک مخلوق کو سنوارتا۔

ہر کہ از اوستا گریزد الخ۔ یعنی جو کہ دنیا میں استاد سے بھاگتا ہے تو جان لو کہ وہ دولت (عقبیٰ) سے بھاگتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

پیشہ آموختی الخ۔ یعنی تو نے بدن کے لئے کمانے کا پیشہ تو سیکھ لیا ہے مگر دین کے پیشہ میں بھی چنگل مار مطلب یہ کہ اگر تو نے اطاعت استاد کی کر کے دنیا کمانا سیکھ بھی لیا ہے تو خیر وہ بھی اچھا ہے مگر اب استادوں کی

www.besturdubooks.wordpress.com

اطاعت کر کے اس سے بھی کچھ حاصل کرو۔

در جہان الخ۔ یعنی دنیا میں تو تم بڑے صاحب کروفر اور از حد گزشتہ ہو گئے ہو (مگر) جب یہاں سے باہر ہو گے اس وقت کیا کرو گے مطلب یہ کہ اگر کسب دنیا کر کے تم نے بہت ترقی کر بھی لی مگر یہ تو سوچو کہ جب اس دنیا سے جاؤ گے اس وقت کیا ہو گا اس وقت کے لئے بھی تو کچھ حاصل کرو کہ وہاں کروفر حاصل ہو۔

پیشہ آموز کاندر الخ۔ یعنی وہ پیشہ سیکھو جو کہ آخرت میں کام آئے اور وہ آمدنی مغفرت کی ہے (اس کو حاصل کرو)

آنجہان شہریست الخ۔ یعنی وہ جہان بھی ایک شہر ہے پر بازار اور پر کسب تا کہ تم یہ نہ جانو کہ کسب بس یہیں ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے۔ قل ماعند الله خير من اللهو ومن التجارة لہٰذا اس جہان کی کمائی کے لئے بھی تیار ہو جاؤ۔

حق تعالیٰ گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس جہان کا کسب اس جہان کے کسب کے سامنے بچوں کا کھیل ہے۔ قرآن شریف میں ہے وما الحيوة الدنيا الالهو و لعب آگے اس کسب دنیا کی مثال فرماتے ہیں کہ

ہمچو آن الخ۔ یعنی جیسے کہ ایک بچہ دوسرے بچہ پر چڑھے تو اس کو صحبت کی شکل فرض کر لو کہ ایک مساس کر رہا ہے (باقی فائدہ کچھ بھی نہیں) اسی طرح دنیا کا کسب ہے کہ شکل تو آمدنی اور کسب کی ہے مگر حقیقت کسب کی نہیں ہے اور دوسری مثال ہے کہ

کودکان الخ۔ یعنی بچے کھیل میں دکان بناتے ہیں مگر اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا سوائے وقت کے برباد کرنے کے۔

شب شود در الخ۔ یعنی رات ہو جائے اور وہ گھر میں بھوکا ہی آئے۔ بچے گئے اور یہ تنہا رہ گیا۔ تو دیکھو کہ اس بچہ نے دن بھر تجارت کی اور رات کو بھوکا گھر آیا کچھ بھی ہاتھ پلے نہ پڑا۔ بس یہی حالت انسان کی کسب دنیا میں ہے آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ

اینجہان بازی گہ الخ۔ یعنی یہ جہان تو کھیل کی جگہ اور موت رات ہے۔ کھیل سے لوٹے تو خالی تھیلی اور پر تعب سوئے خانہ الخ۔ یعنی قبر کے گھر کی طرف تو تنہا رہ گیا ہے اور بلند آواز سے واحسرتا پڑھ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح بچوں نے کھیل بنایا تھا اسی طرح اس دنیا میں تو نے بھی ایک تماشا اور کھیل بنا رکھا ہے اور جس طرح کہ رات کو بچے چلے گئے تھے اور یہ دکان دار بچہ تنہا رہ گیا تھا اور پاس پلے کچھ نہ تھا اسی طرح تو بھی موت کے بعد تنہا رہ جائے گا اور ہاتھ پلے کچھ نہ ہو گا اور اس وقت افسوس کرے گا جو کہ بالکل بے سود ہو گا۔ لہٰذا جو دن ملیں ان کو غنیمت سمجھ۔

کسب دین عشق الخ۔ یعنی کسب دین تو عشق (کا حاصل ہونا) ہے اور جذب قلبی ہے اور قابلیت کو نور حق جان اے سرکش

کسب فانی خواہدت الخ۔ یعنی یہ تیرا نفس تو کسب دنیا چاہتا ہے مگر تو کب تک کسب دنیا کرے گا اب تو بس کر اور چھوڑ دے۔

نفس خس گر جویدت الخ۔ یعنی تیرا نفس خس اگر کسب شریف کو تلاش کرے تو یہ حیلہ اور مکر اس کے ساتھ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گا۔ مطلب یہ کہ نفس کا کام اصل تو کسب دنیا ہی ہے اب اگر کبھی طاعات کی طرف رغبت دلا دے تو سمجھ لو کہ اس میں ضرور اس کا کوئی دھوکا ہے اور یہ ضرور کوئی بڑا ضرر اس صورت سے پہنچانا چاہتا ہے لہٰذا اس کے دھوکہ میں مت آنا۔ آگے حضرت معاویہؓ کی اور شیطان کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ شیطان نے آ کر ان کو جگایا کہ اٹھ کر نماز پڑھ لیجیے بے وقت ہوا جاتا ہے انہوں نے اس سے کہا کہ تو تو ہرگز طاعات کی ترغیب نہیں دے سکتا سچ بتا کہ تو نے ایسا کیوں کیا اول تو بہت مکر وفریب کیے مگر آخر تو وہ کامل تھے وہ اس کے پھندے میں نہ آئے تو اس نے اپنے اس مکر کا اقرار کیا آگے خود معلوم ہو جائے گا۔ اب حکایت سنو۔

بیدار کردن ابلیس حضرت امیر المومنین معاویہؓ را کہ برخیز کہ وقت نماز ست

شیطان کا حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو بیدار کرنا کہ اٹھیے نماز کا وقت ہے

در خبر آمد کہ خال مومناں	بود اندر قصر خود خفتہ شباں
قصہ میں مذکور ہے کہ مسلمانوں کے ماموں	رات کے وقت اپنے محل میں سو رہے تھے
قصر را از اندروں در بستہ بود	کز زیارتہائے مردم خستہ بود
محل کا دروازہ اندر سے بند تھا	کیونکہ وہ لوگوں کی ملاقات سے تھک گئے تھے
ناگہاں مردے او را بیدار کرد	چشم چوں بکشاد پنہاں گشت مرد
اچانک ان کو ایک شخص نے جگا دیا	جب انہوں نے آنکھ کھولی وہ شخص چھپ گیا
گفت اندر قصر کس را رہ نبود	کیست کایں گستاخی و جرأت نمود
بولے محل میں کسی (کے آنے) کا راستہ نہ تھا	کون ہے جس نے یہ گستاخی اور ہمت کی؟
گرد برگشت و طلب کرد آں زماں	تا بیابد زاں نہاں گشتہ نشاں
انہوں نے چکر لگایا اور فوراً جستجو کی	تاکہ اس چھپے ہوئے کا پتہ لگا لیں
از پس در مدبرے را دید کو	در پس پردہ نہاں می کرد رو
در کے پیچھے انہوں نے ایک پشت پھیرے ہوئے کو دیکھا کہ وہ	پردے کے پیچھے منہ چھپا رہا تھا
گفت ہی تو کیستی نام تو چیست	گفت نامم فاش ابلیس شقی ست
فرمایا خبردار! تو کون ہے تیرا کیا نام ہے؟	اس نے کہا میرا نام بدبخت شیطان مشہور ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

روایت ہے کہ خال المومنین امیر معاویہ رضی اللہ عنہ رات کو اپنے مکان میں سو رہے تھے اور مکان کا دروازہ بند تھا۔ وجہ یہ تھی کہ لوگوں کے ملنے جلنے سے تھک گئے تھے لہٰذا ضرورت تھی کہ کچھ دیر اطمینان کے ساتھ آرام فرمالیں۔ دفعتہً ایک شخص نے ان کو جگایا جب انہوں نے آنکھ کھولی تو وہ شخص چھپ گیا۔ امیر المومنین نے دل میں کہا مکان میں آنے کا تو راستہ نہ تھا کیونکہ بند تھا پھر یہ کون ہے کہ اس نے یہ جرأت کی ہے آپ نے اس کی تلاش میں مکان کا چکر لگایا اور ڈھونڈنا شروع کیا تاکہ اس چھپنے والے کا پتہ لگائیں تو آپ نے دیکھا کہ ایک بدبخت دروازے کے پیچھے آڑ میں چھپا ہوا ہے آپ نے فرمایا ارے تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے اس نے جواب دیا کہ میرا مشہور نام ابلیس شقی ہے۔ ف امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خال المومنین اس لئے کہا کہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے بھائی تھے۔

جواب گفتن مر حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت بیدارم چرا کردی بجد	راست گو بامن مگو برعکس وضد
انہوں نے کہا تو نے مجھے کوشش کر کے کیوں جگایا؟	سچ بتا مجھ سے الٹی اور خلاف (بات) نہ کہنا
گفت ہنگام نماز آخر رسید	سوئے مسجد زود می باید دوید
اس نے کہا نماز کا وقت آخر ہوگیا ہے	مسجد کی جانب جلد دوڑ جانا چاہئے
عجلوا الطاعات قبل الفوت گفت	مصطفیٰ چوں گوہر معنیٰ بسفت
"عبادات کو فوت ہونے سے پہلے پورا کرو" فرمایا ہے	مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معنیٰ کے موتی پروئے
گفت نے نے ایں غرض نبود ترا	کہ بخیرے رہنما باشی مرا
انہوں نے کہا نہیں نہیں تیرا یہ مقصد نہ ہوگا	کہ کسی بھلائی کے لئے تو میری رہنمائی کرے
دزد آید از نہاں در مسکنم	گویدم کہ پاسبانی می کنم
چور چھپ کر میرے گھر میں آئے	(اور) مجھ سے کہے کہ میں چوکیداری کر رہا ہوں
من کجا باور کنم آں دزد را	دزد کے داند ثواب و مزد را
میں اس چور کا کب یقین کر سکتا ہوں؟	چور ثواب اور مزدوری کو کیا جانے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

خاصہ دزدے چوں تو قطاع الطریق	از چہ رو گشتی چنیں بر من شفیق
خصوصاً تجھ جیسا ڈاکو چور	تو مجھ پر ایسا مہربان کیوں بنا؟

امیر المومنین نے سوال کیا کہ سچ سچ بتا دیکھ غلط اور خلاف نہ کہنا کہ تو نے مجھے اس کوشش سے کیوں جگایا اس نے جواب دیا کہ میری غرض یہ تھی کہ نماز کا وقت ختم ہونے کو ہے۔ نماز کے لیے جلدی مسجد جانا چاہیے کیونکہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معانی عالیہ بیان فرمائے ہیں تو ان میں یہ بھی فرمایا کہ عبادات کو ان کے فوت ہونے سے پیشتر ادا کر لینا چاہیے اور تمہاری نماز فوت ہونے کو تھی لہٰذا میں نے اٹھا دیا۔ امیر المومنین نے فرمایا نہ تیرا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ تو مجھے اچھی بات کی طرف رہنمائی کرے۔ بھلا اگر ایک چور چھپ کر میرے مکان میں گھس آئے اور یہ کہے کہ میں پہرہ دینے آیا ہوں تو میں کیسے مان لوں گا کیونکہ وہ پاسبانی کے معاوضہ اور اجرت کو کیا جانے اور وہ اس کی کیا قدر کر سکتا ہے کہ اس کے لالچ میں وہ پاسبانی کرے بالخصوص تجھ سا ڈاکو کہ تو سب چوروں سے بڑھا ہوا اور سب سے زیادہ معاوضہ اور اجرت کا ناقدردان ہے تو کیا پاسبانی کرے گا اس میں ضرور کوئی تیری غرض فاسد تھی سچ بتا کیا بات تھی کہ تو نے مجھ پر یہ ظاہری شفقت کی۔

جواب گفتن ابلیس لعین بار دوم حضرت امیر المومنین معاویہؓ را

لعین شیطان کا دوسری بار حضرت امیر المومنین معاویہ رضی اللہ عنہ کو جواب دینا

گفت ما اول فرشتہ بودہ ایم	راہ طاعت را بجان پیمودہ ایم
اس نے کہا میں شروع میں فرشتہ تھا	میں نے فرمانبرداری کا راستہ (دل و جاں) سے طے کیا ہے
سالکان راہ را محرم بدیم	ساکنان عرش را ہمدم بدیم
میں راہ (خدا) کے سالکوں کا راز دار تھا	عرش کے رہنے والوں کا ساتھی تھا
پیشۂ اول کجا از دل رود	مہر اول کے ز دل بیروں شود
پہلا پیشہ دل سے کہاں نکلتا ہے؟	پہلی محبت دل سے کب نکلتی ہے؟
در سفر گر روم بینی یا ختن	از دل تو کے رود حب وطن
سفر میں تو خواہ روم کو دیکھے یا ختن کو	تیرے دل سے وطن کی محبت کہاں جاتی رہی
ما ہم از مستان ایں مے بودہ ایم	عاشقان درگہ وے بودہ ایم
ہم بھی اس شراب کے مستوں میں سے رہے ہیں	اس کے دربار کے عاشقوں میں سے رہے ہیں
ناف ما بر مہر او ببریدہ اند	عشق او در جان ما کاریدہ اند
ہماری نال اس کی محبت پر کٹی ہے	اس کا عشق ہماری جان میں بویا گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

روز نیکو دیدہ ایم از روزگار	آب رحمت خوردہ ایم اندر بہار
زمانہ سے ہم نے اچھا وقت دیکھا ہے	(موسم) بہار میں ہم نے رحمت کا پانی پیا ہے
نے کہ مارادست فضلش کاشتہ است	از عدم ما را نہ او برداشتہ است
کیا ہمیں اس کی مہربانی کے ہاتھ نے نہیں بویا ہے؟	کیا وہ ہمیں عدم سے اٹھا کر نہیں لایا ہے؟
اے بسا کز وے نوازش دیدہ ایم	در گلستان رضا گردیدہ ایم
ہم نے اس کی بہت سی نوازشیں دیکھی ہیں	ہم اس کی رضا کے باغ میں ٹہلے ہیں
بر سر ما دست رحمت می نہاد	چشمہائے لطف بر ما می کشاد
ہمارے سر پر دست شفقت رکھتا تھا	مہربانی کی نظروں سے ہمیں دیکھتا تھا
درگہ طفلی کہ بودم شیر جو	گاہوارم را کہ جنبانید او
بچپن میں جبکہ میں دودھ پیتا تھا	میرا پنگوڑا کون ہلاتا تھا؟ وہ
از کہ خوردم شیر غیر از شیر او	کہ مرا پرورد جز تدبیر او
میں نے اس کے دودھ کے علاوہ کس کا دودھ پیا ہے؟	مجھے اس کی تدبیر کے علاوہ کس نے پالا ہے؟
خوئے کاں با شیر رفت اندر وجود	کے تواں او را ز مردم واکشود
وہ عادت جو دودھ کے ساتھ جسم میں گئی ہو	اس کو انسانوں سے کون نکال سکتا ہے؟
گر عتابے کرد دریائے کرم	بستہ کے گردند درہائے کرم
اگر دریائے کرم نے عتاب کیا ہے	کرم کے دروازے کب بند ہو سکتے ہیں؟
اصل نقدش لطف و داد و بخشش ست	قہر بروے چوں غبارے از غش ست
اس کے سکے کی اصل مہربانی اور عطا اور بخشش ہے	اس کے اوپر قہر ایسا ہے جیسا کہ کھوٹ کا جھول
از برائے لطف عالم را بساخت	ذرہا را آفتاب او نواخت
اس نے جہان کو مہربانی کے لئے بنایا ہے	ذروں کو اس کے آفتاب نے نوازا ہے
فرقت از قہرش اگر آبستن ست	بہر قدر وصل او دانستن ست
جدائی اگر اس کے غصہ کی حامل ہے	تو اس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے
تا دہد جاں را فراقش گوشمال	جاں بداند قدر ایام وصال
جب اس کی جدائی جان کی گوشمالی کرتی ہے	جان وصل کے دنوں کی قدر کو جان لیتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است	قصد من از خلق احساں بودہ است
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا نے فرمایا ہے	پیدا کرنے سے میرا مقصود احسان کرنا ہے
آفریدم تاز من سودے کنند	تاز شہدم دست آلودے کنند
میں نے پیدا کیا ہے تاکہ وہ مجھ سے فائدہ اٹھائیں (اور)	تاکہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں
نے برائے آں کہ تا سودے کنم	وز برہنہ را قبائے برکنم
نہ اس لئے کہ میں (ان سے) فائدہ اٹھاؤں	اور ننگے کی میں قبا اتاروں
چند روزے کہ ز پیشم راندہ است	چشم من در روئے خوبش ماندہ است
چند روز سے کہ مجھے سامنے سے دھتکارا ہے	میری آنکھ اس کے حسین چہرے پر جمی ہے
کز چناں روئے چنیں قہرا ے عجب	ہر کسے مشغول گشتہ در سبب
کہ تعجب ہے ایسے چہرے سے ایسا قہر	ہر شخص سبب میں مشغول ہے
من سبب رانگرم کاں حادث ست	زانکہ حادث حادثے را باعث ست
میں سبب کو نہیں دیکھتا ہوں کیونکہ وہ حادث ہے	(اور) اس کیلئے کہ حادث، حادثات کا باعث ہے
لطف سابق را نظارہ می کنم	ہر چہ آں حادث دو پارہ می کنم
میں پہلی مہربانی کا نظارہ کرتا ہوں	جو حادث ہے اس کے دو ٹکڑے کر دیتا ہوں
ترک سجدہ از حسد گیرم کہ بود	آں حسد از عشق خیزد نہ از جحود
میں مانتا ہوں (آدم کو) سجدہ نہ کرنا حسد کی وجہ سے تھا	وہ حسد محبت سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ انکار سے
ہر حسد از دوستی خیزد یقیں	کہ شود با دوست غیرے ہم نشیں
یقیناً (اس طرح کا) ہر حسد دوستی سے پیدا ہوتا ہے	کہ دوست کے ساتھ غیر ہم نشین ہو
ہست شرط دوستی غیرت پزی	ہمچو بعد عطسہ گفتن دیر زی
غیرتمندی دوستی کا لازمہ ہے	جیسا کہ چھینک کے بعد کہنا "عمر دراز ہو"
چونکہ بر نطعش جز آں بازی نبود	گفت بازی کن چہ دانم در فزود
چونکہ اس کی بساط پر اس بازی کے سوا کچھ نہ تھا	اس نے کہا بازی کھیل، میں بڑھنا کیا جانوں
آں یکے بازی کہ بد من باختم	خویشتن را در بلا انداختم
وہی ایک بازی جو تھی میں نے کھیلی	تو میں نے اپنے آپ کو مصیبت میں پھنسا لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

دربلا هم می چشم لذات او	مات اویم مات اویم مات او
مصیبت میں بھی میں اس کی لذتیں چکھتا ہوں	اسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں اسی سے ہارا ہوں
چوں رہاند خویشتن را اے سرہ	ہیچکس در شش جہت زیں شش درہ
اے کھرے! اپنے آپ کو کیسے چھڑائے	کوئی ان چھ جہتوں میں ہلاکت کی جگہ سے؟
جزو شش از کل شش چوں وارہد	خاصہ کہ بے چوں مرا او را کژ نہد
ششدرہ کی نرد ششدرہ سے کیسے نکلے	خصوصاً جبکہ (ذات) بے مثال نے (اس نرد کو) ٹیڑھا رکھا ہو
ہر کہ در شش در درون آتش ست	اوش برہاند کہ خلاق شش ست
جو کوئی چھ جہت سے آگ میں ہے	اس کو وہی نجات دلائے جو شش جہت کا پیدا کرنے والا ہے
خود اگر کفرست اگر ایمان او	دست باف حضرتست و آن او
خواہ وہ کفر ہے اور خواہ وہ ایمان ہے	(اسی) دربار کا بنایا ہوا ہے اور اس کا مملوک ہے

ابلیس نے جواب دیا کہ ہم اعمال واطاعت کے لحاظ سے مثل فرشتوں کے تھے اور بجان ودل اطاعت حق سبحانہ بجالاتے تھے ہم سالکان راہ حق سبحانہ کے محرم راز تھے کیونکہ خود بھی سالک تھے اور ساکنان عرش کے ہمدم تھے جب ہماری ابتدائی حالت یہ تھی تو تم سمجھ سکتے ہو کہ پہلا کام دل سے نہیں نکل سکتا ہے اور ابتداء جس کی محبت ہو جاتی ہے وہ دل سے کہیں جاتی ہے کیونکہ وہ پہلی محبت اور پیشتر کی حالت بمنزلہ وطن اصلی کے ہے اور دیگر عوارض طاریہ وعارضہ مثل سفر روم وختن کے۔ پس اگر کوئی شخص روم وختن کا سفر کرے یعنی عوارض طاریہ میں مبتلا ہو تو اس کے دل سے وطن اصلی یعنی حالت اولیٰ کی محبت نہیں جاسکتی۔ پس ہم بھی اسی شراب محبت حق سے مست تھے۔ اور اس کی درگاہ کے عاشق تھے ہمارے دل سے وہ محبت کیونکر مٹ سکتی ہے ہم کو بھی زمانہ میں اچھے دن نصیب ہوئے ہیں اور ہم کو بھی زمانہ بہار وزمانہ طاعت میں آب رحمت پینا نصیب ہوا ہے کیا ہم اس کے فضل سے نہیں پیدا ہوئے اور کیا حق سبحانہ نے ہم کو معدوم سے موجود نہیں کیا ہے کیوں نہیں بے شک اس نے ہم کو پیدا کیا ہے اور وہی ہم کو عدم سے وجود میں لایا۔ ارے ہم پر اس کی بڑی بڑی عنایتیں تھیں اور اس کے گلشن رضا میں ہم بہت سیر کر چکے ہیں وہ ہمارے سر پر دست رحمت رکھتا تھا اور بچشم لطف ہم کو دیکھتا تھا اور زمانہ طفولیت میں جبکہ ہم شیر خوار تھے وہی ہماری گہوارہ جنبانی کرتا تھا۔ وہی ہم کو دودھ پلاتا تھا۔ غرض میں نے اسکی تدبیر وتربیت میں پرورش پائی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جو خصلت ابتدائے طفولیت میں کسی کے اندر پیدا ہو جاتی ہے وہ اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ پس وہ محبت حق سبحانہ جو میرے دل میں ابتدا ہی سے پیدا ہو چکی ہے اور گویا دودھ کے ساتھ پیوست ہو گئی ہے وہ کیونکر جاسکتی ہے یہ ضرور ہے کہ میں حق سبحانہ کا معتوب ہوں لیکن اگر اس دریائے کرم نے مجھ پر عتاب کیا ہے تو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے اس کے کرم کے دروازے بند نہیں ہو سکتے۔ یہ عتاب محض عارضی ہے جو ایک دن زائل ہو جائے گا اس کے لطف وقہر کی ایسی مثال سمجھنی چاہیے جیسے سونا اور رذیل دھات کا جھول۔ پس اس کا لطف وسخاوت و بخشش مثل سونے کے ہیں۔ اور قہر مثل رذیل دھات کی جھول کے۔ پس جس طرح جھول عارضی ہوتا ہے یوں قہر عارضی ہے۔ کیوں نہ ہو خلقت عالم کا منشاء ہی اظہار لطف ہے اور اس لئے ناچیز اور معدوم ممکنات پر اس نے اپنے آفتاب وجود کا پرتو ڈال کر ان کو خلعت وجود سے سرفراز فرمایا ہے۔ اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ جب مقصود لطف وصل تھا تو قہر فراق کے ساتھ کیونکہ گو فراق قہر کو متضمن ہے مگر اس میں بھی لطف پنہاں ہے وہ یہ کہ وصل کی قدر معلوم ہو اور اس کی وقعت ہو کیونکہ بضدہا تتبین الاشیاء پس جان کو جتلائے فراق اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس کو زمانہ وصال کی قدر معلوم ہو میرے اس کلام کی دلیل یہ ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مخلوق کو پیدا کرنے سے میرا مقصود ان پر احسان کرنا ہے اور میں نے ان کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو نفع پہنچاؤں اور وہ میرے شہد کرم سے ہاتھ سانیں یعنی اس سے منتفع ہوں میرا یہ مقصد نہیں کہ خود ان سے کچھ فائدہ حاصل کروں کیونکہ ان سے فائدہ حاصل کرنا ایسا ہے جیسا ننگے کی اچکن اتارنا یعنی لغو اور بے معنی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب سے اس نے مجھے اپنے سے دور کیا ہے میں برابر اس کا منہ دیکھ رہا ہوں۔ کہ اللہ یہ منہ اور اتنا غصہ۔ اور میں سراسر مسبب پر نظر رکھتا ہوں لیکن دوسرے لوگ سبب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں اور ان کی نظر قہر الٰہی ہی تک محدود ہے جو سبب بعد ہے۔ میں سبب کو ہرگز نہیں دیکھتا کیونکہ وہ حادث اور فانی ہے اور دلیل حدوث یہ ہے کہ وہ میرے فعل سے پیدا ہوا ہے اور میرا فعل حادث ہے لہٰذا قہر بھی حادث ہے کیونکہ حادث حادث ہی کا سبب ہو سکتا ہے میں تو اس کے لطف قدیم پر نظر رکھتا ہوں کہ کسی حادث پر مبنی نہیں اور جو حادث ہے اس کو چاک کرتا ہوں میں نے مانا کہ میرا سجدہ نہ کرنا حسد کی بنا پر تھا لیکن یہ بھی تو دیکھو کہ اس حسد کا منشا کیا تھا صرف عشق حق سبحانہ نہ کہ مخالفت حق جل شانہ۔ کیونکہ حسد کا منشا عشق ہی ہوتا ہے کیونکہ عاشق گوارا نہیں کرتا ہے دوست کا ہمنشیں غیر ہو۔ اس لئے وہ حسد کرتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ رشک دوستی کے لئے شرط ہے اگر غیرت نہیں تو دوستی بھی نہیں اور غیرت دوستی کے لئے یوں ہی لازم ہے جس طرح چھینک اور الحمد للہ کے بعد یرحمک اللہ کہنا (ہکذا فی الحواشی اور ظاہر یہ ہے کہ اس زمانہ میں رواج ہو گا کہ چھینک کے بعد دیر زی کہتے ہوں گے۔ گو شرعاً اس کی کوئی اصل نہیں مگر بہت سے رواج ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہیں ہوتی۔ پس خواہ مخواہ اس کو شریعت پر منطبق کرنا تکلف ہے) پس اول تو یہ حسد کچھ مذموم نہیں تھا کیونکہ دلیل محبت اور لازم محبت تھا پھر اگر بالفرض مذموم بھی ہو تو بھی میرا قصور نہیں چونکہ بساط تقدیر پر میرے لئے بجز اس چال کے اور کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ یعنی میرے لئے یہی مقدر تھا لہٰذا جب حکم ہوا کہ چال چل تو میں وہی چال چلا جو چل سکتا تھا میں ترقی کیا جانوں یعنی میرے امکان میں کب تھا کہ میں تقدیر الٰہی کو بدلتا اور دوسری چال چلتا اور اگر ایسا کرتا بھی تو یہ بھی مخالفت تھی حق سبحانہ کی پس جو چال مقرر تھی وہی چلا اور اپنے کو مصیبت میں پھنسا لیا مگر اس بلا

www.besturdubooks.wordpress.com

میں بھی مزہ لیتا ہوں کہ میرے محبوب نے مجھے مات دی اور اس کا جی خوش ہوا۔ تم خیال تو کرو کہ جو ہر طرف سے گھرا ہوا ہے اور مقید ہے وہ اپنے کو اس قید سخت سے کیونکر نکال سکتا ہے اور ششدرہ میں پھنسا ہوا ششدرہ سے کیونکر نکل سکتا ہے بالخصوص وہ مہرہ جس کو حق سبحانہ ہی نے بے نکار کھا ہو اور پیدا ہی اس کو کج طبع کیا ہو وہ کیونکر بچ سکتا ہے اور جو شخص چاروں طرف سے آگ میں گھرا ہوا ہے اس کو بجز اس کے جس نے آگ کو پیدا کیا ہے آگ سے کون نکال سکتا ہے۔ غرض کہ بندہ کا خواہ ایمان ہو یا کفر جو کچھ ہے اسی کا مخلوق ہے جس کے اندر جو صفت چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ حاصل یہ ہے کہ میں حق سبحانہ سے اب بھی تعلق رکھتا ہوں اور اس کے لطف کا امیدوار ہوں میرا معتوب ہونا محض عارضی ہے جو ایک دن زائل ہو جائے گا اور وہ عتاب بھی میرے قصور پر نہیں ہے کیونکہ میں مجبور تھا۔ ایسی حالت میں اگر میں تم کو نماز کے لئے جگاؤں تو کچھ مستبعد نہیں۔

شرح شبّیری

شیطان کا حضرت معاویہؓ کو بیدار کرنا کہ اٹھیے نماز کا وقت بے وقت ہو گیا ہے

در خبر آمد کہ الخ۔ یعنی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں کے ماموں ایک رات کو اپنے محل میں سو رہے تھے۔ مسلمانوں کے ماموں اس طرح کہا کہ حضرت معاویہؓ حضرت ام حبیبہؓ ام المومنین کے بھائی ہیں تو جب وہ ام المومنین ہیں تو آپ خال المومنین ہیں۔ سبحان اللہ

قصر را از اندرون الخ۔ یعنی محل کا دروازہ اندر سے بند تھا اس لئے کہ لوگوں کے ملنے سے ماندہ ہو گئے تھے۔

ناگہان الخ۔ یعنی اچانک ایک شخص نے ان کو جگایا آنکھ جو کھولی تو وہ آدمی غائب ہو گیا۔

گفت اندر قصر الخ۔ یعنی فرمانے لگے کہ محل میں تو کسی کے آنے کی راہ نہ تھی۔ یہ کون تھا کہ جس نے یہ گستاخی اور جرأت کی۔

گرد بر گشت و طلب الخ۔ یعنی چاروں طرف پھرے اور اسی وقت تلاش کیا تا کہ اس چھپے ہوئے کا کوئی نشان پائیں۔

از پس در مدبرے الخ۔ یعنی دروازہ کی آڑ میں ایک بدبخت کو دیکھا کہ وہ ایک پردہ کے پیچھے منہ چھپا رہا ہے۔ شیطان کو یہ بھی قدرت ہے کہ وہ بالکل غائب رہے اور نظر بھی نہ آئے جیسا کہ ظاہر ہے کہ وہ ملعون کسی کو بھی نظر نہیں آتا مگر یہ حضرت معاویہؓ کی کرامت تھی کہ وہ اس پر قادر نہ ہوا اور غائب نہ ہو سکا غرض کہ جب اس کو دیکھا تو بولے کہ

گفت ہی تو کیستی الخ۔ یعنی فرمایا کہ اے تو کون ہے اور تیرا نام کیا ہے تو بولا کہ میرا نام ظاہر ہے کہ ابلیس بدبخت ہے۔ لعنۃ اللہ۔

ابلیس کا معاویہؓ کو جواب دینا

گفت بیدارم الخ۔ یعنی فرمایا کہ تو نے مجھے جگایا کیوں سچ بتا الٹا اور خلاف واقعہ تو بتانا مت۔

گفت ہنگام الخ۔ یعنی بولا کہ نماز کا وقت آخر ہو گیا ہے مسجد کی طرف جلدی ہی جانا چاہیے۔

عجلوا الطاعات الخ۔ یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عجلوا الطاعات قبل الفوت (طاعات کو فوت ہونے سے پہلے ادا کر لو ۱۲) فرمایا ہے جبکہ وحدت کے موتی پروئے ہیں۔

گفت نے نے الخ۔ یعنی انہوں نے فرمایا کہ نہیں نہیں تیری یہ غرض نہیں تھی کہ تو مجھے کسی اچھی بات کی طرف رہنما ہوتا۔

وزد آید از نہان الخ۔ یعنی (تیری رہنمائی کرنے کی تو ایسی مثال ہے کہ) رات کو پوشیدہ ہو کر کوئی چور گھر میں آجائے اور مجھ سے کہے کہ میں پاسبانی کر رہا ہوں تو اس کی بات کو کس طرح باور کیا جائے گا۔

من کجا باور الخ۔ یعنی میں اس چور کا کب یقین کرونگا اس لئے کہ چور کیا جانے ثواب کے کام کو اور مزدوری کو (وہ تو بس چوری ہی جانتا ہے تو وہی کرے گا بھی)

خاصہ وزدے الخ۔ یعنی خاص کر تجھ جیسا چور ڈاکو (کہے کہ میں حفاظت کرونگا تو کس طرح یقین کیا جائے لہٰذا آپ ذرا بتایئے تو سہی کہ) کس سبب سے میرے اوپر اس قدر شفیق ہوئے ہو۔

شیطان کا حضرت معاویہؓ کو دوسری بار جواب دینا

گفت ما اول الخ۔ یعنی بولا کہ ہم اول فرشتہ تھے اور راہ طاعت کو دل و جان سے ہم نے ناپا ہے (یعنی اس پر کاربند رہے ہیں)

سالکان راہ الخ۔ یعنی سالکان راہ حق کے ہم محرم راز تھے اور ساکنان عرش کے ہم ہمدم تھے۔

پیشۂ اول الخ۔ یعنی اول پیشہ دل سے کب نکلتا ہے اور پہلی محبت کب دل سے زائل ہوتی ہے (کبھی کبھی یاد آتا ہے تو خیر خود تو نہیں کرتے دوسروں کو نماز کے لئے جگا ہی دیں) آگے اس کے نظائر لاتا ہے۔

در سفر گر روم الخ۔ یعنی دیکھو سفر میں خواہ روم کو دیکھو یا ختن کو مگر دل سے حب وطن کب زائل ہوتی ہے اسی طرح چونکہ اول ہم کو وہ مزہ حاصل ہو چکا ہے اس لئے اس کو کب بھول سکتے ہیں۔

ما ہم از مستان الخ۔ یعنی ہم بھی اس شراب وحدت کے مست تھے اور اس درگاہ کے عاشق ہم بھی تھے۔

ناف ما بر مہر او الخ۔ یعنی ہماری آون نال کو اس کی محبت ہی پر قطع کیا ہے اور اس کے عشق کو ہماری جان کے اندر بویا ہے مطلب یہ کہ شروع پیدائش سے حب حق ہمارے اندر ہے اور وہی ہماری اصلی صفت ہے تو وہ زائل

www.besturdubooks.wordpress.com

کب ہوسکتی ہے اگرچہ اس وقت اس پر عمل نہیں ہے۔ خدا اس کے مکروں سے بچائے۔ کیسا صوفی پرہیزگار اور عاشق حق بنتا ہے خبیث اور کہتا ہے کہ

روز نیکو دیدہ ایم الخ۔ یعنی ہم نے بھی زمانہ کے ایام خوب دیکھے ہیں اور اس ندی میں سے آب رحمت کو پیا ہے۔

نے کہ مارا دست الخ۔ یعنی کیا اس کے دست فضل نے ہم کو نہیں بویا ہے اور کیا اس نے عدم سے ہم کو ظاہر نہیں کیا ہے استفہام انکاری ہے یعنی ایسا ہوا ہے تو ہم کو تو اس سے بہت بڑی مناسبت ہے۔

اے بسا کز دے الخ۔ یعنی ہم نے بہت مرتبہ اس سے نوازش اور کرم دیکھا ہے اور رضا کے باغ میں بہت پھرے ہیں۔

بر سر ما دست الخ۔ یعنی ہمارے سر پر دست رحمت رکھتے تھے اور لطف کے چشمے ہم پر کھولتے تھے۔

وقت طفلی ام کہ الخ۔ یعنی بچپن میں جبکہ میں شیر جو تھا میرا گہوارہ کون ہلاتا تھا وہی یعنی اسی نے مجھے پالا پرورش کیا۔

از کہ خوردم شیر الخ۔ یعنی میں کس کا دودھ پیتا تھا سوائے اس کے دودھ کے اور مجھے کون پالتا تھا سوائے اس کی تدبیر کے۔

خوئے کان با شیر الخ۔ یعنی جو خصلت کہ دودھ کیساتھ جسم میں گئی ہو اس کو آدمی سے کب الگ کرسکتے ہیں اور میرے اندر دودھ کے ساتھ حب حق گئی ہے لہٰذا وہ مجھ سے کب زائل ہوسکتی ہے۔

گر عتابے کرد الخ۔ یعنی اگر دریائے کرم نے عتاب بھی کیا مگر وہ دریائے کرم کب بند ہوسکتے ہیں۔

اصل نقدش لطف الخ۔ یعنی اصل نقد تو اس کا لطف اور کرم اور بخشش ہی ہے اور قہر اس کے اوپر ایک غبار ہے کھوٹ کی طرح۔

از برائے لطف الخ۔ یعنی لطف ہی کرنے کو عالم کو پیدا کیا اور اس کے آفتاب نے ذروں کو نوازا اور ان کو بڑھایا۔

فرقت از قہرش الخ۔ یعنی فرقت اگر اس کے قہر کی حاملہ ہے مگر اس کے وصل کی قدر جاننے کے لئے ہے۔

تا دہند جاں را فراقش الخ۔ یعنی تا کہ اس کا فراق جان کو تنبیہ کرے اور جان کو ایام وصل کی قدر معلوم ہو جائے۔

گفت پیغمبر کہ حق الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میرا قصد پیدا کرنے سے احسان کرنا ہے۔

آفریدم تا زمن الخ۔ یعنی میں نے پیدا کیا تا کہ مجھ سے نفع حاصل کریں اور تا کہ میرے شہد سے ہاتھ آلودہ کریں یعنی اس کو حاصل کریں۔

نے برائے الخ۔ یعنی اس لئے نہیں کہ میں اپنا کچھ نفع کروں اور ننگوں سے قبا اتاروں یعنی بندوں سے کچھ لوں۔

چند روزے کہ الخ۔ یعنی تھوڑے روز ہوئے اس نے اپنے سامنے سے مجھے نکال دیا ہے مگر میری آنکھ اس کے چہرہ ہی پر لگی ہوئی ہے مطلب یہ کہ لوگ تو سبب کو دیکھ رہے ہیں اور میں مسبب کو دیکھ رہا ہوں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کز چنان روئے الخ۔ یعنی کہ ایسے چہرے سے اور یہ غصہ تعجب کی بات ہے ہر شخص سبب کو دیکھ رہا ہے (کہ اس غصہ کا کیا سبب ہوا ہے)

من سبب راالخ۔ یعنی میں سبب کو نہیں دیکھتا اس لئے کہ وہ حادث ہے اور حادث تو دوسرے حادث ہی کو پیدا کرے گا اور حق تعالیٰ قدیم ہیں اور ان کی صفات بھی قدیم تو ان کی صفت غضب کا سبب حادث شے کیسے ہو سکتی ہے۔

لطف سابق الخ۔ یعنی میں لطف ازلی کا نظارہ کر رہا ہوں اور جو حادث ہے اس کو قطع کر رہا ہوں۔ غرض کہ نالائق بڑا ہی صوفی بنتا ہے اب یہاں اعتراض پڑا کہ جب تو اس طرح فنا ہو گیا ہے تو کمبخت سجدہ کرنے میں امتثال کیوں نہ کیا وہاں انکار کیوں کیا تو اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے کہتا ہے کہ

ترک سجدہ الخ۔ یعنی ترک سجدہ حسد کی وجہ سے ہی فرض کرتا ہوں کہ تھا مگر وہ حسد عشق کی وجہ سے پیدا ہوا تھا نہ کہ انکار کی وجہ سے مطلب یہ کہ وہ حسد نہ تھا بلکہ رقابت تھی۔

این حسد از دوستی الخ۔ یعنی یہ حسد تو دوستی ہی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ دوست کے ساتھ کوئی دوسرا ہم نشین ہو۔

ہست شرط الخ۔ یعنی دوستی کی شرط غیرت مندی ہے جیسے کہ چھینک کے بعد عمر درازی کی دعا دینا لازمی ہے۔ دوسرے مصرع میں ایک مثال کے طور پر کہہ دیا کہ جیسے وہاں اکثر کہتے ہی ہیں اسی طرح دوستی کے لئے غیرت مندی بھی ضروری ہے ضرور رشک ہوتا ہے۔

چونکہ بر نطعش الخ۔ یعنی جبکہ بساط شطرنج پر سوائے اس کے اور کوئی بازی نہ تھی تو مجھ سے کہا کہ کھیل میں حکم عدولی کرنا کیا جانوں اس قدر بدمعاش ہے کہ دیکھو کیسی باتیں بنا رہا ہے ارے کمبخت تو نے جب سجدہ نہ کیا تھا اس وقت تجھے خبر تھوڑی تھی کہ میری قسمت میں یہ ہے اس وقت تو بدمعاشی ہی تھی اب معلوم ہوا کہ قسمت میں تھا پھر عذر کیسے مسموع ہو سکتا ہے۔ ملعون خبیث جھوٹا مکار۔

آن یکے بازی الخ۔ یعنی وہ ایک بازی جو تھی میں نے کھیل لی اور اپنے کو بلا میں ڈال لیا۔ یعنی ان کی مرضی کو مقدم سمجھا اور خود مردود بن گیا ایسے ہی تو سیدھے ہیں بدمعاش کہیں کا۔

در بلا ہم الخ۔ یعنی اس بلا میں بھی اس کی لذتوں کو چکھ رہا ہوں۔ آخر اسی کا مغلوب ہوں اسی کا ہوں اسی کا ہوں۔

چون رہاند الخ۔ یعنی اے سردار اپنے کو کوئی شخص چارخانہ میں چاروں طرف سے پھنس کر کب بچا سکتا ہے لہٰذا چونکہ اس کی مرضی یوں ہی تھی میں کب بچ سکتا تھا۔

جزو شش الخ۔ یعنی چارخانہ کا جزو کل سے کیونکر چھوٹ سکتا ہے خاص کر کہ شہ نے کج رکھا ہو۔ یعنی جو مہرہ کہ چارخانہ کا جزو ہو وہ اس سے کب نکل سکتا ہے اس لئے کہ وہ محیط ہے اور یہ محاط ہے اسی طرح حکم حق تو مجھے محیط تھا میں کس طرح اس سے نکل جاتا اور علیحدہ ہو جاتا جبکہ حق تعالیٰ ہی نے میری قسمت میں مردود ہونا لکھا تھا۔

ہر کہ در شش الخ۔ یعنی جو کہ شش جہت سے آگ میں ہے اس کو تو وہی چھڑا سکتا ہے جو کہ شش جہت کا پیدا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے والا ہے اور اس نے چھڑانا چاہا نہیں لہٰذا نہ چھوٹ سکا اور پھنس گیا۔

خوداگر کفرست الخ۔ یعنی خواہ کفر ہے اور خواہ اس کا ایمان ہے اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور اسی کی ملک ہیں لہٰذا اگر ہم سے ایسا فعل صادر ہو بھی گیا تو کیا تعجب ہے۔ اس مکار فریبی کی ان سب باتوں کا باطل ہونا اور کذب ہونا اظہر من الشمس ہے یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے جواب ذیل دیا۔

باز تقریر کردن امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ابلیس لعین را

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس لعین کے سامنے دوبارہ تقریر کرنا

گفت امیر او را کہ اینہا راست ست	لیک بخش تو ازینہا کاست ست
امیر (معاویہؓ) نے اس سے کہا یہ سب درست ہے	لیکن ان میں تیرا حصہ نہیں ہے
صد ہزاراں را چو من تو رہ زدی	حفرہ کردی در خزینہ آمدی
تو نے مجھ جیسے لاکھوں کو گمراہ کیا ہے	نقب لگا کر تو خزانہ میں آیا ہے
آتشی از تو نہ سوزم چارہ نیست	کیست کز دست تو جامہ اش پارہ نیست
تو آگ ہے تجھ سے نہ جلوں؟ کوئی چارہ نہیں ہے	کون ہے جس کا جامہ تیرے ہاتھ سے چاک نہیں ہے؟
طبعت اے آتش چو سوزانید نیست	تا نسوزانی تو چیزے چارہ نیست
اے آگ! جبکہ تیرا مزاج جلا ڈالنا ہے	جب تک تو جلا نہ ڈالے کوئی تدبیر نہیں ہے
لعنت ایں باشد کہ سوزانت کند	اوستاد جملہ دزدانت کند
(تجھ پر) یہ لعنت ہوئی کہ تجھے جلانے والا کر دیا	تجھے تمام چوروں کا استاد کر دیا
با خدا گفتی شنیدی روبرو	من چہ باشم پیش مکرت اے عدو
خدا کے روبرو تیری کہن سن ہوئی	اے دشمن! میں تیرے مکر کے سامنے کیا ہوں؟
معرفت ہائے تو چوں بانگ صفیر	بانگ مرغانست لیکن مرغ گیر
تیری معرفت کی باتیں، سیٹی کی آواز کی طرح ہیں	بولی پرندوں کی ہے لیکن پرندوں کو پھانسنے والی ہے
صد ہزاراں مرغ را آں رہ زدست	مرغ غرہ کاشنائے آمدست
(اس سیٹی نے) لاکھوں پرندوں پر ڈاکہ ڈالا ہے	پرندے دھوکے میں ہیں کہ کوئی جان پہچان کا آیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در ہوا چوں بشنود بانگ صفیر	از ہوا آید شود آنجا اسیر
ہوا میں جب سیٹی کی آواز سنتا ہے	ہوا سے (اتر) آتا ہے وہاں قیدی بن جاتا ہے
قوم نوحؑ از مکر تو در نوحہ اند	دل کباب و سینہ شرحہ شرحہ اند
نوحؑ کی قوم تیرے مکر سے نوحہ میں لگی ہے	دل کباب اور سینہ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے
عاد را برباد دادی در جہاں	در فگندی در عذاب و اندہاں
تو نے دنیا میں (قوم) عاد کو برباد کیا ہے	عذاب اور رنجوں میں جتلا کر دیا ہے
از تو بودہ سنگسار آں قوم لوطؑ	در سیاہ آبہ ز تو خوردند غوط
قوم لوطؑ تیری وجہ سے سنگسار ہوئی	تیری وجہ سے انہوں نے سڑے پانی میں غوطہ لگایا
مغز نمرود از تو آمد ریختہ	اے ہزاراں فتنہا انگیختہ
نمرود کا بھیجہ تیری وجہ سے بہا	اے (وہ کہ جس نے) ہزاروں فتنے برپا کیے
عقل فرعون ذکی فیلسوف	کور گشت از تو نیابید او وقوف
فلسفی ذہین فرعون کی عقل	اندھی ہو گئی (اور) تجھے نہ سمجھی
بو لہب ہم از تو نا اہلے شدہ	بوالحکم ہم از تو بو جہلے شدہ
ابو لہب بھی تیری وجہ سے نالائق بنا	ابوالحکم تیری وجہ سے ابو جہل بنا
اے بریں شطرنج بہریاد را	مات کردہ صد ہزار استاد را
اے (وہ کہ جس نے) اس بساط پر یادگار کے لئے	لاکھوں استادوں کو مات دی ہے
اے ز فرزیں بندہائے مشکلت	سوختہ دلہا سیہ گشتہ دلت
اے (وہ کہ) تیرے مشکل فرزین (چالوں) سے	بہت سے دل جل گئے تیرا دل سیاہ ہو گیا
بحر مکری تو خلائق قطرۂ	تو چوں کوہی ویں سلیماں ذرہ
تو مکاری کا سمندر ہے لوگ ایک قطرہ ہیں	تو پہاڑ جیسا ہے اور یہ بھولے بھالے (لوگ) ایک ذرہ ہیں
کے رہد از مکر تو اے مختصم	غرق طوفانیم الا من عصم
اے جھگڑالو! تیرے مکر سے کب چھوٹتا ہے؟	ہم تو طوفان میں غرق ہیں مگر وہ جس کو اللہ بچائے
بس ستارہ سعد از تو محترق	بس سپاہ جمع از تو مفترق
بہت سے نیک ستارے تیری وجہ سے بے نور ہو گئے ہیں	فوج کے بہت سے سپاہی تیری وجہ سے بکھر گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بس سلیماں کز تو دیں در باختہ	سرنگوں تا قعر دوزخ تاختہ
بہت سے بھولے بھالے تیری وجہ سے دین کھو چکے ہیں	دوزخ کی گہرائی تک اوندھے دوڑے ہیں
بس جو بلعم از تو نومید آمدہ	بس چو برصیصا ز تو کافر شدہ
بہت سے بلعم (باعور) جیسے تیری وجہ سے مایوس ہوئے ہیں	بہت سے برصیصا جیسے جو تیری وجہ سے کافر بنے ہیں

شرح حبیبی

یہ تقریر سن کر حضرت امیر معاویہؓ نے فرمایا یہ باتیں تو ٹھیک ہیں لیکن تجھ کو ان سے بہرہ نہیں اور یہ تیرا حال نہیں بلکہ محض قال ہے اور مقصود دھوکا دینا ہے تو میری طرح سینکڑوں کی راہ مار چکا ہے اور سرنگ لگا کر خزانہ میں گھس گیا یعنی خفیہ خفیہ دولت ایمان اڑا لے گیا ہے تو تو آگ ہے۔ پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ میں تجھ سے نہ جلوں اور متضرر نہ ہوں لہٰذا میرا تجھ سے متضرر ہونا لازمی ہے اور کچھ مجھ ہی پر موقوف نہیں تمام مخلوق تیرے ہاتھ سے پریشان ہے اے آگ تیرا تو مقتضی طبع ہی جلانا اور نقصان پہنچانا ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ تو کچھ نہ جلائے اور تیری اس خاصیت کی اصل وجہ یہ ہے کہ تو ملعون کامل ہے لہٰذا جلانا اور نقصان پہنچانا تیرا مقتضی طبیعت ہو گیا ہے اور تو تمام چوروں کا استاد ہو گیا ہے تو تو وہ شریر ہے کہ حق سبحانہ کے روبرو تو نے بیباکانہ گفتگو کی تھی۔ پھر میں تیرے مکر کے سامنے کیا چیز ہوں اور یہ جو تو تصوف بھگار رہا ہے مجھے اس کی بھی حقیقت معلوم ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ شکاری جانور کی آواز بولتا ہے وہ ضرور جانوروں کی آوازوں کے مشابہ ہوتی ہے لیکن حقیقت میں جانوروں کی آواز نہیں بلکہ ان کو پھانسنے کا آلہ ہے اس نے لاکھوں جانوروں کو دھوکا دیا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا آشنا اور ہمارا ہم جنس آیا ہے اس لئے جب وہ ہوا میں جانور کی بولی سنتے ہیں تو وہ بہ رغبت آتے ہیں اور جال میں پھنس جاتے ہیں۔ یوں ہی تو نے بھی باتیں بنا بنا کر اور اپنے کو لوگوں کا دوست ظاہر کر کے مخلوق خدا کو دام تزویر میں پھنسایا ہے۔ چنانچہ قوم نوح تیرے مکر سے رو رہی ہے ان کا دل جل کر کباب ہو گیا ہے سینہ پارہ پارہ ہے۔ عاد کو تو نے تباہ ہی کر دیا اور اس کو عذاب الٰہی اور سینکڑوں طرح کے رنج و غم میں پھنسا ہی دیا۔ قوم لوط کو سنگسار تیرے ہی سبب کیا گیا اور انہوں نے کیچڑ میں تیرے ہی سبب غوطہ کھایا۔ نمرود کا بھیجا تیرے ہی سبب نکلا۔ ارے تو نے ہزاروں فتنے اٹھائے ہیں۔ میں کہاں تک بیان کروں۔ فرعون سا عاقل اور حکیم تیری بدولت اندھا ہوا اور حق سبحانہ کو نہ سمجھ سکا ابولہب تیرے ہی سبب نالائق ہوا اور ابوالحکم تیری ہی بدولت ابوجہل بنا۔ غرض بساط شطرنج امتحان پر تو نے ہزاروں ماہروں کو شکست دی ہے اور تیرے سخت داؤ پیچوں سے مخلوق کے دل کباب ہو گئے ہیں اور تیرا دل بھی یہ ظلم کرتے کرتے سیاہ ہو گیا ہے۔ تو مکر کا ایک سمندر ہے اور تمام مخلوق ایک قطرہ تو مکر کا ایک پہاڑ ہے اور یہ سیدھے سادھے لوگ ایک ذرہ۔ پھر یہ بیچارے تیرے مکر سے کیونکر چھوٹ سکتے ہیں۔ لہٰذا ہم تیرے مکر کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں بجز ان لوگوں کے جن کی حق سبحانہ نے دستگیری

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمائی اور کہہ دیا۔ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان بہت سے نیک ستارے یعنی اچھے آدمی تجھ سے منحوس ہوگئے اور شقی بن گئے اور بہت سے مجتمع لشکر تیرے ہاتھوں تتر بتر ہوگئے۔ بہت سے سیدھے سادھے لوگوں نے تیری بدولت اپنا دین برباد کردیا اور سر کے بل قعر دوزخ میں چلے گئے۔ بہت سے آدمی بلعم کی طرح تیرے ہاتھوں رحمت حق سے ناامید ہوگئے اور برصیصا کی طرح بہت سے لوگ تیرے ہاتھوں کافر ہوگئے۔

(ف) بلعم باعور قوم بنی اسرائیل کا ایک مشہور آدمی ہے اور برصیصا بنی اسرائیل کا ایک نیک آدمی تھا اتفاقاً اس سے زنا ہوگیا اور زنا سے حمل رہ گیا اس نے خوف رسوائی سے عورت کو قتل کردیا۔ تحقیقات کے بعد مجرم کا سراغ لگ گیا اور پھانسی کا حکم ہوگیا۔ اس وقت شیطان نے کہا کہ اگر تو اس وقت مجھے سجدہ کرے تو میں تجھے بچالوں اس نے شیطان کو سجدہ کیا اور فوراً پھانسی ہوگئی اور کافر ہوکر مرا۔ واللہ اعلم۔

شرح شبّیری

پھر حضرت معاویہؓ کا ابلیس کے مکر کی تقریر کرنا

گفت امیر او را الخ۔ یعنی حضرت امیرؓ نے اس سے فرمایا کہ یہ سب سچ ہے لیکن تیرا حصہ اس سے کم ہے۔ مطلب یہ کہ یہ بالکل درست ہے کہ جو کوئی کہ مردود ہوجائے تو حق تعالیٰ سے اس کو ہمیشہ امید رکھنی چاہیے وغیرہ وغیرہ مگر تو تو مردود وملعون مطلق ہے تیرے لائق یہ باتیں نہیں ہیں۔۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی مجھ جیسے لاکھوں کی تو نے رہزنی کی ہے اور نقب لگا کر تو خزانہ میں آ گیا ہے۔ (اور وہاں سے علوم ومعارف کو چرا کرلے گیا ہے)

آتشے از تو الخ۔ یعنی تو ایک آگ ہے میں تجھ سے جل جاؤں تو اس کا کوئی علاج نہیں ہے اور وہ کون ہے کہ جس کا جامہ (تقویٰ) تیرے ہاتھ سے دریدہ نہیں ہے۔

طبعت اے الخ۔ یعنی تیری طبیعت اے آتش جب جلانے والی ہے تو تو جب تک کسی شے کو جلانہ لے گی (اس وقت تک) کوئی علاج ہی نہیں ہے یعنی تو تو اضطراراً نقصان پہنچائے گا اس لئے کہ یہ تو تیری سرشت میں ہے۔

لعنت این باشد الخ۔ یعنی لعنت وہ شے ہے کہ تجھے سوزان کردیا اور تمام چوروں کا استاد تجھے کردیا۔ مطلب یہ کہ جب لعنت ہوئی اسی وقت تو نے اضرار واضلال شروع کیا تو لعنت سبب ہے اس اضرار کا اس لئے فرماتے ہیں کہ دیکھ تجھے سوزان کردیا اور سب چوروں کا گرگھنٹال کردیا ہے کہ وہ تو جان ومال ہی لیتے ہیں مگر آپ کا دھاوا ایمان پر ہوتا ہے۔

با خدا گفتی شنیدی الخ۔ یعنی تو نے خدا کے سامنے تو گفت وشنید کی ہے تو میں تیرے مکر کے آگے کیا چیز ہوں اے عدو۔ مطلب یہ کہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی تو چپ نہ ہوا بلکہ اسی طرح زبان چلتی رہی تو پھر ہم تو کیا ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

چیز ہیں جو تو ہم سے چپ ہوگا۔

معرفتہائے تو چون الخ۔ یعنی تیری یہ معرفت کی باتیں سیٹی کی آواز کی طرح ہیں کہ ہے تو (مثل) آواز مرغ کے مگر (حقیقت میں) جانور کو پھنسانے والی ہے۔ بانگ صفیر کہتے ہیں اس سیٹی کی آواز کو جس کو صیاد بجاتا ہے اور اس سے جانوروں کی آوازیں پیدا ہوتی ہیں تو اس کے ہم جنس جانور اس کو سن کر آتے ہیں اور جال میں پھنس جاتے ہیں اسی طرح یہ شیطان کی باتیں بظاہر تو بہت ہی چکنی چپڑی معلوم ہوتی ہیں مگر حقیقت میں بلا میں ڈالنے والی ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔

قوم نوح از الخ۔ یعنی تیرے مکر کی وجہ سے قوم نوح مصیبت میں ہیں دل کباب اور سینہ پارہ پارہ ہیں۔

عاد را بر باد الخ۔ یعنی قوم عاد کو تو نے ہی جہان میں برباد کیا ہے اور ان کو عذاب اور تکالیف میں ڈالا ہے۔

از تو بود این الخ۔ یعنی تیری ہی وجہ سے یہ قوم لوط کی سنگساری ہوئی تھی کہ وہ عذاب میں تیری وجہ سے غوطہ لگا رہے ہیں۔

مغز نمرود الخ۔ یعنی نمرود کا دماغ تیری ہی وجہ سے پارہ پارہ ہوا ہے ارے تو نے ہزاروں فتنے اٹھائے ہیں۔

عقل فرعون ذکی الخ۔ یعنی فرعون ذکی اور فیلسوف کی عقل تیری وجہ سے اندھی ہوگئی اور اس نے واقفیت نہ پائی۔

بولہب ہم از تو الخ۔ یعنی بولہب تیری ہی وجہ سے ایک نا اہل ہوگیا اور ابوالحکم بھی تیری ہی وجہ سے بوجہل بن گیا۔ ابوجہل کی اصل کنیت ابوالحکم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کنیت رکھی ہے مگر اب تو یہی مشہور ہے۔ ابوالحکم کو کوئی جانتا بھی نہیں کہ کس کھیت کی بتھوی ہیں اور ان لوگوں کو شیطان کی وجہ سے معذب ہونا اور تباہ ہونا ظاہر ہے کہ انہیں حضرت نے بہکایا تب ہی تو وہ غارت ہوئے اس لئے حضرت معاویہ فرما رہے ہیں کہ تو نے تو ایسے ایسے عقلمندوں کو اور بڑے بڑے مدعیان عقل کو بہکایا ہے تو بھلا میں تو کیا شے ہوں کہ جو تو مجھے نہ بہکاتا ضرور اس میں کوئی بات ہے کہ تو مجھے جگاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

اے برین الخ۔ یعنی ارے تو نے یادگاری کے واسطے اس شطرنج (دنیا) پر ہزاروں استادوں کو مات کیا ہے۔

اے ز فرزین الخ۔ یعنی ارے تیری ان مشکل تدابیر سے جانیں جل گئی ہیں اور تیرا دل سیاہ ہوگیا ہے۔

بحر مکری تو الخ۔ یعنی تو تو مکر کا ایک دریا ہے اور دیگر مخلوق (مثل) ایک قطرہ کے ہے اور تو ایک پہاڑ کی طرح ہے اور یہ سیدھے سادے لوگ ایک ذرہ کی مثل ہیں۔ مطلب یہ کہ تیری تدابیر اور مکر کے سامنے کسی کی نہیں چلتی تو وہ کمبخت ہوشیار ہے۔

کے رہد از مکر الخ۔ یعنی ارے جھگڑالو تیرے مکر سے وہ مخلوق کب چھوٹ سکتی ہے (جبکہ تیری یہ حالت ہے) ہم تو طوفان (بلا) میں ڈوب گئے ہیں مگر جو کہ بچایا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اب تو تیرے قابو میں پڑ گئے ہیں خدا ہی بچائے تو اس سے چھوٹ سکتے ہیں۔

بس ستارہ الخ۔ یعنی بہت سے سعد ستارے تیری وجہ سے نحس ہوگئے ہیں اور بہت سے سپاہیوں کی جماعت

www.besturdubooks.wordpress.com

تیری وجہ سے الگ ہوگئی ہے مطلب یہ کہ تیری وہ ذات ہے کہ تیری (وجہ سے لاکھوں اچھے آدمی بُرے بن گئے ہیں اور دلوں میں حسد اور کینہ وغیرہ بیٹھ گیا ہے)

بس مسلمان الخ۔ یعنی بہت سے مسلمانوں نے تیری وجہ سے دین کو ہار دیا ہے اور اوندھے ہو کر قعر دوزخ تک پہنچ گئے ہیں۔

پس چو بلعم الخ۔ یعنی بہت سے لوگ بلعم کی طرح تیری وجہ سے ناامید ہو گئے ہیں اور بہت سے برصیصا کی طرح تیری وجہ سے کافر ہو گئے ہیں۔ برصیصا ایک عابد بنی اسرائیل ہے اس نے ایک عورت سے زنا کیا اس سے حمل رہا تو خوف رسوائی سے اس کو یا اس کے بچہ کو مار ڈالا اور پھر اس کے بعد مرتد ہو گیا تو دیکھو باوجودیکہ ایک بہت بڑا عابد تھا مگر اس شیطان کی بدولت یوں گمراہ ہوا تو بھلا پھر ہم تو کیا اس کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور کہاں اس سے بازی لے جا سکتے ہیں آگے پھر ابلیس جواب دیتا ہے کہ

جواب گفتن ابلیس لعین امیر المومنین حضرت معاویہؓ را نوبت سوم

ابلیس لعین کا تیسری بار امیر المومنین حضرت معاویہؓ کو جواب دینا

گفت ابلیسش کشا ایں عقدہا	من محکِ قلب را و نقد را
ان سے شیطان نے کہا ان گرہوں کو کھول دیجئے	میں تو کھرے اور کھوٹے کے لئے کسوٹی ہوں
امتحان شیر و کلبم کرد حق	امتحان نقد و قلبم کرد حق
مجھے اللہ تعالیٰ نے شیر اور کتے کے امتحان (کا ذریعہ) بنایا ہے	مجھے اللہ تعالیٰ نے کھرے اور کھوٹے کا (ذریعہ) امتحان بنایا ہے
قلب را من کے سیہ رو کردہ ام	صیرفیم قیمت او کردہ ام
کھوٹے کو میں نے کب سیاہ رو بنایا ہے	میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے
نیکواں را رہنمائی می کنم	مر بداں را پیشوائی می کنم
میں نیکوں کی رہنمائی کرتا ہوں	(اور) بروں کی (بھی) پیشوائی کرتا ہوں
صالحاں را مقتدا و ماتنم	طالحاں را نیز یاری می کنم
میں نیکوں کا مقتدا اور ان کی جگہ ہوں	میں بروں سے بھی دوستی کرتا ہوں
باغبانم شاخ تر می پرورم	شاخہائے خشک را ہم می برم
میں باغبان ہوں تر شاخ کی پرورش کرتا ہوں	سوکھی شاخوں کو کاٹتا بھی ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں علفہا می نہم از بہر چیست	تا پدید آید کہ حیواں جنس کیست
میں یہ چارا ڈالتا ہوں تو کس لئے؟	تاکہ ظاہر ہو جائے کہ حیوان کس قسم کا ہے
سگ چو از آہو بزاید بچکے	در سگے و آہوے دارد شکے
کتیا جب ہرن کا بچہ جن دے	اس کے کتا اور ہرن ہونے میں شک ہو جاتا ہے
تو گیاہ و استخواں پیشش بریز	تا کدامیں سو کند او گام تیز
تو اس کے سامنے گھاس اور ہڈی ڈال دے	دیکھ! وہ کس کی طرف لپکتا ہے
گر بسوے استخواں آید سگ ست	ور گیا خواہد یقیں آہو رگ ست
اگر ہڈی کی طرف آئے کتا ہے	اگر گھاس کی طرف رغبت کرے یقیناً وہ ہرن کی نسل ہے
قہر و لطفے جفت شد با ہمدگر	زاد ازیں ہر دو جہان خیر و شر
(اللہ تعالیٰ کا) قہر اور مہرباہم ملے	ان دونوں سے عالم خیر و شر پیدا ہوا
تو گیاہ و استخواں را عرضہ کن	قوت نفس و قوت جاں را عرضہ کن
تو گھاس اور ہڈی پیش کر	نفس کی غذا اور جان کی غذا پیش کر
گر غذائے نفس جوید ابتر ست	ور غذائے روح خواہد سرور ست
اگر وہ نفس کی غذا ڈھونڈے تو برا ہے	اگر روح کی غذا چاہے تو بڑا ہے
گر کند او خدمت تن ست خر	در رود در بحر جاں یابد گہر
اگر وہ جسم کی خدمت کرے تو گدھا ہے	اگر وہ روح کے سمندر میں جاتا ہے تو موتی پاتا ہے
گرچہ ایں دو مختلف خیر و شر اند	لیک ایں ہر دو بیک کار اندر اند
اگرچہ یہ دو مختلف خیر اور شر ہیں	لیکن یہ دونوں ایک کام میں لگے ہیں
انبیا طاعات عرضہ می کنند	دشمناں شہوات عرضہ می کنند
نبی طاعات پیش کرتے ہیں	(دین کے) دشمن شہوتیں پیش کرتے ہیں
نیک را چوں بد کنم یزداں نیم	داعیم من خالق ایشاں نیم
میں نیک کو بد کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں	میں بلانے والا ہوں میں انکا پیدا کرنے والا نہیں ہوں
خوب را چوں زشت سازم رب نیم	زشت را و خوب را آئینہ ام
بھلے کو میں برا کیسے بنا سکتا ہوں میں خدا نہیں ہوں	میں تو اچھے اور برے کا آئینہ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

سوخت ہندو آئینہ از درد را　　کایں سیہ روئی نماید مرد را

جلن سے ایک کالے نے آئینہ کو پھونک دیا　　کہ یہ اس کو کالی صورت کا دکھاتا ہے

گفت آئینہ گناہ از من نبود　　جرم اورا نہ کہ روئے من زدود

آئینہ نے کہا میری خطا نہ تھی　　اس کو خطاوار قرار دے جس نے میری صیقل کی ہے

او مرا غماز کرد و راست گو　　تا بگویم زشت کو و خوب کو

اس نے مجھے چغل خور اور سچی بات کہنے والا بنایا ہے　　تاکہ میں کہہ دوں بدصورت کون ہے اور خوبصورت کون ہے؟

من گواہم بر گوا زنداں کجاست　　اہل زنداں نیستم یزداں گواست

میں گواہ ہوں، گواہ کے لئے قید خانہ کب ہے؟　　میں قیدی نہیں ہوں، خدا گواہ ہے

ہر کجا بینم نہال میوہ دار　　تربیتہا می کنم من دایہ دار

میں جہاں کہیں پھلدار درخت دیکھتا ہوں　　میں دایہ کی طرح پرورش کرتا ہوں

ہر کجا بینم درخت تلخ و خشک　　می برم تا رہد از پشک و مشک

جہاں کہیں میں کڑوا اور خشک درخت دیکھتا ہوں　　میں کاٹ دیتا ہوں تاکہ وہ مینگنی دیکھی سے بچے

خشک گوید باغباں را کاے فتیٰ　　مر مرا چہ می بری سر بے خطا

خشک (درخت) باغبان سے کہتا ہے اے نوجوان!　　تو بلاقصور میرا سر کیوں کاٹتا ہے

باغباں گوید خمش اے زشت خو　　بس نباشد خشکی تو جرم تو

باغبان کہتا ہے کہ اے بدعادت! چپ رہ　　کیا تیرا خشک ہونا تیرا جرم نہیں ہے؟

خشک گوید راستم من کژ نیم　　تو چرا بے جرم می بری پیم

خشک (درخت) کہتا ہے میں سیدھا ہوں میں ٹیڑھا نہیں ہوں　　تو بلاقصور میری جڑ کیوں کاٹتا ہے؟

باغباں گوید اگر مسعودیئے　　کاشکے کژ بودی و تر بودیئے

باغبان کہتا ہے اگر تو نیک بخت ہوتا　　کاش تو ٹیڑھا اور تر ہوتا

جاذب آب حیات گشتئے　　اندر آب زندگی آغشتئے

(اگر) آب حیات کو جذب کرنیوالا ہوتا　　تو آب حیات میں ڈوبا ہوا ہوتا

تخم تو بد بودہ است و اصل تو　　با درخت خوش نبودہ وصل تو

تیرا بیج اور تیری جڑ بری تھی　　اچھے درخت سے تیرا جوڑ نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

شاخ تلخ ار با خوشے وصلت کند	آں خوشے اندر نہادش بر زند
کڑوی شاخ کو اگر اچھے کے ساتھ جوڑ دے	وہ اچھا اس کے وجود میں اثر کرے
گر ترا بیدار کردم بہر دیں	خوئے اصل من ہمیں ست وہمیں
اگر میں نے آپ کو دین کی خاطر جگا دیا ہے	میری اصل عادت ہی یہ ہے

شرح حبیبی

ابلیس نے امیر المومنین سے کہا کہ آپ ناحق مجھ پر اضلال کی تہمت لگاتے اور بے وجہ مجھ سے کینہ رکھتے ہیں آپ اپنے دل سے ان گرہوں کو کھولئے کیونکہ میں مضل نہیں بلکہ کھرے کھوٹے کی کسوٹی ہوں حق سبحانہ نے مجھے شیر حق اور سگ دنیا کے امتحان کا آلہ بنایا ہے اور کھرے کھوٹے کی جانچ کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ پس جو کھوٹا ثابت ہوتا ہے اس کو میں کھوٹا نہیں بناتا۔ کیونکہ کھوٹ تو اس کی ذات میں ہے۔ میں تو صراف ہوں اس کی قدر و قیمت ظاہر کرتا ہوں میں نیکوں کی بھی رہنمائی کرتا ہوں کہ ان کو اچھا راستہ بتاتا ہوں (ولا تلتفت الی ماقال ولی محمد فانہ اعتراف بالاضلال والشیطان یتبرا منہ) اور بروں کی بھی پیشوائی کرتا ہوں کہ ان کو غلط راستہ بتاتا ہوں اور وہ اس پر چلنے لگتے ہیں لہٰذا میں نیکوں کا بھی مقتدا اور ماممن ہوں اور بروں کا بھی معین و مددگار غرض جو جس قابل ہوتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں لہٰذا میری مثال ایسی ہے جیسے باغبان کہ شاخ تر کی پرورش کرتا ہے اور خشک کو کاٹتا ہے یوں ہی میں بھی اہلوں کی تربیت کرتا ہوں اور نااہلوں کی جڑ کاٹتا ہوں میں ان کے سامنے اچھے برے چارے رکھتا ہوں کیوں فقط اس لئے کہ معلوم ہو جائے کہ یہ کس قسم کا جانور ہے۔ اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ہرن اور کتے کے میل سے بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے ہرن یا کتے ہونے میں شک ہوتا ہے پس اگر تم کو ضرورت ہے کہ ایک جانب متعین کرو تو گھاس اور ہڈی دونوں قسم کا چارہ اس کے سامنے ڈالو اور دیکھو کہ کس کی طرف دوڑتا ہے اگر ہڈی کی طرف دوڑے تو سمجھو کہ کتا ہے اور اگر گھاس کا طلب گار ہے تو سمجھو کہ ہرن ہے۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوں ہی قہر و لطف حق سبحانہ کے اختلاط سے یہ عالم خیر و شر پیدا ہوا ہے اب اگر تم کو ضرورت ہے کہ کسی کی خیریت و شریت معلوم کرو تو ہڈی اور گھاس سامنے ڈال کر دیکھو یعنی غذائے نفس و غذائے روح دونوں اس کے سامنے رکھو اگر طالب غذائے نفس (شہوات ولذات) ہو تو سمجھ لو کہ شر ہے اور اگر طالب غذائے روحانی ہی تو سمجھ لو کہ بہتر ہی اگر وہ تن پرور ہے تو سمجھ لو کہ خر ہے اور اگر بحر جان میں غوطہ لگاتا ہے اور طالب حق ہے تو سمجھ لو کہ گوہر معرفت حاصل کرے گا جب یہ معلوم ہو گیا تو سمجھو کہ انبیاء تو طاعات پیش کرتے ہیں اور ابالسہ شیاطین شہوات پیش کرتے ہیں اگر چہ یہ دونوں آپس میں یوں اختلاف رکھنے والے کہ ایک فریق طاعات پیش کرتا ہے اور دوسرا شہوات خیر و شر ہیں۔ بایں معنی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جو فریق طاعات پیش کرتا ہے خیر ہے اور جو شہوات پیش کرتا ہے شر ہے۔ مگر نتیجہ کے لحاظ سے دونوں ایک ہی کام کرتے ہیں یعنی تمیز بین السعید والشقی اور ان میں جو فرق خیریت وشریت ہے اس کی بنا نیت وقصد ہے کہ ایک کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ طاعات کو قبول کر کے اچھے ہو جائیں اور دوسرے کا مقصد یہ ہے کہ شہوات کو قبول کر کے بُرے ہو جائیں لہٰذا اول خیر ہے اور دوسرا شر ف پس سمجھو کہ "گرچہ این دو" الخ مضمون کے لحاظ سے مؤخر ہے اور "انبیا طاعات" الخ مقدم مگر ذکر میں ترتیب بدلی ہوئی ہے اس لئے ناظرین کو دھوکا ہوتا ہے فتدبر) مولانا اس مضمون کو یہاں پر ختم کر کے پھر گفتگوئے ابلیس کی طرف عود فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شیطان کہتا ہے کہ درحقیقت میں اچھے اور بُرے لوگوں میں تمیز کرتا ہوں میں نیک کو بد نہیں کرتا کیونکہ یہ کام خدا کا ہے سو میں خدا نہیں میں تو محض داعی ہوں میں پھر کہتا ہوں کہ میں اچھے کو بُرا نہیں کرتا یہ کام رب العلمین کا ہے اور میں رب العالمین نہیں بلکہ اچھے اور بُروں کے لئے آئینہ ہوں۔ میرے ذریعہ سے اچھوں کی اچھائی اور بُروں کی بُرائی ظاہر ہو جاتی ہے ایک ہندوستانی نے آئینہ سے اس لئے کبیدہ خاطر ہو کر کہ وہ اس کو کالا منہ دکھلاتا ہے جلا دیا تھا تو اس پر آئینہ نے کہا تھا کہ میرا قصور نہیں۔ اگر قصور ہے تو اس کا ہے جس نے آئینہ بنایا۔ اسی نے مجھے چغل خور اور سچا بنایا ہے تاکہ میں صاف کہہ دوں کہ کون بُرا ہے اور کون اچھا ہے پس یوں ہی میں کہتا ہوں کہ میں آئینہ ہوں اچھے کی اچھائی اور بُرے کی برائی ظاہر کرتا ہوں۔ میرا کچھ قصور نہیں۔ کیونکہ حق سبحانہ ہی نے مجھے ایسا بنایا ہے اگر قصور ہو سکتا ہے تو خدا کا۔ جب خدا کا بھی قصور نہیں کیونکہ وہ مالک ومختار ہے جس کو جیسا چاہے بنائے تو میرا کیا قصور میں تو گواہ ہوں لوگوں کی اچھائی اور برائی کا۔ گواہ کو بھی کہیں جیل خانہ ہوا ہے میں تم سے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں جیل خانہ کا مستحق نہیں۔ لہٰذا تم میری برائی کا خیال چھوڑ دو اور مجھے برا نہ سمجھو۔ میں تو جہاں کہیں میوہ دار درخت دیکھتا ہوں اور جس کو صالح پاتا ہوں اس کی دایہ کی طرح تربیت کرتا ہوں۔ ہاں جہاں درخت تلخ اور خشک یعنی ناقابل اصلاح آدمی پاتا ہوں اس کی جڑ کاٹتا ہوں۔ غرض میں مینگنی اور مشک میں تمیز کرتا ہوں۔ اچھے برے کو پہچانتا ہوں جیسا کوئی ہوتا ہے ویسا ہی اس کے ساتھ برتاؤ کرتا ہوں۔ اگر برا مجھ پر اعتراض کرے تو اس کا اعتراض بے ہودہ ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ خشک لکڑی باغبان سے کہتی ہے کہ مرد آدمی تو میرا سر بے قصور کیوں کاٹتا ہے۔ اس کا جواب باغبان یہ دیتا ہے کہ چپ رہ کیا خشک ہونا تیرا کافی گناہ نہیں ہے کیا اس کے علاوہ کسی اور گناہ کی بھی ضرورت ہے اس پر خشک لکڑی کہتی ہے کہ میں تو سیدھی ہوں ٹیڑھی بھی نہیں پھر بے قصور تو میری جڑ کیوں کاٹتا ہے۔ تو باغبان اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ کاش تو مسعود ہوتی تر ہوتی کہ آب حیات کو جذب کر سکتی اور آب زندگی سے آلودہ ہو سکتی گو کج ہوتی۔ لیکن تیرا تو تخم ہی برا ہے اور جڑ ہی اچھی نہیں نہ تیرا کسی اچھے درخت سے پیوند ہی ہے۔ اگر یہ بھی ہوتا تو بھی میں تجھے نہ کاٹتا۔ کیونکہ اگر شاخ تلخ کسی خوش درخت میں لگا دی جائے تو اس کی خوش مزگی اس میں اثر کر جاتی ہے جب یہ بھی نہیں تو میں تجھے کس امید پر رکھ سکتا ہوں۔ یوں ہی سمجھنا چاہیے کہ جب کوئی اپنی ذات سے برا اور ناقابل اصلاح ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور کسی نیک کی صحبت میں بھی نہیں ہوتا تو میں اس کو ہی نقصان پہنچاتا ہوں۔ نہ کہ اچھوں کو یا ان کی صحبت والوں کو۔ جب میری یہ حالت ہے تو اگر میں نے تم کو ایک دین کے کام کے لئے جگایا ہے تو تم کو تعجب نہ کرنا چاہیے اور بدگمان نہ ہونا چاہیے کیونکہ اصل خصلت میری یہی ہے۔

شرح شبیری

شیطان کا حضرت معاویہؓ کو مکر کے چھپانے کیلئے پھر جواب دینا

گفت ابلیس الخ۔ یعنی شیطان نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ اس گرہ کو (جو تمہارے قلب میں میری جانب سے پڑ گئی ہے) کھول دو اس لئے کہ میں تو بھلے بُرے کی کسوٹی ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ میری وجہ سے بھی بھلے برے کا امتیاز ہوتا ہے جس طرح کہ انبیاء علیہم السلام کی ذات سے ہوتا ہے تو میرا وجود بھی رحمت ہے لہٰذا مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں اور اس سے بھلے بُرے کا تمیز ہونا ظاہر ہے۔

امتحان شیر یعنی حق تعالیٰ نے مجھے شیر اور کتے کا امتحان بنایا ہے اور مجھے کھوٹے کھرے کا امتحان بنایا ہے کہ میری ہی وجہ سے معلوم ہو جاتا ہے یہ برا ہے اور یہ اچھا ہے۔

قلب را من الخ۔ یعنی کھوٹے کو میں نے سیہ کب کیا ہے میں تو صراف ہوں میں نے اس کی قیمت لگا دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میری مثال کسوٹی اور صراف جیسی ہے تو کسوٹی یا صراف سونے کو کھوٹا کھرا تھوڑا ہی کر دیتے ہیں بلکہ صرف بتا دیتے ہیں کہ یہ کھوٹا ہے یہ کھرا۔ اور یہ صفت اس میں پہلے سے ہوتی ہے اسی طرح صفات ذمیمہ اور حمیدہ جو بھی ہوں انسان میں خود پہلے سے ہوتی ہیں میری وجہ سے صرف ان کا ظہور ہو جاتا ہے اس لئے میری کیا خطا ہاں اگر میں کسی کو برا بھلا بناتا تو بے شک مجھ پر الزام تھا۔

نیکو ان را الخ۔ یعنی نیکوں کی تو رہنمائی کرتا ہوں اور بدوں کی بھی پیشوائی کرتا ہوں غرضکہ جو جیسا ہے اس کو اس میں لگا دیتا ہوں باقی خود کچھ نہیں کرتا۔

صالحاں را الخ۔ یعنی صالحوں کا میں مقتدا ہوں اور جائے پناہ ہوں اور بدبختوں کی بھی میں مدد کرتا ہوں۔

باغبانم شاخ الخ۔ یعنی میں تو باغبان ہوں شاخ ترکی تو پرورش کرتا ہوں اور خشک شاخوں کو بھی کاٹتا ہوں۔ غرض کہ جو جیسا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں۔ آگے کہتا ہے کہ میری تو ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک کتے اور ہرن کی جفتی سے ایک بچہ پیدا ہوا اور لوگوں میں اختلاف ہوا کہ یہ ہرن ہے یا کتا۔ تو اس کا امتیاز کسی نے اس طرح کیا کہ اول اس کے سامنے گھاس رکھا اگر گھاس کھا لیا معلوم ہو گیا کہ ہرن ہے اگر نہ کھایا تو ہڈی رکھی اگر وہ کھا لی تو معلوم ہو گیا کہ کتا ہے اسی طرح اس دنیا میں برائی بھلائی مل کر ایک چیز پیدا ہوتی ہے اور وہ انسان ہے اب اختلاف ہوا کہ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

برا ہے یا بھلا تو میں نے اس کے سامنے دونوں راستے رکھ دیئے اگر برا ہے تو برائی کی طرف گیا اور اگر اچھا ہے تو بھلائی کی طرف جائے گا۔ تو جب میں تمیز دینے والا ہوں تو اس میں خود میری کیا خطا ہے؟ اب سمجھو کہ کہتا ہے کہ

این علفہامی نہم الخ۔ یعنی میں غذائیں رکھ رہا ہوں بھلا کس لئے (اس لئے کہ) تاکہ ظاہر ہو جائے کہ جانور کس کی جنس سے ہے۔

سگ چو از آہو الخ۔ یعنی کتے کے ایک ہرن سے بچہ پیدا ہوا تو اس کے کتے ہونے میں اور ہرن ہونے میں کوئی شک رکھے۔

تو گیاہ و استخوان الخ۔ یعنی تو گھاس اور ہڈی اس کے سامنے ڈال تاکہ معلوم ہو کہ کس کی طرف وہ رغبت کرتا ہے۔

گر بسوئے الخ۔ یعنی اگر ہڈی کی طرف آئے تب تو وہ کتا ہے اور اگر گھاس کو تلاش کرے تو آہو نسل ہے۔

اسی طرح دنیا میں بھی ہو رہا ہے کہ۔

قہر و لطفے الخ۔ یعنی قہر اور لطف دونوں ایک دوسرے کے ساتھ جفت ہوئے تو ان دونوں سے دنیا بھلی بری پیدا ہوئی تو اس بھلے برے کی تمیز کی یہ صورت ہے کہ

تو گیاہ و استخوان الخ۔ یعنی تو گھاس اور ہڈی دونوں کو پیش کر دے (آگے اس ہڈی اور گھاس کا بیان ہے یعنی) نفس اور روح دونوں کی روزی کو پیش کر دے الخ۔

گر غذائے الخ۔ یعنی اگر غذا نفس کی تلاش کرے تب تو وہ برا ہے اور اگر غذا روح کی چاہے تو سردار ہے تو میں بھی تو کرتا ہوں کہ دونوں راہیں سامنے کر دیں جس راہ سے مناسبت ہوئی اسی کو اختیار کر لیتا ہے۔

گر کند او خدمت الخ۔ اگر وہ تن کی پرورش میں لگ جائے تب تو گدھا ہے اور اگر دریائے جان میں جائے تو موتی پائے۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص شہوت و غضب وغیرہ اخلاق ذمیمہ کو اختیار کرے تب تو وہ بے وقوف ہے اور سمجھو کہ اس میں صلاحیت خیر کی نہیں ہے اور اگر پرورش روح کی کرے تو اس کو علوم و معارف حاصل ہوں گے آگے کہتا ہے کہ

گرچہ این الخ۔ یعنی اگرچہ یہ دونوں مختلف خیر و شر ہیں لیکن یہ دونوں ہیں ایک ہی کام میں اور وہ کام یہ ہے کہ دونوں ممیز ہیں اگر شیطان ہے تو وہ بھی ممیز ہے اور اگر انبیاء علیہم السلام ہیں وہ بھی ممیز ہیں ہاں اس قدر فرق ہے کہ

انبیا طاعات الخ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام تو طاعات کو پیش کرتے ہیں (اور اس سے نیک و بد میں تمیز ہوتی ہے) اور دشمن (دین) شہوات کو پیش کرتے ہیں (اس سے فرق ہوتا ہے مگر کام دونوں کا انبیاء و شیاطین کا ایک ہی ہوا یعنی نیک و بد میں فرق کرنا) اور کہتا ہے کہ

نیک را من بد کنم الخ۔ یعنی میں جو نیک کو بد کر دوں تو خدا تو نہیں ہوں میں تو داعی ہوں ان کا خالق تو نہیں ہوں۔

خوب را من زشت الخ۔ یعنی میں بھلے کو برا بنا دوں میں کوئی خدا تو نہیں ہوں برے بھلے کا آئینہ ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ میری قدرت میں یہ تو نہیں ہے کہ برے کو بھلا اور بھلے کو برا کر دوں اس لئے کہ یہ تو خدا کا کام

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ ہاں صرف اس قدر ہے کہ میرے ذریعہ سے نیک وبد معلوم ہو جاتا ہے تو اس میں میری کیا خطا ہے اس لئے کہ اگر آئینہ میں بری صورت بری معلوم دے تو آئینہ کی کیا خطا وہ صورت ہی بری ہے ہاں جو سمجھے گا نہیں وہ آئینہ کی خطا بتائے گا جیسے کہ ایک شخص بدصورت نے آئینہ دیکھا جب کالی کلوٹی صورت نظر آئی تو اس کو آگ میں ڈال دیا کہ اس کمبخت نے میری صورت بری کردی آگے بطور تمثیل کے اسی کا قصہ بیان کرتا ہے کہ

سوخت ہندو الخ۔ یعنی ایک ہندی آدمی نے آئینہ کو تکلیف کی وجہ سے جلا دیا کہ یہ آدمی کو سیاہ رو دکھاتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک ہندی نے اپنی صورت آئینہ میں دیکھی تو وہ جیسی تھی ویسی معلوم ہوئی تو آپ نے غصہ میں آ کر اس کو آگ میں ڈال دیا کہ یہ تو کمبخت انسان کی صورت بگاڑ کر دکھاتا ہے لہٰذا اس کو ناپید کر دینا چاہیے۔

گفت آئینہ گنہ الخ۔ یعنی آئینہ بولا کہ میری خطا نہیں ہے اس کی خطا بتا کہ جس نے آئینہ بنایا ہے۔

اومرا غماز الخ۔ یعنی اس نے غماز سچ بولنے والا بنایا ہے تا کہ میں بتا دوں کہ اچھا کون ہے اور برا کون ہے مطلب یہ ہے کہ آئینہ نے کہا کہ بھائی میری کیا خطا ہے جس نے مجھے اس قدر صاف اور مصقل بنایا ہے اس کی خطا ہے باقی مجھے تو چونکہ صیقل کر دیا ہے اس لئے مجھے چغل خور بنایا مگر راست گو بنایا غمازی کرتا ہوں مگر سچی جو بات واقعی ہوتی ہے اس کو ظاہر کر دیتا ہوں اگر کوئی اچھائی ہے تو اس کی اچھائی کو اور اگر کوئی برائی ہے تو اس کی برائی کو ظاہر کر دیتا ہوں تو شیطان کہتا ہے کہ میں تو زشت وخوب کے لئے آئینہ کی طرح ہوں۔ جیسا ہوتا ہے میرے اندر نظر آ جاتا ہے تو یہ میری خطا تو نہیں ہے بلکہ جس نے مجھے ایسا بنایا ہے یعنی حق تعالیٰ نے اس کی خطا ہو سکتی ہے اور ان کی خطا ہونا محال اور میری خطا یوں نہیں لہٰذا کسی کی بھی خطا نہیں ہے خود انسان ہی کی خطا ہے کہ وہ برا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ

من گواہم الخ۔ یعنی میں تو گواہ ہوں اور گواہ کو قید خانہ نہیں ہوتا۔ میں قیدیوں میں سے نہیں ہوں خدا گواہ ہے

ہر کجا بینم الخ۔ یعنی جہاں کہیں کہ میں کوئی میوہ دار درخت دیکھتا ہوں تو اس کو دایہ کی طرح پالتا ہوں۔

ہر کجا بینم درخت الخ۔ یعنی جہاں کہیں کہ کوئی درخت تلخ اور خشک دیکھتا ہوں اس کو کاٹ ڈالتا ہوں اس لئے کہ میں مشک اور مینگنی کو پہچانتا ہوں مطلب یہ ہے کہ میں بھلے برے کو خوب جانتا ہوں جو اچھا ہوتا ہے اس کی پرورش کرتا ہوں اور جو برے ہوتے ہیں ان کو خوب اچھی طرح تباہ و برباد کر دیتا ہوں۔ آگے کہتا ہے کہ

خشک گوید باغبان الخ۔ یعنی وہ خشک باغبان سے کہتا ہے کہ اے نوجوان میرا سر بے خطا کیوں کاٹ رہا ہے۔

باغبان الخ۔ یعنی باغبان کہتا ہے کہ اے زشت خو چپ رہ کیا تیرا خشک ہونا جرم کافی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ تیرے کاٹنے کے لئے اور کسی جرم کے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے صرف یہ جرم کافی ہے کہ تو خشک ہے۔ اسی طرح جب میں (شیطان) کسی کو جہنم واصل کرتا ہوں اور وہ کہے کہ کیوں مجھے برباد کر رہا ہے میری کیا خطا ہے تو کہتا ہوں کہ یہ تیری بدی اور برا ہونا کیا کچھ کم گناہ ہے تیرا تو یہی بہت بڑا گناہ ہے کہ تو بُرا ہے۔

خشک گوید الخ۔ یعنی وہ خشک کہتا ہے کہ ارے میں تو سیدھا ہوں ٹیڑھا بھی نہیں ہوں تو کیوں بے خطا میری جڑ کاٹ رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باغبان گوید الخ۔ یعنی باغبان کہتا ہے کہ اگر تو نیک بخت ہوتا تو کاش کہ کج ہو مگر تر ہوتا۔

جاذب آب الخ۔ یعنی تو آب زندگانی کا جاذب ہوتا اور آب زندگی میں ملا ہوا ہوتا۔ تو اسی طرح جب کوئی بدخو کہتا ہے کہ مجھے کیوں برباد کیا ہے میں نے کیا خطا کی میں تو ظاہر میں کیسا اچھا ہوں تو وہ کہتا ہے کہ ہاں ظاہر میں تو اچھا ہے مگر یہ تیری بھلائی کسی کام کی نہیں ہے کاش کہ تو بظاہر خوبصورت نہ ہوتا مگر تیری سیرت بھلی ہوتی اور تیرے اندر قابلیت علوم ومعارف کے حاصل کرنے کی ہوتی اور کہتا ہے کہ

تخم تو بد بودہ الخ۔ یعنی تیرا تخم برا ہے اور تیری اصل بھی اور تیرا میل کسی اچھے درخت کے ساتھ نہ ہو سکتا۔ اس لئے تجھے قطع کیا جاتا ہے اس لئے کہ اگر تر ہوتا تب تو کسی شاخ شیریں میں پیوند کر دیا جاتا اور اس سے تیرے اندر بھی شیرینی آ جاتی مگر اب جب کہ خشک ہے اب تو تو کسی کام ہی کا نہیں ہے۔

شاخ تلخ ار الخ۔ یعنی اگر شاخ تلخ (تر) کسی اچھے کے ساتھ پیوند ہو جاتی ہے تو وہ اچھا اس میں اثر کرتا ہے مگر تو کہ خشک ہے تیرے اچھے ہونے کی کوئی تدبیر ہی نہیں لہٰذا اب تیرا نہ ہونا ہی بہتر ہے تو شیطان کہتا ہے کہ جس طرح باغبان اس خشک کو قطع کر دیتا ہے میں بھی یہی کرتا ہوں اور اس کو جہنم رسید کر دیتا ہوں۔ یہ ساری تحقیقات بیان کر کے آگے خبیث پھر حضرت معاویہؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ

گر ترا ابیدار الخ۔ یعنی اگر آپ کو میں نے دین کے لئے جگا بھی دیا تو میری اصل خو تو یہی ہے (پھر تعجب کیوں ہے) جب حضرت معاویہؓ نے دیکھا کہ یہ یوں نہ بتائے گا تو سختی شروع کر دی اور فرمایا

عنف کردن امیر المومنین حضرت معاویہؓ با ابلیس علیہ اللعنۃ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے ساتھ سختی کرنا

گفت امیر اے راہزن حجت مگو	مر ترا رہ نیست در من رہ مجو
امیر (المومنین) نے فرمایا اے ڈاکو! حجت نہ کر	تیرا میرے اندر راستہ نہیں ہے راستہ نہ تلاش کر
رہزنی تو من غریب تاجرم	ہر لباساتے کہ آری کے خرم
تو ڈاکو ہے میں مسافر تاجر ہوں	"تو جو کیس بھی بدلے میں کب پسند کرتا ہوں؟
گرد رخت من مگرد از کافری	تو نہ رخت کسے را مشتری
بے ایمانی سے میرے سامان کے گرد چکر نہ لگا	تو کسی کے سامان کا خریدار نہیں ہے
مشتری نبود کسے را راہزن	ور نماید مشتری مکرست وفن
ڈاکو کسی سے خریدنے والا نہیں ہوتا ہے	اگر وہ خریدار ہونا ظاہر کرے مکاری اور چالاکی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ارے ڈکیت زیادہ دلیل نہ کر میرے اندر تیرا راستہ نہیں تو میرے اندر راستہ نہ تلاش کر۔ یعنی میں تیری باتوں میں نہ آؤں گا۔ مجھ سے نہ اڑ تو ڈکیت ہے اور میں مسافر تاجر ہوں صاحب بصیرت ہوں لہٰذا میں تیرے ہر مکر و زور کے لباس کو نہیں خرید سکتا۔ بلکہ میں پہچان لوں گا کہ اس میں نقص ہے خریدنے کے قابل نہیں یعنی میں تیری بناوٹ کو سمجھتا ہوں لہٰذا میں نہیں مان سکتا تو میرے متاع ایمان کے گرد بے ایمانی سے نہ پھر میں جانتا ہوں کہ تو چور ہے مال اڑانا چاہتا ہے نہ کہ خریدار و قدر دان۔ ڈکیت مشتری نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ اپنے کو مشتری ظاہر کرے تو یہ اس کا مکر و فریب ہے۔

نالیدن امیر المومنین حضرت معاویہؓ

بحق تعالیٰ از مکر ابلیس و نصرت خواستن

شیطان کے مکر سے امیر المومنین کا اللہ تعالیٰ سے نالہ وزاری کرنا اور مدد چاہنا

تا چہ دارد ایں حسود اندر کدو	اے خدا فریاد رس ما زیں عدو
نہ معلوم یہ حاسد کیا چال چل رہا ہے؟	اے خدا اس دشمن سے ہماری فریاد سن لے
گر یکے فصل دگر در من دمد	در رباید از من ایں رہزن نمد
اگر وہ ایک مرتبہ اور مجھ سے گفتگو کرے گا	یہ ڈاکو نمدہ اڑا لے جائے گا
ایں حدیثش ہمچو دود است اے الٰہ	دست گیر ار نہ گلیمم شد سیاہ
اے خدا! یہ اس کی گفتگو دھویں کی طرح ہے	میری دستگیری فرما ورنہ میری کملی کالی ہو جائے گی
من بحجت بر نیایم با بلیس	کوست فتنہ ہر شریف و ہر خسیس
میں دلیل سے شیطان سے نہ جیت سکوں گا	کیونکہ وہ ہر شریف اور ذلیل کے لئے (باعث) فتنہ ہے
آدمے کو علم الاسماء بگ ست	در تگ چوں برق ایں سگ بے تگ ست
(حضرت) آدمؑ جو علم الاسماء والے سردار ہیں	اس کتے کی برق جیسی رفتار کے مقابلہ میں بے رفتار ہیں
از بہشت انداختش بر روئے خاک	چوں سمک در شست او شد از سماک
اس نے ان کو بہشت سے زمین پر پھینک دیا	وہ بلندی سے مچھلی کی طرح اس کے کانٹے میں پھنس گئے
نوحۂ انا ظلمنا می زدے	نیست دستان و فسونش را حدے
انا ظلمنا کا رونا روتے تھے	اس کے مکر اور منتر کی انتہا نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندرون ہر حدیث او شرست	صد ہزاراں سحر در وے مضمرست
اس کی ہر بات میں شر ہے	اس میں لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں
مردی مرداں بہ بندد در نفس	در زن و در مرد افروزد ہوس
ایک پھونک میں بہادروں کی بہادری کو باندھ دیتا ہے	مرد و زن میں ہوس بھڑکا دیتا ہے
اے بلیس خلق سوز فتنہ جو	بر چیم بیدار کردی راست گو
اے شیطان مخلوق کو تباہ کرنے والے فتین!	سچ بتا تو نے مجھے کیوں جگایا؟
زانکہ حیلت در نگنجد با منے	ہیں غرض را در میاں نہ بے فنے
اس لئے کہ تیری حیلہ بازی مجھ میں اثر نہیں کر سکتی ہے	خبردار! بغیر مکاری کے مقصد بتا دے

شرح حبیبی

آخرکار ابلیس کی چالاکی سے پریشان ہو کر حضرت امیر معاویہ حق سبحانہ کی درگاہ میں مناجات کرتے ہیں اور فرماتے ہیں اے خدا تو میری فریاد سن اور اس دشمن کے مکر سے چھڑا نہیں معلوم اس کے اس فعل میں کیا چال مضمر ہے۔ اگر ایک مرتبہ اور یہ مجھ سے گفتگو کرے گا تو یہ رہزن میرا اندر ایمان اڑا لے گا۔ اے اللہ یہ اس کی گفتگو دھوئیں کی مثل ہے تو میری دست گیری کر ورنہ میرا کمبل سیاہ کر دے گا۔ یعنی میرے دل پر برا اثر ہوگا۔ میں ابلیس پر حجت سے غالب نہیں آ سکتا کیونکہ یہ تو بھلے برے سب لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے۔ آدم علیہ السلام جن کو علم الاسماء کا تمغہ عطا ہوا تھا اس کتے کی برق رفتاری کے مقابلہ میں عاجز رہ گئے اور یہ ان سے بازی لے گیا ان کو بہشت سے زمین پر پہنچا دیا اور وہ سماک (مرتبہ عالیہ) سے جدا ہو کر اس کی شست میں مچھلی کی طرح پھنس گئے بالآخر ربنا ظلمنا انفسنا کہہ کہہ کر روتے تھے اے اللہ اس کے منتر اور فریب کی تو کوئی حد ہی نہیں۔ اس کی ہر بات میں کوئی نہ کوئی شر ہے بلکہ ہزاروں لاکھوں جادو اس میں مستتر ہیں۔ یہ کمبخت بڑے بڑے ہمت والوں کی ہمت ایک پھونک میں پست کر دیتا ہے اور عورت و مرد میں آتش ہوس افروختہ کرتا ہے یہاں تک حق سبحانہ سے دعا کر کے پھر ابلیس کی طرف مخاطب ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں اے خلقت کو جلانے والے اور فتنہ کے ڈھونڈنے والے ابلیس سچ بتلا تو نے مجھے کیوں جگایا کیونکہ تیری چالاکی میرے سامنے نہیں چل سکتی دیکھ بناوٹ نہ کر اور اصلی غرض بیان کر دے۔

باز تقریر ابلیس تلبیس خود را با امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

امیر المومنین حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنی مکاری کی دوبارہ تقریر کرنا

گفت ہر مردے کہ باشد بدگماں	نشنود او راست را با صد نشاں
بولا جو شخص بدگمان ہو	وہ سو علامتوں والی سچی بات بھی نہیں سنتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر دروے کہ خیال اندیش شد	چوں دلیل آری خیالش بیش شد
جس کا باطن شکی ہو	جب تو دلیل بیان کرے گا اس کا شک اور بڑھے گا
چوں سخن دروے رود علت شود	تیغ غازی وزد را آلت شود
جب اس کے (دل میں) بات جاتی ہے بیماری بن جاتی ہے	مجاہد کی تلوار چور کا ہتھیار بن جاتی ہے
پس جواب او سکوتست وسکوں	ہست با ابلہ سخن گفتن جنوں
تو اس کا جواب خاموشی اور سکوت ہے	بیوقوف سے بات کرنا پاگل پن ہے
تو زحق ترس وزحق جو قطع نفس	کہ تو از شرش بماندستی بہ حبس
تو خدا سے ڈر اور نفس کو چھوڑنے کی خدا سے دعا کر	کیونکہ تو اس کے شر کی وجہ سے قید خانہ میں ہے
تو زمن باحق چہ نالی اے سلیم	تو بنال از شر ایں نفس لئیم
اے بھولے! تو اللہ سے میرا کیا شکوہ کرتا ہے	تو اس لئیم نفس کے شر سے نالہ کر
تو خوری حلوا ترا دمل شود	تب بگیرد طبع تو مختل شود
تو حلوا کھائے گا تو پھوڑا پیدا ہوگا	بخار چڑھے گا طبیعت بگڑ جائے گی
بے گنہ لعنت کنی ابلیس را	چوں نہ بینی از خود آں تلبیس را
تو بے خطا ابلیس پر لعنت بھیجتا ہے	اپنی جانب سے اس مکاری کو کیوں نہیں سمجھتا ہے؟
نیست از ابلیس از تست اے غوی	کہ چو روبہ سوئے دنبہ می روی
اے گمراہ یہ شیطان کی جانب سے نہیں ہے (بلکہ) تیری جانب سے ہے	کیونکہ تو لومڑی کی طرح دنبہ کی جانب جاتا ہے
چونکہ در سبزہ بہ بینی دنبہ را	دام باشد ایں ندانی روبہا
جب تو سبزے میں دنبہ کو دیکھتا ہے	اے لومڑی! تو نہیں سمجھا کہ جال ہوگا
زاں ندانی کت ز دانش دور کرد	میل دنبہ چشم عقلت کور کرد
تو اس لئے نہیں سمجھا کہ تجھے عقل سے جدا کر دیا ہے	دنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کر دیا ہے
حبک الاشیاء یعمیک و یصم	نفسک السوء قد جنت لا تختصم
چیزوں کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے	تیرے برے نفس نے ظلم کیا ہے نہ جھگڑ
تو گنہ بر من منہ کژ مژ مبیں	من ز بد بیزارم واز حرص و کیں
تو مجھ پر گناہ (کی ذمہ داری) نہ ڈال تو ٹیڑھی نگاہوں سے نہ دیکھ	میں برائی اور حرص و کینے سے بیزار ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

من بدی کردم پشیمانم ہنوز	انتظارم تادے ام گردد تموز
میں نے برائی بھی کی تھی ابھی تک شرمندہ ہوں	انتظار میں ہوں تا کہ میرا ماگھ ساون بن جائے
ہست کین و حرص از طبائع مختلف	مر مرا کے چار ضد شد مکتنف
کینہ اور حرص مختلف (عناصر سے بنی ہوئی) طبیعتوں کی پیداوار ہے	مجھے چار مخالف (عنصروں) نے کب گھیرا ہے
ہم امیدے می پزم با درد و سوز	تا کہ کے گردد شب دیجور روز
میں بھی درد و سوز کے ساتھ امید رکھتا ہوں	کہ اندھیری رات کب دن بنتی ہے؟
متہم گشتم میان خلق من	فعل خود بر من نہد ہر مرد و زن
میں لوگوں میں بدنام ہو گیا ہوں	ہر مرد و عورت اپنا کام میرے ذمہ لگاتا ہے
گرگ بیچارہ اگرچہ گرسنہ است	متہم باشد کہ او در طنطنہ است
بیچارہ بھیڑیا اگرچہ بھوکا ہے	(لیکن) بدنام ہوتا ہے کہ وہ اکڑ میں ہے
چونکہ نتواند ز ضعف او راہ رفت	خلق گوید تخمہ است از قوت زفت
چونکہ وہ کمزوری کی وجہ سے چل نہیں سکتا ہے	لوگ کہتے ہیں کہ موٹی خوراک سے بدہضمی میں ہے

شیطان نے جواب دیا کہ اصل بات یہ ہے کہ جو شخص بدگمان ہوتا ہے وہ سچی بات سو دلیلوں کے ساتھ بھی نہیں مانتا اور جس دل پر توہمات کا غلبہ ہوتا ہے جب تم اس کے سامنے کوئی دلیل بیان کرو گے تو اس کے توہمات میں ترقی ہوگی۔ جب کوئی معقول بات اس میں پہنچتی ہے مادہ فاسدہ بن جاتی ہے اور اس کی ایسی مثال ہو جاتی ہے جیسے غازی کی تلوار جو فی الحقیقت آلۂ السلاح ہو ڈاکو کے ہاتھ میں جا کر آلۂ فساد بن جاتی ہے ایسے شخص کا جواب سکوت اور خاموشی کے سوا کچھ نہیں کیونکہ بیوقوف کے ساتھ گفتگو کرنا جنون ہے تم کو چاہیے کہ خدا سے ڈرو اور اس سے اس کی درخواست کرو کہ وہ تم کو نفس سے جدا کرے کہ تم اس کے شر سے خرابیوں میں گرفتار ہو۔ خدا کے سامنے میری کیا فریاد کرتے ہو۔ تم کو اس خبیث نفس کی شرارت سے فریاد چاہیے۔ دیکھو تم مٹھائیاں کھاتے ہو اس سے تمہارے دل نکل آتا ہے اور بخار چڑھتا ہے اس لئے تمہاری طبیعت بگڑ جاتی ہے یہ ہوتے تو محض نفس کے سبب سے ہیں مگر بے قصور اور بلاوجہ ابلیس پر لعنت کرتے ہو۔ اس فریب کو اپنے نفس کی طرف سے کیوں نہیں سمجھتے۔ ابلیس کی جانب سے یہ فعل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں اس کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ خود تمہارے نفس کی طرف سے ہے کہ وہ لومڑی کی طرح خوش خوش دنبہ کی طرف جاتا ہے اور اس کو اپنے لئے نافع سمجھتا ہے مگر جبکہ وہ دنبہ کو سبزہ میں دیکھ کر اس کی طرف جاتا ہے تو یہ نہیں سمجھتا کہ وہ جال ہے جو مضرت پہنچائے گا۔ تم اس نقصان کو اس لئے نہیں جان سکتے کہ مرغوب شے کی رغبت نے تم کو سمجھ سے بالکل الگ کر دیا ہے اور تمہاری چشم عقل کو اندھا کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔اس لئے کہ عام قاعدہ ہے کہ ایک شے کی محبت اندھا اور بہرا کر دیتی ہے کہ نہ وہ مضرت کو دیکھ سکتا ہے اور نہ کسی کی نصیحت سنتا ہے۔جب یہ تم کو معلوم ہو گیا تو سمجھو کہ تمہارا نفس بدی مجرم ہے تم دوسروں سے نہ لڑو تم غلط بین نہ ہو اور خواہ مخواہ مجھے الزام نہ دو۔ مجھے تو برائی سے حرص سے عداوت سے سخت نفرت ہے پھر ایسی باتوں کی ترغیب کیوں دینے لگا۔حرص اور مخالفت تو مختلف طبیعتوں کے اجتماع سے پیدا ہوتی ہے مجھ کو کون سی چار ضدیں گھیرے ہوئے ہیں کہ میرے اندر حرص وعداوت ہو (یہ مطلب اچھا معلوم ہوتا ہے گو کا یہ قول "مر مرا کہ چار ضد شد مکتنف" جھوٹ اور فریب ہوگا کیونکہ تحقیق یہی ہے کہ وہ بھی عناصر اربعہ سے مرکب ہے لیکن ناریت غالب ہے) میں نے عمر بھر میں ایک برائی کی ہے لیکن مجھے اب تک اس کی ندامت ہے اور مجھے انتظار ہے کہ دیکھئے کہ میری خزاں بعد کب بہار قرب حق سے مبدل ہوتی ہے اور سوز وگداز کے یا بے چینی وقلق کے ساتھ امیدلگا رہوں کہ کب وہ دن ہو گا کہ میری بدقسمتی کی شب تاریک خوش نصیبی کی روز روشن سے مبدل ہوگی۔ میری تو یہ حالت ہے لیکن اس پر بھی دنیا میں میں بدنام ہو گیا اور حالت یہ ہو گئی کہ مرد اور عورت اپنے فعل کو میرے ہی سر منڈھتا ہے۔سچ ہے بد اچھا بدنام بڑا بھیڑیا چونکہ بدنام ہے اس لئے اگر وہ بھوکا بھی ہو تب بھی لوگ یہی کہیں گے کہ خوب مگن ہو رہا ہے اور جبکہ وہ ضعف کے سبب چل بھی نہ سکے تو کہتے ہیں کہ کوئی قوی غذا کھائی ہے جس سے اتنا اپھر گیا کہ چلا بھی نہیں جاتا۔

شرح شبیری

حضرت معاویہؓ کا ابلیس سے سختی کرنا

گفت امیر اے الخ۔ یعنی حضرت امیرؓ نے فرمایا کہ اے ڈاکو دلیل مت بھگار تجھے کوئی راستہ نہیں ہے میرے اندر راستہ مت تلاش کر۔ مطلب یہ کہ تو مجھے نہیں بہکا سکتا ہے اس لئے ذرا مجھ پر رحم فرمایئے اور جو سیدھی سیدھی بات ہے کہہ دیجئے ورنہ خبر لی جائے گی آگے اپنی اور ابلیس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

رہزنی الخ۔ یعنی ارے تو تو ڈاکو ہے اور میں غریب تاجر ہوں تو تو جو لباس لائے گا میں کب خریدوں گا۔ مطلب یہ ہے کہ تو تو ڈاکو ہے اور میں تاجر ہوں اگرچہ کم درجہ کا اور غریب ہی ہوں مگر آخر پھر بھی کچھ تو مجھے بھی پہچان ہے اس لئے میں تیرے دعوکوں میں آنے والا نہیں ہوں۔

گرد رخت من الخ۔ یعنی میرے اسباب کے پاس کافری کی وجہ سے ذرامت پھر و اس لئے کہ تو کسی کے اسباب کو خریدنے والا نہیں ہے بلکہ صرف دھوکہ دہی کے لئے سوداگر بنا پھرتا ہے تاکہ لوگوں کو خوب اچھی طرح سے ٹھگے۔

مشتری نبود الخ۔ یعنی ڈاکو کسی کا خریدار نہیں ہوتا اور اگر اپنے کو خریدار ظاہر کرے تو وہ مکر ہے اور چالاکی ہے۔لہٰذا تو جو کہتا ہے کہ میں نے تجھے دین کے لئے جگایا ہے بالکل غلط اور زور ہے۔ غرضکہ جب گفتگو اس حد

www.besturdubooks.wordpress.com

تک پہنچی تو حضرت معاویہؓ نے حق تعالیٰ سے دعا کی اور مدد چاہی کہ یا الٰہی اس کے مکر کو ظاہر فرمادے اور مجھے بچا۔

حضرت معاویہؓ کا حق تعالیٰ کی درگاہ میں نالہ وزاری کرنا اور مدد چاہنا

ناچہ دارد الخ۔ یعنی یہ حاسد اپنے باطن میں کیا رکھتا ہے اے خدا ہمارے فریاد کو اس عدو کے مقابلہ میں پہنچئے۔

گر یکے الخ۔ یعنی اگر یہ ایک بھی اور پھونک میرے اندر ماردے تو یہ رہزن میرا نمدہ بھی اڑالے گا۔

مطلب یہ کہ اگر اسی طرح یہ حجت کرتا رہا تو مجھے خوف اپنے ایمان کا ہے۔

ایں حدیثش الخ۔ یعنی یا الٰہی یہ اس کی باتیں دھوئیں کی طرح ہیں رحم فرمایئے ورنہ میرا کمبل تو سیاہ ہوجائے گا۔ مطلب یہ کہ مجھ پر کہیں اس کی یہ فسوں اور باتیں اثر نہ کرجائیں خدا کے لئے رحم کیجئے۔

من بحجت بر نیایم الخ۔ یعنی میں شیطان کے ساتھ مناظرہ میں تو غالب نہیں آسکتا اس لئے کہ وہ تو ہر بھلے اور برے کے لئے فتنہ ہے۔

آدمے چون الخ۔ یعنی وہ آدم جو کہ علم الاسماء والے ہیں اس کی بجلی جیسی چال کے آگے بے تک ہیں۔

مطلب یہ کہ وہ آدم علیہ السلام کہ جن کی شان میں علم الاسماء آیا ہے اور اس قدر بڑے اور عالم اور حقیقت شناس تھے اس نالائق کی چالاکیوں کے سامنے وہ بھی نہ چل سکے اور آخر یہ نتیجہ ہوا کہ

از بہشت انداختش الخ۔ یعنی ان کو بہشت سے روئے زمین پر لاڈالا اور وہ اس کی جال میں سماک سے مچھلی کی طرح پھنس گئے۔

نوحہ اناظلمنا الخ۔ یعنی اناظلمنا الخ کا نوحہ کررہے تھے اس شیطان کے مکروفریب کی تو کوئی حد ہی نہیں۔

مطلب یہ کہ جب وہ اس بلا میں مبتلا ہوگئے تو اب بجز اس کے کہ حق تعالیٰ سے دعا کررہے تھے اور کچھ بھی نہ ہوا۔ اس خبیث سے بازی نہ لے جاسکے۔

مردیٔ مردان الخ۔ یعنی اس کی ہر بات میں شر ہے اور اس کے اندر لاکھوں جادو پوشیدہ ہیں۔

مردیٔ مردان الخ۔ یعنی مردوں کی مردانگی کو ایک دم میں باندھ دیتا ہے اور مرد وعورت میں ہوس کو بڑھاتا ہے ایک جادو ہوتا ہے جس سے مرد عنین ہوجاتا ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ شیطان وہ ہے کہ اس کے جادو سے بڑے بڑے مردان خدا نامرد اور کم ہمت ہوگئے بس اس کمبخت کے ہاتھ سے خدایا مجھے بچا بس یہ دعا کرکے اب پھر اس خبیث کی طرف متوجہ ہوکر فرماتے ہیں کہ۔

اے بلیس الخ۔ یعنی اے شیطان خلق کو جلانے والے فتنہ کے ڈھونڈنے والے تو نے کس وجہ سے مجھے جگایا سچ بتا۔

زانکہ حیلت الخ۔ یعنی اس لئے کہ میرے ساتھ حیلہ نہیں سماتا ہاں بات کو بیان کردے بے کسی دھوکے کے۔

یہ سن کر خبیث کہتا ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر ابلیس کا اپنی تلبیس کی حضرت رضؓ کے سامنے تقریر کرنا

گفت ہر مرد یکہ الخ۔ یعنی کہنے لگا کہ جو آدمی کہ بدگمان ہوتا ہے وہ سچ بات کو باوجود سونشانیوں کے بھی نہیں سنتا۔ مطلب یہ کہ چونکہ آپ کو مجھ سے بدگمانی ہوگئی ہے اس لئے آپ میری سچ بات کو بھی غلط ہی جانتے ہیں۔

ہر درونے الخ۔ یعنی جو دل کہ خیال کا سوچنے والا ہوگیا جب تم دلیل لاؤ گے اس کا خیال زیادہ ہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو بدگمانی ہو جائے تو اس سے جتنی باتیں کرو وہ بدگمان زیادہ ہی ہوتا ہے۔

چون سخن الخ۔ یعنی جب اس بدگمان میں کوئی بات جائے وہ بھی علت ہو جائے جیسا کہ غازی کی تلوار چور کے لئے آلہ (چوری کا) ہو جاتی ہے مطلب یہ ہے کہ اس خبیث نے کہا کہ چونکہ تم کو بدگمانی میری طرف سے ہے اس لئے ساری باتوں کو غلط ہی سمجھتے ہو ورنہ میں بالکل صحیح کہہ رہا ہوں۔

پس جواب الخ۔ یعنی پس جواب اس بدگمان کا سکوت ہے اور سکون اس لئے کہ بیوقوف کے ساتھ بات کرنا جنون ہے خبیث رافضی معلوم ہوتا ہے جو حضرت معاویہؓ کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔

تو زحق ترس الخ۔ یعنی تو حق تعالیٰ سے ڈر اور حق تعالیٰ سے اس نفس کا قطع ہونا چاہ کہ تو اس کے ہی شر سے حبس میں ہے۔

تو زمن الخ۔ یعنی ارے بھلے آدمی تو حق کے سامنے میری وجہ سے کیا روتا ہے اس مردود نفس کے شر سے رو۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو اس قدر شریر ہوں بھی نہیں جتنا کہ تیرا نفس ہے اس لئے میری وجہ سے کیا حق تعالیٰ سے پناہ مانگ رہا ہے اس نفس سے جس کو کہ بغل میں لئے بیٹھا ہے پناہ مانگ بعض بزرگوں نے لکھا بھی ہے کہ نفس زیادہ پریشان کرتا ہے شیطان اس قدر نہیں کرتا۔ اور اس بات کو جس کا دل چاہے آزما کر دیکھ لے پہچان اس کی یہ لکھی ہے کہ دیکھو کہ جو وسوسہ آ رہا ہے آیا ایک وسوسہ ہی بار بار آتا ہے یا کہ نئے نئے وساوس آتے ہیں۔ اگر بار بار آتا ہے وہ تو نفس کا ہے اور یہی اکثر ہے کہ ایک وسوسہ آیا اس کو دفع کیا اور پھر وہی موجود ہے اور اگر نئے نئے وسوسے آئیں تو سمجھ لو کہ وساوس شیطانی ہیں اور نئے وساوس بہت کم آتے ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ شیطان تو صرف اضرار اور اضلال چاہتا ہے تو جب وہ ایک وسوسہ کو دیکھتا ہے کہ اس سے کام نہیں چلا تو دوسرا وسوسہ لاتا ہے اور نفس کا مقصود ہوتا ہے حصول حظ مزا لینا تو جب وہ اس قصد سے وسوسہ ڈالتا ہے اور اس کو کوئی زائل کر دے تو اس کو لذت تو آئی ہی نہیں اس لئے وہ اسی کو پھر لاتا ہے اور یہ قاعدہ بھی کلی نہیں بلکہ اکثری اور اس کے ضمن میں مولانا کو یہ بھی بتلانا ہے کہ اس شیطان سے تو بچتے ہو مگر اس سے بڑھ کر دشمن تو تمہاری بغل میں دھرا ہوا ہے غرض کہ شیطان نے کہا کہ مجھ سے کیا پناہ مانگتے ہو اپنے نفس سے پناہ مانگو۔

خود خوری حلوا الخ۔ یعنی تو خود تو حلوا کھائے اور تیرے ذل ہو جائے اور بخار آئے اور طبیعت خراب ہو جائے۔

بے گنہ لعنت الخ۔ یعنی بے خطا شیطان کو لعنت کرتے ہو تم اس تلبیس کو اپنے ہی اندر سے کیوں نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھتے۔ مطلب یہ کہ خود تو برا کام کیا اور لعنت شیطان پر بھلا اس کے کیا معنی ہیں ارے بھائی یہ تو خود تمہارے اندر سے ساری باتیں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی مضمون کو استاد ذوق نے لکھا ہے کہ مجھ کو آتی ہے ہنسی ان حضرت انسان پر + فعل بد تو خود کریں لعنت کریں شیطان پر

نیست از ابلیس الخ۔ یعنی ارے گمراہ یہ ابلیس کی طرف سے نہیں بلکہ تیری ہی طرف سے ہے کہ تو لومڑی کی طرح دنبہ کی طرف جارہا ہے۔

چونکہ در سبزہ الخ۔ یعنی اے لومڑی جبکہ تو سبزہ میں دنبہ کو دیکھتی ہے وہ جال ہوتا ہے تجھے اس کی خبر نہیں ہے۔ شاید لومڑی کے پکڑنے کے لئے دنبہ وغیرہ کو سبزہ میں باندھتے ہوں گے اس پر وہ آتی ہوگی تو جال میں پھنس جاتی ہوگی اس لئے فرماتے ہیں کہ اے کمبخت نفس جو لومڑی کی طرح مکار ہے تو جو ان علوم و معارف کے شکار کرنے کے لئے جارہا ہے تجھے یہ بھی خبر ہے کہ وہاں جال ہے اور جہنم میں جا گرے گا۔

زان ندانی الخ۔ یعنی تو اس لئے نہیں جانتا کہ تجھے عقل سے دور کردیا ہے اور دنبہ کی خواہش نے تیری عقل کو اندھا کردیا ہے۔

حب الاشیاء الخ۔ یعنی محبت اشیاء کی تجھے اندھا اور بہرا کردیتی ہے اور تیرے نفس برے نے جنایت کی ہے تو اس سے جھگڑا مت کر۔

تو گنہ بر من الخ۔ یعنی تو مجھ پر گناہ مت رکھ اور ٹیڑھا میڑھا مت دیکھ میں برے آدمی سے بیزار ہوں اور حرص سے اور کینہ سے۔

من بدی کردم الخ۔ یعنی میں نے ایک گناہ کیا ہے تو اب تک پشیمان ہوں اور انتظار میں ہوں کہ میری رات دن سے بدل جائے۔

حرص و کینہ الخ۔ یعنی حرص اور کینہ مختلف طبائع سے آتا ہے اور مجھے بھی چار ضدوں نے ترکیب دی ہے۔

ہم امیدے الخ۔ یعنی میں بھی امید کررہا ہوں درد و سوز کے ساتھ کہ میری شب دیجور (دیکھئے) کب روز ہوتی ہے۔

متہم گشتم میان الخ۔ یعنی میں ساری مخلوق میں متہم اور بدنام ہوگیا اور ہر مرد و عورت میرے اوپر اپنے فعل کو رکھ دیتے ہیں۔

گرگ بیچارہ الخ۔ یعنی بھیڑیا بیچارہ اگرچہ بھوکا ہو مگر بدنام ہوگا کہ اکڑ میں ہے

چونکہ نتواند الخ۔ یعنی جبکہ وہ ضعف کی وجہ سے چل نہ سکے تو لوگ کہتے ہیں کہ مجرب غذا کی وجہ سے تخمہ ہو گیا ہے اسی طرح میں اگرچہ کیسا ہی مسکین ہوں مگر سب مجھ ہی کو بدنام کرتے ہیں۔ خیر اپنے منہ سے گرگ تو بنا خبیث مردود۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

باز جستن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حقیقت غرض را از ابلیس

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا شیطان سے مقصد کی حقیقت پھر معلوم کرنا

گفت غیر راستی نرہاندت	داد سوئے راستی می خواندت
(حضرت معاویہؓ نے) فرمایا تجھے سچ کے سوا کچھ نہیں چھڑائے گا	انصاف تجھے سچائی کی دعوت دیتا ہے
راست گوتا وارہی از چنگ من	مکر نہ نشاند غبار جنگ من
سچ کہہ دے تاکہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے	مکاری میری لڑائی کے غبار کو فرو نہیں کر سکتی ہے
گفت چوں دانی دروغ و راست را	اے خیال اندیش و پر اندیشہا
اس نے کہا آپ جھوٹ اور سچ کو کیسے سمجھ لیں گے؟	اے شکی اور توہمات سے بھرے ہوئے
گفت پیغمبر نشانے دادہ است	قلب و نیکو را محک بنہادہ است
انہوں نے فرمایا پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے علامت بتادی ہے	کھوٹے اور کھرے کی کسوٹی متعین کر دی ہے
گفتہ است الکذب ریب فی القلوب	باز الصدق طمانین و طروب
فرمایا ہے جھوٹ دلوں میں شک (پیدا کرنے والا ہے)	پھر (فرمایا) سچ اطمینان و خوشی (پیدا کرتا ہے)
دل نیارامد ز گفتار دروغ	آب و روغن ہیچ نفروزد فروغ
جھوٹی بات سے دل کو سکون نہیں ملتا ہے	پانی اور تیل روشنی کو نہیں بڑھاتا ہے
در حدیث راست آرام دلست	راستی ہا دانۂ دام دلست
سچی بات میں دل کا سکون ہے	سچائیاں دل کے جال کا دانہ ہیں
دل مگر رنجور باشد بد دہاں	کو نداند چاشنی این و آں
مگر وہ دل جو بیمار ہو اور اس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو	کیونکہ وہ اس کے اور اس کے مزے کو نہیں سمجھتا ہے
چوں شود از رنج و علت دل سلیم	طعم صدق و کذب را باشد علیم
جب دل تکلیف اور بیماری سے محفوظ ہو جائے	تو وہ سچ اور جھوٹ کے مزے سے واقف ہوتا ہے
حرص آدمؑ چوں سوئے گندم فزود	از دل آدمؑ سلیمی را ربود
(حضرت) آدمؑ کی حرص جب گیہوں کی طرف بڑھی	(حضرت) آدمؑ کے دل سے سلامتی کو اڑا لے گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

پس دروغ و عشوہ ات را گوش کرد	غرہ گشت و زہر قاتل نوش کرد
تو تیرے جھوٹ اور مکر کو سن لیا	فریب کھا گئے اور قاتل زہر پی لیا
گندم از کژدم ندانست آں نفس	می برد تمیز از مست ہوس
اس وقت وہ گیہوں اور بچھو میں امتیاز نہ کر سکے	(ہوس) ہوس سے مدہوش کی تمیز کو زائل کر دیتی ہے
خلق مست آروز اند و ہوا	زاں پذیرا اند دستان ترا
لوگ تمنا اور حرص سے مست ہیں	اس لئے تیرے مکر کو قبول کر لینے والے ہیں
ہر کہ خود را از ہوا خو باز کرد	گوش خود را آشنائے راز کرد
جس نے اپنے آپ کو حرص کی خصلت سے چھڑا لیا	اس نے اپنے کان کو راز سے آشنا کر لیا
ہمچناں کہ در حکایت گفتہ اند	بشنو آنرا تا کشاید بستہ بند
جس طرح لوگوں نے حکایت میں بیان کیا ہے	اس کو سن لے تاکہ گرہ کھل جائے

شکایت قاضی از آفت قضا و جواب نائب او

قاضی کا قضیات کی مصیبت کا شکوہ کرنا اور اس کے نائب کا جواب

قاضئے بنشاندند او می گریست	گفت نائب قاضیا گریہ ز چیست
لوگوں نے ایک قاضی کو مسند نشین کیا وہ رونے لگا	نائب نے کہا اے قاضی! رونا کس وجہ سے ہے
ایں نہ وقت گریہ و فریاد تست	وقت شادی و مبارک باد تست
یہ رونے اور چیخنے کا وقت نہیں ہے	تیری خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے
گفت آہ چوں حکم راند بیدلے	درمیان آں دو عالم جاہلے
اس نے کہا ہائے! ایک ناواقف کس طرح فیصلہ کرے	ایک نادان دو جانکاروں کے درمیان؟
آں دو خصم از واقعہ خود واقف اند	قاضئے مسکیں چہ داند زاں دو بند
وہ دونوں فریق اپنے واقعہ سے واقف ہیں	دو بندشوں (جہل اور غفلت) کی وجہ سے قاضی بے چارہ کیا جانے
جاہل ست و غافل ست از حال شاں	چوں رود در خون شان و مال شاں
وہ ان کی حالت سے جاہل ہے اور غافل ہے	وہ ان کی جان اور مال میں کیسے مداخلت کرے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت خصماں عالم اندو علتی	جاہلی تو لیک شمع ملتی
اس (نائب) نے کہا دونوں فریق واقف ہیں اور غرضی ہیں	آپ ناواقف ہیں لیکن ملت کی شمع ہیں
زانکہ تو علت نداری درمیاں	آں فراغت ہست نور دیدگاں
کیونکہ اس میں آپ کی کوئی غرض نہیں ہے	(غرض سے) خالی ہونا آنکھوں کی روشنی ہے
واں دو عالم را غرض شاں کور کرد	علم شاں را علت اندر گور کرد
ان دونوں واقف کاروں کو ان کی غرض نے اندھا کر دیا ہے	ان کے علم کو غرض نے دفن کر دیا ہے
جہل را بے علتی عالم کند	علم را علت کژو ظالم کند
بے غرضی ناواقفیت کو علم والا بنا دیتی ہے	غرض علم کو کج اور ظالم بنا دیتی ہے
تاتو رشوت نستدی بینندۂ	چوں طمع کردی ضریر و بندۂ
جب تک تو رشوت نہ لے تو بینا ہے	جب تو نے لالچ کیا تو اندھا اور (نفس کا) غلام ہے
از ہوا من خوی را وا کردہ ام	لقمہائے شہوتی کم خوردہ ام
میں نے عادت کو ہوس سے علیحدہ کر لیا ہے	میں نے شہوت (نفس) کے لقمے نہیں کھائے ہیں
چاشنی گیر دلم شد با فروغ	راست را داند حقیقت از دروغ
میرا (معارف کا) ذوق رکھنے والا دل روشن ہو گیا ہے	سچ کی حقیقت جھوٹ سے جدا کر لیتا ہے

اس کے جواب میں امیر معاویہؓ نے پھر فرمایا کہ سچ کے سوا کوئی چیز تجھے نہیں چھڑا سکتی انصاف تجھے راستی کی طرف بلاتا ہے یعنی انصاف اسی کا مقتضی ہے کہ تو سچ بولے۔ پس تو سچ کہہ دے تاکہ میرے پنجہ سے نجات پائے ورنہ مکر و فریب میری منازعت کو نہیں دبا سکتا۔ شیطان نے کہا کہ تم تو ذہی ہو آخر یہ تو بتاؤ کہ تمہارے پاس کیا معیار ہے جس سے تم جھوٹ اور سچ میں تمیز کر سکتے ہو اور جس کے بنا پر میرے بیان کو جھوٹ کہتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ اور جھوٹ کی ایک شناخت بتلائی ہے اور اس کو کھرے کھوٹے کی پہچان کے لئے معیار قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ نے فرمایا الصدق طمانیة والکذب ریبة یعنی جھوٹی بات سے دل کو تسکین نہیں ہوتی (جس طرح کہ تیل میں پانی کی آمیزش سے روشنی نہیں بڑھتی) اور سچی بات سے دل کو سکون ہو جاتا ہے اور سچی باتیں دل کے لئے دانہ دام ہیں۔ بجز اس دل کے جو بیمار ہو اور جس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا ہو کیونکہ وہ بے شک دونوں میں امتیاز نہیں کر سکتا لیکن جب دل امراض سے صحیح و سالم ہوتا ہے تو وہ صدق و کذب کے مزہ کو ضرور جان لیتا ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جائے کہ پھر آدم علیہ السلام نے میرے جھوٹ کو کیوں نہ پہچان

www.besturdubooks.wordpress.com

لیا کیونکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ان کے دل میں دانہ گندم کھانے کی حرص بڑھی تو اسی حرص نے ان کے دل کے مزاج کو اعتدال سے کسی قدر منحرف کر دیا لہٰذا انہوں نے تیرا مکروفریب سن لیا اور دھوکا کھا گئے اور سم قاتل کو کھالیا اور ان کو امتیاز نہ ہوا کہ یہ دانہ گندم ہے یا حقیقت میں کژدم ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہوس مست ہوس کی تمیز کو کھو دیتی ہے۔ نیز چونکہ مخلوق ہوا و ہوس میں مبتلا ہے اس لئے وہ تیرے فریب کو قبول کر لیتے ہیں لیکن جو شخص اپنی خصلت ہوا و ہوس سے جدا کر چکا ہے وہ حقیقت پر مطلع ہوتا ہے اور ہرگز دھوکا نہیں کھاتا جیسا کہ ایک حکایت مشہور ہے تو اس کو سن تاکہ یہ عقدہ حل ہو جائے اور تجھے میرے قول کی صداقت معلوم ہو جائے لوگوں نے ایک شخص کو قاضی بنا کر بٹھلا تو وہ رونے لگا اس کے نائب نے کہا قاضی صاحب آپ کیوں روتے ہیں یہ آپ کے رونے پیٹنے کا وقت نہیں ہے بلکہ آپ کے لئے خوشی اور مبارکباد کا وقت ہے۔ قاضی نے فرمایا کہ بھائی میں اس لئے روتا ہوں کہ ایک متردد اور ناواقف شخص دو واقفوں کا فیصلہ کیونکر کر سکتا ہے۔ مدعی و مدعا علیہ تو حقیقت حال سے واقف ہیں قاضی بے چارہ جو دو قیدوں میں پھنسا ہوا ہے ایک جہل دوسری غفلت وہ ان دو قیدوں کے باعث حقیقت حال کو کیونکر جان سکتا ہے اور جبکہ یہ ان کی حالت سے بالکل ناواقف اور بے خبر ہے پھر یہ ان کے خون و مال میں مداخلت کیونکر کر سکتا ہے نائب نے کہا کہ بے شک وہ دونوں مدعی و مدعا علیہ واقف ہیں۔ مگر مریض ہوا و ہوس میں اس لئے جاہل ہیں۔ اور آپ گو ناواقف ہیں مگر با ایں ہمہ شمع ملت ہیں۔ چونکہ آپ کی کوئی غرض نہیں ہے لہٰذا یہ آپ کا غرض سے خالی ہونا آپ کی دل کی آنکھوں کو منور کرنے والا ہے اور اس کی بدولت آپ حقیقت حال سے واقف ہو سکتے ہیں اور مدعی و مدعا علیہ کی اغراض نے ان کو اندھا کر دیا ہے اور آپ کے علم کو خاک میں ملا دیا۔ پس بے غرضی سے جہل مبدل بہ علم ہو جاتا ہے اور غرض علم کو دل سے نکال دیتی ہے۔ بس جب تک آپ رشوت نہ لیں گے آپ بینا رہیں گے اور جب رشوت لیں گے تو نابینا اور بندۂ غرض ہو جائیں گے۔ آپ کو حق ناحق کچھ نہ دکھلائی دے گا۔ محض وہ غرض پیش نظر ہو گی جبکہ تو یہ قصہ سن چکا اور تجھے معلوم ہو گیا کہ ہوا و ہوس ہی وہ شے ہے جو چشم دل کو اندھا کر دیتی ہے تو اب سمجھ کہ میں نے اپنے آپ کو ہوائے نفسانی سے بالکل الگ کر لیا ہے اور غذائے ہوا و ہوس نہیں کھائی ہے اس لئے میرا اسرار و معارف کا مزہ چکھنے والا دل منور ہے اور میں سچ اور جھوٹ میں امتیاز کر سکتا ہوں۔

شرح شبیری

پھر حضرت معاویہؓ کا ابلیس سے بالحاح سوال کرنا اسکا جواب

گفت غیر راستی الخ۔ یعنی حضرت نے فرمایا کہ سوائے سچ کے تجھے کوئی چھڑا نہیں سکتا انصاف تجھے راستی کی طرف بلا رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

راست گو تا الخ۔ یعنی سچ کہہ دے تا کہ تو میرے چنگل سے چھوٹ جائے اس لئے کہ مکر میری لڑائی کے غبار کو فرو نہ کرے گا مطلب یہ کہ مکر سے میں تجھے چھوڑونگا نہیں سچ سچ کہہ دے تو خیر چھوڑ بھی دوں گا۔

گفت چون دانی الخ۔ یعنی شیطان نے کہا کہ تم جھوٹ سچ کو کس طرح جانو گے اے بدگمان اور پر اندیشہ۔ مطلب یہ کہ اگر میں نے سچ کہا بھی تب بھی تمہیں کیسے خبر ہوگی کہ میں سچ ہی بول رہا ہوں۔

گفت پیغمبر نشانے الخ۔ یعنی امیر نے فرمایا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نشانی دی ہے نیک قلب کو کسوٹی بنایا ہے لہٰذا اگر تو سچ بولے گا تو میرا قلب اس کو فوراً قبول کرلے گا۔

گفتہ است الکذب الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جھوٹ سے قلب میں ایک شبہ رہتا ہے اور پھر صدق قلوب کے اندر اطمینان اور خوشی ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے الصدق طمانیۃ والکذب ریبۃ اسی طرف اشارہ ہے۔

دل نیارامد الخ۔ یعنی جھوٹ سے قلب کو آرام نہیں ملتا۔ پانی اور تیل کب روشنی بڑھا سکتے ہیں۔ اسی طرح جھوٹ کب قلب میں سکون پیدا کرسکتا ہے تو اگر مجھے اطمینان ہوگیا تو سمجھ لونگا کہ سچ ہے۔

در حدیث الخ۔ یعنی حدیث میں ہے کہ سچ آرام دل کا ہے اور راستیاں دام دل کا دانہ ہیں۔ یعنی جب سچ بولا اور قلب کو اطمینان ہوا اور قلب مسخر ہوا۔

دل مگر رنجور الخ۔ یعنی دل جو کہ بیمار اور بد دہان ہوتا ہے وہ اس کی اور اس کی چاشنی کو نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ جو قلب کہ سلیم نہ ہو اس کو تو بے شک صدق و کذب میں تمیز نہیں ہوتی ورنہ ضرور ہوتی ہے۔

چون شود از الخ۔ یعنی جبکہ رنج و علت سے دل سلیم ہو جائے وہ صدق و کذب کے مزے سے واقف ہو جاتا ہے۔

حرص آدم الخ۔ یعنی آدم علیہ السلام کو حرص نے جب گندم کی طرف بڑھایا تو آدم علیہ السلام کے دل سے سلیمی جاتی رہی۔

پس دروغ و عشوہ الخ۔ یعنی پس انہوں نے تیرے مکر اور جھوٹ کو سن لیا اور دھوکہ میں آگئے اور زہر قاتل کو پی لیا۔

کژدم از گندم الخ۔ یعنی اس وقت بچھو میں اور گیہوں میں فرق نہیں جانتا اور وہی حرص مست ہوس سے تمیز کو لے جاتی ہے۔

خلق مست الخ۔ یعنی چونکہ مخلوق حرص و ہوا میں مست ہیں اس لئے تیرے مکر کو قبول کرلیتے ہیں۔

ہر کہ خود را الخ۔ یعنی جس نے کہ ہوا و ہوس سے اپنے کو چھڑا لیا اس نے اپنے کان کو آشنا راز کا کیا۔ مطلب یہ کہ اس کو اسرار و حقائق حق پر اطلاع ہوگئی۔

ہمچنانکہ الخ۔ یعنی جیسے کہ حکایت میں بیان کیا ہے لوگوں نے ذرا تم اس کو سنو تا کہ یہ بندھا ہوا بند کھل جائے۔ آگے ایک قاضی کی حکایت لاویں گے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص کو لوگوں نے قاضی بنادیا تو وہ مسند

www.besturdubooks.wordpress.com

پر بیٹھ کر رونے لگا۔ نائب نے دریافت کیا کہ حضرت روتے کیوں ہیں تو انہوں نے کہا کہ بات یہ ہے کہ اصل واقعہ سے تو فریقین ہی مطلع ہوتے ہیں اور میں ناواقف محض۔ تو کیا خبر ہے کہ کیا فیصلہ کر دوں اس لئے رو رہا ہوں کہ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے تو اس نائب نے کہا کہ اگر آپ کی نیت بخیر ہے اور آپ کو کسی قسم کی حرص نہیں ہے تب تو خواہ کچھ بھی فیصلہ کر دو وہ بھی درست ہے اور مواخذہ نہیں ہے اور اگر حرص ہے تو پھر درست بھی کر دو تب بھی مواخذہ ہے تو اس حکایت کو اس پر لاتے ہیں کہ ہر کہ خود دراز ہوا خود باز کرد الخ کہ دیکھو اس نے بھی کہا کہ اگر آپ کو حرص نہیں ہے تو کچھ غم نہیں ہے اب حکایت سنو۔

ایک قاضی کا آفت قضا کی شکایت کرنا اور اسکے نائب کا جواب

قاضی بہ نشاندند الخ۔ یعنی ایک قاضی کو لوگوں نے مسند پر بٹھایا اور وہ رو رہے تھے تو نائب نے کہا کہ اجی قاضی صاحب روتے کس لئے ہو۔

این نہ وقت گریہ الخ۔ یعنی یہ وقت تو آپ کی گریہ وفریاد کا نہیں ہے بلکہ خوشی اور مبارک بادی کا وقت ہے۔

گفت آہ چون الخ۔ یعنی قاضی نے کہا کہ افسوس ایک بے دل کس طرح حکم چلادے دو عالم (اصلی معاملہ) کے اندر ایک جاہل یعنی فریقین تو عالم ہیں اصل معاملہ سے اور میں جاہل تو دو عالموں میں ایک جاہل کیا فیصلے کرے گا۔

آن دو خصم از الخ۔ یعنی وہ دونوں فریق خود تو واقعہ سے واقف ہیں اور بے چارہ قاضی ان دونوں باتوں کو کیا جانے۔

جاہل ست وغافل الخ۔ یعنی ان کی حالت سے بالکل غافل اور جاہل ہے تو ان کے خون اور مال میں کس طرح دخل دے۔

گفت خصمان الخ۔ یعنی نائب نے عرض کیا کہ دونوں فریق بے شک عالم ہیں مگر غرض مند ہیں اور تم باوجود یہ کہ جاہل ہو مگر شمع ملت ہو۔

زانکہ تو علت الخ۔ یعنی اس لئے کہ تم کوئی علت ہی درمیان نہیں رکھتے ہو اور نور دیدہ کے لئے یہ کافی ہے۔

وان دو عالم الخ۔ یعنی وہ دونوں عالم ہیں مگر غرض نے ان کو اندھا کر دیا ہے اور ان کی اس علت نے ان کے علم کو گور میں گرا دیا ہے۔

جہل را بے علتی الخ۔ یعنی بے غرضی تو جہل کو بھی عالم بنا دیتی ہے اور غرض علم کو بھی دلوں سے نکال دیتی ہے۔ آگے حضرت امیر معاویہؓ فرماتے ہیں کہ

تا تو رشوت الخ۔ یعنی جب تک کہ تو رشوت نہ لے تو بینا ہے اور جب تو نے طمع کی تو تو اندھا ہے اور قیدی ہے۔ پس جب معلوم ہو گیا کہ حرص وہوا وہ شے ہے کہ انسان کو حقیقت بینی سے اندھا کر دیتی ہے اور اگر یہ نہ ہو تو حقیقت اشیاء کو انسان جانتا ہے لہٰذا بہ برکت فیض حضرت صلی اللہ علیہ وسلم حرص وہوا تو میرے اندر ہے نہیں لہٰذا اگر تو سچ بولے گا تو مجھے فوراً معلوم ہو جائے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از ہوا من الخ۔ یعنی حرص و ہوا کو میں نے اپنی خصلت سے باہر کر دیا ہے اور شہوتی لقمے میں نے بہت کم کھائے ہیں لہٰذا مجھے حقیقت کی پہچان ہے۔

چاشنی گیر الخ۔ یعنی میرا چاشنی گیر دل با فروغ ہو گیا ہے وہ سچ کی حقیقت کو کذب سے جان لیتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ لطف حق کی چاشنی کو یہ میرا قلب بھی چکھ چکا ہے اس لئے یہ حقائق اشیاء کو پہچان لیتا ہے لہٰذا اگر تو سچ بولے گا تو میرا دل فوراً قبول کر لے گا۔ یہ فرما کر حضرت امیرؓ کو جلال آ گیا اور اس سے سختی فرما کر اقرار کرا ہی لیا آگے مولانا اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

باقرار آوردن حضرت معاویہؓ ابلیس را کہ چرا بیدار کردی

حضرت معاویہؓ کا شیطان سے اقرار کرالینا کہ اس نے کیوں جگایا ہے

اے سگ ملعون جواب من بگو	راست گو و در دروغے رہ مجو
اے ملعون کتے! میرا جواب دے	سچ کہہ اور جھوٹ کا راستہ تلاش نہ کر
تو چرا بیدار کردی مر مرا	دشمن بیداریستی اے دغا
تو نے مجھے کیوں جگایا ؟	اے (مجسم) دھوکے! تو بیداری کا دشمن ہے
ہمچو خشخاشے ہمہ خواب آوری	ہمچو خمرے عقل و دانش رابری
تو خشخاش کی طرح مجسم خواب آور ہے	شراب کی طرح عقل اور سمجھ کو زائل کر دیتا ہے
چار میخت کردہ ام ہیں راست گو	راست را دانم تو حیلتہا مجو
میں نے تجھے شکنجہ میں کس لیا ہے سچ کہہ دے	میں سچ کو پہچان لوں گا تو بہانے نہ بنا
من زہر کس آں طمع دارم کہ او	صاحب آں باشد اندر طبع و خو
میں ہر آدمی سے وہی توقع رکھتا ہوں	جس کا وہ طبیعت اور عادت میں مالک ہے
من ز سرکہ می نجویم شکری	ہر مخنث را نہ گیرم لشکری
میں سرکہ میں مٹھاس نہیں تلاش کرتا ہوں	میں کسی ہیجڑے کو سپاہی نہیں بناتا ہوں
ہمچو گبراں می نجویم از بتے	کہ بود حق یا ز حق او آیتے
میں کافروں کی طرح بت میں جستجو نہیں کرتا ہوں	کہ وہ خدا ہو یا خدا کی کوئی نشانی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

من ز سرگیں می نجویم بوئے مشک	من در آب جو نجویم خشت خشک
میں گوبر میں مشک کی خوشبو نہیں تلاش کرتا ہوں	میں پانی میں سوکھی اینٹ نہیں تلاش کرتا ہوں
من نجویم پاسبانی راز دزد	کار نا کردہ نجویم ہیچ مزد
میں چور سے چوکیداری نہیں چاہتا ہوں	کام کئے بغیر میں کوئی مزدوری نہیں چاہتا ہوں
من ز شیطاں ایں نجویم کوست غیر	کو مرا بیدار گرداند بخیر
میں شیطان سے یہ امید نہیں رکھتا کیونکہ وہ غیر ہے	کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے جگائے

امیر نے فرمایا او سگ ملعون میری بات کا جواب دے اور سچ سچ بتلا جھوٹ کومت ڈھونڈ کہ بے سود ہے بتا تو نے مجھے کیوں جگایا۔ اے سراپا دغا تو بیداری کا دشمن ہے پھر کیا وجہ تھی کہ تو اس کا طالب ہوا تو تو پوستے کی طرح نیند لاتا ہے اور شراب کی طرح عقل وفہم کو زائل کر دیتا ہے پھر کیا سبب ہے کہ تو نے اپنی اس خاصیت کو چھوڑ کر اس کی ضد اختیار کی ہے دیکھ تو حیلے تلاش نہ کرنا کیونکہ میں سچ کو پہچانتا ہوں میرے سامنے حیلہ نہ چلے گا تو سچ سچ بیان کر دے تو میرے شکنجہ میں ہے میں تجھ کو بدوں سچ کہے نہ چھوڑوں گا میں ہر شخص سے اسی بات کی توقع رکھتا ہوں جو اس کی طبیعت و سرشت میں ہے لہٰذا میں سرکہ سے شکر ہونے کی توقع نہیں رکھتا اور مخنث سے سپاہ گری کا امیدوار نہیں ہوتا۔ میں کافروں کی طرح بت میں خدائی یا نشانی خدا نہیں ڈھونڈتا میں گوبر میں بوئے مشک نہیں تلاش کرتا اور ندی کے پانی میں خشک اینٹ نہیں ڈھونڈتا میں چور سے پاسبانی کی توقع نہیں رکھتا اور بدوں کام کے مزدوری کا امیدوار نہیں ہوتا علیٰ ہذا میں شیطان سے بھی اس کا متوقع نہیں کہ وہ مجھے کسی بہتری کے لئے جگائے کیونکہ وہ نااہل ہے۔

شرح شبّیری

حضرت معاویہؓ کا ابلیس لعین سے اقرار کرالینا

اے سگ الخ۔ یعنی ارے ملعون کتے میرا جواب دے سچ کہہ دے کسی جھوٹ میں راستہ مت ڈھونڈ۔

تو چرا الخ۔ یعنی تو نے مجھے کیوں جگایا ارے دغا باز تو تو بیداری کا دشمن ہے۔

ہمچو خشخاشے الخ۔ یعنی افیون کی طرح تو تو بالکل نیند اور غفلت ہی لاتا ہے اور شراب کی طرح تو تو عقل و دانش کو بھی لے جاتا ہے۔ جب تیرے یہ کام ہیں تو اب بجائے غفلت لانے کے تیرا بیدار کرنا خالی از علت نہیں ہے جلد بتا کہ کیا بات ہے۔

چار میخت کردہ الخ۔ یعنی میں نے تجھے محبوس کر لیا ہے اب سچ بتادے میں تو سچ کو جانتا ہوں تو بہت حیلے مت ڈھونڈ۔

من ز ہر کس الخ۔ یعنی میں ہر شخص سے وہی امید رکھتا ہوں جو کہ اس کی طبیعت اور خصلت کے اندر ہو یعنی اگر کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

صحیح بولے تو مجھے معلوم ہو جاتا ہے اور جھوٹ کہے تب معلوم ہو جاتا ہے لہٰذا ٹھیک بتادو۔ آگے مثالیں ہیں کہ

من ز سرکہ الخ۔ یعنی میں سرکہ سے شکر ہونے کو نہیں ڈھونڈتا اور ہر مخنث کو میں لشکری نہیں بناتا۔

ہمچو گبران الخ۔ یعنی کافروں کی طرح میں بت سے اس امر کا امیدوار نہیں ہوں کہ وہ خود حق ہوگا یا حق تعالیٰ کی جانب سے کوئی نشانی ہوگی مطلب یہ کہ میں اصل واقعی امر کو جانتا ہوں مجھے کوئی دھوکا نہیں دے سکتا۔

من ز سرگین الخ۔ یعنی میں گوبر میں سے مشک کی بو نہیں تلاش کرتا اور پانی میں خشک اینٹ نہیں ڈھونڈتا

من نجویم الخ۔ یعنی میں چور سے پاسبانی کا متلاشی نہیں ہوں اور بے کام کیے ہوئے میں مزدوری کا متلاشی نہیں ہوں۔ غرضکہ مطلب یہ کہ میں بے جوڑ کام نہیں کرتا کہ تو کہے تو غلط اور میں اس کو صحیح سمجھوں۔ بلکہ غلط کہے گا تو غلط اور درست کہے گا تو درست سمجھوں گا۔

من ز شیطان الخ۔ یعنی میں شیطان سے اس کا متلاشی نہیں ہوں کہ وہ مجھے بھلائی کے لئے بیدار کرے گا اس لئے کہ وہ تو غیر ہے غرضیکہ اس سے یہی کہا کہ بس خیر اسی میں ہے کہ سچ بول دو تب اس نے جو دل کی بات تھی وہ کہہ دی۔

شرح حبیبی

راست گفتن ابلیس ضمیر خود را با حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

شیطان کا امیر معاویہؓ سے دل کی بات سچ کہہ دینا

گفت بسیار آں بلیس از مکر و عذر	میرا زو نشنید کرد استیز و نکر
شیطان نے مکر اور عذر کی بہت باتیں کیں	امیر (المومنین) نے نہ سنی جھگڑا اور انکار کیا
از بن دنداں بگفتش بہر آں	کردمت بیدار میداں اے فلاں
ان سے عاجزی سے اس نے کہا' اس لئے	سمجھ لیجئے میں نے آپ کو بیدار کیا ہے' اے فلاں
تارسی اندر جماعت در نماز	از پے پیغمبر دولت فراز
تاکہ آپ نماز باجماعت میں شریک ہو جائیں	پیغمبر بلند دولت کی سنت کے لئے
گر نماز از وقت رفتے' مر ترا	ایں جہاں تاریک گشتے بے ضیا
اگر نماز وقت سے گزر جاتی تو آپ کے لئے	یہ دنیا' بے رونق اندھیری ہو جاتی
از غبین و درد رفتے اشکہا	از دو چشم او مثال مشکہا
نقصان اور درد کے آنسو بہتے	ان کی دونوں آنکھوں سے مشکوں کی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

ذوق دارد ہر کسے در طاعتے	لاجرم نشکیبد ازوے ساعتے
ہر شخص ایک عبادت کا ذوق رکھتا ہے	لامحالہ تھوڑی دیر بھی اس سے صبر نہیں کر سکتا ہے
از غبین و درد بودے صد نماز	کو نماز و کو فروغ آں نیاز
وہ نقصان اور درد سو نمازیں بن جاتا	کہاں نماز اور کہاں اس عاجزی کا نور

شیطان نے بہت کچھ عذر کئے اور بہت دھوکے دیئے لیکن امیر نے ایک بھی نہ سنی اور لڑتے رہے اور یوں ہی جھگڑتے اور تردید کرتے رہے۔ آخرش مجبور ہو کر اس نے کہا کہ میں نے تم کو اس لئے جگایا تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز و جماعت میں پہنچ جاؤ کیونکہ اگر تمہاری نماز باجماعت فوت ہو جاتی تو یہ جہاں تمہاری نظر میں فرط غم سے تیرہ و تار ہو جاتا اور اس خسارہ اور تکلیف کے باعث تمہاری آنکھوں سے مشکوں کی طرح آنسو جاری ہوتے کیونکہ ہر شخص کو ایک طاعت کے ساتھ خاص دلچسپی ہوتی ہے اور وہ اس کے بغیر دم بھر صبر نہیں کر سکتا ہے چنانچہ میں نے دیکھا کہ تم کو نماز سے زیادہ دلچسپی ہے اگر تمہاری نماز فوت ہو گئی تو یہ تمہاری نظر میں بہت بڑا خسارہ ہو گا اور بہت بڑی تکلیف دہ بات ہو گی اور یہ خسارہ و تکلیف تمہارے لئے اجر کے لحاظ سے سو نمازوں کے برابر ہو جائے گی۔ پھر کجا ایک نماز اور کجا وہ فروغ نیاز۔ جو سو نمازوں کے برابر ہو چنانچہ ایک مرتبہ ایسا ہو بھی چکا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

شرح شبّیری

ابلیس لعین کا حضرت معاویہؓ سے اپنا راز دل کہہ دینا

گفت بسیار آں الخ۔ یعنی شیطان نے بہت سے مکر اور عذر کئے مگر حضرت امیرؓ نے کوئی نہ سنا اور سختی اور زجر فرمایا۔

از بن دندان الخ۔ یعنی تہ دل سے ان سے عرض کیا کہ جناب میں نے اس لئے جگایا تھا کہ

تارسی الخ۔ یعنی تا کہ تم نماز کے لئے جماعت میں حضرت پیغمبرؐ دولت بلند کے پیچھے پہنچ جاؤ۔

گر نماز الخ۔ یعنی اگر آپ کی نماز بے وقت ہو جاتی تو یہ جہان آپ کی نظر میں تاریک ہو جاتا۔

از غبین و درد الخ۔ یعنی رنج اور کلفت کی وجہ سے بہت آنسو نکلتے آپ کی آنکھوں سے مشک کی طرح مطلب یہ کہ اگر آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ کو رنج ہوتا اور آپ روتے اور اس سے ترقی درجات کی ہوتی۔ اس لئے میں نے جگا دیا کہ خیر جتنے ہیں اسی قدر مراتب رہیں بڑھیں تو نہ۔ اللھم احفظنا من مکائدہ۔ بھلا کوئی بتائے کہ حضرت معاویہ ہی کا ظرف تھا کہ جوانہوں نے اس کے کہنے کو نہ مانا اور برابر پوچھتے ہی رہے ورنہ کسی کا ذہن ہے جو اس قدر دور پہنچے اللھم احفظنا۔

ذوق دارد الخ۔ یعنی ہر شخص ایک طاعت میں ایک ذوق رکھتا ہے اور ضرور اس سے ایک گھڑی کو صبر نہیں پا سکتا۔

آن غبین الخ۔ یعنی وہ رنج اور درد سو نماز کے برابر ہو جاتا کہاں تو وہ نماز اور کہاں فروغ اس نیاز کا۔ یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کا مرتبہ بدر جہا بڑھا ہوا ہے۔ آگے ایک حکایت اس عاجزی اور نیاز کی فضیلت کی مظہر لاتے ہیں۔

فضیلت حسرت خوردن آں شخص بر فوت نماز جماعت

نماز باجماعت کے فوت ہو جانے پر اس شخص کے افسوس کی فضیلت

آں یکے می رفت در مسجد دروں	مردم از مسجد ہمی آمد بروں
ایک شخص مسجد میں جا رہا تھا	لوگ مسجد سے باہر نکل رہے تھے
گشت پرساں کہ جماعت راچہ بود	کہ ز مسجد می بروں آیند زود
اس نے دریافت کیا کہ جماعت کا کیا ہوا؟	کہ لوگ مسجد سے جلدی سے باہر آ رہے ہیں
آں یکے گفتش کہ پیغمبر نماز	باجماعت کرد و فارغ شد زراز
ایک شخص نے اس سے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز	باجماعت ادا کر دی اور دعا سے فارغ ہوگئے
تو کجا در می روی اے مرد خام	چوں پیمبر باز داد آخر سلام
اے ناقص! تو کہاں اندر جاتا ہے	جبکہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے آخری سلام پھیر دیا
گفت آہ و درد زاں آمد بروں	آہ اومی داد از دلبوئے خوں
اس نے آہ کہا' اور اس آہ سے درد ظاہر ہوا	اس کی آہ نے دل کے خون کی بو دی
آں یکے گفتا بدہ ایں آہ را	ویں نماز من ترا بادا عطا
ایک شخص نے اس سے کہا یہ آہ دے دے	اور یہ میری نماز تیرے لئے ہے
گفت دادم آہ پذرفتم نماز	او ستد آں آہ را باصد نیاز
اس نے کہا میں نے آہ دیدی' نماز قبول کر لی	اس نے وہ آہ لے لی جو سینکڑوں عاجزیوں کے ساتھ تھی
بانیاز و با تضرع باز گشت	باز بود و در پے شہباز رفت
وہ عاجزی اور تضرع کے ساتھ لوٹا	باز تھا اور بعد میں شہباز (ہو کر) لوٹا
شب بخواب اندر بگفتش ہاتفے	کہ خریدی آب حیوان و شفے
ایک غیبی آواز نے خواب میں اس سے کہا	کہ تو نے آب حیات اور شفا خرید لی
حرمت ایں اختیار و ایں دخول	شد نماز جملۂ خلقاں قبول
اس پسندیدگی اور مداخلت کے احترام کی وجہ سے	تمام لوگوں کی نماز قبول ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک شخص صحابی مسجد میں جار ہا تھا اور لوگ باہر نکل رہے تھے۔اس نے دریافت کیا کہ جماعت کیا ہوئی۔کہ لوگ اس قدر جلد مسجد سے نکل کر جارہے ہیں کیا آج جماعت نہ ہوگی کسی نے کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت اور راز و نیاز باحق سبحانہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بھی سلام پھیر چکے ہیں تو تم اب وقت جماعت کی توقع میں مسجد میں کیسے جارہے ہو یہ سن کر اس نے ایک آہ کی جس کے ساتھ اس کے جلے ہوئے دل سے دھواں نکلا اس کی آہ سے بوئے خون آتی تھی جس سے معلوم ہوتا تھا کہ دل پرُ خون سے نکلی ہے کسی نے کہا اچھا اگر تجھ کو فوت نماز باجماعت کا اس قدر ملال ہے تو اس آہ کا ثواب مجھے دیدے اور میں نے اپنی نماز باجماعت کا ثواب تجھے دیا۔ اس نے کہا اچھا میں نے آہ کا ثواب دیا اور جماعت کا ثواب لیا۔اس نے اس آہ کا ثواب لے لیا۔جو نہایت خشوع کے ساتھ کی گئی تھی اور اس نیاز و خشوع کا ثواب لے کر واپس لوٹا۔اس سے اس کو اتنی ترقی ہوئی کہ پہلے باز تھا اب شہباز سے لگا کھانے لگا۔رات کو ہاتف نے خواب میں کہا کہ تو نے تو آب حیات اور سراسر شفا خرید لی۔تیرے اس اختیار اور اس دخول فی اللہ کے سبب تمام مخلوق کی نماز مقبول ہوگئی اس سے تو سمجھ سکتا ہے کہ تیرا یہ فعل کتنا اکرم عنداللہ ہے۔

شرح شبّیری

ایک شخص کا جماعت کی نماز فوت ہو جانے پر حسرت کھانا

آن یکے الخ۔یعنی ایک شخص مسجد کے اندر جا رہے تھے اور لوگ مسجد سے نکل رہے تھے۔

گشت پرسان الخ۔یعنی وہ پوچھنے لگے کہ جماعت کو کیا ہوا کہ مسجد سے جلدی ہی باہر آرہے ہیں۔

آن یکے گفتش کہ الخ۔یعنی ایک نے کہا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے باجماعت نماز پڑھ لی اور مناجات سے فارغ ہو گئے ہیں۔

تو کجا دری روے الخ۔یعنی اے مردخام تو کہاں جارہا ہے جبکہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا ہے مطلب یہ ہے کہ جماعت کی طلب میں فضول جارہے ہو ورنہ مسجد کے جانے سے نہیں روکتے۔

گفت آہ الخ۔یعنی اس نے ایک آہ کی اور اس سے دھواں نکلا اور اس کی آہ دل سے خون کی بو آرہی تھی۔

آن یکے گفتا بدہ الخ۔یعنی ایک شخص نے اس سے کہا کہ اس آہ کا ثواب تو مجھے دیدے اور میری باجماعت نماز کا ثواب حق تعالیٰ تجھے دیدے۔

گفت دادم الخ۔یعنی اس نے کہا کہ میں نے آہ دی اور نماز قبول کی تو اس دوسرے نے اس آہ کو سو نیاز کے ساتھ لے لیا۔مطلب یہ کہ اس کے ثواب کو اس نے بہت شوق سے لے لیا۔

بانیاز و باالخ۔یعنی وہ بانیاز اور باتضرع واپس چلے گئے۔وہ باز تھے اور شہباز کے پیچھے گئے۔مطلب یہ کہ اول تو ان کا

www.besturdubooks.wordpress.com

درجہ اتنا نہیں تھا مگر جب اس تضرع وزاری کا ان کو ثواب مل گیا تو ایک بہت بڑی شے ہاتھ آ گئی اور اس کو لے کر وہ چلے گئے۔

شب بخواب اندر الخ یعنی رات کو ایک ہاتف نے اس آہ لینے والے سے کہا کہ تو نے تو آب حیوان اور شفا کو خرید لیا۔

حرمت این الخ یعنی اس اختیار اور اس قبول کی برکت سے تمام لوگوں کی نماز بھی قبول ہو گئی۔ مطلب یہ کہ اس آہ کی وہ برکت تھی کہ اس کی برکت سے اور لوگوں کی نماز بھی سب کی قبول ہو گئی تو چونکہ نماز کے فوت ہونے میں یہ درجات عالیہ حاصل ہوتے تھے اس لئے اس شیطان لعین نے حضرت امیر کو بیدار کیا تھا آگے اسی کا تتمہ ہے فرماتے ہیں کہ

تتمۂ اقرار ابلیس با حضرت معاویہؓ مکر و فریب خود را

شیطان کا حضرت امیر معاویہؓ سے اپنے مکر و فریب کے اقرار کر لینے کا تتمہ

پس عزازیلش بگفت اے میر راد	مکر خود اندر میاں باید نہاد
اس کے بعد شیطان نے کہا اے دانا امیرا	(مجھے) اپنا مکر بیان کر دینا چاہیے
گر نمازت فوت می شد آں زماں	می زدی از درد دل آہ و فغاں
اگر اس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی	تو آپ دل کے درد کے ساتھ آہ و فغاں کرتے
آں تاسف وآں فغان وآں نیاز	در گذشتے از دو صد رکعت نماز
وہ افسوس کرنا اور وہ فریاد اور وہ عاجزی	نماز کی دو سو رکعتوں سے بڑھ جاتی
من ترا بیدار کردم از نہیب	تا نسوزاند چناں آہے حجیب
میں نے اس خوف سے آپ کو جگا دیا	تاکہ ایسی آہ پردے کو نہ جلا دے
تا چناں آہے نباشد مر ترا	تا بداں راہے نباشد مر ترا
تاکہ ایسی آہ تمہیں حاصل نہ ہو جائے	تاکہ اس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو
من حسودم از حسد کردم چنیں	من عدوم کار من مکرست وکیں
میں تو حاسد ہوں میں نے حسد کی وجہ سے ایسا کیا	میں تو دشمن ہوں میرا کام مکاری اور کینہ وری ہے
مکر من دیدی مباش ایمن زمن	تا شوی صدر جہاں اندر زمن
آپ نے میرا مکر دیکھ لیا مجھ سے مطمئن نہ ہوئیے	تاکہ آپ زمانے میں عالم کے صدر بن جائیں

شرح حبیبی

عزازیل نے کہا اے حکیم امیر اب میں تجھ کو اپنے مکر کا حقیقی راز پھر بتائے دیتا ہوں وہ یہ کہ جب میں ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

واقعہ ایسا دیکھ چکا تھا تو میں نے خیال کیا کہ اگر تمہاری نماز فوت ہو جاتی تو اس وقت تم درد دل سے آہ و فغاں کرتے اور وہ تاسف وہ آہ وہ خشوع دو سو رکعت سے بڑھ جاتا لہٰذا میں نے تم کو اس خوف سے جگا دیا کہ مبادا ایسے آہ اس حجاب کو نہ جلا دے جو ہنوز تمہارے اور حق کے درمیان باقی ہے اور قرب کامل تم کو نہ حاصل ہو جائے اور تا کہ تم کو یہ نصیب نہ ہو۔ اور اس آہ تک تمہاری رسائی نہ ہو سکے۔ میں فی الحقیقت حاسد ہوں اور یہ جو کچھ میں نے کیا ہے حسد سے کیا ہے میں فی الحقیقت دشمن ہوں اور میرا کام مکر و عداوت ہی ہے۔

شرح شبّیری

حضرت معاویہؓ کے سامنے ابلیس لعین کا اپنے مکروفریب کے اقرار کر لینے کا تتمہ

پس عزازیلش الخ۔ یعنی پس عزازیل نے ان سے عرض کیا کہ اے جوان مرد اب اپنے مکر کو درمیان رکھنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ اب خلاصی اسی میں ہے کہ جو بات ہے اصل وہ ظاہر کر دینی چاہیے۔

گر نمازت الخ۔ یعنی اگر اس وقت آپ کی نماز فوت ہو جاتی تو آپ درد دل کی وجہ سے آہ و فغاں کرتے۔

آن تاسف الخ۔ یعنی اس افسوس اور فغاں اور نیاز کا ثواب دو سو رکعت نماز سے بھی بڑھ جاتا اس لئے کہ اصل تو تضرع و زاری ہے اور جبکہ نماز کا تدارک اس کی قضا سے ہو جاتا اور تضرع و زاری اس درجہ ہوتی تو ظاہر ہے کہ ثواب بہت زیادہ ہو جاتا۔

من ترا بیدار الخ۔ یعنی میں نے تم کو اس خوف سے جگا دیا کہ کہیں ایسی آہ حجاب کو نہ جلا دے۔ مطلب یہ کہ مجھے خوف ہوا کہ اس افسوس وغیرہ میں تم کو عروج ہوگا اور وصل ہوگا اور جس قدر کہ پردے درمیان میں ہوں وہ سب مرتفع ہو جائیں گے لہٰذا میں نے چاہا کہ جو مرتبہ حاصل ہے خیر وہی رہے اور تو نہ بڑھے۔

تا چنان الخ۔ یعنی تا کہ تم کو وہ آہ نہ مل سکے اور تا کہ اس درجہ تک تم کو راہ نہ مل سکے مطلب یہ کہ کہیں وہ آہ تم کو مفید ہو جاتی اور وہ درجہ حاصل ہو جاتا اس لئے میں نے جگا دیا۔

من حسودم الخ۔ یعنی میں تو حاسد ہوں میں نے ایسا حسد کی وجہ سے کیا ہے اور میں تو دشمن ہوں میرا کام ہی مکر اور کینہ ہے۔ آگے نالائق نصیحت کرتا ہے کہ

مکر من دیدی الخ۔ یعنی تم نے میرا مکر دیکھ لیا اب مجھ سے بے خوف مت رہنا تا کہ زمانہ میں تم صدر جہان رہو۔ اور اگر کہیں میرا اتباع کیا یا مجھ سے بے خوف ہو گئے تو بہت خرابی ہے۔ جب اس نے یہ کہا تب حضرت امیرؓ نے بھی تصدیق فرمائی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب گفتن امیر المومنین امیر معاویہؓ ابلیس را بعد از اعتراف

اقرار کے بعد امیر المومنین معاویہؓ کا جواب دینا

گفت اکنوں راست گفتی صادقی	از تو ایں آید تو ایں را لائقی
(امیر معاویہؓ نے) فرمایا تو نے اب سچ کہا تو سچا ہے	تجھ سے یہی آتا ہے تو اسی کے لائق ہے
عنکبوتی تو مگس داری شکار	من نیم اے سگ مگس زحمت میار
تو مکڑی ہے تو مکھی کا شکار کرتا ہے	اے کتے! میں مکھی نہیں ہوں تکلیف نہ اٹھا
باز اسپیدم شکارم شہ کند	عنکبوتے کے بگرد من تند
میں سفید باز ہوں میرا شکار شاہ کرتا ہے	مکڑی میرا چکر کب کاٹے گی
کار تو این ست اے دزد لعیں	سوئے دوغ آری مگس را ز انگبیں
اے ملعون چور! تیرا یہی کام ہے	مکھی کو شہد سے ہٹا کر چھاچھ پر لاتا ہے
رو مگس می گیر تا تانی ہلا	سوئے دوغے زن مگسہا را صلا
خبردار! جب تک تو کر سکے مکھی پکڑ	مکھیوں کو چھاچھ کی طرف بلا
ور بخوانی تو بسوئے انگبیں	ہم دروغ و دوغ باشد آں یقیں
اگر تو شہد کی طرف بلائے گا	یقینا وہ بھی جھوٹ اور چھاچھ ہو گا
تو مرا بیدار کردی خواب بود	تو نمودی کشتی آں گرداب بود
تو نے مجھے جگایا (لیکن جگانا) نیند تھا	تو نے کشتی دکھائی وہ بھنور تھا
تو مرا در خیر زاں می خواندئ	تا مرا از خیر بہتر راندئ
تو نے مجھے بھلائی کی طرف اس لئے بلایا	تاکہ مجھے بہتر خیر سے ہٹا دے

شرح حبیبی

یہ سن کر امیر نے فرمایا کہ ہاں اب تو نے سچ کہا ہے اور اب تو سچا ہے یہی بات تیرے مناسب ہے اور تجھے یہی ہونا تھا۔ لیکن یہ میں تجھ کو سمجھائے دیتا ہوں کہ تو ایک مکڑی ہے اور مکھیوں کا شکار کرنا تیرا کام ہے اور ضعیف الایمان لوگوں کو بہکا سکتا ہے میں مکھی اور ضعیف الایمان نہیں ہوں۔ میرے پھانسنے کی تکلف نہ اٹھا اور نہ محروم ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گا۔ میں حق سبحانہ کا باز ہوں اور وہی میرا شکار کرتا ہے۔ مکڑی کی مجال نہیں کہ میرے اوپر جالا تن دے اے ملعون چور تیرا کام یہ ہے کہ تو مکھیوں اور ضعیف الایمان لوگوں کو شہد اور نافع و مرغوب چیز سے ہٹا کر چھاچھ اور نامرغوب شے کی طرف لائے۔ پس جا جہاں تک تجھ سے ہو سکے مکھیوں ہی کو پکڑتا رہ۔ دیکھ چھاچھ یعنی مضر و نامرغوب اشیاء کی طرف مکھیوں اور ضعیف الایمان لوگوں ہی کو بلانا مجھ باز کی طرف رخ بھی نہ کرنا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اگر تو شہد کی طرف بھی بلائے گا اور اچھی بات کی بھی ترغیب دے گا تو وہ بھی جھوٹ اور نامرغوب ہوگا۔ گو بادی النظر میں شہد اور اچھی بات معلوم ہو۔ تو نے مجھے بیدار کیا لیکن یہ بیدار کرنا گوفی نفسہ بیدار کرنا تھا مگر بلحاظ سلانے کے سلانا تھا اور تو نے مجھے کشتی دکھلائی گو وہ واقع میں کشتی نہ تھی لیکن وہ بلحاظ اس کشتی کے جو دوسری صورت میں مجھے ملتی گرداب تھی اس لئے کہ تو نے مجھے ایک بہتری کی طرف بلایا تا کہ تو مجھے اس بہتر شے سے دور کر دے۔

شرح شبّیری

حضرت امیرؓ کا ابلیس کے اس قول میں تصدیق فرمانا

گفت اکنون الخ۔ یعنی فرمایا کہ اب تو نے سچ کہا اور اب تو سچا ہے اس لئے کہ تجھ سے تو ایسی بات آتی ہے اور تو تو اس کے لائق ہے۔

عنکبوتی تو مگس الخ۔ یعنی تو ایک مکڑی (کی طرح جال تانے ہوئے) ہے اور مکھیوں کا شکار کر رہا ہے تو ارے کتے میں مکھی نہیں ہوں محنت مت کر۔ مطلب یہ ہے کہ تو اور تیرے مکر سب ضعیف ہیں اور تو ضعفاء اور ناقصین ہی کو جال میں پھنسا سکتا ہے اور الحمد للہ میں قوی اور کامل ہوں لہٰذا فضول محنت مت کر میں تیرے جال میں پھنسنے والا نہیں ہوں۔

باز اسپیدم الخ۔ یعنی میں تو سفید باز ہوں میرا شکار تو بادشاہ کرتا ہے اور کوئی مکڑی میرے گرد کیا جال تن سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو کہ خود ہی ضعیف ہو وہ کسی قوی کو کیا مغلوب کر سکتا ہے۔

کار تو امیست الخ۔ یعنی ارے ملعون چور تیرا تو کام ہی یہ ہے کہ مکھی کو شہد سے چھاچھ کی طرف لاتا ہے۔ مطلب یہ کہ تو تو لوگوں کو بہکا کر عمدہ سے ارذل کی طرف لاتا ہی ہے تیرا تو کام ہی ہے پس اگر تو نے میری ساتھ ایسا کیا تو کیا عجب ہے۔ اور ان کے ساتھ کذب کا معاملہ کر میں تیرے قابو کا نہیں ہوں۔

در نجوانی ہم الخ۔ یعنی اور اگر تو شہد کی طرف بھی بلائے تو وہ بھی یقیناً کذب اور دروغ ہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ اگر تو کبھی داعی الے الخیر بھی ہو جائے تب بھی یقیناً اس میں کوئی نہ کوئی دھوکا اور مکر ہوگا جیسا کہ خود اس قصہ میں ہے کہ اٹھایا نماز کے لئے اور کس قدر عظیم مکر نکلا۔

تو مرا بیدار الخ۔ یعنی تو نے مجھے (بظاہر) جگایا اور وہ (فی الواقع) خواب تھا اور تو نے (بظاہر) کشتی دکھائی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور (فی الواقع) وہ گرداب تھا۔ مطلب یہ کہ اس میں بھی غفلت عن الحق تھی اس لئے کہ اگر تو نہ جگاتا تو اس تضرع و زاری سے اور مرتبہ بلند ہوتا تجھ کمبخت کا بیدار کرنا بھی منحوس ہی ہے جیسا کہ خود ہے

تو درین الخ یعنی تو اس بھلائی میں مجھے اس لئے بلا رہا تھا کہ ایک اچھی خیر سے مجھے ہٹا دے۔ چنانچہ کامیاب ہوا آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک چور کے پکڑنے کو اس کا تعاقب کیا اور قریب تھا کہ ایک جست کر کے اس کو پکڑ لے جب اس چور کے ساتھی نے دیکھا کہ میرا ساتھی پکڑا جاتا ہے تو اس متعاقب کو آواز دی کہ ارے کمبخت یہاں آ دیکھ کیا آفت برپا ہے یہ سمجھا کہ شاید اور چور میرے گھر میں گھس گئے ہیں وہ اس چور کا تعاقب چھوڑ کر لوٹا کہ بتا کیا ہے تو وہ بولا کہ دیکھ چور کے نشان قدم یہ ہیں ان پر چلا جا اور اس کو پکڑ لینا اس نے کہا خدا تجھے غارت کرے تو نشان قدم بتاتا ہے اور میں نے اس ذات ہی کو پکڑ لیا تھا تو دیکھو اس نے بظاہر ایک خیر کی طرف بلایا تھا مگر فی الواقع وہ شر تھا اور اس سے ایک بہت بڑی چیز کھو دی اسی طرح یہ شیطان بظاہر ایک خیر کی طرف بلاتا ہے مگر اس کے اندر بہت بڑا ضرر مضمر ہوتا ہے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

فوت شدن دزد بآواز دادن آں شخص صاحب خانہ را کہ نزدیک شدہ بود کہ دزد را دریابد

چور کا بچ نکلنا ایک شخص کے پکارنے کی وجہ سے گھر کے اس مالک کو جو قریب تھا کہ وہ چور کو پکڑ لے

ایں بداں ماند کہ شخصے دزد دید	در وثاق اندر پئے ادمی دوید
یہ اس طرح کی بات ہے کہ ایک شخص نے چور کو دیکھا	گھر میں (اور) وہ اس کے پیچھے دوڑنے لگا
تا دو سہ میداں دویدا اندر پیش	تا درا فگند از تعب اندر خویش
دو تین میدانوں تک اس کے پیچھے دوڑا	یہاں تک کہ مشقت سے اس (چور) کو پسینہ میں ڈبو دیا
اندراں حملہ کہ نزدیک آمدش	تا بدو واندر جہد دریا بدش
اس حملہ کے دوران کہ وہ اُس کے نزدیک پہنچا	یہاں تک کہ ایک جست میں اُس کو پکڑ لے
دزد دیگر بانگ کردش کہ بیا	تا بہ بینی ایں علامات بلا
دوسرے چور نے اس کو پکارا کہ آ	تاکہ تو مصیبت کی ان علامتوں کو دیکھ لے
زود باش و باز گردا اے مرد کار	تا بہ بینی حال ایں جا زار زار
جلدی کر واپس آ اے کام کے دھنی!	تاکہ تو یہاں کا حال زار دیکھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں شنید ایں مرد گشت اندیشہ ناک	گفت باخود کشتہ گیر ایں جامہ چاک
جب اس شخص نے سنا فکر میں پڑ گیا	اپنے آپ سے بولا اس مرنے کو مردہ سمجھ
گفت باشد کاں طرف دزدے بود	گر نہ گردم زود زاں بر من دود
(اور) کہنے لگا ہو سکتا ہے کہ اس طرف چور ہو	اگر میں جلد واپس نہ ہوا تو وہ مجھ پر حملہ کر دے گا
بر زن و فرزند من دستے زند	کشتن ایں دزد سودم کے کند
میرے بیوی اور بچوں پر ہاتھ مار دے	(پھر) مجھے اس چور کو مار ڈالنا کب فائدہ دے گا؟
ایں مسلماں از کرم می خواندم	گر نگردم زود پیش آیدندم
یہ مسلمان مہربانی سے مجھے بلاتا ہے	اگر میں جلد نہ لوٹوں تو ندامت کا سامنا ہو گا
بر امید شفقت آں نیک خواہ	دزد را بگذاشت باز آمد براہ
اس خیر خواہ کی شفقت کی امید کی بناء پر	چور کو چھوڑ دیا اور راستہ سے لوٹ آیا
گفت اے یار نکو احوال چیست	ایں فغان و بانگ تو از دست کیست
کہا اے اچھے دوست! کیا احوال ہیں؟	یہ تیری چیخ و پکار کس کی وجہ سے ہے؟
گفت اینک بیں نشان پائے دزد	ایں طرف رفت ست دزد زن بمزد
اس نے کہا یہ ہیں چور کے پاؤں کے نشان دیکھ لے	بھڑوا چور اس طرف گیا ہے
نک نشان پائے دزد قلتباں	در پئے او رو بدیں نقش و نشاں
دیوث چور کے پاؤں کا نشان یہ ہے	اس علامت اور نشان کے ذریعہ اس کا پیچھا کر
گفت اے ابلہ چہ میگوئی مرا	من گرفتہ بودم آخر دزد را
اس نے کہا اے بیوقوف! مجھ سے کیا کہتا ہے؟	میں نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا
دزد را از بانگ تو بگذاشتم	من تو خر را آدمی پنداشتم
تیری پکار کی وجہ سے میں نے چور کو چھوڑ دیا	میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا
ایں چہ ژاژ ست و چہ ہرزہ اے فلاں	من حقیقت یافتم چہ بود نشاں
اے فلاں! یہ کیا بکواس اور بے ہودگی ہے	میں نے اصل کو پکڑ لیا تھا علامت کیا ہوتی ہے؟
گفت من از حق نشانت میدہم	ایں نشانست از حقیقت آگہم
اس نے کہا میں تجھے کھوج علامت بتا رہا ہوں	یہ نشانات ہیں میں حقیقت سے واقف ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت طراری تو یا خود ابلہی	بلکہ تو دزدی وزیں حال آگہی
اس نے کہا تو گرہ کٹ ہے یا پاگل ہے	بلکہ تو چور ہے اور اس حالت سے واقف ہے
خصم خود را می کشیدم مو کشاں	تو رہا نیدی ورا کا ینک نشاں
میں اپنے دشمن کو بال پکڑ کر گھسیٹتا	تو نے اس کو چھڑا دیا کہ یہ نشان ہے
تو جہت گو من برونم از جہات	در وصال آیات کو یا بینات
تو سبب کی بات کرتا ہے میں اسباب سے آگے ہوں	وصال (کی صورت) میں نشانیاں اور دلائل کہاں؟
صُنع بیند مرد محجوب از صفات	در صفات آنست کو گم کرد ذات
افعال وہ دیکھتا ہے جو صفات سے حجاب میں ہو	صفات میں وہ (مقید) ہے جس نے ذات کو گم کر دیا ہو
واصلاں چوں غرق ذات اند اے پسر	کے کنند اندر صفات او نظر
اے صاحبزادے! واصلین جبکہ ذات میں مستغرق ہیں	وہ اس کی صفات پر کب نظر کرتے ہیں؟
چونکہ اندر قعر جو باشد سرت	کے برنگ آب افتد منظرت
جبکہ تیرا سر نہر کی تہ میں ہو	پانی کے رنگ پر تیری نظر کب پڑتی ہے؟
ور برنگ آب باز آئی زقعر	پس پلاسے بستدی دادی تو شعر
اگر تو (دریا کی) تہہ سے پانی کے رنگ پر واپس آ جائے	تو تو نے ٹاٹ لے لیا (اور) پشمینہ دے دیا
طاعت عامہ گناہ خاصگاں	وصلت عامہ حجاب خاص داں
عوام کی طاعت خاصان خدا کا گناہ ہے	عوام کا وصال خواص کا پردہ سمجھ

حکایت وزیریکہ پادشاہ اورا از وزارت معزول کردہ بود و محتسب داد

بادشاہ کے اس وزیر کا قصہ جس کو بادشاہ نے وزارت سے معزول کر کے کوتوالی دے دی

گر وزیرے را کند شہ محتسب	شہ عدو او بود نبود محب
اگر بادشاہ کسی وزیر کو کوتوال بنا دے	تو بادشاہ اس کا دشمن ہوگا دوست نہ ہوگا
ہم گناہے کردہ باشد آں وزیر	بے سبب نبود تغیر ناگزیر
اس وزیر نے کوئی خطا کی ہو گی	لازمی تغیر بے وجہ نہیں ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ اول محتسب بد خود ورا	بخت وروزی آں بدست زابتدا
جو پہلے سے کوتوال تھا خود اس کے لئے	وہ (کوتوالی) شروع سے نصیبہ اور روزی تھی
لیک کاں اول وزیر شہ بدست	محتسب کردن سبب فعل بدست
لیکن جو کہ پہلے بادشاہ کا وزیر ہو	(اس کو) کوتوال بنانا کسی برے کام کی وجہ سے ہے
چوں تراشہ زآستانہ پیش خواند	باز سوئے آستانہ باز راند
جیسے بادشاہ نے تجھے چوکھٹ سے آگے بلایا	پھر چوکھٹ کی طرف واپس کر دیا
تو یقیں میداں کہ جرمے کردۂ	جبر را از جہل پیش آوردۂ
تو یقین کر لے تو نے کوئی غلطی کی ہے	تو جبر کو نادانی سے پیش کرتا ہے
کہ مرا روزی وقسمت ایں بدست	پس چرا دی بودت آں دولت بدست
کہ میری تقدیر اور قسمت یہی تھی	تو کل یہ دولت تیرے ہاتھ میں کیوں تھی؟
قسمت خود خود بریدی تو زجہل	قسمت خود را فزاید مرد اہل
تو نے نادانی سے اپنے حصے کو خود منقطع کر دیا	لائق آدمی اپنا حصہ بڑھاتا ہے
یک مثال دیگر اندر کژ روی	شاید ار از نص قرآں بشنوی
کج روی کی ایک دوسری مثال	مناسب ہے اگر تو قرآن کی آیتوں سے سن لے

تیرے اس فعل کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان کے اندر چور کو دیکھا اور اس کے پیچھے دوڑا غرض دو تین میدان اس کے پیچھے دوڑا حتیٰ کہ پسینہ پسینہ ہو گیا جس دوڑ میں کہ وہ اس کے پاس پہنچ گیا اور کود کر اس کو پکڑنے کو ہوا۔ دفعتۃً ایک چور نے آواز دی کہ ادھر آتا کہ مصیبت کے نشان دیکھے۔ اے معروف کار شخص فوراً لوٹ آ اور یہاں کی حالت زار دیکھ جب اس شخص نے یہ بات سنی تو اس کو سوچ ہوئی اور اپنے دل میں کہا کہ اس چور کو تو مرنے دو اور ادھر چلو ممکن ہے کہ اس طرف کوئی اور چور ہو اور مجھ پر دوڑ پڑے یا میرے بیوی بچوں پر ہاتھ صاف کرے اگر اس چور کو مار بھی دیا تو ایسی حالت میں کیا مفید ہو سکتا ہے۔ یہ مسلمان اپنی مہربانی سے مجھے بلا رہا ہے اگر میں فوراً واپس نہیں ہوتا ہوں تو ممکن ہے کہ میں پشیمان ہوں اس بظاہر نیک خواہ آدمی کی شفقت کے بھروسہ اس نے چور کو تو چھوڑ دیا اور خود پلٹ پڑا اور جا کر پوچھا کہ میاں یہ شور و فریاد تمہاری کس کے دست تعدی سے تھی اس نے کہا مجھے یہ کہنا مقصود تھا کہ یہ چور کا نقش قدم ہے اور وہ دیوث چور اس طرف کو گیا ہے یہ اس دیوث چور کے نشانات قدم ہیں بس تم ان نشان پر اس چور کا تعاقب کرو۔ اس نے کہا ارے احمق تو کیا کہہ رہا ہے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

نے تو چور کو پکڑ ہی لیا تھا تیری آواز سن کر اور گھبرا کر چھوڑ دیا۔ میں تو سمجھا تھا کہ تو کوئی آدمی ہو گا مگر تو تو گدھا نکلا۔ ارے یہ کیا ہرزہ درآئی اور بے ہودہ سرائی ہے نشان کو کہتے ہیں میں نے تو حقیقت کو پالیا تھا۔ اس نے کہا میں آپ کو بہت صحیح نشان دے رہا ہوں میں خوب واقف ہوں یہ آپ کے لئے نشان ہے اس نشان سے آپ اس کو پکڑ سکتے ہیں۔ اس نے کہا تو یا تو کوئی لٹھ کتا ہے یا احمق۔ بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ تو بھی چور ہے کہ میں اس چور کو موئے پیشانی پکڑ کر لانے ہی کو تھا تو نے دھوکہ دے کر اسے چھڑا دیا اور اب کہتا ہے کہ یہ نشان ہے۔ اب مولانا ایک محجوب کو مخاطب بنا کر فرماتے ہیں کہ تو وجوہات بیان کرتا ہے اور میں وجوہ و دلائل سے بالاتر ہوں مجھے وصال ومشاہدہ ذات حاصل ہے کہیں وصال میں بھی آیات و بینات کارآمد ہوتے ہیں قاعدہ ہے کہ جو صفات سے محجوب ہوتا ہے وہ افعال کو دیکھتا ہے اور صفات میں وہ مصروف ہوتا ہے جس کی ذات تک رسائی نہیں۔ جو واصل ہیں وہ تو مشاہدہ ذات میں مستغرق ہیں وہ صفات کی طرف التفات نہیں کرتے۔ گو معتقد صفات ہیں اور ان کا بھی اعتراف کرتے ہیں اس کو یوں سمجھو کہ جب ندی کی تہہ میں تمہارا سر ہو تو رنگ آب پر تم کو نظر نہ ہوگی گو تم رنگ کے نافی بھی نہ ہو گے۔ لیکن اس حالت میں اگر تم تہہ میں سے رنگ کی طرف متوجہ ہو تو تم بہت خسارہ میں ہو کہ پشمینہ دے کر ٹاٹ خریدا۔ اور اصل چھوڑ کر تابع پر نظر کی یوں ہی ذات کو چھوڑ کر صفات پر نظر کرنے والے کی حالت سمجھو۔ اس سے تم کو اس کا راز معلوم ہوا ہوگا کہ عام لوگوں کی طاعتیں خواص کے معاصی ہیں اور عوام کا وصال خواص کا حجاب ہے۔ اس کو ہم ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں دیکھو اگر کسی وزیر کو بادشاہ محتسب بنا دے تو اس سے معلوم ہو گا کہ بادشاہ اس سے ناخوش ہے اور خوش نہیں اور اس نے کوئی قصور کیا ہے جس کی یہ سزا دی گئی ہے کیونکہ یہ تغیر بلا وجہ نہیں ہو سکتا اور جو پہلے ہی سے محتسب ہے اس کے لئے یہ ابتدا ہی سے خوش قسمتی ہے لیکن جو شخص پہلے وزیر تھا اس کو محتسب بنا دینا یہ اس کے جرم کا نتیجہ ہے پس اگر تم کو بادشاہ حقیقی نے آستانہ سے اپنے حضور میں بلا لیا ہے اور بعد سے قرب عطا فرمایا ہے اور پھر قریب سے بعید کر دیا اور آستانہ پر پہنچا دیا ہے تو تم کو یقین کرنا چاہیے کہ تم نے کوئی قصور کیا ہے لیکن اس وقت تم اپنی جہالت سے جبر کا عذر پیش کرتے ہو مگر یہ تمہاری غلطی ہے اگر تمہارے مقدر ہی میں یہ تھا تو کل وہ دولت تم کو کیسے مل گئی تھی بس بات یہ ہے کہ تم نے اپنے حصہ کو اپنی نادانی سے خود قطع کر دیا۔ اس لئے تم اہل نہیں ہو دیکھو جو اہل ہوتے ہیں وہ اپنے حصہ کو بڑھاتے ہیں قطع نہیں کرتے ہیں۔

شرح شبیری

ایک صاحب خانہ کے ہاتھ سے ایک چور کا بھاگ جانا ایک دوسرے شخص کے آواز دینے کی وجہ سے

این بدان ماند الخ۔ یعنی یہ تو اس کے مشابہ ہے کہ ایک شخص نے گھر میں چور دیکھا تو وہ اس کے پیچھے دوڑا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا دو سہ میدان الخ۔ یعنی دو تین میدان تک تو اس کے پیچھے بھاگا یہاں تک کہ اس چور نے تعب کی وجہ سے اس کو پسینہ میں ڈال دیا۔

اندر آن الخ۔ یعنی اس حملہ میں کہ اس کے نزدیک آ گیا کہ ایک دو مرتبہ کود ے تو اس کو پالے

وز دو دیگر الخ۔ یعنی ایک اور چور نے اس متعاقب کو آواز دی کہ اے یہاں آ تا کہ تو علامات مصیبت کو دیکھے۔

زود باش الخ۔ یعنی جلدی کر اور لوٹ اے مرد کار تا کہ تو یہاں کا حال ابتر اور خراب دیکھے

چون شنید الخ۔ یعنی جب اس نے یہ سنا تو اندیشہ ناک ہوگیا اور اپنے سے کہا کہ اس جامہ چاک کو مرا ہوا فرض کر لو مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اس چور کو چھوڑ دو سمجھو کہ جیسے یہ تھا ہی نہیں

گفت باشد الخ۔ یعنی اپنے دل میں کہنے لگا کہ شاید اس طرف کوئی چور ہو تو اگر میں جلدی نہ لوٹوں تو وہ مجھ پر حملہ کر بیٹھے۔

ور زن الخ۔ یعنی میری بیوی بچوں پر وہ حملہ کرے تو اس چور کا مار ڈالنا مجھے کیا فائدہ دے گا۔

این مسلمان الخ۔ یعنی یہ مسلمان کوئی کرم کی وجہ سے مجھے بلا رہا ہے تو اگر میں جلدی سے واپس نہ ہونگا تو مجھے سخت ندامت ہوگی۔

بر امید شفقت الخ۔ یعنی اس نیک خواہ کی شفقت کی امید پر چور کو چھوڑ دیا اور راستہ پر لوٹ آیا۔

گفت اے یار الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ ارے یار کیا حال ہے۔ یہ فغاں اور آواز کس کے ہاتھ سے ہے۔

گفت اینک الخ۔ یعنی وہ آواز والا بولا کہ یہ چور کے نشان قدم ہیں کہ اس طرف کو وہ بھڑوا چور گیا ہے۔

نک نشان پائے الخ۔ یعنی اس چور قلتبان کے پاؤں کے یہ نشان ہیں تو اس کے پیچھے جا اس نقش و نشان پر۔

گفت اے ابلہ الخ۔ یعنی اس صاحب خانہ نے کہا کہ ارے بیوقوف تو مجھے کیا کہہ رہا ہے آخر میں نے تو اس چور کو پکڑ ہی لیا تھا۔

وز درا الخ۔ یعنی تیری آواز کی وجہ سے اس چور کو میں نے چھوڑ دیا اور میں نے تجھ گدھے کو آدمی سمجھا۔

اینچہ ژاژ الخ۔ یعنی ارے یہ کیا بے ہودگی اور بدتمیزی ہے میں نے تو خود حقیقت کو پا لیا تھا نشان کیا چیز ہوتی ہے۔

گفت من الخ۔ یعنی اس داعی نے کہا کہ میں تجھے بالکل ٹھیک نشان بتا رہا ہوں اور یہ اس امر کی نشانی ہے کہ میں حقیقت سے آگاہ ہوں۔

گفت طراری الخ۔ یعنی اس صاحب خانہ نے کہا کہ ارے تو گرہ کٹ ہے یا کوئی بیوقوف ہے بلکہ تو تو خود چور ہے اور حقیقت حال سے آگاہ ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی کا ساتھی ہے۔

خصم خود را الخ۔ یعنی میں تو اپنے دشمن کو بال کھینچتا ہوا لاتا تو نے اس کو چھڑا دیا کہ یہ اس کا نشان قدم ہے تو اب بتا کہ اس کے نشان قدم کو لے کر کیا چاٹوں۔

تو جہت گو من الخ۔ یعنی تو تو جہات بتا رہا ہے اور میں جہات سے باہر ہوں۔ وصال میں آیات ہوں یا

www.besturdubooks.wordpress.com

بینات (سب بے سود ہیں) مطلب یہ کہ میں وہاں تک پہنچ چکا تھا اب جو تو مجھے یہ نشانیاں بتا رہا ہے یہ تو میرے لئے بالکل بے سود ہیں یہاں مولانا کو یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ جو اولیاء اللہ فنا ہو جاتے ہیں اور جن کو فنا کامل حاصل ہو جاتی ہے پھر ان کی نظر اسباب پر یا جہات پر یا صفات پر نہیں رہتی بلکہ ان کی نظر محض ذات کی طرف ہوتی ہے جس کو مشاہدہ ذاتی اور معائنہ کے لفظ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے اسی کو آگے بھی بیان فرماتے ہیں کہ

صنع بیند الخ۔ یعنی افعال تو وہ دیکھے گا جو صفات سے محجوب ہو اور صفات میں وہ رہے گا جو ذات سے گم ہو۔ مطلب یہ ہے کہ تجلی افعالی تو اسے ہوتی ہے کہ جسے تجلی صفاتی نہیں ہوتی اور تجلی صفاتی اسے جسے تجلی ذاتی نہیں ہوتی اور جسے تجلی ذاتی اور معائنہ ہو گیا وہ تو واصل حق اور فنافی الذات ہو گیا اسے ان اشیاء کی طرف نظر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

واصلان الخ۔ یعنی اے صاحبزادہ واصلین جو کہ ذات حق میں فنا ہیں وہ صفات میں کب نظر کرتے ہیں آگے اس کی مثال ہے کہ

چونکہ اندر الخ۔ یعنی جبکہ قعر ندی میں تیرا سر ہو تو پھر پانی کے رنگ پر کب تیری نظر پڑی یعنی اگر پانی کے اندر کوئی ڈوبا ہوا ہو تو ظاہر ہے کہ اس کو پانی کے اوپر کی سطح بالکل نظر نہ آئے گی تو اس طرح جو حضرات کہ ذات میں فنا ہو گئے ہیں ان کی نظر بھی ظاہر پر اور صفات پر نہیں رہتی۔

در برنگ الخ۔ یعنی اور اگر رنگ آب پر تو قعر سے واپس آوے تو ایسا ہے جیسے پشمینہ دے کر ٹاٹ لے لیا۔ مطلب یہ کہ اگر اس حالت سے کہیں رجوع ہو اور تجلی ذاتی یا افعالی ہونے لگی تو پھر سمجھو کہ بہت بڑی شے کھودی اور کم قیمت شئے لے لی تو اس طرح یہ صاحب خانہ بھی ذات تک پہنچ چکا تھا مگر اس نے بلا لیا تو اس کو ترک کر دیا تو کس قدر سخت نقصان ہوا اس طرح اس راہ میں نقش شیطان اسی طرح راہزن ہوتے ہیں اور نزول کرا دیتے ہیں لہٰذا ان کے دھوکہ سے بچے رہنا۔

طاعت عامہ الخ۔ یعنی عوام کی طاعت خاص لوگوں کے لئے گناہ ہے اور عوام کا وصل خواص کا حجاب جانو اس کے معنی یہ ہیں کہ حسنات الابرار سیئات المقربین جو عوام ہیں اور کم درجہ کے ہیں ان کے لئے تو تجلی افعالی یا صفاتی ہی بہت بڑی شے ہے اور ان کی معراج ہے مگر جن کو تجلی ذاتی ہو چکی ہے ان کے لئے تجلی افعالی یا صفاتی ہونا موت ہے اور ان کا نزول ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں سبحان اللہ کیا مثال ہے فرماتے ہیں کہ

گر وزیرے الخ۔ یعنی اگر کسی وزیر کو بادشاہ محتسب بنادے تو بادشاہ اس کا دشمن ہے دوست نہیں ہے۔

ہم گناہے الخ۔ یعنی اس وزیر نے ضرور کوئی گناہ کیا ہوگا بلا کسی سبب کے ایسا نامعقول تغیر تو نہ ہوگا۔

وانکہ زاول الخ۔ یعنی جو شخص کہ اول سے محتسب ہے خود اس کی یہ بخت اور روزی ہے ابتداء ہی سے

لیک کان الخ۔ یعنی لیکن جو کہ اول سے وزیر شہ تھا اس کو محتسب کر دینا کسی فعل بد کی وجہ سے ہے اس لئے کہ احتساب کا مرتبہ تو وزارت سے کم ہی ہے تو ایک ہی درجہ ایک کے لئے اچھا اور دوسرے کے لئے برا ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے ایک اور مثال ہے۔

ہوتا ہے مگر ایک بزرگ کے لئے اچھا اور دوسرے کے لئے برا ہوتا ہے آگے ایک اور مثال ہے

چون تراشا الخ۔ یعنی جبکہ تجھے بادشاہ نے آستانہ کے سامنے بلالیا اور پھر آستانہ ہی کی طرف لوٹا دیا۔

تو یقین میدان الخ۔ یعنی تو یقینا جان لے کہ کوئی جرم تو نے کیا ہے اور جہل کی وجہ سے جبر کو سامنے لایا ہے تو یعنی کیا تو خود ہے اور اب جہل کی وجہ سے کہہ رہا ہے کہ کیا کریں تقدیر میں ہی اس طرح تھا اور کہتا ہے کہ

کہ مرا روزی الخ۔ یعنی کہ میری روزی اور قسمت تو یہی تھی (مولانا فرماتے ہیں کہ) بس کل کیلئے یہ دولت تیرے ہاتھ میں تھی۔

قسمت خود الخ۔ یعنی اپنی قسمت کو خود تو نے ہی جہل کی وجہ سے قطع کردیا ہے اور جو کہ اہل ہوتے ہیں وہ اپنی قسمت کو بڑھاتے ہیں اور تو ایسا کمبخت ہے کہ اور گھٹاتا ہے تو معلوم ہوگیا کہ بعض مقامات ایسے ہیں کہ جو ایک کے لئے موجب زیادتی درجہ ہیں اور دوسرے کے لئے موجب کمی درجہ کے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

یک مثال دیگر الخ۔ یعنی ایک اور مثال کجروی کے اندر چاہیے کہ نقل قرآن سے سنے تو یہ پھر ماقبل کی طرف رجوع ہے اوپر فعل شیطان کی کجی پر چور کی اور صاحب خانہ کی مثال لائے تھے اب یہ دوسری مثال اسی مضمون پر فرماتے ہیں۔

قد تم الربع الثالث
من الدفتر الثانی
وللہ الحمد

www.besturdubooks.wordpress.com

الربع الرابع من کلید المثنوی شرح الدفتر الثانی

قصہ منافقان و مسجد ضرار ساختن ایشاں

منافقوں اور ان کے مسجد ضرار بنانے کا قصہ

ایں چنیں کژ بازئ در جفت وطاق	با نبی می باختند اہل نفاق
اسی طرح الٹی بازی داؤں میں	نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ منافق کھیلتے تھے
کز برائے عز دین احمدیؐ	مسجدے سازیم و بود آں مرتدی
کہ احمدی دین کی عزت کے لئے	ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (ان کی) بے دینی تھی
ایں چنیں کژ بازئ می باختند	مسجدے جز مسجدش می ساختند
جس طرح کی الٹی بازی انہوں نے کھیلی	ان کی مسجد کے علاوہ انہوں نے ایک مسجد بنائی
فرش و سقف و قبہ اش آراستہ	لیک تفریق جماعت خواستہ
فرش اور چھت اور اس کا گنبد بنایا	لیکن (انہوں نے) جماعت کو متفرق کرنا چاہا
نزد پیغمبر بلا بہ آمدند	ہمچو اشتر پیش او زانو زدند
خوشامد کرنے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے	اونٹ کی طرح ان کے سامنے گھٹنے ٹیک دیئے
کاے رسول حق برائے محسنی	سوئے آں مسجد قدم رنجہ کنی
کہ اے اللہ کے رسولؐ برائے کرم	اس مسجد کی جانب تشریف لے چلیں
تا مبارک گردد از اقدام تو	تا قیامت تازہ بادا نام تو
تاکہ آپ کی تشریف آوری سے وہ متبرک ہوجائے	خدا کرے قیامت تک آپ کا نام زندہ رہے
مسجد روز گل ست و روز ابر	مسجد روز ضرورت وقت صبر
(یہ) مسجد کیچڑ اور بارش کے دن کے لئے ہے	(یہ) مسجد ضرورت اور مجبوری کے دن کے لئے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا غریبے یابد آنجا خیر و جا	تا فراواں گردد ایں خدمت سرا
تاکہ کوئی مسافر اس جگہ ٹھکانا اور بھلائی پا سکے	تاکہ یہ خدمت کی جگہیں زیادہ ہو جائیں
تاشعار دیں شود بسیار و پر	زانکہ بایاراں شود خوش کارِ مر
تاکہ دین کا شعار زیادہ اور پر ہو جائے	کیونکہ دوستوں کے ساتھ تلخ کام شیریں ہو جاتا ہے
ساعتے آں جائیگہ تشریف دہ	تزکیۂ ما کن زماں تعریف دہ
تھوڑی دیر کیلئے اس جگہ تشریف رکھیں	ہمیں پاک کریں اور معرفت سکھائیں
مسجد و اصحاب مسجد را نواز	تو مہی ما شب دمے باما بساز
مسجد اور مسجد والوں کو نواز دیجئے	ہم رات ہیں آپ چاند تھوڑی دیر ہمارے ساتھ رہیں
تاشود شب از جمالت جملہ روز	اے جمالت آفتاب جاں فروز
تاکہ آپ کے جمال سے رات مجسم دن بن جائے	اے وہ (ذات) کہ آپ کا جمال روح کو روشن کرنے والا سورج ہے
اے دریغا کاں سخن از دل بدے	تامراد آں نفر حاصل شدے
ہائے افسوس! (کاش) یہ باتیں دل سے ہوتیں	تاکہ اس گروہ کا مقصد حاصل ہو جاتا
لفظ کاید بے دل و جاں بر زباں	ہمچو سبزہ توں بود اے دوستاں
جو لفظ بے دلی اور بغیر روح کے زبان پر آتا ہے	اے دوستو! وہ کوڑی کے سبزے کی طرح ہوتا ہے
ہم ز دورش بنگر و اندر گذر	خوردن و بو را نہ شاید اے پسر
اس کو دور سے دیکھ لے اور گزر جا'	اے بیٹا! وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے
سوئے لطف بے وفایاں ہیں مرو	کان پل ویراں بود نیکو شنو
خبردار! بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف نہ جا	اچھی طرح سن لے وہ ٹوٹے ہوئے پل کی طرح ہے
گر قدم راجاہلے بر وے زند	بشکند پل واں قدم را بشکند
اگر کوئی ناواقفیت سے اس پر قدم رکھے گا	پل ٹوٹ جائے گا اور وہ پیر کو توڑ دے گا
ہر کجا لشکر شکستہ می شود	از دوسہ سست و مخنث می بود
کسی جگہ کوئی لشکر شکست کھاتا ہے	تو (ایسا) دو تین سست اور نامردوں کی وجہ سے ہوتا ہے
در صف آید با سلاح و مرد وار	دل برو بنہند کاینک یار غار
وہ نامرد ہتھیار باندھ کر اور مردانہ وار آتا ہے	(لشکری) اس پر بھروسہ کرتے ہیں کہ یہ سچا دوست ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

رو بگرد اند چو بیند زخمہا	رفتن او بشکند پشت ترا
جب گھائل ہوتا ہے تو منہ موڑ لیتا ہے	اس کا بھاگنا تیری کمر توڑ دیتا ہے
ایں درازست و فراواں می شود	وانچہ مقصودست پنہاں می شود
یہ (قصہ) لمبا اور زیادہ ہو رہا ہے	اور جو مقصد ہے وہ مخفی ہو رہا ہے

جس طرح ہم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا قصہ بیان کیا ہے یوں ہی کجروی کے متعلق ایک اور قصہ ہے اگر تو نقل قرآنی سے سننا چاہتا ہے تو سن وہ قصہ شیطان الجن کا تھا یہ شیاطین الانس کا ہے بات یہ ہے کہ جس طرح شیطان امیر معاویہ کے ساتھ ٹیڑھی چال چل رہا تھا یوں ہی منافقین داؤں پیچ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹیڑھی چال چل رہے تھے یعنی انہوں نے ظاہر کیا کہ ہم دین احمدی کی عزت کے لئے ایک مسجد بنانا چاہتے ہیں حالانکہ منشاء اس کا کفر تھا دوسری ٹیڑھی چال یہ چلے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے علاوہ ایک مسجد بنا ڈالی اور اس کی چھت فرش اور گنبد وغیرہ کو خوب سجایا اس سے ان کو ظاہر تو اعزاز دین کرنا تھا مگر اصل مقصد تفریق جماعت تھی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ازراہ چاپلوسی حاضر ہوئے اور اونٹ کی طرح گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گئے اور کہا کہ اے رسول خدا براہ کرم اس مسجد کی طرف قدم رنجہ فرمائیے تا کہ آپ کے قدموں سے وہ متبرک ہو جائے خدا کرے آپ کا نام تا قیامت تازہ رہے۔ یہ مسجد اس لئے بنائی گئی ہے کہ گارے کیچڑ میں نماز پڑھنے میں آسانی ہو جس دن ابر ہو تو یہاں نماز پڑھ لی جائے۔ غرض کہ جب کوئی شدید ضرورت و مجبوری پیش آئے تو اس مسجد سے کام نکالا جائے اس میں ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ مسافر آرام کر سکتا ہے اور اس کو کھانا وغیرہ مل سکتا ہے اور یہ بھی غرض ہے کہ مسجدیں زیادہ ہوں اور شعار دین زائد ہوں اس لئے کہ جو کام ناگوار ہوتا ہے دوستوں کے ساتھ وہ کام بھی گوارا ہو جاتا ہے پس جب دوسرے لوگ دیکھیں گے کہ ایک مسجد اور بنی ہے تو اور لوگ بھی مسجدیں بنائیں گے لہٰذا جناب والا خود مسجد کی بھی عزت افزائی فرمائیں اور مسجد والوں کی بھی۔ آپ چاند ہیں اور ہم رات آپ تھوڑی دیر ہمارے ساتھ بھی گزاریں تو مناسب ہے تا کہ ہم بھی آپ کے فیض سے مستفیض ہوں آپ وہاں تشریف لے چلئے اور ہم کو پاک کیجئے اور وعظ و نصیحت فرمائیے تا کہ ہماری ظلمت دور ہو کر روشنی پیدا ہو جائے کیونکہ آپ کا جمال وہ آفتاب ہے جو جانوں کو روشن کرتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ تقریر نہایت پاکیزہ اور مضمون نہایت پسندیدہ ہے لیکن اے کاش یہ تقریر دل سے ہوتی تا کہ ان کا مقصد حاصل ہوتا لیکن یہ الفاظ دل و جان سے نہ تھے اور جو الفاظ دل سے نہ نکلیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوڑی پر سبزہ کہ بس دور سے دیکھ لو اور چلے جاؤ نہ کھانے کے کام کا ہے نہ سونگھنے کے بلکہ محض دل خوش کن ہے فائدہ کچھ نہیں پس مناسب مقام ہم تم کو ایک نصیحت کرتے ہیں خوب کان کھول کر سن لو وہ یہ کہ بے وفاؤں کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہری مہربانی پر ہرگز نہ جانا اس لئے کہ وہ ایسی ہے جیسے بوسیدہ پل کہ جب کوئی ناواقفیت سے اس پر از راہ اعتماد قدم رکھے تو فوراً ٹوٹ جائے اور پاؤں کو بھی توڑ دے۔ پس جب کوئی ان کے لطف ظاہری پر اعتماد کرے گا نقصان اٹھائے گا دوسری مثال اور سنو جب کبھی لشکر شکست کھاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس میں دو تین مخنث ہوتے ہیں اور وہ ہتھیار سجا کر مردانہ صف جنگ میں شریک ہو جاتے ہیں لوگ ان پر اعتماد کرتے ہیں اور ان کو اپنا معین و مددگار سمجھتے ہیں لیکن جب ان کے کوئی زخم لگتا ہے یا دوسروں کے زخموں کو دیکھتے ہیں تو بھاگ نکلتے ہیں اور ان کا بھاگنا تمام فوج کی کمر توڑ دیتا ہے۔ یہ نتیجہ کیوں ہوا اس لئے کہ انہوں نے ان بے وفاؤں کی ظاہری مہربانی پر اعتماد کیا خیر یہ گفتگو بہت طویل ہے اور اس کو طول ہوتا جاتا ہے اور جو اصل مقصود ہے وہ مخفی ہوا جاتا ہے لہٰذا اس کو چھوڑ کر اصل مقصود کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔

منافقوں کا اور ان کی مسجد ضرار بنانے کا قصہ

شرح شبّیری

اینچنیں الخ۔ یعنی اسی طرح کی کج بازی جفت اور طاق میں اہل نفاق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھیلتے تھے۔ مطلب یہ کہ حضرت کے ساتھ منافقین شرارتیں اور دھوکہ کرتے تھے اور وہ یہ تھا کہ کہتے تھے کہ

کز برائے الخ۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی عزت کے لئے ہم ایک مسجد بناتے ہیں اور وہ (فی الواقع) ارتداد تھا اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں ایسا کرتے تھے۔

اینچنیں الخ۔ یعنی اس قسم کی ٹیڑھی چال ان کے ساتھ چلتے تھے اور ایک مسجد ان کی مسجد کے علاوہ بناتے تھے۔

فرش الخ۔ یعنی اس کا فرش اور چھت اور گنبد سنوارتے تھے لیکن وہ جماعت کی تفریق چاہتے تھے۔

نزد الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شرارت سے آئے اور اونٹ کی طرح ان کے سامنے دو زانو بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ

کاے الخ۔ یعنی کہ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرم کی وجہ سے اس مسجد کی طرف قدم رنجہ فرمایئے۔

تا مبارک الخ۔ یعنی تا کہ وہ آپ کے قدموں کی بدولت مبارک ہو جائے آپ کا نام مبارک قیامت تک زندہ رہے۔

مسجد الخ۔ یعنی وہ مسجد کیچڑ کے دن کی ہے اور ابر والے دن کی اور ضرورت کے دن اور صبح کے وقت کی مطلب یہ کہ مسجد قبا دور ہے اس لئے بارش وغیرہ میں جانے میں دقت ہوتی ہے لہٰذا یہاں قریب نماز ہو جایا کرے گی جبکہ ضرورت ہوگی اور یہ مصلحت ہے کہ

تا غریبے الخ۔ یعنی تا کہ کوئی مسافر اس جگہ آرام اور جگہ پائے اور تا کہ یہ خدمت کا گھر زیادہ ہو جائے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دور ہو جائینگے ایک مسجد قبا اور ایک اور یہ مصلحت ہے کہ۔

تا شعار الخ۔ یعنی تا کہ دین کا شعار زیادہ ہو جائے اور مشکل کام دوستوں پر آسان ہو جائے کہ بارش وغیرہ میں وہاں جانا مشکل ہے یہاں جانا آسان ہوگا۔

ساعتے الخ۔ یعنی ایک گھڑی اس جگہ تشریف لے چلئے اور ہمارا تزکیہ فرمایئے اور کچھ دیر وعظ فرما دیجئے۔

مسجد الخ۔ یعنی مسجد کو اور اصحاب مسجد کو نواز دیجئے آپ چاند ہیں اور ہم رات ہیں ہمارے ساتھ موافقت فرمایئے تو ہم بھی منور ہو جائیں۔

تا شود الخ۔ یعنی تا کہ رات آپ کے جمال کی وجہ سے دن ہو جائے اے وہ کہ آپ کا جمال جان کا روشن کر دینے والا ہے۔

مطلب یہ کہ ہمارے قلوب سیاہ جو شب کی طرح ہیں وہ منور ہو جائیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے الخ۔ یعنی کاش کہ وہ بات دل سے ہوتی تا کہ اس جماعت کی مراد حاصل ہو جاتی۔

لفظ الخ۔ یعنی جو لفظ کہ بے دلی سے زبان پر آئے تو اے دوستو اس کو کوڑی کے سبزہ کی طرح سمجھو کہ اوپر تو اچھا ہے اور اندر سے غلاظت بھری پڑی ہے۔

ہم الخ۔ یعنی اس کو دور ہی سے دیکھ لو اور چلے جاؤ وہ کھانے اور سونگھنے کے لائق نہیں ہے اے صاحبزادہ

سوئے الخ۔ یعنی بے وفاؤں کی مہربانی کی طرف ہرگز مت جا کہ وہ ٹوٹا ہوا پل ہے اچھی طرح سن لو۔

گر قدم الخ۔ اگر کوئی جاہل قدم کو اس پر مارے تو وہ پل بھی ٹوٹ جائے اور اس کے قدم کو بھی توڑ دے۔ تو اسی طرح جو شخص کہ ایسے مکاروں کے ساتھ رہتا ہے تو یہ خود بھی غارت ہوتے ہیں اور اس کو بھی غارت کر دیتے ہیں آگے ایک مثال ہے کہ۔

ہر کجا الخ۔ یعنی جہاں کہیں کہ لشکر کو شکست ہوتی ہے وہ دو تین سست اور مخنثوں کی بدولت ہوتی ہے۔

در صف الخ۔ یعنی صف میں ہتھیاروں کے سمیت مردوں کی طرح آتا ہے تو اس پر دل رکھتے ہیں کہ یہ ہے یار غار۔

یعنی لڑائی میں وہ نامرد آتا تو اس طرح ہے کہ لوگ جانتے ہیں کہ بس جو ہے یہی ہے اور کام یہی کرے گا اور کون کرے گا اور جب مقابلہ ہوتا ہے تو یہ حالت ہوتی ہے کہ

رو الخ۔ یعنی جب زخم کو دیکھا تو منہ پھیر لیتا ہے اور اس کا بھاگنا تمہاری کمر بھی توڑ دیتا ہے اور سارا لشکر ہمت ہار دیتا ہے اور بھاگ پڑ جاتی ہے۔

این الخ۔ یعنی یہ (مضمون) تو بہت دراز ہے اور طویل ہوتا جاتا ہے اور جو مقصود ہے وہ پوشیدہ ہوتا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کو تو جہاں تک بیان کیا جائے گا طویل ہی ہوتا رہے گا مگر ہمیں جو مقصود قصہ منافقوں کا بیان کرنا تھا وہ رہا ہی جاتا ہے آگے پھر وہی قصہ بیان فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

فریقین منافقان پیغمبر علیہ السلام را تا کہ بمسجد ضرار برند و اظہار نا کردن مصطفیٰؐ مکر ایشاں را از کمال حلم خود

منافقوں کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بہکانا تا کہ مسجد ضرار میں لے جائیں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی بردباری سے ان کے مکر کو ظاہر نہ کرنا

بر رسول حق فسونہا خواندند	رخش دستان و حیل می راندند
اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر انہوں نے بہت سے منتر پڑھے	مکر اور فریب کا گھوڑا دوڑاتے تھے
چاپلوسی و فسونہا خواندند	زل خدمت سوئے حضرت راندند
خوشامد کرتے تھے اور منتر پڑھتے تھے	خدمت اور خاطر تواضع کی بات آنحضور کی جانب بڑھائی
آں رسول مہربان و رحم کیش	جز تبسم جز بلے ناورد پیش
وہ مہربان اور رحم کی عادت والے رسولؐ	سوائے مسکراہٹ (اور) سوائے ہاں کے پیش نہ آئے
شکر ہائے آں جماعت یاد کرد	در اجابت قاصداں را شاد کرد
اس جماعت کا شکریہ ادا فرمایا	قبول کرنے (کے معاملہ) میں قاصدوں کو خوش کر دیا
می نمود آں مکر ایشاں پیش او	یک بیک زانساں کہ اندر شیر مو
آپ کے سامنے ان کا مکر ظاہر ہو جاتا تھا	فوراً اس طرح جیسا کہ دودھ میں بال
موی را نادیدہ میکرد آں لطیف	شیر را شاباش می گفت آں ظریف
وہ مہربانؐ بال کو ان دیکھا کر دیتے تھے	وہ عالی ظرف دودھ کی تعریف کر دیتے تھے
صد ہزاراں موی مکر و دمدمہ	چشم خوابانید آں دم از ہمہ
مکر اور فریب کی لاکھوں بال تھے	اس وقت انہوں نے سب سے آنکھ بند کر لی
راست می فرمود آں بحر کرم	بر شما من از شما مشفق ترم
اس دریائے کرم نے سچ فرمایا ہے	میں تم پر تم سے بھی زیادہ مہربان ہوں
من نشستہ بر کنار آتشے	با فروغ و شعلۂ بس ناخوشے
میں ایک آگ کے کنارے بیٹھا ہوں	جو بہت بھڑکنے والی اور خراب شعلوں والی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو پروانہ شما آں سو دواں	ہر دو دست من شدہ پروانہ راں
تم پروانوں کی طرح اس طرف دوڑتے ہو	میرے دونوں ہاتھ پروانوں کو ہٹانے والے بن گئے ہیں
چوں براں شد تا رواں گردد رسول	غیرت حق بانگ زد مشنو زغول
جب معاملہ یہاں پہنچا کہ رسول مسجد ضرار کی طرف روانہ ہوں	اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے آواز دی' چھلاوے کی آواز نہ سنو
کیں خبیثاں مکر و حیلت کردہ اند	جملہ مقلوب ست انچہ آوردہ اند
کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے	جو انہوں نے کہا ہے سب الٹا ہے
قصد ایشاں جز سیاہ روئی نبود	خیر دیں کے جست ترسا و یہود
ان کا ارادہ روسیاہی کے علاوہ کچھ نہ تھا	عیسائی اور یہودیوں نے دین کی بھلائی کب چاہی ہے؟
مسجدے بر جسر دوزخ ساختند	با خدا نرد دغاہا باختند
انہوں نے دوزخ کے پل پر مسجد بنائی ہے	انہوں نے خدا کے ساتھ دھوکے کی چال چلی ہے
قصد شاں تفریق اصحاب رسول	فضل حق را کے شناسد ہر فضول
ان کا مقصد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ میں تفرقہ ڈالنا ہے	کوئی بے ہودہ خدا کے فضل کو کب جانتا ہے؟
تا جہودے را ز شام اینجا کشند	کہ بوعظ او جہوداں سرخوش اند
تاکہ ایک یہودی کو شام سے اس جگہ لائیں	جس کے وعظ سے یہودی مانوس ہیں
گفت پیغمبر کہ آرے لیک ما	بر سر راہیم و بر عزم غزا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہاں لیکن ہم	سفر پر (تیار) ہیں اور جہاد کا ارادہ ہے
زیں سفر چوں باز گردم آنگہاں	سوئے آں مسجد رواں گردم رواں
جب میں سفر سے واپس آ جاؤں گا' تب	اس مسجد کی طرف چلوں گا
دفع شاں گفت و بسوئے غزو تاخت	با دغایاں از دغا نردے بباخت
ان کو ٹال دیا اور جہاد کے لئے روانہ ہو گئے	دغا بازوں کے ساتھ دغا کی چال چلی

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا قصہ مسجد ضرار کی طرف عود فرماتے ہیں۔ لیکن جس تفصیل کے ساتھ مولانا نے اس کو بیان فرمایا ہے وہ کسی روایت صحیحہ سے ثابت نہیں۔ مولانا کو کسی نامعتبر طریق سے معلوم ہوا ہوگا۔ مولانا نے اس کو معتبر

www.besturdubooks.wordpress.com

سمجھ کر نقل فرما دیا۔ لہٰذا جو باتیں اس میں ایسی ہیں جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک پر الزام عائد ہوتا ہے ان کا جواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دینے کی تو ضرورت نہیں کیونکہ اس جواب کی تو اس وقت ضرورت ہے جبکہ ثابت ہو جائے کہ یہ واقعہ سچا ہے۔ اور ثابت ہے نہیں تو جواب کی بھی ضرورت نہیں تو جواب نہیں ان کا جواب صرف اسی قدر ہے کہ یہ ثابت نہیں۔ ہاں مولانا کی طرف سے جواب کی ضرورت ہے کہ انہوں نے اس کی تصدیق کیسے کر لی۔ سو اس کا جواب اپنے محل پر ذکر کیا جائے گا اس تفصیل کے بعد حل مثنوی سنو۔

ان منافقوں نے خوشامدیں کیں اور مکر و فریب کے منتر بہت کچھ پڑھے اور حیلہ و خداع سے آپ کی مہمانی کی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو نہایت ہی مہربان تھے اور رحم جن کا شیوہ تھا اس مکر کو سمجھ تو گئے (اقول ہولیس بثابت) مگر بایں ہمہ بنا بر شفقت آپ مسکراتے رہے اور درست اور بجا ہی فرماتے رہے (یہ اس بنا پر تھا کہ آپ کو منافقین کے افشائے راز کا ہنوز حکم نہ ہوا تھا بلکہ یہی حکم تھا کہ ان سے مسلمانوں کا سا برتاؤ کیا جائے اور آپ کا یہ فرمانا جھوٹ بھی نہیں تھا کیونکہ درست و بجا دو طرح کہا جاتا ہے کبھی تصدیق کے لئے اور کبھی تکذیب کے لئے۔ درحقیقت یہ درست و بجا تکذیب کے لئے تھا مگر چونکہ ان کے افشائے راز کا بھی حکم نہ تھا اس لئے وہ لہجہ نہ تھا جس سے تکذیب ظاہر ہو اور وہ سمجھ جائیں لہٰذا یہ درست و بجا توریہ کے طور پر تھا) اور اس جماعت کا شکریہ ادا کیا اور ان کی درخواست کو قبول فرما کر ان کے دل کو خوش کیا ان کا آپ کے ساتھ مکر آپ کو ان چکنی چپڑی باتوں میں یوں معلوم ہوتا تھا جس طرح دودھ میں بال۔ مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بال کو یوں ظاہر فرماتے تھے جیسے آپ دیکھتے ہی نہیں اور اپنی ظاہری تصدیق سے آپ اس دودھ اور چکنی چپڑی باتوں کی تعریف فرماتے تھے اس میں سینکڑوں مکر و فریب اور بال تھے لیکن اس وقت آپ سب سے چشم پوشی فرما رہے تھے اور ان پر اپنے سمجھ جانے کو ظاہر نہ ہونے دیتے تھے کہ یہ دل شکستہ ہو جائیں گے۔ واقعی اس بحر کرم نے نہایت ہی صحیح فرمایا ہے کہ میں تم پر تم سے زیادہ مشفق ہوں کہ آتش روشن اور ناگوار طور پر شعلہ زن آگ کے کنارہ پر بیٹھا ہوا ہوں۔ تم پروانوں کی طرح اس طرف دوڑتے ہو اور میں اپنے دونوں ہاتھوں سے تم کو ہٹا رہا ہوں۔ جب آپ بمقتضائے شفقت وغیرہ اس طرف چلنے پر آمادہ ہو گئے اور چلنے کو بالکل تیار ہو گئے تو حق سبحانہ کو غیرت آئی اور حکم ہوا کہ ان راہزنوں کی باتیں نہ سنو۔ ان شریروں نے چال اور فریب کیا ہے اور جو باتیں انہوں نے بیان کی ہیں سب الٹی ہیں ان کا مقصود صرف اپنا منہ کالا کرنا ہے وجہ یہ ہے کہ یہ جماعت یہود کی ہے اور ابو عامر راہب کی پیرو ہے بھلا یہودی و نصرانی دین الٰہی کے کیا خیر خواہ ہو سکتے ہیں ان لوگوں نے اپنی مسجد کو دوزخ کے پل پر تعمیر کیا ہے اور اس کی بدولت یہ دوزخ میں جائیں گے کیونکہ خدا کے ساتھ یہ لوگ فریب کی چالیں چلتے ہیں ان کا مقصد جماعت صحابہؓ کی تفریق ہے لیکن یہ بے ہودے فضل حق سبحانہ کو نہیں جانتے جو صحابہ پر مبذول ہے کہ وہ ان کو ہر ضرر سے بچانے والا ہے اور کبھی گوارا نہیں کرتا کہ ان کو ضرر پہنچے اور غرض ان کی یہ ہے کہ اس یہودی کی طرح سخت دشمن کا فر نصرانی ابو

www.besturdubooks.wordpress.com

عامر راہب کو جس کے وعظ سے یہ پھولے ہوئے ہیں ہرقل سمیت مدینہ پر چڑھا لائیں۔ حق سبحانہ کا یہ حکم سن کر آپ نے اپنی روانگی کو ملتوی فرما دیا لیکن چونکہ آپ بعنایت شفقت ان کو رسوا کرنا نہیں چاہتے تھے اور رسوائی کا حکم بھی نہ ہوا تھا لہٰذا آپ نے فرما دیا کہ اس وقت تو ہم کو سفر درپیش ہے اور غزوہ تبوک کو جا رہے ہیں جب اس سفر سے لوٹیں گے ان شاء اللہ اس وقت چلیں گے یہ فرما کر آپ نے ان کو ٹال دیا اور غزوہ تبوک کو تشریف لے گئے اور ان دغا بازوں کے ساتھ آپ نے بھی دغا کی چال چلی یعنی آپ کو دغا مقصود نہ تھی بلکہ یہ آپ کی تدبیر مشابہ دغا تھی۔ بنا بر مشاکلت اس کو دغا کہہ دیا گیا ہے۔ اس تقریر سے نہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹا وعدہ فرمانے کا الزام ہے اور نہ مولانا پر اس کی تصدیق کا کیونکہ اول تو واقعہ اس صورت سے ثابت ہی نہیں دوسرے وعدہ معلق و مشیت الٰہی تھا لہٰذا جھوٹا نہ تھا اور جب جھوٹا نہ تھا تو مولانا پر بھی الزام نہیں کہ انہوں نے جھوٹے وعدہ کی نسبت کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیونکر سچ سمجھ لیا اور اگر وعدہ کو بصورت حتمی سمجھا جائے کہ ہم ضرور آئیں گے تو اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تو کوئی الزام نہیں کیونکہ واقعہ ثابت ہی نہیں۔ ہاں مولانا پر اعتراض ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس واقعہ کو کیونکر سچا سمجھ لیا۔ سو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مولانا دھوکے کے مقابلہ میں دھوکے کو جائز رکھتے ہوں گے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ اس دھوکے سے دوسرے کو ضرر پہنچانا مقصود نہ ہو بلکہ اپنا تحفظ مدنظر ہو اور یہاں ایسا ہی تھا کہ ان کے شر سے بچنا مقصود تھا نہ کہ ان کو نقصان پہنچانا اور ماخذ اس خیال کا ممکن ہے الحرب خدعة یا جزاء سیئة سیئة مثلها ہو ویؤیدہ ما قال مولانا فی الابیات السابقة۔

؎ ہر دروغے را دروغے شد جزا + کاسہ زن کوزہ بخور اینک سزا + اس وقت مولانا سے بھی اعتراض دفع ہو گیا۔

منافقوں کا حضور علیہ السلام کو پھسلانا تا کہ مسجد ضرار میں تشریف لے جائیں

شرح شبّیری

بر رسول الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کے رسول پر بہت افسون پڑھ رہے تھے اور مکر اور حیلہ کا گھوڑا چلا رہے تھے۔

چاپلوسی الخ۔ یعنی چاپلوسی اور افسون پڑھ رہے تھے اور خدمت کی مہمانی کو بارگاہ کی طرف چلا رہے تھے۔ مطلب یہ کہ مکر و چاپلوسی اور خوشامد کر رہے تھے اور اپنی ان باتوں کو بطور تحفہ کے اور نزل خدمت کے بارگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر رہے تھے۔

آن الخ۔ یعنی وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مہربان اور رحم کیش سوائے تبسم کے اور بہت بہتر کے کچھ سامنے نہ لاتے تھے مطلب یہ کہ وہ تو مکر سے حضور کو پھسلا رہے تھے اور آپ باوجودیکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ جھوٹے ہیں (جیسا کہ لتعرفنهم فی لحن القول سے معلوم ہوتا ہے) غایت لطف و کرم کی وجہ سے یہی فرماتے تھے کہ بہتر ہے بہت اچھا آ جاؤں گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شکر ہائے الخ۔ یعنی اس جماعت کے شکریہ کو یاد کیا اور قبول فرمالینے میں قاصدوں کو شاد کیا۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا شکریہ ادا فرمایا کہ تم نے مجھے بلایا اور اس کے بعد بلانے والوں سے آنے کا وعدہ کرلیا تاکہ وہ بھی خوش ہو جائیں۔

می نمود الخ۔ یعنی ان کا مکر آپ کے سامنے ایک ایک اس طرح دکھائی دیتا تھا کہ جیسے دودھ میں بال۔

موے الخ۔ یعنی بال کو بے دیکھا ہوا کر رہے تھے وہ لطف وکرم والے اور دودھ کی تعریف کر رہے تھے اور وہ دانا۔ مطلب یہ ہے کہ باوجودیکہ ان کے مکر ان کے اقوال میں اس طرح سے ظاہر تھے کہ جیسے کہ دودھ میں بال مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان مکروں سے اس طرح چشم پوشی فرمارہے تھے کہ گویا ان کو خبر ہی نہیں اور ان کے اس بناء مسجد کی تعریف اور خود ان کا شکریہ ادا کر رہے تھے اور یہ اس لئے تھا کہ اول تو حق تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم تھا کہ یہ اگرچہ دل سے کافر ہیں مگر چونکہ زبان سے اسلام کا دعویٰ ہے لہٰذا ان سے برتاؤ مسلمانوں ہی جیسا کیا جائے اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے تو اقرار فرمالیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود بھی یہی تھا کہ تشریف لے جائیں گے مگر اندر سے دل نہ چاہتا تھا اور وہاں جانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشاشت نہ تھی اب یہاں یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ حضورؐ نے خدانخواستہ وہ جھوٹ بولا نہیں ہی وعدہ کیا اور اس کے ایفاء کا بھی قصد تھا مگر دل تنگی سے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ جو وعدہ کیا جائے اور اس کو پورا کیا جائے وہ بشاشت ہی سے ہوا کرے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ فرمایا ہے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں مکر اور افسونوں کے بال تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے چشم پوشی کی اب آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم کی تعریف اور حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ

راست الخ۔ یعنی اس بحر کرم نے درست فرمایا ہے کہ میں تم پر تم سے زیادہ شفیق ہوں یہ مضمون قرآن شریف کا ہے کہ آیا ہے کہ النبی اولٰی بالمومنین من انفسھم اور خود حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے لہٰذا فرماتے ہیں کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں تم پر تم سے زیادہ شفیق ہوں۔ آگے بھی حدیث ہی کا مضمون ہے فرماتے ہیں کہ

من الخ۔ یعنی میں ایک آگ کے کنارہ پر بیٹھا ہوا ہوں جو کہ با فروغ ہے اور بہت بڑے شعلوں والی ہے۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری تمہاری ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک آگ ہے اور اس کے کنارہ میں بیٹھا ہوا ہوں۔

ہچو الخ۔ یعنی تم پروانہ کی طرح اس آگ کی طرف دوڑ رہے ہو اور میرے دونوں ہاتھ پروانہ کو ہٹانے والے ہیں اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں مثلی کمثل رجل استوقد نارا فلما اضاءت ماحولھا جعل الفراش وھذہ الدواب التی تقع فی النار یقعن فیھا و جعل یحجزھن و یغلبنہ فیقتحمن فانا آخذ بحجزکم عن النار وانتم تقتحمون تو دیکھو کہ اس مثال سے غایت لطف وکرم ثابت ہو رہا ہے سبحان اللہ یا رب تو کریمی و رسول تو کریم + صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون الخ۔ یعنی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر (مستعد) ہوئے کہ روانہ ہوں تو غیرت حق نے آواز دی کہ ان غولوں کی مت سنو۔ مصرعہ اولی کی عبارت میں تھوڑی تقدیم تاخیر ہے عبارت صاف یہ ہے کہ چون رسولؐ بران شد تا روان گردد غیرت حق الخ۔ غرضکہ آپ کا قصد تو جانے کا تھا ہی لہٰذا وحی آ گئی کہ

کاین الخ۔ یعنی کہ ان خبیثوں نے مکر اور حیلہ کیا ہے اور یہ جو کچھ کہ لائے ہیں سب الٹا ہے (اور بے ہودہ ہے)

قصد الخ۔ یعنی ان کا مقصد اس سے سوائے سیہ روئی کے کچھ نہیں ہے اس لئے کہ نصرانی یا یہودی دین کی خبر کب ڈھونڈتے ہیں۔

مسجدے الخ۔ یعنی دوزخ کے پل پر ایک مسجد بناتے تھے اور حق تعالیٰ کے ساتھ دھوکہ کی نرد کھیلتے تھے۔ یہ اشارہ اس آیت۔ علی شفا جرف هار فانهار به الخ۔ مطلب یہ کہ چونکہ ان کی غرض فاسد تھی جس کا انجام کہ دخول نار تھا اس لئے گویا کہ انہوں نے اس مسجد کو کنارۂ دوزخ ہی پر بنایا تھا۔

قصد شان الخ۔ یعنی ان کا مقصود رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں تفریق تھی مگر فضل حق کو ہر فضول کب پہچان سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو کیا خبر تھی کہ اس میں رحمت حق مضمر ہے اور جن میں کہ یہ تفریق کرانا چاہتے تھے ان حضرات پر رحمت حق تھی اس لئے حق تعالیٰ نے ان کو بتا دیا۔

تا جہودے الخ۔ یعنی تا کہ ایک یہودی کو شام سے اس جگہ لائیں کیونکہ اس کے وعظ سے یہودی خوش ہیں قصہ اس کا یہ ہے کہ ایک شخص ابن عامر نامی نصرانی شام میں تھا اور مدینہ منورہ میں اکثر یہودی منافق تھے تو اس ابن عامر نے ان لوگوں کو لکھا کہ تم ایک بیٹھک مسجد کے طور پر بناؤ تا کہ اس کے اندر سب صلاح و مشورے ہوا کریں اس کے بعد ہرقل سے لشکر لے کر ان لوگوں کو نکال دیا جائے گا لہٰذا ان منافقوں نے یہ مسجد اس لئے بنائی تھی لہٰذا فرماتے ہیں کہ ان کا مقصد یہ تھا کہ اس یہودی کو یہاں بلا لیں۔

گفت الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں لیکن اب ہم سر راہ پر ہیں اور لڑائی کے قصد میں ہیں مطلب یہ ہے کہ حضورؐ نے تشریف لانے کا وعدہ فرمایا اور یہ فرمایا کہ ابھی تو ہم سفر میں ہیں اور لڑائی کو جا رہے ہیں اس کے بعد آئیں گے اس لئے کہ اس وقت غزوہ تبوک کی تیاری تھی یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ اول تو مولاناؒ نے وحی کی ممانعت کا ذکر کیا اس کے بعد اس کو بیان کیا کہ حضورؐ نے وعدہ فرمایا تو کیا بعد وحی وعدہ فرمایا تھا بات یہ ہے کہ اول تو مولانا نے قصہ کو مجمل طور پر بیان فرما دیا تھا اور اب اس کو مفصل طور پر بیان فرما رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

زین الخ۔ یعنی (آپ نے فرمایا کہ) اس سفر سے جبکہ میں واپس ہوں گا اس وقت اس مسجد کی طرف آؤنگا اب دیکھو کہ اس فرمانے سے معلوم ہوتا ہے کہ دل سے حضور کو بشاشت نہ تھی ورنہ کیا مشکل تھا کہ چند قدم تشریف لے جاتے مگر اس وقت یہی چاہا کہ ٹال دیں۔

دفع الخ۔ یعنی آپ نے ان کو ٹال دیا اور غزوہ کی طرف تشریف لے گئے۔ دغا بازوں کے ساتھ دغا کی ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

بازی کھیلی۔ اس دغا سے مراد یہ مکر و فریب نہیں ہے بلکہ یہ مکر وہ و مکر اللہ کے قبیل سے ہے جیسا کہ وہاں مکر حق تعالیٰ کی طرف منسوب ہے اسی طرح یہاں دغا بھی حضور کی طرف نسبت کر دی گئی ہے مقصود یہ ہے کہ ان کے کرتوت کا بدلا آپ نے بھی دیا۔

چوں بیامد از غزا باز آمدند	جنگ اندر وعدۂ ماضی زدند
جب (رسولؐ) غزوے سے آئے وہ پھر آئے	(اور) پہلے وعدے کا سہارا لیا
گفت حقش کاے پیغمبرؐ فاش گو	عذر آور جنگ باشد باش گو
اللہ (تعالیٰ) نے ان سے فرمایا اے پیغمبر صاف کہہ دیجئے	(جانے سے) عذر کر دیجئے جنگ ہوتی ہے تو ہو
گفت اے قوم دغل خامش کنید	تانگویم راز ہا تاں تن زنید
(پیغمبرؐ نے) فرمایا اے مکار قوم! چپ رہو	خاموش ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے راز نہ کہہ ڈالوں
گفت تاں بس بدرون و دشمنید	من نخواہم آمد از من بگذرید
(پیغمبر نے) فرمایا تم بدباطن اور دشمن ہو	میں نہیں آؤں گا میرا خیال چھوڑ دو
چوں نشان چند از اسرار شاں	در بیاں آورد بد شد کار شاں
جب آپ نے ان کے بھیدوں کے کچھ نشان	بیان کر دیئے تو ان کا کام بگڑ گیا
قاصداں زو باز گشتند آں زماں	حاش للہ حاش للہ دم زناں
قاصد آپ کے پاس سے واپس ہو گئے (اور) دوسرے وقت	خدا بچائے خدا بچائے کہتے ہوئے
ہر منافق مصحفے زیر بغل	سوئے پیغمبر بیاورد از دغل
ہر منافق قرآن بغل میں دبا کر	مکاری سے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لایا
تاخورد سوگند کایماں جنتے ست	زانکہ سوگند آں کژاں راسنتے ست
تاکہ قسم کھائے کیونکہ قسم ڈھال ہے	اس لئے کہ قسم کھانا ان کجوں کی عادت ہے
چوں ندارد مرد کژ در دیں وفا	ہر زمانے بشکند سوگند را
کج انسان چونکہ دین (کے معاملہ) میں وفا نہیں رکھتا ہے	ہر وقت قسم توڑ دیتا ہے
راستاں را حاجت سوگند نیست	زانکہ ایشاں را دو چشم روشنے ست
سچوں کو قسم کی ضرورت نہیں ہے	اس لئے کہ ان کی دونوں آنکھیں روشن ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

نقض میثاق و عہود از احمقی ست	حفظ ایمان و وفا کار تقی ست
عہد اور پیمان کا توڑنا بے وقوفی ہے	قسموں کی حفاظت اور پورا کرنا متقی کا کام ہے
گفت پیغمبرؐ کہ سوگند شما	راست گیرم یا کہ پیغام خدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ تمہاری قسم	سچ سمجھوں یا خدا کا پیغام
باز سوگند دگر خوردند قوم	مصحف اندر دست و برلب مہر صوم
قوم نے پھر دوسری قسم کھائی	ہاتھ میں قرآن منہ پر روزے کی مہر
کہ بحق ایں کلام پاک و راست	کہ بنائے مسجد از بہر خدا ست
کہ اس سچے اور پاک کلام کی قسم	مسجد کی تعمیر خدا کے لئے ہے
اندر ینجا ہیچ مکر و حیلہ نیست	قصد ما زاں صدق و ذکر و یارب یست
اس میں کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے	اس سے ہمارا ارادہ سچائی اور ذکر اور یارب کہنا ہے
گفت پیغمبرؐ کہ آواز خدا	می رسد در گوش من ہمچوں صدا
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ خدا کی آواز	میرے کان میں صدا کی طرح آتی ہے
مہر بر گوش شما بنہاد حق	تا بآواز خدا نارد سبق
اللہ (تعالی) نے تمہارے کان پر مہر لگا دی ہے	تاکہ خدا کی آواز سے سبق نہ سیکھے
نک صریح آواز حق می آیدم	ہمچو صاف از درد می پالایدم
اب میرے پاس خدا کی صاف آواز آتی ہے	جو مصفیٰ کی طرح مجھے تلچھٹ سے صاف کر دیتی ہے
چوں کلیم اللہ کز سوئے درخت	بانگ حق بشنید کاے مسعود بخت
جس طرح (موسیٰ) کلیم اللہ نے درخت کی جانب سے	اللہ (تعالی) کی آواز سنی کہ اے نیک نصیب!
از درخت انی انا اللہ می شنید	با کلام انوار می آمد پدید
درخت سے "بیشک میں ہی خدا ہوں" سنتے تھے	کلام کیساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے
چوں ز نور وحی وا می ماندند	باز نو سوگند ہا می خواندند
جب وہ (منافق) وحی کے نور سے عاجز آ جاتے	پھر نئی قسمیں کھانے لگتے
چوں خدا سوگند را خواندہ سپر	کے نہد اسپر زکف پیکار گر
جبکہ اللہ (تعالی) نے قسم کو ڈھال قرار دیا ہے	جنگجو ہاتھ سے ڈھال کب چھوڑتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

باز پیغمبرؐ بہ تکذیب صریح	قد کذبتم گفت با ایشاں فصیح
پھر پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے صاف جھٹلاتے ہوئے	صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ تم جھوٹے ہو

اندیشیدن یکے از اصحاب با نکار کہ حضرت رسالت رسولؐ چرا ستاری نمیکند

صحابہ میں سے ایک کا شبہ کے ساتھ سوچنا کہ حضرت رسالت رسول پردہ پوشی کیوں نہیں کرتے ہیں

تا یکے یارے زیاران رسول	در دلش انکار آمد زاں نکول
رسول کے دوستوں میں سے ایک کے	دل میں قسم کے نہ ماننے سے وسوسہ آیا
کاینچنیں پیران باشیب و وقار	می کندشاں ایں پیمبر شرمسار
کہ ایسے بوڑھے اور باوقار لوگوں کو	یہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) شرمندہ کر رہے ہیں
کو کرم کو ستر پوشی کو حیا	صد ہزاراں عیب پوشند انبیاء
کرم کہاں ہے؟ پردہ پوشی کہاں ہے؟ حیا کہاں ہے؟	انبیاء تو لاکھوں عیب چھپاتے ہیں
باز در دل زود استغفار کرد	تا نگردد ز اعتراض او روئے زرد
پھر دل میں بہت جلد استغفار کی	تاکہ وہ اعتراض (کرنے) سے (اللہ کے سامنے) شرمندہ نہ ہو
لیک آں نقش کجش از دل نرفت	مہر بد از طبع بے حاصل نرفت
لیکن ان کے دل سے وہ ٹیڑھا نقش نہ مٹا	دل سے بُروں کی محبت بے نتیجہ نہ رہی
شومی یاری اصحاب نفاق	کرد مومن را چو ایشاں زشت و عاق
منافقوں کی دوستی کی نحوست نے	مومن کو ان (منافقوں) کی طرح بُرا اور نافرمان بنا دیا
باز می زارید کاے علام سر	مر مرا مگذار بر کفراں مصر
انہوں نے پھر گریہ وزاری کی کہ اے بھیدوں کے جاننے والے!	مجھے کفر پر مصر نہ رکھ
دل بدستم نیست ہمچو دید چشم	ورنہ دل را سوزمے ایندم بخشم
آنکھ کی طرح دل میرے قبضہ میں نہیں ہے	ورنہ غصہ میں میں اسی وقت دل کو پھونک دیتا
اندریں اندیشہ خوابش در ربود	مسجد ایشانش پر سرگیں نمود
اس فکر میں ان کو نیند آ گئی	ان کو ان کی مسجد گوبر سے پُر نظر آئی

www.besturdubooks.wordpress.com

سنگہاش اندر حدث جائے تباہ	می دمید از سنگہا دود سیاہ
اس کے پتھر ناپاکی میں بری جگہ (تھے)	اس کے پتھروں سے کالا دھواں اٹھ رہا تھا
دود در حلقش شد و حلقش بخست	از نہیب دود تلخ از خواب جست
دھواں ان کے حلق میں گھسا اور ان کے حلق کو خستہ کر دیا	کڑوے دھویں کے خوف سے وہ نیند سے بیدار ہوئے
در زماں در رو فتاد و می گریست	کاے خدا این ہا نشان منکر یست
فوراً چہرے کے بل گرے اور روتے تھے	اے خدا یہ منکر ہونے کی علامتیں ہیں
خلم بہتر از چنیں حلم اے خدا	کو کند از نور ایمانم جدا
اے خدا ایسی بردباری سے غصہ بھلا	جو کہ مجھے نور ایمان سے جدا کر رہا ہے

شرح حبیبی

جب آپ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو منافق طلب وفاء وعدہ گزشتہ کی غرض سے حاضر خدمت ہوئے۔ اس وقت حق سبحانہ نے فرمادیا کہ آپ حیلہ حوالہ سے کام نہ لیجئے بلکہ صاف انکار کر دیجئے۔ لڑائی ہوگی بلا سے ہو کچھ پرواہ نہ کیجئے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ مکارو چپ رہو کیوں اپنے راز کھلواتے ہو۔ تم بڑے بد باطن اور دشمن ہو مجھے معاف رکھو میں نہ آؤنگا لو تم کو کھواتے ہیں بچے کی باتیں بتائے دیتا ہوں اور یہ کہہ کر آپ نے کچھ پتے دینے شروع کئے۔ یہ سن کر ان کے حواس باختہ ہو گئے اور چل دیئے۔ پھر یہ خیال آیا کہ یہ تو الزام ہم نے اپنے سر لے لیا اور گویا کہ ان کے بیانات کو تسلیم کر لیا بہت بُرا ہوا۔ یہ خیال کر کے حاش للہ حاش للہ کہتے ہوئے پھر لوٹے اور بڑی پختگی کے ساتھ آئے گویا کہ ہر منافق بغل میں ایک قرآن دبائے ہوئے ہے۔ غرض اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے قسمیں کھانے کی غرض سے خوب تیار ہو کر آئے۔ کیونکہ قسمیں جھوٹوں کی سپر ہیں اور ان کا یہی شیوہ ہے چونکہ ٹیڑھے لوگ دین میں وفا تو رکھتے نہیں اس لئے ہر وقت قسم کو توڑتے ہیں اور جھوٹی قسمیں کھاتے ہیں سچے لوگوں کے لئے فضول قسموں کی ضرورت نہیں کیونکہ خدا نے ان کو دو باطنی روشن آنکھیں عطا کی ہیں جن سے وہ ان قسموں کی لغویت کو محسوس کرتے ہیں۔ عہد و پیمان کو توڑنا حماقت کا کام ہے اور قسموں کو لغویت سے محفوظ رکھنا اور بات کا پکا ہونا یہ متقی کا کام ہے۔ یہ مضمون بمناسبت مقام تبعاً بیان ہو گیا ہے۔ اب ہم پھر اصل مقصد کی طرف عود کرتے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قسموں کو سن کر فرمایا کہ تم ہی بتاؤ کہ میں تمہاری قسموں کا اعتبار کروں یا حق سبحانہ کی قسم کا۔ انہوں نے پھر نہایت پختگی کے ساتھ قسم کھائی جیسے کہ کوئی شخص قرآن ہاتھ میں لے کر اور منہ میں روزہ رکھ کر کہتا ہو کہ اس کلام پاک کی قسم جو آپ پر نازل ہوا ہے کہ ہم نے

www.besturdubooks.wordpress.com

مسجد خدا ہی کے لئے بنائی ہے اس میں کوئی مکر اور کوئی حیلہ نہیں اور ہمیں سوائے خلوص اور ذکر اللہ کے اور کچھ مقصود نہیں اور آپ جو فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ اس کی تکذیب کرتے ہیں شاید جناب کے سننے یا سمجھنے میں کچھ خلل واقع ہوا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ حق سبحانہ کی آواز میرے کانوں میں آ رہی ہے۔ تمہارے کانوں پر حق سبحانہ کی مہر ہے اس لئے تم نہیں سن سکتے اور تمہارے کان اس آواز تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم خود بھی سن سکتے تھے۔ مجھے بالکل مغالطہ نہیں ہوا بلکہ حق سبحانہ کی صاف اور صریح آواز ہے جو میرے لئے حق و باطل کو بالکل جدا کر رہی ہے۔ چونکہ وہ لوگ نور وحی سے بالکل الگ تھے اس لئے اس پر بھی قسمیں کھائے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ صاحب ہم اپنے قصد وارادہ سے خود واقف ہیں پھر ہم کیسے کہیں کہ واقعی ہمارا ارادہ مکر اور فریب کا تھا بات یہ ہے کہ حق سبحانہ قسم کو سپر فرما چکے ہیں۔ پھر یہ جنگجو ڈھال کو ہاتھ سے کیسے رکھ سکتے تھے اس لئے برابر قسموں کو آڑ بنایا کئے۔ آخر تنگ ہو کر آنحضرتؐ نے صاف فرما دیا کہ تم یقیناً جھوٹے ہو اور تمہاری بات میں سچ کا احتمال بھی نہیں اور اس شدومد سے انکار کیا کہ اس انکار سے ایک صحابی کے دل میں بھی انقباض پیدا ہوا کہ ایسے بڈھے اور معزز لوگوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں شرمندہ فرماتے ہیں اس وقت آپ کی کرم طبعی اور پردہ پوشی وحیائے جبلی کو کیا ہوا۔ انبیاء تو ہزاروں عیب چھپاتے ہیں پھر فوراً ہی دل میں توبہ استغفار کی کہ پیغمبر کی نسبت میرے دل میں کیسا گندہ خیال آیا۔ ایسا نہ ہو اس اعتراض سے میں حق سبحانہ کی جناب میں نادم ہوں لیکن اب بھی وہ بے ہودہ وسوسہ ان کے دل سے بالکل نہ نکلا اور ان کی طبیعت سے منافقین کی بُری محبت بالکل زائل نہ ہوئی۔ دیکھو منافقین کی دوستی کی شامت نے ایک مومن کو بُرا اور نافرمان بنا دیا ولائے کفار یہ بدبلا ہے اس سے بچنا چاہیے خیر پھر وہ حق سبحانہ کی حضور میں گڑگڑائے کہ اے واقف راز تو مجھے اس کفران پر مصرمت چھوڑ اور میرے دل سے اس وسوسہ کو دور کر دے جس طرح آنکھ سے دیکھنا میرے قبضہ میں ہے یوں دل کا خیال میرے قبضہ میں نہیں ورنہ میں اس دل سے اتنا بیزار ہوں کہ اس کو آگ لگا دیتا اسی خیال میں ان کو نیند آ گئی اور انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ مسجد گوبر پر بنائی گئی ہے جس میں اشارہ تھا اس کی طرف کہ یہ اغراض خبیثہ پر بنائی گئی ہے اور اس کے پتھر گوہ میں سنے ہوئے ہیں اور ان سے کالا کالا دھواں نکل رہا ہے اس سے اشارہ تھا کہ یہ عمارت ان اغراض سے متلبس ہے جو دوزخ میں لے جانے والی ہیں وہ دھواں ان کے حلق میں بھی پہنچا جس سے ان کے گلے میں سوزش پیدا ہو گئی اس میں اشارہ اس طرف تھا کہ دیکھو تم بھی ان لوگوں کی خیر خواہی میں آ کر سزا کے مستحق ہو گئے۔ اب وہ اس تلخ دھوئیں کے خوف سے بیدار ہو گئے اور فوراً سجدہ میں گئے اور رو کر کہا کہ اے اللہ یہ میرے انکار کی بے ہودگی کی نشانی ہے اب میں سمجھ گیا کہ میرا انکار نہایت بے ہودہ تھا اے اللہ واقعی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سختی جس کو برا سمجھتا تھا آپ کے حلم سے بہتر ہے جس کو میں اچھا سمجھتا تھا۔ وہ حلم جس کو میں اچھا سمجھتا تھا ہرگز اچھا نہیں کیونکہ وہ تو مجھ کو نور ایمان سے علیحدہ کرنے والا ہے اس لئے کہ جب میں اس حلم کو اچھا سمجھوں گا اور وہ پایا نہ جائے گا بلکہ اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ضد پائی جائے گی تو لامحالہ اس ضد کو برا سمجھوں گا اور یہ میرے سلب ایمان کا باعث ہوگا تو لامحالہ وہ حلم برا ہوگا۔

شرح شبّیری

چون الخ۔ یعنی جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ سے واپس تشریف لائے تو وہ لوگ پھر حاضر ہوئے اور اس گزرے ہوئے وعدہ کے (ایفا کے) طالب ہوئے۔

گفت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے آپ سے فرمادیا کہ ظاہر طور پر آپ فرمادیجئے اور عذر کردیجئے لڑائی ہوگی تو ہونے دیجئے۔ مطلب یہ کہ اب ان سے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے ساتھ برتاؤ چاپلوسی کا کیا جائے بلکہ آپ تو صاف فرمادیجئے کہ ہم نہ آئیں گے اب اگر یہ مخالف بھی ہو جائیں تو ہو جانے دیجئے۔ کچھ پرواہ نہیں ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے قوم مکار بس خاموش رہو کہیں میں تمہارے راز نہ کہہ دوں۔ اس سے بس چپ ہی رہو اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت والذین اتخذوا مسجداً ضراراً الخ تو پڑھ ہی دی تھی مگر خود ان کے منہ پر کھلم کھلا کہتے ہوئے لجتے تھے اس لئے فرمایا کہ بس چپ ہی رہو ورنہ پھر سب کہنا پڑے گا۔

گفت الخ۔ یعنی تم بس بد باطن اور دشمن ہو میں ہرگز نہ آؤنگا مجھ سے درگزر کرو۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ ان کے اسرار میں سے چند نشانیاں بیان میں لائے تو ان کا سارا کام خراب ہو گیا اس لئے کہ جو سوچا تھا اس کے بالکل خلاف ہوا۔

قاصدان الخ۔ یعنی وہ قاصد اسی وقت وہاں سے حاش اللہ حاش اللہ کہتے ہوئے واپس ہو گئے۔ مطلب یہ کہ اپنے اس خیال تفریق وغیرہ سے تبریہ کرتے تھے کہ توبہ توبہ بھلا ایسا خیال ہو بھی سکتا ہے استغفر اللہ۔

ہر الخ۔ یعنی ہر منافق ایک قرآن شریف بغل میں دابے ہوئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دھوکے کے واسطے لایا۔

تا خورد۔ یعنی تا کہ وہ قسم کھائے کہ قسمیں تو ڈھال ہیں اس لئے کہ قسمیں کج لوگوں کا طریقہ ہیں۔ یعنی جو لوگ کجرو ہوتے ہیں وہ تو ذرا ذرا سی بات میں قسم کھایا کرتے ہیں اور ان کا تو طریقہ یہی ہے لہٰذا وہ بھی قسمیں کھانے کو ایک ایک مصحف بغل میں دابے ہوئے چلے آئے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ کجرو آدمی دین میں وفا نہیں رکھتا تو وہ ہر گھڑی ایک قسم کو توڑتا ہے۔

راستان الخ۔ یعنی سچوں کو حاجت قسم کھانے کی نہیں ہے اس لئے کہ ان کی دونوں آنکھیں روشن ہیں مطلب یہ کہ جو کجرو ہیں ان کو تو اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ وہ ہر ہر بات پر قسم کھائیں مگر جو سچے ہوتے ہیں ان کو حاجت قسم کی نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کی تو دونوں آنکھیں روشن ہیں اور وہ ہر بات کو کالمعائنہ دیکھ رہے ہیں اور ان کے قلب کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے لہٰذا ان کو قسم کھانے کی حاجت نہیں ہوتی یہ تو کذابوں ہی کا طریقہ ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نقض الخ۔ یعنی میثاق اور عہد کا توڑنا احمق پن کی بات ہے اور قسموں کی حفاظت اور ان کو پورا کرنا متقی آدمی کا کام ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تمہاری قسم کو سچ سمجھوں یا کہ حق تعالیٰ کی قسم کو کہ فرماتے ہیں واللہ یشھدان المنافقین لکاذبون۔

باز الخ۔ یعنی پھر لوگوں نے دوسری قسم کھائی کہ قرآن تو ہاتھ میں اور منہ پر مہر روزہ کی۔ یعنی قسم کھاتے تھے کہ ہم اس قرآن کی قسم کھاتے ہیں اور ہمارے منہ میں روزہ ہے کہ ہم سچے ہیں خود فرماتے ہیں کہ

کہ بحق الخ۔ یعنی کہ قسم ہے اس کلام پاک اور سچے کی کہ اس مسجد کی بنا خدا ہی کے واسطے ہے اور کہتے تھے کہ

اندر بنجا الخ۔ یعنی اس جگہ کوئی مکر اور حیلہ نہیں ہے بلکہ ہمارا مقصد اس بنانے سے صدق اور ذکر اور یارب کہنا ہے مطلب یہ کہ صرف ذکر اللہ کی غرض سے بنائی ہے اور کوئی غرض فاسد نہیں ہے۔

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کی آواز میرے کان میں صدا کی طرح آ رہی ہے۔ مطلب یہ کہ میں اس ممانعت کو اس وقت بھی سن رہا ہوں گویا کہ ابھی تک وہی آواز آ رہی ہے کہ لاتقم فیہ ابدا اب ان کو یہ شبہ ہوا کہ ہم کو تو کہیں بھی سنائی نہیں دیتی اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

مہر الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے کانوں پر مہر لگا دی ہے تاکہ آواز خدا تم تک سبقت نہ لاوے۔ مطلب یہ کہ تم پر خدا کی پھٹکار ہے اس لئے تم سن نہیں سکتے ورنہ آواز برابر آ رہی ہے۔

نک الخ۔ یعنی یہ صریح حق تعالیٰ کی آواز مجھے آ رہی ہے اور صاف کی مثل دردے سے مجھے صاف کر رہی ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ آواز آنا کچھ جائے تعجب نہیں ہے اس لئے کہ پہلے انبیاء کو بھی بلاواسطہ آواز آئی ہے جیسے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام تھے اسی کو فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کی طرح کہ وہ درخت کی طرف سے حق تعالیٰ کی آواز کو سن رہے تھے کہ اے مسعود نصیب والے۔ قرآن شریف میں جو ہے کہ حق تعالیٰ کی آواز آئی یا موسیٰ انی انا اللہ تو اس ندا یا موسیٰ کو اس طرح تعبیر کر دیا۔

از درخت الخ۔ یعنی درخت سے آواز انی انا اللہ کو سنتے تھے اور کلام کے ساتھ انوار ظاہر ہو رہے تھے غرضکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب یہ حالت ہے تو میں تمہارے کہنے کو کس طرح مان لوں آگے فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ نور وحی سے وہ عاجز رہتے تھے تو پھر نئی قسمیں کھاتے تھے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب اس قدر ان کی تکذیب کر دی گئی تھی تو اب ان کو کیا امید تھی کہ ان کی تصدیق کی جائے گی۔ تو پھر وہ اس قدر قسمیں کیوں کھاتے تھے مولانا اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ نے قسم کو ڈھال فرمایا ہے تو بھلا لڑنے والا سپر کو ہاتھ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

کب رکھتا ہے قرآن شریف میں ہے اتخذوا ایمانهم جنة تو دیکھو جب کوئی لڑتا ہے تو اگرچہ یقین ہے کہ میں ہار جاؤں گا مگر تب بھی طبعاً بے اختیار سپر سامنے آ ہی جاتی ہے تو اسی طرح ان کو اگرچہ یقین تھا کہ ہماری باتیں سب غلط ثابت ہوں گی مگر وہ قسمیں کھا ہی رہے تھے کہ شاید یقین آ جائے۔

باز الخ۔ یعنی پھر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تکذیب صریح سے قد کذبتم ان سے صاف طور پر فرما دیا۔ آگے مولانا ایک اور قصہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر ان کو کاذب فرما دیا تو ایک صحابی کو یہ وسوسہ ہوا کہ اگرچہ وہ کاذب ہی تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح صاف طور پر نہ فرمانا چاہیے تھا کہ اس میں ان کی دل شکنی ہے اس پر حق تعالیٰ نے ان پر نیند کو غالب کیا اور اس میں ان کو اس مسجد کو پر گندگی دکھا دیا تب انہوں نے اس وجہ سے توبہ کی اور اسی میں مولانا یہ بھی فرماتے ہیں کہ ایسے ایسے وسوسے سب صحابہ کو آئے مگر ہم بیان نہیں کرتے اس لئے کہ شاید کسی کو ان حضرات کی طرف سے بدگمانی ہو جائے مگر یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ سارا قصہ مسجد ضرار کا جس طرح کہ مولانا نے بیان کیا ہے کہیں مذکور نہیں ہے اور پھر یہ قصہ صحابی کا تو کہیں ہے ہی نہیں تو انہوں نے یہ قصہ کہاں سے نقل کیا ہے اس کی توجیہ یہ کی جا سکتی ہے کہ یہ حدیث منامی کو بیان کر رہے ہیں ممکن ہے کہ ان پر یہ سب حالات اس طرح سے منکشف ہوئے ہوں کہ یوں ہوا ہے اور خواب محتاج تعبیر ہوتا ہے مگر انہوں نے تعبیر نہیں دی بلکہ اس کو واقعہ ہی سمجھ کر یہاں ذکر کر دیا اور چونکہ یہ قصہ ایسا ہے جس پر مدار تو ہے نہیں نہ کوئی حکم اس سے نکلتا ہے اس لئے اگر اس کو روایت اپنے لفظوں میں بھی کر دیا جائے تب بھی مضائقہ نہیں ہے اگرچہ یہ ایک توجیہ بھی ہے مگر خیر چونکہ بزرگوں سے حسن ظن ہے اس لئے بنایا جائے گا ورنہ کہیں یہ قصہ نظر سے تو گزرا نہیں اور ممکن ہے کہ مولانا نے کسی سیر کی کتاب میں دیکھا ہو اور اس سے نقل کیا ہو اب سنو کہ فرماتے ہیں۔

ایک صحابی کا سوچنا کہ حضور ﷺ لحاظ کیوں نہیں کرتے

تا کے الخ۔ یعنی حضور نے اس قدر صریح طور پر انکار فرمایا کہ یاران رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک یار کے دل میں اس انکار سے شبہ پیدا ہوا۔

کاین الخ۔ یعنی کہ ایسے باوقار بوڑھوں کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم شرمندہ فرما رہے ہیں۔

کو کرم الخ۔ یعنی کہاں ہے کرم اور کہاں ہے عیب پوشی اور حیا اس لئے کہ انبیاء تو لاکھوں عیوب کو چھپاتے ہیں۔

باز الخ۔ یعنی پھر جلدی سے دل میں استغفار کی تا کہ اس اعتراض سے پھر شرمندہ نہ ہو۔

لیک الخ۔ یعنی لیکن وہ نقش کج اس کے دل سے نہ گیا اور وہ مہر بد اس کے بے حاصل طبیعت سے زائل نہ ہوئی۔

شومی الخ۔ یعنی اصحاب نفاق کی صحبت کی نحوست نے مومن کو بھی اپنی طرح برا اور عاق بنا لیا۔

بازی الخ۔ یعنی وہ پھر روتے تھے کہ اے دانائے رازہائے پوشیدہ مجھے اس ناشکری پر مصر نہ فرمائیے۔

دل الخ۔ یعنی دل میرے قبضہ میں نہیں ہے مثل آنکھ کے دیکھنے کے ورنہ اس وقت تو غصہ کی وجہ سے دل کو

www.besturdubooks.wordpress.com

جلاؤ الناء۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ آنکھ کا کھول دینا تو کچھ قبضہ میں ہے مگر یہ کہ وہ دیکھے بھی یہ قبضہ میں نہیں ہے۔ اسی طرح دل بھی قبضہ میں نہیں ورنہ اس کو غارت کر دیتا کہ اس میں اس قدر عظیم الشان وسوسہ آتا ہے۔

اندرین الخ۔ یعنی اس سوچ میں ان کو نیند آ گئی تو ان کی مسجد کو گوبر سے بھرا ہوا دیکھا۔

سنگہاش الخ۔ یعنی اس کے پتھر ناپاکی میں اور جگہ خراب اور اس کے پتھروں میں سے سیاہ دھواں نکل رہا تھا۔

دود دالخ۔ یعنی ان کے حلق میں دھواں گیا تو ان کا حلق گھٹا تو اس دھوئیں کی تختی سے نیند سے اٹھ بیٹھے۔

درزمان الخ۔ یعنی اسی وقت سجدہ میں گر پڑے اور روتے تھے کہ اے الٰہی یہ تو منکری کی نشانی ہے۔

حلم الخ۔ یعنی ایسے حلم سے تو نفرت ہی بہتر ہے اے خدا جو کہ مجھے نور ایمان سے جدا کر دے یعنی بے شک وہ اس کے سزاوار تھے اور اس حلم سے یہ اور نفرت ہی بہتر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر بکاوی کوشش اہل مجاز	تو بتو گندہ بود ہمچوں پیاز
اگر تو نام کے مسلمانوں کی کوشش کی کھود کرید کریگا	تو وہ پیاز کی طرح تہہ بہ تہہ بدبودار ہو گی
ہر یکے از یکدگر بے مغز تر	صادقاں را یک زدیگر نغز تر
ہر (تہہ) دوسری سے زیادہ بے مغز ہو گی	سچوں کی ایک (تہہ) دوسری سے زیادہ اچھی ہو گی
صد کمر بستہ بمکر آں قوم ست	از نفاق و زرق و دین نادرست
اس سست قوم نے مکاری پر سو (طرح سے) کمر باندھ رکھی تھی	نفاق اور جھوٹ اور غلط دین کی وجہ سے
صد کمر آں قوم بستہ برقبا	بہر ہدم مسجد اہل قبا
وہ قوم سو (طرح سے) قبا پر کمر کسے ہوئے تھی	قبا والوں کی مسجد کو منہدم کرنے کے لئے
ہمچو آں اصحاب فیل اندر حبش	کعبہ کردند و حق آتش زدش
ان ہاتھی والوں کی طرح جنہوں نے حبشہ میں	کعبہ بنایا اور اللہ نے اس میں آگ لگا دی
قصد خانہ کعبہ کردند ز انتقام	حال شاں چوں شد فرو خواں از کلام
بدلہ لینے کے لئے انہوں نے خانہ کعبہ کا قصد کیا	ان کا کیا حال ہوا؟ کلام اللہ میں پڑھ لے
مرسیہ رویان دیں را خود جہیز	نیست الا حیلت و مکر و ستیز
دین کے روسیاہوں کا سامان	حیلہ اور مکر اور لڑائی کے سوا کچھ نہیں ہے

شرح حبیبی

واقعی بات یہ ہے کہ جو لوگ دین کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں ان کی کوششیں سراسر گندہ ہوتی ہیں اور ان کی

www.besturdubooks.wordpress.com

کوششوں میں یوں گندگیوں کی تہیں لگی ہوتی ہیں جس طرح پیاز کے چھلکے۔ان میں سے ہر ایک دوسری سے نکمی ہوتی ہے برخلاف ان لوگوں کے جو سچے ہیں ان کی ہر کوشش دوسری سے عمدہ ہوتی ہے جب یہ استطرادی مضمون سن چکے تو اب اصل مضمون کی طرف انتقال کرتے ہیں۔ان لوگوں نے اپنے نفاق اور دغا اور بددینی کے سبب سینکڑوں مکر کے پٹکے اپنی کمر پر باندھ رکھے تھے اور مسجد قبا کے ویران کرنے کے لئے ہزاروں جدوجہد کیں لیکن سب غارت ہو گئیں جس طرح اصحاب فیل نے حبشہ میں خانہ کعبہ بنایا اور خدا نے اس کو اپنے ایک نیک بندے کے ہاتھوں آگ لگا دی تھی اور پھر انہوں نے اس کے انتقام کے لئے خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کی کوشش کی لیکن تم کلام اللہ میں اس کا حال بھی پڑھ لو کہ کیا ہوا۔غرض بددین لوگوں کا سرمایہ سوائے مکر وحیلہ ومخالفت کے اور کچھ نہیں ہوتا۔اسی سے وہ اطفاء نور حق کی کوشش کرتے ہیں۔ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ۔

شرح شبّیری

گر بکاوے الخ۔یعنی اگر تم اہل مجاز کی کوشش میں کاوش کرو تو اسی طرح تہ بر تہ گندگی پیاز کی طرح دیکھو۔

ہر یکے الخ۔یعنی اہل مجاز تو ایک دوسرے سے بے مغز ہی زیادہ ہوتے ہیں اور صادق ایک دوسرے سے اچھے ہوتے ہیں آگے پھر ان منافقوں کا قصہ ہے کہ

صد کمر الخ۔یعنی قوم ست نفاق اور مکر اور دین نادرست میں خوب مستعد تھی۔

صد کمر الخ۔یعنی اس قوم نے قبا پر سو کمریں باندھ رکھی تھیں اہل قبا کی مسجد کے ہدم کے واسطے۔مطلب یہ کہ خوب مستعد تھے آگے ان کی اس مسجد کی ایک مثال فرماتے ہیں

ہمچو الخ۔یعنی مانند اصحاب فیل کے کہ انہوں نے حبش میں ایک کعبہ بنایا تھا اور حق تعالیٰ نے اس میں آگ لگا دی تھی قصہ اس کا مشہور ومعروف ہے۔

قصد الخ۔یعنی اول اصحاب فیل نے قصد کعبہ کا انتقام کی وجہ سے کیا تو جوان کا حال ہوا اس کو قرآن شریف سے پڑھ لو کہ آیا ہے۔الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل الخ۔آگے مولانا فرماتے ہیں۔

مر سیہ الخ۔یعنی سیہ رویان دین کے لئے خود کوئی اور سامان ہی نہیں ہے مگر حیلہ اور مکر اور لڑائی کہ ان کے پاس یہی سامان ہے۔

ہر صحابی دید زاں مسجد عیاں	واقعۂ باشد یقیں شاں سر آں
ہر صحابی نے اس مسجد کو دیکھ لیا نمایاں	واقعۂ یہاں تک کہ ان کو اصلیت کا یقین آ گیا
واقعات ار باز گویم یک بیک	پس یقیں گردد صفا بر اہل شک
میں اگر ایک ایک کر کے واقعات بتاؤں	تو شکی لوگوں کو صاف یقین ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک می ترسم زکشف راز شاں	نازنینا نند و زیبد ناز شاں
لیکن ان کا راز کھولنے سے میں ڈرتا ہوں	وہ نازوں کے پالے ہوئے ہیں ان کو ناز کرنا زیب دیتا ہے
شرع بے تقلید می پذرفتہ اند	بے محک آں نقد را بگرفتہ اند
انہوں نے شریعت کو بے تقلید قبول کیا ہے	بغیر کسوٹی کے اس نقد کو لیا ہے
حکمت قرآں چو ضالہ مومن ست	ہر کسے از ضالہ خود موقن ست
قرآن کی حکمت چونکہ مومن کی گم شدہ چیز ہے	ہر شخص کو اپنی گم شدہ چیز پر (دیکھنے کے بعد) یقین آجاتا ہے

شرح حبیبی

ہر صحابی نے اس مسجد سے ایسے واقعات دیکھے جن سے کہ اس مسجد کی حقیقت منکشف اور متیقن ہوگئی اگر میں ایک ایک واقعہ کو بیان کروں تو اہل قلب کو ان کی صفائی قلب متیقن ہو جائے لیکن ان کے رازوں کو کھولتے ہوئے ڈرتا ہوں مبادا کوئی اپنی کج طبع سے شبہ میں نہ پڑ جائے اور صحابہ کی نسبت یہ خیال نہ کرے کہ وہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے تھے اور آپ کی تصدیق نہ کرتے تھے حالانکہ یہ سب باطل ہے اور بالکل غلط ہے ان کا اگر کوئی اعتراض بھی ہو تو وہ حقیقت میں اعتراض نہیں بلکہ ناز ہے اور یہ لوگ نازنین ہیں محبوب خدا اور رسول ہیں ان کا ناز بجا ہے ان کی حالت یہ ہے کہ بدوں تقلید کے انہوں نے شرع کو قبول کیا ہے اور بلا استدلالات کی کسوٹی پر جانچے ہوئے اس سونے کو لیا ہے اس پر کوئی شبہ نہ کرے کہ جب انہوں نے دین الٰہی کی حقانیت دلیل سے معلوم نہیں کی تو ضرور تقلیدی تھی پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ تقلید بھی نہ تھی کیونکہ تصدیق تقلیدی و استدلالی میں منحصر نہیں بلکہ اس کا ایک طریق مشاہدہ بھی ہے پس چونکہ حکمت قرآن یعنی حق مومن کی گم شدہ اونٹنی ہے جس کو وہ روز الست سے جانتا ہے لیکن عوارض کے سبب کبھی وہ مخفی ہو جاتا ہے۔ اس لئے جب اس کا سامنا ہوتا ہے اور عوارض زائل ہو جاتے ہیں تو وہ فوراً اس کو پہچان لیتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ ہر کوئی اپنی کھوئی ہوئی چیز کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے۔

شرح شبّیری

ہر صحابی الخ۔ یعنی ہر صحابی نے اس مسجد کا ظاہر طور پر ایک واقعہ دیکھ لیا یہاں تک کہ ان پر اس کا سب بھید ظاہر ہو گیا۔

واقعات الخ۔ یعنی اگر ایک ایک کر کے واقعات کو بیان کروں تو اہل شک کو صاف طور پر یقین ہو جائے۔

لیک الخ۔ یعنی لیکن میں ان کے راز کے اظہار سے ڈرتا ہوں اس لئے کہ وہ نازنین ہیں اور ان کا ناز ان پر پھبتا ہے اور اگر چہ اب بھی یہ تو معلوم ہو گیا کہ ان کو شبہ ہوا مگر جب ہر ایک کا شبہ الگ الگ بیان کیا جائے گا تو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بُری بات ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ میں اور زیادہ اظہار نہیں کرتا۔

شرع الخ۔ یعنی شریعت کو بے تقلید (استدلال) کے قبول کرلیا ہے اور بے کسوٹی کے اس نقد ایمان کو حاصل کیا ہے۔ مطلب یہ کہ ان کو استدلال کی ضرورت نہیں ہوئی بلکہ ان کو تو عین الیقین ہو گیا اور بالکل ظاہر طور پر انہوں نے ایمان کی باتوں کو دیکھ لیا اور ان کو قبول کرلیا آگے فرماتے ہیں کہ

حکمت الخ۔ یعنی حکمت قرآنی مومن کی گم شدہ شے کی طرح ہے اور ہر شخص اپنی گم شدہ شے میں یقین کرنے والا ہے مطلب یہ ہے کہ ان حضرات نے جو بے استدلال کے ایمان کو قبول کرلیا اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ تو ہر شخص کے اندر استعداد قبول حق کی ہوتی ہے اور جب وہ شے جس کی قبولیت کی استعداد ہے سامنے آتی ہے تو وہ استعداد ظاہر ہوتی ہے اور یہ شخص پہچان لیتا ہے کہ ہاں یہ وہی شے ہے کہ جو اب تک میرے قلب میں پوشیدہ تھی اور جس کا ظہور نہ ہوا تھا اور اس وقت ظاہر ہوا ہے ورنہ دیکھو غور کرنے کی بات ہے کہ اگر اس کو اس شے کے متعلق کچھ بھی اطلاع نہ ہوتی اور پہلے سے کچھ خبر نہ ہوتی تو یہ جو سنتے ہی بشاش ہو جاتا ہے اور اس کو قبول کر لیتا ہے یہ کیوں۔ معلوم ہوتا ہے اس کے اندر پہلے سے بھی وہ شے اجمالی درجہ میں تھی اس کو سنتے ہی خوش ہوتا ہے کہ الحمد للہ کہ تفصیل کا علم ہو گیا اور یہ بات ہر شخص کو پیش آتی ہے اور اس کی مثال محسوسات میں ایسی ہے کہ جیسے کسی شخص کی کوئی شے گم ہو گئی وہ خواہ اس کی تلاش میں تھا یا تلاش میں بھی نہ تھا بلکہ اچانک سامنے پڑی ہوئی وہ شے مل گئی تو اب اس شخص کو اس کی ضرورت نہیں کہ اس شے کو پہچاننے کے لئے وہ استدلال کرے کہ چونکہ میری چیز ایسی تھی اور اس میں یہ علامت تھی وغیرہ وغیرہ اس لئے یہ میری ہے بلکہ وہ دیکھتے ہی پہچان لے گا کہ یہ میری ہے اسی طرح چونکہ انسان میں استعداد فطری ہوتی ہے اس لئے اس کے سامنے اس کی استعداد کے موافق جو شے آئے گی وہ اس کو بے استدلال کے پہچان لے گا۔ ہاں بوجہ تفاوت بین الاستعداد کے یہ ضرور ہوگا کہ جس کی استعداد کامل ہوگی وہ ایسی اشیاء کو شناخت کرے گا اور جس کی ناقص ہوگی وہ ویسی کو مگر ہاں پہچان ضرور ہوگی تو اسی طرح چونکہ حضرات صحابہ کی استعداد کامل تھی اس لئے بلا کسی استدلال کے وہ حضرات علوم و معارف و حقائق کا بالکل معائنہ کرتے تھے اور ان کے لئے وہ مثل عین الیقین کے ہو جاتا تھا پھر ان میں بھی جو اکمل تھے ان کو کسی فکر اور سوچ کی بھی ضرورت نہ ہوتی تھی جیسے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عبداللہ بن سلام کہ فرماتے ہیں لما رایت وجھہ علمت انہ لیس بوجہ کذاب تو دیکھو اس پہچان لینے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں پہلے سے بھی کوئی بات تھی اور کوئی علامت مضمر تھی کہ جو دیکھتے ہی ان کو نظر آ گئی آگے اس مثال کو خود واضح فرماتے ہیں کہ

اشترے الخ۔ یعنی تم نے اگر ایک اونٹ گم کیا ہے اور اس کو کوشش سے تلاش کر رہے ہو تو جب وہ مل جائے گا تو تم کس طرح معلوم نہ کرلو گے کہ وہ تمہارا ہے یقیناً جب اس پر نظر پڑے گی اس وقت کہہ دو گے کہ یہ میرا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے کہ وہ تمہارے پاس رہا ہے تم نے اس کو بار ہا دیکھا ہے اگر چہ آج بعد ایک مدت کے ملا ہے مگر تم کو دیکھتے ہی اس کی وہ ساری علامتیں معلوم ہو گئیں اور اس کو فوراً ہی پہچان لیا اسی طرح چونکہ علوم و معارف کو تم روز ازل میں دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے ہو اس لئے یہاں سنتے ہی فوراً معلوم ہو گیا کہ آہا یہ تو وہ ہے جو ہم سن چکے ہیں ہاں اس کا ادراک نہیں ہوتا اس لئے کہ اگر اس کا ادراک ہو تو وہ بھی ایک استدلال ہو گیا کہ چونکہ ہم نے اس کو پہلے دیکھا ہے اور فلاں جگہ یہ ہمارے پاس رہی ہے لہٰذا یہ ہماری ہے۔ نہیں بلکہ اول وہلہ میں جو اس پر نظر پڑی بس معلوم ہو گیا کہ میری ہے کسی فکر اور غور کی ضرورت نہیں ہے آگے اس کو ایک قصہ سے واضح فرماتے ہیں کہ

قصہ آں شخص کہ اشتر ضالہ خود را می جست و نشاں می پرسید

اس شخص کا قصہ جو اپنے گم شدہ اونٹ کو تلاش کرتا تھا اور پتہ پوچھتا تھا

اشترے گم کردی و جستیش چست	چوں بیابی چوں ندانی کان تست
تو نے اونٹ گم کیا اور اس کو چستی سے ڈھونڈا	جب تو اسے پالے گا کیسے نہ سمجھے گا کہ وہ تیری ملکیت ہے
ضالہ چہ بود ناقۂ گم کردۂ	از کف بگریختہ در پردۂ
گم شدہ چیز کیا تھی؟ گم شدہ اونٹنی	جو تیرے ہاتھ سے نکل بھاگی چھپ گئی
آمدہ در بار کردن کارواں	اشتر تو زاں میاں گشتہ نہاں
قافلہ لادنے کے لئے آیا	تیرا اونٹ اس دوران چھپ گیا
کارواں در بار کردن آمدہ	اشتر تو زاں میانہ گم شدہ
قافلہ لادنے کے لئے آیا	تیرا اونٹ اس درمیان میں گم ہو گیا
می دوی ایں سو وآں سو خشک لب	کارواں دور شد و نزدیک است شب
تو خشک ہونٹوں کیساتھ ادھر دوڑتا ہے	قافلہ دور ہو گیا اور رات نزدیک ہے
رخت ماندہ بر زمیں در راہ خوف	تو پئے اشتر رواں گشتہ بطوف
خوفناک راستہ میں سامان زمین پر پڑا ہے	تو اونٹ کے پیچھے چکر کاٹ رہا ہے
کاے مسلماناں کہ دیدست اشترے	جستہ بیروں بامداد از آخرے
کہ اے مسلمانو! کسی نے وہ اونٹ دیکھا ہے	جو صبح کو تھان سے نکل بھاگا ہے
ہر کہ برگوید نشان از اشترم	مژدگانی می دہم چندیں درم
جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا	میں اس کو اتنے درہم انعام میں دوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

بازمی جوئی نشاں از ہر کسے	ریشخندت می کند زیں ہر خسے
پھر تو ہر شخص سے پتہ پوچھتا ہے	اس پر ہر کمینہ تیری مذاق اڑاتا ہے
کاشترے دیدیم می رفت ایں طرف	اشترے سرخے بسوئے آں علف
کہ میں نے ایک اونٹ دیکھا ہے جو ادھر جا رہا تھا	ایک سرخ اونٹ اس چراگاہ کی جانب
آں یکے گوید بریدہ گوش بود	واں دگر گوید جلش منقوش بود
ایک کہتا ہے کہ کن کٹا تھا	دوسرا کہتا ہے اس کی جھول منقش تھی
آں یکے گوید شتر یک چشم بود	واں دگر گوید زگر بے پشم بود
ایک کہتا ہے اونٹ کانا تھا	دوسرا کہتا ہے خارش کی وجہ سے بے اون تھا
از برائے مژدگانی صد نشاں	از گزافہ ہر خسے کردہ بیاں
انعام کے لئے سو علامتیں	گپ شپ میں ہر کمینہ نے بتائیں
اے دل ایں اسرار را در گوش کن	قسم تو گر ہست زیں خوش نوش کن
اے دل! ان رازوں کو سن لے	اگر تیری قسمت میں ہے اس سے خوشگوار غذا حاصل کر لے
ہمچنانکہ ہر کسے در معرفت	می کند موصوف غیبی را صفت
جس طرح کہ ہر شخص خدا شناسی میں	غیبی موصوف کی صفتیں بیان کرتا ہے

شرح حبیبی

اچھا فرض کرو کہ تمہارا ایک اونٹ گم ہو گیا اور تم نے اس کو ڈھونڈنا شروع کیا تو بتلاؤ کہ اگر وہ تمہیں مل جائے تو تم اسے کیسے نہ پہچان لوگے کہ یہی میرا مملوک ہے پس تم ضالہ مومن کو بھی اسی اونٹنی کی مثل سمجھو جو گم ہو گئی ہے اور تمہارے ہاتھ سے بھاگ کر تمہاری نظر سے اوجھل ہو گئی ہے۔ یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ قافلہ لدنے لگا ہے اور تمہارا اونٹ غائب ہو گیا ہے تم ادھر ادھر دوڑ رہے ہو۔ ہونٹوں پر خشکی آئی ہوئی ہے قافلہ دور نکل گیا ہے رات ہونے کو ہے اسباب زمین پر پڑا ہوا ہے راستہ خطرناک ہے تم یہ حالت دیکھ کر اونٹ کے پیچھے نہایت مستعدی کے ساتھ گھوم رہے ہو اور لوگوں سے پوچھتے ہو کہ مسلمانو! میرا اونٹ آخور پر سے کہیں نکل گیا ہے کسی نے دیکھا ہو تو بتا دو جو میرے اونٹ کا پتہ بتائے گا اس کو اس قدر درہم مزدوری دونگا۔ جب ایک جگہ پتہ نہیں لگتا تو پھر تم دوسری جگہ تلاش کرتے ہو اور وہاں لوگوں سے پوچھتے ہو وہ لوگ تم پر ہنستے ہیں ایک کہتا ہے کہ ہاں میں نے دیکھا ہے ایک سرخ رنگ اونٹ اس طرف کو اس چراگاہ کو جا رہا تھا۔ ایک کہتا ہے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کا کان کٹا ہوا تھا۔ کوئی کہتا ہے اس کی جھول منقش تھی کوئی کہتا ہے اونٹ کانا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ خارش کے سبب اس کی اون اڑ گئی تھی غرض دل لگی کے ساتھ مزدوری کے لالچ میں ہر ذلیل سینکڑوں نشان بیان کر رہا ہے یہ تو واقعہ ہے لیکن اے دل تو اسے قصہ نہ سمجھ بلکہ اگر تیری قسمت میں ہے تو اس سے عمدہ غذا حاصل کر۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو معرفت میں انکل پچو موصوف غیبی کی صفت بیان کرتے ہیں اور حقیقت سے بالکل واقف نہیں۔

قصہ اس شخص کا کہ گم شدہ اونٹ کا پتہ پوچھ رہا تھا

شرح شبّیری

ضالہ الخ۔ یعنی ضالہ کیا ہوتا ہے ایک گم شدہ ناقہ ہے کہ وہ تمہارے ہاتھ سے کہیں بھاگ گئی ہو۔

کاروان الخ۔ یعنی قافلہ تو اسباب لاد رہا ہے اور تمہارا اونٹ درمیان میں سے گم ہو گیا ہو۔

می دوی الخ۔ یعنی تم ادھر ادھر دوڑتے پھرتے ہو اور لب خشک ہیں کہ قافلہ تو دور چلا گیا ہے اور رات نزدیک ہے۔

رخت الخ۔ یعنی اسباب تو زمین پر پڑا ہوا ہے اور راستہ پرخوف ہے اور تم اونٹ کے پیچھے چاروں طرف دوڑتے پھرتے ہو کہ شاید کہیں مل جائے اور پوچھتے ہو کہ

کاے الخ۔ یعنی کہ اے مسلمانو! کسی نے ایک اونٹ دیکھا ہے کہ وہ صبح ہی ایک آخور میں سے چھوٹ گیا ہے۔

ہر کہ الخ۔ یعنی جو کوئی کہ میرے اونٹ کا پتہ دے گا میں اس کو اتنے درہم مزدوری دونگا۔

باز الخ۔ یعنی پھر تم ہر شخص سے نشانی پوچھ رہے ہو تو اس پر ہر شخص تمہارے اوپر ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ

کاشتری الخ۔ یعنی کہ ایک اونٹ سرخ ہم نے دیکھا ہے کہ اس طرف کو چراگاہ کی طرف جا رہا تھا۔

آن الخ۔ یعنی ایک کہتا ہے کہ کان کٹا تھا اور دوسرا کہتا ہے کہ ہاں اس کی جھول منقش تھی

آن الخ۔ یعنی ایک کہتا ہے کہ اونٹ یک چشم تھا اور دوسرا کہہ رہا ہے کہ خارش کی وجہ سے بے اون کے تھا۔ غرض کہ ہر شخص غلط سلط انکل پچو علامتیں بتا رہا ہے۔

از برائے۔ یعنی مزدوری کے لیئے کو سینکڑوں نشانیاں بے ہودگی کی وجہ سے ہر کمینہ بیان کر رہا ہے۔ تو دیکھو کہ یہ ساری اس اونٹ کی نشانیاں بیان کر رہے ہیں مگر وہ اونٹ کا مالک سب کو جانتا ہے کہ یہ بالکل غلط ہیں اور یہ سارے جھوٹے ہیں۔ اسی طرح جو کہ طالب حق ہوتا ہے اس کو حق کی تلاش ہوتی ہے اور لوگ اس کو بہکاتے ہیں کوئی اس کو دیر کی طرف بلاتا ہے تو کوئی مسجد کی طرف کوئی یہودی ہے تو کوئی نصرانی غرضکہ سب اس کو بتا رہے ہیں کہ حق یہ ہے مگر اس کا قلب کسی کو قبول نہیں کرتا اور وہ جانتا ہے کہ یہ سب جھوٹے ہیں اور کوئی بھی حق نہیں کہتا اور اگر کسی نے اس اونٹ والے کے سامنے اس کے اونٹ کی نشانی درست بتا دی تو بس وہ فوراً خوش ہو گیا اور وہ اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا کہ ہاں بے شک میرا اونٹ وہی ہے تو یہ اس لئے ہے کہ اس نے اسے بارہا دیکھا ہے تو اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح جب حق بات اس جوئندہ کو ملی فوراً دل کو لگ گئی اور اس نے پہچان لیا کہ بس حق یہی ہے اور اس کو قبول کر کے اس کہنے والے کا اتباع کرتا ہے اس لئے کہ اس استعداد فطری کے درجہ میں اس نے اس شے حق کو بار ہا دیکھا ہے اور سنا ہے جب وہ کان میں پڑی پس پھڑک اٹھا کہ ہاں وہی ہے اسی طرح حضرات صحابہ کے سامنے حق بالکل ظاہر تھا اور جہاں کسی کے منہ سے حق نکلا اور انہوں نے اس کو قبول کیا اور اسی لئے حضرت معاویہؓ نے شیطان کی باتوں کو باور نہ کیا تھا اس لئے کہ کذب تھا ان کے دل کو نہ لگتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقوں کے اس خلوص کا جو بناء مسجد کے بارہ میں وہ ظاہر کرتے تھے اعتبار نہ کیا آگے فرماتے ہیں کہ

اے الخ۔ یعنی اے دل ان اسرار کو کان میں رکھ اگر تیرا حصہ ہے تو اس عمدہ کو پی لے مطلب یہ ہے کہ جب معلوم ہو گیا کہ قبول استعداد فطری پر موقوف ہے تو اب فرماتے ہیں کہ اے دل اب ذرا سن اور اگر تیرے اندر بھی مادہ قبول حق ہے تو قبول کر اور فرماتے ہیں کہ

ہمچنانکہ الخ۔ یعنی جس طرح کہ ہر شخص معرفت میں موصوف غیبی کی صفت کو بیان کر رہا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ سب محق اور مبطل اپنی اپنی طرح حق تعالیٰ کی صفت کرتے ہیں اور اس کی یاد میں ہیں تو بھی لگ اور حق کی تلاش کر اور محققین کو ڈھونڈ اور حق کو باطل سے متمیز کر اور اپنی استعداد فطری کے موافق قبول حق میں کوشش کر۔ اب آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ

متردد شدن درمیان مذاہب مختلفہ وبیروں شدن ومخلصی یافتن

مختلف مذہبوں میں متردد ہونا اور ان سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

فلسفی از نوع دیگر کردہ شرح	باحثے مرگفت اورا کردہ جرح
فلسفی نے دوسرے طریقے پر شرح کی	متکلم نے اس کی بحث پر جرح کی
صوفیاں درہر دو طعنہ می زنند	باقیاں از زرق جائے می کنند
صوفی دونوں کو طعنے دیتے ہیں	باقی مکاری سے مر رہے ہیں
ہریک از رہ ایں نشانہا زاں دہند	تا گماں آید کہ ایشاں زاں رہ اند
ہر ایک ایک طریقہ سے اس لئے علامتیں بتاتا ہے	تا کہ خیال ہو جائے کہ وہ اسی راہ کا ہے
ایں حقیقت داں نہ حق اند ایں ہمہ	نے بکلی گمرہاں اند ایں رمہ
یہ سمجھ لے کہ یہ سب حق نہیں ہیں	نہ یہ لوگ بالکلیہ گمراہ ہیں
زانکہ بے حق باطلے ناید پدید	قلب را ابلہ ببوئے زر خرید
اس لئے کہ حق کے بغیر باطل واضح نہیں ہوتا ہے	بیوقوف کھوٹے کو کھرے کی امید پر خریدتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودے در جہاں نقدِ رواں	قلبہا را خرج کردن کے تواں
اگر دنیا میں سچا سکہ چالو نہ ہوتا	کھوٹوں کو کب صرف کیا جا سکتا؟
تا نباشد راست کے باشد دروغ	آں دروغ از راست میگیرد فروغ
جب تک سچ نہ ہو جھوٹ کب ہو گا؟	جھوٹ سچ سے فروغ پاتا ہے
بر امید راست کژ را می خرند	زہر در قندے رود آنگہ خورند
سیدھے کی امید پر ٹیڑھے کو خرید لیتے ہیں	زہر شکر میں ہوتا ہے تب کھا لیتے ہیں
گر نباشد گندم محبوب نوش	چہ برد گندم نمائے جو فروش
اگر لذیذ گیہوں نہ ہو	گندم نما جو فروش کیا حاصل کرے؟
پس مگو ایں جملہ دینہا باطل اند	باطلاں بر بوئے حق دامِ دل اند
یہ نہ کہہ کہ یہ سب دین باطل ہیں	باطل، حق کی خوشبو کی وجہ سے دل کا جال ہیں
پس مگو جملہ خیال ست و ضلال	بے حقیقت نیست در عالم خیال
لہذا یہ نہ کہہ کہ سب وہم اور گمراہی ہے	دنیا میں وہم حقیقت کے بغیر نہیں ہوتا ہے
حق شبِ قدر ست در شبہا نہاں	تا کند جاں ہر شبے را امتحاں
حق، شبِ قدر ہے جو راتوں میں پوشیدہ ہے	تاکہ جان ہر رات کو آزمائے
نے ہمہ شبہا بود قدر اے جواں	نے ہمہ شبہا بود خالی ازاں
اے نوجوان! سب راتیں شبِ قدر نہیں ہیں	نہ سب راتیں اس سے خالی ہیں
درمیانِ دلق پوشاں یک فقیر	امتحاں کن وانکہ حق ست آں بگیر
گدڑی پہننے والوں میں کوئی ایک فقیر ہے	آزما لے جو حق ہے اس کو اختیار کر لے
مومنِ کیس ممیز کو کہ تا	باز داند بادشہ را از گدا
سمجھدار مومن تمیز کرنے والا کہاں ہے؟ تاکہ	شاہ کو گدا سے ممتاز کر لے
گر نہ معیوبات باشد در جہاں	تاجراں باشند جملہ ابلہاں
اگر دنیا میں عیب دار چیزیں نہ ہوں	سب بے وقوف تاجر بن جائیں
پس بود کالہ شناسی سخت سہل	چونکہ عیبے نیست چہ نااہل و اہل
پھر تو سامان کو پہچاننا بہت آسان ہو	جب کوئی عیب نہیں ہے پھر کیا اہل کیا نااہل

www.besturdubooks.wordpress.com

در ہمہ عیب ست دانش سود نیست	چوں ہمہ چوب ست اینجا عود نیست
اگر سب عیب ہے تو عقل کا فائدہ نہیں ہے	جب سب لکڑیاں ہیں تو اس جگہ اگر ہے ہی نہیں
آنکہ گوید جملہ حق ست احمقی ست	وانکہ گوید جملہ باطل او شقی ست
جو یہ کہتا ہے کہ سب حق ہیں بیوقوفی ہے	جو یہ کہے کہ سب باطل ہیں وہ بدبخت ہے
تاجران انبیاء کردند سود	تاجران رنگ و بو کور و کبود
انبیاء کے تاجروں نے فائدہ کما لیا	رنگ و بو کے تاجر اندھے اور بہرے ہیں
می نماید مارت اندر چشم مال	ہر دو چشم خویش را نیکو بمال
تیری نگاہ میں سانپ مال نظر آتا ہے	اپنی دونوں آنکھوں کو خوب مل لے
منگر اندر غبطۂ ایں بیع و سود	بنگر اندر خسر فرعون و ثمود
اس معاملہ اور فائدہ میں رشک کو پیش نظر نہ رکھو	فرعون اور ثمود کے ٹوٹے کو دیکھ لے

شرح حبیبی

یہاں سے "ہر کسے در معرفت میکند موصوف غیبی را صفت" کی قدرے تفصیل فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فلسفی حق سبحانہ کے اوصاف ایک انداز سے بیان کرتا ہے اور صفات خاصہ کی نفی کرتا ہے قدرت کو تسلیم نہیں کرتا وغیرہ وغیرہ۔ متکلم اس کے بیان پر رد و قدح کرتا ہے اور صفات کو مؤول کہتا ہے وغیرہ وغیرہ ایک اور ہے جو دونوں پر اعتراض کرتا ہے اور خود نیا ہی راگ الاپ رہا ہے۔ ایک اور ہے کہ وہ ان سب کے علاوہ دھوکا کر رہا ہے اور اس ترویج باطل میں مرا جاتا ہے غرض ہر شخص اس راستہ کا پتہ بتلا رہا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ اس راہ کا جاننے والا ہے۔ مگر یہ حقیقت دانی کے مدعی نہ بالکل حق پر ہیں اور نہ بالکل باطل پر کیونکہ بدوں وجود حق یا آمیزش حق کے باطل کا ظہور نہیں ہو سکتا کیونکہ دیکھو بیوقوف جو کھوٹا سونا خریدتا ہے وہ خالص سونے کے دھوکے میں خریدتا ہے۔ اگر خالص سونے کا وجود ہی نہ ہوتا یا اس میں اس کا کچھ بھی شائبہ نہ ہوتا تو یہ اس کو کبھی نہ خریدتا۔ یوں ہی سمجھو کہ اگر حق کا وجود بھی نہ ہوتا یا اس باطل میں اس کی اصلا آمیزش نہ ہوتی تو خود یہ اہل باطل ہی اس کو اختیار نہ کرتے پس ان اہل باطل کا اس باطل کو اختیار کرنا ہی دلیل ہے وجود حق فی نفسہ کی۔ یا اس باطل میں اس کی قدرے آمیزش کی کیونکہ اگر سکہ رائج عالم میں نہ ہو تو کھوٹے سکے نہیں چل سکتے۔ کھوٹے تو کھروں میں مل کر یا کھروں کے دھوکے میں چلتے ہیں جب کھرے کا وجود ہی نہیں تو دھوکا کیسا۔ یوں ہی اگر دنیا میں سچ نہ ہو تو جھوٹ کا وجود بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جھوٹ کو راستی ہی سے فروغ ہو سکتا ہے کیونکہ یا تو وہ سچ کے ساتھ مخلط ہوتا ہے اور سچ اور جھوٹ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

امتیاز ہوتا نہیں اس لئے چل جاتا ہے یا سچ کو اس سے مشابہت ہوتی ہے۔ اس لئے سچ کے دھوکے میں چل جاتا ہے پس اگر سچ کا وجود ہی نہ ہوتا تو جھوٹ کیونکر چلتا۔ علی ہذا القیاس سے کو تو راستی ہی کی امید پر خریدتے ہیں اور زہر جب قند میں ملتا ہے تب ہی کھاتے ہیں۔ یوں ہی اگر گیہوں نہ ہو جو ایک محبوب غذا ہے تو گندم نما جو فروش کا دھوکا ہرگز نہیں چل سکتا پس جب تم کو معلوم ہو گیا کہ برے کو اچھے ہی کے دھوکے میں اختیار کیا جاتا ہے اور برے کا وجود اچھے کے بدوں نہیں ہو سکتا تو تم کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ دنیا بھر کے تمام دین باطل ہیں نہیں بلکہ ان میں بعض ادیان حق بھی ہیں جیسے ادیان میں دین اسلام۔ اور فرق اسلامیہ میں فرقۂ حقہ اہل سنت و جماعت اور ادیان باطلہ و فرق باطلہ جو لوگوں کو اپنی طرف کھینچتے ہیں وہ اسی دین و فرقہ حق کے سبب کھینچتے ہیں کیونکہ اتنا لوگوں کو علم ہے کہ ان ادیان یا ان فرقوں میں ایک دین اور ایک فرقہ حق ہے لیکن ان کو یہ معلوم نہیں کہ وہ کونسا ہے اس لئے کوئی نصرانی ہو جاتا ہے اور کوئی یہودی۔ کوئی مجوسی کوئی رافضی کوئی خارجی وغیرہ وغیرہ لیکن اگر حق کا وجود ہی نہ ہوتا تو کوئی کسی مذہب کو اختیار ہی نہ کرتا کیونکہ جانتے کہ باطل ہے۔ لہٰذا تم یہ ہرگز نہ کہنا کہ تمام مذاہب خیالات باطلہ و گمراہی ہیں نہیں سب باطل نہیں بلکہ بعض حق بھی ہیں جیسے اسلام دیگر ادیان میں اور فرقہ حقہ اہل سنت و جماعت دیگر فرق اسلامیہ میں اس لئے کہ کوئی خیال عالم میں بدوں کسی واقعیت کے موجود ہی نہیں ہو سکتا جیسے کہ ہم اوپر مختلف مثالوں سے ثابت کر چکے ہیں پس سمجھو کہ دنیا کے تمام مذاہب میں ایک سچا مذہب یہی ہے یعنی اسلام اور اس مذہب کے فرقوں میں ایک فرقہ حق بھی ہے یعنی اہل سنت و جماعت۔ دیکھو شب قدر حق ہے لیکن وہ تمام راتوں میں مخفی ہے اور خفا کا مقصود یہ ہے کہ جان راتوں کا امتحان کرے اور پہچانے کہ کون سی رات شب قدر ہے۔ اسی طرح حق سبحانہ نے حق کو باطل کے ساتھ مخلوط کر دیا کہ آدمی ان میں سے حق کو پہچان کر اختیار کرے۔ پس جس طرح نہ تو یہ ہے کہ تمام راتیں شب قدر رہوں اور نہ یہ ہے کہ کوئی رات بھی شب قدر نہ ہو۔ یوں ہی یہ بھی نہیں کہ تمام عالم باطل پرست ہو۔ اور یہ بھی نہیں کہ کوئی بھی حق پرست نہ ہو۔ نہیں بلکہ کچھ لوگ باطل پرست ہیں اور کچھ حق پرست۔ پس یہ جس قدر دلق پوش اور مدعی حق پرستی ہیں ان میں ایک جماعت واقعی حق پرست بھی ہے لہٰذا تم جانچ لو اور جانچ کر جو سچا ہو اس کو قبول کر لو۔ کہاں ہے ہوشیار اور حق و باطل میں تمیز کرنے والا جو بادشاہ اور گدا میں امتیاز کرے اور اہل اللہ کو مدعیوں سے ممتاز کر کے اہل اللہ کا دامن پکڑے۔ کاش کوئی ایسا ہو کہ تمیز کرے کیونکہ اس تمیز کی ضرورت ہے وہ اس لئے کہ یہ لوگ مدعیوں میں مخلوط ہیں اور خلط کی ضرورت اس لئے ہے کہ قوت ممیزہ کی ضرورت اور اس کا شرف ظاہر ہو۔ کیونکہ اگر دنیا میں تمام معیوبات ہی ہوں تب تو تمام احمق تاجر بن جائیں اس لئے کہ اس وقت مال کو سمجھنا اور اس کا عیب پہچاننا بالکل ہی آسان ہے اور جبکہ عیب ہی نہ ہو تو اہل و نا اہل سب برابر ہو جائیں۔ نہ کوئی اہل ہو نہ دوسرا نا اہل نیز اگر سب عیب ہی ہو اور ہنر کا وجود ہی نہ ہو تو عقل بے سود ہے کیونکہ جب سب لکڑیاں ہی ہیں تو عود موجود ہی نہیں کہ اس کو دانش و عقل کے ذریعہ سے لکڑیوں میں سے ممتاز کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے اور عقل کا فائدہ ظاہر ہو۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ حق و باطل مخلوط ہیں اس لئے اگر کوئی کہے کہ سب حق ہی ہیں وہ احمق ہے اور جو کہے کہ سب باطل ہی ہیں وہ شقی و محروم ہے اور حق یہی ہے کہ اچھا اور برا مال اور حق و باطل عالم میں دونوں موجود ہیں اور اس کی خرید و فروخت کرنے والے بھی دو قسم کے ہیں ایک انبیاء ہیں جنہوں نے اپنی مہارت سے اچھے مال اور حق کو پہچانا اور نفع اٹھایا دوسرے وہ ہیں جن کو کھرے مال کے پہچاننے میں دھوکا ہوا اور ظاہری حالت کو دیکھ کر دھوکا کھا گئے۔ یہ لوگ اندھے ہیں اور خسارہ اٹھائیں گے۔ اے ظاہر پرست دیکھ تجھے سانپ مال دکھائی دیتا ہے۔ آنکھوں کو کھول اور غور سے دیکھ یہ مال نہیں بلکہ مار ہے تو اس ظاہری نفع و منفعت کے رشک کو چھوڑ بلکہ فرعون و ثمود کے خسران کو دیکھ کہ ان کے لئے اس نفع و منفعت کا کیا نتیجہ ہوا۔

مذاہب مختلفہ میں متردد ہونا اور ان سے باہر ہونا اور خلاصی پانا

شرح شبّیری

فلسفی الخ۔ یعنی فلسفی تو دوسری طرح شرح کرتا ہے اور ایک بحث کرنے والا اس کے کہنے میں جرح کرتا ہے۔ باحث سے مراد متکلم ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو فلاسفہ جو حق تعالیٰ کی صفت کرتے ہیں تو وہ تو حق تعالیٰ کی صفات کا بالکل ہی انکار کرتا ہے اور ذات بحت کا قائل ہے کہ اس میں کوئی شریک نہیں حتیٰ کہ صفات بھی نہیں۔ متکلمین یہ کہتے ہیں کہ نہیں تم غلط کہتے ہو بلکہ صفات ثابت ہیں مگر وہ بعض صفات کو ثابت کرتے ہیں اور بعض میں تاویل کرتے ہیں مثلاً ید وجہ وغیرہ میں وہ تاویل کرتے ہیں تو جس میں کہ وہ تاویل کرتے ہیں ان کا گویا انکار کر رہے ہیں تو دیکھو متکلمین فلاسفہ کے خلاف ہوئے۔

وان الخ۔ یعنی وہ دوسرا دونوں میں طعنہ کر رہا ہے اور وہ دوسرا مکر کی وجہ سے جانکنی کر رہا ہے۔ مصرعہ اول کے وان دگر سے مراد صوفیہ ہیں بلکہ بعض نسخوں میں صوفیان در ہر دو طعنہ الخ ہے اور مصرعہ ثانی کے وان دگر سے مراد عوام ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کرام کا مسلک ان سب سے الگ ہے۔ نہ متکلمین کے موافق نہ فلاسفہ کے۔ اس لئے کہ یہ حضرات کل صفات کو ثابت کرتے ہیں۔ ہاں یہ کہتے ہیں کہ ہمیں ان کی کیفیت معلوم نہیں ہے اور عوام ان سب سے الگ ہیں وہ اس لاعلمی میں اور جہل ہی میں مبتلا ہو کر مصیبت اٹھا رہے ہیں تو دیکھو سب کے سب الگ نشانیاں بتا رہے ہیں مگر ان میں سے حق ایک ہی ہے اور وہ مسلک ہے جو سلف صالحین کا تھا اور اس مسلک پر ان چاروں میں سے صوفیہ ہیں لہٰذا اول تو مولانا کا خود صوفیہ میں داخل ہونا ہی اس کی کافی دلیل ہے کہ مولانا کے نزدیک مسلک صوفیہ حق ہے مگر مولانا نے الفاظ سے بھی ظاہر فرمایا کہ فلسفی کا مذہب بیان فرما کر متکلم کو اس میں جارح ٹھہرایا اور ان دونوں میں صوفیہ کو طاعن کہا اور عوام کو جان کنی میں مگر صوفیہ پر کوئی طعن نہیں کیا جس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہی مذہب اصوب اور حق ہے مولانا کے نزدیک۔

ہر یکے الخ۔ یعنی ہر ایک اس راہ کے اس لئے پتے دے رہے ہیں تا کہ گمان ہو کہ یہ سب اس جگہ کے ہیں۔

این الخ۔ یعنی یہ حقیقت جان لو کہ نہ تو (علی الاطلاق) یہ سارے حق ہیں اور نہ (علی الاطلاق) سارے گمراہ ہیں بلکہ اس باطل میں بھی کچھ حق ہے اس لئے کہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر ضلالتیں ہیں اول سب کی مناشی اول بالکل درست ہوتے ہیں اس کے بعد خرابیاں واقع ہو جاتی ہے۔ ان فرق میں ہی جو اوپر گزرے ہیں دیکھ لو کہ ایک تو فلاسفہ ہیں اور ایک متکلمین اور دونوں صفات کے منکر ہیں ایک کل کے اور دوسرے بعض کے مگر اصل منشاء اس کا توحید ہے کہ غلبۂ توحید میں ان لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ صفات بھی غیر ہیں انکا بھی انکار کر دیا تو اب یہ گمراہی ہوگئی مگر اصل میں یہ حق اور ہدایت ہی تھی اگر اپنے درجہ پر رہتی۔ تو معلوم ہوا کہ ہر ایک باطل کے ساتھ حق ضرور ہوتا ہے۔ ورنہ وہ باطل حق کی صورت میں رواج پا نہیں سکتا۔ باطل بصورت حق تو جب ہی رواج پائے گا۔ جبکہ اس کے اندر بھی کچھ شائبہ حق کا ہو۔ اس کی مثال آگے مولانا بہت سی فرما دیں گے ان میں سے ایک یہاں سمجھ لو کہ دیکھو چاندی کھوٹی جو ہوتی ہے اس کو جب بازار میں چلاتے ہیں تو کیا کہہ کر یہ کہہ کر کہ یہ چاندی ہے اب جو بیوقوف ہے وہ اس ساری کو چاندی سمجھ لیتا ہے اور جو سمجھدار ہوتا ہے وہ چاندی کو الگ اور کھوٹ کو الگ کر دیتا ہے مگر جو چاندی اس کے اندر بالکل نہ ہوتی تو اس شخص کی ہمت یہ نہ پڑتی کہ وہ یہ کہہ سکتا کہ یہ چاندی ہے اس کی ہمت تو جب ہی ہوئی کہ جب اس نے دیکھ لیا کہ اس میں چاندی بھی ہے۔ شاید میرا یہ کہنا چل جائے اسی طرح اگر باطل کا منشاء بھی حق نہ ہوتا اور وہ از سرتا پا باطل ہی باطل ہوتا تو پھر تو مبطلین کو یہ کہنے کی ہمت ہی نہ ہوتی کہ یہ حق ہے ان کا اس کو بصورت حق رواج دینا اس کی دلیل ہے کہ اس کے اندر بھی حق ہے ہاں یہ ضرور ہے کہ حق و باطل کو متمیز کیا جائے مگر یہ کل نہ بالکلیہ حق ہیں نہ بالکلیہ گمراہ ہیں اور یہ ظاہر بات ہے جو مذہب کہ حق ہے وہ تو بالکلیہ حق ہے جیسا کہ سلف صالحین کا۔ مگر بحث اس میں ہے کہ جو باطل ہیں ان میں بھی حق ہے یا نہیں تو ثابت ہو گیا کہ ان میں بھی حق ہے آگے اسی مضمون کو مع امثلہ ونظائر کے خود مولانا فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ بے حق کے کوئی باطل ظاہر نہیں ہوتا۔ کھوٹے کو بیوقوف سونے کی بو سے خرید لیتا ہے۔ یہ دلیل انی ہے لمی نہیں ہے ایک علامت کی طرح سے فرماتے ہیں کہ دیکھو جہاں کہیں باطل ہے کچھ نہ کچھ حق ضرور ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جو بیوقوف ہے وہ چاندی کے ساتھ تو کھوٹ کو اسی قیمت سے خرید لے گا اور اگر بالکل کھوٹ ہو تو اس کو تو چاندی کے بھاؤ میں کوئی اندھا ہی خرید لے ورنہ ہرگز خرید نہیں سکتا آگے فرماتے ہیں کہ

گر نبودی الخ۔ یعنی اگر جہان میں کھرا چلتا ہوا نہ ہوتا تو کھوٹے کو کب کوئی چلا سکتا۔

تا نباشد الخ۔ یعنی جہان میں جب تک سچ نہ ہو تو جھوٹ کب ہو سکتا ہے وہ جھوٹ تو سچ ہی سے فروغ پاتا ہے کہ کچھ جھوٹ اور کچھ سچ ملا کر بیان کیا دوسرے کو دھوکا ہو گیا کہ شاید کل صدق ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

برامید الخ۔ یعنی صدق کی امید پر کچ کو خرید لیتے ہیں اور زہر جب قند میں مل جاتا ہے اس وقت کھا لیتے ہیں۔ ورنہ اگر زہر ہی زہر ہو تو ہرگز کوئی بھی نہ کھائے۔

گرنباشد الخ۔ یعنی اگر یہ خوش ذائقہ گیہوں نہ ہوں تو گندم نما جو فروش آدمی کیا لے جائے۔ اس کو تو کچھ حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لئے کہ جب گندم ہے ہی نہیں تو کھائے گا کیا۔ آگے تفریع فرماتے ہیں۔

پس الخ۔ یعنی پس یہ مت کہو کہ سارے دین (بالکلیہ) باطل ہیں کہ باطل لوگ بوئے حق کی وجہ سے دل کو کھینچ رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ اصل فطرت سے تو سب طالب حق ہی ہیں اس لئے چونکہ باطل میں شائبہ حق کا بھی ہوتا ہے اس لئے اس کی طرف دل کو کشش ہوتی ہے۔ ورنہ دل باطل کی طرف کیوں کھنچتا اور فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی بس یہ مت کہو کہ سب خیال اور گمراہی ہی ہے اس لئے کہ عالم میں خیال بھی بے حقیقت نہیں ہے مطلب یہ کہ دنیا میں کوئی خیال بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کی کوئی حقیقت نہ ہو اور جس کا کوئی صحیح منشاء نہ ہو ہر خیال کا ضرور کوئی صحیح منشاء ہوتا ہے اس کے بعد اس میں گمراہی آجاتی ہے مگر اصل میں وہ درست ہی تھا آگے اور مثالیں ہیں۔

حق الخ۔ یعنی یقیناً شب قدر ان راتوں ہی میں پوشیدہ ہے تاکہ انسان ہر رات کا امتحان کرے۔ مطلب یہ دیکھو حق تعالیٰ نے شب قدر کو متعین نہیں فرمایا بلکہ دائر سائر رکھا ہے اور اس میں یہ مصلحت ہے کہ جو شائقین ہیں وہ اکثر راتوں میں تلاش کریں گے اور بمقتضائے الاعمال بالنیات ان کو شب قدر ہی کا ثواب ملے گا۔ اس سے ان کے درجات بلند ہونگے تو جس طرح ان ساری راتوں میں شب قدر ایک ہی ہے اسی طرح ان سارے مذاہب میں مذہب حق ایک ہی ہے مگر ہے ان ہی سب میں۔

نے ہمہ الخ۔ یعنی اے جوان نہ تو ساری راتیں شب قدر ہوتی ہیں اور نہ ساری راتیں خالی ہوتی ہیں اسی طرح نہ تو سارے مذاہب میں حق ہوتا ہے اور نہ سارے مذاہب حق ہوتے ہیں۔

درمیان الخ۔ یعنی ان گدڑی پوشوں ہی میں ایک فقیر (کامل) بھی ہوتا ہے تو تم امتحان کرلو اور جو کہ حق ہو اس کو لے لو۔ اوپر تو مولانا نے اس کو بیان کیا تھا کہ کل طرق و باطل ہیں نہ کل حق ہیں۔ لہٰذا ان سب میں سے حق کو تمیز کرلو لیکن اس طریقہ پر عمل کرنے کے لئے کسی راہبر کی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا یہاں سے فرماتے ہیں کہ دیکھو کامل بھی ان گدڑی پوشوں ہی میں ہوتا ہے لہٰذا خذ ما صفا و دع ما کدر جو کامل ہے اس کا اتباع کرو اور جو ناقص ہیں ان کو الگ کرو اور ان سے قطع تعلق کردو۔

مومن الخ۔ یعنی مومن دانا کہاں ہے جو کہ بادشاہ کو فقیر سے ممیز کرکے جان لے اور فرماتے ہیں کہ

گرنہ الخ۔ یعنی اگر معیوبات دنیا میں نہ ہوں تب تو سارے بیوقوف تاجر ہو جائیں۔

پس بود الخ۔ یعنی پھر تو اسباب شناسی بہت سہل ہو جائے۔ کیونکہ جب کوئی عیب ہی نہیں ہے تو پھر کیا نااہل اور کیا اہل مطلب یہ کہ اگر دنیا میں عیب دار اشیاء نہ ہوں تو پھر کیا ہے جو چاہے تاجر ہو اور جس کا دل چاہے مشتری

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو اس لئے کہ اب بوجہ اشیاء کے برے بھلے ہونے کے ہی تو دو فرقے ہو رہے ہیں کہ بعض اس کے تاجر ہیں اور بعض اس کے ورنہ پھر تو سب اچھی ہی چیزیں ہوں اور خریداری بہت آسان ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ اچھے کے ساتھ برا اور حق کے ساتھ باطل ملا ہوا ہے یہ تو اس وقت ہے کہ جب عیب ہو ہی نہیں۔

در ہمالخ۔ یعنی اگر کل عیب ہی عیب ہو تو پھر دانش کا کچھ فائدہ نہیں اس لئے کہ سب لکڑی ہی لکڑی ہے عود ہے ہی نہیں۔

آنکہ الخ۔ یعنی جو کوئی سب کو حق کہے وہ احمق ہے اور جو کہ سب کو باطل کہے وہ بدبخت ہے غرضکہ نہ تو بالکلیہ حق ہے اور نہ بالکلیہ باطل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔

تاجران الخ۔ یعنی انبیاء علیہم السلام کے تاجروں نے تو نفع حاصل کیا اور رنگ و بو ظاہری کے تاجر کور و کبود ہیں۔

می نماید الخ۔ یعنی سانپ تیری نگاہ میں مال معلوم ہو رہا ہے تو ذرا اپنی ان دونوں آنکھوں کو اچھی طرح مل لو تا کہ صاف دکھائی دینے لگے مطلب یہ کہ چشم قلب کو کھولو اور اس سے حقیقت بینی حاصل کرو۔

منگر الخ۔ یعنی اس بیع و شراء کے رشک کو مت دیکھو بلکہ فرعون و ثمود کے خسران کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ اس مال و متاع کو دیکھ کر اور دنیا کی آب و تاب کو دیکھ کر اس پر فریفتہ مت ہو اور دنیا داروں کو دیکھ کر رشک مت کرو اس لئے کہ یہ تو دیکھ کہ جو مال والے ہیں ان کا کیا انجام ہوا۔ دیکھو فرعون کس قدر صاحب مال و صاحب قوت ظاہری تھا مگر جو اس کا انجام ہوا وہ ظاہر ہے۔ اسی طرح اور اقوام کو دیکھ لو کہ ان کا انجام خسران اور ہلاکت ہی ہوا آگے بھی یہی مضمون ہے کہ ہر شے کی حقیقت پر نظر کرنا چاہیے صرف اس کے ظاہر کو نہ دیکھنا چاہیے۔ فرماتے ہیں کہ

امتحان کردن ہر چیزے تا ظاہر شود خیرے و شرے کہ در ویست

ہر چیز کی آزمائش کرنا تاکہ اس میں جو بھلائی اور برائی ہے وہ ظاہر ہو جائے

اندریں گردوں مکرر کن نظر	زانکہ حق فرمود ثم ارجع بصر
اس آسمان پر مکرر نظر ڈال	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے پھر نگاہ لوٹا
یک نظر قانع مشوزیں سقف نور	بارہا بنگر بہ بیں ھل من فطور
نور کی اس چھت پر ایک نگاہ پر قانع نہ بن	بار بار دیکھ دیکھو کوئی شگاف ہے؟
چونکہ گفت ست کاندریں سقف نکو	بارہا بنگر جو مرد عیب جو
چونکہ اس نے تجھ سے فرمایا ہے کہ اس اچھی چھت میں	عیب تلاش کرنے والے کی طرح بار بار دیکھ
پس زمین تیرہ را دانی کہ چند	دیدن و تمیز باید در پسند
تو تاریک زمین کے بارے میں سمجھ لے کہ کس قدر	دیکھنا اور تمیز کرنا پسندیدگی میں درکار ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تاپالائیم صافاں راز درد	چند باید عقل مارا رنج برد
تاکہ ہم صاف اخلاق کو تہمت سے صاف کرلیں	ہماری عقل کو کتنی مرتبہ تکلیف اٹھانی چاہیے؟
امتحانہائے زمستان و خزاں	تاب تابستاں بہار ہمچو جاں
جاڑوں اور خزاں کی آزمائش	گرمیوں کی گرمی جان جیسی بہار
بادہا و ابرہا و برقہا	تاپدید آرد عوارض فرقہا
ہوائیں اور ابر اور بجلیاں (زمین پر یہ ساری آزمائشیں اسلئے ہیں)	تاکہ یہ عوارض فرقوں کو واضح کر دیں
تابروں آرد زمین خاک رنگ	ہرچہ اندر جیب دارد لعل وسنگ
تاکہ خاکی رنگ کی زمین نکال ڈالے	جو کچھ اس کی جیب میں لعل اور پتھر ہیں
ہرچہ دزدیدست ایں خاک دژم	از خزانہ حق و دریائے کرم
اس افسردہ خاک نے جو چرایا ہے	اللہ (تعالیٰ) کے خزانے اور دریائے کرم سے
شحنۂ تقدیر گوید راست گو	آنچہ بردی شرح دہ اے حیلہ جو
تقدیر کا کوتوال کہتا ہے سچ بتا دے	اے حیلہ جو! جو کچھ تونے چرایا ہے اس کی تشریح کردے
تامیان قہر و لطف آں خفیہا	ظاہر آیدز آتش خوف و رجا
تاکہ قہر اور مہر کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں	خوف اور امید کی آگ کی وجہ سے ظاہر ہو جائیں
آں بہاراں لطف شحنہ کبریاست	واں خزاں تخویف وتہدید خداست
موسم بہار اللہ (تعالیٰ) کے کوتوال کی مہر ہے	اور (موسم) خزاں اللہ تعالیٰ کی دھمکی اور ڈرانا ہے
واں زمستاں چار میخ معنوی	تاتواے دزد خفی ظاہر شوی
جاڑا باطنی طریقہ پر چار میخ ہے	تاکہ اے چھپے ہوئے چور تو ظاہر ہو جائے

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا تمیز بین الحق والباطل کی ضرورت کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے فارجع البصر هل ترى من فطور. ثم ارجع البصر كرتين یعنی آسمان کو دیکھو اور دیکھو کہ کیا اس میں کوئی رخنہ نظر آتا ہے اور صرف ایک ہی نظر پر قناعت نہ کرو۔ بلکہ بار بار دیکھو اور یوں دیکھو جیسے کوئی عیب کو تلاش کرتا ہے تاکہ تم کو ہماری صنعت کا استحکام نظر آئے۔ اب تم اس سے نتیجہ نکال سکتے ہو کہ جب حق سبحانہ اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

حکمت وقدرت کے اعتراف کے لئے حکم دیتے ہیں آسمان کو بنظر عیب جوئی دیکھنے کا حالانکہ وہاں کوئی عیب بھی نہیں تو اس کی مرضیات ونا مرضیات کے معلوم کرنے کے لئے زمین کو بنظر عیب جوئی دیکھنا جہاں عیوب وسیئات واقع میں موجود ہیں کیا کچھ پسند نہ ہوگا اور جبکہ یہاں حق وباطل مخلوط ہیں تو حق کو باطل سے جدا کرنے کے لئے ہماری عقل کو کس قدر زحمت اٹھانے کی ضرورت ہے۔ یہاں تک مولانا نے عالم میں نیک وبد کے مخلوط ہونے اور ان کی تمیز کی ضرورت کو بیان کیا تھا۔ یہاں سے اشخاص میں صفات نیک وبد کے اختلاط اور اس کی تمیز کی ضرورت بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تکوینیات میں قانون خداوندی یوں واقع ہے کہ وہ امتحانات جو موسم سرما موسم خزاں موسم گرما کی تپش موسم بہار ہواؤں ابر وبرق سے کئے جاتے ہیں وہ اس لئے ہیں کہ ان کے آثار سے اشیاء میں امتیاز ہو اور زمین میں جو کچھ لعل اور پتھر مستور ہیں اور جو کچھ اس نے حق سبحانہ کے خزانہ سے چرایا ہے وہ نکل آئے۔ شحنہ تقدیر الٰہی کہتا ہے کہ سچ سچ کہہ دے اور جو کچھ تو نے حق سبحانہٗ کے خزانہ سے چرایا ہے صاف صاف بتا دے۔ یہ چور زمین کہتی ہے کہ میں نے کچھ بھی نہیں لیا۔ اب کوتوال اس کو اژنگہ میں پھانستا ہے کبھی میٹھی میٹھی باتیں کرتا ہے اور کبھی الٹا لٹکاتا ہے اور بری سے بری گت بناتا ہے تا کہ لطف وقہر نرمی وسختی مل کر آتش خوف وآب رجا کے سبب پوشیدہ چیزیں ظاہر ہو جائیں۔ اب سمجھو کہ شحنہ سے مراد حق سبحانہ ہیں اور لطف سے مراد بہار اور ڈرانے دھمکانے سے خزاں۔ شکنجہ سے جاڑا اور مقصود یہ ہے کہ چور کا چور ہونا ظاہر ہو جائے اور اس کے پاس سے مال برآمد ہو جائے۔

پس مجاہد راز مانے بسط دل	یک زمانے قبض ودرد وغش وغل
تو مجاہدہ کرنے والے کے لئے کسی وقت دل کا انبساط	کسی وقت انقباض اور درد اور کھوٹ اور کدورت
زانکہ ایں آب وگل کابدان ماست	منکر و دزد ضیائے جانہاست
اس لئے ہے کہ ہمارے بدن جو پانی اور مٹی کے ہیں	ہماری روحوں نور کے منکر اور چور ہیں
حق تعالیٰ گرم وسرد ورنج ودرد	برتن ما می نہد اے شیر مرد
اللہ تعالیٰ گرم اور سرد اور رنج اور درد	اے بہادر! ہمارے جسم پر ڈالتا ہے
خوف وجوع ونقص اموال وبدن	جملہ بہر نقد جاں ظاہر شدن
خوف اور بھوک اور جان و مال کا گھاٹا	سب جان کا مال ظاہر ہونے کے لئے ہیں
ایں وعید و وعدہا انگیخت ست	بہرایں نیک وبدے کامیخت ست
یہ دھمکی اور وعدے پیدا کئے ہیں	کیونکہ نیک اور بد کو ملا رکھا ہے

جب مضمون بالا سن چکے تو اب سمجھو کہ مجاہد کو جو دو حالتیں پیش آتی ہیں یعنی کبھی بسط ہوتا ہے اور کبھی قبض اور تکلیف اور کھوٹ اور نقصان اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا جسم عنصری ہماری جانوں کی روشنی چرائے ہوئے اور استعداد

www.besturdubooks.wordpress.com

فطری کو دبائے ہوئے ہے اور چوری سے انکار کرتا ہے لہٰذا حق سبحانہ اجسام کو تکالیف میں مبتلا کرتے ہیں اور طرح طرح کی زحمتوں میں گرفتار کرتے ہیں کبھی خوف طاری کرتے ہیں کبھی بھوکا رکھتے ہیں کبھی امراض جسمانیہ میں مبتلا کرتے ہیں اور کبھی اموال میں نقصان کرتے ہیں یہ سب اس لئے ہے کہ جو مال اس نے جان کا چرایا ہے وہ برآمد ہو جائے اور یہ جو وعدہ و وعید اس نے کئے ہیں یہ سب اس لئے ہیں کہ نیک و بد مخلوط ہیں۔ ان میں امتیاز ہو جائے۔ یہ تو حق سبحانہ نے اپنے بندوں پر فضل و احسان کے لئے اپنی طرف سے سامان کیا ہے اس مال کے برآمد ہونے کا۔ ایک تدبیر اور ہے جو بندوں کی اختیاری ہے اس کو ہم آگے بیان کرتے ہیں۔

چونکہ حق و باطلے آمیختند	نقد و قلب اندر چرمداں ریختند
چونکہ حق اور باطل کی آمیزش کر دی ہے	کھرے اور کھوٹے کو ایک تھیلے میں بھر دیا ہے
پس محک می بایدش بگزیدۂ	در حقائق امتحانہا دیدۂ
تو ایک منتخب کسوٹی کی ضرورت ہے	جو حقیقتوں میں آزمائی ہوئی ہو
تا شود فاروق ایں تزویرہا	تا بود دستور ایں تدبیر ہا
تاکہ وہ ان مکاریوں میں فرق کرنے والی بن جائے	تاکہ وہ ان تدبیروں کا وزیراعظم بن جائے

جبکہ تم کو معلوم ہے کہ حق و باطل مخلوط ہیں اور کھوٹے کھرے سب کے سب ایک ہی تھیلی میں بھرے ہوئے ہیں۔ تو کھوٹے کھرے کی پہچان کے لئے ضرورت ہے ایک کسوٹی کی جو اعلیٰ درجہ کی اور جو بہت سے امتحانات میں پاس ہو چکی ہو یعنی شیخ کامل کی تاکہ وہ ان تلمیعات کو بالکل الگ کر دے اور تاکہ وہ تمہاری تدابیر کا وزیراعظم بن جائے جو کچھ تم تدبیر کرو اس کے حکم سے اور اس کی ماتحتی میں کرو۔ تمیز حق و باطل کے لئے یہ امور یعنی شیخ کامل کو تلاش کرنا اور اس کی رائے پر عمل کرنا اختیاری ہیں۔

شیر دہ اے مادر موسیٰ و را	واندر آب افگن میندیش از بلا
اے موسیٰ کی ماں! اس کو دودھ پلا	اور دریا میں ڈال دے مصیبت کی فکر نہ کر
ہر کہ در روز الست آں شیر خورد	ہمچو موسیٰ شیر را تمیز کرد
جس نے الست کے دن وہ دودھ پی لیا	اس نے موسیٰ کی طرح دودھ کو پہچان لیا
خود بر تو ایں حکایت روشن ست	کہ غرض تے ایں حکایت گفتن ست
خود تجھ پر یہ بات واضح ہے	کہ مقصد کہانی سنانا نہیں ہے
گر تو بر تمیز طفلت مولعی	ایں زماں یا ام موسیٰ ارضعی
اگر تو اپنے بچہ کے تمیز کرنے کی خواہشمند ہے	اب اے موسیٰ کی ماں! دودھ پلا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بہ بیند طعم شیر مادرش	تا فروناید بہ دایہ بدسرش
تاکہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزا چکھ لے	تاکہ بُری دایہ کے سامنے اس کا سر نہ جھکے

یہ مضمون بھی تتمہ ہے مضمون ماسبق کا۔ فرماتے ہیں کہ اے سالک جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو دودھ پلا کر صندوق میں بند کر کے دریا میں ڈال دیا تھا اور اس دودھ کے سبب فرعون کے یہاں انہوں نے اپنی ماں کے سوا کسی کا دودھ نہیں پیا تھا۔ یوں ہی تو بھی ابتداء ہی قبل اس کے کہ تو بری دایہ کا دودھ پئے یعنی نفس کی تعلیمات سے متاثر ہو اپنے دل کی معرفت حق سبحانہ کے دودھ کا ذائقہ چکھا کر دریائے امتحان میں ڈال دے اور یہ کچھ مشکل نہیں کیونکہ جس نے روز الست میں ایک مرتبہ اس کا ذائقہ چکھ لیا ہے وہ تو اس شیر کو بہت جلد پہچان لے گا۔ بسلامۃ الاستعداد والقوۃ الذائقہ وقرب العہد پس اس وقت چکھانا فی الحقیقت یاد دلانا ہے اس امر کا جس سے ذہول ہو گیا ہے لہٰذا اگر تجھے خواہش ہے کہ تیرے بچے کو برے بھلے دودھ میں تمیز حاصل ہو جائے تو تو پیشتر ہی سے اس کو شیر معرفت حق چکھا دے۔ یعنی اس چکھے ہوئے کو یاد دلا دے تاکہ اس دودھ کا مزہ چکھ کر یعنی معرفت حق سبحانہ سے آشنا ہو کر کسی بری دایہ نفس وشیطان کی طرف منہ نہ لے جائے لیکن اگر تو نے ابتداہی میں ایسا نہ کیا اور وہ اس بری دایہ کے دودھ سے آشنا ہو گیا تو پھر زحمت ہوگی اور شیر روز الست کو یاد دلانا مشکل ہوگا لبعد العہد و فساد الذائقہ والاستعداد تجھے خود معلوم ہے کہ ہم کو موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ یہ عنوان ہے اس مقصود کے ادا کا جس کو تو اوپر سن چکا ہے اس کو سن کر تجھ کو نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ واللہ اعلم۔

ہر چیز کا امتحان کرنا تاکہ وہ چیز جو اس میں پوشیدہ ہے ظاہر ہو جائے

شرح شبیری

اندریں الخ۔ یعنی آسمان میں بار بار نظر کرو اس لئے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ثم ارجع البصر کرتین۔

یک نظر الخ۔ یعنی اس سقف نور میں ایک ہی نظر پر قانع مت ہو بلکہ بار بار دیکھو اور دیکھو کہ اس میں کوئی سوراخ ہے جیسا قرآن شریف میں حکم ہے ثم ارجع البصر هل ترى من فطور۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس سقف نکو میں بار بار عیب جوئندہ کی طرح دیکھو۔

پس الخ۔ یعنی پس اس زمین تاریک کو تم کو معلوم ہے کہ کس قدر مرتبہ دیکھنا اور ممیز کرنا پسند حق ہوگا۔

تا بپالائم الخ۔ یعنی تاکہ ہم صاف کو درد میں سے صاف کر لیں تو اس کے لئے ہماری عقل کو کس قدر محنت کی ضرورت ہے مطلب یہ کہ تاکہ ہم بھلے برے کو ممیز کر لیں تو اس لئے ہمیں ضرورت ہے کہ غور وفکر اور مجاہدات و ریاضات کریں تاکہ حقائق ومعارف وعلوم جو کہ استعداد فطری سے ہمارے اندر ہیں ظاہر ہوں۔ آگے ایک مثال

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ دیکھو زمین جو کہ بہت سے خزانوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے جو علوم و معارف کی طرح ہیں جب اس پر سختیاں ہوتی ہیں یہ سب کو اگل دیتی ہے اور وہ سختیاں یہ ہیں کہ کبھی جاڑا ہے تو اس کے اجزا سکڑ گئے ہیں اور کبھی گرمی ہے تو ساری زمین جل رہی ہے اور کبھی ہوا ہے تو کبھی ابر ہے غرضکہ مختلف طرح سے شحنہ تقدیر الٰہی اس کو سزا دیتا ہے تو یہ ساری چیزوں کو نکال کر پیش کر دیتی ہے جیسے کہ چور کہ کوتوال کی سختی پر ساری چیزیں بتا دیتا ہے تو اسی طرح اگر تم مجاہدہ و ریاضت کرو گے تو تمہارے اندر جو علوم و معارف بھرے ہوئے ہیں وہ سب ظاہر ہو جائیں گے اور یہ نفس تمہارا اس استعداد کو ظاہر ہونے سے ہرگز مانع نہ ہوگا۔ یہ حاصل ہے اس ساری سرخی کا۔ اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

امتحانہائے الخ۔ یعنی جاڑے کے امتحانات اور خزان کے اور گرمی کی تابش اور بہار جو کہ جان کی طرح ہے

بادہا و الخ۔ یعنی ہوائیں اور ابر اور بجلیاں (یہ ساری مختلف عقوبتیں اس لئے ہیں) تاکہ اپنے حوادثات کو ظاہر کر دے اور اس لئے ہیں کہ

تابرون الخ۔ یعنی تاکہ یہ زمین خاکی جو کچھ کہ باطن میں لعل و سنگ سے رکھتی ہے باہر نکال دے۔ لعل و سنگ سے مراد یہ سبزہ وغیرہ ہے مطلب یہی کہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ تاکہ اپنے مضمر خزانوں کو نکال ڈالے۔ چونکہ اس زمین کو چور سے تشبیہ دے کر اس کے لئے ان تغیرات کو سزا میں ثابت کیا ہے لہٰذا آگے تقدیر الٰہی کو کوتوال سے تشبیہ دیں گے اور اس کے عدم اظہار سبزہ وغیرہ کو چوری سے تشبیہ دیتے ہیں فرماتے ہیں کہ

ہر چہ الخ۔ یعنی اس خاک افسردہ نے جو کچھ خزانہ حق اور دریائے کرم سے چرایا ہے (اس کے لئے)

شحنہ الخ۔ یعنی شحنہ تقدیر کہتا ہے کہ سچ بتا جو کچھ کہ تو لے گئی ہے اس کی تفصیل بتا اے حیلہ جو

دزد الخ۔ یعنی چور یعنی خاک کہتی ہے کہ کچھ نہیں کچھ نہیں تو شحنہ تقدیر اس کو شکنجوں میں کھینچتا ہے۔

شحنہ الخ۔ یعنی کوتوال کبھی تو اس سے شکر کی طرح مہربانی کرتا ہے (مثلاً کہتا ہے کہ بتا دے چھوڑ دیں گے) اور کبھی اس کو لٹکا دیتا ہے اور بدتر سے بدتر حال کرتا ہے۔

تا میان الخ۔ یعنی تاکہ قہر و لطف کے درمیان وہ پوشیدہ چیزیں آتش خوف و رجا سے ظاہر ہو جائیں غرضکہ وہ خوب تدبیریں کرتا ہے آگے اس شحنہ کی عقوبات وغیرہ کو منطبق کریں گے۔ فرماتے ہیں کہ

آن الخ۔ یعنی وہ بہار کو توال حق کی مہربانی ہے اور خزاں تہدید اور تخویف ہے حق تعالیٰ کی جیسے وہاں شحنہ کبھی لطف اور کبھی قہر کرتا ہے اسی طرح یہاں زمین پر کبھی لطف بہار ہے اور کبھی قہر خزان ہے۔

وان الخ۔ یعنی وہ جاڑا چار میخ معنوی ہے تاکہ تو اے پوشیدہ چور ظاہر ہو جائے چونکہ جاڑے میں ہر شے سکڑتی ہے زمین کے اجزا بھی سکڑتے ہیں اس سکڑنے کو چار میخ سے تشبیہ دی اور معنوی اس لئے کہا کہ یہ حسی تو ہے نہیں تو کہتے ہیں کہ جاڑا شکنجہ ہے کہ اس زمین کو اس شکنجہ میں کھینچا جاتا ہے۔ آگے اس ساری تشبیہات کو حالت سالک پر منطبق فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پس الخ۔ یعنی پھر مجاہد کو کبھی تو بسط دل ہوتا ہے (جو کہ مشابہ بہار کے ہے) اور کبھی قبض اور گھٹن اور درد اور گھوٹ ہے جو کہ مشابہ خزاں کے ہے۔ آگے سالک پر ان احوال مختلفہ کے طیران کی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی یہ اس لئے کہ یہ آب وگل جو ہمارے بدن ہیں ہماری جان کی ضیا اور نور کے منکر ہیں۔ لہٰذا

حق تعالٰی الخ۔ یعنی حق تعالٰی اس گرم وسرد اور رنج وتکلیف کو ہمارے بدن پر رکھتے ہیں اے شیر مرد اور

خوف الخ۔ یعنی خوف اور بھوک اور نقص اموال اور بدن سب کے سب نقد جان کے ظاہر ہونے کے لئے ہے۔

این الخ۔ یعنی یہ وعید اور وعدے جو کہ حق تعالٰی نے اظہار کھے ہیں اس نیک و بدی کے (ظہور کے) لئے ہیں جس کو کہ ملا دیا ہے

چونکہ الخ۔ یعنی چونکہ لوگوں نے حق وباطل کو ملا دیا ہے کھوٹے کھرے کو ایک ہی برتن میں ڈال رکھا ہے۔

پس محک الخ۔ یعنی پس اس کے لئے ایک کسوٹی چاہیے عمدہ جو کہ حقائق میں امتحانات کو دیکھے ہوئے ہو۔ اوپر تک تو تعلیم تھی کہ خود مجاہدہ کرو اور اس سے علوم وفنون کو حاصل کرو اس شعر سے تعلیم ہے اتباع شیخ کامل کی کہ اول مجاہدہ اور ریاضات کرو ان کے پرکھنے کو کہ آیا درست ہیں یا گمراہ کنندہ ہیں ایک کسوٹی یعنی شیخ کامل کی ضرورت ہے کہ جو بتائے کہ اب یہ اچھی ہے اور یہ حالت بری ہے لہٰذا اول تو اس نفس کی سرزنش کرے اور اس کے درست اور غیر درست ہونے کے لئے شیخ کامل کی تلاش کر۔ جب اس کو تلاش کر لیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تم کو سیدھا راستہ بتا دے گا اور دوسرے راستہ سے ہٹا دے گا دونوں کو متمیز کر دے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا شود الخ۔ یعنی تا کہ ان جانوں کا متمیز کرنے والا ہو اور تا کہ ان تدابیر کے لئے مدبر بن جائے یعنی شیخ کامل ان شیطان کے جالوں سے راہ حق کو متمیز کر دے اور ان ساری تدابیر وصول میں سے ایک تدبیر کو سوچ کر اس کو عمل میں لائے آگے مولانا اس امر کو بیان فرماتے ہیں کہ شیخ کامل کے لئے ضرورت ہے پہچان کی تو وہ فطرت سلیمہ ہوتی ہے وہ تو چونکہ حق تعالٰی کے ہاں اس مزہ کو چکھ چکا ہے جس کے پاس اس کو دیکھے گا فوراً اس کو قبول کر لے گا مگر مولانا اس کو ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں حاصل اس کا یہ ہے کہ دیکھو موسٰی علیہ السلام کی والدہ کو الہام ہوا تھا کہ تم ان کو دودھ پلا دو اور اس کے بعد جب خوف ہو تو دریا میں ڈال دینا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس کا یہ انجام ہوا کہ حضرت موسٰی علیہ السلام نے کسی دایہ کا دودھ منہ میں نہ لیا اس لئے کہ وہ اپنی والدہ کے دودھ کا مزہ چکھ چکے تھے اور جب ان کی والدہ نے دودھ دیا تو اس کو فوراً پینے لگے اور پہچان گئے کہ یہ وہی دودھ ہے اسی طرح جس نے کہ روز ازل میں اس کا مزہ چکھ لیا ہے وہ تو فوراً ہی پہچان لے گا لہٰذا اپنی اس استعداد سلیمہ کو معاصی سے برباد مت کرو کہ اسی کے ذریعہ سے شناخت مرد کامل کی ہوگی اور اس کو صیغہ امر سے تعبیر فرماتے ہیں کہ

شیر دہ الخ۔ یعنی اے مادر موسٰی علیہ السلام تم ان کو دودھ پلا دو ان کو پانی میں ڈال دو اور بلا سے مت ڈرو۔ جیسا کہ قرآن شریف میں ہے واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

الیک الخ تو جس طرح کہ ان کو حکم ہوا تھا اسی لئے کہ تا کہ ان کو اس کے مزہ کی پہچان ہو جائے۔ اسی طرح جس کو وہاں شناخت ہو چکی ہے وہ فوراً پہچان لیتا ہے۔

ہر کہ الخ۔ یعنی جس کسی نے کہ روز الست میں وہ دودھ کھالیا اس نے موسیٰ علیہ السلام کی طرح دودھ کو شناخت کرلیا۔ مطلب یہ کہ جس نے یہ چاشنی وہاں چکھ لی وہ جس کے پاس وہ شے دیکھے گا فوراً معلوم کرلے گا کہ وہی ہے۔

خود الخ۔ یعنی تجھ پر خود یہ بات ظاہر ہے کہ ہماری غرض اس سے حکایت کا بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔ چونکہ اوپر موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ تھا تو شاید سامع کو شوق ہو کہ اب حکایت موسیٰ علیہ السلام کی بیان فرمادینگے اس لئے فرماتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے کہ ہم کو مقصود یہ نہیں کہ ہم حکایات کو بیان کریں بلکہ مقصود اس سے اخذ نتیجہ ہوتا ہے لہٰذا اس کے منتظر مت ہو کہ ہم حکایت موسیٰ علیہ السلام کی بیان کریں گے بلکہ چونکہ ہمارا مطلب صرف اتنی بات سے بھی نکل آیا لہٰذا آگے بیان کرنے کی ہم کو ضرورت ہی نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گر تو الخ۔ یعنی اگر تو اپنے بچہ کے پہچان کی حریص ہو تو اے ام موسیٰ اس وقت دودھ پلا دو۔ مطلب یہ ہے کہ اے ام موسیٰ اگر تمہارا دل یہ چاہتا ہے کہ تمہارا بچہ یعنی موسیٰ علیہ السلام تمہارے دودھ کو پہچان لیں تو اس وقت دودھ پلا دو پھر جب وقت آئے گا فوراً پہچان لیں گے اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ اے سالک اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارا نفس حق کو پہچان لے نفس و شیطان سے بچا رہے تو اس دنیا میں اس کو مجاہدہ و ریاضت کر کے اس کا مزہ چکھا دو۔ جب وہ حق کو پائے گا اس کو قبول کرے گا اور دوسروں سے اعراض کرے گا اوپر تو اس کا بیان تھا کہ جس کی استعداد درست ہوگی وہی حق کو قبول کرے گا اور یہاں سے اس کا بیان ہے کہ تم مجاہدات و ریاضات میں اپنے قلب کو شناسا حق بنالو تو وہ فوراً حق کو قبول کرلے گا۔

تا بہ الخ۔ یعنی تا کہ وہ اپنی ماں کے دودھ کا مزہ چکھ لے اور تا کہ کسی بری دایہ کے سامنے اس کا سر نہ جھک جائے۔ مطلب یہ کہ اس کو طعم حق چکھا دو تا کہ اس کو تو قبول کرے اور نفس و شیطان کے پھندے میں نہ پھنسے جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور دایوں کے دودھ نہ پیتے تھے آگے پھر اس قصۂ شتر گم کردہ کو پورا بھی کرتے ہیں اور اس کے فائدے بھی بیان کرتے ہیں۔

شرح فائدۂ حکایت آں شخص شتر جوئندہ

اونٹ تلاش کرنے والے شخص کی حکایت کے فائدہ کی تشریح

اشترے گم کردۂ اے معتمد	ہر کس از اشتر نشانت می دہد
اے معتمد! تو نے اونٹ گم کر دیا ہے	ہر شخص تجھے اونٹ کی نشانی بتا رہا ہے
تو نمی دانی کہ آں اشتر کجاست	لیک دانی کایں نشانیہا خطاست
تجھے معلوم نہیں کہ وہ اونٹ کہاں ہے	لیکن تو جانتا ہے کہ یہ نشانیاں غلط ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

واں کہ اشتر گم نہ کرد او از مرے	ہمچوں آں گم کردہ جوید اشترے
جس نے اونٹ گم نہیں کیا وہ جھگڑے کے لئے	اونٹ گم کرنے والے کی طرح اونٹ ڈھونڈتا ہے
کہ بلے من ہم شتر گم کردہ ام	ہر کہ یابد اجرتش آوردہ ام
کہ ہاں میں نے بھی اونٹ گم کیا ہے	جو اس کو پائے اس کے لئے میں انعام لایا ہوں
تا در اشتر با تو انبازی کند	بہر طمع اشتر ایں بازی کند
تاکہ اونٹ میں تیرے ساتھ شریک ہو جائے	اونٹ کے لالچ میں یہ کھیل کھیلتا ہے
او نشان کژ نہ بشناسد ز راست	لیک گفتت آں مقلد را عصاست
وہ غلط علامت کو صحیح علامت سے جدا نہیں کر سکتا ہے	لیکن تیری گفتگو اس مقلد کی لاٹھی ہے
ہر چرا گوئی خطا بود آں نشاں	او بتقلید تو می گوید ہماں
جس کو تو کہتا ہے یہ علامت غلط ہے	وہ تیری تقلید میں وہی کہہ دیتا ہے
چوں نشان راست گویند و شبیہ	پس یقیں گردد ترا لاریب فیہ
جب وہ بھی علامت اور ملتی جلتی بتاتے ہیں	تو تجھے یقین آ جاتا ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے
آں شفائے جانِ رنجورت شود	مظہر حس چو گنجورت شود
وہ (علامت) تیری فکرمند جاں کی شفا بن جاتی ہے	تیرے خزانچی جیسے حس کو ظاہر کرنے والی بن جاتی ہے
رنگ روئے و قوت بازو شود	خلق و خلق یکتو ات صدتو شود
چہرے کی رونق اور بازو کی طاقت ہو جاتی ہے	تیرا اکہرا جسم اور اخلاق سو گنا ہو جاتا ہے
چشم تو روشن شود پایت دواں	جسم تو جاں گردد و جانت رواں
تیری آنکھ روشن ہو جاتی ہے تیرے پیر دوڑنے لگتے ہیں	تیرا جسم سراسر (حیوانی) جان بن جاتا ہے اور تیری روح سراسر (انسانی) جان بن جاتی ہے
پس بگوئی راست گفتی اے امین	ایں نشانی ہا بلاغ آمد مبین
پس تو کہتا ہے اے امانت دار! تو نے سچ کہا	یہ علامتیں واضح پیغام ہیں
فیہ آیات ثقات بینات	ایں براتے باشد و قدر و نجات
اس میں روشن معتبر علامتیں ہیں	یہ دستاویز ہیں اور (قابل) قدر ہیں اور (ذریعہ) نجات ہیں
ایں نشاں چوں داد گوئی پیش رو	وقت آہنگ ست پیش آہنگ شو
جب اس نے یہ علامت بتا دی تو کہے گا آگے چل	(اب) چلنے کا وقت ہے آگے آگے چل

www.besturdubooks.wordpress.com

پیروی تو کنم اے راست گو	بوئے بردی زاشترم بنما کہ کو
اے بچے! میں تیرے پیچھے چلوں گا	تو نے میرے اونٹ کا سراغ پا لیا' دکھا وہ کہاں ہے؟
پیش آں کس کہ نہ صاحب اشتریست	کو دریں جست شتر بہر مریست
اس شخص کے لئے جو اونٹ کا مالک نہیں ہے	جو اونٹ کی تلاش میں مقابلہ کے لئے (لگا) ہے
زیں نشان راست نفزودش یقیں	جز زعکس ناقہ جوئے راستیں
اس سچی علامت نے اس کے یقین میں اضافہ نہیں کیا	وقتی طور پر اونٹ تلاش کرنے والے کی نقل کے سوا
بوئے برد از جد و گرمیہائے او	کہ گزافہ نیست ایں ہیہائے او
اس کی کوشش اور اس کی سرگرمیوں سے اس کو پتہ لگا	کہ اس کا شور و غل خواہ مخواہ نہیں ہے
اندریں اشتر نبودش حق ولے	اشترے گم کردہ است وہم بلے
اس اونٹ میں اس کا کوئی حق نہ تھا لیکن	اس نے بھی ایک اونٹ ضرور کھویا ہے
طمع ناقہ غیر روپوشش شدہ	انچہ زو گم شد فراموشش شدہ
دوسرے کے اونٹ کا لالچ اس کے چہرہ کا پردہ بن گیا	جو اس کا کھویا گیا ہے اس کو اس نے بھلا دیا ہے
ہر کجا او می دود ایں ہم دود	از طمع ہمدرد صاحب می شود
جدھر وہ بھاگتا ہے یہ بھی بھاگتا ہے	لالچ سے مالک کا ہمدرد بنتا ہے
کاذبے با صادقے چوں شد رواں	آں دروغش راستی شد ناگہاں
ایک جھوٹا جب سچے کے ساتھ روانہ ہوتا ہے	اس کا وہ جھوٹ خواہ مخواہ سچ ہو جاتا ہے
اندراں صحرا کہ آں اشتر شتافت	اشتر خود نیز آں دیگر بیافت
جس جنگل میں وہ اونٹ بھاگا	اس دوسرے نے اپنا اونٹ بھی پا لیا
چوں بدیدش یاد آورد آن خویش	بے طمع شد ز اشتر آں یار بیش
جب اس نے اس کو دیکھا تو اپنا اونٹ یاد آ گیا	(اور) اس دوست کے اونٹ سے بہت بے طمع ہو گیا
آں مقلد شد محقق چوں بدید	اشتر خود را کہ آنجا می چرید
وہ مقلد محقق بن گیا جب اس نے دیکھا	اپنے اونٹ کو کہ اس جگہ چر رہا ہے
او طلبگار شتر آں لحظہ گشت	می بجستش تا ندید او را بدشت
وہ اسی لمحہ اونٹ کا طلبگار بن گیا	جب تک اس کو جنگل میں نہ دیکھا تھا اس کی جستجو میں نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازاں تنہا روی آغاز کرد	چشم سوئے ناقۂ خود باز کرد
اس کے بعد اس نے تنہا روی شروع کر دی	اپنی اونٹنی کو نصب العین بنا لیا
گفت آں صادق مرا بگذاشتی	تا بہ اکنوں پاس من می داشتی
سچے نے اس سے کہا تو نے مجھے چھوڑ دیا	اب تک تو میرا ساتھ دے رہا تھا
گفت تا اکنوں فسوسی بودہ ام	وز طمع در چاپلوسی بودہ ام
اس نے کہا اب تک میں بناوٹی تھا	لالچ سے خوشامد میں لگا تھا
ایں زماں ہمدرد تو گشتم کہ من	در طلب از تو جدا گشتم بہ فن
اب میں تیرا ہمدرد ہوں کیونکہ میں	طلب میں مصلحتاً تجھ سے جدا ہوا ہوں
از تو می وزدیدمے وصف شتر	جان من دید آن خود شد چشم پر
میں تجھ سے اونٹ کے اوصاف چھپاتا تھا	میں نے مطلوب پا لیا میں سیر چشم ہو گیا
تا نیابیدم نہ بودم طالبش	مس کنوں مغلوب شد زر غالبش
جب تک میں نے اس کو نہ پایا تھا میں اس کا طلبگار نہ تھا	تانبا اب مغلوب ہو گیا اس پر سونا غالب آ گیا
سیئاتم شد ہمہ طاعات شکر	ہزل شد فانی و جد اثبات شکر
(خدا کا) شکر ہے میری برائیاں سب بھلائیاں بن گئیں	شکر ہے مذاق ختم ہو گیا اور سنجیدگی آ گئی
سیئاتم چوں وسیلت شد بحق	پس مزن بر سیئاتم ہیچ دق
میری برائیاں چونکہ حق کا وسیلہ بن گئیں	تو میری برائیوں پر اعتراض نہ کر
مر ترا صدق تو طالب کردہ بود	مر مرا جد و طلب صدقے کشود
تجھے تیری سچائی نے طلبگار بنایا تھا	میرے لئے کوشش اور طلب نے سچائی واضح کر دی
صدق تو آورد در جستن ترا	جستنم آورد در صدقے مرا
تیری سچائی نے تجھے جستجو میں مبتلا کیا	میری جستجو نے مجھے سچائی میں پہنچا دیا
تخم دولت در زمیں می کاشتم	سخرہ و بیکار می پنداشتم
میں نے نصیبے کا بیج زمین میں بویا تھا	(جس کو) میں مذاق اور بیکار سمجھ رہا تھا
آں نہ بد بیکار کسبے بد درست	ہر یکے دانہ کہ کشتم صد برست
وہ بیکار نہ تھا صحیح محنت تھی	میں نے جو ایک دانہ بویا سو آگے

www.besturdubooks.wordpress.com

دزد سوئے خانہ شد زیر دست	چوں درآمد دید کاں خانہ خودست
چور چھپ کر ایک گھر میں گیا	جب اندر پہنچا' دیکھا کہ اسی کا گھر ہے
گرم باش اے سرد تا گرمی رسد	با درشتی ساز تا نرمی رسد
اے افسردہ! سرگرم بن تاکہ جذبہ حاصل ہو	سختی جھیل' تاکہ راحت ملے

شرح حبیبی

مولانا یہاں سے پھر قصۂ اشتر کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تیرا اونٹ گم ہو گیا ہے اور ہر شخص تجھے اس اونٹ کا پتہ بتلا رہا ہے گو تجھے یہ معلوم نہیں کہ اونٹ کہاں ہے مگر اتنا جانتا ہے کہ یہ اتے پتے سب غلط ہیں ایک ایسا شخص بھی ہے جس کا اس کے خیال میں کوئی اونٹ گم نہیں ہوا مگر اس کی دیکھا دیکھی وہ اونٹ کو تلاش کرنے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں میرا بھی اونٹ کھویا گیا ہے جو شخص پائے گا میں اس کے لئے انعام لایا ہوں۔ میں اسے انعام دوں گا۔ اس کا مقصد اس مکاری سے یہ ہے کہ وہ بھی تمہارے اونٹ میں شریک ہو جائے اور دعویٰ کرے کہ یہ اونٹ میرا ہے یہ چال وہ محض طمع کی بنا پر کرتا ہے۔ فی الحقیقت نہ وہ جھوٹی نشانی کو جھوٹی جانتا ہے نہ سچی کو سچی۔ محض تیرا بیان اس کا سہارا ہے جو تو کہتا ہے وہ بھی وہی کہتا ہے، جس نشان کو تو غلط کہتا ہے وہ بھی کہتا ہے کہ ہاں میرے اونٹ کی یہ نشانی نہیں۔ اور جب لوگ سچا پتا اور صحیح حلیہ بیان کرتے ہیں تو اس سے تجھ کو تو یقین ہو جاتا ہے اور اصلا شک نہیں رہتا اور اس سے تیری جتلائے رنج جان کو شفا حاصل ہوتی ہے اور تیرے حواس کو جو کہ محسوسات کے لئے بمنزلۂ خزانچی کے ہیں قوت و غلبہ حاصل ہوتا ہے اور تیرے منہ پر رونق آتی ہے اور بازو میں قوت ہوتی ہے جسم اور خصلت میں سوگنا ترقی ہوتی ہے۔ آنکھ میں روشنی پیدا ہوتی ہے پاؤں میں چستی آتی ہے جسم گویا کہ روح حیوانی بن جاتا ہے اور روح حیوانی روح انسانی ہو جاتی ہے اور تو کہتا ہے کہ تو نے بہت سچ کہا اور یہ نشانیاں سراسر کامیابی ہے۔ تیرے اس بیان میں معتبر اور کھلی نشانیاں ہیں یہ پروانہ ہے حصول مدعا کا اور قابل قدر اور باعث ہے رنج و تشویش سے رہائی کا۔ جب تو نے یہ پتہ بتلایا ہے تو چل آگے ہو۔ یہ چلنے کا وقت ہے لہٰذا تو آگے آگے چل میں تیرے پیچھے پیچھے چلتا ہوں اس لئے کہ تو نے میرے اونٹ کا نشان معلوم کر لیا ہے اب مجھے چل کر دکھا دے کہ کہاں ہے۔ برخلاف اس کے جس کا اونٹ اس کے زعم میں گم نہیں ہوا ہے اور جو محض دیکھا دیکھی اور بطمع اونٹ کو تلاش کرنے لگا ہے اس کو اس نشان سے کچھ بھی یقین نہیں بڑھتا۔ بجز اس کے کہ وہ سچے ناقہ جو کی نقل کرے اور جو آثار اس کے اندر واقعی طور پر پیدا ہوئے ہیں ان کو یہ مصنوعی طور پر اور بہ تکلف اپنے اندر پیدا کرے اور یہ سمجھ کر کہ صادق کی خوشی بے جا نہیں ہے یہ بھی ویسی ہی کوشش اور جدوجہد شروع کرے۔ نیز گو اس اونٹنی میں ان کا حق نہیں تھا مگر حقیقت میں اس کا اونٹ بھی کھویا گیا تھا اور گو ناقہ غیر کی طمع تے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے منہ پر پردہ ڈال دیا تھا اور جو کچھ اس کا کھو گیا تھا اس کا اسے خیال بھی نہیں تھا مگر جہاں وہ جاتا ہے یہ بھی جاتا ہے اور طمع سے اپنے ساتھی کا شریک درد بنتا ہے یعنی اپنے کو بھی اسی مصیبت میں مبتلا کرتا ہے جس میں کہ وہ مبتلا ہے غرض جبکہ ایک جھوٹا ایک سچے کے ساتھ چلتا ہے تو اچانک اس کا جھوٹ سچ بن جاتا ہے یعنی جس جنگل میں کہ اس کا اونٹ تھا اپنے اونٹ کو بھی وہیں پاتا ہے جب اس کو اونٹ ملتا ہے اس وقت اپنی ملک یاد آتی ہے اور اپنے ساتھی کے اونٹ سے بے طمع ہو کر اپنے اونٹ کی طرف جاتا ہے اور وہ جو پہلے مقلد اور نقال تھا اب محقق ہو جاتا ہے جبکہ اپنے اونٹ کو وہاں چرتے دیکھتا ہے اور جبکہ اس کو دیکھ لیتا ہے اس وقت اس کا طلب گار بنتا ہے اور جب تک دیکھا نہیں تھا اس وقت تک اس کا طلب گار نہیں تھا اس کے بعد وہ الگ چلنا شروع کرتا ہے اور اپنی اونٹنی کو مطمع نظر بناتا ہے۔

اس وقت یہ طالب صادق کہتا ہے کہ اب تک تو میرا لحاظ رکھتا تھا اب تو نے مجھے چھوڑ دیا۔ اس وقت وہ جواب دیتا ہے کہ اس وقت تک میں بوالہوس تھا اور طمع سے تمہاری خوشامد کرتا تھا اس وقت میں فی الواقع تمہارا شریک درد ہوا ہوں جبکہ تم سے طلب میں جدا ہوں اس سے پہلے تو میں اونٹ کے اوصاف تم سے چراتا تھا لہٰذا تمہاری تقلید کی ضرورت تھی لیکن اب جبکہ مجھے اپنی ملک مل گئی ہے تو اب میں سیر چشم ہو گیا ہوں اور مجھے تم سے استغناء ہو گیا ہے جب تک میں نے پایا نہ تھا اس وقت تک میں اس کا طالب نہ تھا اب تانبا مغلوب ہو گیا ہے اور سونا غالب۔ یعنی صدق غالب ہو گیا ہے اور کذب مغلوب۔ شکر ہے کہ میری تمام برائیاں طمع وغیرہ طاعات بن گئیں اور ہزل فنا ہو کر جد بن گئی۔ میری برائیاں جبکہ موصل الی الحق ہو گئی ہیں اب تم کو ان برائیوں پر اعتراض اور طعن نہ چاہیے تمہارا تو صدق ذریعہ طلب بنا تھا اور میری طلب آلۂ صدق ہوئی ہے تم نے تو صدق کی بناء پر طلب شروع کی تھی اور میری طلب نے مجھے صدق تک پہنچایا ہے۔ میں زمین میں دولت کا بیج بو رہا تھا مگر اس کو لغو اور بے سود سمجھتا تھا مگر وہ بیکار نہ تھا بلکہ واقع میں کمائی تھی۔ جو دانہ میں نے بویا اس سے سو پھل پائے۔ میری مثال ایسی ہو گئی جیسے کہ کوئی چور چھپ کر کسی گھر میں جائے اور بعد کو وہ اسی کا گھر ثابت ہو۔ خلاصہ یہ کہ حق کے طالب اور واصل بحق دو قسم کے ہیں بعض تو ایسے ہیں جو کہ حق سبحانہ کو پہچانتے ہیں مگر اس تک پہنچنے کا طریق نہیں جانتے اس لئے ان کو ایک ہادی کی ضرورت ہوتی ہے اور اس ہادی کے ذریعہ سے حق سبحانہ تک پہنچتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ وہ حق کو جانتے نہیں مگر کسی غرض فاسد سے وہ طالب صادق کی شکل بناتے ہیں اور راہ بر کے ساتھ چلتے ہیں۔ جب وہ مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں اس وقت وہ طالب صادق بنتے ہیں اور بجائے مقلد کے محقق بن جاتے ہیں اس لئے کہ طلب کاذب بھی دیگر باقاعدہ ہو تب بھی آدمی محروم نہیں رہتا۔ پس آدمی کو چاہیے کہ اگر طلب صادق بھی نہ ہو تو کاذب ہی سہی طلب ہونی چاہیے اور مجاہدات و ریاضات کرنے چاہئیں تا کہ ایک روز آرام و آسائش حاصل ہو۔

آں دو اشتر نیست آں یک اشتر ست	تنگ آمد لفظ معنیٰ بس پر ست
وہ دو اونٹ نہیں ہیں ایک اونٹ ہے	الفاظ تنگ ہیں معنی بہت زیادہ ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

لفظ در معنی ہمیشہ نارساں	زاں پیمبر گفت قد کل اللساں
لفظ معنی (کی ادائیگی) میں ہمیشہ کوتاہ ہیں	اسی لئے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا زبان عاجز آ گئی
نطق اصطرلاب باشد در حساب	چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
حساب کرنے میں نطق ' اصطرلاب ہیں	وہ آسمان اور سورج کا اندازہ کیا جانے
خاصہ چرخے کایں فلک زو پرہ ایست	آفتاب از آفتابش ذرہ ایست
خصوصا وہ آسمان کہ یہ آسمان اس کا ایک تنکا ہے	(یہ) سورج اس (فلک) کے سورج کا ایک ذرہ ہے

اب ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں جو ظاہر تمثیل سے پیدا ہوتا ہے تقریر شبہ یہ ہے کہ آپ کی تمثیل سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلوب دو ہیں کیونکہ تمثیل میں مشبہ بہ آپ نے دو اونٹ بنائے ہیں ایک وہ جو طالب صادق کا مطلوب ہے۔ دوسرا وہ جو طالب کاذب کا مطلوب ہے حالانکہ مطلوب ایک ہے۔ تقریر جواب شبہ مذکور یہ ہے کہ مطلوب دو نہیں ہیں بلکہ مطلوب ایک ہی ہے معنی چونکہ کثیر ہیں الفاظ میں سما نہیں سکتے اس لئے تعدد کا شبہ ہوتا ہے مگر ہم معذور ہیں کیونکہ الفاظ ہمیشہ ناکافی ہوتے ہیں ان سے پورا مدعا ظاہر ہو ہی نہیں سکتا۔ اسی لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کل اللسان فرمایا ہے۔ یعنی عارف کی زبان کند ہو جاتی ہے وہ اپنے مافی الضمیر کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتا۔ پھر ہم کیا کر سکتے ہیں جہاں تک الفاظ مساعدت کرتے ہیں ہم بیان کرتے ہیں۔ نطق کو حقائق سے وہی نسبت سمجھنی چاہیے جو اصطرلاب کو چرخ و آفتاب سے ہے پس جس طرح اصطرلاب چرخ و آفتاب کے اوصاف کما حقہ بیان نہیں کر سکتے۔ یوں ہی نطق بھی معارف کو کافی طور پر بیان نہیں کر سکتا۔ بالخصوص اس سماء رفعت کی حالت جس کے سامنے یہ چرخ معروف ایک تنکا ہے اور وہ آفتاب حقیقی جس کے سامنے یہ آفتاب مشہور ایک ذرہ ہے اس کی حالت تو کما حقہ کیا ہی بیان کر سکتا ہے آگے پھر مسجد ضرار کے قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں

اونٹ تلاش کرنے والے کی حکایت کے فائدہ کی شرح

شرح شبیری

اشترے الخ۔ یعنی اے معتمد تو نے ایک شتر گم کیا ہے اور لوگ تجھے اس کی نشانیاں بتا رہے ہیں۔

تو نمی دانی الخ۔ یعنی تجھے اس کی تو خبر نہیں کہ وہ شتر کہاں ہے لیکن تو یہ جانتا ہے کہ ساری نشانیاں غلط ہیں اس لئے کہ وہ اونٹ تیرا دیکھا ہوا ہے لہٰذا ان نشانی ہائے غلط کو تو سمجھ رہا ہے کہ ہاں یہ غلط ہیں اور تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے اسی طرح جبکہ حق کی تلاش ہوتی ہے اور مختلف فرق کے لوگ مختلف باتیں کہتے ہیں تو چونکہ استعداد فطری۔ اس کو مقتضی ہے کہ حق کو قبول کیا جائے لہٰذا ہرگز اس کے دل کو وہ اقوال باطل نہیں لگتے۔ اگرچہ یہ بھی خبر نہ ہو کہ حق کہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مگر یہ جانتا ہے کہ یہ سب غلط کہتے ہیں یہ تو اس کی مثال ہے جو تلاش میں حق کے ہو آگے اس شخص کی مثال فرماتے ہیں جو کہ دیکھا دیکھی لوگوں کی طلب حق کرتے ہیں مگر اصل مقصود ان کا کچھ اور ہوتا ہے مثلاً یہ کہ بزرگوں کی خدمت میں طلب کے لئے جاتے ہیں اور مثل طالب صادق کے خود بھی اعتقاد ظاہر کرتے ہیں۔ مگر مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ رہیں گے دعوتیں کھانے کو ملیں گی یا خوب عزت وجاہ ہوگی کہ فلاں حضرت کے خادم ہیں تو جس کی کہ یہ فاسد نیت ہو ظاہر ہے کہ اس کو طلب حق نہیں ہے لہٰذا اس سے جو کوئی بھی کہے گا کہ حق یہ ہے کہ اس کو اصل کی تو خبر نہیں ہے اس لئے کہ جب وہ طلب نہیں کرتا تو اس کی استعداد بھی مخفی ہے پس وہ کہہ دیتا ہے کہ ہاں یہی ہے غرض ایسے شخص کا اعتبار ہی کیا ہے۔ جس کا دل چاہے اس کو بہکائے۔ اب اس کی مثال سنو کہ فرماتے ہیں کہ

وانکہ الخ۔ یعنی جس نے کہ شتر گم نہیں کیا ہے تو وہ مقابلہ کے لئے اس گم کردہ اشتر کی طرح ایک شتر کی تلاش میں ہے اور کہتا ہے کہ

کہ بلے الخ۔ یعنی کہ ہاں میں نے بھی ایک اونٹ کو گم کیا ہے اور جو کوئی اس کو پائے میں اس کی اجرت لایا ہوں غرضیکہ جو یہ گم کردہ اشتر کہتا ہے اسی کو وہ دہرا دیتا ہے اور یہ اس لئے کرتا ہے کہ

تا در الخ۔ یعنی تا کہ اونٹ میں تیرے ساتھ شرکت کرے تو اونٹ کی طمع میں یہ بازی کر رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے اوپر بیان کیا ہے کہ وہ اس لئے کہتا پھرتا ہے کہ میں بھی تلاش حق میں ہوں تا کہ دعوتیں وغیرہ خوب کھانے کو ملیں۔ غرضکہ اس حرص و طمع کی وجہ سے وہ بھی اس طالب کے ساتھ ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ

اونشان الخ۔ یعنی وہ غلط نشانی کو درست نشان سے متمیز نہیں کر سکتا لیکن تیرا کہنا اس مقلد کے لئے سہارا ہے۔ مطلب یہ کہ اس کا چونکہ شتر گم ہی نہیں ہوا تو اس کو کسی نشانی کی بھی خبر نہیں بلکہ جو یہ گم کردہ اشتر کہہ رہا ہے وہ بھی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے اصل اور حقیقت کی اصلا خبر نہیں۔

ہر چہ الخ۔ یعنی جس کو کہ تم کہتے ہو کہ یہ نشانی غلط تھی تو وہ بھی تمہاری تقلید سے وہی کہہ دیتا ہے۔

چون الخ۔ یعنی جبکہ کوئی درست نشانی اور متشابہ بحق نشانی کہیں گے تو تم کو یقین ہو جائے گا اور اس میں کسی قسم کا شک نہ رہے گا اور یہ حالت ہوگی کہ

آن الخ۔ یعنی وہ تیری جان رنجور کے لئے شفا ہو جائے گی اور تیری حس کی جو خزانہ کی طرح ہے مظہر ہو جائیگی۔

رنگ الخ۔ یعنی وہ تیرے چہرہ کا رنگ ہو جائے اور قوت بازو ہو جائے اور تیرے اعضاء اور تیرے اخلاق ایک حصہ سے سو حصہ ہو جائیں۔ مطلب یہ کہ یہ حالت ہو کہ جامہ میں پھولا نہ سمائے۔

چشم الخ۔ یعنی تیری آنکھ روشن ہو جائے اور تیرے پاؤں دوڑنے لگیں اور تیرا جسم جان ہو جائے اور تیری جان رواں ہو جائے غرض کہ بوجہ فرط خوشی کی ہر حالت میں ترقی ہو جائے۔

پس الخ۔ یعنی پھر تو اس بتانے والے سے کہے کہ اے امین تو نے ٹھیک کہا وہ نشانیاں بالکل درست ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فیہ الخ۔یعنی اس میں مضبوط نشانیاں ہیں ظاہر اور یہ ایک دستاویز ہو جائے اور موجب قدر اور نجات ہو جائے

این الخ۔یعنی جب اس نے یہ نشانیاں بتائیں تو تو نے اس سے کہا کہ آگے چلو کہ یہ وقت قصد کا ہے تم قصد کے آگے ہو جاؤ۔

پیروی الخ۔یعنی اے راست گو میں تیری پیروی کرتا ہوں۔تو نے میرے شتر کی نشانی معلوم کر لی ہے اب بتا کہ کہاں ہے یہ تو اس کی حالت ہوگی کہ جس کا شتر فی الواقع کھو گیا ہے اس کو تو نشانی کے سنتے ہی فوراً یقین ہو جائے گا کہ بے شک اس نے میرے اونٹ کو دیکھا ہے آگے اس کی حالت بیان فرماتے ہیں جو کہ صرف دیکھا دیکھی ہی تلاش کر رہا تھا اور اس کے ساتھ تھا کہ اس نشان راست سے اس کی یہ حالت ہوگی کہ

آن الخ۔یعنی اس کو جو کہ صاحب اشتر نہیں ہے اور اس تلاش شتر میں صرف مقابلہ کی وجہ سے ہے۔

زین الخ۔یعنی اس نشان راست سے اس کو کوئی یقین نہ بڑھے گا سوائے ناقہ جو واقعی کے عکس کہ اس کو تو یقین کی زیادتی ہوئی اور اس کو اور زیادہ شک بڑھ جائے گا کہ نہ معلوم یہ ہے یا اور کوئی ہے۔

بوئے الخ۔یعنی اس کی کوشش اور جوش سے کچھ بولے گیا کہ یہ ہائے ہوئے فضول نہیں مطلب یہ کہ جو صرف دیکھا دیکھی تلاش کر رہا تھا اس کو اس نشان راست کے معلوم ہونے سے یقین میں تو کچھ ترقی ہوئی نہیں اس لئے کہ اس نے دیکھا ہی نہیں کہ شتر کیسا ہوتا ہے مگر ہاں جب دیکھا کہ وہ صاحب شتر اس نشان کو سن کر پھولا نہیں سماتا اور بے انتہا مسرور ہے تو یہ بھی سمجھا کہ کوئی بات ضرور ہے اور یہ سمجھ کر اس نے بھی غل مچایا کہ ہاں ہاں صاحب میرا اونٹ ہی ہے جس کی یہ نشانی ہے اسی طرح ایک تو وہ ہے جو کہ طالب حق ہے اور دوسرا وہ جو کہ صرف اس کی دیکھا دیکھی طالب حق بنا ہے اور اس کی نیت فاسد ہے تو اس طالب حق واقعی کو تو جب کہیں حق ملے گا بے انتہا مسرور ہوگا اور جو کوئی اس کو موصل الی الحق ہوگا یعنی شیخ کامل فوراً اس کا اتباع کرے گا کہ بس مجھے تو حاصل ہو گیا۔ اب خدا کے لئے تشریف لے چل کر مجھے راستہ پر لگا دیجئے اور بتا دیجئے کہ میرا مطلوب کہاں ہے اور اس دوسرے شخص کو کچھ بھی خبر نہ ہوگی بلکہ اس دوسرے کو دیکھ کر یہ بھی کہے گا کہ بے شک حضرت بڑے مرتبے اور پائے کے بزرگ ہیں بس حضور ہی میری دستگیری فرمائیں گے وغیرہ وغیرہ دیکھو اس پہلے نے جو شناخت کر لیا صرف اسی لئے کہ پہلے روز ازل میں وہ دیکھے ہوئے تھا کہ حق اس کو کہتے ہیں۔آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اندرین الخ۔یعنی اس مقابل کو اس شتر میں تو کوئی حق نہیں ہے مگر اس نے بھی ایک شتر گم کیا ہے۔

طمع الخ۔یعنی ناقۂ غیر کی طمع اس کی روپوش ہوگئی ہے اور اس کا جو گم ہو گیا ہے وہ اس کو فراموش ہو گیا ہے۔

ہر کجا الخ۔یعنی جہاں کہیں کہ وہ صادق دوڑ رہا ہے (تلاش میں) وہاں یہ بھی دوڑ رہا ہے اور طمع کی وجہ سے اپنے ساتھی کا ہمدرد بنتا ہے۔مطلب مولانا کا یہ ہے کہ فی الواقع تو اس سے بھی حق زائل ہو گیا ہے اور کھو گیا ہے مگر یہ اس کو بھول گیا اور اس نے اپنی استعداد کو کمزور کر لیا کہ اسے یہ بھی یاد نہ رہا کہ میری بھی کوئی شے کھو گئی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ دوسروں کی شے تلاش کرنے میں لگ گیا مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ اس صادق کی صحبت کی برکت سے اس کے اندر بھی خلوص آ جاتا ہے اور صدق پیدا ہو جاتا ہے اور یہ بھی طالب حق ہو جاتا ہے اور اس کی استعداد میں قوت ہوتی ہے اور یہ بھی تلاش میں لگ جاتا ہے اور اس کو بھی مطلوب مل جاتا ہے اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ

کاذبے الخ۔ یعنی ایک کاذب جب ایک صادق کے ساتھ چلا تو وہ اس کا کذب بھی ناگہاں صدق ہو گیا۔

در آن الخ۔ یعنی اس جنگل میں کہ وہ اونٹ دوڑ رہا تھا اس دوسرے نے بھی اپنا اونٹ وہیں پا لیا۔

چون الخ۔ یعنی جب اس کو دیکھا تو اس کو اپنی چیز یاد آ گئی اب وہ دوسرے کے اونٹ سے بے طمع ہو گیا۔

آن الخ۔ یعنی وہ مقلد اب محقق ہو گیا جبکہ اس نے اپنے اونٹ کو دیکھ لیا جو کہ وہاں چر رہا تھا۔

او طلبگار الخ۔ یعنی وہ شتر کا متلاشی اس وقت ہوا ہے اور جب تک اس کو جنگل میں دیکھ نہ لیا تھا اس کو تلاش بھی نہ کرتا تھا۔ مطلب یہ کہ یہ طالب کاذب اس صادق کے ساتھ تلاش میں تھا اور اس کی دیکھا دیکھی کہہ رہا تھا کہ میں بھی طالب ہوں مگر اب تک بالکل بے خبر تھا حتی کہ اس صادق کی صحبت کی برکت سے یہ ہوا کہ اچانک اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس کو حق نظر آ گیا اب تو اس کو وہ استعداد فطری یاد آ گئی اور اس نے پہچان لیا کہ بے شک یہ وہی ہے جس کو کہ میں اتنے روز سے بھولا ہوا تھا اب یہ خود محقق ہو گیا اور تلاش حق شروع کر دی تو اس پہلے نے تو تلاش پہلے کیا تھا اور ملا بعد میں تھا اور اس کو ملا پہلے ہی اور تلاش اس نے بعد میں کیا ہے اس لئے کہ جب مل گیا طلب تو اسی وقت ہوئی ہے پہلے سے طالب ہی کب تھا۔

بعد از اں الخ۔ یعنی بعد اس کے تنہا چلنا شروع کیا اور اپنے ناقہ کی طرف آنکھ کھول دی مطلب یہ کہ جب اس کو خود حق واضح ہو گیا تو پہلے تو صرف لوگوں کی دیکھا دیکھی تلاش میں تھا اور اب خود اس کی طرف چلا اور طلب حق میں منفرد ہو گیا اور قاعدہ بھی یہی ہے کہ اول طلب دوسروں کی حرص سے ہوتی ہے اس کے بعد خود طلب لگ جاتی ہے تو ایک مرتبہ تو اس وقت تنہا روی ہوتی ہے یہاں تو تنہا روی صرف ساتھیوں اور دیگر طالبین سے ہوتی ہے اس کے بعد جب یہ شخص خود محقق ہو جاتا ہے تو اب یہ شیخ سے بھی منفرد ہو جاتا ہے اور اپنی تحقیقات پر عامل ہوتا ہے ہاں جو کچھ ہے وہ ہے طفیل شیخ ہی کا۔ مگر یہ شخص اس حالت تحقیق میں شیخ سے منفرد ہو جاتا ہے جیسا کہ کئی مرتبہ پہلے بھی لکھا جا چکا ہے۔ غرض کہ اس وقت تو یہ طالب کاذب دیگر طالبین سے ہو کر طلب میں محقق ہو گیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ صادق کہتا ہے کہ تم نے مجھے چھوڑ دیا حالانکہ اب تک تو میرا ساتھ دیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی اس طالب جدید نے کہا کہ اب تک تو میں مسخرہ پن میں تھا اور طمع کی وجہ سے چاپلوسی میں تھا۔

این الخ۔ یعنی میں اب تیرا (اصلی) ہمدرد (ساتھی) ہوا ہوں کہ اب طلب میں تجھ سے جدا ہو گیا ہوں تو جس طرح کہ تو اے طالب صادق بے کسی حرص اور تقلید کے تلاش کر رہا تھا اسی طرح اب میں تلاش کر رہا ہوں ورنہ اول میں تیرا ساتھی ہی نہ تھا اس لئے کہ میری حالت اور تھی اور تمہاری حالت دوسری تھی اور کہتا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ازتوا لخ۔ یعنی میں تجھ سے شتر کے اوصاف کو چرا رہا تھا اب میں نے خود اپنی ملک کو دیکھ لیا تو اب میں چشم پور ہو گیا۔ مطلب یہ کہ پہلے سے تو تمہاری سنی سنائی اور دیکھا دیکھی طلب کرتا تھا مگر اب میری طلب صادق ہو گئی ہے۔

تانیا بیدم الخ۔ یعنی جب تک کہ میں نے پا نہ لیا تھا میں اس کا طالب ہی نہ تھا اب تانبا مغلوب ہو گیا اور سونا اس پر غالب ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اول تو کذب اور ریا غالب تھی اور صدق اور خلوص مغلوب تھا مگر بحمداللہ اب حق غالب ہے اور کذب اور ریا مغلوب ہے۔

سیئاتم الخ۔ یعنی میری سیئات شکر ہے کہ طاعات بن گئیں اور ہزل فانی ہو گیا۔ جدّ ثابت ہو گئی شکر ہے مطلب یہ کہ پہلے سے تو چونکہ نیت خراب تھی یہ ساری طلب وغیرہ سیئات ہی تھی مگر خدا کا شکر ہے کہ اب موجب طاعت ہو گئیں بلکہ وہ بھی طاعات ہی ہو گئیں اور پہلے تو صرف ایک مسخرہ پن ہی تھا مگر الحمدللہ کہ وہ سب جدّ ہو گیا اور اس سے مقصود اور مطلوب حاصل ہو گیا۔ فالحمدللہ

سیئاتم الخ۔ یعنی میری سیئات جب وسیلۂ حق کا ہو گئیں تو اب سیئات پر کوئی اعتراض مت کرو۔

مرترا الخ۔ یعنی تمہاری تو صدق نے تم کو طالب بنا دیا تھا اور میری کوشش اور طلب نے صدق پیدا کر دیا مطلب یہ کہ تم نے تو اول طلب کیا پھر اس کو پا لیا اور مجھے اول مل گیا اس کے بعد میرے اندر طلب اور خلوص پیدا ہوا ہے لہٰذا میں تمہارے اعتبار سے بالعکس ہوں۔

صدق الخ۔ یعنی تیرا صدق تجھے طلب میں لایا اور میری طلب نے صدق کو پیدا کر دیا اور وہ کہتا ہے کہ میری یہ حالت تھی کہ

تخم الخ۔ یعنی دولت کا بیج میں زمین میں بو رہا تھا اور اس کو فضول اور بیکار سمجھ رہا تھا۔

آن الخ۔ یعنی وہ بیکار نہیں تھا بلکہ ایک اچھی کمائی تھی اور جو دانہ میں نے بویا تھا وہ ایک کے سو اُگے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ طلب اگرچہ کاذب تھی مگر اخیر میں اس کا انجام بہتر ہوا اور مجھے حق تعالیٰ نے بے انتہا ثواب عطا فرمایا اور اس طلب ہی کی بدولت رہنمائی فرمائی۔ آگے اس حالت کی ایک مثال فرماتے ہیں

دزدا لخ۔ یعنی ایک چور ایک گھر میں چھپ کر گیا اور جب اندر آیا تو دیکھا کہ وہ خود اسی کا گھر ہے۔ تو اسی طرح یہ طالب کاذب تقلید کی وجہ سے اس کی پیروی اور طلب حق کی کر رہا تھا مگر جب اس میدان میں پہنچے جہاں کہ اس طالب صادق کا مطلوب تھا تو اب ان کی آنکھیں بھی کھل گئیں اور ان کو بھی اپنا مطلوب نظر آ گیا اور معلوم ہوا کہ اہا اب تک تو دوسروں کی تقلید میں تھے مگر آج معلوم ہوا کہ خود اپنا مطلوب بھی یہیں ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گرم باش الخ۔ یعنی اے سرد ذرا گرم رہ تا کہ گرمی پہنچے اور درستی کے ساتھ موافقت کرتا کہ نرمی حاصل ہو۔ مطلب یہ کہ ریاضات و مجاہدات میں مشغول ہو کہ اس سے پھر رحمت حق نازل ہو گی اوپر جو کہا تھا کہ ایک تو اپنے شتر کو فی الواقع تلاش کر رہا تھا اور دوسرا اس کی تقلید کر رہا تھا مگر جب اس کا شتر ملا تو اس کا بھی مل گیا اور حق کو تشبیہ

شتر سے دی تھی تو اس سے بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ جس طرح وہ شتر دو تھے ایک تو اس صادق کو ملا اور دوسرا کاذب کو اسی طرح شاید حق بھی دو ہی ہوں اور ہر شخص کے لئے حق جدا گانہ ہو۔ لہٰذا آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

آن دو اشتر الخ۔ یعنی وہ دو اشتر نہیں ہیں وہ ایک ہی شتر ہے مگر الفاظ تنگ ہیں اور معنی بہت پُر ہیں۔ مطلب یہ کہ اس سے کہیں حق کو دو مت سمجھنا بلکہ بات یہ ہے کہ نوع میں تو ایک ہیں صرف تشخصات باعتبار اختلاف طالب کے الگ الگ ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اگرچہ حق ایک عرض ہے مگر قائم بہ کے اختلاف سے اس میں بھی اختلاف ہوگا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ کیا کریں اپنے نزدیک تو خوب واضح بیان کیا مگر نظم کا میدان تنگ ہی ہوتا ہے۔ ان الفاظ میں یہ علوم عالیہ اس طرح کہ کوئی شبہ خلاف ظاہر نہ رہے آ نہیں سکتے اور سچ یہ ہے کہ مولانا ہی کی کرامت اور قدرت علی الکلام ہے جو ان علوم کو اس میدان نظم میں لاتے ہیں ورنہ دوسرے کو ہرگز اتنی قدرت نہیں جزاہم اللہ خیرا ورحمہم۔

لفظ الخ۔ یعنی معانی کے لئے الفاظ ہمیشہ کم ہوتے ہیں اسی لئے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے قد کل اللسان یہ قول بعض عارفین سے تو منقول ہے مگر حدیث میں کہیں نظر سے نہیں گزرا۔ شاید مولانا کو اس کی کوئی سند وغیرہ معلوم ہو خیر معنی اس کے صحیح ہیں کہ حق تعالیٰ کی معرفت میں زبان گنگ ہے اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ جب صاحب حال پر غلبہ حال کا ہوتا ہے تو اس کی زبان بوجہ حیرت کے گنگ ہو جاتی ہے اور وہ کچھ بیان نہیں کر سکتا اور دوسرے یہ کہ جب انسان محقق ہو جاتا ہے تو بوجہ عارف ہونے کے زبان بند ہو جاتی ہے اور کچھ منہ سے نکال ہی نہیں سکتا تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو الفاظ میں معرفت حق جو کہ معانی ہیں بیان نہیں ہو سکتے آگے اسی کی ایک اور مثال ہے کہ

نطق الخ۔ یعنی نطق اصطرلاب کی طرح ہے حساب میں تو وہ چرخ و آفتاب کی کیا قدر جانے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اصطرلاب ایک وہ شے ہے کہ جس سے مسافت آسمان و زمین وغیرہ کی معلوم ہوتی ہے مگر کیا اصطرلاب آسمان اور دیگر علویات کو محیط ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں تو اسی طرح نطق بھی علوم و معارف کو محیط نہیں ہو سکتا آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

خاصہ الخ۔ یعنی خاص کر وہ آسمان جو اس آسمان سے اس جانب میں ہے کہ یہ آفتاب اس کے آفتاب کے سامنے ایک ذرہ ہے مطلب یہ کہ جب نطق و اصطرلاب اس آسمان ظاہری کے متعلق بھی کل امور کا احاطہ نہیں کر سکتا تو بھلا عالم غیب کے حالات کا تو کیا احاطہ کرے گا پس اسی لئے بیان کافی نہ ہو سکا۔ اگرچہ حتی الامکان بہت واضح طور پر بیان کیا گیا ہے آگے اسی مسجد ضرار کے متعلق فرماتے ہیں۔

در بیان آنکہ در ہر نفسے فتنۂ مسجد ضرار است

اس بیان میں کہ ہر ایک نفس میں مسجد ضرار کا فتنہ (موجود) ہے

چوں پدید آمد کہ آں مسجد نبود	خانۂ حیلت بدو دام جہود
جب ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی	مکاری کا گھر اور یہودیوں کا جال تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس نبی فرمود کانرا بر کنند	مطرحہ خاشاک و خاکستر کنند
تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا اس کو اکھاڑ دیں	کوڑے اور مٹی کی کوڑی بنا دیں
صاحب مسجد چو مسجد قلب بود	دانہا بر دام ریزی نیست جود
مسجد والا مسجد کی طرح الٹا تھا	تو جال پر دانہ ڈالنے سخاوت نہیں ہے
گوشت کاندر شست تو ماہی رباست	آنچناں لقمہ نہ بخشش نہ سخاست
وہ گوشت جو تیرے کانٹے میں مچھلی کو اچکنے والا ہے	ایسا لقمہ نہ بخشش ہے نہ سخاوت ہے
مسجد اہل قبا کاں بد جماد	آنچہ کفو آں نہ بد راہش نہ داد
قبا والوں کی مسجد جو پتھر کی تھی	جو (مسجد) اس کے ہم جنس نہ تھی اس نے اس کو راستہ نہ دیا
در جمادات ایں چنیں حیفے نہ رفت	زد دراں ناکفو میر داد نفت
جمادات میں (بھی) ایسا ظلم چالو نہ ہوا	اس غیر جنس میں حاکم اعلیٰ نے تیل چھڑکوا دیا
پس حقائق را کہ اصل اصلہاست	داں کہ آنجا فرقہا و فصلہاست
تو وہ حقائق جو اصلوں کی اصل ہیں	سمجھ لے ان میں بہت سے فرق اور امتیازات ہیں
نے حیاتش چوں حیات او بود	نے مماتش چوں ممات او بود
نہ اس (مفضول) کی زندگی اس فاضل جیسی ہوگی	نہ اس (مفضول) کی موت اس (فاضل) کی موت کی طرح ہوگی
گور او ہرگز چو گور او مداں	خود چہ گویم حال فرق آنجہاں
اس (مفضول) کی قبر کو اس (فاضل) کی قبر کی طرح نہ سمجھ	اب میں اس عالم (آخرت) کے فرق کی حالت کیا بتاؤں؟
بر محک زن کار خود اے مرد کار	تا نسازی مسجد اہل ضرار
اے معروف عمل! اپنے عمل کو کسوٹی پر پرکھ لے	کہیں تو اہل ضرار کی مسجد بنا لے
بس بر اں مسجد کناں تسخر زدی	چوں نظر کردی تو خود زاں بدی
تو نے اس مسجد کے بنانے والوں کی بہت مذاق اڑائی	جب تو نے غور کیا تو خود ویسا تھا

شرح حبیبی

جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ وہ مسجد حقیقۃً مسجد نہیں بلکہ مکر خانہ اور یہودیوں کا جال ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو منہدم کرا دیا جائے اور کوڑا کرکٹ اس مقام پر ڈالا جائے۔ جس طرح کہ وہ مسجد مسجد نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تھی بلکہ اس کا عکس تھا یوں ہی بانی مسجد بھی درحقیقت بانی مسجد نہ تھے بلکہ برعکس اس کے ہادم مسجد تھے اس پر تم شبہ نہ کرنا کہ مسجد بنانا ہدم مسجد کیونکر ہوسکتا ہے کیونکہ دیکھو جال پر دانہ ڈالنا بظاہر سخاوت ہے مگر حقیقت میں طمع ہے۔ یوں ہی گوشت شست میں مچھلی کے پھانسنے کے لئے لگایا جاتا ہے سو وہ بظاہر تو بخشش وسخاوت ہو مگر فی الحقیقۃ طمع ہے یوں ہی ان کے فعل کو سمجھو کہ بظاہر مسجد بنانا تھا لیکن چونکہ اس سے مسجد قبا کو ویران کرنا بلکہ اسلام ہی کو مٹانا تھا اس لئے وہ فعل ہدم مسجد تھا۔ دیکھو مسجد قبا باوجودیکہ جماد تھی مگر چونکہ مسجد ضرار اس کی کفو اور برابر کی نہ تھی اس لئے اسے اپنے سے لگا نہ کھانے دیا اور اپنا مماثل نہ ہونے دیا اور جمادات میں بھی یہ ظلم نہ ہو سکا کہ ایک غیر کفو دوسرے کے برابر ہو جائے بلکہ سراپا عدل حق سبحانہ یا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا مسجد قبا نے اس میں نفت چھڑک کر آگ لگا دی۔ پس حقائق انسانیہ جو ان جمادات کی اصل کی اصل ہیں کیونکہ ان کی اصل افعال ہیں اور افعال کی اصل افراد انسانیہ۔ وہاں تو فرق مراتب اور بعد منازل ہونا ہی چاہیے۔ اسی لئے ایک کی حیات حقیقۃً دوسرے کی حیات کے مثل نہیں ہو سکتی۔ گو صورۃً مثل ہو اور اس کی ممات حقیقۃً اس کی ممات کی مثل نہیں ہو سکتی اس کی گور اس کی قبر کی مانند نہیں ہو سکتی جب دنیاوی امور میں یہ فصل ہے تو آخرت کے فصل کا تو کیا ہی بیان کروں جبکہ حقائق افعال اور آثار افعال میں باوجود تشابہ صوری کے معنوی فرق وفصل ہے تو تمہارا فرض ہے کہ اپنے کاموں کی کسوٹی پر کس لیا کرو تا کہ جو مسجد تم بناؤ وہ مسجد ضرار نہ ہو کیونکہ بسا اوقات تمیز نہ کرنے سے تم غلطی میں مبتلا ہو جاتے ہو اور بانیان مسجد ضرار کا مضحکہ اڑاتے ہو مگر نظر غور کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ تم خود بھی ان ہی میں سے ہو چنانچہ ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو اس کی تصدیق ہوگی۔

بیان اس کا کہ ہر نفس میں مسجد ضرار کا فتنہ ہے

شرح شبیری

چون پدید الخ۔ یعنی جبکہ ظاہر ہو گیا کہ وہ مسجد نہ تھی بلکہ حیلہ بازی کا گھر اور دام کفر تھا۔

پس الخ۔ یعنی پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو اکھاڑ ڈالو اور خاشاک وخاکستر کی کوڑی بنادو۔

صاحب الخ۔ یعنی مسجد کی طرح مسجد والے بھی کھوٹے تھے اور تم دانوں کو دام پر ڈالو تو یہ سخاوت تھوڑی ہے۔ مصرعہ ثانی مثال ہے کہ دیکھو اگر تم جال پر دانہ پھیلاؤ تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ بڑے سخی ہیں کہ جانوروں کو دانہ کھلاتے ہیں ہرگز نہیں تو اسی طرح انہوں نے مسجد بنائی۔ مگر چونکہ اس کے اندر مکروحیلہ مستتر تھا اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انہوں نے مسجد بنائی تھی آگے اور مثال ہے کہ

گوشت الخ۔ یعنی جو گوشت کہ تمہاری شست میں مچھلی کو اچکنے والا ہے تو ایسا لقمہ نہ تو بخشش ہے اور نہ سخاوت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تو اسی طرح وہ مسجد کوئی عمل نیک نہ تھا۔

مسجد الخ۔ یعنی مسجد اہل قبا کی جو کہ جمادات سے تھی تو جو کوئی اس کی کفو نہ تھی اس کو اس نے راہ نہ دی۔

در جمادات الخ۔ یعنی جمادات میں جبکہ ایسا حسد چلا ہے اور اسی وجہ سے اس نا کفو میں اس نے نفت لگا دیا۔ نفت ایک روغن ہوتا ہے جس میں کہ آگ جلدی لگتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو جمادات میں بھی یہ حسد پیدا ہوتا ہے کہ مسجد قبا جو کہ جمادات میں سے تھی جبکہ اس کے مقابلہ کے لئے دوسری مسجد بنی اور وہ اس کے مقابلہ کی نہ تھی تو اس نے اس کو بھی جلنے نہ دیا۔

پس الخ۔ پس وہ حقائق جو کہ اصل الاصول ہیں اور جن میں فرق اور فصل ہیں۔

نے الخ۔ یعنی نہ تو ان کی حیات اس کی طرح ہو اور نہ ان کی موت اس کی موت کی طرح ہے۔

گور او الخ۔ یعنی اس کی گور کو بھی اس کی گور کی طرح مت جانو تو اس جہان کے فرق کا حال تو کیا بیان کروں۔

بر محک الخ۔ یعنی اے مرد کار اپنے کام کو اول کسوٹی پر لگا لو تا کہ تم بھی کہیں اہل ضرار کی سی مسجد نہ بناؤ۔ مطلب یہ ہے کہ مجھ کو جمادات میں بھی رشک ہے کہ غیر جنس کو دیکھ نہیں سکتے اور ان میں آپس میں کس قدر عظیم الشان فرق ہوتا ہے تو جو کہ حقیقت میں الگ ہیں ان میں تو زمین و آسمان کا فرق ہوگا اور جب دنیا میں ان میں اس قدر فرق ہے تو فرق آخرت کو تو کیا بیان کریں کہ وہ تو بیان سے خارج ہے۔ لہٰذا اب تم جو کام کرو اس کو دیکھ بھال لیا کرو اور شیخ سے پوچھا کرو تا کہ وہ تم کو بھلے برے میں فرق بتادے ورنہ کہیں تم بھی ظاہر میں تو نیک کام کرو اور وہ اصل میں برائی ہو جائے۔

پس الخ۔ یعنی پھر ان بانیان مسجد پر تو تم تمسخر کرتے ہو اور جب نظر فکر سے دیکھا تو تم خود بھی ان میں سے تھے لہٰذا جو کام کرو ذرا نیت وغیرہ کو دیکھ لو کہیں خراب تو نہیں ہے ورنہ پھر خرابی واقع ہوگی۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ چار آدمی تھے اور ہر ایک دوسرے کے عیوب پر ہنس رہا تھا مگر خود اسی میں مبتلا تھا فرماتے ہیں کہ

حکایت ہندو کہ بایاران خود جنگ می کرد کہ بدکارید وخبر نداشت کہ خود نیز بداں مبتلا است

اس ہندوستانی کا قصہ جو اپنے ساتھیوں سے لڑ رہا تھا کہ تم بدکار ہو اور اس کو خبر نہ تھی کہ خود اس برائی میں مبتلا ہے

چار ہندو در یکے مسجد شدند	بہر طاعت راکع و ساجد شدند
چار ہندوستانی ایک مسجد میں پہنچے	عبادت کے لئے رکوع اور سجدے میں گئے
ہر یکے بر نیتے تکبیر کرد	در نماز آمد بہ مسکینی و درد
ہر ایک نے ایک نیت کر کے تکبیر کہی	مسکینی اور درد کے ساتھ نماز میں لگ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

موذن آمد زاں یکے لفظے بجست	کاے موذن بانگ کردی وقت ہست
موذن آیا ان میں سے ایک کی زبان سے یہ لفظ نکلا	اے موذن! تو نے اذان دیدی؟ وقت ہو گیا ہے
گفت آں ہندوے دیگر از نیاز	ہے سخن گفتی و باطل شد نماز
دوسرے ہندوستانی نے لجاجت سے کہا	ہائے! تو نے بات کر لی اور نماز ٹوٹ گئی
آں سوم گفت آں دوم را کاے عمو	چہ زنی طعنہ باو خود را بگو
تیسرے نے دوسرے سے کہا، اے چچا!	اس کو کیا طعنہ دیتا ہے خود کو دے
آں چہارم گفت حمد اللہ کہ من	در نیفتادم بچہ چوں ایں سہ تن
چوتھا بولا خدا کا شکر ہے کہ میں	ان تینوں کی طرح میں کنویں میں نہیں گرا
پس نماز ہر چہاراں شد تباہ	عیب جویاں بیشتر گم کردہ را
تو چاروں کی نماز برباد ہوئی	عیب جو خود زیادہ گمراہ ہوئے
اے خنک جانے کہ عیب خویش دید	ہر کہ عیبے گفت آں بر خود گزید
قابل مبارکباد ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے	جو کوئی عیب بتائے اپنے لئے تسلیم کر لے
زانکہ نیمے او ز عیبستاں بدست	واں دگر از دے ز غیبستاں بدست
کیونکہ اس کا آدھا عیبوں کی دنیا کا ہے	دوسرا (آدھا) عالم غیب کا ہے
چونکہ بر سر مر ترا صد ریش ہست	مرہمش بر خویش باید کار بست
چونکہ تیرے سر پر سو زخم ہیں	ان کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہیے
عیب کردن ریش را دارو ئے اوست	چوں شکستہ گشت جائے ارحمواست
زخم کو برا سمجھنا (ہی) اس کا علاج ہے	جب خاکسار بن گیا ارحموا کا محل ہے
گر ہماں عیبت نبود ایمن مباش	بو کہ آں عیب از تو گردد نیز فاش
اگر وہ عیب تجھ میں نہیں ہے تو (بھی) مطمئن نہ ہو	ہو سکتا ہے کہ وہ عیب تجھ میں ظاہر ہو جائے
لاتخافوا از خدا نشنیدهٔ	پس چہ خود را ایمن و خوش دیدهٔ
تو نے خدا سے "نہ ڈرو" نہیں سنا ہے	تو اپنے آپ کو مطمئن اور بھلا کیوں سمجھتا ہے؟
سالہا ابلیس نیکو نام زیست	گشت رسوا بیں کہ او را نام چیست
شیطان سالہا سال نیک نامی سے جیا	(پھر) رسوا ہوا دیکھ اس کا کیا نام ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

در جہاں معروف بود علیائے او	گشت معروفی بعکس اے وائے او
جہاں میں اس کی بلندی مشہور تھی	(اس کی) شہرت برعکس ہو گئی اس پر افسوس ہے
تانۂ ایمن تو معروفی مجو	پاک شو از خوف پس از امن گو
جب تک تو مطمئن نہ ہو شہرت نہ چاہ	پہلے خوف سے پاک ہو جا پھر امن کی بات کر
تا نروید ریش تو اے خوش ذقن	بر دگر سادہ زنخ طعنہ مزن
اے خوبصورت تھوڑی والے! جب تک داڑھی نہ نکل آئے	دوسرے صاف تھوڑی والے کو طعنہ نہ دے
ایں نگر کہ مبتلا شد جان او	در چہے افتاد تا شد پند تو
یہ غور کر کہ اس کی جان مبتلا ہوئی	وہ کنویں میں گرا یہاں تک کہ تیرے لئے (باعث) نصیحت بنا
تو نہ یفتادی کہ باشی پند او	زہر او نوشیدہ تو خور قند او
تو نہ گرا کہ اس کے لئے (باعث) نصیحت ہوتا	اس نے زہر پیا ہے تو اس کی شکر کھا

شرح حبیبی

چار ہندوستانی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے گئے اور اطاعت حق سبحانہ کے لئے رکوع سجدے کرنے شروع کئے۔ ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ رہا تھا اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز میں مصروف تھا۔ اتفاقاً موذن آ گیا اس وقت ایک کے منہ سے نکل گیا کہ ارے موذن وقت ہو گیا ہے تو نے اذان کہی یا نہیں۔ دوسرے نے کہا کہ ارے تو نماز میں بول پڑا۔ تیری نماز ٹوٹ گئی تیسرے نے دوسرے سے کہا کہ چچا آپ دوسروں کو کیا کہتے ہیں خود آپ کی بھی نماز ٹوٹ گئی۔ اپنے کو تو کچھ کہیئے چوتھے نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں ان تینوں کی طرح کنوئیں میں نہیں گرا لہٰذا چاروں کی نمازیں برباد ہو گئیں بات یہ ہے کہ دوسروں کے عیب ڈھونڈنے والا پہلے تباہ ہوتا ہے۔ بڑے مزہ میں ہے وہ شخص جو اپنا عیب دیکھے اور جو کوئی عیب ظاہر کرے اپنے اندر مان لے کیونکہ اس کا عیب دار ہونا کچھ مستبعد نہیں اس لئے کہ وہ روح کے لحاظ سے عالم امر سے ہے اور جسم کے اعتبار سے عالم خلق سے پس نصف حصہ اس کا غیبستان سے ہے اور نصف عیبستان سے جبکہ آدمی خود عیب سے پاک نہ ہو تو نہایت حماقت ہے کہ دوسروں کی عیب جوئی کرے۔ بلکہ جبکہ اس کے سر میں خود سینکڑوں زخم ہیں تو اس کو ان کا علاج کرنا چاہیے نہ کہ دوسروں کی فکر میں پڑنا اور اپنے زخم کو برا کہنا یہ ہی اس کا مداوا ہے کیونکہ جب وہ انکسار اختیار کرے گا تو مستحق رحم ہوگا اور اگر فرض کیا جائے کہ تجھ میں وہ عیب نہیں تب بھی دوسروں کی عیب جوئی کی اجازت نہیں ہو سکتی کیونکہ ممکن ہے کہ وہی عیب تجھ سے بھی ظاہر ہو جائے کیونکہ خدا نے کسی کو خوف سے مطمئن نہیں کر دیا اور یہ نہیں کہہ دیا کہ اب ہم سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ڈرنے کی حاجت نہیں پھر کون سی وجہ ہے کہ آدمی مطمئن ہو جائے۔ اور اسے یہ خیال نہ ہو کہ مبادا میں بھی اس عیب میں مبتلا ہو جاؤں دیکھو ابلیس نے برسوں نہایت نیک نامی کے ساتھ زندگی بسر کی لیکن آخر میں رسوا ہو گیا۔ اب دیکھو مخلوق اسے کیا کہتی ہے۔ عالم میں اس کا نام علو مرتبت میں مشہور تھا۔ اب وہ ذلت میں مشہور ہو گیا۔ پس جب تک تم کو اطمینان نہ حاصل ہو جائے جو آخر دم تک حاصل نہیں ہو سکتا اس وقت تک نیک نامی کے طالب نہ ہو پہلے خوف سے پاک ہو لو جو مرنے سے پہلے ناممکن ہے پھر اطمینان کی باتیں کرو جب تک تمہاری داڑھی نہ نکل آئے اس وقت تک تم کو ان لوگوں پر ہنسنے کا حق حاصل نہیں جن کے داڑھی نہیں نکلی کیا عجب ہے کہ تمہاری بھی نہ نکلے۔ پس کسی عیب دار کو دیکھ کر اس کی تحقیر اور عیب جوئی نہ کرنی چاہیے بلکہ تم کو شکر کرنا چاہیے کہ دوسرے شخص کی جان بلا میں پھنسی اور وہ کنوئیں میں گرا اور تمہارے لئے ذریعہ عبرت ہو گیا اور تم نہ گرے کہ اس کے لئے ذریعہ عبرت ہوتے بلکہ زہر اس نے کھایا تم اس سے یہ نتیجہ حاصل کرو۔ اب ہم تمہاری عبرت کے لئے ایک قصہ نقل کرتے ہیں سنو۔

ان چار ہندیوں کی حکایت کہ آپس میں لڑ رہے تھے اور اپنے عیوب سے بے خبر تھے

شرح شبّیری

چار الخ۔ یعنی چار ہندوستانی ایک مسجد میں گئے اور اطاعت کے لئے نماز پڑھنے لگے۔

ہر یکے الخ۔ یعنی ہر ایک نے الگ نیت پر تکبیر کہی اور نماز میں مسکینی اور درد کے ساتھ مشغول ہوئے۔

موذن الخ۔ یعنی مؤذن آ گیا تو ان میں سے ایک نے ایک لفظ کہا کہ مؤذن اذان بھی دے دی وقت تو ہو گیا ہے

گفت الخ۔ یعنی تو دوسرے ہندی صاحب بولے ذرا عاجزی سے کہ ارے تو نے بات کر لی تیری نماز باطل ہو گئی۔

آن الخ۔ وہ تیسرے صاحب دوسرے سے بولے کہ چچا اس کو کیا طعنہ مار رہے ہو اپنے کو تو کہو۔

آن الخ۔ یعنی وہ چوتھے صاحب بولے کہ الحمد للہ کہ میں ان تینوں کی طرح کنوئیں میں نہیں گرا۔ مطلب یہ کہ الحمد للہ کہ میں نہ بولا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی پس نماز چاروں کی تباہ ہو گئی اور عیب گو لوگوں نے بہت راہ گم کی ہے۔ مطلب یہ کہ جو لوگ کہ اوروں کے عیوب تلاش کرتے ہیں اور اپنے عیوب پر نظر نہیں کرتے وہ اکثر گمراہ ہوتے ہیں۔

اے خنک الخ۔ یعنی کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جس نے اپنا عیب دیکھا اور جس نے کوئی عیب بیان کیا اس کو اپنے اوپر لے لیا اس کا حاصل یہ ہے کہ السعید من وعظ بغیرہ۔ آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس شخص میں نصف تو عیبستان سے ہوتا ہے اور وہ دوسرا نصف اس کا غیبستان

سے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس شخص میں دو درجہ ہیں ایک تو یہ کہ اس عالم دنیا میں رہتا ہے اور اس عالم سے تعلق ہے اور دوسرا تعلق عالم غیب سے ہے تو اس عالم کے تعلق کی وجہ سے تو اس میں عیوب موجود ہوئے اور اس عالم کے تعلق کی وجہ سے اپنے عیوب پر نظر ہوئی۔ آگے ایک مثال ہے کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمہارے سر پر سینکڑوں زخم ہیں تو اس کا مرہم اپنے اوپر لگانا چاہیے اور دوسرے کے زخموں کی مرہم پٹی کی فکر کو چھوڑنا چاہیے۔ آگے بتاتے ہیں کہ ان عیوب کا مرہم کیا ہے۔

عیب الخ۔ یعنی زخم کا عیب کرنا اس کی دوا ہے اور جو شکستہ ہو گیا تو اب رحم کی جگہ ہے۔ مطلب یہ کہ اصل تو یہ ہے کہ جب زخم کو زخم سمجھے۔ یہ اس کی دوا ہے اور جب اقرار عیب کر لیا تو اب اس پر حق تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

گر ہمان الخ۔ یعنی اگر وہ عیب تمہارے اندر نہ ہو تو اس سے بے خوف مت ہو اس لئے کہ شاید وہی عیب تم سے ظاہر نہ ہو جائے اس لئے کہ حدیث میں ہے من خاف امن لہذا ہر وقت ڈرنا ضروری ہے۔

لاتخافوا الخ۔ یعنی حق تعالیٰ سے لاتخافوا تو نہیں سن لیا ہے پھر کس لئے اپنے کو بے خوف اور خوش بنا رکھا ہے۔ آگے بے خوفی کی ایک نظیر فرماتے ہیں

سالہا الخ۔ یعنی سالہا سال تک ابلیس نیک نام رہا مگر اب ایسا رسوا ہے کہ دیکھو اس کا نام کیا ہے (یعنی ابلیس ہے)

در جہان الخ۔ یعنی جہان میں اس کی بلند مرتبگی مشہور تھی مگر افسوس کہ اب اس کے عکس مشہور ہو گیا۔

تا نہ الخ۔ یعنی جب تک کہ تم ایمن نہیں ہو معروفی کو مت تلاش کرو اور اول خوف سے پاک ہو جاؤ پھر امن کی بات کرنا۔ مطلب یہ کہ جب تک کہ حقیقتاً بے خوف نہ ہو جاؤ اس وقت تک عافیت کے طالب مت ہو اول خوف کی باتوں سے پاک ہو جاؤ پھر بے خوف رہو۔

تا نہ روید الخ۔ یعنی اے خوش ذقن جب تک کہ تمہاری داڑھی نہ نکل آئے دوسرے سادہ رویوں پر طعنہ مت کرو کہ آہا دیکھئے آپ کے داڑھی نہیں ہے اس لئے کہ ممکن ہے کہ تمہارے بھی نہ نکلے پھر کیا کرو گے۔

این الخ۔ یعنی اس کو دیکھو کہ اس کی جان مبتلا ہو رہی ہے اور ایک کنویں میں گر پڑا ہے یہاں تک کہ وہ تمہارے لئے نصیحت (اور عبرت) ہو گیا ہے۔

تو نیفتاد الخ۔ یعنی تو نہیں گر پڑا ہے کہ اس کے لئے تو عبرت ہوتا۔ اس نے تو زہر پی لیا ہے تو اس کی قند پی لے مطلب یہ کہ خدا کا شکر کر حق تعالیٰ نے دوسروں کو مبتلا مصائب کر دیا کہ تو اس سے نصیحت حاصل کرے اور اگر خدانخواستہ کہیں ایسا ہوتا کہ تم مبتلا ہو جاتے اور اس کے لئے نصیحت ہوتی۔ تو کیسی بات ہوتی لہذا ان پر ہنسو مت بلکہ ان سے عبرت حاصل کرو۔ آگے اس کے متعلق دو قصے بیان فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قصد کردن غزان بکشتن یک مردے تا آں مرد دیگر بترسد

غزان کا ایک شخص کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا تاکہ دوسرا ڈرے

آں غزان ترک خونریز آمدند	بہر یغما بردہے ناگہ زدند
خونریز ترک غز آئے	لوٹ کے لئے انہوں نے اچانک ایک گاؤں پر حملہ کر دیا
دو کس از اعیان آں دہ یافتند	در ہلاک آں یکے بشتافتند
اس شہر کے دو بڑے شخصوں کو انہوں نے پکڑ لیا	ان میں سے ایک کو قتل کرنے کے لئے دوڑ پڑے
دست بستندش کہ قربانش کنند	گفت اے شاہان وارکان بلند
اس کے ہاتھ باندھ دیئے تاکہ اس کو ذبح کریں	اس نے کہا اے شاہو اور بلند شخصیتو!
در چہ مرگم چرا می افگنید	از چہ آخر تشنۂ خون منید
مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں گراتے ہو؟	آخر میرے خون کے پیاسے کیوں ہو؟
چیست حکمت چہ غرض در کشتنم	چوں چنیں درویشم و عریاں تنم
میرے قتل کرنے میں کیا حکمت کیا غرض ہے؟	جبکہ میں مفلس اور ننگا ہوں
گفت تا ہیبت بریں یارت زند	تا بترسد او وزر پیدا کند
اس نے کہا تاکہ تیرے اس دوست پر ہیبت طاری ہو جائے	تاکہ وہ ڈرے اور روپیہ بتا دے
گفت آخر او ز من مسکیں ترست	گفت قاصد کردہ است او رازرست
اس نے کہا وہ تو مجھ سے بھی زیادہ مسکین ہے	اس نے کہا کہ قصداً (ایسا) کر رکھا ہے (ورنہ) وہ مالدار ہے
گفت چوں وہم ست ما ہر دو یکیم	در مقام احتمال و در شکیم
اُس نے کہا جبکہ یہ وہم ہے تو ہم دونوں یکساں ہیں	دونوں احتمال کی جگہ اور مشکوک ہیں
خود ورا بکشید اول اے شہاں	تا بترسم من دہم زر رانشاں
اے شاہو! پہلے اس کو قتل کر دو	تاکہ میں ڈروں اور روپے کا پتہ بتا دوں
پس کرمہائے الٰہی بیں کہ ما	آمدیم آخر زماں در انتہا
تو خدا کا کرم دیکھ کہ ہم	آخری زمانے میں خاتمہ پر آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

آخرین قرنہا پیش از قرون	در حدیث ست آخرون السابقون
آخری زمانے والے پہلے زمانہ والوں سے پہلے ہیں	حدیث میں ہے (ہم) آخر میں ہیں' پہلے ہیں
تا ہلاک قوم نوحؑ و قوم ہودؑ	عارض رحمت بجان ما نمود
یہاں تک کہ قوم نوحؑ اور قوم ہودؑ (عاد) کی ہلاکت نے	رحمت کا بادل ہمیں دکھا دیا
کشت ایشاں را کہ تا ترسم ازو	ور خود ایں برعکس کردے وائے تو
ان کو برباد کیا تاکہ ہم اس سے ڈریں	اگر وہ اس کے بالعکس کرتا' تیری تباہی تھی

شرح حبیبی

کچھ ترکوں نے خونریزی اور لوٹ کے لئے اچانک ایک گاؤں پر حملہ کر دیا اس گاؤں کے چودھریوں میں سے دو کو گرفتار کیا اور ایک کو مار ڈالنے کے لئے دوڑے اور اس کو ذبح کرنے کے لئے اس کے ہاتھ باندھ دیئے اس نے کہا کہ اے بادشاہو اور عالی مرتبہ لوگو آخر تم مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں دھکیلتے اور کس وجہ سے میرے خون کے پیاسے ہو میرے مار ڈالنے میں کیا حکمت اور کیا غرض ہے۔ میں تو فقیر اور ننگا آدمی ہوں۔ انہوں نے کہا وجہ یہ ہے کہ تیرے مارنے سے تیرا ساتھی ڈر جائے گا اور مال بتا دے گا اس نے کہا کہ وہ تو مجھ سے زیادہ محتاج ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہیں بلکہ اس نے اپنی یہ حالت قصداً بنائی ہے ورنہ اس کے پاس روپیہ ہے اس نے کہا کہ یہ تو آپ لوگوں کا محض خیال ہی خیال ہے اس میں ہم دونوں برابر ہیں دونوں میں احتمال اور شبہ برابر ہے پس پہلے تم اسے مار ڈالو تاکہ میں ڈر کر مال بتا دوں مجھے کیوں مارتے ہو۔ اس سے تم یہ نتیجہ نکالو کہ باوجودیکہ ہم سب برابر تھے اور ہم کو پہلے لوگوں پر کوئی ترجیح نہ تھی مگر اس نے محض اپنے فضل سے ہم کو آخر میں پیدا کیا اور رتبہ میں پہلوں سے مقدم کیا چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں نحن الآخرون السابقون جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم نوح قوم ہود کی ہلاکت نے ہم کو رحمت حق سبحانہ کا چہرہ دکھلایا۔ یا یوں کہو کہ ابر رحمت نے ہم کو ہلاکت قوم نوح و ہود کا مشاہدہ کرایا۔ وہذا ہوالاظہر اور عارض رحمت کا لفظ اس عارض قہر کے لحاظ سے استعمال کیا گیا ہے جو قوم ہود کے قصہ میں قرآن کریم میں استعمال کیا گیا ہے اور ان کو مارا کہ ہم ڈریں لیکن اگر الٹا معاملہ کرتا تو پھر ہمارا کہاں ٹھکانہ تھا۔

قوم غزان کا ایک شخص کو قتل کرنیکا قصد کرنا تاکہ دوسرا ڈرے

شرح شبیری

آن الخ۔ یعنی ان غزان ترک نے جو کہ خونریز ہوتے ہیں لوٹ کے واسطے ایک گاؤں پر حملہ کیا۔ غزان

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک میں سے ایک قوم کو کہتے ہیں۔
دو کس الخ۔ یعنی اس گاؤں کے چودھریوں میں سے دو آدمیوں کو انہوں نے پالیا تو ان میں سے ایک کے ہلاک کرنے میں جلدی کی۔
دست الخ۔ یعنی ان لوگوں نے اس کے ہاتھ باندھے تا کہ اس کو ذبح کریں تو وہ بولا کہ اے بادشاہو اور اے ارکان بلند۔
در چہ الخ۔ یعنی تم مجھے موت کے کنوئیں میں کیوں ڈالتے ہو اور آخر میرے خون سے تم کیوں پیاسے ہو۔
چیست الخ۔ یعنی میرے مارنے میں کیا غرض ہے اور کیا حکمت ہے جبکہ میں ایک فقیر ننگا آدمی ہوں۔
مطلب یہ کہ اگر میں کچھ مالدار ہوتا تب بھی خیر یہ تھا کہ میرے مارنے سے تمہیں مال ملتا مگر اب کیا فائدہ ہے۔
گفت الخ۔ یعنی اس قاتل نے کہا کہ تا کہ تیرے ساتھی پر ہیبت بیٹھ جائے اور تا کہ وہ ڈر جائے اور روپیہ ظاہر کردے۔
گفت الخ۔ یعنی اس دست و پابستہ نے کہا کہ وہ تو مجھ سے بھی زیادہ غریب ہے تو وہ قاتل بولا کہ اس نے یہ (حالت) قصداً بنا رکھی ہے اور اس کے پاس روپیہ بہت ہے۔
گفت الخ۔ یعنی اس نے کہا کہ جب وہم ہے تو پھر ہم دونوں برابر ہیں اور مقام احتمال اور شک میں ہیں۔
مطلب یہ کہ ہم دونوں کے پاس شبہ ہے کہ شاید میں مالدار ہوں اور شاید یہ ہو جب دونوں برابر ہیں تو مجھے مت مارو بلکہ
خود الخ۔ یعنی خود اسی کو مار ڈالو اے سرکار تا کہ میں ڈر کر روپیہ کا پتہ بتا دوں یعنی پھر مجھے مت مارو بلکہ اس کو مار ڈالو تا کہ اس کے قتل سے مجھے عبرت ہو اور اس کی کیا ضرورت ہے کہ میرے قتل سے اس کو عبرت ہو اس لئے کہ حالت تو ہماری دونوں ہی کی مشکوک ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ
پس الخ۔ یعنی پس حق تعالیٰ کے الطاف دیکھو کہ ہم سب کے بعد آخر زمانہ میں تو آئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ
آخرین الخ۔ یعنی سارے اقران کے آخر میں ہیں اور سب سے بڑھے ہوئے ہیں حدیث میں ہے نحن آخرون السابقون مطلب یہ کہ دیکھو یہ امت ہے تو سب کے بعد مگر درجہ میں سب سے افضل ہے فالحمد للہ علی ذلک اور دلیل اس کی یہ ہے کہ حدیث میں ہے نحن آخرون السابقون اور اس اخیر زمانہ میں پیدا کرنے میں یہ لطف اور نعمت ہے کہ پہلے لوگوں کو ہمارے لئے عبرت بنایا اور ان کے قصے ہم کو سنائے تا کہ عبرت حاصل ہو مگر ہمیں ان کے لئے عبرت نہیں بنایا تو دیکھو کس قدر بڑی رحمت اور فضل ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ
تا ہلاک الخ۔ یعنی تا کہ قوم نوح اور قوم ہود کی ہلاکت کو عارض رحمت نے ہمیں دکھلایا۔ عارض کہتے ہیں اس کو جو لشکر کو ملاحظہ کے لئے پیش کرے۔ مطلب یہ کہ رحمت حق نے ان کے حالات اور ان کی ہلاکت کے اسباب کو ہمارے سامنے پیش کیا جس سے کہ ہمیں عبرت ہوئی۔
کشت الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے ان کو ہلاک کیا تا کہ اس سے ہم ڈریں اور اگر کہیں اس کا عکس ہوتا تو بڑی خرابی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی۔ آگے پہلے لوگوں کی ناشکری وکفر وغیرہ کے حالات کا بیان ہے جو اس امت کو عبرت کے لئے سنائے گئے ہیں۔

در بیان حال خود پرستاں و ناشکراں در نعمت وجود انبیاء و اولیاء

ان لوگوں کی حالت کا بیان جو انبیاء اور اولیاء کے وجود کی نعمت کے ناشکر اور خود پرست ہیں

ہر چہ زایشاں گفت از عیب و گناہ	وز دل چوں سنگ وز جان سیاہ
ان کے عیب اور گناہوں کا جو کچھ (اللہ نے ذکر) فرمایا	اور ان کے پتھر جیسے دل اور سیاہ باطن کا
وز سبکداری فرمانہائے او	وز فراغت از غم فردائے او
اور اس (اللہ تعالیٰ) کے احکام کی بے وقعتی کا.	اور اپنی قیامت کے غم سے بے فکری کا
وز ہوس وز عشق ایں دنیائے دوں	چوں زناں مر نفس را بودن زبوں
اور کمینی دنیا کے عشق اور ہوس کا	اور عورتوں کی طرح نفس کے فرمانبردار ہونے کا
واں فرار از نکتہائے ناصحاں	واں رمیدن از لقائے صالحاں
اور نصیحت کرنے والوں کے نکتوں سے بھاگنے کا	اور نیکوں کی ملاقات سے گریز کرنے کا
با دل و با اہل دل بیگانگی	با شہاں تزویر و روبہ شانگی
دل اور اہل دل سے اجنبیت کا	اور بادشاہوں کے ساتھ مکاری اور چالاکیوں کا
سیر چشماں را گدا پنداشتن	وز حسد شاں خفیہ دشمن داشتن
اہل قناعت کو بھکاری سمجھنا	اور حسد سے انہیں چھپا دشمن سمجھنا (ان سے تو نے عبرت نہ پکڑی)
گر پذیرد خیر تو گوئی گدا ست	ورنہ گوئی مکر و تزویر و دغاست
اگر وہ تیری عطا قبول کر لے تو تو کہتا ہے گدا ہے	ورنہ تو کہتا ہے کہ مکر اور جھوٹ اور دغا بازی ہے
گر در آمیزد تو گوئی طامع ست	ورنہ گوئی در تکبر مولع ست
اگر وہ میل جول کرے تو تو کہتا ہے لالچی ہے	ورنہ تو کہتا ہے تکبر پر فریفتہ ہے
گر تحمل کرد گوئی عاجز ست	ور غیور آمد تو گوئی گر بز ست
اگر وہ تحمل کرے تو کہتا ہے عاجز ہے	اگر غیرت مند ہے تو کہتا ہے غصہ ور ہے
یا منافق وار عذر آری کہ من	ماندہ ام در نفقۂ فرزند و زن
یا منافق کی طرح تو عذر کرتا ہے کہ میں	بچوں اور بیوی کے اخراجات میں پھنسا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

نے مرا پروائے سر خاریدن ست	نے مرا پروائے دین ورزیدن ست
نہ مجھے سر کھجانے کی فرصت ہے	نہ میرے لئے دین میں لگنے کا موقع ہے
اے فلاں مارا بہمت یاد دار	تا شویم از اولیا پایان کار
اے فلاں! ہمیں (بھی) دعا میں یاد رکھئے	تا کہ انجام کار ہم بھی اولیاء میں سے ہو جائیں
ایں سخن ہم نے ز درد و سوز گفت	خوابناکے ہرزہ گفت و باز خفت
یہ بات بھی درد اور سوز سے نہیں کہی	نیند کا ماتا بڑ بڑایا اور پھر سو گیا
ہیچ چارہ نیست از قوت عیال	از بن دنداں کنم کسب حلال
بال بچوں کی روزی سے کوئی چھٹکارا نہیں ہے	بڑی محنت سے حلال روزی کماتا ہوں
چہ حلالے کشتۂ ز اہل ضلال	غیر خون تو نمی بینم حلال
حلال کیا؟ تو گمراہوں میں سے ہو گیا ہے	تیرے خون کے سوا میں کچھ حلال نہیں سمجھتا ہوں
از خدا چارہ استش واز قوت نے	چارہ است از دین واز طاغوت نے
خدا سے چھٹکارا ہے اور روزی سے نہیں ہے	دین سے چھٹکارا ہے شیطان سے نہیں ہے
ایکہ صبرت نیست از دنیائے دوں	صبر چوں داری زنعم الماھدون
اے وہ کہ تجھے کمینی دنیا کے بغیر صبر نہیں ہے	"ہم اچھا فرش بچھانے والے ہیں" کے بغیر تجھے کیسے صبر حاصل ہے
ایکہ صبرت نیست از ناز و نعیم	صبر چوں داری ز اللہ کریم
اے وہ کہ عیش و عشرت کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے	اللہ کریم کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از پاک و پلید	صبر چوں داری ازاں کت آفرید
اے وہ کہ پاک ناپاک کے بغیر تجھے صبر نہیں ہے	جس نے تجھے پیدا کیا ہے اس کے بغیر تجھے کیسے صبر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از آب سیاہ	صبر چوں داری تو از چشمہ الٰہ
اے وہ کہ تیرے لئے بغیر گدلا پانی کے صبر نہیں ہے	اللہ تعالیٰ کے چشمے کے بغیر تو کیسے صابر ہے؟
ایکہ صبرت نیست از فرزند و زن	صبر چوں داری زحی ذوالمنن
اے وہ کہ تجھے بال بچوں کے بغیر صبر نہیں ہے	حی ذوالمنن سے تو کیسے صبر کرتا ہے؟
اے کہ می گوئی خدا بخشد ترا	آں فریب غول میداں برتر آ
اے وہ کہ تو کہتا ہے کہ خدا تجھے بخشدے گا	اس کو چھلاوے کا فریب سمجھ اس سے نکل

www.besturdubooks.wordpress.com

کو خلیلے کو بروں آمد ز غار	گفت ہذا رب ہاں کو کردگار
کہاں ہے وہ خلیل کہ جو غار سے نکلا؟	کہا یہ خدا ہے ہاں خدا کہاں ہے؟
من نخواہم در دو عالم بنگریست	تا ندانم کایں دو مجلس آن کیست
میں دونوں جہان کو نہ دیکھوں گا	جب تک یہ نہ جان لوں کہ یہ دونوں مجلسیں کس کی ملکیت ہیں
بے تماشای صفتہائے خدا	گر خورم ناں در گلو گیرد مرا
خدا کی صفات کو دیکھے بغیر	اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے میں پھنس جائے
چوں گوارد لقمہ بے دیدار او	بے تماشای گل و گلزار او
اس کے دیدار کے بغیر لقمہ کیسے گوارا ہو سکتا ہے؟	(اور) اس کے گل و گلزار کے بغیر دیکھے
جز بامید خدا زیں آب خور	کہ خورد یک لقمہ الا گاؤ و خر
اس دنیا میں اس کے وصل کی امید کے بغیر	گاؤ اور خر کے سوا کون ایک لقمہ کھاتا ہے؟
آنکہ کالانعام بدبل ھم اضل	گرچہ پر مکرست آں گندہ بغل
وہ کھاتے ہیں جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گمراہ	گرچہ وہ گندے بڑے چالاک ہیں
مکر او سر زیرو او سر زیر شد	روزگارش برد و روزش دیر شد
اس کا مکر ذلیل اور وہ خود ذلیل ہو گیا	اس کا زمانہ گزرا اس کا وقت ضائع ہوا
فکر کاہش کند شد عقلش خرف	عمر شد خیرے ندارد چوں الف
اس کی گھاس کی فکر سست پڑ گئی اس کی عقل کمزور ہو گئی	عمر ختم ہو گئی الف کی طرح اس کے پاس کوئی بھلائی نہیں ہے
انچہ می گوید دریں اندیشہ ام	ایں ہم از دستان ایں نفس ست ہم
وہ جو یہ کہتا ہے فکر مند ہوں	یہ بھی اس نفس کی مکاری ہے
وانچہ می گوید غفورست و رحیم	نیست آں جز حیلۂ نفس لئیم
وہ جو یہ کہتا ہے (وہ) غفور اور رحیم ہے	کمینے نفس کے حیلہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے
اے ز غم مردہ کہ دست از ناں تہی ست	چوں غفورست و رحیم ایں ترس چیست
تو اس غم سے مرا جاتا ہے کہ ہاتھ میں روٹی نہیں ہے	جب وہ غفور اور رحیم ہے تو یہ ڈر کیوں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

حق تعالیٰ نے پہلی امتوں کے جو کچھ عیوب' معاصی' سنگدلی' سیاہ جانی احکام کا استخفاف' آخرت سے بے فکری ہوا وہوس۔ عشق دنیائے دنی' عورتوں کی طرح مغلوب نفس ہونا ناصحوں کے نصیحتوں سے گریز' نیکوں کی صحبت سے بھاگنا' قلب روشن اور اہل دل سے لگاؤ نہ ہونا۔ اہل اللہ کے ساتھ چالبازی اور مکاری' سیر چشموں کو حریص سمجھنا حسد سے ان کا چھپا دشمن ہونا وغیرہ وغیرہ (یہ سب باتیں تمہاری عبرت کے لئے ہیں مگر افسوس تم کو شبہ نہیں ہوتا اور اہل اللہ کے ساتھ تمہارا وہی برتاؤ ہے جو ان کا تھا۔ چنانچہ اگر اہل اللہ کوئی تمہارا ہدیہ قبول کر لیتے ہیں تو ان پر گداگری کا الزام لگایا جاتا ہے اور اگر قبول نہیں کرتے تو ان کو مکار فریبی دغاباز کہا جاتا ہے اگر وہ ملتے ہیں تو ان کو حریص کہا جاتا ہے اور جو عزلت اختیار کرتے ہیں تو ان پر غایت تکبر کا الزام لگایا جاتا ہے اگر وہ تحمل کرتے ہیں تو وہ مجبور سمجھے جاتے ہیں اور اگر غیرت کو کام میں لاتے ہیں تو تندخو بدمزاج کہلاتے ہیں کبھی ان کے ساتھ منافقانہ عذر کیا جاتا ہے کہ کیا کہوں بیوی بچوں کے خرچ سے پریشان ہوں مجھے تو سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں اور دین کے کاموں میں مصروفی کی ذرا بھی مہلت نہیں حضور ہم کو دعا میں یاد رکھیں کہ حق سبحانہ ہم کو بھی دولت باطنی عطا فرمائیں۔ لیکن یہ بات بھی کچھ سوز وگداز سے نہیں ہوتی بلکہ نیند اور غفلت میں ایک بات زبان سے نکل جاتی ہے اور پھر وہی غفلت طاری ہو جاتی ہے۔ تم یہ بھی کہتے ہو کہ مجھے بال بچوں کے کھانے پینے کی فکر ہے اور میں نہایت جانکاہی کے ساتھ کسب حلال میں مصروف ہوں۔ ارے گمراہ کیسا حلال میرے نزدیک تو تیرا خون حلال ہے اور تو واجب القتل ہے غضب کی بات ہے کہ خدا کے بغیر تو تو رہ سکتا ہے اور کھانے پینے کے بغیر نہیں یہ دین کے بغیر تو تو رہ سکتا ہے۔ شیطان کے بغیر نہیں۔ ارے تجھ کو دنیائے دنی کے بغیر صبر نہیں خالق دنیا کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے۔ ارے تو ناز ونعم کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔ حق سبحانہ کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے۔ ارے تجھ کو پاک وناپاک حلال وحرام امتعہ دنیویہ کے بغیر صبر نہیں تجھے اپنے پیدا کرنے والے کے بغیر کیونکر صبر آتا ہے۔ ارے تجھ کو چوڑے اور کیچڑ کے بغیر صبر نہیں تو حق سبحانہ کے صاف شفاف چشمہ فیض کے بغیر کیونکر صبر کرتا ہے ارے تجھ کو بیوی بچوں کے بغیر صبر نہیں جی ذوالمنن کے بغیر تجھے کیونکر صبر ہوتا ہے ارے تو کہتا ہے کہ خدا مجھے یوں ہی بخش دے گا اس کو فریب شیطان سمجھ۔ کاش کوئی خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح ہو جنہوں نے غار سے نکلتے ہی طلب حق شروع کر دی تھی اور خدا کو ڈھونڈنا شروع کر دیا تھا اور کہہ دیا تھا کہ میں عالم علوی وعالم سفلی کی طرف اس وقت تک التفات نہ کرونگا جب تک یہ نہ معلوم کرلوں کہ دونوں مجلسیں کس کی ملک ہیں۔ جب تک حق سبحانہ کی صفات کا مشاہدہ نہ کرونگا روٹی بھی کھاؤنگا تو میرے گلے میں اٹکے گی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ بدوں اس کے دیدار کے اور بدوں اس کے گل وگلزار صفات وافعال کے نظارہ کے کیونکر روٹی ہضم ہوتی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ بغیر وصل حق

www.besturdubooks.wordpress.com

سبحانہ کی امید کے بجز گاؤ خر کے یعنی ان لوگوں کے جو چوپایوں کے مثل ہوں بلکہ ان سے بھی گمراہ ہوں اگرچہ چالاک ہوں کوئی بھی لقمہ نہیں کھا سکتا۔ ایسے لوگوں کا مکر بھی سرنگوں ہے اور وہ خود بھی سرنگوں ہیں ان کا زمانہ کار ختم ہو چکا ہے اور دن ناوقت ہو گیا ہے۔ ان کا دماغ ٹھس ہو گیا ہے عقل بہک گئی ہے ان کی عمر برباد ہو چکی ہے اور وہ الف خالی ہیں اور توشۂ آخرت کچھ بھی ان کے ہمراہ نہیں اور وہ جو کہتا ہے کہ میں زاد آخرت کی فکر میں ہوں۔ یہ بھی اس کے نفس کا مکر ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ خدا غفور الرحیم ہے یہ بھی اس کے نفس کی چال ہے۔ اس سے کوئی پوچھے تو کہہ تو جو اس غم سے جان گھلا دیتا ہے کہ میں خالی ہاتھ ہوں میرے پاس کھانے کو نہیں یہ کیوں جب تو خدا کو غفور ورحیم سمجھتا ہے تو یہ ڈر کیسا۔ پس سمجھ لے کہ یہ سب حیل نفسانیہ ہیں اور بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک طبیب کا ایک بڈھے کی شکایت کو ناشی از ضعف بتانا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ

خود پرستوں اور ناشکروں کی حالت کا بیان کہ جنہوں نے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرامؒ کے وجود پر شکر نہ کیا اور ان کے حقوق ادا نہ کئے

شرح شبیری

ہر چہ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے جوان کی حالت بیان کی عیب اور گناہ اور ان کی سنگدلی سے اور جان سیاہ سے۔

وز الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کے احکام کو ہلکا سمجھنا اور غم فردا سے فراغت ہونا۔

وز الخ۔ یعنی اور ہوس سے دنیائے کمینی کے عشق سے اور عورتوں کی طرح اس نفس کے تابع ہونے سے۔

وان الخ۔ یعنی اور وہ نفرت ناصحوں کی باتوں سے اور وہ بھاگنا نیکوں کی صحبت سے۔

بادل الخ۔ یعنی دل اور اہل دل کے ساتھ بیگانگی اور (حقیقی) بادشاہوں کے ساتھ مکر اور فریب۔

سیر چشماں را الخ۔ یعنی سیر چشم حضرات کو فقیر سمجھنا اور حسد کی وجہ سے اس کو خفیہ دشمن سمجھنا۔ یہ سب قصے جو سنائے گئے ہیں یہ اس لئے ہیں کہ ہم عبرت حاصل کریں۔

گر پذیرد الخ۔ یعنی اگر یہ حضرات کوئی شے قبول کر لیں تو کہتے ہیں کہ فقیر ہے اور اگر نہ قبول فرمائیں تو کہو کہ مکر ہے اور دھوکا ہے اور دغا ہے۔

گر در آمیزد الخ۔ یعنی اگر اختلاط کریں تب تو کہو کہ لالچی ہے اور اگر اختلاط نہ کریں تو کہتے ہیں کہ تکبر میں حریص ہیں۔

گر تحمل الخ۔ یعنی اگر (تمہاری ایذاء وہی پر) تحمل کریں تو کہتے ہو کہ عاجز ہیں اور اگر غیرت مند ہوں (اور تم سے بدلہ لیں) تو کہتے ہیں کہ مکار ہے۔ غرض کہ کسی طرح ان کو چین نہیں لینے دیتے اور ہر حال میں ان کے مخالف اور دشمن ہیں یہ تو ان کی حالت ہے جو مخالف ہیں آگے موافقین کی حالت کا بیان ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یا منافق الخ۔ یعنی یا منافقوں کی طرح عذر کرتے ہو کہ حضرت یہ خادم فرزند و زن کے نفقہ میں لگا رہتا ہے۔

نے مرا الخ۔ یعنی مجھے سر کھجلانے تک کی فرصت نہیں ہے اور نہ دین سیکھنے کی فرصت ہے۔

اے فلاں الخ۔ یعنی اجی حضرت مجھے دعا میں یاد فرمایا کیجئے تا کہ میں بھی اولیاء کاملین میں سے ہو جاؤں مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

این الخ۔ یعنی یہ بات بھی دردِ دل سے نہیں کہی بلکہ ایک سوتے ہوئے کی طرح بڑبڑایا اور پھر سو گیا۔ یعنی خواب غفلت سے ذرا بیدار ہوا ہی تھا کہ پھر سو گیا اور غافل ہو گیا کاش اگر دعا کی فرمائش ہی دل سے کرتا۔ تب کچھ بھی شاید کام چل جاتا اب نہ تو خود کچھ کرے اور دوسروں سے کہے تو وہ صرف نام کرنے کو وہ بھی دل سے نہیں تو بتاؤ کام چلے تو کس طرح چلے اور عرض کرتے ہو کہ

ہیچ الخ۔ یعنی بال بچوں کے نفقہ سے مجبور ہوں اور تہ دل سے کسب حلال کرتا ہوں۔ چونکہ حلال روزی تو دنیا میں کم ہے اس لئے تمام وقت اسی دھندے میں کٹ جاتا ہے اب مولانا کو غصہ آ گیا کہ نالائق مکر و فریب کی باتوں سے باز نہیں آتا۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ

چہ حلال الخ۔ یعنی حلال کیا ہے ارے تو اہل ضلال میں سے ہو گیا ہے اور میں تو سوائے تیرے خون کے اور کچھ حلال سمجھتا نہیں ہوں۔

از خدایت الخ۔ یعنی تجھے خدا سے تو چارہ ہے اور روزی سے نہیں اور دین سے تو چارہ ہے اور طاغوت سے نہیں ہے مطلب یہ کہ خدا کو تو چھوڑ سکتا ہے مگر کسب کو نہیں چھوڑ سکتا۔ شرم کر شرم۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے اس دنیائے کمینی سے تو صبر آتا نہیں پھر حق تعالیٰ سے کس طرح صبر آتا ہے۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے اس ناز و نعم دنیاوی سے تو صبر آتا ہی نہیں پھر اللہ کریم سے کس طرح صبر آ گیا۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے اس مجموعہ پاک و پلید سے تو صبر ہوتا ہی نہیں پھر اس سے کس طرح صبر کر لیتا ہے کہ جس نے تجھے پیدا کیا۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے آب سیاہ (ذلیل شے) سے تو صبر ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر حق تعالیٰ کی چشم رحمت سے کس طرح صبر کرتا ہے۔

ایکہ صبرت الخ۔ یعنی ارے تجھے فرزند و زن بغیر تو صبر ہوتا ہی نہیں تو پھر ذوالمنن سے کس طرح صبر کرتا ہے۔

ایکہ میگوئی الخ۔ یعنی اے تو جو کہہ رہا ہے کہ خدا تجھے بخش دے گا تو اس کو شیطان کا دھوکہ سمجھ اور اس سے آگے بڑھ یعنی تو جو معاصی میں مبتلا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے وہ بخش دے گا تو اس کو وسوسۂ شیطان سمجھو اور اس سے درگزر کر آگے ترقی کرو۔

کو خلیلے الخ۔ یعنی کہاں ہیں خلیل جو کہ غار سے باہر آئے اور کہا کہ ھذا ربی (پھر کہا کہ) ہاں کردگار کہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ یہ قصہ مشہور ہے کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام بچپن سے ایک تہہ خانہ میں پلے تھے اور جب نکلے تو ستاروں اور آفتاب وغیرہ کو دیکھ کر کہہ اٹھے کہ ھٰذا ربی مگر چونکہ فطرت اور استعداد سلیم تھی اس لئے فوراً اس کے افول کے بعد طلب حق میں لگ گئے تو اس مشہور کی بنا پر مولانا فرماتے ہیں کہ بھلا حضرت خلیل اللہ کی طرح اب کون سلیم الطبع اور سلیم الفطرت ہے کہ جو خود ہی قدرت حق کی شناخت کرے بلکہ اب تو یہی ہے کہ جس کو حق تعالیٰ ہدایت دیں اور خود طلب کرے اسی کو میسر ہو سکتی ہے آگے بھی ان ہی کے اقوال کی رعایت بالمعنی فرماتے ہیں۔

من نخواہم الخ۔ یعنی میں دونوں عالم میں سے کسی کا طالب نہیں ہوں (اس لئے کہ بے تحقیق طالب ہونا) بت گری ہے جب تک کہ یہ نہ جان لوں کہ یہ دو عالم کس کی ملک ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ جب تک کہ یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ دو عالم کس کی ملک ہے اس وقت تک میں کسی کا بھی طالب نہیں ہوتا اور یہ فرمایا کہ

بے تماشائے الخ۔ یعنی صفات حق کو دیکھے بغیر اگر میں روٹی کھاؤں تو میرے گلے ہی میں اٹک جائے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی اس کے دیدار بغیر اور اس کے گل وگلزار کے تماشا بغیر کس طرح لقمہ پچتا ہے۔

جز الخ۔ یعنی خدا کی امید بغیر اس دنیا سے سوائے گاؤ خر کے اور کون لقمہ کھا سکتا ہے۔

آنکہ الخ۔ یعنی جو کہ حیوانات کی طرح تھا بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ تو وہ گندہ فعل اگرچہ پر مکر ہے مگر

مکر او الخ۔ یعنی اس کا مکر بھی ذلیل ہوا اور وہ بھی ذلیل ہوا اور زمانہ اس کو لے گیا اور اس کا دن دیر ہو گیا یعنی حق تعالیٰ سے الگ ہو کر اور ان کو خفا کر کے بھلا کون ہے جو پھر چین سے رہ سکے ہاں جو کہ حیوانات کی طرح ہو بلکہ ان سے بھی گیا گزرا ہوا وہ ایسا کرتا ہے اور اگرچہ یہ کتنا ہی مکار ہو اور چلتا ہوا ہو مگر حق تعالیٰ کے سامنے کچھ نہیں چل سکتا آخر تباہ و برباد ہوگا اور اس کی یہ حالت ہوگی۔

فکر الخ۔ یعنی اس کی فکر کاہ کند ہو گئی اور اس کی عقل خراب ہو گئی اور اس کی عمر برباد ہو گئی اور الف کی طرح کچھ بھی نہیں رکھتا۔

آنچہ الخ۔ یعنی جو کہہ رہا ہے کہ میں اس فکر میں ہوں یہ بھی اس نفس کا مکر ہے یعنی جو کہتا ہے کہ مثلاً بیٹے کا نکاح کر لوں تب اللہ اللہ کروں یہ اس نفس کا مکر ہے اور اس طرح حق تعالیٰ کی طرف مشغولی سے باز رکھتا ہے۔

وانچہ الخ۔ یعنی یہ جو کہہ رہا ہے کہ حق تعالیٰ غفور و رحیم ہے تو یہ بجز اس نفس لئیم کے حیلہ کے اور کچھ نہیں ہے۔ یعنی تو جو معاصی میں مبتلا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ غفور الرحیم ہے بخش دیں گے یہ ساری مکاری اس نفس کی مکاری ہے کہ اس طرح معاصی میں مبتلا رکھتا ہے آگے اس غفور الرحیم سمجھنے کا ایک الزامی جواب فرماتے ہیں کہ

اے الخ۔ یعنی ارے تو جو غم سے مردہ ہو رہا ہے کہ روٹی سے ہاتھ خالی ہے تو جب غفور الرحیم ہے تو یہ خوف کیسا ہے یعنی تو جو مرا جا رہا ہے کہ کھانے کو نہیں ملتا تو کمبخت جب تو حق تعالیٰ کو غفور الرحیم سمجھتا ہے تو پھر یہ خوف کس

www.besturdubooks.wordpress.com

بات کا ہے سمجھ لے کہ غفور الرحیم ہے وہ بھوکا تھوڑا ہی رکھے گا دے ہی گا۔ لہٰذا یہ جس قدر ذکر اللہ میں دیر ہو رہی ہے یہ ساری اس نفس سرکش کی شرارت ہے لہٰذا اس کا علاج کر۔ آگے ایک حکیم اور بڈھے کی حکایت لاتے ہیں کہ اس بڈھے نے حکیم سے جو شکایت کی کہ حکیم نے سب کو بڑھاپے کی وجہ سے کہہ دیا تو وہ بڈھا خفا ہو گیا۔ اسی طرح یہ ساری خرابیاں ہمارے نفس کی بدولت واقع ہو رہی ہیں اور اگر کوئی ہم سے کہتا ہے تو ہمیں غصہ آتا ہے تو جس طرح اس بڈھے کا غصہ بے محل تھا اسی طرح ہمارا غصہ بھی ظاہر ہے کہ بے محل ہے اور اس کا علاج ضروری ہے ورنہ اگر کہیں اس کی سرکشی بڑھ گئی تو پھر لا علاج ہو جائے گا۔ اب حکایت سنو۔

شکایت کردن پیرے پیش طبیب از رنجوریہا و جواب طبیب اورا

ایک بوڑھے کا ایک طبیب سے بیماریوں کی شکایت کرنا اور طبیب کا اسکو جواب دینا

گفت پیرے مر طبیبے را کہ من	در زحیرم از دماغ خویشتن
ایک بوڑھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں	اپنے دماغ کے معاملہ میں بڑی مشکل میں ہوں
گفت از پیری ست آں ضعف دماغ	گفت در چشمم ز ظلمت ہست داغ
اس (طبیب) نے کہا یہ دماغ کی کمزوری بڑھاپے کی وجہ سے ہے	اس (بوڑھے) نے کہا میری آنکھوں میں اندھیرے کا داغ ہے
گفت از پیری ست اے شیخ قدیم	گفت پشتم دردمی آرد عظیم
اس (طبیب) نے کہا اے بڑے میاں بڑھاپے کی وجہ سے ہے	اس (بوڑھے) نے کہا میری کمر میں بہت درد ہے
گفت از پیری ست اے شیخ قدیم	گفت پشتم درد می آرد عظیم
اس (طبیب) نے کہا اے کمزور بوڑھے! بڑھاپے کی وجہ سے ہے	اس بوڑھے نے کہا میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم نہیں ہوتا ہے
گفت ضعف معدہ ہم از پیری ست	گفت وقت دم مرا دم گیری ست
اس (طبیب) نے کہا معدہ کی کمزوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے	اس (بوڑھے) نے کہا سانس لینے میں سانس رکتا ہے
گفت آرے انقطاع دم بود	چوں رسد پیری دو صد علت شود
اس (طبیب) نے کہا ہاں سانس ٹوٹنے لگتا ہے	جب بڑھاپا آ جاتا ہے سینکڑوں بیماریاں آ جاتی ہیں
گفت کم شد شہوتم یکبارگی	گفت کز پیری ست ایں بیچارگی
اس (بوڑھے) نے کہا میری شہوت ایک دم سے کم ہو گئی ہے	اس (طبیب) نے کہا یہ معذوری بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے
گفت پایم سست شد از رہ بماند	گفت کز پیری ست در کنجت نشاند
اس (بوڑھے) نے کہا میرے پاؤں سست ہو گئے ہیں چلنے سے عاجز آ گئے ہیں	اس (طبیب) نے کہا یہ بڑھاپے کی وجہ سے ہے جس نے تجھے گوشہ نشین بنادیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پشتم چوں کمانے شد دوتا	گفت کز پیریست ایں رنج و عنا
اس (بوڑھے) نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہو گئی ہے	اس (طبیب) نے کہا یہ تکلیف اور مشقت بڑھاپے کیوجہ سے ہے
گفت تاریک ست چشمم اے حکیم	گفت کز پیریست اے پیر حلیم
اس (بوڑھے) نے کہا اے حکیم! میری آنکھوں میں دھند ہے	اس (طبیب) نے کہا اے بردبار بوڑھے بڑھاپے کی وجہ سے ہے
گفت اے احمق بریں بر دوختی	از طبیبی تو ہمیں آموختی
اس (بوڑھے) نے کہا اے بیوقوف! تو اس پر جم گیا	طبابت سے تو نے یہی سیکھا ہے
اے مدمغ عقلت ایں دانش نداد	کہ خدا ہر درد را درماں نہاد
اے بد دماغ! تیری عقل نے تجھے یہ سمجھ نہیں دی	کہ خدا نے ہر درد کا علاج رکھا ہے
تو خر احمق زاندک مائگی	برزمیں ماندی ز کوتہ پائگی
تو کم علمی کی وجہ سے احمق گدھا ہے	تو کوتاہ قدمی کی وجہ سے زمین پر رہ گیا ہے
پس طبیبش گفت اے عمر تو شصت	ایں غضب ویں خشم ہم از پیریست
تب طبیب نے اس سے کہا اے ساٹھے!	یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے
چوں ہمہ اجزا و اعضا شد نحیف	خویشتن داری و صبرت شد ضعیف
جب سب اجزا اور اعضاء کمزور ہو گئے ہیں	تیری قوت ضبط اور صبر بھی کمزور ہو گئی ہے
برنتابد دو سخن زوہے کند	تاب یک جرعہ ندارد قے کند
دو باتوں کی بھی برداشت نہیں کرتا ان سے ہائے ہائے کرتا ہے	ایک گھونٹ کی برداشت نہیں کرتا قے کر دیتا ہے

شرح حبیبی

ایک بڑے میاں نے کسی طبیب سے کہا کہ میں دماغ سے بہت زچ ہو گیا اس نے کہا بڑے میاں یہ ضعف دماغ بڑھاپے کے سبب سے ہے۔ اس نے کہا کہ میری آنکھ میں کچھ دھندلا پن ہے اس نے کہا بڑے میاں یہ بھی بڑھاپے سے ہے اس نے کہا میری کمر میں بھی بہت درد رہتا ہے اس نے کہا یہ بھی بڑھاپے سے ہے۔ اس نے کہا کہ کھانا بھی ہضم نہیں ہوتا اس نے کہا ضعف معدہ کا سبب بھی بڑھاپا ہے۔ اس نے کہا سانس لیتے وقت کبھی کبھی مجھے سانس بھی نہیں آتا اس نے کہا کہ بجا ہے بڑھاپے میں انقطاع دم بھی عارض ہو جاتا ہے پیری وصد عیب تو معلوم ہی ہے۔ اس نے کہا شہوت بھی نہیں ہوتی کہا یہ مجبوری بھی بڑھاپے سے ہے۔ اس نے کہا کہ مجھ سے چلا

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی نہیں جاتا اس نے کہا بڑھاپے ہی نے آپ کو گوشہ نشین بھی کیا ہے۔ اس نے کہا کہ میری کمر بھی جھک گئی ہے کہا یہ بھی بڑھاپے سے ہے اس نے کہا کہ مجھے دکھلائی بھی کم دیتا ہے اس نے کہا یہ بھی بڑھاپے کے سبب ہے اس نے کہا کمبخت تو تو ایک ہی بات پر جم گیا۔ کیا طب میں تو نے ایک ہی بات سیکھی ہے۔ ارے بد دماغ تجھے عقل سے اتنا نہیں معلوم کہ خدا نے ہر بیماری کی دوا پیدا کی ہے۔ تو احمق گدھا اپنی بے بضاعتی سے اسی پستی میں رہ گیا اور ایک بات کے سوا کچھ سیکھا ہی نہیں۔ اس نے کہا کہ آپ پچپن سالہ سے گزر کر ساٹھ سالہ کے ہو گئے ہیں یہ قہر و غضب بھی آپ کا بڑھاپے کے سبب ہے۔ چونکہ تمام اعضا میں ضعف آ گیا اس لئے خودداری اور تحمل کمزور ہو گیا ایسا شخص دو بات نہیں برداشت کر سکتا اور چلا اٹھتا ہے اور ایک جرعہ بھی نہیں پی سکتا فوراً قے کر دیتا ہے۔ پس جس طرح پیری وصد عیب معلوم ہے یوں ہی نفس وصد حیلہ بھی سمجھنا چاہیے اور ہمارے اس کہنے پر کہ یہ بھی حیلہ نفس ہے یہ بھی حیلہ نفس ہے کچھ استبعاد نہ ہونا چاہیے۔

ایک بڈھے کا ایک حکیم کے سامنے اپنے امراض کو بیان کرنا اور اس حکیم کا جواب

شرح شبّیری

گفت الخ۔ یعنی ایک بڈھے نے ایک طبیب سے کہا کہ میں اپنے دماغ کی وجہ سے بڑی مشکل میں ہوں۔

گفت الخ۔ یعنی اس طبیب نے کہا کہ یہ ضعف دماغ بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو اس بڈھے نے کہا کہ میری آنکھ میں ظلمت کا داغ ہے۔

گفت الخ۔ یعنی طبیب نے کہا کہ ارے پرانے بڈھے یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو بولا کہ میری کمر میں بھی بہت درد ہے

گفت الخ۔ یعنی طبیب نے کہا کہ اے ضعیف بڈھے یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے تو بولا کہ میں جو کھاتا ہوں وہ ہضم بھی نہیں ہوتا۔

گفت الخ۔ یعنی طبیب نے کہا کہ ضعف معدہ بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے تو وہ بولا کہ سانس لینے میں میرا سانس گھٹتا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی حکیم نے کہا کہ ہاں سانس کا انقطاع بھی ہوتا ہے اس لئے کہ جب بڑھاپا آتا ہے تو سینکڑوں بیماریاں ہو جاتی ہیں۔

گفت الخ۔ یعنی اس بڈھے نے کہا کہ میری شہوت یکبارگی گم ہو گئی ہے تو طبیب نے کہا کہ یہ بے چارگی

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے۔

گفت الخ۔ یعنی بڈھے نے کہا کہ میرا پاؤں ست ہوگیا اور چلنے سے عاجز ہوگیا۔ طبیب نے کہا کہ یہ بھی بڑھاپے سے ہے کہ تجھے ایک کونہ میں بٹھا دیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی بڈھے نے کہا کہ میری کمر کمان کی طرح دوہری ہوگئی ہے طبیب نے کہا کہ یہ تکلیف اور مجبوری بڑھاپے کی وجہ سے ہے۔

گفت الخ۔ یعنی بڈھے نے کہا کہ حکیم جی میری آنکھ بھی تاریک ہے طبیب نے کہا کہ اے پیر حکیم یہ بھی بڑھاپے کی وجہ سے ہے یہ سن کر بڑے میاں کو غصہ آگیا اور بولے کہ

گفت الخ۔ یعنی بڈھا بولا کہ ارے احمق تو ایک ہی بات پر تل گیا ہے کہ تو نے طبیبی سے یہی سیکھا ہے اور بولا کہ اے الخ۔ ارے متکبر عقل نے تجھے اتنی سمجھ نہیں دی کہ خدا تعالیٰ نے ہر درد کا علاج رکھا ہے اور تو وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہے جا رہا ہے کہ سب بڑھاپے کی ہی وجہ سے ہے۔

تو خرالخ۔ یعنی تو گدھا احمق کم علمی کی وجہ سے اور اپنی کوتہ پائیگی کی وجہ سے زمین ہی پر پڑا ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ بولا کہ گدھے تجھے نہ عقل ہے اور نہ علم ہے ایک بات سیکھ لی وہی ہر بات میں کہہ دیتا ہے کچھ اور بھی سیکھا تھا یہ سن کر طبیب نے جواب دیا کہ

پس الخ۔ یعنی پس طبیب نے کہا کہ ارے ساٹھ برس کے بڈھے یہ غصہ اور غضب بھی بڑھاپے ہی کی وجہ سے ہے

چون ہمہ الخ۔ یعنی جبکہ سارے اجزاء اور اعضاء کمزور ہو گئے تو خودداری اور صبر تمہارے اندر کم ہو گیا۔ لہٰذا غصہ زیادہ ہو گیا ہے اس لئے میں اس کا بھی برا نہیں مانتا۔

برنتابد الخ۔ یعنی بات میں صبر تو کر نہیں سکتا جلدی ہی غل مچانے لگتا ہے اور ایک گھونٹ کی تاب نہیں رکھتا بلکہ فوراً قے کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ اب ضعیف ہو گئے ہو اس وجہ سے غصہ وغیرہ سب بڑھ گیا ہے تو دیکھو اسی طرح جو معاصی وغیرہ سرزد ہوں ان سب کو نفس ہی کی شرارت اور اسی کی طرف سے سمجھو کہ ساری اسی کی حرکتیں ہیں جیسے کہ وہاں ساری باتیں بڑھاپے کی وجہ سے تھیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

جز مگر پیرے کہ از حق ست مست	در درون او حیات طیب ست
بجز اس بوڑھے کے جو خدا کا مست ہے	اس کے باطن میں پاکیزہ زندگی ہے
از بروں پیرست و در باطن صبی	خود کیا نند آں ولی و آں نبی
باہر سے (بظاہر) بوڑھا ہے اور حقیقت میں بچہ ہے	وہ کون ہیں؟ وہ ولی اور نبی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گرنہ پیدا اند پیش نیک و بد	چیست با ایشاں خساں را ایں حسد
اگر وہ ہر نیک و بد کے سامنے کھلے ہوئے نہیں ہیں	(تو) کمینوں کو ان سے یہ حسد کیوں ہے؟
ورنمی دانند شاں علم الیقیں	چیست ایں بغض و حیل سازی و کیں
اگر وہ ان کو یقینی طور پر نہیں جانتے ہیں	تو بغض اور حیلہ سازی و کینہ کیوں ہے؟
وربدانندے جزائے رستخیز	چوں زنندے خویش بر شمشیر تیز
اگر وہ قیامت کی سزا کو جانتے	تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے کیوں بھڑاتے؟
برتو می خندد مبیں او راچناں	صد قیامت در درونستش نہاں
وہ تیرے سامنے ہنستا ہے اس کو ایسا نہ سمجھ	اس کے باطن میں سو قیامتیں چھپی ہوئی ہیں
دوزخ و جنت ہمہ اجزائے اوست	ہرچہ اندیشی تو آں بالائے اوست
اس کے اجزا سب دوزخ و جنت ہیں	(اس کے بارے میں) تو جو سوچے وہ اس سے بلند ہے
ہرچہ اندیشی پذیرائے فناست	آنکہ در اندیشہ نیاید آں خداست
تو جو سوچے وہ فنا کو قبول کرنے والا ہے	جو قیاس میں نہ آئے وہ خدا ہے
ور در ایں خانہ گستاخی زچیست	گرہمی دانند کاندر خانہ کیست
اس گھر کے دروازے پر گستاخی کیوں ہے؟	اگر وہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے؟
ابلہاں تعظیم مسجد می کنند	در جفائے اہل دل جدمی کنند
بے وقوف مسجد کی تعظیم کرتے ہیں	اہل دل پر ظلم کے کوشاں ہیں
آں مجازست ایں حقیقت اے خراں	نیست مسجد جز درون سروراں
اے گدھو! وہ مجاز ہے یہ حقیقت ہے	بزرگوں کے دل کے علاوہ مسجد (اور کچھ) نہیں ہے
مسجدے کاں اندرون اولیاست	سجدہ گاہ جملہ است آنجا خداست
وہ مسجد جو اولیا کے باطن میں ہے	وہ سب کی سجدہ گاہ ہے خدا اس میں ہے
تادل مرد خدا نامد بہ درد	ہیچ قومے را خدا رسوا نہ کرد
جب تک مرد خدا کے دل کو تکلیف نہیں پہنچی	خدا نے کسی قوم کو رسوا نہیں کیا
قصد جنگ انبیامی داشتند	جسم دیدند آدمی پنداشتند
انہوں نے انبیاء سے لڑائی کا ارادہ کیا	انہوں نے (صرف) جسم دیکھا (صرف) آدمی سمجھا

www.besturdubooks.wordpress.com

در تو ہست اخلاق آں پیشینیاں	چوں نمی ترسی کہ باشی تو ہماں
تیرے اندر ان پہلی قوموں کے اخلاق ہیں	تو کیوں نہیں ڈرتا کہ تو بھی ویسا ہی ہو جائے گا
عادت آں ناسپاساں در تو رست	نایدت ہر بار دلو از چہ درست
تیرے اندر ان ناشکروں کی عادت پیدا ہو گئی ہے	ہر بار ڈول کنویں سے درست نہیں نکلتا ہے
آں نشانیہا ہمہ چوں در تو ہست	چوں تو زایشانی کجا خواہی برست
جبکہ وہ تمام علامتیں تیرے اندر ہیں	جب تو ان میں سے ہے کہاں بچ سکتا ہے؟

شرح حبیبی

سب بڈھوں کی یہی حالت ہوتی ہے مگر بجز اس بڈھے کے جو حق سبحانہ کی محبت سے مست ہے اور جس کے اندر نہایت عمدہ زندگی بھری ہوئی ہے۔ یہ شخص دیکھنے میں بڈھا معلوم ہوتا ہے مگر باطن میں بچہ ہے کہ اس کے قویٰ ترقی پر ہیں۔ جانتے ہو یہ کون لوگ ہیں یہ انبیاء و اولیا ہیں۔ ہم دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے کمال کے لحاظ سے ہر نیک و بد کے سامنے ظاہر ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو کمینوں کو ان کی کس بات پر حسد ہوتا اور اگر وہ ان کے کمال کو بعلم الیقین نہ جانتے ہوتے تو یہ عداوت۔ چالبازی کینہ کیوں ہوتی کیونکہ یہ سب تو کمال ہی سے ہوتے ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ انکا کمال واضح ہے اور مخالفین بھی اس کو جانتے ہیں مگر افسوس ان کو اس کے نتیجہ بد کی خبر نہیں کیونکہ اگر وہ جانتے ہوتے کہ اس کا نتیجہ قیامت میں کیا ہوگا تو اپنے کو تلوار سے کیوں ٹکراتے اور خود اپنے ہاتھوں کیوں ہلاک ہوتے اچھا ہم اب پھر مضمون سابق کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر وہ بایں ہمہ نفاق مذکورۂ بالا تجھ سے ہنسے تو اس کو ہنستا ہوا نہ جان بلکہ سمجھ کہ اس کے اندر سو قیامتیں پوشیدہ ہیں۔ قیامت کے دوزخ و جنت تو دور ہیں خود اس کے تمام اجزاء دوزخ و جنت ہیں اور مظہر ہیں قہر و لطف حق سبحانہ کا لہٰذا وہ سراپا قہر و لطف الٰہی ہے۔ خلاصہ یہ کہ ان کے مقابلہ میں تو جو یہ گستاخیاں اور چالبازیاں اور نفاق کی باتیں کر رہا ہے اس پر اگر وہ ہنسیں تو اس کو ان کی رضا یہ سمجھنا بلکہ اس ہنسی میں سو قیامتیں پنہاں ہیں۔ اور جس طرح انکا لطف بیڑا پار کرنیوالا ہے یوں ہی انکا قہر باطن کو مسخ کر دینے والا ہے۔ یہ لوگ تمہارے اندیشہ سے بالاتر ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جو کچھ تم سوچتے ہو وہ فانی ہے اور جو اندیشہ ہے باہر ہے وہ خدا تعالیٰ ہے اور یہ لوگ متخلق باخلاق اللہ اور باقی بقاء الحق ہیں لہٰذا یہ بھی تمہارے اندیشہ سے باہر ہیں لیکن تمہیں ان کی حالت معلوم نہیں کیونکہ اگر تم جانتے ہو کہ یہ کس کا گھر ہے اور کون اپنی تجلی رکھتا ہے تو اس گھر کے دروازہ پر یہ گستاخی کیسی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ لوگ ان کے مرتبہ کو نہیں جانتے۔ یہ احمق مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں اور کرنی بھی چاہیے لیکن زیادتی یہ کرتے ہیں کہ اہل دل کو ستاتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں حالانکہ مسجد ان کے مقابلہ میں مجازاً بیت اللہ ہے اور یہ لوگ اس کے لحاظ سے حقیقتاً بیت اللہ ہیں اس لئے کہ مسجد بھی انہی کے باعث بیت اللہ ہے کیونکہ اس کی مسجدیت جو منشاء ہے اس کے بیت اللہ ہونے کا ان ہی سے مستفاد ہے لہٰذا اصل مسجد انہی حضرات کے دل ہیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ قلوب اولیاء اللہ میں ہیں۔ یعنی حق سبحانہ کی تجلی ان پر سب سے زیادہ اور سب سے خاص اور سب سے متمیز ہے لہٰذا سب ساجدین کے سجدہ گاہ قلوب اولیاء اللہ ہی ہوں گے۔ پس اصل مسجد وہی ہوں گے جب یہ معلوم ہوا کہ اصل مسجد یہی ہیں۔ اب سمجھو کہ یہ حق سبحانہ کے نزدیک مکرم ہیں کہ حق سبحانہ کسی گناہ کے باعث کسی قوم کو تباہ نہیں کرتے۔ بجز ایذاء اہل اللہ کے۔ اب تک خدا نے کسی قوم کو اس وقت تک رسوا نہیں کیا جب تک کہ اس نے کسی باخدا کو ایذاء نہیں دی۔ ان کی ایذاء کا سبب صرف یہ تھا کہ انہوں نے ان کو جسم سمجھا اور اپنی طرح آدمی خیال کیا اب تم سوچو کہ وہی باتیں تمہارے اندر بھی ہیں۔ پھر تم کو اندیشہ کیوں نہیں کہ ایسا نہ ہو کہ تمہارا بھی وہی حشر ہو جو ان کا ہوا۔ تمہارے اندر انہیں لوگوں کی سی خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں۔ یاد رکھو کہ حق سبحانہ ہمیشہ درگزر نہ کریں گے۔ کبھی پکڑ بھی لیں گے کیونکہ جب تم اپنے اندر وہی نشانیاں رکھتے ہو جو امم سابقہ میں تھیں تو تم بھی اسی نتیجہ کے مستحق ہو جو ان کو ملا تھا۔

شرح شبّیری

جز مگر الخ۔ یعنی مگر سوائے اس بڈھے کے کہ جو حق تعالیٰ کا مست ہو کہ اس کے اندر حیات طیبہ موجود ہے۔

مطلب یہ کہ یہ حالت مذکورہ بے شک بڈھوں کی ہوتی ہے مگر ان ہی کی جن کو حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق اور لگاؤ نہ ہو ورنہ جس کو حق تعالیٰ سے تعلق ہو اس کے اندر قوت قدسیہ ایسی ہے کہ اس کو اس حالت تک کہ اس کے حواس تک گم ہو جائیں نہ پہنچنے دے گی گو ظاہری اعضا کمزور ہو جائیں مگر پھر بھی اطاعت حق میں یہ اعضاء ظاہری بھی دوسرے تندرستوں اور جوانوں سے بہتر ہوتے ہیں جیسے کہ مشاہد ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ

از برون الخ۔ یعنی ظاہر میں تو بڈھا ہے اور باطن میں بچہ ہے اور وہ کیا ہے وہ ولی اور نبی ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگرچہ بظاہر ضعیف معلوم ہوں مگر باطن میں وہ جوان ہوتے ہیں اور ان کو باطن میں ہر وقت بچہ کی طرح نشو ونما ہوتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گر نہ الخ۔ یعنی اگر ہر نیک و بد کے سامنے ظاہر نہیں ہیں تو پھر ان کمینوں کو ان کے ساتھ حسد کیوں ہے۔

مطلب یہ کہ ان حضرات کی یہ حالت ایسی ہے کہ ہر کس و ناکس جانتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر ہر شخص کو علم نہ ہوتا تو پھر ان حضرات سے حسد کیوں کرتے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پاس کچھ سمجھتے ہیں جب تو ان کو حسد ہوتا ہے۔

ورنہ الخ۔ یعنی اور اگر وہ علم الیقین کے درجہ میں نہیں جانتے تو پھر یہ بغض اور حیلہ سازی اور کینہ کیسا ہے۔

پس تو یہ یقینی ہے کہ یہ سب جانتے ہیں کہ یہ حضرات کامل ہیں اور ان کے پاس کچھ ہے کہ جو ہمارے پاس نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو سب جانتے ہیں مگر ہاں چیز کو نہیں جانتے اور وہ یہ کہ

دربدانندے الخ۔ یعنی اگر وہ قیامت کے دن کی جزا کو جانتے تو پھر اپنے کو شمشیر تیز پر کیوں مارتے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ جانتے کہ ان بغض وحسد کا نتیجہ قیامت میں یہ ہوگا تو پھر ہرگز ان حضراتؒ سے بغض نہ رکھتے کہ یہ بہت بری بلا ہے۔

برتوالخ۔ یعنی وہ تمہاری (باتوں) پر ہنسے تو تم ان کو ویسا ہی مت جانو کہ ان کے اندر سینکڑوں قیامتیں پوشیدہ ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر دیکھو کہ کوئی بزرگ کسی بات پر ناراض ہوتے ہی نہیں بلکہ خوش رہتے ہیں تو اس سے دھوکہ میں مت پڑو کہ بعض مرتبہ وہ حلم سے کام لیتے ہیں مگر حق تعالیٰ ان کا بدلہ لے لیتے ہیں۔ لہٰذا یاد رکھو کہ ان کی دل شکنی اور دل آزاری سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

دوزخ۔ یعنی دوزخ اور جنت سب ان کے اجزا ہیں اور تم جو کچھ سوچو وہ اس سے بالاتر ہے دوزخ اور جنت کا اس کے اجزا ہونے کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح جسم کی ایذاءدہی سے اعضا بدلہ لینے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اس طرح ان حضرات کی ایذاءدہی سے دوزخ اور جنت اس موذی سے بدلہ لے لیتے ہیں لہٰذا گویا کہ یہ دوزخ اور جنت ان حضراتؒ کے اعضا و اجزاء ہوئے دوسرے مصرعہ میں جو کہا ہے کہ تم کچھ سوچو اس سے یہ حضراتؒ بالاتر ہیں اس پر بظاہر یہ شبہ ہوتا تھا کہ پھر نعوذ باللہ حق تعالیٰ سے بھی زیادہ ہیں اس لئے اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ

ہرچہ الخ۔ یعنی تم جو کچھ سوچتے ہو وہ سب فانی ہیں اور جو کہ اندیشہ میں نہیں آتا وہ حق تعالیٰ ہے مطلب یہ کہ ہم نے کہا ہے کہ جو چیزیں کہ تم سوچو ان سب سے یہ حضرات برتر ہیں اور حق تعالیٰ اندیشہ اور ذہن میں آ نہیں آ سکتے لہٰذا وہ اس عموم میں داخل ہی نہیں ہیں جو اعتراض پڑ سکے۔

بردرالخ۔ یعنی اس گھر کے دروازہ پر گستاخی کیوں ہے جبکہ جانتے ہیں کہ گھر میں کون ہے مطلب یہ کہ جب لوگ یہ جانتے ہیں کہ یہ بزرگ ہیں اور مقبولان حق ہیں پھر یہ گستاخی کیوں کرتے ہیں یہ بیوقوف اتنا نہیں سمجھتے کہ ان کے دلوں میں حق تعالیٰ بسے ہوئے ہیں اور قلوب خانہ خدا ہیں۔

ابلہان الخ۔ یعنی بیوقوف لوگ صرف مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں اور اہل دل کے ستانے میں کوشش کرتے ہیں حالانکہ

آن الخ۔ یعنی ارے گدھو وہ مسجد (ظاہری) تو مجاز ہے اور یہ (قلوب) مسجد حقیقی ہیں اور مسجد تو بجز قلوب سرداروں کے اور کوئی شے نہیں ہے۔ اس لئے کہ اصل تو خانہ خدا اور بیت اللہ قلب مومن ہی ہے کسی نے اسی کو کہا ہے کہ کعبہ بنگاہ خلیل آزرست + دل گزرگاہ جلیل اکبرست۔

مسجدے الخ۔ یعنی وہ مسجد جو کہ اولیاء اللہ کے قلوب ہیں وہ سب کے سجدہ گاہ ہیں اس لئے کہ اس جگہ خداوند تعالیٰ ہیں اندرون اولیاء اللہ مسجود ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اولیاء اللہ کے قلوب کے کل اشیاء تابع ہوتے ہیں اور مطیع و

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمانبردار ہوتے ہیں یہی بعض مرتبہ بشکل سجدہ نظر آتا ہے جیسا کہ بعض بزرگوں نے لکھا ہے کہ ان کو منکشف ہوا کہ ایک تخت پر ایک بے کیف نور ہے اور کل خلائق اس کے سامنے سربسجود ہیں تو اس کو بعض سالکین نور حق سمجھ گئے حالانکہ وہ نور روح کا تھا۔ چونکہ وہ بھی تو عالم مجردات سے ہے اس لئے اس کا نور بے کیف نظر آیا اور وہ سجدہ اس روح کی اطاعت وفرمانبرداری کا اظہار تھا اور اس کو نور حق سمجھ کر بعض نے اسکی پرستش کی ہے اللھم احفظنا۔ سچ یہ ہے کہ بزرگوں نے جو کہا ہے کہ کشف آفت ہے بالکل درست کہا ہے۔ اور اسی لئے ہمارے حاجی صاحب رحمۃ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ حجب نورانیہ اشد ہیں حجب ظلمانیہ سے اس لئے کہ ظلمانیہ میں انسان یہ تو سمجھتا ہے کہ میں حجاب میں ہوں اور اگر حجب نورانیہ ہیں پھر تو اپنے کو واصل سمجھنے لگتا ہے بڑی خرابی کی بات ہے خدا بچائے تو فرماتے ہیں کہ ان حضرات کے قلوب تو وہ ہیں کہ جن کے تابعدار حق تعالیٰ نے تمام عالم کو بنایا ہے تو بڑے افسوس کی بات ہے کہ ظاہری بیت اللہ کی تو اس قدر عظمت اور اس بیت اللہ کے ساتھ یہ برتاؤ افسوس صد افسوس اور فرماتے ہیں کہ

تادل الخ۔ یعنی جب تک کہ کسی مرد خدا کا دل درد میں نہ آئے اس وقت تک حق تعالیٰ کسی قوم کو رسوا نہیں فرماتے۔ لہٰذا چاہیے کہ ان حضرات کی دل آزاری سے بچیں آگے پھر امم سابقہ کی حالت کو بیان فرماتے ہیں۔

قصد الخ۔ یعنی وہ لوگ انبیاء علیہم السلام کے جنگ کا قصد کرتے تھے اور انہوں نے صرف جسم کو دیکھا اور صرف آدمی ہی سمجھا اور ان کے کمالات کو نہ دیکھا آگے فرماتے ہیں کہ

در تو الخ۔ یعنی تیرے اندران پہلودیں کے اخلاق ہیں تو تو ڈرتا کیوں نہیں کہ کہیں تو بھی ان ہی میں سے نہ ہو جائے۔

عادت الخ۔ یعنی ان ناشکروں کی عادت تیرے اندر بھی پیدا ہو گئی تو ہر دفعہ ڈول کنوئیں سے درست نہیں نکلتا اور وہ عادت وہی دل آزاری اہل اللہ کی ہے تو سمجھ لو کہ اگر ایک بار وبال نہیں تو یہ نہیں کہ ہر بار نہ آئے ممکن ہے کہ کسی دفعہ ایسا وبال آئے کہ پھر سارا کیا کرایا غارت ہو والعیاذ باللہ۔

آن الخ۔ یعنی وہ نشانیاں جب تیرے اندر ہیں اور تو ان میں ہی سے ہے تو اب تو کہاں چھوٹ سکتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ تو انبیاء علیہم السلام کو ایذاء دیتے تھے اور ان کی تکذیب کرتے تھے اور تم ان کے جانشینوں کی تکذیب اور دل آزاری کرتے ہو تو جب اس امر میں تم اور وہ دونوں شریک ہوئے تو اب بتاؤ کہ اس عذاب وغیرہ سے جو ان کو ملے گا تم بھی تو نہیں چھوٹ سکتے لہٰذا بہت جلدی استغفار کرو اور ان باتوں کو چھوڑو کہ ان کا وبال سخت ہے اور دوسروں کی باتیں اور ان پر وعیدیں سن کر خود سبق حاصل کرو اور سمجھو کہ یہ ساری نشانیاں خود ہمارے اندر ہیں تو کہیں خدا نخواستہ یہ وعیدیں بھی ہمارے ہی لئے ہوں جیسے کہ ایک شخص مر گیا تھا تو اس کا لڑکا نوحہ کرتا جا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ابا افسوس تمہیں ایک ایسے مکان میں لئے جاتے ہیں کہ جہاں نہ چراغ ہے نہ فرش ہے وغیرہ وغیرہ۔ یعنی قبر میں تو ایک دوسرا لڑکا اپنے باپ سے بولا کہ ابا یہ تو ساری نشانیاں ہمارے گھر کی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ہمارے یہاں لئے جاتے ہیں تو دیکھو دوسرے کی بات سن کر جس طرح اس بچے نے یہ سمجھا کہ یہ علامات ہمارے گھر کی ہیں تم بھی تو سمجھو

www.besturdubooks.wordpress.com

اوران علامات سے توبہ کرو اوران کو چھوڑ دو تا کہ کام بنے اس حکایت کو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

قصۂ کودکے کہ درپیش تابوت پدرمی نالید وسخن جوحی

ایک بچہ کا قصہ جو باپ کے جنازے کے آگے روتا تھا اور شیخ چلی کی بات

کودکے درپیش تابوت پدر	زارمی نالید و برمی کوفت سر
ایک بچہ باپ کے جنازے کے آگے	بہت روتا تھا اور سر پیٹتا تھا
کاے پدر آخر کجایت می برند	تاترا در زیر خاکے آورند
اے ابا! آخر تجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟	تاکہ تجھے مٹی کے نیچے گاڑ دیں
می برندت خانۂ تنگ و زحیر	نے درو قالی و نے دروے حصیر
تجھے تنگ و تکلیف دہ گھر میں لے جا رہے ہیں	نہ اس میں قالین ہے نہ اس میں بوریا ہے
نے چراغے درشب و نے روزناں	نے درو بوئے طعام و نے نشاں
نہ رات میں چراغ ہے نہ روشندان ہیں	نہ اس میں کھانے کی خوشبو ہے اور نہ پتہ
نے درش معمور و نے سقف و نہ بام	نے درو بہر ضیائے ہیچ جام
نہ اس کا دروازہ درست ہے نہ چھت نہ بالا خانہ	نہ اس میں روشنی کے لئے کوئی شیشہ کا روشندان ہے
نے درواز بہر مہماں آب چاہ	نے یکے ہمسایہ کو باشد پناہ
نہ اس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے	نہ کوئی ہمسایہ ہے جو سہارا ہو
جسم تو کہ بوسہ گاہ خلق بود	چوں شود در خانۂ کور و کبود
تیرا بدن جو لوگوں کی بوسہ گاہ تھا	سیاہ رنگ گھر میں اس کا کیا حال ہو گا؟
خانۂ بے زینہا روجائے تنگ	کہ درو نے روی می ماند نہ رنگ
وہ بے پناہ گھر اور تنگ جگہ	نہ اس میں چہرہ باقی رہتا ہے نہ رنگ
زیں نسق اوصاف خانہ می شمرد	وز دو دیدہ اشک خونی می فشرد
اس طرح سے وہ گھر کے اوصاف گنتا تھا	اور دونوں آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتا تھا
گفت جوحی با پدر اے ارجمند	واللہ ایں راخانۂ ما می برند
شیخ چلی نے باپ سے کہا، اے بزرگوار!	خدا کی قسم اس کو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت جوحی را پدر ابلہ مشو	گفت اے بابا نشانیہا شنو
شیخ چلی سے (اس کے) باپ نے کہا بیوقوف نہ بن	اس نے کہا، اے ابا! علامتیں سن لے
ایں نشانیہا کہ گفت او یک بیک	خانہ ماراست بے تزویر و شک
یہ جو اس نے تمام نشانیاں بتائی ہیں	بے شک و شبہ ہمارے گھر کی ہیں
نے حصیر و نے چراغ و نے طعام	نے درش معمور و نے سقف و نہ بام
نہ بوریا اور نہ چراغ اور نہ کھانا	نہ اس کا دروازہ درست، نہ چھت اور نہ بالا خانہ
زیں نمط دارند در خود صد نشاں	لیک کے بینند آں را طاغیاں
اسی طرح (ہلاک شدہ قومیں) اپنے اندر سو علامتیں رکھتی ہیں	لیکن سرکش انہیں کب دیکھتے ہیں
خانہ آں دل کہ ماند بے ضیاء	از شعاع آفتاب کبریا
اس دل کا خانہ جو بے نور ہے	خدا کے آفتاب کی شعاعوں سے
تنگ و تاریک ست چوں جان یہود	بے نوا از ذوق سلطان و دود
وہ یہود کے باطن کی طرح تنگ و تاریک ہے	محبت کرنے والے شہنشاہ کے ذوق سے محروم
نے دراں دل تاب نور آفتاب	نے کشاد عرصہ و نے فتح باب
اس دل میں نہ تو سورج کی روشنی کی چمک ہے	نہ صحن کی وسعت ہے اور نہ دروازہ کھلا ہے
گور خوشتر از چنیں دل مرترا	آخر از گور دل خود برتر آ
تیرے لئے ایسے دل سے قبر بہتر ہے	بالآخر اپنے دل کی قبر سے باہر نکل
یوسف وقتی و خورشید سما	زیں چہ وزنداں برآورد نما
تو یوسف دوراں ہے اور آسمان کا سورج ہے	اس کنویں اور قید خانہ سے نکل اور چہرہ دکھا
یونست در بطن ماہی پختہ شد	مخلصش را نیست از تسبیح بد
تیرا یونس مچھلی کے پیٹ میں پک رہا ہے	اس کی نجات کے لئے تسبیح کے سوا چارہ نہیں ہے
گر نبودے او مسبح بطن نون	حبس وزندانش بدے تا یبعثون
اگر وہ تسبیح خواں نہ بنتے، مچھلی کا پیٹ	تو قیامت تک ان کے لئے قید اور جیل خانہ ہوتا
او بہ تسبیح از تن ماہی بجست	چیست تسبیح آیت روز الست
انہوں نے تسبیح کے ذریعہ مچھلی کے پیٹ سے نجات پائی	تسبیح کیا ہے؟ الست کے دن کی علامت

www.besturdubooks.wordpress.com

گر فراموشت شد آں تسبیح جاں
بشنو ایں تسبیحہائے ماہیاں
تو اگر وہ روحانی تسبیح بھول گیا ہے
تو مچھلیوں کی یہ تسبیح سن لے

ہر کہ دید اللہ را اللّٰہی ست
ہر کہ دید آں بحر را او ماہی ست
جس نے اللہ (تعالیٰ) کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے
جس نے اس سمندر کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہے

ایں جہاں دریاست تن ماہی و روح
یونس محجوب از نور صبوح
یہ دنیا سمندر ہے، جسم مچھلی اور روح
وہ یونس ہے جو صبح کے نور سے محروم ہے

گر مسبح شد تو از ماہی رہید
ورنہ در وے ہضم گشت و ناپدید
اگر تو تسبیح خواں بن گیا، مچھلی سے نجات پا گیا
ورنہ اس میں ہضم اور ناپید ہو گیا

ماہیان جاں در تن دریا پرند
تو نمی بینی کہ کوری اے نژند
اس دریا میں روحانی مچھلیاں بھری ہیں
اے بدحال! تو نہیں دیکھتا ہے کیونکہ تو اندھا ہے

بر تو خود را می زنند آں ماہیاں
چشم بکشا تا بہ بینی شاں عیاں
وہ مچھلیاں تجھ سے ٹکرا رہی ہیں
آنکھ کھول تاکہ تو ان کو نمایاں دیکھ لے

ماہیاں را گر نمی بینی پدید
گوش تو تسبیح شاں آخر شنید
اگر تو مچھلیوں کو واضح طور پر نہیں دیکھتا ہے
آخر تیرے کان نے ان کی تسبیح تو سنی ہے

ماہیان جملہ روح بے جسد
نے درایشاں کبر و نے کین و حسد
وہ مچھلیاں بغیر جسم کے مجسم روح ہیں
نہ ان میں تکبر ہے، نہ کینہ، نہ حسد۔

صبر کردن جان تسبیحات تست
صبر کن کانست تسبیح درست
تیری تسبیحوں کی روح صبر کرنا ہے
صبر کر اور صحیح تسبیح ہے

ہیچ تسبیحے ندارد آں درج
صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
کوئی تسبیح وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے
صبر کر، صبر کشادگی کی کنجی ہے

صبر چوں جسر صراط آں سو بہشت
ہست با ہر خوب یک لالائے زشت
صبر پل صراط کی طرح ہے اس جانب بہشت ہے
ہر خوبصورت کے ساتھ ایک بدصورت غلام ہے

تا ز لالا می گریزی وصل نیست
زاں کہ لالا را ز شاہد فصل نیست
جب تک تو غلام سے بھاگتا ہے وصل نہیں ہے
اس لئے کہ غلام کی محبوب سے جدائی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو چہ دانی ذوق صبرائے شیشہ دل	خاصہ صبراز بہر آں نقش چگل
اے نازک دل! تو صبر کا ذائقہ کیا جانتا ہے؟	خصوصاً اس صبر کا جو چگل کے معشوق کے لئے ہے
مرد را ذوق از غزا و کروفر	مر مخنث رابود ذوق از ذکر
مرد کو جہاد اور شان و شوکت کا ذوق ہے	نامرد کو آلۂ تناسل کا ذوق ہے
جز ذکر نے دیں او و ذکر او	سوئے اسفل برد او را فکر او
اس کا دین اور تسبیح آلۂ تناسل کے سوا کچھ نہیں ہے	اس کا خیال اس کو پستی کی طرف لے گیا
گر برآید تا فلک از وے مپرس	کو بعشق سفل آموزید درس
اگر وہ آسمان تک چڑھ جائے اس کی پرسش نہ کر	اس لئے کہ اس نے تو پستی کے عشق کا سبق سیکھا ہے
او بسوئے سفل می راند فرس	گرچہ سوئے علو جنباند جرس
وہ پستی کی طرف گھوڑا دوڑا رہا ہے	اگرچہ بلندی کی جانب گھنٹہ بجا رہا ہے
از علمہائے گدایاں ترس چیست	کاں علمہا لقمۂ ناں راہی ست
بھیک منگوں کے جھنڈوں سے ڈرنا کیا؟	کیونکہ وہ جھنڈے روٹی کے ایک لقمہ کے غلام ہیں
ایں سخن ہا رانکو دریاب تو	ورنمی دانی شنو از باب تو
ان باتوں کو خوب سمجھ لے	اگر تو نہیں جانتا ہے تو اس سلسلہ کی (بات) سن لے

شرح حبیبی

ایک بچہ اپنے باپ کے تابوت کے سامنے روتا ہوا جا رہا تھا وہ زار زار روتا جاتا تھا اور سر پیٹتا جاتا تھا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ اے باپ یہ لوگ تجھے کہاں لے جا رہے ہیں یہ تجھے مٹی کے نیچے دبا دیں گے۔ یہ تجھے ایک تنگ اور تکلیف دہ مکان میں لے جا رہے ہیں جس میں نہ قالین ہے نہ بوریا نہ رات کو چراغ ہے نہ دن کو روٹی۔ اس میں کھانے کا تو نام و نشان بھی نہیں نہ اس میں دروازہ بنا ہوا ہے نہ چھت ہے نہ کوٹھا ہے۔ نہ اس میں روشندان ہے نہ اس میں مہمان کے لئے کنویں کا پانی ہے نہ کوئی پڑوسی ہے جو بُرے وقت کا ساتھی ہو ارے تیرا جسم جو مخلوق خدا کا بوسہ گاہ تھا اس تیرہ و تار گھر میں کیسے رہے گا یہ تو ایسا بے پناہ اور تنگ گھر ہے کہ اس میں نہ منہ باقی رہتا ہے اور نہ رنگ۔ غرض اسی طرح وہ اس گھر کے اوصاف بیان کر رہا تھا اور آنکھوں سے اشک خون بہا رہا تھا۔ یہ سن کر جوحی نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا اس کو تو ہمارے گھر لئے جاتے ہیں اس کے باپ نے اس سے کہا کہ بیوقوف نہ بنو

www.besturdubooks.wordpress.com

تمہارے گھر کیوں لے جاتے اس نے کہا آپ نشانیاں سن لیجئے اور دیکھیے کہ بالکل ہمارے ہی گھر کی ہیں یا نہیں جو کچھ اس نے نشانیاں بیان کی ہیں ایک ایک ہمارے گھر میں موجود ہیں اور اس میں کوئی دھوکا یا شبہ نہیں نہ ہمارے گھر میں بوریا ہے نہ چراغ ہے نہ کھانا ہے نہ اس کا دروازہ بنا ہوا ہے نہ اس میں چھت ہے نہ کوٹھا ہے۔ غرض جس طرح قبر کے نشانات جوجی کے گھر میں موجود تھے یوں ہی امم سابقہ کی نشانیاں سینکڑوں ان میں موجود ہیں لیکن یہ گمراہ ان کو دیکھتے نہیں جو دل کہ شعاع آفتاب کبریا سے منور اور حق سبحانہ کی معرفت رکھنے والا نہ ہو وہ بلاشبہ ارواح یہود کی طرح تاریک اور ذوق معرفت حق سبحانہ سے بے بہرہ ہے نہ اس میں نور معرفت حق سبحانہ کی چمک ہے نہ اس میں انشراح ہے اور نہ معارف الٰہیہ وفیوض ربانیہ کے لئے اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے ارے بدنصیب ایسے دل سے تو تیرے لئے قبر بہتر ہے ارے اس قبر قلب سے نکل یعنی اس دل کو چھوڑ جو قبر کی مثل تنگ اور بے نور اور بے در ہے اور اس کو منور وسیع اور مفتوح الباب بنا آخر تو حیات رکھتا ہے جماد نہیں۔ نیز تو زندہ کی اولاد ہے پھر اس قبر کی مثل تنگ دل سے تیرا جی کیوں نہیں گھبراتا تو اصالۃً یوسف کی طرح حسین اور خورشید چہرہ ہے ارے اس جیل خانہ میں کیوں پڑا ہوا ہے اور دل تنگ میں کیوں محبوس ہے۔ ذرا باہر نکل اور اپنی نور فطری کو ظاہر کر کے ناظرین وعارفین کے دل کو خوش کر دیکھ تیرے یونس کو مچھلی نے کھالیا ہے اور وہ اسکے اندر گھٹ گئے ہیں۔ لہٰذا ان کے چھڑانے کے لئے تسبیح کی ضرورت ہے۔ اگر یونس علیہ السلام شکم ماہی میں تسبیح نہ کراتے اور لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین نہ پڑھتے تو قیامت تک اس کے پیٹ میں رہتے اور نکل نہ سکتے۔ پس سمجھ لے کہ صرف تسبیح ہی اس سے چھڑانے والی ہے اور تسبیح ہی کی بدولت وہ اس جیل خانہ سے رہا ہوئے۔ پس تو تسبیح کر وہ تسبیح کیا ہے آیت روز الست یعنی معرفت حق سبحانہ اور اس کی الوہیت اور اپنی عبودیت کا صدق دل سے اقرار اور اس پر قائم رہنا۔ اگر وہ تسبیح تجھے یاد نہیں تو اور مچھلیوں سے سیکھ لے۔ اب ہم تجھ کو بتلاتے ہیں کہ وہ مچھلیاں کون ہیں سمجھ لے کہ جن لوگوں نے اللہ کو دیکھا اور اس کی معرفت حاصل کی وہ اللہ والا ہے اور جس نے اس دریا کی سیر کی وہ مچھلی ہے۔ خلاصہ یہ کہ وہ مچھلیاں اہل اللہ ہیں اب ہم یہ بھی بتلاتے ہیں کہ یونس سے کیا مراد ہے اور ان کو کھانے والی مچھلی کون ہے اور دریا کیا ہے سوسن۔ دریا سے مراد عالم ہے اور یونس سے روح اور مچھلی سے تن پس تیری روح کو تیری تن پروری نے حق سبحانہ سے محجوب کر دیا ہے۔ اب اگر یہ تسبیح کرے تو اس مچھلی سے چھوٹ کر عارف ہو سکتی ہے ورنہ اسی کے پیچ میں ہلاک ہو جائے گی اور خسران ابدی میں مبتلا ہو جائے گی اوپر ہم نے عارفین سے تسبیح سیکھنے کی ترغیب دی تھی اب ہم بتلاتے ہیں کہ یہ عارفین کہاں ہیں سو جان لے کہ یہ لوگ دنیا ہی میں ہیں مگر تو ان کو اپنی کور باطنی کے باعث دیکھ نہیں سکتا۔ یہ لوگ تجھ سے دور بھی نہیں بلکہ قریب ہی ہیں چشم بصیرت حاصل کرتا کہ تو ان کو دیکھ سکے ان کی شناخت یہ ہے کہ وہ سراسر روح ہیں اور ان میں تن پروری کا نام نہیں نہ ان میں تکبر ہے۔ نہ کینہ نہ حسد اور نہ کوئی خصلت ذمیمہ اچھا اگر وہ تجھے دکھلائی بھی نہیں دیتے تو ان کے پند ونصائح تو تیرے کانوں

www.besturdubooks.wordpress.com

میں پڑتے ہیں انہی پر عمل کر اور یوں ہی تسبیح خواں ہو۔ اچھا اس تسبیح کا ایک اصول ہم تجھے بتلاتے ہیں جب اس اصول پر کاربند ہو گا تو پوری تسبیح تجھے آ جائے گی وہ گُر یہ ہے کہ مخالفت نفس کر اور اس میں جو کچھ تکلیف ہو اس پر صبر کر۔ اصل تسبیح یہی ہے اس کے برابر کوئی تسبیح نہیں۔ جب تو صبر کرے گا تو یہ صبر جملہ کشادگیوں کا تیرے لئے آلہ بن جائے گا لان الصبر مفتاح الفرج صبر کو ایسا سمجھو جیسے پل صراط جس کے پار بہشت ہے جب تو اس مرحلہ کو طے کرلے گا تو پھر تیرے لئے راحت ہی راحت ہے۔ الم کا نام نہیں۔ راحت مطلوبہ کو حاصل کرنے کے لئے صبر کی تلخی سے پریشان مت ہو دیکھ تو کسی ہر محبوب کے لئے عموماً ایک زشت رو و زشت خو غلام ہوتا ہے۔ اب اگر تو اس بدرو بدخو غلام سے بھاگے گا تو وصل ناممکن ہے۔ کیونکہ وہ غلام تو معشوق سے جدا نہیں۔ پس اس سے بھاگنا عین معشوق سے بھاگنا ہے۔ اے ضعیف القلب تجھے صبر کی لذت معلوم نہیں بالخصوص وہ صبر جو حق سبحانہ سے محبوب کے لئے ہو اور اس کو تو جان بھی نہیں سکتا کیونکہ ہر کارے ہر مردے۔ مرد کو جنگ اور کر و فر سے دلچسپی ہوتی ہے اور ہیجڑے کو خایہ سے وہ ہر وقت اسی کا ذکر کرتا ہے اور وہی اس کا دین و ایمان ہے اور اس کی فکر اسکو اس پستی و ذلت کی طرف مائل رکھتی ہے ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست۔ اگر ایسا شخص آسمان پر بھی پہنچ جائے اور کیسا ہی عالی رتبہ ہو جائے مگر تم کو اس سے ڈرنا نہ چاہیے کیونکہ اس نے تو نیچے ہی رہنے کے شوق کا سبق پڑھا ہے وہ گو کتنی ہی اولوالعزمی کی ڈینگیں مارے لیکن اس کا اسپ ہمت نیچے ہی کی طرف جائے گا اس کی ڈینگوں سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ وہ سب ظاہری ہیں جیسے فقیروں کے جھنڈے کہ وہ دیکھنے میں تو شاہی جھنڈوں کے مشابہ ہیں مگر واقع میں بالکل بے حقیقت ہیں ان سے فتوحات مقصود نہیں بلکہ وہ تو روٹی کمانے کا آلہ ہیں۔ ہماری ان باتوں کو اچھی طرح سمجھ لے اور اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو اس کے متعلق ایک قصہ سن۔

ایک لڑکے کا قصہ کہ وہ اپنے باپ کے تابوت کے آگے روتا جاتا تھا اور ایک جوجی کا قول

شرح شبیری

کود کے الخ۔ یعنی ایک لڑکا اپنے باپ کے تابوت کے آگے زار و نزار رو رہا تھا اور سر کوٹ رہا تھا۔

کاے الخ۔ یعنی کہتا اے ابا آخر یہ لوگ تمہیں کہاں لئے جاتے ہیں کیا اس لئے کہ تم کو خاک کے نیچے سونپ دیں۔

می برندت الخ۔ یعنی یہ لوگ تمہیں ایک تنگ و تاریک گھر میں لئے جاتے ہیں کہ نہ اس میں قالین ہے اور نہ بوریے ہی کا فرش ہے۔

نے چراغ الخ۔ یعنی نہ دات کو چراغ ہے اور نہ دن کو روٹی ہے اور نہ اس میں کہیں کھانے کی بو ہے اور نہ نشان ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نے درش الخ۔ یعنی نہ اس کا دروازہ درست اور نہ چھت اور نہ کوٹھا اور نہ اس میں روشنی کے لئے کوئی روشندان ہے۔
نے دران الخ۔ یعنی نہ اس میں مہمان کے لئے کنوئیں کا پانی ہے اور نہ کوئی ہمسایہ ہے جو کہ پناہ ہو سکے۔
جسم تو الخ۔ یعنی تیرا جسم جو کہ خلق کا بوس گاہ تھا اس تنگ و تاریک گھر میں کیسے ہو گا۔
خانہ الخ۔ یعنی ایک بے پناہ گھر ہے اور جائے تنگ ہے کہ اس میں نہ رونق رو ہے اور نہ رنگ۔
زین نسق الخ۔ یعنی اس طرح پر اس گھر کے اوصاف گن رہا تھا اور دونوں آنکھوں سے اشک خونیں جھاڑ رہا تھا۔
گفت الخ۔ یعنی جوحی صاحب اپنے والد سے بولے کہ اے قبلہ خدا کی قسم اس کو تو ہمارے گھر لے جا رہے ہیں جوحی ایک فرضی نام ہے جیسے کہ شیخ چلی۔
گفت الخ۔ یعنی جوحی سے اس کے باپ نے کہا کہ ارے بیوقوف مت بن تو بولا کہ ابا جان ذرا نشانیاں تو سنیے۔
زین الخ۔ یعنی یہ نشانیاں جو اس نے ایک ایک کر کے بیان کی ہیں یہ تو ساری بے شبہ و شک ہمارے ہی گھر کی ہیں۔
نے حصیر الخ۔ یعنی بوریا ہے اور نہ چراغ ہے اور نہ کھانا ہے اور نہ دروازہ اس کا درست ہے اور نہ چھت ہے اور نہ کوٹھا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ
زین نمط الخ۔ یعنی اسی طرح لوگ اپنے اوپر سینکڑوں نشانیاں رکھتے ہیں لیکن سرکش لوگ ان کو کب دیکھتے ہیں۔
خانہ الخ۔ یعنی وہ خانہ دل جو کہ آفتاب کبریا کی شعاع سے بے روشنی رہ جاتا ہے۔
تنگ الخ۔ یعنی وہ تنگ و تاریک جان یہود کی طرح ہے اور وہ سلطان ودود (حق تعالیٰ) کے ذوق و لطف سے بے نور ہے۔
نے دران الخ۔ یعنی نہ اس دل میں نور آفتاب (حق) کی روشنی ہے اور نہ میدان جیسی وسعت ہے اور نہ فتح باب ہے بلکہ ہر وقت تنگی ہی میں گزرتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ جب یہ حالت ہے تو اسی پر مولانا فرماتے ہیں کہ
گور خوشتر الخ۔ یعنی تجھے ایسے دل سے تو گور بہتر ہے تو آخر کار اپنے اس گور دل سے آگے بڑھ۔ مطلب یہ کہ تو نے جو اپنے قلب کو مردہ بنا رکھا ہے اس حالت سے درگزر اور اس حیات ابدی کا مزہ چکھ اور فرماتے ہیں کہ
زندہ الخ۔ یعنی اے شوخ و شنگ تو تو خود بھی زندہ ہے اور زندہ زادہ ہے پھر اس گور تنگ (دل تنگ) سے تیرا دم نہیں گھٹتا۔
یوسف الخ۔ یعنی تو تو (باعتبار) استعداد فطری کے) یوسف وقت ہے اور خورشید سما ہے لہٰذا اس چاہ و زندان سے نکل اور ظاہر ہو۔
یونست الخ۔ یعنی تیرا یونس بطن ماہی میں پختہ ہو گیا ہے اور تو اس کے تخلص کے لئے سوائے تسبیح کے چارہ نہیں ہے۔ یونس سے مراد استعداد بطن ماہی سے مراد یہ دنیا اور اس کے علائق۔ مطلب یہ کہ اس دنیا میں رہ کر تیری استعداد اصلی جاتی رہی ہے تو اب اس کی خلاصی تو طاعات سے ہی ہو سکتی ہے۔ جیسے کہ یونس علیہ السلام جب بطن ماہی میں قید ہوئے ہیں تو ان کی خلاصی بھی تسبیح و تہلیل ہی سے ہوئی تھی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودی الخ۔ یعنی اگر یونس علیہ السلام مسبح نہ ہوتے تو مچھلی کا پیٹ ان کے لئے قیامت تک جیل خانہ بن جاتا۔ اسی طرح اگر تم بھی طاعت کرو گے تو نفس اور شیطان کی قید سے چھوٹ جاؤ گے۔

آن الخ۔ یعنی یونس علیہ السلام تن ماہی سے تسبیح کی وجہ سے نکل آئے اور وہ تسبیح کیا ہے وہ روز الست کی نشانی ہے یعنی استعداد فطری ہے کہ اسی کو درست رکھنے سے سب کام بنتے ہیں۔

گر فراموشت الخ۔ یعنی اگر تجھے وہ تسبیح اصل فراموش ہو گئی ہے تو ان مچھلیوں کی تسبیح کو سنو۔ مطلب یہ کہ اگر تمہاری استعداد خراب ہی ہو گئی ہے اور تم کو یاد حق کسی وقت آتی ہی نہیں تو یہی دیکھو کہ مچھلیاں جو کہ حیوانات ہیں وہ کس طرح تسبیح کرتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ ان من شئے الا یسبح بحمدہ تو بڑے شرم کی بات ہے کہ وہ مسبح ہوں اور انسان نہ ہو۔ آگے فرماتے ہیں

ہر کہ دید الخ۔ یعنی جس نے کہ اللہ کو دیکھ لیا وہ اللہ والا ہے اور جس نے کہ اس دریا کو دیکھ لیا وہ مچھلی ہی ہو گیا۔

این الخ۔ یعنی یہ جہان دریا ہے اور تن ماہی کی طرح ہے اور روح یونس ہیں جو کہ نور صبوح سے محجوب ہیں۔

گر مسبح الخ۔ یعنی اگر مسبح رہا تب تو مچھلی سے چھوٹ گیا ورنہ اس میں ہضم اور ناپدید ہو گیا تو اسی طرح اگر تم اس جہان میں رہ کر طاعت نہ کرو گے تو یاد رہے کہ اس ماہی کی صورت میں جو کہ دنیا ہے اور نفس و شیطان ہے ہمیشہ پھنسے رہو گے اور اگر طاعت کرو گے تو ماہیان حقیقی یعنی اہل اللہ تمہاری مدد کریں گے اور تم کو اس صوری ماہی سے نکال لیں گے۔

ماہیان الخ۔ یعنی ماہیان حقیقی اس دریا میں بہت ہیں مگر تجھے دکھائی نہیں دیتیں۔ اس لئے کہ تو اندھا ہے ارے کمبخت

بر تو خود الخ۔ یعنی وہ مچھلیاں تم پر گر رہی ہیں تم آنکھوں کو کھولو تو صاف طور پر دیکھ لو۔ مطلب یہ کہ حضرات اہل اللہ تمہارے پاس موجود ہیں اور تم ہی میں سے ہیں مگر ذرا چشم قلب کو کھولو اندھے کیوں بنے ہوئے ہو اگر آنکھیں کھولو گے تو تم کو وہ حضرات بالکل ظاہر طور پر نظر آئیں گے۔

ماہیان الخ۔ یعنی ایسی مچھلیاں جو کہ بالکل روح ہی روح ہیں اور بے جسد کے ہیں نہ ان میں تکبر ہے اور نہ کینہ ہے اور نہ حسد ہے۔

ماہیان را الخ۔ یعنی اگر تم مچھلیوں کو ظاہر طور پر نہیں دیکھتے تو تمہارے کان نے آخر ان کی تسبیح تو سنی ہے مطلب یہ کہ اگر دیکھ نہیں سکتے مگر ان حضرات کے اقوال تو سن سکتے ہیں ان کو سن کر ان پر ہی عمل کرو کہ اسی سے چشم مبصر بھی حاصل ہو جائے گی۔

صبر کردن الخ۔ یعنی صبر کرنا (مجاہدات وغیرہ پر) یہ تمام تسبیحوں کی جان ہے لہٰذا تو صبر کر کہ یہی تسبیح درست ہے۔ مطلب یہ کہ مجاہدہ کرو کہ سب اور باتوں سے جبکہ ان کے ساتھ یہ نہ ہو معہ ان کے یہ بہت نافع ہے۔

ہیچ تسبیحے الخ۔ یعنی کوئی تسبیح یہ درجہ نہیں رکھتی (جیسا کہ صبر کا درجہ ہے) تو صبر کر کہ صبر ہی کشادگی کی کنجی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صبر الخ۔ یعنی صبر راستہ کے پل کی طرح ہے کہ ہو سکے اس طرف بہشت ہے اور ہر اچھے کے ساتھ ایک لالائے زشت لگا ہوا ہے مطلب یہ کہ ان مجاہدات و ریاضات کو ایسا سمجھو جیسے کہ پل صراط کا پل کہ نیچے۔ دوزخ ہے اور اس پر گزرنا بھی مشکل ہے مگر ساتھ ہی اس طرف بہشت بھی ہے اسی طرح مجاہدات گو کہ نفس پر شاق ہیں مگر ان کے بعد عیش دائمی میسر ہے اور بھائی ہر اچھے کے ساتھ ایک برا تو لگا ہی ہوتا ہے جیسے کہ۔ گل کے ساتھ کانٹا۔ لالا کہتے ہیں محافظ اور خادم کو تو دیکھو ہر معشوق خوب کے ساتھ ایک محافظ اور خادم سخت اور کالا سیاہ بھی لگا ہوا ہے تو اسی طرح اس نعمت ابدی کے ساتھ یہ مجاہدہ و ریاضت لگی ہوئی ہے۔

ناز لالاے الخ۔ یعنی جب تک لالا جی سے بھاگو گے وصل نہیں ہو سکتا اس لئے کہ لالا تو معشوق سے الگ ہوتا ہے نہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر معشوق سے وصل چاہو تو اس کی یہ صورت ہے کہ اول اس لالہ صاحب سے دوستی کرو اور اس کو اپنا بنا لو پھر وہ تم کو معشوق تک پہنچا دے گا۔ ورنہ یاد رہے کہ اسی طرح ترسو گے اور وصل حاصل نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر مجاہدہ و ریاضت سے جی چراؤ گے تو ہمیشہ حق تعالیٰ سے الگ رہو گے اور اگر اس کی سختی اور گرانی کو جھیل گئے تو عیش ابدی میسر ہے۔

تو چہ الخ۔ یعنی اے نازک دل تجھے صبر کی کیا خبر خاص اس صبر کی جو اس نقش کامل کے لئے کرنا پڑے۔ مطلب یہ کہ تمہیں ان مجاہدات و ریاضات کی کیا قدر ہے جو راہ حق اور طلب حق میں ہوتے ہیں اس لئے کہ ابھی تو تم نازک دل ہو اس طرح راہ حق طے ہوئی ہے ناز پروردہ تنعم نہ برد راہ بدوست۔ عاشقی شیوہ رندان بلاکش باشد۔ اور اے تراخارے بہ پا نشکستہ کے دانی کہ چیست + حال شیران راکہ شمشیر بلا سر خورند + آگے مثال ہے کہ

مرد را الخ۔ یعنی مرد کو عزت اور شوکت اور دبدبہ میں لطف آتا ہے اور مخنث کو ذکر سے لطف آتا ہے۔ مخنث سے مراد مفعول ہے۔

جز الخ۔ یعنی سوائے ذکر کے نہ اس کا دین ہے اور نہ کسی کا ذکر ہے اس کا فکر اس کو اسفل کی طرف لے گیا ہے۔

گر برآید الخ۔ یعنی اگر وہ فلک تک پہنچ جائے تب بھی اس سے ڈر مت اس لئے کہ اس نے تو نیچے پڑنے کا ہی سبق سیکھا ہے:

او بسوئے الخ۔ یعنی وہ سفل کی طرف کو گھوڑا اچلا رہا ہے اگر چہ اوپر کی طرف گھنٹہ ہلا رہا ہے (گھنٹہ ہلنے سے مراد مخفی نہیں ہے) مطلب یہ کہ دیکھو جو مرد ہوتا ہے اس کو تو اس میں لطف آتا ہے کہ اس کی عزت ہو دبدبہ ہو شوکت ہو مراتب اعلیٰ حاصل ہوں اسی طرح جو اہل اللہ ہیں ان کو بھی یہی تمنا ہوتی ہے ان کو مراتب عالیہ حاصل ہوں۔ حق تعالیٰ کے یہاں ان کی عزت ہو اور جو شخص مخنث ہوتا ہے اور اس کو عادت مفعولیت کی ہوتی ہے نیچے پڑنے اور ذکر سے ہی مزا آتا ہے تو اسی طرح جو لوگ کہ طاعت حق نہیں کرتے وہ بھی اسفل ہی میں پڑے رہتے ہیں مولانا نے تو دونوں کی مثال دیدی۔ اب جس کا دل چاہے وہ مخنث بنے اور جس کا دل چاہے مرد بنے۔ غرضکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مقصود یہ ہے کہ اس ظاہری تن و توش اور ظاہری عزت و دبدبہ کا اعتبار مت کرو کہ بالکل بیکار ہے جبکہ اندر کچھ نہ ہو آگے اسی کی دوسری مثال ہے

از علمہائے الخ۔ یعنی فقیروں کے جھنڈے سے خوف ہی کیا اس لئے کہ وہ علم تو ایک روٹی کے لقمہ کے تابع ہیں۔ مطلب یہ کہ ظاہر میں دیکھو فقیروں کا جھنڈا ایسا ہی ہوتا ہے جیسے کہ لڑائی کا جھنڈا مگر دیکھو لو کہ ایک روٹی دے دو سب تابع ہیں اس لئے کہ صرف صورت تو اس علم کی سی ہے مگر حقیقت اس جیسی نہیں ہے۔

این الخ۔ یعنی ان باتوں کو اچھی طرح حاصل کر لو اگر تم جانتے نہیں ہو تو باپ سے سن لو۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص بظاہر تو بہت موٹا تازہ تھا مگر تھا مخنث تو اس سے ایک بچہ ڈر گیا تو اس سے مخنث نے کہا کہ تو ڈر مت اس لئے کہ میرا یہ جسم صرف دیکھنے ہی کا ہے اور اصل میں میں ایسا ہوں کہ ابھی میں نیچے پڑوں گا اور تو اوپر ہوگا نعوذ باللہ تو مولانا کا مقصود اس سے یہ ہے کہ ظاہری جثہ اور دبدبہ اور حشمت و شوکت قابل لحاظ نہیں ہے بلکہ اگر حقیقت میں کچھ ہے وہی معتبر ہے اور حقیقت اولیاء اللہ کرام ہی کو حاصل ہوتی ہے لہٰذا اصل مرد وہی ہیں اور یہ عوام سب مثل مخنث کے ہیں والعیاذ باللہ۔

ترسیدن کودکے از آں شخص صاحب جثہ و گفتن آں شخص کہ اے کودک مترس کہ من نامردم و مردتوئی

ایک بچہ کا ایک بھاری بھرکم انسان سے ڈرنا اور اس شخص کا کہنا کہ اے بچے تو نہ ڈر میں نامرد ہوں تو مرد ہے

کنگ زفتے کودکے را یافت فرد	زرد شد کودک زبیم قصد مرد
ایک موٹے بھاری شخص نے ایک بچہ کو تنہا پایا	بچہ اس مرد کے ارادہ کے ڈر سے زرد ہو گیا
گفت ایمن باش اے زیبائے من	کہ تو خواہی بود بر بالائے من
اس (موٹے) نے کہا مطمئن رہ اے میرے حسین!	کہ تو میرے اوپر ہو گا
من اگر ہولم مخنث داں مرا	ہمچو اشتر بر نشیں می راں مرا
میں اگرچہ ہولناک ہوں مجھے ہیجڑا سمجھ	اوپر بیٹھ اونٹ کی طرح مجھے ہانک
صورت مرداں و معنی ایں چنیں	از بروں آدم دروں دیو لعیں
مردوں کی صورت، اور باطن ایسا	باہر سے آدمی اندر سے لعین شیطان
آں دہل را مانی اے زفت چو عاد	کہ بر وآں شاخ را می کوفت باد
اے عاد کی طرح موٹے تو اس ڈھول کی طرح ہے	کہ جس پر ہوا شاخ کو مار رہی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

روبہے اشکار خود را باد داد	بہر طبلے ہمچو خیکے پر زباد
لومڑی نے اپنا شکار برباد کر دیا	اس ڈھول کی وجہ سے جو مشک کی طرح ہوا سے پر تھا
چوں ندید اندر دہل او فربہی	گفت حوکے بہ ازیں خیکے تہی
جب اس نے ڈھول کے اندر مٹاپا نہ دیکھا	بولی اس خالی مشک سے تو سور بہتر ہے
روبہاں ترسند ز آواز دہل	عاقلش چنداں زند کہ لاتقل
ڈھول کی آواز سے لومڑیاں ڈرتی ہیں	عقلمند اس کو اتنا پیٹتا ہے کہ کچھ نہ بول

شرح حبیبی

ایک سنڈ مسنڈ آدمی جا رہا تھا اس کو راستہ میں ایک لڑکا اکیلا مل گیا وہ اس لڑکے کی طرف بدنیتی سے بڑھا جب لڑکے نے دیکھا کہ اس کی نیت بد ہے تو اس کا منہ فق ہو گیا اور سمجھا کہ خدا خیر کرے آج بڑے زبردست سے پالا پڑا ہے جب اس شخص نے اس لڑکے کی بدحواسی دیکھی تو کہا کہ پری زاد تو ڈر مت میں تیرے اوپر نہ ہوں گا بلکہ تو ہی میرے اوپر ہوگا۔ میں گو دیکھنے میں سنڈ مسنڈ ہوں مگر میں ہیجڑا ہوں تو مجھ پر سوار ہو اور مجھے اونٹ کی طرح ہانک۔ اس واقعہ سے جس طرح ہمارے بیان بالا کی تصدیق ہوتی ہے یوں ہی اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ مصنوعی اہل اللہ کی بھی بالکل یہ ہی حالت ہے کہ دیکھنے میں تو حضرت آدم کی طرح مقدس معلوم ہوتے ہیں اور باطن میں شیطان کی طرح خبیث۔ اے مدعی اور ہوا کی طرح پھولے ہوئے تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے ڈھول جس کو ایک شخص بجا رہا تھا کہ ایک لومڑی نے ہوا سے پھولی ہوئی مشک کے مانند ڈھول کو دیکھ کر اپنے شکار کو کھو دیا تھا جب اس نے دیکھا کہ ڈھول تو بالکل خالی ہے اور اس کے اندر فربہی نہیں جو اس نے سمجھی تھی تو اس نے کہا کہ اس خالی مشک سے تو سور ہی اچھا ہے پس جس طرح ڈھول نے اپنی ظاہری صورت سے ایک لومڑی کو دھوکا دیا تھا یوں ہی یہ مصنوعی اہل اللہ اہل دنیا کو دھوکا دے سکتے ہیں اور وہ بھی ان سے مرعوب ہو سکتے ہیں۔ رہے حقیقت شناس سو وہ تو ان کو اس ڈھول بجانے والے کی طرح اتنا پیٹتے ہیں کہ بیان سے باہر ہے۔ اچھا اب ایک اور حکایت سنو تا کہ مضمون بالا اچھی طرح تمہارے ذہن نشین ہو جائے۔

ایک لڑکے کا ایک موٹے تازہ آدمی سے ڈرنا اور اس ڈبل آدمی کا اسکی تسکین کرنا

شرح شبیری

کنگ زفتے الخ۔ یعنی ایک بڑے ڈبل کنگ نے ایک لڑکے کو تنہا پایا تو وہ بے چارا لڑکا اس کے ارادہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

وجہ سے زرد ہو گیا سمجھا کہ بس اب کمبختی آئی۔

گفت الخ۔ یعنی وہ کنگر بولا کہ ارے میرے پیارے تو بے خوف رہ اس لئے کہ تو تو میرے اوپر ہو گا۔ نعوذ باللہ۔

من اگر الخ۔ یعنی اگر میں ہولناک ہوں تو اس چیز کو مخنث جان اور اونٹ والے کی طرح مجھ پر بیٹھ اور مجھے چلا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

صورت الخ۔ یعنی صورت تو مردوں کی اور حقیقت ایسی اور باہر سے تو آدمی اور کمبخت باطن میں ملعون شیطان تھا آگے اس مخنث کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

آن دُہل الخ۔ یعنی ارے قوم عاد کی طرح موٹے تازے تو اس ڈھول کے مشابہ ہے کہ اس پر ایک شاخ کو ہوا مار رہی تھی۔

روبہ الخ۔ یعنی ایک لومڑی نے اپنے شکار کو ضائع کر دیا واسطے ایک طبل کے مشک کی طرح جو کہ ہوا سے پُر تھا۔ یعنی لومڑی نے سمجھا کہ اس میں آواز بہت ہے یہ بہت بڑا شکار ہے اس لئے جس کو وہ شکار کر رہی تھی اس کو چھوڑ چھاڑ اس ڈھول کی طرف روانہ ہوئی۔

چون الخ۔ یعنی اس نے اس ڈھول میں فربہی نہ دیکھی تو بولی کہ اس خالی مشک سے تو سور بہتر ہے۔ یعنی جب دیکھا کہ صرف آواز ہی آواز ہے اور اندر سے خالی ہے تو بہت پچھتائی اسی طرح عوام بھی بظاہر تو بہت ہی معزز اور مکرم معلوم ہوتے ہیں مگر اندر سے بالکل خالی اور کورے ہوتے ہیں۔

روبہان الخ۔ یعنی لومڑیاں تو ڈھول کی آواز سے ڈرتی ہیں اور عاقل آدمی اس کو مارتا ہے کہ چپ رہ۔

مطلب یہ کہ ان ظاہری کروفر والوں سے عوام کی تو پھونک نکلی جاتی ہے مگر جو عاقل ہیں ان کو پروا بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ ان کی عزت و آبرو کو ذلت سمجھتے ہیں اس لئے کہ صرف ظاہر ہی میں ہے حقیقت اور باطن میں کچھ نہیں آگے ایک اور حکایت اسی مضمون کی ہے۔

قصہ تیر اندازے و ترسیدن او از سوار یکہ در بیشہ می رفت

ایک تیر انداز کا قصہ اور اس کا اس سوار سے ڈرنا جو جنگل میں جا رہا تھا

یک سوارے با سلاح و بس مہیب	مے شد اندر بیشہ بر اسپے نجیب
ایک ہتھیار بند سوار اور بہت ہیبت ناک	ایک عمدہ گھوڑے پر جنگل میں جا رہا تھا
تیر اندازے بحکم او را بدید	پس زخوف او کماں را بر کشید
ایک قدر انداز نے اس کو دیکھا	اس کے ڈر سے اس نے کمان تانی
تا زند تیرے سوارش بانگ زد	من ضعیفم گرچہ زفتستم جسد
تاکہ اس پر تیر چلا دے سوار نے اس کو پکارا	میں کمزور ہوں اگرچہ میرا بدن موٹا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہاں وہاں منگر تو در زفتی من	کم کمم در وقت جنگ از پیرزن
خبردار خبردار! تو مرے مٹاپے کو نہ دیکھ	کیونکہ میں لڑائی میں بوڑھی عورت سے بھی بہت کم ہوں
گفت رو کہ نیک گفتی ورنہ نیش	بر تو می انداختم از ترس خویش
اس نے کہا چلا جا تونے اچھا ہوا بتا دیا ورنہ تیر	میں اپنے ڈر سے تجھ پر چلا دیتا
بے رجولیت چناں تیغے بمشت	بس کساں را کالت پیکار کشت
بغیر بہادری کے اس طرح سے ہاتھ میں تلوار	بہت سے لوگ ہیں جن کو جنگ کے ہتھیار نے مروایا
گر بپوشی تو سلاح رستماں	رفت جانت چوں نباشی مرد آں
اگر تو رستموں کے ہتھیار باندھے	جب تو اس کا اہل نہیں ہے تو تیری جان گئی
جاں سپر کن تیغ بگذار اے پسر	ہر کہ بے سر بود زیں شہ بردسر
اے بیٹا! جان کی ڈھال بنا لے تلوار کو چھوڑ	جو بے سر تھا اس نے اس شاہ سے سر کو بچا لیا
آں سلاحت حیلہ و مکر تو است	ہم زتو زائید وہم جان تو خست
وہ تیرے ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہیں	جو تجھ سے ہی پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو خستہ کر دیا
چوں نکردی ہیچ سودے زیں حیل	ترک حیلت کن کہ پیش آید دول
جب تو نے ان حیلوں سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا	حیلے چھوڑ دے تاکہ دولتیں سامنے آئیں
چوں یکے لحظہ نخوردی برزفن	ترک فن گوئی طلب رب المنن
جبکہ حیلے سے تو نے ایک لمحہ کیلئے پھل نہ کھایا	حیلے چھوڑ دے اللہ کو طلب کر
چوں مبارک نیست برتو ایں علوم	خویشتن گولی کن و بگذر زشوم
جبکہ یہ فن تیرے لئے مبارک نہیں ہیں	اپنے آپ کو سادہ لوح بنالے اور بدبختی سے نکل جا
چوں ملائک گوئی لا علم لنا	یا الٰہی! غیر ما علمتنا
تو فرشتوں کی طرح کہہ دے ہمارے لئے علم نہیں ہے	اے خدا! سوائے اس کے جو تو نے سکھایا
حیلہ و مکر اندریں رہ سود نیست	ہر کہ شد مغرور عقل او کود نیست
اس راستہ میں حیلہ اور مکر کا کوئی فائدہ نہیں ہے	جس نے عقل پر گھمنڈ کیا وہ بے وقوف ہے
یک حکایت بشنوائے صاحب قبول	در بیان جہل و عقل بوالفضول
اے صاحب قبول! ایک حکایت سن لے	جہل اور فضول عقل کے بارے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ایک مسلح اور بارعب سوار ایک اعلیٰ درجہ کے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک جنگل میں جا رہا تھا۔ ایک نشانہ باز تیر انداز نے اسے دیکھا اور یہ سمجھ کر کہ ایسا نہ ہو کہ یہ شخص مجھے مار ڈالے کمان کھینچ لی اور تیر مارنے ہی کو تھا کہ سوار چلایا کہ ارے مجھے نہ مارنا میں گو سنڈ مسنڈ ہوں مگر واقع میں میں کمزور ہوں۔ دیکھ خبردار تو میرے موٹاپے پر نظر نہ کرنا کیونکہ میں تو لڑائی میں ایک بڑھیا سے بھی کمزور ہوں۔ اس نے کہا کہ خیر چلا جا ورنہ میں تو ڈر ہی گیا تھا اور ڈر کر تیر مارنے ہی کو تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ اس ہتھیار باندھنے کی بدولت بہت سے آدمی مارے گئے کیونکہ گو وہ واقع میں ضرر پہنچانے کے قابل نہ تھے مگر ان کے مسلح ہونے سے لوگوں کو اپنے ضرر کا خوف ہوا اور اس سے بچنے کے لئے انہوں نے ان پر وار کیا اور وہ مر گئے اگر یہ ہتھیار نہ باندھتے تو نہ کسی کو ضرر کا شبہ ہوتا اور نہ یہ مارے جاتے۔ یہ خیال تو کر جب آدمی میں مردانگی نہ ہو تو یوں ہاتھ میں تلوار لینی چاہیے ہرگز نہیں کیونکہ اگر تم بہادروں کی طرح مسلح ہو گے اور واقع میں مرد نہ ہو گے تو تمہاری جان ہی جائے گی اس واقعہ سے جس طرح مذکورہ بالا بیان کی تائید ہوتی ہے یوں ہی اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ تو اپنی جان کو سپر بنا اور رضا و تسلیم اختیار کر تلوار کو چھوڑ دے کیونکہ جو شخص مردہ بن گیا اور فنا اختیار کر لی وہی اس میدان کارزار عالم امتحان سے صحیح و سالم بچ کر چل دیا جس تلوار کے چھوڑنے کی ہم نے ہدایت کی ہے وہ حیلہ و مکر اور چون و چرا اور متعارف روشن خیالی ہے کہ یہ تجھ ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور تجھی کو زخمی کرتے اور ضرر دینی پہنچاتے ہیں جب تجھے معلوم ہو گیا کہ ان حیلہ و مکر و چون و چرا و روشن خیالی سے تجھے کچھ فائدہ نہیں تو ان کو چھوڑ تا کہ تجھے بڑی دولتیں رضائے حق و قرب حق وغیرہ نصیب ہوں اور جبکہ اس دانائی سے تجھے ایک وقت بھی پیٹ بھر کر روٹی نہیں ملی اور کچھ بھی غذائے روحانی سے تو بہرہ یاب نہیں ہوا تو پس یہ ہوشیاری چھوڑ اور حق سبحانہ کو طلب کر اور جبکہ تجھے یہ علوم دنیاوی راس نہیں تو اپنے کو احمق بنا اور اس نحوست بعد عن الحق سے نکل جا اور یوں کہہ جیسے فرشتوں نے کہا تھا کہ سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا انک انت العلیم الحکیم اس کے احکام پر اپنی عقل سے رائے زنی مت کر کہ یہ مطابق عقل ہے اور یہ مخالف عقل اور یوں ہونا چاہیے تھا یوں نہ ہونا چاہیے تھا اچھا اب ایک حکایت سن جس سے عقل و جہل کی حالت معلوم ہو اور ظاہر ہو کہ بعض جہل عقل سے اچھے ہیں۔

ایک تیر انداز کا قصہ اور اس کا ایک سوار سے ڈرنا جو جنگل میں تھا

شرح شبیری

یک سوارے الخ۔ یعنی ایک سوار معہ ہتھیاروں کے اور بہت ہی ہیبت ناک جنگل میں ایک عمدہ گھوڑے پر سوار جا رہا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تیر اندازی الخ۔ یعنی ایک حکمی تیر انداز نے اس کو دیکھا تو اس کے خوف سے کمان کو کھینچ لیا۔
تا زند الخ۔ یعنی تا کہ ایک تیر رسید کرے تو اس کو سوار نے آواز دی کہ میں کمزور ہوں اگرچہ میرا جسم بہت ڈبل ہے۔
ہان الخ۔ یعنی ارے ارے میرے موٹاپے میں مت دیکھ کیونکہ لڑائی کے وقت بڑھی سے بھی کم ہوں۔
گفت الخ۔ یعنی تیر انداز نے کہا کہ جا تو نے اچھا ہوا کہ کہہ دیا ورنہ میں تیرے اوپر اپنے ڈر کی وجہ سے تیر پھینکتا یعنی چونکہ مجھے اپنی جان کا خوف تھا کہ اتنا ڈبل آدمی آ گیا ہے مار ڈالے گا اس لئے میں تجھی کو مار ڈالتا۔ لہذا اچھا ہوا کہ تو نے کہہ دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ
بے رجولیت الخ۔ یعنی بے مردانگی کے ایسی تلوار ہاتھ میں لینا سخت بیوقوفی ہے اس لئے کہ بہت سے آدمیوں کو لڑائی کے آلات نے قتل کر دیا یعنی انہوں نے آلات حرب سجا لئے ان کی وجہ سے اور لوگ لڑے اور مارے گئے اور یہ اچھے خاصے رہے جیسے کہ اکثر نامرد بادشاہ ہوتے ہیں۔
گر بپوشی الخ۔ یعنی اگر تو رستموں کے ہتھیار پہنتا ہے تو تیری جان جائے گی جبکہ تو ان کا مرد نہیں ہے یعنی جب تم اس کے اہل نہیں ہو تو نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری جان جائے گی۔
جان سپر۔ الخ۔ یعنی صاحبزادے جان کو سپر بنا دو اور تلوار ظاہری کو چھوڑ دو اس لئے کہ جو بے سر ہو گیا وہ اس بادشاہ سے غلبہ لے گیا۔
آن الخ۔ یعنی وہ ہتھیار تیرا حیلہ اور مکر ہے کہ تجھی سے پیدا ہوئے اور تیری ہی جان کو زخمی کیا ہے۔
چون الخ۔ یعنی جبکہ تجھے ان حیلوں سے کچھ فائدہ نہ ہوا تو ان حیلوں کو چھوڑ تا کہ دولتیں سامنے آئیں۔
چون یکے الخ۔ یعنی جبکہ تو نے ایک گھڑی بھی عقل اور مکر سے پھل نہ کھایا تو پھر اس کو چھوڑ اور حق تعالیٰ کو طلب کر۔
چون مبارک الخ۔ یعنی جبکہ تجھ پر یہ علوم مبارک نہیں ہے تو اپنے کو بے وقوف بنا لے اور اس منحوس سے گزر جا۔
چون الخ۔ یعنی ملائکہ کی طرح کہہ دو کہ یا الٰہی ہم اور کچھ نہیں جانتے بجز اس کے کہ جو آپ نے بتا دیا ہے مطلب ان کا یہ ہے کہ بس تفویض اختیار کر دو اور عجز و تواضع اختیار کرو کہ اسی سے سب کچھ حاصل ہو جائے گا۔
حیلہ و مکر الخ۔ یعنی اس راہ (حق) میں حیلہ اور مکر سے کچھ فائدہ نہیں ہے اور جو شخص کہ عقل کا مغرور ہو وہ کودن ہے۔
یک الخ۔ یعنی اے صاحب قبول جہل کے اور عقل بوالفضول کے بیان میں ایک حکایت سنو جس سے کہ معلوم ہوگا کہ اس عقل بے ہودہ سے تو جہل ہی بہتر ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک اعرابی مالدار اونٹ پر ایک طرف ریگ اور دوسری طرف اناج بھرے ہوئے لئے جاتا تھا اور ایک عاقل مفلس پیدل جا رہا تھا اس نے اس اعرابی سے دریافت کیا کہ اس میں کیا ہے اس نے بتایا کہ ایک طرف ریت ہے اور دوسری طرف اناج ہے اس نے کہا کہ بھلا ریت کیوں بھرا ہے وہ اعرابی بولا کہ چونکہ اونٹ پر دونوں طرف بوجھ برابر ہونا چاہیے اس لئے ایک طرف اناج بھر کر اس کے ہم وزن ریت بھر لیا ہے اس عاقل نے کہا کہ اگر اناج ہی کو دونوں طرف نصف نصف بھر لیتا تو

اونٹ بھی ہلکا رہتا اور بوجھ دونوں طرف برابر ہو جاتا۔ اس کو یہ بات بہت پسند آئی غرض کہ اس طرح کر کے شکریہ میں اس عاقل کو شتر پر سوار کر لیا۔ اثنائے گفتگو میں دریافت کیا کہ تمہارے پاس کس قدر اونٹ ہیں یا بکریاں یا گائیں ہیں وہ تو مفلس تھا اس نے سب سے انکار کیا یہ سن کر اس اعرابی نے اس کو اونٹ سے اتار دیا کہ تمہاری عقل جب اس قدر منحوس ہے کہ تم کو مفلس کر رکھا ہے تو اس سے میرا جہل ہی بہتر ہے کہ میں مالدار تو ہوں۔ یہ کہہ کر پھر اسی طرح ریت بھر لیا کہ میں تیری بات پر عمل بھی نہیں کرتا تو دیکھو ایسی عقل سے جہل ہی بہتر ہے آگے حکایت سنو۔

قصہ اعرابی در ریگ در جوال کردن و ملامت کردن آں فیلسوف اورا

ایک بدو اور اس کے بورے میں ریت بھرنے کا قصہ اور ایک عقلمند کا اس کو ملامت کرنا

یک عرابی بار کردہ اشترے	یک جوالے زفت از دانہ برے
ایک بدو اونٹ پر لادے ہوئے	گیہوں کے دانوں کا ایک موٹا بورا (لے جا رہا تھا)
یک جوال دیگرش از ریگ پر	ہر دو را او بار کردہ بر شتر
دوسرا ایک بورا ریتے سے بھرا ہوا	دونوں کو اس نے اونٹ پر لادا
او نشستہ برسر ہر دو جوال	یک حدیث انداز کرد او را سوال
وہ دونوں بوروں پر بیٹھ گیا	ایک سوال کرنے والے نے اس سے سوال کیا
از وطن پرسید و آوردش بگفت	وندراں پرسش بسے درہا بسفت
اس کا وطن پوچھا اور اس کو گویا کیا	اور اس سوال میں بہت سے موتی پروئے
بعد ازاں گفتش کہ ایں ہر دو جوال	چیست آگندہ بگو مصدوق حال
اس کے بعد اس سے کہا کہ ان دونوں بوروں میں	کیا بھرا ہوا ہے؟ سچ کہنا
گفت اندر یک جوالم گندم ست	در دگر ریگے نہ قوت مردم ست
اس نے کہا میرے ایک بورے میں گیہوں ہیں	دوسرے میں ریت ہے انسانوں کی خوراک نہیں ہے
گفت تو چوں بار کردی ایں رمال	گفت تا تنہا نماند آں جوال
اس نے کہا تو نے یہ ریت کیوں لادا ہے؟	اس نے کہا تاکہ یہ دوسرا بورا اکیلا نہ رہے
گفت نیم گندم آں تنگ را	در دگر ریز از پئے پا سنگ را
اس نے کہا اس بورے کے آدھے گیہوں	توازن کے لئے دوسرے بورے میں کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا سبک گردد جوال وہم شتر	گفت شاباش اے حکیم واہل وحر
تاکہ بورے اور اونٹ ہلکے ہو جائیں	اس نے کہا اے دانا اور اہل اور شریف تجھے شاباش ہے
ایں چنیں فکر دقیق ورای خوب	تو چنیں عریاں پیادہ در لغوب
ایسی لطیف سمجھ اور بہتر رائے	تو ننگا اور پاپیادہ تھکن میں ہے
رحمش آمد بر حکیم وعزم کرد	کش بر اشتر برنشاند نیک مرد
دانا پر اس کو ترس آ گیا اور اس نے ارادہ کر لیا	کہ وہ اس بھلے آدمی کو اونٹ پر بٹھا لے
باز گفتش اے حکیم خوش سخن	شمہٗ از حال خود ہم شرح کن
پھر اس نے اس سے کہا اے شیریں کلام دانا!	کچھ اپنی حالت کی تفصیل بھی بتا
ایں چنیں عقل وکفایت کہ تراست	تو وزیری یا شہی بر گوئی راست
ایسی عقل اور لیاقت جو تجھے (حاصل) ہے	سچ بتا تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے؟
گفت ایں ہر دو نیم از عامہ ام	بنگر اندر حال واندر جامہ ام
اس نے کہا میں دونوں نہیں ہوں عوام میں سے ہوں	میری حالت اور میرا لباس دیکھ لے
گفت اشتر چند داری چند گاؤ	گفت نے این ونہ آں مارا مکاؤ
اس نے کہا تیرے پاس کتنے اونٹ اور کتنی گائیں ہیں؟	کہا نہ یہ ہے نہ وہ ہے ہمیں (زیادہ) نہ کرید
گفت رخت چیست بارے در دکاں	گفت مارا کو دکان وکو مکاں
اس نے کہا ہاں تو تیری دکان میں کیا سامان ہے؟	کہا ہماری دکان کہاں ہے اور ہمارا مکان کہاں ہے؟
نیست قوت ونے رخوت ونے قماش	نے متاع ونیست مطبخ نیست آش
نہ کھانا ہے اور نہ لباس اور نہ اسباب	نہ گذارا ہے اور نہ مطبخ نہ دلیا
گفت پس از نقد پرسم نقد چند	کہ توئی تنہا رو ومحبوب پند
اس نے کہا تو میں نقد (کے بارے میں) پوچھتا ہوں کتنا نقد ہے؟	کیونکہ تو اکیلا چل رہا ہے اور پیاری نصیحت کرنے والا ہے
کیمیائے مس عالم با تو است	عقل ودانش را گہر تو بر تو است
دنیا کے تانبے کی کیمیا تیرے پاس ہے	عقل اور سمجھ کے موتی تہ بر تہ ہیں
گنجہا بنہادہ باشی بر مکاں	نیست عاقل تر ز تو کس در جہاں
مکان پر تو نے خزانے جمع کر رکھے ہوں گے	تجھ سے زیادہ عقلمند دنیا میں کوئی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت واللہ نیست یا وجہ العرب	در ہمہ ملکم وجوہ قوت شب
اس سے کہا خدا کی قسم اے عرب کے سردار! نہیں ہے	میری ساری ملکیت میں رات کا گزارا
پابرنہ تن برہنہ می روم	ہر کہ نانے می دہد آنجا روم
ننگے پیر ننگے بدن گھومتا ہوں	جو روٹی دے دیتا ہے وہاں چلا جاتا ہوں
مرمرا زیں حکمت و فضل و ہنر	نیست حاصل جز خیال و دردسر
مجھے اس دانائی اور فضیلت اور ہنر سے	سوائے خیال اور دردسر کے کچھ حاصل نہیں ہے
پس عرب گفتش کہ شو دور از برم	تا نہ بارد شومی تو برسرم
تو بدو نے اس سے کہا میرے پاس سے دور ہو	تا کہ تیری بدبختی میرے سر پر نہ برس پڑے
دور بر آں حکمت شومت زمن	نطق تو شوم ست بر اہل زمن
اپنی منحوس دانائی کو مجھ سے دور لے جا	زمانہ والوں پر تیری باتیں بھی بدبختی ہیں
یا تو آں سو رو من ایں سو می روم	ور ترا رہ پیش من واپس شوم
یا تو ادھر جا اور میں ادھر جاؤں	اور اگر تجھے آگے جانا ہے تو میں واپس ہوتا ہوں
یک جوالم گندم و دیگر زریگ	بہ بود زیں حیلہائے مردہ ریگ
میرا ایک گیہوں کا بورا اور دوسرا ریت کا	ان ذلیل تدبیروں سے بہت اچھا ہے
کیں جوال گندم و ریگم یقیں	بہ بود زاں حکمت تو اے مہیں
کیونکہ میرے گیہوں اور ریت کا بورا یقینا	اے ذلیل! تیری دانائی سے بہتر ہوگا
احمقی ام بس مبارک احمقی ست	کہ دلم با برگ و جانم متقی ست
میری بیوقوفی بہت مبارک بے وقوفی ہے	کہ میرا دل صاحب ساز و سامان ہے اور جان (مصیبتوں سے) محفوظ ہے

شرح حبیبی

ایک بدوی نے ایک اونٹ پر دو بڑی گونیں لاد رکھی تھیں ایک تو گیہوں سے بھری ہوئی تھی اور دوسری ریتے سے اور خود دونوں گونوں کے اوپر بیٹھا ہوا تھا کسی شخص نے ان گونوں کی بابت سوال کیا مگر اول وطن پوچھا اور اس طرح اس کو گویا کیا اور اس پوچھ گچھ میں بہت اعلیٰ درجہ کی باتیں کیں اس کے بعد پوچھا کہ ان بوروں میں کیا بھرا ہے اس نے جواب دیا کہ ایک میں تو گیہوں ہیں اور دوسری میں غذائے انسانی نہیں بلکہ ریت ہے اس نے سوال کیا کہ ریت کیوں بھرا ہے اس نے جواب دیا تا کہ ایک گون خالی نہ رہ جائے اور لادی نہ جا سکے اس نے کہا کہ یہ صورت بہت اچھی ہے کہ نصف گیہوں ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

گون میں رہنے دو اور نصف دوسری میں بھر دو تاکہ گون بھی ہلکی ہو جائے اور اونٹ پر بھی زیادہ بوجھ نہ ہو۔ اس نے کہا واہ واہ کیا بات فرمائی ہے بے شک یوں ہی ہونا چاہیے۔ اچھا آپ یہ تو فرمایئے کہ آپ کی سمجھ اتنی تو باریک ہے اور آپ کی عقل اس قدر اعلیٰ درجہ کی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپ پیادہ ہیں اور تھک رہے ہیں اس کو حکیم کی اس بُری حالت پر رحم آیا اور چاہا کہ اس کو اونٹ پر سوار کرے مگر قبل سوار کرنے کے اس نے کچھ اور سوالات شروع کیے اور کہا کہ اے خوش گفتار حکیم آپ ذرا کچھ اپنی حالت بھی تو بیان فرمائیں اس قدر عقل اور اس قدر استغنا جو آپ کو حاصل ہے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کوئی بادشاہ ہیں یا وزیر۔ آپ سچ فرمائیں کہ آپ کیا ہیں اس نے کہا نہ میں بادشاہ ہوں نہ وزیر بلکہ عامی آدمی ہوں تم میری حالت اور میرے کپڑے دیکھ لو اس نے کہا اچھا بتاؤ کہ تمہارے پاس کتنے اونٹ ہیں اور کتنی گائیں ہیں۔ اس نے کہا نہ یہ ہیں نہ وہ تم میرے متعلق زیادہ تفتیش نہ کرو اس نے کہا اچھا آپ یہ فرمادیجئے کہ آپ کی دکان میں کیا مال ہے اس نے کہا بھائی میرے پاس دکان اور مکان کہاں یہاں تو نہ کھانا ہے نہ سامان۔ نہ اور کوئی اسباب نہ مال ومتاع نہ باورچی خانہ نہ آتش جو غیرہ خوراک اس نے کہا اچھا اگر آپ کے پاس سامان نہیں تو نقدی ہو گی اب بتلاؤ کس قدر نقدی ہے کیونکہ آپ تو یگانۂ روزگار ہیں آپ کی نصیحت بہت پیاری ہے جو آپ کی عقل ودانش پر دلالت کرتی ہے تمہارے پاس تو ایک ایسی شے ہے جس سے تم دنیا بھر کا سونا سمیٹ سکتے ہو بلکہ وہ ایک ایسی کیمیا ہے جس سے تمام دنیا کو سونا بنا سکتے ہو کیونکہ عقل ودانش کے موتیوں کے تمہارے اندر انبار لگے ہوئے ہیں پس تم نے اپنے گھر میں بہت سے خزانے بھر رکھے ہوں گے کیونکہ تم سے زیادہ کوئی عقلمند نہیں اور تم سے کم عقل والوں کے یہاں سونے کے انبار ہیں تو تمہارے یہاں بدرجہ اولیٰ ہوں گے اس نے کہا اے سردار عرب واللہ میرے ملک میں تو رات کا کھانا بھی نہیں میری حالت تو یہ ہے کہ طلب رزق کے لئے ننگے پاؤں ننگے سر دوڑتا پھرتا ہوں اور جہاں روٹی ملنے کی توقع ہوتی ہے وہاں جاتا ہوں مجھے تو اس حکمت اور اس فضل وہنر سے کچھ بھی فائدہ نہیں محض خیالی پلاؤ پکانا اور فضول دردسری ہے یہ سن کر عرب نے کہا کہ جلدی میرے پاس سے دفع ہو ایسا نہ ہو کہ تیری نحوست مجھ پر سوار ہو جائے۔ اس اپنی منحوس حکمت کو میرے پاس سے دور لے جا اور مجھ سے بات بھی نہ کر کہ تیری گفتار بھی لوگوں کے لئے موجب نحوست ہے۔ یا تو تو اس طرف جا میں اس طرف جاتا ہوں اور اگر تجھے آگے ہی جانا ضروری ہے تو میں واپس ہوتا ہوں۔ میری ایک گیہوں اور دوسری ریتی کی گون تیری اس ذلیل حکمت سے بہتر ہے اور میری حماقت ہی نہایت مبارک ہے کہ میرے دل کو آرام وراحت اور میری جان کو بلاؤں سے نجات حاصل ہے۔

ایک اعرابی کے گون میں ریت بھرنے کی اور ایک دانشمند کے اس کو ملامت کرنے کی حکایت

شرح شبّیری

یک عرابی الخ۔ یعنی ایک اعرابی ایک اونٹ پر ایک بہت بڑی گون گیہوں کی بھری ہوئے لادے ہوئے تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یک جوال الخ۔ یعنی ایک دوسری گون اس کی ریت سے بھری ہوئی اور وہ ان دونوں کو اونٹ پر لادے ہوئے تھا۔

اونشستہ الخ۔ یعنی وہ خود ان دونوں گونوں پر بیٹھا ہوا تھا تو ایک بات کرنے والے نے اس سے سوال کیا

از وطن الخ۔ یعنی اس کا وطن پوچھا اور اس کو باتوں میں لگایا اور اس پوچھنے میں بہت سے موتی پروئے یعنی چونکہ عقلمند تھا اس لئے اس میں بھی بہت سی کام کی باتیں کیں۔

بعد ازاں الخ۔ یعنی اس کے بعد اس سے کہا کہ یہ دونوں گونیں کس چیز سے بھری ہوئی ہیں ٹھیک بتا۔

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اس ایک گون میں تو گیہوں ہیں اور دوسری میں ریت ہے کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ عاقل بولا کہ تو نے اس ریت کو کیوں لادا ہے تو اعرابی نے کہا کہ تا کہ یہ گون دوسری تنہا نہ رہ جائے اور اگر اکیلی رہ جائے گی تو ایک ہی طرف بوجھ ہونے کی وجہ سے گر جائے گی لہٰذا اس طرف وزن برابر کرنے کو ریت بھر لیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ اس گون کے نصف گیہوں اس دوسری میں وزن برابر کرنے کیلئے ڈال لے۔

تا سبک گردد الخ۔ یعنی تا کہ اونٹ بھی ہلکا ہو جائے اور گون بھی تو اعرابی بولا کہ اے حکیم اور اہل اور اے حر شاباش (خوب بات کہی)

اینچنین الخ۔ یعنی باوجود ایسی فکر دقیق اور رائے خوب کے تو اس طرح ننگے پاؤں تھک رہا ہے مطلب یہ کہ ایسا عاقل ہو کر اور اس حالت میں ہے بڑے افسوس کی بات ہے۔

رحمش آمد الخ۔ یعنی اس اعرابی کو حکیم پر رحم آیا اور قصد کیا کہ اس کو یہ نیک مرد اونٹ پر بٹھا دے (یہ قصد کیا اور بٹھالیا

باز گفتش الخ۔ یعنی پھر اس سے کہا کہ اے حکیم خوش سخن کچھ اپنا حال بھی تو بیان کرو۔

اینچنین الخ۔ یعنی ایسی عقل اور کفایت کہ تجھ ہے تو سچ بتا کہ تو وزیر ہے یا بادشاہ ہے یہ بے چارہ سمجھا کہ اتنا عاقل ہے تو ضرور ہے کہ دنیاوی عہدوں وغیرہ میں سے ضرور کسی عہدہ ممتاز پر ہے اس لئے پوچھا اس عاقل نے جواب دیا کہ

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ میں تو دونوں نہیں میں تو عوام میں سے ہوں تو میری حالت کو اور کپڑوں کو دیکھ جب یہ جواب سنا تو سمجھا کہ خیر وزیر وغیرہ نہیں ہے تو رئیس تو ضرور ہے اس لئے پوچھا کہ

گفت اشتر الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا اونٹ اور گائیں کتنی ہیں عاقل نے کہا کہ (میرے پاس) نہ یہ ہے اور نہ وہ ہے ہم سے کاوش مت کرو جب ریاست سے بھی انکار ہوا تو سمجھا کہ کوئی بہت بڑا تاجر ہوگا اس لئے دریافت کیا۔

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا کہ دکان میں اسباب کس قدر ہے عاقل نے کہا کہ میاں ہماری کہاں دکان اور کہاں مکان یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔

نیست الخ۔ یعنی نہ روزی ہے اور نہ اسباب ہے اور نہ عمدہ کپڑے ہیں اور نہ مال ہے اور نہ باورچی خانہ ہے اور نہ سالن ہے غرض کہ بالکل مفلس کورے ہیں۔ یہ سن کر اس کو خیال ہوا کہ شاید نقد روپیہ ضرور ہوگا اس لئے سوال کیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی اعرابی نے کہا کہ اچھا میں نقد سے سوال کرتا ہوں کہ نقد کس قدر ہے اس لئے کہ تو تنہا جا رہا ہے اور محبوب بند ہے لہٰذا ایسے کے پاس کچھ نہ کچھ تو ضروری ہوگا۔

کیمیائے الخ۔ یعنی تیرے پاس اس عالم کے مس کی کیمیا ضرور ہے جبکہ عقل و دانش کے موتی اس قدر تو بر تو ہیں کہ ظاہری موتی اور سونا چاندی تو کس قدر ہوگا۔

گنجہا الخ۔ یعنی تو نے ہر مکان میں خزانے رکھے ہوں گے اس لئے کہ تجھ سے زیادہ تو کوئی جہان میں عاقل ہے ہی نہیں۔

گفت الخ۔ یعنی عاقل نے کہا کہ اے عرب کے سردار خدا کی قسم میری ساری ملک میں رات کی روزی بھی نہیں ہے۔

پا برہنہ الخ۔ یعنی میں ننگے پاؤں اور ننگے بدن پھرتا ہوں اور جو کوئی روٹی دے وہیں چلا جاتا ہوں۔

مر مرا الخ۔ یعنی مجھے اس حکمت اور فضل اور ہنر سے بجز خیال اور درد سر کے اور کچھ حاصل نہیں ہے۔

پس الخ۔ یعنی عرب نے کہا کہ میرے پاس سے دور ہوتا کہ تیری نحوست کہیں میرے اوپر نہ برسے۔

دور بر آن الخ۔ یعنی اس اپنی حکمت منحوس کو مجھ سے دور لے جاؤ کہ تیرا علم اہل زمانہ کے لئے منحوس ہے۔

اگر عاقل یہ جانتا کہ یہ گت بنے گی تو شاید کہہ دیتا کہ میں بڑا مالدار ہوں مگر بے چارہ کو کیا خبر تھی اور یہ اعرابی یا تو اس قدر معتقد تھا جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور یا اس قدر نفرت ہوئی کہ کہتا ہے کہ

یا تو آن سو الخ۔ یعنی یا تو تو اس طرف جا تو میں اس طرف جاتا ہوں اور اگر تیرا راستہ آگے ہے تو میں واپس جاتا ہوں غرض کہ اب تو ساتھ چلنا بھی گوارا نہیں ہے۔

یک الخ۔ یعنی میری ایک گون گیہوں کی اور دوسری ریت کی تیری ان ذلیل باتوں سے بہتر ہے۔ مردہ ریگ اصل میں مال میراث کو کہتے ہیں مگر چونکہ مفت مل جانے کی وجہ سے اس کی قدر کسی کے نزدیک نہیں ہوتی اور وہ ذلیل ہوتا ہے اس لئے اب ذلیل بات کو مردہ ریگ کہنے لگے ہیں۔

کیں جوال الخ۔ یعنی کہ ایک گون گیہوں کی اور ایک ریت کی یقیناً تیرے اس علم سے بہتر ہیں اے ذلیل و خوار اس لئے کہ اس کے ذریعہ مجھے روٹی تو ملتی ہے۔

احمقی ام الخ۔ یعنی میری حماقت مبارک حماقت ہے کہ میرا دل خوش ہے میری جان (بلاؤں سے) بچی ہوئی ہے۔ تو دیکھو جس طرح کہ اس اعرابی کے نزدیک اس شخص کا علم و ہنر سب بے کار تھا اسی طرح اولیا کرام کے نزدیک علم معاش و علم ظاہری بیکار اور فضول ہوتا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر تو خواہی ایں شقاوت کم شود	جہد کن تا از تو حکمت کم شود
اگر تو چاہتا ہے کہ یہ بدبختی کم ہو جائے	تو کوشش کر کہ تیری دانائی کم ہو جائے
حکمتے کز طبع زاید و زخیال	حکمتے بے فیض نور ذوالجلال
وہ دانائی جو خیال اور طبیعت سے پیدا ہو	وہ دانائی جو اللہ (تعالیٰ) کے نور سے بے فیض ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

حکمت دنیا فزاید ظن و شک	حکمت دینی برد فوق فلک
دنیا کی سمجھ ظن اور شک بڑھاتی ہے	دین کی سمجھ آسمان پر لے جاتی ہے
روبہان زیرک آخر زماں	بر فزودہ خویش بر پیشینیاں
آخری زمانہ کی چالاک لومڑیوں نے	اپنے آپ کو اگلوں سے بڑھا رکھا ہے
روبہان زیرک صاحب کمال	برفزودہ خویش راز اصحاب حال
صاحب کمال چالاک لومڑیوں نے	اصحاب حال پر اپنے آپ کو بڑھا رکھا ہے
حیلہ آموزاں جگر ہا سوختہ	حیلہا و مکرہا آموختہ
حیلہ بازوں نے جگر جلا کر	حیلے اور مکر سیکھے ہیں
صبر و ایثار و سخائے نفس وجود	باد دادہ کاں بود اکسیر سود
صبر اور ایثار اور نفس کی سخاوت اور بخشش	کو برباد کر دیا جو نفع کی اکسیر ہوتی ہے
فکر آں باشد کہ بکشاید رہے	راہ آں باشد کہ پیش آید شہے
سمجھ تو وہ ہے جس سے راستہ کھلے	راستہ وہ ہے کہ کوئی شاہ سامنے آئے
شاہ آں باشد کہ از خود شہ بود	نے بمخز نہاد لشکر شہ بود
شاہ وہ ہوتا ہے جو خود شاہ ہو	نہ کہ خزانوں اور لشکر کی وجہ سے شاہ ہو
تا بماند شاہی او سرمدی	ہمچو عز و ملک دین احمدی
تاکہ اس کی شاہی ابدی رہے	جیسے دین احمدی کی بادشاہی اور عزت
تا قیامت نیست شرعش راز وال	گشتہ دور از ملک او عین الکمال
قیامت تک اس شریعت کو زوال نہیں ہے	نظر بد ان کی سلطنت سے دور ہے

شرح حبیبی

جب تجھے حکمت دنیوی کی حقیقت معلوم ہوگئی کہ یہ جہل دنیوی سے بھی من کل الوجوہ افضل نہیں تو اسے حکمت دینی سے تو کیا ہی نسبت ہوسکتی ہے۔ پس اگر تو چاہتا ہے کہ تیری شقاوت دینی کم ہو تو اس کی کوشش کر کہ یہ حکمت اور روشن خیالی کم ہو یعنی وہ حکمت جو طبع وخیال سے پیدا ہوتی ہے اور جو نور حق سے مستفاد نہیں اس لئے کہ حکمت دنیوی سے تو ظنون فاسدہ اور شکوک وشبہات ہی بڑھتے ہیں اور دینی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ ہاں حکمت دینی

www.besturdubooks.wordpress.com

آدمی کو عروج روحانی کے لحاظ سے آسمان سے اوپر پہنچا دیتی ہے اور دولت باطنی سے مالا مال کر دیتی ہے۔ اس آخر زمانہ کی عقلمند لومڑیوں کی یہ کیفیت ہے کہ اپنے کو سلب سے اعلیٰ سمجھتے ہیں یہ مکر سیکھنے والے نہایت دل سوزی کر کے حیلے اور مکر سیکھتے ہیں اور صبر ایثار امانت نفس سخاوت جو منافع کے لئے اکسیر ہیں ان سب کو کھو بیٹھے ہیں حالانکہ فکر معاش کوئی حقیقی فکر نہیں فکر وہ ہے کہ جس سے راستہ کھلے اور راستہ بھی وہ جس سے کوئی بادشاہ ملے اور بادشاہ وہ ہے جو اپنی ذات سے بادشاہ ہو اور متعارف خزانوں اور موتیوں ، بادشاہ نہ ہوا ہو تا کہ اس کی سلطنت ازلی وابدی ہو جس طرح کہ عزت احمدیؐ اور ملک و دین احمدی دائمی ہیں کہ ان کی شریعت کو تا قیامت زوال نہیں اور ان کی سلطنت سے چشم بد بالکل دور ہے۔ اچھا اہل اللہ کی بادشاہت کا ایک قصہ سن جس سے تجھے بیان بالا کی تصدیق ہو۔

شرح شبّیری

گر تو الخ۔ یعنی اگر تم چاہتے ہو کہ تم سے یہ شقاوت کم ہو جائے تو مجاہدہ کرو تا کہ یہ علم ظاہری تم سے کم ہو

حکمتے الخ۔ یعنی جو علم کہ طبیعت سے پیدا ہوا ور خیال سے اور جو حکمت کہ بے فیض نور ذوالجلال سے ہو اس کو مجاہدہ وریاضت کر کے نکال ڈالو تا کہ علوم و معارف تمہارے اندر پیدا ہوں اور فرماتے ہیں کہ

حکمت الخ۔ یعنی علم دنیا تو ظن و شک کو بڑھاتا ہے اور حکمت دینی فلک کے اوپر لے جاتی ہے۔

روبہان الخ۔ یعنی یہ آخر زمانہ کی عقلمند لومڑیاں اپنے کو سلف پر بڑھاتی ہیں مطلب یہ کہ مولانا اپنے زمانہ کے لوگوں کو جو علوم دنیا سیکھتے تھے فرماتے ہیں کہ یہ مکار لوگ ایسے ہیں کہ اپنے کو پہلوں سے ترجیح دیتے ہیں مولانا تو اپنے زمانہ کے لوگوں کو فرما رہے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ آجکل لوگوں کی جو تعلیم یافتہ ہیں یہی حالت ہے جیسا کہ ظاہر ہو رہا ہے۔

حیلہ الخ۔ یعنی حیلے سکھانے والے اور جگر سوختہ اور خود حیلے اور مکر سیکھے ہوئے ہیں۔ جگر سوختہ ہونے سے مراد مشقت کسب دنیا کی کہ ترقی ترقی پکار رہے ہیں اور اس کے لئے لاکھوں حیلے کرتے ہیں اور دوسروں کو سکھاتے ہیں آجکل یہ بات بالکل صادق ہے۔

صبر و الخ۔ یعنی صبر ایثار و سخائے نفس اور بخشش کو برباد کر دیا ہے۔ کہ یہی نفع کی اکسیر تھی مطلب یہ کہ ان لوگوں نے اخلاق حمیدہ کو برباد کیا ہے حالانکہ یہی ایسی چیزیں ہیں جو کہ نافع دین و دنیا ہیں اور فرماتے ہیں کہ

فکر آن الخ۔ یعنی فکر وہ ہوتا ہے جس سے کہ ایک راستہ کھل جائے اور راستہ وہ ہے کہ اس کے آگے بادشاہ ملے۔

مطلب یہ کہ اصل فکر تو وہ ہے کہ جس سے راہ حق روشن ہو جائے اور راستہ مل جائے کہ جس پر چلنے سے حق تعالیٰ مل جائیں اور وہ راستہ ہے جس کو قرآن شریف میں صراط مستقیم سے تعبیر کیا گیا ہے کہ ارشاد ہے ان ربی علیٰ صراط مستقیم کہ صراط مستقیم پر چلنے سے حق تعالیٰ ملتے ہیں اس آیت کی بھی تفسیر سہل اور قریب ہے تو اصل تو وہی فکر اور وہی کسب اور وہی طلب ہے کہ جس سے وصول الی اللہ حاصل ہو اور جب یہ نہیں تو وہ کچھ بھی نہیں جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ کسب دنیا وغیرہ کہ بالکل فضول ہے اس لئے کہ اس سے دین کا کوئی فائدہ ہی نہیں اور معتبر وہی ہے کہ جس میں فائدہ دین کا ہو آگے فرماتے ہیں کہ

شاہ آن الخ۔ یعنی بادشاہ تو وہ ہوتا ہے جو کہ خود بادشاہ ہو نہ کہ خزانوں اور موتیوں کی وجہ سے بادشاہ ہو۔

شعر بالا میں بادشاہ سے مراد حضرت حق ہے اور اس میں مراد شاہ صاحب یعنی حضرات اولیاء اللہ ہیں مطلب یہ کہ جو کسی کے بنائے بادشاہ ہیں کہ جب تک وہ ہیں اس وقت تک یہ بادشاہ بھی ہیں اور جب وہ نہیں تو یہ بھی نہیں تو یہ بادشاہ ہی کیا ہوئے جیسے کہ بادشاہ دنیا کہ اگر ان کے پاس فوج پلٹن وغیرہ ہے تو وہ بادشاہ ہیں ورنہ کچھ بھی نہیں تو یہ اصل میں بادشاہ ہی نہیں ہیں بلکہ بادشاہ وہ ہیں جن کو ان چیزوں کی پرواہ نہ ہو بلکہ وہ مستقل بادشاہ ہوں جیسے کہ حضرات اولیاء اللہ کہ ان کے تمام عالم تابع ہوتا ہے اور یہ کوئی دعویٰ ہی نہیں ہے بلکہ کھلی آنکھوں سے دیکھ لو کہ جس طرح مخلوق ان حضرات کے تابع ہے ان شاہان دنیا کے اس طرح کہیں بھی تابع نہیں ہے۔

تا بماند الخ۔ یعنی یہاں تک کہ ان کی بادشاہی ہمیشہ رہتی ہے مثل عزت اور ملک اور دین احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے

تا قیامت الخ۔ یعنی قیامت تک حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کو زوال نہیں ہے اور آپ کے ملک سے نظر بد دور کی گئی ہے چونکہ نظر بد کمال کی وجہ سے لگا کرتی ہے کہ جہاں کمال ہوتا ہے وہیں نظر بد بھی لگتی ہے اس لئے نظر بد کو ہی عین الکمال کہنے لگے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی بادشاہی وہ ہوتی ہے کہ اس کو کبھی زوال ہی نہیں ہوتا جیسے کہ دین احمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت تک زوال نہیں ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے کہ حضرات اولیاء اللہ کی بادشاہی بے شک لازوال ہوتی ہے آگے حضرت ابراہیم ابن ادہم کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بے شک اصلی بادشاہی حضرات اہل اللہ ہی کی ہے۔

کرامات سلطان ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ برلب دریا

دریا کے کنارے پر سلطان ابراہیم ابن ادہمؒ کی کرامات

ہم ز ابراہیم ادہمؒ آمدست	کوز راہے برلب دریا نشست
ابراہیم (ابن) ادہمؒ کے بارے میں منقول ہے	کہ وہ ایک راستہ پر ایک دریا کے کنارے بیٹھے تھے
دلق خودمی دوخت آں سلطان جاں	یک امیرے آمد آنجا ناگہاں
وہ روحانی بادشاہ اپنی گدڑی سی رہے تھے	اچانک اس جگہ ایک سردار آ گیا
آں امیر از بندگان شیخ بود	شیخ را بشناخت سجدہ کرد زود
وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا	اس نے شیخ کو پہچان لیا بہت جلد سجدہ کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

شکل دیگر گشت خلق و خلق او	خیرہ شد در شیخ و اندر دلق او
اس کی جسمانی اور اخلاقی حالت بدل گئی	شیخ اور ان کی گدڑی کے بارے میں حیران ہو گیا
کورہا کرد آنچناں ملک شگرف	برگزیداں فقر و بس باریک حرف
کہ انہوں نے ایسی عجیب سلطنت چھوڑ دی	اس فقر کو اختیار کر لیا جو بہت باریک حرف ہے
ترک کرد او ملک ہفت اقلیم را	می زند بر دلق سوزن چوں گدا
انہوں نے ساتوں اقلیم کی سلطنت کو چھوڑ دیا	فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں
ملک ہفت اقلیم ضائع می کند	چوں گدا بر دلق سوزن می زند
ساتوں اقلیم کی سلطنت کو برباد کر رہے ہیں	فقیروں کی طرح گدڑی پر سوئی چلا رہے ہیں
شیخ واقف گشت از اندیشہ اش	شیخ چوں شیر ست و دلہا بیشہ اش
اس کے (اس) خیال سے شیخ آگاہ ہو گئے	شیخ شیر کی طرح ہے اور دل اس کے جنگل ہیں
چوں رجا و خوف در دلہا رواں	نیست مخفی بروے اسرار نہاں
دلوں میں امید اور ڈر کی طرح رواں ہے	اس پر چھپے ہوئے راز پوشیدہ نہیں ہیں
دل نگہدارید اے بے حاصلاں	در حضور حضرت صاحب دلاں
اے مفلسو! دل کی حفاظت رکھو	اہل دل کی مجلس کی حاضری میں
پیش اہل تن ادب بر ظاہر ست	کہ خدا ز ایشاں نہاں را ساتر ست
اہل ظاہر کے سامنے ظاہری ادب ضروری ہے	کیونکہ خدا ان سے رازوں کو پوشیدہ رکھنے والا ہے
پیش اہل دل ادب بر باطن ست	زانکہ دلشاں بر سرائر فاطن ست
اہل دل کے سامنے باطنی ادب ضروری ہے	کیونکہ ان کا دل باطنی احوال پر تکنے والا ہے
تو بعکسے پیش کوراں بہر جاہ	باحضور آئی نشینی پائگاہ
تو بالعکس اندھوں کے سامنے رتبہ کی خاطر	حضور (دل) کے ساتھ آتا ہے اور نچلی جگہ بیٹھتا ہے
پیش بینایاں کنی ترک ادب	نار شہوت را ازاں گشتی حطب
بیناؤں کے سامنے تو ادب کو ترک کر دیتا ہے	اسی لئے تو شہوت کی آگ کا ایندھن بنا ہے
چوں نداری فطنت و نور ہدیٰ	بہر کوراں روی را میزن جلا
چونکہ تو سمجھ اور ہدایت کا نور نہیں رکھتا ہے	اندھوں کے لئے چہرے کو مانجھتا رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش بینایاں حدث بر روی مال	ناز کم کن با چنیں گندیدہ حال
بیناؤں کے سامنے چہرے پر پلیدی مل لے	اس گندی حالت پر فخر نہ کر
شیخ سوزن زود در دریا فگند	خواست سوزن را بآواز بلند
شیخ نے فوراً سوئی دریا میں پھینک دی	(پھر) زور سے سوئی مانگی
صدہزاراں ماہیٔ اللّٰہیے	سوزن زر برلب ہر ماہیئے
لاکھوں خدائی مچھلیاں	ہر مچھلی ہونٹوں میں سونے کی سوئی دبائے ہوئے
سوزن زریں دراں دندان او	کہ بگیر اے شیخ سوز نہائے ہو
سونے کی سوئی اس کے دانتوں میں	کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے
سر برآورد ند از دریائے حق	کہ بگیر اے شیخ سوز نہائے حق
اللہ (تعالیٰ) کے دریا سے انہوں نے سر ابھارا	کہ اے شیخ! اللہ کی سوئیاں لے لے
گفت الٰہی سوزن خود خواستم	وادہ از فضلت نشان راستم
اس (شیخ) نے کہا میرے خدا میں نے اپنی سوئی مانگی ہے	اپنی مہربانی سے مجھے ٹھیک نشانی دکھا دے
ماہیئے دیگر برآمد در زماں	سوزن او را گرفتہ در دہاں
فوراً ایک دوسری مچھلی برآمد ہوئی	ان کی سوئی منہ میں لئے ہوئے
روبدو کرد و بگفتش اے امیر	ملک دل بہ یا چناں ملک حقیر
اس کی طرف رخ کیا اور کہا اے سردارا	دل کی بادشاہی اچھی ہے یا وہ حقیر سلطنت
ایں نشان ظاہرست ایں ہیچ نیست	باطنے جوی و بظاہر برمایست
یہ ظاہر کی نشانی ہے اور یہ کچھ نہیں ہے	باطن کی جستجو کر اور ظاہر پر نہ ٹھہر
سوئے شہر از باغ شاخے آورند	باغ و بستاں را کجا آنجا برند
شہر کی جانب باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں	باغ اور بستاں کو وہاں کہاں لے جاتے ہیں
خاصہ باغے کاں فلک یک برگ اوست	بلکہ آں مغزست وایں عالم چو پوست
خصوصاً وہ باغ کہ یہ آسمان اس کا ایک پتہ ہے	بلکہ وہ گودا ہے اور یہ عالم چھلکے کی طرح ہے
برنمیداری سوئے آں باغ گام	بوی افزوں جوی وکن دفع زکام
(اگر) تو اس باغ کی طرف قدم نہیں اٹھاتا ہے	تو بڑھی ہوئی خوشبو کی جستجو کر اور زکام کو دفع کر

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ آں بو جاذب جانت شود	تا کہ آں بو نور چشمانت شود
تا کہ وہ خوشبو تیری روح کی کشش کا سبب بن جائے	تا کہ وہ خوشبو تیری آنکھوں کا نور بن جائے
تا کہ آں بو سوئے بستانت کشد	وانماید مرترا راہ رشد
تا کہ وہ خوشبو تجھے باغ کی طرف کھینچے	تیرے لئے ہدایت کا راستہ نمودار کر دے
چشم نابینات را بینا کند	سینہ ات را سینۂ سینا کند
تیری اندھی آنکھوں کو بینا بنا دے	تیرے سینے کو (کوہ) سینا کا سینہ بنا دے
گفت یوسفؑ ابن یعقوبؑ نبی	بہر بو القوا علیٰ وجہ ابی
(حضرت) یعقوبؑ نبی کے بیٹے (حضرت) یوسفؑ نے فرمایا	خوشبو کے لئے میرے باپ کے چہرے پر ڈالدو
بہر ایں بو گفت احمدؐ در عظات	دائماً قرۃ عینی فی الصلوٰۃ
اسی خوشبو کیلئے احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وعظوں میں فرمایا	ہمیشہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے
پنج حس در ہمدگر پیوستہ اند	رستہ ایں ہر پنج از اصل بلند
پانچوں حواس ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں	ایک بلند جڑ سے یہ پانچوں اگے ہیں
قوت یک قوت باقی شود	ماقبی را ہر یکے ساقی بود
ایک کی خوراک بقیہ کے لئے قوت بن جاتی ہے	باقی میں سے ہر ایک کو سیراب کرنے والی ہو جاتی ہے
دیدن دیدہ فزاید عشق را	عشق در دیدہ فزاید صدق را
آنکھ کا دیکھنا عشق کو بڑھاتا ہے	عشق آنکھوں میں صدق کو بڑھاتا ہے
صدق بیداری ہر حس می شود	حس ہارا ذوق مونس می شود
صدق ہر حس کی بیداری بن جاتا ہے	حواس کے لئے ذوق دوست بن جاتا ہے

آغاز منور شدن حواس عارف بنور غیب بین

غیب کو دیکھنے والے نور سے عارف کے حواس کے بانور ہونے کا آغاز

چوں یکے حس در روش بکشاد بند	ماقبی حس ہا ہمہ مبدل شوند
جب ایک حس نے رفتار میں بندش کو کھول دیا	باقی حواس سب بدل جاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں یکے حس غیر محسوسات دید	گشت غیبے بر ہمہ حس ہا پدید
جب ایک حس نے غیر محسوس کو دیکھا	تو غیب ہر حس پر ظاہر ہو جاتا ہے
چوں ز جو جست از گلہ یک گوسفند	پس پیاپے جملہ زانسو بر جہند
جب ریوڑ میں سے ایک بکری نہر کو کود جائے	تو سب پے در پے اس جانب کود جاتی ہیں
گوسفندان حواست را براں	در چرا از اخرج المرعیٰ چراں
تو اپنے حواس کی بکریوں کو ہانک	اخرج المرعیٰ کی چراگاہ میں چرا
تا در آنجا سنبل و ریحاں چرند	تا بہ گلزار حقائق رہ برند
تاکہ وہاں وہ سنبل و ریحان چریں	تاکہ حقیقتوں کے چمن کی طرف راستہ پائیں
ہر حست پیغمبر حس ہا شود	تا یکایک سوئے آں جنت رود
تیری ہر حس (باقی) حواس کے لئے پیغامبر بن جائے	تاکہ فوراً اس جنت کی طرف چلی جائے

شرح حبیبی

ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ہے کہ وہ ایک راستہ میں لب دریا پر بیٹھے ہوئے تھے اور اپنی گدڑی سی رہے تھے۔ اتفاقاً وہاں ایک امیر آ پہنچا اور وہ امیر شیخ علیہ الرحمۃ کے غلاموں میں سے تھا لہٰذا اس نے حضرت شیخ کو پہچانا اور آداب شاہی بجالایا چونکہ حضرت شیخ کی نہ وہ شکل وصورت رہی تھی اور نہ وہ مزاج لہٰذا وہ شیخ اور ان کی گدڑی کو دیکھ کر متحیر ہو گیا کہ اللہ یہ وہی بادشاہ ہیں جنہوں نے ایسا عجیب ملک چھوڑا اور فقر اور گوشۂ تاریک کو اختیار کیا اور سلطنت ہفت اقلیم کو کھو کر فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں۔ حضرت شیخ ان کے اس خطرہ پر مطلع ہوئے کیونکہ وہ ایک شیر ہیں اور قلوب ان کا جنگل ہیں جس طرح شیر اپنے بیشہ سے واقف ہوتا ہے یوں ہی شیخ بھی احیاناً باعلام حق سبحانہ اسرار قلوب سے واقف ہو جاتے ہیں اور خوف وامید کی طرح دلوں کی سیر کرتے ہیں لہٰذا ان پر ایسی حالت میں اسرار خفیہ مخفی نہیں رہتے لیکن یہ حالت دائمی نہیں ہوتی۔ پس اے لوگو تم اہل دل کے حضور میں اپنے دلوں کا خیال رکھا کرو کہ ان میں خیالات فاسدہ نہ آنے پائیں کیونکہ تن پرور لوگوں کے سامنے تو اصلاح ظاہر کی ضرورت ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اسرار کو ان پر مخفی رکھا ہے اور اہل باطن کے سامنے اصلاح باطن ضروری ہے کیونکہ ان کے قلوب اسرار پر مطلع ہو جاتے ہیں ہونا تو یہ چاہیے مگر اس کے برعکس تم اندھوں کے سامنے تو بحضور دل آتے ہو اور پائیتیوں بیٹھتے ہو اور بیناؤں کے سامنے ادب ترک کرتے ہو۔ اسی لئے آتش ہویٰ کا ایندھن بن گئے ہو اور تمہاری ہوا و خواہشات نفسانیہ ترقی پر ہیں جب تمہارے اندر زیرکی اور نور ہدایت نہیں ہے بلکہ تم کو دن

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ظلمات نفسانیہ میں مبتلا ہو تو تمہارا فرض یہ ہے کہ اندھوں کے لئے تو ظاہر کو آراستہ کرو اور بیناؤں کے سامنے اپنے عیوب ظاہر کرو۔ اس گندہ حالت پر تم کو ناز زیبا نہیں ہے۔ خیر شیخ نے سوئی دریا میں پھینک دی اور بلند آواز سے سوئی مانگی لاکھوں خدا کی مچھلیاں سونے کی سوئیاں ہونٹوں اور دانتوں میں لئے ہوئے دریائے جود حق سبحانہ سے یا دریائے مخلوق حق سبحانہ سے یہ کہتی ہوئی نکلیں کہ اے شیخ حق سبحانہ کی عطا کردہ سوئیاں لیجئے۔ انہوں نے عرض کیا کہ حق سبحانہ میں نے تو اپنی سوئی مانگی تھی اپنے فضل سے مجھے اس کا صحیح پتہ دے دیجئے۔ اس پر فوراً ہی ایک اور مچھلی سوئی منہ میں لئے ہوئے نکلی۔ شیخ اس امیر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے امیر بتلاؤ ملک دل بہتر ہے یا وہ معمولی ملک۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو ملک دل کی ایک ظاہری نشانی ہے جو عوام کے سمجھانے کے لئے ہے ورنہ فی نفسہ یہ کوئی قابل وقعت شے نہیں ہے تم اس پر قناعت نہ کرنا بلکہ کمالات باطنی معرفت حق سبحانہ رضا۔ تسلیم وغیرہ وغیرہ تلاش کرنا۔ نشان ظاہری تو ایک نمونہ ہے اس سلطنت کا جو دکھلانے کے لئے ہے ورنہ وہ سلطنت تو دوسری ہی چیز ہے اب تم اس سلطنت کو ایک باغ فرض کرو اور سمجھو کہ جس طرح باغ کو لوگوں کے دکھلانے کے لئے شہر میں نہیں لاسکتے بلکہ اس کی شاخ وغیرہ لاتے ہیں یوں ہی عوام کو وہ سلطنت نہیں دکھلا سکتے بلکہ اس کی شاخ یعنی کشف وکرامات دکھلائی جاسکتی ہیں کیونکہ جب یہ باغ اس قابل نہیں کہ شہر میں لا کر لوگوں کو دکھلایا جاسکے تو وہ باغ جس کے سامنے آسمان پتے کی طرح بے حقیقت بلکہ اس مغز کے مقابلہ میں پوست ہے کیونکر دکھلایا جاسکتا ہے ارے تو اس باغ کی طرف قدم کیوں نہیں بڑھاتا۔ اپنے دماغ سے زکام دور کر اور ترک معاصی سے قوت شامہ باطنیہ کی اصلاح کر اور سونگھنے کی قوت بڑھا اور اپنے اندر ذوق وشوق پیدا کرتا کہ یہ بو تیری جان کو اس طرف کھینچے اور وہ بو تیری آنکھوں کو منور کر دے اور تاکہ وہ بو تجھے اس باغ کی جانب کھینچے اور تجھے راہ ہدایت دکھلائے۔ تیری نابینا آنکھوں کو روشن کرے اور نور بصیرت بخشے اور نور حق سبحانہ سے تیرے سینہ کو کوہ طور کی سینہ کی طرح منور کر دے تم کو متعجب نہ ہونا چاہیے کہ بو کو آنکھوں کے روشن کرنے سے کیا علاقہ۔ کیونکہ یہ مشاہدہ کا انکار ہے۔ دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میرا کرتہ میرے ابا جان کے منہ پر ڈال دینا کہ وہ اس سے میری بو سونگھیں اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بینا ہو گئے تھے۔ نیز چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اسی بو کو سونگھتے تھے اسی لئے فرماتے تھے کہ نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں اس سے بھی معلوم ہوا کہ بو کا اثر آنکھوں تک پہنچتا ہے راز اس کا یہ ہے کہ لطائف پنجگانہ قلب روح زجاجی۔ سر خفی۔ اخفی سب کو آپس میں ایک دوسرے سے تعلق ہے اور ایک ہی اصل یعنی روح سراجی اور روح اعظم سے نکلے ہیں۔ اگرچہ آثار میں اختلاف ہے کہ قلب کی غذا ذکر ہے اور روح کی غذا حضوری سر کی غذا مکاشفہ اور خفی کی غذا شہود وفنا اور اخفی کی غذا فناء الفنا ہے لیکن ہر ایک کی غذا دوسرے کی تقویت کا ذریعہ بنتی ہے اور ہر ایک ماتحتی کو سیراب کرتی ہے اس کو یوں سمجھو کہ آنکھ کا کام دیکھنا ہے لیکن اس سے دل پر اثر پڑتا ہے اور محبت بڑھتی ہے یہ تو آنکھ کا اثر دل پر

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا اب دل کا اثر آنکھ پر سنو وہ یہ کہ عشق آنکھ کے اندر صدق نظر بڑھاتا ہے اور وہ صدق تمام حواس کی بیداری کا سبب بن جاتا ہے اور سب کے اندر ذوق پیدا ہو جاتا ہے۔ غرض جب ایک حس سے قید تعطل اٹھ جاتی ہے تو تمام حواس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ یوں ہی جب ایک لطیفہ غیر محسوسات کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے تو تمام لطائف پر امور غیبیہ منکشف ہونے لگتے ہیں اس کی ایسی مثال سمجھو جیسے ایک بھیڑ کول پر کود جائے تو تمام بھیڑیں ایک ایک کر کے اس طرف کود جائیں گی جبکہ یہ لطائف پنجگانہ بھیڑیں ہیں تو ان کو ہانک لے چل اور اخرج المرعے یعنی غذا روحانی کی چراگاہ میں چراتا کہ یہ وہاں غذا روحانی کا سنبل و ریحان چریں اور حقائق و معارف کے باغیچہ میں پہنچ جائیں اور تمہاری ہر حس مثل پیغمبر کے ان حواس کو اس جنت حقائق و معارف میں پہنچا دے۔

حضرت ابراہیمؒ ابن ادہم کی کرامات لب دریا پر

شرح شبّیری

ہم ز ابراہیم الخ۔ یعنی حضرت ابرہیم ابن ادہمؒ سے مروی ہے کہ وہ راستہ میں لب دریا بیٹھ گئے تھے۔

دلق خود الخ۔ یعنی وہ بادشاہ معنوی اپنی گدڑی سی رہے تھے کہ اتنے میں ناگاہ ایک امیر آ گیا۔

آن الخ۔ یعنی وہ امیر شیخ کے غلاموں میں سے تھا تو اس نے شیخ کو پہچانا اور جلدی سے تعظیم بجالایا چونکہ شیخ پہلے بادشاہ تھے اس لئے اس زمانہ کا کوئی غلام تھا وہ اس وقت اس حالت میں شیخ سے ملا۔

شکل دیگر الخ۔ یعنی حضرت کے اخلاق اور صوت سب دوسری طرح کی ہو گئی تھیں تو وہ امیر شیخ میں اور ان کی گدڑی میں حیران رہ گیا اور سوچا کہ

کو رہا الخ۔ یعنی کہ انہوں نے ایسا ملک عظیم چھوڑ دیا اور اس فقر کو ان باریک حروف کو قبول کر لیا۔ اس حالت شاہی کو حروف جلی سے تشبیہ دے کر اس فقر کی حالت کو حروف باریک سے تشبیہ دی مقصود یہ ہے کہ اس امارت کو چھوڑ کر انہوں نے یہ حالت اختیار کر لی ہے بس امیر کو افسوس ہوا۔

ترک کرد الخ۔ یعنی انہوں نے ہفت اقلیم کی سلطنت کو ترک کر دیا اور اب فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں۔

ملک الخ۔ یعنی ملک ہفت اقلیم کو ضائع کر دیا اور اب فقیروں کی طرح گدڑی سی رہے ہیں (بڑے افسوس کی بات ہے)

شیخ واقف الخ۔ یعنی شیخ اس کے اس وسوسہ پر مطلع ہوئے (مولانا فرماتے ہیں کہ) شیخ شیر کی طرح ہے اور قلوب جنگل کی طرح ہیں تو جس طرح شیر کو اپنے جنگل کی خبر ہوتی ہے کہ یہاں پانی ہے یہاں شکار ہے اور یہاں درخت ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح احیانا اولیاء اللہ کو بھی اسرار وساوس قلوب پر حق تعالیٰ کے مطلع کرنے سے اطلاع ہو جاتی ہے۔

چون الخ۔ یعنی رجا و خوف کی طرح وہ قلوب میں رواں ہوتے ہیں اور ان سے (احیانا) اسرار پوشیدہ مخفی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

رہتے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ انسان کے دل میں خوف ورجا وغیرہ سرایت کر جاتے ہیں اسی طرح بعض مرتبہ حق تعالیٰ ان حضرات کو بھی اسرار قلوب کی اطلاع فرمادیتے ہیں تو جب یہ بات ہے تو آگے نصیحت فرماتے ہیں کہ

دل نگہدارید الخ۔ یعنی اے بے حاصلو صاحب دلوں کی درگاہ میں دل کی حفاظت کیا کرو۔ مطلب یہ کہ جب احیاناً امور خفیہ پر اطلاع ہو جاتی ہے اور اسرار قلوب معلوم ہو جاتے ہیں تو چاہیے کہ ان حضرات کی خدمت میں جا کر قلوب کو خیالات فاسدہ مثل معاصی وغیرہ کے خیالات سے پاک رکھو اور ان حضرات کی خدمت میں بیٹھ کر خود ایسے خیالات کو سوچو مت ہاں اگر وسوسہ کے درجہ میں آئیں تو وہ مضر بھی نہیں۔ اس لئے کہ جس درجہ کا خیال ہوتا ہے ان حضرات کو ویسا ہی کشوف بھی ہوتا ہے اگر وسوسہ کے درجہ میں نہیں ہے تو ایسا ہی کشوف ہوگا اور اگر خود سوچتا ہے تو ویسا معلوم ہوگا خوب یاد رکھو لہٰذا ان حضرات کی خدمت میں قلب کی حفاظت کیا کرو آگے فرماتے ہیں کہ

پیش اہل الخ۔ یعنی اہل ظاہر کے سامنے تو ادب صرف ظاہری ہی ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ ان سے (مخفیات کو) چھپانے والا اور پوشیدہ رکھنے والا ہے۔ مصرعہ ثانی میں یہ کہنا کہ حق تعالیٰ ان سے پوشیدہ رکھتا ہے اس پر دال ہے کہ اہل دل کو بھی جو معلوم ہوتے ہیں وہ بھی حق تعالیٰ کے بتلانے سے ہی معلوم ہوتے ہیں ان کو خود اس قدر قدرت نہیں ہے کہ معلوم کر سکیں بلکہ جب حق تعالیٰ چاہیں مطلع فرمائیں۔

پیش الخ۔ یعنی اہل دل کے سامنے ادب باطن پر ہے اس لئے کہ ان کا دل مخفی امور کو تاڑنے والا ہے مطلب یہ کہ چونکہ ان حضرات کو بعض مرتبہ امور خفیہ پر اطلاع بھی ہو جاتی ہے اس لئے چاہیے کہ ان حضرات کی خدمت میں آداب باطنی کا لحاظ رکھیں۔

تو بعکسی الخ۔ یعنی تو اس کے برعکس ہے کہ اندھوں کے سامنے جاہ کی وجہ سے باحضور (قلب) آتا ہے اور پست جگہ بیٹھ جاتا ہے۔

پیش بینایان الخ۔ یعنی آنکھوں والوں کے سامنے ترک ادب کرتے ہو تو اسی لئے تم نار شہوت کے ایندھن بن رہے ہو۔

چون نداری الخ۔ یعنی جبکہ تم زیرکی اور نور ہدا نہیں رکھتے تو اندھوں کیلئے تو اپنے چہرہ کو جلا دو۔

پیش الخ۔ یعنی آنکھوں والوں کے سامنے ناپاکی منہ کو مل لو اور اس گندہ حالی کے ہوتے ہوئے ناز کم کرو مطلب یہ ہے کہ جب تمہارے اندر نور ہدا اور وہ فطانت نہیں ہے تو تم یہ کرو کہ اہل ظاہر کے سامنے تو خوب اچھی طرح رہو اور اپنے عیوب کو بھی پوشیدہ رکھو ہاں تکبر مت کرو۔ اور اہل اللہ کے سامنے آ کر اپنے عیوب کو ظاہر کرو اور عجز وانکسار اختیار کرو۔ کہ یہ تمہارا علاج کر دیں گے اور اندر تو گندگی بھری ہے اب کیا منہ لے کر تم ناز کرتے ہو اور شیخی بگھارتے ہو ہاں جو اندھے ہیں ان کے سامنے بیشک تمہاری یہ شیخی چل جائے گی مگر جو اندھے نہیں وہ تو دیکھ لیں گے اس سے بہتر ہے کہ خود ظاہر کر کے ان سے اس کا علاج ہی دریافت کر لو۔ آگے شیخ کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ جب ان کو امیر کے اس وسوسہ پر اطلاع ہوئی تو انہوں نے یہ کیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ الخ۔ یعنی شیخ نے اپنی سوئی دریا میں پھینک دی اور پھر (حق تعالٰی سے) باآواز بلند اپنی سوئی مانگی یعنی دعا کی۔ کہ یاالٰہی میری سوئی دے دیجئے۔

صد ہزاراں الخ۔ یعنی لاکھوں اللہ کی مچھلیوں نے کہ ہر مچھلی ایک سونے کی سوئی منہ میں لئے تھی۔

سر برآوردند الخ۔ یعنی انہوں نے حق تعالٰی کے دریا سے سر نکالا (اور کہا) کہ اے شیخ یہ حق تعالٰی کی سوئیاں لے لیجئے۔

گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ اے اللہ میں نے اپنی وہی سوئی مانگی تھی اور آپ نے اپنے فضل سے نشان راست مجھے دیدیا ہے مطلب یہ کہ آپ کے فضل کی یہ علامت ہے کہ ایک کے بدلہ میں اس قدر ملتی ہیں مگر مجھے تو میری وہی سوئی عنایت فرمادیجئے۔

ماہیے دیگر الخ۔ یعنی ایک اور مچھلی اسی وقت نکلی اور ان کی وہی سوئی منہ میں لئے ہوئے تھی۔

رو بدو کرد الخ۔ یعنی اس امیر کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ اے امیر ملک دل بہتر ہے یا یہ ملک حقیر (بہتر ہے) اب چونکہ مولانا تو محقق اور کامل ہیں اس لئے ایک شبہ کا آگے ازالہ فرماتے ہیں وہ یہ کہ عوام کو یہ شبہ ہوسکتا تھا کہ یہی بزرگی کی بھی علامت ہے اور بے اس کے بزرگ ہی نہیں ہوتا اس لئے آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

این نشان الخ۔ یعنی یہ تو ایک ظاہری نشانی ہے یہ کچھ نہیں ہے باطن کو تلاش کرو اور ظاہر پر مت کھڑے ہو مطلب یہ کہ کرامت وغیرہا تو ان حضرات کے کمال کی ایک ظاہری نشانی ہے ورنہ کہیں باطنی کمالات کو یہ تھوڑا ہی پہنچ سکتا ہے تو ان ظاہری باتوں پر مت جاؤ بلکہ دولت باطنی کو حاصل کرو۔ آگے اس کی ایک مثال ہے اور خوب ہے فرماتے ہیں کہ

سوئے شہر از الخ۔ یعنی شہر میں باغ سے ایک شاخ لاتے ہیں کیونکہ باغ و بستان کو وہاں کہاں لے جائیں مطلب یہ کہ دیکھو باغ میں سے شہر میں ایک پھول یا ایک پھل وغیرہ لاتے ہیں کہ جس سے کہ دوسرے کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ جس باغ کا یہ پھل پھول ہے وہ ایسا ہوگا۔ اسی طرح عالم غیب کے جو کمالات ہیں یہ کرامات وغیرہ ان میں سے ایک پھل پھول ہے اس سے دیکھ لو کہ وہ اصل کیا کچھ ہوگا ورنہ کوئی سارے باغ کو لا کر تھوڑا ہی سامنے رکھتا ہے تو جب اس باغ دنیا کو ساری کو کوئی لا کر نہیں دکھا سکتا تو بھلا اس باغ عالم غیب کو تو سارے کو کون دکھا سکتا ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

خاصہ باغے الخ۔ یعنی خاص کر وہ باغ کہ یہ آسمان اس کا ایک پتا ہے بلکہ وہ مغز ہے اور یہ جہان مثل پوست کے ہے پھر اس کو پورے کو کون دکھا سکتا ہے۔

بر نمی داری الخ۔ یعنی تم اس باغ کی طرف قدم نہیں رکھ سکتے ہو تو اس کی بوئے افزوں ہی کو تلاش کرو اور زکام کو دفع کرو۔ مطلب یہ کہ کچھ تھوڑی سی اس سے حاصل کر لو اور ان موانع نفس و شیطان کو دفع کرو اگر کچھ بو بھی اس سے مل گئی تو یہ ہوگا کہ

تا کہ الخ۔ یعنی تا کہ وہ بو تمہاری جان کو اس طرف جاذب ہو جائے اور تا کہ وہ بو تمہاری آنکھوں کا نور ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ دیکھو جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھیں یوسف علیہ السلام کے پراہن کی خوشبو سے کھل گئی تھیں اسی طرح تم کو بھی بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

تا کہ الخ۔ یعنی تا کہ وہ بوتم کو اس بستان کی طرف کھینچے اور تم کو ہدایت کی راہ دکھادے۔

چشم نابینات الخ۔ یعنی تیری چشم نابینا کو بینا کردے اور تیرے سینہ کو سینہ کوہ سینا (کی طرح تجلی گاہ حق) کردے۔

گفت یوسف الخ۔ یعنی حضرت یوسف بن یعقوب نبی علیہما السلام نے بو ہی کے لئے فرمایا تھا کہ القوا علی وجہ ابی۔ تو دیکھو وہ بوئے پیراہن ہی بصیرت کے حصول کا سبب ہوگئی اسی طرح اگر تم اس بستان حقیقی سے کچھ بو بھی حاصل کرلو گے تو تم کو بصیرت حاصل ہو جائے گی۔

بہر این الخ۔ یعنی حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے نصائح میں اسی بو کے لئے فرمایا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہمیشہ نماز میں ہے چونکہ اوپر عالم غیب کو بستان سے تشبیہ دی ہے کہ اس باغ سے بو ہی حاصل کرلو اب فرماتے ہیں کہ دیکھو حضور کا ارشاد ہے کہ میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے تو یہ بھی اسی بو کا اثر ہے جو کہ عالم غیب سے حاصل ہوئی تھی تو دیکھو اس بو کا اثر آنکھ میں پہنچتا ہے چونکہ یہاں معلوم ہوا کہ شامہ سے اثر آنکھوں تک بھی پہنچتا ہے اس لئے آگے قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ

پنج حس الخ۔ یعنی پانچوں حسیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہیں اور یہ پانچوں اس اصل بلند سے اُگی ہیں۔ پنج حس سے مراد لطائف لئے جائیں تو بہتر ہے اور اگرچہ لطائف ستہ ہیں مگر نفس کو بعض نے تابع روح کے کہا ہے اس لئے اصل پانچ ہی ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو اوپر یہ تو معلوم ہو گیا کہ ایک حس سے دوسری میں اثر پہنچتا ہے جیسا کہ شامہ سے باصرہ میں پہنچا مگر لطائف کا اثر ایک دوسرے پر پڑتا ہے کہ اگر ایک لطیفہ کو صاف کر لیا جائے تو اس کا اثر دوسروں پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی صاف ہو جاتے ہیں یہ ایک مرتبہ پہلے ہی بیان کیا ہے کہ انسان میں لطیفے ہیں جن کا نام قلب۔ روح۔ نفس۔ سر۔ خفی۔ اخفی ہے اس میں سے نفس کو روح کے تابع کیا ہے اس لئے پانچ رہ گئے اور ان کے اثر بھی مختلف ہیں مثلاً غذا قلب کی ذکر ہے اور غذا روح کی حضوری ہے اور غذا سر کی مکاشفہ اور غذا خفی کی شہود وفنا اور غذا اخفی کی فناء الفناء ہے تو حضرات نقشبندیہ میں تو یہ قاعدہ ہے کہ وہ حضرات ان لطیفوں کو صاف کراتے ہیں کہ اول ایک کی مشق کراتے ہیں پھر دوسرے کی پھر تیسرے کی جس کا نتیجہ بعض کے لئے پریشان اور حیرت ہو جاتا ہے کہ وہ احاطہ تو کر نہیں سکتا بس پریشان ہو جاتا ہے خدانخواستہ اس سے مقصود طریق پر طعن نہیں ہے بلکہ بعض کی حالت کا بیان ہے اور ہمارے حضرت کی یہ تحقیق ہے کہ صرف ایک کو صاف کرلیا جائے اس سے اور دوسرے بھی صاف ہو جائیں گے اور حضرت فرمایا کرتے تھے کہ سالک کو چاہیے کہ توجہ قلب کی طرف رکھے کہ اس کی درستی سے اور دیگر لطائف بھی درست ہو جائیں گے اور اس کی تائید ایک حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فی جسد ابن آدم مضغۃ ان صلحت صلح الجسد کلہ وان فسدت

www.besturdubooks.wordpress.com

فسد الجسد کلہ الا وہی القلب تو دیکھو قلب کی درستی سے اور اعضاء کی درستی ہوتی ہے تو اسی طرح اس لطیفہ کے صاف ہونے سے دوسرے لطائف خود بخود صاف ہو جاتے ہیں بس اس کی صفائی میں کمال اور رسوخ پیدا کرنا چاہیے۔ اسی کو مولانا بھی فرمار ہے ہیں کہ اگر ایک کو درست کر لو گے تو چونکہ سب اعضاء کا تعلق ایک دوسرے سے ہے تو ایک کی درستی سے اور بھی درست ہو جائیں گے آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

قوت الخ۔ یعنی ایک کی قوت دوسرے کے لئے قوت ہو جاتی ہے اور باقیوں کے لئے یہ ایک ساقی بن جاتا ہے۔ یعنی اسی سے دوسروں میں بھی صفائی اور جلا پہنچتی ہے۔

دیدن دیدہ الخ۔ یعنی آنکھ کا دیکھنا تو عشق کو بڑھاتا ہے اور آنکھ میں عشق ہونا صدق کو بڑھاتا ہے۔

صدق الخ۔ یعنی صدق حس کی بیداری ہو جاتی ہے اور ذوق حواس کے لئے مونس ہو جاتا ہے اور یہ صدق ہی نسبت راسخہ ہے تو معلوم ہوا کہ نسبت راسخہ کے پیدا کرنے کے لئے اول عشق کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ سے عشق ہو جائے تب نسبت راسخہ پیدا ہوگی اور عشق ہوتا ہے کثرت ذکر سے دیکھو جس چیز کو اکثر یاد کرو گے اس سے محبت بڑھ جائے گی تو اصل میں اول کثرت ذکر ہوا کہ اسی سے بتدریج نسبت راسخہ اور ملکۂ راسخہ پیدا ہو جاتا ہے آگے ان حواس باطنیہ میں سے ایک کے منور ہونے سے دوسروں کے منور ہو جانے کو بیان فرماتے ہیں کہ

نور غیب میں سے عارف کے حواس کے منور ہو جانے کے بیان کا شروع

چون الخ۔ یعنی جبکہ ایک حس نے چلنے میں بند کو کھول دیا تو باقی حواس بھی سب بدل جاتے ہیں۔

چون یکے۔ یعنی جب ایک حس نے غیر محسوسات کو دیکھا تو تمام حواس پر غیبی اشیاء ظاہر ہو گئیں۔ مطلب وہی کہ اگر ایک حس باطنی بھی درست ہو گئی تو اس سے اور سب بھی درست ہو جائیں گی آگے ایک بہت ہی نفیس مثال ہے کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ گلہ میں سے ایک بھیڑ کول پر سے کود جائے تو پیچھے پیچھے ساری اسی طرف کو کود جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر ایک حس درست ہو گئی تو دیگر حواس بھی اسی طرح منور ہو جاتے ہیں گویا کہ حواس باطنی کی بھیڑ اچال ہے کہ جدھر ایک ادھر سب اور یہ حدیث سے ثابت ہے کہ اگر قلب درست ہے تو اور سب بھی درست ہیں تو ہمارے حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ کی تحقیق کہ سالک کو توجہ قلب کی طرف کرنی چاہیے اور ذکر بھی قلب ہی سے کرنا چاہیے پوری طرح ثابت ہو گئی آگے فرماتے ہیں کہ

گوسفنداں الخ۔ یعنی اپنے حواس کی بھیڑوں کو ہانک چراگاہ میں اخرج المرعٰے سے نکال دے۔ اخرج المرعٰے سے مراد یہ دنیا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں ہے والذی اخرج المرعٰے اور اس سے یہ مرعٰے

www.besturdubooks.wordpress.com

دنیا ہی کا مراد ہے تو یہاں بھی یہی مراد ہے کہ اس دنیا سے ان حواس کو علیحدہ کرے اور اس کی محبت کو ان سے نکال دے کہ اسی سے ان میں کمال پیدا ہو جائے گا۔

تا در آنجا الخ۔ یعنی تاکہ وہاں سنبل اور ریحان چریں اور تاکہ گلزار حقائق میں راستہ لے جائیں۔

ہر حست الخ۔ یعنی تیری ہر حس دوسرے حواس کے لئے پیغمبر ہو جائے گی۔ یہاں تک کہ یکا یک اس جنت کی طرف دوڑ جائے گی مطلب یہ ہے کہ اگر اس دنیا کے تعلقات اور محبت سے حواس باطنی کو الگ کر لو گے تو عالم غیب سے حقائق و معارف حاصل ہوں گے اور جس طرح کہ پیغمبروں کا کام ہدایت کا ہوتا ہے اور یہ حضرات ہدایت کر کے سب کو پکڑ پکڑ کر جنت میں بھر دیتے ہیں اسی طرح ایک حس کے درست ہونے سے وہ حس دوسرے حواس کو بھی ہدایت کر کے درست کر دے گی اور جنت میں پہنچ جاؤ گے۔

حس ہا با حس تو گویند راز	بے حقیقت بے زبان و بے مجاز
حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے	بغیر زبان اور بغیر حقیقت و مجاز کے
کیں حقیقت قابل تاویلہاست	ویں توہم مایۂ تخییلہاست
کیونکہ یہ حقیقت تاویلوں کے قابل ہے	اور یہ توہم خیالات کا سرمایہ ہے
آں حقیقت را کہ باشد از عیاں	ہیچ تاویلے نگنجد درمیاں
وہ حقیقت جو مشاہدہ سے حاصل ہو	اس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے
چونکہ ہر حس بندۂ حس تو شد	مر فلکہا را نباشد از تو بد
جب ہر حس تیرے حس کی غلام ہو گئی	تو آسمانوں کے لئے (بھی) تیرے سوا چارہ نہیں
چونکہ دعویٰ میرود در ملک پوست	مغز آں را کہ بود قشر آن اوست
جب چھلکے کی ملکیت میں جھگڑا ہے	مغز جس کی ملکیت ہو گا چھلکا اسی کی ملکیت ہو گا
چوں تنازع در فتد در تنگ کاہ	دانہ آن کیست آں را کن نگاہ
جب گھاس کے گھر میں جھگڑا ہو	دانہ کس کا ہے اس کو دیکھ لے
پس فلک قشر ست و نور روح مغز	ایں پدید ست آں خفی زیں رو ملغز
تو آسمان چھلکا ہے اور روح کا نور مغز ہے	یہ کھلا ہے وہ (نور روح) چھپا ہوا ہے اس سے لغزش نہ کھا
جسم ظاہر روح مخفی آمدست	جسم ہمچوں آستیں جاں ہمچو دست
جسم ظاہر ہے روح چھپی ہوئی ہے	جسم آستین کی طرح ہے جان ہاتھ کی طرح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

باز عقل از روح مخفی تر بود	حس بسوئے روح زوتر رہ برد
پھر عقل ' روح سے زیادہ پوشیدہ ہے	حس روح کی جانب جلد راہ یاب ہوتی ہے
جنبشے بینی بدانی زندہ است	ایں ندانی تو ز عقل آگندہ است
تو حرکت کو دیکھتا ہے تو سمجھ جاتا ہے کہ وہ زندہ ہے	تو نہیں جانتا کہ وہ عقلمند ہے
تا کہ جنبشہائے موزوں سر کند	جنبش مس را بدانش زر کند
جب تک کہ وہ موزوں (اور مناسب) حرکتیں کرے	تانبے کو حرکت سے عقل کے ذریعہ سونا بنا دیتا ہے
زاں مناسب آمدن افعال دست	فہم آید مر ترا کہ عقل ہست
ہاتھ کے مناسب کاموں کی وجہ سے	تو سمجھتا ہے کہ عقل ہے
روح وحی از عقل پنہاں تر بود	زانکہ او غیب ست واو زاں سر بود
وحی کی استعداد عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے	اس لئے کہ وہ عالم غیب سے وہاں سے ہی ظہور میں آئی ہے
عقل احمدؐ از کسے پنہاں نشد	روح وحیش مدرک ہر جاں نشد
احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عقل کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی	ان کی وحی کی استعداد ہر انسان کو محسوس نہ ہوئی
روح وحیی را مناسبہاست نیز	در نیابد عقل کاں آمد عزیز
وحی کی استعداد کے بھی آثار ہیں	عقل ان کو نہیں سمجھتی ہے چونکہ وہ نادر ہیں
گہ جنوں بیند گہے حیراں شود	زانکہ موقوف ست تا او آں شود
(عقل) کبھی ان آثار (کو) جنون سمجھتی ہے کبھی حیران ہوتی ہے	کیونکہ یہ اس بات پر موقوف ہے کہ (عقل) خود (وحی کی استعداد) بن جائے
چوں مناسبہائے افعال خضرؑ	عقل موسیٰؑ بود دیدش کدر
جیسا کہ (حضرت) خضرؑ کے افعال کی مناسبتیں	(حضرت) موسیٰؑ کی عقل ان کو دیکھ کر مکدر تھی
نامناسب می نمود افعال او	پیش موسیٰؑ چوں نبودش حال او
ان (حضرت خضرؑ) کے افعال نامناسب نظر آئے	(حضرت) موسیٰ کیلئے چونکہ (موسیٰ) کی حالت ان (خضرؑ) کی طرح نہ تھی
عقل موسیٰؑ چوں بود در غیب بند	عقل موشی خود کیست اے ارجمند
(حضرت) موسیٰؑ کی عقل جب اسرار میں عاجز ہو	تجھ جیسی عقل اے بزرگ! خود کیا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

جب تصفیہ لطائف ہو جائے گا تو دیگر حواس تیری حس سے اپنے راز بدوں زبان کے اور بلا الفاظ اور بدوں حقیقت ومجاز کے ظاہر کر دیں گے یعنی مسترشدین وغیرہ کے لطائف کی حالت پورے طور پر منکشف ہو جائے گی اور ارشاد کے لئے اسی قسم کے علم کی ضرورت ہے کیونکہ اول تو حقیقت بھی تاویل ہے چہ جائیکہ مجاز لہٰذا الفاظ و عبارت مسترشد سے اصلی حالت کا معلوم ہونا دشوار دوسرے تو ہم مسترشد طرح طرح کے خیالات پیدا کر سکتا ہے اور وہ خیالات اس کو مغالطہ دے کر اصلی حالت ظاہر نہ کرنے دیں گے اس لئے بھی اصلی حالت مخفی ہو جائے گی پس وہ حقیقت کشف ہی ہے جو بدوں عارض کے فی نفسہا اصلی حالت کو معاینہ ومشاہدہ کرتی ہے اور جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں الا بعارض جو کہ نادر ہے اور جبکہ اوروں کے حواس تیری حس کے مسخر ہو گئے تو فلک وغیرہ لامحالہ مسخر ہونگے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ جب مغز میں کسی کی ملک تسلیم ہوگی اور پوست کی ملک ابتدائے میں نزاع ہوگا تو فیصلہ یہی ہوگا کہ پوست اسی کی ملک ہے جس کی ملک مغز ہے۔ لہٰذا جب ان کا تسلط مجردات پر مان لیا گیا تو مادیات پر تسلط خود ماننا پڑے گا۔ یا یوں کہو کہ جب دانہ میں کسی کی ملک تسلیم ہوگی اور بھوسہ کی ملک ابتدائی میں نزاع ہوگا تو یہ دیکھا جائے گا کہ دانہ کس کی ملک ہے جس کی ملک دانہ ہوگا اسی کی بھوسہ ہوگا پس افلاک پوست اور بھوسہ ہیں اور نور روح مغز اور دانہ ہے تو جس کی روح مسخر ہوگی اسی کے افلاک مسخر ہوں گے۔ (افلاک کے پوست اور کاہ اور روح کے مغز ودانہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ روح مجرد واشرف ہے اور افلاک مادی واخس لہٰذا وہ مثل مغز ہے اور یہ مثل پوست) یا یوں کہو کہ جسم مثل آستین کے ہے اور جان مثل ہاتھ کے جس طرح آستین تابع ہے ہاتھ کے یوں ہی جسم بھی تابع ہے روح کے۔ اس لئے بھی لازم ہے کہ جب روح پر کسی کا تسلط ہو تو اجسام پر بھی ہو یہاں چونکہ خفاء روح کا ذکر آ گیا ہے اس لئے مناسب ہے کہ اس کے مناسب دیگر امور پر بھی تنبیہ ہو جائے وہ یہ کہ عقل روح سے بھی مخفی ہے کیونکہ روح بہ نسبت عقل کے جلد محسوس ہوتی ہے دیکھو جب کسی جسم کے اندر حرکت محسوس ہوتی ہے تو اس سے اس کی روح کا تو ادراک ہو جاتا ہے مگر عقل کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ اس سے حرکات متناسبہ صادر نہ ہوں۔ اور وہ اپنی حرکات مثل مس کو عقل کے ذریعہ سے زر نہ بنالے۔ پس جب ہاتھ وغیرہ کے حرکات متناسب ہوں گے اس وقت معلوم ہو سکتا ہے کہ عقل ہے ایک اور شے عقل سے بھی مخفی ہے وہ وحی ہے کیونکہ اس کا تعلق سراسر غیب سے اور وہ صفت ہے حق سبحانہ کی جس کی تلقی کے لئے ضرورت پڑتی ہے کہ خود صاحب وحی کو عالم غیب سے تعلق ہو۔ بخلاف روح وعقل کے کہ ان کو خود عالم شہادت سے تعلق ہوتا ہے اور اس کے اخفی ہونے کی علامت یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تو کسی سے مخفی نہیں تھی مگر روح وحی کا ادراک ہر جان کو نہ ہوا۔ یہ مسلم ہے کہ جس طرح عقل وروح کے لئے مناسبات ہیں جن سے ان کا پتہ چلتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے یوں ہی روح وحی کے بھی مناسبات ہیں مگر ان کی گراں قدری کے سبب ہر شخص کی عقل کی ان تک رسائی نہیں ہو سکتی اس لئے کبھی وہ اس کو جنون سمجھتا ہے کبھی اس کے افعال کی موزونیت کو دیکھ کر متحیر رہ جاتا ہے کیونکہ اس کا ادراک موقوف ہے اس پر کہ اس کو اس سے مناسبت تامہ حاصل ہو جائے اور یہ ہے نہیں۔ لہٰذا ادراک نہیں ہو سکتا۔ دیکھو افعال خضر علیہ السلام کے مناسبات کے ادراک سے موسیٰ علیہ السلام کی وہ حالت نہ تھی جو حضرت خضر علیہ السلام کی تھی اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب بعض اوقات میں موسیٰ علیہ السلام کی عقل مکدر ہو گئی تھی لہٰذا ان کے افعال ان کو نامناسب معلوم ہوتے تھے کیونکہ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی وہ حالت تھی جو حضرت خضرؑ کی تھی اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب بعض اوقات میں موسیٰ علیہ السلام کی عقل امر غیبی ادراک سے عاجز ہو جاتی ہے تو پھر چوہے کی عقل کیا چیز ہے کہ اسے ادراک کر سکے۔

شرح شبّیری

حسہا الخ۔ یعنی حواس تیری حس سے راز کہہ دیں گے۔ بے زبان کے اور بے حقیقت کے اور بے مجاز کے مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنے حواس کو درست کر لو گے اور خود کام کے ہو جاؤ گے اور مسند ارشاد پر بیٹھو گے تو حق تعالیٰ تم کو وہ ملکہ عطا فرمائیں گے کہ تم کو طالبین کی حالت اور ان کی استعداد کا حال معلوم ہو جائے گا اور اس طرح معلوم ہو گا کہ گویا خود انہوں نے ہی تم کو اپنا کچا چٹھا بتا دیا اور یہ جو تم کو معلوم ہو گا۔ یہ بذریعہ کشف کے معلوم ہو گا اور یہ کشف استعدادات ہر شیخ کو ہوتا ہے ہاں وہ کشف مصطلحہ تو ہر کسی کو نہیں ہوتا مگر کشف استعداد سب کو ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر یہ نہ ہو تو کام کس طرح چل سکتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب بذریعہ کشف کے معلوم ہو گا تو یہ بے زبان اور بے الفاظ کے ہی ہو گا کہ ظاہری زبان اور الفاظ سے کسی نے کچھ نہیں کہا مگر ان کو ساری حالت معلوم ہو گئی چونکہ الفاظ کی دو ہی قسم ہیں ایک حقیقت اور دوسری مجاز اس لئے بے حقیقت اور بے مجاز سے حاصل بے الفاظ ہے۔ یعنی وہ کشف استعداد بلا کسی کے بتائے ہوئے اور بے تعبیر الفاظ ظاہری کے ہوتا ہے اور اگر شیخ کو اس قدر ملکہ اور یہ کشف نہ ہو تو صرف سالک اور طالب کا خود اپنی حالت کو بیان کر دینا ہرگز کافی نہیں ہو سکتا اور اس کو وہ لوگ خوب جانتے ہیں کہ جو کام میں لگے ہوئے ہیں اس لئے کہ اول تو کوئی بھی اپنی پوری حالت کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر بعض چیز کہ حیرت وغیرہ غالب ہوتی ہے وہ تو اور بھی بیان سے قاصر ہوتے ہیں اور دوسرے سب سے بڑی بات یہ ہے سالک اپنی جو حالت بیان کر رہا ہے وہ اس کو کچھ سمجھے ہوئے ہے اور اصل میں وہ اور ہے اور یہ اکثر ہوتا ہے کہ ایک ہی حالت ایک شخص کے لئے تو موجب ترقی درجات اور دوسرے کے لئے موجب کفر تو یہ فرق تو تفاوت استعدادات ہی سے ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے۔ پس ضرور ہوا کہ شیخ کو کشف استعداد سالک ہو اسی کو فرماتے ہیں کہ جب خود تمہارے حواس درست اور کامل ہو جائیں گے تو حق تعالیٰ تم کو وہ بصیرت عطا فرمائیں گے کہ جس سے تم کو اوروں کی حالت بھی بالکل صاف طور پر معلوم ہو جایا کرے گی۔ آگے خود بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

سالک کے ناکافی ہونے کو صراحۃً بیان فرماتے ہیں کہ

کا این الخ۔ یعنی کہ یہ حقیقت تو قابل تاویلات ہے اور یہ تو ہم مایہ تخیلات ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مجاز تو پہلے سے ماول اور منصرف عن الظاہر والحقیقۃ ہے ہی مگر جو حقیقت کو بھی لیا جائے اور کہا جائے کہ اس کے بیان میں کوئی شبہ شک نہیں ہوتا تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ وہ بھی محل تاویل ہے اس لئے کہ انسان احاطہ کئے ہوئے تو ہے ہی نہیں ممکن ہے کہ جس کو کہ حقیقت سمجھ رہا ہے وہ حقیقت نہ ہو۔ بلکہ وہ معنی اس کے منصرف عن الظاہر ہوں تو پھر یہ بھی حقیقت نہ رہی اور یہ جو سالک کو وہم ہوتا ہے کہ اب یہ حالت ہے اور اب یہ ہے اس کا بھی اعتبار نہیں ممکن ہے کہ جس کو یہ محمود سمجھ رہا ہے وہ مذموم ہو اور جسکو مذموم سمجھ رہا ہے وہ محمود ہو لہٰذا معلوم ہوا کہ ان الفاظ ظاہری اور بیان سالک میں ضرور غلطی ہو سکتی ہے بلکہ غالب غلطی ہوتا ہے بخلاف اس کشف کے کہ جمہور یہی فرماتے ہیں کہ جس وقت کہ حواس باطنیہ میں کوئی خرابی نہ ہو اسوقت کشف صحیح ہی ہوتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حواس ظاہرہ کہ اگر وہ صحیح ہوتے ہیں اور کوئی خرابی نہیں ہوتی ان کے احساسات درست ہوتے ہیں اور اگر کوئی خلل ہوتا ہے تو ان کے احساسات بھی درست نہیں ہوتے۔ اسی طرح کشف حواس باطنیہ کا احساس ہے پس اگر حواس درست ہیں تو یہ بھی درست ہے ورنہ نہیں اور یہ بہت ہی کم غلط ہوتا ہے گویا کہ نہیں ہوتا جیسا کہ حواس ظاہرہ کہ وہ اپنے فعل سے بہت ہی کم متخلف ہوتے ہیں تو اگر الفاظ اور زبان سے بیان کیا جائے تو اس میں تو شبہ رہ سکتا ہے مگر کشف میں بہت ہی شاذ و نادر غلطی ہوتی ہے لہٰذا معدوم ہی قرار دی جائے گی تو اس لئے کشف استعدادات ضروری ہے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ ان ظاہر الفاظ وغیرہ میں شبہ اکثر ہے اور اس میں کم ہے فرماتے ہیں کہ

این حقیقت الخ۔ یعنی یہ حقیقت جو کہ معائنہ سے ہوتی ہے اس کے اندر کوئی تاویل نہیں سماتی۔ مطلب یہ کہ چونکہ کشف میں تو معائنہ بچشم باطن ہوتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ ان حقیقت الفاظ ظاہر میں تو شبہ رہتا ہے مگر اس میں چونکہ دیکھ لیتے ہیں پھر شبہ ہی نہیں ہوتا اور اگر کبھی غلطی ہوتی ہے تو وہ ایسی ہوتی ہے کہ جیسے حواس ظاہرہ میں بھی بعض مرتبہ ہوتی ہے جیسے کہ ریل میں بیٹھے ہوئے برابر دوسری ریل چلے تو خود اپنی گاڑی چلتی ہوئی معلوم ہوتی ہے حالانکہ وہ کھڑی ہوتی ہے تو دیکھو کس قدر سخت غلطی ہے مگر اس سے حواس کے مدرکات کو کوئی ظنی نہیں کہتا اسی طرح ان حواس کے مدرکات کو بھی کسی اتفاقی غلطی سے ظنی یا غلط نہ کہا جائے گا بلکہ قریب قریب یقین ہی کے کہا جائے گا بلکہ بعض نے تو کشف کو یقینیات میں سے کہا ہے مگر جمہور کا یہی مذہب ہے کہ یقینی نہیں ہے۔ ہاں قریب بہ یقین ہے کہ غلطی شاذ ہے آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمام حواس تمہارے حس کے تابع ہوئے تو افلاک کو بھی تم سے چارہ نہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے حدیث میں ہے کہ جب زمین پر اللہ کہنے والا کوئی نہ رہے گا اس وقت قیامت قائم ہو جائے گی اور افلاک وغیرہ سب برباد ہو جائیں گے اور ذکر کرنے والے اور اللہ کی یاد میں رہنے والے خود اولیاء اللہ ہوتے ہیں یا ان ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

کی وجہ سے دوسرے ہوتے ہیں تو جب کہ یہ شخص مسند ارشاد پر ہے تو اسکی وجہ سے بھی حق تعالیٰ کا نام دنیا میں لیا جا رہا ہے لہٰذا افلاک بھی اپنے وجود میں ان کے محتاج ہوئے اگر یہ حضرات نہ ہوں تو ان کا وجود بھی نہیں رہ سکتا تو جس طرح کہ حواس باطنی کو ان سے فائدہ ہوتا ہے اسی طرح کوان کو بھی ان سے فائدہ ہے اور وہ بھی ان کے محتاج ہیں آگے اس کو ایک فرضی قصہ سے مثال دیکر واضح فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جب دعوے پوست کے مالک ہونے میں ہو تو مغز جس کی ملک ہے چھلکا بھی اسی کی ملک ہے مطلب یہ کہ اگر دو شخص لڑتے ہوئے آئیں ایک مدعی ہے اور ایک مدعا علیہ اور جھگڑا کسی چیز کے چھلکے میں ہو اس طرح کہ ایک مدعی ہے کہ یہ چھلکا بغیر اس کے ہبہ کئے ہوئے اور بے کسی اور وجہ ملک کے اول پیدائش سے میرا ہے اور دوسرا کہتا ہے کہ میرا ہے اور مغز میں دونوں متفق ہیں کہ مدعا علیہ ہی کا ہے تو فیصلہ یہ ہوگا کہ جسکا مغز ہے اسی کا پوست بھی ہے تو چونکہ قلوب مثل مغز کے ہیں اور یہ اکوان ان کے آگے مثل پوست کے ہیں تو جب قلوب ان حضرات کے تابع ہیں اور ان کے وجود کے محتاج ہیں تو یہ اکوان جو کہ پوست کی طرح ہیں بدرجہ اولی محتاج اور تابع ہوں گے آگے ایک دوسرے فرضی قصہ سے تائید فرماتے ہیں کہ

گر تنازع الخ۔ یعنی اگر ایک بھوسہ کے گٹھے میں جھگڑا پڑے تو دیکھو کہ دانہ کس کا ہے (وہ بھوسہ بھی اسی کا ہے) مطلب یہ کہ دو شخص آئے اور ایک کہتا ہے کہ یہ بھوسہ جبکہ دانہ کے اوپر تھا جب سے ہی میرا ہے بعد میں ہبہ وغیرہ اس نے نہیں کیا بلکہ اصل سے میرا ہی ہے تو بس یہی دیکھا جائے گا کہ دانہ کس کا ہے یہ بھوسہ بھی اسی کا ہوگا اور یہ ظاہر ہے جب یہ ثابت ہو گیا تو اس پر تفریع کرتے ہیں کہ

پس فلک الخ۔ یعنی پس فلک تو قشر ہے اور نور روح مغز ہے اور یہ (فلک) تو ظاہر ہے اور وہ خفی ہے اس سے لغزش مت کرو۔ مطلب یہ کہ چونکہ فلک اور دیگر اکوان سب ظاہری ہیں اور روح مغز ہے اور مغز کے تابع قشر ہوا کرتا ہے تو جب اصل تابع ہے تو فرع تو بطریق اولی تابع ہوگی اور آپس میں ایک یہ بھی وجہ تشبیہ ہے کہ جس طرح مغز پوشیدہ ہوتا ہے اسی طرح روح افلاک کی نسبت خفی ہے اور جس طرح قشر ظاہر ہوتا ہے افلاک بھی ظاہر ہیں آگے روح اور جسم اور پھر عقل و روح وغیرہ کا آپس میں ایک دوسرے سے خفی ہونا بیان فرماتے ہیں کہ

جسم ظاہر الخ۔ یعنی جسم تو ظاہر ہے اور روح مخفی آئی ہے اور جسم آستین کی طرح ہے اور جان ہاتھ کی طرح ہے مصرعہ اولی میں تو ایک کا دوسرے سے خفی ہونا بیان کیا ہے اور ثانی میں ایک کا دوسرے کے تابع ہونا بتلایا ہے۔

باز عقل الخ۔ یعنی پھر عقل روح سے بھی زیادہ مخفی ہوتی ہے اسی لئے حس روح کی طرف جلدی راہ لے جاتی ہے یعنی چونکہ روح عقل کی نسبت کر ظاہر ہوتی ہے اس لئے حس روح کا ادراک تو جلدی کر لیتی ہے اور عقل کا ادراک دیر میں ہوتا ہے آگے اس کو واضح فرماتے ہیں کہ

جنبشے بینی الخ۔ یعنی تم جنبش دیکھتے ہو اور جان لیتے ہو کہ زندہ ہے اور یہ نہیں جانتے کہ وہ عقل سے بھی پُر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ دیکھو اگر کسی کو پڑا ہوا دیکھو تو وہ اگر ذرا بھی جنبش کرے معلوم ہو جائے کہ اس میں روح موجود ہے مگر یہ پتہ نہیں چل سکتا کہ آیا مجنوں ہے یا عاقل ہے یا کم عقل ہے تو دیکھو روح کا ادراک تو ہو گیا مگر عقل کا نہ ہوا تو روح سے عقل زیادہ مخفی ہوئی عقل کا ادراک اس وقت ہو گا جبکہ اس شخص سے حرکات موزوں موافق عقل سرزد ہوں اسی کو فرماتے ہیں کہ

تا کہ جنبشہائے الخ۔ یعنی یہاں تک کہ موزوں حرکات صادر کرے اور حرکت مس کو عقل سے سونا کر دے۔ مطلب یہ کہ جب اس سے حرکات موزوں موافق عقل کے سرزد ہوں اور کسی حرکت ناشائستہ کو عقل کے ذریعہ سے وہ خوب اور کامل بنا دے اس وقت کہا جائے گا کہ ہاں عاقل ہے تو دیکھو کہ روح کا تو پتہ ایک جنبش سے لگ گیا اور اس کا پتہ اس قدر جنبشوں میں بھی مشکل سے لگتا ہے۔

زان مناسب الخ۔ یعنی اس سے ہاتھ کے افعال کے موزوں صادر ہونے سے تم کو معلوم ہو گا کہ اس کو عقل ہے پس ثابت ہو گیا کہ روح سے عقل زیادہ مخفی ہے۔

روح وحی الخ۔ یعنی روح وحی عقل سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتی ہے اس لئے کہ وہ تو غیب ہے اور اس طرف سے ہوتی ہے۔ روح وحی سے مراد وہ استعداد قبولیت وحی۔ مطلب یہ کہ استعداد قبولیت وحی عقل سے بھی زیادہ مخفی ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں پہچان سکتا کہ اس شخص میں استعداد ہے کہ یہ وحی کو قبول کر سکے اور رسول ہو سکے اس کو کوئی بھی معلوم نہیں کر سکتا۔ نہ کسی جنبش سے اور نہ کسی حرکت سے اس لئے کہ اس کا کوئی خاص اثر ظاہر پر ہے ہی نہیں بخلاف عقل کے کہ اس کے آثار ظاہر پر یہ ہوتے ہیں کہ مثلاً افعال موزوں کا صدور وغیرہ تو یہ اس سے بھی زیادہ مخفی ہوا آگے ایک مثال سے اور واضح فرماتے ہیں کہ

عقل احمدؐ الخ۔ یعنی احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل تو کسی سے پوشیدہ نہ ہوئی مگر ان کی روح وحی کو ہر جان نے ادراک نہ کیا۔ مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شخص جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاقل ہیں مگر آپ کے رسول ہونے کا بہت کم لوگوں کو ادراک ہوا اس کی یہی وجہ تھی کہ یہ استعداد قبول وحی عقل سے بھی زیادہ مخفی اور باریک ہے یہاں کسی کو شبہ ہوتا کہ عقل کو تو اس کے آثار اور مناسبات سے معلوم کر لیتے ہیں مگر وحی کے چونکہ آثار نہیں ہیں اس کو اس لئے نہیں معلوم کر سکتے باقی اس سے خفی نہیں ہے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

روح الخ۔ یعنی روح وحی کے بھی مناسبات ہیں مگر عقل میں نہیں آتے اس لئے کہ وہ عزیز ہیں مطلب یہ کہ اس استعداد قبول وحی کے بھی مناسبات ہیں جیسے کہ مثلاً ظہور معجزات ان کے ہاتھ سے کہ اگر کوئی ساحر وغیرہ دعویٰ نبوت کر کے چاہے کہ معجزات وخوارق اس سے صادر ہوں تو یہ ممکن نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ مناسبات اس کے بھی ہیں مگر ہر عقل ان کا ادراک نہیں کر سکتی اسی لئے کہ وہ عقل سے مخفی ہے اور عقل کی اس سے ادراک میں یہ حالت ہوتی ہے کہ

گہ جنون بیند الخ۔ یعنی کبھی جنون دیکھتی ہے اور کبھی حیران ہوتی ہے اس لئے کہ وہ تو موقوف ہے جب تک کہ وہ وحی نہ ہو جائے مطلب یہ کہ عقل کے ادراک میں یہ حالت ہوتی ہے کہ کبھی تو ایک حکم لگاتی ہے اور کہہ دیتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ یہ دعویٰ محض جنون ہے پھر دیکھتی ہے کہ اس کے علاوہ اور ساری باتیں تو سمجھ کی ہیں تو اب حیران ہوتی ہے کہ آخر خاص اس بات میں کیا ہے کہ اس میں تو جنون ہے اور دوسری باتوں میں اچھا خاصہ ہے پس یہاں آ کر حیران رہ جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عقل کا اس کو پہچاننا موقوف اس پر ہے کہ عقل کو اس سے مناسبت ہو اور وہ اس قدر بڑھے کہ درجہ عینیت مصطلحہ تک پہنچ جائے اس وقت عقل اس کو ادراک کر سکتی ہے اور قبول کر سکتی ہے اور جب تک کہ یہ نہیں ہے اس وقت تک اس کا ادراک بہت مشکل ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چون منا بہائے الخ۔ یعنی جیسے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے افعال کی مناسبات کہ موسیٰ علیہ السلام کی عقل ان کے دیکھنے میں مکدر رہی۔

نامناسب الخ۔ یعنی ان کے افعال نامناسب معلوم ہوتے تھے اس لئے کہ موسیٰ علیہ السلام پر ان کا حال ظاہر نہ تھا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ خضر علیہ السلام کے افعال میں سب میں حکمتیں ہیں اور اس کے مناسبات بھی تھے جیسے کہ بعد کو معلوم ہوئے مگر موسیٰ علیہ السلام کو ان کی خبر نہ ہوئی اور وہ اعتراض ہی کرتے رہے اسی طرح عقل کے سامنے (باوجود یہ کہ مناسبات وحی موجود ہیں) ظاہر نہیں ہوتے اور اس کو ہر عقل محض جب تک کہ اس سے تعلق اور لگاؤ نہ پیدا ہو گیا ہو اس کو شناخت نہیں کر سکتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ

عقل الخ۔ یعنی جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی عقل غیب میں بند ہے تو ایک چوہے کی عقل کیا ہو گی۔ اے ارجمند مطلب یہ کہ دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام اس غیب کے اسرار کو معلوم نہ کر سکے اور ان کو خبر نہ ہوئی کہ اس میں کیا مصالح ہیں تو بھلا عوام الناس اور دنیادار لوگ جن کی عقل کہ چوہے سے بھی کم ہے وہ تو کیا ہی سمجھ سکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

علم تقلیدی بود بہر فروخت	چوں بیابد مشتری خوش برفروخت
تقلیدی علم فروخت کرنے کیلئے ہوتا ہے	جب کوئی خریدار پاتا ہے چمک اٹھتا ہے
مشتری علم تحقیقی حق ست	دائماً بازار او بارونق ست
تحقیقی علم کا خریدار خدا ہے	اس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے
لب بہ بستہ ہست در بیع و شریٰ	مشتری بیحد کہ اللہ اشتریٰ
منہ بند کئے ہوئے خرید و فروخت میں لگا ہے	خریدار لامحدود (ذات) ہے کیونکہ اللہ نے خریدا ہے
درس آدمؑ را فرشتہ مشتری	محرم درسش نہ دیو و نے پری
(حضرت) آدمؑ کے درس کا فرشتہ خریدار ہے	اس کے درس کا راز داں نہ شیطان ہے نہ پری ہے
آدمؑ انبئہم باسماء درس گو	شرح کن اسرار حق را موبمو
(اے) آدمؑ ان کو اسما کی تعلیم کرو کا درس دو	ایک ایک کر کے اللہ (تعالیٰ) کے اسرار کی شرح کر دو

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچناں کس را کہ کوتہ بین بود	در تلون غرق و بے تمکین بود
وہ شخص جو کوتاہ نظر ہو	تلون میں غرق اور بے ثبات ہو
موش گفتم زانکہ در خاکست جاش	خاک باشد موش را جائے معاش
میں نے اس کو چوہا اس لئے کہا کہ اس کا مقام مٹی میں ہے	چوہے کے رہنے کی جگہ مٹی ہوتی ہے
راہہا داند و لے در زیر خاک	ہر طرف او خاک را کردست چاک
راستے جانتا ہے لیکن مٹی کے نیچے کے	(اس لئے) ہر طرف مٹی میں سوراخ کر رکھے ہیں
نفس موشے نیست الا لقمہ رند	قدر حاجت موش را عقلے دہند
چوہے کا نفس صرف لقمہ اڑانے والا ہے	ضرورت کے بقدر چوہے کو عقل دیدیتے ہیں
زانکہ بے حاجت خداوند عزیز	می نہ بخشد ہیچکس را ہیچ چیز
اس لئے کہ بلا ضرورت اللہ تعالیٰ	کسی کو کوئی چیز نہیں بخشتے ہیں
گر نبودے حاجت عالم زمیں	نافریدے ہیچ رب العالمیں
اگر دنیا کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی	اللہ تعالیٰ کبھی پیدا نہ فرماتا
ویں زمین مضطرب محتاج کوہ	گر نبودے نافریدے باشکوہ
اور یہ ہلنے والی زمین پہاڑ کی محتاج	اگر نہ ہوتی تو اس پر شکوہ (پہاڑ) کو پیدا نہ فرماتا
ور نبودے حاجت افلاک ہم	ہفت گردوں نافریدے از عدم
اگر آسمانوں کی بھی ضرورت نہ ہوتی	تو عدم سے سات آسمانوں کو پیدا نہ فرماتا
آفتاب و ماہ و ایں استارگاں	جز بحاجت کے پدید آمد عیاں
سورج اور چاند اور یہ ستارے	ضرورت کے بغیر کب نمودار ہوئے؟
پس کمند ہستہا حاجت بود	قدر حاجت مرد را آلت بود
تو موجودات کی کمند ضرورت ہے	بقدر ضرورت انسان کے لئے سامان ہوتا ہے
پس چو حاجت شد کمند ہستہا	قدر حاجت میرسد از حق عطا
تو جب ضرورت موجودات کی کمند ہے	اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بقدر ضرورت عطا پہنچتی ہے
پس بیفزا حاجت اے محتاج زود	تا بجوشد از کرم دریائے جود
اے محتاج! حاجت کو جلد بڑھا	تاکہ کرم سے عطا کا سمندر جوش مارے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں گدایاں بررہ و ہر مبتلا	حاجت خود می نماید خلق را
یہ فقیر اور مصیبت زدہ سرراہ	اپنی حاجت لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں
کوری و شلی و بیماری و درد	تا ازیں حاجت بجنبد رحم مرد
اندھا پن اور اپاہج پن اور بیماری اور تکلیف	تاکہ ان ضرورتوں کی وجہ سے انسانوں کا رحم حرکت میں آ جائے
ہیچ گوید ناں دہید اے مردماں	کہ مرا مال ست وانبارست وخواں
کوئی کہتا ہے؟ اے لوگو! روٹی دے دو	کیونکہ میرے پاس مال ہے اور سامان ہے اور خوان (نعمت) ہے
چشم ننہادہ ست حق در کور موش	زانکہ بے چشمے ربودن ہست خوش
چھچھوندر کو اللہ (تعالیٰ) نے آنکھیں نہیں دیں	اس لئے بغیر آنکھوں کے اس کا اچک لینا بھلا ہے
می تواند زیست بے چشم و بصر	فارغ ست از چشم او در خاک تر
وہ بغیر آنکھ اور بینائی کے جی سکتی ہے	وہ تر زمین میں آنکھوں سے بے نیاز ہے

علم تقلیدی واستدلالی بیچنے کے لئے ہوتا ہے اور جب کوئی خریدار بن جاتا ہے تو بیچ دیتا ہے۔ برخلاف علم تحقیقی وکشفی وذوقی کے کہ اس کا خریدار حق سبحانہ ہے اور اس کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے گولب خاموش ہوتے ہیں مگر بیع وشریٰ جاری ہے اس لئے کہ جو اس کا مشتری ہے وہ بے حد ونہایت ہے یعنی حق سبحانہ اور دلیل اسکی ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم ہے جب مشتری بے حد ہے تو سلسلہ بیع وشریٰ کیونکر ختم ہو اس علم کو اہل دنیا نہیں خرید سکتے کیونکہ ہر علم کے قدردان وہ ہوتے ہیں جو اس سے مناسبت رکھتے ہوں چنانچہ درس آدم کا قدردان فرشتہ ہوسکتا ہے نہ کہ جن وپری۔ اسی لئے حق سبحانہ نے فرمایا تھا۔ یا آدم انبئھم باسمائھم یعنی اپنے علوم ان کے سامنے بیان کیجئے اور ان کے سامنے اسرار حق سبحانہ ظاہر فرمایئے۔ کہ یہ قدردان ہیں خیر یہ تو ایک ضمنی گفتگو تھی اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے جو کہا تھا کہ عقل موشے کیست الخ تو میں نے ایسے شخص کو جو کوتہ بین ہے اور پارہ صفت اور بے قرار ہے کیونکہ اسکے اغراض ومقاصد بدلتے رہتے ہیں اس لئے اس کی حالت بھی بدلتی رہتی ہے موش اس لئے کہا کہ وہ خاک اور عالم ناسوت سے تعلق رکھنے والا ہے اور خاک میں چوہا بھی رہتا ہے۔ وہیں سے اس کو غذا ملتی ہے گو وہ راستے جانتا ہے اور ہوشیار ہے مگر اس کی ہوشیاری خاک کے اندر ہے اور زمین ہی کے اندر اس نے راہیں پیدا کی ہیں چونکہ موش کا نفس بس لقمہ خور ہی ہے اور غایت بھی اس کی غذا حاصل کرنا ہی ہے لہٰذا اس کو اپنی ہی عقل دی گئی ہے کیونکہ حق سبحانہ بلاضرورت کسی کو کوئی چیز نہیں دیتے چنانچہ اگر عالم کو زمین کی ضرورت نہ ہوتی تو حق سبحانہ اس کو بھی پیدا نہ کرتے اور اگر یہ زمین متزلزل نہ ہوتی اور اس کو پہاڑوں کی ضرورت نہ ہوتی تو حق سبحانہ عالی شان پہاڑ ہرگز نہ پیدا کرتے۔ نیز اگر آسمانوں کی ضرورت نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی تو حق سبحانہ سات آسمانوں وکتم عدم سے منصۂ وجود پر جلوہ گر نہ فرماتے آفتاب ماہتاب ستارے بدوں ضرورت کے ہرگز ظاہر نہ ہوتے۔ پس ثابت ہوا کہ موجودات کو عدم سے وجود میں کھینچ لانے والی شے ضرورت ہے۔ چنانچہ آدمی بھی اپنے پاس بقدر ضرورت ہی سامان رکھتا ہے خواہ تعیین وتقدیر ضرورت میں غلطی کرے سو یہ امر دیگر ہے۔ پس جب ضرورت ہی وہ شے ہے جو اشیاء کو عدم سے وجود میں لاتی ہے تو حق سبحانہ کی مواہب لامحالہ بقدر ضرورت ہوں گے پس تم کو چاہیے کہ ضرورت پیدا کرو تا کہ دریائے کرم جوش میں آئے اور تم زیادہ مستحق انعام ہو۔ دیکھو تو سہی راستہ میں جو فقیر ہوتے ہیں اور فقیروں کی تخصیص نہیں بلکہ تمام حاجت مند اپنی حاجت مخلوق پر ثابت کرتے ہیں اور اپنا اندھا ہونا لنجا ہونا بیمار ہونا مصیبت زدہ ہونا ظاہر کرتے ہیں تا کہ اس سے اس شخص کے رحم کو جوش ہو بھلا کوئی یہ بھی کہتا ہے کہ لوگو میرے پاس روٹی کے خوان ہیں میرے پاس مال ہے۔ غلہ کے انبار لگے ہوئے ہیں مجھے روٹی دو ہرگز نہیں۔ تو ثابت ہوا کہ جیسا کہ جب رحم کے لئے حاجت مندی کی ضرورت ہے اور اس کا ظاہر کرنا بھی لازمی ہے دیکھو چھچھوندر چونکہ بدوں آنکھ کے بھی غذا بہت سرگرمی کے ساتھ حاصل کر سکتی ہے اس لئے حق سبحانہ نے اس کو آنکھیں نہیں دیں اور چونکہ بدوں چشم و بینائی کے بھی زندہ رہ سکتی ہے اس لئے اس کے آنکھیں نہیں اور بدوں آنکھوں کے نمناک مٹی میں رہتی ہے اس سے بھی معلوم ہوا کہ اشیاء کو عدم سے کھینچنے والی ضرورت ہے۔

شرح شبیری

علم تقلیدی الخ۔ یعنی علم تقلیدی تو بیچنے کے واسطے ہوتا ہے جبکہ کوئی گاہک آ گیا تو خوب روشن ہو گئے۔ مطلب یہ کہ عقل ناقص اور علم ناقص یہ سب کھانے کمانے کے ہوتے ہیں کہ اگر کوئی قدردان ہو اور کوئی دوسرا طالب ہو تب تو وہ بڑھتے بھی ہیں اور ان کو فروغ بھی ہوتا ہے اور اگر کوئی قدردان نہ ہو تو کچھ بھی نہیں بلکہ بعض مرتبہ ضائع ہو جاتے ہیں۔ بخلاف علم تحقیقی کے کہ اس کو قدردان کی ضرورت نہیں ہے بلکہ علم وعقل تحقیقی والا اس سے خود ہی مزہ حاصل کرتا ہے اور اس کو خود ہی حظ ہوتا ہے جیسے کہ کسی کے پاس مال ہو تو وہ خوش ہے خواہ کسی کو بھی اس کے پاس مال ہونے کی خبر نہ ہو اور اصل تو علم تحقیقی ہی ہے اور علم ناقص اور تقلیدی تو علم ہی نہیں ہے خداوند کریم ہر مسلمان کو نصیب فرمائیں۔ آمین آگے علم تحقیقی کے ہمیشہ بارونق ہونے کی وجہ فرماتے ہیں کہ

مشتری الخ۔ یعنی علم تحقیقی کا مشتری چونکہ حق تعالیٰ ہے اس لئے اس کا بازار ہمیشہ بارونق ہے۔

لب بہ بستہ الخ۔ یعنی لب بند کئے ہوئے بیع وشریٰ میں ہیں مشتری بے حد ہے اس لئے کہ اللہ نے خریدا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو دونوں طرف سے لب بند ہیں اس لئے کہ ایک طرف تو لب ہی نہیں اور دوسری طرف لب ہیں تو وہ ایجاب وقبول وغیرہ نہیں کرتے بس لب بستہ ہی خرید وفروخت ہو رہی ہے اور خریدار تو وہ ذات ہے جو بے نہایت ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ ان اللہ اشترے من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم

الجنة تو دیکھ لو کہ مشتری کیسا زبردست ہے۔ تو دیکھو حق تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ حق تعالیٰ نے خرید لیا تو مومنین ہی سے فرمایا کفار وغیرہ سے نہیں فرمایا معلوم ہوا کہ آپس میں کچھ مناسبت ضروری ہے کہ جس سے کہ خرید و فروخت یا کوئی اور تعلق ہو سکے تو چونکہ یہاں مناسبت تھی اس لئے حق تعالیٰ خریدار ہوئے آگے اس کی ایک اور نظیر فرماتے ہیں کہ

درس آدم را الخ۔ یعنی آدم علیہ السلام کے سبق کا فرشتہ تو مشتری ہے اور دیو اور پری ان کے درس کے محرم نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ فرشتوں میں اور حضرت آدم علیہ السلام میں مناسبت تھی اس لئے وہ تو ان کے کمال کے جو ان کو حق تعالیٰ نے دیا تھا قدر دان ہوئے اور شیطان جس کو کہ ان سے مناسبت نہ تھی منکر ہی رہا۔ درس سے مراد وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے فرمایا وعلم آدم الاسماء کلھا تو دیکھو ان کو جو سکھایا گیا تھا گویا کہ سبق دیا گیا تھا اس کے قدر دان فرشتے ہی ہوئے آگے خود اس کی توضیح فرماتے ہیں

آدم الخ۔ یعنی آدم ان کو نام بتا دو یعنی سبق کہہ دو اور اسرار حق کی مو بمو شرح کر دو۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا جو حکم ہوا تھا کہ یاآدم انبئھم باسمائھم اس کے معنی یہی تھے کہ سبق سنا دو اور حق تعالیٰ کے اسرار ان کو بتا دو اس لئے یہ قدر دان ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اول حضرت آدم علیہ السلام کے کمال علمی وغیرہ کو فرشتوں پر پہلے ہی ثابت کر دیا تھا کہ جس سے ان کے قلوب میں ان کی عظمت ہو گئی تھی اور ایک مناسبت ان سے پیدا ہو گئی تھی اور وہ خود سجدہ کرنے پر آمادہ تھے کہ حضرت حق کا ارشاد اور حکم ہو گیا اور وہ اس کو بلا چوں و چرا خوشی سے بجالائے کہ وہ ان کے کمال کے اول ہی سے قائل تھے چونکہ اوپر اہل دنیا کو چوہا لکھا ہے تو شاید کسی کو برا معلوم ہو اور کوئی اعتراض کرے اس لئے آگے وجہ تشبیہ بتاتے ہیں کہ

آنچناں الخ۔ یعنی اس شخص کو جو کوتاہ بین ہو اور تلون میں غرق ہو اور بے تمکین ہو۔

موش گفتم الخ۔ یعنی میں نے چوہا کہہ دیا اس لئے کہ اس کی جگہ خاک میں ہے اور خاک چوہے کی جائے معاش ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کہ دنیا میں متلون ہیں کبھی سوچتا ہے کہ تجارت کرو اور کبھی کسی کمپنی کی شرکت کو موجب نفع سمجھتا ہے کبھی کچھ کبھی کچھ ان کو چوہا کہا گیا ہے اس لئے کہ جسطرح کہ چوہا زمین میں رہتا ہے وہیں وہ معاش کی فکر میں رہتا ہے اسی طرح یہ شخص بھی اس عالم سفلی میں پھنسا ہوا ہے اور ہر وقت اسی فکر میں ہے کہ اب یہ کرو اور اب وہ۔

راہہا داند الخ۔ یعنی وہ چوہا راستے جانتا ہے لیکن خاک کے اندر اس نے ہر طرف زمین کو چاک کر رکھا ہے اسی طرح دنیا دار بھی تدابیر کسب کی تو جانتے ہیں مگر اس عالم سفلی ہی میں جانتے ہیں اس عالم کے کسب کی خاک بھی تدبیر نہیں جانتے

نفس موشے الخ۔ یعنی نفس ایک لقمہ ربا چوہا ہے اور بقدر حاجت تو چوہے کو بھی عقل دے دیتے ہیں مطلب یہ کہ یہ نفس انسانی ایک چوہے کی طرح ہے کہ جو لقمہ ربا ہو اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ تو جانور ہے اس کو عقل کہاں اور ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

کو تو عقل ہے تو ہم کس طرح چوہے ہو سکتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں کہ بقدر ضرورت تو چوہے کو بھی عقل ہوتی ہے کہ وہ بھی اپنی روزی مہیا کر لیتا ہے پس اگر تم کو بھی کمانے کی عقل ہے تو کیا کمال ہے یہی نہ کہ ایک چوہے کی طرح تم بھی روزی جمع کر لو گے آگے فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ خداوند تعالیٰ بے حاجت کے کسی کو کچھ نہیں دیتے۔ تو چوہے کو اس کے موافق عقل دیدی اور چونکہ اہل دنیا عالم سفلی میں لگے ہوتے ہیں ان کو اس کے موافق عقل دیدی۔

گر نبودی الخ۔ یعنی اگر عالم کو حاجت زمین کی نہ ہوتی تو حق تعالیٰ اس کو بالکل بھی پیدا نہ فرماتے۔

وین الخ۔ یعنی اور اگر یہ زمین مضطرب پہاڑ کی محتاج نہ ہوتی تو حق تعالیٰ اس کو پر شکوہ پیدا نہ فرماتے چونکہ اول پیدائش زمین کے وقت وہ ہل رہی تھی اس کے لئے پہاڑوں کو میخیں بنا کر گاڑ رکھا ہے اس لئے اس کو مضطرب کہہ دیا تو دیکھو چونکہ ان چیزوں کی حاجت تھی اس لئے پیدا فرمائیں۔

ورنہ الخ۔ یعنی اور اگر افلاک کی بھی ضرورت نہ ہوتی تو سات آسمانوں کو بھی عدم سے پیدا نہ فرماتے۔

آفتاب الخ۔ یعنی آفتاب اور ماہتاب اور یہ ستارے بغیر حاجت کے کب ظاہر ہوئے ہیں جب معلوم ہوا کہ بے حاجت کے کوئی چیز پیدا نہیں ہوتی تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس کمند الخ۔ یعنی پس ہستیوں کی کمند حاجت ہے اور بقدر ضرورت آدمی کے پاس اسباب بھی ہوتا ہے۔ اب جبکہ یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حق تعالیٰ سے اس کو قدر ملتا ہے جس قدر کہ حاجت ہوتی ہے تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس چو الخ۔ یعنی بس جب کہ حاجت ہستیوں کی کمند ہے تو بقدر حاجت کے حق تعالیٰ سے عطا بھی ہوتی ہے۔

پس بیفزا الخ۔ یعنی پس اے محتاج حاجت کو بڑھا تا کہ کرم کی وجہ سے دریائے جود جوش مارے مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ جس قدر حاجت ہو اسی قدر حق تعالیٰ دیتے ہیں تو تم اپنی احتیاج کو حق تعالیٰ کے روبرو خوب ظاہر کرو تا کہ خوب اچھی طرح عطا اور کرم تم پر نازل ہو آگے احتیاج ظاہر کرنے سے کرم کے جوش کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

این گدایان الخ۔ یعنی راستہ پر یہ فقیر اور ہر مبتلا مخلوق کو اپنی حاجت دکھاتے ہیں۔

کوری و الخ۔ یعنی اندھا پن اور لنجا پن اور بیماری اور درد (کو دکھاتے ہیں) تا کہ اس احتیاج کو دیکھ کر آدمی کے رحم کو جنبش ہو تو اسی طرح اگر تم حق تعالیٰ کے سامنے اپنی حاجت مندی کو ظاہر کرو گے تو حق تعالیٰ کا دریائے کرم بھی جوش میں آئے گا اور تم پر لطف و کرم فرمائیں گے آگے فرماتے ہیں کہ

ہیچ گوید الخ۔ یعنی کوئی یوں بھی کہتا ہے کہ ارے لوگو مجھے روٹی دو اس لئے کہ میرے پاس مال ہے اور ڈھیر ہے اور خوان ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب مانگتے ہیں اور جب کوئی دیتا ہے احتیاج ظاہر کر کے مانگتے ہیں اور احتیاج کو دیکھ کر ہی دیتے ہیں اور اس طرح کوئی نہیں مانگتا کہ بھائی میرے پاس مال بہت ہے لہٰذا مجھے اللہ واسطے روٹی دو تو اسی طرح اگر تم حق تعالیٰ کے سامنے اپنی احتیاج کو ظاہر کرو گے تو جس قدر ظاہر کرو گے اسی قدر کرم ہو گا آگے پھر اوپر کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ کسی کو کوئی شے بے ضرورت نہیں ملتی آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم نہادست الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے کور موش کی آنکھ نہیں رکھی اس لئے کہ بے آنکھ ہی اس کا اچکنا اچھا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ بے آنکھ کے بھی اپنی غذا حاصل کر لیتی ہے لہٰذا اس کو آنکھ کی ضرورت بھی نہ تھی اسی لئے حق تعالیٰ نے اس کے آنکھ نہیں رکھی کہ بے ضرورت تھی۔

می تواند زیست الخ۔ یعنی وہی کور موش بے آنکھ اور بصارت کے بھی زندہ رہ سکتی ہے لہٰذا وہ خاک تر میں آنکھ سے فارغ ہے مشہور ہے کہ چھچھوندر تر خاک میں رہتی ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ وہ تو اپنی اس خاک تر میں آنکھ سے فارغ ہے لہٰذا اس کے آنکھ رکھی بھی نہیں گئی اس لئے کہ فضول تھی آگے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

جز بدزدی او بروں ناید زخاک	تا کند خالق ازاں دزدیش پاک
وہ چوری کرنے کے علاوہ زمین سے نہیں نکلتی ہے	تاکہ اللہ (تعالیٰ) اس چور پن سے اسے پاک کر دے
بعد ازاں پر یابد و مرغے شود	چوں ملائک جانب گردوں رود
اس کے بعد وہ پر حاصل کر لے اور پرندہ بن جائے	فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب جائے
ہر زماں در گلشن شکر خدا	او برآرد ہمچو بلبل صد نوا
ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کے شکر کے گلشن میں	وہ بلبل کی طرح سیکڑوں نغمے گائے
کائے رہانندہ مرا از وصف زشت	اے کنندہ دوزخے را تو بہشت
کہ اے مجھے برائی سے چھڑا دینے والے!	اے دوزخ کو بہشت بنا دینے والے!
می نہی در پیہ نور و روشنی	استخواں را می دہی سمع اے غنی
تو چربی میں نور اور روشنی پیدا کر دیتا ہے	اے بے نیاز! تو ہڈیوں کو سننے کی طاقت عنایت فرماتا ہے
چہ تعلق آں معانی را بہ جسم	چہ تعلق فہم اشیا را باسم
ان صفات کا جسم سے کیا تعلق؟	ناموں سے اشیاء کو سمجھ جانے کا کیا علاقہ؟
لفظ چوں وکرست معنیٰ طائرست	جسم جوی روح آب سائرست
لفظ گھونسلے کی طرح ہیں، معنیٰ پرند ہیں	جسم نہر ہے اور روح رواں پانی ہے
در روانی روئے آب و جوئے فکر	نیست بے خاشاک خوب وزشت ذکر
فکر کی نہر کے پانی کی سطح روانی میں	کوڑے اور اچھے برے خیال کے بغیر نہیں رہتی

www.besturdubooks.wordpress.com

اوروانست ولو گوئی واقف ست	اودّروانست تو گوئی عاکف ست
وہ جا رہی ہے تو کہتا ہے ٹھہری ہوئی ہے	وہ دوڑ رہی ہے اور تو کہتا ہے وہ کھڑی ہے
گر نہ بینی سیر آب از جا بجا	چیست بروے نو بنو خاشاکہا
اگر پانی کی روانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں ہے	تو کوڑا کرکٹ اس پر نیا نیا کیوں ہے؟
ہست خاشاک نو صور تہائے فکر	نو بنو در میرسد اشکال بکر
فکر کی صورتیں نیا نیا کوڑا کرکٹ ہیں	نئی شکلیں تازہ بتازہ پیدا ہوتی ہیں
روئے آب جوئے فکر اندر روش	نیست بے خاشاک محبوب ووحش
فکر کے نہر کے پانی کی سطح رفتار میں	اچھے اور برے (خس) خاشاک کے بغیر نہیں ہے

یہ چھچھوندر خاک سے اگر کبھی نکلتی ہے تو غذا کی چوری کے لئے یعنی ارباب علوم تقلیدی اگر کبھی حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اغراض دنیاوی کے لئے اور یہ حالت ان کی اس وقت تک رہتی ہے جب تک کہ ان کو حق سبحانہ بفضل ورحمت جس کی ہر وقت امید ہے اور ہونی چاہیے اس چوری سے پاک کردیں اور اغراض نفسانیہ کو زائل کردیں اور جب وہ چوری سے پاک صاف ہو جاتے ہیں اور اغراض نفسانیہ سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اس وقت ان کو پر عطا ہوتے ہیں اور فرشتوں کی طرح آسمان کی جانب اڑتے ہیں۔ قرب الٰہی وترقی روحانی حاصل کرتے ہیں اور ہر وقت گلشن شکر خدا میں خواہ بزبان حال یا بزبان قال سینکڑوں انداز سے نغمہ سرائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مجھے صفات ذمیمہ سے رہائی دینے والے اور میرے دوزخ کو بہشت بنانے والے اور نفس امارہ ومطمئنہ کرنے والے تو بڑا قادر ہے تو اپنی قدرت کاملہ سے چربی کے ٹکڑوں میں نور رکھتا ہے اور ہڈیوں کو قوت سامعہ بخشتا ہے اجسام کو اوصاف سے کیا تعلق ہے مگر تو ان کو یہ صفات عطا کرتا ہے۔ الفاظ سے فہم اشیاء کو کیا مناسبت مگر تو ان کو یہ صفت عطا کرتا ہے لفظ بمنزلہ آشیانہ کے ہے اور معنی بمنزلہ پرندہ کے ہے لان الالفاظ قوالب المعانی جسم بمنزلہ ندی کے ہے اور روح بمنزلہ بہتے پانی کے للظرفیۃ العرضیۃ والافاضۃ والاستفاضۃ یہ کیوں محض تیرے ان کو ایسا بنانے سے ورنہ لفظ کو معنی سے اور روح کو جسم سے کچھ بھی مناسبت نہیں۔ چونکہ مولانا نے روح کو بہتے پانی سے تشبیہ دی ہے یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ روح کی قوت فکریہ جو بمنزلہ آب جو کے ہے اس کی سطح اشیاء کے تذکر محمود ومذموم کے خس وخاشاک سے صاف نہیں رہتی یعنی قوت فکریہ پر ہمیشہ خیالات سے دور رہتا ہے۔ تم اس کو ٹھہرا ہوا سمجھتے ہو لیکن وہ ہر وقت چلتی رہتی ہے اور اپنے کام میں مصروف ہے اگر اس پانی کی ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت تم کو محسوس نہیں ہوتی اور اس لئے تم اس کی حرکت کا انکار کرتے ہو تو پھر بتلاؤ کہ اسکی سطح پر نئے نئے خاشاک کیوں آتے ہیں۔ کیا ٹھہرے ہوئے پانی کی بھی یہ حالت ہوتی ہے اب سمجھو کہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خاشاک کیا ہیں وہ صور فکریہ اور نئے نئے خیالات ہیں جو ہر وقت آتے جاتے رہتے ہیں اور اس لئے قوت فکریہ جو پانی کی مثل ہے اس کی سطح پہلے برے خس وخاشاک سے کبھی خالی نہیں ہوتی ہے۔

شرح شبّیری

جز بدزدی الخ۔ یعنی وہی کور موش بغیر چوری کے اور کسی کام کے لئے خاک سے نکلتی نہیں ہے جب تک کہ خالق تعالیٰ اس کو چوری سے پاک نہ فرمائیں۔ مطلب یہ کہ اوپر دنیا داروں اور مجوبین کو موش اور کور موش وغیرہ سے تشبیہ دی تھی اسی کے متعلق فرماتے ہیں کہ جس طرح وہ کور موش بجز اس کے کہ وہ کسب معاش کرے اور کسی وجہ سے وہ اپنے بل سے باہر نکلتی ہی نہیں اسی طرح دنیا دار لوگ بجز کسب دنیا کے اور کسی کام امر کی تدبیر میں لگتے ہی نہیں اور دوسری چیز یعنی دین کی طرف متوجہ ہوتے ہی نہیں اب چونکہ ان بے چاروں کو بہت ہی برا بھلا کہا ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید کوئی مایوسی ہی ہو جائے کہ جب یہ حالت ہے تو اب اصلاح کی کیا امید ہو سکتی ہے اور مولانا شیخ کامل ہیں اس لئے دوسرے مصرعہ میں اس کی اصلاح فرماتے ہیں کہ یہ سب کچھ اس وقت تک ہے کہ جب تک حق تعالیٰ اس شخص کو ان جھگڑوں سے نجات نہ دیں اور جب حق تعالیٰ نجات دے دیتے ہیں اور دوسری طرف لگا دیتے ہیں تب اس کی یہ حالت نہیں رہتی بلکہ پھر تو یہ حالت ہوتی ہے کہ عالم بالا اور عالم غیب کی طرف اس کا میلان ہوتا ہے اور اس عالم سفلی سے نفرت ہو جاتی ہے آگے خود مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

بعد ازاں الخ۔ یعنی بعد اس (توفیق حق) کے وہ پر پالیتا ہے اور پرندہ ہو جاتا ہے اور فرشتوں کی طرح گردوں کی طرف جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ اس کو ان امور سے پاک فرما دیتا ہے اور اس کے ملکات سئیہ کو ملکات حسنہ بنا دیتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں موجود ہے اور اولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات تو اس وقت فرشتوں کی طرح ان کا طبعی میلان اور رغبت عالم بالا اور عالم غیب ہی کی طرف ہوتا ہے اور عروج حاصل ہوتا ہے اور مراتب علیا حاصل ہوتے ہیں اس میں ایک تو خود ان لوگوں کی تسلی ہے دوسرے جو لوگ کہ ایسوں کو ذلیل سمجھتے ہیں ان کو سنانا مقصود ہے کہ دیکھو ان کو حقیر مت سمجھو کیا خبر ہے کہ ایک وہ وقت آئے کہ یہ ان کے سارے ملکات سیئہ حسنات ہو جائیں اس وقت کیا منہ لے کر ان کے سامنے آ ؤ گے لہٰذا کسی کو حقیر نہ سمجھے ہاں ان افعال کو برا سمجھے مگر اس شخص کو حقیر نہ سمجھے کہ اپنی تسبیح وتہلیل پر نظر کر کے اس بے چارہ کو یہ سمجھنا اور کہنا کہ یہ دنیا کے کتے ان کی مغفرت کہاں ہو سکتی ہے وغیرہ وغیرہ ارے جب خدا نہ کردہ تم سے کوئی مغفرت چاہے گا مت بخشنا مگر حق تعالیٰ کے فضل ورحمت میں آپ کو کس نے رائے زنی کرنے کو کہا ہے۔ وہی مثل ہے کہ الحا تنک اذا صلی یومین انتظر الوحی۔ پانچ وقت کی نماز کیا پابندی سے پڑھ لیتے ہیں کہ ساری دنیا ان کے نزدیک مرتد اور مردود ہو گئی ہے نعوذ باللہ لہٰذا یاد رکھو کہ کبھی کسی کو حقیر ذلیل مت سمجھو غرضکہ جب اس شخص کے ملکات بدل جائیں گے اور اس کو عروج حقیقی حاصل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گا تو اس کو جو فرحت ہوگی وہ اس کے دل سے کوئی پوچھے۔اس خوشی میں اس کی یہ حالت ہوگی کہ

ہر زمان الخ۔ یعنی وہ ہر گھڑی حق تعالیٰ کے گلشن شکر میں بلبل کی طرح سینکڑوں آوازیں نکالے۔مطلب یہ کہ جس قدر اس سے ہو سکے گا حق تعالیٰ کا شکر بجالائے گا کہ الٰہی تیرا شکر ہے کہ یہ نعمت عظمیٰ اس ناکارۂ خلائق کو عطا ہوئی اور یوں کہے گا کہ

کاے الخ۔ یعنی کہ اے مجھے اوصاف زشت سے چھڑانے والے اور اے دوزخ کو بہشت بنانے والے (تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے) دوزخ سے مراد ملکات سیئہ اور بہشت سے مراد ملکات حسنہ مطلب یہ ہوا کہ جب اس کے ملکات بدل جائیں گے تو وہ کہے گا کہ اے وہ ذات کہ جس نے میرے ملکات سیئہ کو حسنہ کر دیا تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے اب چونکہ ظاہر بینوں کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ بھلا ہر شے کے تبدل ماہیت کے لئے اس دوسری شے میں کوئی مناسبت بھی تو ہو مگر یہاں دوزخ و جنت میں کیا مناسبت ہے اور کیا واسطہ ہے کہ جو دوزخ کو جنت کر دیا جائے گا لہٰذا مولانا آگے اس کا جواب اس شاکر ہی کی زبان سے فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک مناسبت مابین کی ضرورت ہے مگر یہ تو صرف مخلوق ہی کو ضرورت ہے حق تعالیٰ کو اس کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو بہت ہی غیر مناسب اشیاء میں ایسا تعلق پیدا فرما دیتے ہیں کہ آج تک اس تعلق کی کنہ نہ کسی کو ملی اور نہ کوئی معلوم کر سکے جیسے کہ مثلاً رطوبت چشم میں روشنی کا پیدا فرما دینا بھلا رطوبت اور روشنی میں کیا مناسبت ہے کوئی بتا تو دے بلکہ اگر ہے تو کوئی دوسرا ایسی قسم کی رطوبات کو جمع کر کے روشنی رکھ تو دے۔ معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی وہ قدرت ہے کہ جس میں اس کی ضرورت ہی نہیں ہے کہ ان میں مناسبت ہو وہ ویسے بھی تعلق پیدا کرنے پر قادر ہیں آگے اسی کو بہت سی مثالوں سے بیان اور واضح فرماتے ہیں کہ گویا وہ شاکر کہتا ہے کہ یا الٰہی تیری وہ قدرت ہے کہ

می نہی الخ۔ یعنی چربی میں آپ نور اور روشنی رکھ دیتے ہیں اور ہڈیوں کو قوت سماعت آپ نے عطا فرمائی ہے اے غنی پیہ سے مراد وہ رطوبات چشم ہیں اور استخوان سے مراد یہ کان کے پٹھے وغیرہ تو دیکھو بھلا ان میں آپس میں کیا جوڑ ہے مگر حق تعالیٰ نے ایک جوڑ پیدا فرما دیا ہے کہ جس کی کنہ کسی کو بھی آج تک معلوم نہ ہو سکی یوں چاہے کچھ تعلق گھڑ لیں مگر وہ سب نکات بعد الوقوع ہوں گے اگر اصل کنہ کا پتہ چل جاتا تو ضرور تھا کہ خود بھی اس کے بنانے پر قادر ہوتے۔

چہ تعلق الخ۔ یعنی ان معانی کا جسم سے کیا تعلق اور فہم اشیاء کا نام سے کیا تعلق۔مطلب یہ کہ سمع اور بصر وغیرہ تو اوصاف ہیں اور وہ رطوبت اور استخوان وغیرہ جسم ہیں تو بھلا ان میں اور ان میں کیا تعلق وہ لطیف اور یہ کثیف یہ مادی اور وہ غیر مادی اس لئے کہ وہ تو اوصاف ہیں مگر پھر بھی تعلق ہے اور سب سے زیادہ حیرت میں ڈالنے والی یہ بات ہے کہ ہم جب چیزوں کا نام لیتے ہیں تو اس سے ان کا فوراً تصور ہمارے ذہن میں آ جاتا ہے اور ان کی وہ ہیئت کذائی سامنے کھڑی ہو جاتی ہے مثلاً لوٹا کہا تو فوراً ذہن منتقل ہو گیا کہ وہ جو گول ہوتا ہے اور اس میں ایک ٹونٹی اس شکل کی لگی ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ تو بھلا کوئی بتا دے کہ اس نام میں اور اس جسم خاص اور شکل خاص میں کیا تعلق ہے اور کیا مناسبت ہے کہ جس سے وہ فوراً سمجھ میں آ گیا۔بس کچھ سمجھ میں نہیں آتا صرف اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ

حق تعالیٰ نے قلوب میں یہ بات ڈال دی ہے کہ ان ناموں سے ان صور کی طرف التفات ہوجاتا ہے ورنہ بظاہر اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی بس خدا کی قدرت ہے کہ اس طرح تعلق رکھ دیا ہے۔

لفظ چون الخ۔ یعنی لفظ مثل آشیانہ کے ہے اور معنی مثل طائر کے ہیں اور جسم تو نہر ہے اور روح چلتا ہوا پانی ہے۔ یہاں نہر سے مراد صرف وہ ہے جو کہ ابھی کھودی گئی ہو اور اس میں پانی نہ ہو۔ تو مطلب یہ ہے کہ اوپر کہا گیا ہے کہ ان اعصاف سمع و بصر وغیرہ میں اور جسم انسانی میں کوئی تعلق نہیں ہے اب فرماتے ہیں کہ اگر بہت غور و خوض کے بعد سوچا جائے تو اتنا کہہ سکتے ہیں کہ یہ اوصاف تو پرند کی طرح ہیں اور جسم آشیانہ کی طرح یعنی آپس میں ظرف و مظروفیت کا تعلق ہے مگر کوئی بھی بتادے کہ بھلا ظرف و مظروف ہی میں کیا تعلق ہے یوں تو بظاہر یہ تعلق ہے کہ یہ آشیانہ اس کا ہے مگر اس کی کنہ کیا ہے کہ آخر یہ تعلق کس وجہ سے ہے کوئی بھی نہیں بتاسکتا۔ تو دیکھو ایک تعلق نکلا بھی تو وہ بھی کالعدم جس کا کہ اعتبار کر ہی نہیں سکتے اس لئے کہ اس تعلق کو جس کے مشابہ کہا جاتا ہے خود اسی میں تعلق کی خبر نہیں تو مشبہ میں تو کیا کوئی بتا سکتا ہے یا یہ کہا جائے کہ جسم ایک نہر محفور ہے اور روح اس میں پانی کی طرح ہے اس کا حاصل بھی وہی ظرف و مظروفیت ہے۔ مگر کوئی بتادے کہ بھلا روح اور جسم میں کیا علاقہ ہے خدا کی قسم قیامت تک اس کی کنہ سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس لئے کہ یہ فعل حق ہے اس کی کنہ عبد کس طرح معلوم کرسکتا ہے چونکہ یہاں روح کو آب جاری سے تشبیہ دی ہے اس لئے آگے اسی پر متفرع فرماتے ہیں کہ

در روانی الخ۔ یعنی فکر کی ندی کے پانی کا سطح روانی میں بے اچھی بری اشیاء کے ذکر کے خس و خاشاک کے نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے فکر اور روح جو اس جسم میں چل رہے ہیں اور عروج کررہے ہیں ان کے اندر وساوس اور افکار وغیرہ بھرے ہوئے ہیں تو جس طرح کہ پانی پر خس و خاشاک آجانے سے اس پانی کی صفائی محسوس و معلوم نہیں ہوتی اسی طرح ان وساوس و افکار دنیویہ کے آجانے سے روح کی وہ صفائی اور لطافت محسوس نہیں ہے ورنہ اگر یہ نہ ہو تو روح کا جو اس عالم سے تعلق ہے وہ ضرور نظر آئے۔ یہ جو تعلقات بالجسم ہیں جس سے کہ افکار دنیویہ پیدا ہوتے ہیں یہ اس کے اس تعلق کو ظاہر ہونے ہی نہیں دیتے اور اس کے آثار کو مرتب نہیں ہونے دیتے۔

او دوانست الخ۔ یعنی وہ پانی تو چل رہا ہے مگر تم کہتے ہو کہ ٹھہرا ہوا ہے اور وہ دوڑ رہا ہے اور تم کہتے ہو کہ کہف ہے۔ مطلب یہ کہ روح ہر وقت عالم بالا کی طرف توجہ کررہی ہے اور اسی طرف اس کا میلان ہے مگر چونکہ اس پر موانع تعلق بالجسم کی وجہ سے طاری ہیں جو مشابہ خس و خاشاک کے ہیں وہ اس کی روانی کو محسوس نہیں ہونے دیتے ورنہ اگر یہ اٹھ جائیں اور موانع جسم جاتے رہیں تو ظاہر ہے کہ پھر تو ضرور اس عالم غیب سے تعلق روح کا ظاہر طور پر معلوم و محسوس ہو مگر اب ان تعلقات کی وجہ سے محسوس نہیں ہوتا اور ان دنیاوی جھگڑوں میں ان دنیا کی چیزوں کی یاد میں انسان لگا رہتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف کی خبر بھی نہیں ہوتی چونکہ یہ کہنا کہ روح کا میلان اسی طرف ہے مگر موانع کی وجہ سے محسوس نہیں ہے صرف دعویٰ ہے اس لئے آگے بطور دلیل انی کے فرماتے ہیں

گر نبودے الخ۔ یعنی اگر پانی ایک جگہ سے دوسری جگہ نہ چلتا تو اس پر یہ نئے نئے خس و خاشاک کیسے ہیں مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہے کہ اگر روح میں روانی اور اس کو عروج اور عالم بالا کی طرف میلان نہ ہوتا تو پھر یہ نئے نئے افکار اور نئی نئی باتیں کہاں سے آتیں یہ جو ہر وقت ایک نیا فکر ہے اور نئی ایجاد ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اندر کوئی شے چل رہی ہے کہ اس سے کبھی کوئی شے سامنے آتی ہے اور پھر دوسری شے نظر آتی ہے جس طرح کہ دیکھو اوپر خس و خاشاک ہوتے ہیں اور اندر پانی چلتا ہے تو اس کے چلنے سے وہ خاشاک بھی چلتے ہیں اور جو اب ہمارے مقابل تھا وہ آگے بڑھ کر دوسرا سامنے آ گیا معلوم ہوا کہ کوئی چیز ہے جو ان کو چلا رہی ہے اسی طرح روح کے اثرات کے بدلنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی کوئی شے ہے کہ جو روانی میں ہے اور ہر گھڑی ایک نئی چیز کو سامنے لا کر کھڑا کرتی ہے آگے خود تشریح فرماتے ہیں کہ

ہست خاشاک الخ۔ یعنی تیری خاشاک وہ صور فکر یہ ہیں کہ جو باکرہ لڑکی کی طرح ہر دم نو بنو آ رہی ہیں۔

روے آب الخ۔ یعنی فکر کی ندی کے پانی کا سطح بے خاشاک خوب و زشت کے روشن میں نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے لئے یہ ضرور ہے کہ اس کی قوت فکریہ میں جو کہ ایک ندی کی طرح ہے مختلف اچھے اور برے خیالات آتے ہیں مگر ان افکار کے آنے سے چاہیے کہ انسان استدلال کرے اس استدلال کو خود فرماتے ہیں کہ

قشرہا بر روئے ایں آب رواں	از ثمار باغ غیبی شد دواں
اس رواں پانی کی سطح پر چھلکے	عالم غیب کے پھلوں سے چل رہے ہیں
قشرہا را مغز اندر باغ جو	زانکہ آب از باغ می آید بجو
چھلکوں کا گودا باغ میں تلاش کر	اس لئے کہ پانی نہر میں باغ سے آ رہا ہے
گر نہ بینی رفتن آب حیات	بنگر اندر سیر ایں جوی و نبات
اگر تو زندگی کے پانی کا جاری ہونا نہیں دیکھتا ہے	اس نہر اور خس و خاشاک کی روانی پر غور کر لے
آب جو انبہ تر آید در گذر	زو کند قشر صور زو تر گذر
نہر کا پانی جب کثرت سے گزرے	اس میں صورتوں کے چھلکے تیزی سے گزر جاتے ہیں
چوں بغایت تیز شد ایں جو رواں	غم نہ پاید در ضمیر عارفاں
جب یہ نہر بہت تیزی سے چلتی ہے	تو عارفوں کے دل میں غم نہیں ٹھہرتا ہے
چوں بغایت ممتلی بود و شتاب	بس نگنجد اندروالا کہ آب
جب (وہ نہر) انتہائی بھری ہوئی اور تیز ہو	تو اس میں پانی کے علاوہ کچھ نہیں ٹھہرتا ہے

شرح حبیبی

بیان مذکورہ بالا بطور تمہید اور مقدمہ کے تھا اب سمجھو کہ یہ خیالات دنیویہ جو بمنزلہ چھلکوں کے ہیں اور اس پانی کی سطح پر بہہ رہے ہیں گلشن غیبستان کے پھلوں کے چھلکے ہیں پس تو اس باغ میں جا اور ان چھلکوں کا مغز تلاش کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حقائق ومعارف الٰہیہ ڈھونڈ کیونکہ یہ پانی اس ندی میں باغ ہی سے آ رہا ہے جس کی دلیل یہ چھلکے ہیں اگر تجھے وہ آب حیات کا سرچشمہ غیبی نظر نہیں آتا جس میں سے اس ندی میں پانی آ رہا ہے اور جسم وروح جس سے مستفیض ہو رہے ہیں تو تو اس ندی کی اس خاص انداز سے چلنے کو اور اس میں ان نباتات (خیالات) کی آمیزش کو دیکھ لے تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس ندی کا منبع باغ ہی ہے۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب سنو جب اس چشمہ آب حیات سے اس ندی میں پانی بکثرت آتا ہے اور قلوب پر واردات کا ہجوم ہوتا ہے تو یہ خیالات تیز رواں ہونے لگتے ہیں اور جب یہ ندی زیادہ تیزی سے رواں ہوتی ہے تو اس وقت عارفوں کے قلوب میں غم نہیں ٹھہر سکتا اور جب پورے طور پر لبریز ہو جاتی ہے اور پوری قوت سے بہنے لگتی ہے تو وہاں بجز پانی کے اور کسی چیز کی گنجائش ہی نہیں ہوتی۔ بس اس وقت واردات غیبی اور علوم عرفانی ہی ہوتے ہیں غم وفکر کا نام ونشان بھی نہیں ہوتا اچھا اب ایک حکایت سن جس سے ہمارے بیان کی تصدیق وتائید ہو۔

شرح شبیری

قشرہا الخ۔ یعنی اس آب جاری کے سطح پر یہ چھلکے باغ غیبی کے پھلوں میں سے آئے ہیں۔

قشرہا الخ۔ یعنی ان چھلکوں کے مغز کو باغ میں سے تلاش کرو اس لئے کہ پانی باغ ہی میں سے ندی میں آ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ پانی اس نہر مخفور کے لئے مفیض ہوتا ہے کہ اس سے اس کو تری ہوتی ہے اور وہ ندی مستفیض ہوتی ہے اسی طرح روح مفیض اور جسم مستفیض ہوتا ہے اور جس طرح کہ نہر میں چھلکے پھلوں کے نظر آنا اس کی دلیل ہے کہ ضرور یہ نہر کسی باغ کے نیچے سے ہو کر آ رہی ہے کہ جس میں سے پھلوں کے قشر اس میں سے گرتے ہیں تو اسی طرح دماغ میں اور قوت فکریہ میں افکار کا آنا بتا رہا ہے کہ یہ روح کہ جس سے اس جسم کا تعلق ہے کسی معدن علوم وفیوض سے تعلق رکھتی ہے پس جس طرح کہ اس چھلکے بہنے سے استدلال باغ پر کر کے اس باغ کی طلب ضروری ہے اسی طرح ان افکار کے ہجوم سے ضروری ہے کہ یہاں بھی اس معدن علوم وفیوض کی طلب کی جائے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ ان افکار واوہام کے ہجوم سے تم سمجھو کہ جہاں سے یہ فیض اس پر ہو رہا ہے اس اصل کو تلاش کرنا چاہیے اور وہ اصل وہ روح اعظم اور عالم غیب ہے لہٰذا اس سے استدلال کر کے اس طرف توجہ چاہیے اور جب عالم بالا اور عالم غیب کی طرف توجہ ہو گی تو پھر حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف بھی توجہ ہو گی لہٰذا ان سے استدلال کر کے حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور اس کی طلب ضروری ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

گر نہ بینی الخ۔ یعنی اگر تم کو آب حیات کی روانی نظر نہیں آتی تو اس نہر کی اور نباتات کے چلنے کو دیکھو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر روح کا عروج اور اس کی سیر تم کو نظر نہیں آتی اور اس سے تم استدلال نہیں کر سکتے تو ان افکار وغیرہ کے ہر گھڑی نو بنو آنے سے ہی استدلال کرو اور دیکھو کہ ایک جا رہا ہے اور دوسرا آ رہا ہے قوت فکریہ کبھی خالی نہیں رہتی۔ کسی

www.besturdubooks.wordpress.com

نے خوب کہا ہے کہ کبھی وہ اور کبھی اس کا رہا غم + غرض خالی دل شیدانہ پایا + تو اس سے ہی سمجھ کہ ہاں روح میں روانی ہے اور ایک گھڑی رنج ہے تو دوسرے وقت خوشی ایک وقت تکلیف ہے تو اس کے بعد راحت ہے۔ یہ ساری باتیں روح کی سیر اور روانی پر دال ہیں یہاں تک تو عوام کا ذکر تھا کہ ان کی حالت میں بھی تبدل ہوتا ہے مگر بہت آہستہ اور کم ہوتا ہے بلکہ مثلاً اگر کبھی غم سوار ہوا تو وہ بھی دیرپا ہے اور اگر کلفت ہے تو اسکا اثر بھی باقی ہے غرضکہ تبدل ہوتا ہے مگر دیر میں اس لئے ان افکار کو دفع کرنے والی تو وہ قوت روحانی ہے جو کہ علوم وحقائق ومعارف سے پیدا ہوتی ہے اور یہ عوام میں کم ہے تو افکار دنیویہ کا اثر بھی ان پر زیادہ ہے آگے حضرات اولیاء اللہ حالت کو بیان فرماتے ہیں۔

آب جو لہنہ الخ۔ یعنی نہر کا پانی چلنے میں جب بہت زیادہ ہو جاتا ہے تو اس سے قشر صور بہت جلدی گذر جاتے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو اگر نہر میں پانی کم ہو تب تو خس وخاشاک آہستہ چلتے ہیں اور ایک جگہ زیادہ ٹھہرتے یہ حالت تو عوام کی ہے کہ بسبب علوم کی کمی کے ان میں افکار وغموم دیرپا ہوتے ہیں اور جو لوگ کہ کام شروع کر دیتے ہیں یعنی سالکین متوسطین چونکہ ان کے علوم وحقائق ایک دم سے انبوہ کر کے آتے ہیں تو ان میں وہ علوم و حقائق ان افکار دنیویہ کو زیادہ ٹھہرنے نہیں دیتے بلکہ جلدی ہی سے یہ افکار زائل ہو جاتے ہیں اور وہ علوم اس کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے ہیں یہ حالت متوسطین کی ہوئی۔

چون بغایت الخ۔ یعنی جب یہ ندی خوب تیز ہو جاتی ہے تو پھر عارفین کے قلوب میں غم ٹھہرتا ہی نہیں مطلب یہ کہ جب ندی میں پانی زور سے آئے یعنی جسے ریلہ کہتے ہیں وہ آ جائے تو پھر خس وخاشاک آتے ہیں۔ مگر اس قدر سرعت سے گزرتے ہیں کہ ان کو ایک جگہ قرار ہی نہیں ہوتا جیسے کہ کسی نے کسی اونچی جگہ سے نشیب میں پانی گرتے دیکھا ہو جس کو جھال بولتے ہیں تو دیکھئے کہ کس قدر سرعت سے تمام خس وخاشاک گزرتے ہیں کہ معلوم بھی نہیں ہوتے یہ حالت عارفین کی ہے کہ ان حضرات کے قلب میں غموم وہموم دنیا آتے تو ہیں مگر وہ علوم وحقائق جو ان کے اندر بھرے ہیں ان کو ایک سیکنڈ کے لئے ٹھہرنے نہیں دیتے یہ عارفین ہوئے۔

چون بغایت الخ۔ یعنی جب بے انتہا بھر جائے اور بہت ہی تیز ہو جائے تو اب اس میں بجز پانی کے اور کچھ سماتا ہی نہیں مطلب یہ کہ جب تک وہ ریلہ رہا جب تک تو خیر خس وخاشاک آتے مگر جلدی ہی گزر گئے لیکن اگر پانی اسقدر بھر جائے کہ نہر کے کناروں سے بھی باہر نکل جائے اب وہ حالت ہے کہ اس میں بجز پانی کے اور کچھ سماتا ہی نہیں سارے خس وخاشاک ابل کر باہر نکل گئے اور پانی صاف وشفاف رہ گیا۔ یہ حالت ان لوگوں کی ہے کہ جن پر فنا غالب ہوتی ہے کہ ان حضرات کے قلوب پر ہموم وغموم طاری ہی نہیں ہوتے بس ان کی نظر ہر وقت حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہی لگی ہوئی ہے یہاں آئے ہی نہیں ان سب میں فرق ایک مثال سے سمجھو کہ جیسے کئی آدمیوں کے بیٹے مر گئے ایک تو عامی ہے اس کی یہ حالت ہوگی کہ گریہ وبکا شروع کرے گا اور شکوہ وشکایت کے دفتر کھول دے گا اور اس کا سوگ منا کر بیٹھ جائے گا نہ نماز رہی نہ روزہ رہا بس ہر گھڑی اسی کا خیال ہے یہ تو عامی ہو گیا دوسرے کی یہ حالت ہوئی کہ اس نے سنا اس کو غم بھی ہوا رو یا بھی ایک دن غم رہا مگر پھر زائل ہو گیا اور اپنے کاموں میں لگ گیا۔ مگر اب بھی جب خیال آتا ہے تو پھر وہی حالت ہو جاتی ہے اور تھوڑا تھوڑا خیال ہر وقت یہی رہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مگر ان سب باتوں میں حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کیا نہ خدا تعالیٰ کی شکایت کرنے بیٹھا یہ متوسط ہے کہ غم مستولی ہے مگر خیر کچھ سنبھلا ہوا ہے تیسرے کو جب خبر ہوئی تو اس نے سن کر انا للہ پڑھی اس وقت رنج بھی ہوا آنسو بھی نکلے مگر بہت سنبھلا رہا۔ بدحواس نہیں ہوا بلکہ اپنے کام میں لگا رہا اور یہی سمجھا کہ خدا کی چیز تھی اسی نے لے لی اس کی نظر فوراً حق تعالیٰ پر ہوئی اور سارا رنج وغم زائل ہو گیا اگرچہ رنج طبعی باقی رہا مگر یہ نہیں کہ نماز میں بھی وہی اور قرآن میں بھی وہی بلکہ دل سے تو متوجہ بحق ہے مگر طبعی رنج ہے۔ یہ عارف ہے اور یہی کامل ہے اس لئے کہ اس کی حالت اشبہ ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ حضرت ابراہیم کی وفات کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ انا بفراقک یاابراھیم محزونون اور آپ کے آنسو جاری تھے مگر قلب مبارک میں وہی حب حق بسی ہوئی تھی جب چوتھے صاحب کو اطلاع ہوئی تو بولے کہ الحمدللہ اور ہنسے اور خوش ہوئے جیسا کہ بعض مجاذیب بزرگوں کے قصے لکھے ہیں یہ حالت غلبۂ فنا کی مگر کمال نہیں ہے ہاں بعض مرتبہ کاملین کو بھی یہ حالت طاری ہوتی ہے اور ان پر بھی غلبۂ فنا کا ہوتا ہے مگر ان کی یہ حالت دائمی نہیں ہے تو اس حالت میں غم اور فکر اور رنج آتا ہی نہیں ہمیشہ ہشاش بشاش رہتے ہیں تو دیکھو یہ سارے تفاوت بوجہ قوت روح اور ضعف روح کے ہیں کہ ایک قوی الروح تھا اس پر ویسا اثر مرتب ہوا اور اس قوت نے مدافعت کی اور دوسرا ضعیف تھا اس پر دوسرا اثر ہوا۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کے سامنے ایک شخص نے اس کے پیر کو برا بھلا کہا اور کہا کہ وہ تو شرابی ہیں مرید نے کہا کہ تم غلط کہتے ہو اس معترض نے اس مرید کو میخانہ میں لے جا کھڑا کیا دیکھا کہ شیخ جام ہاتھ میں لئے بیٹھے ہیں تب اس معترض نے اعتراض کیا کہ حضرت مجھ پر تو یہ نصیحت ہوتی ہے کہ شراب مت پیو اس لئے کہ جب جام شراب بھرا جاتا ہے تو اس میں شیطان مُوت دیتا ہے تو اب آپ کیوں پی رہے ہیں انہوں نے جواب دیا کہ وہ اور جام ہوتے ہیں ہمارا جام اس قدر بھرا ہوا ہے اس میں اتنی جگہ ہی نہیں ہے کہ شیطان مُوت سکے پھر اس جواب کی مولانا وجہ بتادیں گے غرض کہ طویل قصہ آگے خود آتا ہے مگر یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ دیکھو جس طرح انہوں نے کہا کہ ہمارا جام اس قدر بھرا ہوا ہے کہ اس کی جگہ ہی نہیں ہے ایسے جن حضرات پر غلبہ فنا کا ہوتا ہے ان کے اندر بھی گنجائش ایسی نہیں رہتی کہ غموم و ہموم دنیا ان کے اندر آسکیں بس اس مقام سے اس حکایت کو یہ مناسبت ہے اسی لئے لاتے ہیں اب حکایت سنیے۔

شرح حبیبی

طعنہ زدن بیگانہ بر شیخے وجواب گفتن مرید شیخ آں بیگانہ را

ایک اجنبی شخص کا ایک شیخ پر طعنہ زنی کرنا اور شیخ کے ایک مرید کا اس کو جواب دینا

ابلہے یک شیخ را تہمت نہاد	کو بدست و نیست بر راہ رشاد
ایک بیوقوف نے ایک شیخ پر تہمت رکھی	کہ وہ برا ہے اور راہ ہدایت پر نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شارب خمر ست و سالوس و خبیث	مر مریداں را کجا باشد مغیث
شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے	تو مریدوں کا کیا دستگیر ہو گا؟
آں یکے گفتش ادب را ہوش دار	خورد نہ بود ایں چنیں ظن بر کبار
ایک شخص نے اس سے کہا ادب کو ملحوظ رکھ	بڑوں پر ایسا گمان چھوٹا نہیں ہے
دور از وے دور از اوصاف او	کہ ز سیلے تیرہ گردد صاف او
اس سے اور اس کے اوصاف سے بعید ہے	کہ اس کا صاف پانی بہاؤ (کے پانی) سے مکدر ہو جائے
ایں چنیں بہتاں منہ بر اہل حق	کایں خیال تست بر گرداں ورق
اہل حق پر اس طرح کا جھوٹ نہ بول	یہ تیرا (محض) خیال ہے ورق پلٹ دے
ایں نباشد ور بودے مرغ خاک	بحر قلزم راز مردارے چہ باک
اے خشکی کے پرند! ایسا نہ ہو گا اور اگر ہو	بحر قلزم کو ایک مردار سے کیا خطرہ؟
نیست دون القلتین و حوض خورد	کش تواند قطرہ آب از کار برد
وہ قلتین سے کم اور چھوٹی حوض نہیں ہے	کہ اس کو (گندے) پانی کا ایک قطرہ بیکار کر دے
ز آتش ابراہیم را نبود زیاں	ہر کہ نمرودیست گو می ترس ازاں
(حضرت) ابراہیم کو آگ سے کوئی نقصان نہیں ہے	جو نمرودی ہے کہہ دے وہ اس سے ڈرے
نفس نمرودست عقل و جاں خلیل ؑ	روح در عین ست و نفس اندر دلیل
نفس نمرود ہے اور عقل اور جان خلیل ہے	روح (مشاہدہ) ذات میں ہے اور نفس دلیل میں ہے
ایں دلیل راہ رہرو را بود	کو بہر دم در بیاباں گم شود
مسافر کو رہبر کی ضرورت ہوتی ہے	کیونکہ وہ ہر وقت جنگل میں گم ہو سکتا ہے
واصلاں را نیست جز چشم و چراغ	از دلیل راہ شاں باشد فراغ
(اللہ تک) پہنچ جانے والوں کیلئے صرف آنکھ اور چراغ کی ضرورت ہے	راہنما سے ان کو بے نیازی ہوتی ہے
گر دلیلے گفت آں مرد وصال	گفت بہر فہم اصحاب جدال
اگر وہ واصل شخص کوئی دلیل بیان کرتا ہے	تو بحث کرنے والوں کی عقل کے لئے بیان کرتا ہے
بہر طفلے نو پدر تی تی کند	گرچہ عقلش ہندسہ گیتی کند
نو (عمر) بچے کے لئے باپ تتلاتا ہے	اگرچہ اس کی عقل جہان کی پیمائش کر ڈالے

www.besturdubooks.wordpress.com

کم نہ گردد فضل استاد از علو	گر الف چیزے ندارد گوید او
استاد کی بزرگی بلندی سے کم نہیں ہو جاتی	اگرچہ وہ کہے الف خالی ہے
از پئے تعلیم آں بستہ دہن	گوید او حطی و ہوز کلمن
منہ نہ کھولنے والے بچہ کی تعلیم کے لئے	وہ حطی اور ہوز (اور) کلمن کہتا ہے
در زبان او بباید آمدن	از زبان خود بروں باید شدن
اس کی زبان میں آنا چاہئے	اپنی زبان سے نکل جانا چاہئے
تا بیاموزد زتو او علم و فن	جملگی از خود بباید گم شدن
تاکہ وہ تجھ سے علم اور فن سیکھ لے	اپنے آپ سے گم ہو جانا چاہئے
پس ہمہ خلقاں چو طفلان ویند	لازم است ایں پیر را در وقت پند
لہذا تمام مخلوق اس کے بچے جیسے ہیں	نصیحت کے وقت یہ بات پیر کے لئے ضروری ہے

ایک احمق نے کسی شیخ پر تہمت لگائی کہ وہ برا اور گمراہ شخص ہے۔ شراب خواری و مکاری کرتا ہے خبیث ہے اور ہرگز شیخت کے قابل نہیں۔ او خویشتن گم است کرا رہبری کند۔ جب خود اس کی حالت ایسی گندہ ہے تو وہ مریدوں کی کیا دستگیری کر سکتا ہے کسی نے کہا کہ جناب ادب ملحوظ رکھئے بڑے لوگوں کی نسبت ایسا گمان مناسب نہیں خدا نہ کرے کہ ان سے کوئی معصیت صادر ہو کر ان کے قلب صافی کو مکدر کرے۔ اہل اللہ پر ایسی تہمت نہ لگایئے یہ آپ کا خیال ہے اسے بدلیے اول تو یہ ہے نہیں اور اگر ہو بھی تو ایک مردار بحر قلزم کو مکدر نہیں کر سکتا۔ وہ قلتین سے کم اور حوض صغیر نہیں ہے جس کو ایک ناپاک قطرہ پانی بیکار کر دے اور اس معصیت ظاہری سے ان کو ضرر ہو کیونکہ اہل اللہ کے لئے ان کی خاصیت اضرار باقی نہیں رہتی خواہ اس لئے کہ اہل اللہ اس حالت میں مغلوب العقل ہونے کے سبب مرفوع القلم ہوتے ہیں یا اس لئے کہ اس شئے کی حقیقت بدل جاتی ہے اور اس لئے وہ محرم ہی نہیں رہتی۔ آگ ابراہیم کو نہیں جلا سکتی ہاں نمرود کو پھونک دیتی ہے اس کو اس سے ڈرنا چاہیے پس روح مثل خلیل ہے اور نفس نمرود۔ جن لوگوں کا نفس بھی غلبۂ روح سے روح ہو گیا ہے ان کو معصیت مضر نہیں خواہ اس لئے کہ تبدل حقیقت سے وہ فی نفسہ معصیت ہی نہیں رہتی اور خواہ اس سبب سے کہ ان کی مغلوبیت کے باعث ان کے حق میں معصیت نہیں رہتی اور جن لوگوں کی روح بھی مغلوب نفس بھی مغلوب نفس ہو کر نفس ہو گئی ہے ان کو بے شک ضرر ہوتا ہے کیونکہ وہاں ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی بات نہیں ہوتی ایک فرق تو روح و نفس کے درمیان تم کو اس بیان سے معلوم ہو گیا گو بیان فرق مقصود نہ تھا اب تبعاً ایک دوسرا فرق بھی سن لو۔ روح مشاہدہ حق سبحانہ میں مصروف ہوتی ہے اور نفس طالب دلیل ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ رہنما کی ضرورت اس کو ہوتی ہے جو قطع منزل کے درپے ہو اس لئے

کہ اس کو بھٹک جانے کا خطرہ ہوتا ہے اور جو واصل الی المطلوب ہیں ان کو دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ ان کو تو دیدہ بینا اور روشنی کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ امور ان کے اندر موجود ہیں کہ حق سبحانہ نے ان کو روح اور چشم بینا عطا فرمائی ہے اور نور معرفت بخشا ہے اس سے تم کو یہ شبہ نہ ہونا چاہیے کہ پھر یہ لوگ دلیلیں کیوں بیان کرتے ہیں کیونکہ وہ دلائل مجادلین کے سمجھانے کے لئے ہیں۔ جو ذوق اور مشاہدہ نہیں رکھتے دیکھو چھوٹے بچے سے جب اس کا باپ باتیں کرتا ہے تو اسی کے طرح تتلا کر باتیں کرتا ہے اگر چہ اس کی عقل دنیا کی پیائش کرنے کو تیار ہوتی ہے نیز اگر استاد بچہ کو پڑھانے کے لئے الف خالی کہے تو اس سے اس کے علم میں کوئی کمی نہیں آتی اور اس نا گویا کے پڑھانے کو ابجد ہوز حطی کلمن کہتا ہے مگر اس سے اس کے علم میں کچھ نقصان نہیں آتا اور ابجد خوان نہیں کہلا سکتا کیونکہ تعلیم کے لئے ضرورت ہے کہ اپنی زبان کو چھوڑ کر متعلم کی زبان اختیار کی جائے اور اس کی قوت واستعداد کا لحاظ رکھا جائے اور اپنے کو بالکل بھلا دیا جائے تا کہ وہ تم سے علم وفن سیکھ سکے اسی طرح سمجھو کہ تمام مخلوق عارف کے بچے ہیں اس لئے لازم ہے کہ نصیحت کے وقت ان کی استعدادات کا لحاظ رکھے تکلموا الناس علی قدر عقولهم

آں مرید شیخ بد گوینده را	آں بکفر و گمرہی آگنده را
شیخ کے مرید نے برا کہنے والے کو	اس کفر اور گمراہی سے بھرے ہوئے کو
گفت تو خود را مزن بر تیغ تیز	ہیں مکن با شاہ با سلطاں ستیز
کہا تو اپنے آپ کو تیز تلوار سے نہ بھڑا	خبردار! شاہ اور سلطان سے جھگڑا نہ کر
حوض با دریا اگر پہلو زند	خویش را از بیخ ہستی برکند
حوض اگر دریا سے ٹکرائے گا	اپنے وجود کو جڑ سے کھود دے گا
نیست بحرے کو کراں دارد کہ تا	تیرہ گردد او ز مردار شما
وہ ایسا دریا نہیں ہے جس کا کنارہ ہوتا ہے	کہ تمہارے مردار سے وہ گدلا ہو
کفر را حد ست و اندازه بداں	شیخ و نور شیخ را نبود کراں
کفر کا ایک اندازہ اور حد ہے، سمجھ لے	شیخ اور اس کے نور کا کنارا نہیں ہے
پیش بیحد ہر چہ محدود ست لاست	کل شیء غیر وجہ اللہ فناست
لامحدود کے سامنے محدودؔ معدوم ہے	اللہ (تعالیٰ) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے
کفر و ایماں نیست آنجائیکہ اوست	زانکہ او مغزست ایں دو رنگ و پوست
جس مقام پر وہ (شیخ) ہے وہاں کفر اور ایمان نہیں ہے	کیونکہ وہ مغز ہے اور یہ دونوں رنگ اور چھلکا ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

غرضکہ شیخ کے مرید مذکور نے اس بدگو اور کفر و گمراہی میں لتھڑے ہوئے سے کہا کہ دیکھئے میں آپ سے خیر خواہانہ عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنے کو تلوار سے نہ بھڑائے اور شیخ کی مذمت کر کے ہلاکت روحانی میں مبتلا نہ ہو جائیے دیکھو بادشاہ کی مخالفت تباہی لاتی ہے آپ بادشاہ دین سے نہ لڑیئے۔ قاعدہ ہے کہ اگر حوض دریا سے ٹکراتی ہے تو اپنی ہستی کو مٹا دیتی ہے آپ ایک حوض ہیں اور وہ بحر بیکراں۔ آپ کی مذمت اور آپ کی مخالفت سے ان کو ضرر نہیں پہنچ سکتا بلکہ خود آپ کو ضرر پہنچے گا۔ شراب خواری تو ایک کبیرہ گناہ ہے میں تو کہتا ہوں کہ کفر بھی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ کل شیء ھالک الا وجھہ یعنی ذات حق سبحانہ کے سوا تمام اشیاء فانی ہیں لہٰذا کفر و ایمان متعارف بھی فانی ہیں اور اہل اللہ متخلق باخلاق اللہ اور متصف بصفات حق سبحانہ ہیں لہٰذا وہ بھی باقی ببقاء الحق ہوں گے۔ نیز حق سبحانہ غیر محدود ہیں لہٰذا اہل اللہ بھی غیر محدود بلا تناہی حق سبحانہ ہوں گے اور کفر و ایمان متعارف محدود ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ محدود غیر محدود کے سامنے فانی اور لاشئے محض ہے اس کو اس تک رسائی ہی نہیں ہو سکتی اور وہ اس کی صفت ہی نہیں بن سکتا۔ پس کفر و ایمان متعارف کی وہاں رسائی ہی نہیں ہو سکتی اور وہ ان کی صفت ہی نہیں بن سکتی کیونکہ ان کو تو ایمان حقیقی حاصل ہے جو کہ مغز ہے اور کفر و ایمان متعارف رنگ اور صورتیں ہیں پس ان کو اس سے کیا تعلق جن کو مغز حاصل ہے جس کے سریان سے وہ سراپا اور سرتا مغز ہو گئے ہیں پس معلوم ہوا کہ ان کو کفر نقصان نہیں پہنچا سکتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ کفر کی وہاں تک رسائی نہیں اور وہ اس کے ساتھ موصوف ہی نہیں ہو سکتے۔ نہ یہ کہ کفر ان کے لئے جائز ہے نعوذ باللہ منہ فتدبر ولا تزل۔

ایک اجنبی شخص کا ایک بزرگ پر طعنہ زنی کرنا اور انکے ایک مرید کا انکی طرف سے جواب دینا پھر شیخ کا خود جواب دینا

شرح شبیری

ابلہے الخ۔ یعنی ایک ابلہ نے ایک شیخ پر تہمت لگائی کہ وہ تو بہت برا ہے وہ راہ ہدایت پر نہیں ہے

شارب الخ۔ یعنی شرابی ہے اور مکار ہے اور خبیث ہے بھلا وہ مریدوں کی تو کیا خبر لے گا۔

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو اس سے کہا کہ ذرا ادب کا لحاظ رکھو کہ بڑے لوگوں پر ایسا گمان مناسب نہیں ہے۔ یہ مجیب ان بزرگ کا مرید تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

دور ازو الخ۔ یعنی اس سے اور اس کے اوصاف سے یہ بات بعید ہے کہ ایک سیل سے اسکا صاف خراب ہو جائے۔

اینچنیں الخ۔ یعنی اہل حق پر ایسا بہتان مت رکھو کہ یہ تمہارا خیال ہی ہے اس سے ورق کو لوٹ دو سیل سے مراد صدور منکر ہے مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اولیاء اللہ معصوم تو نہیں ہوتے مگر حق تعالیٰ کی طرف سے محفوظ ہوتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور حق تعالیٰ ان کو بچاتا ہے اس لئے ان سے صدور منکر بعید ہے اگر چہ ممکن ہے مگر ان کے اندر حق تعالیٰ ایسے مواقع رکھ دیتے ہیں کہ جس سے ان سے صدور منکر نہیں ہوتا تو اس مرید نے کہا کہ ان سے یہ بات بہت بعید ہے کہ ان سے منکر صادر ہو سکے لہٰذا تم کو چاہیے کہ ہرگز ایسا خیال نہ کرو اور اس خیال سے باز آ جاؤ اس لئے کہ ان حضرات سے بوجہ محفوظ ہونے کے صدور ہی منکر کا نہیں ہوتا۔

این نباشد الخ۔ یعنی یہ نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی تو اے مرغ خاک بحر قلزم کو مردار سے کیا ڈر ہے۔ اس شعر سے بہت جہلا صوفیہ فرقہ آباحیہ اس امر کا ثبوت دیتے ہیں کہ سالک پر ایک حالت وہ بھی آتی ہے کہ جس میں اس کو گناہ کرنے سے گناہ نہیں ہوتا حالانکہ یہ بالکل غلط ہے بات یہ ہے کہ لوگ مثنوی شریف سے استدلال کرتے ہیں اور اس سے علوم اخذ کرنا چاہتے ہیں حالانکہ مثنوی ایسی کتاب ہے کہ جس شخص کو پہلے سے علوم معلوم ہوں وہ اس کے مضامین کو ان پر منطبق کرلے ورنہ خود اس سے علوم اخذ کرنے میں بڑی سخت گمراہی کا خوف ہے اس کی مثال بالکل قرآن شریف جیسی ہے کہ جس طرح کہ قرآن شریف ہے رافضی سنی مرجیہ اور قدریہ اور جبریہ وغیرہ سب فرق نے اپنے اپنے مطلب کے موافق باتیں نکال لی ہیں اسی طرح اس سے بھی ہر شخص اپنے مطلب کی بات نکال سکتا ہے۔ بس جس طرح کہ قرآن شریف کے سمجھنے کے لئے حدیث کے ملانے کی ضرورت ہے اسی طرح اس کے سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ اول علوم حاصل کرلے پھر ان پر اس کے مضامین کو منطبق کرے اور اسی معنی میں مولانا جامی نے فرمایا ہے مثنوی مولوی معنوی + ہست قرآن درزبان پہلوی۔ اس سے لوگ سمجھے ہیں کہ اس میں قرآن شریف کے مضامین ہیں گویا کہ ترجمہ ہے حالانکہ بالکل غلط ہے اس میں بہت کم مضامین قرآنی ہیں بلکہ اس کا مطلب جو ہمارے حضرت حاجی صاحب فرماتے تھے یہ ہے کہ مولانا جامی نے خود اس مثنوی ہی کو قرآن کہا ہے اس لئے قرآن سے مراد کلام حق ہے اور کلام حق الفاظ کا مقید تو ہے نہیں بلکہ الفاظ مخلوق ہیں اور صفت کلام قدیم ہے تو جس طرح کہ اپنے اس کلام قدیم کو کلمات عربیہ کے ساتھ منضم کر دیا اور اس کو بذریعہ وحی کے نازل فرمایا اسی طرح اس کلام نفس قدیم کو زبان پہلوی کے ساتھ ملا دیا اور اس کو بذریعہ الہام کے مولانا رومیؒ کے قلب مبارک پر وارد فرما دیا تو بات یہ ہے کہ اس کو علوم تصوف پر منطبق کرنا چاہیے نہ کہ اس سے علوم اخذ کرنا تو اس سے۔ بحر قلزم را الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ شیخ کامل کو مولانا نے بحر قلزم سے تشبیہ دی ہے اور کہا ہے کہ جس طرح کہ بحر قلزم ایک مردار سے ناپاک نہیں ہوتا اس لئے کہ اس میں ایک مانع عن التنجس موجود ہے اور وہ اس میں ما کثیر ہونا ہے کہ وہ اس کو ناپاک نہیں ہونے دیتا اسی طرح اگر کسی بزرگ سے کوئی معصیت صادر بھی ہو جاتی ہے تو ان کے اندر ایک مانع ایسا ہوتا ہے کہ وہ مانع عن التنجس بالمعصیت ہو جاتا ہے اور وہ ان کو عاصی نہیں ہونے دیتا لیکن یہ بات کہ وہ مانع کیا ہے جو ان کو تدنس بالمعصیت سے مانع ہوتا ہے اس کو شریعت سے دریافت کرنا چاہیے اس لئے کہ جس طرح ہم کو بحر قلزم میں بھی شریعت کے بتانے سے معلوم ہوا ہے کہ بوجہ ماء کثیر

ہونے کے مردار سے ناپاک نہ ہوگا اسی طرح ہم کو یہاں بھی شریعت کی طرف رجوع کرنا چاہیے پس جب شریعت سے موانع پوچھے گئے تو معلوم ہوا کہ منجملہ دیگر موانع کے ایک مانع غلبۂ فنا بھی ہے کہ جس وقت سالک پر غلبہ فنا کا ہوتا ہے تو اسکو کچھ خبر ہی نہیں رہتی اور وہ مرفوع القلم ہو جاتا ہے۔ لہٰذا جب اس پر غلبہ فنا کا ہوگا اس وقت اس کے اندر یہ غلبہ فنا مانع عن التدنس بالمعصیۃ موجود ہے لہٰذا وہ عاصی نہ ہوگا اور چونکہ غلبۂ فنا بعض مرتبہ کامل کو بھی ہوتا ہے لہٰذا شیخ کامل سے بھی اگر کوئی معصیت صریحہ صادر ہوگی تو اس کو کہا جائے گا کہ یہ غلبۂ فنا میں ہوا ہے۔ مگر یاد رہے کہ اس سے جاہل مکار فقیر استدلال نہ کرسکیں اس لئے کہ اول جو شرائط شیخ کے ہیں ان کو بھی دیکھا جائے گا اگر وہ موجود ہوں گے اور اس وقت صدور معصیت ہوگا تب یہ کہا جائے گا ورنہ اگر وہ شرائط موجود نہیں ہیں تو رد کیا جائے گا اور اس کو عاصی کہا جائے گا خوب سمجھ لو تو اب معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی مانع موجود نہ ہو تب تو ان کو عاصی کہا جائے گا اور اگر موجود ہو تو اس مانع کی وجہ سے وہ عاصی نہ ہوں گے۔ اب اس کے یہ معنی کہنا کہ حضرت تو دریا ہیں بھلا ان باتوں کا وہاں کیا پتہ لگتا ہے بالکل غلط ہوا بلکہ یہ معنی جو بیان کئے گئے ہیں محقق ہیں۔ اب جہلاء فقراء کا اس شعر سے کوئی کسی قسم کا استدلال نہیں ہوسکتا تو اس مرید نے کہا کہ اول تو ان سے بوجہ محفوظ ہونے کے کوئی منکر صادر ہی نہیں ہوتا اور اگر کبھی صادر ہوگا تو چونکہ ان میں علامات کامل ہونے کے پائی جاتی ہیں اور معلوم ہے کہ پہلے سے کامل ہیں لہٰذا کہا جائے گا کہ اس وقت مرفوع القلم ہیں اور ان کی حالت اس کو مقتضی ہے کہ یہ گنہگار نہ ہوں گے خوب سمجھ لو کہ اب کوئی اشکال بحمد اللہ نہیں رہا۔ حق تعالیٰ حضرت کا سایہ ہمارے سروں پر تا دیر قائم رکھے کہ جو یہ مشکل اور کٹھن مقامات ان کی برکت سے حل ہو جاتے ہیں کہ جیسے کچھ اشکال ہی نہ تھا اللہ درہ ثم للہ درہ آگے کہتے ہیں کہ۔

نیست الخ۔ یعنی وہ قلتین سے کم یا حوض خورد نہیں ہے کہ جس کو ایک قطرہ از کار رفتہ کردے۔ مطلب یہ کہ وہ شیخ ایسا نہیں ہے کہ جس میں مانع عن النجس موجود نہ ہو بلکہ موجود ہے اور وہ مانع وہی ہے جو شریعت نے بتایا ہے کہ غلبۂ فنا میں وہ مرفوع القلم ہے بس معلوم ہوا کہ جو معصیت کہ تم کو عاصی کردینے والی اور مضر ہے اس کے لئے وہی موجب ترقی درجات ہے تو ایک شے ایک کے لئے مفید اور دوسرے کے لئے مضر اور غیر مفید ثابت ہوئی آگے اس کی اور نظائر لاتے ہیں کہ دیکھو اس میں تعجب مت کرو کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ ایک کو مضر اور دوسرے کو مفید اس لئے کہ پہلے بھی ایسا ہوا ہے فرماتے ہیں کہ

آتش ابراہیم الخ۔ یعنی ابراہیمؑ کو آگ سے ضرر نہیں ہوتا مگر جو نمرود ہو اس سے کہہ دو کہ اس آگ سے ڈرے تو دیکھو ایک کو تو آگ جلانے والی اور وہی آگ دوسرے کے لئے موجب سرور اور باعث رحمت ہے۔

نفس الخ۔ یعنی نفس نمرود ہے اور عقل اور جان مثل خلیل کے ہیں تو روح تو مشاہدہ میں ہے اور نفس استدلال میں ہے۔

این دلیل الخ۔ یعنی راستہ کی نشانیاں راہرو کے لئے مفید ہیں اس لئے کہ ہر دم ایک جنگل میں گم ہوتا ہے۔

واصلان را الخ۔ یعنی واصلوں کو سوائے چشم و چراغ کے اور کہیں کی ضرورت نہیں ہے ان کو دلیل راہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

فراغت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ روح تو عین مشاہدہ میں ہے اور نفس ابھی استدلال میں ہی لگ رہا ہے اس لئے نفس یعنی محجوبین کو تو ان استدلالات وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے اور اس کو سمجھنے کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ استدلال کرے مگر جو واصل ہو چکا ہے اور جو کہ مشاہدہ کر چکا ہے اس کو کیا ضرورت ہے کہ وہ استدلال کرے بلکہ اس کو تو صرف اس کی ضرورت ہے کہ وہ نور حق حاصل ہو اور بصیرت ہو بس کافی ہے جیسے کہ جو راستہ چل رہا ہے اس کو تو ضرورت ہے کہ وہ راستہ کی شناخت کے لئے دلائل اور نشانیاں تلاش کرے مگر جو منزل پر پہنچ چکا ہے اس کو کیا ضرورت ہے وہ تو اپنے گھر میں بیٹھے گا اب یہاں شبہ پڑتا ہے کہ اچھا حضرات انبیاء و اولیاء تو یقیناً واصل ہوئے ہیں مگر حق تعالیٰ کی معرفت کے لئے انہوں نے استدلالات کئے ہیں تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ

گر دلیلے الخ۔ یعنی اگر اس واصل نے کوئی دلیل بیان بھی کی تو وہ بھی لڑنے والوں کے سمجھانے کو بیان کی ہیں یعنی انبیاء نے جو استدلالات کئے وہ اس لئے کہ کفار ان کی تکذیب کرتے تھے تو ان کو سمجھانے کے لئے استدلالات کئے باقی خود ان کو ضرورت نہ تھی آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

بہر طفلے الخ۔ یعنی چھوٹے بچہ کے لئے باپ تتلا کر بولتا ہے اگر چہ اس کی عقل زمین کی پیمائش کر سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر چہ کتنا ہی بڑا عاقل ہو مگر جب بچہ کے سامنے بولے گا تو اسی طرح تتلا کر بولے گا۔ اس لئے کہ اس وقت اس کو ضرورت ہے کہ اس بچہ کو سمجھائے اسی طرح وہ حضرات بھی ان کفار کی تفہیم کے لئے دلائل لاتے تھے نہ کہ اپنے واسطے دوسری مثال ہے کہ

کم نگردد الخ۔ یعنی استاد کے فضل میں سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا اگر وہ یہ کہہ دے کہ الف خالی ہے یعنی اگر وہ تقطیع پڑھاتے وقت یوں کہے کہ الف خالی ب کے نیچے ایک نقطہ تو اس سے اس کے فضل و ہنر میں کیا کمی آئی کچھ بھی نہیں بلکہ

از پئے الخ۔ یعنی وہ استاد اس بستہ دہن بچہ کی تعلیم کے واسطے طلی ہو ز کلمن کہتا ہے

در زبان الخ۔ یعنی اس بچہ کی زبان میں آنا چاہیے اور اپنی زبان سے باہر ہونا چاہیے جب وہ سمجھ سکتا ہے۔

تا بیاموزد الخ۔ یعنی تا کہ وہ تم سے علم و فن سیکھ لے اس لئے اپنے سے تو بالکل گم ہو جانا چاہیے اور اس کی استعداد کا لحاظ کرنا اور اس کی حالت کو مدنظر رکھ کر تعلیم کرنا چاہیے ورنہ نفع نہیں ہو سکتا۔

پس ہمہ الخ۔ یعنی پس ساری مخلوق ان انبیاء علیہم السلام کی اولاد ہے تو ان کی نصیحت کے وقت اس کا لحاظ کرنا اور ان کی استعداد کو مدنظر رکھنا ضروری ہے پس اسی لئے ان حضرات نے دلائل وغیرہ بیان کئے ورنہ ان کو ان کی بالکل حاجت نہ تھی آگے پھر ان شیخ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ

آن مرید الخ۔ یعنی اس شیخ کے مرید نے اس بدگو کو جو کہ کفر اور گمراہی میں ملا ہوا تھا۔

گفت الخ۔ یعنی کہا کہ ارے تو اپنے کو تلوار تیز پر مت مار اور بادشاہ اور سلطان کیساتھ لڑائی مت کر اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب تو اولیاء اللہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

شان میں گستاخی کرنا خدا سے لڑنا ہے والعیاذ باللہ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

حوض الخ۔ یعنی حوض اگر سمندر کے ساتھ برابری کرے تو اپنے کو بیخ ہستی سے اکھاڑ رہا ہے مطلب یہ کہ ان حضرات کے ساتھ اگر کوئی دوسرا برابری کرنے لگے اور خود بھی اسی طرح کرنے لگے تو چونکہ وہاں تو مانع ہے اور یہاں نہیں ہے لہذا یہ برابری کرنے والا یقیناً برباد ہوگا۔

نیست الخ۔ یعنی وہ ایسا دریا نہیں کہ جسکا کنارہ بھی ہوتا کہ وہ تمہارے مردار سے تیرہ ہو جائے بلکہ

بحر الخ۔ یعنی سمندر کی تو حد بھی ہے اور کنارہ بھی ہے مگر شیخ اور نور شیخ کا کنارہ ہی نہیں ہے اس لئے کہ اس کو حق تعالیٰ کے ساتھ عینیت مصطلحہ حاصل ہے تو متخلق باخلاق اللہ ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ بی یسمع وبی ینطق وبی پھر تو جب صفات حق لا متناہی ہیں تو چونکہ یہ بھی عین اصطلاحی ہو گیا ہے اس کی صفات بھی غیر متناہی ہونگے۔

پیش الخ۔ یعنی غیر محدود کے سامنے جو محدود ہے وہ فانی ہے اور سوا حق تعالیٰ کے اور چیزیں فانی ہیں مگر یہ شخص چونکہ عین اصطلاحی ہو چکا ہے لہذا یہ تو باقی ہے اور کل معاصی وغیرہ فانی ہیں تو یا ایسے درجہ میں ہے کہ اس پر احکام ظاہر جاری ہی نہیں ہیں۔

کفر الخ۔ یعنی جس مقام پر کہ وہ ہے وہاں کفر و ایمان بھی نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو مغز ہے اور یہ دونوں (کفر و ایمان) پوست ہیں مطلب یہ ہے کہ چونکہ کفر و ایمان تو احکام ظاہری میں سے ہیں اور افعال عبد ہیں اور یہ شخص بوجہ عینیت مصطلحہ حاصل ہونے کے ان افعال عباد سے خارج ہو گیا ہے بلکہ اس کے جو افعال ہیں وہ خود افعال حق بمعنی اصطلاحی ہیں لہذا اس شخص کو اس مرتبہ عینیت میں نہ کافر کہہ سکتے ہیں اور نہ مومن کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ یہ دونوں تو احکام ظاہر میں سے ہیں اور اس پر احکام ظاہر جاری ہی نہیں ہیں لہذا وہ اسوقت نہ کافر ہے اور نہ مومن ہے خوب اچھی طرح سمجھ لینا کہیں غلطی مت کرنا۔

ایں فناہا پردۂ آں وجہ گشت	چوں چراغ خفیہ اندر زیر طشت
یہ فانی چیزیں اس کی ذات کا پردہ بن گئی ہیں	جیسے کہ طشت کے نیچے چراغ چھپا ہوا ہو
پس سر ایں تن حجاب آں سر ست	پیش آں سر ایں سر تن کافر ست
تو اس جسم کا سر اس سر کا پردہ ہے	اس سر کے آگے جسم کا یہ سر کافر ہے
کیست کافر غافل از ایمان شیخ	کیست مردہ بے خبر از جان شیخ
کافر کون ہے؟ شیخ کے ایمان سے غافل	مردہ کون ہے؟ شیخ کی جان سے بے خبر
جاں نباشد جز خبر در آزموں	ہر کرا افزوں خبر جانش فزوں
آزمائش میں علم حاصل نہ ہونے کے سوا کوئی اور چیز سے جان (ثابت) نہیں ہوتی	جس کا علم بڑھا ہوا ہے اس کی جان بڑھی ہوئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جان ما از جان حیواں بیشتر	از چہ' زاں رو کہ فزوں دارد خبر
ہماری جان حیوان کی جان سے بڑھی ہوئی ہے	کس وجہ سے؟ اس لئے کہ اس کا علم بڑھا ہوا ہے
پس فزوں از جان ما جان ملک	کو منزہ شد ز حس مشترک
ہماری جان سے فرشتہ کی جان بڑھی ہوئی ہے	کیونکہ وہ (انسان اور حیوان کی) مشترک حس سے پاک ہے
وز ملک جان خداوندان دل	باشد افزوں تو تحیر را بہل
اور فرشتے سے اہل دل کی جان	بڑھی ہوئی ہو گی' تو حیرانی چھوڑ دے
زاں سبب آدمؑ بود مسجود شاں	جان او افزوں ترست از بود شاں
اسی لئے آدمؑ ان کے مسجود بنے	ان کی جان ان کی جانوں سے بہت بڑھی ہوئی ہے
ورنہ بہتر را سجود دوں ترے	امر کردن ہیچ نبود در خورے
ورنہ اعلیٰ کو کمتر کے سجدہ کرنے کا	حکم دینا کسی طرح مناسب نہ تھا
کے پسند عدل و لطف کردگار	کہ گلے سجدہ کند در پیش خار
اللہ تعالیٰ کا انصاف اور مہربانی کب پسند کرتی	کہ پھول کانٹے کے آگے سجدہ کرے
جاں چو افزوں شد گذشت از انتہا	شد مطیعش جان جملہ چیزہا
جان جب بڑھ گئی' انتہا سے گزر گئی	تمام چیزوں کی جانیں اس کی فرمانبردار بن گئیں
مرغ و ماہی و پری و آدمی	زانکہ او بیش ست ایشاں در کمی
پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی	کیونکہ وہ بڑھا ہوا ہے' وہ کمی میں ہیں
ماہیاں سوزنگر دلقش شوند	سوزناں را رشتہا تابع بوند
مچھلیاں اس کی گدڑی کیلئے سوئیاں بنانے والی بن جاتی ہیں	دھاگے سوئیوں کے تابع ہوتے ہیں

شرح حبیبی

جب اہل اللہ کی حالت یہ ہے تو ان پر اعتراضات اور تکفیر کے فتوے کیوں ہوتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ شیخ کے اوصاف فانیہ اس کی ذات وحقیقت کا پردہ بن جاتے ہیں جس طرح طشت کے نیچے چراغ پوشیدہ ہو جاتا ہے اور محجوب لوگ چونکہ ان کی حقیقت کو نہیں دیکھ سکتے بلکہ صورت کو دیکھتے ہیں اور اس لئے ان ھذا الا بشر مثلنا رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ اپنا سا معاملہ کرتے ہیں ان کا سر ظاہری ان کے سر حقیقی کا حجاب ہو گیا ہے لوگ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سر کو نہیں دیکھتے صرف سر ظاہری کو دیکھتے ہیں اسی پر حکم لگاتے ہیں حالانکہ ان کے اس سر میں اور اس میں بعد المشرقین ہے اور گویا کہ یہ سر اس سر کے مقابلہ میں کافر ہے اتنا فرق ہے اب مولانا متنبہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ارے میں کسے کافر سے تشبیہ دے رہا ہوں اور کسے کافر کہہ رہا ہوں یہ خبر نہیں کہ حقیقت میں کافر سے مشابہ کون ہے کافر سے مشابہ وہ ہے جس کو شیخ کے ایمان حقیقی کی خبر نہیں اور میں کس کو مثل مردہ کہہ رہا ہوں یہ خبر ہی نہیں کہ مثل مردہ حقیقت میں کون ہے مثل مردہ وہ ہے جس کو شیخ کی حیات روحانی کی خبر نہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ جان کا علم اس کے آثار سے ہو سکتا ہے اور بڑا اثر اس کا علم ہے پس جس کو علم زیادہ ہے اس میں حیات بھی زیادہ ہے دیکھو ہماری حیات دیگر حیوانات کی حیات سے اعلیٰ ہے وجہ کیا ہے یہ ہی کہ ہمارا علم ان سے بڑھا ہوا ہے اس بنا پر فرشتوں کی حیات سے اعلیٰ ہوگی کیونکہ ہم میں حس حیوانی ہے اور حس ملکی نہیں اور ان میں حس حیوانی نہیں بلکہ حس ملکی ہے اور حس ملکی ادراک مغیبات کے سبب حس حیوانی سے بڑھ کر ہے اور اہل دل کی حیات فرشتوں کی حیات ہم سے اعلیٰ ہے کیونکہ ان میں دونوں حسیں ہیں حیوانی بھی اور ملکی بھی اب تم کو اس معاملہ میں حیرت نہ ہونی چاہیے۔ ہمارا دعویٰ دلیل سے ثابت ہو چکا اسی سبب سے آدم علیہ السلام مسجود ملائک ہوئے کہ ان کی حیات اعلیٰ تھی حیات ملائکہ سے ورنہ حکمت خداوندی کو ہرگز شایان نہ تھا کہ مفضول کو مسجود فاضل بناتی بھلا عدل ولطف حق سبحانہ کب اس کو گوارا کر سکتا ہے کہ خار مسجود گل ہو۔ یوں ہی جب کسی کی حیات کی ترقی ہوتی ہے اور ترقی ہو کر وہ لامتناہی بلاتناہی حق سبحانہ ہو جاتی ہے تو اس وقت وہ مطاع خلق ہو جاتا ہے پرندے مچھلیاں جنات آدمی وغیرہ سب کے سب اس کے ماتحت ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ افضل ہے اور وہ مفضول اور یہ حالت ہو جاتی ہے کہ گدڑی کے سینے میں مچھلیاں اسکی مددمعاون بن جاتی ہیں اور ان کی سوئیوں کے لئے تاگوں کی طرح تابع ہو جاتی ہیں جیسا کہ تو حضرت ابراہیم ابن ادہم کے قصہ میں سن چکا ہے جس کا تتمہ ہم اب بیان کرتے ہیں سن۔

شرح شبیری

این فنا ہا الخ۔ یعنی یہ فانی چیزیں اس وجہ کے پردہ ہو گئی ہیں جس طرح کہ ایک چراغ کسی طشت کے نیچے خفیہ ہو مطلب یہ کہ یہ اشیاء دنیویہ اور مقتضیات نفس حجاب ہو رہے ہیں اور عالم غیب کی طرف اس وجہ سے توجہ نہیں ہے ورنہ جس طرح کہ یہ شخص مغز ہو گیا ہے اور اس کو عالم غیب کی اطلاع ہے اسی طرح تم کو بھی ہو دوسرا مصرعہ اس کی مثال ہے کہ یہ اس طرح حجاب ہیں جیسے کہ کوئی طشت کسی چراغ کے نور کا حجاب ہو۔

پس سر این الخ۔ یعنی پس یہ تن پوشیدہ کا حجاب ہے اور اس پوشیدہ کے سامنے یہ تن محجوب ہے۔ مطلب یہ کہ اس جسم ظاہری کے مقتضیات کی وجہ سے اس طرف التفات نہیں ہوتا اور اس وجہ سے یہ محجوب رہا ہے ورنہ بالکل ظاہر طور پر اس عالم غیب کا مشاہدہ ہوتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کیست کافر الخ۔ یعنی کافر کون ہے جو کہ ایمان شیخ سے غافل ہو اور مردہ کون ہے جو کہ شیخ کی جان سے بے خبر ہو۔ مطلب یہ ہے جو شخص کہ کاملین واصلین کے اس ایمان شہودی سے جس میں کہ ان کو معائنہ اور مشاہدہ ہو رہا ہے غافل ہے وہ محجوب ہے اور جو کہ ان کاملین کی اس حیات ابدی اور حیات طیبہ سے بے خبر ہے گویا کہ وہ خود مردہ ہے۔ آگے اس بے خبر کو مردہ کہنے کی اور اس کے مردہ ہونے کی وجہ اور دلیل فرماتے ہیں کہ

جان نباشد الخ۔ یعنی جان نہیں ہوتی بجز خبر کے آزمائش میں اور جس کو خبر زیادہ ہے اس کی جان بھی زیادہ ہے مطلب یہ کہ امتحان اور آزمائش کے وقت اس چیز کی خبر ہونا بھی تو جان کی دلیل ہے اور اسی سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص حی ہے اور بیدار ہے تو جس کو اطلاع اشیاء زیادہ ہوگی اس کی جان بھی زیادہ ہوگی اور جس کو خبر نہ ہوگی اس کی جان اور روح میں بھی قوت نہ ہوگی گویا کہ نہ ہوگی لہٰذا وہ مثل مردہ ہی کے ہے اس اعتبار سے اس کو مردہ کہا گیا ہے۔ آگے زیادہ خبر سے زیادہ جان ہونے کے نظائر پیش فرماتے ہیں کہ

جان ما از الخ۔ یعنی ہماری جان جان حیوان سے زیادہ ہے کس وجہ سے اس لئے کہ اس کو خبر زیادہ ہے کہ اس کو علم جزئیات ہی ہے اور انسان کو علم کلیات کا بھی ہے تو دیکھو زیادتی علم سے زیادتی جان اور قوت روح معلوم ہوئی۔

پس الخ۔ یعنی ہماری جان سے جان فرشتہ زیادہ ہے کیونکہ وہ حس مشترک بین الانسان والحیوان سے پاک ہے مطلب یہ کہ جو حس اور ادراک کہ انسان اور حیوان میں مشترک ہے اس سے علم فرشتہ چونکہ عالی ہے اور زیادہ ہے اس لئے وہ اس اعتبار سے افضل ہوا اگرچہ دوسرے اعتبارات سے انسان ہی افضل ہو مگر باعتبار احاطہ معلومات کے فرشتہ انسان سے افضل ہو۔

وز ملک الخ۔ یعنی اور فرشتہ سے اہل دل کی جان زیادہ ہوتی ہے تم تحیر کو چھوڑ دو مطلب یہ کہ فرشتہ سے اہل اللہ کی جان زیادہ اور روح قوی ہوتی ہے اور تم اس میں حیرت اور تعجب مت کرو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فرشتوں سے بڑھ جائے اس لئے کہ اس کی نظیر موجود ہے وہ یہ کہ

زان سبب الخ۔ یعنی اسی سبب سے آدم ان کے مسجود ہوئے کہ آدم علیہ السلام کی جان ان کی جان سے بہت زیادہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ آدم علیہ السلام ظاہر ہے اہل اللہ اور اہل دل میں سے تھے اسی لئے فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا تو معلوم ہوا کہ اہل دل اور اہل اللہ فرشتوں سے بھی افضل ہوئے چونکہ یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ آدم علیہ السلام افضل ہی تھے ممکن ہے کہ مفضول ہوں مگر حکم سجدہ کا ان کو کر دیا گیا ہو آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

ورنہ بہتر را الخ۔ یعنی ورنہ افضل کو مفضول کے سجدہ کرنے کا حکم کرنا کچھ لائق نہ تھا۔

کے پسندد الخ۔ یعنی حق تعالیٰ کا عدل اور لطف کب پسند کرتا ہے کہ ایک پھول خار کے سامنے سجدہ کرے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو اگرچہ قدرت تھی مگر عدل و انصاف اس کو مقتضی تھا کہ مفضول کو حکم دیا جائے کہ افضل کو سجدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے نہ کہ بالعکس تو جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرشتوں کو دیا گیا معلوم ہوا کہ وہ مفضول تھے اور حضرت آدم علیہ السلام افضل تھے اور کس طرح نہ ہوں آخران کا علم تو دیکھو کہ حق تعالیٰ نے ان کو کل کائنات کے اسماء کا مع ان کے خواص وماہیات وکیفیات وغیرہ کے علم دیا تھا تو جو شخص کہ اتنا بڑا عالم ہے کہ کہیں ٹھکانا نہیں۔ وہ کس طرح ان سے افضل نہ ہوگا پس جب معلوم ہو گیا کہ مفضول افضل کے تابع ہوا کرتے ہیں تو اب قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ

جان چو افزود الخ۔ یعنی جان ترقی کی تو وہ انتہا سے گزر گئی اور تمام دیگر اشیاء کی جانیں اس کے تابع ہو گئیں۔ مطلب یہ کہ جب روح ترقی کرتی ہے اور عالم غیب سے تعلق پیدا کر کے وہ ترقی بے انتہا ہو جاتی ہے تو اب اور تمام اشیاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں اور یہ سب پر حاکم ہو جاتا ہے جیسا کہ اوپر حضرت ابراہیم بن ادہم کے قصہ سے معلوم ہوا کہ مچھلیاں بھی ان کے تابع تھیں اور یہ حالت ہوتی ہے کہ

مرغ وماہی والخ۔ یعنی پرند اور مچھلی اور پری اور آدمی (سب تابع ہوتے ہیں) اس لئے کہ یہ شخص تو زیادتی میں ہے اور وہ سب کمی میں ہیں لہٰذا سب اس کے مطیع اور تابع ہوتے ہیں اور یہ حالت ہوتی ہے کہ

ماہیان الخ۔ یعنی مچھلیاں ان کی گدڑی کی سوئی بنانے والی ہوتی ہیں اور سوئیوں کے تاگے تابع ہوتے ہیں۔ یعنی دیکھو وہ حالت ہوتی ہے جو کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم پر گزری کہ مچھلیوں نے ان کی گدڑی کے لئے سوئیاں بنائیں اور ان کو لے کر خود حاضر ہوئیں تو دیکھو کس قدر بڑی افضلیت اور متبوعیت کی دلیل ہے آگے حضرت ابراہیم ابن ادہم کا قصہ پورا فرماتے ہیں۔

بقیہ قصہ ابراہیم ادہم قدس سرہ برلب دریا

دریا کے کنارے پر حضرت ابراہیم ابن ادہم کے قصہ کا باقی

چوں نفاذ امر شیخ آں میر دید	زآمد ماہی شدش وجدے پدید
جب اس سردار نے شیخ کے حکم کے جاری ہونے کو دیکھا	مچھلیوں کی آمد سے اس پر وجد طاری ہو گیا
گفت آہ ماہی زپیراں آگہ ست	شہ تفے را کو لعین درگہ است
اس نے کہا افسوس! مچھلیاں پیروں سے واقف ہیں	اس پر تف ہے جو مردود بارگاہ ہے
ماہیاں از پیر آگہ ما بعید	ماشقی زیں دولت وایشاں سعید
مچھلیاں پیر سے باخبر ہیں ہم دور ہیں	ہم اس دولت سے بدبخت ہیں وہ نیک بخت ہیں
سجدہ کرد ورفت گریان وخراب	گشت دیوانہ زعشق فتح باب
اس نے سجدہ کیا اور بدحال روتا ہوا روانہ ہو گیا	(اور) دروازہ کھلنے کے عشق میں دیوانہ ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس تو اے ناشستہ رو در چیستی	در نزاع و در حسد با کیستی
تو اے گندہ رو! تو کس خیال میں ہے؟	کس سے جھگڑے اور حسد میں (مبتلا) ہے؟
بادم شیرے تو بازی می کنی	بر ملائک ترکتازی می کنی
تو شیر کی دم سے کھیل رہا ہے	فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے
بدچہ می گوئی تو خیر محض را	ہیں ترفع کم شمر ایں خفض را
تو خالص خیر کو برا کیوں کہہ رہا ہے۔	خبردار! اس گراوٹ کو بڑائی نہ سمجھ
بدچہ باشد مس محتاج مہاں	شیخ کہ بود کیمیائے بیکراں
بد کیا ہوتا ہے؟ محتاج ذلیل تانبہ	شیخ کیا ہوتا ہے؟ لامحدود کیمیا
مس اگر از کیمیا قابل نہ بد	کیمیا از مس ہرگز مس نہ شد
اگر تانبا کیمیا کو قبول کرنے والا نہ تھا	تو کیمیا تانبے کی وجہ سے ہرگز تانبا نہ بنی
بدچہ باشد سرکش آتش عمل	شیخ کہ بود عین دریائے ازل
بد کیا ہوتا ہے؟ سرکش آتشیں عمل والا	شیخ کون ہوتا ہے؟ بعینہ ازلی دریا
بد کہ باشد ظالم ظلمت فزا	شیخ کہ بود عکس انوار خدا
بد کون ہوتا ہے؟ تاریکی کو بڑھانے والا ظالم	شیخ کون ہوتا ہے؟ خدا کے نوروں کا پرتو
بد چہ باشد آتش پر دو دو سوز	شیخ آب کوثرے اندر تموز
بد کیا ہوتا ہے؟ دھویں اور سوزش سے بھری ہوئی آگ	شیخ ساون میں آب کوثر ہے
دائم آتش را بترسانند ز آب	آب کے ترسید ہرگز ز التہاب
ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں	شعلہ زنی سے پانی کب ڈرا ہے؟
در رخ مہ عیب بینی می کنی	در بہشتے خار چینی می کنی
تو چاند کے رخ میں عیب بینی کر رہا ہے	بہشت میں کانٹے چن رہا ہے
گر بہشت اندر روی اے خار جو	ہیچ خار آنجا نیابی غیر تو
اے کانٹے تلاش کرنے والے! اگر تو بہشت میں جائے گا	اپنے علاوہ تو اور کوئی کانٹا نہ پائے گا
می بپوشی آفتاب اندر گلے	رخنہ می جوئی ز بدر کاملے
تو سورج کو مٹی میں چھپاتا ہے	چودھویں رات کے چاند میں تو رخنہ تلاش کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتابے کہ بتابد در جہاں	بہر خفاشے کجا گردد نہاں
وہ سورج جو عالم پر چمکتا ہے	چمگادڑ کے لئے کہاں چھپ جائے؟
عیبہا از رد پیراں عیب شد	غیبہا از رشک پیراں غیب شد
عیب پیروں کے رد کرنے سے عیب بن گئے	(اسرار) غیب پیروں کے رشک کی وجہ سے غیب بن گئے
بس ہنر از رد آنہا عیب شد	بس یقیں کز شک ایشاں ریب شد
بہت سے ہنر ہیں جوان کی ناپسندیدگی کی وجہ سے عیب بن گئے	بہت سے یقین ہیں جوان کے شک کی وجہ سے مشکوک ہو گئے
بارے از دوری زخدمت یار باش	در ندامت چابک و پرکار باش
آخر کار خدمت سے دوری کی بجائے یار بن جا	ندامت میں چست اور کارآمد بن جا
تا ازاں راہت نسیمے می رسد	آب رحمت راچہ بندی از حسد
تاکہ اس راستہ سے تیرے پاس نسیم پہنچ جائے	حسد کی وجہ سے رحمت کے پانی کو کیوں روکتا ہے؟
گرچہ دوری دوری جنباں تو دم	حیثما کنتم فولوا وجھکم
اگرچہ تو دور ہے دور سے ہی دم ہلا	تم جہاں بھی ہو اپنا چہرہ (اس کی طرف) پھیر لو
چوں خرے در گل فتد از گام تیز	دم بدم جنبد برائے عزم خیز
تیز روی کی وجہ سے جب کوئی گدھا کیچڑ میں پھنس جاتا ہے	اٹھنے کے ارادے سے پے در پے حرکت کرتا ہے
جائے را ہموار نہ کند بہر باش	داند او کہ نیست آں جائے معاش
رہنے کے لئے جگہ کو ہموار نہیں کرتا ہے	وہ جانتا ہے کہ وہ رہنے کی جگہ نہیں ہے
حس تو از حس خر کمتر بدست	کہ دل تو زیں وحلہا بر نجست
تیری حس گدھے کی حس سے بھی کم ہے	کہ تیرا دل ان کیچڑوں سے باہر نہ نکلا
در وحل تاویل رخصت می کنی	چوں نمی خواہی کزاں دل بر کنی
تو کیچڑ میں پڑے رہنے کی اجازت کی دلیل تلاش کرتا ہے	چونکہ نہیں چاہتا کہ اس سے دل ہٹائے
کایں روا باشد مرا من مضطرم	حق نگیرد عاجزے را از کرم
کہ میرے لئے یہ جائز ہے میں مجبور ہوں	اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے مجبور کی گرفت نہیں کرتا ہے
اے چو کفتاری گرفتار فجور	ایں گرفتن را نہ بینی از غرور
اے بدکاری میں مبتلا! تو بجو کی طرح ہے	دھوکے کی وجہ سے تو گرفتار ہونے کو نہیں دیکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

می بگویند اندروں گفتار نیست	از بروں جوئید کاندر غار نیست
(شکاری) کہتے ہیں بجو اندر نہیں ہے	باہر تلاش کرو کیونکہ غار میں نہیں ہے
نیست در سوراخ گفتار اے پدر	رفت تازاں او بسوئے آبخور
اے ابا! بجو بھٹ میں نہیں ہے	وہ گھاٹ کی جانب دوڑ گیا ہے
ایں ہمی گویند و بندش می نہند	او ہمی گوید زمن کے آگہند
یہ کہتے ہیں اور اس کو پھانس لیتے ہیں	وہ بھی کہتا ہے کہ مجھ سے کہاں واقف ہیں؟
گر زمن آگاہ بودے ایں عدو	کے ندا کردے کہ ایں کفتار کو
اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتے	تو یہ کب کہتے کہ یہ بجو کہاں ہے؟
تا کہ بر بندند و بیرونش کنند	غافل آں کفتار از ایں ریشخند
تاکہ باندھ لیں اور اس کو باہر نکال لیں	بجو اس مذاق سے غافل ہے

شرح حبیبی

جبکہ اس امیر نے شیخ کے حکم کا نفاذ مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ مچھلی سوئی لے آئی تو اس سے اس پر وجد طاری ہوگیا اور کہا کہ اللہ مچھلی تو شیخ کو پہچانتی ہے اور آدمی نہ پہچانے پھٹکار اس پر جو اس درگاہ سے مردود ہو اور اس سے آشنا نہ ہو ہائے افسوس مچھلیاں شیخ سے واقف ہوں اور ہم دور رہوں ہم اس دولت سے محروم ہوں اور وہ بہرہ یاب آخرش وہ آداب شاہی بجالایا اور روتا پیٹتا چلا گیا اور باب قلب کے مفتوح ہونے کے عشق سے دیوانہ ہوگیا۔ جب مشائخ کی عظمت تجھے معلوم ہو چکی تو اے محروم وطاعن بر مشائخ کائنا من کان تو کس مصیبت میں پھنسا ہوا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ تو کس کے ساتھ مخالفت اور کس پر حسد کرتا ہے کمبخت تو شیر کی دم سے کھیل رہا ہے اور فرشتوں پر حملہ کر رہا ہے پھر بھلا تو ہلاک نہ ہوگا۔ ارے تو ان لوگوں کو جو خیر محض ہیں اور جن میں شر کا شائبہ نہیں تو کیا برا کہتا ہے یہ پستی ہے تو اس کو رفعت نہ سمجھ یہ انتہائی ذلت کا سبب ہے تو اس کو عزت نہ خیال کر۔ تو بد اور شیخ میں تمیز نہیں کرتا ان میں کامل تضاد ہے کیونکہ بد وہ ہے جو تانبا ناقص ہو اپنے کمال میں کیمیا کا محتاج ہو۔ خسیس ہو اور شیخ وہ کیمیا ہوتا ہے جس کے اثر کی کوئی انتہا ہی نہیں اور جو ناقص کو کامل بنا دیتا ہے بھلا پھر وصف مشیخت اور بدی ایک ذات میں کیونکر جمع ہو سکتے ہیں اور اگر کوئی مس کسی سبب سے کیمیائے کامل نہ ہو سکے تو مس سے وہ کیمیا تو مس نہیں ہو جاتی وہ تو کیمیا ہی رہتی ہے پس اگر تو کامل نہ بن سکا تو تیرے برا کہنے سے شیخ برا نہیں ہو سکتا۔ اور بد وہ ہوتا ہے جو سرکش ہو اور جس کے اعمال رخت حیات روحانی کو پھونک دینے کے لئے آگ کی خاصیت رکھتے ہوں اور برعکس اس کے شیخ آتش شہوات نفسانیہ کو بجھا دیتے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور حیات طیبہ روحانی عطا کرنے میں دریائے ازل یعنی حق سبحانہ کی صفت سے متصف ہے اور نہ بدوہ ہوتا ہے جو عالم بر نفس خود اور ظلمات نفسانیہ کا بڑھانے والا ہو برخلاف اس کے شیخ عکس انوار خداوندی اور منور بانوار حق سبحانہ ہے جو تاریکی کا دشمن اور اسکا قلع قمع کرنے والا ہے اور نہ بدوہ ہوتا ہے جو آگ ہو اور سوزش اور دھوئیں سے پر ہو۔ برخلاف اس کے شیخ ایسا ہوتا ہے جیسے گرمی میں آب کوثر۔ کہ التہاب نار عطش کو بجھا کر حیات روحانی بخشا اور سکون و طمانینت پیدا کرتا ہے پھر وہ بد کیونکر ہوسکتا ہے تو آگ ہے وہ پانی ہے پس تجھ کو اس سے ڈرنا چاہیے کیونکہ آگ پانی سے ڈرتی ہے وہ تجھ سے نہیں ڈر سکتا کیونکہ پانی آگ سے نہیں ڈرتا۔ تو بھی تو غضب کرتا ہے کہ چہرہ بدر کامل میں نقص ڈھونڈتا ہے بھلا وہاں نقص کو کیا دخل اور بہشت میں کانٹے تلاش کرتا ہے اگر بہشت میں کانٹے ڈھونڈنے جائے گا تو وہاں بجز تیرے اور کوئی کانٹا تجھے نہیں مل سکتا تو آفتاب کو مٹی میں چھپانا چاہتا ہے اور بدر کامل میں نقص تلاش کرتا ہے بھلا تیری عقل ہی نہیں ماری گئی غرض اہل اللہ کے اندر عیب تلاش کرنا تیری بدبختی اور محرومی ہے اور سعی لاحاصل اصل مقصود تیرا ان کے کمال پر حسد ہے اور تو اس کا اخفا چاہتا ہے مگر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایک آفتاب جو ایک عالم کو اپنے نور سے فیض یاب کر رہا ہے وہ ایک خفاش کی خاطر چھپ جائے۔ ایسی حالت میں بجز موتو ابغیظکم کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ ارے اہل اللہ بد کیونکر ہوسکتے ہیں۔ وہ تو صراف ہیں عیب و کمال کے جس کو وہ عیب سمجھ کر رد کر دیں وہ حقیقت میں عیب ہوتا ہے اور جس کو وہ کمال سمجھ کر اس کی طرف راغب ہوں وہ واقع میں کمال ہوتا ہے خیر اگر تو اب تک خدمت سے دور رہا ہے تو اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اب بھی یار ہو جا۔ اپنی حرکت سے نادم ہو اور کام میں لگ جاتا کہ راہ خدا کی نسیم خوشگوار کا کوئی جھونکا تجھ تک پہنچ جائے۔ دیکھ کیوں احمق بنتا ہے اور حسد کا کڑا لگا کر آب رحمت کو کیوں روکتا ہے اگر تو ان کی خدمت میں بھی حاضر نہیں ہوسکتا تو نہ سہی تو دور ہی سے لجاجت کرتا رہ غرض جہاں کہیں بھی ہو تجھ کو اس قبلہ حاجات کی طرف توجہ رہنا چاہیے۔ غور تو کر اگر تیز روی میں کوئی گدھا کیچڑ میں گر جائے تو وہ اٹھنے کے لئے بار بار حرکت کرتا ہے اور وہیں رہنے کے لئے جگہ ٹھیک نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ زندگی بسر کرنے کا مقام نہیں لیکن تیری حس تو گدھے کی حس۔ سے بھی کم ہے کہ تو اس دلدل میں پھنسا ہوا ہے اور تیرے دل میں اس سے نکلنے کی امنگ پیدا نہیں ہوتی۔ تو اس دلدل ہی میں رہنے کے بہانے ڈھونڈتا ہے کیونکہ تو اس سے قطع تعلق کرنا نہیں چاہتا تو کہتا ہے کہ میں مضطر ہوں میرے لئے اس میں پھنسا رہنا جائز ہے حق سبحانہ اپنے فضل سے عاجز و مضطر پر گرفت نہیں فرماتے لیکن اے احمق حق سبحانہ نے تجھے پکڑ رکھا ہے مگر تو بجو کی طرح اندھا ہے اس لئے اپنی غفلت سے اس کو دیکھ نہیں سکتا۔ بجو کو جب پکڑنا چاہتے ہیں تو اسے غافل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بجو بھٹ میں نہیں ہے باہر ڈھونڈنا چاہیے چونکہ بھٹ میں نہیں ہے لہذا معلوم ہوتا ہے کہ دوڑ کر گھاٹ پر پانی پینے گیا ہے۔ یہ کہتے جاتے ہیں اور پھندے لگاتے جاتے ہیں اور بجو احمق یہ سمجھتا ہے کہ یہ مجھ سے واقف نہیں بھلا اگر وہ دشمن مجھے جانتا تو یہ کیوں کہتا کہ بجو کہاں چلا گیا حتی کہ یہ لوگ اس کو باندھ کر باہر نکال دیتے ہیں اور وہ اس دل لگی سے غافل ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لب دریا پر حضرت ابراہیم ابن ادہم اور اس امیر کے قصہ کا تتمہ

شرح شبیری

چون الخ۔ یعنی جب اس امیر نے حکم شیخ کا نافذ ہوتا دیکھا تو مچھلیوں کی آمد سے اس کو ایک وجد ظاہر ہوا۔

گفت الخ۔ یعنی اس امیر نے کہا کہ افسوس مچھلی تو پیروں سے آگاہ ہے تو اس شخص پر نفرین ہے جو ملعون و مردود درگاہ ہو۔

ماہیان الخ۔ یعنی مچھلیاں تو شیخ سے آگاہ ہیں اور ہم بعید ہیں اور ہم اس دولت سے بدبخت ہیں اور یہ سعید ہیں (بڑے افسوس کی بات ہے)

سجدہ کرد الخ۔ یعنی اس نے سجدہ کیا اور روتا ہوا خراب و خستہ چل دیا اور فتح باب کے عشق کی وجہ سے دیوانہ ہو گیا۔ فتح باب سے مراد انشراح قلب مطلب یہ کہ جب اس پر یہ اسرار اور عظمت شیخ کی منکشف ہوئی تو بس اس پر وجد کی حالت طاری ہو گئی اور اس انشراح قلبی کی وجہ سے اس پر دیوانگی کی کیفیت ہو گئی اس کے بعد وہ چل دیا۔ اس قصہ کو تمام فرما کر رجوع ہے اوپر کے مضمون کی طرف اوپر کے قصہ طعن میں خطاب خاص اس طاعن کو تھا کہ ان بزرگ کی شان میں گستاخی مت کر کہ بہت بری چیز ہے اور اس سے وبال کے نزول کا خوف ہے آگے اسی مضمون کو خطاب عام سے بیان فرماتے ہیں کہ

پس الخ۔ یعنی پس اے ناپاک تو کس شے میں مشغول ہے اور نزاع و حسد کس کے ساتھ کر رہا ہے۔ (کچھ خبر بھی ہے تیری وہ مثال ہے کہ)

بادم الخ۔ یعنی شیر کی دم کے ساتھ کھیل رہے ہو اور فرشتوں پر حملہ کر رہے ہو تو ان دونوں کا نتیجہ یہ ہو گا کہ شیر تم کو پھاڑ دے گا اور ملائک ہلاک کر ڈالیں گے۔ تو اسی طرح بزرگوں کی شان میں گستاخی کرنے سے بھی وبال نازل ہو گا اور اس سے ہلاک ہو جاؤ گے۔

بد چہ الخ۔ یعنی تو خیر محض کو کیا برا کہہ رہا ہے ارے اس ذلت کو ترفع مت گن۔ مطلب یہ کہ اگرچہ اولیاء اللہ معصوم تو نہیں ہوتے مگر محفوظ ضرور ہوتے ہیں اس لئے ان سے برائی صادر نہیں ہوتی اور کوئی نہ کوئی ایسا مانع قوی ہو جاتا ہے کہ جس سے ان سے صدور منکر نہیں ہونے پاتا جیسا اوپر بیان کیا گیا ہے تو فرماتے ہیں کہ اے معترض تو جو اس اعتراض کرنے کو بڑا کمال سمجھتا ہے جیسا کہ آج کل یہ خبط ہے کہ کہتے ہیں کہ ہم نے فلاں بزرگ سے گفتگو کی تو جواب نہ دے سکے تو یہ خبط ہے اور ذلت ہے اس کو کمال اور برائی مت سمجھو کہ خدانہ کردہ کہیں وبال پڑ گیا تو سارا کمال اور بزرگی رکھی رہ جائے گی آگے شیخ کامل کی اور بدکاروں کی مثالیں دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بد چہ باشد الخ۔ یعنی بد کون ہوتا ہے وہ مس جو کہ محتاج اور ذلیل کردہ ہو اور شیخ وہ ہے جو کہ کیمیائے کامل ہو۔

مس ار الخ۔ یعنی اگر کیمیا سے مس کسی قابل نہ ہوا تو کیمیا بھی تو مس کی وجہ سے مس نہ ہو جائے گی۔ مطلب یہ کہ شیخ کی مثال تو کیمیا جیسی ہے اور عوام کی مثال مس جیسی ہے تو اگر کیمیا سے مس سونا نہ ہو سکے تو یہ بھی تو نہیں ہے کہ خود کیمیا ہی مس بن جائے۔ اسی طرح اگر عوام شیخ کی وجہ سے درست نہ ہو سکیں تو اس طرح تو للیا نہ ڈوبے گی کہ شیخ بھی عوام میں سے ہو جائے۔ غایت مافی الباب یہ ہوگا کہ دونوں اپنی حالت پر رہیں گے اور کوئی کسی میں اثر نہ کرے گا تو شیخ کو برا کہنا سخت غلطی ہے آگے اور مثال ہے۔

بد چہ باشد الخ۔ یعنی برا کیا ہے ایک آگ ہے اپنے عمل میں اور شیخ کون ہے دریائے ازل کا چشمہ ہے تو پانی آگ کو بجھاتا ہے یا آگ پانی کو غائب کر دیتی ہے ظاہر ہے کہ پانی آگ کو دفع کر دیتا ہے تو عوام جو کہ آگ کی طرح ہے اور ان کے اخلاق و عادات خراب ہو رہے ہیں ان کو شیخ درست کر دیتا ہے نہ یہ کہ خود بھی عوام میں سے ہو جائے۔ آگے اور مثال ہے کہ

بد کہ باشد الخ۔ یعنی برا کون ہے ظالم ظلمت کا بڑھانے والا اور شیخ کون ہے وہ عکس ہے انوار الٰہیہ کا۔

بد چہ باشد الخ۔ یعنی بُرا کیا ہے ایک آگ پر دود دسوز ہے اور شیخ آب کوثر ہے گرمی کے موسم میں۔

دائم الخ۔ یعنی ہمیشہ آگ کو پانی سے ڈراتے ہیں مگر پانی شعلوں سے کب ڈرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو قاعدہ ہے آگ پانی سے ڈرتی ہے کہ وہ اس کو زائل اور فنا کر دینے والا ہے مگر پانی کبھی آگ سے فنا نہیں ہوتا اور اس کا وصف ہرگز زائل نہیں ہوتا۔ اسی طرح شیخ کی برکت سے عوام کے اخلاق تو مبدل ہو جاتے ہیں مگر شیخ کامل پر ان کا اثر نہیں پڑتا۔

در رخ مہ الخ۔ یعنی چاند کے چہرہ میں عیب بینی کر رہے ہو اور بہشت میں کانٹے تلاش کرتے ہو مطلب یہ کہ شیخ جو کہ چاند کی طرح ہے اور بہشت کی طرح ہے تم اس میں عیوب نکالتے ہو اس میں عیوب کہاں ہیں وہ تو بالکل صاف ہے اور اس میں تو گل ہی گل ہیں اور خیر ہی ہے شر اور خار کا نام ہی نہیں ہے۔

در بہشت الخ۔ یعنی اگر تم بہشت میں کانٹے کو تلاش کرتے ہوئے جاؤ تو وہاں کوئی کانٹا بجز اپنے نہ پاؤ گے مطلب یہ کہ بزرگوں میں جو تم عیوب نکال رہے ہو تو یاد رکھو کہ ان میں کوئی عیب نہیں ہے ہاں ایک عیب یہ بیشک ہے کہ تم جیسے نالائق ان کے پاس اور ان سے منسوب ہو بس اس کے سوا اور کوئی عیب بھی ان کے اندر نہیں ہے سبحان اللہ خوب ہی فرمایا ہے۔

می بپوشی الخ۔ یعنی تم ایک آفتاب پر خاک ڈالنا چاہتے ہو اور بدر کامل میں عیب تلاش کرتے ہو تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے اسی طرح بزرگان دین میں جو تم عیوب تلاش کرتے ہو ان میں عیوب کہاں ہیں ان میں عیوب مل ہی نہیں سکتے۔

آفتابے الخ۔ یعنی وہ آفتاب جو کہ عالم تاب ہو وہ ایک خفاش کی وجہ سے کہاں چھپ جائے۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تم جو ان سے حسد کرتے ہو اور تم سے ان کے کمالات کو دیکھا نہیں جاتا اور مرے جاتے ہو تو تمہاری وجہ سے وہ اپنے کمالات کو بھلا کہاں چھپائیں۔ ان کے کمالات جس طرح درخشاں اور تاباں ہیں وہ اسی طرح رہیں گے تم اگر اندھے ہو اور اس کی برداشت تم سے نہیں ہو سکتی تو مر رہو باقی وہ تو اسی طرح رہیں گے ان کی تو یہ شان ہے کہ

عیبہا از الخ۔ یعنی عیوب بزرگوں کی رد کر دینے کی وجہ عیب ہو گئے ہیں اور غیوب بوجہ بزرگوں کی پسندیدگی کے غیوب ہو گئے۔ رشک سے مراد پسندیدگی اور محبت اس لئے کہ جب پسندیدگی اور محبت ہوتی ہے جب ہی تو رشک بھی ہوتا ہے اس لئے اطلاق خود محبت پر کر دیا اور غیوب سے مراد کمالات اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ عیوب جو عیوب ہو گئے ہیں تو اس لئے کہ ان کو بزرگان دین نے مردود و مطرود کر دیا ہے اور کمالات کمالات اس لئے بنے ہیں کہ ان کو بزرگوں نے پسند کیا تو وہ کمالات ہو گئے تو جن کی یہ شان ہے کہ جس کو پسند کیا وہ کمال ہو گیا اور جس کو رد فرمایا وہ عیب ہو گیا۔ پھر خود اس میں کس طرح عیوب ہو سکتے ہیں خوب سمجھ لو چونکہ اس شعر میں نسخے بہت مختلف ہیں اور ہر نسخہ کے اعتبار سے مطلب دوسرا ہوتا ہے لہٰذا ذیل میں اول ان اختلافات کا نقشہ دیا جاتا ہے اس کے بعد ان شاء اللہ ہر نسخہ کی بابت توجیہ بیان کی جائے گی۔ نقشہ یہ ہے

مصرعہ ثانیہ		مصرعہ اولے		
لفظ ثانی	لفظ اول	لفظ ثانی	لفظ اول	نمبر شمار
لفظ ثانی	بالمعجمہ	لفظ ثانی	بالمہملہ	۱
بالمہملہ	بالمہملہ	بالمعجمہ	بالمعجمہ	۲
بالمہملہ	بالمہملہ	بالمعجمہ	بالمہملہ	۳
بالمعجمہ	بالمہملہ	بالمہملہ	بالمعجمہ	۴

صورت اول تو وہ ہے جو متن میں ہے اس کی توجیہ تو اوپر بیان کر دی گئی ہے اور صورت ثانیہ میں اس طرح ہوگا

غیبہا از رد پیران غیب شد + عیب ہا از رشک پیراں عیب شد + اس کی توجیہ کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ لہٰذا اس کو اسی طرح چھوڑا جاتا ہے اگر کسی صاحب کے سمجھ میں آئے تو طبع ثانی میں زیادہ کرا دیں اور تیسری شق کے مطابق یہ ہوگا کہ عیب ہا از رد پیران غیب شد + غیبہا از رشک پیران عیب شد۔ یہاں رد سے مراد ازالہ ہے اور رشک اپنے معنی میں ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ عیوب کو جب بزرگان دین نے زائل کر دیا تو وہ عیوب اور کمالات بن گئے اور ان عیوب کو جو بظاہر کمالات معلوم ہوتے تھے جبکہ ناپسند کیا اور ان سے رشک اور حسد رکھا تو وہ بھی حقیقت میں عیب ہی تھے۔ چوتھے نسخہ کی رو سے یہ ہوگا غیب ہا از رد پیران عیب شد + عیبہا از رشک پیران غیب شد + اب مطلب یہ ہو گیا کہ جو بظاہر کمالات تھے جبکہ بزرگوں نے ان کو رد کر دیا تو معلوم ہوا کہ اصل میں وہ عیوب ہی تھے اور جن عیوب کو

www.besturdubooks.wordpress.com

پسند کر لیا وہ اصل میں کمالات ہی تھے۔ خوب سمجھ لو اب چاروں نسخوں کے مطابق تقریر کر دی گئی ہے۔ جس کو جو پسند ہو اس کو قبول کر لے۔ غرضکہ حاصل اور مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کی تو وہ شان ہے کہ جو اخلاق کہ ان کو پسند ہوں وہ تو کمالات ہیں اور جو ناپسند ہوں وہ نقص اور عیوب ہیں پھر ان حضرات میں عیوب کہاں ہو سکتے ہیں۔

بارے الخ۔ یعنی اگر تو خدمت سے دور ہے تو یار رہ اور ندامت میں چالاک اور پرکار رہ۔

تا ازان الخ۔ یعنی تا کہ اس راہ سے تمہیں کوئی ہوا پہنچ جائے تو آب رحمت کو حسد سے کیوں بند کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو فیق خدمت کی نہیں ہے تو خیر دل سے ہی محبت اور عقیدت رکھو اور اپنی گزشتہ گستاخیوں پر نادم رہو کہ اسکی برکت سے شاید کچھ فضل حق تم پر ہو جائے اور کام بن جائے اس حسد سے کیوں باب رحمت کو بند کر رہے ہو۔ خدا کے لئے ایسا مت کرو کہ بزرگوں سے حسد رکھو خدمت کی توفیق نہیں تو خیر دل سے تو اچھا سمجھو۔

گر تو دوری الخ۔ یعنی اگر تم دور ہو تو دور ہی سے دم ہلاتے رہو اور جہاں کہیں ہو اسی طرف توجہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو بعد جسمانی ہے تو ان حضرات سے تعلق محبت کا اور عقیدت کا رکھو کہ یہی بے حد مفید ہے اور چونکہ یہ حضرات بھی بوجہ متوجہ الیہم ہونے کے مثل کعبہ ہی کے ہیں اور قرآن شریف میں کعبہ کے واسطے ارشاد ہے حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ تو اسی طرح جہاں کہیں بھی رہو ان حضرات سے عقیدہ اور تعلق رکھو آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جب کوئی گدھا تیز چلنے کی وجہ سے گارے میں گر پڑے تو دمبدم وہ اٹھنے کے لئے حرکت کرتا ہے۔

جائے را الخ۔ یعنی وہ رہنے کے لئے جگہ ہموار نہیں کرتا اس لئے کہ جانتا ہے کہ یہ رہنے کی جگہ نہیں ہے مطلب یہ کہ جب گدھا گارے میں گر پڑتا ہے تو اس کوشش میں ہوتا ہے کہ کسی طرح وہاں سے نکل آئے اور یہ نہیں کرتا کہ بس وہیں رہنے کے لئے جگہ کو درست کرنے لگے کہ اب تو یہیں رہیں گے۔

حس الخ۔ یعنی تیری سمجھ گدھے کی سمجھ سے بھی کم ہے کہ دل تیرا ان کیچڑوں سے باہر نہیں نکلتا۔ مطلب یہ کہ وہ گدھا تو اس کیچڑ سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے مگر تم جو اس دنیا کے کیچڑ میں دھنسے ہوئے ہو تم کو اس سے نکلنے کا کبھی احساس ہی نہیں ہوتا اور ایسا سمجھے ہوئے ہو کہ گویا ہمیشہ یہیں رہنا ہے نہ بزرگوں کی خدمت میں جانا ہے اور نہ دین کی خبر ہے بس ہر دم اور ہر وقت تم ہو اور دنیا ہے۔ تو تم گدھے سے بھی کم ہوئے۔

در وحل الخ۔ یعنی اس کیچڑ میں تاویل رخصت کی کرتے ہو جبکہ اس سے دل اکھاڑنا نہیں چاہتے مطلب یہ کہ جب دنیا سے دل اکھاڑنا اور اس سے قطع تعلق کرنا پسند نہیں کرتے تو اس کے لئے تاویلیں کرتے ہو اور یوں کہتے ہو کا این الخ۔ یعنی کہ مجھ کو یہ جائز ہے اس لئے کہ میں مضطر ہوں اور حق تعالیٰ کسی عاجز کو کرم کی وجہ سے نہ پکڑیں گے۔ مطلب یہ کہ کہتے ہیں کہ حضرت کیا کریں بال بچے ہیں بے رشوت وغیرہ کے پورا نہیں ہوتا اس لئے مجبوراً حرام کمائی کرتے ہیں لہٰذا ہم مضطر ہیں تو حق تعالیٰ ہیں اس اضطرار کی وجہ سے اپنے کرم سے گرفتار نہ فرمائیں گے بلکہ معاف فرما دیں گے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

اے چو نصاری الخ۔ یعنی ارے تو بجو کی طرح گناہوں میں گرفتار ہو رہا ہے۔ تو دھوکہ کی وجہ سے اس گرفت کو نہیں دیکھتا۔ مطلب یہ کہ جب بجو کو پکڑتے ہیں تو قاعدہ یہ ہے کہ اس کی بل کے سامنے بیٹھ کر کہتے ہیں کہ نہ معلوم بجو کہاں چلا گیا دوسرا کہتا ہے کہ یہاں تو ہے نہیں شاید کہیں پانی وغیرہ پینے گیا ہوگا۔ جب بجو یہ سنتا ہے تو سمجھتا ہے کہ میری ان کو خبر نہیں ہے لہٰذا بے فکر ہو کر بیٹھ رہتا ہے یہ لوگ جال سے گرفتار کر لیتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح وہ بے فکر ہو گیا تھا اور پھر پھنس گیا اسی طرح اگر تم بے فکر ہو گئے تو پھنس جاؤ گے بلکہ پھر تو پھنسو ہی گے اس وقت بھی تم تو پھنس رہے ہو کہ گناہوں میں مبتلا ہو آگے اس بجو کے گرفتار کرنے کی ترکیب کو خود بیان فرماتے ہیں کہ

می بگویند الخ۔ یعنی لوگ کہتے ہیں کہ اندر بجو نہیں ہے باہر تلاش کرو اس لئے کہ غار میں تو ہے نہیں۔

نیست الخ۔ یعنی ابا جان سوراخ میں تو بجو ہے نہیں وہ تو دوڑتا ہوا گھاٹ کی طرف کو گیا ہے۔

این ہمی الخ۔ یعنی یہ لوگ تو یہ کہتے ہیں اور اس پر جال رکھتے ہیں اور وہ کہتا ہے کہ یہ مجھ سے آگاہ نہیں ہیں اور کہتا ہے کہ

گر زمن الخ۔ یعنی اگر یہ دشمن مجھ سے آگاہ ہوتا تو اس طرح کیوں کہتا کہ بجو کہاں ہے کہ وہ حضرت اسی خیال میں رہتے ہیں اور

تا کہ الخ۔ یعنی یہاں تک کہ اس کو باندھ لیتے ہیں اور باہر نکال لیتے ہیں اور وہ بجو اس مسخرہ پن سے غافل ہوتا ہے۔ اسی طرح تم بے فکر ہو کہ حق تعالیٰ ہمیں نہ پکڑیں گے حالانکہ وہ ضرور گرفت کریں گے بلکہ اب اس وقت بھی گرفتار کر رکھا ہے۔ آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں خلاصہ اس کا یہ ہے کہ حضرت شعیب کے زمانہ میں ایک شخص کہا کرتا تھا کہ حق تعالیٰ نے میرے اس قدر گناہ دیکھے مگر مجھے کبھی نہ پکڑا تو آئندہ بھی نہ پکڑیں گے۔ حق تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اس سے کہہ دو کہ جب پکڑیں گے وہ تو جب ہی ہوگا تجھے تو اب بھی گرفتار رکھا ہے کہ قلب سیاہ ہو گیا اور معاصی میں مبتلا ہے نہ اچھے کی حس رہی نہ برے کی۔ یہ کس قدر بری گرفت ہے والعیاذ باللہ تو اسی طرح تم خیال کرتے ہو کہ حق تعالیٰ ہمیں نہ پکڑیں گے مگر حق تعالیٰ نے خود اسی وقت گرفتار کر رکھا ہے کہ قلب کو مسخ کر دیا کہ یہ بھی خبر نہ رہی کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے یہ گرفت نہیں تو اور کیا ہے نعوذ باللہ منہ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب اب حکایت سنو۔

دعویٰ کردن آں شخص کہ حق تعالیٰ مرا نہ گیرد بگناہ و جواب گفتن شعیبؑ اورا

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ خدا گناہ کی وجہ سے میری گرفت نہیں کرتا ہے اور حضرت شعیبؑ کا اس کو جواب دینا

آں یکے می گفت در عہد شعیبؑ	کہ خدا از من بسے دیدست عیب
(حضرت) شعیب کے زمانہ میں ایک شخص کہتا تھا	کہ خدا نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چند دید از من گناہ و جرمہا	وز کرم یزداں نمی گیرد مرا
اس نے میرے گناہ اور جرم بہت دیکھے ہیں	اور اللہ کرم سے مجھے نہیں پکڑتا ہے
حق تعالیٰ گفت در گوش شعیبؑ	در جواب او فصیح از راہ غیب
اللہ تعالیٰ نے (حضرت) شعیبؑ کے کان میں کہا	صاف صاف جواب غیب کے راستے سے
کہ بگفتی چند کردم من گناہ	وز کرم نگرفت در جرم الٰہ
کہ تو یہ کہتا ہے کہ میں نے بہت گناہ کیے ہیں	اور خدا نے کرم سے جرم میں مجھے نہیں پکڑا ہے
عکس می گوئی و مقلوب اے سفیہ	اے رہا کردہ رہ و بگرفتہ تیہ
اے بیوقوف! تو الٹی اور بالعکس بات کہتا ہے	اے گم کردہ راہ اور تیہ (کا راستہ) اختیار کیے ہوئے!
چند چندت گیرم و تو بے خبر	در سلاسل ماندۂ پا تا بہ سر
میں تیری بار بار گرفت کرتا ہوں اور تو بے خبر ہے	پیر سے سر تک تو زنجیروں میں ہے
زنگ تو بر توت اے دیگ سیاہ	کرد سیمائے درونت را تباہ
اے کالی دیگ! تیرے تہ بہ تہ زنگ نے	تیرے باطن کی خصوصیتوں کو تباہ کر دیا ہے
بردلت زنگار بر زنگار ہا	جمع شد تا کور شد ز اسرارہا
تیرے دل پر زنگوں پر زنگ	جمع ہو گیا یہاں تک کہ وہ اسرار سے اندھا ہو گیا
گر زند آں دود بر دیگ نوے	آں اثر بنماید ار باشد جوے
اگر نئی دیگ پر دھواں لگے	وہ اثر دکھاتا ہے خواہ جو کے برابر ہو
زانکہ ہر چیزے بضد پیدا شود	بر سفیدی آں سیہ رسوا شود
کیونکہ ہر چیز بالمقابل سے ظاہر ہوتی ہے	سفیدی پر سیاہ بدنام ہوتا ہے
چوں سیہ شد دیگ پس تاثیر دود	بعد ازاں بروے کہ بیند اے عنود
جب دیگ کالی ہو گئی تو دھویں کی تاثیر	اے سرکش! اس کے بعد اس پر کون دیکھتا ہے؟
مرد آہنگر کہ او زنگی بود	دود را باروش ہمرنگی بود
جو لوہار حبشی ہو	دھواں اس کے چہرے کے ہمرنگ ہوتا ہے
مرد رومی کو کند آہنگری	رویش ابلق گردد از دود آوری
رومی جو لوہار کا کام کرتا ہے	دھواں دینے سے اس کا چہرہ چتکبرا ہو جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس نداند زود تاثیر گناہ	تا بنالد زود گوید اے اللہ
تو وہ گناہ کی تاثیر کو جلدی سے نہیں سمجھتا ہے	تاکہ روئے (اور) جلد کہے اے خدا؟
چوں کند اصرار و بد پیشہ کند	خاک اندر چشم اندیشہ کند
جب اصرار کرتا ہے اور برائی کو پیشہ بنا لیتا ہے	تو فکر کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے
توبہ نندیشد دگر شیریں شود	بر دلش آں جرم تا بیدیں شود
توبہ کی فکر نہیں کرتا ہے پھر میٹھا بن جاتا ہے	اس کے دل پر وہ گناہ یہاں تک کہ وہ بے دین بن جاتا ہے
آں پشیمانی و یارب رفت ازو	شست بر آئینہ زنگ شصت تو
اس سے وہ شرمندگی اور یارب (کہنا) جاتا رہا	ساٹھ تہ کا زنگ آئینہ پر بیٹھ گیا
آہنش را زنگہا خوردن گرفت	گوہرش را رنگ کم کردن گرفت
اس کے لوہے کو زنگوں نے کھانا شروع کر دیا	اس کے جوہر کا رنگ کم کرنا شروع کر دیا
چوں نویسی کاغذ اسپید بر	آں نبشتہ خواندہ آید در نظر
جب تو سفید کاغذ پر لکھے	وہ لکھا ہوا پڑھنے کے قابل نظر آتا ہے
چوں نویسی بر سر بنوشتہ خط	فہم ناید خواندنش گردد غلط
جب تو لکھے ہوئے پر لکھے	سمجھ میں نہیں آتا ہے اس کا پڑھنا غلط ہو جاتا ہے
کاں سیاہی بر سیاہی او فتاد	ہر دو خط شد کور و معنیٰ رو نداد
اس لئے کہ سیاہی سیاہی پر پڑی	دونوں خط اندھے ہو گئے اور معنی غائب ہو گئے
ور سوم بارہ نویسی بر سرش	بس سیہ کردی چو جان کافرش
اور اگر اس پر تو تیسری بار لکھے	تو تو نے کافر کی جان کی طرح اس کو بالکل کالا کر دیا
پس چہ چارہ جز پناہ چارہ گر	ناامیدی مس و اکسیرش نظر
تو چارہ گر کی پناہ کے سوا کیا چارہ ہے؟	نا امیدی تانبا ہے اور اس کی نظر اکسیر ہے
ناامیدیہا بہ پیش او نہید	تاز درد بے دوا بیروں جہید
ناامیدیوں کو اس کے سامنے رکھو	تاکہ لاعلاج درد سے نکل سکو
چوں شعیبؑ ایں نکتہا باوے بگفت	زاں دم جاں در دل او گل شگفت
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اس سے کہے	اس روحانی پھونک سے اس کے دل میں پھول کھلا

www.besturdubooks.wordpress.com

جان او بشنید وحی آسمان	گفت اگر بگرفت مارا کو نشاں
اس کی جان نے آسمانی وحی سنی	بولا اگر اس نے ہمیں پکڑا ہے تو علامت کیا ہے؟
گفت یارب دفع من می گوید او	آں گرفتن را نشاں می جوید او
ان (حضرت شعیبؑ) نے کہا اے خدا وہ مجھ پر اعتراض کرتا ہے	اس گرفت کی شناخت چاہتا ہے
گفت ستارم نگویم راز ہاش	جز یکے رمزے برائے ابتلاش
(اللہ نے) فرمایا میں پردہ پوش ہوں اس کے راز نہیں بتاتا ہوں	سوائے ایک اشارے کے اس کی آزمائش کے لئے
یک نشان آنکہ می گیرم ورا	آنکہ طاعت دارد از صوم و دعا
اس کی علامت کہ میں اس کو پکڑتا ہوں ایک	یہ ہے کہ وہ روزے اور نماز کی عبادت کرتا ہے
وز نماز و از زکوٰۃ و غیر آں	لیک یک ذرہ ندارد ذوق جاں
اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ کی	لیکن روح کے ذوق کا ایک ذرہ نہیں رکھتا ہے
می کند طاعات و افعال سنی	لیک یک ذرہ ندارد چاشنی
وہ عبادات اور اعلیٰ اعمال کرتا ہے	لیکن ایک ذرہ لطف نہیں پاتا ہے
طاعتش نغزست و معنی نغز نے	جوز ہا بسیار و در وے مغز نے
اس کی (ظاہری) عبادت اچھی ہے اور روح کی (عبادت) اچھی نہیں ہے	اخروٹ بہت ہیں، ان میں گری نہیں ہے
ذوق باید تا دہد طاعات بر	مغز باید تا دہد دانہ شجر
ذوق چاہیے تاکہ عبادات پھل دیں	گری چاہیے تاکہ دانہ درخت اگائے
دانۂ بے مغز کے گردد نہال	صورت بیجاں نباشد جز خیال
بے گری کے دانہ کب پودا بنتا ہے؟	بے جان تصویر سوائے خیال کے کچھ نہیں ہے
چوں شعیبؑ ایں نکتہا بروے بخواند	از تفکر ہمچو خر در گل بماند
جب (حضرت) شعیبؑ نے یہ نکتے اس کو سنائے	سوچ میں، دلدل میں پھنسے ہوئے گدھے کی طرح رہ گیا

شرح حبیبی

ایک شخص حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں کہہ رہا تھا کہ حق سبحانہ نے میرے بہت سے عیب دیکھے ہیں اور گو اس نے بہت سے قصور اور معاصی دیکھے مگر اپنے کرم سے مجھ پر گرفت نہیں کرتا اس پر حق سبحانہ نے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کے جواب میں بذریعہ وحی کے حضرت شعیب علیہ السلام کے کان میں صاف طور پر فرمایا کہ آپ اس سے فرما دیجئے کہ تو کہتا ہے کہ حق سبحانہ نے میرے گناہ دیکھے لیکن اپنے فضل سے مجھ پر گرفت نہیں فرمائی یہ تیرا خیال غلط ہے اور یہ بیان بالکل الٹا ہے اس میں تو راہ راست پر نہیں بلکہ میدان گمراہی میں سرگرداں ہے تجھے خبر نہیں میں نے تجھ پر بہت گرفت کی ہے اور سر سے پاؤں تک تو ہماری غیر محسوس زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ مگر تجھے اس لئے معلوم نہیں ہوتا کہ تو بمنزلہ کالی ہانڈی کے ہے اور کثرت سیاہی نے تیرے دل کی اصلی رنگت کو چھپا رکھا ہے تیرے دل پر زنگ کی تہیں جم گئی ہیں حتیٰ کہ وہ اسرار بینی سے اندھا ہو گیا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو دھواں نئی ہانڈی پر جمتا ہے وہ اگر تھوڑا بھی ہوتا ہے تو اسکا اثر محسوس ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ اس وقت ہانڈی کی رنگت دھوئیں کے رنگ کے مخالف ہوتی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ ایک ضد دوسری ضد سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ سفیدی پر سیاہی بہت صاف نظر آتی ہے اس لئے اس دھوئیں کا تھوڑا اثر بھی محسوس ہوتا ہے اور جب ہانڈی دھوئیں سے بالکل کالی ہو جاتی ہے اس وقت بھلا دھواں کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ پس تجھے اپنے گناہوں کا اثر اس لئے محسوس نہیں ہوتا کہ تیرا دل بالکل سیاہ ہو گیا ہے۔ ہاں اگر قلب صاف ہوتا تو معلوم ہو سکتا تھا علیٰ ہذا اگر کوئی لوہار زنگی ہو تو چونکہ دھوئیں کی رنگت اس کے رنگ کے موافق ہے اس لئے اس پر دھوئیں کا اثر ظاہر نہیں ہو سکتا اور اگر لوہار رومی ہو تو اسکے منہ پر دھوئیں کے دھبے محسوس ہوں گے۔ اور وہ ابلق معلوم ہوگا۔ پس جب تک دل صاف ہوتا ہے اسوقت تک اس کو گناہ کا اثر محسوس ہوتا ہے اور وہ حق سبحانہ کے سامنے گریہ وزاری کرتا ہے اور جب وہ گناہ پر اصرار کرتا اور بدکاری کو اپنا پیشہ بنالیتا ہے اس وقت اس کی چشم قلب میں خاک پڑ جاتی ہے اور وہ اندھی ہو جاتی ہے اس کو گناہ کا اثر نظر نہیں آتا اور توبہ کا اس کو خیال بھی نہیں آتا اور گناہ میں اس کے دل کو لذت آنے لگتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دین ہی کو چھوڑ بیٹھتا ہے کہ اعاذنا اللہ منہ) کثرت معاصی کا خاصہ یہ ہے کہ پشیمانی اور دعا اس سے بالکل رخصت ہو جاتی ہے اور زنگ کی بہت سی تہیں اس کے دل پر جم جاتی ہیں۔ جوں جوں وہ گناہ کرتا ہے اس کے دل پر زنگ جمتا جاتا ہے اور وہ زنگ اس کے لوہے (دل) کو کھانے لگتا ہے اور اس کے قلب صافی مثل گوہر کے رنگ میں کمی آنے لگتی ہے بالآخر وہ بالکل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور گناہ کا اثر محسوس نہیں ہو سکتا۔ اس کو ہم ایک اور مثال سے واضح کرتے ہیں دیکھو جب تم اول مرتبہ سفید کاغذ پر لکھتے ہو تو وہ نوشتہ صاف پڑھا جاتا ہے اور جب اس لکھے ہوئے پر اور مضمون لکھو تو وہ لکھا ہوا اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتا اس کے پڑھنے میں غلطی ہونے لگتی ہے کیونکہ ایک سیاہی نے دوسری سیاہی پر پڑ کر اس کو بالکل خبط کر دیا لہٰذا معنی کا پتہ نہیں چلتا اور تیسری مرتبہ اسی پر لکھ دو تب تو جان کافر کی طرح بالکل سیاہ ہو جائیگی اور کچھ بھی نہ پڑھا جائے گا اسی پر اس سیاہی کو خیال کرو جو گناہ سے قلب کے اندر پیدا ہوتی ہے کہ وہ جوں جوں بڑھتی جاتی ہے گناہ کا احساس گھٹتا جاتا ہے اور جب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے تب تو گناہ کا بالکل ہی احساس نہیں ہوتا۔ اس وقت اور کوئی علاج نہیں بجز حق سبحانہ کی پناہ کے کہ اس وقت اصلاح سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مایوسی ہو جاتی ہے لیکن اس کو بمنزلہ مس کے سمجھنا چاہیے اور حق سبحانہ کی نظر رحمت کو اکسیر وہ اس کے ناامیدی کو ایک دم میں مبدل بامید کر سکتی ہے۔ پس جب ایسی حالت ہو تو اپنی ناامیدوں کو اس دریائے رحمت کے سامنے پیش کر دینا چاہیے کہ اس وقت تو ہماری بضاعت مزجاۃ یہ ہے آپ اس کو اپنی رحمت سے کھرا مال بنا دیجئے۔ ایسا کرو گے تو اس درد لادوا سے ان شاء اللہ تعالیٰ رہائی ہو جائے گی۔ جب شعیب علیہ السلام نے یہ واقعات اس سے بیان کیے تو اس موثر تقریر سے اس کے دل میں ایک عمدہ اثر پیدا ہوا یعنی وہ خواب غفلت سے چونکا اور فی الجملہ متنبہ ہوا یعنی جب اس نے یہ وحی آسمانی سنی تو کہا کہ اگر حق سبحانہ نے مجھ پر گرفت کی ہے تو اس کی علامت بیان فرمایئے حضرت شعیب علیہ السلام نے جناب خداوندی میں التجا کی کہ الٰہی یہ تو میری بات نہیں مانتا بلکہ نشانی طلب کرتا ہے حق سبحانہ نے جواب دیا کہ ہم پردہ پوش ہیں ہم تم سے اس کے راز نہ بیان کریں گے صرف اس کے امتحان کے لئے ایک اشارہ کئے دیتے ہیں ہماری گرفت کی ایک علامت یہ ہے کہ وہ روزہ دعا اور دیگر طاعتیں مثلاً نماز زکوٰۃ وغیرہ ادا کرتا ہے لیکن ذرا بھی اس کو دلچسپی نہیں ہوتی گو وہ عبادتیں اور عمدہ افعال کرتا ہے مگر ان کی حلاوت سے بالکل محروم ہے صورت عبادت تو بہت اچھی ہے مگر حقیقت اچھی نہیں ہے اس لئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے اخروٹ تو بہت ہوں اور گری کسی میں نہ ہو پس طاعات کے ثمر اجر و دیگر ثمرات ہونے کے لئے دلچسپی اور حلاوت کی ضرورت ہے۔ جس طرح کہ دانہ کے درخت ہونے کے لئے مغز کی ضرورت ہوتی ہے پس جس طرح دانہ بے مغز پودا نہیں بن سکتا یوں ہی صورت طاعات بھی حقیقت و روح کے بغیر خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ جب شعیب علیہ السلام نے اس سے یہ نکتے بیان کیے تو یوں دنگ رہ گیا جیسا کہ گدھا دلدل میں پھنس جاتا ہے اچھا اب پھر ہم قصہ شیخ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ایک شخص کا دعویٰ کرنا کہ حق تعالیٰ مجھے گناہ کی وجہ سے پکڑتا نہیں اور حضرت شعیب علیہ السلام کا اس کو جواب دینا

شرح شبّیری

آن یکے الخ۔ یعنی ایک شخص حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں کہا کرتا تھا کہ خدا نے مجھ سے بہت گناہ دیکھے ہیں۔

چند دید الخ۔ یعنی مجھ سے کتنے ہی گناہ اور جرم دیکھے اور کرم کی وجہ سے حق تعالیٰ مجھے پکڑتا نہیں ہے۔

حق تعالیٰ الخ۔ یعنی حق تعالیٰ نے شعیب علیہ السلام کے کان میں اس کے جواب میں راہ غیب سے کلام فصیح فرمایا کہ

کہ بگفتی الخ۔ یعنی کہ تو کہتا ہے کہ میں نے کتنے ہی گناہ کیے ہیں اور کرم کی وجہ سے حق تعالیٰ نے مجھے پکڑا نہیں۔

عکس الخ۔ یعنی ارے بیوقوف تو بالعکس اور الٹی بات کہہ رہا ہے ارے تو نے راستہ تو چھوڑ رکھا ہے اور جنگل

www.besturdubooks.wordpress.com

کو اختیار کر رکھا ہے مطلب یہ کہ سرگردانی میں ہے اور راہ مستقیم کو ترک کیے ہوئے ہے۔

چند الخ۔ یعنی میں نے تجھے کتنا کتنا پکڑ رکھا ہے اور تو بے خبر ہے۔ تو زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ سر سے پاؤں تک اور تجھے خبر نہیں اور اس خبر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ

زنگ الخ۔ یعنی تیرے تو بر تو زنگ نے اے کالی ہانڈی تیرے دل کی شناخت کو برباد کر دیا۔

بردلت الخ۔ یعنی تیرے دل پر زنگار پر زنگار جمع ہو گئے ہیں تو وہ اسرار حق سے اندھا ہو گیا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر ایک سیاہ دھبہ لگتا ہے۔ پھر اگر وہ اس پر مصر رہتا ہے تو وہ دھبہ بڑھتا ہے یہاں تک کہ سارے قلب کو گھیر لیتا ہے اور قلب بالکل سیاہ ہو جاتا ہے اور اول تو گناہ سے دل برا ہوتا تھا مگر اب بوجہ سیاہ ہو جانے کے برا نہیں ہوتا۔ بلکہ مساوات ہو جاتی ہے اسکے بعد جب پھر اسی کو کرتا ہے تو اب خوش ہوتا ہے حتیٰ کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ اسی طرح نوبت کفر تک پہنچ جاتی ہے فوائد الفواد میں لکھا ہے کہ جب سالک عبادت میں کوتاہی کرتا ہے تو اگر جلدی سے توبہ واستغفار کر کے بدستور پھر سرگرم ہو گیا تو پھر سالک بن جائے گا اور خدانخواستہ اگر وہی غفلت رہی تو اندیشہ ہے کہ کہیں راجع یعنی واپس نہ ہو جائے۔ اس راہ کی لغزش کے سات درجہ ہیں۔ اعراض' حجاب' تفاصل' سلب مزید' سلب قدیم' تسلی' عداوت' اول اعراض ہوتا ہے اگر معذرت و توبہ نہ کی تو حجاب ہو گیا اگر پھر بھی اصرار رہا تفاصل ہو گیا اگر اب بھی استغفار نہ کیا تو عبادت میں جو ایک زائد کیفیت ذوق و شوق کی تھی وہ سلب ہو گئی یہ سلب مزید ہے۔ اگر اب بھی اپنی بے ہودگی نہ چھوڑی تو جو راحت و حلاوت کہ زیادتی کے قبل اصل عبادت میں تھی وہ بھی سلب ہو گئی۔ اس کو سلب قدیم کہتے ہیں اگر اس پر بھی توبہ میں تقصیر کی تو جدائی کو دل گوارا کرنے لگا یہ تسلی ہے۔ اگر اب بھی وہی غفلت رہی تو محبت مبدل بعداوت ہو گئی۔ نعوذ باللہ منہا تو ارشاد ہوا کہ چونکہ تیرا قلب معاصی سے سیاہ ہو گیا ہے اس لئے تجھے اس کا بھی احساس نہیں ہے کہ میں کس شئے میں گرفتار ہوں اور تجھے گناہ کر کے کچھ کلفت نہیں ہوتی آگے مثال ہے

گر زند الخ۔ یعنی اگر وہ دھواں کسی نئی ہانڈی پر لگ جائے تو اس کا بھی اثر دکھائی دے گا اگر چہ ایک جو کے برابر ہو۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ ہر شے اپنی ضد کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے تو سفیدی پر تو وہ سیاہی رسوا ہو جائے گی۔

چون سیہ شد الخ۔ یعنی اور جبکہ ہانڈی دھوئیں کی تاثیر سے بالکل سیاہ ہو گئی ہے تو اس کے بعد اس پر کون سیاہی کو دیکھے گا۔ اے معاند تو اسی طرح جب قلب صاف ہوتا ہے تھوڑی سی معصیت کا اثر بھی فوراً معلوم ہو جاتا ہے اور اندر سے طبیعت خراب رہتی ہے اور اگر قلب مسخ ہو چکا ہو اور سیاہ ہو گیا ہو اور اس کے بعد تو اس پر اور تو بر تو چڑھتے چلے جائیں گے۔ خاک بھی تمیز نہ ہو گی اور بالکل مساوات ہو جائے گی۔ اسی کی آگے ایک اور مثال ہے۔

مرد آہنگر الخ۔ یعنی لوہار جو کہ حبشی ہو تو اس کے منہ کے ساتھ تو دھواں ہمرنگ ہو جائے کہ خاک بھی تمیز نہ ہوگا۔

مرد رومی الخ۔ یعنی اگر رومی آدمی آہنگری کا کام کرے تو اس کا منہ ابلق ہو جائے گا اس دھوئیں کی وجہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو اسی طرح جب قلب نور فطرتی سے منور ہوتا ہے تو اس پر تو ذرا سا دھبہ بھی گناہ کا محسوس ہو جاتا ہے اور بدنما کر کے بے چین کر دیتا ہے مگر جب اصرار کی وجہ سے مسخ ہو گیا تو اب کچھ پتہ نہیں چلتا۔

پس بداند الخ۔ یعنی پس جان لیتا ہے جلدی ہی گناہ کی تاثیر یہاں تک کہ زاری کرتا ہے اور حق تعالیٰ سے دعا کرتا ہے مطلب یہ کہ جب قلب درست ہوتا ہے تو فوراً گناہ کی تاثیر معلوم ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ سے تضرع و زاری کرتا ہے تو معاف ہو کر پھر وہی حالت ہو جاتی ہے۔

چون کند الخ۔ یعنی جبکہ اصرار کرتا ہے اور برائی کا پیشہ کر لیتا ہے اور فکر کی آنکھ میں خاک ڈالتا ہے یعنی کچھ سوچتا ہی نہیں۔ بس بے فکر ہو جاتا ہے تو اب حجاب شروع ہوتا ہے۔

توبہ نندیشد الخ۔ یعنی توبہ نہیں کرتا یہاں تک کہ وہ گناہ اس کے قلب پر شیریں ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بے دین ہو جاتا ہے وہی جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ جب حجاب بڑھتا ہے تو بڑھتے بڑھتے عداوت تک نوبت پہنچتی ہے جو کہ درجہ کفا کا ہے نعوذ باللہ۔

آن پشیمانی الخ۔ یعنی وہ پشیمانی اور دعا اس سے جاتی رہتی ہے اور اس کے آئینہ پر ساٹھ تہ زنگ کی بیٹھ جاتی ہیں شست مخفف ہے شست کا مطلب یہ کہ اصرار کی زیادتی سے وہ ساری دعائیں اور ندامت جاتی رہتی ہے اور اب وہ گناہ شیریں ہو جاتا ہے۔ نعوذ باللہ پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ

آہنش را الخ۔ یعنی اس کے لوہے کو زنگ نے کھانا شروع کیا اور اس کے گوہر کا رنگ کم کرنا شروع کر دیا یہاں تک کہ بالکل بے رونق کر دیتا ہے اور اس کی ساری آب اور نور جاتا رہتا ہے آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جب تم سفید کاغذ پر لکھو تو وہ لکھا ہوا تو پڑھنے میں نظر آئے گا

چون الخ۔ یعنی اگر اس لکھے ہوئے پر اور لکھ دو تو اب سمجھ میں نہ آئے گا اور پڑھنے میں غلط ہو جائے گا۔

کان الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ سیاہی سیاہی پر گر پڑی ہے تو دونوں خط اندھے ہو گئے اور معنی سمجھ میں نہ آئے۔

ور سوم الخ۔ یعنی اور اگر تیسری دفعہ اس پر اور لکھ دیا تو اب تو بالکل جان کافر کی طرح سیاہ ہی کر دیا۔ تو اسی طرح جب اول بار گناہ ہوا تو قلب پہلے سے صاف تھا فوراً نظر آ گیا اور معلوم ہو گیا کہ یہ لغزش ہوئی ہے۔ فوراً توبہ و استغفار کر لی اگر پھر اصرار رہا تو اور زیادہ گڑبڑ پڑی اور اگر اب بھی باز نہ آیا تو اب تو قلب بالکل سیاہ ہو گیا اور مسخ ہو گیا۔ نعوذ باللہ یہ سب کچھ کہہ کر آپ چونکہ شیخ کامل ہیں ناامید نہیں فرماتے۔ بلکہ یہ ساری حالتیں بیان فرما کر کہتے ہیں۔

پس الخ۔ یعنی بس اب سوائے چارہ گر کی پناہ کے اور کیا علاج ہے اس لئے کہ ناامیدی تو مس ہے اور اس چارہ گر کی نظر کیمیا ہے۔ چارہ گر سے مراد حق تعالیٰ ہیں مطلب یہ ہے کہ اب کوئی امید تو رہی نہیں کہ اصلاح اور نجات ہو سکے لہٰذا علاج یہ ہے کہ ان ناامیدیوں کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کر دو کہ یا الٰہی اور تو کچھ ہے نہیں بس ناامیدی ہے اگر آپ کا فضل ہو تو سب کچھ ہے تو چونکہ اس میں اعتراف خطا اور عاجزی کا اظہار ہے لہٰذا ضرور

www.besturdubooks.wordpress.com

فضل متوجہ ہوگا اور یبدل اللہ سیئاتهم حسنات کے بموجب ان کے سیئات حسنات ہو جائیں گے تو دیکھو باوجود اس قدر خوار حالت ہو جانے کے بھی ناامید نہ ہونا چاہیے بلکہ

ناامید یہا الخ۔ یعنی ان ناامیدیوں کو اس کے سامنے رکھ دو تا کہ اس مرض لاعلاج سے باہر نکل جاؤ اور پھر مقبول ہو جاؤ سبحان اللہ کیا رحمت ہے اور کسی آسانی ہے اگر اب بھی کوئی محروم رہے تو رہے بس اس کو ختم کر کے پھر اس آدمی کا اور شعیب علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تو سب وحی کی روایت بالمعنی تھی اور کچھ اپنی طرف سے بیان تھا آگے فرماتے ہیں

چون الخ۔ یعنی جب شعیب علیہ السلام نے وہ نکات اس سے کہے تو اسی وقت اس کے دل میں ایک پھول کھلا مطلب یہ کہ اس کے دل میں اسکا اثر ہوا اگر چہ اس نے اس اثر سے کوئی نفع حاصل نہ کیا مگر ایک اثر اس کو محسوس ہوا اور ایک نور قلب میں معلوم ہوا۔

جان الخ۔ یعنی اس کی جان نے وحی آسمان کو تو سن لیا مگر بولا کہ اگر ہم کو پکڑا ہے تو کیا علامت ہے مطلب یہ کہ اول تو اس کو ایک انشراح پیدا ہوا مگر پھر اس کو شبہ ہوا اور اس نے کہا کہ یہ جو فرماتے ہیں کہ ہم نے اب بھی پکڑ رکھا ہے یہ ان کے کہنے سے تو ہم مان لیں مگر ہمارے لئے بھی تو کوئی نشانی ایسی ہونی چاہیے جس سے ہم بھی پہچان لیں کہ ہاں یہ گرفتار کر رکھا ہے جب اس نے یہ اعتراض کیا تو شعیب علیہ السلام نے پھر حضرت حق میں عرض کیا کہ

گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ یا الٰہی وہ تو مجھ پر اعتراض کرتا ہے اور اس پکڑنے کی نشانی کو تلاش کرتا۔ دیکھئے انبیاء علیہم السلام کی کیا شان ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اس شخص کو خود بھی جواب دے سکتے تھے اس لئے کہ آخر نبی تھے اور ایک عام شخص تھا مگر خود جواب نہیں دیا۔ بلکہ حضرت حق ہی میں عرض کیا جیسے کہ بچہ ماں سے پوچھا کرتا ہے کہ اب میں کیا کہوں وہ کہتی ہے کہ بیٹا یوں کہہ دو اس طرح آپ نے عرض کیا کہ یا اللہ وہ تو میرے اوپر اعتراض کرتا ہے اب کیا کہوں سبحان اللہ اس پر ادھر سے ارشاد ہوتا ہے کہ

گفت الخ۔ یعنی ارشاد ہوا کہ میں ستار ہوں میں اس کا راز نہ کھولونگا بجز ایک اشارہ کے کہ وہ بھی اس کے ابتلا کے لئے مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ میری شان ستاری کی ہے میں اس کا راز فاش نہ کرونگا حتیٰ کہ تم سے بھی نہیں کہتا ہاں اس کے جتانے کو ایک بات بتاتا ہوں کہ جس سے اس کو معلوم ہو جائے گا کہ بے شک گرفت اس وقت بھی ہو رہی ہے سبحان اللہ والحمد للہ یہ رحمت ہے اور یہ عنایت ہے یہ اس قدر ستاری ہے اور ہم وہ نالائق کہ باز ہی نہ آئیں اے اللہ تو ہی گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما اور ہمارے عیوب کو پوشیدہ رکھ اور ہماری مغفرت فرما آگے اور ارشاد ہے کہ

یک نشانی الخ۔ یعنی ایک نشانی اس کی کہ اس کو میں نے پکڑ رکھا ہے یہ ہے کہ وہ جو کچھ عبادت روزہ اور دعا کرتا ہے

وز نماز الخ۔ یعنی اور نماز اور زکوٰۃ وغیرہ لیکن ایک ذرا ذوق اس کو حاصل نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اس بات کو یہ خود دیکھ لے کہ اس کو عبادت میں جو لطف پہلے آتا ہے اور جو ذوق حاصل تھا اب اس کا شمہ بھی کہیں باقی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بس دل پتھر ہو گیا ہے کہ اس میں کسی چیز کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ یہی گرفت ہے۔ جس کو کہ اصطلاح میں سلب قدیم کہتے ہیں جو کہ حجاب کا پانچواں درجہ ہے والعیاذ باللہ اور فرماتے ہیں کہ

سیکند الخ۔ یعنی بہت سے نیک کام اور وادارہ مسعیہ کرتا ہے لیکن ذرا بھی چاشنی نہیں رکھتا۔

طاعتس الخ۔ یعنی اس کی طاعت (بظاہر تو) اچھی ہے مگر اس کے معنی اچھے نہیں ہیں جوز تو بہت ہیں ان میں مغز نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عبادتیں کرتا ہے مثلاً روزہ رکھتا ہے نماز پڑھتا ہے مگر چونکہ ان میں خلوص نہیں ہوتا لہٰذا وہ صرف صورت میں تو اچھی ہوتی ہے مگر اصل اور معنی کے اعتبار سے بالکل فضول اور موجب نقص ہوتے ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ذوق باید الخ۔ یعنی ذوق چاہیے تا کہ طاعات پھل دیں اور مغز چاہیے تا کہ دانہ درخت دے مطلب یہ کہ دیکھو اگر دانہ کو گھن کھا جائے اور اس میں سے مغز کو خالی کر دے تو ہرگز درخت پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح جب طاعت میں خلوص اور ذوق نہ ہو تو اس سے بھی ثواب حاصل نہیں ہو سکتا خوب سمجھ لو۔

دانہ بے مغز الخ۔ یعنی دانہ بے مغز کب نہال ہو سکتا ہے اور صورت بے جان بجز خیال کے اور کیا ہو گی۔ مطلب یہ کہ دیکھو تصویر جو بے جان ہے وہ محض خیالی صورت ہے ورنہ اصل میں اس کو صورت کہاں کہہ سکتے ہیں اسی طرح جب طاعت میں خلوص اور ذوق نہ ہوا تو وہ طاعت ہی کیا ہے صرف صورت طاعت ہے اور کچھ بھی نہیں ہے۔

چون الخ۔ یعنی جب شعیب علیہ السلام نے ان نکتوں کو اس پر پڑھا تو فکر کی وجہ سے گدھے کی طرح گارے میں دھنسا ہوا رہ گیا مطلب یہ کہ ان باتوں کو سن کر اسے فکر بہت ہوا اس لئے کہ آخر تو مسلمان ہی تھا آگے معلوم نہیں کہ کیا ہوا اس کو یہاں تک فرما کر آگے اس معترض اور شیخ و مرید کے قصہ کو پورا فرماتے ہیں کہ

بقیہ قصہ طعنہ زدن آں مرد بیگانہ بر شیخ و جواب مرید اورا

اس بیگانے انسان کا شیخ پر طعنہ کرنے اور اس کو مرید کے جواب دینے کے قصہ کا بقیہ

آں خبیث از شیخ می لائید ژاژ	کژ نگر باشد ہمیشہ چشم کاز
وہ خبیث شیخ کے بارے میں بے ہودہ بکواس کر رہا تھا	بھینگے کی آنکھ ہمیشہ ٹیڑھا دیکھنے والی ہوتی ہے
کہ منم بر حال زشت او گواہ	خمر خوارست و بدو کارش تباہ
کہ میں اس کی بری حالت کا گواہ ہوں	شرابی ہے اور برا ہے اور اس کا کام برباد ہے
کہ منش دیدم میان مجلسے	او ز تقویٰ عاری ست و مفلسے
کہ میں نے اس کو ایک مجلس میں دیکھا ہے	وہ پرہیزگاری سے خالی اور مفلس ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ور کہ باور نیست خیزی امشباں	تا بہ بینی فسق شیخت راعیاں
اگر یقین نہیں ہے تو آج رات کو اٹھ	تاکہ اپنے پیر کا فسق تو آنکھ سے دیکھ لے
شب ببردش بر سر یک روزنے	گفت بنگر فسق و عشرت کردنے
رات کو وہ اسے ایک روشندان پر لے گیا	بولا دیکھ فسق اور مزے اڑانا
بنگر آں سالوس روز و فسق شب	روز ہمچوں مصطفیٰ شب بولہب
دیکھ دن کا وہ مکر اور رات کا فسق	دن میں مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرح رات میں ابولہب
روز عبداللہ او را گشتہ نام	شب نعوذ باللہ و در دست جام
دن میں اس کا نام اللہ کا (خاص) بندہ تھا	رات کو نعوذ باللہ اور ہاتھ میں (شراب کا) جام
دید شیشہ در کف آں پیر پر	گفت شیخا مر ترا ہم ہست غر
اس پیر کے ہاتھ میں بھرا ہوا شیشہ دیکھا	بولا اے شیخ! تجھے بھی دھوکا لگا
تو نمی گفتی کہ در جام شراب	دیو می میزد بجد ہر دم شتاب
تو نے نہیں کہا ہے کہ شراب کے جام میں	شیطان کوشش کر کے ہر وقت جلد پیشاب کر دیتا ہے
گفت جامم راچناں پر کردہ اند	کاندرو اندر نگنجد یک سپند
اس (شیخ) نے کہا میرے جام کو انھوں نے اتنا بھر دیا ہے	کہ اسکے اندر ایک کالا دانہ بھی نہیں سما سکتا ہے
بنگر ایں جا ہیچ گنجد ذرۂ	ایں سخن را کژ شنیدہ غرۂ
دیکھ اس میں کوئی ذرہ سماتا ہے	بہکے ہوئے نے اس کی بات کو ٹیڑھا سمجھا
جام ظاہر خمر ظاہر نیست ایں	دور دار ایں راز شیخ غیب بیں
یہ ظاہری جام' ظاہری شراب نہیں ہے	غیب بین شیخ کو اس سے دور رکھ
جام مے ہستی شیخ ست اے فلیو	کاندرو ایدر نہ گنجد بول دیو
اے بے ہودہ! جام شراب' شیخ کا وجود ہے	کہ اب اس کے اندر شیطان کا پیشاب نہیں سماتا ہے
پر و مالا مال از نور حق ست	جام تن بشکست و نور مطلق ست
وہ اللہ (تعالیٰ) کے نور سے پر اور مالا مال ہے	جسم کا جام شکستہ ہو گیا اور وہ مطلق نور ہے
نور خورشید ار بیفتد بر حدث	او ہماں نور ست نپذیرد خبث
سورج کی شعاع اگر ناپاکی پر پڑے	وہ وہی نور ہے' نجاست کو قبول نہیں کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ گفت ایں خود نہ جام ست و نہ مے	ہیں بزیر آ منکرا بنگر بوے
شیخ نے فرمایا یہ نہ جام ہے اور نہ شراب	خبردار! اے منکر نیچے آ اس کو دیکھ لے
آمد و دید انگبین خاص بود	کور شد آں دشمن کور و کبود
وہ آیا اور اس نے دیکھا خالص شہد تھا	وہ اندھا نیلا دشمن اندھا ہو گیا
گفت پیر آں دم مرید خویش را	رو برائے من بجوے اے کیا
اس وقت پیر نے اپنے مرید سے کہا	ارے میاں! جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو
کہ مرا رنج ست مضطر گشتہ ام	من ز رنج از مخمصہ بگذشتہ ام
کیونکہ میرے درد ہے میں مجبور ہو گیا ہوں	میں درد کی وجہ سے بھوک (کی مجبوری) سے بڑھ گیا ہوں
در ضرورت ہست ہر مردار پاک	بر سر منکر ز لعنت باد خاک
مجبوری میں ہر مردار پاک ہے	منکر کے سر پر لعنت کی خاک ہو
گرد خمخانہ برآمد آں مرید	بہر شیخ از ہر خمے او مے چشید
وہ مرید شراب خانہ کی جانب گیا	اس نے شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے شراب چکھی
در ہمہ خمخانہا او مے ندید	گشتہ بد پر از عسل خم نبیذ
اس نے تمام شراب خانوں میں شراب نہ دیکھی	شراب کے مٹکے شہد سے بھر گئے تھے
گفت اے رنداں چہ حالست ایں چہ کار	ہیچ خمے در نمی بینم عقار
اس نے کہا اے رندو! کیا حال ہے یہ کیا کام ہے؟	میں کسی مٹکے میں شراب نہیں دیکھتا ہوں
جملہ رنداں نزد آں شیخ آمدند	چشم گریاں دست بر سر می زدند
سب رند اس شیخ کے پاس آئے	روتے ہوئے سروں کو پیٹتے تھے
در خرابات آمدی شیخ اجل	جملہ مے ہا از قدومت شد عسل
(کہ) اے بزرگ شیخ! آپ شراب خانہ میں آئے	آپ کی تشریف آوری سے تمام شرابیں شہد بن گئیں
کردہ مے را تو مبدل از حدث	جان ما را ہم بدل کن از خبث
آپ نے شراب کو ناپاکی سے تبدیل کر دیا	ہماری جان کو بھی ناپاکی سے تبدیل کر دیجئے
گر شود عالم پر از خوں مال مال	کے خورد بندہ خدا الا حلال
اگر عالم خون سے لبریز ہو جائے	اللہ کا (مخلص) بندہ سوائے حلال کے کب کھاتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

چونکہ وہ معترض خبیث کج فہم تھا اور کج فہم غلط سمجھتا ہی ہے اس لئے وہ اپنی غلط فہمی کی بنا پر بے ہودہ بکواس کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں نے بچشم خود اس کی نا گفتہ بہ حالت دیکھی ہے وہ شراب خوار بدکار رتباہ کار ہے۔ چونکہ میں نے اس کو بچشم خود رندوں کی مجلس میں دیکھا ہے اس لئے میں وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہ تقویٰ سے بالکل خالی اور نیکی سے بالکل تنگدست ہے اگر تجھے میرا یقین نہیں تو آج ہی رات کو چل اور اپنے شیخ کا فسق اپنی آنکھ سے دیکھ لے غرض رات ہوئی اور اس نے اس مرید کو لے جا کر ایک سوراخ پر کھڑا کر دیا اور کہا کہ دیکھ حضرت کیسی بدکاری کر رہے ہیں اور کیسے مزے اڑا رہے ہیں اب تم اندازہ کر لو کہ دن کو کیسا بہروپ بھرتے ہیں اور رات کو کس فسق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ دن کو تو ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور رات کو دیکھئے تو پکے ابولہب ہیں دن کو تو بندہ خاص حق سبحانہ کہلاتے ہیں اور رات کو اس قابل ہیں کہ ان سے پناہ مانگی جائے اور جام شراب ہاتھ میں ہے۔ جب اس نے شیخ کے ہاتھ میں بھرا ہوا جام دیکھا تو کہا کیوں جناب آپ بھی بہک گئے کیا آپ یہ نہ فرماتے تھے کہ جام شراب میں شیطان پیشاب کر دیتا ہے۔ یہ خود را فضیحت دیگران را نصیحت کیسی۔ شیخ نے جواب دیا کہ میرا جام اس قدر لبریز ہے کہ اس میں اصلاً گنجائش نہیں تو دیکھ لے کہ اس میں ایک ذرہ سمانے کی بھی گنجائش ہے لیکن اس بہکے ہوئے نے اس کلام کو غلط محمل پر حمل کیا اور سمجھا کہ شیخ تاویل کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب جام شراب معروف اچھا ہو اس وقت شیطان موتتا ہے اور اگر بالکل لبالب ہو تو نہیں موتتا لیکن شیخ کی مراد جام شراب سے جام متعارف اور شراب سے شراب متعارف نہ تھی۔ خدا نہ کرے کہ اس دور بین اور عارف شیخ کی یہ مراد ہو بلکہ جام سے جام ہستی شیخ مراد ہے اور مقصد یہ ہے کہ ہستی شیخ میں وسوسہ شیطانی کی گنجائش ہی نہیں۔ کہ وہ ان کو تو معصیت پر آمادہ کر سکے۔ وہ نور حق سبحانہ سے پُر اور لبریز ہے وہ خواہشات نفسانیہ کو فنا کر چکا ہے اور نور ہی نور ہو گیا ہے اس پر تم کو شبہ نہ ہونا چاہیے کہ ممکن گندہ سے نور پاک کو کیا نسبت اگر وہ نور اس پر پڑے تو وہ بھی گندہ نہ ہو جائے۔ پھر شیخ پر وہ نور کیونکر پڑ سکتا ہے اس لئے کہ دیکھو نور آفتاب نجاست پر پڑتا ہے مگر وہ اس سے ناپاک نہیں ہوتا بلکہ ایک معتد بہ پاکی اس نجاست ہی کے اندر پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے بعد شیخ نے کہا کہ میاں بات یہ ہے کہ نہ یہ شراب ہے اور نہ جام شراب اے منکر تو نیچے اتر اور اتر کر دیکھ لے۔ پس وہ آیا اور آ کر دیکھا تو شہد خالص تھا دیکھتے ہی وہ دشمن اندھا ہو گیا یعنی اس کا اندھا پن ثابت ہو گیا اس کے بعد شیخ نے اس مرید سے کہا کہ جاؤ میرے لئے شراب تلاش کرو کیونکہ مجھے تکلیف ہے جس سے میں مضطر ہوں اور اس تکلیف سے میری حالت حالت مخمصہ سے بھی بڑھ گئی ہے اور ضرورت ملجیٔہ سے ناپاک شے حلال ہو ہی جاتی ہے جو شخص اس حلت کا منکر ہو اس کے سر پر لعنت کی خاک پڑے کہ وہ نص قرآنی کا انکار کرتا ہے اس میں شیخ نے

www.besturdubooks.wordpress.com

بضرورت توریہ سے کام لیا ہے کیونکہ ظاہر مطلب تو اس کا یہ ہے کہ میں تکلیف سے جان بلب ہوں اور میری جان شراب پینے سے بچ سکتی ہے لہٰذا تم شراب لاؤ کیونکہ ایسے وقت میں شریعت نے شراب پینے کی اجازت دی ہے مگر اصل مقصد یہ ہے کہ میں تجھے شراب لانے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اس میں ایک ضرورت ہے یعنی تجھے سوءظن سے بچانا۔ یہ حکم سن کر وہ مرید سارے شراب خانہ میں گھوما اور شیخ کی خاطر ہر خم میں سے تھوڑا تھوڑا سا چکھتا تھا مگر کسی شراب خانہ میں بھی اسے شراب نہ ملی جہاں گیا یہی دیکھا کہ شراب کے سارے مٹکے شہد سے بھرے ہوئے ہیں اس نے گھبرا کر کہا کہ اے رندو یہ کیا بات ہے کہ مجھے کسی مٹکے میں شراب نہیں ملتی جب انہوں نے دیکھا تو انہوں نے بھی شہد ہی پایا۔ آخر سب کے سب شیخ کی خدمت میں روتے پیٹتے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور شراب خانہ میں تشریف لاتے تو حضور کی تشریف آوری کی برکت سے ساری شراب شہد بن گئی جب آپ نے شراب کو نجاست وحرمت سے مبدل بطہارت وحلت فرمادیا تو ہماری جانوں کو بھی نجاست سے مبدل بطہارت فرمادیجئے غرض اہل اللہ پر حرام خواری کا گمان بالکل غلط ہے ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر تمام عالم اشیائے محرمہ سے پر ہو جائے یہ لوگ تب بھی حلال ہی کھائیں گے اور حق سبحانہ ان کے لئے رزق حلال کا غیب سے سامان کردیں گے پھر کیسے ممکن ہے کہ حلال کے ہوتے ہوئے حرام کھائیں۔ اب ہم اس کی تائید میں ایک حدیث سناتے ہیں سن

شیخ پر طعنہ کرنے اور مرید کے جواب دینے کے قصہ کا تتمہ

شرح شبّیری

آن الخ۔ یعنی وہ خبیث طاعن شیخ کو بے ہودہ کہہ رہا تھا اس لئے کہ بھنگا تو ہمیشہ کج ہی دیکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس کی چشم بصیرت درست نہ تھی اس لئے اس کو شیخ کے اندر عیوب ہی نظر آتے تھے اور کمالات پوشیدہ ہورہے تھے اور وہ یہ کہہ رہا تھا۔

کہ منم الخ۔ یعنی کہ میں اس کی بدحالی پر گواہ ہوں وہ تو شرابی ہے اور برا ہے اس کی حالت بالکل تباہ وبرباد ہے۔

دیدمش الخ۔ یعنی میں نے اس کو ایک مجلس (رندان) میں دیکھا ہے وہ تو تقوی سے بالکل عاری اور مفلس ہے۔

ورکہ الخ۔ یعنی اور اگر تجھے یقین نہیں ہے تو چل آج کی رات تاکہ تو اپنے شیخ کا فسق کھلم کھلا دیکھ لے۔

شب بہ بردش الخ۔ یعنی وہ معترض اس کو رات کو ایک سوراخ پر لے گیا اور کہا کہ فسق وعشرت کرنا دیکھ۔

بنگر الخ۔ یعنی دیکھ یہ دن کا مکر اور رات کا فسق۔ دن کو تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح (ہدایت میں) اور رات کو بولہب کی طرح (گمراہی میں)

روز الخ۔ یعنی دن کو تو عبداللہ نامی ہیں اور رات کو نعوذ باللہ ہے اور ہاتھ میں جام ہے مطلب یہ کہ دن کو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

متواضع اور منکسر المزاج ایسے کہ جس کا حد و حساب نہیں اور رات کو ایسی حالت میں ہے نعوذ باللہ۔

دید شیشہ الخ۔ یعنی ان شیخ کے ہاتھ میں بھرا ہوا گلاس دیکھا تو وہ معترض بولا کہ شیخ جی آپ کو دھوکا ہو رہا ہے مطلب یہ کہ جناب اس وقت تو آپ بھی گمراہی اور دھوکہ میں ہیں۔

تو نمی گفتی الخ۔ یعنی کیا آپ کہا نہیں کرتے کہ شراب کے جام میں شیطان کوشش کر کے بہت جلد موت دیتا ہے تو اب وہ سارے نصائح و پند کہاں گئیں آپ تو خود پی رہے ہو۔ بات یہ ہے کہ اس مرید کی تو کیا مجال تھی اور کیا ہمت تھی کہ کچھ بولتا اور عرض کر سکتا لہٰذا اس معترض نے اس لئے تا کہ اس مرید کو شاید اب بھی نظر کی غلطی کا شبہ ہو ان سے سوال کر کے آواز بھی سنادی کہ اب تو یقین آئے گا کہ بے شک پیر صاحب ہی میں جب انہوں نے اس کی آواز سنی تو چونکہ یہ تو معترض تھا اس لئے اس کو تو ایک لطیف جواب دے کر ٹال دیا کہ

گفت الخ۔ یعنی فرمایا کہ ہمارے جام کو اس قدر بھرا ہے کہ اس میں ایک رائی کا دانہ بھی نہیں سما سکتا۔

بنگر الخ۔ یعنی دیکھ اس جگہ کہیں ذرہ سما تا ہے تو اس معترض نے اس بات کو کج اور دھوکا سنا۔ مطلب یہ کہ شیخ نے کہا کہ ارے بیوقوف ہمارے جام کو اس طرح بھر دیا ہے کہ اس میں کہیں ایک ذرہ برابر اور نہیں بھر سکتے تو پھر بے چارا شیطان کیا موت سکتا ہے۔ اس میں اس کے موتنے کی جگہ ہی نہیں ہے۔ یہ تو ظاہر الفاظ تھے آگے مولانا اس کی توجیہ اور معانی اصلی بیان فرماتے ہیں کہ

جام الخ۔ یعنی یہ جام ظاہر اور شراب ظاہر (مراد) نہیں ہے اس بات کو شیخ غیب بین سے دور رکھو۔ مطلب یہ کہ جو حضرات کاملین ہیں اور اولیاء اللہ ہیں ان کی شان میں ایسی بدگمانی نہ کرنی چاہیے وہ ہرگز ایسے نہیں ہیں کہ ان کی مراد یہ خمر ظاہری اور جام ظاہری ہو بلکہ۔

جام مے الخ۔ یعنی ارے بے ہودہ جام مے (سے مراد) شیخ کی ہستی ہے کہ اس میں شیطان کے پیشاب کی گنجائش نہیں ہے

پر و مالا مال الخ۔ یعنی بھرا ہوا اور مالا مال نور حق سے ہے جام تن تو ٹوٹ گیا ہے اور اب وہ نور مطلق ہی ہے۔ مطلب یہ کہ شیخ نے جو کہا کہ میرا جام اس قدر پر ہے کہ اس میں بول شیطان کی گنجائش نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ ہماری ہستی کا جام انوار حق سے اس قدر پر اور بھرا ہوا ہے کہ اس میں اب مکائد شیطانی کی اور اس کے اغوا کی گنجائش ہی نہیں رہی ہے اور ہم بالکل نوری نور ہو گئے ہیں۔ تو اس نور کا اثر ہمارے جسم و روح میں آ گیا ہے مگر ہماری مقتضیات کا اثر اس نور میں نہیں ہوا تا کہ صدور منکر کا احتمال ہوتا۔ یہاں تو اس نور کی وجہ سے محفوظ و مامون ہو گئے ہیں آگے مولانا ایک مثال لاتے ہیں کہ

نور خورشید الخ۔ یعنی نور خورشید کا اگر ناپاکی پر پڑے تو وہ وہی نور ہے وہ ناپاکی کو قبول نہ کرے گا۔ تو اسی طرح جبکہ نور حق ہستی انسانی پر پڑے گا تو وہ تو نوری رہے گا۔ اس میں اس ہستی کے مقتضیات ہرگز محتمل نہ ہوں گے بلکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خود بھی منور ہو جائے گی تو جب ہستی شیخ پر نور حق پڑ رہا ہے تو پھر اس سے صدور منکر کا کس طرح احتمال ہو معلوم ہوا کہ یقیناً اس دیکھنے والے کو دھوکا ہوا ہے اور اصل میں وہ شراب تھی ہی نہیں بلکہ وہ شہد تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوتا ہے کہ

شیخ الخ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ وہ نہ خود جام ہے اور نہ شراب ہے۔ ارے منکر نیچے آ اور اس کو دیکھ تو سہی۔

آمد و دید الخ۔ یعنی وہ معترض آیا تو دیکھا کہ شہد خالص تھا تو وہ نالائق اندھا دشمن بالکل حیران رہ گیا۔ اس لئے کہ وہ تو اور کچھ سمجھے ہوئے تھے اور نکلا کچھ اور۔ خیر اس کو تو وہ جواب دے کر اور یہ دوسرا جواب دکھا کر روانہ کیا مگر چونکہ حقوق مرید میں سے شیخ پر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مرید کو اپنی طرف سے بدگمان نہ ہونے دے اس لئے اگر وہ بدگمان ہو گیا تو پھر نفع بند ہو جائے گا لہٰذا آگے اس مرید کو سنبھالا اس طرح کہ

گفت پیر الخ۔ یعنی اسوقت پیر نے اپنے مرید سے یہ فرمایا کہ میاں میرے لئے ذرا تھوڑی شراب تلاش کر لو۔

کہ مرا الخ۔ یعنی کہ مجھے ایک مرض ہے کہ میں مضطر ہو گیا ہوں اور میں مرض کی وجہ سے مخمصہ سے بھی گزر گیا ہوں۔

در ضرورت الخ۔ یعنی ضرورت میں تو ہر مردار پاک ہے اور منکر پر لعنت کی خاک پڑے۔ مطلب یہ کہ شیخ نے اس مرید سے یہ بات ظاہر کی کہ بھائی میں مریض ہوں اور حالت اضطرار کو پہنچ گیا ہوں بلکہ حالت مخمصہ سے جس میں کہ شراب بھی جائز ہے میری حالت زیادہ اضطرار کی ہے اور اطباء نے کہا ہے کہ تمہاری یہی دوا ہے اس لئے مجبوراً پیتا ہوں وہ تو منکر اور معترض تھا تم تو اپنے دوست ہو تم سے کیا پردہ کیا جائے۔ اس لئے ذرا تم ان شرابوں میں سے شراب تلاش کر لو کہ جو ذرا اچھی ہو اور تیز سی ہو وہ ایک جام لے آ وہ تو مرید تھا اس کو تو بے علت دریافت کئے ہوئے بھی عمل کرنا تھا اور جبکہ علت اور اضطرار بھی معلوم ہو گیا اب تو تعمیل ارشاد میں کوئی حجت ہی نہ تھی اس لئے وہ فوراً تلاش شراب کرنے لگا۔

گرد خمخانہ الخ۔ یعنی وہ مرید خمخانہ کے گرد پھرا اور شیخ کے لئے ہر مٹکے میں سے چکھ رہا تھا۔

در ہمہ الخ۔ یعنی سارے مٹکوں میں اس نے شراب نہ دیکھی اور وہ شراب کے مٹکے شہد سے بھرے ہوئے تھے مطلب یہ ہے کہ جب وہ تلاش میں چلا تو اس کو ہر مٹکے میں شہد نظر آتا تھا اس کو تعجب ہوا اور اس نے رفع شبہ کے لئے چکھ بھی لیا تو واقعی شہد تھا یہ نہیں کہ شراب کو چکھتا پھرتا تھا نہیں بلکہ اس کو وہ شہد نظر آتا تھا تب رفع شبہ کے لئے اس کو چکھتا تھا تو یقین ہو جاتا تھا کہ بے شک شہد ہے غرض کہ سارے خم دیکھے مگر سب میں شہد ہی پایا کسی ایک میں بھی شراب نہ دیکھی۔ اب یہ شبہ تو نہ رہا کہ وہ شیخ شراب پی رہے تھے بلکہ حق تعالیٰ نے ان کے لئے تبدیل ماہیت کر کے شراب کو شہد بنا دیا تھا مگر یہ شبہ رہا کہ اچھا یہ حضرت وہاں تشریف کیوں لے گئے اسی کی کیا ضرورت تھی تو بات یہ ہے کہ بزرگوں کی بہت مختلف شانیں ہوتی ہیں ان میں سے بعض پر مقتدائیت غالب ہوتی ہے اور بعض میں نہیں۔ تو جن پر مقتدائیت اور شان ارشاد غالب ہو ان کو تو ایسا کرنا ہرگز مناسب نہیں ہے اور نہ وہ کرتے ہیں اس لئے اس سے ان کے معتقدین کی گمراہی کا خوف ہوتا ہے لیکن جن حضرات پر شان ارشاد غالب نہیں ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ بعض مرتبہ ایسا کرتے ہیں کہ مجالس نامشروعہ میں بھی چلے جاتے ہیں اس لئے کہ ان کی ذات سے کسی کو نقصان تو پہنچ ہی نہیں سکتا لہٰذا وہ جاتے ہیں اور مقصود ان کا یہ ہوتا ہے کہ وہاں جا کر اپنی نسبت باطنی سے ان لوگوں کو ہدایت فرمادیں ایسے حضرات کو ملامتی کہا جاتا ہے تو یقیناً ان حضرات کی شان ملامتی ہے اور اس طرح ایسے حضرات بہت لوگوں کو معاصی سے بچاتے ہیں ایسے ہی ایک بزرگ دہلی میں حضرت فخر نظامی رحمہ اللہ تھے ان کی حالت تھی کہ وہ حضرت رنڈیوں میں تشریف لے جاتے اور ان سے ان کی خرچی پوچھتے تو وہ بتا دیتیں مثلاً پانچ روپیہ یا دو روپیہ وغیرہ بس فوراً اسی قدر جیب سے نکالا اور اس کو دے دیا اور کہہ دیا کہ رات کو ہم آئیں گے چونکہ اس کو خرچی مل چکی تھی وہ اور کسی کو آنے نہ دیتی تھی صبح کو گئے اور عذر کر دیا کہ رات تو نہ آ سکے لو آج رات کو آئیں گے پھر اس کی خرچی دے آئے۔اسی طرح انہوں نے بہت سی رنڈیوں کو ایک مدت تک گناہ سے بچایا کہ خود تو جاتے نہ تھے اور دوسروں کے آنے کو اس طرح روک دیتے تھے پھر دعا کرتے تھے ان کی اس عادت کی وجہ سے بہت سی کسبیاں تائب ہو گئیں تو اب ان کی تو یہ نیت تھی اور لوگ ان کو رنڈی باز کہتے تھے مگر عوام الناس ان کے بے حد معتقد تھے ایک مرتبہ وہ کسی غرض سے مجمع عام میں تشریف رکھتے تھے لوگوں نے چاہا کہ ان کو شرمندہ کریں اور ذلیل کریں ایک کسبی کو بہکا کر اس کو انعام وغیرہ کا لالچ دے کر لے گئے اور ایک کھوٹا روپیہ دیا کہ مجمع عام میں جا کر کہو کہ حضرت رات کو آپ یہ کھوٹا روپیہ دے گئے اس نے جا کر ویسا ہی کیا حضرت نے ہنس کر روپیہ بدل دیا اور کھوٹا روپیہ رکھ لیا۔اب سب کو معلوم ہو گیا کہ حضرت کو رات رنڈی کے یہاں گئے تھے مگر ان کی مقتدائیت تو حق تعالیٰ کی طرف سے تھی لوگ پھر بھی معتقد رہے۔ان لوگوں نے سوچا کہ یہ تو کچھ بھی نہ ہوئی دوسرے کسی عرس میں پھر اس کسبی کو بہکایا اور کہا کہ دروازہ ہی سے غل مچاتی جانا غرض کہ وہ پھر غل مچاتی ہوئی گئی کہ دیکھو ایک تو یہ مولوی ملا نے رنڈیوں میں جاتے ہیں پھر دغابازی یہ کہ کھوٹے روپے دے آتے ہیں حضرت ہنسے اور پھر روپیہ بدل دیا مگر لوگوں کے اعتقاد میں پھر بھی کمی نہ ہوئی ان شریروں نے یہ کیا کہ بہت ہی دور سے غل مچانے کو کہا تیسری مرتبہ وہ پھر پہنچی اور بہت ہی غل مچایا۔آخر کب تک صبر کیا جائے کہ حلم حق با تو مواسا ہا کند + چونکہ از حد بگذاری رسوا کند اس مرتبہ حضرت کو جلال آ گیا مگر جلال کی طرح ظاہر نہیں فرمایا بلکہ اس کے ہاتھ سے روپیہ لے کر دیکھا اور نرمی سے فرمایا کہ نہیں بی کون کہتا ہے کہ خراب ہے یہ تو اچھا ہے جا کسی اور کو دکھا لے یہ کہہ کر وہ روپیہ اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔روپیہ رکھنا تھا کہ وہ روپیہ تو وہیں چپک گیا اور اس عورت کو جنون ہو گیا۔اور کپڑے پھاڑ کر برہنہ پھرنے لگی اور جو سامنے آتا تھا اس سے کہتی تھی کہ میاں دیکھنا یہ روپیہ کیسا ہے۔غرضکہ بہت بری حالت تھی جب اس کے گھر والوں نے دیکھا کہ اس کا جنون بڑھتا جاتا ہے اور ساری کمائی ہی گئی تو دوسرے فقیروں کے پاس جا کر عرض کیا کہ حضرت سے سفارش کریں۔سب نے کہا کہ اگر اب کوئی مجمع ہو اور اسی طرح سب جمع ہوں تو تم اس کو لاؤ اور عرض کرو تو ہم بھی کچھ سفارش کریں۔غرضکہ ایک مرتبہ کوئی عرس وغیرہ تھا اس میں سب جمع تھے تو اس کے گھر

www.besturdubooks.wordpress.com

والے اس کو پکڑ کر لائے وہ خود تو کہاں آتی اور عرض کیا کہ حضرت اس کی خطا معاف فرمائی جائے اور دوسرے لوگوں نے بھی سفارش کی تو حضرت نے اس کے ہاتھ سے روپیہ اٹھایا۔ تو اٹھ آیا اور فرمایا کہ بی یہ تو اچھا ہے۔ اب دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فرما کر پھر اس کے ہاتھ پر رکھ دیا فوراً اچھی ہوگئی اور کپڑا پہن لیا۔ تو دیکھئے ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے ایک اور حکایت ان ہی کی ہے کہ ایک مرتبہ گرمی میں جمعہ کی نماز پڑھ کر جامع مسجد سے نکل رہے تھے تو ایک بڑھیا کھڑی تھی اس نے کہا کہ بیٹا فخر یہ فالودہ میں نے تیرے لئے بنایا ہے اس کو پی لے اور حضرت صائم تھے بعض کہتے ہیں کہ فرض روزہ تھا اور بعض کہتے ہیں کہ نفل تھا غرضکہ آپ نے اس کو پی لیا جب لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے روزہ توڑ دیا تو فرمایا کہ دل توڑے سے روزہ کا توڑنا بہتر تھا یہ تو ان کا قول ہوگیا۔ اب ہمارے حاجی صاحبؒ کی تحقیق سنو حضرت کو یہ حکایت پہنچی تو فرض روزہ کی پہنچی حضرت نے فرمایا کہ اس وقت حضرت فخر پر حقیقت قلب منکشف تھی اور حقیقت صوم مستور تھی تو اگرچہ حقیقت صوم افضل ہے حقیقت قلب سے مگر چونکہ حضرت پر اس وقت حقیقت صوم مستور تھی اس لئے پی گئے ورنہ ہرگز نہ پیتے۔ اور یہ ان کی حالت تھی سبحان اللہ بس توجیہ ہو تو یہ ہو بھلا کوئی ایسی توجیہ بیان تو کردے۔ اصول شریعت پر منطبق اصول طریقت کے موافق سبحان اللہ سبحان اللہ ہیہات لم یات الزمان بمثلہ + ان الزمان لمثلہ لبخیل۔ غرضکہ یہ شیخ بھی اسی لئے تا کہ وہاں ان شرابیوں کو تصرف باطنی سے ہدایت دیں تشریف لے گئے تھے جیسا کہ آگے معلوم ہوتا ہے تو جب اس مرید نے دیکھا کہ سارے خم پر از عسل ہیں تو اس کو اپنے شیخ کی اتنی بڑی کرامت دیکھ کر وجد ہونے لگا اور ایک عجیب کیفیت ہوئی اس حالت میں وہ پکارا کہ

گفت الخ۔ یعنی چلایا کہ ارے رندو یہ کیا حال اور کیا بات ہے کہ میں کسی خم میں شراب نہیں دیکھتا۔ جب اس کو شیخ کی کرامت معلوم ہوئی تو اس کو شوق ہوا کہ اوروں کو بھی دکھادے اس کی توجیہ یہ ہے کہ عجب حالت ہوگئی غرض کہ سب رند اس کے پکارنے سے آئے اور دیکھا تو واقع میں وہ شہد ہی تھا۔ شراب کا نام نہ تھا بس یہ کرامت اور کمال دیکھ کر سارے وجد و طرب میں تھے اور یہ حالت تھی کہ

جملہ رندان الخ۔ یعنی وہ سارے رند شیخ کے پاس روتے ہوئے اور سر پیٹتے ہوئے آئے (اور عرض کیا کہ)

درخرابات الخ۔ یعنی اے شیخ آپ جو خرابات میں تشریف لائے تو آپ کے قدوم کی برکت سے ساری شرابیں شہد بن گئیں اور سب کی قلب ماہیت ہوگئی

کردۂ الخ۔ یعنی آپ نے شرابوں کو تو مبدل فرما کر حدث سے پاک بنادیا اب ہم کو بھی خباثت سے الگ کر کے پاک کردیجئے مطلب یہ کہ جس طرح شراب کی خباثت کو مبدل بہ شیرینی عسل کردیا اسی طرح ہمارے ملکات سیئہ کو مبدل بہ حسنات فرمادیجئے۔ سبحان اللہ دیکھو ان بزرگ کی برکت سے ان لوگوں کا کیسا فہم سلیم ہوگیا تھا کہ کیا نفیس سوال کیا ہے کہ قابل یاد رکھنے کے ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گر شود ائخ۔ یعنی اگر سارا کا سارا عالم خون سے بھر جائے تو بندگان خاص خدا سوائے حلال کے اور کچھ کب کھائیں۔ مطلب یہ کہ اگر تمام دنیا میں حرام ہی حرام چیزیں ہوں تو جو حق تعالیٰ کے خاص بندے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لئے غیب سے ایسا سامان کر دے کہ وہ اس حرام کو کھا ہی نہ سکیں جیسا کہ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ وہ شراب تھی مگر حق تعالیٰ نے اس کو بدل کر شہد بنا دیا تھا اور بعد تبدیل ماہیت کے تمام ائمہ کے یہاں جائز ہے۔ اوپر جو کہا ہے کہ اگر سارا جہان حرام سے بھر جائے تو خدا کے خاص بندے جب بھی حلال ہی کھائیں گے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ آپ ہر جگہ بے مصلے کے نماز پڑھ لیتے ہیں حالانکہ ممکن ہے کہ وہ زمین پہلے سے ناپاک ہو اور خشک ہو کر اثر نجاست کا دکھائی نہ دیتا ہو مگر ہے تو نجس۔ ارشاد فرمایا کہ جعلت لی الارض کلھا طھورا کہ میرے لئے ساری زمین پاک بنا دی گئی ہے اس طرح کہ جب نجاست خشک ہو جائے اور اثر دکھائی نہ دے تو وہ پاک ہے۔ تو دیکھو باوجودیکہ وہ ناپاک تھی مگر حق تعالیٰ نے اپنے خواص کے لئے اس کو پاک کر دیا۔ اسی طرح حق تعالیٰ اپنے خواص کو بعض معاصی سے محفوظ اور بعض کو معصوم رکھتے ہیں۔ خوب سمجھ لو۔ اب حکایت سنو۔

گفتن عائشہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم را کہ تو بے مصلی بہر جا کہ میروی نماز میکنی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنا کہ آپ بے مصلے کے جہاں جاتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں

عائشہؓ روزے بہ پیغمبر بہ گفت	یا رسول اللہ تو پیدا وُ نہفت
ایک دن (حضرت) عائشہ نے پیغمبرؐ سے عرض کیا	یا رسول اللہ آپ مجمع اور تنہائی میں
ہر کجا یابی نمازے می کنی	می روی در خانہ ناپاک ودنی
جہاں موقع ملتا ہے نماز پڑھ لیتے ہیں	آپ ہر ادنیٰ اور ناپاک گھر میں چلے جاتے ہیں
بے مصلی می گزاری تو نماز	ہر کجا روئے زمیں بکشای راز
بغیر مصلے کے آپ نماز پڑھ لیتے ہیں	جہاں بھی روئے زمین ہو راز بتائیے؟
گرچہ میدانی کہ ہر طفل پلید	کرد مستعمل بہر جا کہ رسید
اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ ہر ناپاک بچہ	جہاں وہ جاتا ہے (زمین) کو مستعمل کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبرؐ کہ از بہر مہاں	حق نجس راپاک گرداں رابداں
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا بڑے لوگوں کے لئے	اللہ (تعالیٰ) نے نجس کو پاک کر دیا ہے اس کو سمجھ لے
سجدہ گاہم راازاں رو لطف حق	پاک گردانید تا ہفتم طبق
اس لئے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی نے میری سجدہ گاہ کو	ساتوں طبقوں تک پاک کر دیا ہے

شرح حبیبی

ایک روز حضرت عائشہؓ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے ظاہر و باطن میں خدا کے رسول آپ جہاں کہیں ہوتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں ہر گھر میں ناپاکی ضرور ہوتی ہے کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ بچہ جہاں کہیں بیٹھتا ہے اکثر موت ہگ کر اس جگہ کو ناپاک کر دیتا ہے لیکن آپ تحقیق نہیں فرماتے اور نہ مصلے بچھاتے ہیں جہاں کہیں موقع ملتا ہے زمین ہی پر آپ نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے لوگوں اور مقربین کے لئے حق سبحانہ خرق عادت کے طور پر یا کسی اور طریقہ سے ناپاک کو پاک کر دیتے ہیں پس ہماری سجدہ گاہ کو بھی حق سبحانہ نے اپنے فضل سے زمین ہفتم تک پاک کر دیا ہے لہٰذا ہم کو مصلے کی ضرورت نہیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب حق سبحانہ کو اپنے مقربین کی اتنی خاطر منظور ہے تو وہ ان کو حرام کیونکر کھانے دیں گے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنا کہ آپ بے مصلے کے ہر جگہ کس طرح نماز پڑھ لیتے ہیں

شرح شبیری

عائشہ روزے الخ۔ یعنی عائشہؓ نے ایک روز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجمع میں اور تنہائی میں۔

ہر کجا باشد الخ۔ یعنی جہاں کہیں چاہا نماز پڑھ لی اور آپ ہر ناپاک اور خراب جگہ میں جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ آخر آپ سفر میں مختلف مقامات پر جاتے ہیں بعض پاک ہیں اور بعض ناپاک آپ وہاں نماز پڑھ لیتے ہیں پھر اگر آپ کی خصوصیت کہی جائے تو یہ بھی نہیں اس لئے کہ آپ جماعت سے بھی اسی طرح جہاں چاہا پڑھ لیتے ہیں تو آخر یہ کیا بات ہے۔ نماز کس طرح ہو جاتی ہے اور اگر آپ کی ہو جاتی ہے تو ان دوسروں کی کس طرح ہوتی ہے اور یہ بھی نہیں کہ کچھ بچھا ہی لیں بلکہ

بے مصلے الخ۔ یعنی بے مصلے ہی کے آپ نماز ادا فرما لیتے ہیں جہاں کہیں کہ روئے زمین ہو ذرا اس عقدہ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حل فرما دیجئے کہ اس کا کیا سبب ہے۔

گرچہ میدانی الخ۔ یعنی اگرچہ آپ جانتے ہیں کہ بچے ناپاک جہاں جاتے ہیں مستعمل کر دیتے ہیں اور ناپاک کر دیتے ہیں پھر نماز کس طرح ہو جاتی ہے جواب ارشاد ہوا کہ

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے لوگوں کے لئے حق تعالیٰ نجس کو پاک فرما دیتے ہیں اس کو جان لو مطلب یہ کہ یا تو وحی سے اس کی پاکی بتا دیتے ہیں جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا اور یا اس کی تبدیل ماہیت کر دیتے ہیں جیسا کہ اور بعض بزرگوں کے لئے ہوا۔

سجدہ گاہم الخ۔ یعنی اسی سبب مذکور سے لطف حق نے میری سجدہ گاہ کو ساتویں طبق تک پاک فرما دیا لہٰذا میرے لئے مع قیودات شرعیہ سب جگہ پاک ہیں اور اسی طرح امت مرحومہ کے لئے بھی پاک ہیں لہٰذا کوئی شبہ نہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ہاں وہاں ترک حسد کن باشہاں	ورنہ ابلیسے شوی اندر جہاں
خبردار خبردار! شاہوں سے حسد کرنا چھوڑ دے	ورنہ تو دنیا میں شیطان ہو جائے گا
کو اگر زہرے خورد شہدے شود	تو اگر شہدے خوری زہرے بود
کیونکہ وہ اگر زہر کھالے تو شہد بن جائے گا	تو اگر شہد کھائے زہر ہو گا
کو بدل گشت و بدل شد کار او	لطف گشت و نور شد مرنار او
کیونکہ وہ بدل گیا اور اس کا کام بدل گیا	وہ محبت بن گیا اس کی آگ نور بن گئی ہے
قوت حق بود مر بابیل را	ورنہ مرغے چوں کشد مرپیل را
ابابیل میں اللہ کی طاقت تھی	ورنہ ایک پرندہ ہاتھی کو کیسے مار سکتا ہے؟
لشکرے را مرغکے چندے شکست	تا بدانی کاں صلابت از حق ست
بڑے لشکر کو چھوٹے پرندہ نے شکست دیدی	تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ سختی اللہ کی طرف سے تھی
گر ترا وسواس آید زیں قبیل	رو بخواں تو سورۂ اصحاب فیل
اگر تجھے اس سلسلہ میں شک ہو	جا تو اصحاب فیل کی سورۃ پڑھ لے
ور کنی با او مرے و ہمسری	کافرم داں گر تو زیشاں سر بری
اگر تو اس سے جھگڑا اور برابری کرے گا	مجھ کے کافر سمجھ اگر تو ان سے جیت جائے

جب تجھے اہل اللہ کی منزلت معلوم ہوگئی تو دیکھ خبردار بڑے لوگوں پر حسد نہ کرنا ورنہ تو شیطان اور مردود ہو جائے گا تو ان کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا کیونکہ ان میں اور تجھ میں بعد المشرقین ہے۔ کیونکہ وہ تو اگر بظاہر زہر بھی کھائیں اور کوئی معصیت بھی کریں تو گو وہ صورۃً معصیت ہوتی ہے مگر حقیقۃً معصیت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ قصہ مذکورہ بالا سے معلوم ہوگیا بلکہ وہ حقیقت میں شہد اور طاعت ہوتی ہے اور تو اگر بظاہر شہد بھی کھاتا ہے اور طاعت بھی کرتا ہے تو وہ ریا وعدم اخلاص وغیرہ کے سبب معصیت ہوتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ان کی حقیقت بدل گئی ہے لہٰذا ان کے افعال بھی بدل گئے ہیں اور بی یسمع وبی یبصر الخ کی شان پیدا ہوگئی ہے اور ان کی آتش شہوات مبدل بہ نور حق سبحانہ ہوگئی ہے بس وہاں معصیت کا کیونکہ گزر ہوسکتا ہے۔ برخلاف تیرے کہ تو سراسر شہوات وظلمات نفسانیہ میں منہمک ہے پس تجھ سے طاعت کا صادر ہونا اسی قدر بعید ہے جس قدر ان سے معصیت کا یہ امر کہ ان کی حقیقت بدل گئی تیری سمجھ میں نہ آئے گا۔ اس لئے ہم اس کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں دیکھو ابابیل نے ہاتھی کو ماردیا۔ نیز ایک بڑے لشکر کو شکست دی تو کیا وہ اس وقت وہ ابابیل تھی ہرگز نہیں کیونکہ ابابیل اپنی حالت پر رہ کر ہاتھی کو ہرگز نہیں مار سکتی تھی اور اتنے بڑے لشکر کو ہرگز شکست نہیں دے سکتی۔ بلکہ ان کو قوت حق عطا ہوگئی تو اس لئے وہ اپنے ہم نوع افراد سے اس قدر بعید ہوگئی تھی کہ گویا کہ وہ اس نوع کے افراد ہی نہ تھی بلکہ نوع دیگر تھی اور ان کے اندر یہ تجلی نور حق سے تھی۔ اسی طرح اہل اللہ بھی قوت حق سے متقوی اور نور حق سے منور ہو کر گویا کہ ایک جداگانہ نوع کے افراد بن جاتے ہیں اور نفس وشیطان کو کامل شکست دیتے ہیں اور ان سے مغلوب نہیں ہو سکتے اس بیان میں اور مقدمات تو سب ظاہر ہیں صرف ایک مقدمہ ایسا ہے جس میں شبہ کی گنجائش ہوسکتی ہے وہ یہ کہ ایسا ہو نہیں سکتا کہ ابابیل ہاتھی کو مار ڈالیں اور فوج جرار کو شکست دے دیں پس اگر تم کو اس قسم کا وسوسہ ہو تو قرآن کھول کر سورہ فیل دیکھ لو وسوسہ دور ہو جائے گا۔ اب یہاں ہم تجھ کو ایک نہایت کام کی بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ تو اہل اللہ سے مقابلہ اور مماثلت کا دعویٰ نہ کرنا اس لئے کہ ایسا کرنے سے تجھے ان سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اگر اس صورت میں تجھے کچھ بھی فائدہ ہو تو میں کافر۔ اس سے زیادہ اور کیونکر یقین دلاؤں۔

شرح شبیری

ہان وہان الخ۔ یعنی ضرور بالضرور بڑے لوگوں کے ساتھ حسد کرنا ترک کردو ورنہ تم جہان میں ابلیس کی طرح ہو جاؤ گے

کو اگر الخ۔ یعنی اس لئے کہ اگر وہ زہر کھا رہا تھا تو وہ بھی شہد ہے اور اگر تو شہد کھائے وہ بھی زہر ہے اس لئے کہ وہ اس کی حقیقت کو جانتا ہے اس لئے موافق مقدار کے کھائے گا تو اس کو تو شہد کی طرح مفید ہوگا اور تم کو شہد کی حقیقت بھی معلوم نہیں اس لئے اس میں بھی بے اعتدالی کرو گے اور وہ زہر کی طرح مضر ہوگا تو ان پر اعتراض

www.besturdubooks.wordpress.com

اور حسد فضول ہے ان کی تم کو کیا خبر۔

کو بدل الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ بدل گیا ہے اور اس کا کام بھی بدل گیا ہے وہ لطف ہو گیا ہے اور اس کی ہر نار نور ہو گئی ہے مطلب یہ کہ اس کے ملکات سیئہ تو مبدل بحسنہ ہو گئے ہیں اور اس میں نور حق ہے اور وہ سراسر نور ہی نور ہو گیا ہے لہٰذا اس کے کام بھی مصالح ہیں آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ

قوت حق الخ۔ یعنی ابابیل میں حق تعالیٰ کی قوت تھی ورنہ ایک ذرا سا جانور اور وہ ہاتھی کو مار ڈالے یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

لشکرے الخ۔ یعنی ایک لشکر کو ذرا سے جانور نے اس طرح شکست دی تا کہ تم جان لو کہ یہ قوت حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے۔

گر ترا الخ۔ یعنی اگر تجھے اس قبیل سے وسوسہ آئے تو سورۂ اصحاب فیل پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو وسوسہ ہو کہ یہ قصہ ابابیل کا غلط معلوم ہوتا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے تو فرماتے ہیں کہ بھائی قرآن میں دیکھ لو یہ تو وہاں موجود ہم اپنی طرف سے تو نہیں کہتے۔ تو دیکھو جس طرح کہ اس جانور نے قوت حق تعالیٰ کی وجہ سے ایک لشکر کو شکست دی۔ اس طرح ان حضرات میں نور حق ہونے کی وجہ سے ان کے صفات بھی صفات حق ہو جاتے ہیں اور ان کی شان بی یسمع وبی یبصر ہو جاتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

در کئی الخ۔ یعنی اور اگر تم ان کے ساتھ مقابلہ اور ہمسری کرو تو اگر تم غالب آ سکو تو مجھے کافر جانو۔ مطلب یہ کہ ان سے مقابلہ کر کے عہدہ برآ ہو ہی نہیں سکتے۔ اطمینان رکھو۔ جب مقابلہ کرو گے ہمیشہ ذلیل وخوار ہو گے لہٰذا ہمیشہ اطاعت اور تواضع کرنا ضروری ہے خوب سمجھ لو۔ چونکہ اوپر اکابر کے مقابلہ سے اور ان کی برائی کرنے سے منع کیا ہے اس لئے کہ اس کا انجام خراب ہوتا ہے اس لئے آگے ایک چوہے اور ایک اونٹ کی حکایت لاتے ہیں کہ ایک اونٹ جا رہا تھا اور اس کی مہار لٹک رہی تھی ایک چوہے نے دیکھا تو آپ اس کی مہار پکڑ کر چلے اونٹ جا ہی رہا تھا وہ چلتا رہا۔ یہ چوہا سمجھا کہ میں کس قدر قوی ہوں کہ اس قدر بڑے جثہ والے کو کھینچے لئے جاتا ہوں اسی طرح ایک دریا کے کنارہ پہنچے اونٹ تو دریا کے اندر چلا گیا چوہا باہر رہ گیا تو اونٹ نے کہا کہ بھائی اندر آؤ اس لئے کہ پانی تو زانو تک ہے چوہا بولا کہ جناب کے زانو تک ہے مگر میرے تو سر سے کہیں اونچا ہے آخر وہاں جا کر عاجز ہو گیا اسی طرح ان حضرات کی برابری کرنے میں انسان ہمیشہ خطا پاتا ہے اب حکایت بالتفصیل سنو۔

کشیدن موش مہار اشترے را معجب شدن موش در خود

چوہے کا اونٹ کی مہار کو کھینچنا اور چوہے کا گھمنڈ میں آ جانا

موشکے در کف مہار اشترے	در ربود و شد رواں او از مرے
ایک حقیر چوہے نے ایک اونٹ کی مہار ہاتھ میں	لے لی اور اکڑتا ہوا روانہ ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

شتر با چستی کہ با او شد رواں	موش غرہ شد کہ ہستم پہلواں
جب اونٹ تیزی سے اس کے ساتھ چلا	چوہے کو گھمنڈ ہو گیا کہ میں پہلوان ہوں
بر شتر زد پر تو اندیشہ اش	گفت بنمایم ترا تو باش خوش
اس کے خیال کا عکس اونٹ پر پڑا	اس نے کہا تو خوش ہو لے میں تجھے دکھاؤں گا
تا بیامد بر لب جوئے بزرگ	کاندرو گشتے زبوں پیل سترگ
یہاں تک کہ وہ بڑی نہر کے کنارے پر پہنچا	جس میں بڑا ہاتھی بھی عاجز آ جائے
موش آنجا ایستاد و خشک گشت	گفت اشتر اے رفیق کوہ و دشت
چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور خشک ہو گیا	اونٹ بولا اے پہاڑ اور جنگل کے ساتھی!
ایں توقف چیست حیرانی چرا	پا بنہ مردانہ اندر جو در آ
یہ ٹھہراؤ کیسا ہے؟ حیرانی کیوں ہے؟	بہادری سے قدم بڑھا نہر میں آ جا
تو قلاوزی و پیش آہنگ من	درمیان رہ مباش و تن مزن
تو میرا رہبر اور پیش رو ہے	راستہ میں نہ رک اور چپ نہ ہو
گفت ایں جوئے شگرفست و عمیق	من ہمی ترسم زغرقاب اے رفیق
(چوہا) بولا یہ نہر خوفناک اور گہری ہے	اے ساتھی! میں ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں
گفت اشتر تا ببینم حد آب	پا دروں بنہاد آں اشتر شتاب
اونٹ نے کہا (ٹھہر) تاکہ میں پانی کا اندازہ لگا لوں	اونٹ نے فوراً پاؤں اندر رکھ دیا
گفت تا زانوست آب اے کور موش	از چہ حیراں گشتی و رفتی زہوش
(اونٹ) بولا اے اندھے چوہے! پانی ران تک ہے	تو کیوں حیران ہو گیا اور ہوش کھو بیٹھا
گفت مور تست مارا اژدہاست	کہ ز زانو تا بہ زانو فرقہاست
چوہے نے کہا تیرے لئے چیونٹی ہے ہمارے لئے اژدہا ہے	اس لئے کہ ران اور ران میں بہت فرق ہے
گر ترا تا زانوست اے پر ہنر	مر مرا صد گز گذشت از فرق سر
اے ہنر مند! اگر تیری ران تک ہے	تو میرے سر کی چندیا سے سو گز اونچا ہے
گفت گستاخی مکن بار دگر	تا نسوزد جسم و جانت زیں شرر
(اونٹ) بولا پھر گستاخی نہ کرنا	کہیں اس چنگاری سے تیرا جسم اور جان نہ جل جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو مرے با مثل خود موشاں بکن	با شتر مر موش را نبود سخن
تو اپنے جیسے چوہے سے مقابلہ کر	چوہے کے لئے اونٹ سے بات مناسب نہیں ہے
گفت توبہ کردم از بہر خدا	بگذراں زیں آب مہلک مر مرا
اس (چوہے) نے کہا کہ میں نے توبہ کی خدا کے لئے	اس مہلک پانی سے مجھے پار کر دے
رحم آمد مر شتر را گفت ہیں	برجہ و برگرد بان من نشیں
اونٹ کو رحم آ گیا بولا ہاں	کود اور میرے پالان پر بیٹھ جا
ایں گذشتن شد مسلم مر مرا	بگذرانم صد ہزاراں چوں ترا
میرا پار کرنا مسلّم ہے	تجھ جیسے لاکھوں کو پار کر دوں گا

شرح حبیبی

اوپر کہا تھا کہ اہل اللہ کی برابری اور مماثلت کا دعویٰ کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا۔ آگے اس کی مثال دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک چوہا کہ اس نے ایک اونٹ کی مہار پکڑلی اور بدعویٰ برابری آگے آگے چل دیا چونکہ اونٹ اس کے ساتھ ساتھ تیزی سے چلتا رہا اور اس کی کوئی مزاحمت نہیں کی اس لئے وہ سمجھ گیا کہ میں بھی پہلوان ہوں کہ اونٹ کو کھینچے لئے جارہا ہوں۔ اونٹ نے قرائن سے اس کے خیال کو جان لیا اور اپنے دل میں کہا کہ اچھا ٹھہر جا تجھے تیری حقیقت دکھلاؤنگا حتیٰ کہ وہ ایک بڑی ندی پر پہنچ گیا جس میں بڑا ہاتھی عاجز ہوسکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر چوہا ٹھہر گیا اور مارے خوف کے اس کا خون خشک ہوگیا یہ دیکھ کر اونٹ نے کہا کہ اے صحرا و کوہسار کے ساتھی تو ٹھہر کیوں گیا۔ مردانہ ندی میں قدم رکھ اور اس میں داخل ہو۔ تو تو میرا راہنما اور راہبر ہے پس تجھ کو راستہ ہی میں رہ جانا اور پہلو تہی کرنا مناسب نہیں اس نے کہا کہ یہ پانی بہت حیرت انگیز اور گہرا ہے مجھے اس میں ڈوبنے کا اندیشہ ہے اس نے کہا میں بھی تو دیکھوں پانی کتنا ہے یہ کہہ کر پانی میں پاؤں رکھا اس نے کہا کہ ارے اندھے چوہے یہ پانی تو گھٹنوں ہی تک ہے تو کیوں حیران ہوگیا اور تیرے حواس کیوں جاتے رہے اس نے کہا جناب یہ آپ کے لئے چیونٹی کی مانند بے حقیقت ہے میرے لئے تو اژدہے کی مانند خطرناک ہے کیونکہ گھٹنوں گھٹنوں میں بھی فرق ہوتا ہے تمہارے گھٹنے اور ہیں میرے گھٹنے اور تمہارے گھٹنوں تک ہے اور میرے سر سے سوگز اونچا۔ اس نے کہا کہ جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہوگئی تو خبردار پھر گستاخی نہ کرنا اور کبھی اپنے کو بڑوں کے برابر نہ سمجھنا تاکہ اس آگ سے تیرا جسم اور تیری جان نہ جل جائے یعنی یہ خیال تیری تباہی و ہلاکی کا باعث نہ ہو جائے۔ تو اپنے مثل چوہوں سے برابری کرنا۔ چوہے کی یہ تاب نہیں کہ اونٹ کے مقابلہ میں اپنی حد سے بڑھ کر بات کرے اس نے کہا میری توبہ ہے خدا کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس مہلک پانی سے مجھے پار اتار دے اس کی منکسرانہ گفتگو سے اونٹ کو رحم آ گیا اور کہا اچھا اچھل کر میری کوہان پر بیٹھ جا۔ اس پانی سے گزرنا میرا حق ہے نہ کہ تیرا اور میں تجھ سے ہزاروں کو پار کر سکتا ہوں۔ اس بیان سے جس طرح مضمون ماسبق کی تائید ہوتی ہے یوں ہی اس سے حسب ذیل نتیجہ بھی برآمد ہوتا ہے۔

ایک چوہے کا اونٹ کی مہار کھینچنا اور مغرور ہونا

شرح شبیری

موشکے در کف الخ۔ یعنی ایک چوہا کہ اس کے ہاتھ میں ایک اونٹ کی مہار تھی۔ اونٹ کا مقابل بن کر روانہ ہوا۔

اشتر از الخ۔ یعنی اونٹ تو بوجہ چستی کے اس کے ساتھ روانہ ہوا اور چوہا مغرور ہو گیا کہ میں پہلوان ہوں کہ اس قدر بڑے جثہ والے کو کھینچ رہا ہوں۔

بر شتر زد الخ۔ یعنی اونٹ پر اس کے وسوسہ نے اثر کیا تو بولا کہ اچھا ذرا خوش ہو لے تجھے دکھاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ اس کی حالت سے اونٹ سمجھا کہ اس کو یہ وسوسہ اور خیال ہے تو اس نے دل میں کہا کہ اچھا بچہ جی ابھی بتاتا ہوں کیسے پہلوان ہو۔ غرضکہ اسی طرح دونوں چلتے رہے۔

تا بیامد الخ۔ یعنی یہاں تک کہ ایک بہت بڑی ندی کے کنارہ پر آئے کہ اس میں بڑا ڈبل ہاتھی بھی عاجز ہو جائے۔

موش الخ۔ یعنی چوہا وہاں کھڑا ہو گیا اور سوکھ گیا تو اونٹ نے کہا کہ ارے کوہ و دشت کے رفیق۔

این توقف الخ۔ یعنی یہ توقف کیا ہے اور حیرانی کیوں ہے۔ تو مردانہ وار پاؤں رکھ اور ندی میں آ۔

تو قلاوزی الخ۔ یعنی تو تو میرا رہبر ہے اور میرا پیش آہنگ ہے۔ راستہ ہی میں مت رہ جا اور خاموش مت ہو۔ پیش آہنگ اس کو کہتے ہیں جو کہ مقاصد میں آگے رہتا ہو۔ مطلب یہ کہ تم تو میرے رہنما اور بزرگ ہوا۔ اب آگے ہی چلو ٹھہرتے کیوں ہو۔

گفت این الخ۔ یعنی چوہے نے کہا کہ یہ ندی بڑی خوفناک اور گہری ہے اس لئے اے رفیق میں غرق ہونے سے ڈرتا ہوں۔

گفت اشتر الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ اچھا (ٹھہرو) یہاں تک کہ میں پانی کی اتھاہ دیکھ لوں (یہ کہہ کر) اس ندی میں اونٹ نے جلدی سے پاؤں رکھا۔

گفت تا الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ ارے اندھے چوہے پانی زانو تک ہی تو ہے تو تو حیران کیوں ہے اور تیرے ہوش کیوں جاتے رہے ہیں۔

گفت مور است الخ۔ یعنی چوہا بولا کہ تیری چیونٹی ہمارے لئے اژدہا ہے اس لئے کہ زانو زانو میں تو بہت فرق ہے یعنی جو چیز کہ تیرے نزدیک چھوٹی ہے ہمارے نزدیک بہت بڑی ہے لہٰذا اگرچہ پانی تیرے زانو تک

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مگر ہمارے تو سر سے بھی سینکڑوں گز اونچا ہے۔

گر ترا تا زانو الخ۔ یعنی اے پرہتر اگر تیرے زانوں تک ہے تو میرے تو سر سے سینکڑوں گز اونچا ہے۔ اب جبکہ اس چوہے نے اپنے عجز کا اقرار کر لیا تو اونٹ نے کہا کہ

گفت گستاخی الخ۔ یعنی اونٹ نے کہا کہ پھر گستاخی مت کرنا تاکہ کہیں تیرے جسم و جان اس گستاخی کے شر سے جل نہ جائیں۔

تو مری الخ۔ یعنی تو اپنے جیسے چوہوں کے ساتھ مقابلہ کر اور اونٹ کے ساتھ تو چوہے کو بات بھی نہ ہونی چاہیے۔ مطلب یہ کہ بھلا چوہے کو اونٹ سے کیا تعلق کہاں یہ اور کہاں وہ آپس میں اس قابل بھی نہیں ہیں کہ بات بھی کریں جب اونٹ نے یہ کہا تو چوہے صاحب بولے کہ

گفت توبہ الخ۔ یعنی چوہے نے کہا کہ میں نے توبہ کی خدا کے واسطے مجھے اس مہلک پانی سے گزار دے۔ یعنی اب عاجزی شروع کی کہ بھائی بے شک میری غلطی تھی اب توبہ کرتا ہوں خدا کے لئے اس پانی سے مجھے بھی گزار دے۔ شاید اس کو بھی ادھر ہی جانا ہوگا جب اس نے عاجزی کی تو اونٹ کو رحم آ گیا اور اس پانی سے پار کر دیا۔

رحم آمد الخ۔ یعنی اونٹ کو رحم آ گیا اور بولا کہ ہاں کود اور میری کوہان پر بیٹھ جا اور اونٹ نے یہ کہا کہ

این گذاشتن الخ۔ یعنی یہ گزرنا میرے ہی لائق ہے اور میں تجھ جیسے ہزاروں کو بھی گزار دوں تو دیکھو جس طرح کہ اس چوہے نے برابری اپنے سے بڑے کی کی اور پھر نادم ہوا اسی طرح اگر عوام اکابر کی برابری کرنے لگیں تو یقیناً تباہ و برباد ہوں گے لیکن پھر بھی اگر اکابر کے سامنے عجز کا اعتراف کر لو پھر ان کو بھی رحم آ جاتا ہے جس طرح کہ اس چوہے کی عاجزی سے اس اونٹ کو رحم آ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

چوں پیمبر نیستی پس روبراہ	تا رسی از چاہ روزے سوئے جاہ
جب تو پیغمبر نہیں ہے تو راستہ طے کر	تاکہ کسی دن کنویں سے (نکل کر) رتبہ پر پہنچ جائے
تو رعیت باش چوں سلطان نہ	تنگ مراں چوں مرد کشتیبان نہ
تو رعیت بن جا جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے	گہرائی میں (کشتی) نہ چلا چونکہ تو ملاح نہیں ہے
چوں نہ کامل دکاں تنہا مگیر	دست خوش می باش تا گردی خمیر
جب کہ تو ماہر نہیں ہے تنہا دکان نہ کر	تابع بن جا تاکہ تو خمیر بن جائے
چونکہ آزادیت ناید بندہ باش	ہیں مپوش اطلس برو درژندہ باش
جب تجھے آزاد رہنا نہیں آتا غلام بن جا	خبردار! اطلس نہ پہن جا گودڑی میں رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

انصتوا را گوش کن خاموش باش	چوں زبان حق نگشتی گوش باش
"تم چپ رہو" کو سن' چپ رہ	جب تو اللہ کی زبان نہ بنا' کان بن جا
ور بگوئی مشکل استفسار گو	با شہنشاہاں تو مسکیں وار گو
تو اگر کوئی اشکال کرے تو پوچھنے کے طریقہ پر کر	شہنشاہوں سے مسکین کی طرح بات کر
ابتدائے کبر و کیں از شہوت ست	راسخی شہوتت از عادت ست
تکبر اور کینہ کی ابتداء' خواہش نفسانی سے ہے	خواہش نفسانی تیری کا جماؤ' عادت کی وجہ سے ہے
چوں ز عادت گشت محکم خوئے بد	خشم آید بر کسے کت واکشد
جب عادت کی وجہ سے بری عادت پختہ ہو جائے	تجھے اس پر غصہ آتا ہے جو تجھے ہٹائے
چونکہ تو گلخوار گشتی ہر کہ او	واکشد از گل ترا باشد عدو
چونکہ تو مٹی کھانے والا بن گیا ہے' جو بھی	تجھے مٹی سے ہٹاتا ہے دشمن ہوگا
بت پرستاں چونکہ خو با بت کنند	مانعان راہ خود را دشمن اند
بت پرست چونکہ بتوں کی عادت ڈال لیتے ہیں	اپنے راہ سے ہٹانے والوں' کے دشمن ہیں
چونکہ کرد ابلیس خو با سروری	دید آدمؑ را بہ تحقیر از خری
چونکہ شیطان سرداری کا عادی ہو گیا تھا	گدھے پن سے اس نے آدمؑ کو حقارت سے دیکھا
کہ بہ از من سرورے دیگر بود	تا کہ او مسجود چوں من کس شود
مجھ سے بہتر کوئی دوسرا سردار ہو گا؟	تا کہ وہ مجھ جیسے کا مسجود بنے
سروری زہر ست جز آں روح را	کہ بود تریاق لانی ز ابتدا
اس روح کے سوا کے لئے سرداری زہر ہے	جو شروع سے لان (پہاڑ) کا تریاق ہو
کوہ گر پر مار شد باکے مدار	کو بود اندر دروں تریاق زار
پہاڑ اگر سانپوں سے بھرا ہو' پروا نہ کر	کیونکہ اس میں تریاق زار ہوتا ہے
سروری چوں شد دماغت راندیم	ہر کہ بشکستت شود خصم عظیم
سرداری جب تیرے دماغ کی ساتھی بن گئی	جو تجھے شکست دے تیرا دشمن ہو گا
چوں خلاف خوئے تو گوید کسے	کینہا خیزد ترا با او بسے
جب کوئی تیری عادت کے خلاف بولے	تجھ میں اس سے بہت سے کینے پیدا ہوں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ مرا از خوئے من بر میکند	خویش بر من میر و سرور میکند
کہ وہ مجھے میری خصلت سے جدا کرتا ہے	اپنے آپ کو میرے اوپر امیر اور سردار بناتا ہے
چوں نباشد خوئے بد سرکش درو	کے فروزد از خلاف آتش درو
اس میں جب کوئی بری عادت ظہور پذیر نہ ہو	تو مخالفت کی آگ اس میں کیوں بھڑکے؟
چوں نباشد خوئے بد محکم شدہ	کے شود ندر خلاف آتشکدہ
جب اس میں بری عادت مستحکم نہ ہوئی ہو	تو اختلاف میں آگ کی بھٹی کیوں ہو؟
با مخالف او مدارا می کند	دردل او خویش را جا می کند
وہ مخالف کی (بھی) خاطر تواضع کرتا ہے	اس کے دل میں اپنی جگہ کر لیتا ہے
زانکہ خوئے بد بگشتت استوار	مور شہوت شد ز عادت ہمچو مار
کیونکہ تیری عادت بڑی مضبوط ہو گئی ہے	نفسانی خواہش کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہو گئی ہے
مار شہوت را بکش در ابتدا	ورنہ اینک گشتہ مارت اژدہا
نفسانی خواہش کے سانپ کو ابتدا ہی میں مار ڈال	ورنہ تیرا یہ سانپ اژدھا بن جائے گا
لیک ہر کس مور بیند مار خویش	تو ز صاحبدل کن استفسار خویش
لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے	تو اپنے بارے میں صاحبدل سے معلومات کر لے
زابتداء ایں مار شہوت را بکش	ورنہ اژدرہا شود اے تیز ہش
نفسانی خواہش کے اس سانپ کو شروع میں مار ڈال	ورنہ اے تیز ہوش! وہ اژدھا بن جائے گا
تا نہ شد زر مس نداند من مسم	تا نہ شد شہ دل نداند مفلسم
جب تک تانبا سونا نہیں بنتا وہ نہیں سمجھتا کہ میں تانبا ہوں	جب تک دل شاہ نہ بن جائے وہ نہیں جانتا کہ میں مفلس ہوں
خدمت اکسیر کن مس وار تو	جور می کش اے دل از دلدار تو
تو تانبے کی طرح اکسیر کی خدمت کر	اے دل! اپنے دلدار کی سختی برداشت کر
کیست دلدار اہل دل نیکو بداں	کو چو روز و شب جہانست از جہاں
دلدار کون ہے؟ خوب سمجھ لے اہل دل (ہے)	جو دن اور رات کی طرح دنیا سے گریزاں ہے
عیب کم گو بندۂ اللہ را	متہم کم کن بدزدی شاہ را
اللہ (تعالیٰ) کے (خاص) بندے کی عیب جوئی نہ کر	بادشاہ کو چوری نہ لگا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس رو ہر دیو باشی مستہاں	ورنہ باشی ہیچ ہیچ از ہیچگاں
اور ہر ذلیل شیطان کا پیرو بن جائے گا	ورنہ تو ناچیزوں میں سے ناچیز تر بن جائے گا

شرح حبیبی

جب تو پیمبر اور مستقل ہادی نہیں ہے بلکہ تجھے ضرورت ہے اجتدا بہ ہادی آخر کی تو تجھ کو رہرو ہونا چاہیے نہ کہ رہنما۔ تا کہ تو چاہ ضلالت سے نکل کر مسند ہدایت پر جلوہ افروز ہو اور جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے تو رعیت اور کسی بادشاہ کا محکوم ہونا چاہیے اور جبکہ تو کشتی بان اور ماہر بحر دین نہیں ہے تو تجھ کو خود اس سمندر میں کشتی نہ چلانا چاہیے جب تو کامل نہیں ہے تو الگ دوکان نہ کر بلکہ کسی ماہر کا محکوم و منقاد ہو تا کہ تو خمیر کرنا سیکھ جائے یعنی بدوں کمال کے شیخ نہ بن بلکہ اول خود تربیت حاصل کر پھر شیخ بن اور تربیت کر اور جبکہ تو آزاد نہیں تو غلام بن اور اطلس نہ پہن بلکہ گدڑی پہن اس کا حاصل بھی وہی ہے کہ جب تو شیخ نہیں تو طور طریق مشائخ نہ اختیار کر بلکہ غلاموں کی طرح رہ اور جبکہ تو حق سبحانہ کی زبان نہیں اور گفتہ او گفتہ اللہ بود مرتبہ تجھے حاصل نہیں تو تجھ کو کان ہونا چاہیے اور تیرا کام سننا ہونا چاہیے باورنہ ہو تو حق سبحانہ کا حکم انصتوا سن لے اور بہ تعمیل امر الٰہی خاموش ہو جا اور اگر بولنا ہی ہو تو بشکل استفسار کلام کر اور ان بادشاہوں کے سامنے عاجزانہ گفتگو کر تیرے اندر جو تکبر اور مخالفت اہل اللہ ہے اس کا منشاء شہوت و خواہش نفسانی ہے اور یہ شہوت اور خواہش نفسانی تیرے اندر مستحکم اس لئے ہوئی ہے کہ تو اطاعت نفس کا خوگر اور عادی ہو گیا ہے جب تشخیص مرض ہو گئی تو بقاعدہ العلاج بالضد اس کا علاج کرنا چاہیے اور مخالفت نفس پر کمر بستہ ہونا چاہیے۔ قاعدہ ہے کہ جب کوئی خصلت بدعادت سے مستحکم ہو جاتی ہے تو اس کی مخالفت ناگوار ہوتی ہے اس لئے جو شخص تمہاری اس عادت کو چھڑانا چاہتا ہے جو بوجہ عادی ہونے کے تمہارے اندر راسخ ہو گئی تو تم کو اس پر غصہ آتا ہے اور چونکہ تم کو مٹی کھانے کی یعنی افعال مضرہ کے ارتکاب کی عادت ہو گئی ہے اس لئے جو شخص تم کو مٹی یعنی افعال مضرہ سے الگ کرے وہ تمہاری نظر میں تمہارا دشمن معلوم ہوتا ہے۔ یہ بات کچھ تمہارے ہی ساتھ خاص نہیں بلکہ عام حالت یہی ہے چنانچہ دیکھو بت پرست چونکہ بت پرستی کے عادی ہو گئے ہیں اس لئے جو لوگ ان کو بت پرستی سے مانع ہوتے ہیں وہ ان کو دشمن معلوم ہوتے ہیں نیز ابلیس چونکہ سرداری کا عادی ہو گیا تھا کما ہو المشہور رانہ معلم الملکوت اس لئے اس نے گدھے پن سے آدم علیہ السلام کو بنظر حقارت دیکھا اور کہا انا خیر منہ اور کہا کہ یہ میری مسجودیت کے لائق نہیں بلکہ کوئی مجھ سے بہتر ہونا چاہیے تا کہ مجھ سے شخص کا مسجود بن سکے واقعی بات یہ ہے کہ سرداری زہر ہے لیکن اس روح کے لئے زہر نہیں ہے جو ابتداہی سے معدن تریاق ہو اور صلاحیت فطری اس کی اتنی قوی ہو کہ وہ اس کے اثر سے اس کو محفوظ رکھ سکے اگر پہاڑ سانپوں سے پر ہو تو تم کو کچھ خطرہ نہ ہونا چاہیے کیونکہ اس کے اندر تریاق کی کان بھی ہے جو سانپوں کے زہر سے محفوظ رکھنے والا ہے پس

www.besturdubooks.wordpress.com

جبکہ کسی کے دماغ میں سرداری کا سودا سما جاتا ہے تو جو شخص اس خصلت کو توڑنا چاہے وہ اس کا پشتینی دشمن سمجھا جاتا ہے اور جبکہ کسی کی خصلت مستحکم کے مخالف کوئی بات کہتا ہے تو اس سے اس کہنے والے کے ساتھ طرح طرح کی مخالفتوں کے خیالات اس کے دل میں پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ جو میری اس خصلت کو چھڑانا چاہتا ہے تو اس سے اس کو مجھ پر حکومت کرنا مقصود ہے یہ دلیل اس خصلت بد کے استحکام کی۔ کیونکہ اگر وہ مستحکم نہ ہوتی تو اس مخالفت سے اس کے آگ کیوں لگتی۔ پس ثابت ہوا کہ وہ مستحکم ہو گئی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب تک کوئی خصلت بد مستحکم نہیں ہوتی اس وقت تک اس کی مخالفت سے آگ نہیں لگتی اور اس کی مخالفت آدمی کو ناگوار نہیں ہوتی۔ پس ظاہر ہو گیا کہ وہ خوئے بد مستحکم ہو گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مخالف کے ساتھ میل کرتا ہے اور اس کے دل میں اپنی جگہ کرتا ہے تاکہ وہ مزاحم نہ ہو کیونکہ خوے بد مستحکم ہو گئی ہے اور خواہش نفسانی جو چیونٹی کی طرح حقیر تھی اب عادت سے سانپ کی طرح خطرناک ہو گئی ہے۔ پس تم کو اس سانپ کو پہلے ہی مار ڈالنا چاہیے ورنہ پھر سانپ کے مرتبہ سے گزر کر اژدھا بن جائے گی لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ آدمی کو اس کے مرتبہ کی تعیین میں غلطی ہوتی ہے اور وہ سانپ کو چیونٹی سمجھتا ہے اس لئے تم کو چاہیے کہ اس کا مرتبہ کسی صاحب دل سے معلوم کرو۔ وجہ اس مغالطہ کی یہ ہوتی ہے کہ وہ ناقص ہوتا ہے اور اس کو کمال حاصل نہیں ہوتا جس سے نقصان کا ادراک ہو۔ لان الاشیاء تعرف باضدادھا اس لئے وہ نقصان کے ادراک سے قاصر ہوتا ہے۔ چنانچہ جب تک تانبا سونا نہیں بنتا اس وقت تک وہ اپنے کو ناقص نہیں سمجھتا اور جب تک دل کو دولت باطنی حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک وہ اپنی ناداری کو کما ینبغی نہیں سمجھتا پس اگر تم کو اپنے نقصان سے آگاہ ہونا مقصود ہے تو شیخ کامل کی خدمت کرو جس طرح تانبا اکسیر کی کرتا ہے اور اگر تمہیں وصال مطلوب ہے تو محبوب کے ستم اٹھاؤ لیکن تم جانتے بھی ہو کہ دلدار سے ہماری کیا مراد ہے خوب سمجھ لو کہ ہماری مراد اہل دل ہیں جو کہ رات اور دن کی طرح اس جہان سے کنارہ کش ہوتے ہیں ان اللہ کے بندوں کی برائیاں ہرگز زیبا نہیں اور بادشاہوں پر چوری کی تہمت بالکل بے جا ہے اور اگر تم فروتنی اختیار نہ کرو گے اور اسی کبر و نخوت میں مبتلا رہو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ابلیس ذلیل کے پیرو ہو گے بادشاہ پر چوری کی تہمت لگانے کے تذکرہ سے ایک مناسب حکایت یاد آ گئی غور سے سنو۔

شرح شبیری

چون پیمبر نیستی الخ۔ یعنی جبکہ تو پیمبر نہیں ہے تو راستہ میں تابع رہ تاکہ ایک دن چاہ سے جاہ پر پہنچ جائے مطلب یہ کہ اگر اس قابل نہیں ہو کہ مقتدا بن سکو تو تابع رہو کہ اس سے ایک دن یہ ہوگا کہ اس پستی سے نکل کر مراتب علیا پر پہنچ جاؤ گے۔

تو رعیت الخ۔ یعنی تم اگر سلطان نہیں ہو تو رعیت رہو اور جب کشتی بان نہیں ہو تو قعر دریا میں مت چلو۔

چون نہ الخ۔ یعنی جب تم کامل نہیں ہو تو تنہا دکان مت اختیار کرو۔ تابع رہو تاکہ تم خمیر ہو جاؤ۔ مطلب یہ

کہ اگر ابھی کامل نہیں ہوئے تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ لے کر مت بیٹھو بلکہ ہمیشہ شیخ کا اتباع کرو کہ اس اتباع سے تمہارے اندر استعداد پیدا ہو جائے گی جیسے کہ خمیر ہوتا ہے کہ اس کو جب گوندھا جاتا ہے تو اس میں روٹی پکنے کی قابلیت ہو جاتی ہے اسی طرح اگر تم اتباع کرو گے تو تمہارے اندر بھی قابلیت پختہ ہونے کی پیدا ہو جائے گی۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تجھ سے آزادی نہ آئے تو غلام رہو اور اطلس مت پہنو گدڑی میں رہو۔ مطلب یہ کہ اگر تمہارے اندر قابلیت مقتدا بننے کی ابھی نہیں ہے تو اتباع کرو کہ ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد۔

انصتوا الخ۔ یعنی انصتوا کو سنو اور خاموش رہو جبکہ تم زبان حق نہیں ہو تو کان رہو۔ مطلب یہ ہے کہ اصل میں بولنا تو اس شخص کا کام ہے کہ جس کی شان بی ینطق ہو چکی ہو اور وہ عین مصطلح ہو گیا ہو اور جب تک تم کو یہ مرتبہ حاصل نہ ہو اس وقت تک ایسے لوگوں کی باتیں ہمہ تن گوش ہو کر سنو اور خود مت بولو اب یہاں کسی ظاہر بین کو شبہ ہوتا کہ بس پھر ان حضرت کے سامنے اپنی حالت کو بھی بیان نہ کرے اور چپ رہے آگے مولانا اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں کہ

ور بگوئی الخ۔ یعنی اور اگر کہو تو سوال کے طور پر کہو اور بادشاہوں کے ساتھ مسکین کی طرح بات کرو اب معلوم ہو گیا کہ اپنی حالت کے متعلق سوال کرو اور ان سے علاج دریافت کرو۔ یہاں تک مولانا کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تم کو چاہیے کہ تکبر کو چھوڑ دو اور عاجزی اختیار کرو اور دوسروں کا اتباع کرو آگے اس تکبر کا منشاء بتاتے ہیں کہ یہ تکبر اس طرح پیدا ہوتا ہے تا کہ اس سے احتراز میں آسانی ہو فرماتے ہیں کہ

ابتدائے کبر الخ۔ یعنی کبر و کینہ کی ابتداء تو شہوت سے ہے اور رسوخ شہوت کا عادت کی وجہ سے ہے مطلب یہ ہے اول تو کبر شہوت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اس لئے کہ انسان جب اپنی شہوات کا اجراء چاہتا ہے اور کوئی اس میں مانع ہوتا ہے تو اس کو برا معلوم ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی اس کو منع نہ کرے اور کسی کا اتباع اس میں پسند نہیں کرتا اور یہی تکبر ہے اور اسی سے کینہ پیدا ہوتا ہے کہ اسی شخص سے کینہ اور حسد کرنے لگتا ہے اور شہوت راسخ اس طرح ہوتی ہے کہ اول ایک مرتبہ تقاضہ ہوا اور اس کو پورا کر دیا پھر ہوا پھر پورا کیا بس اس تقاضے کے پورا کرنے کی وجہ سے عادت ہو جاتی ہے اور وہ شہوت راسخ ہو جاتی ہے اور اس سے کبر و کینہ پیدا ہوتا ہے لہٰذا اول انسان کو اپنی عادات کی اصلاح ضروری ہے کہ اسی سے یہ سارے امراض ناشی ہیں۔ آگے مولانا اسی تقریر کو خود فرماتے ہیں کہ

چون الخ۔ یعنی جبکہ عادت کی وجہ سے خوئے بد مستحکم ہو گئی تو جو کوئی اس سے ہٹاتا ہے اس پر غصہ آتا ہے آگے ایک مثال اس مانع پر غصہ کرنے کی دیتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تم مٹی کھانے لگو تو جو کوئی اس سے منع کرے وہ دشمن ہوگا اسی طرح جب عادت سے خوے بد محکم ہو جاتی ہے تو جو اس سے مانع ہوتا ہے اس سے حقد و کینہ پیدا ہوتا ہے آگے ایک اور نظیر ہے۔

بت پرستان الخ۔ یعنی بت پرست لوگ جیسا کہ بت پرستی کی عادت کر لیتے ہیں تو راہ بت کے مانعین کے دشمن ہو جاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بد اس کے زندہ سرکش نہ ہوگی تو کسیکے خلاف کرنے سے اس میں آگ کب بھڑکے گی۔

کہ بہ از من الخ۔ یعنی کہ مجھ سے بہتر کوئی سردار ہو جو کہ مجھ جیسے شخص کا مسجود ہو اس بات کو اس نے محال اس سرداری ہی کی وجہ سے سمجھا کہ جس کا کہ وہ عادی ہو رہا تھا ورنہ ہرگز نہ سمجھتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

سروری الخ۔ یعنی سرداری زہر ہے بجز اس روح کے کہ جو ابتداہی سے تریاق لاتی ہو۔ لان ایک پہاڑ ہے جہاں کہ تریاق پیدا ہوتا ہے تو مطلب یہ کہ جو کہ روح ہو اور جو کہ مکمل ہو اور دوسروں کو شفا بخشنے والا ہو یعنی ولی اللہ اور کامل اس کو تو سرداری سزاوار ہے ورنہ زہر ہے کہ پھر اس کے بعد انسان کام کا نہیں رہتا لیکن اس کامل کو مضر نہیں ہوتی اس مضر نہ ہونے کی وجہ آگے ایک مثال سے فرماتے ہیں

کوہ الخ۔ یعنی پہاڑ اگر سانپ سے پر ہو جائے تو کوئی خوف نہیں ہے اس لئے کہ اس کے اندر تریاق زار ہے پس اگر کسی سانپ نے گزند پہنچایا تو اس کی تلافی تریاق سے جو وہاں بھرا پڑا ہے کر لی جائے گی اسی طرح ان حضرات کے پاس جو معیت مع اللہ کا تریاق ہوتا ہے اس کی وجہ سے ان کو یہ سرداراور مقتدائیت مضر نہیں ہوتی بلکہ خود اس کو تو کبھی اپنے بڑے ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ اس کے سامنے اس سے زیادہ ایک اور مرتبہ ہے تو وہ اپنی اس بڑائی کو کیا سمجھے گا۔ سب اسی کا ظل اور پرتو ہوگا۔ ہاں بے شک ہم لوگوں کو مضر ہے کہ جن کی یہ حالت نہیں ہوتی ہے اگر کہیں ہمیں ذرا نام کو اور صورتا سرداری مل جائے تو پھر تو زمین پر رہنا مشکل ہو جائے اور جو کوئی اس میں دراندازہو وہ ہمارا دشمن ہو جائے تو سرداری کیا ملی اخلاق ذمیمہ کبر و کینہ حسد دشمنی وغیرہ کی ایک پوٹ ملی اللھم احفظنا۔

سروری الخ۔ یعنی سرداری جبکہ تمہارے دماغ کے قرین ہو جائے تو جو کوئی اس کو توڑے وہ دشمن قدیم ہو جائے۔

چون خلاف الخ۔ یعنی جب تمہاری خو کے خلاف کوئی کچھ کہے تو تجھے اس شخص کے ساتھ بہت سے کینے پیدا ہونگے اور کہو گے کہ

کہ مرا از خوئے الخ۔ یعنی کہ مجھے میری عادت علیحدہ کرتا ہے اور اپنے کو مجھ پر سردار کرتا ہے تو کسی کی نسبت یہ سمجھنا یقینا تکبر اور غرور اور کینہ اور حسد ہے یہ اخلاق ذمیمہ میں سے ہے۔

چون نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بد اس کے اندر سرکش نہ ہوگی تو کسی کے خلاف کرنے سے اس میں آگ کب بھڑکے گی۔

چون نباشد الخ۔ یعنی جبکہ خوئے بد محکم نہ ہوگی تو خلاف کی وجہ سے اس کا آتش کدہ کب بھڑکے گا بلکہ اس کی تو یہ حالت ہوگی کہ

با مخالف الخ۔ یعنی مخالف کے ساتھ وہ مدارات کرتا ہے اور اس کے دل میں اپنی جگہ کرتا ہے مطلب یہ کہ اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتا ہے کہ اس کے دل میں اس کی جگہ ہو جاتی ہے ورنہ اس نیت سے کوئی کام نہیں کرتا کہ کسی کے دل میں اس کی جگہ ہو یادرکھو یہاں تک بزرگ کامل کی حالت بیان کر کے رجوع ہے ماقبل کی طرف اوپر کہا تھا کہ ۔ بت پرستان الخ۔ آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اسکی خوئے بد مضبوط ہو گئی ہے اور شہوت کی چیونٹی عادت کی وجہ سے سانپ ہو گیا ہے مطلب یہ کہ بت پرست وغیرہ لوگوں کو جو خلاف سے غصہ وغیرہ آتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی خوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بد مضبوط ہو گئی ہے اور اول جو کہ ضعیف تھی اب قوی ہو گئی ہے اس لئے اس شخص کو برا معلوم ہوتا ہے۔

مار شہوت الخ۔ یعنی شہوت کے سانپ کو ابتدا ہی سے مار ڈال ورنہ یہ تیرا سانپ اژدھا ہو جائے گا یعنی یہی اخلاق ذمیمہ راسخ اور قوی ہو جائیں گے پھر ان کو ترک کرنا مصیبت ہو جائے گی یہاں کوئی کہتا ہے کہ ہم نے تو دیکھا کہ ہمارا نفس اور اخلاق ذمیمہ ضعیف ہی ہیں قوی تو نہیں ہیں اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

لیک الخ۔ یعنی لیکن ہر شخص اپنے سانپ کو تو ضعیف ہی دیکھتا ہے تو تو اپنی حالت کے متعلق کسی صاحب دل سے سوال کر وہ تیری حالت کو ظاہر کر دیں گے اور بتا دیں گے کہ ضعیف ہے یا قوی ہے خود اپنا دیکھ لینا کافی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ

تا نشد الخ۔ یعنی جب تک کہ مس سونا نہ ہو جائے نہ جانے کہ میں مس ہوں اور جب تک کہ دل بادشاہ نہ ہو جائے نہ جانے کہ میں مفلس ہوں مطلب یہ کہ الاشیاء تعرف باضدادھا۔ جب مس سونا ہو جائے گی اس وقت اس کو معلوم ہوگا کہ میں پہلے مس تھی اسی طرح جب تک تم صاحب دل نہ ہو گے اس وقت تک عیوب اپنے پیش نظر نہ ہونگے۔ لہٰذا اب تم کو چاہیے کہ

خدمت الخ۔ یعنی اے دل مس کی طرح اکسیر کی خدمت کرو اور دلدار کا ظلم سہو تب کام بنے گا۔ یہاں کوئی دلدار سے شاید دلدار و معشوق مجازی سمجھ لیتا اس لئے آگے اس کا دفع فرماتے ہیں

کیست الخ۔ یعنی دلدار کون ہے اہل دل ہیں خوب جان لو کہ جو دن رات کی طرح اس جہان سے باہر کو در ہے ہیں مطلب یہ کہ جو اس جہان سے بے تعلق ہیں وہ حضرات دلدار ہیں ان کی خدمت کرو۔ پھر دیکھو زر بن جاؤ گے۔

عیب کم الخ۔ یعنی اللہ والوں کی عیب جوئی کم کرو اور بادشاہ کو چوری کی تہمت مت لگاؤ۔

ورنہ باشی الخ۔ یعنی ورنہ تو کمینوں میں سے بیچ بیچ ہو جائے گا اور ہر شیطان کا تابع اور ذلیل ہو جائے گا لہٰذا ان حضرات کی خدمت کرو اور ان سے حسد اور کینہ کو الگ کرو۔ چونکہ اوپر کہا تھا کہ متہم کم کن بدزدی شاہ را آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ان حضرات کے ذمہ تہمت لگانے سے کیا ہوتا ہے اور ان کو حق تعالیٰ کس طرح بری فرما دیتے ہیں اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

کرامات آں درویش کہ در کشتی بدزدیش متہم کردند

اس درویش کی کرامات جس پر کشتی میں چوری کرنے کی تہمت لگائی

بود درویشے درون کشتئے	ساختہ از رختِ مردی پشتئے
ایک کشتی میں ایک درویش تھا	جو مردانگی کے ساز و سامان کو سہارا بنائے ہوئے تھا

یا وہ شد ہمیان زر او خفتہ بود	جملہ را جستند او را ہم نمود
اشرفیوں کی ایک ہمیانی گم ہو گئی وہ سویا ہوا تھا	انہوں نے سب کی تلاشی لی اس (مالک) نے اس درویش کو بھی دکھایا
کیں فقیر خفتہ را جوئیم ہم	کرد بیدارش زغم صاحب درم
اس سوئے ہوئے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں	اشرفیوں والے نے غم کی وجہ سے اس کو بھی بیدار کیا
کاندریں کشتی چرمداں گم شدہ است	جملہ را جستیم نتوانی تو رست
کہ اس کشتی میں چمڑے کی تھیلی گم ہو گئی ہے	ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو (بھی) نہ چھوٹ سکے گا
دلق بیروں کن برہنہ شوز دلق	تاز تو فارغ شود اوہام خلق
گدڑی اتار دے گدڑی سے ننگا ہو جا	تاکہ لوگوں کے شکوک تجھ سے رفع ہوں
گفت یارب مر غلامت راخساں	متہم کردند فرماں در رساں
اس (درویش) نے کہا اے خدا! تیرے غلام کو کمینوں نے	متہم کیا حکم فرما دے
یا غیاثی عند کل کربۃ	یا معاذی عند کل شدۃ
اے ہر مصیبت میں میرے فریاد رس!	اے ہر مصیبت میں میری پناہ!
یا مجیبی عند کل دعوۃ	یا ملاذی عند کل محنۃ
اے ہر پکار پر میرے جواب دینے والے!	اے ہر مشقت میں میرے ملجا!
چوں بدرد آمد دل درویش زاں	سر بروں کردند ہر سو در زماں
جب اس (تہمت) سے درویش کے دل کو تکلیف پہنچی	فوراً ہر جانب سے سر نکالا
ماہیان بے حد از دریائے ژرف	در دہان ہر یکے در شگرف
گہرے دریا سے بے حد مچھلیوں نے	ہر ایک کے منہ میں عجیب موتی
صد ہزاراں ماہی از دریائے پر	در دہان ہر یکے درے چہ در
بھرے دریا سے لاکھوں مچھلیوں نے	ہر ایک کے منہ میں موتی، کیسا (اچھا) موتی
ہر یکے در خراج مملکتے	کز الٰہ ست ایں ندارد شرکتے
ہر ایک موتی ایک سلطنت کی آمدنی	کیونکہ وہ اللہ کی جانب سے ہے جو شرکت سے پاک ہے
در چند انداخت در کشتی وجست	مر ہوا را ساخت کرسی ونشست
چند موتی کشتی میں پھینکے اور جست لگائی	ہوا کو کرسی بنایا اور بیٹھ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

خوش مربع چوں شہاں بر تخت خویش	او فراز اوج و کشتی اش بہ پیش
اچھی چوکڑی لگا کر بادشاہوں کی طرح اپنے تخت پر	وہ بلندی کی اونچائی پر اور کشتی اس کے آگے
گفت او کشتی شمارا حق مرا	تا نباشد با شما دزد گدا
اس نے کہا وہ کشتی تمہاری ہے، میرا خدا ہے	تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ رہے
تا کرا باشد خسارت زیں فراق	من خوشم جفت حق واز خلق طاق
دیکھو اس جدائی سے کس کا نقصان ہو	میں اللہ کے ساتھ اور مخلوق سے علیحدہ خوش ہوں
نے مرا او تہمت دزدی نہد	نے مہارم را بغمازے دہد
وہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے	نہ میری نکیل چغلخور کے ہاتھ میں دیتا ہے
بانگ کردند اہل کشتی کاے ہمام	از چہ دادندت چنیں عالی مقام
کشتی والے چیخے! اے بزرگ!	تجھے یہ بلند مقام کس وجہ سے دیا ہے؟
گفت از تہمت نہادن بر فقیر	وز حق آزاری پے چیزے حقیر
اس نے کہا، فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے	اور معمولی چیز کے لئے اللہ کو ستانے کی وجہ سے
حاش للہ بل ز تعظیم شہاں	کہ نبودم بر فقیراں بدگماں
خدا بچائے، بلکہ شاہوں کی تعظیم کرنے سے	کہ میں فقیروں پر بدگمان نہ تھا
آں فقیران لطیف و خوش نفس	کز پے تعظیم شاں آمد عبس
وہ پاکیزہ اور نیک دم فقیر	جن کی تعظیم کے لئے سورہ عبس نازل ہوئی ہے
آں فقیری بہر پیچا پیچ نیست	بل پے آنکہ بجز حق ہیچ نیست
وہ فقیری الجھ پیچ کے لئے نہیں ہے	بلکہ اس لئے ہے کہ خدا کے علاوہ کچھ نہیں ہے
متہم چوں دارم آنہا را کہ حق	کرد امین مخزن ہفتم طبق
میں ان کو کیسے متہم بنا سکتا ہوں جبکہ اللہ نے	ساتوں طبقوں کے خزانے کا امین بنایا ہے
متہم نفس ست نے عقل شریف	متہم حس ست نے نور لطیف
متہم نفس ہے نہ کہ شریف عقل	متہم حس ہے نہ کہ پاکیزہ نور
نفس سوفسطائی آمد میزنش	کش زدن سازد نہ حجت گفتنش
نفس سوفسطائی ہے اس کی سرزنش کر	کیونکہ مارنا ہی اسکے لائق ہے نہ اس سے دلیل بیان کرنا

www.besturdubooks.wordpress.com

معجزه بیند فروزد آں زماں	بعد ازاں گوید خیالے بود آں
معجزہ دیکھتا ہے اس وقت منور ہو جاتا ہے	اس کے بعد کہہ دیتا ہے وہ خیال تھا
در حقیقت بود آں دید عجب	چوں مقیم چشم نامد روز و شب
اگر وہ عجیب نظارہ حقیقت تھا	تو دن رات آنکھ میں کیوں نہ ٹھہرا؟
ایں مقیم چشم پاکاں می بود	نے قرین چشم حیواں می شود
وہ پاکبازوں کی آنکھ میں ٹھہرتا ہے	حیوان کی آنکھ کا ساتھی نہیں بنتا ہے
کاں عجب زیں حس دارد عار و ننگ	کے بود طاؤس اندر چاہ تنگ
کیونکہ وہ عجیب (نظارہ) اس حس سے ذلت اور خواری محسوس کرتا ہے	مور تنگ کنویں میں کب رہتا ہے؟
تانگوئی مر مرا بسیار گو	من زصد یک گویم و آں ہمچو مو
تو مجھے ہرگز باتیں بنانے والا مت کہہ	میں سو میں سے ایک کہتا ہوں اور وہ (بھی) ...... برابر

ایک فقیر ایک کشتی میں بیٹھا ہوا تھا جو کہ کسی شخص کے سامان سے سہارا لگائے ہوئے تھا۔ یا مردانگی کے سامان سے تکیہ لگائے ہوئے تھا۔ اتفاقاً کسی کی ہمیانی اشرفیوں کی گم ہوگئی اور فقیر بے چارہ سو رہا تھا سب کی تلاشی لی گئی مگر کہیں پتہ نہ چلا۔ پھر یہ خیال ہوا کہ اس فقیر کی بھی تلاشی لینا چاہیے جو سو رہا ہے یہ خیال کر کے مالک نے اس فقیر کو جگایا اور کہا کہ اس کشتی میں ایک ہمیانی اشرفیوں کی گم ہوگئی ہے ہم نے سب کی تلاشی لے لی ہے لہٰذا آپ کو بھی تلاشی دینی ہوگی۔ یہ گدڑی اتار دیجئے اور ننگے ہو جایئے تاکہ آپ پر کسی کو شبہ نہ رہے۔ فقیر نے حق سبحانہ سے التجا کی اور کہا کہ اے اللہ اے ہر مصیبت کے وقت میرے فریاد رس اور اے ہر خواہش نفسانی کے وقت میری جائے پناہ اور اے ہر دعا کے قبول کرنے والے اور اے ہر آزمائش کے وقت جائے پناہ۔ یہ کمینے تیرے بندہ پر تہمت لگاتے ہیں آپ کوئی مناسب حکم صادر فرمایئے۔ غرض جب اس حرکت سے فقیر کا دل دکھا اور اس نے دعا کی تو فوراً ہی ہر طرف لاکھوں مچھلیوں نے اس گہرے دریا سے سر نکالا ان میں سے ہر ایک کے منہ میں ایک عجیب موتی تھا۔ ہر موتی کی قیمت ایک بڑی سلطنت کی آمدنی تھی کیونکہ وہ وحدہ لاشریک معبود کی طرف سے تھا۔ پس ایسا ہونا کچھ مستبعد نہیں اس فقیر نے چند موتی لے کر کشتی میں ڈال دیئے کہ تم نے مجھ پر شبہ کیا تھا میرے پاس وہ اشرفیاں تو تھی نہیں۔ ان کے بدلہ میں یہ موتی دیتا ہوں۔ دوسری وجہ یہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جس کے قبضہ میں ایسے موتی ہوں وہ اشرفیوں کو لے کر کیا کرے گا اور موتیوں کو ڈال کر آپ اچھلے اور اچھل کر ہوا پر متمکن ہو گئے اور جس طرح بادشاہ اپنے تخت پر چوکڑی مار کر بیٹھتے ہیں۔ یونہی چوڑی مار کر بیٹھ گئے غرض وہ اونچے ہو گئے اور کشتی ان کے سامنے نیچے رہی اور یہ فرمایا کہ میں نے کشتی تم کو سونپ کر خدا کو اختیار کر لیا تاکہ تم چھوٹے فقیر سے رہائی پا

www.besturdubooks.wordpress.com

جاؤ۔ اب تم سمجھ لو کہ اس مفارقت سے کس کو نقصان ہوا میں تو خوش ہوں کہ مخلوق سے متفرد ہو کر خدا سے مل گیا جو کہ نہ مجھ پر چوری کی تہمت لگاتا ہے نہ مجھے رسوا کرتا ہے۔ یہ دیکھ کر سب اہل کشتی چلا اٹھے کہ حضور کو یہ مرتبہ کیسے حاصل ہوا۔ انہوں نے اولاً طنزاً فرمایا کہ فقیر پر تہمت لگانے سے۔ اور ایک معمولی چیز کے لئے حق سبحانہ کو ناراض کرنے سے اس کے بعد فرمایا۔ توبہ توبہ بلکہ ان بادشاہوں کی تعظیم وتکریم سے اور اس سبب سے کہ میں فقیروں سے بدظن نہ تھا وہ فقیر کیسے تھے وہ تھے جو نہایت پاکیزہ اور خوش گفتار تھے جن کی تعظیم میں سورہ عبس نازل ہوئی ہے۔ وہ فقیر نہیں جن کی فقیری مکروفریب کے لئے ہو بلکہ وہ فقیر جن کی فقیری محض اس لئے ہے کہ حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز نہیں جو دل بستگی کے قابل ہو۔ بھلا میں ایسے شخصوں کو متہم کیونکر کر سکتا ہوں۔ خدا نے تو ان کو ساتوں طبق کے خزانہ کا امین بنایا ہے وہ سراپا عقل ہیں اور نفس سے منزہ پس نفس متہم ہو سکتا ہے عقل متہم نہیں ہوتی۔ پس وہ کیونکہ متہم ہو سکتے ہیں نیز وہ سراسر نور ہیں نہ کہ سراپا حس اور متہم حس ہو سکتی ہے۔ نہ کہ نور آگے مولانا مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور نفس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں۔ نفس سوفسطائی اور منکر بدیہیات ہے اس کو مار کر سمجھانا چاہیے۔ یہ دلیل کو نہ مانے گا۔ یہ معجزہ دیکھتا ہے اس وقت تو مان لیتا ہے مگر پھر شرارت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ وہ تو ایک خیال تھا کوئی نفس الامری شے نہ تھا۔ اگر امر مشاہد عجیب کوئی امر واقعی ہوتا تو رات دن اس کو نظر میں رہنا چاہیے تھا یہ کیا کہ ذرا سی دیر میں غائب ہو گیا لیکن اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ فی الحقیقت امر واقعی ہے اور ہر وقت دکھلائی دیتا ہے لیکن پاک لوگوں کو وہ چشم باطن سے محسوس ہوتا ہے نہ کہ حس حیوانی سے وجہ یہ ہے کہ وہ امر عجیب اس سے عار رکھتا ہے کہ وہ حس ظاہری سے محسوس ہو۔ بھلا کہیں طاؤس بھی کنوئیں میں مقید ہوتا ہے اور کبھی کبھی جو چشم ظاہر سے محسوس ہوتا ہے وہ اتمام حجت کے لئے ہے تو مجھے فضول گو نہ کہنا۔ اس لئے کہ میں سو باتوں میں سے ایک بات کہتا ہوں اور وہ بھی اشارۃً اب ہم اس کے متعلق ایک قصہ بیان کرتے ہیں تاکہ تم کو اس بیان کی تصدیق ہو۔

ان بزرگ کی کرامات کا بیان جن کو کہ کسی کشتی میں متہم بدزدی کیا تھا

شرح شبیری

بود درویشے الخ۔ یعنی ایک درویش کشتی کے اندر تھا مردانگی کے اسباب سے ایک پناہ بنائے ہوئے تھا۔ مطلب یہ کہ مردان حق میں سے تھا۔

یاوہ شد الخ۔ یعنی ایک اشرفیوں کی ہمیانی کھوگئی اور وہ سو رہا تو سب کی تلاشی لی اور (صاحب ہمیانی نے) اس کو بھی (لوگوں کو) دکھایا کہ اس کی بھی تلاشی لو اور یہ کہا کہ

کین فقیر الخ۔ یعنی کہ اس سونے والے فقیر کی بھی ہم تلاشی لیں گے تو اس کو صاحب درم نے غم کی وجہ سے جگایا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کاندرین الخ۔ یعنی اس کشتی میں ایک تھیلی گم ہوگئی ہے ہم نے سب کی تلاشی لی ہے تو تم بھی چھوٹ نہیں سکتے۔

دلق الخ۔ یعنی گدڑی اتارو اور ننگے ہو جاؤ تاکہ لوگوں کے اوہام تجھ سے فارغ ہو جائیں۔ یعنی سب کے خیالات جاتے رہیں اور معلوم ہو جائے کہ تو نے لیا ہے یا نہیں۔ جب ان سے یہ کہا گیا تو ان کو جوش آیا اور حضرت حق میں عرض کیا کہ

گفت یارب الخ۔ یعنی کہا اے اللہ آپ کے غلام کو کمینہ لوگوں نے متہم کر دیا ہے آپ حکم بھیج دیجئے۔

یا غیاثی الخ۔ یعنی اے میرے فریادرس ہر کلفت کے وقت اور اے میرے پناہ دینے والے ہر شدت کے وقت

یا مجیبی الخ۔ یعنی اے میرے قبول کرنے والے وقت ہر دعا کے اور اے میرے جائے پناہ وقت ہر محنت کے اس وقت میری مدد کر کہ یہ لوگ بڑی سخت تہمت لگا رہے ہیں۔

چون بدرد الخ صد ہزاران الخ۔ یعنی جبکہ اس سبب سے درویش کا دل دکھا تو اسی وقت ہر طرف سے لاکھوں مچھلیوں نے اس دریائے عمیق سے سر نکالا اور ہر ایک کے منہ میں ایک موتی بیش قیمت تھا۔

ہر یکے الخ۔ یعنی ہر موتی ایک ملک کی خراج کی قیمت کے برابر تھا کیونکہ وہ تو خدا کی طرف سے تھا اس میں کوئی شرکت نہ تھی اگر شرکت ہوتی تو شاید اس قدر قیمتی نہ ہوتے۔ کہ دوسرا شریک نہ دینے دیتا۔ مگر حق تعالیٰ نے بھیجے تھے وہ تو جس قدر بھی قیمتی ہوں تھوڑے ہیں۔ غرضکہ وہ موتی بہت قیمتی تھے اور ان مچھلیوں نے لا کر ان بزرگ کی خدمت میں پیش کیے۔

در چند الخ۔ یعنی چند موتی کشتی میں ڈال کر ایک جست کی اور ہوا کو کرسی بنا کر بیٹھ گئے۔ مطلب یہ کہ ان سے موتی لے کر ان لوگوں کو دے کر اور ہوا میں معلق جا بیٹھے یہ ان کی کرامت ظاہر ہوئی۔

خوش مربع الخ۔ یعنی خوب چار زانو بیٹھے تھے جیسے کہ بادشاہ اپنے تخت پر اور وہ تو اوج کی اونچائی پر تھا اور کشتی آگے تھی یعنی وہ کشتی کے اوپر چل رہے تھے اور کشتی نیچے جا رہی تھی۔

گفت الخ۔ یعنی فرمایا کہ یہ کشتی تم کو مبارک ہو اور حق تعالیٰ مجھے تاکہ تمہارے ساتھ چور فقیر نہ ہو۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ بھائی میں تم سے الگ ہو گیا ہوں تاکہ تمہارے ساتھ چور نہ رہے تمہیں کشتی مبارک رہے ہمیں ہمارا اللہ پہنچا دے گا اور دیکھیں گے کہ

تا کرا باشد الخ۔ یعنی تاکہ کسی کو خسارہ ہو اس فراق سے میں حق تعالیٰ کے ساتھ اور خلق سے علیحدہ ہو کر خوش ہوں اب دیکھیں کون نقصان میں ہے۔

نے مرا الخ۔ یعنی نہ وہ مجھے تہمت چوری کی رکھے اور نہ وہ مجھے رسوا کرے جب اس کی یہ حالت دیکھی اور اس کی باتیں سنیں تو اہل کشتی بہت گھبرائے اور بولے کہ

بانگ کرد الخ۔ یعنی اہل کشتی نے آواز کی کہ اے بزرگ تجھے یہ عالی مقام کس وجہ سے ملا ہے تو اس بزرگ نے بطریق استہزاء یہ کہا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ- یعنی اس نے کہا کہ فقیر پر تہمت لگانے کی وجہ سے اور چیز حقیر کی وجہ سے حق آزاری کرنے سے مطلب یہ کہ جس طرح کہ تم ستاتے ہو چونکہ میں نے بھی اسی طرح فقیروں کو ستایا ہے لہٰذا مجھے یہ مرتبہ نصیب ہوا یہ تو بطور استہزاء کے کہا تھا چونکہ اس سے شبہ ہوتا تھا کہ شاید کوئی کم فہم اسی کو سبب اصلی سمجھ جائے تو اس کا ازالہ فرماتے ہیں کہ

حاش للہ الخ- یعنی حاش للہ بلکہ حضرات کی تعظیم کی وجہ سے کہ نہیں تھا میں فقیروں پر بدگمان- مطلب یہ کہ میں نے جو کہا ہے کہ تہمت وغیرہ کی وجہ سے یہ مرتبہ ملا ہے تو حاش للہ کہیں اس سے تھوڑا ہی ملا ہے بلکہ ان حضرات کی خدمت کرنے سے یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے۔

آن فقیران الخ- یعنی وہ فقیر کہ جو لطیف اور خوش نفس ہیں اور جن کی تعظیم کے لئے سورۂ عبس آئی ہے یعنی ان حضرات کی خدمت کی ہے کہ جن کی وہ شان تھی کہ ان کی ذرا سی دل آزاری سے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے محبوب سے باز پرس ہوگئی اور سورہ عبس نازل ہوئی۔

آن فقیری- یعنی وہ فقیر اس ہیچا پیچ (دنیاوی) کے لئے نہیں ہے بلکہ اس لئے کہ بجز حق کے اور کوئی نہیں ہے مطلب یہ کہ وہ حضرات اس لئے نہیں ہیں کہ دنیا کے لئے فقیر بنیں بلکہ وہ تو اس لئے ہیں کہ درجہ فنا حاصل کریں۔

متہم چون الخ- یعنی ان حضرات کو میں متہم کس طرح کروں کہ حق تعالیٰ نے تو ان کو ساتوں زمین کے خزانوں کا امین بنایا ہے پھر ان کو کس طرح متہم کر سکتے ہیں- فرماتے ہیں کہ

متہم الخ- یعنی متہم تو نفس ہے نہ کہ عقل شریف اور متہم حس ہے نہ نور لطیف- مطلب یہ کہ تہمت تو ان حواس ظاہری پر ہی ہوا کرتی ہے کہ ان سے افعال سرزد ہوتے ہیں تو تہمت لگتی ہے مگر عقل پر تو تہمت نہیں لگ سکتی تو جب یہ حضرات ان حواس کے مقتضیات سے خارج ہو گئے ہیں تو پھر ان پر تہمت کس طرح لگ سکتی ہے۔

نفس سوفسطائی الخ- یعنی نفس سوفسطائی ہے تو اس کو خوب پیٹو کیونکہ اس کو مارنا سزاوار ہے نہ دلیل کہنا- مطلب یہ کہ سوفسطائی جو فرقہ ہے وہ کہتا ہے کہ جس قدر اشیاء ہیں یہ سب خیال اور وہم ہے اور حقیقۃً اشیاء کچھ نہیں ہے تو کتب کلامیہ میں لکھا ہے کہ ان سے دلائل وغیرہ سے بحث نہ کرے بلکہ ان کو پکڑ کر پیٹے اور جب چلائے تو کہے کہ مار تو ایک وہمی اور خیالی شے ہے پھر اس سے اس قدر کرب کیوں ہے تم خیال کرلو کہ چوٹ نہیں لگتی تو جب یہ فرقہ مانتا ہے اسی طرح نفس کی بھی حالت ہے کہ اس کے آگے اگر دلائل قائم کرو تو بھی نہ مانے گا پس اس کا علاج سرزنش ہے کہ اس کو خوب پیٹا جائے تب یہ درست ہو سکتا ہے آگے اس سوفسطائی کے انکار حقیقت کے کچھ نظائر فرماتے ہیں کہ

معجزہ بیند الخ- یعنی معجزہ دیکھتا ہے تو اس وقت تو منور ہو جاتا ہے بعد اس کے کہتا ہے کہ وہ ایک خیال تھا یعنی جبکہ معجزہ کو ایک نئی بات دیکھتا ہے تو اول تو کچھ نور اور سرور وغیرہ پیدا ہوتا ہے مگر پھر جب وہ حالت فرو ہوتی ہے تو کہتا ہے کہ ایک خیال تھا اور کچھ بھی نہیں اور کہتا ہے کہ

در حقیقت الخ- یعنی اور اگر حقیقت ہوتا وہ عجیب شے کا دیکھنا تو رات دن آنکھ میں مقیم رہتا- مطلب یہ کہ کہتا ہے کہ یہ معجزہ ایک خیال تھا ورنہ اگر کوئی شے حقیقت میں ہوتی تو اس کو بقا ہوتا اور اب بھی اسی طرح ہماری نگاہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

قائم ہوتی اور یہ اس لئے کہ معجزات اکثر وقتی ہی ہوتے ہیں کہ جب طلب کئے گئے ظاہر ہوئے پھر ختم۔ جیسے کہ مثلاً شق القمر کہ جب طلب کیا گیا اس وقت دو ٹکڑے ہو گئے مگر پھر مل گئے۔ تو سوفسطائی کہتے ہیں کہ اگر حقیقت میں دو ٹکڑے ہوئے تھے تو وہ اسی طرح قائم رہتے۔ پھر مل جانے سے اور اصلی حالت پر ہو جانے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وہم و خیال تھا کہ اس وقت ایسے معلوم ہو گیا پھر اصلی حالت پر عود کر آیا اس کا جواب مولانا فرماتے ہیں کہ

آن مقیم الخ۔ یعنی وہ پاک لوگوں کی آنکھ میں مقیم ہوتی ہے نہ کہ چشم حیوانی کے قرین ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ تمہارا کہنا کہ وہ اگر حقیقت ہوتی تو آنکھ میں اسی طرح مقیم رہتی بالکل صحیح بلکہ اصح ہے مگر جناب کیا آپ اپنی آنکھ مراد لئے ہوئے ہیں اندھے چوندھے اگر کہو کہ ہاں تب تو بے شک آپ ہی کا قول سچ ہے کہ خیال ہے مگر جناب یہ تو آنکھ اندھی ہے۔ اسکا اعتبار ہی کیا ہے۔ جو حضرات کہ پاک ہیں اور جو کہ حواس باطنی سے ادراک کرتے ہیں ان کے سامنے چونکہ حقائق اشیاء منکشف ہوتی ہیں اس لئے وہاں اسی طرح وہ معجزہ وغیرہ سب بحالہا قائم رہتا ہے۔ آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ

کان عجب الخ۔ یعنی اس لئے کہ وہ عجب شے اس حس سے عار اور ننگ رکھتی ہے۔ تو بھلا مور کنویں تنگ میں کب رہ سکتا ہے مطلب یہ کہ وہ تمہاری آنکھ میں جو قیام پذیر نہیں ہوتیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارے پاس آنے سے شرم رکھتی ہیں اور ان کو عار آتی ہے کہ وہ تمہاری نگاہ میں مقیم رہیں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی کنویں تنگ و تاریک میں کوئی مور کو جو میدان کا رقص کرنے والا ہے بند کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ اس کا دل گھبرائے گا تو اسی طرح اس معجزہ وغیرہ کو تمہارے اس تنگ و تاریک قلب میں پریشانی ہوتی ہے۔ خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ

تانگوئی الخ۔ یعنی تم کہیں مجھے بسیار گو نہ کہنے لگو تو میں سو میں سے ایک کہتا ہوں اور وہ بھی بال کے برابر۔ مطلب یہ کہ میں نے جو یہ اسرار و حقائق بیان کئے ہیں ان سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں بسیار گو ہوں اس لئے کہ میں نے تو بہت ہی کم بیان کیا ہے۔ گویا کہ سو میں سے ایک حصہ تو پھر میں بسیار گو کہاں ہوں۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شیخ کے مریدوں نے ایک مرید کی شکایت کی کہ یہ کھاتا اور سوتا اور بولتا بہت ہے۔ تو اس شیخ نے کہا کہ بھائی ہر چیز اوسط سے کرنی چاہیے۔ اس لئے کہ خیر الامور اوسطها۔ تو مرید نے کہا کہ حضرت اوسط سب کا مختلف ہوتا ہے جو بہت بولتا ہے وہ کم کر دے تو وہ اس کا اوسط ہے اور جو کم بولتا ہے وہ اگر خاموش رہے تو وہ اس کا اوسط ہے علی ہذا تو اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ وہ اسرار تو بہت ہیں ان میں اتنا بیان کر دینا یہ اوسط ہی ہے اور یہ بسیار گوئی نہیں ہے آگے اس شیخ اور مرید کی حکایت کو بیان فرماتے ہیں کہ

تشنیع صوفیاں پیش شیخ براں صوفی کہ بسیاری گوید و می خورد

صوفیوں کا ایک شیخ کے سامنے اس صوفی کو طعنہ دینا کہ وہ بہت بولتا ہے اور بہت کھاتا ہے

صوفیاں بر صوفیے شنعت زدند	پیش شیخ خانقاہے آمدند
صوفیوں نے ایک صوفی کی برائی کی	(اور) ایک خانقاہ کے شیخ کے سامنے آئے

شیخ را گفتند داد جان ما	تو ازیں صوفی بجو اے پیشوا
شیخ سے کہا ہمارا انصاف	اس صوفی سے کر دیجئے اے پیشوا!
گفت آخر چہ گلہ است اے صوفیاں	گفت ایں صوفی سہ خو دارد گراں
اس نے کہا اے صوفیو! آخر کیا شکایت ہے؟	ایک نے کہا یہ صوفی تین بری عادتیں رکھتا ہے
در سخن بسیار گو ہمچوں جرس	در خورش افزوں خورد از بست کس
بات کرنے میں گھنٹے کی طرح بکواسی ہے	کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جاتا ہے
ور بخسپد ہست چوں اصحاب کہف	صوفیاں کردند پیش شیخ زحف
اگر سو جائے تو اصحاب کہف کی طرح ہے	صوفیوں نے شیخ کے سامنے تیزی دکھائی
شیخ رو آورد سوئے آں فقیر	کہ ز ہر حالیکہ ہست اوساط گیر
شیخ نے اس فقیر کی طرف رخ کیا	کہ ہر حالت میں اوسط اختیار کر
در خبر خیر الامور اوساطہا	نافع آمد ز اعتدال اخلاطہا
حدیث شریف میں ہے کہ تمام باتوں میں سے درمیانی درجہ بہتر ہے	خلطوں کا اعتدال مفید ہے
گر یکے خلطے فزوں شد از عرض	در تن مردم پدید آید مرض
عارض کی وجہ سے اگر ایک خلط بڑھ جائے	انسان کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے
بر قرین خویش میفزا در صفت	کاں فراق آرد یقیں در عاقبت
صفت میں ساتھی سے نہ بڑھ	کیونکہ یہ یقینا انجام کار جدائی پیدا کر دیتا ہے
نطق موسیٰ بود با اندازہ لیک	ہم فزوں آمد ز گفت یار نیک
(حضرت) موسیٰ کی گفتگو اندازہ کے مطابق تھی لیکن	نیک دوست کی گفتگو سے بڑھ گئی
آں فزونی با خضرؑ آمد شقاق	گفت تو مکوی ھذا فراق
وہ بڑھوتری (حضرت) خضر سے جدائی بن گئی	انہوں نے کہہ دیا تو زیادہ بات کرتا ہے اب جدائی ہے
موسیا بسیار گوئی درگذر	چند گوئی رو وصال آمد بسر
اے موسیٰ! تم بہت بولتے ہو معاف کرو	کتنا بولو گے؟ جاؤ ساتھ ختم ہوا
موسیا بسیار گوئی خیز و رو	ورنہ با من گنگ باش و کور و شو
اے موسیٰ! تم بہت بولتے ہو اٹھو اور جاؤ	ورنہ میرے ساتھ گونگے اور اندھے بنو

www.besturdubooks.wordpress.com

ور نرفتی وز ستیزہ شستۂ	تو بمعنیٰ رفتۂ و بگسستۂ
اگر تم نہ گئے اور ضد سے بیٹھے رہے	تو تم باطنی طور پر چلے گئے ہو اور علیحدہ ہو گئے ہو
چوں حدث کردی تو ناگاہ در نماز	گویدت سوئے طہارت رو بتاز
جب تم اتفاقاً نماز میں ناپاک ہو گئے	وہ نماز تم سے کہتی ہے پاکی کے لئے جاؤ دوڑو
ور نرفتی خشک جنباں می شوی	خود نمازت رفت بنشیں اے غوی
اگر تم نہ گئے تو خالی حرکت کرنے والے ہو	اے گمراہ! جب تیری نماز جاتی رہی بیٹھ جا
رو بر آنہا کہ ہم جفت تو اند	عاشقان و تشنۂ گفت تو اند
ان کے پاس جا جو تیرے جوڑ کے ہیں	تمہاری باتوں کے عاشق اور پیاسے ہیں
پاسباں بر خوابناکاں بر فزود	ماہیاں را پاسباں حاجت نہ بود
پہرہ دار کی سوئے ہوؤں پر بخشش ہے	مچھلیوں کو پہرے دار کی ضرورت نہ تھی
جامہ پوشاں را نظر بر گازرست	جان عریاں را تجلی زیورست
کپڑا پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے	عریاں جان کے لئے تجلی زیور ہے
یاز عریاناں بیک سو باز رو	یا چو ایشاں فارغ از تن جامہ شو
یا ننگوں سے علیحدہ ہو کر چل	یا ان کی طرح بدن کے کپڑے سے بے نیاز بن
ور نمی تانی کہ کل عریاں شوی	جامہ کم کن تا رہ اوسط روی
اگر تو نہیں کر سکتا کہ بالکل ننگا ہو	تو کپڑے کم کر دے تاکہ تو درمیانی راہ چلے

شرح حبیبی

چند صوفی ایک شیخ خانقاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایک صوفی کی برائی کی اور کہا کہ حضور اس نے ہماری جان غضب میں ڈال رکھی ہے آپ اس سے ہمارا انصاف کیجئے۔ اس نے کہا کہ آخر شکایت کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس کے اندر تین خصلتیں بہت ناگوار ہیں اول یہ کہ باتیں بہت کرتا ہے جیسے تال کہ ہر وقت بجتی رہتی ہے دوسری یہ کہ بیس آدمیوں سے زیادہ کھاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ جب سوتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب کہف میں سے ہے غرض کہ صوفیوں نے شیخ کے سامنے اس کی خوب مخالفت کی۔ شیخ اس فقیر کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ بھائی ہر حالت میں اعتدال اور توسط کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ حدیث میں خیر الامور اوسطھا وارد ہے اور اخلاط بھی اسی وقت نافع ہوتی ہیں جبکہ ان میں اعتدال ہو۔ اگر کسی عارض سے کسی خلط کا غلبہ ہو جاتا ہے تو آدمی کے جسم میں مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ پس تم کو

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے مقارن اور مصاحب لوگوں سے صفت میں بڑھنا نہ چاہیے۔ جس طرح کہ ایک خلط دوسری خلط مقارن پر نہیں بڑھتی۔ اس لئے کہ ایسا کرنے کا نتیجہ مفارقت ہوتا ہے دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی گویائی فی نفسہ اندازہ کے مطابق تھی مگر حضرت خضر کی گفتگو سے زیادہ تھی۔ اس لئے وہ زیادتی حضرت خضر کے ساتھ مخالفت کا سبب بن گئی۔ انہوں نے کہہ دیا کہ آپ بولتے بہت ہیں میری اور آپ کی بن نہیں سکتی آپ تشریف لے جائیے۔ اے موسیٰ آپ بسیار گو ہیں مجھے چھوڑیئے۔ بس اب کب تک گفتگو کیجئے گا۔ جائیے مدت وصال ختم ہو چکی۔ اے موسیٰ آپ بہت بولتے ہیں مجھ سے علیحدہ ہو جائیے۔ اگر مجھ سے میل رکھنا ہے تو آپ اپنے کو ایسا بنائیے جیسا کہ آپ نہ بول سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں کیونکہ آپ کی گفتگو کا منشا نظر ہے پس جب ایک واقعہ کو دیکھ کر آپ اپنے کو ایسا بنائیں گے جیسا کہ دیکھا ہی نہیں تو اعتراض بھی نہ کریں گے اور جب اعتراض نہ کریں گے تو مثل گونگے کے ہوں گے۔ خلاصہ یہ کہ خاموش رہیے اور اگر آپ بولے جائیں گے اور تشریف نہ لے جائیں گے تو آپ کا یہاں رہنا حقیقتہً بے سود ہوگا۔ اور ایسا ہوگا جیسا کہ آپ کو مجھ سے کوئی تعلق ہی نہیں لہٰذا آپ وہیں تشریف لے جائیے جہاں آپ کے میل کے لوگ ہیں اور جو آپ کی گفتگو کے شائق اور قدر دان ہیں۔ آگے مولانا حضرت خضرؑ کے اس ارشاد کی وجہ بتلاتے ہیں۔ ورز فتی در ستیزہ شستہ الخ حاصل وجہ یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ اذا فات الشرط فات المشروط اور افادہ واستفادہ کے لئے صحبت کافی نہیں بلکہ اس کے لئے مناسبت شرط ہے اور جب مناسبت نہ ہوگی بلکہ مخالفت ہوگی تو افادہ واستفادہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ شرط مفقود ہے پس صحبت بے سود ہے۔ نماز کے لئے وضو شرط ہے لیکن جب نماز کے اندر حدث ہو جائے تو کہا جائے گا کہ جاؤ وضو کرو اگر وضو نہ کرو گے اور نماز جاری رکھو گے تو نماز نہ ہوگی بلکہ حرکات لایعنی ہوں گے لہٰذا جب نماز نہ ہوگی تو بیٹھ جانا چاہیے حرکات لایعنی سے کیا نتیجہ۔ پس یونہی جب مقصود صحبت افادہ واستفادہ بوجہ فقدان شرط کے ممکن نہ ہو تو الگ ہو جانا چاہیے۔ صحبت میں رہنے سے۔ پہرا دینا تو مقصود نہیں کیونکہ پاسبان کا اضافہ سونے والوں پر ہوتا ہے۔ مچھلیوں کو پہرہ والے کی ضرورت نہیں۔ خلاصہ یہ کہ میل کے لئے مناسبت کی ضرورت ہے۔ مثلاً جو کپڑے پہنتے ہیں وہی دھوبی پر نظر رکھتے ہیں اور جو ننگے میں لباس دنیا سے انکار زیور تجلی حق سبحانہ ہے پس دو صورتیں ہیں ان میں سے جو صورت منظور ہو اس کو اختیار کر لیا جائے۔ یا تو ننگوں سے الگ ہو جانا چاہیے یا خود بھی ان کے ساتھ ننگا ہو جانا چاہیے۔ اور بالکل ننگا نہ ہو سکے تو کپڑے کم ہی کر دینے چاہئیں۔ تا کہ توسط کی حالت پیدا ہو جائے۔ الحاصل اگر مناسبت پیدا نہیں کر سکتے الگ ہو جاؤ اور اگر مناسبت پیدا کر سکتے ہو پوری یا کسی قدر تو مناسبت پیدا کرو۔

شیخ کے سامنے صوفیوں کا طعن اس صوفی پر جو کہ بسیار گو تھا

شرح شبیری

صوفیان الخ۔ صوفیوں نے ایک صوفی پر طعن کیا اور خانقاہ کے شیخ کے آگے آئے۔

شیخ را گفتند الخ۔ یعنی سب نے شیخ سے کہا کہ اے ہمارے پیشوا آپ اس سے ہمارا انصاف کر دیجئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت الخ۔ یعنی شیخ نے کہا کہ ارے صوفیو آخر کیا شکایت ہے تو اس طاعن نے کہا کہ یہ صوفی تین خصلتیں بڑی گراں رکھتا ہے۔

در سخن الخ۔ یعنی بات کرنے میں تو گھنٹہ کی طرح بسیار گو ہے اور کھانے میں بیس آدمیوں سے زیادہ کھا جائے۔

ور بخسپد الخ۔ یعنی اور اگر سوتا ہے تو اصحاب کہف کی طرح سوتا ہے صوفیوں نے شیخ کے سامنے اس کو سبک کیا۔ مطلب یہ کہ سب نے کہا یہ سوتا اور کھاتا اور بولتا بہت ہے اس لئے سب کو پریشانی ہوتی ہے لہٰذا اس کو منع کیا جائے۔

شیخ رو الخ۔ یعنی شیخ نے اس فقیر کی طرف توجہ کی کہ میاں جو چیز بھی ہو اس میں سے اوسط کو لے لو۔ افراط تفریط ٹھیک نہیں ہے۔

در خبر الخ۔ یعنی حدیث میں خیر الامور اوسطھا ہے اور (افراط تفریط) اعتدال اخلاط کو مانع ہے لہٰذا چاہیے کہ اوسط ہی پر رہے۔

گر یکے الخ۔ یعنی اگر ایک خلط کسی عارض سے زیادہ ہو جائے تو آدمی کے بدن میں مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اخلاط ظاہری افراط و تفریط سے امراض پیدا ہوتے ہیں اسی طرح حواس باطنی میں بھی افراط و تفریط سے امراض پیدا ہوتے ہیں لہٰذا یاد رکھو کہ افراط و تفریط سے ہمیشہ پرہیز کرو۔

بر قرین الخ۔ یعنی اپنے ساتھی پر صفت میں زیادتی مت کرو۔ اس لئے کہ یہ انجام کار فراق لاتا ہے صفت سے مراد یہ صفت کلام وغیرہ یعنی ان صفات میں اس سے بڑھو۔ جتنا وہ ہو اسی قدر تم بھی رکھو ورنہ اس کا انجام جدائی ہے آگے اس افراط سے فراق کی ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ

نطق موسےٰ الخ۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو اندازہ سے ہی تھی مگر ان یار نیک کے کہنے سے زیادہ ہی تھی۔ سبحان اللہ مولانا نے مصرعۂ اول میں ادب موسیٰ علیہ السلام کا کس قدر ملحوظ رکھا ہے اگر ویسے ہی فرما دیتے تو گویا موسیٰ علیہ السلام بسیار گو ہوتے اب فرماتے ہیں کہ وہ اگرچہ اندازۂ مناسب سے بول رہے تھے مگر پھر بھی خضر علیہ السلام کی حالت سے وہ بھی زیادہ تھا۔

آن فزونی الخ۔ یعنی وہ زیادتی خضر علیہ السلام کو شاق ہوئی تو انہوں نے کہہ دیا کہ اے موسیٰ تم بہت بولنے والے ہو۔ لہٰذا اب فراق ہے اور یہ کہا جس کی روایت بالمعنی یہ ہے کہ

موسیا الخ۔ یعنی اے موسیٰ تم بسیار گو ہو لہٰذا جاؤ اور کب بولو گے وصل تو ختم ہو گیا۔

موسیا الخ۔ یعنی اے موسیٰ تم بسیار گو ہو تو الگ ہو جاؤ ورنہ میرے ساتھ گونگے رہو۔ اگر کوئی منکر دیکھو تو اور سنو تو بولو ہی مت گویا کہ تم نے نہ دیکھا نہ سنا۔

ورنہ الخ۔ یعنی اور اگر تم نہ گئے اور ضد کی وجہ سے بیٹھے ہی رہے تو معنی تو چلے گئے ہو اور قطع تعلق کر چکے ہو مطلب یہ کہ اگر ظاہر میں تم نہ گئے اور یہیں دھرے رہے تو کیا ہے دل سے فراق ہو چکا ہے تم نہ جاؤ گے ہم چل دینگے اور پھر فیض تو نہیں ہو سکتا اسی طرح اگر شیخ ناراض ہے تو اگرچہ قرب ظاہری ہو مگر پھر بھی دل سے تو دوری ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

لہٰذا گویا کہ دوری ہو کہ فیض حاصل نہیں ہو سکتا۔ خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

روبرآنہا الخ۔ یعنی ان کے پاس جاؤ جو کہ تمہارے ساتھی ہیں اور تمہاری گفتگو کے عاشق اور پیاسے ہیں مطلب یہ کہ شیخ کے سامنے یا اپنے برابر والوں کے سامنے بولنا بے ادبی ہے ہاں جو کہ تمہاری گفتگو کے طالب ہیں ان کے پاس جاؤ مگر یہاں مت بولو آگے اس بظاہر پاس رہنے اور دل سے دور ہونے کی مثال ہے کہ

چون الخ۔ یعنی اگر تم کو نماز میں اتفاقاً حدث ہو گیا تو وہ نماز (بزبان حال) تم سے کہہ رہی ہے کہ پاکی کی طرف دوڑ۔ یعنی وضو کر لے گویا کہ وہ نماز یہ کہہ رہی ہے۔

ورنہ رفتی الخ۔ یعنی اور اگر تو نہ گیا تو سوکھا ہلتا رہے گا اس لئے کہ خود تیری نماز چلی گئی اے سرکش مطلب یہ کہ اگر تم نہ بھی گئے اور وضو نہ کیا تو کیا ہوا نماز چلی جائے گی اسی طرح جبکہ شیخ ناراض ہے تو اگر تم نہ گئے تو وہ تو جا چکا اور تم سے قطع تعلق کر چکا ہے آگے اور مثال ہے کہ

پاسبان الخ۔ یعنی پاسبان نے سونے والوں پر (احسان) زیادہ کیا مگر مچھلیوں کو پاسبان کی کیا حاجت ہے اسی طرح جن لوگوں کو اس تلقین و تربیت کی حاجت ہو ان کے سامنے تو اس قسم کی باتیں کرنا مناسب ہیں مگر جہاں ضرورت نہ ہو وہاں کہاں مناسب ہے کہ ایسی باتیں کی جائیں۔

جامہ پوشاں الخ۔ یعنی کپڑے پہننے والوں کی نظر دھوبی پر ہے اور جو جامہ عریاں ہے اس کا زیور تجلی ہے۔ مطلب یہ کہ جو کہ اس دنیا کے تعلقات میں پھنسے ہوئے ہیں وہ تو محتاج ہیں کہ کوئی ان کے قلب کی صفائی کرے اور جو ان سے خارج ہیں ان کے لئے تو انوار خداہی زیور ہیں اور وہ اس میں مگن ہیں۔

یاز عریانان الخ۔ یعنی نا تو برہنہ لوگوں سے ایک طرف ہو کر چلو اور یا ان کی طرح تم بھی جامہ تن سے فارغ ہو جاؤ۔ اور سب تعلقات دنیویہ کو ترک کر دو اور یا ان کے پاس مت پھٹکو یا مگن یا پیلبانان دوستی + یا بنا کن خانہ برانداز پیل۔

ورنمی تانی کہ الخ۔ یعنی اگر تم بالکل عریاں نہیں ہو سکتے تو کپڑے کم کر دو تا کہ راہ اوسط پر چلنے لگو مطلب یہ کہ اگر تعلقات دنیویہ کو بالکل نہیں ترک کر سکتے تو خیر کم ہی کر دو اس میں افراط و تفریط سے بچ کر رہ وسط پر آ جاؤ کہ خیر الامور اوسطها ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ آگے اس مرید نے جو جواب شیخ کو دیا اس کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

عذر گفتن فقیر بآں شیخ خانقاہ

خانقاہ کے شیخ سے فقیر کا عذر کرنا

پس فقیر آں شیخ را احوال گفت	عذر را با آں غرامت کرد جفت
پھر درویش نے اس شیخ سے احوال کہے	اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا

ہر سوال شیخ را داد او جواب	چوں جوابات خضرؑ خوب وصواب
شیخ کے ہر سوال کا اس نے جواب دیا	(حضرت) خضرؑ کے جیسے اچھے اور صحیح جواب
آں جوابات سوالات کلیمؑ	کش خضرؑ بنمود از رب علیم
(حضرت موسیٰ) کلیم کے سوالوں کے جواب	جوان کو خدائے علیم کی جانب سے (حضرت) خضرؑ نے دیے
گشت مشکلہاش حل وافزوں زیاد	از پۓ ہر مشکلش مفتاح داد
ان کی مشکلیں حل ہو گئیں اور مزید (یہ کہ)	ان کی ہر مشکل کی ایک کنجی دے دی
از خضرؑ درویش ہم میراث داشت	در جواب شیخ ہمت برگماشت
درویش بھی (حضرت) خضرؑ کی میراث رکھتا تھا	شیخ کے جواب میں توجہ کی
گفت راہ اوسط ارچہ حکمت ست	لیک اوسط نیز ہم بانسبت ست
(درویش نے) کہا درمیانی راہ اگرچہ دانائی ہے	لیکن (کسی چیز کا) اوسط ہونا بھی نسبتی ہے
آب جو نسبت باشتر ہست کم	لیک باشد موش را آں ہمچویم
نہر کا پانی اونٹ کی نسبت سے کم ہے	لیکن چوہے کے لئے وہ سمندر کی طرح ہے
ہر کرا باشد وظیفہ چار ناں	دو خورد یا سہ خورد ہست اوسط آں
جس کی یومیہ خوراک چار روٹیاں ہوں	دو کھائے یا تین کھائے وہ اوسط ہے
ور خورد ہر چار دور از اوسط ست	او اسیر حرص مانند بط ست
اگر وہ چار کھائے اوسط سے دور ہے	وہ بطخ کی طرح حرص کا قیدی ہے
ہر کہ او را اشتہا دہ ناں بود	شش خورد میداں کہ اوسط آں بود
جس کی بھوک دس روٹی کی ہو	وہ چھ کھائے تو سمجھ لے کہ وہ اوسط ہے
چوں مرا پنجاہ نان ست اشتہے	مر ترا شش گردہ' ہمدستیم نے
جب مجھے پچاس روٹیوں کی بھوک ہے	تجھے چھ روٹیوں کی. ہم برابر ہیں؟ نہیں
تو بدہ رکعت نماز آئی ملول	من بپا نصد در نہ آیم در نحول
تو دس رکعت نماز میں تھک جاتا ہے	میں پانچ سو سے بھی کمزور نہیں ہوتا
آں یکے تا کعبہ حافی می رود	ویں یکے تا مسجد از خود می شود
وہ ایک کعبہ تک ننگے پیر جاتا ہے	اور یہ ایک مسجد تک بے خود ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں یکے در پاکبازی جاں بداد	ویں دگر جاں کند تا یک ناں بداد
ایک نے پاکبازی میں جان دے دی	دوسرے کی جان نکلتی ہے یہاں تک کہ ایک روٹی دی
ایں وسط دربا نہایت می رود	کہ مرورا اول و آخر بود
یہ وسط محدود چیزوں میں چلتا ہے	جن کا اول اور آخر ہو
اول و آخر بباید تا دراں	در تصور گنجد اوسط یا میاں
اول اور آخر چاہیے تاکہ ان میں	اوسط یا بیچ متصور ہو سکے
بے نہایت چوں ندارد دو طرف	کے بود او را میانہ منصرف
لا محدود چونکہ دونوں کنارے نہیں رکھتا ہے۔	تو اس کیلئے (افراط و تفریط سے) ہٹا ہوا درمیان کب ہو سکتا ہے؟
اول و آخر نشانش کس نداد	گفت لو کان لہٗ البحر مداد
اس کے اول اور آخر کا کسی نے پتہ نہیں دیا	فرمایا خواہ اس کی روشنائی سمندر ہوں
ہفت دریا گر شود کلی مدید	نیست مر پایاں شدن را ہیچ امید
پورے سات سمندر، اگر روشنائی بنیں	ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے
باغ و بیشہ گر بود یک سر قلم	زیں سخن ہرگز نگردد ہیچ کم
باغ اور جنگل اگر سب قلم بن جائیں	اس بات کا ہرگز کچھ کم نہ ہو گا
آں ہمہ حبر و قلم فانی شود	ویں حدیث بے عدد باقی بود
کہ سب روشنائی اور قلم فنا ہو جائیں گے	یہ ان گنت بات باقی رہے گی
حالت من خواب را ماند گہے	خواب پندارد مر او را گمرہے
کبھی میری حالت نیند کی جیسی ہوتی ہے	اس کو گمراہ نیند سمجھتا ہے
چشم من خفتہ دلم بیدار داں	شکل بیکار مرا برکار داں
میری آنکھ کو سویا ہوا میرے دل کو بیدار سمجھ	میری بے کار صورت کو باکار سمجھ
گفت پیغمبرؐ کہ عینای تنام	لا ینام قلبی عن رب الانام
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری دونوں آنکھیں سوتی ہیں	میرا دل مخلوق کے پروردگار سے نہیں مڑتا ہے
گفت پیغمبرؐ کہ خسپد چشم من	لیک کے خسپد دلم اندر وسن
پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں	لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم تو بیدار و دل رفتہ بخواب	چشم من خفتہ دلم در فتح باب
تیری آنکھیں بیدار ہیں اور دل نیند میں ہے	میری آنکھیں سوئی ہوئی ہیں میرا دل غیب میں (مشغول) ہے
مر دلم را پنج حس دیگرست	حس دل را ہر دو عالم منظرست
میرے دل کے دوسرے پانچ حواس ہیں	دل کے حس کے لئے دونوں عالم منظور نظر ہیں

شرح حبیبی

جب شیخ نصیحت فرما چکے تو اس فقیر نے حالت بیان کی اور اس الزام کے ساتھ عذر کو ملایا اور شیخ کے ہر سوال کا جواب ایسا نفیس اور عمدہ دیا جیسا جواب خضر تھا جواب خضر سے وہ جوابات مراد ہیں جو انہوں نے حق سبحانہ کی طرف سے موسیٰ علیہ السلام کے سوالات پر دیئے تھے اور جن سے خوب اچھی طرح ان کی مشکلیں حل ہو گئی تھیں اور جن کو ظاہر کر کے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہر مشکل کی کنجی عطا کر دی تھی اس فقیر کو بھی حضرت خضر علیہ السلام کی یہ میراث عطا ہوئی تھی اس لئے وہ شیخ کے جواب پر کمر بستہ ہوا اور کہا کہ یہ مسلم ہے کہ میانہ روی ایک معقول بات ہے لیکن اوسط کوئی معین ومخصوص شے نہیں بلکہ وہ ایک امر نسبی واضافی ہے جس کی تعیین طرفین سے ہو سکتی ہے اور چونکہ اطراف مختلفہ ہیں لہٰذا اوساط بھی مختلف ہوں گے مثلاً ندی کا پانی اونٹ کے لئے اوسط ہے لیکن چوہے کے لئے سمندر۔ علی ہذا جس کی خوراک چار روٹیوں کی ہو تو اس کے لئے دو تین اوسط ہیں یہ شخص اگر چاروں کھالے گا تو کہا جائے گا کہ وہ بط کی طرح حریص ہے لیکن جس کی بھوک دس روٹیوں کی ہے اگر وہ چھ بھی کھالے تب بھی اس کے لئے اوسط ہے جب یہ مقدمہ ممہد ہو گیا تو اب میں کہتا ہوں کہ فرض کرو کہ میری خوراک تو پچاس روٹیاں ہیں اور آپ کی چھ ہیں تو کیا ہم دونوں برابر ہیں ہرگز نہیں نیز فرض کرو کہ آپ تو دس رکعتوں سے گھبرا جاتے ہیں اور میں پانچ سو سے بھی نہیں تھکتا پھر ہم دونوں یکساں کیونکر ہو سکتے ہیں۔ علی ہذا ایک شخص پیدل خانہ کعبہ جاتا ہے دوسرا مسجد تک جا کر حواس باختہ ہو جاتا ہے ایک شخص پاکبازی میں جان تک دے دیتا ہے۔ ایک شخص مر کھپ کر ایک روٹی دیتا ہے بھلا یہ دونوں برابر کیسے ہو سکتے ہیں اور ان کا اوسط برابر کیونکر نکل سکتا ہے۔ یہ جواب تو کھانے کے متعلق تھا اب میں کلام کے متعلق کہتا ہوں کہ میں اس میں اوسط کا لحاظ رکھ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہاں اوسط ہی نہیں نکل سکتا اوسط اشیاء متناہیہ میں نکلتا ہے جس کے لئے ابتدا وانتہا ہو کیونکہ اوسط کے متحقق ہونے کے لئے ضرورت ہے کہ اول وآخر متحقق ہوں اور جو غیر متناہی ہے اس لئے دو طرفین ہی نہیں رکھتا۔ اس کے لئے اوسط کیونکر نکل سکتا ہے جو مرجع بن سکے اور حق سبحانہ کے اوصاف کے اول وآخر کا پتا نہیں بتلا سکتا کیونکہ حق سبحانہ خود فرماتے ہیں قل لو کان البحر مداد الکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدادا۔ یعنی اگر ساتوں سمندر سب کے سب سیاہی بن جائیں تب بھی اس کے اوصاف کے ختم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہونے کی کوئی امید نہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ جنگل کے تمام باغ بالکل قلم بن جائیں تو اس گفتگو میں کمی نہیں آ سکتی۔ یہ سیاہی اور یہ قلم سب فنا ہو جائیں گے لیکن یہ بے نہایت گفتگو ہنوز باقی ہوگی جب کثرت کلام کا جواب بھی ہو گیا تو اب میں سونے کا جواب دیتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کبھی مجھ پر ایک حالت طاری ہوتی ہے اور وہ سونے کے مشابہ ہوتی ہے لیکن واقع میں نیند نہیں ہوتی اس کو ناواقف نیند سمجھ لیتا ہے پس آنکھ کو جو بظاہر سوتی معلوم ہوتی ہے حقیقت میں بیدار سمجھنا چاہیے اور بیکاری کی شکل کو مشغول کار سمجھنا چاہیے اس کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل حق سبحانہ سے غافل نہیں ہوتا مگر میری حالت میں اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت میں فرق یہ ہے کہ وہاں نوم حقیقی میں یہ حالت ہوتی ہے اور یہاں نوم صوری میں پس اے معترض تو مجھ پر کثرت نوم سے کیا اعتراض کرتا ہے تو خود اس بلا میں مبتلا ہے کیونکہ تیری آنکھ جاگتی ہے مگر دل سوتا ہے اور میری آنکھ ظاہراً سوتی ہے مگر میرے دل کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس سے میں مشاہدہ حق سبحانہ و تلقی فیوض میں مصروف ہوں کیونکہ علاوہ حس ظاہر کے ہمارے لئے پانچ حواس اور بھی ہیں جن کا تعلق قلب سے ہے جب میرے حواس ظاہری تجھے معطل نظر آتے ہیں تو میں ان حواس سے کام لیتا ہوں غرض کہ میری حواس ہر دو عالم کا نظارہ کرتے ہیں جو اس ظاہرہ عالم ناسوت اور حواس باطنہ عالم غیب کا اور تیرے لئے صرف وہی حواس ہیں جن سے تو عالم ناسوت کا نظارہ کرتا ہے۔

اس فقیر کا شیخ خانقاہ سے اپنا عذر بیان کرنا

شرح شبیری

پس الخ۔ یعنی پس فقیر نے شیخ سے احوال کہا اور عذر کو اس بازپرس سے ملا دیا۔ غرامت کے معنی لغوی تاوان کے ہیں مگر بازپرس کو غرامت اس لئے کہا کہ تاوان میں بھی ایک بازپرس اور مؤنت ہوتی ہے مطلب یہ کہ ان کی بازپرس پر عذر بیان کر دیا جس کا تفصیلاً ذکر آگے آتا ہے۔

ہر سوال الخ۔ یعنی شیخ کے ہر سوال کا جواب خضر علیہ السلام کی طرح اچھا اور ٹھیک دیا چونکہ اوپر بھی خضر اور موسیٰ سے تشبیہ دے چکے ہیں اسی بنا پر یہاں بھی کہہ دیا۔

آن جوابات الخ۔ یعنی وہ سوالات کلیم علیہ السلام کے جواب جنہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو خضر علیہ السلام نے رب علیم سے دکھلائے مطلب یہ کہ یہ جوابات مرید جو مشابہ جواب خضر کے تھے تو ان اجوبہ کے جن کو حق تعالیٰ کے الہام سے حضرت خضرؑ نے موسیٰ علیہ السلام کو بتائے تھے اور ان کا اثر یہ ہوا کہ

گشت مشکلہاش الخ۔ یعنی ان کی مشکلیں بالکل حل ہو گئیں اور ان کو ہر مشکل کے لئے ایک کنجی دی کہ جس سے وہ ساری مشکلیں حل ہوتی گئیں اور وہ کنجیاں جوابات شافی ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

از خضر الخ۔ یعنی خضر علیہ السلام سے اس درویش نے بھی میراث پائی تھی تو شیخ کے جواب دینے میں ہمت کو مقرر کیا۔ یعنی ہمت سے کام لیا اور خوب درست اور شافی جوابات دیئے آگے اس فقیر کے عذر کی تفصیل فرماتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی فقیر نے کہا کہ راہ اوسط اگرچہ حکمت ہے لیکن اوسط بھی نسبت سے ہے مطلب یہ کہ یہ تو درست ہے کہ اوسط اچھی چیز ہے مگر اوسط تو مختلف ہوتا ہے یہ تو ایک امر نسبی ہے پھر جب ہر شخص کا اوسط الگ ہے تو کیا خبر کہ میرے سارے کام اوسط سے ہوتے ہوں اور تم کو زیادہ معلوم ہوتے ہوں۔ آگے فرق بین الاشیاء بتاتے ہیں کہ ایک ہی شے ایک کے لئے تو کم اور دوسرے کو زیادہ۔

آب جو نسبت الخ۔ یعنی ندی کا پانی اونٹ کی نسبت تو کم ہے لیکن چوہے کے لئے سمندر کے برابر ہے۔

ہر کرا باشد الخ۔ یعنی جس کی خوراک کہ چار روٹی ہو وہ دو یا تین کھالے تو یہ اس کا اوسط ہے۔

در خورد الخ۔ یعنی اور اگر وہ چاروں کھالے تو اوسط سے دور ہے اور یہ شخص بط کی طرح اسیر حرص ہے چونکہ بط دن بھر کچھ نہ کچھ کھاتی ہی رہتی ہے لہٰذا اس سے تشبیہ دے دی۔

ہر کہ او را الخ۔ یعنی اور جس کی خواک دس روٹی کی ہو وہ چھ کھائے تو جان لو کہ اس کا اوسط ہے۔

چون مرا الخ۔ یعنی اور جبکہ میری بھوک پچاس روٹی کی ہے اور تیری چھ روٹی کی تو کیا دونوں برابر ہیں ہرگز نہیں بات یہ ہے کہ یہ گفتگو ہو تو رہی ہے شیخ کے سامنے مگر مخاطب اس صوفی کا وہ معترض ہی ہے۔ تو مر ترا تشش گرد اور دوسرے خطابات میں اسی کو مخاطب کہا جائے تو مناسب ہے مطلب یہ ہو گیا کہ تو جو اپنے اوسط پر مجھے قیاس کر رہا ہے تو میں پچاس کھاؤں اور تو پانچ تو بھلا میرا تیرا اوسط برابر کس طرح ہو گا۔ میرا اور ہو گا اور تیرا اور ہو گا۔

تو بدہ رکعت الخ۔ یعنی تو تو دس ہی رکعت نماز میں ملول ہو جاتا ہے اور میں پانچ سو میں بھی ضعیف نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ جس طرح میرا تیرا کھانا برابر نہیں اسی طرح کام بھی برابر نہیں ہے جیسا میں کھاتا ہوں ویسا ہی کام بھی تو کرتا ہوں پھر برابر کیسے ہوئے۔ آگے مثالیں ہیں کہ

آن یکے الخ۔ یعنی ایک تو کعبہ تک برہنہ پا جاتا ہے اور یہ ایک مسجد تک ہی آپے سے جاتا رہتا ہے۔ (تو دونوں کب برابر ہو گئے)

آن یکے الخ۔ یعنی اس ایک نے تو پاکبازی میں جان دے دی اور دوسرے نے جان کنی کر کے ایک روٹی دی تو بھلا جب یہ برابر نہیں ہیں تو میرا تیرا کام اور میرا تیرا اوسط خوراک کس طرح برابر ہو سکتا ہے۔ جتنا کھاتے ہیں اسی قدر کام بھی تو کر لیتے ہیں یہ جواب تو بسیار خوری کے متعلق تھا آگے بسیار گوئی کے متعلق جواب ہے کہ

این وسط الخ۔ یعنی یہ وسط تو نہایت والے میں چلتا ہے کہ جس کے اول و آخر ہو۔ مطلب یہ کہ جو اشیاء کہ متناہی ہیں ان میں تو چونکہ ابتداء اور انتہا معلوم ہے لہٰذا وسط نکل سکتا ہے مگر جو شے کہ لاتقف عند حد ہو اس کی ابتدا تو بے شک ہے مگر انتہا ہے ہی نہیں لہٰذا اس کا وسط کیسے نکل سکتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اول و آخر الخ۔ یعنی اول و آخر چاہیے تا کہ اس کی بابت تصور میں وسط یا درمیان سما سکے یعنی جہاں کہیں کہ اول و آخر ہے وہاں وسط بھی تصور کر سکتے ہیں لیکن۔

بے نہایت الخ۔ یعنی بے نہایت جبکہ دو طرف رکھتا ہی نہیں تو اس کے وسط منصرف (عن الافراط والتفریط) کب ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ جو شئے کہ ایسی ہو کہ لاتقف عند حد تو اس کی ایک طرف تو ہے مگر دو طرف نہیں ہے کہ جن کے ذریعہ سے وسط متصور ہو سکے لہٰذا اس میں وسط اور درمیان نکل ہی نہیں سکتا۔ تو چونکہ میری گفتگو اس ذات کے اسرار میں ہے کہ جو بے نہایت ہے اور اس کے اسرار و حقائق بھی لاتقف عند حد ہیں تو پھر میری گفتگو کا وسط کس طرح نکل سکتا ہے میں تو جس قدر بھی بیان کرونگا آگے اس سے بہت زیادہ ہوگا اور اس کے سامنے یہ کم ہوگا پھر وسط کہاں نکلا۔

اول و آخر الخ۔ یعنی ان اسرار کے اول و آخر کا نشان کسی نے نہیں دیا۔ اور (اسی کے بارہ میں) ارشاد ہے کہ لو کان البحر مدادا لکلمات ربی الخ۔ یعنی قرآن شریف میں ہے کہ اگر سمندر روشنائی بن جائے تب بھی کلمات حق تعالیٰ ختم نہ ہوں تو دیکھو جب وہ اس قدر ہیں تو پھر میں جس قدر بھی بیان کرونگا وہ تو کم ہی ہونگے ان کی تو یہ حالت ہے کہ

ہفت دریا الخ۔ یعنی سات دریا اگر سارے روشنائی بن جائیں تو بھی ختم ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔

باغ و بیشہ الخ۔ یعنی باغ اور جنگل اگر سارے قلم ہو جائیں تب بھی ان کلمات میں سے ہرگز کچھ بھی کم نہ ہوں۔ جیسا کہ ارشاد ہے ولو ان مافی الارض من شجرة اقلام والبحر یمده من بعده سبعة ابحر الخ کہ اگر سارے درخت قلم اور ساتوں دریا روشنائی بن جائیں تب بھی کلمات حق ختم نہ ہوں۔ تو جب یہ حالت ہے پھر میں اس میں جس قدر بھی گفتگو کروں وہ تو کم ہی ہوگی۔

این ہمہ الخ۔ یعنی یہ ساری روشنائی اور قلم فانی ہو جائیں اور وہ حدیث بے عدد باقی ہو۔ پھر میرا کلام اس کے بارہ میں کس طرح زیادہ ہو سکتا ہے اور اس کا وسط کس طرح نکل سکتا ہے۔ یہ جواب بسیار گوئی کا ہو گیا آگے بسیار خوابی کا جواب دیتے ہیں

حالت الخ۔ یعنی میری حالت بھی خواب کے مشابہ ہوتی ہے تو اس کو بے خبر آدمی خواب سمجھتا ہے (مگر میری یہ حالت ہوتی ہے کہ)

چشم من الخ۔ یعنی میری آنکھ کو سوتے ہوئے اور میرے دل کو بیدار جانو اور بیکار کی شکل میں مجھے کام پر سمجھو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ میری آنکھ بظاہر سوتی ہے مگر میرا دل بیدار ہوتا ہے اور وہ حالت استغراق ہے کہ اس میں اتصاف بالکل بیکار معلوم ہوتا ہے مگر وہ عالم ارواح کی سیر میں ہوتا ہے آگے اس چشم خوابی اور دل بیداری کی نظیر لاتے ہیں۔

گفت پیغمبر الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا قلب حق تعالیٰ سے نہیں سوتا یعنی اس طرف سے توجہ ہٹتی نہیں ہے اور اسی لئے حضور کی نوم مشابہ اونگھ کے تھی کہ اس سے آپ کی وضو نہ ٹوٹتی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھی جیسے اونگھ میں انسان ہوشیار ہوتا ہے مگر باتیں وغیرہ سن نہیں سکتا اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت بھی تھی۔

گفت الخ۔ یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھ تو سو جاتی ہے لیکن میرا دل اونگھ میں کب سوتا ہے تو جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت تھی کہ اس عالم سے تو بے خبر مگر ادھر کی ساری خبر اسی طرح اس کا اثر ہم میں بھی آ گیا ہے اور ہماری بھی یہی حالت ہو گئی ہے۔

چشم تو الخ۔ یعنی (اے مخاطب) تیری تو چشم ظاہری بیدار رہتی ہے مگر دل سوتا ہے اور میری چشم ظاہری سو جاتی ہے مگر میرا دل فتح یاب (غیب) میں مشغول ہوتا ہے اس لئے کہ حالت استغراق میں اس طرف کی تو خبر رہتی نہیں لہٰذا ادھر سے تو مثل نائم کے اور عالم غیب کی طرف سے بیدار۔ مسئلہ اگر حالت وجد میں کھڑے یا بیٹھے سے بے ہوش ہو کر گر پڑے تو اس کی وضو جاتی رہتی ہے اس لئے کہ اس کا حکم بالکل مثل نوم کے ہے جو حالت نوم کہ ناقض وضو ہے وہی حالت اس کی بھی ناقض ہے آگے کہتے ہیں کہ

مردلم الخ۔ یعنی میرے دل کے لئے پانچ حواس اور ہیں اور حس اور دل کے دونوں عالم منظر ہیں حس کا تو منظر عالم ناسوت ہے اور دل کا منظر عالم ملکوت ہے تو وہ کہتے ہیں کہ ان حواس کے علاوہ میرے پانچ ہی حواس اور ہیں جن کا کئی مرتبہ ذکر ہو چکا ہے) ان کے ذریعہ سے میرے ان حواس کے سونے کے باوجود بھی مجھے بیداری رہتی ہے۔

تو ز ضعف خود مکن در من نگاہ	بر تو شب بر من ہماں شب چاشتگاہ
تو اپنی کمزوریوں سے مجھے نہ دیکھ	تیرے لئے رات ہے مجھ پر وہی رات صبح ہے
بر تو زنداں بر من آں زنداں چو باغ	عین مشغولی مرا گشتہ فراغ
تیرے لئے قید خانہ ہے میرے لئے وہ قید خانہ باغ جیسا ہے	تو بالکل مشغول ہے، مجھے فراغت حاصل ہے
پائے تو در گل مرا گل گشتہ گل	مر ترا ماتم مرا سور و دہل
تیرا پیر کیچڑ میں ہے، میرے لئے کیچڑ پھول ہے	تیرے لئے سوگ، میرے لئے خوشی اور ڈھول ہے
در زمینم باتو ساکن در محل	می دوم بر چرخ ہفتم چوں زحل
میں زمین پر تیرے ساتھ ایک جگہ پر ہوں	ساتویں آسمان پر زحل کی طرح دوڑتا ہوں
ہمنشینت من نیم سایہ من ست	برتر از اندیشہا پایہ من ست
میں تیرا ہم نشین نہیں ہوں میرا سایہ ہے	میرا مرتبہ خیالات سے بالاتر ہے
زانکہ من ز اندیشہا بگذشتہ ام	خارج اندیشہ پویاں گشتہ ام
کیونکہ میں خیالات سے بالاتر ہو گیا ہوں	میں خیال (کی حد) سے باہر دوڑتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

حاکم اندیشہ ام محکوم نے	زانکہ بنا حاکم آمد بر بنے
میں خیال پر حاکم ہوں محکوم نہیں ہوں	کیونکہ بنانے والا عمارت پر حاکم ہوتا ہے
جملہ خلقاں سخرۂ اندیشہ اند	زاں سبب خستہ دل وغم پیشہ اند
تمام مخلوق فکر کی محکوم ہے	اس لئے دل شکستہ اور غمگین ہے
قاصداً خود را باندیشہ دہم	چوں بخواہم ازمیاں شاں برجہم
میں قصداً اپنے رب کو فکر کے سپرد کر دیتا ہوں	جب چاہتا ہوں ان کے درمیان سے کود جاتا ہوں
من چو مرغ اوجم اندیشہ مگس	کے بود برمن مگس را دسترس
میں بلندی کا پرندہ ہوں فکر مکھی ہے	مجھ پر مکھی کی دسترس کب ہو سکتی ہے؟
قاصداً زیر آیم از اوج بلند	تاشکستہ پاگاں برمن تنند
میں بھی قصداً بلند اونچائی سے نیچے آ جاتا ہوں	تاکہ شکستہ پا لوگ میرے چاروں طرف جمع ہو جائیں
چوں ملالم گیرد از سفلی صفات	بر پرم ہمچوں طیور الصافات
نچلی صفات سے جب میں ملول ہو جاتا ہوں	الصافات پرندوں کی طرح اوپر اڑ جاتا ہوں
پرمن رستست ہم از ذات خویش	برنچفسانم دو پرمن با سریش
میرے پر اپنی ذات سے اگے ہیں	میں اپنے دونوں پر سیریش سے نہیں چپکاتا ہوں
جعفر طیارؓ را پر جاریہ است	جعفر طرار را پر عاریہ است
(حضرت) جعفر طیارؓ کے پر چالو ہیں	جعفر طرار کے پر مانگے ہوئے ہیں
نزد آنکہ لم یذق دعویست ایں	نزد سکان افق معنیٰ ست ایں
جس نے مزا نہ چکھا ہو اس کے لئے (یہ باتیں محض) دعویٰ ہیں	افق کے رہنے والوں کیلئے یہ حقیقت ہے
لاف ودعویٰ باشد ایں پیش غراب	دیگ تی وپر یکے پیش ذباب
کوے کے سامنے یہ (محض) دعویٰ اور ڈینگ ہے	مکھی کے لئے بھری اور خالی دیگ یکساں ہے
چونکہ در تو می شود لقمہ گہر	تن مزن چندانکہ بتوانی بخور.
جب تجھ میں لقمہ موتی بن جائے	پہلو تہی نہ کر جتنا ممکن ہو کھا
شیخ روزے بہر دفع سوئے ظن	درلگن قے کرد و پر در شد لگن
ایک دن شیخ نے بدگمانی رفع کرنے کے لئے	سینی میں قے کر دی اور سینی موتیوں سے بھر گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

گوہر معقول را محسوس کرد	پیر بینا بہر کم عقلی مرد
عقلی موتیوں کو محسوس کر دیا	بینا پیر نے (اس) شخص کی کم عقلی کی وجہ سے
چونکہ در معدہ شود پاکت پلید	قفل نہ بر حلق و پنہاں کن کلید
چونکہ معدہ میں تیرا پاک ناپاک بن جاتا ہے	حلق پر تالا لگا لے اور کنجی کو چھپا دے
ہر کہ درو ے لقمہ شد نور حلال	ہر چہ خواہد گو بخور او را حلال
جس میں لقمہ اللہ (تعالیٰ) کا نور بن جائے	کہہ دے وہ جو بھی چاہے کھائے اس کے لئے حلال ہے

شرح حبیبی

پس اپنے ضعف اور کمزوری کی عینک سے مجھے مت دیکھ اور اپنے اوپر مجھے قیاس مت کر کیونکہ جس حالت میں تجھے کچھ نظر نہیں آتا اور اس لئے وہ حالت تیرے لئے بمنزلہ رات کے ہوتی ہے یعنی آنکھ بند کرنے کی حالت اس حالت میں میں سب کچھ دیکھتا ہوں اور میرے لئے وہ حالت بمنزلہ دوپہر کے ہوتی ہے اور جو حالت تیرے لئے بمنزلہ جیل خانہ کے ہوتی ہے وہ میرے لئے بمنزلہ باغ کے ہوتی ہے یعنی جب تو کسی حالت ناگوار میں مبتلا ہوتا ہے تو تو اس سے پریشان ہوتا ہے اور جب میں مبتلا ہوتا ہوں تو میں اس میں بھی خوش ہوتا ہوں کہ میری نظر مبداء پر ہوتی ہے۔ نیز میں اگر کسی بظاہر دنیاوی کام میں بھی مصروف ہوتا ہوں تو اس وقت بھی میں اس سے فارغ ہوتا ہوں کیونکہ دل اس میں نہیں ہوتا برخلاف تیرے کہ تیرے لئے وہ مشغولیت ہی مشغولیت ہوتی ہے پس جب تو کسی مصیبت وغیرہ کی دلدل میں پھنس جائے تو وہ تیرے لئے دلدل ہوگی لیکن اگر میں اس میں پھنسوں تو میرے لئے پھول ہوگی اور میں اس سے بھی لذت حاصل کرونگا اور جو تیرے لئے سوگ کا سبب ہے وہ میرے لئے خوشی کا سامان ہے کیونکہ وہ بھی محبوب ہی کی طرف سے ہوتا ہے اور ہر چہ از دوست میرسد نیکوست گو میں زمین پر ایک مقام میں تیرے ساتھ رہتا ہوں لیکن میری روحانی رفتار فلک ہفتم پر ہے جیسے کہ زحل کی رفتار ظاہری لہٰذا میں تیرا ہم نشیں نہیں ہوں بلکہ تیرا ہم نشیں میرا جسم اور میری صورت ہے میں تیرا ہم نشین کیونکر ہو سکتا ہوں۔ تو خاکی ہے اور میرا مرتبہ خاکیوں کے خیال سے بھی بالاتر ہے وجہ یہ ہے کہ میں خیالات کے حدود سے نکل چکا ہوں اور خیال کے حدود سے باہر دوڑتا ہوں اور اب میں خیالات پر حکومت کرتا ہوں اور محکوم نہیں ہوں کیونکہ خیالات بمنزلہ ایک عمارت کے ہیں جس کو آدمی تیار کرتا ہے اور معمار عمارت پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ محکوم لہٰذا میں حاکم ہوں نہ کہ محکوم اور باقی مخلوق خیالات کی محکوم ہیں اسی سبب سے مغموم اور منقبض رہتے ہیں۔ میں بھی کبھی کبھی قصداً بمصلحت اپنے کو خیال کے تابع کر دیتا ہوں لیکن میں اس کا پابند نہیں ہوتا جب چاہتا ہوں نکل جاتا ہوں۔ خیال کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ مجال نہیں کہ مجھ پر تسلط حاصل کر سکے کیونکہ میں بلند پرواز جانور کی مانند ہوں۔ اور خیال بمنزلہ ایک مکھی کے۔ بھلا پھر مکھی کی مجھ تک کب پہنچ ہو سکتی ہے میں کبھی اس بلند پروازی اور عروج روحانی کو خود ہی چھوڑ دیتا ہوں اور نزول اختیار کرتا ہوں۔ جس میں مصلحت یہ ہوتی ہے کہ یا شکستہ اور وہ لوگ جو محجوب ہیں اور جن کو عروج روحانی میسر نہیں مجھ سے وابستگی حاصل کریں اور میں ان کو لے کر اڑوں یعنی میرا نزول تعلیم و تربیت ناقصین کے لئے ہوتا ہے اور جب میں ان سفلی صفات اور متدنس یا دناس نفسانیہ کی صحبت سے اکتا جاتا ہوں تو پھر فرشتوں کی طرح بال و پر کھول کر اڑنے والے جانوروں کی طرح اڑ جاتا ہوں میرا عروج اختیاری اس لئے ہے کہ پر خود میری ذات میں پیدا ہو گئے ہیں اور وہ پر سریش سے چپکائے ہوئے نہیں یعنی مجھے حق سبحانہ نے قابلیت ذاتی عطا فرمائی ہے میں کسی کے سہارے پر نہیں چلتا۔ بعض لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ خود اپنے پروں سے اڑتے ہیں جیسے جعفر طیار ان میں سے تو میں ہوں اور بعض ایسے ہوتے ہیں جو مستعار پروں کے سبب اڑتے ہیں جیسے جعفر طرار جو مصنوعی پر لگا کر کس قدر ہوا میں اڑ جاتا تھا۔ ان میں سے وہ لوگ ہیں جو میرے یا مجھ سے کسی دوسرے کے متوسل ہیں جو اس مزہ سے ناواقف ہو وہ اس کو لن ترانی سمجھے گا اور دعوے محض خیال کرے گا مگر جو اس نواح کے رہنے والے ہیں جہاں کا میں ہوں ان کے نزدیک یہ حقیقت ہے کوے اور ملابس نجاست نفسانیہ کے نزدیک یہ دعویٰ اور لن ترانی ہو سکتا ہے کیونکہ وہ بمنزلہ ایک مکھی کے ہے اور مکھی کے نزدیک بھری ہوئی ہانڈی اور خالی دونوں برابر ہیں۔ کثرت نوم کا جواب بھی ہو چکا۔ اب میں کثرت اکل کے متعلق کچھ اور کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ کثرت اکل ہر وقت مضر نہیں بلکہ جب یہ حالت ہو جائے کہ کھانا بجائے پاخانہ بننے کے موتی بننے لگے اس وقت پہلوتہی نہیں کرنی چاہیے بلکہ جس قدر کھایا جائے کھانا چاہیے یعنی جب کھانا بجائے شہوات وغیرہ بڑھانے کے کیفیات محمودہ بڑھانے لگے اس وقت کم کھانے کی ضرورت نہیں بلکہ جس قدر کھاؤ گے اتنا ہی فائدہ ہوگا اور کیفیات محمودہ بڑھیں گے۔ شیخ مذکور نے محض بیان ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس سوء ظن کے دفع کرنے کو قے کی جس سے سارا لگن موتیوں سے بھر گیا۔ چونکہ مخاطب کم عقل تھا اور زبانی گفتگو سے اس کا سمجھ لینا دشوار تھا اس لئے شیخ موصوف نے ان کیفیات کو محسوس کر کے بھی دکھلا دیا اور فرمایا کہ جب معدہ میں پاک کھانا بھی جا کر پلید ہو جائے اور شہوات وغیرہ بڑھائے اس وقت حلق میں قفل لگا کر کنجی گم کر دینا چاہیے اور جب کھانا نور بن جاتا ہو اس وقت آدمی جس قدر بھی کھائے جائز ہے۔ یہ اصول ہے ترک اکل و کثرت اکل کا پس ہر زیادہ کھانے والے پر طعن نامناسب اور نازیبا ہے۔

شرح شبیری

تو ز ضعف الخ۔ یعنی تو ضعف کی وجہ سے میرے اندر مت دیکھ اس لئے کہ جو تجھ پر رات ہے وہ میرے لئے چاشتگاہ ہے۔ مطلب یہ کہ جو شے تمہارے لئے ظلمت ہے وہی میرے لئے نور ہے اور جو تمہارے لئے باعث

www.besturdubooks.wordpress.com

الحق ہے وہی میرے لئے موصل۔

برتو زندان الخ۔ یعنی تجھ پر تو قید خانہ ہے اور وہ قید خانہ میرے لئے باغ ہے اور عین مشغولی میرے لئے فراغ ہے جبکہ تم مجھے دنیا میں مشغول دیکھ رہے ہو تو اس وقت میں بھی بوجہ متوجہ الی الملکوت ہونے کے عالم ناسوت سے بالکل علیحدہ ہوں۔

پائے تو الخ۔ یعنی تیرا پاؤں تو مٹی میں اور وہ مٹی میرے لئے پھول ہو گئی ہے اور ایک شئے تیرے لئے ماتم ہے اور میرے لئے خوشی اور طرب ہے۔ مطلب یہ کہ تعلقات دنیویہ تیرے لئے تو باعد عن الحق ہیں اور چونکہ میری نظران کے ذریعہ سے خالق پر ہوتی ہے لہٰذا میرے لئے وہی تعلقات دنیویہ موصل الی الحق ہو گئے ہیں اور مجھے ان میں قرب اور معیت حاصل ہے۔

درزمینم الخ۔ یعنی میں زمین میں تمہارے ساتھ ساکن ایک محل میں ہوں۔ اور ویسے چرخ ہفتم پر زحل کی طرح دوڑ رہا ہوں مطلب یہ کہ جب عروج کرتا ہوں تو بظاہر تو تمہارے پاس ہوتا ہوں مگر اصل میں اس عالم کی سیر کرتا ہوا ہوتا ہوں۔

ہم نشینت الخ۔ یعنی میں تیرا ہم نشیں نہیں ہوں میرا سایہ ہے اور افکار سے میرا مرتبہ بلند ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میری روح عالم ملکوت کی طرف متوجہ ہے اس لئے یہ صرف میرا جسم ظاہری ہی تمہارا ہم نشین ہے ورنہ روح میری بسبب توجہ کے اس عالم میں ہے بخلاف اور لوگوں کے کے بوجہ توجہ الی الناسوت کے گویا کہ ان کی روح بھی مثل جسم کے ناسوتی ہی ہو گئی ہے اور چونکہ عینیت مصطلحہ میسر ہے لہٰذا فکر انسانی سے مرتبہ کا بلند ہونا ظاہر ہے کہ وہاں تک فکر کی رسائی ہرگز نہیں ہو سکتی۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ میں اندیشہ سے آگے بڑھ گیا ہوں اور اندیشہ سے خارج ہو کر دوڑ رہا ہوں۔ لہٰذا مجھ تک اندیشہ کی رسائی کہاں ہو سکتی ہے۔

حاکم الخ۔ یعنی حاکم اندیشہ ہوں محکوم اندیشہ نہیں ہوں اس لئے کہ بنانے والا بنا پر حاکم ہوتا ہے تو چونکہ میرے اندر ملکہ راسخہ پیدا ہو گیا ہے لہٰذا میں جس کیفیت اور حالت کو چاہتا ہوں اپنے اوپر طاری کر لیتا ہوں اور جس تجلی کو چاہتا ہوں اپنے اوپر متجلی کر لیتا ہوں کاملین کی یہی حالت ہوتی ہے۔

جملہ الخ۔ یعنی تمام مخلوقات مسخر اندیشہ کی ہیں اسی سبب سے خستہ دل اور غم پیشہ ہیں مطلب یہ کہ چونکہ افکار کے سب لوگ تابع ہوتے ہیں لہٰذا ہمیشہ رنج و فکر ہی میں رہتے ہیں اور جو اس سے الگ ہیں وہ خوش رہتے ہیں غرضکہ ہمیشہ مستغرق اور متوجہ الی الحق رہتا ہوں۔

قاصداً الخ۔ یعنی میں اپنے کو قصداً اندیشہ کے سپرد کر دیتا ہوں اور جب چاہتا ہوں ان کے درمیان سے نکل آتا ہوں شان کی ضمیر یا تو عالم غیب کی طرف ہے کہ جب میں چاہتا ہوں تو اس عالم سے اس طرف رجوع کرتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں تو اب تو دونوں مصرعوں کا ایک مضمون ہو جائے گا اور مطلب یہ ہوگا کہ جب میں استغراق اور ایک حالت پر رہنے سے اکتا جاتا ہوں تو اس وقت تھوڑی دیر کو توجہ الی الحق کر لیتا ہوں تاکہ نشاط ہو جائے اور ملال پیدا نہ ہو۔ پھر جب نشاط پیدا ہوا پھر اسی طرف متوجہ ہو گیا اور اگر نشان کی ضمیر اندیشہ کی طرف ہو تو دونوں مصرعوں کا مضمون مقابل ہوگا کہ میں جب چاہتا ہوں اس عالم سے نشاط کے لئے اس طرف توجہ کرتا ہوں اور جب چاہتا ہوں پھر اسی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور اس طرف سے توجہ کو ہٹا دیتا ہوں اور یہ حالت کاملین کی ہوتی ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں اور اگر بعض مرتبہ بسبب غلبۂ حال کے وہ خود ایسا نہیں کر سکتے تو حق تعالیٰ ان کے لئے ایسے سامان فرما دیتے ہیں کہ جس سے ان کو مجبوراً عالم ناسوت کی طرف توجہ کرنی پڑتی ہے مثلاً قبض وارد ہو گیا کہ ذکر وغیرہ میں دل ہی نہیں لگتا تو لامحالہ اس طرف توجہ ہوتی ہے غرضکہ انہوں نے کہا کہ میں جس حالت کو چاہوں اپنے اوپر طاری کر سکتا ہوں۔

من چو مرغ الخ۔ یعنی میں مرغ اوج کی طرح ہوں اور اندیشہ (دنیوی) مثل مگس کے ہیں تو مگس کو پرند پر کب قدرت ہوتی ہے کہ اس تک پہنچ سکے اور اس کو تابع بنا سکے اس لئے مجھ پر بھی اندیشہ غالب نہیں ہو سکتا۔

قاصدا الخ۔ یعنی میں قصداً اوج بلند سے نیچے آتا ہوں تاکہ شکستہ پا لوگ مجھ پر جمع ہو سکیں مطلب یہ ہے کہ چونکہ میرا مرتبہ تو بلند ہے مگر جب میں تعلیم کرتا ہوں تو اس سے نزول کرتا ہوں اور اس سالک کے درجہ پر نزول کر کے اس کو تعلیم کرتا ہوں۔ ورنہ اگر اس کو وہاں پہنچانے کی ابھی سے فکر کی جائے تو ایسا ہے کہ جیسے شیر خوار بچہ کو گوشت کھلا دیا جائے کہ یقیناً مرے گا تو کامل وہی ہے جو کہ مسترشد کے درجہ پر نزول کر کے اس کی تعلیم کرے تو مطلب یہ ہوا کہ میں بہت بڑا کامل ہوں کہ ان کے درجہ پر نزول کرتا ہوں تو وہ بھی مجھ سے مستفیض ہوتے ہیں۔

چون الخ۔ یعنی جب مجھے ان سفلی صفات سے ملال ہوتا ہے تو میں طیور الصافات کی طرح اڑ جاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ جب اس کی تعلیم کر چکے بس پھر اپنے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں۔

پر من الخ۔ یعنی میرے پر خود میری ذات سے جمے ہیں میں دو پر سریش سے چپکاتا نہیں ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عروج میری ذات کا اقتضا ہو گیا ہے اور میری ذاتیات میں داخل ہے میں اس حالت کو کسی سے عاریت نہیں لیتا ہوں اور اس کی ایسی مثال ہے کہ

جعفر طیارؓ را الخ۔ یعنی حضرت جعفر طیارؓ کے پر تو جاری ہیں اور جعفر طرار کے مانگے ہوئے ہیں۔ حضرت جعفر طیارؓ کے ہاتھ کفار نے غزوۂ موتہ میں کاٹ ڈالے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کے بدلے میں ان کو دو بازو دیئے ہیں کہ ان سے وہ اڑتے پھرتے ہیں تو دیکھو ان کے بازو تو داخل ذات ہو گئے اور ایک جعفر طرار تھا اس نے پر لگائے تھے تو وہ چل نہ سکے تو اسی طرح یہ عروج بھی عارضی نہیں ہے بلکہ ذاتی ہے کہ جب چاہوں عروج کر لوں چونکہ ان صوفی صاحب نے جو یہ اپنی حالت بیان کی تو اس میں ایک قسم کا دعویٰ معلوم ہوتا تھا اس لئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نزدآنکہ الخ۔ یعنی اس شخص کے نزدیک جس نے کہ چکھا نہیں یہ دعویٰ ہے اور سکان عالم بالا کے نزدیک یہ معانی ہیں اس لئے کہ تحدث بالنعمۃ ہے۔

لاف الخ۔ یعنی غراب کے نزدیک تو یہ شیخی اور دعویٰ ہی ہوگا جیسے کہ مکھی کے آگے خالی اور پر ہنڈیا برابر ہے غراب سے مراد بیوقوف ہے تو جو کہ اس طرف سے بیوقوف ہے اس کے آگے تو یہ دعویٰ ہیں مگر جو کہ حقیقت شناس ہے وہ اس کو جانتا ہے آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمہارے اندر کھانا موتی بن جاتا ہے تو چھوڑ مت جس قدر ہوسکے کھالے گہر سے مراد اخلاق حمیدہ ہیں مطلب یہ کہ جب کھانے سے تمہارے اندر اخلاق حمیدہ پیدا ہوتے ہیں تو پھر کیا ہے جس قدر کھایا جاسکے کھاؤ تا کہ اسی قدر زیادہ اخلاق حمیدہ پیدا ہوں تو چونکہ ان صوفی صاحب کو کھانے سے قوت ہوتی تھی اور اس سے عبادت میں مدد ملتی تھی لہٰذا وہ خوب کھاتے تھے مگر وہ معترض تو صرف ظاہر بیں تھا اس کو اس مصلحت کی کیا خبر ہوتی اس لئے ان صوفی صاحب نے اپنی ایک حسی کرامت اس کے سامنے ظاہر کی کہ وہ یہ کہ

شیخ روزے الخ۔ یعنی ان شیخ صاحب نے سوءظن کے دفع کرنے کو ایک دن رکابی میں قے کردی تو وہ رکابی موتیوں سے بھر گئی تو اس کو دکھایا کہ دیکھ ہمارے اندر جا کر یہ کھانا موتی بن جاتا ہے لہٰذا ہم جس قدر کھائیں وہ بہتر ہی ہے آگے مولانا اس موتی بن جانے کی توجیہ فرماتے ہیں

گوہر الخ۔ یعنی گوہر معنوی کو اس پر بینا نے اس شخص کی کم عقلی کی وجہ سے محسوس کردیا کہ یہ اس کو تو سمجھ نہ سکتا تھا کہ کس طرح ادھر معنوی بنتے ہیں لہٰذا ان بزرگ نے ان کو اپنی کرامت سے محسوس کر کے دکھادیا۔ آگے مولاناؒ فرماتے ہیں کہ

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ تمہارے معدہ میں پاک بھی پلید ہوجاتا ہے تو تم حلق پر قفل لگا کر کنجی کو چھپادو تا کہ پھر کھل ہی نہ سکے مطلب یہ کہ جب تمہارے کھانے سے اخلاق سیۂ پیدا ہوتے ہیں تو تم بہت کم کھاؤ تا کہ اخلاق سیۂ پیدا نہ ہوسکیں۔

ہر کہ دروے الخ۔ یعنی جس کے اندر کہ کھانا نور حق بن جائے تو ہو جو چاہے کھائے اس سے کہہ دو کہ اس کو حلال ہے اس لئے کہ جس قدر بھی کھائے گا اسی قدر زیادہ نور پیدا ہوگا۔ پھر وہ تو خوب کھائے اوپر جو کہا تھا کہ یہ ہمارا غیر محقق کے سامنے دعویٰ ہوگا اور جو محقق ہے وہ جانتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے آگے اسی کو مثالوں سے واضح فرماتے ہیں کہ

در بیان صدق دعویٰ کہ محض معنیٰ بود نزدیک صاحب حال و دوری بیگانگاں

اس دعوے کی سچائی کے بیان میں جو صاحب حال کے نزدیک حقیقت ہے اور بیگانوں کی اس سے دوری

گر تو ہستی آشنائے جان من	نیست دعویٰ گفت معنیٰ لان من
اگر تو میری جان سے واقف ہے	میری حقیقت آشنایانہ گفتگو دعویٰ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بگویم نیم شب پیش تو ام	ہیں مترس از شب کہ من خویش توام
اگر میں آدھی رات میں کہوں میں تیرے سامنے ہوں	خبردار! رات (ہونے کی وجہ) سے نہ ڈر میں تیرا اپنا ہوں
ایں دو دعویٰ پیش تو معنیٰ بود	چوں شناسی بانگ خویشاوند خود
یہ دونوں دعوے تیرے لئے حقیقت ہوں گے	جبکہ تو اپنوں کی آواز کو پہچانتا ہے
پیشی و خویشی دو دعویٰ بود لیک	ہر دو معنیٰ بود پیش فہم نیک
سامنے ہونا اور اپنا ہونا دو دعوے ہیں	دونوں دعوے اچھی سمجھ کے لئے حقیقت ہوں گے
قرب آوازش گواہی می دہد	کایں دم از نزدیک یارے می جہد
آواز کا قرب گواہی دیتا ہے	کہ یہ آواز کسی دوست کے پاس سے آ رہی ہے
لذت آواز خویشاوند نیز	شد گوا بر صدق آں خویش عزیز
اپنوں کی آواز کی لذت بھی	اس اپنے پیارے کی سچائی پر گواہ بن گئی
باز بے الہام احمق کوز جہل	می نداند بانگ بیگانہ ز اہل
پھر الہام سے محروم احمق جو کہ نادانی سے	غیر کی آواز کو اپنے کی آواز سے نہیں پہچانتا ہے
پیش او دعویٰ بود گفتار او	جہل او شد مایۂ انکار او
اس کے سامنے اس کا دعویٰ (محض) گفتار ہوگی	اس کا جہل اس کے انکار کا سرمایہ ہوگا
پیش زیرک کاندرونش نورہاست	عین ایں آواز معنیٰ بود راست
عقلمند کے سامنے جس کے اندر نور ہیں	عینہ یہ آواز سچ حقیقت ہوتی ہے
یا بتازی گفت یک تازی زباں	کہ ہمی دانم زبان تازیاں
یا کوئی عربی زبان داں عربی میں کہے	کہ میں عربوں کی زبان جانتا ہوں
عین تازی گفتنش معنیٰ بود	گرچہ تازی گفتنش دعویٰ بود
اس کا عربی میں بولنا حقیقت ہو گی	اگرچہ اس کا عربی میں کہنا دعویٰ ہے
یا نویسد کاتبے بر کاغذے	کاتب و خط خوانم و من ابجدے
یا کوئی کاتب کاغذ پر لکھے	میں لکھنے والا ہوں اور خط پڑھ لیتا ہوں اور میں ابجد جانتا ہوں
ایں نوشتہ گرچہ خود دعویٰ بود	ہم نوشتہ شاہد معنیٰ بود
یہ لکھا ہوا اگرچہ دعویٰ ہے	لکھا ہوا ہی ثبوت کا گواہ بھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یا بگوید صوفئے دیدی تو دوش	درمیان خواب سجادہ بدوش
یا کوئی صوفی کہے کہ تو نے کل رات دیکھا	خواب میں کندھے پر مصلی ڈالے ہوئے
من بدم آں وانچہ گفتم خواب در	باتو اندر خواب در شرح نظر
وہ میں تھا اور جو میں نے خواب میں کہا	تجھ سے نظر (و فکر) کی تشریح میں
گوش کن چوں حلقہ اندر گوش کن	ایں سخن را پیشوائے ہوش کن
یاد رکھ بالے کی طرح کان میں ڈال لے	اس بات کو ہوش کا راہبر بنا لے
چوں ترا یاد آید آں خواب ایں سخن	معجزہ نو باشد و راز کہن
جب تجھے وہ جواب یاد آئے گا یہ بات	نیا معجزہ ہو گی اور پرانا راز
گرچہ دعویٰ می نماید ایں و لے	جان صاحب واقعہ گوید بلے
اگرچہ یہ دعویٰ نظر آتا ہے لیکن	صاحب واقعہ کا دل "ہاں" کہتا ہے
پس چو حکمت ضالہ مومن بود	آں زہر کہ بشنود موقن شود
جبکہ دانائی کی بات مومن کی گم شدہ چیز ہوتی ہے	اس کو جس سے سنتا ہے یقین کرنے والا ہو جاتا ہے
چونکہ خود را پیش او یابد فقط	کے بود شک چوں کند خود را غلط
جبکہ وہ اپنے آپ کو بالکل اس کے سامنے پاتا ہے	شک کب ہو سکتا ہے؟ اپنے آپ کو غلط کیسے بنا سکتا ہے؟
تشنہ را چوں بگوئی تو شتاب	در قدح آبست وبستاں زود آب
جب تو پیاسے کو کہے ' دوڑ	پیالے میں پانی ہے، جلد پانی لے لے
ہیچ گوید تشنہ کیں دعویست رو	از برم اے مدعی مہجور شو
کبھی پیاسا کہتا ہے یہ دعویٰ ہے، جا	اے مدعی! مجھ سے دور ہو
یا گواہ و حجتے بنما کہ ایں	جنس آب ست وازاں ماءِ معین
یا (یہ کہتا ہے کہ) گواہ اور دلیل لا کہ یہ	پانی کی جنس ہے اور شیریں پانی میں سے ہے
یا بطفل شیر مادر بانگ زد	کہ بیا من مادرم ہاں اے ولد
یا دودھ پیتے بچے کو ماں نے آواز دی ہو	کہ اے بچے! آ میں (تیری) ماں ہوں
طفل گوید مادرا حجت بیار	تاکہ با شیرت بگیرم من قرار
(کیا) بچہ کہتا ہے کہ اے ماں! دلیل لا؟	تاکہ تیرے دودھ سے مجھے چین نصیب ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

دردل ہر امتی کز حق مزہ است	روی و آواز پیمبر معجزہ است
جس امتی کے دل میں حق کا ذائقہ ہے	پیغمبر کا چہرہ اور آواز معجزہ ہے
چوں پیمبر از بروں بانگے زند	جان امت در دروں سجدہ کند
جب پیغمبر باہر سے پکارتا ہے	امت کی روح اندر سجدہ کرتی ہے
زانکہ جنس بانگ او اندر جہاں	از کسے نشنیدہ باشد گوش جاں
اس لئے کہ اس کی آواز کی مانند دنیا میں	روح کے کان نے کسی کی آواز نہیں سنی
آں غریب از ذوق آواز غریب	در سجود آید بحق گردد قریب
وہ مسافر عجیب آواز کے ذوق سے	سجدہ میں گر جاتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے قریب ہو جاتا ہے
چوں کند سجدہ ز جان و دل غریب	از زبان حق شنید انی قریب
جب مسافر دل و جان سے سجدہ کرتا ہے	اللہ (تعالیٰ) کی زبان سے سنتا ہے "بیشک میں قریب ہوں"

شرح حبیبی

باوجودیکہ میں اپنے بیان کی تائید صورت مثالیہ سے کر چکا ہوں اور تم کو اس صورت کا مشاہدہ کرا چکا ہوں۔ لیکن اگر تم کو مجھ سے فطری مناسبت ہو اور تمہاری طبیعت میں حق سے لگاؤ ہو تو کسی دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ تم میری پر معنی تقریر کو سن کر خود سمجھ لوگے کہ یہ محض دعویٰ نہیں ہے بلکہ یہ ایسا دعویٰ ہے جو اپنی دلیل خود آپ ہی ہے مثلاً فرض کرو کہ تم میرے عزیز ہو اور تمہیں رات کو ڈر معلوم ہو۔ ایسی حالت میں تجھ سے اس وقت یہ کہوں کہ ڈرمت میں تیرے پاس ہوں اور تیرا عزیز ہوں تو یہ دونوں دعویٰ تمہارے نزدیک معنی اور حقیقت ہوں گے کیونکہ تم اپنے عزیز کی آواز کو پہچانتے ہو حالانکہ قریب ہونا اور عزیز ہونا ہر دو دعوے ہیں لیکن عمدہ سمجھ کے نزدیک دونوں حقیقت ہیں اس کی آواز کا قریب ہونا شہادت ہے اس بات کی کہ یہ شخص قریب سے نکلی ہے اور اس آواز کی لذت شاہد ہے اس کے عزیز ہونے پر پس یہ دونوں دعوے متضمن دلیل اور کدعوی الشیء ببینة وبرہان ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ بشرط مناسبت فطری میرا یہ بیان تمہارے لئے ایسا ہے جیسا کہ میرا عزیز و قریب ہونے کا دعویٰ اس کے بعد میں کہتا ہوں جو لوگ احمق اور غیر ملہم من اللہ ہوتے ہیں اور مناسبت فطری حق سے نہیں رکھتے۔ وہ لوگ اپنوں اور بیگانوں اہل اللہ وغیر اہل اللہ کی آوازوں میں تمیز نہیں کر سکتے ان کے نزدیک اس کا بیان محض ایک دعویٰ ہوتا ہے اور ان کی جہالت ان کے انکار کا ذریعہ بن جاتی ہے برخلاف اس کے جن کا باطن نور سے لبریز ہے اس کے نزدیک خود یہی دعویٰ حقیقت ہوتی ہے یا یوں سمجھو کہ ایک شخص عربی زبان میں کہتا ہے کہ میں عربی زبان جانتا ہوں تو اس کا عربی زبان میں یہ دعویٰ کرنا حقیقت ہے اگرچہ الفاظ اس کے دعوے ہیں یا یوں سمجھو

کہ ایک منشی ایک کاغذ پر یہ لکھے کہ میں کاتب ہوں اور تحریر اور ابجد پڑھ سکتا ہوں۔ یہ تحریر گو ایک دعویٰ ہے مگر یہ نوشتہ ہی اس حقیقت کی دلیل ہے یا یوں سمجھو کہ ایک صوفی تم سے بیان کرے کہ کل خواب میں تو نے ایک شخص کو دیکھا تھا جس کے کندھے پر جانماز پڑی ہوئی تھی وہ میں تھا اور مجھ میں نے خواب میں تجھ سے فلاں امر کی شرح میں کہا تھا وہ یہ تھا اس کو سن لے اور حلقہ گوش بنالے اور تو میری اس بات کو اپنی عقل کا رہبر بنا اور غور کر کہ یہ بات میری سچی ہے یا نہیں پس جب تجھے وہ خواب یاد آئے گا تو یہ گفتگو تیری نظر میں ایک کرامت ہوگی اور تجھے معلوم ہوگا کہ وہی پرانا راز ہے جو میں نے خواب میں دیکھا تھا اگر چہ یہ کلام بظاہر ایک دعویٰ ہے لیکن اس کو سن کر صاحب واقعہ کا دل اس کی تصدیق کرے گا۔ بالکل یہی حالت مومن کی ہوتی ہے چونکہ حکمت اور معرفت حق سبحانہ اس کی جانی پہچانی شے ہے جو اس کی نظر سے بسبب عارض کے محجوب ہوگئی ہے لہٰذا جب وہ کسی کی زبان سے سنتا ہے تو اسے وہ یاد آ جاتی ہے اور اس کو اس کا یقین حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ جب وہ اپنے کو بالکل اس کے سامنے دیکھتا ہے اور اس کو اپنے سامنے اور مشاہد و معاین پاتا ہے تو پھر اس کو شک کیونکر ہو سکتا ہے اور اپنے مشاہدہ کو کیونکر جھٹلا سکتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی پیاسا ہو اور تو اس سے کہے کہ دوڑ آ پیالے میں پانی موجود ہے آ کر لے لے تو کیا وہ پیاسا یہ کہے گا کہ جا یہ تو تیرا دعویٰ ہے۔ بس اے مدعی مجھ سے دور ہو یا گواہ لا اور دلیل سے ثابت کر کہ یہ پانی کی جنس سے اور آب شیریں ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ یہ پانی ہے یا یوں سمجھو کہ ایک دودھ پیتے بچے سے ماں کہے اے بچے آ میں تیری ماں ہوں تو کیا بچہ ماں سے کہے گا کہ اماں دلیل بیان کرو۔ کہ تم میری ماں ہو تا کہ تمہارا دودھ پیوں ہرگز نہیں بلکہ وہ ذوقاً وفطرۃً اس دعوے کی تصدیق کرے گا پس یوں ہی ہر امتی کے اندر حق کا ذوق موجود ہے اور نبی کا چہرہ اور اس کی آواز ہی اس کے لئے معجزہ ہے وہ صورت دیکھتے ہی اور دعویٰ سنتے ہی تصدیق کر لیتا ہے اس کو کسی معجزہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جب پیغمبر باہر سے آواز دیتا ہے تو امت کی جان اندر ہی اندر اس کے سامنے جھک جاتی ہے اور مطیع و منقاد ہو جاتی ہے اس لئے کہ وہ آواز ہی اس قسم کی ہوتی ہے کہ جان کے کانوں میں کسی اور شخص کی طرف سے نہ پڑی تھی پس وہ بے چارہ اس عجیب آواز کے ذوق سے سجدہ کرتا ہے یعنی منقاد ہوتا ہے اور حق سے قریب ہو جاتا ہے اور جب وہ غریب جان و دل سے سجدہ کرتا ہے تو حق سبحانہ کی جانب سے معنوی ندائے انی قریب اس کے کانوں میں آتی ہے امتی کی جان کا آواز پیغمبر کے سامنے سجدہ ایسا ہی ہوتا ہے جیسا حضرت یحییٰ علیہ السلام حضرت عیسیٰ کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام یحییٰ علیہ السلام کو اس کا قصہ یہ ہے۔

بیان اس دعوے کا کہ خود وہ اپنے صدق پر گواہ ہے

شرح شبّیری

گر تو ہستی الخ۔ یعنی اگر تو میری جان کا آشنا ہے تو میرا یہ معنی لان کہنا دعویٰ نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو میری حالت سے کچھ بھی مناسبت ہے تو میرا یہ سارا کلام تمہارے نزدیک دعویٰ نہ ہوگا بلکہ اس کے معنی ہوں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ

گر بگویم الخ۔ یعنی اگر میں آدھی رات کو کہوں کہ میں تیرے سامنے ہوں تو رات سے ڈرے مت کہ میں تیرا عزیز ہوں۔

این الخ۔ یعنی یہ دونوں دعوے تیرے نزدیک معنی ہونگے جبکہ تو اپنے عزیز کی آواز پہچانتا ہے۔

پیشی و الخ۔ یعنی آگے ہونا اور خویش ہونا یہ دونوں دعوے تھے لیکن دونوں کے دونوں فہم سلیم کے آگے حقیقت ہیں۔

قرب الخ۔ یعنی آواز کا قریب ہونا تو گواہی دے رہا ہے کہ یہ آواز کس یار کے نزدیک سے آرہی ہے۔

لذت الخ۔ یعنی اپنے عزیز کی آواز کی لذت اس عزیز کے صدق پر گواہ ہے کہ یہ عزیز ہونے کا دعویٰ سچ کر رہا ہے۔

باز بے الہام الخ۔ یعنی پھر بے علم احمق کے کہ وہ جہل کی وجہ سے بیگانہ کی آواز کو اہل سے نہیں جانتا ہے یعنی ایک تو وہ جاننے والا تھا کہ اس نے سب کو حقیقت اور صدق پر محمول کیا اور ایک وہ ہے جو جانتا نہیں ہے اس کو کیا خبر کہ کون آواز عزیز کی ہے اور کون سی بیگانہ کی ہے۔

پیش اوالخ۔ یعنی اس جاہل کے سامنے اس شخص کی باتیں دعویٰ ہی ہوں گے اس کا جہل انکار کا سبب ہو گیا۔

پیش زیرک الخ۔ یعنی عقلمند کے سامنے کہ اس میں انوار حق ہیں عین اس آواز کے ٹھیک اور درست معنی ہونگے حاصل اس مثال کا یہ ہے کہ دیکھو اگر تم اندھیری رات کو خوف زدہ ہو تو ایک تمہارا عزیز تم سے کہے کہ ڈرومت اس لئے کہ میں کہ جو تمہارا بھائی ہوں مثلاً تمہارے پاس ہوں تو اس میں دو دعوے ہیں ایک تو پاس ہونا اور دوسرے بھائی ہونا۔ مگر تاریکی میں کچھ خبر نہیں کون کہاں ہے لیکن جو کہ اس بھائی کو پہچانتا ہے وہ تو فوراً آواز پہچان کر یقین کرلے گا کہ بے شک میرا بھائی میرے پاس ہے اور اس کو تسلی اور تسکین ہو جائے گی اور اگر کوئی جاہل ہے اس کو کیا خبر کہ اس کے بھائی کی آواز کیسی ہے وہ اس کی اس تسلی پر حیرت زدہ ہوگا کہ بے دیکھے بھالے اور بلا دلیل اس نے اس کی ساری باتوں پر یقین کرلیا چاہے یہ شخص چور ہی ہو تو دیکھو جاننے والے نے تو پہچان لیا اور جاہل نہ جان سکا اسی طرح جو لوگ کہ محقق ہیں وہ تو اس کو دعویٰ نہ سمجھیں گے بلکہ حقیقت پر محمول کریں گے اور جو جاہل ہیں وہ اس کو دعوے سمجھیں گے آگے اور مثال ہے کہ

یا بتازی الخ۔ یعنی یا ایک عربی زبان والے نے عربی میں کہا کہ میں عرب کی زبان جانتا ہوں۔ (مثلاً کہا کہ انا اعرف العربیۃ)

عین تازی الخ۔ یعنی خود یہ عربی بولنا اس کا حقیقت ہوگا اگرچہ عربی کو جاننا اس کا دعویٰ تھا۔ مطلب یہ کہ اس کا یہ کہنا کہ میں عربی جانتا ہوں ایک دعویٰ محض تھا مگر اس بات کو عربی میں کہنا اس کے دعوے کی دلیل ہے لہٰذا معلوم ہو گیا کہ یہ صرف دعویٰ نہیں ہے بلکہ دعویٰ مع الحقیقۃ والدلیل ہے آگے اور مثال ہے کہ

یا نویسد الخ۔ یعنی یا کوئی کاتب کاغذ پر یہ لکھے کہ میں کاتب ہوں اور خط خواں ہوں اور ابجد خوان ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این نوشتہ الخ۔ یعنی یہ لکھا ہوا اگر چہ ایک دعویٰ ہے مگر یہی لکھا ہوا حقیقت کا بھی شاہد ہے اور یہ بتا رہا ہے کہ یہ شخص بے شک کاتب اور پڑھا ہوا ہے اور مثال لیجئے۔

یا بگوید الخ۔ یعنی یا کوئی صوفی یہ کہے کہ تم نے کل شب کو خواب میں ایک سجادہ بدوش کو دیکھا تھا۔

من بدم الخ۔ یعنی وہ میں ہی تھا اور جو کچھ کہ میں نے خواب میں تجھ سے اس بات کی شرح میں کہا تھا۔

گوش کن الخ۔ یعنی سن اور حلقہ کی طرح کان میں ڈال لے اور اس بات کو اپنے ہوش کا پیشوا بنا لے۔ مطلب یہ کہ جو بات کہ میں نے کہی تھی (اس بات کو بھی مثلاً بیان کر دیا) اس کو خوب غور سے سن لے اور اسی کا پابند رہ اور اطاعت کر اور اسی پر چلنا

چون ترا الخ۔ یعنی تجھے وہ خواب یاد آئے تو یہ بات ایک نیا معجزہ ہو اور پرانی بات ہو۔ معجزہ سے مراد کرامت ہے مجازاً اطلاق کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب وہ جواب یاد آیا تو بات وہی پرانی تھی مگر اب نئی اس شخص کی کرامت معلوم ہوئی کہ اللہ اکبر اس کو ساری خبر ہے۔

گرچہ دعویٰ الخ۔ یعنی گرچہ یہ دعویٰ دکھائی دیتا ہے لیکن صاحب واقعہ کا دل کہہ رہا ہے کہ ہاں (بالکل ٹھیک ہے) مطلب یہ کہ اس کا یہ کہنا کہ تو نے خواب دیکھا ہے اور اس خواب میں جو شخص آیا تھا وہ میں ہی تھا دعاوی بلا دلیل ہیں مگر چونکہ یہ شخص خواب دیکھ چکا ہے اور اس نے اسی صورت کا دلق پوش دیکھا تھا فوراً ذہن منتقل ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ بالکل صحیح کہہ رہا ہے تو گویا کہ اس کا دعویٰ مع الدلیل تھا اسی طرح جو حقیقت شناس ہیں اور جو اس عالم کی باتیں دیکھے ہوئے ہیں وہ تو ان صوفی صاحب کی باتوں کو دعویٰ نہ سمجھیں گے ورنہ بظاہر تو دعاوی محض ہیں اب جبکہ معلوم ہو گیا کہ اگر پہلے سے کسی شے کی حقیقت معلوم ہو چاہے وہ مستور ہی ہو مگر جب کوئی اس کو بیان کرے خواہ بطور دعویٰ ہی کے ہو مگر اس حقیقت شناس کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ بالکل واقعہ کے مطابق کہہ رہا ہے اس پر مولانا تفریع فرماتے ہیں کہ

پس چو حکمت الخ۔ یعنی پس جبکہ حکمت مومن کا ضالہ ہوتی ہے تو وہ جس سے سنے گا یقین کر لے گا۔ مطلب یہ کہ چونکہ حدیث میں ہے۔ کلمة الحکمة ضالة المومن اس لئے جب مومن کے سامنے کلمۂ حکمت بیان کیا جاتا ہے وہ فوراً تسلیم کر لیتا ہے اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے۔

چونکہ الخ۔ یعنی جبکہ فقط اپنے کو اس کے سامنے پاتا ہے تو کب اس میں شک ہوگا اور اپنے اندر کس طرح غلطی کرے گا مطلب یہ کہ جب مومن اپنے کو اس کلمۂ حکمت کے سامنے پاتا ہے تو پھر اس میں کس طرح شک کرے گا اس میں شک کرنا تو ایسا ہے جیسے کہ خود کوئی اپنے اندر شک کرے کہ میں موجود ہوں یا نہیں تو جس طرح اس میں شک کرنے والا بیوقوف کہا جائے گا اسی طرح اس میں شک کرنے والا بھی احمق بنے گا جس شخص کو طلب ہوگی اس کے سامنے جب حق آئے گا اس کو فوراً معلوم ہو جائے گا کہ یہ حق ہے اور اس کے دل کو لگ جائے گا آگے اس کی مثالیں ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ تشنہ الخ۔ یعنی تم کسی پیاسے سے جلدی سے کہو کہ پیالے میں پانی ہے اس کو جلدی سے لے لے (اور پی لے)

ہیچ گوید الخ۔ یعنی کیا کوئی پیاسا کہے گا کہ یہ دعویٰ ہے چل میرے پاس سے اے مدعی الگ ہو۔

یا گواہ الخ۔ یعنی یا یہ کہے گا کہ گواہ اور دلیل لاؤ کہ یہ پانی ہے اور اس چشمہ جاریہ میں سے ہے۔ مطلب یہ کہ جب تم نے اس کو پانی بتایا تو کیا وہ تم سے کہے گا کہ تم غلط کہتے ہو یا تم سے دلیل مانگے گا کہ جناب اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ پانی ہے اور پھر جس چشمہ کا تم کہہ رہے ہو اسی کا ہے۔ ممکن ہے کہ موت ہو تو جناب اگر یہ حجتیں نکالے گا تو معلوم ہوا کہ اس کو پیاس ہی نہیں ہے پیاسا تو ایک مرتبہ موت کو بھی منہ سے لگالے گا۔ پھر جب اس کا مزہ برا معلوم ہوگا تو چھوڑ دے گا مگر اول وہلہ میں تو پینے ہی لگے گا۔

یا طفل الخ۔ یعنی یا شیر خوار بچہ کو ماں آواز دے کہ ارے بچوا یہاں آ میں تیری ماں ہوں

طفل الخ۔ یعنی کیا لڑکا کہے گا کہ اماں دلیل بیان کرو (کہ تم ماں ہو) تاکہ میں تمہارے دودھ سے قرار حاصل کرسکوں یعنی دودھ پی سکوں مگر اول دلیل بیان کرو کہ تم ماں بھی ہو مگر جو بچہ شیر خوار ہے ماں کی آواز سنتے ہی آغوش پھیلا دے گا اور اس کی گود میں چلا جائے گا یہ کیوں اس لئے کہ وہ اس کی آواز سے پہلے سے مانوس ہے تو جب یہ بات ہے لہٰذا آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ

در دل الخ۔ یعنی ہر اس امت کے لئے جس کے لئے دل میں کہ حق تعالیٰ سے ایک ذوق ہے چہرہ اور آواز پیغمبر کی معجزہ ہے مطلب یہ کہ جس کو اس طرف کا ذوق ہے اور اس کی استعداد سالم ہے اس کو تو صرف چہرہ اور آواز پیمبر سن لینا ہی معجزہ ہے اس کو دیگر معجزات کے طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس طرح کہ حضرت عبداللہ ابن سلامؓ فرماتے ہیں کہ اذا رایت وجهه عرف انه لیس بوجه کذاب یعنی جب چہرۂ انور پر نظر پڑی فوراً معلوم ہوگیا کہ یہ چہرے جھوٹے کا نہیں ہے تو دیکھو چونکہ ان کی استعداد صحیح تھی انہوں نے صرف چہرہ مبارک ہی سے پہچان لیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب آواز سنی کہ آپ دعوۃ الی الاسلام کررہے ہیں فوراً تصدیق کرلی۔ یہ سب اس لئے کہ ان کی استعدادیں پہلے سے درست تھیں اب جو یہ چیزیں سامنے آ کھڑی ہوئیں معلوم ہوا کہ بس حق اور صحیح یہی ہے۔

چون پیمبر الخ۔ یعنی پیمبر باہر سے آواز دیتے ہیں تو امت کی جان دل سے سجدہ کرتی ہے سجدہ کرنے سے مراد اطاعت کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس لسان ظاہر سے دعوۃ الی اللہ فرماتے ہیں تو جو کہ سلیم الطبع ہیں وہ سب منقاد و مطیع ہوجاتے ہیں۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس جیسی آواز جہان میں گوش جان نے کسی اور کی سنی نہ تھی مطلب یہ کہ وہ جو پہچان لیتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں اور کسی کی ایسی دلربا اور دلکش آواز سنی ہی نہ تھی لہٰذا اس کو سنتے ہی فوراً وہ استعداد فطری ظہور میں آئی اور معلوم ہوگیا کہ یہی آواز حق ہے۔

آن غریب الخ۔ یعنی وہ غریب اس آواز عجیب کے ذوق سے سجدہ کرتا ہے اور حق تعالیٰ سے قریب ہوجاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مطلب یہ کہ چونکہ اس کو مرتبہ استعداد میں اس آواز سے ایک ذوق تو تھا ہی اس لئے آواز سنتے ہی پس فوراً مطیع ہو گیا اور قرب حق حاصل ہو گیا۔

چون کند الخ۔ یعنی جبکہ یہ غریب دل و جان سے سجدہ کرتا ہے تو زبان حق سے سنتا ہے انی قریب۔ مطلب یہ کہ جب طالب اطاعت کرتا ہے اور دل و جان سے احکام کو قبول کرتا ہے تو پھر حق تعالیٰ خود اس کے قریب ہو جاتے ہیں۔ یہ بے چارا کیا قریب ہوتا وہی خود قریب آ جاتے ہیں چونکہ یہاں سجدہ کرنے کو بیان کیا ہے اور اس سے سجدہ ظاہری اور حقیقی کا شبہ ہوتا تھا اس لئے آگے حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کا آپس میں ایام حمل میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح ان دونوں نے ایک دوسرے کے سامنے سجدہ معنوی بمعنی انقیاد و اطاعت کے کیا تھا اسی طرح یہاں بھی سجدہ سے مراد انقیاد و اطاعت ہی ہے اب حکایت سنو فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

سجدہ کردن یحییٰؑ و مسیحؑ یک دیگر را در شکم مادر

حضرت یحییٰؑ و حضرت مسیحؑ کا ماں کے پیٹ میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

مادر یحییٰؑ چو حامل بود ازو	بود با مریم نشستہ دوبدو
(حضرت) یحییٰ کی والدہ جب ان سے حاملہ تھیں	(حضرت) مریم کے روبرو بیٹھی تھیں
مادر یحییٰؑ بمریمؑ در نہفت	پیشتر از وضع حمل خویش گفت
(حضرت) یحییٰ کی والدہ نے (حضرت) مریم سے آہستہ سے	اپنے وضع حمل سے پہلے کہا
کہ یقیں دیدم درون تو شہے ست	کہ اولوالعزم و رسول آگہے ست
کہ مجھے یقین ہے کہ آپ کے پیٹ میں ایک شاہ ہے	جو کہ بڑے درجہ کا اور باخبر رسول ہے
چوں برابر اوفتادم با تو من	کرد سجدہ حمل من اے ذوالفطن
جب میں آپ کے برابر آئی	اے عقلمند! میرے حمل نے سجدہ کیا
ایں جنیں مر آں جنیں را سجدہ کرد	کز سجودش در تنم افتاد درد
پیٹ کے اس بچہ نے پیٹ کے اس بچہ کو سجدہ کیا	جس کے سجدے سے میرے بدن میں درد ہوا
گفت مریمؑ من درون خویش ہم	سجدۂ دیدم از طفل شکم
(حضرت) مریم نے کہا میں نے بھی اپنے پیٹ میں	اس پیٹ کے بچہ کا سجدہ دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

جب حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ماں حضرت یحییٰ سے حاملہ تھیں تو حضرت مریم علیہا السلام کے سامنے بیٹھی ہوئی تھیں یحییٰ علیہ السلام کی ماں نے حضرت مریم سے چپکے سے اپنی وضع حمل سے پیشتر کہا کہ مجھے کو یقیناً تمہارے پیٹ میں کوئی بڑا شخص معلوم ہوتا ہے کہ اولوالعزم اور رسول عارف ہوگا کیونکہ جب میں تمہارے برابر واقع ہوئی تو میرے حمل نے سجدہ کیا اور اس بچے نے اس بچے کو یوں سجدہ کیا کہ اس کے سجدہ سے میرے جسم میں درد ہوگیا۔ اس پر مریم علیہا السلام نے کہا کہ میں نے اپنے اندر بھی دیکھا کہ میرے بچے نے بھی تمہارے بچے کو پیٹ ہی میں سجدہ کیا۔

حضرت یحییٰ اور مسیح علیہما السلام کا شکم مادر میں ایک دوسرے کو سجدہ کرنا

شرح شبیری

مادر یحییٰ الخ۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ جب کہ ان سے حاملہ تھیں تو ایک دن حضرت مریم کے سامنے بیٹھی تھیں۔

مادر یحییٰ الخ۔ یعنی والدہ یحییٰ علیہ السلام نے مریم علیہا السلام سے چپکے سے اپنے وضع حمل سے پہلے کہا کہ

کہ یقین الخ۔ یعنی کہ یقیناً میں نے دیکھ لیا ہے کہ تیرے اندر ایک بادشاہ ہے جو کہ اولوالعزم ہے اور رسول آگاہ ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے معلوم ہوگیا کہ تمہارے حمل میں کوئی اولوالعزم نبی ہیں اس لئے کہ

چون برابر الخ۔ یعنی جبکہ میں تمہارے برابر میں آئی تو بہن میرے حمل نے سجدہ کیا۔

این جنین الخ۔ یعنی اس جنین نے اس جنین کو سجدہ کیا کہ اس کے سجود کی وجہ سے میرے تن میں درد ہونے لگا اس لئے کہ آخر کچھ تو مڑے تڑے ہوں گے کہ ان کے پیٹ میں درد ہونے لگا۔

گفت الخ۔ یعنی مریم علیہا السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے اندر بھی اس پیٹ کے بچہ سے سجدہ دیکھا ہے۔ مطلب یہ کہ میرے حمل نے بھی تمہارے حمل کو سجدہ کیا ہے اس قصہ پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام اور مادر یحییٰ علیہ السلام کو ایک مرتبہ کب حمل رہا ہے بلکہ ان کے حمل کا زمانہ اور ہے اور ان کا زمانہ اور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس قصہ کی صحت پر اڑتے نہیں مان لیا کہ یہ غلط ہی سہی مگر جو اس سے مقصود ہے اور اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس میں تو اس کے غلط ہونے سے کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ مطلب تو یہ ہے کہ جس طرح انہوں نے ایک دوسرے کی اطاعت کی تم کو بدرجہ اولیٰ اطاعت ضروری ہے اب اگر یہ قصہ غلط بھی ہو تو کیا ہے یہ مدعا ثابت ہے یہ اعتراض تو اصل میں واقع ہوتا ہے مگر بعض بے وقوفوں نے ایک اور اعتراض کیا ہے چونکہ اعتراض مہمل تھا اس لئے مولانا کو غصہ آ گیا لہٰذا بہت ہی خفا ہو کر ان کا اعتراض نقل فرماتے ہیں اور اس کا جواب بھی دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اشکال آوردن نادانان بریں قصہ

ناداںوں کا اس قصہ پر اشکال لانا

ابلہاں گویند ایں افسانہ را	خط بکش زیرا دروغ ست وخطا
بے وقوف کہتے ہیں کہ اس قصہ پر	لکیر کھینچ دے کیونکہ جھوٹ اور غلط ہے
زانکہ مریمؑ وقت وضع حمل خویش	بود از بیگانہ دور وہم ز خویش
کیونکہ (حضرت) مریم اپنے وضع حمل کے وقت	اپنوں سے بھی دور تھیں اور بیگانوں سے بھی
مریم اندر حمل جفت کس نشد	از برون شہر او واپس نشد
(حضرت) مریم حمل کے دوران کسی کے ساتھ نہ رہیں	وہ شہر کے باہر سے واپس نہ ہوئیں
از برون شہر آں شیریں فسوں	تانشد فارغ نیامد خود دروں
وہ شیریں دم شہر کے باہر سے	جب تک فارغ نہ ہوئیں اندر نہیں آئیں
چوں بزادش آنگہانش برکنار	بر گرفت و برد تا پیش تبار
جب ان کو جن لیا اس وقت بغل میں	لیا اور خاندان کے سامنے لے گئیں
مادر یحییٰ کجا دیدش کہ تا	گوید او را ایں سخن در ماجرا
(حضرت) یحییٰ کی والدہ نے ان کو کہاں دیکھا تاکہ	قصہ میں ان سے یہ بات کہیں

جواب اشکال وبیان مقصود از قصہ

اشکال کا جواب اور قصہ کا مقصد

ایں بداند کانکہ اہل خاطرست	غائب آفاق او را حاضرست
اس کو وہ سمجھتا ہے جو صاحب دل ہے	غائب دنیا اس کے سامنے حاضر ہے
پیش مریمؑ حاضر آید در نظر	مادر یحییٰؑ کہ دورست از بصر
(حضرت) مریم کے سامنے نگاہ میں حاضر ہے	(حضرت) یحییٰ کی والدہ جو دیکھنے میں دور ہیں
دیدہا بستہ بہ بیند دوست را	چوں مشبک کردہ باشد پوست را
آنکھیں بند کیے ہوئے دوست کو دیکھ لیتا ہے	جبکہ کھال کو چھلنی کر دیا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ورندیدش نز برون و نز درون	از حکایت گیر معنیٰ اے زبون
اگر انہوں نے انہیں نہ ظاہری طور پر دیکھا نہ باطنی طور پر	اے عاجز! تو قصہ سے نتیجہ اخذ کر لے
نے چناں کافسانہا بشنیدہٗ	ہمچو شیں بر نقش او چسپیدہٗ
کیا ایسا نہیں ہے کہ تو نے قصے سنے ہیں	(اور) شین کی طرح ان کے نقش سے تو چپٹ گیا ہے
تا ہمی گفت آں کلیلہ بے زباں	چوں سخن نوشد ز دمنہ بے بیاں
حتیٰ کہ بے زبان اس کلیلہ نے کہا	اس نے دمنہ سے بغیر کہے بات کیسے سن لی؟
ور بدانستند لحن ہم دگر	فہم او چوں کرد بے نطق ایں بشر
اگر آپس میں لہجہ جانتے تھے	بغیر گویائی کے یہ انسان کیسے سمجھا؟
در میان شیر و گاؤ آں دمنہ چوں	شد رسول و خواند بر ہر دو فسوں
شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ کس طرح	قاصد بنا؟ اور دونوں پر منتر پڑھ دیا
چوں وزیر شیر شد گاو نبیل	چوں ز عکس ماہ ترساں گشت پیل
موٹا بیل شیر کا وزیر کیسے بن گیا؟	ہاتھی چاند کے عکس سے کیسے ڈر گیا؟
ایں کلیلہ دمنہ جملہ افتریست	ورنہ کے با زاغ لکلک را مریست
یہ کلیلہ اور دمنہ سب جھوٹ ہے	ورنہ کوے کا لقلق سے کیا اختلاف ہے؟
اے برادر قصہ چوں پیمانہ ایست	اندر و معنیٰ مثال دانہ ایست
اے بھائی! قصہ تو ایک پیمانہ ہے	اس میں معنیٰ دانہ کی طرح ہے
دانہ معنیٰ بگیرد مرد عقل	ننگرد پیمانہ را گر گشت نقل
عقلمند انسان معنیٰ کا دانہ لے لیتا ہے	پیمانہ کی طرف دھیان نہیں دیتا ہے اگرچہ وہ منتقل ہو جائے

در بیان ماجرائے شمع و پروانہ و گل و بلبل وغیرہ

شمع اور پروانہ اور گل و بلبل وغیرہ کے قصے میں بیان

ماجرائے بلبل و گل گوش دار	گرچہ گفتے نیست آنجا آشکار
بلبل اور گل کا قصہ سن	اگرچہ گفتگو یہاں بھی نمایاں نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ماجرائے شمع با پروانہ تو	بشنو و معنیٰ گزیں ز افسانہ تو
شمع کا پروانے کے ساتھ قصہ تو	سن اور قصہ سے نتیجہ نکال لے
گرچہ گفتے نیست سرِ گفت ہست	ہیں بالا پر مپر چوں چغد پست
اگرچہ بات چیت نہیں ہے گفتگو کی حقیقت ہے	خبردار! اونچا اڑ چغد کی طرح نیچے نہ اڑ
گفت در شطرنج کایں خانہ رخست	گفت خانہ اش کجا آمد بدست
(کسی نے) شطرنج میں کہا کہ یہ رخ کا گھر ہے	(دوسرے نے) کہا اس کو گھر کہاں سے مل گیا؟
خانہ را بخرید یا میراث یافت	فرخ آنکس کو سوئے معنیٰ شتافت
اس نے گھر خریدا یا میراث میں پایا	مبارک ہے وہ شخص جو معنیٰ کی طرف دوڑا
گفت نحوی زید عمرواً قد ضرب	گفت چونش کرد بے جرمے ادب
نحوی نے کہا زید نے عمرو کو مارا	(شاگرد نے) کہا اس کو بے خطا کیوں سزا دی؟
عمرو را جرمش چہ بد کاں زید خام	بے گناہ او را بزد ہمچوں غلام
عمرو کی کیا خطا تھی کہ اس نالائق زید نے	اس کو بے قصور غلام کی طرح پیٹا
گفت ایں پیمانہ معنیٰ بود	گیر معنیٰ را کہ پیمانہ است رد
(نحوی نے) کہا یہ (لفظ) معنیٰ کا پیمانہ ہوتے ہیں	معنیٰ کو لے لے کیونکہ پیمانہ واپس ہو جاتا ہے
زید و عمرو از بہر اعراب ست و ساز	گر دروغ ست آں تو با اعراب ساز
زید اور عمرو اعراب (بتانے) کے لئے اور (جملہ) بنانے کیلئے ہیں	اگر وہ جھوٹ بھی ہے تو اعراب کو سمجھ لے
گفت نے من آں ندانم عمرو را	زید چوں زد بے گناہ و بے خطا
(شاگرد نے) کہا میں یہ نہیں جانتا عمرو کو	زید نے بلاقصور اور بلا خطا کیوں مارا؟
گفت زو لاچار و لاغے بر کشود	عمرو یک واوے فزوں دزدیدہ بود
(نحوی نے) اس سے مجبوراً مذاق شروع کر دی	عمرو نے ایک واؤ زیادہ چرالی تھی
زید واقف گشت دزدش را بزد	چونکہ از حد برد او را حد سزد
زید کو پتہ چل گیا اس نے اپنے چور کو مارا	چونکہ وہ حد سے بڑھ گیا تھا اس کے لئے سزا مناسب تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

پذیرا آمدن سخن باطل در دل باطلاں

باطل بات کا باطل لوگوں کے دل میں اتر جانا

گفت اینک راست پذرفتم بجاں	کژ نماید راست در پیش کژاں
(شاگرد نے) کہا اب ٹھیک ہے میں نے دل سے مان لیا	ٹیڑھی بات ٹیڑھوں کو سیدھی نظر آتی ہے
گر بگوئی احولے را مہ یکے ست	گویدت نے دوست ور وحدت شکے ست
اگر تو بھینگے سے کہے کہ چاند ایک ہے	وہ کہے گا نہیں اے دوست! ایک ہونے میں شبہ ہے
ور بروخندد کسے گوید دو است	راست دارد ایں سزائے بد خواست
اور اگر اس سے کوئی مذاق کرے اور کہے کہ (چاند) دو ہیں	سچ سمجھ لے گا' بد خصلت کی سزا یہی ہے
بر دروغاں جمع می آید دروغ	للخبیثات الخبیثون زد فروغ
جھوٹوں کے لئے جھوٹ جمع ہو جاتا ہے	خبیث لوگ خبیث عورتوں کے لئے ہیں' واضح ہے
دل فراخاں را بود دست فراخ	چشم کوراں را عثار سنگلاخ
فراخ دلوں کا ہاتھ فراخ ہوتا ہے	اندھوں کے لئے سنگلاخ میں ٹھوکریں ہیں
ہر کہ او جنس دروغ ست اے پسر	راست پیش او نباشد معتبر
اے بیٹا! جو جھوٹ کا ہم جنس ہے	سچ اس کے لئے معتبر نہیں ہوتا ہے
ہر کرا دندان صدقے رستہ شد	از دروغ و از خباثت رستہ شد
جس کے سچائی کے دانت نکل آئے ہیں	وہ جھوٹ اور خباثت سے آزاد ہو گیا

بیوقوف کہتے ہیں کہ اس قصہ کو کاٹ دیجئے یہ غلط ہے اس لئے کہ مریم علیہا السلام وضع حمل کے وقت اپنوں اور بیگانوں سب سے دور تھیں مریم علیہا السلام کو حمل کے زمانہ میں کسی سے اتصال ہی نہیں ہوا اور بیرون شہر سے تا وضع حمل وہ واپس ہی نہیں ہوئیں اور جب تک وہ شیریں افسون یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام شغل بطن مادر سے فارغ نہ ہو گئے اور پیدا نہ ہوئے اس وقت تک وہ باہر سے شہر میں نہیں آئیں ہاں جب وہ پیدا ہو گئے اس وقت ان کو گود میں لے کر اپنے عزیزوں میں آئیں پس ایسی حالت میں یحییٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو کہاں دیکھا کہ ان سے یہ واقعہ کہا ہو۔ بات یہ ہے کہ اس واقعہ کی حقیقت وہی سمجھ سکتا ہے جو اہل دل ہو اور مغیبات عالم کا مشاہدہ کرتا ہو کیونکہ وہ جانتا ہے کہ مادر یحییٰ گو بصر سے دور تھیں مگر چشم قلب کے سامنے ہو سکتی ہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جب کوئی مجاہدات وریاضت سے اپنے جسم کوسوراخ دار بنالیتا ہے یعنی حاجیت کی صفت دل سے دور کرتا ہے تو وہ اپنے دوست کوظاہری آنکھیں بند کرکے بھی دیکھ سکتا ہے اچھا ہم نے مانا کہ نہ انہوں نے آپ کو چشم ظاہری سے دیکھا تھا نہ چشم باطنی سے لیکن تم کو حکایت سے مقصود حاصل کرنا چاہیے۔ واقعہ کی تصدیق وتکذیب سے کیا غرض۔ آخر تو ایسے اور فرضی قصے بھی تو سنتا ہی ہے اور ان کو یوں لپٹا ہوا ہے جس طرح شین لفظ نقش کو مثلاً یہ کہ دمنہ سے کلیلہ نے یوں کہا وغیرہ وغیرہ اچھا بتلا کہ کلیلہ دمنہ کی بات بدوں گفتگو کے کیونکر سمجھ سکتا ہے اور اگر وہ آپس میں ایک دوسرے کی گفتگو کو سمجھ سکتے تھے تو آدمی نے بدوں گویائی انسانی کے کیسے سمجھا کہ کتاب بنادی اور بیل اور شیر کے درمیان دمنہ قاصد کیسے بنا۔ اور کیسے دونوں کو شیشے میں اتارا اور شیر کا وزیر بیل کیونکر ہو گیا اور ہاتھی چاند کے عکس سے کیونکر ڈر گیا۔ یہ کلیلہ سب اول سے آخر تک افترا ہے ورنہ کجا گیدڑ کہاں بیل کجا شیر۔ ان کا آپس میں کیا جوڑ اور لکلک اور کوے کا کیا مقابلہ اور بات اصل وہی ہے جو ہم نے کہی ہے یعنی یہ کہ قصہ پیانہ کی مثل غیر مقصود ہے اور حقیقت اس کے اندر مثل دانہ کے مقصود ہے پس عاقل دانہ معنی کو لے لیتا ہیں اور اگر چہ پیانہ الفاظ بھی اس کے ساتھ منقول ہوتا ہے مگر اس پر نظر نہیں کرتا۔ اور اس کی تحقیق وتفتیش کے درپے نہیں ہوتا۔ خیر یہ قصہ تو ایک درجہ میں احتمال صدق رکھتا بھی ہے لیکن جو قصے ایسے ہیں جن میں صدق کا احتمال ہی نہیں تجھ کو ایسے قصے بھی سننا چاہئیں اور ان سے حقیقت اخذ کرنی چاہیے پس تو بلبل وگل کا قصہ سن اگر چہ وہاں گفتار نہیں اور شمع وپروانہ کا ماجرا سن اور اس سے حقیقت اخذ کرلے گو یہاں گفتار نہیں۔ مگر حقیقت گفتار تو ہے۔ پس تجھے بلند پروازی اختیار کرنی چاہیے اور طالب معنی ہونا چاہیے اور الو کی طرح پستی میں نہ اڑنا چاہیے۔ اور صورت میں نہ الجھنا چاہیے جیسے کسی نے شطرنج میں کہا تھا کہ یہ رخ کا گھر ہے تو دوسرے نے کہا کہ رخ کے پاس گھر کہاں سے آیا۔ کیا اس نے خریدا تھا یا اس کو میراث میں ملا۔ لاحول ولاقوۃ ارے بہت مبارک ہے وہ شخص جو حقیقت کی طرف متوجہ ہو اور صورت کو نظر انداز کردے۔ ایک حکایت اور یاد آ گئی ایک نحوی نے کہا زید ضرب عمرا۔ سامع نے کہا کہ زید نے عمرو کو بلا وجہ کیوں مارا اور عمرو کا زید نے کیا قصور دیکھا تھا کہ بلا قصور اس کو غلام کی طرح مارا۔ اس نے کہا کہ یہ مثال ہے اور معنی سے اس کو وہی نسبت ہے جو پیانہ کو دانہ سے پس تم پیانہ کو چھوڑ دو اور دانہ کو لے لو یعنی معنی اور مقصود مثال سمجھ لو۔ اور غیر مقصود کو چھوڑ دو۔ یہ عمرو زید محض اعراب سمجھانے کے لئے ہیں۔ اگر یہ جھوٹ ہی ہو تو تمہارا کیا نقصان ہے۔ تم اعراب سے کام رکھو کہا میں یہ نہیں جانتا۔ مجھے تو یہ بتلاؤ کہ زید نے عمرو کو کیوں بے قصور اور بلا خطا مارا۔ اس نے مجبور ہو کر ایک بیہودہ بات کر گڑھی اور کہا کہ عمرو نے ایک واؤ زائد چرالیا تھا۔ زید کو اطلاع ہو گئی اور اپنے چور کو مارا چونکہ اس نے تعدی کی تھی اس لئے اس کی تادیب مناسب ہے۔ تب اس نے کہا کہ اب تم نے ٹھیک کہا ہے اس کو میں دل سے قبول کرتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ کج طبع اور کج فہم لوگوں کو ٹیڑی ہی بات ٹھیک معلوم ہوتی ہے۔ اگر تم کسی احول سے کہو کہ چاند ایک ہے تو کہے گا کہ یار ایک تو نہیں معلوم ہوتا اور اگر کوئی دل لگی میں اس سے کہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چاند دو ہیں تو اس کو صحیح سمجھے گا واقعی بد خصلت آدمی کی یہی سزا ہے کہ غلطی ہی میں پڑا رہے جھوٹوں ہی کے ساتھ جھوٹ جمع ہوتا ہے۔ چنانچہ الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات قرآن میں روشن ہے۔ پس جو جھوٹ سے مناسبت رکھتا ہے سچی بات کو صحیح نہ سمجھے گا کیونکہ ہر چیز اپنا مناسب ڈھونڈتی ہے۔ چنانچہ فراخ دل لوگوں کا ہاتھ بھی فراخ ہوتا ہے اور اندھوں کے لئے سنگلاخ کی ٹھوکر ہوتی ہے اور جس کے اندر سچائی کے دانت نکلے ہیں یعنی جس کے اندر سچائی ظاہر ہوئی ہے وہ جھوٹ اور خباثت سے بچ گیا۔

نادانوں کا اس قصہ پر اشکال کرنا اور انکا جواب

شرح شبیری

ابلہان الخ۔ یعنی بیوقوف لوگ اس افسانہ کے متعلق کہتے ہیں کہ اس کو کاٹ دو اس لئے کہ جھوٹ ہے اور غلط ہے۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ مریم علیہا السلام اپنے وضع حمل کے وقت تو اپنے پرائے سب سے الگ اور دور تھیں۔

مریم الخ۔ یعنی مریم علیہا السلام حمل کے زمانہ میں کسی سے ملی ہی نہیں اور وہ تو شہر کے باہر سے واپس ہی نہیں ہوئیں۔ مطلب یہ ہے کہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام کو فوراً حمل رہا اور وہ فوراً ہی جنگل گئیں اور فوراً ان کو وضع حمل ہو گیا تو وہ تو حمل میں کسی کے پاس بیٹھی ہی نہیں بلکہ وہ سیدھی جنگل کو گئیں اور وہاں سے بچہ لئے ہوئے آئیں تو بھلا یحییٰ علیہ السلام کی والدہ ماجدہ ان کے پاس ایام حمل میں تھیں کب جو آپس میں حملین نے سجدہ کیا اور اس اعتراض کا لچر ہونا ظاہر ہے ہاں اعتراض وہی پہلا ہے کہ جب مریم علیہا السلام حاملہ ہوئی ہیں تو یحییٰ علیہ السلام پیدا ہو چکے تھے چونکہ یہ لچر اعتراض ہے اس لئے مولانا معترضین کو ابلہ بنا رہے ہیں۔ ورنہ اگر یہ اعتراض سنتے تو شاید ہرگز خفا نہ ہوتے اور معترض کہتا ہے کہ

از برون الخ۔ یعنی بیرون شہر سے وہ شیریں دم جب تک کہ فارغ نہ ہو چکیں شہر کے اندر آئیں ہی نہیں۔

چون بزادش الخ۔ یعنی جب ان کو جن لیا تو اس وقت گود میں ان کو لے کر کنبہ کے پاس تشریف لائیں۔

مادر یحییٰ الخ۔ یعنی یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے ان کو دیکھا ہی کب تا کہ وہ ماجرے کے طور پر اس بات کو بیان کرتیں یہاں تک اعتراض ختم ہوا آگے جواب فرماتے ہیں کہ

این بداند الخ۔ یعنی اس کو تو وہ جانے کہ جو اہل دل ہو اور آفاق کا غائب اس کے لئے حاضر ہو۔ مطلب یہ کہ جن حضرات کے سامنے حقائق اشیاء منکشف ہیں وہ اس کو سمجھ سکتے ہیں ان کو ہرگز شبہ نہیں ہو سکتا اس لئے یہ بھی تو ممکن ہے کہ پیش مریم الخ۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ حضرت مریم علیہ السلام کی نظر کے سامنے آ گئی ہوں اور بصر ظاہری سے دور ہوں مطلب یہ کہ یہ ممکن ہے کہ انہوں نے آپس میں بذریعہ اشراق کے گفتگو کر لی ہو اور

www.besturdubooks.wordpress.com

آ منے سامنے آ گئی ہوں اور کشف ہو گیا ہو۔ یہ کیا ہے کہ حسا ہی سامنے ہوتیں۔ جب ہی سامنے کہا جاتا اور یہ کچھ بعید نہیں ہے اس لئے کہ

دیدہا بستہ الخ۔ یعنی آنکھوں کو بند کئے ہوئے ہی دوست کو دیکھ لیتا ہے جبکہ کوئی کھال کو چلنی بنا لے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کسی کی آنکھوں کے آگے چلنی لگی ہو تو اس کو ساری چیزیں نظر آتی ہیں باوجودیکہ ایک حائل ظاہراً موجود ہے اسی طرح جو حضرات کہ اہل اللہ ہوتے ہیں ان کی چشم قلب چونکہ روشن ہے تو یہ حجب ظاہری مکانی ان کو ادراک سے مانع اور حائل نہیں ہوتے بلکہ اگر وہ ان چشمان ظاہر کو بند بھی کر لیں تب بھی ان کو ادراک ہوتا ہے تو اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام نے ان سے اور انہوں نے ان سے باتیں کی ہوں۔ تو کیا عجب ہے۔ یہ جواب تو ب اس معترض کے اعتراض کا ہو گیا اور سچ یہ ہے کہ اس اعتراض کا جواب بالکل کافی یہی ہے۔ آگے اس قصہ کو غلط تسلیم کر کے جواب دیتے ہیں اور وہ ایک ایسا جواب ہے کہ جو سارے اعتراضوں کو بند کر دیتا ہے فرماتے ہیں کہ

ور ندیدش الخ۔ یعنی اور اگر انہوں نے ان کو نہ باہر سے دیکھا اور نہ اندر سے تو تو حکایت سے نتیجہ لے لے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ یہ قصہ غلط ہے اور کسی نے کسی کو نہ دیکھا اور نہ کسی سے بات کی مگر تم کو اس سے کیا۔ تم کو چاہیے کہ اس سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس کو نکالو۔ اور اس سے معنی اخذ کر کے اس پر عمل کرو۔ یعنی اہل اللہ کا اتباع بوجہ کمال کرو تو اگر ہمارا یہ قصہ غلط ہی ہوا تو کیا ہے اصل مقصود تو یہ نتیجہ ہے اور یہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے تو اس کے غلط ہو جانے سے ہمارا مدعا تو ثابت رہا۔ اس میں کیا خرابی آ گئی۔ ایک قصہ نہیں ہے تو نہ سہی اور فرماتے ہیں کہ۔

نے چنان الخ۔ یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم نے بہت سے افسانے سنے ہیں اور شین کی طرح ان کے نقش پر چپک گئے ہو مطلب یہ کہ جس طرح لفظ نقش کے ساتھ شین لگا ہوا ہے کہ جب تک یہ لفظ باقی ہے اس کے ساتھ شین لگا ہوا ہے اسی طرح تم نے بہت سے افسانے سنے ہیں اور ان پر جم گئے ہو اور ان کو بالکل یقین کر لیا ہے تو اگر اس کو بھی مان لو گے تو کیا حرج ہے۔ اور قصے تو ایسے ایسے مشہور ہیں کہ جن پر بہت ہی اعتراض سخت وارد ہوتا ہے جیسے کہ کلیلہ او ردمنہ کا قصہ کہ بالکل خلاف عقل ہے کہ دو جانور اس طرح باتیں کریں اور اگر کریں بھی تو ان کو ہر انسان سمجھ کر ضبط کرے تو سن ایسے قصوں سے مقصود اصل وہ نتیجہ ہوتا ہے جس کو کہ افسانہ گو بعد میں نکالتا ہے لہذا ہمارے اس قصہ سے بھی نتیجہ نکال لو اور اس پر عامل رہو۔ آگے یہی بیان فرماتے ہیں کہ کلیلہ و دمنہ کا قصہ قابل اعتراض ہے مگر اصل مقصود اس سے نتیجہ ہے۔

تا ہمی گفت الخ۔ یعنی یہاں تک لوگ کہتے ہیں کہ اس کلیلہ نے بے زبان دمنہ کی بات بے بیان کئے ہوئے کس طرح سن لی۔

ور بدانستند الخ۔ یعنی اور اگر انہوں نے ایک دوسرے کی آواز سمجھ بھی لی مگر اس افسانہ گو نے بے نطق کے ان کی بات کو کس طرح سمجھ لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

درمیان الخ۔ یعنی پھر شیر اور گائے کے درمیان وہ دمنہ رسول کس طرح بنا اور دونوں پر کس طرح افسون پڑھ دیا اس لئے کہ ان کی تو سب کی زبانیں اور آوازیں مختلف تھیں اگر آپس میں دمنہ اور کلیلہ نے بھی باتیں سن لیں مگر ان سب میں آپس میں گفتگو کس طرح ہوئی۔

چون وزیر الخ۔ یعنی شیر کا وزیر بیل کس طرح ہو گیا اور چاند کے عکس سے ہاتھی کس طرح ڈر گیا۔

این کلیلہ الخ۔ یعنی یہ کلیلہ اور دمنہ سب غلط ہے ورنہ کوے کے ساتھ لکلک کا کیا مقابلہ ہے مطلب یہ کہ کوئی معترض اس قصہ کلیلہ ودمنہ کو غلط کہے اور یہ کہے کہ بھلا آپس میں کوئی مناسبت بھی تو ہو کہاں گیدڑ اور کہاں شیر اور کہاں بیل اور ہاتھی تو یہی کہا جاتا ہے کہ میاں اس سے مقصود وہ نتیجہ ہے تو اسی طرح ہمارا قصہ اگر غلط ہی ہو تو کیا ہے مقصود اس سے نتیجہ ہے اس کو نکال لو اور اس پر عامل ہو فرماتے ہیں کہ

اے برادر الخ۔ یعنی ارے بھائی قصہ تو پیمانہ کی طرح ہے اور اس کے اندر معنی دانہ کی طرح ہیں۔

دانہ ومعنی الخ۔ یعنی عاقل تو دانہ اور معنی کو لیتا ہے اور اگر پیمانہ منتقل بھی ہو جائے تو وہ اس کو نہیں دیکھتا۔ مطلب یہ کہ اگر کسی پیمانہ میں دانہ بھرے رکھے ہیں اور وہ پیمانہ کہیں ایک طرف ہٹ گیا مگر دانے اسی طرح رکھے رہے تو جو عاقل ہے وہ اس پیمانہ کو ہرگز نہ پکڑے گا اور اس کے درپے نہ ہوگا بلکہ جب اس کو دانہ حاصل ہے تو اس کو کسی شے کی ضرورت نہیں تو اسی طرح قصہ میں جو بات قابل قبول ہے مرد عاقل تو اس کو لے گا تو اگر وہ قصہ غلط بھی ہو جائے مگر وہ امر ثابت رہے تو وہ قصہ کے درپے نہ ہوگا بلکہ وہ اس نتیجہ پر قائم رہے گا اس لئے کہ وہی اصل ہے۔

گل اور بلبل اور پروانہ وغیرہ کی حالت کے بیان میں

ماجرائے الخ۔ یعنی بلبل اور گل کے ماجرے کو سنو اگرچہ کوئی بات اس جگہ ظاہر نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو بلبل کو گل کا عاشق بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بلبل گل کی بے وفائیوں کی شکایت کرتی ہے اور اپنی حالت کو رو رو کر سناتی ہے مگر کوئی کہہ دے کہ کس نے سنا ہو کہ وہ رو رہی ہو اور بیان کر رہی ہو بس معلوم ہوا کہ ایسی باتوں کے غلط ہونے سے اصل مقصود غلط نہیں ہوا کرتا۔ یعنی اس کے رونے کے نہ دیکھنے سے یہ کب لازم آیا کہ اس کو محبت گل بھی نہیں ہے آگے اور اسی کی مثال دیتے ہیں

ماجرائے الخ۔ یعنی شمع کا پروانہ کے ساتھ ماجرا سنو اور افسانہ سے معنی کو حاصل کرو۔

گرچہ گفتی الخ۔ یعنی اگرچہ کوئی آواز نہیں ہے مگر بات کے اسرار ہیں ارے عروج کر چغد کی طرح پستی میں نزول مت کر مطلب یہ کہ دیکھو شمع و پروانہ کو آپس میں عاشق کہتے ہیں مگر بظاہر کوئی عشق کی علامت نہیں ہے تو اس سے تم نتیجہ حاصل کرو اور علوم ومعارف حاصل کرو پستی میں مت رہو اسی کی اور مثال ہے کہ

گفت را الخ۔ یعنی کسی شطرنجی نے شطرنج میں کہا کہ یہ رخ کا خانہ ہے تو دوسرے نے کہا کہ بھلا اس کو یہ گھر

www.besturdubooks.wordpress.com

کہاں سے حاصل ہوا۔

خانہ راالخ۔ یعنی اس نے گھر کو خریدا ہے یا میراث میں پایا ہے تو خوش نصیب وہ ہے جو کہ معنی کی طرف دوڑا مطلب یہ ہوا کہ اگر کوئی رخ کے خانہ کو کہنے لگے کہ بھلا جناب اس کو کہاں سے حاصل ہوا اس نے یہ گھر کیا میراث میں پایا تھا۔ یا کیا تو اس معترض کو بیوقوف ہی کہا جائے گا اور اس کے اس اعتراض سے اس رخ کے خانہ ہونے میں کوئی خرابی بھی واقع نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر یہ قصہ غلط ہی ہو گیا تو کیا ہوا اصل مقصود میں کیا کھنڈت واقع ہوئی پھر اس کو اور کھرل کرتے ہیں کہ

گفت الخ۔ یعنی کسی نحوی نے کہا کہ قد ضرب زید عمرا تو دوسرا بولا کہ بھلا بے خطا اس کو کیوں مارا۔

عمر ورا الخ۔ یعنی عمرو کی کیا خطا تھی جو اس زید خام خیال نے اس کو غلام کی طرح بے گناہ مارا۔

گفت الخ۔ یعنی اس نحوی نے کہا کہ الفاظ تو معنی کے پیمانے ہوتے ہیں تم اس کے گندم کو لے لو کہ پیمانہ تو رد ہے۔

عمر وزید الخ۔ یعنی عمرو اور زید تو اعراب کے اور بنا کے واسطے ہیں تو اگر یہ غلط بھی ہے تم اس کے اعراب کے ساتھ موافقت کرو یعنی اس نحوی نے کہا کہ میاں یہ تو اس لئے ہے کہ اس سے فاعل اور مفعول کا اعراب معلوم ہو جائے تو اگر یہ غلط بھی ہو تو کیا ہے تم تو اس سے اعراب کو پہچان لو کہ وہی مقصود اصلی ہے۔

گفت الخ۔ یعنی وہ شخص بولا کہ میں بغیر اس کے سمجھوں گا نہیں کہ عمرو کو زید نے بے گناہ اور بے خطا کس طرح مارا۔ یعنی جب نحوی نے وہ جواب دیا کہ مقصود کو حاصل کر لو تو یہ صاحب بولے کہ نہ صاحب میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ بھلا عمرو کو زید نے بے خطا کیوں مارا اگر یہ سمجھ میں نہ آیا تو میں پڑھتا بھی نہیں۔ جب استاد نے دیکھا تو اس نے ایک بات نکالی۔

گفت الخ۔ یعنی نحوی نے آخر ایک مسخرگی کھولی اور کہا کہ عمرو نے ایک واؤ زیادہ چرائی تھی۔

زید واقف الخ۔ یعنی زید واقف ہو گیا اور اس کے چور کو اس نے مارا اس لئے کہ جب حد سے کوئی گزر گیا تو اس کو حد لگانا ہی لائق ہے مطلب یہ کہ اصل میں عمرو سے ایک واؤ جو اس کے ساتھ لکھی جاتی ہے زیادہ چرائی تھی زید کو خبر ہوئی تو اس نے اس سے مانگی مگر اس نے کہیں چھپا دی لہٰذا زید نے اس کو پیٹا یہ جواب جیسا نور بھرا ہے سب کو معلوم۔ کیا ضرب زید عمراً سے یہی مقصود ہے۔ مگر چونکہ کج فہم تھا اس لئے اس کو قبول کیا اور بہت خوش ہوا کہ ہاں آخر یہ بات نکلی نہ۔ تو مولانا آگے فرماتے ہیں کہ جو کج ہوتے ہیں وہ کج ہی بات کو قبول کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ

باطلوں کا باطل ہی بات کو قبول کرنا

گفت الخ۔ یعنی اس معترض نے کہا کہ ہاں اب ٹھیک ہے میں نے دل و جان سے قبول کیا (مولانا فرماتے ہیں کہ) ٹیڑھے کو سیدھی بات ٹیڑھی نظر آیا کرتی ہے (اور ٹیڑھی درست) آگے اس کی ایک مثال ہے کہ

گر بگوئی الخ۔ اگر کسی بھینگے سے کہو کہ چاند ایک ہے تو وہ تم سے کہے گا کہ بھائی ایک ہونے میں تو شبہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در بد و خند و الخ۔ یعنی اور اگر کوئی اس سے مذاق کرے اور کہہ دے کہ ہاں وہ ہی ہیں تو اب ٹھیک سمجھے گا اور بدخوئی کی یہی سزا ہے کہ اس کو دھوکا میں رکھا جائے جیسا کہ حضرت حافظؒ فرماتے ہیں۔ بامدعی مگوئید اسرار عشق و مستی + بگذار تا بہ میرد در رنج خود پرستی + آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

بر دروغان الخ۔ یعنی جھوٹوں پر تو جھوٹ ہی جمع ہوتا ہے (اور اس مضمون کو) الخبیثات للخبیثون نے فروغ دے دیا ہے

ہر کہ اوالخ۔ یعنی ارے صاحبزادے جو شخص کہ جھوٹ کی جنس سے ہوتا ہے اس کے سامنے سچ معتبر نہیں ہوا کرتا۔ اس لئے کہ وہ اس کے مناسب ہوتا ہی نہیں اور جو شے کہ آپس میں مناسب ہوتی ہے وہی ملا کرتی ہیں اور ایک دوسرے کے پاس آتی ہیں ورنہ ایک دوسرے سے الگ رہتی ہیں آگے متناسبین کے جمع ہونے کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ

دل فراخان الخ۔ یعنی دل فراخ لوگوں کا ہاتھ تو فراخ ہوتا ہے اور اندھوں کو سنگلاخ زمین کی ٹھوکریں۔ اسی طرح جھوٹوں کو جھوٹ سے اور سچے کو سچوں سے مناسبت ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

ہر کرا الخ۔ جس کے دانت کہ سچائی سے بجے ہیں وہ جھوٹ اور خباثت سے چھوٹ گیا اور جو کہ ایسا نہیں ہے اس کو کذب ہی سے رغبت ہوتی ہے تو اسی طرح جو لوگ کہ ظاہر میں ہوتے ہیں ان کو صرف الفاظ ہی سے رغبت ہوتی ہے وہ معانی کی طرف التفات ہی نہیں کرتے جیسا کہ اوپر گزرا کہ حکایت عیسٰیؑ و یحییٰ علیہما السلام سے جو مقصود تھا اس کو تو سمجھا نہیں صرف الفاظ کو دیکھ کر بول اٹھے کہ ارے یہ تو غلط ہے پس جو الفاظ میں رہتا ہے وہ ہمیشہ سرگرداں رہتا ہے اور مقصود کبھی حاصل نہیں ہوتا جیسا کہ ایک اور حکایت سے معلوم ہوتا ہے آگے اس حکایت کو بیان فرماتے ہیں کہ

جستن آں درخت کہ ہر کہ میوۂ آں خورد ہرگز نمیرد

اس درخت کی تلاش کرنا کہ جو بھی اس کا میوہ کھالے گا کبھی نہیں مرے گا

گفت دانائے برائے داستاں	کہ درختے ہست در ہندوستاں
ایک عقلمند نے داستان کے طور پر کہا	کہ ہندوستان میں ایک ایسا درخت ہے
ہر کسے کز میوۂ او خورد و برد	نے شود او پیر و نے ہرگز بمرد
کہ جس کسی نے اس کا میوہ کھالیا اور حاصل کر لیا	نہ وہ بوڑھا ہوا اور نہ وہ کبھی مرا
بادشاہے ایں شنید از صادقے	بر درخت و میوہ اش شد عاشقے
ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے یہ سن لیا	درخت اور اس کے میوے کا عاشق ہو گیا
قاصد دانا ز دیوان ادب	سوئے ہندوستاں رواں کرد از طلب
ادب کے دفتر میں سے ایک عقلمند قاصد	تلاش کے لئے ہندوستان روانہ کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

سالہا می گشت آں قاصد ازو	گرد ہندستاں برائے جستجو
اس کا وہ قاصد سالوں گھومتا پھرا	تلاش کے لئے ہندوستان کے چاروں طرف
شہر شہر از بہر ایں مطلوب گشت	نے جزیرہ ماند نے کوہ و نہ دشت
اس مقصد کے لئے شہر شہر گھوما	نہ کوئی جزیرہ بچا نہ پہاڑ نہ جنگل
ہر کرا پرسید کردش ریشخند	کایں نجوید جز مگر مجنون بند
اس نے جس سے پوچھا اس نے اس کی مذاق اڑائی	کہ یہ (درخت) پاگل خانہ کے لائق مجنوں کے سوا کوئی تلاش نہ کرے گا
بس کساں صفعش زدند اندر مزاح	بس کساں گفتند کاے صاحب فلاح
بہت سوں نے مذاق میں اس کے چانٹے اڑائے	بہت سوں نے کہا اے نیک بخت!
جستجوی چوں تو زیرک سینہ صاف	کے تہی ماند کجا باشد گزاف
تجھ جیسے صاف دل ذہن کی تلاش	کب خالی جائے گی؟ کہاں بیکار ہو گی؟
وین مراعاتش یکے صفع دگر	ویں ز صفع آشکارا سخت تر
اس کے ساتھ یہ ہمدردی ایک دوسرا چپت تھی	یہ چپت (اس) کھلے ہوئے چپت سے زیادہ سخت تھا
مس ستودندش بتسخر کاے بزرگ	در فلاں اقلیم بس ہول و سترگ
مذاق میں اس کی تعریف کرتے کہ اے بزرگ!	فلاں علاقہ میں بہت ہولناک اور عظیم الشان
در فلاں بیشہ درختے ہست سبز	بس بلند و پہن و ہر شاخیش گبز
فلاں جنگل میں ایک ہرا درخت ہے	جو بہت اونچا اور گھنا ہے اور اس کی ہر شاخ موٹی ہے
قاصد شہ بستہ در جستن کمر	می شنید از ہر کسے نوع دگر
بادشاہ کا قاصد جستجو میں کمر بستہ تھا	(لیکن) ہر ایک سے ایک نئی بات سنتا تھا
بس سیاحت کرد آنجا سالہا	می فرستادش شہنشہ مالہا
وہ وہاں سالوں سفر کرتا رہا	بادشاہ اس کو بہت مال بھیجتا رہا
چوں بسے دید اندراں غربت تعب	عاجز آمد آخر الامر از طلب
جب اس نے مسافرت میں بہت مشقتیں دیکھیں	انجام کار تلاش کرنے سے عاجز آ گیا
ہیچ از مقصود اثر پیدا نشد	زاں غرض غیر خبر پیدا نشد
مقصود کا کوئی نشان نہ ظاہر ہوا	اس مقصد کا سوائے باتوں کے کچھ پتہ نہ چلا

www.besturdubooks.wordpress.com

رشتہ امید او بگسستہ شد	جست او عاقبت نا جستہ شد
اس کی امید کا سلسلہ ٹوٹ گیا	انجام کار اس کا (قابل) جستجو (ناقابل) جستجو ہوگیا
کرد عزم بازگشتن سوئے شاہ	اشک می بارید و می برید راہ
اس نے بادشاہ کی جانب واپسی کا پختہ ارادہ کرلیا	آنسو بہاتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا

شرح کردن شیخ سر آں درخت را با آں طالب مقلد

اس مقلد طلبگار کے لئے شیخ کا اس درخت کے راز کی تشریح کرنا

بود شیخے عالمے قطبے کریم	اندراں منزل کہ آئس شد ندیم
ایک شیخ عالم قطب شریف (رہتا) تھا	اس پڑاؤ پر جہاں مایوس ہم مجلس ہوا
گفت من نومید پیش او روم	ز آستان او براہ اندر شوم
بولا میں مایوس اس کے سامنے جاؤں	(شاید) اس کے آستانہ سے راستہ چلنے لگوں
تا دعائے او بود ہمراہ من	چونکہ نومیدم من از دلخواہ من
تاکہ اس کی دعا میرا ساتھی بنے	چونکہ میں مقصود سے مایوس ہوگیا ہوں
رفت پیش شیخ با چشم پر آب	اشک می بارید مانند سحاب
آنسو بھری آنکھوں سے شیخ کے سامنے گیا	ابر کی طرح آنسو برساتا تھا
گفت شیخا وقت رحمت رافت ست	ناامیدم وقت لطف ایں ساعت ست
کہا اے شیخ! رحم و مہربانی کا وقت ہے	میں مایوس ہوں مہربانی کا یہ وقت ہے
گفت واگو کز چہ نومیدیستت	چیست مطلوب تو رو با کیستت
(شیخ نے) کہا صاف بتا تیری ناامیدی کس چیز سے ہے؟	تیرا مقصود کیا ہے؟ کس کی طرف متوجہ ہے؟
گفت شاہنشاہ کردم اختیار	از برائے جستن یک شاخسار
اس نے کہا بادشاہ نے مجھے چنا	ایک درخت کی تلاش کے لئے
کہ درختے ہست نادر در جہات	میوۂ او مایۂ آب حیات
کہ اطراف میں ایک ایسا درخت ہے	جس کا پھل آب حیات کا سرمایہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سالہا جستم ندیدم زو نشاں	جز کہ طنز و تسخر ایں سرخوشاں
میں نے سالوں تلاش کیا، اس کا نشان نہ دیکھا	سوائے ان مستوں کے طنز اور مذاق کے
شیخ خندید و بگفتش اے سلیم	ایں درخت علم باشد در علیم
شیخ ہنسا اور اس سے کہا اے بھولے!	یہ درخت علم کا ہے عالم کے اندر
بس بلند و بس شگرف و بس بسیط	آب حیوانے ز دریائے محیط
جو بہت بلند اور بہت عجیب اور بہت پھیلا ہوا ہے	محیط سمندر کا آب حیات ہے
تو بصورت رفتہ اے بے خبر	زاں ز شاخ معنی بے بار و بر
اے غافل! تو صورت کے پیچھے چل پڑا	اسی لئے (تو) معنی کی شاخ سے بے میوہ اور پھل کے ہے
گہ درختش نام شد گہ آفتاب	گاہ بحرش نام گشت و گہ سحاب
کبھی اس کا نام درخت بنا کبھی سورج	کبھی اس کا نام سمندر ہوا اور کبھی ابر
آں یکے کش صد ہزار آثار خاست	کمتریں آثار او عمر بقاست
وہ ایک ایسا (عمل) ہے جس سے لاکھوں نتیجے پیدا ہوئے	اس کا کم درجہ کا نتیجہ ابدی زندگی ہے
گرچہ فرد ست او اثر دارد ہزار	آں یکے را نام شاید بے شمار
اگرچہ وہ ایک ہے ہزاروں نتیجے رکھتا ہے	اس ایک کے بے شمار نام مناسب ہیں
آں یکے شخصے ترا باشد پدر	در حق شخصے دگر باشد پسر
وہ ایک شخص جو تیرا باپ ہے	دوسرے شخص کے اعتبار سے وہ بیٹا ہے
در حق دیگر بود قہر و عدو	در حق دیگر بود لطف و نکو
ایک کے حق میں وہ ظلم اور دشمنی ہے	دوسرے کے حق میں وہ مہربانی اور بھلائی ہے
در حق دیگر بود او عم و خال	در حق دیگر بود ہیچ و خیال
ایک کے حق میں وہ چچا اور ماموں ہے	دوسرے کے حق میں وہ ناچیز اور خیال ہے
صد ہزاراں نام و او یک آدمی	صاحب ہر وصفش از وصفے عمی
وہ ایک شخص ہے اور لاکھوں نام ہیں	اسکا ہر ایک وصف جاننے والا (دوسرے) وصف سے بے خبر ہے
ہر کہ جوید نام گر صاحب ثقہ است	ہمچو تو نومید و اندر تفرقہ است
جو نام کا جویاں ہو اگرچہ بھروسے کا ہو	تیری طرح ناامید اور پریشانی میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

توچہ بر چسپی بریں نام درخت	تابمانی تلخ کام و شور بخت
تو اس درخت کے نام پر کیوں چپکا ہے	خبردار! تو ناکام اور بدنصیب رہے گا
صورت ظاہر چہ جوئی اے جواں	رو معانی را طلب اے پہلواں
اے جوان! تو ظاہری صورت کو کیا تلاش کرتا ہے؟	اے بہادر! جا معانی کو طلب کر
صورت ظاہر بود چوں قشر و پوست	معنیٰ اندروے چو مغز اے یار و دوست
ظاہری صورت چھلکے اور پوست کی طرح ہے	اے یار اور دوست! اس میں معنیٰ گودے کی طرح ہے
در گزر از نام و بنگر در صفات	تا صفاتت رونماید سوئے ذات
نام سے ترقی کر اور صفات کو دیکھ	تاکہ صفات ذات تک تیری رہنمائی کریں
گم شوی در ذات و آسائی زخود	چشم تو یکرنگ بیند نیک و بد
(پھر) تو ذات میں گم ہو جائے گا اور خودی سے نجات پائیگا	تیری آنکھ اچھے برے کو یکساں دیکھے گی
اختلاف خلق از نام او فتاد	چوں بمعنیٰ رفت آرام او فتاد
مخلوق میں نام سے جھگڑا پڑا	وہ جب معنیٰ کی طرف گئی راحت مل گئی
اندریں معنیٰ مثال خوش شنو	تا نمانی تو اسامی را گرو
معنیٰ کے سلسلہ میں ایک اچھی مثال سن لے	تاکہ تو ناموں کا پابند نہ رہے

شرح حبیبی

کسی دانا نے قصہ کے طور پر کہا کہ ہندوستان میں ایک درخت ہے جو شخص اس کا میوہ کھالیتا ہے نہ تو وہ مرتا ہے اور نہ بوڑھا ہوتا ہے ایک بادشاہ نے ایک سچے شخص کی زبان یہ بات سنی تو اس درخت اور پھل پر عاشق ہو گیا۔ اپنے دیوان ادب سے ایک قاصد اس کی تلاش کے لئے روانہ کیا وہ قاصد اس کی جستجو میں برسوں گھومتا رہا۔ ہر ہر شہر میں اس کی تلاش میں گیا نہ کوئی جزیرہ بچا نہ کوئی پہاڑ نہ کوئی جنگل جس سے پوچھتا تھا وہی اس پر ہنستا تھا کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ اس درخت کو وہی تلاش کرسکتا ہے جو مجنوں اور لائق قید ہو بہت سے لوگ مذاق میں اس کے چپت لگاتے تھے بہت سے لوگ استہزاء کہتے تھے کہ اے کامیاب یہ لوگ تو بے ہودہ ہیں جو تجھ پر ہنستے ہیں بھلا تجھ سے دانا اور روشن ضمیر کی جستجو کہیں خالی جاسکتی ہے اور لغو ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں پس تجھ سے شخص کی طلب ہی دلیل ہے اس کے وجود کی اور علامت ہے اس کے ملنے کی۔ یہ خاطرداری اس کے لئے ایک اور چپت ہوتی تھی جو اس محسوس

www.besturdubooks.wordpress.com

چپٹ سے سخت ہوتی تھی لان جراحات اسنان لہا التیام ولایلتام ما جرح اللسان۔ کبھی لوگ مسخرہ پن سے بیان کرتے تھے کہ جناب وہ عظیم الشان درخت فلاں جگہ ہے اور فلاں جنگل میں ایک سرسبز درخت ہے جو بہت اونچا اور بڑا ہیبت ناک ہے اور جس کے ڈالے بہت موٹے موٹے ہیں (وہ تمہارا مطلوب ہے) یہ سن کر قاصد اس کو تلاش کرنے پر آمادہ ہوتا تھا اور جب وہاں اس کو نہ پاتا تھا اوروں سے دریافت کرتا تھا تو وہ اور کچھ پتے بتاتا تھا۔ غرض ہر ایک اس کی علیحدہ علیحدہ نشانیاں بیان کرتا تھا۔ القصہ اس نے وہاں بہت برسوں تک سیاحی کی اور بادشاہ بہت کچھ مال اس کے پاس بھیجتا رہا مگر جبکہ اس سفر میں اس نے بہت کچھ تکلیفیں اٹھائیں گو بالآخر طلب سے عاجز ہو گیا کیونکہ مقصود کا کچھ بھی پتہ نہ لگا اور سوائے خبر کے اور کچھ بھی معلوم نہ ہوا اس کی امید کا رشتہ ٹوٹ گیا اور اس کا کیا دھرا سب برباد ہو گیا۔ تب اس نے بادشاہ کے حضور میں واپسی کا ارادہ کیا۔ وہ اپنی ناکامی پر روتا جاتا تھا اور راستہ قطع کرتا جاتا تھا۔ جس منزل کا وہ ناامید شخص ندیم ہوا تھا یعنی جس منزل کو وہ طے کر رہا تھا اتفاقاً وہاں ایک شیخ اور عالم اور قطب کریم رہتے تھے اس نے کہا کہ میں ناامید ہو کر اب ان بزرگ کے پاس جاتا ہوں اور ان کے آستانہ سے ہو کر پھر کہیں جاؤنگا تاکہ ان کی دعا بھی میرے شامل حال ہو کیونکہ مطلوب سے تو میں ناامید ہی ہو چکا ہوں۔ یہ سوچ کر وہ روتا ہوا شیخ کے پاس گیا اس کے رونے کی یہ حالت تھی جیسے مینہ برس رہا ہو اور وہاں جا کر عرض کیا کہ حضور یہ رحم اور مہربانی کا وقت ہے چونکہ میں ناامید ہوں۔ اس لئے مہربانی کا یہی وقت ہے ارشاد ہوا کہ بیان کرو۔ تمہیں کس بات سے ناامیدی ہے تمہارا مطلوب کیا ہے اور کس کی طرف تمہاری توجہ ہے اس نے کہا حضور بادشاہ نے مجھے ایک درخت کے تلاش کرنے کے لئے منتخب کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ اطراف ہند میں ایک عجیب درخت ہے جس کا پھل مادۂ آب حیات ہے۔ میں نے برسوں ڈھونڈا مگر مجھے اس کا پتہ نہیں چلا اور کچھ بھی مجھے نہ ملا۔ بجز ان اوباشوں کے طنز اور تمسخر کے۔ شیخ ہنسے اور فرمایا کہ ارے بھولے آدمی وہ درخت کوئی حقیقی درخت نہیں ہے بلکہ وہ درخت علم ہے۔ یہ درخت نہایت بلند اور بہت پھیلا ہوا اور بہت عجیب ہے۔ یہ دریائے محیط (حق سبحانہ) سے نکلا ہوا آب حیات ہے چونکہ تم صورت کی طرف چل دیئے اور اس سے تم نے درخت صوری سمجھا اس لئے تم شاخ معنی سے بے یار و بررہے اور معنی سے تم منتفع نہ ہو سکے تم چونکہ صورت کی طرف چل دیئے راہ راست سے بھٹک گئے اس لئے تم کو مطلوب نہ ملا۔ کیونکہ معنی کو تو چھوڑ ہی دیا جس سے مطلوب کا سراغ لگتا پھر مطلوب کیونکر ملے۔ بات یہ ہے کہ علم ایک شے ہے اس کے مختلف جہات سے مختلف نام ہیں کبھی اس کو درخت کہتے ہیں کیونکہ لوگ اس کے ثمرات سے منتفع ہوتے ہیں کبھی اس کو آفتاب کہتے ہیں اس لئے کہ نور معنوی عطا کرتا ہے اور کبھی سمندر کیونکہ اس کی کوئی حد و نہایت نہیں۔ کبھی سحاب کہ اس سے آدمی کو حیات حاصل ہوتی ہے غرض وہ ایک شے ہے جس سے لاکھوں آثار پیدا ہوتے ہیں اور بہت کم درجہ کا اثر اس کا یہ ہے کہ اس سے عمر ابد حاصل ہوتی ہے۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق الخ۔ وہ گو ایک شے ہے مگر آثار اس کے ہزاروں ہیں۔ اس لئے اس ایک شے کے نام بھی ہزاروں ہیں اور اس کثرت اسماء اور کم علمی کے سبب اختلاف واقع ہوتا ہے اور طالب

www.besturdubooks.wordpress.com

کے لئے ناکامی اور محرومی رونما ہوتی ہے۔ اختلاف تو اس لئے ہوتا ہے کہ کوئی ایک اسم کو ایک شے کے لئے ثابت کرتا ہے دوسرا اس سے اس کی نفی کرتا ہے اور محرومی اس لئے کہ جب وہ اس اختلاف کو دیکھے گا تو مبہوت ہو جائے گا نیز اگر تمام مسئولین اس اسم سے ناواقف ہیں تو کوئی بھی پتہ نہ بتا سکے گا مثلاً فرض کرو کہ ایک شخص ہے کہ وہ تمہارا باپ ہے اور دوسرے کا بیٹا۔ ایک کے لئے غضب اور دشمن ہے دوسرے کے لئے لطف۔ ایک شخص کا چچا ہے دوسرے کا ماموں اور ایک شخص کے لئے کچھ بھی نہیں بلکہ اس کے لئے محض وہم و خیال ہے غرض وہ ایک شخص ہے اس کے ہزاروں نام ہیں۔ اب فرض کرو کہ اس کے تمام ناموں کو کوئی نہیں جانتا بلکہ ہر شخص صرف اس وصف کو جانتا ہے جس کا اس سے تعلق ہے باپ صرف یہ جانتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ بیٹا صرف یہ جانتا ہے کہ میرا باپ ہے۔ علی ہذا القیاس۔ پس اگر کوئی شخص اس کو ایک نام سے تلاش کرے تو وہ لامحالہ تفرقہ میں پڑے گا اور محروم ہوگا کیونکہ اگر وہ یہ دریافت کرے کہ فلاں کا بیٹا کہاں ہے تو دو صورتیں ہوں گی یا تو مسئولین میں سے کوئی اس کو اس پتہ سے جانتا ہے یا نہیں۔ بصورت ثانیہ محرومی ظاہر ہے اور بصورت اولیٰ اختلاف ہوگا۔ ایک کہے گا میرا بیٹا فلاں ہے دوسرا کہے گا وہ اس کا بیٹا نہیں میرا باپ ہے۔ تیسرا کہے گا اس کا باپ نہیں میرا چچا ہے علی ہذا القیاس اس صورت میں سائل مبہوت رہ جائے گا اور محروم رہے گا۔ پس تو اسم درخت میں کیا الجھتا ہے اس کا انجام تیری تلخ کلامی اور شور بختی ہے اور تو صورت ظاہر کو کیا تلاش کرتا ہے جا حقائق طلب کر۔ صورت اور ہیئت نہایت حقیر شے ہے اور چھلکے کی طرح غیر مقصود مغز اور مقصود تو معنی ہیں لہٰذا معنی کو طلب کرنا چاہیے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ تجھے معلوم ہو گیا کہ اسماء معنی کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتے ہیں اور وہ مطلوب نہیں ہیں پس تو اسماء ہی میں مت الجھا رہ بلکہ اسماء سے صفات کی طرف ترقی کر کہ وہ اسماء کے مقابلہ میں معانی ہیں تاکہ صفات تجھے ذات کی طرف رہنمائی کریں جو صفات کے مقابلہ میں معنی ہے۔ جب تو مشاہدۂ ذات میں محو ہو جائے گا اس وقت خودی سے چھوٹ جائے گا اور تیری نظر میں نیک و بد سب ایک رنگ دکھائی دیں گے یعنی بعض حیثیات سے اور وہ حیثیت مظہریت الٰہیہ ہے۔ دیکھو یہ جو مخلوق میں اختلاف واقع ہے یہ سب نام ہی کے باعث ہے اور جب کوئی شخص حقیقت تک پہنچ جاتا ہے بس سکون ہو جاتا ہے اس کے متعلق ہم ایک نہایت عمدہ مثال بیان کرتے ہیں تاکہ تو اس سے عبرت حاصل کر کے محض ناموں ہی کا پابند نہ ہو۔

ایک شخص کا اس درخت کو تلاش کرنا کہ جو کوئی اس کو کھالے وہ کبھی مرے نہیں

شرح شبیری

گفت دانائے الخ۔ یعنی ایک شخص نے حکایت کے طور پر یہ کہا کہ ایک درخت ہندوستان میں ایسا ہے کہ ہر کسے الخ۔ یعنی جس کسی نے اس میں سے کھالیا وہ نہ تو بوڑھا ہوا اور نہ کبھی مرا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پادشاہے الخ۔ یعنی ایک بادشاہ نے ایک سچے آدمی سے اس کو سن لیا تو اس درخت اور اس میوہ پر عاشق ہو گیا۔

قاصد دانا الخ۔ یعنی مجلس ادب میں سے ایک قاصد دانا کو ہندوستان کی طرف تلاش کرنے کو روانہ کیا۔

سالہا میگشت الخ۔ یعنی اس بادشاہ کا قاصد برسوں تک جستجو کے لئے ہندوستان کے گرد پھرتا رہا۔

شہر شہر الخ۔ یعنی اس مطلوب کے لئے شہر شہر میں پھرا نہ کوئی جزیرہ باقی رہا نہ پہاڑ نہ جنگل (سب جگہ تلاش کیا)

ہر کرا پرسید الخ۔ یعنی جس سے یہ پوچھتا وہ اس کا مذاق اڑاتا کہ اس کو تو سوائے مجنوں لائق بند کے اور کوئی تلاش نہ کرے گا۔ مطلب یہ کہ لوگ کہتے تھے کہ بھلا اس کا تلاش کرنا تو بالکل بیوقوفی ہے۔

بس کسان الخ۔ یعنی بہت سے لوگ تو مذاق میں اس کے چپت مارتے اور بہت سے لوگ (مذاق سے) کہتے کہ اجی حضرت

جستجوئے چوتو الخ۔ یعنی آپ جیسے دانا اور سینہ صفا کی تلاش کب خالی جا سکتی ہے اور کب بے ہودہ ہو سکتی ہے جناب کو ضرور گوہر مقصود ہاتھ آئے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

وین مراعاتش الخ۔ یعنی اور یہ ان کی مراعات کرنا ایک دوسرا چپت تھا اور یہ اس ظاہری چپت سے بھی زیادہ سخت تھا اس لئے کہ ؎ جراحات السنان لہا التیام + ولا یلتام ما جرح اللسان۔

می ستودند الخ۔ یعنی مسخرہ پن سے اس کی تعریف کرتے تھے کہ حضرت فلاں جگہ ایک بہت بڑا درخت تھا۔

در فلان الخ۔ یعنی فلاں جنگل میں ایک درخت سرسبز ہے بہت ہی بلند ہے اور خوفناک ہے اور اس کی ہر شاخ بڑی موٹی ہے لہذا ضرور ہے کہ جناب جس کو تلاش کر رہے ہیں وہی ہو گا غرض کہ اس کو خوب مسخرہ بنا رکھا تھا اور اس کی یہ حالت تھی کہ

قاصد شاہ الخ۔ یعنی قاصد شاہ تلاش کرنے میں کمر بستہ تھا اور ہر شخص سے ایک نئی بات سن رہا تھا۔

بس سیاحت الخ۔ یعنی اس جگہ اس نے سالہا سال تک سیاحت کی اور بادشاہ (سفر خرچ کے لئے) مال روانہ کرتا تھا۔

چون بسے دید الخ۔ یعنی جب اس سفر میں بہت تعب دیکھا تو آخر کار تلاش سے عاجز رہ گیا۔

ہیچ الخ۔ یعنی مقصود کا کوئی اثر ظاہر نہ ہوا اور اس مقصود سے سوائے خبر کے اور کچھ حاصل نہ ہوا۔ پس اتنی خبر تو تھی کہ ہے مگر یہ کہ کہاں ہے اس ہی کا پتہ نہ چلا۔

رشتۂ امید الخ۔ یعنی اس کی امید کا تاگا ٹوٹ گیا اور اس کا تلاش کیا ہوا آخر کار بے تلاش کیا ہوا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جب بہت تلاش کیا اور نہ ملا تو نا امید ہو گیا اور باوجود اس قدر تلاش کے ایسا ہو گیا کہ گویا کہ تلاش ہی نہیں کیا۔

کرد عزم الخ۔ یعنی اس نے بادشاہ کے حضور میں واپسی کا قصد کر لیا اور روتا جاتا تھا اور چلتا جاتا تھا یعنی اپنی ناکامی پر افسوس کر رہا تھا اور بادشاہ کے پاس واپس جا رہا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک بزرگ کا اس شخص کو اس درخت کا پتہ بتلانا

بود شیخے الخ۔ یعنی ایک بزرگ عالم قطب کریم بھی اس منزل میں تھے جہاں کہ وہ ندیم شاہ ناامید ہو کر جا رہا تھا۔

گفت الخ۔ یعنی اس نے سوچا کہ میں ناامید ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوں اور ان کے آستانہ سے راستہ پر ہو لوں گا۔ مطلب یہ کہ وہ ناامید ہو کر جا رہا تھا راستہ میں سنا کہ کوئی بزرگ ہیں تو دل میں سوچا کہ لاؤ ان کے پاس ہوتے چلیں شاید اگر کچھ پتہ چل گیا تو ان کے بتانے کے موافق راہ پر لگ لوں گا۔

تا دعائے الخ۔ یعنی تاکہ اس کی دعا میرے ہمراہ ہو جائے جبکہ میں اپنے مطلوب سے ناامید ہوں۔ مطلب یہ کہ ناامید دیکھ کر شاید رحم کر کے دعا کر دیں اور مقصود حاصل ہو جائے۔

رفت پیش شیخ الخ۔ یعنی روتے ہوئے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آنسو بارش کی طرح برس رہے تھے۔

گفت الخ۔ یعنی عرض کیا کہ حضرت یہ وقت رحم اور مہربانی کا ہے میں ناامید ہوں یہی لطف کی گھڑی ہے۔

گفت الخ۔ یعنی شیخ نے فرمایا کہ بیان تو کرو کہ ناامیدی کس وجہ سے ہے اور تمہارا مطلوب کیا ہے اور کس کی تلاش ہے۔

گفت الخ۔ یعنی اس نے عرض کیا کہ بادشاہ نے مجھے ایک درخت کی تلاش کے واسطے منتخب کیا ہے اور فرمایا ہے کہ

درختے الخ۔ یعنی ایک درخت اطراف ہندوستان میں عجیب ہے کہ اس کا میوہ آب حیات ہے۔

سالہا جستم الخ۔ یعنی میں نے سالہا سال تک تلاش کیا مگر اس کا کوئی نشان نہ ملا بجز ان شریر لوگوں کے تمسخر کرنے کے یعنی لوگ مجھ سے تمسخر کرتے ہیں مگر اس کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔

شیخ خندید الخ۔ یعنی شیخ ہنسے اور اس سے کہا کہ ارے سیدھے میاں یہ علم کا درخت ہے۔ اے علیم مطلب یہ کہ ان شیخ نے کہا کہ ارے میاں وہ درخت جس کی تمہیں تلاش ہے اور جس سے کہ حیات ابدی حاصل ہوتی ہے وہ درخت علم ہے اور جس نے بتایا ہے اس کی یہی مراد ہے اس درخت کی یہ حالت ہے کہ

بس بلند و الخ۔ یعنی بہت بلند ہے اور بہت قوی ہے اور بہت پھیلا ہوا ہے وہ ایک آب حیوان ہے ایک دریائے محیط سے۔ دریائے محیط سے مراد علم غیب ہے مراد یہ کہ وہ علم بہت بلند اور قوی درخت ہے اور وہ ایک آب حیوان ہے جو کہ عالم غیب سے آتا ہے اور فرمایا

تو بصورت الخ۔ یعنی ارے بے خبر تو صرف صورت کو لئے ہوئے ہے اس لئے شاخ معنی سے بے بار بر ہے۔ یعنی تو جو صرف الفاظ کو دیکھ رہا ہے اور درخت حسی کی تلاش میں ہے اسی لئے اس درخت معنی سے بے بہرہ ہے

تو بصورت الخ۔ یعنی تو صورت پر گیا ہوا ہے اور گم ہو رہا ہے اسی لئے تجھے ملتا نہیں کہ تو نے معنی کو چھوڑ رکھا ہے اگر واصل اور معنی کو تلاش کرتا تو اب تک حاصل کر لیتا اور نام کا کیا ہے نام کی تو یہ حالت ہے کہ

گہ درخشش الخ۔ یعنی کبھی اس کا درخت نام ہوا ہے اور کبھی آفتاب اس کا نام بحر ہے اور کبھی سحاب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آن یکے الخ۔ یعنی وہ ایک ہی ہے کہ اس کے لاکھوں آثار پیدا ہوئے اور سب سے کم اثر اس کا عمر باقی ہے کہ علم سے حاصل ہوتی ہے۔

گرچہ فردست الخ۔ یعنی اگرچہ وہ اکیلا ہے مگر اس کے آثار ہزاروں ہیں اور ایک ہی شئے کے بے شمار نام ہوتے ہیں آگے اس بے شمار اثر اور نام ہونے کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ

آن یکے الخ۔ یعنی ایک ہی شخص تمہارا تو باپ ہے اور دوسرے کے حق میں بیٹا ہے۔

در حق دیگر الخ۔ یعنی وہی شخص اور دوسرے کے حق میں قہر اور دشمن ہو اور پھر دوسرے کے حق میں سراسر لطف ہو اور نیک ہو۔

در حق دیگر الخ۔ یعنی اس دوسرے کے حق میں وہی چچا اور ماموں ہے اور اوروں کے حق میں وہم و خیال ہے یعنی وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں بالکل ایک لاشے محض خیال کرتے ہیں۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں نام ہیں اور وہ ایک آدمی ہے اور ہر وصف والا دوسرے وصف سے اندھا ہے مطلب یہ کہ جس کے لئے وہ دشمن ہے اس کے حق میں اس کی نیکی کی صفت بالکل معدوم ہے تو ہر وصف والے کو دوسرے کی خبر نہیں اسی طرح علم ایک شے ہے مگر اس کی تعبیرات مختلف ہیں مگر جو ایک میں لگ گیا وہ دوسری سے بے خبر ہے اسی طرح یہ شخص جو نام میں لگ گیا تھا تو اس کے معنی سے اندھا تھا آگے فرماتے ہیں کہ

ہر کہ الخ۔ یعنی جو شخص کہ نام کو تلاش کرے اگرچہ کیسا ہی بزرگ ہو وہ تیری طرح ناامید اور پراگندگی میں ہے۔

تو چہ الخ۔ یعنی تو اس درخت کے نام پر کیا چپکا ہوا ہے یہاں تک کہ ناکام اور شور بخت ہے (تجھے چاہیے کہ حقیقت اور معنی کی تلاش کرے)

صورت ظاہر الخ۔ یعنی اے جوان تو صورت کو کیا تلاش کر رہا ہے جا معانی کو ڈھونڈ اے پہلوان۔

صورت الخ۔ یعنی صورت ظاہری تو مثل قشر کے اور پوست کے ہوتی ہے اور اس کے اندر معنی مغز کی طرح ہوتے ہیں.....دوست۔

در گذر الخ۔ یعنی نام سے درگزر اور صفات کو دیکھ تاکہ صفات تیری رہنمائی ذات تک کریں۔ یعنی صفات پر نظر کرنے سے ذات مل جائے گی ورنہ نام ہی میں لگے رہو گے اور جب ذات تک رسائی ہو جائے گی تو یہ حالت ہوگی کہ

گم شوی الخ۔ یعنی تم ذات میں گم ہو جاؤ گے اور اپنے سے آرام سے ہو جاؤ گے اور تمہاری آنکھ سب نیک و بد کو ایک رنگ دیکھے گی۔ مطلب یہ کہ معانی اور حقیقت کی طرف التفات کرو کہ اس سے ذات حق تک رسائی ہوگی اور درجہ فنا حاصل ہوگا پھر اپنی بھی خبر نہ رہے گی اور تمام افعال وغیرہ سب اسی طرف سے نظر آئیں گے۔ مقصود یہ ہے کہ تم کو چاہیے کہ تجلی افعالی سے تجلی صفاتی اور تجلی صفات سے تجلی ذاتی کو حاصل کرو کہ پھر اپنی بھی خبر نہ رہے۔

اختلاف الخ۔ یعنی مخلوق کا اختلاف نام ہی کی وجہ سے پڑا ہے اور جب معنی کی طرف گئے تو آرام ہو گیا اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے کہ اصل اور حقیقت ایک ہی ہے اس کی تعبیرات مختلف ہیں۔

اندریں الخ۔ یعنی اس معنی میں ایک عمدہ مثال سنو تا کہ تم ناموں ہی میں گرے نہ رہو مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ اختلاف اسماء ہی کی وجہ سے ہے ورنہ حقیقت ایک ہے اور جس نے حقیقت پر نظر کی اس نے سب کچھ پا لیا اس معنی میں ایک مثال سنو جس سے یہ واضح ہو جائے گا۔ آگے اس مثال کو بیان فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

بیان منازعت کردن چہار کس جہت انگور باہم گر بعلت آنکہ زبان یکدیگر رانمی دانستند

انگور کے معاملہ میں چار شخصوں کا آپس میں جھگڑنے کا بیان کیونکہ وہ ایک دوسرے کی زبان نہیں سمجھتے تھے

چار کس را داد مردے یک درم	ہر یکے از شہرے افتادہ بہم
ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا	ہر ایک' ایک شہر سے آپس میں مل گئے تھے
پارسی و ترک و رومی و عرب	جملہ باہم در نزاع و در غضب
ایرانی اور ترکی اور رومی اور عربی	سب آپس میں لڑائی اور غصہ میں تھے
پارسی گفتا کہ ایں راچوں کنم	ہیں بیاتا ایں بانگوری دہم
ایرانی نے کہا کہ اس کا کیا کروں؟	ہاں آ تاکہ میں انگور والے کو دیدوں
آں یکے دیگر عرب بد گفت لا	من عنب خواہم نہ انگور اے دغا
ایک دوسرا عرب تھا' اس نے کہا نہیں	اے دغا باز! میں عنب چاہتا ہوں نہ کہ انگور
آں یکے ترکی بداو گفت اے کوزم	من نمی خواہم عنب خواہم اوزم
ایک ترکی تھا اس نے کہا' اے احمق!	میں عنب کی خواہش نہیں رکھتا میں اوزم چاہتا ہوں
آں یکے رومی بگفت ایں قیل را	ترک کن خواہیم استافیل را
اس ایک رومی نے کہا' اس بات کو	چھوڑ' ہم استافیل چاہتے ہیں
در تنازع آں نفر جنگی شدند	کہ زسر نامہا غافل بدند
وہ جماعت جھگڑے میں جنگ باز بن گئی	کیونکہ وہ ناموں کے معنی سے ناواقف تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

مشت برہم می زدند از ابلہی	پر بدند از جہل و از دانش تہی
حماقت سے کے بازی کرنے لگے	وہ نادانی سے بھرے تھے اور عقل سے خالی (تھے)
صاحب سرے عزیزے صد زباں	گر بدے آنجا بدادے صلح شاں
معنی کو سمجھنے والا بزرگ صدہا زبانیں جاننے والا	اگر وہاں ہوتا تو ان میں صلح کرا دیتا
پس بگفتے او کہ من زیں یک درم	آرزوئے جملہ تاں را می خرم
وہ کہہ دیتا کہ میں اس ایک درہم سے	تم سب کی تمنا خرید دیتا ہوں
چونکہ بسپارید دل را بے دغل	ایں درم تاں می کند چندیں عمل
جب بغیر کھوٹ کے دل کو تم (میرے) سپرد کر دو گے	تمہارا یہ درہم اتنے کام کر دیگا
یک درم تاں می شود چار المراد	چار دشمن می شود یک ز اتحاد
خلاصہ یہ ہے کہ تمہارا ایک درہم چار بن جائے گا	اتحاد سے چار دشمن ایک ہو جائیں گے
گفت ہر یک تاں دہد جنگ و فراق	گفت من آرد شمارا اتفاق
تم میں سے ہر ایک کی بات لڑائی اور جدائی کرا رہی ہے	میری گفتگو تم میں اتفاق پیدا کر دے گی
پس شما خاموش باشید انصتوا	تا زباں تاں می شوم در گفتگو
پس تم خاموش ہو جاؤ چپ رہو	تا کہ میں بات چیت میں تمہاری زبان بن جاؤں
گر سخن تاں می نماید یک نمط	در اثر مایہ نزاع ست و سخط
اگرچہ تمہاری بات ایک طرح کی نظر آتی ہے	نتیجہ میں غصہ اور جھگڑے کا سرمایہ ہے
گر سخن تاں در توافق موثق ست	در اثر مایہ نزاع و تفرق ست
اگرچہ تمہاری بات باہمی موافقت میں قابل بھروسہ ہے	نتیجہ میں جھگڑے اور تفرقہ کا سرمایہ ہے
گرمی عاریتی ندہد اثر	گرمی خاصیتی دارد ہنر
عارضی گرمی اثر نہیں کرتی ہے	اصلی گرمی ہنر رکھتی ہے
سرکہ را گر گرم کردی ز آتش آں	چوں خوری سردی فزاید بیگماں
اگر تو سرکہ کو آگ سے گرم کر دے گا	تو جب کھائے گا وہ یقینا سردی بڑھائے گا
زانکہ گرمی او دہلیزی ست	طبع اصلش سردی ست و تیزی ست
اس لئے کہ اس کی گرمی عارضی ہے	اس کی اصلی طبیعت سردی اور تیزی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بود یخ بستہ دوشاب اے پسر	چوں خوری گرمی فزاید در جگر
اے بیٹا! اگر انگور کا شیرہ جما ہوا برف ہو	جب تو کھائے گا وہ جگر میں گرمی بڑھائے گا
پس ریائے شیخ بہ ز اخلاص ما	کز بصیرت باشد آں ویں از عمیٰ
تو شیخ کی ریاکاری ہمارے اخلاص سے بہتر ہے	کیونکہ وہ بصیرت سے ہے اور یہ اندھے پن سے ہے
وز حدیث شیخ جمعیت رسد	تفرقہ آرد دم اہل حسد
شیخ کی بات سے اتفاق حاصل ہوتا ہے	اہل حسد کی بات تفرقہ پیدا کرتی ہے
چوں سلیمانؑ کز پے حضرت بتاخت	او زبان جملہ مرغاں را شناخت
جبکہ سلیمانؑ (اللہ کے) دربار کی طرف دوڑے	تو انہوں نے تمام پرندوں کی زبان سیکھ لی
در زمان عدلش آہو با پلنگ	انس بگرفت و بروں آمد ز جنگ
ان کے انصاف کے دور میں ہرن تیندوے سے	مانوس ہو گیا اور لڑائی سے برطرف ہو گیا
شد کبوتر ایمن از چنگال باز	گوسفند از گرگ ناورد احتراز
کبوتر باز کے پنجے سے محفوظ ہو گیا	بکری نے بھیڑیے سے بچاؤ نہ کیا
او میانجی شد میان دشمناں	اتحادے شد میان پر زناں
وہ دشمنوں میں ثالث بن گئے	پرندوں میں اتحاد ہو گیا
تو چو مورے بہر دانہ میدوی	ہیں سلیمانؑ جو چہ می باشی غوی
تو چیونٹی کی طرح دانہ کے لئے دوڑتا ہے	خبردار! سلیمانؑ کی جستجو کر کیوں گمراہ بنتا ہے؟
دانہ جو را دانہ اش دامے شود	واں سلیمانؑ جوی را ہر دو بود
دانہ کی تلاش کرنے والے کیلئے اس کا دانہ جال بن جاتا ہے	اور سلیمانؑ کی تلاش کرنے والے کیلئے دونوں حاصل ہوتے ہیں
مرغ جانہارا دریں آخر زماں	نیست شاں از ہمدگر یکدم اماں
اس آخری زمانہ میں جانوں کے پرندے	ان کو ایک دوسرے سے تھوڑی دیر کا بھی امن حاصل نہیں ہے
ہم سلیمانؑ ہست اندر دور ما	کو دہد صلح و نماند جور ما
ہمارے زمانے میں بھی سلیمانؑ موجود ہے	جو صلح کرا سکتا ہے اور ہمارے ظلم باقی نہ رہیں گے
قول ان من امۃ را یاد گیر	تا بہ الا وخلا فیھا نذیر
ان من امۃ کا قول یاد کر لے	الا و خلا فیھا نذیر تک

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت خود خالی نبودست امتے	از خلیفہ حق و صاحب ہمتے
(اللہ نے) فرمایا کوئی امت خالی نہ ہو گی	صاحب باطن اور اللہ کے خلیفہ سے
مرغ جانہارا چناں یکدل کند	کز صفاشاں بیغش و بیغل کند
وہ جانوں کے پرندوں کو ایسا ایک دل بنا دے گا	کہ صفائی سے ان کو بے کھوٹ اور بے کینہ کر دے گا
مشفقاں گردند ہمچوں والدہ	مسلموں را گفت نفس واحدہ
وہ ماں کی طرح مشفق بن جائیں گے	(اللہ نے) مسلمانوں کو ایک جان فرمایا ہے
نفس واحد از رسول حق شدند	ورنہ ہر یک دشمن مطلق بدند
رسول حق کی وجہ سے ایک جان ہو گئے	ورنہ ہر ایک مطلقاً دشمن تھا
اتحاد خالی از شرک و دوئی	باشد از توحید بے ماؤتوئی
وہ اتحاد جو شرکت اور دوئی سے خالی ہو	"ما و تو" سے خالی وحدت سے ہوتا ہے

برخاستن مخالفت وعداوت ازمیان انصار

ببرکت وجود پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام

انصار کے درمیان سے مخالفت اور دشمنی کا ختم ہو جانا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی برکت سے

دو قبیلہ کاوس وخزرج نام داشت	یک زدیگر جان خوں آشام داشت
دو قبیلے جن کا اوس و خزرج نام تھا	ایک دوسرے کے لئے خون پینے والی جان رکھتا تھا
کینہائے کہنہ شاں از مصطفیٰ	محو شد در نور اسلام و صفا
آنحضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے ان کے پرانے کینے	اسلام کے نور اور صفائی میں محو ہو گئے
اولاً اخواں شدند آں دشمناں	ہمچو اعداد عنب در بوستاں
پہلے تو وہ دشمن بھائی بنے	جیسا کہ باغ میں انگور کے دانے
وزدم المومنون اخوۃ بہ بند	در شکستند و تن واحد شدند
(پھر) المومنون اخوۃ سے (ترقی کر کے) بندش	توڑ ڈالی اور ایک جسم ہو گئے
صورت انگورہا اخواں بود	چوں فشردی شیرۂ واحد شود
انگوروں کی صورت بھائی بھائی کی ہوتی ہے	جب تو نے انہیں نچوڑا ایک شیرہ بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

غورۂ و انگور ضد انند و لیک	چونکہ غورہ پختہ شد شد یار نیک
کچا انگور اور (پکا) انگور ایک دوسرے کی ضد ہیں	جب کچا انگور پک گیا اچھا دوست بن گیا
غورۂ کو سنگ بست و خام ماند	در ازل حق کافر اصلیش خواند
کچا انگور جو خشک ہو گیا اور کچا رہ گیا	اللہ (تعالیٰ) نے اس کو ازل میں اصلی کافر قرار دیا
نے اخی نے نفس واحد باشد او	در شقاوت نحس و ملحد باشد او
وہ نہ بھائی اور ایک جان بنتا ہے	وہ نحوست اور بدبختی میں کافر رہتا ہے
گر بگویم انچہ او دارد نہاں	فتنۂ افہام خیزد در جہاں
اگر میں بتا دوں جو اس میں پوشیدہ ہے	دنیا میں عقلوں کے لئے وہ فتنہ بن جائے
سر گبر کور نا مذکور بہ	دود دوزخ از ارم مہجور بہ
اندھے کافر کا راز مذکور نہ ہونا بہتر ہے	دوزخ کا دھواں (باغ) ارم سے دور ہی بہتر ہے
غورہائے نیک کایشاں قابل اند	از دم اہل دل آخر یک دل اند
اچھے کچے انگور جن میں صلاحیت ہے	اہل دل کے دم سے آخر ایک دل ہو جاتے ہیں
سوئے انگوری ہمی رانند تیز	تا دوئی بر خیزد و کین و ستیز
وہ انگور بننے کی طرف تیزی سے چلتے ہیں	تاکہ دوئی اور کینہ اور جھگڑا ختم ہو جائے
پس در انگوری ہمی درند پوست	تا یکے گردند وحدت وصف اوست
پس انگور بن جانے پر وہ چھلکا پھاڑ دیتے ہیں	تاکہ ایک ہو جائیں اور وحدت اسی کی صفت ہے
دوست دشمن گردد ایراہم دو است	ہیچ یک با خویش جنگے در نہ بست
دوست دشمن بن جاتا ہے کیونکہ وہ دو ہیں	کسی نے اپنے ساتھ لڑائی برپا نہیں کی ہے
آفریں بر عشق کل اوستاد	صد ہزاراں ذرہ را داد اتحاد
عشق کو شاباش ہے جو کامل استاد ہے	جس نے لاکھوں ذروں کو اتحاد عطا کر دیا
ہمچو خاک مفترق در رہگذر	یک سبوشاں کرد دست کوزہ گر
جیسا کہ راستہ کی متفرق مٹی	کمہار کے ہاتھ نے اس کو ایک گھڑا بنا دیا
کاتحاد جسمہائے ماء و طین	ہست ناقص جاں نمی ماند بدیں
پانی اور مٹی کے جسموں کا اتحاد	ناقص ہے جان اس کے مشابہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نظائر گویم اینجا در مثال	فہم را ترسم کہ آرد اختلال
اگر اس جگہ میں مثالیں بتانے لگوں	میں ڈرتا ہوں کہ وہ سمجھ میں خلل ڈال دیں گی

چار آدمیوں کو کسی شخص نے ایک درہم دیا۔ یہ چار شخص مختلف ملکوں کے رہنے والے تھے جو اتفاقاً ایک جگہ جمع ہو گئے تھے ایک فارسی تھا دوسرا ترک تیسرا رومی چوتھا عرب۔ یہ چاروں آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ ایک کہتا تھا میں لوں گا دوسرا کہتا تھا میں لوں۔ کیونکہ آدمی چار تھے اور ہم ایک اور کسی وجہ سے بٹوارا ممکن نہ ہوگا لہٰذا نزاع کی نوبت آئی تو فارسی نے یہ نزاع دیکھ کر کہا کہ اس نزاع سے رہائی یوں تو ہوگی نہیں آؤ اس کے انگور لے لیں ان کو آپس میں تقسیم کرلیں گے جھگڑا ختم ہو جائے گا۔ عرب نے کہا توبہ توبہ یہ نہیں ہو سکتا تو دغا باز ہے اپنے ہی مطلب کی کہتا ہے میں تو عنب لونگا۔ ترکی نے کہا مجھے عنب درکار نہیں میں تو اوزم لونگا۔ رومی نے کہا کہ بس جناب ایسی بات نہ فرمایئے میں تو استافیل لونگا۔ غرض یوں ہی جھگڑا ہوتا رہا اور آپس میں گھونسے چلنے لگے وجہ یہ تھی کہ ان ناموں کی حقیقت سے غافل تھے چونکہ عقل سے تو خالی تھے اور جہل کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا لہٰذا حماقت سے گھونسے بازی کر رہے تھے۔ اگر کوئی واقف راز بزرگ اور بہت سی زبانیں جاننے والے وہاں موجود ہوتے تو ان سب میں صلح کرا سکتے تھے۔ وہ یہ کہتے کہ تم لڑومت میں ایک ہی درہم میں سب کے مطلوبات خرید دونگا اور جب اپنے دلوں کی صفائی کے ساتھ میری بات کے تابع کر دو گے تو یہ تمہارا ایک ہی درہم اتنے کام کر دے گا۔ خلاصہ یہ کہ ایک ہی درہم چار درہم بن جائے گا اور تم چاروں دشمن متحد ہو کر ایک ہو جاؤ گے تمہاری گفتگو کا نتیجہ تو مخالفت اور افتراق ہے اور میری گفتگو کا نتیجہ میل اور اتفاق پس تم خاموش رہو اور چپ رہو گفتگو میں تمہاری زبان میں بن جاؤنگا۔ اگرچہ تمہاری گفتگو مقصد کے لحاظ سے ایک معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہر ایک کو دفع نزاع سابق مقصود ہے لیکن نتیجہ کے لحاظ سے یہ مادہ ہے غصہ اور جھگڑے کا اس سے نزاع سابق مرتفع تو کیا ہوتا ایک اور نزاع پیدا ہو گیا۔ اگرچہ تمہاری بات مقصد کے لحاظ سے توافق میں پختہ ہے کیونکہ سب کا مقصد رفع نزاع سابق ہے لیکن اثر میں نزاع اور تفرقہ کا مادہ ہے کیونکہ توافق عارضی ہے نہ کہ اصلی اور جو چیز عارضی ہوتی ہے کہ معتد بہ اثر نہیں رکھتی۔ معتد بہ اثر اصلی ہی شے کا ہوتا ہے دیکھو عارضی گرمی معتد بہ اثر پیدا نہیں کرتی ہاں طبعی گرمی میں یہ اعلیٰ درجہ کا کمال ہے کہ اس کا اثر معتد بہ ہوتا ہے دیکھو سرکہ کو اگر گرم کر لیا جائے اور پھر کھایا جائے تو وہ سردی ہی بڑھائے گا کیونکہ گرمی تو عارضی ہے جو منہ کو تو جلا سکتی ہے مگر مزاج میں کوئی تغیر پیدا نہیں کر سکتی لیکن طبیعت تو اس کی سرد ہی ہے لہٰذا سردی ہی بڑھے گی۔ اس کے برخلاف اگر شیرہ انگور کو برف میں لگا کر کھایا جائے تو اس سے گرمی پیدا ہوگی گو کھاتے وقت منہ میں ٹھنڈک معلوم ہو۔ یہی راز ہے اس قول کا ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید۔ یعنی شیخ کی ریا مرید کے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ شیخ کی ریاء بصیرت و واقفیت سے ناشی ہوتی ہے اور قواعد شرعیہ کے تحت میں داخل ہوتی ہے جیسے ترغیب دیگراں یا تعلیم و ارشاد وغیرہ پس وہاں صورت ریاء ہوتی ہے مگر حقیقت ریاء یعنی ارضاء

www.besturdubooks.wordpress.com

الخلق و جلب منفعت جاہ یا مال نہیں ہوتی اور مرید کے اخلاص میں صورت اخلاص ہوتی ہے نہ کہ حقیقت اخلاص کیونکہ وہاں ضرور کچھ نہ کچھ نفس کی شرارت شامل ہوتی ہے جو اس کو عدم بصیرت کے سبب محسوس نہیں ہوتی پس ریاء شیخ میں خلوص طبعی ہے اور ریا خارجی اور اخلاص مرید میں عدم اخلاص اصلی ہے اور خلوص عارضی اور خارجی شے قابل اعتبار نہیں بلکہ اصلی قابل اعتبار ہے پس ثابت ہوا کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید شیخ کی بات سے توافق و اتحاد پیدا ہوتا ہے اور اہل حسد کی بات سے تفرقہ اور پھوٹ رونما ہوتی ہے جس طرح سلیمان علیہ السلام جنہوں نے حضرت حق جل مجدہ کی طرف رجوع کیا تھا تمام جانوروں کی زبانوں سے واقف ہو گئے تھے۔ یوں ہی حضرت شیخ بھی اپنے جانوروں اور مریدوں کی زبانوں سے واقف ہیں۔ یعنی اپنے وابستگان دولت کے جذبات اور خیالات سے واقف ہوتے ہیں اور جس طرح ان کے زمانہ میں ایسا اتحاد ہو گیا تھا کہ ہرن کو تیندوے سے انس ہو گیا تھا اور مخالفت باقی نہ رہی تھی اور کبوتر کو باز کے پنجہ کا کھٹکا نہ رہا تھا اور بھیڑ بکری بھیڑیے سے گریز نہ کرتی تھیں اور وہ ایلچی ہو گئے تھے دشمنوں کے درمیان میں اور پرندوں میں ان کے سبب اتفاق ہو گیا تھا۔ یوں ہی شیخ کامل کے زمانہ میں بھی ہوتا ہے اور اس کے جانوروں اور تربیت یافتہ لوگوں کی بھی حالت ہوتی ہے۔ پس تو چیونٹی کی طرح طلب معاش میں سرگرداں ہے ارے گمراہ کس بات کا انتظار ہے سلیمان وقت کو ڈھونڈھ اور اس سے مستفیض ہو۔ طالب معیشت تو طلب معیشت میں ہی گرفتار رہتا ہے۔ اور سلیمان کے طالب کو دونوں دولتیں ملتی ہیں چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو حق سبحانہ کے کام میں لگا ہوتا ہے حق سبحانہ اس کے کاموں کے کفیل ہوتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں مرغاں ارواح کو ایک دوسرے سے امان نہیں وہ اس کو کھائے جاتا ہے یہ اس کو کھائے جاتا ہے غرض تحاسد و تباغض کا بازار گرم ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ اس زمانہ میں سلیمان وقت اور شیخ کامل نہیں ہے اور ضرور ہے جو ان میں صلح کرا سکتا ہے اور ظلموں کو دفع کر سکتا ہے۔ ہمارے اس قول کی دلیل ان من امة الا خلافیها نذیر ہے جس سے بعبارت النص معلوم ہوتا ہے کہ پیشتر کوئی جماعت ایسی نہیں گزری اور بدلالۃ النص معلوم ہوتا ہے کہ آئندہ بھی کوئی قوم ایسی نہ ہوگی جس میں کوئی نبی اصالۃً یا نیابۃً اور کوئی ایسا خلیفہ حق و صاحب ہمت نہ گزرا ہو یا آئندہ نہ موجود ہو۔ جو مرغان ارواح کو اس طرح یکدل کر سکے کہ کمال صفا کے سبب ان میں گڑبڑ اور خرخشہ کی آمیزش باقی نہ رہے اور سب لوگ ماں کی طرح ایک دوسرے پر مہربان ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہوگا۔ بالخصوص مسلمانوں کو تو یہ بات بکمل وجوہ حاصل ہوئی۔ حتی کہ ان کو نفس واحد فرمایا گیا جیسا کہ المومنون کبنیان واحد یشد بعضه بعضا۔ اوکما قال صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہے اور لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک ذات ہو گئے حالانکہ اس سے پیشتر وہ آپس میں ایک دوسرے کے سخت دشمن تھے اور منشاء اس اتحاد کا غلبۂ توحید اور فنا فی اللہ ہے جو ان کو بہ برکت صحبت نبوی حاصل ہوا کیونکہ وہ اتحاد جو اشتراک اور تعدد سے خالی ہو غلبۂ توحید اور فنا فی اللہ ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

سے حاصل ہوسکتا ہے نہ کہ میں اور تو کے ہوتے ہوئے (یادرکھو کہ میں اور تو کنایہ ہے بقاء اغراض متضادہ سے یعنی جب تک اغراض متخالفہ باقی ہیں اور وہ اغراض متضادہ فنا نہیں ہوئیں اس وقت تک اتحاد کامل نہیں ہوسکتا۔ اتحاد کامل اسی وقت ہوسکتا ہے جبکہ سب کا مقصود ایک ہوجائے یعنی رضائے حق سبحانہ۔ پس جب فنا فی اللہ ان کو حاصل ہوگئی اور توحید کا غلبہ ہوگیا اور سب کا مقصود ایک رضائی حق ہوگیا تو ان میں اتحاد کامل ہوگیا۔ چنانچہ دو قبیلے اوس وخزرج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان کو نور اسلام اور صفائی قلب حاصل ہوئی جس سے ان پر توحید کا غلبہ ہوا اور فنا فی اللہ ان کو حاصل ہوئی اور اغراض سب کے متحد ہوگئیں اس سے ان کے سارے پرانے کینے جاتے رہے مگر یہ بات ان کو بتدریج حاصل ہوئی اولاً وہ بھائی بھائی ہوئے جیسے کہ باغ میں انگور ہوتے ہیں اور حکم المومنون اخوۃ کے سبب قید اخوت میں مقید رہے پھر اس قید کو توڑا اور نفس واحدہ بن گئے اس کی مثال ایسی ہے جیسے اجسام انگور بھائی بھائی ہوتے ہیں لیکن جب ان کو نچوڑ لیا جاتا ہے تو شیرۂ واحد ہوجاتے ہیں اور تعدد وتمایز اٹھ جاتا ہے یہ تو مسلمانوں کی حالت تھی اب کافروں کی جو مثل انگور خام کے ہیں اور مسلمانوں کی جو مثل انگور کے ہیں پختہ ہیں نسبت سنو۔ گو انگور خام وانگور پختہ یعنی کافر ومسلمان آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں مگر بعض انگور خام اور کافر تو ایسے ہیں جو پختہ ہوکر اور اسلام لاکر بھائی بن جاتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو ٹھٹھر گئے اور کچے رہ گئے اور اس لئے سواء علیہم ء انذرتہم ام لم تنذرھم لایؤمنون کا مصداق ہیں۔ ان کو حق سبحانہ نے ازل میں کافر اصلی فرمایا ہے نہ یہ بھائی ہوتے ہیں نہ نفس واحد بلکہ شقی منحوس اور ملحد رہتے ہیں اگر میں ان کے حالات بیان کروں جو اس میں مخفی ہیں تو لوگوں کی افہام فتنہ میں پڑ جائیں اس لئے اندھے کافر کی حقیقت کا بیان غیر مذکور ہی اچھا ہے اور اس دوزخ کا دھواں ہمارے بہشت کی مانند دل سے دور ہی اچھا ہے اور جو انگور خام پختگی کی صلاحیت رکھتے ہیں یعنی جو کافر قابل ایمان ہیں وہ اہل دل کے فیض سے آخر کو یک دل ہوجاتے ہیں اولاً انگوریت کی طرف ترقی کرتے ہیں اور اسلام سے قریب ہوتے ہیں پھر انگور ہو جاتے ہیں اور اسلام لے آتے ہیں اس وقت تغائر اسلام وکفر اٹھ جاتا ہے اور یہ مخالفت ومعاندت مخصوصہ فنا ہو جاتی ہے بعد از اں انگوریت سے خارج ہوتے ہیں حتیٰ کہ بالکل متحد ہوجاتے ہیں اور کمال توافق اسی وقت ہوجاتا ہے کیونکہ جب تک تغائر باقی ہے اور صرف دوستی ہی کے ذریعہ سے توافق ہے اس وقت تک تخالف کا کھٹکا باقی ہے اور اتحاد کے بعد یہ اندیشہ نہیں رہتا کیونکہ دوست تو دشمن ہوجاتا ہے مگر کوئی شخص خود اپنا مخالف نہیں ہوتا۔ اب سنو کہ وہ کونسی چیز ہے کہ اتحاد پیدا کرتی ہے وہ عشق ہے جو اس کام میں استاد کامل ہے یہ سینکڑوں ذروں کو ایک کردیتا ہے جس طرح کہ کوزہ گر کا ہاتھ راستہ کی پراگندہ خاک کو ایک گھڑا بنادیتا ہے یہ تشبیہ تقریبی ہے ورنہ جانوں کے اتحاد سے اس اتحاد کی کچھ بھی مناسبت نہیں کیونکہ پانی ومٹی کا اتحاد تو اتحاد ناقص ہے اس کو اس اتحاد کامل سے کیا نسبت۔ پس میں نے تقریب فہم کے لئے ایک مثال دے دی ہے لیکن اگر میں اس کے حقیقی نظائر بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں کو غلط فہمی نہ ہو جائے۔ اس لئے بیان نہیں کرتا۔ یہ گفتگو بہت طویل ہو گی اور اصل مقصود بہت دور رہ گیا اب ہم اصل مقصود کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

چار آدمیوں کا آپس میں انگور کے واسطے اس لئے جھگڑنا کہ ایک دوسرے کی آپس میں زبان نہ جانتے تھے

شرح شبّیری

چار کس را الخ۔ یعنی ایک شخص نے چار آدمیوں کو ایک درہم دیا اور وہ ہر ایک الگ الگ شہروں سے جمع ہوئے تھے۔

فارسی و ترک الخ۔ یعنی وہ فارسی اور ترک اور رومی اور عرب تھے اور سارے کے سارے آپس میں جھگڑے میں اور غصہ میں۔

فارسی گفتا الخ۔ یعنی فارسی تو بولا کہ اس سے جو چھوٹیں تو آ ؤ اس درہم کو کسی انگور والے کو دیں یعنی انگور لیں۔

آن عرب گفتا الخ۔ یعنی عرب نے کہا کہ معاذ اللہ ہرگز نہیں میں تو عنب لونگا نہ انگور اے دغا باز عنب بھی انگور کو کہتے ہیں۔

آن یکے الخ۔ یعنی وہ جو ترک تھا بولا کہ ارے بیوقوف میں تو عنب نہیں لیتا میں تو اُزم لونگا۔ اُزم بھی انگور ہی کو کہتے ہیں۔

آنکہ رومی بود الخ۔ یعنی وہ جو رومی تھا اس نے کہا کہ اس قیل وقال کو چھوڑو میں تو استافیل لونگا۔ استافیل بھی انگور کو کہتے ہیں۔ غرضکہ سب نے اپنی اپنی زبان میں الفاظ الگ الگ کہے مگر معنی سب کے ایک تھے۔

در تنازع الخ۔ یعنی وہ جماعت جھگڑے میں لڑنے لگی اس لئے کہ ان ناموں کی حقیقت سے غافل تھے۔

مشت برہم الخ۔ یعنی ایک دوسرے کے گھونسے بیوقوفی کی وجہ سے مار رہے تھے وہ جہل سے پر تھے اور عقل سے خالی تھے اس لئے بس الفاظ ہی میں رہے مولانا فرماتے ہیں کہ

صاحب سرے الخ۔ یعنی اگر کوئی صاحب سر عزیز سو زبان جاننے والا اسی جگہ ہوتا تو ان میں صلح کرا دیتا (اس طرح کہ)

پس بگفتی او الخ۔ یعنی پس وہ کہہ دیتا کہ میں اس ایک ہی درہم سے تمہاری سب کی مطلوبہ شے کو خرید دیتا ہوں۔ پس ثابت ہو گیا کہ الفاظ کا چکر بہت برا ہے اس سے ہمیشہ بچنا چاہیے اور حقیقت اور معنی کو لینا چاہیے دیکھو ان لوگوں میں کس قدر اختلاف تھا اگر کوئی حقیقت شناس ہوتا تو ان کا یہ نزاع لفظی کیوں ہوتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

چونکہ بسپارید الخ۔ یعنی جب کہ تم اپنا دل کسی بے دغل کے سپرد کر دو تو تمہارا یہ درہم اتنے کام کرے۔ درہم سے یہاں مراد قلب ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر کسی صاحب دل کا اتباع کرو اور پیروی اختیار کر لو تو تمہارے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس ایک دل سے تمہاری ساری مرادیں پوری ہو جائیں اس لئے کہ غلبۂ فنا ہوا اور اس میں مرضی حق تمہاری مرضی ہو جائے تو پھر تمہارے کام تمہاری مرضی کے موافق ہی ہوں۔

یکدرم الخ۔ یعنی تمہارا ایک درہم آخرکار چار ہو جائے اور چار دشمن اتحاد کی وجہ سے ایک ہو جائیں۔ مطلب یہ ہے اس ایک کے اتباع کی اور حقیقت شناسی کی یہ برکت ہوگی کہ مطلوب ایک ہونے کی وجہ سے سب میں آپس میں اتحاد پیدا ہو جائے گا اور وہ حقیقت شناس یہ کہے کہ

گفت ہر یک الخ۔ یعنی تمہاری ہر ایک کی گفتگو تو لڑائی اور فراق پیدا کرتی ہے اور میری بات تمہارے میں اتفاق پیدا کردے گی۔

پس شما الخ۔ یعنی پس تم خاموش رہو اور چپ رہو تا کہ بات کرنے میں میں تمہاری زبان ہو جاؤں

گرسخن الخ۔ یعنی اگر تمہاری بات متحد دکھائی بھی دیتی ہے تو اثر کے اعتبار سے مایہ نزاع وخلط ہی ہے۔ مطلب یہ کہ اہل دنیا ظاہر میں اگرچہ متحد معلوم ہوں اور ان کے اندر اتفاق معلوم ہو مگر اصل میں اور انجام کے اعتبار سے ہمیشہ ان کے اندر اختلاف ہی ہوگا۔ اس لئے کہ سب کے مطلوب الگ مقاصد علیحدہ پھر اتفاق کیسے رہ سکتا ہے۔

درحخت تان الخ۔ یعنی اور اگرچہ تمہاری بات موافق ہونے میں پختہ ہے مگر اثر کے اعتبار سے مایہ نزاع و تفرق ہے۔ اس لئے کہ یہ تو مشاہدہ ہے کہ اہل دنیا میں صرف ظاہری اتفاق ہوتا ہے باقی حقیقی اتفاق کا کہیں نام و نشان بھی نہیں۔ یہ اگر ہے تو دینداروں ہی میں ہے کہ سب کا مطلوب ایک ہی ہے لہٰذا سب میں آپس میں اتفاق ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرات اہل اللہ میں یا دین داروں میں جو اتفاق ہوتا ہے وہ تو دل سے ہوتا ہے اور مثل مشہور ہے کہ گھٹی میں پڑا ہوا ہوتا ہے اور اتفاق دنیاوی صرف ظاہری ہوتا ہے بس اور کچھ نہیں ہوتا۔ لہٰذا اول پائیدار اور دوسرا ناپائیدار ہوتا ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

گرمی الخ۔ یعنی عاریتی گرمی کچھ اثر نہیں دیتی اور گرمی خاصیتی اثر رکھتی ہے۔ آگے اس مثال کی توضیح ہے کہ

سرکہ را الخ۔ یعنی سرکہ کو اگر تم نے آگ پر گرم کر لیا تو اس کو جب تم کھاؤ گے وہ بےشک سردی ہی بڑھائے گا۔

زانکہ الخ۔ یعنی اس لئے کہ اس کی گرمی تو خارجی ہے اور اس کی طبیعت اصلیہ سردی اور تیزی ہی ہے لہٰذا وہ چیز کہ اصل ہے اس کا اثر ہوگا اور جو شئے کہ خارجی ہے اس کا خاک بھی اثر نہ ہوگا۔

ور بود الخ۔ یعنی اے صاحبزادے شراب اگرچہ برف میں جمی ہوئی ہو جب تم کھاؤ تو وہ جگر میں گرمی ہی بڑھائے گی۔ پس معلوم ہوا کہ اعتبار اصل کا ہے آگے اسی پر تفریع فرماتے ہیں کہ

پس ریائے الخ۔ یعنی پس شیخ کی ریا ہمارے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ وہ تو بصیرت سے ہے اور یہ اندھیر پن سے۔ مطلب یہ کہ جب اعتبار اصل کا ہے تو اگر شیخ ظاہر کوئی کام ریا کا کرے مثلاً لوگوں کے سامنے بہت سی نفلیں پڑھے یا اور کوئی کام کرے جس سے بظاہر ریاء معلوم ہوتی ہو تو وہ ریا ہمارے ظاہری اخلاص سے بہتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے کہ ریا کہتے ہیں اطاعت خلق کے سامنے الارضاء الخلق کرنا تو یہ لارضاء الخلق نہیں ہوتی بلکہ یہ ہوتی تو ہے لارضاء الخالق ہی مگر بعض مرتبہ شیخ کی یہ نیت ہوتی ہے کہ لوگوں کو اس سے رغبت ہوگی اور دوسرے لوگ بھی عبادت میں مشغول ہوں گے تو دیکھو صورت ریا کی ہے مگر چونکہ اصل میں یہ نیت ہے لہٰذا معتز نہیں ہے اور یہ مسئلہ ہے کہ ریاء الشیخ خیر من اخلاص المرید اس لئے کہ وہ صرف ظاہری ریاء ہے اور یہ ظاہری اخلاص ہے ورنہ اصل میں وہ ریا نہیں ہے اور یہ اخلاص نہیں ہے خوب سمجھ لو اور فرماتے ہیں کہ

از حدیث شیخ الخ۔ یعنی شیخ کی بات سے جمعیت حاصل ہوتی ہے اور اہل حسد کی آواز تفرقہ پیدا کرتی ہے۔ شیخ کی آواز سے جمعیت اور اتحاد پیدا ہونے کی مثال فرماتے ہیں کہ

چون سلیمان الخ۔ یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح کہ وہ حضرت حق کی طرف دوڑے تو انہوں نے تمام جانوروں کی آوازیں پہچان لیں تو ان کے شناخت کے درجہ میں سب ایک ہوگئیں کہ وہ سب کو پہچان لیا کرتے تھے اور اس معیت کی یہ برکت ہوئی۔

درزمان الخ۔ یعنی ان کے زمانہ عدل میں بکری نے چیتے کے ساتھ موانست اختیار کی اور لڑائی سے باہر ہو گئے۔ یعنی سب ایک ہوگئے جیسے کہ کہتے ہیں کہ بھیڑا اور شیر ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔

شد کبوتر الخ۔ یعنی کبوتر باز کے چنگال سے بے خوف ہوگیا اور بکری بھیڑیے سے احتراز نہ کرتی تھی۔

او میانجی الخ۔ یعنی وہ حضرت سلیمان علیہ السلام دشمنوں کے درمیان قاصد ہوگئے اور لڑنے والوں میں اتحاد کرنے والے ہوگئے یعنی ان کی برکت سے یہ سب اتحاد پیدا ہوگیا۔

تو چو موری الخ۔ یعنی تو جو چیونٹی کی طرح ہے کہ دانہ کے واسطے دوڑ رہا ہے اس ارے سلیمان کو تلاش کر کہ گمراہ کیوں ہو جاتا ہے۔

دانہ جو را الخ۔ یعنی دانہ جو کے لئے تو اس کا وہ دانہ ہی جال ہو جاتا ہے اور اس سلیمان جو کہ دونوں ملتے ہیں۔ دانہ بھی ملتا ہے اور دانا (عقلمند) بھی ملتا ہے اس لئے کہ اہل اللہ کو بقدر ضرورت دنیا بھی ملتی ہے اور دین تو ان کا ہی ہے لہٰذا مرشد کامل کی تلاش کرو کہ یہی مقصود اصل تک پہنچانے والا ہے۔

مرغ جانہا را الخ۔ یعنی اس آخری زمانہ میں جو مرغ ارواح ہیں ان کو ایک دوسرے ایک دم امن نہیں ہے۔ چونکہ ہر شخص کے اعتبار سے وہ جس زمانہ میں ہے اس کا وہ آخری زمانہ ہے اس لئے کہ وہ زمانہ تو اس پر دوبارہ نہ گزرے گا لہٰذا مولانا نے بھی اپنے زمانہ کو آخر زمان فرمادیا۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں لوگوں کی یہ حالت ہے کہ ایک دوسرے سے امن نہیں ہے اور کٹے مرے جاتے ہیں لہٰذا چاہیے کہ بزرگان دین کی جستجو کریں تا کہ اتحاد پیدا ہو اور چونکہ ہر زمانہ والوں کو یہ خبط رہا ہے کہ اپنے زمانہ کے بزرگوں کی تو قدر نہیں کرتے اور پہلے بزرگوں کو یاد کرتے ہیں اس لئے یہاں یہ اشکال ہوتا تھا کہ بھلا اس زمانہ میں (یعنی مولانا کے زمانہ میں) بھلا بزرگ کہاں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ یہ خبط آجکل بھی ہے اور اسی لئے لوگ فیوض سے محروم ہیں نعوذ باللہ) لہٰذا مولانا اس کو دفع فرماتے ہیں کہ

ہم سلیمان ہست الخ۔ یعنی ہمارے زمانہ میں بھی سلیمان ہیں جو کہ صلح کرا سکتے ہیں کہ ہمارا جور باقی نہ رہے۔ مطلب یہ کہ کاملین اب بھی ایسے موجود ہیں جن کی صحبت کی برکت سے یہ باہمی نفاق اور حسد وغیرہ سب دفع ہو جائیں گے مگر ان کی خدمت میں حاضری بھی تو شرط ہے چونکہ یہاں یہ بھی شبہ ہوتا تھا کہ یہ تو آپ کا دعویٰ ہی ہے کہ آجکل بھی بزرگ ہیں اس کی دلیل کیا ہے لہٰذا آگے قرآن شریف سے استدلال فرماتے ہیں کہ

قول الخ۔ یعنی قول وان من امۃ کو الا خلا فیہا نذیر تک یاد کرو۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ وان من امتہ الا خلا فیہا نذیر یعنی کوئی امت نہیں ہے مگر اس میں ایک نذیر گزرا ہے نذیر عام ہے خواہ نبی ہو یا ولی ہو تو دیکھو قرآن شریف سے ہر زمانہ میں بزرگوں کا ہونا ثابت ہو گیا۔

گفت الخ۔ یعنی خود ارشاد ہے کہ کوئی امت خلیفہ حق اور کسی صاحب ہمت سے خالی نہیں ہے یعنی ضرور ہر جماعت میں ایک اہل اللہ میں سے ہوتا ہے جیسا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر بستی میں خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی ہو ایک قطب ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں تو کیا ہر بستی اور جماعت میں ایک بزرگ اور برگزیدہ حق ہوتے ہیں ان کی یہ شان ہوتی ہے کہ

مرغ جانہا را الخ۔ یعنی ان کی مرغ ارواح ایسا ایک دل کر دیتا ہے کہ صفا کی وجہ سے ان کو بے غش وغل کر دیتا ہے بالکل سراپا صفا بنا دیتے ہیں اور تمام اخلاق ذمیمہ کو نکال ڈالتے ہیں۔

مشفقان الخ۔ یعنی یہ حضرات والدہ کی طرح مشفق ہوتے ہیں اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نفس واحدہ فرمایا ہے اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جس میں کہ ہے المومنون کبنیان واحد تو جو معنی بنیان واحد کے ہیں وہی نفس واحد کے ہیں روایت بالمعنی کہا جائے گا۔

نفس واحد الخ۔ یعنی رسول حق صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے نفس واحد ہو گئے ورنہ ہر ایک دشمن مطلق تھے۔

اتحاد الخ۔ یعنی وہ اتحاد جو کہ شرک و دوئی سے خالی ہو وہ توحید ہی سے ہوتا ہے نہ کہ ما ومنی سے۔ مطلب یہ کہ اتحاد اور اتفاق حقیقی تو دین ہی سے پیدا ہوتا ہے اور جہاں دین نہیں بلکہ ما ومنی ہے وہاں تو ہمیشہ اختلاف ہی رہتا ہے جیسا کہ مشاہد ہے اور دین آیا ہے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت لہٰذا اصل میں اتفاق اور اتحاد حضور ہی کی وجہ سے پیدا ہوا ہے فللہ الحمد۔ آگے قبیلہ اوس وخزرج کے درمیان سے مخالفت کا صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اٹھ جانے کو بیان فرماتے ہیں

انصار میں سے حضور مقبول ﷺ کی برکت سے مخالفت کا اٹھ جانا

دو قبیلہ الخ۔ یعنی دو قبیلے جو کہ اوس اور خزرج نام رکھتے تھے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔

کینہ ہائے الخ۔ یعنی ان کے کینے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت محو ہو گئے اور نور اسلام اور اس کی صفا کی وجہ سے وہ سارے کینے جاتے رہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اولا الخ۔ یعنی اول تو وہ دشمن بھائی ہو گئے جیسے کہ انگور کے اعداد باغ میں مطلب یہ کہ اول تو نوع میں شریک ہو گئے اور سب کا مطلب ایک ہو گیا اور ایک ہی باغ کے سب میوے ہو گئے اور جب اس حالت سے ترقی ہوئی تو یہ ہوا کہ

وردم الخ۔ یعنی آواز المومنون اخوۃ کی وجہ سے نصیحت سے سب ٹوٹ کر تن واحد ہو گئے۔ مطلب یہ کہ اول تو اتفاق پیدا ہوا اس کے بعد جب اس اتفاق میں ترقی ہوئی تو اتفاق سے اتحاد پیدا ہو کر سب یک جان دو قالب ہو گئے آگے اس اول اتفاق پیدا ہونے اور پھر اتحاد پیدا ہونے کی مثال دیتے ہیں کہ

صورت الخ۔ یعنی انگوروں کی طرح اول تو بھائی تھے اور جب تم نے نچوڑ دیا تو سب شیرۂ واحد ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو انگور جو ہوتا ہے وہ اول تو سب الگ ہوتے ہیں مگر ہوتے یکساں ہیں اور جب ان کو نچوڑ لو تو پھر کوئی امتیاز مابین باقی نہیں رہتا اور یہ خبر نہیں رہتی کہ یہ فلاں کا شیرہ ہے اور یہ فلاں کا بلکہ سب جسم واحد ہو تے جاتے ہیں۔ اسی طرح اول تو ان حضرات میں اتفاق محض پیدا ہوا اور سب یکساں ہو گئے اور سب کا مقصود اور مطلوب ایک ہو گیا اس کے بعد بڑھتے بڑھتے ایسے گھلے ملے کہ سب ایک ہو گئے اور اب وہ امتیاز بھی باقی نہ رہا۔

غورہ الخ۔ یعنی انگور خام اور انگور پختہ آپس میں ضد ہیں مگر جبکہ خام پختہ ہو گیا تو اب یار نیک ہو گیا۔ غورہ سے مراد وہ عوام ہیں جن کی استعداد ابھی خراب نہ ہوئی ہو مطلب یہ کہ جو ابھی محجوب ہیں مگر استعداد خراب نہیں ہے وہ اس وقت تو الگ اور دشمن اور ضد معلوم ہوتے ہیں مگر انجام کار وہ بھی پختہ ہو کر مثل اس دوسرے شخص کے ہو جائیں گے۔

غورہ الخ۔ یعنی وہ غورہ جو ٹھٹھر گیا اور خام رہ گیا۔ ازل میں حق تعالیٰ نے اس کو کافر اصلی کیا ہے یہاں غورہ سے مراد وہ ہیں جن کی استعداد کہ خراب ہو چکی ہے تو مطلب یہ ہو گیا کہ جس کی استعداد خراب ہو چکی ہے اور جس کی اصلاح کی امید نہیں رہی ہے وہ وہ ہے جس کو کہ حق تعالیٰ نے روز ازل میں کافر لکھ دیا ہے کہ وہ ان پختہ لوگوں سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

نے اخی الخ۔ یعنی وہ نہ بھائی ہے اور نہ نفس واحد ہے وہ تو بدبختی میں منحوس اور ملحد ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس کو مسلمانوں سے نہ اتفاق پیدا ہو سکتا ہے اور نہ اتحاد ہو سکتا ہے۔ بلکہ ہمیشہ مباینت ہی رہے گی آگے فرماتے ہیں کہ

گر بگویم الخ۔ یعنی جو کچھ کہ وہ پوشیدگی میں رکھتا ہے اگر اسکو میں کہہ دوں تو جہان میں فتنۂ افہام اٹھ کھڑا ہو یعنی لوگ کچھ سے کچھ سمجھ جائیں یا یہ کہا جائے کہ جب ان کے عیوب کھولے جائیں گے تو وہ دشمن ہو جائیں گے اور یا یہ کہا جائے کہ بالکل نا امید ہو جائیں گے غرضکہ جو بھی ہو چونکہ اس سے خوف غلط فہمی کا ہے لہذا اتنا ہی بیان کر کے ترک کر دیا گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

چشم کو الخ۔ یعنی جس آنکھ نے کہ وہ چہرہ نہ دیکھا وہ اندھی ہو تو بہتر ہے اور دوزخ کا دھواں جنت سے الگ ہے۔ بہتر ہے مطلب یہ کہ محجوبین و کفار تو اگر الگ ہی رہیں تو اچھا ہے ان سے موافقت و موانست ٹھیک ہی نہیں اس لئے کہ ان سے موانست پیدا ہوتی ہی نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

غورہ ہائے الخ۔ یعنی غورہائے نیک جوکہ قابل ہیں اہل دل کی آواز کی وجہ سے ایک دل ہیں مطلب یہ کہ جن کی استعداد قابل ہے وہ جب اہل دل کی آواز سنتے ہیں تو ایک دل ہو جاتے ہیں اور اتحاد ہو جاتے ہیں۔

سوئے الخ۔ یعنی انگور والے کی طرف تیز چلاتے ہیں یہاں تک کہ دوئی اور کینہ اور لڑائی اٹھ جاتی ہے انگوری سے مراد حق تعالیٰ ہیں۔ مطلب یہ کہ بس ان کا مقصود اور مطلوب ایک ہی ہوتا ہے اور وہ سب اسی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور سب کینے اور لڑائیاں رفع ہو جاتی ہیں۔

پس درالخ۔ پھر انگوری میں کھال کو پھاڑ ڈالتے ہیں یہاں تک کہ ایک ہو جاتے ہیں اور وحدت تو اسی کی صفت ہے۔ مطلب یہ کہ درجہ فناء الفنا کا حاصل ہو جاتا ہے اور سب ایک ہی ہو جاتے ہیں اس لئے کہ وہ تو ایک ہی ذات ہے وہاں جو گیا پھر اس میں دوسری کا نام نہیں اور وہی عینیت مصطلحہ ہو جاتی ہے پھر جو کچھ ہو جاتا ہے اس کو حضرت حق کی طرف سے سمجھتا ہے۔

دوست الخ۔ یعنی دوست دشمن ہو جاتے ہیں اس لئے کہ وہ تو دو ہی ہیں اور کسی ایک نے اپنے ساتھ لڑائی نہیں کی تو چونکہ یہ حضرات نفس واحدہ کی طرح ہو جاتے ہیں لہٰذا ان میں کبھی لڑائی وغیرہ نہیں ہوتی جیسا کہ کوئی شخص اپنے نفس سے نہیں لڑتا۔ سبحان اللہ خوب ہی مثال دی ہے۔

آفرین الخ۔ یعنی عشق پر جو کہ پورا استاد ہے ہزار آفرین ہوں۔ اس نے لاکھوں ذروں کو اتحاد دے دیا۔ اس لئے کہ یہ جو اتحاد پیدا ہوتا ہے یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ حضرت حق کی محبت دل میں جگہ کر لیتی ہے اور سب کا مطلوب ایک ہی ہو جاتا ہے لہٰذا سب متحد ہو جاتے ہیں تو چونکہ اصل سبب یہ عشق ہے لہٰذا فرمایا کہ آفرین بر عشق الخ۔ آگے اس متحد کر دینے کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ

ہمچو خاک الخ۔ یعنی پراگندہ خاک کی طرح جو راستہ میں ہو کہ اس کو کوزہ گر نے ایک گھڑا بنادیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو مختلف ذرات اور مختلف مٹی کو کوزہ گر نے ایک گھڑا بنادیا کہ اب اس پر نام کا بھی ایک ہی کا اطلاق ہے اور اگر ایک جز یہاں ہے تو سارے یہیں ہیں اور اگر کہیں جائیں تو سارے جائیں تو اسی طرح سب مسلمانوں کو آپس میں ایک کر دیا۔ کہ اگر ایک کو تکلیف ہے تو دوسرے کو بھی ہے اور اگر ایک آرام سے ہے تو دوسرا بھی آرام سے ہے۔ یہ ساری باتیں اسی ایک ذات کی وجہ سے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ

اتحاد جسمہائے الخ۔ یعنی پانی اور مٹی کا اتحاد ناقص ہے اتحاد جان اس کے مشابہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو مثال کوزہ گر کی دی ہے تو یہ اتحاد ماء وطین ہے مگر کہیں یہ اتحاد اس اتحاد جان سے ملتا ہے۔ یہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

گرنظائر گویم الخ۔ یعنی اگر اس جگہ مثال میں نظائر کو بیان کریں تو خوف یہ ہے کہ فہم میں خلل نہ پڑ جائے۔ مطلب یہ کہ ان مثالوں سے کہیں کوئی غلط فہمی سے اتحاد ذاتی نہ سمجھ جائے کہ کفر ہے اس لئے بس کرتے ہیں غرضکہ یہ اتحاد حق تعالیٰ کی محبت سے ہوتا ہے اور اس کا طریقہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم ہوا اور ان کے جواب نائب ہیں یعنی اہل اللہ ان سے بھی معلوم ہوتا ہے اور اس اتحاد کی ہر زمانہ میں ضرورت ہے لہٰذا اہل اللہ کا بھی ہر زمانہ میں ہونا

www.besturdubooks.wordpress.com

ضروری ہے لہٰذا مولانا آگے اس پہلے مضمون (یعنی وجود اولیا اللہ ہر زمانہ میں ہے) کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔

ہم سلیماں ہست اکنوں لیک ما	از نشاط دور بینی در عمیٰ
سلیمان اب بھی ہے لیکن ہم	تمناؤں کی مستی کی وجہ سے اندھے پن میں ہیں
دور بینی کور دارد مرد را	ہمچو خفتہ در سرا کور از سرا
(دنیاوی) دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے	جیسا کہ مکان میں سویا ہوا مکان سے اندھا ہے
میکند از مشرق و مغرب گذر	وز رفیق و ہمنشینش بے خبر
وہ مشرق اور مغرب سے بھی گزر جاتا ہے	اور اپنے ساتھی اور ہمنشین سے بے خبر ہوتا ہے
مولعیم اندر سخنہائے دقیق	در گرہہا باز کردن ما عشیق
ہم (دنیا کی) باریک باتوں پر فریفتہ ہیں	ان کی گرہ کشائی کے عاشق ہیں
تا گرہ بندیم و بکشائیم ما	در شکال و در جواب آئیں فزا
تاکہ ہم گرہ لگائیں اور کھولیں	اشکال اور جواب میں قواعد کو بڑھانے والی بن جائیں
ہمچو مرغے کو کشاید بند و دام	گاہ بندد تا شود در فن تمام
اس پرند کی طرح جو (کبھی) جال کی گرہ کھولتا ہے	کبھی لگاتا ہے تاکہ فن میں ماہر ہو جائے
او بود محروم از صحرا و مرج	عمر او اندر گرہ کاری ست خرج
وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہتا ہے	اس کی عمر گرہ بندی میں خرچ ہو جاتی ہے
خود زبون او نگردد ہیچ دام	لیک پرش در شکست افتد مدام
کوئی جال اس سے مغلوب نہیں ہوتا ہے	لیکن اس کے پر ہمیشہ کے لئے شکستہ ہو جاتے ہیں
با گرہ کم کوش تا بال و پرت	نگسلد یک یک ازیں کر و فرت
گرہ میں کم مصروف ہوتا کہ تیرے بال و پر	اس ادھیڑ بن سے ایک ایک کر کے نہ ٹوٹ جائیں
صد ہزاراں مرغ پرشاں شکست	واں کمیں گاہ عوارض را نہ بست
لاکھوں پرندوں کے پر ٹوٹ گئے	(لیکن) وہ حوادث کے مورچے کو بند نہ کر سکے
حال ایشاں از نبے خواں اے حریص	نقبوا فیہا ببین ہل من محیص
اے حریص! ان کی حالت قرآن میں پڑھ لے	غور کر انھوں نے زمین میں نقب لگائے کہیں چھٹکارا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از نزاعِ ترک و رومی و عرب	حل نشد اشکالِ انگور و عنب
ترکی اور رومی اور عربی کی لڑائی سے	انگور اور عنب کا اشکال حل نہ ہوا
تا سلیمانِ لسینِ معنوی	در نیاید بر نخیزد ایں دوئی
جب تک حقیقت پسند زبان داں سلیمان	نہیں آتا یہ دوئی نہیں اٹھتی
جملہ مرغانِ منازع باز وار	بشنوید ایں طبلِ بازِ شہریار
سب جھگڑنے والے پرندو! باز کی طرح	بادشاہ کی واپسی کے نقارے کو سن لو
ز اختلافِ خویش سوئے اتحاد	ہیں ز ہر جانب رواں گردید شاد
اپنا اختلاف چھوڑ کر اتحاد کی جانب	خبردار! ہر جانب سے خوشی سے روانہ ہو جاؤ
حیث ما کنتم فولوا وجھکم	نحوہٗ ھٰذا الذی لم ینھکم
تم جہاں بھی ہو اپنا رخ موڑ لو	اس کی جانب، یہ وہ ہے جس سے اس نے تمہیں نہیں روکا
کور مرغانیم و بس ناساختیم	کاں سلیماں را دمے نشناختیم
ہم اندھے پرند ہیں اور بہت اکھڑ	کہ ہم نے تھوڑی دیر کے لئے بھی سلیمان کو نہ پہچانا
ہمچو چغداں دشمنِ بازاں شدیم	لاجرم وا ماندہ و ویراں شدیم
ہم چغدوں کی طرح بازوں کے دشمن بن گئے	لامحالہ پسماندہ اور تباہ ہو گئے
می کنیم از غایتِ جہل و عمیٰ	قصدِ آزارِ عزیزانِ خدا
انتہائی نادانی اور اندھے پن کی وجہ سے ہم کرتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) کے پیاروں کو ستانے کا ارادہ
جملہ مرغاں کز سلیمانؑ روشن اند	پر و بالِ بے گنہ کے برکنند
وہ تمام پرندے جو سلیمانؑ کی وجہ سے روشن (دل) ہیں	وہ بے قصور کے بال و پر کب نوچتے ہیں؟
بلکہ سوئے عاجزاں چینہ کشند	بے خلاف و کینہ آں مرغاں خوش اند
بلکہ وہ عاجزوں کی طرف چینہ (دانہ) لے جاتے ہیں	وہ پرندے بغیر اختلاف اور کینے کے خوش ہیں
ہدہدِ ایشاں پئے تقدیس را	مے کشاید راہ صد بلقیس را
ان (میں) کا ہدہد تقدیس کیلئے	سینکڑوں بلقیس کی راہ کھول دیتا ہے
زاغِ ایشاں گر بصورت زاغ بود	باز ہمت آمد و مازاغ بود
ان کا کوا اگرچہ بظاہر کوا تھا	ارادہ کا باز ثابت ہوا اور مازاغ بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

لکلک ایشاں کہ لکلک می زند	آتش توحید در شک می زند
ان کا لقلق جو لک لک کہتا ہے	وہ شک میں توحید کی آگ لگاتا ہے
واں کبوتر شاں زبازاں نشکہد	باز سر پیش کبوتر شاں نہد
ان کا کبوتر بھی بازوں سے نہیں ڈرتا ہے	باز ان کے کبوتر کے سامنے سر (تسلیم) خم کر دیتا ہے
بلبل ایشاں کہ حالت آرد او	در درون خویش گلشن دارد او
ان کی بلبل جو کہ وجد کرتی ہے	وہ اپنے اندر چمن رکھتی ہے
طوطی ایشاں زقند آزاد بود	کز دروں قند ابد رویش نمود
ان کا طوطی بھی قند سے آزاد تھا	کیونکہ اس میں ابدی قند رونما ہوگئی تھی
پائے طاؤسان ایشاں در نظر	بہتر از طاؤس پران دگر
ان کے موروں کے پیر (بھی) نگاہ میں	دوسروں کے موروں جیسے پر والوں سے بہتر ہیں
کبک ایشاں خندہ بر شاہیں زند	در تعلق راہ علیین زند
ان کی چکور شاہین کی مذاق اڑاتی ہے	تعلق (مع اللہ) میں علیین کا راستہ اختیار کرتی ہے
منطق الطیر ان خاقانی صداست	منطق الطیر سلیمانی کجاست
خاقانی کی "منطق الطیر" ایک آواز ہے	وہ سلیمانی منطق الطیر کہاں ہے؟
تو چہ دانی بانگ مرغاں را ہمے	چوں ندیدستی سلیماں را دمے
تو پرندوں کی آواز کو کیا جانے؟	جبکہ تو نے ایک لمحہ کے لئے (بھی) سلیمان کو نہیں دیکھا ہے
پرآں مرغے کہ بانگش مطرب ست	از برون مشرق و وز مغرب ست
اس پرند کا پر جس کی آواز مست کرنے والی ہے	وہ مشرق و مغرب سے باہر ہے
ہر یک آہنگش زکرسی تا ثرے ست	وز ثریٰ تا عرش در کر و فرے ست
اس کا ہر ارادہ کرسی سے زمین تک ہے	اور زمین سے عرش تک شان و شوکت میں ہے
مرغ کو بے ایں سلیماں می رود	عاشق ظلمت چو خفاشے بود
وہ پرند جو اس سلیمان کے بغیر چلتا ہے	وہ چمگادڑ کی طرح اندھیرے کا عاشق ہوتا ہے
با سلیماں خو کن اے خفاش رد	تا کہ در ظلمت نہ مانی تا ابد
اے مردود چمگادڑ! سلیمان کی عادت ڈال	تاکہ ہمیشہ تک کے لئے اندھیرے میں نہ رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یک گزے رہ کہ بداں سو میروی	ہمچو گز قطب مساحت می شوی
اگر تو اس کی جانب ایک گز چلے گا	تو گز کی طرح پیائش کا مدار بن جائے گا
وانکہ لنگ ولوک آں سومی جہی	از ہمہ لنگی و لوکی می رہی
اور جو تو لنگڑا اور لولا اس طرف چل رہا ہے	(اس) تمام لنگڑے اور لولے پن سے نجات پا جائے گا

شرح حبیبی

ہم نے بیان کیا تھا کہ آج کل ارواح میں تحاسد وتباغض بہت ہے مگر اس کی وجہ یہ نہیں کہ سلیمان وقت نہیں بلکہ سلیمان وقت اب بھی موجود ہیں جیسا کہ ان من امۃ الا خلا فیہا نذیر سے معلوم ہوتا ہے اور وجہ دلالت یہ ہے کہ جو وجہ نذیر کے آنے کی اس وقت تھی اور جو داعی اس وقت تھا یعنی اتمام حجت واصلاح امت وہ اب بھی موجود ہے پھر کوئی وجہ نہیں کہ اب نذیروں کا سلسلہ منقطع ہو جائے پس ضرور ہوا کہ اس وقت بھی موجود ہوں اور ہیں بھی مگر ہم دنیاوی بال اندیشی کے نشہ میں اندھے ہورہے ہیں لہٰذا وہ ہم کو دکھلائی نہیں دیتے اس لئے ہم ان سے مستفیض بھی نہیں ہوسکتے اور وہ تحاسد وتباغض بھی دور نہیں ہوسکتا۔ واقعی بات یہ ہے کہ دور بینی دنیاوی آدمی کو اندھا رکھتی ہے اور امور دینیہ کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے گھر میں کوئی سو رہا ہے اور سونے کے سبب گھر کو نہیں دیکھ سکتا ہو۔ وہ سوتے ہوئے مشرق ومغرب میں گھوم آتا ہے مگر اس کو اپنے رفیق کی خبر نہیں ہوتی۔ یوں ہی اہل اللہ اس کے پاس ہیں مگر یہ دیکھ نہیں سکتا۔ ہم لوگ باریک باتوں پر مٹے ہوئے ہیں اور مشکل عقدوں کو حل کرنے پر فریفتہ ہیں کہ ایک گرہ لگاتے ہیں اور ایک کھولتے ہیں اور شبہات وجوابات کی زینت بڑھاتے ہیں اس لئے ہماری مثال ایسی ہے جیسے ایک پرند کہ وہ کبھی جال کی گرہ کھولتا ہے اور کبھی لگاتا ہے تاکہ وہ اس فن میں کامل ہو جائے اور بوقت ضرورت جال سے نکل سکے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جنگل اور چراگاہ سے محروم رہ جاتا ہے اور گرہوں ہی کے باندھنے کھولنے میں اس کی عمر صرف ہو جاتی ہے۔ اور اس سے جال تو کمزور نہیں ہوجاتا جو اس کا مقصد ہے ہاں اس کاوش میں خود اس کے پر شکستہ ہو جاتے ہیں یہی ہماری حالت ہے کہ ہم مکروہات دنیا سے نجات پانے کے لئے ادھیڑ بن میں مصروف ہیں مگر اس سے ہم کو ان مکروہات پر غلبہ نہیں ہوتا بلکہ ہماری وہ استعداد کمزور ہوتی جاتی ہے جس سے ہم عروج روحانی کر سکتے ہیں پس مشکلات دنیاوی کو حل کرنے کی کوشش میں مصروف نہ رہنا چاہیے تاکہ اس جدوجہد میں وہ استعداد فطری باطل نہ ہو جائے جو ہمارے عروج روحانی کا آلہ ہے ہم سے پہلے لوگوں نے کیا کچھ نہیں کیا ان عقدوں کے حل کرنے میں لاکھوں آدمیوں نے اپنی امکانی جدوجہد کی لیکن کمین گاہ حوادث کو بند نہ کر سکے ان کی حالت تم کو قرآن کریم سے معلوم ہوگی۔ ارشاد ہوتا ہے فنقبوا فی البلاد کہ انہوں نے جدوجہد میں ملکوں کو چھان مارا۔ مگر آگے ارشاد ہوتا ہے ہل من محیص یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا ایسا کرنے سے وہ حوادث سے بچ گئے ہرگز نہیں پس ثابت ہوا کہ دنیا میں اس قدر انہماک بالکل لایعنی ہے ہاں بقدر اجازت شرعیہ کچھ مضائقہ نہیں اور دیکھو تر کی عربی رومی فارسی کے نزاع سے انگور وعنب اوزم استافیل کا اشکال حل نہ ہوا ہر چند کوشش کی اور سر پٹک کر بیٹھ رہے۔ اور جب تک کوئی سلیمان زبان دان اور معنی شناس نہ آ جائے اس وقت تک یہ نزاع ختم بھی نہیں ہوسکتا۔ ان واقعات پر نظر کر کے میں اعلان کرتا ہوں کہ اے گرفتار منازعت جانور و باز کی طرح تم اس شاہ سلیمان وقت کے طبل باز باجہ کی آواز سنو۔ وہ تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے اختلاف کو چھوڑ و اتحاد کی طرف دوڑ و اور ہر جانب سے اس کی طرف چلو تم جہاں کہیں بھی ہو اسی کی طرف رخ کر و ایسا کرنا کچھ گناہ تو نہیں کہ تم یوں اعراض کرتے ہو۔ جب تم اس کی طرف رخ کرو گے تو تم کو وہی فوائد حاصل ہوں گے جو اوپر مذکور ہوئے۔ اخوۃ و اتحاد و غلبہ توحید وغیرہ لیکن ہم عجیب اندھے جانور اور عجیب کندہ ناتراش ہیں کہ کو سلیمان کو ہم نے اب تک نہ پہچانا بلکہ الوؤں کی طرح ان شہبازوں اہل اللہ کے دشمن رہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ ہم تباہ اور برباد ہیں۔ ہم اپنی انتہائی جہالت اور اندھے پن سے مقبولان الٰہی کی ایذا رسانی کے درپے ہیں ہماری تو یہ حالت ہے اور جو لوگ اہل اللہ سے مستفید ہیں وہ بے گناہ کو ہرگز ایذا نہیں پہنچاتے۔ بلکہ وہ تو کمزوروں کی اعانت کرتے ہیں نہ تو ان میں مخالفت کا نام ہے اور نہ کینہ کا اور وہ اس حالت میں خوش اور مگن ہیں ان میں کہ وہ لوگ جو ہد ہد سلیمان سے مشابہت رکھتے ہیں وہ تسبیح و تقدیس کے لئے بلقیس کے مانند سینکڑوں گمراہوں کے لئے راستہ کھولتے ہیں اور جو ان میں کوے کی طرح کالے کلوٹے ہیں وہ گو صورت میں کوے ہوں لیکن ہمت کے لحاظ سے باز ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے ان کی نظر نہیں ہٹتی اور ان میں جو لکلک کے مشابہ ہیں وہ الملک لک لاشریک لک میں مصروف ہیں اور توحید کی آگ سے شبہات و وساوس کو جلا رہے ہیں اور جو ان میں کبوتر کے مشابہ اور کمزور ہیں وہ دنیاوی بازوؤں اور بڑے لوگوں سے مرعوب نہیں ہوتے بلکہ بڑے بڑے سرکش ان کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور ان میں جو بلبل سے مشابہ ہیں اور وجد کرتے ہیں وہ اپنے اندر معارف کا ایک چمن رکھتے ہیں اور ان میں جو طوطی کی طرح خوش گفتار ہیں ان کو ظاہری قند کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو ہمیشہ معدن قند حقیقی سے جلوہ گر ہوتے ہیں اور ان میں جو بہت ہی بدشکل ہیں جن کو پائے طاؤس کہنا چاہیے وہ اور حسینوں سے بڑھ کر ہیں جن کو بظاہر پر طاؤس کہنا مناسب ہے اور ان میں جو چکور سے مشابہ ہیں وہ شاہین اور اولوالعزم دنیاداروں پر ہنستے ہیں اور بلند پرواز ہیں راہ علیین پر چلتے ہیں شاہین جانور یعنی علمائے ظاہر و طلباء کی گفتگو یا خاقانی کا قصیدہ مسمی بہ منطق الطیر تو صورت محض ہے اس کو منطق الطیر سلیمانی سے کیا نسبت۔ مگر تو ان کی گفتگو کی صدر نہیں جان سکتا اس لئے کہ تو نے کبھی سلیمان ہی کو نہیں دیکھا۔ پس تو ان جانوروں کی آوازوں سے کیا واقف ہو سکتا ہے وہ جانور جس کی وجد میں لاتی ہے یعنی عارف اسی کی پرواز مشرق و مغرب سے باہر ہے اس کی ہر پرواز کبھی عرش سے فرش تک ہے اور کبھی فرش سے عرش تک یعنی کبھی عروج ہے اور کبھی نزول۔ یہ تو مرغان سلیمانی اور وابستگان شیخ کامل کی حالت تھی اب دوسرے جانوروں کی حالت سنو۔ جو

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ سے تعلق نہیں رکھتے جو شیخ سے رہنمائی حاصل نہیں کرتا اور خود چلتا ہے خواہ راہ خدا میں خواہ طلب دنیا میں وہ عاشق ظلمت ہے جس طرح خفاش عاشق ظلمت ہوتا ہے وہ محبت جہل اور تاریکی عالم ناسوت میں پھنسا ہوا ہے مبتلائے جہل و شہوات ولذات ہے پس اے مردود خفاش تو اس سلیمان سے تعلق پیدا کر اور اے محجوب تو اس شیخ کامل کا دامن پکڑ۔ تا کہ تو ہمیشہ ظلمت میں گرفتار نہ رہے بلکہ ایک دن تجھ کو نور معرفت حق سبحانہ حاصل ہو اگر تو ایک گز اس راستہ پر چلے گا تو گز کی طرح قطب مساحت ہو جائے گا یعنی جس طرح مساحت کا مدار گز پر ہوتا ہے اس لئے وہ مساحت کے لئے ایک گرانمایہ شے ہوتا ہے۔ یونہی تو بھی ایک گرانمایہ شے ہوگا۔ یا یوں کہو کہ اگر تو اس غیر متناہی راستہ پر اس کے لحاظ سے ایک گز بھی چل لے گا تو تو کامل ہو جائے گا اور گز کی طرح جادہ پیمائی راہ سلوک کا قطب ہو جائے گا۔ یعنی دوسرے لوگ تیرے سہارے پر راہنمائی کریں گے اور جبکہ تو لنگڑوں لولوں کی طرح بھی اس راستہ پر چلے گا تو یہ سارا تیرا لنگڑا لولا پن جاتا رہے گا۔ یہاں تک اس کو اس راستہ پر چلنے کی ترغیب دلائی۔ آگے اس کی ہمت بندھاتے ہیں اور اس کی جھجک کو کھوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

ہم سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان اب بھی ہیں لیکن ہم دور بینی کی نشاط کی وجہ سے اندھے ہو رہے ہیں۔ یعنی دنیا کی جو دور بینیاں کرتے ہیں اس وجہ سے اس دوسری طرف سے بالکل کورے ہو رہے ہیں ورنہ اہل اللہ ہر زمانہ میں ہیں اور ہمارے اس زمانہ میں بھی ہیں (اور خود ہمارے زمانہ میں بھی بحمد اللہ بہت بزرگ ہیں اور ہمارے لئے تو قطب الاقطاب حضرت استادی قبلہ وکعبہ مولانا اشرف علی صاحب ہیں حق تعالیٰ ان کو ہمارے سر پر سلامت رکھے اور ان کے سامنے باایمان ہم کو حق تعالیٰ اپنے پاس بلا لے۔ آمین یارب العالمین۔

دور بینی الخ۔ یعنی دور بینی انسان کو اندھا کر دیتی ہے جیسے کہ کوئی گھر میں سو رہا ہے اور گھر سے اندھا ہوا اسی طرح ہم لوگ بزرگان دین کے پاس رہتے ہیں اور ان کے کمالات سے بے خبر ہیں اور اندھے ہیں اس اندھے کی یہ حالت ہوتی ہے کہ

میکند الخ۔ یعنی مشرق سے مغرب تک گزر جاتا ہے اور اپنے رفیق اور ہم نشیں سے بے خبر ہوتا ہے اسی طرح ہم ساری دنیا میں مارے مارے پھرتے ہیں مگر اہل اللہ کی خاک بھی خبر نہیں اور اے اللہ اس اندھے پن کو دور فرما اور اہل اللہ کی شناخت نصیب فرما اور ان سے مستفیض فرما۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ

مولعیم الخ۔ یعنی ہم باریک باتوں کے بہت حریص ہیں اور گرہوں کے کھولنے کے عاشق ہیں۔ مطلب یہ کہ بس اس کا شوق ہے کہ نکتے پیدا ہوں۔ اشکالات کو حل کریں اس میں لگ کر اصل مقصود سے کوسوں دور ہو گئے ہیں اور اس فکر میں رہتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ما گرہ الخ۔ یعنی تا کہ ایک گرہ لگا دیں اور اس کو کھولیں اشکال اور جواب میں قواعد بڑھانے والے۔ مطلب یہ کہ بس اس میں رہتے ہیں کہ ایک اشکال کیا اس کو حل کیا دوسرا اشکال کیا اس کو حل کیا اسی طرح کرتے رہتے ہیں مقصود اور مطلوب سے بے خبر ہیں آگے ہماری مثال فرماتے ہیں کہ

ہمچو مرغے الخ۔ یعنی اس جانور کی طرح جو کہ گرہ اور جال کھولے کبھی باندھے تا کہ فن کا کامل ہو جائے۔ مطلب یہ کہ ہم اس جانور کی طرح ہیں جیسے کہ کسی نے جانور کو گرہ لگانا سکھایا اور اس کو کھولنا بھی سکھایا۔ تو اب وہ جانور اسی میں لگا ہوا ہے کہ کبھی گرہ لگاتا ہے اور کبھی کھولتا ہے اور سکھانے سے مقصد یہ ہے کہ اگر کبھی جال میں پھنس جائے تو اس کو کھول سکے مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

او شود الخ۔ یعنی وہ چراگاہ اور جنگل سے محروم رہتا ہے اس کی عمر گرہ لگانے میں ہی خرچ ہو جاتی ہے۔

خود زبوں الخ۔ یعنی کوئی جال اس سے عاجز تو ہوتا نہیں لیکن اس کے پر ضعیف ہو جاتے ہیں اور جال میں پھنس جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب وہ ایک مدت تک اس کام میں لگا رہتا ہے اور اڑتا نہیں ہے تو اسکے پر کمزور ہو جاتے ہیں اور پھر اگر کہیں جال میں پھنستا ہے تو نکلنا موت ہو جاتا ہے تو اسی طرح وہ جو اس گرہ کے کھولنے میں لگا رہا تو کیا وہ تو اس لئے تھا کہ جال کو کھول سکے مگر آخر کار اس قابل بھی نہ رہا کہ جال سے نکل ہی سکے۔

با گرہ الخ۔ یعنی گرہ لگانے میں کوشش کم کرو تا کہ کہیں تمہارے بال و پر ایک ایک کر کے ٹوٹ نہ جائیں اس کر و فر سے مطلب یہ کہ اس دنیا کے اشکالات اور ان کے حل میں مت لگے رہو ورنہ وہ بازو اور پر کہ عالم غیب تک پہنچانے والے تھے بیکار ہو جائیں گے اور تم عروج نہ کر سکو گے پستی ہی میں پڑے پڑے اس جال میں تڑپا کرو گے۔

صد ہزاران الخ۔ یعنی لاکھوں جانور ایسے جن کے پر ٹوٹ گئے اور وہ کمین گاہ عوارض کو بند نہ کر سکے۔ مطلب یہ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ جو دنیا کے جال میں پھنس گئے اور پھر مدت العمر اس سے نہ نکل سکے۔

حال ایشان الخ۔ یعنی اے حریص ان لوگوں کا حال قرآن شریف سے پڑھو کہ انہوں نے (زمیں میں) کھوج لگائے تو کیا کوئی چھٹکارا ہے مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ وکم اہلکنا من قبلھم من قرن ہم اشد منہم بطشا فنقبوا فی البلاد ہل من محیص یعنی ہم نے ان سے پہلے بہت سی قوی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے اور انہوں نے سفر کرے مگر ان کو کیا کوئی چھٹکارا ملتا ہے تو دیکھو وہ لوگ بہت دنیا میں منہمک رہے مگر سب بے سود ہوا تو اسی طرح اگر ہم بھی دنیا میں لگے رہے اور اسی میں انہماک رہا تو ہماری یہ عقل وغیرہ کچھ کام نہ آئے گی بلکہ پھر نکلنا مشکل ہو جائے گا۔ آگے مولانا ان چار آدمیوں کے قصہ کو فرماتے ہیں

از نزاع الخ۔ یعنی ترک اور رومی اور عرب وغیرہ کے جھگڑے سے انگور و عنب وغیرہ کا اشکال حل نہ ہوا بلکہ نزاع قائم رہا اور فیصلہ نہ ہو سکا۔

تا سلیمان الخ۔ یعنی جب تک کہ کوئی سلیمان زبان دان معنوی نہ آئے گا یہ دوئی نہ اٹھے گی۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تک کوئی کامل معنوی سب کو ایک نہ کردے گا اس وقت تک یہ دوئی اور نزاعات رفع نہیں ہوسکتے۔ ہاں اگر کوئی سب زبانوں کا عالم ہو تو وہ ان سب کے نزاعات کو رفع کرسکتا ہے۔

جملہ مرغان الخ۔ یعنی اے سارے جھگڑنے والے جانورو باز کی طرح اس شہریار کے طبل باز گشت کو سن لو۔

زاختلاف الخ۔ یعنی اپنے اختلافات سے اتحاد کی طرف ارے ہر جانب سے خوش خوش روانہ ہوجاؤ۔

حیث الخ۔ یعنی جہاں کہیں ہو اس کی طرف منہ پھیر لو اور اس بات سے کون منع کرتا ہے مطلب یہ کہ بس اس یک مقصود و مطلوب اصل کو لے لو کہ اسی سے کام چلے گا اور سارے اختلافات رفع ہوجائیں گے بس اسی کے ہو رہو۔

کور مرغانیم الخ۔ یعنی ہم اندھے ہو رہے ہیں اور بہت ہی ناموافق ہو رہے ہیں کہ اس سلیمان کو ایک دم کے لئے نہیں پہچانتے۔ مطلب یہ کہ ان کاملین اور مقبولان حق کو جو ہم پہچانتے نہیں یہ ساری ہماری کوری کی وجہ سے ہے کہ ہم اس طرف سے اندھے ہو کر دنیا میں کھپ گئے ہیں۔

ہمچو چغدان الخ۔ یعنی چغدوں کی طرح بازوں کے ہم دشمن ہو گئے تو انجام کار پس ماندہ اور ویران ہوئے یعنی جب بزرگوں کو تکلیف پہنچائی تو آخر کار تباہ و برباد ہوئے۔

میکنیم الخ۔ یعنی ہم غایت جہل و گمی کی وجہ سے مقبولان خدا کی آزاردہی کا قصد کرتے ہیں۔

جمع مرغان الخ۔ یعنی جو جماعت جانوروں کی کہ سلیمان سے روشن ہے وہ بے گناہوں کے پر و بال کب اکھاڑتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو حضرات کہ اہل اللہ کی صحبت سے مستفیض ہو چکے ہیں وہ بے گناہ لوگوں کو کب ستاتے ہیں اور اہل اللہ بھی بے گناہ ہی ہیں لہٰذا وہ لوگ ان حضرات کو بھی نہیں ستاتے۔

بلکہ سوی الخ۔ یعنی بلکہ عاجزوں کی طرف چینہ لے جاتے ہیں اور وہ جانور کے خلاف و کینہ ہی کے خوش ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ ستاتے تو کیا بلکہ اوروں کی خدمت کرتے ہیں اور نہ کسی سے لڑائی ہے اور نہ جھگڑا بلکہ خوش و خرم ہیں۔

ہدہد ایشان الخ۔ یعنی ان کا ہدہد تقدیس کے واسطے سینکڑوں بلقیس کے لئے راہ کھولتا ہے۔ مطلب یہ کہ ان میں جو ضعیف بھی ہیں وہ بھی بہتوں کو ہدایت کرتے ہیں۔

زاغ ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا کوا اگرچہ صورت میں کوا ہے مگر ہمت کے اعتبار سے باز ہے اور مازاغ کی شان ہے جو کہ قرآن شریف میں ہے مازاغ البصر وماطغیٰ اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ان کا چھوٹا بھی کامل ہی ہے۔

لکلک ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا کبوتر دوسرے بازوں سے ہارتا نہیں اور باز ان کے کبوتر کے آگے سر رکھتا ہے مطلب یہ کہ ان میں سے جو چھوٹے ہیں وہ دنیا داروں سے خواہ وہ کسی قدر بڑے ہوں نہیں گھبراتے اور آپس میں بڑے بڑے لوگ چھوٹوں کے سامنے تواضع سے پیش آتے ہیں۔

بلبل ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا بلبل جو کہ حالت لاتا ہے اپنے اندر ایک گلشن رکھتا ہے۔

طوطی ایشان الخ۔ یعنی ان کی طوطی قند سے آزاد ہے اس لئے کہ ان کے قند میں سے اس نے منہ نکالا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پائے طاؤسان الخ۔ یعنی ان کے موروں کے پاؤں دیکھنے میں دوسرے موروں کے پروں سے بہتر ہیں۔
کبک ایشان الخ۔ یعنی ان میں کا کبک شاہین (دنیا) پر ہنستا ہے اور تعلق حق میں راہ عالم بالا کی اختیار کرتا ہے۔
منطق الطیر ان الخ۔ یعنی خاقانی کی منطق۔ الطیر تو ایک آواز ہی ہے منطق الطیر سلیمان علیہ السلام والی کہاں ہے خاقانی شاعر نے ایک کتاب لکھی ہے اسکا نام منطق الطیر تھا اور اس میں کچھ جانوروں کی بولیاں جمع کی تھیں تو فرماتے ہیں کہ وہ تو صرف الفاظ ہی الفاظ ہیں مگر جو منطق الطیر کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو حاصل تھی وہ حقیقی تھی وہ کہاں ہے ان سب اشعار بالا کا حاصل یہ ہے کہ اہل اللہ کو جانوروں سے تشبیہ دی کہ جس طرح جانور عروج کرتے ہیں اور اڑتے ہیں اسی طرح یہ حضرات بھی عروج کرتے ہیں مگر ان کی حالت دنیاداروں سے کب ملتی ہے ان کا ایک ادنیٰ ان کے بڑے بڑوں سے کب دیتا ہے بلکہ یہی حضرات بادشاہ ہیں ان کے آگے کس کی حقیقت ہے سب کی گردنیں نیچی ہوتی ہیں۔
تو چہ دانی الخ۔ یعنی تم جانوروں کی آواز کو کیا جانو جبکہ تم نے ایک دم کو بھی سلیمان کو نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جب اہل اللہ کی صحبت ایک گھڑی بھی نہیں پھر تم کو ان حضرات کی حالت کی کیا خبر ہو۔
پر آن الخ۔ یعنی اس مرغ کا پر جس کی آواز کہ طرب آور ہے مشرق و مغرب سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات اہل اللہ کا عروج اور ان کی طیر سب اس مشرق و مغرب سے خارج ہے بلکہ ان کا تعلق عالم غیب سے ہے اور اس دنیا سے ان کو تعلق ہی نہیں ہے یعنی ان کا دل اس میں پھنسا ہوا نہیں ہے۔
ہر یک آہنگش الخ۔ یعنی ان کی ہر آواز سے کرسی سے ثریٰ تک اور ثریٰ سے کرسی تک کر و فر ہے۔ مطلب یہ کہ زمین سے آسمان تک ان ہی کی سلطنت ہے۔
مرغ الخ۔ یعنی جو مرغ کہ بے اس سلیمان کے جاتا ہے وہ عاشق ظلمت مثل خفاش کے ہوتا ہے مطلب یہ کہ جو ان کاملین سے الگ ہیں وہ اندھیرے میں بے نور ہیں۔
با سلیمان الخ۔ یعنی سلیمان کے ساتھ موافقت پیدا کر اے خفاش مردود تا کہ تو ہمیشہ ظلمت ہی میں نہ رہے۔ خفاش سے مراد عوام ہیں یعنی اے عوام محجوبین کاملین کی خدمت کرو تا کہ نور حاصل ہو اور اس ظلمت سے نجات حاصل ہو۔
یک گزے الخ۔ یعنی ایک گز راستہ جو کہ اس طرف چلو گز کی طرح تم قطب مساحت بن جاؤ گے یعنی تم اگر تھوڑی توجہ بھی کرو اس سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔
وانکہ الخ۔ یعنی جو کہ تو لنگڑا لنجا اس طرف چل رہا ہے تو سارے لنگڑے لولے پن سے چھوٹ جاؤ گے۔ مطلب یہ کہ اگر بے دست و پا ہو کر بھی ادھر کوشش کرو تب بھی مقصود انشاء اللہ حاصل ہو جائے گا۔ اس لئے کہ تمہارے اندر استعداد قبول تو موجود ہے ہی ذرا سی توجہ کرو گے وہ ظاہر ہوگی اور کام بن جائے گا۔ آگے اس پر ایک قصہ لاتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

قصۂ بط بچگاں کہ مرغ خانگی پرور دشاں

بطخ کے ان بچوں کا قصہ جن کو گھریلو مرغ نے پالا

تخم بطی گرچہ مرغ خانہ ات	کرد زیر پر چو دایہ تربیت
تو بطخ کا انڈا ہے اگرچہ تجھے گھریلو مرغ نے	پروں کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے
مادر تو بط آں دریا بدست	دایہ ات خاکی بدو خشکی پرست
تیری ماں تو اس دریا کی بطخ تھی	تیری دایہ خاکی اور خشکی پرست تھی
میل دریا کہ دل تو اندرست	آں طبیعت جانت را از مادرست
دریا کی طرف جھکاؤ جو تیرے دل میں ہے	تیری جان کا وہ مزاج ماں کی جانب سے ہے
میل خشکی مر ترا زیں دایہ است	دایہ را بگذار کو بد رایہ است
خشکی کی طرف میلان اس دایہ کی وجہ سے ہے	دایہ کو چھوڑ کہ وہ غلط راہ والی ہے
دایہ را بگذار در خشک و براں	اندر آدر بحر معنیٰ چوں بطاں
دایہ کو خشکی پر چھوڑ دے اور دور کر	بطخوں کی طرح حقیقت کے سمندر میں آ جا
گر ترا دایہ بترساند ز آب	تو مترس و سوئے دریا راں شتاب
اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے	تو نہ ڈر اور دریا کی جانب جلد (سواری) ہانک دے
تو بطے بر خشک و بتر زندہٗ	نے چو مرغ خانہ خانہ کندہٗ
تو ایسی بطخ ہے کہ خشکی اور تری پر تو زندہ ہے	نہ کہ گھر کے مرغ کی طرح تو نے گھر کو کریدا ہے
توز کرمنا بنی آدم شہی	ہم بخشکی ہم بدریا پانہی
تو کرمنا بنی آدم کی وجہ سے شاہ ہے	خشکی میں بھی اور دریا میں بھی قدم دھرتا ہے
کہ حملنا ھم علی البحری بجاں	از حملنا ھم علی البر پیش راں
تو روح کی وجہ سے حملنا ہم علی البحر (کا مصداق) ہے	حملنا . ہم علی البر سے آگے چل
مر ملائک را سوئے بر راہ نیست	جنس حیواں ہم ز بحر آگاہ نیست
فرشتوں کا خشکی کی طرف راستہ نہیں ہے	حیوان کی جنس بھی سمندر سے آگاہ نہیں ہے
تو بہ تن حیواں بجانے از ملک	تا روی ہم بر زمیں ہم بر فلک
تو جسم کے اعتبار سے حیوان اور روح کے اعتبار سے فرشتوں میں سے ہے	تاکہ تو زمین پر بھی چلے اور آسمان پر بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بظاہر مثلکم باشد بشر	بادل یوحیٰ الی دیدہ ور
یہاں تک کہ بظاہر تم جیسا بشر ہوتا ہے	(لیکن) یوحیٰ الی کے دل کے اعتبار سے صاحب بصیرت ہے
قالب خاکی فتادہ بر زمیں	روح اوگرداں براں چرخ بریں
(اس کا) خاکی جسم زمین پر ہے	اس کی روح بلند و بالا آسمان پر گردش کرتی ہے
ماہمہ مرغابیانیم اے غلام	بحر میداند زبان ما تمام
اے لڑکے! ہم سب پانی کے پرند ہیں	سمندر ہماری سب زبان سمجھتا ہے
پس سلیماں بحر آمد ما چو طیر	در سلیماں تا ابد داریم سیر
سلیمان سمندر ہے اور ہم پرندوں کی طرح ہیں	ہمیشہ سلیمان میں ہمارا مطالعہ ہے
با سلیماں پائے در دریا بنہ	تاچو داؤدؑ آب سازد صد زرہ
سلیمان کے ساتھ دریا میں قدم رکھ	تاکہ پانی (حضرت) داؤد کی طرح سینکڑوں زرہیں بنادے
آں سلیماں پیش جملہ حاضرست	لیک غیرت چشم بند و ساحرست
وہ سلیمان سب کے سامنے موجود ہے	لیکن غیرت آنکھ کی پٹی اور جادوگر ہے
تا زجہل و خوابناکی و فضول	او بہ پیش ما و ما ازوے ملول
یہاں تک کہ نادانی اور غنودگی اور بیہودگی کی وجہ سے	ہم اس سے گھبراتے ہیں اور وہ ہمارے سامنے ہے
تشنہ را درد سر آرد بانگ رعد	چوں نداند کوکشاید ابر سعد
کڑک کی آواز پیاسے کے سر میں درد پیدا کرتی ہے	جبکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ مبارک ابر کو کھول دیگی
چشم او ماندست در جوئے رواں	بے خبر از ذوق آب آسماں
اس کی آنکھ جاری نہر پر جمی ہوئی ہے	وہ آسمان کے پانی کے ذوق سے بے خبر ہے
مرکب ہمت سوئے اسباب راند	از مسبب لاجرم محروم ماند
اس نے توجہ کی سواری آسمان کی جانب دوڑا دی	لامحالہ سبب پیدا کرنے والے سے محروم ہوگیا
آنکہ بیند او مسبب را عیاں	کے نہد دل بر سببہائے جہاں
جو شخص سبب پیدا کرنیوالے کی جانب سے ایک گنج کو پاجاتا ہے	نجات اور فلاح اور کامیابی
آنچہ در صد سال مشت حیلہ مند	دہ یکے زاں گنج حاصل ناورند
وہ جو کچھ کہ تدبیر کرنے والے کی مٹھی میں سو سال میں (آیا)	اس خزانہ کا دسواں حصہ حاصل نہیں کر سکتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

تو بط کا انڈا ہے۔ مرغی نے اپنے پروں کے نیچے دایہ کی طرح تیری تربیت کی ہے۔ تیری ماں اس دریا کی بط تھی اور دایہ تیری خاکی اور خشکی پرست ہے۔ (بط سے مراد روح ہے جو عالم امر سے اور دریائے معرفت کی شناور ہے اور دایہ سے مراد جسم ہے جو عالم خلق سے اور محجوب ہے) تیرے اندر جو اس دریا کی رغبت ہے یہ خصلت تیری جان کو ماں سے حاصل ہوئی ہے اور عالم ناسوت کی طرف جو تجھ کو رغبت ہے یہ بات تجھے دایہ سے حاصل ہوئی ہے جب تجھے یہ معلوم ہو گیا اور تجھ پر اپنی حقیقت منکشف ہو گئی تو اب تجھ کو دایہ کی اطاعت چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ یہ بدرائے ہے تو اس دایہ کو خشکی ہی پر چھوڑ دے اور بطوں کی طرح سمندر میں گھس جا۔ ہر گز مت جھجک اگر تجھے دایہ ڈرائے کہ ارے پانی میں جا ہلاک ہو جائے گا تو ڈر مت اور دریا میں گھس جا۔ تو تو بط ہے تو خشکی پر بھی زندہ رہتا ہے اور تری میں بھی اور مرغی کی طرح صرف گھر ہی کو نہیں کریدتا تو تو تمغہ کرمنا بنی آدم سے مشرف ہے خشکی پر بھی چل سکتا ہے اور دریا میں بھی کیونکہ ان کی نسبت حملنا ہم علی البر والبحر مذکور ہے پس اب تک تو حملنا ہم علے البر کا مصداق تھا اب اس سے بڑھ کر دریا میں گھس کہ تو جان کے لحاظ سے حملنا ہم علی البحر کا مصداق ہے۔ تیری کرامت علی المخلوقات کی وجہ ہی یہ ہے کہ تو بری بھی ہے اور بحری بھی۔ فرشتے ہیں سو ان کو تو بر یعنی عالم ناسوت سے تعلق نہیں بایں معنیٰ کہ وہ اس سے مستفید نہیں ہوئے رہی جنس حیوان اس کو بحر معارف سے معتدبہ تعلق نہیں تو ذو جہتیں ہے اور ملکیت اور حیوانیت دونوں کا جامع کیونکہ جسم کے لحاظ سے تو حیوان ہے اور روح کے لحاظ سے فرشتہ لہٰذا تو زمین پر بھی چلتا ہے اور آسمان پر بھی۔ آدمی پر گو صورۃً دیگر اجسام کے مماثل ہے مگر دل مصداق یوحی الی اور معدن حقائق و معارف کے لحاظ سے عارف اور صاحب بصیرت ہے اس کا جسم خاکی تو زمین پر رہتا ہے لیکن اس کی روح بلحاظ معرفت آسمان کی سیر کر سکتی ہے جب یہ حالت ہے تو تیرے لئے بحر حقیقی سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں پس تجھ کو ضرور اس بحر میں گھسنا چاہیے اور اس سے منتفع ہونا چاہیے اب ہم تجھ کو اس میں گھسنے کا طریقہ بتاتے ہیں یاد رکھ کہ بحر دو میں ایک بحر حقیقی جس کا اوپر ذکر ہوا اور جو جملہ بنی آدم کے لحاظ سے بحر ہے اور ایک بحر اضافی جو بنی آدم ہی میں سے ہے۔ پس ہم سب ناقصین اس بحر اضافی کے لحاظ سے مرغابی ہیں اور وہ ہمارے لحاظ سے بحر۔ وہ ہماری زبان جانتا ہے یعنی ہمارے جذبات خیالات استعدادات سے واقف ہے اور ہم کو پورا فائدہ پہنچا سکتا ہے اور حیات روحانی بخش سکتا ہے اب سمجھو کہ وہ بحر کون ہے وہ بحر وہی ہے جس کو ہم سلیمان کہتے آئے ہیں۔ یعنی شیخ کامل اور ہم ناقصین اس کی مرغابیاں ہیں ہم کو ہمیشہ اس سے منتفع ہونے اس کے اسرار پر مطلع ہونے اس سے حیات روحانی حاصل کرنے کی ضرورت ہے پس تم کو اس بحر اضافی یعنی سلیمان اور شیخ کامل کے ساتھ اس دریائے حقیقی میں قدم رکھنا چاہیے تاکہ وہ داؤد علیہ السلام کی طرح پانی کو تمہارے لئے زرہ بنا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور تم کو اس کے خطرات سے محفوظ رکھے۔ وہ سلیمان معدوم نہیں بلکہ سب کے سامنے موجود ہے لیکن غفلت نے نظر بندی اور جادو کر رکھا ہے جو وہ دکھلائی نہیں دیتا اور نوبت بایں جارسید کہ وہ ہمارے سامنے ہے مگر ہم اپنی جہالت اور خفگی اور بے ہودگی سے اس سے گھبراتے ہیں اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی حماقت سے اس کو نافع نہیں سمجھتے۔ جیسے بعض پیاسا چونکہ یہ نہیں جانتا کہ رعد ابر کو کھولے گا اور وہ برسے گا تو رعد کی آواز سے اس کے سر میں درد ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنی حماقت سے اس کو موصل الی المطلوب نہیں سمجھتا اس لئے کہ اس کی نظر تو آب جو تک محدود ہے وہ سمجھتا ہے کہ پانی صرف نہر سے ملتا ہے اور آب آسمان کے ذائقہ سے واقف ہی نہیں لہٰذا وہ رعد سے پانی کا متوقع نہیں ہے۔ چونکہ اس کی ساری دوڑ اسباب تک ہے اس لئے وہ مسبب سے محروم ہے اور مسبب پر نظر نہیں رکھتا مگر جو مسبب کا مشاہدہ کرتا ہے وہ اسباب ظاہرہ سے ہرگز دل نہیں لگاتا لیکن چونکہ وہ اختیار اسباب ظاہرہ کا مامور ہے اس لئے ان کو چھوڑتا بھی نہیں لہٰذا مسبب کی جانب سے اس کو ایک ہی دن میں وہ نجات اور رستگاری اور کامیابی حاصل ہوتی ہے جس کا دسواں حصہ مقید تدابیر کو سو سال میں بھی نہیں ملتا اس کے متعلق ایک حکایت سنو جس سے اس کی تصدیق ہو کہ اصل مسبب ہے اور وہی مطمح نظر بنانے کے قابل ہے نہ کہ اسباب۔

قصہ بط کے بچوں کا کہ خانگی مرغی ان کو پالتی تھی

شرح شبّیری

تخم بطے الخ۔ یعنی تم تو تخم بط ہو اگرچہ تم کو مرغ خانگی نے پر کے نیچے دایہ کی طرح پالا ہے

مادر تو الخ۔ یعنی تمہاری ماں اس دریا کی بط تھی اور تمہاری دایہ خاکی ہے اور خشکی پرست ہے۔

میل دریا الخ۔ یعنی دریا کا میلان جو تمہارے دل میں ہے وہ تمہاری طبیعت جان کو ماں کی طرف سے ہے میلان سے مراد رغبت و استعداد اور دریا عالم غیب مادر سے مراد عقل انسانی اور دایہ سے مراد عقل حیوانی۔ مطلب یہ کہ تمہارے اندر جو عالم غیب کی رغبت ہے یہ اس روح انسانی کا اثر ہے جس کی استعداد صحیح ہے اگرچہ تم اس دنیا میں آ گئے ہو مگر ابھی وہ تقاضا باقی ہے اگر توجہ کرو تو ابھی شناوری کرنے لگو گے۔

میل خشکی الخ۔ یعنی تم کو خشکی کی رغبت اس روح حیوانی کی وجہ سے ہے تم اس کو ترک کرو کہ یہ تو بدعقل ہے تم اس روح انسانی کے مقتضاء پر عمل کرو۔

دایہ الخ۔ یعنی دایہ کو چھوڑ دو خشکی پر اور دریا میں بطوں کی طرح چل دو۔ مطلب یہ کہ اس نفس کو ساحل پر اس دنیا ہی میں چھوڑ دو تم روحانی عروج اس عالم میں پیدا کرو۔

گر ترا الخ۔ یعنی اگر تجھے دایہ پانی سے ڈرائے تو تو ڈرمت دریا میں جلدی سے گھس جا۔ یعنی اگر نفس و شیطان

www.besturdubooks.wordpress.com

اس راہ میں آنے سے ڈرائیں کہ وہاں ہلاک ہو جاؤ گے تو گھبراؤ مت بلکہ قدم بہت جلد رکھو کہ پھر شناوری کرنے لگو گے۔ ہاں اگر ساحل پر رہو گے تو ڈوب جاؤ گے۔

تو بطے الخ۔ یعنی تم تو بط ہو خشکی اور تری سب پر زندہ بھی رہو گے۔ مرغی خانگی کی طرح گھر نہیں کھودا ہے مطلب یہ کہ تم ان اسباب ظاہری کے مقید نہیں ہو بلکہ جہاں رہو گے خوش رہو گے۔

توز کرمنا الخ۔ یعنی تم کرمنا بنی آدم کی وجہ سے بادشاہ ہو خشکی میں بھی اور دریا میں بھی پاؤں رکھتے ہو۔ مطلب یہ کہ تم تو اس قابل ہو کہ ہر جگہ تمہارا ہی تسلط ہو اس لئے کہ ارشاد ہے

کہ حملنا ہم الخ۔ یعنی کہ تم تو حملنا ہم علی البحر کی جان سے (مصداق ہو) اور حملنا ہم علے البر کی وجہ سے آگے کو ہو۔ مطلب یہ کہ دونوں جگہ رہو اور ہر حال میں خوش رہو۔

مر ملائک الخ۔ یعنی ملائک کو بر کی طرف راستہ نہیں ہے اور جنس حیوانی کو بحر سے آگاہی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ تم وسط میں ہو عالم بالا والے جو کہ نور ہیں وہ اس عالم سے تعلق نہیں رکھتے اور عقل روح حیوانی اس عالم بالا سے تعلق نہیں رکھتی مگر بحمد اللہ انسان میں دونوں خصلتیں موجود ہیں۔

تو بہ تن الخ۔ یعنی تو تن کے اعتبار سے تو حیوان ہے اور روح کے اعتبار سے ملک تاکہ زمین پر بھی اور آسمان پر بھی دونوں طرف جا سکو۔

تا بظاہر الخ۔ یعنی تاکہ ظاہر میں تو انسان (کامل) تمہاری ہی طرح ہو اور دل یوحی الی سے مبصر ہو۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے کہ ان انا الا بشر مثلکم یوحی الی تو قضیہ اول کے اعتبار سے تو مثلکم کے مصداق ہیں اور دوسرے قضیہ یوحی الی کے اعتبار سے وہ مبصر اور کامل ہیں۔

قالب الخ۔ یعنی قالب خاکی تو زمین پر پڑا ہوا ہے اور اس کی روح چرخ برین پر پھر رہی ہے۔

ما ہمہ الخ۔ یعنی ارے چھوکرے ہم سب مرغابیاں ہیں وہ بحر ہماری سب کی زبان کو جانتا ہے۔

پس سلیمان الخ۔ یعنی کہ بس سلیمان تو بحر کی طرح ہیں اور ہم پرند ہیں اور سلیمان ہی ہیں ہمیشہ سیر کرتے ہیں۔ یعنی ان ہی حضرات کی حالت کو دیکھتے ہیں۔

باسلیمان الخ۔ یعنی سلیمان کے ساتھ دریا میں پاؤں رکھ دو تاکہ داؤد علیہ السلام کی طرح پانی سوزرہ بنائے۔ مطلب یہ کہ شیخ کامل کے ساتھ متوجہ الی اللہ ہو جاؤ تاکہ اس کی توجہ تم کو ہزاروں آفتوں سے بچالے۔

آن سلیمان الخ۔ یعنی وہ مرد کامل سب کے سامنے حاضر ہے لیکن غفلت آنکھ کو بند کرنے والی اور ساحر ہے۔

تا ز جہل الخ۔ یعنی یہاں تک کہ جہل اور خواب ناکی اور مخضولیت کی وجہ سے وہ ہمارے سامنے اور ہم اس سے غافل ہیں اس لئے کہ اہل اللہ آخر انسان ہمارے مانند ہی ہوتے ہیں مگر اندھے ہیں اس لئے دیکھتے نہیں ہیں۔ مثال ہے

تشنہ را الخ۔ یعنی پیاسے کو رعد کی آواز سے دردسر پیدا ہوگا جبکہ وہ یہ نہ جانے کہ وہ ابر سعد کو کھولے گا تو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح ہم کو اولیاء اللہ کی ترشی ذرا سی سخت معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ ان کے کمالات کی خبر نہیں ہے ورنہ ان کی تختی کو سر آنکھوں سے قبول کریں۔

چشم او الخ۔ یعنی اس کی آنکھ اس ندی رواں میں لگی ہوئی ہے اور آب آسمان کے ذوق سے بے خبر ہے۔ اسی طرح اس دنیا میں لگے ہوئے ہیں جب تک کہ ان کے کمالات سے بے خبر ہیں۔

مرکب ہمت الخ۔ یعنی مرکب ہمت کو اسباب میں چلایا تو آخر کار مسبب سے محجوب رہا اور اس کی تجلی اور نور سے فائض نہ ہو سکا۔

آنکہ بیند الخ۔ یعنی جو شخص کہ مسبب کو ظاہر طور پر دیکھ لے وہ اسباب جہاں پر کب دل رکھے گا۔

از مسبب یابد الخ۔ انچہ در صد سال الخ۔ یعنی (جس کی نظر مسبب پر ہے وہ) مسبب سے ایک ذرا سی دیر میں نجات اور فلاح اور نجاح میں سے وہ پالیتا ہے جو کہ اسباب پرست کی کوشش سو برس میں اس خزانہ کا دسواں حصہ بھی حاصل نہیں کر سکتی اور یہ بات بالکل ظاہر ہے جس نے خود مسبب کو پالیا اس کے سامنے اس بات کی حقیقت ہی کیا ہے آگے درویش کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کی نظر حق تعالیٰ مسبب الاسباب پر تھی تو ان کو صحرا خشک میں پانی ملتا تھا اور بہت سی کرامتیں ظاہر ہوتی تھیں۔ یہ ساری برکتیں مسبب پر نظر ہونے کی اور توکل کی تھی۔ اب حکایت سنو۔

حیران شدن حاجیاں در کرامات آں زاہد کہ در بادیہ بر ریگ گرم نشستہ

حاجیوں کا اس درویش کی کرامات میں حیران ہونا جو کہ صحرا میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

زاہدے بد درمیان بادیہ	در عبادت غرق چوں عبادیہ
صحرا میں ایک زاہد تھا	عبادان کے رہنے والوں کی طرح عبادت میں غرق
حاجیاں آنجا رسیدند از بلاد	دیدہ شاں بر زاہد خشک اوفتاد
حاجی (مختلف) شہروں سے اس کے پاس پہنچے	ان کی نظر لاغر زاہد پر پڑی
جائے زاہد خشک بود او تر مزاج	از سموم بادیہ بودش علاج
زاہد کی جگہ خشک تھی وہ خوش مزاج تھا	صحرا کی لو اس کا علاج تھی
حاجیاں حیراں شدند از وحدتش	واں سلامت درمیان آفتش
حاجی اس کی تنہائی سے حیران ہو گئے	اور اس کی مصیبت کے درمیان سلامتی سے
در نماز استادہ بد بر روئے ریگ	ریگ کز تفش بجوشد آب دیگ
وہ ریت پر نماز میں کھڑا تھا	ایسا ریت جس کی گرمی سے دیگ کا پانی ابلنے لگے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتنی سرمست در سبزہ وگل ست	یا سوارہ بر براق و دلدل ست
تو یہ کہے گا کہ وہ مست سبزے اور پھول میں ہے	یا براق اور دلدل پر سوار ہے
یا کہ پایش بر حریر و حلہاست	یا سموم او را بہ از باد صباست
یا اس کے پیر ریشمیں کپڑے اور لباس پر ہیں	یا اس کے لئے لو پروا ہوا سے زیادہ مفید ہے
ایستادہ تازہ روی اندر نماز	با خضوع و با خشوع و بر نیاز
تازہ رو نماز میں کھڑا ہوا	خشوع و خضوع کے ساتھ عاجزی سے بھرا ہوا
با حبیب خویشتن می گفت راز	ماندہ بود استادہ در فکر دراز
وہ اپنے دوست سے راز کہہ رہا تھا	لمبے استغراق میں کھڑا رہ گیا تھا
پس بماندند آں جماعت با نیاز	تا شود درویش فارغ از نماز
تو وہ گروہ نیازمندی کے ساتھ کھڑا ہو گیا	تاکہ درویش نماز سے فارغ ہو جائے
چوں ز استغراق باز آمد فقیر	زاں جماعت زندۂ روشن ضمیر
جب درویش استغراق سے نکلا	اس جماعت میں سے ایک روشن ضمیر نے
دید کابش می چکید از دست و رو	جامہ اش تر بود ز آثار وضو
دیکھا کہ اس کے ہاتھوں اور چہرے سے پانی ٹپک رہا ہے	اس کے کپڑے وضو کے اثر سے بھیگے ہوئے تھے
پس بپرسیدش کہ آب او کجاست	دست را برداشت کز سوئے سماست
تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے پانی کہاں سے ملا	اس نے ہاتھ اٹھایا کہ آسمان سے
گفت ہر گاہے کہ خواہی می رسد	بے ز چاہ و بے ز حبل من مسد
اس نے کہا جب بھی تو چاہتا ہے مل جاتا ہے	بغیر کنویں اور بغیر مونج کی رسی کے
مشکل ما حل کن اے سلطان دیں	تا بہ بخشد حال تو ما را یقیں
اے دین کے بادشاہ! ہماری مشکل حل کر دے	تاکہ تیری حالت ہمیں یقین عطا فرما دے
وانما سرے ز اسرارے بما	تا ببریم از میاں زنار ہا
اپنے رازوں میں سے ایک راز ہم پر کھول دے	تاکہ ہم کمر سے جنیو توڑ ڈالیں
چشم را بکشود سوئے آسماں	کہ اجابت کن دعای حاجیاں
اس نے آسمان کی جانب آنکھ اٹھائی	کہ حاجیوں کی دعا قبول فرما لے

www.besturdubooks.wordpress.com

رزق جوئی را ز بالا خو گرم	چوں ز بالا بر کشو دستی درم
میں (عالم) بالا سے رزق کی تلاش کا عادی ہوں	چونکہ تو نے میرے لئے (عالم) بالا کا دروازہ کھول دیا ہے
اے نمودہ تو مکاں از لا مکاں	فی السماء رزقکم کردہ عیاں
اے وہ! کہ تو نے مکان (والے) کو لامکان دکھا دیا ہے	"فی السماء رزقکم" کا تو نے مشاہدہ کرا دیا ہے
درمیان ایں مناجات ابر خوش	زود پیدا شد چو پیل آبکش
اس دعا کے دوران ایک گہرا ابر	پانی بھرنے والے ہاتھی جیسا بہت جلد رونما ہو گیا
ہمچو آب از مشک باریدن گرفت	در گوو در غارہا مسکن گرفت
اس نے مشک کے پانی کی طرح برسنا شروع کر دیا	جو گڑھوں اور غاروں میں ٹھہر گیا
ابر می بارید چوں مشک اشکہا	حاجیاں جملہ کشادہ مشکہا
ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا	سب حاجیوں نے مشکیں کھول رکھی تھیں
یک عجائب در بیاباں وانمود	ابر چوں مشکے دہن را بر کشود
جنگل میں ایک عجیب کرشمہ ظاہر ہوا	بادل نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا
یک جماعت زاں عجائب کارہا	می بریدند از میاں زنارہا
ایک جماعت ان عجیب معاملوں کی وجہ سے	کمر سے جنیو کاٹ رہی تھی
قوم دیگر را یقیں در ازدیاد	زیں عجب واللہ اعلم بالرشاد
دوسرے لوگوں کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی	اس تعجب (خیز واقعہ) کی وجہ سے اور خدا ہدایت کے معاملہ کو زیادہ جانتا ہے
قوم دیگر ناپذیرا ترش و خام	ناقصان سرمدی تم الکلام
کچھ لوگ متاثر نہ ہونے والے کھٹے اور کچے تھے	(یہ) ابدی ناقص تھے بات ختم ہوئی

شرح حبیبی

ایک زاہد ایک جنگل میں رہتا تھا اور عبادت میں یوں غرق تھا جیسے قریہ عبادان کے رہنے والے۔ عبادان میں اتفاقاً مختلف ملکوں سے کچھ حاجی وہاں پہنچے اور ان کی نظر اس زاہد پر پڑی جو کثرت مجاہدات سے سوکھ گیا تھا وہ خشکی میں رہتا تھا مگر مزاج میں اس کے رطوبت تھی اس لئے اس جنگل کی لوئیں اس کے لئے دوا کا کام دیتی تھیں۔ معنی حقیقی مقصود نہیں معلوم ہوتے بلکہ مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح تر مزاج

www.besturdubooks.wordpress.com

شخص کو گرم اشیاء مفید ہوتے ہیں یوں ہی وہ لوئیں بوجہ مجاہدہ میں معین ہونے کے اس کے لئے بجائے مضر ہونے کے نافع تھیں حاجی لوگ اس کی تنہائی اور ان آفتوں میں صحیح وسالم رہنے کو دیکھ کر حیران رہ گئے ان کی حالت یہ تھی کہ ریت کے اوپر نماز پڑھ رہے تھے اور ریت بھی ایسا کہ اگر اس پر ہانڈی کو رکھ دیا جائے تو اس کی گرمی سے جوش مارنے لگے اور اس اطمینان سے نماز پڑھ رہے تھے کہ گویا کہ وہ سبزہ وگل پر کھڑے مست ہیں یا براق و دلدل پر سوار ہیں یا کہ وہ حریر اور اعلیٰ کپڑوں پر کھڑے ہوئے ہیں یا وہ لو ان کے لئے باد صفا ہے۔ غرض وہ اس اطمینان سے اور ہشاش بشاش خشوع وخضوع وعجز ونیاز کے ساتھ نماز میں کھڑے ہوئے اپنے محبوب سے باتیں کر رہے تھے اور استغراق کی حالت میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے پس یہ لوگ اس وقت تک باادب خاموش رہے جب تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوں اور جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس جماعت کے ایک سمجھدار آدمی نے دیکھا کہ ان کے ہاتھوں اور منہ سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں اور اثر وضو سے ان کا کپڑا ابھی تر تھا اس وقت ان سے دریافت کیا کہ آپ کو پانی کہاں سے ملا یہاں تو کوسوں پانی نہیں۔ انہوں نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بتایا کہ آسمان سے۔ اس پر اس نے سوال کیا کہ جب آپ پانی مانگتے ہیں تو کیا ہمیشہ آپ کو مل جاتا ہے یا کبھی ملتا ہے کبھی نہیں۔ آپ ہماری اس مشکل کو حل فرمایئے تا کہ اس سے ہم کو درجۂ یقین حاصل ہو اور اپنے اسرار میں سے کوئی راز دکھلایئے تا کہ ہم اپنی کمروں سے زنار کھول ڈالیں۔ یعنی اب تک تو ہم کو ایمان کا ایک ضعیف مرتبہ حاصل ہے جس کے سبب ہم کفر کے قریب ہیں اور گویا کہ کافر اور زنار بستہ ہیں آپ کی کرامت سے ہمارا ایمان بڑھے گا اور گویا کہ ہم اب مسلمان ہونگے۔ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا اور یہ کہا کہ اے اللہ ان حاجیوں کی دعا قبول فرمایئے اور کوئی کرامت ان کو دکھلایئے۔ میں تو ہمیشہ سے اوپر ہی سے رزق جوئی کا عادی ہوں کیونکہ آپ نے میرے رزق کا دروازہ اوپر ہی سے کھولا ہے آپ نے سفلیات کو علویات سے ظاہر فرمایا اور وفی السماء رزقکم کو مشاہدہ کرا دیا۔ وہ یہ دعا کر ہی رہے تھے کہ ہاتھی کی طرح بڑے بڑے پانی سے لدے ہوئے بادل نمودار ہوئے اور یوں موسلا دھار برسنا شروع کیا جیسے مشک کا دہانہ کھول دیا ہو۔ اور گڑھوں اور غاروں میں پانی ٹھہر گیا ابر تو مشکوں کی طرح پانی گرا رہا تھا اور حاجی لوگ اپنی مشکیں کھولے ہوئے پانی بھر رہے تھے۔ غرض کہ اس بیابان میں یہ عجیب بات ظاہر ہوئی کہ ابر نے مشک کی طرح دہانہ کھول دیا اس سے حاجیوں کی جماعت میں مختلف اثر ظاہر ہوئے کچھ لوگوں کو تو یقین حاصل ہوا اور گویا کہ وہ اب مسلمان ہوتے اور کچھ لوگوں کو پیشتر سے یقین تھا اس مشاہدہ سے ان کے یقین میں ترقی ہوئی اور کچھ لوگ ایسے تھے جنہوں نے اس کو قبول نہ کیا اور کچے کے کچے رہے یہ لوگ ناقصین ازلی تھے فقط۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حاجیوں کا اس شیخ زاہد کی کرامت میں حیران ہونا جو کہ جنگل میں گرم ریت پر بیٹھا ہوا تھا

شرح شبیری

زاہدے الخ۔ یعنی ایک زاہد جنگل میں تھا اور عبادت میں عبادیہ کی طرح غرق تھا۔

حاجیان الخ۔ یعنی حاجی لوگ اس جگہ مختلف شہروں سے پہنچے تو ان کی نظر اس سوکھے ہوئے زاہد پر پڑی جو بہت ہی دبلے پتلے تھے ان کو سب نے دیکھا۔

جاے زاہد الخ۔ یعنی زاہد کے قیام کی جگہ تو خشک تھی اور وہ تر مزاج خوش تھا اور جنگل کی لو اس کو نافع تھی۔

حاجیان الخ۔ حاجی لوگ اس کی تنہائی سے اور اس کی سلامتی سے اس آفت میں حیران ہو گئے۔

در نماز استادہ الخ۔ یعنی وہ ریت کے اوپر نماز میں کھڑا ہوا تھا اور ریت بھی ایسا کہ اس کی تپش سے ہانڈی کا پانی کھولنے لگے۔

گفتئے سرمست الخ۔ یعنی گویا کہ سرمست سبزہ و گل میں سے ہے یا براق اور دلدل پر سوار ہے۔ مطلب یہ کہ اس طرح خوش تھا جیسے بہت ہی آرام سے ہو حالانکہ گرمی وغیرہ کی یہ حالت کہ الامان والحفیظ اور یا یہ تم کہو کہ

یا کہ پایش الخ۔ یعنی یا کہ اسکا پاؤں ریشم کے حلون پر ہے یا لو اسکے لئے باد صبا ہے۔ غرضکہ اسکی یہ حالت تھی کہ

ایستادہ الخ۔ یعنی وہ تازہ رو نماز میں خشوع اور خضوع اور نیازمندی کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔

یا حبیب الخ۔ یعنی اپنے محبوب سے راز کی باتیں کر رہے تھے اور فکر دراز میں کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے۔

پس بماند الخ۔ یعنی وہ جماعت نیاز و عاجزی کے ساتھ کھڑی رہی تا کہ وہ درویش نماز سے فارغ ہو جائیں۔

چون دیدہ کا بس الخ۔ یعنی جب وہ فقیر استغراق سے واپس ہوئے تو اس جماعت میں سے ایک زندہ دل روشن ضمیر نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ اور منہ سے پانی ٹپک رہا ہے اور ان کے کپڑے آثار وضو سے تر تھے۔

پس بپر سیدش الخ۔ یعنی پس اس روشن ضمیر سے دریافت کیا کہ تمہارے پاس پانی کہاں سے آیا انہوں نے ہاتھ اٹھایا کہ آسمان سے آیا ہے۔

گفت الخ۔ یعنی انہوں نے کہا کہ کیا جب تم چاہو پہنچتا ہے یا کہ دعا کبھی قبول ہوتی ہے اور کبھی رد ہو جاتی ہے۔

مشکل ما الخ۔ یعنی اے بادشاہ دین ہماری مشکل حل فرمایئے تا کہ آپ کا حال ہم کو یقین بخشے اور معلوم ہو جائے کہ جناب کا مرتبہ کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سائل صاحب بھی کوئی بزرگ ہیں جب تو اس طرح سوال کر رہے ہیں۔

وانما سرے الخ۔ یعنی اپنے اسرار میں سے ایک بھید ہم کو بھی دکھا دیجئے تا کہ ہم زناروں کو توڑ دیں یعنی اہل یقین سے ہو جائیں شک جاتا رہے اب ان بزرگ کا ادب دیکھئے کہ خود کوئی دعویٰ نہیں کیا بلکہ

چشم را الخ۔ یعنی ان بزرگ نے آنکھ آسمان کی طرف کھولی کہ اے حاجیوں کی دعا کے قبول کرنے والے۔
رزق جوئی الخ۔ یعنی میں رزق جوئی کا عالم بالا ہی سے خوگر ہوں آپ نے میرا دروازہ عالم بالا ہی سے کھولا ہے۔
اے نمودہ الخ۔ یعنی اے وہ ذات کہ تو نے مکانی کو لامکاں دکھا دیا اور فی السماء رزقکم کو ظاہر کر دیا کہ انسان مکانی ہے اس کو اس عالم لامکان کی سیر کرادی پھر اس کو رزق بھی عالم بالا سے دیا جس سے کہ آیت کی پوری تصدیق ہوگئی۔
درمیان الخ۔ یعنی اس مناجات کے اندر ہی ایک بادل گھرا جلدی سے پیدا ہوا جیسے کہ ہاتھی آبکش ہو کہ اس پر پانی بہت سا لدے گا اسی طرح اس بادل میں پانی بہت تھا۔
ہمچو آب الخ۔ یعنی پانی اس طرح برسنا شروع ہوا جیسے کہ مشک سے بہتا ہو اور گڑھوں اور غاروں میں مسکن پکڑا یعنی سب تالاب وغیرہ بھر گئے۔
ابری بارید الخ۔ یعنی ابر مشک کی طرح آنسو برسا رہا تھا اور حاجیوں نے اپنی مشکیں کھول دیں بس خوب پانی بھر لو۔
لع عجائب الخ۔ یعنی بیابان میں ایک عجیب بات ظاہر ہوئی اور ابر نے مشک کی طرح منہ کھول دیا تھا۔
یک جماعت الخ۔ یعنی ایک جماعت تو اس عجیب بات سے اپنی زنار توڑ رہی تھی یعنی ان کو درجہ یقین کا حاصل ہو رہا تھا اور وہ تو مستفیض ہو رہے تھے۔
قوم دیگر را الخ۔ یعنی ایک قوم کے یقین میں زیادتی ہو رہی تھی اس عجیب بات سے واللہ اعلم بالرشاد یعنی وہ بھی خیر متاثر ہو رہے تھے۔
قوم دیگر الخ۔ یعنی ایک دوسری قوم ناقصوں اور ترش اور خام وہ نقصاں سرمدی تھے کلام تمام ہوا۔ یعنی ایک وہ تھے کہ جن کو اثر ہی نہ تھا جیسے کے تیسے بت کی طرح دیکھ رہے تھے بس وہ ناقصان ازلی تھے کہ ان کی اصلاح کی امید ہی نہیں تھی تو دیکھو ان بزرگ کو چونکہ مسبب پر نظر تھی لہٰذا اس بات کی ان کو ضرورت نہ تھی۔ بلا اسباب ان کو سب چیز حق تعالیٰ عنایت فرماتے تھے الحمد للہ کہ ربع رابع مثنوی شریف کے دفتر ثانی کی شرح کا تمام ہوا۔ حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق تعالیٰ حضرت والا دام ظلہم کے فیوض کو عام فرمائے اور اس سے ہم غریبوں کو بھی حصہ دے اور اس مثنوی سے حق تعالیٰ لوگوں کو فائدہ دے کہ اس سے اس ناکارہ کو امید نجات کی ہے کہ شاید کسی مقبول حق کی دعا لگ جائے لہٰذا اس شعر پر ختم کرتا ہوں۔

ہر کہ خواند دعا طمع دارم زانکہ من بندۂ گنہگارم

والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

اب انشاء اللہ تعالیٰ آگے مثنوی شریف دفتر ثالث کی شرح شروع ہوگی۔ فقط

احقر شبیر علی عفی عنہ

۱۹ جمادی الاول ۱۳۳۴ھ یوم خمیس بلدہ تھانہ بھون

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

جلد 7-8-9 دفتر 3

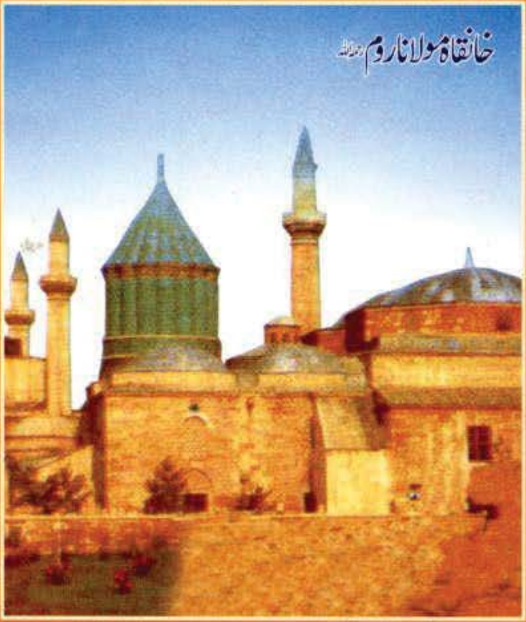

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

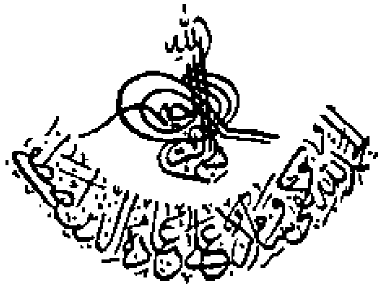

عرض ناشر

الحمد للہ ادارہ شروع ہی سے اکابر کی نایاب کتب کی اشاعت میں سرگرم عمل ہے خصوصاً حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی کتب جو کہ عامۃ المسلمین کے لئے سرچشمہ ہدایت ہیں ان کی اشاعت ادارہ کے لئے باعث مسرت وافتخار ہے۔

انہیں کتب میں سے زیر نظر کتاب ''کلید مثنوی'' بھی ماضی قریب میں اتنی نایاب تھی کہ خود حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے بعض خاص خلفاء کرام رحمہم اللہ کو مکمل کہیں دستیاب نہ آسکی حتیٰ کہ ایک دفعہ بندہ سید ومرشدی عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ عارفی صاحب رحمہ اللہ کی مجلس میں حاضر تھا کہ کسی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت آپ نے ''کلید مثنوی'' مکمل کہیں دیکھی ہے؟ تو حضرت نے جواب میں فرمایا کہ مجھے عرصہ سے اس کی تلاش ہے مگر صرف دو چار جلدیں ہی دستیاب ہوسکیں۔ اور حضرت نے مکمل دیکھنے کے شوق کا اظہار بھی فرمایا۔ اسی وقت حضرت کی برکت سے احقر کے دل میں کلید مثنوی مکمل تلاش کرنے کا داعیہ پیدا ہوا۔ اور پاکستان اور ہندوستان میں جہاں جہاں کلید مثنوی کے حصے ملنے کی امید تھی وہاں کا سفر کیا تو الحمد للہ اصل مرکز یعنی خانقاہ اشرفیہ تھانہ بھون سے کافی حصے مل گئے۔ لیکن پانچواں دفتر کہیں سے نہ مل سکا حتیٰ کہ اس کی تلاش دہلی کی گلی کوچوں میں حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ (مترجم مثنوی) کے دردولت

www.besturdubooks.wordpress.com

پر ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ تو انہوں نے بھی پانچویں دفتر کی عدم موجودگی کا اظہار فرمایا۔

بہر حال اللہ پاک نے نصرت فرمائی اور دار العلوم کراچی میں حضرت مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ کے وقف کردہ کتب خانہ سے پانچویں دفتر کا قلمی نسخہ نہایت شکستہ خط میں دستیاب ہوا۔ اور اس طرح محنت شاقہ اور تلاش بسیار کے بعد حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی یہ نایاب تصنیف لطیف "کلید مثنوی" مکمل چوبیس حصوں میں منظر عام پر آئی۔

ادارہ نے پہلے بھی اس کتاب کو شائع کیا تھا مگر قارئین کرام کے شدید اصرار پر ادارہ کو اس جدید ایڈیشن کو ترتیب نو کے ساتھ جلی قلم سے بڑی تختی پر شائع کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے تاکہ شائقین کے لئے تفہیم میں اشاعت کی طرف سے کوئی پیچیدگی نہ رہے اور قارئین اس چشمۂ اشرفی سے بسہولت سیراب ہو سکیں۔

نوٹ: اس سے قبل دو ایڈیشن قدیم کتابت کے ساتھ شائع کیے تھے اُن میں بعض مقامات پر فارسی اشعار کا علیحدہ ترجمہ نہیں تھا۔ جو اکابر کے مشورہ سے حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب دھلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ سے پورا کیا ہے۔ الحمد للہ اس جدید کمپیوٹر ایڈیشن میں تمام فارسی اشعار کا اُردو ترجمہ موجود ہے۔

اللہ پاک ادارہ کی اس سعی کو قبول فرما کر ذریعہ نجات بنائیں۔ آمین

احقر محمد اسحٰق
(محرم الحرام ۱۴۲۶ھ)

www.besturdubooks.wordpress.com

ربع اول از دفتر سوم مثنوی معنوی موسوم بہ کلید مثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح شبّیری

اے ضیاء الحق حسام الدین بیار	ایں سوم دفتر کہ سنت شد سہ بار
اے ضیاء الحق حسام الدین لا	یہ تیسرا دفتر کیونکہ تہرانا سنت ہے

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لے آؤ اس لئے کہ سنت تین بار کرنا ہے دفتر دوم کے دیباچہ کے شعر اول کے ذیل میں مولانا حسام الدین کا اور مولانا کا علاقہ تو بیان کر دیا گیا ہے کہ دونوں پیر بھائی ہیں مگر مولانا حسام الدین کی تکمیل مولانا رومیؒ ہی سے ہوئی اور فیض ان ہی سے ملا ہے مگر چونکہ پیر بھائی ہیں اس لئے مولانا ان کا ادب بہت کرتے ہیں اور ان کو اس طرح خطاب کرتے ہیں گویا کہ مولانا ان سے مستفیض ہیں اور کچھ عجب بھی نہیں ہے اس لئے کہ بعض مرتبہ بڑوں کو چھوٹوں سے فیض ہو جاتا ہے اگرچہ وہ تھوڑا ہی سہی مگر یہاں قطع نظر اس سے مولانا کو صرف پیر بھائی ہونے ہی کا بہت ادب ہے اور کیوں نہ ہو آخر اپنے شیخ کی یادگار رہوتی ہے بڑا بھائی چھوٹے بھائی سے کس قدر محبت کرتا ہے مگر ہاں چھوٹے کو بھی چاہئے کہ وہ اپنے کو خورد ہی سمجھے لہذا اس لحاظ سے مولانا فرماتے ہیں کہ بھائی ضیاء الحق حسام الدین اس تیسرے دفتر کو بھی لکھ ڈالو اس لئے کہ ایک کام کو تین بار کرنا سنت ہے لہذا اس تیسرے دفتر کو لکھ ڈالو اب یہاں بعض نادان معترضین نے کچھ اعتراضات کئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ جب مولانا اس دفتر کے لکھنے کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ سنت تین دفعہ کرنا ہے تو پھر اسی پر کفایت کرتے آگے چوتھا دفتر کیوں لکھا بعض کہتے ہیں کہ حدیث میں جو آیا ہے وہ تو ایک کام کے تین بار کرنے کو آیا ہے تو اگر مولانا دفتر اول ہی کو تین بار مکرر لکھتے تب تو یہ صحیح تھا اور جب وہ الگ لکھے اور یہ الگ تو پھر کیسے صحیح ہوگا۔ اس لئے کہ حدیث میں کہاں ہے کہ تین کام کیا کرو بلکہ وہاں تو یہ ہے کہ ایک کام کو تین بار کیا کرو۔ اول کا تو جواب یہ ہے کہ مولانا نے جو یہ مصلحت لکھی ہے کہ سنت تین بار کرنا ہے تو اس میں مصلحت کا انحصار نہیں ہے بلکہ منجملہ اور مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور جواب دوسرے کا یہ ہے کہ مولانا کی تمام مثنوی میں دو مضمون ہیں ایک توحید دوسری ضرورت شیخ کامل یہی مضمون مختلف عنوانات سے آیا ہے لہذا جب مولانا نے اول دو دفتر لکھ لئے ان

www.besturdubooks.wordpress.com

میں یہی مضمون تھا۔ تو اب فرماتے ہیں کہ اس ہی مضمون کو پھر تیسری مرتبہ بھی بیان کرتے ہیں اس لئے بعض احادیث میں جو ایسا آیا ہے کہ راوی کہتا ہے کہ حضور نے یوں فرمایا ہے تو محدثین نے لکھا ہے کہ حضور بعض مرتبہ تو ایک بات کو تین مرتبہ ایک لفظ سے فرماتے تھے مگر بعض مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ ایک ہی مضمون کو مختلف الفاظ سے تعبیر فرماتے تھے جیسے کہ استاد کہ ایک ہی تقریر کو بہ تبدیل الفاظ بیان کیا کرتا ہے پس جو کہ ایک راوی کو یاد رہا اس نے وہ الفاظ کہے۔ اور دوسرے نے دوسرے کہے اسی طرح مولانا کی مثنوی میں بھی مضمون تو ایک ہی ہے مگر اس کی تعبیر مختلف ہے اور اس کا ماخذ خود حدیث سے نکل آیا فللّٰہ الحمد اور اس قسم کے اور بھی لچر اور واہی شبہات کئے ہیں۔ اور ان کے جوابات دیئے ہیں جن کا بیان طویل ہے اور بے فائدہ لہذا قیاس کن زگلستان من بہار مرا آگے فرماتے ہیں کہ

بر کشا گنجینۂ اسرار را	در سوم دفتر بہل اعزار را
رازوں کا خزانہ کھول دے	تیسرے دفتر میں عذروں کو چھوڑ دے

یعنی اسرار کے خزانہ کو کھول دیجئے اور تیسرے دفتر میں عذروں کو ترک کر دیجئے مطلب یہ کہ اگرچہ وہ اعذار جو کہ آپ کو دوسرے دفتر کے شروع کے وقت تھے اب بھی ہیں یعنی غلبۂ توجہ الی الحق اور استغراق عالم غیب کا مگر اب اس تیسرے دفتر میں ان عذروں کو چھوڑ دیئے اور ان کی پرواہ نہ کیجئے اس لئے کہ

قوت از قوت حق می زہد	نز عروقے کز حرارت می جہد
تیری طاقت اللہ کی طاقت سے جوش مارتی ہے	نہ کہ رگوں سے جو گرمی سے بھڑکتی ہیں

یعنی آپ کی قوت تو قوت حق سے جوش مار رہی ہے نہ کہ عروق سے کہ حرارت کی وجہ سے کود رہی ہوں۔

یہاں سے مولانا حسام الدین کا صاحب افاضہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ آپ ان اعذار کی پرواہ نہ کیجئے اس لئے کہ یہ اعذار آپ کی اس قوت اور کمال کے سامنے کیا چیز ہیں آپ کی قوت قوت حق ہے اس کو ان ظاہری اسباب سے کیا تعلق جو قوت کہ ان اسباب ظاہری سے پیدا ہوتی ہے وہ تو ناقص ہوتی ہے اور عوارضات اسکو مغلوب کر سکتے ہیں مگر آپ کی قوت تو وہ قوت ہے کہ اس کو مغلوب ہی نہیں کر سکتا آپ کی شان بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کی ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں۔

ایں چراغ شمس کو روشن بود	نز فتیلہ و پنبہ و روغن بود
یہ سورج کا چراغ جو روشن ہوتا ہے	بتی اور روئی اور تیل کی وجہ سے نہیں ہے

یعنی یہ سورج کا چراغ جو روشن ہے نہ بتی اور روئی اور تیل سے ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح چراغ شمس بے اسباب ظاہر کے روشن ہے اسی طرح آپ کی قوت کو بھی ان اسباب ظاہری کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کے انعدام سے اس قوت کا انعدام لازم ہو آگے دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سقف گردوں کو چنیں دائم بود	نز طناب واستنے قائم بود
آسمان کی چھت جو اس طرح سے ہمیشہ سے ہے	رسے اور ستون کی وجہ سے قائم نہیں ہے

یعنی سقف گردوں کہ جو ایسی دائم ہے وہ طناب اور ستون سے قائم نہیں ہے بلکہ صرف قدرت حق اس کو سنبھالے ہوئے ہے اسباب ظاہر کچھ بھی نہیں اور تیسری اسی کی مثال ہے کہ

قوت جبریل از مطبخ نبود	بود از دیدار اخلاق وجود
حضرت جبرئیل کی قوت مطبخ کی وجہ سے نہ تھی	وجود کو پیدا کرنے والے اللہ کے دیدار کی وجہ سے تھی

یعنی قوت جبریل علیہ السلام کی کسی باورچی خانہ کی وجہ سے نہ تھی بلکہ اس اخلاق وجودات کے دیدار سے تھی مطلب یہ ہے کہ دیکھو جبرئیل علیہ السلام میں جو قوت ہے وہ کہیں اغذیہ مقوی کھانے کی وجہ سے تو نہیں ہے بلکہ وہ اس دیدار حق کی وجہ سے ہے جو کہ ان کی استعداد کے قابل ہے اس سے ان کے اندر ایک بہت بڑی قوت تو آ گئی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

ہمچنیں ایں قوت ابدال حق	ہم زحق داں نز طعام و نز طبق
اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ابدال کی قوت	اللہ کی جانب سے سمجھ لے نہ کہ کھانے اور طباق کی وجہ سے

یعنی اسی طرح ابدال حق کی قوت کو بھی حق تعالیٰ کی طرف سے سمجھو نہ کہ طعام و طبق سے مطلب یہ ہے کہ بزرگان دین میں جو قوت اور ہمت ہوتی ہے وہ حق تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے کہ رات رات بھر جاگتے ہیں اس قدر مجاہدات کرتے ہیں اور پھر ویسے ہی کے ویسے رہتے ہیں بلکہ غذائیں تو بعض کم کر دیتے ہیں۔ بس معلوم ہوا کہ یہ قوت اور نشاط کسی ایسی وجہ سے ہے جو کہ ظاہری نہیں ہے بلکہ حقیقی ہے اور وہ وہی ہے جو کہ حق کی وجہ سے ہو یہاں سے اولیاء اللہ اور بزرگان دین کی تعریف اور ان کی صفات کو بیان فرماتے ہیں اور آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ۔

جسم شاں راہم زنور اسرشتہ اند	تاز روح واز ملک بگذشتہ اند
ان کے جسم کو بھی نور سے بنایا ہے	یہاں تک کہ وہ روح اور فرشتے سے بڑھ گئے ہیں

یعنی ان حضرات کے جسم کو بھی نور ہی سے گوندھا ہے یہاں تک کہ وہ (دوسری) ارواح سے اور فرشتوں سے بھی بڑھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے جسم میں ایسی لطافت اور نور ہوتا ہے کہ اتنی لطافت اور نور دوسروں کی روح میں اور فرشتوں میں بھی نہیں ہوتا حالانکہ وہ ارواح اور ملائک سراپا نور ہیں مگر ان کی لطافت جسمی ان سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے تو پھر لطافت روحانی کا تو کچھ ٹھکانا ہی نہیں ہے اور یہ بات مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہے اکابر دین کے چہروں کو جس کا جی چاہے دیکھ لے خدا کی قسم بڑے بڑے حسین و جمیل ان کے آگے جوتی کا تلا معلوم ہوتے ہیں خوب کہا ہے کہ

فدا مہ جبیں جن پہ سارے ہوئے ہیں   انہیں کے تو ہم ہارے مارے ہوئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمارے سامنے تو ایک چہرہ ہے کہ ساری عمر میں اس کو دیکھا ہے آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا تو خدا کا شکر ہے کہ وہی چہرہ زیبا دیکھا ہے خدا کی قسم وہ حسن جو اس میں ہے کہیں ہم نے تو دیکھا نہیں اگر کسی اور نے دیکھا ہو تو وہ جانے۔

ہے شان محبوبیت بھی کامل محبت کی صفت بھی حاصل   کہاں ہے دکھلائے کوئی یکجا جمال ایسا کمال ایسا

وہ چہرہ اور روئے مبارک میرے بڑے ابا حضرت قبلہ وکعبہ مولانا المولوی الحاج الشاہ اشرف علی صاحب کا ہے جس کا دل چاہے دیکھ لے اور جس نے دیکھا جانتا ہے۔

جس نے بہ چشم نکتہ بیں دیکھ لیا وہ مہ جبیں   اس کی نظر میں پھر کہیں کوئی حسین جچا نہیں

اور تعجب ہے کہ

آں دل کہ رم نمودے باخوبرو جواناں   دیرینہ سال پیرے بردے بیک نگاہے

صفت تحریر سے باہر ہے جو چاہے آ کر دیکھ لے اور ان بڈھوں کو چاہے اور ان سے محبت کرے کہ چپڑی اور دو دو کا مزہ آوے۔ میں مقصود سے بہت دور ہو گیا مگر اس میں بھی مجھے امید ثواب ہے غرضکہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ ان حضرات کا جسم بھی دیگر ارواح سے لطیف اور نورانی ہوتا ہے چونکہ میاں ملوک قسم کا تعجب ہوتا تھا کہ جسم روح سے بڑھ جاوے آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ موصوفی باوصاف جلیل	زآتش نمرود بگذر چوں خلیلؑ
چونکہ تو بڑے وصفوں سے موصوف ہے	حضرت خلیلؑ کی طرح نمرود کی آگ سے گزر جا

یعنی جبکہ تم اوصاف جلیل سے موصوف ہو تو آتش نمرود سے حضرت خلیل اللہ کی طرح گزر جاؤ مطلب یہ ہے کہ جب تم اوصاف حق سے موصوف ہو چکے ہو اور بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کے مصداق بن گئے ہو پھر اگر روح و ملائک پر فوقیت حاصل ہو گئی تو کیا تعجب ہے تمہارے اوصاف وہ تمہارے نہیں وہ اوصاف حق ہیں جو تمہارے اندر جلوہ گر ہیں اور مراد اس سے وہی عنیت مصطلحہ ہے کہ جب وہ حاصل ہو گئی تو پھر اور کس کی ضرورت ہے۔

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی   تا کس نہ گوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

آتش نمرود سے مراد وہ مقتضیات ہیں جو کہ انسان میں بحیثیت انسان ہونے کے موجود ہوتے ہیں تو وہ بزرگوں میں بھی ہوتے ہیں مگر فرق اس قدر ہے کہ وہ حضرات ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ غالب رہتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ تم ان مقتضیات نفسانی سے حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح گزر جاؤ کہ جس طرح ان کو آتش نمرود مضر نہیں ہوئی اسی طرح تم کو ان کا وجود مضر نہ ہوگا اور تم غالب ہی رہو گے۔

گردد آتش برتو ہم بردو سلام	اے عناصر مرمزاجت را غلام
آگ بھی تجھ پر سلامتی اور ٹھنڈک بن جائے گی	اے وہ کہ عناصر (اربعہ) تیرے مزاج کے غلام ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آگ تمہارے اوپر بھی ٹھنڈی اور سلامتی ہو جاوے گی اے وہ شخص کہ جس کی مزاج کے غلام عناصر ہو گئے ہیں۔ آتش سے مراد وہی مقتضیات نفسانی ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہ آتش نمرود ان کے لئے بردو سلام ہوگئی تھی اور مضر نہ ہوئی اسی طرح یہ مقتضیات تم سے مغلوب رہیں گے اور تم ان پر عمل سے سلامت رہو گے اور اگر کہیں یہ مقتضیات ہی فنا ہو جاویں تو پھر علو مراتب ہی کیوں ہو علو مراتب کا تو یہی سبب ہے کہ وہ موجود رہیں اور پھر نفس پر جبر کر کے ان سے رکتے ہیں اور چونکہ یہ سارے تقاضے ان عناصر اربعہ کے امتزاج سے ہی پیدا ہوتے ہیں اور وہ مقتضیات مغلوب ہو گئے ہیں تو گویا عناصر ہی مغلوب اور غلام ہو گئے ہیں اس لئے مولانا نے فرمادیا کہ اے عناصر مر مزاجت راغلام۔ سبحان اللہ سبحان اللہ۔

ویں مزاجت برتر از ہر پایہ ایست	ہر مزاجے را عناصر مایہ ایست
اور تیرا یہ مزاج ہر مرتبہ سے بالاتر ہے	عناصر ہر مزاج کا سرمایہ ہیں

یعنی ہر مزاج کے لئے عناصر ہی مایہ ہیں اور یہ تمہارا مزاج ہر مرتبہ سے بلند ہے مطلب ظاہر ہے کہ آپ کا مزاج ان اسباب ظاہری کا محتاج نہیں ہے۔

وصف وحدت را کنوں شد ملتقط	ایں مزاجت در جہان منبسط
اب وحدت کی صفت کو چننے والا ہو گیا ہے	وسیع عالم میں تیرا یہ مزاج

یعنی تمہارا یہ مزاج جہان کشادہ میں ہے اب وصف وحدت کا خوشہ چیں ہو گیا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہاری طبیعت جو کہ اس عالم بالا کی طرف متوجہ ہے اور اس وحدہٗ لاشریک میں غرق ہے اس لئے وہ اس وصف وحدت سے اقتباس کر رہا ہے۔

سخت تنگ آمد ندارد خلق حلق	اے دریغا عرصۂ افہام خلق
بہت تنگ ہے، مخلوق حلق نہیں رکھتی ہے	ہائے افسوس! لوگوں کی فہموں کا میدان

یعنی افسوس مخلوق کے افہام کا میدان سخت تنگ ہو گیا ہے اور مخلوق حلق نہیں رکھتی مطلب یہ ہے کہ دیکھو اولیاء اللہ میں یہ صفات ہیں مگر لوگ نہیں سمجھتے اور علوم و معارف کو حاصل نہیں کرتے حلق سے مراد قبولیت ہے یعنی مخلوق کے وہ حلق جو کہ ان علوم و معارف کے کھانے کے لئے ہیں۔ بہت تنگ ہو گئے ہیں اور استعدادیں بہت ہی ضعیف ہو گئی ہیں چونکہ لوگوں کی استعداد کے ضعیف ہونے پر افسوس کیا ہے لہذا آگے مولانا حسام الدین کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ

حلق بخشد سنگ را حلوائے تو	اے ضیاء الحق بحذق رائے تو
تیرا حلوہ پتھر کو حلق بخش دیتا ہے	اے ضیاء الحق تیری رائے کی ہوشیاری سے

یعنی اے ضیاء الحق آپ کی حذاقت رائے کی وجہ سے آپ کا حلوا پتھر کو حلق بخشتا ہے حلوے سے مراد علوم و

www.besturdubooks.wordpress.com

معارف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے علوم و معارف کی وہ برکت ہے کہ آپ تو پتھر میں بھی قابلیت پیدا کر دیں اور وہ بھی اقتباس علوم معارف کرنے لگے تو پھر اگر آپ توجہ کریں تو قلوب انسانی کو تو کیوں متاثر نہیں کر سکتے۔ ان کو تو ذرا سی توجہ سے قابل بنا سکتے ہیں اور ان کی استعداد کو قوی فرما سکتے ہیں بس ذرا سی توجہ کی ضرورت ہے چونکہ یہ شبہ ہوتا تھا کہ بھلا پتھر کے بھی کہیں منہ ہوا ہے تو آگے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ۔

کوہ طور اندر تجلی حلق یافت	تاک مے نوشید و مے را بر نتافت
کوہ طور نے تجلی میں حلق پا لیا	یہاں تک کہ (اس نے) شراب پی اور شراب کو برداشت نہ کر سکا

یعنی کوہ طور نے تجلی کے وقت حلق پایا یہاں تک کہ شراب پی اور اس کو برداشت نہ کر سکا تو نتیجہ یہ ہوا کہ

صار دکا منہٗ وانشق الجبل	ھل رأیتم من جبل رقص الجمل
وہ ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا	کبھی تم نے پہاڑ سے اونٹ کا رقص دیکھا ہے

یعنی وہ پہاڑ اس سے ٹکڑے ہو گیا اور پہاڑ پھٹ گیا تو کیا تم نے پہاڑ سے جمل جیسا رقص دیکھا ہے حلق سے مراد استعداد و قابلیت ہے تو مطلب یہ ہے کہ دیکھو تجلی حق جب پہاڑ پر ہوئی تو آخر اس کے اندر استعداد قبولیت تھی جب تو متاثر ہوا اگرچہ برداشت نہ کر سکا مگر آخر قبول تو کیا تو دیکھو پتھر میں قبول حق کی استعداد ہو گئی تو چونکہ آپ کی شان بی ینطق و بی یبصر و بی یسمع کی ہو گئی ہے تو آپ کا توجہ فرمانا گویا کہ توجہ حق ہے لہٰذا اس وجہ سے ضرور قلب انسانی میں قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور قبول حق کر لیں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

لقمہ بخشی آید از ہر کس بکس	حلق بخشی کار یزداں ست و بس
لقمہ دینا ہر شخص سے ہر شخص کے لئے ہو سکتا ہے	حلق بخشا صرف اللہ (تعالیٰ) کا کام ہے

یعنی لقمہ بخشی تو ہر شخص سے دوسرے شخص کو آتی ہے مگر حلق بخشی حق تعالیٰ ہی کا کام ہے اور بس مطلب یہ ہے کہ انسان دوسرے کو لقمہ تو دے بھی دیتا ہے اگرچہ سبب ہی کے درجہ میں سہی مگر ہو تو سکتا ہے مگر حلق تو کوئی بھی کسی کو نہیں بخش سکتا یہ قدرت تو حق تعالیٰ ہی کو ہے کہ اس لقمہ کے کھانے کے لئے حلق بھی عطا ہوا ہے اور چونکہ اولیاء اللہ کے تمام افعال و صفات فنا فی الحق ہوتے ہیں اس لئے ان کا توجہ کرنا بھی توجہ حق ہے اور چونکہ حلق بخشی حق تعالیٰ کے سوا کسی اور کا کام نہیں ہے اس لئے گویا کہ ان حضرات کا کام بھی حلق بخشی ہے اور ان کی وجہ سے بھی استعداد و قابلیت پیدا ہو سکتی ہے اور یہی حلق ہے آگے فرماتے ہیں کہ

حلق بخشد جسم را و روح را	حلق بخشد بہر ہر عضوت جدا
وہ جسم اور روح کو حلق بخش دیتا ہے	تیرے ہر عضو کو علیحدہ حلق بخش دیتا ہے

یعنی جسم کے لئے بھی اور روح کے لئے بھی حلق عنایت فرما دے گا اور تیرے ہر عضو کے لئے جداگانہ حلق

www.besturdubooks.wordpress.com

بخشے گا مطلب یہ ہے کہ وہ توجہ جس کو کہ حلوے سے تعبیر کیا ہے وہ تمہارے جسم کے اندر بھی قابلیت اس کی استعداد کے موافق رکھ دی گئی اور روح کے اندر بھی بلکہ ہر ہر عضو میں قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور ہر ہر عضو اپنے اپنے مناسب غذا لے گا مگر اس کے لئے ایک شرط ہے آگے اس شرط کو بیان فرماتے ہیں۔

ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی	از دغا و از دغل خالی شوی
یہ اس وقت بخشتا ہے جب تو اجلالی ہو جائے	فریب اور کھوٹ سے خالی ہو جائے

یعنی یہ اس وقت عنایت ہوں گے جب کہ تم اجلالی ہو جاؤ گے اور دغا و دغل سے خالی ہو جاؤ گے۔
مطلب یہ ہے کہ یہ قابلیت قبول اس وقت حاصل ہو گی جبکہ تم مجاہدات وریاضات کرتے کرتے اللہ والے ہو جاؤ گے اور اسی میں فنا ہو جاؤ گے اور تمام اخلاق ذمیمہ سے خالی ہو جاؤ گے اس وقت وہ قابلیت پیدا ہو جاوے گی اور اس استعداد مخفی کا ظہور ہو جاوے گا آگے اس کی مصلحت بتاتے ہیں۔

تانگوئی سر سلطاں رابکس	تاز ریزی قندرا پیش مگس
تاکہ تو شاہ کا راز ہر شخص سے نہ کہے	تاکہ تو قند کو مکھی کے آگے نہ گرائے

یعنی تاکہ تم اسرار سلطانی کو کسی سے ظاہر نہ کر دو اور تاکہ قند کو مکھی کے سامنے نہ ڈال دو مطلب یہ ہے کہ مجاہدات میں یہ فائدہ ہے اور یہ مصلحت ہے کہ اس سے رفتہ رفتہ تم کو علوم و معارف کے حاصل کرنے کی عادت ہو جاوے گی اور اس کے ضبط پر بھی قدرت ہو گی تو پھر جو ملے گا اس کو گاتے نہ پھرو گے ورنہ اگر اس سے پہلے ہی مل جاوے گا تو ظرف تو اس قابل ہے نہیں سارے میں گاتے پھرو گے اور اس سے غیرت حق جوش میں آتی ہے کہ یہ ہمارے اسرار کو ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ فیض بند ہو جاوے گا اور کیوں غیرت نہ ہو جبکہ ان محبوبان مجازی کو غیرت آتی ہے تو ان کو تو کیوں غیرت نہ آوے گی اور یہاں اسرار سے مراد علوم مکاشفہ ہیں کہ ان کے اظہار سے غیرت حق جوش میں آتی ہے جیسے کہ مثلاً مسئلہ وحدت الوجود ہے یا اور اسی قسم کے مسئلے ہیں کہ ان کے اظہار سے بعض مرتبہ بہت نقصان ہو جاتا ہے اور لوگ کم فہمی کی بدولت ایمان کھو بیٹھتے ہیں اور علوم معاملہ کو تو بر سر منبر آواز دہل بیان کرنا فرض ہے اور علوم مکاشفہ کو بھی اگر کوئی کما حقہ بیان کر سکتا تو ان کی بھی یقیناً اجازت ہوتی مگر بات یہ ہے کہ مسائل کشفیہ کو کوئی پوری طرح بیان ہی نہیں کر سکتا اور اس سے غلط فہمی ہو جاتی ہے بس یہ تو جو کچھ وہی جانے اگر معلوم کرنے کا شوق ہے تو کام میں لگو پھر دیکھو کہ

بینی اندر خود علوم انبیاء بے کتاب و بے معید و اوستا

ہاں اگر کسی کو کشف اجمالی ہوا ہو اور وہ پوچھے تو اس کے سامنے پوری تفصیل بیان کر دینا ضروری ہے اور جس کو خود کشف نہیں ہوا بلکہ محجوب ہے اس کے سامنے بیان کرنا تو سچ یہ ہے کہ مکھی کے آگے قند ڈال دینا ہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ فضول محض ہے کوئی فائدہ ہی نہیں۔

گوش آں کس نوشد اسرار جلال	کو چو سوسن صد زباں افتاد لال
اللہ کے راز اس شخص کا کان سنتا ہے	جو سوسن کی طرح سو زبانوں کے باوجود گونگا ہے

یعنی اس شخص کا کان اسرار حق کو سن سکتا ہے جو کہ سوسن کی طرح سو زبان والا ہے مگر خاموش پڑا ہوا ہے چونکہ سوسن میں کٹاؤ ہوتے ہیں ان کو زبان سے تشبیہ دیدی تو مطلب یہ ہے کہ وہ شخص اور باتوں میں خوب بولنے والا ہو مگر ضبط کے اسرار حق کو بیان نہ کرے وہ سن سکتا ہے ورنہ غیرت حق اس شخص کو ہرگز نہ سناوے گی بلکہ ممکن ہے کہ پہلا بھی سلب ہو جاوے۔ سلال ترکی بمعنی گنگ۔ آگے مولانا فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ کچھ انسان ہی کے ساتھ حلق کا ہونا اور استعداد قبول خاص نہیں ہے بلکہ تمام اکوان عالم اپنی مناسب اشیاء کو قبول کر رہی ہیں اور ایک دوسرے کو کھا رہی ہیں اور ایک دوسرے سے مستفیض ہو رہی ہیں فرماتے ہیں کہ۔

حلق بخشد خاک را لطف خدا	تا خورد خاک آب و روید صد گیا
اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی مٹی کو حلق عنایت کرتی ہے	یہاں تک کہ مٹی پانی پیتی ہے اور سینکڑوں گھاسیں اگاتی ہے

یعنی لطف حق خاک کو حلق بخشتے ہیں یہاں تک کہ وہ خاک پانی کو پیتی ہے اور سینکڑوں سبزے اس سے اگتے ہیں۔

باز حیواں را بہ بخشد حلق و لب	تا گیاہش را خورد اندر طلب
پھر (اللہ) حیوان کو حلق اور ہونٹ بخشتا ہے	یہاں تک کہ وہ تلاش کر کے اس (خاک) کی گھاس کھاتا ہے

یعنی پھر حیوان کو حلق اور لب بخشتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس گھاس کو طالب ہو کر کھا لیتا ہے۔

چوں گیاہش خورد و حیوان گشت زفت	گشت حیواں لقمۂ انسان و رفت
جب اس (حیوان) نے اس (خاک) کی گھاس کھائی اور موٹا ہو گیا	حیوان انسان کا لقمہ بنا اور ختم ہو گیا

یعنی جب اس نے اس کی گھاس کو کھالیا اور وہ جانور موٹا ہو گیا تو وہ حیوان انسان کا لقمہ ہو گیا اور (پیٹ میں) چلا گیا یعنی اس کو انسان کھا گیا۔

باز خاک آمد شدا کال بشر	چوں جدا شد از بشر روح و بصر
پھر مٹی آئی وہ انسان کو نگل جانے والی بنی	جبکہ انسان سے روح اور بینائی جدا ہو گئی

یعنی پھر خاک آئی اور بشر کو کھا گئی جبکہ بشر سے روح اور بصر جدا ہوئی غرضکہ سب ایک دوسرے کو کھا رہے ہیں اور اپنے مناسب غذا حاصل کر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

ذرہا دیدم دہاں شاں جملہ باز	گر بگویم خورد شاں گردد دراز
میں نے ذرے دیکھے جن کے منہ کھلے ہوئے تھے	اگر میں ان کی خوراک کا بیان کروں تو بات بڑھ جائے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں نے ذروں کو دیکھا ہے کہ ان سب کے منہ کھلے ہوئے تھے اور اگر میں ان سب کی خوراک کو بیان کروں تو بہت دراز ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ ہر شئے اپنے لائق غذا حاصل کرتی ہے تب تو وہ قائم ہے ورنہ ہلاک ہو جاوے اس لئے مولانا فرماتے ہیں کہ میں نے ہر ذرہ کو دیکھا ہے کہ وہ منہ کھولے ہوئے تھا اور اپنی اپنی غذا حاصل کر رہا تھا مگر خوف طویل کتاب کے ان سب کی خوراک وغیرہ کے بیان کو ترک کرتا ہوں اللہ اکبر معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی نظر میں بہت ہی بیان اس کے مناسب تھا مگر خوف طویل نے چھڑا دیا سچ یہ ہے کہ اس قدر قادر علی الکلام ہیں کہ کچھ انتہا ہی نہیں ایک مرتبہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے چھلنی کا وعظ فرمایا تھا یعنی جس طرح کہ مولانا روم نے سب کے لئے حلق ثابت کئے ہیں اسی طرح مولانا نے سب چیزوں کے لئے چھلنی ثابت کی تھی یعنی ہر شئے کے لئے ایک ایسی چیز ہوتی ہے کہ جس سے اس کے فضلے نکل جاتے ہیں اور جوہر رہ جاتا ہے۔ اسی میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اس زمین کی بھی ایک چھلنی ہوگی کہ اس میں اس کو چھانا جائے گا اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز اس زمین کی ایک روٹی پکائی جاوے گی اور وہ اہل جنت کو اول ملے گی اس کے بعد جنت کی غذائیں ملیں گی تو اس پر یہ شبہ ہوتا تھا کہ اس میں تو یہ اینٹ پتھر بھرے پڑے ہیں کیا حق تعالیٰ جنت والوں کو یہ کھلا دیں گے مولانا نے اس شبہ کو زائل فرمایا اسی وعظ میں فرمایا کہ دیکھو تمہارے یہاں کوئی مہمان آتا ہے تو کیا۔ اس کو آٹا بے چھانے ہوئے روٹی کھلا دیتے ہو ہرگز نہیں بلکہ خوب صاف کر کے عمدہ روٹی پکا کر کھلاتے ہو تو اسی طرح کیا حق تعالیٰ اپنے مہمان بندوں کو بے چھانے کھلاویں گے۔ ہرگز نہیں بلکہ قدرت حق سے اس کے چھاننے کی ایک چھلنی پیدا ہوگی اس سے چھان کر کنکر پتھر الگ کر دیئے جاویں گے اور عمدہ اصل چیزیں جو اس میں مخفی ہیں وہ کھلائی جاویں گی اس لئے کہ جس قدر میوے ہیں اور جس قدر دانے ہیں یہ آخر خاک ہی تو ہیں وہی مستحیل ہو کر اس صورت میں ہو جاتے ہیں تو حق تعالیٰ اس چھلنی میں اس کو چھان کر ان میووں وغیرہ کو جو لطیف چیزیں ہیں باقی رکھیں گے اور ان فضلات کو نکال کر باہر کریں گے اس میں ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ دنیا میں بعض اللہ کے بندوں نے لذائذ کو خدا واسطے چھوڑ دیا ہے تو ان کو چونکہ جنت کی چیزوں کا دنیا کی لذائذ سے موازنہ ہی نہ ہوسکتا تھا لہذا حق تعالیٰ نے ان کو اول دنیا کی ساری چیزوں کے مزے چکھا دیئے کہ دیکھ لو یہ وہ دنیا کی لطیف اشیاء میں سے لب لباب ہیں اس کے بعد جنت کی نعمتوں کی قدر ہوگی تو دیکھو اول خاک نے انسان کو کھایا پھر خود انسان نے اس خاک کو کھالیا غرضکہ یوں ہی سلسلہ جاری ہے اور لیجئے فرماتے ہیں۔

برگہا را برگ از انعام او	دایگاں را دایہ لطف عام او
پتوں کو ساز و سامان اس (اللہ) کے انعام سے ہے	پرورش کرنے والوں کی دایہ اس کی عام مہربانی ہے

یعنی پتوں کو غذا ان کے انعام سے حاصل ہوتی ہے اور دایوں کے لئے اس کا لطف عام دایہ ہے دایہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد مربی مطلب یہ ہے کہ مربیوں کے لئے بس وہی مربی ہیں غرض ہر شئے کو اس کے لئے حلق دیا ہے کہ اس سے وہ غذا حاصل کر رہی ہے۔

رزقہا را رزقہا او می دہد	زانکہ گندم بے غذائے چوں زہد
وہ (اللہ) رزقوں کو رزق دیتا ہے	کیونکہ گیہوں بغیر غذا کے کب پرورش پاتا ہے

یعنی رزق کو رزق وہی دیتے ہیں اس لئے کہ گندم بے غذا کے کب جوش مارتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو سب اغذیہ کو دیکھ لو اول ان کی تربیت کے لئے غذا کی ضرورت ہوتی ہے تب وہ غذا بن سکتی ہے تو غذا کو غذا دینا یہ اس ذات حق ہی کا کام ہے۔

نیست شرح ایں سخن را منتہی	پارۂ گفتم بداں زاں پارہا
اس بات کی تفصیل کا خاتمہ نہیں ہے	میں نے ایک ٹکڑا کہہ دیا تو اس سے (اور) ٹکڑوں کو سمجھ لے

یعنی اس بات کی شرح کی تو کہیں انتہا ہی نہیں میں نے ایک پارہ بیان کر دیا اس سے اور پارے جان لو یعنی ہم نے تھوڑے سے حالات اور ان کی اغذیہ بیان کر دی ہیں مگر اور کہاں تک بیان کریں اب خود قیاس کر لو۔

جملہ عالم آکل و ماکول داں	باقیاں را مقبل و مقبول داں
تمام عالم کو کھانے والا اور کھایا ہوا سمجھ	باقی رہنے والوں کو مقبول اور بااقبال سمجھ

یعنی تمام عالم کو آکل و ماکول جانو اور باقیوں کو مقبل و مقبول جانو مطلب یہ کہ تمام ایک دوسرے کو کھا رہا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے مگر جو کہ مقبولان حق ہیں وہ کسی کی غذا نہیں بنتے اس لئے کہ وہ تو نور اور روح ہوتے ہیں ان کو کون کھا سکتا ہے۔

ایں جہان و ساکنانش منتشر	واں جہان و ساکنانش مستمر
یہ عالم اور اس کے باشندے جدا ہو جانے والے ہیں	وہ عالم اور اس کے باشندے ہمیشہ رہنے والے ہیں

یعنی یہ جہاں اور اس کے ساکنین تو پراگندہ اور وہ جہاں اور اس کے ساکنین مستمر ہیں مستمر سے مراد لاتقف عند حد ہے اس لئے کہ وہ عالم تو ابدی ہے اگر چہ ازلی نہیں بلکہ انسان بھی ابدی ہے بعض لوگ تو اس کے قائل ہیں کہ نفخ صور کے وقت بھی انسان فنا نہ ہوگا بلکہ بے ہوش ہو جاوے گا اور بعض کہتے ہیں کہ فنا ہوگا مگر بہت قلیل عرصہ کے لئے جس کا کہ اعتبار نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ وہ جہان ابدی ہے لہذا اس کے ساکنین بھی مستمر لاتقفون عند حد ہونگے۔

ایں جہان و عاشقانش منقطع	اہل آں عالم مخلد مجتمع
یہ عالم اور اس کے عاشق مٹ جانے والے ہیں	اس عالم والے ہمیشہ اور اکٹھے رہنے والے ہیں

یعنی یہ جہاں اور اس کے دلدادہ سب منقطع ہیں اور اس عالم والے ہمیشہ رہنے والے مجتمع ہیں جب اس عالم

www.besturdubooks.wordpress.com

کی یہ حالت ہے اور اس کی یہ تو اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس کریم آنست کو خود را دہد	آب حیوانے کہ ماند تا ابد
تو بزرگ وہ ہے جو اپنے آپ کو پا دے	آب حیات تاکہ ہمیشہ رہے

یعنی پس کریم وہ ہے جو کہ اپنے کو وہ آب حیوانی دے جو کہ ابدالاباد تک رہے آگے اس آب حیوانی کی تفسیر فرماتے ہیں کہ

باقیات الصالحات آمد کریم	رستہ از صد آفت و اخطار و بیم
بھلا (بزرگ) باقی رہنے والی نیکیوں میں سے ہے	جو سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے نجات پا گیا ہو

یعنی باقیات الصالحات کریم ہیں سینکڑوں آفتوں اور خطروں اور خوف سے چھوٹے ہوئے ہیں یعنی جو لوگ کہ کریم ہیں وہی باقیات الصالحات ہیں جن کی شان میں ارشاد ہے۔ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا و خیر املا اور یہ لوگ سارے مصائب دنیاوی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت یہ ہے کہ

گر ہزار اند یک تن بیش نیست	چوں خیالات عدد اندیش نیست
اگر وہ ہزار ہیں تو (بھی) ایک سے زیادہ نہیں ہیں	تعداد بڑھانے والے خیالات کی طرح نہیں ہیں

یعنی اگر وہ ہزار بھی ہیں تو ایک تن سے زیادہ نہیں ہیں وہ مثل خیالات عدے اندیش کے نہیں ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ عدد اندیش کے خیالات پراگندہ ہوتے ہیں اس طرح یہ حضرات پراگندہ نہیں ہیں بلکہ ان کو جمعیت قلب حاصل ہے اور ان کو پریشانی آتی ہی نہیں۔

آکل و ماکول را حلق است و نائے	غالب و مغلوب را عقل است و رائے
کھانے والے اور کھائے جانے والے کا حلق اور گلا ہوتا ہے	غالب اور مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہے

یعنی آکل و ماکول کے لئے تو حلق اور نائے ہیں اور غالب و مغلوب کے لئے عقل اور رائے ہیں یعنی جو لوگ کہ دنیا دار ہیں وہ تو آکل و ماکول ہیں اور ان کے لئے تو حلق ہے اور جو غالب و مغلوب ہیں وہ عاقلین اور رائے والے ہیں۔

حلق بخشید او عصائے عدل را	خورد او چنداں عصا و حبل را
اس نے انصاف کی لاٹھی کو حلق بخشا	وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گئی

یعنی حق تعالیٰ نے عصائے عدل کو حلق بخشا تو اس نے اتنے عصا و حبل کو کھا لیا مطلب یہ کہ اس کے اندر اس قدر قوت عطا فرمادی کہ اس نے سب کو باطل کر دیا۔

و اندروں افزوں نشد زاں جملہ اکل	زانکہ حیوانی نبودش اکل و شکل
اس سب کچھ کھانے سے اس میں اضافہ نہ ہوا	کیونکہ اس کا کھانا اور صورت حیوانی نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس عصا کے اندر اس سارے کھانے سے کچھ زیادتی نہیں ہوئی اس لئے کہ اس کا کھانا اور اس کی شکل حیوانی نہ تھی مطلب یہ کہ دیکھو اس نے اس قدر چیزیں کھائیں مگر اس کے اندر زیادتی نہ ہوئی مثلاً اس کا پیٹ ہی پھول جاتا لیکن چونکہ اس کی اکل وشکل انسانی نہ تھی اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ اژدہا ہی نہ بنا تھا اور وہ صرف خیال تھا جیسا کہ بعض عقلاء وزماں کا بیان ہے بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سانپ ہی تھا اور اس نے کھایا بھی مگر وہ کھانا اس کا اکل حیوانی کے مشابہ نہ تھا کہ اس سے اس کے اندر کچھ زیادتی بھی ہوتی بلکہ وہ رہا تو ویسا کا ویسا ہی ہاں کھا گیا سب کچھ۔

مر یقین را چوں عصا حق حلق داد	تا بخورد او ہر خیال را کہ زاد
اللہ (تعالیٰ) نے لاٹھی کی طرح یقین کو (بھی) حلق دیا ہے	یہاں تک کہ اس نے ہر اس خیال کو نگل لیا جو پیدا ہوا

یعنی یقین کو بھی حق تعالیٰ نے ایک حلق دیا ہے یہاں تک کہ وہ ہر اس خیال کو کھا گیا جو کہ پیدا ہوا تھا مطلب یہ ہے کہ یقین کو حق تعالیٰ نے ایک قوت عطا فرمائی ہے کہ اس کے آتے ہی سارے شکوک زائل۔ آگے تفریع فرماتے ہیں۔

پس معانی را چو اعیاں حلقہاست	رازق حلق معانی ہم خداست
تو خارجی موجودات کی طرح معانی کے بھی حلق ہیں	معانی کے حلقوں کو رزق دینے والا بھی خدا ہے

یعنی بس معانی کے لئے بھی اعیان کی طرح حلق ہیں اور حلق معانی کا رازق بھی خدا ہی ہے ان کو بھی قوت حق تعالیٰ ہی عنایت فرماتے ہیں آگے دوسری تفریع فرماتے ہیں کہ

بس ز ماہی تا بہ مہ از خلق نیست	کہ بجذب مایہ او را حلق نیست
تو مچھلی سے لے کر چاند تک کوئی مخلوق نہیں ہے	مادہ کو جذب کرنے کے لئے جس کے حلق نہ ہو

یعنی بس ماہی سے ماہ تک کوئی خلق نہیں ہے جس کے پاس جذب مایہ کے لئے حلق نہیں ہے مطلب یہ کہ ماہی سے لے کر ماہ تک سب چیزوں کے اندر استعداد موجود ہے کہ وہ اقتباس علوم کرسکیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ ایں گہے بخشد کہ اجلالی شوی آگے اس طرف رجوع فرماتے ہیں

حلق نفس از وسوسہ خالی شود	میہمان وحی اجلالی شود
نفس کا حلق اگر وسوسہ سے خالی ہو جائے	تو اللہ کی وحی کا میہمان ہو جائے

یعنی نفس کا حلق وسوسہ سے خالی ہو جاوے گا اور وحی اجلالی کا میہمان ہو جاوے گا مطلب یہ کہ ان علوم ومعارف کے لئے شرط مجاہدہ ہے اور اس سے یہ نتیجہ ہوگا کہ نفس تمام وساوس سے خالی ہو جاوے گا اور اس کو لطف وحی حاصل ہو جاوے گا اور اس کو مناسبت عالم بالا کی ساتھ ہو جاوے گی اور یہ نتیجہ ہوگا۔

حلق جاں از فکر تن خالی شود	وانگہاں روزیش اجلالی شود
روح کا حلق جو جسم کی فکر سے خالی ہو جاتا ہے	تب اس کی روزی خدائی ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حلق جان تن کی فکر سے خالی ہو جاے گا اور اس وقت اس کی روزی اجلالی ہو جاے گی جان سے مراد نفس ہے مراد یہ ہے کہ جب مجاہدہ وریاضت کروگے تو پھر اس فکر تن سے خالی ہو کر تمہاری روزی اجلالی ہو جاے گی۔

حلق عقل و دل چو شد خالی ز فکر	یافت او بے ہضم معدہ رزق بکر
عقل اور دل کا حلق جب فکر سے خالی ہو گیا	تو اس نے معدہ کے ہضم کے بغیر تازہ رزق پا لیا

یعنی عقل اور دل کا حلق جب فکر (تن) سے خالی ہو گیا تو اس نے بے ہضم معدہ کے رزق نو بنو پائے مطلب یہ ہے کہ جب مجاہدات وریاضات سے حق تعالیٰ نے ان اسباب کی فکر سے تم کو چھڑا دیا تو پھر تم کو نئے نئے تازہ بتازہ علوم ومعارف حاصل ہونگے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ پہلے علوم تحلیل ہوں تب دوسرے حاصل ہوں جیسا کہ غذاے ظاہری میں ہوتا ہے اس میں یہ ہے کہ بے تحلیل غذاے ماقبل کے اور نئی اور تازہ غذا حاصل ہوتی ہے اور علوم ومعارف حاصل ہوتے ہیں اور یہ معلوم ہی ہے کہ مجاہدہ کی ضرورت ہے لہذا اس شرط کو پھر تنبیہ کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

شرط تبدیل مزاج آمد بداں	کز مزاج بد بود مرگ بداں
سمجھ لے مزاج کو بدلنا شرط ہے	اس لئے کہ بروں کی موت برے مزاج کی وجہ سے ہوتی ہے

یعنی اس کی شرط تبدیل مزاج ہے اس کو جان لو کیونکہ مزاج بد کی وجہ سے برے لوگوں کی موت ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ مجاہدات وریاضات کرنا ضروری ہیں کہ ان کے ذریعہ سے مزاج بدل جاوے اور سیئات حسنات ہو جاویں اس لئے کہ برا مزاج یعنی سیئات تو بہت بری شئے ہے آگے اس مزاج کے خراب ہو جانے کی خرابی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چوں مزاج آدمی گل خوار شد	زرد و بد رنگ و سقیم و خوار شد
جب آدمی کا مزاج مٹی خور ہو جائے	(تو وہ) زرد اور بد رنگ اور بیمار اور ذلیل ہو جاتا ہے

یعنی آدمی کا مزاج جب گلخوار ہو گیا تو وہ زرد اور بدرنگ اور بیمار اور ذلیل ہو گیا۔

چوں مزاج زشت او تبدیل یافت	رفت زشتی واں رخش چوں شمع تافت
جب اس کا برا مزاج بدل گیا	برائی جاتی رہی اور اس کا چہرہ شمع کی طرح چمک اٹھا

یعنی جب کہ اس کے مزاج زشت نے تبدیلی پائی تو اس کی زشتی جاتی رہی اور شمع کی طرح چمک گیا مطلب یہ کہ دیکھو جب انسان مٹی کھانے لگتا ہے تو اس کی رنگت اور رونق روح سب خراب ہو جاتی ہے اور جب یہ عادت بد چھوٹ جاتی ہے تو پھر چہرہ پر وہی رونق وہی تازگی آ جاتی ہے اسی طرح جب قلب انسانی خراب ہو جاتا ہے تو اس کی استعداد مکدر اور خراب ہو جاتی ہے اور جب مجاہدہ سے اس میں تبدیل ہو جاتا ہے اور دل درست ہو جاتا ہے تو وہ استعداد چمک اٹھتی ہے اور اس میں رونق اور تازگی ہو جاتی ہے آگے اور مثال ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دایۂ کو طفل شیر آموز را	تا بہ نعمت خوش کند بد فوز را
وہ دایہ کہاں ہے؟ جو شیر خوار بچہ کو	نعمت کے ذریعہ خوش کر دے بد ذوق کو

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے کہ نعمت سے اس بد دہن کو خوش کر دے۔

دایۂ کو شیر خوارہ طفل را	تا ز نعمتہا کند او را غذا
شیر خوار بچہ کے لئے وہ دایہ کہاں ہے؟	جو نعمتوں کی اس کو غذا دے

یعنی طفل شیر خوار کی وہ دایہ کہاں ہے جو کہ اس کی غذا نعمتوں سے کر دے یعنی اس کو نعمتیں علاوہ دودھ کے پلا دے مطلب یہ ہے کہ ایسا مربی کہاں ہے کہ جو ہم کو اس عالم کی ظاہری نعمتوں سے چھڑا کر اس عالم کی حقیقی نعمتیں دے دے۔

گر بہ بندد راہ یک پستاں برو	بر کشاید راہ صد بستاں برو
اگر اس پر ایک پستان کا راستہ بند کرے گی	سینکڑوں باغوں کا راستہ اس پر کھول دے گی

یعنی اگر وہ ایک پستان کی راہ کو بند کر دے تو سینکڑوں باغوں کا راستہ کھول دے مطلب یہ کہ دیکھو ماں اگر چہ دودھ چھڑاتی ہے اور بچہ روتا ہے مگر وہ نہیں دیتی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یہ چاہتی ہے کہ اب اس کا دودھ چھوٹے تو یہ ساری نعمتیں کھانے لگے روٹی بھی کھاوے میوے بھی کھاوے تو اگر چہ ایک پستان سے اس کو روک رہی ہے مگر انجام کار یہ روکنا باعث ہو جاوے گا لاکھوں نعمتوں کے کھانے کا۔ ورنہ ساری عمر ایک ہی چیز کو لئے بیٹھے رہتے تو اسی طرح شیخ اور مربی اگر چہ بظاہر دنیا کو چھڑا رہا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ وہ اس کی عوض میں کیا دے رہا ہے وہ اس کی عوض میں اس عالم کی باغ و بہار اور جنت دے رہا ہے۔

زانکہ پستاں شد حجاب آں ضعیف	از ہزاراں نعمت و خواں و رغیف
کیونکہ اس ناتواں کے لئے پستان پردہ بن گیا	ہزاروں نعمتوں اور خوان اور روٹی سے

یعنی اس لئے کہ پستان اس ضعیف کے لئے حجاب ہو رہا ہے ہزاروں نعمتوں سے اور خوانوں سے اور روٹیوں سے بس اگر یہ دودھ چھوٹ جاوے یقیناً وہ نعمتیں حاصل ہوں تو اسی طرح جب اس دنیا سے ترک تعلق ہو تب اس عالم کی نعمتیں نصیب ہوں اس پر تفریع فرماتے ہیں۔

پس حیات ماست موقوف فطام	اندک اندک جہد کن تم الکلام
تو ہماری زندگی دودھ چھڑانے پر موقوف ہے	بتدریج کوشش کر بات ختم ہوئی

یعنی بس ہماری حیات اصلی فطام پر موقوف ہے تو تھوڑی تھوڑی کوشش کر و بات پوری ہو چکی مطلب یہ ہے کہ اب معلوم ہو گیا کہ ہماری اس عالم کی حیات ابدی اور اصلی کا حصول اس پر موقوف ہے کہ اس دنیاوی تعلقات

www.besturdubooks.wordpress.com

کو چھوڑا جاوے جب یہ بات ہے تو خیر ایک دم سے تو کیا ترک کرو گے تھوڑا تھوڑا چھوڑ دو کہ تم کو اس میں آسانی ہوگی ورنہ ایک دم بوجھ پڑ جاوے گا۔ سبحان اللہ کیا آسانی ہے بزرگان دین معاصی کو تو ایک دم سے ہی فرماتے ہیں کہ قطع کر دو مگر جو اور تعلقات مباحہ ہیں ان کو خیر تھوڑا تھوڑا ہی کر کے چھوڑ دو اول کم کرو پھر چھوڑ دو اس لئے کہ اس عالم کی نعمتیں اور اس عالم کے لذائذ اس عالم کے سامنے بالکل ہیچ ہیں۔ لہذا ان کو ترک کر کے ان کو اختیار کرو آگے مثال فرماتے ہیں کہ

چوں جنیں بود آدمی خوں بد غذا	از نجس پاکی برد مومن کذا
جب انسان ماں کے پیٹ میں تھا خون خوراک تھی	مومن اسی طرح نجاست سے پاکیزگی حاصل کرتا ہے

یعنی آدمی جنیں کی طرح تھا اور خون غذا تھی تو مومن نجس سے اسی طرح پاکی لے لیا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ جنین خون کھاتے کھاتے غذا خور ہو گیا اسی طرح مومن بھی اپنے نفس کی مخالفت کر کے اور مجاہدہ و ریاضت کر کے ملکات سیئہ کو حسنہ بنا لیا کرتا ہے۔

چوں جنیں بود آدمی خونخوار بود	بود او را بود از وخوں تار و پود
جب انسان ماں کے پیٹ میں خون کھانے والا تھا	اس کے وجود کا تانا بانا خون سے تھا

یعنی جب آدمی جنین تھا تو خونخوار تھا اور اس کی ہستی کے لئے خون ہی سے تار و پود تھا یعنی اسی سے پرورش پاتا تھا۔

از فطام خوں غذایش شیر شد	وز فطام شیر لقمہ گیر شد
خون چھڑانے سے اس کی خوراک دودھ ہوئی	اور دودھ چھڑانے سے وہ لقمہ کھانے والا ہو گیا

یعنی خون کے چھوٹنے سے اس کی غذا دودھ ہوئی اور دودھ کے چھوٹنے سے وہ لقمہ گیر ہو گیا یعنی دوسری غذا کھانے لگا۔

وز فطام لقمہ لقمانے شود	طالب مطلوب پنہانے شود
لقمہ چھڑانے سے وہ لقمان ہو جاتا ہے	ایک پوشیدہ مطلوب کا طالب بن جاتا ہے

یعنی لقمہ کے چھوٹنے سے ایک لقمان ہو گیا اور ایک مطلوب پوشیدہ کا طالب ہو گیا۔ لقمہ سے مراد تعلقات دنیاوی ہیں اب مطلب یہ ہوا اول انسان حالت جنین ہونے میں نجس خوار تھا اس کے بعد شیر خوار پھر غذا خوار ہو گیا اور اس کے کسب میں بہت سے تعلقات دنیاوی پیدا ہوئے جب ان سب تعلقات کو ترک کر دیا اب یہ کامل ہو گیا اور طالب حق ہو گیا آگے انسان کے اس دنیا سے خوش ہونے اور اس میں دل لگانے کی اور اس عالم سے گھبرانے اور اکتانے کی ایک بہت عجیب اور نفیس مثال فرماتے ہیں۔

گر جنیں را کس بگفتے در رحم	ہست بیروں عالمی بس منتظم
اگر پیٹ کے بچے سے کوئی رحم میں کہتا	باہر ایک بڑی منظم دنیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر جنین سے کوئی رحم میں کہتا کہ (رحم کے) باہر ایک بہت نفیس عالم ہے۔

یک زمین خرمے با عرض وطول	اندر و بس نعمت و بیحد اکول
ایک لمبی چوڑی دل کشا زمین ہے	اس میں بیشمار نعمتیں اور بے حد غذائیں ہیں

یعنی ایک زمین خوش ہے ساتھ عرض وطول کے کہ اس میں بہت نعمتیں ہیں اور بے حد غذائیں ہیں۔

کوہ ہا و بحرہا و دشتہا	بوستاں ہا باغہا و کشتہا
پہاڑ ہیں دریا ہیں اور جنگل ہیں	گلستان ہیں باغات ہیں کھیتیاں ہیں

یعنی (اس میں) پہاڑ ہیں اور دریا ہیں اور جنگل ہیں اور بہت سے باغ ہیں اور کھیتیاں ہیں۔

آسمانے بس بلند و پر ضیا	آفتاب و ماہتاب و صد سہا
بہت اونچا آسمان ہے اور منور	آفتاب اور چاند اور سینکڑوں سہا (ستارے) ہیں

یعنی ایک آسمان ہے بہت بلند اور پرضیا اور آفتاب ہے اور ماہتاب ہے اور سینکڑوں ستارے ہیں۔

از جنوب و از شمال و از دبور	باغہا دارد عروسیہا و سور
جنوبی اور شمالی اور مغربی ہواؤں سے	باغات جشن اور تازگی رکھتے ہیں

یعنی باد شمال اور جنوب اور دبور سے باغ بہار رکھتے ہیں اور خوشیاں یعنی ان کی وجہ سے سب ہرے بھرے ہیں۔

در صفت ناید عجابہای آں	تو دریں ظلمت چہ در امتحاں
اس کے عجائب بیان نہیں ہو سکتے ہیں	تو اس اندھیرے میں آزمائش میں کیوں ہے؟

یعنی اس کے عجائبات بیان میں نہیں آتے تو اس ظلمت کے اندر کیا مصیبت میں پڑا ہوا ہے۔

خوں خوری در چار میخ تنگنا	درمیان حبس و انجاس و عنا
تنگ قید خانہ میں تو خون کھا رہا ہے	بندش اور نجاستوں اور مشقت میں

یعنی تو اس چار میخ تنگنا میں خون کھاتا ہے اور اس حبس میں اور نجاستوں میں اور مشکلوں میں پھنسا ہوا ہے

جب کوئی اس کو یہ کہے اور اس کو اس جہان کا شوق دلاوے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ

او بحکم حال خود منکر بدے	زیں رسالت معرض وکافر شدے
وہ اپنی حالت کے تقاضے سے منکر ہوتا	اس پیغام سے اعراض کرنے والا اور کافر ہوتا

یعنی اپنی حالت کی اقتضا کی وجہ سے منکر ہوتا اور اس پیغام سے معرض اور منکر ہوتا مطلب یہ کہ وہ یقیناً اس کا انکار کرتا اور کہتا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کایں محال ست و فریب ست و غرور	زانکہ وہم کور زیں معنی است دور
کہ یہ ناممکن ہے اور فریب ہے اور دھوکا ہے	کیونکہ اندھے کا وہم ان باتوں سے دور ہے

یعنی کہ یہ محال ہے اور فریب ہے اور دھوکہ ہے (اور اس کا یہ انکار) اس لئے ہے کہ اس اندھے کی فکران معانی سے دور ہے وہ ان باتوں کا ادراک کیا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

جنس چیزے چوں ندید ادراک او	نشنود ادراک منکر ناک او
اس کے ادراک نے چونکہ اس چیز کی جنس نہیں دیکھی	اس کا انکار کرنیوالا احساس (ان باتوں کو) نہیں سنتا ہے

یعنی اس کے ادراک نے جب کسی شئے کی جنس کو دیکھا ہی نہیں تو اس کا ادراک انکار مند اس کو سنے ہی گا نہیں مطلب یہ کہ وہ اس کو قبول ہی نہیں کر سکتا اور وہ یہی خیال کرے گا کہ سب خیالی امور ہیں واقعی کچھ بھی نہیں ہیں۔

ہمچنانکہ خلق عام اندر جہاں	زاں جہاں ابدال میگویند شاں
اسی طرح دنیا کی عام مخلوق	ان کو ابدال اس عالم کے بارے میں کہتے ہیں

یعنی اسی طرح عوام خلق جہان میں ہے کہ اس جہان سے ابدال ان سے کہہ رہے ہیں کہ

کایں جہاں چاہست بس تاریک و تنگ	ہست بیروں عالمی بے بو و رنگ
کہ یہ عالم ایک بہت تاریک اور تنگ کنواں ہے	(اس) سے باہر ایک بے بو اور بے رنگ عالم ہے

یعنی کہ یہ جہان (دنیا) ایک چاہ تاریک و تنگ ہے اور اس سے باہر ایک عالم ہے بے بو اور رنگ کا کہ اس میں لون ہے اور نہ بو ہے تو اس عالم کی طرف حضرت اولیاء اللہ بلاتے ہیں۔ مگر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ۔

ہیچ در گوش کسے ز ایشاں نرفت	کایں طمع آمد حجاب ژرف و زفت
ان میں سے کسی کے کان میں (بات) نہ پہنچی	کیونکہ یہ لالچ گہرا اور موٹا پردہ بن گیا ہے

یعنی کچھ بھی کسی نے ان سے نہ سنا اس لئے کہ یہ طمع ایک حجاب قوی اور بڑا ہے مطلب یہ کہ جو اس عالم کی خوبیوں کو سن کر اس طرف متوجہ نہیں ہوتے وجہ اس کی یہ ہے کہ طمع عاجل نے اندھا کر دیا ہے وہ حجاب ہو رہا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

گوش را بندد طمع از استماع	چشم را بندد غرض از اطلاع
لالچ، کان کو سننے سے روک دیتا ہے	غرض، آنکھ کو باخبر ہونے سے بند کر دیتی ہے

یعنی طمع کان کو سننے سے بند کر دیتی ہے اور غرض آنکھ کو دیکھنے سے روک دیتی ہے۔ بس جب طمع اور غرض دونوں ہوں تب تو بالکل کور و کر ہو جائے گا۔ نعوذ باللہ۔

ہمچنانکہ آں جنیں را طمع خوں	کاں غذائے اوست در اوطان دوں
جس طرح سے خون کے لالچ نے اس پیٹ کے بچہ کو	جو کہ کم درجہ وطنوں میں اس کی غذا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس طرح کہ اس جنین کو خون کی طمع نے جو کہ اس کی غذا اس وطن ذلیل میں تھی۔

از حدیث ایں جہاں محجوب کرد	خون تن را در دلش محبوب کرد
اس عالم کی بات سے محروم کر دیا	اس کے دل کے لئے جسم کے خون کو محبوب کر دیا

یعنی اس جہان کی باتوں سے محجوب کر دیا اور خون تن کو اس کے دل میں محبوب کر دیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ۔

زین ہمہ انواع نعمت ماند فرد	غیر خوں او می نداند چاشت خورد
نعمت کی ان تمام قسموں سے محروم رہا	خون کے علاوہ وہ غذا کھانا نہیں جانتا

یعنی ان تمام قسم کی نعمتوں سے محروم رہا اور وہ سوائے خون کے کوئی غذا کھانا جانتا ہی نہیں اسی طرح

برتو ہم طمع خوشی ایں جہاں	شد حجاب آں خوشی جاوداں
تجھ پر بھی اس دنیا کی خوشی کا لالچ	اس دائمی خوشی کا پردہ بن گیا

یعنی تجھ پر بھی اس جہان کی خوشی اس خوشی جاودانی سے حجاب ہو گئی ہے۔

طمع و ذوق ایں حیات پر غرور	از حیات راستینت کرد کور
دھوکے سے پر اس زندگی کے لالچ اور ذوق نے	سچی زندگی سے تجھے اندھا کر دیا

یعنی اس حیات پر غرور کی طمع اور ذوق نے تم کو حیات جاودانی سے دور کر دیا ہے جب معلوم ہوا کہ اس جہان کی طمع ہی نے تم کو اندھا بنا رکھا ہے تو آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس طمع کورت کند نیکو بداں	برتو پوشاند یقیں را بیگماں
اچھی طرح سمجھ لے لالچ تجھے اندھا بناتا ہے	یقینا تجھ پر یقین کو پوشیدہ کر دیتا ہے

یعنی پس طمع تم کو اندھا کر دیتی ہے خوب جان لو وہ تم پر یقین کو بے شک پوشیدہ کر دیتی ہے۔

حق ترا باطل نماید از طمع	در تو صد کوری فزاید از طمع
لالچ کی وجہ سے تجھے حق باطل نظر آتا ہے	لالچ کی وجہ سے صد درجہ اندھا پن تجھ میں بڑھ جاتا ہے

یعنی تم کو طمع کی وجہ سے حق باطل دکھائی دینے لگتا ہے اور طمع سے تمہارے اندر سینکڑوں نابینائیاں زیادہ ہو جاتی ہیں۔

از طمع بیزار شو چوں راستاں	تانہی پا برسر آں آستاں
سچوں کی طرح تو لالچ سے بیزار بن	تاکہ اس چوکھٹ پر تو پیر رکھ سکے

یعنی طمع سے سچے لوگوں کی طرح بیزار ہو جاؤ تا کہ اس آستان (حق) پر سر رکھ سکو۔ مطلب یہ کہ تا کہ وہاں تک رسائی ہو سکے لہذا اول طمع کو اپنے اندر سے زائل کرو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کاندراں در چوں درائی وارہی	از غم و شادی قدم بیروں نہی
جب تو اس درگاہ میں پہنچ جائے گا نجات پالے گا	دنیا کے غم اور خوشی سے قدم باہر رکھے گا

یعنی اس درحق میں جب تم آ جاؤ گے تو غم اور خوشی سے قدم باہر رکھو گے مطلب یہ کہ جب اس در تک رسائی ہو گئی تو پھر سب غم وشادی سے چھوٹ جاؤ گے اور راحت اور آرام نصیب ہو جاوے گا اور طمع کے ترک سے یہ نتیجہ ہو گا کہ۔

چشم جانت روشن وحق بیں شود	بے ظلام کفر نور دیں شود
تیری روح کی آنکھ روشنی اور حق دیکھنے والی بن جائے گی	دین کا نور کفر کے اندھیرے سے پاک ہو جائے گا

یعنی تمہاری چشم باطن روشن اور حق بیں ہو جاوے گی اور بے ظلمت کفر کے (خالص) نور دین ہو جاویگی مطلب یہ کہ اگر ان اخلاق رذیلہ کا دفعیہ مجاہدہ سے کر دیا تو پھر حق تعالیٰ تم کو نور ایمان نصیب کرے گا اور سراپا نور ہی نور ہو جاؤ گے۔

پند مرداں را پذیرا شو بجاں	تارہی از خوف و مانی در اماں
(دل و) جان سے مردان (حق آگاہ) کی نصیحت قبول کرنے والا بن	تا کہ تو خوف سے نجات پا جائے اور امن میں رہے

یعنی مردان حق کے نصائح کو دل وجان سے قبول کرو تا کہ خوف سے چھوٹ جاؤ اور امن میں ہو جاؤ خوف سے مراد پریشانی دنیاوی ہے مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور علماء کرام کی نصائح کو گوش دل سے سنو اور ان کو قبول کرو تا کہ تم کو یہ پریشانی دنیا کی نہ ہوں اور آرام اور راحت سے ہو جاؤ ورنہ اگر نہ سنو گے تو یاد رہے ہمیشہ خسران و ناکامی میں رہو گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

بشنو اکنوں قصۂ تمثیل آں	تا بیابی در حقیقت نور جاں
اب اس کی مثال اور ایک قصہ سن لے	تا کہ تجھے حقیقتاً روح کا نور حاصل ہو جائے

یعنی اب تم ایک قصہ اس کی مثال میں سن لو تا کہ حقیقت میں نور جاں تم پالو یعنی تا کہ تمہارے قلب میں نور پیدا ہو لہذا ایک قصہ تمثیلاً سن لو آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک بزرگ نے جنگل میں چند آدمیوں کو کہ وہ بھوکے تھے منع کیا تھا کہ دیکھو اس جنگل میں ہاتھی کے بچے ہیں مگر تم ان کو مت کھانا ورنہ ہاتھی تم کو پھاڑ ڈالیں گے۔ اس نصیحت پر بعض نے عمل کیا اور بعض نے نہ کیا بلکہ خوب کھائے رات کو جب سو گئے ان بچوں کے ماں باپ آئے بچوں کو نہ پا کر تلاش کیا اس میں ان لوگوں کے پاس بھی گزر ہوا تو انہوں نے ان لوگوں کے منہ کو سونگھا جس نے کھایا تھا اس کے منہ میں سے گوشت کی بو آئی اس کو انہوں نے چیر پھاڑ دیا اور جس نے نہ کھایا تھا اس کے منہ سے چونکہ بو نہ آئی لہذا چھوڑ گئے تو دیکھو جس نے ناصح کی نصیحت کو سنا وہ تو بچ گیا کہ اس کو ہاتھی نے مارا نہیں اور جس نے عمل نہ کیا اس نے اپنی جان دی لہذا اچھا ہے کہ ناصحین راہ حق کی نصیحت کو ضرور قبول کرو ورنہ ہلاک ہو گے۔ اب حکایت سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اے ضیاء الحق حسام الدین تیسرا دفتر بھی معرض اظہار میں لایئے اس لئے کہ تثلیث سنت ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ ایک مضمون کو تین بار بیان فرماتے تھے کبھی ایک ہی عنوان سے جبکہ اختلال فی السماع کا اندیشہ ہو۔ اور کبھی عنوان بدل کر جب کہ اختلال فی الفہم محتمل ہو اور ہر دو صورت میں تمکین فی اذھان السامعین بھی مقصود ہوتی تھی پس آپ نے مضمون توحید و اصلاح روح و ضرورت شیخ کو دوبار تو مختلف عنوانوں سے ہر دو دفتر سابق میں بیان فرمادیا ہے۔ تیسری بار تیسرے عنوان سے اور بیان فرمادیجئے تاکہ سنت پر بھی عمل ہو جائے اور یہ مضامین عالیہ اچھی طرح سمجھ میں آ کر اذہان میں راسخ ہو جائیں آپ کو جو کچھ عذر ہوں سب کو چھوڑ دیجئے اور تیسرے دفتر میں اسرار کا خزانہ کھول دیجئے اعذار آپ کو مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ آپ اعذار کو مغلوب کر سکتے ہیں کیونکہ آپ کی قوت قوت الٰہیہ ہے جو آپ کو حق سبحانہ کی طرف سے عطا ہوئی ہے اور وہ قوت نہیں جو ان رگوں کی مضبوطی سے پیدا ہوتی ہے جو حرارت سے متحرک ہوتی ہیں کہ آپ اعذار سے مغلوب ہو سکیں کسی پابند اسباب ظاہر کو شبہ نہ ہونا چاہئے کہ منشا قوت تو عروق ہی ہیں پھر کوئی ایسی قوت کیونکر ہو سکتی ہے جس کا منشا عروق نہ ہوں کیونکہ مسببات کے لئے دو قسم کے اسباب ہوتے ہیں۔ اولاً اسباب ظاہرہ عادیہ دوم اسباب مخفیہ غیر عادیہ چنانچہ نظائر اور مثالیں اس پر شاہد ہیں جن سے چشم پوشی نہیں ہو سکتی مثلاً چراغ کی روشنی مسبب ہے تیل بتی وغیرہ سے مگر آفتاب کی روشنی کے لئے نہ تیل کی ضرورت ہے نہ بتی کی۔ علیٰ ہذا سقف خیمہ وغیرہ ستونوں اور رسیوں سے قائم ہوتی ہے لیکن سقف فلک کے لئے نہ ستون کی ضرورت ہے نہ رسی کی حاجت خود قوت ہی کو لو جبریل کو حق سبحانہ فی شدید القویٰ ذو مرۃ فرمایا ہے حالانکہ ان کی قوت کھانے پینے اور رگ و ریشہ سے مستفاد نہیں بلکہ وہ ایسی دیدار حق سبحانہ سے مستفاد ہیں جو ان کی استعداد کے مناسب ہے بس یوں ہی ابدال اور دیگر اہل اللہ کی قوت بھی حق سبحانہ سے مستفاد ہے نہ کہ کھانے پینے وغیرہ سے لگی منشاء اس اشتباہ کا یہ ہو کہ تم ان کے اجسام کو اپنے اجسام کے مماثل دیکھ رہے ہو لہٰذا ان کی قوت کو بھی اپنی قوت پر قیاس کرتے ہو تو یہ بھی غلط ہے اس لئے کہ ان کے اجسام تمہارے اجسام سے گو دیکھنے میں مشابہ معلوم ہوں مگر حقیقت میں مماثل نہیں کیونکہ ان کے رگ و ریشہ میں نور پیوست ہو گیا ہے اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان کے جسم کا خمیر نور سے ہوا ہے حتیٰ کہ ان کے اجسام لطافت معنویہ میں دیگر اشخاص کی ارواح سے اور فرشتوں کی اجسام سے بھی بڑھ گئے ہیں پھر تم کو ان سے کیا نسبت اور تمہارا ان کو اپنے اوپر قیاس کرنا کہاں تک صحیح ہے (اب دفع دخل مقدر سے فارغ ہو کر پھر حسام الدین کو خطاب فرماتے ہیں) آپ تو حق سبحانہ کے اوصاف سے موصوف اور متخلق

باخلاق اللہ ہیں آپ معمولی اعذار سے کیا متاثر ہوتے) کیونکہ آپ تو بڑے بڑے عوارض سے بھی متاثر نہیں ہوتے دیکھو آتش شہوات وغضب کس قدر تیز ہے مگر خلیل اللہ کی طرف آپ کیلئے گلستان اور ٹھنڈی اور غیر مضر بن گئی کیوں نہ ہو کہ یہ آتش ناشی ہے عناصر سے پس جس پر عناصر غالب ہوں گے اس کے لئے یہ آتش بھی مضر ہو گی اور جس کے عناصر مغلوب ہوں گے اس کے لئے یہ آتش بھی غیر مضر ہو گی چنانچہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں پھر یہ آتش آپ کو کیا مضر ہو سکتی ہے آپ کا مزاج تو ایک نرالا مزاج ہے کیونکہ تمام مزاجوں کا مادہ عناصر اربعہ ہیں لیکن آپ کا مزاج سب سے فائق ہے کہ اس کا مادہ عناصر نہیں بلکہ اس عالم فراخ میں آپ کے مزاج نے بوجہ تخلق باخلاق اللہ کے صفت اتحاد بحق سبحانہ حاصل کر لی ہے۔ جس سے آپ کو مزاج خاص حاصل ہوا ہے جس میں عناصر کو دخل نہیں جس کی بناء پر جس طرح عناصر حق سبحانہ کے لئے مغلوب ومقہور ہیں یونہی وہ عناصر آپ کے مزاج کے بھی مغلوب ومقہور ہوں گے پس اب وہ شبہ مندفع ہو گیا جو ہمارے اس قول پر واقع ہو سکتا تھا کہ عناصر آپ کے مزاج کے غلام ہیں لیکن افسوس کہ مخلوق کی افہام کا میدان نہایت تنگ ہے کہ آپ کی حقیقت نہیں سمجھ سکتے اور خواہ مخواہ کے شبہات پیدا کرتے ہیں بات یہ ہے کہ ارواح مخلوق کے لئے اس غذا کے مناسب حلق بھی نہیں کہ یہ غذائے ادراک حقیقت ان کے اندر پہنچ سکے لیکن اے ضیاء الحق والدین آپ کے مہارت تامہ و کمال کے سبب یہ حلوائے شیریں یعنی معرفت حقیقت حال پتھر میں بھی حلق پیدا کر سکتا ہے اور پتھر کے اندر بھی یہ غذا پہنچ کر اس کو آپ کی حقیقت حال سے واقف کر سکتی ہے یہ تو پھر بھی انسان ہیں اور گونہ استعداد رکھتے ہیں پس اگر آپ چاہیں تو ان کا آگاہ ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں یہ میرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں بلکہ میں اس دعویٰ پر دلیل رکھتا ہوں دیکھو کوہ طور پر پتھر ہی تو تھا مگر تجلی کے لئے اس میں حلق پیدا ہو گیا حتیٰ کہ اس نے وہ شراب تجلی پی لی اور اتنی پی کہ برداشت نہ کر سکا بلکہ پھٹ گیا اور ریزہ ریزہ ہو گیا بھلا بتلاؤ کہیں تم نے پتھر کو بھی اونٹ کی طرح وجد میں دیکھا ہے ہرگز نہیں پھر کوہ طور کی یہ حالت کیسے ہو گئی کیا وہ شراب پئے بغیر ہو گئی ہرگز نہیں پھر کیا شراب کے مناسب حلق پیدا ہو گیا تھا اور خدا نے پیدا کر دیا تھا اس کے ساتھ ایک مقدمہ اور شامل کرو جو ماسبق سے معلوم ہو چکا ہے وہ یہ کہ ممدوح الصدر متصف باوصاف حق سبحانہ اور متحد بحق جل عظمة بوحدة الاص طلاحیہ ہیں اور تصرف میں جارحہ حق سبحانہ ہیں اس کے ملانے سے صاف نتیجہ نکل آیا کہ ممدوح الصدر پتھر میں حلق پیدا کر سکتے ہیں اس کے بعد مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہر شخص دوسرے شخص کو کھانا دے سکتا ہے مگر حلق نہیں دے سکتا۔ حلق صرف حق سبحانہ عطا کر سکتے ہیں کبھی بواسطہ جارحہ جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور کبھی بلاواسطہ جیسا کہ آگے مذکور ہو گا۔ (ف یہاں ایک شبہ واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس کو تسلیم کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا دیتا ہے نیز یہ بھی مانا گیا ہے کہ مولانا حسام الدین حلق دے سکتے ہیں اور کھانا دینا اور حلق دینا حقیقۃً دونوں فعل حق

www.besturdubooks.wordpress.com

سبحانہ کے ہیں پس اگر بالنظر الی الحقیقت عبادت سے اس کی نفی کی جائے تو دونوں منفی ہوں گے اور اگر بالنظر الی الظاہر عباد کے لئے ان کو ثابت کیا جائے تو دونوں ثابت ہوں گے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک کو بندوں کے لئے ثابت کیا گیا اور دوسرے کو عباد سے نفی کر کے ذات حق سبحانہ میں منحصر کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اعطاء طعام میں قدرت واختیار عبد کو دخل ہے گو وہ قدرت واختیار بھی موہوب من اللہ ہے۔ اس لئے اس کو بندوں کے لئے ثابت کیا گیا۔ اور اعطائے حلق میں قدرت واختیار عبد کو دخل نہیں بلکہ وہاں محض قدرت الٰہیہ کام کرتی ہے اگر چہ ظہور اس فعل کا عبد کے ہاتھوں ہوتا ہے اس لئے اس کو عبد سے اتنا تعلق نہیں جتنا کہ اعطائے طعام کو لہٰذا اس کو اس سے نفی کیا گیا اور صرف حق سبحانہ کے لئے ثابت کیا گیا میں محض تقریب فہم کے لئے اس مضمون کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں گو یہ حقیقی مثال نہیں کیونکہ حق سبحانہ مثال سے منزہ ہیں۔ وللہ المثل الاعلیٰ۔ مثلاً ایک آدمی ایک وقت پیدل چلتا ہے اور دوسرے وقت ریل میں سفر کرتا ہے پہلی صورت میں وہ اپنی قوت سے جا رہا ہے اور دوسری صورت میں انجن کی قوت سے اس صورت میں یہ بھی کہنا صحیح ہے کہ آدمی ایک گھنٹہ میں چالیس میل سفر کر سکتا ہے یہ تو ایسا ہے جیسا کہ اوپر مولانا حسام الدین کو کہا گیا ہے کہ آپ پتھر کو حلق دے سکتے ہیں اور یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ آدمی مثلاً چار میل تو ایک گھنٹہ میں چل سکتا ہے مگر چالیس میل چلنا صرف انجن کا کام ہے یہ ایسا ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ آدمی کھانا تو دے سکتا ہے مگر حلق دینا حق سبحانہ ہی کا کام ہے۔ اس وقت حصر بھی صحیح ہوگا اور متناقض بھی نہ ہوگا اور اعطائے طعام اور اعطائے حلق میں فرق بھی ظاہر ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔ اوپر معلوم ہوا کہ اعطائے حلق حق سبحانہ کا کام ہے اب سمجھو کہ وہ ہر چیز کو اس کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں وہ جسم کو جسم کے مناسب حلق عطا فرماتے ہیں اور روح کو روح کے مناسب اور ہر ہر عضو کو جدا جدا ان کے مناسب مگر روح کو اپنی اصلی غذا کھانے کے لئے اور اسرار و معارف الٰہیہ سے بہرہ ور ہونے کے لئے اسی وقت حلق عطا فرماتے ہیں جبکہ وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جائے اور دغا و دغل و دیگر ملکات سیئہ سے پاک صاف ہو جاوے اس میں علاوہ دیگر مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ آدمی اسرار الٰہیہ کو فاش نہ کر سکے تا کہ وہ ان قند کے مثل لذیذ علوم مکاشفہ کو نااہلوں کے سامنے جو کہ مکھی کے مانند ہیں بیان نہ کرنے لگیں کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہے اس کی قدر نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ اسرار حق سبحانہ کو وہ ہی معلوم کر سکتا ہے جو سوسن کی طرح سو زبانیں رکھتا ہو لیکن گونگا ہو یعنی زبان رکھتا ہو مگر ظاہر نہ کر سکے اور یہ ایسے وقت ممکن ہے جبکہ اس کو اس کی قدر ہو اور یہ بات حاصل ہوتی ہے ریاضات و مجاہدات میں مشقت اٹھانے اور ملکات رذیلہ کو دور کرنے سے اس سے اس شرط کی ضرورت ہوئی جو حق سبحانہ اپنی عنایت سے خاک کو بھی حلق عطا فرماتے ہیں مگر اس کے مناسب حتیٰ کہ وہ پانی سے غذا حاصل کرتی ہے اور انواع و اقسام کے نباتات پیدا ہوتے ہیں پھر حیوان کو حلق عطا فرماتے ہیں حتیٰ کہ وہ نباتات کو کھا جاتا ہے اور نباتات کھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ حیوان موٹا تازہ ہوتا ہے تو انسان اس کو حلق کے ذریعہ سے کھا جاتا ہے جو اس کو عطا ہوا ہے اور حیوان کا صفایا ہو جاتا ہے اب پھر مٹی کی باری آتی ہے اور وہ اپنے اس حلق سے جو اس کے مناسب اس کو عطا ہوا ہے انسان کو کھا جاتی ہے جبکہ اس کی روح و حواس وغیرہ اس سے جدا ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ میں نے بہت سے ذرے اپنی نظر کشفی سے دیکھے ہیں جن کو ان کے مناسب حلق عطا کیا گیا ہے اور وہ اپنی مناسب غذا کے لئے منہ کھولے ہوئے ہیں جن کی خوراک کی اگر میں تفصیل بیان کروں تو بہت طویل ہو جاوے حق سبحانہ نے اپنے انعام سے پتوں کو بھی سامان تغذی عطا فرمایا ہے اور اس کا لطف تمام مربیوں کو بھی تربیت فرماتا ہے وہ رزقوں کو بھی رزق عطا کرتا ہے کیونکہ گندم وغیرہ بلا غذا کے کیسے نشوونما پا سکتے ہیں اس گفتگو کی کوئی انتہا نہیں یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے خوب سمجھ لو کہ اس کی بے تعداد حصوں میں سے ایک مختصر سا حصہ ہے خلاصہ یہ کہ تمام عالم آپس میں ایک دوسرے کو کھاتا اور اس کو فنا کرتا ہے اور جو آکلیت و ماکولیت مخصوصہ کے قبضہ سے باہر ہیں وہی صاحب اقبال اور مقبول حق سبحانہ ہیں۔ یہ عالم ناسوت اور اس کے رہنے والے یعنی وہ لوگ جو اس میں منہمک ہیں سب منتشر اور فانی ہیں اور وہ عالم مخفی اور اس کے رہنے والے مستمر اور ابدی ہیں دنیا اور اس کے عشاق ختم ہو جانے والے ہیں اور وہ عالم علوی اور اس کے متعلقین ہمیشہ رہنے والے اور متحد و متفق ہیں کہ ان میں بوجہ عدم تخالف اغراض کے اختلاف نہیں۔ (ف یاد رکھو کہ اہل اللہ کو جو باقی کہا ہے سو اس بقاء سے بقاء حیات روحانی مراد ہے اور فنا غیر اہل اللہ سے مراد عدم حیات روحانی ہے خواہ موت روحانی کے ضمن میں متحقق ہو خواہ عدم کے ضمن میں تمام کے آکل و ماکول ہونے اور اہل اللہ کے اس قضیہ سے خارج ہونے کے مراد یہ ہے کہ جملہ عالم آکلیت و ماکولیت مخصوصہ میں منہمک ہے اور اہل اللہ منہمک نہیں گو فی الجملہ آکلیت و ماکولیت مخصوصہ ان سے بھی متعلق ہے اب نہ یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ فانی تو اہل اللہ بھی ہیں کہ وہ مرتے ہیں اور روح تو کفار وغیرہ کی بھی باقی رہنے والی ہے اور آکل و ماکول سے تو اہل اللہ خارج نہیں وجہ اندفاع ظاہر ہے) جب یہ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کے سوا سب فانی ہیں تو کریم اور بھلا مانس اور اچھا شخص وہی ہے جو اپنی روح کو آب حیات یعنی معرفت حق سبحانہ سے سیراب کرے جس سے کہ اس کو حیات روحانی ابدی حاصل ہو باقیات الصالحات کا اصل مصداق یہی شخص ہے کہ اس کے لئے حکم ہے۔ **لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون** نہ ان کو کوئی خوف ہے نہ ہلاک روحانی وغیرہ کا خطرہ و اندیشہ۔ ان لوگوں کی ایک عجیب صفت یہ ہے کہ جس کی طرف اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے کہ اگر یہ ہزاروں بھی ہوں تب بھی ایک نفس سے زیادہ نہیں کیونکہ سب کا مقصود واحد ہوتا ہے اس لئے ان میں اتحاد و یگانگت ہوتی ہے اور ایسے جدا اور متبائن نہیں ہوتے جیسے اس شخص کے خیالات جو اعداد کا خیال کرتا ہو کہ اس کا ہر خیال دوسرے خیال کے مبائن ہوتا ہے کیونکہ ایک کا خیال دو کے خیال کے خلاف ہے اور دو کا تین کے اور تین کا چار کے علی ہذا القیاس جن کا مطمح نظر آکلیت و ماکولیت ہے اور جو نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

میں منہمک ہیں ان کے لئے تو حلق وہ نالی ہے جس سے وہ کھاتے یا کھائے جاتے ہیں یعنی ان پر تو حیوانیت کا غلبہ ہے اور جو اپنے نفس پر غالب اور مغلوب حق ہیں ان پر روحانیت غالب ہے اور ان کو عقل ورائے عطا ہوئی ہے یہاں تک مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدل قائم کرنیوالی اور ظلم کو دفع کرنے والی لاٹھی کو بھی حلق عطا فرمایا تھا کہ وہ بہت سی لاٹھیوں اور رسیوں کو کھا گئی تھی مگر چونکہ اس کا اکل اور اس کی شکل عام حیوانوں کی طرح نہ تھی گو وہ بھی حقیقۃً حیوان تھی کیونکہ اسکو اکل سے دیگر حیوانات کی طرح تغذی مقصود نہ تھی نیز اس کی حیوانیت اصلی نہ تھی بلکہ عارضی تھی کہ بوقت ضرورت اس کو حاصل ہو جاتی تھی اور پھر فنا ہو جاتی تھی اس لئے اس میں اس آکل سے کوئی زیادتی نہ ہوتی تھی نیز اس عصائے موسیٰ علیہ السلام کی طرح حق سبحانہ نے یقین کو بھی حلق عطا فرمایا ہے کہ وہ ان خیالات فاسدہ کو کھا جاتا ہے جو آدمی کے اندر پیدا ہوتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ حق سبحانہ نے صرف اجسام ہی کو حلق عطا نہیں فرمایا بلکہ معانی کو بھی عطا فرمایا ہے۔ جو ان کے مناسب ہے اور حلق معانی کو بھی حق سبحانہ غذا دیتے ہیں پس خلاصہ یہ ہے کہ نیچے سے اوپر تک کوئی مخلوق ایسی نہیں جو اپنے مناسب حلق نہ رکھتی ہو اور غذا حاصل نہ کرتی ہو پس روح کے لئے بھی حلق ہے اور وہ بھی غذا حاصل کرتی ہے کبھی غذا اصلی اور کبھی عارضی وساوس وغیرہ اس کی غذائے عارضی ہیں اور حقائق و معارف غذائے اصلی جب تک کہ وہ غذائے عارضی سے منتفع ہوتی ہے اور وساوس وشکوک سے غذا حاصل کرتی ہے اس وقت تک غذائے اصلی سے محروم رہتی ہے اور جبکہ اس غذا کو چھوڑ دیتی ہے اس وقت اس کی الہام حق سے مہمانی کی جاتی ہے اور جب روح کو فکر جسم سے نجات حاصل ہوتی ہے اس وقت اس کو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے والا رزق یعنی معرفت الٰہیہ عطا ہوتا ہے اور جب عقل ودل فکر اصلاح جسم سے فارغ ہوتے ہیں اس وقت ان کو نیا رزق ملتا ہے جس کو ہضم معدہ کی ضرورت نہیں ہوتی اور تبدیل مزاج اس لئے مشروط ہے کہ سوء مزاج سوء مزاج والوں کے لئے مہلک ہے وہ ضرور ہلاک کر کے چھوڑتا ہے اور جب تک اس کی اصلاح نہ ہو اس وقت تک کوئی غذا عادۃً مفید نہیں ہوتی مثلاً جب آدمی مٹی کھانے کا عادی ہوتا ہے تو اس کی رنگت زرد ہوتی جاتی ہے اور بیمار اور کمزور ہوتا چلا جاتا ہے خواہ کیسی ہی قوی غذا کھائے بالآخر فنا ہو جاتا ہے اور جب کہ سوء مزاج جاتا رہا تو اس کی خرابی بھی دفع ہو جاتی ہے اور جو غذا کھاتا ہے اس سے اس کا چہرہ شمع کی مانند چمکنے لگتا ہے اس لئے اس روحانی غذا کے لئے تبدیل مزاج روح ضروری ہے ایک تو مماثلت اس سئی الاخلاق والملکات شخص کو گلخوار سے ہے جیسے کہ اوپر معلوم ہوا دوسری مشابہت اس کو طفل شیر خوار سے ہے کہ جس طرح وہ دودھ کے سبب اغذیہ نفیسہ سے محروم ہے یونہی یہ شخص اس غذائے عارضی یعنی ملکات سیئہ واخلاق رذیلہ کے سبب بہترین واصلی غذا یعنی معرفت حق سبحانہ سے محروم ہے پس کاش کوئی شخص ایسا ہو کہ جس طرح دایہ طفل شیر خوار کا دودھ چھڑا کر دیگر نعمتوں کو اس کی غذا بناتی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے برے منہ کو جو دودھ پینے کا عادی ہو گیا تھا دوسری نعمتوں سے اچھا کرتی اور اس کی چاٹ لگاتی ہے یونہی وہ شخص اس کو بھی ان اغذیہ فاسدہ یعنی ملکات رذیلہ سے چھوڑا کر اچھی غذاؤں پر لگادے یعنی اس کو معرفت الٰہی کی چاٹ لگادے دایہ جس وقت بچہ سے پستان چھوڑاتی ہے تو وہ اس کا نقصان نہیں کرتی بلکہ سو باغوں کی راہ اس پر کھول کر اس کو بہت بڑی محرومی سے بچاتی ہے کہ وہ اس کے سبب انواع واقسام کے میوے کھانے کے قابل ہوتا ہے کیونکہ پستان اس کمزور بچے کے لئے ہزاروں نعمتوں اور طرح طرح کے کھانوں اور روٹیوں سے مانع تھا اس نے اس مانع کو دور کر دیا جس سے وہ محرومی سے بچ گیا پس اسی طرح سمجھو کہ ہماری حیات روحانی بھی اخلاق رذیلہ کے چھوڑنے پر منحصر ہے اگر شیخ ان کو چھوڑانا چاہے تو چیں بہ جبیں نہ ہونا چاہئے بلکہ اگر دفعۃً ممکن نہ ہو تو آہستہ آہستہ ان کے چھوڑنے کی کوشش کرنی چاہئے ان شاء اللہ ایک دن تم کو وہ دولت عظمیٰ حاصل ہو جائے گی اور اس شیر خوار کی طرح تم بھی محرومی سے بچ جاؤ گے اس تدریجی ترقی کی نظیر ہم تم کو محسوسات میں دکھلاتے ہیں۔ دیکھو جب آدمی شکم مادر میں تھا تو خون حیض اس کی غذا تھی اور اپنے جنین ہونے کی حالت میں خون کھاتا تھا اور اس کی ہستی کا دارومدار اسی خون پر تھا لیکن جب خون چھوٹا تو دودھ غذا ہوا گو اب بھی خون ہی کھا رہا ہے کیونکہ دودھ کا مادہ بھی خون ہی ہے لیکن حالت اولیٰ سے یہ حالت بہتر ہے کہ وہ ناپاک تھا یہ پاک ہے جب دودھ چھوٹا ہے تو کھانا کھانا شروع کرتا ہے جو کہ پہلی دونوں غذاؤں سے بہتر غذا ہے اور جب یہ ظاہری غذا چھوٹتی ہے تو اس وقت وہ ایک عارف ہوتا ہے اور حق سبحانہ کا طالب ہو کر غذائے روحانی سے متمتع ہوتا ہے یوں ہی مومن نجاسات روحانیہ سے رفتہ رفتہ پاک ہوتا ہے اور یوماً فیوماً اس کی حالت بدلتی رہتی ہے اور ادنیٰ حالت سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے تم کو اس کا یقین نہ آئے گا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تمہاری حالت ایسی ہے جیسے بچہ شکم۔ اگر اس بچہ سے کوئی کہے کہ شکم سے باہر منتظم النظام اور نہایت خوبی سے سجا ہوا ایک عالم ہے اور ایک سرسبز شاداب بہت لمبی چوڑی زمین ہے اس میں بہت سی نعمتیں اور بے انتہا کھانے کی چیزیں ہیں اس میں پہاڑ ہیں دریا ہیں جنگل ہیں باغیچہ اور چمن میں کھیتیاں ہیں ایک عالیشان اور منور آسمان اس میں ایک سورج ہے ایک چاند ہے اور سینکڑوں ستارے ہیں بادشمالی بادجنوب پچھوا اور پروا ہوائیں چلتی ہیں بہت سے باغ ہیں بیاہ شادیاں ہوتی ہیں غرضکہ وہ عالم ایسا ہے کہ اس کے عجائبات بیان سے باہر ہیں تو اس زحمت میں پڑا ہوا کیا کر رہا ہے۔ تو تنگ شکنجہ میں پڑا ہوا خون کھا رہا ہے قید خانہ میں محبوس ہے گندگی میں لتھڑا ہوا ہے مصیبت میں گرفتار ہے تو وہ اپنی حالت کے لحاظ سے ان سب امور واقعیہ کا انکار کرے گا اور اس پیام رسانی سے اعراض کرے گا اور خلاف ورزی کرے گا کبھی نہ مانے گا اور یہ کہے گا کہ یہ محال ہے فطرت کے خلاف ہے فریب ہے دھوکہ ہے کیونکہ اس پر اندھے وہم کا غلبہ ہے اور وہم ان امور سے دور ہے۔ جس شے کی جنس کو اس کے ادراک نے دیکھا ہی نہیں اس کو اس کا سراپا انکار

www.besturdubooks.wordpress.com

ادراک کبھی تسلیم نہیں کرسکتا بس اسی طرح عام مخلوق کی حالت ہے جس میں تو بھی داخل ہے کہ ابدال اور اہل اللہ ان کے سامنے عالم مخفی کی حالت بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ عالم ایک کنواں ہے جو تاریک و تنگ ہے اس سے باہر ایک اور عالم ہے جس میں نہ اس عالم کی بو ہے نہ رنگ بلکہ بالکل نرالا ہے مگر کسی کے کان پر بھی جوں نہیں رینگتی اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ طمع اس کے لئے ایک زبردست حجاب ہوگئی ہے اور طمع وہ بری بلا ہے کہ کان کو خلاف مطلوب کے سننے سے روک دیتی ہے اور آنکھ کو دیکھنے سے باز رکھتی ہے جس طرح کہ جنین کو اس خون کی طمع نے جو کہ اس کے ذلیل وطن میں اس کی غذا ہے اس جہان کے متعلق گفتگو کے سننے سے روک دیا اور جسم کے خون ہی کو اس کے دل کا محبوب و مرغوب بنادیا لہٰذا وہ ان طرح طرح کی نعمتوں سے محروم ہوگیا اور بجز خون کے اس کو کوئی غذا کھانا نصیب ہی نہ ہوا یونہی تیرے لئے بھی اس عالم کی خوشی حجاب ہوگئی اور تجھ کو اس ابدی خوشی سے محروم کردیا اور حیات کی لذت کی طمع نے جو فی الحقیقت ایک دھوکے کی ٹٹی ہے تجھ کو حقیقی اور سچی حیات سے دور کردیا پس خوب سمجھ لو کہ طمع وہ بری بلا ہے کہ آدمی کو اندھا کردیتی ہے اور حق کو پوشیدہ کردیتی ہے طمع ہی کے باعث تمکوحق باطل نظر آتا ہے اور طمع ہی سینکڑوں پردے آنکھوں پر ڈالتی ہے پس تم کو سچے اور مخلص لوگوں کی طرح طمع سے دست بردار ہونا چاہئے تاکہ اس آستانہ پر قدم رکھ سکو جس میں داخل ہونے کے بعد تمام رنج و محن سے چھوٹ جاؤ گے اور تمہاری روح منور اور حق بیں ہوجائے اور سراپا نور دین بن جاوے جس میں ظلمت کفر کا نام و نشان بھی نہ ہو مشائخ کی بات تم کو دل و جان سے قبول کرنی چاہئے تاکہ خوف مکروہات دنیا و عقبیٰ سے چھوٹ کر مامون اور مصداق لاخوف علیھم ہو جاؤ اب تم کو اس کی مثال میں ایک قصہ سنا چاہئے تاکہ تم کو اس سے نور بصیرت حاصل ہو۔

شرح شبّیری

ایک دانا شخص کا قصہ جو کہ جنگل میں کچھ لوگوں سے ملا اور ان لوگوں کو نصیحت کی کہ ہاتھی کے بچے مت کھانا۔

آں شنیدی تو کہ در ہندوستاں	دید دانائے گروہ دوستاں
تو نے وہ قصہ سنا ہے کہ ہندوستان میں	ایک عقلمند نے دوستوں کے ایک گروہ کو دیکھا

یعنی تم نے وہ سنا ہے کہ ہندوستان میں ایک دانا شخص نے ایک گروہ دوستاں دیکھا یعنی وہ لوگ آپس میں دوست تھے جنگل میں سب یکجا جمع تھے۔ یہ دانا صاحب بھی جا پہنچے۔

گرسنہ ماندہ شدہ بے برگ و عور	می رسیدند از سفر و زراہ دور
بھوکے، تھکے ہوئے، بے ساز و سامان اور ننگے	سفر سے اور دراز راستہ سے آرہے تھے

یعنی بھوکے اور بے سامان اور برہنہ رہے ہوئے تھے اور سفر اور راہ دور دراز سے پہنچے تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مہر دانائیش جوشید و بگفت	خوش سلامے شان و چوں گلبن شگفت
اس کی دانائی کی محبت جوش میں آئی اور	ان کو تپاک سے سلام کیا اور پھول کی طرح کھل گیا

یعنی اس دانا کی دانائی کی الفت نے جوش کیا تو اس نے ایک اچھا سلام کیا اور گل کی طرح کھل گیا یعنی اس نے سب کو سلام کیا اور ان کو دیکھ کر مسرت ظاہر کی۔

گفت دانم کز تجوع و از خلا	جمع آمد رنج تاں زیں کربلا
بولا میں جانتا ہوں کہ بھوک سے اور (معدہ کے) خالی ہونے سے	(اور) اس (میدان) کربلا کی وجہ سے تم پر مصیبتیں جمع ہو گئی ہیں

یعنی اس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ بھوک اور خلو معدہ کی وجہ سے اس میدان میں تکلیف تم کو جمع ہوئی ہے مطلب یہ کہ مجھے معلوم ہے کہ تم بھوک وغیرہ کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہو۔

لیک اللہ اللہ اے قوم جلیل	تانباشد خورد تاں فرزند پیل
لیکن خدا کے لئے اے بزرگو	تم ہاتھی کے بچہ کو ہرگز نہ کھانا

یعنی لیکن اے قوم بزرگ خدا سے ڈرو اور ہرگز تمہاری خوراک ہاتھی کے بچے نہ ہوں اللہ اللہ کا معمول محذوف ہے یعنی اتقوا اللہ اتقوا اللہ مطلب یہ کہ ارے کہیں ہاتھی کے بچے مت کھا جانا اگرچہ بھوکے ہو مگر اس کا بہت برا نتیجہ ہوگا خدا سے ڈرنا اور اس کام سے بچنا۔

پیل ہست ایں سو کہ اکنوں می روید	پند من از جان و از دل بشنوید
جس جانب تم اب جا رہے ہو ہاتھی ہے	دل و جان سے میری نصیحت سن لو

یعنی جس طرف کہ اب تم جا رہے ہو ادھر ہاتھی ہیں لہذا میری نصیحت کو دل و جان سے سنو۔

پیل بچگانند اندر راہ تاں	صید ایشاں ہست بس دلخواہ تاں
تمہارے راستے میں ہاتھی کے بچے ہیں	جن کا شکار تمہیں بہت مرغوب ہے

یعنی تمہارے راستہ میں ہاتھی کے بچے ہیں اور ان کا شکار کرنا تمہارے بہت دلخواہ ہے اس لئے۔

بس ظریف اندو لطیف اندو سمیں	لیک مادر شاں بود اندر کمیں
نہایت عمدہ اور پاکیزہ اور موٹے ہیں	لیکن ان کی ماں گھات میں رہتی ہے

یعنی وہ خوب موٹے اور تازے اور لطیف ہیں لیکن ان کی ماں گھات میں لگی ہوئی ہے۔

از پئے فرزند صد فرسنگ راہ	او بگردد در حنین و آہ آہ
اپنے بچے کی خاطر سینکڑوں میل کے راستے سے	وہ روتی ہوئی اور ہائے ہائے کرتی ہوئی دوڑتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنے بچہ کے مارے سینکڑوں کوسوں میں روتی ہوئی اور افسوس کرتی پھرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر اس کے بچے کو کوئی مار ڈالتا ہے تو اپنے بچہ کی وجہ سے سینکڑوں کوس تک اس کے قاتل کو تلاش کرتی پھرتی ہے اور جب پاتی ہے تو اس کو مار ڈالتی ہے۔

آتش و دود آید از خرطوم او	الحذر زاں بچۂ مرحوم او
اس کی سونڈ سے آگ اور دھواں نکلتا ہے	اس کے قابل رحم بچے سے بچو

یعنی اس کی سونڈ میں سے (غصہ کی) آگ اور دھواں نکلتا ہے اس کے اس بچۂ مرحوم سے بس بچنا ہی بہتر ہے ان کو بھلا کھانا تو درکنار ان کو ہاتھ بھی نہ لگاوے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

اولیاء اطفال حق اند اے پسر	در حضور و غیبت آگاہ باخبر
اے لڑکے! اولیاء اللہ کے بچے ہیں	وہ (ان کی) موجودگی اور غیر حاضری میں (ان سے) باخبر ہے

یعنی اولیاء اللہ اطفال حق ہیں اور حالت غیبت اور حضور میں وہ ان سے باخبر ہیں۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اگر اس وقت تمہارے سامنے ہوں اور تم ان کو ستاؤ اور ان کو برا بھلا کہو تو ممکن ہے کہ وہ خود بدلہ لے لیں اور جب کہ وہ غائب ہوں تب تم ان کی برائی کرو تو وہ تو بدلہ نہیں لے سکتے مگر حق تعالیٰ ہر حال میں ان سے خبردار ہیں اور جب کوئی ان کو ستاوے گا فوراً اس سے بدلہ لیں گے۔

غائبی مندیش از نقصان شاں	کو کشد کیں از برائے جان شاں
ان کی غیر حاضری ان کا نقصان نہ سمجھ	کیونکہ وہ ان کی جان کے سلسلے میں بدلہ لیتا ہے

یعنی غائبی کو ان کا نقصان مت سمجھو اس لئے کہ وہ ان کی جان کے لئے کینہ کھینچتے ہیں مطلب یہ اگر وہ اس وقت موجود نہیں ہیں اور کوئی برائی کرنے لگے تو یہ مت سمجھو کہ اس سے ان کا کوئی نقصان نہ ہوگا ان کا کوئی حرج بھی نہیں ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ ان کی خبر رکھتے ہیں بس جو ان کو ستاوے گا اس سے وہ خود بدلہ لے لیں گے۔

گفت اطفال من اند ایں اولیاء	در غریبی فرد از کار و کیا
اس نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میری اولاد ہیں	غیر حاضری میں (بھی) کام اور مشغولیت سے خالی ہیں

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ اولیاء میرے اطفال ہیں اور غربت میں شان وشوکت سے تنہا ہیں مطلب یہ کہ اگرچہ ظاہر حالت میں شان وشوکت ان میں نہیں مگر یہ میری اولاد ہیں لہٰذا حقیقت میں ان کا مرتبہ بہت بلند ہے اطفال ہونے کی توجیہ بعض نے یہ کی ہے کہ حدیث میں ہے۔ الخلق عیال اللہ مگر اس میں اولیاء اللہ کی تخصیص نہیں فرمائی بلکہ خلق ایک کلی ہے جو کہ کل کفار و مسلمین سب کو شامل ہے بلکہ اگر یہ کہا جاوے کہ حدیث میں ہے من عادی لی ولیا فقد اذنته بالحرب یعنی جو میرے کسی ولی کو ستاوے گا میں اس کو اعلان جنگ دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں۔ یہ تو مشہور ہے مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں اس حدیث کے ساتھ ایک حصہ اور بڑھایا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو کوئی میرے کسی ولی کو ستاتا ہے تو مجھے ایسا غصہ آتا ہے جیسے کہ شیرنی کو اس کے بچہ کو چھیڑنے سے آتا ہے تو اس تشبیہ سے نکل سکتا ہے کہ اولیاء اللہ بھی بمنزلہ عیال و اطفال کے ہوئے اور چونکہ قاضی صاحب کی نظر حدیث پر بہت تھی اس لئے ان کی اس زیادتی کو تسلیم کیا جاوے گا کہ زیادتی ایک ثقہ محدث کی ہے اور یہ توجیہ بہت ہی نفیس ہے کہ اس میں اولیاء اللہ کی نسبت صراحۃً ارشاد ہے تو یہ حضرات اگرچہ بظاہر بہت ہی شکستہ حالی میں ہوں مگر باطن میں بادشاہ ہوتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ

مبیں حقیر گدایان عشق را کایں قوم ۔۔۔ کہ شہان بے کمر و خسروان بے کلہ اند

اس شعر میں جو حدیث کی طرف اشارہ کیا ہے آگے بھی اسی کی روایت بالمعنی فرماتے ہیں کہ۔

از برائے امتحاں خوار و یتیم	لیک اندر سر منم یارا و ندیم
وہ آزمائش کے لئے بے وقعت اور یتیم ہیں	لیکن درپردہ میں ان کا مددگار اور ساتھی ہوں

یعنی (دوسروں) کی آزمائش کے لئے (ظاہر میں تو) خوار و بے کس ہیں۔ لیکن باطن میں میں ان کا ندیم ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی آزمائش کے لئے کہ دیکھیں کون تو اس امر کو سن کر کہ یہ ولی خدا ہیں اس ظاہری حالت کا لحاظ نہیں کرتا اور ان کی قدر کرتا ہے اور کون صرف اس ظاہری حالت پر نظر کرتا ہے۔ لہٰذا ظاہر میں تو اس طرح بے کس رہتے ہیں اور باطن میں حق تعالیٰ کی معیت حاصل ہوتی ہے۔

پشت دار جملہ عصمتہائے من	گوئیا ہستند خود اجزائے من
میری تمام حفاظتوں پر ان کا بھروسہ ہے	گویا وہ میرے ہی ٹکڑے ہیں

یعنی میری عصمتوں کے پشت دار ہیں۔ گویا خود میرے ہی اجزا ہیں۔ مطلب یہ کہ میری عصمتیں اور حفاظتیں ان کے لئے پشت پناہ ہو رہی ہیں گویا کہ وہ میرے اجزا ہو گئے ہیں اور اتحاد اصطلاحی حاصل ہو گیا ہے۔ اور ارشاد ہے کہ

ہاں وہاں ایں دلق پوشان من اند	صد ہزار اندر ہزار و یک تن اند
خبردار خبردار یہ گدڑی پوش میرے ہیں	ہزاروں ہزار ہیں اور ایک ہیں

یعنی کہ ہاں ہاں یہ دلق پوش میرے ہی ہیں لاکھ مضروب ہزار ہیں اور ایک تن ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ دلق پوش میرے ہیں اور چونکہ ان کو میری نسبت حاصل ہے ان میں کا ایک بھی اس قدر قدرت رکھتا ہے اور اس قدر قوی ہے کہ دوسرے دس کروڑ کا مقابلہ کر سکتا ہے اور وہ اس کے سامنے ہیچ ہیں دس کروڑ اس لئے کہا کہ مولانا نے صد ہزار مضروب ہزار کہا تو ان کی ضرب سے دس کروڑ ہی حاصل ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ان میں کا ایک بہتوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ آگے اس کی نظائر بتاتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ورنہ کے کردے بیک چوب ہنر	موسیٰ فرعون راز زیر و زبر
ورنہ ہنر کی لاٹھی سے کر سکتے ؟	(حضرت) موسیٰ ' فرعون کو تہ و بالا

یعنی ورنہ ایک ہنر کی لکڑی سے ایک موسیٰ فرعون کو کس طرح زیروزبر کر دیتے مطلب یہ کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام ایک آدمی نے فرعون جیسے بادشاہ کو زیروزبر کر دیا اور وہ بھی ایک ذراسی لاٹھی سے حالانکہ اس کے سامنے ایک آدمی کیا چیز ہے پھر اس کے آلات حرب کے آگے یہ لاٹھی مگر چونکہ نسبت حق تعالیٰ حاصل تھی لہذا سب پر غالب ہوئے۔

ورنہ کے کردے بیک نفرین بد	نوح شرق وغرب راغرقاب خود
ورنہ ایک بددعا سے کب کر سکتے	(حضرت) نوح مشرق اور مغرب کو غرقاب

یعنی ورنہ ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام تمام شرق وغرب کو اتنا غرقاب کس طرح کرتے۔ غرقاب خود میں اضافت بادنیٰ ملابست ہے یعنی وہ غرقاب جو کہ ان کی وجہ سے ہوا تھا مطلب یہ کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام کو معیت حاصل نہ ہوتی تو وہ ایک بددعا سے تمام عالم کو کس طرح غرقاب کر سکتے تھے یہ اسی معیت کی برکت تھی۔

برنکندے یک دعائے لوط زاد	شہر ہائے کافراں را المراد
جوانمرد لوط کی ایک دعا نہ اکھاڑ سکتی	کافروں کے شہروں کا خلاصہ یہ ہے

یعنی لوط بزرگ کی صرف ایک دعا ان کی تمام شہروں بے مراد کو ہرگز نہ اکھاڑ سکتی۔ یہ ایک دعا سے تمام جہان کا تہ وبالا ہو جانا یہ قوت حق سے ہی ہوا۔ لوط علیہ السلام کی بددعا صراحۃً تو کہیں منقول ہی نہیں ہاں قرآن شریف میں اتنا آیا ہے کہ انہوں نے دعا کی۔ رب نجنی و اھلی مما یعملون اور نجات کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی تھی کہ ان کو ہلاک کیا جاوے اور ان کو نجات دی جاوے لہذا اس سے بددعا بھی مستنبط ہوتی ہے۔ معیت حق کے حاصل ہونے کی وجہ سے ان کی ایک دعا کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

گشت شہرستاں چوں فردوس شاں	دجلۂ آب سیاہ رو بیں نشاں
ان کا جنت جیسا شہر ہو گیا	سیاہ پانی کا دریا جا نشان دیکھ لے

یعنی ان کا شہر جو مثل فردوس کے تھا ایک سیاہ پانی بہنے کی ندی ہو گئی نشان دیکھ لو مطلب یہ کہ وہ تمام شہر وغیرہ سب برباد ہو کر مٹ گئے۔ جن کا اب تک نشان باقی ہے آگے ان نشانات کی جگہ بتاتے ہیں کہ۔

سوئے شام ست ایں نشان وایں خبر	در رہ قدسش بہ بینی برگزر
یہ نشان اور واقعہ شام کی جانب (ہوا) ہے	بیت المقدس کے راستہ میں سر راہ تو دیکھ لے گا

یعنی یہ جز اور نشان شام کی طرف ہے بیت المقدس کے راستہ میں گزرگاہ پر دیکھو گے۔ قرآن شریف میں

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ثمود کے نشانات کی بابت ذکر ہے اور وہ بھی شام ہی کی راہ میں ہیں تو یہ بھی اسی راستہ میں ہے سب ایک ہی جگہ قریب قریب بستیاں ہیں تو دیکھو یہ ساری برکت معیت مع اللہ کی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

صد ہزاراں انبیائے حق پرست	خود بہر قرنے سیاستہا بدست
لاکھوں حق پرست نبی (آئے ہیں)	(اور) ہر دور میں عذاب ہوئے ہیں

یعنی لاکھوں اولیائے حق پرست خود ہر زمانہ میں (موجب) سیاست ہوئے ہیں کہ ان کو ستانے اور ایذا ہی کی بدولت حق تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے۔

گر بگویم ایں بیاں افزوں شود	خود جگر چہ بود کہ خارا خوں شود
اگر میں کہوں گا تو یہ بیان بڑھ جائے گا	جگر کیا ہوتا ہے خارا پتھر خون بن جائے گا

یعنی اگر میں اس کو بیان کروں تو طویل ہو جاوے گا اور جگر تو کیا پتھر بھی خون ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے مناقبت تو بہت طول طویل ہیں ان کے بیان میں خوف طویل کتاب کا ہے لہذا مختصر بیان کر کے ترک کیا جاتا ہے اگر ان کے پورے مناقب بیان کئے جائیں تو پتھر بھی خون ہو جاوے جبکہ ان حضرات کی عظمت پیش نظر ہو تو وہ بھی سنبھل نہیں سکتا۔

خوں شود کہ ہا و باز آں بفسرد	تو نہ بینی خوں شدن کوری ورد
پہاڑ خون بن جاتے ہیں اور پھر وہ جم جاتے ہیں	تو (ان کا) خون بننا محسوس نہیں کرتا ہے تو اندھا اور مردود ہے

یعنی پہاڑ خون ہو جاویں اور پھر ٹھر جاویں تم ان کا خون ہونا دیکھتے نہیں ہو اس لئے کہ اندھے اور مردود ہو اگر تمہارے آنکھیں ہوتیں تو تم کو ان کا خون ہونا نظر آتا۔

طرفہ کوری دور بین و تیز چشم	لیک از اشتر نہ بیند غیر پشم
تو عجب اندھا ہے کہ دوربیں اور تیز نگاہ ہے	لیکن اونٹ میں سے اون کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا ہے

یعنی تو عجب اندھا ہے کہ دور بین اور تیز چشم ہے لیکن اونٹ کے سوائے اون کے کچھ نہیں دیکھتا یعنی صرف ظاہر پر نظر کرتے ہو حالانکہ دیدے کھلے ہوئے ہیں مگر حقیقت کو نہیں دیکھتے اور ایسی مثال ہے کہ جیسے اونٹ کو کوئی دیکھے اور کہے کہ ایک اون کا ڈھیر ہے اور اس کی حقیقت کو دریافت نہ کر سکے اسی طرح اس دنیا میں رہ کر تم اس کے ظاہر کو دیکھ رہے ہو اور جو اس سے مقصود اصلی ہے یعنی یہاں رہ کر عبادت اور یاد حق کرنا اس پر نظر نہیں ہوتی اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں یعلمون ظاهراً من الحيوة الدنيا یعنی دنیا کی زندگی کے ظاہر ہی کو دیکھتے ہیں اس کی غایت اور حقیقت پر نظر نہیں کرتے اور اس ظاہر میں اس قدر منہمک ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

موبمو بیند ز صرفہ حرص انس	رقص بے مقصود داند ہمچو خرس
انسان کا لالچ خرچ کو بال بال دیکھتا ہے	(اور) بے مقصد ریچھ کی طرح ناچتا ہے

یعنی حرص انسانی حرفۂ دنیا میں بال بال کو دیکھتا ہے اور ریچھ کی طرح رقص بے مقصود جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس قدر طلب اور انہماک ہے کہ دنیا کے کاموں سے ذرا ذرا سی بات بھی نہیں چھوٹتی۔ حصول دنیا کے لئے بہت بہت دور نظر پہنچتی ہے کہ کوئی دقیقہ باقی نہیں رہتا۔ ہاں آخرت سے اندھے ہیں کہ خبر ہی نہیں اور دنیا کے لئے رات دن چکر میں رہتے ہیں اور کمانے کے لئے پھرتے ہیں اور انجام کار بے حاصل اور فضول ہوگا جیسے کہ ریچھ ناچتا ہے تو اس کو کوئی فائدہ ہی نہیں ہوتا بلکہ جو پیسے وغیرہ ملتے ہیں ریچھ والے کو ملتے ہیں اس کو خاک بھی فائدہ نہیں ہوتا اسی طرح اس ساری دوڑ دھوپ سے ان کو بھی کوئی فائدہ حقیقی نہیں ہوتا۔

موبمو بیندز حرص خود بشر	رقص او خالی زخیر و پرزشر
اپنے لالچ کی وجہ سے انسان ذرہ ذرہ دیکھتا ہے	اس کا ناچنا بھلائی سے خالی اور شر سے بھرا ہوا ہے

یعنی اپنی حرص کی وجہ سے انسان بال بال کو دیکھتا ہے اور اس کا رقص دنیا خیر سے تو خالی ہوتا ہے اور شر سے پر ہوتا ہے یعنی خیر حقیقی اس میں نہیں ہوتی آگے فرماتے ہیں کہ

رقص آنجا کن کہ خود را بشکنی	پنبہ را از ریش شہوت برکنی
اس وقت ناچ جبکہ تو خود شکنی کرے	شہوت کے زخم سے روئی کو نوچ ڈالے

یعنی رقص تو اس جگہ کرو کہ اپنے کو شکستہ کرلو اور روئی کو شہوت کے زخم سے اکھاڑ دو یعنی اس رقص دنیاوی کو ترک کردو کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے بلکہ دین کے لئے کوشش کرو کہ جس سے فائدہ بھی حاصل ہو۔

رقص وجولاں برسر میداں کنند	رقص اندر خون خود مرداں کنند
رقص اور جولانیاں میدان (جنگ) میں دکھاتے ہیں	بہادر اپنے خون میں رقص کرتے ہیں

یعنی رقص وجولانی میدان میں کرتے ہیں اور مردان راہ حق اپنے خون میں رقص کرتے ہیں یعنی جو کہ مردان حق ہیں وہ تو فنا ہوتے ہیں اور رقص کرتے ہیں ان کو اس سے اور خوشی ہوتی ہے ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔

چوں رہند از دست خود دستے زنند	چوں جہند از نقص بر رقصے تنند
جب اپنے آپ سے نجات پالیتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں	جب نقص سے باہر آجاتے ہیں تو ناچتے ہیں

یعنی جب وہ لوگ اپنی ہستی کے ہاتھ سے چھوٹتے ہیں تو تالیاں بجاتے ہیں اور جب اس نقص سے نکلتے ہیں تو رقص شروع کردیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطرباں شاں از دروں دف می زنند	بحر ہا در شورشاں کف می زنند
ان کے مطرب اندر سے دف بجاتے ہیں	سمندر ان کے شور میں تالیاں بجاتے ہیں

یعنی ان کے مطرب ان کے اندر سے دف بجاتے ہیں اور بہت سے دریا ان کے شور میں کف مار رہے ہیں یعنی ان کو ظاہری دف و چنگ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خود ان کے اندر دف و چنگ محبت حق کے موجود ہے جس سے کہ مست ہو رہے ہیں اور علوم و معارف کے دریا ان کے اندر سے جوش مار رہے ہیں جس سے کہ وہ خوش و خرم ہیں۔

تو نہ بینی برگہا بر شاخ ہا	کف زناں رقصاں ز تحریک صبا
تو نے پتوں کو شاخوں پر نہیں دیکھا ہے	باد صبا کے حرکت دینے سے ناچتے تالیاں بجاتے

یعنی کیا تم پتوں کو شاخوں پر صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہوئے نہیں دیکھتے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں بھی پتے اور شاخیں صبا کی حرکت دینے سے تالیاں بجاتے ہیں اور رقص کرتے ہیں۔ اسی طرح جب ان حضرات پر واردات عشقیہ ہوتے ہیں تو ان کی یہی حالت ہوتی ہے جو ان پتوں کی ہوتی ہے کہ خوش و خرم ہیں اور رقص کرتے ہیں۔

تو نہ بینی لیک بہر گوش شاں	برگہا بر شاخ شد کف زن عیاں
تو نہیں دیکھتا ہے لیکن ان کے کان کے لئے	کھلم کھلا پتے شاخوں پر تالیاں بجاتے ہیں

یعنی تو تو نہیں دیکھتا لیکن ان کے کان کے واسطے پتے شاخوں پر تالیاں بجا رہے ہیں مطلب یہ کہ تم کو تو نظر نہیں آتا مگر وہ ہر وقت تالیاں بجا رہے ہیں اور خوش ہو رہے ہیں۔

تو نہ بینی برگہا را کف زدن	گوش دل باید نہ این گوش بدن
تو پتوں کے تالیوں کے بجانے کو نہیں دیکھتا ہے	(اس کے لئے) دل کا کان چاہیے نہ کہ بدن کا کان

یعنی تم ان پتوں کے تالیاں بجانے کو دیکھتے نہیں ہو اس کے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ گوش بدن کی اور تمہارے پاس گوش دل ہے نہیں لہٰذا تم سن بھی نہیں سکتے۔

گوش سر بربند از ہزل و دروغ	تا بہ بینی شہر جاں را با فروغ
سر کے کان کو مذاق اور جھوٹ سے بند کر لے	تاکہ تو جان کے شہروں کو بارونق دیکھے

یعنی ان گوش سر کو ہزل اور دروغ سے بند کر لو تاکہ شہر جان کو بافروغ دیکھ سکو یعنی ان کانوں کو واہیات اور فضولیات سے بند کر دو تاکہ تم اس عالم غیب کو جو کہ بافروغ ہے دیکھ سکو اور اس کی زیارت کر سکو۔

پس دہاں بربند از ہزل اے عمو	جز حدیث روئے او چیزے مگو
اے چچا! مذاق سے منہ بند کر لے	اس کے چہرے کی بات کے علاوہ کچھ نہ بول

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بس منہ کو ہزل سے بند کرلواے چچا اور سوائے اس ذات کے روئے ذکر کے اور کچھ مت کہو مطلب یہ کہ بس سوائے ذکر حبیب کے اور سب سے منہ بند کرلو کہ سب ہزل ہے۔

در مصحف روئے او نظر کن خبر و غزل و کتاب تاکے

تو گوش ودہان دل حاصل کرو اور ان ظاہری گوش ودہان کو بند کرلو پھر دیکھو کیسے انوار نازل ہوتے ہیں۔

سرکشد گوش محمدؐ در سخن	کش بگوید در نبے حق ہو اذن
محمدؐ کا کان بات سے راز معلوم کر لیتا ہے	ان کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا ہے وہ کان ہیں

یعنی گوش محمد صلی اللہ علیہ وسلم بات میں سر جھکاتا ہے کہ ان کو حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے هــو اذن مطلب یہ کہ دیکھو وحی کے وقت حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بھی کس قدر کان لگاتے تھے کہ جس کی بدولت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ هو اذن پوری آیت یہ ہے۔ ومنهم الذين يوذون النبي و يقولون هو اذن قل اذن خير لكم یعنی ان منافقین میں سے وہ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دیتے ہیں (اور جب کوئی ان سے کہتا ہے کہ کم بختو اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن پائیں گے تو کیا کہیں گے) تو کہتے ہیں کہ وہ تو کان کے کچے ہیں (ان کو جس طرح ہم بہکائیں گے مان لیں گے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) آپ فرما دیجئے کہ وہ کان کے کچے نہیں ہیں۔ وہ بہتر ہیں تمہارے لئے تو اول جو هــو اذن ہے وہ تو یہاں مراد نہیں ہوسکتا اس لئے کہ یہ تو قول منافقین کا ہے لہذا یہ کہا جاوے گا کہ قل کے بعد جو اذن ہے وہ چونکہ خبر ہے مبتدا محذوف کی اس لئے اس کی تقدیر ہو اذن ہے تو مولانا کا مراد وہ اذن ہے اور اس مبتدا کو ظاہر کر دیا ہے کہ هــو اذن اس سے بہتر اور کوئی توجیہ اس کی ہرگز نہیں ہوسکتی۔ واللہ الحمد وللہ در مولانا۔

سر بسر گوش ست و چشم ست نبی	رحمت او مرضع ست و ماصبی
یہ نبی مجسم کان اور آنکھ ہیں	ان کی رحمت دودھ پلانے والی ہے اور ہم بچے ہیں

یعنی وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سراسر چشم وگوش ہیں اور رحمت حق ہیں جو کہ مرضع ہے اور ہم صبی ہیں یعنی جس طرح کہ حضور کو فیض ہوا تھا اور ان کو چشم وگوش باطن عطا ہوئے تھے اسی طرح اب بھی ہم کو عطا ہوسکتے ہیں اس لئے کہ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں اور ہم بچے ہیں لہذا ہم پر بھی رحمت ہوگی۔

ہنوز آں ابر رحمت در فشانست خم و خمخانہ با مہر و نشانست

اب فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایاں ندارد باز راں	سوئے اہل پیل برآغاز راں
اس بات کی انتہا نہیں ہے واپس چل	ہاتھی والوں کی جانب اور شروع کی طرف چل

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی لہذا الوٹو طرف اہل پیل کے اور شروع کی طرف رجوع کرو یعنی شفقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تو انتہا ہی نہیں جتنا بیان کریں کم ہی ہے لہذا اس کو یہاں چھوڑ کر اس پیل بچگان کے قصہ کو بیان کردو۔

بقیہ قصہ معترضان پیل بچگان

ہاتھی کے بچوں پر اعتراض کرنیوالوں کے قصہ کا بقیہ

گرد معدہ ہر بشر بری تند	ہردہاں را پیل بوئے می کند
ہر انسان کے معدے کے گرد چکر لگاتا ہے	ہاتھی ہر منہ کو سونگھتا ہے

یعنی ہاتھی ہر شخص کے منہ کو سونگھتا ہے اور ہر آدمی کے معدہ کے گرد پھرتا ہے مطلب یہ کہ اس ناصح نے کہا کہ یہ مت سمجھنا کہ جب ہم کھالیں گے تو اس کو کیا خبر ہوگی خوب منہ صاف کرلیں گے وہ ہاتھی منہ سونگھتا ہے اور معدہ کے اندر سے بو کو معلوم کرلیتا ہے۔

تازند اندر جزا صد زخم نیش	تا کجا یابد کباب پور خویش
تاکہ بدلے میں سو زخم لگائے	تاکہ کہیں اپنے بچے کے کباب (کی خوشبو) پالے

یعنی تاکہ جہاں کہیں وہ اپنے بچہ کے کباب پاوے تو اس کو سزا میں سوزخم نیش کے مارے

یابدوزخمش زند اندر جزا	تا کجا بوئے کباب بچہ را
پالے اور بدلے میں اس کے زخم لگائے	تاکہ کہیں بچے کے کباب کی خوشبو

یعنی یہاں تک کہ جہاں کہیں اپنے بچہ کے کباب کی بو پاتا ہے تو بدلے میں اس کے زخم مارتا ہے اور اس شخص کو جس نے کھایا ہے سزا دیتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

غیبت ایشاں کنی کیفر بری	لحمہائے بندگان حق خوری
ان کی غیبت کرتا ہے سزا پاتا ہے	تو اللہ کے بندوں کے گوشت کھاتا ہے

یعنی تم بندگان حق کے گوشت کھاتے ہو (اس طرح کہ) ان کی غیبت کرتے ہو تو بدلہ پاتے ہو۔

کے برد جاں غیر آں کو صادق ست	ہاں کہ بویائے دہاں تاں خالق ست
سوائے اس کے جو سچا ہے کون جان بچا سکتا ہے	خبردار! تمہارے منہ کی خوشبو سونگھنے والا خدا ہے

یعنی ارے تمہارے منہ کو سونگھنے والا تو خالق ہے تو سوائے اس کے جو کہ صادق ہے کس کو جاں بری ہوسکتی ہے تو جب تم نے غیبت کرکے بمقتضائے آیہ ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتاً کے تم نے ان حضرات کا گوشت کھایا اور ان کو ایذا دی تو ان کے طرف سے تو بدلہ لینے والا حق ہے پھر بتاؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ وہ تو عالم الغیب ہے اس سے کہاں بچ سکتے ہو۔

وائے آں افسوسی کش بوئے گیر	باشد اندر گور منکر با نکیر
اس افسوس والے پر افسوس ہے جس کی خوشبو سونگھنے والے	قبر میں منکر اور نکیر ہوں

یعنی اس افسوس والے کی حالت پر افسوس ہے کہ جس کا منہ قبر میں سونگھنے والے منکر نکیر ہوں اور افسوس اس لئے ہے کہ

نے دہاں وزدیدن امکاں زاں مہا	نے دہاں خوش کردن از دارو دہاں
ان بزرگوں سے نہ منہ چھپانا ممکن ہے	نہ کسی دوا سے منہ کو خوشبو دار کرنا

یعنی نہ تو منہ کو ان سرداروں سے چھپا سکتے ہیں اور نہ دوا سے منہ کو خوشبودار کر سکتے ہیں۔ بس جو حالت ہوگی وہ سامنے ہوگی۔

آب و روغن نیست مر روپوش را	راہ حیلت نیست عقل و ہوش را
منہ چھپانے کیلئے چکنی چپڑی باتیں نہیں ہیں	عقل اور حواس کے لئے حیلہ کا راستہ نہیں ہے

یعنی وہاں روپوشی کے لئے آب و روغن نہیں ہے اور عقل و ہوش کے لئے حیلہ کرنے کا کوئی راستہ نہیں ہے بس جو ہوگا وہ سامنے ہوگا کوئی دھوکہ دہی وغیرہ وہاں کچھ نہیں چل سکتی۔

چند کوبد زخمہائے گرز شاں	برسر ہر ژاژ خاو مرز شاں
ان کے گرز بہت زخم لگائیں گے	ہر بکواسی کے سر اور سرینوں پر

یعنی وہ کتنے ہی گرز کے زخم لگادیں گے ہر بیہودہ گو کے سر پر اور چوتڑوں پر مرز بضم میم مقعد یعنی جب چھپا تو سکیں گے نہیں لہٰذا ان پر ظاہر ہو جاوے گا اور وہ خوب گرز لگادیں گے اور پیٹیں گے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ جناب ہم تو کہیں نہ گرز دیکھیں نہ کچھ اس کا جواب دیتے ہیں۔

گرز عزرائیل را بنگر اثر	گر نہ بینی چوب و آہن درصور
ملک الموت کے گرز کا اثر دیکھ لے	اگر تو لکڑی اور لوہا صورتا نہیں دیکھتا ہے

یعنی گرز عزرائیل کا اثر دیکھ لو اگر تم لوہا اور لکڑی صورت میں نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ اگر تم کو یہ نظر نہیں آتا تو اچھا نزع کے وقت عزرائیل علیہ السلام کے گرز کا اثر تو معلوم ہوتا ہے اگر چہ خود موثر نہ معلوم ہو مگر اثر سے بھی موثر پہ دلالت ہوتی ہے لہٰذا اس نزع والے کے کرب و بے چینی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کوئی چیز ہے کہ جو اس پر سخت تر ہے تو اسی سے اس گرز منکر نکیر کو بھی سمجھ لو اور اس سے قیاس کرلو اور بلکہ بعض مرتبہ صورت میں بھی نظر آجاتا ہے جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہم بصورت می نماید گہ گہے	زاں ہمہ رنجور باشد آگہے
کبھی کبھی صورتا بھی نظر آجاتا ہے	ان سب سے بیمار باخبر ہوتا ہے

یعنی کبھی کبھی صورت میں بھی نظر آ جاتے ہیں اور ان سب سے وہ بیمار ہی آگاہ ہوتا ہے اس کو سب خبر ہوتی ہے وہ دیکھتا ہے اور بیان کرتا ہے اس سے تم کو بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

گوید آں رنجور کاے یار حرم	چیست ایں شمشیر برفرق سرم
بیمار کہتا ہے کہ اے میرے محترم دوست!	میرے سر کی مانگ پر یہ تلوار کیسی ہے

یعنی وہ مریض کہتا ہے کہ اے گھر والو یہ تلوار میرے سر پر کیسی ہے۔

چوں نمی بیند کس از یاران او	در جواب آیند ہر یک اے عمو
جبکہ اس کے دوستوں میں سے کوئی نہیں دیکھتا ہے	ہر ایک جواب میں کہتا ہے، اے چچا!

یعنی جبکہ اس کے دوستوں میں سے کوئی اس کو دیکھتا نہیں تو سب جواب دیتے ہیں کہ اے چچا۔

مانمی بینیم باشد ایں خیال	چہ خیال ست اینکہ ہست ایں ارتحال
ہمیں نظر نہیں آتا، یہ وہم ہو گا	کیسا وہم! یہ تو چل چلاؤ ہے

یعنی ہم تو دیکھتے نہیں ہیں خیال ہوگا (مولانا فرماتے ہیں کہ) یہ کیسا خیال ہے بلکہ یہ تو کوچ ہے یعنی وہ لوگ کہتے ہیں کہ برار ہے ہیں سرسام ہوگیا ہے۔ خیالات منتشر ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ اس کا تو کوچ ہونے والا ہے تم اس کو خیال ہی کہہ رہے ہو۔

چہ خیال ست اینکہ آں چرخ نگوں	از نہیب ایں خیالے شد کنوں
یہ کیسا خیال ہے کہ اندھا آسمان	اس خیال کے ڈر سے ویسا ہی ہو گیا

یعنی یہ کیسا خیال ہے کہ یہ چرخ نگون اس کے خوف سے ایک خیال ہوگیا ہے اس وقت یعنی اس کے سامنے یہ بھی ضعیف ہوگیا ہے وہ وقت ارتحال بہت بڑی چیز ہے حق تعالیٰ آسان فرمادیں اور ساتھ ایمان کے خاتمہ فرماویں۔

گرزہا و تیغہا محسوس شد	پیش بیمار و سرش منکوس شد
گرز اور تلواریں محسوس ہو گئیں	بیمار کو اور اس کا سر اوندھا ہو گیا

یعنی تلواریں اور گرز اس بیمار کے آگے سب محسوس ہو گئے اور اس کا سر اوندھا ہو گیا۔

او ہمی بیند کہ آں از بہر اوست	چشم دشمن بستہ زان و چشم دوست
وہ دیکھ لیتا ہے کہ وہ اس کے لئے ہیں	دوست اور دشمن کی آنکھ اس سے بند ہے

یعنی وہ مریض تو دیکھ رہا ہے کہ وہ اس کے لئے ہے اور اس سے چشم دشمن و دوست سب بند ہیں کسی کو کچھ خبر نہیں اور وہ ان کو دیکھ دیکھ کر ہول کھا رہا ہے اور اس کو جو یہ ساری چیزیں دکھائی دے رہی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حرص دنیا رفت و چشمش تیز شد	چشم او روشن گہ خونریز شد
دنیا کا لالچ گیا اور اس کی آنکھ تیز ہوئی	اس کی آنکھ خونریز ہونے کے وقت روشن ہوئی

یعنی حرص دنیا کی جاتی رہی اور اس کی آنکھ تیز ہوگئی اور اس کی آنکھ بڑی خونریزی کے وقت بند ہوئی یعنی ان اشیاء کو دیکھنے سے مانع تو یہ حرص دنیا ہی تھی اب وہ نہیں رہی لہذا سب منکشف ہوگیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بہت ہی ناوقت اس کی آنکھ کھلی اگر کچھ پہلے سے آنکھ کھلتی تو کچھ علاج بھی کر لیتا۔

مرغ بے ہنگام شد آں چشم او	از نتیجہ کبر اود خشم او
اس کی آنکھ بے وقت کا مرغا ہو گئی	اس کے تکبر اور غصہ کے نتیجے میں

یعنی اس کی یہ آنکھ مرغ بے ہنگام ہوگئی ہے اس کے کبر وخشم کے نتیجہ سے یعنی پہلے سے کبر وخشم اس کی آنکھ بند کیے ہوئے تھے اب جبکہ وہ جاتے رہے تو اس کی آنکھ کھلی تو یہ مرغ بے ہنگام ہے کہ جس طرح وہ اذان بے وقت دیتا ہے اسی طرح یہ کھلی بے وقت ہے۔

سر بریدن واجب آید مرغ را	کہ بغیر وقت جنباند درا
(اس) مرغ کا سر قلم کرنا ضروری ہو جاتا ہے	جو بغیر وقت کے گھنٹی بجائے

یعنی اس مرغ بے ہنگام کا سر کاٹنا ضروری ہے (عرفاً) کیونکہ وہ بغیر وقت کے آواز کو ہلاتا ہے تو اسی طرح اس آنکھ کو بھی ہلاک کر دینا ضروری ہے اب کوئی کہتا ہے کہ اچھا اس وقت تو ہم کو نزاع نہیں ہے جب ہوگا دیکھا جائے گا۔ مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ہر زماں نزعے ست جزو جانت را	بنگر اندر نزع جاں ایمانت را
تیری جان کے کسی جزو کا ہر وقت نزع ہے	جان کے نزع میں اپنے ایمان کی نگرانی کر

یعنی تمہارے اجزاء جان کو ہر وقت نزع ہے تو تم نزع جان کے اندر ایمان کو دیکھو مطلب یہ کہ تم کہتے ہو کہ نزع کے وقت ایمان کو درست کر لیں گے تو تمہاری جان کا نزع تو جب ہوگا جب ہوگا اس وقت تمہارے اجزا کا نزع ہو رہا ہے کہ جوں جوں گھڑیاں گزرتی جاتی ہیں ان میں کمی اور انحطاط ہوتا ہے پھر جب ایک قسم کا نزع اب بھی ہو رہا ہے تو اب بھی تو دیکھو کہ ایمان درست ہے یا نہیں۔ خوب کہا ہے۔ تسر المرء ماذهب الليالي. وكان ذهابهن له ذهابا اور کہا ہے کہ

ہر دم تجھے گھڑیال یہ دیتا ہے منادی　　لے ایک گھڑی عمر تری اور گھٹا دی

آگے اس عمر کی ہر وقت گھٹنے کی ایک بہت ہی نفیس مثال فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عمر تو مانند ہمیان زرست	روز و شب مانند دینار اشمرست
تیری عمر اشرفیوں کی تھیلیوں کی طرح ہے	دن اور رات اشرفیاں شمار کرنے والے کی طرح ہیں

یعنی عمر تیری اشرفیوں کی ہمیانی کی طرح ہے کہ رات دن اشرفی گننے والے کی طرح ہے۔

می شمارد می دہد زر بے وقوف	تا کہ خالی گردد و آید خسوف
بغیر توقف وہ اشرفیاں گنتے اور دیتے ہیں	یہاں تک کہ (ہمیانی) خالی ہو جاتی ہے اور گرہن آ جاتا ہے

یعنی وہ گننے والا گن رہا ہے اور بے سوچے سمجھے دے رہا ہے یہاں تک کہ وہ خالی ہو جاوے گا خسوف میں آ جاوے گا یعنی جب وہ خرچ تو کرے گا اور اس کی جگہ اور رکھے گا نہیں تو ظاہر ہے کہ ایک دن وہ خرچ ہو جاوے گی۔ خواہ خزانہ قارون ہی ہو۔

گر ز کہ بستانی و ننہی بجائے	اندر آید کوہ زاں دادن بپائے
اگر تو پہاڑ سے لیتا رہے اور اس کی جگہ (کچھ) نہ رکھے	اس دینے سے پہاڑ جڑ سے ختم ہو جائے گا

یعنی اگر پہاڑ میں سے لینا شروع کرو اور اس کی جگہ کچھ رکھو نہیں تو اس دینے سے پہاڑ بھی جگہ سے گر پڑے اور ختم ہو جاوے تو جب تمہاری عمر ختم تو ہو رہی ہے اور اس کی جگہ کچھ رکھا جاتا نہیں ہے تو آخر نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک دن ختم ہو جاوے گی لہٰذا ضروری ہے کہ ہر دم اور ہر گھڑی ایمان کی خبر رکھو۔ تو اگر صرف خرچ ہو اور اس کی عوض میں کوئی چیز نہ رکھی جاوے تو پہاڑ بھی ختم ہو جاوے اور اگر عوض رکھ دیا جاوے تو پھر نقصان نہیں ہوتا اس لئے فرماتے ہیں کہ

پس بنہ بر جائے ہر دم را عوض	تا ز واسجد واقترب یابی غرض
تو ہر وقت جگہ پر عوض رکھتا رہ	تا کہ تجھے "سجدہ کر اور قریب ہو جا" کا مقصد حاصل ہو جائے

یعنی پس ہر دم کا عوض اس کی جگہ رکھ تا کہ واسجد واقترب سے تم غرض کو حاصل کرو یعنی تم اپنے ہر سانس کے عوض میں جس سے کہ عمر ختم ہو رہی ہے ذکر اور طاعت کو عوض میں رکھو پھر اگر بظاہر عمر ختم بھی ہو جائیگی مگر حقیقت میں تم کو عمر جاودانی اور حیات ابدی حاصل ہوگی۔

در کمال کارہا چندیں مکوش	جز بکارے کاں بود در دیں مکوش
تمام کاموں کی تکمیل میں اس قدر کوشش نہ کر	سوائے اس کام کے جو دین سے متعلق ہو کوشش نہ کر

یعنی تمام کاموں میں اتنی کوشش مت کرو سوائے اس کام کے جو دین میں ہو اور کسی میں کوشش مت کرو مطلب یہ کہ امور دنیاوی میں اس قدر کوشش مت کرو کہ بس اسی میں کھپ جاؤ۔ اس قسم کی کوشش تو امور دینی میں ہونی چاہئے نہ کہ امور دنیاوی میں اس لئے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقبت تو رفت خواہی ناتمام	کارہایت ابتر و نان تو خام
(ورنہ) تو انجام کار ناقص روانہ ہو گا	تیرے کام ناقص ہونگے اور تیری روٹی کچی ہو گی

یعنی آخر کار تو ناتمام ہی چلا جائے گا کہ تیرے کام ابتر ہوں گے اور تیری روٹی کچی ہوگی مطلب یہ کہ دنیا کے تو تمام کام آخر کار ناتمام ہی رہ جاویں گے اس لئے اس سے ابھی سے ان کو ترک کردو کہ کچھ مفید نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب آپ موت کو یاد رکھنے کو کہتے ہیں تو ہم نے تو دل میں اس قدر یاد کر رکھا ہے کہ اتنا بڑا مقبرہ بنایا ہے اور اس قدر لاگت سے سنگ مرمر کی قبر بنائی ہے تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

واں عمارت کردن گور و لحد	نے بسنگ ست و نہ چوب و نے لبد
قبر اور لحد کی تعمیر	نہ پتھر سے ہے نہ لکڑی سے نہ ٹاٹ اور نمدے سے

یعنی اور یہ گور و لحد کی عمارت کرنا نہ پتھر سے ہے اور نہ لکڑی سے اور نہ ردوں سے۔

بلکہ خود را در صفا گورے کنی	در منی او کنی دفن منی
بلکہ اپنی قبر (قلب کی) صفائی میں بنا	(اپنی) خودی کو اس (اللہ) کی خودی میں دفن کر

یعنی بلکہ اپنی کو صفا میں ایک گور بنالو کہ اس کے وجود میں تم اپنے اس وجود کو دفن کردو۔ مطلب یہ کہ صفائی قلب حاصل کرو اور اس میں مرتبہ فنا کا حاصل کرو کہ مردہ کی طرح اس میں دفن ہو جاؤ۔

خاک اوگردی و مدفون غمش	تادمت یابد مددہا از دمش
اس کی خاک بن جا اور اس کے غم میں دفن ہو جا	تاکہ تیرا سانس اس کے فیضان سے مددیں حاصل کرے

یعنی اس کی خاک بن جاؤ اور اس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تاکہ تمہارا دم حق سے مدد پاوے یعنی فنا حاصل کرو تاکہ حق تعالیٰ تمہاری مدد فرماویں۔

گورخانہ قبہا و کنگرہ	نبود از اصحاب معنیٰ آں سرہ
قبوں اور کنگرہ کی قبریں	اہل باطن کے نزدیک بے عیب نہیں ہیں

یعنی گورخانہ اور قبے اور کنگرے اصحاب معنی کو یہ پسندیدہ نہیں ہیں اس لئے کہ

بنگر اکنوں زند اطلس پوش را	ہیچ اطلس دست گیرد ہوش را
اب کسی اطلس پوش زندہ کو دیکھ	کوئی اطلس اس کی روح کی دستگیری کرے گا؟

یعنی اب تم کسی رند اطلس پوش کو دیکھ لو کہ اطلس نے کچھ ہوش میں مدد کی یعنی قبر میں کچھ اس کے ہوش و حواس میں اطلس نے مدد کی اور ان کو قوت پہنچائی ہے یا نہیں تم خود ہی دیکھ لو بلکہ جو رند ہی ہیں ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

در عذاب منکرست آں جان او	کژدم غم در دل غمدان او
اس کی جان برے عذاب میں ہے	اس کے غمگین دل میں غم کا بچھو ہے

یعنی اس کی جان عذاب منکر میں ہے اور غم کے بچھو اس کے دل غمدان میں ہیں۔

از بروں برظاہرش نقش و نگار	وزدروں زاندیشہا اوزار زار
باہر سے اس کے ظاہر پر نقش و نگار ہیں	اور اندر سے وہ فکروں میں زار زار ہے

یعنی باہر تو اس کے ظاہر میں خوب نقش ونگار ہیں اور اندر سے اس کے افکار زار زار مطلب یہ کہ اس کی قبر وغیرہ بظاہر تو بہت منقش ہے مگر اندر سے جو حالت ہے اس کی خبر ہی نہیں کہ بے چارہ خراب وخستہ ہو رہا ہے اس رند اطلس پوش کی تو یہ حالت ہوگئی۔

واں یکے بینی دراں دلق کہن	چوں نبات اندیشہ و شکر سخن
اور ایک کو تو پرانی گدڑی میں دیکھے گا	اس کا فکر مصری کی طرح ہے اور بات شکر جیسی

یعنی اس ایک کو دیکھو کہ پرانی گدڑی میں نبات کی طرح تو اس کے افکار ہیں اور باتیں شکر کی طرح ہیں یعنی ایک وہ شخص ہے کہ پھٹی پرانی گدڑی میں ہے اور اس کا ظاہر بہت ہی خراب ہے مگر قلب دیکھو تو اندر سے شگفتہ ہے اور قبر بھی اندر سے پرنور اور رحمت سے بھری ہوئی ہے تو ظاہر کا کوئی اعتبار نہیں ہے اصل میں اعتبار اندروں اور قلب کا ہے لہٰذا اس کو درست کرو ظاہر خراب بھی ہو تو کوئی حرج بھی نہیں ہے آگے پھر ان مسافروں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: تو نے سنا ہوگا کہ ہندوستان میں ایک حکیم نے چند رفقا کی ایک جماعت دیکھی کہ وہ بھوکے اور بے سروسامان ہیں اور دور دراز سے سفر کر کے چلے آ رہے ہیں بمقتضائے حکمت اس کی شفقت نے جوش مارا اور بہت تپاک سے سلام کیا اور ان سے مل کر گل کی طرح شگفتہ ہوگیا اور یہ کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس پرمحن صحرا کے باعث اور بھوک اور خلوئے معدہ کے سبب تم کو بہت تکلیف ہے لیکن خدا کے لئے آپ بزرگان ہاتھی کا بچہ نہ کھالیویں میں یہ اس لئے کہتا ہوں کہ ادھر جس طرف تم اب جا رہے ہو ایک ہاتھی رہتا ہے تم میری نصیحت کو غور وتوجہ سے اور بقصد عمل سنو بے التفاتی مت کرو (یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو ان کی بے التفاتی دیکھ کر اثنائے کلام میں فرمایا گیا ہے پھر نصیحت شروع کرتے ہیں) اس راستہ میں کچھ ہاتھی کے بچے ہیں جن کو دیکھ کر ان کے شکار کے لئے تمہارا جی بہت للچائے گا کیونکہ وہ بہت نفیس اور عمدہ اور موٹے تازے ہیں لیکن یہ یاد

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھو کہ وہ غیر محفوظ نہیں بلکہ ان کی ماں ان کی محافظ ہے۔ گو تمہاری نظر سے غائب ہے وہ اپنے بچوں پر اتنی شفیق ہے کہ ان کے لئے سو فرسخ کا چکر لگاتی ہے اور چنگھاڑتی اور فریاد کرتی جاتی ہے اس کی سونڈ سے آگ کے شعلے نکلتے ہیں پس تم کو اس کے بچوں سے نہایت احتراز چاہئے یہاں تک پہنچ کر مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم اولیاء اللہ کو بھی ایسا ہی سمجھو جیسے ہاتھی کے بچے اہل اللہ حق سبحانہ کے بچے ہیں اور وہ ان کی غیبت و توجہ الی الخلق کی حالت میں بھی اور حضور و توجہ الی الحق کی صورت میں بھی ان کا محافظ اور نگراں ہے ان کے نقصان اور مشغولیت کا بالخلق کے سبب تم یہ خیال نہ کرنا کہ حق سبحانہ کی نگرانی اور حفاظت ان سے منقطع ہو گئی ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ ہنوز قائم ہے اور وہ اس حالت میں بھی ان کو ایذا پہنچانے والوں سے انتقام لینے پر آمادہ ہے کیونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ میرے غریب تنہا اور بے شوکت وشان اولیا میرے بچے ہیں (چنانچہ تفسیر مظہری میں کسی مقام پر ایک حدیث بدیں مضمون منقول ہے کہ حق سبحانہٗ اہل اللہ کو ستانے والوں پر ان کی خاطر یوں غضبناک ہوتے ہیں جس طرح شیر اپنے بچوں کے لئے ان کی ایذا دینے والوں پر۔ اس روایت سے اولیاء کا مثل اطفال حق سبحانہ ہونا مستفاد ہوتا ہے) میں نے ان لوگوں کے امتحان کے لئے بظاہر ذلیل اور لاوارث بنایا ہے۔ لیکن در پردہ میں ان کا مصاحب ہوں میری حفاظتیں جو مختلف عنوانوں سے ظاہر ہوتی ہیں ان سب کی معین و مددگار ہیں اور یہ بمنزلہ میرے اجزا کے ہیں کیونکہ وہ بمنزلہ میرے اولاد کے ہیں اور اولاد جزو ہوتی ہے۔ دیکھنا خبردار یہ میری گدڑی والے ہیں ان کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ گو دیکھنے میں یہ تنہا معلوم ہوں لیکن ہماری اعانت و حمایت سے ان میں کا ایک ایک لاکھوں اور کروڑوں کے برابر ہے ورنہ تم خیال تو کرو کہ اکیلے موسیٰ علیہ السلام فرعون کو ایک لاٹھی سے تلپٹ کیسے کر سکتے تھے اور ایک بددعا سے حضرت نوح علیہ السلام مشرق و مغرب کو کیونکر غرقاب کر سکتے تھے۔ نیز اگر ہماری اعانت وحمایت ان کے شامل نہ ہوتی تو حضرت لوط علیہ السلام کی ایک دعا کفار کے نامراد ملک کی بیخ کنی ہرگز نہ کر سکتی تھی۔ حالانکہ ان کا بہشت کے مانند گلزار اور بارونق ملک دجلہ آب سیاہ کی طرح غیر آباد پڑا ہوا ہے اب بھی تم اس کا نشان دیکھ سکتے ہو ہم تم کو پتہ بھی بتلائے دیتے ہیں شام کی طرف بیت المقدس کو جاتے ہوئے راستہ پر تم کو وہ نشان ملے گا اور اس سے تم کو اس واقعہ کی تصدیق ہوگی کچھ انہیں چند پیغمبروں پر منحصر نہیں بلکہ ہزاروں اہل اللہ اپنے اپنے زمانہ میں مخالفین کی تعذیب اور سرکوبی کا ذریعہ بنے ہیں۔ اگر میں سب کی تفصیل بیان کروں تو بہت طول ہوا جاتا ہے نیز ان کے تصورات سے کلیجے پھٹتے اور خون ہوتے ہیں کلیجے تو کیا پہاڑ خون ہوتے ہیں اور خون ہو کر پھر منجمد ہو جاتے ہیں۔ تم چونکہ مردود اور اندھے ہو اس لئے تم کو ان کا خون ہونا محسوس نہیں ہوتا یہاں تک بیان کر کے آگے دوسرے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اندھے تو ہو مگر عجیب قسم کے اندھے ہو کہ اس کے ساتھ دوربین اور تیز نظر بھی ہو یعنی گو عالم غیب

www.besturdubooks.wordpress.com

سے اندھے ہو لیکن عالم اجسام میں تمہاری نظر بہت تیز ہے لیکن وہ تیزی بھی عجیب قسم کی ہے کہ اونٹ کی اون تو دکھلائی دیتی ہے مگر اونٹ نہیں دکھلائی دیتا یعنی عالم اجسام میں تم کو غیر مقصود اور غیر نافع اشیاء دکھلائی دیتی ہیں اور مقصود اصلی اور نافع حقیقی تمہاری نظر سے محجوب ہیں چنانچہ آدمی کی حالت یہ ہے کہ حرص کو ذرہ ذرہ دیکھتا ہے اور اس کے سبب ریچھ کی طرح بلاغایت محمودہ کے ناچتا ہے اور رات دن جدوجہد میں مصروف ہے اور حرص بال برابر بھی اس کی نظر سے مخفی نہیں ہوتی لیکن جو جدوجہد وہ اس حرص کے سبب کر رہا ہے اس میں برائی ہی برائی ہے بھلائی اصلا نہیں۔ مگر نہ وہ اشیاء نافع کو دیکھتا ہے اور نہ سعی لاحاصل کو چھوڑتا ہے ارے ظالم کس خرافات میں مصروف ہے تجھ کو جدوجہد اس کام میں کرنی چاہیے جس سے شکستگی و عجز و انکسار پیدا ہو اور یہ جو شہوات کا زخم تجھ میں موجود ہے اس کا پھاہا اتار اور انکو اچھا کر۔ میدان میں ناچنا اور خواہشات نفسانیہ کے لئے جدوجہد کرنا رنڈیوں اور زن خوں اور پست ہمت لوگوں کا کام ہے مردخون میں رقص کرتے ہیں اور مجاہدہ نفسانی میں جدوجہد کرتے ہیں ان لوگوں کو ابتدا میں تو تکلیف ہوتی ہے مگر جب اپنے کو فنا کر دیتے ہیں اور مرضیات حق سبحانہ کے تابع ہو جاتے ہیں اس وقت یہ خوشی سے تالیاں بجاتے ہیں اور جب اپنے نقصان سے نکل کر کامل ہو جاتے ہیں تو فرط مسرت سے ناچنے لگتے ہیں (تالیاں بجانے اور ناچنے سے ظاہری کود پھاند مراد نہیں ہے بلکہ فرط انبساط اور جوش مسرت مقصود ہے مضامین مابعد کو بھی ظاہری معنی پر محمول نہ کرنا چاہئے) ان کے باطن محفل رقص و سرود منعقد ہے اور ارباب نشاط شادیانے بجا رہے ہیں اور ان کے اندر شورش و جوش عشق حق سبحانہ کے سمندر جوش مار رہے ہیں اشجار و نباتات حقائق و معارف کی شاخیں اور پتے نسیم لطف الٰہی سے لہرا رہے ہیں اور وجد و طرب میں رقص کر رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں تم ان کو نہیں دیکھ سکتے مگر ان کے کانوں میں ان شاخوں اور پتوں کے تالیوں کی آوازیں آ رہی ہیں ہم پھر کہتے ہیں کہ تم ایسی تالیاں بجانے کو نہیں معلوم کر سکتے اس لئے کہ اس کے لئے گوش دل کی ضرورت ہے نہ کہ جسمانی کان کی بلکہ یہ تو اس کے ادراک سے مانع ہے پس اگر تم کو اس بارونق شہر جان کے سیر کی ضرورت ہے جس میں یہ پر لطف جلسے اور پر بہار باغ ہیں تو لغویات اور بے حقیقت باتوں کے سننے سے کانوں کو روکو اس سے تم کو وہ بارونق اور پر لطف شہر جان نظر آئے گا نیز تم کو صرف کان ہی کے بند کرنے پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ منہ کو بھی بند کرنا چاہئے کہ نہ محرمات کھاؤ پیو اور نہ ناجائز باتیں زبان سے نکالو بلکہ اگر مباحات سے احتراز کرنے میں کچھ ضرر نہ ہو تو ان سے بھی احتراز کرنا مناسب ہے اور بجز ذکر اللہ حقیقی یا حکمی کے کوئی بات زبان سے نہ نکالنا چاہئے۔ (ف: ذکر اللہ حکمی سے مراد وہ باتیں ہیں جو بامر شارع علیہ السلام ہیں خواہ وجوبا یا استحبابا۔ لذاتہ یا لغیرہ (ف۲ آنکھ کو بھی انہیں دو پر قیاس کرنا چاہئے) ان نصائح کو کما حقہ اور اصالۃ تو حق سبحانہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سنتے ہیں جن کو حق سبحانہ نے سراپا گوش فرمایا ہے۔ (یا تو اس سے وتعیھا اذن و

اعیہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے یاذن خیر لکم کی طرف)اور وہ سراپا گوش اور سراپا چشم ہیں کہ اسی کو سنتے ہیں جو سننے کے قابل ہے اور اسی کو دیکھتے ہیں جو دیکھنے کے لائق ہے۔ ہم تو ان کے فیض سے علی حسب الاستعداد مستفیض ہیں ورحمۃ للعالمین ہمارے لئے بمنزلہ دایہ کے ہیں اور ہم ان کے لئے بمنزلہ شیر خوار بچے کے خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہیں ہوسکتی اب ہم کو مضمون سابق کی طرف لوٹنا چاہئے اور ان لوگوں کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جن کو ہتھنی سے پالا پڑنے والا ہے اس حکیم نے کہا کہ وہ ہتھنی آدمیوں کو سونگھتی ہے اور ان کے معدوں کو دیکھتی ہے تاکہ کہیں اپنے بچے کے کبابوں کی بو پالے اور تاکہ اپنا غیظ وغضب اور اپنا زور اس کھانے والے کو دکھلائے بس جب کسی جگہ اس کو اس کے بچے کی بو مل جاتی ہے تو پھر وہ اپنا قہر وغضب اور اپنی عقوبت اس کو دکھلاتی ہے غرضکہ وہ پوری کوشش کرتی ہے تاکہ وہ اپنے بچہ کی بو کہیں پائے اور اس کے عوض میں اس کو سزا دے۔ یہاں تک بیان کر کے مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اس واقعہ سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ تم حق سبحانہ کے بندوں کا گوشت کھاتے ہو اور ان کی غیبتیں کرتے ہو بالآخر تم اس کا خمیازہ بھگتو گے یاد رکھو کہ حق سبحانہ تمہارے اس گوشت کھانے کو جانتے ہیں لہذا تم اس کے انتقام سے بچ نہیں سکتے۔ بلکہ صرف وہی شخص بچ سکتا ہے جو بچتہ رہا اور اس فعل شنیع کا مرتکب نہیں ہوا ارے اس قابل افسوس شخص کی حالت پر کمال افسوس ہے جس کا منہ منکر ونکیر سونگھیں گے اور وہ ان سے منہ نہ چھپا سکے گا اور وہ کسی دوا سے بھی اپنی منہ کی بو نہ کھو سکے گا نہ تو حلیہ تبدیل کرنے کے لئے کوئی پوڈر وغیرہ ہوگا اور نہ عقل وفہم کوئی تدبیر رہائی کی نکال سکے گی لہذا ان کے گرز اس بے ہودہ شخص کے سر اور جوڑوں پر بہت سی ضربیں لگائیں گے تم کو اگر ان کے گرزوں میں کچھ شبہ ہو اور لکڑی اور لوہا ظاہر میں نہ دکھلائی دیتا ہو تو تم حضرت عزرائیل کے گرز کو تو اس کے اثر سے پہچانتے ہو اسی پر قیاس کرلو گرز عزرائیل علیہ السلام اثر کے ذریعہ سے تو یقینا معلوم ہے لیکن کبھی کبھی وہ اس عالم میں محسوس بھی ہوتا ہے اور مرنے والا شخص نزع کی حالت میں اس کی واقفیت حاصل کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ ارے یارو یہ میرے سر پر تلوار کیسی ہے اور چونکہ اس کے یار دوست وغیرہ نہیں دیکھ سکتے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ ہم کو تو کچھ نظر نہیں آتا تیری متخیلہ کا اختراع ہے اب مولانا فرماتے ہیں ارے کیسا اختراع اور کیسا خیال یہ تو جان لے گا اور کیسا خیال یہ تو وہ واقعی شئے ہے جس کی دہشت سے آسمان جیسے واقعی اور عظیم الشان شے اس کی نظر میں خیال ہوگئی ہے اور جس نے کہ اس عالم واقعی کو اس نظر میں بے حقیقت بنا دیا ہے غرضکہ بیمار کو وہ گرز اور تلواریں دکھلائی دیتی ہیں جن سے اس کی حالت بالکل بدل جاتی ہے کہ جن کو وہ حقائق سمجھتا تھا وہ خیالات ہوجاتے ہیں اور جن کو خیالات جانتا تھا وہ واقعات ہوجاتے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ یہ سب اسی کے لئے ہیں لیکن اور دوستوں اور دشمنوں کی آنکھیں بند ہوتی ہیں کہ وہ ان کو نہیں دیکھ سکتے اب دنیا کی حرص بالکل فنا ہوجاتی ہے اور مجوائے فکشفنا عنک غطاءک

www.besturdubooks.wordpress.com

فبصرک الیوم حدید اس کی نظر تیز ہو جاتی ہے اور جو چیزیں کہ اس کو پیشتر نہیں دکھلائی دیتی تھیں اب وہ دکھلائی دینے لگ جاتی ہیں لیکن افسوس کہ کب آنکھ کھلتی ہے جبکہ موت کا وقت آ جاتا ہے اور وہ آنکھ کھلنا کچھ مفید نہیں ہوتا اس کے تکبر اور غصہ ودیگر خصائل ذمیمہ کے سبب اس کی آنکھ نے اس مرغ کی صفت حاصل کر لی ہے جو بے وقت اذان دیتا ہو کیونکہ یہ اس وقت حقیقت سے مطلع کرتی ہے جب کہ تلافی و تدارک کا وقت نہیں رہتا اس مرغ بے ہنگام کا سر اڑا دینا واجب ہے جو بے وقت گھنٹے بجاتا اور اذان دیتا ہے لہذا اس آنکھ کو پھوڑ ڈالنا چاہئے اور دوسری آنکھ یعنی چشم قلب پر اعتماد کرنا چاہئے تم یہ نہ خیال کرو کہ ابھی کاہے کے لئے لذات سے محروم رہیں مرنے سے کچھ پیشتر سب کچھ کر لیں گے کیونکہ تم اب بھی نزع میں ہو بس اس حالت نزع میں تم کو اپنے ایمان کی خبر لینی چاہئے ہماری عمر کی مثال ایسی ہے جیسے کہ اشرفیوں کی تھیلی اور رات دن اشرفیاں گننے والے کی مانند ہیں چنانچہ وہ گن رہے اور صرف کر رہے ہیں مگر وہ نہیں جانتے کہ یہ عمر کی اشرفیاں گھٹتی جاتی ہیں حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ تھیلی ایک وقت میں بالکل خالی ہو جاتی ہے اور اشرفیوں کا چاند گہن میں آ جاتا ہے یعنی عمر ختم ہو جاتی ہے یہ تو تھیلی ہے اگر پہاڑ میں سے بھی صرف کیا جائے اور کوئی شے اس نکالے ہوئے حصہ کی جگہ نہ رکھی جائے تو پہاڑ بھی ایک دن ختم ہو جائے گا مطلب یہ کہ ہم لوگوں کی عمریں تو بہت کم ہیں لیکن بہت زیادہ ہوں تو بھی گردش روزگار انہیں فنا کر دے گی کیونکہ جو زمانہ گزرتا ہے اس کا بدل نہیں ہوتا جو اس کمی کو پورا کر سکے پس اگر تم کو اپنی عمر بچانا منظور ہے تو اس کی ایک صورت ہے کہ عمر کا جس قدر حصہ ہوتا جاوے اس کی جگہ طاعت کا کوئی حصہ رکھتے جاؤ اس سے تم موت حقیقی و موت روحانی سے محفوظ رہو گے اور بمجوائے واسجدو اقترب تم قرب حق سے کامیاب ہو گے اور مقرب ہو کر باقی بقاء حق ہو جاؤ گے اور فنا سے بچ جاؤ گے دنیا کے کاموں کے پورا کرنے میں کوشش نہ کرنی چاہئے اور دین کے کاموں کے علاوہ کسی کام میں کوشش نہ کرنی چاہئے۔

فائدہ: یاد رکھو کہ جو کام بامر یا باذن شروع ہوں گے گو وہ بظاہر دنیوی ہوں مگر حقیقۃً دینی ہیں کوئی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جاوے تم خیال تو کرو کہ تمہاری اس کوشش کا کیا نتیجہ ہے آخر تم کو مرنا ہے اور کار دنیا کے تمام مکرر مسلم ہے پس اس اہتمام کا انجام بھی تو ناتمامی ہے پھر اس بے ہودہ کام میں کیوں مصروف ہوتے ہو اگر تم دنیوی امور ہی کے اہتمام کی سعی میں چل دیئے تو علاوہ اس خرابی کے کہ وہ کام ہنوز ناتمام رہے اور تمہاری سعی بیکار ہوئی ایک خرابی یہ ہے کہ تمہاری روٹی کچی رہے گی جو کھانے کے قابل نہ ہو گی یعنی زاد آخرت بھی تمہارے پاس ایسا نہ ہو گا جو تم کو کام دے سکے اور یہ جو تم آخرت کا سامان کر رہے ہو کہ اپنے لئے قبر پختہ بنوا رہے ہو یہ سب لغو ہے قبر کی اصلی تعمیر پتھر اور لکڑی اور روودوں سے نہیں ہوتی بلکہ اصلی تعمیر قبر یہ ہے کہ صفائی باطن اور اخلاص میں اپنی قبر بناؤ اس کی ہستی میں اپنی ہستی کو دفن کر دو تم اس کی خاک ہو جاؤ اور اس کے غم میں مدفون ہو جاؤ تا کہ اس کے انفاس سے تمہارے

www.besturdubooks.wordpress.com

انفاس کو مدد ملے اور وہ تمہاری بقا کا ذریعہ ہو اور صندوق قبر اور قبے اور کنگرے کو اہل دل کوئی اعلیٰ شے نہیں سمجھتے بلکہ وہ تو قبر صفائی باطن کو پسند کرتے ہیں۔ اچھا اب ہم تم کو اہل ظاہر اور اہل باطن کی حالت کا فرق دکھاتے ہیں جس سے تم کو ان کے خیالات متعلق بہ قبر میں بھی فرق ظاہر ہو جاوے گا دیکھو رند اطلس پوش کا اطلس کیا اس کے ہوش میں کوئی امداد دیتا ہے اور وہ اطلس پوشی سے صاحب ہوش ہو جاتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اس کی جان تو سخت عذاب میں مبتلا ہے کہ اس کو اپنا پوزیشن قائم رکھنے کی فکر ہے وغیرہ وغیرہ اور اس کے مخزن غم دل میں غم کا بچھو گھسا ہوا ہے جو اس کو ہر وقت پریشان رکھتا ہے گو اس کا ظاہر آراستہ پیراستہ ہے مگر اس کے خیالات اس کے اندر رو رہے ہیں یعنی اس کا دل ان تکلیف دہ خیالات کے سبب رو رہا ہے اور اس پرانی گدڑی والے فقیر کو دیکھ لو جہاں غم کا نام نہیں اس کے خیالات میں بھی حلاوت ہے اور اس کی باتوں میں بھی بس یہ فرق معلوم ہو گیا تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ ظاہری ٹیپ ٹاپ کوئی چیز نہیں بلکہ ایک صفائی باطن ہی وہ ہے جو تحصیل کے قابل ہے۔

شرح شبیری

مسافروں اور ہاتھی کے بچوں کی حکایت کی طرف رجوع

گفت ناصح بشنوید ایں پند من	تا دل و جاں تاں نیفتد در محن
نصیحت کرنے والے نے کہا میری یہ نصیحت سن لو	تا کہ تمہارا دل اور جان مشقتوں میں نہ پھنسے

یعنی اس ناصح نے کہا کہ میری بات سن لو تا کہ تمہارا دل و جان مصیبت میں نہ پڑے

با گیاہ و برگہا قانع شوید	در شکار پیل بچگاں کم روید
گھاس اور پتوں پر قناعت کر لو	ہاتھی کے بچوں کو شکار کرنے کے درپے نہ ہو

یعنی گھاس اور پتوں ہی پر قانع رہنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار میں مت جانا۔

من بروں کردم زگردن دام نصح	جز سعادت کے بود انجام نصح
میں نے اپنی گردن سے نصیحت کا قرض اتار دیا	نصیحت کا نتیجہ نیک بختی کے سوا کب ہوتا ہے

یعنی میں نے اپنی گردن سے نصیحت کے جال کو نکال دیا اور سوائے سعادت کے اور کچھ انجام نصیحت کب ہوگا۔ مطلب یہ کہ میرے ذمہ جو نصیحت کرنا تھی میں کر چکا اب تسلیم کرنا نہ کرنا تمہارا کام ہے میں سبکدوش ہو گیا۔

من بہ تبلیغ رسالت آمدم	تا رہانم مرشمارا از ندم
میں پیغام پہنچانے آیا ہوں	تا کہ تمہیں شرمندگی سے رہائی دیدوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں تو پیام رسانی کے لئے آیا ہوں تا کہ تم کو ندامت سے چھڑا دوں۔

ہیں مبادا کہ طمع تاں رہ زند	طمع برگ از بنجہاتاں برکند
خبردار! ایسا نہ ہو کہ لالچ تمہارا رہزن بن جائے	خوراک کا لالچ تمہیں جڑ سے اکھاڑ دے

یعنی ایسا نہ ہو کہ طمع تمہاری راہ مارے اور توشہ کی طمع کہیں جڑ سے اکھاڑ دے

ایں بگفت و خیر بادی کرد و رفت	گشت قحط و جوع شاہ در راہ زفت
یہ کہا اور خدا حافظ کہہ کر چل دیا	قحط اور بھوک نے راستہ میں زور پکڑا

یعنی اس نے یہ کہا اور ایک خیر بادی اور چل دیا اور ان لوگوں کی بھوک اور قحط راستہ میں اور سخت ہو گیا۔

ناگہاں دیدند بریک جادۂ	پور فیلے فربہے نوزادۂ
ایک راستہ پر انہوں نے اچانک دیکھا	ہاتھی کا بچہ ' موٹا' نو عمر

یعنی انہوں نے ناگاہ ایک بٹیا کی طرف ایک ہاتھی کا بچہ موٹا نیا پیدا شدہ دیکھا۔

اندر افتادند چوں گرگان مست	پاک خوردندش فروشستند دست
وہ مست بھیڑیوں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑے	اس کو چٹ کر گئے (اور) انہوں نے ہاتھ دھو لئے

یعنی اس میں مست بھیڑیوں کی طرح پڑ گئے اور بالکل صاف کر کے کھا گئے اور ہاتھ دھو لئے یعنی خوب کھا پی کر فارغ ہو گئے۔

آں یکے ہمرہ نخورد و پند داد	کہ حدیث آں فقیرش بود یاد
ایک ساتھی نے نہ کھایا اور نصیحت کی	کیونکہ اس کو اس فقیر کی بات یاد تھی

یعنی اس ایک ہمراہی نے نہ کھایا اور سب کو نصیحت کی کیونکہ اس کو اس فقیر کی نصیحت یاد تھی۔

از کبابش مانع آمد آں سخن	بخت نو بخشد ترا عقل کہن
وہ بات اس کے لئے اس کے کباب سے مانع بنی	پرانی عقل تجھے نیا نصیبہ عنایت کرتی ہے

یعنی کبابوں سے اس کو وہ بات مانع ہوئی (مولانا فرماتے ہیں کہ) پرانے لوگوں کی عقل تم کو بخت تو بخشتی ہے اور اس سے بخت تو حاصل ہوتا ہے خیر اس نے نہ کھایا اور ان سب نے کھایا اور بعد کھانے کے نیند آتی ہے تو وہ تو سو رہے اور یہ چونکہ بھوکا تھا لہذا اس کو نیند کہاں یہ چوکیدار کی طرح بیٹھ گیا۔

پس بیفتادند و خفتند آں ہمہ	واں گرسنہ چوں شباں اندر رمہ
پھر وہ لیٹ گئے اور سب سو گئے	وہ بھوکا گلے میں چرواہے کی طرح تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سب پڑ گئے اور سو گئے اور وہ بھوکا اس جماعت کا پاسبان تھا۔

دید فیلے سہمنا کے در رسید	اولاً آمد سوئے حارس دوید
اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آ پہنچا	پہلے آیا اور نگہبان کی طرف دوڑا

یعنی ایک خوفناک ہاتھی کو دیکھا کہ وہ آیا اول تو اس چوکیدار کی طرف لپکا۔

بوئے میکرد آں دہانش راسہ بار	ہیچ بوئے زونیامد ناگوار
اس کے منہ کو اس نے تین دفعہ سونگھا	اس کو کوئی ناگوار بو نہ آئی

یعنی اس کے منہ کو تین دفعہ سونگھا تو کوئی ناگوار بو اس کے منہ میں سے نہ آئی۔

چند بارے گرد اوگشت و برفت	مرورانازرد آں شہ پیل زفت
چند بار اس کے گرد چکر کاٹے اور چلا گیا	اس بڑے موٹے ہاتھی نے اس کو نہ ستایا

یعنی چند بار اس کے گرد پھرا اور چل دیا اور اس زبردست ہاتھی نے اس شخص کو کچھ بھی نہ ستایا۔

پس لب ہر خفتہ را بوئے کرد	بوئے می آمد ورازاں خفتہ مرد
پھر اس نے ہر سوئے ہوئے کے ہونٹ سونگھے	اس کو اس سوئے ہوئے آدمی سے بو آتی تھی

یعنی پھر ہر سونے والے کے منہ کو سونگھا تو ہر سونے والے میں سے اس کو بو آئی۔

کز کباب پیل زادہ خوردہ بود	بردرانیدو بکشتش پیل زود
کیونکہ اس نے ہاتھی کے بچے کے کباب کھائے تھے	ہاتھی نے اس کو پھاڑ دیا اور مار ڈالا

یعنی کیونکہ کباب پیل زدہ میں سے کھائے تھے تو اس ہاتھی نے اس کو جلدی سے پھاڑ دیا اور مار دیا۔

درزماں اویک بیک رازاں گروہ	می درانیدو نبودش زاں شکوہ
اس نے فوراً اس گروہ میں سے ایک ایک کو	پھاڑ ڈالا اور اس کو کوئی خوف نہ تھا

یعنی اس نے اسی وقت اس گروہ میں سے ایک ایک کو چیر پھاڑ دیا اور کوئی خوف نہیں کیا۔

برہوا انداخت ہریک راگزاف	تاہمی زدبرزمیں می شد شگاف
وہ بے پروائی سے ہر ایک کو ہوا میں اچھالتا	یہاں تک کہ وہ زمین پر آ گرتا اور پھٹ جاتا

یعنی ہر ایک کو پراگندگی سے ہوا پر پھینک دیتا تھا اور زمین پر مارتا تھا تو وہ پھٹ جاتا تھا غرضکہ اس نے خوب ہی گت بنائی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے خورندہ خون خلق از رہ بگرد	تا نیارد خون ایشانت نبرد
اے مخلوق کا خون پینے والے واپس لوٹ	تاکہ ان کا خون تیرے لئے معرکہ نہ پیدا کر دے

یعنی اے خلق کا خون کھانے والے اس راستہ سے پھر جا تا کہ ان کا خون تجھے مقاومت پر نہ لا دے مطلب یہ کہ دیکھ ان کے خون کا کہیں تجھ سے بدلا نہ لیا جاوے تو اس حرکت کو ترک کر دے۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ جناب ہم تو کسی کا خون نہیں کھاتے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مال ایشاں خون ایشاں داں یقیں	زانکہ مال از زور آید در یمیں
یقینی طور پر ان کے مال کو ان کا خون سمجھ	اس لئے کہ مال طاقت سے ہاتھ میں آتا ہے

یعنی ان کے مال کو ان کا خون جانو یقیناً اس لئے کہ مال زور ہی سے تو ہاتھ میں آتا ہے یعنی چونکہ مال محنت و مشقت و بذل نفس سے حاصل ہوتا ہے اور تم لوگوں کا مال خوب اڑاتے ہو تو گویا ان کا خون اور ان کی جان کھا رہے ہو۔

مادر آں فیل بچگاں کیں کشد	فیل بچہ خوارہ را کیفر کشد
ہاتھی کے بچوں کی ماں بدلہ لیتی ہے	ہاتھی کے بچہ کے کھانے والے کو بدلے میں مار ڈالتی ہے

یعنی اس ہاتھی کے بچہ کی ماں کینہ کھینچتی ہے اور ہاتھی کے بچہ کھانے والے کو سزا میں کھینچتی ہے مطلب یہ کہ جس طرح وہ اپنے بچہ کا انتقام لیتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ جو کہ خلق کے مربی ہیں انتقام لیتے ہیں۔

فیل بچہ می خوری اے پارہ خوار	ہم برآرد خصم فیل از تو دمار
اے رشوت خور! تو ہاتھی کا بچہ کھاتا ہے	ہاتھی کا محافظ تجھے برباد کر دے گا

یعنی اے پارہ خوار تو ہاتھی کے بچے کو کھا رہا ہے تو ہاتھی جو کہ دشمن ہے تیرے اندر سے دماغ کو نکالے گا یعنی تجھے سزا دے گا۔

بوئے رسوا کرد مکر اندیش را	پیل داند بوئے بچہ خویش را
مکر کرنے والے کو بو نے رسوا کیا	ہاتھی اپنے بچہ کی خوشبو پہچانتا ہے

یعنی اس مکار کو بو نے رسوا کر دیا اور ہاتھی اپنے بچہ کی بو کو جانتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ بھی جانتے ہیں کہ اس نے میری مخلوق کو ستایا ہے اور اس نے نہیں بلکہ اس ہاتھی کو اسباب ظاہر مثل سونگھنے وغیرہ کی بھی ضرورت ہوئی تھی اور حق تعالیٰ کو تو ان اسباب کی بھی ضرورت نہیں ہے وہ تو عالم الغیب ہے وہ ہر شخص کی حالت کو جانتے ہیں کہ یہ موذی ہے اور یہ نہیں اور بھلا حق تعالیٰ کو معلوم ہو جانا تو کچھ بھی بعید نہیں ہے جبکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو بوئے حق و باطل بہت دور سے آ جاتی تھی اسی کو فرماتے ہیں کہ

آنکہ یابد بوئے حق را از یمن	چوں نیابد بوئے باطل را ز من
وہ ذات جو اللہ کی خوشبو یمن سے سونگھ لے	وہ میرے باطل کی بو کو کیوں محسوس نہ کرے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو شخص کہ حق کی بو کو یمن سے پالیتے ہیں تو بو باطل کی میرے اندر سے کس طرح محسوس نہ کریں گے۔ حدیث میں ارشاد ہے انی لاجد ریح الرحمان من قبل الیمن شراح حدیث نے لکھا ہے کہ اس کے مصداق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں تو جب یمن سے آپ کو بوحق کی آ گئی تو بھلا باطل کی بو ہمارے اندر سے نہ آ وے گی۔

چوں نیابد از دہان ما بخور	مصطفیٰ چوں بوئے برد از راہ دور
ہمارے منہ کی بو کیوں نہ محسوس کر لیں گے	مصطفیٰ نے جب اس دور دراز راستے سے بو محسوس کر لی

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ راہ دور سے بو محسوس فرمالی تو ہمارے منہ سے تو کس طرح بو کو محسوس نہ فرماویں گے مطلب یہ کہ حضور تو حق و باطل سب کی بو محسوس فرماتے ہیں جیسا کہ اتنی دور سے بوئے حق حضور کو آئی پھر ہمارے اندر سے حضور کو کس طرح بوئے باطل نہ آوے گی یقیناً معلوم ہو جاوے گا کہ یہ لوگ گنہگار اور نافرمان ہیں تو حق تعالیٰ کا معلوم ہو جانا تو بطریق اولیٰ ثابت ہو گیا۔ یہاں یہ شبہ ہوا کہ اگر حضور کو بو آتی تو کبھی تو ظاہر فرماتے حیات میں خود فرماتے اور آپ حق تعالیٰ سے عرض کر کے ظاہر فرما دیتے کہ وہ شخص رسوا ہوتا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

بوئے نیک و بد برآید بر سما	ہم بیابد لیک پوشاند زما
اچھی اور بری بو آسمان پر پہنچتی ہے	وہ محسوس کر لیتے ہیں لیکن ہم سے چھپاتے ہیں

یعنی محسوس تو فرماتے ہیں لیکن ہم سے نیک و بد کی بو کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور وہ آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ حضور تو کسی کو رسوا نہیں فرماتے وہ تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر وہ بو خود آسمان پر ظاہر ہو جاتی ہے بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ہر آسمان پر چند فرشتے ہیں کہ جو خاص خاص گناہوں کو محسوس کرتے ہیں اور ان کو چڑھنے سے اوپر روکتے ہیں مثلاً کبر کے لئے اول آسمان کے فرشتے روکتے ہیں اور اسی طرح سے بعض نے اس کو حدیث بھی کہا ہے لیکن خیر اگر حدیث نہ بھی ہو تب بھی یہ مضمون ثابت ہے اس لئے کہ فرشتوں کو تو محسوس ہوتا ہی ہے تو حضور تو پوشیدہ ہی رکھتے ہیں مگر اس طریقہ سے فرشتوں کو معلوم ہو جاتا ہے تو یہ اظہار خود ہمارے ہاتھوں ہوتا ہے نہ ایسا کام کرتے نہ یہ اظہار ہوتا۔

می زند بر آسمان سبز فام	تو ہمی خسپی و بوئے آں حرام
نیلگوں آسمان پر پہنچتی ہے	تو سوجاتا ہے اور اس حرام کی بو

یعنی تم تو سور ہے ہو اور اس حرام کی بو آسمان سبز فام پر پھیل رہی ہے جس طرح کہ اوپر بیان کیا گیا۔

تا بہ بوگیران گردوں می رود	ہمرہ انفاس زشتت می شود
یہاں تک کہ آسمان کے خوشبو سونگھنے والوں تک پہنچ جاتی ہے	وہ تیرے برے سانسوں کے ساتھ ہو جاتی ہے

یعنی وہ بو تیرے انفاس زشت کے ساتھ ہوتی ہے یہاں تک آسمان کے بوگیروں تک جاتی ہے۔ وہی

www.besturdubooks.wordpress.com

مضمون مولانا خود بیان فرمار ہے ہیں کہ جب گناہ کی بو اوپر کو صعود کرتی ہے تو وہ فرشتے جو کہ آسمان پر بوگیر ہیں اس کو محسوس کرتے ہیں اور تم کو اس کی خبر بھی نہیں ہوتی۔

بوئے کبر و بوئے خشم و بوئے آز	در سخن گفتن بیاید چوں پیاز
تکبر کی بو غصہ کی بو حرص کی بو	پیاز کی طرح بات کرنے میں محسوس ہو جاتی ہے

یعنی کبر اور حرص کی بو بات کہنے میں پیاز کی طرح آتی ہے یعنی جس طرح کہ پیاز کھانے سے منہ میں سے بات کرنے میں بو آتی ہے۔ اسی طرح گناہ کرنے کے بعد اس کی بو بھی اسی طرح آتی ہے اور اس کو فرشتے اور حضور محسوس فرماتے ہیں اور جب تم مخلوق خدا کو ستاؤ گے تو یقینی امر ہے کہ حق تعالیٰ کو معلوم ہو جاوے گا اور وہ تم کو اس کا بدلہ دیں گے۔

گر خوری سوگند من کے خوردہ ام	از پیاز و سیر تقویٰ کردہ ام
اگر تو قسم کھائے کہ میں نے کب کھائی ہے	پیاز اور لہسن سے میں پرہیز کرتا ہوں

یعنی اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے کب کھایا ہے پیاز اور لہسن سے تو میں نے پرہیز کیا ہے۔

آں دمت سوگند غمازی کند	بر دماغ ہمنشیناں بر زند
اس وقت قسم تیری چغلی کھائے گی	(اور) ساتھیوں کے دماغ سے ٹکرائے گی

یعنی اس وقت وہ قسم تمہاری غمازی کرے گی اور ہمنشینوں کے دماغ پر حملہ کرے گی مطلب یہ کہ اگر تم قسم کھاؤ کہ میں نے تو پیاز نہیں کھایا ہے تو اس کہے سے جو ایک ہوا تمہارے منہ سے نکلے گی اس ہوا میں بوئے پیاز ہو گی اور وہ بتا دے گی کہ اس شخص نے پیاز کھایا ہے اسی طرح تم انکار بھی کرو گے کہ میں نے گناہ نہیں کیا ہے مگر تمہارے اس کہنے سے ہی معلوم ہو جاوے گا کہ تم نے کیا ہے اور جب معلوم ہو جاتا ہے تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ

پس دعا ہا رد شود از بوئے آں	آں دل کژ می نماید در زباں
اس بو کی وجہ سے دعائیں مردود ہوں گی	وہ دل کی کجی زبان پر نمایاں ہو جاتی ہے

یعنی پس اس کی بو کی وجہ سے دعائیں رد ہو جاتی ہیں اور وہ کجی قلب زبان ہی سے معلوم ہو جاتی ہے یعنی اس کا اثر زبان پر آ جاتا ہے اور محسوس ہو جاتا ہے کہ اس کا قلب کج ہے۔

اخسوا آید جواب آں دعا	چوب رد باشد جزائے ہر دغا
اس دعا کا جواب اخسوا آتا ہے	ہر دغا بازی کا جواب، مار کی لاٹھی ہوتی ہے

یعنی اس دعا کا (جو قلب کج سے ہو) جواب اخسوا آیا ہے اور رد کر دینے کی لکڑی ہر دغا باز کی سزا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قرآن شریف میں کہ جب کفار کہیں گے کہ ربنا اخرجنا منها فان عدنا فانا ظالمون تو ارشاد ہوگا کہ اخسئوا فیها ولا تکلمون تو یہ جو ارشاد اخسئوا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے قلوب گندہ در گندہ تھے اور اس گندگی کی بو ان سے محسوس ہوتی ہے تو ان کی دعا مردود ہوگئی۔ اللهم احفظنا نعوذ بالله من الشیطان الرجیم آگے فرماتے ہیں کہ

گر حدیثے کژ بود معنیست راست	آں کژی را مقبول خداست
اگر لفظ ٹیڑھے ہوں اور معنی سیدھے ہوں	وہ لفظوں کی ٹیڑھ اللہ کے یہاں مقبول ہے

یعنی اگر تمہارے الفاظ کج ہوں اور معنی درست ہوں تو یہ بھی الفاظ خدا کے یہاں مقبول ہے مثلاً کسی کا شین قاف درست نہیں ہے مگر دل پر از محبت حق ہے تو اس کے وہ الفاظ بھی مقبول حق ہیں۔

ور بود معنیٰ کژ و لفظت نکو	آں نکو لفظے نیرزد یک تسو
اور اگر معنی ٹیڑھے اور تیرے الفاظ اچھے ہوں	وہ اچھے لفظ دمڑی کے قابل بھی نہیں

یعنی اور اگر معنی تو کج ہوں اور لفظ اچھے ہوں تو ایسے معنی ایک تسو کی بھی برابر نہیں مطلب یہ کہ ظاہری الفاظ تو بڑے فوق البھڑک ہوں بڑے بھاری مقرر ہیں مگر قلب اندر سے گندہ ہے تو ان الفاظ کا کچھ اعتبار نہیں ہے یہ شخص مردود اور غیر مقبول ہی ہوگا آگے حضرت بلالؓ کی حکایت بیان فرماتے ہیں۔

بیان میں اس کے کہ مجنوں کی خطا بیگانوں کے صواب سے بھی اولیٰ ہے

آں بلال صدق در بانگ نماز	حی را ہی خواند از روئے نیاز
وہ سچے بلال اذان میں	(لفظ) حی کو عاجزی سے ہی پڑھتے تھے

یعنی وہ سچے بلال نماز کی اذان میں حی کو ہی کہا کرتے تھے نیاز کے طریقہ پر مطلب یہ کہ حاء حلقی کی جگہ ہائے ہوز ان سے نکلتی تھی مگر یہ کسی شرارت کی وجہ سے نہ تھا بلکہ تھا نیاز و عاجزی ہی سے مگر ان کے منہ سے نکلتا ہی اس طرح تھا۔

تا بگفتند اے پیمبر نیست راست	ایں خطا اکنوں کہ آغاز بناست
یہاں تک کہ ان (منافقوں) نے کہا اے پیغمبر درست نہیں ہے	یہ غلطی اس وقت کہ تعمیر کی ابتدا ہے

یعنی یہاں تک کہ لوگوں نے عرض کیا کہ پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم یہ غلطی اس وقت ٹھیک نہیں ہے اس لئے کہ شروع بناء اسلام ہے تو لوگوں کو اعتراض کا موقعہ ملے گا کہ موذن بھی ایسا رکھا گیا جو صحیح بھی نہیں بول سکتا اور قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گفتند کے فاعل مومنین نہیں ہیں۔ منافقین ہیں جن کو کہ اس قول سے ہمدردی اسلامی مقصود نہ تھی بلکہ مطلب یہ تھا کہ حضرت بلال پر جو یہ عنایت ہے کہ ان کو اتنا بڑا کام ملا ہے یہ عنایت ان سے جاتی رہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ قرینہ یہ ہے کہ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کمینے فرمایا اور فرمایا کہ دیکھو چپ رہو ورنہ تمہارے اترے پتر کھول دوں گا تو حضور کی عادت مومنین کے لئے ایسے ارشاد کی نہ تھی لہذا صاف معلوم ہوتا ہے کہ قول مومنین نہیں ہے پھر اگر یہ قول دل سوزی اور ہمدردی سے ہوتا تو حضور اس میں غور فرماتے اور گمان غالب تھا کہ اس کو قبول فرما لیتے مگر اس طرح رد فرما دینے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قول ہرگز مسلمانوں کا نہیں ہے اور کہتے ہیں کہ

اے نبی وائے رسول کردگار	یک موذن کہ بود فصح بیار
اے اللہ کے رسول اور نبی	ایک زیادہ فصیح موذن لے آیئے

یعنی اے نبی اور اے رسول خدا ایک اور موذن جو کہ فصیح ہو بلایئے اس لئے کہ

عیب باشد اول دین و صلاح	لحن خواندن لفظ حی علی الفلاح
دین اور نیکی کے شروع میں عیب ہو گا	لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا

یعنی اول دین اور صلاح میں لفظ حی علی الفلاح کو غلط پڑھنا عیب ہے (لہذا دوسرا موذن تجویز فرما دیجئے)

چشم پیغمبر بجوشید و بگفت	یک دو رمزے از عنایات نہفت
پیغمبرؐ کا غصہ جوش میں آیا اور فرمائے	ایک دو اشارے چھپی ہوئی عنایتوں میں سے

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ جوش میں آ گیا اور عنایات پوشیدہ میں سے دو ایک رمز ارشاد فرمائے مطلب یہ کہ اس کو سن کر پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آ گیا اور حضرت بلال پر جو خاص عنایات تھیں ان کو ارشاد فرمایا مثلاً یہ کہ مقرب الی الحق ہونا اور ان کے اوپر رحمت کا نازل ہونا حضور نے فرمایا اور فرمایا کہ۔

کاے خساں نزد خدا ہی بلالؓ	بہتر از صد حی و قیل و قال
کہ اے کمینو! اللہ کے نزدیک بلالؓ کی ہی	شور و غل کے سیکڑوں حی اور ی سے بہتر ہے

یعنی اے کمینو بلال کا ہی (بہ ہاء ہوز) سینکڑوں حی (بہ حاء حطی) سے اور قیل و قال سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان ظاہری الفاظ کی بناوٹ سے ان کا وہ غلط پڑھنا ہی بہتر ہے۔

وامشورا نیدتا من رازتاں	وانگویم ز آخر و آغاز تاں
جوش نہ دلاؤ تاکہ میں تمہارے راز	اول اور آخر کے صاف نہ کہہ ڈالوں

یعنی بہت شورمت کرو کہ میں تمہارے راز اول سے آخر تک ظاہر نہ کردوں یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ بہت ساری گڑ بڑمت کرو ورنہ یاد رہے کہ تمہارے سارے مکر اور فساد کھول دوں گا اور لوگوں کو بتادوں گا کہ یہ اس قدر مکار اور دغاباز ہیں اب بھلا مومنین سے حضور نے کبھی اس طرح ارشاد فرمایا ہے ہرگز نہیں حضور صلی اللہ علیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وسلم کا اس طرح ارشاد فرمانا دلیل اس کی ہے کہ یہ سب کمبخت منافقین تھے تو دیکھو چونکہ حضرت بلال کا قلب درست تھا ان کے الفاظ غیر فصیح ہونے پر نظر نہیں کی گئی بلکہ ان کے اس غیر فصیح ہی کو قبول کیا گیا۔ قصص میں لکھا ہے کہ حسن بصریؒ جو کہ ہر فن میں ماہر تھے۔ تجوید بھی خوب جانتے تھے ایک مرتبہ پچھلی شب کو جا رہے تھے تو ایک بزرگ حبیب عجمی قرآن پڑھ رہے تھے تجوید سے کما حقہ واقف نہ تھے اور پھر تھے عجمی لہٰذا جیسا اس حالت میں قرآن پڑھنا چاہئے پڑھ رہے تھے۔ حضرت حسن نے چاہا کہ ان کی اقتدا کر لیں مگر خیال ہوا کہ ان کو تجوید آتی نہیں ہے اور تجھے آتی ہے اس خیال سے آپ نے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھی اور تشریف لے جا کر کہیں اور نماز پڑھ لی۔ بعد تہجد ذرا سو گئے خواب میں حق تعالیٰ جل شانہ کی زیارت ہوئی انہوں نے عرض کیا کہ یارب دلنی علیٰ عمل یقربنی الیک یعنی اے اللہ کوئی ایسا عمل بتائیے کہ جس سے آپ کا قرب حاصل ہو ارشاد ہوا الصلوٰۃ خلف الحبیب العجمی یعنی حبیب عجمی کے پیچھے نماز پڑھنا یہ بہت بڑی عبادت ہے جس سے کہ میرا قرب نصیب ہو سکتا ہے اس کی وجہ صرف یہی تھی کہ اس وقت حضرت حسن بصریؒ نے ان کے الفاظ ہی کی طرف نظر کی اس کی طرف نظر نہ کی کہ یہ جو نکل رہا ان کے دل سے نکل رہا ہے غرضیکہ مقصود یہ ہے کہ اصل میں اعتبار قلب کا ہے اگر وہ پاک ہے تو الفاظ کا اعتبار نہیں ہے پس قلب کو صاف کرو یہ اصل جڑ ہے۔ اس کے بعد دعا قبول ہوگی اس قصہ کو درمیان میں بیان کر کے آگے پھر اسی مضمون بالا کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ۔

گر نداری تو دم خوش در دعا	رود عا می خواہ ز اخوان صفا
اگر تو دعا میں اچھا دم نہیں رکھتا ہے	جا صفائی والوں سے دعا کرا لے

یعنی اگر تم دعا میں دم خوب نہیں رکھتے تو جاؤ اخوان صفا سے دعا چاہو مطلب یہ کہ اگر تمہارا منہ بوجہ گناہوں کے قابل دعا کے نہیں ہے تو خیر خود تو کرو ہی اور اس کی تلافی کے لئے اور حضرات اہل اللہ سے بھی دعا کراؤ کہ اس گندگی دہن کی تلافی ان کی دعا کرنے سے ہو جاوے گی آگے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس سے کہ دوسروں سے دعا کرانے کی خوبی معلوم ہوتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا ارشاد کہ ہم کو اس منہ سے پکارو جس سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو

بہر ایں فرمود با موسیٰ خدا	وقت حاجت خواستن اندر دعا
اس کے لئے اللہ (تعالیٰ) نے موسیٰ سے فرمایا	دعا میں مراد مانگتے وقت

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اسی واسطے موسیٰ علیہ السلام سے خدائے تعالیٰ نے دعا میں حاجت چاہنے کے وقت یہ ارشاد فرمایا کہ۔

کاے کلیم اللہ زمن میجو پناہ	با دہانے کہ نہ کردی تو گناہ
کہ اے کلیم! میری پناہ چاہ	اس منہ سے جس سے تو نے گناہ نہ کیا ہو

یعنی اے کلیم اللہ مجھ سے اس منہ سے پناہ مانگو کہ جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو۔

گفت موسیٰ من ندارم آں دہاں	گفت مارا از دہان غیر خواں
موسیٰ نے عرض کیا میرا وہ منہ نہیں ہے	فرمایا ہمیں دوسرے کے منہ سے پکار

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں تو وہ منہ نہیں رکھتا تو ارشاد ہوا کہ مجھے دہان غیر سے پکارو گناہ سے مراد ان کے مرتبہ کے موافق لغزش ہے ورنہ انبیاء تو معصوم ہوتے ہی ہیں لہٰذا ارشاد ہوا کہ تم دوسروں سے دعا منگواؤ تو اس کے منہ سے تم نے تو گناہ کیا نہ ہوگا اگرچہ اس شخص نے کیا ہو لہٰذا یہ ارشاد کہ اس منہ سے دعا کرو کہ جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو صادق ہو گیا۔ خود فرماتے ہیں کہ

از دہان غیر کے کردی گناہ	از دہان غیر برخواں کاے الہ
دوسرے کے منہ سے تو نے کب گناہ کیا ہے	دوسرے کے منہ سے کہہ کہ اے خدا

یعنی دوسرے کے منہ سے تم نے کب گناہ کیا ہے تو دوسرے کے منہ سے دعا کراؤ کہ اے الٰہی

از دہانے کہ نکر دستی گناہ	آں دہان غیر باشد عذر خواہ
اس منہ سے جس سے تو نے کبھی گناہ نہیں کیا	وہ دوسرے کا منہ تیرا عذر خواہ ہو گا

یعنی اس منہ سے کہ تم نے گناہ نہ کیا ہو (دعا مانگنا یہ ہے) کہ دہان غیر سے عذر خواہ ہو اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ دوسرے سے دعا کرانا تو اپنے قبضہ میں نہیں ہے ممکن ہے کہ اس سے کہیں اور وہ دعا نہ کرے تو اس کا کیا علاج ہے آگے اس کا علاج فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں کن کاں دہانہا مرترا	در شب و در روزہا آرد دعا
ایسا کر کہ وہ منہ تیرے لئے	رات اور دن دعائیں کریں

یعنی کام ایسے کرو کہ تمام منہ تمہارے لئے رات دن دعائیں کریں مطلب یہ کہ سب کے ساتھ بھلائی کرو کہ اس سے سب لوگ خود تمہارے لئے دعا کریں گے کسی سے کہنے سنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔ خیر یہ نہ ہو سکے تو آگے اس کی ترکیب فرماتے ہیں کہ

یا دہان خویشتن را پاک کن	روح خود را چابک و چالاک کن
یا اپنے منہ کو پاک کر	(اور) اپنی روح کو چست و چالاک بنا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یا اپنے منہ کو پاک کرلے اور روح اپنی کو چابک و چالاک کردے یعنی اپنے ہی منہ کو استغفار وغیرہ سے پاک کرلو اور اس کے بعد دعا کرو کہ وہ مقبول ہوگی ان شاء اللہ اس لئے کہ۔

ذکر حق پاکست چوں پاکی رسید	رخت بر بندد بروں آید پلید
اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک ہے جب پاکی حاصل ہوئی	ناپاکی بوریا بستر باندھ لیتی ہے باہر ہو جاتی ہے

یعنی ذکر حق پاک ہے تو جب پاکی پہنچی تو پلید نے اسباب باندھا اور چلتا ہوا مطلب یہ کہ اگر تم دعا سے قبل استغفار اور ذکر حق میں مشغول ہو جاؤ گے تو چونکہ ذکر حق پاک ہے لہٰذا تمہاری وہ ساری گندگیاں اور ناپاکیاں زائل ہو جاویں گی اور آب آمد تیمم برخاست کا مضمون ہو جاوے گا۔ اور تمہارا منہ پھر اس قابل ہوگا کہ اس سے دعا کرسکو۔

می گریزد ضدہا از ضدہا	شب گریزد چوں برافروزد ضیا
ضدیں ضدوں سے گریز کرتی ہیں	رات بھاگ جاتی ہے جب روشنی نمودار ہوتی ہے

یعنی ایک ضد اپنی دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو رات چلی جاتی ہے جب روشنی چمکتی ہے۔

چوں در آید نام پاک اندر دہاں	نے پلیدی ماند و نے آں دہاں
جب (اللہ تعالیٰ کا) پاک نام منہ میں آتا ہے	نہ پلیدی رہتی ہے اور نہ وہ منہ رہتا ہے

یعنی جب کہ منہ کے اندر نام پاک حق تعالیٰ کا آیا تو نہ پلیدی رہی اور نہ وہ منہ رہا بلکہ اب دہان پاک ہو گیا لہٰذا چاہئے کہ ہمیشہ دعا سے پہلے حق تعالیٰ سے استغفار کرلے آگے ذکر کے فضائل اور اس کی قبولیت کی علامات بیان فرماتے ہیں۔

بیان میں اس کے کہ بندہ کا اللہ کہنا عین حق تعالیٰ کا لبیک فرمانا ہے

آں یکے اللہ میگفتے شباں	تا کہ شیریں مے شد از ذکرش لباں
ایک شخص رات کو اللہ کہتا تھا	یہاں تک کہ ذکر سے اس کے ہونٹ میٹھے ہوئے تھے

یعنی ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تا کہ ذکر حق سے لب شیریں ہوں یعنی لطف حاصل ہو اس لئے وہ ذکر حق کیا کرتا تھا۔

گفت شیطانش خاموش اے سخت رو	چند گوئی آخر اے بسیار گو
شیطان نے اس سے کہا اے سخت جان! چپ رہ	اے بہت بے! آخر کب تک کہے گا

یعنی اس عابد سے شیطان نے کہا کہ ارے بے حیا آخر کہاں تک پکارے گا اے بسیار گو

ایں ہمہ اللہ گوئی از عتو	خود یکے اللہ را لبیک کو
یہ سب تو غرور سے اللہ اللہ کہتا ہے	اللہ کی جانب سے ایک بھی لبیک کہاں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے سرکش تو یہ اللہ اللہ کہہ رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لبیک کہاں ہے مطلب یہ ہے کہ اس خبیث نے بہکایا کہ اے تو تو یوں پکار رہا ہے اور اللہ میاں تجھے پوچھتے بھی نہیں یہ بھی نہیں کہ کبھی لبیک ہی فرمادیں اور جواب ہی دیدیں۔

می نیاید یک جواب از پیش تخت	چند اللہ می زنی باروئے سخت
پیشگاہ خداوندی سے ایک جواب بھی نہیں آتا ہے	تو سخت روئی سے کتنی بار اللہ کی ضرب لگائے گا

یعنی عرش کے آگے سے ایک جواب بھی نہیں آتا تو اس بے حیائی کے ساتھ کب تک اللہ اللہ کریگا۔

او شکستہ دل شد و بنہاد سر	دید در خواب او خضر را در خضر
وہ دل شکستہ ہو گیا اور لیٹ گیا	اس نے خواب میں (حضرت) خضر کو سبزہ زار میں دیکھا

یعنی وہ شکستہ دل ہو کر سو رہا تو خواب میں خضر علیہ السلام کو ایک باغ میں دیکھا۔

گفت ہیں از ذکر چوں وا ماندۂ	چوں پشیمانی ازاں کش خواندۂ
انہوں نے کہا۔ ہائیں! تو ذکر سے کیوں رک گیا	تو اس سے کیوں شرمندہ ہے کہ اس کو پکارتا تھا

یعنی حضرت خضر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ ارے ذکر سے کیوں رہ گیا اور جس کو کہ پکارا کرتا تھا اس سے کیوں پشیمان ہوتا ہے۔

گفت لبیکم نمی آید جواب	زاں ہمی ترسم کہ باشم رد باب
اس نے کہا جواب میں میرے پاس لبیک نہیں آرہا ہے	اس سے میں خوفزدہ ہوں کہ میں مردود بارگاہ ہوں

یعنی اس نے عرض کیا کہ میرے جواب میں لبیک تو آتا نہیں تو مجھے خوف ہے کہ کہیں مردود بارگاہ نہ ہو جاؤں۔ مطلب یہ کہ جب وہاں مقبول نہیں ہے تو مجھے خوف ہے کہ کہیں اس سے بھی نہ جاؤں اور بالکل ہی مردود نہ ہو جاؤں۔

گفت خضرش کہ خدا گفت ایں بمن	کہ برو باا و بگو اے ممتحن
اس سے (حضرت) خضر نے کہا کہ خدا نے یہ مجھ سے کہا ہے	کہ جاؤ اس سے کہو اے آزمائش میں پڑنے والے

یعنی خضر علیہ السلام نے اس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ اے ممتحن

گفت آں اللہ تو لبیک ماست	آں نیاز و درد و سوزت پیک ماست
وہ تیرا اللہ کہنا (ہی) ہماری لبیک ہے	وہ عاجزی اور تیرا درد و سوز ہی ہمارا قاصد ہے

یعنی ارشاد ہوا ہے کہ وہ اللہ کہنا تیرا ہمارا لبیک ہے اور یہ نیاز و سوز اور درد تیرا ہمارا قاصد ہے۔

نے ترا در کار من آوردہ ام	نے کہ من مشغول ذکرت کردہ ام
کیا میں نے تجھے (اپنے) کام میں نہیں لگا رکھا ہے	کیا میں نے تجھے ذکر میں مشغول نہیں کر رکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کیا میں نے ہی تجھے کام میں نہیں لگایا ہے اور کیا میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول نہیں کیا

حیلہاؤ چارہ جوئیہائے تو	جذب مابود و کشاد ایں پائے تو
تیری تدبیریں اور کوششیں	ہماری کشش (سے) تھیں اور اس نے تیرے پاؤں کھولے

یعنی تیرے حیلے اور تیری چارہ جوئیاں یہ ہمارا جذب تھا کہ جس نے تیرا پاؤں کھول دیا۔

ترس و عشق تو کمند لطف ماست	زیر ہر یارب تو لبیک ہاست
تیرا خوف اور عشق ہماری مہربانی کی کمند ہے	تیرے ہر یارب کہنے میں ہماری لبیکیں ہیں

یعنی تیرا خوف اور تیری محبت یہ ہمارے لطف کی کمند ہے اور تیرے ہر یارب کے نیچے بہت سے لبیک ہیں مطلب یہ کہ تم جو پکار رہے ہو اور اللہ اللہ کر رہے ہو یہ ہماری توفیق ہی سے تو ہے اور تمہارا یہ اللہ اللہ کرنا ہی ہمارا لبیک کہنا ہے اس لئے کہ اگر ہم جواب نہ دیتے تو پھر دوبارہ تم کو توفیق ہی کیوں دیتے ایک مرتبہ کے بعد دوبارہ توفیق ہوتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم نے اول کو قبول کر لیا اور اس کا جواب دیدیا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ۔

جان جاہل زیں دعا جز دور نیست	زانکہ یارب گفتنش دستور نیست
جاہل کی جان اس دعا سے دور ہی ہے	کیونکہ یارب کہنا اس کی عادت نہیں ہے

یعنی جاہل کی جان دعا سے سوائے دور کے نہیں ہے اسی لئے یارب کہنا اس کا دستور نہیں ہے۔ یعنی دیکھو مطلب یہ کہ جو کہ محجوب ہے اس کو اللہ کہنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو توفیق ہوتی ہے وہ مقبول ہو جاتا ہے جب تو توفیق ہوتی ہے۔

بر دہان و بر دلش قفل است و بند	تا نہ نالد با خدا وقت گزند
اس کے منہ اور دل پر تالا اور بند ہے	تاکہ تکلیف کے وقت خدا سے نالہ نہ کر سکے

یعنی اس محجوب کے منہ اور دل پر تو قفل اور قید ہے تاکہ خدا کے آگے مصیبت کے وقت نہ رو سکے اور جو کہ عرض اور دعا کر سکے معلوم ہوا کہ وہ مقبول ہو گیا۔ آگے اس محجوبیت کی وجہ سے دعا نہ کر سکنے کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں۔

داد مر فرعون را صد ملک و مال	تا کہ کرد او دعوئے عز و جلال
فرعون کو سینکڑوں ملک اور مال دیئے	یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا

یعنی حق تعالیٰ نے فرعون کو سینکڑوں ملک اور مال دیئے یہاں تک کہ اس نے خدائی کا دعویٰ کر دیا۔

در ہمہ عمرش نہ دید او درد سر	تا نہ نالد سوئے حق آں بدگہر
اپنی تمام عمر اس نے سر کا درد نہ محسوس کیا	تاکہ وہ بد اصل اللہ کی جناب میں نالہ نہ کر سکے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمام عمر میں اس کو درد سر بھی نہ ہوا تا کہ وہ بدذات حق تعالیٰ کی درگاہ میں دعاہی نہ کر سکے۔

داد او را جملہ ملک ایں جہاں	حق نہ دادش درد و رنج و اندہاں
اس کو اس دنیا کی تمام سلطنت دے دی	اللہ نے اس کو درد اور رنج اور غم نہ دیئے

یعنی اس کو اس جہان کے تو تمام ملک و مال دیئے مگر حق تعالیٰ نے اس کو درد اور رنج اور اندوہ نہ دیا اسی لئے وہ مبغوض تھا حق تعالیٰ کو منظور نہ ہوا کہ وہ دعا کرے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درد آمد بہتر از ملک جہاں	تا بخوانی مر خدارا در نہاں
درد دنیا کی دولت سے بہتر ہے	تاکہ تو تنہائی میں خدا کو پکارے

یعنی درد اس ملک جہان سے بھی بہتر ہے تا کہ تو خدا کو پوشیدگی میں پکار سکے مطلب یہ کہ وہ ملک و مال جو کہ غافل عن الحق کرنے والا ہو اس سے وہ درد جو کہ یاد دلانے والا ہو بہتر ہے کہ اس میں یاد حق تو ہے۔

زانکہ درد و رنج و بار اندہاں	شد نصیب دوستانش در جہاں
اس لئے کہ درد اور رنج اور غموں کا بوجھ	دنیا میں اس کے دوستوں کا حصہ ہے

یعنی اس لئے کہ درد و رنج اور بار اندہ دوستان حق کو نصیب ہوتا ہے اور جو مجوب اور دشمن ہیں ان کا تو کبھی کان بھی گرم نہیں ہوتا۔

خواندن بیدرد از افسردگیست	خواندن با درد از دل بردگیست
بغیر درد کے پکارنا افسردگی ہے	درد کے ساتھ پکارنا دلربائی کی وجہ سے ہے

یعنی بے درد کی دعا تو دل افسردگی سے ہوگی اور با درد کی دعا دل بردگی سے ہوگی اس میں ضرور ایک سوز و گداز ہوگا جو کہ در اجابت تک پہنچا دے گا۔

آں کشیدن زیر لب آواز را	یاد کردن مبدٔ و آغاز را
دبے ہونٹوں آواز نکالنا	مبدء اور شروع کو یاد کرتا ہے

یعنی وہ زیر لب آواز کو کھینچنا اور مبدٔ کو اور آغاز کو یاد کرنا۔

آں شدہ آواز صافی و حزیں	کاے خدا اے مستغاث واے معیں
وہ آواز صاف اور غمناک ہو چکی ہے	اے خدا اے مددگار اے معین

یعنی وہ صاف اور حزیں آوازیں ہوں کہ اے مستغاث اور اے مددگار مطلب یہ کہ جب درد ہوتا ہے تو آواز میں بھی لوچ پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی وجہ سے وہ مقبول ہو جاتی ہے اور یہ اثر اس جذبہ حق کا ہوتا ہے جس کی

وجہ سے یہ مرض آیا ہے اور دل میں یہ بات پیدا ہوئی ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ

نالۂ سگ در رہش بے جذبہ نیست	زانکہ ہر راغب اسیر رہزنے ست
اس کے راستہ میں کتے کا رونا بھی بغیر جذبہ کے نہیں ہے	اس لئے کہ ہر رغبت کرنے والا ایک راہزن کا قیدی ہے

یعنی کتے کا نالہ بھی اس کی راہ میں بے جذبہ نہیں ہے اس لئے کہ ہر راغب ایک رہزن کا اسیر ہے مطلب یہ کہ ہر شخص کسی نہ کسی دنیاوی طمع وغیرہ میں پھنسا ہوا ہے کہ وہ اس کو مانع عن الحق ہوتی ہے مثلاً کتا ہے وہ ہڈی بوٹی کی طمع میں ہے مگر ان سب سے الگ کر کے جو ان کو متوجہ بحق کر دیتا ہے وہ جذبۂ حق ہی ہے لہذا معلوم ہوا کہ دنیا میں جس کو بھی توجہ الی الحق ہوتی ہے وہ بغیر جذبہ کے نہیں ہوتی۔ آگے ایک نظیر فرماتے ہیں۔

چوں سگ کہفے کہ از مردار رست	بر سر خوان شہنشاہاں نشست
اصحاب کہف کے کتے کی طرح جس نے مردار سے نجات حاصل کرلی	شہنشاہوں کے خوان پر بیٹھ گیا

یعنی اصحاب کہف کے کتے کی طرح کہ وہ مردار سے چھوٹ گیا اور بادشاہوں کے خوان پر بیٹھا مطلب یہ کہ دیکھو جذب حق وہ شئے ہے کہ وہ کتا تھا مگر وہ آرام سے سو رہا ہے مردار خوری سے چھوٹ گیا اور پھر دیکھو آخر اس میں کوئی تو بات تھی جو اس کا ذکر قرآن شریف میں آیا یہ ساری برکت جذبۂ حق کی تھی۔

تا قیامت مے خورد او پیش غار	آب رحمت عارفانہ بے تغار
وہ غار کے سامنے قیامت تک پیتا ہے	عارفانہ آب حیات بغیر پیالے کے

یعنی وہ قیامت تک غار کے آگے آب رحمت کو بے کسی برتن کے کھاتا رہے گا اس لئے کہ جب رحمت ان اصحاب کہف پر نازل ہوتی ہے تو اس میں سے ضرور ہے کہ اس کو بھی حصہ ملتا ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ آب رحمت کے کھانے کے لئے برتن وغیرہ کی کہیں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا سگ پوست کو را نام نیست	لیک اندر پردہ بے آں جام نیست
اے مخاطب بہت سے معمولی لباس والے ہیں جن کا ذکر بھی نہیں ہے	لیکن در پردہ وہ اس جام کے بغیر نہیں ہیں

یعنی بہت سے سگ پوست کا کہ جن کا نام بھی نہیں ہے لیکن پردہ میں اس جام بغیر نہیں ہیں مطلب یہ کہ بہت ایسے ہیں کہ جو ظاہر میں بے نام ونشان ہیں مگر باطن میں شراب محبت حق سے پر ہیں۔ بلکہ زیادہ تو وہی ہیں جو ایسے ہیں نام والے اور مشہور تو کم ہی ہیں بہت سے تو اسی پردہ میں پوشیدہ ہیں۔

جاں بدہ از بہر آں جام اے پسر	بے جہاد وصبر کے باشد ظفر
اے صاحبزادے! اس جام کے لئے جان دیدے	بغیر جہاد اور صبر کے فتح کب ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے صاحبزادے اس جام محبت کے (حصول کے) لئے جان دیدو اس لئے کہ بے مجاہدہ اور صبر کے فتح کب حاصل ہوسکتی ہے فتح تو جب ہی ہوگی جب کہ صبر سے کام لوگے اور مجاہدہ کروگے۔

صبر کردن بہر ایں نبود حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
اس (جام) کے لئے صبر کرنے میں کوئی خرابی نہیں ہے	صبر کر کیونکہ صبر کشادگی کی کنجی ہے

یعنی اس کے لئے صبر کرنے کا کوئی حرج نہیں ہے صبر کرو اس لئے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔

زیں کمیں بے حزم وصبرے کس نہ جست	حزم را خود صبر آمد پاؤ دست
اس گھات سے بغیر احتیاط اور صبر کے کوئی نہیں بچ سکا	احتیاط کے لئے صبر خود ہاتھ پاؤں ہے

یعنی اس گھائی سے بے سوچ بچار کے اور صبر کے کوئی نہ نکل سکا اور حزم کے لئے خود صبر پاؤں ہاتھ ہیں مطلب یہ کہ بے صبر کے اور مجاہدہ کے حزم سے کام نہیں چلتا لہذا دونوں کی ضرورت ہے۔

حزم کن از خورد کایں زہریں گیاست	حزم کردن زور و نور انبیاست
کھانے میں احتیاط برت کیونکہ یہ زہریلی گھاس ہے	احتیاط کرنا انبیاء کی طاقت اور نور ہے

یعنی اس کے کھانے سے پرہیز کرو اس لئے کہ یہ گھاس زہریلا ہے اور حزم کرنا زور اور نور انبیاء علیہم السلام کا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں رہو تو سوچ سے کام لو اس لئے کہ یہ دنیا زہریلا گھاس ہے کہ ظاہر میں سرسبز ہے مگر حقیقت میں قاتل ہے اور اس کو سوچ سمجھ کر استعمال کرو اور خود حضرات انبیاء علیہم السلام نے حزم سے کام لیا ہے تو تم کو ان کی اتباع کی وجہ سے بھی حزم ضروری ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کاہ باشد کو بہر بادے جہد	کوہ کے ہر بادرا وزنے نہد
گھاس ہے جو ہر ہوا سے اڑتی ہے	پہاڑ ہر ہوا کو کب جانچتا ہے

یعنی جو کہ ہر ہوا سے اچھلنے کودنے لگے وہ تو گھاس ہوتا ہے اور پہاڑ کب ہر ہوا کا وزن رکھتا ہے مطلب یہ کہ جو خام ہیں وہی ان تغیرات سے متاثر ہوتے ہیں اور اس دنیا کو خیال میں لاتے ہیں ورنہ جو پختہ ہو چکے ہیں ان کو تو ان حوادث کی پرواہ ہی نہیں ہوتی لہذا خامی کو ترک کر کے پختگی حاصل کرو۔

ہر طرف غولے ہمی خواند ترا	کاے برادر راہ خواہی ہیں بیا
چھلاوا ہر جانب سے تجھے پکارتا ہے	کہ اے بھائی! راستہ چاہتا ہے خبردار آ جا

یعنی شیاطین تجھے ہر طرف بلا رہے ہیں کہ اے بھائی اگر راہ چاہتا ہے تو یہاں آ اور کہتا ہے کہ

رہنمایم ہمرہت باشم رفیق	من قلاوزم دریں راہ دقیق
راستہ دکھاؤں گا اور تیرا رفیق سفر رہوں گا	میں اس باریک راستہ میں تیرا رہنما ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں رہنما ہوں اور تیرے ہمراہ ہوں اور رفیق ہوں اور اس راہ دقیق میں میں رہبر ہوں غرضکہ خوب بہکاتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی طرح یہ پھنس جاوے مولانا بچاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

نے قلاوزست و نے رہ داند او	یوسفا کم رو سوئے آں گرگ خو
وہ نہ رہنما ہے، نہ راستہ جانتا ہے	اے یوسف! اس بھیڑیا صفت کی طرف نہ جا

یعنی نہ وہ رہبر ہے اور نہ خود راہ جانتا ہے تو اے یوسف (جیسے) تم اس بھیڑیا خصلت کی طرف مت جاؤ اگر اس کے کہنے کو صحیح مان لیا تو بس پھر غارت ہو گئے اور اس سے بچنا ہی تو حزم ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ

حزم آں باشد کہ نہ فریبد ترا	چرب و نوش دامہائے ایں سرا
احتیاط یہی ہے کہ تجھے فریب نہ دے سکیں	اس دنیا کے چکنے اور شیریں جال

یعنی حزم یہی ہے کہ اس سراء دنیا کے جال کی چکنی چپڑی باتیں لبھا نہ لیں اس لئے کہ

کہ نہ چربی دارد و نے نوش او	سحر خواند می دمد در گوش او
نہ ان میں چکنائی ہے نہ مٹھاس	وہ منتر پڑھتا ہے (اور) تیرے کان میں پھونکتا ہے

یعنی کہ نہ یہ چربی رکھتا ہے اور نہ لذت وہ جادو پڑھ رہا ہے اور کان میں پھونک رہا ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا اور پرہیز کرنا بہت ضروری ہے اور وہ شیاطین کہتے ہیں کہ

کہ بیا مہمان ما اے روشنی	خانہ آں تست تو آں منی
کہ آ جا اے ہمارے مہمان اور (گھر کی) روشنی	گھر تیرا ہے اور تو میرا ہے

یعنی کہ اے روشن (دل) ہمارا مہمان آ۔ گھر تیری ملک ہے اور تو میری ملک ہے مطلب یہ کہ تو یہاں آ کہ گھر تیری ملک ہے مگر تجھ پر میرا قابو ہے تو جب وہ یہ کہے تو تم کو چاہئے کہ اس سے انکار کر دو اور کہہ دو کہ بھائی ہم تیرے گھر باہر سے باز آئے اور یہی حزم ہے اور اسی کو سوچ اور اسی کو پرہیز کہتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ گوئی تخمہ ام	یا سقیم و خستہ ایں دخمہ ام
احتیاط یہ ہو گی کہ تو کہہ دے میں بدہضمی میں ہوں	(یا کہہ دے) میں اس قبرستان کا بیمار اور زخمی ہوں

یعنی حزم تو یہ ہے کہ کہہ دو مجھے تخمہ ہو رہا ہے یا میں مریض اور خستہ اس دخمہ کا ہوں مطلب یہ کہ جب وہ بلاوے اور کہے کہ یہ میری چیزیں کھالو تو حزم کی بات تو یہ ہے کہ اس کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ بلکہ اس سے انکار کر دو یا یوں کہہ دو۔

یا سرم در دست و درد سر ببر	یا مرا خواند است آں خالو پسر
یا (کہہ دے) میرے سر میں درد ہے اور درد سر دور کر دے	یا (کہہ دے) مجھے ماموں کے بیٹے نے بلایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یا میرے سر میں درد ہے تو میرے سر کے درد کو کاٹ دے یا یہ کہ مجھے اس خالو کے بیٹے نے بلایا ہے یعنی اس سے یہ عذر کر دو کہ اچھا اگر فلاں کام میرا کر دو تو میں چلنے کو تیار ہوں اور کام ایسا بتاؤ کہ اس سے نہ ہو سکے غرض کہ کسی نہ کسی طرح اس سے جان بچاؤ اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ یک نوشت دہد بانیشہا	کہ بکار دور تو نیشش ریشہا
کیونکہ وہ تجھے ایک شہد بہت سے ڈنکوں کیساتھ دے گا	اس کا شہد تجھ میں بہت سے زخم پیدا کر دے گا

یعنی اس لئے کہ وہ تجھے ایک نوش بہت سے نیشوں کے ساتھ دیتا ہے کہ وہ اس کے نیش تیرے اندر بہت سے زخم پیدا کر دیں گے۔

زر اگر پنجاہ وگر شصت دہد	ماہیا او گوشت در شستت نہد
وہ اگر پچاس یا ساٹھ اشرفیاں تجھے دے	اے مچھلی وہ کانٹے میں تیرے لئے گوشت لگا رہا ہے

یعنی وہ اگر تمہیں پچاس یا ساٹھ روپے دیتا ہے تو اے مچھلی وہ شست میں تجھے گوشت دے رہا ہے۔

گر دہد خود کے دہد آں پر حیل	جو ز بوسیدست و گفتار دغل
اگر وہ حیلہ باز کچھ دیتا بھی ہے تو کہاں دیتا ہے	(اس کے) اخروٹ سڑے ہوئے ہیں اور باتیں مکاری کی ہیں

یعنی اگر وہ (ظاہر میں) دیتا ہے (مگر حقیقت میں) وہ پر حیل کب دیتا ہے وہ جوز بوسیدہ ہے اور اس کی بات دھوکہ ہے مطلب یہ ہے کہ اگر چہ یہ شیاطین ظاہر میں کوئی بات نفع کی بھی بتا دیں مگر حقیقت میں اور اصل میں وہ مضر اور نقصان دہ ہی ہوتی ہے۔

ژغوغ زر مغز و عقلت را برد	صد ہزاراں عقل را یک نشمرد
اشرفیوں کی کھنکھناہٹ تیرے دماغ اور عقل کو زائل کر دیتی ہے	لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں سمجھتی ہے

یعنی روپیہ کا بجنا تیرے مغز اور عقل کو لے جاتا ہے اور لاکھوں عقلوں کو ایک بھی نہیں گنتا مطلب یہ کہ دنیا کی محبت وہ ہے کہ تمام عقول اس کے آگے پست ہو جاتی ہیں اور سب پر یہ غالب آتی ہے اور عقل کو بالکل سلب کر دیتی ہے پس چاہئے کہ حرص اور محبت دنیا کو دل میں جگہ نہ دے اس لئے کہ۔

یار تو خرجین تست و کیسہ ات	گر تو رامینی مجو جز ویسہ ات
تیرا دوست تیرا ناشتہ دان اور تیری تھیلی ہے	اگر تو رامین ہے اپنی ویسہ کے علاوہ کسی کو نہ چاہ

یعنی تیرا یار تیری خرجین اور تیرا کیسہ ہے اگر تو رامین ہے تو سوائے اپنی ویسہ کے اور کسی کو مت تلاش کر رامین ایک عاشق کا نام ہے اور ویسہ اس کی معشوقہ کا مطلب یہ کہ تمہارا معشوق اور مطلوب اصل جو ہے اس کی تلاش کرو

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ادھر ادھر بہکے ہوئے مت پھرو آگے خود اس کی تعیین فرماتے ہیں کہ۔

ویسہ و معشوق تو ہم ذات تست	ویں برونیہا ہمہ آفات تست
تیری ویسہ اور معشوقہ تیری ہی ذات ہے	اور یہ بیرونی چیزیں سب تیری مصیبتیں ہیں

یعنی تمہاری ویسہ اور تمہارا معشوق خود تمہاری ذات ہے اور یہ باہر کی اشیاء سب تمہاری آفات ہیں مطلب یہ کہ من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اگر تم کو خود اپنی ذات کی معرفت ہو جاوے تو ظاہر ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت ضرور ہوگی تو بس تمہارا مطلوب تمہاری ذات ہے تم باہر کیوں تلاش کرتے ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ چوں دعوت کنند	تو نگوئی مست و خواہان من اند
احتیاط یہ ہے کہ جب تجھے بلائیں	تو یہ نہ کہنا وہ عاشق اور میرے خواہاں ہیں

یعنی حزم تو یہ ہے کہ یہ شیاطین جب بلاویں تو تم یہ نہ کہو کہ میرے مست اور خواہاں ہیں بلکہ ان کو غیر ہی سمجھو اس لئے کہ

دعوت ایشاں صفیر مرغ داں	کہ کند صیاد در مکمن نہاں
ان کی دعوت کو پرندوں کی سیٹی سمجھ	جو شکاری گھات میں چھپ کر بجاتا ہے

یعنی ان کی دعوت وہ آواز مرغ سمجھو جس کو کہ صیاد گھات میں پوشیدہ کر دیتا ہے۔

مرغ مردہ پیش بنہادہ کہ ایں	می کند ایں بانگ و آواز حنیں
مرا ہوا پرندہ اس نے آگے رکھ لیا ہے کہ یہ	آواز اور فریاد اور نالہ کر رہا ہے

یعنی اس صیاد نے مرغ مردہ ایک آگے رکھ لیا ہے کہ یہ آواز اور بکا کر رہا ہے۔

مرغ پندارد کہ جنس اوست آں	جمع آید بر دردشاں پوست آں
پرندے سمجھتے ہیں کہ وہ ان کا ہم جنس ہے	وہ جمع ہو جاتے ہیں اور وہ ان کی کھال ادھیڑ دیتا ہے

یعنی جانور تو سمجھتا ہے کہ یہ اس کی جنس ہی ہے تو وہ گرد آ جاتا ہے اور وہ صیاد اس کی کھال پھاڑ ڈالتا ہے۔

مطلب یہ کہ جس طرح صیاد جال کے آگے ایک مردہ جانور بٹھا کر سیٹی بجاتا ہے تو دوسرے جانور جو سنتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہم جنس سامنے بیٹھا ہے اور وہ آواز کر رہا ہے لہذا سب اس کے پاس آ کر جمع ہوتے ہیں اور جال میں پھنستے ہیں اسی طرح شیاطین تلبیس کرتے ہیں اور تم کو پکارتے ہیں ہم اپنے ہم جنس جان کر ان کے پاس چلے جاتے ہیں حتیٰ کہ وہ ہم کو بھی دوست بناتے ہیں لہذا ہم کو چاہئے کہ ذرا سوچ سمجھ کر دیکھ بھال کر سمجھیں کہ آیا ہمارا ہم جنس ہی ہے یا کوئی اور ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

جز مگر مرغے کہ حزمش داد حق	تا نگردد گیج ازاں دانہ ملق
سوائے اس پرندے کے جس کو خدا نے عقل دیدی ہے	تاکہ اس دانہ اور خوشامد سے احمق نہ بنے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سوائے اس جانور کے کہ جس کو حق تعالیٰ نے حزم عطا فرمایا ہے تا کہ وہ اس دانہ چاپلوسی سے پریشانی میں نہ پڑے۔ مطلب یہ کہ اور سب جال میں پھنس جاتے ہیں مگر جس کو حق تعالیٰ نے عقل اور حزم عطا فرمایا ہو بھلا وہ اس بناوٹی دانہ اور چاپلوسی میں کب پھنس سکتا ہے اس کو تو اس سے ہرگز پریشانی نہ ہوگی۔

ہست بے حزمے پشیمانی یقیں	حزم را مگزار و محکم کن تو ایں
بے احتیاطی یقیناً پشیمانی ہے	احتیاط کو نہ چھوڑ تو اس کو مضبوط کر لے

یعنی بے حزم کے پشیمانی یقیناً ہے تو حزم کو ترک مت کرو اور دین کو مضبوط کرو مطلب یہ کہ بے سوچ اور فکر کے تو ضرور پریشانی اور پشیمانی ہوتی ہے لہذا چاہئے کہ دین کو مضبوط رکھو اور حزم کو اختیار کرو تا کہ ان ساری بلاؤں سے نجات ہو۔

زانکہ بے حزمے شقاوت بر دہد	دیں رود از دست و دردسر دہد
اس لئے کہ بے احتیاطی بدبختی کا پھل دیتی ہے	دین ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور دردسر پیدا کر دیتی ہے

یعنی اس لئے کہ بے حزم کے شقاوت پھل دیتی ہے اور ہاتھ سے دین جاتا رہتا ہے اور دردسر دیتا ہے مطلب یہ کہ بے فکر کے ہمیشہ پریشانی ہی ہوتی ہے لہذا چاہئے کہ کام ہمیشہ حزم اور فکر سے کرے تا کہ پشیمانی اور پچھتانا نہ پڑے۔

بشنو ایں افسانہ را در شرح ایں	تا شوی حازم برائے حفظ دیں
اس کی تشریح میں یہ قصہ سن لے	تا کہ تو دین کی حفاظت کیلئے پختہ کار بن جائے

یعنی اس امر کی شرح میں اس قصہ کو سنو تا کہ تم حفاظت دین کے لئے حزم والے ہو جاؤ مطلب یہ کہ ہم ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوگا کہ ہر کام میں حزم اور احتیاط کی ضرورت ہے اس سے استدلال کر کے تم کو چاہئے کہ امور دین میں احتیاط سے کام لو اس لئے کہ امور دین تو بہت اہم اور احتیاط کے قابل ہیں آگے حکایت کو بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دیہاتی اور ایک شہری کی آپس میں دوستی تھی وہ دیہاتی ہمیشہ اس شہری کا مہمان رہا کرتا تھا اور اصرار کیا کرتا تھا کہ تم بھی کبھی ہمارے یہاں آؤ اور وہ ہمیشہ بہانے کیا کرتا تھا آخر کار ایک مرتبہ کمبختی کا مارا چلا گیا اس دیہاتی نالائق نے خوب ہی پریشان کیا تو دیکھو چونکہ اس شہری نے احتیاط اور حزم سے کام نہ لیا تھا اس لئے پریشان ہوا ورنہ کیوں پریشان ہوتا۔ اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ناصح نے کہا کہ میری نصیحت خوب اچھی طرح سن لو تا کہ تمہارے دل و جان رنج و محن کی مصیبت میں نہ گرفتار ہو جائیں دیکھو میں تم سے تاکیداً کہتا ہوں کہ نباتات اور پتوں پر قناعت کرنا اور ہاتھی کے بچوں کے شکار کے درپے نہ ہونا میں نصیحت کا قرض اپنے سر سے اتار چکا ہوں تم کو اختیار ہے مانو یا نہ مانو لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

اگر مانو گے تو یاد رکھو میری نصیحت کا انجام بہتر ہی ہوگا میں اس لئے آیا تھا کہ یہ پیغام جس کا پہنچانا بمقتضائے حکمت مجھ پر واجب تھا تم کو پہنچادوں اور تا کہ تم کو اس ندامت سے نجات دوں جو کہ جہل واقعہ کے سبب تم کو پیش آتی دیکھو ایسا نہ ہو کہ طمع تم کو صراط مستقیم سے بھٹکا دے اور اس جہان کے بظاہر خوش ولذیذ متاع کی طمع تمہاری بیخ کنی نہ کر دے یہ نصیحت کی اور خدا حافظ کہہ کر رخصت ہوگیا۔ جب وہ چلا گیا تو ان لوگوں نے سفر شروع کیا اور راستہ میں غذا کی کمی اور بھوک بے حد ہوگئی دفعۃً انہوں نے راستہ ایک جانب ہاتھی کا ایک بہت چھوٹا بچہ دیکھا جو خوب موٹا تازہ تھا اس کو دیکھ کر یہ لوگ اس کو سب بھیڑیوں کی طرح لپٹ گئے اور اس کو چٹ کر کے فارغ ہو گئے لیکن ایک ہمراہی نے نہ کھایا بلکہ اوروں کو بھی منع کیا کیونکہ اس کو حکیم کی نصیحت یاد تھی اور وہی بات اس کو اس کے کباب کھانے سے مانع آئی۔ اے رفیق شاباش کہ تو نے اس نصیحت پر عمل کیا تو دیکھنا کہ وہ پرانی اور تجربہ کار عقل تجھ کو ایک نیا نصیحت عطا کرے گی جیسا کہ اس کا قاعدہ ہے۔ خیر یہ لوگ کھا پی کر لیٹ رہے اور سب کے سب سو رہے اور یہ بھوکا شخص ان سب کا پاسبان ہوا۔ اتنے میں اس نے دیکھا کہ ایک خوفناک ہاتھی آیا اور اول وہ اس محافظ کی طرف لپکا اس نے تین مرتبہ اس کا منہ سونگھا لیکن اس کو اس کے منہ سے اپنے بچے کے کبابوں کی بو نہیں آئی وہ کئی بار اسکے چاروں طرف گھوما اور چلا گیا اس زبردست ہاتھی نے اس بے چارہ کو کچھ نہیں کہا۔ اس کے بعد ان سونے والوں میں سے ہر شخص کا منہ سونگھا پس ان سونے والوں میں سے ہر ایک کے منہ سے جس نے اس کے بچہ کے کباب کھائے تھے کباب کی بو آئی اس نے اس کو فوراً چیر پھاڑ ڈالا اور مار ڈالا اس نے اس جماعت میں سے ایک ایک کو پھاڑ ڈالا اور اس کو کچھ بھی خوف نہ ہوا یہ ان کو اٹھا اٹھا کر اوپر پھینکتا تھا اور وہ گر کر پارہ پارہ ہو جاتے تھے یہاں تک ہاتھی کا واقعہ بیان فرما کر آگے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ اے مخلوق کے خون کھانے والے اس روش کو چھوڑ تا کہ ان کا یہ خون تجھے جنگ باخدا میں مبتلا نہ کر دے۔ کیونکہ ارشاد ہے کہ من عادی لی ولیا فقد آذنته بالحرب یا یوں کہو کہ ان کا خون تیرے مخالف نہ ہو جاوے اور تیری گردن پر سوار ہو کر تجھے کسی بلا میں نہ پھنسا دے ایک اور بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ کہ ان کا مال بھی خون ہی کا حکم رکھتا ہے کیونکہ مال علی العموم کسب سے ہاتھ آتا ہے اور کسب قوت سے حاصل ہوتا ہے اور قوت خون سے پس مال کھانا بھی حکم میں خون کھانے کے ہوا۔ حق سبحانہ اپنے بندوں کے یوں ہی مربی ہیں جس طرح ہاتھی اپنے بچوں کا بلکہ اس کی تربیت ہاتھی کی تربیت سے کہیں اعلیٰ ہے خون کھانے والے کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس سے انتقام لیتے ہیں اور گوشت کھانے والے تو ہاتھی کے بچے کھاتا ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو ستاتا ہے تجھ کو آگاہ ہونا چاہئے کہ ہاتھی (حق سبحانہ) مخالف ہو کر تجھے تباہ کر دے گا یہ نہ سمجھنا کہ خبر کیسے ہوگی خود اس کی بو ایسے مکار کو رسوا کر دیتی ہے ہاتھی اپنے بچے کی بو جانتا ہے یعنی گناہ میں ایک خاص اثر ہوتا ہے جس سے کہ وہ ظاہر ہو جاتا ہے مگر حق سبحانہ اپنے علم میں اس اثر کے محتاج نہیں بلکہ وہ قطع نظر اس اثر سے بھی جانتے ہیں الا یعلم من خلق وھو اللطیف الخبیر یہاں ہاتھی کے قصہ کی مناسبت سے یہ عنوان تعبیر اختیار کیا گیا ہے خیر وہ تو علیم وخبیر

ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی (جس وقت حق سبحانہ چاہتے تھے) اپنے زمانہ میں گناہ کو اس کے اثر خاص سے معلوم کر لیتے تھے اس کام کو منکر نہ ہونا چاہئے کیونکہ یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے انی لاجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن پس جب کہ وہ انفاس رحمانیہ کو یمن سے بقدرت حق سبحانہ ومشیت الٰہیہ معلوم کر سکتے ہیں تو وہ باطل کو اس کی بو اور اثر سے کیوں نہیں معلوم کر سکتے نیز جبکہ وہ اتنی دور سے ایک بو کو معلوم کر سکتے ہیں تو پاس سے کیوں نہیں دریافت کر سکتے۔(ف) یاد رکھنا چاہئے کہ ادراک مغیبات آپ کی عام حالت نہ تھی جیسا کہ نصوص اس پر شاہد ہیں بلکہ احوال خاصہ میں ایسا ہوتا تھا اور راز اس میں یہ ہے کہ اس ادراک میں قوت بشریہ کو دخل نہیں بلکہ اس کا تعلق قدرت الٰہیہ سے ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا دیگر اہل اللہ قوت بشریہ سے جو کام کرتے ہیں وہ تو ان کا اختیاری ہے اور جو بقوت الٰہیہ کرتے ہیں اس میں وہ مختار نہیں اس لئے ان میں مشیت الٰہیہ خاصہ کو دخل ہے جب حضرت حق چاہتے ہیں اس وقت ان سے افعال خرق عادت صادر ہوتے ہیں اور ایسا نہیں ہوتا کہ جس وقت وہ چاہیں دیگر افعال اختیاریہ کی طرح یہ افعال بھی صادر ہو جائیں اس بناء پر ہم نے جس وقت حق سبحانہ چاہتے تھے وغیرہ الفاظ بڑھائے اور چونکہ فرمایا ہے کہ جب وہ اتنی دور سے معلوم کر لیتے تھے تو پاس سے کیوں نہ دریافت کر لیتے ہوں گے یہ قرینہ ہے اس کا یہ بیان حالت حیات کا ہے نہ کہ بعد الممات کا کما ھو الظاہر اس لئے "ہم نے اپنے زمانہ میں" یہ الفاظ بڑھائے اور صیغ حال جو شعر آئندہ میں مستعمل ہوئے ہیں ان سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ مولانا استعمال صیغ میں اکثر تسامح فرماتے ہیں علاوہ ازیں یہ کلام حکایت حال پر محمول ہو سکتا ہے۔فتدبر وہ ضرور دریافت کر لیتے تھے مگر غایت کرم سے ہم پر اپنا علم ظاہر نہ فرماتے تھے کیونکہ افعال حسنہ وسیہ کا اثر تو اس قدر قوی ہے کہ آسمان والوں کو بھی اس کا علم ہو جاتا ہے اور بقدرت الٰہیہ پھر ارباب بصیرت کاملہ جو زمین پر رہتے ہیں کیوں نہیں جان سکتے تم سوتے ہوتے ہو مگر اس حرام کی بو جو تم نے کھایا ہے آسمان سے ٹکر کھاتی ہے وہ تمہارے برے سانسوں کے ساتھ ساتھ جاتی ہے حتیٰ کہ آسمان کے صاحب ادراک رہنے والوں تک پہنچتی ہے۔یہ عنوان بیان بطور استعارہ کے ہے نہ کہ بطور حقیقت کے اور مقصود صرف اتنا ہے کہ تمہارے گناہوں کی آسمان والوں کو بھی اطلاع ہوتی ہے فقط) آدمی جب بات کرتا ہے تو جس طرح اس وقت پیاز کی بو آتی ہے یوں ہی تکبر اور حرص اور آز کی بو بھی آتی ہے اور باتوں ہی سے تکبر اور حرص کا پتہ چل جاتا ہے اگر تم انکار کرو کہ میرے اندر تکبر اور حرص نہیں اور قسم بھی کھاؤ تب بھی یقین نہیں ہو سکتا جس طرح کوئی شخص لہسن پیاز کھائے اور قسم کھائے کہ میں نے نہیں کھائے تو ہرگز یقین نہیں ہو سکتا بلکہ تمہارا یہ کلام یعنی یہی خود چغلی کھاوے گا اور کہے گا کہ اس نے ضرور کھایا ہے اور یہ جھوٹا ہے۔جو انکار کرتا ہے اس لئے کہ اس وقت اس کے منہ سے ایک بھپکارا نکلے گا جو کہ پاس بیٹھنے والوں کے دماغ سے ٹکرائے گا جب کہ تم کو معلوم ہو گیا کہ گناہوں کے لئے ایک خاص قسم کی بو ہے جو اس کے مناسب ہے پس وہ بو قبول دعا سے مانع ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا اس بو کے ساتھ ملتبس ہوتی ہے اور اسی کی بو ناپسندی کے سبب سے دعا بھی رد ہو جاتی ہے۔نیز جس طرح بوئے پیاز سے باطنی حالت

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوجاتی ہے یونہی اس دعا سے بھی دل کی کجی معلوم ہوجاتی ہے پس ایسی دعا کا جواب یہ ہوتا ہے کہ دور ہوجاؤ ہم سے کلام مت کرو کیونکہ یہ ایک قسم کا فریب ہوتا ہے اور فریب کا جواب رد کے ڈنڈے سے دیا جاتا ہے۔ یاد رکھو کہ حق سبحانہ کی جناب میں الفاظ کام نہیں دیتے بلکہ وہاں معنی کی ضرورت ہے پس اگر الفاظ درست نہ ہوں اور معنی ٹھیک ہوں تو وہ نادرست الفاظ حق سبحانہ کے یہاں مقبول ہیں اور اگر معنی درست نہ ہوں اور الفاظ درست ہوں تو اس کی جناب میں الفاظ کی کچھ بھی وقعت نہیں دیکھو حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان میں بجائے حیَّ کے ہی کہتے تھے مگر خلوص کے ساتھ اس پر کچھ لوگوں نے کہا کہ حضور والا اس وقت دین ر بتدائی حالت ہے ایسی حالت میں ایسی غلطی ٹھیک نہیں پس یا رسول اللہ و یا نبی اللہ آپ کوئی ایسا موذن مقرر فرمایئے جس کی زبان صحیح اور صاف ہو کیونکہ ابتدائے دین و آغاز ہدایت میں حی علی الفلاح کو ھی علی الفلاح پڑھنا سخت عیب کی بات ہے لوگوں کو اس سے نفرت ہوگی یہ سن کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصب جوش میں آیا اور حق سبحانہ کی ان مخفی عنایتوں میں سے ایک دو کو اشارۃً ظاہر فرمایا جو کہ مخلصین پر ہوتی ہیں اور یہ فرمایا کہ ارے پاجیو بلال کے ہی حق سبحانہ کی جناب میں تمہاری محض زبانی حی وحی سے بہتر ہے دیکھو تم مجھے بہت نہ پریشان کرو ورنہ میں تمہارے راز اول سے آخر تک سب کہہ ڈالوں گا اس سے ثابت ہوا کہ وہاں الفاظ کی پوچھ نہیں بلکہ معنی کی قدر ہے اب اگر خود تمہارے اندر یہ صفت نہیں ہے تو جاؤ۔ دیگر اہل اللہ اور ارباب صفائے باطن سے دعا کراؤ چونکہ آدمی کچھ نہ کچھ گناہ ضرور کرتا ہے خواہ وہ اس کے مرتبہ ہی کے نسبت سے گناہ ہو اور فی نفسہ گناہ نہ ہو اس لئے اس کے حق میں خود اس کی دعا کی نسبت دوسروں کی دعا زیادہ مقبول ہوتی ہے اس بنا پر حق سبحانہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جبکہ وہ دعا میں اپنی حاجات طلب کر رہے تھے یہ فرمایا کہ اے کلیم مجھ سے مجھ کو ایسے منہ سے مانگنا چاہئے جس سے تم نے گناہ نہ کیا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا اللہ میرا منہ تو ایسا نہیں حق سبحانہ نے جواب دیا کہ مطلب یہ ہے کہ دوسرے شخص سے اپنے لئے دعا منگواؤ یعنی تم کو ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرنا چاہئے کہ وہ رات دن تمہارے لئے دعا کریں پس یہ وہ منہ ہے جس سے تم نے گناہ نہیں کیا کیونکہ دوسرے کے منہ سے آدمی گناہ نہیں کرتا لہذا اس سے دعا منگوانا چاہئے اور دوسری صورت یہ ہے خود اپنے ہی منہ کو پاک کرنا چاہئے جس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی روح کو راہ طاعت میں چست و چالاک کرنا چاہئے اور ذکر حق میں مشغول ہونا چاہئے اس سے پاکی حاصل ہو جاوے گی کیونکہ حق سبحانہ کا ذکر تو پاک ہے جب پاکی آجائیگی تو ناپاکی خود ڈیرہ ڈنڈا اٹھا کر چلتا ہوگی کیونکہ پاکی اور ناپاکی ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ایک ضد دوسری ضد سے بھاگتی ہے دیکھو جب روشنی آتی ہے تو تاریکی چھپت ہوجاتی ہے پس جب ذکر اللہ منہ میں آئے گا تو نہ ناپاکی رہے گی اور نہ ناپاک منہ رہے گا۔ اب ہم ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس سے بدلالت مطابقی تو قبولیت ذکر ثابت ہوگی اور بدلالت التزامی ذکر اللہ کا مطہر دہن ہونا ظاہر ہوگا۔ ایک شخص رات کو اللہ اللہ کیا کرتا تھا تاکہ ذکر اللہ سے اس کے ہونٹوں کو شیرینی اور لذت حاصل ہو۔ ایک مرتبہ شیطان نے اس سے کہا کہ اے بے حیا چپ بھی رہ آخر تو کب تک اللہ اللہ کرے گا تو نے حد سے بڑھ

www.besturdubooks.wordpress.com

کراور اس قدر کثرت سے اللہ اللہ کی بھلا ایک ندا کا بھی جواب ملا تخت شاہی سے تو ایک بھی جواب نہ ملا تو بے حیائی سے کب تک اللہ اللہ کے نعرے لگا تا رہے گا اس وسوسہ سے وہ شکستہ دل ہو کر لیٹ رہا تب اس نے ایک سبزہ زار کے اندر حضرت خضر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا انہوں نے فرمایا ارے تو نے ذکر کیوں چھوڑ دیا اور خدا کو پکارنے سے تو پشیمان کیوں ہوا اس نے کہا چونکہ میری ندا کا جواب نہیں ملتا اس لئے میں خیال کرتا ہوں کہ حق سبحانہ کو میرا پکارنا پسند نہیں اور جب میرا پکارنا ان کو ناپسند ہے تو ایک ایسے فعل کی کثرت سے جو ان کو ناپسند ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ زیادہ ناخوش نہ ہوں۔ اور میں بالکل ہی مردود ہو جاؤں حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت حق جل علا نے مجھے حکم دیا ہے کہ تم جاؤ اور جا کر اس سے یہ کہو کہ اے کمبختی مارے یہ تیرا اللہ اللہ کہنا ہی ہماری لبیک ہے جو تجھ کو خشوع وخضوع اور درد وسوز کے ذریعہ سے پہنچتی ہے جو کہ ہمارے قاصد ہیں یعنی میں نے ہی تو تجھے دین کے کام میں لگایا ہے اور میں نے ہی تجھے ذکر میں مشغول کیا ہے۔ یہ تیری تدبیریں اور علاج ہمارے جذب کا نتیجہ ہیں۔ جنہوں نے تیرا پاؤں کھولا اور ہمارے راستہ پر چلتا کیا اور یہ جو تیرے اندر خوف اور محبت ہے یہ ہماری ہی لطف کی کمند ہے اس سے ثابت ہوا کہ تیرے ایک اللہ کے تحت میں ہمارے بہت سے جواب موجود ہیں یاد رکھ کہ خدا کو نہ پہچاننے والے کو دعا ہی میسر نہیں ہوتی کیونکہ اس کو دعا کی اجازت ہی نہیں۔ اس کے منہ پر اس کے ہونٹوں پر قفل لگا ہوا ہے تا کہ تکلیف کے وقت وہ حق سبحانہ کے سامنے نہ رو سکے چنانچہ فرعون کو بہت کچھ مال اور ملک دیا حتیٰ کہ اس نے عزت وعظمت حقیقی کا دعویٰ کیا اور عمر بھر میں اس کے سر میں بھی درد نہیں ہوا یہ سب اس لئے کیا گیا کہ یہ امور اس کے ہونٹوں کے لئے قفل کا کام دیں اور توجہ الی اللہ سے اس کو مانع ہو جائیں اور وہ حق سبحانہ کے حضور میں رو نہ سکے حق سبحانہ نے اس کو ملک دنیا عطا کیا اور رنج وغم کچھ نہ دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ رنج وغم دنیاوی اس کے دوستوں کا حصہ ہیں کیونکہ یہ باعث ہیں مزید توجہ الی الحق کے پس دشمنوں کو کیسے مل سکتے ہیں۔ (ف یاد رکھنا چاہئے کہ مطلق رنج وغم دنیاوی دوستوں کا حصہ نہیں ہیں کیونکہ یہ خلاف مشاہدہ ہے بلکہ وہ رنج وغم ان کا حصہ ہیں جو موجب توجہ الی اللہ ہوں) پس درد تمام ملک دنیا سے بہتر ہے اس لئے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تم متوجہ الی الحق ہوتے ہو برخلاف ملک دنیا کے کہ وہ مشاغل عن الحق ہے اور اگر بدوں درد کے کوئی پکارتا ہے تو محض اوپری دل سے ہوتا ہے جو نہ پکارنے کے برابر ہے اور درد کے ساتھ پکارنا یہ شیفتگی کے ساتھ اور تہ دل سے ہے چپکے ہی چپکے حق سبحانہ کو پکارنا اپنی ابتدائی حالت کو یاد کرنا آواز کا صاف اور غمگین ہونا اور یہ کہنا کہ اے خدا اے فریاد رس اے مددگار یہ تمام باتیں درد ہی سے ہوتی ہیں جو عطاء حق سبحانہ ہوتا ہے آدمی تو آدمی کتے کا نالہ بھی اس کی راہ میں بدوں جذب حق سبحانہ نہیں ہے کیونکہ جو حق سبحانہ کی طرف راغب ہونے والا ہے وہ پابند ہے ایک رہزن کا جو اس کو مانع ہوتا ہے اس رغبت سے پس اس معاوقت کو اٹھانا اور دواعی کو مسلط کرنا یہ کام حق سبحانہ ہی کا ہے اس لئے ہر توجہ الی اللہ نا خوشی از جذب حق ہے (مگر جذب حق کے درجات متفاوت ہیں بعض جذبات کے بعد خذلان نہیں ہوتا اور بعض کے بعد ہو جاتا ہے) ہم نے اوپر کہا تھا کہ کتا بھی اس کی راہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

بدوں جذب کے نالاں نہیں ہوتا۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ کتا بھی مجذوب حق ہوتا ہے اس پر کسی کو استعباد نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کی مثال موجود ہے۔ دیکھو سگ اصحاب کہف مردار سے چھوٹا بادشاہوں کے ساتھ خوان رحمت پر بیٹھ گیا اور قیامت تک وہ غار کے سامنے بیٹھا ہوا آب رحمت سے بدوں تغاری کے سیراب ہوتا رہے گا یہ تو حقیقی کتا تھا۔ اور بہت سے اہل اللہ ایسے ہیں کہ کتے کی طرح لوگوں کی نظروں میں ذلیل وخوار ہیں اور ان کا نام بھی کوئی نہیں جانتا لیکن باطن میں وہ جام محبت سے خالی نہیں ہیں پس ان کی طرح تم کو بھی یہ جام حاصل کرنا چاہئے اور اس کے حاصل کرنے کے لئے جان بھی دیدینی چاہئے اس لئے کہ بدوں مجاہدہ اور صبر کے کامیابی دشوار ہے اور اس جام کے حاصل کرنے کے لئے صبر کرنا حقیقت میں کچھ تنگی نہیں ہے پس صبر کرنا چاہئے کیونکہ صبر ہی فراخی کا آلہ ہے یاد رکھو کہ عام طور پر یہی حالت ہے کہ بدون صبر علی الطاعات وعن المعاصی اور بغیر حزم واحتیاط کے اس گھاٹی سے کوئی نہیں نکلا۔ الا ماشاء اللہ حزم کا ضروری ہونا تو ظاہر ہے رہا صبر وہ حزم کے لئے ممد ومعاون بلکہ لازم ہے کہ اس کے بغیر حزم بھی نہیں ہوسکتا پس صبر کا ضروری ہونا بھی ظاہر ہوگیا تم کو کھانے میں احتیاط کو کام میں لانا چاہئے اس لئے کہ زہریلی گھاس ہے حزم واحتیاط بڑی اچھی چیز ہے کہ اولیاء اللہ کے لئے یہ قوت بازو اور موجب نور ہے یہ لوگ حزم کو ہرگز نہیں چھوڑتے اس لئے کہ ان کی مثال پہاڑ کی سی ہے اور اوروں کی مثال کاہ کی سی پس ہوا کاہ کو تو جنبش دے سکتی ہے مگر پہاڑ کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں۔ یوں ہی لذائذ دنیاوی عوام کو ڈگمگا سکتے ہیں مگر اہل اللہ کو نہیں ڈگمگا سکتے یاد رکھ کہ ہر طرف سے تجھے ایک شیطان بلا رہا ہے کہ اے بھائی اگر تجھے راہ راست مطلوب ہے تو ادھر آ میں رہنما ہوں میں تیرے ساتھ چلوں گا۔ میں اس کٹھن منزل کا رہنما ہوں تجھ کو میرا اتباع لازمی ہے۔ یعنی شیاطین تم کو معاصی کی طرف بلاتے ہیں اور ظاہر کرتے ہیں کہ یہی سیدھا راستہ ہے لیکن تم کو آگاہ ہونا چاہئے کہ نہ وہ رہبر ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں بلکہ وہ گرگ خصلت شیاطین ہیں پس اے یوسف دیکھ اس گرگ خصلت کی طرف نہ جانا ورنہ کھا ہی جائے گا کیسی اچھی بات ہو کہ تو چرب وشیریں غذا سے دنیا کے دھوکہ میں نہ آئے اس لئے کہ نہ اس میں درحقیقت چکنائی ہے اور نہ شیرینی بلکہ اس کی یہ ظاہری چربی وشیرینی بمنزلہ ایک منتر کے ہے جو تجھ پر پھونکا جارہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھ کو پھنسایا جارہا ہے اور کہا جارہا ہے کہ آپ دعوت قبول فرمائیے مکان آپ ہی کا ہے اور آپ بھی ہمارے ہی ہیں کوئی تکلف کی بات نہیں پس اس وقت احتیاط یہ ہے کہ تم کہہ دو کہ جناب مجھے بدہضمی ہورہی ہے یا میں بیمار اور قریب المرگ ہوں یا میرے سر میں درد ہے آپ اگر میرے سر کا درد کھو سکیں تو میں دعوت قبول کرسکتا ہوں یا میرے خالو کے بیٹے نے میری دعوت کردی ہے لہذا میں معذور ہوں غرضکہ کسی نہ کسی طرح پیچھا چھڑانا چاہئے کیونکہ وہ ایک ایسی مٹھائی ہے جس میں سینکڑوں ڈنک ہیں اور لذت نفسانی کے ساتھ روحانی تکالیف بے حد ہیں اور اگر وہ پچاس ساٹھ اشرفیاں بھی تجھے دے تب بھی تجھے واپس کردینی چاہئے کیونکہ یہ گوشت ہے جو شست میں لگایا جارہا ہے اور اس کے ذریعہ سے تجھے ہلاک کیا جارہا ہے اگر وہ بظاہر دیتا ہے تو فی الحقیقت نہیں دیتا بلکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے بوسیدہ اخروٹ کے دیکھنے والے کو معلوم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو کہ اخروٹ دیا اور واقعہ میں کچھ بھی نہیں دیا اور یہ گفتگو محض فریب ہے کہ میں تجھے یہ دیتا ہوں وہ دیتا ہوں۔ حالانکہ دیتا کچھ بھی نہیں بلکہ جان لیتا ہے تم کو بہت ہوشیار رہنا چاہئے اور نہایت تحمل کی ضرورت ہے اس لئے کہ اگر ذرا کوتاہی کرے گا تو اس کی بکواس تیری عقل کو کھودیگی اور تو بالکل اس کی مٹھی میں آجائے گا وہ بڑی بلا کی گفتگو ہے سینکڑوں عقلوں کو ایک کے برابر بھی نہیں سمجھتی تو ہرگز لالچ میں نہ آنا اور سمجھنا تیرا یار تو تیرا کیسہ اور تیری خرجین ہے اس میں جو کچھ ہے وہ تیرے لئے مفید ہے اور اگر تو راہ میں ہے تو وہی تیری معشوقہ ولیہ ہے بس اس کو چھوڑ کر کسی اور کو طلب نہ کرنا چاہئے اب ہم بتائے دیتے ہیں کہ وہ ولیہ کون ہے وہ ویسہ اور تیری معشوقہ خود تیری ذات ہے تجھ کو اس کی قدر کرنی چاہئے اس کی حفاظت چاہئے اور یہ چیزیں جو شیطان تیرے سامنے پیش کر رہا ہے یہ تو دین کھو دینے والی اور آفتیں ہیں پس احتیاط کی بات یہ ہے کہ جب شیاطین تیری دعوت کریں اور تجھے معاصی کی طرف بلائیں تو تو ان کو اپنا مشتاق اور طالب نہ سمجھ بیٹھے بلکہ ان کی دعوت کو ایسا سمجھنا چاہئے جیسے وہ آواز جو شکاری گھات میں چھپ کر جانوروں کی آواز کے مشابہ بولتا ہے اور اپنے سامنے ایک مردہ جانور اس لئے رکھ لیتا ہے تاکہ معلوم ہو کہ یہ فریاد آہ و زاری کرتا ہے جانور سمجھتے ہیں کہ یہ ہماری جنس سے ہے یہ سمجھ کر اکٹھے ہو جاتے ہیں اور وہ شکاری پکڑ کر سب کی کھال ادھیڑ ڈالتا ہے اس تدبیر سے سب جانور دھوکے میں آجاتے ہیں۔ مگر وہی جانور بچتا ہے جس کو حق سبحانہ نے حزم عطا کیا ہے وہ اس خوشامد کے دانہ کے لئے احمق نہیں بنتا یوں ہی شیاطین کی حالت سمجھو کہ وہ ہر ایسی تدبیر کرتے ہیں جس سے آدمی پھنسے چنانچہ عوام پھنس جاتے ہیں مگر اہل اللہ جو کہ حزم کو کام میں لاتے ہیں نہیں پھنستے سمجھو کہ بدوں حزم کے پشیمانی یقینی ہے دیکھنا حزم کو نہ چھوڑنا اور اپنے دین کو مضبوط پکڑنا کیونکہ بے احتیاطی کا نتیجہ محرومی ہے دین بھی ہاتھ سے جاتا رہتا ہے اور خواہ مخواہ کی چپقلش میں آدمی پھنس جاتا ہے اب یہ قصہ اور اس کی تفصیل سنو تاکہ تم اپنے دین کی حفاظت کے لئے محتاط بنو فقط۔

شرح شبیری

ایک دیہاتی کا ایک شہری کو فریب دینا اور خوشامد اور الحاح سے اسکی دعوت کرنا

اے برادر بود اندر ما مضےٰ	شہریئے بارو ستائے آشنا
اے بھائی! گذشتہ (زمانہ) میں تھا	ایک شہری ایک دیہاتی کا دوست

یعنی اے بھائی زمانہ ماضی میں ایک شہری کا ایک دیہاتی دوست تھا۔

روستائی چوں سوئے شہر آمدے	خرگہ اندر کوئے آں شہرے زدے
دیہاتی جب شہر میں آتا	اس شہری کے کوچے میں مقیم ہوتا

یعنی وہ دیہاتی جب شہر کی طرف آتا تو اس شہری کے یہاں قیام کرتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دو مہ و سہ ماہ مہمانش شدے	بر دوکان او و بر خوانش بدے
دو تین مہینے اس کا مہمان ہوتا	اس کی دکان اور اس کے دستر خوان پر رہتا

یعنی دو دو تین تین مہینے اس کا مہمان رہتا اور اس کی دوکان اور اس کے خوان پر رہتا مطلب یہ کہ اسی کے یہاں خوب رہتا سہتا۔

ہر حوائج را کہ بودش آں زماں	راست کردی مرد شہری رائگاں
اس کی اس وقت جو ضرورتیں ہوتیں	وہ شہری مفت مہیا کرتا

یعنی اس دیہاتی کو جو ضرورتیں ہوتیں وہ شہری آدمی ان کو مفت ہی درست کر دیتا۔

رو بہ شہری کرد و گفت اے خواجہ تو	ہیچ می نائی سوئے دہ فرجہ جو
وہ (دیہاتی) شہری کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ جناب!	تفریح کے لئے آپ کبھی گاؤں میں نہیں آتے ہیں

یعنی (ایک دفعہ) دیہاتی نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب والا آپ کبھی گاؤں کی طرف سیر کرتے ہوئے تشریف نہیں لاتے۔

اللہ اللہ جملہ فرزنداں بیار	کایں زمان گلشن ست و نو بہار
خدا کے لئے تمام بچوں کو لائیے	کیونکہ یہ موسم' باغ اور نو بہار کا ہے

یعنی اللہ کے واسطے اپنے تمام صاحبزادوں کو لاؤ اس لئے کہ یہ زمانہ گلشن اور نو بہار کا ہے۔

یا بہ تابستاں بیا وقت ثمر	تا بہ بندم خدمتت را من کمر
یا گرمیوں میں پھل کے وقت آیئے	تاکہ میں آپ کی خدمت میں کمر بستہ ہو جاؤں

یعنی یا گرمیوں میں پھلوں کے وقت تشریف لایئے تاکہ میں آپ کی خدمت کے لئے کمر بستہ ہوں۔

خیل و فرزندان و قومت را بیار	در دہ ما باش ماہ سہ و چہار
خاندان اور بچوں اور اپنی قوم کو لایئے	ہمارے گاؤں میں تین چار مہینے رہیے

یعنی اپنے نوکروں اور بچوں اور کنبہ سب کو لاؤ اور ہمارے گاؤں میں خوب اچھی طرح تین چار ماہ رہو۔

در بہاراں خطۂ دہ خوش بود	کشت زار و لالہ دلکش بود
بہار کے موسم میں گاؤں کا علاقہ اچھا ہوتا ہے	کھیتیاں اور لالہ دلکش ہوتا ہے

یعنی بہار کے زمانہ میں گاؤں کا خطہ خوب ہوتا ہے۔ کھیتی اور لالہ خوب دلکش ہوتا ہے غرضکہ وہ ہمیشہ بلایا کرتا اور اس شہری کی یہ حالت تھی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وعدہ دادے شہری اورا دفع حال	تا برآمد بعد وعدہ ہشت سال
ٹالنے کے لئے شہری اس سے وعدہ کر لیتا	یہاں تک کہ وعدے ہی وعدے میں آٹھ سال گزر گئے

یعنی وہ خواجہ اس سے دفع الوقتی کے لئے وعدہ کرلیا کرتا یہاں تک کہ وعدہ کئے ہوئے بھی آٹھ برس گزر گئے۔

او بہر سالے ہمی گفتے کہ کے	عزم خواہی کرد کامد ماہ دے
وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ کب	آپ ارادہ کریں گے خزاں کا موسم آ گیا

یعنی وہ دیہاتی ہر سال کہتا کہ (میاں) کب ارادہ کروگے (لو) ماہ خزاں بھی آ گیا۔

او بہانہ ساختے کامسال ماں	از فلاں خطہ بیاید میہماں
وہ (شہری) بہانہ بنا دیتا کہ اس سال ہمارے	فلاں علاقے کا مہمان آئے گا

یعنی وہ شہری بہانہ کر دیتا کہ ہمارے اس سال تو فلاں جگہ سے مہمان آ گئے ہیں۔

سال دیگر گر توانم وارہید	از مہمات آں طرف خواہم دوید
اگر آئندہ سال نجات پاؤں گا	ضروریات ادھر آؤں گا

یعنی اگلے سال اگر میں کاموں سے چھوٹ گیا تو اس طرف آؤں گا۔

گفت ہستند آں عیالم منتظر	بہر فرزندان تو اے اہل بر
اس (دیہاتی) نے کہا میرے بال بچے منتظر ہیں	آپ کے بچوں کے اے کرم فرما!

یعنی دیہاتی بولا کہ اجی حضرت میرے اہل وعیال آپ کے بچوں کے منتظر ہیں۔

باز ہر سالے چولکلک آمدے	تا مقیم قبۂ شہرے شدے
پھر وہ ہر سال لقلق کی طرح آ جاتا	شہری کے گھر مقیم ہو جاتا

یعنی پھر ہر سال لکلک کی طرح آتا اور اس شہری کے گھر ٹھہرتا۔

خواجہ ہر سالے زر ومال خویش	خرج او کردے کشودے بال خویش
خواجہ (شہری) ہر سال اپنا روپیہ پیسہ	اس پر خرچ کرتا اپنا دل کھول دیتا

یعنی وہ خواجہ شہری ہر سال اپنا روپیہ پیسہ اس پر خرچ کرتا اور اپنا ہاتھ خوب فراخ کرتا مطلب یہ کہ خوب فراخ دلی سے خرچ کرتا۔

آخریں کرت سہ ماہ آں پہلواں	خواں نہادش بامداداں وشباں
آخری مرتبہ اس غنی نے تین مہینے	صبح اور شام اس کے لئے دستر خوان بچھایا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آخری مرتبہ میں اس پٹھے نے تین ماہ تک رات اور دن قیام کیا۔

از خجالت باز گفت او خواجہ را	چند وعدہ چند بفریبی مرا
اس (دیہاتی) نے خواجہ (شہری) سے شرمندگی سے کہا	آپ کتنے وعدے اور کتنا دھوکا دیجئے

یعنی اس نے خجالت کی وجہ سے اس خواجہ سے کہا کہ کب تک وعدہ کرو گے اور کب تک مجھے فریب دو گے یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب اپنے اوپر کوئی احسان کرے اور اپنی طرف سے اس کی مکافات نہ ہو تو شرم آتی ہے تو یہ کتنا ہی بے حیا اور بے مروت تھا مگر آخر طبعیات تو نہ بدگئی تھیں اس وجہ سے اس کو بھی مدت تک اس کے یہاں قیام کر کے شرم آئی اور اس سے کہا کہ جناب آخر کب تک وعدے کرو گے اب تو ضرور چلو۔

گفت خواجہ جسم و جانم وصل جوست	لیک ہر تحویل اندر حکم اوست
خواجہ (شہری) نے کہا کہ میرا جسم اور جان ملنے کے متمنی ہیں	لیکن ہر نقل و حرکت اللہ کے قبضہ میں ہے

یعنی شہری نے کہا خود میرا جسم و جان وصل کا متلاشی ہے لیکن ہر تبدیلی اس کے حکم میں ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ خود میرا دل آنے کو بہت چاہتا ہے مگر خدا کے قبضہ میں سب چیزیں ہیں جب وہ چاہیں گے اس وقت ہی آنا ہو سکتا ہے۔

آدمی چوں کشتی است و بادباں	تا کہ آرد بادرا آں بادراں
انسان کشتی اور بادبان جیسا ہے	(دیکھو) وہ ہوا چلانے والا ہوا کب چلائے

یعنی آدمی مثل کشتی اور بادبان کے ہے کہ کب وہ بادران (حق تعالیٰ) ہوا کو لا دے مطلب یہ کہ جس طرح کشتی اور بادبان محتاج اس کے ہیں کہ جب حق تعالیٰ ہوا چلا دیں تو وہ بھی چلیں اسی طرح انسان بھی محتاج مشیت ایزدی کا ہے جب وہ چاہیں جب ہی کچھ کر سکتا ہے۔

باز آں سوگند دادش کاے کریم	گیر فرزنداں بیا بنگر نعیم
اس (دیہاتی) نے اس (شہری) کو پھر قسم دی	اولاد کو لیجئے آیئے مزے دیکھئے

یعنی پھر اس دیہاتی نے اس کو قسم دی کہ اے کریم صاحبزادوں کو ہمراہ لے کر تشریف لایئے اور عیش و آرام دیکھئے۔

دست او بگرفت سہ کرت بعہد	کاللہ اللہ زود آ بنمائے جہد
تین مرتبہ عہد کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا	کہ خدا کے لئے جلد آیئے کوشش کیجئے

یعنی تین مرتبہ عہد کے لئے اس کا ہاتھ پکڑا کہ تجھے خدا کی قسم کوشش کر کے جلدی ہی آنا۔

بعد دہ سالے بہر سال چنیں	لابہ وعدہائے شکریں
دس سال بعد اور ہر سال اسی طرح کی	خوشامدیں اور شیریں وعدے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد دس برس کے اور ہر برس میں اسی طرح وہ وعدے اور خوشامد میٹھی کیا کرتا تھا۔

کودکان خواجہ گفتند اے پدر	ماہ و ابرو سایہ هم دارد سفر
خواجہ (شہری) کے بچوں نے کہا' اے ابا جان!	چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں

یعنی اس خواجہ کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان چاند اور ابر اور سایہ بھی سفر کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ یہ سب چیزیں سفر کرتی ہیں مگر آپ ایسے اٹل ہیں کہ ایک جگہ سے ہل کر ہی نہیں دیتے۔

حقہا بروے تو ثابت کردۂ	رنج ہا درکار او بس بردہ
آپ نے اس (دیہاتی) پر حقوق قائم کر دیے ہیں	اس کے معاملے میں بہت سی تکلیفیں اٹھائی ہیں

یعنی آپ نے اس پر بہت سے حقوق قائم کر دیے اور اس کے کاموں میں بہت سی تکالیف برداشت کی ہیں۔

او ہمی خواہد کہ بعضے حق آں	واگزارد چوں شوی تو میہماں
وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق	ادا کرے جب آپ مہمان ہوں

یعنی وہ چاہتا ہے کہ ان میں سے بعض حق جب آپ مہمان ہوں ادا کرے۔

بس وصیت کرد مارا او نہاں	کہ کشیدش سوئے دہ لابہ کناں
اس (دیہاتی) نے ہم سے در پردہ بہت اصرار کیا ہے	کہ اس (آپ) کو خوشامد کر کے گاؤں کھینچ لائیں

یعنی اس دیہاتی نے ہم کو پوشیدگی میں بہت کہا تھا کہ اس (اپنے باپ) کو گاؤں کی طرف کھیلتے کودتے بھی لے آؤ جب بچوں نے یہ کہا تو اس شہری نے جواب دیا۔

گفت حق است ایں ولے اے سیبویہ	اتق من شر من احسنت الیہ
اس (شہری) نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ	اس شخص کے شر سے بچنا جس کے ساتھ تو نے احسان کیا ہے

یعنی اس شہری نے کہا کہ یہ سب ٹھیک ہے لیکن اے سیبویہ جس سے کہ تم نے احسان کیا ہے اس کے شر سے بچو اس شخص کا سیبویہ کہنا اس لئے ہے کہ وہ سمجھدار تھا ورنہ اس لڑکے کا نام سیبویہ نہیں ہے اس نے کہا کہ جس پر تم نے احسان کیا ہو اس کے شر سے ہمیشہ بچتے رہنا۔ اگر وہ شر کرے گا تو یقیناً بے طرح کرے گا۔ یہ ایک تجربہ ہے ایک تو یہ خرابی ہے دوسری یہ کہ

دوستی تخم دم آخر بود	ترسم از وحشت کہ آں فاسد شود
دوستی آخری وقت کا بیج ہوتی ہے	میں ڈرتا ہوں ناخوشی کی وجہ سے وہ بیج سڑ نہ جائے

یعنی دوستی دم آخر کا تخم ہوتی ہے اور میں وحشت سے ڈرتا ہوں کہ کہیں وہ فاسد نہ ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ بھائی میں نے اس دوستی کو ذخیرۂ آخرت بنایا ہے کہ یہ اللہ واسطے کی دوستی ہے اور جو احسان کیا ہے صرف اللہ واسطے

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا ہے اب مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہاں جا کر کوئی شکر رنجی پیش آ دے اور اللہ واسطے کی دوستی میں خلل پڑے لہذا اس کو تو بس ذخیرہ آخرت ہی رہنے دو اس لئے کہ۔

صحبتے باشد چو شمشیر قطوع	ہمچو دے در بوستان و در زروع
ایک میل ملاپ، براں تلوار کی طرح ہوتا ہے	جیسا کہ دے کا مہینہ باغ اور کھیتوں کے لئے

یعنی ایک صحبت تو مثل کاٹنے والی تلوار کے ہوتی ہے جیسا کہ ایام خزاں کھیتی اور باغوں میں مطلب یہ کہ جس طرح کہ خزاں کا موسم برباد کرنے والا ہوتا ہے اسی طرح بعض صحبت سے علیحدگی اور برباد ہو جاتی ہے۔

صحبتے باشد چو فصل نو بہار	زو عمارتہا و دخل بے شمار
ایک میل ملاپ نو بہار فصل کی طرح ہوتا ہے	جس سے آبادیاں اور بیشمار آمدنی (ہوتی ہے)

یعنی ایک صحبت مثل فصل نو بہار کے ہوتی ہے کہ اس سے آبادی اور بے شمار آمدنی ہوتی ہے مطلب یہ کہ بعض صحبت ایسی ہے کہ جس سے منافع ہوتے ہیں اور اس سے بجائے بربادی کے آبادی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ صحبت میں دونوں پہلو ہیں خرابی بھی ہے اور نفع بھی ہے۔ لہذا احتیاط یہ ہے کہ عملاً ظن بد رکھو اور ہر صحبت سے بچو اعتقاداً تو کسی کو برا نہ سمجھو مگر عمل ایسا رکھو کہ جیسے بدگمان لوگ رکھا کرتے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حزم آں باشد کہ ظن بد بری	تا گریزی و شوی از بد بری
احتیاط یہ ہے کہ تو بدگمانی کرے تاکہ تو گریز کرے	اور برائی سے بری ہو جائے

یعنی احتیاط یہ ہے کہ اس سے ظن بد لے جاوے تو تاکہ تم علیحدہ رہو اور برائی سے بری ہو جاؤ۔

حزم سوء الظن فرمود آں رسول	ہر قدم را دام میداں اے فضول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے احتیاط بدگمانی ہے	اے فضول! ہر قدم کو جال سمجھ

یعنی الحزم سوء الظن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تو اے فضول ہر قدم کو تم جال سمجھو۔ حدیث میں ہے الحزم سوء الظن یعنی احتیاط یہ ہے کہ (عملاً) سوء ظنی کا برتاؤ کرے اور اس حدیث کو جامع صغیر نے نقل کیا ہے اور حسن کہا ہے۔

روئے صحرا ہست ہموار و فراخ	ہر قدم دامیست کم راں گوستاخ
صحرا کا میدان ہموار اور فراخ ہے	(لیکن) ہر قدم پر جال ہے بے پرواہی سے نہ چل

یعنی روئے صحرا تو ہموار اور فراخ ہے اور ہر قدم پر ایک جال ہے تو ذرا گستاخانہ مت چلو روئے صحرا سے مراد دنیا ہے مطلب یہ کہ ظاہر میں تو خوب کشادہ اور فراخ معلوم ہوتی ہے مگر اس کے اندر قدم قدم پر جال ہیں لہذا ذرا بیباک ہو کر مت چلو ممکن ہے کہ پھنس جاؤ آگے اس کی مثال ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آں بز کوہی دود کہ دام کو	چوں بتازد دامش افتد در گلو
پہاڑی بکرا دوڑتا ہے کہ جال کہاں ہے؟	جب دوڑتا ہے جال اس کے گلے میں پھنس جاتا ہے

یعنی بز کوہی کہتا ہے کہ دام کہاں ہے تو جب دوڑتا ہے تو اس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے مطلب یہ کہ بز کوہی پہاڑ میں رہتا ہے لیکن بعض مرتبہ اس کو زمین فراخ دیکھ کر شوق ہوتا ہے کہ دوڑے اور سیر کرے اور سمجھتا ہے کہ بھلا جال کہیں دیکھائی دیتا نہیں ہے کہاں ہوگا یہ سمجھ کر دوڑتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح انسان اس دنیا کی سرسبزی اور ظاہری بہار پر نظر کر کے اس میں منہمک ہوتا ہے کہ نفس وشیطان کے جال میں پھنس جاتا ہے اور پھر افسوس کرتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ

آنکہ می گفتی کہ کو اینک بہ بیں	دشت می دیدی نمی دیدی کمیں
تو نے جو یہ کہا تھا کہ کہاں ہے؟ یہ ہے دیکھ	تو نے جنگل دیکھا ' گھات کو نہ دیکھا

یعنی اے بز کوہی تو جو کہہ رہا تھا کہ (جال) کہاں ہے دیکھ لے یہ ہے تو نے جنگل کو تو دیکھا اور اس گھات کو نہ دیکھا اور یہ نہ سمجھا کہ

بے کمین و دام و صیاد اے عیار	دنبہ کے باشد میان کشت زار
اے چالاک! گھات اور جال کے بغیر	کھیت میں دنبہ کب ہوتا ہے

یعنی ارے چالاک بے کمین کے اور دام وصیاد کے کشت زار میں دنبہ کب ہوتا ہے تو تم جو اس ظاہری دنیا کی بہار کو دیکھتے ہو بھلا بغیر دھوکہ اور جال کے کہیں یہ تھوڑا ہی ہے ضرور اس کے اندر کوئی بات ہے جس کی وجہ سے یہ کہ یہ بہار رکھی گئی ہے تا کہ اس کو دیکھ کر لوگ پھنسیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ گستاخ آمدند اندر زمیں	استخواں و کلہ ہاشاں را بہ بیں
جو لوگ اس دنیا میں گستاخ ہوتے ہیں	ان کی ہڈیاں اور جبڑے دیکھ

یعنی جو لوگ کہ زمین میں گستاخانہ آئے تھے ان کی ہڈیوں اور جبڑوں کو تو ذرا دیکھو

چوں بگورستاں روی اے مرتضیٰ	استخواں شاں را بپرس از مامضیٰ
اے پسندیدہ! جب تو قبرستان میں جائے	ان کی ہڈیوں سے گذشتہ واقعات پوچھ لے

یعنی اے برگزیدہ جب تو گورستان میں جاوے تو ان کی ہڈیوں سے زمانہ ماضی کی حالت دریافت کرنا کہ پہلے تمہاری کیا حالت تھی۔

تا بظاہر بینی آں مستان زور	چوں فرورفتند در چاہ غرور
تا کہ کھلے طور پر دیکھ لے کہ وہ طاقت سے مست	دھوکے کے کنویں میں کس طرح گرے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ تم ظاہر طور پر دیکھ لو کہ وہ اندھے مست کس طرح چاہ غرور میں چلے گئے ہیں مطلب یہ کہ اگر تم ان ہڈیوں کو بہ نظر عبرت دیکھو گے تو وہ بزبان حال جواب دیں گی اس وقت تجھ کو معلوم ہوگا کہ اس غرور و تکبر کا کیا نتیجہ ہوا کسی نے خوب کہا ہے

کل پاؤں ایک کاسئہ سر پہ جو آ گیا　　وہ سر جو استخوان شکستہ سے چور تھا
بولا کہ چل سنبھل کے ذرا راہ بے خبر　　میں بھی کبھو کسی کا سر پر غرور تھا

آگے فرماتے ہیں کہ

چشم اگر داری تو کورانہ میا	ورنہ داری چشم دست آور عصا
اگر تیرے آنکھیں ہیں تو اندھا بن کر نہ آ	اگر آنکھیں نہیں ہیں تو لکڑی ہاتھ میں لے

یعنی اگر بصیرت رکھتے ہو تو اندھے بن کر مت آؤ اور اگر بصیرت نہیں ہے تو ہاتھ میں لاٹھی لو لاٹھی سے مراد علم استدلالی ہے مطلب یہ کہ اگر ذوق سلیم نہیں ہے تو علم استدلالی سے ہی کام چلاؤ وہ بھی کارآمد ہے۔

آں عصائے حزم و استدلال را	چوں نداری دیدہ می کن پیشوا
وہ احتیاط اور استدلال کی لاٹھی	جب تیرے پاس نہیں ہے (کسی کی) آنکھ کو پیشوا بنالے

یعنی اس عصائے حزم و استدلال کو جب تو نہیں رکھتا تو کسی دیکھے ہوئے کو پیشوا بنالے مطلب یہ کہ اگر علم استدلالی بھی نہیں ہے تو پھر کسی کو اپنا پیشوا بنالو۔

ور عصائے حزم و استدلال نیست	بے عصاکش در سر ہر رہ مایست
اگر پختہ کاری اور استدلال کی لاٹھی نہیں ہے	لاٹھی پکڑنے والے کے بغیر ہر راستہ پر نہ کھڑا ہو

یعنی اور اگر حزم واستدلال کا عصا نہیں ہے تو بے عصاکش کے ہر راہ کے سرے پر کھڑا ہی مت ہو مطلب یہ کہ پھر کسی کو راہبر اور پیشوا بنالو جو تم کو راہ مقصود تک پہنچادے اور اس وقت یہ حالت کرلو کہ

گام ز انساں نہ کہ نابینا نہد	تا کہ پا از سنگ و از چہ وا رہد
پاؤں اس طرح رکھ جس طرح اندھا رکھتا ہے	تا کہ پاؤں پتھر اور کنویں سے نجات پا جائے

یعنی قدم اس طرح رکھو کہ جس طرح نابینا رکھتا ہے تا کہ پاؤں پتھر اور گڑھے سے بچا رہے مطلب یہ کہ جس طرح اندھا خوب دیکھ بھال کر قدم رکھتا ہے تو جب تم کو نہ علم استدلالی ہے اور نہ ذوقی ہے تو پھر بہت ہی سنبھل کر قدم رکھو ذرا ادھر ادھر ہوا اور تم گرے۔

کور لرزان و بترس و احتیاط	می نہد پا تا نیفتد در خباط
اندھا لرزتے ہوئے اور ڈر اور احتیاط سے	پاؤں رکھتا ہے تا کہ غلطی میں نہ پڑ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اندھا کانپتا ہوا اور خوف اور احتیاط سے پاؤں رکھتا ہے تاکہ خرابی میں نہ پڑ جاوے اسی طرح تم بھی۔

اے زدود جستہ در نارے شدہ	لقمہ جستہ لقمۂ مارے شدہ
اے وہ جو دھویں سے بھاگا آگ میں گرا	لقمہ ڈھونڈا سانپ کا لقمہ بن گیا

یعنی اے شخص جو کہ دھویں سے نکل کر آگ میں پڑ گیا ہے اور لقمہ کی تلاش میں خود لقمۂ مار ہو گیا ہے مطلب یہ کہ نفع کی جگہ جو تجھے نقصان ہو رہا ہے کہ تو اس سے دنیاوی نفع کو نفع خیال کر رہا ہے حالانکہ یہ اس نقصان کے مقابلہ میں جو تجھے آخرت کا نقصان ہو رہا ہے کچھ بھی نہیں ہے ذرا سنبھل اور سوچ اور نفع اصلی کو اختیار کر آگے اہل سبا کی نافرمانی کی وجہ سے ان کے تمام عیش و آرام کے چھن جانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ اس دنیا ہی میں منہمک رہے اور آخرت کو بھول گئے اسی طرح کہیں تمہاری بھی گت نہ بنے فرماتے ہیں کہ۔

اہل سبا اور ان کی نافرمانی کا قصہ اور ان کی نعمت کا ناشکری کی وجہ سے زائل ہو جانا اور شکر و وفا کی فضیلت

تو نہ خواندی قصۂ اہل سبا	یا بخواندی و نہ دیدی جز صدا
کیا تونے سبا والوں کا قصہ نہیں پڑھا؟	یا تونے پڑھا ہے اور اس کو صرف صدائے (بازگشت) سمجھا ہے

یعنی کیا تم نے اہل سبا کا قصہ نہیں پڑھا ہے یا پڑھا ہے تو بجز صدا کے اور کچھ دیکھا نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ کسی گنبد یا پہاڑ میں اگر کوئی آواز کرے تو اس میں سے بھی آواز پیدا ہوتی ہے۔ مگر اس کو کوئی نفع اس آواز سے نہیں ہوتا اسی طرح تم نے بھی قصہ اہل سبا پڑھا ہے مگر اس سے کوئی نفع حاصل نہیں کیا۔

از صدا آں کوہ خود آگاہ نیست	سوئے معنی ہوش کہ را راہ نیست
صدا سے خود پہاڑ واقف نہیں ہے	حقیقت کی جانب پہاڑ کے ہوش کے لئے راستہ نہیں ہے

یعنی آواز سے وہ خود پہاڑ آگاہ نہیں ہے اور معنی کی طرف کوہ کے ہوش کو راہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اس آواز سے وہ خاک بھی نہیں سمجھتا بلکہ۔

او ہمی بانگے کند بے گوش و ہوش	چوں خمش گردی تو او ہم شد خموش
وہ بغیر گوش اور ہوش کے آواز نکالتا ہے	جب تو چپ ہو گیا وہ بھی چپ ہو گیا

یعنی وہ بھی ایک آواز بے سمجھ بوجھ کے کرتا ہے اور جب تو خاموش ہووے تو وہ بھی خاموش ہو جاوے اسی طرح تم نے بھی اس قصہ سے معنی کو نہیں لیا ہے بلکہ صرف صدا اور الفاظ ہی سنے ہیں۔ اسی لئے اس سے عبرت

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل نہیں ہوئی آگے خود اہل سبا کے اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

داد حق اہل سبا را بس فراغ	صد ہزاراں قصر وایوانہا و باغ
اللہ نے اہل سبا کو بہت فارغ البالی بخشی	لاکھوں قلعے اور محلات اور باغ

یعنی حق تعالیٰ نے اہل سبا کو بہت فراغت عطا فرمائی تھی لاکھوں محل اور مکان اور باغات تھے۔

حق آں نگزاردند آں بدرگان	در وفا بودند کمتر از سگان
ان بدطینتوں نے اس کا حق نہ ادا کیا	وہ وفاداری میں کتوں سے کم تھے

یعنی ان نالائقوں نے ان چیزوں کا شکر ادا نہ کیا وہ تو وفا میں کتے سے بھی کم تھے اس لئے کہ

مر سگے را لقمۂ نانے ز در	چوں رسد بر در ہمی بندد کمر
کسی کتے کو کسی دروازے سے روٹی کا لقمہ	جب مل جاتا ہے وہ اس در پر کمر بستہ ہو جاتا ہے

یعنی کتے کو روٹی کا ٹکڑا جس دروازہ سے مل جاوے تو وہ اسی در پر قیام کرتا ہے۔

پاسبان و حارس در می شود	گرچہ بروے جور وسختی می رود
دروازے کا محافظ اور نگہبان بن جاتا ہے	خواہ اس پر ظلم اور سختی ہو

یعنی اس در کا پاسبان اور حارس ہو جاتا ہے اگرچہ اس پر جور وسختی کتنی ہی ہو۔

ہم براں در باشدش باش وقرار	کفر داند کرد غیرے اختیار
اسی دروازے پر اس کی بود و باش ہو جاتی ہے	غیر کو اختیار کرنا وہ کفر سمجھتا ہے

یعنی اسی در پر اس کی بود و باش ہوتی ہے اور کسی غیر کو اختیار کرنا وہ کفر جانتا ہے یعنی اور کہیں جانا وہ بہت ہی برا سمجھتا ہے تو دیکھو اس کے اندر کس قدر وفا کی خصلت بڑھی ہوئی ہے۔ آگے ایک نہایت لطیف مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ور سگے آید غریبے روز و شب	آں سگانش می کنند آندم ادب
اگر کوئی اجنبی کتا آ جاتا ہے رات یا دن (میں)	وہ کتے اس کو فوراً تنبیہ کرتے ہیں

یعنی اور اگر کوئی اجنبی کتا رات کو یا دن کو آ جاتا ہے تو کتے اس کو اسی وقت ادب کرتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ۔

کہ بروآنجا کہ اول منزل است	حق آں نعمت گردگان دل است
کہ وہاں جا جہاں پہلا گھر ہے	اس نعمت کا حق دل کو گروی کئے ہوئے ہے

یعنی اسی جگہ جا جو کہ اول ٹھکانا ہے اس لئے کہ اس نعمت کا حق مرہون دل کا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

می گزندش کہ برو بر جائے خویش	حق آں نعمت فرو مگزار پیش
وہ اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا	اس نعمت کے حق کو نظرانداز نہ کر

یعنی اس کو کاٹتے ہیں کہ اپنی جگہ جا اور اس نعمت کے حق کو مت چھوڑ تو دیکھو خود تو وفادار ہوتے ہی ہیں مگر کسی اپنے ہم جنس کو بھی بے وفائی نہیں کرنے دیتے آگے اس پر ایک دوسرا مضمون متفرع فرماتے ہیں کہ

از درون اہل دل آب حیات	چند نوشیدی وواشد چشمہات
دل اور صاحب دل کے در سے آب حیات	تو نے کئی بار پیا ہے اور اس کے چشمے جاری ہوئے ہیں

یعنی اہل دل کے اندر سے تم نے آب حیات کس قدر پیا ہے کہ تمہاری آنکھیں کھل گئی ہیں۔

بس غذائے سکر و وجد و بیخودی	از در اہل دلاں بر جاں زدی
سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا	دل والوں کے دروازے سے تو نے جان کو دی ہے

یعنی بہت سی سکر اور وجد اور بے خودی کی غذا کو اہل قلوب سے تم نے اپنی جان پر لگایا ہے یعنی ان کو ان سے حاصل کیا ہے۔

باز ایں در را رہا کردی ز حرص	گرد ہر دکاں ہمی گردی ز حرص
پھر تو نے لالچ کی وجہ سے اس دروازے کو چھوڑ دیا	حرص سے ہر دکان کا چکر کاٹتا ہے

یعنی پھر اس در کو تم نے حرص کی وجہ سے چھوڑ دیا اور ہر دوکان کے گرد حرص کی وجہ سے پھریں گے یہاں وہ لوگ مراد ہیں کہ جو ایک جگہ سے دوسری جگہ کسی نفسانی غرض کی وجہ سے جاتے ہیں مثلاً کوئی بات ناگوار ہوئی اور چل دیئے یا اور کوئی غرض ہے تو فرماتے ہیں کہ تم جو اس در کو جس سے کہ تم کو فیض ہو رہا ہے چھوڑ رہے ہو تو یہ سخت ناشکری کی بات ہے اور اگر ایک جگہ سے دوسری جگہ طلب حق ہی میں جاوے تو مضائقہ نہیں ہے لیکن غرض نفسانی کے لئے جانا مضر ہوتا ہے۔

بر در آں منعمان چرب دیگ	می دوی بہر ثریدا اے مردہ ریگ
چکنی دیگ والے دولت مندوں کے در پر	اے ناچیز! ثرید کے لئے تو دوڑا پھرتا ہے

یعنی اے کمینے تو ان امیروں چرب دیگ کے در پر کھانے کے لئے دوڑ رہا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ تحصیل دنیا کے لئے ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں کہ اس در کو جس سے نفع ہوا ہے ترک کر کے دوسری جگہ تحصیل دنیا کے لئے جا رہے ہو بڑے شرم کی بات ہے۔

چربش آں جاداں کہ جاں فربہ شود	کار نا امید آنجا بہ شود
چکنی غذا وہاں سمجھ کہ روح موٹی ہوتی ہے	مایوس کا معاملہ وہاں درست ہو جاتا ہے

یعنی چرب تو اس جگہ جانو جہاں کہ جان فربہ ہووے اور ناامید کا کام اس جگہ درست ہو جاوے مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ تم جو اس جسم کے فربہ کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہو اس کو ترک کرو بلکہ جان اور سب کی فربہی کو تلاش کرو کہ اس سے دین و دنیا دونوں حاصل ہوں گی۔

صومعۂ عیسیٰ است خوان اہل دل	ہان وہاں اے مبتلا ایں در مہل
اہل دل کا دستر خوان حضرت عیسیٰ کا گرجا گھر ہے	خبردار! خبردار! اے بیمار اس در کو نہ چھوڑ

یعنی خوان اہل دل کو صومعہ عیسیٰ کی طرح جانو اور اے مبتلا اس در کو ہرگز مت چھوڑ مطلب یہ کہ جس طرح کہ صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو شفا حاصل ہوتی تھی اسی طرح تم کو ان اہل دل سے جو نفع ہوگا اس سے دین و دنیا دونوں درست ہوں گے لہذا خدا کے لئے اس کو ترک کر کے اور کہیں مت جاؤ آگے اس صومعہ عیسیٰ علیہ السلام سے سب کو نفع ہونے کو ذکر فرماتے ہیں کہ۔

مصیبت زدہ لوگوں کا ہر صبح کو عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کے دروازہ پر دعا کے لئے جمع اور حاضر ہونا

جمع گشتندے زہر اطراف خلق	از ضریر و لنگ و شل و اہل دلق
مخلوق ہر جانب سے جمع ہو جاتی	اندھے اور لنگڑے اور اپاہج اور گدڑی والے

یعنی ہر طرف سے لوگ جمع ہوا کرتے تھے اندھے لنگڑے لنجے اور محتاج۔

بر درآں صومعۂ عیسیٰ صباح	تا بدم شاں وار ہاند از جناح
صبح کو (حضرت) عیسیٰ کے گرجا گھر کے دروازے پر	تا کہ دم کر کے ان کو تکلیف سے نجات دیں

یعنی صبح کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ پر تا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھونک سے ان کو مصیبت سے چھڑا دیں۔

او چو فارغ گشتے از اوراد خویش	چاشتگہ بیروں شدے آں خوب کیش
جب وہ اپنے معمولات سے فارغ ہوتے	وہ نیک عادت چاشت کے وقت باہر آتے

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنے اوراد سے فارغ ہوتے تو چاشت کے وقت وہ خوب کیش باہر نکلتے۔

جوق جوق مبتلا دیدے نزار	شستہ بردر در امید و انتظار
وہ کمزور بیماروں کے غول کے غول دیکھتے	امید اور انتظار میں دروازے پر بیٹھے ہوئے

یعنی وہ بیماروں ضعیفوں کو جوق جوق دیکھتے کہ دروازہ پر امید و انتظار میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

پس دعا کردے و گفتے اے خدا	حاجت و مقصود جملہ شد روا
تو دعا کرتے اور کہتے اللہ کی جانب سے	تمام ضرورت مندوں کی حاجت پوری ہو گی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آپ دعا فرماتے اور فرماتے کہ اے اللہ سب کی حاجت اور مقصود پورا فرمادے۔

گفتے اے اصحاب آفت از خدا	حاجت ایں جملگاں تاں شد روا
فرماتے کہ اے مصیبت زدہ لوگو! خدا کی جانب سے	تم سب کی حاجت پوری ہو گئی ہے

یعنی پھر فرماتے کہ اے مصیبت والو خدا سے تمہاری سب کی حاجت پوری ہوگئی۔

ہیں رواں گردید بے رنج وعنا	سوئے غفاری و اکرام خدا
بغیر رنج اور مشقت کے روانہ ہوئے	اللہ کی خطا بخشی اور عزت افزائی کی طرف

یعنی ہاں اب بے رنج وعنا کے حق تعالیٰ کی غفاری اور ان کے اکرام کی طرف روانہ ہو جاؤ۔

جملگاں چوں اشتران بستہ پائے	کہ کشائی زانوئے ایشاں پرائے
سب پاؤں بندھے اونٹوں کی طرح	جن کے زانو کو تونے تدبیر سے کھول دیا ہو

یعنی سارے ان اونٹوں کی طرح جو کہ پاؤں بندھے ہوئے ہوں اور تم ان کے پاؤں خود کھول دو اور وہ اونٹ روانہ ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بے کسی تکلیف کے چنگے ہو کر روانہ ہو جاتے تھے۔

جملہ صحت یافتند و شد رواں	از دم جاں بخش عیسیٰ در زماں
سب صحت مند ہو گئے اور روانہ ہو گئے	فوراً (حضرت) عیسیٰ کے جان بخشنے والے دم کرنے سے

یعنی سارے کے سارے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جاں بخش پھونک سے اسی وقت روانہ ہو جاتے تھے اللہ اکبر کیا ہی برکت تھی۔

شد رواں آں حاجت جملہ علیل	ز امر حق و از دم نیک جلیل
سب مریضوں کی حاجت روائی ہو جاتی	خدا کے حکم سے نیک بزرگ کے دم کرنے سے

یعنی ان سارے مریضوں کی حاجت امر حق سے اور ان نیک اور بزرگ کی دعا سے روا ہو جاتی ہے۔

بے توقف جملہ شاداں در اماں	از دعائے او شدندے پادواں
سب اطمینان سے خوشی خوشی بلا توقف	ان کی دعا سے دوڑتے چلے جاتے

یعنی بے توقف وہ سارے خوش اور امن میں ان کی دعا سے اپنے پاؤں سے دوڑنے لگتے تھے۔

جملہ بے درد و الم بے رنج و غم	تندرست و شادمان و محترم
سب بغیر درد اور تکلیف اور رنج و غم کے	تندرست اور خوش اور قابل عزت

یعنی وہ سارے بے رنج والم اور بے درد وغم کے تندرست اور شادمان اور محترم

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے خانہ خویش گشتندے رواں	ازدم میموں آں صاحبقراں
اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے	اس صاحب قران کے مبارک دم سے

یعنی اپنے گھر کی طرف ان صاحبقراں کی پھونک سے روانہ ہو جاتے تھے تو دیکھو ان کی پھونک میں یہ برکت تھی اور لوگ اس سے تندرستی اور صحت حاصل کرتے تھے مولانا آگے انتقال کر کے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اے بھائی زمانہ گذشتہ میں ایک دیہاتی کی ایک شہری سے دوستی تھی وہ دیہاتی جب شہر میں آتا تو اسی کے یہاں ڈیرا ڈالتا اور اسی کے مکان پر ٹھہرتا دو دو مہینے تین تین مہینے اس کے یہاں مہمان رہتا کھانے میں بھی شریک ہوتا اور دکان پر بھی رہتا غرض بہت آرام و آسائش اور نہایت بے تکلفی کے ساتھ رہتا اور اگر اس کو کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو شہری بلا قیمت کے اس کے لئے مہیا کر دیتا ایک روز اس نے شہری کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ جناب آپ تو کبھی سیر کے لئے بھی ہمارے گاؤں میں تشریف نہیں لاتے۔ آپ کو خدا کی قسم آپ معہ اپنے بال بچوں کے تشریف لے چلئے کیونکہ یہ زمانہ بہار کا ہے اس زمانہ میں باغوں میں رونق ہوتی ہے ذرا لطف رہے گا۔ اور اگر اس وقت آپ نہیں چل سکتے تو گرمیوں میں جو میوں کا زمانہ ہوگا ضرور تشریف لائیے۔ تاکہ میں بھی آپ کی خدمت کروں آپ اپنے ساتھ خدم و حشم اور عیال و اطفال دوست آشناؤں کو بھی ضرور لائیے اور مزے سے تین چار مہینے ہمارے گاؤں میں قیام فرمائیے اگر آپ موسم بہار میں تشریف لے چلیں تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ بہار میں گاؤں کا رقبہ نہایت پر لطف ہوتا ہے۔ ہر طرف کھیتیاں لہلہاتی ہیں اور لالوں کا عجیب دلکش کا عالم ہوتا ہے وہ امیر دفع الوقتی کے طور پر اس سے وعدہ کر لیتا حتیٰ کہ وعدۂ اول کے بعد آٹھ سال گزر گئے اور وہ نہیں گیا وہ ہر سال کہتا تھا کہ جناب کب تشریف لے چلیں گے لیجئے موسم خزاں بھی آگیا اور آپ تشریف نہیں لائے وہ بہانہ کر دیتا تھا کہ امسال ہمارے یہاں فلاں مقام سے کچھ مہمان آگئے تھے ان کے سبب آنا نہ ہوا آئندہ سال اگر ضروریات سے فرصت ہوئی تو ضرور آؤں گا اس پر وہ کہتا کہ ہاں آپ ضرور ضرور تشریف لائیے میرے گھر کے لوگوں کو آپ کے بچوں کا سخت انتظار ہے اور گن گن کر دن کاٹتے ہیں غرض ہر سال وہ لکلک کی طرح آوارد ہوتا اور اس شہری کے مکان پر ٹھہرتا اور وہ امیر خوب دل کھول کر اس پر اپنا زر و مال صرف کرتا آخری مرتبہ اس جوانمرد نے تین مہینے تک اس کو دونوں وقت خوب کھانے کھلائے اس نے اس امیر کے بے امید و توقع نفع احسانات سے شرمندہ ہو کر اس کو بہت مجبور کیا اور کہا کہ آخر آپ مجھ سے کتنے وعدے کریں گے اور کب تک ٹلائیں گے۔ اب کے تو آپ کو ضرور ہی چلنا ہوگا۔ امیر نے کہا میرا جی بھی ملنے کو بہت چاہتا ہے لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

مجبور ہوں کہ میرا انتقال حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے۔ آدمی کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور اس کا بادبان اور قضائے الٰہی ایسی ہے جیسے ہوا حق سبحانہ اس ہوا کو چلانے والے اور قضا کو نافذ کرنے والے ہیں پس جب تک ان کا حکم نہ ہو آدمی کیا کرسکتا ہے اس نے پھر قسمیں دیں کہ مہربانی فرما کر ان جیلے حوالوں کو جانے دیجئے اور اپنے بچوں کو لے کر آپ ضرور تشریف لائیے دیکھئے تو سہی گاؤں میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ وہاں کیسی پرلطف زندگی بسر ہوتی ہے آخر اس نے پھر وعدہ کیا اس نے تین مرتبہ ہاتھ پر ہاتھ مار کر عہد لیا اور کہا آپ کو خدا کی قسم آپ جلد تشریف لانے کی کوشش کریں آخرش دس سال کے عرصہ کے بعد وہ جس میں ہر سال دلجوئی اور دلخوش وعدے کرتا رہا اس امیر کے لڑکوں نے کہا کہ ابا جان آپ ملاحظہ فرمائیں کہ چاند ابر سایہ سب اپنے اپنے مقام سے حرکت کرتے ہیں لیکن حضور والا ہیں کہ ایک ہی جگہ مقیم ہیں آپ کے بہت سے حقوق اس غریب کے ذمہ ہوگئے ہیں۔ اور آپ نے اس کے معاملات میں بہت کچھ تکلیف اٹھائی ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ آپ کو مہمان بلا کر آپ کے احسانات کا کچھ حق ادا کرے اس بناء پر اس نے ہم سے وعدہ لیا ہے کہ تم بہت خوشامد کر کے اپنے والد صاحب کو ضرور ہمارے یہاں لاؤ۔ جب وہ بیچارہ اس قدر اصرار کر رہا ہے تو جناب والا کو اس کی درخواست کے قبول فرمانے میں کیوں تامل ہے امیر نے کہا بیٹا یہ سچ ہے لیکن بزرگوں کا مقولہ ہے کہ جس کے ساتھ تم احسان کرو تم کو اس کے شر سے بہت بچنا چاہئے۔ میں اس لئے پس و پیش کرتا ہوں۔ نیز یہ وجہ بھی ہے کہ میں دوستی کو منافع بعد الموت کا تخم خیال کرتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں گا تو میرے دوست دعا وغیرہ سے مجھے فائدہ پہنچائیں گے۔ اس لئے میں ڈرتا ہوں کہ مبادا اس ذریعہ سے ہم میں منافرت پیدا ہو جائے اور یہ تخم فاسد ہو کر ناقابل انتفاع ہو جاوے میرے اس اندیشہ کی وجہ یہ ہے کہ بعض صحبتیں تو ایسی ہوتی ہیں کہ شمشیر براں کی طرح پہلے تعلقات کو قطع کر دیتی ہیں اور جس طرح خزاں باغوں اور کھیتوں کا ستیاناس کر دیتی ہے یونہی وہ بھی اس گلشن معنوی یعنی خوشگوار تعلقات کا استیصال کر دیتی ہیں اور بعض صحبتیں فصل بہار کی طرح مثمر ثمرات و برکات اور خوشگوار تعلقات کو بڑھانے والی اور ان کو ایک سے چار کرنے والی ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں مقتضائے احتیاط یہ ہے کہ ہم نقصان کو پیش نظر رکھیں تاکہ اس سے بچیں اور شر سے محفوظ رہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ امیر نے بہت صحیح کہا واقعی بات یہ ہے کہ احتیاط ضروری ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحزم سوء الظن (کما ھو المشھور واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) لیکن اس کو صرف ضرر دنیوی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ضرر دینی سے بچنے کے لئے بھی اس کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ بل ھو الاھم اور ہر قول و فعل میں نہایت احتیاط کرنی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے ذرا چوکے اور پھنسے گو تم کو میدان ہموار اور فراخ معلوم ہوتا ہے اور تم اپنے افعال و اقوال میں ضرر محسوس نہیں کرتے ہو لیکن ہم تم کو بتاتے ہیں کہ ہر قدم پر جال لگا ہوا ہے تم کو بے باکانہ اور انیلے پن سے

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں چلنا چاہئے تم اپنی ایسی مثال سمجھو جیسے پہاڑی بکرا کہ وہ میدان کو بظاہر صاف دیکھ کر سمجھتا ہے کہ چلو بھی جال کہاں لیکن جب وہ لاابالی پن سے دوڑتا ہے تو اس کے گلے میں جال پڑ جاتا ہے۔ اب اس سے کوئی کہے کہ تو تو کہتا تھا کہ جال کہاں ہے دیکھ یہ ہے کمبخت تو نے سرسری نظر سے میدان صاف دیکھ لیا لیکن اس گھات کو نہ دیکھا سمجھو تو سہی بدوں گھات کے اور بلا شکاری کے جال کے بھی کہیں کھیت میں دنبہ بندھا ہوتا ہے ہرگز نہیں پس اسی طرح سمجھ لو کہ یہ تلذذات وتنعمات دنیوی خطرہ اخروی سے خالی نہیں ان سے نہایت احتیاط کے ساتھ متمتع ہونا چاہئے زندہ لوگوں میں عوام تو تمہاری ہی طرح بے خبر ہیں ان سے تو کچھ پتہ ہی نہیں چل سکتا رہے باخبر لوگ سو ان کے قول کو تم اغراض نفسانیہ دون ہمتی پست خیالی وغیرہ پر محمول کر لو گے اس لئے ہم تم سے کہتے ہیں کہ جو لوگ زمین پر بیباکانہ چلتے ہیں ان کی ہڈیوں اور کھوپڑیوں کو قبرستان میں جا کر دیکھو اور ان سے واقعات دریافت کرو کہ وہ اندھے اور مست شہوات ولذات اپنی بے احتیاطی کی بدولت کیونکر دھوکے کے گڑھے میں گرے وہ زبان حال سے اپنی غلطی کو بتلائیں گے پس جب حزم کی ضرورت ثابت ہوئی تو اب تیرے لئے تین صورتیں ہیں اگر تو صاحب بصیرت ہے تو بیناؤں کی طرح چل اور اندھوں کی طرح مت چل یعنی اپنی بصیرت سے ہر شئے کے حسن و قبح کو دیکھ کر اس کے مطابق عمل کر اور اگر تو چشم بصیرت نہیں رکھتا تو ہاتھ میں لاٹھی لے کر چل یعنی جب تجھے بصیرت نہیں تو حزم واستدلال کی لاٹھی کے سہارے چل اور جس چیز کا ضرر تجھے دلیل سے معلوم ہو جائے یا اس میں مضرت کا احتمال ہو اس سے بچ اور اگر حزم واستدلال کی لاٹھی بھی تیرے پاس نہیں تو کوئی شیخ کامل ہونا چاہئے جو تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے راستہ پر لے چلے اور بدوں اس کے ہر راستہ پر چلنے کے لئے مت کھڑا ہو غرضکہ جب تجھے نہ بصیرت ہو نہ صاحب بصیرت راہ پر تجھے لئے جاتا ہو اس وقت تجھے پھونک پھونک کر قدم رکھنا چاہئے اور ہر قدم یوں رکھنا چاہئے جس طرح اندھا رکھتا ہے تاکہ تیرا پاؤں پتھر کی ٹھوکر اور کنویں میں پڑنے سے محفوظ رہے۔ یاد رکھ کہ تو اندھا ہے اور اندھا آدمی کانپتے ہوئے اور ڈرتے ڈرتے اور بہت احتیاط سے قدم رکھتا ہے تاکہ وہ گڑبڑ میں نہ پڑ جاوے۔ اے دھوئیں سے بھاگ کر آگ میں گرنے والے اور کھانے کی خاطر سانپ کا لقمہ بن جانے والے یعنی ضرر دنیوی سے بچ کر ضرر دینی میں مبتلا ہونے والے اور تنعمات دنیویہ کی خواہش میں نفس وشیطان کا شکار ہونے والے شاید تو نے اہل سبا کا قصہ نہیں پڑھا ہے لیکن اس کو صدائے کوہ سے زیادہ وقعت نہیں دی۔ پہاڑ کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنی آواز کو سمجھتا نہیں اور پہاڑ کی فہم اس کے معنی تک نہیں پہنچتی وہ نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے بلکہ یوں ہی آواز نکالتا ہے اور اس کی آواز صرف انسان کی آواز کی نقل ہوتی ہے جب وہ چپ ہو جاتا ہے تو وہ پہاڑ بھی خاموش ہو جاتا ہے یہی تو نے بھی کیا ہے کہ محض زبان سے الفاظ نکالے نہ ان کو خیال سے سنا اور نہ ان کے معانی کو اچھی طرح سمجھا بلکہ محض کہنے والے کی نقل کی اب ہم اس قصہ کو تیرے لئے بیان کرتے ہیں اگر تو نے نہیں پڑھا

www.besturdubooks.wordpress.com

تو اب پڑھ اگر پڑھا ہے لیکن سمجھا نہیں تو اب سمجھ حق سبحانہ نے اہل سبا کو بہت کچھ اطمینان اور فراغ خاطر عطا کیا تھا ہزاروں قصر وایوان اور باغ وغیرہ ان کو عطا کیے تھے۔ لیکن ان بدذاتوں نے اس انعام حق کا شکر ادا نہیں کیا اور وفا میں کتوں سے بھی کم حصہ لیا۔ کتے کی عادت ہوتی ہے کہ جب کسی دروازہ سے اس کو ایک ٹکڑا مل جاتا ہے تو اسی در کا ہو رہتا ہے وہ اس کی پاسبانی اور پہرہ داری کرتا ہے خواہ اس پر کتنی ہی زیادتی اور سختی ہو لیکن اس کا استقرار اور ٹھکانا وہی در رہتا ہے اس کے سوا دوسرے کے اختیار کرنے کو وہ کفر سمجھتا ہے اگر کبھی غلطی سے کوئی کتا راہ وفا سے ڈگمگاتا ہے اور رات کو یا دن کو کسی دوسرے دروازہ پر جانے کا قصد کرتا ہے تو دوسرے کتے اس کو سزا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنے پہلے ہی ٹھکانے پر جا حق نعمت کا پاس دل میں مقید رہنا چاہئے اور اس کو اس سے علیحدہ نہ ہونا چاہئے۔ وہ اس کو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی اصلی جگہ پر جا اور حق نعمت کا پاس نہ چھوڑ اے طالب اس واقعہ سے تجھ کو بھی سبق لینا چاہئے تو نے اہل اللہ کے باطن سے بہت کچھ آب حیات پیا ہے اور اس سے تیری آنکھیں کھل گئی ہیں اور وجد وسکر وبیخودی کی کافی غذا اہل دل سے حاصل کر کے تو نے اپنی جان کو دی ہے مگر اس پر بھی تو نے اس دروازہ کو چھوڑ دیا ہے اور حرص سے تو دنیا داروں کی دکانوں کا طواف کر رہا ہے اور بے حقیقت ثرید (ایک غذا کا نام ہے جو شوربے میں ٹکڑے چور کر تیار کی جاتی ہے) مرغن ہانڈی والے امیروں کے دروازوں پر دوڑ دوڑ کر جاتا ہے تجھے اس ناشکری اور بے وفائی سے شرم آنی چاہئے ارے احمق تجھے سمجھنا چاہئے کہ حقیقی روغن وہاں ہے جہاں جان موٹی تازی ہوتی ہے اور روح کو قوت اور تازگی حاصل ہوتی ہے اور جہاں ناامیدوں کا بھی کام بن جاتا ہے یعنی اہل اللہ کے یہاں نہ کہ وہاں جہاں تو تلاش کرتا ہے اس لئے کہ ان کے روغن سے تو نفس کو قوت ہوتی ہے اور وہی موٹا تازہ ہو سکتا ہے نیز وہاں یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر امیدوار کو مل ہی جاوے بلکہ بہت سوں کو دھکے بھی ملتے ہیں۔ یاد رکھ کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی مانند ہے کہ وہاں سے کوئی محروم ہی نہیں جاتا بس اے مریض قلب دیکھ خبردار تو اس در کو نہ چھوڑنا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے صومعہ کی یہ حالت تھی کہ دور دور سے لوگ آ کر وہاں جمع ہوتے تھے بعض اندھے ہوتے تھے بعض لنگڑے بعض لنجے بعض محتاج تاکہ حضرت عیسیٰ اپنی پرتاثیر پھونک سے ان کو بلا سے نجات دیں جس میں وہ مبتلا ہیں۔ حضرت عیسیٰ جب اپنے معمولات سے فارغ ہوتے تھے تو دوپہر کے وقت صومعہ سے باہر تشریف لاتے تھے اور آ کر دیکھتے تھے کہ بہت سے مریض خستہ حال امیدوار انتظار تشریف آوری میں بیٹھے ہوتے تھے یہ دیکھ کر آپ فرماتے کہ اے مبتلائے آفات خداوندی بحکم خدا تم سب کی حاجت اور مدعا پورا ہوا۔ اب تم بے رنج ومشقت حق سبحانہ کی غفاری اور اس کے اکرام کی طرف چلو اور ان کو حاصل کرو وہ سب یوں جیسے اونٹ کا پاؤں اول بندھا ہوا ہو اور پھر اس کو کھول دیا جاوے حضرت عیسیٰ کی پھونک سے شفا پا کر چل دیتے اور حق سبحانہ کے حکم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پھونک کی

www.besturdubooks.wordpress.com

برکت سے ان تمام بیماروں کی حاجت روا ہو جاتی اور ان کی دعا کی برکت سے اپنے پاؤں دوڑتے ہوئے خوش و خرم اپنے گھر چلے جاتے اور اس عظیم الشان صاحب اقبال کی پھونک سے سب کی تکلیف اور رنج و غم دور ہو جاتا اور سب کے سب تندرست اور خوش و خرم اور عزت کے ساتھ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جاتے۔

شرح شبّیری

آزمودی تو بسے آفات خویش	یافتی صحت ازیں شاہاں کیش
تونے اپنی بہت سی مصیبتوں کو آزمایا ہے	مذہب کے شہنشاہوں سے تو صحت یاب ہوا ہے

یعنی تم نے بہت سے اپنے امراض کو آزمالیا ہے اور ان شاہان دین سے صحت پائی ہے مطلب یہ کہ اپنے امراض باطنی کو بہت مرتبہ دیکھ چکے ہو اور معلوم کر چکے ہو پھر ان حضرات کی برکت ہی سے تم کو صحت حاصل ہوئی ہے۔

چند آں لنگی تو رہوار شد	چند جانت بے غم و آزار شد
کتنی مرتبہ تیرا لنگڑا پن تیز رفتار بنا ہے	کتنی مرتبہ تیری جان بے غم اور بے درد ہوگئی ہے

یعنی تیری کتنی ہی لنگیاں درست ہو چکی ہیں اور کتنی مرتبہ تیری جان بے غم و آزار ہو چکی ہے مطلب یہ کہ کتنی مرتبہ تجھے ان حضرات کی برکت سے آزار سے چھٹکارا مل چکا ہے تو ان کو ترک کرتا ہے اور دوسری جگہ جاتا ہے بڑے شرم کی بات ہے آگے ایک ترکیب بتاتے ہیں کہ۔

اے مغفل رشتۂ برپائے بند	تاز خود ہم گم نگردی اے لوند
اے بیوقوف! پاؤں پر رسی باندھ لے	تاکہ اے خود رائے! تو اپنے آپ سے بھی گم نہ ہو جائے

یعنی اے غافل پاؤں میں ایک تاگا باندھ لے تاکہ اپنے سے بھی گم نہ ہو تو اے کمینہ ایک شخص بیوقوف تھا وہ اپنے بدن پر بہت سے تاگے باندھے رہتا تھا کہ کہیں کھو نہ جاوے ایک روز اس کے تاگے اس کے بھائی نے باندھ لئے تو کہتا کیا ہے کہ بھائی تم تو میں ہو گئے اور میں کہاں گیا تو مولانا اسی سے تشبیہ دیکر بطور طعن فرماتے ہیں کہ یہاں تم جو بھٹکتے پھرتے ہو اور ان حضرات کے در کو ترک کرتے ہو تو تم اس شخص کی طرح تاگا باندھ لو تاکہ پھر گم نہ ہو سکو اور اس در کو نہ چھوڑو۔

ناسپاسی و فراموشی تو	یاد نادرد آں عسل نوشی تو
تیری ناشکری اور (احسان) فراموشی نے	تجھے شہد پینے کو یاد نہ دلایا

یعنی تیری ناشکری اور تیری (احسان) فراموشی اس عسل نوشی کو یاد نہیں لائی مطلب یہ کہ تم کو جو حضرات اہل

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ سے فیض ہوا تھا اس کو تم نے ناشکری کی وجہ سے فراموش کر دیا۔ اور بھلا دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ۔

لاجرم آں راہ بر تو بستہ شد	چوں دل اہل دل از تو خستہ شد
لامحالہ وہ راستہ تجھ پر بند ہو گیا	جبکہ اہل دل کا دل تجھ سے زخمی ہوا

یعنی آخر کار وہ راہ (حق) تم پر بند ہو گی جب کہ اہل دل کا قلب تم سے رنجیدہ ہوا۔ یعنی جبکہ تم نے ان کو بلا کسی ضرورت شرعی کے ترک کر دیا تو ان کے قلب میں کدورت آ گئی اور پھر سارے فیوض بند ہو گئے اور یہ مشاہدہ ہے برابر ایسا ہی ہوتا ہے چونکہ اکثر ایسا ہو جاتا ہے تو اس کو سن کر کسی کو رنج ہوتا کہ بس اب تو کہیں ٹھکانہ ہی نہ رہا اس لئے آگے اس کا علاج فرماتے ہیں کہ اگر کبھی ایسا غلطی سے ہو جاوے تو یہ کرو کہ۔

زود شاں دریاب و استغفار کن	ہمچو ابرے گریہ ہائے زار کن
جلد ان کے پاس پہنچ جا اور توبہ کر لے	ابر کی طرح عاجزی کا رونا رو

یعنی جلدی سے ان کو پالو اور استغفار کرو اور مثل ابر کے خوب رو مطلب یہ کہ ان سے معاف کراؤ اور حق تعالیٰ کی درگاہ میں استغفار کرو اور آہ وزاری کرو پھر اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ۔

تا گلستاں شاں سوئے تو بشگفد	میوہ ہائے پختہ بر خود واکفد
تا کہ ان کا باغ تیری جانب کھلے	پکے ہوئے میوے خود پھٹ پڑیں

یعنی تا کہ ان کا گلستاں تیری طرف کھل جاوے اور پختہ میوے تیرے اوپر پھٹ پڑیں یعنی کثرت سے فیوض و برکات تم پر فائض ہوں۔

ہم برآں در گرد و کم از سگ مباش	با سگ کہف ار شدستی خواجہ تاش
اسی در کا چکر کاٹ کتے سے کم نہ ہو	اگر چہ تو (اصحاب) کہف کے کتے کا ساتھی ہو گیا ہے

یعنی اس در پر پھر اور کتے سے کم مت ہو سگ اصحاب کہف کے ساتھ اگر تو خواجہ تاش ہوا ہے یعنی اگر تو نیکوں کی صحبت میں رہا ہے تو وفا میں کتوں سے کم مت ہو یہاں سے عود ہے مضمون وفا کی طرف جس کو کہ اوپر بیان کیا تھا کہ کتے کے اندر وفا کی خصلت بہت زیادہ ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر کوئی اجنبی کتا آ جاتا ہے تو دوسرے کتے اس کو کاٹتے ہیں کہ اول ہی جگہ جا اسی مضمون کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں سگاں ہم مر سگاں را ناصح اند	کہ دل اندر خانۂ اول بہ بند
کتے کتوں کے لئے ناصح ہیں	کہ پہلے گھر سے دل لگا

یعنی کہ جب کتے کتوں کے لئے ناصح ہیں کہ دل کو اول گھر کے ساتھ بند کر لے اور کہتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آں در اول کہ خوردی استخواں	سخت گیر و حق گزاری را مماں
وہ پہلا دروازہ جس پر تو نے ہڈی کھائی ہے	سخت پکڑے اور حق گزاری سے نہ رک

یعنی دراول کو جس سے کہ تو نے ہڈی کھائی ہے مضبوط پکڑ لے اور حق گزاری کو ترک مت کر۔

می گزندش کز ادب آنجا رود	وز مقام اولیں مفلح شود
وہ اس کو کاٹتے ہیں تا کہ تہذیب سے وہاں چلا جائے	اور پہلے مقام پر کامیاب ہو جائے

یعنی اس اجنبی کو کاٹتے ہیں تا کہ ادب کی وجہ سے اس جگہ سے چلا جاوے اور پہلے ہی جگہ سے مفلح ہو مطلب یہ کہ کتے اس اجنبی کو اس لئے کاٹتے ہیں تا کہ اپنی پہلی ہی جگہ چلا جاوے۔

می گزندش کاے سگ طاغی برو	باولی نعمت باغی مشو
اس کو کاٹتے ہیں کہ اے سرکش کتے جا	اپنے محسن سے باغی نہ بن

یعنی وہ کتے اس کو کاٹتے ہیں کہ ارے باغی جا اور اپنے ولی نعمت کے ساتھ باغی مت ہو۔

بر ہماں در ہمچو حلقہ بستہ باش	پاسبان و چابک و برجستہ باش
اسی در پر حلقہ کی طرح بندھا رہ	محافظ اور چست اور آمادہ بنا رہ

یعنی اسی دروازہ پر حلقہ کی طرح بندھا رہ پاسبان اور چالاک اور برجستہ رہ۔

صورت نقض وفائی مامباش	بیوفائی را مکن بیہودہ فاش
ہماری بے وفائی کی صورت نہ بن	بیوفائی کو خواہ مخواہ ظاہر نہ کر

یعنی ہمارے نقض وفا کا نمونہ مت بن اور بیہودہ ہو کر بے وفائی کو ظاہر مت کر

مر سگاں را چوں وفا آمد شعار	رو سگاں رانگ بدنامی میار
وفاداری جبکہ کتوں کا شعار ہے	جا کتوں کو ذلیل اور بدنام نہ کر

یعنی کتوں کے لئے جب وفا شعار ہے تو جا اور کتوں کے لئے شرم اور بدنامی کومت لا مطلب یہ کہ اس کو کاٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کمبخت کتوں کا تو اصل شعار وفاداری ہے تو اول ہوگا جو کہ بیوفائی کرے گا گویا کہ نمونہ بے وفائی بنا چاہتا ہے اور سب کو بے وفا مشہور کرنا چاہتا ہے ارے بھائی ایسا مت کر اس لئے کہ کتوں کے لئے یہ تو بڑی شرم کی بات ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

بیوفائی چوں سگاں را عار بود	بیوفائی چوں روا داری نمود
جبکہ بیوفائی کتوں کے لئے ذلت ہے	تو نے بے وفائی کو کیوں جائز رکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب کہ بیوفائی کتوں کے لئے عار ہے تو تو بے وفائی کرنے کو کس طرح جائز رکھتا ہے

حق تعالیٰ فخر آورد از وفا	گفت من اوفیٰ بعھد غیرنا
اللہ تعالیٰ نے وفاداری پر فخر فرمایا ہے	فرمایا ہمارے علاوہ عہد کو زیادہ پورا کرنے والا کون ہے؟

یعنی حق تعالیٰ نے وفا کی وجہ سے فخر فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ عہد کو وفا کرنے والا ہم سے زیادہ کون ہے یعنی کوئی نہیں ہے۔ قرآن شریف میں ہے و من اوفیٰ بعھدہ من اللہ یعنی کہ اللہ سے زیادہ کون عہد کا پورا کرنے والا ہے تو دیکھو حق تعالیٰ نے وفا عہد پر فخر فرمایا ہے تو اگر وفا کوئی ایسی شے نہیں ہے تو فخر کس پر ہے معلوم ہوا کہ وفاء عہد بہت بڑی نعمت ہے اللہ تعالیٰ ہم کو نصیب فرماوے اور توفیق دے اب یہاں شبہ ہوتا تھا کہ جب محسن سے بیوفائی بری ہے تو اگر ماں باپ مثلاً حکم شرک کریں تو ان کا کہا بھی مان لے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

بیوفائی داں وفا بارد حق	برحقوق حق ندارد کس سبق
اللہ کے مردود کے ساتھ وفا کرنا (خدا کے ساتھ) بیوفائی سمجھ	اللہ کے حقوق پر کوئی ترجیح نہیں رکھتا

یعنی مردود حق کے ساتھ وفا کرنا بیوفائی سمجھو اس لئے کہ حقوق حق پر تو کوئی سبقت نہیں رکھتا بلکہ حق تعالیٰ کا حق سب سے مقدم ہے لہذا سب کے حقوق پر اس کو مقدم رکھو۔

نور را ہم نور شو با نار نار	جائے گل گل باش و جائے خار خار
نور کے لئے نور بن' آگ کے لئے آگ	پھول کے مقام پر پھول بن اور کانٹے کی جگہ کانٹا

یعنی نور کے لئے تو نور ہو اور نار کے ساتھ نار گل کی جگہ گل رہو اور خار کی جگہ خار رہو مطلب یہ کہ موافقین حق کے ساتھ دوست رہو اور مخالفین کے مخالف۔

حق مادر بعد ازاں شد کاں کریم	کرد او را از جنین تو غریم
ماں کا حق اس کے بعد ہوا کیوں کہ اللہ نے	تیرے حمل کا اس کو مقروض بنایا

یعنی حق ماں کا اس کے بعد ہوا ہے کہ اس کریم نے اس کو تیرے جنین سے بوجھل کیا۔

صورتے کردت درون جسم او	داد در حملش ترا آرام و خو
اس کے جسم میں تیری صورت پیدا کی	(اور) اس کے حمل میں تجھے آرام دیا اور عادت ڈالی

یعنی جسم کے اندر تجھے ایک صورت عطا کی اور اس کے حمل میں تجھے آرام اور عادات عطا کئے۔

ہمچو جزو متصل دید او ترا	متصل را کرد تدبیرش جدا
اس نے تجھے اپنا ملا ہوا جزو سمجھا	اس (اللہ) کی تدبیر نے جڑے ہوئے کو جدا کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس نے تجھے ایک جزو متصل (ماں کا) دیکھا تو ان کی تدبیر نے متصل کو جدا کر دیا۔

حق ہزاراں صنعت وفن ساختست	تا کہ مادر بر تو مہر انداختست
اللہ نے ہزاروں صنعتوں اور فن سے (تجھے) بنایا ہے	اس کے بعد ماں نے تجھ سے محبت کی ہے

یعنی حق تعالیٰ نے ہزاروں فن کئے ہیں یہاں تک کہ ماں نے تجھ پر محبت ڈالی ہے۔

پس حق حق سابق از مادر بود	ہر کہ آں حق راند اند خر بود
تو اللہ کا حق ماں سے پہلے ہوا	جو اس حق کو نہیں پہچانتا گدھا ہے

یعنی بس حق تعالیٰ کا حق ماں سے سابق ہے اور جو کوئی اس حق کو نہ جانے خر ہے۔

آنکہ مادر آفرید وضرع وشیر	با پدر کردش قریں آں خود مگیر
جس نے ماں کو پیدا کیا اور پستان اور دودھ پیدا کیا	اس کو باپ کا ساتھی بنایا یہ خود بخود نہیں ہوا

یعنی جس نے کہ ماں کو پیدا کیا اور پستان کو اور دودھ کو اور باپ کے ساتھ ماں کو قرین کیا اس کو از خود مت فرض کرو بلکہ یہ سب قدرت حق نے کیا ہے اور حق تعالیٰ ہی کے کرنے سے سب کچھ ہوا ہے چونکہ یہاں ضرورت حقوق کا ذکر کیا ہے اس لئے آگے مناجات فرماتے ہیں کہ۔

اے خداوندا اے قدیم احسان تو	آنکہ دانم وانکہ نے ہم آن تو
اے اللہ اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے	جو میرے علم میں ہے اور جو میرے علم میں نہیں ہے تیری ملکیت ہے

یعنی اے خدا اور اے وہ ذات کہ تیرا احسان قدیم ہے اور جو میں جانتا ہوں اور جو نہیں جانتا سب آپ کی ملک ہے۔

تو بفرمودی کہ حق را یاد کن	زانکہ حق من نمیگردد کہن
تو نے فرمایا ہے کہ حق کو یاد کر	کیونکہ میرا حق پرانا نہیں ہوتا ہے

یعنی آپ نے فرمایا ہے کہ میرے حق کو یاد کرو اس لئے کہ میرا حق کبھی پرانا نہیں ہوتا کیونکہ اگر نعمتیں ختم ہو جاویں تو حق بھی پرانا ہو جاوے گا جب نعمتیں ہر وقت ہو رہی ہیں تو پھر حق کس طرح پرانا ہو سکتا ہے اور آپ کا ارشاد ہے کہ۔

یاد کن لطفے کہ کردم آں صبوح	با شما از حفظ در کشتی نوح
(تو نے فرمایا) اس مہربانی کو یاد کر جو اس صبح کو میں نے کی	تمہارے ساتھ نوح کی کشتی میں حفاظت کر کے

یعنی اس مہربانی کو یاد کرو جو کہ میں نے اس صبح کو تمہارے ساتھ کشتی نوح میں حفاظت سے کی تھی۔

اصل واجداد شمارا آں زماں	دادم از طوفان واز موجش اماں
اس وقت تمہاری اصل اور باپ دادا کو	میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمہارے باپ دادوں کو اس وقت میں نے طوفان اور اس کی موج سے امن دیا تھا

آب آتش خو زمیں بگرفتہ بود	موج او ہر اوج کہ را می ربود
آگ کے مزاج والے پانی نے زمین گھیر لی تھی	اس کی موج پہاڑ کی ہر چوٹی کو اڑائے لئے جا رہی تھی

یعنی اس پانی مہلک نے زمین کو احاطہ کر رکھا تھا اور اس کی موج پہاڑ کی بلندی سے گزر گئی تھی۔

حفظ کردم من نکردم رد تاں	در وجود جد جد جدتاں
میں نے حفاظت کی میں نے تمہیں مردود نہ بنایا	تمہارے دادا' پردادا' سکودادا کے وجود میں

یعنی تمہاری میں نے حفاظت کی اور تم کو تمہارے جد جد الجد کے وجود میں رد نہیں کیا مطلب یہ کہ دیکھو اس وقت اگر سب کو ہلاک کیا جاتا تو تم کہاں سے پیدا ہوتے اس وقت سے تمہاری بنیاد ڈالی گئی ہے جب تم اس وقت موجود ہوئے ہو۔

چوں شدی سر پشت پایت چوں زنم	کارگاہ خویش ضائع چوں کنم
جب تو سردار ہو گیا تو میں ٹھوکر کیسے ماروں؟	اپنے کارخانہ کو کیسے ضائع کروں؟

یعنی جب کہ تو موجود ہو گیا تو میں اب تیری پشت پا کس طرح ماروں گا اور اپنی کارگاہ کو کس طرح ضائع کردوں گا مطلب یہ کہ جب تیرے لئے اس قدر تجہید کی اور تجھے وجود میں لایا تو بھلا اب ضائع کر دوں گا ہر گز نہیں۔

چوں فدائے بیوفایاں می شوی	از گمان بدبداں سومی روی
تو بیوفاؤں پر قربان کیوں ہو رہا ہے؟	بدگمانی کی وجہ سے اس جانب جا رہا ہے

یعنی کس طرح بے وفائیوں پر فدا ہو رہا ہے اور گمان بد کی وجہ سے اس جگہ جاتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں نے تجھے بنایا ہے اور تجھے غارت نہ کروں گا تو پھر مجھے اور میرے در کو چھوڑ کر اور طرف کیوں متوجہ ہوتا ہے اور مجھ پر گمان بدل جاتا ہے کہ میں تجھے بھول جاؤں گا اور چھوڑ دوں گا ہر گز نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔

من ز سہو و بیوفائی ہا بری	سوئے من آئی گمان بدبری
میں بھول اور بے وفائی سے بری ہوں	تو میری جانب آتا ہے تو بدگمانی کرتا ہے

یعنی میں تو سہو اور بیوفائی سے بری ہوں تو میری طرف آ ارے کیا گمان بد کرتا ہے۔

ایں گمان بدبر آنجا بر کہ تو	می شوی در پیش ہم چوں خود دوتو
یہ بدگمانی وہاں لے جا جس جگہ کہ تو	اپنے جیسے کے سامنے دہرا ہوتا ہے

یعنی یہ گمان بد اس جگہ لے جا کہ تو اپنے جیسے کے سامنے دوہرا ہوتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس کو کہ تو نے مقصود اور مطلوب بنا رکھا ہے ان پر بدگمانی کر کہ وہ شاید تجھے چھوڑ دیں مگر میں تو تجھے چھوڑنے والا نہیں ہوں پھر میرے ساتھ بدگمانی کر کے اور کی طرف کیوں جاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بس گرفتی یار و ہمراہان زفت	گر ترا پرسم کہ کو گوئی کہ رفت
تو نے بہت سے طاقتور ساتھی اور دوست بنائے	اگر میں تجھ سے پوچھوں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا چلے گئے

یعنی تو نے بہت سے یار اور ہمراہ مضبوط بنائے اگر میں تجھ سے دریافت کروں کہ کہاں ہیں تو تو کہے گا کہ چلے گئے یعنی کہ مر گئے اور چونکہ یار دو ہی طرح کے ہوتے ہیں برے اور بھلے۔ لہذا

یار نیکت رفت بر چرخ بریں	یار فسقت رفت در قعر زمین
تیرا نیک ساتھی بلند آسمان پر چلا گیا	تیرا بدکار ساتھی زمین کی گہرائی میں چلا گیا

یعنی تیرا یار نیک تو چرخ بریں پر چلا گیا اور تیرا برا دوست قعر زمین میں چلا گیا۔

تو بماندی درمیانہ آنچناں	بمدد چوں آتشے از کارواں
تو درمیان میں رہ گیا اسی طرح	بے مدد جیسے کہ قافلہ (کی روانگی) کے بعد آگ

یعنی تو درمیان میں اسی طرح بے مدد رہ گیا جیسے کہ آگ قافلہ میں (بعد اس کے چلے جانے کے بے مدد اور بے یار مددگار رہ جاتی ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دامن او گیر اے یار دلیر	کو منزہ باشد از بالا وزیر
اے بہادر دوست! تو اس کا دامن پکڑ لے	جو اوپر نیچے سے پاک ہو

یعنی اے یار دلیر اس کا دامن پکڑ جو کہ بالا و زیر سے منزہ ہو۔

نے چو عیسیٰ سوئے گردوں بر شود	نے چو قاروں درزمیں اندر رود
نہ تو (حضرت) عیسیٰ کی طرح آسمان پر چڑھ جائے	نہ قارون کی طرح زمین کے اندر چلا جائے

یعنی وہ نہ تو عیسیٰ کی طرح آسمان پر جاوے اور نہ قارون کی طرح زمین کے اندر جاویں بلکہ

با تو باشد در مکان و لا مکان	چوں بمانی از سرا و از دوکاں
وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان میں ہو گا	جب تو گھر اور دکان سے اکیلا رہ جائے گا

یعنی وہ تیرے ساتھ مکان اور لامکان سب میں رہے جب کہ تو گھر اور دوکان سے رہ جاوے یعنی جب کہ ان سب سے علیحدگی ہو تب اور جب ان میں رہو تب ہر وقت وہ ساتھ ہے۔ وہ تمہیں چھوڑ کر کہیں نہ جاوے ایسا دوست بناؤ۔

او بر آرد از کدورتہا صفا	مر جفاہائے ترا گیرد وفا
وہ کدورتوں سے صفائی نکال لیتا ہے	تیری جفاؤں کو وفا فرض کر لیتا ہے

یعنی وہ کدورتوں میں سے صفا پیدا کرے اور تیری جفاؤں کو وفا بنادے بحوائے یبدل اللہ سیاتھم

www.besturdubooks.wordpress.com

حسنات ملکات سیئہ کو ملکات حسنہ سے بدل دے گا۔ یہاں یہ شبہ ہوتا تھا کہ سیئات کو حسنات تو نہیں کرتے بلکہ وہ تو سزا دیتے ہیں لہٰذا اس شبہ کو زائل فرماتے ہیں کہ۔

چوں جفا آری فرستد گوشمال	تا ز نقصان واروی سوے کمال
جب تو ظلم کرتا ہے وہ سزا بھیجتا ہے	تاکہ تو نقصان سے کمال کی طرف روانہ ہو

یعنی جب کہ تو جفا کرے تو وہ گوشمال بھیجے تاکہ نقصان سے چھوٹ کر تو کمال کی طرف جاوے مطلب یہ کہ کوئی سزا ایسی مقرر فرما دیتے ہیں مثلاً قبض وغیرہ کہ اس سے تنبیہ ہو کر پھر متوجہ بحق ہو جاتے ہو آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

چوں تو وردے ترک کردی در روش	بر تو قبضے آید از رنج و تبش
جب تو عمل میں کوئی معمول ترک کر دیتا ہے	رنج اور غصہ سے تجھ پر قبض (طاری) ہو جاتا ہے

یعنی جب کہ تو نے کوئی ورد سلوک میں ترک کر دیا تو تجھ پر ایک قبض رنج و تپش سے آیا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی ورد ناغہ ہو جاتا ہے تو اس سے ایک قسم کا رنج ایسا مسلط ہوتا ہے کہ پھر یاد رہتا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوتا اور یہ بات روز کی مشاہدہ سے معلوم ہے اور قبض کی وجوہ مختلف ہیں کبھی تو سوء مزاج سے ہوتا ہے اور کبھی ضعف سے اور کبھی کسی وارد قوی سے اور کبھی عصیان سے تو جو عصیان سے ہو وہ تو ترقی کو مانع ہے اور باقی اور جو ہیں وہ مانع نہیں ہیں۔ اور حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ بعض لوگ معاصی کے بعد جو اپنے قلب کو مکدر نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ ہمارا ظرف اس قدر وسیع ہے کہ اس میں یہ معصیت اثر نہیں کرتی۔ تو یاد رکھو کہ یہ سخت غلطی ہے اگر بعد معصیت کے قلب میں تکدر نہیں ہے تو سمجھو کہ نسبت عن الحق حاصل نہیں ہے بلکہ جو نسبت ہے وہ شیطانی ہے ایسے شخص کو سر پکڑ کر رونا چاہئے کہ بڑی بدبختی ہے اور یہ قبض اس لئے ہوتا ہے کہ۔

آں ادب کردن بود یعنی مکن	ہیچ تحویلے ازاں عہد کہن
وہ ادب سکھانا ہوتا ہے' یعنی نہ کر	پرانے عہد میں کوئی تبدیلی

یعنی یہ ادب کرنا ہے یعنی (پھر) مت کرنا کوئی تبدیلی اس عہد کہنہ سے بات یہ ہے کہ ایک تو عہد قولی ہوتا ہے اور ایک عہد عملی ہوتا ہے تو اس شخص نے جو اتنی روز تک ایک کام کیا تو اس سے ایک عہد عملاً حق تعالیٰ کے ساتھ کر لیا ہے لہٰذا اس قبض سے یہ ادب دینا مقصود ہوتا ہے کہ دیکھو پھر کبھی ایسا مت کرنا کہ اس کو ترک کرو۔

پیش ازاں کایں قبض زنجیرے شود	اینکہ دلگیر ست پاگیرے شود
اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر بنے	جو (آج) دلگیر ہے وہ پاگیر بن جائے

یعنی اس سے پہلے کہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور یہ کہ دلگیر ہے پاگیر ہو جاوے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رنج معقولت شود محسوس و فاش	تا نہ گیری ایں اشارت را بلاش
ترا ذہنی رنج محسوس اور واضح ہو جائے گا	خبردار! اس اشارے کو معدوم نہ سمجھنا

یعنی تیرا رنج معقول محسوس اور فاش ہو جاوے ہرگز اس اشارہ کو لاشے مت سمجھنا۔ لاش مخفف لاشے کا ہے مطلب یہ کہ اگر اس قبض کے وارد ہونے کے بعد توبہ وغیرہ کر کے متوجہ نہ ہو گے تو ابھی تو اس سے دل تنگی ہوتی ہے پھر یہی دل تنگی قبض مرتبہ محسوس بن جاتی ہے اور عذاب دنیاوی کا سبب ہو جاتی ہے لہذا اس سے پہلے کہ یہ سبب کسی عذاب کا بنے اس کو لاشے مت خیال کرو بلکہ اس سے عبرت حاصل کرو۔

در معاصی قبضہا دلگیر شد	قبضہا بعد از اجل زنجیر شد
گناہوں میں قبض دلگیر بنتا ہے	موت کے بعد انقباضی کیفیتیں زنجیر ہو جاتی ہیں

یعنی معاصی میں قبض دلگیر ہوا اور وہی قبض بعد اجل کے زنجیر ہو گیا یعنی معاصی کی وجہ سے جو قبض پڑا ہے وہ اس وقت تو دلگیر ہے مگر موت کے بعد وہی سبب عقوبت اخروی کا ہو جاتا ہے اس لئے کہ معاصی پر عقوبت آخرت تو یقینی ہے مگر بعض مرتبہ عقوبت دنیا بھی مرتب ہو جاتی ہے لہذا اس سے غافل نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ ارشاد ہے۔

نعط من اعرض هنا عن ذکرنا	عیشة ضنکا و نحشر بالعمی
جس شخص نے یہاں ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو دینگے	تنگ زندگی اور (قیامت میں) اندھا اٹھائیں گے

یعنی جس نے کہ یہاں (دنیا میں) ہمارے ذکر سے اعراض کیا ہم اس کو عیش تنگ دیتے ہیں۔ اور اس کا حشر اندھا کر کے کرتے ہیں اس کے آگے ایک مثال ہے کہ

دزد چوں مال کسانرا می برو	قبض و دل تنگی دلش را میخلد
چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے	قبض اور دلتنگی اس کے دل میں کھٹکتی ہے

یعنی چور جب لوگوں کا مال لے جاتا ہے تو قبض اور دل تنگی اس کے دل میں چبھتی ہے اس لئے کہ طبعی امر ہے کہ جب کوئی نیا کام کرتا ہے تو اس میں ایک عجیب حالت ہوتی ہے اور ضرور ایک دل تنگی محسوس ہوتی ہے۔

او ہمی گوید عجب ایں قبض چیست	قبض آں مظلوم کز شرت گریست
وہ کہتا ہے تعجب ہے یہ قبض کیسا ہے	یہ قبض اس مظلوم (کی دعا) کا اثر ہے جو تیرے شر سے رو رہا ہے

یعنی وہ کہتا ہے کہ تعجب ہے کہ یہ قبض کیسا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اس مظلوم کا قبض ہے جو کہ تیرے شر کی وجہ سے رویا ہے۔

چوں بدیں قبض التفاتے کم کند	باد اصرار آتشش را دم کند
جب وہ اس قبض کی طرف توجہ نہیں کرتا ہے	اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑکاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب کہ اس قبض کی طرف التفات کم کرتا ہے تو اصرار کی ہوا اس کی آگ کو اور بھڑکاتی ہے یعنی اول تو دل میں کچھ اوپرا معلوم ہوا تھا اب وہ بات بھی نہیں رہی بلکہ عادت ہوگئی اب یہ نتیجہ ہوا کہ عقوبت دنیا اس پر مسلط ہوگئی اور یہ ہوا کہ۔

قبض دل قبض عواں شد لاجرم	گشت محسوس آں معانی زد علم
لامحالہ دل کا قبض سپاہی کی گرفت ہو گیا	وہ محسوس بن گیا' معنی نے نشان قائم کر دیا

یعنی وہ قبض دل قبض پولیس ہو گیا آخرکار اور وہ معانی محسوس ہو گئے اور خوب مشہور ہو گئے لہذا اسی طرح معصیت سے اول بار تو دل تنگی ہوتی ہے مگر جب اس طرف التفات نہیں ہوتا تو پھر مساوات ہو جاتی ہے اور عقوبت مسلط ہو جاتی ہے لہذا اول ہی سے خیال کر کے توبہ واستغفار سے اس کا دفعیہ ضروری ہے۔

قبضہا زنداں شد است وچار میخ	قبض بیخست و برآرد شاخ بیخ
قبض جیل خانہ اور چار میخ بن گیا ہے	قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ اتار دیتی ہے

یعنی قبض قید ہیں اور عقوبت ہیں اور قبض جڑ ہے اور جڑ شاخ نکالا ہی کرتی ہے لہذا اس سے بھی ثمرات مرتب ہوں گے۔

بیخ پنہاں بود ہم شد آشکار	قبض و بسط خویش را بیخے شمار
جڑ چھپی ہوئی تھی نمایاں ہو گئی	اپنے قبض اور بسط کو جڑ سمجھ

یعنی جڑ پوشیدہ تھی اب ظاہر ہوگئی اور قلب کے قبض وبسط کو ایک جڑ سمجھو کہ اس سے اور ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔

چونکہ بیخ بد بود زودش بکن	تا نہ روید زشت خارے در چمن
جب جڑ بری ہو اس کو جلد اکھاڑ دے	تاکہ کوئی برا کانٹا چمن میں نہ اگے

یعنی جب بیخ قلب بری ہو تو اس کو جلدی اور اکھاڑ دو تاکہ چمن قلب میں ایک زشت خار نہ اگ آوے مطلب یہ کہ اگر قبض معصیہ کی وجہ سے ہوا ہے تو اس سے بہت جلد توبہ کرلو کہ یہ بہت برا ہے اور علامت اس کی یہ ہے کہ اگر قبض میں میلان الی المعصیت ہے تو سمجھو کہ یہ معصیت کی وجہ سے ہے ورنہ اگر میلان طاعت کی طرف ہے تو وہ محمود ہے اور موجب ترقی درجات کا ہے۔

قبض دیدی چارۂ آں قبض کن	زانکہ سرہا جملہ می روید زبن
تو نے قبض دیکھ لیا اس قبض کی تدبیر کر	کیونکہ شاخیں سب جڑ سے اگتی ہیں

یعنی تو نے قبض دیکھا تو اس کا علاج کر اس لئے کہ شاخیں سب جڑ ہی سے پیدا ہوتی ہیں تو یہ میلان الی المعصیہ جو قبض کی وجہ سے ہے ایک دن مفضی الی المعصیہ ہو جاوے گا۔ لہذا اس قبض کا بہت جلد علاج کرنا ضروری ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بسط دیدی بسط خود را آب دہ	چو برآید میوہ با اصحاب دہ
تو نے بسط دیکھا اپنے بسط کو سیراب کر	جب پھل آ جائے تو ساتھیوں کو دے

یعنی جب کہ بسط دیکھو تو اس کو پانی دو اور جب میوہ نکلے تو اور اصحاب کو بھی دو یعنی اور لوگوں کو بھی فائدہ پہنچاؤ بلکہ بیضاوی نے تو وممارزقناھم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے ومن انوار اللہ یفیضون تو یہ بھی انفاق فی سبیل اللہ میں داخل ہے جیسا کہ معلوم ہوا آگے اسی قصہ اہل سبا کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ

باز گردو قصۂ اہل سبا	باز گو تا باز گویم مرحبا
پلٹ اور سبا والوں کا قصہ	پھر کہہ تاکہ میں مرحبا پھر کہوں

یعنی پھر واپس ہو اور اہل سبا کا قصہ کہو تا کہ میں تم کو مرحبا کہوں۔ یعنی میں تم کو شاباش کہوں کہ کیا خوب بیان کیا ہے لہذا اول اس کو بیان کر دو آگے اس قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

باقی قصۂ اہل سبا

اہل سبا کا باقی قصہ

آں سبا ز اہل صبا بودند خام	کارشاں کفران نعمت با کرام
وہ (اہل) سبا منجملہ بچوں کے بے عقل تھے	ان کا کام بزرگوں کی نعمت سے انکار تھا

یعنی وہ سبا جو کہ بچپن والوں میں سے خام تھے ان کا کام کرام کے ساتھ کفران نعمت تھا۔ مطلب یہ کہ اہل سبا نادان تھے اور دین میں پختہ نہ تھے اور ان کا کام یہ تھا کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی کفران نعمت کیا کرتے تھے آگے اس کفران کو بتاتے ہیں کہ

باشد آں کفران نعمت در مثال	کہ کنی با محسن خود تو جدال
مثلاً کفران نعمت یہ ہوتا ہے	کہ تو اپنے محسن سے جھگڑنے لگے

یعنی مثال میں یہ بھی کفران نعمت ہی ہے کہ اپنے محسن کے ساتھ لڑائی کرنے لگو اس طرح کہ

کہ نمی باید مرا ایں نیکوئی	من برنجم زیں چہ رنجہ می شوی
کہ مجھے یہ بھلائی نہیں چاہیے	تو کیوں رنجیدہ ہوتا ہے میں اس (تیری بھلائی) سے خود رنجیدہ ہوں

یعنی (یوں کہو کہ) مجھے آپ کے احسان کی ضرورت نہیں ہے اور مجھے اس (احسان) سے تکلیف ہوتی ہے لہذا تم کیوں رنج اٹھا رہے ہو مطلب یہ کہ اگر تم اپنے محسن سے کہنے لگو کہ جناب مجھے آپ کے احسان کی ضرورت

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہے آپ کے احسان سے مجھے تکلیف ہوتی ہے تو دیکھو یہ کفران نعمت ہے یا نہیں ہے یا یوں کہو کہ

لطف کن ایں نیکوئی را دور کن	من نخواہم چشم زودم کور کن
مہربانی کر یہ بھلائی مجھ سے دور کر دے	میں آنکھیں نہیں چاہتا ہوں' مجھے جلد اندھا کر دے

یعنی مہربانی کر کے اس احسان کو دور کر دیجئے اور میں آنکھ نہیں چاہتا مجھے جلدی اندھا کر دو مطلب یہ کہ اس محسن سے کہنا شروع کرو کہ جناب آپ کی مہربانی ہوگی اگر آپ مجھ پر احسان نہ کریں مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو ایسی مثال ہوگئی کہ جیسے کہ کوئی کہے کہ مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں ہے مجھے تو اندھا ہی کر دو اسی طرح اس کی تمنا کرنا ہے کہ مجھ پر احسان مت کرو آگے اس پر قول اہل سبا کو متفرع فرماتے ہیں کہ

پس سبا گفتند باعد بیننا	شیننا خیر لنا خذ زیننا
تو (اہل) سبا نے کہا ہمیں دور دور کر دے	ہمارا عیب ہمارے لئے اچھا ہے ہماری زینت لے لے

پس اہل سبا نے کہا کہ اے اللہ ہمارے آپس کے درمیان میں دوری فرما دیجئے اس لئے کہ ہماری نحوست بہتر ہے یہ اپنی زینت لے لیجئے۔ نعوذ باللہ مطلب یہ کہ چونکہ اہل سبا جو کہ ملک یمن میں ہے اس قدر مالدار تھے کہ جس کی کوئی انتہا ہی نہیں ان پر حق تعالیٰ کا بے حد انعام تھا یہ حالت تھی کہ ان کی بستیاں اس قدر قریب قریب تھیں کہ اگر صبح کو چلو تو دوپہر کو آرام لے لو اور اگر دوپہر کو ایک جگہ سے چلو تو عصر کے وقت بستی موجود ہے علی ہذا غرضکہ ان کو کلفت نہ ہوتی تھی پھر راستوں میں سڑکوں کے دونوں طرف درخت میوہ دار اور خودرو بے انتہا تھے کہ کہیں دھوپ کا نام نہ تھا۔ کوسوں چلے جاؤ اور جیسے گھر میں ہیں پھر جا بجا نہریں جاری سبحان اللہ کیا ملک تھا ان نالائقوں کو مستی سوجھی دعا کی کہ اے اللہ ان سفروں میں تو مزا نہیں آتا اس لئے کہ سفر معلوم ہی نہیں ہوتا مزا تو یہ ہے کہ کچھ امیر ہیں کچھ غریب ہیں سفر میں جا رہے ہیں مشکیزوں میں پانی ہے خرجیاں توشہ سے بھری ہوئی ہیں کوسوں تک نہ پانی ملتا ہے نہ کچھ امراء غربا کو بانٹ رہے ہیں چہل پہل ہے اس طرح تو لطف سفر بھی ہے ورنہ اب کیا ہے یہاں سے وہاں اور وہاں سے اور آگے گویا گھر سے نکلے ہی نہیں لہذا دعا دوری سفر کی کی غیرت حق جوش میں آئی ان نالائقوں کو ہلاک کر دیا کہ جاؤ کم بختو جیسا تم نے ہماری نعمتوں کی ناشکری کی اور ان کا زوال چاہا تو زوال بھی ایسا لو کہ پھر مل ہی نہ سکیں۔ نعوذ باللہ اور یاد رکھو کہ آج کل کے لکھے پڑھے لوگ اور عوام بھی اس میں مبتلا ہیں یعنی کفران نعمت حق کا اہل سبا کی طرح کرتے ہیں مثلاً جاڑے کے روزے ہیں کہتے ہیں کہ میاں اس میں کیا مزہ ہے معلوم بھی نہیں ہوتا گرمیوں میں مزہ ہے عصر سے شربت بن رہا ہے منہ سوکھ رہے ہیں اذان کے منتظر ہیں یاد رکھو کہ یہ اس نعمت کی ناشکری ہے اور اسی طرح غور کرنے سے بہت سی باتیں نکل سکتی ہیں خدا سے ڈرو اور توبہ کرو اور ایسے کلمات سے زبان کو روکو کہ مبادا غیرت حق جوش میں آ کر انتقام نہ لے۔ اللھم احفظنا غرضکہ انہوں نے یہ دعا کی اور یہ کہا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ما نمی خواہیم ایں ایوان و باغ	نے زمانے خوب نے امن و فراغ
ہم یہ قلعے اور باغ نہیں چاہتے ہیں	نہ اچھا وقت نہ امن نہ فارغ البالی

یعنی ہم یہ محل اور باغ نہیں چاہتے اور نہ یہ زمانہ و فراغ۔

شہرہا نزدیک ہمدیگر بدست	آں بیابار ست خوش کانجا دواست
ایک دوسرے سے قریب شہر برے ہیں	وہ جنگل اچھا ہے جہاں درندے ہوں

یعنی دوسرے شہر نزدیک ہیں یہ بھی برا ہے وہ جنگل ٹھیک ہیں جہاں درندے ہوں غرضکہ ایسی ایسی دعائیں کیں جس کی وجہ سے غارت ہوئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

یطلب الانسان فی الصیف الشتاء	فاذا جاء الشتاء انکر ذا
انسان گرمیوں میں جاڑا طلب کرتا ہے	جب جاڑا آتا ہے اس کو برا سمجھتا ہے

یعنی انسان گرمی میں تو جاڑے کو مانگتا ہے اور جب جاڑا آیا تو اس کو برا سمجھتا ہے۔

فھولا یرضیٰ بحال ابدا	لا بضیق لا بعیش رغدا
وہ کسی حال میں کبھی راضی نہیں ہوتا ہے	نہ تنگی میں نہ وسیع عیش میں

یعنی بس کبھی کسی حال پر راضی نہیں ہوتا نہ تو تنگی میں اور نہ عیش خوشگوار میں۔

قتل الانسان ما اکفرہ	کلما نال الھدی انکرہ
انسان غارت ہو کس قدر ناشکرا ہے	جب ہدایت پالیتا ہے اس کا انکار کرتا ہے

یعنی انسان مارا جاوے کیسا ناشکرا ہے کہ جب ہدایت پہنچتی ہے اس کو برا سمجھتا ہے مطلب یہ کہ کسی حال میں حضرت انسان راضی نہیں ہے اگر آرام سے ہیں تو مصیبت کے طالب اور اگر مصیبت میں ہیں تو آرام کے خواہاں۔

نفس زینسا نست زاں شد کشتنی	اقتلوا انفسکم گفت آں سنی
نفس ایسا ہی ہے اسی وجہ سے وہ گردن زدنی ہے	تم اپنے نفسوں کو قتل کرو اس بزرگ نے فرمایا

یعنی نفس ایسا ہی ہے اس لئے وہ لائق کشتن ہے اور اس بزرگ نے اقتلوا انفسکم فرمایا ہے۔

اقتلوا انفسکم اگرچہ بنی اسرائیل کو ارشاد ہے مگر چونکہ علت یعنی طغیان و سرکشی ہم میں اور ان میں دونوں میں یکساں ہے لہذا اس حکم کے عموم میں ہم بھی داخل ہوگئے لہذا چاہئے کہ اس نفس کی مخالفت کر کے اس کو قتل کرنا چاہئے آگے نفس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خارسہ پہلوست ہر سو کش نہی	در خلد و از زخم او تو کے رہی
یہ گوکھرو ہے اس کو جس جانب سے بھی رکھے گا	وہ چبھے گا اس کے زخم سے تو کب بچے گا

یعنی یہ نفس تکونہ کانٹا ہے تم اس کو جس طرف رکھو گے چبھ جاوے گا تم اس کے زخم سے کب چھوٹ سکتے ہو یعنی اس کی مغفرت سے تو چھٹکارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اب چونکہ بعض لوگ بے فکر ہو جاتے ہیں کہ جب چھٹکارا ممکن ہی نہیں تو ہم پر کوئی ملامت بھی نہیں لہذا آگے اس سے چھوٹنے کی تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

آتش ترک ہوا در خار زن	دست اندر یار نیکو کار زن
خواہش کو ترک کرنے کی آگ کانٹے میں لگا دے	نیکو کار دوست کو پکڑ لے

یعنی اس کانٹے میں ترک ہوا کی آگ لگا دو اور یار نیکو کار میں ہاتھ مارو مطلب یہ کہ اس کانٹے کو اگر پاس رکھو گے تو ضرور چبھے گا لہذا ترکیب یہ ہے کہ اس میں آگ لگا دو بس اس کا قضیہ ہی ختم ہوا اور اس نفس کے لئے آتش ترک ہوا مناسب ہے لذات اور خواہشات کو اس کے پورا نہ کرو اس کے بعد ان شاء اللہ یہ سرکشی نہ کرے گا اور پھر حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق پیدا کرلو اور آرام سے رہو آگے پھر اہل سبا کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں زحد بردند اصحاب سبا	کہ بہ پیش ما و با بہ از صبا
جب سبا والے حد سے تجاوز کر گئے	کہ ہمارے لئے وبا صبا سے بہتر ہے

یعنی جب کہ اہل سبا کفران نعمت کو حد سے زیادہ لے گئے (اور کہا) کہ ہمارے آگے تو وبا صبا سے بہتر ہے مطلب وہی کہ نعمتوں سے بیماریاں مصیبتیں بہتر ہیں نعوذ باللہ۔

قصد خون ناصحان مے داشتند	تخم فسق و کافری مے کاشتند
نصیحت کرنے والوں نے نصیحت کی	بدمعاشی اور کفر سے انہوں نے روکا

یعنی ناصحین ان کو نصیحت کرتے تھے اور فسوق اور کفر سے مانع ہوتے تھے۔ اور ان باتوں سے منع کرتے تھے تو اس نصیحت کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ۔

ناصحاں شاں در نصیحت آمدند	از فسوق و کفر مانع می شدند
تو نصیحت کرنے والوں کو قتل کرنے کا ارادہ کرتے تھے	بدمعاشی اور کفر کا بیج بوتے تھے

یعنی ناصحین کے قتل کا قصد رکھتے تھے اور فسق و کافری کا بیج بوتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ

چوں قضا آید شود تنگ ایں جہاں	از قضا حلوا شود رنج دہاں
جب قضا آتی ہے یہ دنیا تنگ ہو جاتی ہے	قضا سے حلوا منہ کی کلفت بن جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ قضا آتی ہے تو یہ جہان تنگ ہو جاتا ہے اور قضا سے حلوا تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔

گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا	تحجب الابصار اذا جاء القضا
فرمایا جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے	(اور) آنکھیں بند کر دی جاتی ہیں جب قضا آتی ہے

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان وسیع تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھیں بند ہو جاتی ہیں جبکہ قضا آتی ہے اس حدیث کو جامع صغیر میں علامہ سیوطی نے مرفوعاً بسند ضعیف بالفاظ ذیل میں نقل کیا ہے۔ اذا اراد اللہ انفاذ قضائہ و قدرہ سلب ذوی العقول عقولھم حتی ینفذ فیھم قضاؤہ و قدرہ فاذاقضیٰ امرہ ردہ الیھم عقولھم ووقعت الندامۃ یعنی جب کہ حق تعالیٰ اپنے کسی قضا اور حکم کو جاری فرمانا چاہتے ہیں تو ذوی العقول کی عقلیں سلب ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ ان میں وہ حکم نافذ ہو جاتا ہے اور جب نافذ ہو چکتا ہے تو ان کی عقول واپس ہو جاتی ہیں اور پھر ندامت ہوتی ہے۔

چشم بستہ می شود وقت قضا	تا نہ بیند چشم کحل چشم را
قضا کے وقت آنکھیں بند ہو جاتی ہیں	تاکہ آنکھ آنکھ کے سرمہ کو نہ دیکھے

یعنی قضا کے وقت آنکھ بند ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آنکھ کو سرمہ چشم بھی دکھائی نہیں دیتا اور اس پردہ قضا جاری ہو جاتی ہے بس اس کا علاج یہ ہے کہ اس قضا کے اسباب پر نظر نہ کرے بلکہ خود اس قضا والے کے پاس جا کھڑا ہو۔ اور جا کھڑا ہونا دعا کرنا ہے جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے لا یرد القضاء الا الدعاء جس کے معنے یہی ہیں کہ اگر قضا معلق ہے تب تو وہ رد ہی ہو جاتی ہے اور اگر مبرم ہے ہو تو اس کے ضرر سے انسان محفوظ رہتا ہے لہذا چاہئے کہ جب کوئی مصیبت ہو تو بس حضرت حق کے آگے روے اور دعا کرے آگے خود مولانا اس مضمون کو مثال میں فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جب تو صومعہ عیسیٰ کا قصہ سن چکا اور یہ جان چکا کہ اہل اللہ کا لنگر خانہ اس صومعہ کے مشابہ ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہی دعویٰ نہیں بلکہ تو بھی جانتا ہے۔ اس لئے کہ تو نے اپنی بہت سی روحانی تکلیفوں کو آزمایا ہے کہ ان اہل اللہ کے ہاتھوں تجھے اس سے صحت حاصل ہوئی ہے۔ اور تو جانتا ہے کہ تیرا لنگڑا پن کس قدر ٹھیک ہو گیا ہے۔ اور تیری جان کس قدر رنج اور تکلیف سے چھوٹ گئی ہے پھر بھی تو ان کو بھولتا ہے ارے اگر یہی بھول ہے تو خدا خیر کرے کہیں تو خود اپنے کو بھی نہ بھول جاوے اور اپنے کو بھی نہ کھو بیٹھے اس لئے تو اپنے پاؤں میں تاگا باندھ لے کہ اگر کھویا جاوے تو اس کے ذریعہ سے تو اپنے کو پا سکے (ف اس شعر میں ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

احمق کے قصہ کی طرف اشارہ ہے جس نے اپنے پاؤں میں تاگا اس لئے باندھا تھا کہ اگر میں گم ہو جاؤں تو اپنے کو پاسکوں) تیری ناشکری اور بھول اس قدر بڑھ گئی ہے کہ تجھے یاد بھی نہیں آتا کہ اہل اللہ نے ہمیں کبھی شہد پلایا اور لذائذ روحانیہ سے بہرہ یاب کیا ہے۔ پس تو نے اہل اللہ کو رنج دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہونا ہی تھا کہ راہ حق تجھ پر مسدود ہو گیا اور خذلان کی نوبت آ گئی ارے کمبخت اب بھی کچھ نہیں گیا جلد تلافی کر اور توجہ کر اور ابر کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو تا کہ ان کے فیوض کا باغ تیرے لئے کھلے اور اس کے پختہ میوے تجھ پر پھٹ پڑیں۔ (ف اس مقام پر ایک نسخہ برخودوا کفد ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ شگوفہ پھٹ کر میوے نکل آئیں اور وہ پختہ ہو جائیں اس تقدیر پر وا کفد کی اسناد میوہائے پختہ کی طرف مجازی ہے نیز شگوفوں کے پھٹنے کے بعد پختہ میوے نکلنے سے متبادر یہ ہوتا ہے کہ نکلنے کے وقت وہ پختہ ہوں لیکن ایسا نہیں بلکہ مآل کے اعتبار سے ان کو پختہ کہا گیا ہے اور یہ معنی بھی ممکن ہیں کہ میوہائے پختہ خود پھٹ جائیں جیسے انار کھل جاتا ہے یا بیر پھٹ جاتا ہے۔ واللہ اعلم) اگر تو سگ اصحاب کہف کا جوڑی دار بنا ہے اور جس طرح اس نے اہل اللہ کی خدمت کی تھی تو نے بھی ان کی خدمت اختیار کی ہے تو تجھ کو وفا کرنا چاہئے اور اسی در کا ہو رہنا چاہئے اور کتے سے بھی کم نہ ہونا چاہئے غور تو کر کہ جب کتے بھی اپنے بے وفا بھائیوں کو نصیحت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پہلے ہی گھر سے وابستگی چاہئے اور جس اول گھر سے تجھ کو ہڈی ملی ہے اسی کو مضبوط پکڑنا چاہئے اور حق گزاری کو ہاتھ سے نہ دینا چاہئے اور بے وفائی کرنے والے کو کاٹتے ہیں تاکہ وہ اس سزا کے سبب وہاں چلا جاوے اور پہلے ٹھکانہ پر جا کر کامیاب ہو وہ اس کو یہ نہ سمجھانے کو کاٹتے ہیں کہ اے حد سے تجاوز کرنے والے کتے تو وہیں جا اور اپنے ولی نعمت سے باغی مت ہو اور اس کی اطاعت سے دست بردار مت ہو تو حلقہ کیطرح اس در پر جا رہ اسی کی پاسبانی میں خوب چست اور چوکنا رہ تو ہمارے لئے عہد شکنی کی زندہ تصویر نہ بن اور حماقت سے کتوں کی بیوفائی کی شہرت مت دے اور جب کہ کتوں کا عام دستور وفا ہے تو تو بیوفائی کر کے ان کی بدنامی اور ننگ کا سبب مت بن تو جب کہ کتے بھی بیوفائی سے عار کرتے ہیں تو تو بیوفائی کو کیونکر جائز رکھتا ہے۔ وفا تو وہ وصف اعلیٰ ہے کہ حق سبحانہ اس پر فخر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم سے زیادہ عہد کا پورا کرنے والا کون ہے پھر تو اس کو کیوں چھوڑتا ہے اور وفا کیوں نہیں کرتا تجھ کو وفادار ہونا چاہئے لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ وفا ہر جگہ حسن نہیں ہے بلکہ حق سبحانہ کے ساتھ یا جہاں وفا کا وہ حکم دے وہیں حسن ہے اور اگر مردود حق سبحانہ کے ساتھ اور برخلاف حکم خداوندی وفا کی جاوے تو وہ وفا معیوب اور بے وفائی کا حکم رکھتی ہے اس لئے حق سبحانہ کے حق سے کسی کا حق مقدم نہیں ہے اور جن بعض مقامات پر بظاہر مقدم ہے وہاں بھی بامر حق مقدم ہے اس لئے وہاں بھی حق سبحانہ ہی کا حق مقدم ہے خلاصہ یہ کہ نور کے لئے تجھے نور ہونا چاہئے اور نار کے لئے نار جہاں پھول بننے کی ضرورت ہو وہاں پھول بن جہاں خار بننے کی ضرورت ہو وہاں خار بن یعنی جہاں وفا مناسب ہو وہاں وفا کر

www.besturdubooks.wordpress.com

اور جہاں بیوفائی زیبا ہو وہاں بیوفائی کر اب ہم تجھے اس کی لم سمجھاتے ہیں کہ حق سبحانہٗ کا حق سب پر مقدم کیوں ہے حقوق العباد دو قسم کے ہیں ایک دین کے لحاظ سے دوسرے دنیا کے لحاظ سے جو حقوق دین کے لحاظ سے ہیں جیسے رسول کا حق امت پر شیخ کا حق مریدین پر استاد کا حق شاگردوں پر ان کا تو حق اللہ کے تابع ہونا ظاہر ہے لہٰذا ان پر حق اللہ کا مقدم ہونا بھی واضح ہے اور جو حقوق دنیا کے لحاظ سے ہیں ان میں سب سے زیادہ حق ماں کا ہے لیکن غور کرنا چاہئے کہ اول حق سبحانہٗ نے تجھے اس کے پیٹ میں رکھ کر اس کو مثل اپنے مقروض کے بنایا (پھر اس کے جسم کے اندر تیری صورت بنائی اور اس کے حمل کے اندر تجھے آسائش اور اقتضاءات طبعی عطا کئے اور جب کہ اس نے تجھے اس کا جز و متصل دیکھا تو اپنی حکمت سے اس کو جدا کیا اور بہت سی تدبیریں اور حکمتیں کیں جن سے ماں کو تجھ پر مہربان کیا اس کے بعد ماں کا حق ثابت ہوا اس سے ظاہر ہوا کہ حق سبحانہٗ کا حق ماں کے حق سے مقدم ہے اور جب ماں کے حق سے مقدم ہے تو اوروں کے حق سے تو بالاولیٰ مقدم ہوگا پس جو شخص اس حق کا لحاظ نہ کرے جو سب سے مقدم ہے وہ گدھا اور احمق ہے وہ خدا ہی ہے جس نے ماں کو اس کے پستانوں کو اس کے دودھ کو پیدا کیا اور باپ کے ساتھ اس کو ہم صحبت کیا یہ امور خود بخود نہیں ہو گئے پھر اس کا حق مقدم کیوں نہ ہوگا جب کلام تقدم حق اللہ تک منجر ہوا تو اب مولانا بصورت مناجات حق سبحانہ کے حقوق ظاہر فرماتے ہیں جن سے مدعائے سابق کی تائید ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ تیرا حق مقدم کیوں نہ ہوگا تو مالک ہے تیرے احسانات قدیم ہیں اور جو اشیاء میرے علم کے احاطہ میں ہیں اور جو اس سے باہر ہیں سب تیری ہی ملک ہیں تو نے فرمایا ہے کہ ہمارے حق کو یاد کرو اس لئے کہ ہمارا حق پرانا نہیں ہو سکتا۔ اور پرانا ہو کر قابل نظر انداز کرنے کے نہیں ہو سکتا۔ نیز تو نے فرمایا ہے کہ ہماری اس عنایت کو یاد کرو جو ہم نے فلاں صبح کو تمہارے ساتھ کی تھی یعنی تم کو کشتی نوح میں محفوظ کیا تھا کیونکہ تمہارے اجداد کا محفوظ کرنا خود تمہارا محفوظ کرنا تھا اور میں نے تمہارے اصول اور تمہارے اجداد کو جس کی تم اولاد ہو اس وقت طوفان اور اسکی موج سے نجات دی تھی جب کہ آتش خصلت اور آگ کی طرح تباہ کن پانی کی موجیں زمین کو گھیرے ہوئے تھیں اور اس کی ایک ایک موج پہاڑ کی رفعت کی ہستی نہ سمجھتی تھی۔ میں نے ایسی حالت میں تم کو تمہارے داداؤں کے داداؤں کے اصلاب میں محفوظ رکھا اور تم کو ردنہ کیا جب کہ تم مجھے اس قدر عزیز ہو تو میں تم پر لات کیونکر مار سکتا ہوں اور تم کو تباہ کر کے اپنے کارخانہ کو کیونکر درہم برہم کر سکتا ہوں۔ جب میری یہ حالت ہے اور مجھے تم اس درجہ عزیز ہو اور میری شفقت تم پر اس درجہ مبذول ہے تو مجھے چھوڑ کر تم بے وفاؤں پر کیوں فدا ہوتے ہو اور فانیات میں کیوں منہمک ہوتے ہو اور مجھ سے بدگمان ہو کر اس طرف کیوں جاتے ہو۔ ارے بھلے مانسو مجھ پر بدگمانی کرتے ہو میں تو سہو سے بھی منزہ ہوں اور بیوفائیوں سے بھی پس تم میری طرف آؤ اور بدگمانی کو چھوڑو بیوفائی کا محل وہ لوگ ہیں جن کے سامنے تم جھکتے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

باوجودیکہ وہ بھی تمہارے ہی مثل ہیں پس تم کو ان سے بدگمان ہونا چاہئے نہ کہ مجھ سے تم نے بڑے بڑے زبردست یار آشنا بنائے لیکن اگر میں تم سے پوچھوں کہ تمہارے یار کہاں ہیں تو تمہارے پاس بجز اس کے کچھ جواب نہ ہوگا کہ وہ چل بسے تمہارے جو نیک یار تھے وہ آسمان یعنی بہشت میں چلے گئے اور جو برے تھے وہ زمین کے نیچے دوزخ میں چلے گئے اور تم ادھر میں یوں ہی بے یارومددگار رہ گئے جس طرح قافلہ کی آگ رہ جاتی ہے کیا یہ بیوفائی نہیں ہے ضرور ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے بہادر دوست تو اس کا دامن پکڑ جو بلندی و پستی سے منزہ ہے اور نہ تجھے چھوڑ کر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اوپر جاتا ہے اور نہ قارون کی طرح زمین کے نیچے جاتا ہے بلکہ مکان اور لامکان ہر دو میں تیرے ساتھ رہتا ہے۔ یعنی تیرے جسم کے ساتھ بھی ہے جو مکانی ہے اور تیری روح کے ساتھ بھی ہے جو مکان سے منزہ ہے اور جب تم بالکل بے ٹھکانے ہو نہ تمہارے پاس مکان ہو نہ دوکان اور بالکل کس مپرسی کی حالت میں ہو اس وقت بھی تمہارے ساتھ ہے۔ برخلاف دنیاوی یاروں کے کہ وہ ایسی حالت میں بات بھی نہیں پوچھتے چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

سیہ بختی میں انساں کا کوئی کب ساتھ دیتا ہے کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

نیز اس میں اور دنیاوی یار دوستوں میں یہ بھی فرق ہے کہ دنیاوی یار دوست کدورتوں کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ صفا اور کدورت کی آمیزش ہو تب بھی وہ کدورت ہی کو پیش نظر رکھتے ہیں برخلاف حق سبحانہ کے کہ وہ کدورتوں سے صفا نکالتے ہیں یعنی کدورتوں کو صفا بناتے ہیں۔ کما قال تبارک و تعالیٰ اولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات نیز عام دوست جفاؤں کو نظر انداز نہیں کرتے اور حق سبحانہ تمہاری جفاؤں کو وفا سمجھتے ہیں اس لئے کہ ہم قصہ شبان کے متصل بتا چکے ہیں کہ تمہاری طاعات بھی گستاخیاں ہیں لیکن وہ بایں ہمہ اپنی رحمت سے ان کو قبول فرماتے ہیں اور طاعات میں محسوب فرماتے ہیں نیز جب تم کوئی تعدی کرتے ہو تو وہ اور دوستوں کی طرح تم کو چھوڑ نہیں دیتے بلکہ متنبہ فرماتے ہیں اور مشفقانہ سزا دیتے ہیں تا کہ تم نقصان سے کمال کی طرف ترقی کرو۔ مثلاً جب تم سے کوئی معمولی ترک ہوتا ہے تو تم پر قبض طاری ہوتا ہے یعنی ایک قسم کا ملال اور اضطراب تمہاری طبیعت میں پیدا ہوتا ہے پس یہ تنبیہ ہوتی ہے کہ خبردار پھر ایسی حرکت نہ کرنا اور اپنے پرانے عہد سے بال برابر نہ ہٹنا اور اس وقت سے پیشتر ہی اس کی تلافی کر لینا جبکہ یہ قبض زنجیر ہو جاوے اور بجائے دلگیر ہونے کے پاگیر ہو جاوے یہ جواب رنج معقول ہے وہ پھر محسوس ہو جائے گا اور آخرت میں یا دنیا میں بھی بشکل طوق و سلاسل ظاہر ہو گا۔ دیکھنا اس اشارہ کو معمولی نہ سمجھنا اس لئے کہ معاصی کے سبب جو قبض دل پر طاری ہوتے ہیں وہ ہی قبض موت کے بعد بشکل زنجیر ظاہر ہوتے ہیں چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ دنیا میں ہمارے ذکر سے اعراض کرتے ہیں ان کی زندگی کو ہم تنگ اور وبال جان کر دیتے ہیں (یعنی قبض باطنی کے ذریعہ سے) اور آخرت میں ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

اندھا اٹھاویں گے (اور ٹھکانہ ان کا دوزخ ہوگا جہاں وہ زنجیروں میں جکڑے جائیں گے) یہ مضمون اگر تمہاری سمجھ میں بخوبی نہ آیا ہو تو ہم ایک محسوس مثال سے سمجھاتے ہیں تا کہ تم اچھی طرح سمجھ جاؤ کہ قبض کے آخرت میں زنجیر ہونے کا کیا مطلب ہے مثلاً جب آدمی لوگوں کا مال ابتداً چراتا ہے تو اس کے دل میں قبض اور تنگی کی خلش ہوتی ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ کیا بات ہے مجھے پریشانی کیوں ہے اس سے کوئی کہے کہ یہ پریشانی اس مظلوم کی پریشانی کا عکس ہے جس کو تو نے رولایا ہے لیکن جب وہ اس قبض کو نظر انداز کر دیتا ہے اور اس کے اصرار کی ہوا اس کی آگ کو بھڑ کاتی ہے یعنی وہ اس فعل شنیع سے باز نہیں آتا تو لامحالہ وہ قبض قبضۂ پولیس ہو جاتا ہے اور پکڑا جاتا ہے اس وقت وہ قبض غیر محسوس محسوس ہو جاتا ہے اور شہرۂ عالم بن جاتا ہے وہی قبض جیل خانہ اور شکنجوں کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے بات یہ ہے کہ قبض دل بمنزلہ جڑ کے ہے اور جیل خانہ وغیرہ بمنزلہ اس کی شاخوں کے اور جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں پس جس طرح پہلے جڑ پوشیدہ ہوتی ہے پھر شاخ نکل کر ظاہر ہو جاتی ہے یوں ہی قبض وبسط باطنی کو بھی سمجھو پس جس طرح باغ میں کوئی خراب جڑ موجود ہو تو اس کا اکھاڑنا ضروری ہوتا ہے تا کہ چمن میں خار نہ پیدا ہو جائیں یوں ہی جب تم قبض باطنی دیکھو تو اس کے اکھاڑنے کی کوشش کرو اس لئے کہ یہ جڑ ہے دیگر مفاسد کی حتیٰ کہ بعض اوقات کفر تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ شاخیں ہیں اس جڑ کی شاخیں جڑ ہی سے پھوٹتی ہیں پس اگر تم جڑ ہی کو اکھاڑ دو گے تو ان شاخوں کے شر سے بھی محفوظ رہو گے ورنہ مصیبت میں گرفتار ہو گے اور جب بسط دیکھو تو اس کو سینچو اور ترقی دو اور جب اس میں میوے نکلیں یعنی اس پر ثمرات باطنی مرتب ہوں تو ان میں سے اپنے یار دوستوں کو بھی دو اچھا اب لوٹنا چاہئے اور قصہ اہل سبا بیان کرنا چاہئے تا کہ میں بھی داد دوں اہل سبا حکما لونڈے اور ناتجربہ کار تھے۔ ان کا کام منعموں کی نعمتوں کی ناشکری کرنا تھا۔ اب میں ناشکری کی حقیقت تم کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ مثلاً یہ کہ کوئی شخص تجھ پر کوئی انعام کرے تو تو اس محسن کی مزاحمت کرے اور کہے کہ مجھے اس نعمت کی ضرورت نہیں آپ تکلیف نہ کیجئے مجھے اس سے تکلیف ہوتی ہے براہ مہربانی اس نوازش کو دور ہی رکھئے مجھے آنکھ کی ضرورت نہیں آپ مجھے اندھا کر دیجئے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ اہل سبا کی بالکل یہی حالت تھی کہ حق سبحانہ نے ان پر انعامات کو بارش کی طرح برسایا تھا اور خوب دولت دی تھی ملک کو آرائش سے بہشت بنا دیا تھا لیکن ان ناشکروں نے یہ کیا کہ دعا کی کہ اے اللہ جماعتوں اور بستیوں کو دور دور کر دے ہماری اس زینت سے ہمارے لئے وہ برائی ہی اچھی ہے نہ ہم کو قصر وایوان درکار ہیں نہ اچھا زمانہ نہ امن چین نہ فراغت واطمینان۔ رے شہر بہت قریب قریب ہیں یہ ہم کو اچھے نہیں معلوم ہوتے ہم کو تو وہ جنگل اچھے معلوم ہوتے ہیں جہاں درندے رہتے ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ انسان کی بھی عجب حالت ہے کہ گرمی میں جاڑے کی درخواست کرتا ہے اور جب جاڑا آتا ہے تو اس کو ناپسند کرتا ہے اور گرمی چاہتا ہے لہٰذا وہ کسی حال میں بھی خوش نہیں رہتا نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تنگی ہی سے خوش ہوتا ہے نہ بے حد خوش عیشی سے پس غارت ہو یہ انسان بڑا ہی ناشکرا ہے جب اس کو ہدایت پہنچتی ہے تو اس کو بھی ناپسند کرتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ انسان کی اس ناشکری کا منشا کون ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ حرکات نفس کے ہیں لہذا وہ قابل گردن زدنی ہے اسی بناء پر حق سبحانہ نے ایک جگہ قتل الانسان ما اکفرہ فرما کر دوسری جگہ اس کے اقتلوا انفسکم سے تفسیر فرمائی ہے۔ نفس کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے خارسہ پہلو (گوکھرو) کہ اسے جس پہلو سے رکھو اسی پہلو سے چبھے گا اور تم اس کے زخم سے بچ نہیں سکتے۔ اب تمہارا فرض ہے کہ اس خار کو آگ لگاؤ یعنی اس کے مقتضیات کو چھوڑ دو اور بہتر مصاحب (روح یا حق سبحانہ یا مرشد کامل) کو پکڑو غرض جب اہل سبا نے اپنی اس درخواست کو حد سے بڑھایا اور کہا کہ ہم کو وبا صبا سے اچھی معلوم ہوتی ہے تو نصیحت گروں (انبیاء) نے ان کو نصیحتیں کیں اور ان کو اس کفر و فسوق سے روکا اس پر وہ ان کے خون کے پیاسے ہو گئے اور کفر و فسق حقیقی کا بیج بونے لگے بات یہ ہے کہ تقدیر الٰہی کے سامنے کسی کی پیش نہیں چلتی آدمی کی نظر میں اشیاء برعکس دکھلائی دیتی ہیں دنیا نہایت فراخ ہے مگر اسے تنگ نظر آتی ہے اور حلوا کھاتے منہ دکھتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو میدان آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور آنکھوں پر پردے پڑ جاتے ہیں اور آنکھوں پر پٹی بندھ جاتی ہے حتیٰ کہ آنکھ کو سرمہ کی مفید چیز دکھلائی نہیں دیتی بلکہ خاک دکھلائی دیتی ہے۔

شرح شبیری

مکر آں فارس چو انگیزید گرد	آں غبارت ز استعانت دور کرد
اس شہسوار (اللہ) کی تدبیر نے جب گرد اڑائی	(اور) اس غبار نے تجھے مدد حاصل کرنے سے دور کر دیا

یعنی اس سوار کے مکر نے جب کہ گرد اٹھائی تو اس غبار نے تجھے استعانت (بالفارس) سے دور کر دیا فارس سے مراد حق سبحانہ تعالیٰ ہیں اور گرد سے مراد اسباب ظاہر ہیں مطلب یہ ہوا کہ جس طرح کہ سوار گرد میں پوشیدہ ہو جاتا ہے اسی طرح افعال حق ان اسباب ظاہر میں مخفی ہیں کہ ان اسباب پر تو نظر ہے مگر حق تعالیٰ پر نظر نہیں جس طرح کہ وہاں گرد تو نظر آتی ہے اور سوار کا پتہ نہیں اب جو لوگ کہ اسباب کو فاعل سمجھ کر ان کے دفعیہ کے درپے ہوتے ہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی اس گرد کے سامنے ہاتھ جوڑے کہ مجھے سم اسپ سے محفوظ رکھنا بھلا بتاؤ وہ کیا محفوظ کر سکتی ہے بس اس کا علاج تو یہی ہے کہ خود فاعل حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

سوئے فارس رو مرو سوئے غبار	ورنہ بر تو کوبد آں مکر سوار
شہسوار کی طرف جا غبار کی جانب نہ جا	ورنہ سوار کا پاؤں تجھے کچل دے گا

یعنی سوار کی طرف جا اور غبار کی طرف مت جا ورنہ وہ مکر سوار تجھے کوٹے گا مطلب یہ ہے کہ ان اسباب ظاہر

www.besturdubooks.wordpress.com

پر نظر مت کرو بلکہ حق سبحانہ تعالیٰ پر ہی نظر کرو ورنہ اگر تم نے اسباب پر نظر کی تو یاد رکھو کہ غیرت حق جوش میں آوے گی اور تم سے انتقام لے گی پھر بتاؤ کہ کیا علاج ہے۔

گفت حق آں را کہ ایں گرگش بخورد	دید گرد گرگ چوں زاری نکرد
جس کو اس بھیڑیے نے کھا لیا اس کو خدا نے فرمایا	جب اس بھیڑیے کی گرد دیکھی فریاد کیوں نہ کی

یعنی حق تعالیٰ نے اس شخص کو فرمایا کہ جس کو اس گرگ (قضا) نے کھا لیا کہ اس نے گرد گرگ کو دیکھا تو زاری کیوں نہیں کی۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب اسباب قضا و بلا دیکھے تھے تو اس وقت دعا کیوں نہ کی تا کہ ان سب کے آسیب سے چھوٹ جاتے اور ارشاد ہے کہ

او نمی دانست گرد گرگ را	با چنیں دانش چرا کرد او چرا
وہ بھیڑیے کے غبار کو نہ پہچان سکا	اس قدر عقل کے ہوتے ہوئے وہ کیوں چرتا رہا

یعنی کیا وہ گرد گرگ کو نہ جانتا تھا پھر باوجود اس عقل کے کیوں اس نے اس جگہ چراگاہ بنائی مطلب یہ کہ کیا اس کو آثار قضا معلوم نہ تھے۔ استفہام انکاری یعنی معلوم تھے جب معلوم تھے تو پھر ان سے بچنے کی کیوں کوشش نہیں کی اور اس سے بچاؤ ہی حضرت حق سے دعا کرنا ہے کہ لا یرد القضاء الا الدعاء آگے فرماتے ہیں کہ ھٰؤلاءِ ھم کالانعام بل ھم اضل یہ لوگ تو جانوروں سے بھی بدتر اور گئی گزری حالت میں ہیں اس لئے کہ۔

گوسفنداں بوئے گرگ باگزند	می بدانند و بہر سوی خزند
بکریاں تکلیف رساں بھیڑیے کی بو	پہچان لیتی ہیں اور ہر جانب گھس جاتی ہیں

یعنی بکریاں اس باگزند گرگ کی بو پالیتی ہیں اور ہر طرف چھپنے لگتی ہیں۔

مغز حیوانات بوئے شیر را	می بداند ترک می گیرد چرا
حیوانات کا دماغ شیر کی بو کو	جانتا ہے چراگاہ چھوڑ دیتا ہے

یعنی حیوانات کا مغز شیر کی بو کو جان لیتا ہے تو چراگاہ کو چھوڑ دیتا ہے اور (چھپ جاتا ہے) تو دیکھو ان سب نے آثار سے معلوم کر لیا لہٰذا آثار ہی سے تم بھی قضا کو معلوم کر کے تضرع وزاری کیا کرو کہ یہ فائدہ ہوگا کہ اگر وہ لوٹے گی نہیں تو اس کے ضرر سے تو بچ جاؤ گے مثلاً قضا میں موت ہے اور تم کو آثار سے معلوم ہو گیا تو اس کے لئے حق تعالیٰ سے دعا کرو تا کہ اس کے مضارع سے بچ جاؤ مثلاً یہ کہ ایمان پر خاتمہ ہو اور بہت سے امور ایسے ہیں جو مضر ہیں حق تعالیٰ ان سب سے بچا دیں گے۔

بوئے شیرے خشم دیدی باز گرد	با مناجات و حذر انباز گرد
(اللہ کے) غصہ کے شیر کی بو تو نے سونگھ لی واپس ہو جا	دعا اور بچاؤ کا ساتھی بن جا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تم نے خشم حق کی شیر کی بو معلوم کر لی ہے تو اب واپس ہو اور پرہیز کے ساتھ شریک ہو جاؤ مطلب یہ کہ تم کو آثار خشم حق کے معلوم ہوئے ہیں تو اب دعا کرو کہ اس کے مضاء سے بچ جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وانگشتند آں گروہ از گرد گرگ	گرگ محنت بعد گرد آمد سترگ
وہ لوگ بھیڑیے کی گرد کی وجہ سے نہ لوٹے	گرد کے بعد محنت کا موٹا بھیڑیا آ گیا

یعنی اس گروہ (سبا) نے گرد گرگ سے احتیاط نہ کی تو گرگ مصیبت گرد کے بعد بہت بڑا ظاہر ہوا مطلب یہ کہ جب آثار قہر حق کے دیکھے تو ان سے پناہ نہیں چاہی اور دعا نہیں کی نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر بلائیں سخت سے سخت نازل ہوئیں اس لئے کہ ان آثار کے بعد تو بلائیں ہی تھیں جب آثار دیکھ کر ان کا دفعیہ نہ کیا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ساری بلائیں سر پر ٹوٹ پڑیں پس جب بلائیں آئیں تو انہوں نے یہ کیا کہ۔

بر درید آں گوسفنداں را بخشم	کہ ز چوپان خرد بستند چشم
اس نے غصہ سے ان بکریوں کو پھاڑ ڈالا	جنہوں نے عقل کے گڈریے سے آنکھیں بند کر لی تھیں

یعنی ان بکریوں کو غصہ میں آ کر پھاڑ ڈالا جنہوں نے کہ عقل کے چرواہے سے آنکھیں بند کر رکھی تھیں مطلب یہ کہ ان بلاؤں نے جو کہ مشابہ گرگ کے تھیں ان لوگوں کو ہلاک کر دیا جو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے احکام کی نافرمانی کرتے تھے چوپان سے مراد انبیاء علیہم السلام ہیں۔

چند چوپاں شاں بخواند و نامدند	خاک غم در چشم چوپاں میزدند
گڈریے نے ان کو بہت بلایا وہ نہ آئے	گڈریے کی آنکھ میں غم کی دھول جھونک دی

یعنی کتنے ہی چرواہوں (انبیا) نے ان کو بلایا مگر وہ نہ آئے (بلکہ) غم کی خاک ان (انبیاء) کی آنکھوں میں جھونکتے تھے یعنی ان کو ستاتے تھے اور ایذا دیتے تھے اور کہتے تھے کہ۔

کہ بروما خود ز تو چوپاں تریم	چوں تبع گردیم ہر یک سروریم
کہ جا ہم تجھ سے زیادہ اپنے رکھوالے ہیں	ہم تابع کیسے بن جائیں ہم میں سے ہر ایک سردار ہے

یعنی کہ جاؤ ہم تم سے زیادہ خود ہوشیار ہیں اور ہم تابع کیوں بنیں ہم تو خود سب سردار ہیں اور گویا کہ بزبان حال یہ کہتے تھے کہ۔

طعمۂ گرگیم و آن یار نے	ہیزم ناریم و آن عار نے
ہمیں بھیڑیے کا لقمہ بننا (منظور) ہے دوست کی ملک ہونا نہیں	ہم آگ کے ایندھن ہیں ذلت کے مملوک نہیں ہیں

یعنی ہم طعمۂ گرگ ہیں اور یار کی ملک نہیں ہیں اور جہنم کے ایندھن ہیں مگر آن عار نہیں ہیں۔ مطلب یہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ان کی حالت ایسی تھی گویا کہ وہ یوں کہہ رہے تھے کہ ہم کو طعمۂ گرگ بننا منظور ہے مگر کسی کے تابع نہ ہوں گے اور جہنم میں جلنا منظور ہے۔ (نعوذ باللہ) مگر عار تابعیت کو برداشت نہ کریں گے اور بلکہ یہ تو بعض نے خود کہہ بھی دیا ہے خود ابوطالب عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبکہ ان کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کی ہے تو کہا تھا اگر مجھے اس کا خوف نہ ہوتا کہ قریش کی بوڑھیاں مجھ پر طعن کریں گی تو میں آپ کا دل مسلمان ہو کر ضرور ٹھنڈا کر دیتا لیکن مجھے بعد مرنے کے بوڑھیاں قریش کی طعن کریں گی کہ جہنم سے ڈر گیا اس لئے مسلمان نہیں ہو سکتا (نعوذ باللہ) اب دیکھ لیں وہ تو جو بزرگوں سے محبت کرنے پر گھمنڈ کرتے ہیں کہ دیکھو دونوں جانب سے کس قدر محبت تھی کہ ایک دوسرے کے دلدادہ تھے مگر بتاؤ وہ کیا کام آئی کافر ہی مرے اور ارشاد ہوا کہ **انک لاتھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء** یعنی جس کو آپ چاہیں ہدایت پر نہیں لا سکتے بلکہ جس کو خدا چاہے ہدایت دے خدا کے لئے اس فخر نسب کو ترک کرو حدیث و قرآن کو دیکھو خوب کہا ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ

حمیتے بد جاہلیت در دماغ	بانگ شومی بر دہن شاں کرد زاغ
حمیت دماغ میں ایک جاہلیت تھی	ان کی کوڑی پر کوے نے بدبختی کی آواز لگائی

یعنی ایک حمیت بد جاہلیت کی ان کے دماغ میں تھی (گویا کہ) نحوست کی آواز ان کے منہ پر کوا کر رہا ہے یعنی وہ اس طرح باتیں کرتے تھے گویا کہ کوا ان کے منہ پر بول رہا ہے چونکہ کوے کو منحوس خیال کرتے ہیں لہذا اس کی نحوست کو ثابت کرتے ہیں۔

بہر مظلوماں ہمی کندند چاہ	در چہ افتادند و می گفتند آہ
انہوں نے مظلوموں کے لئے کنواں کھودا	وہ کنویں میں گرے اور آہیں بھریں

یعنی مظلوموں کے لئے کنواں کھودرہے تھے تو کنویں میں خود ہی گر گئے اور افسوس کرتے تھے۔

پوستین یوسفاں بشگافتند	انچہ می کردند یک یک یافتند
انہوں نے یوسفوں کی پوستینیں پھاڑیں	انہوں نے جو کچھ کیا ایک ایک (کا بدلہ) پایا

یعنی یوسفوں کے پوستین کو پھاڑتے تھے اور جو کچھ کرتے تھے اس کو ایک ایک کر کے پاتے تھے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کو ستاتے تھے اور ان کے بدلے ایک ایک کر کے پاتے تھے یہاں بعض نااہلوں کو بے فکری ہوئی کہ بس آج کل انبیاء تو ہیں ہی نہیں لہذا ان کے ستانے سے تو چھوٹ گئے اور ان میں سے بعض اولیاء اللہ کے بھی معتقد ہیں وہ تو بالکل ہی بے فکر ہو گئے کہ یہ وعید بس ہم پر تو ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ ہم تو کسی کو ستاتے ہی نہیں ایسے لوگوں کو جواب فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کیست یوسف آں دل حق جوئے تو	چوں اسیرے بستہ اندر کوئے تو
یوسف کون ہے؟ تیرا حق کا جویاں دل	جو قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھا ہوا ہے

یعنی یوسف کون ہے وہ تیرا قلب حق کا تلاش کرنے والا جو کہ قیدی کی طرح تیرے کوچہ میں بندھ رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارا قلب جو کہ اصل فطرت سے حق جو ہے وہ یوسف کی طرح ہے تم نے اس کو جو نفس کا مغلوب کر رکھا ہے اور شہوات میں اس کو مبتلا کر رکھا ہے یہی ایذاء دہی یوسف کی ہے تو اب تم بھی نہ چھوٹے اور فرماتے ہیں کہ۔

جبرئیلے را براستن بستۂ	پروبالش را بصد جا خستۂ
تو نے جبرئیلؑ کو ستون سے باندھا ہے	اس کے بال و پر کو تو نے سینکڑوں جگہ سے زخمی کر دیا ہے

یعنی ایک جبرئیل کو تم نے ستون سے باندھ رکھا ہے اور اس کے پر و بال کو سو جگہ سے زخمی کر رکھا ہے مطلب یہ کہ وہ قلب جو کہ اصل فطرت کے اعتبار سے جبرئیل جیسا پاک صاف ہے اس کو تم نے نفس کی قید میں ڈال رکھا ہے اور اس کے ملکات حسنہ کو جن سے کہ عروج الی الحق ہوتا تم نے بالکل خراب اور کمزور کر رکھا ہے۔

پیش او گوسالہ بریاں آوری	گہ کشی او را بگہداں آوری
تو اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتا ہے	کبھی اس کو کھینچتا ہے اور چہ کے پاس لاتا ہے

یعنی اس کے سامنے بھنا ہوا بچھڑا لاتے ہو اور کبھی خود اس کو کھینچ کر بیت الخلاء میں لے جاتے ہو گوسالہ اور گہدان سے مراد لذات و ملکات سیئہ ہیں چونکہ ان میں بھی تفاوت ہوتا ہے کوئی کم برا اور کوئی زیادہ لہذا ایک کو گوسالہ سے اور دوسرے کو گہدان سے تشبیہ دی یعنی بعض مرتبہ تو اس کو لذات میں مبتلا کرتے ہو اور کبھی اس کو معاصی میں جھونکتے ہو اور بزبان حال اس سے کہتے ہو۔

کہ بخور اینست مارا لوت و پوت	نیست او را جز لقاء اللہ قوت
کہ کھا لے یہ ہماری لذیذ غذا ہے	(حالانکہ) اس کی غذا سوائے اللہ کی ملاقات کے کچھ نہیں ہے

یعنی کہ کہا کہ ہماری تو یہی غذا ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اس کی تو سوائے لقاء اللہ اور کوئی غذا ہی نہیں۔

زیں شکنجہ و امتحاں آں مبتلا	می کند از تو شکایت باخدا
وہ مصیبت زدہ اس شکنجہ اور امتحان کی وجہ سے	خدا سے تیری شکایت کرتا ہے

یعنی اس شکنجہ اور مصیبت سے وہ مبتلا تیری شکایت خدا سے کرتا ہے کہ۔

کائے خدا افغاں ازیں گرگ کہن	گویدش نک وقت آمد صبر کن
کہ اے خدا اس بوڑھے بھیڑیے سے فریاد ہے	وہ اس سے کہتا ہے اب وقت آ گیا ہے صبر کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے خدا اس پرانے گرگ سے فریاد ہے تو حق تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ اب وقت آتا ہے صبر کر۔

داد تو وا خواہم از ہر بے خبر	داد کہ دہد جز خدائے دادگر
میں ہر جاہل سے تیرا بدلہ لے لوں گا	سوائے منصف خدا کے انصاف کون کرتا ہے

یعنی ارشاد ہوتا ہے) میں تیرا انصاف ہر بے خبر سے لوں گا (مولانا فرماتے ہیں کہ) انصاف سوائے خدائے دادگر کے اور کون دے گا۔

او ہمی گوید کہ صبرم شد فنا	در فراق روئے تو یاربنا
وہ کہتا ہے کہ میرا صبر فنا ہو گیا	اے ہمارے رب تیرے چہرے کے فراق میں

یعنی وہ قلب یہ کہتا ہے کہ اے اللہ تیرے رو کے فراق میں میرا صبر جاتا رہا یعنی صبر نہیں ہو سکتا۔

احمدم درماندہ در دست یہود	صالحم افتادہ در حبس ثمود
میں احمدؐ ہوں جو یہود کے ہاتھ میں پھنسا ہوں	میں صالحؑ ہوں جو ثمود کی قید میں پڑا ہوں

یعنی میں (مثل) احمد (کے) ہوں جو کہ یہود کے قبضہ میں رہا ہوا ہے اور میں (مثل) صالح (کے) ہوں کہ ثمود کے قید میں پڑا ہوا ہوں یعنی میں تو جو فطرت اصلی کے اعتبار سے مثل احمد اور صالح کے ہوں ان نفس و شیطان کے قبضہ میں پھنس گیا ہوں اس سے چھڑائیے اور دعا کرتا ہے کہ۔

اے سعادت بخش جان انبیاً	یا بکش یا باز خوانم یا بیا
اے انبیاء کی جان کو سعادت بخشنے والے	یا مار ڈال یا مجھے واپس بلا لے یا تو آ جا

یعنی اے ذات جو کہ انبیاً کی جان بخش ہے یا تو مجھے مار ڈال یا بلا لے یا خود آ جا۔ اس لئے کہ

با فراقت کافراں را تاب نیست	کایں فراق اندر خور اصحاب نیست
تیرے فراق کی کافروں میں بھی تاب نہیں ہے	یہ فراق دوستوں کے لائق نہیں ہے

یعنی آپ کے فراق کی تو کافروں کو بھی تاب نہیں ہے اور یہ فراق اصحاب کے تو لائق ہے ہی نہیں اس لئے کہ کفار کو جو جہنم میں عذاب ہوگا تو اصل عذاب تو خشم حق ہی ہے کہ اسی کی وجہ سے ان کو عذاب محسوس ہوگا ورنہ جہنم میں جو فرشتے ہیں ان کو بھی عذاب ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ ان کو دولت رضاء حق حاصل ہوگی لہذا ان کو وہ نار جہنم عذاب نہ معلوم ہوگی بلکہ وہ ان کے لئے رحمت ہو جاوے گی تو جب کفار کو بھی آپ کے عذاب کی تاب نہیں تو بھلا دوست تو کیا صبر کر سکتے ہیں۔

کافراں گویند در وقت عذاب	ہر یکے یالیتنی کنت تراب
عذاب کے وقت کافر کہیں گے	ہر ایک کاش میں مٹی ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی عذاب کے وقت ہر ایک کافر کہے گا کہ یالیتنی کنت ترابا تو مٹی ہونے کی جو تمنا ہوگی اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کو رضا حق حاصل نہ ہوگی۔

چوں بود بے تو کسے کان توست	حال او اینست کو خود زاں سوست
تیرے بغیر اس کا کیا حال ہوگا جو تیرا ہے	جو اس جانب کا ہے اس کا یہ حال ہے

یعنی جو کہ اس طرف کے لوگ ہیں ان کا یہ حال ہے تو جو کہ خود تیرے ہیں وہ بے تیرے کیسے رہ سکتے ہیں جب قلب یہ عرض کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ۔

لیک بشنو صبر آور صبر بہ	حق ہمی گوید کہ آرے اے نزہ
لیکن سن صبر کر صبر اچھا ہے	اللہ فرماتا ہے کہ ہاں اے پاک نسل

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے نزہ ہاں ٹھیک ہے لیکن سن صبر کر اس لئے کہ صبر بہت اچھا ہے۔

کاندر آمد وقت بیروں آمدن	صبح نزدیک است خامش دم مزن
کہ باہر نکلنے کا وقت آ پہنچا ہے	صبح قریب ہے چپ ہو جا سانس نہ لے

یعنی صبح نزدیک ہے خاموش رہ بول مت اس لئے کہ باہر آنے کا وقت قریب آ گیا یعنی نجات کا وقت قریب ہے۔

من ہمی کوشم پئے تو تو مکوش	صبح نزدیک ست خامش کم خروش
میں تیرے لئے کوشاں ہوں تو کوشش نہ کر	صبح نزدیک ہے چپ ہو جا شور نہ کر

یعنی اب ان کو مصیبت پہنچتی ہے تو خروش مت کر میں تیرے لئے کوشش کرتا ہوں تو کوشش مت کر۔

داروئے تلخم بہ از حلوائے تو	کوشش من بہ کہ کوششہائے تو
تیرے حلوے سے میری کڑوی دوا بہتر ہے	تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے

یعنی میری کوشش بہتر ہے تیری کوششوں سے اور میری تلخ دوا تیرے حلوے سے بہتر ہے داروئے تلخ سے مراد وہ حکم صبر ہے اور حلوہ سے مراد آرزو جلد نجات ہونے کی ہے مطلب یہ کہ جو میں کہتا ہوں اس پر عمل کر اگرچہ کچھ ناگواری ہو۔

کمترک جنباں زباں رو گوش شو	ہیں تحمل کن برو خاموش شو
زبان نہ چلا جا کان بن جا	ہاں برداشت کر جا چپ ہو جا

یعنی کہ تحمل کر اور جا خاموش رہ اور زبان کو کم ہلا (ہمہ تن) گوش رہ یعنی بس سن کر تحمل کر واپنی رائے کو دخل مت دے مولانا نے یہاں جو اس مکالمہ کو بیان کیا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ نفس و قلب دونوں کے مقتضیات کو بیان کیا جاوے کہ اس کے مقتضیات یہ ہیں اور اس کے یہ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شد زحد ہین باز گرد اے یار گرد	روستائی خواجہ را در خانہ برد
(بات) حد سے گزر گئی اے بہادر یار! واپس چل	دیہاتی خواجہ کو گھر لے گیا

یعنی یہ باتیں حد سے گزر گئیں اب اے یار گرد واپس ہو کہ روستائی خواجہ کو گھر لے گیا مطلب یہ کہ ان کا قصہ بیان کرو۔

قصہ اہل سبا یک گوشہ نہ	آں بگو کاں خواجہ چوں آمد بدہ
سبا والوں کا قصہ ایک طرف رکھ دے	وہ بتا خواجہ کس طرح گاؤں میں آیا

یعنی اہل سبا کا قصہ ایک کونہ میں رکھو اور اس کو بیان کرو کہ وہ خواجہ گاؤں میں کس طرح آیا۔

بقیہ قصہ رفتن خواجہ بدعوت روستائی

خواجہ کے دیہاتی کی دعوت کیلئے گاؤں میں جانے کے قصہ کا بقیہ

روستائی در تملق شیوہ کرد	تا کہ حزم خواجہ را کالیوہ کرد
دیہاتی نے خوشامد کا ایسا طریقہ اختیار کیا	کہ خواجہ کی ہوشیاری کو دیوانہ بنا دیا

یعنی دیہاتی نے خوشامد کی عادت کر لی یہاں تک کہ خواجہ کی ہوشیاری کو غارت کر دیا۔

از پیام اندر پیام او خیرہ شد	تا ز لال حزم خواجہ تیرہ شد
وہ پیغام در پیغام سے حیران ہو گیا	یہاں تک کہ خواجہ کی احتیاط کا صاف پانی گدلا ہو گیا

یعنی وہ خواجہ پیام پر پیام سے متحیر ہو گیا یہاں تک کہ اس کی ہوشیاری کا آب صاف تاریک ہو گیا۔

ہم ازینجا کودکانش در پسند	نرتع و نلعب بشادی میزدند
ساتھ ہی ادھر سے اس کے بچے خوشی میں	"ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے" کا شادیانہ بجاتے تھے

یعنی (یہیں گھر ہی) سے اس کے لڑکے خوشی میں نرتع ونلعب خوشی سے کر رہے تھے یعنی انہوں نے گھر ہی سے غل مچایا کہ ہم گاؤں میں جائیں گے وہ خوب خوش تھے۔

ہمچو یوسف کش بہ تقدیر عجب	نرتع ونلعب بہ برد از ظل اب
(حضرت) یوسفؑ کی طرح جن کو عجیب تقدیر کی وجہ سے	ہم کھائیں گے ہم کھیلیں گے نے باپ کے سایہ سے محروم کر دیا

یعنی یوسف علیہ السلام کی طرح ان کو تقدیر عجیب نرتع ونلعب ہی سے ظل اب سے لے گئی یعنی اس کھیل کود ہی کے لئے وہ گئے تھے جو مصیبت میں پڑے تھے اسی طرح یہ حضرات چلے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آں نہ بازی بلکہ جاں بازیست آں	حیلہ ومکرو دغا سازیست آں
یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جان پر کھیلنا ہے	یہ حیلہ اور مکر اور دغا بازی ہے

یعنی یہ کھیل نہیں ہے بلکہ جاں بازی ہے اور حیلہ اور مکرودغا بازی ہے۔

ہر چہ از یارت جدا اندازد آں	مشنو آنرا کاں زیاں دارد زیاں
جو تجھے دوست سے دور پھینک دے	اس کو نہ سن کیونکہ بربادی ہے بربادی

یعنی جو شے تجھے تیرے دوست سے جدا کردے اس کو مت سنو اس لئے کہ وہ نقصان دہ ہے۔

گر بود آں سود صد در صد مگیر	بہر زر مگسل زگنجور اے فقیر
اگر وہ ہزاروں کا فائدہ ہو تب بھی نہ لے	اے فقیر! سونے کے لئے خزانچی سے تعلق نہ توڑ

یعنی اگر چہ وہ صد در صد بھی سود ہووے تو اسے مت لو اور تھوڑے سے سونے کے لئے خزانہ سے قطع تعلق مت کرو۔

ایں شنو کہ چند یزداں زجر کرد	گفت اصحاب نبی را گرم وسرد
یہ سنو کہ اللہ نے کس قدر ملامت کی	نبیؐ کے ساتھیوں کو برا بھلا کہا

یعنی یہ سنو کہ کتنا حق تعالیٰ نے زجر فرمایا اور اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا گرم وسرد کہا اشارہ ہے اس قصہ کی طرف جو کہ قرآن شریف میں سورۂ جمعہ میں مذکور ہے کہ۔ یاایھا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ الخ تو دیکھو یہ لوگ حضور کو چھوڑ کر جو دنیا کی طرف گئے تھے اس پر عتاب ہوا تھا آگے خود بیان فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ بربانگ دہل در سال تنگ	جمعہ را کردند باطل بے درنگ
کیونکہ تنگی کے ایک سال میں نقارے کی آواز پر	بلاتوقف انہوں نے جمعہ کی نماز توڑ دی

یعنی اس لئے (زجر ہوا تھا) کہ ڈھول کی آواز پر تنگسالی میں انہوں نے جمعہ کو بے خوف ضائع کر دیا جمعہ کو ترک سے مراد خطبہ کا ترک ہے اس لئے کہ یہی ہوا تھا مگر چونکہ وہ بھی ایک جزو جمعہ ہے تو اس کو ترک کرنا گویا کہ جمعہ کو ترک کرنا ہے اور یہ اس لئے ہوا تھا کہ عرب میں اناج تھا نہیں قحط ہو رہا تھا تو شام سے اناج آگیا تھا جب صحابہ کو اطلاع ہوئی تو سب چلے گئے کہ کہیں یہاں کے سوداگر خرید کر مہنگا نہ کردیں اس لئے جلدی سے لینا چاہا تھا اور حضور کے پاس صرف بارہ تیرہ آدمی رہ گئے تھے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

تا نباید دیگراں ارزاں خرند	زاں جلب صرفہ زما ایشاں برند
تاکہ ایسا نہ ہو کہ دوسرے سستا خرید لیں	اس سودے کا فائدہ وہ ہم سے زیادہ اٹھالیں

یعنی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسرے لوگ ارزاں خرید لیں اور اس لے لینے کی وجہ سے نفع ہم سے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس غرضکہ بہت لوگ چلے گئے۔

ماند پیغمبر بخلوت در نماز	باد و سہ درویش ثابت بر نیاز
پیغمبر نماز میں اکیلے رہ گئے	ان دو تین غریبوں کے ساتھ جو عاجزی پر قائم رہے

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو تین آدمیوں کے ساتھ تنہا نماز میں رہ گئے مراد قلیل ہے ورنہ بارہ تیرہ آدمی باقی رہے تھے۔

کوفت طبل لہو بازر گانئے	چوں تاں ہبرید از ربانئے
ایک تاجر نے تفریح کا نقارہ بجایا	تم کیوں ربانی (رسول) سے کٹے

یعنی ایک سوداگر نے طبل لہو بجایا تو اس نے تم کو ایک اللہ والے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کس طرح قطع کر دیا جیسا کہ ارشاد ہے واذا راو تجارة او لهوان انفضوا اليها و تر كواك قائما

قد فضضنم نحو قمح ھائما	ثم خلیتم نبیا قائما
تم لوٹ پڑے گیہوں کی جانب دیوانہ وار	پھر تم نے نبی کو کھڑا چھوڑ دیا

یعنی تم گیہوں کی طرف گھبرا کر چلے گئے اور نبی علیہ السلام کو کھڑا ہوا چھوڑ دیا۔

بہر گندم تخم باطل کاشتید	واں رسول حق را بگذاشتید
گیہوں کے لئے تم نے باطل کا بیج بویا	اور اس خدا کے رسول کو چھوڑ دیا

یعنی گیہوں کے لئے تخم باطل بویا اور اس رسول حق کو چھوڑ گئے۔

صحبت او خیر من لہواست و مال	ہیں کرا بگذاشتے چشمے بمال
اس کی صحبت مال اور کھیل کود سے بہتر ہے	خبردار کس کو چھوڑا ہے آنکھ مل

یعنی آپ کی صحبت تو لہو و مال سے بہتر ہے ارے دیکھ تو تو نے کس کو چھوڑا ہے ذرا آنکھ مل

خود نشد حرص شمارا ایں یقین	کہ منم رزاق خیرالرازقین
تمہاری حرص کو یہ یقین نہ آیا	کہ میں رازق رزق دینے والوں میں سب سے بہتر ہوں

یعنی (ارشاد ہوا کہ) تمہاری حرص کو اس کا یقین نہ ہوا کہ میں رزاق ہوں بہتر رزق دینے والوں کا۔

آنکہ گندم را ز خود روزی دہد	کے توکلہات را ضائع نہد
جو گیہوں کو بھی خود روزی دیتا ہے	وہ تیرے توکلوں کو کب ضائع کرے گا

یعنی جو ذات کہ خود گیہوں کو روزی دیتا ہے وہ تمہارے توکلوں کو کب ضائع کر دے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از پئے گندم جدا گشتی ازاں	کہ فرستادست گندم ز آسماں
تو گیہوں کے لئے اس سے جدا ہو گیا	جس نے گیہوں آسمان سے بھیجا ہے

یعنی گیہوں کے لئے اس ذات سے جدا ہو گئے جس نے کہ خود گیہوں کو آسمان سے بھیجا ہے۔

کمتر از بط نیستی آخر در آب	کو دہد مر باز داعی را جواب
آخر تو پانی کی بطخ سے کم نہیں ہے	جو دعوت دینے والے باز کو جواب دیتی ہے

یعنی تو اس بط سے تو کم نہیں ہے جس نے کہ پانی میں باز داعی کو جواب دیا تھا۔ آگے اس بط کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

دعوت کردن باز بطاں را از آب بصحرا و جواب بطاں

ایک باز کا بطخوں کو پانی سے جنگل کی دعوت دینا اور بطخوں کا جواب

باز گوید بط را کز آب خیز	تا بہ بینی دشتہا را قند ریز
باز بطخ سے کہتا ہے کہ پانی سے نکل	تاکہ تو جنگلوں کو شکر بکھیرنے والا دیکھے

یعنی باز بط سے کہتا ہے کہ پانی سے اٹھ تاکہ جنگلوں کو قندریز دیکھے یعنی سرسبز و شاداب دیکھے۔

بط عاقل گویدش کاے باز دور	آب مارا حصن امن است و سرور
عقلمند بطخ اس سے کہتی ہے کہ اے باز جا	پانی ہمارے لئے امن اور خوشی کا قلعہ ہے

یعنی بط عاقل اس سے کہتی ہے کہ اے باز دور ہو جا۔ پانی ہی ہمارے لئے امن و سرور کا قلعہ ہے۔

دیو چوں باز آمد اے بطاں شتاب	ہیں بہ بیروں کم روید از حصن آب
اے بطخو! شیطان کی مثال باز کی سی ہے جلدی کرو	خبردار! پانی کے قلعہ سے باہر نہ نکلنا

یعنی اے (لوگو جو کہ مشابہ) بط (کے ہو) شیطان باز کی طرح ہے تو ذرا اس قلعہ آب سے باہر مت نکلنا

حصن آب سے مراد معیت مع الحق یعنی ذکر حق اور معیت حق کو ترک مت کرنا اس کو ترک کیا اور مرے۔

باز را گوئید رو رو باز گرد	از سرما دست دار اے پائمرد
باز سے کہہ دو جا جا واپس ہو جا	اے مددگار! ہمارے سر سے دست بردار ہو جا

یعنی باز (شیطان) سے کہہ دو کہ جا جا لوٹ جا ہمارے سر سے ہاتھ اٹھا اے جوانمرد

ما بری از دعوتت دعوت ترا	ما نخوشیم ایں دم تو کافرا
ہم تیری دعوت سے بری ہیں تیری دعوت تجھے مبارک ہو	اے کافر ہم تیرا یہ مکر نہ قبول کریں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم تیری دعوت سے بری ہیں دعوت تجھی کو نصیب ہو اور اے کافر ہم تیرے اس دم کو نہ پئیں گے یعنی تیرے بہکانے میں نہ آئیں گے۔

حصن مارا قند قندستاں ترا	مانخواہم ہدیہ ات بستاں ترا
قلعہ ہم کو اور قند و قندستان تجھے (مبارک ہو)	ہم تیرے ہدیہ کے خواہشمند نہیں ہیں باغ تجھے (مبارک ہو)

یعنی قلعہ (ذکر حق) ہمارے لئے قند ہے اور قندستان تجھے مبارک ہو میں تیرے ہدیہ کو نہیں لیتا باغ تجھی کو مبارک ہو اسی طرح تم ایسے عذر کر دو اور کہہ دو کہ۔

چونکہ جاں باشد نیاید قوت کم	چونکہ لشکر ہست کم ناید علم
جب جان ہے روزی کی کمی نہ ہو گی	جبکہ لشکر ہے جھنڈے کم نہ ہوں گے

یعنی جب کہ جان ہو غذا کی کیا کمی اور جب کہ لشکر ہو جھنڈوں کی کیا کمی ہے۔ لہٰذا ہم تیری اس دعوت سے معافی چاہتے ہیں آگے پھر اس روستائی اور خواجہ کی حکایت فرماتے ہیں۔

رجوع بحکایت خواجہ بروستائی

خواجہ اور دیہاتی کے قصہ کی طرف واپسی

خواجۂ حازم بسے عذر آورید	بس بہانہ کرد بادیو مرید
پختہ کار خواجہ نے بہت عذر کئے	سرکش شیطان سے بہت بہانے کئے

یعنی اس ہوشیار خواجہ نے بہت عذر کئے اور اس سرکش شیطان سے بہت سے بہانے کئے۔

گفت ایندم کارہا دارم مہم	گر بیایم آں نگردد منتظم
کہا اس وقت میں بہت ضروری کام رکھتا ہوں	اگر میں چلا جاؤں گا ان کا انتظام نہ ہو سکے گا

یعنی کہا کہ اس وقت مجھے بہت سے ضروری کام ہیں تو اگر میں (گاؤں میں) آؤں تو وہ منتظم نہ رہیں گے۔

شاہ کار نازکم فرمودہ است	زانتظارم شاہ شب نغنودہ است
بادشاہ نے مجھے ایک نازک کام کا حکم فرمایا ہے	میرے انتظار میں وہ رات بھر نہیں سویا ہے

یعنی بادشاہ نے مجھے ایک بہت نازک کام بتایا ہے اور میرے انتظار میں وہ رات کو سویا بھی نہیں ہے۔

من نیارم ترک امر شاہ کرد	من نتانم شد بر شہ روئے زرد
میں بادشاہ کے حکم کو نہیں چھوڑ سکتا	میں بادشاہ کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں امر شاہ کو ترک نہیں کر سکتا اور میں (کام نہ کر کے) بادشاہ کے سامنے شرمندہ بھی ہونا نہیں چاہتا۔

ہر صباح و ہر مسا سرہنگ خاص	میرسد از من ہمی جوید مناص
ہر صبح اور ہر شام ایک خاص سپاہی	آتا ہے اور مجھ سے خلاصی چاہتا ہے

یعنی صبح اور شام پیادہ خاص آتا ہے اور مجھ سے اس کام کی انجام دہی کو تلاش کرتا ہے۔

تو روا داری کہ آیم سوئے دہ	تا درا بر و افگند سلطاں گرہ
تو مناسب سمجھتا ہے کہ میں گاؤں کی طرف آ جاؤں	یہاں تک کہ بادشاہ پیشانی پر گرہ ڈالے

یعنی کیا تو یہ جائز رکھتا ہے کہ میں گاؤں میں آؤں اور سلطان ابرو پر میری طرف سے گرہ ڈال لے یعنی وہ مجھ سے ناخوش ہو جاوے یا تجھے یہ منظور ہے۔

بعد ازاں درماں خشمش چوں کنم	زندہ خود را زیں مگر مدفوں کنم
اس کے بعد اس کے غصہ کا کیا علاج کروں؟	ہاں اس سے اپنے آپ کو زندہ دفن کروں

یعنی اس کے بعد اس غصہ کا میں کیا علاج کروں گا بس شاید اپنے کو زندہ دفن کر دوں گا۔

زیں نمط او صد بہانہ باز گفت	حیلہ ہا با حکم حق نفتاد جفت
اس طرح کہ اس نے سینکڑوں بہانے بنائے	(لیکن) حیلے حکم خداوندی کے مطابق نہ ہو سکے

یعنی اسی طرح اس نے سینکڑوں حیلے کیے مگر حکم حق کے آگے حیلے کیا چلتے اس لئے کہ ان کی قسمت میں تو وہ مصیبت لکھی تھی جو کہ آگے بیان ہوگی تو بھلا وہ کیسے چھوٹ سکتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ

گر شود ذرات عالم حیلہ پیچ	با قضائے آسماں ہیچ ست ہیچ
اگر تمام دنیا کے ذرے حیلہ گری کریں	آسمان کے فیصلہ کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ہیں

یعنی اگر تمام ذرات عالم بھی حیلہ کرنے والے ہوں تب بھی قضائے آسمان کے آگے سب ہیچ ہیں ہیچ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں گریزد ایں زمیں از آسماں	چوں کند او خویش را از وے نہاں
یہ زمین آسمان سے کیسے گریز کرے	یہ اپنے آپ کو اس سے کیسے چھپائے

یعنی یہ زمین آسمان سے کب بھاگ سکتی ہے اور یہ اپنے کو اس سے کب پوشیدہ کر سکتی ہے یعنی زمین چاہے کہ آسمان سے باہر نکل جاوے کیسے ممکن ہے۔

ہر چہ آید ز آسماں سوئے زمیں	نے مفر دارد نہ چارہ نے کمیں
جو کچھ آسمان سے زمین پر آتا ہے	(اس سے) نہ مفر ہے نہ کوئی تدبیر چھپنے کی جگہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آسمان سے زمین کی طرف جو کچھ بھی آوے وہ اس سے نہ مفر رکھتی ہے اور نہ علاج اور نہ کوئی ٹھکانا۔

آتش از خورشید می بارد برو	او بہ پیش آتشش بنہادہ رو
سورج سے اس پر آگ برتی ہے	اور اس کی آگ کے سامنے سر جھکائے ہوئے ہے

یعنی خورشید سے اس پر آگ برتی ہے اور وہ اس کی آگ کے سامنے منہ رکھے ہوئے ہے۔

در ہمی طوفاں کند باراں برو	شہرہا را می کند ویراں برو
وہ اگر اس پر بارش کا طوفان برسائے	اس پر شہروں کو ویران کرے

یعنی اور اگر بارش اس پر طوفان لادے تو اس پر شہروں کو ویران کردے۔

او شدہ تسلیم او ایوب وار	کہ اسیرم ہرچہ میخواہی بیار
وہ (حضرت) ایوب کی طرح اپنے آپ کو اس کے سپرد کئے ہوئے ہے	کہ میں قیدی ہوں تو جو چاہے کر

یعنی وہ زمین اس آسمان کے تابع حضرت ایوبؑ کی طرح ہے کہ میں قیدی ہوں جو چاہے مجھ پر لا جب زمین کی تواضع کی یہ حالت ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے کہ جزو ایں زمینی سرمکش	چونکہ بینی حکم یزداں درمکش
اے وہ کہ تو اس زمین کا جزو ہے سرکشی نہ کر	جب تو خدا کا حکم (آتا) دیکھے دروازہ بند نہ کر

یعنی اے وہ شخص کہ تو جزو زمین ہے سرکشی مت کر اور جب کہ تو حکم حق کو دیکھے دم مت مار۔

چوں خلقناکم شنیدی من تراب	خاک باشی جست ازتو رومتاب
جبکہ تو نے "ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا" سن لیا ہے	اس نے تجھ سے خاک بن جانا چاہا ہے روگردانی نہ کر

یعنی جب کہ خلقناکم من تراب تو نے سن لیا ہے تو خاک ہونا کافی ہے اس سے روتابی مت کر۔ جب تم تواضع کروگے تو اس پر ثمرات مرتب ہوں گے آگے ان کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیں کہ اندر خاک تخمے کاشتم	گرد خاکی ومنش افراشتم
دیکھ لے میں نے مٹی میں بیج بویا	وہ خاکی بنا اور میں نے اس کو بلند کیا

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دیکھو میں نے زمین میں ایک تخم بویا اس نے خاکی کی تو میں نے ہی اس کو بلند کیا تو اسی طرح اگر تم تواضع کروگے تو تم کو حق تعالیٰ عزت دیں گے۔ فرماتے ہیں کہ

حملۂ دیگر تو خاکی پیشہ گیر	تاکنم بر جملہ میرانت امیر
دوسری بار تو خاکی ہونا اختیار کر	تاکہ میں تجھے تمام سرداروں کا سردار بنا دوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک مرتبہ تو خاک سے پیدا ہوئے ہی ہو اب) ایک مرتبہ اور خاکی اختیار کرو تا کہ میں تم کو سب امیروں پر امیر بنادوں۔ آگے اس کے ایک مثال ہے کہ

آب از بالا بہ پستی دررود	انگہ از پستی ببالا در رود
پانی بلندی سے پستی میں جاتا ہے	تب پستی سے بلندی پر جاتا ہے

یعنی پانی اول بلندی (یعنی آسمان) سے پستی (یعنی زمین) میں جاتا ہے اس وقت پستی سے (ڈول کے ذریعہ سے) اوپر آتا ہے اور مثال ہے کہ۔

گندم از بالا بزیر خاک شد	بعد ازاں او خوشۂ چالاک شد
گیہوں بلندی سے مٹی کے نیچے گیا	اس کے بعد وہ لہلہاتا خوشہ بنا

یعنی گندم اول اوپر سے خاک میں گیا بعد اس کے خوشۂ چالاک ہو گیا۔

دانۂ ہر میوہ چوں گردد دفیں	بعد ازاں سرہا برآرد از زمیں
ہر پھل کا دانہ جب گڑتا ہے	اس کے بعد زمین سے سر ابھارتا ہے

یعنی ہر میوہ کا دانہ جب دفن ہوتا ہے بعد اس کے زمین سے سر نکالتا ہے۔

اصل نعمتہا ز گردوں تا بخاک	زیر آمد شد غذائے جان پاک
تمام نعمتوں کی اصل آسمان سے مٹی تک	نیچے آئی تو پاک جان کی غذا بنی

یعنی تمام نعمتوں کی اصل (یعنی پانی) آسمان سے زمین پر آئی تب جان پاک انسانی کی غذا بنی۔

از تواضع چوں زگردوں شد بزیر	گشت جزو آدمی حی دلیر
تواضع کی وجہ سے جب وہ آسمان سے نیچے آیا	تو وہ زندہ دلیر انسان کا جزو بن گیا

یعنی وہ پانی تواضع کی وجہ سے جب آسمان سے نیچے آیا تو آدمی کا جزو اور زندہ اور دلیر بن گیا۔

پس صفات آدمی شد آں جماد	بر فراز عرش پراں گشت شاد
تو وہ بے جان آدمی کی صفات سے (موصوف) ہو گیا	خوش ہو کر آسمان کی بلندی پر اڑ گیا

یعنی پھر وہ جماد آدمی کی صفات بن گئیں اور بلندی عرش پر خوش پراں ہوئی۔ یعنی اس پانی سے نباتات اگے ان کو آدمی نے پیا تو اس کے اندر صفات پیدا ہوئیں پھر وہ آدمی بلندی عرش پر پہنچا تو یہ پانی بھی اس کے ساتھ ہی رہا تو دیکھو کہاں کہاں پہنچ گیا اور وہ بزبان حال یہ کہہ رہا ہے کہ۔

کز جہان زندہ اول آمدیم	باز از پستی سوئے بالاشدیم
ہم پہلے زندہ جہان سے آئے	پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے

یعنی کہ اول جہان زندہ (عالم غیب) سے آئے تھے پھر پستی سے بلندی کی طرف گئے یعنی ڈولوں سے کھینچا گیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

جملہ اجزاء در تحرک در سکوں	ناطقاں کہ انا الیہ راجعوں
تمام اجزا حرکت اور سکون میں	کہتے ہیں کہ ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں

یعنی اجزاء عالم تمام حالت حرکت اور سکوں میں انا للہ وانا الیہ راجعون بول رہے ہیں اور محققین کا مذہب یہی ہے کہ ان تسبیح بھی حالی نہیں ہے بلکہ قالی ہے۔

ذکر وتسبیحات اجزائے نہاں	غلغلے افگند اندر آسماں
پوشیدہ اجزاء کے ذکر اور تسبیح نے	آسمان میں غلغلہ ڈال دیا

یعنی اجزائے نہاں کے ذکر وتسبیح نے بھی آسمان میں ایک غلغلہ ڈال رکھا ہے مطلب یہ کہ بھلا جو اشیاء کہ ذات جسم ہیں ان کی تسبیحات تو کیوں نہ شور کریں کہ جو کہ ایسے ہیں کہ وہ نہاں ہیں ان کی تسبیح نے بھی ایک غل مچا رکھا ہے حاصل یہ کہ تمام عالم تسبیح خواں ہے۔

چوں قضا آہنگ نارنجات کرد	روستائی شہری را مات کرد
جب قضا نے طلسم کرنے کا ارادہ کیا	دیہاتی نے شہری کو مات دے دی

یعنی جب کہ قضا نے نیرنگیوں کا قصد کیا تو ایک دیہاتی نے شہری کو مات کر دیا۔ مطلب یہ کہ یہ دیکھو جب حق تعالیٰ نے عجائبات کے دکھانے کا قصد کیا تو ایک دیہاتی کے سامنے شہری کی کچھ نہ چلی۔

با ہزاراں حزم خواجہ مات شد	زاں سفر در معرض آفات شد
ہزاروں احتیاطوں کے باوجود خواجہ ہار گیا	اور اس سفر سے آفتوں میں پھنس گیا

یعنی باوجود ہزاروں ہوشیاریوں کے خواجہ صاحب ہار گئے اور اس سفر سے معرض آفات میں پڑ گئے اس لئے کہ۔

اعتمادش بر ثبات خویش بود	گرچہ کہ بد نیم سیلش در ربود
اس کو اپنی ثابت قدمی پر بھروسہ تھا	اگرچہ پہاڑ تھا اس کو آدھا سیلاب بہا لے گیا

یعنی اس کو اپنے ثبات پر اعتماد تھا تو اگرچہ وہ ایک کوہ تھا مگر ایک نیم سیل اس کو لے بھاگا۔ مطلب یہ کہ وہ اپنی عقلمندی اور ہوشیاری پر چونکہ نازاں تھا اس لئے اس کو مات ہوئی ورنہ اگر نظر حق تعالیٰ پر ہوتی تو پھر ہرگز ایسا نہ ہوتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں قضا بیروں کند از چرخ سر	عاقلاں گردند جملہ کور و کر
قضا جب آسمان سے سر نکالتی ہے	سب عقلمند اندھے بہرے ہو جاتے ہیں

یعنی جب کہ قضا آسمان سے سر نکالتی ہے تو عقلمند لوگ بھی سب اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ اور قضا وہ شے ہے کہ جب اس کا ظہور ہوتا ہے تو کوئی شے اپنے قبضہ میں نہیں رہتی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

ماہیاں افتند از دریا بروں	مرغ پراں گرد داز دامے زبوں
مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں	اڑنے والا پرند ایک جال سے عاجز آ جاتا ہے

یعنی مچھلیاں دریا سے باہر نکل پڑتی ہیں اور اڑنے والا جانور جال سے عاجز ہو جاتا ہے ورنہ اگر قطع نظر حکم قضا کے دیکھا جاوے تو کہاں وہ پرند اور کہاں یہ دام خاکی۔

تا پری و دیو در شیشہ شود	بلکہ ہاروتے بابل در رود
یہاں تک کہ دیو اور پری بوتل میں بند ہو جاتے ہیں	بلکہ ہاروت بابل میں چلا جاتا ہے

یعنی یہاں تک کہ دیو پری شیشہ میں بند ہو جاتی ہیں بلکہ ایک ہاروت بابل میں چلے جاتے ہیں اس قصہ کی طرف اشارہ ہے جو مشہور ہے اب کسی کو خوف ہوا کہ بس جبکہ قضا سے بچنا محال ہے تو پھر ہم کیا کر سکتے ہیں نہ طاعت نہ گناہ سب قضا ہی کی طرف سے ہے اور اس کو کسی طرح رد نہیں کر سکتے تو اب مجبور ہو گئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

جز کسے کاندر قضا اندر گریخت	خون او را ہیچ تربیعے نہ ریخت
سوائے اس کے جو قضا کی پناہ میں آ گیا	کوئی تربیع اس کا خون نہ بہا سکی

یعنی سوائے اس شخص کے کہ قضا سے قضا میں بھاگا تو اس کے خون کو کسی تربیع نے نہ گرایا تربیع کہتے ہیں کسی شخص کے طالع کے دو ستاروں کا اس طرح آ جانا کہ ایک سے دوسرا چوتھے خانہ میں ہو اس کو اہل نجوم منحوس کہتے ہیں اور اس سے کہتے ہیں کہ کام نہیں ہوتے مولانا فرماتے ہیں کہ جو کہ خود قضا کی طرف یعنی صاحب القضاء کی طرف متوجہ ہو جاوے اس کو تربیع ستا نہیں سکتی یعنی اس کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

غیر آنکہ در گریزی در قضا	ہیچ حیلہ ندہدت از وے رہا
سوائے اس کے کہ تو قضا کی طرف بھاگے	کوئی تدبیر تجھے رہائی نہیں دلا سکتی

یعنی سوائے اس کے قضا سے قضا میں ہی بھاگو کوئی حیلہ تم کو رہائی نہیں دے سکتا۔ پس قضا سے بچنے کی یہی تدبیر ہے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے جیسا کہ حدیث میں ہے لایرد القضاء الا الدعاء سیر میں لکھا ہے کہ افلاطون نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا کہ اگر تمام آسمان کمان ہوں اور حوادث تیر ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور پھینکنے والے حق تعالیٰ ہوں تو اس سے بچ کر کہاں جاوے آپ نے فرمایا کہ کمان والے کے پاس جا کھڑا ہو یعنی تعلق بحق پیدا کرے تو افلاطون بولا کہ بے شک یہ علوم نبوت ہی کے ہیں تو بس معلوم ہوا کہ قضا سے بچنے کے لئے دعا کرو اگر قضا نہ ٹلے گی تو اس کے ضرر سے تو بچ جاؤ گے چونکہ یہاں کہا ہے کہ قضا سے بچنا ممکن نہیں ہے جب کہ توجہ بحق نہ ہو آگے اس کے متعلق ایک قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر تم کو معلوم ہوا ہے کہ اذا جاء القضاء عمی البصر اب اس کی وجہ سنو بات یہ ہے کہ جس طرح سوار اس گرد میں چھپ جاتا ہے جو اس کے گھوڑوں کے ٹاپوں سے اڑتی ہے یوں ہی حق سبحانہ اپنے تصرفات کے پردہ میں محجوب ہیں دیکھنے والے کی نظر ان تصرفات اور اسباب ظاہرہ تک محدود ہوتی ہے اس لئے متصرف حقیقی تک نہیں پہنچتی آگے قضا سے بچنے کی تدبیر ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسی حالت میں شہ سوار سے پناہ ڈھونڈنی چاہئے اور غبار میں الجھ کر نہ رہ جانا چاہئے کیونکہ غبار فی نفسہ کوئی چیز نہیں وہ محض سوار کے تابع ہے پس اگر کوئی چیز پناہ دے سکتی ہے تو وہ سوار ہے لہذا اسی سے التجا کرنی چاہئے یعنی متصرف حقیقی حق سبحانہ ہیں اور اسباب ظاہرہ اس کے قبضہ میں ہیں پس تم کو حق سبحانہ سے پناہ لینی چاہئے اور اسباب میں نہ الجھنا چاہئے اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اس کی مخفی تدبیر تم کو کچل ڈالے گی اور تم قضاء الٰہی کا شکار ہو جاؤ گے جب کوئی اپنی حماقت سے قضائے الٰہی کا شکار ہو جاتا ہے جو مثل بھیڑیئے کے ہے تو حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اس احمق نے جب اس بھیڑیئے کی گرد یعنی آثار قضا کو دیکھا تھا تو اس نے تضرع کیوں نہ کیا اور یہ ہماری جناب میں کیوں نہ گڑگڑایا کہ ہم اگر مصلحت سمجھتے تو اس کو خود اس قضا ہی سے بچا لیتے ورنہ اس کے مضرات سے محفوظ رکھتے کیا اس بھیڑیئے کی گرد اسے معلوم نہ تھی اور آثار قضا کو اس نے دیکھا نہ تھا ضرور دیکھا تھا پھر باوجود علم کے وہ بدستور کیوں چرنے میں مشغول اور ملذذات وتنعمات وغیرہ میں منہمک رہا یہ تو بھیڑیوں اور دیگر حیوانات سے بھی کم عقل نکلا۔ اس لئے کہ بکریوں کا قاعدہ ہے کہ خطرناک بھیڑیئے کی بو پا کر اپنے بچاؤ کی فکر کرتی ہیں اور جہاں سینگ سماتا ہے گھس جاتی ہیں اور دیگر حیوانات جب شیر کی بو پاتے ہیں تو اپنے چرنے کے شغل کو چھوڑ کر بچنے کی فکر میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن اس نے نہ یہ کیا نہ وہ بلکہ باوجود علم کے مشغول رہا اور بچاؤ کی فکر نہ کی اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ تم کو چاہئے کہ جب اپنے مخالف شیر کی بو پاؤ اور آثار قضا کا مشاہدہ کرو تو اپنی مشغولیت کو چھوڑ کر دعا اور بچنے کی حقیقی تدبیر میں مصروف ہونا چاہئے تم کو معلوم ہے کہ اہل سبا کو مصیبت کیوں برداشت کرنی پڑی اس کی وجہ بھی تھی کہ انہوں نے گرگ قضا کی گرد اور اس کے آثار کا مشاہدہ کیا مگر انہوں نے حق سبحانہ کی جناب میں رجوع نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کیالامحالہ اس گرد کے بعد ایک زبردست بھیڑیا برآمد ہوا اور غضبناک ہو کر ان بکریوں کو چیر پھاڑ ڈالا یعنی قضا الٰہی اپنا کام کر گئی اور ان کا ستیاناس کر دیا کیونکہ چوپان سے تو انہوں نے آنکھیں ہی بند کر لی تھیں جوان کو بچاتا یعنی انبیاء کی بات تو مانتے ہی نہ تھے جو ان کو بچانا چاہتے تھے حالانکہ انبیاء نے ان کو بہت کچھ اپنی طرف بلایا لیکن وہ نہ آئے اور ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دے دیکر رنجیدہ کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ ہم آپ سے زیادہ اپنی حفاظت کر سکتے ہیں اور ہم خود افسر ہیں ہم کو تمہاری حفاظت اور طاعت کی ضرورت نہیں آپ لوگ جو کہتے ہیں کہ تم کو بھیڑیا کھا جاوے گا اور تم آگ میں جل جاؤ گے ہم تمہارے دوست ہیں تم ہمارے ہو جاؤ سو صاحبو ہم کو بھیڑیے کا لقمہ بننا منظور ہے مگر تم سے دوستوں کا ہونا منظور نہیں ہم آگ کا ایندھن ہونا اچھا سمجھتے ہیں لیکن آپ لوگوں کی ماتحتی اور اتباع کی عار گوارا نہیں بات یہ ہے کہ حمیت جاہلیہ دماغ میں بھری ہوئی تھی اور منہ پر کو ابدبختی کی آواز بول گیا تھا سر پر شامت سوار تھی لہٰذا غرور دماغ میں بسا ہوا تھا اور بدبختی کی باتیں منہ سے نکل رہی تھیں یہ لوگ انبیاء مظلومین کے لئے کنواں کھودتے تھے اور ان کی ضرر رسانی کی تدبیریں کرتے تھے لیکن بصد حسرت و افسوس خود ہی اس کنویں میں گر رہے تھے یہ لوگ یوسف کی طرح محبوبین اور اہل اللہ کے کپڑے پھاڑتے تھے لیکن جو کچھ انہوں نے کیا ایک ایک کر کے ان کے آگے آیا۔ اہل سبا نے تو ان یوسفوں کے ساتھ بدسلوکی کی اب ہم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ تم بھی ایک یوسف کو ستا رہے ہو تم سمجھے وہ یوسف کون ہے؟ وہ تمہارا قلب ہے جو بالذات طالب حق ہے اور وہ حق کی طرح تمہارے پاس پابہ زنجیر ہے غور کرنے کا مقام ہے کہ تم نے ایک جبرئیل یعنی دل کو جو واسطۂ فیض ہے ستون سے باندھ رکھا ہے اور پوری کوشش سے اس کے پروبال اکھیڑے ہیں تمہارا دل اصالتاً طالب حق ہے اور وہ حق سبحانہ تک پہنچ کر واسطہ فی الفیض بننا چاہتا ہے لیکن تم نے اس کو اس قدر مجبور کیا ہے کہ وہ سبحانہ تک نہیں پہنچ سکتا ہے۔ نہایت بیجا بات ہے تم اس کو غذا دکھاتے ہو کبھی تو گوسالہ بریاں اس کے سامنے رکھتے ہو اور کبھی جائے براز پر اس لے جا کر کھڑا کرتے ہو یعنی کبھی لذائذ جسمانیہ اسے کھلاتے ہو اور کبھی گندی چیز دل سے اس کا پیٹ بھرنا چاہتے ہو اور کہتے ہو کہ ہماری غذا تو یہی ہے حالانکہ جو غذا تم اس کو کھلاتے ہو وہ اس کی اصلی غذا نہیں ہے بلکہ اس کی اصلی غذا دیدار حق سبحانہ ہے اس شکنجہ اور مصیبت سے پریشان ہو کر وہ حق سبحانہ سے تمہاری شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے فریاد ہے اس بھیڑیئے سے تو مجھے اس کے پنجہ سے نجات دے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ذرا اور صبر کر وہ وقت بہت قریب آ گیا ہے کہ میں ہر غافل سے جس نے تجھے ستایا ہے تیرا انتقام لوں گا۔ واقعی بات یہ ہے کہ خدائے عادل ہی انصاف کر سکتا ہے اور وہی انتقام لے سکتا ہے اس کے سوا اور کسی میں طاقت نہیں ہے کہ اس کا انصاف کرے خیر یہ تو جملۂ معترضہ تھا اب دل پھر عرض کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ میں تو اتنی طاقت نہیں کہ میں تیری جدائی میں صبر کر سکوں۔ میں احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور خو اپنے اندر رکھتا ہوں لیکن یہود کے

www.besturdubooks.wordpress.com

پھندے میں پھنس گیا ہوں اور ان نااہلوں کے قبضہ میں آ گیا ہوں۔ میں صالح علیہ السلام کی طینت رکھتا ہوں لیکن ثمود اور گمراہوں کی قید میں ہوں پس اے انبیا کو سعادت عطا کرنے والے یا مجھے فنا کر دے یا اپنے پاس بلا لے یا خود مجھ پر تجلی فرما تیرا فراق تو اس درجہ سخت ہے کہ کافر بھی اس کی تاب نہیں لا سکتے میں کیونکر تاب لا سکتا ہوں۔ کافروں کی مفارقت کی تاب نہ لانے کی دلیل یہ ہے کہ وہ عذاب کے وقت کہیں گے یالیتنی کنت ترابا. اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عذاب کو برداشت نہیں کر سکتے اور عذاب نتیجہ ہے مفارقت کا تو معلوم ہوا کہ مفارقت کی ان کو تاب نہیں۔ یا یوں کہو کہ عذاب عام ہے جو شامل ہے مفارقت کو بھی پس عذاب کی تاب نہ لانا مفارقت کی تاب نہ لانا ہے جو تجھ سے تعلق نہیں رکھتا اس کی تو تیری جدائی میں یہ حالت ہے پھر جو تیرا ہو اس کی کیا حالت ہوگی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ تو صحیح کہتا ہے لیکن سن ذرا صبر کر صبر بہت اچھی چیز ہے ذرا خاموش رہ صبح بہت نزدیک ہے۔ (اشارة الی قوله الیس الصبح بقریب) اور تیرے اس کے پھندے سے نکلنے کا وقت آ پہنچا ہے تو شور مت کر اس پر بلا آیا ہی چاہتی ہے تیری کوشش کی ضرورت نہیں میں خود کوشش کر رہا ہوں اور تیری کوششوں سے میری کوشش بہتر ہے اور میری تعلیم صبر کی تلخ دوا تیرے حلوائے طلب وصال سے بہتر ہے۔ بس تو جا صبر کر اور خاموش رہ زبان مت ہلا بلکہ میں نے جو کچھ کہا ہے اس کو بسماع قبول سن (یاد رکھو کہ یہ سوال و جواب حقیقی نہیں ہیں بلکہ واقعات و اقتضائے حال کی بناء پر قائم کئے گئے ہیں) جب تجھے یہ معلوم ہوا کہ تیرا دل طالب وصال حق ہے اور تیرا اس کو اس سے روکنا ظلم شدید ہے جس سے حق سبحانہ نہایت ناخوش ہوتے ہیں تو تجھ کو متنبہ ہونا چاہئے اور طلب حق کی فکر کرنا چاہئے اور جو اشیاء تجھے حق سے جدا کرنے والی ہوں ان کو فریب اور مکر اور دغا بازی سمجھنا چاہئے ارے یہ گفتگو حد سے بڑھ گئی۔ لوٹ دیکھ تو سہی وہ دھقانی امیر کو اپنے گھر سے لے گیا اہل سبا کے قصہ کو الگ کر اور یہ بتا کہ امیر گاؤں میں کیونکر آیا اچھا سن بات یہ ہے کہ دیہاتی نے خوشامد کرنا اپنا شیوہ بنا لیا تھا جب ملتا یہی کہتا کہ آپ آتے ہی نہیں آپ ضرور آیئے وغیرہ وغیرہ جس کا انجام یہ ہوا کہ امیر کی احتیاط بیہودہ ٹھہری اور وہ اس کے متواتر پیاموں سے مغلوب ہوا حتیٰ کہ انجام امیر کی احتیاط کا آب صاف مکدر ہو گیا اور احتیاط میں نقص واقع ہو ہی گیا اور وہ چل دیا اس کے لڑکوں کو گھر ہی سے یہ سفر اچھا معلوم ہوا اور "او ہو ہم خوب کھیلیں گے آہا ہم خوب کھائیں گے" کے نعرے بلند کرنے لگے اس بارہ میں ان کی حالت بالکل ایسی ہی تھی جیسے کہ نیرنگ تقدیر سے کھانے اور کھیلنے کی رغبت نے یوسف علیہ السلام کو ان کے مہربان باپ کے سایہ سے جدا کر دیا تھا ان کو معلوم نہیں کہ یہ کھیل نہیں بلکہ جان پر کھیلنا اور مصیبت جھیلنا ہے اور اس شریر دیہاتی کی دغا بازی اور مکر و فریب ہے کہ وہ اس تدبیر سے اور راحت کی چاٹ دیکر وطن مالوف اور راحت مرغوبہ سے جدا کرنا چاہتا ہے یہاں تم کو یہ نکتہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو چیز تم کو حق سبحانہ سے جدا کرے خواہ وہ کتنی ہی دل خوش کن کیوں نہ ہو کبھی اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف التفات نہ کرنا چاہئے کیونکہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں ہے بلکہ اس کا انجام سراسر خسارہ ہے وہ ہزار نفع ہو لیکن اس کو اختیار نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بایں ہمہ اس نفع سے بہت کم ہے جو حق سبحانہ سے تعلق رکھنے سے تم کو حاصل ہونے والا ہے تقریب فہم کے لئے یوں سمجھو کہ اس نفع کی مثال تو ایسی ہے جیسے اشرفی یا معمولی سونا اور جو نفع حق کے تعلق سے حاصل ہونے والا ہے وہ مثل خزانہ کے ہے اور اشرفی کی خاطر خزانہ کو چھوڑنا ہرگز مناسب نہیں اب ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو عبرت ہو دیکھو حق سبحانہ نے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو کس قدر تنبیہ فرمائی ہے اور کیسا سخت سست کہا ہے حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ قحط سالی کا زمانہ تھا شام سے ایک قافلہ آ گیا اس نے منادی کرائی کہ جس کو غلہ خریدنا ہو ہمارے پاس چلا آئے انہوں نے ڈھول کی آواز سن کر خطبہ کو چھوڑا اور گیہوں خریدنے چلے گئے تا کہ اس قافلہ سے اور لوگ سستا خرید کر زیادہ نفع سے ان کے ہاتھ نہ بیچ سکیں اور جناب رسول اللہ قریب قریب تنہا رہ گئے کیونکہ چند آدمی اپنے خلوص پر قائم رہے تھے اور سب چل دیئے تھے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ تم کو کیسے گوارا ہوا کہ رسول کو چھوڑ کر ایک سوداگر کی ڈھول کی آواز پر چل دو۔ تم پریشان ہو کر گیہوں کی طرف چل دیئے اور نبی کو کھڑا چھوڑ گئے تم نے گیہوں کی خاطر ایک باطل کا بیج بویا اور رسول کو چھوڑ دیا حالانکہ ان کی صحبت اس خدا سے غافل کرنے والی شے اور مال دولت سے بہتر ہے اب تم کو غور سے دیکھنا چاہئے کہ کس حقیر شے کی خاطر تم نے کتنی بیش بہا دولت کو چھوڑا ہے غضب ہے کہ تمہاری حرص نے تمہارے اس یقین کو کہ ہم خیر الرازقین ہیں کالعدم کر دیا اس سے تم کو معلوم ہوا ہوگا کہ اتنی سی بات پر ان کو کس قدر تنبیہ فرمائی گئی حالانکہ ان کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑنا محض عارضی تھا اور اس کی تلافی بھی ہو سکتی تھی پھر وہ بھی خطا اجتہادی تھی نیت ان کی بری نہ تھی لیکن حق سبحانہ کو یہ صوری اعراض بھی گوارا نہ ہوا پھر تمہارا کیا حال ہوگا کہ تم بالکل ہی حق سبحانہ کو چھوڑے ہوئے ہو اور طلب دنیا میں منہمک ہو تم خیال تو کرو جو گیہوں کو رزق دیتا ہے وہ تمہارے توکل کی قدر کیوں نہ کرے گا۔ بڑی شرم کی بات ہے کہ تم نے گیہوں کے لئے اس ذات کو چھوڑ رکھا ہے۔ جس نے آسمان سے گیہوں برسائے یعنی مینہ برسایا جس سے گیہوں پیدا ہوئے بھلے مانس تو عقل میں اس پانی کی بط سے تو کم نہیں جس نے باہر بلانے والے باز کو ٹکا سا جواب دے دیا تھا جس کا قصہ یہ ہے کہ ایک باز نے بط سے کہا کہ پانی سے نکل کر دیکھ کر جنگل قند برسا رہے ہیں اور وہاں کیسی کیسی نعمتیں ہیں عقلمند بط نے جواب دیا کہ دور ہو ہمارے لئے پانی ہی امن و عافیت کا قلعہ ہے اور ہم اسی میں خوش ہیں اس سے تم سمجھو کہ تم بط ہو اور شیطان باز ہے وہ کہتا ہے کہ اے بطو تم اس پانی کے قلعہ سے باہر نکلو اور اہل اللہ کو چھوڑو دیکھو تو سہی صحرائے دنیا میں کیسی کیسی مزیدار نعمتیں موجود ہیں اس کا جواب اس عقلمند بط کی طرح تم کو یہ دینا چاہئے کہ جایئے آپ واپس تشریف لے جایئے اور ہمارے پھانسنے کے خیال سے دست بردار ہو جایئے ہم پھنسنے والے نہیں ہیں ہم نے آپ کی دعوت چھوڑی ایسی

www.besturdubooks.wordpress.com

دعوت آپ ہی کو مبارک رہے ارے ہم تیرے فریب میں آنے والے نہیں تو کیا ہمیں جل دیتا ہے ہماری قند تو ہمارا یہ قلعہ ہی ہے اور جس قندستان میں تو ہمیں بلاتا ہے وہ تجھی کو روزی رہے ہمیں تیرا ہدیہ لینا منظور نہیں تو ہی لے ہم نے تجھی کو دیا یاد رکھو کہ جب تک جان ہے روزی کی کمی نہیں مثلاً جب تمہارے پاس فوج موجود ہو تو جھنڈوں کی کیا کمی کیونکہ وہ تو اس کے لوازمات میں سے ہیں یوں ہی رزق جان کے لوازمات میں سے ہے پس جان کے ہوتے ہوئے رزق نہ ملنا چہ معنی جب یہ ثابت ہوا کہ رزق لامحالہ ملے گا تو اس کی ایسی فکر چھوڑ دینا چاہئے جس سے آدمی وصول الی الحق سے محروم رہ جائے اور طلب حق کے ساتھ اور اس کی اعانت کے لئے روزی تلاش کرنے میں مضائقہ نہیں کہ یہ بھی طلب حق ہے اچھا اب ہم اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اس محتاط امیر نے بہت کچھ عذر کئے اور اس سرکش شیطان دیہاتی سے بہت سی باتیں بنائیں یہاں تک کہ مجھے ایک نہایت ضروری کام ہے اگر میں چلا جاؤں گا تو وہ سرانجام نہ ہو سکے گا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بادشاہ نے ایک بہت نازک کام میرے سپرد کیا ہے اور اس کے سرانجام ہونے کی بادشاہ کو اس قدر فکر ہے کہ میرے انتظار میں رات بھر نہیں سویا اور میں یہ کر نہیں سکتا کہ حکم شاہی کی تعمیل نہ کروں اور مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ بادشاہ کے روبرو شرمندہ ہوں بادشاہ کو اس کی یہاں تک فکر ہے کہ دونوں وقت بادشاہ کا ہرکارہ میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ بہت جلد اس حکم کی تعمیل سے خلاصی حاصل کرو۔ اب تمہیں بتلاؤ کہ کیا تمہیں یہ بات گوارا ہے کہ میں گاؤں چلا جاؤں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ بادشاہ مجھ سے چیں بجبیں ہو جائے اور میری طرف سے پیشانی پر بل ڈالے اور اس کے بعد میرے پاس اس کے غصہ کا فرو کرنے کا کچھ بھی علاج نہ ہو۔ بجز اس کے کہ میں اپنے کو زندہ در گور کردوں اور اسی قسم کے اور سینکڑوں بہانے کئے لیکن یہ تدابیر حکم حق کی ہمسری کہاں کر سکتی تھیں اور قضائے الٰہی کے مزاحم کیونکر ہو سکتی تھیں تقدیر الٰہی کی قوت کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ذرات عالم دانوں پیچ بن جائیں پھر بھی اس کے سامنے محض لاشے اور بے حقیقت ہیں اس مقام پر ضمناً ہم ایک نہایت ضروری بات تجھے بتلانا چاہتے ہیں لیکن وہ کسی قدر تمہید کے بعد اچھی طرح ذہن نشین ہو گی اس لئے ہم اولاً تمہیداً کچھ کہتے ہیں اس کے بعد اصل بات کہیں گے دیکھو زمین آسمان سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتی اور وہ اپنے کو اس سے پوشیدہ نہیں کر سکتی اس کی حالت یہ ہے کہ آسمان کی جانب سے جو حادثہ اس پر واقع ہو نہ وہ اس سے بھاگ کر کہیں جا سکتی ہے نہ اس کے دفع کرنے کی کوئی تدبیر اس کے پاس ہے اور نہ اس کے لئے کوئی مأمن ہے اس کی یہ حالت ہے کہ آفتاب سے اس پر آگ برستی ہے تو وہ سامنے ہی سر جھکاتی ہے اور اگر مینہ برس کر طوفان برپا کر دے اور اس کے تمام شہروں کو اجاڑ دے تب بھی وہ ایوب علیہ السلام کی طرح اس کے آگے سر تسلیم خم کرتی ہے۔ اور بزبان حال کہتی ہے کہ میں آپ کی مقید ہوں آپ جو چاہیں کریں جب تمہیں مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم اپنی اصل پر غور کرو کہ تمہاری اصل کیا ہے تم زمین کا ایک حصہ ہو لہذا

www.besturdubooks.wordpress.com

تمہارے اندر وہی خصلت ہونی چاہئے جو زمین کے اندر ہے یعنی اطاعت وانقیاد اور سرکشی اختیار نہ کرنی چاہئے اور جب خدا کا کوئی حکم تمہارے لئے صادر ہو خود اسی سے امان لینا چاہئے اور اس سے اپنے کو کھینچنا نہیں چاہئے جب تم نے فرمان خداوندی خلقناکم من تراب سنا ہے اور تم کو اس کے حق ہونے کا اعتقاد بھی ہے تو تم کو محض خاکسار ہونا چاہئے اور سرتابی نہ کرنا چاہئے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم نے زمین میں بیج بویا اس نے خاکساری اختیار کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم نے اسے رفعت عطا کی پس یوں ہی تم بھی دوبارہ خاک بنو اور خاکساری اختیار کرو تا کہ میں تم کو تمام سرداروں پر سرداری بخشوں یاد رکھو کہ خاکساری ہی رفعت کا سبب ہے دیکھو پانی اولاً اوپر سے نیچے آتا ہے اور آسمان سے زمین پر برس کر زمین میں داخل ہوتا ہے اس کے بعد اس کو پھر رفعت حاصل ہوتی ہے کہ لوگ اس کو نیچے سے اوپر لاتے ہیں اور کنویں وغیرہ کھود کر نکالتے ہیں پھر کنویں سے نکال کر لیتے ہیں اور دیکھو گیہوں اوپر سے زمین میں مدفون ہوا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوشہ بن کر لہلہانے لگا اور دیکھو ہر میوہ کا بیج اولاً زمین میں جاتا ہے اس کے بعد اس مدفونیت سے سر نکالتا ہے اور شاخ بن کر اگتا ہے اور دیکھو تمام نعمتوں کی جڑ یعنی پانی وہ آسمان سے زمین میں آتا ہے اور نیچے آ کر جانداروں کی غذا بنتا ہے چونکہ اس نے تواضع کی اور اوپر سے نیچے آیا اس تواضع کا یہ نتیجہ ہوا کہ جزو انسان بن گیا اور صفات انسان کی طرح وہ بھی اس کا تابع ہو گیا یا موصوف بصفات انسان ہو گیا اور انسان کے ساتھ وہ بھی عرش سے اوپر اڑ آیا تو اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج جسمانی ہوئی تھی اور آپ کے جسم میں پانی بھی موجود تھا یا یہ مطلب ہے کہ روح کے علو مرتبت سے اس کے جسم کو بھی تفوق معنوی حاصل ہوا اور اس میں پانی موجود ہے لہذا اس کو بھی تفوق حاصل ہوا۔ والاول اوضح اس رفعت کو دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اول ہم جہاں زندہ عالم بالا سے پستی کی طرف آئے تھے اب ہم پستی سے پھر عالم بالا کو چل دیئے کچھ پانی ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ تمام اجزائے عالم خواہ متحرک ہوں یا ساکن سب یہی کہتے ہیں کہ ہم حق سبحانہ کی طرف لوٹنے والے ہیں اور ان ذرات عالم کے ذکر و تسبیح نے آسمان میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اس ضمنی گفتگو سے فارغ ہو کر ہم پھر گفتگوئے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قضائے الٰہی میں وہ قوت ہے کہ جب اس نے اپنا کرشمہ دکھلانا چاہا تو ایک دہقانی نے شہری کو مات کر دیا اور باوجودیکہ شہری نے ہزاروں پیش بندیاں کیں لیکن بالآخر اس کو مغلوب ہونا پڑا اور اس نے سفر کیا پھر کیا اور مصیبتیں جھیلیں اور پھر جھیلیں ہر چند کہ اس کو اپنی ثبات اور غیر متزلزل ہونے پر بہت کچھ اعتماد تھا اور گویا کہ وہ اس وصف میں وہ ایک پہاڑ تھا لیکن معمولی سے سیلاب کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور قضائے الٰہی کی ایک ٹکر کا بھی نہ ہوا واقعی بات یہ ہے کہ جب قضائے الٰہی آسماں سے نمودار ہوتی ہے تو بڑے بڑے عقلا اندھے اور بہرے ہو جاتے ہیں۔ وہ حقیقت کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں مچھلیوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ باوجود پانی کے اس قدر عزیز ہونے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

دریا کو چھوڑ کر باہر آ جاتی ہیں اور جال باوجود زمین میں ہونے کے ہوا میں اڑتے ہوئے جانور کو پھانس لیتا ہے حتیٰ کہ جن و پری شیشہ میں بند ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت بابل میں کنویں میں لٹکنے کے لئے آ جاتا ہے (کما هو المشهور) الا وہ لوگ جو قضا سے بھاگ کر قضا ہی میں پناہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں نفر من القضاء الی القضاء کما قال امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ان کو کوئی تربیع ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

فائدہ: یاد رکھو کہ تربیع اہل نجوم کی اصطلاح میں اس کو کہتے ہیں کہ ایک کسی برج کے ایک خاص درجہ پر ہو اور دوسرا اس برج سے چوتھے برج کے اسی درجہ پر ہو اس وضع کو وہ نیم دشمنی کا موجب کہتے ہیں چونکہ عرفاً حوادث کو اوضاع فلکیہ کا اثر سمجھا جاتا ہے اس لئے مولانا نے تربیع کا لفظ استعمال کیا لیکن مراد حادثہ ہے۔

فافهم) اور یاد رکھ کہ اگر تو قضائے الٰہی کی پناہ میں نہ آ جائے تو کوئی تدبیر تجھ کو قضا الٰہی سے نہیں بچا سکتی ہے۔ (قضا الٰہی کی پناہ میں آنے کے بعد دو صورتیں ہوں گی اگر مصلحت خداوندی مقتضی ہو گی تو وہ قضا ہی کو رد کر دے گا اور اگر مصلحت اس کو مقتضی نہ ہوئی تو اس کی مضرت سے محفوظ رہو گے اور جس قدر مضرت پہنچے گی اس کی تلافی معاوضہ اور اجر سے کر دی جاوے گی۔ واللہ اعلم)

شرح شبّیری

قصہ اصحاب ضروان کا اور ان کے اس حیلہ کرنے کا کہ فقیروں کو بے دئے ہوئے میوے توڑ لاویں

پس چرا در حیلہ جوئی ماندۂ	قصہ اصحاب ضرواں خواندۂ
پھر تو کیوں حیلہ جوئی میں لگا ہے؟	تو نے ضروان والوں کا قصہ پڑھا ہے

یعنی اصحاب ضروان کا قصہ تم نے (قرآن میں) پڑھا ہے پھر حیلہ جوئی کے اندر کیوں رہے ہوئے ہو ضروان ایک گاؤں کا نام ہے یمن میں ان کا قصہ قرآن شریف میں موجود ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک شخص تھا وہ اپنے باغ میں سے فقراء کو بھی میوے دیا کرتا تھا اور زیادہ حصہ ان ہی لوگوں کو دیتا تھا جب وہ مر گیا تو اس کی اولاد نے اس کو لغو سمجھا مگر چونکہ ایک عادت پڑ رہی تھی تو سمجھے کہ اگر صبح کو توڑنے کے واسطے گئے تو فقرا جمع ہو جاویں گے اس لئے خوب سویرے سے توڑنے چلے تا کہ سویرے ہی لا کر گھر میں بھر لیں چونکہ رات سے قصد تھا اور حق تعالیٰ کو علم تھا ہی لہٰذا رات کو ایک بجلی آئی اور باغ جل کر خاک سیاہ ہو گیا تو دیکھو انہوں نے مقابلہ تقدیر کا کرنا چاہا تھا مگر اس کے سامنے عاجز رہے اور سارا مال کھو بیٹھے اس قصہ کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حیلہ می کردند کژدم نیش چند	کہ برند از روزی درویش چند
چند بچھو جیسے ڈنک والے تدبیر کرتے تھے	کہ چند فقیروں کی روزی مار لیں

یعنی چند بچھو جیسے ڈنک والے لوگ حیلہ کر رہے تھے تاکہ چند درویشوں کی روزی لے جاویں۔

شب ہمہ شب می سگالیدند مکر	روئے در رو کردہ چندیں عمرو بکر
تمام رات مکر اور حیلے سوچتے رہے	آمنے سامنے ہو کر بہت سے عمرو بکر

یعنی رات کو ساری رات وہ مکر سوچ رہے تھے کئی ایک عمرو بکر منہ سے منہ ملائے ہوئے یعنی آہستہ آہستہ۔

خفیہ میگفتند سرہا آں بداں	تا نباید کہ خدا دریا بدآں
ان نالائقوں نے راز مخفی طور پر کہے	تاکہ خدا ان کو نہ جان لے

یعنی وہ لوگ خفیہ اسرار بیان کر رہے تھے (گویا کہ یہ سمجھتے تھے) کہ کہیں خدا نہ سن لے یعنی ان کی حالت ایسی تھی کہ گویا کہ وہ سمجھ رہے تھے ان کی ایسی مثال تھی جیسے کہ۔

باگل اندایندہ اسگالید گل	دست کارے میکند پنہاں ز دل
کہگل نے کہگل کرنے والے کے خلاف سوچا؟	ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرتا ہے؟

یعنی مٹی گوندھنے والے کے ساتھ مٹی (امور مخالف) سوچے یا ہاتھ کوئی کام دل سے پوشیدہ کر کے کرنا چاہے تو یہ کسی طرح نہیں ہوسکتا اسی طرح ان کے یہ اسرار حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہ رہتے تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کیف لا یعلم ھواک من خلق	ان فی نجواک صدقاً ام ملق
تیری خواہش کو کیسے نہ جانے گا جس نے پیدا کیا	تیری خفیہ باتوں میں سچائی ہے یا جھوٹ

یعنی جس نے کہ تجھے پیدا کیا ہے وہ تیری خواہشوں کو کس طرح نہ جان لے گا کہ آیا تیری سرگوشی میں صدق ہے یا کذب ہے۔

کیف یغفل عن ظعین رغداً	من یعاین این مثواہ غداً
خوش عیش ہودج نشین سے وہ کیسے ناواقف ہوگا؟	جو دیکھ رہا ہے کہ کل کو اس کا ٹھکانا کہاں ہے

یعنی مسافر خوش سے وہ شخص کس طرح غافل ہوسکتا ہے کہ اس کے ٹھکانے کو آج ہی دیکھ رہا ہے کہ کل کہاں ہے مطلب یہ کہ جس کو مسافر کے سفر اور قیام گاہ سے سب سے پہلے ہی خبر ہے وہ بھلا اس سے غافل ہوسکتا ہے ہرگز نہیں وہ تو اس کی ساری نشست و برخاست سے واقف ہوگا تو اسی طرح حق تعالیٰ ہماری ساری باتوں سے واقف ہیں ان سے پوشیدہ ہو کر کہاں جاویں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اینما قد هبطا او صعدا	قد تولاہ و احصیٰ عددا
کہاں وہ نشیب میں اتری کہاں اونچائی پر چڑھی	وہ اس کا نگراں ہے اور اس نے شمار کر لیا ہے

یعنی وہ مسافر جہاں اترا ہے اور جہاں چڑھا ہے وہ خبردار اس کے پیچھے ہے اور اس کے تمام حالات کو احصاء کئے ہوئے ہوتا ہے۔

اس قصہ کو یہیں ختم کر کے آگے پھر خواجہ صاحب کی خبر لی جاتی ہے فرماتے ہیں کہ۔

گوش کن اکنوں حدیث خواجہ را	کوسوئے دہ چوں شد و دید او جزا
اب خواجہ کی بات سن	کہ وہ شہر کی جانب کیسے گیا اور اس نے سزا بھگتی

یعنی اب ذرا خواجہ کی بات سنو کہ وہ گاؤں میں کس طرح گیا اس نے کس طرح بدلا پایا۔

گوش را اکنوں ز غفلت پاک کن	استماع ہجر آں غمناک کن
اب کان کو غفلت سے پاک کرلے	اس غمناک کی ہجرت (کا قصہ) سن

یعنی کان کو اب غفلت سے پاک کر کے اس غمناک کی مصیبت کو سنو۔

تاچہا دید از بلاؤ از عنا	در رہ دہ چوں شد از شہر او جدا
اس نے کس قدر بلا اور مشقت دیکھی	گاؤں کے راستہ میں جب وہ شہر سے جدا ہوا

یعنی تا کہ (معلوم ہو کہ) اس نے کیا کیا بلا اور مصیبت گاؤں کے راستہ میں دیکھی جب کہ وہ شہر سے جدا ہوا آگے فرماتے ہیں کہ ہم جو تم کو اس کے سننے کی ترغیب دے رہے ہیں یہ فضول نہیں ہے بلکہ اس کے اندر بھی فائدہ اور ثواب ہے اس لئے کہ جب تم غمگین کی داستان سنو گے تو اس میں یہ فائدہ ہوگا کہ اس کا دل ہلکا ہو جاوے گا اور وہ تنگی اس کے قلب سے دور ہو جاوے گی تو اس میں ایک تو تطییب قلب مومن ہے دوسرے یہ فائدہ ہے کہ اگر اس غم کے زائل ہونے سے اس کا قلب بشاش ہوا اور اس کی وجہ سے اس کو مشغولی بحق ہوگئی تو چونکہ اس کے سبب تم بنے ہو لہذا ماجور ہو گے لہذا ضروری ہے کہ غمگین کی بات کو غور سے سنو آگے مولانا تھوڑی دور تک اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آں زکاتے داں کہ غمگین را دہی	گوش را چوں پیش دستانش نہی
اس کو ایک زکوۃ سمجھ جو تو غمزدہ کو دے رہا ہے	جب تو کان اس کی داستان پر دھرے

یعنی تم جو غمگین کی داستان پر کان رکھ رہے ہو اور سن رہے ہو اس کو یوں سمجھو کہ زکوۃ دے رہے ہو۔

بشنوی غمہائے رنجوران دل	فاقۂ جان شریف از آب و گل
دل کے بیماروں کا غم سن لے	آب و گل (میں پھنسنے) سے شریف جان کا فاقہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی رنجور دلوں کے غموں کو سنو جن کی جان شریف کو آب وگل سے فاقہ ہے یعنی ان کو جو اس آب وگل میں پھنسنے کی وجہ سے اور ترددات میں ابتلاء کی وجہ سے جان شریف کی اصل غذا نہیں ملتی اس لئے وہ رنجور ہیں تو تم سے اگر وہ بیان کریں ان کی بات سن لو کہ وہ اس سے سبک دل ہو جاویں گے اور پھر مشغول بحق ہوں گے تو تم اس کے سبب ہو گے اور ماجور ہو گے ان کی یہ حالت ہے کہ۔

خانہ پر دود دارد پر فنے	مر ورا بکشاز اصغا روزنے
صاحب ہنر کا گھر (دل) دھوئیں سے بھرا ہوا ہے	اس کی بات سننے کے لئے (کان کے) سوراخ کھول دے

یعنی ایک پرفن ایک گھر دھویں سے بھرا ہوا رکھتا ہے تو تم اس میں کان لگانے کا ایک روزن کھول دو مطلب یہ کہ اس کا قلب جو گھٹ رہا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو تو اگر اس گھر میں ایک روشندان لگا دیا جاوے تو وہ سارا دھواں نکل جاوے اسی طرح اگر تم اس کی ساری داستان سن لو گے تو ایسا ہو گا گویا کہ تم نے ایک روزن اس کے قلب میں لگا دیا اور وہ سارا اغبار اس سے نکل گیا۔ سبحان اللہ خوب مثال ہے۔

گوش تو او را چو راہ دم شود	دود تلخ از خانہ او کم شود
جب تیرا کان اس کے سانس لینے کا راستہ بن جائے	کڑوا دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جائے

یعنی تمہارا کان اس کے لئے سانس کا راستہ ہو جاوے گا اور وہ تلخ دھواں اس کے گھر میں سے کم ہو جاوے گا یعنی تمہارا سن لینا جب کہ روشن دان کی طرح ہے تو تمہارا کان اس کے سانس لینے کا روزن ہو جاوے گا اور اس کا قلب بہت ہلکا ہو جاوے گا اور پھر وہ مشغول بحق ہو گا تو اس کے سبب بننے کا ثواب تمہیں بھی ملے گا اب آگے شیخ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

غمگساری کن تو باما اے روی	گر بسوئے رب اعلیٰ میروی
اے سیراب! ہماری غمگساری کر	اگر تو رب اعلیٰ کی طرف جا رہا ہے

یعنی اے سیراب اگر تو حق تعالیٰ کی طرف جا رہا ہے تو ہماری بھی غمگساری کر اور ہماری بھی خبر لے۔

ایں تردد حبس و زندانے بود	کو نہ بگذارد کہ جاں سوئے رود
یہ تردد قید اور قیدی ہے	جو نہیں چھوڑتا کہ جان کسی طرف جائے

یعنی یہ تردد ایک حبس اور زندان ہے جو کہ جان کو ایک طرف ہونے نہیں دیتا۔

ایں بدیں سو آں بداں سو میکشد	ہر یکے گوید منم راہ رشد
یہ اس جانب وہ اس جانب کھینچتا ہے	ہر شخص کہتا ہے میں ہدایت کا راستہ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک اس طرف کو اور دوسرا اس طرف کو کھینچ رہا ہے اور ہر ایک کہہ رہا ہے کہ میں راہ ہدایت ہوں چونکہ تردد میں تو یہی ہوتا ہے کہ دونوں طرف دل ہوتا ہے اس لئے کہتے ہیں کہ دل ادھر ہوتا ہے نہ ادھر بس بیچ میں ڈانواں ڈول ہے خبر لو۔

ایں تردد عقبہ راہ حق است	اے خنک آں کس کہ پائش مطلق ست
یہ تردد اللہ کے راستہ کی گھاٹی ہے	وہ شخص قابل مبارکباد ہے جس کا پیر آزاد ہے

یعنی یہ تردد راہ حق کی گھاٹی ہے اور وہ شخص اچھا ہے جس کا پاؤں ان سے چھوٹا ہوا ہے یعنی جس کو کہ تردد ات نہیں ہیں وہی اچھا ہے اور اس کی یہ حالت ہے کہ۔

بے تردد می رود در راہ راست	رہ نمی دانی بجو گامش کجا ست
وہ سیدھے راستہ پر بغیر تردد جا رہا ہے	(اگر) تو راستہ نہیں جانتا ہے جا اس کا نشان قدم معلوم کرلے

یعنی وہ راہ راست پر بے تردد کے چلا جارہا ہے تو اگر راہ نہیں جانتا تو اس کا نشان قدم تلاش کرلے کہ کہاں ہے مطلب یہ کہ جو علائق اور تردد ات سے چھوٹا ہوا ہے بس وہ سیدھے راستہ پر بے تکلف چلا جارہا ہے تو اگر تم کو خود بصیرت نہیں ہے تو اس راست رو کا اتباع ہی کرو کہ اسی طرح منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے آگے اس کی ایک مثال ہے کہ۔

گام آہو را بگیر و رو معاف	تا رسی از گام آہو تا بناف
تو ہرن کے (نشان) قدم پکڑ لے اور عافیت سے چلدے	تاکہ تو ہرن کے نشان قدم سے نافہ تک پہنچ جائے

یعنی گام آہو کو پکڑ لو اور عافیت کے ساتھ چلے جاؤ تاکہ تم گام آہو سے نافہ تک پہنچ جاؤ مطلب یہ کہ اگر تم کو نافہ کی تلاش ہے اور اس کے متلاشی ہو تو آہو کے نشان قدم پر چلے چلو اسی سے تم کو نافہ مل جاوے گا تو اسی طرح ان حضرات کی اتباع سے تم کو دولت عقبیٰ حاصل ہو جاوے گی۔

زیں روش براوج انور میروی	اے برادر گر برآذر میروی
اس رفتار سے تو روشن بلندی پر جا رہا ہے	اے بھائی! اگر تو آگ پر چل رہا ہے

یعنی اس چال سے اوج انور تک چلے جاؤ گے اے بھائی اگرچہ آگ پر چل رہے ہو مطلب یہ کہ اگرچہ اس وقت مجاہدہ وریاضت کرنا گویا آگ پر چلنا ہے مگر اسی سے تم کو اوج انور کی روش حاصل ہو جاوے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

نے ز دریا ترس و نے از موج وکف	چوں شنیدی تو خطاب لاتخف
نہ دریا سے ڈر نہ موج سے، نہ جھاگ سے	جب تونے "نہ ڈر" کا خطاب سن لیا ہے

یعنی نہ دریا سے ڈرو اور نہ موج وکف سے جب کہ تم نے لاتخف کا خطاب سن لیا ہے مطلب یہ کہ جب کہ تم کو

حق تعالیٰ کی طرف سے لاتخف کا خطاب ہے تو پھر تم کسی شے سے کیوں ڈرتے ہو اور خطاب لاتخف اس طرح ہے کہ ارشاد ہے کہ ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولا ھم یحزنون اور جو کہ اولیاء کا دوست ہو اور ان کا محب ہو وہ بھی اسی میں داخل ہے لہذا ہر شخص کو لاتخف کا خطاب ہو گیا لیکن مولانا اس کو اور طرح سے بھی بیان فرماتے ہیں کہ۔

لاتخف داں چونکہ خوفت داد حق	نان فرستد چوں فرستادت طبق
جبکہ تجھے اللہ نے خوف دیا ہے تو (اپنے آپ کو) لاتخف (کا مصداق) سمجھ	وہ روٹی بھیج دے گا جبکہ اس نے تجھے طباق دیا ہے

یعنی جب کہ حق تعالیٰ خوف دیں تو تم لاتخف جانو اس لئے کہ جب طباق بھیجا ہے تو روٹی بھی بھیجے گا مطلب یہ کہ جب تم کو خوف ہو تو سمجھ لو کہ اب خطاب لاتخف ہو رہا ہے اس لئے کہ ایسی مثال سمجھو کہ جیسے جب آقا طبق بھیجتا ہے تو روٹی بھی دیتا ہے تو جب تم کو خوف دیا ہے تو اس کے اندر خطاب لاتخف بھی ضرور ہے۔

خوف آنکس راست کو را خوف نیست	غصہ آنکس راکش اینجا طوف نیست
ڈر اس کے لئے ہے جس کو ڈر نہیں ہے	غم اس کے لئے ہے جس کو یہاں طواف (کا موقع) نہیں ہے

یعنی خوف تو اس کو ہے (یہاں) خوف نہیں ہے اور غصہ اس کے لئے ہے جس کو کہ اس جگہ سرگشتگی نہیں ہے مطلب یہ کہ جس کو دنیا میں خدا کا خوف نہیں ہے اس کو آخرت میں خوف ہوگا اور جو کہ یہاں خوف میں ہیں وہ انشاء اللہ وہاں خوش اور بے خوف ہوں گے خیر چونکہ اوپر کہا تھا کہ خواجہ کا قصہ بیان کرو تو آگے ان کا قصہ بیان کرتے ہیں اور یہ بیچ میں اور مضمون کچھ مناسبات سے آ گیا تھا۔

خواجہ کا گاؤں کی طرف بچوں کے ساتھ روانہ ہونا

خواجہ در کار آمد و تجہیز ساخت	مرغ عزمش سوئے دہ اشتاب تاخت
خواجہ کام میں لگا اور سامان تیار کیا	اس کے ارادہ کا پرند جلد گاؤں کی جانب روانہ ہوا

یعنی میاں نے کام شروع کیا اور سامان کیا اور ان کے ارادہ کا جانور گاؤں کی طرف چلا یعنی خوب شوق میں سامان کر کے جلدی جلدی روانہ ہوئے۔

اہل و فرزنداں سفر را ساختند	رخت را بر گاو عزم انداختند
اہل اور اولاد نے سفر کی تیاری کر لی	سامان ارادے کے بیل پر لاد دیا

یعنی اہل وعیال نے سفر شروع کیا اور اسباب کو قصد کے بیل پر لاد دیا یعنی اسباب کو سواری میں لاد کر روانہ ہو گئے۔

شادمانان و شتاباں سوئے دہ	کہ برے خوردیم ازدہ مژدہ دہ
خوشی خوشی جلدی سے گاؤں کی جانب	کہ ہم نے گاؤں کے پھل کھائے ہمیں خوشخبری سنا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی خوش اور جلدی گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور بزبان حال کہہ رہے تھے کہ گویا ہم نے مژدہ دینے والے گاؤں سے پھل کھا ہی لیا اور کہتے تھے کہ۔

مقصد مارا چراگاہ خوش است	یار ما آنجا کریم و دلکش است
ہمارے مقصد کے لئے عمدہ چراگاہ ہے	اس جگہ ہمارا دوست سخی اور دلنواز ہے

یعنی ہمارا منزل مقصود ایک عمدہ چراگاہ ہے اور ہمارا دوست کریم اور دلکش وہاں موجود ہے۔

با ہزاراں آرزو ما خواندہ است	بہر ما غرس کرم بنشاندہ است
اس نے ہمیں ہزاروں تمناؤں سے بلایا ہے	اس نے ہمارے لئے سخاوت کا پودا لگایا ہے

یعنی ہزاروں آرزو سے اس نے ہمیں بلایا ہے اور ہمارے لئے کرم کا درخت اس نے لگا رکھا ہے۔

ما ذخیرہ دہ زمستان دراز	از بر او سوئے شہر آریم باز
ہم دس لمبے جاڑوں کیلئے سامان	اس کے پاس سے شہر لے آئیں گے

یعنی تا کہ گاؤں کی چیزیں جاڑے کے طویل موسم کے لئے اس کے پاس سے شہر کی طرف لاویں گے مطلب یہ کہ گاؤں سے خوب ذخیرہ لاویں گے مثلاً لکڑی گیہوں وغیرہ وغیرہ خوب بھر کر لاویں گے یہ منصوبے سوچتے جا رہے تھے اور سوچتے تھے کہ۔

بلکہ باغ ایثار راہ ما کند	درمیان جان خود ما جا کند
بلکہ وہ باغ ہمارے لئے قربان کر دے گا	اپنی جان میں ہماری جگہ بنائے گا

یعنی بلکہ ہمارے اوپر باغ کو فدا کر دے گا اور اپنی جان میں ہماری جگہ کرے گا یعنی جان سے بھی زیادہ عزیز رکھے گا اور کہتے تھے کہ۔

عجلوا اصحابنا کے تربحوا	عقل میگفت از دروں لا تفرحوا
ہمارے ساتھیو! جلدی کرو تاکہ نفع اٹھاؤ	اندر سے عقل کہتی تھی "خوش نہ ہو"

یعنی اے ہمارے ساتھیو جلدی کرو تاکہ نفع حاصل کرو اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ ذرا اتراؤ مت۔

من رباح اللہ کونوا رابحین	ان ربی لا یحب الفرحین
اللہ کے نفع سے نفع اٹھانے والے بنو	بیشک میرا خدا خوش ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے

یعنی حق تعالیٰ کے نفع سے نفع حاصل کرو اس لئے کہ میرا رب اترانے والوں کو دوست نہیں رکھتا مطلب یہ کہ یہ کیا نفع دنیاوی پر مر رہے ہو حق تعالیٰ کے پاس جو نفع ہے اس کو حاصل کرو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس پر ہلکے سے خوش ہو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے	ہر آنے والی خبر مشغول کرنے والی ہے جس نے تمہیں غافل بنایا
افرحوا هونا بما آتاکم	کل ات مشغل الهاکم

یعنی جو شے کہ تم کو ملی ہے اس پر اعتدال سے خوش ہو اس لئے کہ ہر آنے والا مشغل ہے کہ لہو میں تم کو ڈال دیا ہے حدیث میں ہے احبب حبیبک هونا ما عسیٰ ان یکون بغیضک یوماً ما وابغض بغیضک هونا ما عسی ان یکون حبیبک یوماً ما یعنی دوست سے دوستی بھی اعتدال سے کرو شاید کبھی دشمن ہو جاوے (تو تمہارے اسرار پر مطلع ہو کر زیادہ نقصان دہ ہو سکتا ہے) اور اپنے دشمن سے دشمنی بھی اعتدال کے ساتھ کرو شاید وہ کبھی دوست ہو جاوے (تو پھر کیا منہ دکھاؤ گے) تو مولانا فرماتے ہیں کہ عقل کہہ رہی تھی کہ ذرا فرح اعتدال پر رکھو آپے سے باہر مت ہو جاؤ۔

از وے شو مشو از غیر وے	کو بہارست و دگر ہا ماہ دے
اس سے خوش ہو اس کے غیر سے نہ ہو	کیونکہ وہ موسم بہار ہے دوسرے ماگھ کا مہینہ

یعنی حق تعالیٰ سے خوش ہو اور دوسروں سے خوش مت ہو اس لئے کہ وہ تو مثل موسم بہار کے ہیں اور باقی اور سب ماہ خزاں ہیں لہٰذا حق تعالیٰ سے تعلق پیدا کرو اور ان کی نعماء پر خوش ہو۔

ہر چہ غیر اوست استدراج تست	گرچہ تخت و ملک تست و تاج تست
جو کچھ اس کے علاوہ ہے وہ تیرا استدراج ہے	خواہ وہ تیرا تخت اور سلطنت ہو اور تیرا تاج ہو

یعنی اس کے سوا اور جو ہے سب تیرے لئے استدراج ہے اگرچہ تیرا تاج و تخت اور ملک ہی ہو سب مغفل ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے استدراج اور امتحان ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

شاد از غم شو کہ غم دام بقاست	اندریں رہ سوئے پستی ارتقاست
غم سے خوش ہو کیونکہ وہ لقا (خداوندی) کا ذریعہ ہے	اس راستہ میں پستی کی جانب جانا بلند ہونا ہے

یعنی غم سے خوش ہو کیونکہ غم جالب بقا ہے اور اس راہ میں پستی کی طرف عروج ہے مطلب یہ کہ غیر اللہ سے خوش مت ہو بلکہ اگر غم آوے تو اس سے خوش ہو کہ یہاں کا غم وہاں کے اجر کا موجب ہے اور اگر یہاں پستی اور تواضع اختیار کرو گے تو وہاں کا عروج حاصل ہوگا تو دیکھو یہاں پستی میں عروج ہے۔

غم یکے گنج است و رنج تو چوں	لیک کے در گیرد ایں در کودکاں
غم ایک خزانہ ہے اور تیرا رنج کان ہے	لیکن اس بات کا اثر بچوں پر نہیں ہے

یعنی غم ایک بہت بڑا خزانہ ہے اور تمہارا رنج مثل معدن کے ہے لیکن اس بات کو بچے کیا جانیں یعنی جو

www.besturdubooks.wordpress.com

نادان ہیں وہ اس بات کو کیا سمجھ سکتے ہیں کہ غم کیا شے ہے ورنہ غم ایک بڑی نعمت ہے کیونکہ اس کا اجر حق تعالیٰ کے یہاں عظیم ہے غم کے میں تعظیم کے لئے ہے آگے بچوں کی عادت بتاتے ہیں کہ۔

کودکاں چوں نام بازی بشنوند	جملہ باخر گور ہم تگ می دوند
بچے جب کھیل کا نام سنتے ہیں	سب گورخر کے ہم رفتار ہوتے ہیں

یعنی بچے جب کھیل کا نام سن لیتے ہیں تو سارے گورخر کے برابر دوڑ میں ہو جاتے ہیں یعنی خوب چست و چالاک ہوتے ہیں اسی طرح جو نادان ہیں وہ اس دنیاوی لذات اور خوشی کو سن کر خوش ہوتے ہیں اور اصلی خوشی کی ان کو خبر بھی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے خراماں گور ایں سو داماست	در کمیں ایں سوئے خوں آشامہاست
اے ٹہلنے والے گورخر! اس طرف جال ہیں	اس جانب گھات میں خون پینے والی (بلائیں) ہیں

یعنی اے اندھے چلنے والے اس طرف جال ہیں اور اس طرف کمین ہیں خون کے پیاسے ہیں۔ مطلب یہ کہ اے حقیقت سے اندھے تو جو خوش خوش جا رہا ہے اور اس طرف سلامتی سمجھے ہوئے ہے ارے اس طرف تو تیرے خون کی پیاسی چیزیں ہیں اس طرف یعنی دنیا کی طرف مت جا اور اس میں مشغول مت ہو۔

تیرہا پنہاں نہ شد لیکن کماں	گشت پنہاں از دو چشم مرداں
تیر پوشیدہ نہیں ہیں لیکن کمان	انسانوں کی دو آنکھوں سے چھپی ہوئی ہے
تیرہا پراں کماں پنہاں و غیب	بر جوانے میرسد صد تیر شیب
تیر چل رہے ہیں، کمان چھپی ہوئی اور غائب ہے	ایک جوان پر بڑھاپے کے سو تیر پہنچتے ہیں

یعنی تیر تو اڑ رہے ہیں اور کمان پوشیدہ اور غائب ہے اور جوانی پر سینکڑوں تیر بڑھاپے کے پڑ رہے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو جوانی پر جو یہ بڑھاپے کا اثر ہے اور روز بروز طاقت کم ہو رہی ہے آخر یہ کیا بات ہے یہ وہی حوادث ہیں مگر نظر تو اس پر چاہئے کہ جس نے ان حوادث کو پیدا کیا ہے۔

گام در صحرائے دل باید نہاد	زانکہ در صحرائے گل نبود کشاد
دل کے جنگل میں قدم رکھنا چاہیے	اس لئے کہ مٹی کے جنگل (جسم) میں وسعت نہیں ہے

یعنی قدم صحرائے دل میں رکھنا چاہئے اس لئے کہ صحرائے گل میں تو کشادگی نہیں ہے یعنی ان ظاہری جنگلوں میں تو فراخی اور کشادگی حقیقی نہیں ہے لہٰذا ان کو ترک کرو اور صحرائے دل میں قدم رکھو اور قلب کی سیر کرو کسی نے خوب کہا ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ستمت اگر ہوست کشد کہ بہ سیر سرو چمن درآ / تو زغنچہ کم نہ دمیدہ دردل کشا بہ چمن درآ

اور امیر خسرو فرماتے ہیں کہ

ماغریباں را تماشائے چمن درکار نیست / داغہائے سینۂ ما کمتر از گلزار نیست

اور فرماتے ہیں کہ۔

ایمن آباد است دل اے مرداں	حصن محکم موضع امن و اماں
اے لوگو! دل امن آباد ہے	مضبوط قلعہ ہے امن و امان کی جگہ ہے

یعنی اے لوگو دل ایک ایمن آباد ہے (کہ جہاں کچھ خوف ہے ہی نہیں) اور ایک مضبوط قلعہ ہے اور امن و امان کی جگہ ہے اور دل وہ شے ہے کہ۔

گلشن خرم بکام دوستاں	چشمہا و گلستاں در گلستاں
دوستوں کے حسب مراد تازہ گلشن ہے	چشمے ہیں اور باغ در باغ ہیں

یعنی دل ایک عمدہ گلشن موافق مقصد دوستوں کے ہے اور اس میں چشمے ہیں اور گلستاں در گلستاں ہیں یعنی علوم و معارف کے باغ کھل رہے ہیں۔

عج الی القلب و سریا ساریہ	فیہ اشجار و عین جاریہ
قلب کی طرف لوٹ اور چل دے چلنے والے	اس میں درخت اور جاری چشمہ ہے

یعنی اے (قافلہ) چلنے والے قلب کی طرف متوجہ ہو کہ اس میں (علوم و معارف کے) باغ ہیں اور چشمہ جاریہ ہیں۔

دہ مرو دہ مرد را احمق کند	عقل را بے نور و بے رونق کند
گاؤں میں نہ جانا گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے	عقل کو بے نور اور بے رونق بنا دیتا ہے

یعنی گاؤں میں مت جاؤ کیونکہ گاؤں انسان کو احمق بنا دیتا ہے اور عقل کو بے نور اور بے رونق کر دیتا ہے دہ سے مراد ماسواء اللہ ہے مطلب یہ کہ ادھر ادھر ماسوا اللہ سے دل مت لگاؤ بلکہ بس اس ایک ہی طرف دل لگائے رکھو اسی میں سب کچھ ہے ورنہ اگر اور طرف متوجہ ہو جاؤ گے تو عقل بے رونق ہو جاوے گی۔

خواجہ پندارد کہ روزی دہ دہد	ایں نمیداند کہ روزی دہ دہد
خواجہ سمجھتا ہے کہ گاؤں روزی دیتا ہے	یہ نہیں سمجھتا کہ روزی دینے والا (روزی) دیتا ہے

یعنی میاں جانتے ہیں کہ روزی گاؤں دیتا ہے اور یہ نہیں جانتے کہ روزی دینے والا دیتا ہے مطلب یہ کہ میاں کو تو خیال ہے کہ ہمارے باغ ہیں گاؤں ہیں زمین ہیں اور ان ہی سے روزی ملتی ہے اور یہ خبر نہیں کہ روزی روزی دینے

www.besturdubooks.wordpress.com

والا یعنی حق تعالیٰ دیتے ہیں لہذا چاہئے کہ ماسوی اللہ پر بھروسہ اور اعتبار مت کرو بلکہ توکل بحق ہونا ضروری ہے۔

قول پیغمبر شنوائے مجتبیٰ	گور عقل آمد وطن در روستا
اے برگزیدہ! پیغمبرؐ کا قول سن لے	گاؤں کا وطن عقل کی قبر ہے

یعنی اے برگزیدہ شخص حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سنو کہ (فرمایا کہ) گاؤں میں گھر ہونا کوری عقل ہے اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو کہ صحاح میں ہے کہ فرمایا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من تسکن البادیة جفا یعنی جو کوئی جنگل میں رہے وہ سخت دل ہو جاتا ہے اور سخت دلی ایک بہت بڑی کوری قلب ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ روزے باشد اندر روستا	تا بماہے عقل او ناید بجا
جو گاؤں میں ایک دن رہے گا	اس کی عقل ایک مہینہ تک ٹھکانے نہ آئے گی

یعنی جو کوئی ایک دن گاؤں میں رہے اس کی عقل ایک ماہ تک ٹھکانہ پر نہیں آتی۔

ہر کہ در رستا کند روزے وشام	تا بماہے عقل او نبود تمام
جو شخص ایک دن اور شام گاؤں میں گزارے گا	ایک مہینہ تک اس کی عقل مکمل نہیں ہو گی

یعنی جو کوئی گاؤں میں ایک صبح وشام گزارے اس کی عقل ایک ماہ تک پوری نہیں ہوتی۔

تا بماہے احمقی با او بود	از حشیش دہ جز اینہا چہ رود
ایک مہینہ تک حماقت اس کے ساتھ ہو گی	گاؤں کی گھاس سے اس کے علاوہ اور کیا ہو گا

یعنی احمقی ایک ماہ تک اس کے ہمراہ رہتی ہے اور وہ گاؤں کے گھاس میں سوائے اس کے اور کیا لے گا۔

مطلب یہ کہ وہاں کے گھاس پھونس سے تو بے وقوفی اور جانور پن ہی آتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ ماہے باشد اندر روستا	روزگارے باشدش جہل وعمیٰ
جو ایک مہینہ تک گاؤں میں رہے گا	اس کی نادانی اور جہالت تمام عمر رہے گی

یعنی اور جو شخص کہ ایک مہینے تک گاؤں میں رہے تو اس کو ایک زمانہ تک جہل وعمیٰ رہے گا اول تو اس میں بھی شبہ نہیں ہے بلکہ مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ بعض سرزمین کی خاصیت ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہاں جا کر آدمی بیوقوف ہو جاتا ہے ایسے قصے بعض قصبات کے ہر جگہ مشہور ہوتے ہیں جیسے کہ ہمارے اطراف میں کاندھلہ ولنیڈ اور پورب میں کرسی علیٰ ہذا اور قصبات نہ تو اسی طرح گاؤں کی آب وہوا میں خاصیت کم عقل کر دینے کی ہونا تعجب نہیں ہے لیکن مولانا نے گاؤں سے ایک اور لطیف امر مراد لیا ہے جس کو خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

10

دہ چہ باشد شیخ کامل ناشدہ	دست در تقلید و در حجت زدہ
گاؤں کیا ہے؟ ناقص شیخ	جس نے تقلید اور حجت بازی حاصل کی ہے

یعنی گاؤں کیا ہے وہ شیخ ہے جو کہ واصل نہ ہوا ہو اور ہاتھ تقلید و حجت میں مارے ہوئے ہو مطلب یہ کہ جو شیخ کہ کامل نہیں ہے وہ ان لوگوں کے آگے جن کو کہ بصیرت حاصل ہے مثل مقلد کے ہے کہ اس کو صرف علم تقلیدی حاصل ہوتا ہے اور دیگر جہال کی نسبت سے وہ مدلل ہے تو ایسا شخص جو کہ اصطلاحات وغیرہ سے تو واقف ہو لیکن کامل نہ ہو وہ ایسا ہے جیسے ایک شخص مجتہد اور مجتہد دونوں نہ ہو تو ایسا شخص یقیناً گمراہ اور گمراہ کن ہوگا تو اسی طرح یہ شخص بھی گمراہ کن ہے سبحان اللہ خوب ہی مثال دی ہے۔

پیش شہر عقل کلی ایں حواس	چوں خران چشم بستہ در خراس
کلی عقل کے شہر کے سامنے یہ حواس	آنکھوں پر پٹی بندھے ہوئے کولہو کے گدھوں کی طرح ہیں

یعنی عقل کامل کے سامنے یہ حواس مثل آنکھ بندھے ہوئے گدھوں کے ہیں جو کہ چونہ چکی میں ہوتے ہیں حواس سے مراد عقل ناقص اور عقل کل سے مراد عقل کامل مطلب یہ کہ عقل کامل یعنی شیخ کامل کے آگے یہ شیوخ ایسے ہیں کہ جیسے گدھے کو چونہ چکی میں آنکھیں باندھ کر لگا دیا جاتا ہے اور وہ گھومتا رہتا ہے اور اس کو یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ کہاں جا رہا ہے اور صبح سے شام تک چلتا ہے اور پھر وہیں کا وہیں اسی طرح شیخ ناقص سلوک طے کر رہا ہے اور جہاں تھا وہیں رہتا ہے آگے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

ایں رہا کن صورت افسانہ گیر	رو بہل دردانہ گندم دانہ گیر
اس کو رہنے دے قصہ کی صورت اختیار کر	جا موتی کو چھوڑ دے گیہوں کا دانہ لے لے

یعنی اس کو ترک کرو اور افسانہ کی صورت کو اختیار کرو اور دردانہ کو ترک کرو اور گندم دانہ کو لو مطلب یہ کہ ان باتوں کو جو کہ مثل دردانہ کے ہیں یعنی علوم و معارف کے بیان کو ترک کرو اس لئے کہ ان کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہذا اس پر اکتفا کر کے اس قصہ خواجہ کو جو کہ مشابہ گندم دانہ کے ہے بیان کرو مولانا کو ان باتوں کے ترک کرنے کو بھی ذرا دیر چاہیے اس لئے کہ یہ باتیں تو مثل طبیعت ثانیہ کے ہو گئی ہیں لہذا آگے فرماتے ہیں کہ

گر بہ دررہ نیست ہیں بر می ستاں	گر بداں سو نیست رہ ایں سو براں
اگر موتی کی طرف راستہ نہیں ہے خبردار گیہوں لے لے	اگر اس طرف راستہ نہیں ہے اس طرف چل پڑ

یعنی اگر موتی کو حاصل نہیں کر سکتے تو گیہوں ہی لے لو اور اگر اس طرف جانے کا راستہ نہیں ہے تو (سواری کو) اسی طرف کو چلاؤ مطلب یہ کہ اگر اسرار و معانی کے بیان کرنے کی تاب نہیں ہے تو یہ قصہ ہی بیان کرو کہ اس میں بھی جبکہ نیت غمخواری ہو ثواب ملنے کی امید ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہرش گیر ارچہ ظاہر کژ بود	عاقبت ظاہر سوئے باطن برد
اس کے ظاہر کو اختیار کر لے اگرچہ ظاہر ٹیڑھا ہو	آخر ظاہر باطن ہی کی طرف جاتا ہے

یعنی اس کے ظاہری کو لو اگرچہ ظاہر کج ہوتا ہے انجام کار ظاہر باطن کی طرف لے جاتا ہے یعنی اس ظاہر سے رسائی باطن کی طرف ہو جاتی ہے۔

اول ہر آدمی خود صورت است	بعد ازاں جاں کو جمال سیرت است
آدمی کی ابتدا خود صورت ہے	اس کے بعد جان ہے جو باطن کا حسن ہے

یعنی ہر آدمی کا شروع صورت ہی ہے اور اس کے بعد جان ہوتی ہے جو کہ سیرت کی جمال ہے۔

اول ہر میوہ جز صورت کے است	بعد ازاں لذت کہ معنی ویست
ہر میوے کی ابتداء سوائے صورت کے کیا ہے	اس کے بعد لذت ہے جو اس کے معنی ہیں

یعنی ہر میوہ کی ابتدا بجز صورت کے اور کیا ہے اور اس کے بعد لذت ہے جو کہ اس کا مقصود ہے۔

اولاً خرگاہ سازند و خرند	ترک را زاں پس بہ مہماں آورند
پہلے خیمہ تیار کرتے ہیں اور خریدتے ہیں	اس کے بعد سردار کو مہمان بنا کر لاتے ہیں

یعنی اول خرگاہ درست کر لیتے ہیں اور خرید لیتے ہیں اور ترک کو بعد اس کے مہمانی میں لاتے ہیں تو دیکھو صورت ہی موصل الی المعنی والمقصود ہوا کرتی ہے لہذا صورت کو اختیار کرنا بھی مضر نہیں ہے بلکہ موصل ہے ہاں صرف صورت میں رہ جانا مضر ہے مگر جو صورت سے مقصود معنی ہوں تو کچھ بھی مضر نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ

صورتت خرگاہ و آں معنی ست ترک	معنیت ملاح و آں صورت چو فلک
تیری صورت خیمہ ہے اور معنی سردار ہے	تیرے معنی ملاح ہیں اور صورت کشتی جیسی ہے

یعنی تمہاری صورت خرگاہ ہے اور وہ جان ترک ہے اور تمہاری جاں ملاح (کی طرح) ہے اور صورت کشتی ہے تو اگر اول خرگاہ اور کشتی نہ ہوگی تو ترک اور ملاح کو جگہ کہاں مل سکتی ہے اس لئے صورت پر نظر معنی کے لئے کرنا مفید ہے ہاں صرف صورت ہی صورت کو لینا مضر ہے کہ وہ حاجب عن المقصود ہو جایا کرتی ہے بس اس کو بیان کر کے آگے خواجہ کی روانگی کو پھر بیان کرتے ہیں۔

رفتن و خواجہ و قومش بسوئے دہ

خواجہ اور اس کے کنبہ کا گاؤں کی طرف چلنا

بہر حق ایں را رہا کن یک نفس	تا خر خواجہ بجنباند جرس
خدا کے لئے اس بات کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دے	تاکہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی (مولانا اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ خدا کے لئے ایک لمحہ کے لئے اس بیان اسرار کو ترک کرو تا کہ خواجہ کا گدھا گھنٹی ہلا دے مطلب یہ کہ وہ چلنے کو تیار ہوں یعنی اس کو ترک کرو اور ان کی روانگی کو بیان کرو خیر آگے بیان کرتے ہیں۔

خواجہ و بچگاں جہازے ساختند	بر ستوں را جانب دہ تاختند
خواجہ اور بچوں نے سامان تیار کیا	جانوروں پر چڑھ کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے

یعنی خواجہ اور اس کے بچوں نے سامان کیا اور بیلوں پر گاؤں کی جانب چلے۔

شادمانہ سوئے صحرا را ندند	سافروا کے تغنموا بر خواندند
خوشی خوشی جنگل کی جانب روانہ ہو گئے	سفر کرو تا کہ غنیمت حاصل کرو پڑھنے لگے

یعنی یہ لوگ جنگل کی طرف خوش خوش چلے اور کہہ رہے تھے کہ سفر کرو تا کہ غنیمت حاصل ہو۔

کز سفرہا بندہ کے خسرو شود	بے سفر ہا ماہ کے خوشرو شود
سفروں کی وجہ سے غلام کی خسرو بن جاتا ہے	بغیر سفر کے چاند کب حسین بنتا ہے

یعنی کہ سفروں کی وجہ سے غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں اور بے سفر کے چاند کب خوشرو ہوتا ہے مطلب یہ کہ سب آپس میں کہہ رہے تھے کہ سفر بہت عمدہ چیز ہے اس سے چاند خوب صورت اور غلام بادشاہ ہو جاتے ہیں لہذا ہم کو بھی سفر کرنا چاہئے۔

از سفر بیذق شود فرزیں راد	از سفر یابید یوسف صد مراد
پیادہ سفر کر کے عقلمند فرزین بن جاتا ہے	سفر سے (حضرت) یوسف نے سینکڑوں مرادیں پائیں

یعنی سفر ہی کی وجہ سے بیذق فرزین بزرگ ہو جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام نے سینکڑوں مرادیں پائیں کہ دیکھو بادشاہ بن گئے غرضکہ ان کی یہ حالت تھی کہ۔

روز روی از تاب خورمی سوختند	شب ز اختر راہ می آموختند
دن میں سورج کی گرمی سے منہ جلاتے تھے	رات کو ستاروں سے راستہ معلوم کرتے تھے

یعنی دن کو تو خورشید کی تابش سے منہ جلایا کرتے تھے اور رات کو ستاروں سے راستہ سیکھا کرتے تھے مطلب یہ کہ بیچارے رات دن چلتے تھے۔

خوب گشتہ پیش ایشاں راہ زشت	از نشاط دہ شدہ رہ چوں بہشت
برا راستہ ان کے لئے اچھا بن گیا تھا	گاؤں کی خوشی میں راستہ بہشت جیسا ہو گیا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان کے سامنے وہ راہ زشت (شوق کی وجہ سے) خوب ہوگئی تھی اور گاؤں کے شوق کی وجہ سے راہ بہشت کی طرح ہوگئی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تلخ از شیریں لباں خوش می شود	خار از گلزار دلکش می شود
شیریں لب والوں سے کڑوا بھلا ہو جاتا ہے	چمن کی وجہ سے کانٹا دلکش ہو جاتا ہے

یعنی شیریں لبوں کی وجہ سے تلخ شیریں ہو جاتا ہے اور گلزار کی وجہ سے خار بھی دلکش ہو جاتا ہے۔

حنظل از معشوق خرما می شود	خانہ از ہمخانہ صحرا می شود
معشوق کی جانب سے اندرائن چھوارا بن جاتی ہے	گھر بیوی کی وجہ سے جنگل (چمن) ہو جاتا ہے

یعنی معشوق کی وجہ سے حنظل بھی خرما ہو جاتا ہے اور صحرا بیوی کی وجہ سے گھر ہو جاتا ہے۔

اے بسا از نازنیناں خارکش	برامید گلعذارے ماہوش
بہت سے نازوں کے پالے کانٹے چننے والے ہیں	گلاب جیسے رخسار چاند جیسے چہرے والے (معشوق) کی امید پر

یعنی بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ نازنینوں کی وجہ سے خارکش ہیں اور ایک ماہوش گلعذار کی امید پر سب کچھ سہتے ہیں۔

اے بسا حمال گشتہ پشت ریش	از بلائے دلبر مہ روئے خویش
بہت سے بوجھ اٹھانے والے زخمی کمر ہیں	اپنے چاند جیسے مکھڑے والے معشوق کے لئے

یعنی بہت سے حمال ایک اپنے دلبر مہرو کی مصیبت کی وجہ سے پشت زخمی ہو گئے ہیں۔

کردہ آہنگر جمال خود سیاہ	تا کہ شب آید بوسد روئے ماہ
لوہار نے اپنا حسن کالا کیا	تاکہ رات آئے تو چاند جیسے منہ والی کا بوسہ لے

یعنی آہنگر نے اپنے جمال کو سیاہ کر رکھا ہے تاکہ رات کو آکر اپنے چاند سے ٹکڑے کا منہ چوم لے۔

خواجہ تا شب بردکانی چار میخ	زانکہ سروے دردلش کردست بیخ
خواجہ رات تک دکان پر قیدی ہے	اس لئے کہ ایک سرو قد نے اس کے دل میں جڑ کرلی ہے

یعنی خواجہ رات تک ایک دوکان پر محبوس رہتا ہے اس لئے کہ ایک سرو نے اس کے دل میں جڑ پکڑ رکھی ہے۔

تاجرے دریاؤ خشکی می رود	آں بمہر خانہ شینے میرود
ایک تاجر دریا اور خشکی میں جاتا ہے	وہ ایک خانہ نشین کی محبت کی وجہ سے دوڑتا ہے

یعنی ایک تاجر دریاو خشکی میں چلتا ہے وہ ایک خانہ نشین کی محبت میں چل رہا ہے خانہ شینے مخفف ہے خانہ نشینی کا۔

ہر کرا بامردہ سودائے بود	برامید زندہ سیمائے بود
جو کسی بے جان کا عاشق ہوتا ہے	وہ زندہ چہرے والے کی امید پر ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس کو کہ مردہ کے ساتھ کوئی خیال ہوتا ہے وہ کسی زندہ سیما کی امید پر ہوا کرتا ہے۔

آں درودگر روئے آوردہ بچوب	برامید خدمت مہ روئے خوب
وہ بڑھئی لکڑی کی طرف متوجہ ہے	خوبصورت ماہ رو کی خدمت کی امید پر

یعنی وہ بڑھئی جو توجہ لکڑی کی طرف کرتا ہے تو ایک عمدہ مہ رو کی خدمت کی امید پر کرتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

برامید زندۂ کن اجتہاد	کونگردد بعد روزے دو جماد
زندہ کی امید پر کوشش کر	جو دو روز کے بعد جماد نہ بنے

یعنی ایک زندہ کی امید پر کوشش کر کیونکہ وہ بعد دو روز کے جماد نہ ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کے لئے کوشش کرو کہ وہ زائل ہونے والا نہیں ہے۔

مونسے مگزیں خسے را از خسی	عاریت باشد درو آں مونسی
کمینہ پن سے کمینہ کو دوست نہ بنا	اس میں وہ محبت عارضی ہے

یعنی کسی خس کو خسی کی وجہ سے مونس مت بناؤ اس لئے کہ وہ مونسی صرف عارتی ہے۔

انس تو با مادر و بابا کجا است	گر بجز حق مونسانت را وفاست
ماں اور باپ کے ساتھ تیری محبت کہاں ہے	اگر خدا کے علاوہ تجھ سے محبت کرنے والوں میں وفا ہے

یعنی تیرا انس ماں باپ کے ساتھ کہاں ہے اگر سوائے حق کے تیرے کسی مونس کو وفا ہے مطلب یہ کہ اگر سوائے خدا کے اور کوئی بھی وفادار مونس ہے تو یوں بتاؤ کہ تمہارے ماں باپ کی محبت کہاں گئی یعنی سب مر گئے اور سب کی محبت غائب ہو چکی۔

انس تو با دایہ و لالہ چہ شد	گر کسے شاید بغیر حق عضد
تیری محبت دایہ اور خادم کے ساتھ کیا ہوئی	اگر کوئی اللہ کے سوا (قوت) بازو ہونے کے لائق ہے

یعنی تیری مونسی دایہ اور لالہ کے ساتھ کیا ہوئی اگر کوئی سوائے حق کے ساتھ مدد چاہے۔

انس تو با شیر و باپستاں نماند	نفرت تو از دبیرستاں نماند
دودھ اور پستان کے ساتھ تیری محبت نہ رہی	مکتب سے تیری نفرت نہ رہی

یعنی تیری محبت دودھ اور پستان کے ساتھ نہ رہی اور تیری نفرت مکتب سے نہ رہی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ۔

آں شعاعے بود بر دیوار شاں	جانب خورشید وارفت آں نشاں
ان کی دیوار پر وہ ایک کرن تھی	وہ نشانی سورج کی جانب لوٹ گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ دیوار پر شعاعیں تھیں تو خورشید کی جانب وہ نشان چلتے ہوئے مطلب یہ کہ یہ ساری محبتیں صرف ظلی اور عارضی تھیں اور صرف پرتو حق تھا کہ تھوڑی دیر میں سب زائل ہو جاتا ہے اور وہ نور جاتا رہتا ہے۔

بر ہر آں چیزے کہ افتد آں شعاع	تو بر آں ہم عاشق آئی اے شجاع
جس چیز پر وہ کرن پڑ جائے	اے بہادر! تو بھی اس کا عاشق ہو جائے گا

یعنی جس شے پر کہ وہ شعاع پڑتی ہے اسی پر عاشق ہو بیٹھتا ہے اے شجاع اور اس اصل کو نہیں دیکھتا کہ جس کا یہ ظل اور پرتو ہے۔

عشق تو بر ہر چہ آں موجود بود	آں زوصف حق چو زراندود بود
جس موجود پر تیرا عشق تھا	وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سے ملمع شدہ تھی

یعنی تیرا عشق ہر اس شے پر جو موجود تھی وہ وصف حق کی وجہ سے زراندود تھا یعنی تیرا عشق جو ان اشیاء ظلیہ کے اوپر ہے یہ صرف اس لئے ہے کہ اوصاف حق ان میں متجلی ہیں ورنہ خود ان میں کچھ نہیں ہے اور صرف یہ ملمع ہے ورنہ اصل نہیں ہے۔

چوں زرے با اصل رفت ومس نماند	وز زری خویشتن مفلس بماند
جب سونا اصل کی طرف چلا گیا تانبا رہ گیا	اور اپنے سونے پن سے خالی رہ گیا

یعنی جب کہ زری اصل کے ساتھ مل گئی تو تانبا رہ گیا اور سونے پن سے مفلس رہ گیا۔ مطلب یہ کہ جب وہ کمال عارضی جاتا رہا اور اصل کی طرف راجع ہو گیا تو اب جیسے تھے ویسے ہی رہ گئے کچھ بھی نہ رہا۔

طبع سیر آمد طلاق او براند	پشت بروے کرد و دست از وے فشاند
طبیعت بھر گئی تو اس کو طلاق دے دی	اس کی طرف پیٹھ کر لی اس سے ہاتھ اٹھا لیا

یعنی اب اس سے طبیعت سیر ہو گئی اور اس کو طلاق دیدی اور اس پر پشت کر کے اس سے ہاتھ جھاڑ دیا۔ یعنی اب جب کہ اس سے وہ حسن عارضی زائل ہو گیا اس کو ترک کر کے بیٹھ رہے کوئی پوچھے کہ آج وہ محبت اور الفت کہاں گئی۔ معلوم ہوا کہ وہ سب عارضی تھا۔

از زراندود صفاتش پا بکش	از جہالت قلب را کم گوئے خوش
اس کی صفات سے ملمع کی ہوئی چیزوں سے قدم ہٹا لے	نادانی سے کھوٹے سکے کو کھرا نہ کہہ

یعنی اس کی ان ملمع کی صفات سے پاؤں کھینچ لو اور جہالت کی وجہ سے قلب کو بہت خوش مت کرو۔ مطلب یہ کہ بہت زیادہ ان عارضی اشیاء پر جان مت دو بلکہ سب کو غیر مقصود سمجھو اس لئے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کاں خوشی در قلبہا عاریتی است	زیر زینت مایہ بے زینتی است
اس لئے کہ کھوٹے سکوں میں حسن عارضی ہے	سجاوٹ کے نیچے بھدے پن کا سرمایہ ہے

یعنی اس لئے کہ وہ خوشی قلوب کے اندر عاریتی ہے اور زینت کے نیچے اسباب بے زینتی کے ہیں مطلب یہ کہ یہ اشیاء فانیہ جو ظاہر میں اچھی معلوم ہو رہی ہیں یہ بالکل عاریت ہیں کہ چندروزہ ہیں اور پھر کچھ بھی نہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی خوب عمدہ اطلس کے خوان پوش کے نیچے غلاظت بھری ہو کہ باہر سے تو اچھا معلوم دے رہا ہے مگر اس کی حقیقت جو ہے وہ بعد کھلنے کے معلوم ہوگی لہٰذا ان چیزوں کو کسی کو مقصود نہ بناؤ بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کو سمجھو کہ وہ باقی ہیں۔

زر زروئے قلب در کاں میرود	سوئے آکاں رو تو ہم کاں میرود
سونا کھوٹے سکے پر سے کان میں چلا جاتا ہے	تو بھی اس کان کی طرف جا جہاں وہ جاتا ہے

یعنی سونا کھوٹے پر سے کان میں چلا جاتا ہے تو تو بھی اس معدن کی طرف جا جس طرف کہ وہ جا رہا ہے مطلب یہ کہ یہ تمام اشیاء دیکھو انجام کار وہیں جا رہی ہیں اور ان سب کا مرجع حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف ہے تو پھر تم ان میں کیوں دل لگا رہے ہو تم کو لازم ہے کہ تم بھی اسی طرف توجہ کرو جو کہ ان سب کی اصل ہے یعنی حق تعالیٰ سے تعلق اور نسبت اور محبت پیدا کرو۔

نور از دیوار تا خود میرود	تو بداں خور رو کہ در خور میرود
نور دیوار سے سورج کی طرف چلا جاتا ہے	تو اس سورج کی طرف جا کہ یہ مناسب ہے

یعنی نور دیوار سے خورشید کی طرف چلا جاتا ہے تو تم اس خورشید کی طرف متوجہ ہو جو کہ اس خورشید میں اثر کر رہا ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو سورج کی شعاعیں دیوار پر پڑ کر اس کو منور کر دیتی ہیں پھر ساری شعاعیں سمٹ کر خورشید ہی کی طرف چلی جاتی ہیں تو تم کو چاہئے کہ اس نور کی طرف متوجہ نہ ہو اور اس کو اپنا مقصود مت بناؤ بلکہ تم اس اصل مقصود کی طرف متوجہ ہو جس سے کہ نور خود اس خورشید میں آ رہا ہے کہ جب تم نے اس کو لے لیا تو یہ سارے انوار ظلیہ تمہارے ساتھ ہوں گے۔

زیں سپس بستاں تو آب از آسماں	چوں ندیدی تو وفا از ناوداں
اس کے بعد تو آسمان سے پانی لے	جب تو نے پرنالے سے وفا نہ دیکھی

یعنی اس کے بعد تم پانی آسمان سے حاصل کرو جب کہ تم نے پرنالوں سے وفا نہ دیکھی مطلب یہ کہ جب تم کو معلوم ہو گیا کہ جس قدر یہ اشیاء دنیاوی ہیں ان میں وفاداری نہیں ہے بلکہ سب زائل ہونے والے اور ناپائیدار ہیں تو اب تم کو چاہئے کہ اصل سے یعنی عالم غیب سے انوار حاصل کرو اور اس طرف متوجہ ہو اور ان تمام اشیاء کو

www.besturdubooks.wordpress.com

ترک کرو اور کسی شئے کو سوائے حق تعالیٰ کے مقصود نہ بناؤ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

معدنِ دنبہ نباشد دام گرگ	کے شناسد معدن آں گرگ سترگ
دنبہ کی کان بھیڑیے کا جال نہیں ہوتی ہے	وہ موٹا بھیڑیا کان کو کہاں پہچانتا ہے؟

یعنی دام گرگ معدن دنبہ نہیں ہوا کرتا اور وہ گرگ عظیم معدن (دنبہ) کو کب پہچانتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب بھیڑیئے کو جال میں پھنساتے ہیں تو اس کے اندر ایک دنبہ باندھ دیتے ہیں تاکہ وہ آ جاوے مگر وہ دنبوں کا ریوڑ تو نہیں ہے کہ جہاں بہت سے دنبے ہوں بلکہ ظاہر ہے کہ صرف یہی ایک ہے جو دکھائی دے رہا ہے اور اگر اس ایک دنبہ کو چھوڑ کر ریوڑ کی طرف جاوے کہ جہاں دام بھی نہیں ہے اور ایک کی جگہ دس موجود ہیں اسی طرح اہل دنیا صرف ظاہری اشیاء پر نظر کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس جو ہے وہ یہی ہے حالانکہ ان کو خبر نہیں کہ عالم غیب میں کیا کچھ بھرا پڑا ہے وہ اس ایک کی طرف متوجہ ہو کر جال میں پھنستے ہیں اور اس خزانہ غیر متناہی کو چھوڑے ہوئے ہیں افسوس صد افسوس آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح ان اہل دنیا کو غلطی ہو رہی ہے اور غیر اصل کو اصل سمجھے ہوئے ہیں اسی طرح اس خواجہ کو بھی غلطی ہو رہی تھی کہ اس روستائی کی محبت کو اصل اور دلی محبت خیال کئے ہوئے تھا آگے اس کو فرماتے ہیں کہ۔

زر گماں بردند بستہ در گرہ	می شتابیدند مغروراں بدہ
سونے کو گرہ میں بندھا ہوا سمجھ رہے تھے	دھوکے میں مبتلا گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے

یعنی وہ (خواجہ اور اس کے اہل وعیال) گرہ میں سونا بندھا ہوا سمجھے اس لئے مغرور ہو کر گاؤں کی طرف دوڑ رہے تھے مطلب یہ کہ یہ لوگ اس گنوار کی باتوں میں صدق سمجھے اس لئے جلدی جلدی ادھر کو جا رہے تھے اور ان کی فرط شوق میں یہ حالت تھی کہ۔

ہمچنیں خنداں و رقصاں می شدند	سوئے آں دولاب چرخے میزدند
اسی طرح سے خوشی خوشی اور ناچتے ہوئے جا رہے تھے	اس رہٹ کی طرف قلابازیاں کھا رہے تھے

یعنی ایسے خنداں اور رقصاں جا رہے تھے اور اس دولاب کی طرف چرخ لگا رہے تھے مطلب یہ کہ اس گاؤں کی طرف خوب خوش وخرم چلے جا رہے تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

چوں ہمی دیدند مرغے می پرید	جانب دہ صبر جامہ می درید
جب وہ دیکھتے تھے کہ کوئی پرندہ اڑا جا رہا ہے	گاؤں کی جانب وہ صبر کا جامہ چاک کرتے تھے

یعنی جب دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گاؤں کی جانب اڑ رہا ہے تو ان کا صبر کپڑے پھاڑتا تھا مطلب یہ کہ اگر دیکھتے تھے کہ کوئی جانور گاؤں کی طرف جا رہا ہے تو ان کا بہت برا حال ہوتا تھا اس لئے کہ سوچتے تھے کہ اللہ اکبر یہ ہم سے پہلے

www.besturdubooks.wordpress.com

پہنچ جائے گا اور اس منزل مقصود کی ہم سے پہلے زیارت کرلے گا سچ یہ ہے کہ شوق عجب چیز ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

ہر نسیمے کز سوئے دہ می وزید	گوئیا روح رواں می پرورید
جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی	گویا وہ روح اور جان کو پرورش کر رہی تھی

یعنی جو ہوا گاؤں کی طرف سے آتی تھی گویا کہ ان کی روح رواں کو پرورش کرتی تھی۔

ہر کہ می آمد زدہ از سوئے او	بوسہ می دادند خوش بر روئے او
جو گاؤں سے اس طرف آتا تھا	اس کے منہ کو خوب چومتے تھے

یعنی جو کوئی گاؤں کی طرف سے ان کی طرف آتا تو یہ لوگ خوب خوش ہو کر اس کے منہ کو بوسہ دیتے تھے اور بزبان حال کہتے تھے کہ

کہ تو روئے یار ما را دیدۂ	پس تو جان جان ما را دیدۂ
تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے	لہذا تو ہمارے محبوب کی آنکھ ہے

یعنی تو نے ہمارے یار کا چہرہ دیکھا ہے اور تو نے ہماری جان جان کو دیکھا ہے۔ اس لئے اس کی قدر کرتے تھے اور اس کے منہ کو چومتے تھے آگے مولانا مجنوں کی حکایت بیان فرماتے ہیں کہ جیسے کہ فرط شوق میں یہ لوگ ان راہگیروں کے منہ کو چومتے تھے صرف اس لئے کہ ان لوگوں نے اس دیہاتی کو دیکھا تھا اور اس کے گاؤں کے باشندے تھے اسی طرح مجنوں سگ کوئے لیلیٰ کو پیار کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اے کتے تو ہی وہ کتا ہے کہ جس نے میری لیلیٰ کو دیکھا ہے اور اس کے کوچے میں رہا ہے اب قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں مولانا عقبۂ تقدیر الٰہی کو ایک قصہ سے ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قرآن میں تو نے اصحاب شہر ضروان کا قصہ تو پڑھا ہی ہے پھر تو تدابیر میں پھنس کر کیوں رہ گیا ہے اور تقدیر الٰہی کو کیوں نظر انداز کر دیا ہے۔ ہاں اگر تقدیر کے تابع ہو کر تدبیر بھی کرے تو مضائقہ نہیں تقدیر کی مزاحمت میں تدبیر چہ معنی دارد۔ قصہ مذکور کی تفصیل یہ ہے کہ ضروان کے چند مردم آزار آدمیوں نے اس کی کہ فقرا کو ان کی روزی سے محروم کریں اور باغ کے سارے پھل منہ اندھیرے اپنے گھر لے آئیں ان چند آدمیوں نے رات بھر اس فریب کی بابت کمیٹی کی وہ اس طرح چپکے چپکے باتیں کرتے تھے جیسے اس واقعہ کو خدا سے بھی چھپانا چاہتے ہوں۔ غضب ہے کہ مٹی اور لیپنے والے کے خلاف کوئی منصوبے گانٹھے یا ہاتھ دل سے چھپا کر کوئی کام کرے بھلا کہیں ممکن ہے ہرگز نہیں پھر ان کی اس کارروائی کا خدا سے پوشیدہ رہنا کیونکر ممکن تھا وہ تو کہتا ہے۔ الا یعلم من خلق یعنی ہر چیز کا پیدا کرنے

www.besturdubooks.wordpress.com

والا خدا ہے اب تم بتلاؤ کہ کیا خالق سے مخلوق پوشیدہ ہو سکتی ہے ہر گز نہیں پھر خدا سے کوئی چیز مخفی کیونکر ہو سکتی ہے اور وہ کیسے نہ جانے گا کہ تمہاری دعا میں صدق ہے یا محض ظاہری خوشامد جب کہ وہ صدق اور تملق کو بھی جانتا ہے جو کیفیات قلبیہ میں سے ہیں تو وہ مخفی گفتگو کو کیوں نہ جانے گا اور جو اس کو جانتا ہے کہ جو آج سفر کر رہا ہے کل وہ کہاں ہوگا اور کہاں وہ پستی کی طرف اترا اور کہاں سے بلندی کی طرف چڑھا تو وہ اس چلنے والے سے کیسے غافل ہو سکتا ہے وہ تو اس کا متولی اور اس پر ہر صورت سے قابض ہے اور اس کی ہر کیفیت اس کے احاطہ شمار میں ہے پھر اس کے غافل ہونے کے کیا معنی بھلا دیکھو تو سہی یہ جاہل کتے اپنی جہالت اور نابینائی سے اپنے راز خدا سے چھپاتے تھے لیکن وہ نہ چھپا سکے اور خدا نے ان کی اس مشورت کے باعث باغ پر بجلی گرائی اور وہ جل بھن کر خاک سیاہ ہو گیا اور یہ دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ خیر یہ قصہ تو ختم ہوا اب اس امیر کا قصہ سنو کہ وہ گاؤں کی طرف کیونکر چلا اور اس کو اس کی کیسی سزا ملی۔ تم اپنے کانوں سے غفلت کو دور کرو اور اس مبتلائے رنج ومحن کے مفارقت وطن کا قصہ سنو کہ اس نے گاؤں کے راستہ میں اپنے شہر سے جدا ہو کر کیا کیا مصیبتیں اور تکلیفیں جھیلیں جب تم اس کے قصہ کو کان لگا کر سنو گے تو یہ زکوٰۃ ہوگی جو اس مصیبت زدہ کو دو گے اور تم مریض القلب لوگوں کی غموں کو اور بوجہ لذات جسمانیہ میں مبتلا ہونے کے ان کی ارواح کی غذائے روحانی سے بھوکا ہونے کی مصیبت کو تو ضرور ہی سننا غمگین شخص کے دل کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے گھر میں دھواں گھٹ رہا ہو اور اس کے رنج کا سن لینا گویا کہ اس دھویں کے نکلنے کے لئے سوراخ کھول دینا ہے پس تو اس کو سن کر اس دھویں کے لئے ضرور سوراخ کھول دینا جب تیرا کان اس کی بات کا رہ گزر رہے گا تو یہ کڑوا دھواں یعنی رنج اس کے دل سے کسی قدر کم ہو جاوے گا۔ بھڑا اس نکل کر اس کی طبیعت ہلکی ہو جاوے گی یہاں تک مبتلائے غم کی مصیبت سننے اور اس کی غمگساری کرنے کی ترغیب تھی اب ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تجھے غمگساری کی ضرورت معلوم ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر تجھے حق سبحانہ کی راہ پر چلنا اور اس تک پہنچنا مقصود ہے تو ہم تجھے محض تیری خیر خواہی کے لئے کہتے ہیں کہ تو ہم دل جلوں کا غمگسار بن اور ہماری نصیحت سن جو محض درد دل اور ہمدردی کی بناء پر ہے اگر تیری خیر خواہی اور تیرے ساتھ ہمدردی مدنظر ہوتی تو ہم کو اس کے اظہار کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس میں اپنی تعریف کا شائبہ ہے لیکن اس ضرورت نے اس تحدث بالنعمت پر مجبور کیا تجھے اس کے ماننے میں ضرور پس و پیش ہوگی لیکن ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ تردد بہت بری چیز ہے یہ جان کی قید جیل خانہ ہے کہ اس کو یکسو نہیں ہونے دیتا اس میں ایک خیال ایک طرف دل کو کھینچتا ہے اور دوسرا خیال دوسری طرف اور ہر ایک اس کا مدعی ہوتا ہے کہ صحیح راستہ میں ہوں اور جان کے اندر ایک کی تصویب اور دوسرے کی تخطیہ کی قابلیت ہوتی نہیں پس وہ متحیر ہو کے رہ جاتی ہے نہ ادھر کی رہتی ہے نہ ادھر کی پس تم کو اس قید اور جیل خانہ میں ہر گز نہ پھنسنا چاہئے یاد رکھو کہ تردد راہ حق کی بڑی زبردست گھاٹی ہے اگر آدمی اس سے پار ہو جائے تو بیڑا پار ہے اور اگر اس میں پھنس گیا تو گیا گزرا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا۔ ارے وہ لوگ بڑے مزہ میں ہیں جن کے پاؤں اس بیڑی سے آزاد ہیں یہ لوگ بے تردد اور بلا کسی کشمکش کے راہ حق پر چلتے ہیں پس اگر تجھے راہ حق معلوم نہیں ہے اس لئے تو تحقیقی طور پر اس پر نہیں چل سکتا اور اپنی تحقیق سے خیال مزاحم کا تخطیہ کر کے تردد سے نہیں نجات پا سکتا تو کچھ دنوں کے لئے ایسے لوگوں کی تقلید کر جو محض بے تردد ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل یہ نقش قدم تیرے لئے بمنزلہ ہرن کے نقش قدم کے ہے جو نافہ مطلوب تک پہنچاتا ہے پس تو اس نقش قدم کو پکڑ لے اور بے کھٹکے چلا چل انشاء اللہ ایک دن مطلوب حقیقی تک پہنچ جائے گا۔ اس وقت گو تجھے اس پر چلنا ناگوار ہوگا اور تو اس کو بمنزلہ آگ پر چلنے کے سمجھے گا لیکن اگر تو اس آگ پر چلنا گوارا کر لے گا تو ہم تجھے بشارت دیتے ہیں کہ اسی روش کی بدولت ایک روز تو اوج انور اور اس مقام عالی پر پہنچ جائے گا جو نور سے لبریز ہے اور جس وقت تو نے خطاب حق لاتخف سن لیا اس وقت تجھے نہ دریا سے خوف ہوگا نہ موج سے نہ جھاگ سے غرض نفس الامر میں تیرے لئے کوئی خطرہ نہ ہوگا اب ہم یہ بھی بتلائے دیتے ہیں کہ یہ خطاب کب ہوتا ہے اور آدمی اس کو کیسے سنتا ہے پس یاد رکھ کہ یہ خطاب اس وقت ہوتا ہے جب کہ حق سبحانہ کا خوف دل میں پیدا ہو جاتا ہے اور اس کے سننے سے مراد ہے اس خوف سے اس خطاب معنوی پر استدلال کرنا اور وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ خوف مثل طبق کے ہے اور بے خوفی بمنزلہ روٹی کے اور ایک کریم کا طبق عطا کرنا دلیل ہے روٹی عطا کرنے کی لہذا حق سبحانہ کا تم کو اپنا خوف عطا کرنا دلیل ہے تمام مہالک سے بے خوفی عطا کرنے کی۔ اس لئے کہ خوف مہالک تو اس کے لئے ہے جس کو خدا کا خوف نہیں اور خون کے گھونٹ تو اس کو پینے پڑیں گے جو یہاں طلب حق میں تگ ودو نہیں کرتا اور جس کو خدا کا خوف ہے اور جو طلب میں ساعی ہے اس کو کیا خوف چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ الذین یخشون ربهم بالغیب لهم مغفرة واجر کریم اچھا اس ضمنی گفتگو کو چھوڑو اور قصہ سنو وہ امیر کام میں مشغول ہوا اور سفر کی تیاری کی اور اس نے گاؤں کی جانب بہت جلد روانہ ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا اس کے گھر کے لوگوں اور بال بچوں نے بھی سفر کی تیاری کی اور ان کا ارادہ بھی پختہ ہو گیا اور یہ سب خوش تھے اور گاؤں جانے کی بدیں خیال جلدی کر رہے تھے کہ اس خوشخبری دینے والے دیہاتی کے گاؤں سے ہر قسم کا نفع اٹھائیں گے اور سمجھتے تھے کہ جہاں ہم جا رہے ہیں وہاں ہمارے لئے عمدہ چراگاہ ہے اس میں خوب کھائیں پئیں گے اور خوب کھیلیں کودیں گے کیونکہ ہمارا یار جو وہاں ہے وہ بڑا کشادہ دست اور دل لگی کا آدمی ہے اور جس نے ہم کو بہت آرزوؤں سے بلایا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے ہمارے لئے سخاوت کا درخت بویا ہے تاکہ ہم اس سے یہاں تک متمتع ہوں کہ گاؤں سے آئندہ جاڑے تک کا سامان شہر میں لے آئیں گے بلکہ وہ تو باغ ہی کو ہماری راہ پر قربان کر دے گا اور وہاں پہنچنے کی خوشی میں اس کو ہمارے حوالہ کر دے گا اور اپنے دل میں ہم کو جگہ دے گا یارو جلدی چلو کہ یہ نفع جلدی حاصل ہو وہ تو یہ خیال خام پکا کر خوش ہو رہے تھے اور عقل اندر سے کہہ رہی تھی کہ بس زیادہ نہ اتراؤ اس نفع پر لات مارو اور حق سبحانہ کے منافع سے متمتع ہو کہ حقیقی منافع وہی ہیں حق سبحانہ

دنیوی منفعتوں پر اترانے والوں کو پسند نہیں کرتے ہاں جو نعمتیں حق سبحانہ نے تم کو عطا کی ہیں یا آئندہ عطا کریں ان پر اعتدال کے ساتھ خوش ہو اعتدال کی اس لئے ضرورت ہے کہ ہر نعمت کے اندر ایک ضرر کا پہلو بھی ہوتا ہے وہ یہ کہ وہ تم کو اپنے اندر مشغول کر کے حق سبحانہ سے غافل کر سکتی ہے لہذا اس پہلو کو نظر انداز نہ کرنا چاہئے اور فرحت محضہ میں مصروف نہ ہونا چاہئے اس سے معلوم ہوا کہ وہ حق سبحانہ ہی ہیں جن کے ملنے پر فرحت محضہ ہونی چاہئے اور کوئی ایسی شے نہیں۔ لہذا کامل خوشی تم کو اسی کے ملنے کی ہونی چاہئے اور کسی کے ملنے پر فرحت تامہ نہ ہونی چاہئے۔ اس لئے کہ وہ بہار کے مشابہ ہے اور دیگر اشیاء مانند خزاں کے اس سے طرح طرح کے ثمرات منافع اور خوشیاں حاصل ہوتی ہیں اور اوروں سے رنج و غم ضرر و نقصان۔ اس کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں خواہ بادشاہت اور تخت و تاج ہی کیوں نہ ہو سب ذریعہ امتحان ہیں اور ان سے حق سبحانہ کو بندوں کی آزمائش اور ان کی استعداد مخفیہ کا اظہار مقصود ہوتا ہے کہ ہم سے زیادہ محبت کرتا ہے یا ان چیزوں سے لہذا کوئی چیز بھی خوشی کے قابل نہیں۔ پس اگر حق سبحانہ کا غم محبت نصیب ہو تو وہ خوش ہونے کی چیز ہے کیونکہ اور سب غم مار ڈالنے والے ہیں لیکن یہ غم جالب بقا ہے اور اس سے حیات ابدی اور فرحت سرمدی حاصل ہوتی ہے تم کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ غم حیات ابدی و فرحت سرمدی کا سبب کیونکر ہو سکتا ہے لیکن تم کو یقین کرنا چاہئے کہ واقعی یہاں کی یہی حالت ہے اور یہاں پستی ہی میں بلندی ہے تم جتنے پست ہو گئے اتنے ہی اوپر جاؤ گے یاد رکھو کہ تمہارا مطلق رنج ایک کان زر ہے اور اس کا ایک حرف ایک خزانہ لیکن اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے آزمایا ہو اور تم جو لونڈوں کی طرح ناتجربہ کار ناقص العقل اور مبتلائے لہو لعب ہو تمہارے دل کو یہ بات نہ لگے گی کیونکہ تمہاری حالت تو بالکل بچوں کی سی ہے جس طرح بچوں کی حالت ہوتی ہے کہ جہاں انہوں نے کھیل کا نام سنا اور گورخر کی طرح دوڑ پڑے یوں ہی تم بھی خیالی خوشی کے لئے دوڑے چلے جا رہے ہو لیکن ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اندھے گدھو کدھر جا رہے ہو وہاں بہت سے جال لگے ہوئے اور اس طرف بہت سے خون آشام چھپے ہوئے ہیں لوٹو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ لوگوں کی غفلت کی وجہ یہ ہے کہ تیر حوادث تو چل رہے ہیں لیکن کمان قضا لوگوں کی نظروں سے مخفی ہے اس لئے وہ ان کو خاطر میں نہیں لاتے اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کسی قادر انداز تیر افگن کے چلائے ہوئے ہیں تیر حوادث کے چلنے اور کمان کے مخفی ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے بڑھاپے کے تیر جوانی پر چلتے ہیں کہ یہاں بھی تیر چل رہے ہیں اور کمان مخفی ہے دیکھو دن بدن قویٰ کے اندر اضمحلال آتا جاتا ہے اعضاء کمزور ہوتے جاتے ہیں صحت کے اندر نقصان آتا جاتا ہے اور یہ تمام آثار ہیں بڑھاپے کے لیکن بڑھاپا ابھی ظاہر نہیں جب یہ معلوم ہو چکا تو اب تم کو صحرائے گل کے سفر کو چھوڑنا چاہئے اور صحرائے دل کے سفر میں مشغول ہونا چاہئے اور اس کی صفائی میں منزلیں طے کرنا چاہئے کیونکہ صحرائے گل سے مشکل حل نہ ہوگی لوگو تمہیں دل کی حقیقت معلوم نہیں یہ وہ بستی ہے جہاں کوئی خطرہ نہیں اور ایک مضبوط قلعہ اور نہایت امن و امان کی جگہ ہے۔ پس اے گاؤں کے باغ کے طالبو یہ شاداب باغ

www.besturdubooks.wordpress.com

جو اہل اللہ کو ملا ہے چشمہائے معرفت کا معدن اور گلہائے رنگارنگ حقائق و معارف سے پھٹا پڑتا ہے تم اس کی سیر کو آؤ اس میں واردات غیبیہ کے اشجار قائم ہیں اور فیوض ربانی کے چشمے جاری ہیں گاؤں جا کر کیا لوگے گاؤں جانے میں علاوہ اور نقصانات کے ایک نقصان یہ بھی ہے کہ اس میں جا کر آدمی احمق ہو جاتا ہے نہ اس کی عقل میں نور رہتا ہے نہ رونق تم گاؤں اس لئے جاتے ہو کہ گاؤں کو روزی دینے والا سمجھتے ہو لیکن تم یہ نہیں سمجھتے کہ روزی دینے والا رزاق عالم ہے پس تم جانے کے ارادہ کو فسخ کرو اور گاؤں کے باغ کو چھوڑو اور گلشن قلب اہل اللہ کی طرف آؤ دیکھو وہاں جا کر تمہاری رہی سہی عقل بھی جاتی رہے گی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو گاؤں میں رہتا ہے اس کی عقل ماری جاتی ہے وہ کوڑ مغز اور کودن ہو جاتا ہے جو شخص ایک دن گاؤں میں رہ لیتا ہے ایک مہینے تک اس کی عقل ٹھکانے نہیں ہوتی بلکہ ایک مہینہ تک حماقت اس کے اندر موجود رہتی ہے بات ہے بھی یہی کہ کودن پن و حماقت کے سوا گاؤں کے گھاس پات سے اور کوئی بات چل ہی کیا سکتی اور جو شخص ایک مہینہ تک گاؤں میں رہتا ہے اس کی جہالت و کوری ایک عرصہ دراز تک باقی رہتی ہے تم جانتے ہو کہ اس گفتگو سے ہمارا اصلی مقصد کیا ہے وہ یہ ہے کہ مشائخ دو قسم کے ہیں بعض مشابہ ہیں گاؤں کے اور بعض مشابہ ہیں شہر سے جو گاؤں سے مشابہ ہیں وہ مشائخ ہیں جو قال تو رکھتے ہیں مگر حال نہیں رکھتے وہ محض علوم و معارف کو استدلالی طور پر جانتے ہیں مگر واصل نہیں ہیں لہٰذا وہ بمنزلہ مقلد کے ہیں ایسے لوگوں سے سالکین کو بچنا چاہئے کیونکہ جو مشائخ محقق اور صاحب عقل کلی مشابہ بشہر ہیں ان کی عقل کل کے سامنے ان ناقصین کے حواس ایسے ہی ہیں جیسے گدھوں کی آنکھیں باندھ کر گدھا چکی میں جوت دیا جاوے پس جس طرح وہ انکل پچو چلتے ہیں یونہی یہ بھی چلتے ہیں وہاں بصارت یہاں بصیرت نہیں اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اچھا میاں اگر یہ دقائق تیری سمجھ میں نہیں آئے اور حقیقت تک تیری رسائی نہیں تو لے ہم صورت قصہ ہی تجھے سناتے ہیں تو ان موتیوں کو چھوڑ اور گیہوں کے دانے لے اگر موتیوں تک تیری رسائی نہیں نہ سہی ہم تجھے گیہوں ہی کے دانے دیتے ہیں وہی لے اور اگر تو حقیقت کی طرف نہیں چلتا نہ سہی صورت ہی کی طرف چل اور ظاہر افسانہ ہی سن ظاہر اگر چہ فی نفسہ ٹھیک نہیں لیکن اس حیثیت سے وہ بھی اچھا ہے کہ مفضی الی الباطن ہے اور اول ظاہر ہوتا ہے اس کے بعد باطن اور حقیقت و معنی حاصل ہوتے ہیں مثلاً آدمی اولاً ایک گوشت کا لوتھڑا اور صورت تھا مگر اس کے بعد اس میں جان پڑ گئی جو جمال سیرت ہے نیز ہر میوہ اولاً صورت ہوتا ہے اس کے بعد اس میں مزہ پیدا ہوتا ہے جو اس کا معنی اور حقیقت ہے علی ہذا اولاً خیمہ قائم کرتے ہیں اس کے بعد کسی بڑے شخص مثلاً ترک کو اس میں مہمان رکھتے ہیں پس خیمہ جو کہ اول تھا صورت ہے اور ترک جو بعد ہے وہ اس کا معنی اور مقصد نیز معنی ایسے ہیں جیسے ملاح اور صورت ایسی ہے جیسے کشتی پس جس طرح ملاح بحیثیت ملاح ہونے کے بغیر کشتی کے نہیں ہو سکتا یوں ہی معنی بدوں صورت کے نہیں ہو سکتے اور جس طرح اولاً کشتی ہوتی ہے پھر ملاح یوں ہی اول صورت ہوتی ہے پھر معنی لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ صورت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

افضا الی المعنی کی وجہ سے حسن آیا ہے۔ پس اگر کہیں صورت ہی مقصود ہو اور وصول الی المعنی مد نظر نہ ہو تو اس میں کوئی خوبی نہیں اب سامع گھبرا کر کہتا ہے کہ خدا کے لئے تھوڑی دیر کیلئے بیان حقائق کو چھوڑیئے اور امیر کے گدھے کو گھنٹی بجانے دیجئے یعنی وہ بیچارہ تیار کھڑا ہے لیکن چل نہیں سکتا ذرا چلایئے بھی تو سہی کہ چلنے میں گھنٹی بجے پس مولانا مخاطب کی درخواست کو منظور فرما کر فرماتے ہیں کہ اچھا سنو امیر اور اس کے بال بچے تیاری کر کے اور گھوڑوں پر سوار ہو کر گاؤں کی جانب روانہ ہو گئے۔ وہ خوش خوش جنگل کی جانب گھوڑے بڑھاتے جاتے تھے اور سافروا کے تغنموا یعنی سفر کرو تاکہ تم دولت لوٹو کہتے جاتے تھے اور سفر کے فضائل بیان کرتے تھے کہ سفر ہی سے آدمی کے خسرو (بادشاہ اور دولتمند) ہوتا ہے اور بدوں سفر کے چاند خوش رو اور مہ کامل نہیں بنتا سفر سے پیادہ شطرنج فرزین بن جاتا ہے اور سفر ہی سے یوسف علیہ السلام کو سینکڑوں مرادیں حاصل ہوئیں ان خیالات کی بناء پر وہ سفر کر رہے تھے اور دن بھر دھوپ میں اپنا منہ جلاتے تھے اور رات کو ستاروں کی رہنمائی پر چلتے تھے وہ برا راستہ ان کی نظر میں خوشنما ہو گیا تھا اور گاؤں پہنچنے کی خوشی میں وہ راستہ باوجود مکروہ ہونے کے بہشت کی طرح مرغوب ہو گیا تھا اور ایک مکروہ شے کا مرغوب ہو جانا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ شیریں لبوں کے منہ سے جو ناگوار بات نکلتی ہے یا اور کوئی کڑوی شے ان سے حاصل ہوتی ہے وہ پسندیدہ ہو جاتی ہے گلزار کی بدولت خار بھی پسندیدہ ہو جاتا ہے معشوق اگر حنظل دے تو وہ چھوہارے کے مانند لذیذ ہو جاتا ہے۔ بیوی اگر ساتھ ہو تو جنگل گھر بن جاتا ہے ارے دیکھو بہت سے نازنین اور نازک بدن اپنی گلعذار اور ماہوش محبوبہ کے لئے خوشی سے مصائب جھیلتے ہیں اور بہت سے حمالوں کی پیٹھ اپنی مہرو دلبر کی بدولت زخمی ہو جاتی ہے لوہار نے محض اس لئے کہ رات کو آ کر اپنی چاندنی کا منہ چومے گا اپنے حسن و جمال کو برباد کر کے دھوئیں سے اپنا منہ کالا کر لیا ہے ایک شخص اپنے کو دوکان کا پابند کر دیتا ہے اور وہاں سے ہل نہیں سکتا کیونکہ محض اس لئے کہ ایک سروقد بیوی نے اس کے دل میں جگہ کر رکھی ہے ایک تاجر زمین کا گز بن گیا ہے اور تری و خشکی کو روند ڈالا ہے یہ سفر وہ ایک خانہ نشین بیوی کی محبت میں کر رہا ہے غرض کہ ان واقعات سے ثابت ہو گیا کہ کسی مطلوب کی تحصیل کے لئے ناگوار شے کا گوارا اور مکروہ کا مرغوب ہو جانا کچھ بعید نہیں اب تم اس سے ایک اور بھی نتیجہ نکالو وہ یہ کہ جس کو کسی بے جان شے سے تعلق ہے وہ کسی زندہ نما کے لئے مثلاً بڑھئی جو لکڑی کی درستی میں مصروف ہے وہ اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے ایک دلکش مہ رو کی خدمت کرے گا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو سمجھنا چاہئے کہ حقیقی زندہ حق سبحانہ کے سوا کوئی نہیں اس کے سوا جتنے زندہ ہیں وہ زندہ نہیں بلکہ زندہ نما ہیں پس ہر شخص کو اسی کے وصال کے لئے اور اسی کی خدمت واطاعت کے لئے جدوجہد کرنی چاہئے کیونکہ اور تو چند روز کے بعد مردہ ہو جائیں گے مگر وہ ہمیشہ زندہ رہے گا لہذا حق سبحانہ کے سوا کوئی چیز بھی دل لگانے کے قابل نہیں پس تم اپنی پست ہمتی سے کسی ذلیل کو مونس نہ بناؤ اس لئے کہ اس کی مونسی صرف چند روزہ ہے بلکہ حق سبحانہ سے دل لگاؤ جس کی مونسی ابدی ہے دیکھو سب سے زیادہ ماں باپ تمہارے مونس تھے اور سب

www.besturdubooks.wordpress.com

سے بڑھ کر تم کو ان سے انس تھا لیکن بتاؤ کہ اگر خدا کے سوا کسی اور کے ساتھ بھی انس قائم رہ سکتا ہے تو وہ تمہارا انس آج کہاں ہے نیز اگر کوئی خدا کے سوا بھی دائمی طور پر معین و مددگار بن سکتا ہے تو بتاؤ تمہاری مددگار دایہ اور غلام کہاں ہیں اور ان کے ساتھ جو تم کو انس تھا وہ کہاں ہے پس معلوم ہوا کہ حق کے سوا کسی کے ساتھ انس قائم نہیں رہ سکتا۔علیٰ ہذا القیاس نفرت کی بھی یہی حالت ہے مثلاً شیر و پستان سے تم کو کس درجہ انس تھا لیکن آج نہیں اور مکتب سے تم کو کس بلا کی نفرت تھی مگر اب نہیں اب اس کی وجہ پر غور کرو کہ تم کو انس کیوں ہوا تھا اور کیوں زائل ہو گیا اصل وجہ یہ ہے کہ مصنوعات کی مثال ایسی ہے جیسے دیوار اور حق سبحانہ کی مثال ایسی ہے جیسے خورشید اور یہ مثال محض تقریب کے لئے ہے ولہ المثل الاعلیٰ پس جس طرح دیوار کی روشنی آفتاب کا پرتو ہوتی ہے اور بالآخر آفتاب کی طرف منجذب ہو جاتی ہے یونہی مصنوعات کے کمالات کمالات حق سبحانہ کا ظل ہیں اور ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتے ہیں پس تمہاری مونس اشیاء کے کمالات بھی ظل و پرتو کمالات حق سبحانہ تھے ان کی بناء پر تم کو انس ہوا تھا اور بعد کو وہ حق سبحانہ کی طرف راجع ہو گئے تو انس بھی جاتا رہا غرض جس چیز سے تم کو محبت ہوتی ہے اس کا منشاء ہی پرتو ہے جب وہ پرتو کسی شے پر پڑتا ہے تو تم اس پر عاشق ہو جاتے ہو اور جس موجود سے تم کو عشق ہوتا ہے وہ کمال حق سبحانہ کے پرتو سے مثل ملمع کی ہوئی شے کے ہوتی ہے اور جب وہ پرتو اور ملمع اپنی اصل کی طرف راجع ہو جاتا ہے اور وہ خالص تانبا رہ جاتی ہے اور اپنی ملمع سے خالی ہو جاتی ہے تو اس وقت اس سے تمہارا جی بھر جاتا ہے اور تم اس کو دھتا بتاتے ہو اور اس سے منہ پھیر لیتے اور دست بردار ہو جاتے ہو پس اس بناء پر تمہارا فرض یہ ہے کہ اس کے ملمع کی ہوئی صفات سے تعلق منقطع کر دو اور جہالت سے کھوٹے کو کھرا نہ کہو اس لئے کہ ان کھوٹوں کے اندر جو کھرا پن ہے وہ چند روزہ ہے اور اس کی زینت کے تحت میں انتہائی بھدا پن چھپا ہوا ہے اور یہ جو ملمع ہے یہ بھی قائم نہ رہے گا بلکہ ایک روز اپنی اصل کی طرف راجع ہو جائے گا اس لئے تم کو بھی اس اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جس کی طرف وہ راجع ہوتا ہے یاد رکھو کہ یہ نور اس دیوار پر قائم نہ رہے گا بلکہ اپنی اصل یعنی آفتاب حقیقی کی طرف راجع ہو گا ایسی حالت میں تمہارا فرض یہ ہے کہ تم بھی خورشید ہی کی طرف متوجہ ہو کیونکہ مناسب یہی ہے اور دیوار پر عاشق ہو جانا بالکل نامناسب اور نازیبا ہے اس کے بعد ہم دوسرے عنوان سے تم کو سمجھاتے ہیں دیکھو مخلوق میں جو کمالات ہیں ان کی مثال پرنالے کے پانی کی سی ہے اور حق سبحانہ کے کمالات کی مثال آب بارش کی سی پس جب تم یہ دیکھتے ہو کہ پرنالہ ہماری ضرورت کو پورا نہیں کر سکتا کیونکہ وہ خود محتاج ہے بارش کا تو تم کو آسمان سے پانی لینا چاہئے یعنی کمالات حق سبحانہ کو اختیار کرنا چاہئے یاد رکھو کہ جب بھیڑیوں کو پھانسنے کے لئے جال لگایا جاتا ہے تو اس میں ایک دنبہ باندھ دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کو دیکھ کر اس میں پھنس جاوے لیکن وہ دنبہ کی اصلی جگہ نہیں ہوتی۔لیکن بھیڑیا تو اس کو سمجھتا نہیں اور اس کے لالچ میں پھنس جاتا ہے یونہی کمالات مخلوق اپنی اصلی جگہ نہیں ہیں بلکہ وہ عارضی اور ذریعہ امتحان ہیں لیکن لوگ اس راز کو نہیں سمجھتے اور ان پر

www.besturdubooks.wordpress.com

فریفتہ ہو کر دام شیطانی میں پھنس جاتے ہیں جب یہ سن چکے تو اب اصل قصہ سنو وہ بیوقوف گاؤں کی طرف جا رہے تھے اور حصول منافع کو اتنا ہی یقینی سمجھتے تھے جیسا کہ اشرفیاں گرہ میں بندھی ہوئی ہیں اور اس بناء پر ان کا حصول یقینی ہے غرض وہ اسی طرح خوش خوش اور شاداں وفرحاں جارہے تھے اور اس رہٹ کی طرح چکر کھا رہے تھے ان کی بے تابی کی یہ حالت تھی کہ جب کوئی پرندہ گاؤں کی طرف اڑتا تھا تو بے تاب ہو کر کپڑے پھاڑ لیتے تھے اور کہتے تھے کہ کسی طرح ہم اس سے پہلے پہنچ جائیں اور اس قدر شغف بڑھا ہوا تھا کہ گاؤں کی طرف سے آنے والی صبا سے ان کی جان میں جان آتی تھی اور جو شخص گاؤں کی طرف سے آتا ہوا ملتا تو فرط محبت سے اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے اور کہتے کہ تو نے ہمارے یار کو دیکھا ہے تو گویا کہ ہماری جان کو دیکھا ہے۔

شرح شبّیری

مجنوں کا اس کتے کو نوازنا جو کہ کوچہ لیلیٰ میں رہا کرتا تھا

ہمچو مجنوں کو سگے را می نواخت	بوسہ اش میداد و پیشش میگداخت
مجنوں کی طرح کہ وہ ایک کتے کو نوازتا تھا	اس کو چومتا' اس پر جان نثار کرتا

یعنی مجنوں کی مانند کہ وہ کتے کو نوازا کرتا تھا اور اسکو چوما کرتا تھا اور اس کے سامنے گھلا جاتا تھا۔

گرد او می گشت خاضع در طواف	ہمچو حاجی گرد کعبہ بے گزاف
عاجزی سے طواف میں اس کے چاروں طرف گھومتا تھا	بلا تکلف جس طرح حاجی کعبہ کے چاروں طرف

یعنی وہ مجنوں اس کتے کے گرد طواف میں بہت ہی خضوع میں پھرتا تھا جیسے کہ حاجی کعبہ کے گرد بے مسخرگی کے پھرتا ہے مطلب یہ کہ اس کو اس سے مسخرگی مقصود نہ تھی بلکہ اس کتے کی وقعت واقع میں اس کے قلب میں ایسی ہی تھی جیسی کہ وہ ظاہر کرتا تھا۔

گہ سر و پایش ہمی بوسید و ناف	گہ جلاب شکرش میداد صاف
کبھی اس کے سر اور پیر اور ناف کو چومتا تھا	کبھی صاف شکر آمیز گلاب پلاتا تھا

یعنی اس کا سر اور پاؤں اور ناف چوما کرتا تھا اور اس کو شربت قند اور شکر صاف دیا کرتا تھا۔

بوالفضولے گفت کاے مجنون خام	ایں چہ شید ست اینکہ می آری مدام
ایک بے ہودہ نے کہا اے ناقص پاگل	یہ کیسی مکاری ہے جو تو ہمیشہ کرتا ہے

یعنی ایک بوالفضول نے کہا کہ اے مجنوں خام یہ کیا مکاری ہے جو کہ تو ہمیشہ کیا کرتا ہے چونکہ اس کے قلب

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تو اس کی الفت نہ تھی اس لئے اس کو مکر اور فریب معلوم ہوا اور اس نے کہا کہ۔

پوز سگ دایم پلیدی میخورد	مقعد خود را بلب می استرد
کتے کی تھوتھنی ہمیشہ پلیدی کھاتی ہے	اپنی مقعد کو ہونٹوں سے چاٹتی ہے

یعنی کتے کا منہ ہمیشہ پلیدی کھاتا ہے اور وہ اپنے مقعد کو لب سے صاف کرتا ہے باوجود اس کے پھر تو اس کو چومنا چاہتا ہے آخ تھو۔

عیبہائے سگ بسے او می شمرد	عیبداں از عیبداں بوئے نبرد
وہ کتے کے بہت سے عیب گنتا رہا	عیب جاننے والا غیب جاننے والے کا راز نہ پا سکا

یعنی اس شخص نے کتے کے بہت عیوب گنے مگر عیب داں راز داں سے کوئی بو نہ لے گیا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس شخص نے کتے کی بہت ہی برائیاں کیں اور یہ سب اس لئے تھا کہ یہ شخص تو عیب داں تھا اور مجنوں غیب داں یعنی راز داں تھا جو راز اور بھید اس کتے کے اندر تھا اس کو تو مجنوں ہی جانتا تھا اس بے چارے کو کیا خبر کہ اس میں کیا بات ہے۔ کہ جس سے یہ اس قدر محبوب ہے غرض کہ جب اس نے کتوں کی بہت برائی کر لی تو مجنوں بولا کہ۔

گفت مجنوں تو ہمہ نقشی و تن	اندر آ و بنگرش از چشم من
مجنوں نے کہا تو مجسم نقش اور صورت ہے	اندر آ' اور اس کو میری آنکھ سے دیکھ

یعنی مجنوں نے کہا کہ تو تو بالکل صورت اور تن (پرست) ہے تو اندر آ کر میری آنکھ سے دیکھ۔

کایں طلسم بستۂ مولیٰ است ایں	پاسبان کوچۂ لیلیٰ است ایں
کہ یہ طلسم مولیٰ کا قائم کیا ہوا ہے	یہ لیلیٰ کے کوچہ کا محافظ ہے

یعنی یہ طلسم حق تعالیٰ کا لگایا ہوا ہے اور یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تو تو صرف صورت کو دیکھ رہا ہے کہ اس کی صورت کتے کی ہے اور تجھے یہ خبر نہیں کہ اس کے اندر ایک طلسم ہے جس پر کہ حق تعالیٰ نے اس صورت کی مہر لگا رکھی ہے اور وہ طلسم اس کی وہی صفت دربانی لیلیٰ ہے پس اس صفت پر ہم تو عاشق ہیں نہ کہ اس کی صورت پر۔

ہمتش بین و دل و جاں را شناخت	کو کجا بگزید و مسکن گاہ ساخت
اس کی ہمت اور دل اور جان اور پہچان کو دیکھ	کہ اس نے کس جگہ کو پسند کیا اور ٹھکانا بنایا ہے

یعنی اس کتے کی ہمت اور دل اور جان کو دیکھو کہ اس نے (کیسا) پہچانا (اور اس بات کو دیکھو) کہ اس نے کہاں (جگہ) اختیار کی ہے اور مسکن گاہ بنائی ہے بات دیکھنے کی تو یہ ہے کہ اللہ اکبر لیلیٰ کے کوچہ میں جو اس نے جگہ بنائی ہے تو اس کو کہاں سے عقل آئی کہ اس نے ایسی جگہ اختیار کی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او سگ فرخ رخ کہف من است	بلکہ او ہمدرد و ہم لہف من است
وہ میرے غار کا مبارک رو کتا ہے	بلکہ وہ میرا ہمدرد اور غم خوار ہے

یعنی یہ کتا مبارک رو میرا پناہ ہے بلکہ وہ میرا ہمدرد اور ہم لہف ہے۔ بقول بعض محققین مطلب یہ کہ یہ تو اس صفت کی بدولت میرا ہمدرد اور جائے پناہ بن گیا ہے تو جس طرح کہ یہ مجنون صرف اس مناسبت سے کہ اس کی لیلیٰ کے کوچہ کا کتا ہے اس کی اس قدر منزلت کرتا تھا اسی طرح وہ لوگ بھی جو ادھر سے آتا تھا اس کی قدر و منزلت کرتے تھے اس لئے کہ اس نے اس دیہاتی کو جوان کا دوست تھا دیکھا تھا خوب کہا ہے کہ۔

نازم بچشم خود کہ جمال تو دیدہ است　　　افتم بپائے خود کہ بکویت رسیدہ است

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آں سگے کہ گشت در کویش مقیم	خاک پائش بہ ز شیران عظیم
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں مقیم ہے	بڑے شیروں سے اس کے پیروں کی خاک بہتر ہے

یعنی جو کتا کہ اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) کوچہ میں مقیم ہو جاوے اس کی خاک پا بڑے بڑے شیروں سے بہتر ہے یہاں سگ سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ ظاہر حالت میں ذلیل رہتے ہیں اور جن کی شان حدیث کم من اشعث اغبر الخ کے مطابق ہے مطلب یہ کہ جب اس کتے کی جو کہ مقیم کوچہ لیلیٰ تھا یہ قدر ہے تو بھلا وہ لوگ جو ظاہر حالت میں اگرچہ خراب و خستہ ہیں مگر مقیم کوئے حق ہیں کیوں قدر کے قابل نہ ہوں گے ان کی تو خاک پا بھی ان ظاہری قوی اور باعزت دنیاداروں کے جسم سے بھی کہیں زیادہ ہے۔

آں سگے کہ باشد اندر کوئے او	من بہ شیراں کے دہم یک موئے او
وہ کتا جو اس کے کوچہ میں ہو	میں شیروں کے بدلے میں اس کا ایک بال کب دے سکتا ہوں

یعنی جو کتا کہ اس کے کوچہ میں مقیم ہو تو میں اس کا ایک بال بھی شیروں کو کب دوں۔ مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ بظاہر ذلیل و خوار ہے مگر مقیم کوئے حق ہے اس کی تو میں ان دنیاداروں کو ہوا بھی نہ لگنے دوں اور ان ظاہری عزت والوں کو اس کے ہاتھ بھی نہ لگانے دوں۔ اس لئے کہ اگرچہ اس کی ظاہری حالت ذلیل ہے مگر اس کا ایک ایک بال اس قدر معزز ہے کہ ان کا سارا جسم بھی اس قدر معزز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کے اس بال کو بھی عزت حقیقی حاصل ہے اور ان کے اس سارے جثہ کو بھی عزت حقیقی حاصل نہیں ہے تو پھر مجازی اور رعایتی کے سامنے خواہ وہ کتنی ہی باعزت کیوں نہ ہو حقیقی شے ہمیشہ بڑھی ہوئی ہوگی اگرچہ ظاہر میں تھوڑی اور کم ہی ہو۔

آنکہ شیراں مر سگانت را غلام	گفتن امکاں نیست خامش والسلام
وہ ذات کے شیراس کے کتے کے غلام ہیں	بیان کرنا ممکن نہیں ہے چپ ہو جا والسلام

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے وہ شخص کہ شیر اس کے کتوں کے غلام ہیں کہنا ممکن نہیں ہے۔ لہذا چپ رہو والسلام مطلب یہ کہ یہ تو وہ حضرات ہیں کہ ان کے ادنیٰ خدام کے تابع یہ سب شیران دنیاوی ہیں ان کی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں لیکن کیا کریں ہمارے اندر اس قدر استعداد ہی نہیں ہے کہ ان کی عزت کو پوری طرح بیان کر سکیں لہذا بہتر یہی ہے کہ چپ رہیں اور جتنا بیان کر دیا ہے اسی پر اکتفا کریں والسلام آگے فرماتے ہیں کہ ہمارے بیان کرنے کی حاجت ہی نہیں بلکہ۔

گر ز صورت بگزرید اے دوستاں	جنت است و گلستاں در گلستاں
اے دوستو! اگر تم صورت سے گزر جاؤ گے	جنت ہے اور باغ در باغ ہیں

یعنی اے دوستو اگر تم صورت سے گزر جاؤ تو پھر جنت ہی جنت ہے اور گلستاں ہی گلستاں ہے مطلب یہ کہ یہ صورت ہی حاجب ہو رہی ہے اور حقیقت بینی سے مانع ہے ورنہ اگر تم اس صورت پر نظر نہ کرو تو پھر تو نور ہی نور اور جنت ہی جنت ہے اس لئے کہ ان کے قلب میں تو باغ و بہار ہے اور انوار و معارف بھرے پڑے ہیں اب کوئی کہہ سکتا تھا کہ بھلا کس کی صورت سے قطع نظر کرتے پھریں اور کہاں کہاں صورت کو توڑیں مولانا اس کی ایک بہت سہل تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

صورت خود چوں شکستی سوختی	صورت گل را شکست آموختی
جب تو نے اپنی صورت توڑ دی (اور) جلا دی	(تو) سب کی صورت کو توڑنا سیکھ لیا

یعنی جب تو نے اپنی صورت کو توڑ دیا اور جلا دیا تو بس ساری صورتوں کو شکست سکھا دیا مطلب یہ کہ بس جب اپنی ہستی پر نظر نہ رہے گی اور اس کو فنا کر دو گے پھر ساری ہستیاں فانی معلوم ہوں گی اس کی ضرورت ہی نہ ہوگی کہ سب کو الگ الگ توڑتے اور ان سے قطع نظر کرتے پھرو پس جب تم اپنی ہستی کو مٹا چکو گے تو یہ ہوگا کہ۔

بعد ازاں ہر صورتے را بشکنی	ہمچو حیدر باب خیبر کنی
اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا	حیدر کی طرح خیبر کے دروازے کو اکھاڑ دے گا

یعنی اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ دے گا اور حیدر رضی اللہ عنہ کی طرح باب خیبر کو اکھاڑ دے گا۔ صورت کے توڑنے سے مراد ان سے قطع نظر کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے اپنی صورت سے قطع نظر کر لی اور اپنی حقیقت پر نظر کی تو پھر یوں سمجھو کہ تم نے باب خیبر کو فتح کر لیا اور بہت بڑا کام کر لیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ صورت پر نظر ہونے سے حقیقت پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ خواجہ صاحب ان الفاظ کی صورت کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئے اور یہ خبر نہ ہوئی کہ اس کے اندر آیا صدق ہے یا کذب ہے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ

سغبۂ صورت شد آں خواجہ سلیم	کو بدہ می شد بگفتار سقیم
وہ بھولا خواجہ صورت پر فریفتہ ہو گیا	جو غلط باتوں سے گاؤں کی طرف روانہ ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ بھولا بھالا خواجہ اسی صورت الفاظ پر فریفتہ ہوگیا تھا اور کذب کو صدق کی وجہ سے گاؤں میں جارہا تھا مطلب یہ کہ چونکہ وہ ان فضول باتوں پر فریفتہ ہوگیا تھا اور کذب کو صدق سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گاؤں کو روانہ ہوگیا۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

سوئے دام آں تملق شادماں	ہمچو مرغے سوئے دانہ امتحاں
خوشاد کے اس جال کی جانب خوشی خوشی	جیسا کہ پرند آزمائش کے دانہ کی جانب

یعنی اس تملق کی جان کی طرف وہ خوش خوش اس جانور کی طرح کہ جو دانہ آزمائش کی طرف جاتا ہو (جام رہا تھا) مطلب یہ کہ جس طرح کہ جال میں دانہ رکھا ہوا ہوتا ہے تو جانور اس کی طرف جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح یہ خواجہ بھی ان باتوں کو صادق خیال کر کے چلا تھا آخر کار پھنس گیا۔

از کرم دانست آں مرغ حریص	دانہ را باوام لیکن شد محیص
اس لالچی پرند نے منجملہ سخاوت جانا	دانہ کو جال کے ساتھ لیکن بچاؤ کا موقع جاتا رہا

یعنی وہ مرغ حریص اس دانہ کو کرم کی وجہ سے سمجھا لیکن وہ جال ہوگیا۔ مطلب یہ کہ وہ جانور یوں سمجھا کہ یہ دانہ صیاد نے کرم کی وجہ سے ڈالا ہے اور اس کا غایت کرم ہے کہ ہم کو دانہ کھلاتا ہے مگر وہی اس کے لئے دام تزویر ہوگیا کہ پھنس گیا۔

از کرم دانست مرغ آں دانہ را	غایت حرص است نے جود وعطا
پرند اس دانہ کو منجملہ سخاوت جانا	(لیکن یہ تو) انتہائی لالچ ہے نہ کہ بخشش اور عطا

یعنی جانور تو اس کو کرم کی وجہ سے سمجھتا ہے بلکہ وہ غایت حرص کی وجہ سے ہے جود وعطا نہیں ہے۔ اس لئے کہ جب صیاد کو حرص شکار ہوئی جب ہی تو اس نے یہ جال پھیلایا ہے ورنہ کیوں جال پھیلاتا تو یہ کرم نہیں بلکہ صیاد کی حرص ہے۔

مرغگاں در طمع دانہ شادماں	سوئے آں تزویر پراں دواں
پرند دانہ کے لالچ میں خوشی خوشی	اس مکر کی جانب اڑاور دوڑ رہے تھے

یعنی جانور دانہ کی طمع میں خوش خوش اس جان کی طرف دوڑ رہے ہیں اور اڑ رہے ہیں اسی طرح یہ خواجہ اور اس کے اہل وعیال خوش خوش اس دام تزویر کی طرف جارہے تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر ز شادی ہاش آگاہت کنم	ترسم اے رہرو کہ بے گاہت کنم
اگر میں تجھے ان کی خوشیوں سے باخبر کروں	اے رہرو! میں ڈرتا ہوں کہ تیرا وقت بیکار کروں گا

یعنی اگر اس خواجہ کی خوشی سے تم کو آگاہ کروں تو اے خواجہ میں ڈرتا ہوں کہ میں تم کو بے وقت کردوں گا مطلب یہ کہ اگر میں اس کی خوشی کی پوری کیفیت بیان کروں تو مجھے خوف ہے کہ قصہ طویل ہوجاوے اور اصل

www.besturdubooks.wordpress.com

مقصود بھی ہاتھ سے جاتا ہے اس لئے آگے قصہ کو مختصر کر کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

مختصر کردم چو آمد دہ پدید	خود نبود آں دہ دہ دیگر گزید
میں نے مختصر کر دیا جو گاؤں نظر آیا	یہ وہ گاؤں نہ تھا دوسرا گاؤں تھا

یعنی میں مختصر کرتا ہوں کہ جب وہ گاؤں آیا تو خود وہ گاؤں نہ تھا بلکہ کوئی گاؤں دوسرا (اس خواجہ نے) اختیار کر لیا تھا غرضکہ بے چارے راستہ بہک گئے۔

قرب ماہے دہ بدہ می تاختند	زانکہ راہ دہ نکو نشناختند
تقریباً وہ ایک مہینہ گاؤں در گاؤں بھاگے پھرے	کیونکہ وہ گاؤں کے راستہ کو اچھی طرح نہ جانتے تھے

یعنی قریب ایک ماہ کے وہ گاؤں در گاؤں دوڑ رہے تھے اس لئے کہ گاؤں کا راستہ پوری طرح پہچانتے نہ تھے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ در رہ بے قلاوزے رود	ہر دو روزہ راہ صد سالہ شود
جو بغیر رہبر کے راستہ پر چلے گا	دو دن کا راستہ سو سال کا ہو جائے گا

یعنی جو شخص کہ راہ میں بے رہبر کے چلے تو دو دن کی راہ اس کو راہ صد سالہ کی برابر ہو جاتی ہے۔ مولانا کے ظاہر الفاظ تو اس راہ پر دال ہیں مگر مقصود مولانا کا راہ حق مراد ہے۔

ہر کہ تازد سوئے کعبہ بے دلیل	ہمچو ایں سرگشتگاں گردد ذلیل
جو کعبہ کی جانب بغیر راہبر کے روانہ ہو گا	وہ ان حیرانوں کی طرح ذلیل ہو گا

یعنی جو شخص کہ کعبہ کی طرف بلا دلیل دوڑے وہ ان بھٹکے ہوؤں کی طرح ذلیل ہی ہوگا۔

ہر کہ گیرد پیشۂ بے اوستا	ریشخندے شد بہ شہر و روستا
جو بغیر کسی استاد کے کوئی پیشہ اختیار کرتا ہے	وہ گاؤں اور شہر میں مضحکہ بنتا ہے

یعنی جو شخص کہ بے اوستاد کے کسی پیشہ کو اختیار کر لے تو اس کا مذاق ہر شہر اور گاؤں میں ہوگا اس لئے کہ کام ہوگا نہیں تو مذاق ہی اڑے گا۔

زانکہ نادر باشد اندر خافقیں	کادمی سر برزند بے والدیں
مشرق و مغرب میں یہ بات نادر ہو گی	کہ بغیر ماں باپ کے آدمی پیدا ہو

یعنی اس لئے کہ یہ بات اس زمانہ میں بہت نادر ہے کہ آدمی بے والدین کے پرورش پائے تو جب اسباب ہی سے سب کام ہوتے ہیں تو اس راہ پانے کا سبب وجود رہبر ہی ہے اس کے بغیر راہ یابی بہت مشکل ہے اور اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

کسی کو مل گئی ہے تو وہ نادر ہے آگے اس کی مثال ہے کہ۔

مال او یابد کہ کسبے میکند	نادرے باشد کہ بر گنجے زند
مال وہ پاتا ہے جو کماتا ہے	نادر ہوتا ہے کہ خزانہ مل جائے

یعنی مال اسی کو ملتا ہے جو کہ کمائی کرے اور یہ امر نادر ہے کہ کوئی خزانہ پہنچ جاوے۔

مصطفائے کو کہ جسمش جان بود	تا کہ رحمٰن علم القرآں بود
مصطفیٰ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی روح تھا	تا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھا دے

یعنی وہ مصطفےٰ کہاں ہیں کہ ان کا جسم بھی جان ہے یہاں تک کہ حق تعالیٰ علم القرآن ہوں مطلب یہ کہ ایسے لوگ کہاں ہیں کہ جن کا جسم بھی مشغول حق میں جان کی طرح ہو اور ان کا مربی بلا واسطہ حق تعالیٰ ہوں اب تو یہی ہے کہ اسباب کو مہیا کر و اور کام ہو جاوے تو رہبر کو ساتھ لو تب کام چل سکتا ہے اس لئے کہ۔

اہل تن را جملہ علم بالقلم	واسطہ افراشت در بذل وکرم
تمام جسمانی لوگوں کو قلم سے سکھایا کا	واسطہ بنایا جود و عطا میں

یعنی اہل تن کو تو جملہ علم بالقلم بذل کرم میں واسطہ ڈالا ہے مطلب یہ کہ جن کو بلا واسطہ خود ہی تعلیم قرآن فرمائی تو وہ بہت کم لوگ ہیں ورنہ اور سب کے لئے تو علم کیلئے قلم ہی کو واسطہ فرمایا جا رہا ہے تو جب واسطہ ہوتا ہے جب ہی کرم ہوتا ہے۔

ہر حریصے ہست محروم اے پسر	چوں حریصاں تگ مرو آہستہ تر
اے بیٹا! ہر لالچی محروم ہے	لالچیوں کی طرح نہ دوڑ بہت آہستہ (چل)

یعنی اے صاحبزادے ہر حریص محروم ہے تو تو حریصوں کی طرح دوڑ کر مت چل آہستہ چل تا کہ مطلوب تک وصول ہو جاوے آگے پھر اس خواجہ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندراں رہ رنجہا دیدند و تاب	چوں عذاب مرغ خاکی اندر آب
اس راستہ میں انہوں نے بہت رنج اور تکلیف دیکھی	جیسا کہ خشکی کے پرند کی تکلیف پانی میں

یعنی اس راہ میں انہوں نے بہت تکالیف اور تپش دیکھی جیسے کہ مرغ خاکی پانی میں مصیبت میں ہوتا ہے اسی طرح وہ بھی مصیبت میں مبتلا ہو رہے تھے اور ان کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ۔

سیر گشتہ از دہ و از روستا	وز شکر ریزی چناں نا اوستا
وہ گاؤں اور دیہاتی سے بیزار ہو گیا	اور ایسے بے استادے کی میٹھی باتوں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ گاؤں سے اور روستائی سب سے سیر ہو گئے تھے اور ایسے نالائق کی مہمانی سے بھی۔ چونکہ تکالیف بہت برداشت کی تھیں اس لئے سخت پریشان ہو کر کہتے تھے کہ بس باز آئے اور طبیعت سیر ہو گئی تھی جیسا کہ قاعدہ ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اس بارہ میں اس کی حالت مجنوں کی طرح تھی کہ وہ سگ لیلیٰ کی وقعت کرتا تھا اور اس کو چومتا تھا اور اس کے سامنے گھلا جاتا تھا۔ اور بہت عاجزی کے ساتھ اس کے گرد پھر پھر کر اس پر قربان ہوتا تھا بلا مبالغہ اس کی ایسی حالت تھی جیسے کوئی حاجی خانہ کعبہ کے گرد پھرتا ہو وہ کبھی اس کا سر چومتا تھا کبھی پاؤں کبھی ناف اور کبھی اس کو شکر کا شربت پلاتا تھا اس کی یہ حالت دیکھ کر ایک بے ہودہ نے کہا کہ اے مجنوں یہ کیا مکر ہے جو تو ہمیشہ کیا کرتا ہے کتے کا منہ ہمیشہ ناپاکی کھاتا اور ہونٹوں سے اپنے پائخانہ کا مقام صاف کرتا ہے۔ بھلا ایسا منہ چومنے کے قابل ہے یہ شخص کتے کے بہت سے عیوب بیان کر رہا تھا لیکن اس عیب سے واقف شخص کو مجنونی کی ہوا بھی نہ لگی تھی جو اس کے ان کمالات سے واقف تھا جو اس کی نظر سے مخفی تھی اس کا اعتراض سن کر مجنوں نے جواب دیا کہ تو تو سراسر ظاہر پرست ہے ذرا میری آنکھوں سے اس کے باطن کو دیکھ کہ حق سبحانہ نے اس کو ایک عجیب طلسم بنایا ہے یعنی کہ یہ لیلیٰ کے کوچہ کا پاسبان ہے۔ ذرا اس کی ہمت اس کی روح اور اس کی تمیز تو دیکھو کہ اس نے کیسی جگہ انتخاب کی ہے اور کہاں مسکن بنایا ہے یہ اوصاف کسی معمولی کتے میں ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ ارے یہ مبارک روکتا تو میری لیلیٰ کا کتا ہے جو کہ میری جائے پناہ ہے بلکہ وہ تو میرا ہمدرد اور میرے رنج میں شریک ہے کہ وہ بھی لیلیٰ کا دلسوز ہے اور میں بھی۔ جو کتا کہ کوچہ لیلیٰ میں رہتا ہے میرے نزدیک تو اس کے پاؤں کی خاک بڑے بڑے شیروں سے بڑھ کر ہے اور جو کتا اس کی گلی کا رہنے والا ہے اس کا ایک بال شیروں کے بدلے میں نہیں دے سکتا اور لیلیٰ جس کے کتوں کے شیر غلام ہیں اس کے اوصاف بیان کرنا تو میرے امکان سے باہر ہے لہذا خاموش رہنا چاہئے فقط (شعر آں سگے الخ اور اس سے اگلا اور اس سے تیسرا سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ مقولۂ مجنون ہے اور یہ بھی ممکن ہو کہ مولانا کا مقولہ ہو اور سگ سے مراد وہ اہل اللہ ہوں جو لوگوں کی نظروں میں حقیر ہیں اور دنیوی وجاہت اصلاً نہیں رکھتے اور شیروں سے مراد دنیا کے امراء وسلاطین ہوں اس وقت بھی ترجمہ وہی ہو گا جو لکھا گیا فقط لیلیٰ کی جگہ حق سبحانہ رکھا جاوے گا) آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح صورت سگ نے اس کی اس حقیقت کو محجوب کر رکھا تھا جو مجنوں کی نظر میں تھی یوں ہی صورت ظاہری نے حقیقت واقعیہ کو محجوب کر رکھا ہے۔ پس اگر تم صورت کو چھوڑ دو اور حقیقت کو دیکھو تو بس جنت اور گلزار ہی گلزار ہے اب ہم ایک قاعدہ بتاتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہو گا کہ صورت سے گزرنے کی کیا صورت ہے جب تو اپنی صورت کو توڑ پھوڑ دے گا اور جلا پھونک دے گا تو تجھ کو سب صورتوں کا توڑنا آ جاوے گا اس کے بعد تو ہر صورت کو توڑ سکے گا اور جناب علی

www.besturdubooks.wordpress.com

کرم اللہ وجہہ کی طرح اس در خیبر کو اکھیڑ سکے گا (اپنی صورت کو توڑنا اور جلانا ترک لذات وشہوات وفنا فی اللہ ہے) جس طرح اس معترض مجنوں نے صورت سے دھوکہ کھایا اور عام طور پر لوگ صورت پر فریفتہ ہیں یوں ہی یہ بیوقوف امیر بھی جو غیر صحیح گفتگو کی بناء پر گاؤں جا رہا تھا صورت گفتگو پر فریفتہ ہوا اور حقیقت تک نہ پہنچا وہ خوشامد کے جال میں پھنسنے کے لئے خوش خوش چل دیا جس طرح پرندہ اس دانہ کی طرف جاتا ہے جو اس کو مصیبت میں پھنسانے والا ہے۔ یہ حریص پرندہ جال کے دانوں کو ناشی از کرم وسخاوت سمجھتا ہے مگر ان سے اس کی رہائی اور آزادی رخصت ہو جاتی ہے وہ دانوں کو سخاوت سے ناشی سمجھتا ہے لیکن واقع میں ان کا منشا غایت حرص صیاد ہوتی ہے نہ کہ سخاوت وبخشش لیکن پرندے چونکہ اس راز سے واقف نہیں ہوتے اس لئے دانہ کے لالچ میں خوش خوش اس دام فریب کی طرف اڑتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ یہی حالت بالکل اس امیر کی تھی وہ بھی خوش خوش مصیبت میں پھنسنے کے لئے جا رہا تھا اور اتنا خوش تھا کہ اگر میں تم سے اس کی خوشی کی تفصیل بیان کروں تو مجھے اندیشہ ہے کہیں ناوقت نہ ہو جاوے اور ضروری باتیں بیان سے رہ جائیں اس لئے میں اس کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ جب کوئی گاؤں نظر پڑتا اور وہ وہاں پہنچتے اور پہنچنے پر معلوم ہوتا کہ وہ گاؤں نہیں بلکہ ہم کسی اور گاؤں میں چلے آئے چونکہ گاؤں کو جانتے نہ تھے اس لئے تقریباً ایک ماہ تک یوں ہی پریشان پھرتے رہے اور پھرنا ہی چاہئے تھا کیونکہ جو شخص بدوں استاد کے کوئی کام کرتا ہے تو کیا شہر کیا دیہات ہر جگہ مسخرہ بنایا جاتا ہے اور جو شخص بلا رہبر کے کسی راستہ پر چلتا ہے عام ہے کہ راہ حق ہو یا راہ متعارف تو دو دن کا راستہ سو برس میں طے ہوتا ہے یعنی اس کے طے کرنے میں بہت وقت صرف ہوتا ہے اور جو شخص کہ بلا رہبر کے کعبہ کا سفر کرتا ہے وہ انہیں حیران وپریشان لوگوں کی طرح ذلیل ہوتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عادۃ اللہ یوں ہی جاری ہے کہ وہ اسباب پر نتائج مرتب کرتے ہیں گو اسباب نہ فی حد ذاتہا موثر ہیں نہ حق سبحانہ ان کے محتاج۔ لیکن انہوں نے باختیار خود اپنی غالب عادت یوں ہی قرار دے رکھی ہے کہ بلا وسائط وہ نتیجہ مرتب نہیں فرماتے چنانچہ ایسا دنیا میں بہت کم ہوتا ہے کہ بلا ماں باپ کے بچہ ہو جاوے اس لئے علی العموم مال اسی کو ملتا ہے جو کماتا ہے اور ایسا شاذ ونادر ہوتا ہے کہ کسی کو خزانہ مل جاوے۔ ہر شخص جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کا جسم بھی بوجہ غایت لطافت وصلاحیت وفقدان مقتضیات نفسانیہ کے روح کے مماثل کے تو ہے نہیں کہ حق سبحانہ اس کو بلا واسطہ تعلیم فرمائیں جس طرح جناب رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو تعلیم فرمائی تھی چنانچہ فرمایا ہے **الرحمن علم القرآن** بلکہ عام طور پر لوگوں پر جسمانیت غالب ہے جو کہ افاضہ بلا توسط سے عادۃ مانع ہے اس لئے ایسے لوگوں کے لئے **علم بالقلم** فرمایا اور صرف کرم کے لئے تعلیم کو واسطہ مقرر فرمایا جب یہ معلوم ہوا کہ کسی راہ پر چلنے کے لئے راہبر کی ضرورت ہے اور بدوں راہبر کے چلنے والا پریشان ہوتا ہے اس بنا پر اس کا پریشان ہونا ضروری تھا اور ان تمام پریشانیوں کا اصل منشاء حرص تھا لہذا حرص کے متعلق ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک مفید اور نہایت کار آمد بات تم کو بتلاتے ہیں سنو حریص محروم ہوتا ہے کیونکہ حرص عاقبت اندیشی سے مانع ہوتی ہے اور ناعاقبت اندیشی کا لازمی نتیجہ محرومی و ناکامی ہے لہٰذا تم کو حریصوں کی طرح دوڑ کر نہ چلنا چاہئے بلکہ آہستہ آہستہ اور سوچ سمجھ کر اور مآل پر نظر کر کے کام کرنا چاہئے۔ خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب اصل مقصد سنو اس راستہ میں امیر اور اس کے ساتھیوں کو بہت کچھ تکلیفیں اٹھانی پڑیں اور بہت پیچ و تاب کھانے پڑے اور ایسی تکلیف ہوئی جیسے خشکی کے جانور کو پانی میں ہوتی ہے حتیٰ کہ گاؤں سے بھی ان کا جی بھر گیا اور اس دہقانی سے بھی اور اس کندہ ناتراش کی شکرریزی اور آؤ بھگت سے بھی مگر کرتے کیا مجبور تھے اس لئے گاؤں ہی کو تلاش کیا اور اللہ اللہ کر کے ایک مہینہ کے بعد گاؤں میں پہنچے جب وہاں پہنچے تو نہ ان کے پاس سامان رہا تھا اور نہ ان کے گھوڑوں کے لئے چارہ تھا کیونکہ سامان لے کر چلے تھے دو چار دن کا لگ گیا ایک مہینہ۔

شرح شبّیری

خواجہ اور اس کے متعلقین کا گاؤں میں پہنچنا اور دیہاتی کا انکو اجنبی اور ناآشنا ٹھہرانا

بعد ماہے چوں رسیدند آں طرف	بینوا ایشاں ستوں را بے علف
جب وہ اس طرف ایک مہینہ کے بعد پہنچے	وہ بے سروسامان (اور) چوپائے بغیر گھاس کے تھے

یعنی بعد ایک مہینے کے جب وہ لوگ اس طرف پہنچے تو وہ خود تو بے توشہ تھے اور ان کے بیل بے گھاس دانہ۔

روستائی بیں کہ از بدنیتی	میکند بعد اللتیا و التی
دیہاتی کو دیکھ کر بدنیتی سے	چناں و چنیں کے بعد کرتا ہے

یعنی اس گنوار کو دیکھو کہ (کمبخت) بدنیتی کی وجہ سے ایسی ویسی باتوں کے بعد یہ کرتا ہے کہ۔

روئے پنہاں میکند زایشاں بروز	تا سوئے باغش نہ بکشایند پوز
ان سے دن میں منہ چھپاتا ہے	تاکہ وہ اس کے باغ کی جانب منہ نہ کھولیں

یعنی ان لوگوں سے دن دہاڑے روپوشی اختیار کرتا ہے تاکہ اس کے باغ کی طرف منہ نہ کھولیں۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ بے چارے ایک ماہ کے بعد مارے تاڑے اس گاؤں میں پہنچے اور وہ کمبخت روستائی دن دہاڑے روپوشی کرتا ہے اور چھپتا پھرتا ہے اگر رات ہوتو خیر ایک دوسرے کو دیکھتے بھی نہیں آنکھ تو چار نہ ہوں یہاں تو نالائق اس قدر بے مروتی کرتا ہے کہ دن دہاڑے دیدوں میں دیدے ڈال کر بے مروتی کرتا ہے بس حد ہوگئی اور صرف

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے کہ اگر ان کے ساتھ بے مروت کرتا ہوں تو میرے باغ کے میوے سب کھا جائیں ایسے شخص کے لئے تو یہی کہا جاوے گا کہ خدا ایسے کو غارت ہی کرے مولانا کو بھی غصہ آ گیا ہے فرماتے ہیں کہ۔

آں چناں رو کہ ہمہ زرق و سرشت	از مسلماناں نہاں اولیٰ ترست
ایسا چہرہ جو جسم مکر اور شرارت ہے	مسلمانوں سے چھپا رہنا بہتر ہے

یعنی ایسا منہ جو کہ بالکل مکر اور شر ہے وہ مسلمانوں سے پوشیدہ ہی (رہے تو) بہتر ہے (اور ایسے کمبخت منحوس کی صورت نہ دیکھنا ہی بہتر ہے) اور فرماتے ہیں کہ۔

رو بہا باشد کہ دیواں چوں مگس	بر سرش بنشستہ باشد چوں حرس
بہت سے چہرے ہوتے ہیں کہ شیاطین مکھیوں کی طرح	(اور) پہرہ داروں کی طرح ان کے سر پر بیٹھے ہوتے ہیں

یعنی بہت منہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر شیاطین مکھی کی طرح بیٹھے ہوتے ہیں جیسے کہ نگہبان ہوں مطلب یہ کہ بعض ایسے نالائق ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر ہر وقت شیطان سوار رہتے ہیں۔

چوں بہ بینی روئے شاں در تو فتند	یا مبیں شاں چوں بدیدی خوش مخند
جب تو ان کا چہرہ دیکھے گا وہ تجھے چمٹیں گے	یا تو ان کو نہ دیکھ یا اگر دیکھتا ہے تو مت ہنس

یعنی جب تم ان کا منہ دیکھو تو وہ تمہارے اندر پڑیں (یعنی ضرر پہنچاویں) تو یا تو ان کا منہ ہی مت دیکھو (اور یہی بہتر ہے) اور اگر دیکھ لیا تو پھر خوش مت ہو۔ اس لئے کہ مثل مشہور ہے کہ ہنسے اور پھنسے۔ بس ان سے تعلق ہی مت رکھو کہ سخت مضر ہے۔

در چناں روئے خبیث عاصیہ	گفت یزداں نسفعا بالناصیہ
ایسے ہی خبیث نافرمان چہرے کے بارے میں	خدا نے فرمایا ہے ہم پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے

یعنی ایسے ہی روئے عاصی کے بارے میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نسفعا بالناصیہ (یعنی اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچے جاویں گے) مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قول ایسے ہی نالائقوں کے حق میں ہے خیر آگے پھر ان مصیبت زدگان کی حالت مفصل بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں بپرسیدند و خانش یافتند	ہمچو خویشاں سوئے در بشتافتند
جب انہوں نے معلومات کیں اور اس کا گھر پا لیا	اپنوں کی طرح دروازے کی طرف دوڑے

یعنی انہوں نے پوچھ پاچھ کر اس کا گھر پا لیا تو عزیزوں کی طرح اس کے دروازہ کی طرف دوڑے تاکہ دروازہ کھلوا دیں مگر گھر والے بھی تو اسی نالائق کے تھے وہ اس سے کم تھوڑے ہی تھے انہوں نے یہ کیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

در فرو بستند اہل خانہ اش	خواجہ شدزیں کجروی دیوانہ وش
اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کر لیا	خواجہ اس بدتمیزی سے دیوانہ جیسا ہو گیا

یعنی اس کے گھر والوں نے دروازہ بند کرلیا تو یہ خواجہ ان کی اس کجروی سے دیوانہ سارہ گیا۔

لیک ہنگام درشتی ہم نبود	چوں در افتادی بچہ تیزی چہ سود
لیکن سختی کا وقت بھی نہ تھا	تو جب کنویں میں گر گیا تیزی سے کیا فائدہ؟

یعنی لیکن وقت سختی کا بھی نہ تھا (کیونکہ مثل مشہور ہے کہ) جب تم کنویں میں گر پڑے تو اب تیزی سے کیا فائدہ تو اب تو آ پھنسے اگر اس وقت تیزی کرتے ہیں تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جس قدر امید ہوگی وہ بھی جاتی رہے گی لہذا آخر بے چاروں نے یہ کیا کہ۔

بر درش ماند ند ایشاں پنجروز	شب بسر ماروز خود خورشید سوز
وہ اس کے دروازہ پر پانچ روز پڑے رہے	رات جاڑے میں اور دن خود جلانے والے سورج والا

یعنی یہ لوگ اس کے دروازہ پر پانچ روز تک پڑے رہے رات کو جاڑے میں اور دن کو خوب آفتاب جلانے والا

نے زغفلت بود ماندن نے خری	لیک بود از اضطرار و بے زری
پڑا رہنا نہ غفلت کی وجہ سے تھا نہ حماقت کی وجہ سے	لیکن مجبوری اور مفلسی کی وجہ سے تھا

یعنی ان کا یہ (دروازہ پر پڑا) رہنا کسی غفلت یا گدھے پن کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اضطرار اور بے زری کی بدولت تھا کہ بے چاروں کے پاس خرچ بھی ختم ہو گیا تھا ان کی یہ حالت تھی کہ۔

بالئیماں بستہ نیکاں ز اضطرار	شیر مرداری خورد از جوع زار
مجبوری سے بھلے کمینوں سے وابستہ ہو گئے	بھوک سے لاغر شیر مردار کھا لیتا ہے

یعنی نیک لئیموں کے لئے بندھ گئے تھے جیسے کہ شیر جو بھوک سے زار و نزار ہو کر مردار کھا لیا کرتا ہے۔ اسی طرح مصیبت کے مارے یہ پڑے ہوئے تھے۔

او ہمی دیدش ہمی کردش سلام	کہ فلانم مرمرا اینست نام
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کو دیکھتا سلام کرتا	کہ میں فلاں ہوں میرا یہ نام ہے

یعنی وہ خواجہ اس نالائق کو دیکھتا تھا تو اس کو سلام کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ ارے میں فلاں ہوں اور میرا نام یہ ہے۔

گفت باشد من چہ دانم تو کئی	یا پلیدی یا قرین پاکئی
اس دیہاتی نے کہا ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے؟	تو ناپاک ہے یا پاکی سے موصوف ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ روستائی خبیث کہتا کہ ہوگا میں کیا جانوں تو کون ہے کوئی پلید ہے یا کسی پاک کا ساتھی ہے ۔مطلب یہ کہ وہ خبیث کہتا کہ بھائی تم کوئی ہو گے مگر مجھے کیا خبر ہے کہ کون ہو بھلے ہو یا برے ہو اور کہتا کہ مجھے کیا خبر اس لئے میری تو یہ حالت ہے۔

والہم روز و شب اندر صنع ہو	ہیچگونہ نیستم پروائے تو
میں دن رات اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کا شیداں ہوں	مجھے تیری کوئی پروا نہیں ہے

یعنی میں تو صنع حق میں رات دن مستغرق ہوں اور مجھے تو کسی قسم کی خبر ہی نہیں۔

از خودی خود ندارم ہم خبر	نیست از ہستی سرمویم اثر
مجھے خود اپنا پتہ نہیں ہے	میرے وجود کا ایک بال برابر بھی نشان نہیں ہے

یعنی میں تو اپنی ہستی کی بھی خبر نہیں رکھتا اور مجھے تو ہستی سے سرمو بھی اثر نہیں ہے مطلب یہ کہ خبیث صوفی بنتا تھا اور کہتا تھا کہ جناب میں تو حق تعالیٰ کی مصنوعات کے مشاہدے میں مستغرق ہوں مجھے اپنی بھی خبر نہیں میں تو اپنی ہستی کو فنا کر چکا ہوں۔ مٹا چکا ہوں تو بھلا جب مجھے اپنی خبر نہیں ہے تمہاری تو کیا خبر ہوگی اور کہتا کہ میری یہ حالت ہے کہ۔

ہوش من از غیر حق آگاہ نیست	دردل و جانم بجز اللہ نیست
میرا ہوش اللہ کے سوا کسی سے باخبر نہیں ہے	میرے دل و جان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے

یعنی میرے ہوش تو غیر حق سے آگاہ نہیں ہیں اور میرے دل و جان میں بجز اللہ کے کوئی نہیں ہے جب اس خواجہ نے اس قدر سرد مہری دیکھی تو اس کو سخت افسوس ہوا اور بولا کہ۔

گفت ایندم باقیامت شد شبیہ	تا برادر شد یفر من اخیہ
اس (شہری) نے کہا تو یہ وقت قیامت سے مشابہ ہوگیا	کہ بھائی اپنے بھائی سے بھاگنے لگا

یعنی وہ خواجہ بولا کہ یہ وقت تو مشابہ قیامت کے ہوگیا ہے کہ بھائی بھائی سے بھاگنے لگا ہے سچ یہ ہے کہ اس خواجہ کو اس وقت سخت حیرت اور پریشانی ہوگی خدا ایسے خبیث کو غارت ہی کرے۔ الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاک بہ و فضلنی علیٰ کثیر ممن خلق تفضیلا اس کی حالت کو دیکھ کر تو یہ دعا یاد آتی ہے اللہ ایسے شخص سے بچاوے۔

شرح میکردش من آنم کہ تو	لوتہا خوردی و خوان من دو تو
وہ (شہری) اس (دیہاتی) کے لئے واضح کرتا کہ میں وہی ہوں کہ تو نے	میرے دسترخوان سے خوب خوب لذیذ کھانے کھائے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ خواجہ بیان کرتا تھا کہ (ارے کمبخت) میں وہ ہوں جس کے دستر خوان سے تو نے دونوں وقت کھانے کھائے ہیں اور کہتا تھا کہ۔

آں فلاں روزت خریدم آں متاع	کل سر جاوزا الاثنین شاع
فلاں دن میں نے تیرے لئے وہ سامان خریدا	جو راز دو سے آگے بڑھا شائع ہو گیا

یعنی کہ میں نے تجھے فلاں دن وہ اسباب خرید کر دیا تھا اور ہر بھید جو کہ دو سے گزر گیا وہ شائع ہو گیا مطلب یہ کہ یہ بات ایسی نہیں ہے کہ مجھے اور تجھے ہی خبر ہو بلکہ یہ تو مشہور و معروف بات ہے اور سب جانتے ہیں کہ تو آیا کرتا تھا اور میں تیرے ساتھ احسان کیا کرتا تھا اور کہتا تھا کہ۔

نے کہ بودی سالہا مہمان من	نے رسیدت بیکراں احسان من
کیا تو برسوں میرا مہمان نہیں رہا	کیا تجھے میرے بے انتہا احسان نہیں پہنچے

یعنی کہ کیا تو سالہا سال تک میرا مہمان نہیں رہا ہے اور کیا تجھے میرے بے حد احسان نہیں پہنچے ہیں استفہام انکاری ہے یعنی پہنچے ہیں۔

سر مہر ما شنید ستند خلق	شرم دارد رو چو نعمت خورد حلق
ہماری محبت کے راز لوگوں نے سنے ہیں	جب حلق نعمت کھاتا ہے تو منہ شرماتا ہے

یعنی ہماری محبت کی باتیں لوگ سنا کرتے تھے اور اگر حلق کوئی نعمت کھا لیتا ہے تو منہ کو شرم آیا کرتی ہے اور وہ اس صاحب نعمت کا شکر گزار رہتا ہے مگر تو وہ نالائق ہے کہ تو نے ساری باتیں بالائے طاق اٹھا رکھی ہیں۔

او ہمی گفتش چہ گوئی ترہات	نے ترا دانم نہ نام تو نہ جات
وہ (دیہاتی) اس سے کہتا کیا بکواس بکتا ہے	نہ میں تجھے جانتا ہوں نہ تیرا نام نہ تیرا مقام

یعنی وہ (خبیث) اس خواجہ سے کہتا کہ کیا فضول باتیں کہہ رہے ہو میں نہ تجھے جانوں نہ تیرے نام کو اور نہ تیری جائے قیام کو غرضکہ وہ بے چارے اسی طرح باہر پڑے رہے اور اس نالائق نے ان کو نہ پوچھنا تھا نہ پوچھا۔ آخر یک گلے دیگر شگفت یہ ہوا کہ۔

پنجمیں شب ابر و بارانے گرفت	کاسماں از بارشش شد در شگفت
پانچویں رات ابر اور بارش آئی	جس کے برسنے سے آسمان کو بھی تعجب ہوا

یعنی پانچویں رات کو بارش اور ابر ہو گیا (اور اس قدر بارش ہوئی) کہ آسمان اس ابر کی بارش سے تعجب میں ہو گیا کہ اس نے یہ کہا کہ اللہ اکبر ایسی بارش کبھی نہ ہوئی تھی یعنی بڑے زور شور کی بارش ہونا شروع ہوئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں رسیدش کار داندر استخواں	حلقہ زد خواجہ کہ مہتر را بخواں
جب چھری اس کی ہڈیوں تک پہنچ گئی	خواجہ نے کنڈی ہلائی کہ چودھری کو بلا

یعنی جب کہ چھری اس کی ہڈی تک پہنچ گئی (یعنی بہت سخت تکلیف ہوئی اور تکلیف حد کو پہنچ گئی تو) خواجہ نے کنڈی کھٹکھٹائی کہ ذرا چودھری جی کو تو بلا دیجیے یہ ہے کہ یہ خبیث اردو زبان کا مہتر (یعنی بھنگی) تھا۔

چوں بصد الحاح آمد سوئے در	گفت آخر چیست اے جان پدر
جب سینکڑوں خوشامدوں سے وہ دروازہ پر آیا	بولا بابا آخر کیا ہے

یعنی جب کہ وہ خواجہ سینکڑوں الحاح اور عاجزی سے دروازہ پر آیا تو وہ نالائق بولا کہ میاں آخر کیا ہے۔

گفت من آں حقہا بگذاشتم	ترک کردم انچہ می پنداشتم
(خواجہ نے) کہا میں نے سب حق چھوڑے	جو کچھ میں نے خیال کیا تھا میں اس سے باز آیا

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں نے ان حقوق (دوستی) کو ترک کیا اور جو کچھ کہ میں نے سمجھا تھا اس کو ترک کیا مطلب یہ کہ میرا جو خیال تھا کہ تو میرے ساتھ سلوک کرے گا ان سب کو میں نے ترک کیا اور سارے خیالات کو چھوڑا اور سارے حقوق کو بھی ایک طرف رکھتا ہوں بس اب بطور انسان ہونے کے کہ تو بھی انسان ہے اور میں بھی تجھ سے یہ کہتا ہوں کہ۔

پنجسالہ رنج دید ایں پنجروز	جان مسکینم دریں سرما و سوز
ان پانچ روز میں پانچ سال کا رنج دیکھا	میری عاجز جان نے جاڑے اور تکلیف میں

یعنی میری جان مسکیں نے اس پانچ دن میں پانچ برس کی تکلیف دیکھی ہے یعنی اس قدر سخت کلفت ہوئی ہے جیسے کہ پانچ برس تک تکلیف ہی تکلیف گزری ہے۔

یک جفا از خویش واز یار و تبار	در گرانی ہست چوں سی صد ہزار
اپنے عزیز اپنے دوست اور خاندان کا ایک ظلم	شدت میں تیس لاکھ سے زیادہ ہے

یعنی اپنے عزیز اور یار و تبار سے ایک جفا بھی گرانی میں تیس لاکھ برابر ہوتی ہے

زانکہ دل ننہاد بر جور و جفاش	جانش خوگر بود با مہر و وفاش
کیونکہ دل اس کے ظلم و زیادتی کا عادی نہ تھا	جان اس کی محبت اور وفاداری کی عادی تھی

یعنی اس لئے کہ اس شخص نے ان لوگوں کی جفا پر تو دل نہ رکھا تھا تو اس کی جان تو ان کی مہر و وفا کی خوگر تھی مطلب یہ کہ اگر عزیز و اقارب کی کوئی ذرا سی بھی بات ہو وہ بھی گراں ہوتی ہے اس لئے کہ اس کو ان لوگوں سے امید وفا ہی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی ہے جفا کی ہوتی نہیں تو خلاف امید ہونے سے کلفت ہوتی ہے جب بات ہے تو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ بر مردم بلاؤ شدت است	ایں یقیں داں کز خلاف عادت است
انسانوں پر جو مصیبت اور سختی ہے	یقین کر خلاف عادت ہونے کی وجہ سے ہے

یعنی آدمی پر جو بلا اور شدت ہے یہ یقین جانو کہ یہ خلاف عادت کی وجہ سے ہے بس اگر کسی سے امید ہی نہ ہوتو اس کے خلاف بھی نہ ہوگا اور پھر کلفت بھی نہ ہوگی۔ تو یہ ساری کوفت اس کی ہے کہ غیر حق سے امید رکھتے ہیں لہذا بس ساری امید حق تعالیٰ سے رکھنا چاہئے کسی اور سے تعلق اور امید ہی مت رکھو خیر جب اس نے بہت ہی الحاح وزاری کی تو وہ نالائق بولا کہ

گفت اے خورشید مہرت در زوال	گر تو خونم ریختی کردم حلال
(خواجہ نے) کہا اے وہ کہ تیری محبت کا سورج زوال پذیر ہے	اگر تو مجھے مار بھی ڈالے تو میں نے تجھے معاف کیا
امشب از باراں بمادہ گوشۂ	تا بیابی در قیامت توشۂ
آج کی رات بارش کی وجہ سے ہمیں ایک گوشہ دے دے	تا کہ تو قیامت میں توشہ پائے
گفت یک گوشہ است آں باغباں	ہست اینجا گرگ را او پاسباں
(دیہاتی نے) کہا باغبان کی ایک جگہ ہے	وہاں وہ بھیڑیئے کا محافظ ہے

یعنی اس نے کہا کہ ایک گوشہ ہے وہ باغبان کا ہے اور وہ باغبان اس جگہ بھیڑیئے کا پاسبان ہے مطلب یہ کہ بولا کہ اور کوئی جگہ تو خالی نہیں ہے صرف ایک کونہ باغبان کا ہے اس میں وہ رہتا ہے اور رات کو وہ پاسبانی کرتا ہے تا کہ بھیڑیا نہ گھس آوے۔

در کفش تیر و کماں از بہر گرگ	تا زند چوں آید آں گرگ سترگ
اس کے ہاتھ میں بھیڑیئے کے لئے تیر و کمان رہتا ہے	تا کہ اگر وہ موٹا بھیڑیا آئے تو وہ اس کو مارے

یعنی اس کے ہاتھ میں بھیڑیئے کے لئے تیر و کمان ہے تا کہ جب وہ گرگ قوی ہیکل آوے تو اس کے مار دے۔

گر تو آں خدمت کنی جا آن تست	ورنہ جائے دیگرے فرمائے جست
اگر تو یہ خدمت کرے تو یہ جگہ تیرے لئے ہے	ورنہ کوئی دوسری جگہ تلاش کر لے

یعنی اگر تم یہ خدمت کرو تو جگہ تمہاری ہے ورنہ دوسری تلاش کرلو مطلب یہ کہ اگر تم پاسبانی کرو تو خیر وہ جگہ تم کو مل سکتی ہے خیر اس بے چارے کو تو ضرورت تھی مثل ہے کہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہوتا ہے اس نے اسی کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ۔

گفت صد خدمت کنم تو جائے دہ	واں کماں و تیر در دستم بنہ
اس (خواجہ) نے کہا میں سو خدمتیں کروں گا تو جگہ دیدے	وہ تیر و کمان میرے ہاتھ میں دے دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں تو تیری سو خدمتیں کردوں گا تو مجھے جگہ دیدے اور وہ کمان اور تیر میرے ہاتھ میں دے۔

من نہ خسپم حارسی رز کنم	گر برآرد گرگ سر تیرش زنم
میں نہ سوؤں گا انگور کی حفاظت کروں گا	اگر بھیڑیا سر نکالے گا اس پر تیر چلاؤں گا

یعنی خواجہ نے کہا کہ میں سوؤں گا نہیں بلکہ انگوروں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھیڑیا سر نکالے گا تو میں اس کے تیر ماروں گا۔

بہر حق مگذارم امشب اے دودل	آب باراں برسر و در زیر گل
اے شکی! خدا کے لئے آج کی رات مجھے (اس جگہ) نہ چھوڑ	بارش سر پر ہے اور کیچڑ نیچے ہے

یعنی ارے دودلے خدا کے واسطے آج کی رات مجھے (باہر) مت چھوڑ اس لئے کہ بارش کا پانی سر پر ہے اور نیچے مٹی ہے لہذا خدا کے واسطے جگہ دیدے خیر اس نے وہ جگہ اور وہ عہدہ خواجہ صاحب کو عنایت کر دیا۔

گوشہ خالی بد و او با عیال	رفت آنجا جائے تنگ و بے مجال
گوشہ خالی تھا اور وہ مع بال بچوں کے	اس جگہ چلا گیا' جو تنگ جگہ تھی اور گنجائش کی نہ تھی

یعنی وہ گوشہ خالی تھا اور وہ مع اہل وعیال کے اس جگہ چلا گیا جگہ تنگ تھی اور بے جولانگاہ کے یعنی نہ چلنے پھرنے کی جگہ نہ کچھ بہت ہی چھوٹا اور مختصر کونا تھا تو سب کی یہ حالت تھی کہ۔

چوں ملخ برہمدگر گشتہ سوار	از نہیب سیل اندر کنج غار
وہ ٹڈیوں کی طرح ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے تھے	غار کے کونے میں بارش کے خوف سے

یعنی ٹڈی کی طرح وہ سب ایک دوسرے پر اس غار کے کونے میں خوف سیل سے سوار تھے یعنی بس ایک پر ایک پڑا ہوا تھا۔

شب ہمہ شب جملہ گویاں کاے خدا	ایں سزائے ماسزائے ماسزا
ساری رات سب یہ کہہ رہے تھے کہ اے خدا!	یہی ہماری سزا ہے یہی سزا ہمارے لائق ہے

یعنی رات کو تمام رات وہ سارے یوں کہہ رہے تھے کہ اے خدا یہ ہماری سزا ہے اور ہماری سزا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں سزائے آنکہ شد یار خساں	یا کسے کرد از برائے ناکساں
یہی اس کی سزا ہے جو کمینوں کا دوست بنا ہو	یا اس نے کمینوں کے ساتھ انسانیت برتی ہو

یعنی یہ اس شخص کی سزا ہے جو کہ کمینوں کا دوست بنا یا اس نے نالائقوں کے ساتھ نالائقوں جیسا معاملہ کیا۔

ایں سزائے آنکہ اندر طمع خام	ترک گوید خدمت خاک کرام
یہی اس کی سزا ہے جس نے بے ہودہ لالچ میں	شریفوں کی خاک کی خدمت چھوڑی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ سزا اس شخص کی ہے کہ جو طمع خام میں حضرت اولیاء کرام کی خدمت کو ترک کر دے مولانا ان کی حالت سے انتقال فرماتے ہیں ان لوگوں کی حالت کی طرف جو کہ اولیاء اللہ کی مخالفت کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ جو لوگ حضرات اولیاء اللہ کی خدمت کو طمع کی وجہ سے ترک کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح مصیبت میں پھنسا کرتے ہیں جیسے کہ ان کو طمع نے خراب کیا ہے کہ کدھر ہی کا نہ رکھا۔

خاک پاکاں لیسی و دیوار شاں	بہتر از عام و رز و گلزار شاں
بھلوں کی دیوار اور مٹی چاٹنا	بہتر ہے عوام اور ان کے انگور اور باغ سے

یعنی پاک لوگوں کی خاک کو اور ان کی دیوار کو چاٹو یہ عام لوگوں سے اور ان کے انگوروں اور ان کے گلزار سے بہتر ہے مطلب یہ کہ ان حضرات کی خدمت عوام الناس کے اکرام سے بھی بہتر ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بندهٔ یک مرد روشندل شوی	بہ کہ برفرق سر شاہاں روی
کسی روشن دل انسان کا خادم ہونا	اس سے بہتر ہے کہ تو بادشاہوں کے سر کی مانگ پر چڑھے

یعنی کسی مرد روشن دل کے غلام ہو اس سے بہتر ہے کہ بادشاہوں کے سر پر چلو مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے پاؤں اپنے سر پر رکھنا اس سے بہتر ہے کہ اپنے پاؤں اوروں کے سر پر رکھو اس لئے کہ

از ملوک خاک جز بانگ دہل	تو نخواہی یافت اے پیک سبل
دنیا کے بادشاہوں سے سوائے نقارے کی آواز کے	تو کچھ نہ پا سکے گا اے راستوں پر چلنے والے

یعنی اے سالک تم ان شاہان دنیا سے سوائے بانگ دہل کے اور کچھ نہ پاؤ گے یعنی بجز اس کے کہ ان کی شہرت ہے باقی ان کے اندر کوئی خوبی نہیں ہے باطن خالی ہے صرف ظاہر ہی ظاہر ہے۔

شہریاں خود رہ زناں نسبت بروح	روستائی کیست گیج بے فتوح
روح کے مقابلہ میں شہری خود ڈاکو ہیں	دیہاتی کیا ہے؟ بے فیض بے وقوف

یعنی شہری لوگ خود روح کی نسبت کرہ زن ہیں تو روستائی تو بھلا کیا ہے ایک احمق بے فتوح مطلب یہ کہ جو لوگ کہ شہری اور عاقل ہیں وہ بھی بہ نسبت روح کے رہزن ہیں تو بھلا یہ گنوار جس کو کہ عقل بھی نہیں ہے یہ تو کیوں نہ دشمن روح اور دشمن اولیاء کرام ہوں گے۔

ایں سزائے آنکہ بے تدبیر عقل	بانگ غولے آمدش بگزید نقل
یہ اس کی سزا ہے کہ عقل کی تدبیر کے بغیر	اس کو چھلاوے کی آواز آئی اور اس نے نقل اتاری

یعنی یہ اس شخص کی سزا ہے کہ جس کو ایک آواز غول آئی تو اس نے بے تدبیر عقل کے نقل اختیار کر لیا مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ اس شخص کی سزا ہے جو کہ شیاطین کی آواز پر عمل کرتا ہے اور عقل سے مشورہ نہیں لیتا اور اس کی تدابیر پر عمل نہیں کرتا۔

چوں پشیمانی زدل شد تا شغاف	زاں سپس سودے ندارد اعتراف
جب شرمندگی دل سے اس کی تہ میں پہنچ گئی	اس کے بعد (غلطی کا) اقرار کوئی فائدہ نہیں دیتا ہے

یعنی جب کہ پشیمانی دل سے سویدائے قلب تک پہنچ گئی تو اس کے بعد اعتراف قصور کوئی فائدہ نہیں رکھتا مطلب یہ کہ جب کوئی کام کیا اور اس کی وجہ سے پشیمانی حاصل ہوئی اور وہ کام ختم ہو چکا تو اگر اب یہ کہیں کہ بے شک یہ ہماری غلطی تھی اور اعتراف غلطی کریں تو اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے۔

چوں پشیماں گشت از دل انچہ کرد	بعد ازاں سودش ندارد آہ سرد
جب اپنے کئے پر دل سے شرمندہ ہو گیا	اس کے بعد ٹھنڈی آہ اس کے لئے مفید نہیں ہے

یعنی جب کہ اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہو لیا تو اس کو آہ سرد کرنا مفید نہیں ہے مطلب یہ کہ جب کوئی شخص اپنے کئے پر دل سے پشیمان ہو لیا اور پشیمانی ہوا کرتی ہے بعد اس کام کے ختم کے تو گویا کہ جب وہ کام ہو چکا تو اب افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے مثل مشہور ہے کہ اب کیا ہو پچھتانے سے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت تو اسی طرح جب اس خواجہ نے اول ہی اس کے مکر و کذب کو نہ سمجھا تو اب افسوس کرنے اور پشیمان ہونے سے کیا ہوتا ہے آخرکار یہ ہوا کہ

آں کمان و تیر اندر دست او	گرگ را جویاں ہمہ شب سو بسو
وہ تیر و کمان اس کے ہاتھ میں	ادھر ادھر تمام رات بھیڑیئے کو ڈھونڈتا رہا

یعنی وہ کمان اور تیر اس کے ہاتھ میں تھا اور ادھر ادھر بھیڑیے کو تلاش کرتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گرگ خود بروئے مسلط چوں شرر	گرگ جویاں و ز گرگ او بے خبر
بھیڑیا خود چنگاریوں کی طرح اس پر مسلط تھا	وہ بھیڑیے کو تلاش کرتا تھا اور بھیڑیے سے بے خبر تھا

یعنی بھیڑیا تو اس پر خود شرر کی طرح مسلط تھا اور وہ گرگ کو ڈھونڈھ رہا تھا اور اس گرگ سے بے خبر تھا مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ وہ روستائی تو گرگ کی طرح اس خواجہ پر مسلط تھا اور یہ حضرت گرگ کو تلاش کر رہے تھے اور یہ خبر نہ تھی کہ وہ اس پر مسلط ہے تو ایک گرگ کو تلاش کر رہا تھا اور اس گرگ سے بے خبر تھا آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہر پشہ ہر کیک چوں گرگے شدہ	اندراں ویرانہ شاں زخمی زدہ
ہر مچھر اور ہر پسو بھیڑیے کی طرح بن گیا تھا	جو اس ویرانہ میں ان کو کاٹ رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہر مچھر اور ہر پسو گرگ کی طرح ہو رہا تھا اور اس ویرانہ میں زخم مار رہا تھا مطلب یہ کہ بھلا وہ روستائی تو کیا مسلط تھا ان بے چاروں کے اوپر ہر پشہ اور ہر پسو مسلط ہو رہا تھا اور کاٹ رہا تھا غرضکہ سخت مصیبت میں مبتلا تھا اور یہ حالت تھی کہ۔

فرصت آں پشہ راندن ہم نبود	از نہیب حملۂ گرگ عنود
اس کو ان مچھروں کو اڑانے کی بھی فرصت نہ تھی	کینے بھیڑیئے کے حملے کے ڈر سے

یعنی اس مچھر کے ہٹانے کی بھی اس گرگ عنود کے خوف کی وجہ سے فرصت نہ تھی۔

تانیاید گرگ آسیبے زند	روستائی ریش خواجہ برکند
تا کہ بھیڑیا نہ آ جائے (اور) نقصان پہنچادے	(اور) دیہاتی خواجہ کی ڈاڑھی نوچے

یعنی تا کہ کہیں بھیڑیا نہ آ جاوے اور گزند پہنچاوے اور پھر روستائی خواجہ صاحب کی ڈاڑھی اوکھاڑے۔

ایں چنیں دنداں زناں تانیم شب	جان شاں از ناف می آمد بلب
اسی طرح آدھی رات تک لرزتے ہوئے	ان کی جان ناف سے لبوں تک آ رہی تھی

یعنی وہ خواجہ اسی طرح آدھی رات تک دانت بجاتا پھرا اور ان کی جان ناف سے لب پر آتی تھی غرضکہ وہ بے چارے اسی مصیبت میں مبتلا تھے کہ ایک اور مزا ہوا وہ یہ کہ۔

ناگہاں تمثال گرگے ہشتۂ	سر برآورد از فراز پشتۂ
اچانک ایک آوارہ بھیڑیئے کی صورت نے	ٹیلے کے پیچھے سے سر ابھارا

یعنی ناگہاں ایک بھیڑیئے کی جیسی شکل نے ایک پشتہ پر سے سر نکالا (اسکو دیکھتے ہی)

تیر را بکشاد آں خواجہ ز شست	زد براں حیواں کہ تا افتاد پشت
اس خواجہ نے تیر چٹکی سے چھوڑا	اس جانور کو مارا تو وہ گر پڑا

یعنی خواجہ نے شست سے تیر کو کھینچا اور اس جانور پر ایسا مارا کہ وہ پیچھے کو گر گیا۔

اندر افتادن ز حیواں باد جست	روستائی ہائے کرد و کوفت دست
گرنے سے حیوان کا گوز خارج ہوا	دیہاتی نے ہائے کی اور ہاتھ (سر پر) مارا

یعنی گرنے میں اس جانور کا گوز نکل گیا تو روستائی نے ہائے کی اور ہاتھ پیٹ لیا اور بولا کہ۔

ناجوانمردا کہ خر کرہ من است	گفت نے ایں گرگ چوں آہر من است
اے نامرد! میرے گدھے کا بچہ ہے	(خواجہ نے) کہا نہیں یہ دیو پیکر بھیڑیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے ناجوانمرد یہ تو میرا گدھی کا بچہ ہے تو خواجہ نے کہا کہ نہیں یہ تو بھیڑیا مثل شیطان کے ہے۔

اندر و اشکال گرگے ظاہر است	شکل او از گرگی او مخبر ست
میں بھیڑیے پن کی صورت واضح ہے	اس کی شکل اس کے بھیڑیا ہونے کو بتا رہی ہے

یعنی اس کے اندر گرگ کی شکلیں ظاہر ہیں اور اس کی شکل اس کی گرگ سے مخبر ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ یہ تو یقیناً بھیڑیا ہے اور اس کے اندر تو صاف طور پر بھیڑیئے کی شکل ظاہر ہے تو اس روستائی نے کہا کہ۔

گفت نے بادے کہ جست از فرج وے	می شناسم ہمچناں کا بے زمے
اس (دیہاتی) نے کہا نہیں جو گوز اس کی شرمگاہ سے خارج ہوا ہے	میں اس کو پہچانتا ہوں جیسا کہ پانی کو شراب سے

یعنی اس روستائی نے کہا کہ نہیں اس کی فرج سے جو ہوا نکلی ہے میں اس کو اس طرح پہچانتا ہوں جیسے کہ پانی کو شراب سے یعنی جس طرح کہ وہ دونوں چیزیں ممتاز ہوتی ہیں اور اس کو ایک دوسرے سے ہر شخص ممتاز کر سکتا ہے اسی طرح میں اس کے گوز کو پہچانتا ہوں اور کہا کہ۔

کشتۂ خرکرہ ام را در ریاض	کہ مبادت بسط ہرگز ز انقباض
تو نے کھیتوں میں میرے گدھے کا بچہ مار ڈالا	(خدا کرے) تجھے تنگی سے فراخی کبھی (نصیب) نہ ہو

یعنی تو نے میرے گدھی کے بچہ کو باغوں میں مار ڈالا ہے تو خدا کرے تجھے حالت انقباض سے بسط کبھی نہ ہو مطلب یہ کہ اس کو بددعا دیتا ہے کہ خدا کرے تجھے کبھی آرام نصیب نہ ہو اور ہمیشہ مصیبت ہی میں مبتلا رہے۔

گفت نیکوتر تفحص کن شب است	شخصہا در شب ز ناظر مجب است
اس (خواجہ) نے کہا اچھی طرح تحقیق کر لے رات ہے	رات میں صورتیں آنکھ سے مخفی ہوتی ہیں

یعنی خواجہ نے کہا کہ اچھی طرح تلاش کر لو اس لئے کہ رات ہے اور جسے رات میں دیکھنے والے سے پوشیدہ ہوتے ہیں یعنی اس نے کہا کہ ذرا تلاش کر لو اور غور کر لو اس لئے کہ اکثر دھوکا ہو جایا کرتا ہے رات کا وقت ہے تم بھیڑیئے کو گدھی کا بچہ سمجھے ہوئے ہو۔

شب غلط بنماید و مبدل بسے	دیدے صائب شب ندارد ہر کسے
رات بہت سی چیزوں کو غلط اور بدلی ہوئی دکھا دیتی ہے	رات میں ہر شخص ٹھیک نگاہ نہیں رکھتا ہے

یعنی رات بسا اوقات غلط اور مبدل دکھا دیتی ہے اور رات کا دیکھنا ہر شخص صائب نہیں رکھتا مطلب یہ کہ رات کو ہر شخص کو دیکھنے میں غلطی ہو جایا کرتی ہے تو شاید تمہیں بھی غلطی ہو رہی ہے۔

ہم شب و ہم ابر ہم باراں ژرف	ایں سہ تاریکی غلط آرد شگرف
رات بھی اور ابر بھی اور گہری بارش بھی	یہ تین اندھیریاں بڑی غلطی پیدا کر دیتی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی رات بھی ہے اور ابر بھی اور بارش سخت بھی تو یہ تین تاریکیاں بہت زیادہ غلطی پیدا کرتی ہیں مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ بھائی دیکھو تو اندھیری بھی تو بہت سخت ہے رات ہے پھر ابر ہے لہذا یقیناً غلطی ہو سکتی ہے مگر جناب وہ کب ماننے والا تھا وہ گدھے کا بچہ تو اپنے گدھی کے بچہ کی گوز کو خوب پہچانتا تھا اس نے کہا کہ۔

گفت ایں بر من چو روز روشن است	من شناسم باد خر کرہ من است
اس (دیہاتی) نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح ہے	میں پہچانتا ہوں (یہ) میرے گدھے کے بچہ کا گوز ہے

یعنی اس نے کہا یہ مجھ پر روز روشن کی طرح (ظاہر) ہے اور میں پہچانتا ہوں کہ میرے گدھے کے بچہ ہی کا گوز ہے۔

در میان بست باد آں باد را	می شناسم چوں مسافر زاد را
بیسوں ہواؤں میں اس ہوا کو	میں پہچانتا ہوں جیسا کہ مسافر توشہ کو

یعنی بیس گوزوں میں بھی میں اس گوز کو پہچانتا ہوں جیسے کہ مسافر زاد کو پہچان لیتا ہے سبحان اللہ مولانا نے تشبیہ بھی غضب کی دی ہے گوز کی شناخت کو شناخت زاد سے خدا کی قسم اگر پہچان ہو تو ایسی تو ہو واہ واہ سبحان اللہ قربان جایئے۔ جب اس غبیث نے یہ کہا تو آخر اس بے چارے خواجہ کو بھی غصہ آ گیا۔

خواجہ برجست و بیامد ناشگفت	روستائی را گریبانش گرفت
خواجہ اچھل پڑا اور بے صبر ہو گیا	دیہاتی کا گریبان پکڑ لیا

یعنی خواجہ اچھلا اور بے صبر ہو گیا اور اس دیہاتی (خبیث) کا گریبان پکڑ لیا اور بولا کہ

کابلۂ طرار شید آوردۂ	بنگ و افیوں ہر دو باہم خوردۂ
کہ بیوقوف گرہ کٹ تونے مکر کیا ہے	بھنگ اور افیون دونوں ملا کر تونے کھائی ہیں

یعنی کہ ارے بیوقوف چالاک تو مکر لایا ہے اور بھنگ اور افیون تو نے ملا کر کھائی ہیں اس لئے نشہ زیادہ ہو گیا جو ایسی باتیں کر رہا ہے۔

در سہ تاریکی شناسی باد خر	چوں ندانی مر مرا اے خیرہ سر
تین اندھیریوں میں تو گدھے کی ہوا کو پہچانتا ہے	اے دیوانے! تو مجھے کیوں نہیں پہچانتا ہے؟

یعنی تین تاریکیوں میں گوز خر کو تو پہچانتا ہے تو ارے بیوقوف مجھے کس طرح نہیں پہچانتا۔

آنکہ داند نیم شب گوسالہ را	چوں نداند ہمرہ دہ سالہ را
جو آدھی رات میں بچھڑے کو پہچان لے	وہ دس سالہ ساتھی کو کیسے نہیں پہچانتا؟

یعنی جو شخص کہ آدھی رات کو گوسالہ کو پہچان لے وہ (سالہ) دس برس کے ساتھی کو کیوں نہیں پہچانتا مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ جب شناخت اس قدر بڑھی ہوئی ہے تو اس کو کیوں شناخت نہیں کرتا اور اگر اس کو نہیں پہچانتا تو اس کو کس طرح پہچانا اس سے معلوم ہوا کہ شرارت ہے اور کچھ نہیں۔

خویشتن را عارف و والہ کنی	خاک در چشم مروت می زنی
اپنے آپ کو باخدا اور عاشق بناتا ہے	مروت کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے

یعنی اپنے کو عارف اور مستغرق بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک ز ' ہے یعنی بے مروتی تو اس قدر کرتا ہے اور پھر عارف حق بھی بنتا ہے شرم نہیں آتی ہے اور کہتا ہے کہ

کہ مرا از خویش ہم آگاہ نیست	در دلم گنجا بجز اللہ نیست
کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں ہے	میرے دل میں اللہ کے سوا کسی کی گنجائش نہیں ہے

یعنی کہ مجھے اپنے سے بھی آگاہی نہیں ہے اور میرے دل کے اندر سوائے خدا کے کوئی سمایا ہوا نہیں ہے اور کہتا ہے کہ

انچہ دے خوردم ازانم یاد نیست	ایں دل از غیر تحیر شاد نیست
میں نے جو کل کھایا وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے	یہ دل (مقام) حیرت کے علاوہ کسی چیز سے خوش نہیں ہے

یعنی جو کچھ کہ میں نے کل کھایا ہے وہ بھی مجھے یاد نہیں ہے اور یہ دل غیر حیرت سے شاد نہیں ہے یعنی اس میں بجز حق کے اور کوئی ہے ہی نہیں۔

عاقل و مجنون حقم یاد آر	در چنیں بیخویشیم معذور دار
مجھے اللہ کا عاقل اور دیوانہ سمجھ	اس طرح کی مدہوشی میں مجھے معذور سمجھ

یعنی مجھے عاقل اور مجنون حق سمجھو تو ایسی بے خویشی میں مجھے معذور سمجھو مطلب یہ کہ اگر میں تم کو بھول گیا ہوں اور مجھے تمہاری خبر نہیں رہی تو اس میں مجھے معذور سمجھو اس لئے کہ میں تو مست و بے خود ہوں۔

آنکہ مردارے خورد یعنی نبیذ	شرع اورا سوئے معذوراں کشید
جو شخص حرام یعنی نبیذ پی لیتا ہے	شریعت اس کو معذوروں میں داخل کر دیتی ہے

یعنی جو شخص مردار کھاتا ہے یعنی شراب تو شرع نے اس کو بھی معذوروں کی طرف کھینچا ہے

مست و بنگی را طلاق و بیع نیست	ہمچو طفلست او معاف و مطلقے است
مست اور بھنگ پینے والے کی طلاق اور بیع (معتبر) نہیں ہے	وہ بچہ کی طرح ہے جو معاف اور آزاد ہے

یعنی مست اور بھنگ والے کی طلاق اور بیع نہیں ہے وہ بچہ کی طرح ہے اور وہ معاف کیا گیا اور مطلق چھوڑا گیا ہے ہمارے امام صاحب کے یہاں تو نشہ باز کی طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر بیع واقع نہیں ہوتی اور امام شافعی

www.besturdubooks.wordpress.com

کے یہاں دونوں واقع نہیں ہوتیں تو وہ کہتا ہے کہ دیکھو جو شخص حرام شے کھا کر بے خود ہوا ہے اس کو بھی معذور کہا جاتا ہے اگرچہ بعض امام ہی کہیں مگر کہتے تو ہیں۔

مستی کاید زبوئے شاہ فرد	صد خم مے در سر و مغزاں نکرد
وہ مستی جو یکتا شاہ کی خوشبو سے پیدا ہو	شراب کے سو مٹکے بھی سر اور دماغ میں وہ نہیں کر سکتے

یعنی جو مستی کہ مستی شاہ یکتا کی بو سے آوے ایسی تو سو شراب کے مٹکوں نے بھی سر اور مغز میں نہیں کی مطلب یہ کہ جو مستی کی مستی حق ہے ویسی تو سینکڑوں خم میں بھی نہیں ہے۔

پس برا و تکلیف چوں باشد روا	اسپ ساقط گشت و شد بے دست و پا
اس کو مکلف بنانا کیسے جائز ہو گا؟	گھوڑا گر گیا ہے اور وہ بے دست و پا ہو گیا ہے

یعنی پھر اس پر تکلیف (احکام) کس طرح جائز ہو سکتی ہے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا مطلب یہ کہ جو شخص کہ مست حق ہو اس پر کسی طرح احکام جاری ہوں گے یقینی بات ہے کہ وہ بطریق اولی معذور ہو گا اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے گھوڑا گر پڑا اور بے دست و پا ہو گیا تو اس کو کوئی نہیں چلاتا اسی طرح جو کہ مست ہو گیا وہ بھی معذور ہو جاتا ہے۔

بار بر گیرند چوں آمد عرج	گفت حق لیس علی الاعمی حرج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں	اللہ (تعالی) نے فرمایا ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

یعنی جب لنگڑا پن آتا ہے تو بوجھ اتار لیتے ہیں اور حق تعالی کا ارشاد ہے کہ اندھے پر کوئی تکلیف نہیں ہے۔

ہمچنیں لیس علی الاعرج حرج	نیست رنجے چوں عمی و چوں عرج
جب لنگڑا پن آ جاتا ہے بوجھ ہٹا لیتے ہیں	اللہ (تعالی) نے فرمایا ہے اندھے پر گناہ نہیں ہے

یعنی اسی طرح لنگڑے پر حرج نہیں ہے اس لئے کہ اندھے پن اور لنگڑے پن کی طرح کوئی تکلیف نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو اندھے لنگڑے جو معذور ہوں ان کو حق تعالی نے بھی معذور رکھا ہے تو بس پھر میری تو یہ حالت ہے کہ۔

بار کہ نہد در جہاں خر کرہ را	درس کہ دہد پارسی بو مرہ را
گدھے کے بچے پر بوجھ کون لادتا ہے؟	فارسی کا سبق شیطان کو کون پڑھاتا ہے؟

یعنی گدھے کے بچہ پر کون بوجھ رکھتا ہے اور بومرہ کو کون فارسی پڑھاتا ہے بومرہ کنیت شیطان کی ہے مطلب یہ کہ یہ باتیں بے جوڑ ہیں اور بے فائدہ ہیں اس لئے کہ گدھے کا بچہ ابھی بوجھ کو سنبھالنے کے لائق نہیں ہے اور شیطان جو کہ اوروں کو پڑھنے سے روکتا ہے خود تو کیا ہی پڑھے گا تو اسی طرح مست حق کو تکلیف احکام دینا سخت

www.besturdubooks.wordpress.com

غیر موزوں ہے اور قاعدہ ہے کہ۔

سوئے خود اعمیٰ شدم از حق بصیر	پس معافم از قلیل و از کثیر
اپنے لئے میں اندھا ہوں خدا کے معاملہ میں بینا ہوں	تو مجھے تھوڑے اور زیادہ سے معافی ہے

یعنی میں اپنی طرف سے تو اندھا ہوں اور حق تعالیٰ کی طرف سے بصیر ہوں۔ پس میں قلیل وکثیر (سب احکام) سے معاف کیا گیا ہوں اور مجھ پر احکام کی تکلیف نہیں ہے مطلب ہے کہ خواجہ نے اس روستائی سے کہا کہ کمبخت تو یہ کہتا ہے اور تیری یہ حالت ہے کہ

لاف درویشی زنی و بے خودی	ہائے و ہوئے عاشقان ایزدی
تو درویشی اور بے خودی کی ڈینگیں مارتا ہے	اللہ کے عاشقوں جیسی ہائے و ہو (کرتا ہے)

یعنی درویشی اور بیخودی کی شیخی مارتا ہے اور عاشقان حق جیسی ہائے ہوئے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ زمیں را من ندانم ز آسماں	امتحانت کرد غیرت امتحاں
کہ میں آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہوں	غیرت (خداوندی) نے تیرا خوب امتحان کیا

یعنی کہ میں زمین کو آسمان سے پہچان نہیں سکتا تو غیرت حق نے تیرا امتحان کیا ہے امتحان مطلب یہ کہ خواجہ نے کہا کہ نالائق تو مست حق بنتا تھا اور اپنے کو عاشق خدا بناتا تھا اور تھا کاذب تو حق تعالیٰ نے تیرا امتحان کیا ہے کہ اس کرہ خر کو میرے ہاتھ قتل کرایا اور اس وقت آپ کے استغراق کی حقیقت کھل گئی کہ پہچانا بھی کیا کہ اس کا گوزتف ہے۔

باد خر کرہ چنیں رسوات کرد	ہستی نفی ترا اثبات کرد
گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا	تیری ہستی کی نفی (کے جھوٹ) کا اثبات کر دیا

یعنی گدھے کے بچے کے گوز نے تجھے رسوا کر دیا اور تیری ہستی کی نفی کو ثابت کر دیا مطلب یہ کہ تو جو اپنی ہستی کی فنا کا دعویٰ کرتا تھا اس گوز خرہ کرہ کے پہچان سے حق تعالیٰ نے ظاہر کر دیا کہ تو نہ فانی ہے نہ کچھ بلکہ مکار محض ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ امیر بے چارے کی مصیبت تو سن چکے اب دیکھو کہ ان کے پہنچنے پر وہ دیہاتی کیا حیلہ بہانہ کرتا ہے وہ دن کو ان سے اپنا منہ بدیں خیال چھپاتا ہے کہ مبادا یہ لوگ میرے باغ کا رخ کریں اور پھل کھانے کے لئے منہ کھولیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ایسے سراپا مکر اور سراسر شر منہ کا مسلمانوں سے چھپا رہنا ہی بہتر ہے خدا مسلمانوں کو ایسی صورت نہ دکھلائے اس کے بعد نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یاد رکھو کہ بہت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے منہ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے سر پر چوکیداروں کی طرح بکثرت شیاطین مسلط ہوتے ہیں جب تم ان کی صورت دیکھو تو تم کو لپٹ جائیں پس ایسوں کے ساتھ تم کو دو طرح سے برتاؤ کرنا چاہئے یا ان کو دیکھنا ہی نہ چاہئے اور اگر ضرورت ہو تو ان سے خندہ پیشانی سے نہ ملنا چاہئے ایسے ہی خبیث اور نافرمان چہروں کے لئے نسفعا بالناصیہ وارد ہوا ہے۔(اس عبارت کو یا تو بقرینہ ماسبق دنیوی بے مروتوں پر محمول کیا جاوے کہ یہ انتقال ہے ان لوگوں کی طرف جو حق سبحانہ کی نعمتیں کھاتے ہیں اور پھر بے مروتی کرتے ہیں یہ توجیہ بلحاظ نسفعا بالناصیہ کے زیادہ مناسب اور اقرب ہے یا مطلق ہے مروتوں پر محمول کیا جاوے خواہ مخلوق سے بے مروتی کرنے والے ہوں یا خالق سے فقد بر۔اب اس اجمال کی تفصیل سنو جب وہ گاؤں میں پہنچے اور وہاں پہنچ کر دریافت کیا کہ فلاں چودھری صاحب کا مکان کہاں ہے اور لوگوں کے پتہ بتانے سے اس کا گھر مل گیا تو یہ لوگ اپنا ہی گھر سمجھ کر دروازہ کی طرف بڑھے اس کے گھر کے لوگوں نے ان کو دیکھ کر دروازہ بند کر لیا امیر اس بدسلوکی کو دیکھ کر رنج و غصہ کے سبب دیوانوں کی مثل از خود رفتہ ہو گیا لیکن سختی کا موقع نہ تھا کیونکہ کنویں میں گرنے کے بعد تیزی فضول ہے اس لئے صبر کیا یہ لوگ پانچ دن تک اس کے دروازہ پر پڑے رہے۔رات کو سردی میں مرتے تھے اور دن کو دھوپ میں جلتے تھے اس کا سبب نہ غفلت تھی نہ حماقت بلکہ مجبوری اور روپیہ کا پاس نہ ہونا تھا واقعی مجبوری بہت بری بلا ہے اس کے سبب اچھے لوگ پاجیوں کے ساتھ تعلق رکھنے پر مجبور ہوتے ہیں اور بھوک سے مضطر ہو کر شیر نر مردار کھاتا ہے امیر جب کبھی اس کو دیکھتا تو سلام کرتا اور کہتا کہ میں فلاں شخص ہوں اور میرا نام فلاں ہے۔اس پر وہ یہ جواب دیتا کہ ہاں ہو گے لیکن نہ میں یہ جانتا ہوں کہ آپ کون ہیں اور نہ یہ کہ آپ کیسے ہیں اچھے ہیں یا برے۔میں رات دن حق سبحانہ کی صنعت کے مشاہدہ میں مصروف اور از خود رفتہ ہوں مجھے آپ کا اصلاً خیال نہیں مجھے اپنی بھی خبر نہیں کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں۔اس لئے کہ میں اپنے کو بالکل مٹا چکا ہوں اور ہستی کا مجھ میں بال برابر بھی نشان نہیں میرے حواس کو غیر اللہ کی مطلق خبر نہیں بلکہ میرے دل و جان میں تو صرف اللہ ہی اللہ سمایا ہوا ہے امیر نے یہ جواب سن کر حیرت سے کہا کہ یہ وقت تو قیامت کے مشابہ ہو گیا کہ اس وقت بھائی سے بھائی بھاگتا ہے وہ اس کو تفصیلاً بھی بتاتا تھا کہ میں وہ ہوں جس کے یہاں تم جھک جھک کر اور بہت رغبت سے طرح طرح کے کھانے کھاتے تھے تمہیں بتلاؤ میں نے تمہیں فلاں سامان خرید کر نہیں دیا تھا۔ضرور دیا تھا بہت سے لوگ اس کے شاہد ہیں اس لئے کہ یہ معاملہ کچھ خفیہ نہیں ہوا بلکہ اور لوگوں کے سامنے ہوا ہے اور جو راز کہ دو آدمیوں سے تجاوز کر جاوے وہ تمام لوگوں میں پھیل جاتا ہے اور تمہیں بتلاؤ کیا تم میرے یہاں برسوں مہمان نہیں رہے اور میں نے تم پر بے حد احسان نہیں کیا میں نے تم پر اس قدر احسان کئے کہ ہم سے اور تم سے تمام لوگ واقف ہو گئے لیکن تم کو کچھ بھی ان کی شرم نہیں حالانکہ مثل مشہور ہے منہ کھائے آنکھ لجائے مگر وہ یہی کہتا کہ کیا خرافات بکتے ہو میں نہ تمہیں جانتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں اور نہ تمہارے نام سے واقف ہوں اور نہ یہی جانتا ہوں کہ تم کہاں رہتے ہو غرض اس پانچ روز کے عرصہ میں ان کی اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی جب پانچویں رات ہوئی تو ابر آیا اور اس زور سے بارش شروع ہوئی کہ آسمان بھی متحیر تھا اس سے امیر کو اور بھی تکلیف ہوئی وہ اپنی مقدور بھر تو برداشت کرتا رہا مگر جب تکلیف انتہا کو بھی پہنچ گئی اور برداشت کی طاقت نہ رہی تو مجبور ہو کر امیر نے اس چودھری کے بلانے کو زنجیر کھٹکھٹائی۔ اول تو اس نے آنے میں ہچر مچر کی لیکن جب اس نے بہت ہی منت خوشامد کی تو گھر سے باہر آیا اور کہا کہ کیا بات ہے اس پر اس نے کہا کہ میں نے اپنے تمام حقوق چھوڑے اور جو توقعات مجھے تم سے تھیں وہ بھی چھوڑیں میری اس بے چارگی جان کو اس سردی اور تپش آفتاب میں رہنے کے سبب پانچ دن میں پانچ سال کے برابر تکلیف ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تم کو اپنا خاص آدمی سمجھتا تھا اور جو تکلیف اپنے کسی عزیز قریب یار دوست یا کسی کنبہ والے سے پہنچتی ہے وہ گرانی میں تین لاکھ تکلیفوں کے برابر ہوتی ہے کیونکہ وہ اس کی مہر و وفا کا خوگر ہوتا ہے اس لئے اس کی زیادتی اور ظلم سہنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ چونکہ وہ تکلیف اس کو خلاف توقع اور خلاف امید پہنچتی ہے اس لئے زیادہ ناگوار ہوتی ہے اس سے تم کو نتیجہ نکالنا چاہئے کہ دنیا میں جو کچھ کسی کو تکلیف پہنچتی ہے وہ سب مخالف عادت کے سبب لہذا آدمی کو چاہئے کہ کسی فانی کا عادی نہ ہو جس کے نہ ہونے کے سبب تکلیف ہو خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب اصل مطلب سنو امیر نے کہا کہ اے وہ دہقانی جس کی محبت کا آفتاب زوال میں ہے اگر تو نے اب تک مجھے بے انتہا پریشان کیا ہے اور گویا کہ مجھے مار ڈالا ہے تو میں نے سب معاف کیا۔ لیکن اتنا کر کہ آج کی رات ہم کو ایک گوشہ میں جگہ دے دے تاکہ ہم بارش سے بچ جائیں خدا تجھے قیامت میں اس کا اجر دے گا اس نے کہا کہ ہاں ایک گوشہ تو ہے مگر وہ باغبان سے متعلق ہے اور وہاں بیٹھ کر بھیڑیئے کی دیکھ بھال کرتا ہے وہ اس بھیڑیئے کے لئے تیر کمان ہاتھ میں لئے ہوتا ہے تاکہ جب وہ آئے تو اس کو تیر سے مار ڈالے اگر تو وہ خدمت انجام دے تو میں وہ جگہ تجھے دے سکتا ہوں اور اگر ایسا نہیں کر سکتا تو کہیں اور ٹھکانہ ڈھونڈھ لے امیر نے کہا کہ آپ تو ایک خدمت کہتے ہیں میں سو خدمتیں کروں گا مگر آپ مجھے جگہ دیدیجئے اور تیر و کمان دیدیجئے میں رات بھر نہ سوؤں گا اور انگوروں کی حفاظت کروں گا اور اگر بھیڑیا سر بھی نکالے گا تو میں فوراً تیر ماروں گا خدا کے لئے آپ مجھے اس جگہ چھوڑ دیجئے میں بڑی مصیبت میں ہوں کہ اوپر پانی نیچے گارا الغرض وہ گوشہ خالی کر دیا گیا اور وہ مع بال بچوں کے اس تنگ اور بے گنجائش جگہ میں چلا گیا بارش کے خوف سے اس غار کی طرح تنگ و تاریک مقام میں سب کے سب چھپ گئے اور تنگی کے سبب اوپر تلے یوں پڑے تھے جیسے ٹڈیاں۔ تمام رات یہ کہتے رہے کہ اے خدا ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے۔ ہماری یہی سزا ہے کہ ہم نے اس نالائق کی بات پر کیوں بھروسہ کیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی ایسے شخص کی یہی سزا ہے کہ وہ مصائب میں مبتلا ہو جو کمینوں سے دوستی کرے یا نااہلوں سے اہلیت کا برتاوا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے اوراس کی یہی سزا ہے جو اہل اللہ کی خدمت ایک طمع خام کے لئے اور دنیاوی غرض سے چھوڑ دے۔ پس تمہارا فرض ہے کہ اہل اللہ کی خاک اوران کی دیوار چاٹو یہ تمہارے لئے عوام اوران کے انگوروں اور باغ سے ہزار درجہ بہتر ہے اور ایک روشن دل شخص کا غلام ہو جانا بہتر ہے اس سے کہ تم بادشاہوں کے سر پر پاؤں رکھو دنیاوی بادشاہوں سے بجز ڈھول کی آواز کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا یعنی ان سے جو کچھ مال و دولت عزت و وقعت تم کو ملے گی وہ وہ ڈھول کی آواز کی طرح دور ہی سے دل کو لبھانے والی ہوگی روح (اہل اللہ) کے لحاظ شہری بھی رہزن ہیں پھر احمق اور بے مایہ دیہاتی کیا بلا ہوتا ہے اس بنا پر اس کو چاہئے تھا کہ دیہاتیوں کو تو در کنار شہریوں سے بھی دوستی نہ کرتا بلکہ اہل اللہ سے تعلق پیدا کرتا لیکن اس نے عقل سے کام نہیں لیا اس لئے یہ مصیبت بھگتنی پڑی علیٰ ہذا جو شخص بلاسوچے سمجھے شیطان کی آواز کے پیچھے چل دے اس کی یہی سزا ہے جو اس شہری کو اس کے تدبیر نہ کرنے اور دیہاتی کے فریب میں آجانے پر ملی جب کہ پشیمانی دل کی تہ میں اتر گئی اور تلافی کا وقت نہ رہا تو اس وقت اپنی غلطی کا اقرار کچھ نفع نہیں بخشتا اور جب کہ وہ تہ دل سے اپنے کئے پر پشیمان ہوا اور تلافی نہ ہو سکے تو اس وقت آہ سرد کچھ بھی نافع نہیں ہوتی۔ پس اگر وہ شہری اب پشیمان بھی ہوا تو کیا نتیجہ۔ غرض وہ ہاتھ میں تیر و کمان لئے ہوئے بھیڑیئے کی تلاش میں تھا اور ہر طرف دیکھ رہا تھا۔ بھیڑیئے تو اس کو خود لپٹے ہوئے تھے مگر وہ ان بھیڑیوں سے غافل ہو کر دوسرے بھیڑیئے کی تلاش میں تھا یعنی ہر ہر مچھر اور ہر ہر پسوان کے لئے ایک بھیڑیا ہو گیا تھا اور اس ویرانہ میں ان کے ڈنک لگا رہا تھا مگر اس خوف میں کہ کہیں بھیڑیا باغ میں نہ گھس آئے اور آکر درختوں وغیرہ کو کچھ نقصان نہ پہنچائے اور وہ دیہاتی اس کی ڈاڑھی اوکھاڑے اس کو اتنی بھی فرصت نہ تھی کہ وہ مچھروں کو دفع کرے غرض آدھی رات تک یونہی پریشان رہا حتیٰ کہ مارے تکلیف کے اس کا لبوں پر دم آگیا تھا دفعۃً ایک جانور نے جو کہ بھیڑیئے کی صورت تھا ایک ٹیلے سے سر نکالا امیر نے شست سے اس پر تیر چھوڑا حتیٰ کہ وہ نیچے گر گیا۔ اس جانور کے گرنے سے ایک گوز نکلا اس کو سن کر اس دہقانی کی منہ سے آہ نکل گئی اور بے اختیار اپنا سر پیٹ لیا اور کہا کہ ارے پاجی یہ تو میرا گدھی کا بچہ تھا تو نے اسے مار ڈالا امیر نے کہا ہرگز نہیں یہ دیو صورت یقیناً بھیڑیا ہے گدھی کا بچہ نہیں ہو سکتا اس کے اندر بھیڑیئے کے علامات ظاہر ہیں اور اس کی شکل کہہ رہی ہے کہ یہ بھیڑیا ہے اس نے کہا تو غلط کہتا ہے جو گوز اس سے نکلا ہے اس کو میں یوں پہچانتا ہوں جیسے شراب اور پانی کو تو نے میری گدھی کے بچہ کو مار ڈالا خدا کرے تجھے اس رنج سے کبھی رہائی نہ ہو اور تو کبھی خوش نہ ہو اس نے کہا آپ خوب تحقیق کر لیجئے رات کا وقت ہے اجسام دیکھنے والے کو اس وقت اچھی طرح دکھائی نہیں دیتے۔ رات کو اکثر اشیاء خلاف واقع اور دوسری حقیقت دکھلائی دیتی ہیں ہر شخص رات کو صحیح نہیں دیکھ سکتا۔ اس وقت رات بھی ہے ابر بھی ہے اور موسلا دھار پانی پڑ رہا ہے۔ یہ تین تاریکیاں تو نہایت عجیب غلطی پیدا کر سکتی ہیں اس نے کہا کہ اس معاملہ میں یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

رات میرے نزدیک مثل روز روشن کے ہے مجھے غلطی نہیں ہو سکتی میں بیس گوزوں کے درمیان اپنے گدھے کے بچے کے گوز کو یوں پہچان سکتا ہوں جس طرح مسافر توشہ کو یہ سن کر امیر سے صبر نہ ہو سکا وہ کودا اور کود کر اس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ او احمق بدمعاش تو نے یہ فریب گانٹھا ہے اور بھنگ وافیون ملا کر کھائی ہے تین تاریکیوں کے اندر تو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچان سکتا ہے مگر مجھے دن میں بھی نہیں پہچانتا۔ اے احمق بتا تو سہی جب کوئی شخص بچھڑے وغیرہ کو آدھی رات کو پہچانتا ہے تو وہ اپنے دس سال کے رفیق کو نہ پہچانے گا تو اپنے کو عارف اور خود رفتہ بناتا ہے اور چشم مروت میں خاک جھونکتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے اپنی بھی خبر نہیں اور میرے دل میں خدا کے سوا کوئی نہیں سماتا مجھے رات کا کھایا بھی یاد نہیں رہتا اور تحیر کے سوا کسی چیز سے میرا جی خوش نہیں ہوتا یاد رکھو کہ میں عاشق حق سبحانہ اور اس کا دیوانہ ہوں ایسی حالت خود رفتگی میں مجھے معذور رکھنا چاہئے کیونکہ اگر کوئی شخص حرام شے یعنی نبیذ وغیرہ پی لیتا ہے تو شریعت اس کو فی الجملہ معذوروں میں شامل کر لیتی ہے چنانچہ بعض ائمہ کے نزدیک اس کی بیع اور طلاق بھی صحیح نہیں بلکہ وہ مثل بچوں کے اور مرفوع القلم اور غیر مکلف ہے پس جو مستی حق سبحانہ کے کمالات کی بناء پر ہوا تنی مستی تو سوخم مے بھی دماغ میں پیدا نہیں کر سکتے پس جو شخص ایسی مستی میں مبتلا ہو وہ کیسے مکلف ہو سکتا ہے کیونکہ وہاں تو عقل کا گھوڑا گر کر بے دست و پا اور عاجز ہو گیا ہے اور عقل ہی مدار تکلیف ہے پس جب عقل نہ رہی تکلیف بھی نہیں رہ سکتی غور تو کرو کوئی گدھے کے چھوٹے بچے پر بوجھ لادتا ہے اور بومرہ کو بھی کوئی فارسی پڑھاتا ہے ہرگز نہیں کیونکہ وہ اہل ہی نہیں علیٰ ہذا یہ بھی اہل تکلیف نہیں دیکھو لنگڑے سے بعض احکام کی تکلیف اٹھالی جاتی ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ لیس علی الاعمیٰ حرج کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ اس کی طاقت نہیں رکھتا اور ان کا اہل نہیں۔ علیٰ ہذا مست بھی اہل نہیں پس چونکہ میں اپنی طرف سے اندھا اور حق سے بینا ہو گیا ہوں اس لئے میں ہر تکلیف سے آزاد ہوں غرضکہ تو اسی قسم کی خرافات بکتا تھا اور فقیری اور بے خودی کے دعوے کرتا تھا عاشقان الٰہی کی طرح ہاؤ ہو کرتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے زمین و آسمان کی بھی خبر نہیں لیکن غیرت امتحان کو تیرے یہ دعوے اچھے نہ معلوم ہوئے لہٰذا اس نے تیرا امتحان کیا اور گدھی کے بچے کے گوز نے تیری حقیقت کھول کر تجھے رسوا کر دیا اور ایک معمولی ہستی یعنی گدھی کے گوز نے تیری ادعائی نفی کو اثبات بنا دیا۔

شرح شبیری

اینچنیں رسوا کند حق شید را	اینچنیں گیرد رمیدہ صید را
اللہ (تعالیٰ) مکر کو اسی طرح رسوا کرتا ہے	بھاگے ہوئے شکار کو اسی طرح پکڑتا ہے

یعنی حق تعالیٰ اسی طرح مکر کو رسوا کر دیتے ہیں اور اسی طرح بھاگے ہوئے شکار کو پکڑ لیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزاراں امتحانست اے پدر	ہر کہ گوید من شدم سرہنگ در
باوا! لاکھوں آزمائشیں ہیں (اس کے لئے)	جو یہ کہے کہ میں (اللہ کے) در کا سپاہی ہوں

یعنی باوا لاکھوں امتحانات ہیں جو کوئی کہتا ہے کہ ہیں سپاہی ہوں ہوں سپاہی سے مراد مرد حق مطلب یہ کہ جو شخص کہ اس راہ حق میں مرد بنتا ہے اس کے لئے لاکھوں امتحانات ہیں۔

گر نداند عامہ او را امتحاں	پختگان راہ جویندش نشاں
اگرچہ عوام اس کو امتحان نہیں سمجھتے	(لیکن) راہ (حق) کے پختہ (کار) اس کا پتہ لگا لیتے ہیں

یعنی اگر عوام اس کو امتحان سے نہ پہچان سکیں تو جو اس راہ کے پختہ ہیں وہ اس کے نشانات کو تلاش کرتے ہیں مطلب یہ کہ اگر عوام الناس کو خبر نہ ہوئی اور وہ نہ پہچان سکے کہ یہ مرد حق ہے یا نہیں تو اہل اللہ اس کو پہچان لیتے ہیں اور اس کے امتحانات کرتے ہیں آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ

اشارت در شناختن مدعی کمال را صاحب کمال و گزاف غلط از عوام

مدعی کمال کو صاحب کمال اور عوام کی جانب سے غلط بکواس کو پہچاننے کے بارے میں اشارہ

چوں کند دعویٰ خیاطی کسے	افگند در پیش اوشہ اطلسے
جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے	بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے

یعنی جب کوئی درزی ہونے کا دعویٰ کرے تو بادشاہ اس کے آگے ایک اطلس ڈال دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ ببر ایں را بغلطاق فراخ	ز امتحاں پیدا شود او را دو شاخ
کہ اس کی چوڑی قبا تراش دے	(اور) امتحان سے اس کے دونوں پہلو ظاہر ہو جاتے ہیں

یعنی کہ اس کا ایک قباء فراخ تراش دے تو امتحان سے اس کی حالت ظاہر ہو جاوے اور معلوم ہو جاوے کہ صرف دعویٰ تھا اور کچھ نہیں ہے جانتے بوجھتے کچھ نہیں ہیں۔

گر نبودے امتحان ہر بدے	ہر مخنث در وغا رستم بدے
اگر ہر برے کے امتحان کا طریقہ نہ ہوتا	جنگ میں ہر ہیجڑا رستم ہوتا

یعنی اگر ہر بد آدمی کا امتحان نہ ہوا کرتا تو ہر مخنث لڑائی میں رستم بن جایا کرتا اس لئے زبان سے کہہ لینا کیا مشکل ہے سب کہہ لیا کرتے ہیں کہ ہم رستم ہیں۔

خود مخنث راز رہ پوشیدہ گیر	چوں بہ بیند زخم او گردد اسیر
ہیجڑے کو زرہ پوش فرض کر	جب اس کے زخم لگے گا قیدی بن جائے گا

یعنی مخنث کو زرہ پہنے ہوئے بھی فرض کر لو مگر جب وہ زخم دیکھے گا تو وہ اسیر ہو جاوے گا مطلب یہ کہ اگر مخنث نامرد سارے سامان حفاظت کے بھی کر لے مگر اس فطری ضعف طبع کو کہاں لے جاوے گا تو جب خون نکلے گا اور ان کی پھونک نکلے گی ساری حقیقت معلوم ہو جاوے گی تو اسی طرح جو شخص دعویٰ قرب حق کا کرے اور ہو غلط وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے جیسے کہ اس روستائی نالائق کا ہو گیا آگے پھر اسی خواجہ کا قول بیان کرتے ہیں کہ وہ اس کو برا بھلا کہہ رہا ہے اس خواجہ نے کہا کہ

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو حق سبحانہ مکر کو یوں ذلیل کرتے ہیں جس طرح اس دیہاتی کے مکر کو ذلیل کیا لہذا تم کو دعاوی باطلہ سے نہایت احتیاط چاہئے کیونکہ جب کوئی شخص دعویٰ کرتا ہے کہ مقرب بارگاہ خداوندی ہو گیا ہوں تو اس کو لاکھوں طرح سے جانچا جاتا ہے جب امتحانات میں پاس ہو جاتا ہے تب یہ دعویٰ صحیح مانا جاتا ہے اگر عام لوگ اس کا امتحان نہیں کر سکتے تو اس راستہ کے ماہرین تو اس کا کھوج لگا لیتے ہیں کہ یہ راستہ پر چلا بھی ہے یا نہیں اور چلا ہے تو کہاں تک پہنچا ہے دیکھو جب کوئی شخص درزی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو امتحان کے لئے بادشاہ اس کے سامنے اطلس ڈال دیتا ہے کہ ذرا بغلطاق (ایک قسم کی قبا کا نام ہے) فراخ تو قطع کرو اس امتحان سے اس کے دعوے کی دونوں شقیں صحت و بطلان نفیاً و اثباتاً ظاہر ہو جاتی ہیں۔ جب ادنیٰ سے دعوے بلا امتحان کے تسلیم نہیں کیے جاتے تو اتنا بڑا دعویٰ بدوں امتحان کے کیونکر قابل قبول ہو گا پس معلوم ہوا کہ امتحان کی ضرورت ہے نیز اگر امتحان نہ ہوتا تو ہر شخص جنگ میں رستم بن سکتا تھا پس وہ امتحان ہی ہے جو حق و باطل و دعائے صادقہ و کاذبہ میں امتیاز کرتا ہے اگر یہ نہ ہوتا تو بڑا اغلط مبحث ہو جاتا اور فساد عظیم لازم آ جاتا لیکن جب قانون امتحان مقرر ہو گیا تو اب کسی کی تلبیس نہیں چل سکتی فرض کرو کسی مخنث نے دعویٰ رستمی زرہ بھی پہن لی اور کسی مدعی کاذب نے اہل اللہ کی صورت بھی بنا لی لیکن اس سے کیا ہوتا ہے جب وہ مخنث زخم کھائے گا تو بجائے اس کے کہ ثابت قدم رہے فوراً بول اٹھے گا کہ مجھے قتل نہ کرو گرفتار کر لو یونہی جب مدعی تقرب زیر امتحان آئے گا اس کی بھی حقیقت کھل جاوے گی۔

شرح شبیری

مست حق ناید بخود از نفخ صور	مست مے ہشیار چوں شد از دبور
اللہ کا مست صور پھکنے سے بھی ہوش میں نہیں آتا	پچھوا ہوا سے شراب کا مست کیسے ہوشیار ہو گیا

یعنی مست شراب تو دبور سے ہشیار ہو جاتا ہے اور مست حق نفخ صور سے بھی خودی میں نہیں آیا۔ مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ جو کہ مست شراب ہیں وہ تو بچھوا ہوا سے ہوشیار ہو جاتے ہیں (شاید ایسا ہو کہ چونکہ وہ ٹھنڈی ہوتی ہے لہذا اس کی خنکی سے ہوش آ جاتا ہو تحقیق نہیں ہے غرض کہ اس نے کہا کہ وہ تو اس سے بھی ہوشیار ہو جاتا ہے مگر مست حق تو نفخ صور سے بھی خودی میں نہیں آتا۔ بلکہ اسی طرح مسرور اور خوش وخرم رہتا ہے اس لئے کہ قرآن شریف میں موجود ہے۔ لایحزنھم الفزع الاکبر تو اس وقت ان پر جو حالت ہوگی اس حالت میں وہ کیفیت جب حق کی تو ان سے زائل نہ ہوگی وہ رہے گی اس لئے فرماتے ہیں کہ جو کہ مست حق ہیں وہ تو اس قدر عظیم واقعہ سے بھی اس استغراق سے نہ جاگیں گے اور جناب والا کا استغراق گوزخرے جاتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ تف ہے نالائق خبیث اور اس نے کہا کہ۔

بادۂ حق راست باشد نے دروغ	دوغ خوردی دوغ خوردی دوغ دوغ
اللہ کی شراب سچی ہوتی ہے نہ کہ جھوٹی	تو نے چھاچھ پی ہے تو نے چھاچھ پی ہے چھاچھ چھاچھ

یعنی بادۂ حق تو راست ہوا کرتا ہے نہ کہ دروغ ارے تو نے تو دروغ کھایا ہے دوغ دوغ مطلب یہ کہ تجھ کو اصل شے حاصل نہیں ہے بلکہ جھوٹی اور کاذب اشیاء پر مغرور ہو رہا ہے۔

ساختی خود را جنید و بایزید	رو کہ نشناسم تبر را از کلید
تو نے اپنے آپ کو جنیدؒ اور بایزیدؒ بنایا	(کہتا ہے) جا میں کلہاڑے اور کنجی میں امتیاز نہیں کرتا ہوں

یعنی تو نے اپنے کو جنید اور بایزید بنایا ہے اور کہتا ہے کہ میں کنجی کو کلہاڑی سے ممتاز نہیں کر سکتا یعنی میں بوجہ استغراق کے یہ بھی نہیں پہچان سکتا کہ کونسا کلہاڑا ہے اور کونسی کنجی ہے اس قدر استغراق بڑھا ہوا ہے یہ تو کہہ رہا ہے مگر یہ تو بتا کہ

بدرگی و منبلی و حرص و آز	چوں کنی پنہاں بشید اے مکر ساز
بدذاتی اور کاہلی اور حرص اور لالچ کو	اے مکار! تو مکر سے کیسے چھپالے گا

یعنی اے مکر ساز بدرگی کو اور کاہلی کو اور حرص وآز کو تو کس طرح چھپا سکتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ مخنث نے زرہ پہن لی اور تمام سامان حفاظت کے کر لئے مگر اپنی اصل اور جبلی عادت ضعف طبیعت سے تو معذور ہے اس کو کہاں ہٹادے گا تو اسی طرح اگر چہ تو نے بہت سے عبا و قبا لادیئے اور صورت درویشوں کی بنالی مگر اپنی اصلی خصلتوں کو کہاں چھپائے گا ان سے تو آپ کی ساری حقیقت معلوم ہو جاوے گی۔

خویش را منصور حلاجے کنی	آتشے در پنبۂ یاراں زنی
اپنے آپ کو منصور حلاج بناتا ہے	دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے

یعنی اپنے کو تو منصور حلاجی بناتا ہے اور آگ دوستوں کی روئی میں لگاتا ہے حضرت منصور کو کہا جاتا ہے کہ آپ نداف تھے اس سے آپ کو حلاج کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کی کرامت سے ایک مرتبہ روئی دھنی گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھی تو آپ کو حلاج کہتے ہیں اور ان کا نام حسین ہے ان کے والد کا نام منصور ہے اور یہ منصور انا الحق والے حسین ابن منصور ہیں مگر یہ اپنے والد ہی کے نام سے مشہور ہیں تو اس خواجہ نے کہا کہ ارے منصورؒ کی کرامت سے تو روئی درست ہوگئی تھی اور تو ان کی مشابہت کرتا ہے اور دوستوں کی روئی میں آگ لگاتا ہے یعنی ان کو نقصان پہنچاتا ہے ان کو دھوکے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ

کہ نہ بشناسم عمر از بولہب	باد خر کرہ شناسم نیم شب
کہ میں عمرؓ اور ابولہب میں فرق نہیں کرتا ہوں	گدھے کے بچہ کا گوز آدھی رات میں پہچان لیتا ہوں

یعنی عمرؓ کو ابولہب سے (ممتاز کرکے) تو پہچان نہیں سکتا (مگر) گوز خر کرہ کو آدھی رات کو بھی شناخت کرلیتا ہوں۔

اے خرے کایں از تو خر باور کند	خویش را بہر تو کور کر کند
اے گدھے! تیری ان باتوں پر گدھا یقین کرسکتا ہے	جو تیری خاطر اپنے آپ کو اندھا بہرا بنا لے

یعنی ارے گدھے تجھ سے اس بات کو وہ گدھا یقین کرلے گا جو کہ اپنے آپ کو تیرے لئے کور و کر کرلے گا مطلب یہ کہ جو حق سے اندھا بن جاوے تو وہ تیری اس بات کو مان لے گا ورنہ اور کوئی تو مان نہیں سکتا آگے وہی خواجہ کہتا ہے کہ

خویش را از رہرواں کمتر شمر	تو حریفے رہزنانے گہ مخور
اپنے آپ کو سالکوں سے کم تر سمجھ	تو ڈاکوؤں کا ساتھی ہے گھاس نہ کھا

یعنی اپنے کو سالکین سے کم سمجھ اس لئے کہ تو تو رہزنوں کا ہم پیشہ ہے (تو دعویٰ کرکے) گہ مت کھا یعنی فضول بڑائی مت کر کہ کچھ بھی مفید نہیں ہے۔

باز پر از شید و سوئے عقل تاز	کے پرد بر آسماں پر مجاز
مکاری سے ہٹ اور عقل کی طرف دوڑ	نقلی پر آسمان پر کب اڑتا ہے؟

یعنی مکر سے واپس ہو اور عقل کی طرف دوڑ اس لئے کہ پر مجازی آسمان پر کب اڑ سکتا ہے لہذا جب تیرے پاس حقیقی کمالات نہیں ہیں تو ان کمالات مجازی سے عروج نہیں ہوسکتا لہذا اس مکر کو چھوڑ و اور ان اپنے تراشے ہوئے ظاہری کمالات پر غرور مت کرو کہ فضول ہیں

خویشتن را عاشق حق ساختی	عشق بادیو سیاہے باختی
تو نے اپنے آپ کو خدا کا عاشق بنایا ہے	(لیکن) دوستی کالے شیطان سے کی ہے

یعنی تو اپنے کو عاشق حق بناتا ہے حالانکہ عشق بازی ایک دیو سیاہ کے ساتھ کررہا ہے یعنی ساتھی شیطان کا بنا ہوا ہے اور بتاتا ہے کہ عاشق حق ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عاشق و معشوق را در رستخیز	دوبدو بندند و پیش آرند تیز
قیامت میں عاشق اور معشوق کو	اکٹھا باندھیں گے اور فورا پیش کریں گے

یعنی عاشق و معشوق کو قیامت میں ایک دوسرے سے باندھیں گے اور تیزی کے ساتھ حق تعالیٰ کے سامنے لاویں گے اس لئے کہ المرء مع من احب تو جب اس شخص کو تعلق اصل میں شیطان کے ساتھ ہے تو اس کو اور شیطان کو ساتھ لاویں گے پھر دیکھ لو کہ شیطان کہاں جاوے گا وہیں یہ حضرات بھی چلیں گے۔

تو چو خود را کیج و بے خود کردۂ	خون رز کو خون مارا خوردۂ
تو نے اپنے آپ کو دیوانہ اور مدہوش کیا ہے	انگور کا خون کہاں، تو نے ہمارا خون پیا ہے

یعنی تو نے اپنے آپ کو جو دیوانہ اور بے خود بنا رکھا ہے تو خون انگور کیا تو نے ہمارا خون کھایا ہے مطلب یہ کہ جو تو دیوانہ اور بیخود بنا ہوا ہے یہ شراب کی وجہ سے نہیں ہے ارے کمبخت تو تو ہم کو ستایا ہے اور ہمارا خون کھایا ہے اس کی وجہ سے دیوانہ اور پاگل ہو رہا ہے اور کہتا ہے۔

رو کہ نشناسم ترا از من بجہ	عارف بے خویشم و بہلول دہ
جا میں تجھے نہیں پہچانتا ہوں میرے پاس سے بھاگ	میں عارف (باللہ) مدہوش ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں

یعنی کہ جا کہ میں تجھے نہیں پہچانتا مجھ سے الگ ہو میں عاشق بیخود ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں یعنی کہتا ہے کہ بھائی میں تو بیخود ہو گیا ہوں میں کسی کو نہیں پہچانتا اور جس طرح کہ حضرت بہلول مست حق تھے اسی طرح میں بھی ہوں (کمبخت بہلول بنتا ہے بغلول ہے) آگے کہتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ان اشعار کے اندر ہر دو احتمال ہیں یہ بھی کہ مولانا کا مقولہ ہو اور مخاطب ہر مدعی کاذب ہو اور یہ بھی کہ امیر کا مقولہ ہو اور مخاطب وہ دھقانی ہو جب یہ معلوم ہو چکا تو اب حل سنوا ے مدعی کاذب یا اے دھقانی یاد رکھ کہ جو لوگ شراب سے مست ہوں تو وہ پچھوا ہوا سے ہوش میں آ سکتے ہیں اور مدعی کاذب ذرا سے محرک سے اپنی اصلی حالت کو ظاہر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ شراب محبت حق سے مست ہوں وہ نفخ صور اور قوی سے قوی محرک سے بھی ہوش میں نہیں آ سکتے اسلئے کہ شراب حق اصلی اور صادق نشہ رکھتی ہے اس کا نشہ کاذب نہیں ہوتا نشہ کاذب تصنع کا ہوتا ہے جو ذرا سی دیر میں اتر جاتا ہے پس تو یاد رکھ کہ تو نے شراب محبت حق نہیں پی ہے بلکہ تصنع کیا ہے جو اپنے اثر میں ضد ہے اثر شراب محبت حق کی اس لئے اس کو شراب محبت حق سے وہی نسبت ہے جو وہی کو شراب متعارف سے تو نے اپنے کو جنید اور بایزید تو بنا رکھا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ مجھے تو کلہاڑی اور کنجی میں بھی تمیز

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہے میں تو مشاہدۂ کمالات حق سبحانہ میں ہمہ تن مشغول ہوں لیکن یہ تو بتا کہ تو اپنی بدذاتی اور طاعت حق سبحانہ میں کاہلی اور حرص وطمع کو مکر سے کیونکر چھپا سکے گا جو تیرے دعوے کے بطلان کو ظاہر کر رہی ہیں تو اپنے کو منصور حلاج بناتا ہے اور یار دوستوں کو بھی جھولے میں ڈالتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ میں حضرت عمر اور ابولہب میں امتیاز نہیں کرتا میں اتنا بیخود ہوں اور ان باتوں کے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ میں آدھی رات کو گدھے کے بچے کے گوز کو پہچانتا ہوں یا اس کے مماثل اور ایسے دعوے کرتا ہے جو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں تو ایسی صورت میں کوئی گدھا ہی تیرے دعوؤں کی تصدیق کر سکتا ہے اور تیری خاطر اپنے کو اندھا اور بہرا کر سکتا ہے کہ تیرے دوسرے دعوؤں کو سنے ہی نہیں جو پہلے دعوؤں کے منافی ہیں یا سنے تو سہی لیکن ان کے مناقض ہونے کو سمجھے ہی نہیں۔ ارے احمق تو اہل اللہ کی برابری کا دعویٰ مت کر بلکہ ان سے اپنے کو حقیر سمجھ تو رہرو راہ حق نہیں بلکہ تو راہزنوں کا ہم پیشہ ہے پس جھوٹے دعوے کر کے گوہ مت کھا مکر کو چھوڑ اور ہوش میں آ۔ یاد رکھ تو مصنوعی پروں سے آسمان پر نہیں اڑ سکتا اور اہل اللہ کی صورت بنانے سے مقرب نہیں بن سکتا بے وقوف تو اپنے کو عاشق حق سبحانہ ظاہر کرتا ہے حالانکہ شیطان پر عاشق ہے کہ اس کی طاعت میں سرگرم ہے دیکھنا قیامت میں تجھ کو اور تیرے معشوق ابلیس کو ساتھ باندھیں گے اور سرعت کے ساتھ تجھے حق سبحانہ کے سامنے لے جائیں گے اس وقت دیکھنا کیسی گت بنے گی تو نے جو اپنے کو پاگل اور بیخود بنا رکھا ہے یہ مستی شراب حق تو کجا شراب انگوری بھی نہیں بلکہ ہمارا خون پیا ہے اور بندگان حق کو ستایا ہے اس کی ہے یعنی بندگان حق سبحانہ کو یا ہم کو ستانے کی شامت ہے کہ تو بلائے تصنع میں گرفتار ہوا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ میں تم کو نہیں پہچانتا میرے پاس سے چلے جاؤ میں عاشق بے خود ہوں اور گاؤں کا بہلول ہوں۔

شرح شبّیری

تو تو ہم میکنی از قرب حق	کہ طبق گردور نبود از طبق
تو اللہ (تعالیٰ) کے قرب کا گمان کرتا ہے	کہ طباق بنانے والا طباق سے دور نہیں ہوتا

یعنی تو قرب حق سے وہم کرتا ہے کہ طبق گر طبق سے دور نہیں ہوتا۔

ایں نمی بینی کہ قرب اولیا	صد کرامت دارد و کار و کیا
تو یہ نہیں دیکھتا کہ اولیا کا قرب	سینکڑوں کرامتیں اور شان و شوکت رکھتا ہے

یعنی اس کو نہیں دیکھتا کہ اولیاء اللہ کا قرب اور سو کرامتیں اور عزوشان رکھتا ہے مطلب یہ کہ تجھے شاید یہ غرور ہو رہا ہے کہ جس طرح کہ صانع مصنوع کی من حیث الصانعیۃ قریب ہوتا ہے اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ صانع ہیں وہ بھی میرے قریب ہیں تو تجھے قرب حق حاصل ہے تو ارے جاہل یہ تو سمجھ کہ یہ قرب تو سب کو حاصل ہے حتیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ کفار کو بھی حاصل ہے دیکھنا تو اس قرب کا ہی جو کہ حضرات اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اگر وہ قرب تجھ کو حاصل ہو تو بیشک تجھ کو قرب حق حاصل ہے اور اگر وہ حاصل نہیں ہے تو قرب حق حاصل نہیں ہے اس لئے کہ یہ قرب اولیاء جو ہوتا ہے اس کے اندر کمالات ہوتے ہیں ورنہ یوں تو سب قریب ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔ونحن اقرب الیہ من حبل الورید تو اس قرب پر غرہ نہ ہونا چاہئے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں اسی طرح قرب حق کا کسی نے دعویٰ کیا ہے مولانا اس کا رد فرماتے ہیں اس خواجہ کی زبانی آگے فرماتے ہیں کہ تجھے وہ قرب تو کیا حاصل ہوتا بلکہ تو تو ان کی ضد ہے تیری اور ان کی تو یہ حالت ہے کہ۔

آہن از داؤد موے می شود	موم در دستت چوں آہن می بود
حضرت داؤد کے ہاتھ سے لوہا موم ہو جاتا ہے	تیرے ہاتھوں میں موم لوہا ہوتا ہے

یعنی داؤد علیہ السلام کے ہاتھ میں تو آہن موم ہو جاتا ہے اور تیرے ہاتھ میں موم بھی لوہے کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ تمہارے ہاتھ میں سہل چیزیں بھی مشکل ہو جاتی ہیں اور حضرات اہل اللہ کے سامنے مشکل بھی سہل ہو جاتے ہیں تو پھر تم اور یہ حضرات ایک درجہ میں کب ہو سکتے ہیں۔

قرب حق ورزق بر جملہ است عام	قرب وحی عشق دارند ایں کرام
اللہ کا قرب اور رزق سب کے لئے عام ہے	یہ بزرگ عشق کی باتوں کا قرب رکھتے ہیں

یعنی قرب حق اور رزق تو سب پر عام ہے اور وحی عشق کا قرب یہ کرام ہی رکھتے ہیں مطلب یہ کہ قرب دو قسم کا ہے قرب خاص اور قرب عام قرب عام تو وہی قرب من حیث الصانعیۃ ہے وہ سب کے لئے عام ہے جیسے کہ رزق عام ہے اور قرب خاص وہ ہے جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے کہ جس میں حق تعالیٰ کی محبت اور اس کے کلام اور اس کے انعامات سے مشرف ہوتے ہیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ قرب عام تو قابل فخر نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو عوام الناس حتیٰ کہ کفار اور حیوانات اور جمادات کو بھی حاصل ہے ہاں وہ قرب خاص قابل حصول ہے آگے خود ہی اس کے مختلف قسم ہونا بیان فرماتے ہیں کہ۔

قرب بر انواع باشد اے پدر	می زند خورشید بر کہسار و زر
بابا! قرب کی قسمیں ہوتی ہیں	سورج پہاڑ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی

یعنی اے باوا قرب کئی قسم پر ہوتا ہے (جیسے کہ) خورشید کہسار پر اور زر پر دونوں پر پڑتا ہے۔

لیک قربے ہست باز رشید را	کہ ازاں نبود خبر مر بید را
لیکن سونے کے ساتھ سورج کا قرب ہے	کہ بید (کے درخت) کو اس کی خبر بھی نہیں ہے

یعنی لیکن ایک قرب خاص خورشید کو زر کیساتھ ہے کہ اس کی خبر بید کو نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو آفتاب کی

www.besturdubooks.wordpress.com

شعاعیں معدن زر پر بھی پڑتی ہیں اور اور چیزوں مثل لکڑی وغیرہ کی ان پر بھی پڑتی ہیں مگر معدن پر جو پڑتی ہیں وہاں تو سونا بنتا ہے اور دیگر اشیاء پر ویسی نہیں پڑتی ورنہ اور ساری چیزیں بھی سونا بن جایا کرتیں تو دیکھو جس طرح کہ قرب سب کے ساتھ ہے مگر پھر فرق ہے اسی طرح حق تعالیٰ کو قرب بمعنی عام سب کے ساتھ ہے مگر پھر بھی فرق ہے بعض وہ ہیں کہ جن کے ساتھ خصوصیت ہے اور اس قرب سے ان کے اندر کمالات پیدا ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں کہ جن کے اندر صفات پیدا نہیں ہوتے آگے اس فرق مراتب قرب کی ایک اور نفیس مثال فرماتے ہیں کہ۔

شاخ خشک وتر قریب آفتاب	آفتاب از ہر دو کے دارد حجاب
تر اور خشک شاخ آفتاب کے قریب ہے	سورج دونوں سے کب پردہ رکھتا ہے؟

یعنی شاخ خشک اور شاخ تر دونوں آفتاب کے قریب ہیں آفتاب دونوں سے کب حجاب رکھتا ہے یعنی وہ کسی سے منہ تو نہیں چھپاتا سب کے سامنے اور سب پر چمک ڈال رہا ہے۔

لیک کو آں قربت شاخ طری	کہ ثمار پختہ از وے می خوری
لیکن کہاں وہ تر شاخ کی قربت	کہ تو اس کے پکے پھل کھاتا ہے

یعنی لیکن وہ شاخ تر کی سی قربت کہاں ہے کہ اس سے ثمار پختہ تو کھاوے گا مطلب یہ کہ دونوں شاخوں کو قرب آفتاب برابر حاصل ہے مگر شاخ تر کے قرب سے تو میوے کھانے کو ملتے ہیں اور شاخ خشک سے کچھ بھی نہیں بلکہ اس کی یہ حالت ہوتی ہے۔

شاخ خشک از قربت آں آفتاب	غیر زوتر خشک گشتن گو میاب
اس آفتاب کی قربت سے خشک شاخ کو	اس سے بھی زیادہ خشک ہونے کے علاوہ تو اور کیا پائے

یعنی شاخ خشک کو قرب آفتاب سے سوائے جلدی خشک ہو جانے کے کہہ دو کہ مت پا مطلب یہ کہ شاخ تر کو جو قرب حاصل ہے اس سے میوے ملیں گے اور شاخ خشک کے قرب سے سوائے اس کے کہ وہ اور جلدی خشک ہو جاوے کیا نتیجہ ہوگا تو اسی طرح جن کو کہ قرب خاص حاصل ہے ان کے اندر تو کمالات پیدا ہوتے ہیں اور جن کو کہ قرب عام حاصل ہے ان کے اندر کمالات کا نام بھی نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

بنگر ایں کاں شاخ خشک از قرب خور	غیر خشکی می برد چیزے دگر
یہ دیکھ کر سورج کے قریب سے اس خشک شاخ نے	سوائے خشکی کے اور کوئی چیز حاصل کی؟

یعنی اس کو دیکھو کہ وہ شاخ خشک قرب خورشید سے سوائے خشکی کے اور کچھ بھی لے جاتی ہے یعنی بس اس کو یہی حاصل ہوتا ہے کہ اور بھی خشک ہو جاتی ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آں چناں مستی مباش اے بے خرد	کہ بہ عقل آید پشیمانی برد
اے بے عقل تو ایسا مست نہ بن	کہ ہوش میں آئے تو شرمندگی اٹھائے

یعنی اے بے عقل ایسا مست مت ہو کہ جب عقل میں آوے تو پشیمانی لے جاوے مطلب یہ کہ ایسی مستی مت اختیار کرو کہ جب ہوش میں آؤ تو افسوس کرو کہ ہم نے یہ کیا کیا۔

بلکہ زاں مستاں کہ چوں مے میخورد	عقلہائے پختہ حسرت می برند
بلکہ ان مستوں میں سے (بن) کہ جب وہ شراب پیتے ہیں	پختہ عقلیں حسرت کرتی ہیں

یعنی بلکہ ان مستوں میں سے ہو کہ وہ جب شراب پیتے ہیں تو عقول پختہ بھی حسرت لے جاتے ہیں مطلب یہ کہ ان مستوں میں سے ہو کہ جب وہ اپنی مستی میں آتے ہیں تو جو عقول کہ پہلے سے پختہ ہیں وہ بھی حسرت لے جاتی ہے کہ افسوس ہم ایسے نہ ہوئے اور وہ مستی حب حق کی ہے لہذا ہمیشہ مست حق ہو اور سچ بنو کذب سے کام نہیں چلتا آگے فرماتے ہیں کہ

اے گرفتہ ہمچو گربہ موش پیر	گر تو زاں می شیر گیری شیر گیر
اے وہ کہ جس نے بلی کی طرح بوڑھا چوہا پکڑا ہے اگر تو اس	شراب سے شیر پکڑنا چاہتا ہے تو شیر پکڑ

یعنی اے شخص کہ تو بلی کی طرح بڈھے چوہے کو پکڑے ہوئے ہے اگر تو اس شراب سے مست ہے تو شیر کو پکڑ موش پر سے مراد جسم اور شیر سے مراد روح ہے مطلب یہ کہ اے شخص تو جو جسم پروری میں لگا ہوا ہے اس کو ترک کر اس لئے کہ جب تو اس حب حق کی شراب سے مست نہیں تو پھر روح کی پرورش کر اور اس کو سنبھال کیا اس جسم کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔

اے نخوردہ از خیال جام ہیچ	ہمچو مستان حقائق بر میچ
اے وہ کہ تو نے جام کے خیال سے کچھ بھی نہیں پیا	حقائق کے مستوں کی طرح نہ اینٹھ

یعنی اے شخص کہ وہ جام (اصلی) کے خیال سے کچھ بھی پیے ہوئے نہیں ہے تو مستان حق کی طرح مت اینٹھ مطلب یہ کہ اے شخص کہ تو صرف دعاوی ہی کرتا ہے اور اس جام محبت حق سے تو نے کچھ بھی نہیں پیا ہے پھر تو ان حضرت کی طرح مستی کیوں کرتا ہے اس لئے کہ تو نے تو کچھ پیا ہی نہیں ہے۔

می فتی آنسو وایں سو مست دار	اے تو ایں نیمین آنسو گزار
تو مستوں کی طرح ادھر ادھر کو گرتا ہے	اور تو ادھر کا ہے تیرا ادھر گزر (بھی) نہیں ہے

یعنی اے شخص کہ تو مست کی طرح ادھر ادھر گر رہا ہے تو تو اسی طرف ہے تیرا گزر اس طرف نہیں ہے مطلب یہ کہ تو تو اس دنیا کے اندر رکھا ہوا ہے تجھے اس طرف کی یعنی مستی حق کی کیا خبر لہذا فضول مکر اور فریب مت کر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بداں سو راہ یابی بعد ازاں	گہ بدیں سو گہ بداں سو سر فشاں
اگر اس کے بعد تو اس طرف راہ یاب ہو جائے	کبھی ادھر کو کبھی ادھر کو سر جھٹک

یعنی اگر تو اس طرف راہ پالے تو اس کے بعد کبھی ادھر اور کبھی ادھر سر جھاڑ یعنی اگر مستی حق حاصل ہو جاوے تب تو اگر تو ادھر ادھر گرے پڑے تو ایک بات بھی ہے مگر اس سے پہلے تو فضول ہے کہ صرف دعویٰ اور دروغ ہے۔

جملہ ایں سوئے ازاں سو گپ مزن	چوں نداری موت ہرزہ جاں مکن
تو بالکلیہ اس جانب کا ہے اس جانب کی گپ نہ مار	جب تجھے موت نہیں آرہی ہے تو خواہ مخواہ نزع طاری نہ کر

یعنی تو تو بالکل اس طرف کا ہے اس جانب سے گپ مت مارے اور جب تو موت نہیں رکھتا تو فضول جاں کنی مت کر موت سے مراد مرتبہ فنا کا حاصل ہونا ہے مطلب یہ کہ تیری مقتضیات اور تیری خواہشات سب اس طرف ہی کی ہیں اور پھر تجھے ابھی مرتبہ فنا بھی حاصل نہیں ہے تو فضول تو بن رہا ہے اس سے کیا فائدہ ہوگا بلکہ ایک روز ساری قلعی کھل جاوے گی۔

آں خضر جاں کز اجل نہراسد او	شاید ار مخلوق را نشناسد او
وہ خضر کی جان والا جو موت سے نہ گھبرائے	اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے اس کے لئے مناسب ہے

یعنی وہ خضر جیسے جان والا جو کہ اجل سے ڈرتا ہی نہیں اس کو لائق ہے کہ اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانے خضر جان سے مراد عارف مطلب یہ کہ جو شخص کہ عارف ہے اور اس کو اس قدر شوق لقاء حق ہے کہ وہ موت سے ڈرتا ہی نہیں بلکہ اور تمنا کرتا ہے جیسے کہ اکثر بزرگوں سے منقول ہے کہ وہ معرفت کی تمنا کرتے تھے اور ان کو دنیا میں ہی مرتبہ فناء حاصل تھا تو اگر وہ مخلوق کو نہ پہچانیں تو کچھ تعجب نہیں اس لئے کہ ان کو اس کا حق ہے مگر اس سے پہلے تو بالکل کذب اور صریح مکر ہے ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم — راحت جاں طلبم وز پے جاناں بردم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے — تا در میکدہ شاداں غزل خواں بردم

اور بہت سے بزرگوں کی حکایتیں کہ ان کو موت کے آنے کا اشتیاق تھا مشہور و معروف ہیں۔

کام از ذوق تو ہم خوش کنی	درد مے در خیک خود پرش کنی
وہی ذوق سے تو حلق کو خوش کر رہا ہے	تو اپنی مشک میں پھونک بھر رہا ہے اور اس کو پر کر رہا ہے

یعنی تالو کو ذوق تو ہم سے خوش کر رہا ہے اور اپنی مشک میں پھونک مار کر بھر رہا ہے۔

پس بیک سوزن تہی گردی ز باد	ایں چنیں فربہ تن لاغر مباد
تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جائے گا	کمزور بدن والا اس طرح کا فربہ نہ بنے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بس تو ایک سوئی سے ہوا سے خالی ہو جاوے گا ایسا فربہ تن (ظاہر میں) اور لاغر تن (حقیقت میں) خدا کرے نہ رہے مطلب یہ کہ تو تو ہم قرب حق سے خوش ہو رہا ہے اور پھول رہا ہے کہ یہ تجھ کو قرب حق حاصل ہے مگر یاد رہے کہ یہ ساری شیخی اور ساری باتیں ایک ذرا سے امتحان سے نکل جاوے گی اگر ادھر سے امتحان ہو گیا تو بس ساری مستی رہ جاوے گی اور سارا قرب دھرا رہ جاوے گا آگے اس کی حالت کی سریع الزوال ہونے کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ۔

کوزہا سازی زبرف اندر شتا	کے کند چوں تاب بیند آں وفا
تو جاڑوں میں برف سے پیالے بناتا ہے	وہ جب گرمی دیکھے گا وفاداری کب کرے گا

یعنی اگر تم جاڑے میں برتن بنالو تو وہ جب گرمی دیکھیں گے کب وفا کریں گے مطلب یہ کہ اگر تم کسی طرح سے برف کے برتن بنالو تو ان کو دیکھ کر اگرچہ کوئی اس وقت دھوکہ کھا جاوے گا مگر جب گرمی ان کو پہنچے گی تو یقیناً سب پگھل جاویں گے اور تمہاری ساری قلعی کھل جاوے گی اسی طرح اگر تم قرب حق اور حب حق کا دعویٰ کرتے ہو تو ایک دن وہ ہوگا کہ تمہاری ساری قلعی کھل جاوے گی اور سب کو معلوم ہو جاوے گا کہ جناب کو کیسی محبت تھی آگے ایک گیدڑ کی حکایت کہ وہ رنگین ہو گیا تھا تو طاؤس صفت بننے کا دعویٰ کیا جب اس سے کہا گیا کہ اچھا مور کی طرح ناچو یا آواز کرو تو وہ ان دونوں باتوں کو نہ کر سکا تو آخر اس کی قلعی کھل گئی اور ذلیل ہوا بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: یہ ابیات بھی دو احتمال رکھتے ہیں یا مولانا کا مقولہ ہو کما ہوالاظہر یا امیر کا اب حل سنو اے مدعی کا ذب یا اے دیہاتی تو قرب حق کی حقیقت صرف تعلق خالقیت و مخلوقیت و صانعیت و مصنوعیت سمجھتا ہے اور یہ نہیں جانتا کہ جو قرب خاص اولیاء اللہ کو حاصل ہوتا ہے اس میں سینکڑوں عظمتیں اور ہزاروں شان و شوکت ہوتی ہیں ان سے وہ افعال ظاہر ہوتے ہیں جو دوسروں سے نہیں ہوتے چنانچہ جو اہل اللہ داؤد علیہ السلام کی طرح مقرب بارگاہ ہیں وہ لوہے کو نرم کر سکتے ہیں اور نفس کی رعونت کو دور کر سکتے ہیں تو تو کر تیری تو یہ حالت ہے کہ تو نے تو موم کو لوہا کر لیا اور نفس جو ابتداءً کمزور تھا اب اس کو زبردست بنا دیا پس معلوم ہوا کہ ان کو صرف قرب خالقیت و مخلوقیت اور رزاقیت و مرزوقیت ہی حاصل نہیں کیونکہ وہ تو سب کو حاصل ہے حتیٰ کہ کفار کو بھی بلکہ ان کو ایک اور قرب بھی حاصل ہے جس کے ذریعہ سے یہ دوسروں سے ممتاز ہیں یعنی قرب وحی عشق یعنی وہ قرب جس کی بنا پر اس پر علوم و معارف فائض ہوتے ہیں جس کا منشاء ان کا عشق یا حضرت حق سبحانہ ہے ارے بابا کچھ حقیقت قرب ایک ہی فرد میں منحصر نہیں کہ تو اس کے علاوہ دوسرے افراد کی نفی کرتا ہے بلکہ اس کی تو مختلف قسمیں ہیں دیکھ تو سہی آفتاب پہاڑوں وغیرہ پر بھی چمکتا ہے اور سونے پر بھی لیکن سونے کے ساتھ جو قرب خاص ہے وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پہاڑ اور بید وغیرہ کے ساتھ نہیں اور اس کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی نیز آفتاب کو شاخ تر اور شاخ خشک ہر دو سے قرب ہے کیونکہ آفتاب دونوں پر نور افشانی کر رہا ہے اور محجوب نہیں ہے لیکن شاخ خشک کو وہ تقرب کہاں حاصل ہے جو شاخ تر کو حاصل ہے کہ اس سے تم کو پختہ میوے ملتے ہیں جو کہ شاخ خشک سے نہیں ملتے ہیں بلکہ شاخ خشک کو تو اس قرب آفتاب سے صرف یہ حاصل ہوتا ہے کہ جلد خشک ہو کر آگ میں جلنے کے کام آئے پس اسی قسم کا تفاوت اہل اللہ اور غیر اہل اللہ کے قرب میں ہے کہ اہل اللہ کو اس سے ثمرات ملنی حاصل ہوتے ہیں اور غیر اہل اللہ کے لئے بجز زیادتی نقص کے اور کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا دیکھو شاخ خشک کو قرب آفتاب سے صرف خشکی ہی حاصل ہوتی ہے اور کچھ بھی نہیں پس تو ایسا مست نہ ہو کہ ہوش آنے کے بعد ندامت ہو بلکہ ان مستوں میں سے ہو کہ جب وہ شراب پیتے ہیں تو دیگر عقلا کو حسرت ہوتی ہے کہ کاش ہم کو بھی اس کا کوئی جرعہ مل جاتا۔ ارے تو تو بلی کی طرح چوہے تو پکڑ رہا ہے اور دنیا سمیٹ رہا ہے اگر تو شراب حق سے مست ہے تو شیر کو پکڑ یعنی عالی حوصلہ بن اور دولت اخروی حاصل کر ارے تجھے تو اس جام شراب حقیقی کے خیال سے بھی کوئی حصہ نہیں ملا پس تو اہل اللہ کی طرح مضطرب مت ہو تو مستوں کی طرح کبھی ادھر گرتا ہے کبھی ادھر ارے بیوقوف تو تو ابھی ادھر ہی ہے ادھر کی تو تجھے ہوا بھی نہیں لگی۔ ہاں جب تو اس کوچہ سے واقف ہوگا پھر شوق سے کبھی ادھر سر ٹپکے گا کبھی ادھر اور شوق سے وجد کرنا کون منع کرتا ہے لیکن ابھی تو تو سراسر ادھر ہی ہے لہذا ابھی تو ادھر کی ڈینگیں نہ مار اور جب تو مر نہیں رہا ہے تو بے فائدہ جاں کنی ظاہر مت کر حاصل یہ کہ اگر کوئی آدمی واقع میں شراب محبت سے مخمور ہو اور تاب ضبط نہ رکھتا ہو پھر اس سے حرکات مستانہ و مجنونانہ غیر منضبط صادر ہوں تو مضائقہ نہیں لیکن بننا نہ چاہئے کہ یہ جھوٹا دعویٰ اور تلبیس ہے جو کہ حب جاہ و مال سے ناشی ہے لہذا احرام ہوگا تو دنیا دار ہو کر خواہ مخواہ مخلوق سے بے خبر بنتا ہے ہاں جو لوگ خضر کی سی روح اپنے اندر رکھتے ہیں اور دنیا سے اتنے بے تعلق ہیں کہ موت سے بھی نہیں ڈرتے وہ اگر مخلوق کو نہ پہچاننے کا دعویٰ کریں تو ان کو زیبا ہے تیری تو یہ حالت ہے جیسے کوئی مزیدار اشیاء کھا کر چٹخارے لیتا ہو اور تو تو اپنی مشک کو پھونک مار کر بھر رہا ہے ایسی مشک ایک سوئی چبھو دینے سے ہوا سے خالی ہو جاتی ہے یعنی تیرا ذوق شوق محض وہم کی بناء پر ہے نہ کہ بناء بر حقیقت اور تیرا تقدس محض ظاہری ہے نہ کہ حقیقی لہذا وہ ذرا سے امتحان سے زائل ہو جاتا ہے اور اصلی حالت ظاہر ہوتی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ خدا کرے ایسے دھوکے باز جو بظاہر پارسا اور بباطن شیطان ہیں اور جن کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی دیکھنے میں موٹا تازہ ہو اور باطن میں دبلا پتلا یعنی کمزور ہو غارت ہو جائیں کہ لوگ ان کی تلبیس سے رہائی پائیں اے دھوکہ باز صوفی تو یاد رکھ کہ تیرا فریب یقیناً ظاہر ہو جاوے گا۔ اور تو رسوا ہوگا اگر جاڑے میں تو نے برف کے گلاس بنا بھی لئے تو کیا ہوا جب ان میں پانی ڈالا جاوے گا تو وہ ٹھہر تھوڑا ہی سکتے ہیں فوراً گھل جائیں گے۔ یعنی اگر تو نااہلوں کے سامنے بزرگ بن بھی گیا تو جب اہل اللہ تجھے جانچیں گے تو تیری یہ تلبیس قائم نہ رہ سکے گی۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.besturdubooks.wordpress.com

بقیہ ربع اول از دفتر ثالث کلید مثنوی

شرح شبّیری

ایک گیدڑ کا رنگ کے مٹکے میں گر جانا اور اس کا رنگین ہو جانا اور گیدڑوں میں مور ہونے کا دعویٰ کرنا

آں شغالک رفت اندر خم رنگ	اندراں خم کرد یک ساعت درنگ
وہ ذلیل گیدڑ رنگ کے مٹکے میں گر گیا	وہ اس مٹکے میں تھوڑی دیر ٹھہرا

یعنی ایک ذرا سا گیدڑ رنگ کے مٹکے میں گر پڑا اور اس مٹکے میں کچھ دیر رہا یعنی مٹکے میں کچھ دیر لگی۔

پس برآمد پوستش رنگیں شدہ	کہ منم طاؤس علیین شدہ
پھر نکلا تو اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی	(اس نے کہا) کہ میں تو جنت کا مور ہو گیا ہوں

یعنی پھر وہ نکلا اس حال میں کہ اس کی کھال رنگین ہو گئی تھی اور کہہ رہا تھا کہ میں طاؤس جنت ہو گیا ہوں۔

پشم رنگیں رونق خوش یافتہ	آفتاب آں رنگہا برتافتہ
رنگین بالوں نے عمدہ رونق حاصل کر لی تھی	سورج نے ان رنگوں کو چمکا دیا تھا

یعنی رنگین اون نے خوب رونق پائی تھی اور آفتاب نے ان رنگوں کو اور چمکا دیا تھا۔

دید خود را سرخ و سبز و بور و زرد	خویشتن را بر شغالاں عرضہ کرد
اس نے اپنے آپ کو سرخ اور سبز اور لال اور پیلا دیکھا	اپنے آپ کو گیدڑوں پر پیش کیا

یعنی اس نے اپنے کو سرخ سبز اور گلابی اور زرد دیکھا تو اپنے کو گیدڑوں کے سامنے پیش کیا۔

جملہ گفتند اے شغالک حال چیست	کہ ترا در سر نشاطے ملتویست
سب نے کہا اے حقیر گیدڑ! تیرا کیا حال ہے؟	کہ تیرے سر میں ایک پیچیدہ مستی ہے

یعنی سب گیدڑوں نے کہا کہ ارے گیدڑ یہ کیا حال ہے کہ تیرے سر میں ایک خوشی لپٹی ہوئی ہے۔ یعنی آج تو بہت خوش معلوم ہوتے ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از نشاط از ما کرانہ کردۂ	این تکبر از کجا آوردۂ
مستی سے تو ہم سے جدا ہو گیا ہے	تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے؟

یعنی نشاط کے مارے ہم سے کنارہ کیا ہے تو نے تو یہ تکبر کہاں سے لایا ہے یہ تو سب نے اعتراض کیا اور

یک شغالے پیش او شد کاے فلاں	شید کردی تا شدی از خوشدلاں
ایک گیدڑ اس کے سامنے گیا کہ او فلانے	تو نے مکر کیا یہاں تک کہ تو خوش دل بن گیا

یعنی ایک گیدڑ اس کے آگے آیا کہ اے فلانے تو نے مکر کیا ہے تا کہ خوش دلوں سے ہو جاوے۔

شید کردی تا بہ ممبر بر جہے	تا ز لاف ایں خلق را حسرت دہی
تو نے مکر کیا تا کہ تو منبر پر چڑھے	تا کہ ڈینگوں سے ان لوگوں کو حسرت دلائے

یعنی تو نے مکر کیا ہے تا کہ منبر پر کودے اور تا کہ شیخی سے ان لوگوں کو حسرت دے یعنی جبکہ تو ایسے دعوے کرے گا تو سب کو حسرت ہوگی کہ افسوس ایسے ہم نہ ہوئے تو تو نے اس لئے یہ مکر کیا ہے کہ تو سب سے بڑا بنے اور سب پر حکومت کرے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گیدڑ کچھ عارف تھا اور کہا کہ۔

پس بکوشیدی ندیدی گرمئے	پس ز شید آوردۂ بے شرمئے
تو نے بہت کوشش کی (لیکن) گرمی نہ دیکھی	تو نے مکاری سے بہت بے شرمی حاصل کر لی

یعنی تو بہت کودا اور اچھلا مگر کوئی گرمی نہ دیکھی تو اب مکر سے بے شرمی لایا ہے مطلب یہ کہ اول تو خوب اچھلا کودا مگر کوئی حرارت قلب کے اندر پیدا نہ ہوئی تو اب بے شرم ہو کر یہ مکر کیا ہے تا کہ اگر سچا حال نہیں ہے تو حال کاذب ہی سے لوگوں کو پھنسا دے۔

صدق و گرمی خود شعار اولیاست	باز بے شرمی پناہ ہر دغاست
سچائی اور گرمی اولیا کا شعار ہے	پھر بے شرمی ہر دھوکے کی پناہ ہے

یعنی صدق اور حرارت قلب تو خود اولیاء کرام کا شعار ہے اور پھر بے شرمی ہر دغا باز کی پناہ ہے۔ یعنی جو دغا باز ہے وہ بے شرم ہو کر دعوے کرے پس پھر کیا ہے سب کچھ حاصل ہے سب لوگ بزرگ ہی سمجھیں گے اللہ رے بے شرمی تیرا ہی راج ہے۔

کالتفات خلق سوئے خود کشند	کہ خوشیم و از دروں بس ناخوشند
تا کہ مخلوق کی توجہ اپنی طرف کر لیں	کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت رنجیدہ ہیں

یعنی تا کہ التفات خلق کو اپنی طرف کھینچیں کہ ہم خوش ہیں حالانکہ اندر سے بہت ناخوش ہیں مطلب یہ کہ وہ بے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرمی کر کے اپنے کو مخلوق کے آگے خوش ظاہر کرتے ہیں مگر ان کا دل تو خراب ہے اور وہ دل سے ناخوش ہیں آگے ایک شخص کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ اپنی مونچھوں پر چربی لگا کر لوگوں میں شیخی کیا کرتا تھا کہ میں نے پلاؤ کھایا ہے زردہ کھایا ہے اور اندر سے بھوکا ہوتا تھا۔ آخر کار ایک روز اس کی بھی قلعی کھل گئی تو اسی طرح جو لوگ کاذب ہیں وہ ظاہر میں تو بڑے بزرگ معلوم ہوتے ہیں مگر اندر سے دیکھو تو ایسے نالائق کہ الامان والحفیظ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اے بنے ہوئے عارف تیری ایسی مثال ہے جیسے ایک گیدڑ رنگ کے مٹکے میں جا گھسا وہ اس میں تھوڑی دیر ٹھہر رہا تاکہ خوب رنگ چڑھ جائے اس کے بعد نکلا تو اس کی کھال رنگین ہوگئی تھی اور دعویٰ کرتا تھا کہ میں جنت کا مور ہوں اس کی اون سے رنگین ہو کر ایک عجیب چمک دمک پیدا ہوگئی تھی دھوپ کی آمیزش سے مختلف رنگ چمکنے لگے تھے۔ جب اس نے اپنے آپ کو کبھی سرخ اور کبھی سبز اور کبھی گلابی اور کبھی زرد دیکھا تو اس نے اپنے کو گیدڑوں کے سامنے پیش کیا اس کو عجیب خوشی میں دیکھ کر گیدڑوں نے کہا کہ ارے گیدڑ کیا حال ہے کہ تیرے سر میں خوشی پیچ و تاب کھا رہی ہے اور مارے خوشی کے تو ہم سے الگ ہوگیا ہے یہ تکبر تو کہاں سے لے آیا۔ ایک گیدڑ نے آگے بڑھ کر کہا کہ ارے فلاں تو نے فریب گانٹھا ہے اور اس فریب سے تو خوش ہو رہا ہے پس اے بنے ہوئے عارف تو نے بھی بہروپ بھرا ہے تاکہ منبر پر سردار ہو کر بیٹھے اور اپنے دعوؤں کی لوگوں کے دلوں میں حسرت پیدا کرے تو بدوں گرمی محبت کے بہت کچھ جوش و خروش دکھلاتا ہے اور مکر سے یہ بے شرمی اختیار کی ہے سچائی اور سوزش دروں اہل اللہ کا شعار ہے نہ کہ تیرا بلکہ تو بے شرمی سے اپنی دغا بازی کو چھپاتا ہے اس لئے کہ بے شرمی دغا بازوں کی پشت و پناہ ہے دغا باز بے شرمی کے سہارے پر دھوکہ اس لئے کرتے ہیں کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کریں۔ اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہماری حالت بہت اچھی ہے حالانکہ ان کی اندرونی حالت بالکل تباہ ہوتی ہے۔

شرح شبّیری

ایک شیخی باز کا ہر صبح کو اپنی موچھ اور لب کو چکنا کر لینا اور باہر آ کر دوستوں میں ظاہر کرنا کہ میں نے یہ کھایا ہے اور وہ کھایا ہے

دنبہ پارہ یافت مردے مستہان	ہر صباحے چرب کردے سبلتان
ایک ذلیل شخص نے دنبہ (کی کھال) کا ٹکڑا پا لیا	ہر صبح کو دونوں مونچھوں کو چکنا کرتا

یعنی ایک شخص نے کہیں سے دنبہ کی کھال کا ٹکڑا مفت پالیا تھا تو ہر صبح کو اس سے مونچھیں چکنی کیا کرتا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

درمیان منعمان رفتے کہ من	لوت چرب خوردہ ام در انجمن
مالداروں میں جاتا کہ میں نے	ایک مجلس میں مرغن غذا کھائی ہے

یعنی امراء کے یہاں جاتا اور کہتا کہ میں نے (فلاں) مجلس میں بڑی مچرب غذا کھائی ہے۔

دست بر سبلت نہادے در نوید	رمز یعنی سوئے سبلت بنگرید
خوشخبری دیتے وقت مونچھوں پر ہاتھ پھیرتا	اشارہ (تھا) یعنی مونچھیں دیکھو

یعنی ہاتھ مونچھ کے اوپر رکھتا خوشی میں اشارہ یہ کہ مونچھ کی طرف دیکھو مطلب یہ کہ مونچھوں کے اوپر تا دو دیتا تھا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ حضرت کی مونچھ چکنی ہو رہی ہے تو ضرور کھایا ہے۔

کایں گواہ صدق گفتار من است	ویں نشان چرب وشیریں خوردن است
کہ یہ میری بات کے سچے گواہ ہیں	اور یہ چکنی اور لذیذ غذا کھانے کا علامت ہے

یعنی (اس طرف اشارہ مقصود ہوتا تھا) کہ یہ میری بات کا گواہ ہے اور یہ مچرب وشیریں غذا کھانے کی نشانی ہے وہ تو اس طرح سے خوب شیخی بگھارا کرتا تھا اور اس کے پیٹ کی یہ حالت تھی کہ۔

اشکمش گفتے جواب بے طنین	کہ اباد اللہ کید الکافرین
اس کا پیٹ بلا آواز جواب دیتا	کہ اللہ کافروں کے مکر کو برباد کرے

یعنی اس کا پیٹ جواب بے آواز کے دیتا کہ خدا اس کافروں جیسے مکر کو غارت کرے مطلب یہ کہ پیٹ اس کو بوجہ بھوک کے کوسا کرتا تھا اور اس کے کوسنے کی کوئی آواز تو سنتا نہ تھا وہ کہتا کہ خدا ایسے مکر کو کہ مجھے بھوکا رکھتا ہے غارت ہی کرے اور کہتا کہ۔

لاف تو مارا بر آتش برنہاد	کان سبال چرب تو برکندہ باد
تیری شیخی نے ہمیں انگاروں پر رکھ دیا ہے	خدا کرے تیری چکنی مونچھیں اکھڑیں

یعنی تیری شیخی نے ہمیں آگ پر رکھا ہے تیری وہ مونچھ خدا کرے اکھڑ جاوے۔

گر نبودے لاف زشتت اے گدا	یک کریمے رحم آوردے بما
اے بھکاری اگر تیری بری شیخی نہ ہوتی	(تو) کوئی سخی ہم پر رحم کرتا

یعنی اگر تیری یہ بری شیخی نہ ہوتی تو شاید کوئی کریم ہم پر رحم کرتا اور کھلا دیتا مگر اب تو سب سمجھتے ہیں کہ یہ اعلیٰ غذا کھاتا ہے کہ کسی کو نصیب نہیں لہذا کوئی پوچھتا بھی نہیں ہے۔

راست کم گفتے وکج کم باختے	یک طبیبے دار وئے ماساختے
اگر تو سچ بولتا اور کج گوئی کا کھیل نہ کھیلتا	تو ہمارے علاج کے لئے ایک طبیب پیدا کر دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر کج کہہ دیتا اور کج بازی کم کرتا تو کوئی طبیب ہماری دوا کر دیتا اور دوا ہی روٹی یعنی کوئی تو ہمیں روٹی دے دیتا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درنمودے عیب وکم کردے جفا	ہم بدے مہمانی یک آشنا
اگر تو عیب ظاہر کر دیتا اور ظلم نہ کرتا	کسی آشنا کی جانب سے مہمانی ہو جاتی

یعنی اور اگر عیب دکھا دیتا اور جفا کم کرتا تو کسی آشنا کا مہمان ہو جاتا مگر اب کوئی پوچھتا ہی نہیں۔

گفت حق کہ کج مجنبان گوش ودم	ینفعن الصادقین صدقہم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ کان اور دم کو ٹیڑھا ہلا	سچوں کو ان کا سچ ضرور فائدہ دے گا

یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ گوش ودم کو کج مت ہلاؤ اس لئے کہ صادقین کو (قیامت میں) ان کا صدق ہی نفع دے گا۔ لہٰذا غلط اور کذب ہرگز نہ بولنا چاہئے۔

کہف اندر کژ مخسپ اے تختلم	آنچہ داری وانما و فاستقم
اے بے طیلے! غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہو	جو کچھ حالت ہے ظاہر کر دے پھر راہ سیدھا چل

یعنی اے پراگندہ خواب دیکھنے والے غار کے اندر کج مت سو جو کچھ کہ تو رکھتا ہے دکھلا دے اور استقامت اختیار کر مطلب یہ کہ تمہارے اندر عیوب ہیں ان کو پوشیدہ کر کے مت رکھو بلکہ ظاہر کردو کہ ان کا کوئی علاج ہی کر دے اور اس کے بعد تم استقامت اختیار کرو مگر بعض طبائع ایسے ہوتے ہیں کہ وہ عیوب ظاہر نہیں کر سکتے ہیں ان کو علاج آگے بتاتے ہیں کہ اولیٰ تو یہی ہے کہ ظاہر کردو اور اگر عیوب کو ظاہر نہ کر سکو تو اس کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

درنگوئی عیب خود بارے خمش	از نمایش وزدغل خود را مکش
اگر اپنا عیب نہیں بتاتا ہے تو چپ رہ	ریا اور فریب سے اپنے آپ کو ہلاک نہ کر

یعنی اور اگر اپنے عیوب کہتے نہیں تو چپ ہی رہ نمائش اور دغل سے اپنے کو قتل مت کر مطلب یہ کہ اگر عیوب کو ظاہر نہیں کر سکتے تو اس کے خلاف کمالات تو ظاہر مت کرو بلکہ چپ ہی رہو اس لئے کہ اگر تم نے کمالات کا دعویٰ کیا تو پھر کوئی بھی رحم نہ کرے گا اور اگر دعویٰ شروع کر دیا تو پھر تو کوئی پوچھے گا بھی نہیں اور پھر مارے جاؤ گے۔

بر سبال چرب خود تکیہ مکن	زانکہ گربہ برد دنبہ بے سخن
اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کر	اس لئے کہ بلی بلاشبہ چکدی لے گئی ہے

یعنی اپنی چکنی مونچھ پر بھروسہ مت کر اس لئے کہ بلی دنبہ کی کھال کو بے شک لے گئی۔ اس کے لے جانے کا قصہ آگے بیان فرما دیں گے تو مطلب یہ کہ فضول باتیں بنا کر اپنا نقصان مت کرو اس میں خطاب سالک کو بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ دیکھو اول تو اپنے عیوب کو شیخ کے سامنے ظاہر کردو تا کہ وہ علاج کر دے اور اگر یہ تم سے نہ ہو سکے تو دعویٰ تو مت کرو کہ اس میں تو پھر کوئی بھی تم پر رحم نہ کرے گا اور فرماتے ہیں کہ۔

گر تو نقدے یافتی مکشا دہان	ہست در رہ سنگہائے امتحان
اگر تجھے کچھ نقدی مل گئی ہے تو لب کشائی نہ کر	راستہ میں آزمائش کے بہت سے پتھر ہیں

یعنی اگر تم نے کوئی نقد پالیا ہے تو پھر منہ مت کھولو اس لئے کہ راہ میں بہت سے سنگ امتحان ہیں مطلب یہ ہے کہ اول تو کاذب دعوے مت کرو اور اگر کچھ سوز و گداز حاصل بھی ہو گیا ہے تب بھی اس کو سارے میں گاتے مت پھرو اس لئے کہ اس نقد کے پرکھنے والے راہ سلوک میں بہت ہیں اور وہ اولیاء اللہ ہیں جو کہ حال صادق اور حال کاذب کو معلوم کر لیتے ہیں اور ذرا سنبھل کر قدم رکھنا ورنہ اگر امتحان میں ناکامیاب ہوئے تو پھر بڑی خرابی ہوگی کسی نے خوب کہا ہے کہ

سنبھل کے رکھنا قدم دشت خار میں مجنوں کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اب چونکہ یہاں کاملین کو غرہ ہو سکتا تھا کہ آہا ہم سنگہائے امتحان اور پرکھنے والے ہیں لہذا مولانا انکے کان بھی کھولتے ہیں فرماتے ہیں کہ۔

سنگہائے امتحان را نیز پیش	امتحانہا ہست در احوال خویش
آزمائش کے پتھروں کے لئے بھی درپیش ہیں	اپنے احوال میں بہت سے امتحانات

یعنی سنگہائے امتحان کے آگے بھی اپنے احوال میں امتحانات ہیں مطلب یہ کہ یہ جو کاملین پرکھنے والے ہیں ان کے لئے بھی امتحانات ہیں اور ان کی بھی آزمائشیں ہوتی ہیں لہذا وہ بھی نہ اتراویں اور ذرا سنبھل کر رہیں ورنہ کہیں لغزش ہوگئی تو پھر سخت مشکل ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

گفت یزداں از ولادت تا بحین	یفتنون فی کل عام مرتین
خدا نے فرمایا ہے کہ پیدائش سے موت تک	وہ ہر سال میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں

یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ولادت سے وقت (موت) تک وہ ہر برس میں دو مرتبہ آزمائے جاتے ہیں قرآن شریف میں ہے یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین تو دیکھو جب اس طرف سے آزمائش ہے تو بے فکر ہو جانا سخت غلطی ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

امتحان بر امتحانست اے پسر	ہین بکمتر امتحان خود را مخر
بابا! آزمائش پر آزمائش ہے	خبردار کمتر! آزمائش پر خود پسندی نہ کر

یعنی اے صاحبزادے امتحان پر امتحان ہیں تو تم بہت چھوٹے امتحان میں اپنے کو مت خرید و مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جب امتحانات ہیں تو ذرا سنبھل کر کام کرو کہیں ذرا سے امتحان میں آ کر اپنے کو برباد نہ کر دو۔

ز امتحانات قضا ایمن مباش	ہیں ز رسوائی بترس اے خواجہ تاش
تقدیر (خداوندی) کے امتحانات سے مطمئن نہ ہو	اے پیر بھائی! رسوائی سے ڈر

یعنی قضا کے امتحانات سے بے خوف مت ہو اور اے ساتھی رسوائی سے ڈرتے رہو۔ کہ کہیں امتحان ہو اور اس میں ناکام ہو کر رسوائی ہو لہٰذا ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے آگے بلعم باعور کی بے خوفی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو وہ بے خوف ہو گئے تھے اور آخر رسوا اور شرمندہ ہوئے۔

بلعم باعور کا بے خوف ہو جانا کہ حضرت حق نے اس کا امتحان کیا تھا اور پھر اس کا ناکام رہنا

بلعم باعور و ابلیس لعین	ز امتحان آخرین گشتہ مہین
بلعم باعور اور ملعون شیطان	آخری امتحان سے ذلیل ہو گئے

یعنی بلعم باعور اور ابلیس لعین دیکھ کر آخری امتحان میں ذلیل ہو گئے۔

زانکہ بودند ایمن از مکر خدا	کامتحانہا رفت اندر ما مضا
کیونکہ وہ اللہ کے داؤ سے بے خوف تھے	کہ پہلے بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں

یعنی اس لئے کہ وہ مکر خدا سے بے خوف تھے (اور سمجھتے تھے) کہ زمانہ ماضی میں تو بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں مطلب یہ کہ انہوں نے یہ سمجھا کہ اس قدر امتحانات ہو چکے ہیں اب کیا امتحان ہوگا۔ اور اگر ہوگا بھی تو جیسا ان میں پاس ہو گئے تو اب تو ضرور پاس ہونگے بس اس دھوکہ میں رہ گئے تو آخر کار یہ نتیجہ ہوا کہ

عاقبت رسوائی آمد بال شان	ایں شنیدہ باشی از اخبار شان
انجام کار وہ رسوا ہو گئے	تونے ان کی خبروں میں یہ بات سنی ہو گی

یعنی انجام کار ان کی حالت رسوائی ہوئی اور تو نے ان کے احوال سنے ہی ہونگے ابلیس کا اور بلعم باعور کا قصہ مشہور ہے کہ جب امتحان ہوا تو ناکامیاب اور ذلیل ہوئے لہٰذا چاہئے کہ مکر حق سے کبھی بے خوف نہ رہنا چاہئے بس آگے پھر اس شیخی باز کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ۔

او بدعوے میل دولت مے کند	معدہ اش نفرین سبلت میکند
وہ دعوے کے ذریعہ دولت کی طرف جھک رہا ہے	اس کا معدہ مونچھ پر لعنت بھیج رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ دعوے کے ساتھ رغبت دولت کی کرتا تھا اور اس کا معدہ اس مونچھ پر لعنت کرتا تھا اور کہتا تھا کہ۔

کانچہ پنہاں میکند پیداش کن	سوخت مارا اے خدا رسواش کن
(اے خدا) جو وہ چھپا رہا ہے اس کو ظاہر کر دے	اے خدا! اس نے ہمیں جلا ڈالا اس کو رسوا کر دے

یعنی کہ جو کچھ یہ چھپاتا ہے یا الٰہی اس کو ظاہر کر دے اس نے ہم کو جلا دیا ہے اے خدا اس کو رسوا کر دے۔

جملہ اعضائے تنش خصم وے اند	کز بہارے لاف دایشان در وے اند
اس کے جسم کے سب اعضا اس کے دشمن ہیں	(موسم) بہار کی شیخی مارتا ہے وہ (موسم) خزاں میں ہیں

یعنی اس بدن کے تمام اعضاء اس کے دشمن ہیں کیونکہ وہ ایک بہار سے شیخی مار رہا ہے اور وہ سب خزاں میں ہیں۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ شیخی بگھارتا تھا اور اس کے اعضاء سارے بھوکے ہوتے تھے تو سارے اس کے دشمن تھے اور کوستے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

لاف دادا کر مہاے کند	شاخ رحمت راز بن بر میکند
شیخی کرموں کو لوٹا دیتی ہے	رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے

یعنی شیخی کرموں کو واپس کر دیتی ہے اور شاخ رحمت کو جڑ سے اکھاڑ دیتی ہے اس لئے کہ جب کوئی شیخی کرتا ہے تو اس پر کوئی بخشش نہیں کرتا لہذا اچھا ہے کہ۔

راستی پیش آر یا خاموش کن	وانگہا رحمت بہ بین ونوش کن
سچ بول یا چپ رہ	تب رحمت کو دیکھ اور حاصل کر

یعنی راستی کو آگے لا یا خاموش رہ اور اس وقت رحمت کو دیکھ اور نوش کر۔ مطلب یہ کہ یا تو اپنے عیوب ٹھیک ٹھیک بیان کر دو اور اگر یہ نہ ہو سکے تو چپ ہی رہو یہ تو نہیں کہ اور اوپر سے دعوے شروع کر دو یاد رکھو کہ یہ دعوے بہت بڑے حجاب ہیں کہ یہ جود و عطا کو متوجہ ہونے ہی نہیں دیتے۔

آں شکم خصم سبال او شدہ	دست پنہاں در دعا اندر رزہ
وہ پیٹ اس کی مونچھوں کا دشمن بنا	چھپے ہاتھوں. دعا میں لگ گیا

یعنی یہ پیٹ اس کی مونچھ کا دشمن ہو رہا تھا اور اندر ہی اندر دعا میں ہاتھ اٹھائے ہوئے تھا اور مونچھ کا اس لئے دشمن تھا کہ اس کی چربی کی وجہ سے تو بے چارہ بھوکا رہتا تھا وہ دعا کرتا تھا کہ۔

کاے خدا رسوا کن این لاف لئام	تا بجنبد سوے ما رحم کرام
کہ اے اللہ کمینوں کی اس شیخی کو رسوا کر دے	تاکہ بھلوں کا رحم ہمارے لئے حرکت میں آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ اے خدا اس لئیموں کی شیخی کو رسوا کرتا کہ ہماری طرف کریموں کا رحم جنبش کرے۔ اس لئے کہ جب لوگوں کو حالت معلوم ہوگی تو کھلاویں گے۔

سوزش حاجت بزد بیرون علم	مستجاب آمد دعائے آن شکم
محتاجی کی جلن نے جھنڈا ابھارا	اس پیٹ کی دعا مقبول ہوئی

یعنی اس پیٹ کی دعا قبول ہوگئی اور حاجت کی سوزش نے باہر علم نکالا یعنی وہ سوزش حسی صورت میں آ گئی اور اس سے انتقام لے لیا اور وہ انتقام اس طرح لیا کہ اس کی شیخی ظاہر ہوگئی اور وہ رسوا ہو گیا مولانا فرماتے ہیں۔

چون مراخوانی اجابتہا کنم	گفت حق گر فاسقی و اہل صنم
جب تو مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا	خدا نے فرمایا خواہ تو فاسق ہے اور بت پرست

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تو اگر فاسق ہے اور اگر بت پرست ہے جب مجھے پکارے گا میں قبول کروں گا محققین کا یہی مذہب ہے اور یہی مشاہدہ ہے کہ کفار کی دعا بھی قبول ہوئی ہے اور کسی نے اس مضمون کو اس طرح نظم کیا ہے کہ۔

باز آ باز آ از آنچہ کردی باز آ صد بار اگر توبہ شکستی باز آ
ایں درگہ مادر گہ نومیدی نیست گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

تو مشو ہیچ از دعا کردن ملول	تو دعا را سخت گیرو می شخول
تو دعا کرنے سے بھی نہ تھک	تو خوب دعا کر اور رو

یعنی تو دعا کو سخت پکڑ لے اور فریاد کر تو آخرکار یہ دعا تجھے ان شیاطین کے ہاتھ سے چھڑاوے گی تو جب پیٹ نے دعا کی تو اس کی دعا بھی قبول ہوگئی اس طرح کہ۔

بلی کا اس دنبہ کی کھال کو لے جانا اور اس پہلوان کا رسوا ہونا

گربہ آمد پوست دنبہ ببرد	چوں شکم خود را بحضرت در سپرد
بلی آئی دنبہ کی کھال لے بھاگی	جب پیٹ نے اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر دیا

یعنی جب پیٹ نے اپنے کو حضرت حق میں سونپ دیا تو ایک بلی آئی اور پوست دنبہ کو لے گئی۔

کودک از ترس عتابش رنگ ریخت	از پس گربہ دوید او می گریخت
اس کے غصہ کے ڈر سے بچہ کا رنگ بدل گیا	بلی کے پیچھے دوڑا وہ بھاگ گئی

یعنی لڑکا اس کھال کے پیچھے دوڑا اور بھاگا اور اس (شیخی باز) کے خوف سے اس کا رنگ (رو) جاتا رہا یعنی جب بلی لے گئی تو اس کا لڑکا بہت دوڑا اور اس سے چھیننے کو بھاگا۔ مگر وہ بلی لے ہی گئی تو اس بچے نے سوچا کہ ابا

www.besturdubooks.wordpress.com

مجھے ماریں گے اس لئے اس نے یہ کیا کہ

آمد اندر انجمن آں طفل خورد	آبروئے مرد لافی رابرد
وہ چھوٹا بچہ مجمع میں آیا	اس نے شیخی خورے کی آبرو کھو دی

یعنی وہ چھوٹا بچہ محفل میں آگیا اور اس شیخی باز آدمی کی آبرو ریختہ کردی اس لئے کہ

گفت آن دنبہ کہ ہر صبحے بدان	چرب میکردی لبان و سبلتان
کہنے لگا کہ وہ دنبہ (کی کھال) جس سے ہر صبح کو	وہ ہونٹ اور مونچھیں چکنی کرتا تھا

یعنی اس نے کہہ دیا کہ وہ کھال جس سے ہر صبح کو تم لب اور مونچھیں چکنی کیا کرتے تھے۔

گربہ آمد ناگہانش در ربود	پس دویدیم ونکرد آن ہیچ سود
بلی آئی اور اچانک اس کو لے بھاگی	ہم بہت دوڑا اور کوئی فائدہ نہ ہوا

یعنی بلی آئی اور ناگہاں اس کو لے گئی ہم بہت دوڑے مگر اس کوشش نے کچھ فائدہ نہ کیا۔

پہلوان درلاف گرم وذوقناک	چون شنیدایں قصہ گشت ازغم ہلاک
پہلوان نے شیخی کی گرمی اور ذوق میں	جب یہ قصہ سنا رنج سے ہلاک ہو گیا

یعنی پہلوان شیخی میں سرگرم اور ذوقناک تھا جب اس نے یہ قصہ سنا تو مارے غم کے قریب بہ (ہلاک) ہو گیا اس لئے کہ ساری قلعی کھل گئی۔

منفعل شد درمیان انجمن	سرفرو بردو خمش گشت از سخن
مجمع میں شرمندہ ہوگیا	سر جھکا لیا اور بات سے خاموش ہو گیا

یعنی وہ محفل میں شرمندہ ہوگیا اور سر جھکا کر بات کرنے سے خاموش رہ گیا۔

خندہ آمد حاضرانرا از شگفت	رحمہاشان باز جنبیدن گرفت
تعجب سے حاضرین کو ہنسی آ گئی	ان کا رحم پھر حرکت کرنے لگا

یعنی حاضرین کو (اول تو طبعی طور پر) تعجب سے ہنسی آگئی پھر ان کے رحم نے جنبش شروع کی مطلب یہ کہ اول تو سب کو اس کی اس حرکت پر ہنسی آگئی مگر پھر اس کی حالت پر رحم آیا کہ دیکھو شریف آدمی ہے آج تک شرافت کے مارے اپنی حالت کو ظاہر نہ کرتا تھا اب کیا تھا اب تو یہ حالت ہوئی کہ۔

دعوتش کردند و سیرش داشتند	تخم رحمت درزمینش کاشتند
انہوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا پیٹ بھر دیا	مہربانی کا بیج اس کی زمین میں بو دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ اس کی دعوت کرتے تھے اور اس کو خوب پیٹ بھر کر رکھتے تھے اور اس کی زمین میں تخم رحمت بوتے تھے یعنی اس کے ساتھ خوب سلوک کرتے تھے۔

اوچو ذوقے راستی دید از کرام	بے تکبر راستی را شد غلام
جب اس نے شریفوں میں سچائی کا ذوق دیکھا	بغیر تکبر کے سچائی کا غلام بن گیا

یعنی اس نے جب کریموں سے راستی کا مزہ دیکھا تو بے تکبر کے راستی کا غلام ہوگیا یعنی جب اس نے دیکھا کہ اصل حالت کے ظاہر ہوجانے سے ایسے ایسے انعامات ہوتے ہیں اس نے پھر ہمیشہ راستی ہی اختیار کر لی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

راستی را پیشہ خود کن مدام	تا شوی در ہر دو عالم نیک نام
سچائی کو ہمیشہ کے لئے اپنا پیشہ بنا لے	تاکہ تو دونوں جہان میں نیک نام بنے

یعنی ہمیشہ اپنا پیشہ راستی کو بنالو تاکہ دونوں عالم میں نیک نام رہو پس اس کو ختم کرکے آگے اس شغال کا قصہ پورا فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ایسے دغابازوں کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے ایک شخص کو دنبہ کی کھال مل گئی تھی وہ ہر صبح اس کی چکنائی سے اپنی مونچھوں کو تر کرتا اور دولت مندوں کی مجلس میں جا کر کہتا کہ میں نے ایک محفل میں خوب مرغن کھانا کھایا ہے اور خوشی خوشی مونچھوں پر ہاتھ رکھتا یہ کنایہ ہوتا تھا اس امر کا کہ تم میری مونچھیں دیکھ لو کہ میرے بیان کی شاہد ہیں اور یہ چکنائی میرے مرغن وشیریں غذا کھانے کی علامت ہے۔ ظاہری حالت تو یہ اور اندرونی حالت یہ کہ پیٹ اس کو کوستا تھا اور کہتا تھا کہ خدا ایسے کافروں کے مکر کو تباہ کرے ارے تیری شیخی نے ہمیں تو انگاروں پر لٹار کھا ہے خدا کرے یہ تیری چکنائی آلود مونچھیں اکھڑ جائیں ارے ننگے اگر تیری یہ بے ہودہ شیخی نہ ہوتی تو کوئی اللہ کا سخی ہم پر رحم کرتا اور اگر تو اپنا عیب فقر ظاہر کرتا اور یہ ظلم نہ کرتا تو کسی مہربان کے یہاں تو مہمان ہوتا اور اگر تو سچ سچ اپنی حالت کہہ دیتا اور ٹیڑھی چال نہ چلتا تو کوئی طبیب ہمارا علاج کرتا واقعی پیٹ کا بیان بالکل سچ ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ کان اور دم بے قاعدہ مت ہلا یعنی اصلی حالت ظاہر کر کہ سچ سچوں کو نفع پہنچاتا ہے لہذا آدمی کو چاہئے کہ غار کے اندر ٹیڑھا نہ ہوئے یعنی نہ اپنی حالت کو چھپائے اور نہ کج بیانی اختیار کرے بلکہ اصلی حالت کو ٹھیک ٹھیک ظاہر کردے اور اگر اپنا عیب بھی نہ بیان کرے تو اتنا ہی کرے کہ خاموش رہے نمائش اور فریب سے اپنے کو ہلاک نہ کرنا چاہئے جس طرح یہ شخص کر رہا تھا اور اپنی چکنی مونچھوں پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے کہ بلی دنبہ کو اٹھالے گئی یعنی اپنی ظاہری حالت کی درستی پر اکتفا نہ کرنا چاہئے کیونکہ عنقریب اس کی حقیقت کھلنے والی ہے اور دعویٰ کہ ظاہر ہو کر ندامت لاحق ہونے والی ہے خواہ مخواہ کی شیخی تو بری بات ہے ہی لیکن اگر کسی کو کچھ دولت باطنی بھی مل جاوے تب بھی خاموش رہنا چاہئے اس لئے کہ اظہار دعویٰ ہے اور اس دعوے کی تصویب اور تغلیط کے لئے امتحان کی کسوٹیاں یعنی اہل اللہ موجود ہیں اور امتحان بڑی سخت چیز ہے حق سبحانہ محفوظ رکھیں اور خود ان کسوٹیوں کے لئے بھی ان کے احوال میں بہت سے امتحانات ہیں ان کو بھی اپنی کسوٹی ہونے پر مغرور نہ ہونا چاہئے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہر سال لوگوں کی ایک یا دو مرتبہ جانچ کی جاتی ہے پس معلوم ہوا کہ راہ میں اہل امتحان کا بھی امتحان ہوتا ہے لہٰذا تم کو معمولی امتحان کے معاوضہ میں بھی اپنے کو نہ خریدنا چاہئے یعنی معمولی امتحان کے لئے بھی آمادہ نہ ہونا چاہئے بلکہ حق سبحانہ سے دعا کرنی چاہئے کہ وہ ہم کو امتحان کے شکنجہ میں نہ کھینچے امتحانات قضا نہایت سخت ہوتے ہیں لہٰذا تم کو ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور کبھی ایسی بات پر زبان نہ ہلانی چاہئے جس سے دعویٰ ظاہر ہو دیکھو بلعم باعور اور ابلیس آخری امتحان میں ذلیل ہو گئے اور وجہ یہ ہوئی کہ حق سبحانہ کے ارادہ خفیہ سے بے خوف ہو گئے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ بہت سے امتحانات ہو چکے ہیں اور ہم ان میں پاس ہو چکے ہیں اب کیا پروا ہے اس کا انجام یہ ہوا کہ بلاآ خر رسوا ہوئے تو تو نے ان کی حالت سنی ہی ہوگی ہم کو تفصیلاً بیان کرنے کی ضرورت نہیں خیر تو اس کا پیٹ کہتا تھا کہ اے اللہ جس کو یہ چھپا رہا ہے تو اس کو ظاہر کر دے اور اے اللہ تو اسے ذلیل کر اس نے ہمیں پھونک دیا دیکھو وہ محض دعوے سے دولتمندی کی طرف مائل ہوتا تھا لیکن خود اس کا پیٹ ہی اس کی مونچھوں کو ملامت کرتا تھا اس کی شیخی بخششوں کو رد کر رہی تھی اور رحمت کی شاخ کو جڑ سے اکھیڑ رہی تھی لیکن اس کے جسم ہی کے اجزاء اس کے دشمن ہو رہے تھے کیونکہ وہ بہار کی شیخی بگھار رہا تھا اور سرسبزی و شادابی کا دعویٰ کر رہا تھا اور اس کے اجزا خزاں اور خشکی اور انتقاص کی حالت میں تھے ارے احمق کیا غضب کر رہا ہے کہ خواہ مخواہ شیخی بگھار رہا ہے اور مصیبت میں گرفتار ہے تجھ کو چاہئے کہ یا تو سچی سچی حالت بیان کر دے اور اگر یہ نہ ہو تو خاموش ہی رہ پھر دیکھنا کہ لوگ تجھ پر کیسی رحمت کرتے ہیں تو اصلی حال کہہ دے اور خوب مزہ سے کھا کیوں بھوکا مرتا ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب سنو غرض کہ اس کا پیٹ ہی اس کی مونچھوں کا دشمن ہو رہا تھا اور اندر ہی اندر دعا کر رہا تھا کہ اے خدا ایسے پاجیوں کی شیخی کو رسوا کرتا کہ ہماری طرف اسخیا کا رحم متوجہ ہو حق سبحانہ نے پیٹ کی دعا قبول فرمائی اور سوزش احتیاج جس کو وہ چھپا رہا تھا طشت از بام ہو گئی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ خواہ فاسق ہو خواہ بت پرست ہو جب ہم سے دعا کرتا ہے تو ہم اس کو قبول فرماتے ہیں لہٰذا تم کو شکم سے عبرت حاصل کرنا چاہئے اور دعا کو مضبوط پکڑنا چاہئے اور خوب چلانا چاہئے ان شاء اللہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز تم کو شیطان کے پنجہ سے رہائی نصیب ہوگی دیکھو جب پیٹ نے اپنے کو خدا کے حوالہ کیا تو حق تعالیٰ نے اس کی حصول مدعا کی تدبیر کی جو اس صورت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے ظاہر ہوئی کہ بلی آئی اور دنبہ کی کھال اڑا لے گئی گھر والے دنبہ کو چھیننے کے لئے دوڑے لیکن وہ بھاگ گئی اور ہاتھ نہ آئی اس کو دیکھ کر باپ کے غصہ کے خوف سے لڑکے کا رنگ فق ہو گیا اور وہ چھوٹا بچہ محفل میں آیا اس شیخی باز کی ساری آبرو خاک میں ملا دی اس نے کہا کہ دنبہ کی وہ کھال جس سے آپ ہر روز صبح کو ہونٹ اور مونچھیں چکنی کیا کرتے تھے بلی لے گئی ہم چھیننے کے لئے بہت دوڑے لیکن ہماری کوشش بے سود ثابت ہوئی یہ بہادر اس وقت شیخی بگھارنے میں سرگرم اور مزے لے رہا تھا جب اس نے یہ قصہ سنا تو مارے رنج کے مرنے کے قریب ہو گیا اور محفل میں بہت شرمندہ ہوا اس نے سر کو جھکا لیا اور خاموش بیٹھ گیا حاضرین اول تو اس واقعہ سے متعجب ہو کر ہنس پڑے اس کے بعد ان کے رحم کو حرکت ہوئی اور یہ خیال کیا کہ بے چارہ شریف آدمی ہے اس لئے اپنی حالت کو چھپاتا ہے اس کی مدد کرنی چاہئے لوگوں نے اس کی دعوت کی اور اس کا خوب پیٹ بھر دیا اور اپنے رحم کا بیج اس کی زمین میں بو دیا پس جبکہ ان اخیا کی طرف سے اس کو سچ کا مزہ حاصل ہوا تو وہ سچ کا غلام ہو گیا اور پھر کبھی شیخی نہیں کی اس واقعہ سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے اور سچ کو اپنا شعار بنا لینا چاہئے تاکہ دنیا میں بھی نیک نامی ہو اور آخرت میں بھی۔

شرح شبّیری

اس گیدڑ کا دعویٰ طاؤسی کرنا جو رنگ کے مٹکے میں گر پڑا تھا

آں شغال رنگ رنگ اندر نہفت	بر بنا گوش ملامت گر بگفت
اس رنگ برنگ کے گیدڑ نے آہستہ سے	ملامت گر کے کان کی لو کے پاس (جاکر) کہا

یعنی اس رنگ رنگ والے گیدڑ نے چپکے سے ملامت کر کے کان میں یہ کہا کہ

بنگر آخر درمن و در رنگ من	یک صنم چوں من ندارد خود شمن
آخر مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ	پجاری (بھی) ایسا ایک بت نہیں رکھتا ہے

یعنی آخر میرے اندر اور میرے رنگ کو دیکھ تو سہی کہ بت پرست ایک بت بھی ایسا نہیں رکھتا یعنی بت پرست باوجودیکہ خوبصورت بت بناتے ہیں مگر مجھ جیسا خوبصورت کوئی بت پرست بھی نہیں رکھتا۔

چوں گلستان گشتہ ام صد رنگ خوش	مر مرا سجدہ کن از من سر مکش
میں باغ کی طرح سو رنگوں والا اور حسین ہو گیا ہوں	مجھے سجدہ کر مجھ سے سرکشی نہ کر

یعنی میں باغ کی طرح سو رنگ خوش والا ہو گیا ہوں تو تو مجھے سجدہ کر اور سرکشی مت کر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کروفر وآب وتاب ورنگ بین	فخر دنیا خوان مرا و رکن دین
شان و شوکت رونق اور چمک اور رنگ دیکھ	مجھے دنیا کا فخر اور دین کا ستون کہہ

یعنی میری کروفر اور آب وتاب اور رنگ کو دیکھو اور مجھے فخر دنیا اور رکن دین کہو اس لئے کہ میرا مرتبہ بہت بلند ہو گیا ہے۔

مظہر لطف خدائی گشتہ ام	لوح شرح کبریائی گشتہ ام
میں اللہ کے کرم کا مظہر بن گیا ہوں	(اس کی) بڑائی کی شرح تختی بن گیا ہوں

یعنی میں لطف خدا کا مظہر ہو گیا ہوں اور کبریائی حق کی شرح کی لوح ہو گیا ہوں غرضکہ اس نے کہا کہ مظہر جلال و جمال دونوں ہوں اور بولا کہ

اے شغالان ہین مخوانیدم شغال	کے شغالے را بود چندین جمال
اے گیدڑو! خبردار مجھے گیدڑ نہ کہو	کسی گیدڑ میں اس قدر حسن کب ہوتا ہے؟

یعنی اے گیدڑو مجھے گیدڑ مت کہو اس لئے کہ دیکھو تو کسی گیدڑ کو بھی اتنا جمال ہوتا ہے اور جب میرے اندر جمال ہے تو معلوم ہو گیا کہ میں گیدڑ نہیں رہا۔

ان شغالان آمدند آنجا بجمع	ہمچو پروانہ بگردا گرد شمع
وہاں سب گیدڑ جمع ہو گئے	جیسے شمع کے چاروں طرف پروانے

یعنی وہ گیدڑ سارے اس جگہ اس طرح جمع ہو گئے جیسے کہ پروانے شمع کے گرد ہوتے ہیں اور وہ یہ پوچھ رہے تھے کہ

پس چہ خوانیمت بگوائے جوہری	گفت طاؤس نری چوں مشتری
تو اے جوہری بتا ہم تجھے کیا کہا کریں؟	اس نے کہا، نر طاؤس جو مشتری (ستارہ) کی طرح ہے

یعنی اے جوہری پھر ہم تجھے کیا (کہکر) پکاریں تو اس نے کہا کہ وہی طاؤس نر مانند مشتری (ستارہ کے یعنی جس طرح کہ مشتری ستارہ علویات میں سے ہے اسی طرح مجھے طاؤس علوی کہو۔

پس بگفتندش کہ طاؤس جہاں	جلوہا وارند اندر گلستان
تو انہوں نے اس سے کہا کہ روحوں کے مور	باغ (عالم ملکوت) میں جلوے دکھاتے ہیں

یعنی پس انہوں نے اس سے کہا کہ دنیا کے طاؤس تو باغ میں جلوہ کرتے ہیں (یعنی ناچتے ہیں)

تو چناں جلوہ کنی گفتا کہ نے	بادیہ نارفتہ چون گوید منے
تو ایسا جلوہ دکھائے گا اس نے کہا نہیں	جو (کسی) جنگل میں نہ گیا ہو وہ منی کی کیا بات کرے

یعنی تو ویسا جلوہ کر سکتا ہے تو وہ بولا کہ نہیں (مولانا فرماتے ہیں) کہ جنگل میں نہ چلا ہوا کیونکر (حالات)

www.besturdubooks.wordpress.com

معنی بیان کرسکتا ہے یعنی جب وہ بھی ناچاہی نہ تھا تو کس طرح ناچ سکتا تھا جب اس نے اس کا انکار کیا تو انہوں نے دوسرا سوال کیا کہ۔

بانگ طاؤسان کنی گفتا کہ لا	پس نہ طاؤس خواجہ بوالعلا
تو موروں کی بولی بول سکتا ہے اس نے کہا نہیں	تو اے بڑائیوں والے خواجہ تو مور نہیں ہے

یعنی اچھا تو موروں کی آواز کرسکتا ہے تو اس نے کہا کہ نہیں (تو وہ بولے کہ) اے خواجہ بوالعلا تو طاؤس نہیں ہے اس لئے کہ جب اس کے کمالات میں سے کوئی بھی تیرے اندر موجود نہیں ہے تو پھر کدھر سے طاؤس بن بیٹھا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ

خلعت طاؤس آید ز آسمان	کے رسی از رنگ دعویہا بدان
طاؤس کا لباس آسمان سے اترتا ہے	دعوؤں کی رنگینی سے تو اس تک کب پہنچ سکتا ہے

یعنی طاؤس کی خلعت تو آسمان سے آتی ہے تو رنگ کے دعوؤں سے تم اس تک کب پہنچ سکتے ہو مطلب یہ کہ مور کا وہ حسن تو خلقی ہوتا ہے اور مخلوق حق ہوتا ہے پھر اس اصل کمال تک دعویٰ کس طرح پہنچ سکتا ہے اسی طرح اگر تم دعوے کروگے اور اصل میں کچھ نہ ہوگا تو پھر ذلیل ہوگے اور کچھ نہ ہوگا۔

گر تو دعوے میکنی معنی بیار	گہ مخور ورنہ پس گردن مخار
اگر تو دعویٰ کرتا ہے حقیقت پیش کر	بکواس نہ کر ورنہ پھر گردن نہ کھجا

یعنی اگر تم دعوے کرتے ہو تو اس کے معنی بھی لاؤ اور گہ مت کھاؤ ورنہ پس گردن مت کھجانا۔ پس گردن خاریدن کنایہ از شرمندہ شدن مطلب یہ کہ اگر دعوے کرتے ہو اس کی کچھ اصلیت بھی پیدا کرو ورنہ پھر خواہ مخواہ شرمندگی حاصل ہوگی تو دیکھو کہیں ایسا مت کرنا کہ پھر شرمندگی ہو آگے فرعون کا قصہ بیان فرماتے ہیں اور اس کو اس شغال مدعی . سے تشبیہ دیتے ہیں۔

فرعون کا دعویٰ خدائی کرنا اور اس کو اس گیدڑ سے تشبیہہ دینا کہ جس نے طاؤسی دعویٰ دوسرے گیدڑوں کے سامنے کیا تھا

ہمچو فرعون مرصع کردہ ریش	برتراز موسیٰ پریدہ از خریش
فرعون کی طرح جس نے داڑھی کو جڑاؤ کرا کر	اپنے گدھے پن (حضرت) موسیٰ سے بلند پروازی کی

یعنی مثل فرعون کے کہ اس نے ڈاڑھی مرصع کررکھی تھی اور اپنے گدھے پن کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام سے بڑھتا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او ہم از نسل شغال مادہ زاد	درخم مالے و جاہے اوفتاد
وہ بھی گیدڑ ہی کی نسل سے پیدا ہوا تھا	مال اور مرتبہ کے خم میں گر گیا تھا

یعنی وہ بھی اسی گیدڑ کی نسل سے تھا اور مال وجاہ کے مٹکے میں پڑا ہوا تھا۔

ہر کہ دید آن و مال و جاہش سجدہ کرد	سجدۂ افسوسیان را او بخورد
جس نے اس کا مال اور مرتبہ دیکھا اس نے اس کو سجدہ کیا	مذاق کرنے والوں کے سجدے وہ نگل گیا

یعنی جو کوئی اس کا جاہ و مال دیکھتا تھا سجدہ کرتا تھا اور وہ ان خوشامدیوں کا سجدہ قبول کرتا تھا۔

گشت مستک آن گدائے ژندہ دلق	از سجود و از تحیرہائے خلق
وہ بھی گدڑی والا فقیر مست ہو گیا	لوگوں کے سجدوں اور حیرانیوں سے

یعنی وہ پرانی گدڑی والا فقیر مخلوق کی تحیر اور سجود سے مست ہو گیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مال مار آمد کہ دروے زہر ہاست	وان قبول و سجدۂ خلق اژدہاست
مال، سانپ ہے جس میں بہت سے زہر ہیں	لوگوں میں مقبولیت اور (ان کا) سجدہ کرنا اژدھا ہے

یعنی مال سانپ ہے کہ اس کے اندر بہت سے زہر ہیں اور وہ مخلوق کا قبول کرنا اور سجدہ اژدہا ہے اول مصرعہ میں مال اور دوسرے میں جاہ کی مذمت ہے اور مال کی خرابی جاہ سے کم ہے یہ جاہ بڑی قاتل ہے اس کا مارا پانی بھی نہیں مانگتا آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہائے اے فرعون ناموسی مکن	تو شغالی ہیچ طاؤسی مکن
افسوس اے فرعون! معزز نہ بن	تو گیدڑ ہے مور پن نہ جتا

یعنی ہائے ارے فرعون نخوت مت کر اور تو تو شغال ہے تو طاؤسی مت کر یعنی جو کمالات کہ تمہارے اندر نہ ہوں ان کو ظاہر مت کرو اور ان کا دعویٰ مت کرو اس لئے کہ

سوئے طاؤساں اگر پیدا شوی	عاجزی از جلوۂ و رسوا شوی
اگر تو موروں کے سامنے آئے گا	جلوہ دکھانے سے عاجز اور رسوا ہو جائے گا

یعنی طاؤسوں کی طرف اگر تو ظاہر ہوگا تو تو جلوہ سے تو عاجز ہے تو رسوا ہی ہوگا یعنی جب کاملین کی برابری کا دعویٰ ہوگا اور وہ کمالات حاصل نہ ہوں گے تو امتحان کے وقت رسوا ہوگے اس سے بہتر ہے کہ پہلے ہی سے بچتے رہو۔

موسےٰ و ہارون چو طاؤسان بدند	پر جلوہ برسر و زویت زدند
حضرت موسیٰ اور ہارونؑ چونکہ مور تھے	انہوں نے جلوے کا پر تیرے سر اور منہ پر مار دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی موسےؑ اور ہارون طاؤس کی طرح تھے تو انہوں نے پر جلوہ کو تیرے سر اور منہ پر مارا تو یہ ہوا کہ۔

زشتیت پیدا شد و رسوائیت	سرنگوں افتادی از بالائیت
تیرا بھدا پن اور رسوائی واضح ہوگئی	تو اپنی بلندی سے اوندھا گرا

یعنی تیری زشتی ظاہر ہوگئی اور تیری رسوائی اور تو اس بلندی سے سرنگوں ہو کر گر پڑا۔

چوں محک دیدی سیہ گشتی چو قلب	نقش شیرے رفت پیدا گشت کلب
جب تو نے کسوٹی دیکھی کھوٹے سکے کی طرح سیاہ پڑ گیا	تیرے شیر ہونے کی صورت چلی گئی اور کتا ظاہر ہوا

یعنی جب تو نے کسوٹی دیکھی تو کھوٹے کی طرح سیہ ہو گیا اور تیرا نقش شیری جاتا رہا اور کتا ظاہر ہو گیا مطلب یہ کہ جن کمالات کو کہ تو ظاہر کرتا تھا وہ سارے زائل ہو گئے اور اصل حقیقت جو تھی وہ نکل آئی۔

اے سگ گرگین زشت از حرص و جوش	پوستین شیر را برخود مپوش
اے بھدے گرگ نما کتے حرص اور جوش میں	شیر کی کھال اپنے اوپر نہ پہن

یعنی ارے خارشی برے کتے حرص و جوش سے تو شیر کی پوستین اپنے اوپر مت پہن اس لئے کہ

غرۂ شیرت بخواہد امتحان	نقش شیر و آنگہ اخلاق سگان
شیر کی گرج تیرا امتحان لے لے گی	شیر کی صورت اور پھر کتوں کے اخلاق

یعنی تیرا غرہ اشیر تو مقتضی امتحان کو ہے اور نقش تو شیر جیسے اور اخلاق کتوں جیسے ہیں تو پھر رسوائی نہ ہو تو اور کیا ہو اور فرماتے ہیں کہ۔

اے شغال بے جمال و بے ہنر	ہیچ برخود ظن طاؤسی مبر
اے بدصورت بے ہنر گیدڑ	اپنے اوپر مور ہونے کا گمان ہرگز نہ کر

یعنی اے بے جمال اور بے ہنر گیدڑ اپنے اوپر کسی قسم کا گمان طاؤسی مت کر۔

زانکہ طاؤسان کنندت امتحان	خوار و بے رونق بمانی در جہان
کیونکہ مور تجھے آزمائیں گے	تو درمیان میں ذلیل اور بے آبرو رہ جائے گا

یعنی اس لئے کہ طاؤس تیرا امتحان کریں گے تو تو خوار بے رونق درمیان میں رہ جائے گا یہاں بظاہر خطاب شغال وغیرہ کو ہے مگر مقصود وہ لوگ ہیں جو دعوے کاذب کیا کرتے ہیں اور مقصود یہ بیان کرتا ہے کہ میاں ذرا شیخی مت کرو کہ اگر کاملین تمہارا امتحان لینے لگے تو اس وقت فضول شرمندہ ہونا پڑے گا آگے آیت ولتعرفنھم فی لحن القول کی تفسیر کرتے ہیں اور اس سے مقصود یہ ہے کہ جو شخص کہ دعویٰ کاذب کرتا ہے اس کے لب ولہجہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے اب سنو فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ضمنی مضمون سے فارغ ہو کر پھر قصہ شغال کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس گیدڑ نے آگے بڑھ کر اعتراض کیا تو اس رنگین گیدڑ نے چپکے سے اس کے کان پر منہ رکھ کر کہا کہ تو مجھے اور میرے رنگ کو دیکھ کر بتا کہ کسی بت پرست کے پاس ایسا خوبصورت بت ہے دیکھ تو سہی میں باغ کی طرح صد رنگ اور پسندیدہ و مرغوب ہو گیا ہوں تو مجھ سے سرکشی مت کر اور مجھے سجدہ کر تو میری شان و شوکت میری چمک دمک اور میرے رنگ کو دیکھ اور مجھے دنیا اور رکن دین کہہ میں عنایت حق سبحانہ کا مظہر ہوں اور اس کی کبریائی و عظمت وجلال کی شرح کی تختی ہوں کہ مجھ سے اس کی عظمت اس کا جلال ظاہر ہوتا ہے ارے گیدڑ و دیکھو مجھے گیدڑ نہ کہنا بھلا کہیں گیدڑ میں بھی یہ خوبصورتی ہوتی ہے یہ تقریرین کر سب گیدڑ اس کے چاروں طرف یوں جمع ہو گئے جیسے شمع کے گرد پروانہ اور سب نے کہا کہ اچھا جناب ہم آپ کو کیا کہا کریں اس نے کہا ''طاؤس نر چون مشتری'' اس پر انہوں نے کہا کہ طاؤسان عالم جان یعنی اہل اللہ گلشن عالم میں اپنے عجیب وغریب جلوے دکھلاتے ہیں تو ایسے جلوے دکھا سکتا ہے اس نے جواب دیا کہ نہیں۔ واقعی بات ہے یہ بے چارہ جنگل تک تو گیا نہیں منا کی حالت کیا بیان کر سکتا ہے یعنی اس کو تو عالم جان کی ہوا بھی نہیں لگی پھر اہل اللہ کے سے جلوے کیا دکھا سکتا ہے اس کے بعد کہا اچھا ان طاؤسوں کی بولی بول سکتا ہے اور حقائق و معارف بیان کر سکتا ہے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ تو بس جناب آپ احمق ہیں اور طاؤس نہیں ہو سکتے واقعی بات یہ ہے کہ خلعت طاؤسی آسمان کی طرف سے ملتی ہے یعنی جس کو حق سبحانہ مقرب بنائیں وہی مقرب ہو سکتا ہے اور تیرے رنگین دعوؤں سے یہ دولت حاصل نہیں ہو سکتی محض مدعی تقرب حق کی ایسی مثال ہے جیسے فرعون نے اپنی ڈاڑھی میں موتی پرو لئے تھے اور اپنے گدھے پن سے اپنے کو موسیٰ علیہ السلام سے بالاتر سمجھتا تھا بات یہ تھی کہ وہ بھی کسی گیدڑ ہی کی اولاد سے تھا اور مال ودولت کے مٹکے میں گر کر اپنی حقیقت کو بھول گیا تھا۔ پس جس نے اس جاہ و مال پر نظر کی اس نے اس کو سجدہ کیا اور ایسے ہی احمق لوگوں کا مسجود اسے کہا گیا کیونکہ وہ دولت ابدی سے محروم مخلوق کے سجدوں اور ان کی تعظیموں سے مغرور ہو گیا اور یہ بنا ہوئی اس کی تباہی کی واقعی بات یہ ہے کہ مال تو ایک سانپ ہے جو اپنے اندر سینکڑوں زہر رکھتا ہے لیکن جاہ اور بھی آفت ہے کہ یہ اژدہا ہے یہ مال سے بھی زیادہ تباہ کن ہے دیکھ اے فرعون معزز مت بن اور اپنی حقیقت کو مت بھول۔ تو گیدڑ ہے طاؤس مت بن اگر تو اصلی طاؤسوں کے سامنے آئے گا اور اہل اللہ سے تیرا مقابلہ ہو گا تو تو ان کی سی پھبن نہ دکھا سکے گا اور ذلیل ہو گا۔ دیکھ لے حضرت موسے اور حضرت ہارون حضرت حق کے اصلی طاؤس تھے انہوں نے تجھے اپنا جلوہ دکھایا اور تو ان کا مقابلہ نہ کر سکا لہٰذا تیرا قبح اصلی ظاہر ہو گیا اور تو رسوا ہو گیا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

بلندی سے پستی میں سر کے بل گر گیا جب تو کسوٹی پر کسا گیا تو کھوٹے سونے کی طرح تیری سیاہی ظاہر ہو گئی اور وہ شیرانہ صورت جاتی رہی اور اندر سے کتا نکل آیا۔ پس اے خارشی کتے اور اے مدعی کاذب تو حرص اور جوش طمع سے شیر کی کھال پہن کر شیر ہونے کا دعویٰ مت کر اور اہل اللہ کی صورت بنا کر ولایت کا مدعی نہ بن امتحان چاہتا ہے کہ تیرے اندر شیر کی غرض ہو یعنی اہل اللہ کے اوصاف ہوں حالانکہ تجھ میں یہ نہیں بلکہ صورت تو شیر کی ہے اور اخلاق کتوں کے یعنی ظاہر تو تیرا اہل اللہ کا سا ہے اور باطن سگان دنیا کا سا پھر تجھے شیر حق اور ولی کون مان لے گا دیکھ او بدصورت اور بدسیرت گیدڑ اور او مدعی کاذب خبردار اپنے کو طاؤس اور ولی اللہ نہ سمجھ بیٹھنا اس لئے کہ اصلی طاؤس یعنی اہل اللہ تجھے آزمائیں گے اور تو دنیا میں ذلیل اور بے آبرو ہوگا۔

شرح شبّیری

آیت ولتعرفنهم فی لحن القول کی تفسیر جو کہ منافقوں کے بارہ میں ہے

گفت یزداں مرنبی را در مشاق	یک نشان سہل تر ز اہل نفاق
نبیؐ کو اللہ (تعالیٰ) نے قرآن کے سیاق میں بتا دی	منافقوں کی ایک آسان پہچان

یعنی حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بہت سہل نشانی اہل نفاق کی یہ بتائی ہے کہ۔

گر منافق زفت باشد نغز وھول	در شناسی مرد را در لحن وقول
خواہ منافق موٹا' خوبصورت اور بارعب ہو	تم اس کو بات کے لہجے سے پہچان لوگے

یعنی اگرچہ منافق بہت ڈیل اور خوب موٹا ہے (مگر) آپ اس کی بات کے لہجہ سے معلوم کرلیں گے (کہ یہ منافق ہے) اس لئے کہ خلوص اور مکر تو بات کے لہجہ سے معلوم ہو جاتا ہے آگے اس آواز سے معلوم کر لینے کی ایک بڑے غضب کی مثال دیتے ہیں کہ

چوں سفالین کوز ہارا می خری	امتحانے میکنی اے مشتری
جب تو مٹی کے پیالے خریدتا ہے	اے خریدار! تو امتحان کر لیتا ہے

یعنی جب مٹی کے برتن خریدتے ہو تو اے خریدار تم اس کا امتحان (اس طرح) کیا کرتے ہو کہ۔

میزنی دستے بران کوزہ چرا	تا شناسی از طنیں اشکستہ را
تو اس کوزے پر ہاتھ کیوں مارتا ہے؟	تاکہ تو آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لے

یعنی تم اس برتن پر ہاتھ مارتے ہو کیونکہ آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ اشکستہ دگرگوں می شود	بانگ چاوش است پیشش می رود
ٹوٹے ہوئے کی آواز دوسری طرح کی ہوتی ہے	آواز نقیب ہے جو آگے آگے چلتا ہے

یعنی ٹوٹے ہوئے کی آواز ہی اور طرح کی ہوتی ہے اور آواز ایک نقیب ہے کہ جو اس کے آگے جا رہا ہے (اور پکار رہا ہے کہ بچ جاؤ یہ شخص فلاں آتا ہے تو اس کی برائی بھلائی معلوم ہو جاتی ہے)

بانگ می آید کہ تعریفش کند	ہمچو مصدر فعل تصریفش کند
آواز آتی ہے تاکہ اس کی پہچان کر دے	جیسا کہ مصدر ہے فعل اس میں تغیر کر دیتا ہے

یعنی آواز آتی ہے تاکہ اس کی تعریف کر دے مثل مصدر کے کہ فعل اس کی تعریف کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ آواز سے اس کی حالت معلوم ہو جاتی ہے جیسے کہ یہ مصدر کہ اصل ہے اشتقاق میں اور مبدا وہی ہے مگر فعل جو کہ تابع ہے اس کی تعریف کرتا ہے مصدر اعلال میں اس کے تابع ہوتا ہے تو دیکھو باوجودیکہ وہ تابع ہے مگر اعلال میں اس کا معرف ہے اسی طرح اگرچہ آواز تابع ہے مگر اس کی حالت کے بیان کے لئے اسی کی ضرورت ہے اور یہ آواز ہی اس کی حالت کو بیان کرتی ہے تو جس طرح کہ اس کی آواز سے اس کی حالت معلوم ہو جاتی ہے اسی طرح منافقین اور غیر مخلصین اور مدعیین کی باتوں سے ان کے قلب کی حالت روشن ہو جاتی ہے اور سارا مکر ظاہر ہو جاتا ہے اور رسوا ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر مدعی کاذب سے کہا تھا کہ دیکھو جھوٹے دعوے مت کر اہل اللہ تیرا امتحان کریں گے اور تو رسوا ہوگا اب مدعیان کاذب کے امتحان کا ایک واقعہ اور امتحان کا ایک طریق بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو منافق لوگ مسلمانی کے جھوٹے دعوے کرتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا امتحان کیا اور حق سبحانہ نے ان کے امتحان کا ایک قاعدہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم فرمایا وہ یہ کہ ان کی باتوں میں اخلاص نہ ہوگا اور کبھی کبھی ایسی باتیں بھی ان کی زبان سے نکل جائیں گی جو ان کے دعوے کے منافی ہوں گی کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ **ولتعرفنهم في لحن القول** یعنی اگر منافق بڑے سے بڑا اور شیریں کلام اور باہیبت درعب بھی ہوگا تب بھی تم اس کو لب ولہجہ اور گفتار سے معلوم کر لو گے کیونکہ اس کی باتیں دل نشیں نہ ہوں گی اور کبھی ایسی باتیں بھی زبان سے نکل جائیں گی جو اس کے دعوے کے خلاف ہوں گی جیسے **لئن رجعنا الى المدينة ليخرجن الاعز منها الاذل** وغیرہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ اہل اللہ امتحان کرتے ہیں اور ان کے امتحان کے لئے بہت طریقے ہیں منجملہ ان کے ایک آواز بھی ہے تو اب سمجھو کہ اس امتحان کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ضرورت ہے اور آواز سے امتحان ہوسکتا ہے دیکھو جب تم مٹی کے برتن خریدتے ہو تو پہلے ان کا امتحان کرتے ہو اور امتحان کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس برتن پر ہاتھ مارتے ہو کیوں محض اس لئے کہ آواز سے ٹوٹے ہوئے کو پہچان لو پس جبکہ مٹی کے برتن کے لئے امتحان کی ضرورت ہے تو اتنا بڑا دعویٰ کرنے والے لے لئے امتحان کی ضرورت نہ ہوگی اور جب مٹی کا ٹوٹا ہوا برتن آواز سے پہچانا جاسکتا ہے تو فاسد القلب لوگ آواز سے کیوں نہیں پہچانے جا سکتے ضرور پہچانے جاسکتے ہیں یاد رکھو کہ جس طرح ٹوٹے ہوئے برتن کی آواز اور ہی قسم کی ہوتی ہے یوں ہی فاسد القلب لوگوں کی گفتار بھی دوسری ہی قسم کی ہوتی ہے جو اہل اللہ کی آواز سے نہیں ملتی۔ آواز بمنزلہ شاہی چوبدار کے ہے جو آگے آگے چلتا ہے پس جس طرح چوبدار بادشاہ کی آمد کو ظاہر کرتا ہے جو ہنوز معلوم نہیں ہوتے یوں ہی آواز اہل اللہ ان کے قلب میں شہنشاہ حقیقی کی اس آمد کو ظاہر کرتی ہے جو اس کی شان کے مناسب ہے اور جس طرح فعل باوجود مصدر سے نکلنے کے اور اس کی حالت یعنی قابل تغیر و اصلاح ہونے کے ظاہر کرتا ہے یوں ہی لوگوں کی آواز باوجود اس کے ان سے صادر ہونے کے ان کی لائق تغیر حالت باطنی کو ظاہر کرتی ہے۔

شرح شبّیری

چوں حدیث امتحان روئے نمود	یادم آمد قصۂ ہاروت زود
جب امتحان کی بات سامنے آئی	مجھے فوراً ہاروت کا قصہ یاد آ گیا

یعنی جب امتحان کی بات آ گئی تو مجھے قصہ ہاروت و ماروت کا یاد آ گیا مولانا نے کچھ قصہ ہاروت و ماروت بناء المشہور دفتر اول کے اخیر میں بیان کیا ہے جو کہ کلید مثنوی دفتر اول سطر ثانی میں مذکور ہے یہاں اس کی طرف اشارہ ہے کہ اب چونکہ بہت دور سے امتحان کا ذکر آ رہا ہے اور ہاروت و ماروت کا بھی امتحان ہوا تھا اس لئے یہاں ان کا قصہ بھی یاد آ گیا آگے خود اس پہلے مذکور کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ

پیش ازیں زاں گفتہ بودم اندکے	خود چہ گویم از ہزار انش یکے
اس سے پہلے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا تھا	میں کیا کہوں اس کے ہزاروں میں سے ایک

یعنی اس سے پہلے میں نے اس میں سے کچھ بیان کیا ہے اور خود کیا کہوں ہزار میں سے ایک مطلب یہ کہ اس کے اندر جو حقائق ہیں ان میں سے جو بیان کروں گا اور کئے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے کہ ہزار میں سے ایک چیز بیان کی جاوے یعنی بہت تھوڑا سا بیان کیا جاسکتا ہے۔

خواستم گفتن دراں تحقیقہا	تاکنوں و ماندم از تعویقہا
میں اس میں کچھ تحقیق بیان کرنا چاہتا تھا	(لیکن) رکاوٹوں کی وجہ سے اب تک رکا رہا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں نے اس کے اندر کچھ تحقیقات بیان کرنا چاہے تھے مگر اب تعویقات کی وجہ سے عاجز رہا۔

جملۂ دیگر ز بسیارش قلیل	گفتہ آید شرح یک عضوے ز پیل
اس کے بہت سے میں سے کچھ تھوڑا سا دوسرا جملہ	کہہ دیا جو ہاتھی کے ایک عضو کی شرح ہو گی

یعنی اب دوسری مرتبہ اس میں سے تھوڑا سا بیان کیا جاتا ہے جیسے کہ ہاتھی میں سے ایک عضو مطلب یہ کہ جیسے سارے ہاتھی کی نسبت اس کا ایک عضو بہت ہی قلیل ہوتا ہے اسی طرح ان تحقیقات میں سے اب بھی تھوڑے ہی سے بیان ہو سکتی ہے۔

گوش کن ہاروت را ماروت را	اے غلام و چاکران ماروت را
سن لے ہاروت اور ماروت کے بارے میں	اے وہ کہ ہم تیرے چہرے کے غلام اور خادم ہیں

یعنی قصۂ ہاروت و ماروت کو سن اے وہ شخص کہ ہم تیرے منہ کے غلام اور نوکر ہیں دوسرا مصرعہ ایسا ہے جیسے کہ ہماری زبان میں بولتے ہیں کہ میں تیرے مکھڑے کے قربان ذرا یہ بات سن لے تو مولانا بھی غایت شفقت سے اسی طرح فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

گوش دل را یک نفس ایں سو بدار	تا بگویم باتو از اسرار یار
تھوڑی دیر کے لئے کان کو اس طرف متوجہ کر	تاکہ میں تجھ سے دوست کے کچھ راز بیان کروں

یعنی گوش دل کو ایک ذرا ادھر کرتا کہ میں تجھ سے اسرار یار میں سے کچھ بیان کروں یار سے مراد حق تعالیٰ مراد یہ کہ ذرا گوش دل سے سنو تو ہم تم سے اسرار حق بیان کریں۔ آگے ان کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

قصہ ہاروت اور ماروت کا اور حق تعالیٰ کے امتحان پر ان کی دلیری

مست بودند از تماشائے الٰہ	وز عجائبہائے استدراج شاہ
وہ اللہ کے دیدار سے مست تھے	اور شاہ (اللہ) کے عجائب کی ڈھیل سے

یعنی وہ لوگ تماشائے حق میں مست تھے اور حق تعالیٰ کی عجیب عجیب استدراجوں سے تماشائے حق سے مراد تجلیات مطلب یہ کہ وہ دونوں تجلیات میں اس قدر مست ہو رہے تھے کہ ان کو دوسری طرف التفات ہی نہ تھا اور ان کو کبھی وہم بھی نہ ہوتا تھا کہ ہم مردود بھی ہونگے اور ان کو اس استدراج کی خبر نہ تھی کہ ان کو اس قرب میں استدراج ہے کہ وہ مست ہو رہے ہیں حالانکہ یہی ان کے لیے مہلک تھا۔

ایں چنیں مستی است استدراج حق	تا چہ مستیہا و بد معراج حق
اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ڈھیل میں ایسی مستی ہوتی ہے	تو اللہ (تعالیٰ) کی جانب عروج کی مستیاں دیتا ہو گا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی استدراج حق میں ایسی مستی ہے تو معراج حق تو کیا کچھ مستی دے گی طلب یہ کہ دیکھو کہ جب استدراج میں کہ اس میں قرب اصلی ہوتا بھی نہیں ایسی مستی ہے کہ دوسری طرف التفات ہی نہیں ہے تو پھر جب معراج اور قرب ہوگا اس وقت تو دیکھو کیسی کچھ مستی ہوگی۔

دانہ دامش چنیں مستی نمود	خوان انعامش چہا داند کشود
اس کے جال کے دانہ نے ایسی مستی دکھائی	اس کے انعام کا خوان کس قدر (مستیاں) پیدا کرتا جاتا ہوگا

یعنی ان کے دانہ دام نے ایسی مستی دکھائی تو اس کا خوان انعام تو کیا کچھ کھولنا چاہے گا مطلب یہ کہ دیکھو ان کا امتحان ہوا تھا تو اس قدر مست ہوئے کہ ان کو دوسری طرف کی خبر بھی نہ رہی تو بھلا جس کو قرب حق اصل میں حاصل ہوا اس کو تو کیا کچھ مستی حاصل ہوگی غرضکہ ان کی یہ حالت تھی کہ۔

مست بودند و رہیدہ از کمند	ہائے و ہوئے عاشقانہ میزدند
وہ مست تھے اور پھندے سے آزاد تھے	عاشقوں کی طرح ہائے ہو (کے نعرے) لگاتے تھے

یعنی مست تھے اور کمند سے چھوٹے ہوئے تھے اور عاشقوں جیسی ہائے ہوئے کرتے تھے مطلب یہ کہ چونکہ کبھی کمند میں پھنسے نہ تھے اس لئے مست تھے اور چھوٹے پھر رہے تھے اور عاشق بنتے تھے۔

یک کمیں و امتحان در راہ بود	صرصرش چوں کاہ کہ را مے ربود
ایک گھات اور امتحان راستہ میں تھا	جس کی آندھی پہاڑ کو تنکے کی طرح لے اڑی

یعنی ایک کھائی اور امتحان راہ میں تھا اور اس کی ہوا کوہ کو کاہ کی طرح لے جاتی تھی مطلب یہ کہ وہ مست تھے حالانکہ ان کی راہ میں اور اس سلوک میں امتحان بھی تھا اور ایسا امتحان کہ اس کی باد تند بڑے بڑے مضبوطوں کو ہلا دے بس ان کو اس کی خبر نہ تھی اور وہ اسی حالت مشاہدہ میں مغرور اور مست ہو رہے تھے۔

امتحان میکرد شان زیر و زبر	کے بود سرمست راز ینہا خبر
امتحان ان کو الٹ پلٹ کر رہا تھا	مست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے؟

یعنی حق ان کا امتحان زیروزبر کر رہے تھے اور سرمست کو اس کی کب خبر ہوتی ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے تو ان کو استدراج میں مبتلا کر رکھا تھا اور ان کو اس کی خاک بھی خبر نہ تھی یہاں ایک ذرا سا اشکال یہ ہوتا ہے کہ محققین نے کہا ہے کہ ملائکہ کے اندر شہوت نہیں ہوتی اس لئے کہ ان کے اندر نفس نہیں ہوتا اور مولانا ان کو مست کہہ رہے ہیں تو یہاں مست سے کیا مراد ہوگا تو بات یہ ہے کہ مستی دو قسم کی ہوتی ہے ایک مستی عقلی اور ایک شہوانی مثلاً ایک مستی اور سرور انسان کو اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس کو کوئی نئی بات معلوم ہو یا کوئی خوشی ہو یا کوئی خیال سرور پہنچنے جم جاوے اور ایک شہوانی ہوتی ہے تو ملائکہ میں وہ مستی شہوانی تو نہ تھی ہاں یہ مستی عقلی ضرور تھی کہ وہ اس خیال میں مگن

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے کہ ہم مقرب حق ہیں بس اسی مستی کو مولانا بھی فرمارہے ہیں اور یہ ان کی ملکیت کی بھی منافی نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس سرمست کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

خندق و میدان بہ پیش او یکسیت	چاہ و خندق پیش او خوش مسلکے است
خندق اور میدان اس کے سامنے یکساں ہیں	کنواں اور خندق اس کے سامنے اچھا راستہ ہیں

یعنی خندق اور میدان اس کے آگے سب ایک ہوتے ہیں اور کنواں اور خندق اس کے آگے عمدہ راستہ ہیں مطلب یہ کہ وہ اس قدر مست ہوتا ہے کہ اس کو مضرات و مہلکات نافع اور خوش معلوم ہوتے ہیں آگے بز کوہی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح وہ مست ہو کر قعر کوہ کو میدان سمجھتا ہے اسی طرح جو مست ہوتے ہیں وہ بھی مہلکات کو نافع خیال کرتے ہیں اور اس طرف التفات نہیں کرتے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جبکہ امتحان کی یہاں تک نوبت پہنچی تو اس پر مجھے قصہ ہاروت و ماروت یاد آ گیا اس سے پیشتر بھی میں نے دفتر اول میں اس کو کسی قدر بیان کیا ہے اور اب بھی پورا تو کیا بیان کر سکتا ہوں ہزاروں حصوں میں سے ایک حصہ بیان کروں گا میرا ارادہ تھا کہ اس میں تحقیقات عجیبہ بیان کروں لیکن موانع کے سبب محذور رہا اب تم کو تھوڑی دیر کے واسطے اس طرف متوجہ ہونا چاہئے تاکہ میں تجھ سے حق سبحانہ کے کچھ بھید ظاہر کروں دوسری بار بھی میں بہت نہ بیان کروں گا بلکہ بہت تھوڑا سا بیان کروں گا اور گویا کہ ہاتھی کے ایک ذرا سے جزو کی تشریح کروں گا اچھا اب تم قصہ ہاروت و ماروت سنو وہ بظاہر تماشائے حق سبحانہ اور فی الحقیقت اس کے عجائبات استدراج کے سبب مست تھے اور اس بظاہر مشاہدہ جمال حق اور بباطن استدراج حق نے ان کو اس درجہ بے خود کر رکھا تھا کہ نفع وضرر میں امتیاز نہ کر سکتے تھے حتیٰ کہ حق سبحانہ کے معراج میں دعوے عظمت کر بیٹھے اور یہ نہ سمجھ سکے کہ اس کا انجام کیا ہوگا (یاد رکھو کہ یہ وہ مستی نفسانی نہیں ہے جس کی فرشتوں سے کلام اہل فن میں نفی کی گئی ہے بلکہ یہ قوی مدرکہ کا ایک خاص امر میں انہماک اور ماسوی کی طرف عدم التفات ہے اور اسی کی فرشتوں سے نفی کی کوئی وجہ نہیں) اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ جب استدراج حق سے اس قسم کی مستی اور انہماک حاصل ہو سکتا ہے تو قرب حق میں کیا کچھ مستی نہ ہوگی اور جب جال میں ڈالے ہوئے ایک دانہ نے ایسا مست کر دیا تو اس کا خوان انعام کیا کچھ مستیوں کے دروازے اس پر نہ کھولے گا غرض کہ وہ مست اور اب تک کمند امتحان سے آزاد تھے اور عاشقوں کی طرح ہاؤ ہو کرتے تھے یعنی محبت الٰہی کا دم بھرتے تھے لیکن راہ تقرب حق میں ایک سخت مہلکہ اور امتحان تھا جو اس قدر قوی تھا کہ اس کی آندھی تنکے کی طرح پہاڑ کو اڑائے دیتی تھی اور بڑے بڑے ارباب استقلال کے

www.besturdubooks.wordpress.com

حوصلے اس سے ٹکرانے اور اس کا مقابلہ کرنے سے پست ہوتے تھے اور وہ امتحان ان کو تہ و بالا کر رہا تھا لیکن وہ تو مست تھے ان کو کیا تنبہ ہوتا مست کی تو حالت یہ ہوتی ہے کہ خندق اور میدان دونوں اس کی نظر میں یکساں معلوم ہوتے ہیں اور اس کو تو کنواں اور خندق بھی عمدہ شاہراہ معلوم ہوتے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل واقعہ سے اس کی تصدیق ہوگی۔

شرح شبّیری

بزکوہی کے بکری کو دیکھ کر مستی اور اسکا ایک پہاڑ سے دوسرے پر کودنا

آں بزکوہی بران کوہ بلند	بر دواز بہر خوردے بے گزند
پہاڑی بکرا بلند پہاڑ پر	خوراک کے لئے بے مشقت دوڑتا ہے

یعنی وہ بزکوہی اس بلند پہاڑ پر غذا کے لئے بے خوف و خطر دوڑتا ہے۔

تا علف چیند بہ بیند ناگہاں	بازیٔ دیگر ز حکم آسمان
تاکہ گھاس چگے (لیکن) وہ اچانک دیکھتا ہے	آسمان کے حکم سے ایک دوسرا کھیل

یعنی (وہ دوڑتا ہے) تاکہ گھاس چرے تو ناگہاں حکم آسمانی کی وجہ سے ایک اور بازی دیکھتا ہے وہ یہ کہ۔

برکہے دیگر برانداز د نظر	مادہ بز بیند برآں کوہے دگر
دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے	اس دوسرے پہاڑ پر وہ بکری دیکھتا ہے

یعنی اس دوسرے پہاڑ پر نظر ڈالتا ہے تو اس دوسرے پہاڑ پر مادہ بز کو دیکھتا ہے (تو بس یہ حالت ہوتی ہے کہ)

چشم او تاریک گرد د در زمان	بر جہد سرمست زین کہ تا بدان
فوراً اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے	مست ہو کر اس پہاڑ سے اس پہاڑ پر کود پڑتا ہے

یعنی اس کی آنکھ تاریک ہو جاتی ہے اس وقت اور مست ہو کر اس پہاڑ سے دوسرے پر کودتا ہے

آنچناں نزدیک بنماید ورا	کہ دویدن گرد بالوعہ سرا
وہ اس کو ایسا نزدیک نظر آتا ہے	یہاں تک کہ مستی کی وجہ سے اس کے دل میں کودنے کی خواہش ہوتی ہے

یعنی وہ پہاڑ اس کو ایسا نزدیک معلوم ہوتا ہے جیسے کہ گھر کے چوبچہ کے گرد دوڑنا مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس کو پھلانگ جانا آسان ہوتا ہے اسی طرح وہ اس پہاڑ سے دوسرے پہاڑ پر کود کر پہنچ جانا آسان سمجھتا ہے۔

آن ہزاراں گز دوگز بنمایدش	تا ز مستی میل جستن آیدش
وہ ہزاروں گز (کا فاصلہ) اس کو دو گز نظر آتا ہے	جیسا کہ گھر کے چوبچے کے چاروں طرف دوڑنا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ ہزاروں گز اس کو دو گز دکھائی دیتا ہے یہاں تک کہ مستی سے کودنے کی رغبت اس کو ہوتی ہے۔

چونکہ بجہد در فتد اندر زمان	درمیان ہر دو کوہ بے امان
جب کودتا ہے فورا گر جاتا ہے	دونوں بے پناہ پہاڑوں کے درمیان

یعنی جبکہ کودتا ہے تو ان دونوں بے اماں پہاڑوں کے درمیان میں گر پڑتا ہے۔

او ز صیادان بہ کہ بگریختہ	خود پناہش خون او را ریختہ
وہ شکاریوں سے پہاڑ پر بھاگا تھا	پناہ نے ہی اس کا خون بہا دیا

یعنی وہ صیادوں سے پہاڑ میں بھاگا تھا اور خود اس کی پناہ نے اس کا خون گرایا مطلب یہ کہ اگر میدان میں رہتا اور پہاڑ پر نہ جاتا تو کیوں وہاں سے گر کر مرتا بلکہ اگر وہاں کودتا بھی مرتا تو نہ۔

شستہ صیادان میان آن دو کوہ	انتظار آن قضائے باشکوہ
ان دونوں پہاڑوں کے درمیان شکاری بیٹھے تھے	اس پرشکوہ قضا کے انتظار میں

یعنی ان دونوں پہاڑوں کے درمیان میں صیادان قضائے باشکوہ کے انتظار میں بیٹھے ہوتے ہیں بس وہ شکار کر لیتے ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

باشد اغلب صید ایں بز ہم چنیں	ورنہ چالاکست و چست و خصم وبیں
بکرے کا شکار عموماً ایسے ہی ہو جاتا ہے	ورنہ چالاک اور چست ہے اور دشمن کو دیکھ لینے والا ہے

یعنی اکثر اوقات اس بکرے کا شکار اس طرح ہوتا ہے ورنہ یہ تو بڑا چالاک و چست اور دشمن کا دیکھنے والا ہے۔

رستم از چہ باسر و سبلت بود	دام پاگیرش یقین شہوت بود
رستم خواہ مع سر اور مونچھوں کے ہو	یقیناً شہوت اس کے پاؤں کا جال ہوتی ہے

یعنی رستم اگر چہ بڑی مونچھ اور سر والا ہو مگر یقیناً اس کی پاگیر شہوت ہوتی ہے یعنی خواہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو مگر شہوت کے آگے وہ بھی مغلوب ہو جاتا ہے تو بس اسی طرح ایک قسم کی مستی ہاروت ماروت کو تھی وہ بھی اسی وجہ سے پھنس گئے اور پھر جو گت بنی وہ ظاہر ہے اور مولانا اس قصہ کو بناء علی المشہور رکھ رہے ہیں کہ اگر ایسا ہو تو یہ قصہ یوں ہے اور اگر یہ قصہ غلط ہو تو پھر مولانا کا بیان صرف تمثیل ہو جاوے گا غرضکہ اس وقت اس کی صحت وغیرہ سے بحث نہیں ہے صرف اس کے نتیجہ پر نظر ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو من از مستی شہوت ببر	مستی شہوت بہ بیں اندر شتر
میری طرح شہوت کی مستی سے جدا ہو جا	شہوت کی مستی اونٹ میں دیکھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میری طرح مستی شہوت سے الگ ہو جاؤ اور مستی شہوت کو شتر کے اندر دیکھو مطلب یہ کہ بطور غوث بالنعمۃ کے فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے شہوت کو ترک کر دیا ہے اسی طرح تم بھی قطع کر دو اور دیکھو شتر میں جو شہوت ہوتی ہے تو اس وقت اس کی کیا بری گت بنتی ہے بس اسی کو اپنے اوپر قیاس کر لو۔

باز ایں مستی شہوت در جہاں	پیش مستی ملک داں مستہاں
پھر یہ دنیا میں شہوت کی مستی	فرشتے کی مستی کے ساتھ ہیچ سمجھ

یعنی پھر یہ مستی شہوت جہاں میں اس مستی ملک کے آگے ذلیل ہو گئی۔ اس لئے وہ مستی عقل اس مستی شہوت سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ اس میں تو انسان کو کچھ دوسری طرف کی بھی خبر رہتی ہے مگر اس میں تو دوسری طرف التفات ہی نہیں ہوتا یہ اس سے بھی بڑھ کر ہوئی۔

مستی آں مستی ایں بشکند	او بہ شہوت التفاتے کے کند
اس کی مستی اس کی مستی کو فنا کر دیتی ہے	وہ شہوت کی طرف کب توجہ کرتا ہے؟

یعنی اس کی مستی اس کی مستی کو توڑ دیتی ہے اور وہ شہوت کی طرف التفات کب کرتا ہے مطلب یہ کہ مولانا اس مستی عقل کی جو کہ ملائکہ کو مشاہدہ تجلیات سے ہوتی ہے رغبت دلا رہے ہیں کہ اس کو حاصل کرو تو اس سے یہ مستی شہوت زائل ہو جاوے گی اور رغبت اس لئے دے رہے ہیں کہ وہ فی نفسہ تو محمود ہی ہے اگرچہ ایک عارض کی وجہ سے ہاروت ماروت کو مضر ہوئی مگر فی نفسہ کوئی مضر نہیں ہے ورنہ تمام ملائکہ کو مضر ہوتی تو بس جبکہ وہ مضر بعارض ہے لہٰذا فی نفسہ وہ مطلوب ہوئی اور وہ عارض جو ہے وہ قابل اس کے ہوا کہ اس سے حق تعالیٰ کی درگاہ میں پناہ مانگے پس جبکہ حق تعالیٰ کی مدد ہوگی تو ان شاء اللہ پھر مضر نہ ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

آب شیریں تا نخوردی آب شور	خوش نماید چوں درون دیدہ نور
جب تک تو نے میٹھا پانی نہیں پیا ہے کھاری پانی	(ایسا) عمدہ لگتا ہے جیسا کہ آنکھوں میں روشنی

یعنی جب تک کہ تم نے آب شیریں نہیں پیا ہے اس وقت تک آب شور ہی ایسا اچھا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ آنکھ میں نور اچھا معلوم ہوتا ہے آب شیریں سے مراد مستی حق اور آب شور سے مراد مستی شہوت مطلب یہ کہ جب تک اس کی مستی کو دیکھا نہیں ہے اسی وقت تک تم کو یہ مستی دنیا بھلی معلوم ہو رہی ہے ورنہ جب اس کو چکھ لو گے تو پھر اس کی قدر بالکل جاتی رہے گی۔

قطرۂ از بادہ ہائے آسمان	بر کند جان را زمے وز ساقیان
آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ	جان کو (دنیا کی) شراب اور ساقیوں سے برگشتہ کر دیتا ہے

یعنی آسمانی شرابوں کا ایک قطرہ بھی جان کو (ان ظاہری) شراب اور ساقیوں سے الگ کر دیتا ہے پس جبکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس شراب کے ایک قطرہ میں یہ خاصیت ہے تو

تاچہ مستیہا بود املاک را	وزجلالت روحہائے پاک را
فرشتوں میں کس قدر مستیاں ہوتی ہیں	اور پاک روحوں میں بڑائی کی وجہ سے

یعنی کیا کچھ مستی فرشتوں کو ہوگی اور جلالت کی وجہ سے پاک ارواح کو کیا کچھ ہوگی۔ اس لئے کہ ان کی تو یہ حالت ہے کہ۔

کہ بہوئے دل دران مے بستہ اند	خم بادہ ایں جہاں بشکستہ اند
کہ انہوں نے خوشبو کی وجہ سے دل اس شراب سے وابستہ کردیا ہے	انہوں نے اس جہان کے خم توڑ ڈالے ہیں

یعنی کہ بو پر اس مے کی دل باندھے ہوئے ہیں اور اس جہان کی شراب کے مٹکے توڑ دیتے ہیں مطلب یہ کہ ان لوگوں کی یہ حالت ہے کہ انہوں نے اس جہاں کی مستیوں کو ترک کردیا اور اسی مستی اصل کی طرف دل لگا رکھا ہے تو ان کو کیا کچھ مستی ہوگی آگے ان میں سے استثناء منقطع کے طور پر کچھ مستثنیٰ فرماتے ہیں کہ۔

جز مگر آنہا کہ نومیدند و دور	ہمچو کفار نہفتہ در قبور
سوائے ان کے جو مایوس اور دور ہیں	قبروں میں چھپے ہوئے کافروں کی طرح

یعنی مگر سوائے ان کے جو کہ ناامید اور دور ہیں جیسے کہ کفار جو کہ قبور میں پوشیدہ ہیں مطلب یہ کہ جیسے کہ وہ لوگ ہیں جو کہ کافر ہیں اور قبروں میں ہیں وہ اس مستی سے بالکل ناامید اور دور ہیں۔ اور ان کا تو ذکر ہی نہیں ہاں جو کہ مست ہیں ان کو سب کچھ حاصل ہے اور کفار کی تو یہ حالت ہے کہ۔

ناامید از ہر دو عالم گشتہ اند	خارہائے بے نہایت کشتہ اند
وہ دونوں جہانوں سے مایوس ہو گئے ہیں	انہوں نے لاانتہا کانٹے بوئے ہیں

یعنی وہ لوگ دونوں عالم سے ناامید ہو گئے ہیں اور ان لوگوں نے بے انتہا خار بوئے ہیں یعنی اعمال سیہ کئے ہیں لہذا ان کو وہ مستی حاصل نہیں ہوسکتی آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

ہاروت وماروت کا بشریت کی تمنا کرنا اور حق تعالیٰ کی غیرت

پس زمستیہا بگفتند اے دریغ	بر زمین باران بدادیے چو میغ
مستیوں کی وجہ سے انہوں نے کہا ہائے افسوس	ہم زمین پر ابر کی طرح (انصاف کی) بارش برسا دیتے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ مستیوں کی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ کاش ہم زمین پر بارش (انصاف) بادل کی طرح برساتے مطلب یہ کہ وہ اس کی خواہش کیا کرتے تھے کہ ہم دنیا میں اگر ہوتے تو خوب انصاف کرتے اور بنی آدم کی طرح جور وظلم نہ کرتے اس تمنا کے ضمن میں وہ بنی آدم کو ذلیل بھی سمجھتے تھے ان کو ظالم اپنے کو منصف قرار دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ

گستریدیمے دریں بیداد جا	عدل وانصاف وعبادات ووفا
ہم اس ظلم کی جگہ میں پھیلا دیتے	عدل اور انصاف اور عبادات اور وفا

یعنی اس بیداد کی جگہ میں ہم عدل اور انصاف اور عبادتوں اور وفا کو بچھاتے یعنی اگر ہم دنیا میں ہوتے تو یہ کام کرتے اور حق تعالیٰ کی خوب عبادت کرتے غرضکہ وہ اسی گھمنڈ میں تھے اور بنی آدم کو ذلیل اور ظالم کہا کرتے تھے۔

ایں بگفتند وقضا می گفت ایست	پیش پاتان دام ناپیدا بسے است
یہ انہوں نے کہا اور قضا کہہ رہی تھی ٹھہر جا!	تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے چھپے ہوئے جال ہیں

یعنی وہ تو یہ کہا کرتے تھے اور قضا کہتی تھی کہ ذرا ٹھہرو تمہارے پاؤں کے آگے بہت سے پوشیدہ جال ہیں یعنی اس راہ میں بہت سے امتحانات ہیں جن سے کہ ابھی بے خبر ہو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہیں مرو گستاخ در دشت بلا	ہیں مرو کورانہ اندر کربلا
خبردار! مصیبت کے جنگل میں لاپرواہی سے نہ جا	خبردار! کربلا میں اندھوں کی طرح نہ جا

یعنی ارے دشت بلا میں گستاخانہ مت چل اور کربلا میں اندھوں کی طرح مت چل۔ دشت بلا اور کربلا سے مراد امتحانات اور راہ سلوک ہے مطلب یہ کہ بے خوف اور گستاخ ہو کر اس راہ کو قطع مت کر۔

کہ ز موئے واستخواں ہالکاں	می نیابد راہ پائے سالکاں
کیونکہ ہلاک ہونے والوں کے بال اور ہڈیوں سے	چلنے والوں کا قدم راستہ نہیں پاتا

یعنی ہالکین کے بالوں اور ہڈیوں کی وجہ سے چلنے والوں کا پاؤں راہ نہیں پاتا۔ استخوان وموئے ہالک سے مراد امتحانات وعبرتیں ہیں یعنی اس راہ میں اس قدر امتحان اور عبرت ہیں کہ کہیں چلنے کو راستہ نہیں ملتا قدم قدم پر امتحانات موجود ہیں۔

جملۂ رہ استخوان وموئے وپے	بسکہ تیغ قہر لاشئے کردشئے
سارے راستہ میں ہڈیاں، بال اور پٹھے ہیں	کثرت سے قہر کی تلوار نے موجود کو معدوم کر دیا ہے

یعنی تمام راہ میں ہڈیاں اور بال اور پاؤں ہی ہیں اور تیغ قہر سے بہت سی شئے کو لاشئے کر دیا یعنی بہت سے موجودات کو معدوم کر دیا ہے اور ان کے نشانات آج عبرت اور امتحانات کے لئے موجود ہیں لہٰذا ذرا سنبھل کر

www.besturdubooks.wordpress.com

چلنا چاہئے آگے اس کی تائید فرماتے ہیں کہ۔

گفت حق کہ بندگان جفت عون	برزمین آہستہ می رانند ہون
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے کہ مدد (الٰہی) کے ساتھی بندے	خاکساری سے آہستہ چلتے ہیں

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو بندے کہ منصور من الحق ہیں وہ زمین پر آہستہ اور ہونا چلتے ہیں تو جب وہ اس قدر آہستہ اور سنبھل کر چلتے ہیں جن کی بابت کہ قرآن شریف میں ہے وعباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا تو پھر جو لوگ کہ ابھی اس راہ میں شروع ہی میں قدم رکھ رہے ہیں ان کو تو کس قدر احتیاط کی ضرورت ہوگی۔

پابرہنہ چوں رود در خار زار	جز بہ مہل و فکرت پرہیزگار
کانٹوں کے جنگل میں، ننگے پاؤں کیسے چلے	پرہیز گار سوائے وقفہ اور سوچ بچار کے

یعنی پرہیز گار پابرہنہ خارزار میں بغیر آہستگی اور فکر کے کب چلے گا مطلب یہ کہ جب بندگان خدا ہر وقت سنبھل کر چلتے ہیں تو اگر وہ خارزار میں ہوں اور برہنہ پا ہوں تو پھر تو کیوں سنبھل کر نہ چلیں گے پس چاہئے کہ اپنی کسی حالت پر مغرور نہ ہو اور اپنے تقویٰ وطہارت کو کچھ نہ سمجھے بلکہ ہر وقت حق تعالیٰ سے ڈرتا رہے اب یہاں ایک اور باریک بات ہے کہ بعض لوگ جو کہ استغفار کرتے رہتے ہیں وہ سمجھیں گے کہ ہم تو ڈرتے رہتے ہیں تو یہ بھی عزہ ہے اس سے ڈرتے ہی رہیں پھر جو لوگ کہ اس سے ڈریں گے وہ بھی بے فکر نہ ہوں وھلم جرا بس خلاصہ یہ ہے کہ اپنی کسی حالت پر مغرور نہ ہو بلکہ ہر وقت حق تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے اور خود اس استغفار پر استغفار کرے جہاں تک ہو سکے ہر وقت خوف میں رہے کسی وقت بھی مغرور نہ ہو کہ یہ بہت بڑا حجاب ہے ان ہاروت و ماروت کو یہی تو پیش آیا کہ انہوں نے کہا کہ یاالٰہی جس طرح انسان آپ کی نافرمانی کرتا ہے ہم کبھی نہ کریں تو ارشاد ہوا کہ تمہارے نفس نہیں ہے اس لئے نہ کرو گے تو بولے کہ (اگر آپ ہمارے نفس بھی رکھ دیں تب بھی ہم نہ کریں گے اس لئے کہ ان کو عزہ تھا بس پھر امتحان ہوا اور نفس رکھا گیا۔ آخر نا کامیاب ہوئے نعوذ باللہ۔

ایں قضا میگفت لیکن گوش شاں	بستہ بود اندر حجاب جوش شاں
قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان	ان کے جوش کے پردے میں بند تھے

یعنی قضا یہ کہہ رہی تھی لیکن ان کے کان ان کے حجاب کے جوش میں بند ہو رہے تھے بوجہ ان کو جوش تقویٰ تھا اس میں اندھے ہو رہے تھے کہیں کی خبر نہ تھی مولانا فرماتے ہیں کہ

چشمہا و گوشہا را بستہ اند	جز مر آنہا را کہ از خود رستہ اند
لوگوں نے آنکھیں اور کان بند کر لئے ہیں	سوائے ان کے جو اپنی ہستی سے آزاد ہو گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آنکھوں کو اور کانوں کو انہوں نے بند کر رکھا ہے سوائے ان کے جو اپنے سے چھوٹے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ جو لوگ کہ درجۂ فنا حاصل کر چکے ہیں وہ تو مستثنیٰ ہیں ورنہ اور تو سب اپنے گوش و چشم کو بند کیے ہوئے ہیں۔

جز عنایت کہ کشاید چشم را	جز محبت کہ نشاند خشم را
(خدا کی) مہربانی کے علاوہ آنکھ کون کھول سکتا ہے؟	غصہ کو محبت کے علاوہ کون فرو کر سکتا ہے؟

یعنی عنایت کے سوا اور کون آنکھ کو کھول سکتا ہے اور سوائے محبت کے غصہ کو کون بٹھا سکتا ہے لہذا ہر وقت عنایت اور حب حق کے طالب ہو کہ اسی سے کام بنے گا۔

جہد بے توفیق جان کندن بود	زار زنے کم گر چہ صد خرمن بود
بے توفیق (خدا) کوشش جان کو فنا کرنا ہے	اگر چہ وہ (کوشش) سو کھلیان ہو ایک چنے سے کم ہے

یعنی بے توفیق (حق) کے کوشش جان کندن ہوتا ہے اور ارزنی سے بھی کم ہوتی ہے اگر چہ سو خرمن ہو۔ مطلب یہ کہ جب توفیق حق نہ ہو تو کتنی ہی کوشش کرو سب بیکار ہوتی ہے لہذا حق تعالیٰ سے توفیق کی درخواست کرو آگے مولانا دعا فرماتے ہیں کہ۔

جہد بے توفیق خود کس را مباد	در جہاں واللہ اعلم بالصواب
خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق نہ ہو	دنیا میں اور خدا بہتر جانتا ہے

یعنی خدا کرے جہد بے توفیق تو عالم میں کسی کو نہ ہو واللہ اعلم بالصواب اور یہ تجربہ ہے کہ اگر انسان کام شروع کر دے اور نیت خالص حق تعالیٰ کے لئے ہو تو پھر توفیق ہو ہی جاتی ہے ان شاء اللہ۔ آگے فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو روکنے کے لئے تدبیر کرنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو چونکہ وہ ایک بے دینی کا کام کر رہا تھا اس لئے اس کو توفیق نہ تھی لہذا کامیاب نہ ہو سکا اسی طرح اگر سالک کو اس کے کام میں توفیق حق نہ ہو تو اس کے ناکام رہنے کا بھی خوف ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: غرضکہ ہاروت وماروت مست تھے اور مستی میں یہ کہہ رہے تھے کہ اے کاش ہم زمین پر بکثرت پانی برساتے اور اس محل ظلم پر ہم عدل وانصاف عبادتیں اور وفائے حق سبحانہ پھیلاتے وہ تو یہ کہہ رہے تھے اور انسان پر بیوفائی ظلم فسق وفجور کی تعریضیں کر رہے تھے لیکن قضا کہہ رہی تھی کہ ذرا دم لو تمہارے پاؤں کے سامنے بھی بہت سے جال ہیں جن سے تم بھی نہیں بچ سکتے یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال

فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو صحرائے امتحان میں ان فرشتوں کی طرح الہڑ پن سے نہ چلنا اور اس دشت سراپا مصائب میں اندھا دھند نہ گھسنا۔ اس میں غفلت کے ساتھ چلنے کے سبب سے ہلاک ہونے والوں کے اسقدر بال اور ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں کہ چلنے والوں کو راستہ بھی نہیں ملتا۔ چونکہ قہر حق سبحانہ نے بہت سے مغرورین اور عجب رکھنے والوں کو ہلاک کیا ہے اس لئے تمام راہ میں ہڈیاں بال اور پٹھے بھی پڑے ہوئے ہیں پس تم کبھی اپنی طاعات پر گھمنڈ اور عصاۃ کی تحقیر نہ کرنا کیونکہ بندگان مقبولین کی یہ شان نہیں ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض هونا یعنی ہمارے خاص بندے ہماری مدد توفیق سے زمین پر آہستہ چلتے ہیں اور اکڑ کر نہیں چلتے پس جب رفتار میں بھی تکبر کو حق سبحانہ پسند نہیں کرتے تو طاعات میں کیونکر پسند کریں گے غور تو کرو کہ جو شخص محتاط ہو اور پاؤں میں جوتے نہ ہوں بلکہ ننگے پاؤں ہوں اور جنگل کانٹوں سے پر ہو پس کیا ایسا شخص اس حالت میں بلا سوچے ایک قدم بھی رکھ سکتا ہے۔ ہرگز نہیں پس تم کیسی بےفکری کے ساتھ صحرائے امتحان میں چلے جا رہے ہو خیر۔ تو قضا ان سے وہ کہہ رہی تھی جو ہم اوپر بتلا چکے ہیں لیکن ان کے کانوں پر ان کی مستی نے پردہ ڈال رکھا تھا کہ وہ مستی کے سبب اس کو نہ سنتے تھے واقعی بات یہ ہے کہ جب تک آدمی فنا نہیں ہو جاتا اس وقت تک علی تفاوت الاحوال کان بھی بند ہوتے ہیں اور آنکھیں بھی نہ وہ بہتری کو سن سکتا ہے نہ دیکھ سکتا ہے ہاں جب فنائے تام حاصل ہو جاتی ہے اس وقت کان بھی پورے طور پر کھل جاتے ہیں اور آنکھیں بھی۔

اور آنکھوں کا کھول دینا حقیقۃً حق سبحانہ ہی کے قبضہ میں ہے جب وہ چاہتے ہیں اسی وقت آنکھیں کھلتی ہیں لیکن اس نے اپنی مشیت کے لئے بعض اسباب عادیہ مقرر فرما دیئے ہیں کہ جب ان کا وجود ہوتا ہے تو آنکھ کھولنے کے ساتھ مشیت بھی متعلق ہو جاتی ہے اور وہ سبب عشق و محبت حق سبحانہ ہے پھر عشق و محبت آتش خشم کو فرو کر کے رحمت کو متوجہ کرتے ہیں اور وہ رحمت آنکھیں کھول دیتی ہے اور عشق و محبت بھی بتوفیق حق سبحانہ ہی حاصل ہوتے ہیں اگر توفیق حق سبحانہ نہ ہو تو محض کوشش تو دردسری ہی ہے اگر سینکڑوں کھلیانوں کے برابر بھی ہو تب بھی باجرہ کے ایک دانہ کے برابر ہے خدا کرے کسی کی کوشش بے توفیق کے نہ ہو اور حق سبحانہ سب کو توفیق عطا فرما دیں اور خدا ہی خوب صواب کو جانتا ہے اور جو کچھ وہ کرتا ہے وہی صواب ہے جس کو توفیق دیتا ہے وہ بھی حکمت ہے اور جس کو نہیں دیتا اس میں بھی حکمت ہے۔ (تنبیہ) یاد رکھو کہ مولانا نے عجب کو نہایت مضر بتلایا ہے اور عجب کبھی تو اپنی طاعات پر ہوتا ہے اور کبھی طاعات پر تو نہیں ہوتا مگر اس عجب نہ ہونے پر عجب ہوتا ہے یعنی یہ عجب ہوتا ہے کہ ہم میں عجب نہیں۔ وہلم جراء اور ہر اوپر درجہ کا عجب نیچے والے عجب سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اوپر والے عجب کا احساس مشکل سے ہوتا ہے لہذا وہ زیادہ خطرناک ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کی آمد کا خواب دیکھنا اور اسکا تدارک کرنا

جہد فرعونی چو بے توفیق بود	ہر چہ او مید وخت آن تفتیق بود
فرعون کی کوشش چونکہ بغیر توفیق کے تھی	جو کچھ وہ سیتا تھا وہ پھاڑتا تھا

یعنی فرعون کی کوشش چونکہ بے توفیق حق کے تھی سو جوہ سی رہا تھا وہ پھاڑ تھا یعنی جو تدبیر کرتا تھا اس کا اثر الٹا ہی ہوتا تھا۔

از منجم بود در حکمش ہزار	وز معبر نیز وساحر بے شمار
اس کے حکم میں ہزاروں نجومی تھے	تعبیر دینے والے اور جادوگر بھی بے شمار تھے

یعنی اس کے حکم میں نجومیوں میں سے بھی ہزاروں تھے اور معبرین اور ساحرین میں سے بھی بے شمار تھے۔

مقدم موسیٰ نمودندش بخواب	کہ کند فرعون و ملکش را خراب
حضرت موسیٰ کی تشریف آوری ان کو خواب میں دکھائی گئی	کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ کر دینگے

یعنی قضا و قدر نے موسیٰ علیہ السلام کی آمد اس کو خواب میں دکھائی (اور یہ دکھایا) کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو خراب کر دینگے

با معبر گفت و با اہل نجوم	چوں بود دفع خیال وخواب شوم
اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے کہا	منحوس خیال اور خواب کا دفعیہ کیسے ہو؟

یعنی اس نے اس خواب کو معبرین اور نجومیوں سے کہا (اور یہ بھی کہا) کہ اس منحوس خواب وخیال کا دفعیہ کس طرح ہوگا۔

جملہ گفتندش کہ تدبیرے کنیم	راہ زادن را چو رہزن می زنیم
سب نے کہا ہم ایک تدبیر کریں گے	ڈاکو کی طرح اس کی پیدائش کا راستہ روک دیں گے

یعنی ان سب نے کہا کہ ہم ایک تدبیر کرتے ہیں اور پیدا ہونے کی راہ کو رہزنوں کی طرح مارتے ہیں یعنی ہم پیدائش ہی کو بند کر دینگے اور ایسی تدبیر کریں گے کہ اول سے نطفہ ہی نہ پڑے۔

تا رسید آں شب کہ مولد بود آں	رائے ایں دیدند آں فرعونیاں
یہاں تک کہ وہ رات آ گئی جو حمل ٹھہرنے کی تھی	ان فرعون والوں کی یہ رائے ہوئی

یعنی یہاں تک کہ وہ رات آ گئی جو کہ وقت علوق تھا تو ان فرعونیوں کی یہ رائے ہوئی کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بروں آرند آں روز از پگاہ	سوئے میدان بزم و تخت بادشاہ
کہ اس روز صبح سے باہر لگا دیں	میدان میں تخت شاہی اور دربار

یعنی آج صبح ہی سے بزم اور تخت شاہی کو باہر میدان میں لادیں مطلب یہ کہ آج جلوس باہر جنگل میں ہو۔

پس بفرمودند در شہر آشکار	کہ منادیہا کنند از شہر یار
پھر انہوں نے حکم دیا کہ شہر میں علانیہ	بادشاہ کی جانب سے منادی کر دیں

یعنی پھر ان لوگوں نے شہر میں صاف طرح کہہ دیا کہ بادشاہ کی طرف سے یہ منادی کردو کہ

الصلا اے جملہ اسرائیلیاں	شاہ میخواند شمار ازاں مکاں
کہ اے اسرائیلیو تمہاری دعوت ہے	بادشاہ تمہیں اس جگہ بلاتا ہے

یعنی اے جماعت اسرائیلیو بخشش ہے اور تم کو بادشاہ اس مکان سے (جس میں تم رہتے ہو) بلاتا ہے یعنی منادی کرادی کہ اے قوم اسرائیل آج تم کو بادشاہ بلاتا ہے اور انعام بھی دے گا اور یہ ارادہ ہے کہ۔

تا شمارا رونماید بے نقاب	بر شما احسان کند بہر ثواب
تاکہ تمہیں نقاب کے بغیر دیدار کرائے	نیکی کی غرض سے تم پر احسان کرے

یعنی تاکہ تم کو بے حجاب ہو کر منہ دکھاوے اور تم پر ثواب کے لئے احسان کرے اور یہ منادی اس لئے تھی کہ۔

کاں اسیراں را بجز دورے نبود	دیدن فرعون دستورے نبود
کیونکہ قیدیوں (اسرائیلیوں) کے لئے دوری کے سوا کچھ نہ تھا	فرعون کو دیکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا

یعنی ان رغبت والوں کو بجز دوری کے کچھ نہ تھا اور فرعون کو دیکھنے کی اجازت نہ تھی بلکہ یہ حالت تھی کہ۔

گر فتادندے برہ در پیش او	بہر آں یاسہ بخفتندے برو
وہ اگر راستہ میں اس کے سامنے آ جاتے	اس قانون کے مطابق وہ اوندھے لیٹ جاتے

یعنی اگر کہیں راہ میں اس کے سامنے پڑ جاتے تو اس قاعدہ کی وجہ سے اوندھے منہ لیٹ جاتے۔

یاسہ آں بد کہ نہ بیند ہیچ اسیر	در گہ و بیگہ لقائے آں امیر
قانون یہ تھا کہ کوئی قیدی (اسرائیلی) نہ دیکھے	وقت بے وقت اس امیر (فرعون) کا دیدار

یعنی قاعدہ یہ تھا کہ کوئی رعیت والا وقت بے وقت میں اس بادشاہ کی لقا کو نہ دیکھے مطلب یہ کہ تکبر اور غرور کی یہ حد تھی کہ کسی کو چہرے کے دیکھنے کی اجازت نہ تھی نعوذ باللہ منہ سچ یہ ہے کہ وہ خبیث چہرہ اس قابل بھی نہ تھا کہ کوئی اسے دیکھے اور یہ حکم تھا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ چاؤشان چو در رہ بشنوند	تانه بیند رو بدیوارے کنند
جب راستہ میں نقیبوں کی آواز سنتے	منہ دیوار کی طرف کر لیں تاکہ اس کو نہ دیکھیں

یعنی کہ جب نقیبوں کی آواز کوئی راہ میں سنے تو ہرگز منہ نہ دیکھے بلکہ اپنا منہ دیوار کی طرف کو کرلے۔

ور بہ بیند روئے او مجرم شود	انچہ بدتر برسر او آن رود
اگر اس کا منہ دیکھ لے گا تو قصوروار ہو گا	جو بدتر (سزا) ہو گی اس کو وہ دی جائے گی

یعنی اور اگر کوئی دیکھ لے تو وہ مجرم ہوتا تھا اور جو بدتر سزا ہوتی تھی اس پر جاری ہوتی تھی۔

بود شان حرص لقائے ممتنع	چون حریص است آدمی فیما منع
ممنوع دیدار کی ان کو تمنا تھی	کیونکہ جس چیز سے انسان کو روکا جائے وہ اس کا حریص ہو جاتا ہے

یعنی ان کو اس منع کی ہوئی ملاقات کی حرص تھی اس لئے کہ انسان جس چیز سے منع کیا جاتا ہے اس کا حریص ہوتا ہے تو چونکہ ان لوگوں کو منہ دیکھنے کی اجازت نہ تھی لہذا آج اس کے دیکھنے کے سب مشتاق ہو گئے۔

فرعون کا بنی اسرائیل کو ولادت موسیٰ کے روکنے کیلئے میدان میں حیلہ سے بلانا

شد منادی در محلہا روان	بانگ میزد کو بکو شادی کنان
منادی کرنے والا محلوں میں روانہ ہو گیا	خوشی خوشی گلی در گلی اعلان کرتا تھا

یعنی منادی تمام محلوں میں خوشی کرتا ہوا اور آواز لگاتا ہوا پھر گیا اور وہ یہ کہتا تھا کہ

کاے اسیران سوئے میدان کہ روید	کز شہنشاہ دیدن وجودست امید
اے قیدیو (اسرائیلیو) میدان کی طرف چلو	کیونکہ بادشاہ کے دیدار اور سخاوت کی توقع ہے

یعنی اے رعیت والو میدان کی طرف جاؤ اس لئے کہ بادشاہ سے دیدار اور عطا دونوں کی امید ہے۔

چون شنید آن مژدہ اسرائیلیان	تشنگان بودند و بس مشتاق آن
جب اسرائیلیوں نے خوشخبری سنی	پیاسے تھے اور اس کے بہت مشتاق تھے

یعنی جب اسرائیلیوں نے یہ مژدہ سنا تو وہ اس کے بہت ہی پیاسے اور مشتاق تھے۔

حیلہ را خوردند آن سوتافتند	خویشتن را بہر جلوہ ساختند
چکمہ کھا گئے (اور) اس طرف دوڑ پڑے	انہوں نے اپنے آپ کو دیدار کے لئے تیار کر لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دھوکہ کھا گئے اور اس طرف دوڑے اور اپنے کو جلوہ کے واسطے انہوں نے تیار کیا۔

یعنی تا کہ جا کر وہ اپنے یار کو دیکھیں کہ اس کا دیدار کیا خاصیت دیتا ہے اس شوق میں سب چل دئے۔

از غرض غافل بدند و بے خبر	وز طمع رفتند بیروں سربسر
مقصد سے غافل ' اور بے خبر تھے	سب کے سب لالچ کی وجہ سے باہر نکل آئے

یعنی وہ غرض سے تو غافل اور بے خبر تھے اور طمع کی وجہ سے وہ باہر کی طرف سربسر چلے گئے آگے ایک حکایت اس دھوکہ دہی سے بلا کر جمع کر لینے کی بیان کرتے ہیں۔

ایک حکایت تمثیل میں

ہمچناں کانجا مغول حیلہ دان	گفت میجویم کسے از مصریان
ایسے ہی یہاں ایک حیلہ گر مغل نے	کہا میں مصر والوں میں سے ایک کی تلاش میں ہوں

یعنی اسی طرح یہاں (یعنی ہمارے ملک میں) ایک مغل حیلہ داں نے کہا کہ مجھے مصریوں میں سے ایک شخص کی ضرورت ہے۔

مصریاں را جمع آرید ایں طرف	تا در آید آنکہ میجویم بہ کف
اس طرف مصریوں کو جمع کر لو	تا کہ وہ جس کی میں تلاش میں ہوں ہاتھ آ جائے

یعنی (ملازموں سے کہا کہ) مصریوں کو اس طرف جمع کر لو تا کہ جس کی مجھے تلاش ہے وہ ہاتھ لگ جاوے۔

ہر کجا بد مصرے جمع آمدند	در بر آن میر یک یک می شدند
جہاں بھی کوئی مصری تھا سب جمع ہو گئے	ایک ایک کر کے بادشاہ کے پاس آ گئے

یعنی جہاں کہیں کوئی مصری تھا وہ سب جمع ہو گئے اور اس امیر کے پاس آ گئے۔

ہر کہ می آمد بگفتا نیست ایں	ہیں در خواجہ دراں گوشہ نشیں
جو بھی آتا (اس کے بارے میں) کہتا یہ نہیں ہے	خواجہ آ' اس گوشے میں بیٹھ جا

یعنی جو کوئی آتا وہ مغل کہتا یہ نہیں ہے ہاں ذرا تم اس گوشہ میں بیٹھ جاؤ۔ ایک خاص جگہ سب کو بتا دی تا کہ سب کو قبضہ میں کر لے۔

تا بدیں شیوہ ہمہ جمع آمدند	گردن ایشاں بداں حیلہ زدند
یہاں تک کہ اس طریقہ پر سب جمع ہو گئے	انہوں نے اس تدبیر سے ان سب کی گردن اڑا دی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہاں تک کہ اس حیلہ سے سب جمع ہو گئے تو ان سب کی گردن اس نے اس حیلہ سے ماری مولانا فرماتے ہیں۔

شومی آنکہ سوئے بانگ نماز	داعی اللہ را نبردندے نیاز
ایک بدبختی یہ تھی کہ اذان کی جانب	اللہ کی طرف بلانے والی کی اطاعت نہ کرتے تھے

یعنی یہ اس کی نحوست تھی کہ اذان نماز کی طرف اللہ کے پکارنے والے کی نیاز نہ لے جاتے تھے۔

دعوت مکار شان اندر کشید	الحذر از مکر شیطان اے رشید
مکار کی دعوت نے ان کو اندر کھینچ لیا	اے ہدایت پر چلنے والے! شیطان کے مکر سے بچ

یعنی ایک مکار کی دعوت نے ان کو کھینچ لیا تو اے رشید مکر شیطان سے ذرا بچتے رہنا۔

بانگ درویشاں ومحتاجان نیوش	تانگیر و بانگ محتالیت گوش
فقیروں اور ضرورت مندوں کی پکار سن لے	تاکہ کسی حیلہ جو کی آواز تیرے کان میں نہ پڑے

یعنی درویشوں اور محتاجوں کی آواز سن تاکہ تمہارا کان کسی محتال کی آواز کو نہ قبول کرے۔

گر گدایان طامع اندوزشت خو	در شکم خواران تو صاحبدل بجو
فقیر خواہ لالچی اور بد عادت ہوں	خواہ پیٹو تو صاحب دل کی جستجو کر

یعنی اگر فقیر طامع اور زشت خو ہیں تو تو ان شکم خواروں میں ہی صاحب دل کو تلاش کر۔ اس لئے کہ بعض مرتبہ بعض بزرگوں نے خود اپنے کبر کے علاج کے لئے سوال اختیار کیا ہے یا یہ ہو کہ اس کو اجازت شرعی ہو اس لئے مانگتا ہو لہذا سب کی خدمت کرو کہ ان ہی میں ایک صاحب دل بھی مل جاوے گا اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

در تگ دریا گہر باسنگہا ست	فخرہا اندر میان ننگ ہا ست
دریا کی تہ میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں	فخر کی باتیں عار کی باتوں کے درمیان ہیں

یعنی قعر دریا میں موتی پتھروں کے ساتھ ہیں اور بہت سے فخر درمیان شرمندگیوں کے ہیں تو جب موتی کی تلاش ہو تو دریا سے موتی اور پتھر سب بٹول لو اسی میں موتی ہیں اسی طرح سب کی خدمت کرو ان ہی میں صاحب دل مل جاویں گے آگے پھر اسرائیلیوں کا قصہ ہے کہ

پس بجوشیدند اسرائیلیاں	از پگہ تا جانب میدان رواں
اسرائیلی ٹوٹ پڑے	صبح سے میدان کی جگہ دوڑتے ہوئے

یعنی بس بنی اسرائیل امل پڑے اور صبح سے میدان کی جانب روانہ ہو گئے۔

چوں بحیلت شان بمیدان برد او	روئے خود بنمودشان بس تازہ رو
جب وہ انہیں تدبیر سے میدان میں لے گیا	تو انہیں اپنا خوشنما چہرہ دکھایا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ سب کو حیلہ سے وہ (فرعون) میدان میں لے گیا تو ان کو خوش ہو کر چہرہ (منحوس) دکھادیا۔

کرد دلداری و بخششہا بداد	ہم عطا ہم وعدہا کرد آں قباد
ان کی دلداری کی اور بخششیں دیں	اس بادشاہ نے عطا بھی کی اور وعدے بھی کیے

یعنی دلداری کی اور انعامات دیئے اور عطا بھی کی اور اس بادشاہ نے وعدہ کو بھی پورا کیا۔

بعدازاں گفت از برائے جان تان	جملہ در میدان بخسپید امشبان
اس کے بعد ان سے کہا اپنی روح (کی تفریح) کے لئے	آج کی رات سب میدان میں سو جاؤ

یعنی اس کے بعد کہا کہ اپنی جانوں کے واسطے سب آج کی رات اس میدان ہی میں سو رہو برائے جان تان ایسا ہے جیسا کہ کہا کرتے ہیں کہ تمہیں اپنی جان کی قسم جب اس نے یہ کہا تو۔

پاسخش دادند کہ خدمت کنیم	گر تو خواہی یک ہمہ اینجا ساکنیم
انہوں نے جواب دیا کہ ہم اطاعت کریں گے	اگر آپ چاہیں گے ہم ایک مہینہ تک یہاں رہیں گے

یعنی ان سب نے اس کو جواب دیا کہ ہم تو خدمت گار ہیں اگر آپ چاہیں تو ہم ایک مہینہ اس جگہ رہیں پس سب کو اس جگہ چھوڑ کر تا کہ کوئی اپنے گھر بیوی کے پاس نہ جاسکے خود شہر میں آ گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا اپنے بیان بالا کی واقعہ سے تائید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو فرعون کی کوشش کے ساتھ توفیق الٰہی شامل حال نہ تھی لہٰذا اس کا سینا حقیقت میں پھاڑنا تھا یعنی اس کی سعی مثل عدم سعی کے تھی تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس کی گورنمنٹ میں بہت سے منجم اور ہزاروں تعبیر دینے والے اور بکثرت ساحر تھے جبکہ موسےٰ علیہ السلام کی تشریف آوری کو حق سبحانہ نے خواب میں فرعون کو اس صورت سے دکھلایا کہ وہ فرعون اور اس کے ملک کو تباہ و برباد کرتے ہیں تو اس نے تعبیر دینے والوں اور نجومیوں سے مشورہ کیا کہ وہ منحوس خواب وخیال کا توڑ کیونکر ہو سکتا ہے اور ایسی کونسی تدبیر ہو سکتی ہے جس کے سبب ہم اس کے ضرر سے بچ جائیں ان سب نے کہا کہ حضور مطمئن رہیں ہم تدبیر کر لیں گے اور ہم ڈاکوؤں کی طرح اس کے پیدا ہونے ہی میں مزاحم ہو جائیں گے اس وقت تو قصہ رفت وگذشت ہوا لیکن جس وقت وہ رات آنے کو ہوئی جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں تشریف لانے والے تھے اس وقت ان کی یہ رائے ہوئی کہ آج صبح ہی سے بزم شاہی اور تخت فرعونی میدان میں منتقل ہو جاوے اس کے بعد یہ حکم دیا کہ چاروں طرف شہر میں صاف طور پر یہ منادی کرادی جائے کہ اے بنی اسرائیل تم کو مطلع کیا جاتا ہے کہ بادشاہ سلامت تم کو یہاں سے اپنے پاس بلاتے ہیں اور غرض یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ تم کو بلا نقاب اپنا چہرہ دکھلائیں اور تم پر احسان کریں۔ اس حکم اور اعلان کو بہ نسبت اور صورتوں کے زیادہ موثر خیال کیا گیا کیونکہ ان قیدیوں (بنی اسرائیل) کو قرب شاہی حاصل تھا ہی نہیں حتیٰ کہ ان کو فرعون کے دیکھنے تک کی اجازت نہ تھی ان کی یہ حالت تھی کہ اگر راستہ میں کہیں اس کے سامنے پڑ جاتے تھے تو بنا بر قانون سلطنت کبھی کبھی منہ کے بل گر پڑتے تھے۔ اس لئے کہ قانون یہ تھا کہ کوئی اسرائیلی کسی وقت اور کسی حالت میں بادشاہ کی صورت نہ دیکھے اور جب نقیبوں کی آواز اس کے کانوں میں آئے تو دیوار کی طرف منہ کر لے یا زمین پر اوندھے منہ گر جائے تا کہ بادشاہ کا چہرہ نہ دیکھ سکے اگر کوئی بادشاہ کا چہرہ دیکھے گا تو مجرم قرار پائے گا اور سخت سے سخت سزا کا مستوجب ہوگا اس لئے ان کو دیدار کی بے انتہا خواہش تھی جس سے کہ قانوناً ان کو روکا گیا تھا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ جس سے آدمی کو روکا جاتا ہے اس کی اس کو زیادہ رغبت ہوتی ہے غرض جب یہ امر طے پا گیا اور حکم بھی نافذ ہو گیا تو منادی کرنے والا محلوں میں گھومنے لگا اور خوشی خوشی گلی کوچوں میں یہ اعلان کرنے لگا تھا کہ اے بنی اسرائیل میدان میں چلو کہ آج امید ہے کہ بادشاہ کا دیدار بھی تم کو نصیب ہوگا اور اس کی طرف سے تم کو بہت کچھ انعام واکرام بھی ملے گا۔ جب بنی اسرائیل نے یہ خوشخبری سنی تو شربت دیدار کے پیاسے اور مشتاق تو تھے ہی یہ خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور فوراً میدان کا راستہ لیا یہ لوگ اس کی چال میں آ گئے اور حسب حیثیت اپنے اپنے کو دیدار کے لئے موزوں بنا کر چل کھڑے ہوئے تا کہ وہاں جا کر اپنے مطلوب کو دیکھیں۔ دیکھیں تو سہی اس کے دیدار میں کیا خاص بات ہے جس کے سبب اب تک ہم کو اس سے روکا گیا تھا وہ یہ خیال کر رہے تھے مگر اصل مقصد کی ان کو بالکل خبر نہ تھی اور طمع دیدار میں سب کے سب باہر چلے جا رہے تھے یہ واقعہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ چالباز مغل نے کہا کہ مجھے ایک مصری شخص کی ضرورت ہے تم سب مصریوں کو جمع کر لو تا کہ جس کی مجھے ضرورت ہے وہ میرے ہاتھ لگ جائے اعلان کیا گیا کہ سب مصری جمع ہو جائیں فلاں ضرورت ہے اس پر جہاں کوئی مصری تھا کھنچا چلا آیا اور سب ایک جگہ جمع ہو گئے اس کے بعد ان کو ایک ایک کر کے امیر کے سامنے پیش کیا جب کوئی شخص پیش ہوتا تو کہہ دیتا یہ نہیں ہے یہ کہہ کر اس سے کہتا کہ آپ فلاں گوشہ میں ایک طرف کو بیٹھ جائیں اسی طرح سے سب ایک مکان میں جمع ہو گئے اور جب دیکھا کہ کوئی باقی نہیں رہا تو حکم دیدیا کہ سب کو قتل کر دو اس تدبیر سے سب کی گردن ماری گئی اور ان کو احساس بھی نہ ہوا تھا کہ ہم کو بلانے سے اصل غرض کیا ہے اب سنو کہ یہ تباہی ان پر کیوں آئی بات یہ ہے کہ یہ نحوست تھی اس کی کہ وہ اذان سن کر اس کی طرف نہ چلتے تھے اور حق سبحانہ کی منادی کی بات نہ مانتے تھے پس حق سبحانہ نے ان کو یہ سزا دی کہ ایک مکار کی منادی پر وہ کھینچے چلے آئے اور ہلاک ہو گئے پس اس واقعہ سے تم کو سبق لینا چاہئے اور شیطان کے مکر سے بہت بچنا چاہئے کیونکہ اس کا انجام ہلاکت ہے اور فقیروں اور محتاجوں کی ندا کو سننا چاہئے مبادا کسی حیلہ گر کی آواز تمہارا کان پکڑ لے اور تم اس کی اطاعت پر مجبور ہو کر ہلاک ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاؤ یہ مانا کہ بھکاری لوگ بہت طامع ہوتے ہیں اور ان کی خصلت بہت بری ہوتی ہے لیکن انہیں بہت کھانے والے حریفوں میں تم کو کسی صاحب دل کا جویاں رہنا چاہئے اس لئے کہ دیکھو کہ دریا کی تہ میں موتی اور پتھر یلے ہوتے ہیں اور بری باتوں میں اچھی باتیں بھی ہوتی ہیں پس تم کو سب کو ایک لکڑی نہ ہانکنا چاہئے بلکہ سب کو لے لینا چاہئے اور پھر اچھوں کو الگ اور بروں کو الگ کر دینا چاہئے۔ بھیک مانگنے والوں میں اہل اللہ کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کبھی ضرورت سلوک اور کبھی ضرورت طبعی باجازت شرعی ان کو اس کے اختیار کرنے پر مجبور کرتی ہے لیکن ہر بھیک مانگنے والے کا معتقد بھی نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ مولانا نے خود فرمادیا ہے کہ سب اچھے نہیں ہوتے بلکہ اکثر برے ہوتے ہیں اور بہت کم اچھے ہوتے ہیں مگر ہوتے ضرور ہیں) غرضکہ بنی اسرائیل ہر طرف سے ابل پڑے اور صبح ہی سے میدان کی طرف روانہ ہو گئے جب فرعون نے ان کو اس تدبیر سے میدان میں کھینچ لیا تو بہت خوش ہو کر اپنا منہ دکھلایا اور بہت خاطر کی اور بہت کچھ داد و دہش کی اور بہت کچھ وعدے بھی کئے کہ ہم تم کو یہ رعایتیں دینگے اور بڑے بڑے عہدے دینگے وغیرہ وغیرہ اس کے بعد کہا کہ اس وقت آپ صاحبان کی مصلحت اسی میں ہے کہ آپ لوگ آج رات کو یہیں آرام کریں اور صبح کو اپنے اپنے مکان تشریف لے جاویں انہوں نے جواب دیا کہ ہم نہایت خوشی سے تعمیل حکم کے لئے حاضر ہیں یہ تو ایک رات ہے اگر حضور کی خوشی ہو تو ہم ایک مہینہ تک یہیں رہ سکتے ہیں۔

شرح شبّیری

فرعون کا میدان سے خوش خوش شہر میں آنا اور شب حمل میں بنی اسرائیل کی عورتوں کو مردوں سے جدا کر دینا

شہ شبانگہ باز آمد شادمان	کامشبان حمل است و دور اند از زمان
بادشاہ خوشی خوشی رات کو واپس لوٹا	کہ آج کی رات حمل قرار پانا ہے اور وہ (مرد) عورتوں سے دور ہیں

یعنی بادشاہ رات کو خوش خوش واپس آ گیا (اور کہتا تھا) کہ آج حمل ہے اور مرد عورتوں سے دور رہیں تو پھر کیسے حمل قرار پائے گا۔

خازنش عمران بد اندر خدمتش	ہم بشہر آمد قرین صحبتش
اس کا خزانچی عمران اس کی خدمت میں تھا	وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں واپس لوٹا

یعنی عمران (والد موسیٰ علیہ السلام) جو اس کے معتمد تھے وہ اس کی خدمت میں تھے تو وہ بھی شہر میں اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

16

ساتھ ساتھ چلے آئے مگر چونکہ یہ بھی بنی اسرائیل سے تھے اگرچہ معتمد تھے اس لئے ان سے یہ بولا کہ۔

گفت اے عمران برین در خسپ تو	ہیں مرو سوئے زن اے مرد نکو
اس نے کہا اے عمران! تو بھی اسی دروازے پر سو جا	اے بھلے انسان! بیوی کی جانب نہ جانا

یعنی کہ فرعون نے کہا کہ اے عمران یہیں سو رہو اور اے مرد نیک عورت کے پاس مت جانا۔

گفت خسپم ہمبرین درگاہ تو	ہیچ نندیشم بجز دلخواہ تو
اس نے کہا میں بھی تیرے در پر سو جاؤں گا	میں تو تیری مرضی کے سوا کچھ سوچتا ہی نہیں ہوں

یعنی انہوں نے کہا کہ میں آپ کے ہی دروازہ پر سوتا ہوں اور میں سوائے اس شے کے جو تیرا دلخواہ ہے اور کچھ سوچتا بھی نہیں ہوں مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بود عمران ہم ز اسرائیلیاں	لیک مر فرعون را دل بود و جان
عمران بھی اسرائیلیوں میں سے تھا	لیکن فرعون کا دل و جان تھا

یعنی عمران بھی بنی اسرائیل سے تھے مگر فرعون کے دل اور جان تھے یعنی اس کو ان سے بہت محبت تھی۔

کے گمان بردے کہ او عصیان کند	انچہ خوف جان فرعون آں کند
وہ (فرعون) کیسے گمان کرتا کہ وہ (عمران) نافرمانی کرے گا	جس میں فرعون کی جان کا ڈر ہو وہ کام کرے گا

یعنی وہ کب گمان کرتا تھا کہ یہ نافرمانی کریں گے اور جو چیز کہ اس کی جان کا خوف ہے اس کو کریں گے۔

ایمن از عمران بدو افعال او	لیک خود آن بد خرابی حال او
وہ (فرعون) عمران اور اس کے کاموں سے مطمئن تھا	لیکن اس (فرعون) کے حال کی تباہی وہی تھا

یعنی وہ عمران اور ان کے افعال سے بے خوف (اور مطمئن) لیکن خود ہی اس کی سزا تھی۔

خود کجا در خاطر فرعون بود	اینچنیں تقدیر چون عاد و ثمود
خود فرعون کے خیال میں بھی کہاں تھی	ایسی تقدیر جیسی کہ عاد اور ثمود کی

یعنی فرعون کے دل میں ایسی تقدیر کہاں تھی جیسے عاد و ثمود یعنی اسے کیا خبر تھی کہ جو کچھ ہونے والا ہے وہ ان سے ہی ہوگا پس عمران سے اتنا کہا کہ تم گھر میں مت جانا یہ کہہ کر وہ خود گھر میں چل دیا۔

عمران کا والدۂ موسیٰ علیہ السلام کیساتھ جمع ہونا اور انکا حاملہ ہو جانا

شہ برفت واو بران درگاہ خفت	نیم شب آمد بہ پیشش خفتہ جفت
بادشاہ چلا گیا اور وہ (عمران) اس درگاہ پر سو گیا	آدھی رات کو اس سوئے ہوئے کے پاس بیوی آ گئی

یعنی بادشاہ تو چلا گیا اور وہ اس کے دروازہ پر سو گئے تو آدھی رات کو ان کے پاس ان کی بیوی آئیں

زن بروافتاد و بوسید آن لبش	بر جہانیدش زخواب اندر شبش
بیوی اس پر لیٹ گئی اور اس کے ہونٹوں کو بوسہ دیا	اس کو رات میں نیند سے بیدار کر دیا

یعنی بیوی ان کے اوپر گر پڑیں اور ان کے لب کو بوسہ دیا اور اس رات میں ہی ان کو نیند سے جگایا۔

گشت بیدار او وزن را دید خوش	بوسہ باران کرد از لب برلبش
وہ بیدار ہو گیا اور حسین بیوی کو دیکھا	اس کے لبوں پر بوسہ کی بارش برسا دی

یعنی وہ بیدار ہو گئے اور بیوی کو خوش دیکھا تو بوسہ کی بارش اپنے لب سے ان کے لب پر کر دی یعنی خوب بوسے لئے۔

گفت عمران ایں زماں چوں آمدی	گفت از شوق و قضائے ایزدی
عمران نے کہا تو اس وقت کیوں آئی؟	اس نے کہا محبت اور اللہ کے حکم سے

یعنی عمران نے پوچھا کہ تم اس وقت کیسے آئیں تو انہوں نے کہا کہ تمہاری ملاقات کے شوق میں اور حکم خداوندی سے موسیٰ علیہ السلام کے والدین کے عقائد تو پہلے سے اچھے تھے۔ اور بعض نے ان کی والدہ کو نبی کہا ہے اگر نبی نہیں تو ولی ہونے میں تو شک ہی نہیں تو ممکن ہے کہ ان کو الہام ہو گیا ہو اس پر کہا کہ حکم خداوندی چونکہ ہمارے سے اس بچہ کے ظہور کا ہے اس لئے میں تمہارے پاس آ گئی۔

در کشیدش در کنار از مہر مرد	بر نیامد با خود آن دم در نبرد
مرد نے محبت سے اس کو پہلو میں دبا لیا	اس وقت مقابلہ میں اپنے آپ سے نہ جیت سکا

یعنی محبت کی وجہ سے مرد نے ان کو گود میں لے لیا اور وہ اس وقت مقابلہ میں اپنے اوپر غالب نہ آ سکے مطلب یہ کہ فرعون کی خیر خواہی میں بہت الگ رہنا چاہا مگر قضا کے سامنے کیا کر سکتے تھے آخر مغلوب ہوئے۔

جفت شد با او امانت را سپرد	پس بگفت اے زن نہ ایں کاریست خورد
اس کے ساتھ صحبت کی اور امانت سپرد کر دی	پھر کہا' اے بیوی! یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے

یعنی ان کے ساتھ جفت ہو گئے اور امانت کو سپرد کر دیا پھر کہا کہ اے عورت یہ کوئی چھوٹا کام نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو ظاہر مت کرنا بہت بڑی بات ہے۔

آہنے برسنگ زد زاو آتشے	آتشے از شاہ و ملکش کیں کشے
لوہا پتھر سے ٹکرایا' آگ پیدا ہو گئی	ایسی آگ جو بادشاہ اور اس کی سلطنت سے بدلہ لینے والی ہے

یعنی ایک لوہا پتھر پر لگا تو آگ پیدا ہوئی اور آگ وہ کہ جو بادشاہ اور اس کے ملک سے کینہ کش تھی یعنی ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ملنے سے موسیٰ علیہ السلام جو کہ مہلک فرعون تھے پیدا ہوئے اور انہوں نے یہ کہا کہ

من چو ابرم تو زمین موسیٰ نبات	حق شہ شطرنج و ما در برد و مات
میں ابر کی طرح ہوں تو زمین اور موسیٰ پودا ہے	اللہ (تعالیٰ) شاہ شطرنج ہے اور ہم ہار جیت میں ہیں

یعنی میں تو ابر ہوں اور تم زمین ہو اور موسیٰ نبات ہیں اور حق شہ شطرنج ہے اور ہم مات میں ہیں مات میں چونکہ نجومیوں نے کہا تھا کہ ایک لڑکا ہوگا اور اس کا یہ نام ہوگا ایسا ہوگا اس لئے ان کو نام معلوم تھا اسی سے انہوں نے کہہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام نبات کی طرح ہیں اور بادشاہ کا حق ایک شطرنج کی طرح ہے اور ہم اس پر کھیل رہے تھے مگر کیا کریں ہار گئے اور حق شہ کو ہاتھ سے کھو بیٹھے مگر کیا کریں جو ہونا تھا ہو گیا اور کہا کہ

مات و برد از شاہ میدان اے عروس	آن مدان از ما مکن بر ما فسوس
اے بیوی! ہار اور جیت شاہ کی جانب سے سمجھ	ہماری جانب سے نہ سمجھ ہم پر افسوس نہ کر

یعنی اے دلہن مات اور بازی لے جانا یہ سب خدا کی طرف سے سمجھو اور اس کو ہم سے مت سمجھو اور ہم پر مذاق مت اڑاؤ مات اور برد سے مراد غالبیت اور مغلوبیت ہے حاصل اس شعر کا یہ ہے کہ

از خداداں خلاف دشمن و دوست   کہ دل ہر دو در تصرف او ست

اور وہی عمران بولے کہ

آنچہ ایں فرعون می ترسید ازو	ہست شد ایں دم کہ گشتم جفت تو
وہ چیز جس سے فرعون ڈر رہا تھا	اس وقت موجود ہو گئی جبکہ میں نے تجھ سے صحبت کی

یعنی جس چیز سے کہ فرعون ڈرتا تھا وہ اس وقت ہست ہو گئی جبکہ میں تمہارے قرین ہوا مطلب یہ کہ آثار سے معلوم ہو گیا کہ علوق ہو گیا اور ایک علامت سب سے زیادہ یہ تھی کہ وہ ہونگے تو بنی اسرائیل میں سے اور بنی اسرائیل کا کوئی مرد عورت کے پاس نہیں ہے بلکہ عورتیں گھر میں اور وہ سب میدان میں ہیں۔ صرف ایک ہم دونوں میاں بیوی ہی قرین ہوئے ہیں تو یقیناً ہم سے ہی وہ پیدا ہونگے اس کے بعد یہ فرمایا کہ۔

عمران کا اپنی زوجہ کو بعد ان سے مجامعت کرنے کے وصیت فرمانا

دا مگرد ان ہیچ زینہادم مزن	تا نیاید بر من و تو صد حزن
کچھ نہ کھولنا اس بارے میں دم نہ مارنا	تا کہ تجھ پر اور مجھ پر سینکڑوں غم نہ ٹوٹ پڑیں

یعنی واپس ہو جاؤ اور کسی سے ذکر مت کرنا تا کہ کہیں مجھ پر اور تم پر سو بلائیں نہ آ دیں۔ اس لئے کہ اگر کسی کو معلوم ہو جاتا تو کیوں کوئی ان کو زندہ چھوڑتا اور یہ کہا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقبت پیدا شود آثار این	چوں علامتہا رسد اے نازنین
انجام کار اس کے آثار ظاہر ہوں گے	اے نازنین! جب علامتیں سامنے آئیں گی

یعنی اے نازنین آخرکار اس کے آثار تو ظاہر ہوں گے ہی جبکہ علامتیں ظاہر ہوں گی مطلب یہ کہ تم کسی سے ذکر مت کرنا اگرچہ یہ بات پوشیدہ رہنے والی نہیں ہے مگر تم اپنی طرف سے پوشیدہ ہی رکھنا یہ وصیت کر کے ان کو تو روانہ کیا ادھر میدان میں یہ ہوا کہ

در زمان از سوئے میدان نعرہا	می رسید از خلق و می شد بر ہوا
اسی وقت میدان سے بہت سے نعرے	لوگوں کے آئے اور فضا میں چلے گئے

یعنی اسی وقت میدان کی طرف سے مخلوق کے نعرے آئے اور ہوا پر ہو گئے یعنی ہوا میں لوگوں کے غل مچانے کی آواز آئی۔

شاہ ازان ہیبت بروں جست آن زمان	پابرہنہ کایں چہ غلغہاست ہان
شاہ فورا اس خوف سے باہر آیا	ننگے پاؤں کہ ہاں یہ شور و غل کیا ہے؟

یعنی بادشاہ ان کے خوف سے ننگے پاؤں اسی وقت باہر نکل آیا کہ ارے یہ کیا شور ہیں۔

از سوئے میدان چہ بانگ است وغریو	کز نہیبش می رمد جنی و دیو
میدان کی جانب سے کیا آواز اور شور ہے؟	کہ اس کے ڈر سے جن اور بھوت بھاگ رہے ہیں

یعنی میدان کی طرف سے کیا شور اور غل ہے کہ جس کی آواز سے جن اور دیو سب بھاگتے ہیں۔

گفت عمران شاہ مارا مر باد	قوم اسرائیلیا نند از تو شاد
عمران نے کہا ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو	اسرائیلی قوم آپ سے بہت خوش ہے

یعنی عمران بولے کہ ہمارے بادشاہ کی عمر دراز ہو یہ قوم بنی اسرائیل آپ سے خوش ہیں۔

از عطائے شاہ شادی میکنند	رقص می آرند و کفہا می زنند
بادشاہ کی بخشش سے خوشی منا رہے ہیں	ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں

یعنی آپ کی عطا کی وجہ سے خوشی کر رہے ہیں اور ناچ رہے ہیں اور تالیاں بجا رہے ہیں (بس اسی کا غل ہے یہ کہتے نہیں کہ یہ ساری میری حرکت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فرعون کا اس شور وغل کی آواز سے خوف کرنا

گفت باشد کایں بود اما ولیک	وہم و اندیشہ مرا پر کرد و نیک
اس نے کہا ہو سکتا ہے کہ یہ ہو لیکن	وہم و گمان مجھ میں بہت بھر گیا ہے

یعنی فرعون نے کہا کہ شاید یہی ہو لیکن (اس نے) میرے وہم اور اندیشہ کو پر کر دیا ہے اور زیادہ یعنی مجھے تو توہمات آرہے ہیں اور خوف طاری ہے۔

این صدا حال مرا تغییر کرد	از غم و اندوه تلخم پیر کرد
اس آواز نے میری حالت غیر کر دی ہے	غم اور کڑوے فکر سے مجھے بوڑھا کر دیا ہے

یعنی (فرعون بولا) کہ اس آواز نے تو میری حالت متغیر کر دی غم واندوہ تلخ نے مجھ کو بڈھا بنا دیا مطلب یہ کہ اس آواز سے تو مجھے بہت ہی خوف معلوم ہوتا ہے اور اس وقت حالت یہ تھی کہ۔

پیش می آمد سپس می رفت شہ	جملہ شب او ہمچو حامل وقت زہ
بادشاہ آگے آتا پھر واپس ہو جاتا	تمام رات وہ بچہ جننے کے وقت حاملہ (عورت) کی طرح رہا

یعنی کبھی آگے آتا تھا اور کبھی پیچھے جاتا تھا وہ بادشاہ ساری رات (اس کی یہ حالت رہی) جیسے کہ حاملہ دردزہ کے وقت یعنی بہت ہی بے چین رہا۔

ہر زمان میگفت اے عمران مرا	سخت از جا بردہ است ایں نعرہا
ہر لمحہ کہتا اے عمران! مجھے	ان نعروں نے بہت بے چین کر دیا ہے

یعنی ہر گھڑی یہی کہتا تھا کہ اے عمران یہ نعرے تو مجھے بالکل اپنی جگہ سے لے گئے مطلب یہ کہ مجھے تو ان نعروں نے از خود رفتہ بنا دیا ہے۔

زہرہ نے عمران مسکین را کہ تا	باز گوید اختلاط جفت را
عمران بے چارے کا دل گردہ نہ تھا کہ	بیوی سے ملنے کے بارے میں کہتا

یعنی عمران مسکین کو اتنی تاب نہ تھی کہ اپنی بیوی کے ساتھ اس اختلاط کو بیان کر دیں اس لئے کہ اگر ذرا زبان سے نکالا اور مارے گئے لہذا بے چارے خاموش تھے اور دوسرے بہانے کر رہے تھے۔

چوں زن عمران بعمران درخزید	تا کہ شد استارۂ موسیٰ پدید
جب عمران کی بیوی عمران سے چپٹی	یہاں تک کہ (حضرت) موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ عمران کی بیوی عمران کے ساتھ ملیں یہاں تک کہ موسیٰ علیہ السلام کا ستارہ ظاہر ہو گیا اور نطفہ رہ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر پیمبر کاندر آید در رحم	نجم او بر چرخ گردد منتجم
ہر پیغمبر جو رحم (مادر) میں آتا ہے	اس کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو جاتا ہے

یعنی جو پیمبر کہ رحم میں آتے ہیں ان کا ستارہ آسمان پر روشن ہو جاتا ہے بات یہ ہے کہ جب کوئی پیمبر پیدا ہوتے ہیں تو کوئی نہ کوئی ستارہ تو نکلتا ہی ہے اسی کو کہہ دینگے کہ یہ ستارہ نکل آیا مگر مولانا قواعد نجوم پر فرما رہے ہیں خیر ہوگا غرضکہ نجومیوں نے دیکھ لیا کہ علوق ہو گیا آگے فرعون کا خبر کے لئے عمران کو میدان میں بھیجنا اور ان کا ظاہر میں نجومیوں پر خفا ہونا کہ تم نے انتظام کیوں نہ کیا اور پھر فرعون کی ان لوگوں پر خفگی بیان فرمادیں گے۔

موسیٰ علیہ السلام کے ستارہ کا آسمان پر ظاہر ہو جانا اور نجومیوں کا شور کرنا

بر فلک پیدا شد آں استارہ اش	کوری فرعون و مکر و چارہ اش
آسمان پر ان (موسیٰ) کا ستارہ نمودار ہوا	فرعون اور اس کے مکر و تدبیر کے خلاف

یعنی ان کا (موسیٰ علیہ السلام کا) ستارہ آسمان پر فرعون کے مکر اور اس کے چارہ کے خلاف ظاہر ہو گیا۔ یعنی جو کچھ کہ تدابیر انہوں نے کی تھیں ان سب کے خلاف وہ ستارہ نکل آیا یعنی علوق ہو گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ فرعون بنی اسرائیل کو میدان میں چھوڑ کر رات کے وقت خود گھر میں واپس آ گیا۔ اور خوش تھا کہ یہ رات حمل کی ہے اور بنی اسرائیل اپنی عورتوں سے الگ ہیں پس حمل نہیں قرار پاسکتا۔ عمران جو اس کے خزانچی تھے وہ بھی اس کے ساتھ شہر میں آ گئے تھے۔ فرعون نے ان سے کہا کہ تم ہماری ڈیوڑھی ہی پر سونا اور نہ بیوی کے پاس جانا نہ اس سے صحبت کرنا انہوں نے کہا بہت بہتر ہے میں حضور ہی کے دولت خانہ پر سوؤں گا اور آپ کے خلاف مرضی کام کا تصور تک نہ آنے دوں گا حالانکہ عمران بھی اسرائیل تھے لیکن فرعون ان کو دل و جان کی طرح عزیز رکھتا تھا یہ محض خدا کی قدرت تھی کہ بنی اسرائیل کا دشمن اور ان کی ذلت کا خواستگار ایک اسرائیلی کو اتنا چاہے کہ بتقدیر الٰہی وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا اور ان پر اس کو اتنا اعتماد تھا کہ اس کو اس کا خطرہ بھی نہ ہوتا تھا کہ یہ میری نافرمانی کریں گے اور وہ کام کریں گے جس میں میری جان کے لئے خطرہ ہو اور وہ ان کی اور ان کے افعال کی طرف سے بالکل مطمئن تھا اس لئے ان کی نگرانی کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا اور صرف یاد دہانی پر اکتفا کیا لیکن یہ مقدمہ تھا اس کی حالت کی سزا کا جو اس کو ان پر اتنا اعتماد ہو گیا وہ تقدیر الٰہی جس کا ظہور عنقریب ہونے

www.besturdubooks.wordpress.com

والا ہے عاد اور ثمود کی طرح اس کے خیال میں بھی نہ تھی اور اس کو خطرہ نہ ہوتا تھا کہ عمران میری تباہی کا ذریعہ بنیں گے خیرہ تو ان کو ہدایت کر کے محل السراء میں چلا گیا اور یہ ڈیوڑھی پر سو گئے جب آدھی رات ہوئی اور لوگ سو گئے تو چپکے چپکے ان کی بیوی ان کے پاس آ پہنچی اور آ کر ان کے اوپر لیٹ گئی اور منہ چومنا شروع کیا اور نیند جوان کے سر میں بھری ہوئی تھی اس سے ان کو بیدار کیا جب وہ جاگے تو بیوی کو خوب دلربا صورت میں دیکھا یہ دیکھ کر بیتاب ہو گئے اور چٹاچٹ بوسے لینے شروع کئے اور بوسوں کا تار باندھ دیا اور کہا کہ اس وقت تم کیسے آ گئیں انہوں نے کہا کہ آپ کی محبت اور تقدیر الٰہی کھینچ لائی انہوں نے اپنے کو بہت روکنا چاہا مگر رک نہ سکے بالآخران کو بقصد ہمبستری آغوش میں لیا اور ان سے ہم صحبت ہوئے اور امانت کو ان کے سپرد کیا یعنی حمل قرار پا گیا جب فراغت ہوئی تو ہوش آیا اور کہا کہ ہم سے بڑی غلطی ہوئی دیکھو یہ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ وہ آگ جو بادشاہ اور اس کے ملک کو پھونک دی گئی نیز میری مثال ایسی سمجھو جیسے ابر اور اپنی ایسی جیسے زمیں اور جو بچہ پیدا ہو گا وہ ایک پودے کی مثل ہے۔ ایضاً بادشاہ کا حق بمنزلہ شطرنج کے تھا۔ اور ہم بازی جیتے اور حق شاہ کو محفوظ رہنے کی کوشش کر رہے تھے مگر نہ جیت سکے بلکہ مات ہو گئے ہماری ہار جیت سب حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے یہ محض تقدیر الٰہی تھی اور ہمارے اختیار کو اس میں کچھ دخل نہ تھا لہٰذا پچھتانے کی کوئی بات نہیں جو کچھ ہونے والا تھا وہ ہوا اور جس کا بادشاہ کو خطرہ تھا وہ اب جبکہ میں تم سے ہم صحبت ہوا وجود میں آ گیا یعنی تم کو حمل رہ گیا جیسا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے۔ اب تم واپس ہو جاؤ اور دیکھو خبردار ان واقعات کی کسی کو اطلاع نہ ہوتا کہ میں اور تم دونوں مصیبت میں نہ پڑ جائیں۔ گو بالکل تو چھپ نہیں سکتا کیونکہ جب اس کی نشانیاں ظاہر ہوں گی جو منجمین نے سمجھ رکھی ہیں تو ان سے اس کا اجمالی علم ہو ہی جائے گا۔ یہ روانہ ہوئیں اور ادھر میدان کی طرف سے آوازیں اٹھیں اور ہوا میں گونجنے لگیں بادشاہ خوف زدہ ہو کر ننگے پاؤں باہر دوڑا اور کہا کہ دیکھو تو یہ کیا شور ہے اور میدان کی طرف سے یہ آوازیں کیسی آ رہی ہیں جن کی ہیبت سے بھوت اور جن بھی بھاگتے ہیں عمران نے کہا کہ حضور کی عمر دراز ہو معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اسرائیلی لوگ چونکہ آپ سے خوش ہیں اس لئے وہ عطائے شاہی سے خوش ہو کر ناچتے اور تالیاں بجاتے ہوں گے اس نے کہا ممکن ہے یہ ہی ہو لیکن مجھے تو طرح طرح کے خیال آتے ہیں اور اس آواز نے میری حالت دگرگوں کر دی ہے اور غم اور ناگوار رنج پہنچا کر مجھے بڈھا کر دیا ہے اس کی عجیب حالت تھی کبھی باہر آتا تھا اور کبھی اندر جاتا تھا اور تمام رات یوں بے قرار تھا جیسے حاملہ دردزہ کے وقت ہوتی ہے اور ہر وقت یہی کہتا تھا کہ اے عمران ان آوازوں نے تو مجھے نہایت بے چین کر رکھا ہے عمران کی کیا طاقت تھی کہ وہ صاف صاف کہہ دے کہ جب میری بیوی میرے پاس گھس آئی تو میں اس سے ہم صحبت ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حمل رہ گیا اور موسیٰ کا ستارہ طلوع ہو گیا یہ اس کا شور ہے۔ بات یہ ہے کہ جب کوئی پیغمبر شکم مادر میں جلوہ افروز ہوتے ہیں تو ان کا ستارہ آسمان پر ظاہر ہوتا ہے جب موسیٰ علیہ السلام شکم مادر میں آ گئے تو فرعون اور اس کی تدبیروں اور چالوں کی آنکھوں میں خاک ڈال کر ان کا

www.besturdubooks.wordpress.com

ستارہ بھی طالع ہو گیا اور کسی کے روکے نہ رک سکا۔

شرح شبّیری

روز شد گفتش کہ اے عمران برو	واقف آن غلغل و آن بانگ شو
دن ہوا (فرعون نے) اس (عمران) سے کہا اے عمران جا	اس شور اور آواز کے بارے میں دریافت کر

یعنی دن ہو گیا تو ان سے (عمران سے) فرعون نے کہا کہ عمران جاؤ اور اس شور و غل سے واقف ہو (کہ کس وجہ سے یہ شور و غل ہو رہا تھا۔

راند عمران جانب میدان و گفت	ایں چہ غلغل بود شاہنشہ نخفت
عمران نے میدان کی جانب سواری ہانکی اور کہا	یہ کیسا شور تھا کہ بادشاہ نہ سو سکا

یعنی عمران میدان کی طرف گئے اور بولے کہ یہ کیا غل تھا کہ بادشاہ کو نیند تک نہیں آئی۔

ہر منجم سر برہنہ جامہ چاک	ہمچو اصحاب عزا بر فرق خاک
ہر نجومی ننگے سر، کپڑے پھٹے ہوئے	ماتم کرنے والوں کی طرح سر پر خاک (ڈالے ہوئے)

یعنی ہر نجومی پھٹے کپڑے ننگے سر اور ماتم والوں کی طرح سر پر خاک ڈالے ہوئے (تھا)

ہمچو اصحاب عزا آواز شان	بدگرفتہ از فغان و سازشان
ماتم کرنے والوں کی طرح ان کی آواز	چلانے سے رندھ گئی اور ساز (طرب) خاموش تھے

یعنی ماتم والوں کی طرح ان کے اس فعل (ماتم) اور فغاں سے ان کی آواز بیٹھ گئی تھی۔

ریش و مو بر کندہ رو بدریدگان	خاک بر سر کردہ پر خون دیدگان
داڑھی اور بال اکھاڑے ہوئے منہ نوچے ہوئے	سر پر خاک ڈالے ہوئے، آنکھیں پر خون

یعنی داڑھی اور بال (سر کے) اکھاڑے ہوئے اور منہ کو نوچے ہوئے اور سر پر خاک ڈالے اور آنکھیں پر خون غرضکہ مصیبت کے مارے بے چاروں کی عجب حالت اور کیفیت ہو رہی تھی۔

گفت خیر ست ایں چہ آشوب ست حال	بدنشانی مید ہد منحوس سال
اس (عمران) نے کہا خیر ہے یہ کیسا کہرام اور حال ہے؟	منحوس سال بری علامت دکھا رہا ہے

یعنی عمران بولے کہ یہ کیا آشفتہ حال ہے اور بری نشانی منحوس سال کو دیتی ہے مطلب یہ کہ انہوں نے کہا کہ یہ بری صورت بنالینا بھی سبب سال کی نحوست کا ہوتا ہے لہذا تم کو چاہئے کہ ایسی صورت نہ بناؤ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عذر آوردند و گفتند اے امیر	کرد مارا دست تقدیرش اسیر
انہوں نے معذرت کی اور کہا اے امیر!	ہمیں اس (اللہ) کے دست قدرت نے قیدی بنا لیا

یعنی سب نے عذر کیا اور سب نے کہا کہ اے امیر ہم کو اس کی تقدیر نے قید کر دیا تقدیرش کی شین کی ضمیر حق تعالیٰ کی طرف ہے اگر کہا جاوے کہ وہ تو خدا کے قائل بھی نہ تھے پھر یہ جواب انہوں نے کیوں دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الفاظ تو مولانا کے ہیں مولانا ان سے روایت بالمعنی کر رہے ہیں ان کے الفاظ کچھ اور ہونگے غرضکہ انہوں نے یہ کہا کہ ہم عاجز ہو گئے اور جو ہم نے انتظام کیا تھا اس میں ناکامیاب رہے۔

ایں ہمہ کردیم و دولت تیرہ شد	دشمن شہ ہست گشت و چیرہ شد
ہم نے یہ سب کچھ کیا اور (اقبال) دولت تاریک ہو گیا	بادشاہ کا دشمن پیدا ہو گیا اور غالب آ گیا

یعنی ہم نے یہ سب کچھ انتظام کیا مگر سلطنت زوال میں آ گئی اور روشن شاہ ہست ہو گیا اور غالب ہو گیا (اور ہماری کچھ نہ چلی تف ہے نالائقو تم پر بھلا خدا کی پناہ بندے ہو کر خدا کا مقابلہ اللھم احفظنا آخر نا کام نہ ہوتے تو کیا ہوتا) اور بولے کہ۔

شب ستارہ آن پسر آمد عیان	کوری ما بر جبین آسمان
رات اس بچہ کا ستارہ نمودار ہو گیا	آسمان کی پیشانی پر ہماری آنکھوں میں دھول جھونک کر

یعنی اس لڑکے کا ستارہ رات آسمان کی جبین پر ہمارے خلاف ظاہر ہوہی گیا۔

زد ستارہ آن پیمبر بر سما	ما ستارہ باز گشتیم از بکا
اس پیغمبر کا ستارہ آسمان پر نمودار ہوا	ہم نے رو رو کر ستارے (آنسو) برسائے

یعنی اس پیمبر کا ستارہ آسمان پر طلوع ہو گیا اور ہم بکا کی وجہ سے ستارہ بار ہوئے یعنی ادھر وہ ستارہ نکلا اور ہم نے آنسو برسانا شروع کئے ان کو ستاروں سے تشبیہ دیدی جب وہ کہہ چکے عمران بولے کہ۔

بادل خوش شاد عمران وز نفاق	دست بر سر می بزد کاہ الفراق
عمران خوش دلی کے ساتھ ' نفاق سے	سر پیٹ رہا تھا کہ ہائے "الفراق"

یعنی عمران دل سے تو خوش تھے اور نفاق سے انہوں نے سر پر ہاتھ مارا کہ افسوس فراق (سلطنت) مطلب یہ کہ عمران کو تو معلوم تھا کہ یہ میرا ہی لڑکا ہوگا تو وہ خوش تھے کہ اتنا بڑا جلیل القدر بادشاہ میرے گھر میں ہوگا اس لئے کہ جو سلطنت فرعونی کو تہ و بالا کرے وہ خود بھی تو بادشاہ ہونا چاہئے اس لئے دل میں تو خوش تھے کہ سلطنت میرے گھر میں آوے گی مگر ظاہر میں ان کے دکھانے کو سر پیٹ لیا اور بہت افسوس کیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کرد عمران خویش پر خشم و ترش	رفت چوں دیوانگاں بےعقل و ہش
عمران نے اپنے آپ کو ترش رو اور غضبناک بنایا	دیوانوں کی طرح بے عقل و حواس واپس ہو گیا

یعنی عمران نے اپنے کو پر خشم اور ترش بنالیا اور دیوانوں کی طرح بے عقل و ہوش ہو کر روانہ ہو گئے۔

خویشتن را اعجمی کرد و براند	گفتہائے بس خشن بر جمع خواند
اپنے آپ کو ناداں بنایا اور چل دیا	مجمع کو بہت سخت باتیں کہیں

یعنی اپنے کو نادان بنالیا اور چل دیئے اور جماعت (نجومیوں) کو بہت سخت سست کہا۔

خویشتن را ترش و غمگیں ساخت او	نرد ہائے باز گونہ باخت او
اس نے اپنے آپ کو ترش رو اور غمگین بنایا	اس نے الٹی چال چلی

یعنی انہوں نے اپنے کو ترش اور غمگین بنالیا اور الٹی نرد انہوں نے کھیلی مطلب یہ کہ انہوں نے اپنے کو بہ تکلف غصہ ور بنایا اور نجومیوں کو بہت برا بھلا کہا اور دل میں خوش تھے تو الٹی بات کر رہے تھے کہ تھے خوش اور بنے ناخوش اور نجومیوں سے کہا کہ۔

گفت شاں شاہ مرا بفریفتید	از خیانت وز طمع نشکفتید
بولا تم نے میرے بادشاہ کو فریب دیا	خیانت اور لالچ سے باز نہ آئے

یعنی ان سے کہا کہ تم نے میرے بادشاہ کو دھوکہ دیا اور خیانت اور طمع سے صبر نہ کر سکے۔

سوئے میدان شاہ را انگیختید	ابروئے شاہ مارا ریختید
تم بادشاہ کو میدان میں لے آئے	تم نے ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی

یعنی ہمارے بادشاہ کو تم نے میدان کی طرف برانگیختہ کیا اور ہمارے بادشاہ کی آبرو ریزی کی۔ اس لئے کہ جو اس کو سنے وہ یہی کہے کہ کچھ کرتو نہ لیا سارا انتظام دھرا رہ گیا۔

دست بر سینہ نہادید از ضمان	شاہ را ما فارغ آریم از غمان
ذمہ داری کے لئے تم نے سینہ پر ہاتھ رکھا	(کہ) ہم بادشاہ کو غم سے فارغ کر دیں گے

یعنی تم نے ضمانت سے سینہ پر ہاتھ رکھا تھا کہ ہم بادشاہ کو غموں سے فارغ کریں گے۔

عاقبت زرہا تلف شد کار خام	شد بر فرعون و برخواندش تمام
آخر کار روپیہ برباد ہوا کام ادھورا (رہا)	فرعون کے پاس گیا اور اس کو سب (قصہ) سنا دیا

یعنی آخر تمام روپیہ فضول گیا اور کام کچا رہا (ان کو یہ کہا اور خود) بادشاہ کے پاس چلے گئے۔ اور وہ سب اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے کہہ دیا روپیہ وہ ضائع ہوا جو اس انتظام میں خرچ ہوا اور بنی اسرائیل کو انعام میں دیا گیا تو اس سے نتیجہ کچھ نہ نکلا۔

چوں شنید از غصہ رویش شد سیاہ	خواند ایشاں را زخشم آن روتباہ
جب اس نے سنا غصہ سے اس کا منہ کالا پڑ گیا	ان کو اس روتباہ نے غصہ سے بلایا

یعنی جب فرعون نے سنا تو غصہ سے اس کا منہ سیاہ ہو گیا اور ان نجومیوں کو اس دین تباہ نے غصہ میں بلایا مطلب یہ کہ سخت غم ہوا۔

گفت ایشانرا کہ ہیں اے خائنان	من برآویزم شمارا بے امان
(شاہ نے) ان (منجموں) سے کہا کہ ہاں اے خائنو!	میں تمہیں معافی کے بغیر (سولی) پر لٹکا دوں گا

یعنی ان سے بولا کہ ارے دغا بازو میں تمہیں (دار پر) بے امان کے لٹکا دوں گا۔

خویش را در مضحکہ انداختیم	مالہا بادشمناں در باختیم
ہم نے اپنی مذاق اڑوائی	مال کو دشمنوں پر خرچ کر ڈالا

یعنی اپنے کو ہم نے مضحکہ میں ڈالا (کہ میدان میں گئے اور) اموال دشمنوں (بنی اسرائیل) کو ہم نے دیئے۔

تا کہ امشب جملہ اسرائیلیان	دور ماندند از ملاقات زنان
حتیٰ کہ آج کی رات سب اسرائیلی	بیویوں کی ملاقات سے دور رہے

یعنی یہاں تک کہ آج کی رات سارے بنی اسرائیل عورتوں سے ملنے سے دور رہے (مگر)

مال رفت و آبرو در کار خام	این بود یاری و افعال کرام
مال اور آبرو ختم ہوئی اور کام ادھورا (رہا)	(کیا) یہ دوستی اور شریفوں کے کام ہوتے ہیں؟

یعنی ایک کچے کام میں مال بھی گیا اور آبرو بھی گئی ارے کیا بھلے آدمیوں کی ایسی ہی مدد اور ایسے ہی افعال ہوتے ہیں۔

سالہا ادرارو خلعت میبرید	مملکتہا را مسلم مے خورید
تم سالوں سے عطایا اور خلعت لئے جاتے ہو	پوری سلطنت کھائے جاتے ہو

یعنی سالہا سال سے تم نے وظیفے اور خلعت لئے جاتے ہو اور سالم ملکوں (کی جاگیروں) کو کھا جاتے ہو۔

از برائے آنکہ در روزے چنین	فہم گرد آرید و گردیدم معین
اسی لئے کہ اس طرح کے دن	سمجھ کو کام میں لاؤ گے اور میرے مددگار بنو گے

یعنی اس لئے تا کہ ایسے دن میں تم سمجھ سے کام لو اور میرے مددگار بنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رائے تان این بود وفرہنگ ونجوم	طبل خوارانید و مکاریدو شوم
تمہاری تدبیر اور علم اور نجوم یہ تھا!	تم پیٹو اور مکار اور بدبخت ہو

یعنی کیا تمہاری یہی عقل اور دانائی اور نجوم ہے بس تم طبل خوار ہو اور مکار ہو اور منحوس ہو۔

من شمارا بر درم آتش زنم	گوش و بینی ولبان تان بر کنم
میں تمہارے ٹکڑے کر دوں گا' پھونک دوں گا	تمہارے کان اور ناک اور ہونٹ اکھاڑ دوں گا

یعنی تم کو چیر ڈالوں گا اور آگ لگا دوں گا اور تمہارے کان اور ناک اور لب سب اکھڑوا دوں گا۔

عیش رفتہ بر شمانا خوش کنم	من شمارا ہیزم آتش کنم
میں تمہارے پہلے عیش کو بدمزہ کردوں گا	میں تمہیں آگ کا ایندھن بنا دوں گا

یعنی گذشتہ عیش میں تم پرنا خوش کردوں گا اور میں تم کو آگ کا ایندھن بنا دوں گا۔

(سبحان اللہ ذرا ہٹ جا غصہ آرہا ہے بھلا اس الو سے کوئی پوچھے کہ ارے نالائق تو جو غصہ کر رہا ہے تو بھلا ان کی کیا خطا خدا کے آگے کسی کی چلی ہے جو آج ان کی چلتی مگر خدا بچاوے تکبر اور جہل سے کہ اس کمبخت خبیث کو کچھ نہ سوجھتا تھا خیر یہ تو غصہ کر چکا۔

سجدہ کردند و بگفتند اے خدیو	گر یکے کرت زما چربید دیو
انہوں نے سجدے کئے اور کہا اے شہنشاہ!	اگر ایک مرتبہ شیطان ہم پر غالب آ گیا

یعنی سب نے سجدہ کیا اور سب نے کہا کہ اے سردار اگر ایک مرتبہ ہم پر شیطان غالب آ گیا (تو کیا ہے اس لئے کہ)

سالہا دفع بلاہا کردہ ایم	وہم حیران زانچہ ماہا کردہ ایم
ہم نے سالوں مصیبتیں ٹالی ہیں	جو کچھ ہم نے کیا ہے اس پر عقل حیران ہے

یعنی سالہا سال تک ہم نے بلاؤں کو دفع کیا ہے اور جن اشیاء سے کہ وہم حیران تھا ہم نے کی ہیں۔

فوت شد از ما وحملش شد پدید	نطفہ اش برجست ورحم اندر خزید
وہ ہمارے قابو سے نکل گیا اور اس کا حمل نمودار ہو گیا	اس کا نطفہ کودا اور رحم میں گھس گیا

یعنی ہم سے چوک گیا اور اس کا حمل ظاہر ہو گیا اور نطفہ کودا اور رحم کے اندر گھس گیا (تو خیر یہ وقت تو نکل گیا اور چوک گیا)

لیک استغفار این روز و لاد	مانگہداریم اے شاہ قباد
لیکن اس کی معافی کے لئے ولادت کے دن کی	اے شہنشاہ! ہم حفاظت کریں گے

یعنی لیکن اس کے تدارک میں اے شاہ قباد ہم روز ولادت کی حفاظت کریں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روز میلادش رصد بندیم ما	تا نگردد فوت و نجہد این قضا
اس کی پیدائش کے دن ہم رصد بندی کریں گے	تاکہ وہ بچ کر نہ نکلے اور یہ قضا ظاہر نہ ہو

یعنی اس کی ولادت کے دن ہم رصد بندی کریں گے تا کہ کہیں یہ قضا بھی فوت نہ ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ ہم خوب رصد بندی کر کے ٹھیک وقت پر ایسا انتظام کریں گے کہ یہ حکم قضا نافذ نہ ہو سکے گا تو اس وقت تک ہم کو مہلت دی جاوے۔

گر نداریم این نگہ مارا بکش	اے غلام رائے تو افکار و ہش
اگر ہم اس کی نگہداشت نہ کریں تو ہمیں مار ڈالنا	اے وہ! کہ عقلیں اور ہوش تیری رائے کے غلام ہیں

یعنی اگر ہم اس کی حفاظت نہ کرسکیں تو ہم کو مارڈالنا اے وہ شخص کہ تیری رائے کے تمام افکار و ہوش غلام ہیں مطلب یہ کہ آپ تو بڑے عاقل ہیں سمجھ لیجئے کہ غلطی ہو ہی جاتی ہے۔ لہذا معاف فرمایئے ہاں اگر دوسری مرتبہ ہم ناکام رہیں تو بیشک سزائے موت دینا۔

تا بہ نہ مہ می شمرد او روز روز	تا نہ پرد تیر حکم خصم دوز
وہ نو مہینے تک ایک ایک دن گنتا رہا	تاکہ دشمن کو زخمی کرنے والا قضا کا تیر نہ چل جائے

یعنی نو ماہ تک وہ ایک ایک دن گنتا تھا تا کہ حکم دشمن دوز کہیں نافذ نہ ہو جاوے مولانا فرماتے ہیں کہ

چون مکان برلامکان حملہ برد	خون خود ریزد بلاہا را خرد
جب مکان (والا) لامکان پر حملہ کرتا ہے	اپنا خون کرتا ہے مصیبتیں خریدتا ہے

یعنی جبکہ سوت لاہوت پر حملہ کرے تو اپنا ہی خون گراتا ہے اور بلاؤں کو خریدتا ہے اور قضا حکم لاہوت سے ہے تو اس کا مقابلہ کرنا گویا کہ لاہوت پر حملہ کرنا ہے تو جو ناسوت لاہوت کا مقابلہ کرے اس کا تو نتیجہ ظاہر ہے کہ ہلاک ناسوت ہوگا آگے خود اس کی تفسیر فرماتے ہیں کہ۔

برقضا ہر کو شب خون آورد	سرنگون آید ز خون خود خورد
قضا (خداوندی) پر جو شبخون مارتا ہے	اوندھا گرتا ہے (اور) اپنا خون پیتا ہے

یعنی قضا پر جو کوئی کہ شب خون مارے (یعنی اس کا مقابلہ کرے) تو وہ سرنگوں آوے گا اور اپنے خون سے کھاوے گا آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون زمین با آسمان خصمی کند	شور گردد سر ز مرگے برزند
جب زمین ' آسمان سے دشمنی کرے	بنجر بن جاتی ہے موت سے ٹکراتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی زمین جب آسمان کے ساتھ دشمنی کرے تو وہ شورہ ہو جاوے گی اور سرایک موت سے بھڑا رہی ہے
مطلب یہ کہ جو اپنے سے غالب سے مقابلہ کرے وہ آخر ہلاک ہی ہوگا دوسری مثال یہ ہے کہ

نقش بانقاش چون پنجہ زند	سبلتان وریش خود برمی برکند
جب نقش نقاش کا مقابلہ کرتا ہے	اپنی مونچھیں اور داڑھی اکھاڑتا ہے

یعنی جو نقش کہ نقاش کے ساتھ پنجہ کرے وہ اپنی مونچھیں اور ڈاڑھی کو اکھاڑتا ہے مطلب یہ کہ اگر وہ اس کا مقابلہ کرے تو آخر اسی کا تو مصنوع ہے وہ اس کو غارت وہلاک کردے گا۔ اسی طرح جو شخص کہ مقابلہ کرے تو آخر اسی کا تو مصنوع ہے وہ اس کو غارت وہلاک کردے گا۔ اسی طرح جو شخص کہ مقابلہ حق وقضا کرے وہ بھی بجز اس کے کہ ہلاک ہو اور کیا ہوگا خیر وہ تو جو ہوا گزر گیا۔ اب بعد نو ماہ کے فرعون نے اون عورتوں کو جمع کیا جن کے کہ تھوڑے ہی زمانہ میں بچے پیدا ہوئے تھے تا کہ سب بچوں کو قتل کردے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں اللہ اکبر دیکھنا یہ ہے کہ اس نے کیسے کیسے انتظام کئے کہ اس سے زیادہ کوئی انتظام ہو ہی نہیں سکتا۔ مگر قدرت حق کے آگے آخر کچھ نہ چلا اور عاجز ہی رہا۔ بس دیکھ لو وہ کونسی قدرت ہے کہ جس نے اس طرح عاجز کردیا ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ علوا کبیرا اب آگے قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: رات بھر تو پریشان رہا اور کسی مصلحت سے رات کو تفتیش نہ کر سکا جب صبح ہوئی تو کہا اے عمران جاؤ اور ان آوازوں اور شوروں کا سبب معلوم کرو عمران میدان میں گئے اور جا کر کہا کہ یہ کیا شور تھا بادشاہ نے اسے سنا ہے اور مجھے تحقیق کیلئے بھیجا ہے ہر منجم ننگے سر تھا کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور اہل ماتم کی طرح سر پر خاک ڈال رکھی تھی اور فریاد کرنے اور مل کر شور کرنے سے اہل ماتم کی طرح آوازیں بیٹھ گئی تھیں۔ داڑھیاں اور بال نچے ہوئے تھے ناخنوں سے منہ نچا ہوا تھا سر پر خاک پڑی ہوئی تھی آنکھوں میں خون کے آنسو بھرے ہوئے تھے جب ان کی یہ حالت تفصیلی طور پر دیکھی تو کہا کہ خیر تو ہے یہ پریشانی کیسی ہے اور تم نے یہ حالت کیوں بنائی ہے یہ منحوس سال تو بڑی نشانیاں دکھلا رہا ہے خدا خیر کرے یہ سن کر سب نے معذرت کی اور کہا کہ ہم تقدیر کے پنجہ میں پھنس گئے ہم نے سب کچھ کیا لیکن سلطنت مکدر ہوگئی اور بادشاہ کا دشمن پیدا ہوگیا اور غالب آ گیا اور ہماری آنکھوں میں دھول ڈال کر اس بچہ کا ستارہ آسمان کی پیشانی پر نمودار ہوگیا چونکہ وہ ستارہ آسمان پر طلوع ہوگیا ہے اس لئے ہم اپنی آنکھوں سے رو رو کر ستارہ (آنسو) برسا رہے ہیں عمران دل میں تو خوش تھے مگر بناوٹ سے سر پر دو ہتڑ مارے اور کہا ہائے سلطنت کی مفارقت عمران نے اپنی صورت غصہ اور خفگی کی بنائی اور جیسے دیوانے بے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوش وحواس ہوتے ہیں اس طرح آگے بڑھے اور اپنے کو انجام بنا کر ان کی طرف چلے اور اس مجمع کو بہت کچھ سخت دست کہا وہ اپنے کو غصہ ورد مغموم بنا کر الٹی چال چل رہے تھے یعنی ان کو فریب دے رہے تھے۔ تاکہ کوئی تاڑ نہ جائے کہ یہی حضرت ہیں جن کی بدولت یہ آفت آئی ہے اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ تم نے میرے بادشاہ کو بڑا دھوکا دیا کمبخو پاجیو تم اس وقت بھی خیانت اور طمع سے باز نہ رہے تم نے بادشاہ کو میدان میں لا کر اس کی توہین کی کیونکہ جب یہ معلوم ہوگا کہ بادشاہ جس غرض سے میدان میں گئے تھے وہ غرض پوری نہ ہوئی تو بادشاہ کی تدبیر اور اس کے اقتدار پر کتنا بڑا حرف آئے گا تم نے اس وقت سینہ ٹھوک کر کہا تھا کہ ہم بادشاہ کو فکر سے نجات دیں گے اب کیا ہوئی تمہاری تدبیر۔ روپیہ بھی مفت میں برباد ہوا اور کام بھی بگڑ رہا۔ غرض ان کو خوب ڈانٹا اور جو جی میں آیا کہا اس کے بعد بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ سے پورا واقعہ بیان کیا جب بادشاہ نے یہ واقعہ سنا تو مارے رنج کے چہرہ سیاہ ہو گیا۔ اور اس بے ایمان نے غیظ میں آکر منجمین وغیرہ کے حاضر کرنے کا حکم دیا جب وہ حاضر ہوئے تو کہا کہ او بے ایمانو میں تم کو سولی پر لٹکاؤں گا تمہارے کہنے سے میں نے اپنا مضحکہ کیا دشمنوں کو مال و دولت دی حتیٰ کہ اسرائیلی آج رات کو اپنی عورتوں سے الگ رہے پھر یہ واقعہ کیوں ہوا میرا مال بھی برباد ہوا آبرو میں بھی بٹہ آیا اور کام کا کام بگڑ رہا کیا دوستی اسی کے معنی ہیں اور بھلے مانسوں کی یہی باتیں ہوتی ہیں برس گزر گئے کہ تم مجھ سے تنخواہیں اور خلعتیں لے رہے ہو اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے برابر جاگیریں مسلم کھا رہے ہو یہ سب اسی لئے تو کہ تم آڑے وقت میں اپنے خیالات منتشرہ کو جمع کر کے معاملہ پر غور کرو اور میری اعانت کرو یہی تمہاری رائے تھی یہ ہی تمہاری عقل تھی اور یہی تمہارا نجوم تھا تم کسی کام کے نہیں فقط کھانے والے اور مکار اور منحوس ہو میں تمہاری کھال ادھیڑ ڈالوں گا تم کو آگ لگا دوں گا تمہارے ناک کان ہونٹ سب اکھڑوا دوں گا میں تم کو آگ میں جھونک دوں گا اور تمہارے سارے گذشتہ عیش کو مکدر کر دوں گا تم کیا بھولے ہوئے ہو۔ عتاب شاہی کو سن کر سب سجدہ میں گر گئے اور کہا کہ جہاں پناہ اگر ایک مرتبہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ اور شیطان ہم پر غالب آ گیا ہے تو حضور معاف فرما دیں آخر برسوں تک بلاؤں کو دفع بھی تو ہمیں نے کیا ہے اور وہ وہ کام کئے ہیں جو کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آتے خیر اب تو بات ہاتھ سے نکل گئی اور حمل ظاہر ہو گیا۔ اور نطفہ نکل کر رحم میں پہنچ گیا لیکن پیدائش کے دن اس کی تلافی کا خیال رکھیں گے جب ولادت کا دن ہوگا اس وقت خوب رصد قائم کریں گے اور نہایت غور سے ستاروں کو دیکھیں گے تاکہ بات ہاتھ سے نہ نکل جائے اور تقدیر پردہ خفا سے منصۂ ظہور پر جلوہ گر نہ ہو جائے اگر ہم اس کا لحاظ نہ رکھیں تو ہم واقعی گردن زدنی ہیں۔ حضور جو اس قدر دانا ہیں کہ دیگر افکار اور ہوش حضور کی رائے کے غلام ہیں ہم کو فوراً مار ڈالیں خیر یہ واقعہ تو رفت گذشت ہوا لیکن اس کا خیال اس کی طبیعت میں سے نہ گیا۔ وہ نو مہینہ تک ایک ایک دن گنتا رہا کہ مبادا دشمن کو بند صنے والا تیر قضا نہ چل جاوے لیکن کیا اس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

قضا الٰہی رک سکتی تھی ہرگز نہیں جو شخص قضا الٰہی پر شبخون مارنے کا ارادہ کرتا ہے اور اس کو مٹانا چاہتا ہے وہ خود سر کے بل گرتا اور اپنا خون پیتا ہے اور جب ناسوت لاہوت پر حملہ کرتا ہے تو خود اپنے ہی کو ہلاک کرتا ہے اور اپنے ہی لئے بلائیں مول لیتا ہے جب زمین آسمان کے ساتھ مخالفت کرتی ہے تو خود ہی شور ہوتی اور موت سے ٹکراتی ہے جب مصنوع صانع سے پنجہ کرتا ہے تو خود اپنی ہی ڈاڑھی اور مونچھیں اکھیڑتا ہے غرضکہ جب مخلوق خلق کا مقابلہ کرتا ہے تو اپنا ہی نقصان کرتا ہے اور حکم الٰہی کی مزاحمت نہیں کرسکتا۔

شرح شبیری

فرعون کا میدان کی طرف بنی اسرائیل کی ان عورتوں کو مکر سے بلانا جو کہ زانیدہ تھیں

بعد نہ مہ شہ برون آورد تخت	سوئے میدان و منادی کرد سخت
نو مہینے کے بعد بادشاہ نے تخت باہر نکالا	میدان کی جانب اور سخت اعلان کرایا

یعنی نو ماہ بعد بادشاہ نے میدان کی طرف تخت (پھر) نکالا اور بہت سخت منادی کی۔

بار دیگر شد منادی سوئے شہر	کاے زنان از دہر یابید بہر
دوبارہ شہر کی جانب اعلان کرنے والا روانہ ہوا	کہ اے عورتو! زمانے سے حصہ حاصل کر لو

یعنی دوسری مرتبہ پھر شہر میں منادی ہوئی کہ اے عورتو تم زمانہ سے حصہ حاصل کرو یعنی تم بھی اس مرتبہ انعام لو۔

کاے زنان باطفلگان میدان روید	تاز داد و بخششم شادان شوید
کہ اے عورتو! بچوں کو لے کر میدان میں پہنچو	تاکہ تم میری عطا اور بخشش سے خوش ہو

یعنی (اس نے یہ منادی کرائی کہ) اے عورتو بچوں سمیت میدان میں جاؤ تاکہ میری بخشش اور انصاف سے خوش ہو۔

آں چناں کہ پار مردان را رسید	خلعت و ہر کس از ایشان زر کشید
جس طرح کہ پارسال مردوں کو ملا	شاہی جوڑا اور ان میں سے ہر شخص نے روپیہ حاصل کیا

یعنی جیسے کہ پارسال مردوں کو خلعتیں ملی تھیں اور ہر ایک نے ان میں سے روپیہ کھینچا تھا۔

ہیں زنان امسال اقبال شماست	تا بیابد ہر یکے چیزے کہ خواست
آگاہ! عورتو اس سال تمہارا نصیبہ ہے	تاکہ ہر عورت وہ پائے جو اس کی خواہش ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اری عورتو اب کے سال تمہارا اقبال ہے تا کہ ہر کوئی وہ پائے جو وہ چاہے

مرزنان راخلعت وحلیت دہند	کود کان راہم کلاہ زر نہند
عورتوں کو جوڑا اور زیور دیں گے	بچوں کو سنہری ٹوپی پہنائیں گے

یعنی عورتوں کو جوڑے اور زیور دینگے اور بچوں کو سنہری ٹوپیاں سر پر رکھیں گے۔

ہر کہ او این ماہ زائیدست ہین	گنجہا گیرد زمن بے شک یقین
آگاہ! جس نے اس سال بچہ جنا ہے	یقیناً بلاشک مجھ سے خزانے حاصل کر لے گی

یعنی جو عورت کہ اس مہینے میں جنی ہے ارے وہ تو مجھ سے بیشک اور یقیناً خزانہ کے خزانہ لے لے گی۔

آن زنان باطفلگان بیرون شدند	شادمان تا خیمۂ شہ آمدند
اس وقت بچوں کے ساتھ وہ باہر نکل آئیں	خوش خوش یہاں تک کہ بادشاہ کے خیمہ کے پاس آ گئیں

یعنی وہ عورتیں معہ بچوں کے باہر گئیں اور خوش خوش خیمہ شاہ تک آ پہنچیں۔

ہر زنے نو زادہ بیروں شد زشہر	سوئے میدان غافل از دستان قہر
ہر نئے بچہ والی عورت شہر سے باہر نکل آئی	میدان کی جانب ظلم کے مکر سے غافل ہو کر

یعنی ہر عورت نوزائیدہ شہر سے باہر میدان کی طرف چلی گئی اور ان حالیکہ وہ قہر کے ہاتھوں سے غافل تھیں۔

چوں زنان جملہ بدو گرد آمدند	ہر چہ بود آن نر زمادر بستدند
جب سب عورتیں اس کے گرد آ گئیں	جو لڑکا تھا اس کو ماں سے لے لیا

یعنی جب عورتیں سب اس کے گرد جمع ہو گئیں (تو اس خبیث نے یہ کہا کہ (جو جو لڑکے تھے ان کو ماؤں سے لے لیا (اور پھر اس سنگدل بے رحم خبیث پاجی نے یہ کیا کہ)

سر بریدندش کہ اینست احتیاط	تا نہ زاید خصم ونفزاید خباط
اس کا سر قلم کر دیا کہ یہ احتیاط ہے	تا کہ دشمن پیدا نہ ہو اور دیوانگی نہ بڑھے

یعنی ان سب کے سر کاٹ دیئے اور کہا کہ یہ احتیاط ہے تا کہ دشمن پیدا نہ ہو اور گڑ بڑ نہ پڑے مطلب یہ کہ حالت تو مقتضی صرف اس کو تھی کہ وہ بچے جو بالکل تازے پیدا ہوئے ہوں ان کو مارا جائے مگر احتیاط اس کو مقتضی ہے کہ پہلے بچوں کو بھی قتل کیا جاوے لہذا اس کمبخت نے سب کو قتل کر دیا۔ نعوذ باللہ منہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح مبیبی

ترجمہ و تشریح: نو مہینے کے بعد پھر تخت شاہی میدان میں لایا گیا اور سامان باہر نکالا گیا اور دوسری مرتبہ شہر میں یہ منادی کرائی گئی کہ اے وہ عورتو جن کی قسمت میں زمانہ نے دولت کا ایک بہت بڑا حصہ رکھا ہے تم اپنے چھوٹے بچوں سمیت میدان میں چلو تم کو شاہی عطیوں کے حاصل کرنے سے خوشی ہوگی بادشاہ تم پر یوں ہی دولت برسائیں گے جس طرح پارسال مردوں کو خلعت ملے تھے اور ہر شخص ان میں سے بہت سا سونا کھینچ لایا تھا دیکھو عورتو آج تمہاری خوش قسمتی کا دن ہے کہ ہر ایک کو اس کا مدعا حاصل ہوگا اس موقعہ کو ہاتھ سے نہ دینا آج عورتوں کو خلعت فاخرہ اور زیور ملے گا اور بچوں کو کلاہ زرین پہنائی جاوے گی جن کے اس مہینہ میں بچہ پیدا ہوا ہے وہ چلیں اور بادشاہ سے خزانہ لیں یہ سن کر عورتیں اپنے اپنے بچوں کو لے کر خوش خوش میدان کی جانب روانہ ہوگئیں اور بادشاہ کے خیمہ تک پہنچ گئیں غرض جس جس کے نیا بچہ ہوا تھا ان میں سے ایک بھی شہر میں نہ رہی سب باہر نکل کر میدان کی طرف چل دیں اور کسی کو بھی اس فریب آمیز قہر کا پتہ نہ چلا اور جبکہ وہ سب کی سب اکٹھی ہو جتنے لڑکے تھے سب کو ان کی ماؤں سے لے لیا گیا۔ اور ان کو ذبح کر دیا گیا اور سمجھا گیا کہ اس میں احتیاط ہے ایسا کرنے سے دشمن پیدا نہ ہوگا اور خرابی نہ پڑے گی۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کا پیدا ہو جانا اور سپاہیوں کا عمران کے گھر میں خبر سن کر خانہ تلاشی کیلئے آنا اور والدہ موسیٰ علیہ السلام کو الہام حق ہونا کہ موسیٰ علیہ السلام کو آگ میں ڈال دو اس لئے کہ میں ان کی حفاظت کروں گا

خود زن عمران کہ موسیٰ زادہ بود	دامن اندر چید زان آشوب زود
عمران کی بیوی جس نے موسیٰ کو جنا تھا	اس نے اس فتنہ سے جلد دامن بچا لیا

یعنی چونکہ زن عمران نے موسیٰ علیہ السلام کو جنا تھا تو انہوں نے اس آشوب سے جلدی سے دامن چنا یعنی انہوں نے چاہا کہ کہیں چھپ جائیں اس لئے کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ ان کو معلوم تھا کہ وہ لڑکا وہی ہوگا جو کہ مجھ سے پیدا ہوگا لہذا ان کو فکر ہوئی کہ کسی کو خبر نہ ہو جاوے ورنہ غضب ہو جاوے گا۔

بعد ازان دستان کہ آن سگ باز نان	کرد دیگر بین چہ آورد آن زمان
اس کے بعد وہ مکر جو اس کتے نے عورتوں سے	کیا پھر دیکھ اس نے اس وقت کیا کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد اس مکر کے جو اس کتے نے عورتوں کے ساتھ کیا یہ دیکھو کہ اسی وقت دوسری کیا بات یعنی صرف اسی پر اکتفا نہ کی کہ سب کو جمع کر کے بچوں کو مار ڈالا بلکہ اس سور نے آگے بھی اور مکر کیا مکر کیا ہوتا ہے جس کو خدا بچاوے اس کو کون ہاتھ لگا سکتا ہے اس کو جو تدابیر سوجھتی تھیں یہ بھی اس لئے تھیں کہ جس قدر زیادہ اس نے تدابیر کیں اسی قدر قدرت حق ظاہر ہوتی کہ دیکھ تو نے یہ یہ کیا مگر خبیث پھر تیرے ہی ہاتھوں ان کو پرورش کرایا تیرے ہی گھر میں رکھا ڈوب مر خبیث نالائق سچ یہ ہے کہ خدا کے آگے وہ کیا چل سکتا تھا ہار گیا آگے اس دوسرے مکر کو بیان فرماتے ہیں۔

آن زنان قابلہ در خانہا	بہر جاسوسی فرستاد آن دغا
دائیوں کو گھروں میں	اس (مجرم) دغا نے جاسوسی کے لئے روانہ کر دیا

یعنی دائیوں کو جاسوسی کے لئے اس دغاباز نے گھروں میں بھیجا (کہ جا کر دیکھیں کہ شاید کوئی عورت نہ آئی ہو اور بچے کو چھپا رکھا ہو لہذا خبیث نے عورتوں سے جاسوسی کرائی)

غمز کردندش کہ اینجا کودکیست	نامد او میدان کہ در وہم وشکیست
انہوں نے اس کو اشارہ کر دیا کہ یہاں ایک بچہ ہے	جو میدان میں نہیں آیا کیونکہ (اس کی ماں) وہم اور شک میں ہے

یعنی ان (خبیثنیوں) نے شکایت کی کہ یہاں ایک بچہ ہے کہ وہ میدان میں نہیں آیا اس لئے کہ (اس کی ماں) وہم وشک میں ہے یعنی وہ خوف کے مارے گئی نہیں اور اس کے پاس بچہ ہے۔

اندریں کوچہ یکے زیبا زنے ست	کودکے دارد ولیکن پرفنے ست
اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے	جس کے ایک بچہ ہے لیکن (وہ عورت) بڑی چالاک ہے

یعنی اس کوچہ میں ایک حسین عورت ہے کہ وہ ایک بچہ رکھتی ہے مگر ہے بڑی چالاک (کسی کو دینے والی ہے نہیں) پس یہ سنتے ہی اس نے سپاہیوں کو تلاشی کا حکم دیدیا اب قدرت دیکھئے کہ۔

پس عواناں آمدند او طفل را	در تنور انداخت از امر خدا
تو سپاہی پہنچ گئے، اس نے بچے کو	خدا کے حکم سے، تنور میں ڈال دیا

یعنی جبکہ سپاہی آئے تو انہوں نے (والدۂ موسیٰ علیہ السلام نے) بچہ کو حکم خداوندی سے تنور میں ڈال دیا

وحی آمد سوئے زن از دادگر	کہ ز نسل آن خلیل است ایں پسر
عورت کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی آئی	کہ یہ بچہ (ابراہیم) خلیل (اللہ) کی نسل سے ہے

یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے عورت کو الہام ہوا کہ یہ لڑکا ان خلیل اللہ کی نسل سے ہے (لہذا)

www.besturdubooks.wordpress.com

در تنور انداز موسےٰ را تو زود	تا نگہدار یمش اندر نار و دود
تو موسیٰ کو فورا تنور میں ڈال دے	تا کہ آگ اور دھوئیں میں اس کی حفاظت کروں

یعنی موسیٰ کو جلدی سے تنور میں ڈال دو۔ تا کہ اس آگ اور دھویں میں ہم اس کی حفاظت کریں۔

عصمت یانار کونی بارداً	لاتکون النار حر اشار دا
"اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا" کی حفاظت کی وجہ سے	آگ گرم اور سرکش نہ ہوگی

یعنی یانار کونی برداً کی عصمت کی وجہ سے یہ آگ گرم اور تیز نہ ہوگی۔

زن بوحی انداخت او را در شرر	بر تن موسیٰ نکرد آتش اثر
عورت نے وحی کی وجہ سے اس کو انگاروں میں پھینک دیا	آگ نے موسیٰ کے جسم پر اثر نہ کیا

یعنی عورت نے الہام کی وجہ سے ان کو شعلوں میں ڈال دیا تو موسیٰ علیہ السلام کے بدن پر آگ نے اثر نہ کیا (اللہ اکبر کیا قدرت ہے پھر والدہ موسیٰ علیہ السلام کے قلب میں کس قدر مضبوطی عطا فرمائی کہ ان کو الہام کے صحیح ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ جانب مخالف کا احتمال ضعیف بھی نہ ہوا اللہ اکبر تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ اے اللہ ہم کو بھی ایسا ہی توکل عطا فرما آمین یارب العالمین) جب وہ تنور میں ڈال چکیں اس کے بعد یہ ہوا کہ۔

پس عوانان خوانہ را جستند زود	ہیچ طفلے اندران خانہ نبود
سپاہیوں نے فورا گھر کی تلاشی لی	اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا

یعنی پھر سپاہیوں نے گھر کی جلدی سے تلاشی لی تو اس گھر میں کوئی بچہ نہ تھا (اور تنور میں ہونے کا کسی کو احتمال بھی نہ تھا اور اگر ہوتا تو سمجھتے کہ اچھا ہے جو چاہتے تھے کہ نا پید ہو جاوے وہ مقصود حاصل ہو گیا۔ لہٰذا یہ ہوا کہ)

پس عوانان بے مراد آنسو شدند	باز غمازان کزان واقف بدند
سپاہی ناکام واپس ہو گئے	پھر ان چغلخوروں نے جو اس سے واقف تھے

یعنی پس سپاہی بے مراد اس طرف کو چلے گئے اور پھر تو چغلخوروں نے جو کہ اس سے واقف تھے۔

با عوانان ماجرا برداشتند	پیش فرعون از برائے دانگ چند
سپاہیوں سے قصہ چھیڑا	فرعون کے سامنے، چند ٹکوں کی خاطر

یعنی سپاہیوں سے اس قصہ کو فرعون کے سامنے چند دانگوں کے لئے اٹھایا مطلب یہ کہ جب سپاہیوں کو وہاں کچھ نہ ملا تو وہ تو نامراد ہو کر واپس ہو گئے مگر جن لوگوں کو یہ قصہ معلوم تھا انہوں نے پھر بچہ کو دیکھا اس لئے کہ بعد جانے سپاہیوں کے والدہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو نکال لیا تھا تو فرعون کے پاس پھر خبر پہنچی کہ وہ بچہ موجود ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور یہ خبر اس لئے پہنچائی تا کہ کھل جاوے معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے اس خبر رسائی کے لئے کچھ انعام مقرر کیا ہو گا جب پھر خبر پہنچی تو فرعون نے کہا کہ۔

کاے عوانان باز گردید آں طرف	نیک نیکو بنگرید اندر غرف
کہ اے سپاہیو! اس طرف پھر جاؤ	کوٹھڑیوں میں خوب اچھی طرح دیکھو

یعنی کہ اے سپاہیو پھر وہاں جاؤ اور خوب اچھی طرح کھڑکیوں وغیرہ میں دیکھنا۔

باز گشتند آں عواناں جملگان	تا کہ موسیٰ را بجویند آں زمان
وہ سارے سپاہی واپس لوٹے	تا کہ فوراً موسیٰ کو تلاش کریں

یعنی وہ سپاہی پھر سارے کے سارے اس طرف کو روانہ ہو گئے تا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اسی وقت تلاش کریں (مگر وہ کب ملنے والے تھے ان کا محافظ تو حق تعالیٰ تھا)

والدۂ موسیٰ علیہ السلام کو پھر الہام ہونا کہ ان کو پانی میں ڈال دو

باز وحی آمد کہ در آبش فگن	روئے در امید دار و مومکن
پھر وحی آئی اس کو پانی میں ڈال دے	امید رکھ اور پریشان نہ ہو

یعنی پھر الہام ہوا کہ ان کو پانی میں ڈال دو اور توجہ اللہ میں رکھو اور بال مت اکھاڑو مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے امید رحمت کی رکھو گھبراؤ مت۔

در فگن در نیلش و کن اعتمید	من ورا با تو رسانم رو سفید
اس کو نیل میں پھینک دے اور بھروسہ کر	میں عزت سے اسے تیرے پاس پہنچادوں گا

یعنی ارشاد ہوا کہ انؑ دریائے نیل میں ڈال دو اور (ہم پر) بھروسہ کرو میں ان کو تمہارے پاس رو سفید پہنچا دوں گا یعنی صحیح سالم تم تک پہنچ جاویں گے بس اس الہام کے ہوتے ہی۔

مادرش انداخت اندر رود نیل	کار را بگذاشت بانعم الوکیل
ماں نے اس کو دریائے نیل میں ڈال دیا	معاملہ بہترین وکیل کے سپرد کر دیا

یعنی ان کی والدۂ ماجدہ نے ان کو دریائے نیل میں ڈال کر کام کو نعم الوکیل پر چھوڑ دیا یعنی توکل کر کے حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور اللہ اکبر یہ دیکھنے کی بات ہے کہ ایک عورت کو اپنے بچے کی نسبت اس طرح یقین ہو جاوے اور احتمال جانب مخالف کا نہ ہو آخر کوئی بتادے کہ یہ کونسی قوت ہے ارے کیا یہ قوت مادہ کی ہے یا کس کی بس یہ قوت اس وحدہ لاشریک کی عنایت کردہ ہی ہے اور کسی کو یہ قدرت اور یہ طاقت نہیں ہے۔ فتعالیٰ اللہ عن

www.besturdubooks.wordpress.com

ذلک علوا کبیرا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایان ندارد مکر ہاش	جملہ پیچیدہم در ساق و پاش
اس بات کی انتہا نہیں ہے اور اس کے مکر	سب اس کی پنڈلی اور پیروں میں لپٹ گئے

یعنی یہ گفتگو تو کہیں انتہا نہیں رکھتی اور اس فرعون کی فکر اس کی پنڈلی اور پاؤں میں لپٹ رہی تھی مطلب یہ کہ قدرت حق کے بیان کی تو کہیں انتہا نہیں ہے اب یہ بتاتے ہیں کہ اس نے جو تدابیر کیں کہ موسے علیہ السلام ظاہر نہ ہوں اسی قدر اس کو پیچیدگیاں پیش آئیں اور اس کی احتیاط اور علم کی یہ حالت تھی۔

صد ہزاراں طفل می کشت از برون	خصم اندر صدر خانہ در درون
وہ باہر لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا	(اور) دشمن بیچ مکان میں در پردہ (موجود تھا)

یعنی وہ باہر سے لاکھوں بچوں کو قتل کر رہا تھا اور دشمن صدر خانہ کے اندر موجود تھے۔

از جنون می کشت ہر جا بد جنین	از حیل آن کور چشم دور بین
جس جگہ کوئی پیٹ کا بچہ ہوتا اس کو پاگل پن سے مار ڈالتا	تدبیروں سے وہ دوربین اندھا

یعنی جنون کی وجہ سے جہاں کہیں جنین ہوتا اس کو وہ اندھا دوربین حیلہ کی وجہ سے قتل کرا دیتا تھا مطلب یہ کہ وہ جو کہ ظاہر میں تو بڑا عاقل اور دور بین تھا مگر حقیقت سے اندھا تھا تمام نوزائیدہ بچوں کو قتل کیا کرتا تھا نعوذ باللہ منہ نعوذ باللہ منہ۔

اژدہا بد مکر فرعون عنود	مکر شاہان جہان را خوردہ بود
سرکش فرعون کا مکر اژدہا تھا	جو دنیا کے بادشاہوں کے مکر کو نگل گیا تھا

یعنی فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا کہ تمام شاہان عالم کی فکروں کو کھا گیا یعنی سب پر غالب آ کر ملکوں کو فتح کر چکا تھا اس قدر عاقل تھا۔

لیک آزں فرعون ترے آمد پدید	ہم و را ہم مکر او را در کشید
لیکن اس فرعون سے بالا تر پیدا ہو گیا	جس نے اس کو اور اس کے مکر کو نگل لیا

یعنی لیکن ایک اس سے زیادہ فرعون ظاہر ہوئے کہ اس کو اور اس کے مکروں سب کو کھینچ دیا یعنی اس سے زیادہ موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے کہ وہ سب کو مغلوب کیا کرتا تھا اور انہوں نے اس کو مغلوب کر دیا۔

اژدہا بود و عصا شد اژدہا	ایں بخورد آں را بتوفیق خدا
وہ اژدھا تھا اور لاٹھی اژدھا بنی	اس نے اس کو اللہ (تعالیٰ) کی توفیق سے نگل لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ اژدہا تھا اور عصا جو اژدہا ہوا تو وہ (عصا) توفیق حق سے اس فرعون کو کھا گیا مطلب یہ کہ اس نے اس خبیث کو مغلوب کر دیا۔ سبحان اللہ دیکھئے کہ جو لوگ کہ مادہ کو اور عقل کو متصرف کہتے ہیں ان سے کوئی پوچھے کہ بتاؤ کہ فرعون کو جو اس قدر عاقل تھا اتنا بڑا زبردست بادشاہ سب کچھ مگر جب حکم خداوندی ہوا ایک ذرا سے نطفہ کے ٹھہرنے کو نہ روک سکا پھر اس سے بڑھ کر یہ کہ اس دشمن کو اپنے گھر میں پالا۔ اپنی گود میں کھلایا اور اندھے کو یہ خبر نہ ہوئی کہ میں سب کو قتل کر رہا ہوں۔ اور اس بچہ کی خود پرورش کر رہا ہوں بس یہاں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی زبردست قوت ہے کہ اس کے ہاتھ میں عنان عالم ہے یقلبها کیف یشاء وہ جس کو چاہے بینا کر دے اور جسے چاہے اندھا کر دے۔ جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے گمراہ کرے۔ اے اللہ ہمیں ہدایت راہ مستقیم کی اور بصیرت اور اپنی محبت اور معرفت عطا فرما آگے مولانا فرماتے ہیں۔

دست شد بالائے دست ایں تا کجا	تا بہ یزدان کہ الیہ المنتہا
ہر طاقت سے بڑھ کر ایک طاقت ہے یہ کہاں تک؟	خدا تک کیونکہ اسی پر انتہا ہے

یعنی ایک قدرت دوسری پر ہے اور یہ کہاں تک ہے؟ حق تعالیٰ تک ہے اس لئے کہ وہ ہی منتہی ہے

کان یکے دریاست بے غور و کران	جملہ دریا ہا چو جوئے پیش آن
کیونکہ وہ ایک بے تھاہ اور بے ساحل دریا ہے	سارے دریا اس کے سامنے نہر جیسے ہیں

یعنی اس لئے کہ وہ ایک دریا ہے بے انتہا اور بے کنارہ اور سارے دریا اس کے سامنے مثل ایک سیل کے ہیں۔

حیلہ ہاؤ چارہا گر اژدہاست	پیش الا اللہ آنہا جملہ لاست
حیلے اور تدبیریں اگرچہ اژدہا (کی طرح) ہوں	الا اللہ کے بالمقابل وہ معدوم ہیں

یعنی حیلے اور چارے اگرچہ اژدہا ہیں مگر الا اللہ کے آگے سب فنا ہیں یہاں پہنچ کر مولانا پر توحید کا غلبہ ہو گیا اس لئے فرماتے ہیں۔

چون رسید اینجا بیانم سرنہاد	محو شد واللہ اعلم بالرشاد
جب میرا بیان یہاں پہنچا سر رکھ دیا	فنا ہو گیا اور خدا راست روی کو زیادہ جانتا ہے

یعنی جب میرا بیان یہاں تک پہنچا تو اس سے سر رکھ دیا اور محو ہو گیا واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ جب قدرت حق کا بیان شروع ہوا تو بس میں مغلوب ہو گیا اور استغراق طاری ہو گیا۔ آگے مولانا مضمون ارشاد تحریر فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جبکہ زن عمران کے بچہ پیدا ہوا تو وہ نہایت احتیاط کے ساتھ اس فتنہ سے الگ رہیں ایک چال تو یہ کیا فرعون عورتوں کے ساتھ کر چکا تھا اب دیکھو دوسری چال کیا کی وہ یہ کی کہ دائیوں کو گھروں میں جاسوسی کیلئے بھیجا کہ جا کر دیکھو کسی کے یہاں نیا بچہ پیدا ہوا ہے یا عنقریب پید ونے والا ہے یا کوئی ایسا بچہ ہے جو پیدا ہو چکا ہو اور میدان میں نہ لایا گیا ہو انہوں نے تلاش کیا اور تفتیش کی تو لوگوں نے کسی دائی کو ہشکایا کہ یہاں ایک لڑکا ہے کہ میدان میں نہیں لے جایا گیا کیونکہ اس کے گھر والوں کو شبہ ہو گیا تھا کہ اس میں کوئی چال ہے اور اس گلی میں ایک خوبصورت عورت ہے اس کے پاس بچہ ہے مگر وہ بڑی چالاک ہے ذرا ہوشیاری سے تلاشی لینی چاہئے اس نے جا کر پولیس میں اطلاع کی تو اہلکاران خانہ تلاشی کے لئے روانہ ہوئے جب وہ تلاشی کے لئے پہنچے ہیں تو بحکم خداوندی موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے ان کو تنور میں ڈال دیا ان کو حکم ہوا تھا کہ یہ بچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہے اس کو تم فوراً تنور میں ڈال دو ہم اس کو بحفاظت یا نار کونی بردا آگ اور دھویں کی تکلیف سے محفوظ رکھیں گے اور آگ ان پر تیز گرم نہ ہوگی یہ حکم الہامی سن کر انہوں نے ان کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا اور موسیٰ علیہ السلام کے جسم پر آگ سے کچھ بھی صدمہ نہ پہنچا پس جبکہ پولیس والوں نے تلاشی لی تو معلوم ہوا کہ گھر میں کوئی لڑکا نہیں ہے اس پر پولیس والے ناکام واپس ہو گئے اس کے بعد جن لوگوں کو لڑکے کے ہونے کی اطلاع تھی انہوں نے دوبارہ مخبری کی اور پولیس کے ذریعہ سے فرعون کے یہاں پرچہ گزارا یہ سب کیوں کیا محض چند دانگ انعام کے لئے افسوس صد افسوس جب فرعون کے یہاں سے دوبارہ تلاشی کا حکم ہوا تو انہوں نے پولیس سے کہا کہ تم اس طرف جاؤ اور مکانات میں خوب غور سے دیکھو اس مکان میں یقیناً لڑکا ہے وہ دوبارہ لڑکے کو تلاش کرنے کے لئے آئے اس وقت پھر الہام ہوا کہ اس کو دریا میں ڈال دو اور پریشان نہ ہونا بلکہ بہودی کی امید رکھنا اس کو دریائے نیل میں ڈال دو اور ہم پر بھروسہ رکھو ہم تم کو موسیٰ تک پہنچا دیں گے اور وہ تم کو خوش وخرم ملیں گے اس الہام کی بنا پر انہوں نے موسیٰ کو تابوت میں بند کر کے دریائے نیل میں ڈال دیا اور معاملہ مہتر کارساز کے سپرد کیا خیر یہ گفتگو تو ختم ہی نہ ہوگی اب تم اجمالاً اتنا سن لو کہ فرعون کے پوری پوری میں مکر تھے اور اس نے لاکھوں بچے باہر مار ڈالے لیکن موسےٰ علیہ السلام خود اس کے گھر میں براج رہے تھے اور تقدیر الٰہی کے سامنے اس کا کوئی پیچ نہ چل سکتا تھا جہاں کہیں بچہ ملا اس نے دیوانہ پن سے فوراً مار ڈالا یہ اس بظاہر دور بین اور فی الحقیقت اندھے کی جہالت تھی کہ تقدیر الٰہی کی مزاحمت کرتا تھا نیز فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا جس نے دنیا بھر کے بادشاہوں کے مکروں کو نگل کر ان کو مغلوب کر لیا تھا نیز فرعون کا مکر ایک اژدہا تھا جس نے دنیا بھر کے بادشاہوں کے مکروں کو نگل کر ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

مغلوب کرلیا تھا لیکن اب ایک اس کا بھی چچا پیدا ہوگیا جو خود اس کو بھی اور اس کے مکر کو بھی دونوں کو نگل گیا یعنی وہ تو اژدہا تھا ہی اب عصائے موسیٰ اژدہا ہو گیا اور یہ اژدہا بتوفیق الٰہی اس اژدہے کو کھا گیا بات یہ ہے کہ عالم میں ایک سے ایک زبردست ہے اور یہ سلسلہ خدا پر جا کر ختم ہو جاتا ہے کہ وہ سب سے زبردست ہے اس سے زبردست کوئی نہیں کیونکہ وہ ایک نامحدود سمندر ہے جس کی نہ کہیں تہہ ہے نہ کنارہ اور باقی دریا اس کے سامنے سیل سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ تدابیر ضرور اژدہا ہیں لیکن ہستی حق سبحانہ کے سامنے سب لاشے محض ہیں میرا ایمان یہاں تک پہنچ کر ختم ہو گیا اور قدرت حق سبحانہ میں محو ہو گیا اب آگے بیان کرنے کی قدرت نہیں ہے اس بیان کو یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں کہ حق سبحانہ ہی راستہ سے خوب واقف ہیں وہ ہر کام کو ٹھیک ٹھیک کرتے ہیں نہ ان کے کسی فعل کی کوئی مزاحمت کرنے والا ہے اور نہ ان کے کسی کام میں دنیاوی تدبیروں کی طرح کوئی بے ڈھنگا پن ہے۔

شرح شبّیری

آنچہ در فرعون بود اندر تو ہست	لیک اژدرہات محبوس چہ است
جو کچھ فرعون میں تھا وہ تیرے اندر ہے	لیکن تیرے اژدہے کنویں میں قید ہیں

یعنی جو چیز کہ فرعون میں تھی وہ تمہارے اندر بھی موجود ہے لیکن تمہارے اژدہے کنویں میں بند ہیں مطلب یہ کہ مقابلہ تھا یا تکبر یا خود بینی وغیرہ یہ سب خود تمہارے اندر بھی موجود ہیں۔ مگر دبے ہوئے ہیں کسی کے ایمان میں کسی کی صحبت نیک میں کسی کے کہیں میں ورنہ مواد سب ہمارے اندر ہی موجود ہیں تو اس کو دیکھ کر خود ہم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے اور نصیحت حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے کہ۔

اے دریغ ایں جملہ احوال تو است	تو بران فرعون برخوابیش بست
ہائے افسوس! یہ سب تیرے احوال ہیں	تو ان کو فرعون سے وابستہ کرنا چاہتا ہے

یعنی افسوس تو یہ ہے کہ یہ سب احوال تمہارے ہیں اور تم اس فرعون میں اور اس کے خواب میں بند رہے ہو مطلب یہ کہ تم اس کو صرف قصہ فرعون مت سمجھو اور اس کے خواب پر کار بند مت ہو۔ اس لئے کہ یہ احوال تو خود تمہارے ہیں تو ان سب کو اپنے اوپر منطبق کر کے دیکھو۔

انچہ گفتم جملگی احوال تست	خود نگفتم صد یکے زانہا درست
جو کچھ میں نے کہا وہ سب تیرے احوال ہیں	میں نے ان میں سے ایک فیصدی بھی پورا بیان نہیں کیا ہے

یعنی میں نے جو کچھ بیان کیا یہ سارے تیرے احوال ہیں اور میں نے خود ہی سو میں سے ایک بھی پورا پورا انہیں بیان کیا اس لئے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گرز تو گویند وحشت زایدت	ور ز دیگر چوں فسانہ آیت
اگر تیرے (احوال) بیان کریں تو تو گھبراتا ہے	اور اگر دوسرے سے متعلق (بیان کریں) تو تجھے کہانی معلوم ہوتی ہے

یعنی اگر تجھ سے کہیں تو تجھے وحشت بڑھتی ہے اور دوسرے سے تم کو فسانہ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ اگر تم کو مخاطب بنا کر کہتے ہیں تو تم کو وحشت ہوگی اور جو نفع ہونے والا تھا وہ بھی نہ ہوگا اور اگر دوسرے کے قصہ کے طور پر بیان کرتے ہیں تو خیر تم اس کو سن تو لوگے کہ شاید عبرت حاصل ہو جائے اس لئے کہ دوسروں کے قصوں میں بیان کر کے تم کو تمہارے حالات سنائے گئے ہیں اس لئے کہ۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبران گفتہ آید در حدیث دیگر ان

اور فرماتے ہیں کہ

چون خرابت میکند نفس لعین	دور می اندازدت سخت ایں ترین
ملعون نفس تجھے کتنا برباد کر رہا ہے	یہ ساتھی تجھے (راہ ہدایت سے) بہت دور لے جا رہا ہے

یعنی یہ نفس لعین تجھے کس طرح خراب کر رہا ہے اور یہ ساتھی تجھے (حق سے) بہت دور ڈال رہا ہے۔

ایں جراحتہا ہمہ از نفس تست	لیک مغلوبی ز جہل اے سخت ست
یہ (برے احوال کے) سارے زخم تیرے نفس کی وجہ سے ہیں	اے سخت کاہل! تو جہل سے مغلوب ہے

یعنی یہ سارے زخم تیرے نفس کی طرف سے ہیں لیکن ارے ست تو جہل کی وجہ سے مغلوب ہو رہا ہے اور اس نفس لعین نے تجھے دبا رکھا ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

آتشت را ہیزم فرعون نیست	ورنہ چوں فرعون او شعلہ زنیست
تیری (نفسانی خواہشوں کی) آگ کے لئے فرعونی ایندھن نہیں ہے	ورنہ فرعون کی (آگ کی) طرح وہ بھڑک رہی ہے

یعنی تیری آگ کے لئے ایندھن نہیں ہے ورنہ وہ بھی فرعون کی طرح شعلہ زن ہے۔

گلخن نفس ترا خاشاک نیست	ورنہ چوں فرعون نار قاہر نیست
تیرے نفس کی آگ کے لئے کوڑا کرکٹ نہیں ہے	ورنہ فرعون (کی آگ) کی طرح قہر ڈھانے والی آگ ہے

یعنی تیرے نفس کی گلخن کے لئے کوڑا نہیں ہے ورنہ فرعون کی طرح وہ ایک قاہر آگ ہے۔ مطلب یہ کہ مقتضیات نفسانی تو جو فرعون کے اندر تھے وہ تمہارے اندر بھی موجود ہیں مگر ظاہر اس لئے نہیں ہوتے کہ تمہارے پاس اس قدر سامان نہیں ہے ورنہ اگر خدانخواستہ کہیں سامان بھی ہوتا تو یقیناً ہم لوگ فرعون سے بھی زیادہ ہو جاتے نعوذ باللہ نعوذ باللہ بس یہی اچھا ہے کہ ہمیں حق تعالیٰ نے اس قدر سامان ہی نہیں دیا کہ پوری طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

مقتضیات نفسانی کو جاری کر سکیں مثل ہے کہ اللہ تعالیٰ گنجے کے ناخون ہی نہیں دیتے کہ وہ کھجاوے بس اس کی یہ بہت بڑی رحمت ہے ہم پر فالحمد للہ علیٰ ذالک

شکر نعمتہائے تو چندان کہ نعمتہائے تو عذر تقصیرات ماچندانکہ تقصیرات ما

بس اس قصہ فرعون کو صرف افسانہ ہی مت سمجھو بلکہ اس کو اپنے اوپر منطبق کر کے اس سے عبرت حاصل کرو کیونکہ السعید من وعظ بغیرہ حدیث میں صاف ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

یک حکایت بشنو از تاریخ گو	تا بری زین راز سر پوشیدہ بو
تاریخ گو سے ایک قصہ سن لے	تاکہ اس پوشیدہ راز کا تجھے علم ہو جائے

یعنی ایک حکایت تاریخ گو سے سنو تاکہ تم اس راز پوشیدہ سے بولے جاؤ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک اژدہا سردی میں افسردہ پڑا ہوا تھا اس کو لوگ مردہ سمجھ کر باندھ لائے جب اس کو گرمی لگی تو اس نے حرکت کی اس وقت لوگ بھاگے کوئی مرا کوئی گرا مولانا فرماتے ہیں کہ یہی حالت نفس کی ہے کہ ابھی تو یہ ایمان میں یا صحبت نیک میں یا کسی اور بات میں دبا ہوا ہے اور مردہ معلوم ہو رہا ہے مگر جب یہ اس سے علیحدہ ہوا تو یہ کروٹ لے گا اور اس وقت پھر حقیقت معلوم ہوگی اے اللہ نفس و شیطان کے مکروں سے بچائیو اب آگے حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: یہ جو کچھ میں نے فرعون کی حالت بیان کی ہے سب تم پر منطبق ہے مگر تم میں اور اس میں یہ فرق ہے کہ تمہارے اندر جو اژدہا ہے وہ کوئیں میں مقید ہے اور اس کا اژدہا آزاد تھا لہذا اس کی شرارتیں ظاہر ہو گئیں اور تمہاری وہ شرارتیں دبی ہوئی ہیں۔ ہائے افسوس کہ یہ سب تیری حالتیں اور تیرے اندر موجود ہیں مگر تو ان کو فرعون کے سر منڈھے گا اور اپنے اوپر منطبق نہ کرے گا میں پھر کہتا ہوں کہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے الف سے ی تک تیری حالت ہے بلکہ اس سے زیادہ ہے میں نے تو اس کا دسواں حصہ بھی ٹھیک بیان نہیں کیا باوجود اس کے تیری یہ حالت ہے کہ جب ان باتوں کو تیری نسبت بیان کیا جاتا ہے تو بجائے اس کے کہ غور کرے اور اصلاح کی طرف متوجہ ہو جانے سے اس پر غصہ ہوتا ہے اور اگر دوسروں کی نسبت بیان کیا جاوے تو اس کو محض ایک قصہ سمجھتا ہے۔ اور اس سے عبرت نہیں پکڑتا غرض تیری غفلت انتہا درجہ کو پہنچی ہوئی ہے اور تو کسی طرح نہیں سمجھتا دیکھ تو سہی یہ ملعون نفس تجھے کیسا خراب کر رہا ہے اور یہ تیرا یار تجھے حق سبحانہ سے کس قدر دور کر رہا ہے تو متنبہ کیوں نہیں ہوتا یاد رکھ کہ یہ سب زخم جو ہم نے فرعون کے لئے ثابت کئے ہیں تیرے اندر بھی موجود ہے مگر جہالت تجھ پر غالب ہے اس لئے تجھے احساس نہیں ہوتا تیرے اندر آگ بھری ہوئی ہے مگر اس کے بھڑکانے کا جو سامان فرعون

www.besturdubooks.wordpress.com

کے پاس تھا وہ تیرے پاس نہیں ورنہ تو بھی فرعون سے کم نہ ہوتا اب جو تو اس سے کم معلوم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ فرعون کی طرح اس آگ کو مدد نہیں پہنچتی خلاصہ کلام یہ ہے کہ تیرا نفس جو ایک پہاڑ کی مانند ہے اس کے اشتعال کا وہ سامان تیرے پاس نہیں جو فرعون کے پاس تھا ورنہ شعلے زنی میں وہ بھی فرعون ہی کی شکل ہے لہٰذا تجھے اس کی طرف سے غافل نہ رہنا چاہئے بلکہ ہر وقت اس کی اصلاح کی فکر رکھنی چاہئے اچھا اب تو ایک حکایت سن جس کو مورخین نے بیان کیا ہے تاکہ یہ راز سر بستہ تجھ پر منکشف ہو جاوے۔

شرح شبّیری

ایک سپیرے کی حکایت کہ اس نے ایک ٹھٹھرے ہوئے اژدہا کو مرا ہوا خیال کیا اور اس کو رسیوں میں لپیٹ کر اور باندھ کر بغداد میں لایا۔

مار گیرے رفت سوئے کہسار	تا بگیرد او بافسونہاش مار
ایک سپیرا ایک پہاڑ کی جانب گیا	تاکہ وہ اپنے منتروں سے سانپ پکڑے

یعنی ایک سپیرا کوہسار میں گیا تاکہ اپنے افسونوں سے سانپ پکڑے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر گران و گر شتا بندہ بود	آنکہ جوئیندست یا بندہ بود
خواہ وہ سست ہو یا چست ہو	جو تلاش کرتا ہے وہ پا لیتا ہے

یعنی خواہ کسلمندی خواہ چست و چالاک (کوئی) ہو جو طالب ہے وہ یابندہ ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص جس کا طالب ہو اس کو وہ شے مل ہی جاتی ہے طلب اور لو کی ضرورت ہے طلب لگی رہے کبھی نہ کبھی مل ہی رہے گی۔

در طلب زن دائما تو ہر دو دست	کہ طلب در راہ نیکو رہبرست
تو ہمیشہ جستجو میں دونوں ہاتھ مصروف رکھ	کیونکہ جستجو راستے کے لئے بہتر رہنما ہے

یعنی تم طلب میں دونوں ہاتھ لگاؤ اس لئے کہ طلب راہ میں اچھا رہبر ہے مطلب یہ کہ من جملہ اور شرائط راہ یابی کے ایک طلب بھی ہے اور یہ ایک اچھی شرط ہے کہ بے اس کے اور شرائط کارگر نہیں ہوتے تو چونکہ یہ شرط راہ یابی ہے اس لئے اس کو رہبر سے تعبیر کر دیا تو صرف طلب ہی رہبر نہیں ہے اور بغیر اس کے اور چیزیں بھی کار آمد نہیں ہیں۔

لنگ و لوک و خفتہ شکل و بے ادب	سوئے اومے غیژ و اورا می طلب
(تو خواہ) لنگڑا اور لولا اور سوتی صورت اور بے ادب ہو	اسی کی طرف کھسک اور اسی کو طلب کر

یعنی لنگڑا لولا اور خفتہ شکل بے ادب (جیسا بھی ہو) اس کی طرف گھٹنوں سے چلتا رہ اور اس کو طلب کر مطلب یہ کہ تو کتنا ہی نکما کیوں نہ ہو اور طلب کتنی ہی کم کیوں نہ ہو مگر ہونی چاہئے بس جب طلب ہو اور اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تلاش میں لگے رہو گے تو ایک دن پہنچ ہی جاؤ گے اگرچہ زیادہ دن میں ہی اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے دو شخص کنواں کھودرہے ہیں تو ایک تو ایک دن میں ایک ہاتھ کھودتا ہے اور دوسرا ایک بالشت کھودتا ہے تو جو ایک ہاتھ کھودتا ہے ظاہر ہے کہ جلدی کھودے گا اور جو ایک بالشت روزانہ کھودتا ہے وہ زیادہ دن میں کھودے گا مگر کھود وہ بھی لے گا اسی طرح جس کو طلب زیادہ ہے واصل الی الحق جلدی ہوگا اور جس کو کم ہے وہ ذرا دیر میں ہوگا مگر ان شاء اللہ محروم وہ بھی نہ رہے گا پس طلب کرتے رہنا شرط ہے اے اللہ ہمیں استقامت واستدامت علی الطاعات نصیب فرما۔

گہ بگفت و گہ نجاموشی و گہ	بوئے کردن گیر ہر سو بوئے شہ
کبھی بول کر اور کبھی خاموشی سے اور کبھی	سونگھ کر ہر جانب سے شاہ کی خوشبو حاصل کر

یعنی کبھی گفتگو سے اور کبھی خاموشی سے اور کبھی سونگھنے سے بوے شہ کو حاصل کر مطلب یہ کہ جس طرح اور جس حالت میں بھی ہو اس کی طلب میں لگے رہو آگے طلب کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

گفت آن یعقوب با اولاد خویش	جستن یوسف کنید از حد بیش
حضرت یعقوب نے اپنی اولاد سے کہا	حد سے زیادہ یوسف کو تلاش کرو

یعنی ان یعقوب علیہ السلام نے دیکھو اپنی اولاد سے کہا تھا کہ یوسف کی حد سے زیادہ تلاش کرو اس طرح کہ

ہر حسے خود را درین جستن بجد	ہر طرف رانید شکل مستعد
اس جستجو میں کوشش سے اپنے ہر حس کو	مستعد شکل میں ہر طرف روانہ کرو

یعنی اپنی ہر حس کو اس تلاش کرنے میں کوشش کے ساتھ ہر طرف مستعد کی طرح چلاؤ۔

گفت از روح خدا لا تیأسوا	ہمچو گم کردہ پسر را سو بسو
فرمایا اللہ کی رحمت سے تم مایوس نہ ہو	بیٹے کو گم کر دینے والے کی طرح ہر طرف جاؤ

یعنی انہوں نے فرمایا کہ رحمت حق سے ناامید مت ہو اور گم کردہ پسر کی طرح ادھر ادھر چلو جاؤ مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ جس طرح کہ وہ شخص کہ جس کا لڑکا کھو جاوے اپنے بچے کو تلاش کیا کرتا ہے اسی طرح تم اپنے بھائی کو تلاش کرو اور رحمت حق سے ناامید مت ہو اور پر کہا تھا کہ ہر حس سے اس کو تلاش کرو آگے اس کی تفصیل فرماتے ہیں کہ۔

از رہ حس دہاں پرسان شوید	روئے جاناں را بجان جویاں شوید
منہ کی حس کے ذریعہ دریافت کرو	محبوب کے چہرے کو (دل و) جان سے تلاش کرو

یعنی منہ کے راستہ سے تو پوچھو اور روئے جاناں کو جان (و دل) سے تلاش کرو مطلب یہ کہ منہ سے پوچھو اور دل سے تلاش کرو اسی طرح سالک کو چاہئے کہ منہ سے تو راستہ شیخ سے پوچھے اور دل سے طلب میں لگا رہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنی یہ حالت کرلے کہ۔

پرس پرسان مژدگانے جان دہید	گوش را برچار راہ آن نہید
پوچھتے پوچھتے جان کی انعام بخشی کردو	کان کو اس کے چوراہے پر لگا دو

یعنی پوچھتے پوچھتے جان دے دواس حال میں کہ تم مژدہ دیئے گئے ہو اور کان کو اس کی چار راہ پر رکھ دو مطلب اس طرح سمجھو کہ قرآن مجید میں ہے کہ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون یعنی جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اس پر مستقیم ہو گئے تو ان پر ملائکہ نازل ہوئے ہیں کہ تم نہ خوف کرو اور نہ غمگین ہو اور بشارت حاصل کرو اس جنت کی کہ جس کا تم وعدہ کئے جاتے تھے تو دیکھو جو لوگ کہ ایمان پر مستقیم ہوں ان کے لئے حق تعالیٰ جنت دیتے ہیں تو پس اب سمجھو مولانا فرماتے ہیں کہ جب طلب کرو گے اور طلب ہی میں جان دیدو گے تو یہ استقامت علی الطلب ہے اور جب استقامت ہوگی تو بشارت جنت ظاہر ہے بس معلوم ہو گیا کہ طلب کرتے کرتے جان دیدو اور پھر بشارت حاصل کرو اور اس کے چوراہے پر کان رکھو کہ کس طرف سے مرشد اور رہنما کی آواز آتی ہے جدھر سے آواز معلوم ہو اسی طرف کو روانہ ہو جاؤ ان شاء اللہ اگر دل گواہی دے کہ یہ سچ کہہ رہا ہے تو وہی راہ ہدیٰ ہوگی اور اپنی یہ حالت کرلو کہ۔

ہر کجا بوئے خوش آید بو برید	سوئے آن سرکا شناے آں سرید
جہاں سے اچھی خوشبو آئے اس کا سراغ لگاؤ	اس راز کا جس سے تم واقف ہو

یعنی جہاں سے کہ بوئے خوش آوے ادھر ہی بولے جاؤ طرف اسی بھید کے جس کے تم (پہلے سے) آشنا ہو مطلب یہ کہ جدھر تمہارا قلب گواہی دے کہ ادھر راہ ہدایت ہے اسی طرف کو روانہ ہو جاؤ اور فرماتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جس کی اب شناخت کرنا پڑے بلکہ یہ وہ آواز ہے کہ جس کے تم فطرت سے آشنا ہو اس لئے کہ کل مولود یولد علی الفطرۃ حدیث میں موجود ہے تو اس آواز کے آشنا تم جب فطرت سے ہوئے تو وہ کوئی نئی بات نہ رہی لہذا ان شاء اللہ ذرا سی طلب ہوگی تو وہ تم کو مل جاوے گی۔

ہر کجا لطفے بہ بینی از کسے	سوئے اصل لطف رہ یابی بسے
جہاں کہیں کسی کی تو خوبی دیکھے	(اس سے) اصل خوبی کی جانب تو بہت رہنمائی حاصل کرے گا

یعنی جہاں کہیں کسی میں کوئی خوبی دیکھو تو (اس سے اصلی خوبی کی طرف بہت راہ یابی ہو سکتی ہے مطلب یہ کہ جہاں کہیں کوئی خوبی دیکھو تو اس سے اس کے صانع پر استدلال کرو کہ

چہ باشد آن نگار خود کہ بندد ایں نگارہا

www.besturdubooks.wordpress.com

تو بس جب تم ہر خوبی اور ہر کمال اور ہر صنعت سے استدلال حق تعالیٰ کی خوبی اور کمال اور صنعت پر کرو گے تو یہ خوبی اور یہ کمال غیر اللہ کا بھی رہبر ہو جاوے گا اس لئے کہ۔

ایں ہمہ جوہا ز دریائیست ژرف	جزو را بگذار و برکل دار طرف
یہ تمام نہریں ایک گہرے دریا کی ہیں	جزو کو چھوڑ اور کل پر نگاہ رکھ

یعنی یہ تمام ندیاں ایک عمیق دریا سے ہی ہیں تو جزو کو ترک کرو اور کل پر نظر کرو مطلب یہ کہ چونکہ یہ سب عالم اس کے ظل ہیں تو اس اصل کو حاصل کرو اور ان توابع کو ترک کرو جزو سے مراد تابع ہے ورنہ حق تعالیٰ کے اجزاء کب ہیں تو دیکھو ان غیر اللہ کے یہ کمالات بھی موصل ہو گئے ہیں آگے فرماتے ہیں۔

زشتہائے خلق بہر خوبیست	برگ بے برگی نشان طوبی ست
مخلوق کی برائیاں بھلائی کے لئے ہیں	بے سامانی کا سامان طوبیٰ کا نشان ہے

یعنی مخلوق کی برائیاں خوبی کے واسطے ہیں اور بے سامانی کا سامان نشانی بشارت کی ہے مطلب یہ کہ مخلوق کی جب کوئی برائی دیکھو تو اس سے بھی حق تعالیٰ کے کمال پر نظر کرو مثلاً مخلوق کے جہل کو دیکھ کر علم پر نظر کرو اور عجز کو دیکھ کر قدرت پر علیٰ ہذا۔ تو پہلے تو خوبی خلق سے خوبی خالق پر نظر ہوتی ہے اور اب زشتی خلق سے بھی خوبی خالق پر نظر ہونے لگتی ہے بلکہ **من عرف نفسہ فقد عرف ربہ** کے اچھے معنی یہی ہیں کہ **من عرف نفسہ بالنقص فقد عرف ربہ بالکمال** یعنی جس نے اپنے نقص پر نظر کی اس نے حق تعالیٰ کے کمالات پر نظر کی تو بس معلوم ہو گیا کہ مخلوق کے حالات اور افعال کو دیکھ کر خالق پر استدلال کرو تو یہ سارا عالم جو آج حاجب ہے رہنما بن جاوے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

جنگہائے خلق بہر آشتی است	دام راحت دائما بے راحتی است
مخلوق کی لڑائیاں صلح کے لئے ہیں	تکلیف ہمیشہ راحت کے لئے جال ہے

یعنی مخلوق کی جنگ صلح (حق) کے لئے ہیں اور راحت کا دام ہمیشہ بے راحتی ہے مطلب یہ کہ مخلوق کی جنگوں سے حق تعالیٰ کی آشتی اور مہربانی پر نظر ہوتی ہے اور ہمیشہ بے آرامی اور تکلیف جالب ہوا کرتی ہے راحت اور آرام کو یہ سب عنوانات مختلف ہیں ورنہ اصل مطلب وہی ہے کہ صفات مخلوق سے استدلال صفات حق پر ہوتا ہے اور دوسرے عنوان سے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

خشمہائے خلق بہر مہر خاست	وز جفائے خلق امید و فاست
مخلوق کی ناراضیاں محبت کے لئے پیدا ہوئی ہیں	مخلوق کے ظلم سے وفا کی امید ہے

یعنی مخلوق کے خشم محبت کے لئے ہیں اور مخلوق کی جفا سے امید وفا کی ہے اس کا مطلب سمجھنے سے قبل ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

بزرگ کا قول سن لو ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ انسان تارک الدنیا کبھی نہیں ہوتا بلکہ اول متروک الدنیا ہو جاتا ہے اور یہ اس طرح کہ جس کو حق تعالیٰ بچاتے ہیں اس پر مخلوق کو مسلط فرما دیتے ہیں تو لوگ اس کو تنگ کرتے ہیں اور یہ پریشان ہوتا ہے ساری دنیا اس سے بے وفائی کرتی ہے اب اس کا دل سب کی طرف سے بجھ جاتا ہے اور کھنا ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہاں ساری دنیا جب بے وفا ہے تو اس طرف متوجہ ہو جو باوفا ہے بس وہ اس دنیا کو ترک کر کے حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس طرح تارک دنیا ہوتا ہے اسی کو مولانا فرما رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مخلوق جو خشم کرتی ہے اور جفا کرتی ہے یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اس سے نظر حق تعالیٰ کے رحم اور محبت اور وفا پر ہوتی ہے اور انسان طالب حق ہو جاتا ہے تو دیکھو یہاں بھی صفات مخلوق سے صفات حق پر استدلال ہوا آگے بھی یہی مضمون فرماتے ہیں کہ۔

ہر زدن بہر نوازش را بود	ہر گلہ از شکر آگہ میکند
ہر مار پیٹ مہربانی کے لئے ہوتی ہے	ہر شکوہ شکر کی خبر دیتا ہے

یعنی مارنا نوازش کے لئے ہوتا ہے اور ہر جگہ شکر سے آگاہ کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو یہاں بھی ایک شے سے دوسری پر استدلال ہوتا ہے اور جب انسان کو کوئی کلفت ہوتی ہے تو اس کے بعد وہ شکر حق کرتا ہے تو یہ شکر اس کلفت ہی کی وجہ سے کیا تو دیکھو اس نے اس طرف رہبری کر دی آگے بطور حاصل کے فرماتے ہیں کہ۔

بوئے بر از جزو تا کل اے کریم	بوئے بر از ضد تا ضد اے حکیم
اے بھلے آدمی! جزو سے کل کا سراغ لگا	اے دانا! ضد سے ضد کا سراغ لگا

یعنی اے کریم جزو سے کل تک بو لے جاؤ اور ایک ضد سے دوسری ضد تک اے حکیم مطلب یہ کہ ایک ضد سے دوسری ضد پر استدلال کرو اور تابع سے متبوع پر استدلال کرو تو پھر یہ سارا عالم جو کہ اب حاجب ہے رہنمائے راہ حق ہو جاوے گا آگے اس کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

چون عصا در دست موسیٰ گشت مار	جملہ عالم را بدین سان مے شمار
جیسا کہ لاٹھی (حضرت) موسیٰ کے ہاتھ میں سانپ بنی	تمام عالم کو ایسا ہی سمجھ

یعنی جیسے کہ عصا دست موسیٰ میں سانپ بن گیا تم سارے عالم کو اسی طرح گنو مطلب یہ کہ دیکھو جماد میں اور زندہ شے میں تو تضاد ہے مگر وہ عصا موسیٰ جو کہ جماد محض تھا زندہ ہو گیا اور سانپ بن گیا اور ہادی بن گیا تو اسی طرح تم تمام عالم کو سمجھو کہ اگرچہ بظاہر جماد معلوم ہوتا ہے مگر اس اعتبار سے کہ وہ موصل الی الحق ہو سکتا ہے وہ حی ہے تو جب ایک ضد سے دوسری ضد بن سکتی ہے تو اور جگہ کیوں بعید سمجھتے ہو آگے دوسری نظیر اسی کی فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

18

جنگہائے آشتی آرد درست	مارگیر از بہر بازی مار جست
لڑائیاں صحیح صلح پیدا کر دیتی ہیں	سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ تلاش کیا

یعنی لڑائیاں صلح کو لاتی ہیں درست سپیرے نے کھیل کے لئے سانپ کو تلاش کیا مطلب یہ کہ دیکھو جنگ و صلح دو ضد ہیں مگر ایک سے دوسری پیدا ہوتی ہے کہ ایک سے لڑائی ہوئی اور دوسری سے صلح ہوتی ہے اور دیکھو کہ تفریح اور ہلاکت دونوں ضد ہیں مگر اسپیرا اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تاکہ اوروں کو تفریح حاصل ہو یہ سب بھی آپس میں اضداد ہیں۔

بہر بازی مار جوید آدمی	غم خورد بہر امید بے غمی
انسان تماشہ کے لئے سانپ تلاش کرتا ہے	بے غمی کے لئے غم برداشت کرتا ہے

یعنی آدمی کھیل کے لئے سانپ کو تلاش کرتا ہے اور بے فکری کے واسطے فکر میں پڑتا ہے اس لئے کہ وہ سمجھتا ہے کہ پیسے ملیں گے اس سے بے فکر ہو کر کھاؤں گا تو دیکھو غم اور بے غمی دونوں اضداد ہیں مگر ایک سے دوسری حاصل ہوتی ہے تو اسی طرح صفات مخلوق سے صفات حق پر استدلال کرو آگے پھر قصہ میں جوڑ لگاتے ہیں کہ۔

او ہمے جستے یکے مار شگرف	گرد کوہستان در ایام برف
وہ ایک عجیب سانپ تلاش کرتا تھا	پہاڑوں کے چاروں طرف سے برف کے زمانہ میں

یعنی وہ سپیرا ایک بہت بڑا سانپ اس کوہستان کے گرد ایام برف میں تلاش کر رہا تھا۔

اژدہائے مردہ دید آنجا عظیم	کہ دلش از شکل او شد پر زبیم
اس نے وہاں ایک مردہ بڑا اژدھا دیکھا	کہ اس کی شکل سے دل خوف زدہ ہوتا تھا

یعنی اس جگہ ایک بڑا اژدہا مردہ دیکھا کہ اس کا دل اس کی شکل سے خائف ہوا مطلب یہ کہ اس قدر بڑا اژدھا کہ یہ سپیرا اس کی صورت دیکھ کر ڈر گیا۔

مارگیر اندر زمستان شدید	مار مے جست اژدہائے مردہ دید
سپیرا سخت جاڑے میں	سانپ تلاش کرتا تھا اس نے ایک مرا ہوا اژدھا دیکھا

یعنی سپیرا اس شدید جاڑے میں سانپ کو تلاش کر رہا تھا تو ایک مردہ اژدہا اس نے دیکھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مارگیر از بہر حیرانی خلق	مارگیرد اینت نادانی خلق
لوگوں کے تعجب کے لئے سپیرا	سانپ پکڑتا ہے مخلوق کی نادانی تعجب ہے

یعنی سپیرا لوگوں کی حیرت کے لئے سانپ پکڑتا ہے یہ مخلوق کی عجیب نادانی ہے مطلب یہ کہ مارگیر جو سانپ

www.besturdubooks.wordpress.com

پکڑتا ہے تو اس لئے تا کہ لوگوں کو حیرت میں ڈالے تو تعجب کی بات ہے کہ لوگ حیرت میں پڑتے ہیں احمق لئے کہ۔

آدمی کوہ است چون مفتون شود	کوہ اندر مار حیران چوں شود
آدمی پہاڑ ہے کیوں فریفتہ ہوتا ہے؟	پہاڑ' سانپ کے معاملہ پر کیوں حیران ہوتا ہے؟

یعنی آدمی تو ایک پہاڑ ہے وہ کیونکر مفتوں ہوتا ہے اور پہاڑ سانپ میں کس طرح حیران ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ انسان کی مثال ایک پہاڑ کی سی ہے کہ اس کے اندر سانپ بھی لاکھوں ہوتے ہیں اور سبزے بھی ہوتے ہیں اثمار بھی ہوتے ہیں اسی طرح انسان میں بھی خصائل حمیدہ و رذیلہ سب طرح کے ہوتے ہیں پھر اگر پہاڑ کسی سانپ کو دیکھ کر حیرت کرے تو تعجب کی بات ہے اس لئے کہ اس کے اندر تو ایسے ایسے بہت سے ہیں تو اسی طرح انسان اگر ان ظاہری سانپوں کو دیکھ کر حیرت کرے تو تعجب ہے اس لئے کہ اس کے اندر تو خود لاکھوں سانپ بھرے پڑے ہیں وہ ان کو دیکھے وہ اس کو کیا دیکھ رہا ہے۔

خویشتن نشاخت مسکین آدمی	از فزونی آمد و شد در کمی
آدمی مسکین نے اپنے آپ کو نہ پہچانا	بڑائی سے آیا اور کمی میں مبتلا ہو گیا

یعنی مسکین آدمی نے اپنے کو پہچانا نہیں یہ فزونی سے آیا اور کمی میں ہو گیا مطلب یہ کہ پیدا تو ہوا فطرت پر اور یہاں آ کر دنیا میں پھنس گیا۔

خویشتن را آدمی ارزان فروخت	بود اطلس خویش را بر دلق دوخت
آدمی نے اپنے آپ کو سستا بیچا	اطلس تھا اپنے آپ کو گدڑی پر سی دیا

یعنی آدمی نے اپنے کو بہت ارزاں فروخت کر دیا یہ تو اطلس تھا مگر اس نے اپنے کو گدڑی پر سی دیا اس لئے کہ کمینے دنیا کے بدلہ میں اپنے تمام ملکات حسنہ کو کھو دیتا ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ۔

صد ہزاران مار کہ حیران اوست	او چرا حیران شدست و مار دوست
لاکھوں سانپ اور پہاڑ اس پر حیران ہیں	وہ خود کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا؟

یعنی لاکھوں پہاڑ اور سانپ تو اس میں حیران ہیں تو وہ کیوں حیران اور سانپ کا دوست بنا ہے مطلب یہ کہ چونکہ قرآن شریف میں ہے۔ ولقد کرمنا بنی آدم تو تمام عالم اس انسان کو دیکھ کر حیران ہے کہ اللہ اکبر یہ کیا چیز ہے مگر افسوس اور حیرت اس لئے ہے کہ یہ اوروں کو دیکھ کر کیوں حیران ہوتا ہے اس کو تو چاہئے تھا کہ خود اپنے اندر نظر کرتا آگے پھر اس مارگیر کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

مار گیر آن اژدہا را بر گرفت	سوئے بغداد آمد از بہر شگفت
سپیرے نے اس سانپ کو پکڑ لیا	تعجب (میں ڈالنے) کے لئے بغداد میں آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سپیرے نے اس اژدہا کو پکڑ لیا اور تعجب کے واسطے بغداد کی طرف لایا یعنی بغداد میں لایا تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر تعجب کریں۔

اژدہائے ہمچوں ستون خانہ	مے کشیدش از پے دانگانہ
ایک اژدہا گھر کے ستون جیسا (موٹا)	روزی کے لئے وہ اس کو کھینچ رہا تھا

یعنی ایک اژدہا مثل گھر کے ستون کے اور وہ اس کو چند پیسوں کے لئے کھینچ رہا تھا اور اس کا قصہ یہ تھا کہ لوگوں سے کہے گا۔

کاژدہائے مردۂ آوردہ ام	در شکارش من جگرہا خوردہ ام
کہ میں ایک مردہ اژدھا لایا ہوں	اس کے شکار میں میں نے (خون) جگر پیا ہے

یعنی ایک اژدہا مردہ لایا ہوں اور اس کے شکار میں میں نے جگر کھائے ہیں یعنی بڑی محنت کی ہے۔

او ہمے مردہ گمان بردش ولیک	زندہ بود و او ندیدش نیک نیک
وہ اس کو مردہ سمجھ رہا تھا لیکن	وہ زندہ تھا اس نے اس کو اچھی طرح نہ دیکھا

یعنی وہ اس کو مردہ گمان کرتا تھا لیکن وہ زندہ تھا اور اس نے اسے اچھی طرح نہ دیکھا تھا۔

اوز سرما ہاؤ برف افسردہ بود	زندہ بود و شکل مردہ مینمود
وہ جاڑے اور برف سے ٹھٹھر گیا تھا	زندہ تھا اور بظاہر مردہ نظر آتا تھا

یعنی وہ سردی کی اور برف کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا تھا زندہ تھا اور مردہ کی شکل دکھائی دیتا تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عالم افسردہ است و نام او جماد	جامد افسردہ بود اے اوستاد
عالم ٹھٹھرا ہوا ہے اور اس کا نام جماد ہے	اے استاد! جامد ٹھٹھرا ہوا ہوتا ہے

یعنی عالم افسردہ ہی ہے اور نام اس کا جماد ہے تو جامد (لغت میں) افسردہ ہی ہوتا ہے اجی اوستاد جی مطلب یہ کہ دیکھو عالم بھی تمام زندہ ہے اور اس کو جماد کہتے ہیں اور اس کو مردہ خیال کرتے ہیں مولانا لطیفہ فرماتے ہیں کہ عالم کو جماد کہتے ہیں تو جامد کے معنی بھی افسردہ ہی کے ہیں۔ تو مانتے تو سب ہیں کہ افسردہ ہے مردہ نہیں مگر سب غافل ہیں اہل کشف نے صراحۃً لکھا ہے کہ تمام عالم میں جس قدر اشیاء ہیں سب میں حیات ہے کیا درخت اور کیا دیوار اور زمین اور کیا آسمان اور اسی لئے یہ حضرات نصوص واحادیث میں تاویل نہیں کرتے اہل ظاہر تو تاویل کرتے ہیں اور معتزلہ انکار کرتے ہیں مگر یہ حضرات تمام نصوص کو ان کے اصلی معنی پر رکھ کر تسلیم کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا ہے پھر ان کی کس طرح تکذیب کردیں اور یہ آنکھوں کا دیکھنا

www.besturdubooks.wordpress.com

ایسا متواتر ہے کہ اس کا بھی انکار نہیں ہوسکتا سینکڑوں قصے ہیں کہ بزرگوں سے گھرنے باتیں کیں درخت بولا بلکہ خود احادیث میں جو قصے ہیں اور قرآن میں جو آیتیں ہیں ان میں بھی تاویل کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ یہ تو معلوم ہو ہی گیا کہ یہ چیزیں بول سکتی ہیں بات کرسکتی ہیں تو پھر اگر یہ موافق آیت قرآن کی تسبیح لسانی کرتی ہوں تو کیا حرج ہے اور موافق احادیث کے اگر جمادات بولے ہوں یا موافق حدیث ہذا جبل یحبنا و نحبه کے اس کو محبت ہو تو کیا حرج ہے مگر ہم کو نہ معلوم ہو تو اس سے انکا عدم تو لازم نہیں آتا اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ عدم علم مستلزم علم عدم کو نہیں ہے تو یہ ساری چیزیں مردہ معلوم ہوتی ہیں مگر ایک دن وہ آوے گا کہ یہ سب زندہ ہوں گی آگے اس وقت کو بتاتے ہیں۔

باش تا خورشید حشر آید عیان	تا بہ بینی جنبش جسم جہان
ٹھہر جا کہ حشر کا سورج نمودار ہو	تاکہ تو دنیا کے جسم کی حرکت کو دیکھ لے

یعنی ذرا ٹھہرے رہو تا کہ خورشید حشر ظاہر ہو جاوے اور تم جسم جہاں کی جنبش کو دیکھو مطلب یہ کہ جس طرح یہ اژدہا گرمی آفتاب سے زندہ ہو گیا اور اس نے جنبش شروع کر دی تو اسی طرح جب آفتاب حشر ظاہر ہوگا اس روز یہ جسم عالم بھی سارا جنبش کریگا اور سب زندہ ہو جاوے گا جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھ پیر بولیں گے بلکہ قرب قیامت میں تمام اشیاء بولنے لگیں گی تو پھر قیامت میں تو سب زندوں کی طرح بولیں گی اور صاحب سچ یہ ہے کہ انکے شعور کا انکار ہی ذرا مشکل ہے یہ تو یقیناً ثابت ہے کہ ان کو شعور ہے آگے شعور ہونے کے نظائر فرماتے ہیں کہ۔

چوں عصائے موسیٰ اینجا مار شد	عقل را از ساکنان اخبار شد
جبکہ (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی اس عالم میں سانپ بن گئی	عقل کو جمادات کے بارے میں علم ہو گیا

یعنی جیسے کہ عصا موسےٰ اس جگہ سانپ بن گیا اور ساکنین عالم کی عقل کے لئے اخبار ہو گیا تو دیکھو اس میں شعور تھا جب تو وہ دست موسےٰ علیہ السلام کو پہچانتا تھا اور صرف ان کے ہاتھ سے تو سانپ بنتا تھا دوسروں کے ہاتھ سے نہ بنتا تھا اور پھر سانپ بن کر لوگوں کو ہدایت کا سبب بنتا تھا گویا کہ خود ہی ہدایت کرتا تھا اور ہدایت کا کام زندہ کا ہے تو دیکھو اس کے اندر خواص زندوں کے موجود تھے آگے اور فرماتے ہیں کہ۔

پارۂ خاکی ترا چوں زندہ ساخت	خاکہا را جملگی باید شناخت
تو خاک کا ٹکڑا ہے تجھے جس طرح زندہ بنایا	(تو) تمام خاکوں کو (اسی طرح سے) پہچان لینا چاہیے

یعنی تم ایک پارہ خاک ہو تو جس طرح کہ تم کو زندہ کر دیا اسی طرح ساری خاکوں کو پہچاننا چاہئے مطلب یہ کہ دیکھو آخر تم بھی تو خاک ہی سے بنے ہو اور زندہ ہو تو جس طرح کہ اس خاک میں جس میں سے کہ تم بنے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

قابلیت حی ہونے کی تھی کہ تم زندہ ہوئے اسی طرح اور جمادات بھی زندہ ہو سکتے ہیں اور ان کے اندر بھی حیات ہو سکتی ہے اس میں اشکال ہی کیا ہے مگر ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ۔

مردہ زیں سویند وزاں سو زندہ اند	خامش اینجا وآں طرف گویندہ اند
وہ اس جانب مردہ ہیں اور اس جانب زندہ ہیں	اس جگہ چپ ہیں اس جانب بولنے والی ہیں

یعنی اس طرف سے تو مردہ ہیں اور اس طرف زندہ ہیں اور اس جگہ تو خاموش ہیں اور اس طرف بولنے والے ہیں اسی مضمون کو مولانا نے ایک اور جگہ بہت صاف فرمایا ہے

خاک و باد و آب و آتش بندہ اند　　　با من و تو مردہ باحق زندہ اند

تو ان کی حیات اگر ہم کو نہ معلوم ہو تو اس سے ان کی حیات کی نفی تو نہیں ہو سکتی آگے فرماتے ہیں کہ

چوں ازاں شوشان فرستد سوئے ما	آن عصا گردد سوئے ما اژدہا
جب وہ ان چیزوں کو اس جانب سے ہماری جانب بھیجتا ہے	وہ لاٹھی ہماری جانب آ کر اژدھا بن جاتی ہے

یعنی جب اس طرف سے ان کو ہماری طرف بھیج دیتے ہیں تو وہی عصا ہماری طرف اژدہا بن جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اس طرح تو یہ سب مردہ ہیں مگر جب ادھر سے حکم ہو جاتا ہے تو وہی اشیاء کبھی ادھر بھی بشکل حی نظر آتی ہیں جیسے کہ عصا جماد ہے مگر جب اس کو حکم ہوا کہ اپنی اس حیات مستور کو دنیا والوں پر بھی ظاہر کر دو تو وہ ادھر بھی زندہ ہو کر ظاہر ہو گیا اس کی مثال ایسی سمجھو کہ جیسے کہ ایک شخص شاہی دربار کا رعیت کے سامنے آ کر چپ بیٹھ جاتا ہے تو رعیت کے لوگ اس کو گونگا خیال کرتے ہیں ایک روز بادشاہ بولے کہ آج جا کر رعایا میں لیکچر دو اس نے آ کر بولنا شروع کیا تو سب کی آنکھیں کھل گئیں کہ اللہ اکبر یہ تو بڑا مقرر ہے اسی طرح جب ان اشیاء کو حکم ہوتا ہے تو یہ بھی اپنی حیات کو اس عالم میں ظاہر کر دیتی ہیں اور دیکھو ان کا شعور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف میں ہے۔ قال لها و للارض ائتيا طوعاً او كرهاً قالتا اتينا طائعين یعنی آسمان اور زمین سے کہا کہ تم یا تو طوعاً آ دیا کرہاً تو انہوں نے عرض کیا کہ ہم طوعاً حاضر ہوتے ہیں تو دیکھو ایک تو ان کا حاضر ہونا بطور حکم تکوینی کے تھا اس میں تو ان کے شعور کی ضرورت نہ تھی اور یہ کرہاً میں داخل ہے مگر جب انہوں نے عرض کیا کہ ہم طوعاً حاضر ہوتے ہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ سمجھ بوجھ کر خود حاضر ہوئے تھے تو دیکھو ان کے اندر شعور تھا جب تو انہوں نے ایسا کیا اور پھر اہل کشف نے تو عجیب عجیب حیرت انگیز امور ظاہر کیے ہیں جن کا انکار بہت مشکل ہے پس معلوم ہوا کہ ان کے اندر بھی شعور موجود ہے کہ یہ حکم خداوندی کو مانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ حکم خداوندی ہے اسی کے آگے نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

کوہہا ہم لحن داؤدی کند	جوہر آہن بکف مومے شود
پہاڑ بھی داؤدی لہجہ اختیار کر لیتے ہیں	لوہے کا جوہر ہاتھ میں موم بن جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پہاڑ بھی لحن داؤدی کرتے ہیں اور جوہر آہن دست داؤد علیہ السلام میں موم کرتا ہے تو اگر اس کے اندر شعور نہیں ہے تو ہر ایک ہاتھ میں موم کیوں نہیں ہو جاتا معلوم ہوتا ہے کہ وہ داؤد علیہ السلام کے ہاتھ کو شناخت کرتا تھا جب تو صرف ان کے ہاتھ میں موم ہو جاتا تھا۔

باد حمال سلیمانی شود	بحر باموسےٰ سخندانی شود
ہوا ایک سلیمانؑ کو اٹھالے جانے والی بن جاتی ہے	ز موسیٰ کی بات سمجھنے والا بن جاتا ہے

یعنی ہوا سلیمان علیہ السلام کی حال ہو جاتی ہے اور دریا موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک سخندان بن جاتا ہے تو دیکھو اگر وہ سلیمان علیہ السلام کو اور موسےٰ علیہ السلام کو نہ پہچانتے تھے اور ان کے اندر شعور نہ تھا تو ان کا کہنا کس طرح مانتے تھے ہمارا کہنا نہ مان لیں معلوم ہوا کہ شعور ہے۔

ماہ با احمدؐ اشارت بین شود	نار ابراہیم را نسرین شود
چاند (حضرت) احمدؐ کے اشارے کو دیکھنے والا بن جاتا ہے	آگ (حضرت) ابراہیمؑ کے لئے نسرین بن جاتی ہے

یعنی احمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چاند اشارت بین ہوتا ہے اور نار ابراہیم علیہ السلام کے لئے نسرین ہو جاتی ہے یہ ساری علامتیں شعور کی ہیں۔

خاک قارون را چو مارے در کشد	استن حنانہ آید در رشد
زمین قارون کو اژدھے کی طرح نگل لیتی ہے	حنانہ ستون ہوش میں آجاتا ہے

یعنی قارون کو خاک سانپ کی طرح کھینچتی ہے اور استن حنانہ ہدایت میں آتا ہے یہ ساری علامات ان کے اندر شعور ہونے کی ہیں آگے اور۔

سنگ بر احمدؐ سلامے میکند	کوہ یحییٰ را پیامے میکند
پتھر (حضرت) احمدؐ کو سلام کرتا ہے	پہاڑ (حضرت) یحییٰ کو پیغام دیتا ہے

یعنی پتھر احمد صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام کرتا ہے اور یحییٰ علیہ السلام سے پہاڑ پیام کہتا ہے یہ تو قصے خاص تھے آگے عام طور پر فرماتے ہیں کہ۔

جملۂ ذرات عالم در نہاں	با تو مے گویند روزان و شباں
دنیا کے تمام ذرات پوشیدہ طور پر	تجھ سے شب و روز کہتے ہیں

یعنی عالم کے تمام ذرے چپکے چپکے تم سے رات دن یہ کہہ رہے ہیں کہ

ما سمیعیم و بصیریم و خوشیم	باشما نامحرماں ماخامشیم
ہم سننے والے ہیں اور دیکھنے والے ہیں اور خوش ہیں	تم نامحرموں کے سامنے ہم خاموش ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم سمیع ہیں اور بصیر ہیں اور خوش ہیں (مگر) تم نامحرموں کے ساتھ ہم خاموش ہیں۔ یعنی وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمارے اندر حیات بھی ہے نطق بھی ہے سب کچھ ہے مگر چونکہ تم لوگ نامحرم ہو اس لئے تمہارے آگے خاموش ہیں اور نہیں بولتے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون شما سوئے جمادے مے روید	محرم جان جمادان چوں شوید
جبکہ تم تجر پن کی طرف جا رہے ہو	تو جمادات کی جان کے محرم کیسے ہو سکتے ہو

یعنی چونکہ تم (حالت) جمادی کی طرف جا رہے ہو تو جان جمادان کے محرم کس طرح ہو سکتے ہو مطلب یہ کہ جب تم عالم اسفل کی طرف متوجہ ہو تو تم کو ان کی حیات کی کیا خبر خبر تو جب ہو جبکہ تم قلب میں نور پیدا کرو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

از جمادے عالم جانہا روید	غلغل اجزائے عالم بشنوید
تجر پن سے جانوں کے عالم میں جاؤ	اجزائے عالم کا شور سن لو

یعنی جمادی سے عالم ارواح میں جاؤ تو اجزائے عالم کا غلغلہ سنو اس وقت تو یہ حالت ہو کہ

فاش تسبیح جمادات آیدت	وسوسہ تاویلہا بربایدت
جمادات کی تسبیح واضح ہو جائے گی	تجھ میں سے تاویلوں کا وسوسہ نکال دے گی

یعنی تسبیح جمادات تمہارے پاس ظاہر طور پر آویں اور وساوس اور تاویلوں کو ربودہ کر دیں مطلب یہ کہ جبکہ اس عالم سے توجہ الگ کر کے اس عالم کی طرف متوجہ ہو گے تو پھر ان جمادات کی تسبیح تم کو صاف طور پر سنائی دے گی اور جس قدر وساوس اور تاویلیں اب تمہارے ذہن میں اس کے متعلق ہیں سب زائل ہو جائیں گی۔

چون ندارد جان تو قندیلہا	بہر بینش کردۂ تاویلہا
چونکہ میری جان میں قندیلیں نہیں ہیں	تو دیکھنے کے لئے تاویلیں کرتا ہے

یعنی جبکہ تمہاری جان انوار نہیں رکھتی تو اس نے سمجھنے کے لئے تاویلیں کی ہیں (اور کہتے ہو کہ)

یعنی دیکھنے کا دعویٰ کرنا خیال عار کا تھا بلکہ خود دیکھنے والے کو دیدار تھا مطلب یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ تمہارے اندر انوار باطن تو تھے نہیں کہ جس سے تم ان جمادات کے نطق کا ادراک کرتے لہٰذا اس میں تاویلیں کرنے لگے اور ان کے شعور اور ان کے نطق کے معنی گھڑنے لگے اور کہنے لگے کہ ان اشیاء کے دیکھنے کا قائل ہونا کہ یہ دیکھتی ہیں اور ان کے اندر شعور ہے یہ ایک ایسا خیال ہے کہ جو قابل عار ہے اور بالکل غلط ہے بلکہ ان کے نطق اور ان کے دیدار کے یہ معنی ہیں کہ ان کو دیکھ کر اس بینندہ کو عبرت ہوتی ہے اور یہ سبب نطق اور ذکر اور تسبیح کا ہو جاتی ہیں تو سبب کی طرف نسبت کر دیا گیا ورنہ یہ فعل ہے مسبب کا تو اس قسم کے معنی گھڑنا یہ سب اسی وجہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ تم کو نور باطن حاصل نہیں ہے آگے خود اس کی توضیح فرماتے ہیں۔

دعویٰ دیدن خیال و غے شود	کہ غرض تسبیح کے ظاہر کے شود
دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے	کہ مقصود ظاہری تسبیح کب ہو سکتی ہے؟

یعنی کہ تسبیح سے مقصود ظاہری (تسبیح) کب ہے اور دیکھنے کا دعویٰ خیال اور گمراہی ہے۔

وقت عبرت میکند تسبیح خوان	بلکہ ہر بینندہ را دیدار آن
عبرت کے وقت تسبیح پڑھنے والا بنا دیتا ہے	بلکہ ہر دیکھنے والے کو ان کا دیکھنا

یعنی بلکہ ہر دیکھنے والے کے لئے انکا دیدار عبرت کے وقت تسبیح خواں کر دیتا ہے۔

این دلالت ہمچو گفتن مے بود	پس چو از تسبیح یادت میدہد
یہ دلالت پڑھنے جیسی ہے	تو چونکہ وہ (جمادات) تجھے تسبیح کی یاد دلا دیتے ہیں

یعنی بس جبکہ تم کو تسبیح سے یاد دلاتی ہے تو یہ دلالت مثل کہنے کے ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ تم یہ تاویل کرتے ہو کہ اس سے جو عبرت ہوتی ہے تو اسی کو ان کے ناطق ہونے سے تعبیر کر دیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

وائے آنکس کو ندارد نور حال	این بود تاویل اہل اعتزال
اس پر افسوس جو حال کا نور نہیں رکھتا	معتزلہ کی یہ تاویل ہوتی ہے

یعنی یہ اہل اعتزال کی تاویل ہوا کرتی ہے تو اس شخص پر افسوس ہے جو کہ نور حال نہ رکھے۔

باشد از تصویر غیبی اعجمی	چون زحس بیرون نیاید آدمی
تو وہ غیبی تصویر سے ناواقف ہوتا ہے	انسان جب حواس (ظاہری) سے باہر نہ نکلے

یعنی جبکہ آدمی حس سے باہر نہ ہو (اور اسی میں مقید رہے) تو وہ تصویر غیبی سے نادان ہوا کرتا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ اس دنیاوی دھندوں میں لگا ہوا ہے اور ان سے ابھی باہر نہیں ہوا وہ اس عالم غیب کے حالات سے بالکل ناواقف رہتا ہے ہاں جو کہ ان سے نکل گیا اس کو سب کچھ حاصل ہوگا آگے فرماتے ہیں کہ۔

مے کشید آں مار را باصد زحیر	این سخن پایاں ندارد مار گیر
بہت بے چینی کے ساتھ اس سانپ کو کھینچ رہا تھا	اس بات کی انتہا نہیں ہے، سپیرا

یعنی یہ باتیں تو کہیں انتہا ہی نہیں رکھتیں مار گیر اس سانپ کو سینکڑوں مصیبتوں سے کھینچ رہا ہے مطلب یہ کہ اجزائے عالم کی حیات اور قدرت حق کے بیان کی تو کہیں انتہا ہی نہیں ہے تو اب اس کو یہیں ترک کر کے قصہ مار گیر بیان کرو کہ وہ اس کو کس طرح کھینچ رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بہ بغداد آمد آن ہنگامہ خواہ	تا نہد ہنگامۂ بر چار راہ
یہاں تک کہ وہ مجمع کا خواہاں بغداد میں آ گیا	تاکہ چوراہے پر مجمع لگائے

یعنی وہ ہنگامہ کا طالب بغداد میں آیا تاکہ چوراہہ پر ہنگامہ کو رکھے یعنی اس نے چاہا کہ کسی چوراہے پر مجمع کرے۔

برلب شط مرد ہنگامہ نہاد	غلغلہ در شہر بغداد اوفتاد
دجلہ کے کنارے پر اس نے مجمع لگایا	بغداد شہر میں شور مچ گیا

یعنی (دجلہ کی) پٹڑی کے کنارے اس آدمی نے مجمع رکھا تو تمام شہر بغداد میں شور مچ گیا کہ

مارگیرے اژدہا آوردہ است	بوالعجب نادر شکارے کردہ است
(کہ) ایک سپیرا اژدھا لایا ہے	اس نے عجیب نادر شکار کیا ہے

یعنی ایک سپیرا ایک اژدھا لایا ہے اور اس بوالعجب نے ایک عجیب شکار کیا ہے

جمع آمد صد ہزاراں خام ریش	صید او شد ہر یک آنجا از خریش
لاکھوں بے وقت جمع ہو گئے	اس جگہ ہر ایک اپنے گدھے پن سے اس کا شکار بن گیا

یعنی لاکھوں احمق وہاں جمع ہو گئے اور اپنے گدھے پن سے اس سپیرے کا شکار بن رہے تھے یعنی اسے پیسے دے دے کر پھنس رہے تھے۔

منتظر ایشاں و او ہم منتظر	تا کہ جمع آیند خلق منتشر
وہ اس کے منتظر اور وہ بھی (ان کا) منتظر	تاکہ بکھرے ہوئے لوگ جمع ہو جائیں

یعنی وہ لوگ بھی منتظر تھے اور یہ شخص بھی منتظر تھا تاکہ لوگ جو کہ ابھی منتشر ہیں جمع ہو جاویں یعنی وہ اس کا منتظر تھا کہ مجمع خوب زیادہ ہو جاوے اور یہ جانتا تھا کہ۔

مردم ہنگامہ افزوں تر شود	کدیہ و توزیع نیکو تر رود
مجمع کے لوگ زیادہ ہو جائیں	بھیک اور چندہ (کا کام) خوب چلے

کہ لوگوں کا مجمع خوب زیادہ ہو جاوے اور بھیک اور بخشش خوب ہو جاوے۔

جمع آمد صد ہزاراں ژاژخا	حلقہ کردہ پشت پا بر پشت پا
لاکھوں بکواسی جمع ہو گئے	کر جھکائے ہوئے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے

یعنی لاکھوں بے ہودہ حلقہ کر کے ایک پر ایک جمع ہو گئے

حلقہ گردا و چور ز گرد عریش	ہمچنان کہ بت پرستان بر کنیش
اس کے چاروں طرف ایسا حلقہ جیسا کہ انگور کی بیل چھپر پر	جیسا کہ بتوں کے پجاری بت خانہ پر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس سپیرے کے گرد حلقہ کئے ہوئے جیسے کہ انگور گرد ٹٹی کے اور جیسے کہ بت پرست (حلقہ کئے ہوئے) گنیش پر ہوں غرضکہ لوگ ٹوٹے پڑتے تھے۔

مرد را از زن خبر نے زاز دحام	رفتہ درہم چون قیامت خاص وعام
ہجوم کی وجہ سے مرد کو عورت کا پتہ نہیں	قیامت کی طرح خاص و عام خلط ملط تھے

یعنی اژدحام کی وجہ سے مرد کو عورت کی خبر نہ تھی اور قیامت کی طرح خاص وعام ایک دوسرے میں گھسے ہوئے تھے۔

چون ہمی حراقہ جنبانید او	مے کشیدند اہل ہنگامہ گلو
جب وہ چیتھڑے سرکاتا	مجمع والے گلا پھاڑتے

یعنی جب وہ ڈگڈگی ہلاتا تھا تو ہنگامے والے غل مچاتے تھے لوگوں کی تو یہ حالت اور ان اژدہا صاحب کی کیفیت ملاحظہ ہو۔

اژدہا کز زمہریر افسردہ بود	زیر صد گونہ پلاس و پردہ بود
وہ اژدہا جو ٹھنڈک سے ٹھٹھرا ہوا تھا	سینکڑوں قسم کے ٹاٹ اور پردوں میں تھا

یعنی اژدہا جو کہ جاڑے کی وجہ سے ٹھٹھرا ہوا تھا وہ سینکڑوں قسم کے ٹاٹوں اور پردہ کے نیچے تھا یعنی اس سپیرے نے اس کو خوب دبار کھا تھا تاکہ کوئی دیکھ نہ لے اور جب لوگ خوب جمع ہو جاویں اس وقت اس کو کھولے۔

بستہ بودش بارسنہائے غلیظ	احتیاطے کردہ بودش آن حفیظ
اس کو موٹی رسیوں سے باندھ رکھا تھا	اس نگہبان نے اس کے لئے بڑی احتیاط کر رکھی تھی

یعنی اس کو سپیرے نے موٹی رسیوں میں باندھ رکھا تھا اور اس حفیظ نے خوب احتیاط کر رکھی تھی۔

در درنگ و اتفاق و انتظار	وزہیا ہوئی و فغان بے شمار
تاخیر اور جمع ہونے اور انتظار میں	ہائے و ہو اور بے شمار چیخوں سے

یعنی دیر اور جمع ہونے اور انتظار کی وجہ سے اور بے انتہا ہائے ہوئے اور فغاں کی وجہ سے

وزغلو خلق و مکث و طمطراق	تافت برآن مار خورشید عراق
لوگوں کی کثرت اور ٹکاؤ اور کروفر سے	اس اژدہے پر عراق کا سورج چمکنے لگا

یعنی لوگوں کے غلو سے اور ٹھہرنے سے اور دھوم دھام کی وجہ سے اس سانپ پر عراق کا خورشید چمک آیا (چونکہ عراق میں گرمی زیادہ ہوتی ہے اس لئے خورشید عراق کہہ دیا) مطلب یہ کہ ان چیزوں کے انتظار میں گرمی خوب ہوگئی۔

آفتاب گرم سیرش گرم کرد	رفت از اعضائے او اخلاط سرد
تیز رفتار سورج نے اس کو گرما دیا	اس کے اعضاء سے ٹھنڈی رطوبات جاتی رہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آفتاب تیز روشن نے اس کو گرم کر دیا اور اس کے اعضا میں سے سردی کے اخلاط جاتے رہے یعنی وہ جو ٹھٹھر رہا تھا وہ افسردگی گرمی پہنچنے سے اس میں سے زائل ہوگئی۔

مردہ بود و زندہ گشت او از شگفت	اژدہا بر خویش جنبیدن گرفت
وہ مردہ تھا اور حیرت انگیز طور پر زندہ ہو گیا	اژدہے نے بل کھانے شروع کر دیئے

یعنی وہ مردہ تھا اور وہ تعجب سے زندہ ہوگیا اور اژدہا نے خود ہلنا شروع کیا مطلب یہ کہ اس کو جو گرمی پہنچی تو وہ ہلنے لگا تب لوگوں کو سخت تعجب ہوا کہ ارے مردہ زندہ ہوگیا یا یوں تعجب ہوا کہ ارے یہ تو مردہ نہ تھا بلکہ زندہ ہی تھا۔

خلق را از جنبش آن مردہ مار	گشت شاں آں یک تحیر صد ہزار
مرے ہوئے سانپ کی حرکت سے مخلوق کی	ایک حیرانی لاکھوں حیرانیاں بن گئیں

یعنی لوگوں کو اس مردہ سانپ کی جنبش سے ان کا وہ ایک تحیر لاکھ حصہ ہوگیا یعنی اول تو صرف اس کے عظیم جسم ہی کی حیرت تھی اب وہ حیرت اور بھی بڑھ گئی۔

با تحیر نعرہ ہا انگیختند	جملگاں از جنبشش بگریختند
حیرانی سے انہوں نے نعرے لگائے	اس کے ہلنے سے سب بھاگ پڑے

یعنی حیرت کے ساتھ نعرے مار رہے تھے اور سارے کے سارے اس کی جنبش کی وجہ سے بھاگ گئے۔

مے شکست او بند زاں بانگ بلند	ہر طرف میرفت چاقا چاق بند
وہ بندش کو بلند آواز سے توڑتا تھا	ہر طرف بندش کی تراخ تراخ (کی آواز) پہنچ رہی تھی

یعنی اس نے اس آواز بلند کی وجہ سے سارے بند توڑ ڈالے اور ہر طرف کو چلتا تھا اس حال میں کہ وہ بند تراق پڑاق ہوتے تھے مطلب یہ کہ تمام رسیوں وغیرہ کو توڑ تاڑ اب اس نے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر ٹہلنا شروع کیا اس لئے کہ وہ اس غل سے پریشان ہوگیا اس لئے کہ اژدھام بھی تو شاید پانچ چھ لاکھ آدمیوں کا تھا اس لئے کہ آگے معلوم ہوگا کہ جب لوگ بھاگے تو بہت سے آدمی کچل کر مر گئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بے انتہا مجمع ہوگا جب تو یہ نوبت آئی۔

بندہا بگسست و بیروں شد ز زیر	اژدہائے زشت غراں ہمچو شیر
بندشیں ٹوٹ گئیں وہ نیچے سے نکل آیا	بھیانک اژدھا شیر کی طرح دہاڑتا ہوا

یعنی اس نے ان بندوں کو توڑ دیا اور ان کے نیچے سے ایک اژدہائے عظیم شیر کی طرح غراتا ہوا باہر نکلا۔

در ہزیمت بس خلائق کشتہ شد	از فتادہ و کشتگاں صد پشتہ شد
پسپائی میں بہت سے لوگ مارے گئے	مرے اور گرے لوگوں کے سینکڑوں ڈھیر لگ گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بھاگنے میں بہت سی مخلوق ماری گئی اور مرے ہوئے اور گرے ہوئے لوگوں کے سو پشتے ہو گئے یعنی تمام پشتے لگ گئے اس قدر آدمی بھاگنے میں مرے نعوذ باللہ اللہ ایسی بلا سے بچاوے۔

مارگیر از ترس بر جا خشک گشت	کہ چہ آوردم من از کہسار و دشت
سپیرا خوف سے اپنی جگہ خشک ہو گیا	کہ میں پہاڑ اور جنگل سے کیا لے آیا

یعنی سپیرا تو ڈر کے مارے وہیں سوکھ گیا کہ میں جنگل اور پہاڑ سے یہ کیا لے آیا بے چارا بہت ہی پچھتا رہا تھا اور اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے۔

گرگ را بیدار کرد آن کور میش	رفت نادان سوئے عزرائیل خویش
اس اندھی بھیڑ نے بھیڑیئے کو جگا دیا	بیوقوف اپنے آپ ملک الموت کی طرف چلا گیا

یعنی اس اندھی بھیڑ نے گرگ کو جگا دیا اور نادان اپنی موت کی طرف گیا اس لئے کہ نہ تو اس کو لاتا اور نہ یہ حالت ہوتی اور لوگ تو خیر بھاگ بھی گئے مگر یہ تو اس قابل بھی نہ رہا کہ بھاگ سکے بس وہیں بیٹھا کا بیٹھا ہی رہ گیا۔

اژدہا یک لقمہ کرد آن گیج را	سہل باشد خون خوری حجاج را
اس احمق کو اژدھے نے ایک لقمہ بنا لیا	حجاج کے لئے خون پینا آسان ہوتا ہے

یعنی اژدھا نے اس احمق کا ایک لقمہ کیا اور حجاج کو تو خون خوری آسان ہوتی ہی ہے حجاج سے مراد وہ اژدہا مطلب یہ کہ جس طرح کہ حجاج کو خون خوری آسان تھی اسی طرح اس اژدہا کو بھی اس شخص کو کھا لینا آسان تھا اب اس کو نگل تو گیا مگر چونکہ سالم نگلا تھا اس لئے سب ہڈیاں وغیرہ ویسی ہی اس کے پیٹ میں تھیں تو اس سپیرے کی ہڈیوں کو توڑنے کے لئے اس اژدہا نے یہ حرکت کی کہ۔

خویش را بر استنی پیچید و بست	استخوان خوردہ را درہم شکست
اس (اژدھے) نے اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا	کھائی ہوئی ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دیا
شہر خالی گشت و اژدرہا براند	سوئے کہ گرد از بیاباں برشفاند
شہر خالی ہو گیا اور اژدہا روانہ ہوا	پہاڑ کی جانب اس نے جنگل کی گرد کو اڑایا

یعنی اپنے آپ کو ایک ستون پر لپیٹا اور باندھا اور اس کھائے ہوئے کی ہڈیوں کو توڑ دیا (الٰہی توبہ الٰہی توبہ) یعنی کسی ستون سے لپٹ کر اپنے کو زور سے دبایا تو پیٹ میں اس کی ساری ہڈیاں ٹوٹ گئیں نعوذ باللہ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

نفست اژدرہاست او کے مردہ است	از غم بے آلتی افسردہ است
تیرا نفس اژدھا ہے وہ مردہ کہاں ہے	ذرائع نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تیرا نفس ایک اژدہا ہے وہ مردہ کب ہے (بلکہ) بے سامانی کی وجہ سے افسردہ ہو رہا ہے۔

گر بیابد آلت فرعون او	کہ بامر او ہمی رفت آب جو
اگر وہ فرعون کے ذرائع پالے	جس کے حکم سے دریائے نیل کا پانی چلتا تھا

یعنی اگر یہ سامان فرعون پائے کہ اس کے حکم سے ندی کا پانی چلا کرتا تھا

انگہ او بنیاد فرعونے کند	راہ صد موسیٰ و صد ہارون زند
اس وقت وہ فرعونی بنیاد بنائے گا	سینکڑوں موسیٰ و ہارون کی راہ زنی کریگا

یعنی اس وقت یہ دعویٰ فرعونی کا کرے اور سینکڑوں موسےٰ اور ہارون جیسوں کی راہ مارے مورخین نے لکھا ہے کہ نیل حکم فرعون سے چلا کرتا تھا اور یہ اس کے لئے استدراج تھا تو فرماتے ہیں کہ اگر اس ہمارے نفس کو کہیں ایسی باتیں حاصل ہو جاویں کہ اس کے حکم سے بھی خدانخواستہ بوجہ استدراج کے (نعوذ باللہ) ایسے کام ہونے لگیں تو یہ حضرت فرعون سے بھی کہیں زیادہ ہو جاویں اور یہ امر بالکل صحیح ہے بس ہمارا تو اسی حالت میں رہنا کہ ہم بالکل عاجز ہوں ٹھیک ہے۔

کرمکست این اژدہا از دست فقر	پشۂ گردد ز مال و جاہ صقر
وہ اژدہا افلاس کے ہاتھوں حقیر کیڑا ہے	چرخ جاہ اور مال نہ ہونے سے مچھر بن جاتا ہے

یعنی یہ اژدھا فقر کے ہاتھوں ایک کیڑا ہے (مگر) مال و جاہ کی وجہ سے ایک مچھر بھی شکرا بن جایا کرتا ہے مطلب یہ کہ مال و جاہ میں پھنس کر خواہ کتنا ہی ضعیف کیوں نہ ہو اس میں قوت شرارت زیادہ ہو جاتی ہے بس اس کا علاج یہ ہے کہ۔

اژدہا را دار در برف فراق	ہیں مکش او را بخورشید عراق
اژدھے کو محرومی کے برف میں رکھ	خبردار! اس کو عراق کے سورج میں نہ لے جا

یعنی اس اژدہا کو برف فراق (دنیا) ہی میں رکھو اور اس کو خورشید عراق تک مت کھینچو مطلب یہ کہ بس اس کو تو فقر اور ذلت ہی میں رکھو تا کہ ٹھٹھرا یا پڑا رہے اس کو لذات و تنعمات میں مت لگاؤ کہ پھر یہ حضرت پر پرزے نکالیں گے آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

تا فسردہ مے بود آن اژدہات	لقمہ اوئی چو او یابد نجات
تاکہ تیرا اژدھا ٹھٹھرا ہوا رہے	جب وہ نجات پا جائے گا تو اس کا لقمہ ہے

یعنی تاکہ وہ تمہارا اژدہا ٹھٹھرا ہی رہے اور جب وہ نجات پالے گا تو تم اس کے لقمہ ہو گے مطلب یہ کہ اس کو مصائب میں مبتلا رکھو یہی ٹھیک ہے ورنہ اگر اس حالت سے یہ نکل گیا تو بس تم ہی کو لقمہ کریگا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مات کن او را و ایمن شو ز مات	رحم کم کن نیست او ز اہل صلات
اس کو ہرا دے اور ہارنے سے مطمئن ہو جا	رحم نہ کر وہ اچھے سلوک کے قابل نہیں ہے

یعنی اس کو مغلوب کرلو اور پھر مغلوبی سے بے خوف رہو اور اس پر رحم مت کرو اس لئے کہ یہ تمہارے صلہ والوں میں سے نہیں ہے یعنی اس قابل نہیں ہے کہ تم اس کے ساتھ صلہ رحمی کرو بلکہ یہ تو بس اسی قابل ہے کہ اس کو مارا جاوے اور اس کا سر کچلا جاوے اور اگر تم نے اس پر رحم کیا تو یہ ہوگا کہ۔

کان تف خورشید شہوت سر زند	آن خفاش مردہ ریگت پر زند
کیونکہ جب شہوت کے سورج کی گرمی نمودار ہوگی	وہ تیری ناچیز چمگادڑ اڑنے لگے گی

یعنی کہ وہ گرمی خورشید شہوت ابھرے گی اور وہ تمہارا ذلیل خفاش پر مارے گا مطلب یہ کہ اگر اس پر رحم کرو گے تو پھر یہ ہوگا کہ یہ تم پر غالب ہو کر ہلاکت میں ڈالے گا۔

مے کش او را در جہاد و در قتال	مردوار اللہ یجزیک الوصال
اس کو جہاد اور قتال میں کھینچ لا	مردانہ وار اللہ تجھے بدلے میں وصال عطا فرمادے گا

یعنی اس کو جہاد اور قتال میں مرد کی طرح کھینچو کہ اللہ تم کو بدلہ وصال دے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ تمہیں اپنا وصل نصیب فرمادیں تم اس کو خوب مجاہدہ میں رکھو کہ اسی سے اس کی اصلاح ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں کہ آن مرد اژدہا را آورید	در ہوائے گرم خوش شد آن مرید
چونکہ وہ مرد اژدھے کو لایا	گرم ہوا میں وہ سرکش چاق چوبند ہو گیا

یعنی جبکہ وہ مرد اس اژدہا کو ہوائے گرم میں لایا تو وہ مردود خوش ہوا۔

لاجرم آن فتنہ ہا کرد اے عزیز	بلکہ صد چندان کہ ما گفتیم نیز
اے پیارے بلامحالہ اس نے وہ فتنے برپا کردیئے	بلکہ اس سے سینکڑوں زیادہ جو ہم نے بیان کئے

یعنی آخر کار اس نے اے عزیز یہ فتنے کئے بلکہ سو گونہ اس سے بھی زیادہ جتنے کہ ہم نے کہے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو وہ اس کو لایا اور اس کو گرمی میں رکھا تو اس نے لاکھوں کو ہلاک کردیا تو اگر تم بھی اس نفس کو گرمی مجاہدہ و ریاضت میں نہ رکھو گے تو یہ بھی تمہارے ساتھ سرکشی کریگا لہٰذا اس کو ہمیشہ مجاہدہ میں رکھو تا کہ یہ درست رہے۔

تو طمع داری کہ او را بے جفا	بستہ داری در وقار و در وفا
تو امید رکھتا ہے کہ اس کو بغیر سختی کے	وقار اور وفا میں باندھ لے گا

یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ اس کو بے مشقت کے وقار و وفا میں باندھ کر رکھو یعنی تم یہ چاہتے ہو کہ بلا مجاہدہ و

www.besturdubooks.wordpress.com

ریاضت کے اس کو اخلاق حمیدہ پر مجبور کریں تو یاد رکھو کہ۔

ہر کسے را این تمنا کے رسد	موسیٰ باید کہ اژدرہا کشد
ہر کمینے کی یہ تمنا کہاں پوری ہوتی ہے۔	موسیٰ چاہیے جو اژدہے کو مارے

یعنی ہر شخص کو یہ تمنا کب حاصل ہوتی ہے کسی موسےٰ کی ضرورت ہے جو کہ اژدہا کو مار ڈالے مطلب یہ کہ ایسا تو بہت کم ہوتا ہے کہ جو بے کسی مشقت کے کامل ہو جاوے۔ یہ شان تو انبیاء علیہم السلام ہی کی ہوتی ہے کہ ان کی تربیت خود حضرت حق بلا واسطہ فرماتے ہیں اور ان کے علاوہ اور کسی کو تو (حلوا خوردن را روئے باید) بے مجاہدہ و مشقت کے اس پر غلبہ حاصل ہوا نہیں ہے۔

صد ہزاران خلق ز اژدرہائے او	در ہزیمت کشتہ شد اے رائے او
لاکھوں لوگ اس کے اژدہے سے	پسپائی میں مارے گئے اس کی رائے کی وجہ سے

یعنی لاکھوں مخلوق اس سپیرے کے اژدہا کی وجہ سے بھاگنے میں مرگئی افسوس ہے اس پر۔

وز طمع ہم خویشتن را برباد داد	گفتہ شد واللہ اعلم بالسداد
لالچ سے اپنے آپ کو بھی برباد کیا	(قصہ) کہہ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ راست روی کو خوب جانتا ہے

یعنی طمع کی وجہ سے اپنے کو بھی برباد کیا (یہ قصہ) کہا گیا واللہ اعلم بالصواب یعنی اس نالائق کے اس اژدہا کو لانے نے لاکھوں آدمیوں کا خون کیا اور خود مرا اور صرف اس طمع میں کہ کچھ پیسے مل جاویں گے بس اب قصہ ختم ہو گیا واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب یہاں جو کہا تھا کہ

موسیٰ باید کہ اژدہا کشد

یہاں سے اس قصہ موسےٰ علیہ السلام سے جوڑ لگایا ہے لہٰذا آگے اسی کو بیان بھی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ایک سپیرا پہاڑوں میں اس غرض سے گیا کہ اپنے منتروں کے ذریعہ سے کوئی سانپ پکڑے اتنا فرما کر دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طالب کسی قسم کا ہو خواہ سست رفتار ہو یا تیز رفتار لیکن جب کوشش کرتا رہتا ہے تو مطلوب اس کو مل ہی جاتا ہے۔ جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو تم کو چاہیے کہ ہمہ تن اور ہمیشہ حق سبحانہ کی طلب میں سرگرم رہو اس لئے کہ طلب اور جستجو راہ حق کا عمدہ رہبر ہے چنانچہ کوئی صاحب فرماتے ہیں کہ۔ شوق در ہر دل کہ باشد رہبرے درکار نیست۔ تم خواہ لنگڑے ہو یا لنجے کاہل ہو یا نقصان عقل کے سبب بے ادب۔ غرض کیسے ہی ہو تم کو اس راہ میں گھٹنوں کے بل چلنا چاہیے۔ اور حق سبحانہ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

ڈھونڈھنا چاہئے کبھی گفتار سے کبھی خاموشی سے کبھی تاڑنے سے غرض جس طرح ممکن ہو حق سبحانہ کا پتہ لگانا چاہئے۔ دیکھو یعقوب علیہ السلام نے اپنے صاحبزادوں سے کہا تھا کہ یوسف کی تلاش میں حد سے زیادہ کوشش کرو اور اس تلاش میں نہایت مستعدی کے ساتھ ہر حس سے کام لو آنکھ سے بھی زبان سے بھی کان سے بھی وغیرہ وغیرہ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ دیکھو رحمت خدا سے ناامید نہ ہونا۔

تجھے فضل کرتے نہیں لگتی بار نہ ہو تجھ سے مایوس امید وار

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: پس تم حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس وصیت کو دستاویز بناؤ اور حضرت حق کو یوں ہر طرف ڈھونڈو جس طرح کسی کا لڑکا گم ہو جاتا ہے تو وہ ڈھونڈھتا ہے تم حس دہن یعنی قوت تکلم سے بھی کام لو۔ اور جس شخص پر گمان ہو کہ وہ جانتا ہے اس سے دریافت کرو۔ اور دیدار محبوب حقیقی کے جان و دل سے طالب ہو اور مژدہ نشان یابی مطلوب کی امید پر پوچھتے پوچھتے جان دیدو اور مطلوب کے چوراہے پر کھڑے ہو کر خوب کان لگاؤ یعنی جب تمہارے سامنے مختلف راستے ہوں تو انکل پچو ایک طرف کو نہ چلدو بلکہ خوب غور کرو جس طرف اس حقیقت کے آثار معلوم ہوں جس سے کہ تم روز ازل سے واقف ہو اس طرف چل دو اب کچھ اتے پتے ہم تم کو بتلاتے ہیں غور سے سنو جس کسی کے اندر کوئی عمدہ بات دیکھو تو سمجھو کہ وہ تم کو اپنے سرچشمہ کی رہنمائی کرتی اور تم کو حق سبحانہ کا پتہ دیتی ہے کیونکہ جملہ کمالات حق سبحانہ ہی کے کمالات کے ظلال و عکوس ہیں اور حق سبحانہ ان کاموں کا یوں ہی سرچشمہ ہے جس طرح کہ ندیوں کا سرچشمہ گہرا سمندر ہوتا ہے پس اس صورت میں تم کو فروع کو چھوڑ کر اصل کو مطمح نظر بنانا چاہئے جب یہ معلوم ہو گیا کہ خوبیاں مطلوب کی طرف رہنمائی کرتی ہیں تو اب سنو کہ برائیاں بھی رہنمائے مطلوب ہیں اس لئے کہ مخلوق میں جس قدر برائیاں ہیں سب کا انجام کوئی نہ کوئی خوبی ہے اور یہ سامان بے سروسامانی کسی عمدہ حالت کا پیش خیمہ ہے۔ مثلاً مخلوق کے غصے کسی نہ کسی شفقت کے لئے ہوتے ہیں خواہ اس طرح کہ ان سے مقصود ہی نفع رسانی ہو اور خواہ اس طرح کہ ان کی برائی سے شفقت کی خوبی معلوم ہو اور آدمی غصہ کو چھوڑ کر شفقت اختیار کریں اور خواہ یوں کہ مخلوق کا بے جا غصہ رحمت خداوندی کا باعث ہوتا ہے اور اس کے سبب سے مظلوم پر رحمت ہوتی ہے اور خواہ اس لئے کہ آدمی مخلوق کے غصوں سے تنگ ہو کر حق سبحانہ سے دل لگاتا ہے پس ثابت ہوا کہ غصہ کا انجام محبت ہے اور مخلوق کی جفا میں امید وفا جھلکتی ہے۔ نیز مخلوق کی جتنی لڑائیاں ہیں سب کا انجام صلح ہے خواہ یوں کہ لڑائی ختم ہو کر صلح ہو جاوے اور یا یوں کہ اس سے مطلوب حاصل ہو جائے جو کہ مطلوب کے ساتھ صلح ہے اور یا اس طرح کہ مخلوق کی لڑائیوں سے پریشان ہو کر حق سبحانہ کے ساتھ تعلق پیدا کر لے جو کہ حق سبحانہ کے ساتھ صلح ہے۔ علیٰ ہذا تکلیف کا انجام ہمیشہ راحت ہوتا ہے خواہ تکلیف اٹھانے والے کیلئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو پھر خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں اور خواہ دوسروں کے لئے ہو۔ جیسے کہ کفار کی تکلیف مومنین کی راحت کا سبب ہے کہ ان کو اپنے آپ کو اس تکلیف سے محفوظ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے یوں ہی ہر گلہ شکر سے منی ہے کیونکہ گلہ کا منشا تکلیف ہے۔ اور ہر تکلیف موجب راحت ہے اور ہر راحت موجب شکر اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ برائیاں بھلائیوں کے لئے ہوتی ہیں اور یہ پہلے معلوم ہو چکا کہ بھلائیاں حق سبحانہ کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ اس مقدمہ کو اس کے ساتھ ملانے سے نتیجہ نکلا کہ برائیاں بھی موصل الی الحق ہیں پس تم کو فروع سے اصل کا اور ایک ضد سے دوسری ضد کا پتہ لگانا چاہئے کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ برائیوں کا انجام بھلائی ہے اگر اب بھی اس میں کچھ شبہ باقی ہو کہ برائی کا انجام بھلائی کیونکر ہو سکتا ہے اور ایک ضد منقلب الی الضد لا آخر کیوں ہو سکتی ہے تو سمجھو کہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جماد تھی یا نہیں اور اژدہا حیوان ہوتا ہے یا نہیں اور جمادیت وحیوانیت میں تضاد ہے یا نہیں اور موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی یا نہیں ان تمام سوالات کا جواب یہ ہے کہ بے شک پھر جبکہ موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بن گئی تھی تو اور تمام کو بھی اسی پر قیاس کر لو اور سمجھ لو کہ اور اشیاء بھی اپنی ضد کی طرف منقلب ہو سکتی ہیں اور جنگلوں سے گلستان پیدا ہو سکتی ہیں وغیرہ وغیرہ اسی اصول پر سپیرے نے تماشہ کے لئے سانپ پکڑا تھا اور خوشی کے لئے اپنے کو خطرہ میں ڈالا تھا اور کچھ اسی سپیرے کی تخصیص نہیں بلکہ ہر آدمی تماشہ کے لئے سانپ پکڑتا ہے اور بے غمی کی امید پر غم کھاتا ہے خیر یہ تو ضمنی مضمون تھا اب اصل حکایت سنو وہ سپیرا برفباری کے زمانہ میں پہاڑوں کے اندر ایک عجیب سانپ تلاش کر رہا تھا یکایک اس نے دیکھا کہ ایک بڑا اژدہا جس کی صورت کے دیکھنے سے اس کو سخت دہشت معلوم ہوئی مردہ پڑا ہوا ہے وہ تو اس سخت جاڑے میں سانپ ہی تلاش کر رہا تھا لیکن اس کو اس کی خواہش سے بڑھ کر اس کے زعم میں مردہ اژدہا مل گیا جس سے اس کو بے حد خوشی ہوئی اب تم غور کرو کہ مخلوق بھی کس قدر نادان ہے کہ سپیرا آدمی ہو کر مخلوق کو متعجب کرنے کیلئے سانپ پکڑتا ہے اور مخلوق باوجود آدمی ہونے کے اس سے حیران اور متعجب ہوتی ہے غضب کی بات ہے کہ جو پہاڑ کی مثل اپنے اندر ہزاروں سانپ و دیگر عجائبات رکھتا ہے پھر وہ کیسے ان معمولی چیزوں پر فریفتہ ہو جاتا ہے اور پہاڑ جو سانپوں کا معدن ہے وہ ایک سانپ سے کیسے دنگ ہو جاتا ہے۔ افسوس کہ آدمی نے اپنی حقیقت کو نہیں پہچانا اور اوج ترقی سے حضیض تنزل میں گر گیا اس نے اپنے کو ان خرافات میں پھنسا کر خراب کر لیا اور اپنے کو بہت تھوڑی قیمت میں بیچ ڈالا۔ اور اطلس ہو کر گدڑی کا پیوند بن گیا پہاڑ کے لاکھوں سانپ تو خود اس کی جامعیت اور اس کی عجائب وغرائب سے حیران ہیں پھر وہ سانپ سے کیوں متعجب ہوتا ہے اور کیوں ان کو دوست رکھتا ہے خیر اس نے اژدھے کو لے لیا اور لوگوں کو متعجب کرنے کیلئے بغداد کی طرف چل دیا اژدھا جو کہ مکان کے ستون کی طرح موٹا تازہ تھا وہ اس کو کچھ داموں کی خاطر کھینچے لئے جاتا تھا وہ خیال کرتا تھا کہ میں اسے لوگوں کو دکھاؤں گا اور کہوں گا کہ میں ایک مردہ اژدہا لایا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور میں نے اس کے شکار کرنے میں بہت خون جگر کھایا ہے وہ اس کو مردہ سمجھتا تھا لیکن واقع میں وہ زندہ تھا اور اس نے غور سے اسے نہ دیکھا تھا سردی اور برف میں ٹھٹھرا ہوا اور زندہ تھا مگر صورۃً مردہ تھا یوں ہی تم کو سمجھنا چاہئے کہ عالم بھی ٹھٹھرا ہوا ہے اور اسی واسطے اس کا نام جماد ہے کیونکہ جامد ٹھٹھرے ہوئے ہی کو کہتے ہیں تم اس کو مردہ سمجھتے ہو مگر ذرا دم لو اور خورشید محشر کو طلوع ہونے دو پھر جسم عالم کی حس و حرکت دیکھنا اس وقت تم کو یقین ہوگا کہ فی الحقیقت یہ مردہ نہ تھا بلکہ ٹھٹھرا ہوا تھا اگر چہ کچھ بھی عقل ہو تو اجسام ساکنہ کی حیات اب بھی معلوم ہو سکتی ہے موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی جماد تھی مگر وہ سانپ اور حس و حرکت کرنے والی بن گئی اس واقعہ نے دیگر اجسام ساکنہ کی حالت بھی بتلا دی کہ وہ فی الحقیقت مردہ نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنی حس و حرکت ظاہر کرنے کے لئے امر خداوندی کے منتظر ہیں جس وقت ان کو حکم ہو جاتا ہے وہ اپنی حس و حرکت مخفیہ کو ظاہر کر دیتے ہیں دور کیوں جاؤ خود اپنی ہی حالت کو نہ دیکھ لو کہ تم ایک مشت خاک تھے اور اب زندہ ہو گئے اس سے معلوم ہوا کہ خاک میں صلاحیت حس و حرکت و حیات ہے جب اس میں صلاحیت ہے اور یہ مشاہد ہے تو پھر اس کے حیات میں استبعاد کیوں جب حیات ارض مستبعد نہیں تو بقیہ اجزاء عالم کو بھی اسی پر قیاس کر لو اور سمجھ لو کہ ان کی حیات بھی مستبعد نہیں اور جبکہ ان کی حیات مستبعد نہیں اور نصوص و مکاشفات اہل اللہ اس کو ثابت کرتے ہیں تو انکار کی کون وجہ ہے پس ثابت ہوا کہ وہ تمہاری طرف سے مردہ ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے زندہ اور تمہاری طرف سے خاموش ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے گویا۔ اور جبکہ وہ ان کو ہماری طرف پہنچاتا ہے یعنی ان کو اظہار حس و حرکت کا حکم دیتا ہے تو ان کی حرکت و حس ظاہر ہو جاتی ہے اور لاٹھی اژدہا بن جاتی ہے پہاڑ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح خوش آواز بن جاتے ہیں لوہا اپنے اندر معرفت رکھتا ہے کہ وہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ کو پہچانتا ہے کہ اس کے اندر موم بن جاتا ہے اور دوسرے ہاتھوں میں اپنی حالت پر رہتا ہے۔ ہوا امر سلیمانی کو پہچانتی ہے کہ ان کو بار برداری کا کام دیتی ہے اور دوسروں کو نہیں دیتی حجر موسےٰ علیہ السلام کی بات کو پہچانتا ہے کہ ان کے لئے دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتا چاند جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارہ کو سمجھتا ہے کہ دو ٹکڑے ہو جاتا ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتا آگ ابراہیم علیہ السلام کو پہچانتی ہے کہ گلزار ہو جاتی ہے اور دوسروں کے لئے نہیں ہوتی زمین موسےٰ اور قارون کو پہچانتی ہے کہ ان کے حکم سے اس کو سانپ کی طرح نگل جاتی ہے استن حنانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے کہ وہ ایک مناسب کام کرتا ہے کہ آپ کے فراق میں روتا اور آپ کی تسکین سے خاموش ہو جاتا ہے پتھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتا ہے کہ ان کو سلام کرتا ہے پہاڑ یحییٰ علیہ السلام کو پہچانتا ہے کہ ان کو پیام پہنچاتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ میرے اوپر تشریف لائیے یہاں کفار آپ کو تکلیف نہ پہنچا سکیں گے غرض تمام اجزاء عالم حس و حرکت رکھتے ہیں اور رات دن تم سے کہتے ہیں کہ ہم سنتے بھی ہیں اور دیکھتے

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ہیں اور ہم بہت خوش ہیں لیکن تم نامحرم ہو اس لئے تمہارے سامنے خاموش ہیں واقعی بات بھی ہے کہ جب تم اپنی حرکات ناشائستہ سے جماد بنے جارہے ہو اور اپنی قوی مدرکہ کو معاصی سے روز بروز خراب کر رہے ہو تو تم ارواح جمادات کے محرم راز کیونکر ہو سکتے ہو اگر تم کو ان کی حیات پر مطلع ہونے کی ضرورت ہے تو عالم جان کی طرف چلو اور اپنے قوی مدرکہ باطنہ کو امراض سے پاک کرو پھر اجزائے عالم کا شور سنو اس وقت تم کو جمادات کی تسبیح صاف طور پر معلوم ہوگی اور ان کی تسبیح کے بارہ میں جو تم تاویلیں کرتے ہو ان کا وسوسہ بھی تم کو نہ ہوگا چونکہ تم اپنی جان کے اندر نور حق سبحانہ نہیں رکھتے اس لئے معرفت جمادات کے لئے تم تاویلیں کرتے ہو اور کہتے ہو کہ معرفت جمادات کا دعویٰ ایک شرمناک خیال ہے بلکہ وہ آلہ معرفت حق سبحانہ ہیں اس لئے معرفت عارف کو ان کی طرف مجازاً منسوب کر دیا گیا ہے کیونکہ ان کی تسبیح سے تسبیح ظاہری مقصود نہیں ان کی معرفت کا دعویٰ تو خیال باطل اور کھلی گمراہی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ دیکھنے والوں کا دیکھنا عبرت کے وقت تسبیح خواں بناتا ہے پس چونکہ وہ تم کو تسبیح یاد دلاتے ہیں اس لئے ان کی دلالت مثل گویائی کے سمجھی جاتی ہے اس لئے تسبیح کو ان کی تسبیح کہا جاتا ہے یہ تاویل ہے معتزلہ کی جو مبنی ہے اس پر کہ وہ صرف قال رکھتے ہیں اور نور حال نہیں رکھتے اور جو شخص اپنے اندر نور حال نہیں رکھتا اس کی حالت نہایت قابل افسوس ہے کہ وہ جہل مرکب میں گرفتار رہتا ہے اور اس کا منشا حواس جسمانیہ میں مشغول رہتا ہے جب تک آدمی حواس جسمانیہ کی مشغولی کو چھوڑ کر حواس باطنیہ کی اصلاح نہیں کرتا اس وقت تک صورت غیبیہ سے ناواقف رہتا ہے یہ گفتگو تو ختم بھی نہ ہوگی اس کو چھوڑ و اور قصہ سنو وہ سپیرا اس ستون کے ستون اژدھے کو بڑی مصیبت سے کھینچتا ہوا بغداد تک لایا اور چاہا کہ کسی چوراہے میں تماشہ کرے بالآخر لب دریا اس نے تماشہ کیا اور سارے شہر میں شور مچ گیا کہ ایک سپیرا اژدھا لایا ہے اور نہایت حیرت انگیز اور عجیب شکار کیا ہے یہ سن کر سینکڑوں احمق جمع ہو گئے اور اپنی حماقت سے ہر ایک اس کا شکار ہو گیا اور ہر وہ لوگ منتظر تھے کہ جلدی تماشا دکھلائے ادھر وہ منتظر تھا کہ لوگ خوب اچھی طرح جمع ہو جائیں اور تماشائی لوگ اور زیادہ ہو جائیں کہ بھیک اور چندہ زیادہ ہو غرض کہ لاکھوں بے ہودہ لوگ جمع ہو گئے اور سب اس کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے لوگوں کی کثرت سے یہ حالت ہو گئی تھی کہ پاؤں پر پاؤں رکھا ہوا تھا سب کے سب اس کو یوں گھیرے ہوئے تھے جیسے انگور کی بیلیں انگور کی ٹٹی کو یا جس طرح بت پرست بت خانہ۔ کثرت کے سبب مرد و عورت میں تمیز نہ تھی اور خاص و عام یوں ملے جلے جارہے تھے جیسے قیامت میں جب وہ ڈگڈگی بجاتا تھا تو لوگ ہاؤ ہو سے اپنے گلے پھاڑ رہے تھے اور اژدھا جو کہ کڑاکے کے جاڑے سے ٹھٹھرا ہوا تھا وہ سینکڑوں ٹاٹ اور پردوں میں دبا ہوا تھا اس نے مزید احتیاط یہ کی تھی کہ اس کو بڑے موٹے رسوں میں جکڑ رکھا تھا لوگوں کے توقف اور ان کے اتفاق وانتظار اور ہائے ہو اور بے حد چیخ و پکار اور مخلوق کے غلو اور توقف اور مجمع کے شان و شوکت میں آفتاب خوب گرم ہو گیا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتاب گرم رفتار نے اژدھے کو خوب گرم کر دیا اور اس کے اعضاء سے سرد خلطیں پگھل گئیں تعجب کی بات ہے کہ وہ مردہ اژدھا اب زندہ ہو گیا اور اس نے حرکت شروع کی لوگ اس مرے ہوئے اژدھے کی حرکت سے نہایت متحیر ہوئے اور حیرت سے چلانا شروع کیا کہ ارے یہ تو زندہ ہو گیا ارے یہ تو زندہ ہو گیا۔ ارے یہ تو زندہ ہو گیا اور اس کی حرکت کو دیکھ کر سب بھاگ گئے وہ اژدھا اس شور سے گھبرا کر رسوں کو یوں توڑتا تھا وہ تڑاق تڑاق ٹوٹ کر ہر طرف جارہے تھے غرض کہ سب رسے ٹوٹ گئے اور اس کے نیچے سے وہ خبیث اژدھا شیر کی طرح غراتا ہوا نکلا بھاگنے میں بہت سے لوگ مر گئے اور گرنے اور مرنے والوں کے تودے لگ گئے مارے خوف کے سپیرا بھی وہیں سوکھ کر رہ گیا اور خیال کیا کہ میں پہاڑوں اور جنگلوں سے کیا بلا اٹھالایا دیکھو اس اندھی بھیڑ (سپیرے) نے بڑے (اژدھے) کو جگایا اور خود اپنی حماقت سے ملک الموت کے پنجے میں پھنسے کیونکہ اس نے اس سپیرے کو نگل لیا اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ وہ تو حجاج بن یوسف کی طرح خونخوار تھا اور حجاج کے لئے خونخواری کونسا مشکل کام ہے جب وہ اس کو نگل چکا تو ایک ستون سے لپٹا اور زور کیا حتیٰ کہ اس کے پیٹ کے اندر اس سپیرے کی ہڈیاں پسلیاں سب چور چور ہو گئیں اس کے خوف سے شہر خالی ہو گیا اور وہ جنگل کی گرد اڑاتا ہوا پہاڑوں کی طرف چل دیا اب تم اس قصہ سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ نفس ایک اژدھا ہے جو ہنوز مرا نہیں بلکہ اپنی خواہشات کے پورا کرنے کا سامان نہ ہونے کے غم میں ٹھٹھرا ہوا ہے اگر اس کو بھی فرعون کا سامان مل جاوے جس کے حکم سے رود نیل چلتا تھا تب وہ بھی فرعونیت کی عمارت قائم کرے اور سینکڑوں موسیٰ و ہارون جیسے اہل اللہ کی رہزنی پر مستعد ہو جاوے اب جو وہ ایک معمولی کیڑا ہے اور اس کی وجہ اس کی محتاجی ہے اگر اس کو جاہ و مال مل جاوے تو وہ ہی فرعون بن جاوے اس لئے کہ جاہ و مال کے بدولت ایک مچھر سا کمزور شخص چرغ کی طرح قوی ہو سکتا ہے لہٰذا تم کو چاہئے کہ تم اس اژدھائے نفس کو مفارقت خواہشات کی برف میں رکھو اور ہرگز اس کو اس کی خواہشات پورا کر کے گرمی نہ پہنچاؤ تاکہ وہ اژدھا ٹھٹھرا ہی رہے کیونکہ اگر وہ بچ گیا تو تمہیں کھا ہی جاوے گا پس اے شکست دیکر اپنی شکست سے بے خوف ہو جاؤ اور اس پر رحم نہ کرو اس لئے کہ وہ کسی ہمدردی کا مستحق نہیں کیونکہ جب تم اس کی ہمدردی کرو گے تو خواہشات نفسانی کی آفتاب کی گرمی ظاہر ہو گی اور اس کے سبب ذلیل نفس جو نور حق سبحانہ کی تاب نہ لانے کے سبب مثل خفاش ہے پر پرزے جھاڑ کر تیار ہو گا تم کو چاہئے کہ مردوں کی طرح کہ اس کو مجاہدہ اور جنگ کے میدان میں کھینچ لاؤ اللہ جل شانہ ان مشقتوں کے عوض تم کو دولت وصل سے کامیاب کریں گے دیکھو جب وہ اژدھا کو کھینچ لایا تھا تو گرم ہوا میں وہ چاق و چوبند ہو گیا تھا اور اس نے چاق چوبند ہو کر وہ فتنے برپا کئے جو تم سن چکے ہو بلکہ جس قدر ہم نے بیان کیا ہے اس سے سوگونہ زائد یوں ہی اگر تمہارا نفس چاق و چوبند ہو گیا تو وہ فتنے برپا کریگا لہٰذا تم کو ضرور مجاہدات اور اس کے ساتھ جنگ کرنی چاہئے اور تکالیف سے نہ ڈرنا چاہئے تم یہ جانتے ہو کہ بلا مشقت و

www.besturdubooks.wordpress.com

محنت اس کو پابند وقار و وفا دیکھو لیکن ہر شخص کی یہ تمنا پوری نہیں ہوتی اژدھے کو کھینچنے اور اس کو بلا مشقت منقاد کرنے کے لئے موسیٰ جیسے لوگوں کی ضرورت ہے انہوں نے اژدھے کو یوں مسخر کیا تھا کہ خود اس کے ضرر سے محفوظ رہے اور اس کو دشمنوں کی ہلاکی کا ذریعہ بنایا سو ہر شخص ایسا کہاں ہو سکتا ہے تم اس سپیرے سے عبرت پکڑو کہ اس کمبخت کے اژدھے نے کتنے لوگوں کو بھاگتے میں مار ڈالا اور طمع سے اپنے کو بھی برباد کیا بس نفس بھی زندہ ہو کر یہی حالت کریگا ختم شد واللہ اعلم بصحۃ القصۃ والاستنباطات۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ فرعون کے سوالوں اور جوابوں اور دھمکیوں کا بیان

گفت فرعونش چرا تو اے کلیم	خلق را کشتی و افگندی زبیم
فرعون نے ان (موسیٰ) سے کہا اے کلیم (اللہ) تو نے کیوں	ڈر سے لوگوں کو مار ڈالا اور گرا دیا؟

یعنی فرعون نے ان سے کہا کہ اے کلیم تم نے کیوں مخلوق کو قتل کرایا اور خوف میں ڈال دیا مطلب یہ کہ سب اچھی طرح سے ایک دین پر تھے تم نے ایک نیا مذہب نکال کر لوگوں میں تفریق کر دی اور مخالفت بڑھا دی اس سے تم کو کیا ملا۔

در تردد از تو افتادند خلق	در ہزیمت کشتہ شد مردم ز زلق
تیری وجہ سے لوگ تردد میں مبتلا ہو گئے	الٹے بھاگنے میں پھسلنے کی وجہ سے لوگ مارے گئے

یعنی تمہاری وجہ سے مخلوق تردد میں پڑ گئی ہے اور بھاگنے میں لوگ لغزش کی وجہ سے مر گئے مطلب یہ کہ جب تمہارے اژدھا سے لوگ ڈر کر بھاگے تو اس میں بہت سے بھاگنے میں مر گئے تو اس سے تم کو کیا فائدہ ہے بلکہ اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ۔

لاجرم ہر کس ترا دشمن گرفت	کیں تو در سینہ مرد و زن گرفت
لامحالہ ہر شخص کو تجھ سے دشمنی ہو گئی	مردوں اور عورتوں کے سینہ میں تیری طرف سے کینہ پیدا ہو گیا

یعنی آخر کار لوگوں نے تم کو دشمن اختیار کر لیا اور تمہارا کینہ مرد و عورت سب نے اپنے سینہ میں لے لیا مطلب یہ کہ اب سب تمہارے دشمن ہو گئے اور تم نے جو چاہا تھا کہ سب میرے تابع فرماں ہوں اور میری مانیں یہ مقصود تمہارا حاصل نہیں ہوا بلکہ اور لوگ تم سے متنفر ہو گئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خلق را مے خواندی و برعکس شد	از خلافت مردماں را نیست بد
تو لوگوں کو بلاتا تھا (معاملہ) برعکس ہو گیا	لوگوں کے لئے تیرے خلاف کرنے کے علاوہ چارہ نہیں ہے

یعنی تو نے لوگوں کو بلایا تو وہ برعکس ہو گیا اور اب تیرے خلاف کرنے سے علاوہ مرد و عورت کو اور کوئی علاج نہیں ہے مطلب یہ کہ اب تو بجز اس کے کہ سب تمہاری مخالفت کریں اور کیا کر سکتے ہیں۔

من ہم از شرت اگر پس مے خزم	در مکافات تو دیگے مے پزم
میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ گیا ہوں	تجھ سے بدلہ لینے کے لئے دیگ پکا رہا ہوں

یعنی میں بھی اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹ جاتا ہوں تو تیری مکافات میں ایک دیگ پکا رہا ہوں مطلب یہ کہ اگرچہ میں بھی بولتا نہیں ہوں اور تجھے کچھ کہتا نہیں ہوں مگر یاد رہے کہ میں یہی تدابیر سے غافل نہیں ہوں برابر تم سے بدلہ لینے کی تدابیر کر رہا ہوں۔

دل ازیں برکن کہ بفریبے مرا	یا بجز فے پس روے گردد ترا
یہ دل سے نکال دے کہ تو مجھے فریب دے سکتا ہے	یا سایہ کے علاوہ تیرا کوئی پیروکار ہوگا

یعنی اس سے دل ہٹالے کہ تو مجھے فریب دے دے گا سوائے (تیرے) سایہ کے اور کوئی تیرا پس رو ہوگا مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اس سے بے فکر رہو کہ میں تمہارے دھوکہ میں نہ آؤں گا اور تمہارا سایہ تو تمہارے ساتھ رہے گا اور وہ تو تمہارا تابع ہوگا مگر یاد رکھو کہ اور کوئی تمہارا اتباع نہ کرے گا بلکہ سب میرے ہی معتقد رہیں گے۔

تو بدان غرا مشو کیں ساختے	در دل خلقان ہراس انداختے
تو اس پر گھمنڈ نہ کر کہ تو نے یہ کیا ہے	لوگوں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا ہے

یعنی تو نے جو کچھ بنایا ہے اس پر مغرور مت ہو کہ تو نے مخلوق کے دل میں خوف ڈال دیا ہے مطلب یہ کہ تم نے جو یہ سانپ بنا کر لوگوں کو ڈرا دیا ہے تو اس پر مغرور مت ہونا کہ اس خوف سے تم سب کو اپنا کر لوگے اس لئے کہ۔

صد چنین آری و ہم رسوا شوی	خوار گردی ضحکۂ و غوغا شوی
اس جیسے سینکڑوں (معجزے) تو لائے گا پھر بھی رسوا ہوگا	ذلیل ہو گا عوام کے لئے مسخکہ بنے گا

یعنی اگر ایسے سو بھی لا دیگا تب بھی رسوا ہوگا اور خوار ہوگا اور (لوگوں کے لئے ایک) مسخرہ پن اور غوغا ہو جاوے گا مطلب یہ کہ بجز اس کے کہ لوگ تمسخر کریں گے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔

ہمچو تو سالوس بسیاران بدند	عاقبت در مصر مار سوا شدند
تجھ جیسے بہت سے مکار تھے	انجام کار ہمارے مصر میں رسوا ہوئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تجھ جیسے مکار بہت ہوئے ہیں اور آخر کار ہمارے شہر میں رسوا ہوئے ہیں تو اس کا مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ موسے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بد دل اور خائف ہو کر یہ کام ترک فرماویں مگر وہ کب دبنے والے تھے ان کا جواب سنئے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اس تہدید کے متعلق جو کہ فرعون ان کو کر رہا تھا جواب

گفت با امر حقم اشراک نیست	گر بریزد خونم امرش باک نیست
(حضرت موسیٰ نے) فرمایا اللہ کے معاملہ میں میری شرکت نہیں ہے	اگر اس کا حکم میرا خون بہائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے

یعنی ارشاد فرمایا کہ حکم حق کے ساتھ مجھے شرک کرنا نہیں ہے اور اگر اس کا حکم میرا خون بھی کرا دے تو مجھے کوئی خوف نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ اس کے حکم کے آگے مصلحت سوچنا اور یہ دیکھنا کہ اس طرح لوگ دشمن ہوتے ہیں اور اس طرح دوست یہ شرک ہے۔ اس کے حکم کے آگے مصلحت کیسی بس جو حکم ہے اس کو پورا کرتے ہیں اب اگر اس میں ہماری جان بھی جاتی رہے تو کچھ حرج نہیں ان کا تو وہ مذہب تھا کہ۔

مصلحت دید من آنست کہ یاران ہمہ کار بگذارند و خم طرۂ یارے گیرند

کیسی مصلحت بینی اور کیسی عاقبت اندیشی بس حکم ہے کہ تبلیغ کرو کرتے ہیں اس میں خواہ کوئی دشمن ہو تو کیا اور دوست ہو تو کیا اور فرمایا کہ۔

راضیم من شاکرم من اے حریف	ایں طرف رسوا و پیش حق شریف
اے دشمن! میں راضی ہوں میں شکر گزار ہوں	کہ اس طرف رسوا ہوں اور اللہ کے سامنے باعزت ہوں

یعنی اے مقابل میں اس پر راضی اور شاکر ہوں کہ اس طرف تو رسوا ہوں۔ اور حق تعالیٰ کے سامنے معزز ہوں یعنی دنیا کی رسوائی اور وہاں کی عزت ہو تو اس پر مجھے کوئی خوف نہیں ہے میں راضی ہوں۔

پیش خلقان خوار و زار و ریشخند	پیش حق مطلوب و محبوب و پسند
مخلوق کے سامنے رسوا ذلیل اور لائق مسخرہ (بنوں)	(لیکن) اللہ (تعالیٰ) کے سامنے مطلوب اور محبوب اور پسندیدہ بنوں

یعنی مخلوق کے آگے تو خوار و ذلیل اور مسخرہ ہوں اور حق تعالیٰ کے سامنے محبوب اور مطلوب اور پسندیدہ ہوں (یہ مجھے قبول ہے اور میں اس پر راضی ہوں) یہ فرما کر فرماتے ہیں کہ۔

از سخن میگویم این ورنہ خدا	از سیہ رویاں کند فردا ترا
یہ بات میں کہنے کو کہتا ہوں ورنہ اللہ تعالیٰ	تجھے کل کو سیاہ رو کرے گا

یعنی میں یہ بات کہتا ہوں ورنہ خدا تعالیٰ کل کو تجھے ہی سیہ رویوں سے کریگا مطلب یہ کہ میں جو کہہ رہا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ میری جان بھی جاتی رہے تب بھی پرواہ نہیں ہے یہ صرف ایک بات کے طور پر اور بطور فرض کے کہہ رہا ہوں ورنہ اصل تو یہ ہے کہ انشاءاللہ حق تعالیٰ تجھی کو مغلوب اور سیہ رو بنا دے گا اس لئے کہ۔

عزت آن اوست و آن بندگانش	ز آدم و ابلیس برمے خوان نشانش
عزت اس کی ملکیت ہے اور اس کے غلاموں کی ملکیت ہے	(حضرت) آدم اور ابلیس سے اس کی علامت کا مطالعہ کرلے

یعنی عزت ملک حق اور اس کے بندوں کی ہے آدم. ز ابلیس سے نشان پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ ان العزة لله ولرسوله وللمومنين تو جب عزت حق تعالیٰ ہی کی ہے اور اس کے بندوں کی تو پھر میں بھی معزز اور منصور رہوں گا اور دیکھو آدم اور ابلیس کے قصہ کو پڑھ لو کہ دیکھو عزت کس کو حاصل ہوئی بس اسی سے قیاس کرلو اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حق پایاں ندارد ہمچو حق	ہین دہان بر بند و برگردان ورق
اللہ کی طرح اللہ کی تشریح کی انتہا نہیں ہے	خبردار! منہ بند کر لے اور ورق پلٹ دے

یعنی حق تعالیٰ کی طرح ان کی (صفات کی) شرح بھی انتہا نہیں رکھتی تو ہاں ذرا منہ کو بند کر اور ورق لوٹ ورق گردانیدن حالت دگرگوں کردن۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ حق تعالیٰ جس طرح غیر متناہی ہیں اسی طرح ان کی صفات بھی غیر متناہی ہیں تو ان کو تو کوئی بیان نہیں کر سکتا لہٰذا اس سے بہتر ہے کہ چپ ہو رہو اور اس حالت سے بدل دوسری حالت پیدا کر دو یعنی اس قصہ کو بیان کرو آگے جواب فرعون کے نقل فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب سنو اژدہا موسیٰ علیہ السلام کا کیونکر مطیع تھا اور دشمنوں کے لئے کس طرح خطرناک تھا ایک مرتبہ فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ تو نے مخلوق کو اپنے اژدھے سے مار ڈالا اور ان کو ہراساں کر دیا تجھ سے اور تیرے اژدھے سے ڈر کر لوگ بھاگنے لگے اور بھاگنے میں پھسل کر گرنے کے سبب بہت سے لوگ مر گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ تیرے دشمن ہو گئے اور تیری عداوت عورتوں اور مردوں کے سینہ میں بیٹھ گئی تو مخلوق کو اپنی اطاعت کی طرف بلاتا تھا مگر نتیجہ الٹا ہوا اور لوگ تیری مخالفت کے لئے مجبور ہو گئے میں اگر تیرے شر سے پیچھے ہٹتا ہوں تو اس سے تجھ کو یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ میں مرعوب ہو گیا اور تیرا مطیع ہو جاؤں گا بلکہ تیری سزا کا سامان مہیا کر رہا ہوں تو اس خیال کو دل سے دور رکھنا کہ تو مجھے دھوکا دے لے گا یا میں تیری باتوں میں آ کر تیرا مطیع ہو جاؤں گا ناممکن ہے کہ ایسا ہو تو اس ڈھونگ پر مغرور نہ ہونا جو تو نے بنایا ہے اور لاٹھی کو سانپ بنا کر مخلوق کو مرعوب اور خوف زدہ کر دیا ہے تو ایسے ایسے سو کام کریگا اور ہر کام میں ذلیل ہوگا رسوا ہوگا۔ دنیا تجھ پر ہنسے گی۔ تجھ سے مکار

www.besturdubooks.wordpress.com

بہت سے آئے اور بالآخر ہمارے شہر میں ذلیل ہوئے انہوں نے جواب دیا کہ میں امر میں خدا کا شریک نہیں ہوں کہ اس کے حکم کے مقابلہ میں کوئی ذاتی رائے رکھتا ہوں بلکہ میں تو محکوم محض ہوں لہذا اگر وہ اپنے حکم سے مجھے مار بھی ڈالے تو بھی مجھے کچھ اندیشہ نہیں میں اس کے ہر حکم پر دل سے راضی اور ہر حالت میں اس کا شکر بجالانے والا ہوں۔ اور گو دنیاوی لحاظ سے ذلیل ہوں لیکن خدا کے نزدیک بڑی عزت اور شرف رکھتا ہوں اور گو مخلوق کی نظروں میں ذلیل۔ محقر اور قابل مضحکہ ہوں لیکن حق سبحانہ کا محبوب اور اس کا مطلوب اور پسندیدہ ہوں یہ اپنی ذلت وخواری دنیاوی کا اقرار بھی ایک بات کے طور پر اور علی سبیل التنزل ہے ورنہ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ کل تو روسیاہ اور ذلیل ہوگا اور میں معزز وموقر اس لئے کہ عزت خدا اور اس کے بندگان خاص ہی کے لئے ہے چنانچہ ان العزة لله ولرسوله وللمومنين بادرنہ ہوتو آدم وابلیس کے قصہ میں اس کا نشان دیکھ لوکہ آدم کے مقابلہ میں شیطان کیسا ذلیل ہوا خیر اسماء وصفات حق کی تفصیل تو یوں ہی غیر متناہی ہے جیسے کہ خود ذات حق سبحانہ غیر محدود ہے لہذا خاموش رہنا چاہئے اور اصل قصہ کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

شرح شبیری

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اوران سے چالیس روز کی مہلت مانگنا

گفت فرعونش ورق درحکم ماست	دفتر و دیوان وحکم این دم مراست
فرعون نے ان (موسیٰ) سے کہا کاغذ میرے حکم میں ہے	دفتر اور کچہری اور حکم اس وقت میرا ہے

یعنی فرعون نے ان سے کہا کہ ورق (دفاتر) ہمارے ہاتھ میں ہیں اور رجسٹر اور کچہریاں اور حکم سب اس دم میرے ہیں۔

مر مرا بخریدہ اند اہل جہان	از ہمہ عاقل تری تو اے فلان
مجھے دنیا والوں نے منتخب کیا ہے	اے فلاں! کیا تو سب سے زیادہ عقلمند ہے

یعنی سارے اہل جہان نے مجھے خرید رکھا ہے تو ارے فلانے سب سے زیادہ عقلمند ہے مطلب یہ کہ سارے تو مجھے مانتے ہیں آپ بڑے عقلمند نکل کر آئے ہیں کہ میری حکومت کا انکار کرتے ہیں کہ یادرکھو کہ سارے اختیارات مجھ کو حاصل ہیں ابھی کایا پلٹ کرادوں گا اور بولا کہ۔

موسیا خود را خریدی ہیں برو	خویشتن کم بین بخود غرہ مشو
اے موسیٰ! تو نے خود اپنے آپ کو پسند کیا ہے خبردار! چلا جا	خود بینی نہ کر اپنے اوپر گھمنڈ نہ کر

یعنی اے موسیٰ اپنے کو تم الگ کرتے ہو تو کرے جاؤ اپنے کو ذرا کم دیکھو اور مغرور مت ہو مطلب یہ کہ ذرا

www.besturdubooks.wordpress.com

گھمنڈ میں مت رہنا کہ تم کو کچھ سحر وغیرہ آتا ہے اس لئے حکومت کرنا چاہتے ہو گے تو یاد رکھنا کہ۔

جمع آرم ساحران دہر را	تا کہ جہل تو نمایم شہر را
میں دنیا بھر کے جادو گروں کو جمع کروں گا	تا کہ شہر کو تیری جہالت دکھا دوں

یعنی میں تمام زمانہ کے ساحروں کو جمع کروں گا تا کہ تیرا جہل تمام شہر کو دکھا دوں۔

ایں نخواہد شد بروزے یا دو روز	مہلتم دہ تا چہل روز تموز
یہ ایک دو دن میں نہ ہو سکے گا	مجھے گرمی کے چالیس روز کی مہلت دے

یعنی یہ (جمع ساحران) ایک دو دن میں تو ہوگا نہیں لہٰذا تم مجھے تموز کے چالیس روز تک مہلت دو۔ تموز گرمی کا مہینہ ہے مطلب یہ کہ یہ جو گرمی کا چلہ ہے اس میں مجھے مہلت دو۔ تو میں سب کو جمع کرلوں اور پھر تمہارا مقابلہ ہو۔ سبحان اللہ ذرا دیکھئے کہ کس طرح مہلت طلب کر رہا ہے یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ۔

موسیٰ علیہ السلام کا جواب فرعون کو

گفت موسیٰ ایں مرا دستور نیست	بندہ ام امہال تو امور نیست
موسیٰ نے فرمایا اس کی مجھے اجازت نہیں ہے	میں (اللہ کا) غلام تجھے مہلت دینے کا حکم نہیں ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے اجازت نہیں ہے میں تو بندہ ہوں مجھ کو تجھے مہلت دینے کی اجازت نہیں ہے مطلب یہ کہ مجھے تو حکم ہے کہ تیرے سر پر ہر وقت مسلط رہوں لہٰذا میں تجھے مہلت نہیں دے سکتا۔

گر تو چیری و مرا خود یار نیست	بندہ فرمانم بدانم کار نیست
اگر چہ تو غالب ہے اور میرا کوئی دوست نہیں ہے	میں تو حکم کا غلام ہوں مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے

یعنی اگر تو غالب ہے اور میرا کوئی مددگار نہیں ہے تو میں تو بندۂ حکم ہوں مجھے اس (تنہائی اور اسیری) سے کام نہیں ہے مطلب یہ کہ اگر چہ تو بظاہر فوج و لشکر والا اور غالب ہے مگر مجھے کوئی خوف نہیں ہے میں تو بندۂ فرمان ہوں مجھے تجھ پر مسلط رہنے کا حکم ہوگیا ہے اب مجھے کیا میں تنہا ہوں تو کیا اور تو با جماعت ہے تو کیا۔

مے زنم با تو بجد تا زندہ ام	من چہ کارہ نصرتم من بندہ ام
جب تک میں زندہ ہوں تجھ سے طاقت سے بھڑوں گا	مجھے مدد کا کیا کرنا ہے؟ میں تو غلام ہوں

یعنی میں جب تک زندہ ہوں اس وقت تک تو کوشش سے تجھ میں لگا رہوں گا اور مجھے مدد وغیرہ سے کیا کام میں تو بندہ ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جو حضرت دے زہے قسمت نہ دیوے تو شکایت کیا　　سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

می زنم تا در رسد حکم خدا	کہ کند ہر خصم از خصمے جدا
جب تک اللہ کا حکم ہوگا میں مقابلہ کروں گا	وہی ہر لڑنے والے کو لڑائی سے جدا کرتا ہے

یعنی جب تک کہ حکم خدا پہنچے گا میں تیرے ساتھ لگا رہوں گا کہ وہ حکم ہر خصم کو دوسرے خصم سے جدا کر دیتا ہے مطلب یہ کہ حکم خداوندی ہر ایک کو الگ الگ کر دیتا ہے اور دو فریق میں وہی فیصلہ کرتا ہے تو جب تک کوئی حکم خداوندی نہ ہو اس وقت تک تو میں تم پر مسلط ہوں جب فرعون نے یہ سخت اور کورا جواب سنا تو عرض کرنے لگا کہ۔

فرعون کا موسیٰ علیہ السلام کو جواب دینا اور موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آنا

گفت نے نے مہلتم باید نہاد	عشوہ ہا کم دہ تو کم پیمائے باد
اس (فرعون) نے کہا نہیں مہلت مقرر کرنی چاہیے	تو فریب نہ دے فضول باتیں نہ بنا

یعنی فرعون بولا کہ نہیں نہیں مجھے مہلت ضرور دینی چاہیے ذرا دھوکہ کم دو اور فضول باتیں مت کرو۔ دیکھئے بس اس کی اسی قدر قدرت تھی کہ اب کس طرح الحاح سے مہلت مانگ رہا ہے۔ تف ہے جب اس نے الحاح کیا تو بس فوراً وحی آئی کہ

حق تعالیٰ وحی کردش در زماں	مہلتے دہ مرورا مہر اس ازاں
فوراً اللہ (تعالیٰ) نے ان کو وحی بھیجی	اس کو مہلت دیدے اس سے نہ گھبرا

یعنی حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم اس کو مہلت دیدو اور اس سے خوف مت کرو۔ یعنی اس سے مت ڈرو کہ وہ سامان کریگا بلکہ مہلت دیدو۔

ایں چہل روزش بدہ مہلت بطوع	تا سگالد مکرہا او نوع نوع
خوشی سے اس کو چالیس روز کی مہلت دیدے	تاکہ وہ قسم قسم کی مکاری سوچ لے

یعنی ان چالیس دن کو اس کو خوشی سے مہلت دیدو تاکہ وہ قسم قسم کے مکر سوچ لے اور ارشاد ہوا کہ۔

تا بکوشد او کہ نے من خفتہ ام	تیز رو گوئیش رہ بگرفتہ ام
تا کہ وہ کوشش کرلے کیونکہ میں بھی سوتو نہیں رہا ہوں	اس سے کہہ دے تیز چلنے میں نے بھی راستہ روک دیا ہے

یعنی تاکہ وہ کوشش کرے اس لئے کہ میں سوتو نہیں رہا ہوں اس سے کہہ دو کہ تیز چل اس لئے کہ میں نے

www.besturdubooks.wordpress.com

راستہ کا آ گا پکڑ رکھا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں سوتو نہیں گیا ہوں جو اس کے مکر چل جاویں گے میں نے اس کے مکروں کے راستے روک رکھے ہیں وہ جو تدبیر کریگا میں اس کو باطل کردوں گا تم بالکل بے فکر رہو اور مہلت دیدو اس لئے کہ۔

حیلہ ہاشاں را ہمہ برہم زنم	وانچہ افزایند من برکم زنم
ان کی سب تدبیروں کو درہم برہم کردوں گا	وہ جو کچھ بڑھائیں گے اس کو کمی پر بیچ دوں گا

یعنی ان کے تمام حیلوں کو میں مغلوب کردوں گا اور وہ جو کچھ ترقی کریں گے میں اس کو کمی پر ماردوں گا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں ان کی ایک نہ چلنے دوں گا تم بے فکر رہو۔

آب را آرند من آتش زنم	نوش خوش گیرند من ناخوش کنم
وہ پانی لائیں گے میں آگ لگا دوں گا	وہ اچھا شہد چکھیں گے میں اس کو بدمزہ کردوں گا

یعنی یہ پانی کو لاویں گے میں اس کو آگ بنادوں گا اور یہ نوش خوش اختیار کریں گے تو میں اس کو ناگوار کردوں گا غرض کہ ان کی سب تدبیر کو الٹ دوں گا۔

مہر پوندند من ویراں زنم	انچہ اندر وہم ناید آں کنم
وہ دوستیاں جوڑیں گے میں تباہ کردوں گا	جو خیال میں بھی نہ آئے میں وہ کروں گا

یعنی یہ تو محبت کو ملاویں گے اور میں ویران کردوں گا اور جو کہ وہم میں نہ آوے گا وہ کروں گا۔

تو مترس و مہلتش دہ دراز	گو سپہ گرد آر و صد حیلت بساز
تو نہ ڈر اور اس کو لمبی مہلت دے دے	کہدے لشکر جمع کرلے اور سو تدبیریں کرلے

یعنی تم ڈرومت اور اس کو خوب دراز مہلت دیدو اور کہہ دو کہ فوج جمع کرلے اور سو حیلے بنالے (مگر کچھ نہیں کرسکتا) اس کو سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خوشی اور دلیری کی کیا انتہا تھی وہ تو پھولے نہ سماتے تھے بس انہوں نے فوراً مہلت دیدی۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اس پر فرعون نے کہا کہ یہ تیری غلطی ہے جو کہتا ہے کہ میں غالب ہوں گا اس لئے کہ دفاتر میرے قبضہ میں ہیں رجسٹر اور عدالتیں اور حکومت میری ہیں مجھے لوگوں نے یہ کہہ کر منتخب کرلیا ہے کہ اے فرعون تو سب سے زیادہ عاقل ہے اس کے برخلاف تیری حالت یہ ہے کہ تو جاہ مال کے لحاظ سے معمولی ہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور عقل کی یہ حالت ہے کہ تو خود ہی اپنے کو انتخاب کرتا ہے اور کوئی تیرا ساتھ نہیں دیتا ایسی حالت

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تیرا مجھے اپنے اتباع کی دعوت دینا محض بے ہودہ ہے پس جا اور اپنے او پر یعنی محقر سمجھ پر اور اس لکڑی پر جو تیرے پاس ہے مغرور مت ہو ورنہ میں زمانہ کے مشہور جادوگروں کو بلاتا ہوں اور تیری جہالت اہل شہر کو دکھلاتا ہوں لیکن یہ کام ایک دو دن کا نہیں بلکہ گرمیوں میں چالیس دن کی مہلت دے تاکہ میں تیرے مقابلہ کے لئے تیار ہو جاؤں موسےٰ علیہ السلام نے کہا کہ مجھے ہنوز کوئی جدید حکم نہیں ملا اور تجھ کو تہیہ کی فرصت دینے کا امر میرے پاس نہیں آیا لہذا میں مجبور ہوں کیونکہ محض بندہ ہوں مجھے اپنی طرف سے کوئی کام کرنے کا مجاز نہیں ہے مانا کہ تو غالب ہے اور میرا کوئی یار و مددگار نہیں مگر مجھے اس سے کچھ سروکار نہیں میں تابع فرمان ہوں جو مجھے حکم ہوا ہے اس کی تعمیل کروں گا فتح و شکست کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جب تک میرے دم میں دم ہے پوری کوشش سے تیرا مقابلہ کروں گا۔ میں تو بندہ ہوں لہذا فتح و نصرت کا کوئی استحقاق نہیں رکھتا میں تجھ سے اس وقت تک مقابلہ کرتا رہوں گا جب تک کہ خدا میرے اور تیرے درمیان فیصلہ نہ کردے کیونکہ صرف وہ ہی ہے جو ایک دشمن کو دوسرے دشمن سے علیحدہ کرتا ہے اور ان کے درمیان فیصلہ کرتا ہے۔ فرعون نے کہا نہیں نہیں مجھے مہلت ضرور دینی چاہئے اور فریب اور فضول گوئی سے کام نہ لینا چاہئے۔ اس پر حق سبحانہ نے موسےٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اس کو کافی مہلت دیدی جائے اور کچھ اندیشہ نہ کیا جاوے یہ چالیس دن کی مہلت بخوشی منظور کرلی جاوے تاکہ یہ اپنے دل کے حوصلے نکال لے اور انواع و اقسام کے مکر سوچ لے اور پوری کوشش کرلے۔ کیونکہ ہم کچھ سوتے نہیں ہیں اس سے کہو کہ تو خوب تیز دوڑ اور اپنی پوری قوت صرف کردے ہم نے راستہ روک رکھا ہے اور ہم اسے چلنے نہ دینگے میں ان کی تدابیر کو درہم برہم کردوں گا اور جتنی زیادتی کریں گے میں اس کو اتنا ہی کم کردوں گا یہ پانی لائیں گے میں اسے آگ بنادوں گا یہ عمدہ غذائیں کھائیں گے میں اس کو ناپسندیدہ کردوں گا۔ یہ آپس میں محبت کریں گے میں اسے برباد کردوں گا غرض یہ جو تدبیر کریں گے میں اس کا توڑ کروں گا لہذا تم کچھ خوف نہ کرو اور یہ جو لمبی مہلت مانگتا ہے تم منظور کرلو اور کہہ دو کہ تو اپنی پوری فوج جمع کرلے اور ہر ممکن تدبیر کو کام میں لا۔ ان شاء اللہ اس کا نتیجہ تجھے بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو مہلت دیدینا تاکہ وہ ساحروں کو جمع کرلے

گفت امر آمد برو مہلت ترا	من بجائے خود شدم رستی ہلا
فرمایا حکم آ گیا جا تجھے مہلت ہے	میں اپنی جگہ جاتا ہوں آگاہ تو چھوٹ گیا

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا تجھے مہلت ہے میں اپنی جگہ جاتا ہوں اور تو چھوٹ گیا مطلب یہ کہ خیر

www.besturdubooks.wordpress.com

جا حکم ہو گیا ہے اور مہلت مل گئی ہے ورنہ میں تو تجھ پر مسلط ہو ہی گیا تھا مگر اس مہلت کے حکم سے تیری رہائی ہو گئی کچھ اور روز مزے اڑا لے۔

او ہمی شد اژدہا اندر عقب	چوں سگ صیاد دانا و محب
وہ جا رہے تھے اژدہا پیچھے پیچھے (تھا)	سمجھدار اور محبت کرنے والے شکاری کے کتے کی طرح

یعنی وہ چلے اور اژدہا صیاد کے کتے کی طرح جو کہ دانا اور محب تھا ان کے پیچھے ہو لیا۔

چوں سگ صیاد جنباں کردہ دم	سنگ را می کرد ریگ او زیر سم
شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا	پاؤں کے نیچے پتھر کو ریت بناتا ہوا

یعنی شکاری کے کتے کی طرح دم ہلاتا ہوا پتھروں کو سم کے نیچے ریتہ کرتا ہوا (چل دیا)

سنگ و آہن رابدم درمی کشید	خرد می خائید آہن را پدید
پتھر اور لوہے کو سانس سے اندر کھینچتا تھا	لوہے کو نمایاں طور پر باریک چبا جاتا تھا

یعنی لوہے اور پتھر کو سانس سے کھینچ رہا تھا یعنی لوہے کو ریزہ ریزہ کر کے کھلم کھلا چبا تا تھا۔

در ہوا می کرد خود بالای برج	کہ ہزیمت می شداز وے روم وگرج
فضا میں اپنے آپ کو برج سے اونچا کرتا تھا	کہ اس سے روم اور گرج (کے باشندے) بھاگتے تھے

یعنی وہ اژدہا ہوا میں سر برج کے اوپر کر لیتا تھا کہ اس سے رومی اور گرجی بھی ہزیمت میں آتے تھے مطلب یہ کہ جب وہ منہ کھولتا تھا تو اس کا منہ برج پر پہنچتا تھا اور بڑے بڑے دلاور اس کے خوف سے بھاگتے تھے۔

کفک می انداخت چوں اشتر زکام	قطرہ زاں بر ہر کہ می زد شد جذام
منہ سے اونٹ کی طرح جھاگ پھینکتا تھا	جس پر اس کا ایک قطرہ گرا اس کو کوڑھ ہو گیا

یعنی وہ اونٹ کی طرح منہ سے جھاگ ڈال رہا تھا اس میں سے ایک قطرہ جس پر پڑ جاتا تھا اس کو جذام ہو جاتا تھا یعنی اس قدر زہریلا تھا نعوذ باللہ۔

ژغوغ دندان اودل می شکست	جان شیراں سیہ می شد زدست
اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ دل پھاڑ رہی تھی	کالے شیروں کی جان ہاتھ سے نکلی جاتی تھی

یعنی اس کے دانتوں کی کڑکڑاہٹ سے دل ٹوٹا جاتا تھا اور شیران سیہ کی جان ہاتھ سے جاتی تھی یہاں تک اس اژدہا کی حالت کو بیان فرما کر آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں بقوم خود رسید آں مجتبیٰ	شدق او بگرفت و باز شد عصا
جب وہ برگزیدہ اپنی قوم میں پہنچے	اس کی باچھ پکڑی وہ پھر لاٹھی بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ برگزیدۂ (حق) جب اپنی قوم میں پہنچے تو اس کی باچھ پکڑلی وہ پھر عصا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس عصا کی یہ حالت کہ وہ اژدھا رہا اس وقت تک ہی رہی جب تک کہ موسیٰ علیہ السلام فرعونیوں میں رہے مگر جب اپنی قوم میں گئے تو اس کو پکڑ لیا وہ پھر عصا ہو گیا۔

تکیہ روے کرد و می گفت اے عجب	پیش ما خورشید و پیش خصم شب
انہوں نے اس پر ٹیک لگائی اور کہہ رہے تھے تعجب ہے	(یہ معجزہ) ہمارے لئے سورج اور دشمن کے لئے رات ہے

یعنی اس پر سہارا لگا کر فرمایا کہ تعجب ہے کہ یہ خورشید ہے اور مقابل کی رات ہے مطلب یہ کہ فرمانے لگے کہ دیکھو ہمارے نزدیک تو یہ بالکل صاف ہے کہ یہ معجزات ہیں اور حق تعالیٰ ایک ہیں مگر فرعون نہیں سمجھتا اس کے سامنے سب پوشیدہ ہے اور فرمانے لگے کہ۔

اے عجب چوں می نہ بیند ایں سپاہ	عالمے پر آفتاب چاشتگاہ
تعجب ہے یہ لشکر کیوں نہیں دیکھتا ہے	دنیا کو جو چاشت کے وقت کے سورج سے بھری ہوئی ہے

یعنی بہت تعجب کی بات ہے کہ یہ سپاہ کس طرح ایک عالم پر آفتاب چاشتگاہ کو دیکھتی نہیں عالم پر آفتاب سے مراد نبوت ہے مطلب یہ کہ دیکھو نبوت کا عالم پر آفتاب اس قدر چمک رہا ہے مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو دکھائی نہیں دیتا حالانکہ۔

چشم باز و گوش باز و ایں ذکا	خیرہ ام در چشم بندی خدا
آنکھیں کھلی ہیں اور کان کھلے ہیں اور یہ ذہانت	میں اللہ (تعالیٰ) کی چشم بندی پر حیران ہوں

یعنی آنکھ کھلی ہوئی کان کھلے ہوئے اور یہ ذکاوت۔ تو میں حق تعالیٰ کی اس چشم بندی میں متحیر ہوں مطلب یہ کہ دیکھو آنکھ اور کان سب کھلے ہوئے اور اس قدر عاقل اور ذکی ہیں مگر دیکھو تو حق تعالیٰ نے چشم بصیرت کو کس طرح بند کر دیا ہے کہ دکھائی ہی نہیں دیتا۔

من ز ایشان خیرہ ایشان ہم ز من	از بہارے خار ایشاں من سمن
میں ان سے حیران ہوں وہ بھی مجھ سے (حیران ہیں)	(خدا کی) بہار سے وہ کانٹے ہیں میں پھول (ہوں)

یعنی میں ان سے حیران ہوں اور وہ مجھ سے بھی حیران ہیں ایک ہی بہار سے ہیں وہ خار ہیں میں سمن ہوں مطلب یہ کہ میں تو ان سے حیرت میں ہوں کہ وہ آفتاب نبوت کو کیوں نہیں دیکھتے اور وہ اس وجہ سے متحیر ہیں کہ میں ایسی باتیں کیوں کرتا ہوں حالانکہ دونوں ایک بہار سے ہیں مگر وہ خار ہو گئے ہیں اور میں چنبیلی ہوں۔

پیش شاں بردم بسے جام رحیق	سنگ شد آبش بہ پیش آن فریق
میں ان کے سامنے صاف شراب کے بہت سے جام لے گیا	اس فریق کے سامنے اس کا پانی پتھر بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں ان کے آگے بہت مرتبہ جام شراب لے گیا مگر وہ اس فریق کے سامنے پتھر بن گیا یعنی جب ان کے پاس ہدایت کا جام لے گیا انہوں نے اس کو قبول نہ کیا تو وہ ان کے اعتبار سے جام ضلالت ہو گیا۔

دستۂ گل بستم و بردم بہ پیش	ہر گلے چون خار گشت و نوش نیش
میں نے پھولوں کا گلدستہ بنایا اور سامنے لے گیا	ہر پھول کانٹا بن گیا اور شہد ڈنک (بن گیا)

یعنی ایک گلدستہ لگا کر ان کے سامنے لے گیا تو ہر پھول تو خار ہو گیا اور ہر نوش نیش ہو گیا مطلب یہ کہ ان کے حق میں سب مضر ہوا اس لئے کہ اس سے ان کا عناد اور زیادہ ہی ہوتا چلا گیا۔ کمی نہ ہوئی اس لئے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب موسیٰ کو حق سبحانہ نے فرعون کو مہلت دینے کے متعلق ہدایت فرمادی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مجھے مہلت دینے کی اجازت ہو گئی ہے اب میں تجھے مہلت دیتا ہوں پس میں اپنے مقام پر جاتا ہوں اور تو بھی کچھ دنوں کے لئے اس کشاکشی سے چھوٹ گیا۔ یہ فرما کر آپ روانہ ہو گئے آپ آگے آگے جا رہے تھے اور آپ کا اژدھا یوں دانائی اور محبت سے چل رہا تھا جیسے شکاری کتا جاتا ہو۔ شکاری کتے کی طرح دم ہلاتا جاتا تھا اور اپنی قوت اور بوجھ سے پتھروں کو چور چور کرتا جاتا تھا۔ پتھر اور لوہے تک کو سانس سے کھینچ لیتا تھا اور لوہے کو چبا کر ریزہ ریزہ کر دیتا تھا۔ اور عالیشان عمارتوں سے اونچے یوں سر اٹھائے ہوئے تھا کہ رومی اور کرجی جیسے بہادر لوگ اس سے خوف کھا کر بھاگتے تھے جس طرح غصہ کی حالت میں شیروں کے منہ سے کف جاری ہوتا ہے یوں وہ کف اڑا رہا تھا اور وہ اس قدر زہریلا اور تیز تھا کہ جس پر گرتا تھا فوراً جذام ہو جاتا تھا اس کے دانت پیسنے کی آواز سے دل پھٹے جاتے تھے اور کالے شیروں کی جانیں قابو سے نکلی جاتی تھیں۔ غرض کہ موسیٰ علیہ السلام اس شان سے اپنے مکان پر جا رہے تھے جبکہ وہ اپنے لوگوں میں پہنچ گئے تو انہوں نے اس کا جبڑا پکڑا اور پھر وہ لاٹھی بن گیا۔ وہ اس پر تکیہ لگائے ہوئے اس کی پہلی حالت کو یاد کر کے تعجب سے فرمانے لگے کہ دیکھو کیسی خدا کی قدرت ہے کہ ایک شے (یعنی معجزہ) جو ہمارے لئے آفتاب کی طرح روشن ہے وہ مخالف (فرعون) کے نزدیک رات کی طرح تاریک ہے اور ہم مومنین کے لئے تو یہ معجزہ حقانیت نبوت کو یوں ہی واضح دکھلاتا ہے جس طرح آفتاب ظاہری دیگر اشیاء کو لیکن فرعون اور اس کے ہمراہیوں کے لئے وہ اس کو یوں مخفی کرتا ہے جس طرح رات اشیاء کو۔ اور بڑی حسرت کی بات ہے کہ یہ سیاہ فرعونی اس عالم نبوت وغیرہ کو کیوں نہیں دیکھتی جس میں ایسا واضح معجزہ موجود ہے۔ جو اپنی وضاحت میں آفتاب نیمروز کی مثل ہے میں حق سبحانہ تعالیٰ کی نظر بندی اور قدرت عجیبہ سے نہایت حیران ہوں کہ آنکھیں کھلی ہوئی ہیں کان بھی کھلے ہوئے ہیں اور اس درجہ ذکاوت و ذہانت بھی موجود

www.besturdubooks.wordpress.com

20

ہے پھر بھی یہ لوگ نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں۔ میں ان کو دیکھ کر حیران ہوں جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے اور وہ مجھے دیکھ کر حیران ہیں کہ یہ ایک معمولی آدمی اور اتنی بڑی سلطنت قاہرہ سے ٹکراتا ہے اسے ہو کیا گیا۔ ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ بہار ایک ہے اور مفیض حقیقی یعنی حق سبحانہ واحد ہیں مگر آثار مختلف کہ ان کو خار بنایا اور مجھے سمن، تیز ایک تعجب کی بات یہ ہے کہ میں بہت مرتبہ جام شراب ہدایت لے کر گیا مگر اس فریق کے پاس جا کر وہ بجائے پانی کے پتھر اور بجائے ہدایت کے ضلالت ہو گیا میں ان کے پاس گلدستہ نصائح لے کر گیا لیکن وہاں جا کر ہر گل نصیحت خار شبہ بن گیا اور غذائے شیریں نیش عقرب وغیرہ کی طرح ناخوشگوار بن گئی۔

شرح شبّیری

آن نصیب جان بے خویشان بود	چونکہ باخویشند پیدا کے شود
وہ جام بے خودوں کی جان کا حصہ ہوتا ہے	چونکہ وہ خودی میں ہیں وہ کب ظاہر ہوتا ہے؟

یعنی وہ تو بے خودوں کی جان کو نصیب ہوتا ہے تو چونکہ وہ باخود ہیں ان پر کب ظاہر ہو سکتا ہے۔

خفتہ بیدار باید پیش ما	تا بہ بیداری بہ بیند خوابہا
ہمارے آگے ایک سویا ہوا بیدار ہونا چاہیے	تاکہ وہ خوابوں کو بیداری میں دیکھ لے

یعنی ہمارے آگے ایک خفتہ بیدار کی ضرورت ہے جو کہ بیداری میں بہت سے خواب دیکھے مطلب یہ کہ ایسے شخص کی ضرورت ہے جو کہ اس دنیا کے اعتبار سے تو خفتہ ہو مگر حق تعالیٰ کی جانب سے بیدار ہو تو وہ بیداری میں بھی تجلیات و انوار حق کے خواب دیکھے گا تو چونکہ یہ لوگ ایسے نہ تھے لہٰذا ان کو یہ بات نصیب نہ ہوئی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دشمن این خواب خوش شد فکر حق	تانخسپد فکرتش بستہ است حلق
لوگوں کا فکر (دنیوی) اس اچھی خواب کا دشمن بن گیا	جب تک کہ اس کا فکر نہ سو جائے، حلق بند ہے

یعنی فکر خلق اس خواب خوش کی دشمن ہو گئی ہے اور جب تک یہ فکر نہ سو دے گی جب تک حلق بندھا ہوا رہے گا مطلب یہ کہ مخلوق کا فکر اس خواب کی دشمن ہے جس میں کہ اس طرف سے خواب ہو اور حق تعالیٰ کی طرف سے بیداری ہو تو جب تک کہ یہ فکر اور یہ تدابیر جو اس کے دشمن ہیں زائل نہ ہوں گی یاد رکھو کہ اس وقت تک حلق بندھا ہوا ہے اور انوار تجلیات کے حصول سے مانع ہے آگے اس فکر کے ازالہ کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

حیرتے باید کہ روبد فکر را	خوردہ حیرت فکر را و ذکر را
حیرت درکار ہے، تاکہ فکر کا صفایا کردے	حیرت نے فکر اور ذکر کو نگل لیا ہے

یعنی ایک حیرت کی ضرورت ہے جو کہ اس فکر کو صاف کر دے اور وہ حیرت فکر اور ذکر سب کو کھا جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

حیرت سے مراد تواتر تجلیات مطلب یہ کہ تواتر تجلیات سے جو حالت ہوتی ہے اس کی ضرورت ہے کہ وہ اس فکر کو محو اور زائل کر دیتی ہے بس جب وہ حیرت حاصل ہو جاوے گی تو یہ فکر معاش اور فکر دنیا زائل ہو جاوے گی اور اس کے زائل ہوتے ہی وہ خواب خواب خوش نصیب ہو جاوے گی آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں اور اس کی ایک عجیب وغریب دلیل بیان فرمائیں گے سنئے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ کامل تر بود او در ہنر	او بمعنی پس بصورت بیشتر
جو (دنیا کے) ہنر میں زیادہ کامل ہوتا ہے	وہ حقیقتاً پیچھے بظاہر آگے ہے

یعنی جو شخص کہ ہنر (دنیا) میں زیادہ کامل ہوگا وہ معنیً تو پیچھے ہوگا صرف صورت میں آگے ہوگا مطلب تو یہ ہے کہ جو شخص کہ دنیاوی امور میں کامل ہوگا وہ صورتاً تو آگے ہے اور سب سے بڑھا ہوا ہے مگر معنیً جس قدر کامل ہے اسی قدر پیچھے ہے اور اس کو حقیقت پیش روی حاصل نہیں ہے۔ یہ تو دعویٰ ہے آگے اس کے دلیل ایک عجیب فرماتے ہیں جس کا حاصل اول سمجھ لو اس کے بعد سہل ہو جاوے گا فرماتے ہیں کہ دیکھو قاعدہ ہے کہ جب گلہ بکریوں وغیرہ کا چلتا ہے تو بعض اس میں سے آگے ہوتی ہیں اور بعض پیچھے لیکن اگر چلتے چلتے سب یکدم سے اسی طرح لوٹنے لگیں کہ سب رہیں تو اپنی اپنی جگہ پر مگر منہ پھیر لیں تو جو سب سے آگے ہے اب وہ تو پیچھے ہو جاوے گی اور جو سب سے پیچھے تھی وہ سب سے آگے ہوگی جب یہ سمجھ میں آ گیا تو اب سمجھو کہ قرآن شریف میں ہے کہ کل الینا راجعون سب ہماری طرف لوٹیں گے اور دنیا میں اس وقت سب چل رہے ہیں تو بس جب لوٹنے کا وقت یعنی قیامت ہوگی تو اس دنیا کی روش میں جو سب سے آگے تھا وہ اس قاعدہ کے موافق سب سے پیچھے ہوگا اور جو پیچھے ہیں یعنی غریب لوگ وہ سب سے آگے ہو جاویں گے تو دیکھ لو تو جو اس دنیا میں کامل اور آگے ہے وہ قیامت میں سب سے ناقص اور پیچھے ہوگا سبحان اللہ عجیب دلیل ہے اب اشعار سے سمجھ لو فرماتے ہیں کہ۔

راجعون گفت و رجوع انیستان بود	کہ گلہ واگردد و خانہ رود
اللہ تعالیٰ نے واپس ہونے والے کو فرمایا اور واپس ہونا یہ ہوتا ہے	کہ ریوڑ واپس ہو اور گھر جائے

یعنی حق تعالیٰ نے کل الینا راجعون فرمایا ہے اور رجوع اس طرح ہوا کرتا ہے کہ گلہ واپس ہو اور گھر کو جاوے۔

چونکہ واگردید گلہ از ورود	پس فتد آن بز کہ پیش آہنگ بود
جب ریوڑ گھاٹ سے واپس لوٹتا ہے	(تو) وہ جانور پیچھے رہتا ہے جو آگے چلنے والا تھا

یعنی جب وہ گلہ گھاٹ سے واپس ہوا تو وہ بکری تو پیچھے ہوگئی جو کہ سب سے آگے تھی۔

پیش افتد آن بز لنگ پسین	اضحک الرجعی وجوہ العابسین
پچھلی لنگڑی بکری آگے ہو جاتی ہے	واپسی نے منہ بنائے ہوئے لوگوں کے چہروں کو ہنسا دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ لنگڑی پچھلی بکری آگے ہو جاوے گی تو اس رجعت نے عاسین کے منہ کو بھی ہنسا دیا مطلب یہ کہ جب اس طرح ایک دم سے انقلاب ہو گیا کہ اگلی پچھلی اور پچھلی اگلی ہو گئی تو جو لوگ کبھی ہنستے نہ تھے ان کو بھی ہنسی آ گئی کہ عجب دل لگی ہے تو اسی طرح جو لوگ کہ اس دنیا میں آگے بڑھے ہوئے ہیں اور خوب کامل ہیں وہ قیامت میں پیچھے ہوں گے اور جو آدمی غریب ناقص ہیں وہ سب سے آگے ہوں گے۔ اللھم احشرنی فی زمرۃ المساکین آگے فرماتے ہیں کہ

از گزافہ کے شدند این قوم لنگ	فخر را دادند و بخرید ند ننگ
یہ قوم خواہ مخواہ لنگڑی کب ہوئی ہے	انہوں نے فخر کو دیدیا ہے اور ذلت کو خریدا ہے

یعنی یہ لوگ بے ہودگی کی وجہ سے کب لنگڑے ہوئے ہیں (بلکہ) انہوں نے فخر دیدیا ہے اور ننگ کو خرید لیا ہے یعنی یہ لوگ جو تم کو دنیاوی امور میں ایسے معلوم ہوتے ہیں تو یہ نہیں کہ یہ کچھ کر نہیں سکتے بلکہ خود ہی انہوں نے ایسی حالت بنا رکھی ہے تا کہ وہاں جا کر سب سے آگے چلیں۔

پا شکستہ می روند ایشان بحج	از حرج راہیست پنہان تا فرج
وہ حج کو شکستہ پا جاتے ہیں	تنگی سے کشادگی کی طرف چھپا ہوا راستہ ہے

یعنی یہ حضرات پا شکستہ (کعبہ بمقصود حقیقی کے) حج کو جا رہے ہیں اور تکالیف سے ایک راہ پوشیدہ کشادگی تک ہے حرج سے مراد مجاہدہ ہے مطلب یہ کہ یہ حضرات جو مجاہدہ و ریاضت کرتے ہیں تو اس سے ایک راہ ہے جو کہ اندر ہی اندر عالم غیب تک چلی گئی ہے بس یہ اس راہ پر ہو لئے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ۔

دل ز دانشہا بشستند این فریق	زانکہ این دانش نداند این طریق
اس فریق نے دل سے عقلوں کو دھو ڈالا ہے	کیونکہ یہ عقل اس راستہ کو نہیں جانتی ہے

یعنی اس فریق نے دل کو علوم (ظاہری) سے دھو ڈالا ہے اس لئے کہ یہ علوم (ظاہری) اس راستہ (پوشیدہ) کو نہیں جانتے لہذا یہ حضرات ان علوم کو قلب سے محو کر دیتے ہیں محو کر دینے سے مراد یہ ہے کہ ان کا اثر نہیں رہتا کہ یہ سمجھیں کہ ہم کو یہ علم حاصل ہے اور حاصل ہے بلکہ دعویٰ بالکل جاتا رہتا ہے ہاں وہ علوم باقی رہتے ہیں مثلاً ایک شخص نے ہدایہ پڑھا تھا تو اس کے محو کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ہدایہ تو اس کو یاد رہے مگر اس امر کو بھول جاوے کہ مجھے ہدایہ آتا ہے بس ان کے اندر دعویٰ اور عجب اور تکبر نام کو نہیں ہوتا۔

دانشے باید کہ اصلش زان سرست	زانکہ ہر فرعے باصلش رہبرست
وہ عقل چاہیے جس کی اصل اس جانب کی ہے	کیونکہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف راہنما ہے

یعنی اس علم کی ضرورت ہے جس کی اصل اس طرف سے ہو اس لئے کہ ہر فرع اپنی اصل کی طرف

www.besturdubooks.wordpress.com

رہبر ہوتی ہے تو جب یہ علم اس علم حق کی فرع ہوگا تو یہ اس تک پہنچا دے گا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ہر فرع اپنے اصل کی طرف پہنچایا کرتی ہیں۔

ہر پرے برعرض دریا کے پرد	تالدن علم لدنی مے برد
ہر بازو دریا کی چوڑائی تک کب پرواز کرسکتا ہے	(اللہ کے) قرب تک علم لدنی لے جاتا ہے

یعنی عرض دریا پر ہر پر کب اڑسکتا ہے قرب حق تک تو علم لدنی ہی لے جاتا ہے پر سے مراد علم ہے مقصود یہ کہ ہر علم تو حق تعالیٰ تک نہیں پہنچا سکتا بلکہ اس کے قرب تک تو علم لدنی ہی پہنچاتا ہے اس لئے کہ اس کی اصل اسی طرف سے ہے ورنہ اور کوئی تو وہاں تک کیا ہی پہنچ سکتا ہے خوب کہا ہے۔

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست　　اینجا جز این کہ جان بسپارند چارہ نیست

تو جب یہ علوم ظاہری موصل الی الحق نہیں ہیں یعنی ان میں انہماک موصل نہیں ہے یوں واسطہ ہونے کے درجہ میں تو موصل ہیں ہی مگر مقصود نہیں ہیں لہذا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس چرا علمے بیاموزی بمرد	کش بباید سینہ راازان پاک کرد
تو کسی مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتا ہے	کہ اس سے اس کو سینہ پاک کر لینا چاہیے

یعنی پس مرد کو ایسا علم کیوں سکھاتے ہو کہ اس سے اس کو سینہ پاک کرنا پڑے مطلب یہ کہ جب یہ علوم ظاہری ایسے ہیں کہ ان سے سینہ کو پاک کرنا پڑتا ہے تو پھر اپنی اولاد کو کیوں سکھاتے ہو یہاں سے وہ لوگ جو کہ اپنی اولاد کو علم معاش میں منہمک کئے ہوئے ہیں سبق حاصل کریں کہ مولانا جب ان علوم ظاہری کو جو کہ وسیلہ ہیں وصول کا منع فرمارہے ہیں تو وہ علوم جو کہ اس سے حجاب ہیں مولانا کے نزدیک سب پسندیدہ اور لائق درس کے ہو سکتے ہیں ظاہر ہے کہ وہ یقیناً واجب الترک ہوں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

پس مجو پیشی ازیں سر لنگ باش	وقت واگشتن تو پیش آہنگ باش
تو اس طرف کی پیش روی نہ چاہ لنگڑا بن جا	واپسی کے وقت تو پیشرو بن

یعنی پس اس طرف کی پیشی مت تلاش کرو (بلکہ) لنگڑے رہو اور لوٹنے کے وقت سب سے آگے رہنا جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس دنیا میں اپنے کو ذلیل وخوار رکھو تو اس عالم میں تم کو عزت حاصل ہوگی فرماتے ہیں کہ۔

آخرون السابقون باش اے ظریف	برشجر سابق بود میوہ لطیف
اے خوش مزاج آخر میں آنے والوں اور بڑھ جانے والوں (میں سے) بن جا	عمدہ میوہ درخت سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

یعنی اے ساتھی نحن آخرون السابقون (کے مصداق) رہو اور شجر پر (مقصودا) میوۂ لطیف سابق ہوا کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ میوہ آخر آید در وجود	اول ست او زانکہ او مقصود بود
اگرچہ پھل وجود میں آخر میں آتا ہے	لیکن چونکہ وہ مقصود تھا لہذا وہ پہلے ہے

یعنی میوہ اگرچہ وجوداً آخر میں آیا ہے (مگر) وہ اول ہے اس لئے کہ مقصود وہی تھا تو اسی طرح اگر تم یہاں مسبوق بھی رہو گے تو کیا ہے وہ سابقیت مقصودی اس عالم کی تم کو ہو حاصل ہو جاوے گی اور وہاں تم ہی اول رہو گے۔

چوں ملائک گوئے لاعلم لنا	تا بگیرد دست تو علمتنا
تو فرشتوں کی طرح کہہ دے "ہمارے لئے علم نہیں ہے"	تاکہ "تو نے ہمیں" تیری دستگیری کرے

یعنی تو ملائکہ کی طرح لاعلم لنا کہے تا کہ تیرا ہاتھ علمتنا پکڑ لے مطلب یہ کہ دیکھو جب ملائکہ نے اپنا عجز لاعلم لنا سے ظاہر کر دیا تو فوراً حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ انبئہم باسمائہم تو اگر تم بھی اسی طرح عجز ظاہر کر دو گے تو پھر تم کو علم لدنی اور علم وہبی عطا ہو جاوے گا۔

گر درین مکتب ندانی تو ہجا	ہمچو احمد پری از نور حجی
اگر تو اس مکتب میں ہجے نہیں جانتا ہے	تو عقل کے نور سے (حضرت) احمد کی طرح پرواز کریگا

پس اگر تو اس مکتب (دنیا) میں ہجا بھی نہ جانے گا تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نور عقل سے اڑو گے مطلب یہ کہ جس طرح کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب علوم حاصل تھے اسی طرح تم کو بھی اگر اس دنیا میں علوم ظاہر حاصل نہ ہوں گے تو کیا حرج ہے اس لئے کہ تم کو بس اسی طرح علم لدنی حاصل ہو جاوے گا ہاں اتنا ضرور ہے کہ شہرت نہ ہوگی تو اس کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

گر نہ باشی نامدار اندر بلاد	گم نۂ واللہ اعلم بالعباد
اگر تو شہروں میں مشہور نہیں ہو گا	تو کھویا ہوا نہیں ہے اور خدا بھلائی کو خوب جانتا ہے

یعنی اگر تم شہروں میں نامدار نہ ہو گے تو (حق تعالیٰ سے تو) گم نہیں ہو اس لئے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کو خوب جانتا ہے تو جب وہ جانتے ہیں پھر کیا غم ہے چاہے ساری دنیا نہ جانے۔

یا الٰہی تو نہ چھوٹے تیرا چھٹنا ہے غضب یوں ہی راضی ہوں مجھے چاہے زمانہ چھوڑ دے

آگے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

اندران ویرانہ کان معروف نیست	از برائے حفظ گنجینہ زریست
اس ویرانہ میں جو مشہور نہیں ہے	حفاظت کیلئے سونے کا خزانہ ہے

یعنی اس ویرانہ میں جو کہ مشہور نہیں ہے حفاظت کے لئے خزانہ زر ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

موضع معروف کے بنہند گنج	زین قبل آمد فرج در زیر رنج
مشہور جگہ خزانہ کب رکھتے ہیں	اسی طرح یہ ہے کہ کشادگی رنج کے نیچے ہے

یعنی خزانہ مشہور جگہ میں کب رکھتے ہیں اسی قبیل سے کشادگی تکلیف کے تحت میں ہے مطلب یہ کہ دیکھو لوگ خزانہ کو غیر معروف جگہ میں رکھا کرتے ہیں تا کہ کسی کو اطلاع نہ ہو۔ تو اسی طرح تمہارے اندر جو خزانہ بھرے ہوئے ہیں وہ اس مجاہدہ وریاضت کے ویرانہ میں دبے ہوئے ہیں لہذا تم شہرت اور ناموری کی کبھی خواہش مت کرو بلکہ ہمیشہ اپنے کو مٹانے میں لگے رہو کہ اس سے مقصود حقیقی تک پہنچ جاؤ گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

خاطر آرد بس شکال اینجا ولیک	بگسلد اشکال را استور نیک
دل اس جگہ بہت اشکالات پیش کرتا ہے لیکن	عمدہ گھوڑا پچھاڑی کو توڑ ڈالتا ہے

یعنی دل اس جگہ بہت سے اشکال لاتا ہے مگر اس کو اچھا آدمی خود توڑ دیتا ہے یہاں مولانا نے نہ اشکال بیان کیا ہے اور نہ جواب دیا ہے مگر سیاق وسباق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اشکال یہ ہے کہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ شہرت کو حاصل مت کرو حالانکہ بہت بزرگ مشہور ہوئے ہیں اور خود اپنے ہی افعال سے مشہور ہوئے ہیں مثلاً تصانیف سے ارشادات سے تو ان کو کیا کہا جاوے گا جواب یہ ہے کہ انہوں نے شہرت کا قصد نہیں کیا بلکہ شہرت خود بخود ہوگئی اور یہ مضر نہیں ہے بلکہ مضر یہ ہے کہ شہرت کا قصد کیا جاوے اور یہاں یہ ہے نہیں۔ فلا اشکال اصلاً فافہم۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہست عشقش آتشے اشکال سوز	ہر خیالے رابر و بد نور روز
اس کا عشق اشکالات کو پھونکنے والی آگ ہے	دن کی روشنی ہر وہم کو صاف کر دیتی ہے

یعنی عشق حق تمام اشکالوں کو جلا دینے والا ہے اور دن کی روشنی ہر خیال کو لے جاتی ہے مطلب یہ کہ سب اشکال اسی روز تک پڑ رہے ہیں جب تک کہ عشق اور محبت حق دل میں جاگزین نہیں ہے اور جب وہ دل میں جم جاوے گی تو سارے اشکال سوختہ ہو جائیں گے تو بس عشق حق پیدا کرو۔

کہ اس سے سارے اشکال اس طرح جاتے رہیں گے جیسے کہ دن کی روشنی سے سارے خیالات کاذبہ زائل ہو جاتے ہیں کہ رات کو تمام شبہات وخیالات میں انسان مبتلا ہوتا ہے مگر دن ہوتے ہی سب زائل اسی طرح عشق حق بھی سب اشکالوں کو زائل کر دے گا۔

ہم ز آنسو جو جواب ای مرتضی	کاین سوال آمد ازان سو مرترا
اے برگزیدہ! اس ہی جانب سے جواب تلاش کر	کیونکہ یہ سوال ادھر ہی سے تیرے پاس آیا ہے

یعنی اے مرتضی اب اسی طرف سے جواب کو بھی تلاش کرو اس لئے کہ یہ سوال بھی تم کو اسی طرف سے آیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گوشۂ بے گوشۂ دل شہ رہی ست	تا بلا شرقی و لا غرب از مہی ست
دل کی بے گوشہ خلوت گاہ ایک عظیم شاہراہ ہے	"نہ شرقی نہ غربی" کی روشنی ایک عظیم چاند کی (جانب) سے ہے

یعنی بے گوشۂ دل کا گوشہ لاشرقی سے لاغربی تک ایک شاہ راہ ہے ایک برتر کی طرف سے۔ دل کے بے گوشہ ہونے سے مراد دل کا لامکانی ہونا اور پھر اس کے گوشہ سے مراد خلوت ہے مقصود یہ کہ جو جسم کہ لامکانی ہے اس سے خلوت میں حق تعالیٰ تک ایک شاہ راہ ہے کہ جب اس کو خلوت نصیب ہوتی ہے اور اژدھام خلائق نہیں ہوتا وہ فوراً اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے لہٰذا تم اس طرف توجہ کرو اور ادھر لو لگاؤ کہ اس سے سارے اشکال حل ہو جاویں گے۔

تو ازین سو و ازان سو چون گدا	اے کہ معنی چہ می جوئی صدا
تو ادھر سے اور ادھر سے فقیر کی طرح ہے	اے وہ کہ تو خود معنی ہے' گونج کو کیا ڈھونڈتا ہے؟

یعنی تو اس طرف سے بھی ہے اور اس طرف سے مثل گدا کے ہے تو اے کہ وہ معنی تو صدا کو کیا تلاش کر رہا ہے مطلب یہ ہے کہ تو تو کوہ معنی ہے اور تیرے اندر تو انوار و تجلیات حق درجہ استعداد میں موجود ہیں تو پھر ان الفاظ اور اشیاء ظاہری پر کیوں لگا ہوا ہے جن سے کہ اشکال واقع ہوتے ہیں تو اس معنی اور اس مقصود کی طرف کیوں رجوع نہیں ہوتا۔

ہم ازان سو جو کہ وقت دردِ تو	می شوی در ذکر یا ربی دو تو
یہ بھی اسی جانب تلاش کر (جس طرف) کہ تو درد کے وقت	یا ربی کے ذکر میں دوہرا ہوتا ہے

یعنی اس جواب کو بھی اس طرف سے ڈھونڈھ جہاں کہ درد کے وقت ذکر یا ربی میں تو دوہرا ہوا کرتا ہے مطلب یہ کہ مصیبت کے وقت جس کو پکارا کرتا ہے اس کا جواب بھی ادھر ہی سے طلب کر۔

وقت مرگ و درد آن سو می خمے	چونکہ دردت رفت چونے اعجمے
موت اور تکلیف کے وقت تو اس جانب جھکتا ہے	جب تیرا درد رفع ہو گیا تو کیوں گونگا ہے؟

یعنی درد اور مرگ کے وقت تو اس طرف جھکتا ہے اور جبکہ درد تیرا جاتا رہا تو تو کیسا اجنبی ہو جاتا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ واذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین فلما نجاھم الی البر اذاھم یشرکون کہ جب وہ کشتی میں سوار ہوتے ہیں اس وقت تو حق تعالیٰ کو خلوص سے پکارتے ہیں اور جب ان کو خشکی کی طرف نجات دیدیتے ہیں تو شرک کرنے لگتے ہیں۔ تو اسی طرح ہم لوگ مصیبت کے وقت تو حق تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور جب حق تعالیٰ اس مصیبت سے نجات دے دیتے ہیں تو بس پھر سب بھول جاتے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

وقت محنت مے بری ز اللہ بو	چونکہ محنت رفت گوئی راہ کو
مصیبت کے وقت تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے	جب مصیبت ختم ہو گئی تو کہتا ہے راستہ کدھر ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مصیبت کے وقت تو تو اللہ کہنے والا بن جاتا ہے اور جب وہ مصیبت جاتی رہی تو کہتا ہے کہ راہ (حق) کہاں ہے۔

در زمان درد و غم یادش کنی	چوں شدی خوش باز بر غفلت تنی
درد اور رنج کے وقت تو اس کو یاد کرتا ہے	جب تو خوش ہوتا ہے پھر غفلت برتتا ہے

یعنی درد وغم کے وقت میں تو اس کو تو یاد کرتا ہے اور جب (درد وغم سے) اچھا ہو جاتا ہے تو غفلت پر مستعد ہو جاتا ہے۔

این ازان آمد کہ حق را بے گمان	ہر کہ . ماسد بود دائم بران
یہ اس وجہ سے ہے کہ حق کو یقین کے ساتھ	جو شخص پہچان لیتا ہے ہمیشہ اس پر قائم رہتا ہے

یعنی یہ اس وجہ سے ہے کہ جو کوئی حق کو بے گمان پہچان لے گا وہ تو ہمیشہ اسی پر (قائم) رہے گا۔

وانکہ در عقل وگمان ہستش حجیب	گاہ پوشیدہ است وگہ بدریدہ حبیب
اور وہ شخص جس کی عقل اور گمان پر پردہ ہے	کبھی (اللہ تعالیٰ اس کے لئے) پوشیدہ ہے کبھی وہ گریبان چاک کرتا ہے

یعنی جس شخص کی عقل اور گمان میں حجاب ہے تو اس کو کبھی پوشیدہ ہے اور کبھی گریبان دریدہ ہے مطلب یہ کہ جس نے حق کو پہچان لیا وہ تو ہر وقت اور ہر گھڑی اس پر ہی رہتا ہے اور جو کہ ابھی محجوب ہے اس کو کبھی تو مشاہدہ ہو جاتا ہے اور کبھی پھر محجوبیت ہو جاتی ہے۔ جب اس کو حضور ہوتا ہے تو وہ یاد کر لیتا ہے اور جب پھر حجاب ہو جاتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے۔

عقل جزوی گاہ چیرہ گہ نگون	عقل کلی ایمن از ریب المنون
دنیوی عقل کبھی غالب ہے کبھی سرنگوں ہے	کامل عقل زمانہ کے حوادث سے محفوظ ہے

یعنی عقل جزوی کبھی تو (مشاہدۂ حق میں) حیران ہوتی اور کبھی سرنگوں ہوتی ہے اور عقل کلی حوادثات زمانہ سے بے خوف ہوتی ہے عقل جزوی سے مراد عقل عوام اور عقل کلی سے مراد عقل اولیاء کہ وہ ادراک کلیات کا کرتی ہے تو جزوی عقل تو مختلف احوال میں رہتی ہے اور عقل کلی ہمیشہ مشاہدہ میں رہتی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو یہ کرو کہ۔

عقل بفروش و ہنر حیرت بخر	رو بخواری نے بخارا ای پسر
عقل اور ہنر کو بیچ دے حیرت کو خرید لے	اے بیٹا! خواری کی طرف چل نہ کہ بخارا کی طرف

یعنی عقل (جزوی) کو اور ہنر (ظاہری) کو فروخت کر کے حیرت کو خرید لے اور اے صاحبزادے خواری میں جاؤ بخارا میں مت جاؤ چونکہ بخارا میں علوم زیادہ تھے تو مطلب یہ ہے کہ ان علوم ظاہری کے حصول میں کوشاں مت ہو بلکہ تواضع اور انکسار حاصل کرو اور جب تم تواضع پیدا کر لو گے تو یہ ہو گا کہ۔

تا بخارائے دگر بینی درون	ساکنان محفلش لایفقہون
تاکہ تو (اپنے) اندر دوسرا بخارا دیکھے	اس (بخارا) کی محفل کے لوگ "نہیں سمجھتے ہیں"

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تا کہ تم باطن میں ایک دوسرا بخارا دیکھو کہ اس محفل کے ساکن (ان ظاہری باتوں کو) سمجھتے بھی نہیں ہیں یعنی تم کو وہاں علوم و معارف حاصل ہونگے لہذا تواضع وانکسار پیدا کرو آگے ایک اعتراض کا جواب دیتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو اس علم ظاہری کی مذمت کرتے ہیں اور معانی کے حصول کی ترغیب دیتے ہیں تو آپ بھی تو خود یہ قصے و حکایات بیان کرتے ہیں جن کا تعلق علم ظاہری سے ہے مولانا اس کا جواب بغیر دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کے لئے ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جیسا ہوا۔ اس لئے کہ ادراک حقائق علے ماہی علیہ ان کا حصہ ہے جو اپنے کو فنا کر چکے ہیں جبکہ وہ خودی میں منہمک ہیں تو ان کو حقائق کا کیونکر ادراک ہوسکتا تھا۔ ہمارے نزدیک تو بیداری میں خواب دیکھنے اور جاگتے ہوئے امور غیبیہ کا مشاہدہ کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ آدمی مخلوق سے بے خبر اور خالق سے باخبر ہو جب وہ ایسا کرے گا اس وقت وہ امور غیبیہ کا مشاہدہ کرسکتا ہے بات یہ ہے کہ مخلوق کے افکار لایعنی اس عمدہ خواب کے دیکھنے کے دشمن اور امور غیبیہ کا مشاہدہ کرنے سے مانع ہیں پس اگر امور غیبیہ کے مشاہدہ کی ضرورت ہے تو سو رہنا چاہئے یعنی دنیا سے غافل ہو جانا چاہئے ورنہ جب تک سوؤ گے نہیں اس وقت تک افکار بے ہودہ حلق کو روکے رہیں گے اور غذائے روحانی علوم و معارف کو حلق سے نہ اترنے دیں گے شاید تم یہ سوال کرو کہ سونے اور دنیا سے غافل ہونے کی کیا ضرورت ہے لہذا اس کا جواب سنو تم وہ حالت پیدا کرو جو اثر تجلیات سے پیدا ہوتی ہے جس کو حیرت کہتے ہیں یہ حالت تمام افکار کو مٹادے گی کیونکہ حیرت کا قاعدہ ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے نہ ماسوئے اللہ کا خیال آتا ہے نہ اس کا ذکر اس لئے کہ وہ سب ذکر و فکر کو کھا جاتی ہے (اب رہی یہ بات کہ یہ حالت کیونکر پیدا ہو اس کا طریقہ شیخ کامل سے معلوم ہوسکتا ہے اور اس طریق پر عمل کرنے سے بشرط استعداد وہ حالت پیدا ہو جائے گی) یاد رکھو کہ جو شخص دنیاوی معاملات سے زیادہ غافل اور ان میں جدوجہد کرنے سے زیادہ کاہل ہوگا وہ ظاہر میں تو اوروں سے پیچھے ہوگا مگر حقیقت میں ان سے آگے ہوگا دلیل اس کی یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے الی اللہ مرجعکم نیز اس سے ہم کو انا للہ و انا الیہ راجعون تعلیم فرمایا ہے اور لوٹنے کی ایسی مثال سمجھو جیسا کہ گلہ بکریوں کا جا رہا ہو اور ہر بکری اپنی جگہ سے گھر کی طرف مڑ جاوے پس جبکہ گلہ اس صورت سے واپس ہوگا تو وہ بکری جو آگے آگے جا رہی تھی پیچھے رہ جاوے گی اور وہ لنگڑی بکری جو پیچھے جا رہی تھی آگے ہو جائے گی اور یہ واپسی ایسی عجیب ہوگی کہ تند خو اور تنگ چڑھے لوگ بھی اس کو دیکھ کر ہنس پڑیں گے پس اس سے معلوم ہوا کہ جو دنیا کے لحاظ سے کاہل ہیں۔ وہ حق سبحانہ کے پاس اوروں سے پہلے پہنچ جائیں گے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل اللہ طلب دنیا میں فضول لنگڑے نہیں ہوئے اور فخر دنیا کے عوض ننگ دنیا بلا وجہ نہیں خریدی بلکہ اس میں ایک بھید ہے وہ یہ کہ لوگ اپنی سعی فی طلب

www.besturdubooks.wordpress.com

الدنیا کو چھوڑ کر اور پاؤں توڑ کر کعبہ مقصود کو جارہے ہیں اور دنیاداروں سے پہلے پہنچنا چاہتے ہیں اور اس تنگی ہی میں ان کے لئے فراخی ہے کیونکہ تنگی سے فراخی تک ایک سرنگ ہے جس کے ذریعہ سے وہ فراخی تک پہنچ سکتے ہیں اور ان لوگوں نے جو عقل دنیا کو اپنے دل سے دھوڈالا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کعبہ مقصود کی راہ نہیں جانتی لہذا اس کی طرف رہنمائی نہیں کرسکتی بلکہ اس کے لئے اس سمجھ کی ضرورت ہے جو وہبی اور عطائے حق سبحانہ ہو ایسی عقل بیشک رہنمائی کرسکتی ہے کیونکہ وہ فرع حق سبحانہ ہے اور حق سبحانہ اس کی اصل اور ہر فرع اپنی اصل کی طرف رہنمائی کرتی ہے مانا کہ عقل دنیا بھی پرواز رکھتی ہے لیکن ہر پرتو سمندر کی چوڑائی میں نہیں اڑسکتا کہ وہ اڑکر علم لدنی کا کھوج لگالے بلکہ اس کے لئے خاص پردوں کی ضرورت ہے اور وہ پردہ ہیں جو عقل وہبی کو عطا ہوئے ہیں جب یہ معلوم ہوگیا کہ عقل دنیا اور علوم دنیویہ حضرت حق کی طرف رہنمائی نہیں کرسکتے تو تم لوگوں کو ایسے علوم کیوں سکھاتے ہو جو اگر پیشتر سے حاصل ہوں تب بھی ان کو محو کرنے کی ضرورت ہے بلکہ وہ علم سکھلاؤ جن کی تحصیل کی ضرورت ہے یعنی علوم حق سبحانہ۔ نیز جبکہ یہ معلوم ہوگیا کہ ترقی دنیاوی درحقیقت منزل ہے اور دنیاوی پیش قدمی فی الحقیقۃ پیچھے رہنا ہے تو اب تم اس طرف کی یعنی دنیاوی زیادتی کبھی طلب نہ کرنا بلکہ پاشکستہ ہوجانا اور سعی دنیا کو بالکل خیر باد کہنا۔ ایسا کروگے تو واپسی کے وقت تم آگے رہوگے تم کو آخرون السابقون کا مصداق ہونا چاہئے اور دنیا میں اوروں سے پیچھے اور دین میں آگے رہنا چاہئے دیکھو تو کسی میوہ درخت سے پہلے ہوتا ہے اگرچہ وجود میں موخر ہوتا ہے اور اولیت اس کی درجہ مقصودیت میں ہے کہ پھل مقصود بالذات ہوتا ہے اور درخت مقصود بالعرض اور مقصود بالذات کا رتبہ مقدم ہے مقصود بالعرض پر۔ اس مثال میں تم کو یہ دیکھنا چاہئے کہ ثمر و شجر دونوں ہر ایک متاخر ہے اور ہر ایک متقدم لیکن ثمر کا تقدم معنوی ہے اور تاخیر صوری اور شجر کا تقدم و تاخر بالعکس ہے۔ اب یہ دیکھو کہ ان میں کون اشرف و اعلیٰ ہے ظاہر ہے کہ ثمر اعلیٰ و افضل ہے۔ پس معلوم ہوا کہ تقدم معنوی کے ہوتے ہوئے تاخر صوری مضر نہیں اور تاخر معنوی کی صورت میں تقدم صوری مفید نہیں۔ پس تو ثمر کی طرح تقدم معنوی اختیار کر اور شجر کی طرح تقدم صوری کو ترجیح نہ دے اور دعاوی علوم و فنون کو چھوڑ کر فرشتوں کی طرح لاعلم لنا کہہ تاکہ تعلیم خداوندی تیری دستگیری کرے اور تجھے وہ علوم و معارف حاصل ہوں جن کی طرف تیری عقل رہبری نہیں کرسکتی تھی اگر اس مکتب سلوک میں تو بالکل ہی انجان بنے گا اور ہجے تک بھی نہ جانے گا تو تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نور عقل وہبی سے پرواز کرے گا اور علوم و معارف تک پہنچے گا اگر تو شہروں میں مشہور نہ ہو اس سے اپنے کو گمنام نہ سمجھنا کیونکہ اللہ جل جلالہٗ اپنے خاص بندوں کو خوب جانتے ہیں اور انہیں کے جاننے کی ضرورت بھی ہے اگر کوئی نہ جانے بلا سے اس گمنامی میں بھی ایک راز ہے کہ یہ خراب و خستہ شخص جو مشہور نہیں ہے حفاظت اسرار کے لئے خزانہ بنایا گیا ہے اور قاعدہ ہے کہ خزانہ ایسی ہی جگہ رکھتے ہیں جہاں کسی کو شبہ بھی نہ ہو اور اس کو کوئی جانتا ہی نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو پس یہ وجہ ہے گمنامی کی پس ایسی گمنامی پر ہزار شہرتیں قربان ہیں۔ لہٰذا تم گمنامی سے گھبرانا مت۔ اسی مضمون سے ایک اور بات بھی معلوم ہوگئی وہ یہ کہ خوشی رنج کے پردوں میں مستور ہوتی ہے لہٰذا تم کو تکالیف سے بھی گھبرانا نہ چاہئے یہاں طبیعت شبہے پیدا کرتی ہے لیکن جو اعلیٰ طبیعت ہے وہ اس کی محبوس نہیں ہوتی اور جس طرح عمدہ گھوڑا اسکیل کو تھوڑ پھوڑ کر پھینک دیتا ہے یوں ہی وہ طبیعت بھی ان اشکالات کے پرزے اڑا دیتی ہے پس اگر طبیعت اعلیٰ درجہ کی ہے تو جوابات بھی خود ہی دے لے گی۔ نیز عشق کا ہاتھ شبہات کو جلا دینے والی آگ ہے کہ اس کے آگے کوئی شبہ قائم نہیں رہ سکتا اس بارہ میں اس کی ایسی مثال ہے جیسے دن کی روشنی کہ وہ کسی وہم کو باقی نہیں چھوڑتی یوں ہی یہ بھی کسی شبہ کو باقی نہیں رکھتا۔ نیز حق سبحانہ سے دریافت کر کہ اسی نے شبہ پیدا کیا ہے اور وہی جواب تعلیم فرمائے گا۔ غرضکہ جواب کی تین صورتیں ہیں اول یہ کہ طبیعت وقادہ ہو اور وہ شبہ کو حل کردے دوسرے عشق کہ وہ شبہ کی جڑ کاٹ دے تیسرے الہام غیبی۔ ان تین طریقوں میں سے کسی طریق سے اس کو حل کرنا چاہئے۔

فائدہ:۔ مولانا نے شبہ کو ظاہر نہیں کیا اور نہ جواب بتلایا لیکن انداز بیان سے شبہ کی تقریر یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب مال ایسی جگہ رکھتے ہیں جو غیر معروف ہو تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مشہور ہیں وہ دولت باطنی کا خزانہ نہیں۔ وہ باطل اور تقریر جواب یہ ہے کہ دولت کے رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک محفوظ کرنا دوسرے لوگوں کو فائدہ پہنچانا پس جس وقت اس کو محفوظ کرنا مقصود ہو اس وقت تو ایسی ہی جگہ رکھیں گے جو غیر معروف ہو اور جس وقت لوگوں کو فائدہ پہنچانا مقصود ہو اس وقت ایسے مقام پر رکھیں گے جہاں سے ہر شخص مستفید ہو سکے پس جو اہل اللہ غیر مشہور ہیں ان کو دولت بغرض اول سپرد کی گئی ہے اور جو مشہور ہیں ان کو بغرض ثانی فلا اشتباہ) اب شاید تو سوال کرے کہ حق سبحانہ تک کیونکر رسائی ہو اور اس سے کیونکر دریافت کیا جاوے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گوشہ جو فی الحقیقت کوئی گوشہ نہیں بلکہ مجازاً اسے گوشہ کہا گیا ہے وہ وصول الی اللہ کا شاہراہ ہے اور وہ اسی ماہ کی غیر زی جہت روشنی سے منور ہے تم اس پر چلو یعنی تصفیہ باطن کرو تم کو حق سبحانہ تک رسائی ہوگی اور سارے اشکالات بالہام غیبی مندفع ہو جاویں گے۔ ارے تو تو حقائق و معانی کا پہاڑ ہے پھر تو فقیر کی طرح ادھر ادھر سے صدا (آواز) کو کیوں ڈھونڈھتا ہے اور قالی جواب کے کیوں درپے ہے بلکہ حالی جواب تلاش کرنا چاہئے اور اسی طرف سے تلاش کرنا چاہئے جس طرف تو تکلیف کے وقت یاربی یاربی کہتا ہوا جھکتا ہے بھلے مانس موت اور تکلیف کے وقت تو تو اس طرف جھکتا ہے اور جب وہ تکلیف دور ہوگئی تو اس وقت تو کیوں انجان بن جاتا ہے تکلیف کے وقت تو تو اللہ کا پتہ لگا لیتا ہے اور جب تکلیف جاتی رہی تو انجان بن جاتا ہے اور پوچھتا ہے خدا کا راستہ کہاں ہے ارے احمق وہی راستہ ہے جس پر تو تکلیف کے وقت چل رہا تھا تو رنج و غم کے وقت تو اسے یاد کرتا ہے لیکن جب تو خوش ہوتا ہے پھر غافل ہو جاتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ جو لوگ حق سبحانہ کو بلا شبہ و شک جانتے ہیں وہ تو اپنی معرفت پر قائم

www.besturdubooks.wordpress.com

رہتے ہیں اور جو شخص کہ عقل وگمان میں مبتلا ہے اس کے لئے ایک پردہ ہے سو کبھی وہ پڑا ہوا ہوتا ہے اس وقت آدمی اس سے غافل ہوتا ہے اور کبھی وہ چاک ہوتا ہے اس وقت وہ حق سبحانہ کو پہچانتا اور اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے کیونکہ عقل ناقص کبھی تو غالب ہوتی ہے اور کبھی مغلوب۔ جب غالب ہوتی ہے اس وقت معرفت حاصل ہوتی ہے اور جب خواہشات نفس سے مغلوب ہوتی ہے اس وقت وہ معرفت زائل ہو جاتی ہے اور عقل کامل ان تقلبات سے مامون ہے لہذا اس کی معرفت کبھی زائل نہیں ہوتی جب تجھ کو عقل ناقص کی حالت معلوم ہوگئی تو اس عقل جزوی اور کمالات عرفی کو حیرت سے بدل لے اور بجائے طلب علوم رسمیہ کے لئے بخارا جانے کے تذلل اور مسکنت عجز وانکسار کی تحصیل کے لئے چل اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو اپنے باطن میں ایک دوسرا بخارا مشاہدہ کرے گا جس کی محفل کے رہنے والوں کو تفقہ ظاہری وقالی سے کچھ تعلق نہ ہوگا یعنی تجھ کو ایک اور معدن علم نظر آئے گا جہاں سے تجھے بدوں الفاظ کے علوم ومعارف حاصل ہوں گے۔

شرح شبیری

ماچو خود را در سخن آغشتہ ایم	کز حکایت من حکایت گشتہ ایم
ہم نے اپنے آپ کو باتوں میں اس قدر آلودہ کیا ہے	کہ قصوں کی وجہ سے ہم افسانہ بن گئے ہیں

یعنی میں نے اپنے کو جو باتوں میں ملا رکھا ہے اور حکایت کی وجہ سے میں خود حکایت بن گیا ہوں۔

من عدم وافسانہ گردم در حنین	تا تقلب یابم اندر ساجدین
میں گریہ و زاری میں معدوم اور افسانہ بنا ہوں	تاکہ میں سجدہ کرنیوالوں میں نشست وبرخاست حاصل کرلوں

یعنی میں جو عدم اور افسانہ بات میں ہو گیا ہوں (یہ سب اس لئے ہے) تاکہ میں ساجدین میں تقلب پاؤں قرآن شریف میں ہے وتقلبک فی الساجدین یعنی حضور جو تہجد پڑھنے والوں کی نگرانی فرماتے ہیں تو ہم آپ کا ان میں تقلب دیکھتے ہیں تو جس طرح کہ وہاں حضور ثواب کے لئے ایسا کرتے تھے اسی طرح میں بھی یہ ساری حکایات ہدایت کے واسطے لاتا ہوں کہ ان سے نتائج نکال کر ہدایت ہوگی۔

این حکایت نیست پیش مرد کار	وصف حالست وحضور یار غار
کام کے آدمی کے سامنے یہ کہانی نہیں ہے	حالت کا بیان ہے اور دوست کی دربار داری ہے

یعنی یہ کام والے آدمی کے سامنے تو حکایت نہیں ہے بلکہ وصف حال ہے اور حق تعالیٰ کا حضور ہے۔

آن اساطیر اولین کہ گفت عاق	حرف قرآن را بد آثار نفاق
نافرمان نے جو اگلے لوگوں کے قصے کہا	قرآن کے حروف کو (یہ) نفاق کے آثار تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ جو حرف قرآن کو اس کافر نے اساطیر الاولین کہا تھا یہ سب آثار نفاق سے تھا حالانکہ حرف قرآنی ایک ایک ہدایت ہیں تو اسی طرح جو کہ کام کا آدمی ہے اس کے سامنے تو یہ حرف قرآنی کی طرح ہادی ہیں ورنہ پھر حکایات تو ہیں ہی۔

لامکانے کاں دراں نور خداست	ماضی و مستقبل و حال از کجاست
وہ لامکاں جس میں خدا کا نور ہے	اس میں ماضی اور مستقبل اور حال کہاں ہے؟

یعنی لامکانی جس میں کہ نور حق ہے اس کا ماضی اور مستقبل اور حال کہاں سے ہے مطلب یہ کہ اس کے اعتبار سے تو سب یکساں ہے وجہ یہ ہے کہ قرآن تو کلام حق ہے اور وہ کلام حق ہونے کے اعتبار سے اور صفت حق ہونے کے اعتبار سے بظاہر حکایات ہیں مگر حقیقت کے اعتبار سے یہ ہادی ہیں۔

ماضی مستقبلش نسبت بہ توست	ہر دو یک چیز ند و پنداری کہ دوست
اس کی ماضی اور مستقبل تیرے اعتبار سے ہے	وہ دونوں ایک چیز ہیں تو سمجھتا ہے کہ دو ہیں

یعنی اس کا ماضی اور مستقبل تیری نسبت کر ہے اور وہ دونوں ایک ہی شے ہیں اور تو ان کو دو سمجھے ہوئے ہے یعنی ایک ہی شے ہادی اور مضل ہوتی ہے ایک کے اعتبار سے ہادی ہے اور دوسری کے اعتبار سے مضل ہوتی ہے اور تم یہ خیال کرتے ہو کہ دو چیزیں ہیں ان میں سے ایک ہادی ہے اور ایک مضل ہے یہ نہیں ہے بلکہ اس کی مثال ایسے ہے جیسے کہ

یک تنے او را پدر مارا پسر	بام زیر زید و بر عمرو آن زبر
ایک شخص اس کے لئے باپ ہمارے لئے بیٹا ہے	بالاخانہ زید کے نیچے اور وہ عمرو کے اوپر ہے

یعنی ایک ہی شخص ہے اس کے لئے تو باپ ہے اور ہمارا لڑکا ہے اور کوٹھا زید کے نیچے ہے اور عمرو کے وہی اوپر ہے مطلب یہ ہے کہ نسبت کے بدلنے سے منسوب نہیں بدلتا ایک ہی شے میں دو اعتبار ہو سکتے ہیں ایک ہی شخص ایک کے اعتبار سے تو باپ ہے اور دوسرے کے اعتبار سے بیٹا زید کوٹھے کے اوپر اور عمر نیچے تو کوٹھا تو وہی ہے مگر ایک کے اوپر ہے اور دوسرے کے نیچے ہے خود فرماتے ہیں کہ

نسبت زیر و زبر شد زین دو کس	سقف سوئے خویش یک چیز ست و بس
دو شخصوں کے اعتبار سے اونچے نیچے کی نسبت بنی	چھت اپنے اعتبار سے صرف ایک چیز ہے

یعنی اوپر نیچے ان دونوں شخصوں کی نسبت ہوئی ورنہ خود سقف اپنے اعتبار سے ایک ہی شے ہے اور بس تو اسی طرح کلام حق درجہ کلام میں تو قدیم ہی ہے اس کے یہاں ماضی اور مستقبل کہاں ہے اور یہ جو کفار کہتے تھے کہ یہ حکایات پہلوں کی ہیں یہ پہلے ان کے اعتبار سے تھے ورنہ حق تعالیٰ کے سامنے تو یکساں ہیں جو شے کہ ہم سے پہلے ہے وہ حق تعالیٰ کے سامنے اس وقت موجود ہے تو اختلاف زمان ہمارے اعتبار سے ہی ہے اسی طرح یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایات ماضی کی ہیں مگر ان کے مصادیق اب بھی موجود ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست مثل آن مثالست این سخن	قاصر از معنیٰ نو حرف کہن
اس کا کوئی مثل نہیں' یہ بات ایک مثال ہے	نئے نکتے سے پرانے الفاظ کوتاہ ہیں

یعنی اس کے مثل نہیں ہے بلکہ یہ ساری باتیں مثال ہیں اور یہ حرف کہن معنیٰ نو (کے بیان) سے قاصر ہیں مطلب یہ کہ چونکہ حق تعالیٰ کا کلام تو جیسا تھا ویسا ہی اب بھی ہے اس لئے وہ اگرچہ قدیم ہے مگر اب بھی وہ معنیٰ نو ہی ہیں اور ہمارے الفاظ ہر گھڑی زائل ہوتے ہیں تو یہ ہر گھڑی کہن ہو رہے ہیں تو ان کو حرف کہن کہا تو فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ یہ بیان کیا ہے یہ حق تعالیٰ کی مثال ہے مثل نہیں ہے اس لئے کہ مثل تو کہتے ہیں مشارک فی النوع کو اور یہ باری تعالیٰ کے ساتھ ممتنع ہے لہذا یہ مثال ہے مگر اس میں بھی ہم مثال پوری طرح بیان نہ کر سکے بلکہ اس کے بیان سے بھی قاصر رہے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون لب جو نیست مشکا لب بہ بند	بے لب و ساحل بدست این بحر قند
چونکہ دریا کا کنارا نہیں ہے اے مشک! لب بند کرلے	یہ شکر کا دریا' بے کنارا اور بے ساحل ہے

یعنی جب اس دریا کا کنارہ بھی نہیں ہے تو لب مت کھولو بند کر لو یہ دریا قند تو بے لب و ساحل کے ہے تو جب اس کی کہیں انتہا ہی نہیں ہے لہذا چپ رہنا ہی بہتر ہے۔

این سخن پایان ندارد باز گرد	سوئے فرعون مدمغ تا چہ کرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ	متکبر فرعون کی جانب کہ اس نے کیا کیا؟

یعنی یہ بات تو کہیں انتہا نہیں رکھتی ہے تو اب تم اس فرعون دماغ دار کی طرف واپس ہو کہ اس نے کیا کیا بس یہاں سے انتقال فرما کر اس کی حکایت کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ تم یہ شبہ نہ کرنا کہ آپ تو خود الفاظ میں پھنسے ہوئے اور قصہ گوئی میں مصروف ہیں اور ہم کو ترک الفاظ کی ہدایت فرماتے ہیں کیونکہ میں جو گفتگو میں مشغول اور یہاں تک مشغول ہوں کہ حکایات کے بیان کرنے میں ضرب المثل ہو گیا ہوں اور یہی رونا روئے ہوئے معدوم اور افسانہ ہو جاؤں گا اس سے میرا مقصود الفاظ نہیں بلکہ ایک معنیٰ صحیح ہیں وہ یہ کہ سالکین کی رہنمائی کا شرف مجھے حاصل ہو اور ان کی اہتداء سے مجھے مزید قرب حق حاصل ہو پس یہ جاننے والے کے نزدیک حکایات نہیں ہیں۔ بلکہ اظہار حقائق اور مشاہدۂ جمال حق سبحانہ ہے کیونکہ مجھے ہر بات سے خوشنودی حق سبحانہ مطلوب ہے تم اس کو افسانہ کہنے سے احتراز کرو دیکھو قرآن کو

www.besturdubooks.wordpress.com

نافرمانوں نے اساطیر الاولین کہا تھا۔ یہ ان کے کفرونفاق کی علامت تھی وہ لامکان جہان نور خدا (قرآن) ہے ماضی و مستقبل وحال کہاں ہے اس لئے کہ یہ یا تو زمانہ کے حصص ہیں یا زمانیات کے اقسام اور وہاں نہ زمانہ کو دخل ہے اور نہ زمانیات کو۔ ماضی و مستقبل تو تمہارے لحاظ سے ہیں ورنہ فی حد ذاتہما دونوں ایک شے ہیں مگر تم اس کو دو سمجھتے ہو۔ اس کو ہم واضح مثالوں سے ظاہر کرتے ہیں ایک شخص ہے کہ اس کا باپ ہمارا بیٹا ہے تو یہ شخص اپنی ذات کے لحاظ سے ایک ہے مگر نسبت کے اعتبار سے دو کیونکہ باپ بھی ہے اور بیٹا بھی اور دیکھو کو ٹھا زید کے نیچے ہے اور عمر کے اوپر ہے بس وہ تحت وفوق دو شخصوں کے لحاظ سے ہو گیا ہے ورنہ جہت اپنے لحاظ سے صرف ایک شے ہے۔ یونہی ماضی و مستقبل قرآنی کو سمجھ لو۔ لیکن ان امور مذکورہ کو اس کی تقریبی مثال سمجھنا اور من کل الوجوہ اس کی مثال نہ سمجھ بیٹھنا کیونکہ ہر دو میں بہت بڑا فرق ہے اور یہ فرق اس لئے باقی رہا کہ الفاظ تو ہیں دقیانوسی اور پرانے اور معانی ہیں نئے جن کے لئے الفاظ موضوع نہیں لہذا انہیں پرانے الفاظوں میں سے اس نئے معنی کے مناسب الفاظ نکال کر اس کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ اس لئے وہ معنی پورے طور پر ظاہر نہیں ہو سکتے۔ آگے الفاظ کو مشک سے اور معانی خاصہ کو ندی اور سمندر سے تشبیہ دیکر فرماتے ہیں کہ اے مشک کے مشابہ لفظو جبکہ اس ندی کا کنارہ نہیں تو تم اپنا منہ بند کر لو اور ان معانی جدیدہ کو اپنے اندر سمانے کی ہوس نہ کرو کیونکہ اس بحر قند کا تو کوئی ساحل اور کنارہ ہی نہیں پھر تم اپنے اندر انہیں کیسے لے سکتے ہو خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب بددماغ فرعون کی طرف لوٹنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے کیا تدبیر کی۔

شرح شبّیری

فرعون کا شہروں میں جادوگروں کی تلاش کیلئے قاصد روانہ کرنا

چونکہ موسیٰ بازگشت و او بماند	اہل رای و مشورت را پیش خواند
جب موسیٰ واپس ہو گئے اور وہ رہ گیا	(تو) رائے اور مشورے والوں کو طلب کیا

یعنی جبکہ موسےٰ علیہ السلام واپس تشریف لے آئے اور وہ رہ گیا تو اہل رائے اور مشورہ کو سامنے بلایا۔

مجتمع گشتند و بفشردند پائے	ہر کسے کردند عرض فکر و رائے
وہ جمع ہو گئے اور انہوں نے پاؤں جما لئے	ہر شخص نے ایک ایک خیال اور رائے پیش کی

یعنی سب جمع ہو گئے اور ثابت قدم ہو گئے اور ہر شخص نے اپنی فکر اور رائے کو پیش کیا۔

عاقبت ہامان بے سامان دون	رائے پیش آورد و گردش رہنمون
بالآخر ہامان بے سامان اور ذلیل نے	رائے پیش کی اور اس کی رہنمائی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آخر میں ہامان بے سامان اور کمینہ نے رائے پیش کی اور اس (فرعون) کی رہنمائی کی بولا کہ۔

کای شہ صاحب ظفر چوں غم فزود	ساحران را جمع باید کرد زود
اے بادشاہ فتحمندی کے شاہ! چونکہ فکر بڑھ گیا ہے	جادوگروں کو جلد جمع کرنا چاہیے

یعنی کہ اے بادشاہ صاحب ظفر جب غم بڑھ گیا (یعنی یہاں تک لوگ بڑھ گئے ہیں تو اب) ساحروں کو جلدی ہی جمع کرنا چاہیے۔

در ممالک ساحران داریم ما	ہر یک در سحر فرد و پیشوا
ہمارے ممالک میں جادوگر ہیں	ہر ایک جادو میں یکتا اور پیشوا ہے

یعنی ممالک میں ہم ایسے ساحرین رکھتے ہیں جو کہ ہر ایک سحر میں فرد و پیشوا ہے۔

مصلحت آنست کز اطراف مصر	جمع آردشان شہ و صراف مصر
مناسب یہ ہے کہ مصر کے چاروں طرف سے	بادشاہ اور مصر کا منتظم ان کو جمع کر لے

یعنی مصلحت یہ ہے کہ اطراف مصر میں سے بادشاہ جو کہ مصر میں تصرف کرنے والا ہے جمع کر لے بس یہ رائے پیش کی پیش کرنا تھا کہ قبول ہوگئی اور اس پر نتیجہ یہ مرتب ہوا کہ۔

او بسے مردم فرستاد آن زمان	در نواحے بہر جمع جادوان
اس نے فورا بہت سے آدمی روانہ کر دیئے	ہر جانب جادوگروں کو جمع کرنے کے لئے

یعنی اس نے بہت سے آدمی اسی وقت ہر طرف جادوں گروں کے جمع کرنے کو روانہ کر دیئے۔

ہر طرف کہ ساحرے بد نامدار	کرد پران سوئے او دو پیک کار
جس طرف بھی کوئی مشہور جادوگر تھا	اس کی جانب دو کارآمد قاصد روانہ کر دیئے

یعنی جس طرف کہ کوئی ساحر نامدار تھا اس نے اسی طرف کو دو کام کے قاصد روانہ کر دیئے۔

دو جوان بودند و ساحر مشتہر	سحر ایشان دردل شہ مستمر
دو جوان مشہور جادوگر تھے	ان کی جادوگری چاند میں (بھی) جاری تھی

یعنی دو جوان تھے جو کہ مشہور ساحر تھے اور ان کا سحر بادشاہ کے دل میں قوی تھا یعنی بادشاہ ان کا بہت معتقد تھا مستمر مرہ سے ہے بمعنی قوی ان کے سحر کی یہ حالت تھی کہ۔

شیر دوشیدہ زشیران شکار	در سفر ہا رفتہ برخمے سوار
شکاری شیروں سے انہوں نے دودھ دوہا تھا	وہ مٹکے پر سوار ہو کر سفروں میں گئے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی شکاری شیروں کا دودھ نکال لیتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر میں جاتے تھے (کہ ان کے سحر سے وہ مٹکا چلتا تھا)

شکل کرباسے نمودہ ماہتاب	آن بہ پیمودہ فروشیدہ شتاب
چاندی کو کپڑے کی شکل میں دکھاتے	اس کو فوراً ناپ کر فروخت کر دیتے

یعنی چاندنی کو کپڑے کی شکل میں دکھا کر اس کو ناپ کر جلدی سے فروخت کرتے تھے ایک قسم کا جادو ہوتا ہے کہ اس سے چاندنی زمین پر ایسی معلوم ہوتی ہے کہ گویا کپڑا پھیلا ہوا ہے ساحر اس کپڑے موہومہ کو ناپ کر مشتری کے حوالہ کرتا ہے وہ کپڑا خیال کر کے اس کو خرید لیتا ہے جب گھر پہنچے تو کچھ بھی نہیں تو یہ دونوں اس قدر بڑے ساحر تھے کہ ایسا سحر کیا کرتے تھے۔

سیم بردہ مشتری آگہ شدہ	دست از حسرت برخہا برزدہ
لٹا ہوا خریدار (حقیقت سے) آگاہ ہو کر	افسوس سے منہ پیٹتا

یعنی (فروخت کر کے) روپیہ لے جاتے تھے (اور جب) مشتری آگاہ ہوتا تھا تو حسرت کی وجہ سے ہاتھ منہ پر مارتے تھے یعنی پھر مشتری افسوس کرتے تھے کہ روپیہ سب گیا تو وہ دونوں ایسے بڑے ساحر تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

صد ہزاراں ہمچنیں در جادوئی	بودہ منشی و نہ بودہ چوں روی
اس طرح لاکھوں جادوگری میں	وہ موجد تھے اور قافیہ کی طرح نہ تھے

یعنی جادوگری میں لاکھوں اسی طرح سے موجود تھے اور روی کی طرح نہ تھے روی قافیہ کے اخیر حرف کو کہتے ہیں چونکہ وہ تابع ہوتا ہے قافیہ کے اس لئے یہاں مراد محض تابع ہے مطلب یہ کہ سحر میں وہ کسی کے تابع نہ تھے بلکہ خود موجود اور ماہر تھے۔

صد ہزاران جادو یہا جنس این	بودہ ایشان واہمہ دیدہ مبین
اس طرح کی لاکھوں جادوگریاں تھیں	(اور) ان کو سب نے کھلم کھلا دیکھا تھا

یعنی لاکھوں جادوگریاں اس جنس کی ان کے لئے سب آنکھوں کی دیکھی ہوئی تھیں مطلب یہ کہ ان کی ان جادوگریوں کو سب کھلم کھلا جانتے تھے تو بادشاہ نے ان کو بھی بلایا۔

چون بدایشان آمد آن پیغام شاہ	کز شما شاہ است اکنوں چارہ خواہ
جب ان کے پاس بادشاہ کا پیغام آیا	کہ اب بادشاہ تم سے تدبیر کا خواہاں ہے

یعنی جب ان کے پاس وہ بادشاہ کا پیغام پہنچا کہ تم سے اب بادشاہ مدد چاہتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از پئے آن کہ دو درویش آمدند	بر شہ و بر قصر او موکب زدند
اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں	انہوں نے بادشاہ اور اس کے قلعہ پر ڈیرہ جما لیا ہے

یعنی اس وجہ سے کہ دو درویش آئے ہیں انہوں نے بادشاہ اور اس کے محل پر لشکرزنی کی ہے۔

نیست باایشان بغیر یک عصا	کہ ہمی گردد بامرش اژدہا
ان کے پاس سوائے ایک لاٹھی کے کچھ نہیں ہے	جو ان کے حکم سے اژدھا بن جاتی ہے

یعنی ان کے ساتھ بجز ایک عصا کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ ان کے حکم سے اژدہا بن جاتا ہے۔

شاہ و لشکر جملہ بیچارہ شدند	زین دو کس جملہ بافغان آمدند
بادشاہ اور فوج سب عاجز آ گئے ہیں	ان دونوں سے سب نالاں ہیں

یعنی بادشاہ اور لشکر سب لاعلاج ہو گئے ہیں اور ان دو شخصوں سے سب فغاں میں آ گئی ہیں۔

۱ الروی ہو الحرف الذی تبنی علیه القصیدة وتنسب الیه فیقال لامیة او میمیة وقیل الاولی ان یفسر الروی بالحرف الاخیر من القافیة او الفاصلة ۱۲ کشاف اصطلاحات الفنون

چارہ جویان بندہ را پیش شما	شاہ ازان ارسال فرمودہ است تا
تدبیر کا طالب بن کر خادم کو تمہارے پاس	بادشاہ نے اس لئے بھیجا ہے تاکہ

یعنی بندہ کو بادشاہ نے تمہارے پاس چارہ جو کر کے اس لئے بھیجا ہے تاکہ۔

چارۂ سازید اندر دفع شان	گنجہا بخشد عوض شہ بیکران
ان کے دفع کرنے کی تدبیر کرو	بادشاہ بدلے میں لاتعداد خزانہ بخش دیگا

یعنی ان کے دفع کے لئے تم کوئی علاج کرو تو اس کے عوض میں بادشاہ بے انتہا خزانہ بخشے گا۔

چارۂ مے باید اندر ساحری	تا بود کہ زین دو ساحر جان بری
جادوگری میں کوئی تدبیر چاہیے	تاکہ ان دونوں جادوگروں سے جاں بری ہو

یعنی ساحری میں کوئی ایسا علاج چاہئے تاکہ ہووے ان دونوں ساحروں سے جان بری۔

آن دو سحر را چو این پیغام داد	ترس و مہرے در دل ہر دو فتاد
جب ان دونوں جادوگروں کو یہ پیغام دیا	خوف اور محبت دونوں کے دل میں آ گئی

یعنی ان دونوں ساحروں کو جب اس نے یہ پیغام دیا تو دونوں کے دل میں خوف اور محبت (دونوں) پڑیں

یعنی موسےٰ علیہ السلام کی محبت بھی ہوئی اور ان کی ہیبت بھی ہوئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عرق جنسیت چو جنبیدن گرفت	سر بزانو برنہادند از شگفت
ہم پیشہ ہونے کی رگ جب پھڑکنی شروع ہوئی	تعجب سے دونوں سوچ میں پڑ گئے

یعنی جنسیت کی رگ نے جو ہلنا شروع کیا تو انہوں نے تعجب سے سر زانو پر رکھ لیا مطلب یہ کہ چونکہ یہ مسلمان ہونے والے تھے اس لئے ان کے اندر موسیٰ علیہ السلام سے ایک تعلق موجود تھا نام سنتے ہی محبت نے جوش کیا تو یہ اس فکر میں ہوئے کہ آخر یہ محبت کیوں ہو رہی ہے یہ اس حیرت میں سوچنے لگے اور سر بزانو ہو کر بیٹھ گئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون دبیرستان صوفی زانوست	حل مشکل را دو زانو جادوست
چونکہ صوفی کا مکتب زانو ہے	مشکل کو حل کرنے کے لئے زانو جادو ہے

یعنی جبکہ صوفی کا مکتب زانو ہیں۔ حل مشکل کے لئے دو زانو جادو ہیں مطلب یہ کہ صوفی لوگوں کو جب کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ سر بزانو ہو کر سوچتے ہیں اس لئے کہ ان کی مشکل اسی طرح حل ہوتی ہے تو وہ بھی سوچنے لگے سوچتے سوچتے یہ تدبیر نکالی کہ چونکہ باپ بھی ساحر تھا اس کی قبر پر جا کر عمل کشف القبور سے اس سے دریافت کریں کہ یہ آیا سچے ہیں یا ساحر ہیں بس یہ سوچ کر انہوں نے اپنی ماں سے باپ کی قبر دریافت کی تاکہ اس پر جا کر دریافت کریں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب موسیٰ علیہ السلام تشریف لے گئے اور فرعون رہ گیا تو اس نے اہل الرائے و قابل مشورہ لوگوں کو اپنے حضور میں طلب کیا جب سب لوگ مجتمع ہو گئے اور اطمینان سے بیٹھے تو فرعون نے معاملہ کو پیش کیا اس پر سب لوگوں نے اپنی اپنی رائے ظاہر کی۔ بالآخر پاجی ہامان بے سامان نے یہ رائے پیش کی اور یوں اس کو رہنمائی کی کہ اے فحمند شہنشاہ جبکہ تفکر بہت بڑھ گیا ہے تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ فوراً جادوگروں کو جمع کیا جاوے ہمارے ملک میں بہت سے جادوگر ہیں جن میں سے ہر ایک یکتائے روزگار اور اپنے فن کا امام ہے بس اب مشورہ یہی ہے کہ اطراف مصر سے حضور جو حاکم مصر ہیں ان کو جمع کر لیں یہ سن کر اس نے جادوگروں کے جمع کرنے کے لئے فوراً چاروں طرف آدمی دوڑا دیئے اور جس طرف کوئی مشہور جادوگر تھا اس کے پاس اس نے بجائے ایک کے دو آدمی بھیجے دو جوان بہت مشہور جادوگر تھے جن کا جادو چاند کے دل پر چلتا تھا وہ اپنے جادو کی قوت سے شکاری شیروں کا دودھ نکالتے تھے اور مٹکے پر سوار ہو کر سفر کرتے تھے اور جادو سے دھوپ کو کپڑا ظاہر کر کے ناپ کر بیچ ڈالتے اور زر ثمن اڑا لے جاتے تھے جب مشتری اس دھوکہ پر مطلع ہوتا تو افسوس سے اپنا منہ پیٹ

www.besturdubooks.wordpress.com

لیتا تھا۔ اسی قسم کے اور لاکھوں فن جادوگری میں استاد کامل تھے اور حرف روی کی طرح کسی کے تابع نہ تھے جب ان کے پاس بادشاہ کا یہ پیغام پہنچا کہ جہاں پناہ چاہتے ہیں کہ تم مصیبت کے دفع کی کوئی تدبیر کرو اس لئے کہ دو فقیر آئے ہیں اور انہوں نے بادشاہ اور ان کے قلعہ اور اس کی سپاہ پر حملہ کیا ہے ان کے پاس کچھ نہیں ہے بجز ایک لاٹھی کے جوان کے حکم سے اژدھا بن جاتی ہے ان دو شخصوں سے بادشاہ اور اس کی سپاہ عاجز ہو گئی ہے اور تمام لوگ چلا اٹھے ہیں بادشاہ نے اس احقر کو آپ کی خدمت میں چارہ جوئی کے لئے اور اس لئے بھیجا ہے تاکہ آپ ان کو دفع کرنے کی کوئی تدبیر کریں اگر آپ ایسا کریں گے تو بادشاہ سلامت آپ کو اس کے عوض میں بہت سا انعام دیں گے۔ جب یہ پیغام ان دو مشہور ساحروں کے پاس پہنچا تو ان کے دل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کچھ خوف اور کچھ محبت پیدا ہوگئی اور جبکہ مجانست فطری یا موسیٰ علیہ السلام کی آگ بھڑکی اور بوجہ استعداد ایمانی کے ان کو ان کی طرف میلان ہوا تو تحیر سے زانو پر سر رکھ لیا اور سوچنے لگے کہ کیا کرنا چاہئے آیا ان سے مقابلہ کیا جاوے یا نہیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ صوفی کا مکتب گھٹنا ہی ہے اور اس کو جو علوم و معارف حاصل ہوتے ہیں وہ عام طور پر اسی پر سر رکھ کر مستغرق ہونے سے ہوتے ہیں لہذا یوں کہنا چاہئے کہ حل مشکل کے لئے تو گھٹنا تو جادو کی خاصیت رکھتا ہے کہ جب اس پر سر رکھ کر آدمی نے غور کیا تو اکثر کوئی نہ کوئی بات سمجھ میں آ ہی جاتی ہے اس لئے انہوں نے گھٹنوں پر سر رکھ کر سوچنا شروع کیا اور تدبیر ان کی سمجھ میں بھی آ گئی۔

شرح شبّیری

دونوں ساحروں کا اپنی ماں سے اپنے باپ کی قبر کو دریافت کرنا اور اپنے باپ کی روح سے موسیٰ علیہ السلام کی حقیقت دریافت کرنا

بعد ازاں گفتند اے مادر بیا	گور بابا کو تو مارا رہ نما
اس کے بعد انہوں نے کہا ماں! آ جا	بادا کی قبر کہاں ہے؟ تو ہماری رہنمائی کر دے

یعنی بعد اس (سوچنے) کے انہوں نے کہا کہ اے ماں یہاں آ اور ہم کو راہ دکھا دے کہ ہمارے باپ کی قبر کہاں ہے۔

بردشان برگور او بنمودہ راہ	پس سہ روزہ داشتند از بہر شاہ
وہ ان کو اس کی قبر پر لے گئی راستہ دکھایا	پھر انہوں نے بادشاہ کی خاطر تین روزے رکھے

یعنی وہ ان کی ماں ان کو اس کی قبر پر لے گئی اور راستہ دکھا دیا پھر بادشاہ کی خاطر سے تین روزے رکھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کشف قبور کے لئے اول کچھ مجاہدہ کی ضرورت ہوتی تھی تو چونکہ یہ کام فرعون کے لئے کر رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے لہٰذا انہوں نے مجاہدہ کے لئے تین روزے بادشاہ کی خاطر سے رکھے تا کہ عالم ملکوت سے لذات کے ترک سے مناسبت ہو جاوے۔

بعد ازان گفتند اے بابا بما	شاہ پیغامے فرستاد از وجا
اس کے بعد انہوں نے کہا اے بابا! ہمیں	بادشاہ نے خوف سے ایک پیغام بھیجا ہے

یعنی بعد ان روزوں کے رکھنے کے انہوں نے کہا کہ اے بابا ہمارے پاس بادشاہ نے لاچاری کی وجہ سے پیغام بھیجا ہے وجا معنی خصی ہونا یہاں بمعنی لاچاری مطلب یہ کہ بعد روزوں کے وہ اس طرف متوجہ ہوئے اور اپنے باپ کی روح سے دریافت کیا کہ ہمارے پاس بادشاہ کا یہ پیغام آیا ہے۔

کہ دو مرد اورا بہ تنگ آوردہ اند	آبرویش پیش لشکر بردہ اند
کہ دو شخصوں نے اس کو تنگ کر دیا ہے	لشکر کے روبرو اس کی آبروریزی کر دی ہے

یعنی کہ دو آدمیوں نے اس کو تنگ کر رکھا ہے اور اس کی آبرو لشکر کے آگے گرائی ہے۔

نیست باایشان سلاح و لشکرے	جز عصا و درعصا شور و شرے
ان کے ساتھ ہتھیار اور لشکر نہیں ہے	لاٹھی کے علاوہ اور لاٹھی میں شور و شر ہے

یعنی ان کے ساتھ کوئی ہتھیار یا لشکر نہیں ہے سوائے ایک عصا کے کہ اس عصا ہی میں ایک شور و شر ہے مطلب یہ کہ صرف ایک عصا ان کے پاس ہے مگر بس وہی غضب کا ہے۔

تو جہان راستان در رفتہ	گرچہ در صورت بجا کے خفتہ
تو سچوں کے عالم میں چلا گیا ہے	اگرچہ بظاہر مٹی میں سویا ہوا ہے

یعنی اے بابا تو حیوان کے جہان میں گیا ہوا ہے اگرچہ ظاہراً ایک خاک میں سویا ہوا ہے مطلب یہ کہ وہاں تو سب منکشف ہے در معلوم ہے اور سب سچے ہیں لہٰذا آپ ہمیں یہ بتا دیجئے کہ۔

آن اگر سحرست مارا دہ خبر	ور خدائے باشد اے جان پدر
اگر وہ جادو ہے تو ہمیں بتا دے	اور اگر خدائی بات ہے اے ابا جان!

یعنی اگر وہ سحر ہے تو ہم کو خبر دے اور اگر یہ بات خدا والی ہے تو اے باپ کی روح

ہم خبر دہ تا کہ ما سجدہ کنیم	خویش را بر کیمیائے برزنیم
یہ بھی بتا دے تا کہ ہم سجدہ کریں	اپنے آپ کو کیمیا سے وابستہ کر دیں

یعنی تب بھی خبر دے تا کہ ہم اطاعت کرلیں اور اپنے کو ایک کیمیا پر لگا دیں مطلب یہ کہ ہم بھی پھر ان کے

www.besturdubooks.wordpress.com

فیوض سے مستفیض ہوں اس لئے کہ۔

نا امید ایئم امیدے رسد	در شب دیجور خورشیدے رسد
ہم مایوس ہیں امید پیدا ہو جائے	اندھیری رات میں سورج نکل آئے

یعنی ہم تو (رحمت حق سے) نا امید ہیں تو کوئی امید ہو اور شب تاریک میں کوئی خورشید پہنچے۔

از ضلال آئیم در راہ رشد	راندگانیم و کرم مارا کشد
ہم گمراہی سے راہ ہدایت پر آ جائیں	ہم مردود ہیں اور کرم ہمیں کھینچ لے

یعنی گمراہی سے ہم راہ ہدایت میں آ جاویں اور ہم راندگان درگاہ ہیں ہم کو کرم کھینچ لے غرض کہ جو کیفیت ہو اس سے آگاہ فرما دیا جاوے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ چنانچہ گھٹنے سے سر اٹھانے کے بعد انہوں نے اپنی ماں سے کہا کہ اماں چلو ہمیں ہمارے باپ کی قبر بتا دو اس نے ان کی رہنمائی کی اور قبر پر لے گئی اس کے بعد انہوں نے فرعون کے لئے تین روزے رکھے اس کے بعد کہا کہ ابا بادشاہ نے محزون ہو کر ہمارے پاس پیغام بھیجا ہے اور کہا ہے کہ دو آدمیوں نے مجھے پریشان کر رکھا ہے اور لشکر کے سامنے میری آبرو خاک میں ملا دی ہے نہ تو ان کے پاس ہتھیار ہیں نہ فوج بجز ایک عصا کے اور سارا شور و شر اس لاٹھی ہی میں ہے آپ بچوں کے ملک میں تشریف لے گئے ہیں گو بظاہر مٹی میں سوتے ہیں اگر یہ کوئی جادو ہے تب بھی آپ ہم کو بتلا دیجئے اور اگر خدائی قوت ہے جیسا کہ ان آدمیوں کا دعویٰ ہے تب بھی آپ ہم کو بتلا دیجئے تاکہ ہم بھی اس خدا کے مطیع ہو جاویں اور کیمیا سے مل کر کیمیا ہو جائیں اب تو ہم نا امید ہیں پھر ہم کو امید ہو جاوے اور شب تاریک ضلالت میں ہمارے لئے آفتاب ہدایت نکل آئے ہم گمراہی کو چھوڑ کر راہ ہدایت پر آئیں اور ہم مردودوں کو کرم حق سبحانہ اپنی طرف کھینچ لے۔

شرح شبّیری

اس مردہ ساحر کا اپنے لڑکوں کو جواب دینا

گفت شاں در خواب کاے اولاد من	نیست ممکن ظاہر ایں را دم زدن
اس نے ان سے خواب میں کہا' اے میرے بچو!	اس میں کھل کر بات کرنا ممکن نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان سے خواب میں کہا کہ اے میرے بچو اس میں ظاہر طور پر دم مارنا تو ممکن نہیں مطلب یہ کہ بالکل صاف صاف تو ہم بتا نہیں سکتے اس لئے کہ۔

فاش و مطلق گفتنم دستور نیست	لیک راز از پیش چشم دور نیست
کھلم کھلا اور صاف کہنے کی مجھے اجازت نہیں ہے	لیکن راز میری آنکھوں سے دور نہیں ہے

یعنی ظاہر اور صاف کہنے کی تو مجھے اجازت نہیں ہے لیکن راز میری آنکھوں کے سامنے سے دور بھی نہیں ہے مطلب یہ کہ چونکہ دنیا دار الابتلاء ہے اس لئے اگر اس عالم کے حالات صاف طور پر معلوم ہو جاویں تو پھر آزمائش ہی کیا رہے اس لئے اس نے کہا کہ ہم کو صاف صاف کہنے کا تو حکم حق نہیں ہے مگر اس بھید سے ہم بالکل ناواقف بھی نہیں بلکہ آگاہ ہیں لہذا یہ کریں گے کہ۔

لیک بنمایم شمارا آیتے	تاشود آگہ ز سر کینتے
لیکن میں تمہیں ایک علامت بتاتا ہوں	تا کہ تم پوشیدہ بات کے راز سے باخبر ہو جاؤ

لیکن تم کو میں ایک نشانی بتا دوں گا تا کہ تم مخفی شے کے بھید سے آگاہ ہو جاؤ۔

یک نشانے وانمایم باشما	تاشود پیدا شمار ایں خفا
میں تم پر ایک علامت ظاہر کر دیتا ہوں	تا کہ یہ پوشیدگی تم پر کھل جائے

یعنی میں تمہیں ایک نشانی دکھا دوں گا تا کہ تم پر یہ خفا ظاہر ہو جاوے آگے نشانی بتاتا ہے کہ۔

نور چشمانم چو آں جاگہ روید	از مقام خفتنش آگہ شوید
میرے نور چشمو! جب تم وہاں جاؤ	اس کے سونے کی جگہ معلوم کر لو

یعنی اے میرے نور چشمو جب تم اس جگہ پہنچو تو ان کے سونے کی جگہ سے آگاہ ہو جیو۔

آں زماں کہ خفتہ باشد آں حکیم	آں عصا گیرید بگذارید بیم
جب وہ دانا سوتا ہوا ہو (تو)	وہ لاٹھی لے لو اور خوف کو چھوڑ دو

یعنی جس وقت کہ وہ حکیم سوئے ہوئے ہوں تو اس عصا کو لے لو اور خوف کو چھوڑ دینا یعنی بس خوف تو کرنا مت کسی طرح اس عصا کو چرا لینا۔

گر بدز دیدش عصا او ساحرست	چارہ ساحر شمارا حاضرست
اگر تم نے اس کی لاٹھی چرا لی تو وہ جادوگر ہے	جادوگر کا علاج تمہارے پاس موجود ہے

یعنی اگر تم عصا کو چرا سکو تب تو وہ ساحر ہے اور ساحر کا علاج تمہارے پاس حاضر ہی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ورنہ بتوانید ہان آن ایزدیست	اور رسول ذوالجلال و مہتدیست
اگر تم نہ اٹھا سکو تو خبردار! وہ خدائی ہے	وہ اللہ کا رسول اور ہدایت یافتہ ہے

یعنی اور اگر نہ چرا سکو تو وہ اللہ والا ہے اور وہ رسول حق ہے اور مہتدی ہے تو اگر وہ رسول ہے تو پھر تو یہ سمجھ لو کہ۔

گر جہان فرعون گیرد شرق و غرب	سرنگون آرد خدارا گاہ حرب
اگر فرعون مشرق اور مغرب (پورا جہان) حاصل کرلے	لڑائی کے وقت اللہ کے سامنے اندھا ہو جائے گا

یعنی اگر سارا جہان شرق سے غرب تک فرعون ہی فرعون لے لے تو وہ خدا کے آگے لڑائی کے وقت سرنگوں ہی لاوے گا مطلب یہ کہ اگر ساری دنیا فرعون سے بھر جاوے تب بھی خدا کے آگے ان کی کچھ نہیں چل سکتی۔

این نشان راست دادم جان باب	برنویس اللہ اعلم بالصواب
باپ کی جان! میں نے یہ سچی نشانی دیدی	لکھ لے اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

یعنی میں نے یہ سچی نشانی دیدی ہے اے جان باپ کی اس کو (قلب پر) نقش کرلو واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ بس اس نشانی سے تم کو ان کا صدق و کذب معلوم ہو جاوے گا ایک قاعدہ کلیہ بیان کرتا ہے کہ۔

جان بابا چون بخسپد ساحرے	سحر و مکرش را نباشد رہبرے
جان پدر! جب کوئی جادوگر سو جاتا ہے	اس کے جادو اور مکر کا کوئی رہبر نہیں ہوتا

یعنی اے جان باپ کی جب کوئی ساحر سو رہتا ہے تو اس کے سحر اور مکر کا کوئی رہبر نہیں رہتا اس لئے کہ وہ ہی متصرف تھا وہ سو گیا اب اس کا تصرف باطل ہو جاتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

چونکہ چوپان خفت گرگ ایمن شود	چونکہ خفت او جہد او ساکن شود
جب گڈریا سو گیا بھیڑیا مطمئن ہو جاتا ہے	جب وہ سو گیا اس کی کوشش ٹھہر گئی

یعنی جبکہ چوپان سو جاوے تو گرگ بیخوف ہو جاتا ہے چونکہ وہ سو رہا ہے اس کی کوشش ساکن ہو گی یعنی جب وہ سو گیا تو اس کی خوب حفاظت بھی باطل ہو گئی۔

لیک حیوانے کہ چوپانش خداست	گرگ را آنجا امید و رہ کجاست
لیکن وہ جانور جس کا خدا نگہبان ہے	بھیڑیے کو وہاں امید اور راستہ کہاں ہے؟

یعنی لیکن جس جانور کا خدا نگہبان ہے گرگ کو اس جگہ امید اور راہ کب ہے اس لئے کہ وہ تو کبھی غافل نہیں ہوتے نہ سوتے ہیں تو وہاں کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی لہذا یاد رکھو کہ۔

جادوئے کہ حق کند حق ست و راست	جادوئے خواندن مر آن حق را خطاست
جو جادو خدا کرے وہ حق اور درست ہے	اس صحیح بات کو جادو کہنا ہی غلط ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس جادو کو حق تعالیٰ حق اور سچا فرمادیں تو اس حق کو جادو کہنا ہی خطا ہے مطلب یہ کہ اسی طرح جس کا محافظ خدا ہو وہاں کسی کی دسترس نہیں اسی طرح جس کی حق تعالیٰ حفاظت کریں اس کو کون مٹا سکتا ہے تو اگر وہ جادو ہے تو ان کے سو رہنے سے اس کا اثر باطل ہو جاوے گا اور تم اس کے چرانے پر قادر ہو گے اور اگر وہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے تو پھر تم اس کے چرانے پر قادر نہ ہو گے اس لئے کہ حق تعالیٰ تو ہر گھڑی متصرف ہیں پھر بولا کہ۔

جان بابا این نشان قاطع ست	گر بمیرد نیز حقش رافع ست
جان پدر! یہ قطعی علامت ہے	اگر وہ مر بھی جائے تو خدا اس کو بلند کرنے والا ہے

یعنی اے جان پدر یہ نشانی قاطع ہے اور اگر وہ مر بھی جاوے تب بھی حق اس کا رافع ہے یعنی اس نے کہا کہ ان کا اثر سونے سے تو کیا جاتا اگر وہ مر بھی جاویں تب بھی ان کا اثر زائل نہیں ہوتا بلکہ اسی طرح قائم رہتا ہے آگے مولانا اس سے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں وہ یہ ہے کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے سو جانے سے اس عصا پر کسی کا دسترس نہ پہنچتا تھا اسی طرح حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے قرآن شریف پر کسی محرف کو قدرت نہیں ہو سکتی سبحان اللہ خوب ہی انتقال ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:- اس نے ان سے خواب میں کہا کہ اے میرے بچو اس راز کو صاف صاف ظاہر کرنا تو میرے امکان میں نہیں کیونکہ مجھے صاف کہنے کی اجازت نہیں ہے مگر یہ راز مجھے معلوم ضرور ہے اب تم سے ایک علامت بیان کرتا ہوں تاکہ اس کے ذریعہ سے یہ راز مخفی تم پر آشکار ہو جاوے میرے نور چشمو جب تم وہاں پہنچو تو یہ معلوم کرو کہ وہ شخص کہاں سوتے ہیں اور یہ معلوم کر کے جب وہ سو رہے ہوں ان کی لاٹھی اٹھالاؤ دیکھو ڈرنا مت ورنہ راز ظاہر نہ ہوگا اب اگر تم اس لاٹھی کو چرا لو تب تو سمجھ لو کہ وہ جادوگر ہے پھر اس کا انتظام کر دینا تم کو کچھ مشکل ہی نہیں اور اگر چرا نہ سکو تو سمجھ لو کہ خدائی قوت ہے ان کا بیان سچا ہے اور وہ خدائے ذوالجلال کے رسول اور ہدایت یافتہ ہیں اگر فرعون مشرق و مغرب پر بھی قبضہ کر لے گا تب بھی وہ خدا سے نہیں لڑ سکتا لڑائی کے وقت حق سبحانہ ضرور اس کو مغلوب کریں گے۔ بیٹا یہ پکی پہچان میں نے تم کو بتائی ہے تم اسے دل پر نقش کر لو واللہ اعلم بالصواب بیٹا دیکھو جب جادوگر سو جاتا ہے تو بھیڑیا بے کھٹکے ہو جاتا ہے اس لئے کہ سونے سے اس کی تدابیر اور کوششیں رک جاتی ہیں مگر جس جانور کا محافظ خدا ہو بھیڑیئے کو وہاں رسائی کی امید بھی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ حق سبحانہ پر غفلت ہی طاری نہیں ہوتی پس سمجھو کہ خدا کا جادو واقعی اور سچا جادو ہے جس کا عالم میں کوئی توڑ نہیں میں نے بنا بر صنعت مشاکلت اسے جادو کہہ دیا ہے (جیسے عملت اطنجوالی جبة وقیمصاً یا اللہ یستھزنی

www.besturdubooks.wordpress.com

بهم) ورنہ اس کو حقیقۃً جادو کہنا غلط ہے بیٹا اگر تم اس کو اٹھانہ سکو تو سمجھنا کہ یہ اس کے دعویٰ نبوت کی قطعی الدلالۃ نشانی ہے اور ایسی ہے کہ سونا تو درکنار اگر ان کی وفات بھی ہو جاوے تب بھی حق سبحانہ اس کو بلند ہی کریں گے اور کبھی مغلوب نہ کریں گے۔

شرح شبیری

قرآن مجید کو عصائے موسیٰ علیہ السلام سے تشبیہ دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو موسیٰ علیہ السلام کے سوجانے سے تشبیہ دینا اور قرآن شریف میں تحریف کرنے والوں کو ان ساحر بچوں سے تشبیہ دینا جنہوں نے کہ عصائے موسیٰ علیہ السلام کو چرانا چاہا تھا جبکہ موسیٰ علیہ السلام سو رہے تھے

مصطفیٰ را وعدہ کرد الطاف حق	گر بمیری تو نمیرد این سبق
اللہ کی مہربانیوں نے مصطفیٰ سے وعدہ کیا ہے	اگر تمہاری وفات ہو گئی تب بھی تو یہ سبق فنا نہ ہوگا

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے الطاف حق نے وعدہ فرمایا تھا کہ اگر آپ وفات بھی پا گئے تب بھی یہ درس قرآن نہ مریگا اس لئے کہ

من کتاب و معجزت را حافظم	بیش وکم کن راز قرآن رافضم
میں تیری کتاب اور معجزے کا نگہبان ہوں	میں قرآن میں زیادتی اور کمی کرنے والے کا مخالف ہوں

یعنی میں آپ کی کتاب اور معجزہ (کے رتبہ) کو بلند کرنے والا ہوں اور گھٹانے بڑھانے والے کو قرآن سے مانع ہوں (اور کسی کو قدرت نہ ہونے دوں گا)

من ترا اندر دو عالم رافعم	طاغیان را از حدیثت دافعم
میں تجھے دونوں جہان میں بلند کرنے والا ہوں	سرکشوں کو تیری حدیث سے دفع کرنے والا ہوں

یعنی میں آپ کا دونوں عالم میں حافظ ہوں اور نافرمانوں کو آپ کی حدیث سے دفع کرنے والا ہوں۔

کس نیارد بیش وکم کردن درو	تو بہ از من حافظے دیگر مجو
اس میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں کر سکتا	تو مجھ سے بہتر محافظ کی جستجو نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس میں کوئی شخص بیش وکم نہ کر سکے گا آپ مجھ سے بہتر کوئی اور محافظ نہ تلاش کریں۔

رونقت را روز افزون میکنم	نام تو بر زرد بر نقرہ زنم
میں تیری رونق دن بدن بڑھاؤں گا	تیرا نام سونے اور چاند پر کندہ کروں گا

یعنی آپ کی رونق کو دن پر دن زیادہ کروں گا اور آپ کے نام کو سونے اور چاندی پر لاؤں گا یعنی آپ کی سلطنت ہوگی اور آپ کے نام کا سکہ چلے گا چنانچہ ہوا۔

منبر و محراب سازم بہر تو	در محبت قہر من شد قہر تو
میں تیرے لئے منبر اور محراب بناؤں گا	محبت کی وجہ سے میرا غصہ تیرا غصہ بن گیا ہے

یعنی میں آپکے لئے منبر اور محراب بناؤں گا اور محبت میں آپ کا قہر میرا قہر ہے مطلب یہ کہ آپ سے محبت ہونے کی وجہ سے اگر کسی پر آپ کا قہر ہوگا تو اس پر میرا قہر بھی ہوگا اور میں تمہارے لئے منبر و محراب جو کہ لوازم سلطنت سے ہیں بناؤں گا اور ابھی تو یہ حالت ہے کہ

نام تو از ترس پنہان میکنند	چون نماز آرند پنہان مے شوند
وہ ڈر کی وجہ سے تیرا نام لیتے ہیں	اے ہنرمند! اذان بھی چھپ کر (دیتے ہیں)

یعنی آپ کے نام کو خوف کی وجہ سے پوشیدہ کرتے ہیں اور جب نماز پڑھتے ہیں تو پوشیدہ ہو جاتے ہیں۔

خفتہ میگویند نامت را کنون	خفیہ ہم بانگ نماز اے ذوفنون
وہ اب چھپ کر تیرا نام لیتے ہیں	اے ہنرمند آذان بھی چھپ کر دیتے ہیں

یعنی اب تو آپ کے نام مبارک کو خفیہ لیتے ہیں اور آواز نماز کو بھی خفیہ رکھتے ہیں اے ذوفنون

از ہراس و ترس کفار لعین	دینت پنہان مے شود زیر زمین
ملعون کافروں کے ڈر اور خوف سے	تیرا دین زمین میں چھپا جاتا ہے

یعنی کفار لعین کے خوف اور ترس کی وجہ سے آپ کا دین ابھی تو (گویا کہ) زیر زمین دفن ہو رہا ہے (مگر عنقریب یہ ہوگا کہ)

من منارہ برکنم آفاق را	کور گردانم دو چشم عاق را
میں دنیا کو (دین سے) روشن کردوں گا	میں نافرمان کی دونوں آنکھوں کو اندھا کر دوں گا

یعنی میں آفاق میں اس دین کو منارہ پر کروں گا اور منکر کی دونوں آنکھوں کو اندھا بنادوں گا۔

چاکرانت شہر ہا گیرند و جاہ	دین تو گیرد ز ماہی تا بماہ
تیرے خادم شہر اور مرتبہ حاصل کر لیں گے	تیرا مذہب مچھلی سے چاند تک پھیل جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آپ کے غلام شہروں اور مرتبوں کو لے لیں گے اور آپ کا دین ماہی سے ماہ تک محیط ہو جاوے گا یعنی اسفل سے لے کر اعلیٰ تک آپ ہی کا دین ہوگا۔

تا قیامت باقیش داریم ما	تو مترس از نسخ دین اے مصطفیٰ
ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے	اے مصطفیٰ تم دین کے مٹنے سے نہ ڈرو

یعنی قیامت تک ہم اس کو باقی رکھیں گے اور اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تم نسخ دین سے خوف مت کرو مطلب یہ کہ آپ بے فکر رہیں آپ کے بعد نسخ حسی نہیں ہوسکتا۔

اے رسول ما تو جادو نیستی	صادقی ہم خرقۂ موسیستی
اے ہمارے رسول! تم جادو نہیں ہو	تم سچے ہو موسیٰ کے پیر بھائی ہو

یعنی اے ہمارے رسول آپ جادوگر نہیں ہیں آپ صادق ہیں اور آپ موسےٰ کے ہم خرقہ ہیں۔

ہست قرآن مرترا ہمچون عصا	کفر ہارا درکشد چون اژدہا
قرآن تمہارے لئے (حضرت موسیٰ کی) لاٹھی کی طرح ہے	(جو) اژدھے کی طرح کفروں کو نگل جائے گا

یعنی تمہارے لئے قرآن مثل عصا کے ہے کہ وہ کفروں کو اژدہا کی طرح مار ڈالتا ہے۔

تو اگر در زیر خاکے خفتۂ	چون عصائش دان تو انچہ گفتۂ
تم اگرچہ مٹی میں خوابیدہ ہو	جو کچھ تم نے کہا ہے اس کو ان (موسیٰ کی لاٹھی کی طرح سمجھو)

یعنی اگر آپ زیر خاک سو رہے ہیں تو جو کچھ کہ آپ نے فرمایا ہے اس کو عصا کی طرح جانو۔

گرچہ باشی خفتہ تو در زیر خاک	چون عصا آگہ بود آن گفت پاک
اگرچہ تم مٹی کے نیچے سوئے ہوئے ہو	(موسیٰ کے) عصا کی طرح وہ پاک کلام باخبر رہے گا

یعنی اگرچہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر اس قول پاک کو مثل عصا کے آگاہ سمجھئے کہ جس طرح وہ عصا سارقوں سے آگاہ ہو کر ان کو بھگا دیتا تھا اسی طرح یہ قرآن بھی کسی کو اپنے اوپر قدرت نہ ہونے دے گا۔

قاصدآن را بر عصایت دست نے	تو بخسپ اے شہ مبارک خفتنے
ارادہ کرنے والوں کو تمہاری لاٹھی پر قابو نہیں ہے	اے شاہ تم سو جاؤ تمہارا سو جانا مبارک ہے

یعنی (تحریف کے) قاصدوں کو آپ کے عصا پر قدرت نہیں ہے اے شاہ دو جہاں آپ مبارک سوتا سوئیے یعنی آپ بے فکر سوویں اس پر کسی کو قدرت نہ ہوگی اس لئے کہ۔

تو بخفتہ نور تو بر آسمان	بہر پیکار توزہ کردہ کمان
تم سوئے ہوئے ہو تمہارا آسمان پر ہے	تمہارے دشمنوں سے لڑنے کے لئے کمان پر چلا چڑھائے ہوئے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آپ سو رہے ہیں اور آپ کا نور آسمان پر آپ کی طرف سے لڑائی کے لئے کمان زہ کئے ہوئے ہے۔

فلسفی و آنچہ پوزش میکند	قوس نورت تیر دوزش میکند
فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے	تیرے نور کی کمان اس کو چھید ڈالتی ہے

یعنی فلسفی اور اس کا منہ جو کچھ کرتا ہے آپ کے نور کی قوس اس کو تیر دوز کر دیتی ہے یعنی اس کو زک دیدیتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آن چناں کرد وازاں افزون کہ گفت	او بخفت و بخت و اقبالش نخفت
(اللہ تعالیٰ نے) وہ کیا جو کہا اور اس سے بھی زیادہ	وہ (مصطفیٰ) سو گئے اور ان کا نصیبہ اور اقبال نہ سویا

یعنی حق تعالیٰ نے ویسا ہی کیا بلکہ اس سے زیادہ جیسا کہ کہا تھا آپ سو رہے اور آپ کا بخت و اقبال نہ سویا بلکہ بحمد اللہ تاہنوز روز افزوں ور و بترقی ہے اللھم زد فزد آگے پھر موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا گر بمیر دینز حقش رافع ست کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مذکورہ بالا بیان بالکل صحیح ہے چنانچہ اس کی نظیر یہ واقعہ موجود ہے کہ حق سبحانہ نے اپنے فضل و کرم سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے کہ اگر آپ انتقال بھی فرما جاویں تو قرآن پھر بھی زندہ رہے گا میں اس کتاب اور اس معجزہ کو تفوق بخشوں گا اور جو اس میں تحریف کرنا چاہے گا میں مزاحمت کروں گا اور اس کو کامیاب نہ ہونے دوں گا میں آپ کا دونوں عالم میں محافظ ہوں اور جو آپ کی بات نہ مانیں میں نہ ان کو چھوڑ دوں گا جب میں تم پر اتنا مہربان ہوں تو میں قرآن کی بھی حفاظت کروں گا تم اطمینان رکھو قرآن میں کوئی شخص کمی بیشی نہیں کر سکتا اور مجھ سے بڑھ کر تم کو کوئی محافظ ملے گا بھی نہیں پس فکر بیکار ہے میں آپ کی رونق کو روز بروز ترقی دوں گا اور سونے چاندی پر آپ کے نام کا سکہ ہوگا میں آپ کے لئے منبر و محراب بناؤں گا جن میں آپ بحیثیت ایک مقتدا کے جلوہ افروز ہوں گے اور چونکہ مجھے آپ سے نہایت محبت ہے اس لئے آپ کا قہر و غضب میرا قہر و غضب ہوگا گو اب یہ حالت ہے کہ مومنین مارے خوف کے آپ کا نام نہیں لے سکتے اور نماز بھی پڑھتے ہیں تو چھپ کر اور آپ کا نام بھی لیتے ہیں تو آہستہ سے اور اذان بھی دیتے ہیں تو اس طرح کہ کسی کو خبر نہ ہو اور ملعون کفار کے خوف سے آپ کا دین یوں پوشیدہ ہے جیسے کوئی چیز زمین میں چھپی ہو لیکن عنقریب میں آپ کے دین کو مشہور عالم کروں گا اور نافرمانوں کی آنکھوں کو اس کی چمک دمک سے اندھا کروں گا آپ کے خدام ملک و جاہ پر قابض ہوں گے اور آپ کے دین کا زمین سے آسمان تک تسلط ہوگا آپ اس کا بھی اندیشہ نہ کریں کہ آپ کا دین کسی وقت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ادیان سابقہ کی طرح منسوخ ہو جاوے گا یا مٹ جاوے گا نہیں بلکہ ہم اس کو قیامت تک باقی رکھیں گے اے ہمارے رسول آپ جادو نہیں جس کی شان وشوکت عارضی ہو بلکہ آپ سچے اور موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ نبوت میں مماثل ہیں آپ کے لئے قرآن ایسا ہی ہے جیسا ان کے پاس عصا تھا کہ یہ بھی تمام کفروں کو اژدھے کی طرح نگل جاوے گا آپ اگرچہ زیر زمین خواب راحت میں ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام مثل عصائے موسےٰ ہوگا کہ اس کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا اگرچہ آپ زیر خاک سو رہے ہوں مگر آپ کے منہ سے نکلا ہوا کلام عصا کی طرح خبردار ہوگا اور جو اس میں تحریف وغیرہ کا قصد کرے گا اس کا اس پر قابو نہ چلے گا پس آرام سے سوئیے اور کچھ فکر نہ کیجئے آپ کا جسم سوتا ہوگا مگر آپ کا نور جان عالم بالا پر پہنچا ہوا جنگ مخالفین کے لئے کمان کھینچے ہوئے ہو گا یعنی آپ کو روحانی تعلق سبحانہ سے ہوگا جس کی وجہ سے حق سبحانہ اس وقت اس کی خصوصیت کے ساتھ محافظ ہوں گے اور فلسفی اور حکیم دنیا اور انکا پوز جو کارروائی آپ کے خلاف کرے گا آپ کا نور اس کو فنا کردے گا اب مولانا فرماتے ہیں کہ جیسا حق سبحانہ نے وعدہ فرمایا تھا ویسا ہی کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو گئے مگر آپ کا بخت واقبال بیدار رہا۔

شرح شبّیری

موسیٰ علیہ السلام کی حکایت کا بقیہ

جان بابا چونکہ ساحر خواب شد	کار او بے رونق و بے آب شد
جان پدر! جب جادوگر سو گیا	تو اس کا کام بے رونق اور بے اثر ہوا

یعنی (اس مردہ ساحر نے کہا کہ) اے جان پدر جب ساحر سو گیا تو اس کا کام بے رونق اور بے آب ہو گیا اس لئے کہ متصرف وہ ہی تھا اب اس کا تصرف باطل ہو گیا۔

ہر دو از گورش روان گشتند و تفت	تا بمصر از بہر آن پیکار رفت
دونوں (جادوگر) اس (باپ) کی قبر سے فوراً روانہ ہوگئے	سخت جنگ کے لئے مصر کی جانب

یعنی وہ دونوں اس کی قبر سے جلدی سے روانہ ہوگئے یہاں تک کہ مصر میں اس مقابلہ عظیم کے لئے آئے۔

چون بمصر از بہر آن کار آمدند	طالب موسیٰ و جائے او شدند
جب اس کام کے لئے مصر میں پہنچے	(حضرت موسیٰ اور ان کی قیام گاہ کے طلبگار بنے

یعنی جب مصر میں اس کام کے لئے آئے تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قیامگاہ کے متلاشی ہوئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اتفاق افتادکاں روز و رود	موسیٰ اندر زیر نخلے خفتہ بود
یہ اتفاق ہوا پہنچے کے دن	حضرت موسیٰ کھجور کے درخت کے سوئے ہوئے تھے

یعنی اتفاق ایسا پڑا کہ اس ورود (ساحران) کے دن میں موسیٰ علیہ السلام ایک کھجور کے نیچے سو رہے تھے۔

پس نشان دادند شان مردم بدو	کہ بروز ان سوئے نخلستان بجو
لوگوں نے ان کو ان کا پتہ بتایا	کہ جا اس نخلستان کی جانب تلاش کر

یعنی لوگوں نے ان ساحروں کو ان کا نشان بتایا کہ جاؤ اور اس نخلستان کے اس طرف تلاش کرو۔

چون بیامد دید درخرمانیان	خفتۂ کو بود بیدار جہان
جب وہ پہنچا تو کھجوروں میں دیکھا	اس کو سویا ہوا جو دنیا بھر کا بیدار تھا

یعنی جب وہ آئے تو انہوں نے کھجور کی جڑ میں ایک سویا ہوا دیکھا جو کہ جہان کا بیدار تھا یعنی قلب کے اعتبار سے سارے جہان سے زیادہ بیدار تھا اس کو دیکھا کہ وہ سو رہا ہے اب یہاں شبہ سا ہوا کہ جب بیدار تھے تو سو کیوں رہے تھے اس کو فرماتے ہیں۔

بہر نازش بستہ او دو چشم سر	عرش و فرشش جملہ در پیش نظر
ناز میں وہ سر کی دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے	عرش اور فرش سب اس کی نگاہ میں

یعنی ناز کی وجہ سے انہوں نے سر کی دونوں آنکھیں بند کر لی تھیں مگر عرش و فرش سب ان کی پیش نظر تھا مطلب یہ کہ اگر چہ وہ ظاہر میں سو رہے تھے مگر اصل میں وہ بیدار تھے اس لئے کہ ان کا قلب بیدار تھا مگر جس طرح کہ بچہ ماں کی گود میں لیٹ کر آرام اور ناز کی وجہ سے آنکھیں بند کر لیتا ہے اسی طرح انہوں نے ان دونوں چشم سر کو بلند کر لیا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے بسا بیدار چشم و خفتہ دل	خود چہ بیند چشم اہل آب و گل
بہت سے بیدار آنکھ والے اور سوئے ہوئے دل والے ہیں	آب و گل والوں کی آنکھ کیا دیکھ سکتی ہے

یعنی بہت سے ایسے ہیں کہ بیدار چشم ہیں اور دل سویا ہوا ہے تو آب گل کی آنکھ خود کیا دیکھ سکتی ہے مطلب یہ کہ جب یہ چشم آب وگل کھلی ہوگی تو یہ سوائے ان ظاہری چیزوں کے اور کیا دیکھے گی ظاہر ہے کہ اسکی نظر تو ان ہی پر رہے گی۔

وانکہ دل بیدار دارد چشم سر	گر بخسپد برکشاید صد بصر
جو شخص بیدار دل رکھتا ہے سر کی آنکھ	اگر سو جائے سو بینائیاں کھل جاتی ہیں

یعنی اور جو کہ دل بیدار رکھتا ہے تو اگر چشم سر سو بھی جاوے تو وہ سینکڑوں آنکھیں کھول دے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر تو اہل دل نہ بیدار باش	طالب دل باش و در پیکار باش
اگر تو صاحب دل نہیں ہے جاگتا رہ	دل کا طالب بن اور (نفس سے) لڑتا رہ

یعنی اگر تو اہل دل نہیں ہے تو جاگا کر اور دل کا طالب وہ اور (نفس کی) لڑائی میں رہ مطلب یہ کہ اگر تم کو بیداری قلب نصیب نہیں ہے تو خیر راتوں کو ان آنکھوں ہی کو کھولے رکھو کہ اسی سے بہت کچھ ہو جاوے گا۔

ور دلت بیدار شد مے خسپ خوش	نیست غائب ناظرت از ہفت و شش
اگر تیرا دل بیدار ہوگیا ہے آرام سے سو جا	سات (آسمانوں) اور چھ (جہتوں) سے تیری نگاہ غائب نہیں ہے

یعنی اور اگر تیرا دل بیدار ہو جاوے تو پھر خوب سو پھر تیری نظر تھوڑے بہت کسی سے غائب نہیں ہے مطلب یہ کہ بعد مجاہدہ و ریاضت کے اگر کچھ آرام زیادہ بھی کر لو تب بھی کوئی حرج کی بات نہیں ہے مگر قبل نفس کے رام ہونے کے تو ذرا مجاہدہ و ریاضت کرو اور اس کی تدبیر یہی ہے کہ حقوق نفس تو ادا کرے مگر حظوظ میں مبالغہ نہ کرے اسی سے سب کچھ ان شاء اللہ حاصل ہو جاوے گا ہاں اس کے ساتھ جو اور شرائط ہیں وہ ہیں ہی۔

گفت پیغمبر کہ خسپد چشم من	لیک کے خسپد دلم اندر وسن
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ میری آنکھ سوتی ہے	لیکن نیند میں میرا دل کب سوتا ہے؟

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری آنکھ تو سو رہتی ہے مگر میرا قلب اونگھ میں کب سوتا ہے یعنی آپ کی نیند بھی مشابہ اونگھ کے ہوتی تھی جیسے کہ ہم لوگوں کا وضو اونگھ سے نہیں ٹوٹتا اسی طرح آپ کا وضو سونے سے نہ جاتا تھا اس لئے کہ آپ کی نیند بھی مثل اونگھ کے ہے اس لئے کہ آپ کا قلب بیدار ہی رہتا تھا۔

شاہ بیدارست حارس خفتہ گیر	جان فدائے خفتگان دل بصیر
شاہ بیدار ہے محافظ سو بھی گیا ہو	بیدار دل سوتے ہوؤں پر جان قربان ہے

یعنی بادشاہ کو بیدار اور پاسبان کو سویا ہوا فرض کرو ہماری جان ان سوئے ہوؤں پر فدا ہو جن کا دل بصیر ہے مطلب یہ کہ قاعدہ تو یہ ہے کہ چوکیدار جاگتا ہے اور بادشاہ سوتا ہے مگر یہاں قلب جو کہ مشابہ بادشاہ کے ہے جاگتا ہے اور آنکھ جو کہ مثل پاسبان کے ہے سوتی ہے یہ عجیب الٹی بات ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

وصف بیداری دل اے معنوی	مے نگنجد در ہزاران مثنوی
اے معنی کو سمجھنے والے! دل کی بیداری کا وصف	ہزاروں مثنویوں میں بھی نہیں سما سکتا

یعنی اے معنوی بیداری دل کا وصف تو ہزاروں مثنویوں میں بھی نہ سماوے گا لہٰذا اس کو یہیں تک بیان کر کے آگے پھر ان ساحروں کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

22

چون بدیدندش کہ خفتست او دراز	بہر دزدی عصا کردند ساز
جب انہوں نے ان کو پیر پھیلائے سوتے دیکھا	انہوں نے لاٹھی چرانے کی تیاری کی

یعنی جب انہوں نے دیکھا کہ وہ لمبے لمبے سو رہے ہیں تو عصا کے چرانے کا سامان کیا۔

ساحران قصد عصا کردند زود	کز پسش باید شدن انگہ ربود
جادو گروں نے فوراً لاٹھی کا قصد کیا	کہ پیچھے سے جانا چاہیے اور اس کو اڑا لینا (چاہیے)

یعنی ساحروں نے جلدی سے عصا (کے چرانے) کا قصد کیا کہ ان کے پیچھے سے جانا چاہئے اور اس کو اچک لینا چاہئے اس لئے کہ سامنے جانے سے تو خوف تھا کہ وہ شاید جاگتے ہوں تو دیکھ لیں لہذا یہ تدبیر کی۔

اندکے چون بیشتر کردند ساز	اندر آمد آن عصا در اہتزاز
جب آگے (بڑھنے کا) تھوڑا سا قصد کیا	وہ لاٹھی حرکت میں آ گئی

یعنی جب تھوڑا سا زیادہ سامان کیا تو وہ عصا ہلنے میں آیا یعنی جب وہ ذرا اور قریب پہنچے تو اس عصا نے ہلنا شروع کیا۔

آنچنان برخود بلرزید آن عصا	کان دو برجا خشک گشتند از وجا
لاٹھی نے خود بخود اس طرح جھرجھری لی	کہ وہ دونوں خوف سے (اپنی) جگہ پر خشک ہو گئے

یعنی وہ عصا خود بخود اس طرح ہلا کہ وہ دونوں اپنی جگہ ہی پر ڈر کے مارے سوکھ گئے۔

بعد ازان شد اژدہا و حملہ کرد	ہر دو آن بگریختند و روئے زرد
اس کے بعد وہ اژدھا بن گئی اور اس نے حملہ کر دیا	دونوں بھاگے اور ان کا چہرہ زرد (تھا)

یعنی جب اس (ہلنے) کے وہ اژدہا ہو گیا اور اس نے حملہ کیا تو وہ دونوں روئے زرد ہو کر بھاگے روئے زرد ہو کر بھاگنے سے مراد خائف ہو کر بھاگنا ہے۔

رودر افتادن گرفتند از نہیب	غلط غلطان منہزم اندر نشیب
خوف سے انہوں نے منہ کے بل گرنا شروع کر دیا	لوٹتے پوٹتے ہر گڑھے میں پسپا ہوتے ہوئے

یعنی انہوں نے ڈر کے مارے گرنا شروع کیا اور لڑکتے پڑکتے نشیب میں بھاگنے والے یعنی نشیب میں کو بھاگ رہے تھے تاکہ اس اژدہا کی نگاہ سے اوجھل ہو جاویں۔

پس یقین شان شد کہ ہست از آسمان	زانکہ میدیدند حد ساحران
تو ان کو یقین ہو گیا کہ وہ (طاقت) آسمانی ہے	اس لئے کہ انہوں نے جادوگروں کی انتہا کو دیکھا تھا

یعنی پس ان کو یقین ہو گیا کہ آسمان ہی سے ہے اس لئے کہ انہوں نے ساحروں کی حد تو دیکھی تھی مطلب یہ کہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سحر کو تو پہچانتے تھے اور اس میں وہ علامات نہیں تھیں لہذا معلوم ہوا کہ یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس ازیں رو علم سحر آموختن	نیست ممنوع و حرام و ممتہن
لہذا اس حیثیت سے جادو کا علم سیکھنا	ممنوع اور حرام اور ذلیل نہیں ہے

یعنی اس حیثیت سے علم سحر کو سیکھ لینا ممنوع اور حرام اور ممتہن نہیں ہے یعنی اس نیت سے کہ حق و باطل میں تمیز ہو جاوے اگر سحر کو کوئی سیکھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے ہاں اس کے مقتضا پر عمل نہ کرے جیسے کہ فلسفہ کو پڑھا جاوے کہ ان لوگوں کے جواب دیئے مگر اس پر عمل نہ کرے مولانا خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

بہر تمیز حق از باطل نکوست	سحر کردن شد حرام اے مرد دوست
حق کو باطل سے جدا کرنے کے لئے اچھا ہے	اے دوست جا! جادو کرنا حرام ہے

یعنی حق کو باطل سے تمیز دینے کے لئے تو اچھا ہے (مگر) اے دوست سحر کرنا حرام ہے یعنی اس پر عمل نہ کرے صرف اس کی حقیقت کے معلوم کرنے کو سیکھ لے خیر جب وہ بھاگے تو ان کی یہ حالت ہوئی کہ۔

بعد ازان اطلاق وتپ شان شد پدید	کارشان تا نزع و جان کندن رسید
اس کے بعد ان کو دست آئے اور بخار آ گیا	ان کا معاملہ نزع اور جان کنی تک پہنچ گیا

یعنی بعد اس کے ان کو (ڈر کی وجہ سے) دست اور بخار ہو گیا اور ان کا کام نزع اور جان کنی تک پہنچ گیا۔

پس فرستادند مردے در زمان	سوئے موسیٰؑ از برائے عذر آن
تو انہوں نے فوراً ایک آدمی بھیجا	(حضرت) موسیٰ کے پاس اس معذرت کے لئے

یعنی بس انہوں نے اسی وقت اس فعل کی عذر خواہی کے لئے موسیٰ علیہ السلام کے پاس آدمی بھیجا۔

کامتحان کردیم مارا کے رسد	امتحان تو اگر نبود حسد
کہ ہم نے آزمایا' ہمیں کب حق تھا	آپ کے آزمانے کا' اگر حسد نہ ہوتا

یعنی کہ ہم نے امتحان کیا تو ہم کو آپ کا امتحان کرنا کب لائق تھا اگر حسد نہ ہوتا مطلب یہ کہ ہم نے جو یہ امتحان کیا یہ اسی لئے تھا کہ ہمارے قلب میں آپ کی طرف سے کینہ تھا ورنہ اس امتحان کی کیا ضرورت تھی تو چونکہ ہم سے یہ خطا ہو گئی ہے لہذا ہم اب معافی کے خواستگار ہیں۔

مجرم شاہیم مارا عذر خواہ	اے تو خاص الخاص درگاہ الٰہ
ہم شاہی مجرم ہیں' ہماری عذر خواہی کر دیجئے	آپ خدا کی بارگاہ کے خاص الخاص ہیں

یعنی ہم مجرم شاہ ہیں آپ ہماری عذر خواہی فرماویں اے وہ شخص کہ آپ درگاہ خداوندی کے خاص الخاص ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

درگزر از ما کہ ما کردیم بد	اے ترا الطاف و فضل بے عدد
ہم نے برا کیا ہمیں معاف کر دیجئے	اے وہ کہ آپ کی مہربانیاں اور بزرگی بے شمار ہے

یعنی ہم سے درگزر فرمایئے اس لئے کہ ہم نے برا کیا ہے اے وہ کہ آپ کے الطاف اور فضل بے نہایت ہیں غرضکہ ان بے چاروں نے بہت ہی عذر خواہی کی۔

عفو کردو در زمان نیکو شدند	پیش موسیٰ برزمین سرمی زدند
انہوں نے معاف کر دیا اور وہ فوراً اچھے ہو گئے	(حضرت) موسیٰ کے سامنے سر پٹختے تھے

یعنی موسےٰ علیہ السلام نے معاف فرمادیا تو وہ اسی وقت اچھے ہو گئے اور موسے علیہ السلام کے آگے زمین پر سر مارتے تھے یعنی بہت ہی شرمندگی اور عاجزی کا اظہار کر رہے تھے۔

گفت موسیٰ عفو کردم اے کرام	گشت بر دوزخ تن و جاں تان حرام
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے شریفو! میں نے معاف کیا	تمہارا جسم اور روح دوزخ پر حرام ہو گئی ہے

یعنی موسےٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے کرام میں نے تو معاف کر دیا اور اب دوزخ تمہاری جان اور تن پر حرام ہو گئی یعنی آپ نے ان کو مغفور و مرحوم ہونے کی بشارت دی مگر ان کی شرمندگی اس سے نہ گئی اس لئے کہ اب تو ان کو موسےٰ علیہ السلام کی قدر ہو گئی تھی تو ان کی تسلی کے لئے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

من شمارا خود ندیدم اے دو یار	اعجمی سازید خود راز اعتذار
اے دو دوستو (گویا) میں نے تمہیں دیکھا ہی نہیں	عذر خواہی سے اپنے آپ کو گونگا بنا لو

یعنی اے دونوں یارو میں نے تو تم کو دیکھا بھی نہ تھا تم اس عذر خواہی سے اپنے کو اعجمی بنالو مطلب یہ کہ اب اس عذر خواہی میں اس قدر مبالغہ مت کرو اس لئے کہ زیادہ سخت بات تو اس وقت ہوتی جبکہ میں تم کو دیکھتا اور میرا دل دکھتا مگر اب تو مجھے خبر بھی نہ ہوئی تم نے جب کہا ہے تب خبر ہوئی ہے لہٰذا بس عذر خواہی کو ختم کرو کہ ہو چکی آگے فرماتے ہیں کہ ایک بات یہ کرنا کہ۔

ہمچنان بیگانہ شکل و آشنا	در نبرد آئید پیش بادشاہ
اسی طرح (بظاہر) اجنبی صورت اور (بباطن) دوست	بادشاہ کے سامنے مقابلے پر آ جاؤ

یعنی اسی طرح بیگانوں جیسے شکل اور (اصل میں) آشنا ہو کر بادشاہ کے مقابلہ میں آنا۔

آنچہ باشد مرشمارا از فنون	جمع آرید از درون و از برون
تمہارے پاس جو بھی کرتب ہوں	اندر اور باہر سے اکٹھے کر لو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو کچھ کہ تم کو فنون (جادو) سے (حاصل) ہو اس کو اندر سے باہر سے خوب جمع کرو مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ تدبیر بتائی کہ اب تم مومن تو ہو گئے مگر اس ایمان کو کسی پر ظاہر مت کرو بلکہ اسی طرح بیگانوں کی طرح آ کر مجھ سے مقابل ہونا اور اپنے کرتب خوب دکھانا اس کے بعد میں تم کو مغلوب کروں گا پھر سب کے سامنے ایمان کو ظاہر کرنا تو اس میں مصلحت یہ ہے کہ اور لوگوں کو بھی ترغیب ایمان کی ہو گی پس یہ سن کر وہ چلدیئے۔

شہروں سے ساحروں کا فرعون کے سامنے جمع ہونا اور اس سے خلعتیں پانا اور موسیٰ علیہ السلام کے مغلوب کرنے پر سینہ پر ہاتھ مارنا اور کہنا کہ اس کام کا دفعیہ ہم سے سمجھو

پس زمین را بوسہ دادند و شدند	انتظار وقت فرصت مے بدند
پھر انہوں نے زمین کو بوسہ دیا اور روانہ ہو گئے	فرصت کے وقت کے منتظر تھے

یعنی ان دونوں نے زمین کو بوسہ دیا اور چلدیئے اور وقت فرصت کے منتظر رہے (وہ وقت فرصت یہ تھا کہ)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب مولانا پھر قصہ خواب کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس مردہ نے کہا کہ بیٹا جب ساحر سو جاتا ہے تو اس کا کام بے رونق اور بے آب و تاب ہو جاتا ہے یہ سن کر وہ دونوں اس کی قبر سے مصر کی طرف اس جنگ عظیم کے لئے تیزی کے ساتھ روانہ ہو گئے جب وہ اس کام کے لئے مصر میں آئے تو انہوں نے موسےٰ علیہ السلام اور ان کے دولت خانہ کو تلاش کیا اتفاق ایسا ہوا کہ جس روز وہ آئے اس روز موسےٰ علیہ السلام ایک کھجور کے درخت کے نیچے سو رہے تھے جب انہوں نے لوگوں سے دریافت کیا تو انہوں نے ان کو پتہ یہ بتایا کہ اس وقت وہ نخلستان میں ملیں گے وہاں تلاش کرو یہ سن کر وہ نخلستان میں آئے تو معلوم ہوا کہ وہ سو رہے ہیں لیکن یاد رکھو کہ ان کی روح سوئی ہوئی نہ تھی بلکہ وہ بیدار تھی مگر ان کی جسمانی آنکھیں بند تھیں اس لئے ان کو ایک ایسے معشوق سے تشبیہ دی جا سکتی ہے جو جاگتا ہو مگر ناز سے آنکھیں بند کر لے وہ سونے کی حالت میں عرش و فرش سب کو بچشم قلب دیکھ رہے تھے ان کی تو یہ حالت تھی کہ سوتے میں بھی جاگ رہے تھے اور بہت سے ایسے بھلے مانس ہیں کہ جاگتے میں بھی سوتے ہیں یعنی ان کی چشم قلب بند ہے اور جسمانی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں لیکن بے چارے جسمانی لوگوں کی آنکھیں کھلی ہو کر بھی کیا خاک دیکھ سکتے ہیں لیکن اگر یوں کہا جاوے کہ وہ ظاہر ابھی سو رہے ہیں اور باطناً بھی تب بھی ایک حد تک صحیح ہے کیونکہ یہ بیداری بھی بمنزلہ خواب کے ہے برخلاف ان لوگوں کے جن کا دل جاگتا ہے کیونکہ ایسے لوگوں کا سونا بھی مثل بیداری کے ہے کیونکہ اگر جسمانی آنکھیں بند ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتی ہیں تو روحانی آنکھیں بجائے ان دو کے سو کھل جاتی ہیں پس جب اہل دل کی فضیلت معلوم ہو گئی تو اب تم اپنی حالت کو دیکھو اگر تم اہل دل نہیں ہو تو سونے کا موقع نہیں بلکہ تم کو ذکر اللہ کے لئے راتوں کو جاگنا چاہئے اور اصلاح قلب اور مخالفت نفس و شیطان کرنا چاہئے اور اگر تمہارا دل بیدار ہو چکا ہے تو مزے سے پاؤں پھیلا کر سوؤ اب تمہاری چشم قلب سے کوئی معتدبہ چیز غائب نہ ہو گی نہ کم نہ زیادہ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سونے کی حالت میں میری آنکھ سوتی ہے دل نہیں سوتا اور جبکہ بادشاہ یعنی دل بیدار ہو اور محافظ یعنی جسم سوتا ہو تو سویا کرے کیا مضائقہ مصیبت تو جب ہے کہ بادشاہ سو جاوے ارے وہ لوگ قربان ہو جانے کے قابل ہیں جو سوتے ہوں مگر قلوب ان کے مشاہدہ جمال حق میں مصروف ہوں واقعی بات یہ ہے کہ بیداری قلب بڑی دولت ہے اگر اس کی تعریف کی جاوے تو ہزاروں مثنویاں بھی اس کے لئے کافی نہ ہوں اس لئے ہم اس کو مختصر کرتے ہیں اور اصل قصہ بیان کرتے ہیں جبکہ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ پاؤں پھیلائے سو رہے ہیں تو عصا کو چرانے پر اتفاق کیا اس کے بعد اس کو چرانے کا قصد کیا اور چاہا کہ پیچھے سے جا کر چپکے سے اڑا لیں جونہی وہ کسی قدر آگے بڑھے فوراً عصا کو جنبش شروع ہوئی وہ کچھ اس طرح سے ہلا کہ اس کو دیکھتے ہی وہ دونوں خوف سے سوکھ گئے اس کے بعد وہ اژدہا بنا اور ان پر حملہ کیا تو وہ بھاگے اور مارے خوف کے چہروں کی رنگت زرد ہو گئی۔ فرط دہشت سے اچھی طرح بھاگ بھی نہ سکتے تھے بلکہ گر گر پڑتے تھے مگر وہ گرتے پڑتے کسی نشیب کے اندر بھاگ ہی گئے اب تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ تصرف حق سبحانہ ہے اس لئے کہ وہ ماہر فن تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ یہ بات ساحروں کی طاقت سے باہر ہے پس اگر کوئی جادو اس غرض سے سیکھے کہ تصرف حق سبحانہ اور تصرف جادوگران میں امتیاز کر سکے تو نہ ممنوع و حرام ہے اور نہ ذلیل کام خیر یہ تو استطراداً مذکور ہو گیا اب سنو کہ اس کے بعد ان کی کیا حالت ہوئی وہ بھاگ تو گئے مگر ان کو دست لگ گئے اور بخار چڑھ آیا۔ حتیٰ کہ قریب المرگ ہو گئے جب یہ حالت ہوئی تو کسی شخص کو فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس معذرت کے لئے بھیجا اور کہا کہ ہم نے آپ کا امتحان کیا لیکن اگر فی الجملہ حسد کی آمیزش نہ ہوتی تو ہم کو آزمائش کب زیبا تھی پس ہمارے حسد نے یہ نوبت پہنچائی پس اے درگاہ حق سبحانہ کے خاص الخاص بندے ہم اپنے جرم کا اعتراف کرتے ہیں آپ ہم کو معاف فرما دیں موسیٰ علیہ السلام نے ان کا قصور معاف کر دیا اور وہ اچھے ہو گئے اس کے بعد خود حاضر خدمت ہوئے اور نہایت تعظیم و تکریم کی اور کہا کہ ہم نے بری حرکت کی آپ ہم کو معاف فرما دیں آپ کے الطاف و افضال بے حد و نہایت ہیں لہٰذا اس خطا کو معاف کر دینا آپ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے معاف کیا اور میں تم کو خوشخبری دیتا ہوں کہ اب تم پر دوزخ حرام ہو گئی ہے کیونکہ تم مسلمان ہو گئے ہو میں نے تم کو دیکھا بھی نہیں تھا پس اب تم معذرت کو بالکل بھول جاؤ اب میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم بادشاہ کے سامنے مقابلہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

یوں آنا چاہیے کہ تم مجھے جانتے ہی نہیں اور اپنے ہنر خوب دکھلانا اور بالکل کمی نہ کرنا کیونکہ اس سے فرعون پر کافی طور پر حجت قائم ہوگی ورنہ وہ خیال کرے گا کہ اگر یہ لوگ پوری کوشش کرتے تو میں غالب ہو سکتا تھا لیکن یہ کمبخت دشمن سے مل گئے اور اپنے ہم پیشہ کی رعایت کر کے مجھے شکست دلا دی یہ سن کر وہ آداب بجالا کر روانہ ہو گئے اور موقع کے منتظر رہے۔

شرح شبّیری

تا بفرعون آمدند آن سحران	داد شان تشریفہائے بیکران
وہ جادوگر فرعون کے پاس آئے	ان کو اس نے لاتعداد خلعتیں دیں

یعنی یہاں تک کہ وہ سب ساحر فرعون کے پاس آئے تو اس نے ان کو بے انتہا خلعتیں دیں۔

وعدہا شان کرد و پیشین ہم بداد	بندگان واسپان ونقد وجنس وزاد
ان سے وعدے کئے اور پیشگی بھی دیے	غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ

یعنی ان سے فرعون نے وعدے بھی کئے اور پیشگی بھی غلام اور گھوڑے اور نقد اور جنس اور توشہ (خوب) دیا۔

بعد ازان شان گفت ہیں اے سابقان	گر فزون آئید اندر امتحان
اس کے بعد اس نے کہا آگاہ! اے ماہرو!	اگر تم امتحان میں بازی لے گئے

یعنی اس کے بعد ان سے بولا کہ اے سبقت لے جانے والو اگر تم امتحان میں غالب آ گئے تو۔

برفشانم برشما چندین عطا	کہ بدرد پردۂ جود و سخا
تم پر اس قدر عطا نثار کروں گا	کہ بخشش اور عطا کا پردہ چاک ہو جائے گا

یعنی تم پر اس قدر عطا کروں گا کہ وہ جود وسخا کے پردہ کو بھی پھاڑ دے گی مطلب یہ کہ جود وسخا سے بھی وہ عطا بڑھ جاوے گی جود وسخا کو ایک پردہ فرض کر کے اس سے عطا کو بڑھاتے ہیں جب اس کو پردہ فرض کیا تو اس سے جب ہی بڑھ سکتی ہے جبکہ اس پردہ کو پھاڑے لہذا کہہ دیا کہ بدرد پردۂ الخ غرضکہ اس نے کہا کہ بے انتہا مال و دولت دوں گا سبحان اللہ ذرا آپ کی خدائی ملاحظہ ہو کہ جن کو کل بندے کہتا تھا آج ان ہی سے امداد کا قائل ہے تف ہے ایسے خدا پر اور اس کی خدائی پر نعوذ باللہ منہ۔

پس بگفتندش باقبال تو شاہ	غالب آئیم و شود کارش تباہ
تو انہوں نے کہا کہ اے شاہ! آپ کے اقبال سے	ہم جیتیں گے اور اس (موسیٰ) کا کام تباہ ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بس انہوں نے اس سے کہا کہ اے بادشاہ آپ کے اقبال سے ہم ہی غالب آ ویں گے اوران کا (موسےٰ علیہ السلام کا) کام تباہ ہوگا اس مضمون کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ قالوا بعزۃ فرعون انا لنحن الغالبون بعزۃ کا ترجمہ باقبال ہی کرنا بہتر ہے اور بولے کہ۔

مادرین فن صفدریم و پہلوان	کس ندارد پائے ما اندر جہان
ہم اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں	ہمارا ہم رتبہ دنیا میں کوئی نہیں ہے

یعنی ہم اس فن میں صف شکن (کامل) ہیں اور پہلوان ہیں اور جہان میں ہمارا مرتبہ کوئی نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ ہم سب سے بڑھے ہوئے ہیں آج کوئی ہمارے مقابلہ کا نہیں ہے مولانا نے اس حکایت کو یہیں تک بیان فرمایا ہے آگے کہیں پورا نہیں کیا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مولانا کو حکایت مقصود ہی نہیں ہے بالکل اسی طرح قرآن شریف میں بھی ہے کہ قصص پورے پورے بیان نہیں کیے گئے بلکہ اسی قدر بیان کیا گیا ہے جس قدر سے کہ نتیجہ نکل سکے اسی طرح مولانا نے اس کو یہاں تک فرما کر آگے اس مضمون کو جو کہ اس سے مقصود ہے اور جو اس سے نتیجہ اخذ ہوتا ہے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: القصہ جادوگر فرعون کے پاس آئے اس نے ان کو اولاً بیش بہا خلعت عطا کیے اور وعدے بھی کیے اور بہت کچھ غلام گھوڑے نقد وجنس کھانے وغیرہ پیشگی بھی دیئے اس کے بعد ان سے کہا کہ اے شائقان فتحمندی یا فن جادوگری انعام واکرام اگر تم اس آزمائش میں کامیاب ہوئے اور موسیٰؑ سے بڑھ گئے تو میں تم کو اس قدر انعام دوں گا کہ جود وسخا کی حد سے بھی تجاوز کر جاوے گا۔ اس پر انہوں نے کہا کہ حضور کے اقبال سے ہم یقیناً غالب ہوں گے اور حریف کو کامل شکست ہوگی ہم تو اس فن میں صف شکن اور پہلوان ہیں عالم میں ہمارے مقابلہ کی کسی کو تاب نہیں موسےٰؑ بے چارہ کیا کرے گا۔

شرح شبیری

ذکر موسیٰ بند خاطر ہا شدست	کاین حکایتہاست کہ پیشین بدست
موسیٰ کا ذکر دلچسپی (کا موجب) بن گیا ہے	کیونکہ اس قسم کے قصے پہلے بھی ہوئے ہیں

یعنی موسےٰ علیہ السلام کا ذکر قلوب کے لئے قید ہوگیا ہے کہ یہ حکایتیں ہیں ان کی جو کہ پہلے تھے مطلب یہ کہ لوگ صرف حکایت وذکر موسیٰ کو دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ تو پہلوں کی حکایتیں ہیں جو کہ گزر چکے ہیں اب

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کا کوئی اثر نہیں ہے حالانکہ۔

ذکر موسیٰ بہر روپوش است ولیک	نور موسیٰ نقد تست اے مرد نیک
موسیٰ کا تذکرہ منہ چھپانے کیلئے ہے لیکن	اے بھلے آدمی موسیٰ کا نور تیرا مقصود ہے

یعنی ذکر موسیٰ علیہ السلام تو ایک روپوش ہے دیکن نور موسیٰ تمہاری جان کا نقد ہے اے یار نیک مطلب یہ کہ یہ ذکر موسےٰ تو ایک واسطہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے ان کی حالت کو ظاہر کیا جاتا ہے یہ صرف پردۂ ذکر حالات موسوی ہے ورنہ وہ نور جو کہ موسےٰ علیہ السلام کے اندر تھا تمہارے اندر بھی موجود ہے اور وہ ملکات حسنہ درجہ استعداد میں تمہارے اندر موجود ہیں ان کو حاصل کرو اور ان کو ترقی دو۔

موسیٰ و فرعون در ہستی تست	باید این دو خصم را در خویش جست
موسیٰ اور فرعون تیرے وجود میں ہیں	ان دو مقابل شخصیتوں کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے

یعنی موسےٰ و فرعون خود تمہارے اندر موجود ہیں تو ان دونوں متخاصمین کو اپنے اندر تلاش کرنا چاہئے موسیٰ سے مراد ملکات حسنہ اور فرعون سے ملکات سیئہ مطلب یہ کہ خود تمہارے اندر ملکات حسنہ اور سیئہ دونوں موجود ہیں تو تم کو چاہئے کہ اپنے اندر ان دونوں چیزوں کو تلاش کرو اور ایک کو مغلوب اور دوسرے کو غالب کرو اب چونکہ یہاں شبہ ہوتا تھا کہ اب موسےٰ علیہ السلام کا نور کہاں ہے وہ تو مدت ہوئی کہ گزر گئے ہیں اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

تا قیامت ہست از موسیٰ نتاج	نور دیگر نیست دیگر شد سراج
موسیٰ کا سلسلہ قیامت تک کے لئے ہے	روشنی دوسری نہیں ہے چراغ دوسرا ہے

یعنی موسےٰ علیہ السلام سے قیامت تک تولد ہوگا تو نور دوسرا نہیں ہے ہاں چراغ دوسرا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ قیامت تک موسیٰ علیہ السلام کی اولاد معنوی باقی رہے گی اور وہ نور موسوی قیامت تک قائم رہے گا تو جب ان کی اولاد معنوی قیامت تک باقی ہے تو ان کا وہ نور بھی اسی طرح باقی ہے اور تمہارے اندر بھی موجود ہے اس لئے کہ تم بھی مسلمان ہو ہاں بوجہ تشخص بدل جانے کے ایسا ہو گیا ہے کہ جیسے دو چراغ ہوں کہ ان کا جو نور ہے وہ بالنوع تو ایک ہی ہے صرف تشخص بدل گیا ہے اسی طرح تمہارے اندر بھی بالنوع تو وہی نور ہے ہاں تشخص کے بدل جانے سے تشخصات مختلف ہوگئے ہیں مگر ہیں سب اسی کی افراد آگے اور توضیح فرماتے ہیں کہ۔

این صفال و این فتیلہ دیگر است	لیک نورش نیست دیگر زان سر است
یہ دیولا اور یہ بتی دوسری ہے	لیکن اس کا نور دوسرا نہیں وہی ہے

یعنی یہ چراغ اور یہ فتیلہ دوسرا ہے لیکن نور اس کا دوسرا نہیں ہے وہ اسی طرح سے ہے سفال و فتیلہ سے مراد تشخص انسانی مطلب وہی کہ صرف تشخصیات بدل گئے ہیں ورنہ تمہارے اندر بھی وہی نور ہے جو کہ موسیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہ السلام میں تھا اور وہ نور بھی غیب سے تھا اور یہ بھی یہاں تو مولانا نے اس نور کو تثنیہ دواور حقیقۃً ایک کہا تھا آگے اور ترقی فرما کر کہتے ہیں کہ۔

گر نظر در شیشہ داری گم شوی	زانکہ از شیشہ است اعداد دوئی
اگر تونے شیشہ پر نظر رکھی تو گم ہو جائے گا	کیونکہ شیشہ سے تعدد اور دوئی پیدا ہوتی ہے

یعنی اگر تم نظر شیشہ میں رکھو تو گم ہو گئے اس لئے کہ تعدد اور دوئی تو شیشہ ہی کی وجہ سے ہے۔

در نظر بر نور داری وارہی	از دوئی و اعداد جسم اے منتہی
اگر تو نور پر نظر رکھے گا نجات پا جائے گا	اے باکمال! جسم کی دوئی اور تعدد سے

یعنی اور اگر نظر نور پر رکھو گے تو دوئی اور تعدد سے چھوٹ جاؤ گے اے منتہی۔ مطلب یہ کہ مثلاً ایک لیمپ کسی لالٹین کے اندر رکھا ہوا ہے تو جس شخص کی نظر اس لالٹین کے شیشوں پر پڑ رہی ہے وہ تو سمجھتا ہے کہ ایک نور اس طرف ہے اور دوسرا نور اس طرف اور تیسرا نور اس طرف علی ہذا اور جو کہ خود اس لیمپ کو دیکھ رہا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ نور خود بذاتہ تو ایک ہی ہے مگر یہ سب اس کے مظاہر ہیں کہ یہ اس طرف سے بھی نظر آ رہا ہے اور اس طرف سے بھی علے ہذا تو اسی طرح وہ نور حق اپنی ذات کے اعتبار سے تو واحد ہی ہے جیسا کہ معلوم ہے مگر اس کے مظاہر مختلف ہیں لہذا ظاہر نظر میں وہ نور متعدد معلوم ہوتا ہے مگر اصل میں وہ ایک ہی ہے تو اوپر تو اس نور کو بھی تثنیہ متعدد کیا تھا یہاں پر اس نور کو بھی ایک فرما دیا۔ صرف اس کے مظاہر مختلف ہو رہے ہیں اسی لئے مسلمانوں میں مختلف فرقے ہیں اور یہ سب مظاہر اسماء کے ہیں کوئی کسی اسم کا ظہور ہے اور دوسری میں دوسرے کا مگر ہیں سب مظاہر حق ہی اب یہاں بھی مولانا نے مسلمانوں ہی کی بابت فرمایا کہ ان میں مختلف مظاہر کی وجہ سے مختلف فرقے ہو رہے ہیں آگے اس سے بھی ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

از نظر گاہ است اے مغز وجود	اختلاف مومن و گبر و جہود
اے خلاصہ کائنات! نقطۂ نظر کی وجہ سے ہے	مومن اور آتش پرست اور یہودی کا اختلاف

یعنی اے مغز موجودات (یعنی انسان) یہ مومن و گبر و جہود کا اختلاف نظر گاہ کی وجہ سے ہو رہا ہے مطلب یہ ہے کہ مومنین میں تو وہ نور ایک ہے ہی مگر اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار میں بھی وہی نور ہے اور مومنین اور کافرین میں جو اختلاف ہو رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ نظر گاہ مختلف ہے کسی کی نظر کہیں پہنچی اور کسی کی کہیں پس بجز مومن کے اور سب کی نظر غلط پہنچ گئی تو اگر سب کی نظر صحیح ہوتی تو پھر اختلاف کیوں ہوتا اس لئے کہ وہ ذات تو ایک ہی ہے یا اگر ذات تو مختلف ہوتی تب بھی اس قدر اختلاف نہ ہوتا اس لئے کہ ہر شخص اس نور کو اپنے کے لئے ثابت کرتا اختلاف تو زیادہ اسی وجہ سے ہو رہا ہے کہ باوجودیکہ وہ ذات ایک ہی ہے پھر اس کے بیان میں

www.besturdubooks.wordpress.com

اختلاف ہو رہا ہے کوئی اس کو کسی طرح تعبیر کر رہا ہے کوئی کسی طرح اور وہ ایک ہی ہے تو بس جب وہ نور واحد ہے تو وہ تو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا اور اس ہمیشگی کے ضمن میں ہم بھی داخل ہیں لہذا وہ نور ہمارے اندر بھی موجود ہے لہذا چاہئے کہ اس نور کو حاصل کریں اور اس کو غالب کریں آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ چند آدمیوں نے ہاتھی کو تاریکی میں ہاتھ سے چھو کر دیکھا تو کسی نے اس کو ستون کی طرح بتایا اور کسی نے کسی طرح اس لئے کہ جہاں جس کا ہاتھ لگا وہ اس کو سارے کو ویسا ہی سمجھا اس لئے کہ ایک ہاتھ سارے ہاتھی کا احاطہ تو کر ہی نہیں سکتا اسی طرح ہماری نظر کنہ ذات کا تو احاطہ کر ہی نہیں سکتی لہذا جہاں تک جس کی نظر پہنچی اس نے ویسا بیان کیا اس لئے یہ سارا اختلاف واقع ہوا ہے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: قصہ بیان کرنے کے بعد مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صورت قصہ موسیٰ میں تمہارا دل پھنس کر رہ گیا ہے اور تم نے سمجھ لیا ہے کہ یہ قصے ہیں جو گزر چکے ہیں لیکن یہ تمہاری غلطی ہے تم کو اس میں امور ذیل کا لحاظ رکھنا چاہئے اول یہ کہ صورت محض روپوشی کے لئے ہے ورنہ تمہارا حصہ اس میں سے نور موسیٰ ہے یعنی اس سے عبرت حاصل کر کے تم کو بھی اسی قسم کا نور حاصل کرنا چاہئے جو موسےٰ علیہ السلام کو حاصل تھا یعنی معرفت حق سبحانہ دوم یہ کہ موسیٰ و فرعون خود تیرے اندر بھی موجود ہیں یعنی نفس و روح پس تجھ کو ان کو اپنے اندر ڈھونڈنا چاہئے اور موسےٰ روح کی حمایت کر کے فرعون نفس کو شکست دینی چاہئے تیسرے یہ کہ موسےٰ صرف وہی نہ تھے جو گزر گئے بلکہ موسےٰ قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے اور اہل اللہ کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا پس تجھ کو ان کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کرنا چاہئے جو فرعون نے موسےٰ معروف کے ساتھ کیا تھا بلکہ ان کی طاعت کرنا چاہئے اہل اللہ کو ہم نے موسےٰ اس لئے کہا کہ موسےٰ اپنی جسمیت کے لحاظ سے موسےٰ نہ تھے کیونکہ جسمیت کے لحاظ سے ان میں اور دیگر لوگوں میں امتیاز نہیں بلکہ وہ نور حق سبحانہ تھا جس نے موسےٰ کو موسےٰ بنایا تھا اور وہی نور اپنی قدر مشترک کے لحاظ سے ان میں بھی موجود ہے گو خصوصیات مخصہ کے ذریعہ سے ان میں فرق بھی ہوا اس لئے وہ بھی حکماً موسےٰ ہونگے چراغ بتی یعنی اجسام متعدد سہی مگر شعلہ یعنی نور حق سبحانہ تو سب میں ایک ہے لہذا ان کو متحد کہنا کچھ بے جا نہیں اب ہم تم کو اس سے بھی زیادہ واضح مثال سے سمجھاتے ہی مثلاً اگر ایک چراغ روشن ہو اور اس کا عکس مختلف شیشوں میں نظر آتا ہو پس اس صورت میں اگر تم شیشوں کے تعدد پر نظر کر کے نور کو متعدد کہو گے تو یہ تمہاری غلطی اور راہ ثواب سے گم شدگی ہوگی کیونکہ تعدد فی الحقیقت نور میں نہیں بلکہ شیشوں میں ہے اور اگر نور کو دیکھو گے تو ہم تعدد و اثنینیت سے رہائی پاؤ گے اور ٹھیک راستہ پر چلو گے یوں ہی افراد اہل اللہ بھی بمنزلہ متعدد شیشوں کے ہیں جن میں حق سبحانہ کا نور واحد جلوہ نما ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

تعدد محال سے متعدد نظر آتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ دیگر اہل اللہ بھی موسے ہیں۔ (لیکن اس اتحاد سے سب کے نبی اور رسول ہونے کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اول تو یہ مثال تقریبی ہے تحقیقی نہیں لہذا مثال کے کل احکام کا مثل لہ کے لئے ثابت کرنا بھی صحیح نہ ہوا اس کے علاوہ مثال میں بھی من کل الوجوہ اتحاد نہیں کیونکہ شیشوں کے تکدر اور شفافی کے اختلاف سے نیز ان کے رنگوں کے مختلف ہونے سے مرطبہ ظہور میں اس نور میں اختلاف ہو جاوے گا کہیں وہ زیادہ روشن ہو گا کہیں کم کہیں اس سے کم کہیں سرخ ہو گا کہیں سبز کہیں زرد کہیں سفید پس نور حق سبحانہ میں اختلاف ہے کہیں وہ نور نبوت ہے کہیں نور ولایت کہیں کم ہے کہیں زیادہ لیکن اس اختلاف کو بھی اس اختلاف کی مثال تام نہ سمجھنا چاہئے بلکہ مثال تقریبی سمجھنا چاہئے چونکہ الفاظ اصل حقیقت کو ظاہر نہیں کر سکتے جیسا کہ مولانا بھی جا بجا اس کی شکایت کرتے ہیں اس واسطے مدعا کو ایسے الفاظ میں ظاہر کیا جاتا ہے جس کا مدلول مقصود سے فی الجملہ مناسبت رکھتا ہے یہ بڑی لغزش کی جگہ ہے اس سے ہوشیار رہنا چاہئے اور دھوکا کھا کر گمراہی میں نہ پڑنا چاہئے) چونکہ اختلاف حکم تو حدو تعدد نور اختلاف محال نظر سے پیدا ہوا تھا اسی کی مناسبت سے استطر اداً ایک اور اختلاف کو بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مومن اور آتش پرست اور یہودی وغیرہ میں جو اختلاف ہے اس کا منشا بھی اختلاف مواقع نظر ہے لیکن مومن کی نظر حقیقت پر ہے اس لئے اس کا حکم واعتقاد صحیح اور وہ مہتدی ہے اور دوسروں کی نظریں غیر حقیقت پر ہیں اس لئے ان کے اعتقادات واحکام غیر صحیح اور وہ گمراہ وضال ہیں آگے اس اختلاف کو ایک مثال سے ظاہر کرتے ہیں مگر یہ مثال بھی تقریبی ہے تحقیقی نہیں دھوکا نہ کھانا چاہئے۔

شرح شبّیری

ہاتھی کی صورت اور اس کی ہیئت میں شب تاریک میں اختلاف کرنا

عرضہ را آوردہ بودندش ہنود	پیل اندر خانۂ تاریک بود
ہندوستانی اس کو پیش کرنے کے لئے لائے تھے	ہاتھی ایک اندھیرے گھر میں تھا

یعنی ہاتھی ایک تاریک گھر میں تھا اس کو ہندی لوگ دکھانے کے لئے لائے تھے۔

اندران ظلمت ہمی شد ہر کسے	از برائے دیدنش مردم بسے
ہر شخص اندھیرے میں گھس آیا	بہت سے لوگ اس کو دیکھنے کے لئے

یعنی اس کے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی اس تاریکی میں جا رہے تھے ہر ہر شخص۔

اندر آن تاریکیش کف می بسود	دیدنش با چشم چون ممکن نبود
اندھیرے میں اس پر ہاتھ پھیرتا تھا	چونکہ اس کا آنکھوں سے دیکھنا ممکن نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ اس کو آنکھ سے (بوجہ تاریکی کے) دیکھنا ممکن نہ تھا تو اس تاریکی میں اس پر ہاتھ ملتے تھے یعنی ہاتھ سے ٹٹول کر دیکھتے تھے۔

آں یکے را کف بخرطوم اوفتاد	گفت ہمچو ناو دانست ایں نہاد
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا	اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

یعنی ایک کا ہاتھ تو سونڈ پر پڑا وہ بولا کہ یہ ذات تو مثل پرنالے کے ہے۔

آں یکے را دست بر گوشش رسید	آں برد چوں باد بیزن شد پدید
ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پہنچا	اس کو وہ پنکھے کی طرح معلوم ہوا

یعنی ایک کا ہاتھ اس کے کان پر پڑا تو اس پر وہ ہاتھی مثل ایک پنکھے کے ظاہر ہوا۔

آں یکے را کف چو بر پایش بسود	گفت شکل پیل دیدم چون عمود
ایک کا ہاتھ جب اس کے پیر پر لگا	اس نے کہا میں نے ہاتھی کو ستون جیسا دیکھا ہے

یعنی ایک شخص کا ہاتھ جو اس کے پاؤں پر ملا گیا تو وہ بولا کہ میں نے تو ہاتھی کی شکل مثل ایک ستون کے دیکھی۔

آن یکے بر پشت او بنہاد دست	گفت خود ایں پیل چون تختے بدست
ایک نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا	اس نے کہا یہ ہاتھی تخت کی طرح کا ہے

یعنی ایک شخص نے ہاتھ اس کی پشت پر رکھا تو وہ بولا کہ یہ ہاتھی تو مثل ایک تخت کے ہے۔

ہمچنیں ہر یک بجزوے کو رسید	فہم آن میکرد ہر جامے شنید
اسی طرح ہر وہ شخص جو کسی ایک عضو تک پہنچا تھا	جہاں کہیں (ہاتھی کا نام) سنتا وہی خیال کرتا

یعنی اسی طرح ہر ایک کہ وہ جس جزو پر پہنچا تھا وہ اسی کو سمجھتا تھا اور اسی جگہ پر تنا تھا یعنی جو شخص جو سمجھے ہوئے تھا وہ اسی میں مست تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

از نظر گہ گفت شان شد مختلف	آن یکے دالش لقب داد این الف
ان کی بات نقطہ نظر کی وجہ سے مختلف ہوگئی	اس ایک نے اس کو دال کا لقب دیا اس نے الف کا

یعنی ان کے اقوال نظر گاہ کی وجہ سے مختلف ہو رہے تھے کہ ایک تو اس کو دال کہتا تھا اور وہ الف یعنی مختلف عنوانات سے جو اس کو بیان کر رہے تھے اس کی یہ وجہ تھی کہ جس کی نظر جہاں پہنچی وہ اسی کو ہاتھی سمجھے ہوئے تھا تو دیکھو ایک ہی ذات میں نظر گاہ کے اختلاف سے اختلاف ہو رہا ہے۔

در کف ہر کس اگر شمعے بدے	اختلاف از گفت شان بیروں شدی
ہر ایک کے ہاتھ میں اگر شمع ہوتی	تو ان کی باتوں سے اختلاف دور ہو جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر ہر شخص کے ہاتھ میں ایک شمع ہوتی تو ان کے اقوال سے اختلاف باہر ہو جاتا اس لئے کہ سب اس کے پورے جسم کو دیکھ لیتے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم حس ہمچوں کف دست ست وبس	نیست کف را بر کل او دسترس
جس کی آنکھ صرف ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح ہے	ہتھیلی کی اس کے مجموعہ پر پہنچ نہیں ہے

یعنی چشم حس بھی مثل کف دست ہی کے ہے اور بس کہ ہاتھ کو تمام جسم پر قدرت نہیں ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ ہاتھ سے ہاتھی کے پورے جسم کا احاطہ نہ کر سکے اور اس وجہ سے اختلاف واقع ہوا اسی طرح یہ ہماری چشم حس بھی حقائق کا احاطہ نہیں کر سکتی بس جس کی نظر جہاں تک پہنچی وہ اس پر رہ گیا تو جب چشم حس سے غلطی ہوتی ہے تو تم کو یہ چاہئے کہ اس سے دیکھنا چھوڑ دو بلکہ چشم حقیقت بین سے نظر کرو کہ حقائق اشیا منکشف ہوں آگے اس چشم حس اور چشم حقیقت بین کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

جسم دریا دیگر ست وکف دگر	کف بہل وز دیدۂ در دریا نگر
دریا کا وجود اور ہے اور جھاگ اور ہیں	جھاگ کو چھوڑ اور آنکھ سے دریا کو دیکھ

یعنی چشم دریا تو اور ہے اور (چشم) کف اور ہے تو کف کو ترک کرو اور چشم تر یا سے دیکھو۔ دریا سے مراد روح اور کف سے مراد ظاہر جسم وغیرہ مطلب یہ ہے کہ تم اس آنکھ سے دیکھو جو کہ روح بین اور حقیقت بین ہے اور اس ظاہر بین چشم کو چھوڑ دو تب تم کو حقائق اشیاء ظاہر ہوں گی اور اس وقت تم حقیقت بین ہو جاؤ گے۔

جنبش کفہا ز دریا روز و شب	کف ہمی بینی و دریا نے عجب
شب و روز جھاگوں کی حرکت دریا کی وجہ سے ہے	تعجب ہے تو جھاگ کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں

یعنی کف کی جنبش روز و شب دریا ہی کی وجہ سے ہے تو تم کف کو تو دیکھتے ہو اور دریا کو نہیں دیکھتے تعجب ہے مطلب یہ کہ جس قدر تصرفات اور حرکات جسم کے ہیں یہ سب روح ہی کی بدولت ہیں مگر تعجب یہ ہے کہ تم ان کو تصرفات جسم کو تو دیکھتے ہو مگر ان تصرفات روح پر نظر نہیں کرتے سخت تعجب کی بات ہے آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

ماچو کشتیہا بہم برمے زنیم	تیرہ چشمیم و در آب روشنیم
ہم کشتیوں کی طرح آپس میں ٹکرا رہے ہیں	ہم اندھی آنکھوں والے ہیں اور صاف دریا میں ہیں

یعنی ہم کشتیوں کی طرح آپس میں لگ رہے ہیں اور خود تیرہ چشم ہیں اور آب روشن میں ہیں یعنی ہماری ایسی مثال ہے کہ جیسے کشتی کہ خود تو اندھی ہوتی ہے مگر ہوتی ہے آب روشن میں اسی طرح ہمارا یہ جسم ظاہری تو اندھا ہے مگر روح کے پاس ہے لیکن اسے خود بھی خبر نہیں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ایک ہاتھی ایک تاریک مکان میں تھا ہندوستانی لوگ اسے دکھانے کے لئے لائے تھے اس کے دیکھنے کے لئے بہت سے آدمی گئے ہر شخص اندھیرے میں گھسا چلا گیا چونکہ اندھیرے میں آنکھ سے تو دیکھا نہیں جاسکتا تھا اس لئے ہاتھوں سے ٹٹولتے تھے ایک شخص کا ہاتھ تو اس کی سونڈ پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسے پرنالہ دوسرے کا ہاتھ کان پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا پنکھا کسی کا ہاتھ پاؤں پر پڑا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہوتا ہے جیسا ستون کسی نے اس کی کمر پر ہاتھ رکھا اس نے کہا ہاتھی ایسا ہے جیسا تخت غرض یوں ہی ہر شخص اس کو ویسا ہی سمجھتا تھا جیسا وہ عضو جس پر اس ہاتھ پڑتا تھا اور ہر جگہ شیخی مارتا تھا کہ میں نے ہاتھی دیکھا ہے اور اختلاف موقع نظر کے سبب ان کی گفتگو مختلف تھی ایک اس کو دال کہتا تھا دوسرا الف۔ لیکن اگر ہر شخص کے ہاتھ میں شمع ہوتی تو ان کی گفتگو سے اختلاف دور ہو جاتا پس یہی حالت اختلاف مومن و گبر و یہود وغیرہ کی ہے کہ مومن کے ہاتھ میں شمع ہے یعنی نور باطن یا نور نبوت اس لئے وہ حقیقت سے واقف ہے اور اس کے احکام و عقائد صحیح ہیں اور دوسروں کے پاس دونوں شمعیں نہیں اس لئے وہ گمراہ ہیں اور ان کے اعتقادات خلاف واقع اب تم ایک اور مفید بات سنو وہ یہ کہ حواس جسمانی تو ایسے ہیں جیسے ہتھیلی اور جس طرح ہتھیلی نے حقیقت ہاتھی کی معلوم نہیں ہوسکتی تھی یوں ہی حواس جسمانیہ سے بھی ذات وصفات حق سبحانہ کا صحیح طور پر ادراک نہیں ہوسکتا بلکہ دریا میں اور حق سبحانہ کا ادراک کرنے والی آنکھ اور ہے اور خس وخاشاک غیر اللہ کا ادراک کرنے والی اور۔ پس تو خاشاک کو چھوڑ اور دریا میں آنکھ سے دریا (حق سبحانہ) کو دیکھ یہ جس قدر خس وخاشاک یعنی غیر اللہ ہیں سب کی حرکت وغیرہ رات دن دریا یعنی حق سبحانہ ہی کی جانب سے ہے پس بھلے مانس بڑے تعجب کی بات ہے کہ تو خس وخاشاک کو دیکھتا ہے اور دریا کو نہیں دیکھتا اور اتنا نہیں سمجھتا کہ کف دریا کہیں بدوں دریا کے بھی ہوتا ہے اور ممکن بدوں واجب کے بھی ہوسکتا ہے پس ہم جو آپس میں اختلاف کر رہے ہیں اور گویا کہ کشتیوں کو آپس میں ٹکرا رہے ہیں اس کا منشا حق سبحانہ کا خفا نہیں کیونکہ وہ تو بمنزلہ آب روشن کے ہے بلکہ اس کا باعث ہماری بینائی کا قصور ہے کہ ہم کو دکھائی نہیں دیتا۔

شرح شبّیری

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب	آب را دیدی نگر در آب آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے	تو نے پانی کو دیکھ لیا' پانی کے پانی کو دیکھ

یعنی اے شخص کہ تو کشتی تن میں سو رہا ہے ارے تو نے پانی کو تو دیکھ لیا مگر اس پانی کے پانی کو بھی تو دیکھ مطلب یہ کہ اگر تمہاری نظر متنبہ کرنے سے روح پر بھی پہنچ گئی اور تم نے اس کو بھی دیکھ لیا تو کیا ہوتا ہے ارے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

پر نظر کر کہ جو اس کی بھی روح ہے یعنی حضرت حق کی طرف نظر کر کہ فلاں دارین حاصل ہے۔

آب را آبے ست کو میراندش	روح را روحی ست کو میخواندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو ہلاتا ہے	روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

یعنی پانی کے لئے بھی پانی ہے جو کہ اس کو چلا رہا ہے اور روح کی بھی ایک روح ہے جو کہ اس کو ہلا رہی ہے اس لئے کہ روح کے جو تصرفات ہیں وہ تو آخر حضرت حق ہی کی طرف سے ہیں بس اس کو طلب کرنا چاہیے آگے اس ذات کا قدم ہونا بتاتے ہیں کہ۔

موسیٰؑ و عیسیٰؑ کجا بد کافتاب	کشت موجودات رامی داد آب
حضرت موسیٰ و عیسیٰ کہاں تھے جبکہ سورج نے	موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

یعنی موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کہاں تھے کہ وہ آفتاب حقیقی کشت موجودات کو پانی دے رہا تھا یعنی جبکہ حق تعالیٰ موجودات میں تصرفات فرما رہے تھے اس وقت پہلا کوئی بتا دے کہ موسیٰؑ کہاں تھے جن کی روح آج ایسی ہے اور عیسیٰؑ کہاں تھے پس جب کوئی نہ تھا تو وہ تھا اور جب کوئی نہ ہوگا تو وہ ہوگا۔

آدمؑ و حوا کجا بد آن زمان	کہ خدا افگند این زہ در کمان
اس وقت حضرت آدمؑ اور حوا کہاں تھے	جبکہ خدا نے کمان پر یہ چلہ چڑھایا

یعنی اس وقت آدم و حوا کہاں تھے جبکہ حق تعالیٰ نے اس زہ کو کمان میں ڈالا یعنی جبکہ عالم میں تصرفات فرمائے اور اس کو پیدا فرمایا تو یہ آدمؑ و حوا کہاں تھے بلکہ عالم تو ان سے بھی پہلے ہے اگرچہ حادث ہے مگر پھر بھی ان سے تو پہلے ہی ہے لہذا اس ذات قدیم کو حاصل اور تلاش کرنا چاہیے اور اس میں عمر گنوا دے کہ سو شہیدوں سے اس کی وہ قوت جو اس طلب میں ہوا ویسے ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن ہم ناقص ست وابتر ست	آن سخن کہ نیست ناقص زان سر ست
یہ بات بھی ناقص اور ادھوری ہے	جو بات ناقص نہیں ہے وہ ادھر کی ہے

یعنی یہ بات بھی ناقص اور ابتر ہے اور جو بات کہ ناقص نہیں ہے وہ اس طرف کی ہے مطلب یہ کہ ہم نے جو آفتاب و آب سے تشبیہ دیدی ہے یہ بھی ناقص ہی ہے اور صرف مثال ہے مثل نہیں ہے اس لئے کہ مثال تو مشارک فی الوصف کو کہتے ہیں اور مثل مشارک فی النوع کو تو حق تعالیٰ کی مثال تو بیان ہوسکتی ہے مگر مثل کوئی بیان نہیں کر سکتا اور پھر مثال بھی جو بیان کرتے ہیں وہ بھی ناقص ہی ہوتی ہے وہ بھی پوری طرح بیان نہیں ہو سکتی ہے اس لئے اس کے بیان سے بھی عاجز ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بگویم زان بلغزد پائے تو	ورنگویم ہیچ ازاں اے وائے تو
اگر میں اس کے بارے میں کہوں تو تیرے پیر پھسل جائیں گے	اور اگر ان میں سے کچھ بھی نہ کہوں تو تجھ پر افسوس ہے

یعنی اگر میں اس میں سے کچھ کہتا ہوں تو تیرا پاؤں لغزش کرے گا اور اگر نہیں کہتا ہوں تو اے شخص تیری حالت پر افسوس ہے مطلب یہ کہ اگر مثال بیان کرتا ہوں تو ممکن ہے کہ تو اس کو مثل سمجھ جاوے اور پھر کفر میں مبتلا ہو اور اگر کچھ بھی بیان نہیں کرتا تو تیری حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ تو بالکل ہی جاہل رہا جاتا ہے۔

وربگویم در مثال صورتے	بر ہمان صورت بہ چسپے اے فتے
اگر میں کسی صورت کی مثال میں (اس کی صفات) بتاؤں	اے نوجوان! تو اس ہی صورت پر چپک جائے گا

یعنی اور اگر میں کسی صورت کی مثال میں بیان کرتا ہوں تو اے جوان تو اسی صورت پر چپک جاوے گا یعنی بس اس کو ذات سمجھ جاؤ گے لہذا سخت مشکل آ گئی ہے اور تمہاری یہ حالت ہے کہ

بستہ پائے چون گیاہ اندر زمین	سر بجنبانی بباد بے یقین
تو گھاس کی طرح زمین میں پابستہ ہے	بغیر یقین کے ہوا سے سر ہلاتا ہے

یعنی تو گھاس کی طرح زمین میں بستہ پا ہے اور بلا یقین کے ہوا سے سر ہلا رہا ہے۔

لیک پایت نیست تا نقلے کنی	یا مگر پارا ازین گل بر کنی
لیکن تیرے پاؤں نہیں ہیں کہ تو منتقل ہو جائے	یا تو اس مٹی سے پاؤں باہر نکال لے

یعنی لیکن اگر تیرا پاؤں نہیں ہے تا کہ تو کوئی نقل کرے تا کہ شاید تیرا پاؤں اس مٹی سے اکھڑ جاوے مطلب یہ کہ تمہارا پاؤں تو اس دنیا میں پھنسا ہوا ہے اور عمدہ مضامین کو سن کر فوراً سر ہلانے لگتے ہو تو یاد رکھو کہ اس سر ہلانے سے تم اپنی جگہ سے نہیں ہٹ سکتے اس دنیا کی دلدل سے تو جب رہائی ہوگی جبکہ اپنے پاؤں سے چلو گے ورنہ سر ہلانے سے کچھ نہیں ہوتا اور جب اپنے پاؤں کو حرکت دو گے اسی وقت تم کو اس کی بھی قابلیت ہو جائے گی کہ تم ان مضامین کو بھی سمجھ سکو اور غلطی نہ ہو۔

چوں کنی پارا حیاتت زین گل است	این حیات را روش بس مشکل است
تو پاؤں کیسے نکال سکتا ہے تیری زندگی اسی مٹی سے ہے	تیری اس زندگی کے لئے روانگی بہت مشکل ہے

یعنی تو اس سے کس طرح پاؤں اکھاڑے تیری حیات تو اسی مٹی سے ہے تو اس حیات سے تو روش مشکل ہے مطلب یہ کہ دنیاوی حیات سے تو وصول الی الحق مشکل ہے بلکہ۔

چون حیات از حق بگیری اے روی	بس غنی گردی زگل در دل روی
اے سیراب! جب تو اللہ (تعالیٰ) سے زندگی حاصل کرے گا	تو مٹی سے بے نیاز ہو جائے گا دل کی دنیا میں پہنچ جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

23

فارغ و مستغنی از گل سوئے دل	می روی بے قید و حراز اہل گل
مٹی سے فارغ اور بے نیاز ہو کر دل کی طرف	بغیر پابندی کے اور مٹی والوں سے آزاد ہو کر تو چل پڑے گا

یعنی اے سیراب جب تو حق تعالیٰ سے حیات کو حاصل کرے گا تو اس گل سے غنی ہو جاوے گا اور دل میں چلا جاوے گا یعنی پھر اس دنیاوی تعلق سے چھوٹ کر قلب کی راہ پر چلو گے جو کہ راہ حق ہے آگے اس چھوڑنے بعد واصل ہو جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شیر خوارہ چون زدایہ بگسلد	لوت خوارہ شد مرا او را ے ہلد
دودھ پیتا بچہ جب دایہ سے تعلق توڑتا ہے	غذا خور بن جاتا ہے اور اس (دایہ) کو چھوڑ دیتا ہے

یعنی شیر خوار بچہ جب دایہ سے الگ ہو جاتا ہے تو وہ غذا خوار ہو جاتا ہے اور اس (دودھ) کو چھوڑ دیتا ہے (اور اگر اس شیر مادر کو ترک نہ کرتا تو آج یہ قسم قسم کی غذائیں کہاں سے کھاتا)

بستہ شیر زمینے چون حبوب	جوئے فطام خویش از قوت القلوب
بیجوں کی طرح تو زمین کے دودھ سے وابستہ ہے	دلوں کی خوراک کے ذریعہ اس دودھ کو چھوڑنے کی کوشش کر

یعنی تو اس زمین کے دودھ میں بندھا ہوا ہے دانوں کی مانند تو تو اس سے فطام کو قوت القلوب سے تلاش کر مطلب یہ کہ جس طرح حبوب زمین سے غذا حاصل کر کے نشو ونما حاصل کرتے ہیں اسی طرح تم اس دنیا سے غذا حاصل کر رہے ہو تو تم اس دودھ کے چھوٹنے کی تدبیر کو قوت القلوب یعنی حضرت حق سے تلاش کرو کہ پھر اس کے مقتضیات سے نکل کر دوسری غذا حاصل ہوگی۔

قوت حکمت خور کہ شد نور ستیر	اے تو نور بے حجب را نا پذیر
دانائی کی غذا کھا کیونکہ وہ چھپا ہوا نور ہے	اے وہ کہ تو بے حجاب نور کو نہ قبول کر سکنے والا ہے

یعنی تو حکمت کی غذا کھا کہ وہ نور مستور ہے اے وہ شخص کہ تو نور بے حجاب کو نا پذیر ہے اور جب غذائے حکمت کھاؤ گے تو یہ ہوگا کہ۔

تا پذیرا گردی اے جان نور را	تا بہ بینی بے حجب مستور را
اے جان! تا کہ تو نور کو قبول کرنے والا بن جائے	تا کہ تو چھپے ہوئے کو بغیر پردوں کے دیکھ لے

یعنی اے جانان تا کہ تم نور کے قابل ہو جاؤ اور تا کہ اس مستور کو بے حجاب ہو کر دیکھو یعنی اگر تم قوت حکمت کو حاصل کرو گے تو پھر تمہارے اندر اس نور کے قبول کی قابلیت ہو جاوے گی اور یہ ہوگا کہ۔

چون ستارہ سیر بر گردون کنی	بلکہ بر گردون سفر بیچون کنی
تو ستارے کی طرح آسمان پر سیر کرے	بلکہ آسمان پر تو بے کیف سفر کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ستارہ کی طرح تم آسمان پر سیر کرو گے بلکہ بے سماں کے سفر بے کیف کرو گے مطلب یہ کہ پھر تم کو عالم ملکوت سے تعلق ہو جاوے گا اور اس وقت تم کو عروج اور سیر میں کسی کیف کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ بے کیف تمہاری سیر ہوگی آگے اس سیر کی ایک مثال بتاتے ہیں کہ یہ سیر کوئی عجیب نہیں ہے بلکہ تم ایک دفعہ کر بھی چکے ہو فرماتے ہیں کہ۔

آنچناں کز نیست در ہست آمدی	ہیں بگو چون آمدی مست آمدی
اسی طرح جیسے تو عدم سے وجود میں آیا ہے	ہاں بتا کیسے آیا ہے؟ تو بے ہوش آیا ہے

یعنی جس طرح کہ تو نیست سے ہست میں آیا ہاں ذرا کہہ کہ تو کس طرح مست آیا مطلب یہ کہ جس طرح اول عدم سے وجود میں آئے کہ اس کی کیفیت تم کو معلوم ہے کچھ بھی نہیں بس صرف تم اس وقت مست تھے کچھ خبر نہ تھی صرف حضرت حق پر نظر تھی اسی طرح اگر اب مست ہو جاؤ گے تو تم کو اب بھی اسی طرح سیر حاصل ہو جاوے گی ہاں اب اتنا ضرور ہو گیا ہے کہ۔

راہہائے آمدن یادت نماند	لیک رمزے برتو برخواہیم خواند
تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے	لیکن میں تجھے ایک اشارہ کرتا ہوں

یعنی تجھے آنے کے راستے یاد نہیں رہے لیکن ہم ایک رمز اس میں سے تجھے بتا دیں گے یعنی ہم ان راہ کا کچھ پتہ دیں گے لہذا اب یہ کر کہ۔

ہوش را بگزار انگہ ہوش دار	گوش را بر بند وانگہ گوش دار
ہوش کو چھوڑ دے پھر ہوشیار بن جا	کان کو بند کر لے پھر کان لگا

یعنی (اس) ہوش (ظاہری) کو چھوڑ اور پھر ذرا ہوش رکھ اور (ان ظاہری) کانوں کو بند کر اس وقت کان لگا۔ مطلب یہ کہ ان رموز کے سننے کے لئے ان حواس ظاہری کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حواس قلب اور حس باطن کی ضرورت ہے لہذا ان حواس کو کھول اور ان کو بند کر چونکہ مولانا غایت جوش میں تھے اس لئے یہ تو کہہ دیا کہ ہم تم سے کہتے ہیں مگر پھر سنبھلے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

می نگویم زانکہ تو خامی ہنوز	در بہاری و ندیدستی تموز
کیا میں نہیں کہہ رہا ہوں کہ تو ابھی کچا ہے	تو موسم بہار میں ہے اور تو نے موسم گرما نہیں دیکھا ہے

یعنی میں نہیں بتاتا اس لئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی بہار میں ہے تموز کو نہیں دیکھا ہے مطلب یہ کہ چونکہ ابھی تم خام ہو اس لئے ہم تم سے بیان نہیں کرتے اس لئے کہ غالب احتمال غلطی کا ہے اب تم بہار میں تو آ گئے ہو مگر ابھی گرمی نہیں پڑی کہ تم کو سینک کر پختہ بنا دیں اس لئے ابھی کچے رہ گئے ہو آگے اس خامی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این جہاں ہمچوں درخت است اے کرام	ما برو چوں میوہائے نیم خام
اے بزرگو! یہ دنیا درخت کی طرح ہے	(اور) ہم اس پر ادھ کچے پھل کی طرح ہیں

یعنی اے کرام یہ جہان ایک درخت کی مانند ہے اور ہم اس پر مانند او کچرے میوؤں کے ہیں۔

سخت گیرد خامہا در شاخ را	زانکہ در خامے نشاید کاخ را
کچوں کی گرفت شاخ پر سخت ہوتی ہے	کیونکہ کچے پن میں (شاہی) محل کے لائق نہیں ہوتا ہے

یعنی کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اس لئے کہ خامی کی حالت میں وہ محلوں کے لائق نہیں ہیں (لہذا درخت ہی) کو خوب پکڑے ہوئے ہیں۔

چوں کہ پخت وگشت شیریں لب گزان	سست گیرد شاخہا را بعد ازاں
جب پک گیا اور ہونٹوں کو چبانے والا شیریں بن گیا	اس کے بعد شاخوں سے گرفت ڈھیلی کر لیتا ہے

یعنی جبکہ پختہ ہوگیا اور شیریں تو (اپنی پہلی حالت خامی پر) لب کاٹتا ہوا اس کے بعد شاخوں کو بہت سست پکڑتا ہے مطلب یہ ہے کہ یہ جہان تو درخت ہے اور ہم اس پر میوے ہیں تو میوہ جب تک خام رہتا ہے شاخ کو مضبوط پکڑے رہتا ہے اس لئے کہ وہ ابھی اس قابل نہیں ہوا ہے کہ محلوں میں جا کر نازنینوں کے منہ سے لگے اس طرح ہم جب تک خام ہیں اس وقت تک اس جہان میں خوب مضبوط جکڑے ہوئے ہیں اور اس سے الگ نہیں ہوتے اس لئے کہ ابھی اس قابل نہیں ہوئے کہ عالم غیب میں جا کر ملکوت میں ملیں تو اگر کوئی شخص اس میوۂ نیم خام کو درخت سے الگ کر کے محل میں لے جاوے تو یہ ہوگا کہ اتنے سے بھی جاوے گا اور بالکل ہی سڑ جاوے گا۔ اسی طرح اگر اس حالت میں ہم سے علوم و معارف بیان کر دیئے جاویں تو ابھی اس قابل تو ہوئے نہیں کہ ان کو سمجھ سکیں لہذا اتنے ایمان سے بھی جاویں گے اور شاید نوبت (نعوذ باللہ) کفر کی آ جاوے ہاں جب میوہ پختہ ہو جاتا ہے تو اب وہ شاخ سے برائے نام ہی لگا ہوا ہوتا ہے ذرا سی ٹھیس سے نیچے آ رہتا ہے اسی طرح جب ہم پختہ ہو جاویں گے تو اس وقت ہم کو ذرا سی حرکت کی ضرورت ہوگی کہ اس حرکت سے سب مراحل طے ہو جاویں اور میوہ پختہ جب ہوتا ہے کہ اس پر گرمی پڑے تو وہ گرمی اس کو سینک سینک کر پکا دیتی ہے اسی طرح ہم پختہ جب ہو سکتے ہیں جبکہ مجاہدات و ریاضات کریں لہذا مولانا نے یہاں سے مجاہدہ کی بھی ترغیب دی ہے لہذا جب مجاہدہ کر کے صفائی حاصل ہوگی اور فہم میں ترقی ہو جاوے گی اس وقت ذرا سے اشارہ سے یہ علوم حاصل ہو سکتے ہیں اور ذوق سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا جس مضمون کو بیان کرتے کرتے ہماری خامی کی وجہ سے رک گئے ہیں وہ مضمون ظلیت کا ہے کہ تمام مخلوق ظل ہے حق تعالیٰ کی تو چونکہ یہ مضمون بہت ہی نازک تھا اس لئے بیان نہیں فرمایا کہ احتمال غالب غلطی کا تھا آگے اس مثال کو خود مثل لہ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون ازان اقبال شیرین شد دہان	سرد شد بر آدمی ملک جہان
جب اس خوش نصیبی کی وجہ سے منہ میٹھا ہو جاتا ہے	دنیا کا ملک انسان کے لئے بے وقعت ہو جاتا ہے

یعنی جبکہ اس اقبال حق سے منہ میٹھا ہو گیا تو آدمی پر یہ ملک جہان سرد ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جب انسان کو عالم غیب کی شیرینی میسر ہو جاتی ہے تو یہ تمام جہان اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتا ہے اور اس کا دل اس سے سرد ہو جاتا ہے بس ذرا سے اشارہ میں واصل حق ہو جاتا ہے۔ پھر یہ تمام علوم و معارف اس کے سامنے مثل آئینہ کے ہوتے ہیں۔

سخت گیری و تعصب خامی است	تا جنینے کار خون آشامے است
سخت گیری اور تعصب کچا پن ہے	جب تک تو پیٹ کا بچہ ہے (تیرا) کام خون پینا ہے

یعنی (اس جہان کو) مضبوط پکڑنا یہ خامی ہے اور تم جب تک جنین ہو تمہارا کام خون پینا ہی ہے مطلب یہ کہ تم جو اس دنیا میں منہمک ہو یہ علامت ہے اس کی کہ ابھی خامی تمہارے اندر موجود ہے تب تو اس میوۂ خام کی طرح چپکے ہو اور جب تک اس دنیاوی لذات میں ہو معلوم ہوتا ہے کہ ابھی جنین ہو کہ اس ناپاک شے کو استعمال کر رہے ہو ورنہ اگر تم پختہ ہوتے یا انسان کامل ہوتے تو کیوں اس دنیا میں اس طرح لگے ہوتے اور اس مردار کو کیوں منہ لگاتے تو بس مجاہدہ کرو کہ اس سے صفائی قلب میں پیدا ہو کر کام بن جاوے گا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چیز دیگر ماند اما گفتنش	با تو روح القدس گوید بے منش
دوسری چیز رہ گئی لیکن اس کا بتانا (میرا کام نہیں ہے)	وہ تجھے روح القدس بتائے گا نہ کہ میں

یعنی ایک اور چیز بھی رہ گئی ہے لیکن اس کے نہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تجھ سے اس کو روح القدس بلا میرے فرما دینگے روح القدس سے مراد وسائط فیض مطلب یہ کہ ہم ان علوم کو تو بیان نہیں کر سکتے مگر ہاں ایک چیز ہے کہ جو تم کو خود حاصل ہو جاوے گی مگر اس میں میرے واسطہ کی ضرورت نہیں ہے وہ تم کو خود حاصل ہو جاوے گی اور وہ وجدان ہے کہ جس کے ذریعہ سے علوم و معارف کو حاصل کر سکتے ہو اب اس کا حاصل یہ ہوا کہ مجاہدہ کرو کہ اس سے قلب میں صفائی ہو گی اور پھر اس قابل ہو جاؤ گے کہ یہ علوم جن کو آج خامی کی وجہ سے سمجھ نہیں سکتے ہو ان شاء اللہ تم کو خود حاصل ہوں گے یہاں تو مولانا نے فیض بذریعہ وسائط کے حاصل ہونے کو کہا ہے آگے بطور احزاب کے فرماتے ہیں کہ نے تو گوئی ہم بگوش خویشتن الخ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اوپر سے مولانا لوگوں کی غفلت از حق سبحانہ کو بیان کرتے آرہے ہیں اب اس غفلت کو دور کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں ارے تو جو کشتی تن میں پڑا سو رہا ہے آخر تو نے پانی کو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھا ہے جس سے وہ کشتی تن چل رہی ہے یعنی روح کو تو جانتا ہی ہے پس تو اس پانی کو بھی تو دیکھ جو اس پانی کو چلا رہا ہے یعنی حق سبحانہ پر بھی تو نظر کر جو روح میں متصرف ہے اس لئے کہ اس پانی کے لئے بھی ایک پانی ہے جو اس کو چلا رہا ہے اور روح کے لئے بھی ایک روح ہے جو اس کو اپنی طرف بلاتی ہے اور صرف روح پر انتہا نہیں ہو گئی بلکہ منتہی روح الروح یعنی حق سبحانہ ہیں تو اس کو کیوں نہیں دیکھتا روح الروح کے وجود کی دلیل یہ ہے کہ روح کا وجود اور دیگر کمالات ذاتی نہیں چنانچہ ایک وقت میں وہ اپنے وجود اور تمام کمالات سے معرا تھی پس ضرور کوئی اور روح ہے جس نے اس کو وجود اور دیگر کمالات عطا کئے اور وہ ازلی قدیم ہے دیکھ تو موسیٰ وعیسیٰ اس وقت کہاں تھے جبکہ وہ موجودات کو اپنے فیوض سے مالا مال کر رہے تھے اور آدمؑ وحوا کہاں تھے جبکہ حق سبحانہ نے کمان تصرف کوزہ کیا تھا اور ایجاد خلق اور دیگر تصرفات کا ارادہ کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ کہیں نہیں پس معلوم ہوا کہ ان تمام موجودات سے باہر ایک ذات ہے جو یہ سب تصرفات کرتی ہے اسی کو ہم خدا کہتے ہیں اور وہی روح الروح ہے اور وہی آب آب۔ یہ گفتگو ناقص اور ناتمام ہے اس سے پورا مدعا ظاہر نہیں ہوتا جو بات ناقص اور ناتمام نہیں وہ وہی ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے ہو یعنی ذوق و وجدان صحیح وہ اصل حقیقت کو پورے طور پر ظاہر کر دیتی ہے جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں اور ایسی گفتگو میں تو شکوک وشبہات نکل سکتے ہیں لہذا اگر تم انکشاف حقیقت چاہتے ہو تو ذوق و وجدان حاصل کرو۔ اگر میں امور کشفیہ کو تجھ سے ظاہر کرتا ہوں تو یہ اندیشہ ہے کہ تو اس راہ سے واقف تو ہے نہیں نہیں معلوم کیا سے کیا سمجھ جاوے اور گمراہ ہو جاوے اور اگر نہیں بیان کرتا تو یہ بھی تیرے لئے مصیبت ہے کہ تو بالکل ہی محروم رہا جاتا ہے پس میں عجب کشمکش میں ہوں کہ کیا کروں اگر مثالوں سے سمجھاتا ہوں تو اس میں یہ خرابی ہے کہ صورت ہی کو لپٹ کر رہ جاتا ہے اور اس سے حقیقت کی طرف نہیں چلتا۔ بات یہ ہے کہ تو پابند صورت ہے اس لئے تیری ایسی مثال ہے کہ جیسے گھاس زمین میں جما ہوا ہو اور ہوا سے حرکت کرتا ہو یونہی تو بھی پابند صورت ہو کر اس سے مزہ لیتا اور جھومتا ہے مگر جس طرح گھاس کے پاؤں نہیں کہ وہ ایک انچ جگہ سے ہٹ جاوے یوں ہی تیرے بھی پاؤں نہیں کہ صورت سے حقیقت کی طرف ذرا سی بھی حرکت کرے ہاں تیری حرکت و انتقال کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ تو صورت کو چھوڑ دے اور اس نے جو تیرے پاؤں پکڑ رکھے ہیں ان کو چھڑا لے لیکن تو ایسا کریگا کیوں اس لئے کہ یہ حیات موجود تو تیری اسی کے دم سے ہے اور تو اس حیات کو چھوڑنا نہیں چاہتا پس حقیقت کی طرف انتقال کیونکر ہو مگر یہ بھی یاد رہے کہ اس حیات سے کام چلنا نہایت دشوار ہے جب تک یہ حیات ہے اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی پس جب تک یہ حیات موجود ہے یعنی تلذذات وتنعمات جسمانیہ وغیرہ موجود ہیں اس وقت تک تو تم سے صورت سے استغنا نہیں ہو سکتا اور جبکہ حق سبحانہ سے تو نے حیات حاصل کی اور مایہ حیات تیرا غذائے روحانی ہوئی اس وقت تجھے گل کی ضرورت نہ ہوگی اور صورت سے تجھے کچھ کام نہ

رہے گا بلکہ تو اقلیم قلب میں پہنچ جاوے گا اور تیری غذا حقائق و معارف ہوں گے۔ دیکھو جب بچہ دایہ سے قطع تعلق کر لیتا ہے تو وہ اغذیہ نفیسہ کھانے لگتا ہے اور دایہ سے کچھ بھی واسطہ نہیں رکھتا پس یہی حالت تمہاری ہوگی نیز تم بھی غلوں کی طرح پابند غذائے زمین اور ناسوتی غذاؤں سے متغذی ہو لہذا اس کو چھوڑ و اور غذائے دل حاصل کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ چونکہ تم ابھی بے حجاب نور سے متغذی ہونے کی استعداد نہیں رکھتے اس لئے اولاً کلمات حکمت اور پند و نصائح سے غذا حاصل کرو کہ یہ نور مستور ہے اور اس کو تم ہضم کر سکتے ہو اس سے تمہارے اندر نور بے حجاب کو قبول کرنے کی استعداد پیدا ہوگی اور تم اس پوشیدہ نور کو بے حجاب دیکھنے لگو گے اور تمہاری یوں کایا پلٹ ہوگی کہ اب تو ایک انچ بھی حرکت نہیں کر سکتے اس کے بعد ستاروں کی طرح آسمان پر چلو گے (یعنی بسیر معنوی و روحانی) بلکہ آسمان تو کیا چیز ہے لامکان میں بے کیف متعارف سیر کرو گے سیر بے کیف اگر سمجھ میں نہ آئی ہو تو سمجھو کہ تم یونہی سیر کرو گے جیسے نیستی سے ہستی میں آئے تھے بھلا بتاؤ تو سہی کیسے آئے تھے مست آئے اور مست ہی جاؤ گے تمہیں تو آنے کا راستہ یاد نہیں رہا اس لئے جا بھی نہیں سکتے مگر ہم اشارۃً تم کو بتلاتے ہیں اچھا اب تم دنیاوی عقل کو خیر باد کہہ کر سمجھنے کے لئے تیار ہو جاؤ اور دنیاوی کام بند کر کے سننے کے لئے مستعد ہو نہیں میں نہیں کہتا اس لئے کہ تو ابھی خام ہے اور ابھی تو تیار بھی نہیں ہے یعنی تیری ابتدائی حالت ہے تو نے گرمیاں نہیں دیکھیں اور پختہ نہیں ہوا لہذا تو ابھی نہ اسرار کو سن سکے گا نہ سمجھ سکے گا یہ جہان ایسا ہے جیسے درخت اور ہم اس میں ایسے ہیں جیسے درخت پر گدرائے ہوئے میوے اور قاعدہ ہے کہ کچے میوے شاخ کو مضبوط پکڑتے ہیں اس لئے کہ ہنوز وہ محلوں میں پہنچنے کے قابل نہیں ہوئے اور جب وہ پک گئے اور شیریں اور مرغوب ہو گئے اس کے بعد وہ شاخ کو بہت ہلکے سے پکڑتے ہیں پس یہی حالت ہر انسان کی ہے کہ جب وہ دولت باطنی سے شیریں دہن ہوتا ہے تو جہان اس کی نظروں میں بالکل بے وقعت ہو جاتا ہے اس عالم ناسوت کو سخت پکڑنا اور اس کے لئے تعصب کرنا دلیل خامی ہے دیکھو جب تک تم شکم مادر میں اور ناقص ہوتے ہو اس وقت تک خون حیض کھاتے ہو اور جب کامل ہو گئے اس وقت تمہاری غذا دودھ ہوتا ہے اور جب اور کامل ہوئے اس وقت اور غذائیں کھاتے ہو یوں ہی اس کو سمجھو کہ جب تک ناقص ہو اس وقت تک تمہاری غذا ناسوتی ہے جب کسی قدر کامل ہو گے یہ غذا بھی کم ہوگی اور دوسری غذا ملے گی بالآخر تمہاری غذا بالکل روحانی ہو جاوے گی ہاں وہ بات تو رہ ہی گئی جو ہم کہنا چاہتے تھے لیکن ہم نہیں کہتے وہ اگر خدا چاہے گا تو تم کو بواسطہ فیض حق سبحانہ سے معلوم ہوگی۔

شرح شبیری

اے تو در کشتی تن رفتہ بخواب	آب را دیدی نگر در آب آب
اے وہ جو جسم کی کشتی میں سویا ہوا ہے	تو نے پانی کو دیکھ لیا' پانی کے پانی کو دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے شخص کہ تو کشتی تن میں سو رہا ہے ارے تو نے پانی کو تو دیکھ لیا مگر اس پانی کے پانی کو بھی تو دیکھ مطلب یہ کہ اگر تمہاری نظر متنبہ کرنے سے روح پر بھی پہنچ گئی اور تم نے اس کو بھی دیکھ لیا تو کیا ہوتا ہے ارے اس پر نظر کر کہ جو اس کی بھی روح ہے یعنی حضرت حق کی طرف نظر کر کہ فلاں دارین حاصل ہو۔

آب را آبے ست کو میراندش	روح را روحی ست کو میخواندش
پانی کے لئے ایک پانی ہے جو اس کو چلاتا ہے	روح کی ایک روح ہے جو اس کو بلاتی ہے

یعنی پانی کے لئے بھی پانی ہے جو کہ اس کو چلا رہا ہے اور روح کی بھی ایک روح ہے جو کہ اس کو بلا رہی ہے اس لئے کہ روح کے جو تصرفات ہیں وہ تو آخر حضرت حق ہی کی طرف سے ہیں بس اس کو طلب کرنا چاہئے آگے اس ذات کا قدیم ہونا بتاتے ہیں کہ۔

موسیٰؑ و عیسیٰؑ کجا بد کافتاب	کشت موجودات را می داد آب
حضرت موسیٰ و عیسیٰ کہاں تھے جبکہ سورج نے	موجودات کی کھیتی کو پانی دیا

یعنی موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کہاں تھے کہ وہ آفتاب حقیقی کشت موجودات کو پانی دے رہا تھا یعنی جبکہ حق تعالیٰ موجودات میں تصرفات فرما رہے تھے اس وقت بھلا کوئی بتا دے کہ موسیٰؑ کہاں تھے جن کی روح آج ایسی ہے اور عیسیٰؑ کہاں تھے پس جب کوئی نہ تھا تو وہ تھا اور جب کوئی اس لئے کہ وہ تمہاری حقیقت ہے اور اس حقیقت کے دو معنی نہیں جیسے کہ انسان کے لئے حیوان ناطق حقیقت ہوتی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ تمہارے اندر ظہور کئے ہوئے ہوگا اور اس سے تم کو فیض ہوگا اور اسی کی طرف مولانا نے اس میں اشارہ کر دیا ہے فرماتے ہیں کہ اے ہم تو من یعنی اس مرتبہ حقیقت میں میں اور تو دونوں ایک ہیں مثلاً دو شخص ہیں اور دونوں میں اسم ہادی کا ظہور ہوا تو اس مرتبہ میں ان دونوں کی حقیقت کو ایک ہی کہا جاوے گا اور کہیں گے کہ یہ دونوں مرتبہ حقیقت میں ایک ہیں ہاں خصوصیات کے لحاظ کرنے سے ان میں تغائر آ گیا ہے ورنہ وہ اس مرتبہ میں ایک ہی ہیں اور بعض بزرگ جو فرماتے ہیں کہ میاں شیخ کی حقیقت مرید کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب جو ان اصطلاحات سے ناواقف ہے اس کو تعجب ہوتا ہے اور وہ شیخ کو حاضر و ناظر سمجھ کر کفر میں مبتلا ہوتا ہے حالانکہ ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ شیخ کی حقیقت جو کہ اسم ہادی ہے وہ انسان کے ہر وقت ہمراہ رہتی ہے اب دیکھ لو اس میں کوئی اشکال نہیں ہے تو مولانا کی تعبیر اور ہے اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ جو کہ اب تقریر کرنے سے بحمد اللہ واضح ہو گیا اصل تو اس کی یہ ہے اس میں بعض نے غلو کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ شجر میں سے جو موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی تھی وہ بھی خود ان کی حقیقت تھی وہ حق تعالیٰ کا نور نہ تھا یا اور کسی قسم کی باتیں کہتے ہیں تو یہ سب واہیات ہیں بس اصل صرف یہ ہے جو بیان کی گئی ہے آگے تقریب کے لئے اس کی ایک مثال بھی فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو آں وقتے کہ خواب اندر روی	تو ز پیش خود بہ پیش خود شوی
جیسا کہ جب تو سو جاتا ہے	تو اپنے آگے سے خود اپنے آگے جاتا ہے

یعنی جیسے کہ تم جس وقت کہ سو جاتے ہو تو اپنے ہی سامنے سے اپنے سامنے ہوتے ہو۔

بشنوی از خویش و پنداری فلاں	با تو اندر خواب گفت ست آں نہاں
تو اپنی طرف سے سنتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ فلاں نے	وہ پوشیدہ راز خواب میں تجھ سے کہا ہے

یعنی اپنے ہی سے باتیں سنتے ہو اور سمجھتے ہو کہ فلاں نے تم سے خواب میں وہ پوشیدہ بات کہی ہے مطلب اس کا یہ سمجھو کہ یہ حال کل خوابوں کا نہیں ہے بلکہ بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ خواب میں یہ شخص دیکھتا ہے کہ خود یہی شخص سامنے سے آ رہا ہے تو یہ اپنے وجود کو خود ہی سامنے سے دیکھ رہا ہے وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ روح اشکال متفرق میں متشکل ہوتی ہے اور وہ اسی کی روح دوسری شکل میں متمثل ہو کر اس کے سامنے آ جاتی ہے اور بعض مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ یہ شخص کسی دوسرے کو دیکھتا ہے کہ اس نے اس سے یہ کہا مگر وہ خود اسی کی روح ہوتی ہے کہ وہ دوسری صورت میں متمثل ہو گئی ہے اور بعض مرتبہ جس کو اس نے دیکھا ہے خود اس کی روح ہی ہوتی ہے تو مولانا ان بعض حالات کے اعتبار سے فرماتے ہیں کہ یہ شخص خود اپنی روح کو دوسری شکل میں متمثل دیکھ کر اس کو دوسرا سمجھے ہوئے ہے مگر وہ خود اسی کی روح ہے اور یہ اکثر طلباء کو ہوتا ہے کہ وہ مثلاً ایک مضمون کا مطالعہ دیکھتے دیکھتے سو گئے اور وہ مطالعہ میں ان کو حل نہ ہو سکا تو ان کو خواب میں حل ہو جاتا ہے تو یہ جو حل کرنے والا ہے یہ خود اس شخص کی روح ہے کہ بعد سونے کے اس کے اندر یکسوئی پیدا ہوئی اور اس نے دوسری صورت میں متمثل ہو کر اس کو فیض پہنچایا تو دیکھو جس طرح کہ یہاں خود اس شخص کی حقیقت اس کو فیض پہنچا رہی ہے اسی طرح وہاں بھی اس کی حقیقت اس کو فیض پہنچاتی ہے اور یہ تو عالم ملکوت کی حالت ہے اس میں تو اگر ایسا ہو جاوے تو کچھ بعید نہیں ہے بزرگوں کے قصے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عالم ناسوت میں بھی ان کو ایسا پیش آتا ہے ایک بزرگ کی بابت لکھا ہے کہ ان کی شکایت قاضی کے یہاں سماع سننے کی ہوئی تو قاضی نے محتسب کو روانہ کیا تا کہ احتساب کرے جب وہ قریب آیا تو وہ حضرت سامنے تشریف لائے اور ان کی ستر صورتیں تھیں اور بولے کہ لو اپنے مجرم کو پہچان لو تو دیکھو یہ جس قدر صورتیں تھیں ساری ان بزرگ کی روح کی شکلیں تھیں اور بہت سے قصے ایسے ہیں تو پھر اگر ملکوت میں کہا جاوے کہ روح انسان مختلف اشکال میں ظاہر ہو جاتی ہے تو کیا حرج ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسان ایک نہیں ہے بلکہ اس کے اندر ایک بہت بڑا عالم ہے کہ جس کی مختلف اشکال ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

تو یکے تو نیستی اے خوش رفیق	بلکہ گردونی و دریائے عمیق
اے اچھے دوست! تو ایک نہیں ہے	بلکہ تو آسمان ہے اور گہرا سمندر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو ایک تو نہیں ہے اے اچھے ساتھی بلکہ تو تو مثل گردون ہے اور دریائے عمیق ہے مطلب یہ کہ اے انسان تو مرتبہ روح میں ایک تو نہیں ہے بلکہ تیرے اندر بہت سے اعتبارات ہیں اور اس کثرت کی وجہ سے تو مثل گردوں کے اور دریائے عمیق کے ہے کہ جس طرح ان چیزوں میں مختلف اشیاء ہیں اسی طرح تو بھی تمام تجلیات اسماء کا مظہر ہے۔

آن توئی زفت کہ آن نہصد تو است	قلزم ست وغرقہ گاہ صد تو است
وہ تیری موٹی شخصیت جو تیرا نوسو گنا ہے	سمندر ہے اور تیری سو شخصیتوں کے ڈوب جانے کی جگہ ہے

یعنی تیرا وہ تو عظیم کہ جو نو سو تو میں ایک قلزم ہے اور سینکڑوں تو کا غرقہ گاہ ہے۔ مطلب یہ کہ تیرا وجود مرتبہ روح میں ایک وجود نہیں ہے بلکہ چونکہ اس میں بہ نسبت جسم کے مظاہر اسماء زیادہ ہیں بلکہ اکثر لوگ انسان کو حقیقۃ جامعہ کہتے ہیں کہ اس کے اندر حق سبحانہ تعالیٰ کے کل اسماء کا ظہور بدرجہ اتم بہ نسبت اور اشیاء کے موجود ہے اگر چہ فی حد ذاتہ کامل ظہور نہ ہو مگر بہ نسبت دیگر اشیاء کے اس میں ظہور کامل ہے تو جب وہ وجود درجہ روح میں تکثر رکھتا ہے تو اس میں سینکڑوں وہ وجود جو کہ ناقص ہیں غرق اور مستور ہیں اور وہ سارے وجودات اس کے اندر موجود ہیں۔

خود چہ جائے حد بیداری وخواب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
بیداری اور نیند کا خود کیا ٹھکانا ہے	خاموش ہو جا اور اللہ بہتر جانتا ہے

یعنی خود کیا جگہ ہوشیاری اور بیداری اور خواب کی ہے پس چپ رہو اللہ درست بات کو زیادہ جاننے والا ہے۔ مطلب یہ کہ حالت بیداری وخواب جو کہ ہم بیان کرتے ہیں ان کی بھی کیا حقیقت ہے لہذا بس چپ رہنا ہی مناسب ہے۔ اللہ ہی صواب کو خوب جانتا ہے اور ہمارے چونکہ یہ سب مکاشفات ظنیہ ہیں لہذا ان میں ممکن ہے کہ خطا ہو آگے فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر بیان کیا تھا کہ وہ اسرار تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہونگے اب ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کیسے وسائط بلکہ تو خود اسرار کو اپنے کان میں بیان کرے گا نہ میں بیان کروں گا نہ میرا غیر تم یہ شبہ نہ کرنا کہ میں بھی تو آپ کا غیر ہوں جب میں خود بیان کروں گا تو آپ کے غیر نے تو بیان کیا پھر بے غیر من کہاں درست رہا۔ کیونکہ تو میرا غیر نہیں بلکہ تو اور میں تو افق اغراض کے اعتبار سے یا اس لئے کہ ہم دونوں ایک ظاہر کے مظاہر اور ایک ہی حقیقت اصطلاحیہ یعنی اسماء الٰہیہ کے افراد اصطلاحیہ یعنی مظاہر ہیں تو ہم اور تم متغائر نہ ہوئے پس اب کوئی اشکال نہ رہا نیز یہ بھی شبہ نہ کرنا کہ میں اپنے کان میں کیونکر کہہ سکتا ہوں اس لئے کہ تم جب خواب دیکھتے ہو تو اس میں دیکھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور اس نے مجھ سے یہ کہا وہ دوسرا شخص کون ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خود تمہاری ہی روح جو اس صورت میں متمثل ہو کر تم کو نظر آتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے پاس جاتے ہو علی ہذا جو تم سے خواب میں کچھ کہتا ہے وہ کون ہوتا ہے وہ بھی تمہاری روح جو اس شکل کے ساتھ متمثل ہوتی ہے پس دیکھو تم خود اپنے سے سنتے ہو لیکن تم کو اس عینیت کا احساس نہیں۔ تم یہی سمجھتے ہو کہ میں فلاں کے پاس گیا اور فلاں نے مجھ سے بیان کیا پس یوں ہی سمجھ لو کہ وہ وسائط خود تم ہی ہو گے اس لئے کہ وہ واسطہ خود تمہاری حقیقت اصطلاحیہ ہوگا یعنی اسم الٰہی تم کو واقعہ خواب سے آگاہ ہو کر متحیر نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ تم ایک ہی شے نہیں ہو بلکہ تم تو آسمان اور بڑے گہرے سمندر ہو کہ ہزاروں عجائبات کو اپنے اندر لئے ہو مگر تمہیں اپنے کمالات کی خبر نہیں اس لئے ذرا سی عجیب بات سن کر متحیر ہو جاتے ہو۔ آدمی تو وہ بڑی تہ ہے جو سینکڑوں تمہیں اپنے اندر رکھتا ہے بلکہ وہ تو ایک سمندر ہے جس میں سینکڑوں تہیں غرق ہو جائیں یعنی انسان تو تمام حقائق موجودہ کا جامع ہے ایک بیداری و خواب کیا چیز ہیں اور ان کا اجتماع ایک وقت میں جیسا کہ واقعۂ خواب سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدمی سوتا بھی ہے اور بیداری کا کام بھی کرتا ہے یعنی آتا جاتا بھی ہے بولتا اور سنتا بھی ہے وغیرہ وغیرہ کیا تعجب کی بات ہے اس سے تو اس سے بڑی عجائبات کا ظہور بھی تعجب خیز نہیں پس تم کو ان واقعات میں شکوک و شبہات نہ کرنے چاہئیں اور خاموشی کے ساتھ ان کو سننا اور ماننا چاہئے مضمون ختم ہوا اور خدا اس کی صحت سے خوب واقف ہے کہ یوں ہی اس کو سمجھو کہ جب تک ناقص ہو اس وقت تک تمہاری غذا ناسوتی ہے جب کسی قدر کامل ہو گے یہ غذا بھی کم ہو گی اور دوسری غذا ملے گی بالآخر تمہاری غذا بالکل روحانی ہو جاوے گی ہاں وہ بات تو رہ ہی گئی جو ہم کہنا چاہتے تھے لیکن ہم نہیں کہتے وہ اگر خدا چاہے گا تو تم کو وسائط فیض حق سبحانہ سے معلوم ہوگی۔

شرح شبیری

دم مزن تا بشنوی از دم زنان	آنچہ ناید در بیان و در زبان
دم نہ مار تا کہ تو دم مارنے والوں سے سن لے	وہ جو بیان اور زبان میں نہیں آ سکتا ہے

یعنی چپ رہو تا کہ تم دم زنان (روحانی) سے وہ سنو جو کہ بیان اور زبان میں نہیں آ سکتا مطلب یہ کہ وہ علوم و معارف ان کی صحبت کے فیض سے حاصل ہوں گے کہ جو الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتے اس لئے کہ وہ امور ذوقیہ و کشفیہ ہیں ان کی صحبت میں رہنے سے حق تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور اس شخص کو بھی منکشف ہو جاتے ہیں لہٰذا جب تک کہ یہ درجہ حاصل نہ ہو اس وقت تک خاموشی ہی بہتر ہے۔

دم مزن تا بشنوی زان آفتاب	انچہ ناید در کتاب و در خطاب
دم مت مار تا کہ اس آفتاب سے سن لے	وہ جو لکھنے اور بیان کرنے میں نہیں آ سکتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی چپ رہوتا کہ اس آفتاب سے وہ سنو جو کہ کتاب اور خطاب میں نہیں آسکتا۔ آفتاب سے مراد وہی مرشد کامل یعنی تم خاموش رہو اور خود کسی شے کے طالب مت ہو تو وہ چیزیں میسر ہوں گی کہ جو ان الفاظ ظاہری میں بیان نہیں ہوسکتیں۔

دم مزن تا بشنوی زان مہ لقا	الصلا اے پاکبازان الصلا
دم مت مار تاکہ تو سن لے اس ماہ رخ سے	آؤ اے پاکبازو! آؤ

یعنی چپ رہوتا کہ تم اس مہ لقا سے یہ سنو کہ آؤ اے پاکبازو آؤ۔ مہ لقا سے مراد مرشد کامل۔ مطلب یہ کہ تم خود چپ رہو اور ان حقائق وعلوم ومعارف کے حصول کے درپے مت ہو بلکہ کام کئے جاؤ اور حالات کی اطلاع دو ہی گے تو بس جب مرشد دیکھے گا کہ تم کو ان علوم کے سمجھنے کی استعداد ہوگئی ہے اور تم کو درجہ اجمال میں کوئی علم منکشف ہوا ہے تو اس وقت وہ تم کو اس کی حقیقت خود بتلا دے گا اور تم کو خود دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی۔

دم مزن تا بشنوی اسرار حال	از زبان بے زبان کہ قم تعال
دم مت مار تاکہ تو حالت کے اسرار سن لے	بے زبان کی زبان سے کہ کھڑا ہو' آ جا

یعنی چپ رہوتا کہ تم اسرار حال کو بے زبان کی زبان سے سنو کہ اٹھو آؤ۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنی طرف سے ان علوم ومعارف وکیفیات کے طالب مت ہو بلکہ اپنی حالت کو مرشد کامل کے سامنے پیش کردو وہ جو مناسب سمجھے گا تمہارے لئے تجویز کرلے گا اور بلکہ خود زبان سے بھی چاہئے کچھ نہ کہے بلکہ وہ ذریعہ القا کے تم کو ان علوم ومعارف کی تحصیل کرادے گا اور اگر زبان سے بھی کہے گا تو وہ وقت اور موقع کو دیکھ کر کہے گا اور تمہاری استعداد کا لحاظ کرے گا۔

دم مزن تادم زند بہر تو روح	آشنا بگزار در کشتی نوحؑ
دم نہ مار' تاکہ تیرے لئے روح کہے	تیرنا چھوڑ دے' نوحؑ کی کشتی میں (آ جا)

یعنی تم چپ رہوتا کہ تمہارے لئے روح بولے اور کشتی نوح میں تیرنے کو چھوڑ دو۔ روح سے بھی مراد مرشد کامل۔ مطلب یہ کہ تم خود دعوے اور اقتضاؤں کو مٹادو اس وقت مرشد تمہاری استعداد کے موافق خود تم کو تعلیم کر دے گا بس ترک دعویٰ ایک بہت بڑی چیز ہے کہ اس سے فضل ہوتا ہے

ہمچو کنعان کاشنا میکرد او	کہ نخواہم کشتی نوحؑ عدو
کنعان کی طرح (نہ بن) کہ وہ تیرتا تھا	کہ میں دشمن نوح کی کشتی پسند نہیں کرتا ہوں

یعنی مثل کنعان کے کہ وہ شناوری کرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ میں کشتی نوح عدو کی نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ تم دعوے کو ترک کردو ورنہ اگر تم دعوے کروگے تو تمہارا ایسا حال ہوگا جیسے کہ کنعان نے شناوری کا دعویٰ کیا کہ میں تیر کر بچ جاؤں گا اور نوح علیہ السلام کی نہ مانی تو ہلاک ہوا اسی طرح اگر تم مرشد کامل کی نہ سنوگے اور دعوے کروگے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو ہلاک ہو گئے آگے کنعان کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ تو خاموشی اختیار کر ایسا کرنے سے محبوب حقیقی سے تو یہ سنے گا کہ اے پاکباز دم کو صلائے عام ہے اور تو خاموش رہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو بدوں زبان کے تکلم کرنے والے کو یہ اسرار بیان کرتے سنے گا کہ اٹھو اور ہماری طرف آؤ۔ دیکھ تو سکوت اختیار کرنا اس کرنے سے تو حق سبحانہ کو وہ اسرار بیان کرتے ہوئے سنے گا کہ جو بیان میں نہیں آسکتے اور زبان سے ادا نہیں ہو سکتے۔ خبردار تو بولنا ہی مت اس سے تجھے حق سبحانہ وہ راز سنائیں گے جو نہ احاطہ تحریر میں آسکتے ہیں اور نہ تقریر میں تو چپ ہی رہنا تاکہ بجائے روح حق سبحانہ سے کلام کرے یا تجھ سے روح حقیقی یعنی حق سبحانہ گفتگو کریں۔ خلاصہ یہ کہ اپنی عقل کو چھوڑ دے اور شکوک و شبہات مت نکال بلکہ شیخ جو کہے اس کو تسلیم کر اور اپنی جدوجہد کو چھوڑ کر کشتی نوحؑ میں سوار ہو جا۔ ایسا نہ کرنا جیسا کنعان نے کیا تھا کہ وہ تیرنا جانتا تھا اس پر مغرور ہو کر اس نے کہہ دیا کہ میں اپنے دشمن باپ نوحؑ کی کشتی میں نہ بیٹھوں گا اگر تو تسلیم اختیار کرے گا تو قرب حق سبحانہ سے بہرہ ور اور انکا راز دار رہے گا اور نہ کنعان کی طرح اس بحر ناپیدا کنار میں غرق ہو جاوے گا۔

قدتم الربع الاول من الدفتر الثالث من المثنوی وللہ الحمد

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت مولانا **جلال الدین رومی** رحمۃ اللہ علیہ

کی نادر روزگار اور معرکہ آرا کتاب

مثنوی مولوی معنوی

کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد نمبر ۹-۱۰

حضرۃ حکیم الامۃ تاج المفسرین مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اشعار مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قال تعالیٰ کما ارسلنا فیکم رسولاً منکم یتلوا علیکم ایٰتنا و یزکیکم و یعلمکم الکتٰب والحکمة و یعلمکم مالم تکونوا تعلمون

چوں درکریمہ صدر قولہ یتلوا و یعلمکم الکتٰب بر فضل علم لفظ و معنی و قولہ یزکیکم بر شرف علم کلام و عقائد و علم سلوک و قولہ والحکمة بر مزیت علم اسرار و علم اصول دال باوضح بیان ست و ازاں جزو بودن تصوف کہ مشتمل بر سلوک و اسرار ست از علم دین نیک عیاں ست و باتفاق اہل مذاق مثنوی را در کتب این فن خاص شان ست لاکن از اغلاقش محتاج تبیان ست' بناء علیہ این شرح اردو کہ معنونش را

کلید مثنوی

عنوان ست وایں ربع ثالث از دفتر ثالث ازاں ست (بالفاظ وعبارت (مولوی) شبیر علی و مولوی حبیب احمد سلمہما اللہ کہ ہر یکے از ایشان برائے صاحب معاق یعنی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام ظلہم بمنزلہ لسان و ترجمان ست) درو اصل متن را چنان حل کردہ کہ غایت امکان ست و مسائل را بطورے تقریر نمودہ کہ ہم موافق تحقیق اہل اتقان و ہم مطابق حدیث و قرآن ست و اشکالات و اغلاط را بطرزے دور ساختہ کہ مورث اطمینان و امان ست و جابجا ملفوظات سیدنا الحاج محمد امداد اللہ" کہ مطرب آذان و منشط اذہان ست ہم مطا درویش سپردہ۔

حسب فرمائش

محمد شبیر علی مالک اشرف المطابع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر طبع شد

www.besturdubooks.wordpress.com

حامداً و مصلیاً و مسلماً

الربع الثانی من الدفتر الثالث من المثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح شبیری

نوح علیہ السلام کا اپنے لڑکے کو بلانا اور اس کا سرکشی کرنا اور کہنا کہ میں پہاڑ پر چڑھ کر بچ جاؤں گا اور تمہارا احسان سر پر نہ رکھوں گا

ہیں بیا در کشتی بابا نشیں	تا نہ گردی غرق طوفان اے مہیں
خبردار! آ جا باوا کی کشتی میں بیٹھ جا	اے ذلیل! تاکہ تو طوفان میں نہ ڈوبے

یعنی (نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ) ارے آ باپ کی کشتی میں بیٹھ جا تا کہ اے ذلیل طوفان میں غرق نہ ہو جاوے۔

گفت نے من آشنا آموختم	من بجز شمع تو شمع افروختم
اس نے کہا نہیں! میں نے تیرنا سیکھا ہے	میں نے تیری شمع کے علاوہ شمع روشن کر لی ہے

یعنی وہ کنعان بولا کہ نہیں میں نے شناوری سیکھی ہے اور میں نے تمہاری شمع کے علاوہ ایک شمع جلائی ہے یعنی تم نے جو تدبیر نجات کی کی ہے اس کے علاوہ میں نے اور تدبیر سوچی ہے اور وہ تدبیر یہی تھی کہ تیر کر بچنے کا قصد تھا تو نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہیں مکن کین موج طوفان بلاست	دست و پارا آشنا امروز لاست
خبردار ایسا نہ کر! کیونکہ یہ موج بلا کا طوفان ہے	آج تیرنے کے ہاتھ پیر کچھ نہیں ہیں

یعنی ارے ایسامت کر کیونکہ یہ طوفان بلا کی موج ہے تو آج ہاتھ پاؤں کی شناوری معدوم ہے مطلب یہ کہ ان سے کام نہ چلے گا اس لئے کہ۔

باد قہرست و بلائے شمع کش	جز کہ شمع حق نمی پاید خمش
یہ قہر کی ہوا ہے اور شمع کو بجھانے والی بلا ہے	اللہ (تعالیٰ) کی شمع کے علاوہ کوئی شمع ٹھہرے گی چپ ہو جا

یعنی یہ قہر کی ہوا ہے اور بلائے شمع کش ہے بجز شمع حق کے اور کوئی نہیں ٹھہر سکتی تو خاموش رہ شمع سے مراد

www.besturdubooks.wordpress.com

تدابیرنجات مطلب یہ کہ یہ قہر حق کی ہوا ہے کہ یہ تمام تدابیر کو باطل کردیتی ہے اور آج اس کے آگے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ہاں جو تدبیر کہ حق تعالیٰ کی ارشاد کردہ ہو وہ اس ہوا میں قائم رہ سکتی ہے اور وہ تدبیر کشتی ہے کہ اس میں نجات مل سکتی ہے اس کے علاوہ اور کسی چیز سے آج نجات نہیں مل سکتی۔

گفت نے رفتم بران کوہ بلند	عاصم ست آن کہ مرا از ہر گزند
اس نے کہا نہیں اس بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا	وہ پہاڑ مجھے ہر مصیبت سے بچانے والا ہے

یعنی وہ بولا کہ نہیں میں اس بلند پہاڑ پر چلا جاؤں گا تو وہ پہاڑ مجھے ہر گزند سے بچانے والا ہوگا یہ سن کر پھر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

ہیں مکن کہ کوہ کاہست این زمان	جز حبیب خویش راند ہد امان
خبردار! یہ نہ کر اس وقت پہاڑ تنکا ہے	وہ اپنے دوست کے علاوہ کسی کو پناہ نہ دے گا

یعنی ارے ایسا مت کر کہ یہ پہاڑ اس وقت ایک تنکے کی برابر ہے حق تعالیٰ سوائے اپنے محبوب کے کسی کو امن نہیں دیگا۔

گفت من کے پند تو بشنودہ ام	کہ طمع کردی کہ من زین دودہ ام
اس نے کہا میں نے تیری نصیحت کب سنی ہے؟	تو نے یہ سوچا ہے کہ میں اس خاندان کا ہوں

یعنی وہ بولا کہ میں نے تمہاری بات کب سنی ہے کہ تم کو طمع ہوگی کہ میں اس خاندان سے ہوں۔

خوش نیامد گفت تو ہرگز مرا	من بری ام از تو در ہر دوسرا
تیری گفتگو ہرگز مجھے پسند نہیں آئی	میں تجھ سے دونوں جہان میں بیزار ہوں

یعنی مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم نہیں ہوئی میں تو تم سے دونوں جہان میں بری ہوں مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تم کو یہ طمع ہوگی کہ میں تمہارے خاندان سے ہوں اس لئے تمہاری مان لوں گا۔ تو سن لو کہ مجھے تمہاری بات کبھی اچھی معلوم ہوئی ہی نہیں تو آج کیا اچھی معلوم ہوگی۔ لہذا میں تمہاری بات کبھی نہ مانوں گا۔ نوح علیہ السلام نے پھر فرمایا کہ۔

ہیں مکن بابا کہ روز ناز نیست	مر خدا را خویشی و انباز نیست
خبردار! بابا یہ نہ کر! یہ ناز کا دن نہیں ہے	خدا کا کوئی ساجھی اور شریک نہیں ہے

یعنی ارے ایسا ہمارے ساتھ مت کر یہ دن ناز کا نہیں ہے خدا کو قرابت اور شرکت نہیں ہے مطلب یہ کہ تو جو میرے اوپر ناز کر رہا ہے یہ گویا کہ حق تعالیٰ پر ناز ہے تو دیکھ تو سہی کہ آج ناز کا دن نہیں ہے بلکہ روز نیاز ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کو تو کسی سے قرابت اور اس کا تو کوئی شریک نہیں ہے کہ جو سفارش کرے تو مان لیں اس لئے بس ناز کم کر اور چلا آ۔

تا کنوں کردی و ایندم نازکیست	اندرین درگاہ کسے را ناز کیست
تو نے اب تک (ناز) کیا اور یہ نازک وقت ہے	اس دربار میں کسی کو ناز (کا حق) کب ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو اب تک تو ناز کرتا رہا مگر یہ وقت ناز ک ہے اس درگاہ میں کسی شخص کو ناز کب ہے مطلب یہ کہ اب تک تو تو ناز کرتا رہا اور اسی وجہ سے تو نے میری نہ مانی مگر دیکھ یہ وقت نازک ہے اس میں کسی کی نہیں چلتی اور درگاہ حق میں کسی کو ناز کب ہوسکتا ہے اس لئے کہ ناز ہوتا ہے اولاد کو یا قرابت دار کو یا بیوی کو یا باؤ اجداد کو اور وہاں یہ شان ہے کہ۔

لم یلد ولم یولد ست او از قدم	نے پدر دارد نہ فرزند و نہ عم
نہ اس کے بیٹا پیدا ہوا نہ وہ کسی سے پیدا ہوا وہ ازل سے ہے	نہ باپ رکھتا ہے نہ بیٹا اور نہ چچا

یعنی وہ تو ہمیشہ سے لم یلد ولم یولد ہے نہ وہ باپ رکھتا ہے اور نہ فرزند اور نہ چچا۔

ناز فرزندان کجا خواہد کشید	راز بابایان کجا خواہد شنید
وہ اولاد کا (سا) ناز کہاں برداشت کریگا؟	باپوں کا راز کہاں سنے گا؟

یعنی وہ لڑکوں کا ناز کب کھینچے گا (جبکہ اس کے لڑکا ہی نہیں) یا وہ والدین کی کب سنے گا (جبکہ اس کے والدین ہی نہیں ہیں) ان کا تو ارشاد ہے کہ۔

نیستم مولود پیرا کم بناز	نیستم والد جوانا کم گراز
(خدا فرمادے گا) میں بیٹا نہیں ہوں اے بوڑھے ناز نہ کر	میں باپ نہیں ہوں اے جوان! نہ اکڑ

یعنی میں مولود نہیں ہوں لہذا اے بڈھے تو ناز کم کر اور میں والد بھی نہیں ہوں تو اے جوان اکڑ مت مطلب یہ کہ شاید کوئی بڈھا یہ سمجھے کہ میں تو نعوذ باللہ حق تعالیٰ کا بزرگ ہوں جو کہوں گا مان لیں گے تو فرماتے ہیں کہ یاد رکھ کہ میں کسی کا مولود نہیں ہوں لہذا تم بھی امید مت رکھو کہ مجھ سے ناز کر کے بچ سکو گے اور شاید کسی جوان کو یہ شبہ ہو کہ ہم تو اولاد ہیں ہمیں کچھ نہ کہیں گے جیسے کہ یہود کہتے ہیں تو یاد رکھو کہ فرماتے ہیں کہ میں کسی کا والد بھی نہیں ہوں۔

نیستم شوہر من شہوتی	ناز را بگزار اینجا اے ستی
میں شوہر نہیں ہوں میں شہوت والا نہیں ہوں	اے خاتون! اس جگہ ناز کو چھوڑ دے

یعنی میں شوہر نہیں ہوں اور میں شہوتی نہیں ہوں تو اے عورت تو ناز کو اس جگہ چھوڑ دے مطلب یہ کہ اگر شاید کسی عورت احمق کو شبہ ہوتا کہ میں زوجہ حق ہوں تو وہ بھی یاد رکھے کہ ارشاد ہے کہ میں کسی کا شوہر نہیں ہوں لہذا معلوم ہوا کہ کوئی شخص بھی حق تعالیٰ پر ناز نہیں کر سکتا بلکہ۔

جز خضوع و بندگی و اضطرار	اندریں حضرت ندارد اعتبار
سوائے عاجزی اور غلامی اور بیچارگی کے	اس دربار میں کسی کا اعتبار نہیں ہے

یعنی سوائے خضوع اور بندگی اور اضطرار کے اس درگاہ میں اعتبار نہیں رکھتا بس جب یہ بات ہے تو نوح علیہ السلام نے کنعان سے فرمایا کہ تو ناز مت کر اس لئے کہ وہاں ناز کا کام ہی نہیں ہے ہاں عاجزی اور نیاز کا کام ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لہذا یہ کرتا کہ رستگاری ملے یہ سب سن کر وہ کہتا ہے کہ۔

گفت بابا سالہا این گفتۂ	باز می گوئی بجہل آشفتۂ
اس نے کہا ابا تم نے یہ سالہا کہا ہے	پھر کہتے ہو نادانی سے بہک رہے ہو

یعنی بولا کہ اے بابا تو نے برسوں یہ کہا ہے اور پھر کہہ رہا ہے تو کیا جہل میں ملا ہے مطلب یہ کہ تو نے بہت کہا مگر میں نے نہ مانا تو اب پھر کہنا (نعوذ باللہ) جہالت ہے۔

چند ازینہا گفتۂ با ہر کسے	تا جواب سرد بشنودی بسے
تم نے ہر شخص سے یہ باتیں بہت کہی ہیں	حتیٰ کہ بہت سے بے مروتی کے جواب سنے ہیں

یعنی تم نے یہ باتیں ہر شخص سے کہی ہیں یہاں تک کہ جواب سرد بہت سنے ہیں (مگر تم عجیب آدمی ہو کہ اس سے باز ہی نہیں آتے)

این دم سرد تو در گوشم نرفت	خاصہ اکنون کہ شدم دانا و زفت
تمہاری یہ بے اثر بات میں نے نہیں سنی	خصوصاً اب جبکہ میں عقلمند اور بڑا ہو گیا ہوں

یعنی تمہاری یہ سرد باتیں میرے کان میں کبھی نہیں گئیں اور خاص کر جبکہ میں دانا اور قوی ہو گیا ہوں مطلب یہ کہ بچپن میں تو جبکہ مجھے عقل و ہوش بھی کم تھا میں نے تمہاری سنی ہی نہیں تو اب تو میں خوب عاقل ہو گیا ہوں اب تو تمہاری کیا سنوں گا۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ۔

گفت بابا چہ زیان دارد اگر	بشنوی یکبار تو پند پدر
(حضرت نوحؑ نے) فرمایا بابا کیا حرج ہو گا اگر	ایک بار تو باپ کی نصیحت مان لے گا

یعنی نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ ارے بابا کیا نقصان ہو جاوے گا اگر تو ایک مرتبہ باپ کی نصیحت سن لے گا مطلب یہ کہ فرمایا کہ خیر جو گزرا گزرا اب اگر ایک مرتبہ میری بات سن ہی لے گا تو یہ تو بتا کہ تیرا حرج ہی کیا ہو جاوے گا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنیں میگفت او پند لطیف	ہمچنان میگفت او دفع عنیف
وہ اسی طرح شفقانہ نصیحت کرتے رہے	وہ اسی طور پر سختی سے انکار کرتا رہا

یعنی وہ تو اسی طرح نصیحت لطیف فرما رہے تھے اور وہ بھی اسی طرح دفع سخت کر رہا تھا یعنی وہ نصیحت فرما رہے تھے اور وہ سختی سے اس کا رد کر دیتا تھا۔

نے پدر از نصح کنعان سیر شد	نے دمے در گوش آن ادبیر شد
نہ تو باپ کا کنعان کو نصیحت کرنے سے پیٹ بھرا	نہ کوئی بات اس بدبخت کے کان میں پڑی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی نہ تو والد کنعان کی نصیحت سے سیر ہوئے اور نہ کوئی بات اس ادبار والے کے کان میں گئی ادبیر امالہ ہے ادبار کا مراد اہل ادبار یعنی وہ برابر نصیحت فرماتے رہے مگر اس نے بھی کچھ سن کر نہ دیا۔

اندرین گفتن بدند و موج تیز	برسر کنعان زد و شد ریز ریز
وہ اسی گفتگو میں تھے اور تیز موج نے	کنعان کے سر پر ضرب لگائی اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا

یعنی وہ اسی گفتگو میں تھے کہ موج تیز نے کنعان کے سر پر حملہ کیا اور اس کو ریزہ ریزہ کر دیا۔

نوح گفت اے بادشاہ برد بار	مر مرا خرمرد وسیلت برد بار
نوح نے عرض کیا ' اے حلیم بادشاہ!	میرا گدھا مرا اور تیرا سیلاب سامان بہا لے گیا

یعنی نوح علیہ السلام نے (جناب باری میں) عرض کیا کہ اے بادشاہ بردبار میرا گدھا مر گیا اور سیل بوجھ کو لے گیا یہ ایک مثل ہے جب کسی کا بالکل خاتمہ اور فیصلہ ہو جاوے اس وقت بولتے ہیں مطلب یہ کہ بس اب تو بالکل فیصلہ ہو چکا ہے مگر ایک عرض یہ ہے کہ۔

وعدہ کردی مرمرا تو بارہا	کہ بیابد اہلت از طوفان رہا
تو نے مجھ سے بارہا وعدہ کیا	کہ تیرے اہل طوفان سے نجات پائیں گے

یعنی آپ نے بار بار مجھ سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہارے اہل طوفان سے نجات پاویں گے۔

دل نہادم برامیدت من سلیم	پس چرا بربود سیل از من گلیم
مجھ بھولے نے تیری امید پر بھروسہ کیا	پھر طوفان میری کملی کیوں بہا لے گیا؟

یعنی مجھ سیدھے سادھے نے آپ کی امید پر دل رکھا تو پھر مجھ سے کمبل کو سیل کیوں لے گیا۔ کمبل سے مراد انکا لڑکا تھا مطلب یہ کہ آپ نے تو وعدہ فرمایا تھا کہ ہم تیرے اہل کو نجات دے دیں گے تو پھر میرا لڑکا اس طوفان بلا میں کیوں آ گیا۔ مقصود اس سے دعا کرنا تھا اس قصہ کو قرآن شریف میں بھی بیان فرمایا ہے۔ وعدہ تو بیان ہے کہ ارشاد ہے کہ قلنا احمل فیها من کل زوجین اثنین و اهلک الا من سبق علیه القول و من امن یعنی ہم نے نوح سے کہا کہ اس کشتی میں ہر ایک جانور کے ایک ایک نر و مادہ اور اپنی اہل کو بجز ان کے کہ جن پر قول غرق سابق ہو چکا ہے اور دیگر مومنین کو سوار کر لو تو اس سے معلوم ہوا کہ اہل ناجی ہے آگے دعا نقل فرماتے ہیں کہ ونادی نوح ربه فقال رب ان ابنی من اهلی و ان وعدک الحق وانت احکم الحاکمین. یعنی نوحؑ نے حق تعالیٰ کو پکارا کہ اے میرے رب میرا بیٹا تو میرے اہل ہی میں سے ہے اور آپ کا وعدہ حق ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔ تو جب اہل میں سے ہے تو اس کو تو موافق وعدہ نجات ہونی چاہئے اس پر جواب ارشاد ہوتا ہے کہ یا نوح انه لیس من اهلک یعنی اے نوحؑ وہ تمہاری اہل میں سے ہی نہیں ہے اہل

www.besturdubooks.wordpress.com

سے نہ ہونے کی توجیہ تفاسیر میں مذکور ہے یہاں صرف اس قدر عرض کرنا ہے کہ نوح علیہ السلام سے اول فرمادیا تھا کہ تمہاری اہل نجات پاوے گی مگر ان میں سے وہ لوگ جن پر کہ قول غرق سابق ہو چکا ہے نجات نہ پاویں گے تو پھر نوح علیہ السلام نے کیوں دعا کی جواب اس کا یہ ہے کہ یہ ارشاد تو ہوا تھا مگر اس کی تفصیل نہ فرمائی تھی کہ کون ایسا ہے جو ناجی نہ ہوگا لہذا احتمال سب میں تھا تو اگرچہ کنعان کے کافر ہونے کی وجہ سے سبقت قول معلوم ہوتا تھا مگر یہ شبہ بھی تھا کہ شاید نجات پاجاتا۔ تو اس کی تفسیر میں ابہام رہا اس لئے دعا کی اس پر جواب یہی ملا کہ وہ تمہارے اہل سے نہیں ہے۔ فلا تسئلن ما لیس لک به علم. یعنی جس امر کا تمہیں علم نہیں ہے اس کا سوال مت کرو تو یہ نوحؑ کی غلطی نہ تھی بلکہ تفسیر میں ابہام تھا اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قیام ساعت تھا مگر اس کا علم نہ تھا کہ کب قائم ہوگی اسی طرح یہ تو علم تھا کہ غیر مومنین اہل ناجی نہ ہونگے باقی یہ کہ وہ کون کون ہیں اس کا علم نہ تھا لہذا دعا کی تو وہاں سے ارشاد ہوا کہ تم اس کا سوال مت کرو کہ جس میں جانب مخالف کا بھی احتمال تھا اس سے تو سوال ہی نہ کرنا چاہئے تھا تو نوحؑ نے کوئی اعتراض نہیں کیا جس سے کہ اعتراض پڑ سکے خوب سمجھ لو پس جب نوحؑ نے یہ عرض کیا تو ارشاد ہوا کہ۔

گفت او از اہل وخویشانت نبود	خود ندیدی تو سفیدی از کبود
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا وہ تیرے اہل اور اپنوں میں سے	تو نے خود سفید کو نیلے سے ممتاز نہ کیا

یعنی ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے (اس) اہل میں سے نہ تھا (جس کا ناجی ہونا مقدر ہو چکا تھا) اور تم نے خود سفیدی کو کبود سے ممتاز نہیں کیا۔ مطلب یہ کہ تم نے دونوں میں فرق نہیں کیا بلکہ سب کو اہل میں ہی داخل سمجھا حالانکہ جو کفار تھے وہ اس اہل میں داخل نہ تھے جن کی نجات کا وعدہ تھا اور وہ اہل مومنین ہی تھے اور جب یہ کنعان مومن نہ تھا تو یہ اس قابل ہی نہ تھا کہ اس کو نجات ملے بلکہ یہ تو اسی قابل تھا کہ یہ ہلاک کیا جاوے اس کی آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ در دندان تو کرم افتاد	نیست دندان برکنش اے اوستاد
جب تیرے دانت میں کیڑا لگ گیا	وہ دانت نہیں ہے اے استاد اس کو اکھاڑ دے

یعنی جبکہ تمہارے دانت میں کیڑا پڑ گیا تو وہ دانت ہی نہ رہا اے استاد اس کو اکھاڑ دو۔

تا کہ باقی تن نہ گردد دزار ازو	گرچہ بود آن تو شو بیزار ازو
تاکہ باقی جسم اس سے کمزور نہ بنے	اگرچہ وہ تیرا تھا تو اس سے بیزار ہو جا

یعنی تاکہ اس سے باقی تن بھی خراب نہ ہو جاوے تو اگرچہ وہ تمہاری ملک ہے تم اس سے بیزار ہو جاؤ تو اسی طرح جبکہ یہ کنعان مومن نہ تھا تو اگرچہ یہ اولاد ہی کیوں نہ ہو اس سے بیزار ہو جاؤ خوب کہا ہے کہ۔

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد　　فدائے یک تن بیگانہ شنا باشد

www.besturdubooks.wordpress.com

جب یہ ارشاد ہوا تو نوح نے عرض کیا کہ۔

گفت بیزارم ز غیر ذات تو	غیر نبود آنکہ باشد مات تو
عرض کیا تیری ذات کے غیر سے میں بیزار ہوں	جو تجھ میں فنا ہوگیا وہ غیر نہ ہوگا

یعنی نوحؑ نے عرض کیا کہ (اے اللہ) میں تیری ذات کے سوا (سب سے) بیزار ہوں اور جو کہ تیرا مطیع ہو گیا وہ غیر نہیں ہے۔صوفیہ کی اصطلاحات اکثر محاورات کے تابع ہوتی ہیں اوران کی اصطلاحات علوم منطقیہ کے موافق نہیں ہیں تو غیر محاورہ میں کہتے ہیں اس کو جو بے تعلق ہو مثلاً بولتے ہیں کہ فلاں شخص تو غیر نہیں ہے تو اس غیر سے مراد مقابل عین نہیں ہے بلکہ اس سے مراد غیر تعلق والا ہے تو چونکہ نوحؑ کی اس دعا سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ان کو اپنی اولاد سے بہت محبت ہے اور بہت تعلق ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اے الٰہی میں تیری ذات کے سوا سب سے بیزار ہوں اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ مومنین کے لئے تو آپ دعا بھی فرماتے تھے لہذا فرماتے ہیں کہ جو کہ آپ سے تعلق رکھنے والا ہے اور آپ کا مطیع ہے وہ چونکہ غیر نہیں ہے اس لئے اس سے تعلق رکھنا گویا کہ تعلق بحق ہے۔

تو ہمیدانی کہ چونم با تو من	بیست چندانم کہ با باران چمن
تو جانتا ہے کہ میرا تجھ سے کیا تعلق ہے	اس سے بیس گنا ہے جو چمن کو بارش سے ہے

یعنی آپ تو جانتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ کیسا ہوں میں ایسا ہوں جیسا کہ بارش کے ساتھ چمن مطلب یہ کہ جس طرح کہ چمن کو باران کے ساتھ تربیت کا تعلق ہوتا ہے اس سے کہیں زیادہ آپ سے مجھے تعلق ہے تو پھر میں کسی دوسرے پر کیوں نظر کروں گا۔

زندہ از تو شاد از تو عائلے	مغتذی بے واسطہ بے حائلے
(میں) تجھ سے زندہ تجھ سے خوش ہوں ایک محتاج (ہوں)	بغیر کسی واسطہ (اور) بغیر بیچ والے کے تجھ سے روزی پانے والا (ہوں)

یعنی آپ ہی سے زندہ ہوں اور آپ ہی سے شاد ہوں اور ایک محتاج ہوں اور بے واسطہ اور بے حائل کے غذا حاصل کرنے والا ہوں۔

متصل نے منفصل نے اے کمال	بلکہ بیچوں و چگونہ و اعتلال
اے (خداوند) کمال (وہ) نہ جڑا ہوا ہے نہ جدا	بلکہ (اس کا تجھ سے تعلق) بے مثل اور بے کیف اور بے علت ہے

یعنی نہ متصل ہیں اور نہ منفصل ہیں اے کامل بلکہ بیچوں و چگونہ اور علت و معلولیت کے۔مطلب یہ کہ صوفیہ کرام حق تعالیٰ اور بندہ کے درمیان میں صرف واسطہ صانعیت و مصنوعیت ہی نہیں کہتے اور وہ صرف واسطہ فی الاثبات ہی نہیں مانتے بلکہ یہ حضرات ایک اور واسطہ بھی مانتے ہیں جو کہ اس کے علاوہ ہے مگر اس کو یہ حضرات الفاظ میں بیان نہیں کر سکتے صرف اشارات سے کام لیتے ہیں ہاں وہ وجدانی اور ذوقی امر ہے جس کو مکشوف ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے وہی اس کو معلوم کرسکتا ہے تو اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں نہ تو آپ سے بالکل ہی متصل ہوں اور نہ منفصل ہوں اور میرے آپ کے درمیان میں نہ علیت اور معلولیت کا واسطہ ہے بلکہ وہ واسطہ ایسا ہے کہ جس کو الفاظ سے بیان کرنا مشکل ہے صرف مثالوں سے اس کو بیان کیا جاسکتا ہے لہذا اس کے آگے مثال فرماتے ہیں کہ۔

ماہیانیم تو دریائے حیات	زندہ ایم از لطف اے نیکو صفات
ہم مچھلیاں ہیں اور تو زندگی کا سمندر ہے	اے اچھی صفتوں والے (خداوند) تیری مہربانی سے ہم زندہ ہیں

یعنی ہم مچھلیاں ہیں اور آپ آب حیات ہیں تو ہم آپ ہی کے لطف سے زندہ ہیں اے نیکو صفات۔

تو نہ گنجی در کنار فکرتے	نے بمعلولے قرین چون علتے
تو عقل کے پہلو میں نہیں سماتا ہے	نہ معلول ہونے کی وجہ سے کسی علت سے وابستہ ہے

یعنی آپ کنار فکر میں بھی نہیں سما سکتے نہ آپ علت کی طرح کسی معلول کے قرین ہیں مطلب یہ کہ مخلوق میں اور آپ میں جو علاقہ ہے وہ علاقہ معلول وعلت کا نہیں ہے نہ آپ فکر ناقص انسانی میں سما سکتے ہیں بلکہ آپ سب سے بالا اور برتر اور ارفع ہیں۔ سبحانہ و تعالیٰ عما یصفون آگے فرماتے ہیں کہ۔

پیش ازین طوفاں و بعد ایں مرا	تو مخاطب بودۂ در ماجرا
اس طوفان سے پہلے اور اس کے بعد میرے لئے	(ہر) قصہ میں تو مخاطب ہے

یعنی اس طوفان سے پہلے اور بعد اس کے (ہمیشہ) آپ ہی گفتگو میں میرے مخاطب رہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میں نے جب کلام کیا ہے وہ سب آپ ہی کے لئے تھا اس لئے گویا کہ دوسرے سے کلام ہی نہیں کیا اور تمام کاموں سے آپ ہی مقصود تھے تو اور جس سے بھی کلام کیا یا واسطہ رکھا وہ درجہ مقصودیت کو نہیں پہنچا اور اب بعد طوفان کے جب اور سب لوگ ہلاک ہوگئے ہیں آپ ہی میرے مخاطب ہیں۔

باتو مے گفتم نہ باایشان سخن	اے سخن بخش نو و آن کہن
میں تجھ سے بات کرتا ہوں نہ کہ ان سے	اے آنے والے اور گزرے ہوئے زمانہ میں بات کی طاقت عطا کرنے والے

یعنی میں تو آپ سے ہی بات کرتا تھا نہ کہ ان سے اے نئی بات کے بخشنے والے اور اس پرانی کے مطلب یہ کہ درجہ مقصودیت میں تو ہمیشہ آپ ہی میرے مخاطب رہے ہیں باقی بظاہر اوروں سے جو گفتگو ہوئی تھی اس کی مثال دیتے ہیں کہ۔

نے کہ عاشق روز و شب گوید سخن	گاہ با اطلال و گاہے با دمن
کیا عاشق دن رات باتیں نہیں کرتا؟	کبھی کھنڈروں اور کبھی کوڑی سے

یعنی کیا عاشق دن رات ٹیلوں اور جنگلوں سے باتیں نہیں کیا کرتا (جیسے کہ عرب کا قاعدہ تھا کہ کہتے ہیں کہ۔

ایا منزلے سلمے سلام علیکما ہل الازمن الاتی مضین رواجع

www.besturdubooks.wordpress.com

مگر

روئے در اطلال کردہ ظاہرا	او کرامی گوید ایں مدحت کرا
بظاہر کھنڈروں کی طرف رخ کر کے	وہ کس سے کہتا ہے (اور) کس کی تعریف کرتا ہے؟

یعنی ظاہرا تو وہ ٹیلوں میں توجہ کئے ہوئے مگر وہ یہ مدح کس کی کر رہا ہے کس کی۔ ظاہر ہے کہ مقصود اس سے مدح معشوق ہوتی ہے بس اسی طرح اگرچہ میں ان سے باتیں کرتا تھا مگر چونکہ آپ کے واسطے ہوتی تھیں لہذا گویا کہ آپ ہی میرے مخاطب ہوتے تھے لیکن۔

شکر طوفان را کنون بگماشتی	واسطہ اطلال را برداشتی
شکر ہے اب تو نے طوفان مسلط کر دیا	کھنڈروں کا واسطہ اٹھا دیا

یعنی شکر ہے کہ آپ نے اب طوفان کو مقرر فرما کر ان اطلال کے واسطے کو اٹھا دیا (بس اب بلا واسطہ آپ سے مناجات کروں گا)

زانکہ اطلال ولئیم و بدبدند	نے ندائے نے صدائے میزدند
کیونکہ وہ کھنڈر اور کمینے اور بد تھے	نہ پکارتے تھے نہ صدائے (بازگشت) دیتے تھے

یعنی اس لئے کہ وہ صرف ٹیلے اور لئیم اور بد ہی تھے نہ وہ ندا کرتے تھے نہ صدا کرتے تھے۔ مطلب یہ کہ پہاڑ میں اگر بولتا ہے تو وہ گونجتا ہے اور اس میں سے دوبارہ بھی آواز جو اس نے کی پیدا ہوتی ہے اور اس سے انس ہوتا ہے مگر وہ ایسے تھے کہ میں تو آپ کا ذکر کرتا تھا اور ان میں حرکت بھی نہ ہوتی تھی اگر وہ بھی میرا ساتھ دیتے تو ان سے انس ہوتا اب تو بہتر ہوا کہ ہلاک ہو گئے۔

من چنان اطلال خواہم در خطاب	کز صدا چون کوہ وا گوید جواب
میں خطاب کے لئے ایسے کھنڈر چاہتا ہوں	جو پہاڑ کی طرح صدائے بازگشت سے جواب دیں

یعنی میں تو خطاب کے لئے ایسے اطلال کو چاہتا ہوں کہ صدا سے پہاڑ کی طرح جواب دیں۔

تا مثنٰے بشنوم من نام تو	عاشقم برنام جان آرام تو
تاکہ میں تیرا نام مکرر سنوں	میں تیرے جان کو آرام دینے والے نام کا عاشق ہوں

یعنی تا کہ میں آپ کا نام دوبارہ سنوں۔ میں تو آپ کے نام جان آرام پر عاشق ہوں۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ایسے واسطہ کی ضرورت ہے جو کہ میرا ساتھ آپ کے ذکر میں دے تا کہ ایک مرتبہ تو میں آپ کا نام مبارک لوں اور دوسری مرتبہ وہ آپ کا نام لے تو آپ کے نام کو میں دوبارہ سنوں اور مجھے دونا مزہ آوے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر نبی زان دوست دارد کوہ را	تا مثنیٰ بشنود نام ترا
ہر نبی پہاڑ کو اسی لئے دوست رکھتا ہے	تاکہ تیرے نام کو مکرر سنے

یعنی ہر نبی اس لئے پہاڑ کو دوست رکھتا ہے تاکہ آپ کے نام مبارک کو دوبارہ سنے۔ مطلب یہ کہ چونکہ پہاڑ میں گونج پیدا ہونے سے جو الفاظ کہ متکلم بولتا ہے ویسی ہی آواز اس میں سے بھی نکلتی ہے تو اسی لئے انبیاء علیہم السلام پہاڑوں میں رہنا پسند کرتے ہیں تاکہ وہ ذکر کریں اور اس میں سے دوبارہ ویسی ہی آواز پیدا ہونے سے ان کا دوہرا لطف آتا ہے۔ انبیاء کا پہاڑ کو محبوب رکھنا کہیں منقول تو ہے نہیں مگر ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اول اول ان حضرات کو خلوت پسند ہوتی ہے تو وہ اکثر غاروں اور پہاڑوں میں ہی قیام کرتے ہیں باقی اس میں اس مصلحت کا ہونا یہ صرف ایک نکتہ ہے تو بس واسطہ ایسا ہو کہ جو ان کے ساتھ وہ بھی ذکر حق کرے۔

آن کہ پست مثال سنگلاخ	موش را شاید نہ مارا در مناخ
وہ پست پہاڑ جو پتھریلی زمین جیسا ہے	پڑاؤ کے لئے چوہے کے لائق ہے نہ کہ ہمارے

یعنی وہ پہاڑ سنگلاخ کی طرح موش کو قیام گاہ کے لئے چاہئے نہ ہم کو مطلب یہ کہ جس میں سے کہ آواز پیدا نہ ہو اور وہ ذکر میں ساتھ نہ دے ایسے واسطہ کی ضرورت تو دنیاداروں کو جو کہ عالم ناسوت میں رہ کر پستی میں پڑے رہنے میں موش کی طرح ہیں ضرورت ہے باقی ہمیں ایسے لوگوں کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ۔

من بگویم او نگردد یار من	بے صدا ماندم و گفتار من
میں بولتا ہوں وہ میرا یار نہیں بنتا ہے	میرے بولنے کے وقت بغیر صدائے بازگشت کے رہ جاتا ہے

یعنی میں تو کہتا ہوں اور میرا ساتھ نہ دیتا تو میری بات اور گفتار بھی بے صدا کے رہ جاتی ہے یعنی وہ جوش اور شوق میرے اندر بھی نہیں رہتا اس لئے کہ ان کو دیکھ کر طبیعت مرجھا جاتی ہے۔

باز مین آن بہ کہ ہموارش کنے	نیست ہمدم باعدم یارش کنے
یہ بہتر ہے کہ تو اس کو زمین کے برابر کر دے	وہ ساتھی نہیں ہے اس کو عدم کا یار بنا دے

یعنی یہ بہتر ہے کہ آپ اس کو زمین کے ہموار کر دیں اور وہ ہمدم نہیں ہے تو اس کو عدم کے ساتھ مقرون فرمادیں مطلب یہ کہ ایسے کو تو ہلاک کر دینا ہی بہتر ہے یہاں تک حضرت نوحؑ کی گفتگو سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کو رنج ہے مگر حق تعالیٰ کے سامنے سب کو ہیچ سمجھے ہوئے ہیں اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

گفت اے نوحؑ ار تو خواہی جملہ را	حشر گردانم برآرم از ثریٰ
فرمایا اے نوحؑ! اگر تو چاہے (تو) سب کو	از سر نو زندہ کردوں! مٹی سے نکال لوں

یعنی فرمایا کہ اے نوحؑ اگر تم چاہو تو میں سب کو زندہ کر دوں اور زمین سے نکال دوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر کنعانے دل تو نشکنم	لیک از احوال آگہ مے کنم
ایک کنعان کی وجہ سے میں تیرا دل نہ توڑوں گا	لیکن تجھے حالات سے آگاہ کرتا ہوں

یعنی میں ایک کنعان کے واسطے تمہاری دل شکنی کرنا نہیں چاہتا لیکن آپ کو احوال سے آگاہ کرتا ہوں یعنی آپ کو بتادیا ہے ورنہ آپ کی دل شکنی منظور نہیں ہے اگر آپ کہیں تو سب کو زندہ کردوں۔ اللہ اکبر کیا رحمت ہے اور کیسی شفقت ہے اور دوسری طرف رضا اور تسلیم اور انقیاد ملاحظہ ہو کہ یہ سنکر حضرت نوحؑ فرماتے ہیں کہ۔

گفت نے نے راضیم کہ تو مرا	ہم کنی غرقہ اگر باید ترا
عرض کیا نہیں نہیں، میں راضی ہوں کہ تو مجھے	بھی ڈبو دے اگر تیری مرضی ہو

یعنی انہوں نے عرض کیا کہ نہیں نہیں میں تو راضی ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو مجھے بھی غرق کردیں۔

ہر زمانم غرقہ مے کن من خوشم	حکم تو جانست چوں جان میکشم
تو مجھے ہر وقت ڈبوتا رہ۔ میں خوش ہوں	تیرا حکم جان ہے اور میں جان کی طرح اس کو برداشت کرتا ہوں

یعنی آپ مجھے ہر گھڑی غرق فرمادیں آپ کا حکم تو جان ہے میں اس کو جان کی طرح کھینچتا ہوں۔

ننگرم کس را و گرہم بنگرم	او بہانہ باشد و تو منظرم
میں کسی کو نہیں دیکھتا ہوں اور اگر میں دیکھوں بھی	وہ بہانہ ہو گا اور تو میرے پیش ہو گا

یعنی میں کسی کو نہیں دیکھتا اور اگر دیکھوں بھی تو وہ بہانہ ہوگا اور آپ میرے منظر ہوں گے۔

عاشق صنع تو ام در شکر و صبر	عاشق مصنوع کے باشم چو گبر
میں صبر و شکر کے ساتھ تیرے کام کا عاشق ہوں	میں بت پرست کی طرح مصنوع کا کب عاشق ہوں؟

یعنی میں تو آپ کے افعال کا شکر و صبر کے ساتھ عاشق ہوں اور میں بت پرست کی طرح مصنوع کا عاشق کب ہوں گا تو یہ اغراق وغیرہ تو آپ کا فعل ہے اس پر تو میں راضی اور خوش ہوں اور یہ اولاد اور دوسرے لوگ سب مصنوع ہیں تو ان کو بحیثیت مصنوعیت کے مقصود نظر سمجھنا تو کفر ہے لہذا میں ان پر ہرگز نظر نہیں کرتا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عاشق صنع خدا با فر بود	عاشق مصنوع او کافر بود
اللہ کے فعل کا عاشق باعزت ہوتا ہے	اس کی بنائی ہوئی چیز کا عاشق کافر ہوتا ہے

یعنی افعال حق کا عاشق تو باعزت ہوتا ہے اور ان کے مصنوع کا عاشق کافر ہوتا ہے اس لئے کہ جب اس نے مصنوع کو مقصود سمجھا تو لا مقصود الا اللہ کے درجہ میں یہ شخص کافر ہوگا اور فرماتے ہیں کہ

درمیان این دو فرقے بس خفی است	خود شناشد آنکہ در رویت صفیست
ان دونوں باتوں میں بہت باریک فرق ہے	وہ پہچانتا ہے جو تاڑنے میں ممتاز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان دونوں کے درمیان میں فرق بہت خفی ہے وہ شخص خود جانتا ہے جس کی نظر میں صفائی ہے۔ مطلب یہ کہ مصنوع اور صنع پر نظر کرنا اور ان میں پھر مقصودیت نہ ہونا ایسا امر ہے کہ جو مخفی ہے اور وجدانی امر ہے اس کو وہی سمجھ سکتا ہے جس کو مکشوف ہو گیا ہے۔ آگے دو حدیثوں کے درمیان توفیق بیان فرماتے ہیں جس کا اول حاصل سمجھ لو کہ ایک تو حدیث ہے کہ الرضاء بالکفر کفر. کفر پر راضی ہونا کفر ہے اور دوسری حدیث ہے کہ من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی فلیطلب رباسوائی یعنی جو کہ میری قضا پر راضی نہ ہو اور میری بلا پر صبر نہ کرے اس کو چاہئے کہ کوئی دوسرا رب تلاش کرلے تو ان دونوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی شے پر حکم کسی حیثیت کے اعتبار سے ہوتا ہے تو محکوم علیہ وہ حیثیت ہوا کرتی ہے بس اب سمجھو کہ کفر من حیث ہو مخلوق اللہ وفعل اللہ تو حسن ہے اور من حیث ہو فعل العبد قبیح و مذموم ہے اور بحیثیت فعل حق ہونے کے تو کفر قضا ہے اس پر تو راضی رہنا اور اس کو حسن سمجھنا فرض ہے مگر بحیثیت اس کے فعل عبد ہونے کے قضا نہیں ہے بلکہ مقتضی ہے تو اس کو حسن سمجھنا اور اس پر راضی رہنا ضروری نہیں ہے تو اب یہ کہنا کہ من لم یرض بقضائے الخ بھی صحیح ہے اور الرضاء بالکفر الخ بھی صحیح ہے کہ کفر پر بحیثیت قضا ہونے کے تو راضی رہنا فرض کہ وہ فعل حق ہے اور اس درجہ میں وہ حسن ہے مگر فعل عبد کی حیثیت سے تو وہ قضا ہے ہی نہیں وہ تو مقتضی ہو گیا اب وہ حسن نہیں رہا۔ خوب سمجھ لو اب اشعار سے بھی سمجھ لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ تفصیل قصہ کنعان اور نوح علیہ السلام یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کنعان سے کہا کہ بیٹا تو مسلمان ہو جا اور اپنے باپ کی کشتی میں بیٹھ جا تا کہ تو طوفان میں غرق ہونے سے محفوظ رہے۔ اس نے جواب دیا کہ نہ میں مسلمان ہوتا ہوں اور نہ تمہاری کشتی کی مجھے ضرورت ہے۔ اس لئے کہ مجھے تیرنا آتا ہے اور اس تاریکی سے نجات پانے کے لئے میرے پاس آپ کی شمع کے علاوہ ایک اور شمع ہے انہوں نے کہا بیٹا ایسا نہ کرو دیکھو یہ طوفان بلا کی موج ہے پیراک کے ہاتھ پاؤں آج بالکل کام نہیں دے سکتے یہ قہر وبلا کی آندھی ہے اس کے سامنے کوئی شمع تدبیر نہیں ٹھہر سکتی۔ اس وقت تو صرف شمع حق اور تدبیر الٰہی ہی کی ضرورت ہے اور کوئی تدبیر مفید نہیں بس تم ایسی باتیں نہ کرو اور کہنا مان لو اس نے کہا اچھا لیجئے میں پہاڑ پر چلد یا یہ اونچا پہاڑ مجھے بچادے گا دیکھیں آپ کا طوفان میرا کیا کرتا ہے۔ انہوں نے کہا بیٹا ایسی باتیں نہ کرو آج پہاڑ ایک تنکے کے برابر بے حقیقت ہے اور حق سبحانہ اپنے محبوب کے سوا کسی کو نہ بچاویں گے اس نے کہا کہ ابا میں نے آپ کی کبھی کوئی بات مانی ہے؟ کہ آج آپ کو یہ توقع ہے کہ میں آپ کی اولاد ہوں۔ لہذا آپ کی بات مان لوں گا مجھے آپ کی یہ باتیں اچھی نہیں معلوم ہوتیں۔ مجھے آپ سے کوئی واسطہ نہیں آپ میری خیر خواہی نہ کیجئے۔ اس پر بھی شفقت

www.besturdubooks.wordpress.com

پدری کا جوش فرو نہ ہوا اور فرمایا کہ دیکھو بیٹا ایسی باتیں نہ کرو کہنا مانو یہ ناز کا وقت نہیں خدا کا نہ کوئی رشتہ دار ہے نہ شریک کہ اس کو اس کے ارادہ سے روک سکے اب تک تم نے ناز کیا اور میں نے اٹھایا مگر یہ وقت نازک ہے درگاہ حق سبحانہ میں ناز نہیں چلتا۔ خیر مجھ سے تو تم پیدا ہوئے تھے اس لئے میں نے ناز برداری کی مگر حق سبحانہ تو نہ کسی سے پیدا ہوئے نہ ان سے کوئی پیدا ہوا ان کے تو نہ کبھی باپ ہوا نہ بیٹا۔ نہ چچا۔ ایسی حالت میں نہ بیٹوں کے ناز اٹھا سکتا ہے نہ باپوں کے حکموں کو مان سکتا ہے کیونکہ وہ بیٹا اور باپ ہی نہیں رکھتا جو اس پر ناز کرے یا حکم کرے۔ وہ تو یہ کہتا ہے کہ بڑے میاں آپ نخرے نہ کریں اس لئے کہ میں کسی کا بیٹا نہیں ہوں کہ باپ کی ناز برداری کا عادی ہو کر آپ کی ناز برداری کروں اور جوان صاحب آپ بھی کان کھول کر سن لیں کہ میں صاحب اولاد نہیں کہ ان کی ناز برداری کا عادی ہونے کے سبب آپ کی بھی ناز برداری کروں لہٰذا آپ مجھ سے اینٹھیں نہیں۔ نیز اے عورت تو بھی سن لے کہ میں نہ شہوت رکھتا ہوں نہ میرے کوئی بیوی ہے کہ اس کی ناز برداری کے سبب تیری بھی ناز برداری کروں پس تو ناز مت کر ہمارے یہاں کسی کا ناز نہیں چلتا یہاں تو صرف خشوع وخضوع بندگی و بیچارگی چلتی ہے اور کوئی چیز یہاں وقعت نہیں رکھتی۔ اس پر اس نے کہا اباجان تم کو یہی کہتے برس گزر گئے اور کچھ بھی آپ کی نصیحت کارگر نہ ہوئی آپ بھی بڑے جاہل ہیں کہ پھر بھی وہی باتیں کرتے ہیں۔ آپ سوچئے تو سہی کہ آپ نے ہر شخص سے اسی قسم کی کس قدر باتیں کی ہیں مگر اس کا یہی نتیجہ ہوا کہ آپ کو بہت مرتبہ روکھے جواب سننے پڑے۔ بالخصوص میں کہ آپ کی غیر موثر نصیحت میں نے کبھی سنی ہی نہیں پھر بھلا اب تو کیا سنوں گا کہ اب تو مجھے ہوش بھی آ گئے ہیں اور نفع ونقصان کو سمجھنے بھی لگا ہوں اور بڑا بھی ہو گیا ہوں اس پر بھی انہوں نے یہی کہا کہ میاں میں نے مانا کہ تم نے کبھی میری بات نہیں سنی لیکن اگر ایک مرتبہ میری بات مان لو تو کچھ حرج ہے۔ غرض کہ وہ یونہی اس کو نرمی سے سمجھایا کئے وہ اسی طرح سخت جواب دیتا رہا نہ تو حضرت نوح علیہ السلام کا ہی اس کی نصیحت سے جی بھرا اور نہ اس بدبخت نے کوئی بات مان کے دی۔ اسی ردوکد میں تھے کہ موج آئی اور کنعان کے سر سے ٹکرائی اور وہ پاش پاش ہو گیا۔ اس پر حضرت نوحؑ نے حضرت حق سبحانہ میں التجا کی کہ اے اللہ میرا گدھا بھی مرا اور سامان بھی رو میں بہہ گیا۔ یعنی اس طوفان میں میرا بچہ بھی مر گیا اور میں دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ آپ نے تو بارہا مجھے وعدہ فرمایا تھا کہ میں آپ کے لوگوں کو بچاؤں گا اور آپ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور اسی بناء پر مجھے امید کامل تھی کہ کنعان ہلاک نہ ہو گا لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھ غریب کا کمبل کیوں بہہ گیا یہ میں ضرور جانتا ہوں کہ آپ کا وعدہ جھوٹا نہ تھا اور یہ میری سمجھ کی غلطی ہے مگر اس کی تفصیل دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ حق سبحانہ نے جواب دیا کہ وہ تمہاری اہل میں سے نہ تھا تم کو اہل اور غیر اہل میں امتیاز نہ ہوا اور محض ظاہر کو دیکھ کر تم نے اس کو اپنی اہل میں سے سمجھ لیا حالانکہ واقع میں ایسا نہیں اور تم کو اس کے بچاؤ کی فکر نہ چاہئے دیکھو جب تمہارے دانت میں کیڑا پڑ جاتا ہے تو اب وہ دانت نہیں رہتا اور قابل انتفاع نہیں ہوتا بلکہ بجائے آرام دینے کے تکلیف دیتا ہے ایسے دانت کو دانت سمجھ کر رکھنا نہیں چاہئے بلکہ اکھیڑ ڈالنا چاہئے تاکہ بقیہ جسم کو اس سے تکلیف نہ ہو اگرچہ وہ واقع میں تمہارا ہی جزو ہے لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے قطع تعلق کرنا چاہئے بس ایسا ہی کنعان کو سمجھو کہ گو وہ تمہارے اہل میں سے تھا مگر نااہل تھا لہذا اس کا ڈوبنا ہی بہتر تھا یہ حکم سن کر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ میں بجز آپ کے سب سے قطع کرتا ہوں اور یہ جو آپ کے مطیعین ہیں یہ تو آپ ہی کے ہیں غیر نہیں ہیں اس لئے ان سے تعلق رکھتا ہوں اور وہ تعلق بھی آپ ہی کی وجہ سے ہے لہذا آپ ہی سے ہے آپ خود جانتے ہیں کہ مجھ کو آپ سے کیا تعلق ہے۔ مجھ کو آپ سے اس تعلق سے کہیں زیادہ تعلق ہے جو چمن کو بارش سے ہے کیونکہ چمن کو جو تعلق استفاضۂ حیات وکمالات بارش سے ہے وہ تو محض تعلق تسبب ہے اور مجھ کو جو آپ سے تعلق ہے وہ حقیقی ہے پس کجا یہ کجا وہ میں آپ ہی کے ذریعہ سے زندہ ہوں آپ ہی مجھے خوش کرتے ہیں آپ ہی کا محتاج ہوں آپ ہی سے بلاواسطہ غذا حاصل کرتا ہوں۔ آپ میں یہ کمال ہے کہ نہ آپ متصل ہیں نہ منفصل کیونکہ اتصال وانفصال مادیات کی شان ہے نہ مجردات کی بلکہ آپ کے مناسب تو بے چونی وبیچگونی ہے اس لئے آپ بیچون وبیچگون ہیں نیز آپ دریا اور منبع حیات ہیں اور ہم مچھلیاں اور آپ کے فیض سے زندہ نہ آپ کی کہنہ ذات عقل میں آسکتی ہے نہ آپ کو معلولیت کے سبب کسی علت سے اقتران ہے یعنی آپ کسی علت کے معلول نہیں طوفان سے پہلے بھی اور طوفان کے بعد بھی اس تمام قصہ تبلیغ میں میرے مخاطب آپ ہی تھے اور اے نیا اور پرانا کلام عطا کرنے والے میری گفتگو آپ ہی سے تھی نہ ان لوگوں سے یعنی میری گفتگو درحقیقت تو انہیں سے تھی مگر چونکہ آپ کی رضا کے لئے اور آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے تھی لہذا آپ ہی سے تھی آگے مولانا اس استبعاد کو مثال سے دور کرتے ہیں جو اس کلام سے پیدا ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ گفتگو کسی سے ہو اور مخاطب کوئی اور ہو چنانچہ فرماتے ہیں کہ دیکھو عاشق جو رات دن کبھی معشوق کے کھنڈروں کو مخاطب بناتا ہے اور کبھی کوڑی کو تو وہ جو ظاہراً ان کھنڈروں وغیرہ کو مخاطب بناتا ہے تو تمہیں بتلاؤ کہ حقیقت میں یہ تعریف کس کی ہے کیا ان کھنڈروں کی نہیں بلکہ معشوق کی کیونکہ وہ جس قدر ان کی تعریف کرتا ہے سب اس معشوق کے تعلق کے سبب ہے لہذا درحقیقت وہ معشوق ہی کی تعریف ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب کچھ استبعاد نہ رہا۔ اب حضرت نوح علیہ السلام کی گفتگو کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں آپ کا بے حد شکر ادا کرتا ہوں کہ آپ نے خزاں کو مسلط کر کے ان بدبختوں کو ہلاک کر دیا اور ان کھنڈروں کے واسطہ کو اٹھا دیا کیونکہ یہ لوگ مثل کھنڈر اور بڑے پاجی اور بہت برے تھے کہ نہ جواب ہی دیتے تھے نہ صدائے بازگشت ہی ان سے پیدا ہوتی تھی مجھے تو ایسے کھنڈروں اور وسائط کی ضرورت ہے کہ گفتگو میں پہاڑ کی طرح آواز بازگشت سے جواب دیں یعنی میری پند ونصائح سے متاثر ہوں میری دعوت کی اجابت کریں اور اس سے مجھے کوئی حظ نفس مقصود نہیں بلکہ غرض یہ ہے کہ آپ کے نام کو دوہرا سنوں ایک مرتبہ اپنی زبان سے دوسری مرتبہ ان کی زبان سے کیونکہ میں آپ کی روح کو تسکین بخشنے والے نام پر عاشق ہوں لہذا اس کے بار بار سننے کا اور زبان سے لینے کا شائق ہوں تمام انبیاء جو پہاڑوں سے محبت کرتے ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ ان کے ذریعہ سے آپ کے نام کو دوہرا سنتے ہیں جب وجہ محبت یہ ہے تو جو پہاڑ پست ہیں اور اس لئے کنکریلی زمین کے مشابہ ہیں کہ ان سے صدا برآمد

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہوتی وہ ہمارے مناسب نہیں ہیں بلکہ وہ چوہوں کے مناسب ہیں یعنے جو لوگ دین میں ہماری موافقت نہ کریں وہ ہمارے مناسب نہیں بلکہ دنیاداروں کے مناسب ہیں کیونکہ میں تو کہتا ہوں اور وہ میری موافقت نہیں کرتا اس لئے میری بات بلا جواب کے رہ جاتی ہے ایسے پہاڑوں یعنی لوگوں کے لیے تو یہی بہتر ہے کہ آپ ان کو کھود کر زمین کے برابر کردیں یعنی ان کو فنا کردیں کیونکہ وہ دوست نہیں ہیں ان کو تو رفیق فنا ہی بنانا چاہئے جب حق سبحانہ کے سامنے حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی کامل اطاعت اور ان کی قضا پر رضامندی ظاہر فرمائی تو حق سبحانہ نے ان کی یوں عزت افزائی فرمائی اور یہ فرمایا کہ اے نوح چونکہ تم ہماری رضا کے تابع ہو اس لئے ہم بھی تمہاری رضامندی کا لحاظ کریں گے اگر تم کہو تو میں ابھی سب کو دوبارہ زندگی عطا کردوں اور زمین میں سے ان کو نکال لوں میں کنعان کے لئے تمہاری دل شکنی نہ کروں گا لیکن میں اس کی حالت تم کو بتلائے دیتا ہوں اگر اس پر بھی تم یہی چاہو کہ کنعان زندہ ہو جاوے تو میں تمہاری خواہش کے پورا کرنے پر تیار ہوں اس پر انہوں نے جواب دیا کہ میں کوئی ذاتی خواہش نہیں رکھتا میں تو آپ کی رضا کا تابع محض ہوں آپ نے جو کچھ کیا میں اسی پر رضامند ہوں کیونکہ اگر آپ مجھے بھی غرق کر دیں تو آپ کو شایان ہے اور میں اس پر بھی رضامند ہوں بلکہ میں تو اس پر بھی رضامند ہوں کہ آپ مجھے ہر دم پیدا کریں اور ڈبوئیں۔ آپ کا حکم تو میری جان ہے بھلا میں جان کو کیسے ہلاک کرسکتا ہوں اور اس حکم کے تبدیل کی درخواست کر کے اسے کیونکر فنا کرسکتا ہوں۔ میرا مطمع نظر تو آپ ہی ہیں۔ لہٰذا اول تو میں آپ کے سوا کسی پر نظر نہ کروں گا اور اگر کروں گا بھی تو وہ محض ایک آڑ ہوگا۔ اور مقصود آپ ہی ہوں گے میں تو حالت شکر اور حالت صبر یعنی تکلیف وراحت ہر دو حال میں آپ کے فعل پر عاشق ہوں۔ میں کفار کی طرح مصنوع کا عاشق نہیں ہوں۔

شرح شبّیری

ان دونوں حدیثوں کے درمیان میں توفیق کہ الرضاء بالکفر کفر اور دوسری حدیث کہ من لم یرض بقضائے ولم یصبر علی بلائے فلیطلب ربا سوائے

دی سوالے کرد سائل مر مرا	زانکہ عاشق بود او بر ماجرا
کل ایک سوال کرنے والے نے مجھ سے سوال کیا	کیونکہ وہ بحث کا عاشق تھا

یعنی کل ایک سائل نے مجھ سے ایک سوال کیا اس لئے کہ وہ بحث ومباحثہ کا عاشق تھا۔

گفت نکتہ الرضاء بالکفر کفر	این پیمبر گفت و گفت اوست مہر
اس نے کہا کفر پر رضامندی کفر ہے نکتہ ہے	یہ پیغمبرؐ نے فرمایا ہے اور ان کا فرمانا مہر ہے

یعنی اس نے کہا الرضا بالکفر کا نکتہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اور آپ کا قول مہر ہے یعنی ثابت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باز فرمود او کہ اندر ہر قضا	مر مسلمان را رضا باید رضا
پھر انہوں نے فرمایا کہ ہر قضا پر	مسلمان کو راضی ہونا چاہیے

یعنی پھر آپ نے ہی فرمایا ہے کہ ہر قضا میں مسلمان کو رضا چاہیے رضا۔

نے قضائے حق بود کفر و نفاق	گر بدین راضی شوم گردد شقاق
کیا کفر اور نفاق اللہ (تعالیٰ) کا فیصلہ نہیں ہے؟	اگر میں اس پر راضی ہو جاؤں گمراہی ہو گی

یعنی تو کیا کفر و نفاق قضائے حق نہیں ہے تو اگر میں اس پر راضی ہوتا ہوں تو یہ تو خلاف حق ہے۔

ور نیم راضی بود آن ہم زیان	پس چہ چارہ باشدم اندر میان
اور اگر میں راضی نہیں ہوں یہ بھی نقصان ہو گا	تو اس میں میرے لئے کیا تدبیر ہے؟

یعنی اور اگر راضی نہیں ہوتا ہوں تو یہ بھی نقصان ہے تو اب درمیان میں میرا کیا علاج مطلب یہ کہ اب نہ ادھر ہٹ سکتے ہیں اور نہ ادھر بڑھ سکتے ہیں تو بتاؤ کہ کیا کریں۔

گفتمش این کفر مقضی نے قضاست	ہست آثار قضا این کفر راست
میں نے اس سے کہا یہ کفر مقضی ہے قضا نہیں ہے	فی الواقع یہ کفر قضا کے آثار میں سے ہے

یعنی میں نے اس سے کہا کہ یہ کفر تو مقضی ہے نہ کہ قضا ہے اور یہ کفر تو ٹھیک آثار قضا میں سے ہے۔

پس قضا را خواجہ از مقضی بدان	تاشکالت دفع گردد در زمان
اے خواجہ! قضا اور مقضی میں فرق سمجھ	تاکہ فوراً تیرا اشکال دفع ہو جائے

یعنی پس اے خواجہ قضا کو مقضی سے (ممتاز کر کے) جانو تاکہ تمہارا اشکال اسی وقت دفع ہو جاوے تو جب وہ قضا نہیں بلکہ مقضی ہے تو وہ رضا کا محکوم علیہ بھی نہیں ہے آگے برتقدیر تسلیم ایک دوسرا جواب دیتے ہیں کہ۔

راضیم بر کفر زان رو کہ قضاست	نے ازان رو کہ نزاع و خبث ماست
میں کفر پر اس اعتبار سے راضی ہوں کہ وہ قضا ہے	نہ کہ اس اعتبار سے کہ وہ (خدا سے) جھگڑا اور ہماری خباثت ہے

یعنی میں کفر پر اس حیثیت سے کہ وہ قضا ہے راضی ہوں نہ اس حیثیت سے کہ ہماری خباثت اور نزاع ہے مطلب یہ کہ اگر مان بھی لیں کہ کفر قابل رضا ہے تو پھر ہم کہتے ہیں کہ اس حیثیت سے کہ فعل حق ہی قضا ہے اور اس پر ہم راضی بھی ہیں مگر اس حیثیت سے کہ وہ فعل عبد ہے ہم راضی نہیں ہیں۔

کفر از روئے قضا خود کفر نیست	حق را کافر مخوان اینجا مایست
قضا کے اعتبار سے کفر، کفر نہیں ہے	اللہ (تعالیٰ) کو کافر نہ کہہ اس جگہ نہ ٹھہر

یعنی کفراز روئے قضا کے کفر ہی نہیں ہے حق کو کافرمت کہہ اور اس جگہ مت کھڑا ہو مطلب یہ کہ درجہ خلق و فعل حق میں یہ کفر کفر ہی نہیں ہے ورنہ اگر اس کو اس درجہ میں کفر کہا جاوے اور اس کے خالق حق تعالیٰ ہیں تو نعوذ باللہ جو لفظ کہ اس کے مرتکب اور فاعل کے لئے کہا جاوے وہی حق تعالیٰ کے لئے ہوگا بس معلوم ہوا کہ وہ اس درجہ میں کفر ہی نہیں ہے تو اس پر رضا بھی واجب ہے۔

کفر جہل است و قضائے کفر علم	ہر دو یک کے باشد آخر خلم و حلم
کفر جہل ہے اور کفر کی قضا علم ہے	آخر برد باری اور غصہ دونوں ایک کب ہوتے ہیں؟

یعنی کفر تو جہل ہے اور قضائے کفر علم ہے تو پھر علم اور غضب دونوں یکساں کیسے ہو جاویں گے وہ الگ ہے وہ الگ آگے مثال ہے کہ۔

زشتی خط زشتی نقاش نیست	بلکہ از وے زشت را بنمودنیست
خط کا بھدا پن نقاش کی برائی نہیں ہے	بلکہ اس کی جانب سے بھدے پن کی نمائش ہے

یعنی خط کی زشتی (مستلزم) نقاش کی زشتی (کو) نہیں ہے بلکہ اس سے زشت کا دکھانا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی کاتب میر پنجہ کش جیسا مثلاً ایسا لکھے جیسے کہ ایک بچہ لکھتا ہے اور کوئی تمیز نہ کر سکے کہ یہ بچہ کا لکھا ہوا ہے یا کسی ماہر کاتب کا تو یہ ان کا نقص ہونے کے علاوہ ان کا کمال ہے کہ باوجود ایسے بڑے کاتب ہونے کے پھر ایسا لکھ سکتے ہیں۔ تو خلق کفر زشتی حق نہیں ہے بلکہ دلیل کمال حق کی ہے۔

قوت نقاش باشد آنکہ او	ہم تو اند زشت کردن ہم نکو
یہ تو نقاش کی مہارت ہوگی کہ وہ	وہ بھیانک بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی

یعنی یہ تو نقاش کی قوت کی دلیل ہے کہ وہ برا بھی بنا سکتا ہے اور اچھا بھی آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر گشایم بحث این را من بساز	تا سوال و تاب جواب آید دراز
اگر میں ساز و سامان کے ساتھ اس بحث کو کھولوں	تا کہ سوال اور جواب دراز ہو جائے

یعنی اگر میں اس بحث کو سامان کے ساتھ کھولوں یہاں تک کہ سوال و جواب خوب دراز ہو جاوے یعنی اس کے سوال و جواب کو خوب تفصیل سے بیان کر سکتا ہوں مگر اس سے نقصان یہ ہوتا ہے کہ

ذوق نکتہ عشق از من میرود	نقش خدمت نقش دیگر مے شود
عشق کے نکتہ کا ذوق مجھ میں سے جاتا رہے گا	(اور) خدمت کا نقش دوسرا نقش بن جائے گا

یعنی نکتہ عشق کا ذوق مجھ سے زائل ہوتا ہے اور خدمت (دین) کا نقش نقش دیگر ہوا جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس بحث

www.besturdubooks.wordpress.com

وجدان میں پڑکر میری وہ حالت عشقیہ خراب ہوتی ہے اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ اس میں پڑکر انسان کا قلب ہمیشہ مکدر ہو جاتا ہے اور وہ نورانیت باقی نہیں رہتی اور یہ ایسا امر ہے کہ مشاہد ہے پس چاہیے کہ جنگ وجدال کبھی نہ کرے بلکہ سب رطب ویابس مقابل کے سامنے رکھ دے کہ بھائی حق وباطل کو تو خود ممتاز کر لے آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں کہ۔

ایک مثل اس بیان میں کہ حیرت بحث وفکر کو مانع ہے

یعنی جو شخص کہ حیرت میں مبتلا ہوگا اس کو ان باتوں کی فرصت کہاں ہوگی وہ تو اپنے کام میں لگنے کو غنیمت خیال کرے گا اس کے متعلق ایک قصہ بطور مثل کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

آن یکے مرد دو موآمد شتاب	پیش یک آئینہ دار مستطاب
ایک کھچڑی بالوں والا شخص تیزی سے آیا	ایک بھلے آئینہ والے (نائی) کے پاس

یعنی ایک شخص جس کے بال دو طرح کے تھے (کچھ سفید کچھ سیاہ) ایک ماہر حجام کے آگے آیا۔

گفت از ریشم سفیدی کن جدا	کہ عروس نو گزیدم اے فتےٰ
کہا میری داڑھی سے سفیدی کو ہٹا دے	کیونکہ اے نوجوان! میں نے نئی شادی کی ہے

یعنی وہ بولا کہ اے نوجوان میری داڑھی سے سفیدی کو الگ کر دے اس لئے کہ میں نے ایک نئی دلہن کی ہے۔

ریش او ببرید وکل پیشش نہاد	گفت تو بگزین مرا کارے فتاد
اس نے اس کی داڑھی کاٹ دی اور اس کے سامنے رکھ دی	کہا تو چن لے مجھے ایک کام نکل آیا

یعنی اس حجام نے اس کی ساری داڑھی مونڈ کر اس کے آگے رکھ دی اور کہا کہ تو خود چھانٹ لے مجھے تو کام ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این سوال واین جواب است ای گزین	کہ سر اینہا ندارد مرد دین
اے برگزیدہ! یہ سوال اور یہ جواب ہے	کیونکہ دیندار شخص اس قسم کی باتوں کو دھیان میں نہیں لاتا ہے

یعنی اے برگزیدہ یہ سوال ہے اور یہ جواب ہے کہ خیال اس کا نہیں رکھتا ہے مرد دین مطلب یہ کہ بس جو کام والے ہیں وہ اسی طرح سب رطب ویابس مقابل کے آگے رکھ کر کہ تم خود چھانٹ لو الگ ہو جاتے ہیں آگے ایک اور مثل اسی کی ہے کہ۔

آن یکے زد سیلئے مرزید را	حملہ کرد او ہم برای کید را
ایک شخص نے زید کے طمانچہ مارا	اس نے بھی اس پر انتقام میں حملہ کر دیا

یعنی ایک شخص نے زید کے ایک چپت مارا تو اس نے بھی کید کی وجہ سے حملہ کیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت سیلے زن سوالت میکنم	بس جوابم گوئی وانگہ مے زنم
طمانچہ مارنے والے نے کہا میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں	اس کا مجھے جواب دے پھر مجھے مار لینا

یعنی اس چپت مارنے والے نے کہا کہ میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں اس کا جواب دیدے۔ پھر مجھے مارلیجیو۔

بر قفائے توز دم آمد طراق	یک سوالے دارم اینجاد وفاق
میں نے تیری گدی پر مارا تو تڑاخ کی آواز آئی	اس کے مناسب یہاں میرا ایک سوال ہے

یعنی میں نے تیری گدی پر مارا تو تڑاخ (کی آواز) آئی تو میں موافقت میں ایک سوال رکھتا ہوں۔

ایں سوال از تو ہمی پرسم بگو	حل کن اشکال من ای نیکخو
یعنی میں تجھ سے یہ سوال پوچھتا ہوں	تو بتا دے اور اے نیکخو میری اشکال کو حل کر دے

یعنی میں تجھ سے یہ سوال پوچھتا ہوں تو بتادے اور اے نیکخو میری اشکال کو حل کردے۔

این طراق از دست من بودست یا	از قفاگاہ تو اے فخر کیا
یہ تڑاخ (کی آواز) میرے ہاتھ کی تھی یا	اے بزرگوں کے فخر! تیری گدی کی تھی

یعنی یہ تڑاخ (کی آواز) میرے ہاتھ میں سے تھی یا تمہاری گدی میں سے اے فخر از کیا۔

گفت از درد آں فراغت نیستم	کاندریں فکر و تامل بیستم
اس نے کہا مجھے اس کے درد سے چھٹکارا نہیں ہے	کہ میں اس غور و فکر میں لگوں

یعنی اس نے کہا کہ مجھے درد کے مارے اتنی فرصت نہیں ہے کہ اس فکر و تامل میں پڑوں۔

تو کہ بیدردی ہمی اندیش ایں	نیست صاحب درد را این فکر ہیں
تو چونکہ درد سے خالی ہے یہ سوچ	خبردار! دردمند کے لئے اس غور (اور فکر کا وقت) نہیں ہے

یعنی تو جو بیدرد ہے اس کو سوچتا رہ مگر صاحب درد کے لئے یہ فکر نہیں ہے۔ بس تو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

درد منداں را نباشد فکر غیر	خواہ در مسجد برو خواہے بدیر
دردمندوں کو غیر کی فکر نہیں ہوتی ہے	خواہ تو مسجد میں جائے یا بت خانے میں

یعنی دردمندوں کو غیر کی فکر ہوئی ہی نہیں اب تم چاہے مسجد میں جاؤ یا دیر میں مطلب یہ کہ ان کی طرف سے تم چاہے جنت میں جاؤ یا جہنم میں ان کو سوائے حق کے غیر کی فکر نہیں ہوتی وہ تو اسی فکر میں رہتے ہیں۔

غفلت و بیدردیت فکر آورد	در خیالت نکتۂ بکر آورد
تیری غفلت اور بیدردی سوچنے کا موقع دیتی ہے	تیرے خیال میں نئے نئے نکتے پیدا کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی غفلت اور بے دردی تمہارے لئے فکر کو لاتی ہے اور تمہارے خیال میں نئے نئے نکتوں کو لاتے ہے۔

جز غم دیں نیست صاحب درد را	می شناسد مرد را او گرد را
دردمند کے لئے دین کے غم کے سوا (اور غم) نہیں ہے	وہ مرد اور گرد کو پہچانتا ہے

یعنی صاحب درد کو تو سوائے غم دین کے اور کچھ نہیں ہے وہ مرد اور گرد کو ممتاز کرتا ہے مطلب یہ کہ وہ کام کی اور بیکار شے سب کو جانتا ہے لہذا کام کی چیز کو لے لیتا ہے اور بیکار کو ترک کرتا ہے۔

حکم حق را بر سر و دیدہ نہد	حفظ و فکر خویش یکسوئی نہد
اللہ (تعالیٰ) کے حکم کو سر اور چہرے پر رکھتا ہے	اپنے خیالات اور نگہداشت کو ایک طرف رکھ دیتا ہے

یعنی حکم حق کو تو سر آنکھوں پر رکھتا ہے اور اپنی حفاظت اور فکر کو ایک طرف رکھتا ہے (اس کو فضولیات کی فرصت ہی نہیں ہوتی) آگے بیان فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام الفاظ قرآن کے بہت کم حافظ تھے اس لئے کہ وہ اصل شے عمل کو لئے ہوئے تھے۔ وہ اس ظاہر کو اس قدر ضروری نہ سمجھتے تھے اور اس سے تواتر میں کوئی خرابی لازم نہیں آتی اس لئے کہ اگرچہ پورے قرآن کے حافظ کم تھے مگر ہر ہر جزو قرآن کے حافظ اس کثرت سے تھے کہ ہر ہر جزو متواتر تھا لہذا پورا قرآن ہی متواتر ہے خوب سمجھ لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق صنع الٰہی نہایت اچھی چیز ہے اور عاشق فعل حق نہایت باشکوہ برخلاف اس کے عشق مصنوع نہایت مذموم ہے اور عاشق مصنوع بمنزلہ کافر کے ہے ان دونوں میں بہت باریک فرق ہے اس کو صاحب بصیرت صافیہ ہی سمجھ سکتا ہے اور اس کی خفا کی تصدیق تم کو اس واقعہ سے ہوگی کہ کل ایک شخص نے چونکہ وہ تحقیق واقعہ کا نہایت شائق تھا مجھ سے سوال کیا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الرضاء بالکفر کفر اور آپ کا ارشاد سند ہے اس کے بعد فرمایا کہ ہر مسلمان کو قضاء الٰہی پر رضامند ہونا چاہئے اب آپ فرمایئے کہ کیا کفر ونفاق قضائے الٰہی نہیں۔ جبکہ یہ قضا الٰہی ہیں تو ان پر بحکم حدیث ثانی رضامند ہونا چاہئے پس اگر اس پر راضی ہوتا ہوں تو حدیث اول کی مخالفت ہے اور اگر راضی نہیں ہوتا تو یہ بھی نقصان ہے کہ حدیث اول کے خلاف ہے اب میں بیچ میں پھنس کر رہ گیا ہوں نہ ادھر ہی جا سکتا ہوں نہ ادھر۔ بس آپ فرمائیں کہ میں کیا کروں میں نے اس کو یہ جواب دیا کہ تم کو خفا کے سبب صنع اور مصنوع اور قضا اور مقضے میں تمیز نہیں ہوئی اس وجہ سے یہ اشکال عارض ہوا۔ کفر قضا نہیں کیونکہ وہ فعل حق سبحانہ ہے بلکہ کفر مقضے ہے اس لئے کہ فعل عبد ہے اور یہ کفر عین قضا نہیں بلکہ اثر قضا ہے پس تم کو قضا اور مقضی میں فرق کرنا چاہئے تا کہ تمہارا شبہ حل ہو جاوے اور یوں کہو کہ میں کفر سے راضی ہوں اس حیثیت سے کہ آپ کے قضا کا اثر ہے اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

حیثیت سے اس سے راضی نہیں ہوں کہ وہ آپ کے ساتھ بغاوت اور ہمارا کفر اور ہمارا فعل ہے۔ پس دونوں حدیثوں پر عمل ہو گیا۔ حدیث ثانی پر تو ظاہر ہے اور حدیث اول پر اس لئے کہ کفر بحیثیت اثر قضا ہونے کے کفر ہی نہیں کیونکہ خلق کفر اور قضائے کفر کفر نہیں ورنہ نعوذ باللہ خدا کا کافر ہونا لازم آئے گا۔ پس تم اس کو کفر نہ کہو۔ اور خدا کو کافر کہنے سے بچو اور قضائے کفر کفر ہو کیونکر سکتی ہے اس لئے کہ کفر تو جہل ہے اور قضائے کفر علم و حکمت پس دونوں حلم وغضب کی طرح ایک دوسرے کی نقیض ہونگے اور ایک نہ ہونگے اگر اس پر شبہ ہو کہ قضائے کفر علم و حکمت کیونکر ہو سکتا ہے اور یہ خدا کی نسبت کیسے ہوگا تو اس کو یوں سمجھو کہ اگر کوئی خوشخطی کا استاد کامل برے حروف لکھے تو وہ استاد کی زشتی نہ ہوگی بلکہ زشت الفاظ ہوں گے مگر اس سے وہ برائی کی صفت استاد تک سرایت نہ کرے گی۔ اور وہ برا نہ ہو گا۔ بلکہ یوں کہا جاوے گا کہ اس نے برے کی برائی ظاہر کی اور یہ اس کا نقص نہ سمجھا جاوے گا بلکہ یہ اس کی قدرت تامہ اور کمال تام ہے کہ وہ اچھے کو برا بھی بنا سکتا ہے یعنی جس طرح وہ اچھا لکھ سکتا ہے یوں ہی برا بھی لکھ سکتا ہے بس میں اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اس لئے کہ اگر میں مفصل بحث کرتا ہوں جس میں بہت سے سوال و جواب ہوں اور اس وجہ سے وہ دراز ہو جاوے تو ذوق عشق میرے ہاتھ سے جاتا ہے اور اب جو میں خدمت بندگان خدا میں مصروف ہوں یا طاعت الٰہی میں مشغول ہوں یہ صورت مٹ کر دوسری صورت پیدا ہوئی جاتی ہے کیونکہ مجھے نفس کی مداخلت کا اندیشہ ہے یا یوں کہو کہ یہ جس قدر میں نے کہا ہے اور کہہ رہا ہوں یہ تو بالہام حق ہے اور مزید تفصیل کے متعلق الہام ہوا نہیں پس اگر میں زیادہ بیان کروں گا تو اس میں اپنی فہم سے کام لینا پڑے گا اور اس میں مشغولیت کے سبب حق سبحانہ کی طرف سے توجہ ہٹے گی اور اس سے عشق میں نقصان آنا ظاہر ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میرے اس ذوق میں کمی آئے۔ لہٰذا مزید تفصیل سے معذور ہوں اب اس کے مناسب ایک قصہ سن جس سے میری معذوری خوب ظاہر ہو جاوے۔ ایک شخص جس کے کچھ بال سفید اور کچھ سیاہ تھے وہ ایک حجام کے پاس آیا اور کہا کہ میری ڈاڑھی میں سے سفید بال نکال دے کیونکہ میں نے نئی شادی کی ہے مبادا دلہن کو نفرت ہو جاوے اس نے ساری ڈاڑھی ہی مونڈ کر سامنے رکھ دی اور کہا کہ مجھے تو فرصت نہیں کیونکہ ایک ضروری کام آ پڑا ہے آپ خود چن لیجئے بس یہی حالت طالب دین کی ہوتی ہے اور وہ سوال و جواب کی طرف اصلا التفات نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے کسی شخص نے ایک شخص کے تھپڑ مارا اس نے بھی چالاکی سے اس پر حملہ کرنا چاہا تو اس تھپڑ مارنے والے نے کہا کہ میں ایک سوال کرتا ہوں پہلے تم اس کا جواب دے دو اس کے بعد مجھے مار لینا یہ تو ظاہر ہے کہ میں نے تمہاری گدی پر تڑاق سے تھپڑ مارا ہے اس کے متعلق مجھے ایک بات بغرض تحقیق دریافت کرنی ہے وہ یہ کہ میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں اور آپ میرے اس شبہ کو حل فرمائیں کہ تڑاق میرے ہاتھ سے ہوا تھا یا آپ کی گدی سے اس کے جواب میں وہ یہی کہے گا کہ تکلیف کے سبب مجھے اتنی مہلت نہیں کہ اس معاملہ میں غور و خوض کروں تم کو تکلیف نہیں ہے لہٰذا تم خود ہی سوچے جاؤ پس صاحبو جس کو تکلیف ہوگی اور اپنی مصیبت میں مبتلا ہوگا وہ کسی مخمصہ میں نہ پڑے گا اور جو اپنی تکلیف میں مبتلا ہیں وہ دوسرے کی فکر میں نہیں پڑتے۔ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم خود ہی مصیبت میں مبتلا ہیں ہماری بلا

www.besturdubooks.wordpress.com

سے خواہ تم مسجد میں جاؤ یا بت خانہ میں غفلت اور بیدردی ہی کی خاصیت ہے کہ تم افکار لایعنی میں مبتلا ہوتے ہو۔ اور وہ ہی تمہارے خیال میں نفیس نفیس مضامین پیدا کرتی ہے جس کو اپنی تکلیف کا احساس ہوتا ہے اس کو تو سوائے دین کی فکر کے اور کوئی بھی فکر نہ ہوگی اور وہ مقصود اور غیر مقصود میں تمیز کرے گا بس اس کا کام تو یہ ہوگا کہ حکم خداوندی کو سر پر رکھے گا۔ اور اپنی کسی غیر اہم شے کو یاد کرنے اور اس کو سوچنے کو ایک طرف رکھے گا۔

شرح شبیری

حکایت اس بیان میں کہ صحابہؓ میں پورے قرآن کی حافظ کم ہوتے تھے

در صحابہ کم بدے حافظ کسے	گرچہ شوقے بود جاں شاں را بسے
صحابہ میں کوئی حافظ کم ہوتا تھا	اگرچہ ان کی جان کو بہت شوق تھا

یعنی صحابہؓ میں حافظ کوئی کم ہوتا تھا اگرچہ ان کی جان کو شوق بہت تھا۔

زانکہ چوں مغزش در آگندو رسید	قشر ہا شد بس رقیق و وا کفید
کیونکہ جب اس کا گودا بھر گیا اور پک گیا	چھلکے بہت پتلے ہو گئے اور پھٹ گئے

یعنی اس لئے کہ (دیکھو) جب میوہ کا مغز پر ہو جاتا ہے اور (پختگی کو) پہنچ جاتا ہے تو قشر بہت رقیق ہو جاتے ہیں اور پھٹ جاتے ہیں۔

قشر جو ز و فستق و بادام ہم	مغز چوں آگند شاں شد پوست کم
اخروٹ اور پستہ اور بادام کا چھلکا بھی	جب ان میں گودا بھرا چھلکا گھٹا

یعنی اخروٹ اور پستہ اور بادام کا قشر بھی جب مغز بھر جاتا ہے تو وہ پوست کم ہو جاتا ہے (بس اسی طرح)

مغز علم افزود کم شد پوستش	زانکہ عاشق را بسوزد دوستش
علم کا گودا بڑھا تو اس کا چھلکا گھٹا	کیونکہ عاشق کو اس کا معشوق جلا دیتا ہے

یعنی علم کا مغز بڑھ گیا تو اس کا پوست کم ہو گیا۔ اس لئے کہ عاشق کو اس کا دوست جلا دیتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ عاشق کے مقتضیات کو اس کا معشوق فنا کر دیتا ہے اس لئے کہ عاشق کو مقصود وہی ہوتا ہے تو اسی طرح جب مقصود آتا ہے تو توابع زائل ہو جاتے ہیں۔

وصف مطلوبی چو ضد طالبی است	وحی و برق نور سوزندہ نبی است
محبوبیت کی صفت محبیت کی ضد ہے	وحی اور نور کی بجلی نبی کو جلا دینے والی ہی

یعنی وصف مطلوبی جبکہ طالبی کی ضد ہیں تو وحی اور برق نور نبی کو جلانے والی ہے۔ وصف مطلوبی سے مراد

www.besturdubooks.wordpress.com

اوصاف حق اور وصف طالبی سے مراد اوصاف بشر مطلب یہ کہ اوصاف حق کے آگے اوصاف بشر بہ سبب تابع ہونے کے زائل ہو جاتے ہیں۔

چون تجلی کرد اوصاف قدیم	پس بسوزد وصف حادث را گلیم
جب قدیم اوصاف کی تجلی پڑی	تو کلیم اللہ نے حادث کی صفت کو جلا دیا

یعنی جبکہ اوصاف قدیم تجلی کرتے ہیں تو اوصاف حادث کے گلیم کو وہ جلا دیتے ہیں یعنی وہ بہ سبب غیر مقصود ہونے کے اس کے آگے فنا ہو جاتے ہیں تو بس جب ان کو عمل بالقرآن حاصل تھا تو ان کو الفاظ کا زیادہ اہتمام نہ تھا بلکہ ہر شخص بقدر ضرورت یاد کر لیا کرتا تھا۔ اور یہ حالت تھی کہ۔

ربع قرآن ہر کرا محفوظ بود	جل فینا از صحابہ مے شنود
جس کو چوتھائی قرآن حفظ تھا	تو وہ صحابہ سے سنتا تھا کہ وہ ہم میں بڑھ گیا

یعنی جس کو کہ ربع قرآن یاد ہوتا تھا وہ صحابہ سے جل فینا سنتا تھا۔ مطلب یہ کہ صحابہ ایسے شخص کی نسبت فرمایا کرتے تھے یہ ہم سے بزرگ ہو گیا۔ اور بڑھ گیا۔ اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ جب الفاظ قرآنی کو حفظ کرنا اصل مقصود کے مانع ہے تو پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں کل قرآن یاد تھا معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک فعل عبث کے مرتکب ہوئے اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ۔

جمع صورت با چنیں معنے ژرف	نیست ممکن جز ز سلطانی شگرف
ایسے گہرے معنٰی کے ساتھ الفاظ کا جمع ہو جانا	بڑے بادشاہ کے علاوہ کسی کے لئے ممکن نہیں ہے

یعنی ایسے معنی عمیق کے ساتھ صورت کو جمع کرنا ممکن نہیں ہے بجز کسی بڑے سلطان کے مطلب یہ کہ جمع بین الظاہر والباطن ایسا امر ہے کہ ہر ایک سے ممکن نہیں ہے اور اگر ہو تو سبحان اللہ مقصود اس کہنے سے یہ تھا کہ صرف صورت اور صرف الفاظ مقصود نہ ہونے چاہئیں۔

در چنیں مستی مراعات ادب	خود نباشد ور بود باشد عجب
ایسی مستی میں ادب کی نگہداشت	نہیں ہو سکتی اگر ہو تو تعجب ہے

یعنی مستی میں ادب کی رعایت خود ہی نہیں ہوتی اور اگر ہو تو عجیب بات ہے مطلب یہ کہ جو شخص مقصود میں مست ہے اس کو اس ادب کی کہاں خبر کہ وہ جمع بین الظاہر والباطن کرے اور اگر باوجود اس مستی کے کسی کو اس کی خبر ہے تو یہ ہے عجیب بات۔

اندر استغنا مراعات نیاز	جمع ضدین است چوں گرد و دراز
بے نیازی میں نیازمندی کی نگہداشت	گول اور لمبے جیسے ضدین کو جمع کرنا ہے

یعنی استغنا کی حالت میں نیاز کی رعایت کرنا دو ضدوں کو جمع کرنا ہے تو یہ کس طرح دراز ہو سکتا ہے یعنی کس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح وقوع میں آسکتا ہے کہ ضدین جمع ہو جاویں مستی بھی ہو اور ادب بھی ہو۔

جمع ضدین از نیاز افتاد تاز	باز در وقت تحیر امتیاز
نیاز اور ناز کو جمع کرنا دو متضاد چیزوں کو جمع کرنا ہے	پھر تحیر کے وقت امتیاز کو باقی رکھنا (ضدین کو جمع کرنا ہے)

یعنی ضدین کا جمع نیاز کیوجہ سے حرص ہے اور پھر تحیر کے وقت امتیاز کرنا (یہ تو سخت مشکل ہے) آگے صرف الفاظ کو یاد کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون عصا معشوق عمیاں می شود	کور خود صندوق قرآن می شود
جیسا کہ لاٹھی اندھوں کی محبوب ہے	کور (باطن) قرآن کا صندوق بن جاتا ہے

یعنی جیسے کہ عصا اندھوں کا معشوق ہوتا ہے تو اندھا خود صندوق قرآن کا ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ اصل میں مقصود تو عمل اور حال ہے اور الفاظ اس کے تابع ہیں مگر جو شخص کہ صرف الفاظ کو لئے ہوئے ہو اور عمل کی طرف مطلق توجہ ہی نہ کرے وہ تو بیشک اندھا ہی ہے۔

گفت کوران خود صنادیق اند پر	از حروف مصحف و ذکر و نذر
(کسی نے) کہا ہے اندھے خود بھرے ہوئے صندوق ہیں	قرآن کے حروف اور ذکر اور نصیحت سے

یعنی کسی کہنے والے نے کہا ہے کہ اندھے خود صندوق قرآن کے حروف اور ذکر و نذر کے بھرے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اندھے صرف الفاظ قرآن کو یاد کر لیتے ہیں مگر عمل کی طرف توجہ نہیں کرتے تو یہ بے عمل کے بیکار ہے۔ اب یہاں جو لوگ کہ حافظ ہیں ان کا دل مرجھانے کا خوف تھا کہ شاید وہ سمجھیں کہ بس پھر کیوں یاد کیا جاوے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ۔

باز صندوقے پر از قرآن بہ است	زانکہ صندوقے بود خالی بدست
پھر قرآن سے بھرا ہوا صندوق بہتر ہے	اس سے کہ خالی صندوق ہاتھ میں ہو

یعنی پھر صندوق قرآن سے بھرا ہوا اس سے بہتر ہے کہ ایک صندوق خالی ہاتھ میں ہو۔ مطلب یہ کہ الفاظ کے حافظ غیر حفاظ سے پھر بھی بہتر ہیں اب یہاں وہ لوگ جو کہ حافظ نہیں ہیں غمگین ہوئے آگے ان کی تسلی کے لئے فرماتے ہیں سبحان اللہ عجب جامع تقریر ہے کہ کوئی پہلو چھوٹا ہوا نہیں ہے فرماتے ہیں کہ۔

باز صندوقے کہ خالی شد زبار	بہ ز صندوقے کہ پر موش است و مار
پھر وہ صندوق جو بوجھ سے خالی ہے	اس صندوق سے بہتر ہے جو چوہوں اور سانپوں سے بھرا ہوا ہو

یعنی پھر وہ صندوق جو کہ بوجھ سے خالی ہو اس سے بہتر ہے کہ جو سانپوں اور چوہوں سے بھرا ہو۔ مطلب یہ کہ وہ شخص جو کہ حافظ نہیں ہے مگر اس کے عقائد اچھے ہیں خیالات فاسدہ نہیں ہیں تو یہ شخص اس سے بہتر ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جس کے اندر خباثتیں بھری ہوئی ہیں۔ عقائد خراب ہیں آگے پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ مقصود کو حاصل کرنا چاہئے اور غیر مقصود کو ترک کرنا ضروری ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

حاصل اندر وصل چون افتاد مرد	گشت دلالہ و پیش مرد سرد
خلاصہ یہ ہے کہ جب انسان وصل پر پہنچ جائے	تو (اس) انسان کے لئے رہنمائی کرنے والا بے حقیقت ہے

یعنی حاصل یہ کہ جب انسان وصل میں پڑ گیا تو دلالہ اس کے آگے سرد ہوگئی۔

چون بہ مطلوبت رسیدی ای ملیح	شد طلبگاری علم اکنوں قبیح
اے خوبصورت! جب تو اپنے محبوب تک پہنچ گیا	تو اب (راستہ کی) جانکاری کی طلب بری ہے

یعنی جبکہ تم اپنے مطلوب تک پہنچ گئے اے ملیح تو اب علم کی طلبگاری بری ہے۔

چون شدی بربام ہائے آسماں	سرد باشد جستجوئے نرد باں
جب تو آسمان کے بالا خانوں پر پہنچ گیا	تو سیڑھی کی جستجو بے وقعت ہو گی

یعنی جبکہ تو آسمان کے اوپر پہنچ گیا تو اب سیڑھی کی جستجو فضول ہے مطلب یہ کہ جب مطلوب حاصل ہوگیا تو اب وسائط اور وسیلوں میں پھنسنا سخت نازیبا ہے۔ اب یہاں طلباء کو شبہ ہوسکتا تھا کہ بس ایک مرتبہ میزان خود پڑھ کر اب دوبارہ بعد تحصیل کے پھر اس کے پڑھانے میں مشغول ہونا عبث ہے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

جز برائے یاری و تعلیم غیر	سرد باشد راہ خیر از بعد خیر
سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے	بھلائی (حاصل ہونے کے) بعد بھلائی کا راستہ بیکار ہے

یعنی سوائے دوسرے کی تعلیم اور مدد کے لئے کہ اب خیر کے بعد راہ خیر کو لینا بہتر ہے مطلب یہ کہ اگر دوبارہ مشغول ہونے میں دوسرے کا نفع ہو تو یہ بھی مناسب اور نافع ہے۔

آئینہ روشن کہ شد صاف و جلی	جہل باشد بر نہادن صیقلے
جو روشن آئینہ صاف اور جلی ہو گیا	اس کو صیقل پر رکھنا نادانی ہو گی

یعنی وہ آئینہ جو کہ روشن اور صاف اور چمکدار ہو تو اس کو صیقل پر رکھنا جہالت ہے۔

پیش سلطان خوش نشستہ در قبول	زشت باشد جستن نامہ و رسول
بادشاہ کے سامنے خوش (اور) عزت کے ساتھ بیٹھ کر	خط اور قاصد کو تلاش کرنا برا ہو گا

یعنی بادشاہ کے سامنے قبولیت میں اچھا خاصہ بیٹھے ہوئے نامہ و رسول کو تلاش کرنا بہت ہی معیوب ہے تو بس خلاصہ ان سب کا یہ ہوا کہ مقصود کو ترک کر کے غیر مقصود کو لینا معیوب ہے۔ آگے اس پر ایک عاشق کی حکایت لاتے ہیں کہ ایک عاشق کو بعد مدت کے وصل معشوق ہوا تو وہ اس وقت پچھلے خطوط کو جن میں کہ اس نے شکایت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہجراں کی تھی اور اس کے جور و ظلم کو لکھا تھا لے بیٹھا تو معشوق نے کہا کہ ارے بیوقوف جب تجھے اصل معشوق حاصل ہے تو اس میں کیوں پڑتا ہے اس میں پڑنا سخت بیوقوفی ہے تو اسی طرح جب ان حضرات کو اصل مقصود قرب حق میسر ہوتا ہے تو یہ نہ تو کسی سے مناظرہ میں الجھیں اور نہ صرف الفاظ کے تابع ہوں بلکہ توابع کو صرف وسائط اور وصول تک رکھتے ہیں اور جب قرب حاصل ہو گیا بس پھر ان سب سے الگ ہو جاتے ہیں اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ دیکھو باوجودیکہ صحابہؓ کو تحصیل دین کا بے حد شوق تھا مگر ان میں پورے قرآن کے حافظ بہت کم ہوتے تھے۔ چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صرف چار شخص پورے قرآن کے حافظ تھے۔ ابی بن کعب معاذ بن جبل زید بن ثابت ابوزید۔ اب اگر تجدید نہ بھی مقصود ہو تب بھی تقلیل تو ضروری ہے اور یہی مولانا کا مقصود ہے رہا یہ شبہ کہ اس سے قرآن متواتر نہیں رہتا سو یہ باطل ہے کیونکہ تواتر یوں بھی متحقق ہو سکتا ہے کہ مثلاً ایک سورت کل صحابہ کو یاد ہو۔ دوسری صورۃ بعض کو یاد ہو اور ان بعض کی تعداد اتنی ہو کہ تواتر کی حد کو پہنچ جاوے اور باقی صحابہ کو یاد نہ ہو۔ تیسری صورۃ ان ہر دو فریق میں سے بعض کو یا کل کو یاد ہو۔ علیٰ ہذا القیاس اس صورت سے تواتر قرآن بھی قائم رہے گا اور یہ حکم بھی صحیح رہے گا کہ صحابہ میں حافظ قرآن کم تھے اب اس کی اصل وجہ سنو کہ یہ کمی کیوں تھی۔ بات یہ ہے کہ جب میوہ کا مغز زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ پختہ ہو جاتا ہے تو پوست کمزور ہو کر پھٹ جاتا ہے اور اگر پھٹتا نہیں جیسے اخروٹ کا چھلکا پستہ کا چھلکا۔ بادام کا چھلکا وغیرہ مغز کے بھر جانے سے کم تو ضرور ہی ہو جاتا ہے بس اسی طرح جب مغز علم یعنی اہتمام عمل یا مشاہدہ معلوم میں استغراق اور اس سے تلذذ وغیرہ زیادہ ہو جاتا ہے تو پوست یعنی صورت علم و الفاظ کم ہو جاتے ہیں اس کا اصل راز یہ ہے کہ تجلی معشوق عاشق کی ہستی کو مٹا دیتی ہے اور اس کو معشوق کے سوا دوسری اشیاء کی طرف التفات ہی نہیں ہوتا اور اس کا بھی ایک راز ہے وہ یہ کہ طالبیت و مطلوبیت میں تضاد ہے اور تضاد منافی وصل واتحاد ہے اس لئے اولاً اس تضاد کے مٹنے کی ضرورت ہے تاکہ اس کی جگہ اتحاد پیدا ہو کر وصل تام متحقق ہو۔ جبکہ ضرورت اتحاد معلوم ہوئی تو اب اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو مطلوب فنا ہو کر طالب سے متحد ہو جاوے یا طالب فنا ہو کر مطلوب سے متحد ہو صورت اولیٰ عشق مجازی میں ممکن ہے مگر قلب موضوع ہے اور عشق حقیقی میں مستحیل لہذا صورت ثانیہ متعین ہوئی کہ طالب فنا ہو اور مطلوب سے متحد ہو جائے مگر یاد رکھو کہ یہ اتحاد عرفی ہے نہ کہ نفس الامر میں ایک ذات بن جانا کیونکہ نہ یہ عشق مجازی میں ممکن ہے نہ عشق حقیقی میں جب یہ معلوم ہوا کہ طالبیت و مطلوبیت میں تضاد ہے اور اس کی مرتفع ہونے کی ضرورت ہے تو اب سمجھو کہ یہی سبب تھا جس کے بناء پر وحی الٰہی اور برق تجلی حق سبحانہ و تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فنا فی الحق اور مرضی حق سبحانہ تعالیٰ کا سراسر تابع بنا دیا تھا کیونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے بغیر وصال کامل ناممکن تھا واقعی اوصاف قدیم کی یہی شان ہے کہ جب وہ متجلی ہوئی ہیں تو اوصاف حادث کا سامان جل کر خاک سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ متجلی لہ کو اپنے ہی رنگ میں رنگ کر صبغۃ اللہ ومن احسن من اللہ صبغۃ کی شان دکھلا دیتے ہیں۔

چو سلطان عزت علم در کشد جہاں سر بجیب عدم در کشد

جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ صحابہ رضوان اللہ اجمعین کو اہتمام عمل اور مشاہدہ محبوب حقیقی انہماک تھا۔ اس لئے اشتغال بحفظ کی مہلت نہ تھی یہی سبب تھا کہ اگر کسی کو چوتھائی قرآن بھی یاد ہو جاتا تھا تو صحابہ اس کو کہتے تھے کہ یہ تو بہت بڑا شخص ہو گیا بڑائی اور جلالت کا سبب یہ تھا کہ اس نے معنی اور صورت دونوں کو جمع کر لیا تھا۔ اور صورت ومعنی کا جمع کر لینا ہر شخص کا کام نہیں بلکہ کوئی بڑا شخص ایسا کر سکتا ہے مثلاً کوئی شخص عشق الٰہی میں بے حد مست ہو اور پھر ادب کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے یہ نہیں ہو سکتا اور اگر ہو جیسا کہ صحابہ میں تھا تو ضرور حیرت انگیز بات ہے اور ایسا کرنے والا ضرور بڑا شخص ہے کیونکہ مستی کے سبب ادب سے مستغنی ہو کر پھر ادب کو ملحوظ رکھنا ایسا ہی دشوار ہے جیسے جمع ضدین اور ایسا کرنے والا یوں ہی جامع بین الضدین ہے جیسے ایک شئی گول بھی ہو اور لمبی بھی۔ پس جب اس نے ناز و نیاز اور تحیر امتیاز دونوں کو ملحوظ رکھا تو جمع بین الضدین تو ہو گیا پھر ایسے شخص کی جلالت شان میں کیا شبہ ہو سکتا ہے لہذا اصحابہ کا اس کو جل فینا کہنا بالکل صحیح تھا اس بیان سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ حفاظ اربعہ جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خلفاء راشدین سے بھی بڑھے ہوئے تھے کیونکہ باوجود اشتراک فی الجمع بین الصورۃ والمعنی کے خلفاء راشدین کو حفاظ اربعہ پر جہت معنی سے تفوق تھا۔ اور حفاظ اربعہ کو جہت صورت سے۔ پس جو تفوق معنی کو صورت پر ہو گا وہی تفوق خلفائے راشدین کو حفاظ اور اربعہ پر ہو گا اور یہ امر نہ جل فینا کے مخالف ہے اور نہ تشریح وتعلیل مولانا کے جل فینا کے تو اس لئے خلاف نہیں کہ اس میں جلالت ذاتیہ یا اضافیہ بالنظر الی البعض مراد ہے نہ کہ اضافیہ بالنظر الی الکل اور تعلیل۔ مولانا کے اس لئے خلاف نہیں کہ اشتغال بالمعنی کے درجات مختلف ہیں لہذا یوں کہا جاوے گا کہ جس قدر اشتغال خلفاء کو تھا اگر وہ اشتغال ان حفاظ اربعہ کو ہوتا تو وہ اتنا بھی قرآن یاد نہ کر سکتے جتنا کہ خلفاء اربعہ کو تھا۔ پس اس درجہ اشتغال کے ساتھ اس قدر قرآن یاد کر لینا جس قدر کہ خلفا کو تھا یہ بھی انہی کا کمال ہے جو کہ حفاظ اربعہ کو حاصل نہیں۔ لہذا خلفا افضل ہو گئے۔ لیکن چونکہ اپنی اشتغال کے ساتھ انہوں نے پورا قرآن یاد کر لیا تھا جو کہ بعض دوسروں کے لئے دشوار تھا لہذا یہ ان کا فی نفسہ اور ان بعض کے لحاظ سے کمال تھا اور جو چوتھائی قرآن اپنے اشتغال کے ساتھ یاد کر لیتا تھا فی نفسہ و نیز بعض ان لوگوں کے لحاظ سے جو ایسا نہ کر سکتے تھے یہ اس کا بھی کمال تھا اور چونکہ عام حالت کے لحاظ سے یہ امر فی نفسہ بڑا سمجھا جاتا تھا اس لئے جل فینا کہا جاتا تھا جس کے معنی یہ ہیں کہ منجملہ دیگر صحابہ کے یہ بھی بڑا شخص اور عام لوگوں سے ممتاز ہو گیا۔ اس کا یہ مطلب نہ ہوتا تھا کہ سب سے بڑھ گیا۔ صحابہ کی معذوری بیان کر کے اب دیگر قرون میں کثرت حفظ کی وجہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس طرح اندھوں کی آنکھیں تو ہوتی نہیں کہ وہ ان کو رہبر بنائیں لہذا وہ لاٹھی ہی کو محبوب رکھتے ہیں کہ اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

سہارے سے مقصود تک پہنچ جاتے ہیں یہی حالت بالکل عام طور پر حفاظ کی ہے۔ الا ماشاء اللہ کہ وہ حقیقت سے واقف ہوتے نہیں کہ بصیرت کے ساتھ حق سبحانہ تک پہنچے لہذا وہ قرآن حفظ کرتے ہیں اور گویا کہ اس کا صندوق بنتے ہیں کیونکہ جس طرح صندوق اشیاء کی حفاظت کرتا ہے اور اس سے متمتع نہیں ہو سکتا۔ یوں ہی یہ بھی ہوتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے کہ اندھے لوگ قرآن کے صندوق ہوتے ہیں کہ الفاظ قرآنیہ اور پند و نصائح وعدہ وعید کو اپنے اندر بھرے ہوتے ہیں لیکن سمجھتے کچھ نہیں۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ جو صندوق قرآن سے بھرا ہو وہ اس صندوق سے بہتر ہے جو بالکل خالی ہو پس اگر کسی کو عمل کی پوری پوری توفیق نہ ہو اور قرآن یاد ہو وہ بہتر ہے اس سے جو نہ عمل ہی کرتا ہو نہ اس کو قرآن ہی یاد ہو۔ پھر جو صندوق سامان سے خالی ہو وہ اس صندوق سے بہتر ہے جس میں چوہے اور سانپ بھرے ہوئے ہوں۔ یعنی اگر کوئی شخص حافظ قرآن بھی نہ ہو اور اخلاق رذیلہ بھی اپنے اندر نہ رکھتا ہو وہ بہتر ہے اس سے جو حافظ قرآن بھی نہ ہو اور صفات ذمیمہ بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب آدمی کو وصل محبوب حاصل ہو جاتا ہے تو اس کی نظر میں دلالۃ اس درجہ محبوب نہیں رہتی جتنی کہ پہلے تھی۔ لہذا جب وصل حق سبحان میسر ہو جاتا ہے تو صورت علم جو بمنزلہ دلالۃ کے تھی مرغوب نہیں رہتی اور اس کا طلب کرنا برا سمجھا جاتا ہے کیونکہ جب آدمی آسمان پر چڑھ گیا تو ایسی حالت میں سیڑھی تلاش کرنا بیہودہ حرکت ہے لیکن تم ہمارے اس حکم کو عام نہ سمجھنا بلکہ یہ مخصوص ہے اس صورت کے ساتھ کہ جب اشتغال بالعلم بعد وصول بغرض وصول ہو لیکن اگر دوسرے کی امداد کے لئے اور انکی تعلیم کے لئے ہو تو کچھ مضائقہ نہیں اور بدوں اس غرض کے وصول الی الخیر کے بعد خیر کا ذریعہ تلاش کرنا اور اس میں مصروف ہونا بیشک بے معنی ہے دیکھو جب آئینہ روشن اور صاف ہو جاوے اس وقت اس کو صیقل کرنا ضرور حماقت ہے نیز بادشاہ کا مقبول ہو کر اور اس کے حضور میں بیٹھ کر خط یا قاصد کو ڈھونڈھنا ضرور نادانی ہے۔

شرح شبیری

ایک عاشق کی اپنے معشوق کو وصل کے وقت عشق نامہ کو پڑھنے کی اور اس کے مطالعہ کرنے کی حکایت اور معشوق کا اس کو ناپسند کرنا اس لئے کہ مدلول کے حصول کے بعد دلیل کو تلاش کرنا قبیح ہے اور معلوم تک پہنچ جانے کے بعد علم میں مشغول ہونا مذموم ہے

آن یکے را یار پیش خود نشاند	نامہ بیرون کرد و پیش یار خواند
ایک (عاشق) کو معشوق اپنے سامنے بٹھا لیا	اس نے خط نکالا اور معشوق کے سامنے پڑھنے لگا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک شخص کو دوست نے اپنے آگے بٹھایا تو اس شخص نے خط نکال کر یار کے سامنے پڑھنا شروع کیا۔

بیتہا در نامہ و مدح و ثنا	زاری و مسکینی و بس لابہا
خط میں اشعار تھے اور تعریف و توصیف تھی	عاجزی اور مسکینی اور بہت سی خوشامدیں تھیں

یعنی خط میں اشعار تھے اور مدح وثنا تھی اور زاری اور مسکینی اور بہت سی باتیں۔

گریہ و افغان و حزن و درد خویش	خواری و بیزاری با اہل و خویش
رونا اور فریاد ' اور غم اور اپنا درد	ذلت اور اہل اور اپنوں سے بیزاری (تھی)

یعنی اپنا گریہ اور افغان اور حزن اور درد اور خواری اور بیزاری اہل و اقربا کے ساتھ۔

دوری و رنجوری از ہجران دوست	ذکر پیغام و رسول از مغز و پوست
دوست کے ہجر کی وجہ سے دوری اور بیماری	پیام اور قاصد اور رطب و یابس کا تذکرہ

یعنی ہجر یار کی وجہ سے دوری اور رنجوری اور پیغام اور پیغامبر کا ذکر اور رطب و یابس اس میں تھا۔

ہمچنین میخواند با معشوق خود	تا کہ بیرون شد ز حصر و حد و عد
وہ اس طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھتا رہا	حتیٰ کہ احاطہ اور حد اور شمار سے تجاوز کر گیا

یعنی وہ اسی طرح اپنے معشوق کے سامنے پڑھ رہا تھا یہاں تک (اس کا بیان) حد سے بہت بڑھ گیا تھا۔
(تو اس معشوق نے اول تو صبر کیا مگر جب نوبت یہاں تک پہنچی تھی وہ بھی بولا کہ)

گفت معشوق این اگر بہر من است	گاہ وصل این عمر ضائع کردنست
معشوق نے کہا اگر یہ (رونا دھونا) میری وجہ سے ہے	تو وصل کے وقت یہ عمر کو ضائع کرنا ہے

یعنی معشوق نے کہا کہ اگر یہ میرے واسطے ہے تو وصل کے وقت میں یہ تو عمر کو ضائع کرنا ہے۔

من بہ پیشت حاضر و تو قصہ خوان	نیست این بارے نشان عاشقان
میں تیرے سامنے ہوں اور تو قصے پڑھتا ہے	یقیناً یہ عاشقوں کی پہچان نہیں ہے

یعنی میں تو تیرے سامنے ہوں اور تو خط پڑھ رہا ہے تو یقیناً یہ تو عاشقوں کا نشان ہے نہیں (اس لئے کہ اگر تو مجھ پر عاشق ہوتا تو اس وقت تو مجھے دیکھتا بھالتا ان کو الگ پھینکتا)

گفت اینجا حاضری اما و لیک	من نمی یابم نصیب خویش نیک
اس (عاشق) نے کہا تو اس جگہ موجود ہے لیکن	میں اپنا حصہ پورا نہیں پا رہا ہوں

یعنی عاشق نے کہا کہ تو اس جگہ حاضر ہے لیکن میں اپنا حصہ اچھی طرح نہیں پاتا۔ مطلب یہ کہ تیری جو محبت

www.besturdubooks.wordpress.com

مجھے پہلے تھی اب وہ جوش وخروش میرے اندر موجود نہیں ہے۔

انچہ می دیدم ز تو پارینہ سال	نیست ایندم گرچہ می بینم وصال
میں جو تجھ سے پارسال دیکھتا تھا	وہ اب نہیں ہے اگرچہ میں وصل دیکھ رہا ہوں

یعنی جو بات کہ میں تیرے لئے اپنے اندر پارسال پاتا تھا وہ اس وقت نہیں ہے اگرچہ وصال دیکھ رہا ہوں ۔مطلب یہ کہ تیرے لئے جو جوش وخروش کہ پارسال میرے اندر تھا آج وہ موجود نہیں ہے۔

من ازین چشمہ زلالے خوردہ ام	دیدہ و دل ز آب تازہ کردہ ام
میں نے اس چشمہ سے صاف پانی پیا ہے	میں نے آنکھوں اور دل کو پانی سے تازہ کیا ہے

یعنی میں نے اس چشمہ (وصل) سے ایک زلال کھایا ہے اور دیدہ و دل کو آب (رخ) سے تازہ کیا ہے (مگر)

چشمہ می بینم ولیکن آب نے	راہ آبم را مگر زد رہزنے
میں چشمہ دیکھ رہا ہوں لیکن پانی نہیں ہے	میرے پانی کا راستہ شاید کسی ڈاکو نے کاٹا ہو

یعنی میں چشمۂ وصل کو دیکھ رہا ہوں مگر پانی نہیں ہے میرے پانی کی راہ کسی راہزن نے ماری ہے مطلب یہ کہ وصل تو ہے مگر اس کے اندر جو پہلے جوش وخروش تھا وہ موجود نہیں ہے تو ایسا ہے کہ جیسے چشمہ ہو اور اس میں پانی نہ ہو کہ وہ بے سود ہوتا ہے ایسے ہی یہ وصل بے سود ہے۔

گفت بس من نیستم معشوق تو	من بلغار و مرادت در قتو
اس نے کہا کہ میں تیرا معشوق نہیں ہوں	میں بلغار میں ہوں اور تیرا مقصود قتو میں ہے

یعنی معشوق نے کہا تو میں تیرا معشوق نہیں ہوں میں تو بلغار میں ہوں اور تیری مراد قتو میں ہے بلغار اور قتو دو شہروں کا نام ہے۔ مطلب یہ کہ تو کچھ سوچ رہا ہے اور میں کہیں ہوں۔ تو کہاں اور میں کہاں۔ معلوم ہوا کہ میں پوری طرح تیرا معشوق ہی نہ تھا الخ۔

عاشقی تو برمن و برحالتے	حالت اندر دست نبود ای فتے
تو مجھ پر اور (میری) ایک حالت پر عاشق ہے	اے نوجوان! حالت قابو میں نہیں ہوتی ہے

یعنی تو مجھ پر اور ایک حالت پر عاشق ہے تو حالت تو قدرت میں ہوتی نہیں ہے اے جوان مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ معلوم ہوا کہ تو دو چیزوں پر عاشق تھا ایک تو مجھ پر اور ایک اس حالت پر جو کہ میری وجہ سے تیری ہو جاتی تھی تو میں جزو معشوق ہوا کل معشوق نہ ہوا۔

پس نیم کلی مطلوب تو من	جزو مقصودم ترا اندر زمن
تو میں بالکلیہ تیرا مطلوب نہیں ہوں	میں زمانہ میں تیرے مطلوب کا جزو ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پس میں تیرا پورا مطلوب نہیں ہوں بلکہ زمانہ میں تیرا جزو مقصود ہوں۔

خانہ معشوقہ ام معشوق نے	عشق بر نقدست و بر صندوق نے
میں معشوق کا گھر ہوں معشوق نہیں ہوں	عشق تو نقدی سے ہے صندوق سے نہیں ہے

یعنی میں تمہارے معشوق کا گھر ہوں معشوق نہیں ہوں۔ عشق نقد پر ہے اور صندوق پر نہیں مطلب یہ کہ تیرے معشوق کی تو وہ حالت ہے جو کہ میری وجہ سے تیری ہوئی تھی۔ تو: تیرے معشوقہ کا گھر ہوا باقی معشوق خود نہیں ہوں اور ایسی مثال ہے کہ جیسے صندوقچہ میں روپیہ ہیں تو کوئی نقد پر تو عاشق ہے مگر صندوق پر نہیں۔ جب تک وہ حالت رہی تو میں آپ کا معشوق رہا اور جب وہ حالت جاتی رہی تو اب معشوق صاحب بھی نفر وہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہست معشوق آنکہ او یکتو بود	مبتدا و منتہایت او بود
معشوق تو وہ ہے جو ایک حالت پر ہو	تیرا مبتداء اور منتہا وہ ہو

یعنی جو کہ ایک تو ہو معشوق (بننے کے قابل) تو وہ ہے کہ مبتدا اور منتہا تیرا وہی ہو۔ یعنی جبکہ شروع عشق تھا تب بھی وہی مطلوب تھا اور جب عشق بڑھا تب بھی وہی مطلوب ہے معشوق سے یہاں مراد مرشد کامل ہے کہ اس سے جو محبت ہوتی ہے وہ ان سے آخیر تک ویسی ہی رہتی ہے بلکہ آخر میں اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اس سے طبیعت بھی سیر نہیں ہوتی وہ معشوق بھی کامل ہوتا ہے اور عاشق بھی کامل۔ اول اس کی معشوقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون بیابی اش نمانی منتظر	ہم ہویدا او بود ہم نیز سر
جب تو اس کو پالے تو منتظر نہ رہ	ظاہر میں بھی وہی (معشوق) ہو اور باطن میں بھی

یعنی جب تم اس کو پالو گے تو پھر منتظر نہ رہو گے ظاہر بھی وہی ہوگا اور پوشیدہ بھی وہی ہوگا۔ مطلب یہ کہ محبوبان مجازی میں تو اس سے مل کر طبیعت سیر ہو جاتی ہے اور پھر اس حالت ذوق وشوق کے پیدا ہونے کا منتظر رہنا پڑتا ہے مگر جبکہ مرشد مل جاوے تو اول اس سے طبیعت سیر نہیں ہوتی اور اسی لئے کسی حالت کا انتظار نہیں ہوتا بلکہ جتنا ان کی خدمت میں رہنا ہوتا ہے اسی قدر انس ومحبت زیادہ ہوتی جاتی ہے تو دیکھو یہ وہ معشوق ہے کہ جس میں ایک ہی حیثیت ہے دوسری نہیں اس سے طبیعت کی سیری کا احتمال بھی نہیں آگے اس کی عاشقیت کے کمال کو بیان فرماتے ہیں کہ

میر احوال است نے موقوف حال	بندۂ آن ماہ باشد ماہ و سال
وہ حالات پر حاکم ہوتا ہے نہ کہ حالات کا محکوم	مہینے اور سال اسی چاند کے غلام ہیں

یعنی وہ امیر احوال ہے نہ کہ موقوف حال۔ اس چاند کے غلام ماہ وسال ہوتے ہیں مطلب کہ وہ کسی ایک حالت کا منتظر نہیں ہوتا۔ مثلاً یہ کہ ذوق وشوق کا طالب ہو یا اور کسی حال کا بلکہ وہ تو ابوالحال ہوتا ہے وہ حال کے تابع نہیں ہے حال اس کے تابع ہے جس حال کو چاہے وہ اپنے اوپر طاری کر لے۔ بس وہ اصل میں طالب رضاء

www.besturdubooks.wordpress.com

حق کا ہوتا ہے اس کو حال ہو یا نہ ہو اس کی پرواہ بھی نہیں ہوتی۔ اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

چون بگوید حال را فرمان کند	چون بخواہد جسمہا را جان کند
جب وہ حالات کو حکم دے وہ تابعداری کریں	جب وہ چاہے جسموں کو روح بنا دے

یعنی جب وہ بولتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو جسموں کو جان کر دیتا ہے مطلب یہ کہ جس وقت وہ بولتا ہے تو وہ جس حالت کو چاہتا ہے دوسروں پر بھی طاری کر دیتا ہے وہ احوال پر اس قدر حاکم ہوتا ہے تو طالب احوال نہیں ہوتا بلکہ وہ عاشق کامل اور طالب حق ہوتا ہے۔

منتہے نبود کہ موقوف است او	منتظر بنشستہ باشد حال جو
جو موقوف ہے وہ منتہی نہیں ہے	وہ حال کا تلاش کرنے والا منتظر بیٹھا ہوا ہے

یعنی جو کہ موقوف (حالات) ہے اور حالات کا متلاشی بیٹھا ہوا ہے وہ منتہے نہیں ہے مطلب یہ کہ جو طالب احوال ہو وہ منتہے کدھر سے ہے طالب حق منتہے ہوا کرتا ہے جو منتہے ہوتا ہے اس کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

کیمیائے حال باشد دست او	چون بجنباند شود مس مست او
اس کا ہاتھ حال کی کیمیا ہوتا ہے	جب وہ ہاتھ ہلا دیتا ہے تو تانبا اس سے مست ہو جاتا ہے

یعنی اس کا ہاتھ حالات کا کیمیا ہوتا ہے تو وہ اس کو جب ہلاتا ہے تو مس اس کا مست ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ کیمیا ماہیت اشیاء کو بدل دیتی ہے اور ناقص سے کامل بنا دیتی ہے اسی طرح منتہے کا ہاتھ ماہیئت حال کے لئے کیمیا ہوتا ہے کہ اس کی توجہ سے وہ حال مقام بن جاتا ہے۔

گر بخواہد مرگ ہم شیرین شود	خار و نشتر نرگس و نسرین شود
اگر وہ چاہے تو موت بھی میٹھی ہو جائے	کانٹا اور نشتر بھی نرگس اور نسرین بن جائے

یعنی وہ اگر چاہے تو مرگ بھی شیریں ہو جاوے اور خار و نشتر بھی نرگس اور نسرین ہو جاویں مطلب یہ کہ اگر وہ چاہے تو ایسے حالات پیدا کر لے کہ مصائب و مجاہدات و ریاضات سب خوشگوار اور آسان ہو جاویں۔

او بود سلطان حال اندر روش	نے چو تو محروم از حال و کشش
وہ سلوک میں حال پر حاکم ہوتا ہے	تیری طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا ہے

یعنی وہ سلوک میں سلطان احوال ہوتا ہے نہ کہ تیری طرح حال اور انفعال میں محروم ہوتا ہے۔

آنکہ او موقوف حالست آدمی است	کہ گہے افزون و گاہے در کمی است
جو حال کا محکوم ہے وہ (صرف) آدمی ہے	کہ کبھی بڑھوتری میں ہے اور کبھی کمی میں ہے

یعنی جو شخص کہ موقوف حال ہے وہ (صرف) آدمی ہے کہ کبھی زیادتی میں ہے اور کبھی کمی میں ہے آدمی سے مراد زرا آدمی جو

www.besturdubooks.wordpress.com

صفات کمالیہ سے عاری ہو تو جو شخص کہ موقوف احوال ہے وہ تو صرف ایک آدمی ہے باقی کمالات اس کے اندر نہیں ہیں۔

صوفے ابن الوقت باشد در مثال	لیک صافی فارغ است از وقت وحال
صوفی مثلاً ابن الوقت ہوتا ہے	لیکن اہل صفا وقت اور حال سے بے نیاز ہوتا ہے

یعنی اپنی حالت میں صوفی تو ابن الوقت ہوتا ہے لیکن صافی وہ وقت اور حال سے فارغ ہوتا ہے وہ تابع حال نہیں ہے بلکہ احوال خود اس کے تابع ہیں۔

حالہا موقوف عزم و رائے او	زندہ از نفخ مسیح آسائے او
احوال اس کے ارادے اور رائے کے تابع ہیں	اس کی مسیح جیسی پھونک سے زندہ ہیں

یعنی احوال اس کی فکر ورائے کے موقوف ہوتے ہیں اور اس کی مسیح جیسے نفخ سے زندہ ہوتے ہیں یعنی احوال خود اسی کے تابع ہوتے ہیں آگے پھر اس معشوق کا قول فرماتے ہیں کہ۔

عاشق حالے نہ عاشق برمنے	برامید حال برمن مے تنے
تو میرے حال کا عاشق ہے نہ کہ مجھ پر	تو حال کی امید پر مجھ پر جھکا ہے

یعنی اس معشوق نے کہا کہ (اے عاشق) تو حال کا عاشق ہے نہ کہ میرا ہاں اس حال کی امید پر میرے پر بھی تنا ہے مطلب یہ کہ اس امید پر کہ اس کے پاس حال مل جاوے گا میرے پاس آتے ہو ورنہ اصل میں میرے عاشق ہو ہی نہیں چونکہ یہاں دو شخص میں ایک عاشق ہے اور ایک معشوق اور عشق ہے مجازی تو آگے مجازی عاشقی اور معشوقی دونوں کا نقص بیان فرماتے ہیں جس میں اول معشوقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ گہ ناقص گہے کامل بود	نیست معبود خلیل آفل بود
وہ جو کبھی ناقص کبھی کامل ہو	وہ خلیل (اللہ) کا معبود نہیں ہے غروب ہو جانے والا ہے

یعنی جو کہ کبھی ناقص اور کبھی کامل ہووے وہ معبود خلیل نہیں ہے وہ تو غافل ہوگا مطلب یہ کہ وہ اس قابل نہیں کہ اس کو مقصود بنایا جاوے بلکہ وہ تو زائل وفانی ہے۔

وانکہ آفل باشد وگہ آن واین	نیست دلبر لا احب الآفلین
وہ جو کہ غروب ہو جانے والا ہو اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا	وہ معشوق نہیں ہے "میں غروب کر جانے والوں سے محبت نہیں کرتا ہوں"

یعنی جو کہ آفل ہووے اور کبھی ایسا اور کبھی ویسا تو وہ دلبر نہیں ہے اور میں زائل ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ لا احب الآفلین میں قرآن شریف سے استدلال کر کے انکا ناقص اور غیر معتبر ہونا بیان فرما دیا آگے ان کی عاشقی کے نقص کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ اوگاہے خوش وگہ ناخوش است	یکزمانے آب ویکدم آتش است
وہ جو کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے	ایک وقت پانی اور ایک وقت آگ ہے

یعنی جو کہ وہ کبھی خوش اور کبھی ناخوش ہے ایک گھڑی میں پانی اور ایک دم میں آگ ہے مطلب یہ کہ ایک دم میں عاشق ہے اور ایک دم میں نہیں ہے۔

برج مہ باشد ولیکن ماہ نے	نقش بت باشد ولے آگاہ نے
وہ چاند کا برج ہو گا لیکن چاند نہیں ہے	وہ بت کا نقش ہے لیکن باشعور نہیں ہے

یعنی وہ برج ماہ ہوتا ہے لیکن ماہ نہیں ہوتا اور نقش بت ہوتا ہے لیکن آگاہ نہیں ہوتا مطلب یہ کہ جس طرح کہ برج ماہ میں صرف ماہ ہی نہیں رہتا بلکہ متفرق ستارے آتے رہتے ہیں اسی طرح اس شخص کی حالت بھی ہمیشہ متغیر رہتی ہے۔

ہست صوفی صفا چون ابن وقت	وقت را ہمچون پدر بگرفتہ سخت
باصفا صوفی چونکہ ابن الوقت ہے	وہ مضبوطی سے وقت کو باپ کی طرح پکڑے ہوئے ہے

یعنی صوفی (طالب) صفا جبکہ ابن وقت ہے وقت کو باپ کی طرح مضبوط پکڑے ہوئے ہے۔ مطلب یہ کہ جو صوفی کہ طالب صفا ہے اور مجاہدہ کر رہا ہے وہ ابھی ابن الوقت اور تابع حال ہے تو چونکہ وہ ابن الوقت ہے بس جس طرح کہ بچہ اپنے باپ کو مضبوط پکڑے ہوتا ہے اور جدھر وہ جاوے اسی طرف کو بچہ بھی جاتا ہے اسی طرح یہ شخص ہے کہ جس طرف کو حال اور وقت پھرتا ہے اسی طرح یہ بھی پھرتا ہے اور بالکل وقت کے تابع ہوتا ہے۔

ہست صافی غرق عشق ذوالجلال	ابن کس نے فارغ از اوقات وحال
(صوفی) صافی (اللہ) ذوالجلال کے عشق میں غرق ہے	وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات اور حال سے بے نیاز ہے

یعنی صافی عشق ذوالجلال میں غرق ہے وہ کسی کا ابن نہیں ہے وہ اوقات وحال سے فارغ ہے یعنی وہ کسی کا تابع نہیں ہے اور نہ ان اوقات وحالات کا مقید ہے بلکہ وہ جس حال میں رہنا چاہتا ہے رہتا ہے اور جس حالت کو چاہتا ہے پیدا کر لیتا ہے مثلاً خشیت کے پیدا کرنے کو دل چاہا پیدا کر لے۔ رغبت اور شوق کو دل چاہا اس کو طاری کر لیا علیٰ ہذا۔

غرقۂ نورے کہ اولم یولد است	لم یلد لم یولد آن ایزدست
وہ اس نور میں غرق ہے جو پیدا شدہ نہیں ہے	نہ اس نے جنا نہ وہ جنا گیا اللہ (تعالیٰ) کی شان ہے

یعنی وہ اس نور میں غرق ہے جو کہ لم یولد ہے اور لم یلد ولم یولد خاصۂ حق ہی ہے مطلب یہ کہ چونکہ وہ فنا فی اللہ ہو گیا ہے اس لئے وہ ابن الوقت نہیں بن سکتا اس لئے کہ ذات حق کی شان لم یلد ولم یولد ہے لہذا بس یہ ابن الوقت نہیں بلکہ ابوالوقت یعنی قادر علی الحال اور علی الوقت ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رو چنین عشقے بجو گر زندهٔ	ورنہ وقت مختلف را بندهٔ
اگر تو زندہ ہے جا ایسا عشق تلاش کر	ورنہ تو مختلف اوقات کا غلام ہے

یعنی جا اگر تو زندہ ہے تو ایسے عشق کا طالب ہو ورنہ وقت مختلف ہی کا بندہ رہے گا۔ یعنی ہمیشہ تابع حال ہی رہے گا اور ابن الحال سے ابوالحال کبھی نہ بن سکے گا لہذا عشق حق پیدا کر کہ اس سے کامل ہو جاوے گا۔ اب یہاں کسی کو شبہ ہو سکتا ہے کہ بھلا کہاں ہم کہاں عشق حق لہذا آگے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

منگر اندر نقش خوب وزشت خویش	بنگر اندر عشق و بر مطلوب خویش
اپنے اچھے برے نقش کو نہ دیکھ	عشق کو اور اپنے معشوق کو دیکھ

یعنی تو اپنے اچھے برے وجود میں نظر مت کر بلکہ عشق اور اپنے مطلوب کو دیکھ مطلب یہ کہ ہم نے مانا کہ تم کسی قابل نہ سہی مگر تم اپنے اوپر نظر ہی کیوں کرتے ہو حق تعالیٰ کی قدرت اور ان کے کرم پر نظر کرو کہ۔

تو مگو مارا بدان شہ بار نیست بر کریما کارہا دشوار نیست

تو اگر تم کسی قابل نہیں تو دینے والا تو سب قابل ہے وہ تو عنایت فرما سکتا ہے پھر مایوسی کی کیا وجہ ہے۔

منگر آنکہ تو حقیری یا ضعیف	بنگر اندر ہمت خود ای شریف
یہ خیال نہ کر کہ تو حقیر ہے یا کمزور	اے بھلے! اپنی ہمت کو دیکھ

یعنی اس کو مت دیکھو کہ تم حقیر ہو یا ضعیف ہو اور اے بھلے مانس تم اپنی ہمت کو دیکھو۔

تو بہر حال کہ باشی می طلب	آب میجو دائما اے خشک لب
تو جس حالت میں ہو طلب (جاری) رکھ	اے خشک ہونٹوں والے! ہمیشہ پانی تلاش کر

یعنی تو جس حال میں بھی ہو طلب کرتا رہ اور اے خشک لب پانی کو تلاش کر مطلب یہ کہ تم نکمے ہو ضعیف ہو جس حال میں بھی ہو طلب پیدا کر لو پس جب طلب پیدا کر لو گے تو یہ ہو گا کہ۔

کان لب خشکت گواہی میدہد	کو بآخر بر سر منبع رسد
کیونکہ تیرے خشک ہونٹ گواہی دیتے ہیں	کہ وہ بالآخر چشمے پر پہنچ جائیں گے

یعنی کہ وہ تمہارا لب خشک گواہی دیتا ہے کہ وہ آخر کار کسی منبع پر جاوے گا یعنی تمہاری طلب گواہی دیتی ہے کہ وہ ایک دن ضرور واصل کر دے گی بس اگر کچھ نہ ہو سکے تو اتنا تو کرو کہ طلب اور ہاتھ پاؤں مارنا بھی بڑی چیز ہے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا طلب کے ساتھ ان شاء اللہ ضرور ہدایت ہو گی۔

خشکی لب ہست پیغامے ز آب	کہ بمات آرد یقین این اضطراب
ہونٹوں کی خشکی پانی کا ایک پیام ہے	کہ یقیناً یہ اضطراب تجھے ہم تک لے آئے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لب کی خشکی پانی کا پیغام ہے کہ (اے طالب) یہ اضطراب تجھے ہم تک یقیناً لاوے گا۔

کایں طلبگاری مبارک جنبشے است	ایں طلب در راہ حق مانع کشے است
کہ یہ طلب بابرکت حرکت ہے	حق کے راستہ میں یہ طلب موانع کو ختم کردینے والی ہے

یعنی کہ یہ طلبگاری ایک مبارک حرکت ہے اور راہ حق میں یہ طلب مانع کش ہے (جب طلب ہوتی ہے تمام موانع مرتفع ہوجاتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے)

ایں طلب مفتاح مطلوبات تست	ایں سپاہ نصرت و روایات تست
یہ طلب تیرے مطلوبوں کی کنجی ہے	یہ (طلب) تیری کامیابی کے سپاہی اور جھنڈے ہیں

یعنی یہ طلب تمہاری مطلوبات کی مفتاح ہے اور یہ تمہاری نصرت کی سپاہ اور (فتح کے) جھنڈے ہیں۔

ایں طلب ہمچوں خروسے در صیاح	میزند نعرہ کہ مے آید صباح
یہ طلب' مرغ کی طرح چیخنے میں ہے	(اور) نعرہ لگا رہی ہے کہ صبح آنے والی ہے

یعنی یہ طلب مثل ایک خروس کے چیخنے میں نعرہ مار رہی ہے کہ صبح آتی ہے یعنی کہ جس طرح کہ مرغ آواز کرتا ہے اور اس سے صبح کی آمد معلوم ہوتی ہے اسی طرح اس طلب سے معلوم ہوتا ہے کہ صبح کامیابی نمودار ہونے والی ہے۔

گرچہ آلت نیستت تو می طلب	نیست آلت حاجت اندر راہ رب
خواہ وسائل نہ ہوں تو طلب کر	اللہ کے راستہ میں وسائل کی ضرورت نہیں ہے

یعنی اگرچہ تمہارے پاس آلہ نہیں ہے تو تم طلب کرتے ہو کہ راہ رب میں آلہ کی حاجت نہیں ہے مطلب یہ کہ اگرچہ تمہارے پاس سامان نہ ہوں تم صرف طلب میں رہو کہ ان شاء اللہ اسی سے کام بن جاوے گا۔اب بعض ایسے ہیں جو کہ طلب بھی پیدا نہیں کرسکتے تو ان کے لئے ایک اور تدبیر فرماتے ہیں کہ۔

ہر کرا بینی طلبگارائے پسر	یار اوشو پیش او انداز سر
اے بیٹا! تو جس کو طلب گار دیکھے	اس کا دوست بن جا (اور) اس کے سامنے سر رکھ دے

یعنی اے صاحبزادے جسے تم طلبگار دیکھو اس کے ساتھی ہو جاؤ اور اس کے سامنے سر ڈال دو۔مطلب یہ کہ اگر خود طلب پیدا نہیں کرسکتے تو طالبوں کی خدمت میں رہو کہ اسی سے ان شاء اللہ فلاح نصیب ہوگی۔آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ۔

کز جوار طالبان طالب شوی	وز ظلال غالبان غالب شوی
طلبگاروں کے قرب سے تو طلبگار بن جائے گا	اور (نفس پر) غالب لوگوں کے سایہ سے تو غالب بن جائیگا

یعنی طالبین کے جوار سے طالب بن جاؤ گے اور غالبین کے سایہ سے غالب ہوجاؤ گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر یکے مورے سلیمانے بجست	منگر اندر جستن او سست سست
اگر ایک چیونٹی سلیمان کی جستجو کرے	تو اس کی جستجو کو حقارت سے نہ دیکھ

یعنی اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو طلب کرے تو اس کی طلب میں سست سست مت دیکھو یعنی اگر کوئی ضعیف آدمی طالب حق ہو تو اس کو ضعیف سمجھ کر یہ مت سمجھو کہ یہ کیا طالب ہوگا بلکہ اس کو بھی طالب سمجھو ممکن ہے کہ وہ بڑے پایہ کا شخص ہو۔ پس اول تو طلب خود حاصل کرو اور اگر خود طلب پیدا نہ کر سکو تو طالبوں کی خدمت میں رہو اسی سے امید نفع کی ہے آگے طلب کی برکت بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ داری توز مال و پیشۂ	نے طلب بود اول و اندیشۂ
جو کچھ بھی تو مال اور ہنر رکھتا ہے	کیا وہ ابتدا میں جستجو اور فکر نہ تھا؟

یعنی تم جو اس وقت مال اور پیشہ رکھتے ہو تو کیا یہ اول ایک طلب اور ایک خیال نہ تھا۔ اور آج وہی مال و دولت کی صورت میں ہے تو اسی طرح اگر تم طلب لگالو گے تو ان شاء اللہ ایک روز گنج مقصود تک پہنچ جاؤ گے اب یہاں بعض بزرگوں کے قصے پڑھنے والوں کو شبہ ہوا کہ یہ تو کہتے ہیں کہ بے طلب اور مجاہدہ کے ملتا ہی نہیں حالانکہ بعض کو مل گیا جیسا کہ بزرگوں کے قصوں سے معلوم ہوتا ہے مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

گر یکے گنجے بیابد نادر است	ور باشد از طلب ہم قاصر است
اگر کوئی خزانہ (اچانک) پالے تو یہ نادر ہے	اگر وہ طلب سے رک جائے تو کوتاہی کرنے والا ہے

یعنی اگر کوئی ایک خزانہ پالے تو یہ نادر ہے اور اگر یہ شخص طلب سے ٹھہر جاوے تو قاصر ہے مطلب یہ کہ اول تو اس طرح مل جانا بہت ہی نادر ہے اور اگر کسی کو مل جاوے اور پھر وہ طلب نہ کرے تو انجام یہ ہوگا کہ اس کو بھی کھو بیٹھے گا۔ اس لئے کہ بزرگوں کی توجہ سے جس کو حاصل ہوا ہے صرف قوت اور استعداد حاصل ہو جاتی ہے۔ باقی قرب حق حاصل نہیں ہوتا قرب ہمیشہ حاصل ہوتا ہے کام کرنے سے تو فرماتے ہیں کہ جس کو مل گیا ہے اس نے بھی آخر طلب ہی کی ہے اور اگر اس نے طلب چھوڑ دی تو وہی قاصر رہ گیا لہذا چاہئے کہ انسان خود طلب کرے اور ایسے حضرات کا ایک جواب یہ بھی ہے کہ ان کو تو دیکھا کہ جن کو بلا طلب کے مل گیا ہے اگر چہ وہ دو چار ہی تھے مگر ان پر تو نظر گئی اور ان لاکھوں کو نہ دیکھا کہ جو طلب اور مجاہدہ ریاضت کر کے ہی واصل ہوئے ہیں سخت افسوس کی بات ہے۔ اور کس قدر کم ہمتی کی بات ہے کہ ان پر نظر گئی اور ان پر نہ گئی اور یاد رہے اکثر جن کو ایسا ہوا ہے ان کو جنون ہو جاتا ہے مر جاتے ہیں اس لئے کہ وہ ایک دم سے تحمل نہیں کر سکتے۔ ان کی ایسی مثال ہو جاتی ہے جیسے کہ کسی برتن میں اس کی گنجائش سے زائد چیز بھری جاوے۔ تو یقیناً وہ پھٹ جاوے گا۔ تو اسی طرح جب ان میں ایک مرتبہ ہی وہ استعداد بھری جاتی ہے تو ان کو یا تو جنون ہو جاتا ہے یا مر جاتے ہیں اور جن کو ایسا نہیں ہوا جیسے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مثلاً شاہ بھیک صاحب وغیرہ تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ حضرات پہلے سے مجاہدات و ریاضات کئے ہوئے ہوتے ہیں بس صرف ایک نظر کی دیر ہوتی ہے کہ فضل ہو جاتا ہے اور فضل ہمیشہ ایک لمحہ ہی میں ہوتا ہے اس کے مقدمات بیشک پہلے سے ممہد کئے جاتے ہیں بس یاد رکھو کہ بے طلب کے کسی کو قرب و وصول نہیں ہوا ہے اور طلب سے جس نے چاہا واصل و مقرب بن گیا ہے اسی کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ چیزے جست بیشک یافت او	چون بجد اندر طلب بشتافت او
جس نے کسی چیز کی طلب کی یقیناً اس کو ملی ہے	جبکہ محنت سے وہ طلب میں دوڑا ہے

یعنی جس کسی نے کوئی چیز تلاش کی بیشک اس نے پالی جبکہ کوشش سے طلب میں دوڑا یعنی ایک قاعدہ کلیہ بتاتے ہیں کہ جس نے جب کچھ طلب کیا ضرور اس کو پالیا۔

چون نہادی در طلب پا اے پسر	یافتی و شد میسر بے خطر
اے بیٹا! جبکہ تو نے جستجو میں قدم رکھا	تو نے (مطلوب) پا لیا اور وہ بلاخطرہ کے مل گیا

یعنی اے صاحبزادے جب تو نے (کسی شے کی) طلب میں پاؤں رکھا تو اس کو پالیا ہے اور وہ بے خطر کے میسر ہو گئی ہے۔

ہیں مباش اے خواجہ یکدم بے طلب	تا بیابے ہرچہ خواہے بے تعب
اے خواجہ! کسی وقت بھی بغیر جستجو کے نہ رہ	(اس خیال سے) کہ تو جو چاہے گا بغیر مشقت کے پالے گا

یعنی اے خواجہ ایک دم بے طلب کے مت رہو۔ تاکہ جو تم چاہتے ہو اس کو بے تعب کے پالو۔

عاقبت جوینده یا بنده بود	چونکہ در خدمت شتابنده بود
جستجو کرنے والا، بالآخر پا جانے والا ہوتا ہے	چونکہ (مطلوب کی) خدمت میں (پہنچنے کے لئے) دوڑنے والا ہوتا ہے

یعنی آخر کار تلاش کرنے والا پانے والا ہوتا ہے چونکہ وہ طلب میں دوڑنے والا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ طالب چونکہ طلب میں کوشاں ہوتا ہے تو مطلوب اس کو مل ہی جاتا ہے۔

در طلب چالاک شو این فتحباب	مے طلب واللہ اعلم بالصواب
طلب میں تیز رو بن اس سے فتح یاب	طلب کر اور خدا بہتر جانتا ہے

یعنی طلب میں چست و چالاک رہ اور اس فتحباب کو طلب کر واللہ اعلم بالصواب۔ یعنی قرب حق کے باب کے فتح کو طلب کر اور اس میں کوشاں رہ تاکہ ایک روز حاصل ہو جاوے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شخص روز و شب دعا کیا کرتا تھا کہ یاالٰہی مجھے امیر کر دے۔ مگر مجھے کمانا نہ پڑے اسی طرح اس کو ایک مدت گزر گئی اتفاق سے ایک روز وہ بیٹھا ہوا تھا تو گھر میں ایک گائے گھس آئی اس نے اس کو ذبح کر لیا اور کھا گیا قاضی کے یہاں اس کا مقدمہ گیا۔ تفتیش ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ گائے اسی کی تھی اور اس کے باپ کا ایک غلام تھا اس نے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کے باپ کو قتل کر کے اس کا مال سب چھین لیا تھا اور یہ مفلس رہ گیا تھا اسی مال میں سے خریدی ہوئی وہ گائے تھی تو دیکھو اس نے اور کچھ تو کیا نہیں مگر اس کو طلب تھی تو سب کچھ مل گیا یہ لگا رہا طلب کو چھوڑا نہیں بس اسی طرح تم لگ لپٹ کر کام کرو تو جوئندہ یابندہ بود کے مصداق ہو جاؤ گے۔ اب حکایت سنو۔

شرح مبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اچھا اب مضمون بالا کی تائید کے لئے ایک قصہ سنو ایک شخص کو اس کے معشوق نے اپنے پاس بٹھلایا تو اس نے خط نکالا اور اس کو پڑھ کر سنانے لگا۔ اس خط کے اندر عشقیہ اشعار تھے اور بہت کچھ تعریف و توصیف تھی اپنی خستگی اور بیچارگی کا اظہار تھا بہت کچھ منت وسماجت تھی اور اپنے رونے پیٹنے نالہ وفغاں رنج والم کا بیان تھا اپنی ذلت اور اپنوں اور بیگانوں سے بے تعلقی ظاہر کی تھی اپنے زمانہ مفارقت کا بیان کیا تھا اور مصائب ہجر ذکر کئے تھے اپنے پیغاموں اور قاصدوں کا بھی ذکر کیا تھا غرض کہ رطب دیا بس بہت کچھ تحریر کیا تھا۔ وہ یہ خط اپنے محبوب کے استمالت خاطر وجلب رحم کے لئے اس کو سنا رہا تھا۔ حتیٰ کہ یہ مضمون بہت لمبا ہو گیا اور بہت دیر ہو گئی اس پر اس معشوق نے دق ہو کر کہا کہ تم نے جو کچھ کیا اگر میرے لئے کیا تو میں تمہارے پاس موجود ہوں اور تمہارا مدعا حاصل ہے پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارا کیا مقصد ہے۔ وصل کی حالت میں اس خرافات کا اعادہ محض تضیع اوقات ہے آپ ذرا غور تو کریں کہ میں آپ کے پاس موجود ہوں اور آپ خط پڑھ رہے ہیں۔ عاشقوں کی تو یہ باتیں نہیں ہوتیں۔ آپ کیسے عاشق ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ بیشک آپ میرے سامنے تشریف فرما ہیں مگر پورے طور پر میرا مدعا حاصل نہیں کیونکہ گو اس وقت مجھے وصل حاصل ہے لیکن اس وصل میں میں آپ کی وہ دلفریبیاں اور دلربائیاں' ناز وانداز' ادائیں اور غمزے نہیں دیکھتا۔ جو پارسال کے وصل میں تھیں۔ لہذا میں چاہتا ہوں کہ اس وقت بھی وہی باتیں ہوں جو اس وصل میں تھیں۔ تاکہ لذت تامہ حاصل ہو اور میرا مدعا پورے طور پر حاصل ہو۔ میں نے پارسال آپ کی خوبیوں سے بہت کچھ حظ حاصل کیا تھا اور ان سے آنکھوں کو اور دل کو بہت ہی محظوظ کیا تھا۔ لیکن میں ان خوبیوں کا سرچشمہ تو دیکھ رہا ہوں مگر وہ خوبیاں نہیں ہیں۔ نہیں معلوم وہ کیا ہوئیں۔ اور کس غارتگر نے انہیں کھو دیا۔ اس نے جواب دیا کہ بس معلوم ہوا کہ آپ کا معشوق میں نہیں ہوں۔ بلکہ کوئی اور شے ہے اور میرے ذریعہ سے اس مطلوب تک پہنچنا مقصود ہے۔ مگر میں کہے دیتا ہوں کہ مجھ میں اور آپ کے مطلوب میں بہت بعد ہے میں اگر بلغار میں ہوں تو وہ قتو (شہر یا ملک) میں ہے بس میرے ذریعہ سے اس کو حاصل کرنا ناممکن ہے یعنی آپ بالعرض مجھ پر اور بالذات میری خوبی پر عاشق ہیں اور وہ آپ کی مطلوب خوبی میرے امکان سے باہر ہے اس لئے کہ آپ کو وہ ادائیں اور دلفریبیاں من حیث الذات مطلوب تھیں بلکہ من حیث کونہا ملذۃ ومطربۃ مطلوب ہیں اور احوال عاشق مختلف ہوتے ہیں کبھی ایک ادا دلفریب ہوتی ہے اور کبھی دوسری اور

www.besturdubooks.wordpress.com

حتیٰ کہ کبھی ظلم پسند ہوتا ہے اور رحم ناپسند اور وہ یوں کہتا ہے۔

محو جفا ستم کش الطاف کب ہوا رحم اس کو میرے حال پہ آیا غضب ہوا

اور کبھی رحم پسند ہوتا ہے اور کہتا ہے۔

بیدم سا پڑا تھا کوئی اس کوچہ میں اس نے دروازہ پہ آ جھانک کے دیکھا جو کہیں یہ
اس رحم کے صدقے وہیں گھبرا کے کہا ہاں جا کر کوئی دیکھو کہیں مومن تو نہیں یہ

کبھی اختلاط غیر کا احتمال بھی تکلیف دیتا ہے اور کہتا ہے۔

کیا خوش ہوں کوئی غیر میں گر نقش پا نہ ہو وہ شوخ جانتا ہوں کہ ثابت قدم نہیں

اور کبھی اس کی طرف التفات کو عدم التفات کی علامت قرار دیکر اپنی طرف عدم التفات پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے۔

یاد سہوا اسے اے غیر ہے نسیان عمداً یاد رکھ بھول گیا جس کو وہی یاد رہا

یہ اتار چڑھاؤ تو عاشق کی طبیعت کا ہے اب معشوق کی طرف دیکھو کہ اس کے بیساختہ پن اور تصنع میں بھی فرق ہوتا ہے کہ جو بات اس کے بیساختہ پن میں ہے وہ تصنع میں نہیں۔ لہذا میں عرض داشت پر کوئی توجہ نہیں کر سکتا نیز جبکہ میں اور میرے احوال خاصۂ ہر دو آپ کے مطلوب ہیں گو جہتیں مختلف ہیں۔ پس میں آپ کا مطلوب تام نہ ہوا بلکہ جزو مطلوب ہوا۔ بلکہ آپ کے مطلوب کا گھر ہوا۔ مطلوب نہ ہوا۔ اور آپ کا عشق مال پر ہوا صندوق پر نہ ہوا۔ کیونکہ معشوق کئی تہ رکھنے والے کپڑے کی طرح نہیں ہوتا جس کی ایک تہ مبداء اور دوسری منتہےٰ ہوتی ہے۔ بلکہ وہ اکہرے کپڑے کی مثل ہوتا ہے کہ اسکا مبداء و منتہےٰ خود وہی ہی ہوتا ہے یعنی معشوق ذو جہتین نہیں ہوتا کہ ظاہر میں خود مطلوب ہو اور باطن میں کچھ اور بلکہ اس کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ جب وہ مل جاوے تو طلب کا خاتمہ ہو جاوے۔ اور ظاہراً بھی وہی مطلوب ہو۔ اور باطناً بھی وہی۔ اور آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مجھ میں یہ بات نہیں لہذا ثابت ہوا کہ میں آپ کا معشوق نہیں۔ اس مقام پر اتنی بات اور سمجھ لینی چاہئے کہ جب وہ عاشق محبوب کی اداؤں اور دلفریبیوں پر من حیث کونہا ملذۃ و مطربۃ عاشق تھا تو در حقیقت وہ خود اپنے حال پر عاشق تھا۔ لہذا اس کے معشوق کے اندر تین تہیں تھیں۔ اول ذات محبوب' دوسری احوال محبوب' تیسری خود اپنے احوال' معشوق نے تیسری تہ کو دوسری تہ میں مندرج کر دیا اور اس کی طرف۔

عاشقی تو برمن بر حالتے حالت اندر دست نبود اے فتے

سے اشارہ کر دیا ہے اور ہم نے اس کی شرح میں اس پر تنبیہ بھی کر دی ہے اور اب اس کو تصریحاً بھی بیان کر دیا ہے۔ جب یہ امر واضح ہو گیا تو اب سنو مولانا فرماتے ہیں کہ جو حالت عشق مجازی میں اس عاشق کی تھی وہ حالت عشق الٰہی میں عارف کامل کی نہیں ہوتی۔ اور عارف کامل جس کو حاکم احوال کہنا چاہئے حال کا پابند نہیں ہوتا بلکہ زمانہ جو تقلیب احوال میں ید طولیٰ اور مہارت تامہ رکھتا ہے اس کا غلام ہوتا ہے اور اس پر حاکم ہو کر اس کے اندر تغیر نہیں پیدا کر سکتا اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو حال کو حکم کرتا ہے اور مخاطبین پر فوراً ایک خاص حال طاری ہو جاتا ہے یا

www.besturdubooks.wordpress.com

یوں کہو کہ جب وہ گفتگو کرتا ہے تو اس کے مناسب حال کو طاری ہو جانے کا حکم کرتا ہے اور وہ حال اس پر فوراً طاری ہو جاتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے تو کندۂ ناتراش لوگوں کو جو کہ جمادات سے مشابہ ہیں اور اس لئے سراسر جسم کہلانے کے مستحق ہیں آدمی بنا دیتا ہے اور ایسا کر دیتا ہے کہ گویا ان میں جسمانیت ہے ہی نہیں اور بالکل روح ہی روح ہے اور جو شخص پابند حال ہو اور حال کا طالب ہو کر منتظر بیٹھا ہو وہ منتہی نہیں بلکہ ناقص ہے اور عارف کامل خود تو کیا منتظر حال ہوتا اس کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ وہ اپنے دست تصرف سے احوال ناقصہ کو احوال کاملہ بناتا ہے اور جب ہاتھ ہلاتا ہے تو شراب باوجودیکہ مست کن ہے خود مست ہو جاتی ہے ہر چند کہ موت تلخ ہے لیکن اگر وہ چاہے تو اس کو شیریں اور مرغوب بنا دے اور خار ونشتر باوجودیکہ موذی ہیں مگر وہ چاہے تو نرگس ونسرین کی طرح مفرح ومنشط ہو جائیں وہ حال کا بادشاہ ہوتا ہے اور احوال اس کے تابع فرمان ہیں وہ اوروں کی طرح حال اور کشش سے محروم نہیں ہوتا اس لئے اس کا طالب و منتظر بھی نہیں ہوتا۔ جو لوگ پابند احوال اور اس کے طالب ومنتظر ہوتے ہیں وہ انسانیت سے نہیں نکلے اور فنافی الحق ہو کر صفات الٰہیہ کے ساتھ موصوف نہیں ہوئے۔ اس لئے کہ ان میں ابھی تک ایک صفت نقصان یعنی تغیر وتلون اور کبھی گھٹنا کبھی بڑھنا موجود ہے چنانچہ مثل مشہور ہے کہ صوفی ابن الوقت اور تابع حال ہوتا ہے سو یہ انہیں ناقص صوفیوں کی حالت ہے رہے وہ صوفی جو کدورات بشریہ وظلمات نفسانیہ سے پاک صاف ہیں سو وہ وقت حال سے بے فکر ہیں یہ تو احوال کے کیا پابند ہوئے احوال خود ان کی فکر ورائے کے پابند ہیں کہ جب تک یہ نہ چاہیں کوئی حال طاری نہیں ہو سکتا اور جب یہ چاہیں تو پھر رک نہیں سکتا۔ لہٰذا یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ انہیں کے دم حیات بخش مثل دم مسیح کے بدولت زندہ ہیں۔ ہاں تو اس معشوق نے اپنے عاشق سے کہا کہ تو حال پر عاشق ہے مجھ پر عاشق نہیں۔ کیونکہ جب مجھ میں وہ حال موجود ہوتا ہے تو میں تجھے اچھا معلوم ہوتا ہوں اور تو میرا طالب ہوتا ہے اور جب نہیں ہوتا تو میں تجھے پسند نہیں آتا اور تو اس حال کے لئے بے چین ہوتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ مجھ سے جو کچھ تعلق اور میری جو کچھ طلب ہے وہ بتوقع حال ہے اور اسی کی امید پر تو مجھے لپٹتا ہے معشوق کے اس بیان سے معلوم ہوا کہ کبھی وہ ناقص ہوتا ہے کبھی کامل کبھی اس میں دلبری کی صفت موجود ہوتی ہے کبھی نہیں کبھی وہ پسندیدہ ہوتا ہے کبھی ناپسندیدہ کبھی پانی کی طرح دل ٹھنڈا کرتا ہے اور مرغوب ہوتا ہے اور کبھی آگ کی طرح دل جلاتا اور قابل نفرت ہوتا ہے پس سمجھو کہ جو کبھی ناقص اور کبھی کامل ہو وہ فانی ہے معبود خلیل یعنی مقصود طالب حق اور مطلوب اہل کمال نہیں اور جو پانی اور متغیر الاحوال ہو وہ دلبر اور اس قابل نہیں کہ اس کو محبوب بنایا جاوے چنانچہ حضرت خلیل اللہ فرماتے ہیں لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ اور جو کبھی پسندیدہ اور کبھی ناپسندیدہ ہو اور کبھی پانی کی طرح دل ٹھنڈا کرنے والا اور مرغوب ہو اور کبھی آگ کی طرح دل جلانے والا اور نامرغوب ہو وہ ماہ اور حسن ذاتی رکھنے والا نہیں بلکہ برج ماہ اور حسن عارضی رکھتا ہے وہ صورت بت ہے اور اپنے اندر صفت علم جو کمال ہے نہیں رکھتا پس ایسے کو مطلوب اور مقصود بنانا طالب حق کی ہرگز شایاں نہیں بلکہ مطلوب اس کو بنانا چاہئے جو افول وتغیر احوال بلکہ جملہ نقائص سے منزہ اور جمیع کمالات کے ساتھ موصوف ہو اور کبھی بھی ناپسند نہ ہو بلکہ ہمیشہ پسندیدہ ہو اور کبھی بھی نامرغوب نہ ہو بلکہ ہمیشہ مرغوب ہو۔ اب سمجھو کہ طالبان حق کی دو شانیں ہوئی ہیں بعض تو عاشق مجازی کی طرح خام ہوتے ہیں اور بعض

www.besturdubooks.wordpress.com

پختہ چنانچہ صوفی طالب صفا چونکہ تابع وقت ہوتا ہے اس لئے وہ وقت وحال ہی کو مضبوط پکڑے ہوتا ہے اور اسی کو مقصود سمجھتا ہے یہ تو اس عاشق مجازی کی طرح خام اور ناقص ہے لیکن جو لوگ کدورات بشریہ و ظلمات نفسانیہ سے پاک ہوتے ہیں وہ عشق حق سبحانہ میں غرق ہوتے ہیں اور کسی کے تابع و پابند نہیں ہوتے بلکہ وہ اوقات و احوال سے بے فکر ہوتے ہیں۔ وہ اس نور میں غرق ہوتے ہیں جو کسی سے پیدا نہیں ہوا اور لم یلد ولم یولد شان حق سبحانہ ہے لہذا وہ نور حق سبحانہ میں مستغرق ہوتے ہیں پھر نبوت وقت کا وہاں کیا گزر ہو سکتا ہے صنف اول کی طرح یہ حضرات خام نہیں ہوتے بلکہ یہ حضرات پختگان عشق ہیں پس اگر تم میں حیات موجود ہے اور ادراک و احساس رکھتے ہو اور جمادات کی طرح بے حس نہیں ہو تو ایسا عشق اختیار کرو اور اگر عاشق مجازی یا پہلی قسم کے عاشق خدا بنے تو یاد رکھو کہ اوقات مختلفہ کی غلامی کرنی پڑے گی اور ہر وقت اور ہر حال تم پر جداگانہ حکومت کرے گا اور تم اس ست مخصی ملازمت سے ہمیشہ پریشان رہو گے پس تم کو چاہئے کہ وحدہ لاشریک کے ہو رہو اس میں سکون ہی سکون ہے پریشانی کا نام نہیں تو اپنی بھلائی برائی پر نظر نہ کرنا اور یہ نہ خیال کرنا کہ میرا کیا منہ ہے کہ میں طالب حق سبحانہ بنوں بلکہ تو یہ دیکھنا کہ یہ دولت عشق الٰہی کیسی عجیب ہے اور مطلوب کیسا پاکیزہ اور کس قدر دلربا ہے۔

عابد فریب شوخی و رغبت فزا نگاہ میں کیا کسی سے صبر تجھے دیکھ کر نہ ہو

خبردار تو یہ نہ دیکھنا کہ میں مفلس و قلاش ہوں یا ضعیف و ناتواں ہوں بلکہ تو اپنی ہمت عالی پر نظر کرنا جو تجھ کو اس طلب کے لئے عطا ہوئی ہے اور خواہ تیری کچھ ہی حالت کیوں نہ ہو طلب کرتے رہنا تو پیاسا ہے پس تو ہمیشہ پانی کو طلب کرتے رہنا اور یہ خیال بھی نہ کرنا کہ مجھے پانی نہ ملے گا اس لئے کہ ہونٹوں کی خشکی اور تیری طلب کہہ رہی ہے کہ تیرے ہونٹوں کی رسائی پانی کے چشمہ تک ہوگی اور تو کبھی نہ کبھی دیر یا سویر وصال مطلوب سے کامیاب ہوگا کیونکہ یہ تیرے ہونٹوں کی خشکی اور تیری طلب پانی (حق سبحانہ) کی طرف سے تیرے لئے اس امر کا پیغام اور مژدہ ہے کہ یہ تیری بے چینی ایک روز تجھے ہم تک پہنچا کے رہے گی کیونکہ یہ طلب ہی ایک مبارک حرکت ہے اور راہ حق میں یہ طلب ہی تمام رکاوٹوں کو دور کرنے والی ہے۔ یہ طلب تیرے مقاصد کی کنجی ہے اور یہی تیری فتح کے لئے فوج اور جھنڈے ہیں تو اس خشکی اور طلب کو ایسا سمجھنا جیسا بارات کو مرغ کی اذان کہ وہ صبح کی آمد کا اعلان ہوتا ہے مانا کہ تیرے پاس سامان طلب نہیں مگر تو پریشان نہ ہو بلکہ طلب کئے جا حق سبحانہ کے راستہ کو طے کرنے کے لئے سامان سفر کی ضرورت نہیں۔

داد حق را قابلیت شرط نیست بلکہ شرط قابلیت داد اوست

اور بھی تجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا تو اتنا ہی کرتا کہ جس کو تو اس راہ کا طالب دیکھے اس کا رفیق بن جا اور اپنے کو اس کے حوالہ کر دے کیونکہ خربوزہ کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے ان طالبین کے زیر سایہ تو بھی طالب ہو جاوے گا۔ اور ان غالبین نفس و شیطان کے سایہ میں رہ کر تو بھی غالب ہو جاوے گا۔ یاد رکھ کہ اگر کوئی چیونٹی سلیمان کو تلاش کرے تو اس کو نظر حقارت سے نہ دیکھنا چاہئے۔ بلکہ اس کی عالی ہمتی کی داد دینا چاہئے۔ پس تو اپنی طلب کو بھی اس چیونٹی کی طلب کے

www.besturdubooks.wordpress.com

مشابہ سمجھ کر حقیر نہ سمجھنا اس لئے کہ طلب بڑی چیز ہے دیکھو تو سہی جو کچھ دولت یا ہنر تیرے پاس اس وقت موجود ہے ان سے پہلے کیا تھا۔ طلب اور خیال ہی تو تھا اسی طلب اور خیال کی برکت ہے کہ آج تو دولتمند اور صاحب کمال بنا بیٹھا ہے پس تو طلب کو حقیر سمجھ کر چھوڑ نہ بیٹھنا اور یہ نہ سمجھنا کہ جو کچھ ملتا ہو گا خود ہی مل رہے گا۔ کیونکہ بے طلب کے کسی کو خزانہ مل جانا شاذ و نادر ہوتا ہے ظاہر تو یہ ہے کہ طلب نہ ہونے کی صورت میں دولت سے تو محرومی لازمی ہی طلب دولت سے محرومی کا اور اضافہ ہو جائے گا۔ طلب کو فضول سمجھنا سراسر حماقت ہے۔ کیونکہ من جد وجد جو طلب کرتا ہے تو جبکہ وہ اس میں سرگرم ہوتا ہے اس کو ملتا بھی ضرور ہے۔ پس جب تم طالب بن جاؤ گے تو مطلوب تمہارے لئے ضرور آسان ہو جاوے گا اور ایک روز مل بھی جاوے گا۔ لہذا کسی وقت بھی تم کو بے طلب نہ رہنا چاہئے اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مطلوب تم کو مل جاوے گا کیونکہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ کوئی شخص کسی مطلوب کو ڈھونڈتا ہے تو جبکہ وہ اس کام میں سرگرم ہو بالآخر اس کو مل ہی جاتا ہے پس ہمت نہ ہارو اور طلب میں چست ہو کر فائض المرام ہو خلاصہ یہ ہے کہ طلب کرواتنا تو ہم جانتے ہیں باقی ٹھیک بات کو خدا ہی زیادہ جانتا ہے اب ہم ایک قصہ سناتے ہیں جس سے تم کو طلب اور دعا کا ثمرہ اور نتیجہ ظاہر ہو۔

شرح شبّیری

حکایت اس شخص کی کہ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں رات دن یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے اللہ مجھے حلال روزی بے رنج وکسب کے عنایت فرما

آن یکے در عہد داؤدؑ نبی	نزد ہر دانا و پیش ہر غبی
ایک شخص داؤدؑ نبی کے زمانے میں	ہر عقلمند کے پاس اور ہر غبی کے سامنے
این دعامے کرد دائم کاے خدا	ثروتے بے رنج روزی کن مرا
ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا کہ اے خدا	بغیر محنت کے مجھے مالداری عطا فرما دے

یعنی ایک شخص حضرت داؤدؑ نبی کے زمانہ میں ہر دانا اور ہر نادان کے سامنے یہ دعا کیا کرتا تھا کہ اے خدا مجھے بے محنت کے امیری عنایت فرما دے اور کہا کرتا تھا کہ۔

چون مرا تو آفریدی کاہلے	زخم خوارے سست جنبلے منبلے
جبکہ تونے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے	(اور) مار کھانے والا کمزور پہلو والا ناکارہ

یعنی جبکہ آپ نے مجھے کاہل اور زخم خوار اور سست اور بے حس پیدا فرمایا ہے۔

برخران پشت ریش نامراد	بار اسپان و اشتران نتوان نہاد
نامراد زخمی کمر گدھوں پر	گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جا سکتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی زخمی کروالے گدھوں نامراد پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں رکھ سکتے ہیں۔

کاہلم چون آفریدی ای ملی	روزیم ده هم زراه کاہلی
اے بے نیاز جبکہ تونے مجھے کاہل پیدا فرمایا ہے	مجھے روزی بھی کاہلی کے راستے سے عطا فرما

یعنی اے غنی جبکہ تونے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو کاہلی ہی کی راہ سے مجھے روزی بھی عنایت فرما۔

کاہلم من سایہ خسپم در وجود	خفتم اندر سایہ افضال وجود
میں کاہل ' زندگی بھر سایہ میں سویا ہوں	مہربانیوں اور سخاوت کے سایہ میں سویا ہوں

یعنی میں کاہل ہوں اور زندگی میں سایہ میں سونے والا ہوں (یعنی آرام طلب ہوں) تو اب میں آپ کے افضال وجود کے سایہ میں سوتا ہوں۔

کاہلان و سایہ خسپاں را مگر	روزی بنوشتۂ نوح دگر
کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے شاید	تونے دوسری ہی طرح کی روزی مقدر کی ہے

یعنی کاہلوں اور آرام طلبوں کے لئے شاید آپ نے کسی دوسری طرح روزی دینا رکھا ہوگا (بس اسی طرح مجھے بھی عنایت فرما)

ہر کرا پالیست جوید روزیۓ	ہر کرا پانیست کن دل سوزیۓ
جس کے پاؤں ہیں وہ روزی تلاش کرتا ہے	جس کے پاؤں نہیں ہیں اس پر رحم فرما

یعنی جس کے پاؤں ہیں وہ تو روزی کو تلاش کرتا ہے اور جس کے پاؤں نہیں اس کی آپ دلسوزی کیجئے۔

رزق را میران بسوۓ آں حزین	ابر را باران بسوۓ ہر زمین
اس غمگین کی طرف روزی بھیج	ہر زمین کی جانب ابر کو پہنچا

یعنی اس کاہل غمگین کی طرف آپ رزق کو چلایۓ اور ابر کو ہر زمین کی طرف برسایۓ (اس لئے کہ یہ خود کچھ نہیں کر سکتے۔ آگے مثالیں ہیں کہ)

چون زمین را پا نباشد جود تو	ابر را راند بسوۓ اود و تو
چونکہ زمین کے پاؤں نہیں ہیں تیری سخاوت	ابر کو تہ بہ تہ اس کی طرف لے جاتی ہے

یعنی جبکہ زمین کے پاؤں نہیں ہوتے تو تیرا جود ابر کو اس کی طرف مکرر سکرر چلاتا ہے۔

طفل را چون پا نباشد مادرش	آید و ریزد وظیفہ برسرش
بچہ کے چونکہ پاؤں نہیں ہوتے (اس لئے) اس کی ماں	آتی ہے اور غذا اس کے سر پر بہاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی طفل کے جب پاؤں نہیں ہوتے تو اس کی ماں آتی ہے اور خوراک اس کے سر پر ڈال دیتی ہے یعنی خود اس کو دودھ آ کر پلاتی ہے۔ بس اسی طرح مجھے بھی آپ بلا میری کوشش کے دیجئے۔

روزی خواہم بناگہ بے تعب	کہ ندارم من ز کوشش جز طلب
بغیر محنت کے اچانک روزی چاہتا ہوں	اس لئے کہ سوائے طلب کے میرے پاس اور کوئی کوشش نہیں ہے

یعنی میں روزی کا (اکٹھے) ایک دم سے بے تعب کے طالب ہوں کہ میں کوشش سے سوائے طلب کے اور کچھ نہیں رکھتا یعنی طلب تو ہے باقی اور کسب وغیرہ کر نہیں سکتا۔

مدتے بسیار میکرد این دعا	روز تا شب شب ہمہ شب تا ضحےٰ
بہت مدت تک یہ دعا کرتا رہا	دن سے رات تک تمام رات (بلکہ) چاشت کے وقت تک

یعنی ایک مدت کثیر تک وہ یہ دعا کرتا تھا دن سے رات تک اور ساری رات چاشت تک۔

خلق می خندید بر گفتار او	بر طمع خامے و بر پیکار او
اس کی باتوں پر لوگ ہنستے تھے	اس کے بیکار لالچ اور اس کی ہٹ پر

یعنی مخلوق اس کی بات پر ہنستی تھی اور اس کی خام طمعی پر اور اس کے اس اصرار پر۔

کہ چہ میگوید عجب این سست ریش	یا کسے دادست بنگ بیہشیش
کہ تعجب ہے یہ بیوقوف کیا کہتا ہے؟	کیا کسی نے اس کو بے ہوشی کی بھنگ پلا دی ہے

یعنی کہ یہ مسخرہ کیا عجب بات کہتا ہے یا اس کو کسی نے بیہوشی کی دوا دیدی ہے۔

راہ روزی کسب و رنج است و تعب	ہرگز این نادر نشد ور شد عجب
روزی کا راستہ کمانا' تکلیف برداشت کرنا اور تھکنا ہے	یہ انوکھی بات کبھی نہیں ہوئی اور اگر ہو تو تعجب ہے

یعنی روزی کی راہ تو کسب ہے اور رنج و تعب ہے اور یہ (جو یہ کہتا ہے یہ) نادر تو ہوا نہیں اور اگر ہوا ہو تو عجب ہے یعنی اگر ہوا ہے تو نادر اً ہو گیا مگر اس کو کہاں سے مل جاوے گا۔

ہر کسے را پیشۂ داد و طلب	از رہ کسب و طلب با رنج و تب
اللہ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور طلب دی	کمائی اور تھکن سرگرمی اور تکلیف کے راستہ سے

یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک پیشہ اور (ذریعہ) طلب راہ کسب اور طلب سے رنج و تب کے ساتھ دیا ہے۔ مطلب یہ کہ جس کو ملتا ہے سب کو کمانے سے اور کوشش کرنے سے ہی ملتا ہے۔

اطلبوا الارزاق من اسبابہا	وادخلو الاوطان من ابوابہا
رزقوں کو ان کے اسباب سے طلب کرو	وطنوں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی رزقوں کو اس کے اسباب سے طلب کرو اور گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو۔ دوسرے مصرعہ کا مضمون تو قرآن شریف سے ثابت ہے اور اول مصرعہ دوسری ادلہ سے ظاہر و باہر ہے کہ حق تعالیٰ نے تمام دنیا کے کارخانہ کو اسباب ہی پر رکھا ہے اگرچہ ان کی قدرت سب کچھ ہے مگر پھر بھی اسباب ہی سے کام چلتا ہے اور یہ کہتے تھے کہ۔

شاہ و سلطان و رسول حق کنوں	ہست داوٗد نبے ذوفنون
شاہ اور سلطان اور اللہ کے رسول اب	صاحب ہنر داوٗد نبی ہیں

یعنی بادشاہ اور سلطان اور رسول حق کہ اب یہ داوٗد نبی ذوفنون ہیں۔

ہست در فرمان او از وحش وطیر	در ہمہ روئے زمین اوراست سیر
وحشی جانور اور پرندے ان کے حکم میں ہیں	تمام روئے زمین پر ان کا دورہ ہے

یعنی ان کے حکم میں وحوش وطیور سب ہیں اور تمام روئے زمین میں ان کو سیر (حاصل) ہے۔

باچنان عزے ونازے کاندروست	کہ گزیدستش عنایتہائے دوست
اس عزت اور ناز کے باوجود جو ان میں ہے	کہ ان کو دوست (خدا) کی عنایتوں نے منتخب کر لیا ہے

یعنی باوجود ایسی عزت وناز کے جو کہ ان میں ہے کہ ان کو عنایتہائے حق نے برگزیدہ فرمایا ہے۔

معجزاتش بے شمار و بے عدد	موج بخشایش مدد اندر مدد
ان کے معجزے بے شمار اور ان گنت	ان پر بخشش کی موجیں پے در پے (ہیں)

یعنی ان کے معجزے بے شمار اور بے عدد ہیں اور ان کی بخشش کی موج زیادتی اندر زیادتی ہے۔

ہیچکس را خود ز آدم تا کنوں	کے بدست آواز ہمچون ارغنوں
کسی شخص کی آدم سے اب تک	آواز ارغنوں (باجا) کی طرح کب ہوئی ہے؟

یعنی آدم علیہ السلام سے اس وقت تک کسی شخص کے لئے ایسی ارغنون کی طرح آواز کب ہوتی ہے ارغنون ایک باجہ کا نام ہے مطلب یہ کہ ایسی نفیس آواز اور کس کو میسر ہے۔

کہ بہر وعظے بمیراند دویست	آدمے را صوت خوبش کردہ نیست
کہ ہر وعظ میں دو دو سو کو مار ڈالتے	انسان کو ان کی حسین آواز فنا کر دیتی

یعنی کہ ہر وعظ میں دو سو کو مار دیتے ہیں ان کی آواز خوب نے آدمیوں کو نیست کر دیا ہے۔

شیر و آہو جمع گردد آنزمان	سوئے تذکیرش مغفل این ازان
اس وقت شیر اور ہرن جمع ہو جاتے	ان کے وعظ میں (اور) یہ اس سے غافل

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس وقت شیر اور ہرن ان کے وعظ کی طرف جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے غافل ہوتا ہے یعنی آپس میں کوئی کسی کو گزند نہیں پہنچا سکتا اس لئے کہ ان کی آواز کو سن کر سب مست ہو جاتے ہیں۔

کوه و صحرا ہم رسائل بادمش	ہر دو اندر وقت دعوت محرمش
پہاڑ اور جنگل بھی ان کی آواز کے ہم آواز تھے	دونوں دعوت دینے کے وقت ان کے ہمراز تھے

یعنی پہاڑ اور جانوران کی آواز کے ساتھ ہم آواز ہیں اور دونوں بلانے کے وقت ان کے محرم ہیں۔

این دوصد چندان مراورا معجزات	نور رویش بے جہات و در جہات
یہ اور ایسے سینکڑوں معجزے ان کے تھے	ان کے چہرے کا نور بے جہت اور تمام جہتوں میں تھا

یعنی اس سے دوسو چندان کے معجزات اور نور رخ ان کا بے جہت تمام عالم میں ہے۔

باہمہ تمکین خدا روزی او	کردہ باشد بستہ اندر جستجو
تمام عزتوں کے باوجود اللہ (تعالیٰ) نے ان کی روزی	جستجو کے ساتھ وابستہ کی تھی

یعنی باوجود اس عزت کے حق تعالیٰ نے ان کی روزی کو جستجو میں ہی باندھ دیا ہے۔

بے زرہ بافی و رنج روزیش	مے نیاید باہمہ فیروزیش
زرہ بنانے اور تکلیف اٹھانے کے بغیر ان کی روزی	باوجود تمام نیک بختیوں کے حاصل نہیں ہوتی تھی

یعنی بے زرہ بافی کے اور رنج روزی ان کی نہیں آتی ہے باوجود اس بزرگی کے (جب یہ حالت ہے تو پھر)

اینچنین مخذول و واپس ماندۂ	خانہ کندہ دون و گردون راندۂ
ایسا ذلیل اور پچھڑا ہوا	خانہ ویران، کمینہ اور آسمان کا پھٹکارا ہوا

یعنی ایسا ذلیل اور واپس ماندہ اور خانہ خراب اور کمینہ اور گردوں کا نکالا ہوا۔

اینچنین مدبر ہمی خواہد کہ او	گنج یابد تارود پایش فرو
ایسا بدبخت یہی چاہتا ہے کہ وہ	خزانہ پالے یہاں تک کہ اس میں اس کا پاؤں دھنسے

یعنی یہ ایسا بدبخت چاہتا ہے کہ وہ اتنا خزانہ پاوے کہ اس کا پاؤں اس میں دھنس جاوے۔

ز احمقی خواہد کہ بے رنجیش زود	بے تجارت پرکند دامن زسود
حماقت کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بغیر تکلیف کے فوراً	(اور) بغیر کاروبار کئے نفع سے دامن بھر لے

یعنی احمقی کی وجہ سے چاہتا ہے کہ بلا کسی تکلیف کے جلدی سے بے تجارت کے دامن نفع سے بھر لے۔

اینچنین گیجے نیامد در جہاں	کہ برآید بر فلک بے نردبان
ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں ہوا (جو یہ کہے)	کہ میں آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایسا کوئی احمق دنیا میں نہیں آیا کہ آسمان پر بے زینہ کے چڑھتا ہے۔

ایں ہمی گفتش بہ تسخر نک بگیر	کہ رسیدت روزی و آمد بشیر
(کوئی) اس سے مذاق میں کہتا' یہ لے لے	کہ تیری روزی آ گئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا

یعنی کوئی اس سے مسخرہ پن سے یہ کہتا کہ لے تیری روزی پہنچ گئی اور خوشخبری دینے والا آ گیا۔

واں ہمی خندید مارا ہم بدہ	زانچہ یا بے ہدیہ اے سالاردہ
کوئی ہنستا کہ ہمیں بھی دینا	اے چودھری! اس عطیہ میں سے جو تجھے ملے

یعنی اور وہ دوسرا ہنستا کہ چودھری جی جو ہدیہ تم پاؤ گے ہمیں بھی دینا۔

او ازیں تشنیع مردم وین فسوس	کم نمے کرد از دعاؤ چاپلوس
وہ لوگوں کی اس طعنہ زنی اور ملامت سے	دعا اور خوشامد میں کمی نہ کرتا تھا

یعنی وہ لوگوں کے تشنیع سے اور مسخرہ پن سے دعا اور تضرع کم نہ کرتا تھا۔

تا کہ شد در شہر معروف شہیر	کوز انبان تہی جوید پنیر
یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف اور مشہور ہو گیا	کہ وہ خالی تھیلے میں پنیر تلاش کرتا ہے

یعنی یہاں تک کہ وہ شہر میں معروف و مشہور ہو گیا کہ وہ خالی تھیلی میں سے پنیر کو تلاش کرتا ہے یعنی بے کمائے ہوئے صرف دعا سے مال و دولت چاہتا ہے۔

شد مثل در خام طمعے آن گدا	او ازین خواہش نمے آمد جدا
وہ فقیر بیکار لالچ میں ضرب المثل بن گیا	(لیکن) وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوا

یعنی وہ گدا خام طمعی میں ضرب المثل ہو گیا مگر وہ اس خواہش سے جدا نہ ہوتا تھا۔

کم نمی کرد از دعاء و ابتہال	کرد اجابت مستعان ذوالجلال
اس نے دعا اور زاری ختم نہ کی	اللہ (تعالی) مستعان اور ذوالجلال نے اس کی دعا قبول کر لی

یعنی اس نے دعا اور تضرع میں کمی نہ کی تو مستعان ذوالجلال نے (اس کی دعا) قبول فرمالی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

یعنی خواہ سست ہو اور خواہ چالاک ہو آخر کار طالب پانے والا ہوتا ہے مطلب یہ کہ طالب ہونا چاہئے چاہے طلب کم ہو یا زیادہ مقصود ہر صورت میں حاصل ہو ہی جاتا ہے اب آگے ذرا سنئے کہ اس شخص کی دعا کس لطف کے ساتھ قبول ہوئی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس الحاح سے دعا کرنے والے کے گھر میں ایک گائے کا گھس آنا اور فرمایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق تعالیٰ دعا میں الحاح کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اسلئے کہ الحاح عین مرضی حق ہے اور دعا کرنیوالے کیلئے اس دعا سے جو کہ وہ کر رہا ہے الحاح بہتر ہے

یہ مضمون اس سرخی کا حدیث میں موجود ہے اور چونکہ اس شخص نے دعا الحاح سے کی تھی اس لئے اس مناسبت سے مولانا نے اس حدیث کو سرخی میں بیان فرمادیا ہے آگے قصہ فرماتے ہیں کہ۔

تا کہ روزے ناگہان در چاشتگاہ	این دعا میکرد بازاری و آہ
یہاں تک کہ ایک دن چاشت کے وقت اچانک	وہ یہ دعا زاری اور آہ کے ساتھ کر رہا تھا

یعنی یہاں تک ایک روز چاشت کے وقت وہ زاری و آہ کے ساتھ دعا کر رہا تھا۔

ناگہان درخانہ اش گاوی دوید	شاخ زد بشکست دربند و کلید
اچانک اس کے گھر میں ایک گائے دوڑ آئی	اس نے سینگ مارا کنڈی اور کھٹکا توڑ ڈالا

یعنی ناگاہ اس کے گھر میں ایک گائے گھسی۔ اور اس نے سینگ مار کر کنڈی وغیرہ توڑ دی (مثل مشہور ہے کہ گرسنتانی بستم میرسد۔ بس اسی طرح یہ گائے بھی کنڈی وغیرہ توڑ کر گھس آئی۔ کہ گرسنتانی بستم میرسد)

گاو گستاخ اندران خانہ بجست	مرد برجست و قوائمہاش بست
گائے بے باکی سے گھر میں گھس آئی	(وہ) شخص لپکا اور اس نے اس کے پاؤں باندھ دیئے

یعنی گائے گستاخانہ گھر میں گھس آئی تو وہ آدمی (معہ گھر والوں کے) اٹھا اور اس کے پاؤں باندھ لئے۔

پس گلوئے گاو ببرید آن زمان	بے توقف بے تامل بے امان
فورا گائے کو ذبح کر دیا	بغیر توقف بے تامل امن دیئے بغیر

یعنی پھر اس نے اسی وقت گائے کا گلا کاٹ دیا بلا کسی توقف و تامل کے اور بے امان کے۔

چون سرش ببرید شد سوئے قصاب	تا اہابش برکند دردم شتاب
جب اس کو ذبح کر دیا قصاب کے پاس گیا	تاکہ وہ فورا اس کی کھال اتار دے

یعنی جب اس کا سر کاٹ لیا تو قصاب کی طرف چلا تا کہ فورا جلدی سے اس کی کھال نکال دے۔ آگے

www.besturdubooks.wordpress.com

مولانا اس مضمون سے انتقال دوسری طرف فرماتے ہیں چونکہ اس شخص کے دل میں ایک تقاضا پیدا ہوا کہ بے مشقت کے امیری مل جاوے تو اس کو حق تعالیٰ نے اس کے لئے آسان فرمادیا۔ لہذا مولانا بھی آگے دعا فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ یا الٰہی جب آپ نے ہم کو احکام فرمائے ہیں جن کا کہ اندر سے تقاضا پیدا ہوتا ہے کہ ان سارے احکام کی تعمیل ہو جاوے تو اچھا ہے تو یا تو اس شخص کی طرح ہمارے لئے بھی اس کو سہل فرمادیجئے اور توفیق عمل کی دیجئے ورنہ پھر اس تقاضے کو ہم پر سے اٹھائیے۔ اب سمجھو لو کہ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ایک شخص ہر سمجھدار اور بے سمجھ کے سامنے ہمیشہ یہ دعا کرتا تھا کہ اے اللہ جب تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے اور پڑا پڑا کھانے والا۔ اور کم حرکت کرنے والا اور کاہل بنایا ہے تو تو مجھے بے مشقت دولت عنایت فرما۔ کہ لگے ہوئے نامراد گدھوں پر گھوڑوں اور اونٹوں کا بوجھ نہیں لادا جاسکتا ہے پس جبکہ تو نے مجھے کاہل پیدا کیا ہے تو مجھ پر کسب کی مشقت کا بار نہ ڈال اور کاہلی ہی کے ذریعہ سے مجھے روزی عطا کر۔ میں کاہل ہوں اور جب سے پیدا ہوا ہوں سایہ ہی میں سوتا ہوں۔ محنت کے لئے کبھی دھوپ میں نہیں نکلا اور اب تک تیرے احسان وجود ہی کے سایہ میں سویا کیا۔ کبھی مشقت ومحنت برداشت نہیں کی مگر روزی ملا کی معلوم ہوتا ہے کہ کاہلوں اور سایہ میں سونے والوں کے لئے تو نے روزی کا ذریعہ کسب کے علاوہ کوئی اور مقرر کیا ہے۔ پس جن کے پاؤں ہیں وہ تو اپنی روزی اسی طریقہ سے طلب کرتے ہیں جو ان کے لئے مقرر ہے یعنی محنت و مشقت کرتے ہیں اور جس کے پاؤں نہیں وہ ایسا نہیں کرسکتا لہذا تو اس پر رحم کر اور اس کسب کے علاوہ دوسری طرح سے روزی پہنچا اور اپنے باران کرم کو ہی زمین تک محدود نہ رکھ۔ بلکہ مجھ کو بھی اس سے متمتع کر کہ میں بھی زمین ہی کی طرح بے دست وپا ہوں آپ کا قاعدہ ہے کہ زمین کے پاؤں یعنی قدرت علی الکسب نہ ہونے کے سبب اپنے کرم سے ابر کو اس کی طرف جھکاتے اور چلاتے ہیں تیز بچہ چونکہ پاؤں یعنی قدرت علی الاکتساب نہیں رکھتا اس لئے آپ کے حکم سے ماں خود آکر اس کی مقررہ غذا اس کو دیتی ہے بس اسی طرح میں بھی چاہتا ہوں کہ مجھے بھی اچانک اور بے مشقت کہیں سے دولت مل جاوے کیونکہ میرے پاس طلب کے سوا کوئی اور کوشش نہیں ایک عرصہ تک وہ یہی دعا کرتا رہا۔ صبح سے شام تک شام سے صبح تک اور صبح سے دوپہر تک اس کا یہی کام تھا۔ لوگ اس کی اس دعا پر اور طمع خام اور رزق سے مخالفت یعنی اس کو طلب نہ کرنے پر ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو تو یہ احمق بک کیا رہا ہے۔ کسی نے اس کو بھنگ پلا کر بیہوش تو نہیں کردیا ہے۔ روزی حاصل کرنے کا طریقہ تو کمانا اور محنت ومشقت کرنا ہی ہے۔ ایسا تو کبھی بھی نہیں ہوا جس طرح یہ مانگتا ہے اور اگر ہوا ہو تو نہایت ہی تعجب خیز بات ہے۔ ہر شخص کو اس نے ہنر عطا کیا ہے اور غم اور بیماری کے باوجود بھی کمانے اور مشقت اٹھانے کے ذریعہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

طلب کرنا بتایا ہے۔ اور یہ کہا کہ رزق کو سبب سے تلاش کرو اور گھروں میں دروازے سے جاؤ دیکھ لو اس وقت داؤد علیہ السلام ہیں وہ بادشاہ بھی ہیں اور رسول بھی وحوش وطیور ان کے تابع فرمان ہیں اور تمام زمین پر گھوم سکتے ہیں ان کو یہ عزت اور ناز حاصل ہے کہ حق سبحانہ نے ان کو اپنے افضال وانعامات بے حد کے ذریعہ سے اپنا مقرب بنایا ہے۔ معجزات ان کے بیشمار اور بے گنتی ہیں اور حق سبحانہ کے دریائے کرم کی موجیں ان تک برابر پہنچ رہی ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر اب تک کسی کو بھی ایسی پاکیزہ آواز نصیب نہیں ہوئی کیونکہ ہر وعظ میں اپنی خوش آوازی سے دوسو آدمیوں کو مار ڈالتے ہیں۔ اور آدمی اس عمدہ آواز کو سن کر جان دیدیتے ہیں ان کے وعظ میں شیر اور ہرن جمع ہو جاتے ہیں اور اتنے مست ہوتے ہیں کہ ایک کو ایک کی خبر نہیں ہوتی۔ پہاڑ اور پرندے ان کی بات کا جواب دیتے ہیں اور جب وہ ان کو بلاتے ہیں تو وہ ان سے آشنا ہوتے ہیں یہ بھی معجزات ہیں اور ان کے علاوہ اور سینکڑوں معجزے ہیں ان کے منہ کا نور بظاہر جہات میں ہے مگر فی الحقیقت بے جہات ہے کیونکہ وہ نور حق سبحانہ ہے جو جہات سے منزہ ہے اس قدر عزت وناز اور اس قدر شوکت وقدرت کے باوجود بھی حق سبحانہ نے ان کی روزی کا وسیلہ طلب اور جد وجہد کو ہی قرار دیا ہے وہ باوجود اس خوش اقبالی کے بھی بدوں روزی کے لئے تکلیف اٹھائے اور بغیر زرہ بنے روزی نہیں پاتے اور یہ ایسا مطرود ومردود خانہ خراب ذلیل منحوس و بدبخت ہو کر چاہتا ہے کہ اس کو خزانہ مل جاوے کہ اس کے پاؤں اس میں دھنس جائیں وہ اپنی حماقت سے چاہتا ہے کہ بلا کسی زحمت اور بلا کسی تجارت کے جلدی سے نفع سے پلہ بھر لے۔ اس طرح تو خزانہ دنیا میں کسی کو بھی نہیں ملتا۔ بھلا بتلاؤ تو کون ہے جو آسمان پر بغیر سیڑھی کے چڑھ جاوے جب کوئی نہیں بلکہ ہر ایک کو سیڑھی اور سبب کی ضرورت ہے تو یہ ایسا کہاں کا ہے کہ اس کو حصول دولت کے لئے سبب کی ضرورت نہیں کوئی اس سے مسخرہ پن کرتا تھا اور کہتا تھا کہ لے مبارک تیری روزی آ گئی اور تیرا خوشخبری دینے والا آ گیا۔ لے روپیہ۔ دوسرا بنانے کو کہتا تھا کہ لیجئے اب تو آپ کے گاؤں کے رئیس اور سردار ہو گئے جو کچھ آپ کو ملا ہے اس میں سے ہم کو بھی دلوایئے غرض لوگ اسی قسم کی باتیں کرتے تھے مگر وہ ان بد دینوں کی طعن تشنیع کے سبب دعا والحاح میں کمی نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ یہ بات تمام شہر میں مشہور ہو گئی کہ فلاں شخص سعی لاحاصل میں مصروف ہے کہ وہ خالی توشہ دان میں سے پنیر تلاش کرتا ہے اور وہ فقیر اتنا مشہور ہوا کو طمع خام میں ضرب المثل ہو گیا لیکن وہ اپنی اس خواہش کو نہیں چھوڑتا تھا اور دعا وگریہ وزاری میں کمی نہ کرتا تھا۔ بالآخر حق سبحانہ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ کیوں نہ ہو خواہ کوئی کاہل ہو خواہ چست وچالاک جب پوری کوشش کے ساتھ کسی شے کو ڈھونڈتا ہے تو وہ مل ہی جاتی ہے اس قبولیت دعا کا اثر یوں ظاہر ہوا کہ ایک روز دوپہر کے وقت بیٹھا ہوا آہ وزاری کے ساتھ دعا کر رہا تھا کہ اچانک اس کے گھر میں ایک گائے دوڑ کر گھس گئی اور سینگ مار کر اس نے کواڑ اور زنجیر کنڈا سب توڑ دیا جوں ہی گائے اندر گھسی ہے اس نے فوراً اٹھ کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور نہ ایک کی نہ دو کی فوراً ہی اس کو ذبح کر دیا جب ذبح کر چکا تو قصائی کے یہاں گیا کہ وہ فوراً ہی اس کی کھال اتار دے اس قصہ کو یہاں تک پہنچا کر مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

اے تقاضا گر درون ہمچوں جنیں	چوں تقاضا می کنی اتمام ایں
اے پیٹ کے بچہ کی طرح باطن میں تقاضا کرنے والے	جبکہ تو اس (مثنوی) کی تکمیل کا تقاضا کر رہا ہے

یعنی اے باطن میں جنین کی طرح تقاضا کرنے والے جب تقاضا فرماتے ہیں تو اس کو پورا کر دیجئے۔

سہل گردان راہ نما توفیق دہ	یا تقاضا را بہل بر ما منہ
آسان فرما دے رہنمائی کر دے توفیق عطا فرما	یا تقاضے کو چھوڑ دے ہم پر بار نہ رکھ

یعنی سہل فرمایئے اور راہ دکھلایئے اور توفیق دیجئے یا تقاضے کو چھوڑ دیئے اور ہم پر مت رکھئے اب یہاں ایک بات یہ بھی سمجھ لو کہ مصرعہ یا تقاضا را بہل بر ما منہ'' حالت ادلال و ناز کی ہے۔ مولانا پر اس وقت حالت ناز غالب ہے اس لئے وہ ایسی بات فرما رہے ہیں باقی یاد رکھو کہ اور کسی کو ایسی بات کہنا یا اس مصرعہ کو بطور دعا کے پڑھنا حرام و ناجائز ہے اس لئے کہ ہر ایک کی تو یہ حالت نہیں ہے ہاں جس کو حاصل ہو جاوے اس وقت چاہے اس سے بھی تیز کہہ دے مگر اس سے پہلے کہنا بالکل حرام ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چون ز مفلس زر تقاضا میکنی	زر بہ بخشش در سرای شاہ غنی
جبکہ تو مفلس سے روپے کا تقاضا کرتا ہے	اے شاہ' بے نیاز! در پردہ اس کو روپیہ بخش دے

یعنی جب آپ کسی مفلس سے روپیہ کا تقاضا کریں تو اے شاہ غنی اس کو پوشیدگی میں روپیہ دیجئے مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص مفلس کنگال سے روپیہ طلب کرے اور یہ طالب رحیم کریم مہربان ہو تو وہ یہ کریگا کہ سب کے سامنے تو اس سے طلب کرے گا تاکہ قاعدہ میں گڑبڑ نہ پڑے اور لوگ اس شخص کو مسکئے نہ سمجھ جاویں مگر الگ بلا کر چپکے سے اس کو روپیہ دیدیگا کہ دیکھو ہم جانتے ہیں کہ تمہارے پاس کچھ نہیں ہے لہذا تم اپنی طرف سے یہ روپیہ پیش کر دینا تو فرماتے ہیں کہ یا الٰہی اسی طرح ہم ضعیف اور کمزور ہیں ہم میں تعمیل احکام کی قدرت نہیں ہے لہذا جب آپ نے حکم فرمایا ہے جو کہ مآلاً تقاضا ہوتا ہے تو اس کے لئے ہمارے اندر قوت بھی پیدا فرمایئے تاکہ اس کی تعمیل آسانی سے کر سکیں۔ آپ کی بڑی قدرت ہے آپ سب کچھ کر سکتے ہیں آگے حق تعالیٰ کی قدرت کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

بے تو نظم و قافیہ شام و سحر	زہرہ کے دارد کہ آید در نظر
تیری (مدد کے) بغیر نظم اور قافیہ' صبح و شام	کب طاقت رکھتے ہیں کہ وہ (نظم وقوافی) جلوہ گر ہوں

یعنی بے آپ (کی مدد) کے شام و سحر میں قافیہ اور نظم کی کیا مجال ہے کہ وہ وقوع میں آسکے مطلب یہ کہ ہم جو کچھ نظم و قوافی کو جمع کرتے ہیں یہ سب آپ کی دین سے ہے ورنہ بے آپ کی قدرت اور بے آپ کی دین کے

www.besturdubooks.wordpress.com

کب کچھ حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ۔

نظم و تجنیس و قوافی اے علیم	بندۂ امر تو انداز ترس و بیم
اے دانا! نظم اور تجنیس اور قافیے	ڈر اور خوف سے تیرے غلام ہیں

یعنی نظم اور تجنیس اور قوافی اے علیم سب آپ کے حکم کے بندہ ہیں ترس و بیم کی وجہ سے مطلب یہ جس طرح کہ کوئی کسی کا بندہ ترس و بیم کی وجہ سے ہوتا ہے اسی طرح یہ قوافی وغیرہ سب آپ کے حکم کے تابع ہیں لہذا جب آپ کا حکم ہوتا ہے یہ قلب پر وارد ہو جاتے ہیں ورنہ نہیں آتے لہذا معلوم ہوا کہ جس قدر افعال اور احوال ہیں سب آپ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ کہ بے آپ کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا آگے قدرت علی الاقوال کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون مسبح کردۂ ہر چیز را	ذات بے تمیز و با تمیز را
جبکہ تو نے ہر چیز کو تسبیح خوان بنایا ہے	باشعور اور بے شعور ذات کو

یعنی جب آپ نے ہر شے کو مسبح بنایا ہے ذات بے تمیز کو اور با تمیز کو (بے تمیز سے مراد بے شعور اور با تمیز سے باشعور) مطلب یہ کہ جب آپ نے ذی شعور اور غیر ذی شعور سب کو مسبح کر دیا ہے تو

ہر یکے تسبیح بر نوع دگر	گوید و از حال آن این بے خبر
ہر ایک ایک دوسرے قسم کی تسبیح	کرتا ہے اور یہ اس کے حال سے بے خبر ہے

یعنی ہر ایک ایک دوسری قسم پر تسبیح کہتا ہے اور وہ اس کے حال سے بے خبر ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ بس آپ نے کام میں لگا دیا ہے سب کام میں لگے ہوئے ہیں کسی کو دوسرے کی خبر نہیں ہے بس جس طرح کہ آپ نے تکوینیات میں سب کو کام میں لگا رکھا ہے اور ان پر ان کاموں کو سہل فرما رکھا ہے اسی طرح آپ ان تشریعیات کو بھی ہم پر سہل فرما دیجئے۔ آگے ایک کا دوسرے کی حالت سے بے خبر ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آدمی منکرز تسبیح جماد	واں جماد اندر عبادت اوستاد
جمادات کی تسبیح سے آدمی منکر ہے	حالانکہ جمادات عبادت میں ماہر ہیں

یعنی آدمی جماد کو تسبیح سے منکر ہے اور وہ جماد عبادت میں استاد ہے تو دیکھو کہ ایک کو دوسرے کی حالت کی خبر نہیں ہے آگے اس سے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر یکے	بے خبر از یک دگر اندر شکے
بلکہ بہتر فرقوں میں سے ہر ایک	ایک دوسرے سے بے خبر اور شک میں ہے

یعنی بلکہ ہفتاد و دو ملت ہر ایک ایک دوسرے سے بے خبر ہیں اور شک میں ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون دو ناطق راز حال ہمدگر	نیست آگہ چون بود دیوار و در
جبکہ دو بولنے والے ایک دوسرے کے حال سے	آگاہ نہیں ہیں تو درودیوار کے بارے میں آگاہی کیونکر ہو

یعنی جبکہ دو ناطق ایک دوسرے کی حالت پر آگاہ نہیں ہیں تو دیوار و در تو کس طرح ہوں گے۔ اوپر کے شعر میں ہفتاد و دو ملت فرمایا ہے حالانکہ اصل میں ہفتاد و سہ ملت ہیں۔ ایک ملت حقہ باقی باطلہ مگر یہاں مولانا کو صرف باطلین کا بیان مقصود ہے اس لئے کہ شک میں اور بے خبری میں ہیں۔ ورنہ اہل حق تو سب جانتے ہیں اور ان کو تو بحمد اللہ سب چیزوں کا علم ہوتا ہے۔ یہاں حالت کی بے خبری سے مراد منشاء حال کی بے خبری ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ ان تمام ملل کو آپس کے اختلافات کے اصل مناشے ہی معلوم نہیں ہیں اور وہ سب اس سے بے خبر ہو رہے ہیں۔ صرف الفاظ میں لڑائی ہو رہی ہے اور اگر مناشے معلوم ہو جاویں تو شاید اس قدر اختلاف بھی نہ رہے مگر منشاء کی خبر نہیں ہوتی اور جو محقق ہیں وہ اختلاف کے منشاء کو معلوم کر کے اس کے بعد اس میں غور کرتے ہیں تو جب دو ناطقوں کو جو کہ مدرک کلیات جزئیات کے ہیں۔ آپس کے اختلاف کے منشاء کی خبر نہیں ہے تو بھلا اور دیوار و در کو تو آپس میں کیا تمیز ہو سکتی ہے۔

چون من از تسبیح ناطق غافلم	چون بداند سبحۂ صامت دلم
جب میں بولنے والے کی تسبیح سے غافل ہوں	تو میرا دل بے زبان کی تسبیح کو کیسے سمجھے؟

یعنی جبکہ میں ناطق کی تسبیح سے غافل ہوں تو میرا قلب چپ چیزوں کی تسبیح کو کس طرح جان لے گا من سے مراد انسان ہے اور تسبیح سے مراد حالت ہے۔ مطلب یہ کہ جب انسان ایک دوسرے کی حالت سے غافل ہے حالانکہ آپس میں دونوں بولتے ہیں ایک کی حالت دوسرا معلوم کر سکتا ہے مگر پھر بھی خبر نہیں ہے تو بھلا وہ چیزیں جو کہ بول بھی نہیں سکتیں ان کی حالت کی تو کیا خبر ہو سکتی ہے۔

ہست سنی را یکے تسبیح خاص	ہست جبری را ضد آں در مناص
سنی کی ایک خاص تسبیح ہے	نجات پانے میں جبری (کی تسبیح) اس کے خلاف ہے

یعنی سنی کے لئے ایک تسبیح خاص ہے اور جبری کے لئے اس کی ضد ہے چھٹکارہ میں۔

سنی از تسبیح جبری بے خبر	جبری از تسبیح سنی بے اثر
سنی جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے	جبری، سنی کی تسبیح سے بے نشان ہے

یعنی سنی تو جبری کی تسبیح سے بے خبر ہے اور جبری سنی کی تسبیح سے بے اثر ہے۔ تسبیح سے مراد حالت کا منشاء۔ مطلب یہ کہ ایک کو دوسرے کی حالت اور اس کے خیالات کے مناشے کی مطلق خبر نہیں ہے ورنہ اگر مناشے کی خبر ہو جاوے تو اس قدر اختلاف نہ رہے اس لئے کہ جس قدر مذاہب باطلہ ہیں مناشے ان سب کے بالکل ٹھیک ہیں اس لئے کہ مثلاً کوئی شخص اول تنزیہہ کا قائل ہوا اس نے جو حق تعالیٰ سے اشیاء کی نفی شروع کی تو بعض ان چیزوں

www.besturdubooks.wordpress.com

کی بھی نفی کردی جو اس قابل نہ تھیں علی ہذا اور نہیں تو اگر ان مناشے کی خبر ہو جاوے تو یقیناً یہ کریں کہ جو اصل ہے اس کو باقی رکھا جاوے اور جو اس میں زیادتی ہوگئی ہے اس کی نفی کی جاوے مگر آج کل تو یہ ہو رہا ہے کہ جڑ سے ہی نفی کرتے ہیں تو یہ ساری خرابی اس کی ہے کہ مناشے سے بے خبر ہیں۔

این ہمی گوید کہ آن ضال است وگم	بے خبر از حال اوو ز امر قم
یہ کہتا ہے کہ وہ گمراہ ہے اور بہکا ہوا ہے	اس کے حال سے اور قم کے حکم سے بے خبر ہے

یعنی یہ (جبری) تو کہتا ہے کہ وہ (سنی) گمراہ ہے (اور یہ جبری) اس (سنی) کے حال سے بے خبر ہے۔ اور امر قم سے۔ مطلب یہ کہ جبری جو افعال عبد کو غیر اختیاری من کل الوجوہ بتا کر سنی کو گمراہ بتا رہا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ وہ اس کے منشاء سے بے خبر ہے اور اس کو اس کی خبر نہیں ہے کہ قرآن شریف میں موجود ہے کہ یاایھا المدثر قم فانذر تو جب حکم قیام اور پھر حکم انزار ہے تو معلوم ہوا کہ افعال عبد اختیار میں ہیں ورنہ پھر اس حکم کے کچھ معنی نہیں ہیں تو دیکھو اگر وہ سنی کے قول کے منشاء سے باخبر ہوتا تو یقیناً وہ اس قدر سخت مخالف نہ ہوتا۔

واں ہمی گوید کہ این را چہ خبر	جنگ شان افگند یزدان از قدر
وہ یہ کہتا ہے کہ اس کو کیا پتہ	اللہ (تعالیٰ) نے تقدیر سے ان میں جنگ پیدا فرمادی ہے

یعنی وہ (سنی) کہتا ہے کہ اس (جبری) کو کیا خبر تو ان کا جنگ حق تعالیٰ نے قدر سے اتارا ہے مطلب یہ کہ سنی جبری کو من کل الوجوہ گمراہ بتا رہا ہے حالانکہ اصل میں اس کے قول کا منشاء اثبات قدرت حق ہے اب اس کے اثبات میں جو افراط و تفریط ہوئی تو اس میں وہ اختیار عبد کی بھی نفی کر بیٹھا کہ عبد کو کسی درجہ میں اختیار ہے ہی نہیں حالانکہ یہ امر من کل الوجوہ غلط تھا مگر جو سنی کو اس کی خبر ہوتی تو یقیناً وہ اس کے گمراہ سمجھنے میں اس قدر سخت نہ ہوتا بلکہ جو اصل تھا اس کو قائم رکھ کر باقی زوائد کی نفی کر دیتا اور یہاں سنی سے مراد عوام سنی ہیں سنی محض مراد نہیں ہے اس لئے کہ محققین تو ہمیشہ مناشے پر نظر کر کے بالکل مطابق اصل کے دودھ کو دودھ اور پانی کو پانی کر دیتے ہیں ہاں جو عوام ہیں وہی ایک طرف کو بڑھ جاتے ہیں اور جبری میں عوام و خواص کی تفریق نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ اہل باطل ہیں تو سب عوام ہی ہیں ان میں محققین کدھر سے ہوئے تھے۔ غرضیکہ ایک دوسرے کے مناشے نہ معلوم ہونے سے سب کی آپس میں چل رہی ہے آگے اس جنگ فیمابین کی حکمت فرماتے ہیں کہ۔

گوہر ہر یک ہویدا مے کند	جنس از ناجنس پیدا میکند
ہر ایک کی اصل کو ظاہر کر رہا ہے	جنس کو ناجنس سے واضح کر رہا ہے

یعنی ہر ایک کا گوہر ظاہر فرماتے ہیں اور جنس کو ناجنس سے الگ فرماتے ہیں تو اس اختلاف میں یہ برکت ہے کہ حق و باطل سب ممتاز ہو جاتا ہے آگے تقریب کے لئے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قہر را از لطف و اندہر کسے	خواہ دانا خواہ ناداں یا خسے
قہر کو مہر سے ہر شخص جدا سمجھتا ہے	خواہ وہ دانا ہو خواہ نادان یا کمینہ

یعنی قہر کو لطف سے ہر شخص ممتاز کر کے جانتا ہے خواہ وہ نادان ہو یا دانا ہو یا کوئی کمینہ ہو مطلب یہ کہ جس طرح کہ قہر و لطف کو انسان ممتاز کر کے معلوم کر سکتا ہے اسی طرح جب حق و باطل واضح اور ظاہر ہو جاوے اس وقت تمیز کر لینا بہت آسان ہے۔

لیک لطفے قہر در پنہان شدہ	یا کہ قہرے دردل لطف آمدہ
لیکن وہ مہر جو قہر میں پوشیدہ ہے	یا وہ قہر جو مہر کے اندر ہے

یعنی لیکن وہ لطف جو کہ قہر میں پوشیدہ ہو یا کہ وہ قہر جو لطف کے اندر آیا ہوا ہو۔

کم کسے داند مگر ربانئے	کش بود دردل محک جانئے
(اسکو) سوائے اس باخدا انسان کے کوئی نہیں جانتا ہے	جس کے دل میں روح کی کسوٹی ہو

یعنی (اس کو) کوئی کم جانتا ہے مگر وہ اللہ والا کہ جو اس کو دل میں جان کے لئے کسوٹی ہو۔

باقیاں زیں دو گمانے مے برند	سوئے لانہ خود بیک پرے پرند
باقی لوگ ان دونوں میں شک کرتے ہیں	اپنے آشیانہ کی جانب ایک بازو سے اڑتے ہیں

یعنی باقی لوگ اس سے دوگمان لے جاتے ہیں اور اپنے آشیانہ کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں مطلب یہ کہ اگر حق و باطل ممتاز ہو تب تو ہر شخص معلوم کر سکتا ہے مگر جو باطل بصورت حق ہو یا بالعکس تو اس وقت دونوں کو ممتاز کرنا کارے دارد۔ یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے یہ کام کسی کامل محقق کا ہے کہ جو کسوٹی کی طرح دونوں کو پرکھ کر الگ الگ کر دے اور جو ان کے سوا غیر محقق ہے وہ تو دونوں طرف ڈانواں ڈول ہوگا اور کسی طرف بھی پورا یقین نہ ہوگا اور اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے کہ کوئی جانور اپنے گھونسلے میں ایک پر سے اڑ کر جانا چاہے تو وہ بہت کم دور تک اڑ سکتا ہے اور پھر گر جاوے گا تو اسی طرح جو محقق نہیں ہے وہ استدلال سے کچھ کام لے گا آگے جا کر پھر ٹوٹ پھوٹ جاوے گا اور جو محقق ہوگا اس کو ایسا یقین واثق ہوگا کہ اس کو دوسری جانب کا کبھی خیال بھی نہ آوے گا۔

آگے اس مثال کو خود مولانا بیان فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اس کے کہ علم کے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے

علم را دو پر گمان را یک پر است	ناقص آمد ظن بہ پرواز ابتر است
علم کے دو بازو ہیں شک کا ایک بازو ہے	شک اڑنے میں ناقص ہے اور دم کٹا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی علم کے لئے دو پر ہیں اور گمان کے ایک پر ہے تو گمان ناقص آیا اور پرواز میں ضعیف ہے۔ دو پر سے مراد قوت اور ایک پر سے مراد ضعف۔ مطلب یہ کہ علم اور یقین تو قوی ہوتا ہے اور اسکے استدلالات بھی قوی ہوتے ہیں اور گمان اور اس کے استدلالات ہمیشہ کمزور ہوا کرتے ہیں۔ آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

مرغ یک پر زود افتد سرنگوں	باز بر پردو گامے یا فزوں
ایک بازو کا پرندہ جلد اوندھا گرتا ہے	پھر دو قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے

یعنی مرغ یک پر جلدی سے اوندھے منہ گر پڑتا ہے اور پھر دو ایک قدم یا کچھ زیادہ اڑتا ہے (تو اسی طرح)

افت و خیزان میرود مرغ گمان	با یکے پر براُمید آشیان
گمان کا پرندہ گرتا پڑتا روانہ ہوتا ہے	ایک بازو سے آشیانہ کی امید پر

یعنی گرتا پڑتا چلتا ہے مرغ گمان ایک پر سے آشیان کی امید پر۔ مطلب یہ کہ مقصود تک کبھی رسائی نہیں ہوتی۔ استدلال سے کچھ پہنچتا ہے پھر گر جاتا ہے پھر پرواز کرتا ہے مگر پھر آشیان تک پہنچنا نصیب نہیں ہوتا۔

چون ز ظن وارست علمش رو نمود	شد دو پر آن مرغ و پرہا بر کشود
جب وہ گمان سے نجات پا گیا اس کا علم رونما ہوا	(اب) وہ پرندہ دو بازو کا ہو گیا اور بازو کھول دیئے

یعنی جب ظن سے چھوٹ گیا تو اس کو علم نے منہ دکھایا اور وہ مرغ دو پر ہو گیا اور پروں کو کھول دیا۔

بعد ازان یمشی سویا مستقیم	نے علٰی وجھہٖ مکبًا او سقیم
اس کے بعد ٹھیک، سیدھا روانہ ہوتا ہے	نہ اپنے چہرے کے بل اوندھا یا بیمار

یعنی اس کے بعد وہ سیدھا اور مستقیم چلتا ہے نہ منہ کے بل اوندھا گرتا ہوا اور بیمار۔ مطلب یہ کہ جب بعد ظن کے علم حاصل ہو جاتا ہے اور تحقیق نصیب ہو جاتی ہے تو پھر تو مقصود تک بہت جلد پہنچ جاتا ہے اور اس کے راہ میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

باد و پر بر می پرد چون جبرئیل	بیگمان بے فکرت و بے قال و قیل
جبرئیلؑ کی طرح دو بازوؤں سے اونچا اڑتا ہے	بغیر گمان بغیر فکر اور بغیر چناں و چنیں کے

یعنی دونوں پروں سے جبرئیل کی طرح بے گمان اور بے فکر اور بے قال و قیل کے اڑتا ہے۔ یعنی اس کو اپنے مقصود میں کسی قسم کا وہم و گمان نہیں ہوتا بلکہ بے کسی شبہ کے وہ پہنچا ہوا ہوتا ہے اور اس محقق کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

گر ہمہ عالم بگویندش توئے	بر رہ یزدان و دین مستوی
اگر تمام دنیا اس سے کہے کہ تو ہی	خدائی راستہ اور سیدھے دین پر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر تمام عالم اسے کہے کہ تو راہ مستقیم پر اور دین مستوی پر ہے۔

او نگردد گرم تر از گفت شان	جان طاق او نگردد جفت شان
وہ ان کی باتوں سے جوش میں نہیں آتا	اس کی یکتا روح ان کی ساتھی نہیں بنتی ہے

یعنی وہ ان کے اس کہنے سے گرم نہ ہوگا اور اس کی جان طاق ان کی جفت نہ ہوگی۔ مطلب یہ ہے کہ اگر محقق کو ساری دنیا غوث وقطب کہنے لگے تو اس کو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی اس لئے کہ اس کی جو حالت ہے اس کو خود معلوم ہے پھر اس کو مسرت ہی کیا ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کسی کی جیب میں اشرفیاں پڑی ہیں اور اس کو خود بھی خبر ہے کہ میری جیب میں ہیں پھر کوئی اس سے کہے کہ تمہاری جیب میں اشرفیاں ہیں تو اس کو اس سے کوئی خاص مسرت نہ ہوگی بلکہ کچھ فکر ہو جاوے گا کہ اس کو خبر ہوگئی ہے ممکن ہے کہ چرا لے اسی طرح جب ان حضرات کو کوئی غوث وقطب کہتا ہے تو چونکہ ان کو پہلے سے اپنی حالت معلوم ہوتی ہے التفات ہی نہیں ہوتا بلکہ اس اظہار سے فکر پڑ جاتی ہے اس لئے کہ یہ حضرات تو اپنی حالت کا اظہار چاہتے ہی نہیں۔ لہٰذا جو محقق ہیں ان کو کسی کی تعریف کرنے سے کوئی خاص مسرت نہیں ہوتی اور نہ کسی کے برا کہنے سے رنج ہوتا ہے اس لئے کہ وہ جیسے ہیں ان کو خبر ہے۔ پھر دوسرے کے کہنے سے پھولنا حماقت ہے بس وہ حضرات ایک حالت پر رہتے ہیں اور اپنی حالت میں خود مگن ہوتے ہیں۔

در ہمہ گویند او را گمرہی	کوہ پنداری و تو برگ کہی
اور اگر سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے	خود کو پہاڑ سمجھتا ہے (حالانکہ) تو گھاس کا تنکا ہے

یعنی اور اگر سب اس کو کہیں کہ تو گمراہ ہے اور (اپنے کو) پہاڑ سمجھتا ہے حالانکہ تو برگ کاہ ہے۔

او نیفتد در گمان از طعن شاں	او نگردد دردمند از طعن شان
ان کی طعنہ زنی سے وہ شک میں نہیں پڑتا ہے	ان کی طعنہ زنی سے وہ رنجیدہ نہیں ہوتا ہے

یعنی وہ ان لوگوں کی طعن سے شبہ میں نہ پڑے گا اور وہ ان کی نیزہ زنی سے دردمند نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ اس محقق کو اگر ساری دنیا گمراہ اور بددین کہنے لگے تو اس سے اس کو اپنی حالت میں کسی قسم کا شبہ واقع نہ ہوگا بلکہ وہ اپنی حالت کو خوب جانتا ہے بس وہ وہی سمجھے گا۔ آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ گر دریا و کوہ آید بگفت	گویدش با گمرہی گشتی تو جفت
بلکہ اگر سمندر اور پہاڑ بولنے لگیں	اس سے کہیں تو گمراہی کا ساتھی ہے

یعنی بلکہ اگر دریا اور کوہ گفتگو میں آ دیں اور اس سے کہیں کہ تو گمراہی کا قرین ہو گیا۔

ہیچ یک ذرہ نیفتد در خیال	نے بطعن طاعنان رنجور حال
وہ ایک ذرہ (بھی) گمان میں مبتلا نہیں ہوتا	نہ طعنہ زنوں کی طعنہ زنی سے رنجیدہ ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ ایک ذرہ کی برابر بھی شبہ میں نہ پڑے گا یا کہ طاعنوں کے طعن سے رنجور حال ہو یہ بھی نہ ہوگا بلکہ)

مطمئن و موقن و بے احتیال	کا چنین باشد مگر در کل حال
مطمئن اور صاحب یقین اور بے حیلہ ہو گا	شاید ہر حالت میں ایسا ہی ہوتا ہو گا

یعنی مطمئن اور موقن اور بے حیلہ کے ہوگا کہ وہ ایسا ہی شاید ہر حال میں ہوگا۔ مطلب یہ کہ بھلا آدمی اگر کہیں اور اس کو یقین نہ آوے تو عجب نہیں ہے بلکہ اگر خارق کے طور پر پر درخت زمین پہاڑ سب اس سے کہیں کہ تو گمراہ ہے تو اس کو ذرہ برابر پرواہ نہ ہوگی بلکہ اپنے کام میں لگا رہے گا اس کو اپنی حالت کا اس قدر یقین ہے کہ کسی کے شبہ ڈالنے سے اس کو شبہ ہوتا ہی نہیں اور جیسا کہ وہ اس معاملہ میں پختہ ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ شاید وہ تمام حالتوں میں ایسا ہی پختہ ہوتا ہوگا۔ آگے دوسروں کے کہنے سے غیر محقق کے شبہ میں پڑ جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

قبل اس کے کہ ہم حل ابیات میں مصروف ہوں ایک ضروری بات بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تا کہ حل اشعار میں مدد دے وہ یہ کہ اصولیین نے کہا ہے کہ سبب وجوب کے موجود ہونے پر خطاب تقدیری بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور بندوں سے مامور بہ کے تفویض و تسلیم کا مطالبہ ہوتا ہے اس کو پیش نظر رکھ کر اور اس کے منشاء پر غور کر کے اگر یوں کہا جاوے کہ یہ حکم واجبات مخصوصہ ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ تمام تکالیف کی یہی حالت ہے خواہ مامور بہ ہوں یا منہی عنہ واجب ہوں یا مسنون یا مندوب حرام ہوں یا مکروہ تحریمی یا تنزیہی اور ان میں علاوہ قواعد عامہ کے ہر مکلف کے لئے ہر ضرورت کے وقت افعل یا لاتفعل کا خطاب متوجہ ہوتا ہے تو کچھ بعید نہیں معلوم ہوتا۔ یہی وہ تقاضاء ہے جو جنین کی طرح مستور اور مخفی ہے جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سنو کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے جنین کی طرح مخفی تقاضا کرنے والے جب آپ ہم سے اپنے امر مطلوب کی تکمیل کا مطالبہ فرماتے ہیں تو اس کو ہمارے لئے آسان بھی کر دیجئے اور ہم کو اس کی طرف ہدایت بھی فرمایئے اور اس کے اختیار کی توفیق بھی عطا فرمایئے اور اگر آپ کو یہ منظور نہیں تو براہ لطف و کرم اس کا ہم سے مطالبہ بھی نہ فرمایئے کہ ہم بدوں آپ کی امداد کے آپ کے احکام کی بجاآوری سے قاصر ہیں اور جب ہم مفلسوں (یعنی بدون آپ کی توفیق و امداد کے بجاآوری احکام سے قاصروں) سے زر (بجاآوری احکام) کا مطالبہ کرتے ہیں تو چپکے سے ہم کو وہ زر (استطاعت بجاآوری) عطا بھی فرما دیجئے آپ غنی اور قادر و فاعل مختار ہیں۔ آپ کے لئے کچھ دشوار نہیں انتظام و تتابع شام و سحر کب طاقت رکھتا ہے کہ بدون آپ کے نظر آ سکے کیونکہ ہر نظم و قافیہ اور تجنیس خواہ اس کا تعلق شام و سحر سے ہو یا اور چیزوں سے بوجہ خوف کے آپ کے مطیع حکم ہے (فائدہ نظم و قافیہ و تجنیس سے مراد اس جگہ مطلق انتظام و اتساق و تتابع و مجانست و مناسبت ہے نہ کہ خاص اصطلاح عروض و بدیع فافہم) آپ نے کس عجیب طریقہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے ہر چیز اور تمام ذوی العقول اور غیر ذوی العقول کو اپنی عبادت کرنے والا بنایا ہے کہ ہر ایک نئے طریقہ سے آپ کی عبادت کرتا ہے خواہ وہ عبادت آپ کی مرضی کے موافق ہو خواہ خلاف اور خواہ مقصوداً ہو یا لزوماً اور لطف یہ کہ ایک کی ایک کو خبر نہیں۔ کبھی تو نفس عبادت ہی کی اطلاع نہیں ہوتی اور کبھی نفس عبادت کو جانتا ہے مگر وہ اس کے عبادت الٰہی ہونے سے واقف نہیں ہوتا۔ چنانچہ انسان عبادت جمادات کا منکر ہے حالانکہ وہ عبادت میں ماہر ہیں۔ نیز حیوانات اور کفار کا بھی یہی حال ہے سب سے بڑھ کر یہ کہ فرقہائے اسلامیہ باطلہ جو تعداد میں بہتر ہیں ان کی بھی یہی حالت ہے کہ ہر ایک کی جداگانہ عبادت ہے اور ایک کی دوسرے کو خبر نہیں۔ اس سے ہمارے اس قول کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ ذوی العقول اور غیر ذوی العقول سب آپ کی پرستش کرتے ہیں مگر ایک کی دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ جب ذوی العقول کی یہ حالت ہے تو غیر ذوی العقول کی کیا حالت ہوگی ضرور یہی ہوگا کہ ان میں بھی ایک کی دوسرے کو خبر نہ ہوگی نیز ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوتی ہے جو تسبیح جمادات کا انکار کرتے ہیں کیونکہ جب ان کو ذوی العقول کی عبادت کا بھی علم نہیں تو غیر ذوی العقول کی تسبیح کا ان کو کیا احساس ہو سکتا ہے خیر یہ تو استطراداً گفتگو تھی اب سنو کہ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات ہے کہ اہل حق کی عبادت ایک خاص طریق پر ہے اور جبری کی ان کے خلاف دوسرے طریق پر اور عام طور پر اہل حق کو جبری کی عبادت یعنی اس کی عبادت ہونے کی جہت کی خبر نہیں اور جبری کو اہل حق کی طاعت یعنی اس کی طاعت ہونے کی جہت سے آگاہی نہیں۔ اہل حق جبری کو گمراہ بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ حقیقت حال سے واقف نہیں اور امرقم فانذر وغیرہ کی ولادت علی الاختیار کو نہیں سمجھتے۔ اور جبری کہتا ہے کہ اہل سنت کیا جانیں اب سنو کہ حق سبحانہ نے ان میں آپس میں لڑائی کرا رکھی ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ ہر ایک کی استعداد کا مرتبہ ظاہر ہو جاوے اور اہل اور نااہل اور ضال اور مہتدی میں امتیاز ہو جاوے لیکن یہ امتیاز ہر ایک کا کام نہیں کیونکہ غصہ اور مہربانی میں تو ہر شخص خواہ دانا ہو یا نادان یا بالکل ہی گیا گزرا ہوا امتیاز کر سکتا ہے لیکن وقت یہ ہے کہ بعض کا مرحوم اور بعض کا مغضوب ہونا بالکل صاف نہیں بلکہ لطف میں قہر کی آمیزش ہے اور قہر میں لطف کی اور جو لطف قہر میں مستور ہو یا جو قہر لطف قہر میں مخفی ہو اس کو لوگ بہت کم سمجھتے ہیں الا اہل اللہ جن کے دل میں ایک کسوٹی رکھی ہوئی ہے کہ وہ اس سے مجرم کو معلوم کر لیتے ہیں یہ مضمون بھی استطراداً تھا۔ اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کر کے کہتے ہیں کہ اہل حق اور جبری کے علاوہ اور فرقے جو ہیں وہ ایک اور ہی گمان رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم اہل حق ہیں باقی سب گمراہ۔ یہ لوگ اپنے گھونسلے کی طرف ایک پر سے اڑتے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ علم و یقین کے تو دو پر ہیں۔ یعنی صاحب علم تو اس جانور کے مشابہ ہے جو دو پر رکھتا ہو اور اچھی طرح اڑ سکتا ہو۔ اس کے برخلاف صاحب ظن اس قدر پرواز نہیں رکھتا بلکہ اس سے گھٹیا اور خستہ حال ہے اور اس جانور سے مشابہت رکھتا ہے جو ایک پر رکھتا اور ایک پر والے جانور کا قاعدہ ہوتا ہے کہ وہ جلدی اوندھے منہ گر جاتا ہے پھر دو چار قدم اڑتا ہے پھر گر جاتا ہے اور آشیانہ تک نہیں پہنچ سکتا یہی حالت صاحب گمان کی ہے کہ وہ بھی باوجود اپنے نقصان کے بار بار حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے مگر ہر مرتبہ ناکام

www.besturdubooks.wordpress.com

رہتا ہے اور جبکہ وہ ظن سے چھوٹ جاتا ہے اور علم و یقین حاصل کر لیتا ہے تو دو پروں والے جانور کی مثل ہوتا ہے اور پروں کو کھول کر سیدھا اڑتا اور حقیقت تک پہنچتا ہے اور صاحب ظن کی طرح اوندھے منہ نہیں گرتا اور نہ اس کی طرح کمزور رہتا ہے ایسا شخص دو پروں سے جبرئیل کی طرح اڑتا ہے نہ وہ مبتلائے ظن ہوتا ہے نہ اسے غور وخوض کی ضرورت ہوتی ہے نہ وہ سوال و جواب کا محتاج ہوتا ہے اس کی طمانیت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر تمام عالم مل کر اس سے یہ کہے کہ راہ حق میں تو ہی ٹھیک چلنے والا ہے اور تیرا ہی دین ٹھیک ہے تو اس سے اس کی جد و جہد میں کوئی ترقی نہیں ہو سکتی۔ اور اس کی یکتا روح ان سے میل نہیں کھا سکتی یعنی اب بھی وہ ان سے اور ان کی تائید سے یوں ہی مستغنی ہوتا ہے جیسے پہلے تھا اور اگر سب مل کر اسے گمراہ کہیں اور یہ کہیں کہ تو اپنے کو پہاڑ سمجھتا ہے مگر فی الحقیقت ایک تنکا ہے تو وہ ان کے اس طعن سے گمان باطل میں مبتلا نہ ہوگا اور ان کی اس نیزہ زنی کا اس کو کچھ بھی احساس نہ ہوگا بلکہ اگر دریا اور پہاڑ بھی بول اٹھیں اور کہیں کہ تو قرین ضلالت اور گمراہ ہے تو وہ بالکل بھی تو شبہ میں نہ پڑے گا بلکہ وہ اسی طرح صاحب یقین اور مطمئن رہے گا اور اسے ہرگز یہ خیال نہ ہوگا کہ اب کیا کرنا چاہئے کیونکہ اس کی حالت ہمیشہ یکساں رہتی ہے اور کبھی بھی اسے کھٹکا نہیں ہوتا جو لوگ صاحب یقین نہیں ہیں ان کی وہی حالت ہے جو ایک معلم کی تھی جس کا قصہ حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

مثال آدمی کے لوگوں کی تعظیم اور رغبت کے شبہ سے بیمار ہو جانے کی اور ایک لڑکوں کے معلم کی حکایت

رنج دیدند از ملال و اجتہاد	کودکان مکتبے از اوستاد
تھکن اور محنت کی وجہ سے رنجیدہ ہو گئے	ایک مکتب کے بچے استاد کی جانب سے

یعنی ایک مکتب کے لڑکوں نے استاد کے غصہ اور محنت کی وجہ سے رنج دیکھا تھا مطلب یہ کہ ایک معلم لڑکوں سے محنت بہت لیتا تھا اور غصہ ور زیادہ تھا تو مکتب کے لڑکے تنگ ہو گئے تھے۔

تا معلم درفتد در اضطرار	مشورت کردند در تعویق کار
تاکہ استاد پریشانی میں مبتلا ہو جائے	کام کو ٹالنے کے لئے انہوں نے مشورہ کیا

یعنی سب نے (معلم کے) کام کو تعویق میں ڈالنے کا (یعنی چھٹی لینے کا) مشورہ کیا تاکہ معلم اضطرار میں پڑ جاوے یعنی سب نے کہا کہ کوئی ایسا کام کرو کہ جس سے یہ اضطرار میں پڑے اور ہمیں چھٹی دیدے اور بولے کہ۔

چوں نمی آید و را رنجورے	کہ بگیرد چند روز او دورے
اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں لگتی؟	کہ وہ چند دن دور رہے

یعنی اس کو کوئی بیماری کیوں نہیں آتی کہ وہ چند روز کے لئے دوری اختیار کرے۔

تارہیم از حبس و از تنگے کار	ہست او چون سنگ خارا برقرار
تا کہ ہم قید اور کام کی دشواری سے چھوٹ جائیں	وہ تو سنگ خارا کی طرح جما ہوا ہے

یعنی تا کہ ہم حبس اور تنگی کار سے چھوٹ جاویں کہ وہ تو سخت پتھر کی طرح برقرار ہے یعنی بولے کہ کمبخت سخت پتھر ہے کبھی بیمار بھی نہیں ہوتا۔

آن یکے زیرک تراین تدبیر کرد	کہ بگوید اوستا چونے تو زرد
ایک زیادہ ذہین نے یہ تدبیر کی	کہ وہ کہے گا' استاد آپ زرد کیوں ہیں؟

یعنی اس ایک عقلمند لڑکے نے یہ تدبیر کی کہ وہ کہے گا کہ استادجی آپ زردرو کیسے ہو رہے ہیں۔

خیر باشد رنگ تو برجائے نیست	این اثر یا از ہوا یا از تپے است
اللہ خیر کرے آپ کی رنگت ٹھیک نہیں ہے	یہ اثر ہوا یا بخار کی وجہ سے ہے

یعنی خیر تو ہے آپ کا رنگ برجا نہیں ہے یہ یا تو ہوا کا اثر ہے یا بخار کا اثر ہے۔

اندکے اندر خیال افتد ازیں	تو برادر ہم مدد کن این چنین
اس سے وہ تھوڑا سا وہم میں پڑے گا	بھائی تو بھی اسی طرح مدد کرنا

یعنی وہ اس (کہنے) سے تھوڑا سا خیال میں پڑے گا تو بھائی ذرا تم بھی اسی طرح مدد کرنا یعنی وہ لڑکا بولا کہ جب میں اس طرح اس کا مزاج پوچھوں تو پھر آ کر تم بھی یہی پوچھنا۔

چون درآئی از در مکتب بگو	خیر باشد اوستا احوال تو
جب تو دروازہ سے مکتب میں داخل ہو کہنا	اللہ خیر کرے' استاد کے آپ کے مزاج کیسے ہیں؟

یعنی جب تو مکتب کے دروازے سے آوے تو کہنا کہ استادجی خیر ہے آپ کا حال (کیسا ہے)

آں خیالش اندکے فزون شود	کز خیالے عاقلے مجنون شود
اس کا وہ وہم تھوڑا بڑھے گا	وہم کی وجہ سے عقلمند پاگل بن جاتا ہے

یعنی اس کا وہ خیال کچھ زیادہ ہوگا کہ خیال سے تو عاقل بھی مجنون ہو جاتا ہے۔

آں سوم و آں چارم و پنجم چنیں	در پے ما غم نمایند و حنیں
تیسرا اور چوتھا اور ایسے ہی پانچواں	ہمارے بعد غم کا اظہار کرے اور روئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ تیسرا اور چوتھا اور پانچواں اسی طرح ہمارے بعد اظہار رنج وغم کریں۔

تا چوسی کودک پیاپے این خبر	متفق گویند یا بد مستقر
جب اس بات کو تیس بچے پے در پے	بالاتفاق کہیں گے تو وہ جم جائے گی

یعنی یہاں تک کہ جب تیس لڑکے آگے پیچھے اس خبر کو متفق ہو کر کہیں گے تو یہ (اس کے دل میں) قرار پکڑ جاوے گی۔

ہر یکے گفتش کہ شاباش ای ذکی	بخت بر عنایت متکی
ہر بچہ نے اس سے کہا اے ذہین! شاباش ہے	خدا کرے تیرے نصیبہ کا (اللہ کی) مہربانی پر تکاؤ ہو

یعنی ہر ایک نے اس لڑکے سے کہا کہ شاباش اے ذکی تیرا بخت عنایت (حق) پر متکی ہو۔

متفق گشتند در عہد وثیق	کہ نگر داند سخن را یک رفیق
مضبوط عہد میں سب متفق ہو گئے	کہ کوئی ساتھی بات کو نہ بدلے گا

یعنی وہ سب کے سب عہد و پیمان میں متفق ہو گئے کہ کوئی ساتھی بات کو پھیرے نہیں یعنی سب نے کہا کہ جس طرح ٹھیری ہے اس کے خلاف کوئی نہ کرے۔

بعد ازان سوگندداد او جملہ را	تا کہ غمازے نگوید ماجرا
اس کے بعد اس نے سب کو قسم دی	تا کہ کوئی چغلخور (قصہ) بات نہ بتائے

یعنی بعد اس کے اس نے سب کو قسم دی تا کہ کوئی غماز اس ماجرے کو کہہ نہ دے۔

رائ آن کودک بچر بیداز ہمہ	عقل او در پیش میرفت ازرمہ
اس بچہ کی رائے سب سے بڑھ گئی	اس کی عقل گلہ سے آگے چلتی تھی

یعنی اس لڑکے کی رائے سب سے بڑھ گئی اور اس کی عقل جماعت سے آگے چلتی تھی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

شرح مبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک مکتب کے لڑکے استاد کے ہاتھ سے پریشان اور مبتلائے زحمت تھے۔ انہوں نے چھٹی لینے کے لئے یہ مشورہ کیا کہ استاد کسی مجبوری میں مبتلا ہو جاوے کیونکہ اس کے بغیر تعطیل نہیں ہو سکتی تھی وہ خیال کرتے تھے کہ اس کو کوئی ایسا مرض کیوں لاحق نہیں ہو جاتا جس کے سبب وہ چند روز کے لئے ہم سے دوری اختیار کرے تا کہ ہم اس قید اور تکلیف سے چھوٹ جائیں یہ تو سخت پہاڑ کی طرح جنبش بھی نہیں کرتا۔ غرض ان کی خواہش تھی کہ وہ بیمار ہو جاوے۔ اسکے لئے ایک نہایت سمجھدار لڑکے نے یہ تدبیر کی کہ میں استاد سے یہ کہوں گا کہ آپ کا رنگ زرد کیوں ہے خیر تو ہے آپ کی رنگت اپنی اصلی حالت پر نہیں ہے یا تو آب وہوا اور موسم کا کچھ اثر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے یا آپ کے اندر اثر بخار ہے۔ اس سے اس کے خیال میں کچھ تغیر ضرور ہوگا۔ خواہ وہ احتمال ہی کے درجہ میں ہو۔ پھر دوسرے لڑکے سے کہا کہ بھائی تم بھی میری اسی طرح تائید کرنا جب تم مکتب کے دروازے سے آؤ تو آتے ہی یہ کہنا کہ جناب آج مزاج کی کیا کیفیت ہے اس سے اس کے اس خیال کو اور ترقی ہوگی کیونکہ خیال بہت بری چیز ہے یہ تو اتنی ترقی کرتا ہے کہ آدمی مجنون ہو جاتا ہے اور ہمارے بعد تیسرا اور چوتھا اور پانچواں لڑکا بھی یونہی غم ظاہر کرے اور رونی صورت بنائے تاکہ جب تیں لڑکے پے در پے اس خبر کو متفق ہو کر بیان کریں تو وہ خیال خوب جم جاوے یہ تدبیر سن کر ہر ایک نے اسے داد دی اور کہا کہ واہ رے ذہین شاباش خوب بات نکالی۔ تیرا نصیب ہمیشہ عنایت خداوندی پر سہارا کئے ہوئے اور عنایت الٰہی ہمیشہ تیرے شامل حال رہے۔ غرض وہ سب متفق ہوگئے اور اس کا پختہ عہد ہو گیا کہ کوئی دوست اپنے عہد سے نہ پھرے گا اس کے بعد مزید اطمینان کے لئے اس نے سب سے اس کی قسمیں لیں کہ کوئی شخص اس واقعہ کی مخبری نہ کرے گا دیکھو اس لڑکے کی عقل سب پر غالب آگئی اور اس کی عقل سب کی پیش رو ہوگئی اس کے متعلق ضمناً ہم ایک مفید بات بتلاتے ہیں اس کے بعد تمامی قصہ کی طرف متوجہ ہوں گے۔

شرح شبّیری

آن تفاوت ہست در عقل بشر	کہ میان شاہدان اندر صور
انسانوں کی عقل میں ایسا ہی فرق ہے	جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں

یعنی عقل بشری میں وہ تفاوت ہے جیسا کہ معشوقوں کی صورتوں میں ہوتا ہے چونکہ معتزلہ کہتے ہیں کہ عقول اصل فطرت سے سب مساوی ہوتی ہے مگر تجربوں کی زیادتی سے کوئی بڑھ جاتی ہے اور ان کی کمی سے کوئی گھٹتی رہتی ہے اور اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اصل فطرت ہی سے متفاوت ہوتی ہیں مولانا آگے اپنے مذہب کا اثبات اور معتزلہ کے مذہب کا رد فرماتے ہیں کہ۔

بیان میں اسکے کہ عقول خلق اصل فطرت سے متفاوت ہیں اور معتزلہ کے نزدیک اصل فطرت سے مساوی ہیں اور تفاوت حصول علم سے ہوتا ہے

زین قبل فرمود احمد در مقال	در زبان پنہان بود حسن رجال
اسی سلسلہ میں آنحضورؐ نے گفتگو میں فرمایا	انسانوں کا حسن زبان میں پوشیدہ ہوتا ہے

یعنی اس قبیل سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو میں فرمایا ہے کہ زبان میں حسن رجال پنہاں ہوتا ہے مطلب یہ کہ حضور نے فرمایا ہے کہ انسان کے بولنے سے اس کے حسن و قبح کی حالت معلوم ہو جاتی ہے تو معلوم ہوا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

انسان آپس میں متفاوت ہیں جب ہی تو زبان سے ایک دوسرے میں امتیاز ہوتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اختلاف عقلہا دراصل بود	بروفاق سنیان باید شنود
عقلوں کا فرق اصل سے تھا	سنیوں (کے قول) کے مطابق سننا چاہیے

یعنی اختلاف عقول اصل سے ہی ہے موافق مذہب سنیوں کے سننا چاہیے۔

برخلاف قول اہل اعتزال	کہ عقول از اصل دارند اعتدال
معتزلہ کے اس قول کے خلاف	کہ عقلیں اصل میں یکسانیت رکھتی ہیں

یعنی بخلاف قول معتزلہ کے کہ عقول اصل فطرت سے اعتدال رکھتی ہے (اور وہ کہتے ہیں کہ)

تجربہ و تعلیم بیش و کم کند	تا یکے را از یکے اعلم کند
تجربہ اور تعلیم گھٹاتے اور بڑھاتے ہیں	یہاں تک کہ ایک کو ایک سے زیادہ عالم بنا دیتے ہیں

یعنی تجربہ اور تعلیم زیادہ اور کم کرتی ہے یہاں تک کہ ایک کو دوسرے سے اعلم کر دیتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ

باطل است این زانکہ رائی کودکے	کہ ندارد تجربہ در مسلکے
یہ غلط ہے کیونکہ بچے کی رائے	جس کو کسی مسلک کا کوئی تجربہ نہیں ہے

یعنی (یہ مذہب معتزلہ) باطل ہے اس لئے کہ ایک بچہ کی عقل جو کہ معاملات میں تجربہ نہیں رکھتا ہے۔

بگزرد ز اندیشۂ مردان کار	عاجز آمد کارشان در اضطرار
تجربہ کار لوگوں کی رائے سے بڑھ جاتی ہے	ان لوگوں کا کام پریشانی میں عاجز آ جاتا ہے

یعنی بڑھ جاتی ہے مردان کار کے فکروں سے اور ان مردوں کا کام اضطرار میں عاجز آتا ہے تو جب ان کو تجربہ ہی نہیں تو پھر ان بچوں کی عقل ان سے کیوں بڑھ جاتی ہے معلوم ہوا کہ اصل فطرت ہی سے متفاوت ہیں۔ آگے تائید میں اوپر والے بچہ کی حکایت کو پیش فرماتے ہیں رجوع الی القصہ نہیں ہے صرف تائید مقصود ہے فرماتے ہیں کہ

بردمید اندیشۂ زان طفل خورد	پیر باصد تجربہ بوئے نہ برد
اس چھوٹے بچے سے وہ خیال ظاہر ہوا	جس کی سو تجربہ والے بوڑھے کو خوشبو بھی نہ آئی

یعنی اس چھوٹے لڑکے میں سے ایک فکر نکلی تو وہ (معلم) بڈھا باوجود سو تجربوں کے بو نہ لے جا سکا تو معلوم ہوا کہ اس بچہ کی عقل فطرتاً ہی زیادہ تھی۔

خود فزون آن بہ کہ آن از فطرت است	تا زافزونے کہ جہد و فکرت است
(عقل کی) وہ زیادتی جو فطرت کی طرف سے ہے بہتر ہے	پھر وہ زیادتی ہے جو کہ کوشش اور فکر کی وجہ سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی زیادتی وہی بہتر ہے جو کہ فطرت سے ہو اور پھر وہ زیادتی جو جہد وفکر سے ہو۔

تو بگو دادہ خدا بہتر بود	یا کہ لنگے را ہوا رانہ رود
تو بتا اللہ کا دیا ہوا بہتر ہوتا ہے	یا وہ لنگڑا جو تیز رو گھوڑے کی طرح چلے

یعنی تم ہی کہو کہ خدا کی دی ہوئی بہتر ہے یا کہ وہ لنگڑا جو (بہ تکلیف) راہواروں کی طرح چلتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ وہی دادۂ خدا بہتر ہے پس جو عقل کہ فطرت سے زیادہ ہو وہی بہتر ہے یہ ایک لطیفہ کے طور پر فرمادیا آگے پھر ان لڑکوں کا قصہ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یاد رکھو کہ آدمیوں کی عقول میں بھی وہی تفاوت ہے جو معشوقوں کی صورتوں میں اسی کے متعلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث میں فرمایا ہے کہ آدمی کا حسن زبان کے نیچے مستور ہے۔ یعنی جب تک آدمی کلام نہیں کرتا اس وقت تک اس کی عقل کا حسن وقبح ظاہر نہیں ہوتا۔ اس سے تو صرف یہ امر ثابت ہوا کہ عقول میں تفاوت ہے مگر بعد کو اہل سنت اور معتزلہ میں یہ اختلاف واقع ہوا کہ یہ اختلاف فطری ہے یا علم و تجربہ کی کمی بیشی کے سبب سے ہے اہل سنت کہتے ہیں کہ یہ اختلاف فطری ہے اور معتزلہ کہتے ہیں کہ علم وتجربہ کی کمی بیشی سے ہے مگر ہم کہتے ہیں کہ اختلاف فطری ہے۔ جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں (تم کو خوب سن رکھنا چاہئے) برخلاف معتزلہ کے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ بدو فطرت میں عقول سب یکساں ہیں تجربہ اور تعلیم کی کمی بیشی اس میں کمی بیشی پیدا کرتی ہے۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے سے زیادہ عالم اور عاقل ہو جاتا ہے اور دوسرا کم رہ جاتا ہے۔ اس قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ ایک لڑکا جو نہ تجربہ رکھتا ہے اور نہ زیادہ علم اس کی عقل ایک خاص معاملہ میں ان لوگوں سے بڑھ جاتی ہے جو اس کے کرنے والے ہیں اور وہ اس کے مقابلہ میں عاجز اور مجبور ہو جاتے ہیں دیکھو اس چھوٹے بچہ کی عقل نے ایک ایسی بات پیدا کی کہ ایک بڈھا (استاد) باوجود سینکڑوں تجربوں کے اس کی ہوا تک کو نہ پہنچ سکا۔ اب یہ بات بھی دیکھنے کے قابل ہے کہ کمی بیشی کو تو دونوں فریق تسلیم کرتے ہیں مگر اس کے منشاء میں اختلاف رکھتے ہیں اب دیکھو کہ وہ زیادتی بہتر ہے جو بدو فطرت میں ہے یا وہ زیادتی جو کوشش اور غور وفکر کی مشق سے پیدا ہوئی ہے اور تمہیں انصاف سے کہدو کہ دادِ خدا بہتر ہے یا یہ کہ حقیقۃً ناقص اور صورۃً کامل ہو لہٰذا اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ گھوڑا ہو تو لنگڑا مگر بہ تکلف رہوار چلتا ہو

فائدہ۔ یاد رکھو کہ یہ گفتگو معتزلہ کے لئے ملزم اور مسکت ہے کہ وہ نقصان کو فطری تسلیم کرتے ہیں اور الزام انہیں کو دینا مقصود بھی ہے مگر فی نفسہ مثبت مذہب نہیں بلکہ مثبت مذہب وہ دلیل ہے جو پیشتر بیان کی ہے یعنی مشاہدہ زیادتی عقل طفل خورد بر عقل پیر تجربہ کار) اس ضمنی گفتگو کو ختم کر کے پھر اصل قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

لڑکوں کا استاد کو مکر سے وہم میں ڈال دینا

روز گشت و آمدند آن کودکاں	برہمیں فکرت بمکتب شادمان
دن نکلا اور وہ بچے آئے	اسی تدبیر کے مطابق مکتب کی جانب روانہ ہوئے

یعنی دن ہو گیا اور وہ لڑکے اسی فکر میں خوش خوش مکتب میں آئے۔

جملہ استادند بیروں منتظر	تادر آید اول آں یار مکر
سب باہر منتظر کھڑے ہو گئے	تا کہ وہ مکار دوست پہلے اندر جائے

یعنی سارے باہر منتظر کھڑے ہو گئے تا کہ اول وہ یار مکار آوے۔

زانکہ منبع او بدست ایں رای را	سر امام آمد ہمیشہ پائے را
اس لئے کہ اس تدبیر کا وہی سرچشمہ تھا	سر ہمیشہ پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے

یعنی اس لئے کہ اس رائے کا وہی منبع تھا اور پاؤں کے لئے ہمیشہ سر ہی امام ہوتا ہے لہذا وہ اس کے منتظر ہوئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے مقلد تو مجو پیشی بران	کو بود منبع زنور آسمان
اے پیچھے چلنے والے! تو اس سے آگے نہ بڑھ	جو آسمانی نور کا سرچشمہ ہے

یعنی اے مقلد تو اس پر پیشی مت ڈھونڈھ جو کہ نور آسمانی سے منبع ہووے۔ مطلب یہ کہ بس تم کو بتا دیا گیا ہے اب اس پر اپنی طرف سے زیادتی مت کرو ورنہ خطا پاؤ گے۔ آگے پھر ان لڑکوں کی حکایت ہے۔

او در آمد گفت استار اسلام	خیر باشد رنگ رویت زرد فام
وہ آیا بولا استاد کو سلام ہے	خدا خیر کرے آپ کے چہرے کی رنگ پیلی ہے

یعنی وہ لڑکا آیا اور استاد کو سلام کیا (اور بولا کہ) خیر ہے آپ کے چہرے کا رنگ زرد زرد ہے۔

گفت استا نیست رنجے مرمرا	تو برو بنشین مگو یاوہ ہلا
استاد نے کہا مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے	تو جا (بیٹھ جا) خبردار! بک بک نہ کر

یعنی استاد نے کہا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے تو جا بیٹھ خبردار فضول مت بک۔

نفی کرد اما غبار وہم بد	اند کے اندر دلش ناگاہ زد
انکار کر دیا لیکن برے خیال کا وہم	تھوڑا سا اچانک اس کے دل میں رونما ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس نے نفی کر دی مگر وہم بد کا غبار تھوڑا سا اس کے دل پر جم گیا۔

اندر آمد دیگرے گفت این چنین	اندکے آن وہم افزون شد برین
دوسرا اندر آیا اس نے بھی ایسا ہی کہا	اس پر تھوڑا سا وہ وہم بڑھا

یعنی دوسرا اندر آیا اور اس نے بھی اسی طرح کہا تو تھوڑا سا وہم اس (پہلے) پر سے زیادہ ہوا۔

ہمچنین تا وہم او قوت گرفت	ماند اندر حال خود بس در شگفت
اسی طریقہ پر یہاں تک کہ وہم نے قوت پکڑی	وہ (استاد) اپنے معاملہ میں حیرانی میں پڑ گیا

یعنی اسی طرح (سب کہتے رہے) یہاں تک کہ اس کے وہم نے قوت پکڑ لی اور وہ اپنی حالت میں ایک تعجب میں (رہ گیا کہ مجھے کیا ہو گیا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ معلم دوسروں کے کہنے سے وہم میں پڑ گیا اسی طرح فرعون بھی دوسروں کی تعلیم سے وہم میں مبتلا ہو گیا تھا اور اپنی حالت کی خبر نہ تھی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ خیر مشورہ طے پا گیا اور دن ہوا اس وقت لڑکے اسی خیال میں ڈوبے ہوئے خوش خوش مکتب میں آئے سب لڑکے اس ذہین لڑکے کے انتظار میں باہر کھڑے رہے کیونکہ اس رائے کا سرچشمہ وہی تھا اور وہ بمنزلہ سر کے تھا اور دیگر لڑکے بمنزلہ پاؤں کے اور سر پاؤں کا پیشوا ہوتا ہے۔ اس واقعہ سے مقلد و ناقل کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور محقق سے جو کہ نور حق سبحانہ کا سرچشمہ ہے بڑھنے کا خیال نہ کرنا چاہئے خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب سنو کہ وہ لڑکا آیا اور آ کر اس نے استاد کو سلام کیا اور کہا کہ خیر تو ہے جناب کے چہرہ کی رنگت کچھ زردی مائل ہے استاد نے اس کو تو جھڑک دیا اور کہا کہ جا اپنی جگہ بیٹھ بیہودہ بکواس مت کر مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے اس نے بیماری کا انکار تو کر دیا مگر برے خیال نے اس کے دل پر اثر ضرور کیا اس نے سوچا کہ احتمال تو ہے کہ یہ لڑکا سچ کہتا ہو دوسرا اور آیا اس نے بھی یہی کہا۔ اس سے اس وہم میں اور ترقی ہوئی یہی سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ وہ وہم قوی ہو گیا اور اس نے سمجھ لیا کہ میں واقع میں بیمار ہوں اور یہ سمجھ کر اپنی حالت پر بہت متعجب ہوا اور کہا کہ کس قدر عجیب بات ہے کہ میں بیمار ہوں اور مجھے خبر نہیں۔ یہاں مولانا اس کے مناسب اور مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

فرعون کا لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے بیمار ہو جانا

سجدۂ خلق از زن واز طفل ومرد	زد دل فرعون را رنجور کرد
عورتوں اور بچوں اور مردوں کے سجدوں نے	اثر کیا فرعون کے دل کو بیمار کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مخلوق کے سجدہ نے عورتوں اور بچوں اور مردوں سے جلد ہی فرعون کے دل کو بیمار کر دیا زن وطفل ومرد تفسیر ہے خلق کی یعنی جب لوگوں کی تعظیم کی وجہ سے اس کا دل خراب ہو گیا اور اس کے اندر تکبر کوٹ کوٹ کر بھرا گیا۔ نعوذ باللہ منہ

گفتن ہر یک خداوند و ملک	آنچنان گردش ز وہم مہلک
ہر ایک کے مالک اور شاہ کہنے نے	برباد کر دینے والے وہم کی وجہ سے اس کو ایسا بنا دیا

یعنی ہر ایک کے خداوند اور بادشاہ کہنے نے اس کو اس طرح وہم سے ہلاک ہونے والا کر دیا۔

کہ بدعویٰ الٰہی شد دلیر	اژدہا گشت و نمی شد ہیچ سیر
کہ خدائی کے دعوے پر دلیر بن گیا	اژدہا بنا اور بھی اس کا پیٹ نہ بھرا

یعنی کہ دعویٰ الوہیت میں دلیر ہو گیا (اور ظلم میں) اژدھا ہو گیا تھا مگر سیر نہ ہوتا تھا۔ یعنی جتنی کوئی تعظیم کرے اس سے اس کو زیادہ کی ہوس ہوتی تھی آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عقل جزوی آفتش وہم ست وظن	زانکہ در ظلمات شد او را وطن
وہم اور گمان، ناقص عقل کے لئے مصیبت ہے	کیونکہ اس کا ٹھکانا تاریکیوں میں ہے

یعنی عقل جزوی کی آفت وہم اور ظن میں ہے اس لئے کہ ظلمات میں اس کا وطن ہوتا ہے تو وہ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتی۔ آگے وہم کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

بر زمین گر نیم گز راہے بود	آدمی بے وہم ایمن مے رود
زمین پر اگر آدھے گز کا راستہ ہو	آدمی بغیر وہم کے مطمئن ہوکر چلتا ہے

یعنی زمین پر اگر آدھ گز بھی راہ ہووے تو آدمی بے وہم کے بے خوف چلا جاتا ہے۔

بر سر دیوار عالے گر روی	گر دو گز عرضش شود کژ می شوی
اگر تو اونچی دیوار پر چلے	اگر دو گز کی چوڑائی ہو تو اوندھا ہو جاتا ہے

یعنی اور اگر کسی بلند دیوار پر چلتا ہو تو اگر اس کا عرض دو گز ہو تب بھی کج ہوئے جاتے ہو۔

بلکہ می افتی ز لرز دل بو ہم	ترس وہمے را نکو بنگر بفہم
بلکہ وہم کی وجہ سے دل کے لرزنے سے تو گر پڑے گا	عقل کے ذریعہ خوف اور وہم کو خوب سمجھ لے

یعنی بلکہ تم دل کے کانپنے کی وجہ سے گر پڑتے ہو اور خوف اور وہم کو فہم سے اچھی طرح سمجھ لو تو دیکھو ایک جگہ تو آدمی گز زمین پر چلتے ہوئے بھی نہیں ڈرتا اور دوسری جگہ دو گز زمین پر بھی گر پڑتے ہو یہ اسی کی وجہ سے ہے کہ تم کو یہاں گرنے کا وہم نہیں ہے اور وہاں وہم ہے تو وہم ایسی بلا ہے۔ آگے پھر اس معلم کی حکایت فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو جس طرح لڑکوں کے کہنے سے استاد اپنے کو بیمار سمجھ گیا اور پھر سچ مچ بیمار بن گیا یوں ہی عورتوں بچوں اور مردوں غرض کہ مخلوق کے سجدوں سے فرعون اپنے کو خدا سمجھ گیا تھا اور یہ سمجھ کر مریض القلب ہو گیا تھا اور ہر شخص کے خداوند نعمت اور بادشاہ کہنے نے غلبہ وہم کے سبب یوں ہی اس کو رسوا کیا تھا کہ وہ دعوئی الوہیت پر جرأت کر بیٹھا اور اژدہا بن گیا کہ اپنی تعظیم سے اس کا دل سیر ہی نہ ہوتا تھا۔ اس سے تم سمجھو کہ وہم وظن عقل ناقص کے لئے آفت ہے کیونکہ وہم وظن کا گھر ظلمات میں ہے اور ان کو ظلمات ناسوت ہی سے تعلق ہے۔ پس اگر عقل ناقص ہوتی ہے تو یہ اس پر غالب آ کر اس کو بھی ظلمات کر دیتے ہیں اور وہ ادراک حقیقت سے قاصر ہو جاتی ہے اس کی تصدیق پورے طور پر تم کو اس واقعہ سے ہو گی کہ اگر زمین پر آدھ گز چوڑا رستہ ہو تو آدمی بے خوف وخطر چلا جاتا ہے لیکن اگر کوئی اونچی دیوار ہو اور اس پر چلنا پڑے تو اگر دو گز چوڑا رستہ بھی ہو گا تب بھی تم کبھی کبھی ایک طرف کو جھک جاؤ گے بلکہ غلبہ وہم سے دل کانپنے لگے گا اور ہاتھ پاؤں بے قابو ہو جائیں گے اور تم گر پڑو گے اس سے تم سمجھ لو کہ خوف اور وہم کیا قوت رکھتا ہے۔ اور کیا عقل پر غالب آ کر اس کو بیکار کر دیتا ہے جب یہ فائدہ معلوم ہو گیا تو اب قصہ سنو۔

شرح شبیری

استاد معلم کا وہم وخیال کی وجہ سے بیمار ہو جانا

گشت استا سخت ست از وہم وبیم	برجہید و مے کشانید او گلیم
وہم اور ڈر سے استاد بہت ست ہو گیا	اٹھا اور اس نے کملی کھینچی

یعنی استاد وہم وخوف کی وجہ سے بہت ست ہو گیا تو اٹھا اس حالت میں کہ کمبل کھینچتا تھا۔

خشمگین بازن کہ مہر اوست ست	من بدین حالم نہ پرسید او نخست
بیوی پر غصہ تھا کہ اس کو محبت کم ہے	میں اس حالت میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا

یعنی بیوی پر غصہ میں تھا کہ اس کی محبت ست ہے کہ میں اس حال میں ہوں اور اس نے پہلے نہ پوچھا۔

خود مرا آگہ نکرد از رنگ من	قصد دارد تا رہد از ننگ من
اس نے مجھے میری رنگت سے آگاہ نہ کیا	اس کا تو ارادہ ہے کہ میری ذلت سے نجات پائے

یعنی اس نے خود مجھے میری (تغیر) رنگ سے آگاہ نہیں کیا وہ تو یہ چاہتی ہے کہ میرے ساتھ سے چھوٹ جاوے۔

besturdubooks.wordpress.com

او بحسن و جلوهٔ خود مست گشت	بے خبر کز بام من افتاد طشت
وہ اپنے حسن اور جلوے میں مست ہو گئی ہے	اس سے بے خبر کہ طشت میرے بالا خانہ سے گرا ہے

یعنی وہ اپنے حسن وجلوہ میں مست ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے کہ میری بیماری مشہور ہو گئی ہے۔

آمد و در را بہ تندی برکشاد	کودکان ار درپۓ آن اوستاد
گھر آیا اور سختی سے دروازہ کھولا	بچے اس استاد کے پیچھے تھے

یعنی آیا اور دروازہ سختی سے کھولا اور لونڈے اس استاد کے پیچھے پیچھے۔

گفت زن خیر ست چون زود آمدی	کہ مباد اذات نیکت را بدے
بیوی نے کہا خیر ہے، آپ جلد کیوں آ گئے؟	خدا نہ کرے آپ کی نیک ذات کو کوئی تکلیف پہنچے

یعنی عورت بولی کہ خیر ہے جلدی کیسے آ گئے کہ آپ کی ذات نیک کو کوئی برائی نہ ہو۔

گفت کوری رنگ و حال من ببین	از غم بیگانگان اندر حنین
اس نے کہا تو اندھی ہے، میری رنگت اور حالت دیکھ	میرے غم میں دوسرے رو رہے ہیں

یعنی وہ معلم بولا کہ اندھی ہے میرا رنگ اور میری حالت دیکھ کہ میری تکلیف سے بیگانے رنج میں ہیں۔

تو درون خانہ ازبغض و نفاق	می نہ بینی حال من در احتراق
تو گھر کے اندر بغض اور نفاق کی وجہ سے	جلنے میں، میری حالت نہیں دیکھتی ہے

یعنی تو گھر کے اندر بغض ونفاق کی وجہ سے میرا حال جلنے میں دیکھتی نہیں ہے یعنی میں بخار کے مارے جل رہا ہوں اور کمبخت تجھے گھر کے اندر رہ کر خاک خبر نہیں۔

گفت زن اے خواجہ رنجے نیستت	وہم و ظن و فکر بے معنیستت
بیوی نے کہا اے جناب، آپ کو کوئی بیماری نہیں ہے	آپ کا وہم اور گمان اور فکر بلاوجہ ہے

یعنی عورت نے کہا کہ اے خواجہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہے وہم وظن لائے اور بے معنی تم کو ہو گیا ہے۔

گفت اے غر تو ہنوزی در لجاج	می نہ بینی در تغیر و ارتجاج
اس (شوہر) نے کہا اے بیوقوف تو ابھی جھگڑے میں ہے	اس تغیر اور کپکپی کو نہیں دیکھ رہی ہے

یعنی بولا کہ اری مکار تو ابھی لڑائی میں ہے تو میرا تغیر اور کانپنا نہیں دیکھتی۔

گر تو کورو کر شدی مارا چہ جرم	ما درین رنجیم و در اندوہ و کرم
اگر تو اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور ہے	ہم تو اس رنج اور غم اور ضیق میں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بولا کہ اگر تو کور وکر ہو جاوے تو بیماری کیا خطا ہم تو اس تکلیف اور غم اور مصیبت میں ہیں۔ یعنی وہ بیوی سے بولا کہ میں تو اس حال میں ہوں اور تو اچھا بتا رہی ہے تو میری کیا خطا ہے۔

گفت اے خواجہ بیارم آئینہ	تا بدانی کہ ندارم من گنہ
اس نے کہا اے جناب! میں آئینہ لاتی ہوں	تاکہ آپ سمجھ لیں کہ میری کوئی خطا نہیں ہے

یعنی بیوی نے کہا کہ میاں میں آئینہ لے آؤں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ میری خطا نہیں ہے۔

گفت رو روچہ تو چہ آئینہ ات	دائما در بغض و کینے و عنت
اس نے کہا جا' جا تو کیا' تیرا آئینہ کیا	تو ہمیشہ بغض' اور کینہ اور سرکشی میں جتلا ہے

یعنی وہ بولا کہ جا کیا تو اور کیا تیرا آئینہ تو ہمیشہ بغض اور کینہ اور سرکشی میں رہتی ہے۔

جامۂ خواب مرا رو گستران	تا بخسپم کہ سر من شد گران
جلد میرا بستر بچھا دے	تاکہ میں سو جاؤں' مجھے سرگرانی ہے

یعنی میرا بستر جلدی بچھادے تاکہ میں سو رہوں کہ میرا سر بھاری ہو گیا ہے۔

زن توقف کرد و مردش بانگ زد	کاے عدو زوتر ترا این مے سزد
بیوی نے دیر کی اور مرد اس پر چیخا	کہ اے دشمن' جلدی کر تیرے لئے یہ مناسب ہے؟

یعنی عورت نے (بچھونا کرنے میں) توقف کیا (تاکہ وہم زائل ہو جاوے) تو اس مرد نے اس کو آواز دی کہ اری دشمن تجھے یہی لائق ہے (کہ ہم مر رہے ہیں اور تو بیٹھی ہوئی ہے)

استاد کا بستر میں لیٹ جانا اور وہم و تکلیف کی وجہ سے رونا

جامہ خواب آورد و گستردش عجوز	گفت امکان نے و باطن پر زسوز
بوڑھی بستر لائی اور اس کے لئے بچھا دیا	(بوڑھی کے لئے) بولنا ممکن نہیں اور دل میں جلن

یعنی وہ بڑھیا بستر لائی اور بچھا دیا بولنے کی تو طاقت نہیں اور اندر سے جل رہی تھی (اور دل ہی دل میں یوں کہہ رہی تھی کہ)

گر بگویم متہم دارد مرا	ورنہ گویم جد شود این ماجرا
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ مجھ پر تہمت دھرے گا	اگر کچھ نہیں بولتی ہوں تو یہ قصہ حقیقی بن جائے گا

یعنی اگر کہتی ہوں تو یہ مجھے متہم کرے گا اور اگر نہیں کہتی ہوں تو یہ بات سچ ہوئی جاتی ہے یعنی سچ مچ بیمار ہو جاوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فال بدر رنجور گرداند ہمے	آدمی را کہ نبودستش غمے
بری فال بیمار بنا دیتی ہے	اس آدمی کو (بھی) جس کو کوئی غم نہ ہو

یعنی فال بد اس آدمی کو بھی بیمار بنا دیتی ہے جس کو کہ کوئی تکلیف نہ ہو۔

قول پیغمبر قبولہ یفرض	ان تمارضتم لدنیا تمرضوا
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا فرض کر دی گئی ہے	اگر ہمارے سامنے بتکلف مریض ہوگے مریض بن جاؤ گے

یعنی قول پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو اس کا قبول کرنا فرض ہے (اور وہ یہ ہے کہ) اگر تم دنیا کے لئے مریض ہوگے تو سچ مچ مریض ہو جاؤ گے حدیث میں منافقین کے لئے ہے اگر تم بہانہ کر کے مریض ہوگے تو سچ مچ مریض ہو جاؤ گے اسی کو مولانا نے یہاں چسپاں فرمادیا ہے آگے پھر اس عورت کے دل کی باتوں کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ۔

گر بگویم او خیالے برزند	فعل دارد زن کہ خلوت میکند
اگر میں کچھ کہتی ہوں وہ برا خیال کرے گا	کہ بیوی کو کوئی کام ہے تنہائی چاہتی ہے

یعنی اگر میں کہتی ہوں تو وہ یہ خیال کرے گا کہ عورت کوئی فعل کرنا چاہتی ہے کہ جو خلوت کرتی ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اگر میں کہتی ہوں کہ تم تو اچھے خاصے ہو جا کر پڑھاؤ تو وہ سمجھے گا کہ کوئی یار ہے اس کو بلانے کیلئے خلوت کرنا چاہتی ہے۔

مرمرا از خانہ بیرون میکند	بہر فسقے فعل وا فسون میکند
مجھے گھر سے بھگاتا چاہتی ہے	بدی کے لئے کوشش اور تدبیر کرتی ہے

یعنی (سمجھے گا) کہ مجھے گھر سے باہر کرتی ہے اور کسی کام کیلئے یہ کام اور چالاکی کرتی ہے۔ خیر دل میں یہ سب سوچا مگر بستر بچھا دیا۔

جامہ خواب افگند و استا اوفتاد	آہ آہ و نالہ ازوے می بزاد
اس نے بستر بچھا دیا اور استاد لیٹ گیا	آہ آہ اور رونا شروع کر دیا

یعنی اس نے بستر بچھا دیا تو استاد جی گر پڑے اور آہ آہ اور نالہ و بکا اس سے پیدا ہوا۔

کودکان آنجا نشستند و نہاں	درس میخواندند باصد اندہاں
بچے وہاں بیٹھ گئے اور آہستہ سے	سینکڑوں غموں کے ساتھ سبق پڑھنے لگے

یعنی لڑکے وہاں بیٹھے ہوئے اور چپکے چپکے سبق سو غموں کے ساتھ پڑھ رہے تھے۔

کایں ہمہ کردیم وہم زندانیم	بد بنائے بود و ما بد بانیم
کہ ہم نے سب کچھ کیا اور پھر بھی ہم قیدی ہیں	بری عمارت تھی اور ہم برے بنانے والے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا اور ہم قیدی ہیں یہ سب بڑی بناتھی اور ہم برے بانی ہیں مطلب یہ کہ چونکہ استاد نے کہا کہ گھر پر بیٹھ کر پڑھو اور میں لیٹتا ہوں تو وہ اس غم میں تھے کہ افسوس کہ اس کو بیمار بھی تدبیر سے ڈالا مگر پھر بھی کچھ نہ ہوا ہم قیدی کے قیدی ہی رہے اس کے بعد بولے کہ۔

ہیں دگر اندیشۂ باید نمود	تا ازین محنت فرح یا بیم زود
خبردار! دوسری تدبیر کرنی چاہیے	تاکہ ہم اس مصیبت سے جلد راحت پا لیں

یعنی ارے کوئی دوسری فکر کرنی چاہئے تاکہ اس مصیبت سے ہم جلدی سے خوشی حاصل کریں۔ مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ ایسی تدبیر سوچو کہ اس سے بھی چھوٹیں تو اسی لڑکے نے پھر تدبیر کی جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ استاد وہم اور خوف کے سبب بہت ہی نحیف ہو گیا وہ اٹھا اور اپنا کمبل اٹھا کر چل دیا۔ بیوی پر نہایت غصہ تھا کہ میں اس حالت میں تھا اور اس نے پیشتر سے نہ پوچھا کہ تیری رنگت زرد ہے تجھے کیا تکلیف ہے اور مجھے میری رنگت پر مطلع نہ کیا۔ جی وہ کیوں کرتی وہ تو خدا سے چاہتی ہے کہ یہ کہیں مرے اور میری زوجیت کی عار سے اس کا پیچھا چھوٹے وہ اپنے غرور حسن میں مست ہے اسے اتنی بھی خبر نہیں کہ میری بیماری لوگوں میں مشہور ہو گئی غرض وہ اس پیچ وتاب میں مکان تک پہنچا اور زور سے دروازہ کھولا۔ لڑکے بھی استاد کے پیچھے پیچھے آرہے تھے کیونکہ ان کو ابھی چھٹی نہ ملی تھی۔ عورت نے ان کو بے وقت آتا دیکھ کر پوچھا کہ خیر تو ہے آپ آج اس وقت کیسے چلے آئے خدا نہ کرے کہ آپ کو کوئی نقصان پہنچا ہو۔ انہوں نے کہا کہ اندھی ہو گئی ہے مجھ سے کیا پوچھتی ہے میری حالت اور میری رنگت دیکھ لے۔ غضب ہے کہ میرے غم میں دوسرے لوگ تو کڑھتے ہیں اور تو گھر میں رہ کر بغض ونفاق کے سبب میری حالت نہیں دیکھتی کہ میں بھن رہا ہوں۔ اس نے کہا جناب آپ تو اچھے خاصے ہیں کوئی نقصان بھی آپ کے اندر نہیں محض بے معنی اور فضول تو ہم اور خیال فاسد ہے اس نے کہا کہ چھنال تو اب تک بھی جھگڑتی ہی نکال رہی ہے مجھے نہیں دیکھتی کہ میری حالت میں کس قدر تغیر آ گیا ہے اور میں کیسا کانپ رہا ہوں اگر اندھی اور بہری ہو گئی ہے تو ہمارا کیا قصور۔ ہم خود اپنی تکلیف اور رنج وغم میں مبتلا ہیں۔ اس نے کہا کہ جناب آپ فرمائیں تو میں آئینہ لا کر آپ کو آپ کی حالت دکھلا دوں تا کہ آپ جان لیں کہ میں اس معاملہ میں بے قصور ہوں اس نے کہا جا دور ہو خدا کرے نہ تو بچے نہ تیرا آئینہ۔ سب تباہ ہوں۔ تو ہمیشہ عداوت اور دشمنی اور ضد ہی کرتی رہی۔ جا میرا بستر بچھا دے میرا سر بھاری ہو رہا ہے ذرا سو رہوں۔ عورت نے بستر بچھانے میں توقف کیا سمجھا کہ شاید سمجھ جائیں مگر اس نے ڈانٹا کہ اری دشمن جلدی سے بچھا دے اس وقت تجھے ایسا کرنا چاہئے خیر بڑی بی بستر لے آئی اور لا کر بچھا دیا دل میں جل رہی تھی لیکن کچھ کہہ نہ سکتی تھی سوچتی تھی کہ میں کچھ کہتی ہوں تو مجھے متہم سمجھے گا اور اگر نہیں کہتی تو یہ قصہ سچ ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہے او یہ یقیناً بیمار ہو جائے گا کیونکہ جو آدمی بیمار نہ ہو اور اپنے کو بیمار کہے تو وہ واقع میں بیمار ہو جاتا ہے اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو صحیح سمجھنا لازمی ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ اے منافقین اگر تم ہمارے سامنے بیمار بن کر آؤ گے تو تم واقع میں بیمار ہو جاؤ گے اور اگر کہتی ہوں تو وہ خیال کرے گا کہ عورت کوئی حرکت کرنا چاہتی ہے اس لئے مجھے ٹالتی ہے اور تنہائی چاہتی ہے یہ اس کی ایک چال ہے کہ مجھے تو صحت کا یقین دلا کر گھر سے نکالتی ہے اور خود حرامکاری کرے گی ان تمام باتوں پر نظر کر کے اس نے بدنامی پر بیماری کو ترجیح دی اور بستر بچھا دیا۔ استاد صاحب لیٹ گئے اور ہائے ہائے کرنے لگے لڑکے بھی بیٹھ گئے اور آہستہ آہستہ پڑھنے لگے ان کو اس کا رنج تھا کہ ہم نے یہ سب کچھ کیا پھر بھی ہم قید میں گرفتار ہیں ہماری عمارت بری تھی اور ہم بری عمارت بنانے والے تھے۔ اچھا اب کوئی اور تدبیر کرنی چاہئے کہ اس مصیبت سے چھوٹ کر خوشی حاصل کریں۔

شرح شبّیری

لڑکوں کا استاد کو دوسری مرتبہ وہم میں ڈالنا کہ اس کو قرآن پڑھنے سے دردِ سر ہوتا ہے

گفت آن زیرک کہ ای قوم پسند	درس خوانید و کنید آوا بلند
اس ذہین بچے نے کہا اے دوستو!	سبق پڑھو اور آواز بلند کرو

یعنی (اول تو) اسی لڑکے نے (چپکے سے) کہ اے قوم پسندیدہ سبق پڑھو اور آواز کو بلند کرو۔

چون ہمی خواندند گفت ای کودکان	بانگ ما استاد را دارد زیان
جب انہوں نے اس طرح پڑھا تو بولا اے بچو!	ہماری آواز سے استاد کو تکلیف ہوتی ہے

یعنی جب سب نے (زور سے) پڑھا تو بولا کہ ارے لڑکو ہماری آواز استاد کو نقصان دیتی ہے۔

درد سر افزاید استا راز بانگ	ارزد این کو درد یابد بہر دانگ
آواز سے استاد کے سر میں درد بڑھتا ہے	کیا یہ مناسب ہے کہ دمڑی کے لئے اس کے سر میں درد ہو؟

یعنی آواز سے استاد کا دردِ سر بڑھتا ہے تو کیا یہی لائق ہے کہ وہ چند پیسوں کے لئے درد پاوے یعنی اس کو جو جمعراتی وغیرہ مل جاتی ہے بس اس کے واسطے وہ دردِ سر مول لے۔ لہذا آہستہ پڑھو۔

گفت استاراست میگوید روید	درد سر افزوں شدم بیرون شوید
استاد نے کہا وہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ	میرے سر میں درد بڑھ گیا، باہر چلے جاؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی استاد نے کہا کہ یہ سچ کہتا ہے تم لوگ جاؤ۔ میرا درد سر بڑھتا ہے جاؤ باہر جاؤ۔ یعنی اس کہنے سے اس کو وہم ہو گیا کہ ہاں درد سر بڑھتا تو ہے لہذا سب کو چھٹی دیدی۔

سجدہ کردند و بگفتند ای کریم	دور بادا از تو رنجوری و بیم
سب نے سجدہ کیا اور کہا اے جناب!	خدا کرے بیماری اور ڈر آپ سے دور ہو جائے

یعنی سب نے اس لڑکے کو سجدہ کیا اور کہا کہ اے کریم تو ہمیشہ رنجوری اور بیم سے خدا کرے دور رہے سجدہ کرنے سے مراد سب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور اس کو دعا دی۔

پس برون جستند سوئے خانہا	ہمچو مرغان در ہوائے دانہ را
پھر وہ گھروں کی جانب باہر کو بھاگے	جیسا کہ دانہ کی خواہش میں پرندے

یعنی بس وہ اپنے گھروں کی طرف چل دیئے جیسے کہ پرند دانہ کی خواہش میں یعنی جس طرح کہ جانور تلاش دانہ میں ہوتا ہے اسی طرح وہ سارے وہاں سے گھروں کو روانہ ہو گئے۔

لڑکوں کا مکتب سے اس مکر سے چھوٹنا اوران کی ماؤں کا ان سے سوال کرنا

مادراں شاں خشمگیں گشتند وگفت	روز کتاب و شما با لہو جفت
ان کی مائیں خفا ہوئیں اور کہا	مکتب کا دن ہے اور تم کھیل کے ساتھی ہو

یعنی ان کی مائیں غصہ ہوئیں اور بولیں کہ دن تو مکتب کا ہے اور تم کھیل رہے ہو۔

وقت تحصیل است اکنون و شما	می گریزید از کتاب و اوستا
یہ حاصل کرنے کا وقت ہے اور تم	کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو

یعنی یہ وقت تحصیل (علم) کا ہے اور تم کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو۔

عذر آوردند کائے مادر تو ایست	این گنہ از ما و از تقصیر نیست
انہوں نے عذر کیا کہ اے اماں تو ٹھہر	یہ ہماری خطا اور کوتاہی کی وجہ سے نہیں ہے
عذر آوردند ایشاں در زماں	کیں گنہ از ما نبود اے مادراں
انہوں نے فوراً عذر کیا	اے ماؤں! یہ ہمارا قصور نہ تھا

یعنی سب نے عذر کیا اور کہا کہ اماں تم ٹھہرو تو یہ ہماری خطا نہیں ہے اور ہمارے قصور سے نہیں ہے (بلکہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

از قضائے آسمان استاد ما	گشت رنجور و سقیم و مبتلا
آسمانی قضا سے ہمارا استاد	رنجور اور بیمار اور مبتلا ہو گیا

یعنی قضائے آسمانی کی وجہ سے ہمارا استاد بیمار اور سقیم اور مبتلاء (مصیبت) ہو گیا ہے۔

مادران گفتند مکرست و دروغ	صد دروغ آرید بہر طمع دوغ
ماؤں نے کہا مکاری اور جھوٹ ہے	چھاچ کے لالچ میں تم سو جھوٹ بول رہے ہو

یعنی ماؤں نے کہا کہ مکر ہے اور جھوٹ ہے تم سو جھوٹ دوغ کی طمع میں لاؤ۔ دوغ سے مراد چھٹی یعنی تم اس کے لئے جتنے مکر چاہے کرو۔

ما صباح آئیم پیش اوستا	تا ببینیم اصل این مکر شما
ہم صبح کو استاد کے پاس جائیں گے	تا کہ ہمیں تمہارے اس مکر کی اصل معلوم ہو جائے

یعنی ہم صبح کو استاد کے آگے آویں گے تا کہ تمہارے اس مکر کی اصل دیکھیں۔

کودکان گفتند بسم اللہ روید	بر دروغ و صدق ما واقف شوید
بچوں کہا بسم اللہ جاؤ	ہمارے جھوٹ اور سچ سے واقف ہو جاؤ

یعنی لڑکے بولے کہ بسم اللہ جاؤ اور ہمارے سچ جھوٹ پر واقف ہو جاؤ۔ یعنی جا کر معلوم کر لو کہ آیا ہم سچے ہیں یا جھوٹے ہیں۔

ماؤں کا علی الصباح استاد کی عیادت کو جانا

بامدادان آمدند آن مادران	پرسش استا زہر گوشہ روان
صبح کو مائیں پہنچ گئیں	ہر جانب سے روانہ ہو کر استاد کی مزاج پرسی کے لئے

یعنی صبح کو وہ مائیں استاد کے پوچھنے کے لئے ہر گوشہ سے روانہ ہو کر آئیں۔

خفتہ استا ہمچو بیمار گران	دردسر را سر بہ بستہ چون زنان
استاد سخت بیمار کی طرح سویا ہوا تھا	عورتوں کی طرح درد سر کی وجہ سے سر کو باندھے ہوئے

یعنی استاد سخت بیمار کی طرح پڑا ہوا تھا اور درد سر کے لئے سر کو عورتوں کی طرح باندھے ہوئے تھا۔

ہم عرق کردہ ز بسیاری لحاف	سر بہ بستہ روکشیدہ در سجاف
لحافوں کی کثرت کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہا تھا	سر کو باندھے ہوئے پردے میں منہ چھپائے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لحافوں کی زیادتی سے پسینہ لائے ہوئے اور سر باندھے ہوئے اور پردوں میں منہ لپیٹے ہوئے۔

آہ آہے می کند آہستہ او	جملگان گشتند ہم لاحول گو
چپکے چپکے ' آہ آہ کرتا تھا	سب لاحول پڑھنے لگے

یعنی وہ آہ آہ آہستہ آہستہ کر رہا ہے تو سب کی سب لاحول پڑھنے لگیں یعنی جب سب نے علامتوں سے دیکھا کہ اچھا خاصہ ہے اور عورتوں کی طرح کراہ رہا ہے تو سب نے لاحول پڑھی مگر جب آ ہی گئی تھیں اب بے پوچھے جانا مناسب نہ تھا۔ لہٰذا بولیں کہ

خیر باشد استاد این درد سر	جان تو مارا نبوده زین خبر
اے استاد! خدا خیر کرے یہ درد سر	تیری جان کی قسم ہمیں اس کی خبر نہ تھی

یعنی اے استاد خیر تو ہے یہ دردسر (کب سے ہے) آپ کی جان کی قسم ہم کو تو خبر بھی نہ تھی

گفت من ہم بے خبر بودم ازین	آگہم این کودکان کردند ہین
اس نے کہا میں بھی اس سے بے خبر تھا	ہاں ان بچوں نے مجھے بتایا

یعنی استاد صاحب بولے کہ اس سے میں بھی بے خبر تھا۔ ارے مجھے تو ان بچوں نے آگاہ کیا۔

من بدم غافل بشغل قال و قیل	بود در باطن چنین رنجے ثقیل
میں پڑھنے پڑھانے میں مشغول تھا	اندر اس قدر بھاری مرض تھا

یعنی میں تو بول چال کے شغل میں غافل تھا اور باطن میں یہ سخت مرض موجود تھا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون بجد مشغول باشد آدمے	او زدید رنج خود باشد عمے
جب انسان پورا مشغول ہوتا ہے	تو وہ اپنی تکلیف کو دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے

یعنی جب آدمی کسی کوشش میں مشغول ہوتا ہے تو وہ اپنی تکلیف کے دیکھنے سے اندھا ہوتا ہے مطلب یہ کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب انسان کسی ضروری کام میں لگا ہوا ہوتا ہے تو اس کو تکلیف کی خبر نہیں ہوتی اب خواہ اس استاد کو ایسا نہ ہوا ہو مگر ایسا ہوا کرتا ہے آگے اس کی ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ۔

از زنان مصر و یوسف شد سمر	کہ ز مشغولے بشد ز ایشان خبر
مصر کی عورتوں اور یوسفؑ کا قصہ ہے	کہ مشغولیت کی وجہ سے ان کو پتہ نہ چلا

یعنی زنانِ اور یوسفؑ سے قصہ ہو گیا ہے کہ مشغولی کی وجہ سے ان سے خبرداری جاتی رہی۔

پارہ پارہ کردہ ساعد ہائے خویش	روح والہ کہ نہ پس بیند نہ پیش
انہوں نے اپنے گٹے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے	کیونکہ عاشق کی روح آگا دیکھتی ہے نہ پیچھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی روح عاشق نے پہنچے ٹکڑے ٹکڑے کر لئے کہ نہ آگے دیکھا اور نہ پیچھے یعنی دیکھو چونکہ وہ دوسری طرف مشغول ہو گئیں لہذا ان کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی۔ آگے اسی کی ایک دوسری مثال فرماتے ہیں کہ

اے بسا مرد شجاع اندر حراب	کہ ببرد دست و پایش را ضراب
لڑائی میں بہت سے بہادر ہوتے ہیں	کہ تلوار کی مار ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیتی ہے

یعنی بہت سے مرد شجاع لڑائیوں میں ہوتے ہیں کہ شمشیر زنی کے دست و پاؤں کاٹ ڈالتی ہے۔

او ہمان دست آورد در گیرو دار	بر گمان آنکہ ہست او برقرار
وہ پکڑ دھکڑ میں اسی ہاتھ کو استعمال کرتے ہیں	اس خیال سے کہ وہ ٹھیک ہے

یعنی وہ اسی ہاتھ کو دار و گیر میں رکھتا ہے اس گمان پر کہ وہ برقرار ہے۔ یعنی وہ اسی مقطوع ہاتھ سے کام لیتا رہتا ہے اور اس کو اس کے کٹ جانے کی خبر بھی نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کو برقرار سمجھتا ہے حالانکہ وہ مقطوع ہوتا ہے۔

خود نہ بیند دست رفتہ در ضرر	خون از و بسیار رفتہ بے خبر
وہ خرابی میں جاتا ہاتھ کو نہیں دیکھتا ہے	بے خبری میں اس سے بہت خون بہہ جاتا ہے

یعنی وہ خود نہیں دیکھتا ہے اور ہاتھ گیا ہوا ہے ضرر میں۔ اور اس سے بہت خون گیا ہے اور وہ بے خبر ہے اور یہ بات عجب نہیں ہے بلکہ اکثر ایسا مشاہدہ ہوا ہے کہ لڑائیوں میں سر کٹ گیا ہے اور تلوار ہاتھ میں موجود ہے اور اس کو چلا رہے ہیں اور تھوڑی دیر بعد گر جاتے ہیں اصل سبب تو حکم حق ہے مگر سبب ظاہری یہ ہے کہ قاعدہ ہی مقتول کی روح ایک دم سے نہیں نکلتی بلکہ رفتہ رفتہ نکلتی ہے اس لئے کہ دیکھو مقتول بہت دیر تک تڑپتا ہے تو معلوم ہوا کہ روح فورا نہیں نکلتی جب یہ معلوم ہوا تو ایک شخص جو لڑائی میں تلوار چلا رہا ہے اور اس کے ہاتھ کو ایک کام کرنے کی مشق ہو گئی ہے اس کا گلا کٹ گیا مگر اس کو جوش میں اس امر کی خبر نہ ہوئی کہ میرا گلا کٹا ہے اور روح نکلی رفتہ رفتہ تو جس وقت تک اس کے بدن میں روح رہی اس وقت تک اس کا ہاتھ موافق اس مشق کے جو اسے دیر سے ہو رہی ہے جب روح نکل گئی تو وہ لاش گر جاتی ہے مولانا اس سے ایک اور بات نکالتے ہیں جس کو آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہ سوچ کر اس زیرک لڑکے نے کہا کہ لڑکو خوب زور زور سے پڑھو جب وہ زور زور سے پڑھنے لگے تو کہا اتنے زور سے کیوں پڑھتے ہو ہمارے چلانے سے استاد کو نقصان پہنچتا ہے آواز سے ان کے سر میں درد بڑھتا ہے کیا یہ مناسب ہے کہ ایک دانگ کے لئے وہ تکلیف اٹھائیں۔ استاد نے کہا ہاں یہ ٹھیک کہتا ہے جاؤ میرے سر کا درد بڑھ گیا جاؤ ابھی چلے جاؤ سب آداب بجا لائے اور کہا خدا کرے آپ جلد تندرست ہو جائیں آپ کو بھی تکلیف ہے اور ہماری پڑھائی کا بھی نقصان ہے یہ کہہ کر سب نکل کر اپنے اپنے گھروں لمبے بنے جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

جانور دانہ کی خاطر پنجرہ سے نکلتے ہوں۔ ان کی ماؤں نے جب یہ دیکھا کہ مکتب کا وقت ہے اور لڑکے کھیل رہے ہیں تو انہوں نے لڑکوں سے کہا کہ مکتب کا دن ہے اور تم کھیل رہے ہو پڑھنے کیوں نہیں گئے یہی وقت علم حاصل کرنے کا ہے اور تمہاری حالت یہ ہے کہ کتاب اور استاد سے بھاگتے ہو۔ انہوں نے معذرت کی اور کہا اور اماں آپ ذرا ٹھہریں تو سہی یہ ہمارا قصور اور ہماری کوتاہی نہیں ہے بلکہ حکم خدا سے استاد صاحب بیمار ہو گئے ہیں۔ ماؤ نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو تمہاری عادت ہے کہ معمولی نفع کے لئے سینکڑوں جھوٹ تراشتے ہو ہم صبح کو خود استاد کے پاس جائیں گے تا کہ تمہاری اس فریب کی حقیقت ظاہر ہو جاوے لڑکوں نے کہا بسم اللہ آپ تشریف لے جائیں اور ہمارا جھوٹ سچ معلوم کر لیں۔ صبح کو لڑکوں کی مائیں آئیں انہوں نے دیکھا کہ استاد یوں پڑے ہوئے ہیں جیسے کوئی نہایت سخت بیمار پڑا ہوا ہو بہت سے لحافوں کے سبب پسینہ پسینہ ہیں سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے منہ کو کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں۔ اشد ادمرض کے خوف سے آہستہ آہستہ آہ آہ کر رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر سب نے کہا لاحول ولا قوۃ۔ استاد خیر تو ہے آپ کو تو یہ تکلیف ہے اور ہم کو خبر بھی نہیں۔ اس نے کہا کہ تم کو خبر نہ ہونا کچھ تعجب کی بات نہیں مجھے بھی خبر نہ تھی ان لڑکوں ہی نے مجھے بھی خبر کی ہے میں تو پڑھنے پڑھانے میں مصروف تھا اور اندر یہ سخت مرض بھرا ہوا تھا جب آدمی کسی کام میں منہمک ہوتا ہے تو اس کو اپنی تکلیف کی خبر نہیں ہوتی۔ دیکھو زنان مصر اور یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ وہ سب دیدار یوسف میں مشغول تھیں اور اسی مشغولی میں ان کو کسی چیز کی خبر نہ رہی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ترنج تراشتے ہوئے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور روح اس قدر لذت دیدار میں مشغول تھی کہ آگے پیچھے کی کچھ خبر نہ تھی۔ بہت سے آدمی لڑائی میں ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے ہاتھ شمشیر زنی میں زخمی ہو جاتے ہیں اور وہ اسے ہاتھ کو کام میں لاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہاتھ اسی طرح صحیح سالم ہے۔ انہیں یہ خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہاتھ بیکار ہو گیا اور اسی بے خبری کی حالت میں بہت سا خون بہ جاتا ہے یہ قصہ تو ختم ہوا اور وہم کی قوت معلوم ہو گئی۔ اب ہم اس کے مناسب بعض فوائد بیان کرتے ہیں۔

شرح شبیری

بیان میں اس کے کہ تن روح کے لئے مثل ایک لباس کے ہے اور یہ ظاہری ہاتھ روح کے ہاتھ کی آستین ہے اور یہ ظاہری پاؤں روح کے پاؤں کا موزہ ہے

تا بدانی کہ تن آمد چون لبیس	رو بجو لابس لباسے را ملیس
خبردار! تو سمجھ لے کہ جسم لباس کی مانند ہے	جا! پہننے والے کو تلاش کر! لباس کو نہ چاٹ

(یعنی تا کہ تم جان لو کہ تن ایک لباس ہے تو جاؤ لابس کو تلاش کرو لباس کو مت چاٹو۔ مطلب یہ کہ یہ امور جو اکثر پیش آتے ہیں اس لئے ہیں کہ بدن روح کا لباس ہے اور اصل فاعل بدن میں روح ہے تو اگر چہ جسم میں نقصان آ جاتا ہے مگر چونکہ روح سالم رہتی ہے اس لئے وہ اپنا کام کرتی رہتی ہے تو اب تم کو چاہئے کہ روح کے مقتضیات پر عمل کرو اور اقتضائے جسمانی کو ترک کرو۔

روح را توحید اللہ خوشتر است	غیر ظاہر دست و پائے دیگر است
روح کے لئے اللہ کی توحید بہت بہتر ہے	ظاہر کے علاوہ (اس کے) دوسرے ہاتھ پاؤں ہیں

یعنی روح کے لئے توحید حق بہتر ہے اور غیر ظاہر کے دست و پا دوسرے ہیں۔ مطلب یہ کہ روح کا مقتضا تو توحید ہے اور قرب حق ہے اس کو طلب کرو اور اس کے ہاتھ پاؤں بھی دوسرے ہیں جن سے کہ قرب حق حاصل ہوتا ہے آگے ان دست و پائے روحانی کے سوا ان دست و پا ظاہری کے ہونے کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

دست و پا در خواب بینی و ایتلاف	آں حقیقت داں مدانش از گزاف
تو خواب میں ہاتھ اور پاؤں اور (ان کا) جوڑ دیکھتا ہے	اس کو حقیقت سمجھ اس کو لغو نہ سمجھ

یعنی خواب میں دست و پا اور انس دیکھتے ہو تو اس کو حقیقت جانو اس کو گزاف مت سمجھو۔ مطلب یہ کہ خواب میں تم اپنی صورت کو خود دیکھتے ہو کہ کہیں جا رہے ہیں تو اس میں تم ہاتھ پاؤں بھی دوسرے دیکھتے ہو مولانا فرماتے ہیں کہ وہ کوئی اور شے نہیں ہے بلکہ تمہارے ہی ہاتھ پاؤں ہیں۔

آن توئی کہ بے بدن داری بدن	پس مترس از جسم جان بیرون شدن
تو وہ ہے کہ (اس) بدن کے علاوہ بدن رکھتا ہے	تو جان کے جسم سے نکل جانے سے نہ ڈر

یعنی وہ تو ہی ہے کہ بے بدن ظاہری کے بدن رکھتا ہے بس تم جسم سے جان کے باہر ہو جانے سے ڈرو مت اس لئے کہ۔

روح دارد بے بدن بس کاروبار	مرغ باشد در قفس بس بے قرار
روح کے بدن کے بغیر بہت سے مشغلے ہیں	پرندہ پنجرے میں بہت بیقرار رہتا ہے

یعنی روح بے بدن کے بھی بہت کام کرتی ہے اور مرغ تو قفس میں بے قرار ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ روح کے دست و پا ایسے ہیں کہ جن کو ان دست پا ظاہری کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ وہ بے ان کے بھی بہت سے کام کرتے ہیں اور اس کی مثال جسم کے اندر ایسی ہے کہ جیسے کہ کوئی جانور قفس میں قید ہو تو وہ ہر گھڑی یہ چاہتا ہے کہ اس میں سے نکل جاؤں تو جب تمہاری روح اس جسم سے الگ ہو کر بہت سے کام کر سکتی ہے تو پھر تم اس کے جسم سے نکل جانے سے گھبراتے کیوں ہو اور خائف کیوں ہوتے ہو اگر نکل بھی گئی تو کیا ہے بلکہ جو کام یہ یہاں کرتی ہے اس کے بعد جب یہ نکل جاوے گی تو اپنا اصل مقصود اچھی طرح حاصل کرے گی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باش تا مرغ از قفس آید برون	تا بہ بینی ہفت چرخ او را زبون
ٹھہر جا کہ پرند پنجرے سے باہر آئے	تا کہ تو ساتوں آسمانوں کو اس کا فرمانبردار دیکھے

یعنی ذرا ٹھہرے رہو تا کہ یہ مرغ قفس سے باہر آ جاوے تو اس وقت تم ہفت چرخ کو اس کے آگے حقیر سمجھو گے اس لئے کہ روح تو مجرد ہے اور افلاک سب مادی ہیں تو اگر چہ علویات میں سے ہیں مگر پھر بھی روح سے تو بڑھ نہیں سکتے۔ تو جب یہ اس عالم ناسوت سے چھوٹ جاوے گی تو یقیناً آسمانوں وغیرہ سب سے بڑھ جاوے گی۔

اب یہاں یہ بات سمجھ لینا چاہئے کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ انسان کی روح دوسری صورت میں متمثل ہو سکتی ہے اور جس وقت کہ وہ کسی جسم ناسوتی میں متمثل ہوتی ہے اس وقت اس کے افعال وخواص سب ویسے ہی ہوتے ہیں تو بعض مرتبہ تو خود جس کی روح ہے اسی کی صورت میں متمثل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ اور صورتوں میں بھی متمثل ہوتی ہے اور اس جسم کو روح کا جسم مثالی بولتے ہیں اس جسم پر احکام وغیرہ متوجہ نہیں ہوتے بلکہ احکام کا مکلف تو یہ جسم ناسوتی ہی ہے جسم مثالی صرف دوسری صورت اس روح کی ہوتی ہے اور اس کے قصے سینکڑوں موجود ہیں کہ ایک شخص کئی کئی صورتوں میں ایک وقت میں موجود ہوئے بعض بزرگ ایک ہی وقت میں اپنے گھر رہے اور اسی وقت ان کو مکہ میں حج کرتے ہوئے پایا گیا۔ لیکن اب یہ تحقیق کا کام ہے کہ جسم ناسوتی اور جسم مثالی کے احکام میں فرق کرے اس لئے کہ جس کی روح متمثل ہوئی ہے اس کو تو خبر ہے کہ وہ جسم مثالی ہے اور یہ جسم ناسوتی ہے لہٰذا اس کو چاہئے کہ احکام نماز وغیرہ تو جسم ناسوتی پر جاری کرے اور جسم مثالی کو اس کی جگہ رکھے۔ حکایت کتابوں میں ہے کہ ایک محقق بزرگ ایک دوسرے بزرگ سے ملنے گئے تو یہ زائر تو محقق تھے اور وہ مزور محقق نہ تھے بلکہ صاحب خوارق تھے ان کو باتیں کرتے دیر ہوگئی اور نماز کا وقت آ گیا یہ زائر وضو وغیرہ کئے بیٹھے تھے کہ نماز کھڑی ہوئی تو ان زائر صاحب نے مزور سے کہا کہ چلئے نماز پڑھئے تو ان مزور نے کہا کہ سامنے دیکھئے دیکھا تو یہی بزرگ صف میں موجود ہیں مگر چونکہ یہ زائر محقق تھے سمجھے اور بولے کہ جناب وہ آپ کا جسم مثالی ہے اور آپ کا جسم ناسوتی یہ ہے اور نماز جسم ناسوتی پر فرض ہے جسم مثالی پر نہیں ہے لہٰذا آپ یہ کریں کہ اس جسم ناسوتی کو تو وہاں کھڑا کیجئے۔ اور اس مثالی کو یہاں بٹھائیے چونکہ معاند تو نہ تھے بلکہ غلطی میں تھے اس لئے فوراً سمجھ گئے اور ان کو دعائیں دیں کہ میں تو ایک مدت سے اس غلطی میں مبتلا تھا خدا تم کو جزائے خیر دے کہ تم نے اس غلطی سے مجھے نکالا اور اس کے بعد وضو کر کے نماز میں شریک ہوئے اور ایک بزرگ کا قصہ بندہ نے پہلے بھی لکھا ہے کہ ان کو ایک مرتبہ محتسب گرفتار کرنے گیا تو سامنے سے دیکھا کہ وہی صورتیں ستر آ رہی ہیں اور انہوں نے کہا کہ میاں محتسب ان میں سے پہچان لو کہ تمہارا مجرم کون ہے تو یہ ان کی روح ہی تھی جو کہ ستر شکلوں میں متمثل ہوگئی تھی۔ تو ایسے بہت سے قصے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ روح بھی دوسرے جسم میں متمثل ہو سکتی ہے اور اس وقت وہ سارے کام ناسوتی جیسے ہی کرے گی تو دیکھو معلوم ہوا کہ روح کے لئے سوا ان ہاتھ پاؤں کے اور قوٰی بھی ہیں خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یک حکایت گویمت گر بشنوی	در حقیقت بر حقیقت بگروی
اگر تو سنے تو میں تجھ سے ایک قصہ بیان کروں	حقیقتاً تو اصلیت پر گرویدہ ہو جائے گا

یعنی میں تم سے ایک حکایت کہوں اگر تم سنو تو حقیقت میں حقیقت پر پہنچ جاؤ گے۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ کے دھوکہ سے چوروں کے ساتھ ہاتھ کٹ گیا تھا تو ایک مرتبہ ان کو خلوت میں ایک شخص نے دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے ہیں تو اس کو تعجب ہوا تو بات یہ تھی کہ ان کا وہ ہاتھ تو کٹ گیا تھا مگر بوقت ضرورت حق تعالیٰ ان کے لئے دوسرا ہاتھ روحانی متمثل فرمادیتے تھے کہ وہ مثل ناسوتی کے کام دیتا تھا آگے حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ قصہ یوسف وزنان مصر اور حالت جنگ سے تم کو یہ سمجھنا چاہئے کہ تن کوئی چیز نہیں بلکہ وہ روح کے لئے مثل لباس کے ہے اور اصل روح ہے پس تم کو کوشش کے ساتھ روح کو تلاش کرنا چاہئے یعنی اس کی اصلاح کی فکر کرنی چاہئے اور فکر تن بالکل چھوڑ دینا چاہئے الا جبکہ اصلاح در روح کے لئے اصلاح تن کی ضرورت ہو اس وقت اصلاح تن میں مصروف ہونا مضائقہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ فی الحقیقت اشتغال باصلاح روح ہے نہ کہ باصلاح تن۔ اصلاح تن کی فکر سے ممانعت اس لئے ہے کہ روح کے لئے تن کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس کے لئے تو توحید حق سبحانہ بہت اچھی چیز ہے۔ بس تم توحید کو اس پر غالب کرو اگر ایسا کرنے میں یہ ظاہری ہاتھ پاؤں جائیں بلا سے جائیں۔ کیونکہ اس کے لئے ایک تن مثالی اس جسم ظاہر کے علاوہ ہے کہ ضرورت کے وقت اس کو وہی کام دے سکتا ہے جو یہ جسم دیتا ہے اگر تن مثالی تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو اور ان ہاتھ پاؤں کے علاوہ اور ہاتھ پاؤں میں کچھ شک ہو تو یوں سمجھو کہ تم خواب میں ہاتھ پاؤں جڑے ہوئے دیکھتے ہو وہ ہاتھ پاؤں واقعی ہوتے ہیں محض تخیل نہیں ہوتا۔ پس معلوم ہوا کہ اگر تمہارے لئے یہ بدن نہ بھی ہو تب بھی ایک بدن تمہارے لئے ہے۔ لہٰذا اگر اس جسم سے جان نکل جاوے تو ہرگز نہ ڈرنا چاہئے یاد رکھو کہ روح کا یہی کام نہیں کہ وہ تدبیر بدن میں مصروف رہے بلکہ اس کے علاوہ اس کو اور بھی کام ہیں جن کو وہ اس میں مشغولی کے سبب نہیں کرسکتی۔ پس تم خیال کرو کہ وہ ان کے لئے کس قدر بے قرار ہوگی دیکھو جانور پنجرہ کے اندر کس قدر بے قرار ہوتا ہے تم اس کو سمجھو اور اس کو اس قید سے رہا کرو۔ تم اس کو لغو نہ سمجھنا۔ ذرا اس پنجرہ سے اس کو نکلنے تو دو پھر دیکھنا کہ وہ اس کی طرف رخ بھی نہ کرے گی۔ اور اس قدر بلند پروازی کرے گی کہ رفعت ہفت آسمان اس کے آگے ہیچ ہوگی۔ اگر فی الحقیقت تم کو حقیقت کی طرف میلان ہے اور تم سننا چاہتے ہو تو میں تم سے ایک حکایت بیان کرتا ہوں جس سے تم کو معلوم ہوجاوے گا کہ یہ جسم کوئی چیز نہیں اور روح کے لئے علاوہ ان ہاتھ پاؤں کے اور ہاتھ بھی ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

حکایت اس درویش کی کہ اس نے پہاڑ میں خلوت اختیار کی تھی اور خلوت اور انقطاع عن الخلق کی حلاوت میں اور ذکر اس منقبت میں داخل ہونے کا کہ انا جلیس من ذکرنی وانیس من استانس بے

گر باہمہ چو بے منی بے ہمہ	ور بے ہمہ چو با منی باہمہ
اگر تو سب کے ساتھ ہے جبکہ میرے بغیر ہے تو سب سے جدا ہے	اگر تو سب کے بغیر ہے جبکہ میرے ساتھ ہے تو سب کے ساتھ ہے
بود درویشے بکہسارے مقیم	خلوت اورا بود ہمخواب و ندیم
ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا	خلوت اس کی دن رات کی ساتھی تھی

یعنی ایک درویش ایک پہاڑ میں مقیم تھا اور اس کے لئے خلوت ہی ہمخواب اور ندیم تھی۔

چون ز خالق مے رسید اورا شمول	بود از انفاس مرد و زن ملول
چونکہ اس تک اللہ تعالیٰ کی ہوا پہنچتی تھی	وہ مرد و عورت کے سانسوں سے تنگ تھا

یعنی چونکہ خالق سے اس کو شراب (محبت) ملتی تھی تو وہ مرد و زن کے انفاس سے ملول تھا مطلب یہ کہ چونکہ اس کو حب حق نصیب تھا لہذا وہ مخلوق کے اختلاط سے پریشان ہوتا تھا۔ مولانا آگے حکایت سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنان کہ سہل شد مارا حضر	سہل شد ہم قوم دیگر را سفر
جیسا کہ ہمارے لئے اقامت آسان ہے	دوسروں کے لئے سفر بھی آسان ہے

یعنی جیسا کہ ہم کو ایک جگہ رہنا سہل ہے اسی طرح دوسرے لوگوں کو سفر سہل ہے یہ ایک مثال ہے مقصود اس مثال سے یہ ہے کہ بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں کہ ایک کو سہل اور دوسرے کو مشکل۔ تو اس فقیر کو تو خلوت سہل تھی مگر ہم کو مشکل ہوتی ہے آگے اور اسی کی مثال ہے کہ۔

آنچنان کہ عاشقی بر سروری	عاشق است آنخواجہ بر آہنگری
جیسا کہ تو سرداری پر عاشق ہے	وہ خواجہ (سردار) لوہار بننے پر عاشق ہے

یعنی جیسے تم سرداری پر عاشق ہو اسی طرح ایک دوسرا آدمی آہنگری پر عاشق ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کسے را بہر کارے ساختند	میل آنرا دردلش انداختند
ہر ایک کو ایک کام کے لئے بنایا ہے	اس کا رجحان اس کے دل میں ڈال دیا ہے

یعنی ہر شخص کو کارکنان قضاوقدر نے ایک کام کے لئے بنایا ہے اور اس کے دل میں اسی کی رغبت ڈال دی ہے (بس سب لوگ اسی طرح کام میں لگے ہوئے ہیں اور ان کو وہی سہل ہے کوئی سنار ہے تو کوئی لوہار۔ کوئی بڑھئی ہے تو کوئی معمار۔ علی ہذا)

دست و پا بے میل جنبان کے شود	خاروخس بے آب و بادے کے رود
بغیر رجحان کے ہاتھ اور پاؤں کب ہلتے ہیں؟	کوڑا کرکٹ ہوا اور پانی کے بغیر کب روانہ ہوتا ہے؟

(یعنی) ہاتھ پاؤں بے رغبت کے کب ہلتے ہیں اور خاروخس بے پانی اور ہوا کے کب چلتے ہیں مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس قدر دنیا میں کام ہو رہے ہیں ہاتھ پاؤں سے تو یہ ہاتھ پاؤں تو جب ہی چلتے ہیں جب ان کے لئے کوئی محرک ہو جیسے کہ خاروخس کے لئے پانی یا ہوا محرک ہوا کرتی ہے تو پس محرک ان کے لئے وہی اقتضاء نفس ہے کہ نفس اس کو کرنا چاہتا ہے تو دست و پا اس کے تابع ہو کر اس کام کو کرنے لگتے ہیں جب معلوم ہوا کہ جو کام ہوتا ہے وہ رغبت اور میلان سے ہوا کرتا ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

گر بہ بینی میل خود سوے سما	پر دولت برکشا ہمچوں ہما
اگر تو اپنا رجحان آسمان کی طرف دیکھے	ھما کی طرح خوش نصیبی کے پر کھول دے

یعنی اگر تم اپنا میلان آسمان کی طرف دیکھو تو پر دولت کو ہما کی طرح کھول دو۔ مطلب یہ کہ اگر دیکھو کہ تمہارا میلان طبعی عالم غیب کی طرف ہے تب تو خوب عروج کرو۔ اور کوشش کر کے ترقی حاصل کرو۔

ور بہ بینی میل خود سوئے زمین	نوحہ میکن ہیچ منشیں از حنین
اگر تو اپنا رجحان زمین کی طرف دیکھے	رو رونے سے (تھک کر) کبھی نہ بیٹھ

یعنی اور اگر تم اپنا میلان زمین کی طرف دیکھو تو توجہ کرتے رہو اور گریہ وزاری سے بیٹھو مت مطلب یہ کہ اگر عالم سفلی کی طرف تمہارا میلان ہو تو بس پھر تو سر پکڑ کر رویا کرو۔ اور آہ وزاری کیا کرو۔

عاقلان خود نوحہ ہا پیشین کنند	جاہلاں آخر بسر برے زنند
عقلمند پہلے سے رو لیتے ہیں	جاہل آخر میں سر پیٹتے ہیں

یعنی عاقل تو خود پہلے ہی سے نوحہ کرتے ہیں اور جاہل آخر میں سر پیٹتے ہیں یعنی جو عاقل ہیں وہ تو ہر وقت حق تعالیٰ کے آگے گریہ وزاری کرتے رہتے ہیں اور ان کے کام آتی ہے اور جو جاہل ہیں وہ بعد کو سر پیٹا کرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ز ابتدائے کار آخر را بہ بین	تا نباشی تو پشیمان یوم دین
کام کے شروع میں انجام کو دیکھ لے	تاکہ تو قیامت کے دن پشیمان نہ ہو

یعنی ابتداء کار سے انجام کو دیکھ لوتا کہ قیامت میں پشیمانی نہ ہو۔یعنی اگر دل ہی سے دیکھ لوگے تو پھر ان شاء اللہ نافرمانی صادر نہ ہوگی اور سمجھو گے کہ اس کا برا انجام ہے تو اس کو ترک کردو گے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کو اول ہی سے سوچ لینا چاہئے۔

ایک سونار کا انجام کار کو دیکھ لینا اور ترازو مانگنے والے سے اسی کے موافق باتیں کرنا

آن یکے آمد بہ پیش زرگرے	کہ ترازو دہ کہ برسنجم زرے
ایک صاحب ایک سنار کے پاس آئے	کہ ترازو دیدے میں سونا تولوں گا

یعنی ایک شخص کسی سونار کے پاس آیا کہ ترازو (کانٹا) دیدے میں کچھ سونا تولوں گا۔

گفت رو خواجہ مرا غربال نیست	گفت میزان دہ برین تسخر مایست
اس نے کہا جناب! جایئے میرے پاس چھلنی نہیں ہے	اس نے کہا ترازو دیدے اس مسخرے پن میں نہ پڑ

یعنی سونار نے کہا کہ جناب جایئے میرے پاس چھلنی نہیں ہے تو وہ شخص بولا کہ ترازو دو۔اور اس تمسخر پر مت ٹھہرو۔یعنی اس شخص نے کہا کہ میاں مسخرا پن مت کرو ذرا ترازو دیدو۔

گفت جاروبے نہ دارم بردکاں	گفت بس بس ایں مضاحک را بہاں
اس نے کہا میری دکان میں جھاڑو نہیں ہے	اس نے کہا بس بس یہ ٹھولیں رہنے دے

یعنی سونار نے کہا کہ میری دوکان پر جھاڑو نہیں ہے تو وہ شخص بولا کہ بس بس ان مسخرہ پنوں کو رہنے دو۔

من ترازوے کہ میخواہم بدہ	خویشتن را کر مکن ہر سو مجہ
میں جو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے	اپنے آپ کو بہرا نہ بنا ہر طرف گریز نہ کر

یعنی میں تو ترازو مانگتا ہوں وہ دیدے اپنے کو بہرا مت بنا اور ہر طرف مت جا۔

گفت بشنیدم سخن کر نیستم	تا نہ پنداری کہ بے معنیستم
اس نے کہا میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں	تو ہرگز یہ نہ سمجھ کہ میں مہمل ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سونار نے کہا کہ میں نے بات سن لی ہے میں بہرا نہیں ہوں اور یہ ہرگز مت سمجھنا کہ میں بے معنی ہوں (بلکہ)

ایں شنیدم لیک پیری مرتعش	دست لرزان جسم تو نا منتعش
یہ میں نے سن لیا' لیکن تو رعشہ والا بوڑھا ہے	تیرا ہاتھ لرزتا ہے تیرا جسم نہ اٹھنے والا ہے

یعنی میں نے یہ تو سن لیا لیکن تو بڈھا ہے ہاتھ پیر کانپنے والا ہاتھ لرزاں ہے اور جسم تیرا بے قابو ہے۔

فہم کردم لیک پیری ناتوان	دستت از ضعف است لرزان ہر زمان
میں سمجھ گیا لیکن تو کمزور بوڑھا ہے	ہر وقت کمزوری سے تیرا ہاتھ کانپتا ہے

یعنی میں نے سمجھ تو لیا لیکن تو بڈھا ہے اور ہاتھ تیرا ہر وقت ضعف کی وجہ سے کانپتا ہے۔

وان زر تو ہم قراضہ خورد و مرد	دست لرزد پس بریزد زر خورد
تیرا سونا بھی ذرہ ذرہ کترن ہے	ہاتھ کانپے گا' سونے کے ریزے گر جائیں گے

یعنی وہ تیرا سونا بھی ریزہ ریزہ ہے تو تیرا ہاتھ کانپے گا اور وہ زر خورد گر جاوے گا۔

پس بگوئے خواجہ جاروبے بیار	تا بجویم زر خود را در غبار
پھر تو کہے گا جناب! جھاڑو لا دیجئے	تاکہ میں مٹی میں اپنا سونا تلاش کر لوں

یعنی پھر تو کہے گا کہ میاں ذرا جھاڑو دلانا تاکہ میں غبار میں سے اپنا سونا تلاش کرلوں۔

چوں بروبی خاک را جمع آوری	گوئیم غربال خواہم ای حری
جب تو جھاڑو لگا کر مٹی کو اکٹھا کر لے گا	مجھ سے کہے گا اے بھلے! میں چھلنی چاہتا ہوں

یعنی جب تو جھاڑو دے گا تو خاک کو جمع کرے گا اور مجھ سے کہے گا کہ یہاں مجھے چھلنی کی ضرورت ہے۔

تا بہ بیزم خاک و زر جویم ازان	کے بود غربال مارا در دکان
تاکہ میں مٹی کو چھانوں اور اس میں سونا تلاش کروں	ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہوگی؟

یعنی تاکہ میں خاک کو چھان کر اس میں سے سونا تلاش کرلوں تو ہماری دکان میں چھلنی کہاں ہے۔

من ز اول دیدم آخر را تمام	جائے دیگر رو ازینجا والسلام
میں نے شروع میں انجام دیکھ لیا ہے	یہاں سے دوسری جگہ چلا جا' والسلام

یعنی میں نے اول ہی آخر کو پوری طرح دیکھ لیا تھا۔ (لہذا) تو کہیں اور چلا جا والسلام مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ اول بیں بود اعمٰے بود	ہر کہ آخر بیں چہ بامعنے بود
جو شروع پر نظر کرنے والا ہوتا ہے اندھا ہوتا ہے	جو انجام کار کو دیکھنے والا ہوتا ہے کس قدر معقول ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو شخص کہ صرف اول بین ہو وہ اندھا ہوتا ہے اور جو کہ آخر بین ہو وہ کیسا بامعنے ہوتا ہے۔

ہر کہ اول بنگرد پایان کار	اندر آخر اونگردد شرمسار
جو شروع میں انجام کو دیکھ لیتا ہے	آخر میں وہ شرمندہ نہیں ہوتا ہے

یعنی جو شخص کہ اول ہی انجام کار کو دیکھ لے وہ آخر میں شرمسار نہیں ہوا کرتا۔

حکم چون بر عاقبت اندیشی است	بادشاہی بندۂ درویشی است
حکم چونکہ انجام بینی پر ہے	شاہی درویشی کی غلام ہے

یعنی حکم جب عاقبت اندیشی کا ہے تو بادشاہی غلام درویشی کی ہے مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہی کا انجام کیا ہے مفلسی و درویشی کہ قبر میں جا کر کچھ بھی پاس نہ ہوگا اور اعتبار انجام کا ہے اور وہی اصل ہے اور یہ حالت ابتدائی تابع ہے تو بس بادشاہی درویشی کے تابع ہوئی اور غلام بھی آقا کا تابع ہوا کرتا ہے۔ لہذا بادشاہی درویشی کی غلام ہوئی آگے فرماتے ہیں کہ۔

عاقبت بینان بوند اہل رشاد	درنگر واللہ اعلم بالسداد
ہدایت یافتہ انجام کو دیکھنے والے ہوتے ہیں	خوب سمجھ لے خدا راستی کو خوب جانتا ہے

یعنی اہل رشاد ہی عاقبت بین ہوتے ہیں تم اس میں غور کر لو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ اہل اللہ و اہل رشاد ہی آخر بین ہیں کہ ان کی نظر انجام پر ہے تب تو اس دنیا کو ترک کر کے عاقبت کو اختیار کیا ہے لہذا چاہئے کہ ہمیشہ انجام پر نظر کر کے جس کا انجام اچھا ہو اس کو اختیار کرو اور دوسرے کو ترک کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایان ندارد دراز گو	قصۂ آن مرد زاہد باز گو
اس بات کا اخیر نہیں ہے راز بتا	اس زاہد مرد کا قصہ پھر کہہ

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی تم راز کو بیان کرو اور اس مرد زاہد کا قصہ پھر کہو۔

کن تمام اکنون حدیث شیخ فرد	کاندران کہسار بودش خواب وخورد
اب یکتا شیخ کی بات پوری کر	جس کا رہن سہن اور کھانا پینا پہاڑ میں تھا

یعنی اب تم اس شیخ یکتا کی بات کو پورا کرو جس کی خواب وخورد اسی پہاڑ میں تھی۔

شرح حبیبی

ایک فقیر پہاڑوں میں رہتے تھے۔ خلوت ہی ان کی بیوی تھی۔ اور وہی ان کی جلیس تھی۔ غرضکہ خلوت کے سوا کچھ نہ تھا۔ چونکہ حق سبحانہ ان کو اپنی آغوش رحمت میں لئے ہوئے تھے۔ اس لئے آدمیوں سے گھبراتے تھے۔ تم کو یہ امر بہت دشوار معلوم ہوگا لیکن حالات مختلف ہیں اور ہر ایک کے لئے ایک خاص حالت آسان ہے۔ مثلاً

www.besturdubooks.wordpress.com

تم کو اگر وطن میں رہنا آسان ہے تو کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کا گھر رہنے سے جی گھبراتا ہے ان کے لئے سفر آسان ہے نیز جس طرح تم سرداری پر عاشق ہو دوسرا آہنگری پر عاشق ہے۔ غرضکہ ہر ایک کو ایک خاص کام کے لئے بنایا گیا ہے اور اس کے لئے اسی کو آسان کر دیا گیا ہے اور اسی کی رغبت اس کے دل میں ڈال دی گئی ہے اور رغبت ہی کا سارا کھیل ہے۔ چنانچہ بدوں رغبت کے ہاتھ پاؤں کو حرکت ہی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے خس وخاشاک اور رغبت کی مثال ایسی ہے جیسے پانی یا ہوا پس جس طرح خس وخاشاک کو بدوں پانی یا ہوا کے حرکت نہیں ہوسکتی۔ یوں ہی ہاتھ پاؤں کو بدوں رغبت کے جنبش نہیں ہوتی۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ رغبتیں مختلف ہیں۔ کبھی تقرب حق سبحانہ کی رغبت ہوتی ہے اور کبھی اشتغال بعالم ناسوت کی۔ اب اگر تم اپنے اندر تقرب حق کی رغبت پاؤ تو عین سعادت ہے۔ خوب دولت سعادت سے مالا مال ہو۔ اور اگر ناسوت اور شہوات کی طرف میلان ہو تو خوب روؤ اور رونے سے دم نہ لو۔ اور حق سبحانہ سے بگریہ وزاری تبدیل رغبت کی دعا کرو کیونکہ رونا تو ایسے شخص کے لئے ضرور ہے۔ خواہ دنیا میں رو لے یا آخرت میں روئے عقلمندوں کا یہ کام ہے کہ پہلے ہی رو لیتے ہیں اور نادان لوگ آخر میں روئیں گے اور سر پیٹیں گے جبکہ تلافی کا وقت نہ رہے گا۔ پس ابتداء ہی میں انتہا پر نظر ڈال لو تا کہ آخرت میں پشیمانی نہ ہو اب ہم پیش بنی کا ایک قصہ سناتے ہیں ایک شخص ایک سنار کے پاس آیا اور یہ کہا کہ ذرا مجھے تراز و دیدے۔ میں سونا تولوں گا اس نے کہا جناب میرے پاس چھلنی نہیں ہے اس نے کہا میاں مذاق میں بات کو کیوں اڑاتے ہو۔ ترازو دیدو اس پر اس نے کہا کہ میری دوکان پر جھاڑو نہیں ہے اس نے کہا بس کر اور ان دل لگیوں کو رہنے دے میں تراز و مانگتا ہوں مجھے ترازو دیدے اور اپنے کو بہرہ نہ بنا اور ادھر ادھر مت اچھل۔ اس نے کہا کہ میں بہرا نہیں ہوں۔ میں نے آپ کی بات سن لی آپ مجھے لغو آدمی نہ خیال کریں۔ میں نے آپ کی بات تو سن لی اور سمجھ بھی لی۔ لیکن آپ بڈھے آدمی ہیں بدن میں آپ کے رعشہ ہے۔ ہاتھ آپ کے کانپتے ہیں جسم میں کمزوری ہے سونا برادہ شدہ ہے آپ کا ہاتھ کانپے گا اور وہ برادہ گر پڑے گا۔ پھر آپ کہیں گے کہ جناب ذرا جھاڑو دیدیجئے کہ میں مٹی میں سے اپنا سونا نکال لوں اس کے بعد آپ جھاڑو دیں گے اور مٹی کو جمع کریں گے۔ پھر کہیں گے کہ مجھے چھلنی کی ضرورت ہے ذرا چھلنی بھی دیدیجئے اور میری دوکان میں چھلنی ہے نہیں۔ لہذا میں نے آغاز ہی سے انجام کو دیکھ لیا آپ کہیں اور تشریف لے جایئے۔ والسلام۔

پس سمجھو کہ جو شخص صرف آغاز کو دیکھتا ہے وہ اندھا ہے اور جو آخر کو دیکھے۔ وہ نہایت خوبی کا آدمی ہے اور جو شخص ابتدا ہی میں انتہا کو دیکھ لے وہ انتہا میں شرمندہ نہ ہوگا۔ جبکہ محمودیت اور مذمومیت کا حکم عاقبت اندیشی پر مبنی ٹھہرا تو ثابت ہوا کہ بادشاہت درویشی کی لونڈی ہے کیونکہ بادشاہت میں آغاز بینی ہے اور درویشی میں انجام بینی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ انجام بین ہیں ان کی روش ٹھیک ہے۔ خوب سمجھ لو اور فی الواقع حق سبحانہ ہی صحت سے خوب واقف ہیں ہم کو جو کچھ معلوم تھا وہ بیان کر دیا خیر یہ گفتگو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اب اصل راز بیان کرنا چاہئے اور پھر زاہد کا قصہ بیان کرنا چاہئے اور اس یکتائے زماں شیخ کا واقعہ بیان کرنا چاہئے جو کہساری میں سوتا تھا اور وہیں کھاتا تھا۔

شرح شبیّری

اس زاہد کوہی کے قصہ کا بقیہ جس نے کہ نذر کی تھی کہ پہاڑی میوہ درخت سے خود نہ توڑوں گا اور نہ کسی سے صراحۃً یا کنایۃً کہوں گا کہ توڑ دے بلکہ جسکو ہوا گرا دے گی اسکو کھا لیا کروں گا

اندراں کہ بود اشجاو و ثمار	سیب و امرود و انار بے شمار
اس پہاڑ میں درخت اور پھل تھے	بے شمار سیبؑ اور امرود اور انار (تھے)

یعنی اس پہاڑ میں اشجار و ثمار بہت تھے۔ سیب اور امرود اور انار بے شمار تھے۔

قوت آں درویش بود آن میوہا	غیر آن چیزے نخوردے دائما
اس درویش کی خوراک وہ پھل تھے	ان کے علاوہ وہ کبھی کوئی چیز نہ کھاتا

یعنی اس درویش کی غذا وہ میوے ہی تھے اور وہ ہمیشہ سوا اس چیز کے اور کچھ نہ کھاتا تھا۔

گفت آن درویش یارب با تو من	عہد کردم زیں نچینم در زمن
اس درویش نے کہا ' اے اللہ! میں نے تجھ سے	عہد کیا ہے کہ میں کسی وقت بھی پھل نہ توڑوں گا

یعنی اس درویش نے کہا کہ اے اللہ میں تیرے ساتھ عہد کرتا ہوں کہ اس میں سے کبھی توڑوں گا نہیں۔

خد نچینم میوہٗ در کل حین	نیز غیرے را نگویم کہ بچیں
میں کسی وقت (بھی) خود پھل نہ توڑوں گا	دوسرے سے بھی نہ کہوں گا کہ تو توڑ دے

یعنی میں نہ تو کبھی خود میوہ توڑوں گا نیز کسی غیر سے بھی نہ کہوں گا کہ توڑ دے۔

جز ازان میوہ کہ باد اندازدش	من نچینم از درخت منتعش
اس پھل کے علاوہ جس کو ہوا گرا دے	میں کھڑے درخت سے نہ توڑوں گا

یعنی سوائے اس میوہ کے کہ ہوا اس کو ڈال دے نہ وہ میوہ کی شاخ اس کو بلند کرے یعنی اس نے نذر کی تھی کہ جو میوہ شاخ پر لگا ہوگا اس کو تو توڑوں گا نہیں اور جس کو ہوا گرا دے گی اس کو کھا لیا کروں گا۔

مدتے برنذر خود بودش وفا	تا در آمد امتحانات قضا
ایک زمانہ تک وہ اپنے عہد کا پابند تھا	یہاں تک کہ قضا خداوندی سے آزمائشیں آ گئیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک مدت تک اس کو اپنی نذر پر وفا رہی یہاں تک کہ قضا کے امتحانات آئے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

زیں سبب فرمود استثنا کنید	گر خدا خواہد بہ پیمان بر زنید
اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ استثنا کر لو	"اگر خدا نے چاہا" عہد میں لگا لو

یعنی اسی سبب سے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ استثنا (اس طرح) کر لیا کرو کہ اگر خدا چاہے گا تو تم عہد کو پہنچ جاؤ گے قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ لاتقولن لشیٔ انی فاعل ذلک غداً الا ان یشاء اللہ تو چونکہ اس درویش نے اپنے عہد کے ساتھ ان شاء اللہ نہ کہا تھا آخر ٹوٹ گیا اور مصرعہ ثانی میں گر خدا خواہد۔ ترجمہ ہے ان شاء اللہ کا۔ اور ارشاد حق ہے کہ

زانکہ حکم کار در دست من است	اختیار جملگان پست من است
کیونکہ معاملہ کا فیصلہ میرے ہاتھ میں ہے	سب کا اختیار میرے ماتحت ہے

یعنی اس لئے کہ تمام کام میرے ہاتھ میں ہے اور سب کا اختیار میرے تابع ہے۔

ہر زمان دل را دگر میلے دہم	ہر نفس بر دل دگر داغے نہم
میں ہر وقت دل میں ایک دوسری خواہش پیدا کر دیتا ہوں	ہر سانس میں دل پر ایک دوسرا داغ لگا دیتا ہوں

یعنی ہر وقت دل کو ایک نئی رغبت دیتا ہوں اور ہر گھڑی دل پر ایک نیا داغ رکھتا ہوں۔

کل اصباح لنا شان جدید	کل شی عن مرادی لایحید
ہر صبح کو ہماری نئی شان ہے	کوئی چیز میرے ارادہ سے انحراف نہیں کرتی ہے

یعنی ہر صبح کو ہماری ایک نئی شان ہے اور ہر کوئی شے ہماری مراد سے تجاوز نہیں کر سکتی قرآن شریف میں ہے کہ کل یوم ھو فی شان اور ارشاد ہے کہ وھو علیٰ کل شیٔ قدیر تو بس جب یہ بات ہے تو ہمیشہ مدد حق تعالیٰ سے مانگنی چاہئے اور حق تعالیٰ ہی کو واسطہ ڈالنا چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

در حدیث آمد کہ دل ہمچون پریست	در بیابانے اسیر صرصریست
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ دل پر کی طرح ہے	(جو) میدان میں آندھی کا پابند ہے

یعنی حدیث میں ہے کہ دل مانند ایک پر کے ہے جو کہ بیابان میں ایک آندھی کا اسیر ہے۔

باد پر را ہر طرف راند گزاف	گہ چپ و گہ راست باصد اختلاف
ہوا پر کو خواہ مخواہ ہر طرف لے جاتی ہے	سینکڑوں مختلف طریقوں سے کبھی بائیں کبھی دائیں

یعنی ہوا پر کو ہر طرف بے ترتیب ڈال رہی ہے کبھی بائیں کبھی دائیں سو اختلاف کے ساتھ۔ مطلب یہ کہ حدیث میں ہے کہ قلب کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک پر میدان میں پڑا ہو اور تند ہوائیں آ کر یقلبھا ظھراً لبطن و بطناً لظھر اس کو الٹا سیدھا کرتی ہوں تو جس طرح کہ یہ پر ہواؤں کے تابع ہے تو اسی طرح بلکہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے بھی زیادہ قلب حق تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔ یقلبھا کیف یشاء لہذا چاہئے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ ہی سے مدد مانگتا رہے اور کہتا رہے کہ یامقلب القلوب ثبت قلبی علی دینک آگے فرماتے ہیں کہ

در حدیث دیگر ایں دل داں چناں	کاب جوشان ز آتش اندر قازغان
دوسری حدیث (میں ہے) اس دل کو ایسا سمجھ	جیسا کہ دیگ میں جوش مارتا ہوا پانی

یعنی دوسری حدیث میں ہے کہ اس دل کو ایسا جانو کہ جیسے کہ پانی آگ کی وجہ سے ہانڈی میں جوش مارتا ہو اس حدیث کو احیاء العلوم میں امام غزالی نے بالفاظ ذیل نقل کیا ہے۔ مثل القلب فی تقلبہ کالقدر اذا استجمعت غلیاناً

ہر زماں دل را دگر رائے بود	آں نہ از وے لیک از جائے بود
ہر لمحہ دل کی ایک دوسری رائے ہوتی ہے	وہ اس کی جانب سے نہیں بلکہ دوسری جگہ سے ہوتی ہے

یعنی ہر وقت دل کی ایک نئی حالت ہوتی ہے اور وہ اس کی طرف سے نہیں بلکہ کسی اور جگہ سے ہوتی ہے۔

پس چرا ایمن شوی بر رائے دل	عہد بندی تا شوی آخر خجل
تو' تو دل کی رائے پر کیوں مطمئن ہوتا ہے	تو عہد کر لیتا ہے تاکہ آخر میں شرمندہ ہو

یعنی بس دل کی رائے پر کس لئے بے خوف ہو جاتے ہو اور عہد باندھ لیتے ہو یہاں تک کہ شرمندہ ہوتے ہو۔ یہ فرما کر آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایں ہم از تاثیر حکم است و قدر	چاہ می بینی و نتوانے حذر
یہ بھی (اللہ کے) حکم اور تقدیر کی تاثیر کی وجہ سے ہے	تو کنواں دیکھتا ہے اور بچ نہیں سکتا ہے

یعنی یہ بھی حکم قدر ہی کا اثر ہے کہ کنواں دیکھتے ہو اور بچ نہیں سکتے۔ تو جب یہ بات ہے تو پھر قضا سے بچ کر قضا ہی کی طرف جاوے اور اسی سے چارہ جوئی اور مدد چاہے۔

نیست خود از مرغ پراں ایں عجب	کو نہ بیند دام و افتد در عطب
کیا اڑنے والے پرند سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے؟	کہ وہ جال نہیں دیکھ پاتا اور ہلاکت میں گرتا ہے

یعنی اڑنے والے جانور سے یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کہ وہ جال نہ دیکھے اور مصیبت میں پڑ جائے (مگر)

ایں عجب کہ دام بیند ہم و تد	گر بخواہد ور نخواہد مے فتد
یہ تعجب ہے کہ وہ جال اور کھونٹی دیکھتا ہے	خواہ چاہے یا نہ چاہے پھنس جاتا ہے

یعنی عجیب بات تو یہ ہے کہ جال دیکھتا ہے اور کھونٹا بھی دیکھتا ہے اور اگر چاہے یا نہ چاہے گر پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جو جانور کہ ہوا میں اڑ رہا ہے اس نے جو جال نہیں دیکھا تو اگر وہ آ کر پھنس جاوے تو کوئی تعجب نہیں ہے لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

تعجب تو یہ ہے کہ ایک جانور سامنے بیٹھا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ اس کے لئے جال بچھایا جارہا ہے مگر پھر بھی پھنس جاتا ہے۔

چشم باز و گوش باز و دام پیش	سوئے دامے مے پرد با پر خویش
آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور کان کھلے ہوئے ہیں اور سامنے جال ہے	اپنے ہی بازوؤں سے جال کی جانب پرواز کرتا ہے

یعنی آنکھ کھلی ہوئی کان کھلے ہوئے اور جال سامنے اور جال کی طرف اپنے ہی پروں سے اڑتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کوئی اور شے ہے جو اس کو اس طرف لے جارہی ہے ورنہ اگر اس کو من کل الوجوہ اپنا اختیار ہوتا تو یقیناً جان بوجھ کر ہلاکت میں نہ پھنستا۔ آگے مولانا اس کو خود ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

قضا کو جال سے تشبیہ دینا کہ صورت توشیدہ ہے اور اثر ظاہر ہے

بنگر اندر دلق مہتر زادۂ	سر برہنہ در بلا افتادۂ
ایک امیر زادہ کو گدڑی کے اندر دیکھ	ننگے سر ہے مصیبت میں پڑا ہے

یعنی ایک امیر زادہ کی گدڑی کو دیکھو کہ وہ سر برہنہ ہے اور بلا میں پڑا ہوا ہے۔

در ہوائے یک نگارے سوختہ	اقمشہ و املاک خود بفروختہ
وہ ایک معشوق کے عشق میں تباہ ہے	اپنا سامان اور جائیداد بیچ چکا ہے

یعنی ایک معشوق کے عشق میں جلا ہوا ہے متاع اور املاک اپنے بیچے ہوئے ہے۔

خوار گشتہ درمیان قوم خویش	مرہمش نایاب و دل ریش از مریش
اپنی قوم میں ذلیل ہوگیا ہے	اور دل اس کے انکار سے زخمی اور اس کا مرہم نایاب ہے

یعنی اپنی قوم میں ذلیل ہوا اور اس کا مرہم نایاب ہے اور اس کا دل اس کے عشق سے زخمی ہے۔

خان و مان رفتہ شدہ بدنام و خوار	کام دشمن میرود ادبار وار
گھر بار جا چکا ہے وہ بدنام اور ذلیل ہو گیا ہے	منحوس دشمن کے مقصود کے مطابق چلن اختیار کیے ہوئے ہے

یعنی خان و مان برباد شدہ اور بدنام و ذلیل اور دشمن کا مقصد ادبار کی طرح چلتا ہے۔ دشمن سے مراد نفس و شیطان یعنی سب گھر بار برباد کئے ہوئے ہے۔ اور نفس و شیطان کا قابو چلا ہوا ہے۔

زاہدے بیند بگوید اے کیا	ہمتے میدار از بہر خدا
کسی بزرگ کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے اے بزرگ!	خدا کے لئے توجہ دیجئے

یعنی کسی زاہد کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے بزرگ خدا کے لئے دعا کیجئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کاندرین ادبار زشت افتادہ ام	مال و زر و نعمت از کف دادہ ام
کہ میں اس بری نحوست میں پھنسا ہوں	مال و زر اور نعمت ہاتھ سے دے چکا ہوں

یعنی کہ میں اس ادبار زشت میں پھنس گیا ہوں اور مال وزر اور نعمت ہاتھ سے برباد کر دی ہے۔

ہمتے تا بو کہ من زیں وارہم	زین گل تیرہ بود کہ برجہم
توجہ دیجئے شاید میں اس سے نجات پا جاؤں	ہو سکتا ہے کہ میں اس کالی کیچڑ سے نکل جاؤں

یعنی ایک دعا کیجئے تا کہ شاید کہ میں اس سے چھوٹ جاؤں اور اس تیرہ و تاریک کیچڑ سے نکل جاؤں۔

ایں دعا میخواہد او از عام و خاص	تا کہ یابد یکدمے از غم خلاص
وہ ہر خاص و عام سے یہ دعاہ چاہتا ہے	تا کہ تھوڑی دیر کے لئے غم سے نجات حاصل کر لے

یعنی وہ یہ دعا ہر عام وخاص سے چاہتا ہے تا کہ ایک دم کے لئے غم سے خلاصی پائے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دست و بازو پائے بازو بند نے	نے موکل برسرش نے آہنے
ہاتھ کھلے ہوئے اور پاؤں کھلے ہوئے اور کوئی قید نہیں ہے	نہ اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے نہ بیڑی

یعنی ہاتھ کھلے ہوئے پاؤں کھلے ہوئے کوئی قید نہیں ہے نہ تو اس کے سر پر کوئی سپاہی ہے اور نہ کوئی بیڑی وغیرہ ہے۔

از کدامیں بند میجوئے خلاص	وز کدامیں قید میخواہی مناص
تو کس بیڑی سے خلاصی کا جویاں ہے؟	اور تو کونسی قید سے چھٹکارا چاہتا ہے؟

یعنی کون سے بند سے خلاصی ڈھونڈتا ہے اور کون سی قید سے خلاصی چاہتا ہے مطلب یہ کہ یہ جو سب سے کہتا پھرتا ہے کہ دعا کرو کہ میں قید سے چھوٹ جاؤں تو ظاہر میں اس پر کوئی قید ہی نہیں پھر کیوں کہتا پھرتا ہے کہ دعا کرو کہ میں قید سے نکل جاؤں۔ یہ سوال کر کے مولانا خود ہی جواب دیتے ہیں کہ۔

بند تقدیر قضائے مخفیے	کہ نہ بیند آن بجز جان صفے
تقدیر کی بیڑی اور پوشیدہ تقدیر	جس کو برگزیدہ ہستی کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ سکتا

یعنی یہ قید تقدیر قضائے پوشیدہ کی ہے کہ اس کو بجز برگزیدۂ حق کے اور کوئی دیکھتا بھی نہیں ہے۔

گرچہ پیدا نیست آن در مکمن است	بدتر از زندان و بند آہن است
اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے پوشیدہ ہے	(لیکن) قید خانہ اور بیڑی سے بڑھ کر ہے

یعنی اگرچہ یہ قید ظاہر نہیں ہے اور پوشیدگی میں ہے مگر زندان اور قید آہنی (ظاہری) سے سخت ہے آگے اس کا اس ظاہری قید سے سخت ہونا بتاتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ آہنگر مرآن را بشکند	حفرہ گرہم خشت زندان برکند
کیونکہ لوہار اس کو توڑ دیتا ہے	کرنپھل لگانے والا قید خانہ کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے

یعنی اس لئے کہ اس (قید ظاہری) کو تو لوہار توڑ دیتا ہے یا نقب زن زندان کی اینٹ اکھاڑ دیتا ہے۔

این عجب ایں بند پنہان گراں	عاجز از تکسیر آن آہنگران
تعجب ہے یہ پوشیدہ بھاری بیڑی	اس کے توڑنے سے لوہار عاجز ہیں

یعنی یہ عجب ہے کہ یہ قید پوشیدہ اور گراں ہے کہ اس کے توڑنے سے لوہار بھی عاجز ہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ یہ قید اس قید ظاہری سے سخت تر ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

دیدن آن بند احمدؐ را رسد	برگلوئے بستہ حبل من مسد
اس پھندے کو دیکھنے کا احمدؐ کو حق ہے	جو مونج کی رسی گلے میں بندھی ہوئی ہے

یعنی اس قید کو دیکھنا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے کہ گلو پر ایک رسی لیف خرما سے بندھی ہوئی۔

دید بر پشت عیال بو لہب	تنگ ہیزم گفت حمال الحطب
انہوں نے ابو لہب کی بیوی کی کمر پر دیکھا	ایندھن کا گٹھر فرمایا ایندھن اٹھانے والی ہے

یعنی ابولہب کے گھر والوں کی پشت پر ایک لکڑیوں کا گٹھا دیکھا تو کہا کہ حمال الحطب۔

حبل و ہیزم را جز آن چشمے نہ دید	کہ پدید آید برو ہر ناپدید
رسی اور گٹھر کو اس آنکھ کے سوا کسی نے نہ دیکھا	جس کے لئے ہر پوشیدہ چیز ظاہر ہو جاتی ہے

یعنی رسی اور لکڑیوں کو سوائے اس آنکھ کے کسی نے نہیں دیکھا جس پر کہ ہر ظاہر اور غیر ظاہر ہوتا ہے۔

باقیانش جملہ تاویلے کنند	کاین ز بیہوشی ست وایشان ہوشمند
ان کے سوا سب تاویل کرتے ہیں	کیونکہ یہ (دید) بیہوشی میں ہوتی ہے اور وہ ہوشمند ہیں

یعنی باقی لوگ اس کی تاویل کرتے ہیں اس لئے کہ یہ تاویل تو بے خبری کی وجہ سے ہے اور وہ خبردار ہیں۔

احمدؐ سے مراد اہل اللہ ان اوپر کے چاروں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ اس قضا کے دیکھنے کے لئے اہل اللہ کی چشم چاہئے جو کہ نائب رسول ہوں اور دیکھو کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابولہب کی بیوی کی کمر پر لکڑیاں لدی ہوئی دیکھیں اور رسی لٹکتی ہوئی دیکھی تو فرما دیا کہ حمالۃ الحطب تو دیکھو اس گذشتہ واقعہ کو آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور دوسرے لوگ تو اس کی تاویل کرتے ہیں مگر مولانا فرماتے ہیں کہ تاویل کی ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں کیا حرج ہے کہ کہا جاوے کہ وہ قضا صورت میں متمثل ہوگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خود رسی اور لکڑیاں نظر آئیں تو بس قضا کے دیکھنے کے لئے چشم بصیرت کی ضرورت ہے ورنہ اور لوگوں کو کیا خبر آگے پھر اس مثال کی طرف رجوع ہے کہ دیکھو ظاہر میں اس پر کوئی قید معلوم نہیں ہوتی۔

لیک از تاثیر آن پشتش دو تو	کشتہ و نالان شدہ در پیش او
لیکن اس کی تاثیر سے اس کی کمر دوہری	ہو رہی ہے اور وہ اس کے سامنے رو رہا ہے

یعنی لیکن اس کی تاثیر کی وجہ سے اس کی پشت دوہری ہو رہی ہے اور اس زاہد کے آگے رو رہا ہے (اور کہہ رہا ہے)

کہ دعائے ہمتے تا وارہم	تا ازین بند نہان بیرون جہم
کہ دعا توجہ تاکہ میں چھوٹ جاؤں	تاکہ اس پوشیدہ بڑی سے میں باہر نکل آؤں

یعنی کوئی دعا اور مدد کیجئے تاکہ میں چھوٹ جاؤں اور تاکہ اس قید پوشیدہ سے باہر نکل جاؤں تو بس معلوم ہو گیا کہ بند قضا کوئی شے ہے کہ جو اس قید ظاہری کے علاوہ ہے اور مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ بیند این علامتہا پدید	چون نداند او شقی را از سعید
جوان علامتوں کو کھلا دیکھتا ہے	وہ بدبخت اور نیک بخت کو کیوں نہ دیکھ لے گا؟

یعنی جو شخص کہ ان علامتوں کو دیکھ رہا ہے وہ شقی کو سعید سے کس طرح ممتاز کر کے نہ دیکھے گا مطلب یہ کہ جو شخص کہ ایسی پوشیدہ بات کو دیکھ لیتا ہے تو بھلا وہ یہ تو کیوں معلوم نہ کر لے گا کہ فلاں شخص اچھا ہے فلاں برا ہے۔ یقیناً معلوم کر لیتا ہے مگر۔

داند و پوشد بامر ذوالجلال	کہ نباشد کشف راز حق حلال
وہ جانتا ہے اور اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے چھپاتا ہے	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کے راز کھولنا جائز نہیں ہے

یعنی جانتا ہے اور حکم حق کی وجہ سے پوشیدہ رکھتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کے راز کو ظاہر کرنا حلال نہیں ہے۔ یعنی بعض مرتبہ بعض بات کا اظہار مضر ہوتا ہے لہٰذا وہ اس قضا کو کہ یہ شخص برا ہے اور یہ اچھا ہے ظاہر نہیں کرتے ورنہ وہ سب جانتے ہیں اور قضا ان کو آنکھوں سے نظر آ جاتی ہے آگے اس فقیر کے قصہ کو اور امتحان حق کو بیان فرماتے ہیں۔

این سخن پایان ندارد آن فقیر	از مجاعت شد زبون و تن اسیر
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے وہ درویش	بھوک سے کمزور ہو گیا اور جسم قیدی (تھا)

یعنی اس بات کی انتہا نہیں ہے اور وہ فقیر بھوک کی وجہ سے ضعیف اور تن اسیر ہو گیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس نذر کرنے والے فقیر کا درخت امرود سے پھل توڑنے پر مضطر ہونا اور اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے اسکی گوشمالی ہونا

پنج روز آن باد امرودے نریخت	ز آتش جوعش صبوری میگریخت
ہوا نے پانچ دن تک کوئی امرود نہ گرایا	اس کی بھوک کی آگ سے صبر بھاگتا تھا

یعنی پانچ روز تک ہوا نے کوئی امرود نہ گرایا۔ تو اس درویش کی آتش جوع سے صبر بھاگتا تھا۔ یعنی اس کو مارے بھوک کے صبر کی تاب نہ رہی۔

بر سر شاخے مرودے چند دید	باز صبرے کرد و خود را در کشید
اس نے ایک شاخ پر کئی امرود دیکھے	پھر صبر کیا اور اپنے آپ کو روکا

یعنی ایک شاخ پر چند امرود دیکھے تو پھر صبر کیا اور اپنے کو ہٹا لیا یعنی جب بھی احتیاط کی۔ اور نفس کو سمجھا لیا کہ اوپر لگ رہے ہیں کون توڑے مگر وہاں تو منظور امتحان تھا جب اس نے اس طرح پرہیز کیا تو یہ ہوا کہ۔

باد آمد شاخ را سر زیر کرد	طبع را بر خوردن آن چیر کرد
ہوا چلی شاخ کو نیچے جھکا دیا	طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا

یعنی ہوا آئی اور شاخ کے سر کو نیچے کر دیا اور طبیعت کو اس کے کھانے پر غالب کر دیا۔

جوع وضعف وقوت جذب قضا	کرد زاہد را ز نذرش بیوفا
بھوک اور کمزوری اور قضا کی کشش کی طاقت نے	زاہد کو عہد سے بے وفا بنا دیا

یعنی بھوک نے اور ضعف نے اور جذب قضا کی قوت نے زاہد کو اس کی نذر سے بے وفا کر دیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اس پہاڑ میں درخت اور پھل امرود، انار، سیب بکثرت تھے اور اس فقیر کی غذا وہی میوے تھے ان کے علاوہ اور کوئی چیز نہ کھاتا تھا۔ ایک مرتبہ اس نے حق سبحانہ سے کہا کہ اے اللہ میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی میوہ نہ توڑوں گا۔ یعنی نہ خود توڑوں اور نہ کسی سے کہوں گا کہ توڑ دے میں زندہ درخت سے میوہ نہ چنوں گا بجز ان میوؤں کے جو ہوا سے گر جائیں ایک زمانہ تک اپنے عہد کو پورا کرتے رہے۔ آخر امتحانات خداوندی شروع ہوئے چونکہ دعوے پر امتحان ضروری ہے اور امتحان میں کامیابی نہایت کٹھن اور لوہے کے چنے ہیں اسی لئے حق سبحانہ نے باقتضائے رحمت ہم کو تعلیم فرمایا ہے کہ تم استثنا کر لیا کرو۔ یعنی ہر عہد کے ساتھ ان شاء

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ تعالیٰ کہہ لیا کرو کیونکہ حکومت میرے قبضہ میں ہے اور سب کے اختیارات میرے اختیار کے تحت میں ہیں۔ لہٰذا بدوں میری مشیت کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا میں ہر وقت دل میں مختلف قسم کے میلان پیدا کرتا ہوں اور ہر وقت دل پر ایک نیا داغ رکھتا ہوں یعنی ایک ایسی خواہش پیدا کرتا ہوں جس کے حاصل نہ ہونے سے اسے رنج ہو (یا یوں کہو کہ اسی مطلق رغبت پیدا کرنے کو داغ دینے سے تعبیر کیا۔ کیونکہ جس طرح داغ دینا ایک خاص اثر پیدا کرتا ہے یوں ہی رغبت پیدا کرنا بھی ایک تاثیر خاص ہے) غرض ہر وقت ہمارے لئے ایک نیا کام ہے اور کوئی شے میرے ارادہ سے مختلف نہیں ہو سکتی۔ بلکہ جو میں چاہتا ہوں فوراً ہو جاتی ہے۔ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون حدیث میں آیا ہے کہ دل کی مثال ایسی ہے جیسے ایک پر ہو اور ایک میدان کے اندر آندھی کے قبضہ میں ہو کہ جس طرف وہ چاہتی ہے اس کو پلٹے دیتی ہے کبھی دائیں جانب پلٹتی ہے کبھی بائیں طرف اور اسی قسم کے اور سینکڑوں پلٹے دیتی ہے نیز دوسری حدیث میں آیا ہے (واللہ اعلم بالصحۃ) کہ دل کو ایسا سمجھو جیسے ایک دیگچہ ہو جس میں پانی جوش مار رہا ہو کہ اس کے اندر بھی یوں ہی خیالات کا جوش ہوتا ہے اور ہر وقت اس کی جداگانہ رائے ہوتی ہے لیکن یہ یاد رکھو کہ یہ خود دل کا تصرف نہیں ہے بلکہ کوئی اور ذات ہے جو یہ گونا گوں خیالات پیدا کر رہی ہے جب تقلب و تغیر احوال کی یہ حالت ہے تو کون سی وجہ ہے کہ دل کے ایک خیال کی بناء پر آدمی مطمئن ہو جاوے اور سمجھ لے کہ بس یہی ہوگا اور یہ خیال کر کے حق سبحانہ سے عہد کر لے کہ میں یوں ہی کروں گا۔ اس کے خلاف نہ کروں گا اور آخر میں اس کے پورا نہ ہو سکنے کے سبب ندامت اٹھائے۔ اب مولانا پر غلبہ توحید سے سکر کی حالت طاری ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ یہ عہد کرنا بھی بحکم قضا و قدر ہی ہے اس میں بھی آدمی پورے طور پر مختار نہیں اور اس کو اختیار کامل حاصل نہیں کہ وہ عہد نہ کرے۔ اس لئے کہ ایسا ہوتا ہے کہ مضرت آدمی کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور وہ اس سے بچ نہیں سکتا۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ پرندہ جال نہ دیکھے اور ہلاکت میں پڑ جائے بلکہ حیرت انگیز یہ بات ہے کہ کھونٹوں سمیت جال دیکھ رہا ہے اور پھر خواہ مخواہ اور بالاضطرار اس میں پھنس جاتا ہے آنکھیں بھی کھلی ہوئی ہیں کان بھی کھلے ہوئے ہیں جال بھی نظر آ رہا ہے۔ اس پر بھی وہ خود اپنے پروں سے اڑ کر اس میں آ پھنستا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حیوانات اپنے اوپر پورا اختیار نہیں رکھتے۔ اب انسان کی حالت سنو ایک رئیس زادہ ہے کہ گدڑی پہنے ہوئے ہے ننگے سر ہے مصیبت میں مبتلا ہے کسی چڑیل کی محبت میں جل رہا ہے جائیداد اور گھر کا سامان سب بک چکا ہے اپنے لوگوں میں نظر حقارت سے دیکھا جاتا ہے اور ننگ خاندان سمجھا جاتا ہے مطلوب کی یہ حالت ہے کہ اس کے حصول کی کوئی صورت نہیں معشوق کے ظلم و ستم نے دل و جگر چھلنی کر رکھے ہیں۔ گھر بار سب تباہ ہو چکا ہے بدنامی و ذلت انتہا کو پہنچ گئی ہے ادھر اس کی محرومی و بدبختی مستمر ہے ادھر رقیب کا کام نکل رہا ہے۔ غرضکہ وہ ان مصائب میں مبتلا ہے اور یہ بھی نہیں کہ اس کو اس کا احساس نہ ہو نہیں وہ ان کا احساس بھی رکھتا ہے اور جب کسی متقی کو دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ حضور خدا کے لئے میرے واسطے دعا فرمائیے کہ میں اس مصیبت میں پھنس گیا ہوں مال و دولت نعمت سب کھو چکا ہوں۔ اب توجہ فرمائیں کہ میں اس مصیبت سے نجات پاؤں۔ ممکن ہے کہ آپ کی دعا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور توجہ سے مجھے نجات مل جائے۔ غرض وہ ہر ایک سے یہی التجا کرتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

پھنسی ہوئی ہے یہ گردن بتوں کے پھندوں میں چھڑا دے کوئی ہوا ایسا خدا کے بندوں میں

یہ تو واقعہ ہے جو بکثرت ہوتا ہے اور جس کا انکار ناممکن ہے حالانکہ اس کے ہاتھ بھی کھلے ہوئے ہیں پاؤں بھی کھلے ہوئے ہیں اس کو کسی نے محبوس بھی نہیں کر رکھا ہے کوئی پہرہ بھی اس پر قائم نہیں ہے۔ اس کے گلے پر تلوار بھی رکھی ہوئی نہیں۔ اب اس سے کوئی پوچھے کہ میاں تم کس پھندے سے نکلنا چاہتے ہو اور کون سی بیڑی سے چھوٹنا چاہتے ہو۔ سمجھو کہ یہ وہی تقدیر و قضاء الٰہی کا مستور پھندا ہے جو لوگوں کو دکھلائی نہیں دیتا ہے بلکہ اس کو نفوس مقدسہ اہل اللہ ہی دیکھتے ہیں۔ اگرچہ وہ ظاہر نہیں ہے بلکہ مستور ہے لیکن اس کی گرفت جیلخانہ اور بیڑی سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ لوہار بیڑی کو کاٹ سکتا ہے اور کھودنے والا جیلخانہ کی اینٹیں اکھیڑ سکتا ہے لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ اس مخفی بیڑی اور مستور جیلخانہ کو نہ کوئی لوہار کاٹ سکتا ہے نہ کوئی کھودنے والا کھود سکتا ہے وہ پھندا احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے شخص کو دکھلائی دے سکتا ہے اور وہی زوجۂ ابولہب کے گلے میں مونج کی رسی بندھی ہوئی دیکھ سکتے ہیں۔ جنہوں نے ابولہب کی بیوی کی پشت پر ایندھن کا گٹھا لدا ہوا دیکھ کر اسے حمالۃ الحطب کہا تھا۔ اس رسی اور ایندھن کے گٹھے کو وہی آنکھ دیکھ سکتی ہے جو اکثر غیر محسوسات کو دیکھنے کی عادی ہو۔ دوسرے لوگ جن کی آنکھ ایسی نہیں وہ چونکہ اس کو دیکھتے نہیں اس لئے مجبوراً تاویل کرتے ہیں اور نہ دیکھنا ان کا بے موقع بھی نہیں۔ کیونکہ مشاہدہ غیر محسوسات تو ہوش ظاہری کو خیرباد کہنے سے ہو سکتا ہے اور وہ ایسے ہیں نہیں۔ بلکہ وہ ہوش والے ہیں۔ پھر مشاہدہ کیونکر ہو وہاں تو وہ پھندا اپنی ذات کے لحاظ سے ضرور غیر محسوس ہے۔ لیکن اپنے اثر کے اعتبار سے محسوس ہے کہ اس کی تکلیف کے سبب وہ اہل اللہ کے سامنے جھکتا اور ان کے سامنے روتا پیٹتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کے لئے مجھے اس بلا سے چھڑاؤ اور کوئی دعا یا توجہ ایسی کرو کہ میں نجات پا جاؤں اور اس مخفی پھندے سے چھوٹ جاؤں اس مقام پر ضمناً ایک اور ضروری امر پر بھی تنبیہ کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقدیر کے پھندے کو دیکھ لینا ثابت ہے اور آپ کے طفیل اور آپ کے اتباع کی برکت سے اہل اللہ کو بھی یہ شرف حاصل ہو جاتا ہے جب یہ امر محقق ہے تو جو لوگ ان اشیاء کو جن کو لوگ علامات سے جانتے ہیں بعض اوقات عیاناً مشاہدہ کرتے ہیں وہ شقی اور سعید میں کیوں نہیں امتیاز کر سکتے نہیں نہیں بلکہ بعض اوقات ان کو اس کا بھی احساس و ادراک ہوتا ہے لیکن وہ جو ظاہر نہیں کرتے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اظہار کا حکم نہیں ہوتا اور وجہ اخفا یہ ہوتی ہے کہ وہ راز حق سبحانہ کے ظاہر کرنے کو جائز نہیں جانتے۔ خیر یہ گفتگو تو بہت طویل ہے۔ اب سنو کہ وہ فقیر بھوک سے بہت مضمحل ہو گیا اور حرکت کرنا بھی اس کے لئے دشوار ہو گیا۔ وجہ یہ ہوئی کہ پانچ دن تک ہوا سے کوئی امرود بھی نہ گرا اور خود توڑ نہ سکے اس لئے بھوکا رہنا پڑا۔ اور بھوک کی آگ اس قدر شعلہ زن ہوئی کہ ان سے صبر نہ ہو سکتا تھا۔ اتفاقاً انہوں نے ایک شاخ کے اوپر چند امرود لگے ہوئے دیکھے خیر یہاں تک صبر کیا اور توڑنے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اجتناب کیا اس کے بعد یہ ہوا کہ ہوا کا ایک جھونکا آیا اور اس نے شاخ کو نیچے جھکا دیا۔ اور اس طرح ان کی طبیعت کو اس کے کھانے پر پوری طور پر مائل کر دیا۔ ان کو بھوک لگی ہوئی تھی جسم میں بے حد ناتوانی تھی۔ اعضاء کو جذب غذا کی شدید ضرورت تھی ان سب باتوں نے مل کر فقیر کا عہد تڑوا ہی دیا۔

شرح شبیری

چونکہ از امرود بن میوہ شکست	گشت اندر نذر و عہد خویش ست
جب امرود کے درخت سے پھل توڑا	اپنی منت اور عہد میں کمزور پڑ گیا

یعنی جبکہ امرود کے درخت سے میوہ توڑ لیا تو اپنی نذر اور عہد میں ست ہو گیا۔

ہم در اندم گوشمال حق رسید	چشم او بکشاد و گوش او کشید
فوراً اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے گوشمالی ہوئی	جس نے اس کی آنکھیں کھولدیں اور کان کھینچے

یعنی اسی وقت حق تعالیٰ کی طرف سے گوشمالی پہنچی جس نے کہ اس کی آنکھیں کھول دیں اور اس کا کان کھینچ دیا۔ گوشمالی کا ذکر آگے آوے گا۔ یعنی جیسے ہی اس نے امرود توڑ کر کھایا ویسے ہی حق تعالیٰ کی طرف سے سزا مسلط ہوئی جس کا ذکر آگے آوے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مخلصان باشند دائم در خطر	امتحانہا ہست در رہ اے پسر
مخلصین ہمیشہ خطرے میں ہوتے ہیں	اے صاحبزادے! راہ میں ان کے بہت امتحان ہیں

یعنی مقربین ہمیشہ خطرہ میں رہتے ہیں اور اے صاحبزادے راہ (حق) میں بہت سے امتحانات ہیں۔

عہد را باید وفا اے جان من	تا نمانی شرمسار و ممتحن
اے جان من! عہد کو پورا کرنا چاہیے	تاکہ تو شرمندہ اور مصیبت میں مبتلا نہ ہو

یعنی اے میری جان عہد کو وفا کرنا چاہیے تاکہ تم شرمندہ اور ممتحن نہ ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ جہاں تک ہو سکے جو عہد حق تعالیٰ سے قولاً یا فعلاً کرو اس کو پورا کرو۔

یا مکن نذرے کہ نتوانی وفا	بر خطر منشین و بیرون جہ ہلا
یا وہ عہد ہی نہ کر جس کو تو پورا نہ کر سکے	خبردار! خطرے میں نہ پڑ اور باہر نکل

یعنی یا ایسی نذر ہی مت کرو جس کو پورا نہ کر سکو تم خبردار خطر پر مت بیٹھو۔ اور باہر نکل جاؤ۔ مطلب یہ کہ یا تو وفا کرو اور اگر جانو کہ وفا نہ کر سکو گے تو پھر عہد ہی مت کرو۔ اور سچ یہی ہے کہ جو چیزیں کہ شریعت نے ہمارے ذمہ نہیں کی ہیں ان کے علاوہ دوسری چیزیں اپنے سر رکھ لیں تو اس میں بعض مرتبہ امتحان حق ہو جاتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نذر را باید وفا در راه حق	لیک حق تا خود کرابد ہد سبق
اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں عہد پورا کرنا چاہیے	لیکن دیکھیے اللہ (تعالیٰ) کس کو سبقت (کرنے کی توفیق) دیتا ہے

یعنی راہ حق میں نذر کو وفا کرنا چاہیے لیکن خود حق تعالیٰ ہی دیکھیے کس کو سبقت دیتے ہیں مطلب یہ کہ راہ حق میں وفاء عہد ضروری ہے مگر وفاء عہد کی بھی توفیق حق ہی دے تو وہ بھی ہو سکتا ہے چونکہ وفا عہد توفیق حق پر منحصر تھا اس لئے آگے حق تعالیٰ سے دعا فرمانے لگے کہ۔

عہدہا بستیم بس درکارہا	نذرہا کردیم در سرہا بارہا
ہم نے بہت سے کاموں کے عہد کئے	بارہا پوشیدہ طور پر منتیں مانیں

یعنی اے اللہ ہم نے بہت سے کاموں میں عہد باندھے اور پوشیدگی میں بارہا نذریں کیں۔

قوت آن کو کہ پایان آوریم	عاجزیم و ناتوان و مضطریم
وہ طاقت کہاں ہے کہ ہم پورا کریں	ہم تو عاجز اور ناتواں اور مجبور ہیں

یعنی وہ قوت کہاں ہے کہ ہم پورا کر سکیں۔ ہم تو عاجز اور ناتوان اور مضطر ہیں۔

گر نہ فضلت دستگیر ما شود	وائے بر ما زانکہ رسوائی بود
(اے اللہ) اگر تیری مہربانی ہماری دستگیری نہ کرے	ہم پر افسوس ہے کیونکہ رسوائی ہو گی

یعنی اگر آپ کا فضل ہمارا دستگیر نہ ہو تو ہم پر افسوس ہے اس لئے کہ رسوائی ہو گی۔

نذر مارا باوفا پیوستہ دار	عہد مارا از کرم دار استوار
ہمارے عہد کو وفا سے جوڑ دے	کرم کر کے ہمارے عہد کو مضبوط کر دے

یعنی ہماری نذر کو وفا کے ساتھ قرین رکھئے اور ہمارے عہد کو کرم سے استوار کیجئے۔ اب دعا کر کے پھر رجوع بقصہ فرماتے ہیں کہ۔

باز گشتم سوئے قصہ کان فقیر	عہد چون بشکست دردم شد اسیر
قصہ کی طرف میں پھر پلٹا کہ اس درویش نے	جیسے ہی عہد توڑا فوراً قیدی بن گیا

یعنی میں پھر اس فقیر کے قصہ کی طرف لوٹتا ہوں کہ جب اس نے عہد توڑا تو وہ فوراً قید ہو گیا۔

غیرت حق گوشمالش دادزود	زانکہ فرمودست اوفوا بالعقود
اللہ (تعالیٰ) کی غیرت نے فوراً اس کو سزا دی	کیونکہ اس نے فرمایا ہے "عہدوں کو پورا کرو"

یعنی غیرت حق نے اس کو جلدی ہی گوشمالی دی۔ اس لئے کہ فرمایا ہے کہ اوفوا بالعقود

www.besturdubooks.wordpress.com

جمع از دزدان بدند آنجا مگر	درمیان آوردہ بے مرسیم و زر
وہاں چوروں کا ایک گروہ تھا شاید	وہ لاتعداد چاندی اور سونا لائے تھے

یعنی چوروں کی ایک جماعت اس جگہ تھی شاید کہ وہ بے انتہا روپیہ لائے تھے۔

اتفاقاً دزد چندے تاختند	وندران کہسار منزل ساختند
اتفاقاً چند چور بھاگے	اور اس پہاڑ میں انہوں نے ٹھکانا بنا لیا

یعنی اتفاقاً چند چور دوڑے اور اس کہسار میں انہوں نے منزل بنائی۔ یعنی وہیں کہیں چوروں کی جماعت تھی جنہوں نے کہ ایک بہت بڑا ڈاکہ ڈالا تھا اتفاقاً وہ لوگ اسی کہسار میں آ کر جمع ہو گئے تھے۔

اس شیخ کو ان چوروں کے ساتھ متہم کرنا اور اس کا ہاتھ کاٹ ڈالنا

بیست از دزداں بدند آنجا وبیش	بخش مے کردند مسروقات خویش
وہاں بیس اور کچھ زیادہ چور تھے	اپنی چوری (کا مال) بانٹ رہے تھے

یعنی اس جگہ چور بیس یا اس سے زیادہ تھے اور اپنے مسروقات کو تقسیم کر رہے تھے۔

شحنہ را غماز آگہ کردہ بود	مردم شحنہ در افتادند زود
کوتوال کو مخبر نے خبر دیدی تھی	کوتوال کے آدمی جلد آ پہنچے

یعنی غماز نے کوتوال کو آگاہ کر دیا تھا (کہ چور فلاں پہاڑ میں ہیں) تو کوتوال کے آدمی جلدی سے (اس میں) گھس پڑے۔

شحنہ حالے عزم آن کہسار کرد	جملہ را بگرفت وبست آن شیر مرد
کوتوال نے فوراً اس پہاڑ کا قصد کیا	اس شیر مرد نے سب کو گرفتار کر لیا اور باندھ لیا

یعنی کوتوال نے اسی وقت ارادہ اس کہسار کا کیا اور سب کو اس شیر مرد نے پکڑ کر باندھ لیا۔

پس بفرمود از غضب جلاد را	دست و پائے ہر یک ازتن کن جدا
پھر غصہ سے جلاد کو حکم دیا	ہر ایک کے ہاتھ اور پاؤں بدن سے جدا کر دے

یعنی پھر غصہ کی وجہ سے جلاد کو حکم دیا کہ ہاتھ پاؤں ہر ایک کا تن سے جدا کر دو۔

ہم بدآنجا پائے چپ و دست راست	جملہ را ببرید و غوغائے بخاست
اس جگہ بایاں پاؤں اور داہنا ہاتھ	سب کا کاٹ دیا اور شور برپا ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس جگہ پر بایاں پاؤں اور سیدھا ہاتھ سب کا کاٹ دیا تو ایک شور پیدا ہو گیا۔

دست زاہد ہم بریدہ شد غلط	پاش را میخواست ہم کردن سقط
غلطی سے شیخ کا ہاتھ بھی کاٹ دیا گیا	پاؤں کو بھی اس نے بیکار کرنا چاہا

یعنی زاہد کا بھی ہاتھ غلطی سے کاٹا گیا۔ اور اس کے پاؤں بھی کاٹنا چاہتے تھے۔

در زمان آمد سوارے بس گزین	بانگ برزد بر عوان کای سگ ببین
فوراً ایک معزز سوار آیا	سپاہی پر چیخا اے کتے! دیکھ (خبردار)

یعنی اسی وقت ایک سوار بہت برگزیدہ آیا اور اس نے سپاہی کو للکارا کہ اے کتے دیکھ

این فلان شیخ است ابدال خدا	دست او را تو چرا کردی جدا
یہ فلاں بزرگ اور خدا کے ابدال میں سے ہے	تو نے اس کا ہاتھ کیوں جدا کیا؟

یعنی یہ تو فلاں شیخ ابدال خدا ہے تو نے اس کے ہاتھ کو کیوں (تن سے) جدا کیا۔

آن عوان بدرید جامہ تیز رفت	پیش شحنہ داد آگاہیش تفت
اس سپاہی نے کپڑے پھاڑے (اور) تیزی سے بھاگا	کوتوال کے پاس اس کو فوراً مطلع کیا

یعنی اس سپاہی نے کپڑے پھاڑ لئے اور تیزی سے کوتوال کے پاس گیا اور اس کو فوراً آگاہی دی۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوار جو آیا یہ غیبی تھا اور چونکہ اس شیخ نے ہاتھ سے تو خیانت کی تھی مگر پاؤں سے کچھ نہ کیا تھا لہٰذا ہاتھ تو کٹ گیا مگر پاؤں کٹنے نہ پایا تھا کہ فوراً اس سوار غیبی نے آ کر بچالیا۔ سبحان اللہ تعالیٰ اللہ علوا کبیرا۔ غرض کہ جب اس سپاہی نے جا کر کوتوال سے کہا تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ۔

شحنہ آمد پا برہنہ عذر خواہ	کہ ندانستم خدا بر من گواہ
کوتوال ننگے پاؤں معافی مانگنے آیا	کہ مجھے علم نہ تھا خدا میرا گواہ ہے

یعنی کوتوال ننگے پاؤں عذر خواہی کرتا ہوا آیا کہ خدا گواہ ہے میں نے آپ کو جانا نہ تھا۔

ہین بحل کن مر مرا زین کار زشت	اے کریم و سرور اہل بہشت
اس برے کام کی مجھے ضروری معافی دیدیجئے	اے بزرگ اور جنتیوں کے سردار

یعنی یہ کار زشت مجھے معاف فرما دیجئے اے کریم اور اے سردار اہل بہشت

گفت میدانم سبب این نیش را	مے شناسم من گناہ خویش را
انہوں نے کہا میں اس زخم کا سبب جانتا ہوں	میں اپنے گناہ کو جانتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی انہوں نے فرمایا کہ میں اس زخم کے سبب کو جانتا ہوں اور میں اپنے گناہ کو پہچانتا ہوں۔

من شکستم حرمت ایمان او	پس یمینم برد دادستان او
میں نے اس کی قسموں کی حرمت کو توڑا	اس لئے اس کے محکمہ انصاف نے میرا داہنا ہاتھ کاٹ دیا

یعنی میں نے اس کے عہدوں کی حرمت توڑی تو اس کی عدالت میرا داہنا ہاتھ لے گئی۔

من شکستم عہد و دانستم بدست	تارسید آن شومی جرأت بدست
میں نے اس کا عہد توڑا اور میں جانتا تھا برا ہے	اس جرات کی نحوست ہاتھ کو پہنچی

یعنی میں نے عہد شکنی کی اور میں جانتا تھا کہ برا ہے یہاں تک کہ اس کی نحوست ہاتھ پر پہنچی یعنی میں سب جانتا ہوں کہ یہ کیوں ہوا اور اگر معلوم نہ بھی ہوتب بھی تو یہ بات ہے کہ۔

دست ما و پاۓ ما و مغز و پوست	باد اے والی فدائے حکم دوست
ہمارے ہاتھ اور ہمارے پاؤں اور مغز و پوست	اے حاکم! دوست کے حکم پر قربان ہیں

یعنی ہمارا ہاتھ اور پاؤں اور مغز اور پوست اے حاکم اس دوست کے حکم پر فدا ہے۔

قسم من بود این ترا کردم حلال	تو ندانستی ترا نبود وبال
یہ میرا نصیبہ تھا میں نے تجھے معاف کیا	تو نہ سمجھا تجھ پر وبال نہ ہو گا

یعنی یہ میری قسمت میں تھا میں نے تجھے معاف کیا اور تو تو جانتا ہی نہ تھا تو تجھ پر کوئی وبال نہ ہوگا۔

وانکہ او دانست او فرمانروا ست	باخدا سامان پیچیدن کراست
وہ جو جانتا تھا کہ وہ حاکم ہے	خدا سے الجھنے کا کس کو حوصلہ ہے؟

یعنی اور وہ کہ جانتا ہے کہ وہ حاکم ہے تو بھلا خدا کے ساتھ اینچ پینچ کرنے کا سامان کس کے پاس ہے۔ مطلب یہ کہ جب حکم خدا ہے اور پھر میری خطا ہے تو مجھے اس پر راضی رہنا چاہئے اور تمہاری کوئی خطا نہیں ہے سب معاف کیا اہل اللہ کو جب کوئی مصیبت پیش آتی ہے تو اگر اس سے مقصود تنبیہ ہوتا ہے تو حق تعالیٰ ان کو اس سے فوراً متنبہ کر دیتا ہے اسی طرح ان کو بھی فوراً تنبیہ ہوگئی لہٰذا اس کو تو ال سے کسی قسم کی کدورت ان کے دل میں پیدا نہیں ہوئی۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

اے بسا مرغ پرندہ دانہ جو	کہ بریدہ حلق او ہم حلق او
بسا اوقات دانہ تلاش کرنے والے پرند کے	حلق ہی نے اس کا گلا کاٹا ہے

یعنی بہت سے جانور ہیں کہ معدہ اور پیٹ کی جلن کی وجہ سے بام پر ہوتے ہیں اور محبوس قفس ہوتے ہیں۔ خلاصہ اس کا اور چند اشعار بالا کا یہ ہے کہ اکثر حرص و شہوت کی چیزیں انسان کو خراب کرتی ہیں اور اس سے بہت مصیبت میں پھنستے ہیں تو دیکھو ایک جانور اچھا خاصہ کوٹھے پر بیٹھا ہوتا ہے مگر جال میں آ کر پھنستا ہے یہ صرف اس شکم پیچ کی بدولت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جوں ہی انہوں نے امرود کے درخت سے میوہ توڑا اور اپنے عہد و پیمان میں سست ثابت ہوئے فوراً ہی حق سبحانہ کی طرف سے تادیب ہوئی اور ان کی آنکھیں کھول دیں اور کان کھینچ دیئے اس کی تفصیل تو ہم بعد کو بیان کریں گے پہلے اتنی بات سن لو کہ راہ حق میں مخلصین کے لئے بہت خطرے ہیں۔ اگر تم عہد کرتے ہو تو سمجھ لو کہ اس طریق میں بہت سے امتحانات ہیں۔ تم کو ان کے لئے تیار رہنا چاہئے اور اگر تم امتحانات کی طاقت نہیں رکھتے تو ایسا عہد ہی مت کرو جس کو تم پورا نہ کر سکو اور اس کا تم کو مکلف بھی نہ بنایا گیا ہو اور اسلم طریق یہ ہے کہ خطرہ میں نہ پڑو اور اس سے کود کر الگ کھڑے ہو جاؤ اور عہد کر لینے کی صورت میں تو اس کا پورا ہی کرنا ضروری ہے خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن یہ بھی خدا ہی کے قبضے میں ہے کیا معلوم وہ کسے تفوق عطا کرتے ہیں اور کس کو ایفائے عہد کی توفیق اور ہمت دیتے ہیں اور کسے نہیں دیتے۔ لہذا اسلم یہی ہے کہ غیر ضروری عہد نہ کیا جائے۔ مولانا اس کے بعد مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بسا اوقات ہم نے بہت سے معاملات میں عہد کیا ہے اور بہت مرتبہ تجھ سے خفیہ طور پر عہد کئے ہیں۔ لیکن ہم میں اتنی قوت کہاں ہے کہ ان کو انجام کو پہنچاویں۔ بلکہ ہم ایسا کرنے سے عاجز اور ضعیف اور مجبور ہیں اور جو کچھ کرتے ہیں یہ آپ کی عنایت کے سبب سے کرتے ہیں اگر آپ کا فضل ہماری مدد نہ کرے تو ہماری بڑی خرابی ہے کیونکہ ہم سے عہد پورا نہ ہوگا اور اس کے بعد رسوائی ہوگی۔ بس آپ اپنے فضل سے ہمارے عہدوں کو وفا کے ساتھ مقرون اور ہمیشہ ان کو مضبوط رکھئے۔ دیکھئے وہ ٹوٹنے نہ پاویں ورنہ ہماری بڑی ذلت ہوگی اچھا اب ہم قصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس فقیر نے عہد توڑا تو فوراً ہی مصیبت میں پھنس گیا اور حق سبحانہ نے اس کو فوراً سزا دی۔ کیونکہ اس نے ایفائے عہد کا حکم دیا ہے اور کہا ہے کہ اوفوا بالعقود یعنی جو معاملات تم حق سبحانہ کے ساتھ یا آپس میں علی الوجہ المشروع طے کرلو ان کو پورا کیا کرو اور اس نے ایسا کیا نہیں لہذا مستوجب سزا ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اتفاقاً چند چور بھاگے ہوئے آئے اور آ کر اس پہاڑ میں ٹھہر گئے جہاں وہ فقیر رہتا تھا۔ چور تعداد میں کچھ اوپر بیس تھے۔ یہ سب کے سب وہاں قیام کر کے مال مسروقہ کو تقسیم کر رہے تھے چونکہ کسی مخبر نے کوتوال کو چوروں کی بابت اطلاع کر دی تھی۔ لہذا اسی حالت میں دوڑ پہنچ گئی اور مال سمیت سب کو گرفتار کر لیا۔ اور سب کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں وہیں کاٹ ڈالے گئے۔ اسی ہلڑ میں فقیر کا ہاتھ بھی غلطی سے کاٹ ڈالا گیا۔ پاؤں کو بھی کاٹنا چاہتے تھے کہ فوراً ہی ایک غیبی سوار نمودار ہوا۔ اور اس نے پولیس مین کو ڈانٹا کہ او کتے دیکھ کیا کرتا ہے یہ فلاں بزرگ اور ابدال وقت ہیں تو نے ان کا ہاتھ کیوں کاٹا۔ اس پولیس مین نے یہ سن کر کپڑے پھاڑ لئے اور کوتوال کے پاس دوڑا ہوا گیا اور فوراً اس کو واقعہ کی اطلاع دی۔ کوتوال ننگے پاؤں معذرت کے لئے حاضر ہوا اور کہا کہ خدا گواہ ہے مجھے آپ کے متعلق کوئی علم نہ تھا آپ میری اس بیہودہ حرکت کو معاف فرمادیں۔ آپ کریم ہیں اور اہل بہشت میں آپ کا بہت بڑا مرتبہ ہے انہوں نے جواب دیا کہ اس عقوبت کی وجہ مجھے معلوم ہے اور میں اپنے گناہ سے خوب واقف ہوں۔ اصل

www.besturdubooks.wordpress.com

31

بات یہ ہے کہ میں نے عہد خداوندی کی ہتک حرمت کی تھی لہذا اس کی عدالت نے اس جرم میں میرا ہاتھ کاٹ ڈالا میں نے اس کا عہد توڑا تھا اور جانتا تھا کہ یہ برا کام ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا وبال میرے ہاتھ پر پڑا لیکن اے والی مجھے اس کا کوئی غم نہیں میں تو چاہتا ہوں کہ میرے ہاتھ میرے پاؤں میرا مغز میری کھال غرض سب اجزا میرے دوست کے حکم پر قربان ہو جائیں۔ فی الحقیقت میں اس کا مستحق تھا لہذا میں تم کو معاف کرتا ہوں اور میرا یہ خون ہدر ہے جس کا نہ کسی سے مطالبہ ہوسکتا ہے اور نہ معاوضہ لیا جاسکتا ہے کیونکہ تم کو تو علم نہ تھا تم پر تو اس لئے وبال نہ ہوگا اور جس کو علم تھا وہ خود حاکم ہے اول تو خدا کو لپٹنے کا کس کو بار ہے اور اس سے کون کہے کہ آپ نے یہ کیوں کیا پھر میرا قصور بھی تھا اس لئے اس ہاتھ کٹنے کا مطالبہ کسی سے نہیں ہوسکتا۔

شرح شبّیری

اے بسا مرغ ز معدہ و زمغص	بر کنار بام محبوس قفص
بسا اوقات پرند معدے اور (آنتوں کی) اینٹھن سے	بالا خانے کے کنارے پر پنجرے کا قیدی ہے

یعنی بہت سے جانور ہیں جو کہ دانہ کے متلاشی ہوتے ہیں کہ ان کا حلق خود ان کے حلق کو کٹوا دیتا ہے یعنی حلق سے کھانے گئے تھے اور جال میں پھنس کر خود اپنا حلق کٹوا دیتے ہیں۔

اے بسا ماہی در آب دور دست	گشتہ از حرص گلو ماخوذ شست
بسا اوقات مچھلی گہرے پانی میں	حلق کی حرص کی وجہ سے کانٹے میں پھنسی ہے

یعنی بہت سی مچھلیاں بڑے عمیق پانی میں ہوتی ہیں کہ حرص گلو کی وجہ سے وہ ماخوذ شست میں ہو جاتی ہیں۔

اے بسا مستور در پردہ بدہ	شومئ فرج و گلو رسوا شدہ
بسا اوقات (عورت) پردے میں چھپی ہوئی	شرمگاہ اور حلق کی بدبختی سے رسوا ہوئی ہے

یعنی بہت سی مستورات ہیں جو کہ پردہ میں ہوتی ہیں اور فرج و گلو کی نحوست کی وجہ سے رسوا ہوتی ہیں۔

اے بسا قاضی حبر نیک خو	از گلوے رشوتے او زرد رو
بسا اوقات نیک عادت علامہ قاضی	رشوت خور حلق کی وجہ سے وہ شرمندہ ہوا ہے

یعنی بہت سے قاضی عالم نیک خو اور رشوت (کھانے والے) گلو کی وجہ سے زرد رو ہوتے ہیں۔

اے بسا حاجی بحج رفتہ بعشق	وقت باز آمد شدہ او یار فسق
بسا اوقات عشق کی وجہ سے حج میں گیا ہوا حاجی	واپسی کے وقت فسق (و فجور) کا ساتھی بنا ہے

یعنی بہت سے حاجی ہیں جو کہ بڑی محبت و آرزو سے حج کو گئے ہوئے ہیں اور واپسی کے وقت فسق کے یار ہو جاتے ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

بلکہ در ہاروت و ماروت آں شراب	از عروج چرخ شان شد سد باب
بلکہ ہاروت و ماروت کے لئے وہ نشہ	آسمان پر چڑھنے سے ان کے لئے مانع بنا

یعنی بلکہ ہاروت و ماروت میں یہ شراب عروج چرخ سے ان کے لئے مانع ہوگئی مولانا اس قصہ کو ہمیشہ اور ہر جگہ بناء علی المشہور لکھتے ہیں جب انہوں نے شراب پی جیسا کہ مشہور ہے تو دیکھو اسی وجہ سے وہ گمراہ ہوئے اور اس حرص و شہوت میں مبتلا ہو کر عروج آسمانی سے رہ گئے۔

بایزید از بہر این کرد احتراز	دید در خود کاہلی اندر نماز
بایزیدؒ نے اسی لئے پرہیز کیا	انہوں نے اپنے اندر نماز میں سستی دیکھی

یعنی بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے احتراز کیا ہے کہ انہوں نے اپنے اندر نماز میں کاہلی دیکھی۔

از سبب اندیشہ کرد آن ذولباب	دید علت خوردن بسیار آب
ان عقلمند نے سبب سوچا تو	زیادہ پانی پینے کو سبب سمجھا

یعنی ان ذی عقل نے سبب اس کا سوچا تو اس کا سبب پانی زیادہ پینا دیکھا۔

گفت تا سالے نخواہم خورد آب	آنچنان کرد و خدایش داد تاب
کہا میں ایک سال تک پانی نہ پیوں گا	ایسا ہی کیا اور خدا نے ان کو طاقت عطا فرمائی

یعنی انہوں نے فرمایا کہ ایک سال تک میں پانی نہ پیوں گا تو انہوں نے ایسا ہی کیا اور خدا نے ان کو تحمل عطا فرمایا۔

این کمینہ جہد او بد بہر دین	گشت او سلطان و قطب العارفین
دین کے لئے یہ ان کی معمولی کوشش تھی	وہ شاہ اور قطب العارفین بنے

یعنی دین کے لئے ان کا یہ ادنیٰ مجاہدہ تھا (ورنہ) وہ تو سلطان العارفین اور قطب العارفین ہوئے ہیں (تو انہوں نے اس سے کہیں زیادہ زیادہ مجاہدات کئے ہیں) آگے پھر اس زاہد کوہی کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یاد رکھو کہ یہ جو کچھ مصیبت اس فقیر پر پڑی وہ سب پیٹ کی بدولت تھی اب تم سمجھ لو کہ پیٹ کیسی بری بلا ہے اور اس کی کس قدر حفاظت کی ضرورت ہے دیکھو بہت سے جانور معدہ اور آنتوں کے پیچ کی بدولت پنجرہ میں بند ہو کر کوٹھے پر رکھے ہوئے ہیں۔ اور بہت جانوروں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ دانہ تلاش کرتے ہیں اور ان کا حلق ان کا گلا کٹوا دیتا ہے بہت سی مچھلیاں جو بہت گہرے پانی میں محفوظ ہوتی ہیں حلق ہی کی حرص کے سبب کانٹے میں پھنستی ہیں۔ بہت سی پردہ نشین عورتیں شرم گاہ اور حلق کی بدولت بدنام ہو جاتی ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بہت سے قاضی جو عالم متبحر اور نیک خصلت ہوتے ہیں رشوت خوار حلق کی بدولت شرمندگی اٹھاتے ہیں۔ بہت سے حاجی جو بڑے شوق سے حج کرتے ہیں لوٹ کر حلق ہی کی بدولت فاسق ہو جاتے ہیں بلکہ ہاروت و ماروت کے معاملہ میں یہ شراب ہی جس کا تعلق حلق سے ہے ان کے لئے آسمان پر جانے سے مانع ہوئی تھی (کما ہو المشہور) جب اس کی یہ مضرتیں ہیں تو ضرور وہ حفاظت کا مستحق ہے چنانچہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے اس سے احتراز کیا تھا جس کا واقعہ یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ نماز میں آج مجھے کاہلی ہوئی ہے انہوں نے اس کے سبب پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ پانی زیادہ پی لیا تھا یہ معلوم کر کے انہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ ایک سال تک پانی نہ پیوں گا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اور خدا نے ان کو ایسا کرنے کی طاقت دیدی یہ تو دین کے لئے ان کی ایک ادنیٰ کوشش تھی یہ ہی وجہ ہے کہ وہ سلطان العارفین اور قطب العارفین بن گئے۔

شرح شبّیری

چون بریدہ شد برائے حلق دست	مرد زاہد را در شکوے بہ بست
جب حلق کی وجہ سے ہاتھ کاٹا گیا	بزرگ انسان کے لئے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا

یعنی چونکہ ان کا ہاتھ حلق کی وجہ سے کاٹا گیا تو ان مرد زاہد کے شکوے کا دروازہ بند ہو گیا۔ یعنی پھر انہوں نے کوتوال وغیرہ کسی کی شکایت نہیں کی اس لئے کہ ان کو تو معلوم تھا کہ یہ اس حرکت کی سزا ہے۔

اینچنین باشد چو یکدر بستہ شد	صد در دیگر براوا شکستہ شد
ایسا ہی ہوتا ہے جب ایک دروازہ بند ہوتا ہے	اس پر دوسرے سینکڑوں دروازے کھل جاتے ہیں

یعنی ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ جب ایک در بند ہوا تو سو دروازے دوسرے اس پر ٹوٹ جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ایک دروازہ اسباب میں بند ہو جاتا ہے تو حق تعالیٰ اور دوسرے سینکڑوں اسباب پیدا فرما دیتے ہیں اور در کھلنے کو ٹوٹنے سے تعبیر کیا کہ وہ ٹوٹ گئے ہیں کہ اب بند ہی نہیں ہوتے اور یہ شعر مابعد کی تمہید ہے خلاصہ یہ ہے کہ آگے بیان کریں گے کہ ان زاہد صاحب کے خلوت میں ہاتھ لگ جاتا تھا تو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو اگرچہ ظاہر میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا مگر اس کے کٹ جانے سے ان کا ضرر کچھ نہیں ہوا بلکہ ان کو حق تعالیٰ نے دوسرا ہاتھ عنایت فرما دیا آگے پھر ان کی حکایت ہے۔

شیخ اقطع کی کرامت اور ان کا خلوت میں دونوں ہاتھوں سے زنبیل بننا

شیخ اقطع گشت نامش پیش خلق	کرد معروفش بدین آفات خلق
لوگوں میں ان کا نام ٹنڈا شیخ پڑ گیا	ان کو حلق کے مصائب نے اس (نام) سے مشہور کر دیا

یعنی لوگوں کے آگے ان کا نام شیخ اقطع ہو گیا اور لوگوں نے ان آفات کے ساتھ ان کو مشہور کر دیا یعنی شیخ اقطع تو ان کے نقص پر دال تھا مگر لوگوں نے یہی ان کا نام مشہور کر دیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر تو نام اولش خواہے روان	ہیں بروبوالخیر تیناتش خوان
اگر تو ان کا پہلا نام لینا چاہے	جا ابوالخیر تیناتی کہہ لے

یعنی اگر تم ان کا اول نام معلوم کرنا چاہتے ہو تو جاؤ اور ان کو ابوالخیر تیناتی کہو۔ تینان بفتح تا دیائے تحتانی نام موضع بشش فرسخ از مصر۔ یعنی ان کا اصلی نام ابوالخیر ہے اور تینان کے رہنے والے تھے۔

در عریش او را یکے زایر بیافت	کو بہر دو دست خود زنبیل بافت
جھونپڑی میں ایک ملاقاتی نے ان کو پایا	کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے جھولی بن رہے ہیں

یعنی جھونپڑی میں ایک زائر نے ان کو پایا کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے ہیں۔

گفت او را کاے عدوئے جان خویش	در عریشم آمدی سر کردہ پیش
انہوں نے اس سے کہا اے اپنی جان کے دشمن	تو منہ اٹھائے میری جھونپڑی میں چلا آیا

یعنی شیخ نے اس سے کہا کہ اے اپنی جان کے دشمن تو میرے جھونپڑے میں ویسے ہی منہ اٹھائے ہوئے چلا آیا۔

ہیں چرا کردی شتاب اندر سباق	گفت از افراط مہر و اشتیاق
آگے بڑھنے میں تو نے جلدی کیوں کی؟	اس نے کہا کہ اشتیاق اور محبت کی زیادتی کی وجہ سے

یعنی (فرمایا کہ) ارے تو نے آنے میں جلدی کیوں کی تو اس نے عرض کیا کہ فرط محبت اور اشتیاق کی وجہ سے

پس تبسم کرد و گفت اکنوں بیاد	لیک مخفی دار این را اے کیا
تو وہ ہنسے اور فرمایا اب آ جا	لیکن اے بزرگ! اس کو پوشیدہ رکھ

یعنی پس انہوں نے تبسم کیا اور فرمایا کہ اب آ جا لیکن اے زیرک اس کو ذرا پوشیدہ ہی رکھنا۔

تا نمیرم من مگو این با کسے	نے قرینے نے حبیبے نے خسے
جب تک میں نہ مروں یہ کسی سے نہ کہنا	نہ ساتھی سے، نہ دوست سے، نہ کسی کمینہ سے

یعنی جب تک کہ میں مر نہ جاؤں اس کو کسی سے مت کہنا نہ کسی ساتھی سے نہ دوست سے نہ کسی کمینہ سے مطلب یہ کہ کسی سے مت کہنا۔ ان بزرگ نے اس شخص کو تو منع کر دیا مگر پھر ہوا یہ کہ

بعد ازان قوم دگر از روزنش	مطلع گشتند بر بافیدنش
اس کے بعد دوسرے لوگ ان (کے گھر) کے سوراخ کے ذریعہ	ان کے بننے سے باخبر ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد اس کے دوسرے لوگوں نے جھونپڑی کے روزن سے ان کے بننے پر اطلاع پالی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ تو لوگوں پر ظاہر ہو گیا تو ان کو یہ خوف ہوا کہ کہیں ان پر کوئی وبال نہ آوے کہ اس کو ظاہر کیوں کیا تھا۔ لہذا اس ڈر کے مارے دعا فرماتے ہیں۔

گفت حکمت را تو دانی کردگار	من کنم پنہان تو کردی آشکار
انہوں نے فرمایا اے خدا تو حکمت کو جانتا ہے	میں نے چھپایا تو نے ظاہر کر دیا

یعنی انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ حکمت کو تو آپ ہی جانتے ہیں مگر میں نے تو پوشیدہ کیا تھا اور آپ نے ظاہر فرما دیا۔ مطلب یہ کہ اے اللہ اس میں میری تو کوئی خطا ہے نہیں آپ نے ہی ظاہر فرمایا ہے۔

آمد الہامش کہ یک چندے بدند	کاندریں غم بر تو منکر مے شدند
ان کو الہام ہوا کچھ لوگ تھے	جو اس غم میں تمہارے منکر ہو گئے ہیں

یعنی ان کو الہام ہوا کہ یہ لوگ ایک مدت (اس طرح) تھے کہ اس تکلیف میں تم پر منکر ہوا کرتے تھے (اور کہا کرتے تھے کہ)

کہ مگر سالوس بود اندر طریق	کہ خدا رسواش کرد اندر فریق
کہ شاید وہ طریقت میں مکار تھا	کہ خدا نے لوگوں میں اس کو رسوا کیا ہے

یعنی کہ شاید یہ طریق حق میں مکار تھے کہ خدا نے اس کو فریق میں رسوا کر دیا۔ یعنی لوگ تمہارے اس ہاتھ کٹ جانے سے کہا کرتے تھے کہ مکار تھا لہذا حق تعالیٰ نے اس کا بدلہ دیا۔ اور معلوم ہوتا تھا کہ چور تھا تو چونکہ لوگ تم پر بدگمانی کیا کرتے تھے اور اس سے ان کے ایمان کے متزلزل ہونے کا خوف تھا لہذا

من نخواہم کان رمہ کافر شوند	وز ضلالت در گمان بد روند
میں نے نہ چاہا کہ وہ جماعت منکر ہو	گمراہی کی وجہ سے بدگمانی میں مبتلا ہوں

یعنی میں نہیں چاہتا کہ یہ جماعت کافر ہوں اور گمراہی کی وجہ سے گمان بد میں پڑیں۔ یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ چونکہ تمہاری شان میں گستاخی سے عوام کے ایمان کا خوف تھا کہ کہیں یہ گستاخی مفضی الی الکفر نہ ہو جائے اور ایسا بہت ہوا ہے۔ قصبہ دیوبند میں ایک شخص نے ایک بزرگ کی شان میں گستاخی کی تو ان بزرگ نے کہا کہ حق تعالیٰ تمہارے ایمان کو سلامت رکھے بددعا نہیں دی بلکہ یہ دعا کی لیکن اندر سے دل تو دکھا ہی تھا تو وہ شخص کچھ ہی دن بعد نصرانی ہو گیا والعیاذ باللہ تو دیکھو گستاخی ہی کا یہ اثر ہوا تو ارشاد ہوا کہ چونکہ ان لوگوں کے کافر ہو جانے کا خوف تھا لہذا ہم نے ان کے بچانے کے لئے ایسا کیا کہ ان لوگوں پر یہ کرامت ظاہر کر دی تا کہ یہ گستاخی کرنا چھوڑ دیں اللہ اکبر قابل غور امر ہے کہ ان بزرگ نے جو ایک کام کیا اور وہ بظاہر بہت چھوٹا تھا اگرچہ اصل میں عظیم تھا مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہر میں تو خفیف ہی تھا تو ان کو فوراً سزا ملی اور عوام کے فعل پر ان کے ایمان کی حفاظت کی جارہی ہے سبحان اللہ علوا کبیرا اے اللہ ہم ضعیف لوگوں کا ایمان پر خاتمہ فرما اور استقامت واستدامت علی الطریق نصیب فرما آمین۔

سچ یہ ہے کہ جتنا قرب ہے اسی قدر تنبیہ بھی ہوتی ہے اس لئے کہ جو کہتا ہے اپنے ہی کو کہا کرتا ہے۔ دیکھو قرآن شریف میں ازواج مطہرات امہات المومنین کی بابت ارشاد ہے۔ من یات منکن بفاحشة مبینة یضاعف لها العذاب ضعفین تو یہ دوہرا عذاب کیوں اسی لئے کہ مقرب ہو کر اور پھر اس قدر خطا عظیم اے اللہ ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھنا اور ارشاد ہے۔

ایں کرامت را بکردیم آشکار	کہ دہیمت دست اندر وقت کار
ہم نے یہ کرامت ظاہر کر دی	کہ ہم کام کے وقت تجھے ہاتھ دیتے ہیں

یعنی ہم نے تمہاری اس کرامت کو (اس لئے) ظاہر کیا کہ ہم تم کو کام کے وقت ہاتھ دیتے ہیں۔

تاکہ ایں بیچارگان بدگمان	رد نگردند از جناب آسمان
تاکہ یہ بدگمان بیچارے	آسمانی درگاہ سے مردود نہ بنیں

یعنی تاکہ یہ بیچارے (تم سے) بدگمان ہو کر درگاہ آسمانی سے مردود نہ ہو جائیں۔

من ترا بے ایں کراماتہا ز پیش	خود تسلی دادہ ام از ذات خویش
میں نے تمہیں پہلے ہی سے ان کراماتوں کے بغیر	اپنی ذات کے بارے میں تسلی دیدی ہے

یعنی میں نے تم کو تو ان کراماتوں سے پہلے خود ہی تسلی دیدی تھی۔

ایں کرامت بہر ایشان دادمت	وایں چراغ از بہر این بنہادمت
میں نے تمہیں یہ کرامت ان کے لئے دی ہے	اور یہ چراغ میں نے ان کے لئے رکھا ہے

یعنی یہ کرامت تو میں نے تم کو ان کے لئے دی ہے اور یہ چراغ ان کے واسطے رکھا ہے میں نے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم کو تو میں نے پہلے ہی تسلی دیدی تھی اس طرح کہ تمام واردات واحوال پھر اسی طرح لوٹا دیئے تھے جس سے کہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ تم مردود نہیں ہوئے اب اس کرامت کی تمہارے لئے تو ضرورت نہ تھی یہ کرامت تو صرف اس لئے ظاہر کی ہے کہ جو لوگ تمہاری بزرگی کے منکر ہیں ان کا ایمان نہ جاتا رہے اور وہ کہیں گمراہ نہ ہو جاویں ورنہ آپ کی تو یہ حالت ہے کہ۔

تو ازان بگذشتہ کز مرگ تن	ترسی از تفریق اجزاء بدن
تم تو اس سے ترقی کر چکے ہو کہ بدن کے مرنے سے	بدن کے اجزاء کے ٹکڑے ہو جانے سے ڈرو

یعنی تو اس سے گزر گیا ہے کہ مرگ تن کی وجہ سے اجزاء بدن کے الگ ہو جانے سے ڈرے

www.besturdubooks.wordpress.com

وہم تفریق سر وپائے از تو رفت	دفع وہم اسپر رسیدت نیک رفت
سر اور پاؤں کے جدا ہونے سے تمہارا وہم ختم ہو گیا	وہم کے دفعیہ کی اچھی ہوئی سپر تمہیں مل گئی ہے

یعنی سر و پا کی تفریق کا وہم تم سے جاتا رہا ہے اور وہم کا دفعیہ از سر نو تم کو خوب اچھی طرح پہنچ گیا ہے مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اب آپ کی وہ شان ہے کہ آپ کو اس کا خوف نہیں ہے کہ آپ کے یہ دست و پا ظاہری الگ کر دیئے جاویں اس لئے کہ آپ کو تو وہ روحانی اعضاء حاصل ہیں اور وہ آپ کو عطا ہو جاویں گے تو آپ کی یہ شان پہلے سے تھی اور اب از سر نو یہ حالت اور زیادہ قوی ہوگئی اس لئے کہ آپ کو اس وقت ظاہری ہاتھ کے بعد دست روحانی مل گیا اب تو عین الیقین ہو گیا ہے اور کوئی وہم و شبہ رہا ہی نہیں اور اگر یہ بھی نہ ہو تب بھی ان کے تمام اعضاء بدن فدائے حق ہیں ان کو ان کے جاتے رہنے کی بہ سبب اس تعلق کو جو ان کو حق تعالیٰ کے ساتھ تھا کچھ پرواہ نہ تھی اور پھر ان دست و پا فانی اور اس عام کے فانی ہونے کو وہ خوب سمجھے ہوئے تھے لہٰذا اب ان کو اس سے کیا غم ہو سکتا تھا کہ ان کا ہاتھ کٹ گیا ہے یہ کرامت صرف اس لئے تھی کہ اوروں کا ایمان درست رہے آگے ساحران فرعون کا قصہ لاتے ہیں کہ دیکھو جب فرعون نے کہا لاقطعن ایدیکم وار جلکم من خلاف ولا صلبنکم اجمعین تو وہ جواب دیتے ہیں۔ لاضیر انا الی ربنا لمنقلبون ان کو جو اس قدر قوت تھی کہ وہ لاضیر کہتے ہیں جو نکرہ تحت میں نفی کے ہے کوئی ضرر بھی نہیں حالانکہ ضرر ظاہر میں موجود تھا تو اس لاضیر کے کہنے کی وجہ یہی تھی کہ انہوں نے اصل حقیقت کو سمجھ لیا تھا اور وہ اس دنیا کو فانی اور اس کی حیات کو فانی سمجھے ہوئے تھے اور دوسرے عالم کو اور اس کی حیات کو باقی سمجھے ہوئے تھے اس لئے ان کو ضرر نہ ہونے کا اس قدر پختہ یقین تھا جیسے کہ ان کے جواب سے معلوم ہوتا ہے آگے حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں سے پھر قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب خلق کی خاطر ان کا ہاتھ کاٹا گیا تو انہوں نے کوئی شکایت کسی قسم کی نہیں کی بلکہ صبر کیا۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے اور عقلاء ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ ہاتھ بعض اغراض کے پورا کرنے کا ایک ذریعہ تھا اور حق سبحانہ کا قاعدہ ہے کہ جب وہ ایک دروازے اور ذریعہ کو مسدود کرتا ہے تو اور بہت سے دروازے پھوڑ دیتا ہے اور دیگر ذرائع پیدا کر دیتا ہے چنانچہ اس نے ان کے لئے بھی ایسا ہی کیا۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے اس روز سے ان کا نام شیخ اقطع ہو گیا۔ اور اس بیہودہ نام کے ساتھ ان کو حلق کی خرابیوں نے مشہور کیا۔ چنانچہ تم کو معلوم ہی ہو چکا ہے اتفاقاً کوئی شخص ان کی زیارت کو آیا اس نے جھونپڑی کے اندر داخل ہو کر دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے زنبیل بن رہے تھے۔ اس پر انہوں نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ او اپنی جان کے دشمن تو یوں ہی منہ اٹھائے ہوئے میرے جھونپڑے کے اندر چلا آیا۔ اطلاع بھی نہ کی۔ بتا تو نے گھسنے میں اتنی عجلت کیوں کی اس نے عرض کیا فرط محبت و اشتیاق نے مجھے اتنی مہلت نہ دی اس جواب سے ان کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور ہنس کر فرمایا کہ اچھا آ جاؤ لیکن اس راز کو مخفی رکھنا اور جب

www.besturdubooks.wordpress.com

تک میں مر نہ جاؤں اس وقت تک کسی سے نہ کہنا خواہ کوئی ہم نشین ہو یا محبوب یا کوئی معمولی آدمی۔ یہ واقعہ تو ختم ہوا اس کے بعد کچھ اور لوگ سوراخ کے ذریعہ سے ان کے دونوں ہاتھوں سے بننے پر مطلع ہو گئے۔ اب یہ بہت پریشان ہوئے اور حق سبحانہ سے عرض کیا کہ اے اللہ میں تو اس کو چھپانا چاہتا ہوں اور آپ نے ظاہر کر دیا اس کی مصلحت کو آپ جانتے ہیں اس پر ان کو الہام ہوا کہ مصلحت اس میں یہ ہے کہ ایک عرصہ تک تو لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اس معاملہ غم افزا میں آپ پر انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اس روش میں مکار تھا۔ کیونکہ خدا نے اس کو چوروں کے ضمن میں رسوا کر دیا میں نے نہ چاہا کہ ان کے انکار کی شامت ان کو کفر اختیاری میں مبتلا کر دے اور یہ اپنی ناواقفیت اور جہالت سے گمان بد میں مشغول رہیں۔ اس لئے میں نے اس کرامت کو ظاہر کر دیا کہ میں کام کے وقت تم کو ہاتھ عطا کرتا ہوں تاکہ یہ بدگمان بیچارے درگاہ خداوندی سے مردود نہ ہو جائیں۔ یہ آپ کے لئے نہیں ہے اس لئے کہ آپ کو تو میں ان کرامتوں سے پہلے خود اپنی ذات سے (یعنی اس کے مشاہدہ یا اپنی طرف سے الہام سے یا کسی اور طریقہ سے) کامل تسلی دے چکا ہوں بلکہ یہ کرامت تو میں نے آپ کو ان لوگوں کی وجہ سے عطا کی ہے اور یہ چراغ میں نے آپکے سامنے ان ہی لوگوں کی رہنمائی کے لئے رکھا ہے آپ کو اس کی کچھ ضرورت نہیں۔ اس کی ایک وجہ تو پیشتر معلوم ہو چکی۔ دوسری یہ ہے کہ آپ کو ہاتھ کٹنے کا کچھ ایسا غم بھی نہیں تھا جس کے لئے اس اہتمام کی ضرورت ہوتی۔ اس لئے کہ آپ کا مرتبہ اس سے ارفع ہے کہ آپ کو جسم کے مردہ ہونے یا اس کے اجزا کے جدا ہو جانے سے خوف ہو اور اس کی تحقیق کے بعد رنج ہو۔ لیکن اتنا فائدہ آپ کے لئے بھی ہوا کہ گو آپ کو تفریق اجزاء کا خوف اور رنج نہ ہو مگر نفس تفرق جسم کا تو ہم ہو سکتا۔ اب وہ بھی جاتا رہا۔ اور خوب قوی اور مستقل طور پر اندفاع تو ہم آپ کو حاصل ہو گیا۔ کیونکہ اس واقعہ سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ آپ کا قطع ید ایسا تھا جیسا خواب میں کسی کا ہاتھ کٹ جاتا ہے۔ اور آنکھ کھلنے کے بعد وہ اس کو سالم پاتا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تفرق جسم کے بعد بھی حق سبحانہ جب چاہتے ہیں اتصال پیدا کر سکتے ہیں پس وہ تفرق ایسی صورت میں کچھ بھی قابل التفات نہ ہوگا۔ اب مولانا اس کی تائید میں ایک قصہ بیان کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو ساحران فرعون کو کس قدر تفریق جسم کی دھمکیاں دی گئیں لیکن چونکہ یہ تفرق ان کی نظر میں ایک وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا نیز ان کو خدا کی قدرت پر اطمینان تھا کہ اگر وہ چاہیں گے تو پھر اتصال پیدا کر دیں گے اس لئے انہوں نے ان دھمکیوں کی طرف کچھ بھی التفات نہ کیا تفصیل قصہ حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

ساحران فرعون کا ہاتھ پیر کٹوانے پر جری ہونے کا سبب

ساحران را نے کہ فرعون لعین	کرد تہدید و سیاست برزمین
کیا ایسا نہیں ہے کہ فرعون ملعون نے جادوگروں کو	میدان میں دھمکی اور تنبیہ کی

کیا فرعون لعین نے ساحروں کو تہدید و سیاست زمین پر نہیں کی (کہ یہ کہا تھا کہ)

کہ بہ برم دست و پا تان از خلاف	پس در آویزم ندارم تان معاف
کہ میں تمہارا دایاں بایاں ہاتھ پاؤں کاٹ دوں گا	پھر تمہیں لٹکادوں گا تمہیں معاف نہ کروں گا

یعنی کہ میں تمہارے ہاتھ پاؤں خلاف سے کاٹوں گا اور پھر تم کو لٹکاؤں اور معاف نہ کروں گا۔ خلاف سے کاٹنے کا مطلب یہ کہ اگر داہنا ہاتھ تو بایاں پیر یا اس کے برعکس غرضیکہ اس نے دھمکی دی کہ تمہارے ہاتھ پیر کاٹ کر سولی دے دوں گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

تم دیکھو کیا ساحروں کو فرعون نے دھمکی نہ دی تھی اور خوف نہ دلایا تھا کہ میں تم لوگوں کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ ڈالوں گا اور اس کے بعد تم کو لٹکا دوں گا اور ہرگز معاف نہ کروں گا لیکن اس کا ان پر کیا اثر ہوا۔ کچھ بھی نہیں۔

شرح شبّیری

او چنان پنداشت کایشان در رہان	وہم و تخویف اندو وسواس و گمان
وہ سوچتا تھا کہ وہ اسی	وہم اور ڈر اور وسوسوں اور گمان میں ہیں

یعنی اس نے ویسا ہی سمجھا کہ یہ لوگ اسی وہم اور خوف اور وسواس اور گمان میں ہیں۔

کہ بودشان لرزہ و تخویف و ترس	از تو ہماؤ تحذیرات نفس
کہ ان پر لرزہ اور خوف اور ڈر ہو گا	جان کی دھمکیوں اور توہمات سے

یعنی ان کو لرزہ اور خوف اور ڈر نفس کے توہمات اور خوفوں سے ہو جائے گا یعنی اس کا خیال تھا کہ میرے ڈرانے سے ان کا نفس ان کو ڈراوے گا اور یہ خوف کے مارے اس دین سے پھر جاویں گے اور قبول کر لیں گے مگر۔

او نمیدانست کایشان رستہ اند	بر دریچہ نور دل بنشستہ اند
وہ نہ جانتا تھا کہ وہ آزاد ہو چکے ہیں	دل کے نور کی کھڑکی پر جا بیٹھے ہیں

یعنی وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ لوگ (اس حالت سے) چھوٹ گئے ہیں اور نور دل کے دریچہ میں بیٹھے ہیں۔

سایۂ خود راز خود دانستہ اند	چابک و چست و گش و برجستہ اند
اپنے آپ سے اپنے سایہ کو ممتاز کر چکے ہیں	تیز اور چست اور خوش اور ہوشیار ہو گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنے سایہ کو اپنی ذات سے ممتاز کر لیا ہے اور چست و چالاک اور خوش اور برجستہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں تمہارے سایہ کے ایک تلوار مارتا ہوں تو تمہیں کچھ بھی خوف نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ جانتے ہیں کہ ہمارا کوئی ضرر نہیں ہے اسی طرح چونکہ ان حضرات نے اس جسم ظاہر کو روح کا ظل اور سایہ سمجھ رکھا ہے اس لئے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ہم تمہارے اس جسم کو کاٹ دیں گے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گے تو وہ یہی کہیں گے کہ لاضیر انا الی ربنا لمنقلبون ان کی تو یہ شان ہے کہ۔

هاون گردون اگر صد بار شاں	خرد کو بد اندرین گلزار شاں
اگر سو بار (بھی) آسمان کی اوکھلی	ان کو اس خاکدان میں ریزہ ریزہ کر دے

یعنی آسمان کی اوکھلی اگر سو بار ان کو اس گلزار (دنیا) میں ریزہ ریزہ کر کے کوٹ دے۔

اصل این ترکیب را چون دیده اند	از فروغ وہم کم ترسیده اند
چونکہ انہوں نے اس بناؤ کی اصل کو دیکھ لیا ہے	وہم کی زیادتی سے وہ کم ڈرتے ہیں

....

یعنی چونکہ اس ترکیب کی اصلیت کو انہوں نے دیکھ لیا ہے تو وہ وہم کی زیادتی سے کب ڈرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر ان کے جسم پر سو بار گزند پہنچے تب بھی ان کو پرواہ نہیں اس لئے کہ انہوں نے اس کی اصلیت کو معلوم کر لیا ہے پھر وہ کس بات سے ڈریں ان کو ذرا خوف نہیں ہوتا وہ بالکل بے فکر ہوتے ہیں جانتے ہیں کہ اچھا ہے جتنا حجاب حسن سے کم ہو اتنا ہی بہتر ہے آگے مولانا اس حیات دنیوی کو خواب سے تشبیہ دیتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس کا ایک ہاتھ مثلاً کسی نے کاٹ دیا تو اس کو کوئی خوف ہوتا ہے ہرگز نہیں ۔ بلکہ جب آنکھ کھلتی ہے معلوم ہو جاتا ہے کہ خواب کی بات تھی اور وہ خواب میں ایک عارضی ہاتھ تھا اور نہ میرا اصل ہاتھ تو موجود ہے اور اگر کسی کو خواب ہی میں اتنا ہوش ہو کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں تو وہ اس خواب ہی میں سمجھ جاوے گا کہ یہ ساری خواب کی باتیں ہیں اور اس کو اس سے مطلق خوف نہ ہوگا۔ تو اسی طرح اس دنیا میں اگر کوئی شخص دیکھے کہ کسی نے اس کے جسم کو گزند پہنچایا تو جب اس خواب سے بیداری ہوگی اس وقت معلوم ہوگا کہ ارے وہ تو ایک عارضی ہاتھ تھا اور اصل روحانی ہاتھ تو موجود ہے اور اگر کسی کو یہاں دنیا ہی میں اتنا ہوش ہوگا کہ وہ اس حیات کو خواب سمجھتا ہو تو وہ اب ہی سمجھ جاوے گا کہ اس جسم کے گزند سے میری اصل ذات پر کوئی گزند نہیں پہنچا تو بس اس کو بھی کوئی خوف اس خواب دیکھنے والے کی طرح نہ ہوگا جب مولانا نے یہ تشبیہ دی تو کوئی شبہ کرتا ہے کہ اگر یہ زندگی خواب ہے تو پھر اس میں ہم اور خواب کیوں دیکھتے ہیں۔ سوتے ہیں اور اس میں پھر خواب دیکھتے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو تم سوتے ہو اور خواب دیکھتے ہو کہ ہم ایک جگہ سوئے ہیں اور اس میں خواب دیکھ رہے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں تو جیسے کہ اس خواب ظاہری میں بھی خواب دیکھ لیتے ہو اسی طرح اس خواب ہستی میں بھی خواب دیکھ لیتے ہو۔ سبحان اللہ عجیب تحقیق ہے سچ یہ ہے کہ یہ حضرات اصل محقق ہیں اور ان کے علوم علوم ہیں کہ جس بات کو بیان فرمادیں گے اس کو بالکل آئینہ کر دیں گے گویا کہ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں سبحان اللہ سبحان اللہ مولانا کے فیوض سے ہم گنہگاروں کو مستفیض فرما اور ہمارے گناہ ان کی برکت سے معاف فرمائیے اور توفیق حسنات کی عطا فرمائیے آمین۔ یہ تو اس کا حاصل ہے اب الفاظ سے بھی سمجھو فرماتے ہیں

ایں جہاں خوابست اندر ظن مایست	گر رود در خواب دستے باک نیست
یہ دنیا خواب ہے شک میں نہ پڑ	اگر خواب میں ہاتھ کٹ جائے کوئی پروا نہیں ہے

یعنی یہ جہان ایک خواب ہے تم (ہماری اس بات میں) شبہ میں مت کھڑے ہو تو اگر کسی کا خواب میں ہاتھ جاتا رہے تو کوئی بھی خوف نہیں ہے۔

گر بخواب اندر سرت ببرید گاز	ہم سرت بر جاست ہم عمرت دراز
اگر خواب میں قینچی تیرا سر کاٹ دے	تیرا سر بھی اپنی جگہ پر ہے تیری عمر دراز ہے

یعنی اگر خواب میں مقراض نے تمہارا سر کاٹ دیا تو تمہارا سر بھی جگہ پر ہے اور عمر بھی دراز ہے۔

گر بہ بینی خواب در خود را دو نیم	تندرستی چونکہ خیزی بے سقیم
اگر تو خواب میں اپنے دو ٹکڑے دیکھے	جب تو اٹھے گا بغیر کسی بیماری کے تندرست ہے

یعنی اگر تو خواب میں اپنے کو دو ٹکڑے دیکھے تو جب اٹھے گا تندرست ہے اور بے سقیم ہے۔

حاصل اندر خواب نقصان بدن	نیست باکے از دوصد پارہ شدن
خلاصہ یہ ہے کہ خواب میں بدن کا نقصان	دو سو ٹکڑے ہو جانے سے کوئی پروا نہیں ہے

یعنی حاصل یہ ہے کہ خواب میں جسم کے نقصان کا اور دو سو ٹکڑے ہو جانے کا کوئی خوف نہیں ہے۔

ایں جہاں را کہ بصورت قائم ست	گفت پیغمبرؐ کہ حلم نائم ست
اس دنیا کو جو بظاہر قائم ہے	پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ سونے والے کا خواب ہے

یعنی یہ جہان جو کہ صورت میں قائم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سونے والے کا خواب ہے۔

حدیث میں ہے الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا کہ لوگ سو رہے ہیں جب مریں گے جاگیں گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

از رہ تقلید تو کردی قبول	سالکاں ایں دیدہ پیدا بے رسول
تو نے تقلید کے راستے سے تسلیم کیا ہے	سالکوں نے بغیر کسی پیغام دینے والے کے خواب دیکھ لیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو نے تو (اس حدیث کو) تقلیداً قبول کرلیا ہے اور سالکین نے دیکھا ہے اور ان پر بلا واسطہ (تقلید کے) ظاہر ہے یعنی تم تو اس حدیث سے اس زندگی کو جو خواب سمجھے ہو صرف تقلیداً ہی سمجھے ہو اور ان حضرات نے جب اس کو سنا فوراً ان کو وہ مشاہدہ اپنا معلوم ہوا اور وہ اس کو مشاہدۂ و بدلۂ ایسا سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ خود دیکھے ہوئے تھے باقی اس حدیث سے ان کو یقین میں زیادتی ہوگئی۔

روز در خوابی مگو کایں خواب نیست	سایہ فرع ست اصل جز مہتاب نیست
تو دن میں بھی خواب میں ہے نہ کہہ یہ خواب نہیں ہے	سایہ فرع ہے چاند کے علاوہ کوئی اصل نہیں ہے

یعنی تو دن کو بھی خواب میں ہے یہ مت دیکھ کہ خواب نہیں ہے اس لئے کہ سایہ تو فرع ہے اور اصل بجز مہتاب کے اور کچھ نہیں ہے یعنی چونکہ یہ حیات دنیوی مثل خواب کے ہے تو تم اگرچہ بظاہر دن میں بیدار ہو مگر اصل میں دن کو بھی سو ہی رہے ہو آگے اس سوال کا جواب ہے فرماتے ہیں کہ۔

خواب و بیداریت آں داں اے عضد	کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شد
اے معتمد! تو اپنے سونے اور جاگنے کو یہ سمجھ	کہ کوئی سویا ہوا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے

یعنی اے بھائی اس بیداری کے خواب کو ایسا جانو کہ جیسے کوئی سونے والا دیکھے کہ وہ سو گیا ہے۔

او گماں بردہ کہ ایں دم خفتہ ام	بے خبر زاں کوست در خواب دوم
وہ سمجھا کہ میں سویا ہوا ہوں	اس سے بے خبر ہے کہ وہ دوسری نیند میں ہے

یعنی وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اس وقت سویا ہے اور اس سے بے خبر ہے کہ وہ خواب دوم میں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ظاہری بیداری میں جو تم سو کر خواب دیکھتے ہو اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے تم خواب دیکھتے ہو کہ مثلاً تم ایک مکان میں گئے اور وہاں جا کر سو رہے اور اس نے سونے میں خواب دیکھا تو تمہارا اس خواب میں یہ خیال ہے کہ ہم اب سوئے ہیں حالانکہ گھنٹوں پہلے سے سو رہے ہو تو اسی طرح تم جو رات کو سوتے ہو اور خواب دیکھتے ہو تو تم سمجھتے ہو کہ تم اب سوئے ہو حالانکہ جب سے دنیا میں آئے ہو جب ہی سے سو رہے ہو اور اس خواب ہستی میں یہ خواب دوسرا دیکھ رہے ہو۔ سبحان اللہ خوب ہی مثال ہے۔ دیکھ لو کیسا واضح ہو گیا ہے کہ کوئی کھٹک ہی باقی نہ رہا۔ بس لکھنے والے یہ اور سمجھنے والے ہمارے حضرت سلمہم پر اگر مثنوی میں ایسے مضامین نہ ہوں تو اور کیا ہو۔ آگے پھر ان ساحروں کے قصہ کی طرف رجوع ہے اور ان کے قول کو روایت بالمعنی کے طور پر ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

کوزہ گر گر کوزۂ را بشکند	چوں بخواہد باز خود قائم کند
کمہار اگر کسی پیالہ کو توڑتا ہے	جب چاہے گا اس کو بنا لے گا

یعنی کوزہ گر اگر کسی کوزہ کو توڑ دے تو پھر جب چاہے اس کو قائم کرلے تو اسی طرح اگر حق تعالیٰ اس جسم

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہری کو فنا بھی فرمادیں تو کیا ہے دوسرا جسم روح کے لئے عطا فرمادیں گے۔ آگے ایک دوسری مثال ہے کہ۔

کور را ہر گام شد ترس چاہ	با ہزاراں ترس می آید براہ
اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے	وہ ہزاروں ڈر کے ساتھ راستہ طے کرتا ہے

یعنی اندھے کو ہر قدم پر کنویں کا خوف ہوتا ہے اور ہزاروں خوف سے راستہ پر آتا ہے۔

مرد بینا دید عرض راہ را	پس بداند او مغاک و چاہ را
بینا انسان نے راستہ کی چوڑائی دیکھ لی ہے	تو وہ گڑھے اور کنویں کو جانتا ہے

یعنی بینا آدمی راستہ کے عرض کو دیکھ لیتا ہے تو وہ کنویں کو اور گڑھوں کو جانتا ہے۔

پا و زانویش نہ لرزد ہر دمے	رو ترش کے دارد او از ہر غمے
اس کا پاؤں اور ران کسی وقت نہیں کپکپاتے ہیں	وہ کسی غم سے رنجیدہ کب ہوتا ہے؟

یعنی اس کا پاؤں اور زانو ہر دم کانپتا نہیں ہے اور وہ ہر غم سے رو ترش نہیں رکھتا۔ مطلب یہ کہ جو اندھا ہے چونکہ اس کو راستہ کی خبر نہیں ہے لہذا ہر ہر قدم پر اس کو گر جانے کا خوف ہوتا ہے اور جو اندھا نہیں ہے وہ سیدھا راہ راست پر چلا جاتا ہے اور اس کو مطلق خوف نہیں ہوتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ اس راہ سے اندھا ہے اس کو تو اس جسم اور اس حیات کے جاتے رہنے سے خوف ہوتا ہے اور جو اس راہ کو دیکھے ہوئے ہے وہ بے فکری سے چلا جاتا ہے اگر اس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں تب بھی اس کو پرواہ نہیں ہوتی تو چونکہ ان ساحروں کو حقیقت منکشف ہو گئی تھی لہذا بالکل بے فکر تھے اور ان کے قلب میں مطلق ہراس نہ تھا اور وہ جانتے تھے کہ اگر یہ جسم نہ رہے تو کیا ہے ہم کو اور مل جاوے گا آگے پھر انہیں کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ بولے کہ۔

خیز فرعونا کہ ما آں نیستیم	کہ بہر بانگے زغولے بیستیم
اے فرعون! کھڑا ہو جا کیونکہ ہم وہ نہیں ہیں	کہ چھلاوے کی ہر آواز پر ہم ٹھہریں

یعنی اے فرعون اٹھ ہم وہ نہیں ہیں کہ شیاطین کی ہر آواز پر کھڑے ہو جاویں۔

خرقۂ ما را بدرٗ دوزندہ ہست	ورنہ ما را خود برہنہ تن بہ است
ہماری گودڑی پھاڑ دے سینے والا موجود ہے	ورنہ ہمارے لئے ننگا بدن بہتر ہے

یعنی تو ہمارے خرقہ کو پھاڑ دے سینے والا موجود ہے ورنہ خود ہمارے لئے ننگا بدن ہی بہتر ہے۔

بے لباس ایں خواب را اندر کنار	خوش بگیریم اے عدو نابکار
بغیر لباس کے اس نیند کو بغل میں	خوشی سے لیں گے۔ اے نالائق دشمن!

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بے لباس کے اس حسین کو کنار میں ہم خوب لیں گے اے نابکار دشمن۔

خوشتر از تجرید از تن و زمزیج	نیست اے فرعون بے الہام گیج
بدن اور مزاج سے جدا ہو جانا خوشگوار	نہیں ہے بغیر الہام کے اے احمق فرعون!

یعنی اے فرعون بے وقوف بے الہام بدن اور مزاج سے مجرد ہو جانے سے بہتر تو کوئی چیز ہی نہیں ہے خرقہ سے مراد جسم ظاہری۔ خوب سے مراد حق تعالیٰ۔ عدو نابکار سے مراد فرعون۔ مطلب اوپر کے چاروں شعروں کا یہ ہے کہ اے فرعون تو ہمارے اس جسم ظاہری کو جو روح کے لئے مثل خرقہ کے ہے۔ پھاڑ دے اور ہلاک کر دے ہمیں اس کی خاک پرواہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کا سینے والا موجود ہے وہ اس کو فوراً سی دے گا اور پھر ایسا ہی جسم عطا فرما دے گا اور اگر نہ بھی عطا فرمادے تو کیا ہے ہماری روح برہنہ ہی اچھی ہے۔ اس لئے کہ یہ جسم تو ایک قسم کا حجاب ہے تو جس قدر حجاب کم ہوں اچھا ہی ہے اگر روح خواہ کتنی ہی مجرد کیوں نہ ہو جاوے مگر وصل متعارف ہرگز نہیں ہو سکتا۔ لیکن پھر بھی بہ نسبت اس جسم کے وجود کے تجرد کے وقت زیادہ وصل ہوگا۔ تو اگر یہ جسم نہ رہے گا تو ہمارا مقصود یعنی وصال حق اور اچھی طرح حاصل ہوگا۔ پھر ہم کو اس جسم کے ضائع ہو جانے اور جاتے رہنے سے کیا غم ہو۔ ہمیں اسکی پوری حقیقت معلوم ہوگئی ہے یہ بھی ان کے اقوال کی روایت بالمعنی ہے آگے ایک خچر اور اونٹ کی حکایت لاتے ہیں کہ خچر نے اونٹ سے پوچھا کہ میرے تو چلنے میں بہت ٹھوکر لگتی ہے اور تیرے نہیں لگتی اس کی کیا وجہ ہے تو اس نے کہا کہ بات یہ ہے کہ میں راستہ کو دور تک دیکھ لیتا ہوں اس لئے دیکھ بھال کر چلتا ہوں اور تجھے دور تک دکھائی نہیں دیتا اس لئے گر جاتا ہے۔ تو مولانا اس پر لاتے ہیں کہ دیکھو کہ جو اس راہ کی حقیقت سے واقف ہے وہ کبھی خطا نہیں کھاتا بلکہ بالکل بے فکری سے چلا جاتا ہے اور جو اس کی حقیقت سے واقف نہیں ہے وہ ٹھوکریں کھاتا ہے تو چونکہ یہ ساحران فرعون حقیقت اس دنیا کی دیکھ چکے تھے اس لئے بالکل بے فکر تھے اور خوب مضبوط تھے اور وہ جانتے تھے کہ اگر یہ قتل کر دے گا تو کیا ہے ہم کو حق تعالیٰ کی طرف جذب ہو جائے گا۔ جیسا کہ ان کے قول انا الی ربنا لمنقلبون سے معلوم ہوتا ہے اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ وجہ اس کی وہم کی یہ تھی کہ وہ سمجھتا تھا کہ یہ ابھی اسی وہم وگمان اور وسوسہ وخوف کی حد میں ہیں جس میں پہلے تھے اور اوہام وخیالات اور نفس کی دھمکیوں سے ڈر جاتے اور کانپ جاتے تھے لیکن وہ یہ نہ سمجھا کہ وہ اوہام کے پھندے سے نکل چکے ہیں اور اب وہ اس دریچہ پر بیٹھے ہوئے ہیں جس سے نور قلب داخل ہوتا ہے اور وہ اس نور کے ذریعہ سے حقائق کو علی ما ہی علیہ دیکھ رہے ہیں اب ان کو اپنی حقیقت اور اپنے سایہ میں امتیاز ہو گیا ہے اس لئے اب وہ بجائے مغموم ومحزون ہونے کے چست وچالاک اور خوش وخرم ہیں وہ جان چکے ہیں کہ اس مرکب عنصری کی اصل کچھ اور ہی ہے خواہ روح ہو یا جسم مثالی اس لئے اگر آسمان ان کو اپنی اوکھلی میں سو مرتبہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی کوٹے اور ان کے جسم عنصری کو ریزہ ریزہ کر دے تب بھی ان پر وہم غالب نہ ہوگا۔ اور اس سے وہ ذرا بھی نہ ڈریں گے۔ پس تم بھی ان کی تقلید کرو اور اس عالم ناسوتی میں دل کو نہ پھنساؤ کیونکہ اس عالم کی وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہیں ہے لہٰذا تم کو جتلائے گمان نہ رہنا چاہئے اور تفرق جسم سے ہرگز خوف نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس سے تم کو کچھ بھی ضرر لاحق نہیں ہوتا۔ اب ہم تم کو ایک دوسرے عنوان سے اسی مقصد کو سمجھانا چاہتے ہیں۔ دیکھو اگر خواب میں قینچی سے تمہارا سر کاٹ ڈالا جائے تو تم کو اس سے کیا نقصان پہنچتا ہے کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ تمہارا سر اسی طرح قائم رہتا ہے بلکہ بنا بر مشہور یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس سے تمہاری عمر بڑھتی ہے کیونکہ عوام میں مشہور ہے کہ اگر خواب میں کوئی اپنے کو مردہ دیکھے تو اس سے اس کی عمر بڑھتی ہے اسی طرح اگر تم خواب میں اپنے کو دیکھو کہ کسی نے میرے دو ٹکڑے کر دیئے ہیں تو اس سے تم کو کیا ضرر ہوتا ہے کچھ بھی نہیں کیونکہ تم جب بیدار ہوتے ہو تو اسی طرح تندرست ہوتے ہو اور کچھ بھی نقصان تمہارے اندر نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ کہ خواب کے اندر بدن میں خرابی واقع ہونے بلکہ سو ٹکڑے ہو جانے کی بھی کچھ پرواہ نہیں جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جہان کو جو بظاہر قائم معلوم ہوتا ہے سونے والے کا خواب فرمایا ہے۔ گو تم بھی اس کو ضرور مانتے ہو گے۔ مگر تم نے صرف تقلیداً ہی مانا ہے لیکن اہل اللہ نے اس کو تمہاری طرح صرف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہونے ہی کی وجہ سے نہیں مانا بلکہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی بدولت اور آپ کے طفیل سے اس کا مشاہدہ بھی کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ تم دن میں بھی خواب ہی میں ہو تم یہ نہ کہنا کہ میں خواب میں نہیں ہوں اور عالم خواب نہیں ہے کیونکہ اول تو اہل اللہ پر اس کا خواب ہونا منکشف ہو چکا ہے لیکن اگر ان کی بات نہ مانو تو خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے۔ پس جبکہ عالم کا خواب ہونا بھی ظاہر ہوگیا اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ خواب میں اگر جسم میں تفرق اتصال واقع ہو تو کچھ قابل التفات نہیں لہٰذا تم کو اس کی مضرتوں کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے۔ اور اس سے قطع تعلق کر کے حق سبحانہ کے ساتھ مشغول ہونا چاہئے علاوہ اس کے ایک اور وجہ بھی ہے وہ یہ کہ عالم ظل اور پرتو ہے جناب حق سبحانہ کا اور بلا تشبیہ اس کی ان کے لحاظ سے ایسی ہی مثال ہے جیسے چاندنی اور چاند بس جس طرح کہ چاندنی فرع ہے چاند کی یوں ہی عالم فرع ہے حق سبحانہ کی اور یہ تم کو معلوم ہے کہ اصل کو چھوڑ کر فرع میں مشغول ہونا سراسر حماقت ہے۔ پس حق سبحانہ کو چھوڑ کر عالم میں مشغول ہونا اور اس کی مضرتوں سے بچنے اور منفعتوں کو وصول کرنے کی دھن میں لگنا سراسر نادانی ہوگا۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ تفرق جسم سے ڈرنا ہرگز نہ چاہئے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہ کو بھی رفع کر دیا جاوے جو عالم کو خواب کہنے پر واقع ہوتا ہے وہ یہ کہ اس عالم میں رہ کر ہم کبھی بیدار ہوتے ہیں اور کبھی سوتے ہوتے ہیں۔ پس اگر عالم خواب ہوتا تو سونا جاگنا کیسا؟ تقریر دفع ہے کہ یہ امر مشاہد ہے اور اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کبھی آدمی سوتے ہوئے خواب دیکھتا ہے اور اس خواب میں اول اپنے کو جاگتے ہوئے دیکھتا ہے اور پھر خواب ہی میں دیکھتا ہے کہ میں سو گیا۔ مثلاً ایک شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ میں سفر کر رہا ہوں اور سفر ہی میں اس کو رات ہو جاتی ہے اور وہ دیکھتا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تھک کر ایک مقام پر لیٹ رہا اور مجھے نیند آ گئی تو دیکھو کہ وہ خواب میں سمجھتا ہے کہ میں پہلے سے جاگ رہا تھا اور اب سو یا ہوں حالانکہ وہ پہلے سے بھی سو رہا تھا اور اب دوبارہ سویا ہے اس سے تمہاری سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ خواب کے اندر سونا اور جاگنا دونوں ہو سکتے ہیں۔ بس یہی حالت بالکل عالم کی ہے کہ وہ دراصل ایک خواب ہے آدمی اس میں اولا اپنے کو جاگتا ہوا جانتا ہے اور اس کے بعد سمجھتا ہے کہ میں سو گیا۔ اب کوئی شبہ نہ رہا اب ہم تفرق جسم سے نہ ڈرنے کے لئے ایک اور وجہ بھی بتلاتے وہ یہ کہ قاعدہ ہے کہ اگر برتن بنانے والا برتن کو توڑ دیتا ہے تو وہ اگر چاہے تو دوبارہ بنا بھی سکتا ہے بس سمجھنا چاہئے کہ اگر کسی مصلحت سے حق سبحانہ تفریق جسم کریں گے بھی تو دوبارہ بنا بھی سکتے ہیں۔ اگر چاہیں گے اور مصلحت ہوگی تو بنا بھی دیں گے۔ پھر ڈر کس لئے غرضکہ یہ وجوہ ہیں جو مقتضے ہیں اس کو کہ تفرق سے نہ ڈرنا چاہئے اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ان تمام باتوں کے باوجود آدمی کیوں ڈرتا ہے اس کی وجہ صرف حقیقت ناشناسی ہے دیکھو اندھا چونکہ راستہ سے واقف نہیں ہوتا اس لئے اس کو ہر قدم پر کنویں کا ڈر ہوتا ہے اور بہت ہی ڈرتے ڈرتے راستہ چلتا ہے برخلاف اس کے دیکھنے والا شخص چونکہ راستہ کی چوڑائی کو دیکھتا ہوتا ہے لہذا وہ گڑھے اور کنویں کو آنکھ سے دیکھتا ہے پس جو چیزیں فی الواقع بچنے کی ہیں ان سے احتیاط کرتا ہے اور جو چیزیں بچنے کی نہیں ان کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا۔ نہ ہر وقت اس کے گھٹنے اور پاؤں میں تھرتھراہٹ ہوتی ہے اور نہ وہ معمولی تکلیف دہ چیزوں سے چیں بجبیں ہوتا ہے اور اندھا جہاں ڈرنے کی ضرورت نہیں وہاں بھی ڈرتا ہے اور جو بچنے کی چیزیں نہیں ان سے بھی کھٹکتا ہے اور ذرا سے خطرہ کو بہت سمجھ کر اس کا دم ہوا ہو جاتا ہے دیکھو چونکہ ساحروں کو حقیقت کا انکشاف ہو گیا تھا اس لئے انہوں نے فرعون کی دھمکیوں کے جواب میں صاف کہہ دیا کہ ارے فرعون بھاگ بھی ہم وہ نہیں کہ ہر بھٹنے کی بات کو صحیح سمجھ کر رہروی کو چھوڑ دیں اور رک جائیں تو کچھ ہی کہہ ہم نہ مانیں گے تو تفریق جسم کی دھمکی دیتا ہے۔ اچھا تو کاٹ ڈال اول تو خدا کو یہ قدرت حاصل ہے کہ وہ ہمارے جسم کو دوبارہ ٹھیک کر دے لہذا ہم کو ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اگر کسی مصلحت سے اس نے ایسا نہ بھی کیا تب بھی ہم کو کچھ نقصان نہیں بلکہ اور فائدہ ہے کہ تن فی الجملہ قرب حق سبحانہ سے حاجب تھا جب وہ نہ رہے گا تو زیادہ قرب ہوگا اور ہماری اس عاشق کی سی مثال ہوگی جو کرتہ اتار کر اپنے معشوق کو آغوش میں لے ظاہر ہے کہ اس صورت میں اس کو اپنے معشوق سے بہ نسبت کرتہ پہنے ہونے کے زیادہ قرب ہے اس سبب سے ہماری تو عین خوشی ہے کہ ہم جسم اور مزاج سے الگ ہو جائیں پس یہ تیری دھمکیاں بجائے اس کے کہ خوف و ہراس پیدا کریں اور اشتیاق پیدا کرتی ہیں یاد رکھو کہ کور راہر گام باشد ترس چاہ الی آخر البیت الثالث میں دو مضمون بیان کئے تھے اول عوام کا آلام دنیا میں مبتلا ہونے سے ڈرنا اور اہل اللہ کا نہ ڈرنا۔ دوسرے عوام کا مبتلائے آلام ہو کر پریشان اور چیں بجبیں ہونا اور اہل اللہ کا نہ گھبرانا اور نہ چیں بجبیں ہونا اور دونوں باتوں کا منشا حقیقت شناسی و ناحقیقت شناسی کو بتلایا تھا اب ایک تیسری بات بیان کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ اہل اللہ تو حقیقی مضرتوں میں مبتلا نہیں ہوتے اور عوام ہو جاتی ہیں اس کا کیا سبب ہے اس مضمون کو مولانا خچر اور اونٹ کے سوال و جواب کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں اور حاصل اس کا بھی وہی حقیقت ناشناسی اور حقیقت شناسی ہے تفصیل حسب ذیل ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

ایک خچر کا اونٹ سے شکایت کرنا کہ میں تو منہ کے بل بہت گرتا ہوں اور تو نہیں گرتا، مگر شاذ و نادر تو آخر اس کی وجہ کیا ہے اور اونٹ کا جواب دینا

گفت استر با شتر اے خوش رفیق	در فراز و شیب و کراہ دقیق
خچر نے اونٹ سے کہا ، اے اچھے ساتھی!	اونچے اور نیچے اور تنگ راستے میں

یعنی ایک خچر نے اونٹ سے کہا کہ اے اچھے دوست نشیب و فراز میں اور پتلے راستہ میں۔

تو نیائی در سر و خوش میروی	من ہمی آیم بسر در چون غوی
تو منہ کے بل نہیں گرتا ، اچھی طرح چلتا ہے	میں گمراہ کی طرح سر کے بل گرتا ہوں

یعنی تو تو سر کے بل نہیں گرتا اور اچھی طرح چلا جاتا ہے اور میں گمراہوں کی طرح سر کے بل گر جاتا ہوں۔

یعنی میں تو ہر دم منہ کے بل گرتا ہوں خواہ خشکی میں ہوں یا کہ تری میں ہوں۔

این سبب را باز گو با من زچیست	تا بدانم من کہ چون بایست زیست
مجھے اس کا سبب بتا کہ کس وجہ سے ہے؟	تاکہ میں جان لوں کہ کس طرح جینا چاہیے؟

یعنی اس سبب کو مجھ سے کہہ کہ کس وجہ سے ہے تاکہ میں جان لوں کہ کس طرح زندگی بسر کرنا چاہیے۔

گفت از چشم تو چشم من یقین	بیگمان روشن ترست و دوربین
اس نے کہا میری آنکھ تیری آنکھ سے یقینا	بلاشک زیادہ روشن اور تیز دیکھنے والی ہے

یعنی اونٹ نے کہا کہ (اول تو) یقینا اور بے گمان میری آنکھ تیری آنکھ سے زیادہ روشن اور دور بیں ہے۔

بعد ازان ہم از بلندی ناظرم	زین سبب در رو نیفتم حاضرم
اس کے علاوہ میں اونچائی سے دیکھ لینے والا ہوں	اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا ہوں میں موجود ہوں
گفت چشم من ز تو روشن ترست	بعد ازاں ہم از بلندی ناظرست
اس نے کہا میری آنکھیں تیری آنکھوں سے زیادہ روشن ہیں	اس کے علاوہ اونچائی سے دیکھنے والی ہیں

یعنی اس کے بعد یہ ہے کہ میں بلندی میں دیکھتا ہوں تو اس سبب سے میں منہ کے بل نہیں گرتا تو میں حاضر ہوں یعنی دیکھ لو میں حاضر ہوں میرا امتحان کرلو کہ یہ باتیں درست ہیں یا غلط۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بر آیم برسر کوہ بلند	آخر عقبہ بہ بینم ہوشمند
میں جب بلند پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتا ہوں	عقلمندی سے گھاٹی کے آخر کو دیکھ لیتا ہوں

یعنی میں ایک کوہ بلند پر اچھی طرح آتا ہوں اور گھاٹی کے آخر حصہ کو دیکھ لیتا ہوں اس حال میں کہ ہوشمند ہوتا ہوں۔

پس ہمہ پستی و بالائی راہ	دیدہ ام را وانماید ہم اللہ
پھر راستہ کی سب نچائی اور اونچائی	اللہ (تعالیٰ) میری آنکھ کو دکھا دیتا ہے

یعنی پس تمام نشیب وفراز راہ کو حق تعالیٰ میری آنکھ کو دکھا دیتے ہیں۔

ہر قدم من از سر بینش نہم	از عثار و اوفتادن وارہم
میں ہر قدم دیکھ بھال کر رکھتا ہوں	ٹھوکر کھانے اور گرنے سے نجات پا جاتا ہوں

یعنی میں ہر قدم بصیرت سے رکھتا ہوں تو ٹھوکر اور گرنے سے چھوٹ جاتا ہوں۔

تو بہ بینی پیش خود یک دو سہ گام	دانہ بینی و نہ بینی رنج دام
تو اپنے آگے ایک دو تین قدم دیکھتا ہے	دانہ کو دیکھ لیتا ہے جال کی تکلیف کو نہیں دیکھتا ہے

یعنی تو اپنے آگے دو تین ایک قدم تک دیکھ لیتا ہے تو دانہ کو تو دیکھ لیتا ہے مگر دام کی تکلیف کو نہیں دیکھتا۔ یعنی دو تین قدم تک سڑک صاف تو دیکھ لی مگر اس کے بعد جو غار ہے اس کو دیکھا ہی نہیں اس لئے گر جاتا ہے۔

یستوی الاعمیٰ لدیکم والبصیر	فی المقام والنزول المسیر
تمہارے نزدیک اندھا اور بینا برابر ہے	ٹھہرنے اور اترنے اور چلنے میں

یعنی کیا تمہارے نزدیک اعمیٰ اور بصیر ٹھہرنے میں اور اترنے میں اور چلنے میں برابر ہیں۔ یعنے برابر نہیں ہے تو بس جو راہ کو دیکھ رہا ہے وہ تو بے کھٹکے چلا جاوے گا اور جو اندھا ہے وہ راستہ ہی میں مرے گا آگے پھر ان ساحروں کے قصہ کی طرف رجوع ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر ہم مر بھی جاویں گے تو کیا ہے ہم کو حق تعالیٰ جذب فرماویں گے اور ہم اس طرف منجذب ہو جاویں گے اصل مضمون تو یہ ہے اب اس کے لئے اول ایک تمہید نہایت نفیس بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک خچر نے اونٹ سے کہا کہ دوست یہ کیا بات ہے کہ اونچے نیچے اور گہرے راستہ میں تو تو سر کے بل نہیں گرتا اور میں گر جاتا ہوں۔ میں خشکی میں بھی اور تری میں بھی بسا اوقات گر جاتا ہوں اس کا سبب مجھے اب تک نہیں معلوم ہوا تو مجھے بتلا کہ کیا بات ہے تا کہ مجھے معلوم ہو جاوے کہ بلا گرے پڑے کیونکر زندگی بسر

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنا چاہئے۔ اس نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میری آنکھ بہ نسبت تمہاری آنکھ کے یقیناً اور بلاشبہ زیادہ روشن ہے۔ اور دوربیں ہے اس کے علاوہ یہ بات ہے کہ میرا سر تمہارے سر کی بہ نسبت اونچا ہے اس لئے میں اونچے سے دیکھتا ہوں اور جو اونچے سے دیکھتا ہے اس کو دور تک کی چیزیں نظر آتی ہیں پس میں گرانے والی چیزوں کے سامنے موجود ہوتا ہوں اور ان سے غائب نہیں ہوتا۔ یعنی وہ میری نظر میں ہوتی ہیں لہذا میں گرتا بھی نہیں۔ میں پہاڑ پر مزے سے چڑھ جاتا ہوں اور آخری گھاٹی کو نہایت ہوشیاری سے دیکھتا ہوتا ہوں اس لئے نہیں گرتا خلاصہ یہ ہے کہ راستہ کی ہمواری اور ناہمواری حق سبحانہ میرے پیش نظر رکھتے ہیں اور میں ہر قدم دیکھ کر رکھتا ہوں لہذا ٹھوکر اور گرنے پڑنے سے بچا رہتا ہوں۔ برخلاف میرے تمہاری یہ حالت ہے کہ تم بہت ہی کوتاہ بیں ہو۔ اور ایک دو تین قدم سے زیادہ تمہاری نظر نہیں پہنچتی۔ اس لئے تم راستہ تو دیکھ لیتے ہو مگر اس کے خطرات تک تمہاری نظر نہیں پہنچتی اس لئے تمہاری مثال ایسی ہوتی ہے جیسے وہ جانور جو دانہ تو دیکھ لے اور مضرت دام اس کو محسوس نہ ہو۔ جب تمہاری یہ حالت ہے تو بھلا میں اور تم کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تمہارے نزدیک اندھے اور دیکھنے والے ٹھہرنے اور اترنے اور چلنے وغیرہ احوال سفر میں برابر ہو سکتے ہیں جبکہ ایسا نہیں تو تم میری مساوات کی ہوس خام کیوں رکھتے ہو۔ اب سمجھو کہ جو حالت اونٹ اور خچر کی ہے وہی اہل اللہ اور غیر اللہ کی ہے اہل اللہ چونکہ اشیاء کو علی ماہی علیہ دیکھتے ہیں اس لئے وہ حقیقی مضرتوں سے عام طور پر محفوظ رہتے ہیں اور غیر اہل اللہ چونکہ ان سے واقف نہیں ہوتے اس لئے ان میں مبتلا ہو جاتے ہیں مولانا اس مضمون کو استطراداً اور اتمام فائدہ کے لئے بیان کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور اس استبعاد کو دفع کرنا چاہتے ہیں جو ساحروں کے منجذب بحق سبحانہ ہونے یا تفریق جسم کے بعد اس کے متصل کرنے پر ہو سکتا ہے اور اسی کے ضمن میں حشر اجساد کے غیر مستبعد ہونے پر بھی تنبیہ فرمادیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ استبعاد حشر اجسادی کا دفع کرنا مدنظر ہو اور جس طرح کہ مضمون ماسبق استطرادی اور متعلق بابیات کو ررالخ تھا یہ بھی استطرادی اور مرتبط بہ بیت خرقہ ما رابدرالخ ہو۔

شرح شبّیری

چوں جنین را در شکم حق جان دہد	جذب اجزاء در مزاج او کند
جب اللہ (تعالیٰ) پیٹ کے بچہ میں جان ڈالتا ہے	اس کی طبیعت میں اجزاء کو جذب (کرنے کی طاقت) پیدا کر دیتا ہے

یعنی حق تعالیٰ جب پیٹ میں جنین کو روح عطا فرماتے ہیں تو اس کے مزاج میں جذب اجزاء رکھ دیتے ہیں۔

از خورش او جذب اجزاء میکند	تار و پود جسم خود رامے تند
وہ خوراک سے اجزاء جذب کرتا ہے	اپنے جسم کا تانا بانا تنتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ اجزاء غذائیہ کو جذب کرتا ہے اور اپنے جسم کے تار و پود کو بنتا ہے یعنی وہ اجزاء غذائیہ کو جذب کر کے نشوونما حاصل کرتا ہے یہ حالت تو اس کی حالت جنینیت میں ہوتی ہے اور جب پیدا ہو لیتا ہے تو اس وقت یہ ہوتا ہے کہ

تا چہل سالش بجذب جزوہا	حق حریصش کردہ باشد در نما
چالیس سال تک اجزا کے جذب کرنے کا	(نشوو) نما میں اللہ (تعالیٰ) اس کو حریص کر دیتا ہے

یعنی چالیس سال تک جذب اجزاء میں حق تعالیٰ اس کو نشوونما کے لئے حریص کر دیتے ہیں یعنی بعد پیدائش کے وہ چالیس سال تک نشوونما کے لئے اجزاء غذائیہ کو جذب کرتا رہتا ہے جب معلوم ہوا کہ بعد روح پڑنے کے انسان کو حق تعالیٰ آخر عمر تک جذب اجزاء غذائیہ تعلیم فرماتا ہے تو اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

جذب اجزا روح را تعلیم کرد	چوں نداند جذب اجزا شاہ فرد
اس نے روح کو اجزاء جذب کرنے کی تعلیم دی	یکتا شاہ اجزاء کو جذب کرنا کیوں نہ جانے گا؟

یعنی جذب اجزاء (غذائیہ) جب روح کو تعلیم کیا ہے تو وہ شاہ یکتا خود جذب اجزاء کو کیوں نہ جانے گا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جب روح کو جذب سکھایا تو خود تو کیوں جذب نہ کریں گے لہذا اگر یہاں سے موت ہوگی تو وہ جذب حق ہے کہ اپنے پاس بلا رہے ہیں۔

جامع این ذرہا خورشید بود	بے غذا اجزات را داند ربود
ان ذروں کو جمع کرنے والا سورج تھا	وہ بغیر غذا کے تیرے اجزا کو چھین لینا جانتا ہے

یعنی ان ذرات کا جامع خورشید ہی تھا بے غذا کے وہ تمہارے اجزاء کو ربودہ کرنا جانتا ہے مطلب یہ ہے کہ تمہارے اجزاء بدنی کا جامع حق تعالیٰ ہی ہے اور روح جو اجزاء کو جذب کرتی ہے اس میں تو خود اس کی غرض بھی ہوتی ہے کہ اس کو اس سے غذا ملتی ہے مگر حق تعالیٰ بے اس کے کہ ان کو لالچ غذا وغیرہ کی ہو تمہارے اجزاء کو جذب اور جمع فرماتے ہیں سبحان اللہ آگے تقریب فہم کے لئے اس جذب اجزاء اور جمع اجزاء کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ

آن زمانے کاندر آئی توز خواب	ہوش و حس رفتہ را خواند شتاب
جس وقت تو خواب سے (نکل کر اپنے) اندر آئے گا	وہ گئے ہوئے ہوش و حواس کو فورا بلا لے گا

یعنی جس وقت کہ تم نیند سے اٹھتے ہو تو حق تعالیٰ تمہارے گئے ہوئے ہوش و حواس کو جلدی سے بلا دیتے ہیں۔

تا بدانی کان ازو غائب نشد	باز آید چون بفرماید کہ عد
حتی کہ تو جان لے گا کہ وہ اس سے غائب نہیں ہے	وہ تو واپس آ جائے گا جب وہ اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کہ لوٹ آ

یعنی تا کہ تم جان لو کہ وہ اس سے غائب نہ تھا اور وہ لوٹ آتا ہے جبکہ وہ فرماتے ہیں کہ لوٹ مطلب یہ ہے کہ دیکھو تم جب سو جاتے ہو تو تمہارے سارے ہوش و حواس گم ہو جاتے ہیں اس کے بعد جب جاگتے ہو تو حق

www.besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ ان کو دوبارہ واپس فرما دیتے ہیں اور تم ان کو پھر جذب کر لیتے ہو تو جس طرح کہ وہ تمہارے اٹھتے ہی سارے حواس کو جمع فرما دیتے ہیں اور وہ تم سے غافل نہیں ہوتے اسی طرح وہ تم کو جذب فرما لیں گے اور جمع فرما دیں گے آگے حضرت عزیر علیہ السلام کے گدھے کی ہڈیوں کے جمع ہونے کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح کہ اس کو حق تعالیٰ نے جمع کیا اسی طرح وہ تم کو جمع فرما لیں گے اور اس جسم ظاہری کے جاتے رہنے سے ان کو جمع میں کوئی دقت نہ ہوگی بلکہ وہ بے اس جسم کے بھی اپنی طرف جذب فرما لیں گے۔

عزیر علیہ السلام کے گدھے کا بعد مرنے کے جمع ہونا اور اسی وقت ان کی آنکھوں کے سامنے سواری کے قابل ہو جانا

ہیں عزیرا در نگر اندر خرت	کہ بوسیدہ ست و ریزیدہ برت
ہاں اے عزیز! اپنے گدھے کو دیکھ	کہ تیرے سامنے گلا سڑا اور ریزہ ریزہ ہے

یعنی (ارشاد حق ہوا کہ) اے عزیز ذرا اپنے گدھے کو دیکھنا کہ تمہارے سامنے وہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ ہو گیا ہے۔

پیش تو گرد آوریم اجزاش را	آن سر و دم و دو گوش و پاش را
میں تیرے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کر دوں گا	سر اور دم اور دونوں کان اور پاؤں کو

یعنی ہم تمہارے سامنے اس کے اجزاء کو جمع کرتے ہیں اس کے سر کو اور دم کو اور دونوں کانوں کو اور اس کے پاؤں کو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دست نے و جزو برہم مے نہد	پارہا را اجتماعے مے دہد
ہاتھ نہیں ہے اور اجزا کو جمع کر دیتا ہے	ٹکڑوں کو جوڑ دیتا ہے

یعنی حق تعالیٰ کے ہاتھ نہیں ہے اور اجزاء کو ایک دوسرے پر رکھتے ہیں اور ٹکڑوں کو اجتماع دے دیتے ہیں۔

در نگر در صنعت پارہ زنے	کو ہمی دوز کہن بے سوز نے
پیوند لگانے والے کی کاریگری کو دیکھ	کہ وہ پرانے کو بغیر سوئی کے سی دیتا ہے

یعنی ذرا اس پیوند لگانے والے کی صنعت کو دیکھو کہ وہ کہنہ کو بے سوئی کے سیتا ہے۔

ریسماں نے سوزنے نے وقت خرز	آنچنان دوزد کہ پیدا نیست درز
سیتے وقت نہ دھاگہ ہے نہ سوئی	اس طرح سی دیتا ہے کہ کٹن کا پتہ نہیں چلتا ہے

یعنی سینے کے وقت نہ تاگا ہے نہ سوئی ہے اور ایسا سیتا ہے کہ کہیں درز ظاہر نہیں ہے سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت میں اپنی طرف نظر کرتے ہوئے حیرت ہوتی ہے ورنہ قدرت حق کے آگے تو کوئی حیرت کی بات ہے ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہم اپنی حالت کو دیکھیں کہ نہ ہاتھ ہے اور نہ سوئی نہ تاگا اور پھر اجزا اس طرح جڑیں کہ کہیں درز نہیں سبحان اللہ تعالیٰ علوا کبیرا دیکھئے زخم ہوتا ہے کھال پھٹ کر الگ ہو جاتی ہے اس کے بعد وہ آ کر اس طرح مل جاتی ہے کہ یہ بھی خبر نہیں کہ یہاں کبھی زخم ہوا بھی تھا۔ بھلا بتلاؤ کہ یہ کون کرتا ہے اور اس پر طرہ یہ کہ ہم بدذات لوگ گناہوں میں مبتلا ہیں مگر پھر رحمت کم نہیں ہوتی شیخ شیرازی خوب فرماتے ہیں ۔

خدائے راست مسلم بزرگواری و حلم کہ جرم بیند و نان برقرار مے دارد

سبحان اللہ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمدللہ رب العلمین

سچ یہ ہے کہ بس یہ کام سوائے خدا کے کوئی نہیں کرسکتا۔ لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظلمین آگے فرماتے ہیں کہ۔

چشم بکشا حشر را پیدا بہ بین	تا نہ ماند شبہ ات در یوم دین
آنکھ کھول حشر کو کھلے طور پر دیکھ لے	تاکہ تجھے قیامت کے بارے میں شبہ نہ رہے

یعنی آنکھ کھولو اور حشر کو ظاہر دیکھ لو تا کہ تم کو قیامت کے دن میں شبہ باقی رہے۔ مطلب یہ کہ قیامت میں آخر کیا ہوگا یہی ہوگا۔ کہ سب کو ایک دم سے جمع کر دیا جاوے گا۔ اور اجزاء عالم جو منتشر تھے سب ایک جگہ جمع ہو جاویں گے تو پھر جب اس وقت بھی یہی اجتماع ہو رہا ہے صرف اس قدر فرق ہے کہ اس وقت گاہ گاہ ہوتا ہے اور قیامت میں ایک ساتھ ہوگا۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ ذرا غور کرو تو تم کو قیامت میں شبہ نہ رہے اور اس اجتماع سے ہی استدلال کرلو اور سمجھ لو کہ قیامت برحق ہے سبحان اللہ بس محقق ہو تو ایسا ہو مبصر ہو تو ایسا ہو دیکھئے تو قیامت کا ثبوت اور اس کا یقین کس خوبی سے دلایا ہے اے اللہ مولانا کے فیوض سے اس غریب نادار کو بھی محروم نہ فرما۔ این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ آگے پھر ارشاد حق کو عزیر علیہ السلام سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

تا بہ بینی جامعیم را تمام	تا نہ لرزی وقت مردن ز اہتمام
تاکہ تو میرے جمع کرنے کو پورا دیکھ لے	تاکہ تو مرتے وقت غم سے نہ لرزے

یعنی (ارشاد ہوا کہ میں نے جو یہ گدھے کی ہڈیاں تم کو جمع کر کے دکھادی ہیں یہ اس لئے ہے) تاکہ تم میری جامعیت کو پوری طرح سے دیکھ لو۔ اور مرنے کے وقت غموں کی وجہ سے نہ کانپو (اور سمجھو کہ اگر یہاں مر بھی جاویں گے تو خوف نہیں ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ پھر اسی طرح دوبارہ زندہ فرمالیں گے) آگے مولانا موت کو نیند سے تشبیہ دیکر اس سے خوف کو دفع فرماتے ہیں کہ۔

ہمچناں کہ وقت خفتن ایمنے	از فوات جملہ حسہائے تنے
جس طرح تو سونے کے وقت مطمئن ہے	اپنے جسم کے تمام حواس کے فوت ہو جانے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس طرح کہ سونے کے وقت تم اپنے حواس بدن کے فوت ہو جانے سے بےخوف ہوتے ہو۔

برحواس خود نہ لرزی وقت خواب	گرچہ مے گردد پریشان وخراب
سوتے وقت تو حواس (کے ختم ہونے) پر نہیں لرزتا ہے	اگرچہ وہ متفرق اور برباد ہو جاتے ہیں

یعنی تم اپنے حواس پر سونے کے وقت کانپتے نہیں ہو اگرچہ وہ پریشان اور خراب ہو جاتے ہیں (اور ان کے پریشان ہو جانے سے تم اس لئے نہیں ڈرتے کہ پھر واپس آ جاویں گے تو بھلا پھر موت سے ہی کیوں ڈرتے ہو۔ ارے وہاں بھی تو یہی ہے کہ ان حواس کے جاتے رہنے کے بعد پھر حواس لوٹ آتے ہیں اور بلکہ وہ حواس ان سے کہیں اچھے ہوتے ہیں۔ تو بھلا پھر موت سے خوف کرنے کے کیا معنی ہیں) سبحان اللہ بس دیکھئے یہ ہیں علوم نبوت کس پاکیزگی سے موت کے خوف کی خبر نہ ہونے کو بیان فرمایا ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے ان کے بیٹے مر گئے تھے اور وہ روتے نہ تھے تو ان کے گھر والوں نے کہا کہ تم کیسے سنگدل ہو کہ تم کو رونا نہیں آتا تو وہ بولے کہ میں کیوں روؤں میں تو ان کو زندہ دیکھ رہا ہوں۔ پھر رونے کی کیا وجہ ہے۔ (اب یہ زندہ دیکھنا یا تو ذوقاً ہو یا عیاناً ہو کہ چونکہ ان کو ان کی حیات ابدی کا یقین تھا اس لئے وہ ان کو گویا کہ زندہ ہی دیکھ رہے تھے یا کشف سے ان کو زندہ دکھائی دیتے ہوں۔ غرضکہ جو کچھ بھی ہو) وہ ان کی موت سے خوش تھے ان کو غم نہ تھا تو اسی طرح موت سے غم ہرگز نہ کرنا چاہئے۔ زندگی کی اصلیت کو کسی نے خوب بیان کیا ہے کہتا ہے کہ

زیست ایک ماندگی کا وقفہ ہے یعنے آگے چلیں گے دم لے کر

تو جب اس حیات مستعار کی یہ حالت ہے تو اس میں دل لگانا سخت نادانی ہے کسی نے خوب کہا ہے کہ

بیٹھی ہے موت تاک لگائے کمین میں لے جائے گی گھسیٹ کے آخر زمین میں
جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

اشعار ہی میں مضمون بڑھ گیا مگر اب میں صرف ایک قطعہ اور لکھ کر آگے حکایت کو لکھتا ہوں کسی نے کہا ہے

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر آتا ہے دنیا میں یہ کہتی ہے قضا میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

بس اب خوب سمجھ لو کہ یہ دنیا جائے قیام نہیں ہے یہاں سے جا کر وہاں حیات ابدی میسر ہونے والی ہے۔ پھر اس جسم ظاہری کے مر جانے سے اور اس کے گزند پہنچنے سے کیا خوف ہو۔ اے اللہ ہر مسلمان اور خاص کر اس بندۂ ناکارہ کو ہمت اور توفیق عطا فرما اب ناظرین حکایت سنیں فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ کسی کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ بھلا ذرا سی دیر میں ساحران فرعون واصل الی اللہ کیسے ہو گئے یا

www.besturdubooks.wordpress.com

تفرق کے بعد جسم کیونکر مل سکتا ہے اس کے جواب کے لئے اولاً کچھ تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ کہ جب بچہ شکم کو حق سبحانہ جان عطا فرماتے ہیں تو اس کے اندر خواہش جذب غذا اور قوت جاذبہ غذا پیدا کرتے ہیں جس سے کہ اجزاء منفصلہ جزو جسم ہو جاتے ہیں اور وہ جنین اس کے ذریعہ سے اجزاء جسم مادر کو کھینچتا اور اپنے جسم کو تیار کرتا ہے اور اس وقت سے لے کر چالیس برس کی عمر تک یہ قوت اس کے اندر اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود رہتی ہے اور وہ جذب غذا کر کے بڑھتا رہتا ہے اور یہ سب کچھ حق سبحانہ ہی کا کیا ہوا ہے۔ یہ تو جسم کی حالت ہے اب روح کی حالت سنو۔

حق سبحانہ نے روح کو اپنی غذا کے اجزاء کو جذب کرنا سکھلایا ہے اور بہ تعلیم حق سبحانہ وہ بھی اپنی غذا کو جذب کرتی ہے جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ جب حق سبحانہ دوسروں کو قوت جذب عطا کرتے ہیں تو وہ اجزاء کو اپنی طرف کھینچنا یا ان کو ایک دوسرے کی طرف بلا ضرورت تغذی کھینچنا کیوں نہ جانیں گے۔ بلکہ جب بواسطہ قوت جاذبہ تغذی کے واسطہ ذرات کو جمع کرنے والا وہی آفتاب حقیقی ہے تو وہ بدوں توسط قوت جاذبہ اور بلا ضرورت تغذی بھی تمہارے اجزاء کو اپنی طرف یا ان کو آپس میں ایک دوسرے کی طرف لے جانا اور ان کا ملا دینا ضرور جانتے ہیں۔ اب نہ انجذاب ساحران الی الحق مستبعد رہا نہ تفرق اتصال جسم کے بعد اس کا اتصال۔ نہ حشر اجساد آگے حشر اجساد یا مطلق اتصال تفرق جسم کے امکان وقوع پر مزید تنبیہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ دیکھو جب تم خواب سے بیدار ہوتے ہو تو تمہارے ہوش و حواس جو جا چکے تھے حق سبحانہ ان کو فوراً واپس بلا لیتے ہیں۔ اور تم ہوش میں آ جاتے ہو یہ اس لئے ہے تاکہ تم جان لو کہ وہ ان سے غائب نہ ہوئے تھے بلکہ اس طرح اس کے قبضہ میں تھے کہ جب وہ ان کو واپسی کا حکم دے تو وہ فوراً لوٹ آئیں گے ایک اور تنبیہ فرماتے ہیں اور حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عزیر علیہ السلام کو خطاب فرمایا کہ اے عزیر تم اپنے گدھے کو دیکھو جو تمہارے نزدیک بوسیدہ اور ریزہ ریزہ پڑا ہے ہم تمہارے سامنے ہی اس کے تمام اجزاء سر دم دونوں کان پاؤں وغیرہ کو جمع کرتے ہیں۔ واقعی عجیب قدرت ہے کہ دست متعارف نہیں اور اس پر بھی اجزاء کو ترکیب دیتے اور ٹکڑوں کو ایک جا کر دیتے ہیں۔ دیکھو اگر کوئی پیوند لگانے والا پرانے اور پھٹے کپڑہ کو بلا سوئی کے سی دے تو کس قدر عجیب کاریگری ہے۔ پس یہی شان حق سبحانہ کی ہے کہ نہ تاگا ہے نہ سوئی اور جب سیتے ہیں تو ایسا سیتے ہیں کہ جوڑ نہیں معلوم ہوتا یعنی بلا آلات کے ترکیب دیتے ہیں اور ترکیب ایسی عجیب ہوتی ہے کہ جوڑ نہیں معلوم ہوتا۔ اس کے بعد مولانا مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے حضرت عزیر علیہ السلام سے فرمایا کہ ہم تیرے گدھے کو زندہ کرتے ہیں تو آنکھ کھول اور حشر کو دنیا ہی میں دیکھ لے یہ ہم اس لئے کرتے ہیں تاکہ تم کو قیامت کے بارہ میں کچھ بھی شک وشبہ نہ رہے اور تاکہ میری جامعیت کا تم کو پورے طور پر مشاہدہ ہو جاوے اور موت کے وقت تم کو اپنے جسم کو فنا ہونے کا ذرا بھی غم نہ ہو۔ اور تمہاری حالت ایسی ہو جاوے جیسا کہ سونے کے وقت تم کو اطمینان ہوتا ہے اور حواس حسیہ کے فوت ہونے کا کچھ بھی کھٹکا نہیں ہوتا۔ اور اگرچہ سوتے وقت وہ سب پریشان اور خراب ہو جاتے ہیں مگر تم ان کی اس حالت سے ذرا بھی نہیں تھراتے دیکھو ان واقعات سے بھی تفرق کا اتصال سے بدل جانا اور حشر اجساد کا واقع ہونا ہر دو غیر مستبعد ثابت ہو گئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

ایک شیخ بزرگوار کا اپنے بیٹوں کی موت پر جزع وفزوع نہ کرنا

بود شیخے رہنمائے پیش ازین	آسمانی شمع بر روئے زمین
اب سے پہلے ایک رہنما شیخ تھے	جو روئے زمین پر آسمانی شمع تھے

یعنی ایک شیخ رہنما پہلے زمانہ میں تھے اور وہ روئے زمین پر ایک آسمانی شمع (ہدایت) تھے۔

چوں پیغمبرؐ درمیان امتان	در کشائے روضہ دار الجنان
امتوں میں پیغمبر کی طرح	جنت کے باغ کا در کھولنے والے

یعنی پیغمبر کی طرح کہ وہ امتوں کے درمیان میں ہو اور جنت کے باغ کا دروازہ کھولنے والے۔ مطلب یہ کہ وہ اپنے لوگوں میں ایسے رہنما تھے جیسے کہ پیغمبر امت میں ہوا کرتا ہے۔

گفت پیغمبرؐ کہ شیخ رفتہ پیش	چوں نبی باشد میان قوم خویش
آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ پیشرو شیخ	اپنی قوم میں نبی کی طرح ہوتا ہے

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ شیخ آگے چلنے والا اپنی قوم میں مثل نبی کے ہوا کرتا ہے۔ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے جس کے الفاظ مشہور تو یہ ہیں کہ الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ اور جامع صغیر نے اس حدیث کے الفاظ دو طرح نقل کیے ہیں اور حدیث کو ضعیف کہا ہے ایک تو اس طرح کہ الشیخ فی بیتہ کالنبی فی امتہ اور ایک اس طرح کہ الشیخ فی اھلہ کالنبی فی امتہ اول تو یہ حدیث سن کر اس کو غلط اور موضوع ہی سمجھا کرتے تھے مگر چونکہ جامع صغیر نے نقل کیا ہے اگرچہ ضعیف ہی کہا ہے مگر خیر اب انکار نہیں ہو سکتا۔ تو مطلب یہ ہوگا کہ چونکہ بوڑھا آدمی اپنے اہل وعیال میں مربی ہوتا ہے لہٰذا ایسا ہوتا ہے جیسے کہ نبی اپنی امت میں ہوتا ہے خیر غرض کہ ایک بزرگ بوڑھے پہلے زمانہ میں تھے۔

یک صباحے گفتش اہل بیت او	سخت دل چونی بگوائے نیک خو
ان سے ان کی گھر والی نے ایک صبح کو کہا	اے نیک عادت! بتایئے آپ سخت دل کیوں ہیں؟

یعنی ایک روز ان کے گھر والوں نے ان سے کہا کہ اے نیک خصلت تم کیسے سخت دل ہو

ماز ہجر و مرگ فرزندان تو	نوحہ می آریم با پشت دو تو
آپ کی اولاد کی موت اور جدائی کی وجہ سے ہم	باوجود دہری کمر ہو جانے کے روتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم تو تمہارے لڑکوں کے ہجر اور موت سے نوحہ کرتے ہیں کہ دوہرے ہو جاتے ہیں۔

تو نمی گرئی نے زاری چرا	یا کہ رحمت نیستت در دل کیا
آپ کیوں گریہ و زاری نہیں کرتے؟	اے بزرگ! کیا (آپ کے) دل میں شفقت (کا مادہ) نہیں ہے؟

یعنی تم نہ روتے ہو اور نہ زاری کرتے ہو تو کیا اے دانا تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے۔

چوں ترا رحمے نباشد در دروں	پس چہ امیدست مان از تو کنوں
جب آپ کے اندر رحم نہیں	تو اب ہمیں آپ سے کیا امید ہے؟

یعنی جبکہ تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے تو پھر ہم کو تم سے اب کیا امید ہے۔

مابہ امید تو ئیم اے پیشوا	کہ نہ بگزاری تو مارا در فنا
اے پیشوا! ہمیں آپ سے آس ہے	کہ آپ ہمیں ہلاکت میں نہ چھوڑیں گے

یعنی اے پیشوا ہم تو اس امید میں ہیں کہ آپ ہم کو (قیامت کے روز) مصیبت میں نہ چھوڑیں گے۔

چوں بیارایند روز حشر تخت	خود شفیع ماتوئی آں روز سخت
جب حشر کے دن تخت آراستہ کریں گے	تو اس سخت دن آپ ہمارے سفارش کرنے والے ہوں گے

یعنی جبکہ حشر کے دن تخت سنواریں گے تو (ہمیں امید ہے کہ) خود آپ ہی اس سخت دن میں ہمارے شفیع ہونگے۔

در چناں روز و شب بے زینہار	ما با کرام تو ئیم امیدوار
ایسے بے پناہ روز و شب میں	ہم آپ کے کرم کے امیدوار ہیں

یعنی ایسے بے پناہ روز و شب میں ہم تو آپ ہی کے اکرام کے امیدوار ہیں۔

دست ماؤ دامن تست آں زماں	کہ نماند ہیچ مجرم را اماں
اس وقت ہمارا ہاتھ اور آپ کا دامن ہو گا	جبکہ کسی مجرم کے لئے امان نہ رہے گی

یعنی اس وقت آپ کا دامن ہوگا اور ہمارا ہاتھ ہوگا جس وقت کہ کسی مجرم کو امن نہ رہے گا (تو جب تمہارے دل میں رحم ہی نہیں ہے تو اب کیا امید ہے کہ شفاعت کروگے) اور یہ کہا کہ۔

گفت پیغمبرؐ کہ روز رستخیز	کے گزارم مجرماں را اشک ریز
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن	میں مجرموں کو روتا کب چھوڑوں گا؟

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا ہوا کب چھوڑوں گا۔ حدیث میں صاف ہے کہ شفاعتی لاھل الکبائر من امتی اور فرمایا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

من شفیع عاصیان باشم بجان	تارہانم شان زاشکنجہ گراں
میں (دل و) جان سے گنہگاروں کا سفارشی ہوں گا	تاکہ ان کو بھاری شکنجہ سے چھڑا دوں

یعنی میں جان ودل سے عاصیوں کا شفیع ہوں گا تاکہ ان کو شکنجہ گراں سے چھڑاؤں۔

عاصیان و اہل کبائر را بجہد	وارہانم از عتاب نقض عہد
گنہگاروں اور کبیرہ (گناہ) والوں کو کوشش سے	عہد کے توڑنے کے طعنہ سے نجات دلاؤں گا

یعنی عاصیوں اور اہل کبائر کو کوشش کر کے میں نقض عہد کے عتاب سے چھڑاؤں گا

صالحان امت من فارغ اند	از شفاعتہائے من روز گزند
میری امت کے نیک خود فارغ ہیں	مصیبت کے دن میری سفارشوں سے

یعنی میری امت کے صالحین تو قیامت کے روز میری شفاعت سے فارغ ہوں گے۔

بلکہ ایشان را شفاعتہا بود	گفت شان چوں حکم نافذ میرود
بلکہ (خود) ان کی سفارشیں ہوں گی	ان کی بات چالو حکم کی طرح چلے گی

یعنی بلکہ خود ان کی ہی شفاعت ہوگی اور ان کی عرض حکم نافذ کی طرح چلے گی۔ صالحین کے لئے شفاعت نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ایسی شفاعت جو منجی من النار ہوان کے لئے نہ ہوگی باقی اہل حق کہتے ہیں کہ شفاعت ان کے لئے بھی ہوگی اور اس شفاعت سے ترقی درجات ہوگی اور وہ حضرات پھر خود بھی شفاعت فرماویں گے اور ان کی شفاعت بھی منجی من النار ہوگی اور حق تعالیٰ ان کی عرض کو اس طرح مانیں گے جیسے کہ کوئی حاکم حکم کرے اور اس کا حکم نافذ ہو جاتا ہے اور ٹلتا نہیں ہے اسی طرح ان حضرات کی شفاعت رائیگاں نہیں ہوگی بلکہ حق تعالیٰ ضرور قبول فرماویں گے آگے مولانا آیت لاتزر وازرۃ وزر اخریٰ میں علاوہ تفسیر مشہور کے ایک اور نکتہ بیان فرماتے ہیں تفسیر مشہور تو یہ ہے کہ قیامت میں ایسا نہ ہوگا کہ گناہ تو کرے زید اور اس کی سزا عمرو بھگتے بلکہ اپنے اپنے اعمال کی سزائیں اور جزائیں سب کو الگ ملیں گی۔ مولانا فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں جو یہ آیت ہے اس سے نکلتا ہے کوئی وازر کسی دوسرے کا وزر نہ اٹھاوے گا اور کسی کا بوجھ کسی پر نہ پڑے گا اور بوجھ پڑنے کے معنی ذمہ داری کے بھی آتے ہیں بولتے ہیں کہ اس نے اس کا سارا بوجھ اٹھا رکھا ہے یعنی اس کی ساری ذمہ داری کر رکھی ہے تو اس سے یہ بھی نکلا کہ ایک شخص دوسرے کا ذمہ دار بھی نہ ہوگا اور حالانکہ حضور ذمہ دار ہوں گے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ذمہ دار تو ہوں گے اور سب کا بوجھ اپنے اوپر لے لیں گے مگر اس بوجھ کے لینے سے خود حضورؐ پر کوئی بات ہو یہ نہ ہوگا۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی قسم کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اس لئے کہ آیت میں تو یہ ہے کہ کوئی وازر دوسرے کا بوجھ نہ اٹھاوے گا اور حضور خود وازر ہیں نہیں ایسا بوجھ کہ جس کا اثر خود حضور صلی اللہ علیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وسلم پر کوئی ہو نہ اٹھاویں گے یعنی ایسا نہ ہوگا کہ جیسے عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ سب کی طرف سے کفارہ ہو گئے ان کا مطلب تو یہ ہے کہ سب کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام معذب ہوئے نعوذ باللہ اور بقول ان کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کو مقبول بنانے کو خود مردود بنے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقبولیت اس درجہ ہے کہ خود مقبول رہے اور اوروں کو بھی مقبول بنالیا خوب سمجھ لو۔ تو نہ ہم عیسیٰ علیہ السلام کے اس طرح وازر ہونے کے قائل اور نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ بلکہ معنی یہ ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کی ذمہ داری فرمادیں گے اس طرح کہ آپ پر ان کے اوزار کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ اب اس مضمون کو مولانا بیان فرماتے ہیں بزبان حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یعنی گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فرمار ہے ہیں کہ۔

ہیچ وازر وزر غیرے برنداشت	من نیم وازر خدایم برفراشت
کسی بوجھ اٹھانے والے نے غیر کا بوجھ نہیں اٹھایا ہے	میں بوجھ اٹھانے والا نہیں ہوں خدا نے مجھے بلند کر دیا ہے

یعنی کسی وازر نے دوسرے کا وزر نہیں اٹھایا ہے اور میں وازر ہی نہیں ہوں خدا نے مجھے بلند فرمایا ہے مطلب یہ کہ میں وازر ہی نہیں تو میں اس طرح کہ اس وزر کا اثر کچھ مجھ پر رہے میں کسی کا وزر نہ اٹھاؤں گا اس لئے کہ آیت میں یہ ہے کہ وازر کوئی کسی کا وزر نہ اٹھاوے گا ہاں جو ذمہ داری ہوگی وہ اس عموم میں داخل ہی نہیں ہے یہ ایک نکتہ ہے باقی اصل تفسیر وہی ہے جو مشہور ہے اس لئے اس کی توضیح اپنے نزدیک اچھی طرح کردی گئی ہے تاکہ کوئی اس کو تفسیر نہ خیال کرے اور خلط مبحث نہ ہو جاوے فافہم۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ بے وزرست شیخ ست اے جوان	در قبول حق چو اندر کف کمان
اے جوان! جو بغیر بوجھ کے ہے وہ شیخ ہے	(وہ) اللہ کا مقبول ہونے میں ایسا ہے جیسے کہ ہاتھ میں کمان

یعنی جو کہ بے وزر (گناہ) ہے اے جوان وہی شیخ ہے اور قبول حق میں وہ مثل کمان کے ہے ہاتھ میں۔ مطلب یہ کہ جس طرح ہاتھ میں کمان ہوتی ہے اسی طرح وہ شیخ بے وزر قبول حق میں ہے کہ جس طرح وہ چاہے اس کو رکھے اس کو کچھ عذر نہیں ہے آگے شیخ کی تعیین فرماتے ہیں کہ۔

شیخ کہ بود پیر یعنی موسپید	معنے این موبدان اے ناامید
شیخ کون ہوتا ہے بوڑھا یعنی سفید بالوں والا	اے ناامید! اس بال کے معنی سمجھ لے

یعنی شیخ کون ہے بڈھا یعنی سفید بال والا (لیکن ذرا) اس بال کے معنی سمجھ لواے بامراد۔

ہست آن موئے سیہ ہستی او	تاز ہستیش نماند تار مو
وہ کالا بال اس کی ہستی ہے	تاکہ اس کی ہستی کا ایک بال کا تار نہ رہے

یعنی موئے سیاہ سے مراد اس کی ہستی ہے یہاں تک کہ اس کی ہستی سے ایک تار مو نہ رہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ ہستیش نماند پیر اوست	گر سیہ مو باشد او یا خود دو موست
جب اس کی ہستی نہ رہی وہ بوڑھا ہے	خواہ وہ سیاہ بالوں والا ہو یا کھچڑی بالوں والا

یعنی جب اس کی ہستی نہ رہی تو وہ پیر ہو گیا اگر چہ وہ سیہ مو ہو یا اس کے دو ہی بال ہوں مطلب یہ ہے کہ ہماری مراد بالوں سے ہستی ہے اور سیاہ بالوں سے مراد ہستی تاریک اور سفید بال سے مراد ہستی نورانی ہے تو اب ہم جو کہتے ہیں کہ شیخ سفید بال والا ہوتا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ شیخ وہ ہوتا ہے جس کی ہستی نورانی ہو چکی ہو اور وہ درجہ فنا کا حاصل کر کے درجہ بقا باللہ حاصل کر چکا ہو۔ اگر چہ وہ ابھی بچہ ہی ہو۔ شیخ شیرازی بھی اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ۔

بزرگی بعقل ست نہ بہ سال

آگے مولانا بھی اس مضمون کو بہت صاف کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہست آن موئے سیہ وصف بشر	نیست آن موموئے ریش موئے سر
کالا بال بشری صفات میں	وہ داڑھی کا بال اور سر کا بال نہیں ہے

یعنی سیاہ بال وصف بشری ہے اور وہ ڈاڑھی یا سر کے بال (مراد) نہیں ہیں آگے ایک نظیر پیش فرماتے ہیں کہ دیکھو بچپن میں ہی وہ شیخ تھے فرماتے ہیں کہ۔

عیسے اندر مہد بردار و نفیر	کہ جوان ناگشتہ ماشیخیم و پیر
(حضرت) عیسیٰ گہوارے میں اعلان کرتے ہیں	کہ ہم جوان ہوئے بغیر شیخ اور پیر ہیں

یعنی عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں آواز بلند فرماتے ہیں کہ ہم بے جوان ہوئے۔ شیخ اور پیر ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے قال انی عبداللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً اینما کنت واوصانی بالصلوۃ والزکوۃ مادمت حیاً تو دیکھو ابھی گہوارہ میں پڑے ہیں اور نبوت کا دعویٰ ہے تو اگر اس سفیدی سے مراد بالوں کی سفیدی ہوتی تو یہاں کیا معنے ہوتے بس معلوم ہوا کہ بالوں کی سفیدی سے مراد ہستی کا نورانی ہو جاتا ہے اس میں لوگوں نے اختلاف کیا ہے کہ آیا عیسےٰ علیہ السلام بچپن میں نبی تھے یا نہ تھے بعض لوگ اس آیت میں تاویل کرتے ہیں مگر کیا ضرورت ہے کہ تاویل کیجائے اس لئے کہ بچپن میں نبی ہونے کی صورت میں یہی اعتراض ہے کہ عقل کامل نہ تھی اور نبوت کیسے مل گئی اس لئے کہ نبی کی عقل تو کامل ہوتی ہے جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے اس عمر میں ان کی عقل کو کمال عطا فرمادیا ہو جیسا کہ یحییٰ علیہ السلام کو بچپن میں نبوت مل گئی تھی خود قرآن شریف میں موجود ہے ارشاد ہے واٰتیناہ الحکم صبیا تو جس طرح ان کو بچپن میں مل گئی ان کو اگر رضاعت کے زمانہ میں مل گئی ہو تو کیا عجب ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں یکے موئے سیاہ کان وصف ماست	نیست بروے شیخ و مقبول خداست
جبکہ ایک کالا بال جو ہماری صفت ہے	اس میں نہیں ہے (وہ) شیخ اور خدا کا مقبول ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ ایک موئے سیاہ جو کہ ہمارے وصف میں سے ہے اس میں نہیں ہے تو وہ مقبول خدا ہے مطلب یہ کہ اگر اوصاف بشری جو کہ مشابہ موئے سیاہ کے ہیں کسی میں نہ ہوں بس وہی مقبول حق ہے چاہے اس کے بدن کے سارے بال سیاہ ہی ہوں۔

چوں بود مویش سپیدار با خودست	او نہ پیرست و نہ خاص ایزدست
جب اس کے سفید بال ہوں اگر اس میں خودی ہے	وہ نہ پیر ہے اور نہ اللہ (تعالیٰ) کا مقبول ہے

یعنی اگر اس کے بال (بدن کے) سفید ہوں تو اگر باخود ہے تو وہ نہ پیر ہے اور نہ خاص خدا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کے اندر اوصاف بشری اور شہوات موجود ہیں تو وہ اگر چہ سفید بال والا ہو اور اس کی پلکیں اور بھوئیں سب سفید ہوگئی ہوں مگر وہ باخدا نہیں ہے بلکہ باخودی ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

گر رہید از بعض اوصاف بشر	شیخ نبود کہل باشد اے پسر
اگر وہ بعض بشری اوصاف سے بچا ہے	اے صاحبزادے! وہ شیخ نہ ہو گا ادھیڑ ہو گا

یعنی اگر بعض اوصاف بشری سے تو چھوٹ گیا (اور بعض اس میں موجود ہیں) تو صاحبزادے وہ شیخ نہیں ہے بلکہ وہ ادھیڑ ہے یعنی وہ اس کے مثل ہے کہ جس کے کچھ بال سفید ہوں اور کچھ سیاہ ہوں۔

ور سرے موئی وصفش باقی است	نیست از عرش و سما آفاقی است
اگر اس کا بال برابر وصف باقی ہے	وہ آسمانی اور عرشی نہیں ہے دنیا دار ہے

یعنی اور اگر سر مو اس کے وصف میں سے باقی ہے تو وہ عرش خدا سے نہیں ہے بلکہ آفاقی ہی ہے مطلب یہ کہ اگر اس کو پوری طرح درجہ فنا حاصل نہیں ہے تو وہ مقرب حق اور خاص حق نہیں ہے بلکہ ابھی وہ ناسوت ہی میں پھنسا ہوا ہے۔ تو بس اس ساری تقریر سے معلوم ہوا کہ تمام صلحاء اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ آگے پھر ان گھر والوں کا قول ان بزرگ سے نقل فرماتے ہیں کہ۔

ماہمہ امیدواران تو ایم	ریزہ چین رحم و احسان تو ایم
ہم سب آپ کے امیدوار ہیں	آپ کے رحم اور احسان کے ریزہ چین ہیں

یعنی ہم سارے کے سارے آپ کے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چین ہیں یعنی آپ نیک ہیں صالح ہیں تو ہم سب کو امید ہے کہ آپ ہماری شفاعت کریں گے۔

لیک با این جملہ چوں بے شفقتے	بہر فرزندان چرا بے رقتی
لیکن اس سب کے باوجود آپ بے شفقت کیوں ہیں؟	اولاد کے بارے میں رقت کیوں ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لیکن باوجود ان سب باتوں کے آپ بے شفقت کیوں ہیں اور اپنے صاحبزادوں کے لئے بے رقت کیوں ہیں مطلب یہ کہ آخر آپ کو رونا کیوں نہیں آتا۔ حالانکہ آپ ایسے بزرگ ہیں نیک ہیں صالح ہیں۔

یا مگر خود دل نمی سوزد ترا	باز گو اے شیخ ماجرا
یا شاید آپ کا دل نہیں جلتا ہے	اے شیخ! ہمیں قصہ بتایئے

یعنی یا کہ شاید آپ کے دل میں سوزش ہی نہیں ہوتی اے شیخ ہم سے کچھ بات تو بیان کرو۔ مطلب یہ کہ آیا آپ کے قلب میں شفقت ورحم ہی نہیں ہے یا یہ کہ آپ کے دل میں سوزش ہی نہیں ہوتی۔ آخر کچھ کہو تو آگے وہ شیخ جواب دیتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر فنائے دنیوی پر غم نہ ہونے کا بیان کیا تھا اب اس کے متعلق ایک حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے قبل ایک صاحب ارشاد بزرگ تھے جن کو یوں کہنا چاہئے کہ وہ زمین پر خدا کے شمع اور تاریکی ضلالت کو مٹانے والے اور گمراہوں کو راہ دکھلانے والے تھے۔ اور در بارہ نفس ہدایت ایسے تھے جیسے امت کے درمیان نبی کہ وہ لوگوں کو ہدایت کر کے ان کے لئے جنت کا دروازہ کھولتے تھے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے) کہ شیخ متقدم (فی السن یا فی الفضل) ایسا ہوتا ہے جیسے کہ اپنی قوم میں نبی اس لئے ہمارا ان کو نبی سے تشبیہ دینا کچھ بعید نہیں ایک مرتبہ ان کے گھر کے لوگوں نے ان سے عرض کیا کہ آپ فرمائیں تو سہی کہ آپ اس قدر سخت دل کیوں ہیں۔ آپکے بچوں کی جدائی اور ان کے انتقال کے سبب ہماری تو کمر ٹیڑھی ہوگئی ہے اور ہم روتے ہیں آپ تو فرمایئے کہ آپ کیوں نہیں روتے یا کہ آپ کے دل میں رحم ہی نہیں۔ جب آپ کے دل میں رحم ہی نہیں تو اب ہم کو آپ سے کیا امید ہے۔ ہم کو تو آپ سے بڑی توقع ہے کہ آپ ہم کو تکلیف میں نہ چھوڑیں گے اور جبکہ حشر کے لئے عرش آراستہ کیا جاوے گا تو آپ اس روز ہمارے شفیع ہوں گے ایسے بے پناہ دن اور سیاہی آفتاب کے سبب رات میں ہم کو آپ کے اکرام کی بڑی امید ہے اس وقت جبکہ کسی مجرم کو امان نہ ہوگی اس وقت ہمارا ہاتھ ہوگا اور آپ کا دامن۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن میں مجرموں کو روتا نہیں چھوڑ سکتا میں جان ودل سے عاصیوں کی سفارش کروں گا تاکہ ان کو بھاری شکنجہ سے رہائی دلاؤں گناہگاروں اور اہل کبائر کو میں کوشش کے ساتھ پیمان شکنی کے عتاب سے چھڑاؤں گا میری امت کے نیک لوگ تو اس تکلیف کے دن میں میری (نجات کے لئے اور عذاب سے چھڑانے کے واسطے) سفارشوں کی طرف سے خود ہی بے فکر ہیں بلکہ وہ خود دوسروں کی سفارش کریں گے اور ان کی سفارش یوں مانی جاوے گی جیسے کہ کسی کا حکم نافذ ہوتا ہے پس اگر ایسی سفارش کی ضرورت ہے تو گناہگاروں کو لہذا میں یہ مخصوص سفارش انہی لوگوں کی کروں گا اس پر کوئی شبہ نہ کرے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ لاتزر وازرۃ وزر اخری

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ اول تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی کسی کی سفارش بھی نہ کر سکے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک کے گناہ پر دوسرے کو سزا نہ ہوگی اور اگر ہو بھی تب بھی شبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ حق سبحانہ نے مجھے اس سے ارفع کیا ہے کہ میں وازر اور گناہگار ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو یوں ہی ان کے بعد جو بے گناہ اور قابل سفارش ہے وہ شیخ کامل ہے اور ان کی بات حق سبحانہ کے یہاں یوں ہی مقبول ہوتی ہے جیسے کمان کا تیر نشانہ پر لگتا ہے یا یوں کہو کہ وہ حق سبحانہ کے یوں مقبول ہیں جیسے ہاتھ میں کمان ہوتی ہے۔لیکن شیخ کے معنی سمجھنے میں غلطی نہ کرنا کیونکہ گو شیخ کے معنی ہیں بڈھا یعنی جس کے بال سفید ہوں مگر بالوں کی حقیقت سمجھ لینی چاہئے۔ سیاہ بالوں سے مراد ان کی ہستی ہے۔ پس بالوں کے سفید ہونے کے یہ معنی ہیں کہ کالا بال ایک نہ رہے یعنی ہستی کا نام و نشان باقی نہ رہے پس جبکہ ہستی بالکل نہ رہی اب وہ بڈھا ہو گیا خواہ ظاہری بال بالکل سیاہ ہوں یا کھچڑی ہوں پھر سمجھ لو کہ سیاہ بالوں سے مراد اوصاف بشریہ یعنی صفات ذمیمہ ہیں۔ ڈاڑھی اور سر کے بال نہیں ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں بآواز دہل پکار رہے تھے کہ ہم ابھی عرفی جوان بھی نہیں ہوئے بلکہ بچہ ہی ہیں اور حقیقی بڈھے ہو گئے جبکہ بڈھے کے معنی یہ قرار پائے تو اگر کسی میں بعض صفات ذمیمہ موجود ہوں اور بعض زائل ہو چکی ہوں تو وہ شیخ پیر اور بڈھا نہیں ہوا۔ بلکہ ادھیڑ اور ناقص ہے اور اگر صفات رذیلہ میں سے کوئی صفت بھی اس میں باقی نہیں تو وہ شیخ اور مقبول خدا ہے اور جبکہ بال سر اور ڈاڑھی کے سب سفید ہوں مگر ہنوز اس کی خودی اور ہستی فنا نہیں ہوئی تو نہ وہ پیر ہے اور نہ حق سبحانہ کے خواص اور مخلص عباد اللہ میں ہے اور اگر بال برابر بھی صفات ذمیمہ اس میں باقی ہیں تو وہ حق سبحانہ کا مقرب کامل نہیں۔ بلکہ فی الجملہ دنیادار ہے۔ اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر گھر کے لوگوں کی گفتگو کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گھر کے لوگوں نے کہا کہ ہم سب آپ کے امیدوار ہیں اور آپ کے خوان احسان کے ریزہ چیں ہیں۔ لیکن باایں ہمہ آپ اتنے بے شفقت کیوں ہیں اور بچوں پر آپ کو رحم کیوں نہیں آتا۔ یا آپ کے دل میں درد ہی نہیں فرمایئے تو سہی کیا قصہ ہے۔

شرح شبیری

شیخ کا لڑکوں کے مرجانے پر نہ رونے کا عذر بیان کرنا

شیخ گفت او را مپندار اے رفیق	کہ ندارم رحم و مہر و دل شفیق
شیخ نے اس سے کہا اے ساتھی! یہ نہ سمجھ	کہ مجھ میں رحم اور محبت اور شفقت کرنے والا دل نہیں ہے

یعنی شیخ نے اس (بیوی) سے کہا کہ اے رفیق تو یہ مت سمجھ کہ میں رحم اور محبت اور شفیق دل نہیں رکھتا۔

برہمہ کفار مارا رحمت است	گرچہ جان جملہ کافر نعمت است
تمام کافروں پر ہمیں رحم آتا ہے	اگرچہ سب کی جان (اللہ کی) نعمت کی کافر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم کو تو تمام کفار پر بھی رحم ہے اگر چہ تمام کفار کی جان نعمت ہے مطلب یہ کہ بھلا ہم کو اپنے لوگوں پر تو رحم کیوں نہ ہوگا۔ ہم کو تو کفار پر بھی رحم آتا ہے کہ افسوس یہ راہ حق کو دیکھتے نہیں حالانکہ وہ سارے کفران نعمت حق کرتے ہیں مگر ہم کو ان پر بھی رحم آتا ہے آگے اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ کفار تو پھر بھی انسان ہیں ان میں تو یہ اشتراک بھی ہے مگر ہماری تو یہ حالت ہے کہ۔

بر سگانم رحمت و بخشایش است	کہ چرا از سنگہا شاں مالش است
میرا کتوں پر (بھی) رحم اور ترس ہے	کہ پتھروں سے کیوں ان کی پٹائی ہوتی ہے؟

یعنی مجھے تو کتوں پر بھی رحم اور بخشائش ہے کہ ان کو کیوں پتھروں سے مالش ہے مطلب یہ کہ ان پر بھی رحم آتا ہے کہ کیوں بھونکتے ہیں جو اس کی وجہ سے ان کے پتھر لگتے ہیں۔ آگے اس معنی کی خود ہی تصریح فرماتے ہیں کہ۔

آں سگے کہ می گزد گویم دعا	کہ ازیں خو وارہانش اے خدا
وہ کتا جو کاٹتا ہے اس کے لئے دعا کرتا ہوں	کہ اے خدا اس عادت سے اسے بچا

یعنی جو کتا کہ کاٹتا ہے میں یہ دعا کرتا ہوں کہ اے خدا اس کو اس خصلت سے چھڑا دیجئے (اور یہ دعا کرتا ہوں کہ)

ایں سگاں را ہم دریں اندیشہ دار	کہ نباشند از خلائق سنگ سار
ان کتوں کو بھی ایسا خیال عطا فرما	کہ لوگوں سے سنگسار نہ بنیں

یعنی ان کتوں کو اس فکر میں رکھ کہ یہ مخلوق سے سنگسار نہ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی اس خصلت کو بدل دیجئے تا کہ یہ سنگسار نہ ہو سکیں۔

زاں فرستاد انبیا را بر زمیں	تا کند شاں رحمۃ للعلمیں
اسی لئے (اللہ تعالیٰ نے) زمین پر انبیاء بھیجے	تا کہ ان کو جہان والوں کے لئے رحمت بنائے

یعنی حق تعالیٰ نے اسی لئے انبیاً کو زمین پر بھیجا ہے تا کہ ان کو رحمۃ للعلمین بنا دے۔

خلق را خواند سوئے درگاہ خاص	حق را خواند کہ وافر کن خلاص
وہ لوگوں کو خاص دربار کی طرف بلاتے ہیں	اللہ (تعالیٰ) سے عرض کرتے ہیں کہ نجات کو عام کر دے

یعنی یہ حضرات مخلوق کو تو درگاہ خاص حق کی طرف بلاتے ہیں۔ اور حق سے دعا کرتے ہیں کہ خلاصی کو وافر کیجئے۔

جہد بنماید ازیں سو بہر پند	چوں نشد گوید خدایا در مبند
اس جانب نصیحت کے لئے کوشش کرتا ہے	جب (مفید) نہیں ہوتی تو کہتا ہے اے خدا دروازہ بند نہ کر

یعنی وہ اس طرف سے تو نصیحت میں کوشش فرماتے ہیں اور جب (وہ کارگر) نہیں ہوتی تو کہتے ہیں کہ اے خدا

www.besturdubooks.wordpress.com

دروازہ (رحمت) بند کر۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انبیاؑ کو زمین پر جہان کے لئے اپنے اپنے مرتبہ کے موافق بنا کر بھیجا اور اس صفت میں سب سے زیادہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے کہ لوگوں کو تو اللہ کی طرف بلا دیں اور اللہ میاں سے کہیں کہ اے اللہ ان کو توفیق ایمان کی نصیب فرما تو چونکہ میں (یعنی وہ شیخ) ان کا ظل ہوں اور میرے اندر بھی وہ اثر آیا ہے لہذا میں بھی تمام چیزوں پر رحم کرتا ہوں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بود مر عام را	رحمت کلی بود ہمام را
عام (انسانوں) میں جزوی رحمت ہوتی ہے	غمخوار میں کلی رحمت ہوتی ہے

یعنی رحمت ناقص تو عوام کو بھی ہوتی ہے (مگر) رحمت کامل بزرگ ہی کو ہوتی ہے۔ آگے بزرگوں کی رحمت کے کامل ہونے کا راز بیان فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوش قریں گشتہ بکل	رحمت دریاست ہادی سبل
اس کی جزوی رحمت کل سے وابستہ ہو گئی ہے	دریا کی رحمت راستوں کی ہدایت کرنے والی ہے

یعنی ان کی رحمت جزوی اس کامل کے قریں ہو گئی ہے اور رحمت دریا ہادی سبل ہے مطلب یہ کہ اول تو ان کی رحمت بھی رحمت جزوی ہی تھی مگر چونکہ وہ رحمت حق کے ساتھ جو کہ رحمت کاملہ ہے مقرون ہو گئی ہے اور اسی سے مستفیض ہو رہی ہے اس لئے وہ بھی کامل ہو گئی ہے۔ آگے مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

رحمت جزوی بکل پیوستہ شو	رحمت کل را تو ہادی بیں و رو
تو جزوی رحمت ہے کل کے ساتھ جڑ جا	کلی رحمت کو تو ہادی سمجھ اور چل پڑ

یعنی تم بھی رحمت ناقص ہو کل سے پیوستہ رہو۔ اور رحمت کل کو ہادی دیکھ کر چلے چلو۔ مطلب یہ کہ ابھی تو تم ناقص ہو اور تمہاری رحمت بھی ناقص ہے۔ تو اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہو جاؤ یا تو حق تعالیٰ کے ساتھ یا ان حضرات کے ساتھ جو کہ حق سے مستفیض ہو کر کامل ہو چکے ہیں غرضکہ تم کاملوں کے ساتھ لگے رہو گے تو ان شاء اللہ کامل ہو جاؤ گے آگے ایک غلطی رفع فرماتے ہیں کہ

تاکہ جزوست او نداند راہ بحر	ہر غدیرے را کند اشباہ بحر
جب تک جزوی (رحمت) ہے وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتی ہے	ہر تالاب کو سمندر کے مشابہ بنا دیتی ہے

یعنی جب تک کہ وہ ناقص ہے راہ بحر کو نہیں جانتا اور ہر تالاب کو بحر کے مشابہ کر دیتا ہے۔ یہاں نقص سے مراد نقص علمی ہے۔ ورنہ اگر نقص حالی مراد ہوتا تو وہ تو ہر ایک کو پیش آتا ہے کہ جب وہ اس کامل سے پیوستہ ہونا چاہے گا تو وہ یقیناً ناقص الحال ہی ہوگا۔ تو یہاں مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ناقص الحال ہو اور ناقص العلم بھی ہو وہ اس بحر تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔ کمال علمی کا ہونا ضروری ہے کہ جس سے بصیرت و معرفت ہو۔ ورنہ اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

معرفت ہی نہ ہوگی تو پیوستہ کس کے ساتھ ہوگا۔ تو جب نقص علم ہوگا تو وہ ناقص کو کامل اور بالعکس سمجھ جاوے گا اور بحر اور دریا اور یم وغیرہ سب سے حق تعالیٰ مراد ہیں اور ان تشبیہات کا صحیح ہونا کئی مرتبہ عرض کیا جا چکا ہے۔

چوں نداند راہ یم رہ کے برد	سوئے دریا خلق را چوں آورد
جب وہ سمندر کا راستہ نہیں جانتا ہے راستہ کیسے چلے	دریا کی جانب لوگوں کو کیسے لائے؟

یعنی جب وہ دریا کی راہ ہی نہیں جانتا تو خود کس طرح راہ لے جاسکتا ہے اور مخلوق کو دریا کی طرف کس طرح لا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی کو نقص علمی ہو اور اس کو معرفت حق ہی حاصل نہ ہو تو نہ وہ خود پہنچ سکتا ہے اور نہ دوسروں کو پہنچا سکتا ہے۔

متصل گردد بہ بحر آنگاہ او	رہ برد تا بحر ہمچوں سیل و جو
وہ سمندر سے اس وقت وابستہ ہو گا	(جبکہ) بہاؤ اور نہر کی طرح سمندر تک راستہ طے کرے

یعنی وہ جب بحر سے متصل ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ بحر تک سیل اور ندی کی طرح راہ لے جا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کو معرفت حق حاصل ہو جاوے گی تو اب اس کو اس کے ساتھ پیوستہ ہونا بھی آسان ہوگا اور جس طرح کہ ندی اور رود دریا میں جا کر مل جاتے ہیں اسی طرح یہ بھی حق تعالیٰ کے ساتھ پیوستہ ہو جاوے گا اور اگر ابھی معرفت بھی حاصل نہ ہوئی ہو تو اس کو فرماتے ہیں کہ۔

ور کند دعوت بہ تقلیدے بود	نز عیان و وحی و تائیدے بود
اگر وہ دعویٰ کرے تو (محض) تقلیدی ہو گا	مشاہدہ اور وحی اور تائید (خداوندی) سے نہ ہو گا

یعنی اور اگر وہ دعوت کرے تو وہ دعوت بھی تقلیدی ہوتی ہے نہ عیاناً اور وحی اور تائید کے ساتھ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ خود تو کیا راہ پاوے گا اگر اوروں کو بھی بلاتا ہے تو یہ بلانا بھی تقلیدی ہی ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ غرضکہ چاہئے کہ اس کامل کے ساتھ پیوستہ ہوں تو ہمارے اندر بھی اس کی برکت سے کمال پیدا ہو جاوے چونکہ شیخ کا جواب تو اوپر ختم ہو ہی چکا تھا۔ آگے اس عورت کا سوال نقل فرماتے ہیں کہ۔

گفت پس چوں رحم داری بر ہمہ	ہمچو چوپانی بگرد ایں رمہ
اس نے کہا جبکہ تمہیں سب پر رحم (آتا ہے)	تم اس ریوڑ کے چاروں طرف گذریہ کی طرح ہو

یعنی اس عورت نے کہا کہ بس جبکہ تم سب پر رحم رکھتے ہو اور اس جماعت کے گرد چوپان کی طرح ہو۔

چوں نداری نوحہ بر فرزند خویش	چونکہ فصاد اجل شاں زد بہ نیش
آپ اپنی اولاد پر کیوں نہیں روتے ہیں؟	جبکہ موت کے فصاد نے ان کے نشتر مارا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تم اپنے فرزند پر نوحہ کیوں نہیں کرتے۔ جبکہ فصاد اجل نے ان کے نشتر مارا ہے۔

چوں گواہ رحم اشک دید ہاست	دیدۂ تو بے نم و گریہ چراست
جبکہ رحم کے گواہ آنکھوں کے آنسو ہیں	آپ کی آنکھیں بغیر آنسو اور گریہ کے کیوں ہیں؟

یعنی جبکہ رحم کے گواہ آنکھ کے اشک ہیں۔ تو تمہاری آنکھ بے نم اور بے گریہ کیوں ہے۔

شیخ دانا زیں عتابش گرم شد	در سخن یکبارہ بے آزرم شد
عقلمند شیخ اس کے اس غصہ سے گرما گئے	بات کرنے میں یکبارگی بے قابو ہو گئے

یعنی شیخ دانا اس کے اس عتاب سے جوش میں آ گئے اور بات میں ایک دفعہ ہی بے تاب ہو گئے۔

رو بزن کرد و بگفتش اے عجوز	خود نباشد فصل دے ہمچوں تموز
بڑھیا کی طرف رخ کیا اور اس سے کہا اے بوڑھی!	موسم خزاں موسم بہار کی طرح نہیں ہوتا

یعنی عورت کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے کہا کہ اے عجوز فصل خزاں فصل بہار کے خود برابر نہیں ہوا کرتی۔ مطلب یہ کہ میں اور تم لوگ برابر نہیں ہیں۔

جملہ گر مردند و ایشاں ور حے اند	غائب و پنہاں زچشم دل کے اند
وہ سب (اولاد) خواہ مردہ ہو یا زندہ	دل کی آنکھ سے وہ غائب اور پوشیدہ کب ہیں؟

یعنی سارے کے سارے اگر مر گئے اور اگر زندہ ہیں چشم دل سے کب غائب اور پنہاں ہیں۔

من چو بینم شان معین پیش خویش	از چہ رو رو را کنم ہمچوں تو ریش
میں جب ان کو اپنے سامنے مجسم دیکھتا ہوں	تو کس وجہ سے تیری طرح چہرے کو زخمی کروں؟

یعنی میں جب ان کو مجسم اپنے سامنے دیکھتا ہوں تو پھر اپنے منہ کو تیری طرح کس لئے زخمی کروں۔

گرچہ بیرون انداز دور زمان	با من اند و گرد من بازی کنان
اگرچہ وہ زمانے کے چکر سے باہر نکل گئے ہیں	وہ کھیلتے ہوئے میرے پاس اور میرے چاروں طرف ہیں

یعنی اگرچہ اس دور زماں سے باہر ہیں مگر میرے تو ساتھ ہیں اور کھیل کر رہے ہیں۔

گریہ از ہجران بود یا از فراق	با عزیزانم وصالست و عناق
رونا تو چھوٹ جانے اور جدائی کی وجہ سے ہوتا ہے	میرا تو عزیزوں سے وصال اور معانقہ ہے

یعنی گریہ یا تو ہجر سے ہوا کرتا ہے یا فراق سے اور مجھے عزیزوں کے ساتھ وصل اور معانقہ ہے۔ ہجر تو کہتے ہیں اس کو کہ محبوب سامنے ہو اور پاس ہو اور نہ ملے اور فراق یہ کہ وہ دور ہی ہو جاوے تو مطلب یہ کہ روئے تو جب

www.besturdubooks.wordpress.com

جبکہ محبوب چھوڑ دے یا الگ ہو جاوے مگر میرے تو سامنے موجود ہیں کیوں روؤں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو کشف ہوتا تھا اور وہ ان کو کشف کے ذریعہ سے دیکھتے تھے اور فرماتے ہیں کہ۔

خلق اندر خواب مے بنیند شاں	من بہ بیداری ہمی بینم عیاں
لوگ ان کو خواب میں دیکھتے ہیں	میں ان کو بیداری میں اچھی طرح دیکھتا ہوں

یعنی خلق تو ان کو خواب میں دیکھتی ہے اور میں ان کو بیداری میں عیاناً دیکھ رہا ہوں آگے اس عیاناً دیکھنے کی ترکیب بتاتے ہیں کہ میں اس طرح دیکھتا ہوں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: شیخ نے فرمایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ مجھے محبت نہیں اور میرے دل میں شفقت نہیں۔ کیونکہ ہماری شفقت کی تو یہ حالت ہے کہ ہم کو کفار پر بھی رحمت ہے اگر چہ وہ لوگ ناشکر ہیں اور ہماری رحمت وعنایت تو کتوں پر بھی ہے اور ہم کو افسوس ہوتا ہے کہ یہ کمبخت پتھروں سے کیوں مار کھاتے ہیں چنانچہ جب کوئی کتا کسی کے کاٹتا ہے تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ تو اس کی یہ بری خصلت چھڑا دے اور کتوں کو اس خیال میں مشغول رکھ کہ وہ کسی نہ کاٹیں اور لوگوں کی اینٹیں نہ کھائیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے اولیاء اللہ کو زمین پر اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو تمام عالم کے لئے یوں رحمت بناوے کہ وہ مخلوق کو حق سبحانہ کی طرف دعوت دیں اور حق سبحانہ سے دعا کریں کہ اے اللہ ان کو ذمائم سے پوری رہائی عطا فرما۔ اور وہ اس طرف نصیحت کے لئے پوری کوشش کریں۔ جب ادھر نصیحت کارگر نہ ہو تو کہیں کہ اے اللہ تو رحمت کا دروازہ مت بند کر اور تو اپنی رحمت سے ان کو اس بلا سے نجات دے اور اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ ہادی حقیقی تو رحمت کاملہ وتامہ حق سبحانہ ہے مگر اہل اللہ کی رحمت ناقصہ اس کے ساتھ تعلق پیدا کر کے اس میں فنا ہوگئی ہے اس لئے اس پر وہی آثار مرتب ہوتے ہیں جو رحمت حق سبحانہ پر ہوتے ہیں اور رحمت حق سبحانہ عام ہے اس لئے اہل اللہ کی شفقت بھی عام ہے اور جب تک کہ رحمت ناقص رہتی ہے اس وقت تک اسے اس بحر رحمت کا راستہ ہی نہیں معلوم ہوتا۔ جو تالاب اور رحمت ناقصہ کو اپنے میں جذب کر کے مشابہ سمندر بن سکتی ہے اور جبکہ وہ اس دریا کا راستہ ہی نہیں جانتی تو خود اس تک پہنچ کیسے سکتی ہے اور مخلوق کو اس سمندر تک پہنچا کیسے سکتی ہے۔ ہاں اگر اس کو سمندر کے ساتھ اتصال ہو جاوے اس وقت وہ سمندر میں ندی نالوں کی طرح مل کر اس میں جذب ہو سکتی ہے اور اگر یہ بات نہیں حاصل ہوئی اور اس پر بھی آدمی لمبے چوڑے دعوے کرے تو وہ دعاوی تقلیدی اور سنے سنائے ہیں۔ مشاہدہ اور الہام اور تائید حق سبحانہ کے سبب نہیں ہیں۔ خیر یہ گفتگوئے استطرادی تو ختم ہوئی۔ اب سنو کہ ان کے گھر کے لوگوں نے کہا کہ جب آپ سب پر رحم کرتے ہیں اور سب کی آپ یوں ہی حفاظت کرتے ہیں جس طرح کہ چرواہا بکریوں کی تو پھر یہ کیا بات ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کو اپنے بچوں پر رونا نہیں آتا جبکہ فصاد اجل نے ان کے نشتر مار کر ان کو ہلاک کر دیا نیز جبکہ رحم دل کے گواہ آنکھوں کے آنسو ہیں تو پھر آپ کی آنکھوں میں آنسو اور تری کیوں نہیں۔ شیخ دانا کو اس ملامت سے جوش آ گیا اور عورت کی طرف متوجہ ہو کر تیز لہجہ میں یوں خطاب فرمایا کہ بڑی بی بات یہ ہے کہ بہار و خزاں جاڑا اور گرمی یکساں نہیں ہوتے۔ اسی طرح عوام و خواص بھی یکساں نہیں۔ میرے سب بچے خواہ مردہ ہوں یا زندہ میرے چشم قلب کے سامنے ہیں اور مخفی و غائب نہیں جب میں ان کو اپنے سامنے مشخص دیکھ رہا ہوں تو میں آپ کی طرح اپنا منہ کیوں نوچوں۔ گو وہ زمانہ سے باہر ہیں مگر میرے پاس ہیں اور میرے گرد کھیلتے ہیں آپ کریں کہ رونے کا سبب یا محبوب کا محب کو چھوڑ دینا ہوتا ہے یا اس کا دور ہونا۔ اور مجھے اپنے پیاروں سے اتصال اور قرب ہے تو پھر میں کیوں روؤں لوگ تو ان کو خواب میں دیکھتے ہیں اور میں بیداری میں دیکھ رہا ہوں۔ آگے اس کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

شرح شبّیری

زین جہاں خود را دمے پنہاں کنم	برگ حس را از درخت افشاں کنم
میں کبھی اپنے آپ کو اس دنیا سے غائب کر دیتا ہوں	حواس کے پتوں کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں

یعنی اس جہان سے اپنے کو ایک دم کے لئے پنہاں کر لیتا ہوں اور برگ حس کو درخت سے جھاڑ دیتا ہوں مطلب یہ کہ اپنے حواس کو معطل کر کے غیبت حاصل کر لیتا ہوں تو جہاں ان حواس کو معطل کیا وہ عالم مکشوف ہو جاتا ہے اور ان کو دیکھ لیتا ہوں آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یعنی میں عالم شہادت سے عالم غیب کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور درخت روح سے حواس ظاہرہ کے پتوں کو جھاڑ دیتا ہوں یعنی ان حواس کو معطل کر کے حواس باطنہ سے کام لیتا ہوں پس عالم غیب مجھ پر منکشف ہوتا ہے اور میں اپنے بچوں کو دیکھ لیتا ہوں اس کے بعد مولانا اس بیان کو موجہ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ

شرح شبّیری

حس اسیر عقل باشد اے فلاں	عقل اسیر روح باشد ہم بدان
اے فلاں! حواس عقل کے پابند ہیں	سمجھ لے! عقل روح کی پابند ہے

یعنی اے شخص حس تو اسیر عقل کی ہوتی ہے اور عقل اسیر روح کی ہوتی ہے اس کو بھی جان لو مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حواس کو عقل کے تابع اور اس کے محکوم اس لئے بنایا تھا تاکہ وہ ان حواس کو قید اور مغلوب رکھے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل کو روح کا تابع اور محکوم اس لئے بنایا تھا کہ وہ اس کو رہا کر کے اور مطلق چھوڑ کر اس سے کام لے اس لئے کہ اسیر تو اپنے قبضہ میں ہوتا ہے خواہ اس کو قید رکھو یا رہا کر دو تو حواس اس قابل تھے کہ ان کو قید رکھا جاوے اور عقل اس قابل تھی کہ اس کو رہا کر کے اس سے کام لیا جاوے۔ مگر دنیا میں پھنس کر نہ تو عقل نے اپنا کام کیا کہ حواس کو قید کر کے رکھتی اور نہ روح نے اپنا کام کیا کہ عقل کو رہا کر کے اس سے کام لیتی بلکہ عقل نے تو حواس کو مطلق چھوڑ دیا۔ اور انہوں نے خوب شرارت شروع کر دی۔ اور روح نے عقل سے کام نہ لیا لہذا وہ امور غیبیہ جن کا انکشاف اس وقت ہوتا جبکہ ہر ایک اپنے اپنے کام میں لگتا۔ اب نہ ہوئی لیکن اب جبکہ حواس کو مغلوب کر دیا جیسا کہ "روبرگ حس را از درخت الخ سے معلوم ہوتا ہے تو جب حواس مغلوب ہو گئے تو اب روح نے اپنا کام کیا وہ یہ کہ۔

دست بستہ عقل را جان باز کرد	کارہائے بستہ را ہم ساز کرد
روح نے جکڑی ہوئی عقل کو آزاد کر دیا	الجھے ہوئے کاموں کو سلجھا دیا

یعنی روح نے عقل کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول دیا اور کارہائے بستہ کا بھی سامان کر دیا مطلب یہ کہ عقل کے ہاتھ جو ہوا و ہوس میں بندھے ہوئے تھے جب روح نے اپنا کام کیا تو ان کو کھول دیا اور عقل کو رہا کر دیا۔ اور جو امور کہ پہلے غائب تھے اب ان کو ظاہر کر دیا۔

حسہا و اندیشہ بر آب صفا	ہمچو خس بگرفتہ روئے آب را
حواس اور افکار نے صاف پانی پر	تنکوں کی طرح پانی کی سطح کو گھیر لیا ہے

یعنی حواس اور اندیشوں نے آب صفا پر خس کی طرح روئے آب کو چھپا رکھا تھا حواس سے مراد حواس ظاہری اور اندیشہ سے مراد حواس باطنہ آب صفا سے مراد عقل نیز روئے آب سے مراد بھی عقل۔ مطلب یہ کہ قبل اس کے کہ روح اپنا کام کرے حواس اور اندیشوں نے عقل کو مغلوب کر رکھا تھا اور جس طرح کہ سطح آب پر خس و خاشاک آ کر اس کو چھپا دیتے ہیں اسی طرح حواس نے عقل کو مغلوب اور اس کے کام کو پوشیدہ کر رکھا تھا اور امور غیبیہ ظاہر نہ ہوتے تھے مگر جبکہ روح نے اپنا کام کیا کہ عقل کو رہا کر کے اس سے کام لیا تو عقل نے یہ کیا کہ۔

دست عقل آن خس بیکسو مے برد	آب پیدا مے شود پیش خرد
عقل کا ہاتھ اس کوڑے کو ایک طرف ہٹا دیتا ہے	عقل کے سامنے پانی کھل جاتا ہے

یعنی عقل کا ہاتھ اس خس کو ایک طرف لے جاتا ہے اور پانی عقل کے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے۔ یہاں آب سے مراد امور غیبیہ ہیں۔ مطلب یہ ہو گیا کہ جب روح نے عقل کو رہا کیا تو اس نے اپنا کام کیا کہ حواس کو مغلوب کیا جب حواس مغلوب ہو گئے تو وہ امور غیبیہ جو اب تک اس عقل سے پوشیدہ تھے اب ظاہر ہو گئے۔

خس بس انبہ بود بر جو چوں جناب	خس چو یکسو رفت پیدا گشت آب
نہر پر بلبلوں کی طرح کوڑا بہت سا تھا	کوڑا جب ہٹا پانی کھل گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حباب کی طرح ندی پر خس بے انتہا تھے۔ تو جب خس ایک طرف ہوئے پانی ظاہر ہو گیا جو سے مراد عقل اور آب سے مراد امور غیبیہ مطلب یہ ہوا کہ روح کے کام کرنے سے پہلے عقل میں حواس کے خس و خاشاک بھرے ہوئے تھے۔ لیک جب عقل نے رہا ہو کر انحس و خاشاک کو الگ کیا تو وہ امور غیبیہ ظاہر ہو گئے اور اس عقل نے ان کا ادراک کر لیا۔

چونکہ دست عقل نکشاید خدا	خس فزاید از ہوا برآب ما
جب تک اللہ (تعالیٰ) عقل کے ہاتھ نہ کھولے	ہمارے پانی پر ہوا (وہوس) کی وجہ سے کوڑا بڑھ جاتا ہے

یعنی جبکہ دست عقل کو خدا نہ کھولے تو خس ہمارے پانی پر ہوا کی وجہ سے بڑھ جاویں خدا کے دست عقل کھولنے سے مراد روح کا کھولنا ہی ہے اس لئے کہ بے اس کے کہ خدا کا حکم ہو روح کب کام کر سکتی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ اگر روح دست عقل کو نہ کھلوتی تو ہم پر وہ امور ظاہر ہو ہی نہ سکتے تھے مگر اب عقل نے رہا ہو کر خس و خاشاک کو ایک طرف کر کے ان امور کو ہمارے سامنے ظاہر کر دیا۔

آب را ہر دم کند پوشیدہ او	آں ہوا خنداں و گریاں عقل تو
وہ ہر وقت پانی کو چھپائے رکھتا ہے	وہ ہوا (وہوس) مسکراتی ہے اور تیری عقل روتی ہے

یعنی آب کو وہ ہر دم پوشیدہ کر رہی ہے تو وہ ہوا ہنستی ہے اور تمہاری عقل رو رہی ہے۔ آب سے مراد امور غیبیہ اور ہوا سے مراد ہوا و ہوس مطلب یہ کہ وہ ہوا و ہوس کی ہوس خس و خاشاک کو لا کر ان امور غیبیہ پر جمع کر دیتی ہے اور اس کو چھپا دیتی ہے تو اس وقت وہ تو خوش ہوتی ہے کہ اس نے اپنا کام کر لیا۔ مگر عقل جب اپنا کام نہیں کر سکتی تو روتی ہے۔

چونکہ تقوے بست دو دست ہوا	حق کشاید ہر دو دست عقل را
جب پرہیزگاری نے ہوا (وہوس) کے دونوں ہاتھ باندھ دیئے	اللہ (تعالیٰ) عقل کے دو ہاتھ کھول دیتا ہے

یعنی جبکہ تقویٰ ہوا کے دونوں ہاتھ باندھ دیتا ہے تو حق تعالیٰ عقل کے ہاتھ دونوں کھول دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب تقویٰ نے آ کر ہوا و ہوس کو مغلوب کر دیا تو اب وہ عقل اپنا کام کرتی ہے تو یہ ہوتا ہے کہ۔

پس حواس چیرہ محکوم تو شد	چوں خرد سالار و مخدوم تو شد
غالب حواس تیرے محکوم بن جاتے ہیں	جب عقل تیری سردار اور مخدوم بن جاتی ہے

یعنی پھر حواس (جو کہ پہلے) غالب (تھے وہ) تمہارے محکوم ہو جاتے ہیں جبکہ عقل تمہاری پیشرو اور مخدوم ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب عقل نے اپنا کام کیا اور وہ مخدوم اور پیشرو ہوئی تو اب جو حواس کہ پہلے غالب ہو رہے تھے اب مغلوب اور محکوم ہو گئے اور عقل کے تابع ہو گئے اب عقل یہ کرتی ہے کہ۔

حس را بیخواب خواب اندر کند	تا کہ غیبہاز جاں سر برزند
وہ (عقل) حواس کو بغیر نیند کے سلا دیتی ہے	یہاں تک کہ ان دیکھی باتیں روح میں سے سر ابھارتی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حس کو بخواب کے خواب میں کر دیتی ہے یہاں تک غیوب جان سے سر نکالتے ہیں مطلب یہ کہ حواس تو اس وقت ہی معطل ہوتے ہیں جبکہ انسان سوجاوے مگر یہ عقل ان پر غالب ہو کر بے ان کے سوئے ہوئے ان کو معطل کر دیتی ہے بس جب وہ معطل ہو گئے تو اب روح پر غیوب فائض ہوتے ہیں اور وہ ان امور غیبیہ کا مشاہدہ کر لیتی ہے اور اس وقت یہ ہوتا ہے کہ۔

ہم بہ بیداری بہ بیند خوابہا	ہم زگردوں برکشاید بابہا
وہ بیداری میں بھی خواب دیکھ لیتا ہے	آسماں کے دروازے بھی کھل جاتے ہیں

یعنی بیداری ہی میں وہ بہت سے خواب دیکھتی ہے اور آسمان سے بہت سے ابواب کھول لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ بیداری ہی میں ان حواس کو معطل کر کے ان مغیبات کو دیکھ لیتی ہے اور آسمان سے ابواب کھل جاتے ہیں اور ادھر سے اس پر فیض ہونے لگتا ہے تو بس اس ترکیب سے وہ صاحبزادوں کی زیارت فرماتے تھے۔ چونکہ بیان کیا ہے کہ ان حواس ظاہری کے باطل ہونے کے بعد امور غیبیہ کا ادراک ہوتا ہے آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک شیخ اندھا تھا مگر جب قرآن شریف پڑھتا تھا تو بینا ہو جاتا تھا تو دیکھو ان حواس کے زائل ہونے کے بعد دیکھ سکتا تھا اسی طرح ان حواس کے تعطل کے بعد انسان ان امور غیبیہ کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یعنی تم شیخ کے کلام کو محض دعویٰ نہ سمجھو بلکہ یہ ایک موجہ اور مدلل بیان ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اصالۃ حس کو عقل کا محکوم اور عقل کو روح کا منقاد بنایا ہے پس جبکہ روح عقل کے بندھے ہوئے ہاتھوں کو کھول کر اس کو حواس کے مغلوب کر لینے کے قابل بنا دیتی ہے تو سب مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ حواس اور خیالات نفسانیہ نے مغیبات کو یوں ہی چھپا رکھا ہے جیسے کہ خس و خاشاک آب صفا پر پھیل کر اس کو چھپا لیتا ہے اور احتجاب مغیبات انہیں حواس و افکار کے سبب ہے جبکہ عقل غالب ہو جاتی ہے اور بندش کے اٹھ جانے کے سبب وہ حواس میں تصرف کرنے کے قابل ہو جاتی ہے تو وہ حواس و افکار کے خس و خاشاک کو ہاتھ سے ہٹا دیتی ہے یعنی ان کی طرف توجہ چھوڑ دیتی ہے اور وہ یوں معطل ہو جاتے ہیں جیسے خواب میں ان کی حالت ہوتی ہے اور آب صاف اس کو دکھلائی دینے لگتا ہے یعنی مغیبات اس کے سامنے حاضر ہو جاتے ہیں خس و خاشاک چونکہ آب جو پر بہت تھے اس لئے پیشتر پانی نظر نہ آتا تھا۔ اب ہٹ گئے تو پانی ظاہر ہو گیا۔ یعنی ہجوم و افکار و خیالات کے سبب مغیبات نہ دکھلائی دیتے تھے اب ان کے دفع ہو جانے سے پیش نظر ہو گئے اور جبکہ حق سبحانہ بتوسط روح عقل کے ہاتھ نہیں کھولتے تو اس وقت خس و خاشاک افکار و اوہام بڑھتے رہتے ہیں اور آب مغیبات کو جس کا ظہور تم کو مطلوب ہے پوشیدہ کرتے رہتے ہیں۔ پس وہ خس و خاشاک تو ہوائے نفس سے ہنستے کھیلتے ہیں اور عقل

www.besturdubooks.wordpress.com

بیٹھی قسمت کو روتی ہوتی ہے کیونکہ حواس اس پر غالب اور وہ ان کی مغلوب ہوتی ہے کیونکہ روح اس کی امداد نہیں کرتی کہ اس کو ان کمینوں کے زنغے سے چھڑائے نیز اپنی مطلوب یعنی ادراک مغیبات سے دور ہوتی ہے اس لئے روتی ہے برخلاف اس کے جب روح اس کی امداد کرتی ہے یعنی تقوے اختیار کر کے خواہشات نفسانیہ کے دست تعدی کو باندھتی ہے اس وقت حق سبحانہ اس کے توسط سے عقل کے ہر دو دست کھولتی ہیں۔ پس عقل حواس پر جو کہ اب تک غالب تھے تسلط کر کے ان کو مغلوب کرتی اور اپنا منقاد بناتی ہے اور ان کو بیداری ہی میں سلا دیتی ہے یعنی حالت خواب ہی کی طرح معطل کر دیتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ روح سے مغیبات کا ظہور ہونے لگتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ شیخ کا بیداری میں لڑکوں کو دیکھنا کچھ مستبعد نہیں بلکہ اگر اور لوگ بھی ویسا ہی کریں جیسا کہ شیخ نے کیا ہے تو ان کو بھی دکھلائے دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کوئی حکمت حصول کشف سے مانع نہ ہو۔

شرح شبّیری

ایک اندھے کا قصہ کہ وہ قرآن شریف کو دیکھ کر پڑھتے تھے اور قرآن پڑھنے کے وقت وہ اللہ کے حکم سے بینا ہو جایا کرتے تھے

دید در بغداد یک شیخ فقیر	مصحفے در خانۂ پیر ضریر
ایک فقیر شیخ نے بغداد میں	ایک نابینا پیر کے گھر میں قرآن دیکھا

یعنی ایک درویش بزرگ نے بغداد میں ایک اندھے بوڑھے کے یہاں قرآن شریف دیکھا۔

گشت ضیفش در تموز پر ز سوز	ہر دو زاہد جمع باہم چند روز
جلتی گرمی کے زمانے میں اس کا مہمان بن گیا	دونوں بزرگ چند روز کے لئے اکٹھے ہو گئے

یعنی یہ درویش اس کے مہمان تموز گرم میں ہو گئے تھے تو دونوں زاہد چند روز تک جمع رہے یعنی یہ شیخ ان اندھے یہاں گرمی کے دنوں میں مہمان ہوئے تھے تب انہوں نے ان کے یہاں قرآن شریف رکھا ہوا دیکھا۔

گفت اینجا اے عجب مصحف چراست	چونکہ نابیناست این درویش راست
اس نے (دل میں) کہا تعجب ہے یہاں قرآن کیوں ہے؟	کیونکہ درویش تو بالکل نابینا ہے

یعنی اس درویش نے کہا کہ تعجب ہے کہ یہ قرآن شریف یہاں کیوں ہے جبکہ یقیناً یہ درویش نابینا ہے (دیکھئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے قرآن شریف کو فضول کوئی نہ رکھتا تھا جب تو ان شیخ کو تعجب ہوا کہ یہ تو ہے اندھا پھر قرآن فضول کیوں رکھا ہے ورنہ اس زمانہ میں تو چاہے عمر بھر کھول کر بھی نہ دیکھے مگر گھر میں رکھے ہونے

www.besturdubooks.wordpress.com

سے کوئی تعجب نہیں ہوتا اس لئے کہ پڑھنے کی عادت ہی نہیں رہی افسوس صد افسوس)

اندریں اندیشہ تشویشش فزود	کہ جز او را نیست اینجا باش و بود
اس خیال سے اس کی تشویش بڑھ گئی	کہ اس جگہ تو اور کسی کا رہن سہن نہیں ہے

یعنی اس فکر میں ان کو تشویش بڑھ گئی کہ اس جگہ اور کسی کی تو بود و باش ہی نہیں ہے (کہ یہ کہا جاوے کہ وہ دوسرا آدمی پڑھتا ہوگا پھر کیوں رکھا ہے)

اوست تنہا مصحف آویختہ	من نیم گستاخ یا آمیختہ
وہ تنہا ہے قرآن آویزاں ہے	میں شوخ یا گھلا ملا نہیں ہوں

یعنی یہ تو تنہا ہی ہے اور مصحف لٹکا ہوا ہے اور میں بے تکلف یا ملا جلا نہیں ہوں۔

تا بہ پرسم نے خمش صبرے کنم	تا بصبرے بر مرادے بر زنم
کہ دریافت کروں یا خاموش رہ کر صبر کروں	تاکہ صبر کے ذریعہ مقصد حاصل کر لوں

یعنی تاکہ پوچھ ہی لوں اور نہ خاموش ہی رہ سکتا ہوں (اب خود فیصلہ کرتے ہیں کہ) میں صبر کرتا ہوں تاکہ صبر کی وجہ سے مراد پر پہنچ جاؤں۔

صبر کرد و بود چندے در حرج	کشف شد کالصبر مفتاح الفرج
اس نے صبر کر لیا اور کچھ دن پریشان رہا	(معاملہ) کھل گیا کیونکہ صبر کرنا کشادگی کی چابی ہے

یعنی انہوں نے صبر کیا اور چندے تنگی میں رہے تو (ان پر وہ راز جیسا کہ آگے معلوم ہوگا) کھل گیا اس لئے کہ صبر کشادگی کی کنجی ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

صبر گنجست اے برادر صبر کن	تا شفا یابی توزیں رنج کہن
اے بھائی! صبر خزانہ ہے صبر کر	تاکہ تو اس پرانے غم سے شفا حاصل کر لے

یعنی اے بھائی صبر ایک خزانہ ہے تو تم صبر کیا کرو تاکہ اس رنج کہنہ سے تم شفا پاؤ یعنی جس قدر افکار وغیرہ تم کو ہوں گے صبر سے سب حل ہو جائیں گے انشاء اللہ۔

صبر تلخ ست و بر او اشکرست	صبر سوئے کشف ہر سر رہبر ست
صبر کڑوا ہے اس کا پھل شکر ہے	صبر ہر راز کے کھلنے کا راہبر ہے

یعنی صبر ہر بھید کے کشف کی طرف رہبر ہے اور صبر خود تلخ ہے مگر اس کا پھل شیریں ہے اس صبر پر آگے حضرت لقمان علیہ السلام کی حکایت لاتے ہیں کہ انہوں نے بھی صبر کیا تھا تو ان پر بھی وہ بھید جس کے وہ طالب تھے ظاہر ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لقمان علیہ السلام کا جس وقت کہ انہوں نے دیکھا کہ داؤد علیہ السلام لوہے کی کڑیاں بنا رہے ہیں پوچھنے سے صبر کرنا اس سبب سے کہ صبر موجب راحت وفرح ہے

رفت لقماں سوئے داؤدؑ نبی	خلقہ مے کرداو پولاد ائی
(حضرت) لقمانؑ داؤد نبی کے یہاں گئے	وہ سخت فولاد کے حلقے بنا رہے تھے

یعنی لقمان علیہ السلام داؤد علیہ السلام کے پاس صفا (حاصل کرنے) کے لئے گئے تو دیکھا کہ وہ لوہے کی کڑیاں بنا رہے ہیں۔

جملہ را با یکدگر درمے فگند	ز آہن و پولاد آن شاہ بلند
سب (حلقوں) کو ایک دوسرے میں ڈال رہے تھے	لوہے اور فولاد سے وہ شاہ عالی

یعنے سب کو ایک دوسرے میں لوہے اور فولاد سے وہ شاہ بلند ڈال رہے تھے۔

صنعت زرادا و کم دیدہ بود	در تحیر مے ماند و وسواسش فزود
ان (لقمانؑ) نے زرہ بننے والے کی کاریگری نہ دیکھی تھی	وہ حیران رہ گئے اور وسوسے بڑھ گئے

یعنی زرہ بنانے والے کی صنعت کو لقمان علیہ السلام نے دیکھا نہ تھا تو وہ تعجب میں رہ گئے اور ان کا وسوسہ بڑھا۔

کایں چہ شاید بودو اپرسم ازو	کہ چہ می سازد ز حلقہ تو بتو
کہ یہ کیا بنے گا' ان سے پوچھوں	کہ وہ مسلسل حلقوں سے کیا بنا رہے ہیں؟

یعنی کہ اس کا کیا ہوگا میں ان سے پوچھوں کہ تم تو بتو حلقے کیا بنا رہے ہو۔

باز باخود گفت صبر اولےترست	صبر با مقصود زو تر رہبرست
پھر اپنے آپ سے کہا کہ صبر زیادہ مناسب ہے	صبر مقصد کا تیز رہنما ہے

یعنی پھر اپنے سے کہا کہ صبر زیادہ اولیٰ ہے اور صبر مقصود تک جلدی رہبر ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چوں نہ پرسی زود تر کشف شود	مرغ صبر از جملہ پران تر رود
اگر تو نہ پوچھے جلد تجھ پر ظاہر ہو جائے گا	صبر کا پرند' تمام پرندوں سے تیز اڑتا ہے

یعنی اگر تم نہ پوچھو گے تو تم کو جلدی ہی ظاہر ہو جاوے گا اس لئے کہ مرغ صبر سب سے زیادہ اڑنے والا ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بپرسی دیر تر حاصل شود	سہل از بے صبریت مشکل شود
اگر تو پوچھے گا دیر میں حاصل ہو گا	تیری بے صبری سے آسان (بھی) مشکل ہو جائے گا

یعنی اور اگر پوچھو تو وہ دیر میں حاصل ہوگا اور سہل تمہاری بے صبری کی وجہ سے مشکل ہو جاوے گا۔ پوچھنے یا نہ پوچھنے سے مراد صبر کرنا یا نہ صبر کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر صبر کرو گے تو وہ بات جلدی معلوم ہوگی اور بے صبری سے معلوم ہوتی ہوئی بھی مشکل ہو جاوے گی۔

چونکہ لقمان تن بزد اندر زمان	شد تمام از صنعت داؤد آن
چونکہ لقمان اس وقت خاموش ہو گئے	وہ (کام حضرت) داؤد کی کاریگری سے مکمل ہو گیا

یعنی جبکہ لقمان اس وقت چپ ہو رہے تو وہ (زرہ) داؤد علیہ السلام کے بنانے سے پوری ہو گئی۔

پس زرہ سازید و در پوشید او	پیش لقمان حکیم نیک خو
تب انہوں نے زرہ بنا لی اور اس کو پہنا	صابر و دانا لقمانؒ کے سامنے

یعنی پھر داؤد علیہ السلام نے زرہ بنا کر اس کو لقمان حکیم نیک خو کے سامنے پہنا۔

گفت این نیکو لباس ست اے فتے	در مصاف و جنگ دفع زخم را
فرمایا اے جوان! یہ اچھا لباس ہے	لڑائی کے میدان میں زخم کی روک کیلئے

یعنی داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فتے یہ مصاف اور جنگ میں زخم کے دفع کرنے کے لئے اچھا لباس ہے۔

گفت لقمان صبر نیکو ہمدمے است	کو پناہ و دافع ہر جا غمے است
لقمانؒ نے فرمایا کہ صبر اچھا ساتھی ہے	کیونکہ وہ ہر مقام پر غم کی پناہ اور دافع ہے

یعنی لقمانؒ نے فرمایا کہ صبر ایک اچھا ہمدم ہے کہ وہ ہر جگہ پناہ اور دافع غم کا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

صبر را باحق قرین کرد اے فلان	آخر والعصر را آگہ بخوان
اے فلاں! صبر کو حق کا ساتھی بنایا ہے	ہوش سے والعصر کا آخیر پڑھ لے

یعنی حق تعالیٰ نے صبر کو حق کے ساتھ قرین کیا ہے اے شخص تو اس وقت والعصر کے آخر کو پڑھ۔ والعصر میں ہے کہ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر حق سے مراد عقائد ہیں مولانا کا مطلب یہ ہے کہ صبر وہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو عقائد کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو کس درجہ کی شے ہوگی۔

صد ہزاران کیمیا حق آفرید	کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید
اللہ (تعالیٰ) نے لاکھوں کیمیائیں پیدا کی ہیں	صبر جیسی کیمیا آدم نے نہیں دیکھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حق تعالیٰ نے لاکھوں کیمیائیں پیدا فرمائیں مگر (بنی) آدم نے صبر جیسی کوئی کیمیا نہیں دیکھی۔ مطلب یہ ہوا کہ صبر بہت ہی عمدہ اور حصول مقصود میں امداد دینے والی شے ہے آگے ان شیخ نابینا کا بقیہ قصہ فرماتے ہیں کہ۔

اس نابینا کا باقی قصہ اور اس کا دیکھ کر قرآن پڑھنا

مرد مہمان صبر کرد و ناگہان	کشف گشتش حال مشکل در زمان
مہمان شخص نے صبر کیا اور اچانک	اس پر مشکل کا حال فوراً کھل گیا

یعنی اس مرد مہمان نے صبر کیا تو ناگاہ اسی زمانہ میں وہ حال مشکل اس پر کھل گیا (اس طرح کہ)

نیم شب آواز قرآن را شنید	جست از خواب آن عجائب را بدید
آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی	یہ نیند سے اٹھا اور عجائب دیکھے

یعنی اس مہمان نے آدھی رات کو قرآن کی آواز سنی تو نیند سے اٹھ بیٹھا اور یہ عجائب دیکھا کہ:۔

کہ ز مصحف کور میخواند درست	گشت بیصبر واز وآں حال جست
کہ نابینا قرآن کو دیکھ کر صحیح پڑھ رہے ہیں	بے صبر ہو گیا اور ان سے اس حال کی جستجو کی

یعنی کہ قرآن شریف سے وہ اندھا ٹھیک پڑھ رہا ہے تو یہ مہمان بے صبر ہو گیا۔ اور اندھے سے اس حال کی جستجو کی۔

گفت چوں کوری عجب بے چشم ونور	چوں ہمی خوانی و می بینی سطور
کہا جبکہ آپ نابینا ہیں بغیر آنکھ اور روشنی کے	آپ کیسے پڑھتے ہیں اور سطریں دیکھتے ہیں؟

یعنی اس نے کہا کہ تو کیسا عجیب اندھا بے چشم ونور کے ہے اور تو کس طرح پڑھ رہا ہے اور کس طرح سطروں کو دیکھ رہا ہے۔

انچہ میخوانے برآن افتادہٗ	دست را بر حرف آن بنہادہٗ
جو کچھ آپ پڑھتے ہیں اسی پر ہوتے ہیں	ہاتھ کو اس کے حروف پر رکھتے ہیں

یعنی جو کچھ تو پڑھتا ہے اسی پر پڑا ہوا ہے اور تو نے ہاتھ کو اسی حرف پر رکھا ہے۔

اصبعت در سیر پیدا میکند	کہ نظر برحرف داری مستند
رفتار میں آپ کی انگلی ظاہر کرتی ہے	کہ آپ صحیح طور پر حرف پر نظر رکھتے ہیں

یعنی تیری انگلی چلنے میں ظاہر کر رہی ہے کہ تو یقیناً حرف پر نظر رکھتا ہے۔

گفت اے گشتہ ز جہل تن جدا	این عجب داری از صنع خدا
انہوں نے کہا اے وہ کہ جو جسمانی جہالت سے جدا ہو گیا ہے	تو اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری پر تعجب کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس اندھے نے کہا کہ اے شخص جو جہل تن سے جدا ہے کیا تو قدرت خدا سے یہ عجب بات سمجھا ہے چونکہ یہ دوسرے بھی بزرگ ہیں اس لئے اس نے کہا کہ آپ جہل باتوں سے جدا ہیں اور آپ کو اس عالم کا انکشاف ہے پھر آپ اس سے تعجب کیوں کرتے ہیں یہ تو قدرت حق ہے اور اس کی وجہ ظاہری یہ ہوئی ہے کہ۔

من زحق درخواستم کاے مستعان	بر قرأت من حریصم ہمچو جان
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے درخواست کی کہ اے مددگار	مجھے قرآن پڑھنے سے جان کی برابر محبت ہے

یعنی میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ اے مستعان میں قرآن پڑھنے پر جان کی طرح حریص ہوں۔ یعنی جس طرح کہ مجھے اپنی جان سے محبت ہے اسی طرح قرآن خوانی سے انس ہے۔

نیستم حافظ مرا نورے بده	در دو دیده وقت خواندن بے گره
میں حافظ نہیں ہوں مجھے روشنی عطا کر دے	دونوں آنکھوں میں بغیر رکاوٹ کے پڑھتے وقت

یعنی میں حافظ ہوں نہیں تو آپ میری دونوں آنکھوں میں قرآن پڑھنے کے وقت ایک نور بے رکاوٹ کے عطا فرمادیجئے۔

بازده دو دیده ام را آن زمان	کہ بگیرم مصحف و خوانم عیان
اس وقت میری دونوں آنکھیں مجھے لوٹا دے	جبکہ میں قرآن اٹھاؤں اور دیکھ کر پڑھوں

یعنی وہ نور میری دونوں آنکھوں کو واپس دیدیا کیجئے جبکہ میں مصحف لوں اور عیاناً پڑھوں۔

آمد از حضرت ندا کاے مرد کار	اے بہر رنجے بما امید وار
بارگاہ (خداوندی) سے آواز آئی اے باعمل!	اے وہ کہ ہر تکلیف میں ہم سے امیدوار ہے

یعنی حضرت حق نے ندا آئی کہ اے مرد کار اور اے وہ شخص جو کہ ہر تکلیف میں ہمارا امیدوار ہے۔

حسن ظن ست و امید خوش ترا	کہ ترا گویم بہردم بر ترا
یہ تیرا حسن ظن ہے اور اچھی امید	جو تجھ سے کہتی ہے کہ ہر سانس میں ترقی کر

یعنی تجھے حسن ظن اور امید خوش یہ ہے کہ میں تجھے ہر دم کہوں گا کہ ترقی کر مطلب یہ کہ تجھے امید ہے کہ ہم تجھے ہر دم ترقی دیں گے اسی لئے تو ایسی باتیں ہم سے مانگتا ہے تو سن رکھ کہ۔

ہر زمان کہ قصد خواند باشدت	یاز مصحفا قرأت بادیت
جس وقت تیرا پڑھنے کا ارادہ ہو گا	یا قرآنوں سے (دیکھ کر) تو پڑھنا چاہے گا

یعنی جس وقت کہ تیرا قصد قرآن پڑھنے کا ہو یا قرآن سے تجھے کچھ پڑھنے کی ضرورت ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

من در آں دم وادہم چشم ترا	تا فروخوانے معظم جوہرا
میں اس وقت تیری آنکھیں لوٹا دوں گا	تاکہ تو خوب پڑھ لے اے بڑے جوہر!

یعنی میں اس وقت وہ نور تیری آنکھ کو دیا کروں گا تاکہ تم پڑھ لیا کرو۔ اے معظم ذات۔ تو حق تعالیٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہمچناں کرد و ہر آنگاہے کہ من	واکشایم مصحف اندر خواندن
اس (اللہ تعالیٰ) نے ایسا ہی کیا اور جبکہ میں	پڑھنے میں قرآن کھولتا ہوں

یعنی حق تعالیٰ نے ایسا ہی کیا کہ جس وقت میں قرآن شریف پڑھنے کے لئے کھولتا ہوں۔

آن خبیرے کو نشد غافل زکار	آن گرامی بادشاہ کردگار
تو وہ خبیر جو کام سے غافل نہیں ہے	وہ عزیز، کردگار، بادشاہ

یعنی وہ خبیر جو کہ کسی کام سے غافل نہیں ہے اور وہ معظم بادشاہ حق تعالیٰ۔

باز بخشم بینشم آن شاہ فرد	در زمان ہمچون چراغ شب نورد
وہ یکتا شاہ میری بینائی دوبارہ عنایت کر دیتا ہے	فوراً تاریکی کو لپیٹ دینے والے چراغ جیسی

یعنی وہ شاہ یکتا ہیں بینش کو پھر اسی وقت عطا فرما دیتا ہے۔ مثل چراغ شب نورد کے یعنی جس طرح کہ چراغ تاریکی کو زائل کر دیتا ہے اسی طرح وہ روشنی تاریکی کو زائل کر دیتی ہے چونکہ مولانا نے یہاں ایک حکایت ان شیخ اقطع کی بیان کی ہے کہ وہ بے ہاتھ کے زنبیل بن رہے تھے دوسری حکایت ان شیخ ضریر کی کہ بے آنکھوں کے قرآن خوانی میں مشغول تھے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

زین سبب نبود ولی را اعتراض	ہرچہ بستاند فرستد اعتیاض
اسی لئے، ولی کو کوئی اعتراض نہیں ہوتا ہے	(کیونکہ) جو کچھ وہ لیتا ہے بدلہ بھیج دیتا ہے

یعنی اسی لئے ولی کو اعتراض نہیں ہوتا کہ حق تعالیٰ جو کچھ لیتے ہیں اس کا عوض بھیج دیتے ہیں۔ جیسا کہ ان دونوں قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے ظاہری ہاتھ لے لئے تو باطنی ہاتھ عطا فرما دیئے اور ایک کی ظاہری آنکھیں لے لیں تو باطنی آنکھیں عطا فرما دیں۔ اور یہاں تو عوض مثل مقصود کے تھا۔ مگر ہمیشہ یہ ضروری نہیں ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ عوض تو ضرور ملتا ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جو ہم چاہیں وہی مل جائے بلکہ جو علم حق میں بہتر ہوتا ہے وہی ملتا ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ:۔

گر بسوزد باغت انگورے دہد	درمیان ماتمت سورے دہد
اگر وہ تیرا باغ جلاتا ہے انگور دے دیتا ہے	رنج کے دوران خوشی دے دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر تمہارا باغ جلادیں تو انگور دے دیتے ہیں اور ماتم کے درمیان میں تم کو خوشی عطا فرماتے ہیں۔

آن شل بے دست را دستے دہد	کان غمہارا دل مستے دہد
وہ ہاتھ کٹے لنجے کو ہاتھ دے دیتا ہے	غموں کی کان کو مست دل دے دیتا ہے

یعنی وہ شل بے دست و پا کو ہاتھ عطا فرماتے ہیں اور معدن غموم کو دل مست (عن السرور) دیتے ہیں۔
مطلب یہ کہ جو کچھ بھی وہ لے لیں اس کا عوض ضرور ملتا ہے خواہ وہ مرضی موافق اس فاقد کے ہو یا نہ ہو اور خواہ دنیا میں ملے یا آخرت میں مگر ملے پر ملے۔ جب یہ حالت ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

لانسلم واعتراض از ما برفت	چوں عوض می آید از مقصود رفت
"ہم نہیں مانتے ہیں" (کہنا) اور اعتراض ہم سے رخصت ہو گیا ہے	جبکہ گم شدہ کا بھاری بدلہ آ جاتا ہے

یعنی ہم سے لانسلم اور اعتراض جاتا رہا۔ جبکہ عوض مقصود کا عظیم مل جاتا ہے ما سے مراد فرقہ یعنی ہمارے گروہ میں اعتراض نہیں ہے۔ اور یہ گروہ اعتراض نہیں کرتی اس لئے کہ ہر مقصود کا ان کو اس سے بڑھ کر عوض مل جاتا ہے۔

چوں کہ بے آتش مرا گرمے دہد	راضیم گر آتش مارا کشد
جبکہ بغیر آگ کے ہمیں گرمی ملتی ہے	میں راضی ہوں اگر وہ ہماری آگ بجھا دے

یعنی جبکہ بے آتش کے مجھے گرمی عطا فرماتے ہیں تو میں راضی ہوں اگر میری آگ کو بجھادیں مطلب یہ کہ ہمیں یہ مجال نہیں کہ ہم یہ کہیں کہ اس کام کو اس طریق سے انجام دیا جائے بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ اصل کام ہو جاوے سو اگر مثلاً وہ بے آگ کے ہمارے لئے گرمی پیدا کر دیں تو ہمارا کیا حرج ہے۔ مقصود جو تھا وہ تو حاصل ہے۔

چونکہ بے چشمے بہ بخشد دیدنے	این چنین کوریست چشم روشنی
جبکہ وہ بغیر آنکھ کے دیکھ لینا عطا فرما دیتا ہے	ایسا اندھا پنا روشن آنکھ ہے

یعنی جبکہ بے (ظاہری) آنکھ کے بینائی عطا فرماتے ہیں تو ایسی کوری تو چشم روشن ہے (پھر اس آنکھ کے مفقود ہونے سے کیا حرج ہوا)

بے چراغے چون دہد او روشنی	گر چراغت شد چہ افغان میکنی
جبکہ وہ بغیر چراغ کے روشنی عطا فرما دیتا ہے	اگر تیرا چراغ بجھ جائے تو کیوں شکایت کرتا ہے

یعنی بے چراغ کے جب وہ روشنی عطا فرماتے ہیں تو اگر تمہارے پاس چراغ نہ ہو تو فغاں کیوں کرتے ہو۔
اس لئے کہ مقصود تو حاصل ہے اب جس طرح وہ چاہیں اس طرح کرتے ہیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ تمہاری مرضی کے مطابق ہوا کرے آگے اولیاء اللہ کے مذاق کو ذکر فرماتے ہیں کہ بعض ایسے راضی برضا ہوتے ہیں کہ وہ دعا کرنا بھی حرام جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ دعا کرنا گویا کہ قضا میں دخل دینا ہے مگر یہ ان کا ایک حال ہوتا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں مغلوب ہو کر وہ دعا نہیں کر سکتے۔ باقی کامل وہ ہے جو کہ قضا پر راضی ہو۔ اور پھر رضا کے ساتھ دعا بھی کرے اس لئے کہ دیکھو یہ تو مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام سب کامل تھے اور ان کو رضاء کامل حاصل تھی مگر باوجود اس کے وہ دعا فرماتے تھے تو دعا کرنا تو ایک حال ہے اور رضا کے ساتھ دعا کو جمع کرنا یہ نشانی جامعیت کی ہے اور کمال یہی ہے مگر بعض مغلوب الحال بزرگوں کی یہ شان ہوئی ہے کہ وہ قضا کے سامنے دعا کو بھی اچھا نہیں سمجھتے۔ اب سنئے فرماتے ہیں کہ

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ایک وقت ایک بزرگ نے ایک نابینا بڑے میاں کے ہاں ایک قرآن دیکھا۔ یہ بزرگ ان کے ہاں گرمی کے زمانہ میں مہمان ہوئے تھے۔ خیر کچھ عرصہ تک دونوں بزرگ یکجا رہے ایک روز ان کو خیال ہوا کہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہاں یہ قرآن کیوں ہے اس لئے کہ یہ فقیر تحقیقاً نابینا ہیں اس لئے یہ نہیں پڑھ سکتے۔ وہ یوں تسکین حاصل کر سکتے تھے کہ شاید کوئی اور رہتا ہوا اور وہ پڑھتا ہو لیکن جب یہ خیال ہوا کہ یہاں صرف وہی ہیں اور ان کے سوا اور کوئی رہتا بھی نہیں اور قرآن لٹکا ہوا ہے تو ان کی تشویش اور بھی بڑھی پھر سوچا کہ میں گستاخ یا بے تکلف بھی نہیں کہ پوچھ ہی لوں۔ اب مجھے کیا کرنا چاہئے اس کے بعد سوچا کہ نہیں کچھ نہ کرنا چاہئے بلکہ خاموش رہنا اور صبر کرنا چاہئے تاکہ صبر کی بدولت مجھے مقصود تک رسائی حاصل ہو۔ آخرکار انہوں نے صبر کیا۔ چندروز تو ان کو پریشانی رہی مگر آخر کو وہ راز ان پر منکشف ہو گیا کیونکہ صبر فراخی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے کہ اس کی بدولت ان کو فراخی حاصل ہونا ضرور تھا۔ قبل اس کے کہ ہم تفصیل انکشاف بیان کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صبر کے متعلق نصیحت کریں سنو تم کو صبر کرنا چاہئے کیونکہ صبر ایک عظیم الشان دولت ہے اس کے باعث تم کو اس تکلیف سے نجات اور اس پرانی بیماری سے شفا حاصل ہو گی۔ جس میں تم مبتلا ہو۔ نیز یاد رکھو کہ صبر کو ہر راز کے انکشاف میں بہت بڑا دخل ہے مگر بشرطیکہ کوئی اس سے بڑی مصلحت مزاحم نہ ہو اور صبر گو فی نفسہ ناگوار ہے مگر اس کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہے۔ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں جس سے اس کی تصدیق ہو کہ صبر کو کشف راز میں دخل تام ہے اور وہ کشف راز میں بالخاصیت موثر ہے۔ حضرت لقمان خلوص کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں تشریف لے گئے اور دیکھا کہ وہ لوہے کے حلقے بنا رہے ہیں اور ان لوہے اور فولاد کے حلقوں کو ایک دوسرے میں ڈال رہے ہیں تو چونکہ انہوں نے زرہ سازی کا کام کبھی دیکھا نہ تھا اس لئے وہ بہت متعجب ہوئے اور ان کے دل میں مختلف خیالات پیچ و تاب کھانے لگے۔ انہوں نے خیال کیا کہ یہ کیا ہو گا مجھے پوچھنا چاہئے کہ آپ حلقوں کو اوپر تلے رکھ کر کیا بنا رہے ہیں۔ پھر اپنے دل میں کہا کہ پوچھنا مناسب نہیں۔ صبر ہی بہتر ہے کیونکہ صبر بہت جلد مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔ جبکہ تم نہ پوچھو گے تو یہ راز بہت جلد منکشف ہو جائے گا۔ کیونکہ پرندۂ صبر تمام پرندوں سے تیز اڑنے والا ہے اور مقصود تک سب سے پہلے پہنچنے والا ہے اور اگر پوچھو گے تو مقصود دیر میں

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل ہوگا۔ کیونکہ بے صبری سے آسان کام بھی مشکل ہو جاتا ہے خیر تو جبکہ حضرت لقمان اس وقت خاموش رہے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو مکمل کر لیا۔ پس انہوں نے زرہ بنا کر اس کو حضرت لقمان صابر کے سامنے پہنا اور فرمایا کہ یہ لڑائی اور مقابلہ کے وقت زخم کو دفع کرنے کے لئے بہتر لباس ہے جبکہ حضرت لقمان کو صبر کا پھل مل گیا تو انہوں نے فرمایا کہ واقعی صبر اچھا رفیق ہے کہ وہ ہر جگہ غم سے پناہ دینے والا اور اس کو دفع کرنے والا ہے تم کو صبر کی عظمت اور مہتم بالشان ہونا اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حق سبحانہ نے صبر کو حق کے ساتھ مقارن کیا ہے سورۂ والعصر کو غور سے پڑھو دیکھو اس میں ہے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر

(تنبیہ) مولانا کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے حق سے مراد حق سبحانہ سمجھا ہے اس وقت معنی یہ ہوں گے کہ تم کو حق سبحانہ کا لحاظ رکھنا چاہئے کہ کوئی بات اس کی مرضی کے خلاف نہ ہو اور صبر کا بھی لحاظ رکھنا چاہئے کہ وہ چھوٹنے نہ پاوے۔ تو جس طرح حق سبحانہ نے اپنے خیال رکھنے کی بابت امر فرمایا یوں ہی صبر کے لحاظ رکھنے کی بھی ہدایت کی ہے۔ اس سے اس کا مہتم بالشان ہونا ظاہر ہے اور مفسرین نے حق سے ایمان یا مطلق امر شرعی مراد لیا ہے پس اگر ایمان مراد ہو تو حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح ایمان کے لحاظ رکھنے کا امر فرمایا یوں ہی صبر کا خیال رکھنے کی بھی ہدایت کی اس سے بھی اس کی عظمت ظاہر ہے۔ اور اگر مراد مطلق امر شرعی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ گو اولاً حق سبحانہ مطلق امر شرعی کا خیال رکھنے کی ہدایت فرما چکے تھے اور اس میں صبر بھی آ گیا تھا مگر اس پر اکتفا نہیں کیا بلکہ استقلالاً اس کے ساتھ اس کو بیان کیا اس سے بھی اس کی عظمت ظاہر ہے واللہ اعلم) خلاصہ کلام کا یہ کہ حق سبحانہ نے سینکڑوں اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی چیزیں اور قلب ماہیت کر دینے والی اشیاء بنائیں۔ لیکن انسان کو تو صبر سے بڑھ کر کوئی کیمیا ملی نہیں اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ صبر کتنی بڑی دولت ہے جب یہ مضمون ختم ہوا تو ہم پھر اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کشف راز کی تفصیل بیان کرتے ہیں سنو۔ اس مہمان نے صبر کیا تو فوراً اس پر وہ حال مشکل منکشف ہو گیا۔ صورت اس کی یہ ہوئی کہ اس نے آدھی رات کے وقت قرآن کی آواز سنی اس کو سن کر وہ اٹھ بیٹھا اور اس نے یہ عجیب بات دیکھی کہ وہ نابینا دیکھ کر قرآن پڑھ رہا ہے اور بالکل ٹھیک ٹھیک پڑھ رہا ہے یہ دیکھ کر وہ بے تاب ہو گیا اور اس نابینا بزرگ سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کیا راز ہے جبکہ آپ کی آنکھوں میں روشنی نہیں ہے تو آپ دیکھتے کیونکر ہیں۔ اور سطریں کیونکر پڑھتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ جو آپ پڑھتے ہیں اسی پر آپ کی توجہ بھی ہے اور اسی لفظ پر ہاتھ رکھا ہے آپ کی انگلی کی حرکت بتلا رہی ہے کہ آپ بلاشبہ حروف کو دیکھتے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم تو عارف اور جہل جسم سے الگ ہو تم کو حق سبحانہ کی اس صنعت میں تعجب کیوں ہے بات یہ ہے کہ میں نے حق سبحانہ سے درخواست کی تھی کہ اے اللہ مجھے قرآن پڑھنے کا نہایت شوق ہے اور وہ مجھے جان کی طرح عزیز ہے میں حافظ تو ہوں نہیں کہ حفظ پڑھ لیا کروں۔ تو مجھے پڑھنے کے وقت روشنی عطا فرما دیا کر کہ مجھے پڑھنے میں دقت نہ ہو اور جبکہ میں تلاوت کرنا چاہوں تو مجھے آنکھیں دیدیا کر تاکہ میں قرآن لے کر اور دیکھ کر پڑھ سکوں تو حضرت حق سبحانہ کی طرف سے جواب ملا کہ تم بڑے کام کے آدمی ہو اور ہر

www.besturdubooks.wordpress.com

مشکل کے حل کے ہمیں سے امیدوار رہتے ہو یہ تمہارا حسن ظن اور عمدہ امید ہی ہے جس کی بناء پر میں تم کو ہر لحظہ مزید قرب سے مشرف کرتا ہوں۔ اچھا جب تم قرآن پڑھنا چاہو یا یوں کہو کہ دیکھ کر تلاوت کرنا چاہو (معطوف و معطوف علیہ میں فرق عنوان تعبیری کا ہے ورنہ مقصود ایک ہی ہے اور دلی محمد کا اول کو تلاوت پر اور دوسرے کو اختلاف قرأت قراء جاننے پر محمول کرنا مجھے تکلف معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم) تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تم کو آنکھیں دیدیا کروں گا تاکہ اے عظیم الذات تو قرآن پڑھ سکے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا کہ جب میں پڑھنے کے لئے قرآن کھولتا ہوں تو وہ دانائے راز جو کبھی کسی کام سے غافل نہیں ہوتا اور وہ معظم شہنشاہ اور صانع عالم اور شہنشاہ لاشریک مجھے روشن آنکھیں عطا فرماتا ہے جو تاریکی گمی کو یوں لپیٹ کر رکھ دیتی ہیں جیسے چراغ تاریکی شب کو۔ یہ قصہ تو ہو چکا اب سنو کہ ولی کو جو حق سبحانہ کے فعل پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کو بلا چون و چرا تسلیم کر لیتا ہے اس کی وجہ ایک یہ بھی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ جو چیز لیتے ہیں اس کا معاوضہ دیتے ہیں چنانچہ اگر وہ تمہارا باغ جلا دیتا ہے تو اس کے عوض تم کو انگور دیتا ہے اور عین غم میں تم کو خوشی عطا کرتا ہے اور لنجے کو ہاتھ عنایت کرتا ہے اور غم سے لبریز لوگوں کو دل مست عطا کرتا ہے۔ پس جبکہ ہم نے یہ دیکھا کہ ہمارے مطلوب سے بھی بڑا عوض ہم کو مل جاتا ہے تو ہم نے چون و چرا اور اعتراض چھوڑ دیا کیونکہ ایسی حالت میں نکتہ چینی محض فضول ہے۔ مثلاً اگر ہم کو بدوں آگ کے گرمی مل جاوے تو ہم کو آگ کے بجھ جانے کا کیا غم اگر وہ ہماری آگ کو بجھا دے تو ہم رضامند ہیں اور جبکہ وہ تم کو بلا آنکھ کے بینش عطا فرما دیں تو تم کو کیا غم یہ اندھاپن تو خود ایک چشم روشن ہے پھر رنج کی کونسی وجہ ہے علیٰ ہذا اگر چراغ کے بدوں وہ تم کو روشنی دیں تو اگر ایسی صورت میں تمہارے چراغ کو گل کر دیں تو تمہارے ہائے وائے کرنے کی کونسی وجہ ہے۔

شرح شبیری

بعض اولیاء اللہ کی صفت کہ وہ احکام الٰہی پر راضی ہوتے اور یہ دعا نہیں کرتے کہ اے اللہ اس حکم کو پھیر دے

بشنو اکنوں قصۂ آن رہروان	کہ ندارند اعتراضے در جہان
اب ان رہنماؤں کا قصہ سن	جو دنیا میں کوئی اعتراض نہیں کرتے ہیں

یعنی اب ان سالکوں کا قصہ سنو جو کہ دنیا میں اعتراض نہیں رکھتے ہیں۔

ز اولیاء اہل دعا خود دیگرند	کہ ہمی دوزند و گاہے مے درند
دعا کرنے والے' اولیاء میں سے دوسرے ہیں	جو کبھی سیتے ہیں اور کبھی پھاڑتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اولیاء اللہ میں سے اہل دعا اور ہی ہیں جو کہ کبھی سیتے ہیں اور کبھی پھاڑتے ہیں مطلب یہ کہ صورتاً کچھ اپنی رائے بھی لگاتے ہیں تو ایسے حضرات تو اور ہیں۔

قوم دیگر می شناسم ز اولیا	کہ دہاں شان بستہ باشد از دعا
میں اولیاء میں سے دوسری قوم کو (بھی) جانتا ہوں	جن کا منہ دعا سے بند رہتا ہے

یعنی میں اولیاء اللہ کی ایک اور قوم کو پہچانتا ہوں کہ ان کا منہ دعا سے سلا ہوا ہے۔

از رضا کہ ہست رام آن کرام	جستن دفع قضا شان شد حرام
چونکہ رضا ان بھلوں کا معمول ہے	قضا کے فیصلہ کو روکنے کی جستجو ان پر حرام ہے

یعنی رضا کی وجہ سے جو کہ ان کے کرام کی مطیع ہے قضا کا دفعیہ تلاش کرنا ان کے لئے حرام ہے (اس لئے کہ)

در قضا ذوقے ہمی بینند خاص	کفرشان آید طلب کردن خلاص
وہ قضا میں خاص مزہ محسوس کرتے ہیں	خلاصی چاہنا ان کو کفر (محسوس) ہوتا ہے

یعنی یہ حضرات قضا میں ایک ذوق خاص دیکھتے ہیں تو ان کو خلاصی طلب کرنا کفر معلوم ہوتا ہے۔

حسن ظنے بردل ایشان کشود	کہ نپوشند از عزا جامہ کبود
ان کے دل پر حسن ظن (ایسا) طاری ہو گیا ہے	کہ وہ غم میں کالا کپڑا نہیں پہنتے ہیں

یعنی ان کے قلب پر ایک حسن ظن کھل گیا ہے کہ وہ کسی غم کی وجہ سے جامۂ کبود نہیں پہنتے۔ مطلب یہ کہ چونکہ ان کو قضا سے ایک حسن ظن ہے اس لئے وہ کسی ظاہری غم سے غم نہیں کرتے۔

ہر چہ آید پیش ایشان خوش بود	آب حیواں گرد و از آتش بود
جو ان کو پیش آتا ہے اچھا لگتا ہے	اگر آگ ہو تو آب حیات بن جاتا ہے

یعنی ان کے سامنے جو کچھ آتا ہے اچھا ہی معلوم ہوتا ہے اور اگر آتش بھی ہو وہ آب حیوان بن جاتی ہے۔

زہر در حلقوم شان شکر بود	سنگ اندر راہ شاں گوہر بود
ان کے گلے میں زہر شکر ہو جاتا ہے	ان کے راستہ کا پتھر جوہر ہو جاتا ہے

یعنی ان کے حلقوم میں زہر بھی شکر ہو جاتا ہے اور پتھر ان کی راہ میں گوہر ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جب وہ کسی بات کو دیکھتے ہیں کہ یہ اقتضا قضا کا ہے تو وہ اس پر راضی رہتے ہیں۔ اگر چہ وہ بظاہر کیسی ہی ناگوار بات ہو مگر ان کو گوارا اور خوش ہی معلوم ہوتی ہے۔ اس کی مثال ایسی سمجھو کہ اگر کوئی محبوب مجازی کسی عاشق سے ملے اور پکڑ کر اس کی ناک دبادے زور سے بغل میں دباوے کہ اس عاشق کی ہڈی پسلی الگ الگ ہونے لگے تو چونکہ یہ جانتا ہے کہ یہ جو کچھ کر رہا ہے میرا محبوب کر رہا ہے اس کو ان ظاہری تکلیف دہ باتوں سے تکلیف نہیں ہوتی بلکہ اس پردہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سرور وصال اس قدر غالب ہوتا ہے کہ اس کلفت کو محسوس ہونے ہی نہیں دیتا۔ تو اسی طرح یہ حضرات قضاء حق پر اس طرح راضی ہوتے ہیں کہ سچ یہ ہے کہ ان کو اس سرور کی وجہ سے کرب اور تکلیف معلوم ہی نہیں ہوتی ہے۔

جملگی یکسان بود شان نیک و بد	از چہ باشد این زحسن ظن خود
ان کے لئے اچھا برا سب یکساں ہوتا ہے	یہ کیوں ہوتا ہے؟ اپنے حسن ظن سے (ہوتا ہے)

یعنی ان حضرات کو سب نیک و بد یکساں ہی ہوتا ہے اور یہ کس وجہ سے ہوتا ہے اپنے حسن ظن کی وجہ سے مطلب یہ کہ بظاہر گوارا ہو یا نا گوار وہ ہر حالت میں خوش ہی رہتے ہیں اور ان کی یہ خوشی صرف اس لئے ہوتی ہے کہ جو ان کو حق تعالیٰ سے ایک حسن ظن ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ خوش ہی رہتے ہیں۔

کفر باشد نزد شان کردن دعا	کاے الٰہ از ما بگردان این قضا
دعا کرنا ان کے نزدیک کفر ہوتا ہے	کہ اے خدا! اس قضا کو ہم سے لوٹا دے

یعنی ان کے نزدیک یہ دعا کرنا کہ اے الٰہی ہم سے اس قضا کو پھیر دے کفر ہے۔ مطلب یہ کہ وہ اس کو مشیت ایزدی میں دخل دینا سمجھتے ہیں اور مشیت میں دخل دینا کفر ہے ہی۔ لہٰذا وہ اپنے گمان کے مطابق اس کو کفر خیال کرتے ہیں اور یہ ان کی ایک حالت ہوتی ہے باقی اصل وہی ہے جو حالت کہ انبیاءؑ کی تھی کہ رضا کے ساتھ دعا ہو آگے دو حکایتیں اسی کی کہ وہ دعا کو پسند نہیں کرتے اور قضا پر راضی رہتے ہیں لاتے ہیں ایک تو حضرت بہلولؒ کی کہ انہوں نے کسی بزرگ سے سوال کیا تھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے انہوں نے کہا کہ اس شخص کا مزاج کیا پوچھتے ہو کہ جس کی مرضی کے خلاف تمام جہان میں ایک پتا نہ ہلتا ہو۔ حضرت بہلولؒ بولے کہ اس کے کیا معنی ہیں ان بزرگ نے کہا کہ یہ تو مسلم ہے کہ حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں ہوتا اور جس نے اپنی مرضی کو مرضی حق میں فنا کر دیا ہو اور اس کو اتحاد (اصطلاحی) نصیب ہو چکا ہو تو جو کام کہ مرضی حق کے موافق ہونگے لامحالہ اس شخص کی مرضی کے بھی موافق ہوں گے اور بے مرضی حق کے کوئی پتا ہل نہیں سکتا لہٰذا اس کی مرضی کے خلاف بھی کوئی کام جہان میں نہیں ہوتا۔ تو دیکھئے کہ یہ حضرت کیسے راضی بقضا تھے اور ایک حکایت شیخ دقوقی کی بیان فرماویں گے جس کا خلاصہ ان شاءاللہ جب وہ شروع ہوگا بیان کیا جاوے گا۔ اب حضرت بہلولؒ کی حکایت سنئے۔

حضرت بہلولؒ کا ایک صاحب دل سے سوال کرنا اور ان کا جواب دینا

گفت بہلول آن یکے درویش را	چونے اے درویش واقف کن مرا
(حضرت) بہلولؒ نے اس ایک درویش سے کہا	اے درویش! تو کیسا ہے مجھے بتا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حضرت بہلول نے ایک درویش سے سوال کیا کہ اے درویش تم کیسے ہو ذرا مجھے بتاؤ تو مطلب یہ کہ پوچھا کہ آپ کا مزاج کیسا ہے۔

گفت چوں باشد کسے کہ جاوداں	بر مراد او رود کار جہاں
اس نے کہا وہ شخص کیسا ہوگا کہ ہمیشہ	جس کے ارادے کے مطابق دنیا کے کام چلتے ہوں

یعنی ان درویش نے کہا کہ وہ شخص کیسا ہوگا کہ ہمیشہ اس کی مراد کے موافق دنیا کا کام چلتا ہو۔

سیل جو ہا بر مراد او روند	اختران زانسان کہ او خواہد شوند
سیلاب اور نہریں اس کے ارادہ کے مطابق جاری ہوں	ستارے جس طرح وہ چاہے ہو جائیں

یعنی دریا کی رواس کی مراد کے موافق چلتی ہیں اور ستارے جس طرح وہ چاہتا ہے چلتے ہیں۔

زندگی و مرگ سرہنگان او	بر مراد او روا نہ کو بکو
زندگی اور موت اس کے سپاہی ہوں	جو اس کے ارادہ کے مطابق کوچہ بکوچہ روانہ ہوں

یعنی زندگی اور موت اس کے خادم ہیں اور اس کی مراد کے موافق کو بکو روانہ ہوتے ہیں۔

ہر کجا خواہد فرستد تعزیت	ہر کجا خواہد بہ بخشد تہنیت
وہ جہاں چاہے تعزیت کو روانہ کرے	وہ جہاں چاہے مبارکبادی بخش دے

یعنی جہاں چاہے تعزیت کو بھیج دے اور جہاں چاہے تہنیت بخشدے۔

سالکان راہ ہم برگام او	ماندگاں از راہ ہم در دام او
راہ کے سالک بھی اس کے (نقش) قدم پر ہوں	راہ سے عاجز بھی اس کے جال میں ہوں

یعنی سالکین راہ (حق) اس کے قدم پر ہیں اور جو راہ سے رہے ہوئے ہیں وہ اس کے دام میں ہیں۔

ہیچ دندانے نخندد در جہاں	بے رضاؤ امر آں فرمانرواں
دنیا میں کوئی دانت نہ مسکرائے	اس فرماں روا کی رضا اور حکم کے بغیر

یعنی کوئی دانت جہان میں اس حاکم کی رضا کے بغیر ہنستا نہیں ہے۔

بے رضائے او نیفتد ہیچ برگ	بے قضائے او نیاید ہیچ مرگ
اس کی منشاء کے بغیر کوئی پتا نہ جھڑے	اس کے حکم کے بغیر کوئی موت نہ آئے

یعنی بے اس کی رضا کے ایک پتا نہیں گرتا اور بے اس کی قضا کے کوئی موت نہیں آتی۔

بے مراد او نہ جنبد ہیچ رگ	در جہان زاوج ثریا تا سمک
اس کے ارادہ کے بغیر کوئی رگ نہ پھڑکے	دنیا میں ثریا کی بلندی سے مچھلی تک

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بے اس کی مراد کے جہان میں اوج ثریا سے سمک تک کوئی رگ نہیں ہلتی مطلب یہ کہ اوپر سے لے کر نیچے تک کوئی کام بے اس کی رضا کے نہیں ہوتا۔ اب اس کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ رضا کاموں کے تابع ہو جاوے کہ جو ہو رضا وہاں چاہی جاوے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ کام رضا کے تابع ہوں کہ جیسے مرضی ہو ویسے کام ہوا کریں مگر یہاں صورت اول مراد ہے کہ جہاں میں جس قدر کام ہوتے ہیں ہم سب پر راضی ہوتے ہیں۔ آگے خود ہی وہ اس صورت کو معین فرماویں گے۔ غرضکہ جب انہوں نے ایسی بات کہی جس سے کہ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ سارا جہان ان کے تابع ہے تو حضرت بہلول کو سن کر حیرت ہوئی اور بولے کہ

گفت اے شہ راست گفتی ہمچنیں	در فروسیمائے تو پیداست ایں
(حضرت بہلولؒ نے) کہا اے شاہ! تم نے سچ کہا ایسا ہی	آپ کے چہرے اور شان سے یہ ظاہر ہے

یعنی حضرت بہلول بولے کہ اے شاہ صاحب آپ نے ٹھیک فرمایا اسی طرح ہے اور آپ کی حالت اور علامت سے بھی ظاہر ہے۔

ایں و صد چندیں اے صادق ولیک	شرح کن ایں را بیاں کن نیک نیک
اے سچے! آپ ایسے ہی اور (اس سے) سینکڑوں گنا ہیں لیکن	اس کی تشریح کر دیجیےاور صاف صاف بیان کر دیجیے

یعنی یہ اور سو گنا اس سے اے صادق (سب سچ ہے) لیکن اس کی شرح کرو اور اس کو خوب اچھی طرح بیان کردو۔ مطلب یہ کہ حضرت بہلول نے کہا کہ آپ نے جو کہا آپ کی شان مخدومیت تو اس سے بھی اعلیٰ ہے یہ اور سو گنا اور سب درست ہے مگر یہ سمجھ میں نہیں آتا اس کی شرح فرما دیجئے اور ذرا صاف کر کے بیان فرما دیجئے۔

آنچنانکہ فاضل و مرد فضول	چوں بگوش او رسد آرد قبول
ایسے طریقے پر کہ فاضل اور جاہل	اس کو دل و جان سے قبول کر لے

یعنی اس طرح (بیان فرمائیے) کہ فاضل اور غیر فاضل جس کے کان میں پہنچے وہ اس کو قبول کر لے۔

آنچنانش شرح کن اندر کلام	کہ ازاں ہم بہرہ یابد عقل عام
گفتگو میں اس کی اس طرح شرح کر دیجیے	کہ اس سے عوام کی عقل بھی حصہ حاصل کر لے

یعنی کلام میں اس کی اس طرح شرح فرما دیجئے کہ اس سے عقل عوام بھی حصہ پاوے مطلب یہ کہ اس طرح سلیس کر کے بیان فرما دیجئے کہ عوام بھی سمجھ لیں۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

ناطق کامل چوں خوان باشے بود	بر سر خوانش زہر آشے بود
کامل مقرر جب خوان والا ہوتا ہے	اس کے خوان پر ہر قسم کا کھانا ہوتا ہے

یعنی ناطق کامل مانند خوان والے کے ہوتا ہے اور اس کے خوان ہر ہر قسم سے ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا نماند ہیچ مہماں بے نوا	ہر کسے یابد غذائے خود جدا
تاکہ کوئی مہمان بے سہارا نہ رہے	ہر شخص اپنی علیحدہ غذا حاصل کر لے

یعنی یہاں تک کہ کوئی مہمان بے نوا کے نہیں رہتا۔ اور ہر شخص اپنی اپنی غذا الگ الگ پاتا ہے۔ مطلب یہ کہ میزبان کامل وہ ہے کہ جس کے دسترخوان پر ہر شخص کے موافق غذا ہے اور ہر شخص اپنی اپنی غذا کھالے تو اسی طرح ناطق کامل وہ ہے جس کے کلام سے ہر خاص و عام منتفع ہو سکے لہذا آپ نے اس بات کو اب تو اس طرح فرمایا ہے کہ سمجھنے والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن آپ کا کمال یہ ہے کہ اس کو اس طرح بھی بیان فرمادیں کہ عوام بھی سمجھ لیں آگے ایک دوسری اسی کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو قرآن کہ بمعنے ہفت توست	خاص را و عام را مطعم دروست
جیسا کہ قرآن (پاک) جو معانی کے اعتبار سے سات تہوں والا ہے	اس میں خاص اور عام کی غذا ہے

یعنی قرآن کی طرح کہ معنی تو وہ ہفت تو ہے اور خاص اور عام کو اس میں مطعم ہے یعنی جس طرح کہ قرآن شریف ہے کہ اس میں سے ہر شخص اپنے مطلب کے موافق بنا لیتا ہے اسی طرح آپ بھی اس مضمون کو اس طرح بیان فرمادیں کہ سب لوگ سمجھ لیں حضرت بہلول نے ان سے پوچھا تو انہوں نے یہ جواب دیا۔

گفت ایں بارے یقیں شد پیش عام	کہ جہاں در امر یزدان است رام
انہوں نے کہا یہ تو اب سب کو یقین ہے	کہ دنیا خدا کے حکم کی فرمانبردار ہے

یعنی انہوں نے فرمایا کہ یہ تو عوام کے سامنے یقینی بات ہے کہ جہان امر خداوندی کا مطیع ہے۔

ہیچ برگے در نیفتد از درخت	بے قضا و حکم آن سلطان تخت
درخت سے کوئی پتا نہیں جھڑتا	بغیر عرش کے اس شاہ کے فیصلے اور حکم کے

یعنی کوئی پتا درخت سے بے قضا اور حکم اس سلطان تخت کے نہیں گرتا ہے۔

از دہاں لقمہ نشد سوئے گلو	تا نہ گوید لقمہ را حق کادخلوا
لقمہ منہ سے گلے میں نہیں جاتا	جب تک اللہ (تعالیٰ) نہ فرما دے داخل ہو جا

یعنی منہ سے لقمہ گلے کی طرف نہیں جاتا ہے جب تک کہ حق تعالیٰ لقمہ سے نہ فرمادیں کہ داخل ہو جا۔

میل و رغبت کان زمام آدمی ست	جنبش آں رام امر آن غنی است
میلان اور رغبت جو آدمی کی باگ ہے	اس کی حرکت اس بے نیاز کے حکم کی فرمانبردار ہے

یعنی میل و رغبت جو کہ انسان کی ماں کی طرف سے ہے تو اس الفت کی جنبش اس غنی (ہی) کے حکم سے ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ورز مینہا و آسماں ہا ذرۂ	پرنجباند نہ گردد پرۂ
کوئی ذرۂ زمینوں اور آسمانوں میں	پر نہیں مارتا' کوئی تنکا گردش نہیں کرتا

یعنی زمین و آسمان میں کوئی ذرہ پر نہیں ہلاتا اور نہ اڑتا ہے۔

جز بفرمان قدیم نافذش	شرح نتواں کرد جلدی نیست خوش
بغیر اس کے جاری ہونے والے ازلی حکم کے	(جسکی) شرح نہیں کی جا سکتی اور عجلت کرنا اچھا نہیں ہے

یعنی سوائے ان کے اس فرمان قدیم نافذ کے (جس کی) شرح کر نہیں سکتے ہیں اور جلدی کرنا اچھا نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ان کے احکام کی شرح کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ لو کان البحر مدادالکمات ربی الخ تو اس میں جلدی کرنا اچھا نہیں ہے۔

کہ اشمر دبرگ درختا نرا تمام	بے نہایت کے شود در نطق رام
درختوں کے سب پتوں کو کون گن سکتا ہے؟	لامحدود گفتگو کے تابع کب ہو سکتا ہے؟

یعنی تمام درختوں کے پتوں کو کون گن سکتا ہے اور بے نہایت گفتگو میں کب رام ہو سکتا ہے۔

این قدر بشنو کہ چون کلے کار	مے نہ گردد جز بامر کرو گار
اتنا سن لے ' کہ جب تمام کام	بغیر خدا کے حکم کے نہیں ہوتے

یعنی اس قدر سن لو کہ جب تمام کام بجز امر حق تعالیٰ کے ہوتا نہیں ہے۔

چوں قضائے حق رضائے بندہ شد	حکم او را بندۂ خواہندہ شد
جب اللہ (تعالیٰ) کا حکم بندہ کی رضامندی بن گیا	بندہ اس کے حکم کا چاہنے والا بن گیا

یعنی جب قضائے حق بندہ کی رضا ہوگئی اور اس کے حکم کے لئے بندہ خواہندہ ہوگیا تو بس جب اس نے اپنی رضا کو تابع قضا کر دیا اور خلاف قضا کے کوئی کام ہوتا نہیں تو اس کی رضا کے خلاف بھی کوئی کام نہیں ہوتا۔

بے تکلف نے پئے مزد وثواب	بلکہ طبع او بران شد مستطاب
بغیر کسی تکلف کے نہ کہ بدلہ اور ثواب کے لئے	بلکہ اس کی طبیعت اس پر خوش ہو گئی

یعنی (اس کی یہ حالت) بے تکلف ہوتی ہے نہ کہ طلب اجر وثواب میں بلکہ اس کی طبیعت ہی اس طرح ہو جاتی ہے۔ یعنے رضا برقضا اس کی طبیعت بن جاتی ہے' وہ اس لئے نہیں کرتا کہ اس کو ثواب ملے گا بلکہ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوں گے۔

زندگی خود نخواہد بہر خود	بلکہ خواہر از پئے حکم احد
وہ اپنی زندگی اپنی خاطر نہیں چاہتا	بلکہ اللہ (تعالیٰ) کے حکم کی وجہ سے چاہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنی زندگی اپنے لئے نہیں چاہتا ہے اور نہ حیات مستند کے مزہ کی وجہ سے (بلکہ)

ہر کجا امر قدم را مسلکے ست	زندگی و مردگی پیشش یکے ست
جہاں کہیں قدیم امر مسلک ہے	اس کے سامنے زندگی اور موت ایک ہے

یعنی امر قدیم کا جہاں کہیں مسلک ہے زندگی اور موت اس کے آگے ایک ہے مطلب یہ کہ اگر امر حق موت کا ہے تو وہ موت پر راضی ہے اور اگر زندگی کا ہے تو زندگی پر راضی ہے۔

بہر یزداں مے زید نے بہر گنج	بہر یزداں مے مرد نز خوف و رنج
وہ خدا کے لئے جیتا ہے نہ کہ خزانہ کے لئے	وہ خدا کے لئے مرتا ہے نہ کہ ڈر اور تکلیف سے

یعنی وہ اللہ ہی کے واسطے جیتا ہے نہ کہ روپیہ پیسہ کے واسطے اور اللہ ہی کے واسطے مرتا ہے نہ خوف و رنج کی وجہ سے

ہست ایمانش برائے خواہ او	نے برائے جنت و اشجار و جو
اس کا ایمان اس (اللہ) کی رضامندی کے لئے ہے	نہ کہ جنت اور (جنت کے) درختوں اور نہروں کے لئے

یعنی اس کا ایمان بھی خدا کی مرضی ہی کے واسطے ہے نہ کہ جنت اور اشجار اور نہروں کے واسطے۔

ترک کفرش ہم برائے حق بود	نے زبیم آنکہ در آتش رود
اس کا کفر کو چھوڑنا بھی اللہ کے لئے ہے	نہ کہ اس ڈر سے کہ وہ جہنم میں جائے گا

یعنی اس کا ترک کفر بھی خدا ہی کے واسطے ہوتا ہے نہ اس خوف سے کہ وہ آگ میں جاوے گا۔

این چنین آمد ز اصل آں خوی او	بے ریاضت نے بجست و جوئے او
یہ اس کی عادت اصل سے ایسی ہی آئی ہے	بغیر کسی مجاہدے کے نہ کہ اس کی کوشش سے

یعنی اس کی عادت اصل ہی سے ایسی ہے نہ کسی ریاضت اور جستجو کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خاص اس میں ریاضت کو دخل نہیں ہے بلکہ یہ ایک حال ہے لیکن ریاضت بھی بے کار نہیں ہے اس لئے کہ اگر ریاضت نہ ہو تو ان باتوں کا اظہار کب ہو سکتا ہے۔

انگہاں خندد کہ او بیند رضا	ہمچو حلواؤ شکر او را قضا
وہ اس وقت ہنستا ہے جبکہ رضا (حق) دیکھتا ہے	اللہ کا حکم اس کے لئے حلوے اور شکر کی طرح ہے

یعنی اس وقت ہنستا ہے جبکہ وہ (ہنسنے میں) رضا دیکھتا ہے اور قضا اس کو حلوا اور شکر کی طرح (گوارا) ہوتی ہے یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ یہ ایک حال ہے مقام نہیں ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ۔

بندۂ کش خوئے و خصلت این بود	نے جہاں بر امر و فرمائش رود
وہ بندہ جس کی عادت اور خصلت یہ ہو	کیا جہان اس کے حکم اور فرمان کے مطابق نہیں چلے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس بندہ کی کہ یہ خصلت وخو ہو تو کیا جہان اس کے حکم کے موافق نہ چلے گا۔ (استفہام انکاری ہے یعنی ضرور اسی کی رضا کے موافق چلے گا)

پس چرا لابہ کند او باد عا	کہ بگرداں اے خداونداں قضا
تو وہ کیوں خوشامد اور دعا کرے؟	کہ اے اللہ! اس حکم کو واپس لے لے

یعنی پھر وہ اس دعا میں کیوں زاری کرے کہ اے اللہ اس قضا کو پھیر دے (اس لئے کہ یہ دعا تو وہ کرے جو اس سے راضی نہ ہو اور جب وہ اس پر راضی ہے تو اس کے پھر جانے کی دعا کیوں کرنے لگا ہے۔ ظاہر بات ہے اس کی تو یہ حالت ہے کہ)

مرگ او و مرگ فرزندان او	بہر حق پیشش چو حلوا در گلو
اس کی موت اور اس کی اولاد کی موت	اللہ کے لئے اس کے نزدیک ایسی ہے جیسا کہ منہ میں حلوا

یعنی اس کی موت اور اس کے بچوں کی اللہ کے واسطے اس کے آگے مثل حلوے کے ہے حلق میں۔

نزع فرزندان برآن باوفا	چوں قطائف پیش شیخ بے نوا
اس وفادار کے لئے اولاد کا نزع	(ایسا ہے) جیسے مفلس بوڑھے کے لئے پھل

یعنی اس باوفا کے نزدیک بچوں کا نزع (ایسا ہوتا ہے) جیسے کہ میوے کسی شیخ بے نوا کے سامنے۔ مطلب یہ کہ اس کے سامنے رضا بر قضا اس کی طبیعت ثانیہ ہو جاتی ہے۔

پس چرا گوید دعا الامگر	در دعا بیند رضائے دادگر
تو وہ کیوں دعا کرے ہاں اگر	وہ دعا میں اللہ (تعالیٰ) کی رضا مندی دیکھ لے

یعنی پھر وہ دعا کیوں کرے ہاں مگر دعا میں وہ حق تعالیٰ کی رضا دیکھے یعنی اگر اس کی دعا میں یہ معلوم ہو جاوے کہ اب دعا سے راضی ہونگے تو دعا کرتا ہے غرضکہ جس میں رضاء حق ہوتی ہے وہی اس کی رضا ہوتی ہے۔

آن شفاعت وان دعا نز رحم خود	میکند آن بندۂ صاحب رشد
وہ سفارش اور وہ دعا اپنے اوپر رحم کے لئے نہیں	کرتا ہے وہ ہدایت یافتہ بندہ

یعنی (درگاہ حق میں) سفارش اور دعا وہ صاحب رشد بندہ اپنے رحم کی وجہ سے نہیں کرتا بلکہ وہ بھی جب ہی کرتا ہے جبکہ رضائے حق دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ

رحم خود را او ہماندم سوختہ است	کہ چراغ عشق حق افروختہ است
اپنے رحم کو اس نے اسی وقت پھونک دیا ہے	جبکہ اس نے عشق کا چراغ روشن کیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس نے اپنے رحم کو اسی وقت جلادیا ہے جبکہ عشق حق کا چراغ جلایا ہے۔

دوزخ اوصاف او عشق است داد	سوخت مر اوصاف او را مو بمو
عشق اس کے اوصاف کی دوزخ ہے اور اس نے	اپنے اوصاف کو بالکل جلا دیا ہے

یعنی اس کے اوصاف کی دوزخ عشق ہے اور اس نے اس کے اوصاف کو بالکلیہ جلا دیا ہے مطلب یہ ہے کہ عشق حق اس کے اوصاف کے لئے دوزخ کی طرح ہے۔اس کے آتے ہی سارے صفات جل بھن گئے ان ہی میں وصف رحم بھی ختم ہوا اور یہ شخص اب فنانی رضاء الحق ہو گیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر طروقے این فروقے کے شناخت	چون دقوقے کو درین دولت ساخت
ہر سالک اس فرق کو کب سمجھتا ہے؟	جیسا کہ دقوقی' جو اس دولت میں نہ دوڑے

یعنی ہر سالک نے ان فرقوں کو مثل دقوقے کے کب پہچانا ہے کہ وہ تو اس دولت میں دوڑے ہیں مطلب یہ ہے رضا بر قضا میں اور صبر میں جو فرق ہے ان کو ہر شخص تو نہیں جانتا جو کامل ہو وہی سمجھ سکتا ہے ہاں دقوقے جن کا آگے قصہ آتا ہے چونکہ وہ بھی کامل ہیں وہ بے شک پہچانتے تھے قصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ دقوقے نامے سیاح تھے ایک جگہ پہنچے وہاں سات بزرگ اور تھے ان ساتوں نے ان دقوقی کو نماز میں امام بنایا۔ یہ نماز کو کھڑے ہوئے تو ان کو مکشوف ہوا کہ ایک جہاز ڈوب رہا ہے اور اس کے بیٹھنے والے بڑا غل وشور کر رہے ہیں انہوں نے کھڑے کھڑے دعا کی کہ یا الٰہی ان کو بچالے تو وہ ساتوں بزرگ الگ ہو کر بیٹھ گئے اور ان کے پیچھے نماز شروع ہی نہ کی اور کہا کہ یہ شخص حق تعالیٰ کے کاموں میں دخل دیتا ہے کہ وہ اس جہاز کو ڈبونا چاہیں اور یہ دخل دیتا ہے۔ لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے۔ یہ تو خلاصہ ہوا اس قصہ کا اب یہاں ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ مولانا اس مقام پر ان لوگوں کی مدح کرتے ہیں جو کہ راضی برضائے حق اور بقضائے حق ہوں اور دقوقے کے قصے سے ان سات بزرگوں کا راضی برضاء رہنا بیان کرنا مقصود بھی ہے۔ مگر یہاں دقوقی کی تعریف کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو بھی کامل سمجھتے ہیں اور ان کی بھی تعریف کرتے ہیں۔ تو اب یہ خلط ہوتا ہے کہ آیا مولانا کو کس کی تعریف مقصود ہے جواب اس کا یہ ہے کہ مولانا کو اصل میں ان ساتوں ہی کے کمال کو بیان کرنا مقصود ہے اور دقوقی پر ان ہی کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر ایک طرح دقوقی کی بھی تعریف فرمادی۔ اور مولانا کے اس مقصود کے تعین کے لئے اول ایک بات سمجھ لو۔ وہ یہ کہ حدیث میں غزوۂ احد کا قصہ مذکور ہے اور اس میں جو قیدی پکڑ کر آئے تھے ان کی بابت حق تعالیٰ نے صحابہ کو اختیار دیا کہ خواہ ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دو اس صورت میں تو اگلے سال تم میں سے ستر مارے جاویں گے اور خواہ ان کو قتل کر دو تو حضرات صحابہ نے فدیہ لے کر رہا کرنا اختیار کر لیا تو پھر اس پر عتاب نازل ہوا اس کی تفسیر میں مفسرین بھی کہتے ہیں کہ صحابہ کو حق تعالیٰ نے اختیار (بالیاء التحتانی) نہ دیا تھا بلکہ اختبار (بالباء الموحدۃ) یعنی آزمائش مقصود تھی اور حق تعالیٰ کو منظور یہ تھا کہ یہ قتل کئے جاویں تو چونکہ ان حضرات کی رائے صواب

www.besturdubooks.wordpress.com

کو نہ پہنچی اس لئے عتاب ہوا اب سمجھو کہ معلوم ہوتا ہے کہ دقوقی کو جو الہام ہوا تھا وہ بطور تخیر کے تھا کہ اگر چاہو تو دعا کر سکتے ہو مگر حق تعالیٰ کو منظور نہ تھا۔ تو ان کو تو صرف الہام ہوا کہ وہ جہاز ڈوب رہا ہے اور اس کا بھی الہام ہوا کہ دقوقی کو جو دعا کا الہام ہوا ہے اس میں اختیار دیا گیا ہے اور منظور حق یہ ہے کہ جہاز ڈوب جاوے تو ان دقوقی کی نظر تو وہاں تک نہ پہنچی مگر یہ حضرات اس بات میں ان سے بڑھے ہوئے تھے لہٰذا انہوں نے اس کو سمجھا اور ان کا اقتدا درست نہ سمجھا۔ بس اب کوئی اشکال بحمد اللہ باقی نہ رہا وللہ درمولانا۔ اب آگے دقوقی کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر مولانا نے رضاء بالقضا کی ہدایت فرمائی تھی۔ اب ان اہل اللہ کی حالت بیان فرماتے ہیں جو قضاء الٰہی پر رضامند ہیں اور کہتے ہیں کہ اب ان سالکین کی حالت سنو۔ جو عام کے کسی تصرف کی بابت کوئی مزاحمت نہیں کرتے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اہل اللہ دو قسم کے ہیں ایک تو وہ اولیاء ہیں جو دعا کو مانتے ہیں اور اپنی دعاؤں سے عالم میں مختلف تصرف کرتے ہیں کبھی ایک شے کو بناتے ہیں اور کبھی بگاڑتے ہیں یہ تو اور لوگ ہیں ہماری گفتگو کا تعلق ان سے نہیں ہے اور میں اہل اللہ میں کچھ ایسے لوگ بھی جانتا ہوں جنہوں نے اپنے منہ کو دعا سے بند کر رکھا ہے اور وہ از خود اپنی غرض سے کبھی دعا نہیں کرتے۔ تسلیم ورضا چونکہ ان بزرگوں کو حاصل ہے اس لئے طلب دفع قضا ان کے نزدیک عملاً حرام ہے۔ گو اعتقاداً حرام نہیں جانتے۔ کیونکہ شریعت سے اس کی اجازت حاصل ہے اور عملاً حرام ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس سے یوں بچتے ہیں جس طرح کہ حرام اشیاء سے بچا کرتے ہیں ان کو قضائے الٰہی میں ایک خاص مزہ ملتا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک اس سے رہائی حاصل کرنے کی کوشش کرنا طبعاً ایسا ہی ناپسندیدہ ہے جیسا کہ شرعاً وعقلاً کفر۔ ان کو حق سبحانہ کے ساتھ ایسا حسن ظن حاصل ہے کہ وہ کسی غم سے ماتمی لباس نہیں پہنتے۔ بلکہ ان کو جو کچھ پیش آتا ہے وہ ان کو اچھا ہی معلوم ہوتا ہے اور آگ بھی ہوتی ہے تو ان کے لئے آب حیات ہوتی ہے ان کے گلے میں زہر بھی یوں ہی مزہ سے اترتا ہے جیسے شکر اور ان کے راستہ میں اگر پتھر بھی آتا ہے تو وہ اس کی ویسی ہی قدر کرتے ہیں جیسے موتی کی غرض کہ بھلائی اور برائی مصیبت وراحت خوشی وغم بحیثیت قضاء الٰہی ہونے کے ان کی نظر میں سب یکساں ہیں۔ یہ کیوں محض اس لئے کہ حق سبحانہ کے ساتھ وہ حسن ظن رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ فعل الحلیم لا یخلو عن الحکمۃ اسی کا نتیجہ ہے کہ دعا کرنا اور کہنا کہ اے اللہ اس قضا کو بدل دے ان کو طبعاً یوں ہی ناپسند ہے۔ جس طرح کہ شرعاً وعقلاً کفر چنانچہ بہلول رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فقیر سے کہا کہ جناب والا مجھے مطلع فرمائیں کہ حضور کا مزاج کیسا ہے۔ فرمایا کہ اس کے مزاج کی حالت کیا پوچھتے ہو جس کی یہ حالت ہو کہ عالم کا کاروبار ہمیشہ اس کی منشا کے موافق ہوتا ہو۔ ندیاں اس کی مرضی کے موافق بہتی ہوں۔ ستارے اسی طرح چلتے ہوں جس طرح وہ چاہتا ہے حیات وموت جس کے دو پیادے ہوں کہ اس کی منشا کے موافق کام کرتے ہوں وہ جہاں چاہے غم بھیج دے اور جہاں چاہے خوشی عنایت

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے۔ راستہ چلنے والے بھی اس کی مرضی کے موافق چلتے ہوں اور نہ چلنے والے بھی اسی کے پھندے میں ہوں اس حاکم کی رضا و حکم کے بغیر کوئی دانت منہ میں نہ ہل سکتا ہو اور اس کی رضامندی کے بغیر کوئی پتا نہ گرتا ہوں۔ اور اس کے فیصلہ کے بغیر کوئی موت واقع نہ ہوتی ہو۔ اس کی خواہش کے بغیر ثریا سے ثریٰ تک اور عالم بھر میں کوئی رگ حرکت نہ کرتی ہو۔ یہ سن کر بہلول علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ حضور نے بہت بجا فرمایا اور حضور کی شان اور چہرہ ہی سے یہ بات ثابت ہے بلکہ اس سے سوگنا زیادہ ظاہر ہے لیکن میں اپنے تصور فہم سے اس کا مطلب نہیں سمجھا براہ مہربانی اس مضمون کی اچھی طرح تشریح فرما دیجئے اور تشریح ایسی ہو کہ ایک قابل آدمی اور نا قابل دونوں اس کو سن کر مان لیں۔ اور ایسی شرح فرمایئے کہ اس سے عوام کو بھی فائدہ پہنچے۔ قادر کلام شخص ایک ایسے مہمان نواز سے مشابہ ہے جس کے دسترخوان پر ہر قسم کا کھانا ہو کہ کوئی مہمان بھوکا نہ رہے بلکہ ہر ایک کو اس کی غذا مل جائے جیسے قرآن کہ سات طبقے رکھتا ہے کہ خاص و عام سب کو اس سے ان کی لیاقت و استعداد کے موافق غذا ملتی ہے عوام اپنے فہم کے مطابق سمجھتے ہیں اور خواص اپنے فہم کے موافق۔ ان بزرگ نے جواب دیا کہ یہ مقدمہ تو سب کو تسلیم ہے کہ تمام عالم حق سبحانہ کے قبضہ میں ہے حتیٰ کہ کوئی پتا اس کے حکم کے بغیر نہیں گرتا اور جب تک حق سبحانہ حلق میں جانے کا حکم نہ دیں لقمہ اس میں نہیں جا سکتا۔ میلان اور رغبت جو کہ آدمی کے لئے بمنزلہ باگ کے ہیں ان کی حرکات اسی کے تابع ہیں اور ان کی حرکات وسکون سب اسی کے حکم سے ہیں۔ زمین و آسمان میں ذرہ بھی پر ہلاتا ہے اور کوئی حرکت کرتا ہے تو اس کے حکم نافذ وقدیم سے کرتا ہے یہ اجمال ہے جس کی تفصیل ہم نہیں کر سکتے اور تفصیل کے لئے جلدی اچھی بھی نہیں کیونکہ کون ہے جو درختوں کے سب پتے گن سکتا ہے جب درختوں کے پتے باوجود متناہی ہونے کے کوئی گن نہیں سکتا تو غیر متناہی تفصیل دار گفتگو میں کب سما سکتا ہے پس خلاصہ کے طور پر اتنا سمجھ لو کہ تمام کام بامر حق سبحانہ ہوتے ہیں جب یہ امر ممید ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب رضائے حق پر بندہ راضی ہو گیا اور اس کا حکم ہی اس کا مطلوب ہو گیا اور یہ سب کچھ بدوں تکلف کے ہوا نہ تو تصنع سے نہ اجر و ثواب کے لئے بلکہ اس کی طبیعت ہی اس طور پر واقع ہوئی ہے وہ نہ اپنے لئے اپنی زندگی چاہتا ہے اور نہ زندگی کے مزہ دار ہونے کی وجہ سے۔ بلکہ جدھر امر قدیم حق سبحانہ نافذ ہوا خواہ موت ہو یا حیات وہی اس کو بھی پسند ہے اور موت وحیات اس کے نزدیک دونوں برابر ہیں وہ جیتا ہے تو خدا کے لئے نہ کہ خزانہ جمع کرنے کے لئے اور مرتا ہے تو خدا کے لئے نہ کہ رنج اور خوف سے۔ اس کا ایمان بھی محض اسی کی رضامندی کے لئے ہے نہ جنت کے لئے نہ پھلوں کے لئے نہ نہروں کے لئے اور کفر کو جو چھوڑتا ہے تو وہ بھی خدا کے لئے نہ کہ اس خوف سے کہ دوزخ میں جائیگا۔ اور یہ بات اس کی جبلی ہے نہ مجاہدوں سے حاصل ہوئی نہ کسب سے وہ ہنستا ہے تو اسی وقت جبکہ وہ رضائے حق دیکھتا ہے اور قضائے الٰہی اس کو یوں ہی مرغوب ہے جیسے حلوا پس جس بندہ کی یہ خصلت اور عادت ہو تو بتلاؤ کیا عالم کا کاروبار اس کے حکم کے موافق نہیں ہوتا۔ ضرور ہوتا ہے۔ جب یہ قصہ تم کو معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہو وہ کیوں گڑگڑائیں اور کیوں دعا کریں کہ اے اللہ اس قضا کو بدل دے ایسے لوگوں کے لئے تو ان کا مرنا اور ان

کی اولاد کا مرنا دونوں خدا کے لئے ہیں اور یوں مرغوب ہیں جیسے حلوا کھانا اس بظاہر بے وفا کے نزدیک بچوں کا دم توڑنا یوں ہی لذیذ ہے جیسے کسی محتاج بڈھے کے سامنے میوے پس ایسا شخص رد قضا کی دعا کیوں کرے۔ ہاں لیکن اس وقت جبکہ دعا میں حق سبحانہ کی رضامندی دیکھے اور یہ خیال کرے کہ دعا بھی ایک مطلوب خداوندی ہے تو وہ اس حیثیت سے دعا کرتا ہے نہ کہ اپنی غرض سے۔ دوہ مہتدی شفاعت ودعا کرتا ہے مگر اپنے رحم کی بناء پر نہیں کرتا۔ اپنے رحم کو تو اس نے اسی وقت آگ لگا دی تھی جبکہ عشق خداوندی کا چراغ جلایا تھا۔ عشق حق اس کے اوصاف کے لئے ایک دوزخ ہے جس نے اس کے تمام صفات کو بھسم کر دیا ہے ہر سالک کو یہ فرق معلوم نہیں اور وہ نہیں جانتا کہ اپنی غرض سے دعا اچھی نہیں اور خدا کے لئے اچھی ہے۔ مثلاً دقوقے ہی ہیں کہ وہ اس دولت کو حاصل نہیں کر سکے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے چونکہ ہر طروقی این فروقی کے شناخت الخ حل طلب شعر تھا اس لئے اس کی پوری تفصیل کی جاتی ہے۔ قولہ

بس

ہر طروقے این فروقے کے شناخت چوں دقوقے کو درین دولت متاخت

اس شعر میں مصرع ثانی میں تین نسخے ہیں (۱) چوں دقوقے کو درین دولت بتاخت (۲) چوں دقیقے کو درین دولت متافت (۳) جز دقوقے کو درین دولت بتاخت یا جز دقوقی کو درین دولت متاخت۔ ان نسخوں میں نسخہ ثانیہ صحیح ہے اور مطلب شعر یہ ہے کہ ہر راہ رو ایسے فرقوں سے کہ اپنی طرف سے دعا کرنا ناپسند ہے اور طلب حق سبحانہ کے وقت پسند واقف نہیں۔ مثلاً دقوقی ہیں کہ باایں ہمہ عظمت اس فرق کو نہ پہچان سکے۔ اور غلبہ رحم طبعی سے دعا کر بیٹھے اس کی صحت کے قرائن حسب ذیل ہیں:۔

(۱) مولانا نے اولاً فرمایا ہے۔

مرگ او و مرگ فرزندان او بہر حق پیشش چو حلوا در گلو

نزع فرزندان برآن بے وفا چو قطائف پیش شیخ بے نوا

رحم خود را او ہماندم سوختہ است کہ چراغ عشق حق افروختہ است

بعد ازاں قصۂ دقوقی میں دعائے دقوقی کے متعلق فرمایا ہے۔

چون دقوقے آن قیامت را بدید رحم او جوشید و اشک او دوید

گفت یارب منگر اندر فعل شان دست شاں گیر اے شہ نیکو نشاں

الخ ہر دو کے مقابلہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اشعار ماسبق میں دقوقی پر تعریض ہے اور مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں نے اپنی رحم کو جلا دیا ہے۔ اس لئے وہ دقوقی کی طرح نہیں ہیں کہ انہوں نے اہل کشتی پر رحم کھایا تھا۔ نیز وہ خود اپنے اور اپنے اولاد کے مرنے سے بھی خوش ہیں اور دقوقی کو اغیار کے بھی مرنے کا غم ہے ان کو اپنی اولاد کو نزع میں دیکھ

کر بھی کچھ خیال نہیں ہوتا اور دقوقی اہل کشتی کو نزع میں دیکھ کر بے تاب ہو جاتے ہیں۔

(۲) مولانا نے اولاً دقوقی اور ان کی دعا کے متعلق یوں ارشاد فرمایا۔

اشک مے رفت از دو چشمش واں دعا | بیخو از وے مے برآمد بر سما
آن دعائے بیخودان خود دیگرست | آن دعا زونیست گفت داورست
آن دعا حق میکند چوں او فناست | آن دعا و آن اجابت از خداست الخ

لیکن بایں ہمہ اعتراض معترضین کو بدیں الفاظ نقل فرمایا۔

او فضولے بودہ است از انقباض | کرد بر مختار مطلق اعتراض

اور اس کا کوئی جواب نہیں دیا اس کے بعد ان کا غائب ہو جانا اور دقوقے کا ان کو نہ پہچان سکنا اور افسوس کر کے رہ جانا۔ بیان فرمایا اس کے بعد مولانا نے ان کی جستجو کی دقوقی کو بدیں الفاظ ترغیب دی۔

اے دقوقے باد و چشم ہمچو جو | ہیں مبر امید و ایشان را بجو
ہیں بجو کہ رکن دولت جستن ست | ہر کشادے در دل اندر بستن است

یہ واقعات بصوت جہوری ندا دے رہے ہیں کہ دقوقی کی دعا از خود تھی اور وہ اس فریق میں سے تھے جو مثبت دعا ہیں۔ اور ان کا رتبہ منکرین دعا سے اتنا کم تھا کہ وہ ان کو پہچان نہ سکے اور ان کو ضرورت تھی کہ وہ ایسے لوگوں کو طلب کریں اور ان سے مستفیض ہو کر کاملیت سے اکملیت پر پہنچیں۔

ان تمام واقعات سے نسخۂ ثانیہ کی صحت واضح ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دقوقی کے اپنے معترضین کے نہ پہچاننے کو مضمون مصرع اول کی تائید میں بتانا مقصود ہے انہیں واقعات میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ

اشک رفت از دو چشمش واں دعا | بیخود از وے مے برآمد بر سما

میں لفظ بیخود فرط شفقت کے باعث انہماک فی الدعا کے سبب استعمال کیا گیا ہے اور آن دعائے بیخودان خود دیگرست میں لفظ بے خودان بمعنی مطلق فانیان مستعمل ہوا ہے جس میں اہل اللہ ملتجین دعا مثل دقوقے اور نافین دعا سب داخل ہیں چنانچہ مولانا نے خود اس کو صاف کر دیا اور فرما دیا ہے آن دعا حق میکند چوں او فناست الخ اور آن دعا و آں اجابت از خداست ہو جیسے کہ دعائے منکرین دعا جن پر اول ہی سے فنا غالب ہے یا ابتداء تو داعین ہی کی طرف سے ہو مگر بعد غلب فنا در حالت دعا منسوب بحق سبحانہ ہو گئی ہو اس وقت دعاء دقوقے کا منسوب بحق سبحانہ ہونا بھی صحیح ہو گا۔ اور از خود ہونا بھی درست ہو گا۔ کیونکہ وہ ابتداء تو خود دقوقے کی جانب سے تھی اور بعد غلبہ فنا بحالت اشتغال بدعا منسوب بحق ہو گئی تھی اور معترضین کا یہ فرمانا بھی درست ہو گا کہ۔

او فضولے بودہ است از انقباض | کرد برمختار مطلق اعتراض

اس وقت یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ دو باتوں میں سے ایک بات لازم ہے یا دقوقے کی دعا منسوب بحق نہ ہو گی یا اعتراض معترضین صحیح نہ ہو گا اور یہ دونوں باتیں ظاہر کلام مولانا کے خلاف ہیں۔ تقریر الدفع واضح۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

قصہ دقوقی اور ان کے کرامات کا

آن دقوقی داشت خوش دیباچہٗ	عاشق و صاحب کرامت خواجہٗ
دقوقی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے	عاشق اور کرامت والے خواجہ تھے

یعنی وہ دقوقی ایک اچھا چہرہ رکھتے تھے اور ایک عاشق (حق) اور صاحب کرامت خواجہ تھے۔

بر زمین مے شد چو مہ بر آسمان	شب روان را گشتہ زو روشن روان
زمین پر وہ اس طرح تھے جیسے چاند آسمان پر	تاریکی میں چلنے والے ان کی وجہ سے روشنی میں چلنے والے ہو گئے

یعنی زمین پر وہ چلتے تھے جیسے کہ چاند آسمان پر اور سالکوں کے لئے ان کی وجہ سے راہ روشن ہو گئی تھی۔

در مقامے مسکنے کم ساختے	کم دو روز اندر دہے انداختے
وہ ایک جگہ، کم ٹھہرتے	ایک گاؤں میں دو روز سے کم (ڈیرہ) ڈالتے

یعنی کسی ایک جگہ میں مسکن نہ بناتے تھے اور دو روز (بھی) کسی گاؤں میں کم ٹھہرتے تھے۔

گفت در یک خانہ باشم گر دو روز	عشق آن مسکن کند در من فروز
انہوں نے کہا اگر میں دو روز ایک گھر میں رہوں گا	اس گھر کی محبت مجھ میں روشن ہو جائے گی

یعنی کہا کرتے تھے کہ ایک جگہ اگر میں دو روز تک رہوں تو اس جگہ کی محبت میرے دل میں روشن ہو جاوے۔

غرة المسکن احا ذرہا انا	انقلی یا نفس سافر للغنا
میں اقامت کی عزت سے بچتا ہوں	اے نفس! منتقل ہو جا مشقت کی خاطر سفر کر

یعنی مسکن کی عزت سے میں بچتا ہوں تو اے نفس سفر کر غنا کے واسطے۔

لا اعود حلق قلبی فی المکان	کے یکون خالصاً فی الامتحان
میں اپنے دل کے اخلاق کو مکان کا عادی نہیں بناتا ہوں	تاکہ آزمائش میں خالص بن جائے

یعنی میں اپنے قلب کے حلق کو مکان کا عادی نہیں بناتا تاکہ وہ امتحان (حق) میں خالص ہو۔

روز اندر سیر بد شب در نماز	چشم اندر شاہ باز او ہمچو باز
دن کو سفر میں، رات کو نماز میں	آنکھ شاہ (کے دیدار) میں کھلی ہوئی وہ باز کی طرح (تھے)

یعنی دن کو تو چلتے ہیں اور رات کو نماز میں (رہتے) ہیں اور حق تعالیٰ میں آنکھ کھلی ہو مثل باز کے یعنی جس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح کہ باز شکار کرتا ہے اسی طرح وہ شکار معانی کا کرتے تھے۔

منقطع از خلق نے از بد خوئی	منفرد از مرد وزن نے ازدوئی
مخلوق سے جدا (تھے) بدمزاجی کی وجہ سے نہیں	مرد وزن سے اکیلے (تھے) مغائرت کی وجہ سے نہیں

یعنی مخلوق سے منقطع مگر نہ کہ بدخوئی کی وجہ سے اور مرد وزن سے منفرد نہ نفرت کی وجہ سے (بلکہ)

مشفقے بر خلق نافع ہمچو آب	خود شفیعے و دعایش مستجاب
مخلوق پر مہربان اور پانی کی طرح نفع رساں (تھے)	وہ خود سفارشی اور ان کی دعا مقبول (تھی)

یعنی خلق پر وہ مشفق تھے پانی کی طرح اور شفیع (درگاہ حق میں) اور ان کی دعا (بھی) مستجاب تھی۔

نیک و بد را مہربان و مستقر	بہتر از مادر شہے تر از پدر
بھلے اور برے کے لئے مہربان اور ٹھکانا (تھے)	ماں سے زیادہ بہتر اور باپ کی طرح مشفق اور مہربان

یعنی نیک و بد (سب کے لئے) مہربان اور جائے قرار تھے اور ماں سے بہتر اور باپ سے زیادہ مرغوب۔
غرضکہ جب وہ اس قدر شفیق تھے لوگوں سے نفرت اور بدخوئی کی وجہ سے کیوں الگ ہوتے بلکہ بات یہ تھی کہ وہ تنہائی کے واسطے الگ رہا کرتے تھے چونکہ بزرگان دین نائب رسول ہوتے ہیں اور مستفیض جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتے ہیں لہذا آگے مولانا حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت و مہربانی کو بیان فرماتے ہیں کہ

گفت پیغمبر شمارا اے مہاں	چوں پدر ہستم شفیق و مہربان
پیغمبرؐ نے فرمایا اے سردارو!	میں (تمہارے لئے) باپ کی طرح مشفق اور مہربان

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے سردارو میں تمہارے لئے باپ کی طرح شفیق اور مہربان ہوں۔

زاں سبب کہ جملہ اجزائے منید	جزو را از کل چرا برمے کنید
کیونکہ تم سب میرے اجزا ہو	جزو کو کل سے کیوں جدا کرتے ہو

یعنی اس سبب سے کہ تم میرے اجزاء ہو تو جزو کو کل سے قطع کیوں کرتے ہو۔ جزو سے مراد تابع ہے مطلب یہ کہ تم میرے اس طرح تابع ہو جیسے کہ جزو کل کے تو پھر مجھ سے قطع تعلق مت کرو اس لئے کہ۔

جزو از کل قطع شد بیکار شد	عضو از تن قطع شد مردار شد
جزو کل سے کٹا تو بیکار ہو گیا	عضو بدن سے کٹا تو مردہ ہو گیا

یعنی جزو کل سے قطع ہو گیا تو وہ جزو بیکار ہو گیا۔ اور عضو بدن سے قطع ہو گیا تو مردار ہو گیا۔

تا نہ پیوند و بکل بار دگر	مردہ باشد نبودش از جان خبر
جب تک وہ (عضو) دوبارہ کل سے نہ جڑے	مردہ رہتا ہے اس کو جان کا پتہ نہیں رہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب تک کہ دوبارہ کل سے نہ جڑے یہ جزو مردہ رہے گا اور اس کو جان کی خبر بھی نہ ہوگی مطلب یہ کہ اگر چہ الگ بھی ہو جاؤ تو چاہئے کہ پھر مل جاؤ۔ اور اگر الگ رہو گے تو پھر کبھی حیات نہ آوے گی اور اگر جلدی سے مل جاؤ گے تو حیات پھر لوٹ آوے گی۔ جیسے کہ عضو بریدہ کو فوراً جوڑ دو تو وہ جڑ جاتا ہے اور اگر کچھ روز پڑا رہے تو پھر بالکل بے جان ہو جاتا ہے۔ اب یہاں کوئی شبہ کرتا ہے کہ جناب بعض لوگوں نے قطع کیا مگر ان کی عقل وغیرہ سب ویسی ہی رہی تو وہ مردہ کہاں ہوئے یعنی ان کے حواس وغیرہ جاتے رہتے یہ کہاں ہوا مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ورنجنبد نیست خود او را سند	عضو نو ببریده ہم جنبش کند
اگر وہ حرکت کرتا ہے تو وہ (زندگی کی) دلیل نہیں ہے	نیا کٹا ہوا عضو بھی حرکت کرتا ہے

یعنی اگر وہ حرکت کرتا ہے تو اس کی کوئی سند نہیں ہے کہ نیا کٹا ہوا عضو جنبش کیا ہی کرتا ہے (تو چونکہ قطع کو زیادہ مدت نہیں گزری اس لئے عقل وغیرہ باقی ہے ورنہ دیکھنا کہ کچھ روز میں سب رفو چکر ہو جاوے گی) یہاں ایک اور شبہ یہ ہوا کہ اگر جزو کی علیحدگی سے وہ بے کار ہو جاتا ہے تو کل بھی تو ناقص ہو جاتا ہے تو اگر یہ لوگ بیکار ہوئے تو نعوذ باللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی نقص آیا۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

جزو ازین کل گر برد یکسو رود	این نہ آن کل است کو ناقص شود
اس کل کا جزو اگر کٹے ایک طرف چلا جائے	یہ وہ کل نہیں ہے جو ناقص ہو جائے

یعنی جزو اگر اس کل سے کٹ کر جاوے اور ایک طرف چلا جاوے تو یہ تو کل نہیں ہے جو ناقص ہوگا۔

قطع و وصل او نیاید در مقال	چیز ناقص گفتہ شد بہر مثال
اس سے جدا ہونا اور جڑنا بیان نہیں کیا جا سکتا	مثال کے لئے ایک ناقص بات کہدی گئی ہے

یعنی ان کا قطع و وصل مقال میں نہیں آسکتا۔ اور ایک شے ناقص مثال کے طور پر کہی گئی ہے مطلب یہ کہ ہم نے جو اوپر جزو و کل کی مثال دی ہے وہ ایک ناقص مثال ہے ورنہ اصل میں پوری طرح وہ اس کے مثل نہیں ہے اور یہ وہ کامل نہیں ہے جو ناقص ہو جاوے۔

مر علیؓ را بر مثال شیر خواند	شیر مثل او نباشد گرچہ راند
(حضرت) علیؓ کو شیر کی مانند کہا	شیر ان جیسا نہیں ہوتا ہے اگرچہ (یہ مثال) جاری ہوگئی ہے

یعنی علیؓ کو شیر کی طرح کہا ہے تو شیر ان کی مثل (من کل الوجوہ) نہیں ہوتا اگرچہ (یہ مثال) جاری ہوگئی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اگر چہ حضرت علیؓ کو اسد اللہ کہتے ہیں مگر وہ من کل الوجوہ تو شیر نہیں ہیں اسی طرح اگر چہ مثال جزو وکل کی دی ہے مگر یہ مثال خود ناقص ہے تو جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جزو وکل کی طرح شفیق تھے اسی طرح وہ دقوتے صاحب بھی لوگوں پر بہت شفقت فرماتے تھے آگے پھر ان کا قصہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دقوقی کے قصہ کی طرف لوٹنا

از مثال و مثل و فرق آن بران	جانب قصہ دقوقے اے جوان
مثال اور مثل اور اس کے فرق سے آگے بڑھ	اے جوان! دقوقی کے قصہ کی جانب

یعنی اے جوان مثال اور اس کے فرق (کے بیان) دقوقے کے قصے کی طرف چلو

آنکہ در فتویٰ امام خلق بود	گوئے تقویٰ از فرشتہ مے ربود
وہ (دقوقی) جو فتویٰ میں مخلوق کے امام تھے	تقویٰ میں فرشتے سے بازی لے جاتے تھے

یعنی وہ دقوقی کہ فتوے میں خلق کے امام تھے اور تقویٰ کی گیند فرشتہ سے لے جاتے تھے یعنی تقوے میں فرشتوں سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔

آنکہ اندر سیر مہ رامات کرد	ہم ز دینداری او دین رشک خورد
وہ جنہوں نے چلنے میں چاند کو ہرا دیا	جن کی دینداری پر خود دین نے رشک کیا

یعنی وہ کہ چلنے میں چاند کو مات کرتے تھے اور ان کی دینداری سے اہل دین رشک کھاتے تھے۔

با چنین تقویٰ و اورا دو قیام	طالب خاصان حق بودے مدام
باوجود ایسے تقوے اور وظائف اور نماز کے	وہ ہمیشہ خاصان خدا کے طالب رہتے تھے

یعنی باوجود ایسے تقوے اور اوراد۔ اور قیام کے وہ ہمیشہ خاصان حق کے طالب رہا کرتے تھے۔

در سفر معظم مرادش آن بدی	کہ دمے با بندۂ خاصی زدے
سفر میں ان کی بڑی مراد یہ ہوتی	کہ تھوڑی دیر کسی خاص بندہ سے ملیں

یعنی سفر میں بڑی مراد ان کی یہ ہوتی تھی کہ ایکدم کسی بندۂ خاص کے ساتھ ملیں۔

این ہمی گفتے جو مے رفتے براہ	کن قرین خاصگانم اے الٰہ
جب سفر میں جاتے تو یہ کہتے	اے خدا! مجھے مخصوص (بندوں) کا ساتھی بنا دے

یعنی جب راہ چلتے تھے تو یہ کہتے تھے کہ اے اللہ (اپنے) خاص لوگوں کا مجھے ساتھی بنادے اور عرض کرتے تھے کہ۔

یارب آنہارا کہ بشناسد دلم	بندۂ بستہ میان و مجملم
اے خدا! جن کو میرا دل پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک	ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

یعنی اے اللہ جن کو کہ میرا دل جانتا ہے ان کا تو غلام کمربستہ اور مجمل ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

و آنکه نشناسد تو اے یزدان حان	بر من محجوب شان کن مہربان
اور جن کو میں نہیں پہچانتا ہوں تو اے جان کے مالک	ان کو مجھ ناواقف پر مہربان کر دے

یعنی اے اللہ اور جن کو کہ میرا دل نہیں پہچانتا ان کو آپ مجھ محجوب پر مہربان فرما دیجئے۔

حضرتش گفتے کہ اے صدر مہین	این چہ عشق ست و چہ استقاست این
دربار (خداوندی) ان سے کہتا اے صدر اعظم	یہ کیسا عشق اور یہ کیسی پیاس ہے؟

یعنی حضرت حق ان سے فرماتے کہ اے صدر اعظم یہ کیسا عشق ہے اور کیسا استقا ہے (اور ارشاد ہوتا ہے کہ)

مہر من داری چہ میجوئی دگر	چوں خدا باتست چہ جوئی بشر
تم میری محبت رکھتے ہو دوسرے کی محبت کیوں تلاش کرتے ہو؟	جبکہ خدا تمہارے ساتھ ہے انسان کی کیوں تلاش کرتے ہو؟

یعنی میری محبت تو رکھتے ہو اور کیا تلاش کرتے ہو اور جب خدا تمہارے ساتھ ہے تو بشر کو کیا تلاش کرتے ہو یعنی جب اللہ ساتھ ہے تو اہل اللہ کو کیوں ڈھونڈتے ہو۔

او بگفتے یارب اے دانائے راز	تو کشودی دردلم راہ نیاز
وہ جواب دیتے اے خدا! اے راز کو جاننے والے!	تو نے میرے دل میں نیازمندی کا راستہ کھول دیا ہے

یعنی وہ عرض کرتے کہ اے اللہ دانائے راز آپ نے ہی تو میرے دل میں راہ تواضع کھول دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے جو میرے قلب میں تواضع پیدا فرما دی ہے اسی کا یہ اثر ہے کہ میں اپنی احتیاج انسانوں سے اور ان لوگوں سے جو مجھ سے تعلق رکھنے والے ہیں ظاہر کرتا ہوں بزرگوں نے کہا ہے کہ درود شریف کثرت سے پڑھنا بھی تکبر کا علاج ہے اس لئے کہ اس میں اس کا اظہار ہے کہ باوجودیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت بشریت کے سب کے مماثل ہیں مگر ہم ان کی توجہ کے بھی محتاج ہیں۔

درمیان بحر اگر بنشستہ ام	طمع در آب سبو ہم بستہ ام
اگرچہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں	گھڑا کے پانی سے بھی میں نے لالچ وابستہ کیا ہے

یعنی اگرچہ بحر کے درمیان میں بیٹھا ہوا ہوں مگر گھڑے کے پانی کی بھی حرص رکھتا ہوں۔

ہمچو داؤدم نود نعجہ مراست	طمع درنعجہ حریفم ہم بجاست
(حضرت) داؤدؑ کی طرح میرے پاس نوے بھیڑیں ہیں	ساتھی کی بھیڑ کا لالچ بھی مناسب ہے

یعنی مثل داؤد علیہ السلام کے کہ نوے بکریاں میرے پاس ہیں مگر اپنے ساتھی کی بکری میں طمع کرنا بھی میرے لئے بجا ہے۔ مولانا اس قصہ کو بنا بر مشہور نقل فرماتے ہیں ورنہ اصل میں یہ قصہ بالکل غلط در غلط ہے۔ مقصود یہ ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ اگرچہ مجھے قرب کامل حاصل ہے مگر جہاں کہیں کچھ بھی قرب حاصل ہوتے دیکھتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں یہ چاہتا ہوں کہ یہ بھی حاصل ہو جاوے۔

حرص اندر عشق تو فخر است و جاہ	حرص اندر غیر تو ننگ و تباہ
تیرے عشق میں لالچ فخر اور مرتبہ ہے	تیرے غیر میں لالچ ذلت اور تباہی ہے

یعنی آپ کی محبت کی حرص تو فخر ہے اور جاہ ہے اور آپ کے غیر میں حرص کرنا یہ شرم اور تباہی ہے۔

شہوت و حرص نراں پیشے بود	وان حیزاں ننگ و درویشے بود
مردوں کی شہوت اور لالچ بڑھاؤ ہوتا ہے	ہجڑوں کی خواہش ذلت اور بدفعلی ہوتی ہے

یعنی مردوں کی حرص و شہوت تو آگے کی طرف ہوتی ہے اور وہ حیزوں اور نامردوں کی شرم اور گداگری ہوتی ہے۔

حرص مردان از رہ پیشے بود	در مخنث حرص سوئے پس رود
مردوں کی حرص آگے کے راستہ سے ہوتی ہے	ہجڑے کی حرص پچھلی جانب ہوتی ہے

یعنی مردوں کو تو حرص آگے کی طرف ہوتی ہے اور مخنث میں حرص پیچھے کی طرف جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو مرد ہیں ان کو تو حرص یہ ہوتی ہے کہ آگے چل کر ترقی کریں اور جو نامرد ہیں وہ اس دنیا ہی میں پڑے رہتے ہیں۔

آن یکے حرص از کمال مردی است	واں دگر حرص افتضاح و سردی است
وہ ایک حرص مردی کے کمال کی وجہ سے ہے	دوسری حرص رسوائی اور سستی ہے

یعنی وہ ایک حرص تو مردی کے کمال کی وجہ سے ہے اور وہ دوسری فضیحت اور افسردگی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

آہ سرے ہست اینجا بس نہان	کہ سوے خضرے شود موسیٰ دوان
آہ یہاں ایک راز پوشیدہ ہے	کہ (حضرت) موسیٰ (حضرت) خضر کی طرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے

یعنی آہ اس جگہ ایک بہت پوشیدہ بھید ہے کہ موسیٰ خضرؑ کی طرف دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے۔ مطلب یہ کہ اس طلب میں ایک عجیب بھید ہے کہ دیکھو طلب وہ چیز ہے کہ موسیٰ جیسے جلیل القدر نبی حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جاویں دیکھو آخر طلب حق تھی جب ہی تو ایسا ہوا۔

ہمچو مستسقی کز آبش سیر نیست	بر ہر انچہ یافتی باللہ مایست
استسقاء کے بیمار کی طرح جس کو پانی سے سیرابی نہیں ہوتی	خدا کی قسم جو تو نے حاصل کر لیا ہے اس پر نہ ٹھہر

یعنی مستسقی کی طرح اس کو پانی سے سیری نہیں ہوتی۔ تو تم جس چیز پر پہنچو خدا کی قسم کھڑے مت ہو۔ اس لئے کہ۔

چوں گذشتی زان دگر نو تر رسد	آن یکے بالاتر ازوے در رسد
جب تو اس سے آگے بڑھے گا دوسری نئی (چیز) آئے گی	اس سے اونچی اور چیز ملے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب تم اس سے گزر جاؤ گے تو ایک اور نئی شے ملے گی اور وہ ایک اس سے بالا ملے گا۔

بے نہایت حضرتست این بارگاہ	صدر را بگذار صدر تست راہ
یہ بارگاہ لامحدود دربار ہے	صدر کو چھوڑ تیرا صدر راستہ ہے

یعنی یہ درگاہ بے نہایت بارگاہ ہے تم صدر کو ترک کرو اس لئے تمہارا صدر تو راہ ہی ہے۔ مطلب یہ کہ تم کسی جگہ پر ٹھہرو مت کہ وہاں پہنچ کر تم صدر بنالو بلکہ تمہارا صدر تو یہی ہے کہ بس راہ طے کرتے چلے جاؤ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ

اے برادر بے نہایت در گہے است ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

آگے حضرت موسیٰ کے حضرت خضرؑ کے پاس جانے کا راز بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دقوقی کی حالت بہت اچھی تھی وہ عاشق خدا اور صاحب کرامت شخص تھے جس طرح چاند آسمان پر چلتا ہے وہ زمین پر چلتے تھے اور جس طرح رات کے چلنے والوں کو چاند سے بصیرت حاصل ہوتی ہے یوں ہی ظلمات میں چلنے والے گمراہ لوگوں کو ان کے ذریعہ سے نور معرفت حاصل ہوتا تھا وہ ایک مقام پر نہیں رہتے تھے بلکہ ایک گاؤں میں دو دن بھی نہ رہتے تھے اور راز اس کا یہ بیان فرماتے تھے کہ اگر کسی گاؤں میں میں دو دن بھی رہوں گا تو اس جگہ کی محبت میرے دل میں پیدا ہو جاوے گی اور میں گھر کی محبت سے بچنا چاہتا ہوں اس لئے کہتا ہوں کہ اے نفس تو چل یہاں سے اور سفر کرتا کہ تجھے دولت حقیقی حاصل ہو۔ لان السفر وسیلۃ الظفر۔ میں اپنے دل کو کسی مکان کا خوگر نہیں بنانا چاہتا تا کہ وہ امتحان میں خالص اور غیر اللہ کی محبت کی آمیزش سے پاک رہے۔ وہ دن بھر تو چلتے اور رات بھر نماز پڑھتے تھے۔ ہمیشہ حق سبحانہ پر نظر رکھتے اور باز کی طرح اطاعت شہنشاہ حقیقی پر کمربستہ رہتے۔ مخلوق سے جدا رہتے مگر اس کا سبب بدخوئی نہ تھی وہ عورتوں اور مردوں سے الگ رہتے مگر مغائرت کے سبب نہیں۔ بلکہ اپنی حفاظت کے لئے وہ مخلوق پر بے حد شفیق اور ان کے لئے پانی کی طرح نافع تھے وہ مشفق بھی تھے اور مستجاب الدعوات بھی اس لئے مخلوق کو ان سے بہت نفع پہنچتا تھا وہ اچھوں اور بروں سب پر مہربان اور سب کا مرجع تھے۔ یعنی ہر طرح کے لوگ ان سے اپنی حوائج میں مدد لیتے تھے غرض کہ وہ ان کے حق میں ماں سے بہتر اور باپ سے افضل تھے کیونکہ وہ جانشین پیغمبر تھے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں تم پر تمہارے باپوں سے زیادہ مشفق اور مہربان ہوں اس لئے کہ تم سب میرے ہی اجزاء ہو۔ کیونکہ تمہاری بقاء اور حیات مجھ سے وابستہ ہے پس تم اپنے کو مجھ سے کیوں الگ کرتے ہو۔ دیکھو جب جز وکل سے الگ ہو جاتا ہے تو نکما ہو جاتا ہے اور جب کسی عضو کو جسم سے کاٹ ڈالا جاتا ہے تو مردار ہو جاتا ہے اور جب تک دوبارہ نہیں مل جاتا مردہ ہی رہتا ہے اور حیات کی اس کو ہوا بھی نہیں لگتی اگر کوئی مجھ سے علاقہ قطع کر کے چلتا پھرتا

www.besturdubooks.wordpress.com

کھاتا پیتا ہے اور دیگر کام کرتا ہے تو یہ افعال کچھ قابل اعتبار اور ہرگز دلیل حیات نہیں دیکھو کٹا ہوا عضو بھی تو کچھ دیر تڑپتا ہے مگر اس کے بعد ٹھنڈا ہو جاتا ہے پس یہ حرکات ظاہرہ حقیقی حیات کی دلیل نہیں ہو سکتیں بلکہ حقیقۃً تو وہ مردار ہی ہے گو بظاہر زندہ معلوم ہو اس پر یہ شبہ نہ کرنا کہ جس طرح جزو کے اپنے کل سے جدا ہو جانے سے اس کی حیات جاتی رہتی ہے یوں ہی کل میں بھی نقصان آ جاتا ہے تو اس سے لازم آیا کہ لوگوں کے قطع تعلق سے خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نعوذ باللہ نقصان آ جائے۔ کیونکہ یہ وہ کل نہیں ہے جو جزو کے قطع تعلق کرنے اور علیحدہ ہو جانے سے ناقص ہو جاوے بلکہ یہ دوسرے طرح کا کل ہے اور اصل بات یہ ہے کہ یہ جزویت اور کلیت اور ایک کا دوسرے کے ساتھ اتصال وانقطاع حقیقی نہیں ہے بلکہ تشبیہی ہے اور وہ خاص تعلق جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں میں ہے ان کے انقطاع واتصال کی کیفیت بیان میں نہیں آ سکتی اس لئے تقریب فہم کے لئے ایک ناقص مثال بیان کر دی گئی ہے تم نے اس کو مثل سمجھ لیا اور شبہ کر دیا حالانکہ مثال اور چیز ہے اور مثل اور شے۔ مثلاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اسد اللہ اور مثال شیر کہا گیا ہے لیکن شیران کی مثل نہیں ہے۔ اس سے اجمالاً تم کو مثال اور مثل میں فرق معلوم ہو جائے گا۔ اور جو شبہ تم نے مثال کو مثل سمجھ کر کیا تھا وہ دفع ہو جاوے گا اچھا اب مثال اور مثل اور ان کے فرق کے قصہ کو الگ کر و اور دقوقی کے قصہ کی طرف چلو خیر تو دقوقی وہ شخص تھے جو فتویٰ میں مقتدائے خلق تھے اور تقویٰ میں سبقت لے گئے تھے اور جنہوں نے سرعت سرالے اللہ میں چاند کو مات کر دیا تھا اور جن کی دینداری پر خود دین کو رشک ہوتا تھا۔ (یعنی نہایت دیندار تھے اور یہ ایک عنوان عرفی ہے اس مضمون کے ادا کا) غرض کہ وہ اس قدر تو پرہیزگار وظیفے اور نوافل پڑھنے والے تھے مگر باایںہمہ ہمیشہ اہل اللہ کو تلاش کرتے تھے رہتے تھے سفر میں بڑا مقصد ان کا یہ ہوتا تھا کہ کسی وقت کسی کامل سے ملاقات ہو جاوے جب وہ سفر کرتے تھے تو یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ مجھے اپنے خاص بندوں سے ملا دے اور اے اللہ جن کو میں جانتا ہوں ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے تو میں کمر بستہ اور کجاوہ لادے ہوئے ہوں ہی لیکن جن کو میں نہیں جانتا مجھ محجوب پر تو ان کو مہربان کر دے کہ وہ اپنے کو مجھ پر ظاہر کر دیں۔ اس پر حق سبحانہ ان کے منہ سے جواب سننے کے لئے ان سے فرماتے کہ کیسا عشق اور کیسی پیاس ہے جب تم کو مجھ سے محبت ہے تو غیروں کو کیوں ڈھونڈتے ہو۔ اور جب ہم تمہارے ساتھ ہیں تو آدمیوں کو کیا تلاش کرتے ہو۔ وہ جواب دیتے کہ اے اللہ آپ تو تمام اسرار سے واقف ہیں کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ آپ نے میرے اندر تواضع کی کیفیت پیدا فرما دی ہے اس لئے اگر چہ میں سمندر میں بیٹھا ہوں لیکن پھر بھی میری نظر گھڑے پر ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میں پانی سے محروم ہوں۔ اور گھڑا اس سے لبریز ہے اس لئے اس سے پانی حاصل کرنا چاہئے داؤد کی طرح کچھ اوپر نوے بھیڑیں میرے پاس ہیں مگر باایںہمہ اوروں کی بھیڑوں کی خواہش بھی ہے (داؤد علیہ السلام کے جس قصہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ بے اصل ہے بنا بر مشہور اس کا ذکر کیا گیا ہے) آپ کے عشق

www.besturdubooks.wordpress.com

میں جس قدر حرص ہو فخر کی بات ہے اور سراسر عزت ہے اور دیگر امور میں حرص نہایت شرم کی بات اور موجب تباہی ہے مردوں کی خواہش ترقی کی طرف ہوتی ہے اور نامردوں کی رغبت شرمناک باتوں اور بھیک مانگنے وغیرہ کی طرف اور مردوں کی حرص آگے سے تعلق رکھتی ہے اور مخنث کی پیچھے پہنچ جاتی ہے۔ پس ایک کی حرص تو کمال مردی سے ناشی ہے اور دوسرے کی سراسر رسوائی اور نقص ہے۔ یہاں ایک بہت مخفی راز ہے کہ موسیٰ علیہ السلام خضر کی طلب میں جاتے ہیں حالانکہ ہر دو کے مراتب میں بہت فرق ہے (اس مقام پر یہ مضمون استطرادی ہے آگے اس کا قصہ صریحاً مذکور ہے اس کے بعد مضمون سابق کی طرف عود ہے) تم کو چاہئے کہ طلب حق سبحانہ سے کبھی دست بردار نہ ہو۔ اور یوں ہی طالب رہو جس طرح استسقاء والا پانی سے سیر نہیں ہوتا۔ اور جس مرتبہ پر پہنچ جاؤ اور خدا کے ساتھ تم کو جس قدر تعلق ہو جاوے اس پر قناعت نہ کرو یاد رکھو کہ یہ درگاہ بے نہایت ہے اس کے صدر مقام پر آدمی کبھی پہنچ ہی نہیں سکتا۔ پس تم مشیخت اور کمال کے خیال کو چھوڑ و اور چلتے رہو۔ یہی مشیخت اور کمال ہے تم کلیم اللہ سے سبق حاصل کرو۔ اور دیکھو کہ وہ فرط اشتیاق میں کیا کہتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

موسیٰ علیہ السلام کے باوجود ان کے کمال نبوت و تقرب حق کے خضر علیہ السلام کو تلاش کرنے کا بھید

از کلیم حق بیاموز اے کریم	ہیں چہ میگوید ز مشتاقے کلیم
اے بھلے! کلیم اللہ سے سیکھ لے	آگاہ! کلیم شوق میں کیا کہہ رہے ہیں؟

یعنی اے کریم کلیم حق سے سیکھو کہ وہ کلیم مشتاقی کی وجہ سے (طلب میں) کیا کہہ رہے ہیں۔

با چنیں جاہ و چنیں پیغمبری	طالب خضرم ز خود بینی بری
ایسے رتبے اور ایسی پیغمبری کے ہوتے ہوئے	میں خضر کا طالب ہوں خود پسندی سے بری ہوں

یعنی باوجود ایسے مرتبہ اور ایسی پیغمبری کے (کہتے ہیں کہ) میں طالب خضرؑ ہوں اور خود بینی سے بری ہوں۔ آگے ایک سوال جواب فرضی نقل فرماتے ہیں کہ مثلاً کوئی موسےٰ علیہ السلام سے یہ کہتا ہے کہ۔

موسیا تو قوم خود را ہشتۂ	در پئے نیکوئے سر گشتۂ
اے موسیٰ! تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا ہے	ایک نیک خصلت کے پیچھے حیران ہو

یعنی اے موسیٰ آپ نے اپنی قوم کو چھوڑا ہے اور اس ایک نیک کے پیچھے سرگشتہ ہو رہے ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کیقبادی رستہ از خوف و رجا	چند گردی چند جوئی تا کجا
تم شاہ ہو امید و بیم سے آزاد ہو	کب تک گھومو گے کب تک جستجو کرو گے کہاں تک؟

یعنی آپ تو کیقباد ہیں اور خوف ورجا سے چھوٹے ہوئے ہیں تو آپ کہاں تک پھریں گے اور کہاں تک تلاش کریں گے۔ خوف ورجا مبتدی کی حالت کو کہتے ہیں اور انس ومحبت منتہی کی اور قبض وبسط متوسط کی حالت کو کہتے ہیں تو خوف ورجا سے راستہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ حالت ابتدائی سے چھوٹے ہوئے ہیں اور حالت انتہائی تک پہنچے ہوئے ہیں۔

آن تو باتست وتو واقف بریں	آسمانا چند پیمائے زمین
تمہارا مطلوب تمہارے پاس ہے تم اس سے واقف ہو	اے آسمان! کب تک زمین کی پیمائش کرو گے

یعنی تمہاری چیز تو تمہارے ساتھ ہے اور تم اس پر واقف بھی ہو تو اے آسمان تم زمین کو کب تک پیمائش کرو گے مطلب یہ کہ تم کامل ہو کر اپنے سے کم درجہ والوں کی طلب میں کیوں پھرتے ہو۔

گفت موسےٰ ایں ملامت کم کنید	آفتاب و ماہ را رہ کم زنید
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا یہ ملامت نہ کرو	سورج اور چاند کا راستہ نہ روکو

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ملامت مت کرو۔ اور آفتاب وماہ کی رہزنی مت کرو۔

میروم تا مجمع البحرین من	تا شوم مصحوب سلطان زمن
میں مجمع البحرین تک جاؤں گا	تاکہ شاہ زمانہ کا ساتھی بنوں

یعنی میں مجمع البحرین تک جاؤں گا۔ جب تک کہ میں اس سلطان زمن کا ساتھی نہ ہو جاؤں۔

اجعل الخضر لامری سبباً	ذاک او امضے واسری حقبا
میں (حضرت) خضر کو اپنے معاملہ کا ذریعہ بناؤں گا	یہ ہو یا ایک عرصہ دراز تک چلتا اور پھرتا رہوں گا

یعنی میں خضر کو اپنی بات کے لئے سبب بناؤں گا۔ یا یہ کو چلا جاؤں گا اور سالہا سال تک چلتا رہوں گا۔

سالہا پرم بہ پر و بال ہا	سالہا چہ بود ہزاراں سالہا
میں پر و بال کے ساتھ سالوں اڑتا رہوں گا	(چند) سال کیا ہوتے ہیں ہزاروں سال

یعنی میں سالہا سال تک پر وبال سے اڑوں گا اور سالہا کیا ہزاروں سال تک

می روم یعنی نمی ارزد بدان	عشق جانان کم مدان از عشق نان
میں چلتا رہوں گا یعنی یہ (چلنا) اس (محبوب) کی برابر نہیں	محبوب کے عشق کو روٹی کے عشق سے کم نہ سمجھ

یعنی (ہزاروں سال تک) چلتا رہوں گا یعنی یہ اس کی برابر نہیں ہے اور عشق جاناں کو عشق نان سے کم مت

www.besturdubooks.wordpress.com

جانو۔ مطلب یہ کہ روٹی کے لئے انسان کیسی کیسی طلب کرتا ہے تو اگر حق تعالیٰ کے لئے وہ طلب کرے تو کیا حرج ہے۔

این سخن پایان ندارد ای عمو	داستان آن دقوقی باز گو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	ان دقوقی کی بات پھر بتا

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی ہے اے چچا تو اب تم دقوقی کی داستان پھر بیان کرو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: الحمدللہ کہ مجھے حق سبحانہ نے اس قدر مرتبہ اور پیغمبری کی اتنی بڑی دولت عطا فرمائی ہے لیکن باایںہمہ میں طالب خضر ہوں اور خود بینی سے مبرا۔ لوگوں نے ان سے یہ بھی کہا کہ اے موسیٰ تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور ایک نیک شخص کی طلب میں سرگرداں ہو۔ آپ تو اپنے وقت کے شہنشاہ ہیں آپ کا مرتبہ خوف ورجا سے جو متدین کی حالت ہے نہایت ارفع ہے بلکہ آپ تو ہیبت اور انس کے درجہ میں ہیں۔ فرمایئے آپ کب تک گھومتے اور تلاش کرتے رہیں گے۔ اور یہ کیفیت کب تک رہے گی آپ کا مطلوب آپ کے پاس ہے اور آپ کو اس کا علم بھی ہے پھر آپ آسمان ہو کر زمین کے گرد کب تک چکر لگائیں گے۔ لیکن انہوں نے یہ جواب دیا کہ صاحبو مجھ پر ملامت نہ کرو۔ اور آفتاب و ماہتاب کے قرن میں دراندازی مت کرو۔ میں مجمع البحرین پر ضرور جاؤں گا تا کہ میں ایک بادشاہ وقت کی مصاحبت کا شرف حاصل کروں۔ میں خضرؑ کو اپنے مقصود کے تحصیل کا ذریعہ ضرور بناؤں گا پس یا تو وہ مل جائیں گے یا میں گھومتے پھرتے زمانہ گزار دوں گا اور اپنی پوری قوت سے برسوں کوشش کروں گا۔ برسوں کیا بلکہ ہزاروں برسوں تک اس کوشش کو نہ چھوڑوں گا۔ اچھا اب میں جاتا ہوں اب مولانا دریافت فرماتے ہیں کہ تم بتاؤ کہ کیا یہ ان کا جانا نازیبا تھا۔ ہرگز نہیں اس لئے کہ خدا کا عشق روٹی کی محبت سے کم نہیں جب روٹی کے لئے پھرنا گوارا ہوتا ہے اور ناپسند نہیں کیا جاتا تو طلب خدا کے لئے پھرنا گوارا اور ناپسند کیوں ہوگا۔ خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اب پھر دقوقی کا قصہ بیان کرنا چاہئے۔

شرح شبّیری

دقوقی علیہ الرحمۃ کے قصہ کی طرف رجوع

آن دقوقی رحمۃ اللہ علیہ	گفت سافرت مدی فی خافقیہ
دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے	فرمایا میں نے ایک مدت تک مشرق و مغرب کا سفر کیا

یعنی ان دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے ایک مدت تک اطراف عالم میں سفر کیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سال و مہ رفتم سفر از عشق ماہ	بے خبر از راہ و حیران در الٰہ
چاند کے عشق میں سالوں اور مہینوں میں نے سفر کیا	راستہ سے بے خبر تھا اور اللہ (تعالیٰ) میں محو تھا

یعنی میں نے برسوں اور مہینوں تک عشق حق میں سفر کیا ہے کہ میں راہ سے بے خبر تھا اور حق تعالیٰ میں حیران تھا۔

پا برہنہ رفتہ ام برخار و سنگ	زانکہ من حیرانم و بے خویش و رنگ
مٹی اور پتھروں میں ننگے پاؤں چلا ہوں	کیونکہ میں محو اور بے خود اور حیران تھا

یعنی میں پا برہنہ خار و سنگ پر چلا ہوں اور فرمایا ہے کہ میں حیران اور بے خویش اور رنگ ہوں۔

تو مبین ایں پایہا را برزمین	زانکہ بردل میرود عاشق یقین
تو ان پاؤں کو زمین پر نہ سمجھ	کیونکہ عاشق واقعۃً دل (کے بل) پر چلتا ہے

یعنی تم ان پاؤں کو زمین پر مت دیکھو اس لئے کہ عاشق تو یقیناً دل پر چلتا ہے مطلب یہ کہ اس سے شبہ مت کرو کہ پاؤں سے یہ اس قدر مسافت کس طرح طے کر سکے۔ اس لئے کہ عاشق ان پاؤں سے چلتے نہیں بلکہ وہ دل سے چلتے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ۔

از رہ و منزل ز کوتاہ و دراز	دل چہ داند کوست مست دلنواز
راستہ اور منزل اور نزدیک اور دور کو	دل کیا جانے کیونکہ وہ دلنواز کا مست ہے

یعنی راستہ اور منزل سے اور کوتاہ و دراز سے دل کیا جانے اس لئے کہ وہ تو دل نواز کا مست ہے۔

ایں دراز و کوتہ اوصاف تن است	رفتن ارواح دیگر رفتن است
لمبا اور مختصر جسم کے اوصاف ہیں	روحوں کا چلنا دوسرا چلنا ہے

یعنی یہ دراز اور کوتاہ سب اوصاف تن سے ہے اور ارواح کا چلنا اور چلنا ہے (وہ ان ظاہری قدم کے چلنے پر موقوف نہیں ہے) یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ بھلا بے پاؤں کے کوئی کس طرح چل سکتا ہے۔ آگے بے پاؤں کے چلنے کی نظیر فرماتے ہیں کہ۔

تو سفر کردی ز نطفہ تا بعقل	نے بگامے بود منزل نے بہ نقل
تو نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا	یہ منزل نہ قدم سے (طے) ہوئی نہ نقل ہونے سے

یعنی تم نے نطفہ سے عاقل ہونے تک سفر کیا نہ تو قدم سے تھے یہ (طے) منزل اور نقل سے۔ مطلب یہ کہ نطفہ سے اتنے بڑے بن گئے اور اس قدر مسافت کو طے کر لیا تم ہی بتاؤ کہ کون سے قدم سے طے کیا ہے بس جس طرح وہاں طے کر لیا اسی طرح یہ حضرات بھی بے ان قدموں کے چل سکتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سیر جان بے چوں بود در دور و دیر	جسم ما از جان بیا موزید سیر
روح کی سیر مسافت اور زمانہ میں بے کیف ہوتی ہے	ہمارے جسم نے روح سے سیر سیکھی ہے

یعنی سیر جان باہر ہوتی ہے اور ہمارے جسم دور و دیر میں جان ہی سے سیر سیکھی ہے دور سے مراد مسافت مکانی اور دیر سے مراد مسافت زمانی مطلب یہ کہ سیر جان سب سے الگ ہوتی ہے اور مسافت زمانی اور مکانی سب جسم کو روح ہی کے بدولت میسر ہیں ورنہ اگر روح نہ ہو تو جسم کیسے مسافت قطع کر سکتا ہے۔

سیر جان ہر کس نہ بیند جان من	لیک سیر جسم باشد بر علن
اے جان من! روح کی سیر ہر شخص نہیں دیکھتا ہے	ہاں جسم کی سیر علی الاعلان ہوتی ہے

یعنی پیارے سیر جان کو ہر شخص نہیں دیکھتا لیکن جسم کی سیر علانیہ ہوتی ہے (اس کو) سب دیکھتے ہیں۔ لہذا ان کو سیر روحانی کو سن کر تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر ہوگئی ورنہ بعید نہیں ہے۔

سیر جسمانہ رہا کرد او کنون	میرود بیچون نہاں در شکل چون
(جسم نے) جسمانی سیر چھوڑ دی وہ اب	پوشیدہ طور پر کیف کی شکل میں بے کیف چلتا ہے

یعنی ان دقوقے نے سیر جسمی کو ترک کر دیا تھا اور اب وہ بے کیف شکل کیف میں چلا کرتے تھے مطلب یہ کہ بظاہر تو وہ قدموں سے چلتے تھے مگر اصل میں وہ ترقی روحانی کیا کرتے تھے۔

گفت روزے می شدم مشتاق دار	تا بہ بینم در بشر انوار یار
(دقوقی نے) فرمایا ایک روز میں مشتاقانہ روانہ ہوا	تاکہ کسی انسان میں یار کے انوار دیکھوں

یعنی انہوں نے کہا ہے کہ ایک روز میں مشتاق کی طرح چلا تاکہ میں بشر میں انوار یار دیکھوں۔

تا بہ بینم قلزمے در قطرۂ	آفتابے درج اندر ذرۂ
تاکہ میں ایک قطرے میں سمندر کو دیکھوں	سورج کو ذرے میں داخل (دیکھوں)

یعنی تاکہ میں ایک قلزم کو ایک قطرہ میں دیکھوں اور ایک آفتاب کو ذرہ کے اندر دیکھوں۔ قلزم سے مراد محبت حق قطرہ سے انسان آفتاب سے بھی حضرت حق اور ذرہ سے انسان تو یہ اس تلاش میں تھے کہ کسی انسان میں تجلی حق دیکھو آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایک ساحل کی طرف سات شمعوں کی صورت دکھائی دینا

چون رسیدم سوئے یک ساحل بگام	بود بیگہ گشتہ روز و وقت شام
جب میں پیدل ایک ساحل کی جانب پہنچا	دن بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ جب میں ایک ساحل پر پہنچا تو دن سے بے وقت ہو گیا تھا اور شام کا وقت تھا۔

بعد ازان ناگہ چہ دیدیم گویمت	تا کہ دانی سر آن از ویمت
اس کے بعد اچانک میں نے کیا دیکھا؟ میں تجھے بتاتا ہوں	تا کہ تو اس کا راز جان لے میں بڑھ کر بیان کرتا ہوں

یعنی بعد اس کے ناگاہ کیا دیکھا جو کہ میں تجھ سے بیان کرتا ہوں تا کہ تم اس کے بھید کو جان لو۔ اور کچھ زیادہ بیان کروں گا مطلب یہ ہے کہ میں وہ عجیب بات تم سے بیان کروں گا اور اس سے کچھ زائد بھی بیان کروں گا۔

ہفت شمع از دور دیدم ناگہان	اندران ساحل شتابیدم بدان
میں نے دور سے اچانک سات شمعیں دیکھیں	ان کی وجہ سے میں اس ساحل کی طرف لپکا

یعنی ناگہاں دور سے میں نے سات شمعیں دیکھیں تو اس ساحل میں میں ان کی طرف دوڑا۔

نور و شعلہ ہر یکے شمعے ازان	بر شدہ خوش تا عنان آسمان
ان میں سے ہر ایک شمع کا نور اور شعلہ	آسمان کی فضا تک بہت اونچا تھا

یعنی ہر ایک شمع کا ان میں سے نور اور شعلہ عنان آسمان تک پہنچا ہوا تھا۔

خیرہ گشتم خیرگے ہم خیرہ گشت	موج حیرت عقل را از سر گذشت
میں حیران رہ گیا حیرانی بھی حیران ہو گئی	حیرت کی موج عقل کے اوپر سے گزر گئی

یعنی میں حیران رہ گیا اور حیرانی بھی حیران ہو گئی اور حیرت کی موج عقل کے سر سے گزر گئی۔

کاین چگونہ شمعہا افروخت است	کہ دو دیدہ خلق زینہا دوختہ ست
کہ یہ شمعیں کس طرح سے روشن ہیں؟	کہ مخلوق کی دونوں آنکھیں ان سے بند ہیں

یعنی کہ یہ کیسی شمعیں روشن ہیں کہ جن سے مخلوق کی دونوں آنکھیں سلی ہوئی ہیں۔

خلق جویان چراغے گشتہ بود	پیش آن شمعے کہ بر مہ می فزود
مخلوق چراغ کی جستجو میں تھی	ان شمعوں کو ہوتے ہوئے جو چاند سے بڑھی ہوئی تھیں

یعنی مخلوق چراغ تلاش کر رہی تھی سامنے اس شمع کے جو چاند سے سبقت لے گئی تھی (چونکہ وہ نور اولیاء اللہ کا تھا اس لئے ان کو تو مکشوف ہوا مگر ہر ایک کو وہ نظر نہ آتا تھا اور اس کا اولیاء اللہ کا نور ہونا آگے خود معلوم ہوگا بعض محشین نے اس کو اسماء حق کا ظہور کہا ہے اور تاویلیں کی ہیں سب لغو ہے سیدھی بات یہ ہے کہ وہ سات اولیاء اللہ جن کا ذکر آگے آوے گا انہیں کا یہ نور بھی تھا۔

چشم بندی بد عجب بر دیدہ ہا	بندشان میکرد یہدی من یشاء
آنکھوں پر عجیب چشم بندی تھی	ان کی بندش وہ کر رہا تھا جو جس کو چاہے ہدایت دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آنکھوں پر ایک عجیب پردہ تھا کہ ان کو وہ ذات بند کرتی تھی جو کہ یہدی من یشاء ویفعل من یشاء ہے یعنی جس کی یہ شان ہے اس نے وہ پردے آنکھوں پر ڈال رکھے تھے۔

ان سات شمعوں کا ایک ہو جانا

باز میدیدم کہ شد هفت آں یک	مے شکافد نور او جیب فلک
پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات (شمعیں) ایک ہو گئیں	اس کا نور آسمان کا گریبان پھاڑ رہا تھا

یعنی پھر میں نے دیکھا کہ وہ سات ایک ہو گئیں کہ اس کا نور جیب فلک کو پھاڑے ڈالتا ہے۔

باز آن یکبار دیگر هفت شد	مستی و حیرانی من زفت شد
پھر وہ ایک دوبارہ سات ہو گئی	میری مستی اور حیرانی سخت ہو گئی

یعنی پھر وہ ایکبار ہی سات ہو گئیں اور میری مستی اور حیرانی عظیم ہو گئی۔

اتصالاتے میان شمعہا	کہ نیاید بر زبان و گفت ما
شمعوں میں وہ جوڑ تھا	جو کہ زبان اور گفتگو میں نہیں آ سکتا

یعنی وہ اتصالات درمیان ان شمعوں کے ہماری زبان اور گفتگو میں آ نہیں سکتے۔

آنکہ یک دیدن کند ادراک آن	سالہا نتوان نمودن از زبان
ایک نظر جو کچھ محسوس کر لیتی ہے	زبان سے اس کو سالوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا

یعنی وہ بات کہ ایک دیکھنا اس کا ادراک کر لیتا ہے سالہا سال تک اس کو زبان سے بیان نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ کہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ اگر بیان بھی کیا جائے تو وہ حالت جو ذوقی کے دیکھنے کے وقت ہوئی تھی کب ہو سکتی ہے۔

آنکہ یکدم بیندش ادراک وہوش	سالہا نتوان شنیدن آن بگوش
جس کو علم و ہوش ایک دم دیکھ لیتا ہے	اس کو کانوں کے ذریعہ سالوں میں نہیں سنا جا سکتا

یعنی وہ چیز کہ ایکدم میں اس کو ادراک وہوش دیکھ لیتا ہے سالہا سال میں بھی اس کو کان تک (اس طرح) نہیں کر سکے۔

چونکہ پایانے ندارد روا لیک	زانکہ لا احصے ثناء ما علیک
چونکہ یہ بات لامحدود ہے جا پرے ہٹ	اس لئے کہ میں تھوڑی سی تعریف کا بھی تیرے لئے احاطہ نہیں کر سکتا

یعنی جبکہ یہ انتہا نہیں رکھتا تو تم اپنی طرف جاؤ۔ (یعنی چپ رہو) اس لئے کہ لا احصی ثناء علیک (ارشاد ہے تو تم کہاں سے بیان کر سکتے ہو)

www.besturdubooks.wordpress.com

پیشتر رفتم دوان کان شمعہا	تاچہ چیزست از نشان کبریا
میں دوڑتا ہوا آگے بڑھا کہ وہ شمعیں	اللہ تعالیٰ کی نشانوں میں سے کیا چیز ہیں؟

یعنی میں آگے کو دوڑتا ہوا چلا کہ وہ شمعیں آخر کہاں ہیں نشان کبریا سے

میشدم مدہوش و بیخویش وخراب	تا بیفتادم ز تعجیل و شتاب
میں بے ہوش اور بے خود اور خستہ ہو گیا	یہاں تک کہ میں عجلت اور جلدی میں گر پڑا

یعنی میں مدہوش اور بیخود اور خراب ہو گیا یہاں تک کہ جلدی اور دوڑنے کی وجہ سے گر بھی پڑا۔

ساعتے بیہوش و بے عقل اندرین	او فتادم بر سر خاک زمین
تھوڑی دیر بیہوش اور بے عقل اس (حالت) میں	میں زمین کی خاک پر پڑا رہا

یعنی ایک گھڑی بے عقل و بے ہوش اسی حالت میں خاک زمین پر پڑا رہا۔

باز باہوش آمدم برخاستم	در روش گوئی نہ سرنے پاستم
پھر میں ہوش میں آیا اٹھا	رفتار میں گویا نہ میرے سر تھا نہ پاؤں

یعنی پھر میں ہوش میں اور چلنے میں اٹھا گویا کہ میرے نہ سر تھا اور نہ پاؤں (غرض کہ عجب حال تھا)

اس شیخ کی نظر میں ان شمعوں کا سات آدمی دکھائی دینا

ہفت شمع اندر نظر شد ہفت مرد	نور شان می شد بہ سقف لاجورد
دیکھنے میں سات شمعیں سات مرد بن گئے	ان کا نور نیلگوں چھت (آسمان) تک پہنچ رہا تھا

یعنی سات شمعیں دیکھنے میں سات آدمی ہو گئے کہ ان کا نور آسمان سے گزرتا تھا۔

پیش آن انوار نور روز درد	از صلابت نور ہا را مے سترد
ان نوروں کے سامنے دن کا نور (بھی) ماند تھا	شدت کی وجہ سے (اور) نوروں کا صفایا کر رہا تھا

یعنی ان انوار کے آگے نور روز بھی درد تھا۔ اور تیزی کی وجہ سے نوروں کو زائل کرتی تھی۔

باز حیران گشتم اندر صنع رب	کاینچنین چون شد چگونہ است اے عجب
میں پھر خدا کی کاریگری میں حیران ہو گیا	تعجب ہے کہ یہ کیسے ہوا؟ کیسے ہے؟

یعنی میں پھر صنعت حق میں حیران ہوا کہ اس طرح کیونکر ہو گیا اور تعجب ہے کہ کس طرح ہو گیا۔

پیشتر رفتم کہ نیکو بنگرم	تاچہ حالست اینکہ میگردد سرم
میں آگے گیا تاکہ اچھی طرح دیکھوں	کہ یہ کیا حال ہے کہ میرا سر چکرا رہا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنے کہ میں آگے چلاتا کہ اچھی طرح دیکھ لوں کہ کیا حال ہے آیا میرا سر پھر رہا ہے۔

شرح شبّیری

پھر ان سات آدمیوں کا سات درخت ہو جانا

باز ہر یک مرد شد شکل درخت	چشم از سبزی ایشاں نیک بخت
پھر ہر مرد ایک درخت کی شکل ہو گیا	ان کی سبزی سے آنکھ بہرہ مند تھی

یعنی پھر ہر ایک آدمی درخت کی شکل بن گیا کہ آنکھ ان کی سبزی سے ٹھنڈی ہوئی تھی۔

ز انبہے برگ پیدا نیست شاخ	برگ ہم گم گشتہ از میوہ فراخ
پتوں کی کثرت سے شاخ نظر نہیں آتی	میوے کی کثرت سے پتے بھی گم ہو گئے تھے

یعنی پتوں کی زیادتی کی وجہ سے تو شاخ ظاہر نہ تھی اور میوہ کی زیادتی کی وجہ سے پتے بھی گم ہو گئے تھے۔

ہر درختے شاخ بر سدرہ زدہ	سدرہ چہ بود از خلا بیروں شدہ
ہر درخت نے شاخ سدرہ تک پہنچائی ہے	سدرہ کیا ہوتا ہے خلا سے بھی باہر نکل گئی ہے

یعنی ہر شاخ (اس قدر بلند تھی کہ) سدرہ سے نکلی ہوئی اور سدرہ کیا لامکان سے باہر نکلی ہوئی تھی۔

بیخ ہر یک رفتہ در قعر زمین	زیر تر از گاؤ ماہی بد یقین
ہر ایک کی جڑ زمین کی گہرائی میں تھی	جو یقینا مچھلی اور گائے سے بھی نیچے تھی

یعنی جڑ ہر ایک کی قعر زمین تک گئی ہوئی اور گائے اور مچھلی سے بھی یقینا نیچے تھی۔ مشہور ہے کہ ساتوں زمینوں کے نیچے ایک گائے اور ایک مچھلی ہے تو مولانا بھی اسی بناء مشہور پر فرماتے ہیں کہ ان کی جڑ اس گائے اور مچھلی سے بھی نیچے پہنچی تھی یعنی بہت ہی نیچے تک تھی۔

بیخ شاں از شاخ خنداں روئی تر	عقل ازاں اشکال شان زیر و زبر
ان کی جڑ شاخ سے بھی زیادہ پر رونق اور تر و تازہ تھی	ان کی شکلوں سے عقل درہم برہم تھی

یعنی ان کی جڑ شاخ سے زیادہ ہنستی ہوئی تو عقل ان کی اشکال سے زیر و زبر (حیران) تھی مطلب یہ کہ جڑ اکثر بھدی ہوتی ہے مگر ان کی جڑ بھی بہت ہی خوبصورت تھی۔

میوۂ کہ برشگافیدے ز زور	ہمچو آب از میوۂ جستے برق نور
زور میں آ کر جو پھل پھٹتا تھا	پانی کی طرح نور کے کوندے پھل سے نکلتے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو میوہ کہ عیانا پھٹتا تو پانی کی اس کے اندر سے اس کا نور نکلتا۔

شرح حبیبی

دقوقی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ میں ایک عرصہ تک اطراف عالم میں پھرتا اور سفر کرتا رہا۔ اور حالت یہ تھی کہ میں باوجودیکہ برسوں سفر کرتا رہا۔ مگر راہ حق کی محبت کے سبب مجھے راستہ کی کچھ خبر نہ تھی اور میں حق سبحانہ کی ذات میں بالکل محو تھا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ جب ان سے کوئی کہتا کہ آپ کانٹوں اور کنکروں پتھروں میں ننگے پاؤں چلتے ہیں تو وہ یہ جواب دیتے کہ مجھ پر حیرت غالب ہے اور میں آپے میں نہیں ہوں۔ اور بالکل متحیر ہوں مجھے نہ کانٹوں کی خبر ہوتی ہے نہ کنکروں پتھروں کی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ لوگو تم ان کے پاؤں کو زمین پر نہ دیکھو اس لئے کہ عاشق خدا گو بظاہر زمین پر چلتا ہے مگر حقیقت میں وہ دل پر چلتا اور منازل باطنیہ کو طے کرتا ہے اور متعارف راستہ اور متعارف منزل اور دور اور پاس سے دل کو کیا واسطہ۔ کیونکہ وہ تو حق سبحانہ کا مست اور لطیفہ غیبی ہے اور لمبا اور مختصر تو اوصاف جسمانیت سے ہیں۔ سیر روحانی تو اور ہی قسم کی ہے اس میں نہ کانٹے لگتے ہیں نہ کنکریں چبھتی ہیں نہ راہ کی درازی اور کوتاہی محسوس ہوتی ہے دیکھو تم نے نطفہ سے عقل تک سفر کیا یعنی ایک وقت میں تم نطفہ تھے پھر عاقل ہو گئے لیکن نہ یہ مسافت قدم سے طے ہوئی ہے نہ انتقال مکانی سے بس سیر الی اللہ کو اسی پر قیاس کر لو۔ روح چونکہ مجردات سے ہے اس لئے اس کی سیر بیچون اور بے کیف ہے تم روح کی سیر کا انکار نہ کرنا اسلئے کہ ہمارے جسم نے یہ زمان و مکان میں چلنا اسی سے سیکھا ہے کیونکہ وہی محرک ہے پھر اس کی سیر میں کیا استبعاد ہے۔ اتنی بات ضرور ہے کہ روح چونکہ خود غیر محسوس ہے اس لئے اس کی سیر بھی ہر ایک کو محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن اس کے برخلاف جسم محسوس ہے اس لئے اس کی رفتار بھی محسوس ہوتی ہے اب دقوقی محض سیر جسمانی کو چھوڑ چکا ہے بلکہ اسی سیر جسمانی کے پردہ میں وہ سیر روحانی کر رہا ہے اس لئے نہ اس کو کانٹے کی خبر ہوتی ہے نہ کنکری کی نہ قرب راہ کی نہ بعد راہ کی خیر یہ تو ضمنی گفتگو تھی اب ہم پھر اصل قصہ کی طرف عود کرتے ہیں سنو انہوں نے کہا کہ میں ایک دم مشتاقانہ جا رہا تھا تا کہ کسی شخص کے اندر انوار حق سبحانہ مشاہدہ کروں اور تا کہ ایک قطرہ کے اندر قلزم اور ایک ذرہ کے اندر آفتاب دیکھوں جب میں چلتے چلتے ساحل تک پہنچا تو دن بے وقت ہو چکا تھا اور شام ہو گئی تھی اتنے میں میں نے اچانک دور سے سات شمعیں دیکھیں یہ دیکھ کر میں ان کی طرف چلا ایک شمع کے نور اور شعلہ کی یہ حالت تھی کہ آسمان تک پہنچتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں متحیر ہو گیا میں کیا متحیر ہو گیا خود میری حیرت بھی متحیر ہو گئی اور دریائے حیرت کی موج عقل کے سر سے گزر گئی میں سوچتا تھا کہ کیسی شمعیں روشن ہیں اور لوگوں کی آنکھیں بند ہیں ان کو دکھلائی نہیں دیتیں کیونکہ لوگ ان شمعوں کے ہوتے ہوئے جو چاند سے بھی بڑھی ہوئی تھیں کسی ٹمٹمانے والے چراغ کو تلاش کر رہے تھے اور ان کی آنکھوں کی عجیب طرح سے نظر بندی کی ہوئی تھی تم جانتے ہو کہ وہ نظر

www.besturdubooks.wordpress.com

بندی کس نے کر رکھی تھی سنو وہ نظر بندی حق سبحانہ کی صفت اضلال نے کر رکھی تھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ ساتوں شمعیں ایک بن گئیں اور اس کا نور اس قدر تیز ہوا کہ آسمان کے پار جاتا تھا پھر میں نے دیکھا کہ وہ پھر سات ہوگئیں۔ اب تو میری بیخودی اور حیرانی اور بھی بڑھ گئی ان شمعوں کے درمیان جو اتصالات اور ارتباطات تھے ہماری زبان اور الفاظ ان کی حقیقت کے بیان کرنے کے لئے ناکافی ہیں اور صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں کیونکہ جس حقیقت کا ادراک ایک نظر کر سکتی ہے اس کو برسوں میں بھی زبان سے ظاہر نہیں کیا جا سکتا اور جو امر فہم سلیم سے ایک دم میں معلوم ہو سکتا ہے اس کو کان میں برسوں بھی نہیں پہنچایا جا سکتا۔ چونکہ اس کا بیان بے انتہا ہے لہذا تم جاؤ اپنا کام کرو۔ ہمارے پیچھے نہ پڑو کیونکہ اس کے ذرا سے بھی اوصاف تمہارے سامنے بیان نہیں کر سکتے۔ خیر میں آگے بڑھا کر دیکھوں تو سہی یہ خدا کی کیسی نشانی ہے میں مدہوش اور بیخود اور خستہ حال جا رہا تھا حتیٰ کہ میں جلدی کے مارے گر بھی گیا۔ کچھ دیر تک تو میں بے ہوش و حواس زمین پر پڑا رہا اس کے بعد مجھے ہوش آیا۔ تو میں اٹھا اور یوں چلا کہ مجھے نہ سر کی خبر تھی نہ پاؤں کی اتنے میں وہ سات شمعیں سات آدمی دکھلائی دینے لگے ان کے نور کی بھی یہی حالت تھی کہ آسمان تک پہنچتا تھا ان کے نور کے سامنے دن کا نور مکدر معلوم ہوتا تھا وہ اپنی قوت سے تمام نوروں کو فنا کئے دیتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں حق سبحانہ کی صنعت میں اور بھی حیران ہوگیا۔ کہ یہ قصہ کیا ہے اور یہ معاملہ کیونکر ہے میں اور آگے بڑھا کہ دیکھو کیا حال ہے۔ جس کے سبب سے میرا دماغ چکرا رہا ہے اس کے بعد ہر ایک شخص ایک درخت بن گیا جس کی سبزی سے آنکھوں کو سرور حاصل ہوتا تھا اور پتے اس قدر کثرت سے تھے کہ شاخیں نظر نہ آتی تھیں اور بڑے بڑے میوؤں کے اندر پتے بھی چھپ گئے تھے اور اونچے اس قدر تھے کہ ہر درخت کی شاخ سدرۃ المنتہیٰ سے ٹکراتی تھی۔ سدرہ کیا آسمانوں سے اوپر خلا میں پہنچتی تھی اور جڑ کی یہ حالت تھی کہ زمین کی تہ تک اور گاؤ زمین اور ماہی زمین کے نیچے پہنچی ہوئی تھی ایک عجیب بات یہ تھی کہ ان کی جڑ شاخوں سے بھی زیادہ دلچسپ تھی ان صورتوں کو دیکھ کر عقل الٹ پلٹ ہوتی تھی اور کچھ راز سمجھ میں نہ آتا تھا۔ جو میوہ پھٹتا تھا عرق کی طرح اس میں سے نور نکلتا تھا۔

شرح شبیری

ان درختوں کا لوگوں کی آنکھوں سے مخفی ہونا

ایں عجب تر کہ برایشاں میگذشت	صد ہزاران خلق از صحرا و دشت
یہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز تھا کہ ان پر گزرتے	جنگل اور میدان سے لاکھوں انسان

یعنی یہ عجیب بات تھی کہ ان پر لاکھوں مخلوق صحرا و دشت سے گزرتی تھی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ز آرزوئے سایہ جان می باختند	از گلیمے سائبان مے ساختند
سایہ کی تمنا میں جان کی بازی لگاتے تھے	کمبلوں کے سائبان بناتے تھے

یعنی سایہ کی آروز میں جانبازی کرتے تھے اور کمبل کا سائبان بناتے تھے۔

سایۂ آن را نمی دیدند ہیچ	صد تفو بر دیدہائے پیچ پیچ
وہ ان (درختوں) کا سایہ بالکل نہ دیکھتے تھے	ایسی کج آنکھوں پر سو بار تف ہے

یعنی وہ لوگ اس درخت کے سایہ کو بالکل نہ دیکھتے تھے تو ایسی پیچ در پیچ آنکھوں پر سو تف ہے

ختم کردہ قہر حق بر دیدہا	کہ نہ بیند ماہ را بیند سہا
اللہ (تعالیٰ) کے قہر نے آنکھوں پر مہر لگا دی تھی	کہ چاند کو نہ دیکھیں سہا کو دیکھ لیں

یعنی حق تعالیٰ کے قہر نے آنکھوں پر مہر کر رکھی ہے کہ چاند کو دیکھتے نہیں ہیں اور سہا کو دیکھتے ہیں۔ سہا نام ہے ایک ستارہ کا جو بنات النعش کے ساتھ ایک بہت ہی ذرا سا ستارہ ہے مطلب یہ ہے کہ ناقص چیزوں پر تو نظر پڑتی ہے اور کامل پر نظر نہیں پڑتی۔ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

ذرہ را بیند و خورشید نے	لیک از لطف و کرم نومید نے
ذرہ کو دیکھ لیں اور سورج کو نہ دیکھیں	لیکن لطف اور کرم سے ناامید بھی نہیں

یعنی ذرہ کو دیکھتے ہیں اور خورشید کو نہیں لیکن لطف و کرم (حق) سے ناامید (بھی) نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر چہ بصیرت حاصل نہیں ہے مگر پھر بھی ان کو بھی لطف حق سے ناامیدی نہیں ہے اور یہ حالت تھی کہ۔

کاروانہا بے نوا ویں میوہا	پختہ مے ریزد چہ سحرست اے خدا
قافلے مفلس اور یہ پھل	پکے گر رہے ہیں اے اللہ! یہ کیسا جادو ہے؟

یعنی قافلے بے نوا شدہ کے ہیں اور یہ میوے پختہ گر رہے ہیں اے اللہ کیا سحر ہے۔

سیب بوسیدہ ہمی چیدند خلق	در ہم افتادہ بہ یغما خشک حلق
لوگ سڑے ہوئے سیب چن رہے تھے	لوٹ مار میں پیاسے باہم لڑ رہے تھے

یعنی مخلوق بوسیدہ سیبوں کو چنتی تھی اور لوٹ میں خشک حلق ایک دوسرے پر گرے پڑتے تھے۔

گفت ہر برگ و شگوفہ آن غصون	دمبدم یالیت قومی یعلمون
ان شاخوں کا ہر پتہ اور کلی کہہ رہی تھی	ہر وقت کاش میری قوم جان لیتی

یعنی ہر پتا اور شگوفہ ان شاخوں کا دمبدم کہتا تھا کہ کاش میری قوم سمجھے۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ تو آدمی تھے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے یہ کہتے تھے کہ دیکھو یہ لوگ فیض حاصل نہیں کرتے کاش اگر یہ ہماری حقیقت سے واقف ہوتے تو مستفیض ہوتے۔

بانگ می آمد ز سوے ہر درخت	سوئے ما آئید خلق شور بخت
ہر درخت کی جانب سے آواز آ رہی تھی	بدبخت لوگو! ہماری طرف آؤ

یعنی ہر درخت کی طرف سے آواز آتی تھی کہ اے شور بخت لوگو ہماری طرف آؤ ممکن ہے یہ آواز آتی ہو اور لوگ نہ سن سکتے ہوں۔

بانگ می آمد ز غیرت بر شجر	چشم شاں بستیم کلا لاوزر
درخت کو غیرت (خداوندی) کی جانب سے آواز آئی	ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں ہرگز ٹھکانہ نہیں ہے

یعنی شجر پر غیرت (حق) کی وجہ سے آواز آتی تھی کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کردی ہیں تو اب کوئی بوجھ نہیں ہے مطلب یہ کہ جب وہ شجر لوگوں کو اپنی طرف بلاتے تھے تو غیب سے ان کو آواز آتی تھی کہ بلانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کردی ہیں۔ یہ تمہارے انوار و برکات کو دیکھ نہیں سکتے۔

گر کسے میگفت شاں زیں سو دوید	تا ازیں اشجار مستعد شوید
اگر ان سے کوئی کہتا تھا کہ اس جانب جاؤ	تاکہ تم ان درختوں سے منتفع ہو

یعنی اگر کوئی ان لوگوں سے کہتا کہ اس طرف دوڑو تا کہ ان اشجار سے سعادت حاصل کرنے والے ہو۔ گر کسے میگفت میں کسے سے مراد خود دوقوتی ہی ہیں اول سے تو اپنے کو متکلم کے صغیہ سے تعبیر کر رہے تھے یہاں صفت التفات ہے۔

جملہ می گفتند کایں مسکین مست	از قضاء اللہ دیوانہ شد است
سب کہتے تھے کہ یہ بیچارہ مدہوش	اللہ کے حکم سے دیوانہ ہو گیا ہے

یعنی سارے کہتے ہیں کہ یہ بیچارہ مست قضاالٰہی سے دیوانہ ہوگیا ہے (اور کہتے کہ)

مغز ایں مسکین ز سودائے دراز	وز ریاضت گشت فاسد چون پیاز
اس بیچارے کا دماغ طویل وہم سے	اور مجاہدے سے پیاز کی طرح سڑ گیا ہے

یعنی اس بیچارہ کا دماغ سودائے دراز اور ریاضت کی وجہ سے پیاز کی طرح فاسد ہوگیا ہے مطلب یہ کہ جب یہ لوگوں کو ان کے برکات حاصل کرنے کو بلاتے تو وہ لوگ ان کو دیوانہ بتاتے اور ان کی یہ حالت تھی جس کو فرماتے ہیں کہ۔

او عجب می ماند یارب حال چیست	خلق را ایں پردۂ اضلال چیست
وہ تعجب میں رہ جاتا اے خدا! یہ کیا حال ہے؟	لوگوں (کی عقل) پر یہ پردہ اور گمراہی کیسی ہے؟

یعنی وہ کہتے کہ اے اللہ یہ حال کیا ہے اور خلق کے لئے یہ کیا اضلال کا پردہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خلق گوناگوں با صد رائے و عقل	یک قدم اینسوئی آرند نقل
مختلف قسم کے لوگ سینکڑوں رائے اور عقل کے ہوتے ہوئے	اس جانب ایک قدم نہیں بڑھاتے ہیں

یعنی قسم قسم کی مخلوق باوجود سو رائے اور عقل کے اس طرف کو ایک قدم بھی نقل (کر کے) نہیں لاتے۔

عاقلان و زیرکان شاں ز اتفاق	گشتہ منکر زاینچنین باغے و عاق
ان میں سے سمجھدار اور ذہین بالاتفاق	ایسے باغ کے منکر اور نافرمان بن گئے

یعنی ان کے عاقل اور زیرک سب بالاتفاق ایسے باغ سے منکر اور عاق ہو گئے ہیں۔

یا منم دیوانہ و حیراں شدہ	دیو چیزے مر مرا بر سر زدہ
یا میں ہی دیوانہ اور پاگل ہو گیا ہوں	شیطان نے کچھ مجھ پر مسلط کر دیا ہے

یعنی ان کے عاقل اور زیرک سب بالاتفاق ایسے باغ سے منکر اور عاق ہو گئے ہیں۔

چشم می مالم بہر لحظہ کہ من	خواب بینم یا خیال اندر زمن
میں ہر دم آنکھیں ملتا ہوں کہ میں	دنیا میں خواب دیکھ رہا ہوں یا خیال محض ہے

یعنی میں ہر لحظہ آنکھ ملتا ہوں کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا کوئی خیال ہے زمانہ میں مطلب یہ کہ وہ لوگ ان کو بیوقوف بتاتے اور یہ تعجب کرتے کہ دیکھو ایسا نفیس باغ ہے اور افسوس ہے کہ یہ لوگ منکر ہیں مگر پھر شبہ ہوتا ہے تو سوچتے کہ کہیں میں ہی دیوانہ تو نہیں ہو گیا یا کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا مگر پھر کہتے ہیں کہ۔

خواب چہ بود بر درختاں میروم	میوہا شاں می خورم چوں نگروم
خواب کیا ہوتا ہے میں درختوں پر گھوم رہا ہوں	میں ان کے پھل کھا رہا ہوں گرویدہ کیسے نہ ہوں؟

یعنی خواب کیا ہوتا ہے میں تو درختوں کے پاس چل رہا ہوں اور ان کے میوے کھا رہا ہوں پھر کس طرح گرویدہ نہ ہوں یعنی جب درختوں کے پاس ہوں اور ان کے میوے کھاتا ہوں تو پھر کیسے شبہ کروں مگر پھر فرماتے ہیں کہ

باز چوں من بنگرم در منکراں	کہ ہمی گیرند زیں بستاں کراں
پھر جب میں منکروں کو دیکھتا ہوں	کہ وہ اس باغ سے کنارہ کر رہے ہیں

یعنی پھر جب میں منکروں میں نظر کرتا ہوں کہ اس باغ سے کنارہ کشی کرتے ہیں۔

با کمال احتیاج و افتقار	ز آرزوئے نیم غورہ جان سپار
پوری احتیاج اور ضرورت کے باوجود	ادھ کچرے پھلوں کی آرزو میں جان کھوتے ہوئے

یعنی باوجود کمال احتیاج و افتقار اور آدھے کچے انگور کی آرزو میں جان دینے والے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاشتیاق وحرص یک برگ درخت	مے زنند ایں بینوایاں آہ سخت
درخت کے ایک پتے کے شوق اور حرص میں	یہ بے سہارا سخت آہیں بھر رہے ہیں

یعنی درخت کے ایک پتے کے اشتیاق اور حرص کی وجہ سے یہ بینوا لوگ آہ سخت کرتے ہیں۔

در ہزیمت زیں درخت وزیں ثمار	ایں خلائق صد ہزار اندر ہزار
ان درختوں اور پھلوں سے پیچھے بٹتے ہوئے	یہ لوگ لاکھوں

یعنی ان درختوں اور پھلوں سے یہ لاکھوں مخلوق ہزیمت میں ہے مطلب یہ کہ ان کو شبہ ہوا کہ شاید ان پھلوں وغیرہ سے ان کو استغنا ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ تو ذرا ذرا سی چیزوں پر جان دے دیتے ہیں پھر یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ ایسے پھلوں اور درختوں سے ان کو استغنا ہو لیکن پھر ان کو حیرت ہوتی ہے اور کہتے ہیں کہ

باز میگویم عجب من بے خودم	دست بر شاخ خیالے در زدم
پھر میں کہتا ہوں (کہ) میں عجب بیہوش ہوں	ایک خیالی شاخ کو پکڑ رہا ہوں

یعنی پھر میں کہتا ہوں کہ میں عجب بے خود ہوں کہ ایک خیالے شاخ پر ہاتھ مارتا ہوں۔ مطلب یہ کہ ان کو شبہ ہوتا ہے کہ شاید میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں یہ سب خیال ہی ہو تو کیا عجب ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ یہ جو ہم کو تعجب ہو گیا ہے اس سے تعجب مت کرنا اس لئے ایسے وقت میں انبیاء کو شبہ بھی پڑ گیا ہے اس کو آیت اذا استیئاس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا سے ثابت فرماتے ہیں اول اس کو ویسے سمجھ لو پھر اشعار سے سمجھ میں آجاوے گا فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ اذا استیئاس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا میں دو قرائین ہیں اور دونوں متواتر ہیں ایک تو بہ تشدید الذال المعجمہ اس میں تو کوئی شبہ نہیں اس کی تفسیر تو ظاہر ہے کہ رسول مایوس ہو گئے اور انہوں نے گمان کر لیا کہ وہ (کفار کی طرف سے) تکذیب کئے گئے ہیں دوسری قرأت تخفیف الذال ہے۔ اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ حضرت عائشہؓ تو سرے سے اس قرأت ہی کا انکار کرتی ہیں مگر حضرت ابن عباسؓ اس کی تفسیر فرماتے ہیں اور وہی یہاں مقصود ہے۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ظنوا میں ضمیر رسل کی طرف ہے اور معنی یہ ہیں کہ وہ مایوس ہو گئے اور گمان کر لیا کہ وہ جھوٹ بولے گئے ہیں یعنی ان سے جو نصر کا وعدہ حق تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہے وہ غلط ہوا ہے۔ اب یہاں یہ اشکال رہا کہ بھلا انبیاء کو کس طرح یہ گمان ہو سکتا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس کا وسوسہ ہوتا تھا گمان سے یہی مراد ہے کہ ان کو وسوسہ ہوتا تھا باقی ان کو ظن بالیقین ہر گز نہ تھا اور وسوسہ میں شریعت نے کوئی مواخذہ یا گناہ وغیرہ کچھ رکھا ہی نہیں ہے تو اب صاف ہو گیا۔ پس فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ وہ مایوس ہو گئے تھے اور شبہ میں پڑ گئے تھے اگرچہ درجہ وسوسہ ہی میں سہی مگر ہوا تو اسی طرح ان لوگوں کے انکار سے دقوقی کو بھی شبہ پڑ گیا تھا کہ شاید مجھ ہی کو غلط دکھائی دیتا ہو اب اشعار سے سمجھ لو فرماتے ہیں کہ۔

ہیں بخواں استیاس الرسل اے عمو	تا بظنوا انہم قد کذبوا
ہاں اے چچا استیاس الرسل پڑھ	ظنوا انہم قد کذبوا تک

یعنی اے چچا اذا استیاس الرسل کو ظنوا انہم قد کذبوا تک پڑھ لو۔

ایں قرات خواں کہ تخیف کذب	ایں بود کہ خویش بیند محتجب
یہ قرآت پڑھ کیونکہ کذب کو تخیف سے پڑھنا	یہ ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو محجوب دیکھے

یعنی اس قرأت کو کذب کی تخفیف سے پڑھو اور یہی ہوا کرتا ہے کہ اپنے کو محجوب دیکھا ہے یعنی اسی طرح شبہ پڑ جاتا ہے کہ اپنے کو انسان اس طرف سے مردود و مطرود خیال کرنے لگتا ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ بس جی جب یہ اتنے لوگ تکذیب کر رہے ہیں تو شاید یہ سب غلط ہی ہو مگر یہ یاد رہے کہ یہ سب درجہ وسوسہ میں ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا۔

در گمان افتاد جان انبیا	ز اتفاق منکرے از اشقیا
انبیاء کی جان شک میں پڑ گئی	بدبخت منکروں کے باہم متفق ہو جانے سے

یعنی حضرات انبیاء علیہم السلام کی جان اشقیاء کے بالاتفاق انکار کرنے سے شک میں پڑ گئی۔ یعنی جب سب منکر ہوئے تو ان کو بھی شک ہو گیا اور وسوسہ ہوا کہ کہیں سارے وعدے حق تعالیٰ کے غلط تو نہ تھے۔

جاء ہم بعد التشکک نصرنا	ترک شاں گو بر درخت جاں برآ
شک میں پڑ جانے کے بعد ان کے پاس ہماری مدد پہنچی	ان کو چھوڑ روح کے درخت پر آ

یعنی شک کے بعد ان کے پاس ہماری مدد آئی تو تم ان کو چھوڑو اور درخت جان پر آؤ۔ مطلب یہ کہ جب انبیاء کو وسوسہ ہوا تو اس کے بعد ان کے پاس مدد پہنچ گئی یہ تو وہ استدلال تھا اب آگے آواز غیبی ان دقوقی کو آتی ہے کہ ارے ان لوگوں کو چھوڑو اور درخت جان اور درخت حیات پر آؤ اور ارشاد ہوتا ہے کہ۔

میخور و میدہ بداں کش روزی است	ہر دم و ہر لحظہ سحر آموزی است
کھا اور اس کو دے جس کا مقدر ہے	ہر وقت اور ہر لحظہ عجائب کا سکھانا ہے

یعنی کھاتا رہ اور دیتا رہ جس کی روزی ہے ہر دم اور ہر لحظہ سحر آموزی ہے مطلب یہ کہ اے دقوقی تم خود کھاؤ اور جو اس کے اہل ہوں ان کو کھلاؤ اور فیوض اور برکات پہنچاؤ۔ باقی نااہلوں کو تو سحر ہے کہ ان کو کبھی بھی دکھائی نہ دے گا جب ان کو یہ آواز آتی تھی تو اس طرح آتی تھی کہ لوگ بھی سنتے تھے اور وہ کہتے تھے کہ۔

خلق گویاں اے عجب ایں بانگ چیست	چونکہ صحرا از درخت و بر تہیست
لوگ کہتے ہے ہائے تعجب یہ آواز کیسی ہے؟	جبکہ جنگل درختوں اور پھلوں سے خالی ہے

یعنی لوگ کہتے کہ تعجب ہے کہ یہ آواز کیا ہے جبکہ جنگل درخت و پھل سے خالی ہے یعنی لوگ کہتے تھے کہ اس جنگل میں

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ کوئی درخت ہے نہ میوہ ہے اور آواز آرہی ہے کہ کھاؤ اور تعجب تو یہ ہے کہ یہ آواز کیسی ہے۔ اور کہاں سے اور کہتے تھے کہ۔

گیج گشتیم ازدم سودائیان	کہ بہ نزدیک شما باغ اوست خوان
ہم (ان) دیوانوں کی باتوں سے احمق بن گئے	کہ تمہارے نزدیک باغ اور خوان ہے

یعنی ہم ان دیوانوں کی ان آوازوں سے دیوانے ہو گئے ہیں کہ تمہارے پاس باغ ہے اور خوان ہے۔

چشم میمالیم وانجا باغ نیست	یا بیابانے ست یا مشکل رہے است
ہم آنکھیں ملتے ہیں اور اس جگہ باغ نہیں ہے	یا تو جنگل ہے یا دشوار گزار راستہ ہے

یعنی ہم آنکھیں ملتے ہیں کہ یہاں تو کوئی باغ نہیں ہے (بلکہ) یا تو بیابان ہے یا مشکل راستہ ہے۔

ای عجب چندین دراز ایں ماجرا	چون بود بیہودہ و ہزل و خطا
تعجب ہے اس قدر طویل قصہ	بیہودہ اور مذاق اور غلط کیسے ہو سکتا ہے؟

یعنی تعجب ہے کہ اتنا طویل ماجرا کس طرح بیہودہ اور ہزل اور خطا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اول تو ان لوگوں کو اس کے غلط ہونے کا گمان ہوا مگر پھر سوچا یہ اس قدر باتیں کہ باغ ہے اور پھل ہیں اور درخت ہیں وغیرہ وغیرہ جھوٹ بھی معلوم نہیں ہوتیں غرض کہ وہ لوگ تعجب میں تھے آگے فرماتے ہیں کہ۔

من ہمی گویم چوایشان ای عجب	اینچنیں مہرے چہ از دصنع رب
میں بھی ان کی طرح کہتا ہوں تعجب ہے	اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری نے ایسی مہر کیوں لگا دی ہے

یعنی میں ان لوگوں کی طرح کہتا تھا کہ تعجب ہے کہ قدرت نے ایسی مہر کیوں لگا دی ہے۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

زین تنازعہا محمدؐ در عجب	در تعجب نیز ماندہ بو لہب
انہی (قسم کے) اختلافات سے محمدؐ تعجب میں تھے	ابو لہب بھی تعجب میں پڑا ہوا تھا

یعنی ان تنازعات سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تعجب میں تھے اور تعجب ہی میں ابولہب رہا ہوا۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تعجب ہوتا تھا کہ یہ کفار میری رسالت کو جو اس قدر ظاہر ہے کیوں نہیں مانتے اور ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہو گیا۔ کہ وہ ایسا دعویٰ کرتے ہیں تو اسی طرح یہاں بھی دونوں طرف تعجب تھا۔

زیں عجب تا آں عجب فرقیست ژرف	تاچہ خواہد کرد سلطان شگرف
اس تعجب اور اس تعجب میں گہرا فرق ہے	دیکھو! عظیم شہنشاہ کیا کرے گا

یعنی اس تعجب میں اور اس تعجب میں ایک فرق عظیم ہے تو اب دیکھئے وہ سلطان عظیم کیا کرے مطلب یہ کہ ان دونوں میں فرق ضرور ہے مگر اب حق تعالیٰ جس کو قبول فرماویں وہ قبول اور جس کو رد فرماویں وہ رد ہوگا۔ اور جو عجب کہ دونوں میں سے قبول ہے وہ ظاہر ہے کہ تعجب حضور کا ہے کہ یہ تعجب ٹھیک تھا اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چند گوئی چند چون قحط است گوش	اے دقوقے تیز تر راں ہیں خموش
جبکہ (سمجھنے والے) کان کا قحط ہے کتنا کہے گا	اے دقوقی تیز چلا خبردار! چپ ہو جا

یعنی اے دقوقی اب (قصہ کی طرف) جلدی دوڑو (اور ان اسرار کے بیان سے) چپ رہو۔ کہاں تک بیان کرو گے جبکہ کان کا قحط ہے۔ مطلب یہ کہ جب کوئی سننے والا ہی نہیں ہے تو بیان سے کیا فائدہ ہوگا۔ اس سے خاموش ہی رہو اور قصہ بیان کرو۔ بس مولانا کے فرماتے ہی دقوقے قصہ بیان کرتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ مذکورہ بالا باتوں سے بھی زیادہ عجیب یہ بات تھی کہ لاکھوں کروڑوں مخلوق اس جنگل سے ہو کر اور ان کے پاس سے گزرتی تھی اور سایہ کے لئے جان دے رہی تھی اور کمبل سایبان بناتی تھی تاکہ شبنم وغیرہ نقصان نہ پہنچائے۔ لیکن ان کے سایہ کو ذرا بھی کوئی نہ دیکھتا تھا۔ پھٹکار ایسی غلط بین آنکھوں پر۔ قہر حق سبحانہ نے ان آنکھوں پر مہر کر دی ہے یا یوں کہو کہ حق سبحانہ نے اپنا قہر ختم کر دیا ہے ان آنکھوں پر جو اس قدر غلط بین ہوں کہ چاند کو تو نہ دیکھ سکیں اور سہا کو دیکھیں اور اعلیٰ تو ان کو نظر نہ آوے اور ادنیٰ نظر آوے۔ وہ ذرہ کو دیکھیں اور آفتاب کو نہ دیکھیں۔ یہ سب کچھ ہے کہ حق سبحانہ نے ان آنکھوں پر مہر بھی کر دی ہے اور اپنا قہر بھی ان پر ختم کر دیا ہے۔ مگر مایوسی ایسی حالت میں بھی نہ ہونی چاہئے اس لئے کہ ایک قضا کو دوسری قضا بدل سکتی ہے اور جس نے مہر کی ہے وہ سب کو توڑ بھی سکتا ہے اور جس نے قہر کو ختم کیا ہے وہ رحمت کاملہ بھی کر سکتا ہے۔ خیر تو کہنا یہ ہے کہ قافلہ بے سر و سامان ہے اور میوے پڑے ہوئے ہیں۔ اور کوئی نہیں دیکھتا اے اللہ یہ کیا طلسم ہے باوجودیکہ گلے سڑے سیبوں کے اٹھانے کے لئے لوگ ایک دوسرے پر گرے پڑتے ہیں۔ مگر اس نعمت سے محروم ہیں اور ان کی طرف کوئی التفات بھی نہیں کرتا۔ یہ حالت دیکھ کر ہر پتا اور ہر شگوفہ یوں کہہ رہا تھا کہ اے کاش یہ لوگ ہم کو جان لیں اور ہم سے متمتع ہوں اور ہر درخت ان کو یوں آواز دے رہا تھا اے بدبخت لوگو ہماری طرف آؤ یہاں تم کو میوے بھی ملیں گے اور سایہ بھی ملے گا جب وہ اس ندا پر کچھ بھی التفات نہ کرتے تھے تو غیرت حق سبحانہ درختوں کو آواز دیتی اور کہتی تھی کہ ہم نے ان کی آنکھیں بند کر دی ہیں اب ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں۔ نیز ان لوگوں کی یہ حالت تھی کہ اگر کوئی شخص (مثلاً میں) ان سے کہتا کہ ارے اس طرف آؤ تاکہ ان درختوں سے متمتع ہو تو اس کا وہ یوں جواب دیتے کہ یہ بیچارہ اپنی ہوش میں نہیں ہے۔ خدا کے حکم سے پاگل ہو گیا ہے اور ظاہری سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرصہ تک اوہام میں مبتلا رہا ہے اور ریاضت شاقہ سے اس کا دماغ پیاز کی طرح سڑ گیا ہے وہ بیچارہ داعی یہ سن کر متحیر رہ جاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے اللہ یہ کیا بات ہے اور گمراہی کے پردے ان کی آنکھوں پر کیسے پڑے ہوئے ہیں۔ مختلف طرح کے لوگ ہیں اور بڑے بڑے عقلمند اور اہل الرائے بھی ہیں۔ لیکن میری بات کوئی نہیں سمجھتا اور اس طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھاتا۔ ان لوگوں میں جو لوگ عقلمند اور دانا ہیں وہ بھی مخالفانہ اس باغ کے منکر اور نہ ماننے والے ہیں اور یا کچھ میں ہی پاگل اور حواس باختہ ہو گیا ہوں۔ اور شیطان مجھ پر غالب ہو گیا ہے کہ وہ مجھے غیر واقعات کو واقعات دکھلا رہا ہے میں ہر دم آنکھیں ملتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں اور سوچتا ہوں کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں یا میری مخیلہ کا تصرف ہے پھر کہتا ہوں کہ نہیں جی خواب وخیال کیا جب میں ان کے پاس جاتا ہوں اور ان کے میوے چنتا اور کھاتا ہوں تو کون سی وجہ ہے کہ میں ان کی واقعیت کا اعتقاد نہ رکھوں۔ لیکن جب میں منکروں کی حالت دیکھتا ہوں کہ باوجودیکہ ان کی کامل حاجت اور ضرورت ہے اور وہ نصف گوشہ کے لئے جان دینے پر آمادہ ہیں اور درخت کی ایک پتی کے لئے بے سروسامان لوگ ہائے وائے کرتے ہیں مگر بایں ہمہ یہ لاکھوں کروڑوں آدمی ان درختوں اور پھلوں سے بھاگتے ہیں تو میں پھر مذبذب ہو جاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میں بھی عجیب بیہوش ہوں کہ خیالی شاخ کو پکڑ رکھا ہے اور خیال کو حقیقت واقعیہ سمجھ رہا ہوں اب مولانا پر ارشاد کا غلبہ ہوتا ہے اور صورت واقعہ ان کی پیش نظر ہوتی ہے اور وہ اس مذبذب کی دستگیری فرماتے اور کہتے ہیں کہ اے طالب حق تو ہمت نہ ہار اور حتــــــــی اذا استیئاس الرسل وظنوا انھم قد کذبوا بقراۃ تخفیف کذبوا پڑھ اس سے تجھ کو معلوم ہوگا کہ اہل اللہ کو خواہ چھوٹے رتبے کے ہوں یا بڑے کے کبھی اپنی محجوب عن الحق ہونے کا خیال ہو جاتا ہے گو اس خیال کے قوت اور اس کا ضعف ان کے مرتبے کے موافق ہوتا ہے حتیٰ کہ انبیاء کو بھی یہ واقعہ پیش آیا ہے مگر وہاں وہ خیال ان کے مرتبہ کے موافق اور وسوسہ غیر اختیاریہ کے درجہ میں تھا وہم وشک اور ظن اصطلاحی کے مرتبہ میں نہ تھا چنانچہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انکار منکرین سے ان کو یہ وسوسہ ہوا کہ کہیں یہ وحی جو ہم پر ہوئی ہے غلط تو نہیں کیونکہ اگر سچ ہوتی تو ان منکرین کو ان کی ہٹ دھرمی اور انکار پر سزا کیوں نہ ہوتی۔ لیکن اس کے ساتھ ہی حق سبحانہ تائید بھی فرماتے ہیں اور اس وسوسہ سے نجات بھی دیدیتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ (بلا اختیار) ان کو یہ وسوسہ ضرور ہوا مگر فوراً ہی ہم نے ان کی تائید کی جس سے وہ وسوسہ ٹوٹ گیا پس تو ان منکرین کو ان کے حال پر چھوڑ اس درخت جاں کے پاس آ اور اس کے میوے خود بھی کھا اور جن کی قسمت میں ان کا کھانا ہے ان کو بھی کھلا تو ایک ہی طلسم کو دیکھ کر چکر میں آ گیا عالم میں تو ہر دم اور لحظہ اس قسم کے لاکھوں طلسم نظر آتے ہیں اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر مضمون سابق کی طرف عود کر کے فرماتے ہیں کہ وہ داعی کہتا ہے کہ جب میں ان کو درختوں کی طرف بلاتا تو وہ کہتے کہ تعجب ہے یہ کیسی آواز ہے اور ان دیواروں کی گفتگو سے تو ہمارا دماغ خبط ہو گیا یہ کہتے ہیں کہ تمہارے قریب ایک باغ ہے جس میں کھانے کے میوے ہیں ہم آنکھ کھول کر غور سے دیکھتے ہیں تو نہ کہیں باغ ہے نہ میوہ یا تو جنگل ہے یا دشوار گزار راستہ اس پر میں کہتا کہ غضب کی بات ہے کہ ان کو دکھلائی نہیں دیتا اور یہ اس کو بے اصل سمجھتے ہیں بھلا اتنا طویل قصہ بیہودہ اور بے اصل اور غلط کیسے ہوسکتا ہے۔ غرض کہ جس طرح ان کو تعجب ہوتا تھا کہ میں بھی متحیر تھا کہ دیکھو حق سبحانہ نے ان کی آنکھوں پر کیسی مہر کر رکھی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسی قسم کے مجادلوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ اور وہ تعجب کرتے تھے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ بایں ہمہ وضوح یہ لوگ حق کو نہیں سمجھتے اور ادھر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہو گیا کہ (نعوذ باللہ) ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے لیکن دونوں تعجبوں میں گہرا فرق تھا کیونکہ ایک کا منشاء وضوح حق تھا اور دوسرے کا خفاء حق۔ اچھا اسے چھوڑ دو اور یہ دیکھو کہ اب ولایت قلب کا عجیب بادشاہ دقوقی کیا کرتا ہے۔ ہاں دقوقی شاہ صاحب آپ آپ جملہ معترضوں کے بیان میں کب تک مصروف رہیں گے ان سے زبان بند کیجئے اور جلدی سے اصل قصہ بیان کیجئے ہمارے کان اصل قصہ سننے کے بے حد مشتاق ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مولانا فرماتے ہیں کہ اسی قسم کے مجادلوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حیرت ہوتی تھی۔ اور وہ تعجب کرتے تھے کہ انہیں کیا ہو گیا ہے۔ کہ بایں ہمہ وضوح یہ لوگ حق کو نہیں سمجھتے اور ادھر ابولہب کو تعجب ہوتا تھا کہ محمد کو کیا ہو گیا کہ (نعوذ باللہ) ایسی بہکی بہکی باتیں کرتا ہے لیکن دونوں تعجبوں میں گہرا فرق تھا کیونکہ ایک کا منشاء وضوح حق تھا اور دوسرے کا خفاء حق۔ اچھا اسے چھوڑ و اور یہ دیکھو کہ اب ولایت قلب کا عجیب بادشاہ دقوقی کیا کرتا ہے۔ ہاں دقوقی شاہ صاحب آپ آپ جملہ معترضوں کے بیان میں کب تک مصروف رہیں گے ان سے زبان بند کیجئے اور جلدی سے اصل قصہ بیان کیجئے ہمارے کان اصل قصہ سننے کے بے حد مشتاق ہیں۔

شرح شبّیری

دقوقی کی نظر میں ان سات درختوں کا ایک ہو جانا

گفت راندم پیشتر من نیک بخت	باز شد آن ہفت جملہ یک درخت
(دقوقی نے) فرمایا میں سعادت مند آگے بڑھا	پھر وہ سب سات (درخت) ایک ہو گئے

یعنی میں نیک بخت پھر آگے کو چلا تو وہ جب سات سارے پھر ایک درخت ہو گئے۔

ہفت مے شد فرد مے شد ہر دمے	من چساں می گشتم از حیرت ہمے
وہ بھی سات ہو جاتے کبھی ایک	میرا بھی حیرت سے عجب حال تھا

یعنی ہر وقت وہ سات ہوتے تھے اور ایک ہوتے تھے تو میں حیرت سے ویسا کا ویسا ہی رہ گیا۔

بعد ازان دیدم درختان در نماز	صف کشیدہ چون جماعت کردہ ساز
اس کے بعد میں نے درختوں کو نماز (کی حالت) میں دیکھا	صف بنائے ہوئے جماعت کی طرح ساز (وسامان) کئے ہوئے

یعنی بعد اس کے میں نے درختوں کو نماز میں دیکھا کہ صف بنائے ہوئے اور جماعت کی طرح سامان کئے ہوئے ہیں۔

یک درخت از پیش مانند امام	دیگران اندر پس او در قیام
امام کی طرح ایک درخت آگے	دوسرے اس کے پیچھے قیام میں

یعنی ایک درخت ان کی امام کی طرح اور دوسرے قیام میں اس کے پیچھے۔

آن قیام و آن رکوع و آن سجود	از درختان بس شگفتم مے نمود
وہ قیام ' وہ رکوع وہ سجدہ	درختوں سے مجھے بہت عجب معلوم ہوا

یعنی وہ قیام اور وہ رکوع اور وہ سجدہ درختوں سے مجھے عجیب معلوم ہو رہا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یاد کردم قول حق را آن زمان	گفت والنجم و شجر را یسجدان
اس وقت مجھے اللہ (تعالیٰ) کا قول یاد آیا	فرمایا ہے بیلیں اور درخت سجدہ کرتے ہیں

یعنی میں نے اس وقت حق تعالیٰ کا قول یاد کیا کہ نجم و شجر کو فرمایا ہے کہ سجدہ کرتے ہیں (اور یہ بھی سوچا کہ)

این درختان را نہ زانو نے میان	این چہ ترتیب نماز ست آنچنان
ان درختوں کے نہ زانو ہے نہ کمر	اس طرح نماز کی یہ کیا ترتیب ہے؟

یعنی ان درختوں کے نہ زانو ہیں اور نہ کمر ہے تو یہ اس طرح نماز کی ترتیب کیونکر ہے۔

آمد الہام خدا کاے با فروز	ایں عجب داری زکار ماہ ہنوز
خدا کا الہام آیا کہ اے پرنور!	تجھے اب تک ہمارے کام پر تعجب ہے

یعنی الہام حق آیا کہ اے بافروز تم ہمارے کام سے اب تک تعجب کرتے ہو۔

ان ساتوں درختوں کا سات آدمی ہوجانا

بعد دیرے گشتہ آنہا ہفت مرد	جملہ در قعدہ پے یزداں فرد
تھوڑی دیر کے بعد وہ (درخت) سات مرد بن گئے	اللہ احد کے لئے سب قعدہ میں تھے

یعنی بعد کچھ دیر کے وہ سات آدمی بن گئے اور سارے خدائے یکتا کے سامنے قعدہ میں تھے۔

چشم میمالم کہ آن ہفت ارسلان	تا کیانند و چہ دارند از جہان
میں آنکھیں ملتا تھا کہ وہ سات شیر (مرد)	کون ہیں اور دنیا سے کیا (مرتبہ) رکھتے ہیں؟

یعنی آنکھ ملتے تھے کہ یہ سات شیر کون ہیں اور جہاں سے کیا (رتبہ) رکھتے ہیں۔

چوں بہ نزدیکی رسیدم من ز راہ	کردم ایشاں را سلام از انتباہ
جب میں راستہ سے (ان کے) قریب پہنچا	ہوش سے میں نے ان کو سلام کیا

یعنی جب میں راستہ سے ان کے نزدیک پہنچا تو میں نے ان کو آگاہی کے لئے سلام کیا۔

قوم گفتندم جواب آن سلام	اے دقوقی مفخر و تاج کرام
قوم نے مجھ سے اس سلام کے جواب میں کہا	اے دقوقی بزرگوں کے لئے باعث فخر اور تاج

یعنی اس قوم نے میرا جواب سلام دیا (اور کہا) اے دقوقی کرام کے جائے فخر اور تاج

گفتم آخر چوں مرا بشناختند	پیش ازیں بر من نظر نداختند
میں نے (دل میں) کہا وہ مجھے کیسے پہچان گئے؟	اس سے پہلے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں نے (دل میں) کہا کہ مجھے انہوں نے کس طرح پہچان لیا۔ اس سے پہلے تو مجھے کہیں دیکھا نہیں۔

از ضمیر من بدانستند زود	یک دگر را بنگریدند از فرود
وہ میرے دلی بات فوراً سمجھ گئے	نیچی نظروں سے ایک نے دوسرے کو دیکھا

یعنی میرے دل سے انہوں نے (اس وسوسہ کو) معلوم کرلیا تو ایک دوسرے کو نیچے ہی نیچے دیکھا۔ یعنی اس لئے دیکھا کہ کون اس وسوسہ کا جواب دے اس کے بعد

پاسخم دادند کائے جان عزیز	چوں بپوشیدست اینہا بر تو نیز
انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے پیارے!	یہ تم پر بھی کیوں پوشیدہ ہے؟

یعنی انہوں نے مجھے جواب دیا کہ اے جان عزیز تم پر یہ بھی کیوں پوشیدہ ہے۔

بردلے کو را تحیر باخدا است	کے شود پوشیدہ راز چپ وراست
اس دل پر جس کو خدا کے ساتھ تحیر ہے	دائیں اور بائیں کا راز کب پوشیدہ ہوتا ہے؟

یعنی اس دل پر جو کہ تحیر میں خدا کے ساتھ ہے کوئی راز چپ وراست پوشیدہ نہیں ہوتا۔ یعنی ان کو سب معلوم ہوجاتا ہے تو اگر تمہارا نام معلوم ہوگیا تو کیا تعجب ہے۔

گفتم ار سوئے حقائق بشگفید	چو ز حرف و رسمی واقفید
میں نے کہا حقائق کی جانب اگر تم شگفتہ ہو	رسمی نام اور حرف سے کیسے واقف ہو؟

یعنی میں نے کہا کہ اگر حقائق کی طرف تم کھلو تو نام اور حروف رسمی سے کس طرح واقف ہو۔ مطلب یہ کہ انہوں نے سوچا کہ علوم و معانی کا کشف تو ہوسکتا ہے مگر الفاظ اور اسماء کا کشف کیسے ہوا۔

ایں سخن چون آمد از من در خطاب	آں شہاں در حال گفتندم جواب
جب گفتگو میں میری جانب سے یہ بات آئی	ان شاہوں نے فوراً مجھے جواب دیا

یعنی یہ بات جب میری طرف سے خطاب میں آئی تو ان شاہوں نے مجھے اسی وقت جواب دیا۔

گفت اگر اسمے شود غیب از ولے	آن ز استغراق دان نز جاہلے
کہا اگر ولی سے کوئی نام غائب ہو	تو وہ استغراق کی وجہ سے سمجھ، نہ کہ لاعلمی سے

یعنی اگر کوئی نام کسی دل سے غائب ہوجاوے تو یہ استغراق کی وجہ سے سمجھو نہ جاہلی کی وجہ سے۔

بعد ازان گفتند مارا آرزو	ہست بر۔تو اے خوبرو
اس کے بعد انہوں نے کہا کہ ہماری تمنا	تیری اقتداء کرنے کی ہے اے حسین

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد اس کے ان لوگوں نے کہا کہ اے پاک دوست ہمیں آپ کا اقتدا کرنے کی آرزو ہے۔ یعنی سب نے کہا کہ ہمیں آروز ہے کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھیں۔

گفتم آرے لیک یک ساعت کہ من	مشکلاتے دارم از دور زمن
میں نے کہا ہاں لیکن تھوڑی دیر (بعد) کیونکہ میں	زمانہ کے انقلاب کی وجہ سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں

یعنی میں نے کہا کہ ہاں لیکن ایک گھڑی (بعد) اس لئے کہ میں دور زمن سے کچھ مشکلات رکھتا ہوں۔

تا شود آن حل بصحبتہائے پاک	کہ بہ صحبت روید انگورے زخاک
تاکہ پاک صحبتوں سے وہ حل ہو جائیں	کیونکہ صحبت سے مٹی سے انگور اگتا ہے

یعنی جب تک کہ وہ آپ کی پاک صحبتوں سے حل ہو جاویں کہ صحبت کی وجہ سے انگور خاک سے اگتا ہے۔
مطلب یہ کہ انہوں نے کہا کہ امامت تو کرلوں گا مگر مجھے کچھ مشکلات باطنی ہیں ان کو حل کردو اس کے بعد امامت کروں گا مجھے آپ کی صحبت سے امید ہے کہ حل ہو جاویں گے اس لئے کہ دیکھو انگور کو صحبت زمین ہوتی ہے تو اس کے اندر پھل آتا ہے وہ اگتا ہے تو اس طرح تمہاری صحبت کی برکت سے وہ عقدے بھی حل ہو جاویں گے۔ آگے صحبت سے مستفیض ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

دانہ پر مغز را خاک دژم	خلوتے و صحبتے کرد از کرم
پرمغز دانہ نے افسردہ مٹی کو کرم سے	خلوتی اور ساتھی بنا لیا ہے

یعنی دانہ پرمغز کو خاک افسردہ نے اپنا خلوتے اور صحبتی کرم کی وجہ سے کرلیا۔

خویشتن در خاک کلی محو کرد	تا نماندش رنگ و بو و سرخ و زرد
(دانہ نے) اپنے آپ کو بالکلیہ مٹی میں ملا دیا	حتیٰ کہ اس کا رنگ بو اور سرخ و زرد باقی نہ رہا

یعنی (دانہ نے) اپنے کو خاک میں بالکل محو کر دیا یہاں تک کہ اس کا رنگ و بو اور سرخ و زرد وغیرہ کچھ نہ رہا۔

از پس آن محو قبض او نماند	برکشاد و بسط شد مرکب براند
اس کے بعد اس کا سمٹاؤ باقی نہ رہا	کھل گیا اور پھیل گیا' سواری بڑھا دی

یعنی بعد اس محو کے اس کا قبض جاتا رہا اور کھل گیا اور بسط ہو گیا تو سواری چلا دی۔

پیش اصل خویش چوں بیخویش شد	رفت صورت جلوۂ معنیش شد
جب وہ اپنی اصل کے سامنے بیخود ہوگیا	صورت ختم ہوگئی اس کے باطن کا جلوہ نمودار ہوگیا

یعنی اپنی اصل کے آگے جب بیخود ہو گیا تو صورت جاتی رہی اور اس کے معنی کا جلوہ ہو گیا (تو بس اسی طرح اگر یہ ان کے آگے بیخود ہو جاویں گے تو ان کو بھی یہ حالت حاصل ہو جاوے گی غرض کہ جب انہوں نے کہا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ تو انہوں نے ان کے کہنے کو مان لیا اس طرح کہ)

سرچنیں کردند ہین فرمان تراست	تف دل از سرچنیں کردن بجاست
انہوں نے سر اس طرح کیا' ہاں جو تیرا حکم ہو	اس طرح سر کرنے سے دل سے ایک شعلہ نکلا

یعنی انہوں نے سر کو اس طرح کر لیا (یعنی جھکا لیا اور کہا) کہ اچھا حکم آپ کا ہی ہے (یعنی ہم مانتے ہیں) اور گرمے دل کو اس طرف سے اور اس طرح کرنا بجا ہے۔

ساعتے با آن گروھے مجتبے	چون مراقب گشتم و از خود جدا
تھوڑی دیر کے لئے اس برگزیدہ گروہ کے ساتھ	جب میں مراقب اور اپنے سے جدا ہوا

یعنی اس گروہ برگزیدہ کی ساتھ ایک گھڑی میں جب مراقب ہوا اور اپنے سے جدا ہوا۔

ہم دران ساعت زساعت رست جان	زانکہ ساعت پیر گرداند جوان
اسی وقت روح زمانہ سے آزاد ہو گئی	کیونکہ زمانہ جوان کو بوڑھا بنا دیتا ہے

یعنی اسی وقت جان ساعت سے چھوٹ گئی اس لئے کہ ساعت تو جوان کو بڈھا کر دیتی ہے مطلب یہ کہ ان ساعات کے گزرنے ہی سے تو انسان جوان سے بوڑھا ہوتا ہے اور یہ ساعات ان دنیا کی ہیں تو بس جس وقت ادھر توجہ ہوئی اسی وقت اس دنیا سے بالکل بے تعلقی ہو گئے اور ادھر کے ہوش وحواس غائب ہو گئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

جملہ تلوینہا زساعت خاستہ است	رست از تلوین کہ از ساعت برست
سارے تغیرات زمانہ سے پیدا ہوئے ہیں	جس کو زمانہ سے نجات مل گئی وہ تغیر سے نجات پا گیا

یعنی ساری تلوینات ساعت ہی سے اٹھی ہیں اور جو ساعت سے چھوٹ گیا وہ تلوین سے چھوٹ گیا۔ مطلب یہ کہ جو اس دنیا کے تغیرات سے چھوٹا وہ تلوین سے بھی الگ ہو گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ساعتے بیرون شو از ساعت دلا	تاز چونے وارہی و از چرا
اے دل تھوڑی دیر کیلئے زمانہ سے باہر ہو جا	تاکہ چون و چرا سے نجات پا لے

یعنی اے دل ایک گھڑی اس ساعت سے باہر ہو تا کہ تم چو سے اور چرا سے چھوٹ جاؤ۔

چون زساعت ساعتے بیرون شوی	چون نماند محرم بیچون شوی
جب تو تھوڑی دیر کیلئے زمانہ سے باہر ہو جائیگا	چوں ختم ہو جائے گی تو بے چون کا محرم راز بن جائے گا

یعنی جب ایک گھڑی کے لئے اس ساعت سے باہر ہو جاؤ تو جب چوں نہ رہے تو بیچون ہو جاؤ گے۔

ساعت از بے ساعتی آگاہ نیست	زانکہ آنسو جز تحیر راہ نیست
زمانہ بے زمانہ پن سے واقف نہیں ہے	کیونکہ اس جانب تحیر کے علاوہ (کسی کا) راستہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ساعت بے ساعتی سے آگاہ نہیں ہے اس لئے کہ اس طرف تو سوائے تحیر کے (کسی کو) راہ ہی نہیں ہے مطلب یہ کہ اس عالم میں پھنس کر اس عالم کی خبر نہیں رہتی اس لئے کہ وہاں تو حیرت ہی حیرت ہے اور کچھ بھی نہیں ہے اور اس عالم دنیا میں حیرت ہے نہیں بلکہ یہ عالم خودی کا ہے تو اس عالم کو اس کی خبر ہی نہیں ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اس کے بعد دقوقی نے بیان کیا کہ میں کچھ اور آگے بڑھا تو وہ ساتوں درخت ایک درخت بن گئے اس کے بعد کچھ عرصہ تک یہ حالت رہی کہ کبھی سات ہو جاتے تھے اور کبھی پھر ایک ہو جاتے تھے میں نہیں کہہ سکتا کہ مارے حیرت کے میری کیا حالت ہو رہی تھی۔ خیر اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ درخت صف بستہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک درخت ان میں امام کی طرح آگے ہے اور دوسرے درخت مقتدیوں کی طرح پیچھے کھڑے ہیں مجھے ان کا قیام ان کا رکوع بہت ہی عجیب معلوم ہوتا تھا۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے حق سبحانہ کا قول النجم والشجر یسجدان یاد آ گیا اور میں نے اس کا عیاناً مشاہدہ کر لیا۔ میں متحیر تھا کہ نہ ان درختوں کے گھٹنے ہیں نہ کمر پھر یہ کس قسم کی نماز پڑھ رہے ہیں جب میرا تعجب بہت بڑھا تو حق سبحانہ کی طرف سے الہام ہوا کہ تم کو اب تک ہماری صناعی کا یقین نہیں ہوا۔ اور اب تک تم تعجب ہی کر رہے ہو۔ یہ بھی ہو چکا اس کے بعد وہ سات درخت سات آدمی ہو گئے۔ وہ سب کے سب وحدہٗ لاشریک کے سامنے قعدہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آنکھیں مل مل کر دیکھتا تھا کہ یہ کون لوگ ہیں اور ان کا عالم میں کیا رتبہ ہے جب میں چلتے چلتے ان کے پاس پہنچ گیا تو میں نے ہوش وحواس درست کر کے ان کو سلام کیا ان لوگوں نے میرے سلام کا جواب میرا نام لے کر دیا۔ اب مجھے پھر حیرت ہوئی کہ ان کو میرا نام کیونکر معلوم ہو گیا۔ انہوں نے تو مجھے پہلے کبھی دیکھا بھی نہیں۔ وہ میرے اس خطرہ پر بھی مطلع ہو گئے اور نیچی نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کے بعد مجھے جواب دیا کہ تم کو تو یہ تعجب ہے کہ انہیں معلوم کیونکر ہو گیا اور ہم کو یہ تعجب ہے کہ تم پر اس کا سبب مخفی کیونکر رہا یاد رکھو جو لوگ ذات حق کے والہ و شیدا ہیں ان پر ادھر ادھر کی باتیں اکثر پوشیدہ نہیں رہتیں اس پر میں نے کہا کہ اگر آپ کو حقائق سے دلچسپی ہے جیسا کہ واقع بھی ہے تو آپ حروف واسماء رسمیہ کو کیونکر جانتے ہو یعنی حقائق تو کشف وغیرہ سے معلوم ہوتے ہیں مگر حروف واسماء رسمیہ تو بطرق متعارف ہی معلوم کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں پھر آپ ان سے کیسے واقف ہیں انہوں نے جواب دیا کہ یہ غلط ہے کہ حروف واسماء کشف وغیرہ سے معلوم نہیں ہو سکتے بلکہ جب کوئی اسم کسی ولی کی نظر سے غائب ہوتا ہے تو اس کی وجہ ناواقفیت نہیں ہوتی بلکہ استغراق ہوتا ہے کہ اس کے سبب اسم کی طرف التفات نہیں ہوتا (لیکن یاد رکھو کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایسا بھی ہوتا ہے اور یہ مقصود نہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے) اس گفتگو کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم کو آپ کے پیچھے نماز پڑھنے کی نہایت تمنا ہے آپ امامت کیجئے اس پر میں نے کہا بہت بہتر ہے۔ مگر انقلابات زمانہ کے سبب میں بعض باطنی مشکلات میں گرفتار ہوں۔ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہتا ہوں کہ پیشتر وہ مشکلات آپ حضرات کی صحبت سے حل ہو جائیں۔ کیونکہ صحبت میں بڑی برکت ہے۔ صحبت ہی کے سبب خاک سے انگور پیدا ہوتا ہے اور دانہ پر مغز نے خاک کے ساتھ صحبت اور خلوت اختیار کی اور خاک میں اپنے کو بالکل محو کر دیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا تلون سب فنا ہو گیا نہ اس میں رنگ سرخ و زرد وغیرہ رہا نہ وہ بوری اور اس محویت کے بعد سارا قبض رفو چکر ہو گیا۔ اور کشادو بسط حاصل ہو کر میدان ترقی میں گھوڑا ڈال دیا پس دیکھو جب اس نے اپنی اصل کے سامنے فنا اختیار کی اور خودی کو چھوڑا تو صورت تو فنا ہو گئی اور معنی جلوہ گر ہو گئے یہ سن کر انہوں نے سر ہلایا جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم حاضر ہیں جیسی آپ کی مرضی ہو۔ اس سر ہلانے نے میرے دل کے اندر ایک حرارت پیدا کر دی اور میں ان کی ساتھ مراقبہ میں مشغول ہو گیا جب میں کچھ دیر تک مراقب رہا اور خودی کو اپنی فنا کر دیا فوراً مجھے ترقی ہو گئی اور تاثیرات زمانہ کی بلا سے نجات پا گیا۔ جس کی مجھے سخت ضرورت تھی کیونکہ زمانہ بری بلا ہے یہ جوان کو بڈھا اور اہل اللہ کے جوش و خروش کو ٹھنڈا کر دیتا ہے اور میری ساری تلوینیں مبدل بہ تمکین ہو گئیں۔ کیونکہ میں قید زمانہ سے آزاد ہو چکا تھا اور جو قید زمانہ سے رہا ہو جاتا ہے وہ تلوینات سے بھی چھوٹ جاتا ہے کیونکہ تمام تلوینین تغیر زمانہ ہی کے سبب ہوتی ہیں۔ یاد رکھو جس وقت تم قید زمانہ سے آزاد ہو گئے اور قید زمانہ تمہارے لئے نہ رہے گی فوراً حق سبحانہ کے راز دار ہو جاؤ گے۔ پس اس بندش کو اٹھاؤ اور اپنی طبیعت کے اندر وہ کیفیت پیدا کرو جو تاثر از تقلبات زمانہ سے مانع ہو اور جب تک تم پابند زمانہ ہو گے اس وقت تک وصول ناممکن ہے اس لئے کہ ساعت بے ساعتی کو اور تقید اطلاق کو اور پابند زمان متعالی عن الزمان کو کیا جانے کیونکہ وہاں تو تحیر ہی کی رسائی ہے اور متاہبین فی الحق کے سوا اور کی رسائی نہیں۔

شرح شبّیری

هر نفر را بر طویله خاص او	بسته اند اندر جهان جستجو
ہر شخص کو اس کے خاص اصطبل پر	تگ و دو کی دنیا میں باندھ دیا ہے

یعنی ہر شخص کو اس کے طویلہ خاص پر اس جہان جستجو میں باندھ دیا ہے (چونکہ یہ جہان تو طلب کے لئے ہے اس لئے جہان جستجو کہہ دیا) مطلب یہ کہ جس طرح کہ گھوڑے الگ الگ طویلوں میں بندھے ہوتے ہیں اسی طرح ہر ہر شخص اپنی اپنی جگہ اور اپنے اپنے کام پر لگا ہوا ہے۔

منتصب بر هر طویله رائضے	جز بدستورے نیاید رافضے
ہر اصطبل پر ایک چابک سوار مقرر ہے	اجازت کے بغیر کوئی نافرمان (باہر) نہیں آ سکتا

یعنی ہر ہر طویلہ پر ایک چابک سوار (محافظ) مقرر ہے تو وہ بلا اجازت کے رافض نہیں ہوتا۔ رائض چابک سوار اور رافض علیحدہ ہونے والا۔ مطلب یہ کہ ہر ہر شخص پر ایک ایک محافظ ہے جو اس سے کام لے رہا ہے۔ اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تک حکم حق نہیں ہوتا اس وقت تک وہ رائض اس سے علیحدہ نہیں ہوسکتا۔

از ہوس گر از طویلہ بگسلد	در طویلہ دیگراں سر برکند
اگر ہوس کی وجہ سے اصطبل سے نکلے	(اور) دوسروں کے اصطبل میں گھسے

یعنی اگر ہوس کی وجہ سے ایک طویلہ سے جاوے اور کسی دوسرے طویلہ میں جانے لگے۔

درزمان آخرچیاں چست وخوش	گوشۂ افسار او گیرند و کش
فوراً چست اور ہوشیار سائیس	اس کی پچھاڑی کا سرا پکڑتے ہیں اور کھینچ لیتے ہیں

یعنی اسی وقت وچست وچالاک سائیس اس کی باگ ڈور کا گوشہ پکڑیں اور کھینچ لیں۔ مطلب یہ کہ جو محافظ ہر شخص پر مسلط ہے اگر یہ ادھر ادھر جاتا ہے وہ فوراً اس کو روک لیتے ہیں اور جس کام کے لئے بنایا گیا ہے اس میں لگائے رکھتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

حافظاں را گر نہ بینی اے عیار	اختیارت را بہ بین بے اختیار
اے کھرے اگر تو نگہبانوں کو نہیں دیکھتا ہے	اپنے اختیار کو بے اختیار دیکھ لے

یعنی اے عیار اگر تو محافظوں کو نہیں دیکھتا تو اپنے اختیار کو دیکھ۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو وہ محافظ نہیں نظر آتے تو تم یوں سمجھو کہ تمہارا جو اختیار ہے یہ تو تمہارے اختیار میں نہیں ہے ورنہ اگر یہ اختیار میں ہو تو ہم اس سے پہلے اختیار کو لیں گے کہ وہ اختیار میں ہے یا نہیں اگر وہ بھی اختیار میں ہے اور اسی طرح اس کے آگے سب اختیار میں ہیں تو تسلسل لازم آتا ہے بس معلوم ہوا کہ کوئی جگہ ایسی نکلتی ہے کہ وہاں اختیار اختیار میں نہیں ہے تو بس یہی بے اختیاری ہے اور اسی کو تم محافظ سمجھ لو۔ اور دیکھ لو کہ۔

اختیارے میکنی و دست و پا	برکشا دستت چرا حبسے چرا
تو (ایک چیز) اختیار کرتا ہے اور تیرے ہاتھ پاؤں	کھلے ہوئے ہیں تو رکا ہوا کیوں ہے؟

یعنی تم ایک اختیار کرتے ہو اور ہاتھ پاؤں تمہارے کھلے ہوئے ہیں تو یہ حبس کیا ہے۔ کہ کام کرنا چاہتے ہو اور کام نہیں ہوتا۔ بس معلوم ہوا کہ کوئی چیز ہے کہ جس نے مجھ کو اس مقصد کے پورا کرنے سے روک رکھا ہے۔

روئے در انکار حافظ بردۂ	نام تہدیدات نفسش کردہ
تونے محافظ کے انکار کا رخ کر لیا ہے	اس کا نام تونے نفس کی تہدیدات رکھ لیا ہے

یعنی تم نے انکار محافظ میں توجہ کی ہے اور اس کو تہدیدات نفس نام رکھا ہے (حالانکہ یہی وہ محافظ ہے اور اسی نے تم کو روک رکھا ہے) آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دقوقی کا اس قوم کی امامت کیلئے آگے چلنا

این سخن پایاں ندارد تیز رو	ہین نماز آمد دقوقی پیش شو
ان باتوں کا خاتمہ نہیں ہے تیز دوڑ	خبردار! نماز (کا وقت) آ گیا آگے ہو جا

یعنی یہ باتیں تو انتہا نہیں رکھتیں اب تم تیز چلو اور اے دقوقی نماز کا وقت آ گیا آگے چلو۔

ای یگانہ ہین دوگانہ بر گزار	تا مزین گردد از تو روزگار
اے یکتا! دو رکعتیں ادا کر	تا کہ زمانہ تیری وجہ سے بارونق بن جائے

یعنی اے یکتا تم دوگانہ ادا کرو تا کہ تم سے زمانہ مزین ہو جاوے۔

اے امام چشم روشن در صلوٰۃ	چشم روشن باید اندر پیشوا
اے نماز میں روشن چشم والے، امام	تیرا امام روشن چشم ہونا چاہیے

یعنی اے امام چشم روشن نماز (قریب) ہے اور امامت میں چشم روشن ہی کی ضرورت ہے (اس لئے کہ)

در شریعت ہست مکروہ ای کیا	در امامت پیش کردن کور را
اے بزرگ! شریعت میں مکروہ ہے	اندھے کو امامت میں آگے بڑھانا

یعنی اے زیرک شریعت میں اندھے کو امامت میں آگے کرنا مکروہ ہے۔

گرچہ حافظ باشد و چشت و فقیہ	چشم روشن بہ وگر باشد سفیہ
(وہ اندھا) اگرچہ حافظ اور ہوشیار اور فقیہ ہو	روشن چشم والا بہتر ہے خواہ ان پڑھ ہو

یعنی وہ اندھا اگرچہ حافظ اور چست اور فقیہ ہو تو چشم روشن اس سے بہتر ہے اگرچہ جاہل ہو (اس لئے کہ)

کور را پرہیز نبود از قذر	چشم باشد اصل پرہیز و حذر
اندھے کا گندگی سے بچاؤ نہیں ہوتا ہے	بچاؤ اور پرہیز کی بنیاد آنکھ ہوتی ہے

یعنی اندھے کو نجاست سے پرہیز نہیں ہوتا اور پرہیز اور حذر کے لئے چشم ہی ہوا کرتی ہے۔

او پلیدی را نہ بیند در عبور	ہیچ مومن را مبادا چشم کور
وہ گزرنے میں گندگی کو نہیں دیکھ سکتا ہے	خدا کرے، کسی مومن کی آنکھ اندھی نہ ہو

یعنی وہ اندھا عبور میں پلیدی کو نہیں دیکھتا۔ کسی مومن کی خدا کرے آنکھیں کور نہ ہوں۔

کوری باطن بود کان شرور	زانکہ اندر فعل و قولش نیست نور
باطن کا اندھا پن برائیوں کی کان ہے	کیونکہ اس کے فعل اور قول میں نور نہیں ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی باطن کی کوری تو معدن شرور ہے اس لئے کہ اس کے فعل وقول میں نور نہیں ہے۔

کور ظاہر در نجاست ظاہر است	کور باطن در نجاسات سرست
ظاہری اندھا ظاہر نجاست میں ہے	باطن کا اندھا باطنی نجاستوں میں ہے

یعنی ظاہری اندھا تو ظاہری نجاست میں ہے اور باطن کا کور نجاسات باطنی میں ہے۔

این نجاست ظاہر از آبے رود	وان نجاست باطن افزون می شود
یہ ظاہری نجاست پانی سے دور ہو جاتی ہے	باطن کی نجاست بڑھتی رہتی ہے

یعنی ظاہری نجاست تو پانی سے جاتی رہتی ہے اور وہ نجاست باطنی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔

جز بآب چشم نتوان شستن آن	چون نجاسات بواطن شد عیان
اس کو آنکھ کے پانی کے سوا نہیں دھویا جا سکتا	جبکہ باطنوں کی نجاستیں واضح ہو جائیں

یعنی سوائے آب چشم کے اس کو دھو نہیں سکتے۔ جبکہ باطنی نجاسات ظاہر ہو گئیں مطلب یہ ہے کہ دیکھو جب ظاہری اندھے کو اس لئے امام بنانا مکروہ ہے کہ وہ نجاسات ظاہری سے پوری طرح نہیں بچ سکتا تو جو کور باطن ہو اس کو امام بنانا تو بدرجہ اولیٰ درست نہ ہوگا۔ اس لئے کہ وہ نجاسات باطنی سے جو کہ نجاسات ظاہری سے اشد ہیں نہیں بچ سکتا ہے۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ امام چشم روشن ہو جیسا اوپر کہا تھا کہ چشم روشن باید اندر پیشوا۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب کوری باطن کی وجہ سے انسان ناپاک تو نہیں ہوتا۔ اور آپ نے نجس کہہ دیا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چوں نجس خوانده است کافر را خدا	ایں نجاست نیست در ظاہر وراست
جبکہ خدا نے کافر کو نجس کہا ہے	یہ نجاست اس کے ظاہر پر نہیں ہے

یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے کافر کو نجس کہا ہے اور وہ نجاست اس کے ظاہر سے پر نہیں۔

ظاہر کافر ملوث نیست زین	آن نجاست ہست در اخلاق و دین
کافر کا ظاہر اس سے ملوث نہیں ہے	وہ نجاست اخلاق اور دین میں ہے

یعنی کافر کا ظاہر اس (نجاست) سے تو ملوث ہے نہیں ہاں وہ نجاست اخلاق و دین میں ہے۔

ایں نجاست بویش آید بیست گام	وان نجاست بویش از رے تا بشام
اس نجاست کی بدبو بیس قدم سے آتی ہے	اس نجاست کی بدبو رے سے شام تک ہے

یعنی یہ نجاست ظاہری تو بو اس کی بیس قدم سے آتی ہے اور اس نجاست کی رے سے شام تک۔

بلکہ بویش آسمانہا بر رود	بر دماغ حور و رضوان بر شود
بلکہ اس کی بدبو آسمانوں تک جاتی ہے	حور اور رضوان کے دماغ پر چھا جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کی بو آسمانوں پر جاتی ہے اور حور و رضوان کے دماغ پر غالب آتی ہے۔ مطلب یہ کہ نجاست ظاہری کی بدبو تو تھوڑی ہی دور تک ہوتی ہے مگر باطنی کی نجاست کی بو تو آسمان پر جاتی ہے اور اس سے حور و رضوان کو اذیت ہوتی ہے حدیث میں ہے کہ انسان جب جھوٹ بولتا ہے تو فرشتے اس سے کوسوں دور بھاگ جاتے ہیں اس لئے کہ اس کے منہ سے بڑی سخت بو آتی ہے۔ تو دیکھو ملائکہ کو اس نجاست باطنی سے کس قدر سخت نفرت ہوئی آگے فرماتے ہیں کہ۔

آنچہ میگویم بقدر فہم تست	مردم اندر حسرت فہم درست
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں تیری سمجھ کی بقدر ہے	پوری سمجھ کی حسرت میں میں مرا

یعنی میں جو کچھ بیان کر رہا ہوں یہ سب تمہاری فہم کی قدر ہے اور میں تو فہم درست کی حسرت ہی میں مر گیا۔ یعنی فہم درست ہی کو تلاش کرتے کرتے قریب المرگ ہو گئے مگر یہ بھی نہ میسر ہوا۔ آگے فہم کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

فہم آب ست او وجود تن سبو	چون سبو بشکست ریزد آب او
تیری سمجھ پانی ہے اور تیرا وجود ٹھلیا ہے	جب ٹھلیا ٹوٹ جاتی ہے پانی اس سے بہہ جاتا ہے

یعنی فہم تو پانی ہے اور وجود تن ایک سبو ہے تو جب گھڑا ٹوٹ گیا اس کا پانی گر جاتا ہے اس سبو کے ٹوٹنے کو خود آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

این سبو را پنج سوراخست ژرف	اندرونے آب ماند خود نہ برف
اس ٹھلیا میں پانچ گہرے سوراخ ہیں	اس میں نہ پانی ٹھہرے نہ برف

یعنی اس سبو کے پانچ بڑے بڑے سوراخ ہیں کہ نہ اس میں پانی رہتا ہے اور نہ برف پانچ سوراخ سے مراد حواس خمسہ مطلب یہ کہ اگر یہ کھل جاتے ہیں مثلاً کوئی بولے زیادہ یا باتیں سنے زیادہ یا شہوت زانی زیادہ کرے غرضکہ جس میں بھی زیادتی ہوگی فہم کم ہوگا اور اگر ان کو بند رکھوگے تو فہم تمہارے اندر جمع رہے گا اور ساعت بساعت ترقی کرے گا۔

امر غضوا غضۃ ابصارکم	ہم شنیدی راست نہادی تو سم
تو نے "اپنی نگاہوں کو پست رکھو" کا حکم	بھی سنا تو نے ٹھیک کان نہ دھرا

یعنی غضوا غضۃ ابصارکم کے حکم کو تم نے سنا اور قدم کو درست نہ رکھا (کہ غرض بصر نہ کیا تو ایک سوراخ تو یہ کھلا)

از دہانت نطق فہمت را برد	گوش چوں ریگ آب فہمت را خورد
تیرے منہ کی گفتگو تیری سمجھ کو برباد کر دیتی ہے	کان ریت کی طرح تیری سمجھ کے پانی کو پی جاتا ہے

یعنی تمہارے منہ سے بولنا تمہارے فہم کو لے جاتا ہے اور کان ریت کی طرح تمہاری آب فہم کو کھا جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ ریت پانی کو پی لیتا ہے اور خشک کر لیتا ہے اسی طرح تمہارے کان سے یہ فضولیات جاتے ہیں یہ بھی تمہارے فہم کو ختم کئے دیتے ہیں۔

ہمچنیں سوراخہائے دیگرت	می کشانند آب فہم مضمرت
اسی طرح تیرے دوسرے سوراخ	تیری چھپی ہوئی سمجھ کے پانی کو کھول دیتے ہیں

یعنی اسی طرح تمہارے اور سوراخ تمہارے آب فہم مضمرت کو کھینچتے ہیں اب یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ ہم تو بہت باتیں کرتے ہیں اور ہمارا فہم اب تک درست ہے مولانا جواب دیتے ہیں کہ۔

گر ز دریا آب را بیروں کنی	بے عوض آن بحر را ہاموں کنی
اگر تو دریا سے پانی باہر نکالے	بغیر بدلے کے اس دریا کو جنگل بنا دے

یعنی اگر دریا میں سے تم پانی بے عوض ڈالے نکالو تو دریا کو جنگل کر دو گے مطلب یہ کہ تمہارا فہم ایک دریا ہے تو اگر سمندر میں سے کوئی پانی نکالے اور اس کی جگہ اور پانی اس میں نہ ڈالے تو تھوڑے دنوں میں سب سوکھ جاوے گا تو اسی طرح جب فہم کم ہوتا رہے گا اور داخل نہ ہوگا تو اب نہیں تو پانچ برس بعد ختم ہو جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بیگہ است ارنی بگویم حال را	مدخل اعواض را و ابدال را
بے موقع ہے ورنہ میں تجھے حال بتاتا	عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا

یعنی بے موقع ہے ورنہ میں عوضوں اور بدلوں کے داخل ہونے کا حال بیان کر دیتا کہ

کان عوضہا و آن بدلہا بحر را	از کجا آید ز بعد خرجہا
وہ عوض اور وہ بدلے دریا میں	خرچ کے بعد کہاں سے آتے ہیں؟

یعنی کہ وہ عوض اور بدل کے بحر کے کھانے سے بعد خرچ کے آجاتے ہیں۔

صد ہزاران جانور زو می چرند	ابرہا ہم از برونش می برند
اس میں سے لاکھوں جانور چرتے ہیں	ابر بھی (پانی) اس میں سے باہر لے جاتے ہیں

یعنی لاکھوں جانور اس سے پیتے ہیں اور ابر بھی اس کے باہر سے لے جاتے ہیں۔

باز دریا آن عوضہا می کشد	از کجا دانند اصحاب رشد
پھر دریا ان بدلوں کو حاصل کر لیتا ہے	کہاں سے؟ ہدایت یافتہ جانتے ہیں

یعنی پھر دریا ان عوضوں کو کہاں سے کھینچتا ہے اس کو اصحاب رشد جانتے ہیں (اور وہ جاننا یہی ہے کہ حق تعالیٰ سے لیتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ مولانا نے اوپر بیان کیا تھا کہ مقیدِ زماں کی حق سبحانہ تک رسائی نہیں ہو سکتی اور غیر مقیدین کی ہوتی ہے اب اس کا ایک راز بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص کے لئے اس کی صفات واحوال کے لحاظ سے ایک خاص مقام معین ہے۔ اور ہر مقام پر ایک پہرہ دار مسلط ہے۔ پس جو شخص بدون امر حق سبحانہ اپنے اصلی مقام کو چھوڑ کر دوسرے مقام تک پہنچنا چاہتا ہے فوراً وہ پہرہ دار جو اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں۔ اور کبھی غافل نہیں ہوتے کہ کوئی چھپ کر نکل جاوے۔ اس کو زبردستی ہٹا دیتے ہیں اور جب خدا چاہتا ہے اس وقت وہ آگے جا سکتے ہیں تم کو اگر وہ پہرہ دار نظر نہ آتے ہوں تو ہم تم کو ایک شناخت بتلاتے ہیں اس سے پہچان لو وہ یہ کہ تم اپنے اختیار میں بھی مختار نہیں ہو۔ ورنہ تم اپنے اختیار کو کام میں لاؤ۔ اور اپنے مرتبہ سے آگے بڑھ جاؤ۔ آخر تمہارے ہاتھ پاؤں تو کھلے ہوئے ہیں پھر کیوں مقید ہوں کیوں نہیں بڑھ جاتے اور کیوں بایزید بسطامی وغیرہ نہیں ہو جاتے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کوئی پہرہ دار ہے جو روکتا ہے مگر تم نے اس پہرہ دار کے انکار کا ایک بیہودہ عذر تراش رکھا ہے۔ وہ یہ کہ جی نہیں چاہتا اور نفس ڈراتا ہے کہ دیکھو تم نے ایسا کیا تو یہ ہو جاوے گا۔ وہ ہو جاوے گا لیکن یہ لغو ہے اس لئے کہ تم اپنی طبیعت اور اپنے نفس کو یوں سمجھا سکتے ہو کہ اچھا امتحان تو کر لو اگر اس میں کچھ ضرر مشاہد ہو تو پھر ہمارا اختیار سلب تو نہ ہو جاوے گا۔ ہم پھر اپنی جگہ پر آجاویں گے پس ذرا تم امتحاناً ہی بڑھ کے دیکھ لو۔ دیکھو بڑھ سکتے ہو یا نہیں۔ خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی ہاں وقوتی شاہ صاحب ذرا جلدی کیجئے نماز کا وقت آگیا ہے۔ آگے تشریف لے چلئے اور اے یکتائے زمانہ آپ دوگانہ ادا کیجئے تاکہ آپ کی امامت سے زمانہ مزین ہو جاوے اور اے امام صاحب چشم روشن ہم آپ کو امامت کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ امام کے لئے بینا ہونا چاہئے اور شریعت نے اندھے کی امامت کو مکروہ کہا ہے خواہ حافظ ہو۔ خواہ مستعد اور فقیہ ہر حالت میں بینا شخص بہتر ہے گو وہ علوم رسمیہ سے واقف نہ ہو پھر آپ تو علوم رسمیہ میں بھی ماہر ہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ اندھا آدمی ناپاکی سے نہیں بچ سکتا کیونکہ مدار احتیاط تو بینائی ہے اور وہ اس میں مفقود ہے۔ وہ رہروی میں نجاست کو نہیں دیکھ سکتا۔ کیونکہ اس سے اقوال وافعال بدوں روشنی چشم کے سرزد ہوتے ہیں پھر چشم ظاہر کے نابینا اور چشم باطن نا ہونا میں بھی فرق ہے۔ ظاہر کا اندھا تو نجاسات ظاہرہ میں لتھڑا ہوتا ہے اور باطن کا اندھا نجاسات باطنیہ میں آلودہ ہوتا ہے۔ اور نجاست ظاہرہ تو پانی سے دور ہو جاتی ہے مگر نجاست باطنی اس قدر قوی ہے کہ وہ پانی سے دور نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بعض اوقات بڑھ جاتی ہے کیونکہ اس کے سبب بعض وقت آدمی تکبر اور عجب میں مبتلا ہو جاتا ہے اور جبکہ نجاست باطنی پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اکثر احوال میں بدوں آب چشم کے نہیں جا سکتی۔ یعنی جب آدمی خوب ریاضت اور مجاہدے کرتا ہے اور حق سبحانہ کی محبت میں روتا ہے اس وقت زائل ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔تم کو اگر نجاست باطنی میں کچھ شبہ ہو تو یوں تسلی کرلو کہ جب حق سبحانہ نے انما المشرکون نجس فرمایا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ نجاست اس کے جسم پر تو لگی ہوئی ہے نہیں اور ظاہر کا فرتو اس سے ملوث نہیں تو لامحالہ وہ نجاست نجاست باطنی اور اخلاق اور دین میں ہو گی۔پس اب شبہ نہ رہا اور نجاست باطنی کا محقق ثابت ہو گیا۔ایک فرق تو نجاست ظاہری و باطنی میں وہ تھا جو ہم اوپر بیان کر چکے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ نجاست ظاہری کی بو تو مثلاً بیس ہی قدم تک پہنچتی ہے اور نجاست باطنی کی بو ایک ملک سے دوسرے ملک میں بلکہ عالم سفلی سے عالم علوی میں پہنچتی اور حور و رضوان کے دماغ سے ٹکراتی ہے چنانچہ بعض گناہوں کی نسبت وارد ہے کہ ان سے فرشتوں اور حوروں کو تکلیف ہوتی ہے یہ جس قدر میں نے بیان کیا ہے یہ تو تمہاری سمجھ کے موافق ہے۔کیا کہوں کوئی سمجھدار نہیں۔ورنہ میں اور بھی بہت کچھ بیان کرتا۔اگر تم کو اسرار کا شوق ہے تو سمجھ حاصل کرو اب جو تمہارے اندر سمجھ نہیں اس کی ایک خاص وجہ ہے اور وہ یہ کہ سمجھ ایسی ہے جیسے پانی اور جسم اس کے لئے ایسا ہے جیسے برتن اور قاعدہ ہے کہ برتن ٹوٹ جاتا ہے تو پانی اس میں نہیں ٹھہر سکتا بلکہ بہہ جاتا ہے اب سمجھو کہ تمہارے جسم کے اندر پانچ سوراخ ہیں۔اس لئے اس میں آب فہم نہیں ٹھہرا۔مثلاً ایک سوراخ آنکھ ہے تم نے اس کو کھول رکھا ہے اور باوجودیکہ تم کو تنبیہ کی گئی اور غضوا ابصارکم فرمایا مگر تم نے اس پر عمل نہیں کیا اور اس سوراخ کو کھولے رکھا دوسرا سوراخ منہ ہے بہت بڑا حصہ فہم کا کثرت کلام کے ذریعہ سے ضائع ہوتا ہے تم نے اس کی بھی پروا نہیں کی۔تیسرا سوراخ کان ہے یہ بھی تمہاری فہم کو زنگ کی طرح کھاتا ہے۔تم نے اس کی بھی بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔علی ہذا القیاس اور بھی سوراخ ہیں جن سے تمہارا آب فہم نکلا جا رہا ہے۔تم نے ان کو بھی بند نہ کیا۔نیز اس کی بھی فکر نہ کی کہ اس کا عوض بھی پہنچ جاوے پس لامحالہ سمجھ بہت کم ہو گئی دیکھو اگر سمندر میں سے پانی نکالا جاوے اور اس کی عوض اور پانی اس میں نہ ڈالا جاوے تو ایک دن خشک ہو کر صحرا ہو جاوے گا موقع نہیں ہے نہیں تو ہم اعواض و ابدال کی بھی تفصیل کرتے کہ کہاں سے آتے ہیں اور کیونکر آتے ہیں جو بعض دریا باوجودیکہ ان کا پانی بہت صرف ہوتا ہے کیونکہ سینکڑوں جانور اس سے پانی پیتے ہیں اور ابران ہی سے پانی لے جاتے ہیں مگر باینہمہ وہ کم نہیں ہوتا اور برابر خرچ شدہ پانی کا بدل ان میں آتا رہتا ہے۔رہی یہ بات کہ کہاں سے آتا ہے اس کو صاحب ہدایت اور مہتدی لوگ ہی جانتے ہیں (اس مضمون میں مولانا نے ایک شبہ کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے شبہ یہ ہے کہ یہ سوراخ تو اہل اللہ کے بھی کھلے ہوتے ہیں۔مثلاً وہ باتیں بھی کرتے ہیں وہ دیکھتے بھی ہیں وہ سنتے بھی ہیں۔خود آپ ہی اپنے کو دیکھ لیجئے کہ کتنی بڑی مثنوی لکھی ہے پھر ان کے افہام کیوں نہیں گھٹے۔اس کا جواب یہ ہے کہ ان کو بدل ملتا رہتا ہے۔وہاں جتنا صرف ہوتا ہے اس کے برابر یا اس سے زیادہ ان کو پھر مل جاتا ہے۔اس لئے ان میں کمی نہیں آتی۔اور یہ کہ کہاں سے ملتا ہے اور کیونکر ملتا ہے اس کی تفصیل ہم اس مقام پر نہیں کر سکتے۔برخلاف تمہارے کہ وہاں خرچ تو ہے اور آمدنی یا تو ہے نہیں یا بہت کم ہے اس لئے تمہارے افہام کم ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

قصہ ہا آغاز کردیم از شتاب	ماند بے مخلص درون ایں کتاب
جلدی میں ہم نے بہت سے قصے شروع کر دیے	اس کتاب (مثنوی) کا باطن بے مقصد رہ گیا

یعنی ہم نے بہت سے قصے جلدی سے شروع کر دیے اور باطن اس کتاب کا بے مخلص رہ گیا۔ یعنی ان قصوں میں اس کتاب سے جو مقصود تھا وہ رہ گیا۔ اب چونکہ مولانا حسام الدین ہی کا فیض اس مثنوی کو سمجھتے ہیں لہذا آگے ان کی تعریف کرتے ہیں کہ

اے ضیاء الحق حسام الدین راد	کہ فلک وارکان چوتو شاہے نزاد
اے سخی ضیاء الحق حسام الدین!	کہ آسمان اور عناصر نے تجھ جیسا شاہ نہ جنا

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین بزرگ کہ فلک اور ارکان نے آپ جیسا کوئی بادشاہ پیدا نہیں کیا۔

تو بنادر آمدی در جان و دل	اے دل و جاں از قدوم تو خجل
تم دل و جان میں ندرت سے آئے	تمہاری تشریف آوری سے دل و جان شرمندہ ہیں

یعنی جان و دل میں آپ ایک نادر تشریف لائے ہیں۔ اے وہ شخص کہ آپ کے قدوم سے دل و جاں خجل ہیں۔

چند کردم مدح قوم ما مضٰے	قصد من زانہا تو بودی ز اقتضا
میں نے گذشتہ قوم کی بہت تعریفیں کیں	تقاضائے (طبع) سے تم ہی ان سے میرا مقصود تھے

یعنی میں نے گذشتہ لوگوں کی مدح بہت کی ہے مگر ان سے میرے مقصود اقتضا کی وجہ سے آپ ہی تھے۔

خانۂ خود را شناسد خود دعا	تو بنام ہر کہ خواہی کن ثنا
دعا اپنے مقام کو خود پہچان لیتی ہے	تو چاہے جس کا نام لے کر تعریف کر

یعنی دعا تو اپنا گھر خود پہچانتی ہے تو جس کے نام سے چاہو ثنا کرو۔ مطلب یہ کہ میں نے اگرچہ اوروں کے نام لے کر ثنا کی ہے مگر ثنا تو اپنا گھر جانتی ہے وہ ادھر ادھر ہو کر آپ ہی پر پہنچتی ہے۔

بہر کتمان مدیح از نامحل	حق نہادست ایں حکایات و مثل
تعریف کو نااہل سے چھپانے کے لئے	اللہ (تعالیٰ) نے یہ حکایتیں اور مثالیں بنا دی ہیں

یعنی ممدوح کے بے موقعہ ہونے کی وجہ سے پوشیدہ رکھنے کو حق تعالیٰ نے یہ حکایت اور مثل بیان فرمائی ہیں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو قرآن شریف میں انبیاءؑ کے قصص بیان فرمائے ہیں اور ان کی تعریفیں کی ہیں ان سب سے تعریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقصود تھی مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفت آید در حدیث دیگراں

کی وجہ سے ہر جگہ حضور کا نام مبارک نہیں لیا۔ اسی طرح فرماتے ہیں۔

گرچہ آں مدح از تو ہم آمد خجل	لیک بہ پذیرد خدا جہد المقل
اگرچہ وہ تعریف بھی تم سے شرمندہ ہے	لیکن اللہ (تعالیٰ) نادار کی کوشش قبول فرما لیتا ہے

یعنی اگرچہ مدح بھی آپ سے خجل ہے (اور آپ کی مدح اب بھی پوری طرح نہ ہو سکی) لیکن حق تعالیٰ غریبوں کی کوشش کو قبول فرما لیتے ہیں۔

حق پذیرد کسرہ را دارد معاف	کز دو دیدۂ کور دو قطرہ کفاف
اللہ (تعالیٰ) ٹکڑا قبول کر لیتا ہے (زیادہ سے) معاف رکھتا ہے	دو اندھی آنکھوں سے دو قطرے کافی ہیں

یعنی حق تعالیٰ ایک ٹکڑہ کو قبول فرما لیتے ہیں اور معاف رکھتے ہیں اس لئے کہ اندھے کی دونوں آنکھوں سے دو قطرہ بھی کافی ہیں (تو اسی طرح ہم نے جس قدر مدح کر دی ہے ہم غریبوں سے اسی کو قبول فرما لیجئے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

مرغ و ماہی داند آں ابہام را	کہ ستودم مجمل ایں خوش نام را
اس اجمال کو پرند اور مچھلی سمجھتے ہیں	کہ میں نے مجملاً اس پیارے نام کی تعریف کی ہے

یعنی ابہام کو مرغ و ماہی بھی جانتے ہیں جس خوش نام کی میں نے مجملاً تعریف کی ہے (اور مجمل اس لئے کی کہ)

تا بر و آہ حسوداں کم وزد	تا خیالش رابدنداں کم گزد
تاکہ حاسدوں کی آہ ان پر نہ لگے	تاکہ ان کے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں

یعنی تاکہ ان پر حسودوں کی آہ کم چلے اور تاکہ ان کے خیال کو دانتوں میں کم کاٹیں۔ مطلب یہ کہ نام اس لئے نہیں لیا تاکہ حاسد لوگ حسد نہ کر سکیں پس مجمل ہی رہنے دیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

خود خیالش را کجا یابد حسود	در وثاق موش طوطی کے غنود
ان کے خیال کو حاسد کب پائے گا؟	چوہے کے بل میں طوطی کب سوئی ہے؟

یعنی خود حاسد ان کے خیال ہی کو کب پاوے گا موش کے بل میں طوطی کب سوئی ہے۔ (تو ان لوگوں کے ذہن میں ان کا خیال کب آتا ہے)

آں خیال او بود از احتیال	موئے ابروئے ویست آں نے ہلال
وہ اس کا بناوٹی خیال ہے	وہ اس کی ابرو کا بال ہے نہ کہ چاند

یعنی وہ اسی کا خیال ہے حیلہ کی وجہ سے اور اسی کی ابرو کا بال ہے نہ کہ ہلال ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مدح تو گویم بروں از پنج وہفت	بر نویس اکنوں دقوقی پیش رفت
میں تمہاری تعریف پانچ اور سات سے زیادہ کروں گا	اب لکھو (کہ) دقوقی آگے ہو گئے

یعنی آپ کی مدح میں پنج (حواس) اور ہفت (سماء) سے باہر ہو کر کہوں گا۔ اب تو لکھو کہ دقوقی آگے چلے گئے مطلب یہ کہ آپ کی مدح اس جہان میں سما نہیں سکتی۔ لہذا ان حواس سے اور اس عالم سے باہر ہو کر آپ کی مدح کہوں تو کہہ سکتا ہوں تو اب اس کو یہیں ترک کر کے دقوقی کی امامت کو لکھا جاتا ہے۔ قصہ کی طرف اس مصرعہ ہی میں جو کچھ بیان ہے وہی ہے آگے سرخی کے آگے بھی مولانا کو چونکہ جوش زیادہ ہے قصہ بیان نہ کریں گے بلکہ اور مضمون مدح ہی کا بیان فرماویں گے۔

دقوقی کا اس غیبی قوم کی امامت کیلئے آگے جانا

در تحیات وسلام الصالحین	مدح جملہ انبیاء آمد عجین
التحیات اور نیکوں پر سلام میں	سب نبیوں کی تعریف گندھی ہوئی ہے

یعنی التحیات اور سلام صالحین میں تمام انبیاء کی مدح طے ہوئی آئی ہے مطلب یہ کہ دیکھو التحیات میں تمام انبیاء کی مدح ملی ہوئی ہے۔

مدحہا شد جملگی آمیختہ	کوزہا در یک لگن در ریختہ
سب کی ملی جلی تعریف ہو گئی	پیالوں کو ایک طشت میں ڈال دیا

یعنی تعریفیں ساری ملی ہوئی ہیں اور کوزے ایک لگن میں پڑے ہوئے ہیں۔

زانکہ خود ممدوح جز یک بیش نیست	کیشہا زیں روئے جز یک کیش نیست
اس لئے کہ خود ممدوح ایک کے علاوہ نہیں ہے	اس اعتبار سے مذاہب (بھی) ایک کے علاوہ نہیں

اس لئے کہ خود ممدوح سوائے ایک کے نہیں ہے اور مذاہب اس حیثیت سے سوائے ایک مذہب کے نہیں ہیں۔

زانکہ ہر مدحے بنور حق رود	برصور و اشخاص عاریت بود
سمجھ لے کہ ہر تعریف اللہ (تعالیٰ) کے نور کی طرف جاتی ہے	صورتوں اور شخصوں کے لئے عارضی ہوتی ہے

یعنی اس لئے ہر مدح نور حق سے چلتی ہے اور صورتوں اور اشخاص پہ عاریت ہوتی ہے۔

مدحہا جز مستحق را کے کنند	لیک برپنداشت گمرہ می شوند
(لوگ) مستحق کے علاوہ کسی کی کب تعریف کرتے ہیں؟	لیکن (فاسد) گمان کی وجہ سے گمراہ ہو جاتے ہیں

یعنی مدحین سوائے مستحق کے (اور کسی کو) کب کرتے ہیں لیکن اپنے گمان پر گمراہ ہوتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہندو مسلمان عیسائی نصرانی عام وخاص جو کوئی کسی کی تعریف کرتا ہے خواہ اپنے معبود کی یا اپنے کسی ویسے ممدوح

www.besturdubooks.wordpress.com

کی اصل میں وہ ساری تعریفیں حق تعالیٰ کی ہیں اس لئے کہ مثلاً کسی کے کرم کی تعریف کرتے ہیں تو یہ صفت اصل میں کسی کے حق تعالیٰ کی یا مثلاً کسی کی قادر ہونے کی تعریف کرتے ہیں یہ بھی اصل میں حق تعالیٰ کی صفت ہے اور اس درجہ میں سارے مذاہب ایک ہوگئے مگر ایک خرابی چونکہ ہوگئی ہے اس وجہ سے کفر واسلام الگ الگ ہے وہ یہ کہ اس مدح میں اپنے اس ممدوح کو مقصود سمجھ لیتے ہیں اور خاص اسی کی مدح کرتے ہیں۔ بس اس اعتقاد کی بدولت گمراہ ہوئے ہیں۔ ورنہ اصل میں سارے حق تعالیٰ ہی کے اوصاف کی حمد کررہے ہیں اگر ان لوگوں کو یہ گمان نہ ہوتا تو بے شک یہ لوگ کوئی بھی گمراہ نہ ہوتے۔ مدح جس کی چاہے کرتے مگر مقصود حق تعالیٰ ہی ہوتے تو ظاہر ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ یوں تو اہل اسلام بھی مدح کرتے ہیں مگر اس شئے کو مقصود نہیں بناتے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو نور تافتہ بر حائطے	حائطہ آں انوار را چوں رابطے
جس طرح کہ نور دیوار پر پڑتا ہے	(اور) دیوار ان نوروں کے لئے واسطہ ہے

یعنی جیسے کہ کوئی نور ایک دیوار پر چمکا ہوا ہو تو دیوار رواون انوار کے لئے مثل ایک واسطہ کے ہے۔

لاجرم چوں سایہ سوئی اصل راند	ضال مہ گم کرد وز استائش بماند
لامحالہ جب نور اصل کی طرف سٹ جائے	گمراہ نے چاند کو گم کر دیا اور تعریف سے رک گیا

یعنی لاجرم جب سایہ اصل کی طرف چلا گیا تو گمراہ آدمی نے چاند کو گم کر دیا اور اس کی تعریف سے رہ گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو چاند کا عکس کسی دیوار پر پڑا تو ایک تو وہ شخص ہے کہ خود چاند کے نور کی تعریف کر رہا ہے اور دوسرا اس دیوار کی مدح کر رہا ہے جس پر چاند کا عکس پڑ رہا ہے تو اب دیکھو کو تھوڑی دیر میں یہ چاندنی اور اس دیوار کی چمک دمک معدوم ہونے والی ہے۔ تو یہ حضرت مادح صاحب مدح سے بھی رہ جاویں گے اور جو چاند کی مدح کر رہا تھا وہ اب بھی مادح ہے اس لئے کہ اس کا نور باقی ہے تو اسی طرح جن لوگوں نے کہ اوروں کو مقصود بنا رکھا ہے وہ تو ان کے معدوم ہونے کے وقت تکتے رہ جاویں گے اور جن کا مقصود حق تعالیٰ ہیں وہ مدت العمر مدح کریں گے اور ممدوح موجود ہوگا۔ آگے دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

یاز چاہے عکس ماہے وانمود	سر بچہ میکرد واں رامے ستود
یا کسی کنویں میں چاند کا عکس نمودار ہوا	کنویں میں سر جھکایا اور اس کی تعریف کر رہا ہے

یعنی یا کنویں سے چاند کا عکس دکھائی دیا تو ایک شخص نے سر کنویں میں کر کے اس کی تعریف شروع کی۔

در حقیقت مادح ماہ ہست او	گرچہ جہل او بعکسش کردہ رو
حقیقتاً وہ چاند کی تعریف کرنے والا ہے	اگرچہ اس نے نادانی سے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے

یعنی وہ حقیقت میں چاند ہی کا مادح ہے اگرچہ اپنی جہل کی وجہ سے اس کے عکس کی طرف منہ کر رکھا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مدح او مہ راست نے آں عکس را	کفر شد آں چوں غلط شد ماجرا
اس کی تعریف چاند کے لئے ہے نہ کہ عکس کے لئے	جب معاملہ غلط ہو گیا کفر ہو گیا

یعنی اس کی مدح چاند کو ہے اس عکس کو نہیں ہے اور جب یہ ماجرا غلط ہو گیا تو یہی کفر ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ جو اس کے اوصاف کی تعریف کر رہا ہے وہ اوصاف تو چاند کے ہیں تو اصل میں تعریف اور مدح چاند کی ہوئی بس اس کی جو یہ غلطی ہے کہ یہ اس عکس کی مدح کرنے لگا ہے یہی اس کی غلطی ہے اور اسی سے کفر لازم آتا ہے۔

کز شقاوت گشت گمرہ آن دلیر	مہ ببالا بود او پنداشت زیر
کیونکہ وہ جری بدبختی سے گمراہ ہو گیا ہے	چاند اوپر تھا وہ نیچے سمجھا

یعنی اس لئے کہ شقاوت کی وجہ سے وہ دلیر گمراہ ہوا کہ چاند اوپر تھا اور اس نے نیچے سمجھا۔

زیں بتاں خلقاں پریشان میشوند	شہوتے رانده پشیمان میشوند
ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں	شہوت پوری کر کے شرمندہ ہوتے ہیں

یعنی ان بتوں کی وجہ سے لوگ پریشان ہوتے ہیں اور شہوت رانی کر کے پشیمان ہوتے ہیں۔

زانکہ شہوت با خیالے رانده است	در حقیقت دور تر وا مانده است
کیونکہ شہوت رانی ایک خیال سے کی ہے	درحقیقت (اصل سے) بہت دور جا پڑتے ہیں

یعنی اس لئے شہوت رانی ایک خیال کی ساتھ کی اور حقیقت میں بہت دور رہے ہیں۔

باخیالے میل تو چون پر بود	تابدان پر بر حقیقت بر شود
خیال کی جانب تیرا جھکاؤ پر کی طرح ہوتا ہے	تاکہ تو اس پر کے ذریعہ حقیقت تک پہنچے

یعنی خیالی چیزوں کے ساتھ تیرا میلان پر ہوتا ہے تاکہ تم اس پر سے حقیقت پر پہنچو۔

چون برارندی شہوتے پرت بریخت	لنگ گشتے وان خیال از تو گریخت
جب تو نے شہوت رانی کی تو تیرا پر جھڑ گیا	تو لنگڑا ہو گیا اور وہ خیال تجھ سے بھاگ گیا

یعنی جبکہ تو نے شہوت رانی کر لی تو وہ تمہارا پر گر گیا اور تم لنگڑے ہو گئے اور وہ خیال تم سے جاتا رہا۔

پر نگہدار و چنین شہوت مران	تا پر میلت برد سوئی جنان
پر کی حفاظت کر اور ایسی شہوت رانی نہ کر	تاکہ میلان کا پر تجھے جنتوں کی طرف لے جائے

یعنی پر کی حفاظت کر اور شہوت رانی اس طرح مت کرو تاکہ تمہارا پر میل تم کو جنان کی طرف لے جاوے۔

خلق پندارند عشرت مے کنند	بر خیالے پر خود برمے کنند
لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ عیش کر رہے ہیں	ایک خیال پر اپنے پر اکھاڑ رہے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لوگ جانتے ہیں کہ وہ عشرت کررہے ہیں اور ایک خیال پرا پنے پر اکھاڑ رہے ہیں مطلب ان ابیات کا یہ ہے کہ ان میں جو قوت شہوانی ہے وہ ایک ایسی قوت ہے کہ اس کو اگر اپنے اندر جمع رکھا جاوے اور اس سے کام لیا جاوے تو وہی قوت موصل الی الحق ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس کے رہنے سے ایک جوش اور ہمت رہتی ہے اور کام جوش اور ہمت ہی سے ہوتا ہے تو بس اس کو اندر رکھ کر کام کرے تو کام خوب ہوتا ہے اور اگر اس کو نکال دیا تو سمجھو کہ اس سے کسل ہوگا اور ایسا ہو گیا کہ گویا تم نے اپنا ایک پر اکھاڑ دیا۔ اور لنگڑے ہو گئے لہذا اچھا ہے کہ اس میں افراط نہ کرو۔ بزرگوں نے لکھا ہے کہ افراط شہوت رانی سے باطنی نقصان ہوتا ہے۔ تو سمجھ لو کہ اس شہوت کو ان بتان مجازی کے ساتھ عشرت کرنے میں خرچ مت کرو بلکہ اس سے دوسرا کام بھی لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وام دار شرح ایں نکتہ شدم	مہلتم دہ معسرم زاں تن زدم
میں اس نکتہ کی تشریح کا قرضدار ہو گیا ہوں	میں مفلس ہوں مجھے مہلت دے اسی لئے میں خاموش ہو گیا ہوں

یعنی اس نکتہ کی شرح کرنے کے ہم قرضدار رہے تم مجھے مہلت دو اس لئے کہ میں معسر ہوں اس لئے چپ ہو گیا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر کوئی قرضدار معسر ہو تو اس کو شریعت مہلت دیتی ہے تو اسی طرح اس وقت ہم بھی معسر ہیں اور ہم اس وقت بیان نہیں کر سکتے ہمارے ذمہ یہ قرض رہا۔ ان شاء اللہ پھر کہیں بیان کر دیں گے۔

باز گشتم زانکہ قصہ شد دراز	وقت تنگ و قوم موقوف نماز
میں لوٹتا ہوں ' کیونکہ قصہ دراز ہو گیا	وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں کھڑے ہیں

یعنی میں واپس ہوتا ہوں اس لئے کہ یہ قصہ دراز ہو گیا ہے اور وقت تنگ ہے اور لوگ نماز میں موقوف ہیں یعنی لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اور ہم قصہ دوسرا لے بیٹھے۔ لہذا اب آگے ان کی نماز کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا کو خیال آتا ہے کہ ارے قصہ تو چھوٹ گیا اور میں کہیں کا کہیں نکل گیا۔ اس کی معذرت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا کہیں ہم نے بہت سے قصے شروع کئے لیکن اس کتاب میں وہ تمام نہ ہوئے وجہ یہ ہوئی کہ قصہ کا ایک حصہ بیان کیا اس سے ایک مضمون کی طرف انتقال کیا پھر اس مضمون کے کسی جز سے دوسرے قصہ کی طرف انتقال کر گئے وھکذا۔ اور وہ قصہ ناقص رہ گیا۔ یہاں بھی یہی ہوا کہ قصہ بیان کرتے کرتے دقوقی کی تعریف کرنے لگے اس سے نجاست کی بحث چھڑ گئی لیکن اے وہ ضیاء الحق حسام الدین جن کی مثل فلک اور ارکان اربعہ عناصر نے کوئی دوسرا بادشاہ طبقہ اولیاء میں یا اس زمانہ میں پیدا نہیں کیا بلکہ آپ اقلیم جان و دل میں ایک عجیب بادشاہ آئے ہیں اور ہمارے جان و دل کی اقلیم آپ کی تشریف آوری سے شرمندہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ آپ سے بادشاہ کے قابل نہیں ہے۔ آپ کچھ خیال نہ فرمائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ ہمیں اس نے چھوڑ دیا اور دوسروں کے حسن باطنی پر مائل ہو گیا۔ کیونکہ یہ ضرور ہے کہ میں نے گذشتہ لوگوں کی بہت تعریف کی ہے لیکن ان سے اقتضاءً میرا مقصود آپ ہی تھے اور وہ تعریف آپ ہی کی طرف راجع تھی۔ آدمی کسی کی تعریف کرے لیکن وہ تعریف تو اپنا ٹھکانہ پہچانتی ہے۔ درحقیقت وہ اسی کی تعریف ہوگی جو اس کا مستحق ہے۔ مثلاً منشاء میری تعریف کا کمالات باطنیہ تھے اور وہ کمالات آپ میں علی وجہ الکمال موجود ہیں تو وہ تعریف گو صورۃً اور نصاً ان کی ہو۔ مگر اقتضاءً ولزوماً آپ کی ہوگی اور یہی میرا مقصود تھا اور ان کو آپ کے لئے پردہ بنایا تھا۔ آپ تو خود واقف ہیں کہ حق سبحانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی نااہلوں سے چھپانے کے لئے حکایات وامثال کے پردہ میں چھپایا ہے اگرچہ وہ تعریف آپ سے شرمندہ ہے کہ آپ کے رتبہ کے لائق نہیں لیکن آپ متخلق باخلاق اللہ ہیں اور حق سبحانہ کی عادت ہے کہ وہ ناداروں کے ادنیٰ کوشش کو بھی قبول فرماتے ہیں اور ایک روٹی کا ٹکڑا صدقہ میں قبول فرما کر بذل اموال سے معذور رکھتے ہیں اور یہ کہ کور باطن کی آنکھ کے دو قطروں ہی کو بقدر ضرورت سمجھتے ہیں لہٰذا آپ بھی اس ادنیٰ ہدیہ کو قبول فرمائیے میرے اس ابہام کو مرغ وماہی بھی جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ میں نے ضیاء الحق حسام الدین ہی کی تعریف کی ہے اور ابہام کی غرض یہ تھی کہ ان کے حاسد جل کر آہ نہ نکالیں۔ اور یہ کہ ان کے ایسے خیال کو دانتوں سے نہ کاٹیں جو ان کی متخیلہ نے تراش لیا ہے کیونکہ اصلی خیال کو تو وہ کہاں پا سکتے ہیں اور ان کی صورت واقعیہ تو ان کے دماغ میں کہاں پہنچ سکتی ہے بھلا چوہے کے بل میں طوطی کب سوتا ہے۔ وہ خیال تو خود انہی کا تراشا ہوا ہے۔ نہ کہ واقعی اور خود انہیں کی ابرو کا بال ہے نہ کہ چاند القصہ میں آپ کی تعریف لفظی نہیں کرتا جس کا تعلق حواسہ خمسہ اور اس عالم اجسام سے ہے بلکہ میں آپ کی تعریف دل سے کرتا ہوں جو حواس خمسہ اور ہفت افلاک سے خارج ہے۔ خیر یہ گفتگو تو ہو چکی اب یہ لکھو کہ ذوقی امامت کے لئے آگے بڑھ گئے (یاد رکھو کہ ہم نے اے ضیاء الحق حسام الدین راداریخ کو اس ملال اور شکایت کا ازالہ قرار دیا ہے جو محبوب کو عاشق کی توجہ الی الغیر سے پیدا ہوتا ہے اور برنویس اکنوں کو قصہ کی طرف انتقال مانا ہے۔ وھو الطف واقرب عندی اور ولی محمد نے مصرع اے ضیاء الحق حسام الدین را دو برنویس اکنوں ذوقی پیش رفت کے ساتھ مرتبط قرار دیا ہے اور استمد اد ضیاء الحق لاتمام القصہ مانا ہے اور مضمون مابین دو مصراعین کو جملہ معترضہ کہا ہے وھو ایضاً محتمل ہر چند کہ مولانا نے قصہ کو شروع کرنا چاہا تھا مگر پھر کچھ یاد آ گیا۔ اور مضمون سابق ہی کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ذکر نماز سے ایک اور مضمون ذہن میں آ گیا اس کو بھی بیان کرتے چلیں۔ پھر قصہ بیان کریں گے ایک تو تائید اس امر کی کہ مدح قوم ماضے میں آپ کی تعریف مندرج ہے اوپر گزر چکی۔ دوسری تائید اب یاد آئی۔ آپ کو معلوم ہے کہ التحیات اور السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین میں تمام انبیاء کی تعریفیں مندرج ہیں اور وہ تعریفیں سب یوں مخلوط ہیں جیسے ایک لگن میں بہت سے لوٹے پانی کے ڈال دیئے ہوں ایک لگن کہنے کی وجہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہے کہ حقیقت میں ممدوح صرف ایک ذات حق سبحانہ ہے اور ایک سے زیادہ نہیں ہے۔ اسی اعتبار سے تمام مذاہب مختلفہ بھی حقیقت کے لحاظ سے ایک ہی مذہب ہیں کیونکہ جو مدح کسی کی جاتی ہے وہ حقیقت میں نور حق کی طرف راجع ہوتی ہے اور صور و اشخاص کے لئے عاریت ہوتی ہے۔ لوگ حقیقۃً مستحق حمد (حق سبحانہ) ہی کی مدح کرتے ہیں۔ لیکن مبتلائے گمان فاسد ہو کر گمراہ ہو جاتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے چاند کی روشنی ایک دیوار پر پڑ رہی ہے اور دیوار ماہ و نور کے درمیان واسطہ و رابطہ کی مثل ہو۔ مگر جب وہ چاندنی اس دیوار سے گزر کر اپنی اصل کی طرف راجع ہو جائے تو گمراہ سمجھ لے کہ چاند نہیں رہا۔ اور تعریف سے رک جائے۔ یا یوں کہو کہ چاند کا عکس کنویں میں پڑ رہا ہے اور وہ گمراہ کنویں میں منہ ڈال کر اس کے عکس کی تعریف کر رہا ہے اس صورت میں وہ تعریف کرنے والا درحقیقت چاند کی تعریف کر رہا ہے۔ مگر اپنی نادانی سے اس نے عکس کی طرف رخ کر رکھا ہے اور وہ اسی کو ممدوح جانتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ عکس کی تعریف نہیں بلکہ چاند کی تعریف ہے اس غلط بینی کے سبب یہ فعل اس کا کفر ہو گیا اور وہ جری اپنی بدبختی سے گمراہ ہو گیا اور چاند درحقیقت اوپر تھا اس نے اس کو نیچے سمجھا اسی قسم کا مغالطہ حسن پرستوں کو ہوتا ہے کہ وہ حسینوں کی محبت میں پریشان ہوتے ہیں اور جب کامیاب ہوتے ہیں اس وقت بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ بلکہ شہوت رانی کر کے نادم ہوتے ہیں۔ اور حقیقی وجہ پشیمانی یہ ہے کہ انہوں نے ایک خیال کی طرح بے حقیقت شے میں شہوت کو صرف کیا ہے اور حقیقت سے دور رہے ہیں تم کو اس شہوت و خواہش کی نہایت قدر کرنی چاہئے کیونکہ تم کو جو کسی حسین کی طرف میلان ہوتا ہے یہ ایک پر ہے۔ جس کے سبب تم حقیقت تک پہنچ سکتے ہو۔ اس کی دو وجہیں ہیں اول تو یہ کہ تم اس مظہر سے ظاہر کی طرف اور فرع سے اصل کی طرف منتقل ہو سکتے ہو دوسری یہ کہ یہ قوت انسان میں ایک نہایت اعلیٰ جوہر ہے جو ذوق و شوق اور شگفتگی طبیعت میں مدد دیتا ہے اگر اس کو حق سبحانہ سے متعلق کیا جاوے تو بہت جلد موصل الی المطلوب ہو جاتا ہے جب تم نے شہوت پوری کر لی تو وہ پر تمہارا ضائع ہو گیا اور تم لنگڑے ہو گئے اور لطف یہ کہ جس تصویر پر تم عاشق ہوئے تھے وہ بھی تم سے الگ ہو گئی خواہ اس لئے کہ خود تم کو ہی اس کی خواہش نہ رہی یا اس لئے کہ تم اس کے کام کے نہ رہے اور خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق ہو گیا۔ لہذا تم کو شہوت رانی کر کے اپنے پروں کو ضائع نہ کرنا چاہئے تاکہ یہ میل و رغبت کا پر تم کو جنت میں لے جا سکے لوگ نہایت غلطی کرتے ہیں کہ وہ شہوت رانی کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم مزے اڑا رہے ہیں کیونکہ وہ ایک تصویر کے لئے اپنے پر اکھیڑ رہے ہیں میں اس کی تفصیل اس وقت نہیں کر سکتا اس لئے میں اس کا مقروض ہوں۔ تم مجھے مہلت دو کہ جب وسعت ہو اس وقت اس قرض کو ادا کروں۔ اب چونکہ تنگدست ہوں اور بعض عوارض کے سبب یہ قرض یہاں ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجبوراً خاموشی اختیار کرتا ہوں۔ اچھا اب میں واپس ہوتا ہوں کیونکہ وعظ بہت طویل ہو گیا ہے اور وقت بھی ناکافی ہے اور سب سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ لوگ نماز سے رکے ہوئے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

اس قوم کا دقوقی کے پیچھے اقتدا کرنا

پیش در شد آن دقوقی در نماز	قوم ہمچوں اطلس آمد او طراز
نماز میں دقوقی آگے ہو گئے	قوم اطلس کی طرح تھی، وہ نقش و نگار جیسے

یعنی وہ دقوقی نماز میں آگے ہوئے وہ قوم تو اطلس کی طرح تھی اور یہ بوٹے کی طرح یعنی جس طرح کہ کپڑے کی زینت بوٹوں سے ہوتی ہے اسی طرح یہ زینت القوم تھے۔

اقتدا کردند آن شاہان قطار	در پئے آن مقتدائے نام دار
ان شاہوں نے قطار بنا کر اقتدا کی	اس نامدار مقتدا کے پیچھے

یعنی ان بادشاہوں نے قطار کر کے اس مقتدائے نام دار کے پیچھے اقتداء کی۔

چونکہ با تکبیرہا مقرون شدند	ہمچو قرباں از جہاں بیرون شدند
جیسے ہی وہ تکبیروں سے وابستہ ہوئے	قربانی کی طرح دنیا سے باہر نکل گئے

یعنی جب وہ تکبیر کے ساتھ مقرون ہوئے تو قربانی کی طرح جہان سے باہر ہو گئے۔

یعنی جس طرح کہ قربانی بعد ذبح کے فنا ہو جاتی ہے اور اس عالم سے بے خبر ہو جاتی ہے اسی طرح وہ مستغرق اور بے خبر ہو گئے اب آگے مولانا نماز کے ارکان کے متعلق کچھ اشارات و نکات و مراقبات بیان فرماتے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان جب نماز پڑھنے کھڑا ہو تو ان حالات کو مستحضر کر لے باقی ارکان صلوٰۃ ان نکات پر موقوف نہیں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ دقوقی نماز میں آگے تھے اور قوم ان کی اقتدا میں پیچھے قوم اطلس کی طرح تھی اور دقوقی اس اطلس کا بوٹا تھا۔ غرض سب نے صف بستہ ہو کر ان کے پیچھے اقتدا کی اور نماز شروع ہو گئی جب تکبیر کہنے لگے ہیں اس وقت وہ اس عالم ناسوت سے یوں نکل گئے جس طرح قربانی کا جانور ذبح ہو کر نکل جاتا ہے یعنی نماز میں ان کو اس درجہ استغراق ہوا کہ دنیا و مافیہا کی خبر نہ رہی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

معنئے تکبیر ایں است اے امیم	کائے خدا پیش تو ما قربان شدیم
اے امام! تکبیر کے معنی یہ ہیں	کہ اے خدا! ہم تیرے سامنے قربان ہوگئے

یعنی اے امام تکبیر کے معنے یہ ہیں کہ اے خدا ہم آپ کے سامنے قربان ہوتے ہیں۔

وقت ذبح اللہ اکبر مے کنے	ہمچنیں در ذبح نفس کشتنے
ذبح کے وقت تو اللہ اکبر پڑھتا ہے	اسی طرح گردن زدنی نفس کے ذبح میں

یعنی ذبح کے وقت تم اللہ اکبر کہتے ہو بس اسی طرح اس نفس کی کشتی ذبح کے وقت بھی مطلب یہ کہ جس طرح ذبح کے وقت اللہ اکبر کہتے ہو اسی طرح جب نماز کے لئے اللہ اکبر کہو تو یہی سمجھو کہ ہم اس نفس کو ذبح کر رہے ہیں اس پر اللہ اکبر کہہ رہے ہیں۔

گوئی اللہ اکبر و آں شوم را	سر ببرتا وارہد جاں از عنا
تو اللہ اکبر پڑھ اور اس بدبخت کا	سر کاٹ دے تاکہ روح ہلاکت سے نجات پا جائے

یعنی اللہ اکبر کہو اور اس منحوس کا سر کاٹو تاکہ جان مصیبت سے چھوٹ جاوے۔

شرح حبیبی

اب تکبیر کا ایک نکتہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تم ابتدائے نماز میں اللہ اکبر کہتے ہو تو گویا اس کے معنے یہ ہوتے ہیں کہ اے اللہ ہم آپ کے قربان ہوگئے ہیں۔ اور ہم نے اپنی خودی کو مٹا دیا ہے پس جس طرح تم ذبح کے وقت اللہ اکبر کہتے ہو یوں ہی اس گردن زدنے نفس کے ذبح کے لئے بھی کہنا چاہئے اور اللہ اکبر کہہ کر اس منحوس کا سر اڑا دینا چاہئے تاکہ تمہاری جان مصیبت سے چھوٹے۔

شرح شبّیری

تن چوں اسماعیل و جاں ہمچوں خلیل	کرد جاں تکبیر بر جسم نبیل
جسم اسماعیل کی طرح اور روح خلیل (اللہ) کی طرح ہے	روح نے شاندار جسم پر تکبیر پڑھ دی

یعنی تن تو (مذبوح ہونے میں) اسماعیل کی طرح ہے اور روح (ذبح ہونے میں خلیل اللہ کی طرح ہے تو روح نے اس جسم عظیم پر تکبیر کی ہے جب روح نے جسم پر تکبیر کہی تو یہ ہوا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گشت کشتہ تن ز شہوتہاؤ آز	شد بہ بسم اللہ بسمل در نماز
جسم شہوتوں اور حرص سے مردہ ہو گیا	بسم اللہ کہہ کر وجہ نماز میں بسمل ہو گیا

یعنی شہوات سے اور حرص سے کشتہ ہو گیا اور بسم اللہ سے نماز میں بسمل ہو گیا۔ (یہ سب نکات اور اشارات ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز میں اس طرح سوچے گویا کہ یوں ہو رہا ہے اور یہ سوچے کہ)

چو قیامت پیش حق صفہا زدہ	در حساب و در مناجات آمدہ
قیامت (کے دن) کی طرح اللہ (تعالیٰ) کے سامنے صفیں باندھے ہوئے ہیں	حساب اور سوال و جواب میں لگے ہیں

یعنی قیامت کی طرح حق کے سامنے صف باندھے اور حساب اور مناجات میں (گویا کہ) آئے ہوئے ہیں۔

ایستادہ پیش یزدان اشک ریز	ہر مثال راست خیز رستخیز
اللہ (تعالیٰ) کے سامنے کھڑے ہوئے آنسو گرا رہے ہیں	قیامت میں سیدھے کھڑے ہونے والوں کی طرح

یعنی حق تعالیٰ کے سامنے اشک ریز مثل روز رستخیز کے راست خیز کے کھڑے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ قیامت میں لوگ سیدھے اٹھیں گے اسی طرح یہ نماز میں کھڑے ہوئے ہیں۔ اب اس کے بعد یہ سوچے کہ گویا کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ان حضرات کا جسم و نفس اسماعیل کی مانند عزیز اور بوجہ مطمئنہ ہو جانے کے ذبح پر آمادہ تھا اور ان کی جان خلیل اللہ کی طرح اس کی محب تھی مگر رضائے حق کے لئے اس نے اللہ اکبر کہہ کر اس کے گلے پر چھری پھیر دی اور ان کا جسم و نفس تمام شہوات و خواہشات سے مر گیا اور بسم اللہ سے نماز میں بسمل ہو گیا یہ لوگ حق سبحانہ کے سامنے یوں صف بستہ کھڑے ہوئے مناجات اور محاسبہ میں مصروف تھے جیسے قیامت میں کھڑے ہوں۔ اور یوں کھڑے ہوئے خدا کے سامنے گریہ وزاری کر رہے تھے جیسے قیامت میں حق سبحانہ کے سامنے باادب سیدھے کھڑے ہوں۔

شرح شبّیری

حق ہمی گوید چہ آوردی مرا	اندریں مہلت کہ دادم مر ترا
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے تو میرے لئے کیا لایا ہے؟	اس وقفہ میں جو میں نے تجھے دیا

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو ہمارے پاس اس مہلت میں جو ہم نے تجھے دی تھی کیا لایا۔

عمر خود را در چہ پایاں بردۂ	قوت و قوت در چہ فانی کردۂ
اپنی عمر کس چیز میں ختم کی ہے؟	روزی اور طاقت کس چیز میں ختم کی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنی عمر کو کس شے میں ختم کیا تو نے اور قوت وقوت کو کس شے میں فنا کیا۔

گوہر دیدہ کجا فرسودهٔ	پنج حس را در کجا پالودہ
آنکھ کے گوہر کو کہاں گھسا ہے؟	پانچوں حواس کا کس جگہ صفایا کیا ہے؟

یعنی گوہر دیدہ کو تو نے کہاں خراب کیا ہے اور پنج حس کا کہاں صفایا کیا ہے۔

چشم و گوش و ہوش گوہر ہائے عرش	خرچ کردی چہ خریدی توز فرش
آنکھیں اور کان اور حواس عرش کے جواہر ہیں	تو نے (ان کو) خرچ کیا' زمین سے کیا خریدا؟

یعنی گوش و چشم و ہوش جو گوہر ہائے عرش ہیں تو نے ان کو خرچ کیا۔ تو زمین سے ان کے بدلے میں کیا خرید لایا۔

دست و پا دادمت چوں بیل و کلند	من بہ بخشیدم زخود آں کے شدند
میں نے تجھے ہاتھ اور پاؤں پھاوڑے اور کلہاڑے جیسے دیئے	وہ میں نے دیئے خود بخود کہاں ہوئے؟

یعنی میں نے تجھے ہاتھ پاؤں بیل و کسی کی طرح دیئے اور وہ میں نے ہی تو بخشے وہ از خود کب ہوئے تھے۔

ہمچنیں پیغامہائے درد گیں	صد ہزاراں آید از یزدان پاک
اسی طرح کے دردناک پیغام	دربار سے لاکھوں آتے ہیں

یعنی ایسے ہی پیغامہائے دردناک لاکھوں یزدان پاک کی طرف سے آتے ہیں۔

در قیام ایں گفتہا دارد رجوع	وز خجالت شد دو تا اندر رکوع
قیام (کی حالت) میں یہ باتیں آتی ہیں	شرمندگی سے رکوع میں دوہرا ہو جاتا ہے

یعنی قیام میں یہ باتیں اس طرف رجوع ہوئیں تو شرمندگی کی وجہ سے یہ شخص رکوع میں دوہرا ہو گیا۔

ایستادن رانماندہ قوتے	در رکوع آمد ز شرم او ساعتے
کھڑے رہنے کی قوت نہیں رہتی	وہ تھوڑی دیر کے لئے رکوع میں ہو جاتا ہے

یعنی کھڑے ہونے کی قوت نہ رہی تو رکوع میں شرم کی وجہ سے ایک گھڑی کے لئے آ گیا۔

قوت استادن از خجلت نماند	در رکوع از شرم تسبیحے بخواند
شرمندگی کی وجہ سے کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی	شرم سے رکوع میں تسبیح پڑھنے لگا

یعنی قوت کھڑے ہونے کی تو شرم کے مارے رہی نہیں تو رکوع میں شرم کی وجہ سے تسبیح پڑھی۔

باز فرماں در رسد بردار سر	از رکوع و پاسخ حق بر شمر
پھر حکم ہوتا ہے سر اٹھا	رکوع سے اور اللہ (تعالیٰ) کا جواب شمار کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھر حکم پہنچتا ہے کہ سر رکوع سے اٹھاؤ اور حق تعالیٰ کا جواب دو۔

سر برآرد از رکوع او شرمسار	باز اندر روفتد آں خامکار
وہ شرمندگی کی حالت میں رکوع سے سر اٹھاتا ہے	پھر وہ ناقص العمل منہ کے بل گر پڑتا ہے

یعنی وہ شرمسار رکوع سے سر اٹھاتا ہے اور پھر منہ کے بل وہ خامکار گر پڑتا ہے۔ مطلب یہ کہ گویا کہ اس حکم کی وجہ سے سر اٹھایا تھا مگر پھر کچھ جواب دے نہ سکا تو پھر منہ کے بل گر پڑا یہی سجدہ ہے۔

باز فرماں آیدش بردار سر	از سجود و وادہ از کردہ خبر
پھر اس کو حکم ہوتا ہے سر اٹھا	سجدے سے اور (اپنے) عمل کی بات بتا

یعنی اس کے پاس پھر حکم آتا ہے کہ سر اٹھا سجدہ سے اور کئے ہوئے کی خبر دے یعنی جو کام کئے ہیں وہ سب بتاؤ۔

سر برآرد او دگر رہ شرمسار	اندر افتد باز در رو ہمچو مار
وہ شرمندہ دوبارہ سر اٹھاتا ہے	پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے

یعنی وہ دوسری مرتبہ پھر سر اٹھاتا ہے اور پھر شرمسار ہو کر منہ کے بل سانپ کی طرح گر پڑتا ہے۔

باز گوید سر برار و بازگو	کہ بخواہم جست از تو مو بمو
پھر اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے سر اٹھا اور بتا	میں تجھ سے ذرہ ذرہ کی جستجو کروں گا

یعنی پھر حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا اور بتلا۔ میں تجھ سے مو بمو جستجو کروں گا۔ (تو سر اٹھاتا ہے اور دوسری رکعت پھر اسی طرح ادا ہوتی ہے کہ اس طرف سے سوالات اور اس طرف سے عجز یہاں تک کہ دو رکعت بھی ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد یہ ہوتا ہے کہ)

قوت پا ایستادن نبودش	کہ خطاب ہیبتے برجاں زدش
اس میں کھڑے رہنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے	کیونکہ ہیبت ناک خطاب نے اس کی جان پر حملہ کیا ہے

یعنی پاؤں پر کھڑے ہونے کی اسے قوت نہیں رہتی۔ کہ ایک ہیبت کا خطاب اس کی جان پر غالب ہو جاتا ہے۔

پس نشیند قعدہ زاں بار گراں	حضرتش گوید سخن گو با بیاں
اس بھاری بوجھ کی وجہ سے وہ قعدہ میں بیٹھ جاتا ہے	اللہ (تعالیٰ) اس سے فرماتا ہے مفصل بات کہہ

یعنی پس قعدہ میں اس بار گراں کی وجہ سے بیٹھ جاتا ہے تو حضرت حق اس سے فرماتے ہیں کہ بات پوری طرح کہہ دے۔

نعمتت دادم بگو شکرت چہ بود	دادمت سرمایہ ہیں بنمائے سود
میں نے تجھے نعمتیں دیں تھا تیرا شکریہ کیا تھا؟	میں نے تجھے سرمایہ دیا اس کا نفع دکھا؟

یعنی میں نے تجھے نعمت دی تھی تیرا شکر کہاں ہے اور میں نے تجھے سرمایہ دیا تھا نفع کہاں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نہ سرمایہ بود او را نہ سود	شافعی خواہد کہ گوید عذر زود
چونکہ اس کے پاس نہ سرمایہ ہوتا ہے نہ نفع	(اس لئے) وہ سفارشی چاہتا ہے تا کہ جلدی عذر خواہی کر دے

یعنی جب نہ سرمایہ اس کے پاس ہوتا ہے اور نہ نفع تو کسی شافع کو تلاش کرتا ہے جو جلدی سے عذر خواہی کر دے۔

بیان دہنی طرف سلام کرنے کا قیامت میں حق تعالیٰ کے محاسبہ کی ہیبت کی وجہ سے اور انبیاء سے استعانت وشفاعت چاہنا

رو بدست راست آرد در سلام	سوئے جان انبیا و آں کرام
سلام میں داہنی جانب کو رخ کرتا ہے	انبیاء اور بزرگوں کی روح کی جانب

یعنی منہ داہنے ہاتھ کی طرف سلام میں انبیاء اوران کرام (فرشتوں کی طرف) لاتا ہے۔

انبیاء را او سلامے مے کند	استعانت را طلب کردن مدد
وہ انبیاء کو سلام کرتا ہے	استعانت اور مدد طلب کرنے کے لئے

یعنی انبیاء کو وہ سلام کرتا ہے استعانت کے لئے اور مدد طلب کرنے کے لئے۔

یعنی اے شاہاں شفاعت کایں لئیم	سخت در گل ماندہ اش پاؤ گلیم
یعنی اے شاہو! شفاعت کرو کیونکہ یہ کمینہ	اس کا پاؤں اور کملی دلدل میں پھنسی ہے

یعنی (کہتا ہے کہ) اے بادشاہو شفاعت (کرو) کہ اس لئیم کا پاؤں اور گلیم سب گارے میں دھنس گیا ہے۔

انبیا گویند روز چارہ رفت	چارہ آنجا بود و دست افراز زفت
انبیاء کہیں گے تدبیر کا وقت جاتا رہا	تدبیر اور کافی سامان وہاں (میں تھا)

یعنی انبیاء کہیں گے کہ روز چار گیا چارہ اور دست افراز عظیم تو اسی جگہ (دنیا) ہی میں تھا۔ دست افراز شے مستعمل مقصود چارہ۔

مرغ بے وقتی اے بدبخت رو	ترک ماگو خون ما اندر مشو
تو مرغ بے ہنگام ہے اے بدبخت! چلا جا	ہمیں معاف کر ہماری جان کے درپے نہ ہو

یعنی تو مرغ بے ہنگام ہے اے بدبخت جا ہمیں چھوڑ اور ہمارے خون کا پیاسا مت ہو۔

رو بگر داند بسوئے دست چپ	در تبار و خویش گویندش کہ خب
وہ بائیں جانب رخ کرتا ہے	خاندان اور اپنوں میں سے اس سے کہتے ہیں کہ مکار

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بائیں ہاتھ کی طرف منہ خویش وتبار میں پھیرتا ہے تو وہ اس کو کہہ دیتے ہیں کہ دور ہو۔

ہیں جواب خویش گو با کردگار	ما کہ ایم اے خواجہ دست از ما بدار
خبردار! اپنا جواب اللہ (تعالیٰ) کو دے	ہم کون ہوتے ہیں؟ اے جناب ہمیں معاف کیجئے

یعنی ارے اپنا جواب اللہ تعالیٰ سے خود کہہ ارے بابا ہم کون ہوتے ہیں ہم سے ہاتھ اٹھا۔

نے ازیں سو نے ازاں سو چارہ شد	جان آں بیچارہ دل صد پارہ شد
(جب) نہ ادھر سے نہ ادھر سے کوئی تدبیر ہوئی	اس بے چارے کی جان سو ٹکڑوں والا دل بنی

یعنی نہ اس طرف سے چارہ ہوا اور نہ اس طرف سے تو اس کی جان بیچارہ اور دل صد پارہ ہوگیا۔

از ہمہ نومید گردد آں دغا	پس برآرد ہر دو دست اندر دعا
وہ بھلا مسکین ہر طرف سے مایوس ہو گیا	تو دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے

یعنی وہ دغاباز سب سے ناامید ہو جاتا ہے تو پھر دعا میں دونوں ہاتھ اٹھاتا ہے (اور کہتا ہے کہ)

کز ہمہ نومید گشتم اے خدا	اول و آخر توئے و منتہا
کہ اے خدا! میں سب سے مایوس ہو گیا ہوں	اول اور آخر تو ہی ہے اور (تو ہی) منتہا ہے

یعنی کہ اے خدا میں سب سے ناامید ہوگیا ہوں اب اول وآخر آپ ہی ہیں اور منتہا (آپ ہی ہیں)

ہست امیدے کہ عنایت در رسد	گردد او ایمن ز حبل من مسد
(اب) امید ہے کہ مہربانی ہو جائے	وہ مونجھ کی رسی سے محفوظ ہو جائے

یعنی امید ہے کہ عنایت پہنچے گی اور یہ شخص حبل من مسد سے بے خوف ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ امید ہے کہ اب دعا کرنے سے اس کی امید برآ ویگی اور یہ بلاؤں سے چھوٹ جاوے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

در نماز این خوش اشارتہا بہ بیں	تا بدانے کایں بخواہد شد یقیں
نماز میں ان اچھے اشاروں کو سمجھ لے	تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ یقیناً ہو گا

یعنی نماز میں ان اچھے اشارات کو دیکھو تا کہ تم جان لو کہ اس طرح یقیناً ہوگا۔ مطلب یہ کہ یہ صرف اشارات ہیں کہ جب نماز پڑھنے کھڑے ہو تو اس طرح سوچ لو تو اس سے یہ نفع ہوگا کہ تم کو قیامت کی حالت مستحضر رہا کرے گی اور موت یاد آجایا کریگی یہ نکات تو نفس صلوٰۃ کے تھے آگے اقتدا کے معنے بیان فرماتے ہیں کہ۔

معنے تسلیم ایں اے مقتدے	کہ توئے حق ہادی و ما مہتدی
اے مقتدی! اطاعت کے یہی معنی ہیں	کہ اے اللہ تو ہی ہدایت دینے والا ہے اور ہم ہدایت حاصل کرنے والے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تسلیم کے معنی یہ ہیں اے مقتدی کہ (یوں سمجھو کہ اے امام) تو ہی سچا ہادی ہے اور ہم مہتدی ہیں۔

ہر چہ فرمائے تو منقادیم ما	باقضائے جرم گو شادیم ما
تو جو حکم دے ہم تابعدار ہیں	کہہ دے جرم کی سزا پر ہم راضی ہیں

یعنی جو کچھ آپ فرمادیں ہم منقاد ہیں اور جرم کے قضا کے ساتھ کہہ دو کہ ہم شاد ہیں۔ مطلب یہ کہ ایسی حالت بناؤ کہ گویا کہ امام سے یہ کہہ رہے ہو کہ آپ اللہ میاں سے کہہ دیجئے کہ آپ کا جو ارشاد ہمارے ان جرموں کی بابت ہو ہم اس پر راضی ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بچہ بیروں آر از بیضہ نماز	سر مزن چوں مرغ بی تعظیم و ساز
نماز کے انڈے سے بچہ باہر نکال	بغیر تعظیم اور ادب کے مرغ کی طرح ٹھونگیں نہ مار

یعنی بیضہ نماز سے بچہ نکالو اور مرغ بے ادب اور بے سامان کی طرح سر مت پٹکو مطلب یہ کہ نماز کے ثمرات کو حاصل کرو اور اس کی صورت سے اس کی روح کو حاصل کرو یہ نہیں کہ مرغ کی طرح ٹھونگیں ماریں اور چلتے ہوئے یہاں تک نماز کے کچھ اشارات وغیرہ بیان فرما کر اب پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں سے مولانا کا مقصود یہ ہے کہ نماز میں علاوہ اور مصالح و حکم کے ایک یہ بھی راز ہے کہ یہ نقشہ ہے اس معاملہ کا جو قیامت میں بصورت عصیاں عبد حق سبحانہ اور بندے کے درمیان پیش آئے گا۔ اور نماز اس حالت کو یاد دلاتی ہے جو قیامت میں ہونے والی ہے پس تم کو چاہئے کہ اس سے عبرت پکڑ و اور اطاعت حق میں کمر بستہ ہوتا کہ اس وقت شرمساری نہ ہو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب آدمی نماز شروع کرتا ہے تو گویا کہ ایک مجرم جوابدہی کے لئے حق سبحانہ کی عدالت میں لایا گیا ہے اور حق سبحانہ اس سے فرماتے ہیں کہ ہم نے جو تجھ کو دنیا میں اتنی مہلت دی تھی اس میں تو نے ہماری خوشنودی کے لئے کیا کام کئے اور اپنی عمر کو کن کاموں میں ختم کیا اور غذائے قوت کو کہاں کھویا آنکھ کے موتی کو کہاں گھسا اور حواس خمسہ کو کہاں ختم کیا۔ کان آنکھ عقل جو عرش کے موتی یعنی ہماری دی ہوئی اعلیٰ نعمتیں تھیں ان کو تو نے خرچ کیا بتا دنیا میں اس کی عوض کیا خریدا اور تجھ کو ہاتھ پاؤں بیلچا اور کسی کی طرح آلات کسب ہم نے عطا کئے تھے۔ خود بخود نہ ہو گئے تھے پھر تو نے ان سے ہمارے لئے کیا کمایا۔ یہ اور اسی قسم کے اور لاکھوں سوالات حق سبحانہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور حالت قیام میں یہ خطابات اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس کو ان کا کچھ جواب نہیں بن پڑتا۔ اور شرم کے مارے جھک جاتا ہے گویا کہ وہ رکوع میں ہے اور چونکہ کھڑے ہونے کی تاب نہیں رہی تھی اس لئے کچھ دیر رکوع کی حالت میں رہتا ہے اور چونکہ مارے ندامت کے کھڑا نہیں ہو سکتا اس لئے رکوع میں تسبیح کرتا ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ جھک کیوں گیا۔ سیدھا کھڑا ہو اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جوابدے وہ مجبوراً سر اٹھاتا ہے لیکن اس سے کھڑا نہیں ہوا جاتا اس لئے منہ کے بل گر پڑتا ہے گویا کہ وہ سجدہ میں ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ سر اٹھا گر کیوں پڑا جواب دہ پھر اٹھتا ہے اور کھڑے ہونے کی تاب نہیں ہوتی۔ اس لئے بیٹھ جاتا ہے تو گویا کہ وہ جلسہ میں ہے۔ اور جلسہ میں ندامت کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر سانپ کی طرح منہ کے بل گر پڑتا ہے۔ گویا کہ دوسرے سجدہ میں ہے پر حکم ہوتا ہے کہ گر گر کیوں پڑتا ہے۔ اٹھ کے کھڑا ہو اور جواب دے میں تجھ سے مفصل جواب لوں گا اب وہ پھر اٹھتا ہے گویا کہ دوسری رکعت شروع کرتا ہے اور وہ دوسری رکعت بھی رکعت اولیٰ کی طرح ختم ہو جاتی ہے اور حق سبحانہ کے خوف سے روتا ہوتا ہے۔ پھر حکم ہوتا ہے کہ اٹھ جلد بیان کر کہ تو نے کیا کیا مگر اس پر ندامت کا غلبہ ہوتا ہے کہ کھڑا نہیں ہو سکتا۔ اور بیٹھ جاتا ہے اور حضرت حق کا حکم ہوتا ہے کہ تفصیلی جواب دے کہ ہم نے جو نعمتیں دیں تو نے ان کا شکر کیونکر ادا کیا اور ہم نے تجھے مال دیا تھا تو نے تجارت میں کیا نفع اٹھایا۔ مگر جبکہ اس کے پاس نہ زر اصل ہوتا ہے نہ نفع تو پریشان ہو کر چاہتا ہے کہ کوئی سفارشی ہو جو میری طرف سے معذرت کر کے مجھے نجات دلا دے۔ اس لئے وہ دائیں طرف انبیاء اور دیگر مقربین کی جانب رخ کرتا ہے گویا کہ وہ سلام پھیرتا ہے اور مقصد اس کا یہ ہے کہ آپ ہی حضرات سفارش فرمادیں کہ اس کمینہ کا پاؤں اور کمبل بری طرح دلدل میں پھنس گیا ہے انبیاء اس کو جواب دیتے ہیں کہ اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ دنیا ہی میں اس کی تدبیر اور اس کا کافی سامان تھا۔ سو وہاں تو نے کچھ کیا نہیں اب کہتا ہے جب وقت نکل گیا۔ پس تو مرغ بے ہنگام ہے اور بد بخت جا دور ہو ہمارا پیچھا چھوڑ۔ اور ہماری جان نہ کھا ادھر سے مایوس ہو کر بائیں طرف اپنے عزیز و اقارب کی طرف رخ کرتا ہے اور ان سے سفارش کا ملتجی ہوتا ہے وہ بھی یہی جواب دیتے ہیں کہ بس چپ رہ اور حق سبحانہ کے سوالکا جواب دے ہم سے کچھ توقع نہ رکھ۔ ہم سفارش کرنے والے کون ہوتے ہیں۔ جب نہ ادھر سے کام چلا نہ ادھر سے تو اس کی جان مجبور ہو گئی اور صدمہ سے دل صد چاک ہو گیا۔ اور شریر سب سے ناامید ہو کر حق سبحانہ کی جناب میں دست بدعا ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ میں سب سے ناامید ہو گیا ہوں میرا اول و آخر اور مبتدا و منتہا تو تو ہی ہے تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے معاف کر اب مولانا فرماتے ہیں کہ اب یہ ٹھیک راستہ پر آیا ہے۔ کیونکہ امید کی جگہ یہی درگاہ ہے اور امید ہے کہ اس کی درخواست رد نہ ہوگی بلکہ اس پر رحمت ہوگی۔ اور اس کی گردن اس پھندے سے چھوٹ جائیگی۔ پس سمجھو کہ نماز اور اس کے افعال میں یہ نفیس اشارات ہیں تاکہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ بصورت عدم اطاعت کے تمہاری یہی حالت ہوگی۔ ایک اور بات بھی باقی رہ گئی۔ اس کا راز بھی بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مقتدین کے افعال صلوۃ میں تو وہی اشارات ہیں جو امام یا منفرد کی نماز میں ہیں مگر نفس اقتدا میں کیا اشارہ ہے سو اس کو بھی سمجھو۔ اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ تم یوں کہو کہ اے اللہ ہم آپ کے مطیع ہیں آپ ہمارے ہادی ہیں اور ہم مہتدی آپ جو فرمائیں ہم اس کی اطاعت پر کمربستہ ہیں اور ہمارے جرم پر جو سزا تجویز فرمائیں ہم اس پر بحیثیت آپ کا فیصلہ ہونے کے خوش ہیں۔ گو بحیثیت فی نفسہ مصیبت ہونے کے ہم اپنے رہائی کی درخواست کرتے ہیں پس تم کو نماز سے نتائج محمودہ حاصل کرنے چاہئیں اور

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغے کی طرح یوں چونچیں نہ مارنی چاہئیں کہ نہ تعظیم حق ادا ہو اور نہ اس کے اوامر و نواہی کے موافقت ہو۔

شرح شبّیری

دقوقی کا نماز میں کشتی والوں کا غرق ہونے میں شور و غل کرنے کو سننا

آں دقوقی در امامت کرد ساز	اندر آں ساحل درآمد در نماز
دقوقی نے امامت شروع کر دی	اسی ساحل پر انہوں نے نماز شروع کی

یعنی اس دقوقی نے امامت کا سامان کیا اور اس ساحل میں نماز شروع کر دی۔

واں جماعت در پے او در قیام	اینت زیبا قوم و بگزیدہ امام
وہ جماعت ان کے پیچھے قیام میں (تھی)	رہے اچھی قوم اور برگزیدہ امام

یعنی اور وہ جماعت ان کے پیچھے قیام میں بس ایک عجیب زیبا قوم تھی اور برگزیدہ امام تھے۔

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد	چوں شنید از سوئے دریا اوداد
اچانک ان کی نگاہ دریا کی جانب پڑی	جب دریا کی جانب سے انہوں نے فریاد و فریاد سنا

یعنی ناگہاں اس دقوقی کی نظر دریا کی طرف پڑی۔ جبکہ اس نے دریا کی طرف سے واد واد کو سنا

درمیان موج دید او کشتئ	در قضا و در بلاؤ زشتئ
انہوں نے موجوں میں ایک کشتی دیکھی	قضا میں اور بلا میں اور تباہی میں

یعنی موج کے درمیان میں انہوں نے ایک کشتی قضا میں اور بلا میں اور زشتی میں دیکھی۔

ہم شب وہم ابر و ہم موج عظیم	آں سہ تاریکی و از غرقاب بیم
رات بھی اور ابر بھی اور بڑی موج بھی	تین اندھیریاں اور ڈوبنے کا ڈر

یعنی رات تھی اور ابر تھا اور موج بلند تھی۔ یہ تین تو تاریکیاں اور ڈوبنے کا ڈر۔

تند بادے ہمچو عزرائیل خاست	موجہا آشوفت اندر چپ و راست
ملک الموت کی طرح تیز ہوا اٹھی	(جس نے) دائیں اور بائیں موجیں پھیلا دیں

یعنی ایک تند ہوا عزرائیل کی طرح اٹھی تو موجیں چپ و راست سے امڈ آئیں۔

اہل کشتی از مہابت کاستہ	نعرہ و وایلہا برخاستہ
کشتی والے خوف سے سکڑے ہوئے	نعرے اور واویلا بلند کئے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اہل کشتی کے مارے گھٹے ہوئے اور نعرے اور واویلا اٹھائے ہوئے۔

دستہا در نوحہ بر سرے زدند	کافر و ملحد ہمہ مخلص شدند
رونے میں ہاتھ سر پر مار رہے تھے	کافر اور بددین سب مخلص ہو گئے تھے

یعنی نوحہ میں ہاتھ سر پر مارتے تھے اور کافر اور ملحد سب مخلص ہوگئے تھے۔

باخدا باصد تضرع آں زماں	عہد ہا و نذر ہا کردہ بجاں
اس وقت سینکڑوں عاجزیوں سے خدا سے	دل و جان سے عہد اور منتیں مانتے تھے

یعنی اس وقت حق تعالیٰ سے سو تضرع وزاری کے ساتھ سب نے دل و جان سے عہد و نذر کئے تھے۔

سر برہنہ در سجود آنہا کہ ہیچ	روئے شاں قبلہ ندید از پیچ پیچ
ننگے سر سجدہ میں وہ لوگ (بھی) کہ کبھی	ان کے منہ نے قبلہ نہ دیکھا تھا اینچ پینچ کی وجہ سے

یعنی سجدہ میں وہ لوگ سر برہنہ تھے جن کے منہ نے قبلہ کو اینٹھ مروڑ کی وجہ سے دیکھا ہی نہ تھا۔

گفت کہ بیفائدہ است ایں بندگی	آں زماں دیدہ دراں صد زندگی
(پہلے) وہ کہتے تھے یہ عبادت بیکار ہے	اس وقت اس میں سینکڑوں زندگیاں دیکھتے تھے

یعنی (جو لوگ کہ) کہا کرتے تھے کہ یہ عبادت بے فائدہ ہے (وہ) اس وقت اس میں سو زندگیاں دیکھ رہے تھے۔

از ہمہ امید ببریدہ تمام	دوستان و خال و عم بابا و مام
سب کے سب سے امید منقطع کر چکے تھے	دوستوں اور ماموں اور چچا اور باپ اور ماں سے

یعنی سارے کے سارے سب سے امید قطع کئے ہوئے تھے دوستوں سے اور ماموں سے اور چچا سے اور باپ سے ماں سے۔

زاہد و فاسق شد آندم متقی	ہمچو در ہنگام جاں کندن شقی
زاہد اور بدکار اس وقت متقی ہو گئے تھے	جیسا کہ بدبخت نزع کی حالت میں

یعنی زاہد و فاسق اس وقت سب متقی ہوگئے۔ جیسے کہ جان کنی کے وقت شقی ہوتا ہے۔ (زاہد کہتے ہیں اس کو جو دنیا سے بے تعلق ہو دنیا کی حرص وغیرہ نہ ہو تو یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ درجہ تقویٰ ہے اس لئے کہدیا کہ زاہد و فاسق اس وقت سب متقی بنے ہوئے تھے)

نے ز چپ شاں چارہ بود و نے ز راست	حیلہا چوں مرد ہنگام دعا ست
ان کے لئے نہ دائیں سے کوئی تدبیر تھی نہ بائیں سے	تدبیریں جب فنا ہوں دعا کا وقت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی نہ ان کو چپ سے کوئی چارہ تھا اور نہ راست سے جب حیلے سارے ختم ہو گئے تو اب دعا کا وقت آیا۔

دردعا ایشان و در زاری و آہ	بر فلک زیشان شدہ دود سیاہ
وہ عاجزی اور آہ اور دعا میں مصروف تھے	ان کی (آہوں) کا لا دھواں آسمان پر پہنچ گیا تھا

یعنی وہ لوگ دعا میں اور زاری و آہ میں تھے اور فلک پر ان سے دود سیاہ ہو گیا ہوا تھا۔ آگے ایک مضمون کو بیان فرماتے ہیں اول اس کا خلاصہ سمجھ لو پھر اشعار سے اچھی طرح سمجھ میں آ وے گا۔ وہ یہ کہ جب یہ لوگ دعا کر رہے تھے تو شیطان بین بین تھا اس کو کبھی تو یہ امید ہوتی تھی کہ یہ اب کفر وغیرہ پر مر جاویں گے اس کے بعد جب ان کو دعا کرتے دیکھتا تو اسے افسوس ہوتا تھا کہ یہ تو توبہ کئے لیتے ہیں۔ اس حالت میں اس خبیث نے ایک وسوسہ ڈالا وہ یہ کہ ان لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ گزرا کہ ہمارے اندر ایک علت کفر یا معاصی تو پہلے سے ہیں ہی اور ان سے توبہ کر رہے ہیں اور توبہ یقیناً ٹوٹے گی جیسا کہ بارہا ہوا ہے اور جب یقیناً ٹوٹے گی تو گویا کہ اس وقت ہمارا مقصد ہی توڑنے کا ہے اور جب توبہ کے توڑنے کا قصد ہو تو وہ توبہ ہی نہیں رہتی۔ بلکہ وہ تو نفاق ہو جاتا ہے تو انہوں نے سوچا کہ ایک علت تو کفر و معاصی کی تھی اب خدا کے سامنے ایک علت نفاق کی بھی لے کر جاویں اس لئے بہتر ہے کہ توبہ نہ کریں تاکہ خیر وہ کفر وغیرہ کی علت ہی رہے اس پر اور اضافہ تو نہ ہو۔ شیطان نے یہ وسوسہ ڈالا اور مقصود اس سے دعا سے منع کرنا تھا مگر جس کو ذرا سا فہم سلیم ہوگا وہ سمجھ سکتا ہے کہ اس کا یہ کہنا کہ جب ٹوٹنا یقینی ہے تو گویا کہ اس کا قصد ہے بالکل غلط ہے اس لئے کہ قصد نقض اور شے ہے اور نقض اور ہے ان لوگوں کا قصد نہ تھا اور اگر پھر بعد کو ٹوٹ جاوے پھر کر لے۔ پھر ٹوٹے پھر کر لے۔ یاد رکھو کہ یہ شیطان کا بہت بڑا دھوکہ ہے اور اس کا اثر آج کل بھی ہے اکثر کہا کرتے ہیں کہ میاں توبہ ہی کر کے کیا کریں گے اس لئے کہ وہ تو ٹوٹ جاوے گی تو عنوان بدلا ہوا ہے باقی مضمون وہی ہے۔ اللھم احفظنا من الشیطٰن الرجیم

اب اشعار سے سمجھ لو ان شاء اللہ صاف ہو جاوے گا۔ فرماتے ہیں کہ۔

دیو آندم از عداوت بین بین	بانگ زد کاے سگ پرستاں علتین
شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے پریشان تھا	پکارا کہ اے کتے کے پرستارو! دہرا نقصان ہے

یعنی شیطان اس وقت عداوت کی وجہ سے بین بین تھا اور یہ آواز دے رہا تھا کہ اے نفس پرستو دو علتوں (کے مرتکب ہوتے ہو) یعنی ایک علت کفر وغیرہ میں تو ہو ہی اب دوسری علت نفاق کی لگاتے ہو۔

مرگ و جسک اے اہل انکار و نفاق	عاقبت خواہد بدل ایں اتفاق
اے انکار اور نفاق والو! موت اور درد	انجام کار اس کا اتفاق ضرور ہو گا

یعنی اے انکار و نفاق والو تم مرو۔ آخر کار یہ اتفاق تو ہو گا ہی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم تاں تر باشد از بعد خلاص	کہ شوید از بہر شہوت دیو خاص
خلاصی کے بعد (کیا) تمہاری آنکھ نم ہو گی؟	کیونکہ شہوت پرستی کی وجہ سے تم خاص شیطان بن جاؤ گے

یعنی خلاص کے بعد تمہاری آنکھ تر ہی ہو گی کہ تم شہوت کی وجہ سے خاص شیطان بن جاؤ گے۔ یعنی اس سے خلاصی کے آنسو بھی خشک نہ ہوں گے کہ تم توبہ توڑ دو گے۔

یاد تاں ناید کہ روزے در خطر	دست تاں بگرفت یزداں از قدر
تمہیں یاد (بھی) نہ آئے گا کہ خطرے کے دن	قدرت سے خدا نے تمہاری دستگیری کی ہے

یعنی تمہیں یاد نہیں ہے کہ اس خطرہ کے دن میں تمہاری حق تعالیٰ نے نذر سے دستگیری فرمائی تھی۔ یعنی پہلے بھی تم کو خلاصی مل چکی ہے اور تم توبہ توڑ چکے ہو تو اب توبہ کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ لہذا توبہ مت کرو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں ہمی آمد ندا از دیو لیک	ایں سخن را نشنود جز گوش نیک
شیطان کی یہ آواز آ رہی تھی لیکن	اس کو نیک کان کے علاوہ کوئی نہیں سن رہا تھا

یعنی شیطان سے یہ آواز آ رہی تھی۔ لیکن اس بات کو (کہ یہ آواز شیطانی تھی) سوائے گوش نیک کے کون سنے گا یعنی جو اچھے آدمی ہیں وہ تو اس کو سمجھیں گے کہ یہ آواز شیطان تھی ورنہ عوام تو اس کو صحیح سمجھ کر گمراہ ہی ہوں گے آگے فرماتے ہیں کہ

راست فرمودہ است با ما مصطفیٰ	قطب و شاہنشاہ و دریائے صفا
ہم سے مصطفیٰ نے سچ فرمایا ہے	جو قطب اور شہنشاہ اور صفا کے دریا ہیں

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے سچ فرمایا ہے جو کہ قطب اور شاہنشاہ اور دریائے صفا ہیں۔

کانچہ جاہل دید خواہد عاقبت	عاقل آں بیند ز اول مرتبت
کہ نادان جو کچھ انجام پر دیکھے گا	عقلمند اس کو پہلے مرتبہ میں دیکھ لیتا ہے

یعنی جو بات کہ جاہل قیامت میں دیکھے گا عاقل اس کو اول ہی مرتبہ دیکھ لیتا ہے مطلب یہ کہ جو جاہل ہے وہ تو قیامت کو سمجھے گا کہ یہ دھوکہ اور آواز شیطانی تھی اور جو عاقل ہیں وہ اسی وقت سمجھ جائیں گے کہ یہ آواز شیطانی ہے۔

کارہا آغاز گر غیب ست او سر	عاقل اول دید و آخر آں مصر
کام (کا انجام) اگرچہ شروع میں پوشیدہ اور راز ہے	عقلمند نے شروع میں دیکھ لیا اور (جہالت پر) مصر نے آخر میں

یعنی کام سارے شروع میں اگرچہ غائب اور پوشیدہ ہیں مگر عاقل اول ہی دیکھ لیتا ہے اور آخر میں وہ مصر مطلب یہ کہ اگرچہ اس وقت امور سب غائب ہیں مگر جو عاقل ہے وہ آثار سے ان کو معلوم کر لیتا ہے اور جو مصر علی الذنوب ہے وہ آخر میں یعنی قیامت میں ہی دیکھے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اولش پوشیدہ باشد و آخر آں	عاقل و جاہل بہ بیند در عیاں
اس کے شروع (میں انجام) پوشیدہ ہوتا ہے اس کو آخر میں	عقلمند اور نادان آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے

یعنی اول کار پوشیدہ ہے اور اس کے آخر میں تو عاقل اور جاہل سب عیاناً دیکھ لیں گے۔ مطلب یہ کہ اول کار جو پوشیدہ ہے تو اس وقت پہچان لینا کمال ہے ورنہ قیامت میں تو سب دیکھ ہی لیں گے پھر کیا کمال ہے اگر پہچان لیا

گر نہ بینی واقعہ غیب اے عنود	حزم را سیلاب کے اندر ربود
اے سرکش! اگر تو غیب کے واقعات نہیں دیکھتا ہے	(تو) احتیاط کو سیلاب کب بہا لے گیا ہے؟

یعنی اے معاند اگر تم غیب کے واقعہ کو نہیں دیکھتے تو آخر حزم کو کب سیلاب لے گیا۔ یعنی اگر تم کو اس وقت وہ باتیں ہوتی نہیں معلوم ہوتیں تو آخر حزم اور دور اندیشی بھی تو کوئی شے ہے وہ کہاں جاتی رہی۔ کبھی شبہ ہی ہوا ہوتا کہ ممکن ہے کہ ایسا ہو جاوے۔ اسی بناء پر اس سے خائف ہوئے ہوتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ انسان کو ہر وقت حازم رہنا چاہئے اور جو اس کے خیالات ہوتے ہیں دنیا کے متعلق ویسا ہی خیال ضروری ہے آگے ایک مثال میں حازم کے خیالات کو بیان فرماتے ہیں۔

حزم والے آدمی کے تصورات

حزم چہ بود بدگمانے در جہاں	دمبدم دیدن بلائے ناگہاں
احتیاط کیا ہوتی ہے دنیا میں بدگمانی	لحہ بہ لحہ ناگہانی بلا دیکھنا

یعنی حزم کیا ہوتا ہے دنیا میں بدگمانی کرنا اور بلائے ناگہانی کو ہر دم دیکھنا یعنی یہ سمجھنا کہ اب بلا نازل ہوئی اب ہوئی بس یہ سوچ کر اس سے بچنے کی تدبیر کرنا ہی حزم ہے آگے ایک مثال ہے کہ۔

آنچناں کہ ناگہاں شیرے رسید	مرد را بر بود و در بیشہ کشید
اس طرح کہ اچانک ایک شیر آیا	اس نے ایک شخص کو پکڑا اور کچھار میں کھینچ لے گیا

یعنی جس طرح کہ ناگاہ ایک شیر آیا اور ایک آدمی کو اچک کر جنگل میں لے گیا۔

او چہ اندیشد دراں بردن بہ بیں	تو ہماں اندیش اے اوستاد دیں
اس لے جانے میں وہ کیا سوچتا ہے غور کر	اے دین کے استاد تو بھی وہی سوچ

یعنی ذرا دیکھو کہ وہ اس وقت کیا سوچے گا (ظاہر ہے کہ وہ یہی سوچے گا کہ اب مرا اب مرا) تو اے اوستاد دین تم بھی یہی سوچو (اور موت کو ہر وقت حاضر سمجھو) اب کوئی کہتا ہے کہ جناب اوس کو تو شیر نے کھینچا تھا اس لئے اس نے یہ سوچا ہم کو تو شیر نہیں لے گیا جو ہم یہ سوچیں مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

می کشد شیر قضا در بیشہا	جان ما مشغول کارو پیشہا
قضا کا شیر کچھاروں میں گھسیٹ کر لے جا رہا ہے	ہماری جان کام اور پیشوں میں لگی ہے

یعنی شیر قضا (ہم کو) جنگلوں میں کھینچ رہا ہے اور ہماری جان کاموں اور پیشوں میں مشغول ہے۔ مطلب یہ کہ ارے تجھے خبر نہیں ہے ہم کو بھی ہر وقت شیر قضا کھینچ رہا ہے مگر اندھے ہو جاویں تو اس کا کیا علاج آگے ایک دوسری مثال دیتے ہیں کہ اگر شیر سے ڈر نہیں لگتا تو یوں سمجھو کہ۔

آنچناں کز فقر می ترسند خلق	زیر آب شور رفتہ تا بحلق
جس طرح لوگ فقر سے ڈرتے ہیں	(گویا کہ) کھارے پانی میں گلے تک ڈوبے ہوئے ہیں

یعنی اس طرح (رہو) جیسے کہ لوگ فقر سے ڈرتے ہیں اور آب شور کے نیچے حلق تک گئے ہوئے ہیں۔ یعنی دیکھو خواہ کیسا ہی امیر کبیر کیوں نہ ہو مگر اس کو خوف ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ میں مفلس ہو جاؤں اور وہ اس کی تدبیر میں ہر وقت لگا رہتا ہے تو بس اسی طرح تم بھی ہر وقت دھن لگا لو اور ہر وقت تدابیر میں لگے رہو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر بترسندے ازاں فقر آفریں	گنجہاشاں کشف گشتے در زمیں
اگر وہ فقر کے پیدا کرنے والے سے ڈرتے	(تو) زمین میں (گڑے ہوئے) خزانے ان پر منکشف ہو جاتے

یعنی اگر یہ شخص اس فقر آفرین (حق تعالیٰ) سے ڈرتا تو ان لوگوں کو خزانے زمین کے مکشوف ہو جاتے۔

جملہ شاں از خوف غم در عین غم	در پئے ہستی فتادہ در عدم
وہ سب غم کے ڈر سے بعینہ غم میں (مبتلا) ہیں	ہستی کی تلاش میں عدم میں پھنسے ہیں

یعنی وہ سارے کے سارے غم کے ڈر کے مارے عین غم میں ہیں۔ اور ہستی کے لئے عدم میں پڑے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو یہ لوگ اس سے بچتے ہیں کہ ہمیں کوئی غم نہ آوے بلکہ عیش سے گزرے اس طرح گزر کرنا خود ایک غم ہے تو غم سے بچنے کو غم میں مبتلا ہو رہے ہیں۔ عجیب بات ہے غرضیکہ دنیا میں ہر گھڑی فکر عاقبت ہونی چاہئے آگے قصہ دقوقی فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ القصہ دقوقی نے امامت شروع کر دی تھی اور لب ساحل نماز میں مشغول تھے اور جماعت ان کے پیچھے کھڑی تھی اور عجیب دلچسپ منظر تھا کہ مقتدی بھی نہایت اعلیٰ تھے اور امام بھی منتخب تھے۔ مزہ سے نماز باجماعت ادا کر رہے تھے۔ اتنے میں شور وغل کی آواز سنائی دی اس کے سننے سے دقوقی استغراق سے ہوش میں آئے اور دریا پر ان کی نظر پڑی دیکھتے کیا ہیں کہ ایک کشتی موجوں میں پھنسی ہوئی ہے اور قضائے الٰہی اور مصیبت

www.besturdubooks.wordpress.com

کے پنجہ میں گرفتار اور نہایت تباہ حالت میں ہے رات کا وقت ہے ابر چھایا ہوا ہے۔ بڑی بڑی موجیں اٹھ رہی ہیں یہ تین تاریکیاں ہیں اور سب پر طرہ ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ ملک الموت کی طرح آندھی چل رہی ہے اور ہر طرف سے موجیں اٹھا رہی ہیں۔ اہل کشتی کی جان ہوا ہو رہی ہے۔ اور واویلا کر رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں روتے اور سر پیٹتے ہیں اور کافر و مومن سب مخلص ہو گئے ہیں نہایت گڑگڑا کر سچے دل سے خدا کے ساتھ سینکڑوں عہد و پیمان کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ اگر ہم بچ جائیں تو یہ کریں گے وہ کریں گے اور جن لوگوں نے اینٹھ مروڑ سے کبھی قبلہ کی طرف رخ نہ کیا تھا وہ بھی ننگے سر سجدہ میں پڑے ہیں اور جو یہ کہتے تھے کہ عبادات سب فضول اور لایعنی ہیں ان کو اب اس میں سوزندگیاں نظر آ رہی ہیں۔ اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ اس سے بہتر کوئی چیز نہیں۔ سب لوگ کیا دوست کیا ماموں کیا چچا کیا باپ کیا ماں غرض سب سے امیدیں منقطع کر چکے ہیں اور زاہد و فاسق سب یکساں متقی ہو گئے ہیں۔ جس طرح جانکنی کے وقت بدبخت عاصی متقی ہو جاتا ہے۔ نہ دائیں طرف ان کے لئے کوئی تدبیر رہی تھی نہ بائیں طرف اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی تدبیر نہیں رہتی اس وقت دعا ہوتی ہے لہٰذا وہ دعائیں کر رہے تھے اور رو پیٹ رہے تھے اور آہوں کی یہ حالت تھی کہ فلک تک ان کا سیاہ دھواں پہنچتا تھا۔ خیر یہ تو ساری مصیبتیں تھیں۔ سب سے بڑھ کر یہ مصیبت تھی کہ شیطان ان کے خلوص کو دیکھ کر ان کو دشمنی سے گھور رہا تھا وہ سمجھتا تھا کہ اگر یہ لوگ اسی حالت میں ڈوب گئے تو ضرور نجات پا جائیں گے اور میری ساری کوششوں پر پانی پھر جائے گا۔ اس لئے وہ ان کو دھوکا دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ او نفس پرستو کیوں خدا سے جھوٹ بول کر اس سے فریب کر کے دونا وبال اپنی گردن پر لے رہے ہو۔ اور اے منکرین و منافقین تمہیں بری بنے اور تم مردتم کیا دعائیں کر رہے ہو۔ یہ ضرور ہونا ہے کہ جب تم بچ جاؤ گے تو تمہاری آنکھوں کے آنسو خشک نہ ہونے پائیں گے کہ تم خواہشات نفسانی کے سبب پھر پکے شیطان ہو جاؤ گے اور تمہیں یاد بھی نہ آئے گا کہ خدا نے تم کو قضا کے پنجہ سے چھڑایا تھا بس اس جھوٹ اور فریب کو چھوڑو اور نفع کی امید پر مزید نقصان نہ اٹھاؤ یہاں تک اہل کشتی کی حالت ختم ہوئی اس سے لوگوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے اور غفلت کو دور کر کے طاعت میں مصروف ہونا چاہئے۔ لیکن بجز ان لوگوں کے جو سلیم الفطرت اور صالح الاستعداد لوگ ہیں اس واقعہ کو بسمع قبول کوئی نہ سنے گا۔ دیکھو اس واقعہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق ہوتی ہے کہ جس چیز کو نادان آخیر میں دیکھتا ہے عاقل اس کو اولاً ہی دیکھ لیتا ہے۔ کیونکہ اہل اللہ بھی حق سبحانہ کی طرف راجع ہیں اور فساق اہل کشتی بھی۔ مگر اول الذکر ابتدا ہی سے راجع ہیں اور اہل کشتی مصیبت میں پھنس کر راجع ہوئے کیونکہ وہ عاقل ہیں اور یہ جاہل۔ اور عاقل و جاہل میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ کاموں کی ابھی ابتداء ہی ہوتی ہے اور وہ ہنوز نظر سے غائب اور مستور ہی ہوتے ہیں کہ عاقل ان کو پہلے ہی دیکھ لیتا ہے اور جاہل ضدی شخص ان کو آخر میں دیکھتا ہے اور ابتدا میں وہ اس کی نظر سے پوشیدہ ہوتے ہیں۔ رہا آخر سو اس کے لحاظ سے دونوں یکساں ہیں۔ کہ آخر میں ہر دو ان کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس تم کو چاہئے کہ آغاز ہی میں انجام کو دیکھ لیا کرو۔ اگر یہ کہو کہ جب وہ پوشیدہ ہے تو ہم کیسے دیکھ لیں۔ ہماری بصیرت تو اتنی

www.besturdubooks.wordpress.com

قوی نہیں تو ہم کہیں کہ اچھا ہم نے مانا کہ تم واقعۂ غیبی کو نہیں دیکھ سکتے لیکن تمہارے حزم کو تو کوئی روبہا نہیں لے گئی۔ پھر تم حزم کو کیوں میں نہیں لاتے۔ حزم کی حقیقت کیا ہے کھٹکتے رہنا اور ہر وقت نزول مصیبت کو پیش نظر رکھ کر اس سے بچنے کی فکر کرنا اور ہر وقت ایسی حالت میں ہونا جیسے کہ ایک شیر آیا اور آدمی کو اٹھا کر لے گیا ہو۔ پس جو حالت ایسے شخص کی اس وقت ہوگی جبکہ اس کو شیر اٹھا کر لے گیا ہو وہی حالت تمہاری ہونی چاہئے لیکن افسوس باوجودیکہ ہم شیر قضا کے پنجہ میں پھنسے ہوئے ہیں اور ہم کو اس کا کچھ بھی خیال نہیں بلکہ مزہ سے اپنے کاروبار میں مشغول ہیں۔ شیر تو بڑی چیز ہے اگر لوگوں کو فقر آفرین یعنی خدا سے اتنا بھی خوف ہو جتنا کہ فقر و فاقہ سے ہے کہ وہ اس کی وجہ سے گلے تک آب شور میں ڈوبے ہوئے اور سراسر مصیبت میں مبتلا ہیں تو ان پر زمین کے خزانے منکشف ہو جاتے۔ مگر کیا کیجئے کہ ان کی سمجھ پر کچھ ایسے پتھر پڑ گئے ہیں کہ ذرا نہیں سمجھتے دیکھو وہ فقر سے جو ڈرتے ہیں تو تکلیف کے خوف سے لیکن اس سے زیادہ کیا بے تکی ہوگی کہ غم محتمل کے خوف سے غم متحقق میں مبتلا ہوتے ہیں اور گویا کہ وجود حاصل کرنے کے لئے عدم میں جا رہے ہیں۔

شرح شبّیری

دقوقی کی دعاء اور شفاعت اس کشتی کی خلاصی کیلئے

چوں دقوقی آں قیامت را بدید	رحم او جوشید و اشک او دوید
دقوقی نے جب اس قیامت کو دیکھا	ان کا رحم جوش میں آیا اور ان کے آنسو بہہ پڑے

یعنی جب دقوقی نے اس قیامت کو دیکھا تو اس کے رحم نے جوش کیا اور اس کے اشک جاری ہو گئے۔

گفت یارب منگر اندر فعل شاں	دست شاں گیر اے شہ نیکو نشاں
فرمایا اے خدا! ان اعمال کو نہ دیکھ	اے شاہ نیک نشان! ان کی دست گیری فرما

یعنی دعا کی کہ اے اللہ ان لوگوں کے فعل کو مت دیکھئے اور اے بادشاہ نیکو نشاں ان کی دستگیری کیجئے

خوش سلامت شاں بساحل باز بر	اے رسیدہ دست تو در بحر و بر
انہیں بہترین سلامتی کے ساتھ ساحل پر لوٹا دے	اے (وہ ذات) کہ تیرا دست (قدرت) بحر و بر پر ہے

یعنی ان کو خوش اور سلامت ساحل پر پھر لے جا۔ اے وہ ذات کہ آپ کی قدرت بحر و بر سب میں پہنچی ہے۔

اے کریم و اے رحیم سرمدی	در گزار از بدسگالاں ایں بدی
اے کریم اور اے ابدی رحم کرنے والے	بدعقیدہ لوگوں کی اس بدی سے درگزر کر

یعنی اے کریم اور اے رحیم ابدی ان نالائقوں سے اس بدی کو معاف فرمائیے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے بداده رائگاں صد چشم و گوش	نے زرشوت بخش کرده عقل و ہوش
اے وہ کہ جس نے سینکڑوں آنکھیں اور کان مفت دیئے ہیں	عقل و ہوش (بھی) رشوت سے نہیں بخشے ہیں

یعنی اے وہ ذات کہ اس نے سو چشم و گوش مفت دے دیئے نہ کہ رشوت کی وجہ سے عقل و ہوش تقسیم کئے ہیں۔

پیش ز استحقاق بخشیده عطا	دیده از ما جملہ کفران و خطا
مستحق ہونے سے پہلے ہی بخشش کی	ہم سب کی نافرمانی اور خطا کو دیکھتے ہوئے

یعنی استحقاق سے پہلے عطائیں بخشی ہیں اور ہم سے کفران و خطا دیکھے ہیں۔

اے عظیم از ما گناہان عظیم	تو توانی عفو کردن در حریم
اے بزرگ! ہمارے بڑے گناہوں کو	حرم میں تو (ہی) معاف کر سکتا ہے

یعنی اے عظیم ہم سے گناہ عظیم ہیں آپ حرم ہونے کی حالت میں معاف کر سکتے ہیں۔

ماز آز و حرص خود را سوختیم	ویں دعا را ہم ز تو آموختیم
ہم نے حرص و ہوس میں اپنے آپ کو جلا ڈالا ہے	یہ دعا بھی ہم نے تجھ (ہی) سے سیکھی ہے

یعنی ہم نے حرص و ہوس کی وجہ سے اپنے کو جلا لیا ہے اور یہ دعا بھی آپ ہی سے سیکھی ہے۔

حرمت آنکہ دعا آموختی	در چنیں ظلمت چراغ افروختی
اس کے طفیل کہ تو نے دعا سکھائی ہے	ایسی تاریکی میں چراغ روشن کر دیا ہے

یعنی ببرکت اس کے کہ آپ نے دعا سکھائی ہے اور ایسی ظلمت میں چراغ روشن کیا۔

دست گیر و رہ نما توفیق دہ	جرم بخش و عفو کن بکشا گره
دستگیری فرما اور رہنمائی عطا فرما	خطا بخشدے اور معاف کردے اور گرہ کھول دے

یعنی دستگیری کیجئے اور رہنمائی کیجئے اور توفیق دیجئے اور جرم بخشئے اور معاف کیجئے اور (مصیبت کی) گرہ کھولئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنیں میرفت بر لفظش دعا	آں زماں چوں مادران با وفا
دعا ان کے الفاظ میں اس طرح جاری تھی	اس وقت جیسا کہ باوفا ماؤں (کے الفاظ میں)

یعنی اسی طرح ان کی زبان پر دعا اس وقت باوفا ماؤں کی طرح جاری تھی یعنی جس طرح کہ ماں مشفق ہوتی ہے اسی طرح شفقت سے وہ دعا مانگ رہے تھے۔

اشک میرفت از دو چشمش واں دعا	بیخود از وے می برآمد بر سما
ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور وہ دعا	بے خودی میں ان سے آسمان پر پہنچ رہی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دونوں آنکھوں سے اشک جاری تھے اور وہ دعائیں بے خود ہو کر نکل رہی تھی اور آسمان پر (جاری تھی)

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب دقوقی نے اس قیامت کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ مخلوق خدا ڈوب رہی ہے اور اس سے بڑھ کر یہ کہ شیطان ان پر پھندا ڈال رہا ہے ممکن ہے کہ وہ اس میں پھنس جائیں اور ہلاک جسمانی کے ساتھ ہلاک روحانی بھی مل جائے اس سے ان کے رحم کو جوش آیا اور آنسو بہنے لگے۔ اور حضرت حق سبحانہ کی جناب میں یوں دعا شروع کی۔ اے اللہ آپ ان کے افعال پر نظر نہ فرمائیں اور ان کی دستگیری فرمائیں آپ کا تصرف بحر و بر خشکی و تری ہر دو میں جاری ہے۔ آپ ان کو بخیر و عافیت ساحل پر پہنچا دیجئے اے ہمیشہ سے رحیم و کریم آپ ان بد اندیشوں کی برائی کو معاف فرمایئے۔ آپ نے مخلوق کو مفت آنکھ کان وغیرہ عطا فرمائے ہیں اور عقل و فہم بھی کسی معاوضہ کے بدلہ میں نہیں دیئے ہیں اور آپ نے بلا استحقاق ہر قسم کی نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ حالانکہ آپ کو ہماری ناشکری اور غلطیوں کا بخشش سے پہلے بھی علم تھا جبکہ آپ ایسے کریم ہیں تو اے بزرگ آپ ہمارے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما سکتے ہیں۔ ہم تو حرص اور طمع میں جل گئے اور کوئی کام ہم نے آپ کی اطاعت کا نہیں کیا۔ یہ دعا بھی جو کر رہے ہیں یہ بھی آپ ہی کی تعلیم کردہ اور آپ ہی کی توفیق ہے۔ پس اس دعا کی عزت کو مد نظر رکھ کر جو خود آپ نے تعلیم فرمائی ہے اور اس تاریکی جہل میں چراغ ہدایت روشن کیا ہے آپ ان لوگوں کی دستگیری فرمایئے راہ راست دکھلایئے اور ان کو اعمال صالحہ کی توفیق دیجئے ان کے قصور معاف فرمایئے اور اس عقدۂ لاینحل کو حل فرما کر ان کو نجات دیجئے۔ غرض اسی قسم کے کلمات دعائیہ مادر مشفقہ کی طرح اس وقت ان کی زبان سے نکل رہے تھے۔ اشک آنکھوں سے جاری تھے اور استغراق فی الدعا کی حالت میں یہ دعا ان کے منہ سے نکل کر آسمان پر جا رہی تھی بالآخر وہ مقبول ہوئی اور اہل کشتی کو نجات ہو گئی۔

شرح شبّیری

آں دعاز و نیست گفت داور ست	آں دعائے بیخوداں دیگرست
وہ دعا ان کی نہیں ہے خدا کی بات ہے	بیخودوں کی دعا دوسری (ہی چیز) ہے

یعنی بیخودوں کی دعا ہی دوسری ہے وہ دعا ان کی طرف سے نہیں ہے بلکہ قول حق ہے۔

آں دعا وآں اجابت از خداست	آ دعا حق میکند چوں او فناست
وہ دعا اور وہ قبولیت خدا کی جانب سے ہے	جبکہ وہ (بیخود مقام) فنا میں ہے وہ دعا اللہ فرماتا ہے

یعنی وہ دعا اللہ تعالیٰ ہی کر رہے ہیں جبکہ یہ شخص فنا ہے اور وہ دعا اور اجابت سب خدا کی طرف سے ہے مطلب یہ کہ جب یہ فنا ہو چکا اور وہی اتحاد اصطلاحی اس کو حاصل ہو گیا تو اس کا دعا کرنا گویا کہ خدا کا کرنا ہے۔ تو جب اللہ تعالیٰ خود دعا کریں گے تو اس کو قبول بھی فرمائیں گے اور اس اتحاد اصطلاحی کی نظیر قرآن شریف میں

www.besturdubooks.wordpress.com

موجود ہے۔ ارشاد ہے کہ فاذا قرانٰہ فاتبع قرانہ قرأت جبرئیل کو اپنی قرات فرمایا دوسری جگہ ہے کہ مارمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی رمے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رمے فرمایا پھر اگر صوفی بچارے کہہ دیں تو ان پر کفر کے فتوے کیوں لگتے ہیں۔ ذرا تو انصاف سے کام لو آگے فرماتے ہیں کہ۔

واسطہ مخلوق نے اندر میاں	بے خبر زاں لابہ کردن جسم و جاں
درمیان میں مخلوق کا واسطہ نہیں ہے	اس خوشامد ۔ جسم و جان بے خبر ہوتے ہیں

یعنی درمیان میں مخلوق واسطہ نہیں ہوتی اور اس دعا کرنے سے جسم و جاں سب بے خبر ہیں۔

بندگان حق رحیم و بردبار	خوئے حق دارند در اصلاح کار
اللہ (تعالیٰ) کے رحیم اور بردبار بندے	معاملہ کی اصلاح میں اللہ (تعالیٰ) کی خو اختیار کر لیتے ہیں

یعنی خدا کے بندے رحیم و بردبار (ہوتے ہیں) اور اصطلاح کار میں خوئے حق رکھتے ہیں۔

مہرباں بے رشوتاں یاری گراں	مشفقان و مستعان غمخوارگاں
مہربان بغیر رشوت کے مددگار (ہوتے ہیں)	مشفق اور غمزدوں کے مدد گار (ہوتے ہیں)

یعنی مہربان بے رشوت کے مدد کرنے والے مشفق اور مدد کرنے والے اور غمخوار۔

از ترحم دستگیراں شافعاں	در مقام سخت و در روز گران
رحم کھانے کی وجہ سے دستگیر اور سفارشی (ہوتے ہیں)	سخت جگہ اور بھاری دن میں

یعنی ترحم کی وجہ سے دستگیر اور شافع مقام سخت میں اور روز گراں میں (مولانا فرماتے ہیں کہ)

ہیں بجو ایں قوم را اے مبتلا	ہیں غنیمت دارشاں پیش از بلا
اے مصیبت زدہ! اس قوم کو تلاش کر لے	خبردار! مبتلا ہونے سے پہلے ہی ان کو غنیمت سمجھ

یعنی اے مبتلا اس قوم کو تلاش کر اور بلا سے پہلے ان کو غنیمت سمجھ۔

رست کشتی از دم آں پہلواں	واہل کشتی را بجہد خود گماں
اس پہلوان کی دعا سے کشتی نجات پا گئی	کشتی والوں کو اپنی کوشش کا گمان تھا

یعنی کشتی چھوٹی تو اس پہلوان کی دعا سے اور اہل کشتی کو اپنی کوشش پر گمان تھا۔

کہ مگر بازوئے ایشاں در حذر	بر ہدف انداختہ تیرے از قدر
کہ شاید بچاؤ میں انہی کی بازو نے	صحیح اندازے سے نشانہ پر تیر چلایا ہے

یعنی کہ یقیناً ان کے بازو نے بچنے میں ہنر ہدف پر تیر ڈالا۔ مطلب یہ کہ وہ کشتی چھوٹی تو ان کی دعاء سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اہل کشتی سمجھے کہ ہم نے جو کوشش کی تھی اس کی بدولت ہم چھوٹ گئے۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

پارہاند روبہان را در شکار	وان زدم دانند روباہاں عزار
شکار میں لومڑیوں کو پاؤں بچاتے ہیں	وہ دھوکے میں جتلا لومڑیاں دم کی وجہ سے سمجھتی ہیں

یعنی لومڑی کو شکار میں پاؤں بچاتا ہے (کہ اس سے بھاگ جاتی ہے اور بچ جاتی ہیں) اور وہ مغرور لومڑیاں اس (بچنے) کو دم سے سمجھتی ہیں۔

عشقہا بادم خود بازند کین	می رہاند جان مارا از کمین
وہ دم سے محبت کرتی ہیں کہ اس نے	ہماری جان کو ہلاکت سے بچایا

یعنی وہ اپنی دم کیساتھ عشق بازی کرتی ہیں کہ ہماری جاں کو کمین سے یہی چھڑاتی ہے۔

از ضلالت بوسہا بردم زنند	رقص گیرند و ز شادی برجہند
نادانی سے دم کو چومتی ہیں	ناچتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں

یعنی گمراہی کی وجہ سے دم پر بوسے دیتی ہیں اور رقص کرتی ہیں اور خوشی سے کودتی ہیں (معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کے زمانہ میں یہ بات مشہور ہوگی کو لومڑی اپنی دم کو اپنے بچنے کا آلہ خیال کرتی ہے اسی بناء پر مولانا نے یہ لکھا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

روبہا پارا نگہدار از تجر	پا جو بنود دم چہ سودائے خیرہ سر
اے لومڑی! تجر سے پاؤں کا بچاؤ کر	اگر پاؤں نہ ہوتے تو اے بیوقوف! دم سے کیا فائدہ ہے؟

یعنی اے روباہ کلوخ سے پاؤں کی حفاظت کر کہ جب پاؤں نہ ہوگا تو اے شوخ چشم دم کا کیا فائدہ۔ اب اس مثال کے مطابق فرماتے ہیں کہ۔

ماچو روباہاں و پائے ما کرام	میرہاند مان ز صد گون انتقام
ہم لومڑی کی طرح ہیں ہمارے پاؤں بزرگ ہیں	ہمیں سینکڑوں قسم کی سزا سے نجات دیتے ہیں

یعنی ہم تو لومڑیوں کی طرح ہیں اور ہمارے پاؤں (اولیاء) کرام ہیں کہ ہم کو (حق تعالیٰ کے) سینکڑوں قسم کے انتقاموں سے (اپنی دعاء سے) بچاتے ہیں۔

حیلۂ باریک مان چون دم ماست	عشقہا بازیم بادم چپ و راست
ہماری نازک تدبیر ہماری دم کی طرح ہے	ہم دائیں بائیں سے دم سے عشق بازی کرتے ہیں

یعنی ہمارے حیلہائے دقیقہ مثل ہماری دم کے ہیں کہ ہم دم کے ساتھ چپ و راست عشق بازی کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم کو بلاؤں سے چھڑاتی تو ہے ان بزرگوں کی دعا اور ہم اپنی تدابیر سے سمجھتے ہیں تو وہی مثل ہوئی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لومڑی کو آفات سے بچاتا تو ہے پاؤں اور سمجھتی ہے کہ دم نے بچایا۔

دم بجنبانیم ز استدلال و مکر	تا کہ حیران ماند از ما زید و بکر
ہم حجت بازی اور مکر کی دم ہلاتے ہیں	تا کہ ہم سے زید اور بکر حیران ہو جائیں

یعنی ہم استدلال و مکر کی دم ہلاتے ہیں تا کہ ہم سے زید و بکر حیران ہوں۔ یعنی ہم تدابیر کرتے ہیں اور اس لئے تا کہ لوگ سمجھیں کہ بڑے عاقل ہیں۔

طالب حیرانئ خلقان شدیم	دست طمع اندر الوہیت زدیم
ہم لوگوں کی حیرانی کے طلبگار بن گئے ہیں	ہم نے خدائی میں لالچ کا ہاتھ ڈالا ہے

یعنی لوگوں کی حیرانی کے ہم طالب ہیں اور طمع کا ہاتھ الوہیت میں مارتے ہیں۔ یعنی افسوس ہے کہ ہم بڑا بننا چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری تدابیر اور افعال کو دیکھ کر ہماری تعریف کریں یہ حق تو خدا کا ہے کہ وہ یہ چاہے کہ میری مصنوعات کو لوگ دیکھ کر حیران ہوں انسان کا یہ حق نہیں ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ۔

تا بافسون مالک دلہا شویم	ایں نمی بینم ما کاندر گویم
تا کہ فریب کے ذریعہ ہم دلوں کے مالک بن جائیں	ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم گڑھے میں ہیں

یعنی تا کہ افسوں سے ہم دلوں کے مالک ہو جاویں۔ اور ہم یہ نہیں دیکھتے کہ ہم (خود) گڑھے میں ہیں۔

در گوئے و در چھے اے قلتبان	دست وادار از سبال دیگران
اے بے غیرت! تو گڑھے اور کنویں میں ہے	دوسروں کی مونچھوں سے ہاتھ ہٹا

یعنی ارے دیوث تو خود گڑھے اور کنویں میں ہے تو دوسرے کے کپڑوں سے دست اٹھا۔ یعنی ابھی سے تم اوروں کو کیا بلا رہے ہو۔ بلکہ

چون بہ بستانے رسی زیبا و خوش	بعد ازان دامان خلقان گیر و کش
جب تو کسی اچھے اور خوشنما باغ میں پہنچے	اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑ اور کھینچ

یعنی جب تو کسی زیبا و خوش باغ میں پہنچ جاوے گا اس کے بعد لوگوں کا دامن پکڑنا اور کھینچنا۔

اے مقیم حبس چار و پنج و شش	نغز جائے دیگران را ہم بکش
اے چار اور پانچ اور چھ کے قید خانے میں مقیم	کیا اچھی جگہ ہے دوسروں کو بھی کھینچ لے

یعنی اے وہ شخص کہ چار و پنج و شش کی قید میں مقیم ہے۔ اس عمدہ جگہ میں تو دوسروں کو بھی کھینچ لے۔ مصرعہ ثانی تمسخراً ہے اور چار سے مراد عناصر اربعہ اور پنج سے مراد حواس خمسہ اور شش سے مراد جہات ستہ اور مقصود ان سب سے ناسوت مطلب یہ کہ اے شخص جو کہ ابھی ناسوت ہی میں پھنسا ہوا ہے ذرا اس مقام خوش میں ہمیں بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

بلانا۔ اور ذرا اوروں کی بھی خبر لینا یہ صرف استہزاء کے طور پر ہے یعنی تم خود ایسی جگہ ہو اوروں کو معاف رکھو۔

اے چو خر بندہ حریف کون خر	بوسہ گاہے یافتی مارا ببر
اے وہ کہ جو گدھے والے کی طرح گدھے کی مقعد کا یار ہے	تو نے ابھی بوسہ گاہ پا لی ہے ہمیں بھی لے چل

یعنی اے خربندہ کی طرح خر کا حریف ہے تو نے تو ایک بوسہ گاہ پا لیا ہے ہمیں بھی لے چل۔ اس میں بھی مصرعہ ثانی استہزاء ہے اور خربندہ اس کو کہتے ہیں جو گدھے کے پیچھے اس کو ہکاتا ہوا چلتا ہے اور کون خر سے ماد دنیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ وہ خربندہ کون خر سے لگا رہتا ہے اسی طرح تم دنیا میں لگے ہوئے ہو۔ تو اب تم نے تو وہی کون خر بوسہ گاہ پالی ہے۔ بھئی ذرا ایسی جگہ تو ہمیں بھی لے چلنا۔ نعوذ باللہ۔

چوں نداوت بندگی دوست دست	میل شاہی از کجایت خاستت
جبکہ دوست کی غلامی تیرے ہاتھ نہیں آئی ہے	تو تجھ میں شاہی کی تمنا کہاں سے آئی ہے؟

یعنی جب تیری مدد دوست کی بندگی نے نہیں کی ہے تو تیرے اندر میلان شاہی کہاں سے آ گیا۔ مطلب یہ کہ ابھی چھوٹے تو بن تو چھوٹے بنے نہیں اور بڑے بننے کی تمنا ہے۔

در ھوائے آنکہ گویندت زہے	بستہ بر گردن جانت زہے
اس خواہش میں کہ لوگ تجھے واہ واہ کہیں	تو نے اپنی گردن میں پھندا ڈالا ہے

یعنی اس محبت میں کہ لوگ تم کو اچھا کہیں تم نے اپنی گردن جان پر ایک زہ (کمان کی) باندھ لی ہے یعنی اس کے مارے اپنے گلے میں پھانسی ڈال رکھی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

روبہا ایں دم حیلت را بہل	وقف کن دل بر خداوندان دل
اے لومڑی! تو اس تدبیر کی دم کو چھوڑ دے	دل والوں پر دل کو وقف کر دے

یعنی اے روباہ اس حیلہ کی دم کو چھوڑ اور دل کو اہل دل پر وقف کر دے۔ یعنی ان کا ہو رہ۔

در پناہ شیر کم ناید کباب	روبہا تو سوئے جیفہ کم شتاب
شیر کی پناہ میں کبابوں کی کمی نہیں ہوتی ہے	اے لومڑی! تو مردار کی طرف نہ دوڑ

یعنی شیر کی پناہ میں کباب کم نہیں آتے۔ اے روباہ تو مردار کی طرف مت دوڑ۔

مطلب یہ کہ بزرگوں کی خدمت میں رہ کر انشاء اللہ دنیا بھی سنوری رہے گی اور دین بھی درست رہے گا۔

اور یہ بات مشاہد ہے جس کا دل چاہے آ کر مشاہدہ کرے کچھ دن کسی کامل کے پاس رہ کر دیکھئے انشاء اللہ دنیا کی بھی پریشانی رہے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کی دعا کیوں نہ مقبول ہوتی کیونکہ فانین کی دعا تمام لوگوں کی دعا کے مانند نہیں ہوتی بلکہ وہ تو اور ہی قسم کی ہوتی ہے کیونکہ وہ دعا محض اس کی طرف سے نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ ایک معنی کر حق سبحانہ کا کلام ہوتا ہے کیونکہ وہ تو فنا فی اللہ ہو چکا ہے اس لئے اس کے افعال منسوب بحق سبحانہ ہوں گے اور یوں کہا جاوے گا کہ گویا کہ حق سبحانہ ہی دعا کر رہے ہیں اس لئے وہ دعا اور اجابت ہر دو خدا ہی کی طرف سے ہوں گی۔اس دعا میں مخلوق کا بالکل واسطہ نہیں ہوتا بلکہ فرط محویت کے سبب جسم اور جان کو بھی اس کی خبر نہیں ہوتی۔ بس جب دعا کرنے والا بھی خدا ہی ہے اور دعا قبول کرنے والا بھی خدا ہی ہے تو قبول نہ ہونے کے کوئی معنی نہیں۔لہذا قبول ہوئی اور ان کو نجات مل گئی یاد رکھو بندگان خدا نہایت رحیم اور بہت بردبار ہوتے ہیں اور اصلاح امور میں حق سبحانہ کی عادت رکھتے ہیں۔یعنی یہ لوگ سخت موقع پر اور مصیبت کے دن بدوں کسی معاوضہ کے مہربان اور مددگار ہوتے ہیں پس اے مصائب روحانیہ میں مبتلا لوگو ان حضرت کو ڈھونڈو تا کہ یہ تم کو ان مصائب سے نجات دلائیں اور اگر ہنوز مصیبت واقع نہیں ہوئی تب بھی ان کو غنیمت سمجھو کہ یہ اس کے لئے سپر ہوں گے۔ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں کہ ان حضرات کی قدر نہیں کرتے اور صلاح کار کو اپنی تدابیر اور کوششوں کا نتیجہ سمجھتے ہیں۔دیکھو کشتی گرداب میں سے نکلی تو عالی حوصلہ دقوقی کی دعا سے اور اہل کشتی کو اپنی کوشش پر گمان ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس بلا سے بچنے میں انہیں کے ہاتھ کا تیر نشانہ پر لگا ہے اور یہ انہیں کی قادر اندازی ہے لہذا ان کی مثال ایسی ہے جیسے کو لومڑیوں کو شکار میں نجات تو ان کے پاؤں دیتے ہیں اور بھولی لومڑیاں اس کو دم کا فعل سمجھتی ہیں اور یہ سمجھ کر کہ دم ہی ہم کو کمین صیاد سے نجات دلاتی ہے اس پر عاشق ہو جاتی ہیں اور اپنی جہالت سے اسے چومتی چاٹتی ہیں۔اور فرط انبساط میں ناچتی اچھلتی کودتی ہیں۔ان سے کوئی کہے کہ اری لومڑی پاؤں کی قدر کر اور اسے ڈھیلے سے بچا۔اب ایسا نہ ہو کہ یہ لنگڑا ہو جائے اور تو ماری جاوے۔اگر پاؤں نہ رہا تو یاد رکھ کہ دم کسی کام کی نہیں۔علیٰ ہذا ہم بھی لومڑیاں ہیں اور ہمارے پاؤں یعنی ہم کو مصائب سے نجات دلانے والے یہ حضرات اہل اللہ ہیں یہی ہم کو سینکڑوں بلاؤں سے نجات دلاتے ہیں اور ہماری اعلیٰ تدبیریں بالکل ایسی ہیں جیسی لومڑی کی دم کہ ان کو ہماری نجات میں دخل نہیں۔لیکن ہم ہیں کہ اپنی تدابیر پر فریفتہ ہیں۔اور خواہ مخواہ دم ہلاتے ہیں یعنی استدلال وحیل کو کام میں لاتے ہیں تا کہ زید وعمر و بکر ہماری تدبیروں کو دیکھ کر حیران ہوں۔کہ صاحب یہ بڑے مدبر اور پولیٹیکل ہیں۔ہم یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہماری تدبیروں سے متحیر ہو کر ہم کو مقتدا بنائیں اور سمجھیں کہ یہ جو چاہیں کر سکتے ہیں گویا کہ ہم در پردہ خدائی چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ان کے دلوں پر قبضہ کر لیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ ہم قعر ضلالت میں پڑے ہوئے ہیں۔اس سے کوئی کہے کہ ارے بھڑ دے تو تو خود

www.besturdubooks.wordpress.com

گڑھے میں گرا ہوا اور کنویں میں پڑا ہوا ہے تو لوگوں کا دامن کیوں پکڑ کر کھینچتا ہے انہیں معاف کر۔ ہاں جب تو کسی باغ میں خوش وخرم پہنچ جائے گا یعنی دولت باطنی حاصل کرلے گا اس وقت مخلوق کا دامن کھینچنا اور انہیں وہاں بلانا جہاں تو ہے آگے مولانا ایسے شخص کو علی سبیل التہکم خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عناصر اربعہ اور حواس خمسہ اور شش جہات کے جیل خانہ میں رہنے والے سبحان اللہ کیسے اچھی جگہ ہے ذرا اوروں کو کھینچ لے اور اے گدھے ہانکنے والوں کی طرح گدھوں کی مقعد چاٹنے والے بھائی کیسے عجیب بوسہ گاہ تجھے ملی ہے ذرا ہم کو بھی لے چل ہم بھی دیکھیں۔ ارے احمق جب حق سبحانہ کی غلامی تجھے حاصل نہیں ہے اور تو ابھی نفس ہی کا بندہ بنا ہوا ہے تو سلطنت کی رغبت تیرے اندر کہاں سے پیدا ہوگئی یہ تو عباد اللہ الصالحین کا منصب ہے نہ کہ اہل دنیا کا۔ بات یہ ہے کہ لوگوں کی تعریفیں حاصل کرنے کے لئے تو نے اپنی روح کو گردن میں تانت کا پھندا ڈال رکھا ہے۔ اور حب جاہ کے لئے تو اپنی روح کو مار رہا ہے ارے لومڑی کی طرح دھوکے میں پڑے ہوئے تو اپنی تدبیر کی دم کو چھوڑ اور اپنے دل کو اہل دل کے سپرد کر دے اس سے تو انشاء اللہ لذائذ سے محروم نہ رہے گا کیونکہ شیروں کی پناہ میں آ جانے کے بعد کبابوں کی کچھ کمی نہیں ہوتی۔ پس تو ان کی پناہ میں آ جا اور لذائذ حقیقیہ سے بہرہ یاب ہو اور لومڑی کی طرح مردار دنیا کی طرف مت دوڑ۔

شرح شبّیری

تو ولا منظور حق آنگہ شوئے	کہ چو جزوے سوئے کل خود روی
اے پیارے! تو اس وقت اللہ (تعالیٰ) کا منظور نظر بنے گا	جبکہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جائے گا

یعنی اے دل تو منظور حق اس وقت ہوگا جبکہ جزو کی طرح اپنے کل کی طرف چلا جاوے گا۔ یعنی تم اپنی اصل کی طرف رجوع ہو جاؤ اس وقت منظور حق ہو سکتے ہو۔

حق ہمی گوید نظر مان بر دل است	نیست بر صورت کہ آن آب وگل است
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے ہماری نظر دل پر ہے	صورت پر نہیں ہے کیونکہ وہ تو پانی اور مٹی ہے

یعنے حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر دل پر ہے اور صورت پر نہیں ہے کیونکہ وہ تو آب وگل ہے۔ حدیث میں ہے کہ ان اللہ لا ینظر الی صورکم و لکن ینظر الی قلوبکم اسی طرف اس شعر میں اشارہ ہے۔

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست	دل فراز عرش باشد نے بہ پست
تو کہتا ہے میرے بھی دل ہے	دل عرش کی بلندی پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں

یعنی تم کہتے ہو کہ ہمارے بھی دل ہے (ارے) دل تو بلندی عرش پر ہوتا ہے نہ کہ پستی میں۔ مطلب یہ کہ جو

www.besturdubooks.wordpress.com

اصل میں دل یعنی جو کہ لطائف میں داخل ہے وہ تو بالائے عرش ہی ہے باقی یہ قلب صنوبری تو متعلق قلب ہے۔ قلب نہیں ہے تو تمہارا اس دل کو دل کہنا غلط ہے آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

درگل تیرہ یقین ہم آب ہست	لیک ازان آیت نشاید آبدست
کالی کیچڑ میں بھی یقینا پانی ہے	لیکن اس پانی سے وضو (یا استنجا) مناسب نہیں ہے

یعنی تیرا کیچڑ میں یقینا پانی ہوتا ہے لیکن اس پانی سے تم کو آبدست نہ چاہئے۔

زانکہ گر آب ست مغلوب گل است	پس دل خود را مگو کاین ہم دل است
کیونکہ وہ اگرچہ پانی ہے (لیکن) مٹی سے مغلوب ہے	تو اپنے دل کو یہ نہ کہہ کہ وہ بھی دل ہے

یعنی اس لئے اگرچہ پانی ہے مگر مغلوب گل ہے پس تم اپنے دل کو بھی مت کہو کہ یہ بھی دل ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو کیچڑ میں بھی پانی ہوتا ہے مگر وہ پانی بے کار رہتا ہے اور کسی کام کا نہیں ہوتا اس سے طہارت حاصل نہیں ہو سکتی اسی طرح اگرچہ تمہارا قلب صنوبری نام کا دل ہے مگر اصلی دل جس کا کام توجہ الی الحق ہے نہیں ہے۔

آں دلے کز آسمانہا برتر ست	آں دل ابدال یا پیغمبر ست
وہ دل جو آسمانوں سے بھی بلند ہے	وہ ابدال کا دل یا پیغمبر کا دل ہے

یعنی جو دل کہ آسمانوں سے برتر ہے وہ دل یا تو اولیاء اللہ کا ہے یا پیغمبروں کا ہے (اس کی یہ حالت ہے کہ)

پاک گشتہ آں زگل صافی شدہ	در فزونی آمدہ وافی شدہ
وہ پاک ہو گیا ہے مٹی سے صاف ہو گیا ہے	ترقی میں آکر بھرپور ہو گیا ہے

یعنی وہ گل سے پاک شدہ ہے اور صاف شدہ ہے اور ترقی میں آیا ہوا ہے اور کافی ہے۔

ترک گل کردہ سوئے بحر آمدہ	رستہ از زنداں وگل بحرے شدہ
مٹی کو چھوڑ کر سمندر کی طرف آ گیا ہے	وہ مٹی کی قید سے آزاد ہو کر سمندر بن گیا ہے

یعنی اس نے گل کو ترک کر دیا ہے اور بحر کی طرف آیا ہے اور زندان وگل سے چھوٹ کر بحر کی طرف آیا ہوا ہے گل سے مراد ناسوت اور بحر سے مراد حضرت حق مطلب یہ کہ وہ دل اولیاء انبیاء کا اس ناسوت سے قطع تعلق کر کے متوجہ بحق ہو چکا ہے۔

آب ما محبوس گل ماندست ہین	بحر رحمت جذب کن ما را از طین
خبردار! ہمارا پانی مٹی میں پھنسا ہوا ہے	اے رحمت کے سمندر! ہمیں مٹی سے چوس لے

یعنی ہمارا آب گل میں پھنسا ہوا ہے ہاں اے بحر رحمت ہم کو طین سے جذب کر لے یعنی ہمارا قلب ناسوت میں پھنسا ہوا ہے اے اللہ اس کو اپنی طرف جذب فرما لیجئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بحر گوید من ترا در خود کشم	لیک میدانی کہ من آب خوشم
سمندر کہتا ہے میں تجھے کھینچ تو لوں	لیکن تو شیخی بگھارتا ہے کہ میں صاف پانی ہوں

یعنی بحر کہتا ہے کہ میں تجھے اپنے میں کھینچ تو لوں لیکن تو تو یہ جانتا ہے کہ میں آب خوش ہوں۔

لاف تو محروم می دارد ترا	ترک آن پندار کن در من درآ
تیری شیخی تجھے محروم رکھتی ہے	اس غرور کو چھوڑ دے میرے اندر آ جا

یعنی تیری شیخی تجھے محروم رکھتی ہے تو اس پندار کو ترک کر اور میرے اندر چلا آ۔ مطلب یہ کہ جب دعاء کرتے ہیں تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تجھے جذب تو کرلوں مگر تو تو اپنے کو کامل سمجھے ہوئے ہے اس لئے خود ادھر آنا ہی نہیں چاہتا تو اس بت پندار کو توڑ ڈال اس کے بعد آ پھر دیکھ جذب ہوتا ہے یا نہیں۔

آب وگل خواہد کہ در دریا رود	گل گرفتہ پائے او را مے کشد
مٹی میں کا پانی چاہتا ہے کہ سمندر میں چلا جائے	مٹی پانی کا پاؤں پکڑتی ہے اور اس کو کھینچتی ہے

یعنی آب وگل چاہتا ہے کہ دریا میں جاوے مگر گل اس کے پاؤں پکڑے ہوئے کھینچ رہی ہے مطلب یہ کہ قلب متوجہ بحق ہونا چاہتا ہے مگر یہ اشیاء ناسوتی اس کو اپنی طرف کھینچے ہوئے ہیں اور اس طرف جانے نہیں دیتیں۔

گر رہاند پائے خود از دست گل	گل بماند خشک واوشد منتقل
اگر وہ اپنا پاؤں مٹی سے چھڑا لے	مٹی خشک رہ جائے وہ مستقل بن جائے

یعنی اگر یہ اپنے پاؤں دست وگل سے چھڑا لے تو گل تو خشک رہ جاوے اور یہ منتقل ہو جاوے مطلب یہ کہ اگر یہ اس ناسوت سے قطع تعلق کر دے تو یہ ناسوت تو یونہی رہ جاوے اور یہ ملکوت کی طرف منتقل ہو جاوے آگے اس مثال کو خود تطبیق دیتے ہیں کہ۔

آن کشیدن چیست از گل آب را	جذب تو نقل و شراب ناب را
مٹی کا پانی کو کھینچنا کیا ہے؟	تیرا چبینا اور خالص شراب کو جذب کرنا

یعنی وہ کھینچنا گل کی طرف سے آب کو کیا ہے تمہارا نقل کو اور شراب ناب کو جذب کرنا ہے۔ نقل کہتے ہیں اس شئے کو جو بعد شراب کے کھائی جاتی ہے مراد تلذذات وتنعمات مطلب یہ کہ تم جو ان تلذذات وتنعمات میں پھنسے ہوئے ہو بس یہی عالم ناسوت کی طرف کشش ہے۔

ہمچنیں ہر شہوتے اندر جہان	خواہ مال وخواہ جان وخواہ نان
اسی طرح دنیا کی ہر شہوت	خواہ مال اور خواہ مرتبہ اور خواہ گھر اور مال

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اسی طرح ہر شہوت جان میں خواہ وہ مال ہو خواہ جان ہو خواہ نان ہو۔

خواہ ملک و خانہ و فرزند وزن	خواہ باغ و مرکب و تیغ و مجن
خواہ سلطنت اور گھر اور اولاد اور بیوی	خواہ باغ اور سواری اور تلوار اور ڈھال

یعنی خواہ باغ ہو یا مرکب ہو یا تلوار ہو یا ڈھال ہو یا ملک ہو یا گھر ہو یا فرزند وزن ہو۔

چوں نیابی آن خمارت میکند	ہر یکے زینہا ترا مستی کند
جب تجھے وہ نہیں ملتی ہے تو تجھ میں اینٹھن پیدا کر دیتی ہے	ان میں سے ہر ایک چیز تجھے مدہوش کر دیتی ہے

یعنے ہر ایک ان میں سے تجھے مستی کرتی ہے اور جب تو ان کو نہیں پاتا ہے تو تجھے خمار کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ جس قدر اشیاء ناسوتی ہم نے تم کو بتائی ہیں یہ ہی تم کو مست رکھتی ہیں اور اپنے اندر لگائے رکھتی ہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جب تم کو یہ چیزیں نہیں ملتی ہیں تو تم کو ایک قسم کا خمار ہو جاتا ہے جیسے کہ مثلاً تمبا کو کھانے والوں کو تمبا کو نہ ملنے سے ایک خمار ہوتا ہے اسی طرح ان اشیاء کے نہ ملنے سے تم کو جو ایک غم ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ ہی چیزیں جب تمہارے پاس ہوتی ہیں تو تم کو مست رکھتی ہیں آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

کہ بدان مقصود مستیت بدست	ایں خمار غم دلیل آن شدہ است
کہ اس گم شدہ سے تجھ میں مدہوشی تھی	یہ غم کی اینٹھن اس کی دلیل ہے

یعنی یہ غم کا خمار دلیل اس کی ہے کہ اس مقصود سے تم کو مستی تھی (اور اس مستی ہی کی وجہ سے ان کی طرف جذب ہوتا ہے اور تمام ملکوت سے دوری ہوتی ہے تو اب تم کو چاہئے کہ)

تانگرد و غالب و بر تو امیر	جز باندازہ ضرورت زین مگیر
تاکہ وہ تجھ پر غالب اور حاکم نہ بنے	قدر ضرورت کے سوا اس کو نہ لے

یعنی بجز اندازۂ ضرورت کے اس سے مت لے تاکہ یہ تجھ پر غالب اور امیر نہ ہو جاویں۔ (تو تجھے چاہئے تو یہ تھا مگر تو نے یہ کیا کہ)

حاجت غیرے ندارم واصلم	سرکشیدی تو کہ من صاحبدلم
مجھے دوسرے کی ضرورت نہیں ہے میں (خود واصل بحق ہوں	تو نے اس لئے سرکشی کی کہ میں خود صاحب دل ہوں

یعنی تو نے سرکشی کی کہ میں تو صاحبدل ہوں اور کسی غیر کی حاجت نہیں رکھتا میں تو واصل ہوں۔

کہ منم آب و چرا جویم مدد	آنچنانکہ آب در گل سرکشد
کہ میں تو پانی ہوں میں کیوں مدد چاہوں؟	(یہ) ایسا ہی ہے کہ پانی مٹی میں سرکشی کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جیسے کہ آب گل میں سرکشی کرنے لگے کہ میں تو آب ہوں میں مدد کیوں تلاش کروں (تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہمیشہ اسی طرح سڑے گا اور کبھی ترقی نصیب نہ ہوگی اسی طرح تم اس پندار میں پھنس کر یہیں رہ گئے ہو اور یہ عالم ناسوت تم کو ترقی سے مانع ہو گیا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

دل تو ایں آلودہ را پنداشتے	لاجرم دل زاہل دل برداشتے
تو نے اس گندے دل کو دل سمجھ لیا ہے	اسی لئے تو لامحالہ صاحب دل سے دل برداشت ہے

یعنی دل تو نے اس آلودہ کو سمجھ رکھا ہے اس لئے دل کو اہل دل سے برداشتہ کر رکھا ہے یعنی تم نے چونکہ اس دل کو دل سمجھا ہے جو آلودہ دنیا ہے اور یہ دل اہل دل کے پاس ہے۔ نہیں تو اس لئے تم ان سے دل برداشتہ ہو رہے ہو ورنہ اگر تم دل کی حقیقت سمجھ لیتے تو اہل دل سے ہرگز برداشتہ خاطر نہ ہوتے آگے بطور سوال فرماتے ہیں کہ۔

خود روا داری کہ آن دل باشد این	کہ بود در عشق شیر وانگبین
(کیا) تو خود مناسب سمجھتا ہے کہ یہ دل وہ دل ہے	جو کہ دودھ اور شہد کے عشق میں (مبتلا) ہے

یعنی کہ تم جائز رکھتے ہو کہ وہ (تمہارا) دل یہ ہووے جو کہ شیر وانگبین کے عشق میں ہوتا ہے۔

لطف شیر وانگبین عکس دل است	ہر خوشے را آن خوش از دل حاصل است
دودھ اور شہد کا لطف دل (کے لطف) کا عکس ہے	ہر مزیدار چیز کی مزیداری دل سے حاصل ہوتی ہے

یعنی شیر وانگبین میں جو لطف ہے وہ عکس دل کا ہے اور ہر خوب کے لئے وہ خوبی دل ہی سے حاصل ہے۔ مطلب یوں سمجھو کہ یہ تو معلوم ہے کہ تمام عالم مظہر ہے اسماء الٰہیہ کا اور ان میں سے مظہر اتم واکمل وجامع انسان ہے اور دیگر اشیاء خاص خاص اسماء کے مظاہر ہیں۔ پھر جس کے مظہر میں اس میں بھی ناقص ہیں اور انسان مظہریت میں کامل ہے تو اب ایسا ہے گویا کہ مظہر اسماء ہونے میں انسان تو اصل ہے اور باقی سب چیزیں اس کی فرع اور اس کے عکس ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ شیر وانگبین میں جو لطافت آئی ہے یہ بھی تو مظہر ہے اسم حق کا اور انسان اس اسم کے مظہر میں بھی اکمل ہے تو گویا کہ ان کی لطافت فرع ہے لطاف قلب کی تو کیا تم یوں چاہتے ہو کہ تمہارا قلب جو کہ اصل ہے وہ فرع اور تابع بن جاوے آگے اور اوصاف فرماتے ہیں کہ۔

پس بود دل جوہر و عالم عرض	سایۂ دل چوں بود دل را غرض
تو دل جوہر ہوتا ہے اور عالم عرض	دل کا سایہ دل کا مقصد کیسے ہو سکتا ہے؟

یعنی پس دل تو (اصل ہونے کے اعتبار سے) جوہر ہوگا اور یہ تمام عالم (تابع ہونے کے اعتبار سے) عرض ہوا۔ تو دل کا مقصود سایۂ دل کس طرح ہو جاوے گا۔ یعنی جو شے کہ تابع تھی وہ اس کا مقصود کس طرح بن جاوے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آن دلے کہ عاشق مالست و جاہ	یا زبون ایں گل و آب و سیاہ
وہ دل جو مال اور مرتبہ کا عاشق ہے	یا اس مٹی اور سیاہ پانی سے مغلوب ہے

یعنی وہ دل جو کہ عاشق مال وجاہ ہے یا اس آب وسیاہ وگل میں مغلوب ہو رہا ہے۔

یا خیالاتے کہ در ظلمات او	می پرستد شان برائے گفتگو
یا ان خیالات سے (مطلوب ہے) اندھیرے میں	جن کو وہ پوجتا ہے (ایسا دل) محض کہنے کو (دل) ہے

یعنی یا وہ خیالات کہ جو ظلمات میں ہیں ان کی پرستش کرتا ہے (تو ایسا دل) برائے گفتن ہی ہے۔

دل نباشد غیر آن دریائے نور	دل نظر گاہ خدا و انگاہ کور
دل دریائے نور کا غیر نہیں ہوتا ہے	دل خدا کا مطمع نظر ہو اور پھر اندھا ہو

یعنے دل بجز دریائے نور کے نہیں ہوتا دل نظر گاہ خدا کی ہو اور پھر اندھا ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جو دل کہ عاشق مال وجاہ یا خیالات ظلمانی ہے وہ دل ہی نہیں بلکہ دل تو وہ ہے جو کہ خالص نورانی ہے اس لئے کہ دل نظر گاہ حق ہے بھلا جو شئے کہ خدا کی نظر گاہ ہو وہ کہیں اندھی بھی ہو سکتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نے دل اندر صد ہزاراں خاص و عام	در یکے باشد کدام است آن کدام
لاکھوں خاص اور عام انسانوں میں دل نہیں ہوتا ہے	کسی ایک میں ہوتا ہے وہ کون ہے کون؟

یعنی کیا دل لاکھوں خاص و عام میں ایک ہی میں نہیں ہوتا اور وہ کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ اصلی دل والا تو لاکھوں میں ایک ہی ہوتا ہے اور پھر وہ بھی بہت کمیاب ہے۔

ریزۂ دل را بہل دل را بجو	تا شود آن ریزہ چوں کوہے ازو
دل کے ریزے کو چھوڑ دل کو تلاش کر	تاکہ ریزہ اس کی وجہ سے پہاڑ بن جائے

یعنی ریزۂ دل کو ترک کر اور (اہل) دل کو تلاش کرو تاکہ یہ ریزہ بھی اس کی وجہ سے مثل ایک کوہ کے ہو جاوے۔ ریزۂ دل سے مراد دل صنوبری ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی طرف سے التفات ہٹاؤ اور اہل دل کو تلاش کرو کہ ان کی صحبت سے تمہارا یہ دل بھی کام کا ہو جاوے گا۔

دل محیط است اندریں خطہ وجود	زر ہمی افشاں واز احسان وجود
اس عالم وجود میں دل ایک سمندر ہے	احسان اور سخاوت سے چاندی بکھیرتا ہے

یعنی اہل دل اس خطہ وجود کو محیط ہیں اور احسان وجود سے زر افشانی کر رہے ہیں۔

از سلام حق سلامتہا نثار	میکند بر اہل عالم ز اختیار
اللہ (تعالیٰ) کی سلامتی سے سلامتیاں نچھاور	کرتا رہتا ہے دنیا والوں پر (اپنے) اختیار سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حق تعالیٰ کے سلام سے سلامتیاں اہل عالم پر اپنے اختیار سے نثار کر رہے ہیں۔ اہل دل سے یہاں مراد قطب الارشاد ہے مطلب یہ ہے کہ قطب الارشاد جو ہوتا ہے تمام خطہ عالم پر محیط ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی طرف سے سلامتیوں کو اہل عالم پر نثار کرتا ہے۔

ہر کرا دامن درست ست او معد	آن نثار دل بر آنکس مے رسد
جس کا دامن درست اور تیار ہے	دل کا وہ نچھاور اس کو پہنچتا ہے

یعنی جس شخص کا دامن درست ہے اور درست ہے وہ (اہل) دل کا نثار اس پر پہنچتا ہے۔

دامن تو آن نیاز است و حضور	ہیں منہ در دامن آن سنگ فجور
تیرا دامن ' نیاز مندی اور حاضری ہے	خبردار! دامن میں بدکاری کا پتھر نہ رکھ

یعنی تمہارا دامن و نیاز مندی اور حضور ہے تو تم اپنے دامن میں سنگ فجور مت بھرو۔

تا ندرد دامنت زان سنگہا	تا بدانی نقد را از رنگہا
تاکہ ان پتھروں سے تیرا دامن نہ پھٹے	خبردار! کھرے اور کھوٹوں کو سمجھ لیتا

یعنی تاکہ تمہارا دامن ان پتھروں سے پھٹ نہ جائے اور تاکہ تم نقد کو رنگوں سے (ممتاز کر کے) جان لو۔ مطلب یہ ہے اگر تم کو نیاز مندی اور حضور قلب حاصل ہے تو تم پر وہ نثار ابھی پہنچے گا اور تم اس سے فیضیاب ہو گے اور اگر تم نے اس دامن نیاز و حضور کو سنگہائے فسق و فجور سے بھر کر پھاڑ لیا تو اس وقت تم ان فیوض کو ان حضرات سے حاصل نہیں کر سکتے۔

سنگ پر کردی تو دامن از جہاں	ہم ز سنگ سیم و زر چوں کودکاں
تونے دنیا میں دامن پتھروں سے بھر لیا	بچوں کی طرح چاندی اور سونے کے پتھروں سے

یعنی تم نے دامن کو اس جہان سے پر زسنگ کر لیا ہے اور سیم و زر کے پتھروں سے بھی مثل بچوں کے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نادان بچے پتھروں کو روپے پیسے سمجھ کر ان سے دامن بھر لیتے ہیں اسی طرح تم نے ان ملذذات و تنعمات کو لذیذ جان کر ان سے اپنے دامن کو پر کر لیا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارا وہ دامن نقدی پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

آں خیال سیم و زر چوں زر نبود	دامن صدقت درید و غم فزود
یہ خیالی چاندی اور سونا چونکہ سونا نہ تھا	اس نے تیرا سچائی کا دامن پھاڑ دیا اور غم بڑھا دیا

یعنی وہ خیال سیم و زر کا جب زر نہ تھا تو تمہارے دامن صدق کو اس نے پھاڑ دیا اور غم زیادہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جس کو تم زر سمجھتے تھے چونکہ اصل میں وہ زر نہ تھا لہٰذا اس کو جب تم نے اپنے دامن میں بھرا تو پتھروں نے تمہارے دامن نیاز و حضوری و تقویٰ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کے نماید کودکاں را سنگ سنگ	تا نگیر عقل دامن شاں بچنگ
بچوں کو پتھر' پتھر کب نظر آتا ہے؟	جب تک عقل چنگل سے ان کا دامن نہ تھام لے

یعنی بچوں کو سنگ سنگ کب معلوم ہوتا ہے جب تک کہ ان کے دامن کو عقل چنگل میں نہ پکڑ لے۔ مطلب یہ کہ جب تک بچوں کو عقل نہیں آتی اس وقت تک وہ پتھر کو پتھر نہیں سمجھتے بلکہ ان کو روپیہ پیسہ سمجھ کر ان سے خوش ہوتے ہیں۔ اسی طرح جب تک ہم کو عقل باطن حاصل نہ ہوگی اس وقت تک ہم ان تلذذات وتنعمات کو مایۂ حیات سمجھیں گے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ ہم تو بچے نہیں ہماری تو عمر اسی برس کی ہوگئی ہے تو ہم جو اس دنیا میں لگے ہوئے ہیں ہم اس میں داخل نہیں ہیں۔ مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

پیر عقل آمد نہ آں موئے چو سفید	مونئی گنجد دریں بحث امید
پیر عقل ہوتی ہے نہ کہ وہ سفید بال	اس بحث اور امید میں بالوں کی گنجائش نہیں ہے

یعنی پیر تو عقل ہوتی ہے نہ وہ دودھ جیسے بال اور اے درویش اس جگہ بال بھی نہیں سماتا۔ مطلب یہ ہے کہ بزرگی بعقلست نہ بسال اس سے کچھ نہیں ہوتا کہ اسی برس کے بوڑھے ہوگئے کام تو اس سے چلتا ہے کہ عقل ہو۔ تو جب دین کی عقل تم کو نہیں ہے تو تم ابھی بچے ہو۔ ایک اور جگہ مولانا خود فرماتے ہیں کہ۔

خلق اطفال اند جز مست خدا نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا

آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے اہل اللہ کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دی تھی یہ مضمون بھی اسی کا تتمہ ہے اور فرماتے ہیں کہ اے دل تو منظور بنظر رحمت حق اس وقت ہوگا جب کہ تو جزو کی طرح اپنے کل کی طرف راجع ہوگا اور اس سے اتصال پیدا کرے گا۔ اس شعر میں بظاہر دل کو خطاب ہے مگر فی الحقیقت اس کے مخاطب اہل دل ہیں اور مطلب یہ ہے کہ اے لوگو تمہارا دل منظور حق اس وقت ہوگا جبکہ اس کو اہل اللہ کے قلوب سے اتصال ہو اس سے معلوم ہوا کہ جزو سے مراد قلوب عوام ہیں اور کل سے مراد قلوب عرفا۔ اب سمجھنا چاہئے کہ قلوب عوام کو جزو ان کے نقصان کے بنا پر کہا گیا ہے۔ اور قلوب اہل اللہ کو کل ان کے کمال کے بنا پر فرمایا گیا ہے۔ اور یہ جزویت اور کلیت تشبیہی ہے نہ کہ تحقیقی ہے جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سنو کہ کوئی اعتراض کرسکتا تھا کہ حدیث میں وارد ہے۔ ان اللہ لا ینظر الی صورکم واعمالکم ولکن ینظر الی قلوبکم ونیاکم اور قلوب میں ہمارا قلب بھی داخل ہے اور شرط کوئی ہے نہیں۔ تو ہمارا دل منظور نظر حق کیوں نہ ہوگا۔ اور اس کی منظوریت اس شرط پر کیوں معلق ہوگی مولانا آگے اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہماری نظر دل پر ہے۔ صورت پر نہیں اور صورت کے منظور حق منظور نہ ہونے

www.besturdubooks.wordpress.com

کی وجہ ہے کہ وہ آب وگل ہے اور آب وگل منظور نظر نہیں ہو سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دل کوئی اور شے ہے جو مغائر ہے آب وگل کے اور تمہارا دل آب وگل سے علیحدہ نہیں لہذا وہ صورت میں داخل ہوگا اور قلوب میں داخل نہ ہوگا جب صور میں داخل ہوگا تو منظور نظر نہیں ہو سکتا۔ اور قلوب میں داخل ہونا اس کا موقوف ہے اتصال بقلوب اہل اللہ پر۔ پس ثابت ہوا کہ اس کا منظور حق ہونا موقوف ہے اتصال بہ قلوب اہل اللہ پر وہو المدعے تم کو غلطی یوں ہوئی کہ تم اپنے دل کو دل سمجھ بیٹھے حالانکہ وہ دل نہیں کیونکہ دل مجردات سے ہے اس کا مرتبہ تو عرش سے بھی بالا ہے وہ کوئی ناسوتی شئے نہیں۔ پس اگر اس پر تجرد غالب ہے تو وہ دل ہے اور اگر جسمانیت کا غلبہ ہے تو وہ دل نہیں اور تیرے دل پر جسمانیت اور ناسوتیت غالب ہے پس وہ دل کیسے ہو سکتا ہے اس کو تم یوں سمجھو کہ چھوڑے میں یقیناً پانی ہوتا ہے لیکن وہ پانی اس قابل نہیں ہے کہ اس سے وضو یا استنجا کیا جاوے کیونکہ گو وہ اپنی ذات کے لحاظ سے پانی ہے لیکن مٹی سے مغلوب ہو کر اس نے مٹی کا حکم حاصل کر لیا ہے پس یہی حالت تمہارے دل کی ہے کہ گو وہ اپنی ذات سے مجرد اور قلب ہے مگر انہماک فی الناسوت کے سبب وہ بھی حکماً ناسوتی ہو گیا ہے اور اس قابل نہیں کہ احکام قلب اس کے لئے ثابت ہوں۔ پس اب نہ کہنا کہ میرا دل بھی دل ہے اور اس کو بھی منظور حق ہونا چاہئے تیرا اور تیرے امثال کا دل ہرگز دل نہیں۔ کیونکہ وہ ناسوت میں منہمک ہے بلکہ دل تو اہل اللہ کا دل ہے خواہ انبیاء ہوں یا اولیاء کیونکہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ دل عرش سے بالاتر ہے اور جو عرش سے بالاتر ہے وہ قلب اولیاء اللہ یا قلب انبیاء ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دل حقیقۃً قلب اہل اللہ ہے وہ گل سے پاک اور کامل ومکمل ہے وہ گل یعنے عالم ناسوت کو چھوڑ کر سمندر میں مل گیا ہے اور عالم ناسوت کی قید سے چھوٹ کر اور بحر حقیقی یعنی حق سبحانہ سے اتصال پیدا کر کے خود بھی ایک سمندر ہو گیا ہے پس جو قلب اس سے اتصال پیدا کر لیں گے وہ بھی دل سمندر ہو جائیں گے۔ یہاں تک پہنچ کر مولانا پر ایک حال طاری ہوتا ہے اور مناجات کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اے اللہ ہمارا پانی یعنی دل مٹی یعنی عالم ناسوت میں مقید ہو کر رہ گیا ہے اے بحر رحمت ہم کو اس جیل خانہ سے نکالئے اور اپنے ساتھ متصل کر کے ہمارے پانی یعنی دل کو بھی سمندر بنا دیجئے۔ اس کے بعد اس سے افاقہ ہوتا ہے اور پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سمندر یعنی اہل اللہ تم سے یہی کہتا ہے کہ میں تم کو بھی اپنے اندر جذب کر سکتا ہوں مگر رحمت تو یہ ہے کہ تم غرور میں مرے جاتے ہو اور کہتے ہو کہ میں تو خود پانی ہوں مجھے اس پانی کی کیا ضرورت ہے یہ تمہاری شیخی تمہیں محروم کر رہی ہے۔ پس تم غرور کو چھوڑ دو اور مجھ میں مل کر دریا ہو جاؤ۔ اب مولانا اس کھنچنے کا منشا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آب وگل یعنی تمہارا دل بالطبع تو یہی چاہتا ہے کہ دریا میں جا ملے لان الجنس الی الجنس یمیل لیکن مٹی اس کے پاؤں کو پکڑ کر کھینچتی ہے اور جانے نہیں دیتی۔ ایسی حالت میں اگر وہ مٹی سے اپنا پاؤں چھڑا لے تو مٹی خشک رہ جائے اور وہ اس سے نکل کر چلا جاوے۔ اب یہ سمجھو کہ مٹی کے پانی کو کھینچنے کا کیا مطلب ہے وہ یہ کہ تم کو خواہش ہے نقل اور شراب ناب کی یہی وہ کشش ہے جو دل کو اتصال یا اہل اللہ سے مانع ہوتی ہے اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو اتصال سے روکتی ہے علیٰ ہذا دنیا میں جو مرغوب چیز

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے خواہ مال ہو خواہ جان خواہ عزیز و اقارب خواہ باغ خواہ سواری خواہ تلوار خواہ ڈھال خواہ ملک خواہ گھر خواہ بیوی بچے سب کی یہ ہی حالت ہے اور انہوں نے تم کو مست کر رکھا ہے کیونکہ جب وہ تم کو نہیں ملتے تو ان کے خمار سے تمہارا بدن ٹوٹتا رہتا ہے یہ خمار غم اس کی دلیل ہے کہ تم ان اشیاء میں مست ہو لیکن یہ مناسب نہیں بلکہ ضرورت سے زیادہ ان اشیاء کو مت حاصل کرو تاکہ یہ تم پر غالب اور حاکم ہو کر تم کو برباد نہ کر دیں غرض کہ تو نے ان اشیاء میں مست ہو کر یہ خیال باطن ذہن میں جما لیا کہ میں صاحب دل ہوں اور میرا دل منظور حق ہے اور میں واصل ہوں اور اس بناء پر تو اہل اللہ سے کھنچ بیٹھا۔ جس طرح کہ جوڑے کا پانی یہ سمجھ کر میں خود پانی ہوں اور مجھے آب بحر کی مدد کی کیا ضرورت ہے بحر سے کھنچ بیٹھتا ہے اور تو نے اپنے دل کو دل سمجھ لیا پس لامحالہ تو نے اہل دل سے قطع تعلق کر لیا۔ اچھا تو ہی انصاف سے کہدے کہ کیا تو اس کو جائز رکھتا ہے کہ دل کی یہ حالت ہو کہ خدا سے غافل ہو کر دودھ اور شہد وغیرہ لذائذ کی محبت میں گرفتار ہو جاوے ہم نہیں خیال کرتے کہ تو اگر ذرا بھی انصاف سے کام لے گا تو اس کو جائز رکھے گا۔ تو اب تو ہی انصاف کرے کہ یہ تیرا دل جس کی یہ ہی حالت ہے دل کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں۔ امید ہے تو یہ ہی کہے گا کہ نہیں اور واقع میں بھی ایسا ہی ہے کیونکہ دل کا کام یہ ہرگز نہیں کہ وہ لذائذ دنیویہ میں مصروف ہو اس لئے کہ دودھ اور شہد وغیرہ کی خوبی تو خوبی دل کا عکس ہے اور جس دنیوی چیز میں جو کوئی اچھائی ہے وہ دل ہی سے حاصل ہے کیونکہ دل اگر ٹھیک ہو تو ہر چیز میں مزہ ہے اور اگر اس کی حالت خراب ہو تو پھر کسی چیز میں بھی لطف نہیں جب یہ حالت ہے تو دل اصل ہوا اور تمام عالم اس کا تابع اور عکس۔ اب تم سمجھ لو کہ عکس دل کیونکر مطلوب دل ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جو دل مال اور جاہ کا عاشق ہے یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ وہ اس جوڑے کا مغلوب ہے یا یوں کہو کہ وہ ان اشیاء کا مغلوب ہے جو ایک وہم و خیال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتیں اور جن کو وہ گھپ اندھیرے میں واقعیات سمجھ کر پوج رہا ہے۔ محض برائے نام اور کہنے کو دل ہے ورنہ حقیقت میں دل نہیں۔ کیونکہ دل تو وہی ہے جو نور سے لبریز ہو اس کے علاوہ کوئی دل نہیں کیونکہ ناممکن ہے کہ دل محل نظر خداوندی ہو اور پھر اندھا۔ اور بے نور ہو۔ پس اصل دل تو لاکھوں عوام اور خواص میں بھی نہ ملے گا۔ بلکہ ایک آدھ ہی کے پاس ہو گا لہذا اس کو تلاش کرو اور دیکھو کہ وہ کون ہے اور اپنے دل کو جس کو دل کا ایک ذرا سا ٹکڑا کہنا چاہئے چھوڑ کر دل کو ڈھونڈو۔ تاکہ یہ ریزہ ہی اس کی بدولت پہاڑ بن جاوے یاد رکھو کہ افاضہ اور استفاضہ کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اول مستفیض کی طلب بشرائط کی دوم مفیض کی عنایت و سخاوت کی سو یاد رکھو کہ مفیض کی طرف سے تو تقصیر نہیں کیونکہ دل اپنے افاضہ اور احسان وجود کے لحاظ سے عالم وجود کو محیط ہے اور وہ اپنے احسان اور اپنی سخاوت کا سونا لٹا رہا ہے اور حق سے سلامتی حاصل کر کے اپنے اختیار سے عالم پر سلامتیاں بکھیر رہا ہے جس کا دامن درست اور پھیلا ہوا ہے وہ بکھیر اس تک پہنچتی ہے اور اس سے مستفیض ہوتا ہے اب اگر کمی ہے تو تمہاری طرف سے کہ تمہارا دامن درست اور پھیلا ہوا نہیں۔ لہذا تم محروم ہو۔ پس تم کو چاہئے کہ دامن کو خالی رکھو اور اس کو پھیلاؤ۔ لیکن دامن سے متعارف دامن مراد نہیں بلکہ وہ دامن عجز اور حاضر خدمت ہونا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس تم اس دامن کو پھیلاؤ اور خالی رکھو یعنی نافرمانی کے اینٹ پتھر اس میں نہ بھرو تاکہ وہ ان پتھروں سے پھٹ کر اس بکھیر کے روکنے کے ناقابل نہ ہو جاوے۔ دیکھنا سونے اور ملمع میں امتیاز کرنا اور سونے کے بدلے اور کچھ نہ بھر لینا۔ اب تک تو نے اپنے دامن میں متعارف سونے چاندی وغیرہ کے پتھر بھرے اور تیری مثال لڑکوں کی سی ہوگئی کہ جس طرح وہ پتھروں کو چاندی سونا سمجھ کر دامن بھر لیتے ہیں یوں ہی تو نے اس متعارف چاندی سونے کو اصل چاندی سونا سمجھ کر دامن بھر لیا۔ اس کے بوجھ سے تیرا دامن صدق وخلوص پھٹ گیا۔ یعنی ان کی محبت میں پھنس کر تیرے اندر اہل اللہ کے ساتھ اخلاص نہ رہا۔ اور چونکہ وہ خیال چاندی سونا اصلی چاندی سونا نہ تھا اس لئے واقع میں غم ہی بڑھا۔ خوشی کچھ بھی نہ ہوئی۔ گو وہ غم تم کو محسوس نہیں ہوتا جس کی وجہ یہ ہے کہ تم اس چاندی سونے کو حقیقی چاندی سونا سمجھتے ہو اور خیالی نہیں سمجھتے۔ اور یہ بعید نہیں کیونکہ جب تک عقل ان کو نہیں سنبھالتی اس وقت تک لڑکوں کو بھی پتھر پتھر نہیں معلوم ہوتے۔ بلکہ وہ اس کو سونا ہی سمجھتے ہیں تم کو یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ بچوں کو تو بچپن کی وجہ سے دھوکہ ہوتا ہے ہم تو بڈھے ہیں ہم کو دھوکہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ بزرگی بعقلست نہ بسال بڑا تو آدمی عقل سے ہوتا ہے سفید بالوں سے نہیں ہوتا یہاں بالوں کو کچھ بھی دخل نہیں پس چونکہ تمہیں عقل نہیں اس لئے اب بھی بچے ہی ہو۔

شرح شبیری

اس جماعت اولیاء کا دقوقی کی دعا وشفاعت کو سن کر سمجھنا اور غائب ہو جانا اور دقوقی کا حیران ہونا کہ یہ لوگ ہوا میں اڑ گئے یا زمین میں چھپ گئے

چوں رہید آں کشتی و آمد بکام	شد نماز آں جماعت ہم تمام
جب کشتی نجات پا گئی اور مقصود تک پہنچ گئی	ان لوگوں کی نماز بھی پوری ہو گئی

یعنی جب وہ کشتی چھوٹ گئی اور اپنے مقصود پر آ گئی تو اس جماعت کی نماز بھی پوری ہو گئی۔

فجیجے افتاد شاں باہمدگر	کیں فضولی را کہ کرد از ما زشر
ان میں آپس میں کھس پھس ہوئی	کہ شرارت کی وجہ سے یہ بیکار کام ہم سے کس نے کیا ہے؟

یعنی ان لوگوں میں آپس میں ایک کچ پچ پڑ گئی کہ اس فضول حرکت کو ہم میں سے کس نے کیا ہے شر کی وجہ سے۔

ہر یکے باہمدگر گفتند سر	از پس پشت دقوقی مستتر
ہر ایک نے دوسرے سے آہستہ سے کہا	دقوقی کے پیٹھ پیچھے پوشیدہ طور پر

یعنی ہر ایک نے ایک دوسرے سے چپکے چپکے دقوقی کی پس پشت کہا۔ یعنی سب نے ایک دوسرے سے ان کی پس پشت پوچھا کہ یہ حرکت کس نے کی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت ہر یک من نکردستم کنوں	ایں دعا نے از بروں نے از دروں
ہر ایک نے کہا میں نے نہیں کی ہے، اب	یہ دعا نہ بظاہر نہ بباطن

یعنی ہر ایک نے کہا کہ میں نے اس وقت یہ دعا نہ باہر سے کی ہے اور نہ اندر سے یعنی نہ لب سے کچھ دعا کی اور نہ دل سے۔ بات یہ ہے کہ ان لوگوں کو اتنا تو کشف ہوا کہ کسی نے دعا کی ہے اور یہ بھی ہوا کہ کی ہے ہم میں سے ہی مگر یہ پتا نہ چلا کہ کس نے کی ہے اس لئے یہ ساری گڑبڑ ہوئی۔

گفت مانا کایں امام ماز درد	بوالفضولانہ مناجاتے بکرد
کہا یقیناً ہمارے اس امام نے درد کی وجہ سے	فضولیوں کی طرح دعا کی ہے

یعنی وہ بولے کہ یقیناً ہمارے اس امام نے درد کی وجہ سے بوالفضولوں کی طرح یہ مناجات کی ہے۔

گفت آں دیگر کہ اے یار یقیں	مر مرا ہم می نماید ایں چنیں
دوسرے نے کہا، اے دوستو! یقیناً	مجھے بھی ایسا ہی نظر آتا ہے

یعنی دوسرے نے کہا اے یار یقیناً مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔

او فضولی بودہ است از انقباض	کرد بر مختار مطلق اعتراض
انقباض کی وجہ سے وہ فضولی بنا ہے	اس نے مختار مطلق پر اعتراض کیا ہے

یعنی وہ انقباض کی وجہ سے فضولی ہو گیا ہے کہ مختار مطلق پر اعتراض کیا۔ مطلب یہ کہ کشتی کو ڈوبتے دیکھ کر اس کو انقباض ہوا اور دل دکھا تو حق تعالیٰ پر اعتراض شروع کر دیا۔ اعتراض سے یہ مراد ہے کہ اللہ میاں نے ڈوبانا چاہا اور اس نے ان کے خلاف منشاء دعا کی۔ جب ان کا اس پر اتفاق ہو گیا کہ ان ہی حضرت کی یہ دعا ہے تو وہ سب ان کے پیچھے چل دیئے آگے خود کہتے ہیں کہ۔

چوں نگہ کردم سپس تا بنگرم	کہ چہ می گویند آں اہل کرم
اس کے بعد جب میں نے نگاہ ڈالی کہ دیکھوں	یہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں؟

یعنی جب میں نے پیچھے دیکھا تا کہ میں دیکھوں کہ وہ اہل کرم کیا کہہ رہے ہیں۔

یک ازیشاں را ندیدم در مقام	رفتہ بودند از مقام خود تمام
موقع پر میں نے ان میں سے ایک کو بھی نہ دیکھا	اپنی جگہ سے سب جا چکے تھے

یعنی ان میں سے ایک کو بھی اس جگہ میں نے نہ دیکھا اور وہ سارے کے سارے اپنی جگہوں سے چل دیئے تھے۔

نے بچپ نے راست نے بالا نہ زیر	چشم تیز من نشد بر قوم چیر
نہ بائیں نہ دائیں نہ اوپر نہ نیچے	(اس) قوم پر میری تیز نگاہ نے قابو نہ پایا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی نہ بائیں تھے نہ دائیں نہ اوپر نہ نیچے میری چشم تیز اس قوم پر غالب نہ ہو سکی۔

درہا بودند گوئی آب گشت	نے نشان پاؤ نے گردے بدشت
گویا موتی تھے پانی بن گئے	نہ پاؤں کے نشان تھے نہ جنگل میں گرد تھی

یعنی وہ موتی تھے گویا کہ پانی ہو گئے کہ نشان پاؤں کا نہ کوئی گرد جنگل میں

در قباب حق شدند آندم ہمہ	در کدامیں روضہ رفتند آں رمہ
وہ سب اس وقت اللہ کے قبوں میں چلے گئے	وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی

یعنی وہ سارے اسی وقت حق تعالیٰ کے قبوں میں چلے گئے (اور نہ معلوم) وہ جماعت کون سے باغ میں چلی گئی۔

در تحیر ماندہ ام کایں قوم را	چوں بپوشانید حق بر چشم ما
میں حیرانی میں پڑ گیا کہ اس قوم کو	اللہ (تعالیٰ) نے ہماری آنکھوں سے کیسے چھپا لیا؟

یعنی میں تحیر میں رہ گیا کہ اس قوم کو حق تعالیٰ نے ہماری آنکھ سے کس طرح پوشیدہ کر دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

آنچناں پنہاں شدند از چشم او	مثل غوطہ ماہیاں در آب جو
وہ ان کی آنکھوں سے اس طرح چھپ گئے	جیسے کہ مچھلیوں کا نہر کے پانی میں غوطہ

یعنی وہ لوگ اس دقوقی کی نگاہ سے ایسے پوشیدہ ہوئے جیسے مچھلیوں کا غوطہ آب جو میں (کہ اس کا کوئی اثر ہی نہیں رہتا۔ اسی طرح ان کے جانے کا بھی کوئی نشان وغیرہ کہیں نہ تھا)

سالہا در حسرت ایشاں بماند	عمرہا در شوق ایشاں اشک راند
وہ سالوں ان کی حسرت میں رہے	ایک عرصہ تک ان کے شوق میں روتے رہے

یعنی دقوقی ان لوگوں کی حسرت میں سالہا سال تک رہے اور ایک عمر تک ان کے شوق میں آنسو بہائے۔

آگے ایک اعتراض کو بیان فرما کر اس کا جواب فرماتے ہیں کہ

تو بگوئی مرد حق اندر نظر	کے در آرد باخدا ذکر بشر
تو کہے گا کہ مرد خدا نگاہ میں	خدا کے ساتھ انسان کی یاد کو کب لاتا ہے؟

یعنی تم کہیں یہ نہ کہو کہ مرد حق اپنی نظر میں خدا کے ساتھ بشر کا ذکر کب لاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بھلا جب دقوقی مرد حق ہیں تو ان کو تلاش خدا کرنی چاہئے تھی یہ ان آدمیوں کی تلاش میں کیوں پڑے اور تلاش بھی ایسی کہ روتے روتے ایک عمر گزار دی۔ آگے جواب فرماتے ہیں کہ۔

خر ازیں مے خسپد اینجا اے فلاں	کہ بشر دیدی تو ایشاں را نہ جاں
اے فلاں! اس مقام پر گدھا اس لئے سو جاتا ہے	کہ تو نے ان کو بشر سمجھا نہ کہ جان

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے فلاں گدھا اسی وجہ سے اس جگہ سوتا ہے کہ تو نے ان کو صرف بشر دیکھا جان نہ دیکھا۔ مطلب یہ ہے کہ ترقی سے مانع یہی بات ہے اور سواری یہیں آ کر سو رہتی ہے آگے نہیں چلنے دیتی۔ کہ تم ان حضرات کو صرف بشر سمجھے ارے ان کے اندر علاوہ بشریت کے اور صفات بھی تو ہیں کہ وہ اللہ والے تھے دقوقی ان کو بحیثیت اس کے کہ وہ اللہ والے تھے تلاش کر رہے تھے نہ کہ ان کی بشریت کی وجہ سے ان کے متلاشی تھے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کار ازیں ویراں شدہ است اے مرد خام	کہ بشر دیدی مر ایشانرا چو عام
اے ناقص انسان! کام اسی وجہ سے تباہ ہوا	کہ تو نے ان کو عام (انسانوں) جیسا بشر سمجھا

یعنی اے مرد خام کام اسی وجہ سے ویران ہو گیا ہے کہ تو نے ان کو دیگر عوام کی طرح (صرف) بشر ہی دیکھا۔

تو ہماں دیدی کہ ابلیس لعین	گفت من از آتشم آدم ز طین
تو نے وہی دیکھا جو ملعون شیطان نے	کہا کہ میں آگ کا ہوں آدم مٹی کا ہے

یعنی تو نے وہی دیکھا جیسا کہ ابلیس لعین نے کہا کہ میں تو آتش سے ہوں اور آدم مٹی سے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ ابلیس نے صرف ان کا مٹی سے ہونا تو دیکھا اور ان کے دیگر کمالات نہ دیکھے۔ اسی طرح تو نے ان حضرات کا بشر ہونا تو دیکھا اور ان کے دیگر کمالات پر نظر نہ کی۔

چشم ابلیسانہ را یکدم بہ بند	چند بینی صورت آخر چند چند
شیطانی آنکھ کو فوراً بند کر لے	صورت کو کتنا دیکھے گا' آخر کتنا ' کتنا؟

یعنی اس چشم شیطانی کو ایک دم کے لئے بند کر لے اور صورت کو آخر کہاں تک دیکھے گا۔ یعنی صرف صورت کے دیکھنے کو چھوڑ کمالات پر بھی نظر کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے دقوقی باد و چشم ہمچو جو	ہیں مبرا مید و ایشانرا بجو
اے دقوقی! نہر جیسی دو آنکھوں سے	خبردار مایوس نہ ہو' اور ان کو تلاش کر

یعنی اے دقوقی اپنی دونوں ندی جیسی آنکھوں سے ان کو تلاش کر اور امید قطع مت کر۔

ہیں بجو کہ رکن دولت جستن است	ہر کشادے در دل اندر بستن است
خبردار! تلاش کر کیونکہ دولت کی اصل تلاش کرنا ہے	ہر کشادگی دل بستگی کی وجہ سے ہے

یعنی ہاں تلاش کر کہ دولت کا رکن تلاش کرنا ہی ہے اور دل میں ہر کشادگی بستہ کرنے سے ہی ہے۔ مطلب یہ کہ اولیا کی تلاش میں لگے رہو کہ یہ طلب اور تلاش ہی وہ شئے ہے کہ جو دولت باطنی کا رکن اعظم ہے اور اولیاء اللہ میں دل لگائے رکھو کہ اس دل بستگی ہی سے کشادگی دل کی حاصل ہوگی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از ہمہ کار جہاں پرداختہ	کو و کو مے گو بجاں چوں فاختہ
دنیا کے ہر کام سے فارغ ہو کر	فاختہ کی طرح (دل و) جان سے کو اور کو کہتا رہ

یعنی جہان کے تمام کاموں سے فارغ ہو کر جان و دل سے فاختہ کی طرح کو کو کہتا رہ۔ یعنی تلاش میں لگا رہ۔

نیک بنگر اندریں اے محتجب	کہ دعا را بست حق براستجب
اے مجوب! اس میں اچھی طرح غور کر	کہ اللہ نے استجب کو دعا سے وابستہ کیا ہے

یعنی اے مجوب ذرا اس میں اچھی طرح غور کر لے کہ حق تعالیٰ نے دعا کو استجب پر باندھا ہے۔ قرآن شریف میں ارشاد ہے کہ واذقال ربکم ادعونی استجب لکم تو دیکھو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دعا کرو تو میں قبول کروں گا لہٰذا چاہیے کہ حق تعالیٰ سے دعا کرے اور تلاش اور جستجو میں لگا رہے اور فرماتے ہیں کہ۔

ہر کرا دل پاک شد از اعتدال	آں دعایش میرو تا ذوالجلال
بیماری سے جس کا دل پاک ہو گیا	اس کی دعا اللہ (تعالیٰ) تک پہنچتی ہے

یعنی جس کا قلب کہ اعتدال کی وجہ سے پاک ہوتا ہے تو اس کی دعا حق تعالیٰ تک جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اول قلب کو پاک کرو اس کے بعد دعا کرو ان شاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ چونکہ یہاں دعا کا ذکر آیا ہے تو آگے اس گائے والے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب تک کہ وہ کشتی گرداب سے نکلے اور منزل مقصود تک پہنچے اتنے میں ان لوگوں کی نماز بھی ختم ہوگئی اور مقتدیوں میں آپس میں کھس پھس ہونے لگی کہ جس نے یہ دعا کی ہے ہمیں میں سے کوئی ہے ہم سے باہر نہیں ہے وہ دقوقی کے پیٹھ کے پیچھے چھپے ہوئے چپکے چپکے آپس میں اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے اور ہر ایک کہتا تھا کہ بھائی میں نے تو یہ حرکت نہیں کی نہ دل میں نہ زبان سے۔ جب سب نے انکار کر دیا تو کسی نے کہا کہ ہو نہ ہو یہ ہمارے امام صاحب ہیں کہ ان کی تکلیف سے متاثر ہو کر خواہ مخواہ دعا کی ہے۔ دوسرے نے کہا کہ یار کہتے تو ٹھیک ہو مجھے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ خواہ مخواہ ہیں کہ انہوں نے دوسروں کی تکلیف سے منقبض ہو کر مختار مطلق کی مزاحمت کی۔ اب دقوقی کہتے ہیں کہ جب میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ دیکھوں تو سہی یہ حضرات کیا باتیں کر رہے ہیں تو مجھے ایک بھی وہاں نہ دکھائی دیا کیونکہ وہ سب کے سب اپنی اپنی جگہ سے چل دیئے تھے۔ میں نے ہر چند ان کو دیکھا لیکن میری تیز نظر نہ ان پر دائیں جانب غالب آئی نہ بائیں جانب نہ اوپر نہ نیچے۔ یعنی وہ مجھے کہیں نہ دکھائی دیئے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ موتی تھے جو پگھل کر پانی ہوگئے کہ نہ پاؤں کا نشان ہے جنگل

www.besturdubooks.wordpress.com

میں دھول اڑتی ہے غرضکہ وہ حق سبحانہ کے قبوں میں چلے گئے۔ اور معلوم نہیں کہ وہ کس باغ میں چلدیئے مجھے حیرت ہے کہ ان لوگوں کو حق سبحانہ نے دفعۃً میری نظر سے کیوں غائب کر دیا اور اس میں کیا مصلحت تھی وہ دفعۃً یوں غائب ہو گئے جیسے مچھلیاں ندی میں غوطہ مار جاتی ہیں غرضکہ دقوقی برسوں اسی طرح افسوس کرتے رہے اور بہت زمانہ تک ان کے اشتیاق میں روتے رہے تم یہ اعتراض نہ کرنا کہ اہل اللہ کی نظر میں خدا کے ساتھ آدمیوں کا بھی کہیں ذکر آتا ہے۔ جب کہ نہیں آتا تو یا تو یہ واقعہ غلط ہے یا دقوقی ولی کامل نہ تھے۔ اس لئے کہ وہ انسانوں کے طالب تھے کیونکہ تمہارا گدھا اس مقام پر اس لئے سوجاتا ہے اور تم حقیقت تک پہنچنے سے محروم رہ جاتے ہو کہ تم اہل اللہ کو عام آدمیوں کی طرح آدمی سمجھتے ہو۔ اور ان کو جان کی طرح مطلوب نہیں سمجھتے۔ اور کام یوں ہی بگڑا ہے کہ تم کو ان کی حقیقت نہ معلوم ہوئی بلکہ ان کو بھی عوام کے مثل ایک معمولی آدمی سمجھا۔ اور جس طرح ابلیس نے کمالات آدم کو نظر انداز کر کے صرف صورت پر نظر کی تھی اور کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں اس لئے کہ میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور یہ مٹی سے یوں ہی تم نے ان کو اسی نظر ابلیسانہ سے دیکھا۔ اور صورت میں عوام سے مشابہت دیکھ کر اپنے جیسا سمجھ لیا۔ ارے بھلے مانس آخر صورت کو کب تک مد نظر رکھے گا۔ اس ابلیسی آنکھ کو بند کر اور ان کی حقیقت کو دیکھ اے دقوقی آپ اس معترض کی طرف التفات نہ کریں اور اپنی ندی کی طرح آنسو بہانے والی آنکھوں سے آنسو بہاتے رہیں اور امید منقطع نہ کریں اور برابر ان کو ڈھونڈھتے رہیں۔ ہاں خوب ڈھونڈھیئے۔ اس لئے کہ مدار دولت ڈھونڈھنا ہی ہے۔ اور اہل اللہ کے ساتھ دلبستگی ہی ہر مشکل کے حل ہونے کا ذریعہ ہے۔ آپ دنیا کے تمام کام چھوڑ کر جستجو میں لگ جایئے اور فاختہ کی طرح کوکو کرتے رہیئے اگر کسی محجوب کو میری اس گفتگو میں شک ہو تو میں اس سے کہوں گا کہ دیکھ حق سبحانہ نے دعا کو استجب کے ساتھ ملایا ہے اور کہا ہے ادعونی استجب لکم اس سے ثابت ہوا کہ طلب ہی حصول مقصد کا سبب عادی ہے اور جس کا دل نجاسات باطنیہ و امراض روحانیہ سے پاک ہوتا ہے اس کی دعا حق سبحانہ تک پہنچ کر مقبول بھی ہوتی ہے۔

شرح شبّیری

اس حلال روزی کو بے کسب و محنت کے طالب کی حکایت کی دوبارہ شرح اور اس کی دعا کا مستجاب ہونا

یادم آمد آں حکایت کاں فقیر	روز و شب میکرد افغان و نفیر
مجھے وہ قصہ یاد آیا کہ وہ فقیر	دن رات فریاد اور زاری کرتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مجھے وہ حکایت یاد آ گئی کہ وہ فقیر دن رات فغاں ونفیر کیا کرتا تھا۔

وز خدا میخواست روزی حال	بے شکار و کسب و رنج انتقال
اور خدا سے حلال روزی مانگتا تھا	بغیر شکار اور کمائی اور تکلیف اور چلنے پھرنے کے

یعنی وہ خدا سے روزی حلال بے شکار اور کمائی اور رنج انتقال کے مانگا کرتا تھا۔

پیش ازیں گفتیم بعض احوال او	لیک تعویق آمد و شد پنج تو
اس کے کچھ احوال میں نے پہلے بتا دیئے ہیں	لیکن رکاوٹ آ گئی اور پیچ کونی ہو گئی

یعنی ہم نے اس کا بعض حال پہلے بھی بیان کیا ہے لیکن (درمیان میں) تعویق آ گئی اور وہ پیچ تو ہو گیا

ہم بگویمش کجا خواہد گریخت	چوں ز ابر فضل حق حکمت بریخت
میں تجھ سے وہ (قصہ) کہوں گا وہ کہاں بچے گا	جبکہ اللہ (تعالیٰ) کے فضل کے ابر سے دانائی ٹپک رہی ہے

یعنی ہم اس قصہ کو بیان کریں گے۔ بھاگ کر کہاں جاوے گا۔ جب کہ ابر فضل حق سے حکمت ریختہ ہوئی۔
مطلب یہ کہ جب اس کے بیان میں بہت سے حکم ہیں تو ہم اس کو ضرور بیان کریں گے۔ بھاگ کر کہاں جاوے گا
بس آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

صاحب گاوش بدید و گفت ہیں	اے بہ ظلمت گاو من گشتہ رہیں
گائے والے نے اس کو دیکھا اور کہا خبردار!	اے وہ کہ تیرے ظلم میں میری گائے پھنس گئی

یعنی اس شخص کو صاحب گاؤ نے دیکھا تو کہا کہ ارے تیرے ظلم میں میری گائے مرہون ہو گئی ہے۔

ہیں چرا کشتی بگو گاو مرا	ابلہ طرار انصاف اندر آ
خبردار! بتا تو نے میری گائے کیوں ماری	(اے) بیوقوف گٹھ کٹے انصاف میں آ

یعنی ارے بتا تو نے میری گائے کو کیوں مارا ارے بیوقوف طرار انصاف تو کر۔

گفت من روزی ز حق میخواستم	قبلہ را از لابہ مے آراستم
اس نے کہا میں اللہ (تعالیٰ) سے روزی مانگتا تھا	قبلہ کو آہ و زاری سے سجاتا تھا

یعنی اس نے کہا کہ میں حق تعالیٰ سے روزی مانگا کرتا تھا اور قبلہ کو تضرع وزاری سے آراستہ کیا کرتا تھا۔

سالہا بودہ است کار من دعا	تا کہ بفرستاد گاوے را خدا
میرا کام سالوں دعا کرتا رہا ہے	یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) نے ایک گائے بھیج دی

یعنی سالہا سال تک میرا کام دعا کرنا تھا یہاں تک کہ خدائے تعالیٰ نے ایک گائے بھیجی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بدیدم گاو را برخاستم	روزی من بودکش میخواستم
جب میں نے گائے دیکھی میں اٹھا	میری روزی تھی جو میں مانگتا تھا

یعنی جب میں نے گائے کو دیکھا تو میں اٹھ بیٹھا اور وہ تو میری روزی تھی جس کو میں نے مانگا تھا

آں دعائے کہنہ ام شد مستجاب	روزی من بود کشتم نک جواب
وہ میری پرانی دعا قبول ہوگئی	وہ میری روزی تھی میں نے اس کو ذبح کرلیا یہ جواب ہے

یعنی وہ میری پرانی دعا مستجاب ہوگئی وہ میری روزی تھی میں نے اسے مارلیا بس یہ جواب ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب کہ گفتگو ذکر قبول دعا تک پہنچی تو مجھے وہ قصہ یاد آ گیا کہ وہ فقیر رات دن چلاتا اور آہ و فغاں کرتا تھا اور خدا سے مشقت اور کمائی اور کہیں آنے جانے کی دقت کے بغیر حلال روزی مانگتا تھا۔ اس کا واقعہ ہم پیشتر کسی قدر بیان کر چکے ہیں مگر بعض موانع پیش آ گئے اور شدید بھی ہوگیے اس لئے اس کو پورا نہ کر سکے۔ لیکن جب کہ فضل خدا کے ابر سے حکمت کا مینہ برس رہا ہے جو مقتضی ہے اس کے اتمام کو اس لئے وہ بھاگ کر کہاں جاویگا ہم اس کو پورا ہی کر کے رہیں گے وہ قصہ یہ ہے کہ اس کو گائے کے قابض نے دیکھا تو کہا کہ ہاں رے ہاں تیرے ہی ظلم میں میری گائے محبوس ہوئی ہے اچھا تو یہ تو بتا کہ تو نے میری گائے کو کیوں مار ڈالا۔ اور او احمق گدھ کٹے تو ہی انصاف کر کے یہ کہاں تک تیرے لئے جائز تھا۔ اس نے جواب دیا کہ میاں بات یہ ہے کہ میں خدا سے بے مشقت حلال روزی مانگتا تھا اور قبلہ کو الحاح وزاری سے مزین کیا کرتا تھا برسوں تک یہ دعا کرنا ہی میرا کام رہا۔ حتیٰ کہ خدا نے میرے لئے گائے بھیج دی جب میں نے گائے کو دیکھا تو میں اس کے پکڑنے کے لئے اٹھا کیونکہ وہ میری روزی تھی۔ جس کو میں خدا سے مانگتا تھا۔ اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور چونکہ میری وہ دعا جو میں ایک عرصہ سے مانگ رہا تھا مقبول ہو چکی تھی بس میں سمجھتا تھا کہ وہ میری روزی ہے لہذا میں نے مار ڈالا۔ تو مجھ سے جواب طلب کرتا تھا لے یہ جواب ہے۔

شرح شبیری

فریقین کا داؤد علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے پاس جانا

اوز خشم آمد گریبانش گرفت	چند مشتے زد بروئیش نا شگفت
وہ غصہ میں آیا اس کا گریبان پکڑا	بے تحاشا اس کے منہ پر چند کے مارے

یعنی صاحب گائے غصہ میں آگیا اور اس کا گریبان پکڑ کر اس کے منہ پر بے صبر ہو کر چند گھونسے مارے۔

می کشیدش تا بداؤدِ نبی	کہ بیا اے ظالم گیج غبی
اس کو داؤد نبی کے پاس کھینچ کر لے گیا	کہ آ اے احمق بیوقوف ظالم!

یعنی اس کو داؤد نبی تک کھینچ رہا تھا کہ اے ظالم دیوانہ غبی آ۔ یعنی اس کو کھینچتا ہوا داؤدؑ کے پاس لے چلا۔

حجت بارد رہا کن اے دغا	عقل در تن آور وباخویش آ
اے دغا باز! کج حجتی چھوڑ	اپنے جسم میں عقل پیدا کر اور ہوش میں آ

یعنی حجت افسردہ کو ترک کر اے دغا باز عقل کو بدن میں لا اور خودی میں آ۔

ایں چہ میگوئی دعا چہ بدمخند	بر سر و ریش من و خویش اے لوند
یہ کیا کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے؟ مذاق نہ اڑا	اے بیباک! میرے اور اپنے سر اور داڑھی کا

یعنی تو یہ کہتا ہے دعا کیا ہوتی ہے میرے اور اپنے سر و ریش پر اے رند ہنس مت مطلب یہ کہ میری اور اپنی ہنسی مت کرا۔

گفت من با حق دعا ہا کردہ ام	اندریں لابہ بسے خوں خوردہ ام
اس نے کہا میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی ہیں	اس خوشامد میں اپنا بہت خون پیا ہے

یعنی اس نے کہا کہ میں نے تو خدائے تعالیٰ سے دعائیں کی ہیں اور اس تضرع میں بہت خون پیا ہے۔

من یقین دارم دعا شد مستجاب	سر بزن بر سنگ اے منکر خطاب
میں یقینی (طور پر) جانتا ہوں دعا قبول ہوتی ہے	اے بدگو! پتھر پر سر مار

یعنی میں یقین رکھتا ہوں کہ (میری) دعا مستجاب ہوگئی اور اے منکر کلام تو (اپنا) سر پتھر پر مار۔

گفت گرد آئید ہاں اے مسلمیں	ژاژ بینید و فشار ایں مہیں
اس نے کہا اے مسلمانو! جمع ہو جاؤ	اس ذلیل کی بکواس اور ہٹ دھرمی دیکھو

یعنی وہ (گائے والا) بولا کہ اے مسلمانوں جمع ہو جاؤ اور اس ذلیل کی بیہودگی اور فشار دیکھو (اور بولا کہ)

اے دغا تا چند خائی ژاژ را	حجت قاطع بگو چہ بود دعا
اے دغا باز! کتنی بکواس کرے گا؟	فیصلہ کن دلیل لا دعا کیا ہوتی ہے؟

یعنی اے دغا باز کب تک بیہودہ باتیں کرے گا کوئی حجت قاطع لا دعا کیا ہوتی ہے (اور بولا کہ)

اے مسلمانان دعا مال مرا	چوں ازاں او کند بہر خدا
اے مسلمانو! دعا میرے مال کو	کیسے اس کی ملکیت بنا دے گی خدا کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے مسلمانوں میرے مال کو دعا اس کی ملک سے کس طرح کردے گی خدا کے واسطے (بتاؤ تو)

گر چنیں بودے ہمہ عالم بدیں	یک دعا املاک بردندے بکیں
اگر ایسا ہوتا (تو) تمام لوگ اس	ایک دعا سے جبراً جائیدادیں مار لیتے

یعنی اگر ایسا ہی ہوا کرتا تو سارے عالم میں ایک دعا سے تمام املاک کو کینہ سے لیجایا کرتا۔

گر چنیں بودے گدایان ضریر	محتشم گشتہ بدندے و امیر
اگر ایسا ہو سکتا، تو اندھے بھکاری	باحشمت اور امیر ہو جاتے

یعنی اگر ایسا ہوتا تو اندھے فقیر محتشم ہو جاتے اور امیر ہو جاتے (اس لئے کہ)

روز و شب اندر دعا اندو ثنا	لابہ گویان کہ تو ماں دہ اے خدا
(وہ) دن رات دعا اور تعریف میں	خوشامدانہ کہتے ہیں کہ اے خدا! تو ہمیں دے

یعنی رات دن دعا اور ثنا میں تضرع کرنے والے ہیں کہ اے خدا تو ہم کو دے (اور کہتے ہیں کہ)

تا تو ندہی ہیچکس ندہد یقیں	اے کشائندہ تو بکشا بند ایں
جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دیگا	اے کھولنے والے اس بند کو کھول دے

یعنی جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہ دے گا۔ اے کھولنے والے تو ہی اس بند کو کھول۔

مکسب کوراں بود لابہ و دعا	جز لب نانے نیا بند از عطا
اندھوں کی کمائی کا ذریعہ خوشامد اور دعا ہے	وہ کوئی عطا روٹی کے ٹکڑے کے علاوہ نہیں پاتے ہیں

یعنی اندھوں کی کمائی تو تضرع و دعا ہی ہے اور بجز ایک ٹکڑہ روٹی کے وہ عطا میں سے کچھ نہیں پاتے مطلب یہ کہ دیکھو اور اندھے جو دعا کرتے ہیں تو ان کو بجز اس کے کہ ایک ٹکڑہ روٹی کا مل جاوے اور کچھ بھی نہیں ملتا۔ یہ کہاں کا نکلا ہے کہ اس کو دعا سے گائے مل گئی۔

خلق گفتند ایں مسلماں راست گواست	ویں فروشندہ دعا ہا ظلم جواست
مسلمانوں نے کہا یہ مسلمان سچ کہتا ہے	اور یہ دعا فروش ظالم ہے

یعنی لوگ بولے کہ یہ مسلمان سچا ہے اور یہ دعا کا بیچنے والا ظلم کی تلاش کرنے والا ہے۔

ایں دعا کے باشد از اسباب ملک	کے کشد ایں را شریعت خود بسلک
یہ دعا ملکیت کے اسباب میں سے کب ہوتی ہے	اس کو شریعت لڑی میں پروتی ہے؟

یعنی یہ دعا اسباب ملک سے کب ہو سکتی ہے اور اس کو شریعت اپنی لڑی میں کب کھینچ سکتی ہے مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شریعت میں مالک ہونے کا طریقہ دعا کرنا کوئی نہیں ہے بلکہ۔

بیع و بخشش یا وصیت یا عطا	یا ز جنس ایں شود ملکے ترا
فروخت اور بخشش یا وصیت یا عطا	یا اس جیسی چیز سے تیری ملکیت (کا سبب ہو سکتی ہے)

یعنی بیع یا ہبہ یا وصیت یا عطا یا اس کی جنس سے کوئی اور ملک تمہارے لئے ہو۔

در کدامیں دفتر است ایں شرع تو	گاو را تو بازدہ یا حبس رو
تیری یہ شریعت کس کتاب میں (لکھی) ہے؟	تو گائے واپس کر یا قید میں جا

یعنی تیری یہ شرع کون سے دفتر میں ہے تو گائے کو یا تو واپس دے یا قید میں جا (اور بولے کہ)

اندر آ در حبس و درزندان او	ورنہ گاوش رابدہ حجت مگو
قید اور اس کے جیل خانہ میں آ جا	ورنہ اس کی گائے دیدے حجت (بازی) نہ کر

یعنی حبس وزندان میں آ ورنہ گائے اس کی دے اور حجت مت (جب اس نے دیکھا کہ دنیا میں کوئی میری بات کو نہیں سنتا تو اس نے اللہ میاں سے کہنا شروع کیا)

او بسوئے آسماں می کرد رو	کاے خداوند کریم لطف خو
وہ آسمان کی طرف منہ اٹھاتا	کہ اے کریم خدا، رحیم مزاج؟

یعنی اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے خداوند کریم لطف خو۔

من دعاہا کردہ ام زیں آرزو	واقعہ مارا نداند غیر تو
میں نے اس تمنا سے دعائیں کیں	ہمارے معاملہ کو تیرے سوا کوئی نہیں جانتا ہے

یعنی میں نے اس آرزو میں بہت سی دعائیں کی ہیں اور ہمارے واقعہ کو سوائے آپ کے کوئی نہیں جانتا۔

در دل من آں دعا انداختی	صد امید اندر دلم افراختی
تو نے میرے دل میں دعا ڈالی	تو نے میرے دل میں سینکڑوں امیدیں ابھار دیں

یعنی میرے دل میں آپ نے ہی وہ دعا ڈالی اور میرے دل میں سو امیدیں آپ نے بلند کیں۔

من نمی کردم گزافہ آں دعا	ہمچو یوسف دیدہ بودم بس خوابہا
میں وہ دعائیں خواہ مخواہ نہیں کرتا تھا	میں نے (حضرت) یوسف کی طرح بہت سے خواب دیکھے تھے

یعنی میں نے وہ دعا فضول نہ کی تھی۔ مثل یوسف کے میں نے بہت سے خواب دیکھے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا اور اس کی تعبیر سچی ہوئی اسی طرح مجھے بھی یقین ہے کہ میری ان

www.besturdubooks.wordpress.com

دعاؤں کا اثر بھی یقیناً صحیح ہوگا۔

دید یوسف آفتاب و اختراں	پیش او سجدہ کناں چوں چاکراں
(حضرت) یوسف نے سورج اور ستاروں کو دیکھا	اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے

یعنی یوسف نے آفتاب اور ستاروں کو اپنے سامنے نوکروں کی طرح سجدہ کرتے ہوئے دیکھا۔

اعتمادش بود بر خواب درست	در چہ زندان جز آں رامی نجست
ان کو سچے خواب پر بھروسہ تھا	کنویں اور قید خانہ میں اس (خواب کی تعبیر) کے علاوہ کچھ جستجو نہ کی

یعنی ان کو اپنی خواب پر اعتماد تھا تو کنویں اور زنداں میں سوائے اس کے (اور کسی کو) تلاش نہ کرتے تھے۔

مطلب یہ کہ ان کو اس قدر اعتماد تھا کہ کنویں میں گر کر اور زنداں میں رہ کر ان کو یہی امید تھی کہ وہ خواب ضرور صحیح ہوگا۔

ز اعتماد آں نبودش ہیچ غم	از غلامی و از ملام بیش و کم
اس کے بھروسے ان کو کوئی غم نہ تھا	غلامی اور (لوگوں کی) کم و بیش ملامت سے

یعنی اس کے اعتماد کی وجہ سے ان کو نیلامی اور بیش وکم ملامت سے کوئی غم نہ تھا۔

اعتمادی داشت او بر خواب خویش	کہ چو شمعے می فروزیدش ز پیش
وہ اپنے خواب پر بھروسہ کرتے تھے	جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا

یعنی وہ اپنے خواب پر ایسا اعتماد رکھتے تھے کہ وہ شمع کی طرح ان کے آگے جلا کرتی تھی۔

چوں در افگندند یوسف را بچاہ	بانگ آمد سمع او را از الہ
جب انہوں نے یوسف کو کنویں میں گرا دیا	ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے آواز آئی

یعنی جب یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تو ان کے کان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آتی تھی۔

کہ تو روزے شہ شوی اے پہلواں	تا بمالی ایں جفا بر روئے شاں
اے جوانمرد! تو ایک دن بادشاہ کا وزیر بنے گا	یہاں تک کہ اس ظلم کو ان کے منہ پر مارے گا

یعنی کہ اے پہلوان تم ایک دن بادشاہ ہوگے یہاں تک کہ اس جفا کو ان کے منہ پر ملوگے۔ یعنی تم ان پر اس امر کو ظاہر کروگے اور ان کو شرمندہ کروگے۔

قائل ایں بانگ نامد در نظر	لیک دل بشناخت قائل را اثر
یہ آواز دینے والا نظر نہ آیا	لیکن دل نے علامت کے ذریعہ کہنے والے کو پہچان لیا

یعنی اس آواز کا قائل دیکھنے میں نہ آیا لیکن دل نے قائل کا اثر پہچان لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قوتے و راحتے و مسندے	درمیان جاں فتادش زاں ندے
قوت اور راحت اور سہارا	اس آواز سے ان کی جان میں پیدا ہو گیا

یعنی ایک قوت اور ایک راحت اور ایک مسند اس آواز سے ان کی جان میں پڑ گیا۔

چاہ شد بروے بداں بانگ جلیل	گلشن و بزمے چو آتش بر خلیل
اس عظیم آواز سے ان پر کنواں بن گیا	گلشن اور محفل جیسا کہ خلیل (اللہ) پر آگ

یعنی اس آواز جلیل کی وجہ سے کنواں ان پر گلشن و بزم ہو گیا جیسے کہ آتش حضرت خلیل پر۔

ہر جفا کہ بعد ازانش میرسید	او بداں قوت بشادی میکشید
اس کے بعد جو ظلم ہوا	انہوں نے اس قوت کی وجہ سے خوشی سے برداشت کیا

یعنی اس کے بعد اس پر جو جفا پہنچتی تھی وہ اس کو اس قوت کی وجہ سے خوشی سے کھینچتے تھے۔

ہمچنانکہ ذوق آں بانگ الست	دردل ہر مومنے تا حشر ہست
جیسے کہ الست کی آواز کا ذوق	ہر مومن کے دل میں حشر تک کے لئے ہے

یعنی جیسا کہ اس بانگ الست کا ذوق حشر تک ہر مومن کے دل میں ہوتا ہے۔

تا نباشد در بلاشاں اعتراض	نے ز امر و نہی حق شاں انقباض
تاکہ آزمائش میں انہیں کوئی اعتراض نہ ہو	نہ اللہ (تعالیٰ) کے امر اور نہی میں انہیں انقباض ہو

یعنی یہاں تک کہ بلا میں ان کو اعتراض نہیں رہتا۔ اور امر و نہی حق سے ان کو انقباض نہیں رہتا۔

لقمۂ تلخے چو شکر مے شود	خار ریحاں سنگ گوہر میشود
کڑوا لقمہ شکر جیسا ہو جاتا ہے	کانٹا ریحانؔ پتھر گوہر بن جاتا ہے

یعنی لقمۂ تلخ مثل شکر کے ہو جاتا اور خار ریحاں اور سنگ گوہر ہو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ حضرت یوسفؑ کو اس خواب پر اعتماد تھا اسی طرح مومنین کاملین کو اس روز الست کے عہد پر اعتماد ہے اور اس خطاب کا ایک لطف ان کے دل کے اندر موجود ہے اس ذوق کی وجہ سے تمام مصائب ان کو شیریں معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

لقمۂ حکمے کہ تلخی مے نہد	گلشکر آنرا گوارش می دہد
جس حکم کا لقمہ تلخی پیدا کرتا ہے	(ذوق کا) گلقند اس میں خوشگواری پیدا کر دیتا ہے

یعنی جس حکم کا لقمہ کہ تلخی رکھتا ہے گلشکر اس کو گوارش دیتا ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی حکم ان کو بظاہر تلخ معلوم ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے تو وہ گلشکر اس خطاب کا اس کو لذیذ اور گوارا کر دیتا ہے جیسا کہ مثلاً کڑوی دوا کو گلقند ملا کر کھلا دیں تو لذیذ ہو جاتی ہے اسی طرح وہ حکم جو بظاہر تلخ تھا اس رضا کے گلقند میں ملا کر شیریں اور لذیذ اور گوارا ہو جاتا ہے۔

گلشکر آنرا کہ نبود مستند	لقمہ را از انکار او قے میکند
جس کے لئے گلقند کا سہارا نہ ہو	اس کے ناگوار ہونے کی وجہ سے وہ لقمہ کو اگل دیتا ہے

یعنی جس شخص کا سہارا گلشکر نہ ہو وہ لقمہ کو انکار کی وجہ سے قے کر دیتا ہے۔ لقمہ سے مراد احکام ہیں یعنی جس کو مرتبہ رضا حاصل نہ ہو وہ ان احکام کو بجا نہیں لا سکتا۔

ہر کہ خوابے دید از روز الست	مست باشد در رہ طاعات مست
جس نے الست کے دن کا خواب دیکھ لیا ہے	وہ عبادات کی راہ میں پورا مست ہوتا ہے

یعنی جو کوئی روز الست میں خواب دیکھتا ہے تو وہ راہ طاعات میں مست ہوتا ہے۔

می کشد چوں اشتر مست ایں جوال	بے فتور و بے گمان و بے ملال
وہ مست اونٹ کی طرح اس بورے کو اٹھاتا ہے	بغیر سستی اور بغیر گمان اور بغیر تکلیف کے

یعنی مست اونٹ کی طرح اس جوال (احکام) کو بے فتور اور بے شبہ اور بے ملال کے کھینچتا ہے۔

کفک تصدیقش بگرد پوز او	شد گواہ مستے دلسوز او
اس کے منہ کے گرد اس کی تصدیق کے جھاگ	اس کی دل سوز مستی کے گواہ ہیں

یعنی اس کی تصدیق کے جھاگ اس کے منہ کے گرد اس کی مستی دلسوز کے گواہ ہیں۔ کفک سے مراد کلام۔ مطلب یہ کہ اس کا کلام بتا رہا ہے کہ اس میں کوٹ کوٹ کر مستی بھری ہوئی ہے اس لئے کہ اس کے کلام میں ایک سوزش ہوتی ہے۔

اشتر از قوت چو شیر نر شدہ	زیر ثقل بار اندک خور شدہ
طاقت کی وجہ سے اونٹ نر شیر بن گیا	بوجھ کے بھاری پن کے نیچے کم خوراک ہو گیا

یعنی شتر (مستی کی وجہ سے) قوت میں شیر نر ہو گیا ہے اور بوجھ کے ثقل کے نیچے تھوڑی خوراک والا ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اس قدر مست ہے کہ بھوک بھی اس کو پوری طرح نہیں لگتی اور یہ قاعدہ ہے کہ جب مستی سوار ہوتی ہے تو بھوک وغیرہ سب غائب ہو جاتی ہے۔

ز آرزوئے ناقہ صد فاقہ برو	مینماید کوہ پیشش تار مو
اونٹنی کی تمنا میں اس پر سینکڑوں فاقے ہیں	پہاڑ اس کو بال نظر آتا ہے

یعنی ناقہ کی آرزو میں اس پر سو فاقے ہیں اور اس کے آگے پہاڑ تار مو کی برابر معلوم ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دار الست آنکو چنیں خوابے ندید	اندریں دنیا نشد بندہ و مرید
جس نے الست میں ایسا خواب نہیں دیکھا ہے	وہ اس دنیا میں بندہ اور ارادتمند نہ بنا

یعنی الست میں جس نے ایسا خواب نہ دیکھا وہ اس دنیا میں بندہ و مرید (حق) نہ ہوا۔

ور بشد اندر تردد صد دلہ	یک زماں شکرستش و سالے گلہ
اگر (مرید) بنا (بھی تو) تذبذب میں سو دلی والا ہے	ایک وقت اس کے لئے شکر ہے اور ایک سال شکوہ

یعنی اور اگر ہو گیا تو تردد میں صد دلہ ہوتا ہے اس کو ایک زمانہ شکر ہے تو ایک سال تک گلہ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر ایسا شخص بندہ و مرید ہو بھی گیا تو ایک طرف نہیں ہوتا۔ ہمیشہ تردد میں رہتا ہے کبھی شاکر و صابر ہوتا ہے کبھی کافر نعمت ہوتا ہے۔

پائے پیش و پائے پس در راہ دیں	می نہد باصد تردد بے یقیں
دین کے راستہ میں ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے	بغیر یقین کے تردد (کی حالت) میں رکھتا ہے

یعنی راہ دین میں ایک پاؤں آگے ایک پیچھے سو تردد سے اور بلا یقین کے رکھتا ہے غرضکہ اس کو دین کی باتوں پر یقین نہیں ہوتا۔ بلکہ ہمیشہ تردد ہی میں رہتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

وام دار شرح اینم تنگ گرد	ورشتابست از الم نشرح شنو
میں اس کی شرح کا مقروض ہوں یہ گروی ہے	اگر جلدی ہے الم نشرح سن لے

یعنی ہم اس کی شرح کرنے کے قرضدار ہے اور یہ گرد ہے اور اگر جلدی ہے تو الم نشرح سے سن کو مطلب یہ کہ ہم اس کی شرح کو پھر بیان کریں گیا بھی اس کو نہیں تک رکھتے ہیں اور اگر تمہیں اس کی جلدی ہے اور تم قرض کرنا نہیں چاہتے تو الم نشرح سن لو کہ اس میں ہے کہ **الم نشرح لک صدرک ووضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک** یعنی کیا ہم نے آپ کے سینہ کو نہیں کھولا اور آپ سے اس بوجھ کو جس نے آپ کی کمر توڑ دی تھی الگ نہیں کر دیا۔ تو دیکھو شرح صدر کے بعد بوجھ سے ہلکا ہونا فرمایا ہے اسی طرح جب اس خواب روز الست کی وجہ سے شرح صدر ہو جاوے گا تو ان احکام کا بوجھ بھی ہلکا ہو جاوے گا اب آگے چاہے بیان کریں گے یا نہ کریں گے۔ کچھ تو یہاں بھی بیان کر دیا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں ندارد شرح ایں معنی کراں	خر بسوئے مدعی گاؤ راں
چونکہ ان معنی کی شرح کا کنارہ نہیں ہے	گائے کے مدعی کی جانب گدھا ہانک دے

یعنی جب کہ اس معنی کی شرح کنارہ نہیں رکھتی تو گدھے کو اس مدعی گاؤ کی طرف چلاؤ یعنی اس کا قصہ بیان کرو۔ اب آگے اس دعا کرنے والے کی دعا جو اد پر اس نے حق تعالیٰ سے شروع کی تھی بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت کورم خواند زیں جرم آں دغا	پس بلیسانہ قیاس است اے خدا
اس نے کہا' اس دغا باز نے مجھے اس جرم میں اندھا کہا	اے اللہ! یہ تو شیطانی قیاس ہے

یعنی اس دعا کرنے والے نے کہا کہ اے خدا اس دغا باز نے مجھے اس جرم کی وجہ سے اندھا کہا ہے تو یہ قیاس تو ابلیسانہ ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے اندھوں کی دعا سے میری دعا کو مشابہ کیا ہے تو گویا کہ مجھے اندھا کہا تو یہ قیاس تو ابلیسانہ ہے کہ جیسے اس نے آدم علیہ السلام کی صرف صورت کو دیکھا اور ان کے کمالات پر نظر نہ کی اسی طرح اس شخص نے بھی میری دعا کو ان کی دعا کی طرح کہدیا اور اس میں اور اس میں کچھ فرق نہ کیا۔

من دعا کورانہ کے می کردہ ام	جز بخالق گریہ کے آوردہ ام
میں نے اندھا دھند دعا کب کی ہے؟	اللہ کے سوا میں نے کب بھیک مانگی ہے؟

یعنی میں نے اندھوں کی طرح دعا کب کی ہے اور بجز خالق کے حاجت (کسی اور کے پاس) کب لایا ہوں۔ مطلب یہ کہ اور فقراء تو اپنی حاجت کو مخلوق کے آگے پیش کرتے ہیں اور میں نے تو بجز حق تعالیٰ کے کسی اور سے کہا ہی نہیں ہے پھر میں ان اندھوں کی طرح کہاں ہوں۔

کور از خلقاں طمع دارد ز جہل	من ز تو کز تست ہر دشوار سہل
اندھا نادانی کی وجہ سے مخلوق سے طمع کرتا ہے	میں تجھ سے کہ تجھ سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے

یعنی اندھا تو مخلوق سے جہل کی وجہ سے طمع رکھتا ہے اور میں آپ سے آپ سے تمام دشوار سہل ہیں۔ یعنی اس دعا کرنے والے نے حق تعالیٰ نے عرض کیا کہ اندھے تو مخلوق سے احتیاج پیش کرتے ہیں مگر میں تو آپ ہی سے عرض کرتا ہوں پھر میں ان جیسا کہاں ہوا۔

آں یکے کورم ز کوراں بشمرید	او نیاز جان و اخلاصم ندید
اس نے مجھے اندھوں میں سے ایک اندھا گنا	اس نے میری جان کی نیازمندی اور اخلاص نہ دیکھا

یعنی اس ایک اندھے نے مجھے اندھوں میں سے گن لیا اور اس نے میرا نیاز جان اور اخلاص نہ دیکھا۔

کوری عشقست ایں کوری من	حب یعمی و یصم است اے حسن
میرا اندھا پن عشق کا اندھا پن ہے	اے بھلے! (یہ) محبت اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے (کا مصداق ہے)

یعنی یہ میری کوری کوری عشق ہے اور اے حسن محبت اندھا بہرا بنا دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ میں عاشق حق ہوں اس لئے محبت نے بیشک مجھے اندھا بہرا بنا دیا ہے باقی ان اندھوں میں سے میں نہیں ہوں۔

کورم از غیر خدا بینا بدو	مقتضائے عشق ایں باشد بگو
میں خدا کے غیر سے نابینا اور خدا کا بینا ہوں	بتا' عشق کا یہی مقتضا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں غیر حق سے تو کور ہوں اور حق تعالیٰ کا بینا ہوں اور کہہ دو کہ مقتضائے عشق یہی ہوتا ہے۔

تو کہ بینائی ز کورانم مدار	دائرم برگرد لطفت اے مدار
(اے خدا) تو کہ بینا ہے مجھے نابیناؤں میں رکھ	اے مدار میں تیری مہربانی کے گرد گھومتا ہوں

یعنی (اے اللہ) آپ بینا ہیں تو مجھے اندھوں میں مت رکھئے۔ اور اے مدار میں تو آپ کے لطف کے گرد دائرہ ہوں۔ مطلب یہ کہ میں تو آپ ہی کے لطف کا محتاج ہوں تو مجھے اندھا نہ بنایئے سبحان اللہ دیکھئے اس شخص کو حق تعالیٰ پر کیا ناز اور کیا بھروسہ تھا کہ کسی طرح جانب مخالف کا شبہ ہی نہ ہوتا تھا۔ آگے عرض کرتا ہے کہ۔

آنچنانکہ یوسف صدیق را	خواب بنمودی و گشتش متکا
جس طرح کہ یوسف صدیق کو	تو نے خواب دکھایا اور وہ ان کا سہارا بنا

یعنی جیسا کہ یوسف صدیق کو آپ نے ایک خواب دکھا دیا تھا اور وہ ان کے لئے تکیہ گاہ بن گیا تھا (اور ان کو اس کے سچے ہونے کا پورا یقین تھا۔)

مرمرا ہم لطف تو خوابے نمود	ایں دعائے بیحدم بازی نبود
مجھے بھی تیری مہربانی نے ایک خواب دکھایا	میری یہ لامحدود دعا کھیل نہ تھی

یعنی مجھ کو بھی آپ کے لطف نے ایک خواب دکھا دیا ہے اور وہ میری دعا بیحد کوئی کھیل نہ تھا۔

می نداند خلق اسرار مرا	ژاژ مے دانند گفتار مرا
لوگ میرے راز نہیں جانتے ہیں	میری گفتگو کو بکواس سمجھتے ہیں

یعنی لوگ میرے اسرار کو جانتے نہیں ہیں اور میری باتوں کو بیہودہ جانتے ہیں (اب آگے لوگوں کا معذور ہونے کو بیان کرتے ہیں کہ)

حق شانست و نہ داند راز غیب	غیر علام سر وستار عیب
(یہ) ان کے مناسب ہے اور غیب کا راز کون جانتا ہے؟	سوائے راز کے جاننے والے اور عیب کے چھپانے والے کے

یعنی ان لوگوں کو (اعتراض کرنے کا) حق ہے (اس لئے کہ) راز غیب کو سوائے علام غیب اور ستار عیوب کے کون جانتا ہے (لہذا اگر یہ لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں تو ان کی بھی خطا نہیں ہے) جب اس نے اس قدر دعا کی تو وہ گائے والا بولا کہ

خصم گفتش حق بگو اے تند خو	از روچہ سوئے آسمان کردی تورو
(اس کے) مخالف نے اس سے کہا اے بدعادت اچکا	تو نے آسمان کی طرف منہ کیوں کر لیا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مقابل نے اس سے کہا کہ ارے تند خو بچ کہہ اور بتا آسماں کی طرف کیا منہ کیا ہے مطلب یہ کہ دعا کیا کررہا ہے سچ بتا کہ کیوں میری گائے کو ذبح کیا۔

شیدئی آری غلط می افگنی	لاف عشق و لاف قربت میزنی
تو مکر کرتا ہے' غلطی میں مبتلا کرتا ہے	عشق اور قرب (الٰہی) کی بکواس کرتا ہے

یعنی مکر لاتا ہے غلطی میں ڈالتا ہے اور عشق (حق) اور قرب (حق) کی شیخی مارتا ہے

با کدامیں روئے چوں دل مردۂ	روئے سوئے آسمانہا کردۂ
جب کہ تو مردہ دل ہے' کس منہ سے	آسمانوں کی جانب منہ کیا ہے؟

یعنی جب کہ تو دل مردہ ہے تو کون سے منہ سے آسمان کی طرف منہ کیا ہے مطلب یہ کہ لوگوں کے مال کھا کھا کر دل تو تیرا مردہ ہو چکا ہے اور اب آسمان کی طرف منہ کر کے اللہ میاں سے کس منہ سے عرض کررہا ہے۔ دیکھئے غضب خدا کا یہ کمبخت اسی کا تو غلام ہے اور یہ سارا مال اسی دعا کنندہ کا ہے اور پھر چپ نہیں ہوتا سچ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کو جب ہی رسوا بھی فرمایا جب اس کا ظلم اس درجہ کو پہنچ گیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

غلغلے در شہر افتادہ ازیں	آں مسلماں می نہد رو بر زمیں
اس سے شہر میں بڑا شور مچ گیا	وہ مسلمان زمین پر منہ رکھتا تھا

یعنی اس بات کی وجہ سے شہر میں ایک غل پڑا ہوا تھا اور وہ مسلمان منہ زمین پر رکھے ہوئے (کہہ رہا تھا کہ)

کاے خدا ایں بندہ را رسوا مکن	گر بدم ہم سر من پیدا مکن
کہ اے خدا اس غلام کو رسوا نہ فرما	اگر میں برا بھی ہوں' میرا راز فاش نہ کر

یعنی کہ اے خدا اس غلام کو رسوا مت کر اگرچہ میں برا ہوں میرے بھید کو ظاہر مت فرما۔

تو ہمی دانی کہ شبہائے دراز	کہ ہمی خوانم ترا با صد نیاز
تو جانتا ہے کہ لمبی راتوں میں	میں تجھے سینکڑوں نیازمندیوں کے ساتھ پکارتا تھا

یعنی آپ جانتے ہیں کہ طویل راتوں میں میں آپ کو سو نیاز سے پکارا کرتا تھا۔

پیش خلق ایں را اگر خود قدر نیست	پیش تو ہمچو چراغ روشنی است
اگر مخلوق کے نزدیک اس کی قدر نہیں ہے	تیرے نزدیک تو روشن چراغ کی طرح ہے

یعنی مخلوق کے سامنے اگر اس کی قدر نہیں ہے تو (اے اللہ) آپ کے سامنے تو ایک چراغ روشنی ہے۔

گاؤ می خواہند از من اے خدا	چوں فرستادی نکردم من خطا
اے اللہ! وہ مجھ سے گائے مانگتے ہیں	جبکہ تو نے بھیجی تو میں نے غلطی نہیں کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے اللہ یہ لوگ مجھ سے گائے مانگتے ہیں جب آپ نے بھیج دی تھی تو میں نے خطا نہ کی۔ یعنی جب آپ نے اسے بھیج دیا تو میں نے فوراً اس کو پکڑ کر ذبح کر لیا اس لئے کہ میری دعاؤں کا اثر تھا سبحان اللہ اس شخص کو اپنی دعا پر اور حق تعالیٰ پر کیسا کچھ بھروسہ تھا کہ کسی طرح شبہ پڑتا ہی نہ تھا اب یہ لوگ جو لڑ رہے تھے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے سن لیا اور وہ مکان سے باہر تشریف لائے۔ آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہ جواب سن کر وہ شخص غصہ میں اس کی طرف بڑھا اور اس کا گریبان پکڑ کر بیتابانہ چند گھونسے اس کے منہ پر مارے اور یہ کہہ کر اس کو کھینچنے لگا کہ او ظالم احمق اور کودن تو داؤد علیہ السلام کے پاس چل۔ اور کہا کہ تو حواس درست کر ہوش میں آ اور معاملہ کی بات پر لغو دلیلیں چھوڑ تو یہ کیا کہہ رہا ہے کہ میں نے دعا کی تھی۔ بھلا اس معاملہ میں دعا کو دخل کیا۔ نہ تو مجھ سے مسخرا پن کر اور نہ خود اپنے سے۔ اس نے پھر یہی جواب دیا کہ جناب میں نے بہت سی دعائیں خدا سے کی ہیں اور اس معاملہ میں میں نے بہت خون جگر کھایا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دعائیں قبول ہوئیں اور حق سبحانہ نے مجھے حلال روزی دی تو نہیں مانتا تو اپنا سر پھوڑ لے جب اس نے دوبارہ بھی یہی جواب سنا تو کہا کہ مسلمانوں ذرا یہاں آؤ اور اس ملعون کی بیہودہ بکواس اور لغویت دیکھو۔ ارے دعا باز یہ بکواس کب تک تو اسے چھوڑ اور کوئی معقول وجہ بیان کر تو سمجھ تو سہی کہ تحلیل ملک غیر میں دعا کو کیا دخل۔ ارے مسلمانوں خدا کے لئے انصاف کرو کہ دعا میرے مال کو اس کی ملک کیونکر ہو سکتی ہے۔ اگر یہ بھی کوئی طریقہ تملک کا ہوتا تو تمام لوگ آپس میں ایک دوسرے کی ملک کو دعا سے اپنی ملک بنا لیا کرتے۔ نیز اگر ایسا ہوتا تو یہ اندھے بھکاری دولتمند اور امیر ہو جاتے۔ کیونکہ وہ رات دن دعا و ثنا میں مصروف ہیں اور بالحاح وزاری کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ہمیں مال دیدے جب تک تو نہ دے گا یقیناً کوئی نہیں دے سکتا۔ اے بندشوں کے کھولنے والے تو ہی اس بندش کو کھول اور کہیں سے مال دے۔ ان کی تو رات دن یہ دعا ہی کمائی ہے اس کے سوا اور کچھ وہ کرتے ہی نہیں۔ مگر بایں ہمہ ان کو صرف روٹی کا ایک کونا ملتا ہے اور تجھ کو گائے مل گئی۔ وہ بھی اس طرح کہ مالک کو خبر بھی نہیں۔ یہ لچھے دار تقریر سن کر لوگوں نے کہا کہ واقعی یہ مسلمان سچ کہتا ہے اور یہ جو بہت دعائیں گا رہا ہے اس پر ظلم کرنا چاہتا ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ دعا ملک کا سبب کیسے ہو سکتی ہے اور اس قانون کو شریعت اپنے اندر کیسے شامل کر سکتی ہے آدمی کی جو کوئی شے مملوک ہوتی ہے تو یا بیع سے یا تصدیق سے یا وصیت سے یا ہبہ سے یا اسی قسم کے کسی اور سبب سے۔ یہ مسئلہ کسی کتاب میں ہے کہ دعا سے بھی کوئی شئے ملک ہو سکتی ہے۔ پس دو صورتیں ہیں یا تو گائے واپس دو یا جیل خانہ جانا منظور کرو۔ اگر گائے نہیں دیتے تو جیل خانہ میں جاؤ۔ اور جیل خانہ جانا منظور نہیں تو گائے دو۔ فضول باتیں مت کرو۔ لوگ یہ کہہ رہے تھے اور وہ آسمان کی طرف رخ کر کے یہ کہہ رہا تھا کہ اے مالک اے کریم اے رحیم آپ جانتے ہیں کہ میں نے رزق

www.besturdubooks.wordpress.com

حلال کے لئے بہت دعائیں کی ہیں اس واقعہ کو کما حقہ آپ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور یہ بھی آپ جانتے ہیں کہ وہ دعائیں آپ ہی نے میرے دل میں ڈالی تھیں اور آپ ہی نے میرے دل میں بہت سی امیدیں پیدا کی تھیں اور میں نے وہ دعائیں خواہ مخواہ نہ کی تھیں بلکہ یوسف علیہ السلام کی طرح بہت سے خواب اپنی کامیابی کے دیکھے تھے تب کی تھیں۔ اب مولانا واقعہ یوسف علیہ السلام کی تفصیل فرماتے ہیں اور اس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے آفتاب اور گیارہ ستاروں کو دیکھا تھا کہ وہ مجھے سجدہ کر رہے ہیں اور ان کو اپنی اس صحیح خواب پر ایسا کامل اعتماد تھا کہ قید خانہ میں بھی وہی خواب ان کے پیش نظر رہا اور اس اعتماد کے سبب نہ ان کو اپنی غلامی کا رنج تھا نہ کم و بیش ملامت کا غرضکہ ان کو اپنے اس خواب پر جو ان کے سامنے شمع کی طرح روشن تھا کامل اعتماد تھا۔ یہ تو اس واقعہ کی تفصیل تھی جس کا اس فقیر نے اپنی دعا میں حوالہ دیا تھا اب ان کے اعتماد کا ایک دوسرا واقعہ سنو جو اسی کے ملحقات میں سے ہے جبکہ ان کو کنوئیں میں ڈالا گیا تھا تو حق سبحانہ کی طرف سے ان کے کان میں ایک آواز آئی کہ تم ایک روز بادشاہ ہو جاؤ گے تاکہ تم بھائیوں کی اس زیادتی کو جتلا کر ان کو شرمندہ کرسکو گو یہ آواز دینے والا ان کو نظر نہ آتا تھا مگر وہ اس کے منجانب اللہ ہونے کو اس کے اثر سے جانتے تھے۔ کیونکہ اس آواز سے ان کے دل میں ایک خاص قوت اور سکون اور اعتماد پیدا ہو گیا تھا اور اس آواز کے باعث وہ کنواں ان کے لئے اس قدر راحت دہ ہو گیا تھا جیسے کوئی باغ یا کوئی خوشی کی محفل جس طرح کہ ان کے جد امجد ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ گلزار ہو گئی تھی اور اس کا یہ نتیجہ تھا کہ جو تکلیف ان کو بعد کو پیش آتی وہ تکلیف اس قوت کے سبب مفضی الی السرور ہو جاتی حضرت یوسف علیہ السلام کے دل میں اس آواز کی یوں ہی لذت تھی اور وہ لذت اون کے لئے آلام کو یوں ہی ہلکا کر دیتی تھی جس طرح کہ آواز الست بربکم کی لذت حشر تک ہر مومن کے دل میں رہے گی۔ جس کا یہ نتیجہ ہے کہ نہ ان کو مصیبتوں میں حق سبحانہ سے کوئی شکایت ہوتی ہے اور نہ اوامر و نواہی سے ان کی طبیعت میں انقباض ہوتا ہے اس کے سبب کڑوا لقمہ ان کے لئے شیریں اور خار ریحان اور پتھر موتی ہو جاتا ہے اور جو لقمہ حکم کہ مومن کی طبیعت میں تلخی اور بدمزگی پیدا کرتا ہے جس کے سبب وہ اس کو اگلنا چاہتا ہے تو فوراً وہ ندائے الست کی گلقند اس کو خوشگوار بنا دیتی ہے برخلاف اس کے جس کا اس گلقند پر اعتماد نہیں یعنی یہ گلقند اس کو حاصل نہیں وہ اس کا انکار کر کے اس کو اگل دیتا ہے اور جو شخص روز الست کا خواب دیکھتا ہے یعنی اس کو معرفت حق سبحانہ حاصل ہو گئی ہے وہ تو راہ طاعات میں مست ہوتا ہے اور مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو کھینچتا ہے نہ اس کو کچھ شک و شبہ ہوتا ہے نہ وہ اکتاتا ہے اور نہ سستی کرتا ہے اور تصدیق لسانی کے جھاگ جو اس کے منہ پر ہیں اس کی باطنی دل سوز مستی کا ثبوت ہوتے ہیں یعنی وہ زبان سے بھی ان کی اطاعت کا اقرار کرتا ہے اور یہ دلیل ہے اس کی باطنی مستی کی۔ ہم نے اوپر کہا تھا کہ وہ مست اونٹ کی طرح اس بوجھ کو کھینچتا ہے اب سنو کہ اونٹ کی مستی میں کیا حالت ہوتی ہے۔ وہ قوت میں ایک شیر نر ہو جاتا ہے بھاری بوجھ کے نیچے رہ کر کھانے کی بھی زیادہ پرواہ نہیں کرتا۔ وہ اونٹنی کی آرزو میں سینکڑوں فاقہ برداشت کرتا ہے اور اس کی قوت کی یہ حالت ہوتی کہ پہاڑ کے برابر مشکلات کو بھی بال کی مانند حقیر سمجھتا ہے جب معلوم ہو گیا تو اب اس تشبیہ کی حقیقت

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی واضح ہو گئی۔ یہ حالت تو اس کی تھی جس نے یہ خواب دیکھا تھا۔ اب اس کی حالت سنو جس نے یہ خواب نہیں دیکھا۔ ایسا شخص دنیا میں عبد اور منقاد نہیں ہوتا اور اگر ہو بھی گیا تو متردد ہوتا ہے اور سینکڑوں طرح کے خیالات آتے ہیں اگر تھوڑی دیر شکر کرتا ہے تو سال بھر شکایت کرتا ہے راہ میں کبھی پاؤں آگے رکھتا ہے کبھی پیچھے غرضکہ اس کو یقین حاصل نہیں ہوتا بلکہ متردد رہتا ہے یہ مضمون میں تمہارے پاس رہن رکھتا ہوں اور اس کی شرح کا میں قرض دار ہوں جب خدا کرے گا ادا کر دوں گا۔ اور اگر تم کو بہت جلدی ہے تو میں ایک ساہوکار بتائے دیتا ہوں اس سے وصول کر لو۔ وہ ساہوکار الم نشرح ہے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے شرح صدر بھاری بوجھوں کو ہلکا کر دینے والا بلکہ ان کو اتار کر الگ رکھنے والا ہے چونکہ تفصیل اس کی بے حد ہے اس لئے اس کو ختم کرنا چاہیے اور مدعی گاؤ کی طرف رخ کرنا چاہیے۔ ہاں تو وہ شخص حق سبحانہ سے دعا کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ اے اللہ یہ دغاباز مدعی مجھکو اس جرم میں اندھا بناتا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ یہ قیاس اس کا ویسا ہی ہے جیسا شیطان نے کہا تھا کیونکہ میں نے بھیک مانگنے والوں کی طرح اندھے پن سے دعا نہیں کی تھی اور خدا کے سوا کسی سے بھیک نہیں مانگی اندھا بھکاری تو اپنی جہالت سے لوگوں سے طمع رکھتا ہے اور میں تجھ سے کیونکہ ہر مشکل کے آسان کرنے والے آپ ہی ہیں۔ اس اندھے نے مجھے بھی اندھوں میں شمار کر لیا اور میری عاجزی اور اخلاص کو نہ دیکھا مانا کہ میں اندھا ہوں مگر میرا اندھا پن ویسا نہیں ہے جیسا وہ سمجھتا ہے بلکہ وہ اندھا پن ایسا ہے جیسا کہ عشق الٰہی میں ہوتا ہے کیونکہ محبت کا قاعدہ ہے کہ وہ غیر محبوب سے اندھا بہرا کر دیتی ہے پس میں غیر خدا سے اندھا ہوں اور خدا کے لحاظ سے بینا اور یہ مقتضائے عشق نہایت ہی اچھا ہے نہ کہ مذموم جیسا کہ وہ احمق سمجھتا ہے اے اللہ وہ تو اندھا ہے اس لئے مجھے اندھا کہتا ہے اور تو میری حالت کو دیکھتا ہے تو مجھے اندھوں میں داخل نہ کرنا۔ پس میں تو اسی دائرہ کے مرکز کے گرد گھومتا ہوں یعنی میں یہی چاہتا ہوں کہ آپ مجھے برا نہ سمجھیں جس طرح آپ نے یوسف علیہ السلام کو خواب دکھلایا تھا اور اس پر ان کو اعتماد ہو گیا تھا۔ یوں ہی آپ نے اپنی عنایت سے مجھے بھی خواب دکھلایا تھا اور اسی کی بنا پر یہ میری دعائیں تھیں لہذا یہ دعائیں کھیل نہ تھیں لوگوں کو میرے اسرار معلوم نہیں اس لئے وہ میرے بیان کو بکواس سمجھتے ہیں اس معاملہ میں حق پوشیدہ ہے اور غیب کا راز سوائے آپ کے کہ آپ عالم الغیب اور ستار عیب ہیں کوئی نہیں جانتا۔ اس مدعی نے کہا کہ آسمان کی طرف کیا منہ کرتا ہے میری طرف دیکھ اور حق بات کہہ تو دھوکہ کرتا ہے اور غلطی میں ڈالنا چاہتا ہے کہ عشق بازی اور تقرب حق کی شیخی مارتا ہے جب غذائے حرام سے تیرا دل مردہ ہے تو کیا منہ لے کر تو آسمان کی طرف منہ کرتا ہے یہ واقعہ تمام شہر میں مشہور ہو گیا مگر اس فقیر کی یہی حالت تھی کہ وہ سجدے میں پڑ کر حق سبحانہ سے دعائیں کرتا اور کہتا تھا کہ اے اللہ اپنے اس ناچیز بندے کو رسوا نہ کرنا اگر میں برا بھی ہوں تب بھی میرا راز ظاہر نہ کرنا۔ اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں تجھ سے نہایت خشوع وخضوع سے دعائیں مانگتا تھا اور اگر مخلوق کو میری دعا کی قدر نہیں تو تیرے نزدیک یہ تو امر مثل روشن چراغ کے ظاہر ہے یہ لوگ مجھ سے گائے مانگتے ہیں لیکن جبکہ وہ آپ کی بھیجی ہوئی تھی تو اس کے ذبح کرنے میں میرا کوئی قصور نہیں لہذا یہ لوگ مجھ پر خواہ مخواہ ظلم کرتے ہیں۔

شرح شبّیری

داؤد علیہ السلام کا خصمین کی گفتگو کو ظاہر میں سننا

چونکہ داؤدؑ نبے آمد بروں	گفت ہیں چونست ایں احوال چوں
جب داؤدؑ نبی ' باہر آئے	فرمایا ہاں یہ کیا احوال ہیں؟

یعنی جب حضرت داؤدؑ باہر تشریف لائے فرمایا کہ ارے یہ کیا حال ہے کیا ہے۔

مدعی گفت اے نبی اللہ داد	گاؤ من درخانہ او در فتاد
مدعی نے کہا ' اے اللہ کے نبی فریاد ہے	میری گائے اس کے گھر میں گھس گئی

یعنی مدعی نے کہا کہ اے نبی اللہ انصاف کیجئے میری گائے اس کے گھر میں آ گئی

کشت گاوم را بپرسش کہ چرا	گاؤ من کشت او بیاں کن ماجرا
اس نے میری گائے ذبح کردی اس سے پوچھے کہ کیوں؟	میری گائے ذبح کی وہ واقعہ بتائے

یعنی اس نے میری گائے کو ذبح کرلیا اس سے پوچھئے کہ میری گائے کو کیوں ذبح کیا ماجرا بیان کرے۔

گفت داؤدش بگو اے بوالکرم	چوں تلف کردی تو ملک محترم
اس سے داؤدؑ نے فرمایا' اے بھلے مانس	تونے محترم ملکیت کو کیوں برباد کیا؟

یعنی داؤد علیہ السلام نے اس سے کہا کہ بوالکرم تونے ملک محترم کو کیوں تلف کیا۔

ہیں پراگندہ مگو حجت بیار	تا بیکسو گردد ایں دعویٰ دکار
خبردار! بیہودہ بات نہ کر دلیل بیان کر	تاکہ یہ دعویٰ اور معاملہ یکسو ہو جائے

یعنی ہاں پراگندہ باتیں مت کر حجت بیان کرتا کہ یہ دعویٰ اور کام ایک طرف ہو

گفت اے داؤدؑ بودم ہفت سال	روز و شب اندر دعا و در سوال
اس نے کہا اے داؤدؑ! میں سات سال تک تھا	دن رات دعا اور سوال میں

یعنی وہ (مدعا علیہ) بولا کہ اے داؤد میں سات برس تک رات دن دعا اور سوال میں تھا۔

ایں ہمی جستم زیزداں کاے خدا	روزے خواہم حلال و بے عنا
میں اللہ تعالیٰ سے چاہتا تھا کہ اے خدا	میں حلال روزی بے مشقت چاہتا ہوں

یعنی میں حق تعالیٰ سے یہ ڈھونڈھا کرتا تھا کہ میں ایک روزی حلال اور بے مشقت کے چاہتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مرد و زن بر نالہ من واقف اند	کودکاں ایں ماجرا را واصف اند
مرد و عورت میری فریاد سے واقف ہیں	بچے اس قصہ کو بیان کرتے ہیں

یعنی میرے نالہ پر مردوزن (سب) واقف ہیں اور بچے اس ماجرے کو بیان کرنے والے ہیں۔

توبہ پرس از ہر کہ خواہی ایں خبر	تا بگوید بے شکنجہ و بے ضرر
آپ جس سے چاہیں یہ بات دریافت کر لیں	تاکہ وہ بغیر دباؤ اور بغیر تکلیف کے بتا دے

یعنی آپ جس سے چاہیں اس بات کو پوچھ لیجئے تاکہ وہ بے شکنجہ اور بے ضرر کے کہہ دے۔ مطلب یہ کہ پوچھنے کے لئے کسی سزا وغیرہ کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ جس سے پوچھے گا سب بتادیں گے کہ بے شک یہ دعا کیا کرتا تھا۔

ہم ہویدا پرس و ہم پنہاں زخلق	کہ چہ میگفت ایں گدائے ژندہ دلق
لوگوں سے علی الاعلان اور خفیہ طور پر دریافت کر لیجئے	کہ یہ پھٹی گدڑی والا فقیر کیا کہا کرتا تھا؟

یعنی لوگوں سے ظاہر میں بھی پوچھئے اور پوشیدگی میں بھی کہ یہ گدائے کہنہ دلق کیا کہا کرتا تھا۔

بعد ازیں جملہ دعاؤ ایں فغاں	گاؤ اندر خانہ دیدم ناگہاں
میں تمام دعا اور فریاد کے بعد	اچانک میں نے اپنے گھر میں گائے دیکھی

یعنی بعد ان دعاؤں اور اس فغان کے میں نے ناگہاں گھر میں گائے دیکھی۔

چشم من تاریک شد نے بہر لوت	شادی آنکہ قبول آمد قنوت
میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا نہ کہ کھانے کے لئے	اس خوشی میں کہ دعا قبول ہو گئی

یعنی میری آنکھ تاریک ہوگئی نہ کہ قوت کے واسطے (بلکہ) اس کی خوشی میں کہ دعا قبول ہوگئی یعنی مجھے دعا کی قبولیت کی اس قدر خوشی ہوئی کہ میں اندھا ہوگیا اور میں نے گائے کو ذبح کرلیا۔

کشتم ایں را تا دہم در شکر آں	کہ دعائے من شنید آں غیب داں
میں نے اس کو ذبح کر دیا تاکہ اس شکریہ میں بانٹ دوں	کہ اس غیب کے جاننے والے نے میری دعا سن لی

یعنی میں نے اس کو ذبح کرلیا تاکہ میں اس کے شکر میں اس کو باٹوں کہ میری دعا کو اس غیب داں نے قبول کرلیا (بس اس لئے میں نے اس کو ذبح کرلیا)

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ قصہ مختصر یہ واقعہ داؤد علیہ السلام تک پہنچایا گیا۔ جب کہ داؤد علیہ السلام کو اطلاع ہوئی تو

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ باہر تشریف لائے اور آ کر فرمایا کہ کیا بات ہے اور کیا جھگڑا ہے بیان کرو۔ مدعی نے کہا کہ اے نبی اللہ آپ انصاف فرمائیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میری گائے اس کے گھر میں چلی گئی اس نے اس کو مار ڈالا۔ اب آپ اس سے دریافت فرمالیجئے کہ اس نے اسے کیوں مارا اور اسے حکم دیجئے کہ وجہ بیان کرے۔ داؤد علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ ہاں میاں بیان کرو کہ تم نے دوسرے کی ملک کو جس میں تم کو دست اندازی جائز نہ تھی کیوں ضائع کیا اور دیکھو بکواس نہ کرنا معقول بات کہنا تا کہ اس دعوے اور نالش کا آسانی سے فیصلہ ہو جاوے اس نے جواب دیا کہ حضور سات برس سے میں برابر دعائیں کر رہا تھا اور حق سبحانہ سے دعا میں یہ درخواست کر رہا تھا کہ اے اللہ مجھے بے مشقت حلال روزی عطا فرما مرد و عورت سب میرے اس گریہ وزاری سے واقف ہیں اور لڑکے تک اس واقعہ کو بیان کر سکتے ہیں آپ جس سے چاہیں اس واقعہ کو دریافت فرمالیں۔ وہ بدوں سزا کے اور بلا نقصان اٹھائے اس کو بیان کر دے گا۔ اور ظاہر میں بھی اور خفیہ بھی ہر طرح تحقیق کر لیں کہ یہ پرانی گدڑی والا فقیر کیا دعائیں مانگتا تھا یہ تو واقعہ تھا اس کے بعد اسی میری آہ وزاری کے سبب دفعۃً گائے میرے مکان میں گھس آئی اس کو دیکھتے ہی میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ مگر کھانے کے لئے نہیں بلکہ اس خوشی میں کہ میری دعا مقبول ہوئی اور میں نے اس کو اس لئے ذبح کیا کہ میں اس شکریہ میں اس کو خیرات کر دوں۔ کہ خدائے علام الغیوب نے میری دعا قبول فرمائی۔

شرح شبّیری

داؤد علیہ السلام کا اس کشندہ گاؤ پر حکم کرنا

گفت داؤدؑ ایں سخنہا را بشو	حجت شرعی دریں دعویٰ بگو
(حضرت) داؤدؑ نے فرمایا ان باتوں کو (دل سے) دھو دے	اس دعوے پر کوئی شرعی دلیل بیان کر

یعنی داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ ان باتوں کو دھوا اور اس دعوے میں کوئی حجت شرعی کہہ۔

تو رواداری کہ من بے حجتے	بنہم اندر شرع باطل سنتے
تو اس کو مناسب سمجھتا ہے کہ بغیر دلیل کے	میں شرع میں ایک غلط رسم جاری کردوں

یعنی کیا تو جائز رکھتا ہے کہ میں بلا کسی حجت (شرعی) کے شرع میں ایک باطل طریقہ رکھوں۔

اینکہ بخشیدت خریدی وارثے	ریع را چوں مے ستانی حارثے
یہ (گائے) تجھے کس نے بخشی؟ تو نے خریدی تو وارث ہے؟	پیداوار تو کیوں لیتا ہے تو کاشتکار ہے؟

یعنی یہ تجھے کس نے بخشا ہے یا تو نے خریدی ہے یا تو وارث ہے تو پیداوار کو کس طرح لیتا ہے کیا تو حارث ہے۔

کسب را ہمچوں زراعت دا عمو	تانہ کارے دخل نبود آن تو
اے چچا! کمائی کو کھیتی کی طرح سمجھ	جب تک تو کھیتی نہ کرے پیداوار تیری ملکیت نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے چچا کسب کو زراعت کی طرح جانو۔ جب تک تو بووے گا نہیں آمدنی تیری ملک نہ ہوگی۔

انچہ کار بد روی آں آن تست	ورنہ ایں بیداد بر تو شد درست
جو تو بوئے کاٹے وہ تیری ملکیت ہے	ورنہ یہ ظلم تیرے ذمے لگ گیا ہے

یعنی جو کچھ کہ تو بووے گا اور کاٹے گا وہ تیری ملک ہیں ورنہ یہ بیداد تجھ پر درست ہوگی۔

روبدہ مال مسلماں کژمگو	روبجو دام و بدہ باطل مجو
جا مسلمان کا مال دے ٹیڑھی بات نہ کر	جا قرض لے اور دیدے غلط نہ چاہ

یعنی جا مال مسلمانوں کا دے کج مت کر جا قرض کرلے اور دے باطل مت ڈھونڈ۔

گفت اے شہ تو ہم ایں می گوئیم	کہ ہمی گویند اصحاب ستم
اس نے کہا اے شاہ! آپ بھی مجھے وہی کہہ رہے ہیں	جو ظالم لوگ کہہ رہے ہیں

یعنی اس (دعا کنندہ) نے کہا کہ اے شاہ آپ بھی مجھے یہی کہتے ہیں جو کہ اور اصحاب ستم کہتے ہیں۔

اس شخص کا داؤد علیہ السلام کی داوری سے تضرع کرنا

پس ز دل آہے برآورد و بگفت	کاے خدائے ہر کجا طاقے و جفت
تو اس نے دل سے آہ نکالی اور کہا	اے ہر اس جگہ کے خدا جہاں کوئی طاق اور جفت ہے

یعنی اس (مدعا علیہ) نے دل سے ایک آہ نکالی اور کہا کہ اے خدا ہر اس جگہ کے کہ جہاں کوئی طاق و جفت ہے یعنی وہ بولا کہ اے اللہ العالمین۔

سجدہ کرد و گفت اے دانائے سوز	دردل داؤد انداز آں فروز
اس نے سجدہ کیا اور کہا اے سوزش کے جاننے والے	وہ روشنی داؤد کے دل میں ڈال دے

یعنی سجدہ کیا اور کہا کہ اے دانائے سوز داؤد کے دل میں بھی اس فروز کو ڈال دیجئے۔

دردلش نہ انچہ تو اندردلم	اندر افگندی برازے مفضلم
اس کے دل میں ڈال دے جو کہ تو نے میرے دل	میں راز ڈالا ہے اے میرے محسن!

یعنی ان کے دل میں بھی رکھ دیجئے جو کہ آپ نے میرے دل میں ڈالا ہے اے بزرگ میرے۔

ایں بگفت و گریہ درشد ہائے ہائے	تادل داؤدؑ بیروں شدز جائے
یہ کہا اور ہائے ہائے کر کے رونا شروع کر دیا	یہاں تک کہ (حضرت) داؤدؑ کا دل دھڑکنے لگا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس نے یہ کہا اور گریہ میں ہائے ہائے کرنے لگا۔ یہاں تک کہ داؤدؑ کا دل اپنی جگہ سے باہر ہو گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہ جواب سن کر داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ ان باتوں کو دل سے بالکل دھو دو۔ یہ جواب دعوے میں کام آنے والا نہیں ہیں اور کوئی ایسی وجہ بیان کرو جو شرعاً قابل قبول ہو کیا تم جائز رکھتے ہو کہ میں بدوں حجت شرعی کے مدعی کے دعوے کو خارج کر کے شریعت میں ایک بدعت قائم کروں۔ اگر تم کو کسی نے وہ گائے صدقۃً یا ہبۃً دی تھی تو بتاؤ کس نے دی تھی اور اگر یہ نہیں تو بتلاؤ کہ آیا تم نے اسے خریدا ہے یا ورثۃً تم اس کے مالک ہوئے ہو۔ یا تم نے کھیتی کی تھی جو تم اس پیداوار کے دعویدار ہو۔ کھیتی کرنے سے متعارف کھیتی کرنا ہماری مراد نہیں ہے بلکہ ہماری مراد مطلق کسب ہے۔ کیونکہ کسب بھی مثل کھیتی کرنے کے ہے اور مقصود یہ ہے کہ کیا تم نے کسب کر کے اس کو حاصل کیا ہے اور اس پوچھنے کی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی بوتا نہیں یعنی کسب نہیں کرتا اس وقت تک پیداوار اور منافع اس کی ملک بھی نہیں ہو سکتی اور جو کچھ آدمی بوتا اور کاٹتا ہے یعنی کسب سے حاصل کرتا ہے وہ اس کی ملک ہوتا ہے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی بات ہو تو بتاؤ ورنہ ظلم تم پر ثابت ہے جبکہ تم کوئی وجہ معقول نہیں بیان کرتے تو جاؤ اس مسلمان کا مال دو اور اینڈی بینڈی باتیں نہ کرو۔ اگر تمہارے پاس مال موجود نہیں تو جاؤ کسی سے قرض لے کر دو اور خواہ مخواہ کسی کا مال مارنے کی فکر نہ کرو۔ اس نے یہ فیصلہ سن کر عرض کیا کہ حضور آپ بھی وہی فرماتے ہیں جو یہ ظالم لوگ کہتے ہیں۔ یہ کہہ کر اس نے ایک آہ کی اور کہا اے جہاں کہیں کوئی طاق یا جفت ہے سب کے خدا تو میری فریاد سن۔ یہ کہہ کر سجدہ میں گر پڑا اور کہا کہ اے میرے سوزش قلبی کے جاننے والے تو داؤد علیہ السلام کے دل میں بھی اس معاملہ کے متعلق روشنی پیدا کر دے اور اے کثیر الانعام ان کے دل میں بھی وہ بات ڈال دے جو راز کے طور پر تو نے میرے دل میں ڈالی ہے۔ یہ کہا اور کہہ کر دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ داؤد علیہ السلام کا دل ٹھکانے نہ رہ سکا۔

شرح شبّیری

گفت ہیں امروز اے خواہان گاؤ	مہلتم دہ ایں دعاوی را مکاؤ
فرمایا خبردار! اے گائے کے مدعی ! آج	مجھے مہلت دے ان دعووں کو نہ کرید

یعنی حضرت داؤد علیہ السلام نے کہ اے مدعی گائے مجھے مہلت دے ان دعووں کو مت کنج وکاؤ کر۔ مطلب یہ کہ آج مجھے مہلت دیدے۔ یعنی ایک دن کو مقدمہ ملتوی کر دیا۔

تا روم من سوئے خلوت در نماز	پرسم ایں احوال از دانائے راز
تاکہ میں نماز میں تنہائی میں چلا جاؤں	رازوں کے جاننے والے سے یہ احوال دریافت کرلوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تا کہ میں خلوت کی طرف نماز میں جاؤں اور ان احوال کو دانائے راز سے پوچھوں۔ یعنی مجھے مہلت دو تا کہ میں خلوت میں جا کر حق تعالیٰ سے اس کی حقیقت دریافت کرلوں اور فرمایا۔

خوئے دارم در نماز آں التفات	معنی قرۃ عینی فی الصلوٰۃ
میں نماز میں اس توجہ کی عادت رکھتا ہوں	جو معنی ہیں قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے

یعنی میں نماز میں اس التفات کی عادت رکھتا ہوں (جو کہ) قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے معنی ہیں۔

روزن جانم کشادست از صفا	مے رسد بیواسطہ نامہ خدا
صفائی کی وجہ سے میری جان کا سوراخ کھلا ہوا ہے	بغیر واسطے کے خدا کا پیغام پہنچتا ہے

یعنی میری جان نے صفائی کی وجہ سے ایک روزن کھول لیا ہے (کہ اس میں سے) نامہ حق بے واسطہ (ظاہری) کے پہنچتا ہے۔ مطلب یہ کہ نامہ و پیام حق کے لئے مجھے وسائط ظاہری کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ میری جان میں ایک روزن ہے کہ اس کے ذریعہ سے نامہ و پیام مجھ تک پہنچتے ہیں۔

نامہ و باران نور از روزنم	مے فتد در خانہ ام از معدنم
پیغام اور بارش اور نور میرے سوراخ سے	میری معدن سے میرے گھر میں پہنچتا ہے

یعنی نامہ اور باران نور میرے روزن سے میرے گھر میں میرے معدن سے پڑتی ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے وہ نامہ اور باراں نور میرے اس روزن سے میرے قلب میں آتی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

دوزخ است آں خانہ کاں بے روزنست	اصل دیں اے بندہ روزن کردنست
وہ گھر دوزخ ہے جو بے سوراخ ہے	اے بندے! دین کی اصل سوراخ کر لینا ہے

یعنی وہ گھر تو دوزخ ہے جو کہ بے روزن ہے اور اے بندہ اصل دین تو یہ روزن کرنا ہی ہے۔

تیشہ در ہر بیشۂ کم زن بیا	تیشہ زن در کندن روزن ہلا
ہر جھاڑی پر کلہاڑی نہ مار	ہاں سوراخ کرنے کے لئے کدال مار

یعنی تیشہ ہر بیشہ میں کم مار اور ٹھہر جا اور روزن کھودنے میں تیشہ مار یعنی اس روزن جان کے کھولنے میں کوشاں رہو اور دنیاوی محبتوں کو بالائے طاق رکھو آگے فرماتے ہیں کہ۔

یا نمیدانی کہ نور آفتاب	عکس خورشید بردنست از حجاب
یا تو نہیں جانتا کہ سورج کا نور	اس سورج کا عکس ہے جو پردے سے باہر ہے

یعنی یا کہ تم یہ نہیں جانتے کہ نور آفتاب عکس ہے خورشید کا جو کہ حجاب سے باہر ہے۔ مطلب یہ کہ تم جو اس طرف متوجہ نہیں ہوتے تو کیا تم کو اس کی خبر نہیں ہے کہ یہ نور آفتاب ظاہری جو کہ اس قدر چمکدار ہے اس نور حقیقی کا

www.besturdubooks.wordpress.com

عکس ہے تو اگر تم جانتے ہو کہ یہ اس کا عکس ہے تو ضرور اس کو تلاش کرتے۔ معلوم ہوا کہ تم کو اس کی خبر ہی نہیں ہے۔

نور ایں دانے کہ حیواں دید ہم	پس چہ کرمنا بود بر آدم
تو اس کو نور سمجھتا ہے جس کو حیوان بھی دیکھتا ہے	تو میرے آدمی ہونے پر کرمنا کیسے (صادق) ہو گا؟

تم تو نور اس کو جانتے ہو کہ جس کو حیوان نے بھی دیکھ لیا تو پھر ہمارے آدم پر کرمنا کیا ہو گا یعنی اگر نور بھی نور ہے جو کہ حیوانات کو بھی نظر آتا ہے تو پھر ولقد کرمنا بنی ادم کے کیا معنی ہوں گے لہٰذا تم کو چاہئے کہ نور کے علاوہ وہ اس کی اصل اور اس کی روح کو بھی تو دیکھو۔ آ گے پھر حضرت داؤد علیہ السلام کا قول ہے کہ۔

من چو خورشیدم درون نور غرق	من ندانم کرد خویش از نور فرق
میں سورج جیسا ہوں نور میں ڈوبا ہوا ہوں	میں اپنے آپ میں اور نور میں فرق کرنا نہیں جانتا ہوں

یعنی میں مثل خورشید کے نور میں غرق ہوں اور میں اپنے کو نور سے فرق نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ فرمایا کہ میں از سرتاپا نور میں غرق ہوں اور میں اپنے کو اور اس نور کو الگ الگ ممتاز نہیں کر سکتا اس قدر میں اور وہ نور حقیقی ایک ہوئے ہیں۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ جناب پھر آپ جب اس قدر غرق نور ہیں تو آپ کو خلوت ہی کی کیا ضرورت ہے۔ یہیں جلوت ہی میں حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جایئے تو اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے فرماتے ہیں کہ۔

رفتم سوئے نماز و آں خلا	بہر تعلیم ست رہ مر خلق را
میرا اس خلوت اور نماز کی جانب جانا	مخلوق کو راستہ کی تعلیم دینے کے لئے ہے

یعنی میرا نماز اور خلوت کی طرف جانا مخلوق کو راہ تعلیم کرنے کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے بے شک خلوت کی ضرورت نہیں ہے اور ان غیر ضروری امور کی حاجت نہیں رہی ہے۔ لیکن اس وقت صرف اس لئے تاکہ اور لوگ سیکھیں میں خلوت اختیار کرتا ہوں۔ یہاں سے بعض جاہل یہ خیال کرتے ہیں کہ جب سالک منتہی ہو جاتا ہے تو اس کو نماز روزہ کی ضرورت نہیں رہتی بلکہ اس کو سب معاف ہو جاتا ہے اور اگر وہ نماز روزہ کرتا ہے تو صرف اس لئے تاکہ نظام عالم خراب نہ ہو جاوے اس خیال کا ویسے تو غلط ہونا صریح ہے اور ظاہر ہے ہاں بعض کو جو ایسے اشعار سے شبہ پڑ جاتا ہے کہ دیکھو حضرت داؤدؑ فرماتے ہیں کہ مجھے نماز کی ضرورت نہیں بلکہ تعلیم خلق کے لئے کرتا ہوں تو اس کو سمجھ لو کہ یہاں نماز و عبادت و خلوت سے مراد غیر ضروری امور ہیں مطلب یہ ہے کہ نماز روزہ فرض تو ضروری ہے ہی مگر جو امور غیر ضروری ہیں ان کی بے شک منتہی کو ضرورت نہیں رہتی مثلاً خلوت کی یا اوراد کی یا نوافل کی تو یہاں بس یہی مراد ہے جیسا کہ سوق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں خلوت اختیار کروں اور نماز وغیرہ پڑھوں تو کیا ویسے حضرت داؤد علیہ السلام نماز وغیرہ نہ پڑھتے تھے ضرور پڑھتے تھے تو بس معلوم ہوا کہ اس نماز وغیرہ سے نوافل اور غیر ضروری عبادت ہی مراد ہیں تو سمجھ لو کہ خواہ کوئی کتنا ہی بزرگ

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ولی ہو جاوے مگر نماز ہرگز معاف نہیں ہوتی۔تمام اعمال ضروریہ اس کے ذمہ فرض و واجب رہتے ہیں۔ ہاں جو غیر ضروری مثل خلوت وغیرہ کے ہوتے ہیں ان کی اس منتہی کو ضرورت نہیں رہتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کژ نہم تا راست گردد ایں جہاں	حرب خدعہ ایں بود اے پہلواں
میں ٹیڑھا (قدم) رکھتا ہوں' تاکہ مخلوق سیدھی ہو جائے	اے بہادر! "جنگ دھوکہ ہے" یہی ہے

یعنی میں (قدم کو) کج رکھتا ہوں تا کہ یہ جہاں راست ہو جاوے اور حرب خدعہ ہوتا ہے اے پہلوان۔ مطلب یہ کہ میں اپنی حالت کو ایسا ظاہر کرتا ہوں کہ جیسے مبتدی کی حالت ہوتی ہے اور اعمال غیر ضروری کو بھی کرتا ہوں کہ جس سے وہ ضروری معلوم ہوتے ہیں تو جس طرح کہ یہ غیر واقع کو واقع دکھاتا ہے اسی طرح حرب میں بھی غیر واقعی کو واقعی دکھنا ہوتا ہے لیکن یہ بھی فرمایا کہ میری اس کجی سے کہ غیر ضروری امور کو بھی کر کے غیر واقعی امر کو واقعی دکھاتا ہوں اور لوگ درست ہو جاویں گے اور سمجھیں گے کہ جب نبی کی یہ حالت ہے کہ وہ ان امور غیر ضروریہ کو بھی ترک نہیں کرتے تو ہم کو کس طرح کسی کام کا ترک جائز ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست دستورے وگرنہ ریختے	گرد از دریائے راز انگیختے
اجازت نہیں ہے ورنہ وہ بہا دیتے	راز کے دریا سے گرد اڑا دیتے

یعنی اجازت نہیں ہے ورنہ (حضرت داؤدؑ مضامین اور بھی) ریختہ کرتے اور دریائے راز سے گرد اٹھا دیتے۔یعنی اس قدر اسرار بیان کرتے کہ دریائے راز خشک ہو جاتا اور اس میں سے گرد اٹھنے لگتی۔

ہمچنیں میگفت داؤدؑ ایں نسق	خواست گشتن عقل خلقان محترق
اس طور پر (حضرت) داؤد ایسا ہی کہتے رہے	مخلوق کی عقل نے جل جانا چاہا

یعنی داؤدؑ اس طریق سے بیان کر رہے تھے کہ لوگوں کی عقل جلنے لگی یعنی اس کی سوزش سے لوگوں کے قلوب میں ایک حرارت اور گرمی محسوس ہونے لگی اور قریب تھا کہ یہ لوگ بیخود ہو جاویں۔

پس گریبانش کشید از پس یکے	کہ ندارم در یکے اش من شکے
تو ایک نے پیچھے سے ان کا گریبان کھینچا	کہ میں اس کی واحدانیت میں کوئی شک نہیں رکھتا ہوں

یعنی پھر ان کا گریبان ایک نے پیچھے سے کھینچ لیا کہ جس کے ایک ہونے میں میں شک نہیں رکھتا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے حضرت داؤدؑ علیہ السلام کو روک دیا اور ان کو اس بیان اسرار سے منع فرما دیا تو یہ ہوا کہ۔

باخود آمد گفت را کوتاہ کرد	لب بہ بست و عزم خلوتگاہ کرد
(حضرت) سنبھلے ' بات کو مختصر کیا	خاموش ہو گئے اور خلوت خانہ کا قصد کیا

یعنی حضرت داؤدؑ خودی میں آگئے اور گفتگو کو کوتاہ کر دیا۔ اور لب بند کر کے خلوتگاہ کا قصد کیا۔اب خلوت

www.besturdubooks.wordpress.com

میں کشف حال کے لئے تشریف لے گئے۔

داؤد علیہ السلام کا خلوت میں جانا تا کہ جو کچھ حق ہے ظاہر ہو جاوے

در فرو بست و برفت آنگہ شتاب	سوئے محراب و دعائے مستجاب
دروازہ بند کیا اور فوراً روانہ ہوئے	محراب اور مقبول دعا کی جانب

یعنی دروازہ بند کر لیا اور اس وقت جلدی سے محراب اور دعائے مستجاب کی طرف چلے گئے۔

حق نمودش انچہ بنمودش تمام	گشت واقف بر سزائے انتقام
حق نے ان کو (جو کچھ) دکھایا اس میں سب کچھ دکھا دیا	وہ بدلے کی سزا سے واقف ہو گئے

یعنی حق تعالیٰ نے آپ کو پوری طرح دکھا دیا جو کچھ کہ دکھایا تو وہ مستحق انتقام پر واقف ہو گئے۔

دید احوالے کہ کس واقف نہ بود	راز پنہانی کہ حیرانے فزود
انہوں نے وہ احوال دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا	وہ چھپے ہوئے راز جنہوں نے حیرانی بڑھا دی

یعنی انہوں نے ان احوال کو دیکھ لیا جن سے کوئی واقف نہ تھا اور اس راز پنہانی کو جس نے کہ حیرانی زیادہ کر دی۔

روز دیگر جملہ خصماں آمدند	پیش داؤد پیمبر صف زدند
دوسرے دن سب فریق آئے	(حضرت) داؤد پیغمبر کے روبرو صف بستہ ہو گئے

یعنی دوسرے دن سب خصم آئے اور داؤد علیہ السلام کے سامنے سب نے صف لگائی۔

ہمچنیں ایں ماجراہا باز رفت	زود زد آں مدعی تشنیع زفت
اسی طرح وہ قصہ پھر چلا	اس مدعی نے جلد سخت برا بھلا کہنا شروع کر دیا

یعنی اسی طرح یہ ماجرے پھر چلے اور اس مدعی نے جلدی سے ایک طعن عظیم مارا (اور کہا کہ)

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب اس گریہ وزاری کا حضرت داؤد علیہ السلام پر نہایت اثر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اے مدعی گاؤ آج کی مجھے مہلت دے اور ثبوت دعوے میں کاوش مت کرتا کہ میں خلوت میں جا کر نماز میں مشغول ہوں اور واقف راز سے اس کو دریافت کروں مجھے عادت ہے کہ نماز میں مجھے خاص توجہ بحق سبحانہ ہوتی ہے۔ جو کہ معنی ہیں قرۃ عینی فی الصلوٰۃ کے یعنی نماز میں مجھے خاص راحت حاصل ہوتی ہے اور اس کا منشا وہی توجہ خاص ہے میری روح میں بوجہ کمال صفا کے ایک کھڑکی کھلی ہوئی ہے جس سے براہ راست مجھ تک پیغامات خداوندی

www.besturdubooks.wordpress.com

پہنچتے ہیں میری اس کھڑکی سے میرے خانہ قلب میں معدن نور و پیغامات (حق سبحانہ) سے پیغامات اور نور کی بارش پہنچتی ہے یہ ارشاد تھا حضرت داؤد علیہ السلام کا قبل اس کے کہ ہم اس کو تمام کریں جملہ معترضہ کے طور پر ایک ضروری بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ یاد رکھو کہ یہ کھڑکی نہایت قابل قدر ہے اور جس دل میں یہ کھڑکی نہ ہو وہ گویا کہ ایک دوزخ ہے اور دین کا بہت بڑا مقصد یہی روزن پیدا کرنا ہے پس تم ٹھہرو اور جنگل میں جا کر تیشہ نہ چلاؤ بلکہ اول تیشہ مجاہدہ سے یہ کھڑکی پھوڑو۔ اب تک جو تم نے ایسا نہیں کیا اس کی وجہ یا تو غفلت ہے یا یہ کہ تم اس نور کو جانتے ہی نہیں اور سمجھتے ہی نہیں کہ بمجوائے ہو لفظاہر۔ ایک بے حجاب آفتاب اور بھی ہے اس آفتاب متعارف کا نور اسی کے نور کا عکس ہے۔ بلکہ تم نور اسی نور کو سمجھتے ہو جس کو حیوانات بھی دیکھتے ہیں اگر واقع میں یہی نور نور ہو تو ولقد کرمنا بنی ادم کیونکر درست ہوگا کیونکہ انسان کو دیگر حیوانات سے اگر کوئی خاص امتیاز ہے تو وہ اسی نور کے سبب ہے اور جب وہ نور ہی منتفی ہوگا تو "ولقد کرمنا بنی آدم" بھی درست نہ ہوگا اگر یہ کہا جاوے کہ عقل دنیاوی اس کا منشاء ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل دنیاوی میں تو سب جانور شریک ہیں۔ صرف کمی بیشی کا فرق ہے جو حیوانات میں آپس میں بھی ہے جبکہ یہ مضمون استطرادی ختم ہوا تو اب ہم پھر حضرت داؤد علیہ السلام کی گفتگو بیان کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس نور میں آفتاب کی طرح غرق ہوں۔ اور وہ میرے رگ و پے میں یوں سرایت کر گیا ہے کہ مجھ میں اور نور میں امتیاز نہیں رہا اور میں نور مجسم ہو گیا ہوں۔ اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب آپ نور میں اس قدر درجہ غرق ہیں تو خلوت اور صلوٰۃ نافلہ کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ (نافلہ کی قید ہم اس لئے لگائی کہ فرائض کے متعلق وہ یہ جواب دے سکتے ہیں کہ میں امتثال امر کے لئے ایسا کر رہا ہوں) کیونکہ خلوت میں جانا اور نوافل میں مصروف ہونا مخلوق کو راہ حق تعلیم فرمانے کے لئے ہے۔ میں ٹیڑھا اس لئے چلتا ہوں یعنی غیر ضروری کام اس لئے کرتا ہوں کہ مخلوق خدا ٹھیک ہو اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ روش مماثل ہے الحرب خدعہ کے کیونکہ جس طرح حرب میں مقصود کچھ اور ہوتا ہے اور ظاہر کچھ اور کیا جاتا ہے۔ یہاں بھی یہی بات ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے زیادہ بیان کرنے کی اجازت نہیں ورنہ بہت کچھ موتی بکھیرتا اور بہت سے اسرار کو بیان کر کے دریائے اسرار کو گویا خشک کر دیتا۔ غرض داؤد علیہ السلام اسی قسم کی گفتگو کر رہے تھے اور قریب تھا کہ مخلوق عقول جل کر فنا ہو جائیں اتنے میں اس ایک ذات نے جس کی وحدانیت میں مجھے کوئی شک نہیں پیچھے سے انکا گریبان کھینچ لیا یعنی حق سبحانہ نے روک دیا۔ کہ بس کرو اور اس پر داؤد علیہ السلام ہوش میں آئے اور کلام کو مختصر کیا اور خاموش ہو کر خلوت گاہ میں تشریف لے گئے وہاں جا کر دروازہ بند کر لیا اور فوراً محراب میں تشریف لے گئے۔ اور قبول ہونے والی دعا میں مصروف ہو گئے اس پر حق سبحانہ کو جو کچھ معلوم کرانا تھا تفصیلاً معلوم کرا دیا اور ان کو معلوم ہو گیا کہ کون قابل سزا ہے اس وقت انہوں نے وہ حالات دیکھے جن سے کوئی واقف نہ تھا اور وہ راز ان کو معلوم ہوئے جن سے وہ دنگ رہ گئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

زود گاوم را بده اے نابکار	از خدائے خویشتن شرمے بدار
اے نابکار! میری گائے جلد دے	اپنے خدا سے کچھ شرما

یعنی اے نابکار میری گائے جلدی سے دے اور اپنے خدا سے شرم کر (اور بولا کہ)

کایں چنیں ظلم صریح نا سزا	میرود در عہد پیغمبر ہلا
کہ ایسا نامناسب صاف ظلم	خبردار! پیغمبر کے دور میں ہو رہا ہے

یعنی کہ ایسا ظلم صریح ناسزا ارے پیغمبر کے زمانہ میں چلتا ہے۔

گاوٗ کشتہ خوردہ بے ترس و بیم	در جواب افزودہ تزویر آں لئیم
گائے ذبح کر کے ڈر اور خوف کے بغیر کھا کر	اس نالائق نے جواب میں مکاری زیادہ (شروع کر دی)

یعنی گائے کو مار کر بے خوف وبیم کے کھا گیا اور اے لئیم جواب میں تزویر کو زیادہ کرتا ہے (اور کہتا ہے کہ)

کہ چہ چندیں سال بودم در دعا	من طلب کردم زحق داد او مرا
کہ میں کتنے سال سے دعا میں لگا رہا ہوں	میں نے اللہ (تعالیٰ) سے مانگا اس نے مجھے دیا

یعنی کہ میں اتنے سال سے دعا میں ہوں اور میں حق تعالیٰ سے طلب کیا کرتا تھا تو مجھے دیدی۔

اے رسول حق چنیں باشد روا	ملک من بد گاوٗ چوں دادش خدا
اے اللہ کے رسولؐ! کیا یہ جائز ہو سکتا ہے؟	گائے میری ملکیت تھی خدا نے اس کو کیسے دیدی؟

یعنی اے رسول حق کیا اس طرح جائز ہے کہ میری ملک تھی گائے اور اس کو خدائے تعالیٰ نے دیدی۔

داؤد علیہ السلام کا مدعی گاوٗ پر حکم کرنا کہ گائے کے خیال سے درگزرے اور اس مدعے کا داؤد علیہ السلام پر اعتراض کرنا

گفت داوٗدش خمش کن رو بہل	ایں مسلماں راز گاوت کن بحل
(حضرت) داؤدؑ نے اس سے فرمایا چپ' جا' چھوڑ	اس مسلمان کو اپنی گائے معاف کر دے

یعنی داؤد علیہ السلام نے اس سے کہا کہ خاموش رہ اور جا اس مسلمان کو چھوڑ دے اور اپنی گائے اس کو معاف کردے (اس کے بعد داود نے اشارۃً اس کی بے ایمانی پر اس طرح تنبیہ فرمائی کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں خدا پوشید برتو اے جواں	روخمش کن حق ستاری بداں
اے جوان! جب اللہ (تعالیٰ) نے تیری پردہ پوشی کی ہے	جب چپ ہو جا' پردہ پوشی کے حق کو سمجھ

یعنی اے جوان جب خدا نے تجھ پر پوشیدہ رکھا تو جا خاموش رہ اور حق ستاری کو جان۔ مطلب یہ کہ جب خدا نے تیری حرکتوں کو پوشیدہ رکھا ہے تو اب اس کا حق یہ ہے کہ تو ایسی بدمعاشیاں مت کر اور خود ہی اپنے کو رسوا مت کر۔ مگر وہ کب ماننے والا تھا بولا کہ)

گفت واویلا چہ حکم ست ایں چہ داد	از پے من شرع نو خواہی نہاد
اس نے کہا ہائے کہ یہ کیا فیصلہ ہے یہ کیا انصاف ہے؟	میرے لئے آپ نئی شریعت بنائیں گے

یعنی بولا کہ واویلا یہ کیا حکم ہے اور کیا انصاف ہے آپ میرے واسطے کوئی نئی شرط رکھیں گے۔

رفتہ است آوازۂ عدلت چناں	کہ معطر شد زمین و آسماں
آپ کے انصاف کا تو ایسا شہرہ ہے	کہ (اس سے) زمین اور آسمان معطر ہے

یعنی آپ کے عدل کا دروازہ تو ایسا چلا ہوا ہے کہ زمین و آسمان معطر ہو رہے ہیں۔

برسگان کور ایں استم نرفت	زیں تعدی سنگ و کہ بشگافت تفت
اندھے کتوں پر (بھی) یہ ظلم نہیں ہوا ہے	اس ظلم سے پتھر اور پہاڑ جلد پھٹ گئے

یعنی اندھے کتوں پر بھی یہ ستم نہیں چلا۔ اور اس تعدی سے سنگ و کوہ بھی جلدی سے پھٹ گئے۔

ہمچنیں تشنیع می زد برملا	کالصلا ہنگام ظلم ست الصلا
وہ اس طرح علی الاعلان ملامت کرتا رہا	آؤ' آؤ ظلم کا وقت ہے

یعنی اسی طرح وہ برملا طعن کر رہا تھا کہ جمع ہو جاؤ۔ وقت ظلم ہے جمع ہو جاؤ (اور کہتا تھا کہ)

اینچنیں ظلم و جفا بر من مکن	یا نبی اللہ مگو زینساں سخن
ایسا ظلم و ستم مجھ پر نہ کیجئے	اے اللہ کے نبی! ایسی باتیں نہ کہیے

یعنی مجھ پر ایسا ظلم و جفا نہ کیجئے اور اے نبی اللہ ایسی بات مت کہئے (دیکھئے اس نالائق کی آنکھوں پر اس طرح پردہ پڑ گیا تھا کہ جانتا تھا کہ ظالم میں ہی ہوں اور فیصل کن نبی ہیں ان کو سب خبر ہو سکتی ہے مگر وہی مرغی کی ایک ٹانگ بکے جا رہا تھا۔ آخر حضرت داؤد نے اس سے زیادہ سخت حکم دیا جس کو آگے فرماتے ہیں کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

داؤدؑ کا اس صاحب گاؤ کو حکم کرنا کہ تمام مال اس مدعا علیہ کو دے

بعد ازاں داؤدؑ گفتش کا عنود	جملہ مال خویش او را بخش زود
اس کے بعد (حضرت) داؤدؑ نے اس سے کہا اے سرکش!	اپنا سب مال اس کو جلد بخش دے

یعنی بعد اس کے داؤدؑ نے اس سے کہا کہ اے معاند سارا مال اس کو جلدی دے۔

ورنہ کارت سخت گردد گفتمت	تا نہ گردد ظاہر از وے اَستمت
ورنہ تیرا معاملہ مشکل ہو جائے گا' میں نے تجھ سے کہہ دیا	تاکہ تیرا ظلم اس سے ظاہر نہ ہو

یعنی ورنہ تیرا کام سخت ہو جاوے گا میں تجھ سے کہتا ہوں تاکہ اس سے تیرا ستم ظاہر نہ ہو جاوے۔ (دیکھئے داؤد نے اب بھی چاہا کہ ظاہر نہ ہو اب بھی اشارۃً ہی سے سمجھایا مگر وہ کب ماننے والا تھا یہ سن کر اس کی یہ حالت ہوئی کہ)

خاک بر سر کرد و جامہ بر درید	کہ بہردم میکنی ظلمے مزید
اس نے سر پر خاک ڈالی اور کپڑے پھاڑ لئے	کہ آپ تو ہر دم ایک مزید ظلم کر رہے ہیں

یعنی خاک سر پر ڈالی اور کپڑے پھاڑ ڈالے (اور کہا) کہ آپ تو ہر دم ایک ظلم مزید کرتے ہیں۔

یکدمے دیگر بدیں تشنیع راند	باز داؤدش بہ پیش خویش خواند
اس نے پھر یہ ملامت شروع کر دی	پھر (حضرت) داؤدؑ نے اس کو اپنے سامنے بلایا

یعنی تھوڑی دیر اور اسی تشنیع کو چلا تو داؤدؑ نے پھر اس کو اپنے سامنے بلایا۔

گفت چوں بختت نبودا ے بخت کور	ظلمت آمد اندک اندک در ظہور
فرمایا اے بے صبرے چونکہ (پردہ پوشی) تیرا نصیب نہ تھی	تیرا ظلم رفتہ رفتہ ظہور میں آیا

یعنی فرمایا کہ اے کور بخت جب تیرا نصیبا (درست) نہ تھا تو تیرا ظلم تھوڑا تھوڑا ظاہر ہونے لگا ہے۔

دیدۂ آنگاہ صدر و پیش گاہ	اے دریغ از چوں تو خرخاشاک راہ
تو نے اس وقت صدر اور پیشگاہ کو	راستہ کا کوڑا سمجھا' ہائے افسوس تجھ جیسے گدھے پر

یعنی تو نے وقت صدر و پیش گاہ دیکھا ہے تو تجھ جیسے خر اور خاشاک راہ نہایت عجیب ہے۔ یعنی جب تو نے اس حالت صدر کو دیکھا ہے تو ایک ذرا سی گائے کے پیچھے کیوں جان دیئے دیتا ہے سخت تعجب ہے مگر وہ کب ماننے والا تھا وہ تو اپنی بکواس لگاتا ہی رہا۔

زیں سخن داؤدؑ زوشد خشمناک	گفت تا خود را نگردانے ہلاک
ان باتوں سے (حضرت) داؤدؑ اس پر غضبناک ہو گئے	فرمایا' خبردار اپنے آپ کو تباہ نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان باتوں سے داؤدؑ اس سے خشمناک ہو گئے اور فرمایا کہ تو اپنے کو ہلاک مت کرنا۔

رو کہ فرزندان تو با جفت تو	بندگان اوشدند اے تند خو
جا کہ تیری اولاد مع تیری بیوی کے	اے بدمزاج! اس کے غلام ہو گئے

یعنی جا کہ تیرے لڑکے اور تیری بیوی سب اس کے غلام ہیں زیادہ مت بک (یہ سن کر تو اس کی یہ حالت ہوئی کہ)

سنگ بر سینہ ہمی زد باد و دست	میدود از جہل خود بالا و پست
وہ دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا	اپنی نادانی سے اوپر نیچے بھاگ رہا تھا

یعنی دونوں ہاتھوں سے سینہ پر پتھر مارتا تھا اور اپنے جہل کی وجہ سے اوپر نیچے دوڑتا پھرتا تھا۔ مطلب یہ کہ اس کو سن کر اور بھی باولا ہو گیا اور واویلا شروع کر دی۔

خلق ہم اندر ملامت آمدند	کز ضمیر کار او غافل بدند
لوگوں نے بھی ملامت شروع کر دی	کیونکہ وہ اس کے پوشیدہ کام سے ناواقف تھے

یعنی لوگ بھی ملامت کرنے لگے اس لئے کہ باطن کار سے وہ غافل تھے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اگلا دن ہوا اور تمام لوگ عدالت میں حاضر ہوئے اور داؤدؑ علیہ السلام کے سامنے صف بستہ کھڑے ہو گئے اور جو واقعہ کل ہوا تھا آج بھی وہی ہوا۔ اور مدعی نے فوراً زور و شور سے ملامت کرنی شروع کی اور کہا کہ او نالائق خدا سے شرم کر اور میری گائے دیدے۔ ارے پیغمبر خدا کے زمانہ میں ایسا نازیبا اور کھلا ظلم ہو غضب کی بات ہے پاجی تو بے دھڑک میری گائے مار کر کھا گیا۔ اور جواب میں باتیں بناتا ہے اور کہتا ہے کہ اتنے برسوں تک میں نے دعا کی ہے اور خدا سے روزی حلال طلب کی ہے اس نے مجھے وہ گائے دیدی۔ اے پیغمبر خدا بھلا ایسا بھی کہیں ہوتا ہے۔ گائے تو میری تھی خدا نے اسے کیسے دیدی۔ اس پر داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ بس چپکے رہو جاؤ جھگڑے کو رفع دفع کر دو۔ اور گائے اس مسلمان کو معاف کر دو۔ جب خدا نے تمہاری پردہ پوشی کی ہے تو تم کو ایسا نہ چاہیے بس چپ رہو۔ جاؤ حق خدا کو ملحوظ رکھو۔ اس نے کہا ارے غضب ہو گیا بھلا یہ کیا حکم اور کونسا انصاف ہے آپ میرے لئے نئی شریعت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کا انصاف تو اس درجہ مشہور ہے کہ اس کی خوشبو سے زمین و آسمان معطر ہیں پھر مجھ پر یہ ظلم کیوں ہے۔ ایسا ظلم تو اندھے کتوں پر بھی نہیں ہوا۔ اور اس تعدی سے تو پتھر اور پہاڑ پھٹے جاتے ہیں وہ کھلم کھلا اسی طرح ملامت کر رہا تھا۔ کبھی لوگوں سے کہتا تھا کہ دیکھو لوگو یہ ظلم ہو رہا ہے اور کبھی داؤد علیہ السلام سے کہتا کہ دیکھئے ایسا ظلم مجھ پر نہ کیجئے اور اے نبی اللہ ایسی بات نہ فرمائیے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو اس فیصلہ پر رضامند نہیں تو دوسرا فیصلہ یہ ہے کہ اپنا سارا مال اسے دیدے اور اگر تو اس کو بھی نہ مانے گا تو اور زحمت میں پڑے گا۔ میں نے تجھے پیشتر سے اس لئے متنبہ کر دیا ہے تا کہ تیری ضد سے تیرا ستم ظاہر نہ ہو جاوے۔ یہ سن کر اس نے سر پر خاک ڈالی۔ کپڑے پھاڑ لئے اور کہا کہ ہر دم آپ تو ایک نئے ظلم کا اضافہ کرتے ہیں اور کچھ دیر تک اس نے یہ ہی تشنیع و ملامت جاری رکھی۔ اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر اسے اپنے سامنے بلایا اور کہا کہ پھوٹی قسمت والے تیری تقدیر اچھی نہ تھی۔ اس لئے رفتہ رفتہ تیرا ظلم ظاہر ہوا۔ تجھ گدھے کی حالت پر سخت افسوس ہے کہ تو نے عز و جاہ کی کچھ قدر نہ کی اور اسکو خاشاک راہ سمجھا۔ اچھا جا ہم حکم دیتے ہیں کہ تیری بیوی بچے سب اس کے لونڈی غلام ہو گئے دیکھ اب کچھ نہ بولنا یہ سن کر وہ دونوں ہاتھوں سے اپنی چھاتی پتھر سے کوٹتا تھا اور اپنی جہالت سے مخبوط الحواس بنا ہوا کبھی اوپر جاتا تھا کبھی نیچے آتا تھا۔ چونکہ لوگ اس واقعہ کی اندرونی حالت سے واقف نہ تھے اس لئے انہوں نے بھی ملامت کرنی شروع کی کہ کس قدر ظلم ہے کہ اس کی گائے بھی ماری گئی اور اس سے مال بھی دلایا جاتا ہے اور اس کے بیوی بچوں کو غلام بنایا جاتا ہے۔

شرح شبّیری

ظالم از مظلوم کے داند کسے	کو بود سخرہ ہوا ہمچوں خسے
وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کب امتیاز کرتا ہے؟	جو کہ تنکے کی طرح ہوا کے تابع ہو

یعنی ظالم کو مظلوم سے کب کوئی جانتا ہے جو کہ سخرہ ہوا مانند خس کے ہو۔ مطلب یہ کہ جو شخص ہوا و ہوس میں لگا ہوا اس کو کیا خبر ہو سکتی ہے کہ کون مظلوم اور کون ظالم اس لئے کہ ایسے شخص پر حقیقت اشیاء منکشف ہی نہیں ہوتی۔

ظالم از مظلوم آنکس پے برد	کو سر نفس ظلوم خود برد
ظالم اور مظلوم کا وہ شخص پتہ لگا لیتا ہے	جو اپنے ظالم نفس کا سر قلم کر دے

یعنی ظالم کو مظلوم سے وہ جان سکتا ہے جو کہ اپنے نفس ظالم کے سر کو کاٹ دے۔

ورنہ آں ظالم کہ نفس ست اندروں	خصم ہر مظلوم باشد از جنوں
ورنہ وہ ظالم کہ جس کے اندر نفس ہے	جنون کی وجہ سے ہر مظلوم کا مخالف ہوتا ہے

یعنی ورنہ وہ ظالم جو نفس باطن میں ہے وہ ہر مظلوم کا جنون کی وجہ سے دشمن ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ اگر کسی نے نفس کشی نہیں کی ہے تو اس کا نفس ہمیشہ مظلوم کا دشمن ہوتا ہے اس لئے کہ اس شخص پر حقیقت کبھی منکشف ہی نہ ہوگی۔

سگ ہمارہ حملہ برم مسکیں کند	تا تو اند زخم بر مسکیں زند
کتا ہمیشہ غریب پر حملہ کرتا ہے	جب تک بھی ہو سکے غریب کو کاٹتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کتا ہمیشہ حملہ مسکین ہی پر کرتا ہے اور جب تک سکتا ہے مسکین ہی پر زخم مارتا ہے۔

شرم شیراں راست نے سگ رابداں	کو نگیرد صید از ہمسایگاں
سمجھ لے شرم شیروں میں ہوتی ہے' نہ کہ کتے میں	وہ پڑوسیوں سے شکار نہیں چھینتا ہے

یعنی شرم تو شیروں کو ہوتی ہے نہ کہ کتوں کو جان لو کیونکہ وہ شکار کو ہمسایوں سے نہیں لیتا ہے یعنی فرماتے ہیں کہ شرم تو شیروں کو ہوتی ہے کہ وہ دوسرے کا شکار نہیں لیتے خود شکار کرتے ہیں ورنہ کتے تو منتظر رہتے ہیں کہ کوئی شکار کرے تو ہم اڑاویں تو اسی طرح اس مدعی کو بھی شرم نہ تھی اس لئے کہ سگ خصلت تھا اس بیچارہ کے مال کو قبضہ کئے بیٹھا تھا اور شرم نہ آتی تھی آگے فرماتے ہیں کہ

عامہ مظلوم کش ظالم پرست	از کمیں سگ ساں سوئے داؤد جست
مظلوم کو مارنے والے ظالم پرست' عوام	کمینگاہ سے کتے کی طرح (حضرت) داؤد پر دوڑ پڑے

یعنی کمین سے کتوں کی طرح داؤد علیہ السلام کی طرف عوام مظلوم کش اور ظالم پرست بڑھے۔

روئے در داؤدؑ کردند آں فریق	کانبے مجتبٰے برما شفیق
ان لوگوں نے (حضرت) داؤدؑ کی طرف رخ کیا	کہ اے منتخب نبی! ہم پر مہربان

یعنی داؤد علیہ السلام کی طرف اس فریق نے منہ کیا کہ اے نبی برگزیدہ اور ہم پر شفیق۔

ایں نشاید از تو کیں ظلم است فاش	قہر کردی بیگناہے را بہ لاش
آپ کیلئے یہ مناسب نہیں کیونکہ یہ تو کھلا ظلم ہے	آپ نے بے وجہ' ایک بے قصور پر ظلم کیا ہے

یعنی آپ کو یہ نہ چاہئے اس لئے کہ یہ تو ظلم صریح ہے اور آپ نے ایک بے گناہ پر ایک لاشے چیز کے ساتھ ظلم کیا۔ مطلب یہ کہ جب اس ظالم نے بہت واویلا کی تو اور عوام بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے کہ حضرت بے شک یہ تو ظلم صریح ہے اور سچ یہ ہے کہ بظاہر تو ظلم تھا ہی جب تک اصل واقعہ نہ معلوم ہو ظلم ہونے میں کیا شک ہے اب اس وقت تک تو داؤدؑ نے اشارۃً اس کے قصہ کی طرف اشارہ کیا تھا مگر اب بالکل صاف طور پر بیان فرماتے ہیں اس لئے کہ اس کا ظلم اور لوگوں کی بدگمانی بہت بڑھ گئی تھی۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں عوام نے مدعا علیہ اور حضرت داؤد علیہ السلام کو ظالم سمجھا اور مدعی کو مظلوم حالانکہ معاملہ بالکل برعکس تھا۔ واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص خواہش نفسانی کا یوں ہی مسخر ہو جیسے خس و خاشاک ہوا کا۔ وہ شخص ظالم اور مظلوم میں کیا امتیاز کر سکتا ہے۔ ظالم اور مظلوم کا تو وہی شخص پتہ چلا سکتا ہے جو پہلے

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے ظالم نفس کا سر کاٹ دے ورنہ یہ ظالم نفس جو اندر چھپا ہوا ہے اپنے دیوانہ پن سے مظلوم ہی کا مخالف ہوگا اور مجانست کے سبب ظالم کا ساتھ دے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ کتا ہمیشہ غریب اور حقیر ہی آدمی پر حملہ کرتا ہے اور جہاں تک اس سے ہوسکتا ہے غریب ہی کو کاٹتا ہے یاد رکھو کہ یہ شیر ہی کا کام ہے اور کتا کبھی ایسا نہیں کرسکتا کہ ہمسایوں کا شکار نہ چھینے اور عالی حوصلگی سے خود شکار کرے۔ یعنی کسی کمزور کو نہ ستانا اہل اللہ ہی کا کام ہے اہل نفس سے ایسا نہیں ہوسکتا بلکہ وہ تو جس کو کمزور دیکھتے ہیں اسی کو ستاتے ہیں چنانچہ عوام جن کا کام مرتے کو مارنا اور ظالم کی پرستش کرنا ہے کتوں کی طرح داؤد علیہ السلام کو لپٹ پڑے اور ان کی طرف رخ کر کے یوں خطاب کیا کہ اے برگزیدہ اور ہم پر مہربان نبی آپ کو یہ زیبا نہیں کیونکہ یہ کھلا ہوا ظلم ہے آپ نے ایک بے قصور شخص پر محض بلاوجہ زیادتی کی۔

شرح شبّیری

داؤدؑ علیہ السلام کا قصد کرنا تا کہ اس کے راز کو ظاہر فرمادیں

گفت اے یاران زمان آں رسید	کاں سر مکتوم او گردد پدید
فرمایا اے دوستو! اس کا وقت آ گیا ہے	کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جائے

یعنی داؤدؑ نے فرمایا کہ اے یارو وقت اس کا آ گیا ہے کہ اس کا پوشیدہ راز ظاہر ہو جاوے۔

جملہ برخیزید تا بیروں رویم	سوئے صحرا و بداں ہاموں شویم
سب اٹھو! تاکہ ہم باہر چلیں	جنگل کی طرف اور اس جنگل میں پہنچیں

یعنی سب اٹھو تا کہ ہم باہر جنگل کی طرف چلیں اور اس میدان میں جاویں۔

مرد و زن از خانہا بیروں روید	تا برآں سر نہاں واقف شوید
مرد اور عورت گھروں سے باہر چلو	تاکہ اس پوشیدہ راز سے واقف ہو جاؤ

یعنی (فرمایا کہ) اے مرد و عورت گھروں سے باہر چلو تا کہ اس پوشیدہ بھید پر واقف ہو جاؤ۔

در فلاں صحرا درختے ہست زفت	شاخہالیش انبہ و بسیار چفت
فلاں جنگل میں ایک موٹا درخت ہے	اس کی شاخیں گھنی اور بہت جڑی ہوئی ہیں

یعنی فلاں جنگل میں ایک درخت عظیم ہے اور اس کی شاخیں انبوہ ہیں اور بہت گھنی ہیں۔

سخت راسخ خیمہ گاہ و میخ او	بوئے خوں می آیدم از بیخ او
خیمہ گاہ اور اس کا کھونٹا بہت مضبوط ہے	اس کی جڑ سے مجھے خون کی بو آ رہی ہے

یعنی اس کی خیمہ گاہ اور اس کی میخ سخت راسخ ہے مجھے اس کی جڑ میں سے بوئے خون آتی ہے۔

خوں شدہ ست اندر بن آں خوش درخت	خواجہ را کشت است ایں منحوس بخت
اس اچھے درخت کی جڑ میں خون ہوا ہے	اس بدبخت نے آقا کو قتل کیا ہے

یعنی اس درخت عظیم کی جڑ میں خون ہوا ہے اور اس منحوس بخت نے اپنے خواجہ کو قتل کیا ہے۔

مال را برداشت ست ایں قلتباں	ویں غلام اوست اے آزادگاں
اس دیوث نے مال اڑا لیا ہے	اے آزاد لوگو! یہ اس کا غلام ہے

یعنی اور اس کے مال کو اس دیوث نے لے لیا ہے اور اے آزادو یہ اس کا غلام ہے۔

ایں جواں مر خواجہ را باشد پسر	طفل بود و او ندارد زیں خبر
یہ جوان آقا کا پوتا ہے	بچہ تھا اس کو اس کا پتہ نہیں

یعنی یہ جوان اس خواجہ کا لڑکا ہے یہ (اس وقت) بچہ تھا اس کو اس بات کی خبر نہیں ہے۔

تاکنوں حلم خدا پوشید آں	آخر از ناشکری ایں قلتباں
اب تک اللہ کے حلم نے اس کو چھپایا	بالآخر اس دیوث کی ناشکری سے

یعنی اب تک تو حلم حق نے اس (کے بھید) کو پوشیدہ رکھا (مگر) آخر اس دیوث کی ناشکری کی وجہ سے (حق تعالیٰ نے اب ظاہر فرمادیا) اور وہ ناشکری یہ ہے کہ۔

کہ عیال خواجہ را روزے ندید	نے بہ نوروز و نہ موسمہائے عید
کہ اس نے ایک دن بھی آقا کے بچوں کی دیکھ بھال نہ کی	نہ نو روز پر اور نہ عید کے موسموں میں

یعنی عیال خواجہ کو اس نے ایک دن نہ دیکھا نہ نوروز میں نہ موسمہائے عید میں۔

بینوایاں را بہ یک لقمہ نجست	یاد نا ورد اوز حقہائے نخست
محتاجوں کی ایک لقمہ سے دلداری نہ کی	اس نے پہلے حقوق کو یاد نہ کیا

یعنی اس نے ان بے نواؤں کو ایک لقمہ کے لئے (کبھی) تلاش نہ کیا۔ اور ان حقوق پیشین کو یاد نہ کیا مطلب یہ کہ اس کمبخت نے یہ بھی نہ کیا کہ کبھی عید بقرعید کو یہ سمجھ کر کہ انہیں کی مال و دولت لئے بیٹھا ہوں ان غریبوں کو ایک لقمہ تک نہ دیا۔

تاکنوں از بہر یک گاؤ ایں لعیں	میزند فرزند او را بر زمیں
یہاں تک یہ مردود ایک گائے کی وجہ سے	اس کے پوتے کو زمین پر پٹخ رہا ہے

یعنی یہاں تک کہ اب ایک گائے کے واسطے یہ ملعون اس کے لڑکے کو زمین پر پٹکے دیتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او بخود برداشت پردہ از گناہ	ورنہ می پوشید جرمش را الٰہ
اس نے خود گناہ سے پردہ اٹھایا	ورنہ خدا اس کے جرم کو چھپا رہا تھا

یعنی اس نے گناہ پر سے خود پردہ اٹھادیا ورنہ اللہ تعالیٰ نے تو اس کے جرم کو پوشیدہ رکھا تھا۔ مطلب یہ کہ اس کمبخت نے یہ ساری باتیں کر کے خود اپنا فضیحہ کیا ورنہ حق تعالیٰ نے تو اتنی مدت سے اس کے جرم کو چھپا ہی رکھا تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

کافر و فاسق دریں دور گزند	پردۂ خود را بخود برمے درند
اس فتنہ کے زمانے میں کافر اور فاسق	اپنے پردے کو خود چاک کر رہے ہیں

یعنی کافر اور فاسق اس دور گزند میں خود بخود اپنی پردہ دری کرتے ہیں۔

ظلم مستورست در اسرار جاں	می نہد ظالم بہ پیش مرد ماں
روح کے رازوں میں ظلم چھپا ہوا ہے	ظالم (اس کو) لوگوں کے سامنے پیش کر دیتا ہے

یعنی ظلم اسرار جان میں پوشیدہ ہوتا ہے تو ظالم اس کو لوگوں کے سامنے رکھ دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ظالم کے ظلم کو پوشیدہ رکھتے ہیں اور کسی پر ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ مگر یہ خود ہی کہتا پھرے تو اس کا کیا علاج اور اکثر یہی ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ پوشیدہ رکھتے ہیں اور یہ مرتکب خود ہی ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ۔

کہ بہ بینیدش کشیدہ شاخہا	گاؤ دوزخ را بہ بینید از ملا
کہ اس (ظلم) کو سینگ نکالے ہوئے دیکھو	برملا دوزخ کی گائے کو دیکھو

یعنی کہ دیکھو کہ میں اپنے سینگ رکھتا ہوں اور دوزخ کی گائے کو ظاہر طور پر دیکھ لو۔ مطلب یہ کہ خود اپنی زبان سے اپنے مظالم اور ان کے اسباب کو ظاہر کرتا پھرتا ہے۔ خاص کر خون کی بابت تو مشہور ہے کہ قاتل چھپا ہی نہیں سکتا ظاہر ہو ہی کے رہتا ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ اپنے گناہوں کو اضطراراً ظاہر کر دیتا ہے اور اس کی زبان وغیرہ اس کے گناہوں پر دنیا ہی میں گواہی دیتی ہے۔ اسی طرح قیامت میں بھی اعضاء گواہی دے دیں گے فرماتے ہیں کہ۔

ظالم کے ہاتھ پاؤں زبان کا دنیا ہی میں گواہی دینا

پس ہمیں جادست و پایت بے گزند	بر ضمیر تو گواہے مے دہند
تو اسی جگہ تیرے ہاتھ پاؤں بغیر نقصان کے	تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں

یعنی بس اسی جگہ (دنیا ہی میں) تیرے ہاتھ پاؤں بے گزند کے تیرے باطن پر گواہی دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں موکل می شود بر تو ضمیر	کہ بگوتو اعتقادت وا مگیر
باطن تیرے اوپر موکل کی طرح ہو جاتا ہے	کہ تو کہدے اپنے اعتقاد کو نہ چھپا

یعنی جب کہ تمہارے اوپر وہ بھید موکل ہو جاتا ہے کہ کہدے اور اپنے اعتقاد کو واپس مت لے۔

خاصہ در ہنگام خشم و گفتگو	میکند ظاہر سرت را موبمو
خصوصا غصہ اور گفتگو کے وقت	تیرے راز کو ذرہ ذرہ ظاہر کر دیتا ہے

یعنی خاص کر وقت خشم و گفتگو میں کہ وہی موکل تیرے بھید کو موبمو ظاہر کر دیتا ہے۔

چوں موکل می شود ظلم و جفا	کہ ہویدا کن مرا اے دست و پا
ظلم اور زیادتی موکل کی طرح ہو جاتی ہے	کہ اے ہاتھ پاؤں! مجھے ظاہر کر دے

یعنی وہ ظلم و جفا جس طرح مسلط ہو جاتا ہے کہ (کہتا ہے کہ) اے ہاتھ پاؤں مجھے ظاہر کر دے۔

چوں ہمی گیرد گواہ سر لگام	خاصہ وقت جوش و خشم انتقام
سر کا گواہ کس طرح لگام پکڑ لیتا ہے	خصوصا غصہ کے جوش اور بدلہ لینے کے وقت

یعنی جس طرح کہ وہ گواہ سر لگام پکڑ لیتا ہے خاص کر وقت جوش اور خشم اور انتقام (کہ اس وقت تو اور اچھی طرح بتا دیتا ہے کہ دیکھو میں نے ایسا کیا تھا ایسا کیا تھا۔ تم مجھے کیا سمجھتے ہو وغیرہ وغیرہ) تو جس طرح کہ دنیا میں یہ ظلم مسلط ہو جاتا ہے اسی طرح آخرت میں بھی کوئی شے مسلط ہو کر سب ایک ایک تم سے پوچھ لے گی۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

پس ہماں کس کیں موکل می کند	تالوائے راز بر صحرا زند
تو وہی بات جو یہ مسلط کرتی ہے	تاکہ راز کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دے

یعنی پس وہی ذات جو کہ اس کو مسلط کر دیتی ہے تاکہ علم راز کو صحرا پر لگا دے۔

پس موکلہائے دیگر روز حشر	ہم تواند آفرید از بہر نشر
تو حشر کے دن دوسرے موکل	بھی (راز) کھولنے کے لئے پیدا کر سکتی ہے

یعنی پس دوسرے موکلین حشر کے دن وہی ذات نشر کے واسطے پیدا فرما دے گی (اور اس وقت کہا جاوے گا کہ)

اے بدو دست آمدہ در ظلم و کیں	گوہرت پیداست حاجت نیست ایں
اے وہ کہ جو دس ہاتھوں سے ظلم اور کینہ میں لگا ہے	تیرا جوہر کھلا ہوا ہے اس کی ضرورت نہیں ہے

یعنی اے شخص جو کہ دونوں ہاتھوں سے ظلم و کیں میں آیا ہوا ہے تیری ذات ظاہر ہو گئی ہے اب اس (اظہار) کی ضرورت نہیں رہی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست حاجت شہرہ گشتن در گزند	بر ضمیر آتشینت واقف اند
نقصان رسانی میں مشہور ہونے کی ضرورت نہیں ہے	تیرے آتشی باطن سے (سب) باخبر ہیں

یعنی ظلم میں مشہور ہونے کی حاجت نہیں ہے تیرے ضمیر آتشیں پر سب لوگ واقف ہیں۔

نفس تو ہردم برآرد صد شرار	کہ بہ بینیدم منم ز اصحاب نار
تیرا نفس ہر وقت سینکڑوں چنگاریاں اگل رہا ہے	کہ مجھے دیکھو میں دوزخیوں میں سے ہوں

یعنی تمہارا نفس ہردم سو شرار نکالتا ہے کہ مجھے دیکھو میں اصحاب نار سے ہوں۔

جزو نارم سوئے کل خود روم	من نہ نورم کہ سوئے حضرت شوم
میں آگ کا جزو ہوں اپنے کل کی جانب جاتا ہوں	میں نور نہیں ہوں کہ (اللہ کے) دربار کی طرف جاؤں

یعنی میں تو جزو نار ہوں اپنے کل کی طرف جاتا ہوں میں نور نہیں ہوں جو حضرت حق کی طرف جاؤں۔
مطلب یہ کہ تمہارا نفس ہردم معاصی کو اور گناہوں کو ظاہر کر رہا ہے اور ہردم دوزخ کی طرف جا رہا ہے۔

ہمچناں کایں ظالم حق ناشناس	بہر گاوے کرد چندیں التباس
جیسا کہ حق نہ پہچاننے والے اس ظالم نے	ایک گائے کے لئے اس قدر مکر کئے

یعنی جس طرح کہ اس ظالم ناحق شناس نے ایک گائے کے واسطے کتنے مکر کئے (حالانکہ)

او ازیں صد گاؤ بر دو صد شتر	نفس اینست اے پدر از وے ببر
وہ اس کی سو گائیں اور سو اونٹ لے بھاگا	اے بابا!! نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر

یعنی وہ اس سے سو گائیں اور سو اونٹ لے جا چکا تھا اے بابا نفس یہی ہے اس سے قطع تعلق کر دو۔ مطلب یہ کہ جس طرح اس شخص کو باوجود اتنا مال و دولت لے لینے کے چین نہ آتی تھی اسی طرح نفس کو تمہارے دولت ایمان کو لے کر چین نہیں آتا۔ اول تو یہ شرارت اور سرزوری کرتا ہے اس پر طرہ یہ کہ۔

نیز روزے با خدا زاری نکرد	یارب نامد از و یکدم بدرد
اس نے خدا سے ایک دن بھی عاجزی نہ کی	کسی وقت بھی درد کے ساتھ اس سے یارب نہ نکلا

یعنی ایک دن بھی خدا سے زاری نہیں کی اور اس سے ایک دن بھی درد کے ساتھ یارب نہیں آیا۔ یعنی ایک تو اتنا ظلم کیا پھر بھی اتنی توفیق نہ ہوئی کہ خدا ہی سے دعا کر لیتا کہ اگر خدا کے سامنے عاجزی کرتا تو حق تعالیٰ بھی اس کو رسوا نہ کرتے رسوا تو اپنی ہٹ دھرمی سے ہوا کہ جانتا تھا کہ میں ظالم ہوں اور پھر بھی اسی پر اڑا رہا کہ میری خطا ہی نہیں ہے اور اگر یہ بھی نہ کرتا تو اتنا تو کرتا کہ ان مظلومین کے لئے دعا کرتا اور کہتا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کائے خدا خصم مرا خوشنود کن	گر منش کردم زیاں تو سود کن
کہ اے خدا! میرے مقابل کو خوش کر دے	اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو فائدہ کر دے

یعنی کہ اے خدا میرے دشمن کو خوش کر دیجئے اور اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو آپ نفع کر دیجئے (تو اس طرح ہی دعا کرتا تب بھی حق تعالیٰ معاف فرما دیتے اور کہتا کہ)

گر خطا کشتم دیت بر عاقلہ است	عاقلہ جانم تو بودی از الست
اگر میں نے غلطی سے مارا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے	الست سے تو میری جان کا عاقلہ ہے

یعنی (کہ اے خدا) اگر میں نے خطأ مار ڈالا ہے تو دیت عاقلہ پر ہے اور میری جان کے عاقلہ روز الست سے آپ ہی ہیں۔ مطلب یہ کہ عرض کرتا یا الٰہی میں نے تو اس کو مار ڈالا اب آپ اس کی دیت دیجئے یعنی اس کو خوش کر دیجئے تو اگر یہ دعا کرتا تو اس کا مال اس کے پاس رہتا اور حق تعالیٰ اسے بھی خوش کر دیتا اس لئے کہ۔

سنگ می گردد ز استغفار در	ایں بود انصاف نفس اے جان حر
توبہ کرنے سے پتھر موتی بن جاتا ہے	اے آزاد جان! نفس کا انصاف یہ ہوتا ہے

یعنی استغفار کی وجہ سے پتھر بھی موتی ہو جاتا ہے تو اے جان حر نفس کا انصاف تو یہ ہے یعنی نفس کو اس طرح رکھو کہ اگر ایک طرف زیادتی ہو جاوے اور کسی وجہ سے کوئی کام ہو جاوے تو پھر استغفار کر لو اس کے ذریعہ سے اس تعدی اور زیادتی کی تلافی ہو جاوے گی۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ ہٹ دھرمی کی تو آخر فضیحت ہوا۔ آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ لوگوں کی ملامت سن کر حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ صاحبو اب وہ وقت آ گیا ہے کہ یہ راز سربستہ ظاہر ہو جاوے۔ اچھا شہر سے باہر چلو تا کہ ہم سب اس راز سے واقف ہو جائیں کیونکہ فلاں جنگل میں ایک بڑا بھاری درخت ہے اس کی شاخیں بہت کثرت سے اور خوب ملی ہوئی ہیں۔ اور بہت مضبوط خیمہ گاہ ہے اور تنہ بھی اس کا بہت مضبوط ہے مجھے اس کی جڑ میں سے خون کی بو آتی ہے کیونکہ اس عمدہ درخت کے اندر ایک خون ہوا ہے یعنی اس منحوس آدمی نے اپنے آقا کو مار ڈالا ہے اور اس کو مار کر یہ بھڑوا اس کا سارا مال لے اڑا ہے اور آج جو یہ رئیس بنا ہوا ہے حقیقت میں اس آقا کا غلام ہے اور یہ مدعا علیہ اس کا پوتا ہے یہ اس زمانہ میں بچہ تھا (باپ اس کا اپنے باپ کی حیات میں فوت ہو چکا تھا) اس لئے اس کو اس واقعہ کی مطلق خبر نہیں۔ اب تک تو حق سبحانہ نے اپنے حلم سے اس کو پوشیدہ رکھا لیکن بالآخر حق سبحانہ نے اس بھڑوے کی ناشکری سے کہ اس نے کبھی اس کے بال بچوں کو نہ دیکھا نہ نوروز میں نہ عید میں نہ کسی تہوار میں اور ان بے سامانوں کی ایک لمحہ سے بھی کبھی خبر

www.besturdubooks.wordpress.com

ننگی اور ان کے دادا کے پہلے حقوق کو کبھی یاد نہ کیا حتی کہ اب یہ ملعون ایک گائے کے لئے اس کے پوتے کوز میں پر پٹکنا چاہتا ہے اس گناہ سے پردہ اٹھادیا لہذا فی الحقیقت خود اسی نے اپنے گناہ سے پردہ اٹھادیا۔ ورنہ حق سبحانہ اس کے جرم کو چھپائے رکھتے۔

فائدہ: یادرکھو کہ یہ معنی تو اس وقت ہوں گے جب کہ از ناشکری ایں قلتبان میں لفظ ناشکری میں ایک ایسے ہو اور جار مجرور فعل محذوف سے متعلق ہوں۔ اور اگر روقی ہوں اور ایں قلتبان ناشکری کا مضاف الیہ نہ ہو بلکہ مبتدا ہو اور جزا وکی او بخود برداشت الخ ہو تو معنے یہ ہوں گے کہ بالآخر اپنی ناشکری سے اس بھڑوے نے اپنے گناہ سے خود پردہ اٹھایا۔) اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی حق سبحانہ نہایت ستار ہیں اور کفار وفساق خود اپنی پردہ دری کرتے ہیں اس کا ظلم اس کے دل میں مستور ہوتا ہے۔ مگر وہ خود اس کو لوگوں کے آگے رکھ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے دیکھ لو۔ میرے سینگ ہیں۔ اور میں دوزخ کا موذی بیل ہوں۔ تم اس دوزخ کے بیل کو کھلم کھلا دیکھ لو۔ اس سے تم معلوم کرلو کہ خود دنیا ہی میں تمہارے ہاتھ پاؤں اس ظلم مستور کی گواہی دیدیتے ہیں دیکھو جب کہ وہ جرم مستور تم پر مسلط ہوتا اور تقاضا کرتا ہے کہ تو اپنے خیال کو ہرگز مت چھپا بلکہ اس کو ظاہر کردے بالخصوص غصہ اور گفتگو کے وقت تو اس کا تقاضا اور بھی شدید ہوتا ہے اور وہ بالکل صاف صاف تمہارے راز کو ظاہر کر دیتا ہے اور جب کہ تم پر ظلم و جفا مسلط ہو کر تقاضا کرتے ہیں کہ اے ہاتھ پاؤں ہمیں ظاہر کردو اور جب کہ تمہارا سر جو کہ تمہارے جرم کا ایک گواہ ہے تمہاری لگام پکڑتا ہے اور اپنے قبضہ میں لاتا ہے اور تم سے راز کو ظاہر کرا دیتا ہے بالخصوص جوش غضب اور جوش انتقام کے وقت تو اب سمجھو کہ جوان کو مسلط کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخفی راز کا جھنڈا صحرا میں گڑ جاتا اور وہ راز آشکار ہو جاتا ہے وہی قیامت میں افشائے راز کے لئے دوسرے موکل بھی پیدا کر سکتا ہے پھر تم قیامت میں اعضاء کے گواہی دینے سے کیوں انکار کرتے یا کیوں اس کو مستبعد سمجھتے ہو اس کے بعد مولانا تو بیخاً فرماتے ہیں کہ اے دونوں ہاتھوں سے ظلم وجور میں مصروف شخص موکلوں کو مقرر کر کے راز کو ظاہر کرانے کی کیا ضرورت ہے تیرا جوہر تو خود ظاہر ہے کچھ ضرورت نہیں کہ تو اپنے ظلم کو ظاہر کر کے مشہور ہو کیونکہ تیرے خطرناک خیال کو جاننے والے بدوں ظاہر کئے بھی جانتے ہیں۔ خود تیرا نفس ہر دم سینکڑوں شرارے اڑا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ لوگو مجھے دیکھ لو۔ میں آتشی ہوں اور میری آتش جو ایک اعتبار سے جزو دوزخ ہے بالآخر اپنے کل کی طرف راجع ہوگی اور میں نور نہیں ہوں کہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہوں (اس مقام پر ایک ضروری امر پر تنبیہ کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ مولانا کے کلام میں نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دو چیزیں متجانس یا متشابہ ہوں اور ان میں ایک ادنیٰ اور ایک اعلیٰ ہو تو مولانا ادنیٰ کو جزو اور اعلیٰ کو کل فرمادیتے ہیں اسی بناء پر کبھی وہ عقول ناقصہ کو جزو اور عقول کاملہ کو کل کہتے ہیں کبھی قلب ناقص کو جزو اور قلب کامل کو کل فرماتے ہیں۔ کبھی نفس کو آتشیں کہہ کر اس کو جزو اور دوزخ کو کل کہتے ہیں وغیرہ وغیرہ اس اصطلاح کو نہ سمجھنے کے سبب لوگ مغالطہ میں پڑتے ہیں۔ اور جزئیت وکلیت حقیقۃً مراد لے کر توجیہات باردہ میں مشغول ہوتے ہیں) مثلاً دیکھ لو کہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

ناحق شناس ظالم نے ایک گائے کے لئے کس قدر حق پوشی کی۔ حالانکہ وہ خود اس کی دو سو گائیں اور دو سو اونٹ اڑا لے گیا تھا۔ یہ حالت ہے نفس کی پس تم کو چاہیئے کہ اس سے قطع تعلق کرو اور شرارت دیکھو کہ باوجودیکہ اس نے اس قدر ظلم کیا تھا مگر ایک دن بھی تو خدا کے سامنے نہ رویا اور سوز دل سے ایک دن بھی تو اس کے منہ سے اے اللہ نہ نکلا۔ اور کبھی اس نے یہ نہ کہا کہ اے خدا تو میرے مظلوم دشمن کو خوش رکھنا اگر میں نے اس کا نقصان کیا ہے تو اے اللہ تو میری طرف سے اس نقصان کی تلافی فرما دینا۔ اور اسکا فائدہ کر دینا اگر میں نے نفس کے دھوکہ میں آکر اس کو مار ڈالا ہے تو میرے اس جرم کی دیت میرے عاقلہ پر ہے اور میرا عاقلہ تو ہمیشہ سے تو ہی ہے اور میرے جنایات کی تلافی کرنا تیرا ہی کام ہے اگر وہ ایسا کرتا تو یہ جرم جرم نہ رہتا۔ کیونکہ استغفار کے سبب سے سنگ جرم در طاعت بن جاتا ہے۔ اب تم سمجھ لو کہ یہ حالت ہے نفس کے انصاف کی۔ تو پھر اس سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ وہ مظلوم کی حمایت کرے گا۔ بلکہ لامحالہ وہ ظالم کا طرفدار ہوگا (قولنا اگر وہ ایسا کرتا تو وہ جرم جرم نہ رہتا الخ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر جرم کے آثار مرتب نہ ہوتے اور دنیا میں رسوائی اور آخرت میں تعذیب نہ ہوتی بلکہ وہ مستحق اجر ہوتا۔ دنیا میں رسوائی نہ ہونے میں تو کوئی اشکال نہیں لیکن آخرت میں تعذیب نہ ہونے پر یہ اشکال ہے کہ قتل واخذ مال غیر حقوق العباد ہیں ان کو حق سبحانہ بطور خود معاف نہیں فرماتے پھر آخرت میں تعذیب کیوں نہ ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو حق سبحانہ خود معاف نہیں فرماتے۔ لیکن اگر وہ چاہیں تو خود مدعی سے معاف کرا سکتے ہیں پس تعذیب منتفی ہوگئی اور اس کے طاعت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ اس گناہ کے سبب بجائے استحقاق عقوبت کے مستحق اجر ہوتا گو وہ گناہ خود سبب استحقاق اجر نہ ہوتا۔ بلکہ سبب استحقاق فی الحقیقت استغفار ہوتا جو کہ ایک عبادت ہے لیکن اس طاعت استغفار کا سبب چونکہ وہ گناہ ہی تھا اس لئے مجازاً اسی کو طاعت کہہ دیا گیا اور استحقاق اجر کو اسی کی طرف نسبت کر دیا گیا۔ فلیتنبہ لہ)

شرح شبیری

لوگوں کا اس درخت کی طرف باہر جانا

چوں بروں رفتند سوئے آں درخت	گفت دستش راز پس بندید سخت
جب لوگ اس درخت کی جانب باہر نکل گئے	فرمایا اس کے ہاتھ پیچھے کو مضبوط باندھ دو

یعنی جب اس درخت کی طرف باہر کو چلے تو داؤدؑ نے حکم دیا کہ اس کے ہاتھوں کو پیچھے مضبوط باندھ دو (یعنی مشکیں کس لو)

تا گناہ و جرم اوپیدا کنم	تا لوائے عدل بر صحرا زنم
تاکہ میں اس کا گناہ اور جرم ظاہر کردوں	تاکہ انصاف کا جھنڈا جنگل میں گاڑ دوں

یعنی تاکہ میں اس کے گناہ اور جرم کو ظاہر کروں اور تاکہ عدل کا جھنڈا صحرا پر لگا دوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اے سگ جدا ایں را کشتۂ	تو غلامے خواجہ زیں رو گشتۂ
فرمایا اے کتے! تونے اس کے دادا کو قتل کیا ہے	تو غلام ہے اس طور پر تو آقا بن (بیٹھا) ہے

یعنی واؤدؑ نے فرمایا کہ اے کتے تو نے اس کے جد کو مارا ہے تو غلام ہے خواجہ امن (قتل کی وجہ) سے ہو گیا ہے۔ جد مجازاً کہہ دیا ورنہ مقتول اس شخص مدعا علیہ کا باپ تھا۔ مطلب یہ کہ آپ نے فرمایا کہ ارے کتے تو اس کے باپ کو مار کر خود خواجہ بن بیٹھا ہے ورنہ اصل میں غلام ہے۔

خواجہ را کشتی و بردی حال او	کرد یزداں آشکارا حال او
تونے آقا کو قتل کیا اور اس کا مال اڑا لیا	خدا نے اس کا حال ظاہر فرما دیا

یعنی تونے آقا کو قتل کیا ہے اور اس کا مال تو لے گیا ہے تو خدائے تعالیٰ نے اس کا حال ظاہر کر دیا ہے۔

آں زنت اورا کنیزک بودہ است	باہمیں خواجہ جفا بنمودہ است
وہ تیری بیوی اس کی لونڈی تھی	اس آقا پر اس نے (بھی) ظلم کیا ہے

یعنی وہ تیری بیوی اس کی باندی تھی اس نے اس خواجہ کے ساتھ جفا کی ہے۔

ہرچہ او زائیدہ مادہ یا کہ نر	ملک وارث باشد آنہا سربسر
جو اس سے پیدا ہوا مادہ ہو یا نر	وہ سب کا سب وارث کی ملک ہو گا

یعنی جو کچھ کہ اس عورت نے لڑکا یا لڑکی جنا ہے تو وہ سب اس وارث کی ملک ہیں سربسر۔

تو غلامے کسب و کارت ملک اوست	شرع جستی شرع بستان نکوست
تو غلام ہے تیری کمائی اور کار (وبار) اس کی ملک ہے	تونے شرعی فیصلہ چاہا شرعی فیصلہ لے جا بہت اچھا ہے

یعنی تو غلام ہے اور تیرا سارا کسب اور تمام کام اس کی ملک ہیں۔ تو شرع کو ڈھونڈھتا تھا شرع لے۔ جا خوب اچھی ہے۔ یعنی تو فیصلہ شرع کا چاہتا تھا لے یہ فیصلہ شریعت کا ہے۔

خواجہ را کشتی باستم زار زار	ہم برانجا خواجہ گویاں زینہار
تونے بڑے بڑے ظلم سے آقا کو قتل کیا	اسی جگہ آقا "الامان" کہتا تھا

یعنی تونے آقا کو ظلم سے زار زار کر کے اسی جگہ مارا ہے اور خواجہ کہہ رہا تھا کہ ارے جانے دے۔

کارد از اشتاب کردی زیر خاک	از خیالے کہ بدیدی سہمناک
تونے جلدی سے چھری زمین میں گاڑ دی	اس تصور کی وجہ سے جو تجھے خوفناک نظر آیا

یعنی چھری کو جلدی سے تونے ایک خیال کی وجہ سے جس کو تو نے خوفناک سمجھا تھا زیر خاک کر دیا ہے یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

اس خیال سے کہیں خون آلود چھری کوئی دیکھ نہ لے اس کو بھی زیر خاک دفن کر دیا ہے۔

نک سرش با کارد در زیرِ زمیں	باز کاوید ایں زمیں را ہمچنیں
یہ اس کا سر مع چھری کے زمین میں ہے	پھر اسی طرح اس زمین کو کھودو

یعنی یہ اس کا سر مع چھری کے زیر زمین ہے (اے لوگو) تم اس زمین کو اس طرح کھودو

نام ایں سگ ہم نوشتہ کارد بر	کرد با خواجہ چنیں مکر و ضرر
چھری پر اس کتے کا نام بھی لکھا ہوا ہے	اس نے آقا کے ساتھ ایسی مکاری اور ضرر رسانی کی ہے

یعنی اس کتے کا نام چھری پر لکھا ہوا ہے اس (نمک حرام) نے آقا کے ساتھ ایسا مکر اور ضرر کیا ہے۔

ہمچنیں کردند چوں بشگافتند	درزمیں آں کارد با سر یافتند
انہوں نے ایسا ہی کیا جب انہوں نے کھودا	زمین میں چھری ...... مع سر کے پا لی

یعنی لوگوں نے اسی طرح کیا اور جب زمین کو کھولا تو زمین میں اس چھری کو مع سر کے پایا۔

ولولہ افتاد در خلق آں زماں	ہر یکے زنار برید از میاں
اس وقت لوگوں میں شور مچ گیا	ہر ایک نے کمر سے جنیو کاٹ ڈالا

یعنی اسی وقت لوگوں میں ایک شور پڑ گیا اور ہر ایک نے کمر سے زنار توڑ دی۔ یعنی چونکہ پہلے ان لوگوں نے حضرت داؤد علیہ السلام پر اعتراض کیا تھا اور نبی پر اعتراض کفر ہے تو اب بعد اظہار قصہ کے ان سب نے اس کفر سے توبہ کی اور اس کو زنار توڑنے سے تعبیر فرمایا ہے اسی کو خود فرماتے ہیں کہ۔

جملہ از داؤد گشتہ عذر خواہ	زانکہ بدظن گشتہ بودند و تباہ
سب (حضرت) داؤدؑ سے معذرت چاہنے والے بن گئے	اس لئے کہ وہ بدگمان اور تباہ ہو گئے تھے

یعنی سب کے سب داؤد سے عذر خواہ ہوئے۔ اس لئے کہ سب بدظن اور تباہ ہو چکے تھے۔ یعنی چونکہ اس اعتراض کی وجہ سے بدظن اور تباہ ہو رہے تھے اس لئے سب نے معافی مانگی۔

داؤد علیہ السلام کا خونی سے قصاص لینے کا حکم کرنا بعد الزام حجت کے اس پر

بعد ازاں گفتش بیا اے دادخواہ	داد خود بستاں تو از ایں روسیاہ
اس کے بعد انہوں نے اس (گائے ذبح کرنے والے) سے کہا فریادی! آ	اس رو سیاہ سے' اپنا بدلہ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد اس کے اس (دعا کنندہ) سے فرمایا کہ اے دادخواہ تو اس روسیاہ سے اپنی داد لے (پہلے صاحب گاو مدعی تھا اور اب کشندہ گاؤ مدعی ہے لہذا اس کو دادخواہ کہدیا۔ یعنی فرمایا کہ اب تو اس سے اپنا بدلہ لے)

ہم بداں تیغش بفرمود او قصاص	کے کند مکرش ز علم حق خلاص
اس کی اسی تلوار سے انہوں نے قصاص لینے کا حکم فرمایا	اس کا مکر اللہ (تعالی) کے علم سے کب بچا سکتا ہے؟

یعنی اسی تلوار سے اس کو قصاص لینے کو فرمایا اور علم حق سے اس کا مکر کب چھوٹ سکتا ہے۔

حلم حق گرچہ مواساہا کند	چونکہ از حد بگزرد رسوا کند
اللہ (تعالی) کی بردباری اگرچہ بہت غمخواری کرتی ہے	جب (معاملہ) حد سے گزر جاتا ہے تو وہ رسوا کر دیتی ہے

یعنی حلم حق اگرچہ بہت مواسات کرتا ہے (مگر) جبکہ تم حد سے گزر جاؤ تو رسوا کر دیتا ہے۔ (دیکھو اس کی بات کو حق تعالی نے کتنی مدت تک چھپایا مگر اب جو یہ اس قدر حد سے بڑھا تو آخر رسوا کر دیا) نعوذ باللہ منہ اللھم استر عیوبنا واغفرلنا وارحمنا انت مولٰنا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

خوں نخسپد در فتد در ہر دلے	میل جست و جوئے و کشف مشکلے
خون نہیں سوتا' ہر دل میں پیدا ہوتی ہے	جستجو کی خواہش' اور مشکل کا کھولنا

یعنی خون سوتا نہیں ہے اور ہر دل میں جستجو اور کشف مشکل کا میلان پڑتا ہے۔

اقتضائے داوری رب دیں	سر برآرد از ضمیر آن و ایں
بدلے کے رب کے انصاف کا تقاضہ	اس اور اس کے دل میں سر ابھارتا ہے

یعنی رب العالمین کی داوری کا اقتضا اس کے اور اس کے دلوں سے سر نکالتا ہے (اس طرح کہ کہتے ہیں کہ)

کاں فلاں چوں شد چہ شد حالش چہ گشت	ہمچنانکہ جوشد از گلزار کشت
کہ فلاں کا کیا ہوا' کیسے ہوا' اس کی کیا حالت ہوئی؟	اس طرح جیسے گلزار سے بویا ہوا جوش مارتا ہے

یعنی کہ وہ فلاں کیونکر ہوا کیا ہوا اور حال اس کا کیا ہوا۔ اس طرح کہ جیسے گلزار میں سے کھیتی جوش مارتی ہے۔

مطلب یہ کہ جب خون ہوتا ہے تو لوگ جوش میں ہوتے ہیں اور ہر ایک شخص اسی جستجو میں خود بخود لگ جاتا ہے۔

جوشش خوں باشد آن و اجستها	خارش دلہاؤ بحث ماجرا
خون کا جوش ہوتی ہیں وہ جستجو میں	دلوں کی خارش اور بحث اور معاملہ

یعنی یہ جو جستجو میں جوش خون کی وجہ سے ہوتی ہیں اور خارش قلوب اور بحث و ماجرا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ خون جوش مارتا ہے تو دلوں میں ایک خارش پیدا ہو جاتی ہے اور سب تلاش میں لگ جاتے ہیں اور یہ بات آج کل

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ہے مشہور ہے کہ خون سر چڑھ کر بولتا ہے۔ اللھم احفظنا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ پیدا گشت سرکار او	معجزہ داؤدؑ شد فاش و دو تو
جب اس کے کارنامہ کا راز ظاہر ہو گیا	(حضرت) داؤدؑ کا معجزہ مشہور اور مضبوط ہو گیا

یعنی جب کہ اس کا بھید ظاہر ہو گیا تو داؤد علیہ السلام کا معجزہ ظاہر ہو گیا اور دو ہرا ہو گیا مطلب یہ کہ جس طرح انہوں نے بتایا تھا جب اسی طرح نکلا تو سب کو آپ کا معجزہ معلوم ہو گیا اور فہرست معجزات میں ایک زیادتی ہو گئی۔

خلق جملہ سر برہنہ آمدند	سربسجدہ بر زمینہا مے زدند
تمام لوگ ننگے سر آئے	سر کو سجدے میں زمینوں پر رکھتے تھے

یعنی سارے سر برہنہ آئے اور سر سجدہ میں زمین پر مارتے تھے (اور کہتے تھے کہ)

ماہمہ کوران اصلی بودہ ایم	وانچہ مے فرمودۂ نشودہ ایم
ہم سب اصلی اندھے تھے	اور جو کچھ آپ نے فرمایا ہم نے نہ سنا

یعنی ہم سارے اصلی اندھے تھے اور آپ جو فرماتے تھے ہم اس کو نہ سنتے تھے۔

لیک معذوریم چوں بے دیدہ ایم	وز تو ماصد کوں عجائب دیدہ ایم
ہم نے آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائب دیکھے ہیں	لیکن ہم معذور ہیں چونکہ بغیر آنکھوں کے ہیں

یعنی ہم نے تو آپ سے سینکڑوں قسم کے عجائبات دیکھے ہیں لیکن جب ہم اندھے ہیں تو معذور ہیں مطلب یہ کہ ہم نے آپ سے بہت سے عجائبات دیکھے ہیں۔ مگر کیا کریں بصیرت تو حاصل نہیں ہے لہٰذا ہم معذور ہیں کہ اس میں بھی یہی نہ سمجھا کہ آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ اور یہ سمجھ کر چپ نہ رہے آگے ان عجائبات میں سے کچھ بیان کرتے ہیں کہ۔

سنگ باتو در سخن آمد شہیر	کز برائے غزو جالوتم بگیر
پتھر نے آپ سے بات کی (یہ) مشہور ہے	کہ مجھے طالوت سے جہاد کرنے کے لئے لے لیجئے

یعنی پتھر آپ سے باتوں میں آیا۔ مشہور ہے کہ (اس نے کہا کہ) مجھے جالوت کی لڑائی کے واسطے لے لو (اہل سیر نے لکھا ہے کہ جب داؤدؑ طالوت کے ساتھ جالوت سے لڑنے کو چلے ہیں تو ایک پتھر نے کہا تھا کہ اے داؤد مجھے لے لو میرے ذریعہ سے تم جالوت کو قتل کرو گے تو ایسا ہی ہوا)

تو بسہ سنگ و فلاخن آمدے	صد ہزاراں خصم را برہم زدے
آپ تین پتھر اور گوپھن لے کر آئے	لاکھوں انسانوں کو تباہ کر دیا

یعنی آپ (جنگ جالوت میں) تین پتھر اور گوپھیہ کے ساتھ آئے تھے اور لاکھو دشمنوں کو درہم برہم کر

www.besturdubooks.wordpress.com

دیا تھا (اس طرح کہ)

سنگہایت صد ہزاراں پارہ شد	ہر یکے مر خصم را خونخوارہ شد
آپ کے (تین) پتھر لاکھوں ٹکڑے بن گئے	ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا

یعنی آپ کے پتھر لاکھوں ٹکڑے ہوئے اور ہر ایک دشمن کے لئے خونخوار ہو گیا۔ یعنی ہر ایک پتھر کے بہت سے ٹکڑے ہوتے تھے اور جس کے وہ ٹکڑا لگتا تھا وہ اس کو مار دیتا تھا۔

آہن اندر دست تو چوں موم شد	چوں زرہ سازی ترا معلوم شد
آپ کے ہاتھ میں لوہا موم جیسا ہو گیا	جب آپ زرہ بنانا جان گئے

یعنی لوہا آپ کے ہاتھ میں موم ہو گیا جب کہ آپ کو زرہ سازی معلوم ہوئی (یہ تو بہت ہی مشہور ہے)

کوہہا با تو رسائل شد شکور	باتو میخوانند چوں مقرے زبور
پہاڑ شکر گزاری میں آپ کے ہم آواز ہو گئے	آپ کے ساتھ (مثل) قاری کی طرح زبور پڑھتے ہیں

یعنی پہاڑ آپ کے ساتھ ہم آواز ہوئے درآنحالیکہ شکر کرنے والے تھے اور وہ آپ کے ساتھ قاری کی طرح زبور پڑھتے تھے۔

صد ہزاراں چشم دل بکشادہ شد	از دم تو غیب را آمادہ شد
دلوں کی لاکھوں آنکھیں کھل گئیں	آپ کے ارشاد سے غیب پر آمادہ ہو گئیں

یعنی لاکھوں چشم دل آپ کے دم سے کھل گئیں۔ اور غیب کے لئے آمادہ ہو گئیں۔

واں قوی تر از ہمہ کہ دائم است	زندگی بخشی کہ سرمد قائم است
اور وہ سب سے زیادہ قوی جو دائمی ہے	آپ وہ زندگی بخشتے ہیں کہ جو ابد تک قائم ہے

یعنی وہ معجزہ جو کہ سب سے قوی ہے اور دائم ہے حیات (روحانی) کا بخشنا ہے کہ (یہ معجزہ) ہمیشہ کے لئے قائم ہے مطلب یہ کہ اور سب معجزات تو آپ کے ہیں ہی مگر آپ سے جو حیات روحانی میسر ہوتی ہے یہ ایسا معجزہ ہے کہ ہمیشہ کے لئے قائم ہیں۔

جان جملہ معجزات ایںست خود	کو بہ بخشد مردہ را جان ابد
یہ خود تمام معجزوں کی جان ہے	کہ وہ مردے کو ابدی جان بخشتا ہے

یعنی تمام معجزات کی روح ہے کہ مردہ کو جان ابدی بخشتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو روحانی مردے ہیں ان کو حیات ابدی اور حیات روحانی بخشتا ہے تو یہ معجزہ بھی تمام معجزات کی روح اور اصل ہے اب آگے مولانا قصہ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

نتیجہ اور انجام کے طور پر فرماتے ہیں کہ۔

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد	ہر یکے از نو خدارا بندہ شد
ظالم قتل کیا گیا' ایک عالم زندہ ہو گیا	ہر ایک از سر نو خدا کا بندہ بن گیا

یعنی ظالم مارا گیا اور ایک جہان زندہ ہو گیا اور ہر شخص از سر نو خدا کا بندہ ہوا۔ (اس لئے کہ اس کے معاملہ میں سب نے نبی پر اعتراض کیا تھا تو سب قریب بہ کفر پہنچ گئے تھے۔ اب جب کہ یہ مارا گیا تو سب کو حقیقت حال معلوم ہو گئی اور سب گویا کہ از سر نو مسلمان ہوئے) آگے مولانا اس قصہ کو مقصود پر منطبق فرماویں گے۔ جس کو ان شاء اللہ ربع ثالث میں بیان کیا جاوے گا۔

الحمد للہ ربع ثانی دفتر سوم کلید مثنوی بتاریخ ۸ رجب ۱۳۳۲ھ ختم ہوا۔ اس کے آگے ان شاء اللہ ربع ثالث آتا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ احسانہ

شرح حبیبی

جب باہر نکل کر درخت کے پاس پہنچے تو حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کی مشکیں کس لو تا کہ میں اس کا جرم اور گناہ ظاہر کروں اور تا کہ انصاف کا جھنڈا صحرا میں قائم کروں۔ یعنی انصاف کو عالم آشکار کروں۔ یہ حکم دے کر آپ مدعی کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ او نالائق تو نے اس مدعا علیہ کے دادا کو مارا ہے اور تو حقیقت میں غلام ہے اور اس ذریعہ سے تو سردار بن گیا ہے تو آقا کو مار کر اس کا مال لے اڑا ہے۔ اب حق سبحانہ نے تیرا حال ظاہر کر دیا اور وہ جو تیری بیوی ہے وہ اس کی لونڈی ہے اس نے بھی اس آقا پر زیادتی کی ہے لہذا جو کچھ نر و مادہ بچے اس سے پیدا ہوئے ہیں وہ اس آقائے مقتول کے وارث کی ملک ہیں اور چونکہ تو غلام ہے اس لئے جو کچھ تو نے کمایا ہے سب اسی کی ملک ہے تو نے شرعی فیصلہ چاہا تھا بہت بہتر ہے لے یہ شرعی فیصلہ ہے تو نے اپنے آقا کو اسی جگہ ظلماً مارا ہے حالانکہ وہ تجھ سے کہتا تھا کہ ارے مجھے مت مار مجھے چھوڑ دے چونکہ تو قتل کر کے ڈرا اور تیرے متخیلہ نے کوئی صورت تیرے پیش نظر کر دی اس لئے فوراً تو نے خنجر کو زمین میں دفن کر دیا دیکھ زمین میں وہ سر چھری سمیت موجود ہے اچھا لوگو اس زمین کو کھودو اور دیکھو کہ اس چھری پر اس پاجی کا نام بھی لکھا ہوا ہے دیکھو اس پاجی نے اپنے آقا کے ساتھ یہ فریب کیا اور اس کو اس قدر ضرر پہنچایا۔ لوگوں نے حکم کی تعمیل کی اور اس زمین کو کھودا تو اس میں سے سر اور چھری دونوں برآمد ہوئے۔ یہ دیکھ کر لوگوں میں ایک شور مچ گیا اور سب نے اپنی اپنی کمر سے زنار توڑ ڈالے یعنی سب نے حضرت داؤد علیہ السلام سے معذرت کی کیونکہ وہ ان سے بدظن ہو کر اپنی عاقبت خراب کر چکے تھے اس کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام نے مدعا علیہ سے فرمایا کہ او مظلوم آ اور اس روسیاہ سے اپنا انتقام لے۔ اور فرمایا کہ اسی خنجر سے اس سے قصاص لے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ اپنے فریب سے

www.besturdubooks.wordpress.com

گویا کہ دائرہ علم الٰہی سے نکلنا چاہتا تھا مگر نکل کب سکتا تھا علم حق سبحانہ بہت درگزر کرتا ہے مگر جب کہ آدمی حد سے تجاوز کرتا ہے تو پھر حق سبحانہ اس کو رسوا کر دیتے ہیں خون خاموش نہیں رہتا بلکہ ہر دل میں اس کی تفتیش کی رغبت اور اس عقدہ مشکل کو حل کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے اور عدل خداوندی کا اقتضا لوگوں کے دلوں میں یوں ظہور کرتا ہے کہ وہ سوچتے ہیں کہ فلاں شخص کیا ہوا اور اس کا کیا حال ہوا۔ یہ خیالات ان کے دل میں یوں ہی پیدا ہوتے ہیں کہ جس طرح باغ میں کھیتی اور یہ تمام تفتیش اور دلوں کی کھٹک اور پوچھ گچھ سب خون کا جوش ہوتی ہیں غرضکہ جبکہ اس قصہ کا راز ظاہر ہوا تو حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ ظاہر اور عظیم ہوگیا۔ سب لوگ ننگے سر آئے اور زمین پر سربسجود ہوئے اس کے بعد کہا کہ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم اصلی اندھے تھے اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس کو ہم نے بگوش قبول نہ سنا اور ہم نے آپ کے سینکڑوں طرح کے عجائبات دیکھے لیکن چونکہ ہم اندھے ہیں اس لئے معذور ہیں آپ معاف فرمائیں ہم جانتے ہیں کھلم کھلا آپ سے پتھر نے گفتگو کی اور کہا کہ آپ طالوت کی مصاحبت میں جنگ کریں گے اس جنگ کے لئے آپ مجھے لے لیجئے۔ نیز آپ تین پتھر اور ایک گوپیا لے کر جنگ میں شریک ہوئے اور لاکھوں دشمنوں کو انہیں پتھروں سے فی النار کر دیا۔ آپ کے پتھروں کے بہت سے ٹکڑے ہوتے تھے اور ایک ٹکڑا دشمن کو ہلاک کرتا تھا۔ نیز جبکہ آپ کو صنعت زرہ بافی معلوم ہوئی تو آپ کے ہاتھ میں لوہا موم کی طرح نرم ہونے لگا نیز پہاڑ شاکر ہو کر آپ کے ہم آواز ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ ساتھ قاریوں کی طرح زبور پڑھتے ہیں نیز لاکھوں باطنی آنکھیں کھل گئیں اور آپ کے وعظ سے غیب بینی پر آمادہ ہوگئیں اور سب سے بڑھ کر جو کہ ہمیشہ رہنے والی ہے یہ بات ہے کہ آپ وہ حیات عطا فرماتے ہیں جو ہمیشہ باقی رہنے والی ہے اور سب معجزات کی جان آپ کا یہ معجزہ ہے کہ آپ حیات ابدی عطا کرتے ہیں الحمدللہ کہ ظالم مر گیا اور اس کے سبب دنیا زندہ ہوگئی اور ہم میں سے ہر ایک خدا کا بندہ ہوگیا۔ ورنہ اس نے تو ہم سب کو تباہ کر دیا تھا کہ ہم اس کی باتوں میں آ کر آپ پر اعتراض کرنے لگے تھے اور ایمان کھو بیٹھے تھے۔ فقط

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.besturdubooks.wordpress.com

حامداً ومصلیاً ومسلماً

الربع الثالث من کلید مثنوی شرح دفتر ثالث

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح شبیری

مولانا نے نصف ثانی کے آخیر میں ایک حکایت بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص سالہا سال تک دعاء کیا کرتا تھا کہ اے اللہ بلامحنت ومشقت کے مجھے امیر بنادے لوگ اس کی اس بات پر ہنسا کرتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز دعا کر رہا تھا کہ اس کے گھر میں ایک گائے گھس آئی اس نے اس کو پکڑ کر ذبح کر لیا مالک گائے نے دعویٰ کیا۔ حضرت داؤدؑ کے یہاں دعویٰ پیش ہوا آپ نے اس مدعا علیہ سے فرمایا کہ تم گائے کی قیمت دو اس نے کہا کہ میں نے تو دعا کی تھی وہ مستجاب ہوئی اور خدا نے مجھے گائے دی میں قیمت کیسی دوں۔ حضرت داؤدؑ نے فرمایا کہ دعا کوئی طریقہ ملک نہیں ہے تم کو قیمت دینا ہوگی اس نے اس قدر آہ وزاری کی کہ داؤدؑ کا دل بھر آیا اور ان کو یہ خیال ہوا کہ اس کا لب ولہجہ جھوٹوں کا نہیں ہے۔ تب انہوں نے مقدمہ ملتوی کر دیا اور خلوت میں جا کر حق تعالیٰ سے اظہار معاملہ کی دعا کی۔ حق تعالیٰ نے سارا معاملہ منکشف فرما دیا کہ مدعی اس مدعا علیہ کے باپ کا غلام ہے اس مدعی نے مدعا علیہ کے باپ کو قتل کر دیا ہے اور مدعا علیہ اس وقت بچہ تھا تو سارا مال بھی یہ مدعی خود دبا بیٹھا ہے اور گائے اسی مال میں سے تھی۔ لہذا وہ بھی اس مدعا علیہ ہی کی تھی اور یہ غلام بھی اسی کا ہے اور سارا مال بھی اسی کا ہے۔ دوسرے روز حضرت داؤدؑ نے سارا مال اس شخص کو دلایا اور اس قاتل غلام کو قتل کرایا۔ اس قصہ کے بعد مولانا اس قصہ کو مقصود پر منطبق فرماتے ہیں۔ اول اس کا بھی حاصل سمجھ لو تو پھر آسان ہو جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ نفس انسانی تو اس خونی کی طرح ہے (اس لئے کہ جس طرح اس نے اپنے آقا کو مار کر حرام مال حاصل کیا تھا اسی طرح نفس نے عقل کو مغلوب کر کے شہوات ولذات کو حاصل کیا ہے) جس نے کہ گائے کا دعویٰ کیا تھا اور گائے شہوات ولذات ہیں اور عقل اس مدعا علیہ ذابح گائے کی طرح ہے۔ (اس لئے کہ جس طرح یہ مدعا علیہ حق تعالیٰ سے بے محنت ومشقت کے روزی طلب کیا کرتا تھا اسی طرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی علوم ومعارف کو بے کسب ومشقت کے طلب کرتی ہے) تو جس طرح اس نے گائے کا دعویٰ کیا تھا اور کہتا تھا کہ اس نے میری گائے کو ذبح کر لیا ہے اسی طرح نفس عقل پر دعویٰ کرتا ہے کہ اس نے میری لذات وشہوات کو فنا کر دیا ہے اور شیخ کامل داؤدؑ کی طرح کہ جس طرح انہوں نے حق دار کو حق دلا دیا تھا اسی طرح شیخ کامل نفس کو مغلوب کر کے عقل کو

www.besturdubooks.wordpress.com

غلبہ دلا دیتا ہے۔ اب سمجھو کہ فرماتے ہیں کہ

بیان میں اسکے کہ نفس انسان کا بجائے اس خونی کے ہے جو کہ مدعی گائے کا ہوا تھا اور وہ ذابح گائے عقل ہے اور داؤد حق تعالیٰ ہیں یا شیخ کامل کہ نائب حق ہے کہ اسکی قوت اور مدد سے دشمن کو مار کر بے کسب اور بے حساب روزی کا مالک ہو سکتا ہے

نفس خود را کش جہانرا زندہ کن	خواجہ را کشت است او را بندہ کن
اپنے نفس کو مار جہان کو زندہ کر	اس نے آقا کو قتل کیا ہے اس کو غلام بنا

یعنی اپنے نفس کو مار اور ایک جہان کو زندہ کر اس نے آقا کو قتل کر دیا ہے اس کو غلام بنا لے جہاں سے مراد خود یہ شخص یعنی نفس کو قتل کر کے اپنے کو زندہ کر لے اور جہان اس لئے کہدیا کہ بعض نے کہا ہے کہ چونکہ انسان جامع ہے لہذا یہ عالم اصغر ہے تو مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کو مار تو تجھے حیات اصلی میسر ہوگی اس نالائق نے عقل کو مغلوب کر رکھا ہے تم اس کو مغلوب کر کے غلام بنالو۔

مدعی گاؤ نفس تست ہیں	خویشتن را خواجہ کرد ست و مہیں
خبردار! گائے کا مدعی تیرا نفس ہے	اس نے اپنے آپ کو آقا اور سردار بنایا ہے

یعنی مدعی گائے تیرا نفس ہے کہ اس نے اپنے کو آقا اور بڑا بنا رکھا ہے۔

آن کشندہ گاؤ عقل تست رو	بر کشندہ گاؤ تن منکر مشو
وہ گائے ذبح کرنے والا تیری عقل ہے جا	جسم کی گائے کو ذبح کرنے والے کا منکر نہ بن

یعنی وہ ذابح گائے تمہاری عقل ہے جاؤ اس کشندہ گاؤ تن پر منکر مت ہو۔ گاؤ تن سے مراد لذات و شہوات، مطلب یہ کہ عقل نے جو نفس کے لذات و شہوات کو مار لیا ہے تو اس پر انکار مت کر و اس لئے کہ ان کا تو فنا ہونا ہی بہتر ہے۔

عقل اسیر ست و ہمی خواہد ز حق	روزے بے رنج و نعمت بر طبق
عقل (نفس کی) قیدی ہے اور اللہ (تعالیٰ) سے چاہتی ہے	بغیر مشقت روزی اور طباق بھری نعمت

یعنی عقل مطیع (حق) ہے اور وہ حق تعالیٰ سے روزی بے مشقت اور نعمت پر طبق مانگتی ہے۔ روزی بے رنج سے مراد علوم و معارف ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عقل حق تعالیٰ سے علوم و معارف کو طلب کرتی ہے اور دعا کرتی ہے کہ اے اللہ علوم و معارف عنایت فرما (یہ علوم و معارف قرب حق کے لئے علت نہیں ہیں ہاں معین ہیں) تو جس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح کہ وہ شخص روزی بے رنج وتعب کا طالب ہے اسی طرح عقل بھی حق تعالیٰ سے روزی بے رنج وتعب مانگتی ہے۔

روزی بے رنج او موقوف چیست	آنکہ بکشد گاؤ را کاصل بدیست
اس کی بے مشقت روزی کس چیز پر موقوف ہے؟	یہ کہ وہ گائے کو ذبح کر دے کیونکہ وہ برائی کی جڑ ہے

یعنی روزی بے رنج وموقوف کس شے کی ہے اس کی کہ گائے کو مار دے کہ یہی اصل ہے بدی کی (گائے سے مراد لذات وشہوات) مطلب یہ کہ علوم ومعارف کا حصول موقوف ہے لذات وشہوات نفسانیہ کے فنا کرنے پر۔

نفس گوید چوں کشی تو گاو من	زانکہ گاو نفس باشد نقش تن
نفس کہتا ہے تو میری گائے کو کیوں ذبح کرتا ہے؟	کیونکہ جسم کی صورت نفس کی گائے ہے

یعنی نفس کہتا ہے کہ تو نے میری گائے کیوں ماری اس لئے کہ گاو نفس نقش تن ہے مطلب یہ کہ جب لذات نفسانی کو فنا کرو گے تو نفس اس کی غلام کی طرح تم پر گائے کا دعویٰ کرے گا۔

خواجہ زادہ عقل ماندہ بینوا	نفس خونی خواجہ گشت و پیشوا
عقل جو آقا سے پیدا ہوئی بے سروسامان ہو گئی	قاتل نفس آقا اور پیشوا بن گیا

یعنی عقل جو خواجہ زادہ ہے وہ تو بینوا رہی ہوئی ہے اور نفس خونی خواجہ اور پیشوا ہو گیا ہے۔

روزی بے رنج میدانی کہ چیست	قوت ارواح است ارزاق نبی ست
تو جانتا ہے بلا مشقت روزی کیا ہے؟	روحوں کی روزی ہے اور نبی کے عطا (کردہ) رزق ہیں

یعنی روزی بے رنج تم جانتے ہو کہ کیا ہے قوت ارواح اور رزاق نبی کے ہیں۔

لیک موقوف ست بر قربان گاؤ	گنج قتل گاؤ داں اے گنج وکاؤ
لیکن وہ گائے کی قربانی پر موقوف ہے	گائے کے ذبح کرنے کو خزانہ سمجھ اے خزانہ کھودنے والے

یعنی لیکن (اس روزی کا حصول) گائے کی قربانی پر موقوف ہے قتل گائے کو تم خزانہ سمجھو اے کاوش کرنے والے مطلب یہ کہ لذات وشہوات نفسانیہ کو ترک کردو اور ان کو فنا کردو اسی سے تم کو علوم ومعارف کا خزانہ ملے گا۔ آگے فرماتے ہیں۔

دوش چیزے خوردہ ام ورنہ تمام	دادمے در دست فہم تو زمام
میں نے کل کچھ پی لیا ہے ورنہ پوری	باگ تیری سمجھ کے ہاتھ میں دے دیتا

یعنی میں نے کل ایک چیز کھالی ہے ورنہ پورے طور پر میں تمہارے دست فہم میں لگام دیدیتا۔

مطلب یہ کہ میں اس مضمون کو پوری طرح بیان کرتا مگر مجبور اس سے ہوں کہ میں نے ایک چیز کھالی ہے جس سے کہ نفس میں کسل وغیرہ پیدا ہو گیا ہے اور پوری طرح بیان پر قادر نہیں رہا ہوں۔ آگے اس قصہ سے انتقال فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دوش چیزے خوردہ ام افسانہ است	ہر چہ می آید ز پنہاں خانہ است
کل میں نے کوئی چیز پی لی ہے (یہ) کہنے کی بات ہے	(ورنہ) جو چیز آتی ہے وہ عالم غیب سے ہے

یعنی میں نے کل ایک چیز کھالی ہے یہ تو ایک افسانہ ہے (بلکہ) جو کچھ آتا ہے پوشیدہ گھر سے ہے یعنی میرا بیان سے عجز بھی خدا کی طرف سے ہے باقی یہ چیز کا کھالینا تو ایک ظاہری بہانہ ہے اب کوئی کہتا ہے کہ پھر تم نے اسباب پر کیوں نظر کی اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چشم بر اسباب ازچہ دوختم	کہ زخوش چشماں کرشم آموختم
میں نے اسباب پر نظر کیوں جمائی؟	اس لئے اچھی آنکھوں والوں سے میں نے ادا سیکھ لی ہے

یعنی آنکھ کو اسباب پر میں نے کیوں سی لیا اس لئے کہ خوش چشموں سے میں نے کرشمہ سیکھا ہے (خوش چشم سے مراد انبیاء ہے)۔ مطلب یہ کہ میں نے اسباب پر نظر کرنے کو انبیاء علیہم السلام سے سیکھا ہے کہ باوجودیکہ ان کے معجزات بلا اسباب ظاہری کے پیدا ہوتے تھے مگر پھر بھی وہ اسباب ہی پر نظر رکھتے تھے اور اصل فاعل خدا ہی کو سمجھتے تھے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

ہست بر اسباب اسباب دگر	در سبب منگر دراں افگن نظر
اسباب (دنیوی) سے اوپر دوسرے اسباب ہیں	(دنیوی) اسباب کو نہ دیکھ ان پر نظر ڈال

یعنی ان اسباب پر اور دوسرے اسباب ہیں تو تم سبب میں مت دیکھو اس سبب السبب میں نظر ڈالو یعنی اس سبب کو جس نے ان اسباب کو بنایا ہے دیکھو۔

انبیاء در قطع اسباب آمدند	معجزات خویش بر کیواں زدند
انبیاء قطع اسباب میں ہیں	انہوں نے اپنے معجزے زحل پر قائم کئے ہیں

یعنی انبیاء علیہم السلام اسباب کے قطع کرنے کے لئے آئے اور اپنے معجزات کو انہوں نے کیوان پر لگایا یعنی بہت بڑے بڑے معجزے ان اسباب ظاہری کے بغیر انہوں نے ظاہر کئے۔

بے سبب مر بحر را بشگافتند	بے زراعت چاش گندم یافتند
انہوں نے بلا سبب (ظاہری) کے دریا کو پھاڑا ہے	انہوں نے بغیر کھیتی کے گیہوں کا ڈھیر پایا ہے

یعنی بے سبب کے انہوں نے دریا کو چیر دیا اور بے زراعت کے گندم کا خرمن پالیا۔

ریگہا ہم آرد شد از سعی شاں	پشم بز ابریشم آمد کشکشاں
ان کی کوشش سے ریتے آٹا بنے ہیں	بکری کی اون کھچے دار ریشم بنی ہے

یعنی ریتے ان کی سعی کی وجہ سے آٹے ہو گئے اور بکری کی اون کھنچتی ہوئی ابریشم ہو گئی (یہ سب معجزات انبیاء کے ہیں تو دیکھو کہ بے اسباب ظاہری کے یہ سب ظاہر ہوا)

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ قرآن ہست در قطع سبب	عز درویش و ہلاک بو لہب
پورا قرآن (قطع اسباب) پر (ناطق) ہے	درویش کی عزت ' اور ابولہب کی ہلاکت

یعنی تمام قرآن شریف قطع سبب میں ہے۔عزت درویش کی اور ہلاکی بولہب کی یعنی تمام قرآن شریف اس قطع سبب ہی کے اندر ہے کہ اس سے درویش یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تو عزت ہوئی کہ آپ کے معجزات وکرامات ظاہر ہوئے اور ابولہب کی خرابی اور ہلاکت کا باعث ہوا ہے اس نے ان کا انکار کیا آگے قطع سبب ہی کی اور مثال ہے کی۔

مرغ با پیل دوسہ سنگ افگند	لشکر زفت حبش را بشکند
پرند ہاتھی پر دو تین کنکریاں گراتا ہے	حبش کے بھاری لشکر کو شکست دے دیتا ہے

یعنی ایک چڑیا ہاتھی پر دو تین کنکریاں مارے اور حبشہ کے لشکر عظیم کو شکست دیدے۔

پیل را سوراخ سوراخ افگند	سنگ مرغے کو ببالا پر زند
ہاتھی کے سوراخ سوراخ کر ڈالتی ہے	پرند کی کنکری جو اوپر کو اڑتا ہے

یعنی ہاتھی کو سوراخ سوراخ کر کے ڈال دے۔کنکر ایسے جانور کا جو اوپر کو پر مارتا ہے۔یعنی دیکھو ایک ذرا سے جانور نے کیسے عظیم الشان لشکر کو شکست دی اور ہاتھیوں کو کس طرح مارا یہ بھی اسباب ظاہر کے برخلاف تھا۔

دم گاؤ کشتہ بر مقتول زن	تاشود زندہ ہماندم در کفن
ذبح شدہ گائے کی دم ' مقتول پر مار	تاکہ وہ اسی وقت کفن میں زندہ ہو جائے

یعنی گائے مذبوح کی دم کو مقتول پر مارد تا کہ وہ اس وقت کفن میں زندہ ہو جائے۔

حلق ببریدہ جہد از جاے خویش	خون خود جوید زخون پالاے خویش
گلا کٹا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ پڑے گا	اپنے خون بہانے والے سے اپنے خون کا مطالبہ کریگا

یعنی مقتول اپنی جگہ سے کودے گا اور اپنے خون کو اپنے خونریز سے ڈھونڈھے گا (تو دیکھو اس طرح ایک مقتول کا زندہ ہونا کونسی عقل کے موافق اور اسباب ظاہری پر منطبق ہے)

ہمچنیں ز آغاز قرآن تا تمام	رفض اسباب است وعلت والسلام
اسی طرح قرآن کے شروع سے آخیر تک	اسباب و علت کا ترک (مذکور) ہے والسلام

یعنی اسی طرح ابتداء قرآن سے ختم تک ترک اسباب وعلت ہے والسلام مطلب یہ کہ جس طرح کہ دو قصے ہم نے یہاں بیان کئے اسی طرح قرآن شریف اس ترک اسباب کے قصوں سے بھرا پڑا ہے تو بس اسباب کو ترک کرنا چاہئے اور مسبب حقیقی پر نظر کرنی چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کشف ایں نز عقل کار افزا شود	بندگی کن تاترا پیدا شود
اس کا کشف کار افزا عقل سے نہیں ہوتا ہے	بندگی کر تاکہ تجھ پر ظاہر ہو جائے

یعنی اس کا کشف عقل کارافزا سے نہ ہوگا بندگی کردتا کہ تم کو ظاہر ہو جاوے یعنی اس کا کشف کہ اسباب محض فضول ہیں اس عقل معاش سے نہ ہوگا بلکہ خداتعالیٰ کی اطاعت کرواس سے حق تعالیٰ منکشف فرما دیتے ہیں۔

بند معقولات آمد فلسفی	شہسوار عقل عقل آمد صفی
فلسفی معقولات کا پابند ہے	منتخب (انسان) عقل کل کا شہسوار ہے

یعنی فلسفی تو مقید معقولات کا ہے اور عقل کی شہسوار عقل صافی ہے۔

عقل عقلت مغز و عقل تست پوست	معدۂ حیوان ہمیشہ پوست جواست
تیری عقل کی عقل مغز ہے، اور تیری عقل چھلکا ہے	حیوان کا معدہ ہمیشہ چھلکے تلاش کرنے والا ہے

یعنی تیری عقل العقل تو مغز ہے اور تیری عقل پوست ہے اور معدۂ حیوانی ہمیشہ پوست ہی کا متلاشی ہے۔
(تو چونکہ تم ابھی حیوانیت ہی میں پھنسے ہوئے ہو لہٰذا تم بھی پوست کے متلاشی اور اس عقل کے بندے ہو رہے ہو)

مغز جو از پوست دارد صد ملال	مغز نغز آنرا حلال آمد حلال
مغز کا تلاش کرنے والا چھلکے سے نفرت کرتا ہے	اچھا مغز اس کیلئے حلال ہی حلال ہے

یعنی مغز کو تلاش کرو پوست سے تو سو ملال آتے ہیں اور مغز اصل اس کے لئے حلال ہے حلال

چونکہ قشر عقل صد برہاں دہد	عقل کل کے گام بے ایقان نہد
عقل کا چھلکا جبکہ سینکڑوں دلائل پیدا کر دیتا ہے	(تو) کل عقل، بغیر یقین کے کب قدم اٹھائے گی؟

یعنی جبکہ پوست عقل سو برہان دیتی ہے تو عقل کل قدم بے یقین کے کب رکھے گی یعنی جب یہ عقل سو دلائل بیان کرتی ہے تو بھلا عقل کل تو بالکل مشاہدہ اور عین الیقین کرادے گی لہٰذا اسی کو حاصل کرو۔

عقل دفتر ہا کند یکسر سیاہ	عقل عقل آفاق دارد پر زماہ
عقل دفتروں کو بالکل سیاہ کر دیتی ہے	کل عقل دنیا کے اطراف کو چاند سے پر کر دیتی ہے

یعنی عقل (معاش) تو ایک طرف سے دفاتر کو سیاہ کر دیتی ہے اور عقل العقل آفاق چاندوں سے پر رکھتی ہے یعنی اس عقل معاش میں تو دفاتر سیاہ ہوتے ہیں جیسا کہ مشاہدہ ہے خاص کر اس زمانہ میں کہ ایک حکم کی مسل ایک گدھے کا بوجھ اور عقل العقل میں نور ہی نور ہے وہاں یہ خرافات نہیں ہیں تو وہ قابل طلب ہے اس کی یہ حالت ہے کہ

از سیاہی و ز سفیدی فارغ است	نور ماہش بر دل و جان بازغ است
(کلی عقل) سیاہی اور سفیدی سے بے نیاز ہے	اس کے چاند کی چاندنی دل اور جان پر طلوع کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سیاہی اور سفیدی سب سے فارغ ہے اور اس کے چاند کا نور دل و جان پر چمک رہا ہے۔

ایں سیاہ و ایں سفید ار قدر یافت	زاں شب قدرست کاختر وار تافت
اس کالے اور اس سفید نے اگر کوئی مرتبہ پایا ہے	تو اس شب قدر سے (پایا) ہے جو ستارے کی طرح چمکتی ہے

یعنی اس سیاہ اور اس سفید سے اگر قدر پائی تو یہ اسی شب قدر کی وجہ سے ہے جو کہ ستارہ کی طرح چمکی یعنی اس عقل اور اس کے اقبال میں جو نور ہے یہ اسی عقل العقل کا پرتو ہے آگے مثال ہے کہ۔

قیمت ہمیاں و کیسہ از زرست	بے زری ہمیان و کیسہ ابترست
ہمیانی اور تھیلی کی قدر سونے کی وجہ سے ہے	وہ ہمیانی اور تھیلی بغیر سونے کے ناقص ہے

یعنی ہمیانی اور تھیلی کی قیمت روپیہ کی وجہ سے ہے اور بے روپے کے ہمیانی اور کیسہ ابتر ہے مطلب یہ کہ ایک سوت کی تھیلی جو ایک لاکھ روپیہ کی ہو جاتی ہے اس وجہ سے کہ اس کے اندر روپیہ بھرا ہوا ہے ورنہ کوئی پوچھے بھی نہیں اسی طرح اس عقل کی اور اس کے اقبال کی جو کچھ قدر ہے وہ اس عقل العقل کی بدولت ہے ورنہ اس کو پوچھتا ہی کون تھا۔

ہمچنانکہ قدر تن از جاں بود	قدر جان از پرتو جاناں بود
جس طرح کہ جسم کی قدر جان کی وجہ سے ہے	جان کی قدر جاناں کے پرتو کی وجہ سے ہے

یعنی جس طرح کہ بدن کی قدر جان کی وجہ سے ہوتی ہے جان کی قدر جانان کی پرتو کی وجہ سے ہوتی ہے۔

گر بدی جان زندہ بے پرتو کنوں	ہیچ گفتے کافراں را میتوں
اگر بے پرتو کی جان زندہ ہوتی	(تو) بھی وہ (خدا) کافروں کو کہتا کہ وہ مردے ہیں؟

یعنی اگر جان بے پرتو (جانان) کے زندہ ہوتی تو کافروں کو میتون کیوں کہتے یعنی کافروں کو قرآن شریف میں جابجا مردہ جو کہا گیا ہے اس کی یہی وجہ ہے کہ ان پر پرتو جاناں نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ بے پرتو جاناں کے جان اصل میں زندہ ہی نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ آپ جو یہ مضامین بیان فرماتے ہیں اس سے کیا فائدہ اس لئے کہ کسی اہل کمال کی قدر اور اس کے مضامین کی سماعت اس کے زمانہ میں ہوتی ہی نہیں پھر اس بیان سے کیا فائدہ۔ مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

ہیں بگو کہ ناطقہ جو مے کند	تا بقرنے بعد ما آبے رسد
ہاں کہہ دے کہ (قوت) گویائی نہر کھود رہی ہے	تاکہ ہمارے ایک قرن بعد اس میں پانی آئے

یعنی ہاں کہہ دو کہ ناطقہ ندی کھود رہا ہے تاکہ ہمارے بعد ایک قرن پانی پہنچے مطلب یہ کہ۔

اس وقت ہم صرف الفاظ بیان کئے دیتے ہیں ممکن ہے کہ ہمارے بعد کسی کو اس سے نفع ہو اور اس سے مستفیض ہو تو گویا کہ ندی تو ہم کھودے دیتے ہیں پانی چلا نا رہ جاوے گا یہ کوئی دوسرا ہمارے بعد کرلے گا اب کوئی کہتا ہے کہ جب

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد والوں کے لئے ہے تو آپ کو کیا ضرورت ہے اس زمانہ والے خود بیان کردیں گے۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ ہر قرنے سخن آرے بود	لیک گفت سالفاں یارے بود
اگرچہ ہر دور میں بات کہنے والا ہو گا	لیکن پہلے لوگوں کا کہا ہوا سہارا ہو گا

یعنی اگرچہ ہر قرن سخن آر ہوتا ہے لیکن پہلوں کا کیا ہوا مددگار رہتا ہے یعنی پہلے لوگ جو کہہ جاتے ہیں وہ مستند ہوا کرتا ہے تو اگر ہم کہہ جاویں گے تو اور پچھلوں کے لئے اگرچہ وہ بھی سخن آر ہوں یہ سند ہوگا اور اس سے ان کو مدد ملے گی آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

نے کہ ہم توریت و انجیل و زبور	شد گواہ صدق قرآں اے شکور
کیا ایسا نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور بھی	اے شکر گزار! قرآن کی صداقت کے گواہ بنے ہیں

یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ توریت اور انجیل اور زبور قرآن کے صدق پر گواہ ہوئیں اے شاکر۔ تو بس جس طرح کہ وہ منسوخ کتب بوجہ سابقیت کے گواہ اور مستند ہوئیں اسی طرح ہمارا کلام بھی پچھلوں کے لئے سند ہوگا آگے رجوع ہے اوپر کہا تھا کہ عقل روزی بے رنج وکسب کی طالب ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

روزی بے رنج جوئی و بے حسیب	کز بہشتت آورد جبریل سیب
بے مشقت اور ان گنت روزی طلب کر	تاکہ جبرئیل تیرے لئے بہشت سے سیب لائیں

یعنی روزی بے رنج و بے حساب تلاش کرو کہ بہشت سے تیرے واسطے جبریل سیب لاویں۔ سیب سے مراد شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ مطلب یہ ہے کہ تم روزی بے کسب و رنج کے متلاشی رہو اور وہ علوم و معارف ہیں تو وہ انشاء اللہ تم کو بے رنج و بے کسب میسر ہو جاوے گی۔ اس لئے کہ جبرئیل علیہ السلام لائے ہیں وہ تم کو میسر ہوگی آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ رزقے از خداوند بہشت	بے صداع باغباں بے رنج وکشت
بلکہ بہشت کے مالک کی جانب سے رزق (ملے گا)	باغباں کی دردسری اور کھیتی کی مشقت کے بغیر

یعنی بلکہ خداوند بہشت کی طرف سے ایک رزق (ملے گا) بے باغبان کے محنت اور بے رنج کشت کے یعنی نہ بولنے کی ضرورت نہ باغباں کے کام کی ضرورت۔ حق تعالیٰ بے رنج و تعب روزی عطا فرماویں گے۔

زانکہ نفع نان دراں نان داد اوست	بدہدت آں نفع بے توسیط پوست
کیونکہ اس روٹی میں روٹی کا نفع خدا کی دین ہے	تجھے وہ نفع بغیر چھلکے (روٹی) کی وساطت کے دے گا

یعنی اس لئے کہ روٹی کا نفع روٹی میں اسی کی دین ہے تو تجھے وہ نفع بے واسطہ پوست کے عنایت فرماویں گے۔ مطلب یہ کہ روٹی میں جو لذت ہے اور اس کا جو نفع ہے یعنی شکم سیری یہ کس نے اس میں رکھ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ نے ہی اس کے اندر اس کو پیدا کر دیا تو اگر حق تعالیٰ نے اسی نفع کو تمہارے لئے بیواسطہ روٹی کے مرتب

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمادیں تو کونسا استحالہ لازم آتا ہے۔ تو بس ظاہر ہے کہ وہ روزی بے کشت اور بے محنت باغباں عنایت فرما سکتے ہیں۔

ذوق پنہاں نقش ناں چوں سفرہ است	نان بے سفرہ ولی را بہرہ است
نفع پوشیدہ ہے روٹی کی صورت دستر خوان جیسی ہے	بغیر دستر خوان کی روٹی ولی کا حصہ ہے

یعنی ذوق تو پنہاں ہے اور روٹی کا نقش مثل سفرہ کے ہے اور روٹی بے دستر خواں کے ولی کا حصہ ہے۔

مطلب یہ کہ روٹی میں جو لذت ہے وہ تو پوشیدہ ہے اور روٹی کا جسم اس کے لیے مثل دستر خوان کے ہے تو جبکہ حق تعالٰی نے اس جسم میں وہ لطف ودیعت فرمادیا تو وہی اس لطف کو بے اس جسم کے بھی عطا فرما سکتے ہیں اور وہی رزق حق اولیاء اللہ کی خوراک ہوتی ہے۔

شرح حبیبی

تفصیل تطبیق یہ ہے کہ تم اپنے نفس کو مار کر ایک عالم کو زندہ کردو (عالم سے مراد یا تو خود ہی ہو یا تمام مخلوق مراد ہو نفس کشی سے اپنا زندہ ہونا تو ظاہر ہے اور مخلوق کا زندہ ہونا اس لئے ہے کہ عالم میں جو موت اور فساد ہے وہ نفس کے سبب ہے۔ جب وہ مرجائے گا تو عالم زندہ ہو جائے گا رہا یہ شبہ کہ عالم میں جو فساد ہے وہ ایک نفس کا تو نہیں اگر ایک نفس مرگیا تو اور نفس کیونکر مر جائیں گے اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا کا مخاطب کوئی خاص شخص نہیں بلکہ ہر فرد ہے جب ہر فرد کا نفس مر جائیگا تو پھر کون سا نفس باقی رہے گا اور اگر انفراد ہی ملحوظ رکھا جاوے تب بھی جواب ہوسکتا ہے وہ یہ کہ ایک خاص نفس کے مرجانے سے وہ موت مرتفع ہو جائے گی جو اس خاص نفس کے ذریعہ سے دوسروں کو حاصل ہوتی ہے گو مطلق موت مرتفع نہ ہوگی چنانچہ مولانا دفتر دوم میں فرماتے ہیں۔

نفس تست آں مادر بد خاصیت	کہ فساد اوست در ہر ناحیت
پس بکش او را کہ بہر آں دنی	ہر زماں قصد عزیزے میکنی

اور تائید اس توجیہ کی مولانا کے اس شعر سے بھی ہوسکتی ہے جو قصہ گاؤ میں فرمایا گیا ہے یعنی

کشتہ شد ظالم جہانے زندہ شد	ہر یکے از ماخدارا بندہ شد

وجہ تائید یہ ہے کہ اس ظالم کے مرنے سے مخلوق کی وہ موت مرتفع ہوئی تھی جو اس کی جہت سے حاصل تھی نہ کہ مطلق موت) اس لئے کہ اس نے اپنی آقا روح کو مارا ہے اور اس کو دوبارہ غلام بنالو۔ یاد رکھو کہ مدعی گاؤ تمہارا نفس ہے جس نے اپنے کو آقا اور سردار بنا رکھا ہے اور گائے کو مارنے والی تمہاری عقل ہے اور عقل حق پر ہے تم عوام کی طرح اس کے فعل پر اعتراض نہ کرنا نیز عقل پابستہ ہے کہ وہ اپنی جدوجہد سے قرب حق سبحانہ اور غذائے روحانی حاصل نہیں کرسکتی اس لئے وہ حق سبحانہ سے چاہتی ہے کہ مجھے بلا معتد بہ مشقت کے روزی اور نعمت سے بھرا ہوا خوان مل جاوے لیکن اس کی روزی اس کو کیوں نہیں ملتی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک بات پر موقوف ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ بات یہ ہے کہ اول وہ گائے کو مار ڈالے جو کہ اصل شر ہے اس لئے وہ اس گائے کو مارتی ہے نفس اس سے منازعت کرتا ہے کہ تو نے میری گائے کیوں مار ڈالی۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ صاحب نفس کی گائے کونسی ہے جس کو عقل مار سکے تو پھر عقل نفس کی گائے کو کیونکر مارتی ہے جس پر نفس مدعی ہوتا ہے کیونکہ ہم کہیں گے کہ بات یہ ہے کہ نفس کی گائے جسم یعنی شہوات اور لذات ہیں اور عقل سلیم ان کو فنا کرتی ہے اس پر نفس شور مچاتا ہے اور مزاحمت کرتا ہے۔ خیر تو جبکہ نفس نے اپنی آقا روح کو مار ڈالا تو اس کا بچہ عقل فقیر رہ گیا اور نفس خونی آقا اور سردار بن بیٹھا پس وہ بچہ بے مشقت اپنی روزی حق سبحانہ سے مانگتا ہے تم جانتے ہو کہ وہ بے مشقت روزی کیا ہے جس کو عقل حق سبحانہ سے مانگتی ہے سنو وہ غذائے روح اور اصلی غذا ہے۔ یعنی غذائے معارف وحقائق لیکن چونکہ اس کا حصول موقوف ہے گائے کی قربانی پر کیونکہ یہ خزانہ قتل گاؤ ہی میں مستور ہے اس لئے وہ اس کو مارتی ہے (یاد رکھو کہ یہ عنوان تو خبر کا ہے مگر مقصود طلب گاؤ کشی ہے یعنی تم کو گاؤ تن کو مارنا چاہئے) کیا کہوں کل میں نے ایک مباح شے کھائی تھی اس سے طبیعت میں انشراح نہیں رہا اور مضمون کی آمد بند ہوگئی ورنہ اس مضمون کو تجھے اچھی طرح سمجھا دیتا۔ یہ جو میں نے کہا ہے کہ کل میں نے ایک شے کھائی تھی اس سے ایسا ہو گیا یہ تو صورت ہے ورنہ حقیقت کچھ اور ہی ہے وہ یہ کہ جو کچھ اس عالم میں ظاہر ہوتا ہے وہ سب اثر ہے عالم غیب کا اب تم یہ کہو گے کہ جب تم جانتے ہو تو پھر اصل صورت کے اختیار کرنے کی پھر دفع دخل کی ضرورت ہی کیا تھی پہلے ہی سے کیوں نہ کہہ دیا کہ خدا نے ایسا کر دیا۔ سو میں تم کو اس کی وجہ بھی بتلاتا ہوں کہ میں نے سبب ظاہری پر کیوں نظر کی بات یہ ہے کہ یہ ادا میں نے حسینوں سے اڑائی ہے۔ یعنی انبیاء واولیاء کاملین کا یہی طریقہ ہے کہ وہ اسباب کو اگر موثر حقیقی نہیں سمجھتے تو ان کو نظر انداز بھی نہیں کرتے۔ بس ان کے متبع کا فرض ہے کہ اسباب کو نظر انداز نہ کرے لیکن ان کو موثر حقیقی بھی نہ سمجھے اور نظر کو ان ہی تک محدود نہ رکھے کیونکہ ان اسباب سے اوپر اور اسباب خفیہ مثل ارادہ حق سبحانہ بھی ہیں لہٰذا صرف انہی پر نظر کو مقصود نہ کرنا چاہئے بلکہ ان پر بھی نظر رکھنی چاہئے کیونکہ انبیاء اسی بات کی تعلیم کے لئے تشریف لائے تھے کہ اسباب کو موثر حقیقی نہ سمجھا جائے اور انہوں نے اس خیال کو دل سے مٹانے کے لئے اپنی معجزات کو زحل تک رفعت دی چنانچہ بلا سبب ظاہری کے انہوں نے دریا کے دو ٹکڑے کر دیئے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے اور اس لئے گویا کہ انہوں نے صاف ستھرے گیہوں بلا بوئے جوتے حاصل کر لئے۔ نیز ریت ان کی کوشش سے بلا سبب ظاہری کے آٹا ہو گیا جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ مشہور ہے اور بھیڑ کی اون ابریشم ہو گئی جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ کی کرامت مشہور ہے۔ نیز تمام قرآن اسباب کے موقوف علیہ ہونے کا قلع قمع کرتا ہے مثلاً ایک مسکین یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلبہ اور ابولہب سے معزز اور دولت مند کی ہلاکی کس سبب ظاہری پر مبنی تھیں اور دیکھو پرندے ہاتھیوں پر کنکریاں پھینکتے ہیں اور حبش کے بڑے بھاری لشکر کو شکست دیتے ہیں اور اس پرندے کی کنکری جو ہوا میں اڑتا ہے ہاتھی کو چھلنی کر ڈالتی ہے۔ علیٰ ہذا حق سبحانہ موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتے ہیں کہ گائے کی دم مقتول کے اوپر مار و تاکہ وہ فوراً کفن میں زندہ ہو جاوے ایسا کرتے ہی وہ حلق بریدہ اپنی جگہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے اچھل پڑتا ہے اور اپنے قاتل سے قصاص لینا چاہتا ہے۔ یہ امور کس ظاہری سبب کا نتیجہ ہیں علی ہذا القیاس قران اول سے آخیر تک ترک اسباب وعلل علی الوجہ الخصوص ہے علی وجہ اعتقاد موثر بنہا الحقیقیہ سے پر ہے۔ الحمد للہ کہ یہ بحث اختیار سبب تو تمام ہوئی اب سنو کہ یہ امور تم پر تمہاری بکھیڑا کرنے والی عقل سے منکشف نہیں ہو سکتے بلکہ اطاعت حق سبحانہ کرو تا کہ اس سے یہ امور تم پر منکشف ہو جائیں معقولات میں تو فلسفی محبوس ہوتا ہے اور عقل العقل پر یعنی اس نور حق پر جو عقل کو بینش بخشتا ہے مقبول حق سبحانہ قبضہ کرتا ہے اور اس اختلاف انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ عقل العقل تو مغز اور اصل شے ہے اور عقل اس کا پوست اور صورت ہے اور فلسفی پر چونکہ حیوانیت اور بہیمیت کا غلبہ ہے اس لئے وہ پوست کی طرف راغب ہے کیونکہ معدۂ حیوانی کا خاصہ ہے کہ وہ اجسام کو طلب کرتا ہے جو کہ بمنزلہ پوست کے ہیں اور معانی کی طرف اس کو رغبت نہیں ہوتی جو کہ بمنزلہ مغز کے ہیں اور اہل اللہ پر چونکہ روحانیت کا غلبہ ہے اس لئے وہ طالب معنی ہیں جو کہ مغز ہے اور صورت کی طرف رغبت نہیں کرتے کیونکہ جو شخص طالب مغز ہے اسے پوست سے سخت نفرت ہے اس کے لئے تو وہ اعلیٰ درجہ کا مغز بھی حلال وطیب ہے جب یہ معلوم ہو چکا کہ فلسفے کو تو عقل حاصل ہے اور مقبولین حق سبحانہ کو عقل العقل تو اب سمجھو کہ یہ عقل باوجودیکہ ایک پوست ہے لیکن بایں ہمہ جب کسی مدعا کو مانتی ہے تو اس پر سینکڑوں دلیلیں قائم کرتی ہے جب تسلیم کرتی ہے تو عقل کل یعنی عقل اہل اللہ جو سراسر مغز ہے بے یقین کے کیسے قدم رکھ سکتی ہے کیونکہ یہ عقل تو نہایت ادنیٰ ہے اور وہ نہایت اعلیٰ اس لئے کہ یہ عقل تو اوراق کو سیاہ کرتی ہے اور عقل العقل (یعنی نور حق سبحانہ) عالم کو پرنور کرتی ہے وہ تسوید وتبییض سے فارغ ہے اور اس کو عقل کی طرح تسوید وتبییض کی ضرورت نہیں بلکہ اس کا چاند تو دل وجان پر چمکتا اور ان کو منور کر کے معدن علوم بناتا ہے اور اس مسودہ وبیضہ یعنی دفاتر علوم کو جو وقعت حاصل ہوئی ہے یہ بھی اسی شب قدر یعنی نور الٰہی کا نتیجہ ہے جو ستاروں کی طرح دل وجان پر چمکی کیونکہ ان میں جس قدر وقعت ہے وہ اسی کا فیض ہے اگر وہ نہ ہوتی تو یہ عقل فی نفسہ کچھ بھی نہ تھی پس اس عقل کی مثال ایسی ہے جیسے کیسہ وہمیانی اور نور حق کی مثال ایسی ہے جیسے سونا اور ہمیانی اور کیسہ کی قدر سونے ہی سے ہے ورنہ بلا سونے کے ہمیانی وکیسہ کسی کام کے بھی نہیں جب ہر دو عقل کا فرق معلوم ہو گیا تو معلوم ہوا کہ عقل کل کے احکام اور مدرکات نہایت صحیح ہیں پس تم کو حقائق کو اس عقل سے سمجھنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے بلکہ عقل کل حاصل کر کے اس سے سمجھنا چاہئے اور عقل ناقص کامل ہوتی ہے عقل العقل یعنی نور حق سبحانہ سے لہذا نور حق سبحانہ حاصل کرنا چاہئے نیز اس کا حاصل کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ جس طرح جسم کی قدر جان سے ہے اور جسد بلا روح کوڑی کے کام کا بھی نہیں یوں ہی جان کی قدر پرتو حق سبحانہ سے ہے کیونکہ جس طرح حیات جسم بدوں روح کے متحقق نہیں ہو سکتی یوں ہی حیات روح بدون اس پرتو کے حاصل نہیں ہو سکتی اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر حیات روح بدون پرتو حق سبحانہ کے بھی مستحق ہو سکتی ہے تو کافر بھی زندہ کہلاتے ان کو مردہ کون کہتا۔ حالانکہ قرآن میں ان کو مردہ کہا گیا ہے یہاں تک پہنچ کر مولانا کے دل میں ایک خیال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ کوئی سمجھنے والا تو ہے نہیں یہ گفتگو فضول ہے لہذا اس کو ختم کرنا چاہئے اس کے بعد

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کا خود ہی جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ نہیں جی تم ضرور بیان کرو کیونکہ تمہاری قوت ناطقہ ایک نہر کھود رہی ہے تا کہ کسی زمانہ میں اس نہر میں پانی بہے یعنی اہل فہم اس سے منتفع ہوں۔ اب پھر ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ جب اس میں اہل فہم ہوں گے تو وہ یہ ہی باتیں بھی تو کہہ سکتے ہیں پھر بھی اس گفتگو کی ضرورت نہ رہی اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ ہر زمانہ میں مضامین عالیہ بیان کرنے والے ہوتے ہیں لیکن متقدمین کے مقالات اور ان کے مؤید اور مصدق ہو جاتے ہیں۔ تم دیکھ لو کیا انجیل توریت اور زبور قرآن کی مصدق نہ ہوئیں ضرور ہوئیں۔ اور اس سے قرآن کی ایک خاص قوت حاصل ہو گئی۔ ان خیالات کو دفع کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور سلسلہ گفتگو کو شروع کر کے کہتے ہیں کہ جب امور مذکورہ بالا تمہارے ذہن نشین ہو گئے تو اب تم اسی فقیر کی طرح بے مشقت اور بے حساب روزی تلاش کرو اور حق سبحانہ سے علوم و معارف حقیقیہ اور نور و قرب حق سبحانہ طلب کرو تا کہ جبرئیل تمہارے پاس بہشت کے سیب یعنی غذائے روحانی لائیں بلکہ خود مالک بہشت یعنی حق سبحانہ بلا توسط روح القدس وغیرہ کے تم کو غذا پہنچائیں نہ تم کو باغبانی کی دردسری کرنی پڑے اور نہ جوتنے بونے کی زحمت اٹھانی پڑے۔ اور حق سبحانہ کا بلا واسطہ کسی شے کو عطا کرنا کچھ بھی بعید نہیں کیونکہ مثلاً تم کو تو روٹی کے ذریعہ سے نفع پہنچتا ہے مگر روٹی کو نفع کی صفت کس نے بخشی ہے۔ بلا واسطہ حق سبحانہ نے پس جس طرح اس نے بلا واسطہ روٹی کو وہ صفت بخشی ہے یوں ہی وہ نفع بلا توسط پوست نان کے تم کو بھی دے سکتا ہے کیونکہ اس وقت صورت نان بمنزلہ دسترخوان کے ہوئی اور ذوق اس میں روٹی کی طرح پوشیدہ ہوا۔ پس جس طرح روٹی بدون دسترخوان کے مل سکتی ہے یوں ہی ذوق و نفع نان بھی بدوں روٹی کے حاصل ہو سکتا ہے جب یہ ثابت ہو گیا کہ ذوق و نفع نان ظاہری بدوں توسط نان کے حاصل ہو سکتا ہے بس اسی سے سمجھ لو کہ اہل اللہ کو غذائے روحانی یوں ہی بلا توسط دسترخوان یعنی وسائط فیض حاصل ہوتی ہے۔

شرح شبیری

رزق جانی کے بری باسعی چست	جز بعدل شیخ کو داوُدِ تست
تو روحانی رزق (اپنی) کوشش اور جستجو سے کب حاصل کر سکتا ہے	شیخ کے انصاف کے بغیر جو تیرے لئے (بمنزلہ حضرت) داؤد کے ہے

یعنی رزق روحانی کو پوری سعی سے کب حاصل کر سکتے ہو سوائے عدل شیخ کے کہ وہ داؤد تمہارے ہیں۔ عدل سے مراد تربیت ہے مطلب یہ کہ اس رزق روحانی کو بے تربیت شیخ کے تم کب حاصل کر سکتے ہو۔ جس طرح کہ روزی بے کسب داؤد علیہ السلام کے واسطہ سے اس شخص کو مل گئی اسی طرح شیخ کے ذریعہ سے کہ وہ مثل داؤد کے ہے تم کو روزی علوم و معارف حاصل ہو گی۔

نفس چوں با شیخ بیند گام تو	از بن دنداں شود او رام تو
نفس جب تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا	تو مجبوراً تیرا فرمانبردار ہو جائے گا

یعنی جبکہ نفس تیرا قدم شیخ کے ساتھ دیکھے گا تو بن دنداں سے وہ تیرا مطیع ہو جاویگا۔ (بن دندان سے مطیع ہونا یعنی پوری طرح تہ دل سے مطیع ہوگا)

صاحب ایں گاؤ رام آنگاہ شود	کز دم داؤدؑ او آگاہ شود
گائے کا مدعی اس وقت فرمانبردار بنا	جب وہ (حضرت) داؤدؑ کے حکم سے واقف ہوگیا

یعنی اس گائے والا اس وقت مطیع ہوگا کہ داؤد علیہ السلام کے دم سے آگاہ ہوگا (گاؤ سے مراد وہی لذات اور صاحب لذات نفس اور داؤد سے مراد شیخ کامل) مطلب یہ کہ نفس اس وقت تمہارا مطیع ہوگا جبکہ وہ شیخ کامل سے آگاہ ہو جاوے گا۔ اور اسے شیخ کامل کی خبر ہو جاوے گی۔ اس وقت وہ مطیع ہوگا۔

عقل گاہے غالب آید در شکار	بر سگ نفست کہ باشد شیخ یار
شکار میں عقل اس وقت غالب آئے گی	تیرے نفس کے کتے پر جبکہ شیخ ساتھی ہو گا

یعنی عقل شکار میں اس وقت تیرے سگ نفس پر غالب آوے گی جبکہ شیخ مددگار ہوگا۔

نفس اژدرہاست باصد زور وفن	روئے شیخ او راز مرد دیدہ کن
نفس سینکڑوں مکر اور فن والا اژدہا ہے	شیخ کا چہرہ اس کے لئے آنکھیں نکال ڈالنے والا زمرد ہے

یعنی نفس ایک اژدہا ہے ساتھ سوز ورفن کے اور روئے شیخ اس کے لئے مثل مرد آنکھ نکالنے والے کے ہے مطلب یہ کہ نفس کو مغلوب کرنے والا اور اس کو اندھا کرنے والا روئے شیخ ہی ہے۔

گر تو خواہی ایمنی از اژدہا	دستش از داماں مکن یکدم رہا
اگر تو اژدھے سے مطمئن ہونا چاہتا ہے	کسی وقت بھی ہاتھ کو اس کے دامن سے جدا نہ کر

یعنی اگر تم اژدہا سے بے خوف رہنا چاہتے ہو تو ہاتھ اس کے دامن سے ایک دم کو الگ مت کرو۔

خاک شو در پیش شیخ با صفا	تاز خاک تو بروید کیمیا
صاحب باطن شیخ کے سامنے خاک بن جا	تاکہ تیری خاک سے کیمیا پیدا ہو

یعنی شیخ باصفا کے آگے خاک ہو جا تاکہ تیری خاک میں سے کیمیا پیدا ہو یعنی تم اس کے آگے خاک ہو جاؤ اور اس کے مطیع ہو جاؤ تو کمالات خود تمہارے اندر سے پیدا ہوں گے۔

گر تو صاحب گاؤ را خواہی زبوں	چوں خراں سیخش کن آنسوئے آفروں
اگر تو گائے کے مدعی کو مغلوب کرنا چاہتا ہے	اے سرکش! اس کو گدھوں کی طرح کھینچ کر اس طرف لے جا

یعنی اگر تو نفس کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدھوں کی طرح اس کے سینگ اندر کی طرف سے اکھاڑ دے مطلب یہ کہ جس طرح کہ گدھے کے سینگ ہوتے ہی نہیں اسی طرح تو بھی اس کی جڑ اپنے قلب میں سے اکھاڑ

www.besturdubooks.wordpress.com

دے اور شہوات ولذات کو ترک کر دے اس کے بعد دیکھ کہ وہ عاجز ہوتا ہے یا نہیں۔

صد زباں در ہر زبانش صد لغت	زرق و دستانش نیاید در صفت
(نفس کے) سو زبانیں ہیں اور اس کی ہر زبان میں سو سو بولیاں ہیں	اس کا مکر اور حیلہ بازی بیان نہیں ہو سکتی ہے

یعنی (اس کے) سو زبان ہیں اور اس کی ہر زبان میں سو لغت ہیں اور اس کا مکر وفریب تو بیان آ نہیں سکتا۔

چوں بہ نزدیک ولی اللہ شود	آن زباں صد گزش کوتہ شود
جب وہ اللہ کے ولی کے نزدیک ہوتا ہے	اس کی سو گز لمبی زبان چھوٹی ہو جاتی ہے

یعنی جبکہ کسی ولی اللہ کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کی سو گز کی زبان کوتاہ ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ نفس بڑا مکار ہے اور اس کی زبان سو گز کی ہے کہ یہ کسی کے آگے لپتا ہی نہیں مگر جب شیخ کامل کے آگے پہنچتا ہے تو چونکہ وہ اس کے تمام مکروں سے واقف ہوتا ہے لہذا اس کے سامنے اس کی کچھ نہیں چلتی۔

مدعی گاؤ نفس آمد فصیح	صد ہزاراں حجت آرد ناصحیح
گائے کا مدعی نفس زبان دراز ہے	غلط قسم کی لاکھوں دلیلیں بیان کرتا ہے

یعنی مدعی گاؤ (جو کہ) نفس (ہے) بہت فصیح ہے اور لاکھوں حجتیں نادرست لاتا ہے۔

شہر را بفریبد الا شاہ را	رہ نتاند زد شہ آگاہ را
شاہ کے علاوہ شہر کو فریب دیتا ہے	باخبر شاہ کی راہ زنی نہیں کر سکتا

یعنی شہر کو فریب دے لیتا ہے مگر شاہ کو شاہ آگاہ کو گمراہ نہیں کر سکتا۔

نفس را تسبیح و مصحف در یمیں	خنجر و شمشیر اندر آستیں
نفس کے داہنے ہاتھ میں تسبیح اور قرآن ہے	آستین کے اندر خنجر اور تلوار ہے

یعنی نفس کے داہنے ہاتھ میں تو تسبیح و مصحف ہے اور آستین میں خنجر و شمشیر ہے مطلب یہ کہ نفس وہ شے ہے کہ یہ ضرر اندرونی پہنچاتا ہے۔ ظاہر میں تو بڑا دوست ہے اور باطن میں بس مار آستین ہے۔ اللھم احفظنا

مصحف و سالوس او باور مکن	خویش با او ہمسر و ہمسر مکن
اس کے مکر کے قرآن پر اعتماد نہ کر	اپنے آپ کو اس کا ہمراز اور ہم مرتبہ نہ بنا

یعنی اس کے مصحف و مکر کا تو یقین مت کر اور اپنے کو اس کے ساتھ ہمراز و ہمسر مت بنا ورنہ اگر راز دار ہو گیا تو یاد رہے کہ گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے۔ اس کے مکر کی یہ حالت ہے کہ

سوئے حوضت آورد بہر وضو	واندر اندازد ترا در قعر او
وہ وضو کرانے کے لئے تجھے حوض کی جانب لاتا ہے	اور تجھے اس کے اندر اس کی گہرائی میں پھینک دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وضو کے لئے حوض کی طرف تجھے لاتا ہے اور (پھر) اس کے قعر میں تجھے ڈال دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ ترغیب نیک کام کی دیتا ہے اور وہاں لے جاکر کسی مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔

عقل نورانی و نیکو طالب ست	نفس ظلمانی بروچوں غالب ست
عقل نورانی اور بہترین طلب گار ہے	تاریک نفس اس پر کیوں غالب ہے

یعنی عقل تو نورانی ہے اور اچھی طالب ہے۔ تو نفس ظلمانی اس پر کیونکر غالب ہے' آگے خود بتاتے ہیں کہ۔

زانکہ او در خانہ' عقل تر بروں	گرچہ ملک اوست لیکن شد زبوں
کیونکہ وہ گھر میں ہے تیری عقل باہر ہے	(گھر) اگرچہ اس کی ملک ہے لیکن وہ مغلوب شے ہے
زانکہ او در خانہ عقل تو غریب	بردر خود سگ بود شیر مہیب
کیونکہ وہ گھر میں ہے' تیری عقل مسافر ہے	اپنے دروازے پر کتا خوفناک شیر ہوتا ہے

یعنی اس لئے کہ وہ نفس تو گھر میں ہے اور عقل تیری غریب ہے تو اپنے دروازہ پر تو کتا بھی شیر مہیب ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ تم نے نفس کی تو خوب خاطر کی ہے اور اس کو خوب پال رکھا ہے اور بیچاری عقل کو گھر سے باہر کر رکھا ہے تو اپنے گھر تو کتا بھی شیر ہوتا ہے لہذا تیرا نفس اس وجہ سے پھولا ہوا اور عقل پر غالب ہو رہا ہے۔

باش تا شیراں سوئے بیشہ روند	ویں سگاں کور آنجا بگروند
ٹھہر کہ شیر کچھار میں پہنچیں	یہ اندھے کتے وہاں مطیع ہو جائیں گے

یعنی ٹھہر جا یہاں تک کہ شیر بیشہ کی طرف جاویں اور یہ اندھے کتے اس جگہ مطیع ہونگے۔ (شیران سے مراد شیوخ کاملین) مطلب یہ کہ اس نفس کے بیشہ میں شیوخ کاملین کو آنے دو وہ ان کو ان کے گھروں سے نکالیں گے اور ان کو مطیع کریں گے۔ اور عقل کو ان پر غالب کریں گے۔

مکر نفس و تن نداند عام شہر	او نگردد جز بوحی القلب قہر
نفس اور جسم کے مکر کو شہر کے عوام نہیں جانتے	وہ دل کی وحی کے بغیر مغلوب نہیں ہوتا

یعنی مکر نفس و تن کو عوام شہر نہیں جانتے وہ بجز الہام قلبی کے مقہور نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ نفس کے مکروں کو عوام نہیں جانتے ہاں جو شخص ملہم من اللہ ہو وہ اس کے مکروں کو سمجھ سکتا ہے اور اسی سے یہ مطیع ہو سکتا ہے۔

ہر کہ جنس اوست یار او شود	جز مگر داؤڈ کو شیخت بود
جو اس کا ہم جنس ہے اس کا دوست بن جاتا ہے	مگر سوائے داؤڈ کے جو تیرا شیخ ہے

یعنی جو کہ اس کی جنس ہے اس کا یار ہو جاتا ہے مگر سوائے داؤڈ کے کہ وہ تیرا شیخ ہو یعنی سوائے شیوخ کاملین کے اور عوام تو سب اسی کے ساتھ ہو لیتے ہیں اور شیوخ اس لئے بچے رہتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کو مبدل گشت و جنس تن نماند	ہر کرا حق در مقام دل نشاند
جو بدل گیا ہے اور جسم کا ہم جنس نہیں رہا ہے	جس کو اللہ (تعالیٰ) نے دل کی جگہ بٹھایا ہے

یعنی کیونکہ وہ مبدل ہو گیا ہے اور جنس تن نہیں رہا۔ جس کو کہ حق نے مقام دل میں بٹھادیا مطلب یہ کہ جس کو حق تعالیٰ نے درجہ روحانیت کا عطا فرمادیا وہ اب جنس نفس وتن سے چھوٹ کر جنس روح بن گیا ہے۔ لہٰذا اس کو اس سے ضرر نہیں ہوتا اور وہ اس کے ساتھ ملتا نہیں ہے بلکہ اس کو ہی خود مطیع کر لیتا ہے۔

خلق جملہ علتی انداز کمین	یار علت می شود علت یقین
تمام لوگ اندر سے بیمار ہیں	یقیناً مرض ' مرض کا مددگار ہوتا ہے

یعنی مخلوق سب باطن کی رو سے علتی ہے تو علت تو یقیناً علت ہی کی ہمراہ ہوگی۔ مطلب یہ کہ چونکہ لوگ سب علتی ہیں اور ان کے باطن میں علت موجود ہے لہٰذا ان کا میلان بھی علت ہی کی طرف ہوتا ہے اور وہ اس سے مل جاتے ہیں۔ آگے شیوخ مکارین سے بچاتے ہیں کہ۔

ہر خسے دعوے داؤدی کند	ہر کہ بے تمیز کف دروے زند
ہر کمینہ داؤد ہونے کا دعویٰ کر دیتا ہے	جو بے تمیز ہے اس سے وابستہ ہو جاتا ہے

یعنی ہر کمینہ دعویٰ داؤد ہونے کا کرتا ہے تو جو کہ بے تمیز ہے وہ اس کے اندر ہاتھ مارتا ہے۔ یعنی کمینہ لوگ شیخ بنتے ہیں تو جو جاہل اور بے خبر ہیں وہ ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیتے ہیں اور پھنس جاتے ہیں آگے اس پھنسنے کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں ز صیادے شنید آواز طیر	مرغ ابلہ میکند آں سوئے سیر
جب شکاری سے پرند کی بولی سنتا ہے	بیوقوف پرند اس جانب اڑان بھرتا ہے

یعنی جبکہ صیاد سے جانور کی آواز سنتا ہے تو بیوقوف جانور اس طرف کو چلتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب صیاد جانوروں کی بولی بولتا ہے تو جو بیوقوف جانور ہے وہ اپنی ہمجنس کی بولی سمجھ کر ادھر جاتا ہے اور پھنس جاتا ہے اسی طرح جو جھوٹے لوگ دعویٰ مشیخت کا کرتے ہیں جو بیوقوف ہیں وہ ان کے دام میں پھنس جاتے ہیں۔

نقد را از قلب نشناسد غوی است	ہیں ازو بگریز اگرچہ معنوی است
جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے گمراہ ہے	خبردار اس سے گریز کر خواہ وہ نکتہ رس ہو

یعنی جو کھرے کو کھوٹے سے نہ پہچانے وہ غوی ہے ارے اس سے بھاگ اگرچہ (بظاہر) معنوی ہو۔

رستہ و بربستہ پیش او یکیست	گر یقیں دعویٰ کند او در شکے ست
آزاد اور گرفتار اس کے نزدیک یکساں ہے	اگرچہ یقین کا دعویٰ کرے وہ شک میں (مبتلا)

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی (ہواو ہوس سے) چھوٹا ہوا اور (ان کا) مقید اس کے آگے سب ایک ہیں (اس لئے کہ اس کو تمیز ہی نہیں) اور اگر وہ یقین کا دعویٰ کرے تو وہ خود شک میں ہے یعنی اسے خود ہی شک ہے تو وہ دعویٰ یقین کا کیا کرے گا۔ اطمینان قلب جس کا نام ہے وہ اس کو حاصل ہے ہی نہیں۔

اینچنیں کس گر ذکی مطلق ست	چونش ایں تمیز نبود احمق است
ایسا شخص خواہ پورا ذہین ہے	جب اس کو تمیز نہ ہو وہ احمق ہے

یعنی ایسا شخص اگرچہ (بظاہر) ذکی مطلق ہی ہو جب اس کو یہ تمیز نہیں ہے احمق ہے۔

ہیں ازو بگریز چوں آہوز شیر	سوئے او مشتاب اے دانا دلیر
خبردار! اس سے ایسا بھاگ جیسے شیر سے ہرن	اے عقلمند بہادر! اس کی جانب نہ جا

یعنی ارے اس سے بھاگ جیسے کہ ہرن شیر سے اور اے دانا دلیر اس کی طرف کو دوڑ مت یعنی ایسے شخص کے پاس ہرگز مت جاؤ۔ آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ بھاگے جا رہے تھے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت کیوں بھاگ رہے ہیں فرمایا احمقوں سے بھاگ رہا ہوں تو بھلا جب ایسے حضرات کو ضرورت ان سے علیحدگی کی ہوتی ہے تو پھر اوروں کو تو کیوں نہ ہوگی اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اوپر طلب غذائے روحانی کی ترغیب دی تھی اب اس کا طریقہ بتلاتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بطور خود کوشش کرنے سے وہ غذا نہیں مل سکتی بلکہ جب شیخ جو کہ تیرا داؤد ہے نفس و عقل کے درمیان انصاف کرے گا اور عقل کو غالب اور نفس کو مغلوب کرے گا اس وقت مل سکتی ہے اس لئے کہ نفس خود تجھ سے مغلوب نہیں ہو سکتا۔ بلکہ جب تجھے شیخ کی ہدایتوں پر عمل کرتے دیکھے گا اس وقت وہ عاجز ہو کر تیرا مطیع ہوگا جس طرح کہ وہ گائے والا اس وقت مطیع ہوا جبکہ داؤد علیہ السلام کا فیصلہ قطعی سن لیا۔ یوں ہی عقل بھی تیرے سگ نفس پر اسی وقت غالب ہو سکتی ہے جبکہ شیخ کی اعانت ہو نفس کو ایک چالاک اور ہوشیار اژدھا سمجھو اور شیخ کے چہرہ کو زمرد جو اس کی آنکھیں پھوڑ کر اس کو اندھا کر دیتا ہے بس اگر تو اژدھے کے خطرہ سے بچنا چاہتا ہے تو اس کا دامن ہرگز نہ چھوڑ اور اس کے سامنے خاک ہو جا تاکہ اس خاک سے کیمیاوی بوٹی پیدا ہو کر تجھے کندن کر دے یعنی فیوضات باطنیہ حاصل ہو کر تو انسان کامل بن جائے اور اگر تو گائے والے (نفس) کو مغلوب کرنا چاہتا ہے تو گدھوں کی طرح اس کے اندر لکڑی کرتا کہ وہ پریشان ہو کر مطیع ہو جائے۔ یہ بڑا بدمعاش ہے سو زبانیں رکھتا ہے اور ہر زبان میں سو بولیاں رکھتا ہے۔ غرضکہ اس کے مکر و فریب بیان سے باہر ہیں یہ کسی طرح مغلوب نہیں ہوتا۔ اس کو صرف شیخ کامل ہی مغلوب کر سکتا ہے کیونکہ جب شیخ کامل کے پاس پہنچتا ہے تو اس کی وہ سو گز کی زبان کٹ جاتی ہے اور کچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں و چرا نہیں کرسکتا۔ گو یہ مدعی گاؤ (نفس) نہایت لسان ہے اور سفسطہ آمیز سینکڑوں دلیلیں پیش کرتا ہے مگر اس سے وہ عوام کو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن بادشاہ کو دھوکہ نہیں دے سکتا اور رہزنی کر کے اس کو راہ راست سے نہیں بھٹکا سکتا۔ یاد رکھو کہ یہ بڑا چالاک ہے۔ اس کے ہاتھ میں تسبیح و قرآن ہوتے ہیں اور آستین میں خنجر و شمشیر۔ بس تم اس کی مکارانہ قرآن خوانی کا کبھی اعتبار نہ کرنا اور اپنے کو اس کا راز دار اور مصاحب نہ بنانا یہ اتنا چالاک ہے کہ وضو کی ترغیب دیکر تم کو حوض پر لے جاتا ہے اور جا کر ندی میں غوطہ دیدیتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اگر نفس طاعات کی ترغیب بھی دے تب بھی اس کا معتقد نہ ہونا چاہئے بلکہ اس کے مکر سے ہوشیار رہنا چاہئے کیونکہ اس میں بھی اس کی کوئی غرض مخفی ہوتی ہے۔ پس طاعات کو تو اختیار کرنا چاہئے مگر اس فریب میں نہ آنا چاہئے جس کے لئے اس نے وہ ترغیب دی تھی۔ شاید تم یہ سوال کرو کہ صاحب عقل تو ایک نورانی شئے اور طالب حسنات ہے اور نفس ظلمانی و طالب سیئات تو نفس عقل پر کیوں غالب ہوا۔ عقل اس پر غالب کیوں نہ ہوئی تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقل روح کی ایک قوت ہے اور روح مجردات سے ہے اس لئے وہ تن سے اجنبی ہے اور نفس جسمانی ہے اس لئے اپنے گھر میں ہے اور اپنے گھر پر کتا بھی شیر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خانہ تن پر عقل کا تسلط نہیں ہونے دیتا اور اس پر غالب آتا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ قبضہ اور تسلط عارضی ہے ذرا اس جنگل میں اصلی شیروں کو آنے دو اور اہل اللہ کی توجہ اس طرف منعطف ہونے دو پھر دیکھنا کہ یہ کتے ان کے آگے پانی بھریں گے اور بجز اطاعت کے ان کو چارہ نہ ہوگا کیونکہ اس کے مکر کو عام لوگ نہیں جانتے اس لئے کوئی اس کو مغلوب نہیں کرسکتا یہ اگر مغلوب ہوتا ہے تو ارباب الہامات ربانیہ ہی سے ہوتا ہے بلکہ اور لوگ تو چونکہ اس کے ہم جنس ہیں اس لئے اس کے معین ہوتے ہیں بجز داؤد کے جس سے ہماری مراد شیخ ہے کہ وہ اس کی بیخ کنی کرتا ہے کیونکہ وہ نائب حق ہے اور جس کو حق سبحانہ اپنی نیابت عطا فرماتے ہیں اس کی قلب ماہیت ہوجاتی ہے اور وہ مجانس نفس و تن نہیں رہتا۔ عوام کے معین نفس ہونے کا راز یہ ہے کہ وہ سب امراض باطنیہ میں مبتلا ہیں اور نفس بھی انہیں امراض میں مبتلا ہے اور یہ یقینی امر ہے کہ ایک بیماری کو دوسری بیماری سے تقویت پہنچتی ہے پس ضرور ہے کہ وہ اس کے معین ہوں۔ یہاں تک تم کو معلوم ہوا کہ غذائے روحانی حاصل کرنے کے لئے داؤد وقت کی ضرورت ہے۔ مگر اس مقام پر ایک یہ بات بتلا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے نااہل داؤد ہونے کے مدعی ہیں بس جو لوگ تمیز نہیں رکھتے وہ ان کو داؤد سمجھ کر ان کا دامن پکڑ لیتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک احمق جانور شکاری سے جانور کی آواز سن کر اس طرف چل دیتا ہے۔ اور جال میں پھنس جاتا ہے یہ لوگ گمراہ ہیں کہ سونے اور ملمع میں تمیز نہیں کرسکتے۔ ایسے لوگوں سے بھاگنا چاہئے خواہ وہ دقیقہ رس ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ یہ اس کو جو پابند دام ہو اور اس کو جو وارستہ از دام ہو دونوں کو یکساں سمجھتے ہیں جبھی تو ایک دھوکہ باز کے پھندے میں پھنس گئے۔ ایسے لوگوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اگر وہ دعوی کریں کہ ہم کو فلاں بات کا یقین ہے تب بھی وہ شک ہی میں ہیں کیونکہ جب وہ تمیز ہی نہیں رکھتے تو ان کا یقین اس بات کی واقعیت ظاہر نہیں کرسکتا اور واقع میں دونوں امر محتمل ہیں ممکن ہے کہ ایسا ہو جیسا کہ وہ کہتا ہے اور ممکن ہے کہ ایسا نہ ہو اور ایسا شخص اگر نہایت ہی ذہین ہو تب بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

جبکہ وہ اہل کمال اور بہروپیوں میں تمیز نہیں کر سکتا احمق ہی ہے دیکھو ایسے شخص سے اسی طرح بھاگنا جس طرح کہ ہرن شیر سے بھاگتا ہے اور اے سمجھدار شخص تو بیا کانہ اس سے میل نہ کرنا اس سے تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ جب یہ دھوکہ کھانے والا اس قدر قابل نفرت ہے تو دھوکہ دینے والا کس قدر قابل نفرت ہوگا لہذا اس کی طرف تو بالا وہلے رخ نہ کرنا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہو کہ احمق اور بے تمیز لوگ کس درجہ قابل گریز ہیں۔ سنو

شرح شبّیری

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احمقوں سے پہاڑ پر بھاگنا اور ایک شخص کا ان کے پیچھے جانا اور ان سے سوال کرنا

عیسیٰ مریم بکوہے می گریخت	شیر گوئی خون او میخواست ریخت
(حضرت) عیسیٰ (بن) مریم ای پہاڑ کی طرف بھاگ رہے تھے	گویا شیر ان کا خون بہانا چاہتا ہے

یعنی عیسیٰ مریم علیہما السلام ایک پہاڑ کی طرف (ایسے) بھاگ رہے تھے گویا کہ کوئی شیر ان کا خون ریختہ کرنا چاہتا تھا یعنی ایسے بھاگ رہے تھے کہ جیسے کوئی درندہ آتا ہو اور کوئی شخص اس کے خوف سے بھاگے۔

آں یکے درپۓ دوید وگفت خیر	در پیت کس نیست چہ گریزی چو طیر
ایک شخص پیچھے دوڑا اور بولا خیریت ہے	آپ کے پیچھے کوئی نہیں ہے پرندکی طرح آپ کیوں دوڑ رہے ہیں؟

یعنی ایک شخص ان کے پیچھے دوڑا اور کہا کہ خیر تو ہے آپ کے پیچھے تو کوئی نہیں ہے آپ پرندہ کی طرح کیوں بھاگ رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ ایسے اڑے ہوئے کیوں جا رہے ہو کوئی دشمن وغیرہ بھی تعاقب میں نہیں۔

باشتاب او آنچناں میتافت جفت	کز شتاب خود جواب او نہ گفت
جلدی میں وہ اس طرح چست بھاگ رہے تھے	کہ اپنی جلدی میں اس کو جواب نہ دیا

یعنی جلدی کے ساتھ وہ ایسا تیز بھاگ رہے تھے کہ اپنی جلدی کی وجہ سے اس کو جواب بھی نہ دیا۔

یک دو میداں درپۓ عیسےٰ براند	پس بجد جہد عیسےٰ را بخواند
وہ ایک دو میدان (حضرت) عیسیٰ کے پیچھے بھاگا	پھر کوشش سے (حضرت) عیسیٰ کو پکارا

یعنی ایک دو میدان تک تو اس نے عیسیٰ کے پیچھے چلایا پھر جد و جہد سے اس نے عیسیٰ کو پکارا۔

کز پۓ مرضات حق یک لحظہ ایست	کہ مرا اندر گریزت مشکلے است
کہ خدا کی خوشنودی کیلئے تھوڑی دیر ٹھہریۓ	کیونکہ آپ کے بھاگنے میں میرے لئے مشکل (درپیش) ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ خدا کے واسطے ایک گھڑی کے لئے ٹھہرے رہئے کہ مجھے آپ کے بھاگنے میں ایک مشکل ہے۔ (وہ یہ کہ)

از کہ ایں سو می گریزی اے کریم	نے پئے ات شیر و نہ خوف خصم و بیم
اے صاحب کرم! ادھر کو آپ کس سے بھاگ رہے ہیں؟	آپ کے پیچھے نہ شیر ہے نہ دشمن کا ڈر اور خوف

یعنی اے کریم آپ اس طرف کس سے بھاگ رہے ہیں آپ کے پیچھے نہ شیر ہے اور نہ خوف دشمن ہے اور نہ کوئی اور خوف ہے۔

گفت از احمق گریزانم برو	می رہانم خویش را بندم مشو
فرمایا: جا میں بیوقوف سے بھاگ رہا ہوں	میں اپنے آپ کو چھڑا رہا ہوں' مجھے نہ روک

یعنی آپ نے فرمایا کہ میں احمق سے گریزاں ہوں تو جا اور میں اپنے کو (احمق سے) چھڑاتا ہوں تو میری روک مت ہو۔

گفت آخر آں مسیحا نہ توئی	کہ شود کور و کر از تو مستوی
اس نے کہا آخر آپ وہی مسیحا نہیں ہیں	کہ آپ کے ذریعہ اندھا اور بہرا تندرست ہو جاتا ہے

یعنی اس سائل نے کہا کہ آخر کیا آپ وہی مسیحا نہیں ہیں کہ آپ سے اندھے بہرے سب تندرست ہوتے ہیں مطلب یہ کہ جب آپ ایسے ہیں تو آپ کو احمق کیا گزند پہنچا سکتا ہے۔

گفت آرے گفت آں شہ نیستی	کہ فسون غیب را ماویستی
انہوں نے فرمایا ہاں! اس نے کہا آپ وہ شاہ نہیں ہیں؟	کہ آپ غیبی منتر کے ماویٰ (و ملجا) ہیں

یعنی عیسیٰ نے کہا کہ ہاں (میں وہی مسیحا ہوں) تو اس سائل نے کہا کہ کیا آپ وہ بادشاہ نہیں ہیں جو کہ غیب کی باتوں کے ماویٰ اور ٹھکانہ ہیں۔

چوں بخوانی آن فسوں بر مردۂ	بر جہد چوں شیر صید آوردۂ
آپ جب وہ منتر کسی مردے پر پڑھتے ہیں	وہ (مردہ) شکاری شیر کی طرح کود پڑتا ہے

یعنی جب اس فسوں کو تم کسی مردہ پر پڑھ دو تو وہ شکاری شیر کی طرح کود آئے۔

گفت آرے آن منم گفتا کہ تو	نے ز گل مرغان کنی اے خوبرو
انہوں نے فرمایا ہاں میں وہی ہوں اس نے کہا کہ آپ	اے حسین! کیا مٹی سے پرندے نہیں بنا دیتے ہیں

یعنی عیسیٰ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں تو اس نے کہا کہ اے خوبرو کیا آپ وہ نہیں ہیں جو مٹی سے جانور بنا دیتے ہیں۔

بر دمی بروی سبک تا جان شود	در ہوا اندر زماں پراں شود
آپ اس میں آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ زندہ ہو جاتا ہے	(اور) فوراً ہی ہوا میں اڑنے لگتا ہے

یعنی اس پر آہستہ سے پھونکتے ہوں یہاں تک کہ وہ جان ہو جاتا ہے اور اسی وقت ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آرے گفت پس اے روح پاک	ہر چہ خواہی میکنی از کیست باک
انہوں نے فرمایا ہاں' اس نے کہا' تو اے پاک روح!	آپ جو چاہتے ہیں کر لیتے ہیں (پھر) کس کا ڈر ہے؟

یعنی عیسیٰؑ نے فرمایا کہ ہاں تو اس نے کہا کہ اے روح پاک آپ جو چاہیں کریں پھر ڈر کس کا ہے۔

با چنیں برہاں کہ باشد در جہاں	کہ نباشد مر ترا از بندگاں
ایسی دلیلوں کے ہوتے ہوئے دنیا میں کون ہو گا؟	جو آپ کے غلاموں میں سے نہ ہو

یعنی باوجود اس قدر دلائل کے دنیا میں کون ہوگا جو کہ آپ کے غلاموں میں سے نہ ہوگا۔

گفت عیسیٰؑ کہ بذات پاک حق	مبدع تن خالق جاں در سبق
(حضرت) عیسیٰؑ نے فرمایا کہ اللہ کی پاک ذات کی قسم	جو کہ جسم کا پیدا کرنے والا' ازل میں روح کا خالق ہے

یعنی عیسیٰؑ نے فرمایا کہ حق کی ذات پاک کی قسم ہے جو کہ بدن کا بنانے والا اور ازل میں خالق جان ہے۔

حرمت ذات و صفات پاک او	کہ بود گردوں گریباں چاک او
اس کی پاک ذات' اور صفات کی قسم	جس کے لئے آسمان گریبان پھاڑے ہوئے ہے

یعنی اس کی ذات پاک اور صفات کی قسم جس کا کہ آسماں گریباں چاک (عاشق) ہے۔

کاں فسوں و اسم اعظم را کہ من	بر کرو بر کور خواندم شد حسن
کہ وہ منتر اور اسم اعظم جو میں نے	بہرے اور اندھے پر پڑھا وہ اچھا ہو گیا

یعنی کہ اس فسوں اور اسم اعظم کو کہ میں نے کور و کر پر پڑھا تو وہ اچھے ہو گئے۔

بر کہ سنگیں بخواندم شد شگاف	خرقہ رابدرید بر خود تا بناف
پتھریلے پہاڑ پر میں نے پڑھا وہ شق ہو گیا	اس نے ناف تک پیرہن پھاڑ ڈالا

یعنی سنگین پہاڑ پر پڑھا تو وہ پھٹ گیا اس نے اپنے خرقہ کو ناف تک پھاڑ لیا۔

بر تن مردہ بخواندم گشت حے	بر سر لاشے بخواندم گشت شے
میں نے مردہ جسم پر پڑھا وہ زندہ ہو گیا	میں نے ناچیز پر پڑھا وہ چیز ہو گیا

یعنی مردہ کے بدن پر پڑھا تو وہ زندہ ہو گیا اور لاشے کے اوپر پڑھا تو وہ شے ہو گئی۔

خواندم آنرا بر دل احمق بہ ود	صد ہزاراں بار و درمانے نشد
میں نے محبت سے اس کو بیوقوف کے دل پر پڑھا	لاکھوں بار اور کوئی علاج نہ ہوا

یعنی میں نے اس کو احمق کے دل پر دوستی سے لاکھوں بار پڑھا مگر کوئی اثر نہ ہوا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سنگ خارا گشت وزاں خو برنگشت	ریگ شد کزوے نروید ہیچ کشت
سنگ خارا بن گیا اور اس عادت سے نہ ہٹا	ریت بن گیا جس سے کوئی کھیتی نہ آگے

یعنی پتھر بن گیا اور اس (احمقی کی) خصلت سے نہ پھرا ریت ہوگیا کہ اس میں کوئی کھیتی نہیں اگتی۔

گفت حکمت چیست کانجام اسم حق	سود کرد اینجا نبود آن را سبق
اس نے کہا کیا راز ہے کہ وہاں اسم اعظم نے	فائدہ کیا اس جگہ وہ نہ چلا

یعنی سائل نے کہا کہ (اس میں) کیا حکمت ہے کہ اس جگہ تو اس حق نے نفع کیا اور اس جگہ اس کے لئے سبقت نہ ہوئی۔

آں ہماں رنجست وایں رنجے چرا	او نشد ایں راوآں را شد دوا
وہ بھی بیماری ہے اور یہ بھی بیماری کیوں	وہ اس کے لئے (دوا) نہ ہوا اور اس کے ئے دوا بن گیا؟

یعنی وہ (کوری وکری) بھی ایک بیماری ہے اور یہ بھی ایک مرض ہے تو کس لئے وہ اس کے لئے تو دوا ہو گیا اور اس کے لئے نہ ہوا۔

گفت رنج احمقی قہر خدا ست	رنج کوری نیست قہر آں ابتلاست
فرمایا بیوقوفی کی بیماری خدا کا عذاب ہے	اندھے پن کی بیماری عذاب نہیں ہے وہ آزمائش ہے

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ احمقی تو خدا کا قہر ہے (نعوذ باللہ منہ) اور کوری کا مرض قہر نہیں ہے بلکہ وہ تو ابتلاء ہے۔

ابتلاء رنجیست کان رحم آورد	احمقی رنجیست کان زخم آورد
آزمائش وہ بیماری ہے جو رحم لاتی ہے	بیوقوفی وہ بیماری ہے جو زخم پیدا کرتی ہے

یعنی مبتلا ہو جانا (کسی مرض میں) تو ایک ایسی شے ہے کہ رحم لاتی ہے اور احمقی ایک ایسا مرض ہے جو کہ زخم پیدا کرتا ہے۔

بر سر آرد زخم رنج احمقی	رحم نبود چارہ جوئی آں شقی
بیوقوفی کا مرض سر کو زخمی کرتا ہے	اس بدبخت کی چارہ جوئی رحم سے نہیں ہوتی

یعنی احمقی کا مرض سر پر زخم لگاتا ہے اور اس بدبخت کا معالج رحم نہیں ہوتا۔

انچہ داغ اوست مہر او کردہ است	چارۂ بروے نیارد بردوست
جو اس کا داغ ہے (گویا اللہ تعالیٰ) نے مہر لگا دی ہے	کوئی تدبیر اس پر قابو نہیں پا سکتی

یعنی جو کہ (احمقی) کا داغ ہے اس نے مہر کردی ہے تو کوئی علاج اس پر قدرت نہیں لا سکتا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

زاحمقاں بگریز چوں عیسیٰ گریخت	صحبت احمق بسے خونہا کہ ریخت
بیوقوفوں سے اس طرح بھاگ جیسے (حضرت) عیسیٰ بھاگے	احمق کی صحبت نے بہت خون بہائے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی احمقوں سے بھاگ جیسا کہ عیسیٰ بھاگے (کیونکہ احمق کی صحبت نے بہت سے خون خراب کئے ہیں)۔
یعنی احمقی کا مرض سر پر زخم لگاتا ہے اور اس بدبخت کا معالج رحم نہیں ہوتا۔

اندک اندک آب را دزدد ہوا	وچنیں دزد دہم احمق از شما
ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے	اسی طرح بیوقوف تم میں سے چراتا ہے

یعنی جیسے کہ ہوا پانی کو تھوڑا تھوڑا چراتی ہے (اور اس کو ہوا تھامتی ہے) اسی طرح احمق تم میں سے (عقل کو) چراتا ہے (اور انجام کار تم کو بھی احمق بنالیتا ہے)

گرمیت را دزد و سردی دہد	ہمچناں کو زیر خود سنگے نہد
وہ تیری گرمی کو چراتا ہے اور سردی پیدا کرتا ہے	جس طرح کہ وہ اپنے نیچے پتھر رکھتا ہے

یعنی تمہاری گرمی (عقل) کو چراتا ہے اور سردی (احمقی) دیدیتا ہے اسی طرح گویا کہ وہ اپنے نیچے ایک پہاڑ رکھتا ہے۔

آں گریز عیسوی نہ زبیم بود	ایمن است او از پے تعلیم بود
(حضرت) عیسیٰ کا بھاگنا خوف سے نہ تھا	وہ محفوظ تھے تعلیم دینے کیلئے تھا

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا خوف کی وجہ سے نہیں تھا (کیونکہ) وہ تو بے خوف تھے (بلکہ) تعلیم کے واسطے تھا (کہ ان کو بتانا تھا کہ احمق سے اس طرح الگ رہا کرو) آگے اس کی ایک مثال ہے کہ۔

ز مہریرار پر کند آفاق را	چہ غم آن خورشید باشراق را
اگر سردی تمام دنیا کو بھر دے	روشن سورج کو کیا غم ہے؟

یعنی جاڑا اگر تمام عالم کو (سردی سے) بھر دے تو اس روشن آفتاب کو کیا غم (بس اسی طرح احمقوں سے عیسیٰ علیہ السلام کو کیا غم جیسے سردی سے علاوہ آفتاب کے اور اشیاء متاثر ہوتی ہیں بس اسی طرح احمق کی حماقت سے بھی اور لوگ ہی متاثر ہوتے ہیں) آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ۔

ہر کرا گرمی بود از نور حق	او چہ غم دارد ز سرد یہاے بق
جس کو اللہ تعالیٰ کے نور کی گرمی حاصل ہو	اس کو سخت بارش کی سردی کا کیا غم ہے؟

یعنی جس کے پاس کہ نور حق کی گرمی ہو اس کو کسی سردی کا کیا غم ہو (تو بس اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس چونکہ نور حق تھا ان کو احمقوں کی حماقت سے کیا خوف ہوتا) آگے اہل سبا کی حماقت اور اس حماقت کی وجہ سے ان کی بربادی کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: ایک مرتبہ عیسیٰ علیہ السلام ایک پہاڑ پر یوں دوڑے جا رہے تھے کہ اس سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی شیر ان کو مار ڈالنا چاہتا ہو یہ حالت دیکھ کر ایک مخلص پیچھے دوڑا اور کہا حضور خیر تو ہے آپ کیوں اڑے جا رہے ہیں آپ کے پیچھے تو کوئی بھی نہیں پھر کیا خوف ہے مگر وہ اس قدر تیز جا رہے تھے کہ جلدی کے سبب اس کو جواب بھی نہ دیا کچھ دور تو وہ ان کے پیچھے دوڑا مگر جب تھک گیا تو بہت اصرار کے ساتھ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آوازیں دینی شروع کیں اور ٹھہرانا چاہا اور کہا کہ خدا کے لئے ذرا ٹھہر جایئے۔ مجھے آپ کے بھاگنے کے متعلق ایک شبہ ہو گیا ہے اس کو حل فرماتے جایئے جب وہ ٹھہرے تو اس نے دریافت کیا کہ آپ کس سے بھاگتے ہیں نہ آپ کے پیچھے کوئی شیر آ رہا ہے نہ کسی دشمن کا خطرہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ صحیح ہے مگر میں احمق سے بھاگ رہا ہوں اور اس سے اپنے کو چھڑانا چاہتا ہوں تو جا اپنا کام کر اور مجھے مت روک۔ اس نے عرض کیا کہ کیا آپ وہی عیسیٰ نہیں جو اندھے بہروں کو اچھا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اس نے سوال کیا کہ کیا آپ وہی نہیں ہیں جو افسوں غیب یعنی اسم اعظم اپنے پاس رکھتے ہیں جس کی یہ صفت ہے کہ جب آپ اس کو کسی مردہ پر پڑھ کر دم کرتے ہیں تو وہ یوں مستعدی کے ساتھ اٹھتا ہے جیسے شیر کے پاس شکار لایا گیا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں وہی ہوں پھر اس نے دریافت کیا کہ کیا آپ مٹی سے جانور نہیں بنا دیتے اور کیا ایسا نہیں ہوتا کہ آپ ایک آہستہ سے پھونک مارتے ہیں تو وہ جاندار ہو جاتا اور فوراً ہوا میں اڑ جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں میں ایسا ہی کرتا ہوں اور ایسا ہوتا ہے اس پر اس نے متحیر ہو کر پوچھا کہ جب آپ کی یہ شان ہے کہ جو آپ چاہتے ہیں وہی ہو جاتا ہے تو پھر آپ کو کس کا ڈر ہے اور باوجود ان معجزات باہرہ کے پھر کون ایسا ہے جو آپ کا خادم نہ ہو گا اور اس سے آپ کو تضرر کا اندیشہ ہو گا۔ آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جو جسم وجان کو ابتدا ہی سے پیدا کرنے والا ہے اور اسی کی ذات وصفات پاک کی قسم جس کا فلک سا عظیم القدر جسم عاشق ومطیع ہے کہ میں نے اس افسوں اور اس اسم اعظم کو جس کو میں اندھے اور بہروں پر پڑھتا ہوں تو وہ اچھے ہو جاتے ہیں اور پہاڑ پر پڑھ کر دم کرتا ہوں تو پھٹ جاتا ہے اور ناف تک گریبان چاک ہو جاتا ہے یعنی مرا مسخر ہو جاتا ہے اور مردہ پر پڑھتا ہوں تو زندہ ہو جاتا ہے اور لاشے پر پڑھتا ہوں تو شے ہو جاتی ہے۔ احمق کے دل پر نہایت شفقت کے ساتھ لاکھوں مرتبہ پڑھا مگر وہ اچھا نہ ہوا بلکہ اور پتھر ہو گیا۔ اور وہ عادت اس کی نہ گئی اور ایسا ہو گیا جیسے ریت کہ قابل زراعت ہی نہیں۔ اس پر اس نے یہ سوال کیا کہ آخر اس میں کیا حکمت ہے کہ اسم اعظم نے وہاں کام دیا اور یہاں کچھ کام نہ دیا حالانکہ وہ بھی مرض ہیں اور یہ بھی مرض ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے لئے تو وہ دوا ہو گیا مگر اس مرض کے لئے دوا نہ ہو سکا۔ آپ نے فرمایا کہ دونوں قسم کے مرضوں میں فرق ہے۔ مرض حماقت اثر قہر خدا ہے اور اندھا پن وغیرہ امراض قہر خدا کا اثر نہیں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ وہ ایک قسم کا ابتلائے حق سبحانہ ہے اور ابتلا وہ مرض ہے جس پر رحم آتا ہے اور احمقی وہ مرض ہے کہ اس سے تکلیف ہوتی ہے اور غصہ آتا ہے اور اس کی وجہ سے خوب سزا دینے کو جی چاہتا ہے اور داغ حماقت حق سبحانہ کی قائم کی ہوئی مہر ہے جس کو کوئی تدبیر نہیں توڑ سکتی جب یہ قصہ سن چکے تو اس سے عبرت پکڑو اور احمقوں سے تم بھی یوں ہی بھاگو جس طرح عیسیٰ علیہ السلام بھاگے تھے۔ کیونکہ احمق کی صحبت بہت خون کرتی ہے اور بہت سے لوگوں کو موت روحانی میں پھنسا دیتی ہے لہٰذا مرض احمقی خود معالج کو نقصان پہنچاتا ہے اس لئے اس شقی کا علاج کرنا رحم نہیں ہے بلکہ خود اپنے اوپر ظلم ہے کیونکہ جس طرح کہ ہوا تھوڑا تھوڑا پانی اڑاتی ہے جو محسوس بھی نہیں ہوسکتا اور آخر میں وہ پانی بالکل خشک ہو جاتا ہے یوں ہی احمق بھی تمہارے صفات حمیدہ کو نامعلوم طریقہ سے فنا کرتا رہتا ہے۔ پس تم کو اس سے بچنا چاہئے لیکن تم کو اس مقام پر یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھاگنا اپنے خوف سے نہیں تھا کیونکہ وہ تو معصوم تھے بلکہ وہ بھاگنا دوسروں کو عملی تعلیم تھی مثلاً اگر کرۂ ابر کی سردی تمام عالم میں پھیل جائے تو آفتاب کو اس سے کیا خطرہ۔ پس یہی حالت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی کہ اگر تمام عالم احمق ہو جاتا تب بھی ان کو ضرر نہ تھا۔

شرح شبیری

قصہ اہل سبا کا اور ان کی حماقت کا اور انکے اندر انبیاءؑ کی پندو نصیحت کا مؤثر نہ ہونا

یادم آمد قصۂ اہل سبا	کز دم احمق صبا شاں شد وبا
مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آ گیا	احمقانہ باتوں سے صبا ہوا ان کے لئے وبا بن گئی

یعنی مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آیا کہ دم احمق کی وجہ سے ان کو صبا وبا ہو گئی تھی مطلب یہ کہ ان کے جو افعال احمقی کے تھے اس کی وجہ سے وہ عیش و عشرت ان کے لئے وبا ہوگئی۔

آں سبا ماند بشہرے بس کلاں	در فسانہ بشنوی از کود کاں
وہ سبا بہت بڑے شہر جیسا تھا	تونے بچوں سے قصہ میں سنا ہوگا

یعنی وہ سبا ایک (اس) شہر کی مشابہ ہے (جو کہ) بہت بڑا تھا اور کہانی میں تم بچوں سے سنو گے۔ مولانا کے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے کہ بچوں میں ایک کہانی مشہور تھی جس کو مولانا آگے خود بیان فرما دیں گے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بچے بیان کیا کرتے تھے کہ ایک بہت بڑا شہر تھا لیکن اتنا ایک کوزہ کی برابر اور اس میں بہت بڑی آبادی تھی مگر تھے صرف تین ہی آدمی۔ ان میں سے ایک بہرا تھا مگر سنتا خوب تھا ایک اندھا تھا اور دیکھتا خوب تھا اور ایک برہنہ تھا مگر اس کے دامن

www.besturdubooks.wordpress.com

بڑے لمبے لمبے تھے تو یہ ایک اجتماع ضدین معلوم ہوتا ہے۔ مولانا اس کی حقیقت بیان فرماویں گے کہ ان کے اندر دنیا کی آنکھ تھی۔ دنیا ہی کے لئے کان تھے دنیا ہی کے لئے وہ لباس تھا۔ دین اور خدا کے لئے چونکہ کچھ نہ تھا لہذا گویا کہ نقدم تھا تو مثلاً وہ اندھا دین سے اندھا تھا اور تیز بین معاملات دنیاوی میں تھا۔ علیٰ ہذا ان میں صورت تو تھی مگر معنے نہ تھے۔ اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ اہل سبا بھی اسی شہر کے مطابق تھے کہ صورت تو بہت ہی عمدہ مگر معنی خاک بھی نہیں اور دین کے نام ان کے اندر کچھ بھی نہیں لیکن آگے مولانا اس قصہ مشہور کو بعد دو تین شعروں کے بیان کریں گے اس کے بعد اس کی شرح فرماویں گے اور اس سے نتیجہ نکالیں گے دور تک یہی مضمون ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کود کاں افسانہ ہا می آورند	درج در افسانہ شاں صد گونہ پند
بچے قصے بیان کرتے ہیں	ان کے افسانوں میں سوقسم کی نصیحت درج ہوتی ہے

یعنی بچے بہت سے افسانے بیان کرتے ہیں اور ان کے افسانوں میں بہت سے اسرار اور نصائح درج ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کہانیوں کو بھی بیکار مت سمجھو بلکہ ان سے بھی نتیجہ نکال لو کہ ان میں بھی معنے ہوتے ہیں یہ فضول نہیں ہوتے جیسا کہ دیکھو بچوں کی اس کہانی سے نتیجہ نکل آیا۔

ہزلہا گویند در افسانہ ہا	گنج میجو درہمہ ویرانہ ہا
افسانوں میں مذاق کی باتیں کہتے ہیں	تو ہر ویرانے میں خزانہ تلاش کر

یعنی یہ لوگ کہانیوں میں ہزل کہتے ہیں تو تم تمام ویرانوں میں خزانہ کو تلاش کرو۔ اب آگے اس قصہ مشہور کو بیان فرماتے ہیں کہ

بود شہرے بس عظیم و مہ ولے	قدر او چوں قدر سکرہ بیش نے
وہ (سبا) بہت بڑا اور عظیم شہر تھا لیکن	اس کا رتبہ سکورہ کے رتبہ سے زیادہ نہ تھا

یعنی ایک شہر بہت عظیم الشان تھا لیکن اس کی قدر ایک سکورہ سے زائد نہ تھی۔

بس عظیم و بس فراغ و بس دراز	سخت زفت و زفت اندازہ پیاز
بہت بڑا بہت وسیع اور بہت لمبا	پیاز کی طرح بہت تہ بہ تہ

یعنی بہت بڑا اور بہت فراخ اور بہت دراز اور بہت ہی عظیم الشان اور برابر ایک پیاز کے۔

مردم دہ شہر مجموع اندرو	لیک جملہ سہ تن ناشستہ رو
اس میں دس شہروں کے انسانوں کا مجموعہ (تھا)	لیکن سب مل کر تین گندے شخص (تھے)

یعنی آدمی گاؤں اور شہر کے اس میں جمع تھے لیکن سارے تین تن تھے اور (وہ بھی) ناشستہ رو تھے۔ مطلب یہ کہ اس شہر کے اندر آدمی گاؤں اور شہر کے موجود تھے مگر وہ سارے تین قسم کے آدمی تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اندر و نوع خلائق بے شمار	لیک آں جملہ سہ خام پختہ کار
اس میں بے شمار مخلوق کی قسمیں (تھیں)	لیکن وہ سب تین (شخص) ناقص کچی پکائی کھانے والے تھے

یعنی اس کے اندر نوع خلایق بیشار تھی لیکن وہ سارے تین خام پختہ کار تھے یعنی باوجودیکہ نوع خلائق بیشمار تھی لیکن پھر بھی یہ تین کم ہمت ہی تھے۔

جاں ناکردہ بجاناں تاختن	گر ہزار انست باشد نیم تن
جان کو جاناں کی طرف نہ کر کے دوڑنا	اگرچہ وہ ہزاروں ہوں آدھا شخص ہوں گے

یعنی جان کو جانان کیساتھ تاختہ نہ کئے ہوئے تو اگر ہزار ہوں تو وہ نیم تن ہے مطلب یہ کہ جس کو خدا سے تعلق نہ ہو وہ اگر ہزار بھی ہوں تو حقیقت کے اعتبار سے کچھ بھی نہیں ہیں۔ اسی طرح اگرچہ اس شہر میں لاکھوں رہتے تھے مگر کچھ بھی نہ تھے اس لئے کہ خدا سے ان کو تعلق نہ تھا اور وہ لاکھوں ایسے تھے جیسے کہ صرف تین آدمی ہوں۔

آں یکے بس دوربیں و دیدہ کور	از سلیماں کور و دیدہ پائے مور
(ان میں سے) ایک اندھی آنکھوں والا دور تک دیکھ لینے والا	سلیمان کے بارے میں اندھا اور چیونٹی کا پاؤں دیکھنے والا

یعنی وہ ایک بہت دوربیں اور دیدہ کور (یعنی) سلیمان سے کور اور پائے مور کو دیکھے ہوئے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں دوربیں تھا مگر دین کے اعتبار سے اندھا تھا۔

واں دگر بس تیز گوش و سخت کر	گنج و دروی نیست یکجو سنگ وزر
دوسرا بہت تیز کان والا اور سخت بہرا	خزانہ اور اس میں ایک جو کے وزن کا سونا نہیں ہے

یعنی وہ دوسرا بہت تیز گوش اور بہت سخت بہرا ایک خزانہ تھا اور اس کے اندر ایک جو کی برابر ستانہ تھا یعنی دنیا کے اعتبار سے تو بہت کچھ تھا مگر اصل میں دیکھو تو دین میں بہرا۔

واں دگر عور و برہنہ لاشہ تاز	لیک دامن ہائے جامہ او دراز
دوسرا ننگا اور برہنہ مریل ٹٹو دوڑانے والا	لیکن اس کے کپڑوں کے دامن بہت لمبے

یعنی اور وہ دوسرا ننگا برہنہ مفلس لیکن اس کے کپڑے کے دامن بہت دراز تھے یعنی دین کے اعتبار سے برہنہ تھا مگر ظاہری دامن بہت دراز تھے اب ان میں باتیں شروع ہوئیں۔

گفت کور اینک سپاہے میرسند	من ہمی بینم کہ چہ قوم اندو چند
اندھے نے کہا یہ سپاہی پہنچ رہے ہیں	میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ کونسی قوم اور کس قدر ہیں

یعنی اندھا بولا کہ یہ ایک گروہ پہنچتے ہیں اور میں ان کو دیکھ رہا ہوں کہ کون قوم ہے اور کتنے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت کر آرے شنیدم بانگ شاں	کہ چہ میگویند پیدا و نہاں
بہرے نے کہا' ہاں میں نے ان کی آواز سن لی	کہ وہ آہستہ اور زور سے کیا کہہ رہے ہیں

یعنی بہرے نے کہا کہ میں ان کی آواز سن رہا ہوں وہ جو کچھ کہ ظاہر یا پوشیدہ کہہ رہے ہیں۔

آں برہنہ گفت ترساں زاں منم	کہ ببرم از درازی دامنم
ننگا بولا' میں اس سے خوف زدہ ہوں	کہ لمبائی کی وجہ سے میرا دامن نہ کاٹ لیں

یعنی وہ برہنہ بولا کہ میں اس سے ڈر رہا ہوں کہ میرے دامن کی لمبائی نہ کاٹ لیں۔

کور گفت اینک بہ نزدیک آمدند	خیز بگریزم پیش از زخم و بند
اندھے نے کہا' اب وہ قریب آ گئے ہیں	اٹھ کر ہم پکڑے جاتے اور پٹنے سے پہلے بھاگ جائیں

یعنی اندھے نے کہا کہ یہ نزدیک آ گئے اٹھو ہم زخم اور بند سے پہلے بھاگ جائیں۔

کر ہمی گوید کہ آرے مشغلہ	می شود نزدیک تر یاراں ہلہ
بہرا کہہ رہا تھا کہ ہاں شور و غل	خبردار' اے دوستو! بہت نزدیک آ رہا ہے

یعنی بہرا کہتا تھا کہ ہاں یہ مشغلہ تو اے یارو بہت نزدیک ہوتا جاتا ہے خبردار رہو۔

آں برہنہ گفت آوہ دامنم	از طمع برند و من ناایمنم
ننگے نے کہا ' ہائے میرا دامن!	لالچ میں کاٹ لیں گے اور میں محفوظ نہیں ہوں

یعنی اس برہنہ نے کہا کہ آہ میرے دامن کو طمع کی وجہ سے کاٹ لیں گے اور میں بے خوف نہیں ہوں۔

شہر را ہشتند بیروں آمدند	وز ہزیمت در دہے اندر شدند
انہوں نے شہر چھوڑ دیا اور باہر نکل آئے	اور پسپائی سے وہ ایک گاؤں میں گھس گئے

یعنی انہوں نے شہر کو چھوڑ دیا اور باہر آ گئے اور بھاگنے کی وجہ سے ایک گاؤں میں چلے گئے۔

اندراں دہ مرغ فربہ یافتند	لیک ذرہ گوشت نے بروے نژند
انہوں نے اس گاؤں میں ایک موٹا مرغ پایا	لیکن اس پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا' لاغر تھا

یعنی اس گاؤں میں انہوں نے فربہ مرغ پائے لیکن ان پر ذرہ برابر گوشت نہ تھا اور بہت دبلے تھے۔

کور دید و آں کر آوازش شنید	عور بگرفت و بداماں در کشید
اندھے نے اس کو دیکھا اور بہرے نے اس کی آواز سن لی	ننگے نے اس کو پکڑ لیا اور دامن میں چھپا لیا

یعنی اندھے نے تو دیکھا اور اس بہرے نے اس کی آواز سنی اور ننگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغ مردہ خشک از زخم کلاغ	استخوانہا زارگشتہ چوں پناغ
مرغ مردہ کوے کی ٹھونگوں سے خشک (تھا)	ہڈیاں دھاگے کی طرح لاغر تھیں

یعنی مرغ مردہ اور زخم کلاغ میں خشک اور ہڈیاں تاگے کی طرح پتلی ہوگئی تھیں۔

پس طلب کردند دیگے یافتند	بے سرو بے بن سبک بشتافتند
انہوں نے تلاش کیا اور ایک دیگچی پائی	جس کے نہ سر تھا نہ تلی جلدی دوڑے

یعنی پھر انہوں نے تلاش کیا تو ایک دیگچی پائی بے سر اور بے تلی کے تو تیز دوڑے۔

برسر آتش نہادند آں سہ تن	مرغ فربہ رابدیگ اندر زفن
ان تینوں نے آگ پر رکھا	موٹے مرغ کو دیگچی میں ہنرمندی سے

یعنی ان تینوں نے اس مرغ فربہ کو دیگچی میں آگ پر فن سے رکھ دیا۔

آتشش کردند چنداں اے پسر	کاستخواں شد پختہ لحمش بے خبر
اے بیٹا! انہوں نے اس قدر پکایا	کہ ہڈیاں پک گئیں اس کے گوشت کو پتہ نہ ہوا

یعنی اے صاحبزادے ان کو اتنی آگ دی کہ ہڈیاں تو پک گئیں اور اس کا لحم بے خبر تھا۔

زاں ہمی خوردند چوں از صید شیر	ہر یکے از خوردنش چوں پیل سیر
انہوں نے اس کو اس طرح کھایا جس طرح شیر شکار کو	اس کے کھانے سے ہر ایک ہاتھی کی طرح پیٹ بھرا ہوا

یعنی ان سب نے اس میں سے ایسا کھایا جیسے کہ صید سے سیر اور ہر ایک اس کے کھانے سے مانند ہاتھی کے سیر تھا۔

ہر سہ زاں خوردند بس فربہ شدند	چوں سہ پیل بس بزرگ و مہ شدند
تینوں نے اس میں سے کھایا بہت موٹے ہو گئے	تین موٹے اور بڑے ہاتھیوں کی طرح ہو گئے

یعنی تینوں نے اس میں سے کھایا تو موٹے ہوگئے اور بڑے عظیم الشان ہاتھی کی طرح ہو گئے۔

آنچناں کز فربہی ہر یک جواں	در نہ گنجیدے ز زفتی در جہاں
ایسے کہ ہر ایک جوان موٹاپے کی وجہ سے	بھاری پن سے دنیا میں نہ سماتا تھا

یعنی ایسے (موٹے ہوئے) کہ موٹاپے کی وجہ سے ہر ایک جوان جہان میں نہ سماتا تھا۔

باچنیں گبزی و ہفت اندام زفت	از شگاف در بروں جستند تفت
ایسے موٹاپے اور ساتوں موٹے اعضاء کے باوجود	تیزی سے دروازے کی درز سے باہر نکل گئے

یعنی باوجود اتنے موٹاپے اور تن عظیم کے دروازہ کی دراز میں سے جلدی سے نکل گئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا جو دین کے اعتبار سے کورو کر اور برہنہ ہوتے ہیں ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جو شے ڈرنے کی نہیں ہے اس سے خائف ہوتے ہیں جیسے کہ یہ لوگ اس لشکر سے ڈرے تھے اور کہا تھا کہ کہیں کوئی دامن نہ کاٹ لے وغیرہ وغیرہ۔ پھر جب اہل دنیا ضرر سے بچنے کے لئے طمع نفع میں چلتے ہیں تو ظاہر میں تو ان کو نفع ہوتا ہے اور وہ اس کو نفع خیال کرتے ہیں مگر حقیقت میں وہ نفع ہی نہیں ہوتا جیسا کہ ان کو مرغ ملے مگر کمزور اور بے گوشت کے پھر جو اہل دنیا اس نفع سے متمع ہوتی ہیں تو یہی صرف صورت ہوتی ہے واقع میں کچھ بھی نہیں ہوتا جیسے کہ ان لوگوں نے اپنے زعم میں کھالیا مگر اصل میں وہ کچھ بھی نہ تھا پھر اہل دنیا اپنے زعم میں بہت عظیم الشان ہو جاتے ہیں جیسے کہ یہ لوگ کھا کر خوب موٹے ہوئے تھے مگر موت کے ایک ذرا سے دراز میں سے نکل جاتے ہیں۔ آگے یہی شرح خود فرماتے ہیں کہ۔

راہ مرگ خلق ناپیدار ہی ست	درنظر ناید کہ آں بیجار ہی است
مخلوق کی موت کا راستہ پوشیدہ راستہ ہے	وہ دکھائی نہیں دیتا ہے کیونکہ لامکانی راستہ ہے

یعنی مخلوق کی موت کی راہ ایک ناپیدا راہ ہے کہ نظر میں نہیں آتی اس لئے کہ بے جا راہ ہے۔ یعنی موت کا راستہ ایک ایسا پوشیدہ اور ذرا سا ہے کہ آج تک کسی کو نظر نہیں آیا۔

نک پیاپے کاروانہا مقتفی	زیں شگاف درکہ ہست آں مختفی
قافلے پے در پے آگے پیچھے جا رہے ہیں	دروازے کی اس درز سے جو پوشیدہ ہے

یعنی یہ آگے پیچھے قافلے آنے والے جانے والے اس شگاف در سے (جا رہے ہیں) جو کہ مخفی ہے۔

بردرار جوئی نیابی آں شگاف	سخت ناپیدا وزد چندیں زفاف
اگر تو دروازے میں تلاش کرے گا وہ درز نہ پائے گا	بالکل پوشیدہ ہے اور اس میں سے اس قدر روانگی ہے

یعنی اگر دروازہ پھر کر تلاش کرو تو شگاف نہ پاؤ گے اور وہ سخت ناپیدا ہے اور اس میں اس قدر دوڑ دھوپ ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جبکہ گفتگو ذکر حماقت تک پہنچی تو مجھے اہل سبا کا قصہ یاد آ گیا کہ ان کی احمقانہ گفتگو سے ان کا شہر سبا وبا ہو گیا تھا قبل اس کے کہ ہم ان کا قصہ بیان کریں اولاً ان کے شہر کی حالت بیان کرتے ہیں ان کا شہر معروف یہ سبا اس بڑے شہر کے مشابہ تھا جس کا ذکر تم لڑکوں کی کہانیوں میں سنتے ہو۔ بچے کہانیاں کہتے ہیں مگر ان کی کہانیوں میں بہت سے اسرار اور نصائح درج ہوتے ہیں اور گو وہ اپنی کہانیوں میں ژٹلیات ہانکتے ہیں مگر تم کو تمام ویرانوں میں خزانوں کا متلاشی رہنا چاہئے۔ لہٰذا ان میں اسرار و نصائح کو ڈھونڈنا چاہئے ضرور ملیں گے۔ وہ کہانی یہ ہے کہ ایک بہت بڑا شہر تھا مگر مقدار میں سکورہ سے زیادہ نہ تھا وہ بہت بڑا اور بہت لمبا چوڑا تھا اور بہت گنجان اور پیاز کے چھلکوں کی طرح اوپر تلے بسا ہوا تھا اور آدمیوں کی یہ کثرت کہ دس شہروں کے آدمی اس میں

www.besturdubooks.wordpress.com

مجتمع تھے لیکن گنتی میں صرف تین منحوس تھے اور اس کے اندر مختلف قسم کی مخلوق تھی لیکن سب کو شمار کیجئے تو تین بیہودے اور پکی پکائی کے کھانے والے تھے اب مولانا بر سبیل اعتبار فرماتے ہیں کہ اگر ہزاروں آدمی ہوں اور ان کی جان طالب حق نہ ہو تو فی الحقیقت وہ آدھے کے برابر بھی نہیں یہ جملہ معترضہ بیان فرما کر پھر قصہ شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک تو ان میں تیز نظر اور اندھا تھا جو کہ سلیمان یعنی دیکھنے کے لائق چیز کو نہ دیکھتا تھا اور چیونٹی کا پاؤں یعنی نہ دیکھنے کے لائق چیزیں دیکھتا تھا دوسرا بہت سننے والا اور بہرا تھا اس لئے گویا کہ وہ ایک خزانہ تھا جس میں جو برابر بھی سونا نہ تھا۔ تیسرا ننگا اور مریل ٹٹو دوڑانے والا تھا لیکن دامن اس کے بہت بڑے بڑے تھے ان میں جو اندھا تھا اس نے کہا کہ کچھ لوگ آرہے ہیں اور میں دیکھتا ہوں کہ کون لوگ ہیں اور کتنے ہیں اور جو بہرا تھا اس نے کہا کہ میں ان کی آواز سنتا ہوں کہ وہ زور زور اور چپکے چپکے کیا باتیں کرتے ہیں اور جو ننگا تھا اس نے کہا کہ مجھے اس کا خطرہ ہے کہ یہ میرا دامن دراز نہ کاٹ لیں اندھے نے کہا لو وہ تو قریب ہی آگئے ارے اٹھو اور بھاگو ایسا نہ ہو کہ لوگ ہمیں ضرر پہنچائیں۔ اور قید کرلیں بہرے نے کہا کہ ارے ہاں ان کی آواز تو نزدیک ہوتی جاتی ہے۔ یارو ہوشیار ہو جاؤ۔ ننگے نے کہا کہ بہت ٹھیک ہے یہ لوگ حرص سے میرا دامن کاٹنا چاہتے ہیں اور مجھے ان کی طرف سے کھٹکا ہے تم ضرور بھاگو غرضکہ وہ بھاگے اور شہر کو چھوڑ کر باہر نکلے اور بھاگتے بھاگتے ایک گاؤں میں پہنچے۔ اس گاؤں میں ان کو ایک بہت موٹا تازہ مرغ ملا لیکن وہ بہت ہی دبلا تھا اور اس میں ذرہ برابر گوشت نہ تھا اندھے نے اسے دیکھا بہرے نے اس کی آواز سنی اور ننگے نے پکڑ کر دامن میں رکھ لیا۔ مرغ مرا ہوا اور سوکھا ہوا تھا اور کووں کی چونچوں سے ہڈیاں بھی سوکھ کر سوت کے تاروں کے مانند ہو گئی تھیں اس کے بعد انہوں نے ہانڈی تلاش کی تو ایک ہانڈی ملی جس کے نہ سر تھا نہ پیندی وہ جلدی سے دوڑے اور اسے لے لیا اور فوراً ہانڈی کو چولہے پر رکھ دیا اور اس موٹے تازہ مرغ کو اس میں اپنی ہوشیاری سے رکھ دیا۔ آگ اس کے نیچے اتنی جلائی کہ ہڈیاں گل گئیں اور گوشت کو آنچ بھی نہ لگی اس کے بعد انہوں نے اس کو کھایا جس طرح شیر شکار کو کھاتا ہے اور اس کو کھا کر ہر ایک ہاتھی کی طرح مگن ہو گیا اور اس کو کھا کر تینوں خوب موٹے تازے ہو گئے اور ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے تین بڑے بڑے موٹے تازے ہاتھی بلکہ اتنے موٹے ہوئے کہ ایک ایک ان میں عالم میں نہ سماتا تھا لیکن باوجود اس قدر فربہ اور عظیم الجثہ ہونے کے کواڑ کی درز میں سے فوراً نکل جاتے تھے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ راہ موت ایک غیر محسوس راستہ ہے اور اپنی مکانی نہ ہونے کے سبب دکھلائی بھی نہیں دیتا۔ لیکن مخلوق باوجودیکہ اتنی موٹی تازی ہے کہ اس میں کا ہر ایک فرد عالم میں نہیں سماتا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ سارا عالم میرا ہو اور اگر اس سے بھی زیادہ ہو تو وہ بھی میں ہی لے لوں مگر اس کے اس مخفی شگاف در سے یکے بعد دیگرے قافلے کے قافلے نکلے چلے جارہے ہیں اس دروازہ کا اس قدر باریک اور غیر محسوس شگاف ہے کہ اگر تم تلاش بھی کرو تو بھی دکھلائی نہ دے مگر باایں ہمہ اس میں کو اتنی جماعتیں کثیرہ نکل رہی ہیں۔ مولانا نے یہاں تک کہانی اور ضمناً اس کے بعض حقائق بیان کر دئے آگے اس کی شرح کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

اے ضیاؤالحق حسام الدین عیاں	باز باید کرد شرح ایں بیاں
اے ضیاء الحق حسام الدین واضح (طور پر)	اس بیان کی پھر شرح کرنی چاہیے

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین ہاں اس بیان کی شرح پھر بیان کرنی چاہئے۔

اے پسر ہر مختصر افسانہ نیست	آشنا را روئے در بیگانہ نیست
اے بیٹا! ہر مختصر افسانہ نہیں ہے	جاننے والے کا رخ بیگانہ کی طرف نہیں ہے

یعنی اے لڑکے ہر مختصر افسانہ ہی نہیں ہے اور آشنا کے لئے رو بیگانہ میں نہیں ہے مطلب یہ کہ ہر کہانی کو صرف کہانی ہی مت سمجھو بلکہ اس سے نتائج نکالو آگے اس قصہ کی شرح بیان فرماتے ہیں۔

شرح اس ندھے تیز بین کی اور اس بہرے تیز سننے والے کی اور اس برہنہ دراز دامن کی

کر امل راداں کہ مرگ ماشنید	مرگ خود نشنید و نقل خود ندید
بہرا امید کو سمجھ کر اس نے ہماری موت (کی خبر) سنی	اپنی موت کو نہیں سنا اور اپنے منتقل ہونے کو نہ دیکھا

یعنی بہرا تو امل کو جانو کہ وہ ہماری موت کو سنتی ہے اور اپنی موت اور اپنی منتقل ہونے کو نہیں دیکھتی۔

حرص نابینا ست بیند مو بمو	عیب خلقاں او بگوید کو بکو
لالچ اندھا ہے بال بال دیکھتا ہے	لوگوں کا عیب کوچہ بکوچہ بیان کرتا ہے

یعنی حرص نابینا ہے کہ وہ مو بمو مخلوق کے عیب دیکھتی ہے اور کوچہ بکوچہ کہتی ہے۔

عیب خود یک ذرہ چشم کور او	می نہ بیند گرچہ ہست او عیب جو
اس کی اندھی آنکھ اپنا عیب ذرہ برابر بھی	نہیں دیکھتی اگرچہ وہ عیب جو ہے

یعنی اپنے کو اس کی اندھی آنکھ ذرہ برابر بھی نہیں دیکھتی اگرچہ وہ عیب جو ہے۔

عور می ترسد کہ دامانش برند	دامن مرد برہنہ کے درند
ننگا ڈرتا ہے کہ اس کا دامن کاٹ لیں گے	(حالانکہ) ننگے انسان کا دامن کب پھاڑتے ہیں؟

یعنی ننگے صاحب فرماتے ہیں کہ اس کے دامن کو لے جاویں گے ارے ننگوں کے دامن کو کب پھاڑتے ہیں۔

مطلب یہ کہ اس کے پاس جب دامن ہی نہیں تو کوئی پھاڑے ہی گا کیا۔ مگر ان کی ڈر کے مارے پھونک نکلی جاتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مرد دنیا مفلس است و ترسناک	ہیچ او را نیست از دزدانش باک
دنی دار انسان مفلس ہے اور خوفزدہ ہے	اس کے پاس کچھ بھی نہیں ہے اس کو چوروں کا کیا ڈر؟

یعنی دنیادار مفلس ہے اور (پھر) خوفناک ہے اس کو چوروں سے کیا خوف اس لئے کہ

او برہنہ آمد و عریاں رود	و زغم دزدش جگر خوں میشود
وہ ننگا آیا اور ننگا جائے گا	اور چور کے غم سے اس کا جگر خون ہوتا ہے

یعنی وہ برہنہ آیا اور عریاں ہی جاوے گا اور چوروں کے غم سے جگر خون ہوا جاتا ہے۔

وقت مرگ کہ بود صد نوحہ پیش	خندہ آید جانش را زیں ترس خویش
اس کے مرنے کے وقت جبکہ سینکڑوں نوحے پیش ہوتے ہیں	اس کی جان کو اپنے اس خوف سے ہنسی آتی ہے

یعنی اس کی موت کے وقت کہ پہلے سے سو نوحے ہوتے ہیں اس کی جان کو اس اپنی خوف سے ہنسی آتی ہے۔

آں زماں داند غنی کش نیست زر	ہم ذکی داند کہ بود او بے ہنر
اس وقت مالدار جان جاتا ہے کہ اس کے پاس مال نہیں ہے	(اور) ذہین بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر تھا

یعنی اس وقت غنی جان لیتا ہے کہ اس کے پاس زر نہیں ہے اور ذکی بھی جان لیتا ہے کہ وہ بے ہنر تھا۔ آگے اہل دنیا کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں کنار کودکے پر از سفال	کو براں لرزاں بود چوں رب مال
جیسا کہ بچہ کی گود جو ٹھیکروں سے بھری ہوئی ہے	جو ان کے لئے ایسا لرزتا ہے جیسا کہ مالدار

یعنی بچوں کی گود کی طرح کہ وہ ٹھیکرے سے بھری ہوتی ہے اور وہ (بچہ) اس پر مال والوں کی طرح دوڑتا ہے (کہ کوئی ان ٹھیکروں کو چرا نہ لے۔

گر ستانی پارۂ گریاں شود	پارہ گر بازش دہی خنداں شود
اگر تو اس کا ٹھیکرا لے لے تو وہ رونے لگے	اگر تو اس کو ٹھیکرا دوبارہ دے دے تو وہ ہنسنے لگے

یعنی اگر تم ایک ٹکڑا لے لو تو رونے لگے اور اگر پھر اس ٹکڑے کو دیدو تو خوش ہو جاوے۔

چوں نباشد طفل را دانش دثار	گریہ و خندش ندارد اعتبار
چونکہ بچے کو عقل کا لباس حاصل نہیں ہے	اس کا رونا اور ہنسنا اعتبار نہیں رکھتا ہے

یعنی جبکہ بچہ کو عقل کامل نہیں ہوتی تو اس کا رونا اور ہنسنا معتبر نہیں ہے۔

محتشم چوں عاریت را ملک دید	پس براں مال دروغیں می طپید
مالدار نے چونکہ مانگی ہوئی چیز کو ملکیت سمجھا	اس لئے اس غلط مال پر تڑپتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی محتشم نے جب عاریت کو ملک سمجھا تو اس جھوٹے مال پر تڑپنا شروع کر دیا۔

خواب می بیند کہ اورا ہست مال	ترسد از دزدے کہ بر باید جوال
خواب دیکھتا ہے کہ اس کا مال ہے	چور سے ڈرتا ہے کہ تھیلا اڑا لے جائے گا

یعنی خواب دیکھتا ہے کہ اس کا مال ہے اور چوری سے ڈرتا ہے کہ کوئی گون اچک لے گا۔

چوں ز خوابش بر جہاند گوش کش	پس ز ترس خویش تسخر آیدش
جب کان کھینچنے والا اس کو نیند سے اٹھاتا ہے	تو اپنے خوف سے اس کو ہنسی آتی ہے

یعنی جب خواب سے اس کو کان کھینچنے والا اٹھاویگا تو اس کو اپنے خوف پر ہنسی آوے گی۔

ہمچناں لرزانی ایں عالماں	کہ بودشاں علم و عقل ایں جہاں
اسی طرح کا ان ہنرمندوں کا خوف ہے	جن کو اس دنیا کا علم و عقل ہے

یعنی اسی طرح ان عالموں کا خوف ہے جن کو کہ اس جہان کا عقل و علم ہوتا ہے۔

از پے ایں عاقلاں ذوفنوں	گفت ایزد در نبی لا یعلمون
انہی ہنرمند عقلمندوں کے لئے	قرآن میں اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا "وہ نہیں جانتے"

یعنی ایسی ہی عاقلان ذوفنون کے واسطے حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں لایعلمون فرمایا ہے۔

ہر کسے ترساں ز دزدیٔ کسے	خویشتن را علم پندارد بسے
ہر شخص کسی کے چرا لینے سے ڈرتا ہے	اپنا علم بہت سمجھتا ہے

یعنی ہر شخص دوسرے کی چوری سے ڈرتا ہے اور اپنے لیے علم عظیم جانتا ہے۔

گوید او کہ روزگارم می برد	خود ندارد روزگار سود مند
کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے	(حالانکہ) وہ خود مفید وقت نہیں رکھتا ہے

یعنی کہتا ہے کہ میرا وقت ضائع کرتے ہیں اور خود کوئی وقت نافع نہیں رکھتا۔

گوید از کارم بر آوردند خلق	غرق بیکاریست جانش تا بحلق
کہتا ہے کہ وہ میرا وقت برباد کرتا ہے	(حالانکہ) اس کی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے

یعنی کہتا ہے کہ لوگوں نے مجھے کام سے رکھا (حالانکہ) اس کی جان حلق تک بیکاری میں غرق ہے۔

عور ترساں کہ منم دامن کشاں	چوں رہانم دامن از چنگال شاں
ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن گھسیٹنے والا ہوں	ان کے چنگل سے اپنا دامن کس طرح چھڑاؤں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ننگا ڈرتا ہے کہ میں دامن کش ہوں تو ان کے چنگل سے دامن کس طرح چھڑاؤں۔

صد ہزاراں فضل داند از علوم	جان خود را می نداند آں ظلوم
علوم کی لاکھوں فضیلتیں جانتا ہے	وہ ظالم اپنی جان کو نہیں جانتا ہے

یعنی لاکھوں فضل وعلوم جانتا ہے اور وہ ظالم اپنی حقیقت کو نہیں جانتا۔

داند او خاصیتے ہر جوہرے	در بیان جوہر خود چوں خرے
وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے	اپنے جوہر کے معاملے میں گدھے کی طرح ہے

یعنی ہر ذات کی خاصیت کو جانتا ہے اور اپنی ذات کے جاننے میں گدھے کی طرح ہے اور کہتا ہے۔

کہ ہمی دانم یجو و لایجوز	خود ندانی کہ تو حوری یا عجوز
کہ میں یجوز اور لایجوز کو جانتا ہوں	تو خود نہیں جانتا کہ تو حوری ہے یا بڑھیا

یعنی کہ میں یجوز ولا یجوز سب جانتا ہوں اور خود تو یہ نہیں جانتا کہ تو حور ہے یا بڑھیا۔ یعنی اپنی تو خبر نہیں اور ساری دنیا کی خبر لیتا پھرتا ہے ایک نسخہ ہے "خود ندانی تو یجوزی یا عجوز" اس کے معنے یہ ہوں گے کہ تجھے خبر نہیں ہے کہ تو اس قابل ہے کہ تجھ پر اطلاق حسن جائز ہو یا بڑھیا ہو مگر اس میں تکلف ہے نسخہ جو متن میں لکھا گیا ہے وہ ہی بے تکلف معلوم ہوتا ہے۔

ایں رواواں ناروا دانی و لیک	تو درو ایا ناروائی بیں تو نیک
تو یہ جانتا ہے یہ جائز ہے وہ ناجائز ہے لیکن	تو غور کر تو خود جائز ہے یا ناجائز

یعنی یہ روا ہے اور وہ ناروا ہے اس کو تو جانتا ہے لیکن تو خود (سکہ) چلنے والا ہے یا بے چلنے والا ہے اس کو اچھی طرح دیکھ یعنی یہ دیکھ قیامت میں تو سکہ روا ہے یا ناروا ہے اگر اس روا ناروا کو دیکھ لیا تو کام بن گیا ورنہ قسمت کو روؤ گے۔

قیمت ہر کالہ می دانی کہ چیست	قیمت خود را ندانے احمقیست
تو ہر سودے کی قیمت جانتا ہے کہ کیا ہے	تو اپنی قیمت نہیں جانتا، یہ حماقت ہے

یعنی ہر اسباب کی قیمت کو جانتا ہے کہ کیا ہے اور اپنی قیمت کو نہیں جانتا تو احمق ہے۔

سعد ہا و نحسہا دانستۂ	ننگری سعدی تو یا ناشستۂ
تو سعادتوں اور نحوستوں کو جانتا ہے	تو یہ غور نہیں کرتا، کہ تو سعد ہے یا میلا

یعنی سعد و نحس کو تو تو جانتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ تو سعد ہے یا ناشستہ ہے

جاں جملہ علمہا اینست ایں	کہ بدانی من کیم در یوم دیں
تمام علوم کی جان دراصل یہی ہے	کہ تو جان لے کہ قیامت کے دن میں کون ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

جان جملہ علمہا اینست خود	کہ بہ بخشد جملہ را جان ابد
خود تمام علوم کی جان یہ ہے	کہ وہ سب کو ابدی جان عطا کر دے

یعنی تمام علوم کی جان یہی ہے یہی کہ تم یہ جان لو کہ قیامت میں تم کون ہوگے۔

آں اصول دیں بدانستی ولیک	بنگر اندر اصل خود کو ہست نیک
تونے دین کے اصول جان لئے لیکن	اپنی اصل پر غور کر کہ وہ اچھی ہے

یعنی وہ اصول دین کے تو تونے جان لئے لیکن اپنی اصل میں دیکھ کہ وہ (علم) خوب ہے۔

از اصولیت اصول خویش بہ	کہ بدانی اصل خود اے مردمہ
تیرے اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں	اے بڑے شخص! کہ تو اپنی اصل کو جان لے

یعنی اصولی ہونے سے اپنے اصول بہتر ہیں کہ اے مرد بزرگ تم اپنی اصل کو جان لو۔ (تو دنیا میں یہی ہو رہا ہے کہ اپنی حقیقت اور اصل سے تو غافل ہیں اور دوسروں کے عیوب اور ان کی حقائق کو دیکھتے پھرتے ہیں) آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اے ضیاء الحق حسام الدین کہانی تو ختم ہوئی اب اس کی صاف صاف شرح کرنی چاہئے اور اس کی ضروری ضروری اسرار بیان کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ہم نے محض کہانی ہونے کی حیثیت سے نہیں بیان کیا۔اس لئے کہ ہر مختصر شے کہانی نہیں ہوتی اور عارف اس کو افسانہ ہونے کی حیثیت سے نہیں دیکھتا بلکہ اسکے متضمن اسرار ہونے کے لحاظ سے اس کو دیکھتا ہے۔شرح اس کہانی کی یہ ہے کہ اس میں جو بہت سننے والا بہرا شخص ہے وہ امل اور امید ہے کیونکہ امل دوسروں کی موت تو خوب سنتی ہے کہ آج فلاں مر گیا اور کل فلاں مرا تھا لیکن وہ اپنی موت کی خبر نہیں سنتی اور اس خیال سے اپنا منتقل ہونا نہیں دیکھتی یعنی صاحب امل کو یہی خیال ہوتا ہے کہ میں کبھی نہ مروں گا۔اسی لئے وہ کبھی دنیا کے جھگڑوں سے فارغ ہو کر موت کے لئے تیاری نہیں کرتا اور اس قصہ میں جو تیز نظر اندھا ہے وہ حرص ہے کہ وہ سب کے عیب دیکھتی اور بیان کرتی ہے مگر باوجود وہ عیب بینی میں منہمک ہے اس کی پھوٹی ہوئی آنکھ اپنا عیب ذرا نہیں دیکھتی۔اس قصہ میں ایک ننگا اپنے دامن کے کاٹے جانے سے ڈرتا ہے اور اتنا نہیں سمجھتا کہ بھلا ننگے کے پاس دامن ہوتا ہی کہاں ہے جس نے کوئی کاٹے یا پھاڑے اس کی تاویل یہ ہے کہ دنیادار مفلس ہے۔اول تو اس کے پاس اصلی مال ہی نہیں بلکہ خیالی ہے پھر وہ خیالی بھی اس کی ملک نہیں مگر وہ ڈرتا ہے کہ کہیں چوری نہ ہو جائے اور باوجودیکہ اس کا کچھ بھی نہیں لیکن اس کو چوروں کا کھٹکا ہے وہ تو ننگا ہی آیا تھا اور ننگا ہی چلا جاوے گا اور حالت اس کی یہ ہے کہ چور کی فکر میں اس کا جگر خون ہوا جاتا ہے مرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

کے وقت جبکہ وہ اپنی تہی دستی پر ہزاروں آہ وفغاں کرتا ہوگا اس کی جان اس کے اس خوف پر ہنسے گی اور کہے گی کہ عجب احمق تھا جو چوری کے اندیشہ میں گھلا جاتا تھا۔ یہی وقت ہے جبکہ دولت مند کو معلوم ہوگا کہ وہ بالکل مفلس ہے اور اس کے پاس کوڑی بھی نہیں اور وہی وقت ہے جبکہ وہیں یہ نہ جانے گا کہ وہ تو کچھ نہ جانتا تھا کیونکہ جو فنون وہ جانتا تھا وہ فنون اس وقت بیکار ہوں گے اور جو ہنر کار آمد ہے وہ اس کو آتا نہ ہوگا اس لئے کہے گا کہ ہم بڑے احمق تھے کہ کام کی باتیں نہ سیکھیں اور فضولیات میں مصروف رہے دنیاوی دولتمندوں کی حالت ایسی ہے جیسے کسی لڑکے نے گود میں ٹھیکرے بھر رکھے ہوں کیونکہ جس طرح یہ لوگ اپنے مال کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں اسی طرح اس لڑکے کو بھی ان ٹھیکروں کے ضائع ہونے کا خوف ہوتا ہے چنانچہ اگر اس کے پاس سے کوئی ٹھیکرا لے لو تو فوراً رونے لگتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا روپیہ لے لیا اور اگر ایک ٹھیکرا اسے دیدو تو خوش ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے روپیہ مل گیا۔ لیکن چونکہ لڑکے کو عقل نہیں ہوتی اس لئے نہ ٹھیکرے کے جاتے رہنے پر اس کا رونا کوئی چیز ہے اور نہ مل جانے پر اس کا ہنسنا کوئی شے ہے۔ بس یہی حالت دنیاوی دولت اور دولتمندوں کی ہے۔ بس ایک غلطی تو دولتمندوں کی یہ ہے کہ وہ اس کو دولت سمجھتے ہیں دوسری غلطی یہ ہے کہ وہ اس کے پاس عاریت ہونے کے اپنی ملک سمجھتے ہیں پس چونکہ یہ لوگ اس فرضی مال کو باوجود اس کے عاریت ہونے کے اپنی ملک سمجھتے ہیں اسی لئے اس کے لئے بے قرار ہوتے ہیں۔ ان کی حالت بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص خواب دیکھ رہا ہو کہ میرے پاس مال ہے اور ڈر رہا ہو کہ مبادا کوئی چور میری خورجین اڑا لے جائے گا لیکن جبکہ کوئی شخص اس کا کان پکڑ کر اٹھا کر بٹھلا دیتا ہے تو وہ خود اپنے اوپر ہنستا ہے اور کہتا ہے کہ میں بھی عجب چیز ہوں کہ خواہ مخواہ پریشان ہو رہا تھا۔ بس یوں ہی یہ دولتمند بھی اس وقت خواب میں اپنے کو دولتمند جانتے اور اس دولت کے ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں لیکن جب موت ان کو بیدار کرے گی اس وقت ان کو خود اپنے اوپر ہنسی آدے گی اور جیسے دولتمندوں کی خوف کی حالت ہے وہی حالت ان عالموں کی خوف کی ہے جو کہ علم وعقل دنیاوی رکھتے ہیں کیونکہ واقع میں یہ لوگ عقل وعلم کچھ بھی نہیں رکھتے۔ چنانچہ قرآن خود ہمارے اس دعوے کی تصدیق کرتا ہے اور وہ ایسے ہی ہنرمند عاقلوں کو جاہل بتلاتا ہے اور کہتا ہے اولئک کالانعام بل ھم اضل وغیرہ مگر باایں ہمہ وہ اپنے کو بہت بڑا عالم جانتا ہے اور ہر شخص سے ڈرتا ہے کہ کہیں میرا علم نہ چرالے یعنی ضائع نہ کردے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ لوگ میرا وقت برباد کرتے ہیں حالانکہ اس کے پاس نافع وقت ہی نہیں۔ نیز وہ کہتا ہے کہ لوگ مجھے کام نہیں کرنے دیتے حالانکہ وہ خود سر سے پاؤں تک بیکاری میں غرق ہے یہ ایک ننگا ہے جو کہتا ہے کہ میرے دامن بڑے بڑے اور زمین پر گھسٹتے چلتے ہیں اور سوچتا ہے کہ میں کیسے اپنا دامن لوگوں کے ہاتھوں سے چھڑاؤں۔ یہ شخص اپنے کو علوم کا بہت بڑا ماہر جانتا ہے لیکن واقع میں وہ ظالم اتنا جاہل ہے کہ اسے اپنی بھی خبر نہیں وہ ہر جوہر کی خاصیت جانتا ہے لیکن اپنے جوہر کی حالت نہیں بیان کرسکتا۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں یجوز ولا یجوز جانتا ہوں لیکن اس سے کوئی کہے کہ احمق تو اپنی نسبت تو یہ جانتا ہی نہیں کہ تو یجوز کہلانے کا مستحق ہے یا عجوز کہلانے کا یعنی تو یہ تو جانتا ہی نہیں کہ اس عقبہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے پار ہو جانے والا ہے یا بڑھیا کی طرح عاجز ہے۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ یہ معنی تو اس وقت ہیں جبکہ نسخہ "خودندانی تو یجوزی یا عجوز" ہو اور اگر نسخہ خودندانی تو کہ حوری یا عجوز ہو جیسا کہ حضرت مجدد الملۃ والدین عم فیضہم نے فرمایا کہ مجھے تو یوں ہی یاد پڑتا ہے تو اس وقت معنے نہ ہونگے کہ تو اپنی نسبت تو جانتا ہی نہیں کہ تو جمیل الباطن ہے یا قبیح الباطن خستہ) تو یہ دوسری چیزوں کی نسبت تو جائز یا ناجائز ہونا جانتا ہے لیکن تجھے اپنی نسبت بھی تو جاننا چاہئے کہ تو بھی رونده راہ حق ہے یا نہیں تو ہر مال کی قیمت تو جانتا ہے مگر افسوس کہ تجھے اپنی قدر و قیمت معلوم نہیں کہ اصالتاً تو کتنا بیش قیمت ہیرا ہے اور اب تو نے اپنی کیا گت بنالی ہے لہذا یہ علم تیرا علم نہیں بلکہ سراسر حماقت ہے تو دوسری اشیاء کی سعادت و نحوست سے تو خوب واقف ہے مگر تجھے اپنا علم نہیں کہ تو سعد ہے یا نحس حالانکہ تمام علوم کی روح تو یہ ہے کہ تو اپنی نسبت یہ جان لے کہ قیامت میں ہم کیا ہونگے تو نے دین کے اصول تو جان لئے مگر اب تجھ کو اپنی اصل کو بھی دیکھنا چاہئے کہ وہ فطرۃً اچھی ہے مگر تو نے اس کو بگاڑ دیا ہے (یا یوں کہو کہ تم کو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسی ہے کیونکہ یہ دیکھنا عمدہ بات ہے یا یوں کہو کہ تم کو اپنی اصل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ اچھی بھی ہے یا نہیں) تمہارے اصولی ہونے سے تو یہ بہتر ہے کہ تم اپنی ذات کے اصولی ہو یعنی یہ جانو کہ تمہاری اصل کیا ہے اور اب تم کیا بن رہے ہو۔ خلاصہ یہ کہ اس شہر میں صرف طول امل اور حرص اور اغترار بمال و کمال ظاہری تین چیزیں تھیں۔

شرح شبّیری

اہل سبا کی اکڑ اور ان کی ناشکری کا قصہ

اصل شاں بد بود اں اہل سبا	می رمیدندے ز اصحاب لقا
ان اہل سبا کی اصل بری تھی	وہ بقا کے اسباب سے بھاگتے تھے

یعنی ان کی اصل بری تھی اس لئے اہل سبا اصحاب لقا سے بھاگتے تھے اصحاب لقاء سے مراد انبیاء کیونکہ ان کو لقای حق میسر ہوتا ہے۔

دادشاں چندیں ضیاع و باغ وراغ	از چپ و از راست از بہر فراغ
ان کو (اللہ نے) اس قدر جائیداد اور باغ اور چراگاہ دی	دائیں اور بائیں سے فراغت کے لئے

یعنی حق تعالیٰ نے ان کو اس قدر اسباب اور باغ وغیرہ چپ و راست سے فراغ کے واسطے دیا تھا کہ۔

بسکہ می افتاد از پری ثمار	تنگ می شد معبرہ بر رہگزار
کثرت کی وجہ سے پھل بہت گرتے تھے	چلنے والوں پر راستہ تنگ ہو جاتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھل زیادتی کی وجہ سے اس قدر گرتے تھے کہ چلنے والوں کو رستہ تنگ ہو جاتا تھا۔

آں نثار میوہ رہ را می گرفت	از پری میوہ رہرو درشگفت
پھلوں کی بکھیر راستہ روک دیتی تھی	پھلوں کی کثرت سے مسافر تعجب میں تھے

یعنی وہ میوہ کا گرنا راستہ کو گھیر لیتا تھا اور زیادتی میوہ کی وجہ سے چلنے والا تعجب میں ہوتا تھا۔

سلہ برسر بر درختستان شاں	پر شدے ناخواست از میوہ فشاں
ان کے باغوں میں سر پر کی ٹوکری	بغیر خواہش کے پھلوں کے جھڑنے سے بھر جاتی

یعنی ٹوکرا سر پر (رکھ کر) ان کے باغوں میں سے بے خواہش میوہ فشاں کے پر ہو جاتا۔

باد آں میوہ فشاندے بے کسے	پر شدے زاں میوہ دامنہا بسے
بغیر کسی شخص کے، ہوا پھل جھاڑتی	ان پھلوں سے بہت سے دامن بھر جاتے

یعنی ہوا اس میوہ کو بلا کسی آدمی کے گراتی تھی اور اس سے بہت سے دامن پر ہو جاتے تھے۔

خوشہ ہائے زفت تا زیر آمدہ	برسر وروئے روندہ می زدہ
موٹے خوشے۔ نیچے کو لٹکے ہوئے	چلنے والے کے سر اور منہ کو لگتے

یعنی بڑے بڑے خوشے نیچے تک آئے ہوئے سر اور منہ چلنے والے پر لگتے تھے۔

مرد گلخن تاب از پری زر	بستہ بودے بر میاں زریں کمر
بھٹی جلانے والا سونے کی کثرت سے	کمر پر زریں پٹی باندھے رہتا ہے

یعنی بھڑ بھونجا روپیہ کی زیادتی کی وجہ سے کمر میں زریں پٹکا باندھتا تھا۔

سگ کلیچہ کوفتے در زیر پا	تخمہ بودے گرگ صحرا از نوا
کتے پاؤں کے نیچے قلچے روندتے	غذا کی کثرت سے جنگل کے بھیڑیوں کو بدہضمی ہو جاتی

یعنی کتا کلیچہ کو پاؤں کے نیچے روند دیتا تھا اور غذا کی وجہ سے گرگ صحرا کو تخمہ ہو جاتا تھا۔

گشتہ ایمن شہر ودہ از دزد و گرگ	بز نہ ترسیدے ہم از گرگ سترگ
شہر اور گاؤں اور چور اور بھیڑیے سے محفوظ ہو گئے تھے	موٹے بھیڑیے سے بکری بھی نہ ڈرتی تھی

یعنی شہر اور گاؤں چور اور بھیڑیے سے بے خوف تھے اور بکری گرگ عظیم سے نہ ڈرتی تھی۔ اس لئے کہ بھیڑیے کو شہر میں آنے کی ضرورت ہی نہ ہوتی تھی اس کو جنگل ہی میں اتنی غذا مل جاتی تھی کہ پھر اس کو ضرورت نہ رہتی تھی۔

جامۂ ایشاں اگر چرکیں شدے	آتش سوزندہ شاں صابون وبدے
اگر ان کے کپڑے میلے ہو جاتے	جلانے والی آگ ان کا صابون ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان کے کپڑے اگر میلے ہو جاتے تو آگ جلانے والی ان کا صابون ہوتی۔

در تنور انداختندے جامہ را	بعد یک ساعت شدے خوش باصفا
وہ کپڑوں کو تنور میں ڈال دیتے	تھوڑی دیر کے بعد وہ اچھا صاف ہو جاتا

یعنی تنور میں کپڑے کو ڈال دیتے تو بعد ایک ساعت کے وہ خوش باصفا ہو جاتا تھا یعنی وہ آگ میں جلتا نہ تھا بلکہ صاف ہو جاتا تھا ممکن ہے کہ حق تعالیٰ نے ان کی آگ کو بھی اس قدر نرم کر دیا ہو کہ وہ نہ جلاتی ہو اور صاف کر دیتی ہو۔

گر بگویم شرح نعمتہائے قوم	کہ زیادت می شد آن یوماً فیوم
اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں	جو روز بہ روز بڑھ رہی تھیں

یعنی اگر میں قوم کی نعمتوں کی شرح کروں کہ وہ دن پر دن زیادہ ہوا کرتی تھیں۔

مانع آید از سخنہائے مہم	انبیاء بردند امر فاستقم
تو وہ ضروری باتوں سے مانع بنے گی	انبیاء فاستقم کا حکم لے کر گئے

یعنی (ان باتوں کی شرح کرنا) مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جاوے گی اور انبیاء ان کے پاس امر فاستقم لائے یعنی جب اس قدر نعمتیں اہل صبا پر ہوئیں تو اب انبیاء نے فرمایا کہ ذرا استقامت اختیار کرو پھسل مت جانا۔

چوں ز حد بردند ناشکری چناں	غیرت حق کار گر شہ در زماں
جب انہوں نے اس طرح کی ناشکری حد سے زیادہ کی	اس وقت اللہ (تعالیٰ) کی غیرت کام میں لگ گئی

یعنی جب وہ لوگ ناشکری کو حد سے اس قدر لے گئے کہ غیرت حق اسی وقت کارگر ہو گئی یعنی غیرت حق ان کی اس حرکت سے جوش میں آ گئی۔

تیرہ پیغمبروں کا اہل سبا کی نصیحت کے لئے آنا

سیزدہ پیغمبر آنجا آمدند	گمرہاں را جملہ رہبر می شدند
تیرہ پیغمبر وہاں آئے	گمراہوں کے سب رہبر بنے

یعنی اس جگہ تیرہ پیغمبر آئے کہ سارے گمراہوں کے لئے رہبر ہوتے تھے (اور فرماتے تھے کہ)

کہ ہلا نعمت فزوں شد شکر گو	مرکب شکرا رنجسپد حر کو
کہ خبردار! نعمت بہت ہو گئی، شکر کر	اگر شکر کی سواری سو گئی ہے، (اس کو) چلاؤ

یعنی کہ خبردار نعمت زیادہ ہو گئی ہے شکر کرو اور مرکب شکر اگر سو جاوے تو تم حرکت دیدو۔

شکر منعم واجب آمد در خرد	ورنہ بکشاید در خشم ابد
عقلی اعتبار سے، انعام دینے والے کا شکر ضروری ہے	ورنہ ابدی ناراضی کا دروازہ کھل جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی منعم کا شکر کرنا عقل کے اعتبار سے بھی واجب آیا ہے ورنہ خشم ابدی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔

ہیں کرم بینید و ایں خود کس کند	کز چنیں نعمت بشکرے بس کند
ہاں کرم دیکھو اور یہ خود کون کرتا ہے؟	کہ اس قدر نعمتوں پر ایک شکر پر اکتفا کرے

یعنی ارے کرم تو دیکھو اور یہ کوئی کرتا ہے کہ اتنی نعمتوں پر شکر کو بس کرے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ اتنی نعمتوں پر بہت تھوڑے شکر پر کفایت فرماتے ہیں مگر پھر بھی کوئی شکر نہ کرے تو اس کی بدبختی۔ آگے اس کے نظائر فرماتے ہیں کہ۔

سر بہ بخشد شکر خواہد سجدۂ	پا بہ بخشد شکر خواہد قعدۂ
وہ سر عنایت کرتا ہے، سجدہ کا شکر چاہتا ہے	پاؤں بخشا ہے، بیٹھنے کا شکر چاہتا ہے

یعنی سر بخشتے ہیں اور شکر میں ایک سجدہ چاہتے ہیں اور پاؤں بخشتے ہیں اور شکر میں ایک قعدہ مانگتے ہیں۔

شکر نعمت نعمت افزوں کند	صد ہزاراں گل زخارے سر زند
نعمت کا شکر نعمت کو زیادہ بڑھاتا ہے	لاکھوں پھول کانٹے سے سر ابھارتے ہیں

یعنی نعمت کا شکر کرنا تمہاری نعمت کو زیادہ کرتا ہے اور لاکھوں پھول ایک خار سے ظاہر ہوتے ہیں یعنی ہمارے اس شکر سے جو کہ خار کی طرح ہے لاکھوں گل ظاہر ہوتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب تم کو اس شہر کی حالت معلوم ہوگئی تو اس کے رہنے والوں کا قصہ سنو۔ چونکہ اس شہر سبا کے رہنے والے بداصل تھے اور ان کے قلوب مریض تھے اس لئے وہ حق بیں حضرات (انبیاءؑ) سے بھاگتے تھے یہ تو اجمال ہے اب اس کی تفصیل سنو۔ حق سبحانہ نے بہت سا ملک اور بہت سے باغ اور جنگل ہر طرف ان کو عطاء کئے تھے تا کہ ان کو اطمینان قلب نصیب ہو اور وہ اس کو عبادت الٰہی کا ذریعہ بنادیں ان کے تمول و تنعم کی یہ حالت تھی کہ چونکہ سڑکوں پر دورویہ میوہ دار درختوں کی قطاریں تھیں اور میوے بکثرت گرتے تھے اس لئے رہگیروں کو چلنے کے لئے خالی راستہ نہ ملتا تھا۔ میوؤں کا ستھراؤ راستہ بند کر دیتا تھا اور اجنبی مسافر کو میووں کی کثرت سے حیرت ہوتی تھی اگر کوئی شخص ٹوکرا سر پر لئے ہوئے ان کے باغوں میں گزرتا تو بلا اس کے خواہش کے میووں کی گرنے سے ٹوکرا بھر جاتا تھا بدوں اس کے کہ کوئی شخص ان درختوں کو حرکت دے خود ہوا ان کو حرکت دیتی تھی اور بہت سے دامن میووں سے بھر جاتے تھے بڑے بڑے خوشے نیچے لٹکے ہوئے تھے جو چلنے والے کے منہ سے مس کرتے تھے۔ سونے کی کثرت سے بھڑ بھونجے کی یہ حالت تھی کہ کمر میں سونے کا پٹکا باندھ کر بھاڑ جھونکتا تھا کتوں کی یہ حالت تھی کہ کلچوں کو پاؤں میں روندتے اور منہ نہ لگاتے تھے۔ بھیڑیوں کی خوراک کی یہ حالت تھی کہ زیادہ کھانے سے اکثر بدہضمی میں مبتلا رہتے تھے چونکہ کثرت دولت سے استغنا بڑھا ہوا تھا اس لئے اہل شہر کو نہ چور کا کھٹکا تھا نہ بھیڑیئے کا اور چونکہ بھیڑیے اپنی شکم

www.besturdubooks.wordpress.com

سیری کی وجہ سے بکریوں کی طرف توجہ نہ کرتے تھے اس لئے بکریوں کو بھی بھیڑیوں کا خطرہ نہ تھا ان لوگوں کو اگر کپڑا میلا ہو جاتا تھا تو وہ آگ جس کا کام جلانا ہے ان کے لئے خواہ بہ تسخیر استدراجی یا بہ سبب ہنر مندی ان کو صابون کا کام دیتی تھی۔ یعنی تھوڑی دیر کے لئے وہ اسے تنور میں ڈال دیتے تھے اور اس کا میل کچیل جل کر کپڑا نہایت صاف نکل آتا تھا۔ غرض ان کو بے حد تمول اور بے انتہا تنعم حاصل تھا۔ میں کہاں تک بیان کروں اس لئے کہ اگر میں ان کی نعمتوں کی تفصیل کروں جو یوماً فیوماً ترقی پذیر تھیں تو وہ مجھے ضروری باتوں سے مانع ہو جاویں گی۔ لہذا اسی قدر پر اکتفا کر کے اصل مقصد بیان کرتا ہوں۔ سنو انبیاء کو حکم ہوا کہ جس بات کا تم کو حکم ہوا ہے اس کو بجالاؤ اور انہوں نے اس کی تعمیل کی یعنی اہل سبا کی تبلیغ پر آمادہ ہوئے (یا یوں کہو کہ انبیاء ان کے پاس حق سبحانہ کا یہ حکم لے گئے کہ تم ٹھیک ہو جاؤ) کیونکہ جب باوجود ان نعمتوں کے ان کی ناشکری حد سے بڑھی تو غیرت حق نے اپنا کام کیا اور ان کی اصلاح کے لئے انبیاء کو بھیجا چنانچہ اس مقام پر تیرہ نبی متعاقباً یا مجتمعاً آئے اور ان کی رہبری کی اور فرمایا کہ دیکھو لو نعمت حق سبحانہ بہت بڑھ گئی ہے اب اس کا شکر بھی ادا کرنا چاہئے اور اگر اسپ شکر سو رہا ہے تو اسے ایڑ لگانی چاہئے یعنی اگر شکر میں فتور واقع ہو تو پھر نئے سرے سے مستعد ہو کر شکر کرنا چاہئے کیونکہ شکر منعم عقلاً واجب ہے اور ناشکری کی صورت میں تم قہر ابدی میں مبتلا ہو جاؤ گے تم غور تو کرو کہ کوئی ایسی عنایت بھی کرتا ہے جیسی حق سبحانہ کرتا ہے کہ اتنی بڑی نعمتوں کے مقابلہ میں معمولی شکر پر اکتفاء کرتا ہے مثلاً سر کی نعمت عطاء کرتا ہے اور اس کا شکر مقرر کیا ہے سجدہ جو کچھ بھی دشوار نہیں۔ اور پاؤں عطا کرتا ہے اس کا شکر کیا مقرر کیا ہے قعدہ و قیام وغیرہ معمولی اور آسان اور یہ بھی نہیں کہ وہ شکر گذشتہ نعمتوں ہی کا معاوضہ سمجھا جاوے بلکہ وہ اور نعمتوں کا بھی سبب ہو گا اور تمہاری نعمتیں اس سے اور بڑھیں گی اور کانٹوں میں لاکھوں پھول نکلیں گے یعنی وہ نعمتیں تم کو اس طریق سے پہنچیں گی کہ تم کو وہاں سے ملنے کا گمان بھی نہ ہو گا۔

شرح شبیری

جواب قوم کا انبیاء علیہم السلام کو

ماشدیم از شکر و از نعمت ملول	قوم گفتہ شکر مارا بر دغول
ہم تو شکر اور نعمت سے عاجز ہیں	قوم نے کہا ہمارا شکر بھوت لے گیا

یعنی قوم نے کہا کہ ہمارے شکر کو بھوت لے گئے اور ہم تو شکر اور نعمت سب سے ملول ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ شکر تو وہ کرے جس کو نعمت سے راحت ملے ہم تو اس قدر نعمت ہونے سے اکتا گئے ہیں۔ لہذا ہم شکر کیا کریں۔

کہ نہ طاعت ماں خوش آید نے خطا	ماں چناں پژمردہ گشتیم از عطا
کہ نہ ہمیں عبادت اچھی لگتی ہے نہ گناہ	ہم بخشش سے ایسے پژمردہ ہو گئے ہیں

یعنی ہم تو اس عطا سے اس قدر پژمردہ ہو گئے ہیں کہ نہ طاعت ہم کو اچھی معلوم ہوتی ہے اور نہ خطا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مانمی خواہیم نعمت ہا و باغ	مانمی خواہیم اسباب فراغ
ہم نعمتیں اور باغ نہیں چاہتے	ہمیں ذرائع اور فراغت کی خواہش نہیں ہے

یعنی ہم نعمتوں اور باغوں کے خواہشمند نہیں ہیں اور ہم اسباب فراغ کو نہیں چاہتے (نعوذ باللہ)

نعمتے چہ سیر شد جاں ما ازیں	شکر چہ گوئیم بر گوئید ہیں
نعمت کیا چیز ہے، اس سے ہماری طبیعت بھر گئی	کاہے کا شکر کریں ہاں بتاؤ؟

یعنی نعمت کیا ہوتی ہے ہماری تو جان اس سے سیر ہوگئی ہے ہم شکر کیا کریں ارے کچھ بتاؤ تو۔

یعنی یہ نعمت تو ہمارے سامنے مصیبت کو لاتی ہے تو شکر مصیبت بھی کسی نے کیا ہے اے جوان۔

انبیاء علیہم السلام کا قوم کو جواب دینا

انبیاء گفتند در دل علتے ست	کہ ازاں در حق شناسی آفتے ست
انبیاء نے فرمایا، دل میں بیماری ہے	کہ اس کی وجہ سے حق کے پہچاننے میں نقصان ہے

یعنی انبیاء علیہم السلام نے کہا کہ دل میں کوئی مرض ہے کہ اس کی وجہ سے حق شناسی میں آفت واقع ہورہی ہے۔

نعمت از دے جملگی علت شود	طعمہ در بیمار کے قوت شود
اس کی وجہ سے سب نعمتیں بیماری بن جاتی ہیں	کھانا بیمار میں قوت کب پیدا کرتا ہے؟

یعنی اس (علت) کی وجہ سے نعمت بھی علت ہوجاتی ہے اور بیمار میں کھانا کب قوت ہوتا ہے یعنی بیماری کی وجہ سے لذیذ کھانے بدمزہ ہوجاتے ہیں تو اسی طرح اس مرض قلبی کی وجہ سے نعمت علت ہوجاتی ہے۔

چند خوش پیش تو آمد اے مصر	جملہ ناخوش گشت و صاف او کدر
اے ضدی تیرے سامنے بہت سی اچھی چیزیں آئیں	سب ناخوش اور ان میں سے صاف، مکدر ہوگئیں

یعنی اے مصر (علی الذنوب) تیرے سامنے کتنی ہی عمدہ اشیاء آئیں (مگر) سب ناگوار اور ان (میں) کی صاف مکدر ہوگئیں (یہ سب اس مرض کی وجہ سے ہے)

تو عدوئے ایں خوشیہا آمدی	گشت ناخوش ہرچہ بروے کف زدی
تو ان خوشیوں کا دشمن بن گیا	جس چیز پر تونے ہاتھ دھرا وہ ناگوار ہوگئی

یعنی تو ان عمدہ اشیاء کا دشمن ہوگیا ہے اور تونے جس چیز پر ہاتھ مارا وہ بری ہوگئی۔

ہر کہ او شد آشنا و یار تو	شد حقیر و خوار در دیدار تو
جو تیرا واقف اور یار بنا	تیری نظر میں وہ حقیر اور ذلیل ہوگیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو شخص کہ وہ تمہارا آشنا اور یار ہے وہ تمہاری نظر میں حقیر و خوار ہو گیا ہے۔

ہر کہ او بیگانہ باشد با تو ہم	پیش تو او پس مہ است و محترم
وہ جو تجھ سے بیگانہ بھی ہو	وہ تیرے لئے بہت بڑا اور باعزت ہے

یعنی جو شخص کہ وہ تیرے ساتھ بیگانہ ہوتا ہے وہ تیرے سامنے بہت عظیم و محترم ہے۔ مطلب یہ کہ جو خیر خواہ ہیں جیسے کہ انبیاء علیہم السلام ان کو تو بیگانہ سمجھتے ہو اور جو بیگانے ہیں ان کے آشنا ہوتے ہو۔

ایں ہم از تاثیر آن بیماری ست	زہر او در جملہ خلقان ساری ست
یہ بھی اسی بیماری کی تاثیر ہے	اس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے

یعنی یہ بھی اسی بیماری کی تاثیر کی وجہ سے ہے اور اس کا زہر ساری مخلوق میں سرایت کرنے والا ہے۔

دفع آں علت بباید کرد زود	شکر باآں حدث خواہد نمود
اس بیماری کو فوراً دفع کرنا چاہیے	کہ اس کے ہوتے ہوئے شکر بھی گندگی نظر آتی ہے

یعنی اس مرض کو جلدی ہی دفع کرنا چاہئے کہ اس کے ساتھ تو شکر بھی نجاست دکھائی دے گی۔

ہر خوشے کاید بتو ناخوش شود	آب حیواں گر رسد آتش شود
جو اچھی چیز تیرے پاس آتی ہے' بری ہو جاتی ہے	اگر آب حیات آتا ہے' آگ بن جاتا ہے

یعنی جو عمدہ شی کہ تجھ تک آوے وہ ناخوش ہو جاتی ہے اور آب حیواں اگر پہنچے تو آتش ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ اس مرض قلبی کی وجہ سے نافع شے بھی تمہارے پاس آ کر مضر ہو جاوے گی۔

کیمیاے مرگ و جسک ست آں صفت	مرگ گردو زاں حیاتت عاقبت
یہ صفت' موت اور بے چینی کی کیمیا ہے	بالآخر اس کی وجہ سے تیری زندگی موت بن جاتی ہے

یعنی وہ صفت مرگ و ہلاکت کی کیمیا ہے اور اس سے تمہاری حیات آخرکار مرگ ہو جاوے گی۔ مطلب یہ کہ یہ مرض وہ بلا ہے کہ یہ حیات کو مبدل بہ مرگ کر دیتا ہے۔

بس غذائے کہ زوے دل زندہ شد	چوں بیامد در تن تو گندہ شد
بہت سی غذائیں ہیں' جن سے دل زندہ ہوتا ہے	وہ جب تیرے جسم میں آتی ہیں گندی ہو جاتی ہیں

یعنی بہت سی وہ غذائیں کہ ان سے دل زندہ ہوتا ہے جب تمہارے بدن میں آئیں تو وہ گندہ ہو گئیں۔

بس عزیزے کہ بناز اشکار شد	چوں شکارت شد برتو خوار شد
بہت سے پیارے ہیں جو لاڈ پیار میں شکار ہوئے	جب تیرا شکار بن گئے تیرے نزدیک ذلیل ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بہت سے وہ معشوق کہ جو ناز کی وجہ سے آشکار ہو گئے تو جب وہ تیرے شکار ہوئے تو تیرے نزدیک خوار ہو گئے۔
مطلب یہ کہ بہت سے وہ حضرات جو اپنی شفقت کی وجہ سے تم پر شفیق ہوئے اور خود تمہارا ساتھ دیا مگر جب تمہارے پاس آئے تو تم نے ان کی ذلت کی جیسے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کی شان میں ہمیشہ گستاخیاں کی ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

آشنائی عقل با عقل از صفا	چوں شود ہر دم فزوں باشد ولا
عقل کی عقل سے شناسائی خلوص سے	جب ہو جاتی ہے ہر لمحہ دوستی بڑھتی ہے

یعنی عقل کی عقل کے ساتھ دوستی صفائی کے ساتھ جب ہوتی ہے تو دوستی ہر دم زیادہ ہی ہوتی ہے۔

آشنائی نفس باہر نفس پست	تو یقین می داں کہ ہر دم کمتر است
نفس کی ذلیل نفس سے شناسائی	تو یقین کر ہر دم گھٹتی ہے

یعنی نفس کی ہر نفس پست کے ساتھ آشنائی ہو تو تم یقیناً جان لو کہ دم بدم کم ہو گئے۔

زانکہ نفسش گرد علت می تند	معرفت را زود فاسد می کند
کیونکہ اس کا نفس کسی غرض کا چکر کاٹتا ہے	جان پہچان کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے

یعنی اس لئے کہ اس کا نفس علت کے گرد تنتا ہے اور دوستی کو جلدی فاسد کر دیتا ہے۔

گر نخواہی دوست را فردا نفیر	دوستی با عاقل و با عقل گیر
اگر تو کل (قیامت) کو کسی دوست کو قابل نفرت نہیں دیکھنا چاہتا ہے	عقلمند اور عقل سے دوستی کر

یعنی اگر تو کل دوست سے نفرت نہیں چاہتا تو دوستی عاقل اور عقل کیساتھ اختیار کر۔

از سموم نفس چوں با علتے	ہر چہ گیری تو مرض را آلتے
چونکہ تو نفس کی زہریلی ہوا سے بیمار ہے	تو جو بھی لے گا مرض کا آلہ (کار) ہے

یعنی سموم نفس سے جب تو با علت ہے تو جو کچھ کہ تو لے گا تو مرض کے لئے آلہ ہو گا یعنی اگر اچھی بات بھی لے گا تو اس سے بھی مرض ہی کو ترقی ہو گی۔

گر بگیری گوہرے سنگے شود	ور بگیری مہر دل جنگے شود
اگر تو موتی لے گا وہ پتھر ہو جائے گا	اگر تو دل کی محبت اختیار کرے گا وہ دشمنی ہو جائیگی

یعنی اگر تو گوہر لے تو وہ ایک پتھر ہو جاوے اور اگر محبت قلبی اختیار کرے تو لڑائی ہو جاوے۔

ور بگیری نکتۂ بکر و لطیف	بعد درکت گشت بے ذوق و کثیف
اگر تو نیا پاک نکتہ حاصل کرے گا	تیرے پالینے کے بعد وہ بے ذوق اور گندا ہو جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اور اگر کسی نکتہ نو ولطیف کو لو گے تو تمہارے لینے کے بعد وہ بے ذوق اور کثیف ہو جاوے گا (اس لئے کہ تم اس کو سن کر کہتے ہو کہ)

کہ من ایں را بس شنیدم کہنہ شد	چیز دیگر گو بجز ایں اے عضد
کہ میں نے اس کو بہت سنا ہے' پرانا ہو گیا ہے	اے یار! اس کے علاوہ کچھ کہہ

یعنی میں نے اس کو بہت مرتبہ سنا ہے پرانا ہو گیا ہے تو اس کے سوائے قوت بازو کوئی اور چیز بیان کرو

چیز دیگر تازہ و نو گفتہ گیر	باز فردا ازاں شوی سیر و نفیر
فرض کرو کہ دوسری کوئی تازہ اور نئی بات کہی ہوئی ہو	پھر توکل کو اس سے بھی دل بھرا اور متنفر ہو گا

یعنی کوئی دوسری تازی اور نئی بات کہی ہوئی فرض کر لو تو تم اس سے بھی توکل کو سیر اور نفور ہو جاؤ گے۔(تو پھر اور نئی بات مانگو گے پھر اور مانگو گے علی غیر النہایہ لہٰذا اب اس کا علاج یہ ہے کہ)

دفع علت کن چو علت خوشود	ہر حدیث کہنہ پیشت نو شود
کیونکہ بیماری عادت بن جاتی ہے بیماری کو دفع کر	ہر پرانی بات' تیرے لئے نئی ہو جائے گی

یعنی اس مرض کو دفع کر دے کہ جب مرض دفع ہو جاوے گا تو ہر بات پرانی تمہارے سامنے نئی ہو جاوے گی (اس لئے کہ تم اس کے الفاظ پر نظر نہ رکھو گے بلکہ اس سے جو نفع ہے اس پر تمہاری نظر ہو گی اور اس سے منتفع ہو گے تو گویا کہ ہر بات نئی بات ہو گی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ)

تا کہ از کہنہ بر آرد برگ نو	بشگفاند کہنہ صد خوشہ ز گو
حتیٰ کہ پرانی (بات) نئے پتے نکالے گی	پرانی (بات) گڑھے میں سے سینکڑوں خوشے کھلائے گی

یعنی یہاں تک کہ کہنہ سے برگ نو نکلیں گے اور وہی کہنہ گڑھے میں سے سو خوشے نکالے گا۔مطلب یہ کہ اسی کہنہ سے ہر بار منتفع ہو گے تو گویا کہ ہمیشہ نئی بات سنی اور تم کو ہر بار اس میں نیا لطف آوے گا تو بس اصل اس مرض کو کھودو ساری باتیں آسان ہو جاویں آگے پھر ان انبیاء کا اہل سبا کو جواب ہے فرماتے ہیں کہ۔

ما طبیبا نیم و شاگردان حق	بحر قلزم دید مارا فانفلق
ہم اللہ (تعالیٰ) کے شاگرد ہیں اور طبیب ہیں	ہمیں بحر قلزم نے دیکھا' تو وہ پھٹ گیا

یعنی ہم طبیب ہیں اور شاگردان حق تعالیٰ ہیں ہم کو بحر قلزم نے دیکھا تو وہ بھی پھٹ گیا یعنی متاثر ہوا۔مطلب یہ کہ ہم حق تعالیٰ سے مستفیض ہیں اور ہم سے ہر شے متاثر ہوتی ہے مگر تم (یعنی اہل سبا ہی) متاثر نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں کہ۔

آں طبیباں طبیعت دیگرند	کہ بدل از راہ نبضے بنگرند
جسمانی طبیب' دوسرے ہیں	جو دل کو نبض کے راستے سے دیکھتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ طبیبان طبیعت دوسرے ہیں جو کہ دل کو نبض کی راہ سے دیکھتے ہیں۔

مابدل بیواسطہ خوش بنگریم	کز فراست ما بعالی منظریم
ہم بغیر واسطے کے دل کو خوب دیکھتے ہیں	کیونکہ فراست کی وجہ سے ہم بلند مقام پر ہیں

یعنی ہم دل کو بے واسطہ (نبض وغیرہ) کے اچھی طرح دیکھ لیتے ہیں اس لئے کہ فراست کی وجہ سے ہم عالی منظر ہیں۔

آں طبیباں غذایند و ثمار	جان حیوانی بدیشاں استوار
وہ غذاؤں اور پھلوں کے طبیب ہیں	حیوانی روح ان سے ٹھیک ہوتی ہے

یعنی وہ طبیب غذا کے ہیں اور ثمار کے کہ جان حیوانی ان سے درست رہتی ہے۔

ما طبیبان فعالیم و مقال	ملہم ما پرتو نور جلال
ہم قولوں اور فعلوں کے طبیب ہیں	اللہ (تعالیٰ) کا نور ہم پر الہام کرنے والا ہے

یعنی ہم طبیب افعال واقوال کے ہیں اور ہمارا ملہم نور حق کا پرتو ہے یعنی ہم افعال واقوال کے ضرر و نفع کو بتاتے ہیں اور ہمارا مبتدأ فیض نور حق ہے کہ اس سے مستفیض ہو کر مضر و نافع کی تشخیص کرتے ہیں اور بتا دیتے ہیں کہ۔

کاینچنیں فعلے ترا نافع بود	وآنچناں فعلے زرہ قاطع شود
کہ ایسا فعل تیرے لئے نافع ہوگا	اور ایسا فعل راہ (حق) سے جدا کرنے والا ہوگا

یعنی کہ ایسا فعل تو تجھے نافع ہوگا اور ویسا فعل تجھے راستہ (حق) سے قاطع ہوگا۔

اینچنیں قولے ترا پیش آورد	وآنچناں قولے ترا نیش آورد
ایسی بات تجھے آگے بڑھائے گی	اور ایسی بات تیرے ڈنک مارے گی

یعنی ایسا قول تو تجھے آگے لاوے گا اور ویسا قول تیرے زخم لگا دے گا۔ (غرضکہ مضر و نافع سب تمہیں بتا دیتے ہیں)

آنچناں واینچنیں از نیک و بد	پیش تو بنہیم و بنمایم جد
ایسا اور ویسا اچھا اور برا	ہم تیرے سامنے رکھ دیتے ہیں اور اچھی طرح دکھا دیتے ہیں

یعنی ایسے ویسے (سب) نیک و بد سے تیرے سامنے رکھ دیتے ہیں اور حقیقت کو دکھا دیتے ہیں۔

گر تو خواہی ایں گزیں ور خواہی آں	زہر و شکر سنگ و گوہر شد عیاں
اگر تو چاہے اس کو اختیار کر تو چاہے اس کو	زہر اور شکر پتھر اور جوہر واضح ہو گیا

یعنی اگر تو چاہے تو اس کو قبول کر اور اگر چاہے اس کو زہر اور شکر اور سنگ و گوہر سب ظاہر ہو گیا ہے۔

ان طبیباں را بود بوئے دلیل	ویں دلیل ما بود وحی جلیل
ان طبیبوں کو دلیل سے سراغ ملتا ہے	اور ہماری دلیل اللہ (تعالیٰ) کی وحی ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان طبیبوں کے لئے تو پیشاب دلیل ہوتی ہے اور یہ ہماری دلیل وحی جلیل سے ہے۔

دست مزدے می نخواہیم از کسے	دست مزد ما رسد از حق بسے
ہم کسی سے مزدوری نہیں چاہتے ہیں	ہمیں اللہ (تعالیٰ) سے بہت مزدوری ملتی ہے

یعنی ہم کسی سے اجرت نہیں مانگتے۔ ہماری اجرت تو حق تعالیٰ سے پہنچ رہی ہے۔ یہ شعر ترجمہ ہے۔ مااسئلکم علیه اجرا ان اجری الا علیٰ رب العلمین کا اور فرماتے ہیں کہ۔

ہیں صلا بیماری ناسور را	داروے ما یک بیک رنجور را
آگاہ! ناسور کی بیماری کیلئے پکار ہے	ہماری دوا ہر ہر بیمار کے لئے ہے

یعنی ہاں بیماری ناسور کے لئے اعلان ہے اور ہماری دوا ایک ایک مرض کے لئے (مفت) ہے مطلب یہ کہ وہ حضرات اعلان فرماتے ہیں کہ دیکھو ناسور جو ایسی شے ہے کہ اس کا علاج ہی نہیں مگر ہم ناسور قلب کا علاج آج مفت کرتے ہیں اور ایک ایک کی دوا تقسیم کرتے ہیں جس کا دل چاہے علاج کرا وے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ تمہارے دل میں بیماری ہے جو کہ اشیاء کو علیٰ ماھی علیه دیکھنے سے مانع ہے جب وہ مرض دل کے اندر ہوتا ہے تو ہر نعمت اس سے روگ معلوم ہوتی ہے دیکھو اگر کوئی مریض ہو تو کتنی ہی غذائیں کھلاؤ کبھی قوت نہ آئے گی بلکہ اور مرض کی ترقی کا سبب ہوں گی کیونکہ وہ خلط فاسد کی طرف مستحیل ہوں گی اور خلط فاسد کے بڑھنے سے مرض میں زیادتی ہوگی پس جس طرح کہ یہاں اغذیہ نے اپنا برعکس اثر دکھلایا یہی حالت مرض قلب کے ساتھ نعمتوں کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جو اچھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے تمہیں بری معلوم ہوتی ہے اور صاف شئے تم کو مکدر دکھلائی دیتی ہے اور اس لئے تم ان عمدہ اشیاء کے دشمن ہو رہے ہو اور جس چیز پر ہاتھ ڈالتے ہو تمکو بری معلوم ہوتی ہے نیز جو تمہارا دوست ہوتا ہے وہ تمہارے نظر میں حقیر اور ذلیل نظر آتا ہے اور جو بیگانہ ہوتا ہے وہ معزز اور مکرم سمجھا جاتا ہے۔ یعنی اہل اللہ حقیقت میں دوست ہیں ان کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو اور اہل دنیا جو درحقیقت بیگانہ ہیں ان کی قدر کرتے ہو یہ بھی اسی وباء عام کا اثر ہے جس کا زہر تمام لوگوں میں پھیلا ہوا ہے پس اس وقت ضرورت اس کی ہے کہ اس مرض کو جس سے شکر پاخانہ دکھلائی دیگی بہت جلد دور کیا جائے کیونکہ تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے منحرف ہو گیا ہے اور جو اچھی چیز تمہارے سامنے آتی ہے وہ تمہیں بری معلوم ہوتی ہے۔ اگر آب حیات بھی تمہارے پاس پہنچتا ہے تو وہ بھی تمہاری نظر میں آگ ہو جاتا ہے۔ اس سے انجام کار حیات روحانی مبدل بہ موت روحانی ہو جاتی ہے پس گویا کہ یہ موت اور رنج کی کیمیا ہے جو قلب ماہیت کر دیتی ہے نیز دیکھو تمہارا مزاج روحانی اعتدال سے اتنا منحرف ہو گیا ہے کہ جو غذائیں دل کو حیات بخشنے والی ہیں وہ تمہارے بدن میں جا

www.besturdubooks.wordpress.com

کر فاسد ہو جاتی ہیں اور بجائے مفید ہونے کے مرض بڑھاتی ہیں۔اور بہت سے شکار ناز یعنی نازنین محبوب جو اس قابل ہیں کہ ان کی ناز برداری کی جاوے جب تمہارے پاس آتے ہیں تو تم ان کو منہ بھی نہیں لگاتے یہ کس قدر فساد مزاج ہے یادرکھو کہ جب عقل غالب ہوتی ہے اور عقل کی عقل کے ساتھ دوستی ہوتی ہے اور نفسانیت کا شائبہ بھی نہیں ہوتا تو اس سے محبت میں روزانہ ترقی ہوتی ہے اور جب نفس کا غلبہ ہوتا ہے اور نفس کی کسی نفس کے ساتھ دوستی ہوتی ہے تو محبت دن بدن گھٹتی جاتی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ نفس ملابس مرض یعنی مریض شہوات واہواء ہے اس لئے دوستی میں بہت جلد بگاڑ پیدا کرتا ہے کیونکہ جب تک غرض حاصل ہوتی رہے گی دوست رہے گا اور جب غرض حاصل ہو جاوے گی یا اس کی امید منقطع ہو جاوے گی الگ ہو جاوے گا۔پس اگر تم چاہتے ہو کہ کل کو دوست سے بگاڑ اور تنفر نہ ہو تو عاقل اور عقل سے دوستی کرنی چاہئے۔یادرکھو کہ جب تک تم اثر نفس سے مریض ہو اس وقت تک تمہاری یہی حالت رہے گی کہ جو چیز تم کھاؤ گے وہ مرض بن جاویگی اور ہر شے تم کو خلاف ما ہی علیہ دکھلائی دے گی۔مثلاً لوگ تم موتی اور تم کو نظر آئے گا پتھر کرو گے محبت انجام کار بن جائے گی دشمنی اور سمجھو گے ایک نازک اور نئی بات اور سمجھنے کے بعد ہو جاوے گی بے مزہ اور بھدی اور تم کہو گے کہ یہ تو میں سن چکا اور پرانی بھی ہو گئی اب کوئی اور نئی بات سناؤ اچھا فرض کرو کہ اور نئی بات بھی کہی گئی مگر پھر کیا وہ بھی کل کو معمولی اور قابل نفرت ہو جائے گی۔اور یوں سلسلہ جاری رہے گا۔پس اگر تم چاہتے ہو کہ یہ خرابیاں دفع ہوں تو ان کی جڑ کو کاٹو اور اس مرض کو دفع کرو جو ان آثار کا منشاء ہے پس جبکہ وہ مرض منقطع ہو جائے گا تو ہر پرانی بات میں بھی تم کو نئی ہی کا مزہ آوے گا اور اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ پرانے ہی درختوں میں نئی شاخیں نکلیں گی اور وہ پرانے ہی درخت سینکڑوں خوشے نکالیں گے یعنی وہی باتیں جو اس تم کو اساطیر الاولین نظر آتی ہیں یا پرانی باتوں کی طرح بے مزہ معلوم ہوتی ہیں۔ہزاروں طرح کے ثمرات محمودہ بخشیں گے تم امراض جسمانیہ کے معالجہ کی طرف تو توجہ کرتے ہو اور ان متعارف طبیبوں سے رجوع کرتے ہو لیکن تم امراض روحانیہ کے معالجہ کی کیوں فکر نہیں کرتے اور ہم سے کیوں بھاگتے ہو۔دیکھو تو سہی ہم میں اور ان میں کس قدر تفاوت ہے۔ہم وہ طبیب ہیں جنہوں نے حق سبحانہ سے تعلیم حاصل کی ہے اور بحر قلزم بھی ہم کو جانتا اور ہماری قدر کرتا ہے کہ ہم کو دیکھ کر پھٹ جاتا ہے اور راستہ دیدیتا ہے۔ہم وہ اطباء طبیعت نہیں جو دل کے بعض حالات نبض سے ظناً معلوم کرتے ہیں وہ اور لوگ ہیں ہم تو دل کو خوب اچھی طرح اور براہ راست بلاتوسط نبض عیاناً دیکھتے ہیں کیونکہ ہم فراست کے مقام عالی پر ہیں۔نیز وہ لوگ تو غذاؤں اور پھلوں کے طبیب اور ان کا نفع نقصان جاننے والے اور ان سے روح حیوانی کو تقویت دینے والے ہیں اور ہم طبیب افعال واقوال ہیں ہم کو ان کے خواص پرتو نور حق سبحانہ سے معلوم ہوئے ہیں اور اس پرتو ہی سے ہم کو معلوم ہوا ہے کہ فلاں کام تمہارے لئے نافع ہے اور فلاں فعل تم کو راہ حق سے جدا کرنے والا ہے اور فلاں بات تم کو راہ حق میں آگے بڑھائے گی اور فلاں بات تم کو نقصان پہنچاویگی اور سب ہم تمہارے سامنے رکھ دیتے ہیں اور ان کی مضرتوں اور منفعتوں کو اچھی طرح دکھلا دیتے ہیں۔اس کے بعد تم کو اختیار حاصل ہے خواہ اشیاء نافع کو لے لو خواہ ضارہ کو تمہارے سامنے موتی اور پتھر بالکل صاف رکھے ہوئے ہیں۔نیز وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

طبیب تو قارورہ سے بعض احوال پہچانتے ہیں اور ہم کو وحی حق سبحانہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ نیز وہ فیس لیتے ہیں اور ہم فیس بھی نہیں لیتے بلکہ ہماری فیس خزانہ شہنشاہ حقیقی سے ملتی ہے پس جبکہ ہمارے علم میں اور ان کے علم میں بھی زمین آسمان کا فرق ہے اور ہماری تشخیص اور ان کی تشخیص میں بھی زمین آسمان کا بل ہے اور وہ مرض جس کا ہم علاج کرتے ہیں اس مرض سے کہیں زیادہ مہتم بالشان ہے جس کا متعارف طبیب معالجہ کرتے ہیں اور ہم ان کی طرح فیس بھی نہیں لیتے جس سے ہماری خیر خواہی و شفقت بہ نسبت ان کی شفقت کے کہیں زیادہ ظاہر ہوتی ہے نیز اس میں کچھ خرچ بھی نہیں ہوتا کہ بخل ہی مانع ہو پھر کیا وجہ ہے کہ تم ہم سے علاج نہیں کراتے دیکھو ہوش میں آؤ اور اپنے معالجہ کی فکر کرو ہم عام اعلان کرتے ہیں کہ ہم عسیر البرء امراض کا علاج کرتے ہیں اور ہر بیمار کو بلا امتیاز اپنے شفا خانہ سے مفت اور بلا کسی فیس یا قیمت کے دوا دیتے ہیں جس کا جی چاہے ہم سے علاج کرائے۔

شرح شبّیری

قوم سبا کا انبیاء علیہم السلام سے معجزوں کی درخواست کرنا

قوم گفتند اے گروہ مدعی	کو گواہ علم و طب نافعی
قوم نے کہا اے دعوے دارو!	نفع رساں طب اور علم کا کون گواہ ہے؟

یعنی قوم نے کہا کہ اے گروہ مدعی (نبوت اس) علم طب نافع کا گواہ کہاں ہے مطلب یہ کہ تم جو کہتے ہو کہ ہمارے پاس وہ علم طب ہے کہ جو بڑے بڑے امراض کا علاج کر سکتا ہے تو اس کے لئے کوئی گواہ بھی تو ہونا چاہئے جو اس علم کے نافع ہونے کو بتادے اور کہے کہ

چوں شما بستہ ہمیں خواب و خورید	ہمچو ما باشید و دردہ می چرید
جبکہ تم بھی اسی سونے اور کھانے کے پابند ہو	ہماری طرح۔ ہو اور گاؤں میں کھاؤ پیو

یعنی (اے گروہ انبیاء) جب تم اسی خواب وخور کے مقید ہو اور ہماری طرح رہتے ہو اور گاؤں میں کھاتے پیتے ہو۔

چوں شما در دام ایں آب و گلید	کے شما صیاد سے مرغ دلید
جبکہ تم اسی پانی اور مٹی کے جال میں ہو	تو تم دل کے سیمرغ کے شکاری کہاں ہو؟

یعنی جبکہ تم اسی آب و گل کے دام میں ہو تو تم سے مرغ دل کے صیاد کب ہو سکتے ہو۔ مطلب یہ کہ جب تم ہماری طرح کھاتے پیتے چلتے پھرتے ہو پھر تمہارے اندر کونسی بات زیادہ ہے جو تم پیمبر اور طبیب روحانی کہلانے کے مستحق ہو بلکہ۔

حب جاہ و سروری دارد براں	کہ شمارد خویش از پیغمبراں
رتبہ اور سرداری کی محبت اس پر آمادہ کرتی ہے	کہ اپنے آپ کو پیغمبروں میں شمار کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حب جاہ وسرداری اس پر کہتی ہے کہ اپنے کو پیغمبروں سے گنئے یعنی تم میں سے ہر ایک کو حب جاہ نے اس پر مجبور کیا ہے کہ دعوے نبوت کا کرتے ہو ورنہ اگر حب جاہ نہ ہوتی تو کبھی تم ایسا دعوے نہ کرتے۔

ما نخواہیم اینچنیں لاف و دروغ	کردن اندر گوش وافتادن بدوغ
ہم اس طرح کی شیخی اور جھوٹی نہیں چاہتے	سننا اور چھاچ میں گرنا

یعنی ہم ایسے لاف ودروغ کو کان میں کرنا اور فریب میں پڑنا نہیں چاہتے۔ مطلب یہ کہ جب ہم میں اور تم میں کوئی فرق نہیں ہے اور تم دعویٰ نبوت کا کرتے ہو تو بھلا ہم ایسی شیخی اور دروغ کو کس طرح مان لیں۔

انبیا گفتند کایں زاں علت است	مایۂ کوری حجاب رویت است
انبیاء نے کہا یہ (باتیں) اسی بیماری کی وجہ سے ہیں	اندھے پن کا سرمایہ دیدار کا پردہ ہے

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ یہ اسی مرض کی وجہ سے ہے اور کوری کی اصل رویت (حق) کا حجاب ہے۔ یعنی تمہارا مرض اور تمہاری کوری تمہیں رویت حق سے مانع ہو رہی ہے اور فرمایا کہ۔

دعوئ مارا شنید و شما	می نہ بینید ایں گہر در دست ما
تم نے ہمارا دعویٰ سن لیا اور تم	ہمارے ہاتھ میں اس جوہر کو نہیں دیکھتے ہو؟

یعنی تم نے (صرف) ہمارے دعویٰ کو تو سن لیا اور ہمارے ہاتھ میں اس گوہر (نبوت) کو دیکھتے نہیں یعنی تم اس گوہر نبوت کو دیکھتے نہیں حالانکہ یہ اس قدر درخشاں وتاباں ہے کہ اس کے لئے گواہ کی خود ضرورت ہی نہیں مگر جو کوئی نہ دیکھے تو اس کا علاج ہی کیا ہے۔

امتحانست ایں گہر مر خلق را	ماش گردانیم گرد چشمہا
یہ جوہر لوگوں کی آزمائش ہے	ہم اس کو آنکھوں کے گرد گھما رہے ہیں

یعنی یہ گوہر مخلوق کے لئے ایک امتحان ہے اور ہم اس کو آنکھوں کے گرد پھرا رہے ہیں۔

ہر کہ گوید کو گوا گفتش گواست	کو نمی بیند گہر حبس عماست
جو (یہ) کہے کہ گواہ کہاں ہے اس کی بات (خود) گواہ ہے	کہ وہ جوہر کو نہیں دیکھ رہا ہے اندھے پن کا قیدی ہے

یعنی جو شخص کہ کہتا ہے کہ گواہ کیا ہے اس کا قول خود گواہ ہے کہ وہ گوہر کو نہیں دیکھتا اور محبوس عمیٰ ہے۔ مطلب یہ کہ یہ گوہر نبوت جو اس قدر درخشان وتاباں اور ظاہر ہے یہ مخلوق کے امتحان کے لئے ہے کہ معلوم ہو کہ کون اس کو دیکھتا ہے اور کون اس سے اندھا ہے تو ہم اس کو آنکھوں کی گرد پھرا رہے ہیں اب بھی اگر کوئی اس پر گواہ کو طلب کرتا ہے تو اس کا یہ طلب گواہ خود اس کے اندھے ہونے کا گواہ ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص اندھا ہے اس کو بصیرت حاصل نہیں ہے۔ آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتابے در سخن آید کہ خیز	کہ برآمد روز و برجہ کم ستیز
سورج کہے کہ اٹھ	دن نکل آیا! اٹھ جا مخالفت نہ کر

یعنی ایک آفتاب گفتگو میں آوے کہ اٹھ اس لئے کہ دن نکل آیا اٹھ جا مخالفت مت کر۔

تو بگوئی آفتابا کو گواہ	گویدت اے کور از حق دیدہ خواہ
تو کہے اے آفتاب! گواہ کہاں ہے؟	تجھ سے وہ کہے گا اے اندھے! اللہ (تعالیٰ) سے آنکھ مانگ

یعنی تو کہے کہ اے آفتاب (اس امر کا) گواہ کون ہے تو وہ تجھے کہے گا کہ ارے احمق حق تعالیٰ سے آنکھ مانگ۔ مطلب یہ کہ مثلاً آفتاب جو تم سے آکر کہے کہ اٹھو دن ہو گیا ہے اور تم اس سے کہو کہ کون گواہ ہے اس امر کا کہ دن ہو گیا ہے تو وہ یہی کہے گا اندھے تجھے علامت اور گواہ نظر نہیں آتا کہ جو تجھے کہہ رہا ہے وہی علامت گواہ ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ طریق حق آ گیا ہے اس کو قبول کرو تم ان سے گواہ طلب کرتے ہو تو یاد رہے کہ اپنے دعوے کے وہ خود ہی گواہ ہیں ان کا تشریف لانا خود طریق حق کا واضح ہوتا ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب گر دلیلت باید ازوے رومتاب

روز روشن ہر کہ او جوید چراغ	عین جستن کوریش باشد بلاغ
جو شخص روشن دن میں چراغ ڈھونڈے	یہ ڈھونڈنا ہی اس کے اندھے پن کا اعلان ہے

یعنی روز روشن میں جو شخص کہ چراغ کو تلاش کرے تو بیہودگی سے خود اس کی یہ تلاش کوری رکھتی ہے یعنی اگر کوئی روز روشن میں یہ کہے کہ مجھے کچھ نظر نہیں آتا معلوم ہوتا ہے کہ رات ہو گئی ہے اور اندھیرا چھا گیا ہے لہٰذا چراغ لاؤ تو اس کا یہ کہنا ہی خود اس کے اندھے ہونے کی علامت ہے۔

ورنہ می بینی گمانے بردۂ	کہ صباح ست و تو اندر پردۂ
اگر تو نہیں دیکھتا ہے تو نے (محض) ایک گمان کیا ہے	کہ صبح ہو گئی ہے، اور تو پردے میں ہے

یعنی اور اگر تو دیکھتا نہیں ہے اور ایک گمان لے گیا ہے کہ صباح ہے اور تو پردہ میں ہے۔

کوریٔ خود را مکن زیں گفت فاش	خامش و در انتظار فضل باش
اس گفتگو سے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کر	چپ رہ اور (اللہ کے) فضل کا انتظار کر

یعنی اس کہنے سے اپنے اندھے پن کو ظاہر مت کر خاموش اور انتظار فضل (حق) میں رہ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آفتاب نبوت تم کو نظر نہیں آتا تو یہ تو طبعی امر ہے کہ کسی بات کو سن کر ایک شبہ دل میں پڑ جاتا ہے کہ ممکن ہے کہ صحیح ہے تو اس کو سن کر تمہیں شبہ تو ہونا چاہئے کہ ممکن ہے کہ یہ نبی ہوں مگر ہم کو نظر نہ آتا ہو اور ہمیں بصیرت نہ ہوا تنا سمجھو اور مخالفت مت کرو بلکہ مخالفت سے خاموش رہ کر طلب اور جستجو کرو اور پھر فضل حق کا انتظار کرو ان شاء اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اگر مخالفت وعناد نہ ہوگا اور طلب ہوگی تو حق ضرور واضح ہو جاوے گا اور فضل حق منعطف ہوگا باقی اس آفتاب نبوت کا انکار کر کے اپنے اندھے ہونے کو ظاہر مت کرو کیا فائدہ ہے بس مخالفت تو کرو مت (خامش سے یہی مراد ہے) اور طلب کرتے رہو حق ان شاء اللہ خود واضح ہوگا اور یہ ہوگا کہ۔

فضل بے علت مگر دریا بدت	زیں شقاوت روے دل برتابدت
شاید بے غرض فضل تجھے حاصل ہو جائے	اس بدبختی سے تیرے دل کا رخ موڑ دے

یعنی فضل (حق) بلا سبب (ظاہری) کے شاید تم کو پالے اور اس شقاوت سے تیرے روے دل کو پھیر دے مطلب یہ کہ بلا تدابیر ظاہری ان شاء اللہ فضل حق تمہیں پالے گا اور اس بدبختی سے تم کو نجات دے دے گا۔

ورنہ ماندی در چنیں کوری ابد	آئینہ پنہاں شد از تو در نمد
ورنہ تو ہمیشہ ایسے ہی اندھے پن میں رہے گا	آئینہ تجھ سے، نمدے میں چھپ گیا ہے

یعنی اور اگر تو ایسی ہی کوری ابدی میں رہے تو آئینہ تجھ سے نمدے میں پوشیدہ ہو گیا ہے مطلب یہ کہ اگر اب بھی نہ دیکھے تو بس ایسا ہے جیسے کہ آئینہ نمدے میں پوشیدہ کر دو تو وہ موجود تو ہے پاس مگر دکھائی نہیں دیتا اور اس سے منتفع نہیں ہو سکتے۔

درمیان روز گفتن روز کو	خویش رسوا کردن است اے تندخو
دن میں کہنا کہ دن کہاں ہے؟	اے بد مزاج! اپنے آپ کو رسوا کرنا ہے

یعنی دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے اے تندخو اپنے کو رسوا کرنا ہے۔ مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کی مخالفت کرنا خود اپنے کو رسوا کرنا ہے سب کو معلوم ہو جاوے گا کہ اس کو بصیرت حاصل نہیں ہے بلکہ اندھا ہے۔

صبر و خاموشی جذوب رحمت است	ویں نشان جستن نشان علت است
صبر اور خاموشی رحمت کو کھینچنے والی ہے	اور یہ دلیل طلب کرنا بیماری کی علامت ہے

یعنی صبر و خاموشی جاذب رحمت ہے اور یہ نشان تلاش کرنا نشانی مرض کی ہے۔ صبر و خاموشی سے مراد مخالفت نہ کرنا ہے یعنی حضرات انبیاء کی مخالفت نہ کرنا یہ جاذب رحمت ہے اور صرف اس سے کہ مخالفت نہ ہو اکثر فضل حق ہو جاتا ہے۔

انصتوا بہ پذیر تا بر جان تو	آید از جانان جزائے انصتوا
انصتوا کو قبول کر لے تاکہ تیری جان پر	محبوب کی طرف سے انصتوا کا بدلہ آئے

یعنی انصتوا تو قبول کرتا تیری جان پر جانان کی طرف سے انصتوا کی جزا آوے۔ مطلب یہ کہ قرآن شریف میں ہے انصتوا لعلکم ترحمون انصتوا پر ترحمون کو محمول کیا ہے لہٰذا اگر تم مخالفت اہل اللہ وانبیاء سے انصات کرو گے تو وہ محمول تم پر مرتب ہو جاوے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نخواہی نکس پیش ایں طبیب	بر زمین زن زود سر را اے لبیب
اگر تو (بیماری کی) پلٹ نہیں چاہتا ہے اس طبیب کے سامنے	اے ذہین سر کو جلد زمین پر رکھ دے

یعنی اگر تو عود مرض نہیں چاہتا تو اے لبیب زمین پر اس طبیب کے سامنے سر ٹیک یعنی عود مرض کو جو سخت مہلک ہے اگر تم نہیں چاہتے تو مخالفت ترک کرو اور اطاعت اختیار کرو ان شاء اللہ پھر ایسا نہ ہوگا۔

گفت افزوں را تو بفروش و بخر	بذل جان و بذل جاہ و بذل زر
زیادہ گفتگو کو بیچ ڈال اور خرید لے	جان کی قربانی اور رتبہ کی قربانی اور مال کی قربانی

یعنی زائد باتوں کو تو فروخت کر دو اور بذل جان اور بذل جاہ اور بذل سر کو خرید لو۔

تا ثنائے تو بگوید فضل ہو	کہ حسد آرد فلک بر جاہ تو
تا کہ اللہ (تعالیٰ) کا فضل تیری ایسی تعریف کرے	کہ تیرے رتبے پر آسمان حسد کرے

یعنی تا کہ تمہاری ثنا فضل حق کہے کہ ملک تمہاری جاہ پر حسد کرے یعنی تم اگر اس گفتگو زائد کو فروخت کر کے بذل جاہ وغیرہ حاصل کرو گے تو فضل حق نازل ہوگا اور اس وقت تمہارا وہ مرتبہ ہوگا کہ ملک بھی تمہارے جاہ پر رشک کرے گا۔

چوں طبیباں را نگہدارید دل	خود بہ بینید و شوید از خود خجل
جب تم طبیبوں کے دل کی نگہداشت کرو گے	خود دیکھ لو گے اور خود شرمندہ ہو گے

یعنی جبکہ تم طبیبوں کی دل کی حفاظت کرو گے تو خود دیکھ لو گے اور اپنے سے شرمندہ ہو گے یعنی اگر تم مخالفت نہ کرو گے اور ان کے دل کو صدمہ نہ پہنچاؤ گے تو پھر اس کی برکت سے حق تم پر خود واضح ہو جاوے گا اور اس وقت اپنے اس انکار سے تم خود شرمندہ ہو گے۔

دفع ایں کوری بدست خلق نیست	لیک اکرام طبیباں از ہدیست
اس اندھے پن کو دفع کرنا مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہے	لیکن طبیبوں کی عزت کرنا اسباب ہدایت میں سے ہے

یعنی اس کوری کا دفع کرنا مخلوق کے قبضہ میں نہیں ہے لیکن طبیبوں کا اکرام ہدایت سے ہے مطلب یہ کہ حضرات انبیاء کے قبضہ میں تو ہدایت کر دینا نہیں ہے جیسا کہ انک لا تھدی من احببت سے صاف معلوم ہوتا ہے مگر ان حضرات کی تعظیم اور ان کی عدم مخالفت ضرور اس کے لئے شرط ہے اور ہدایت میں اس کو ضرور دخل ہے لہٰذا یہ کرو کہ۔

ایں طبیباں را بجاں بندہ شوید	تا بمشک و عنبر آگندہ شوید
ان طبیبوں کے دل سے غلام ہو	تا کہ مشک اور عنبر سے پر ہو جاؤ

یعنی ان طبیبوں کی جان و دل سے مطیع ہو جاؤ تا کہ مشک و عنبر سے پر ہو جاؤ (بس اصل عدم مخالفت و عناد ہے ان شاء اللہ اگر یہ نہ ہوگا تو فضل حق ضرور پاوے گا)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ان لوگوں نے انبیاءؑ کا وعظ سن کر کہا کہ اے طب دانی کا دعویٰ کرنے والی جماعت تمہاری طب نافع کے جاننے کا ثبوت کیا ہے جبکہ تم بھی ہماری طرح پابند خواب وخور ہو تو تم بھی ہماری ہی طرح ہو جیسے ہم شہر میں کھاتے پیتے ہیں تم بھی کھاتے پیتے ہو اور جبکہ تم آب وگل کے جال میں پھنسے ہوئے ہو تو تم سیمرغ دل کے شکاری کب ہو سکتے اور قلوب میں تصرف کیسے کر سکتے ہو۔انبیاء نے جواب دیا کہ یہ سوال بھی اسی مرض کا نتیجہ ہے اور یہ تمہارا اندھا پن حقیقت بینی سے مانع ہے تم نے ہمارے طبیب روحانی ہونے کو سن تو لیا لیکن اس موتی (یعنی ہمارے طبیب روحانی ہونے) کو ہمارے ہاتھ میں نہیں دیکھتے ہو ہم اس کو لوگوں کی آنکھوں پر پھرا رہے ہیں یعنی وہ ان کے پیش نظر ہے لیکن مخلوق ہے کہ اس کا ثبوت اور امتحان چاہتی ہے پس جو شخص شہادت مانگتا ہے ہم اس سے کہتے ہیں کہ تیرا سوال خود شاہد ہے کہ تو موتی کو دیکھ نہیں سکتا اور اندھے پن میں محبوس ہے پس یہ شہادت خود اعتراف ہے ہمارے صدق کا کیونکہ اس کے یہی معنے ہیں کہ ایک شے واضح ہے مگر ہم کو دکھلائی نہیں دیتی۔مثلاً آفتاب کہتا ہے کہ اٹھو دن ہو گیا۔دیکھو میری مزاحمت مت کرو پس اگر اس وقت تم یہ کہو کہ سورج گواہ لا جو شہادت دیں کہ تو سچا ہے تو وہ اس کا یہی جواب دیگا کہ اندھے تو اپنے اندھے پن کا اقرار کر کے خود میری صدق کی گواہی دے رہا ہے پس تو خدا سے دعا کر کہ وہ تجھے آنکھ دے اور تو میرے صدق کا مشاہدہ بھی کرے۔واقعی بات یہ ہے کہ جو شخص روز روشن میں چراغ ڈھونڈتا ہے تو یہ اس کا احمقانہ ڈھونڈنا بھی اس کے اندھے پن کی دلیل اور روز روشن کی شہادت ہے اب اگر تم دیکھ نہیں سکتے اور محجوب ہو اور تم کو ظہور صبح حق میں تردد ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ تم انکار کر کے اپنے اندھے پن کو ظاہر نہ کرو بلکہ خاموش ہی رہو اور دل سے اس بات پر آمادہ رہو کہ اگر کسی طرح مجھ پر حق واضح ہو جاوے تو میں قبول کر لوں اور فضل حق کے منتظر رہو کیونکہ جب دل سے قبول حق پر آمادہ ہو گے اور مخالفت ومعاندت نہ کرو گے تو شاید حق سبحانہ کا وہ فضل جو کسی سبب ظاہری پر مبنی نہیں تمہارے شامل حال ہو اور تمہارے دل کا رخ شقاوت کی طرف سے پھیر کر ہدایت کی طرف کر دے اور تم مہتدی ہو جاؤ اور اگر اتنا بھی نہ کرو گے اور مخالف ومعاندت ہی پر آمادہ رہو گے تو سمجھ لو کہ آئینہ حق نما تم سے خلاف میں پوشیدہ ہو گیا اور اب وضوح حق کی ظاہراً کچھ امید نہیں مگر حق سبحانہ کو اب بھی اختیار حاصل ہے کہ وہ دل کو پھیر دیں اور ہدایت فرما دیں۔یاد رکھو کہ دن میں یہ کہنا کہ دن کہاں ہے اپنے کو رسوا کرنا ہے۔نیز صبر اور خاموشی اور دل سے وضوح حق کے بعد قبول حق پر آمادہ رہنا حق سبحانہ کی رحمت کو اس کی طرف کھینچنے والا ہے اور معاندانہ ثبوت طلب کرنا مرض باطنی کی علامت ہے تم کو حکم انصتوا کو قبول کر کے اس پر کاربند ہونا چاہئے تاکہ حق سبحانہ کی طرف سے تم پر رحمت ہو خوب سمجھ لو اگر تم عود مرض نہیں چاہتے ہو تو تم کو اطباء کی عزت وتوقیر کرنا چاہئے اور فضول گفتگو کے بدلہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں بذل اموال اور بذل جاہ اور بذل سر خریدنا چاہئے یعنی فضول باتیں نہ کرنا چاہئیں بلکہ ان کے لئے جان مال عزت و آبرو سب کو صرف کرنے پر آمادہ رہنا چاہئے تا کہ حق سبحانہ تمہاری وہ تعریف کریں کہ اس کی رفعت پر آسمان کو بھی رشک ہو۔ دیکھو جب تم طبیبوں کی دلداری کرو گے تو اپنے امراض تم کو مشاہد ہوں گے اور تم کو اپنی حالت دیکھ کر خود ندامت ہوگی۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ ہدایت انبیاء کے قبضہ میں تھوڑا ہی ہے جو تعظیم و تکریم کے صلہ میں وہ ان کو بخش دیں گے۔ کیونکہ گو یہ مسلم ہے کہ ہدایت مخلوق کے قبضہ میں نہیں مگر طبیبوں کا اکرام خود خدا کی ہدایت ہے جو مقدمہ ہے ہدایت الی قبول الحق' کا پس تم ان کے دل و جان سے غلام ہو جاؤ تا کہ مشک وعنبر سے پر ہو جاؤ۔

شرح شبیری

قوم کا انبیاء علیہم السلام متہم قرار دینا

قوم گفتند ایں ہمہ زرقست و مکر	کہ خدا نائب کند از زید و بکر
قوم نے کہا' یہ سب فریب اور مکر ہے	خدا زید' اور بکر کو کب قائم مقام بناتا ہے؟

یعنی قوم نے کہا کہ یہ سب فریب ہے اور مکر ہے کہ خدا زید و بکر میں سے (کسی کو اپنا) نائب بنا دے۔

مطلب یہ کہ وہ نبوت ہی کا انکار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ بشر رسول حق ہو ہی نہیں سکتا اس لئے کہ۔

ہر رسول شاہ باید جنس او	آب و گل کو خالق افلاک کو
بادشاہ کا قاصد' اس کا ہم جنس ہونا چاہیے	پانی اور مٹی کہاں اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا کہاں؟

یعنی ہر رسول شاہ اس کی جنس سے ہونا چاہئے اور آب و گل کہاں اور خالق افلاک کہاں مطلب یہ کہ رسول مرسل کی جنس سے ہونا چاہئے تو خدا کا رسول خدا ہی ہو اور یہ ہوگا نہیں تو بس رسول بھی نہ ہوگا اور کہتے تھے کہ۔

مغز خر خوردیم تا ما چوں شما	پشہ را داریم ہمراز ہما
ہم نے گدھے کا بھیجا کھایا ہے' کہ ہم تم جیسے	مچھروں کو ھما کا ہمراز سمجھیں

یعنی کیا ہم نے مغز خر کھا لیا ہے تا کہ ہم تمہاری طرح پشہ کو ہمراز ہما کا رکہیں یعنی ہم کوئی بیوقوف تو نہیں ہیں جو بشر کو رسول حق مان لیں اس لئے کہ۔

کو ہما کو پشہ کو گل کو خدا	ز آفتاب چرخ چہ بود ذرہ را
کہاں ھما کہاں مچھر کہاں مٹی کہاں اللہ	ذرہ کو آسمان کے سورج سے کیا واسطہ

یعنی کہاں تو ہما اور کہاں پشہ اور کہاں مٹی اور کہاں خدا اور آفتاب چرخ کو ذرہ سے کیا نسبت ہوگی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چہ نسبت ایں چہ پیوندے بود	تا کہ در عقل و دماغے در رود
یہ کیا نسبت ہے یہ کیا تعلق ہے؟	جو عقل اور دماغ میں آ سکے

یعنی یہ کیا نسبت اور کیا تعلق ہوگا کہ کسی عقل و دماغ میں جاویگا۔

تا کجا ایں گفت بیہودہ کجا	ایں چہ زرقست و چہ شید ست و دغا
یہ بیہودہ گفتگو کب تک ؟	یہ کیا مکر ہے یہ کیا فریب اور دغا ہے؟

یعنی ہم (یعنی انسان) کہاں اور یہ بیہودہ بات کہاں یہ کیا فریب اور کیا مکر اور کیا دغا ہے۔

خود کجا کو آسمان کو ریسماں	می نگیرد مغز ما ایں داستاں
یہ خود کہاں ہے کہاں آسمان کہاں کچا دھاگا؟	اس افسانے کو ہماری عقل قبول نہیں کرتی

یعنی خود کہاں (نسبت) ہے کہاں آسماں اور کہاں ریسماں ہماری تو عقل اس بات کو قبول نہیں کرتی (کہ خدا کا رسول اور قاصد بشر ہو)

غالباً ما عقل داریم ایں قدر	گند نارا می شناسیم از گزر
غالباً ہم اتنی تو عقل رکھتے ہیں	کہ گندنے کو گاجر سے پہچان لیں

یعنی غالباً ہم اس قدر تو عقل رکھتے ہیں کہ پیاز کو گاجر سے ممتاز کر لیں (تو ایسا تو نہیں ہے کہ بشر کو قاصد حق مان لیں آخر خدا اور بشر میں امتیاز کرنے کے لائق تو ہماری عقل ہے ہی) آگے خرگوشوں کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کفار نے کہا کہ بشر کو رسول حق کہنا تو ایسا ہے جیسے کہ اس خرگوش نے (جس کا قصہ کلیلہ ودمنہ میں ہے) ہاتھی سے کہا تھا کہ میں قاصد ماہ ہوں تو جس طرح کہ وہ غلط کہتا تھا اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے۔

حکایت خرگوشوں کی کہ ایک خرگوش کو ہاتھی کے پاس رسول بنا کر بھیجا تھا کہ جا کر کہہ کہ میں چاند کا قاصد ہوں چاند نے کہا ہے کہ اس چشمہ سے پانی مت پیا کر اور یہ قصہ کتاب کلیلہ ودمنہ میں ہے

ایں بداں ماند کہ خرگوشے بگفت	من رسول ماہم و با ماہ جفت
یہ تو ایسا ہی ہے کہ ایک خرگوش نے کہا	میں چاند کا قاصد ہوں اور چاند کا ساتھی

یعنی یہ (دعویٰ نبوت) اس سے مشابہ ہے کہ ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا رسول ہوں اور اس کا قرین ہوں۔ مطلب یہ کہ جیسا وہ غلط تھا ایسا ہی یہ بھی نعوذ باللہ غلط ہے اور اس خرگوش نے ایسا اس لئے کیا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کز رمہ پیلاں ازاں چشمہ زلال	جملہ نخچیراں بدند اندر وبال
کیونکہ ہاتھیوں کے جھنڈ سے اس صاف چشمہ پر	تمام جنگلی جانور مصیبت میں تھے

یعنی کیونکہ جماعت پیلوں کی وجہ سے اس چشمہ شیریں سے تمام نخچیر وبال میں تھے یعنی ان کو اس سے پینا نصیب نہ ہوتا تھا۔

جملہ محروم و ز خوف از چشمہ دور	حیلۂ کردند چوں کم بود زور
سب محروم تھے اور ڈر کی وجہ سے چشمے سے دور تھے	چونکہ طاقت کم تھی انہوں نے تدبیر کی

یعنی سب محروم تھے اور خوف کی وجہ سے چشمہ سے دور تھے تو انہوں نے جبکہ قوت کم تھی ایک حیلہ کیا (اور وہ حیلہ یہ کیا کہ)

از سر کہ بانگ زد خرگوش زال	سوئے پیلاں در شب غرہ ہلال
ایک بوڑھے خرگوش نے، پہاڑ پر سے آواز دی	ہاتھیوں کو چاند رات میں

یعنی ایک بوڑھے خرگوش نے سرکوہ سے ہاتھیوں کی طرف غرہ ہلال کی شب میں آواز دی یعنی اول شب ماہ میں آکر اس نے سرکوہ سے یہ آواز دی کہ۔

شاہ پیلاں من رسولم پیش بایست	بر رسولاں بند و زجر و خشم نیست
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! سامنے کھڑا ہو جا میں قاصد ہوں	قاصدوں پر پابندی اور دھمکی اور غصہ (مناسب) نہیں ہے

یعنی اے شاہ پیلاں میں رسول ہوں اور زیادہ (کچھ) نہیں ہوں اور قاصدوں پر بند اور زجر اور طیش نہیں ہے مطلب یہ کہ میں ایلچی ہوں اور ایلچی را چہ زوال۔

ماہ می گوید کہ اے پیلاں روید	چشمۂ آن ماست زیں یکسو شوید
چاند کہہ رہا ہے کہ اے ہاتھیو! بھاگ جاؤ	چشمہ ہماری ملکیت ہے اس سے ہٹ جاؤ

یعنی چاند کہتا ہے کہ اے ہاتھیو چلے جاؤ چشمہ ہماری ملک ہے اس سے ایک طرف ہو جاؤ۔ (اور کہتا ہے کہ)۔

ورنہ من تاں کور گردانم ستم	گفتم از گردن بروں انداختم
ورنہ میں تمہیں اندھا کر دوں گا ظلم	میں نے بتا دیا اپنا فرض ادا کر دیا

یعنی ورنہ میں تم کو ستم سے اندھا کر دوں گا تو میں نے کہہ دیا اور گردن سے باہر ڈال دیا ہے مطلب یہ کہ خرگوش نے کہا کہ چاند نے یہ پیغام دیا ہے کہ اس چشمہ سے ہٹ جاؤ ورنہ میں تم کو اندھا کر دوں گا تو اب میں تو تم سے کہہ چکا ہوں تم جانو۔

ترک ایں چشمہ بگوئید و روید	تاز زخم تیغ من ایمن شوید
یہ چشمہ چھوڑ دو اور چلے جاؤ	تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ ہو جاؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس چشمہ کو چھوڑ دو اور چلے جاؤ تا کہ میری تیغ کی زخم سے بیخوف رہو۔

نک نشاں آنست کاندر چشمہ ماہ	مضطرب گردد زپیل آب خواہ
دیکھو علامت یہ ہے کہ چاند پانی میں	پانی پینے والے ہاتھی سے پریشان ہوتا ہے

یعنی (اس چاند کی ناراضگی کی) نشانی یہ ہے کہ چشمہ کے اندر چاند آبخواہ ہاتھی سے مضطرب ہوتا ہے یعنی جب کوئی ہاتھی پانی پینا چاہتا ہے تو چاند غصہ کی وجہ سے چشمہ کے اندر کانپا کرتا ہے بس یہ اس کی علامت ہے کہ وہ ہاتھیوں کے پانی پینے سے ناراض ہے اور یہ کہا کہ۔

کہ بیا رابع عشرائے شاہ پیل	تا درون چشمہ یابی زیں دلیل
اے ہاتھیوں کے بادشاہ! چودھویں کو آ	تا کہ چشمے میں تو اس کی دلیل حاصل کرلے

یعنی اے شاہ پیل چودھویں رات کو آنا تا کہ چشمہ کے اندر تو اس سے دلیل پاوے یعنی اس خرگوش نے کہا کہ اے شاہ پیل تم چودھویں رات کو آنا اس وقت تم کو اس کی خفگی اور اس کا اضطراب معلوم ہو جاوے گا۔

آں فلاں شب حاضر آ اے شاہ پیل	تا درون چشمہ یابی آن دلیل
اے ہاتھیوں کے شاہ! فلاں رات کو آ جا	تا کہ چشمے میں تو وہ دلیل پالے

یعنی اس فلاں رات میں اے شاہ پیل آ تا کہ چشمہ کے اندر تو اس دلیل کو پالے۔

چوں دو ہفتہ از مہ نو بگذرید	شاہ پیل آمد ز چشمہ می چرید
جب نئے چاند پر دو ہفتے گزر گئے	ہاتھیوں کا بادشاہ آیا چشمے سے (پانی) پینے لگا

یعنی ماہ نو کے دو ہفتے گزر گئے تو شاہ پیل آیا کہ چشمہ سے چرتا تھا یعنی وہ بعد دو ہفتہ کے چودھویں شب تھی چشمہ سے پانی پینے آیا۔

چونکہ زد خرطوم پیل آن شب در آب	مضطرب شد آب و مہ کرد اضطراب
اس رات کو جب ہاتھی نے پانی میں سونڈ ڈالی۔	پانی ہلا اور چاند ہلنے لگا

یعنی ہاتھی نے جبکہ اس شب کو پانی میں سونڈ ماری تو پانی مضطرب ہوا اور چاند نے بھی اضطراب کیا یعنی پانی کے ہلنے سے چاند بھی ہلا۔

پیل باور کرد از وے آن خطاب	چون درون چشمہ مہ کرد اضطراب
ہاتھی نے اس کی بات کا یقین کر لیا	جب پانی میں چاند ہلا

یعنی ہاتھی نے اس خرگوش سے اس بات کو یقین کر لیا جبکہ چشمہ کے اندر ماہ نے اضطراب کیا یعنی جب چاند ان کے پانی پینے سے ہلا تو یہ سمجھے کہ بیشک یہ پانی پینے سے خفا ہوتا ہے اس لئے خفگی کے مارے کانپ رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ترس ترساں باز گشتند آں ہمہ	بعد ازاں نامد یکے زایشاں ہمہ
وہ جھنڈ خوف کھا کر واپس ہو گیا	اس کے بعد ان میں سے کوئی نہ آیا

یعنی ڈرتے ڈرتے وہ گروہ واپس ہوگئے اور اس کے بعد ان سب میں سے ایک بھی نہ آیا اور سب ڈر گئے اور وہ نخچیر آرام سے ہو گئے۔ آگے اہل سبا کا مقولہ ہے کہتے ہیں کہ۔

مانہ زاں پیلاں گولیم اے گروہ	کاضطراب ماہ آرد مال شکوہ
اے گروہ! ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں	کہ چاند کا ہلنا ہم پر دبدبہ قائم کرے

یعنی اے گروہ (انبیاءؑ) ہم ان بیوقوف ہاتھیوں میں سے نہیں ہیں کہ چاند کا مضطرب ہونا ہمارے لئے خوف لاوے یعنی ایسے ڈرنے والے نہیں ہیں تو تم جو قاصد حق بن کر ہمیں ڈراتے ہو ہم اس سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ جب انہوں نے یہ کہا تو حضرات انبیاءؑ جواب فرماتے ہیں کہ۔

شرح مبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انبیاء کا جواب سن کر لوگوں نے کہا کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے کہ خدا زید وعمرو وبکر کو اپنا نائب کریگا یہ تمہارا مکر وفریب ہے قاعدہ ہے کہ بادشاہ کا قاصد اس کے جنس سے ہوتا ہے پھر کجا آب وگل سے بنا ہوا آدمی اور کہاں خالق افلاک۔ ہم نے کچھ گدھے کا بھیجا نہیں کھایا ہے اور ہم احمق نہیں کہ مچھر کو ہما کا ہمسر قرار دیں۔ بھلا کجا مچھر کجا ہما کجا مٹی کجا خدا اور آفتاب فلک سے ذرہ کو کیا نسبت یہ کونسی مناسبت اور کونسا جوڑ ہے جس کو عقل باور کر سکے اور جو دماغ میں آسکے بھلا کجا ہم کجا یہ بیہودہ گفتگو بھلا ہم ماننے والے ہیں پھر یہ فریب یہ مکر یہ دغا کیسی بھلا کہیں ایسا ہوسکتا ہے کہ توبہ توبہ کہاں آسمان کہاں ریسماں ہمارا دماغ تو اس افسانہ کو قبول نہیں کرتا۔ اور غالباً ہم اتنی تمیز بھی رکھتے ہیں کہ گندنا اور گزر میں یعنی حق اور باطل میں تمیز کر سکیں۔ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک خرگوش نے کہا تھا کہ میں چاند کا قاصد اور اس کا قرین ہوں اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ایک شفاف چشمہ پر تمام شکار ہاتھیوں کے ہاتھ سے پریشان اور اس سے منتفع ہونے سے محروم اور خوف کے باعث اس چشمہ سے دور تھے اور قوت تھی نہیں اس لئے ان کو تدبیر کی سوجھی اور انہوں نے یہ چال کی کہ چاندرات کے پہاڑ پر سے ایک بوڑھے خرگوش نے ہاتھیوں کو آواز دی اور کہا کہ اے ہاتھیوں کے بادشاہ میں محض قاصد ہوں اور قاعدہ ہے کہ قاصدوں کو نہ قید کیا جاتا ہے اور نہ ان پر غیظ وغضب کیا جاتا ہے۔ پس میں جو کچھ کہنے والا ہوں امید ہے کہ میں اس میں معذور سمجھا جاؤں گا۔ چاند کہتا ہے کہ اے ہاتھیو تم چلے جاؤ اور ہمارے چشمہ سے الگ ہو جاؤ ورنہ میں تم کو بہت بری طرح اندھا کردوں گا۔ دیکھو میں تم کو اطلاع کر چکا ہوں اور اپنی گردن سے اس بار کو الگ کر چکا ہوں۔ پس تم اس چشمہ کو چھوڑ دو اور جہاں جی چاہے چلے جاؤ۔ تاکہ میری تلوار کے زخم سے محفوظ رہو یہ تو پیغام تھا اب اگر اس کی تصدیق چاہتے ہو کہ واقعی یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پیغام چاندہی کا ہے تو اس کی علامت یہ ہے کہ جو ہاتھی پانی پینے جاوے گا چاند اس کی اس حرکت سے چشمہ کے اندر پیچ وتاب کھا دے گا پس میں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ چودھویں تاریخ کو آئیں تا کہ چشمہ کے اندر اس علامت کو مشاہدہ کریں آپ اس رات کو ضرور آئے تا کہ چشمہ کے اندر آپ کو یہ علامت معلوم ہو جائے جبکہ پندرہ راتیں چاند کی گزر گئیں یعنی گزرنے کو ہوئیں تو ہاتھیوں کا بادشاہ آیا اور چشمہ سے پانی پینے لگا جوں ہی اس نے اس رات کو پانی میں سونڈ ڈالی فوراً ہی پانی میں اضطراب پیدا ہوا اور چاند بھی مضطرب ہونے لگا جبکہ ہاتھی نے چشمہ کے اندر چاند کا اضطراب دیکھا تو اس کو خرگوش کی بات کا یقین ہو گیا اور سارا گلہ خوف زدہ ہو گیا اور اس کے بعد اس میں سے ایک بھی چشمہ کی طرف نہ پھٹکا تو صاحبو ہم احمق ہاتھی نہیں ہیں کہ ہم کو چاند کا خیالی اضطراب مرعوب کر سکے۔

شرح شبّیری

انبیاء علیہم السلام کا ان کے طعن کا جواب دینا اور ان کی مثال بیان فرمانا

انبیاءؑ گفتند آوہ پند ماں	سخت تر کرد اے سفیہاں بندتاں
انبیاء نے فرمایا' افسوس ہماری نصیحت نے	اے بیوقوفو! تمہاری بیڑی کو اور سخت کر دیا

یعنی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ افسوس ہماری نصیحت نے اے بیوقوفو تمہاری بند کو زیادہ کر دیا۔

اے دریغا کہ دوائے رنج تاں	گشت زہر جان قہر آہنج تاں
ہائے افسوس تمہارے مرض کی وجہ سے دوا	جان کا زہر' تمہارا قاتل قہر بن گیا

یعنی افسوس کہ تمہارے مرض کی دوا تمہاری قہر کش جان کے لئے زہر ہو گیا۔ یعنی ان کی جو جان قہر کی جاذب اور قہر حق کو کھینچنے والی تھی اس کے لئے یہ نصائح انبیاءؑ زہر ہو گئی اور ان کا کفر اور بھی زیادہ ہو گیا۔

ظلمت افزود ایں چراغ آن چشم را	چوں خدا بگماشت پردہ خشم را
یہ چراغ آنکھ کے اندھیرے کو اور بڑھا دیتا ہے	جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے غضب کا پردہ ڈال دیا ہے

یعنی اس چراغ (نبوت) نے اس آنکھ کو ظلمت ہی بڑھائی جبکہ خدا نے دل پر خشم کو مقرر فرما دیا تھا۔ یعنی چونکہ ان کے دل پر خشم حق تھا لہٰذا ان کو چراغ ہدایت اور آفتاب نبوت نے اور ظلمت ہی کو زیادہ لیا ان کو ہدایت نہ ہو سکی اور انبیاءؑ نے فرمایا کہ۔

چہ ریئسی جست خواہیم از شما	کہ ریاست ماں فزونست از سما
ہم تم سے کیا سرداری چاہیں گے	ہماری سرداری تو آسمان سے بڑھی ہوئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم تم سے کیا ریاست کو ڈھونڈیں گے کہ ہماری ریاست تو آسمان سے زیادہ ہے۔ مطلب یہ کہ ہم تم سے جاہ و مال کیا طلب کرتے ہماری سلطنت تو زمین و آسمان سب پر ہے۔ تو پھر ہم کو تمہارا مال و دولت لے کر کیا نفع ہوگا آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ۔

چہ شرف یابد ز کشتی بحر در	خاصہ کشتی ز سرگیں گشتہ پر
موتیوں کا سمندر کشتی سے کیا شرافت حاصل کریگا؟	خصوصاً اس کشتی سے جو گوبر سے بھری ہوئی ہے

یعنی موتیوں کا دریا کشتی سے کیا شرف پاوے گا۔ خاص کر اس کشتی سے جو سرگیں سے پر ہو۔ مطلب یہ کہ جس دریا میں موتی بھرے ہوں اگر اس میں ایک کشتی بھی آ جاوے تو اس کشتی سے اس دریا کو کیا شرف ہو سکتا ہے اور خاص کر جبکہ وہ کشتی گوبر سے بھری ہو تو بجائے شرف کے اور گندگی ہی زیادہ ہوگی تو اسی طرح انبیاء نے فرمایا کہ تمہاری مال و دولت سے ہم کو شرف تو کیا ہوتا اور گندگی ہی بڑھے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے دریغ آن دیدۂ کور و کبود	آفتابے اندر و ذرہ نمود
اس اندھی اور تاریک آنکھ پر افسوس ہے	جس میں سورج ایک ذرہ نظر آئے

یعنی افسوس ہے اس کور و کبود آنکھ پر کہ جو آفتاب اس کے اندر ذرہ دکھائی دیا تو اسی طرح جو آفتاب کو نہ دیکھے وہ بھی یقیناً اندھا ہے۔

کا آدمے کو بود بے مثل و فرید	دیدۂ ابلیس جز طینے ندید
جیسا کہ آدمؑ جو کہ بے مثل اور یکتا تھے	شیطان کی آنکھ نے مٹی کے علاوہ کچھ نہ دیکھا

یعنی ان آدم سے جو کہ بے مثل و نظیر تھے۔ دیدۂ ابلیس نے سوائے مٹی کے (کچھ) نہ دیکھا۔

چشم دیوانہ بہارش دے نمود	زانطرف جنبید کورا خانہ بود
شیطانی آنکھ نے (موسم) بہار کو خزاں دکھایا	اسی طرف گئی جو اس کا مقام تھا

یعنی چشم ابلیسانہ نے اس کو بہار دے دکھلائی اور اس طرف سے جنبش کی جس طرف کہ اس کا گھر تھا یعنی چونکہ اس کا گھر اور مرجع ضلال تھا لہٰذا اس کو غلط ہی دکھائی دیا۔

اے بسا دولت کہ آید گاہ گاہ	پیش بے دولت بگردد از راہ
بہت سی دولتیں ہیں جو کبھی کبھی حاصل ہوتی ہیں	بدبخت کے لئے وہ راستہ سے لوٹ جاتی ہیں

یعنی بہت سی وہ دولتیں جو کبھی کبھی بے دولت کے سامنے آتی ہیں تو وہ راہ سے پھر جاتا ہے مطلب یہ کہ جس کو مفت گھر بیٹھے دولت ہاتھ آ جاوے اس کو اس دولت کی قدر نہیں ہوا کرتی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے بسا معشوق کاید ناشناخت	پیش بدبختے نداند عشق باخت
بہت سے معشوق ہیں جو بغیر جان پہچان کے آجاتے ہیں	ایک بدبخت کے سامنے جو عشق بازی نہیں جانتا ہے

یعنی بہت سے وہ معشوق کہ وہ ناشناسا ہو کر کسی بدبخت کے سامنے آویں تو وہ عشق کرنا نہ جانے گا مطلب یہ کہ اگر کوئی معشوق کسی کے پاس خود چلا جاوے تو جو عاقل ہے وہ تو اس کی اور قدر کریگا اور اس کو نعمت غیر مترقبہ سمجھے گا مگر جو بیوقوف ہے وہ اس کی بے قدری کرے گا اور اس کو پہچانے گا بھی نہیں تو اسی طرح ان لوگوں کے پاس دولت نبوت مفت ہی آگئی ہے لہذا یہ کمبخت قدر نہیں کرتے آگے فرماتے ہیں کہ۔

احمقاں را ایں چنیں حرماں چراست	می نسازد گمرہا نرا راہ راست
بیوقوفوں کی ایسی محرومی کیوں ہے؟	گمراہوں کو سیدھا راستہ موافق نہیں آتا ہے

یعنی احمقوں کو ایسا حرمان کیوں ہیں (اس سوال کے بعد جواب خود فرماتے ہیں) گمراہوں کو راہ راست موافق نہیں آتی (لہذا محروم رہتے ہیں)

ایں غلط دہ دیدہ را حرماں ماست	وین مقلب قلب را سوء القضاست
آنکھ کو غلط دکھانے والی ہماری محرومی ہے	اور (یہ ہمارے) دل کو پھیرنے والی بری تقدیر ہے

یعنی آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والا ہمارا حرمان ہے اور یہ مقلب قلب کو سوء القضا ہے مطلب یہ کہ ہماری محرومی باعث ہے غلطی دیدہ کی اور ہمارے قلب کو سوء القضاء تقلیب کر رہی ہے لہذا ہم غلطی میں پڑے ہوئے ہیں آگے انبیاءؑ کا مقولہ ہے فرماتے ہیں کہ۔

چوں بت سنگین شمارا قبلہ شد	لعنت و کوری شمارا ظلہ شد
جب پتھر کا بت تمہارا قبلہ بن گیا	لعنت اور اندھا پن تمہارا سائبان بن گیا

یعنی جبکہ بت سنگین تمہارے لئے قبلہ ہو گئے اور لعنت وکوری تمہارے لئے سایہ ہو گئیں۔

چوں بشاید سنگ تاں انباز حق	چوں نشاید عقل و جان ہمراز حق
تمہارے پتھر کا اللہ (تعالیٰ) کا شریک ہونا کیسے مناسب ہوا؟	عقل اور روح کو اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز بنانا کیوں نامناسب ہوا؟

یعنی جبکہ تمہارے پتھر خدا کے شریک ہو سکتے ہیں تو عقل و روح ہمراز حق کیوں نہیں ہو سکتے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ بھلا بشر کس طرح رسول حق ہو سکتا ہے رسول تو مرسل کی جنس سے ہونا چاہئے حضرات انبیاء علیہم السلام اس کا جواب دیتے ہیں کہ دیکھو تم پتھر کے بتوں کو خدا کا شریک مانتے ہو تو کم بختو بھلا وہ مردہ بے جان بے عقل پتھر تو شریک حق ہو سکے اور جو کہ زندہ ہے اور عقل و جان رکھتا ہے وہ رسول بھی نہ ہو سکے غضب کی بات ہے۔

جلد 5-11-12
www.besturdubooks.wordpress.com

پشۂ مردہ ہمارا شد شریک	چوں نشاید زندہ ہمراز ملیک
مرا ہوا مچھر ہما کا شریک بن گیا	زندہ کا اللہ (تعالیٰ) کا ہمراز ہونا کیوں مناسب نہیں؟

یعنی مردہ مچھر تو ہما کا شریک ہو جاوے تو زندہ ہمراز شاہ کیوں نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ کہ ذرا سوچو تو کہ مردوں کو تو تم شریک حق بتا رہے ہو اور انسان زندہ اگر کہے کہ وہ قاصد ہے تو اس کو نہیں مانتے بظاہر (اور فی الحقیقۃ) تو انسان کا قاصد حق ہونا ان کے شریک ہونے سے اقرب ہے مگر یہ فرق ہو سکتا ہے کہ۔

آن بت مردہ تراشیدہ شما است	پشہ زندہ تراشیدہ خدا ست
وہ مردہ بتؔ تمہارا گھڑا ہوا ہے	زندہ مچھر خدا کا بنایا ہوا ہے

یعنی وہ بت مردہ تو تمہارا بنایا ہوا ہے اور وہ پشہ زندہ بنایا ہوا خدا کا ہے تو اپنی بنائی ہوئی چیز کو تو اس قدر بڑھایا کہ اسے بھی خدا بنا دیا اور خدا کی بنائی ہوئی شے ایسی کہ وہ قاصد حق بھی نہ ہو سکے ان کی تو یہ حالت ہے کہ۔

عاشق خویشند وصنعت کرد خویش	دم ماراں را سر مار است کیس
وہ اپنے اور اپنی دستکاری کے عاشق ہیں	سانپوں کی دم کا مذہب سانپ کا سر ہے

یعنی یہ لوگ اپنے اور اپنے کی ہوئی صنعت کے عاشق ہیں اور سانپوں کی دم کے لئے سانپ کا سر ہی مذہب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب سانپ بیٹھتا ہے تو دم کو چکر دیکر منہ سے ملا لیتا ہے۔ تو جس طرح کہ دم کے لئے سر مار مذہب ہوتا ہے کہ وہ اسی طرف رجوع ہوتی ہے اسی طرح یہ لوگ اپنی مصنوعات کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور انہیں پر مغرور اور خوش رہتے ہیں حالانکہ۔

نے دراں دم دولتے و نعمتے	نے دراں سر راحتے و لذتے
نہ اس دم میں کوئی دولت اور نعمت ہے	نہ اس سر میں کوئی راحت اور لذت ہے

یعنی نہ تو اس دم میں کوئی دولت یا نعمت ہے اور نہ اس سر میں کوئی راحت یا لذت ہے۔

گرد سر گرداں بود آں دم مار	لائق اند و درخورند آں ہر دو یار
وہ سانپ کی دم سر کے چاروں طرف گھومتی رہتی ہے	وہ دونوں دوست لائق اور مناسب ہیں

یعنی وہ سانپ کی دم سر کے گرد گرداں رہتی ہے تو وہ دونوں یار لائق اور مناسب ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس دم یا سر مار میں کوئی دولت یا نعمت یا راحت نہیں ہوتی اسی طرح نہ خود ان میں اور نہ ان کی مصنوعات میں کوئی راحت وغیرہ ہے تو یہ جو آپس میں ایک دوسرے کے عاشق ہیں یہ اس وجہ سے کہ دونوں آپس میں مناسب ہیں کہ دونوں مضر اور بیکار ہیں لہذا کند ہمجنس باہمجنس پرواز تو چونکہ ان کی مناسب ضلالت اور گمراہی ہی ہے تو ان کو وہی نصیب ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچناں گوید حکیم غزنوی	در الٰہی نامہ گر خوش بشنوی
غزنوی دانا ایسا ہی فرماتے ہیں	"الٰہی نامہ" میں اگر تو اچھی طرح سنے

یعنی اگر تم خوب سنو تو (ہم تم کو بتادیں کہ) حکیم غزنوی الٰہی نامہ میں اس طرح کہتے ہیں کہ۔

کم فضول کن تو در حکم قدر	در خور آمد شخص خر با گوش خر
تقدیر کے فیصلے میں تو بکواس نہ کر	گدھے کا جسم گدھے کے کان کے لائق ہے

یعنی تم حکم قدر میں فضولی مت کرو (اس لئے کہ) جسم خر گوش خر کے ساتھ مناسب آیا ہے مطلب اس کا اور اگلے کئی اشعار کا یہ ہے کہ حکم قدر میں تم اعتراض مت کرو حق تعالیٰ نے ہر شے کو اپنی مناسب کے ساتھ بنایا ہے تو اسی طرح ان کے مناسب گمراہی تھی ان کو گمراہ کر دیا ہے۔

شد مناسب عضوہا وا بدانہا	شد مناسب وصفہا با جانہا
اعضاء اور بدن مناسبت سے بنے ہیں	اوصاف جانوں کے مناسب ہیں

یعنی اعضاء ابدان کے مناسب ہیں اور اوصاف جانوں کے مناسب ہیں۔

وصف ہر جانے مناسب باشدش	بیگمان جائے کہ حق بتراشدش
ہر روح کی صفت اس کے مناسب ہوتی ہے	یقینا اللہ (تعالیٰ) اس کو روح کے مناسب پیدا کرتا ہے

یعنی وصف ہر جان کا اس کے مناسب ہوتا ہے اور اس جگہ تو یقیناً جس کو کہ حق نے بنایا ہو۔

چوں صفت با جاں قریں کردست او	پس مناسب دانش ہمچوں چشم و رو
جبکہ اس نے صفت کو روح کا ساتھی بنایا ہے	تو اس کو چہرے اور آنکھ کی طرح مناسب سمجھ

یعنی جب کسی صفت کو حق تعالیٰ نے کسی جان کے ساتھ قرین کیا ہے تو اس کو چشم و رو کی طرح مناسب ہی سمجھو۔ یعنی جس طرح کہ چشم و رو مناسب ہیں اسی طرح اور جس قدر اوصاف وغیرہ حق تعالیٰ نے کسی میں پیدا کیے ہیں وہ سب بھی مناسب ہی ہیں۔

شد مناسب وصفہا در خوب و زشت	شد مناسب حرفہا کہ حق نوشت
اچھائی اور برائی میں مناسب صفتیں پیدا ہوئی ہیں	جو حروف اللہ (تعالیٰ) نے لکھے وہ مناسب ہیں

یعنی اچھے برے کے تمام اوصاف مناسب ہیں اور وہ حروف کہ حق نے لکھے ہیں سب مناسب ہیں یعنی جو جس کی تقدیر میں لکھا ہے وہ اس کے مناسب ہے۔

دیدہ و دل ہست بین الاصبعین	چوں قلم در دست کاتب اے حسین
آنکھ اور دل دو انگلیوں کے درمیان ہیں	اے حسین! جیسا کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دیدۂ دل (حق تعالیٰ کی) دو انگلیوں کے درمیان میں (اس طرح) ہیں جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے۔اے حسین۔یعنی جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے کہ وہ جس طرح چاہے اس کو پھیرے اسی طرح حق تعالیٰ کے قبضہ میں قلب ہے جس طرح وہ چاہیں اس کو پھیر سکتے ہیں خواہ اس کو بینا کر دیں یا کور کر دیں جو چاہیں کریں۔

اصبع لطف است و قہر اندر میاں	کلک دل با قبض و بسطے زیں بناں
مہر اور قہر کی انگلی ہے درمیان میں	ان سرانگشت سے دل کا قلم تنگی اور کشادگی میں ہے

یعنی لطف و قہر کی انگلی درمیان میں ہے تو اس انگلی کی وجہ سے کلک دل قبض و بسط میں ہے۔یعنی جب لطف ہے تو دل میں بھی بسط ہے اور اگر قہر ہے تو دل میں بھی انقباض ہے تو جب قلب قلم کی طرح ہے تو اس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

اے قلم بنگر گر اجلالیستی	کہ میان اصبعین کیستی
اے قلم! اگر تو خدائی ہے تو خیال رکھ	کہ تو کس کی دو انگلیوں کے درمیان میں ہے؟

یعنی اے قلم دیکھ لے اگر تو اجلالی ہے کہ کس کی انگلیوں میں ہے۔

جملہ قصد و جنبشت زیں اصبع است	فرق تو بر چار راہ مجمع است
تیرا سب ارادہ اور حرکت اس انگلی سے ہے	تیرا فرق مجمع کے چوراہے پر (ظاہر ہونے والا) ہے

یعنی تیرے تمام قصد اور حرکات اس انگلی سے ہیں اور سر تیرا مجمع کے چوراہے پر ہے۔یعنی جس طرح کہ قلم کہ ہوتا تو ہے کاتب کی انگلیوں میں مگر اس کا سر چوراہے پر ہوتا ہے کہ وہ جو لکھتا ہے اس کو سب دیکھتے ہیں۔اسی طرح انسان کا قلب ہے تو خدا کے قبضہ میں مگر جو کچھ اعمال یہ کرتا ہے اس کو ایک عالم دیکھتا ہے۔

ایں حروف حالہات از نسخ اوست	عزم و فسخت ہم ز عزم و فسخ اوست
تیرے احوال کے حروف اس کی تحریر کے ہیں	تیرا ارادہ اور (اس کو) فسخ کرنا اسی کے ارادے اور فسخ کرنے سے ہے

یعنی تیرے حالات کے یہ حروف اس کے لکھنے سے ہیں اور تیرا عزم اور فسخ عزم اس کے عزم و فسخ سے ہے (غرضکہ تمام حالات اسی کے قبضہ میں ہیں جب یہ حالت ہے تو اب سمجھ لو کہ)

جز نیاز و جز تضرع راہ نیست	زیں تقلب ہر قلم آگاہ نیست
دعا اور عاجزی کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے	اس گردش سے ہر قلم باخبر نہیں ہے

یعنی بجز نیاز و تضرع کے کوئی راہ نہیں ہے اور تقلب سے ہر قلم آگاہ نہیں ہے مطلب یہ کہ بس اب تم کو چاہیے کہ درگاہ حق میں نیاز و تضرع سے کام لو اور ان ہی سے اپنی درستی حالت کو عرض کرو کہ وہی اس کو درست کر دینگے باقی بے ان کے کئے کچھ نہ ہوگا اور اس تقلب سے ہر شخص چونکہ آگاہ نہیں ہے اسی لئے گمراہ ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این قلم داند ولے بر قدر خود	قدر خود پیدا کند در نیک و بد
اس کو قلم جانتا ہے، لیکن اپنے مرتبہ کی بقدر	اچھائی اور برائی میں اپنا مرتبہ سمجھ لیتا ہے

یعنی اس کو قلم جانتا ہے لیکن اپنی قدر کے موافق اور اپنی قدر کو نیک و بد میں ظاہر کر دیتا ہے یعنی اس کو جانتا بھی ہے مگر ہر شخص اپنی قدر کے موافق ہی جانتا ہے اور جب اس کو لوگوں میں ظاہر کرتا ہے تو اپنی قدر کو سب پر ظاہر کر دیتا ہے اور سب کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کی یہ حالت ہے اور ان کا علم اس قدر ہے آگے ایک مضمون لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مثال یا مثل وہ بیان کرسکتا ہے جو اس مثال یا مثل کی اور ممثل لہ دونوں کی حقیقت سے واقف ہو اور اس کے افعال وخواص کو احاطہ کئے ہوئے ہو ورنہ مثال مطابق واقع کے نہ ہوگی بلکہ یوں ہی اٹکل پچو ہوگی اور یہ معلوم ہے کہ حق تعالیٰ کی کنہ ذات کسی کو معلوم نہیں ہے تو ان لوگوں نے جو مثل بیان کی کہ حق تعالیٰ کو ماہ کہا اور ان کے قاصدوں کو خرگوش کی طرح کہا اور پھر اس کا غلط ہونا ثابت کیا یہ مثل مطابق واقع کے نہیں ہے اس لئے کہ مثال کی اگر حقیقت سمجھ بھی لی تو طرف ثانی ممثل لہ کی حقیقت کی تو خبر نہیں ہے پھر کس طرح مثال بیان کر سکتے ہیں۔ اب اشعار سے سمجھو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انبیاءؑ نے جواب دیا کہ اے احمق لوگو افسوس کہ تم پر ہماری نصیحت کا برا اثر پڑا اور اس نے تمہاری بندش کو اور بھی سخت کر دیا کیونکہ پہلے تو صرف گمراہی تھی اور اب اس کے ساتھ عناد بھی شامل ہو گیا اور افسوس کہ ہماری دوا تمہاری بیماری کے بارہ میں تمہاری مقہور جان کے لئے زہر بن گئی اور چونکہ حرکتوں سے حق سبحانہ نے اپنے قہر کا پردہ تمہاری آنکھوں پر ڈال دیا ہے اس لئے اس چراغ ہدایت نے تمہاری آنکھوں کے لئے تاریکی ہی بڑھائی ارے احمقو تم سوچو تو سہی کہ جبکہ ہماری ریاست آسمان سے بھی زیادہ ہے تو ہم تم سے ریاست کے کیا طلبگار ہو سکتے ہیں اور غور تو کرو کہ موتیوں والا سمندر ایک کشتی سے کیا عزت حاصل کرسکتا ہے بالخصوص اس کشتی سے جو گوبر سے پر ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقولہ انبیاءؑ ہی ہو) واقعی اس آنکھ کی حالت نہایت افسوسناک ہے جس میں آفتاب ذرہ معلوم ہوا اور ایسا بہت ہوتا ہے چنانچہ آدم علیہ السلام باوجودیکہ لاجواب اور بے مثل تھے۔ مگر ابلیس کی آنکھ کو مٹی کے سوا اور کوئی بات نظر نہ آئی۔ اور اس نے کہہ دیا انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین اور اس کی ابلیسی آنکھ نے ان کی بہار کو خزاں ہی دکھلایا کیوں نہ ہو ہر کوئی اپنے گھر ہی کی طرف سے حرکت کرتا ہے۔ یعنی ہر شخص کے خیالات وافعال اس کے مناسب ہوتے ہیں اس لئے ابلیس نے بھی وہی کیا جو اس کے مناسب تھا۔ ارے بہت سی دولتیں ایسی ہوتی ہیں کہ کبھی کبھی اور اتفاق سے کسی مفلس کے سامنے آ جاتی ہیں لیکن وہ بجائے اس کے کہ اس پر قبضہ کرے اس راستہ ہی کو چھوڑ دیتا ہے اور بہت سے معشوق ایسے ہوتے ہیں کہ ایک بدنصیب عاشق کے پاس بھیس بدل کر آتے ہیں مگر وہ اپنے ارمان نہیں نکال سکتا۔ یہ لوگ نہایت ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

احمق ہوتے ہیں۔ اب سنو کہ احمق اس قدر کیوں محروم ہوتے ہیں بات یہ ہے کہ گمراہوں اور کجرفتاروں کے لیے راہ راست موافق اور مناسب ہی نہیں اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر بات تقدیر سے تعلق رکھتی ہے پس ہماری آنکھ کو غلطی میں ڈالنے والی ہماری شقاوت ازلی ہے اور ہمارے دلوں کو گمراہی کی طرف پھیر والی خوبی تقدیر ہے۔

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل　　　که خضر از آب حیوان تشنہ می آرد سکندر را

اس استطرادی مضمون کو یہاں تک پہنچا کر مولانا پھر جواب انبیاء بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ تم چونکہ تم نے بتوں کی پرستش شروع کی اس لئے یہ لعنت و بعد عن الرحمۃ اور اندھا پن تم پر چھا گیا کہ تم کسی طرح حق کو قبول نہیں کرتے اور یہ آفتاب تمہیں نظر نہیں آتا تم کہتے ہو کہ تم خدا کے رسول کیسے ہو سکتے ہو اچھا تم ہی انصاف کرو جب تمہارے بت خدا کے شریک ہو سکتے ہیں حالانکہ پتھر ہیں تو ذی روح اور ذی عقل خدا کا مقرب کیوں نہیں ہو سکتا اور جبکہ مردہ پتھر (بت) ہما (حق سبحانہ) کا شریک وسہیم ہو سکتا ہے تو زندہ پتھر (آدمی) بادشاہ (حق سبحانہ) کا مقرب کیوں نہیں ہو سکتا۔ یا شاید یہ فرق ہو کہ وہ مردہ تمہارا بنایا ہوا ہے اس لئے وہ تو شریک ہو سکتا ہے اور زندہ خدا کا بنایا ہوا ہے اس لئے وہ خدا کا مقرب بھی نہیں ہو سکتا۔ **لاحول ولا قوۃ** بات یہ ہے کہ تم لوگ خود اپنے اوپر اور اپنی مصنوعات پر عاشق ہو اس لئے تم اپنے کو انبیاء سے برتر سمجھتے ہو اور اپنی مصنوعات کو بھی اور تمہارے مناسب بھی یہی ہے کیونکہ سانپ کی دم کا دین و مذہب اس کا سر ہی ہوتا ہے کیونکہ نہ اس دم میں کوئی خوبی ہے نہ سر میں کوئی بہتری اس لئے وہ دم سر کے گرد گھومتی ہے اور یہ جوڑا نہایت ہی مناسب ہے۔ دیکھو اگر تم غور سے سنو تو میں تمہیں بتاؤں کہ حکیم غزنوی الٰہی نامہ میں یوں فرماتے ہیں کہ تم حکم الٰہی میں گفتگو اور بحث و مناظرہ نہ کیا کرو بلکہ تم جس مرتبہ کے ہو اسی مرتبہ پر رہو کیونکہ ہر چیز اپنے میل کے ساتھ اچھی ہوتی ہے چنانچہ گدھے کا جسم گدھے کے کانوں ہی کے مناسب ہے اور گدھے کے کان اس کے جسم کے لئے زیبا ہیں چونکہ تمہارا منہ نہیں کہ احکام الٰہیہ میں گفتگو کرو اس لئے خاموش رہنا چاہئے یہ حاصل تھا حکیم غزنوی کی نصیحت کا آگے مولانا اس پر اضافہ فرماتے ہیں یا یوں کہو کہ اس کی تشریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کچھ گدھے ہی کی تخصیص نہیں بلکہ تمام اعضاء و ابدان میں مناسبت ہوتی ہے اور اعضاء و ابدان کی بھی تخصیص نہیں بلکہ اوصاف ارواح اور خود ارواح میں بھی مناسبت ہوتی ہے اور جس جان میں جو صفت حق سبحانہ پیدا فرماتے ہیں وہی اس کے لئے مناسب ہوتی ہے پس جس جان میں جو وصف غیر اختیاری دیکھو سمجھ لو کہ یہی اس کے مناسب ہے۔ جیسے آنکھ اور چہرہ میں مناسبت ہوتی ہے پس اچھے لوگوں اور برے لوگوں میں جو اوصاف ہیں وہ سب ان کے مناسب ہیں کیونکہ وہ آثار صنع حق ہیں اور حق سبحانہ حکیم مطلق اور صانع کامل ہیں پس ان کی صفت کے آثار میں ہرگز بے ڈھنگا پن نہیں ہو سکتا۔ جب یہ مقدمہ ممہد ہو گیا تو اب سمجھو کہ دل اور آنکھ حق سبحانہ کی دو انگلیوں کی یوں ہی درمیان میں ہیں جس طرح کہ کاتب کے ہاتھ میں قلم ایک انگلی لطف ہے دوسری قہر اور ان دونوں کے درمیان میں قلم دل ہے وہ قلم کبھی ان انگلیوں کے اثر سے

www.besturdubooks.wordpress.com

منقبض ہوتا ہے اور کبھی منبسط جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب وہ مضمون اچھی طرح ثابت ہو گیا کہ تم اپنے کو اور اپنے بتوں کو انبیاؑ سے بڑھ کر سمجھتے ہو تمہارے مناسب ہے بھی یہی۔ اب مولانا اس مضمون کے نتیجہ کے طور پر نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ تم حق سبحانہ کے قبضہ میں ہو وہ جس طرف چاہیں تمہیں پلٹ سکتے ہیں تو تم کو اس امر کا ضرور لحاظ رکھنا چاہئے کہ تم کس مقتدر کے قبضہ میں ہو یاد رکھو کہ تمہاری ہر حرکت اسی کے حکم سے ہے اور تمہارا سر چوراہے پر رکھا ہوا ہے یعنی جس طرح چوراہے پر رکھے ہوئے سر کو ہر طرف کے آنے جانے والے لوگوں کی ٹھوکروں کا خطرہ ہوتا ہے اور اس کو اطمینان نہیں ہو سکتا کہ میں ایک حالت پر قائم رہوں گا یوں ہی تم کو بھی اپنی حالت پر اطمینان نہ ہونا چاہئے بلکہ قہر الٰہی سے ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور اپنی طاعات و عبادات پر بھی ناز نہ کرنا چاہئے کیونکہ تمہارے حالات قلبیہ اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور تمہارا عزم و فسخ عزم سب اسی کی عزم و فسخ کا اثر ہے پس ایسی حالت میں گھمنڈ اور ناز کا کوئی موقع نہیں اور بجز نیاز و تضرع زاری و مسکنت کے اور کوئی بہبودی کی صورت نہیں ہر شخص اس تقلب سے واقف نہیں اس لئے وہ بے اعتدالیوں میں منہمک ہے اور جو شخص کچھ جانتا بھی ہے وہ بھی اس کی حقیقت سے واقف نہیں بلکہ اپنی حیثیت کے موافق جانتا ہے اور حیثیت اس کی اس کے افعال حسنہ اور سیئہ سے ظاہر ہے کہ وہ کس درجہ کا آدمی ہے۔

شرح شبّیری

بیان اس کا کہ ہر شخص کا کام مثال بیان کرنا نہیں ہے اور خاص کر کارخانۂ حق میں جو کہ غیر متناہی ہے

انچہ در خرگوش و پیل آویختند	تا ازل را با حیل آمیختند
وہ جو کچھ خرگوش اور ہاتھی (کے قصہ) سے متعلق ہوئے	حتیٰ کہ (حکمت) ازلی کو (دنیاوی) حیلوں سے ملا دیا

یعنی جو کچھ کہ وہ لوگ خرگوش و پیل (کے قصہ) میں الجھے اور ازل کو حیل کے ساتھ ملا دیا۔

کے رسد شان این مثلہا ساختن	سوئے آن درگاہ پاک انداختن
ان کو کیا حق تھا کہ انہوں نے یہ مثالیں گھڑیں	اس پاک دربار کی جانب منسوب کیں

یعنی ان کو یہ مثل بیان کرنا کب پہنچتا ہے (اور پھر) اس درگاہ پاک کی طرف ڈالنا۔ مطلب یہ کہ حکم ازلی کو ان خرگوشوں کے حیلہ کے ساتھ ملا دیا اور ان دونوں باتوں کو ایک کر کے اللہ میاں تک پہنچے کہ ان کی مثال بیان کی تو ان لوگوں کو یہ کب مناسب تھا اس لئے کہ یہ تو حقائق اشیاء سے پوری طرح واقف ہیں ہی نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں مثل آوردن آں حضرت است	کہ بہ علم سرد جہر او آیت است
مثال دنیا اس دربار کا (حق) ہے	کہ جس کا غیب اور شہادت کا علم واضح ہے

یعنی یہ مثال بیان کرنا کام (اس) درگاہ کا ہے کہ جو علم سر و جہر میں حجت ہے یعنی جس کو کہ حقائق اشیاء کا علم ہے اس کا کام ہے کہ وہ مثال بیان کرے تو وہ مطابق واقع کے ہوگی اس لئے کہ اس کو طرفین کی حقیقت معلوم ہے۔

تو چہ دانی سر چیزے تا تو کل	تا بہ زلف و یا بہ رخ آری مثل
تو کسی چیز کا راز کیا جانے جب تک تو گنجا ہے	تاکہ تو زلف یا رخسار کی مثال بیان کرے

یعنی جب تک کہ تو گنجا ہے تو کسی چیز کا بھید کیا جانے تاکہ زلف یا رخ کی مثل بیان کرے مطلب یہ کہ جب تم گنجے ہو تو تم کیا جانو کہ زلف کیسی ہوتی ہے اور رخ حسین کیسا ہوتا ہے اب تم اس کی مثال بیان کرنے لگے تو یہ سراسر حماقت ہی ہے۔ اسی طرح جب تم کو کسی شے کی حقیقت معلوم نہیں تو اس کی مثال ہی کیا بیان کر سکتے ہو آگے اس حقیقت ناشناسی کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

موسیٰ آنرا کہ عصا دید و نبود	اژدہا بد سرا ولب می کشود
موسیٰ نے جس کو عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا	اژدھا تھا اس کے راز کو ہونٹ کھولتا تھا

یعنی موسیٰ نے جس کو کہ عصا دیکھا اور وہ (عصا) نہ تھا (بلکہ) اژدہا تھا اور اس کے بھید کو لب کھولتا تھا یعنی دیکھو موسیٰ اس عصا کی حقیقت کو نہ سمجھے اور سوال حق پر یہی کہا کہ عصای میری لاٹھی ہے حالانکہ وہ اژدہا تھا اور جب وہ لب کھولتا تھا تو اس کا بھید ظاہر ہوتا تھا۔

چوں چناں شاہے نداند سر چوب	تو چہ دانی سر ایں دام و حبوب
جبکہ ایسا شاہ لکڑی کے راز کو نہ سمجھے	تو اس جال اور دانوں کے راز کو کیا سمجھے گا؟

یعنی ایسا بادشاہ ایک لکڑی کے بھید کو نہ جانے تو تم اس دام اور دانوں کے راز کو کیا جانو یعنی دنیا میں جو دام و حبوب ہیں تم کو ان کے اسرار کی کیا خبر ہو سکتی ہے۔

چوں غلط شد چشم موسیٰ در مثل	چوں کند موشے فضولی مدخل
جب مثال (کے معاملہ) میں (حضرت) موسیٰ کی آنکھ غلط ہوگئی	تو فضولی چوہا اس میں کیا سوراخ بنا سکتا ہے؟

یعنی جب مثل بیان کرنے میں چشم موسیٰ غلط ہوگئی تو ایک چوہا فضولی کس طرح دخل دے سکتا ہے (اور وہ مثال مطابق واقع کے تو کیا ہوتی بلکہ یہ ہوتا ہے کہ)

آں مثالت را چو اژدرہا کند	تا بپاسخ جزو جزوت بر کند
وہ تیری مثال کو اژدہا جیسا بنا دیتا ہے	تاکہ جواب میں تیرے جزو جزو اکھاڑ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمہاری اس مثال کو حق تعالیٰ اژدہا بنا دیتے ہیں یہاں تک کہ جواب میں وہ تمہارے جزو جزو کو اکھاڑ دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ مثال خود تمہیں کو نقصان دہ ہوتی ہے آگے ایسی مثال کے نقصان دہ ہونے کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

این مثال آورد ابلیس لعین	تا کہ شد ملعون حق تا یوم دیں
ملعون شیطان یہ مثال لایا	یہاں تک کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قیامت تک کیلئے ملعون ہو گیا

یعنی ابلیس ملعون یہ مثال لایا۔ یہاں تک کہ قیامت تک ملعون حق ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس نے یہ کہا خلقتنی من نار و خلقته من طین تو دیکھو اسی وجہ سے ملعون بن گیا۔

ایں مثال آورد قارون از لجاج	تا فروشد در زمین با تخت و تاج
قارون جھگڑے سے یہ مثال لایا	یہاں تک کہ تخت و تاج کے ساتھ زمین میں دھنس گیا

یعنی یہی مثال قارون مخالفت کی وجہ سے لایا یہاں تک کہ زمین میں مع تخت و تاج کے چلا گیا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ انما اوتیته علی علم عندی اس دعوے ہی کی بدولت اس کو خسف ہوا۔

ایں مثال آورد نمرود جہول	تا کہ پشہ مغز سر خوردش عجول
جاہل نمرود یہ مثال لایا	یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اس کے سر کا مغز کھا لیا

یعنی یہی مثال نمرود جاہل لایا۔ یہاں تک کہ مچھر نے جلدی سے اس کا مغز سر کھا لیا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا تھا انا احیی و امیت تو خدا کی برابری کی تھی لہٰذا ہلاک ہوا۔

ایں مثال آورد فرعون از غلط	تا کہ اندر آب دریا شد سقط
فرعون غلطی سے یہ مثال لایا	یہاں تک کہ دریا کے پانی میں بیکار بن گیا

یعنی یہی مثال فرعون غلطی کی وجہ سے لایا۔ یہاں تک کہ آب دریا میں ساقط ہوا یعنی اس نے کہا انا ربکم الاعلیٰ بس اس دعویٰ میں مارا گیا۔ یہ نظائر تو خاص خاص تھے آگے عام طور پر فرماتے ہیں کہ۔

ایں مثال اندیش گشتہ قوم عاد	کاستخوان شان خرد و مرد آمد زباد
قوم عاد یہ مثال سوچنے والی بنی	کہ ان کی ہڈیاں ہوا سے ریزہ ریزہ ہو گئیں

یعنی اس مثال کے سوچنے والے قوم عاد ہوئے کہ ان کی ہڈیاں ہوا سے چور چور ہو گئیں۔ یعنی انہوں نے تکبر و نافرمانی کی تھی جیسا کہ جابجا قرآن شریف میں ہے تو ان کو سزا ملی۔

ایں مثال آورد ہر بدبخت دوں	تا کہ شد در قعر دوزخ سرنگوں
ہر بدبخت کمینہ یہ مثال لایا	یہاں تک کہ دوزخ کی گہرائی میں اوندھا ہو گیا

یعنی ہر بدبخت کمینہ اس مثال کو لایا یہاں تک کہ قعر دوزخ میں سرنگوں ہوا یعنی ہر بدبخت کمینہ ایسے دعوے

www.besturdubooks.wordpress.com

کرتا ہے تو ہلاک ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایں مثالت را چو زاغ و بوم داں	کہ از ایشاں پست شد صد خانداں
تو اس مثال کو کوا اور الو سمجھ	کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں خاندان تباہ ہوئے ہیں

یعنی اپنی اس مثال کو زاغ و بوم کی طرح (منحوس) جانو کہ ان کی وجہ سے سینکڑوں خاندان برباد ہو گئے ہیں۔ بس اسی طرح تمہاری ان مثلوں سے بھی بہت بربادی پھیلتی ہے آگے نوح علیہ السلام کے کشتی بنانے کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ وہ کشتی بنایا کرتے تھے اور ان کی قوم ان پر استہزاء میں مثالیں بیان کرتی تھی تو وہ قوم آخر ہلاک ہوئی یہ اسی مثل ناکافی کی بدولت ہے کہ حقیقت کو سمجھتے نہیں ہیں اور مثال بیان کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب اہل سبا کی طرف رخ کرتے ہیں اور ان کی خبر لیتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ان احمق لوگوں نے جو خرگوش اور ہاتھی کے قصہ کو دست آویز بنایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکم ازلی کو چالاکیوں کی ضمن میں داخل کر دیا۔ بھلا ان سے کوئی کہے کہ گدھو تمہیں کب زیبا ہے کہ مثلیں تراش تراش کر حضرت حق سبحانہ سے ان کو منسوب کر دو۔ ولہ المثل الاعلیٰ مثال بیان کرنا تمہارا کام نہیں کیونکہ اس کے لئے ضرورت ہے ممثل بہ اور ممثل لہ ہر دو کے پورے حالت معلوم ہونے کی تا کہ قیاس مع الفارق نہ ہو جائے۔ اور یہ بات تم میں مفقود ہے لہذا ثابت ہوا کہ یہ تمہارا کام نہیں۔ بلکہ یہ حق سبحانہ کے شایان ہے جو کہ علم محیط رکھتے ہیں اور جن کا علم غیب و شہادت نہایت واضح امر ہے۔ مثلاً اگر کوئی گنجا زلف و رخ کی مثال بیان کرے تو اس سے یہی کہا جاوے گا اب گنجے جب تیرے زلفیں ہی نہیں اور تو نے زلف کبھی دیکھی بھی نہیں تو تو زلف و رخ کی حالت کیا جانے کہ تو ان کی مثال بیان کرتا ہے یاد رکھو کہ مثال بیان کرنا یعنی کسی شے کی حالت ظاہر کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے جس چیز کو محض لاٹھی سمجھا تھا وہ صرف لاٹھی ہی نہ تھی بلکہ باطن کے لحاظ سے اژدہا بھی تھی جس کی اندرونی حالت بعد کو ظاہر ہوئی اور ایک وقت میں وہ منہ کھول کر کھڑی ہوگئی۔ بھلا جب اتنا بڑا شخص ایک لکڑی کی باطنی حالت نہ سمجھ سکے پھر تمہیں اس دام و دانہ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے۔ جس نے تم کو پھنسا رکھا ہے اور جبکہ اظہار حال میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے غلطی ہوئی تو بھلا چوہا بیہودہ اس میں بل کیا بنا سکتا ہے اور اس میں کیا مداخلت کر سکتا ہے یاد رکھنا کہ حق سبحانہ تمہاری مثال کو اژدہا بنا دیں گے کہ وہ جواب میں تمہارے عضو عضو کو الگ کر دے گا۔ یعنی اس کا جواب یہ ہوگا کہ تم ہلاکت ابدی میں مبتلا ہو گے دیکھو ابلیس ملعون نے بھی اظہار حال آدم میں یوں ہی غلطی کی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لئے ملعون ہو گیا اور قارون نے بھی یوں ہی مکابرو مجادلہ کیا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تخت و تاج سمت زمین میں دھنس گیا اور جاہل نمرود نے بھی اسی طرح مجادلہ کیا تھا جس کے سبب ایک مچھر نے فوراً اس کا بھیجا کھا لیا اور قوم عاد نے بھی یہی باتیں گھڑی تھیں جس سے ان کی ہڈیوں کو چور چور کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گیا۔ اور شداد پاجی نے بھی اسی قسم کا مکابرہ کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں جنتوں سے محروم رہا نہ اپنی بہشت سے منتفع ہوا نہ خدا کی بہشت سے اور فرعون نے بھی یوں ہی غلط جھگڑا کیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی میں ڈوب گیا۔ غرض ہر بدبخت و شقی ازلی نے اسی قسم کی فضول باتیں کیں حتی کہ وہ دوزخ میں الٹا گرا دیا گیا بس تم اپنی اس مثال کو ایک کوا یا الو سمجھو جس نے ہزاروں گھرانے تباہ کر دیئے لہٰذا وہ تم کو بھی نہیں چھوڑ سکتا۔

شرح شبّیری

قوم نوح کا ان کی کشتی بنانے میں استہزا کے طور پر مثل بیان کرنا

نوحؑ اندر بادیہ کشتی بساخت	صد مثل گو از پئے تسخر بتاخت
(حضرت) نوحؑ نے جنگل میں کشتی بنائی	سینکڑوں مثال دینے والے مذاق کے لئے دوڑے

یعنی نوح علیہ السلام نے خشکی میں کشتی بنائی تو سینکڑوں مثل بیان کرنے والے مسخرہ پن کے لئے دوڑے اور کہتے تھے کہ۔

در بیابانے کہ چاہ و آب نیست	می کند کشتی چہ ناداں ابلہے است
اس جنگل میں جہاں کنواں اور پانی نہیں ہے	وہ کشتی بنا رہا ہے کس قدر نادان اور بیوقوف ہے

یعنی جس جگہ پر کہ کنواں یا پانی نہیں ہے یہ کشتی بنا رہے ہیں کیا نادان اور احمق ہیں (نعوذ باللہ)

آں یکے میگفت ایں کشتی بتاز	واں یکے میگفت پرش ہم بساز
ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑا	اور ایک کہتا تھا کہ اس کے پر بھی لگا

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ اس کشتی کو دوڑاؤ تو اور وہ دوسرا کہتا تھا کہ اس کی پر بھی بناؤ یعنی پانی وغیرہ تو ہے ہی نہیں پھر اسکے چلنے کی کیا سبیل ہے۔ پر بنالو کہ جس سے اڑا کرے۔

آں یکے میگفت دنبالش کژاست	واں یکے میگفت پشتش کژ مژاست
ایک کہتا تھا کہ اس کا دنبالہ ٹیڑھا ہے	ایک کہتا تھا کہ اس کی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے

یعنی وہ ایک کہتا تھا کہ دنبال اس کا ٹیڑھا ہے اور ایک کہتا تھا کہ اس کی پشت ٹیڑھی میڑھی ہے۔

آں یکے میگفت پالانش کجاست	واں یکے میگفت پایش کج چراست
ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے؟	ایک کہتا تھا کہ اس کا پایہ ٹیڑھا کیوں ہے؟

یعنی ایک کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے اور ایک کہتا تھا کہ اس کا پاؤں کج کیوں ہے مطلب یہ کہ خشکی میں تو گھوڑا وغیرہ چل سکتا تھا اور انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ تم اس کو خشکی ہی میں چلاؤ گے۔ تو یہ تو بتاؤ کہ اس کا پالان

www.besturdubooks.wordpress.com

کہاں ہے کمبخت سارے مسخرے جمع تھے۔

آں یکے میگفت کایں مشکے تہی است	واں یکے میگفت ایں خر بہر کیست
ایک کہتا تھا کہ یہ خالی مشکیزہ ہے	ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے

یعنی ایک کہتا تھا کہ یہ ایک مشک خالی ہے (یعنی فضول ہے) اور ایک کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے۔

آں یکے میگفت بیکاری مگر	یا شدے فرتوت وعقلت شد زسر
ایک کہتا تھا کہ شاید تو بیکار ہے	یا تو کھوسٹ ہوگیا ہے اور تیرے سر سے عقل نکل گئی ہے

یعنی ایک کہتا تھا کہ شاید تم بیکار ہو یا فرتوت ہوگئے ہو اور تمہارے سر سے عقل جاتی رہی ہے۔(نعوذ باللہ)

غرض کہ وہ کمبخت یہ باتیں کیا کرتے تھے اب ان کا جواب سنئے کہ کس متانت سے فرماتے ہیں کہ۔

او ہمی گفت ایں بفرماں خداست	ایں بچر بکہا نخواہد گشت کاست
وہ کہتے تھے کہ یہ خدا کے حکم سے ہے	یہ فضول سے نہ گھٹے گی

یعنی وہ فرماتے تھے کہ یہ حکم خدا سے ہے اور یہ ان تمسخروں سے گھٹے گی نہیں مطلب یہ کہ تم خواہ کتنا ہی استہزاء کرو یہ اسی طرح رہے گی اور تم کو کل معلوم ہو جاوے گا کہ یہ تمسخر کس پر پڑیں گے۔قرآن شریف میں بھی ہے کہ ان تسخروا منا فانا نسخر منکم کما تسخرون آگے مولانا ایک چور کی حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح کہ نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ کل تم کو معلوم ہو جاوے گا اور یہ بات ان کے کلام سے نکلتی ہے اسی طرح ایک چور نقب دے رہا تھا صاحب خانہ نے پوچھا کہ ارے تو کون ہے اس نے کہا کہ ڈھول بجانے والا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ کیا کر رہا ہے بولا کہ ڈھول بجا رہا ہوں صاحب خانہ نے کہا کہ آواز کہاں ہے تو کہتا ہے کہ اس کی آواز تجھے کل کو سنائی دے گی جب سارے میں غل مچاتا پھرے گا۔تو اسی طرح نوحؑ نے کہہ دیا کہ کل کو خبر ہو جاوے گی۔اب حکایت سنو۔

حکایت اس چور کی کہ نقب لگا رہا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ میں ڈھول بجا رہا ہوں

ایں مثل بشنو کہ شب دزد عنید	در بن دیوار حفرہ می برید
یہ مثال سن کہ رات میں ایک سرکش چور	دیوار کی جڑ میں گڑھا کھود رہا تھا

یعنی یہ مثل سنو کہ ایک شب کو ایک چور معاند ایک دیوار کی جڑ میں نقب لگا رہا تھا۔

نیم بیدارے کہ او رنجور بود	طقطقی آہستہ اش را می شنود
ایک ادھ کچری نیند والا جو کہ بیمار تھا	اس کی آہستہ آہستہ کھٹ کھٹ کو سن رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک نیم بیدار جو بیمار تھا اس کی آہستہ کھٹ کھٹ کو سنتا تھا

رفت بر بام و فرود آویخت سر	گفت او را در چہ کارے اے پدر
وہ کوٹھے پر چڑھا اور سر کو جھکایا	اس سے کہا اے بابا! تو کس کام میں لگا ہے؟

یعنی وہ مریض کوٹھے پر گیا اور سر نیچے لٹکا کر اس سے بولا کہ اے بابا تو کس کام میں ہے۔

خیر باشد نیم شب چہ می کنی	تو کئی گفتا دہل زن ای سنی
خیر تو ہے' آدھی رات میں تو کیا کر رہا ہے؟	تو کون ہے؟ اس نے کہا اے بزرگ! ڈھول بجانے والا (ہوں)

یعنی خیر تو ہے تو رات کو کیا کر رہا ہے۔ ارے تو کون ہے تو وہ چور بولا ارے بھائی ڈھول بجانے والا ہوں۔

در چہ کاری گفت میکوبم دہل	گفت کو بانگ دہل اے بوسبل
تو کس کام میں (مصروف) ہے اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں	اس نے کہا اے مختلف طریقوں والے ڈھول کی آواز ہے

یعنی تو کس کام میں ہے اس نے کہا ڈھول بجا رہا ہوں تو صاحب خانہ نے کہا کہ اے بوسبل ڈھول کی آواز کہاں ہے۔

گفت فردا بشنوی ایں بانگ را	نعرہ یا حسرتا واویلتا
اس نے کہا تو. اس آواز کو کل سن لے گا	یا حسرتا واویلا کا نعرہ

یعنی چور نے کہا کہ اس آواز کو تو کل کو سن لے گا (اور وہ) یا حسرتا یا ویلتا کا نعرہ ہے یعنی جب تو یا حسرتا یا ویلتا کرے گا اسوقت معلوم ہوگا کہ ہاں ڈھول بج رہا تھا (اور بولا کہ)

من چو رفتم بشنوی بانگ دہل	آں زماں واقف شوی بر جزو و کل
میں جب چلا جاؤں گا تو ڈھول کی آواز سن لے گا	اس وقت تو جزو کل سے واقف ہو جائے گا

یعنی میں جب چلا گیا تو ڈھول کی آواز سن لے گا۔ اور اس وقت جزو و کل پر واقف ہو جاوے گا۔ بس اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام اس قوم سے فرماتے تھے کہ وہ کہتے تھے کہ کشتی کیوں بناتے ہو تو فرمادیتے تھے کہ کل کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ آگے پھر ان ہی انبیاءؑ قوم سبا کا مقولہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ۔

آں دروغ ست و کژ و برخاستہ	سر آں کژ را تو ہم نشناختہ
وہ مثال جھوٹی اور ٹیڑھی اور بناوٹی ہے	اس ٹیڑھی کے راز کو بھی تو نے نہیں پہچانا ہے......

یعنی وہ (مثل) جھوٹ ہے اور کج ہے اور گھڑی ہوئی ہے اور اس کج کے سر کو تم بھی نہیں پہچانتے۔

در غلط افتادہ اے نیم خام	پختہ شو در آتش حق والسلام
اے ادھ کچرے! تو غلطی میں پڑا ہوا ہے	اللہ (کے عشق) کی آگ میں پختہ بن والسلام

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے نیم خام تو غلطی میں پڑا ہوا ہے تو حق تعالیٰ کی آتش (محبت) میں پختہ ہو جاؤ والسلام۔
مطلب یہ کہ چونکہ تم اس مثل کی حقیقت کو نہیں سمجھے اس لئے غلطی کر رہے ہو اور اگر اس مثل کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو پھر ایسی غلطی نہ کرتے تو اب تم حب حق دل میں پیدا کرو اس سے یہ غلطی رفع ہو جاوے گی۔ آگے اس مثل کو خود ان ہی پر صادق کرتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اوپر مولانا نے فرمایا تھا کہ مجادلین تباہ و برباد ہو گئے۔ اب اس کو ایک مثال سے ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں دیکھو لوگوں نے نوح علیہ السلام سے بھی اسی قسم کے مجادلے کئے تھے پھر ان کا کیا حشر ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نوح علیہ السلام کشتی بنا رہے تھے اس کو دیکھ کر سینکڑوں مثالیں بیان کرنے والے تمسخر کے لئے دوڑ پڑے اور کہا کہ اس خشکی میں جہاں نہ کنواں ہے نہ پانی یہ شخص کشتی بنا رہا ہے نہایت بیوقوف آدمی ہے۔ (نعوذ باللہ) کوئی کہتا تھا کہ جناب ذرا اسے چلایئے تو سہی کوئی کہتا تھا کہ چلنے کے لئے اس کے پاؤں تو ہیں نہیں۔ لہذا آپ اس میں پر لگائیں کوئی کہتا تھا کہ اس کا پچھا ٹیڑھا ہے کوئی کہتا تھا کہ اس کی کمر ٹیڑھی ہے کوئی کہتا تھا کہ اس کا پالان کہاں ہے کوئی کہتا تھا کہ اس کے پاؤں ٹیڑھے کیوں ہیں کوئی کہتا تھا کہ یہ تو خالی مشک ہے کوئی کہتا تھا کہ یہ گدھا کس کے لئے ہے کہ اس کے منہ تو ہے نہیں پھر جو کیسے کھاتا ہے اور اگر کھاتا ہی نہیں تو آپ کا سامان منزل تک کیونکر لے جاتا ہے۔ کوئی کہتا تھا کہ جناب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کوئی کام نہیں جو اس فضول اور لایعنی کام میں مصروف ہیں یا آپ بڈھے ہو گئے ہیں اور دماغ سے عقل جاتی رہی ہے وہ سب کا یہی جواب دیتے تھے کہ یہ میں حکم الٰہی بنا رہا ہوں اور تمہاری پھبتیوں سے اس میں ہرگز کمی نہیں آسکتی اب تو تم مذاق اڑا رہے ہو لیکن انشاء اللہ ایک دن تم کو اس کی ضرورت معلوم ہو جاوے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ طوفان آیا اور سب ڈوب گئے۔ نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کی حالت ایسی تھی جیسے ایک چور دیوار کی جڑ میں نقب لگا رہا تھا ایک ایسے شخص نے جو بیمار تھا اور بیماری کے سبب اسے اچھی طرح نیند نہ آتی تھی اس لئے کچھ سو رہا تھا کچھ جاگ رہا تھا اس کی آہستہ آہستہ کھٹ کھٹ کو سنا یہ سن کر وہ کوٹھے پر چڑھا اور اس نے سر جھکا کر اس سے کہا کہ آپ کیا کر رہے ہیں خیر تو ہے آپ کون ہیں اور آدھی رات کے وقت کیا کر رہے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ میں ڈھول بجانے والا ہوں۔ پھر اس نے کہا کہ اچھا آپ کر کیا رہے ہیں اس نے کہا کہ میں ڈھول بجا رہا ہوں اس نے کہا کہ ڈھول کی آواز تو کہیں معلوم نہیں ہوتی اس نے کہا کہ یہ آواز اب نہ سنائی دے گی بلکہ کل سنا جب کہ میں مال لے کر چلتا ہوں گا اور تم واویلا اور آہ و فریاد سے گھر کو سر پر اٹھا لو گے۔ جب میں جاؤں گا اس وقت وہ آواز سنائی دے گی اور مفصل حالت معلوم ہو جائے گی۔ یوں ہی قوم نوح کو بھی اس کشتی کی ضرورت اس وقت محسوس نہ ہوتی تھی اور بعد کو ان کو اچھی طرح معلوم ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

سرآں خرگوش داں دیو فضول	کہ بہ پیش نفس تو آمد رسول
اس خرگوش کا راز سمجھ کہ وہ نالائق شیطان ہے	جو کہ تیرے نفس کے سامنے قاصد بن کر آیا

یعنی اس خرگوش کا راز شیطان فضول کو جانو کہ وہ تمہارے نفس کے سامنے رسول ہو کر آیا۔

تا کہ نفس گول را محروم کرد	زآب حیوانی کہ ازوے خضر خورد
یہاں تک کہ احمق نفس کو اس نے محروم کر دیا	اس آب حیات سے جو خضر نے پیا

یعنی یہاں تک کہ نفس بیوقوف کو اس آب حیوانی سے جس سے کہ خضر نے کھایا ہے محروم کر دیا۔ مطلب یہ کہ وہ مثل اصل میں اس طرح ہے کہ وہ خرگوش تو شیطان ہے اور وہ چشمہ آب حیات ابدی ہے اور وہ ہاتھی تمہارا نفس ہے۔ شیطان نے تم کو بہکا کر آب حیوانی سے روک دیا اور اصل میں تو یہ مثل تمہارے اوپر صادق آتی ہے مگر تم نے یہ کیا کہ۔

باژ گونہ کردۂ معنیش را	کفر گفتی مستعد شو نیش را
تو نے اس کے معنی کو الٹ دیا	تو نے کفر کیا، سزا کے لئے تیار ہو جا

یعنی تو نے اس کے معنی کو الٹ دیا ہے اور تو نے کفر بکا ہے اب تو سزا کے لئے مستعد ہو جا۔ مطلب یہ کہ تم نے اس مثل میں حق تعالیٰ کو ماہ سے تشبیہ دی ہے تو یہ کفر ہے لہٰذا اس کی سزا کے لئے مستعد ہو جاؤ۔ اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ چاند سے تشبیہ دینے میں کیا حرج ہے خود مولانا ہی بارہا حق تعالیٰ کو ماہ آفتاب وغیرہ سے تشبیہ دیا کرتے ہیں تو بات یہ ہے کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قوم کواکب پرست ہے قرآن شریف میں ہے کہ ہدہد نے سلیمان علیہ السلام سے آکر عرض کیا کہ یسجدون للشمس اور یہ قصہ اہل سبا کا ہی ہے تو معلوم ہوا کہ وہ کواکب کو الٰہ مانتے تھے تو اس تشبیہ میں بھی ان کا یہی مقصود تھا کہ ماہ اور حق تعالیٰ دونوں من کل الوجوہ مشابہ ہیں اور جیسے وہ خدا ہیں ویسے ہی یہ چاند بھی۔ نعوذ باللہ) خدا ہے تو مولانا اس طرح تشبیہ دینے کو کفر فرماتے ہیں اور ان کی حالت سے ان کا یہ اعتقاد صاف معلوم ہوتا ہے اب کوئی شبہ نہیں رہا تو انبیاء علیہم السلام فرماتے ہیں کہ یہ مثل اصل میں تو تم پر صادق تھی مگر تم نے اس کو الٹا کر دیا۔

اضطراب ماہ گفتی در زلال	کہ بترسانید پیلاں را شغال
صاف پانی میں تو نے چاند کا حرکت کرنا بیان کیا	جس سے گیدڑ نے ہاتھیوں کو ڈرایا

یعنی تم نے ماہ کے اضطراب کو آب شیریں میں بیان کیا کہ پیلوں کو شغال نے ڈرا دیا۔ (شغال مجازاً کہدیا) مطلب یہ کہ تم یہ بیان کرتے اور اس کو مثل حق بیان کرتے ہو تو یہ تو صریح کفر ہے اور کفر اسی اعتقاد کی وجہ سے ہوا آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قصہ خرگوش و پیل آری و آب	خشیت پیلاں زمہ در اضطراب
تو خرگوش اور ہاتھی اور پانی کا قصہ بیان کرتا ہے	چاند کے ہلنے سے ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتا ہے)

یعنی قصہ خرگوش کا اور ہاتھی کا اور پانی کا لاتے ہو اور چاند سے اضطراب کے وقت میں ہاتھیوں کا ڈرنا (بیان کرتے ہو)

ایں چہ ماند آخرائے کوراں خام	با مہے کہ شد زبونش خاص و عام
اے اندھو (عقل کے) کچو! یہ کیا مشابہت رکھتا ہے؟	اس چاند سے جس کے خاص و عام تابع ہیں

یعنی اے اندھو خام یہ آخر کیا مشابہ ہوگا اس ماہ کے جس کے کہ خاص و عام سب مغلوب ہیں (دیکھو یہاں خود ماہ کہہ رہے ہیں تو کفر اس اعتقاد ہی کی وجہ سے فرمایا) آگے فرماتے ہیں کہ۔

چہ مہ و چہ آفتاب و چہ فلک	چہ عقول چہ نفوس و چہ ملک
کیا چاند اور کیا سورج اور کیا آسمان	کیا عقلیں اور کیا جانیں اور کیا فرشتہ

یعنی کیا ماہ اور کیا آفتاب اور کیا فلک اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا فرشتہ۔

چہ وحوش و چہ طیور و چہ جماد	چہ ملوک و چہ گدا چہ کیقباد
کیا وحشی جانور اور کیا پرندے اور کیا پتھر	کیا بادشاہ اور کیا فقیر کیا شہنشاہ

یعنی کیا وحوش اور کیا طیور اور کیا جماد اور کیا بادشاہ اور کیا فقیر اور کیا کیقباد۔

چہ بلاد و چہ جبال و چہ بحار	چہ مہ و چہ سال و چہ لیل و نہار
کیا شہر اور کیا پہاڑ اور کیا سمندر	کیا مہینہ اور کیا سال اور کیا رات اور دن

یعنی کیا شہر اور کیا پہاڑ اور کیا دریا اور کیا مہینہ اور کیا سال اور کیا رات اور کیا دن۔

چہ تراب و آب و چہ باد و چہ نار	چہ خریف و صیف و چہ دے چہ بہار
کیا مٹی اور پانی اور کیا ہوا اور کیا آگ	کیا جاڑا اور گرمی اور کیا خزاں کیا بہار

یعنی کیا مٹی اور کیا پانی اور کیا ہوا اور کیا آگ اور کیا خریف اور کیا صیف اور کیا خزاں اور کیا بہار۔

جملہ اندر حکم و در فرمان او	ہمچو گوئے در خم چوگاں او
سب اس کے حکم اور فرمان میں ہیں	جیسا کہ گینڈ بلے کے خم میں

یعنی سب اس کی حکم اور فرمان میں ہیں مثل گیند کے ان کی چوگان کے خم میں ہیں۔

آفتاب آفتاب آفتاب	ایں چہ میگویم مگر ہستم بخواب
سورج کے سورج کا سورج (ہے)	میں یہ کیا کہہ رہا ہوں؟ شاید میں نیند میں ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ آفتاب آفتاب آفتاب ہے اور میں کیا کہہ رہا ہوں شاید میں خواب میں ہوں۔ مطلب یہ کہ جب اس کی یہ سب اشیاء تابع فرمان ہیں تو پھر کوئی شے الوہیت میں اس کی شریک کس طرح ہوسکتی ہے۔ اس کی شان تو بہت بڑی ہے پھر آفتاب آفتاب آفتاب سے تشبیہ دی مگر کہتے ہیں کہ میں یہ کیا کہہ رہا ہوں شاید خواب میں ہوں ورنہ ایسی باتیں کیوں کرتا اس لئے تشبیہ تو یہ بھی ناقص ہی ہے لہذا اب اس سے خاموش ہو کر حضرات انبیاء علیہم السلام واہل اللہ کے خشم اور دل دکھنے کے آثار کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ہم نے جو کہا تھا کہ تم کو اس کا راز معلوم نہیں سو سنو حقیقت اس مثال کی یہ ہے کہ خرگوش شیطان ہے اور نفس کے پاس قاصد حق سبحانہ بن کر آیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ احمق نفس کو اس چشمہ آب حیات سے پانی پینے سے روک دیا جس سے حضرت خضر علیہ السلام نے پیا تھا۔ یعنی حقائق ومعارف سے منتفع ہونے سے روک دیا۔ تم نے اس کے معنے الٹے کئے اور کفر بکا تو اب اس کی سزا کے لئے تیار رہو تم نے پانی میں چاند کے مضطرب ہونے کا بھی تذکرہ کیا ہے جس سے خرگوش نے ہاتھیوں کو ڈرایا تھا۔ بھلا غضب ہے کہ انبیاءؑ کے مقابلہ میں خرگوش اور ہاتھی اور پانی اور ہاتھیوں کے پانی کے اندر چاند کی تڑپ سے ڈر جانے کا قصہ بیان کرتے ہو ارے اندھو تمہیں شرم نہیں آتی بھلا اس کو اس ماہ حقیقی سے کیا نسبت جس کا تمام عالم مغلوب ومسخر ہے۔ کیا چاند کیا سورج کیا آسمان کیا عقول کیا نفوس کیا فرشتے کیا وحوش کیا طیور کیا جمادات کیا سلاطین کیا مفلس کیا سلاطین عظام مثل کیقباد کیا شہر کیا پہاڑ کیا دریا کیا مہینہ کیا سال کیا رات اور دن کیا مٹی کیا پانی کیا ہوا کیا آگ کیا خریف کیا گرمی کیا خزان کیا بہار غرض کہ ہر چیز اس کے حکم کے تابع ہے اور ایسی ہے جیسے گیند بلے کے لپیٹ میں وہ سورج کے سورج کا سورج ہے ارے میں یہ کیا کہہ رہا ہوں۔ میں شاید خواب میں ہوں جو سمجھتا نہیں اس کا مرتبہ تو کہیں بڑھ کر ہے۔ آفتاب آفتاب کو اس سے کیا نسبت (توضیح اہل سبا نے اپنی تمثیل میں جو چاند کو حق سبحانہ سے تشبیہ دی تھی اس میں ان کو اشتراک فی المعبود کا وصف بھی مدنظر تھا کیونکہ وہ قوم ستارہ پرست بھی تھی۔ اب مولانا ''ایں چہ باشد الخ سے اس خیال کا ابطال کرتے ہیں **ھذا ما قالہ بحر العلوم** ایک توجیہ تو یہ ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اولاً مولانا نے ان کی تمثیل کو خود ان پر الٹا تھا اب اس کا محل نزاع سے اجنبی ہونا ظاہر فرماتے ہیں یعنی اول حملہ تھا کفار پر اب اپنی طرف سے مدافعت ہے اور حاصل مدافعت یہ ہے کہ وہ قصہ فریب تھا خرگوش کا جو اس نے اپنی ذاتی منفعت کے لئے کیا تھا اور جس میں کہ وہ کامیاب بھی ہوگیا اور چاند اپنی عجز کے سبب اس تلبیس کے ازالہ پر قادر نہ ہوسکا۔ لیکن خدا تو قادر ہے اس کے خلاف کسی کی تلبیس چل نہیں سکتی۔ چنانچہ فرماتے ہیں **ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین** الخ پس اس مثال کو حق سبحانہ سے کیا تعلق

www.besturdubooks.wordpress.com

وھذاھوالراجح عندی وجہ اول یہ کہ اولاً مولانا نے اس مثال کی لغویت کو اجمالاً ان الفاظ سے ظاہر فرمایا تھا

انچہ درخرگوش و پیل آویختند تا ازل رابا حیل آمیختند

کے رسد تاں ایں مثلہا ساختن سوئے آں درگاہ پاک انداختن

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ منشا لغویت اس کا فریب ہوتا ہے اور یہ توجیہ بالکل اس کے مطابق ہے دوسری وجہ یہ کہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری مثال ایں کا مشار الیہ ہے نہ کہ فقط ماہ۔ تیسری وجہ یہ کہ مولانا نے جس انداز سے ان کی تقریر کو نقل کیا ہے اس سے ہرگز یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ان کو چاند کو حق سبحانہ کیساتھ وصف معبودیت میں شریک کرنا مقصود ہے رہا علامہ بحرالعلوم کا یہ ارشاد کہ

''چوں تشبیہ دادید ایں رسالت را بر رسالت خرگوش از ماہ پس حق را مثل ماہ دانستید وایں غلط عظیم ست وکوری شنیع شاید آں قوم ماہ پرستاں باشند کہ ماہ را عظیم مثل اللہ بدانستند در معبودیت پس رسل کوری اینہا بیان فرمودند'' سو سراسر مخدوش ہے کیونکہ اول تو تشبیہ مرکب میں تشبیہ اجزا باجزا ولازم نہیں پس ان کا یہ ارشاد کہ پس حق را مثل ماہ دانستید امر غیر مسلم اور برتقدیر تسلیم یہ ضرور نہیں کہ مماثلت فی المعبودیہ ہی مراد ہو بلکہ ظاہر یہ ہے کہ مماثلت فی الشرف ای المشارکۃ المطلقۃ فیہ مراد ہے جیسا کہ ان کا سیاق کلام بتا رہا ہے پس اس سے اعتقاد مشارکت فی المعبودیہ یا اس مقام پر اس کا مقصود ہونا سمجھنا غیر موجہ ہے اصل وجہ یہ ہے کہ علامہ نے جب دیکھا کہ مشبہ بہ حق سبحانہ کو بنایا گیا ہے اور فرمایا گیا ہے'' کہ ایں چہ ماند باے'' اس لئے انہوں نے ایں کا مشار الیہ ماہ کو بنایا اس کے بعد ان کو ایسی وجہ تشبیہ تلاش کرنے کی ضرورت ہوئی جس کی تردید کی ضرورت ہو اس لئے وجہ تشبیہ مشارکت فی المعبودیہ کو قرار دیا۔ اور یہ اس وقت ہوسکتا ہے جبکہ ان کا اعتقاد بھی یہ ہو اس لئے فرمایا'' شاید آں قوم ماہ پرستاں الخ ولا حاجۃ الی ھذہ التکلفات الباردۃ فافھم)

شرح شبیری

صد ہزاراں شہر را خشم شہاں	سرنگوں کردست اے بدگوہراں
شاہوں کے غصہ نے لاکھوں شہر	اے بداصلو! اوندھے کر دیئے ہیں

یعنی اے بدذاتو خشم شاہاں نے لاکھوں شہروں کو سرنگوں کر دیا ہے (یہاں خطاب ان اہل سبا ہی کو ہے) مطلب یہ ہے کہ ارے تم ان کا دل مت دکھاؤ ان حضرات کے دل دکھنے کی وجہ سے لاکھوں شہر برباد ہوگئے ہیں اور یہ حالت ہے کہ۔

کوہ بر خود می شگافد صد شگاف	آفتابے چوں خرا سے در طواف
پہاڑ خود سینکڑوں ٹکڑے بن جاتا ہے	سورج پن چکی کے گدھے کی طرح چکر میں ہے

یعنی پہاڑ اپنے اوپر سو شگاف ہوکر پھٹ جاتا ہے اور آفتاب مثل چکی کے طواف میں ہے یعنی ان حضرات کے خشم کے وقت پہاڑ پھٹ جاتے ہیں اور آفتاب جو اس قدر عظیم الشان کرہ ہے سرگرداں پھر رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خشم مرداں خشک گرداند سحاب	خشم دلہا کرد عالمہا خراب
مردان (خدا) کا غصہ ابر کو خشک کر دیتا ہے	دلوں کے غصہ نے جہانوں کو تباہ کر دیا ہے

یعنی مردان حق کا غصہ سحاب کو خشک کر دیتا ہے اور خشم قلوب (اہل اللہ) جہانوں کو خراب کر دیتا ہے"۔

بنگرید اے مردگاں بے حنوط	در سیاست گاہ شہرستاں لوط
اے خوشبو نہ ملے ہوئے مردو! دیکھ لو	لوط کے شہر کی عذاب گاہ کو

یعنی اے بے حنوط مردو قوم لوط کے شہروں کی سیاست گاہ میں دیکھو (بے حنوط سے مراد ذلیل اس لئے کہ حنوط تو مردہ کے اکرام کے لئے لگایا جاتا ہے) مطلب یہ کہ ان کے شہروں کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو کہ انہوں نے انبیاء کی نافرمانی کی تو ہلاک ہوئے اسی طرح یہ روز بدتم پر بھی آنے والا ہے اور ان حضرات کے غصہ کا یہ اثر ہوتا ہے کہ۔

پیل خود چہ بود کہ سہ مرغ پراں	کوفتند آں پیلگاں را استخواں
ہاتھی خود کیا ہے کہ تین (چار) اڑنے والے پرندوں نے	ان ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں

یعنی ہاتھی خود کیا ہوتا ہے کہ چند اڑنے والے جانوروں نے ان ہاتھیوں کی ہڈیاں توڑ دیں۔

اضعف مرغاں ابابیل است واو	پیل را بدرید و نہ پذیرد رفو
ابابیل کمزور ترین پرند ہے اور اس نے	ہاتھی کو (ایسا) پھاڑا جس کا رفو نہیں ہو سکتا

یعنی سب سے زیادہ ضعیف جانوروں میں ابابیل ہے اور اس نے ہاتھی کو پھاڑ ڈالا کہ وہ رفو کو قبول نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو خشم ہوا تو ایک ذرا سے جانور نے ہاتھیوں کو درہم برہم کر دیا اور اگر چہ یہ خشم حق سے ہوا ہے مگر خشم انبیاء کے لئے خشم حق ضروری ہے اس لئے خشم انبیاء سے بھی یہ سب باتیں ہو سکتی ہیں اور قرآن شریف میں جو ابابیل آیا ہے اس کے معنے اس ابابیل متعارف کے نہیں ہیں جو سیاہ ایک چڑیا کی برابر ہوتا ہے بلکہ ابابیل جمع ہے ابول کی اس کے معنے ہیں جھنڈ کے جھنڈ یعنی وہ جانور جھنڈ کے جھنڈ تھے اب ان کی تفصیل نہیں کہ کیا تھے اور مولانا کا یہاں ابابیل کہنا بھی اسی معنی میں ہے یعنی وہ بہت چھوٹے جانور تھے مگر چونکہ تتبع سے یہ معلوم ہے کہ چھوٹا جانور الگ ہو کر نہیں اڑا تا بلکہ مل کر اڑتے ہیں اس لئے مولانا نے اس کو اضعف مرغاں کہہ دیا یعنی وہ جھنڈ چھوٹے جانوروں کے تھے باقی مولانا کی مراد بھی یہ ابابیل نہیں ہیں خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ۔

کیست کونشنید آں طوفان نوح	یا مصاف لشکر فرعون و روح
کون ہے جس نے طوفان نوح (کے بارے میں) نہ سنا ہو	یا فرعون اور (حضرت) جبرئیل کا معرکہ

یعنی وہ کون ہے جس نے کہ وہ طوفان نوح نہیں سنا یا لشکر فرعون اور روح کی جنگ (کو نہیں سنا تو یہ سب خشم انبیاء ہی کی بدولت ہوا ہے) روح سے مراد موسیٰ ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روح شاں بشکست واندر آب ریخت	ذرہ ذرہ آب شاں بری گسیخت
(حضرت) جبرئیل نے ان کو شکست دی اور پانی میں بہا دیا	پانی ان کو ذرہ ذرہ کرتا تھا

یعنی موسیٰ نے ان کو شکست دی اور پانی میں ریختہ کر دیا۔ اور پانی ان کو ذرہ ذرہ کر کے توڑتا تھا۔

کیست کو نشنید احوال ثمود	وانکہ صرصر عادیاں را می ربود
کون ہے جس نے ثمود کے احوال نہ سنے ہوں؟	اور یہ کہ عاد والوں کو آندھی اچک رہی تھی

یعنی کون ہے جس نے کہ ثمود کا حال نہیں سنا اور یہ کہ صرصر عادیوں کو لے بھاگی تھی۔

چشم بارے در چناں پیلاں کشا	کہ بدندے پیل کش اندر دغا
اب آنکھ ایسے ہاتھیوں میں کھول	جو ہاتھیوں کو جنگ میں مار ڈالنے والے تھے

یعنی ایک دفعہ آنکھ ان ہاتھیوں میں کھول کہ یہ لڑائی میں پیل کش تھے یعنی یہ لوگ بڑے بڑے زبردست تھے۔ مگر

آں چناں پیلاں و شاہان ظلوم	زیر خشم دل ہمیشہ در رجوم
ایسے ہاتھی اور ظالم بادشاہ	(صاحب) دل کے غصہ کے ماتحت ہمیشہ سنگباری میں ہیں

یعنی ایسے زبردست اور شاہاں ظالم خشم دل کے نیچے ہمیشہ رجم میں تھے۔ یعنی ذرا آنکھ کھول کر عبرت پکڑو کہ ایسے ایسے زبردست لوگ اور اس طرح ہلاک ہوئے۔

تا ابد از ظلمتے در ظلمتے	می روند و نیست غوث و رحمتے
ہمیشہ کے لئے ظلم کی وجہ سے اندھیرے میں	جارہے ہیں اور کوئی فریاد اور رحمت نہیں ہے

یعنی ابدالآباد تک ایک ظلمت سے دوسری ظلمت میں چلتے رہیں گے اور کوئی فریادرس اور رحمت نہ ہوگی۔

مطلب یہ کہ دیکھ لو اس خشم کی بدولت ابدالآباد تک ظلمت ہی ظلمت میں رہیں گے۔

نام نیک و بد مگر نشنیدہ اید	جملہ دیند و شما نادیدہ اید
شاید تم نے نیک اور بد کا نام نہیں سنا ہے	سب نے دیکھ لیا ہے اور تم نے نہیں دیکھا ہے

یعنی نیک وبد کا نام شاید تم نے نہیں سنا ہے اور سب نے تو دیکھا ہے اور تم بے دیکھے ہو۔

دیدہ را نا دیدہ می آرید لیک	چشم تاں را واکشاید مرگ نیک
دیکھے ہوئے کو ان دیکھا تصور کر رہے ہو لیکن	موت تمہاری آنکھ کو اچھی طرح کھول دے گی

یعنی دیکھی ہوئی چیز کو بے دیکھی ہوئی لاتے ہو لیکن تمہاری آنکھ کو موت اچھی طرح کھول دے گی۔ مطلب یہ کہ تم عبرت جو حاصل نہیں کرتے تو ایسا ہے کہ گویا کہ تم نے دیکھا ہی نہیں اور باوجود اس قدر واقعات کے موجود ہونے کے تم

www.besturdubooks.wordpress.com

اندھے ہو تو خیر موت اچھی طرح تمہاری آنکھیں کھول دے گی اور اس روز اس غفلت اور اندھے پن کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی آگے اس عبرت کے چیزوں کے موجود ہونے کو اور ان سے عبرت حاصل نہ کرنے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

گرد و عالم پر بود خورشید و نور	چوں روی در ظلمتے مانند کور
اگر دونوں جہان سورج اور نور سے پر ہوں	جبکہ تو اندھوں کی طرح اندھیرے میں چلے

یعنی اگر دونوں عالم خورشید و نور سے پر ہوں تو جب تم ظلمت میں اندھے کی طرح چلو۔

بے نصیب آئی ازاں نور عظیم	بستہ روزن باشی از ماہ کریم
اس عظیم نور سے تو بہرہ ورنہ ہو گا	اس عظیم چاند کی طرف سے تیرا روشندان بند رہے گا

یعنی اس نور عظیم سے بے نصیب ہو گے اور اس ماہ کریم سے بستہ روزن ہو گے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ تمام عالم عبرت کی چیزوں سے بھرا ہوا ہے مگر جبکہ تم عبرت حاصل نہ کرو تو تمہارے اعتبار سے وہ ایسا ہے گویا کہ ایک شے بھی موجود نہیں ہے اور تم اندھوں کی طرح تمام عالم میں پھر رہے ہو۔

تو دروں چاہ رفتی ز کاخ	چہ گنہ دارد جہانہائے فراخ
تو محل سے گر کر کنویں میں چلا گیا ہے	وسیع جہانوں کی کیا خطا ہے

یعنی تو کنویں میں محل سے چلا گیا ہے تو اس عالم فراخ کی کیا خطا یعنی اگر تو سارے جہان کو چھوڑ کر ایک تاریک کنویں میں چلا جاوے تو اگر اس جہان کے باغ و بہار مجھے نظر نہ آویں تو اس کی کیا خطا۔

جان کہ اندر وصف گرگی ماند او	چوں بہ بیند روئے یوسف را بگو
وہ جان جو بھیڑیے پن میں رہی	بتا وہ یوسفؑ کا چہرہ کیسے دیکھے گی؟

یعنی وہ جان کہ وصف گرگی میں مشابہ ہے تو وہ روئے یوسف کو اچھی طرح کب دیکھ سکتی ہے۔

لحن داؤدی بہ سنگ و کہ رسید	گوش آن سنگین دلانش کم شنید
(حضرت) داؤدؑ کا نغمہ پتھر اور پہاڑ تک پہنچ گیا	ان سنگدلوں کے کان نے نہ سنا

یعنی لحن داؤدی سنگ و کوہ تک تو پہنچ گیا (مگر) ان سنگین دلوں کے کانوں نے اس کو نہ سنا۔

آفریں بر عقل و بر انصاف باد	ہر زماں واللہ اعلم بالرشاد
عقل اور انصاف کو شاباش ہے	ہر دور میں اور خدا ہدایت کو زیادہ جانتا ہے

یعنی (ایسے) عقل و انصاف پر ہر دم آفریں ہے۔ واللہ اعلم بالرشاد۔ مطلب یہ کہ بھائی ایسی عقل و انصاف پر جو کہ حق کو دیکھتے ہی نہیں ہزار آفریں۔ یہ طعن ہے۔ خلاصہ سب کا یہ ہے کہ دنیا میں عبرت کی چیزیں موجود ہیں ان کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو۔ اور اہل اللہ اور انبیاءؑ کا دل دکھانے سے باز رہو آگے مولانا قوم سبا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صدقوا رسلاً کراماً یا سبا	صدقوا روحاً سباها من سبا
اے سبا (والو) ! شریف رسولوں کی تصدیق کرو	اس روح کی تصدیق کرو جس کو قید کیا ہے جس نے بھی قید کیا ہے

یعنی اے قوم سبا رسولان کرام کی تصدیق کرو اور اس روح کی تصدیق کرو کہ مقید کر رکھا ہے اس کو جس نے کہ مقید کیا ہے۔ مطلب یہ کہ ان حضرات کی تصدیق کرو کہ ان کو حق تعالیٰ نے مقید کیا ہے اور وہ حق تعالیٰ کے مطیع ہیں۔

صدقواهم هم شموس طالعة	یومنوا کم من مخازی القارعة
ان کی تصدیق کرو وہ طلوع کرنے والے سورج ہیں	وہ تمہیں قیامت کی رسوائیوں سے امن دلائیں گے

یعنی ان کی تصدیق کرو وہ آفتاب ہیں چمکنے والے وہ تم کو قیامت کی رسوائیوں سے نجات دیں گے۔

صدقوا هم هم بدور زاهره	قبل ان یلقوکم بالساهره
ان کی تصدیق کرو وہ روشن چاند ہیں	اس سے پہلے کرو کہ تم سے میدان قیامت میں ملاقات کریں

یعنی ان کی تصدیق کرو وہ چاند ہیں روشن قبل اس کے کہ وہ تم سے قیامت میں ملیں۔ مطلب یہ کہ قیامت میں ملنے سے پہلے پہلے ان کی تصدیق کرلو ورنہ قیامت میں وہ تم سے بہ حیثیت مدعی کے ملیں گے۔ لہٰذا اس سے پہلے ہی کی تصدیق کام آوے گی۔

صدقوهم هم مصابیح الدجیٰ	اکرموهم هم مفاتیح الرجا
ان کی تصدیق کرو، وہ تاریکی کے چراغ ہیں	ان کی عزت کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں

یعنی ان کی تصدیق کرو وہ تاریکی کے چراغ ہیں اور ان کا اکرام کرو وہ امید کی کنجیاں ہیں

صدقوا من لیس یرجوا خیرکم	لاتضلوا لاتصدوا غیرکم
اس کی تصدیق کرو جو تمہارے مال کا امیدوار نہیں ہے	گمراہ نہ بنو اپنے غیر کو نہ روکو

یعنی اس شخص کی تصدیق کرو جو تمہاری خیر کا طالب نہیں ہے خود گمراہ مت ہو اور اپنے غیر کو روکو مت۔ یعنی جو کہ تم سے مال کے طالب نہیں اور کسی شے کے طالب نہیں ان کی تصدیق کرو۔ یہاں جو تھوڑی سی عربی لکھ دی ہے تو آگے فرماتے ہیں کہ۔

پارسی گوئیم ہیں تازی بہل	ہندوی آں ترک باش اے آب وگل
ہم فارسی بولنے والے ہیں، خبردار! عربی کو رہنے دے	اے پانی اور مٹی (سے بنے ہوئے) اس ترک کا غلام بن جا

یعنی ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو چھوڑو اور اس ترک کا غلام ہو جا اے آب وگل (ترک سے مراد حضرت من) مطلب یہ کہ ہم فارسی کہتے ہیں عربی کو ترک کرو اس لئے کہ شاید عربی کو کوئی نہ سمجھے اور بس خدا کے بندے بنے رہو یہی مطلوب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں گواہی ہائے شاہاں بشنوید	بگر دیدند آسمانہا بگروید
آگاہ! بادشاہوں کی شہادتیں سنو	آسمان ان کے گرویدہ ہیں تم (بھی) گرویدہ ہو

یعنی ہاں بادشاہوں کی گواہی کو سنو اور آسمان تو مطیع ہو گئے تم بھی مطیع ہو جاؤ۔

یا بحال او لینان بنگرید	یا سوئے آخر بحزمے بر پرید
یا گذشتہ لوگوں کا حال دیکھو	یا آخرت کی طرف احتیاط سے پرواز کرو

یعنی یا پہلوں کے حال دیکھو یا آخر کی طرف حزم سے اڑو مطلب یہ کہ یا تو ان حضرات کی باتیں سن کر مان لو اور اگر یہ نہیں ہوتا تو پہلوں کے قصوں سے عبرت حاصل کرو اور اگر یہ بھی نہیں ہے تو حزم سے کام لو کہ دیکھ لو احتیاط کس میں ہے اس کو لے لو تو دیکھ لو کہ احتیاط اسی میں ہے کہ انبیاء کی تصدیق کی جاوے اس لئے کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر نہ مانو گے تو قیامت میں باز پرس ہوگی۔ سو اگر تصدیق کر لی اور یہ (نعوذ باللہ) کاذب ہوئے اور قیامت وغیرہ نہ آئی تو تم سے کوئی بھی نہ پوچھے گا کہ تم نے کیا کیا تھا اور اگر یہ سچے ہوئے اور قیامت قائم ہوئی تو اس وقت تم باایمان ہو گے غرضکہ ہر صورت سے ان کی مان لینا ہی بہتر ہے آگے حزم کے معنی بیان فرماتے ہیں۔

حزم کے معنے کے بیان میں اور مرد حازم کی مثال

حزم چہ بود درد و تدبیر احتیاط	از دو آں گیری کہ دور ست از خباط
پختہ کاری کیا ہوتی ہے دو (چیزوں) میں احتیاط کی تدبیر	تو دونوں میں سے وہ اختیار کر جو لغزش سے دور ہے

یعنی حزم کیا ہوتا ہے دو تدبیروں میں احتیاط کرنا اور دو میں سے اس کو لینا جو خبط سے دور ہے (بس اس کا نام حزم ہے تو ہم اوپر بتا چکے ہیں کہ احتیاط تصدیق انبیاء ہی میں ہے لہٰذا ان کی مانو آگے ایک مثال سے حزم کے اس معنی کو اور واضح فرماتے ہیں کہ)

آں یکے گوید دریں رہ ہفت روز	نیست آب وہست ریگ پائے سوز
ایک کہتا ہے کہ اس راستہ میں سات روز تک	پانی نہیں ہے اور پاؤں جلانے والا ریت ہے

یعنی ایک شخص کہتا ہے کہ اس راہ میں سات روز تک پانی نہیں ہے اور ریت پاؤں کو جلانے والا ہے۔

آن دگر گوید دروغ ست ایں بداں	کہ بہر شب چشمہ بنی عیاں
دوسرا کہتا ہے جھوٹ ہے یہ سمجھ لے	کہ تو ہر رات کو بہتا چشمہ دیکھے گا

یعنی دوسرا کہتا ہے کہ غلط ہے یہ سمجھ لے کہ ہر شب میں ایک چشمہ دیکھو گے ظاہر طور پر یعنی ہر منزل پر چشمہ ملے گا۔

حزم آن باشد کہ برگیری تو آب	تارہی از ترس و باشی در صواب
پختہ کاری یہ ہوگی کہ تو پانی لے لے	تاکہ تو خوف سے نجات پا جائے اور تو صحیح راستہ پر ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حزم وہ ہے کہ تم پانی لے لوتا کہ خوف سے چھوٹ جاؤ اور درست حالت میں رہو۔

گر بود در راہ آب ایں را بریز	ور نباشد وائے بر مرد ستیز
اگر راستہ میں پانی ہو اس کو بہا دے	اگر نہ ہوا تو جھگڑا کرنے والے پر افسوس ہے

یعنی اگر راستہ میں پانی ہو تو اس کو گرا دینا اور اگر نہ ہو تو مخالفت کرنے والے آدمی پر افسوس ہے یعنی جو کہ اس کو نہ مانے اور احتیاط نہ کرے اس وقت اس کی حالت افسوسناک ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے خلیفہ زادگان دادے کنید	حزم بہر روز میعادے کنید
اے خلیفہ زادو! انصاف کرو	قیامت کے دن کیلئے پختہ کاری سے کام لو

یعنی اے شہزادو انصاف کرو اور روز میعاد کے لئے حزم کرو۔ یعنی اس روز کے لئے احتیاط سے کام لو اور چونکہ حضرت آدم خلیفہ اور بادشاہ تھے اس لئے خلیفہ زادہ انسان کو کہدیا۔

آں عدوے کز پدرتاں کیں کشید	سوئے زندانش ز علیین کشید
وہ دشمن جس نے تمہارے باپ سے کینہ کشی کی	علیین سے اس کو قید خانہ میں کھینچ لایا

یعنی وہ دشمن جس نے کہ تمہارے باپ سے کینہ کیا اور علیین سے ان کو زندان کی طرف کھینچا۔

آں شہ شطرنج دل را مات کرد	از بہشتش سخرۂ آفات کرد
اس نے دل کے شاہ شطرنج کو مات دے دی	اس کو بہشت سے نکال کر مصیبتوں کا پابند کر دیا

یعنی اس نے شطرنج دل کے شاہ کو مات کر دیا اور بہشت سے (نکال کر) ان کو سخرۂ آفات کر دیا یعنی وہاں سے نکال کر ان کو آفات میں مبتلا کر دیا۔

چند جابندش گرفت اندر نبرد	تا بکشتی در فگندش روئے زرد
معرکے میں چند جگہ اس پر پیچ ڈالا	یہاں تک کہ رسوائی کے ساتھ اس کو کشتی میں پچھاڑ دیا

یعنی کئی جگہ سے ان کے بند لڑائی میں پکڑے یہاں تک کہ کشتی میں ان کو زرد رو کر کے ڈال دیا۔

ایں چنیں کرد ست با آں پہلواں	سست سستش منگر یدائے دیگراں
اس بہادر کے ساتھ یہ کیا	اے بیگانو! اس کو حقیر نہ سمجھو

یعنی اس نے اس پہلوان کے ساتھ ایسا کیا ہے تو اے دوسرو تم اس کو کمزور مت سمجھو۔

مادر و بابائے ما را ایں حسود	تاج و پیرایہ بچالاکے ربود
اس حاسد نے ہماری ماں اور باپ کا	تاج اور لباس چالاکی سے اچک لی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہمارے ماں باپ کا اس حاسد نے تاج اور پیراہن چالاکی سے لے لیا ہے۔

کرد شاں آنجا برہنہ خوار و زار	سالہا بگریست آدم زار زار
اس جگہ ان کو ننگا ذلیل اور بدحال کر دیا	آدم سالوں زار زار روئے

یعنی ان کو اس جگہ برہنہ اور ذلیل کیا تو آدم علیہ السلام سالہا سال تک زار زار روئے۔

کہ ز اشک چشم او روئید نبت	کہ چرا اندر جریدہ لاست ثبت
کہ ان کی آنکھوں کے آنسو سے گھاس اگ آئی	کہ کیوں اعمال نامے میں انکار لکھا ہے؟

یعنی یہاں تک کہ ان کی اشک چشمی سے گھاس اگ آیا کہ کیوں دفتر لا میں (میرا نام) ثبت ہے مطلب یہ کہ وہ اس لئے روتے تھے کہ میرا نام اس دفتر مخالفت میں کیوں ثبت ہوگیا۔ اور کیوں لکھا گیا۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کی اشک چشم سے بوٹیاں پیدا ہوئی تھیں اور جس قدر خوشبودار بوٹیاں مثل الائچی وغیرہ کے ہیں اسی سے پیدا ہوئی تھیں۔ تو دیکھو اس شیطان نے ایسے زبردست کو بھی ایک دفعہ ہرا دیا۔

تو قیاسے گیر طراریش را	کہ چناں سرور کند زوریش را
تو اس کی چالاکی کا قیاس کر لے	کہ ایسا سردار اس کی وجہ سے داڑھی نوچتا ہے

یعنی تم اس کی چالاکی کو قیاس کرلو کہ ایسا سردار اس کی وجہ سے داڑھی کو اکھاڑے۔ یعنی جب وہ اس سے زیر ہوگئے تو پھر تم دیکھ لو کہ تمہارے ساتھ کیا کچھ کرسکتا ہے۔

الحذر اے گل پرستاں از سرش	تیغ لاحولے زنید اندر سرش
اے مٹی کے پجاریو! اس کے شر سے بچو	اس کے سر پر لاحول کی اور تلوار مارو

یعنی اے گل پرستو اس کے شر سے بچو اور لاحول کی تلوار اس کے سر میں مارو۔

کو ہمی بیند شمارا از کمیں	کہ شما او را نمی بینید ہیں
کیونکہ وہ تمہیں گھات میں سے دیکھتا ہے	خبردار! کہ تم اسے نہیں دیکھتے ہو

یعنی کیونکہ وہ تم کو کمین سے دیکھ رہا ہے اور تم اس کو نہیں دیکھتے ہو (قرآن شریف میں بھی ہے کہ انــــہ یرٰلکم ھو وقبیلہ من حیث لاترونھم تو اس کی مثال ایسی ہے جیسی کہ قیاد کہ جانور کو صیاد تو دیکھتا ہے اور وہ جانور اس کو نہیں دیکھتا اور صیاد کی یہ حالت ہوتی ہے کہ)

دائما صیاد ریزد دانہا	دانہ پیدا باشد و پنہاں دغا
شکاری ہمیشہ دانہ ڈالتا ہے	دانہ ظاہر اور مکر چھپا ہوا ہوتا ہے

یعنی صیاد ہمیشہ دانے ڈالتا ہے تو دانہ تو ظاہر ہوتا ہے اور دغابازی پوشیدہ ہوتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کجا دانہ بدیدی الحذر	تانہ بندد دام بر تو بال و پر
تو جہاں دانہ دیکھے بچ	تاکہ جال تیرے بال و پر نہ باندھ دے

یعنی جہاں کہیں تم دانہ دیکھو تو بچو تاکہ جال تم پر بال و پر کو باندھ نہ دے۔

چونکہ دیدی دانہ بگریز ای حمام	دانہ چوں خوردی درافتادی بدام
اے کبوتر! جب تو دانہ دیکھے بھاگ جا	ورنہ جیسے ہی تو نے کھایا جال میں پھنسا

یعنی اے کبوتر جب تو نے دانہ دیکھا تو بھاگ اور جو دانہ تو نے کھالیا تو (سمجھ لے کہ) تو جال میں پڑ گیا۔

مطلب یہ ہے کہ یہ شیطان بھی ہر دم شہوات کا جال بچھاتا ہے اور ہر دم اس کے اندر لذات کے دانے ڈالتا ہے تو خدا کے لئے تم ذرا بچتے رہنا کہیں اس کے جال میں نہ پھنس جاؤ بس جہان کہیں ذرا شبہ بھی ہو حزم اور احتیاط کی بات یہ ہے وہاں ٹھہرو مت بس چل دو۔

زانکہ ہر مرغے کہ ترک دانہ کرد	دانہ از صحرائے بے تزویر خورد
کیونکہ جس پرند نے دانہ چھوڑا	بے مکر جنگل سے دانہ چگ لیا

یعنی اس لئے کہ جس جانور نے کہ دانہ کو ترک کیا صحرائے بے تزویر سے دانہ کھایا۔

شاد مرغے کو بترک دانہ گفت	در ریاض قدس بہرش گل شگفت
وہ پرند بھلا ہے جس نے دانہ چھوڑا	اور قدس کے باغوں میں اس کے لئے پھول کھلے

یعنی خوش ہے وہ مرغ جس نے کہ ترک دانہ کیا اور ریاض قدس سے اس کے لئے پھول کھل گئے۔ یعنی جس نے کہ ان لذات و شہوات کو ترک کیا اور اس کے لئے ریاض قدس سے گل کھل گئے اور علوم و معارف حاصل ہو گئے۔

ہم بداں قانع شد و از دام رست	ہیچ دامے پر و بالش را نہ بست
اسی دانہ پر کفایت کر لی اور جال سے چھوٹ گیا	کسی جال نے اس کے بال و پر نہ باندھے

یعنی اس پر قانع ہو گیا اور دام سے چھوٹ گیا تو کسی دام نے اس کے پر و بال کو نہ باندھا۔ یعنی پھر وہ کہیں پھنس ہی نہیں سکتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ شیطان کے جال کے دانوں کو ترک کرے گا وہ کبھی اس کے جال میں نہیں پھنس سکتا آگے ایک مثال میں حزم کا فائدہ اور ترک حزم کا ضرر بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا اہل سبا کو ان کی گستاخی پر توبیخ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے گستاخو تم اپنی قوت جسمانی و دماغی پر کیا بھولے ہوئے ہو اور کیا گستاخیاں کر رہے ہو یاد رکھو کہ اہل اللہ کے غضب نے لاکھوں

www.besturdubooks.wordpress.com

شہروں کو الٹ دیا ہے ان کی شوکت کی یہ حالت ہے کہ پہاڑوں کے سینکڑوں ٹکڑے ہوتے ہیں اور آفتاب گدھا چکی کی طرح ان کے سامنے گھومتا ہے اہل اللہ کا غضب ابر کا پانی خشک کر دیتا ہے اور اس نے بہت سے ملکوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اے ذلیل مردود اگر اعتبار نہ ہو تو قوم لوط کے ملک کو دیکھ لو کہ اس کا کیا حال ہوا۔ ہاتھی کی تو ان کے سامنے کوئی حقیقت ہی نہیں کیونکہ ان کی ہڈیاں تو چند پرندوں نے کچل دی ہیں۔ دیکھ ابابیل بہت کمزور جانور ہے مگر اس نے کنکریوں سے ان کو یوں چھید ڈالا کہ پھر زخم مندمل نہ ہو سکے اور آخر کار مر گئے کون ہے جس نے طوفان نوحؑ کا واقعہ نہیں سنا یا موسیٰ اور فرعون کے لشکروں کی معرکہ آرائی نہیں سنی۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے ان کو شکست دی اور پانی میں ڈبو دیا اور پانی نے ان کو گلا کر ریزہ ریزہ کر دیا اور کون ہے جس نے ثمود کا قصہ نہیں سنا اور یہ نہیں سنا کہ آندھی نے قوم عاد کو اڑا دیا تھا بس تم ذرا ان زبردست لوگوں کی حالت کو بغور دیکھو جو کہ لڑائیوں میں ہاتھیوں کا مقابلہ کر کے ان کو مار ڈالتے تھے اور دیکھو کہ ایسے زبردست لوگ ہمیشہ اہل دل کے غضب کے تختہ مشق رہے ہیں اور ہمیشہ مار کھاتے رہے ہیں اور ہمیشہ ایک مصیبت کی تاریکی سے اس سے بڑی مصیبت کی تاریکی میں منتقل ہوتے رہے ہیں۔ نہ ان کا کوئی فریادرس تھا اور نہ کوئی رحمت کرنے والا پس تم کو اپنی قوت پر ہرگز گھمنڈ نہ ہونا چاہئے تمہارے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تمہیں دین و دنیا کی کچھ بھی خبر نہیں کہ جن واقعات کو دنیا دیکھ رہی ہے تم ان کو نہیں دیکھتے۔ نہیں بلکہ تم ضرور دیکھتے ہو مگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہو گویا کہ دیکھا ہی نہیں۔ لیکن یاد رہے کہ موت تمہاری خوب آنکھیں کھول دے گی اور پھر تم تعامی بھی نہ کر سکو گے یہاں تک تو بیخ کو ختم کر کے آگے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم جو کمالات انبیاء علیہم السلام کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ انبیاءؑ کی تقصیر نہیں بلکہ خود تمہارا قصور ہے کیونکہ ان کے کمالات ظاہر ہیں لیکن تم ان کو دیکھنا ہی نہیں چاہتے اس لئے اس کی ذمہ داری خود تم پر عائد ہے نہ کہ ان پر مثلاً اگر ہر دو عالم نور سے پر ہوں اور تم روشنی میں آؤ ہی نہیں بلکہ آنکھیں بند کر کے تاریکی میں چلو تو نور کا کیا قصور خود تمہاری خطا ہے۔ کیونکہ جبکہ تم ایسا کرو گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ اس نور وافر سے محروم رہو گے اور نور پہنچنے کا ذریعہ تمہارے لئے مسدود ہوگا۔ نیز اگر دنیا فراخ ہو اور تم اس سے خود فائدہ نہ اٹھاؤ بلکہ کنویں میں اتر جاؤ جیسا کہ تم نے کیا ہے کہ قصر ہدایت کو چھوڑ کر چاہ ضلالت میں گرے ہوئے ہو تو پھر عالم کا کیا قصور وہ تم کو اپنی آغوش میں لینے اور راحت پہنچانے کے لئے ہر وقت تیار ہے۔ قصور خود تمہارا ہے اب مولانا اپنی تقریر کا رخ بدلتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے کمالات انبیاءؑ کو نہ دیکھنے کی وجہ انہماک فی الشہوات و لذات اور بغض و عناد اہل الحق ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو روح وصف گرگی میں محبوس ہوگی یعنی حرص و طمع و مخالفت و عناد میں مشغول ہوگی وہ یوسف کے چہرہ کو غور سے نہیں دیکھ سکتی یعنی اہل کمال کے کمالات کو غائر نظر سے نہیں دیکھ سکتی۔ کیونکہ بھیڑیا تو یہ چاہے گا کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس یوسف کو کھا جاؤں۔ پھر اتنا موقع کہاں مل سکتا ہے کہ وہ اس کی خوبیوں میں غور کرے اور دیکھے کہ یہ خوبصورت ہے یا بدصورت بس یہی حالت معاندین کی ہے کہ ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

عناد ہی سے فرصت نہیں پھر ان کو انبیاءؑ کے کمالات میں غور کرنے کا کب موقع مل سکتا ہے یہی سبب تھا کہ لحن داؤدی پتھروں اور پہاڑوں تک تو پہنچتی تھی مگر سنگدل آدمی اس کو نہ سنتے تھے پس ہم تو عقل وانصاف کو سراہتے ہیں کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے اشیاء کا حسن وقبح اوران کا ادراک علی ماہی علیہ ہوسکتا ہے۔اب پھر مولانا اہل سبا کو مخاطب بناتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے اہل سبا تم عقل اور انصاف سے کام لو اور انبیاءؑ کو کرام کی تصدیق کرواور اس روح (نبی) کی تصدیق کرو جس کو ایک بڑے پھانسنے والے محبوب نے پھانس لیا ہے (یعنی حق سبحانہ نے) ارے کم بختو وہ آفتاب روشن ہیں ان کی تصدیق کرو اور تکذیب کر کے اپنے اوپر اندھے پن کا دھبہ نہ لگاؤ۔یہ لوگ قیامت میں تمہارے کام آئیں گے اور تم کو اس دن کی رسوائیوں سے بچائیں گے ارے یہ ماہ تاباں ہیں ان کی تصدیق کرو قبل اس کے کہ وہ قیامت میں تم سے ملیں کیونکہ اس وقت کا ملنا نہایت خطرناک ہے ارے یہ اندھیری رات کے چراغ ہیں ان کی تصدیق کرو اور یہ حصول امید کے ذرائع ہیں ان کی تعظیم وتکریم کروارے یہ تم سے کسی نفع کی توقع نہیں رکھتے ان کی ضرور تصدیق کرو دیکھو نہ خود گمراہ ہو نہ دوسروں کو قبول حق سے روکو تم یہ کہو گے کہ ہم عربی نہیں سمجھتے جو کچھ کہنا ہے فارسی میں کہو بہت اچھا لو فارسی میں سنو تم اس معشوق حقیقی یعنی حق سبحانہ کے دلو جان سے عاشق بنواور انبیاء علیہم السلام جس قدر اس کے کمالات کی شہادت دیتے ہیں سب کو بگوش قبول سنو۔دیکھو آسمانوں نے اس کی اطاعت کر لی ہے تم بھی اطاعت کرو۔اور اس کی دو صورتیں ہیں یا تو پہلے نافرمانوں کی حالت دیکھ لو اور ان سے عبرت حاصل کر دیا بعد کے لئے حزم کو کام میں لاؤ۔حزم کے معنے ہیں دو تدبیروں کے بارہ میں احتیاط پر عمل کرنا۔اور اس تدبیر کو اختیار کرنا جس میں ٹھوکر کھانے کا اندیشہ نہ ہو۔مثلاً ایک شخص کہتا ہے کہ اس سات روز کے راستہ میں پانی کہیں نہیں۔صرف پاؤں جلانے والا ریت ہے۔دوسرا کہتا ہے نہیں صاحب یہ غلط ہے بلکہ تم کو ہر رات ایک چشمہ جاری ملے گا۔اس وقت احتیاط اس میں ہے کہ پانی لے لو تا کہ خطرہ سے محفوظ رہو۔ٹھیک راستہ پر چلو اگر رستہ میں پانی ہوا تو اس پانی کو گرا دینا اور اگر نہ ہوا اور تم پانی لے کر بھی نہ چلے تو تمہاری کمبختی آ گئی پیاسے مرو گے۔اے نبی آدم خدارا انصاف کو کام میں لاؤ اور قیامت کے بارہ میں احتیاط پر عمل کرو۔اور اعمال صالحہ کر کے اس کے لئے توشہ تیار رکھو کیونکہ ضرورت پڑی تو کام دے گا اور اگر بالفرض سارا قصہ افسانہ ہوا تو تم کو کچھ ضرر نہیں اور وہ دشمن جو تمہارے جد امجد سے دشمنی کرتا ہے اور ان کو بہشت سے جیل خانہ دنیا میں لا ڈالتا ہے اور وہ دشمن جس نے اتنے بڑے دل کی شطرنج کے بادشاہ یعنی آدم علیہ السلام کو مات کر دی اور ان کو بہشت سے نکال کر مصیبتوں میں پھنسا دیا اور مقابلہ میں ان کو کئی داؤں میں پھانس لیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کشتی میں نہایت شرمندگی کے ساتھ ان کو چاروں شانے چت پٹک دیا۔غرض کہ اس کھلاڑی پہلوان کے ساتھ اس نے یہ معاملہ کیا تو اے پٹھو تم اس پرانے گھاگ کو نظر حقارت سے نہ دیکھو تم اس کے سامنے کیا حقیقت رکھتے ہو اس کمبخت حاسد نے تو تمہارے باپ آدم کا تاج اور تمہاری ماں حوا کا زیور اتار دیا تھا۔یہ انعام

www.besturdubooks.wordpress.com

خداوندی تھا کہ ان کو پھر مل گیا اور نہ اس نے کوئی کمی نہ کی تھی اس نے ان کو برہنہ اور ذلیل وخستہ کر دیا تھا جس کے سبب آدم کو اس قدر کثرت سے رونا پڑا کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس نکل آئی۔ وہ پچھتاتے تھے کہ میں نے کیوں اس خبیث کا کہنا مانا کہ میرا نام دفتر عصاۃ میں درج ہوا اب تم اس کی چالاکی کو اس سے قیاس کرلو کہ اتنا بڑا سردار اس کے ہاتھوں اس قدر پریشان ہوتا ہے کہ غصہ میں اپنی داڑھی نوچتا ہے پھر تمہاری تو ہستی ہی کیا ہے۔ اے عالم ناسوت اور اجسام وجسمانیات کے عاشقو اس کے شر سے بچو اور لاحول کی تلوار اس کے سر پر مار کر اس کو اس قدر مضمحل کردو کہ تم پر غالب نہ آسکے کیونکہ وہ تمہیں اس کمین سے دیکھ رہا ہے جہاں کہ تم اس کو نہیں دیکھ سکتے اس لئے تم اس سے صرف لاحول کی تلوار سے مقابلہ کر سکتے ہو اور دو بدو اس سے نہیں لڑ سکتے اور اس کے کمین گاہ میں مستور ہونے کا یہ راز ہے کہ شکاری جال میں دانہ ڈال کر خود چھپ جاتا ہے پس دانہ تو ظاہر ہوتا ہے اور دھوکا مخفی ہوتا ہے اس لئے جانور پھنس جاتا ہے۔ اسی طرح یہ خود تو چھپا ہوا ہے اور لذت وشہوات کے دانے تمہارے سامنے ڈال دیئے ہیں تاکہ تم دھوکے میں آجاؤ۔ پس دیکھو تم جہاں کہیں شیطانی دانہ دیکھو اس سے بچنا۔ ایسا نہ ہو کہ تم جال میں پھنس جاؤ تم کو دانہ دیکھتے ہی بچنا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ ہم ہوشیاری کیساتھ دانہ بھی کھا لیں گے اور جال سے بھی بچ جائیں گے اس لئے کہ دانہ کھا کر جال سے بچنا ناممکن ہے نہایت خوشی ہے اس شخص کے لئے جو اس دانہ سے بچا رہا اور اس سبب سے بہشت میں اس کے لئے طرح طرح کی خوشی کے سامان مہیا ہو گئے اور اس نے انہیں پر قناعت کی اور جال سے بچا رہا۔ اور کوئی جال اس کو مقید نہ کر سکا۔

شرح شبیری

اس جانور کے حال کی پراگندگی جس نے ترک حزم ہوا و ہوس کی وجہ سے کیا

باز مرغے فوق دیوارے نشست	دیدہ سوئے دانہ ودامے بہ بست
پھر وہ پرندہ جو ایک دیوار پر بیٹھا	آنکھ دانہ اور جال پر جما دی

یعنی پھر (یہ سنو کہ) ایک جانور کسی دیوار پر بیٹھا اور آنکھ کو دانہ ودام کی طرف باندھا۔

یک نظر او سوئے صحرا میکند	یک نظر حرصش بدانہ می کشد
وہ جنگل کی جانب ایک نگاہ کرتا ہے	(اور) ایک نظر میں اس کو حرص دانہ کی طرف کھینچتی ہے

یعنی وہ ایک نظر تو صحرا کی طرف کرتا ہے اور اس کی حرص کی ایک نظر دانہ کی طرف کھینچتی ہے یعنی ایک دفعہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھتا ہے کہ جنگل لق ودق پڑا ہے مگر اس میں دانہ نہیں ہے لیکن جال بھی یقیناً نہیں ہے اور جہاں دانہ ہے وہاں جال کا احتمال ہے غرضکہ وہ دونوں طرف نظر کر رہا ہے۔

ایں نظر باآں نظر چالیش کرد	ناگہانے از خرد خالیش کرد
اس نظر نے اس نظر سے مقابلہ کیا	اچانک اس کو عقل سے خالی کر دی

یعنی اس نظر نے اس نظر کے ساتھ لڑائی کی تو ناگہاں عقل سے اس کو خالی کر دیا۔

رفت ودانہ خورد واندر دام ماند	صائدش کشت وبخورد وکام راند
وہ اڑا دانہ کھایا اور جال میں پھنس گیا	شکاری نے اس کو ذبح کیا اور کھا لیا اور مقصد کو پورا کیا

یعنی گیا دانہ کھایا اور جال میں رہ گیا تو شکاری نے اس کو ذبح کیا اور کھایا اور کام چلایا۔

مطلب یہ کہ اسی طرح انسان ایک طرف لذت دیکھتا ہے اور وہاں شیطان کے بہکانے کا یقین ہوتا ہے اور دوسری طرف شیطان نہیں مگر لذت بھی نہیں تو اس وقت یہ سوچتا ہے کہ لاؤ اس وقت تو مزہ لے لو پھر دیکھا جاوے گا۔ بس یہ سوچ کر ادھر کو چلا۔ اور پھنسا۔ پھر ساری عقل وغیرہ رفو چکر ہو جاتی ہے اور شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔

باز مرغے کان تردد را گذاشت	زان نظر برکند و بر صحرا گماشت
پھر وہ پرند جس نے ترددکو چھوڑا	اس نے اس سے نظر ہٹا لی اور جنگل پر لگا دی

یعنی پھر اس مرغ کو سنو کہ اس نے تردد کو تو چھوڑا اور اس (دانہ) سے نظر الگ کر کے جنگل پر (نظر کو) مقرر کر دیا (اور احتمال ضرر پر وہاں سے چلدیا)

شاد پر و بال او بخالہ	تا امام جملہ آزادان شد او
اس کے بال و پر بھلے ہیں اس کے لئے خوبی ہے	یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام بن گیا

یعنی اس کے پر و بال خوش ہیں اور خوشی ہے اس کے لئے یہاں تک کہ وہ تمام آزادوں کا امام ہو گیا۔

ہر کہ او را مقتدا سازد برست	در مقام امن و آزادی نشست
جس نے اس کو مقتدا بنا لیا نجات پا گیا	امن اور آزادی کے مقام پر بیٹھ گیا

یعنی جس نے کہ اس کو مقتدا بنا لیا وہ چھوٹ گیا اور مقام امن اور آزادی میں بیٹھ گیا۔

زانکہ شاہ حازماں آمد دلش	تا گلستان و چمن شد منزلش
کیونکہ اس کا دل پختہ کاروں کا بادشاہ ثابت ہوا	یہاں تک کہ گلستاں اور چمن اس کی منزل بنا

یعنی اس لئے کہ اس کا دل حازموں کا بادشاہ ہے یہاں تک کہ گلستان اور چمن میں اس کی منزل ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حزم زو راضی و او راضی زحزم	ایں چنیں کن گر کنی تدبیر و عزم
پختہ کاری اس سے خوش اور وہ پختہ کاری سے خوش	اگر کرتا ہے تو ایسی تدبیر اور ارادہ کر

یعنی وہ حزم سے راضی اور حزم اس سے راضی تو تو ایسا ہی کر اگر تدبیر و عزم کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک تو وہ تھا کہ شیطان کے بہکانے میں آ کر پھنس گیا اور ایک وہ ہے کہ اس نے احتمال ضرر پر اس میں لذت کو ترک کر دیا اور وہاں سے چل دیا۔ بس اب وہ کہیں بھی نہیں پھنس سکتا اور وہ سب کا مقتدا ہو گیا۔ اب اور بھی جو کوئی اس کو مقتدا بنا لے وہ بھی اس کی طرح دام ابلیس سے چھوٹ جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب ہم دو جانوروں کی حالت بیان کرتے ہیں اس سے تم کو عبرت حاصل کرنا چاہئے۔ ایک جانور دیوار پر آزاد بیٹھا ہے اسی اثناء میں اس نے جال اور دانہ کو دیکھا۔ اب وہ ایک طرف تو صحرا کو دیکھتا ہے اور اپنی آزادی کا خیال کرتا ہے دوسری طرف لذت دانہ پر نظر کرتا ہے اور حرص اس کو اس کی طرف کھینچتی ہے۔ اب دونوں نظروں میں جنگ ہوتی ہے اور نظر حرص غالب آ کر اس کی عقل کو فنا کر دیتی ہے اور اس کو عقل سے کورا کر دیتی ہے وہ جاتا ہے اور دانہ کھا کر جال میں پھنس رہتا ہے شکاری اسے ذبح کرتا ہے اور کھا کر اپنی مقصد براری کرتا ہے۔ اب ایک دوسرا جانور لو اس کو بھی یہی تردد پیش آتا ہے مگر وہ تردد کو چھوڑ دیتا ہے اور دام و دانہ سے نظر کو ہٹا کر صرف جنگل کو مطمع نظر بناتا ہے ایسے جانور کے مزے ہیں اور اس کے پر و بال خوش ہیں اور وہ اپنے اس فعل سے تمام آزادوں کا مقتدا ہو جاتا ہے جو جانور اس کو مقتدا بناتا ہے بچ جاتا ہے اور امن و آزادی کی جگہ میں بیٹھا ہوتا ہے کیونکہ اس نے نہایت ہوشیاری سے کام لیا۔ اس لئے اس کا دل ہوشیاری میں گویا کہ ہوشیاروں کا بادشاہ تھا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے دام یا شکم صیاد کے گلستان و چمن اس کا مسکن بنا۔ اب وہ حزم و احتیاط سے خوش ہے کہ وہ اس کے کام آئیں۔ اور حزم و احتیاط اس سے خوش ہیں کہ اس نے ان کی قدر کی۔ پس اگر تم کو کرنا ہے تو ایسی تدبیر اور ایسا عزم اختیار کرو۔

شرح شبّیری

بارہا در دام حرص افتادہٗ	حلق خود را در بریدن دادہٗ
تو بارہا لالچ کے جال میں پھنسا ہے	تو نے اپنا گلا کٹنے کے لئے دے دیا ہے

یعنی بارہا تم دام حرص میں پڑ چکے ہو اور اپنے حلق کو کاٹنے کے لئے تم نے دیدیا ہے۔

بازت آں تواب لطف آزاد کرد	توبہ پذرفت و شمارا شاد کرد
پھر تجھے اس (مجسم) مہر توبہ قبول کرنے والے نے آزاد کر دیا	اس نے توبہ قبول کر لی اور تمہیں خوش کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس تواب لطف نے تم کو آزاد کر دیا اور توبہ قبول کر کے تم کو خوش کر دیا یعنی تم نے بار ہا گناہ کر کے توبہ کی ہے اور حق تعالیٰ نے ہمیشہ تمہاری توبہ کو قبول فرمایا ہے اور تم کو خوش کر دیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا ہے کہ۔

گفت ان عدتم کذا عدنا کذا	نحن زوجنا الفعال بالجزا
فرمایا اگر تم اس طرح چلے ہم اس طرح چلیں گے	ہم نے کاموں کا بدلہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے

یعنی فرمایا کہ اگر تم اس طرح لوٹو گے تو ہم اس طرح لوٹیں گے ہم نے افعال کو جزا کے ساتھ ملا دیا ہے یعنی فرما دیا ہے کہ اگر تم پھر گناہ کرو گے تو ہم سزا دیں گے۔ اس لئے کہ ہم نے افعال کو ان کی جزا کی ساتھ قرین کر دیا ہے تو جب فعل ہوگا اس کی مطابق اس کی جزا بھی مرتب ہو جاوے گی آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چونکہ جفتے را بر خود آورم	آید آن جفتش دوا نہ لاجرم
جبکہ ایک جوڑ والے کو اپنے پاس لاتا ہوں	اس کا جوڑا لامحالہ دوڑتا ہوا آتا ہے

یعنی جبکہ ہم ایک جفت کو اپنے پاس لا دیں تو وہ دوسرا جوڑا بھی یقیناً آوے گا (تو اسی طرح جب افعال و جزا آپس میں جفت ہیں تو ایک کے آنے سے دوسری بھی آوے گی)

جفت کردیم ایں عمل را باثر	چوں رسد جفتے۔ رسد جفتے دگر
ہم نے اس کام کا نتیجہ کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہے	جب جوڑے میں کا ایک آتا ہے دوسرا آ جاتا ہے

یعنی ہم نے ان اعمال کو اثر کی ساتھ جفت کر دیا ہے تو جب ایک جفت پہنچے گی تو وہ دوسری بھی پہنچے گی۔

چوں رباید غارتے از جفت شوے	جفت می آید پے اوشوی جوئی
جبکہ کوئی غارت گر جوڑے میں سے نر کو پکڑ لیتا ہے	مادہ اس کے پیچھے نر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے

یعنی جبکہ کوئی لٹیرا کسی جفت سے (اس کے) شوہر کو اچک لے تو وہ جفت اس کے پیچھے شوہر کو تلاش کرتی ہوئی آتی ہے۔ تو اسی طرح جبکہ اعمال اور جزا آپس میں جفت ہیں تو ایک کے وجود سے دوسرے کا وجود ضروری ہے تو حق تعالیٰ نے یہ فرما دیا ہے مگر۔

بار دیگر سوئے ایں دام آمدید	خاک اندر دیدۂ توبہ زدید
تم پھر اس جال کی طرف آئے	تم نے توبہ کی آنکھوں میں دھول جھونک دی

یعنی تم دوسری دفعہ (پھر) اس جال کی طرف آئے۔ اور دیدۂ توبہ میں تم نے خاک جھونک دی یعنی باوجود اس کے کہ اول توبہ قبول کر کے یہ سب کچھ کہہ دیا گیا تھا مگر تم نے پھر توبہ توڑ دی۔

بازت آن تواب بکشود آں گرہ	گفت ہیں بگریز رو ایں سو منہ
توبہ قبول کرنے والے نے پھر وہ گرہ کھول دی	فرمایا خبردار! بھاگ ادھر کا رخ نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھر اس تواب نے تمہاری گرہ کھول دی اور کہہ دیا ارے بھاگ اس طرف منہ مت کر۔

باز چوں پروانۂ نسیاں رسید	جان تاں را جانب آتش کشید
پھر جب بھول کا پروانہ آیا	اس نے تمہاری جان کو آگ کی جانب کھینچ لیا

یعنی پھر جب نسیان کا پروانہ پہنچا تو تمہاری جان کو (اس نے) آتش کی طرف کھینچا۔

کم کن اے پروانہ نسیان و شکے	در پر سوزیدہ بنگر تو یکے
اے پروانے! بھول اور شک نہ کر	ایک بار اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے

یعنی اے (شخص) پروانہ نسیان و شک کو کم کر اور تو ایک مرتبہ جلے ہوئے پر کو دیکھ لے۔ (پر سوزیدہ سے مراد معصیت کے نقصانات ہیں) مطلب یہ ہے کہ اس نسیان و شک کو چھوڑ اور معصیت سے جو تجھے نقصان مثل ضعف وغیرہ کے پہنچا ہے اس کو دیکھ کہ اگر تو پھر کریگا تو پھر یہی ہوگا تو اس سے عبرت پکڑ اور آئندہ ان افعال کا مرتکب مت ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چوں رہیدی شکر آں باشد کہ ہیچ	سوئے آں دانہ نداری پیچ پیچ
جب تو بچ گیا اس کا شکر یہ ہے کہ کبھی	اس دانہ کی جانب موڑ توڑ نہ کرے

یعنی جب تو چھوٹ گیا تو اس کا شکر یہ ہے کہ اس دانہ کی طرف کبھی رغبت نہ رکھے۔

تا ترا چوں شکر گوئی بخشد او	روزی بے دام و بے خوف عدو
تاکہ جب تو شکر کرے تو وہ تجھے عطا کرے	وہ روزی جو بغیر جال اور بغیر دشمن کے خوف کے ہے

یعنی تاکہ جب تو شکر کرے وہ تجھے روزی بے دام اور بے خوف عدو مرحمت فرمادے۔ مطلب یہ کہ اس چھوٹ جانے کا شکر یہ تھا کہ تم کبھی پھر اس طرف کو رخ نہ کرتے اور جب تم اس طرف کو رخ نہ کرتے تو ان لذات وشہوات کو ترک کرتے تو حق تعالیٰ تم کو وہ لذت عطا فرماتے کہ جن میں ضرر کا احتمال بھی نہ تھا۔

شکر آں نعمت کہ تاں آزاد کرد	نعمت حق را بباید یاد کرد
اس نعمت کے شکریے میں کہ تمہیں اس نے آزاد کر دیا	اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کو یاد کرنا چاہیے

یعنی اس نعمت کے شکر میں کہ تم کو عذاب سے آزاد کیا نعمت حق کو یاد کرنا چاہئے۔

چند اندر رنجہا و در بلا	گفتی از دامم رہا کن اے خدا
کتنی بار تکلیفوں اور مصیبت میں	تو نے کہا ہے اے خدا! مجھے جال سے چھڑا دے

یعنی کتنی مرتبہ تو نے رنج و بلا میں کہا ہے کہ اے اللہ مجھے (اس وقت اس) دام سے چھوڑا دے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا چنیں خدمت کنم احسان کنم	خاک اندر دیدهٔ شیطان کنم
تاکہ میں ایسی خدمت کروں احسان کروں	شیطان کی آنکھ میں دھول جھونکوں

یعنی تاکہ میں ایسی خدمت کروں اور احسان کروں اور دیدۂ شیطان میں خاک ڈالوں۔ یعنی اس وقت خوب خوب وعدے کرتے ہو۔

چوں خلاصی داد حقت زامتحان	ہم چنانستی کہ بودی ہمچنان
جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے آزمائش سے نجات دیدی	تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا

یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تجھے اس مصیبت سے خلاصی دیدی تو تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تھا۔

چوں رہا کردت فرامش کردیش	جان خود را مست وبیہش کردیش
جب اس نے تجھے رہائی دیدی تو نے اس کو بھلا دیا	اپنی جان کو مست اور بے ہوش کر لیا

یعنی جبکہ تجھے رہا کر دیا تو تو نے اس (وعدہ) کو فراموش کر دیا اور اپنی جان کو مست و بیہوش بنالیا (اور سارے وعدے وعید بھول گئے) آگے اس وعدہ کرنے اور پھر بھول جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

حکایت کتوں کے جاڑوں میں نذر کرنے کی کہ جب گرمی آوے گی تو جاڑے کیلئے گھر بناویں گے

سگ زمستان جمع گردد استخوانش	زخم سرما خورد گرداند چنانش
جاڑے میں کتے کی ہڈیاں اکٹھی ہو جاتی ہیں	جاڑے کی تکلیف اس کو ایسا مختصر بنا دیتی ہے

یعنی کتا جاڑے میں اس کی ہڈیاں جمع ہوتی ہیں اور جاڑے کا زخم اس کو اس طرح چھوٹا کر دیتا ہے۔

کو بگوید کایں قدر تن کہ منم	خانۂ از سنگ باید کردنم
کہ وہ کہتا ہے کہ ایسے جسم کو جیسا کہ میں ہوں	پتھر کا گھر بنانا چاہئے

یعنی کہ وہ کہتا ہے کہ جس قدر کہ میرا بدن ہے مجھے ایک گھر پتھر کا بنانا چاہئے یعنی جب بدن سکڑ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میرا جسم دبلا پتلا تو ہے ہی لہٰذا ایک چھوٹا سا گھر مجھے کافی ہوگا اور کہتا ہے کہ۔

چونکہ تابستاں بیاید من بہ چنگ	بہر سرما خانۂ سازم ز سنگ
جب گرمی آ جائے گی میں جنگل سے	جاڑے کے لئے پتھر کا گھر بناؤں گا

یعنی جب گرمی آوے گی تو میں اپنے ہاتھ سے سردی کے واسطے پتھر کا ایک گھر بناؤں گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ تا بستاں بیاید از کشاد	استخوانہا پہن گردد پوست شاد
جب گرمی آ جاتی ہے' خوشی سے	ہڈیاں پھیل جاتی ہیں' کھال کھل جاتی ہے

یعنی جبکہ گرمی آتی ہے تو خوشی کے مارے اس کی ہڈیاں موٹی ہوجاتی ہیں اور کھال اچھی ہوجاتی ہے۔

زفت گردد پاکشد در سایۂ	کاہلی سیرے غرے خود رایۂ
وہ موٹا ہو جاتا ہے' سایہ میں پاؤں پھیلا دیتا ہے	کاہل' پیٹ بھرا' غافل' خود رائے (ہو جاتا ہے)

یعنی موٹا ہوجاتا ہے تو سایہ میں پاؤں کھینچتا ہے کاہل اور سیر اور مغرور اور خود رائی (ہوکر)

گویداو چوں زفت بیند خویش را	در کدا میں خانہ گنجم اے کیا
جب اپنے آپ کو موٹا دیکھتا ہے وہ کہتا ہے	اے بزرگ! میں کس گھر میں سما سکتا ہوں

یعنی جب اپنے کو موٹا دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میاں میں کس گھر میں سماؤں گا۔

گویدش دل خانۂ ساز ای عمو	گوید او در خانہ کے گنجم بگو
اس کا دل کہتا ہے اے چچا! گھر بنا لے	وہ کہتا ہے' بتا میں کس گھر میں کب سما سکتا ہوں؟

یعنی اس سے دل کہتا ہے کہ چچا گھر بنالے تو کہتا ہے کہ یہ تو بتا کہ میں کسی گھر میں کس طرح سماؤں گا۔ آگے اس مثال کو مثل لہٗ پر منطبق فرماتے ہیں کہ۔

استخوان حرص تو در وقت درد	درہم آید خورد گردد در نورد
مصیبت کے وقت تیرے حرص کی ہڈیاں	درہم (برہم) ہو جاتی ہیں لپٹ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں

یعنی تیری حرص کی ہڈیاں درد کے وقت میں درہم برہم ہوجاتی ہیں اور لپٹ کر چھوٹی ہوجاتی ہیں۔

گوئی از توبہ بسازم خانۂ	در زمستان باشدم کاشانۂ
تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا	جو جاڑوں میں میرا گھر ہو گا

یعنی (اس وقت) تو کہتا ہے کہ میں توبہ کا ایک گھر بناؤں گا کہ جاڑوں میں وہ میرے لئے کاشانہ ہوجاوے۔

چون بشد رنج وشدت آں حرص زفت	ہمچو سگ سودائے خانہ از تو رست
جب مصیبت جاتی رہی اور تیری وہ حرص موٹی ہو گئی	کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا

یعنی جب رنج جاتا رہا تو تیری حرص عظیم ہوگئی اور کتے کی طرح گھر کا خیال تجھ سے جاتا رہا (اور پھر اسی طرح غافل ہوگئے تو ایسا نہ چاہئے بلکہ اس رہا ہونے کا شکریہ یہ ہے کہ پھر کبھی اس کے مرتکب نہ ہو اور اس نعمت خلاصی کا شکر ادا کرو اس لئے کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

شکر نعمت خوشتر از نعمت بود	شکر بارہ کے سوئے نقمت بود
نعمت کا شکر نعمت سے زیادہ اچھا ہوتا ہے	شکر سوار' عذاب کی طرح کب جاتا ہے؟

یعنی شکر نعمت نعمت سے اچھا ہوتا ہے (اس لئے کہ) شکر نقمت کی طرف کب لے جاتا ہے۔

شکر جان نعمت و نعمت چو پوست	زانکہ شکر آرد ترا تا کوئے دوست
شکر نعمت کی روح اور نعمت کھال کی طرح ہے	کیونکہ شکر تجھے دوست کے کوچہ تک لے جاتا ہے

یعنی شکر تو نعمت کی جان ہے اور نعمت مثل پوست کے ہے اس لئے کہ شکر تو تم کو کوئے دوست تک لاتا ہے۔

نعمت آرد غفلت و شکر انتباہ	صید نعمت کن بدام شکر شاہ
نعمت غفلت پیدا کرتی ہے اور شکر آگاہی	شاہ کے شکر کے جال سے نعمت کا شکار کر

یعنی نعمت تو غفلت لاتی ہے اور شکر بیداری لاتا ہے تو نعمت کا شکار شکر شاہ کے دام میں کرو۔ مطلب یہ ہے کہ شکر نعمت نعمت سے بہتر ہے اس لئے کہ دیکھو نعمت تو بعض مرتبہ سبب ہلاکت کا ہو بھی جاتی ہے مگر شکر کبھی سبب ہلاکت نہیں ہوتا۔ تو تم یہ کرو کہ شکر کیا کرو کہ شکر خود جالب نعمت ہے۔ نعمت شکر کی بدولت خود تم تک دوڑتی ہوئی آوے گی۔

نعمت شکرت کند پر چشم و میر	تا کنی صد نعمت ایثار فقیر
نعمت کا شکر تجھے بے نیاز اور بڑا بنا دیگا	تاکہ تو سینکڑوں نعمتیں فقیر کو بخشے

یعنی شکر جو ایک نعمت ہے وہ تجھ پر چشم اور امیر کر دیگا۔ یہاں تک کہ تم سو نعمتیں فقیر پر نثار کر دو گے یعنی شکر سے اس قدر نعمت زیادہ ہوگی کہ خود تو رکھو ہی گے مگر اوروں کو بھی دو گے۔

سیر نوشی از طعام و نقل حق	تا رود از تو شکم خواری و دق
اللہ (تعالیٰ) کے کھانے اور نقل سے تو پیٹ بھر کر کھائے گا	یہاں تک کہ تجھ سے شکم پری اور سوال جاتا رہے گا

یعنی تو حق تعالیٰ کے طعام و نقل سے سیر ہو کر کھاوے گا یہاں تک کہ تجھ سے شکم خواری اور دق (باب) جاتا رہے گا یعنی اس قدر نعمت ملے گی کہ پھر حرص نہ رہے گی۔

نعمت وہاب را شکرے کنید	تا سر منحوس خود را نشکنید
اللہ (تعالیٰ) کی نعمت کا شکر ادا کرو	تاکہ اپنے منحوس سر کو نہ پھوڑو

یعنی حق تعالیٰ کی نعمت کا شکر کرو تا کہ اپنے سر منحوس کو نہ توڑ لو۔

شکر جذب نعمت او فرکند	کفر نعمت مرد را کافر کند
شکر زیادہ نعمت کو کھینچتا ہے	نعمت کا کفر انسان کو کافر بناتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی شکر کرنا نعمت وافر کو جذب کرتا ہے اور کفران نعمت انسان کو کافر کر دیتی ہے (اور ہر شے کا شکر الگ ہے تو اس خلاصی کا شکر یہی ہے کہ پھر اس کام کے مرتکب نہ ہو) آگے اہل سبا کا حضرات انبیاء علیہم السلام کو نصیحت سے روکنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے مولانا انسان کی بے اعتدالیوں کو دکھلانا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ دیکھو تم بہت مرتبہ حرص کے جال میں پھنس کر معاصی میں مبتلا ہو چکے اور اپنے کو ہلاکی میں ڈال چکے ہو لیکن پھر بھی جبکہ تم نے توبہ کی تو حق سبحانہ نے اپنی عنایت بے غایت سے تم کو اس جال سے چھڑا کر خوش کیا اور یہ ہدایت کر دی کہ دیکھو اگر تم نے پھر یہ حرکت کی تو پھر یہی سزا موجود ہے کیونکہ ہم نے افعال کو ان کے نتائج کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے اور گویا کہ افعال ونتائج آپس میں نر و مادہ ہیں۔ اب فرض کرو کہ میں ایک جوڑے کے نر یا مادہ کو اپنے پاس لاؤں تو اس تعلق کی بنا پر جو ایک کو دوسرے سے ہے دوسرا خود کھینچا چلا آئے گا۔ پس یوں ہی ہم نے عمل کو اس کے نتیجہ کے ساتھ وابستہ کر رکھا ہے۔ پس عمل متحقق ہوگا تو لامحالہ (ہماری عادت کے موافق جس کے بدلنے پر ہم کو کامل قدرت حاصل ہے) اس کے ساتھ اس کا اثر بھی متحقق ہوگا۔ دیکھو جب کوئی شخص ایک جوڑے میں سے نر کو اڑا لے تو اس کے پیچھے پیچھے مادہ بھی پہنچ جائیگی۔ لیکن باوجود یہ کہ تم کو ہدایت کر دی گئی تھی مگر پھر اس جال میں آ پھنسے اور توبہ کی آنکھوں میں خاک جھونک دی مگر جب تم نے پھر معذرت کی تو حق سبحانہ نے اپنی رحمت سے پھر عقدہ کشائی کی اور کہدیا کہ جا بھاگ دیکھ پھر ادھر آ کر نہ پھٹکنا لیکن پھر جبکہ وہ نسیان جو پروانہ کی طرح گناہ کی آگ پر عاشق ہے آوارد ہوا یعنی تم پہلی توبہ کو بھول گئے تو وہ تمہیں آگ میں کھینچ لے گیا اور گناہ میں مبتلا کر دیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے پروانہ نسیان وشک بس بہت ہو چکی۔ اب تو جانے دے ذرا اپنے جلے ہوئے پر کو دیکھ لے اور پہلے معاصی کے نتائج کو پیش نظر کر اور دوبارہ آگ میں گرنے سے بچ۔ یعنی بھول کی کوئی حد بھی اس غفلت کو چھوڑ دو۔ دیکھو جب تم کو حق سبحانہ نے جال سے چھڑا دیا ہے تو تم کو اس انعام کا شکر کرنا چاہئے اور شکر اس کا یہ ہے کہ پھر دانہ کی طرف رخ نہ کرو۔ تا کہ جب تم شکر کرو تو حق سبحانہ تم کو ایسی روزی عطا فرمائیں جس میں نہ کوئی جال پوشیدہ ہو اور نہ کسی دشمن کا خطرہ ہو یعنی غذائے روح یا غذائے جنت اس نعمت کے شکر میں کہ اس نے تم کو دام بلا سے رہائی عطا فرمائی ہے تم کو حق سبحانہ کی نعمت کو یاد کرنا چاہئے اور اس کے مقتضا پر عمل کرنا چاہئے۔ (یاد رکھو کہ اس مقام پر ایک دوسری توجیہ بھی ہے وہ یہ کہ "شکر آن نعمت کہ تاں آزاد کرد" بدل یا عطف بیان ہوا اس شکر کا جو بیت بالا میں ہے یا خبر ہو مبتداء محذوف کی یعنی "آن شکر شکر آن نعمت ست کہ تاں آزاد کرد) لیکن تم نے

www.besturdubooks.wordpress.com

اب تک ایسا نہیں کیا تم بہت مرتبہ تکلیفوں میں اور مصیبت کے جال میں پھنسے اور یہ کہا کہ اے اللہ مجھے اس پھندے سے چھڑا دے تاکہ میں یوں اطاعت کروں اور یوں اچھے کام کروں لیکن جب حق سبحانہ نے اس تکلیف سے نجات دی تو پھر ویسے کے ویسے ہی رہے جیسے تھے اور جبکہ تم کو اس مصیبت سے چھوڑ دیا تو پھر تم اس کو بھول گئے اور پھر اپنے کو اس رہائی اور راحت میں مست اور بیہوش کر لیا۔ تمہاری ایسی مثال ہے جیسے ایک کتا کہ موسم سرما اس کی ہڈیوں کو اکٹھا کر دیتا ہے اور سردی کی تکلیف سے وہ سکڑ کر ذرا سا رہ جاتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے اس جسم کے موافق جتنا کہ میں ہوں پتھروں کا ایک گھر ضرور بنانا چاہئے اب تو جاڑے ہیں اور سردی کے مارے جان نکلی جاتی ہے گھر بنانے کا کسے ہوش ہے ہاں جب گرمیاں آ جائیں گی اس وقت جاڑوں کے لئے اپنے پنجوں سے پتھروں کا گھر بناؤں گا۔ پس جبکہ گرمیاں آتی ہیں اور اس کا جسم کھل جاتا ہے اور ہڈیاں پھیل جاتی ہیں اور کھال عمدہ ہو جاتی ہے تو خوب موٹا تازہ ہو جاتا ہے اور سایہ میں پاؤں پھیلا کر سو جاتا ہے اس وقت وہ کاہل اور بے نیاز احمق اور خودرائے ہوتا ہے اب جبکہ وہ اپنے کو خوب موٹا تازہ دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ بھلا میں اب کس گھر میں سما سکتا ہوں اس کا دل اب بھی اس سے کہتا ہے کہ ارے گھر بنا لے تو اس کا یہ جواب دیتا ہے کہ اچھا تو ہی بتا میں کس گھر میں سما سکتا ہوں اور بیہودہ عذر کر کے گھر نہیں بناتا۔ بس بالکل یہی حالت تمہاری ہے کہ تکلیف کے وقت تو تمہاری حرص کی ہڈیاں سمٹ کر اکٹھی ہو جاتی ہیں اور سکڑ کر چھوٹی ہو جاتی ہیں اس وقت تم کہتے ہو کہ مجھے توبہ کی ایک عمارت بنانی چاہئے تاکہ سرمائے مصائب و آلام و ہموم سے نجات ملے۔ لیکن جب وہ تکلیف جاتی رہی اور حرص موٹی تازی ہو گئی تو کتے کی طرح گھر بنانے کا خیال تمہارے دل سے بھی جاتا رہتا ہے یہ نہایت نازیبا روش ہے لہذا اسے چھوڑنا چاہئے اور جب مصیبت سے نجات حاصل ہو جاوے تو شکر کرنا چاہئے کیونکہ نعمت کا شکر خود نعمت سے بھی اچھا ہے اس لئے کہ شاکر مصیبت میں نہیں پڑتا اور صاحب نعمت مصیبت میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ نیز شکر نعمت کی روح ہے اور نعمت اس کا قالب۔ اور یہ فرق اس لئے ہے کہ شکر تم کو حق سبحانہ تک پہنچانے والا ہے برخلاف نعمت کے کہ وہ اکثر گمراہ کر دیتی ہے کیونکہ نعمت سے غفلت پیدا ہوتی اور شکر سے ہوشیاری حاصل ہوتی ہے پس شکر نعمت افضل ہوا نفس نعمت سے اچھا ہم نے مانا کہ نعمت ہی اچھی چیز ہے لیکن نعمت بھی تو شکر ہی سے ملتی ہے پس اگر تم نعمت خداوندی ہی کے طالب ہو تو اس کی تحصیل کا ذریعہ بھی شکر ہی ہے اس لئے بھی شکر ضروری ہے۔ شکر جو کہ خود بھی ایک نعمت ہے اگر تم کو حاصل ہو جاوے تو تم سیر چشم اور دولت مند ہو جاؤ گے اور اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم دوسروں کو نعمت دے سکو گے اور تم غذائے روحانی خوب پیٹ بھر کر کھاؤ گے۔ یہاں تک کہ یہ جسمانی غذا کا زیادہ کھانا اور اس کی تکلیف تم سے دور ہو گی پس تم حق سبحانہ کی نعمت کا شکر کرو تا کہ یہ منحوس سر تمہارا چھوٹنے سے بچ جاوے شکر نعمت فراواں کو کھینچتا ہے اور ناشکری آدمی کو کافر تک کر دیتی ہے۔

شرح شبّیری

منکروں کا انبیاء علیہم السلام کو نصیحت کرنے سے منع کرنا اور جبریوں کے طریقہ پر حجت لانا

قوم گفتند اے نصوحان بس بود	انچہ گفتیدار دریں دہ کس بود
قوم نے کہا' اے نصیحت کرنے والو! کافی ہوتا	جو کچھ کہ تم نے کہا اگر اس گاؤں میں کوئی (بااختیار) ہوتا

یعنی قوم (سبا) نے کہا کہ اے ناصحو جو کچھ کہ تم نے کہا ہے اگر کوئی گاؤں میں (سننے والا) ہوتو کافی ہے۔یعنی اگر ہم تمہاری بات مانیں تو جتنا تم نے کہا ہے اس قدر کہنا کافی ہے مگر ہم کیا کریں ہم سمجھ ہی نہیں سکتے اس لئے کہ۔

قفل بر دلہائے ماشہاد حق	کس نداند برد بر خالق سبق
اللہ (تعالیٰ) نے ہمارے دلوں پر تالے چڑھا دیئے ہیں	اللہ (تعالیٰ) سے کوئی بازی نہیں جیت سکتا

یعنی حق تعالیٰ نے ہمارے قلوب پر قفل لگا دیا ہے اور خدا پر کوئی سبقت لے جا نہیں سکتا (تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا ہمیں اس حالت میں رکھے اور ہم تمہاری مان کر دوسری حالت بدل لیں)

نقش ما این کرد آن تصویر گر	ایں نخواہد شد بگفت و گو دگر
تصویر ساز نے ہماری یہی تصویر بنائی ہے	یہ گفتگو سے نہیں بدل سکتی

یعنی اس مصور نے ہمارا نقش ایسا ہی بنایا ہے تو یہ گفتگو سے متغیر نہیں ہوسکتا۔(اس لئے کہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ)

سنگ را صد سال گوئی لعل شو	کہنہ را صد بار گوئی باش نو
تو پھر سے سینکڑوں سال کہے کہ تو لعل بن جا	پرانے سے تو سینکڑوں بار کہے کہ تو نیا بن جا

یعنی پتھر کو سو برس تک تو کہہ کہ لعل ہو جا اور پرانے کو سو مرتبہ کہہ کہ نیا ہو جا۔

خاک را گوئی صفات آب گیر	آب را گوئی عسل شو یا کہ شیر
تو مٹی سے کہے کہ پانی کی صفات اختیار کر	تو پانی سے کہے کہ شہد یا دودھ بن جا

یعنی تو خاک کو کہے کہ پانی کی صفات لے لے اور پانی کو کہے کہ شہد یا دودھ ہو جا۔

نار را گوئی کہ نور محض شو	پشہ را گوئی کہ سوئے باد رو
تو آگ سے کہے کہ تو خالص نور بن جا	تو مچھر سے کہے کہ ہوا کی طرف چلا جا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو آگ کو کہے کہ نور محض ہو جا اور مچھر کو کہے کہ ہوا کی طرف جا۔

قلب را گوئی کہ عین پاک شو	یا کہ اکسیرے شود چالاک شو
تو کھوٹے سے کہے کہ مجسم صاف بن جا	یا یہ کہ اکسیر بن اور تیز ہو جا

یعنی کھوٹے کو تو کہے کہ تو عین پاک ہو جا یا کہ اکسیر ہو اور چست و چالاک ہو جا۔

ہیچ ازان اوصاف دیگر گوں شوند	آب کے گردد عسل اے ارجمند
کبھی ان اوصاف سے وہ بدلیں گے؟	اے با نصیب! پانی کب شہد بنے گا؟

یعنی کیا ان میں سے کوئی متغیر ہو سکتی ہے اور اے برخوردار پانی شہد کب بن سکتا ہے۔

خالق افلاک وہم افلاکیان	خالق آب و تراب و خاکیان
آسمانوں اور آسمان والوں کے پیدا کرنے والے نے	پانی اور مٹی اور خاک سے پیدا ہونے والوں کے پیدا کرنے والے نے

یعنی آسمان اور آسمان والوں کے خالق نے اور پانی اور مٹی اور خاکیوں کے خالق نے۔

آسمان راداد دوران و صفا	آب و گل را تیرہ روئے و نما
آسمان کو گھومنا اور صفائی عنایت کی	پانی اور مٹی کو گدلا پن اور نمو (عطا فرمایا)

یعنی آسمان کو تو چکر کھانا اور صفائی دی اور آب و گل کو۔ تیرہ روئے اور نشو و نما دیا۔

کے تواند آسمان دردے گزید	کے تواند آب و گل صفوت خرید
آسمان تیرگی کب اختیار کر سکتا ہے؟	پانی اور مٹی صفائی کب حاصل کر سکتے ہیں؟

تو آسمان تو تیرگی کو کب قبول کر سکتا ہے اور پانی اور مٹی صفائی کو کب لے سکتی ہیں۔

قسمتے کردست ہر یک را رہے	کے کہے گردد بجہدت چوں گہے
ہر ایک کے لئے ایک راستہ تقسیم کر دیا ہے	تیری کوشش سے پہاڑ گھاس جیسا کب بن سکتا ہے؟

یعنی ہر ایک کے لئے ایک راہ تقسیم کر دی ہے تو تمہاری کوشش سے پہاڑ تنکے کے برابر کب ہو سکتا ہے (تو بس اسی طرح حق تعالیٰ نے ہمارے لئے بھی اس حالت کو مقرر فرما دیا ہے۔ اب ہم اس کو بھی کسی کے کہنے سننے سے بدل نہیں سکتے لہٰذا نصیحت کرنا فضول ہے جب انہوں نے یہ کہا تو حضرات انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: غرضکہ جب انبیاء علیہم السلام نے ان کو بہت کچھ نصیحت کی اور حجتوں سے ان کو مغلوب کیا تو انہوں نے جبر کو دستاویز بنا کر پیچھا چھڑانا چاہا اور کہا کہ صاحبو اگر اس گاؤں میں کوئی شخص آپ کی بات ماننے والا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا تو جس قدر آپ فرما چکے ہیں وہ ہی کافی تھا مگر کیا کیجئے کہ حق سبحانہ نے دلوں پر قفل لگا دیا ہے کہ نصیحت کا اثر اس میں پہنچتا ہی نہیں اور یہ کسی کی مجال نہیں کہ خدا کا مقابلہ کر کے اس سے بازی لے جاوے کہ اس نے تو قفل لگایا ہے اور دوسرا شخص اس کو توڑ دے جبکہ اس مصور نے ہماری تصویر ایسی بنائی ہے تو اب وہ کسی صورت سے نہیں بدل سکتی آپ پتھر کو سو برس تک کہیں کہ تو لعل ہو جا اور پرانے کو سو مرتبہ کہیں کہ تو نیا ہو جا۔ آپ مٹی کو کہیں کہ پانی کی صفات اختیار کرے اور پانی سے کہیں کہ شہد ہو جا۔ یا دودھ بن جا۔ آگ سے کہیں کہ تو محض بن جا جلانے کی صفت چھوڑ دے۔ مچھر سے کہیں کہ ہوا کے پاس جا کھوٹے کو کہیں کہ کھرا بن جا یا اکسیر ہو جا اور چست و چالاک ہو جا لیکن کہیں یہ صفات بدل سکتی ہیں ہرگز نہیں پانی ہرگز شہد نہیں بن سکتا۔ افلاک اور ساکنین افلاک اور آب و خاک اور خاکیوں کے خالق نے آسمان کو چکر اور صفائی عطا فرمائی ہے اور آب وگل کو تیرگی اور نمو عطا فرمایا ہے اب آسمان تیرگی اختیار نہیں کر سکتا۔ اور آب وگل صفائی حاصل نہیں کر سکتی غرض کہ ہر چیز کو اس نے ایک خاص روش عطا کی ہے۔ جس سے وہ نہیں پھر سکتی چنانچہ اگر پہاڑ کو کوشش سے کاہ بنانا چاہو تو ناممکن ہے۔

شرح شبّیری

انبیاء علیہم السلام کا جبریوں کو جواب

انبیاء گفتند کارے آفرید	وصفہائے کہ نتاں زاں سر کشید
انبیاء نے کہا' کہ ہاں اس نے پیدا فرمائے	ایسے اوصاف کہ تم ان سے روگردانی نہیں کر سکتے

یعنی انبیاء علیہم السلام نے فرمایا کہ ہاں حق تعالیٰ نے ایسے اوصاف پیدا فرمائے ہیں کہ ان سے سرکشی نہیں کر سکتے (لیکن)

وافرید و وصفہائے عارضی	کہ گہے مبغوض می گردد رضی
اس نے ایسے عارضی اوصاف (بھی) پیدا فرمائے ہیں	کہ ناپسندیدہ' بھی پسندیدہ بن جاتا ہے

یعنی اور اوصاف عارضی (بھی) پیدا فرمائے ہیں کہ کبھی مبغوض پسندیدہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک شخص مبغوض ہوتا ہے مگر پھر وہ پسندیدہ ہو جاتا ہے تو دیکھو اس کو اندر مبغوض ہونے کا وصف عارضی تھا۔ حاصل یہ کہ بعض اوصاف تو بیشک ایسے ہی ہیں کہ ان سے سرتابی نہیں ہو سکتی مگر بعض ایسے بھی ہیں کہ وہ بدل سکتے ہیں۔ آگے دونوں کی نظائر پیش فرماتے ہیں کہ۔

سنگ را گوئی کہ زر شو بیہودہ است	مس را گوئی کہ زر شو راہ ہست
تو پتھر سے کہے کہ سونا بن' بیہودہ (بات) ہے	تو تانبے سے کہے' کہ سونا بن (اس کا) راستہ ہے

یعنی لوہے کو اگر تو کہے کہ سونا ہو جا تو بیہودگی ہے اور تانبے کو کہے کہ سونا ہو جا تو راہ ہے۔ یعنی مس کو کہہ سکتے ہیں اس لئے کہ وہ ہو جاتی ہے تو اس کو کہنا ٹھیک ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ریگ را گوئی کہ گل شو عاجز است	خاک را گوئی کہ گل شو جائز است
تو ریت سے کہے کہ پھول بن جا (وہ) عاجز ہے	تو مٹی سے کہے کہ پھول بن جا ممکن ہے

یعنی ریت کو اگر تم کہو کہ گارا ہو جا تو وہ عاجز ہے اور مٹی کو کہو کہ گارا ہو جا تو جائز ہے۔ (اس لئے کہ اس کا گارا بنا کرتا ہے)

رنجہا دادست کانرا چارہ نیست	آن بمثل گنگی وفطس وعمی است
اس نے ایسے مرض پیدا کئے ہیں جن کا کوئی علاج نہیں ہے	وہ مثلاً گونگا پن ناک کا چپٹا پن اور اندھا پن ہے

یعنی بعض امراض ایسے دیئے ہیں کہ جن کا علاج نہیں ہے وہ تو مثل گونگے ہونے کے اور ناک چپٹی ہونے کے اور (مادرزاد) اندھا ہونے کے ہیں (کہ ان کا کوئی علاج ہی نہیں ہے)

رنجہا دادست کانرا چارہ ہست	آن بمثل لقوہ و درد سر است
(کچھ) مرض دیئے ہیں جن کا علاج ہے	وہ مثلاً لقوہ اور درد سر ہے

یعنی بعض امراض ایسے دیئے ہیں کہ جن کا علاج ہے اور وہ مثل لقوہ اور درد سر کے ہیں۔

ایں دواہا ساخت بہر ایتلاف	نیست این درد و دواہا از گزاف
یہ دوائیں موافقت کرنے کے لئے بنائی ہیں	یہ درد اور دوائیں لغو نہیں ہیں

یعنی ان دواؤں کو الفت پکڑنے کے لئے بنایا ہے اور یہ درد اور دوائیں فضول نہیں ہیں۔ یعنی دواؤں کو امراض کے لئے مناسب بنایا ہے یونہی نہیں ہے کہ جو دل میں آیا فضول ایک دوسرے کے ساتھ جوڑ لگا دیا ہو۔

بلکہ اغلب رنجہا را چارہ ہست	چوں بجد جوئی بیاید آن بدست
بلکہ عموماً مرضوں کا علاج ہے	جب تو کوشش سے تلاش کریگا ہاتھ آ جائے گا

یعنی بلکہ اکثر امراض کے علاج ہیں جب تم کوشش سے تلاش کرو تو ہاتھ آ سکتے ہیں (تو بس جبکہ بعض چیزیں اپنی حالت سے متغیر ہو سکتی ہیں اور امراض کا علاج ہو سکتا ہے تو تمہاری اس گمراہی کا علاج بھی ہو سکتا ہے اور تمہاری یہ حالت بدل بھی سکتی ہے ہاں اگر ان سے یہ کہا جاتا کہ تم فرشتہ بن جاؤ مثلاً تب تو یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم نہیں بن سکتے مگر اس میں ان کا یہ کہنا ظاہر ہے کہ غلط تھا) آگے پھر ان منکرین کے جواب کو نقل فرماتے ہیں کہ انبیاءؑ کے جواب سن کر انہوں نے دوبارہ اپنی حجت کو مضبوط کیا اور اس پر دوبارہ دلیل لائے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ ہم انکار نہیں کرتے بیشک ایسے اوصاف بھی ہیں جن کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ اوصاف بھی ہیں جو قابل تغیر ہیں۔ مثلاً

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو کبھی ایک شے مبغوض ہوتی ہے اور وہی شے دوسرے وقت میں پسندیدہ ہو جاتی ہے یہ مسلم کہ پتھر سے سونا ہونے کی طلب لغو ہے کیونکہ اس میں اس کی قابلیت ہی نہیں پیدا کی گئی۔ لیکن تانبے سے سونا بننے کی طلب معقول ہے کیونکہ اس میں قابلیت ہے ریت کو اگر چاہو کہ پھول ہو جاوے تو ایسا نہیں ہو سکتا لیکن اگر مٹی کو یہ چاہو تو ممکن ہے علی ہذا امراض بھی حق سبحانہ نے دو قسم کے پیدا کئے ہیں وہ بعض جن کا کوئی علاج ہی نہیں گونگا مادر زاد ہونا یا ناک کا خلقۃً چپٹا ہونا یا مادر زاد اندھا ہونا ہے اور جو بعض امراض قابل زوال اور علاج پذیر ہیں لقوہ یا دردسر یا بخار وغیرہ ہیں چنانچہ دواؤں کو جو حق سبحانہ نے پیدا کیا ہے تو فضول نہیں پیدا کیا بلکہ ان کو اسی لئے پیدا کیا ہے کہ ان کو استعمال کیا جاوے اور ان سے امراض عارضہ کو زائل کیا جاوے بلکہ اکثر بیماریاں تو ایسی ہی ہیں جو قابل علاج ہیں۔ ہاں مگر کوشش کی ضرورت ہے جب کوشش کرو گے تو ایسی دوائیں مل سکتی ہیں جن سے ان کو زائل کیا جاوے جبکہ امراض جسمانیہ کی حالت معلوم ہوگئی تو امراض روحانیہ کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔

شرح شبیری

ان منکروں کا جبریانہ حجتوں کو دوبارہ کرنا

قوم گفتند اے گروہ ایں رنج ما	نیست زاں رنجے کہ بہ پذیرد دوا
قوم نے کہا ' اے جماعت! ہمارا یہ مرض	وہ مرض نہیں ہے جو دوا (کا اثر) قبول کرے

یعنی قوم نے کہا کہ اے گروہ (انبیاءؑ) ہمارا مرض ان امراض میں سے نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے۔ مطلب یہ کہ انبیاءؑ نے جو کہا تھا کہ بعض امراض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کا علاج ہو سکتا ہے تو تم بھی اپنا علاج کر دو تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارا مرض ایسا نہیں ہے جو دوا کو قبول کرے اور اس کا قرینہ یہ ہے کہ۔

سالہا گفتید زیں افسوں و پند	سخت تر میگشت زاں ہر لحظہ بند
تم نے سالوں یہ منتر اور نصیحت کی	اس سے ہر دم ' روک سخت ہوتی گئی

یعنی سالہا سال تک تم نے ان افسوں و پند سے کہا (مگر) اس سے ہر لحظہ بند زیادہ ہی ہوتی گئی۔ یعنی تم نے اتنا سمجھایا مگر ہمارا انکار اور مانعیت قبول حق سے بیماری بڑھتی چلی گئی۔

گر دوا را ایں مرض قابل بدے	آخر از وے ذرۂ زائل شدے
اگر یہ مرض دوا کو قبول کرنے والا ہوتا	بالآخر اس سے کوئی ذرہ زائل ہوتا

یعنی اگر یہ مرض دوا کے قابل ہوتا تو اس میں کچھ ذرا ذرا سا زائل تو ہوتا (مگر ہمارا یہ مرض بڑھ رہا ہے لہذا معلوم ہوا کہ لاعلاج ہے اور ظاہر ہے کہ ان کا یہ کہنا غلط ہے اس لئے کہ یہ تو اس وقت کہہ سکتے جبکہ انبیاء کے کہنے

www.besturdubooks.wordpress.com

پر عمل کرتے اور اس کے بعد مرض زائل نہ ہوتا تو کہتے کہ مرض لاعلاج ہے جب علاج ہی نہ کرے تو پھر اس کا لاعلاج ہونا کہاں سے معلوم ہوا) آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ

سدہ چون شد آب ناید در جگر	گر خورد دریا رود جائے دگر
جب سدہ پڑ جاتا ہے جگر میں پانی نہیں پہنچتا ہے	اگر دریا بھی پیے وہ دوسری جگہ چلا جاتا ہے

یعنی سدہ جب پیدا ہو گیا تو پانی جگر میں نہیں آتا اگر دریا پی جاوے تو وہ دوسری جگہ چلا جاوے۔

لاجرم آماس گیرد دست و پا	تشنگی را نشکند آن استقا
لامحالہ ہاتھ پاؤں سوج جاتے ہیں	وہ پانی پینا پیاس کو نہیں بجھاتا ہے

یعنی لامحالہ ہاتھ پاؤں آماس اختیار کرتے ہیں اور وہ پانی پینا تشنگی کو بجھاتا نہیں ہے (تو چونکہ ہمارے اندر اس کے قبول کرنے سے مانع موجود ہے۔ لہٰذا ہمارے اندر یہ نصیحت وغیرہ اثر نہیں کر سکتی) آگے حضرات انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا جبریوں کو دوبارہ جواب دینا

انبیاؑ گفتند نومیدی بدست	فضل و رحمتہائے باری بیحد است
انبیاء نے کہا ناامیدی بری ہے	اللہ (تعالیٰ) کا فضل اور رحمتیں لاانتہا ہیں

یعنی انبیاءؑ نے فرمایا کہ ناامیدی بری ہے (اس لئے کہ) فضل و رحمت حق تو بے حد ہے۔

از چنین محسن نشاید ناامید	دست در فتراک این رحمت زنید
ایسے محسن سے ناامید نہ ہونا چاہیے	اس رحمت کے شکار بند کو دستاویز بنا لو

یعنی ایسے محسن سے ناامید نہ ہونا چاہئے اور اس رحمت کے فتراک میں ہاتھ مارو۔ مطلب یہ کہ انبیاءؑ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ سے ناامید نہ ہونا چاہئے بلکہ فتراک رحمت میں ہاتھ مارو تاکہ رحمت حاصل ہو جاوے اور ناامیدی بہت بری چیز ہے۔ ناامید ہرگز نہ ہو اس لئے کہ۔

اے بسا کارے کہ اول صعب گشت	بعد ازان بکشادہ شد سختی گذشت
بہت سے کام ہیں جو ابتداء سخت ہے	اس کے بعد کھل گئے سختی رفع ہو گئی

یعنی بہت سے وہ کام کہ اول سخت ہوئے اور اس کے بعد کھل گئے اور سختی گزر گئی (تو تم کو بھی چاہئے کہ ناامید نہ ہو ممکن ہے کہ پہلے مرض کا علاج نہ ہوا ہو اور اب ہو جاوے)۔

بعد نومیدی بسے امید ہاست	از پس ظلمت بسے خورشید ہاست
مایوسی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں	اندھیری کے بعد بہت سے سورج ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ناامیدی کے بعد بہت سی امیدیں ہیں اور ظلمت کے بعد بہت سے خورشید ہیں (لہذا ناامید مت ہو) ایک جواب تو یہ دیا آگے ایک دوسرا جواب فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ تم قبول نہیں کرتے مگر ہم کو اس سے کیا غرض تم مانو یا نہ مانو ہم تو اس کام کو حکم حق سمجھ کر کرتے ہیں۔

خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو۔ کرتے ہیں چاہے کوئی سنے یا نہ سنے۔ آخر سرخی تک یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ۔

خود گرفتم کہ شما سنگین شدید	قفلہا برگوش و بردل بر زدید
میں مانتا ہوں کہ تم پتھر بن گئے ہو	تم نے کان اور دل پر قفل چڑھا لئے ہیں

یعنی میں نے فرض کرلیا کہ تم سنگین (دل) ہوگئے ہو اور گوش و دل پر تم نے قفل لگا لئے ہیں۔

ہیچ مارا با قبولے کار نیست	کار ما تسلیم و فرمان بردنیست
ہمیں مان لینے سے (سرو) کار نہیں ہے	ہمارا کام ماننا اور حکم بجالانا ہے

یعنی ہم کو بالکل کسی قبول سے کام نہیں ہے۔ ہمارا کام تسلیم اور حکم بجالانا ہے۔

او بفرمودست ماں ایں بندگی	نیست مارا از خود ایں گویندگی
اس نے اس اطاعت کا ہمیں حکم دیا ہے	ہمارا کہنا اپنی جانب سے نہیں ہے
جاں برائے امر او داریم ما	گر بریگے گوید او کاریم ما
ہم اس کے حکم کے لئے جیتے ہیں	اگر وہ حکم دے ہم ریت میں کھیتی بوئیں گے
امر حق را ما گروہ بے ریا	می رسانیم این رسالت باشما
ہم مخلص لوگ خدا کا حکم	(اور) یہ پیغام تم تک پہنچا رہے ہیں

یعنی ہم گروہ بے ریا امر حق کے لئے اس رسالت کو تم تک پہنچاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ہم کو حکم حق ہے کہ پہنچاؤ تو ہم پہنچاتے ہیں چاہے کوئی قبول کرے یا نہ کرے اس لئے کہ۔

غیر حق جان نبی را یار نیست	با قبول ورد خلقش کار نیست
خدا کے سوا نبی کی جان کا کوئی دوست نہیں ہے	اس کو مخلوق کے ماننے نہ ماننے سے کوئی واسطہ نہیں ہے

یعنی جان نبی کے لئے سوائے حق تعالیٰ کے کوئی یار نہیں ہے اس کو مخلوق کے قبول و مردود کرنے سے کام نہیں ہے یعنی نبی کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ ہمیں کوئی قبول کرتا ہے یا نہیں اس کے لئے تو کام کرنے کے لئے یہ تحرک کافی ہے کہ خدا کا حکم ہے کہ تبلیغ کرو بس وہ پہنچاتا ہے۔

مزد تبلیغ رسالاتش از و ست	زشت ودشمن روشدیم از بہر دوست
اس کے پیغامات کی تبلیغ کی مزدوری اس کی جانب سے ہے	ہم دوست کی خاطر برے اور دشمن کے چہرے والے بن گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کے احکام کی تبلیغ کی مزدوری اسی کی طرف سے ہے اور ہم برے اور دشمن رو دوست کے واسطے ہو گئے ہیں۔

ما برین درگہ ملولان نیستیم	تاز بعد راہ ہر جا بیستیم
ہم اس بارگاہ پر تھکے ہوئے نہیں ہیں	کہ راستہ کی دوری کی وجہ سے ہر جگہ ٹھہر جائیں

یعنی ہم اس درگاہ پر ملول نہیں ہیں تاکہ بعد راہ کی وجہ سے ہر جگہ کھڑے ہوں یعنی ہم ملول نہیں ہیں کہ اس کام کو سخت سمجھ کر بار بار ٹھہریں اور تھکیں اس کام میں ہم خوش وخرم ہیں اس لئے کہ۔

دل فروبستہ و ملول آنکس بود	کز فراق یار در محبس بود
دل گرفتہ اور تھکا ہوا وہ شخص ہوتا ہے	جو دوست کی جدائی سے قید میں ہو

یعنی دل منقبض اور ملول تو وہ شخص ہو جو کہ فراق یار کی وجہ سے محبس میں ہو۔

دلبر و مطلوب با ما حاضرست	در نثار رحمتش جان شاکرست
ہمارا دلبر اور محبوب ہمارے ساتھ موجود ہے	اس کی رحمت کی بکھیر پر جان شکر گزار ہے

یعنی (ہمارا) دلبر اور مطلوب ہمارے ساتھ موجود ہے اور اس کی رحمت کے نثار کرنے سے ہماری جان شاکر ہے یعنی چونکہ اس طرف سے ہر دم رحمت برس رہی ہے تو اس کا شکر ہماری جان کر رہی ہے تو جب وہ ہر دم ہمارے ساتھ ہے پھر ہم ملول اور منقبض کیوں ہوں۔

در دل ما لالہ زار و گلشنے است	پیری و پژمردگی را راہ نیست
ہمارے دل میں چمن اور گلشن ہے	بڑھاپے اور مرجھانے کے لئے (اندر) راستہ نہیں ہے

یعنی ہمارے دل میں ایک لالہ زار اور ایک گلشن ہے کہ پیری اور پژمردگی کو (ہمارے اندر) راہ نہیں ہے یعنی اس قرب محبوب کی وجہ سے ہمارے اندر ایک ایسا باغ کھلا ہوا ہے کہ ہمارے اندر پژمردگی اور کسل پیدا ہی نہیں ہوتا۔

دائما تر و جوانیم و لطیف	تازہ و خندان و شیریں و ظریف
ہم ہمیشہ تر (تازہ) اور جوان اور پاکیزہ ہیں	تازہ اور میٹھے اور ہنس مکھ اور خوش مزاج ہیں

یعنی ہم ہمیشہ تر و تازہ اور جوان اور لطیف ہیں۔ تازہ ہیں اور خندان اور شیریں اور ظریف ہیں۔ مطلب یہ کہ ہمیشہ خوش وخرم ہیں۔

پیش ما صد سال و یک ساعت یکیست	کہ دراز و کوتہ از ما منفکے است
ہمارے لئے ایک گھنٹہ اور سو سال یکساں ہیں	کیونکہ لمبائی اور چھوٹائی ہم سے جدا ہے

یعنی ہمارے سامنے سو برس اور ایک گھڑی ایک ہے کیونکہ دراز و کوتہ ہم سے الگ ہے۔ مطلب یہ کہ خوش رہنے اور ملول نہ ہونے کے اعتبار سے ہم کو ایک ساعت اور سو برس برابر ہیں کہ نہ ہم ایک ساعت میں ملول ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور نہ سو برس میں اس لئے کہ یہ زمانہ کا طول و قصر ہمارے پاس ہے ہی نہیں بلکہ ہم سے ایک طرف ہے اس لئے کہ۔

آن دراز و کوتہی در جسمہا ست	آں دراز و کوتہ اندر جان کجاست
لمبائی اور چھوٹائی جسموں میں ہوتی ہے	درازی اور کوتاہی روح میں کہاں ہے؟

یعنی وہ درازی اور کوتاہی تو اجسام میں ہے اور جان میں دراز و کوتاہ کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ روح تو مجرد ہے اس کے اندر زمانہ کے طول و قصر کا اعتبار نہیں ہے تو چونکہ انبیاء علیہم السلام میں روحانیت بڑھی ہوئی ہوتی ہے لہذا فرماتے ہیں کہ ہم طول و قصر زمانہ سے الگ ہیں ہمارے اوپر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ آگے اس طول و قصر کے موثر نہ ہونے کی ایک نظیر فرماتے ہیں کہ۔

سہ صد و نہ سال آن اصحاب کہف	پیش شان یکروز بے اندوہ ولہف
تین سو نو سال اصحاب کہف کے	ان کے لئے بغیر رنج اور افسوس کے ایک دن تھا

یعنی تین سو نو برس ان اصحاب کہف کے ان کے سامنے ایک دن بے رنج و غم کے تھا۔ یعنی دیکھو اصحاب کہف کہ تین سو نو برس تک سوئے مگر چونکہ ان کے اندر روحانیت غالب تھی لہذا ان کو وہ مدت ایک دن کی برابر معلوم ہوئی جیسا کہ قرآن شریف میں مذکور ہے۔

وانگہے نمود شان یکروز ہم	کہ بہ تن باز آمد ارواح از عدم
پھر نہیں وہ ایک روز بھی نہ لگا	کہ روحیں عدم سے پھر جسم میں آ گئیں

یعنی اس وقت ان کو ایک روز بھی نہ معلوم ہوا جبکہ ارواح بدن میں واپس آئیں مطلب یہ کہ ان پر تو روحانیت کا اس قدر غلبہ تھا کہ وہ تین سو نو برس کی مدت ان کو ایک دن سے بھی کم معلوم ہوئی جیسے کہ قرآن شریف میں حکایت فرماتے ہیں کہ قال قائل منهم کم لبثتم قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم. تو دیکھو اول تو اس مدت کو ایک دن کہا مگر پھر اس میں بھی شبہ ہو گیا اور بولے کہ شاید ایک دن سے بھی کم ہم اس میں ٹھہرے ہیں تو یہ سب اس وجہ سے تھا کہ ان کے اندر روحانیت بڑھی ہوئی تھی اور روح زمانہ کی مقید ہوتی نہیں لہذا ان کو زمانہ کا طول کچھ ملول کن نہ تھا اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی فرماتے ہیں کہ ہم طول زمانہ سے ملول نہیں ہوتے۔

چون نباشد روز و شب با ماہ و سال	کے بود سیری و پیری و ملال
جبکہ دن اور رات مع مہینہ اور سال کے نہ ہوں	پیٹ بھر جانا اور بڑھاپا اور تھکن کہاں ہوتی ہے

یعنی جبکہ روز و شب مع ماہ و سال کے نہیں ہوتا تو کب سیری اور پیری اور ملال ہوگا۔ یعنی جب روحانیت غالب ہے اور اس اعتبار میں روز و شب وغیرہ کچھ ہوتا نہیں ہے تو پھر ملال و پژمردگی بھی نہیں ہوتی۔

در گلستان عدم چون بیخودیست	مستی از سغراق لطف ایزدیست
عدم کے چمنستان میں چونکہ بے خودی ہے	مستی اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی کے جام سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی گلستان عدم میں جب تم بیخود ہو اور لطف حق کی شراب کی وجہ سے مستی ہے (تو بھلا پھر ملال کہاں ہو سکتا ہے)

لم یذق لم یدر ہر کس کو نخورد	کے بوہم آرد جعل انفاس ورد
جس نے نہ کھایا وہ "نہ چکھا نہ جانا" (کا مصداق) ہے	گبریلا خیال سے گلاب کی خوشبو میں کہاں حاصل کر سکتا ہے؟

یعنی جس نے کھایا نہیں وہ (مصداق) لم یذق لم یدر (کا) ہے اور گوہ کا کیڑا گلاب کی خوشبو کو کب وہم میں لا سکتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس نے ابھی چکھا ہی نہیں اس کی تو وہ حالت ہے کہ جس نے نہ چکھا اس نے نہ جانا تو پھر تم اس کی لطف سے بھی واقف نہیں ہو اور جس طرح کہ گوہ کا کیڑا گلاب کی خوشبو کا تصور نہیں کر سکتا اسی طرح تم اس مستی اور اس لطف اور ملول نہ ہونے کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ اب کوئی کہتا ہے کہ یہ سب وہم ہے کہ سوچ لیا کہ مستی ہے تو مستی ہو گی ورنہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

نیست موہوم ار بدے موہوم آن	ہمچو موہومان شدے معدوم آن
وہ موہوم (چیز) نہیں ہے اگر وہ موہوم ہوتا	تو وہ موہوم (چیزوں) کی طرح معدوم ہو جاتا

یعنی موہوم نہیں ہے اور اگر وہ موہوم ہوتا تو مثل اور موہوموں کے یہ معدوم ہو جاتا۔ یعنی جس طرح کہ اور موہوم چیزیں ہوتی ہیں کہ ان کا وجود بہت تھوڑی دیر کا ہوتا ہے اور پھر فنا ہو جاتی ہیں اسی طرح اگر یہ حالت موہوم ہوتی تو فنا ہو جاتی مگر اس مستی کا بڑھنا اور زیادہ ہوتا رہا ہے کہ موہوم نہیں ہے بلکہ واقع میں کچھ ہے ورنہ آخر وہم کہاں تک چلتا آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

دوزخ اندر وہم چون آرد بہشت	ہیچ تابد روئے خواب از خوک زشت
دوزخ، بہشت کا کیسے تصور کر سکتی ہے؟	بدصورت سور سے حسین چہرہ کہاں چمکتا ہے

یعنی وہم دوزخ کو بہشت کس طرح کر دے گا۔ اور کیا روئے خوب ایک بھونڈے سور سے ظاہر ہو سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو شے واقعی نہ ہو اس کو وہم میں بھی نہیں لا سکتے اس لئے کہ دیکھو مصیبت کو راحت کس طرح فرض کرو گے یا ایک بھونڈی صورت کے سور کو حسین اور خوبرو کس طرح فرض کر لو گے اور اگر فرض کر لیا بھی اور تصور باندھ بھی لیا تو وہ تصور بھی تھوڑی دیر میں جاتا رہے گا اور یہ حالت بڑھتی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حالت واقعی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہین گلوئے خود مبرید ای مہان	این چنین لقمہ رسیدہ تا دہان
اے بڑو! اپنے گلے نہ بھاڑو	منہ تک ایسا لقمہ پہنچ گیا ہے

یعنی ہاں اے چودھریو اپنے گلے مت کاٹو ایسا لقمہ منہ تک پہنچا ہوا ہے یعنی ہدایت قریب آ گئی ہے اب تم اس کو قبول کر لو اور انکار مت کرو ہلاک مت ہو۔

راہہائے صعب پایان بردہ ایم	رہ بر اہل خویش آسان کردہ ایم
ہم نے سخت راستے طے کر لئے ہیں	ہم نے اپنوں کے لئے راستہ آسان کر دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مشکل راہیں تو ہم ختم کر چکے ہیں اور راستہ کو اپنے اہل پر ہم نے آسان کر دیا ہے۔ مطلب یہ کہ جو خود کامل ہوتے ہیں اور مکمل بھی ہوتے ہیں وہ اول خود اپنے اوپر مشکلیں برداشت کرتے ہیں اور خود سارے کام کر کے اور ان میں تجربہ حاصل کر کے دوسروں کے لیے آسانیاں کر دیتے ہیں تو اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام نے اول خود مشکل کام تو ختم کر لئے۔ اب فرماتے ہیں کہ راہ ہدایت کو تم پر بالکل آسان کر کے پیش کرتے ہیں۔

ہر کہ مارا گشت پیرو باز رست	از عذاب نار و در جنت نشست
جو ہمارا پیرو بن گیا وہ رہائی پا گیا	آگ کے عذاب سے اور جنت نشین ہو گیا

یعنی جو شخص کہ ہمارا پیرو ہو گیا وہ عذاب نار سے چھوٹ گیا اور جنت میں بیٹھ گیا۔

وانکہ نشنید از شقاوت پند ما	در عذاب جاودان شد مبتلا
جس نے بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سنی	وہ دائمی عذاب میں مبتلا ہو گیا

یعنی اور جس نے کہ بدبختی کی وجہ سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب جاودانی میں مبتلا ہو گیا۔ (جب انبیاء علیہم السلام نے یہ فرمایا تو قوم نے دوبارہ اس کا جواب دیا کہ)

ہیں بجوئید از نجوم سعد راہ	زانکہ در ظلمت درید و قعر چاہ
آگاہ! نیک بختی کے ستاروں سے راستہ تلاش کرو	کیونکہ تم اندھیرے اور کنویں کی گہرائی میں ہو

یعنی ارے نجوم سعد سے راہ تلاش کرو اس لئے کہ تم ظلمت میں ہو اور قعر چاہ میں ہو۔ یعنی ہمارا اتباع کرو اور ہماری پیروی اختیار کرو تو فلاح پاؤ گے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ انبیاء علیہم السلام کا جواب سن کر پھر لوگوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ یہ تو آپ کو بھی تسلیم ہے کہ امراض دو قسم کے ہیں بعض ناقابل علاج اور بعض قابل علاج پس ہمارا مرض ان امراض سے نہیں ہے جو قابل علاج ہوں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ آپ حضرات نے برسوں ہم کو نصیحتیں کیں اور منتر پڑھے مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ اس سے ہمارے بندشوں میں اضافہ ہی ہوتا گیا اور ذرہ بھر بھی کمی نہ آئی۔ پس اگر یہ امراض قابل علاج ہوتے تو کچھ تو کمی ہوتی۔ دیکھئے جب جگر میں سدہ پیدا ہو جاتا ہے تو اس میں پانی نہیں پہنچ سکتا۔ خواہ وہ سمندر ہی کیوں نہ پی جاوے بلکہ وہ دوسرے مقامات پر چلا جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پیاس تو نہیں بجھتی جس کے لئے پیا گیا تھا بلکہ اور روگ پیدا ہو جاتا ہے یعنی ہاتھ پاؤں ورم کر جاتے ہیں۔ بس یہی حالت ہماری ہے اس پر انبیاءؑ نے کہا کہ ناامیدی کی کوئی بات نہیں تم کوشش کرو۔ ان شاء اللہ سارا مرض زائل ہو جاوے گا۔ اس لئے حق سبحانہ کی رحمتیں اور ان کے فضل بے حد ہیں اور ایسے صاحب انعام و اکرام سے ناامید ہونا زیبا

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں تم کوشش کرو اور رحمت حق سبحانہ کو دستاویز بناؤ بہت سے کام ابتداء سخت ہوتے ہیں اس کے بعد سب سہل ہو جاتے ہیں اور ساری مشکلات دفع ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی کے مرض کی حالت یاس تک پہنچ جاوے تب بھی واقع میں اس کے لئے بہت امیدیں ہیں اور اگر ظلمت قلب انتہا کو پہنچ جاوے تب بھی واقع میں بہت سے آفتاب معارف وغیرہ ہیں جو اس کو زائل کر سکتے ہیں۔ اچھا ہم نے فرض کیا کہ تم پتھر ہی ہو گئے اور تم نے اپنے دلوں اور کانوں پر قفل لگا لئے ہیں کہ نہ تم ہماری نصیحتوں کو سنتے ہو نہ سمجھتے ہو لیکن ہم کو اس کی بھی کچھ پروا نہیں کیونکہ ہماری یہ غرض نہیں کہ تم خواہ مخواہ قبول ہی کر لو۔ ہمارا اصل مقصد تو حق سبحانہ کی اطاعت اور اس کے حکم کی تعمیل ہے۔ اس نے ہم کو اس خدمت پر مامور کیا ہے اس لئے ہم کرتے ہیں۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے کہ مایوس ہو کر اس کو چھوڑ دیں ہماری جان تو اسی کے احکام کی اطاعت کے لئے ہے۔ پس اگر وہ ہمیں حکم دے کہ تم ریت میں کھیتی کرو ہم کرنے کو موجود ہیں خواہ پیداوار ہو یا نہ ہو ہم لوگوں کو دکھاوا تو مقصود ہے نہیں بلکہ ہم کو تو اطاعت مقصود ہے پس ہم اس امر حق سبحانہ کے سبب جو ہم کو تمہاری تبلیغ کی بابت ہوا ہے یہ پیغامات تم تک پہنچاتے ہیں خواہ تم پر ان کا اثر ہو یا نہ ہو۔ خوب سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام کا دوست تو صرف حق سبحانہ ہوتا ہے اس لئے ان کو اسی کی اطاعت مدنظر ہوتی ہے ان کو مخلوق کے رد و قبول سے کچھ سروکار نہیں ہوتا اور اپنی پیغام رسانی کی اجرت وہ اسی کے خزانہ سے پاتے ہیں۔ مخلوق سے وہ کسی نفع کے خواستگار نہیں ہوتے اور اپنے محبوب ہی کی خاطر لوگوں کی نظروں میں برے اور دشمن بنتے ہیں۔ نیز ہم لوگ درگاہ حق سبحانہ تک پہنچے ہوئے ہیں اور چلتے چلتے اکتا نہیں گئے کہ بعد مسافت کے سبب تھک کر ہر جگہ بیٹھ جایا کریں۔ دل تنگ اور ملول وہ شخص ہوتا ہے جو فراق یار کے قید خانہ میں ہو۔ مگر بحمد اللہ ہم ایسے نہیں ہیں ہمارا مطلوب ہمارے پاس موجود ہے اور ہم پر اپنی رحمت برسا رہا ہے جس کی ہماری جان ہر دم شکر گزاری کرتی ہے اور ہمارا دل باغ باغ ہے۔ بڑھاپے اور پژمردگی کو ہمارے یہاں کوئی دخل نہیں۔ ہم ہمیشہ تر و تازہ' جوان' پاکیزہ' شیریں' خنداں اور خوش طبع رہتے ہیں۔ ہمارے نزدیک سو برس اور ایک ساعت دونوں برابر ہیں۔ اس لئے کہ درازی و کوتاہی کو ہم سے کچھ واسطہ نہیں درازی و کوتاہی کا تعلق اجسام سے ہے اور ہم سراپا روح ہیں۔ روح میں درازی و کوتاہی کہاں۔ دیکھو اصحاب کہف پر روحانیت غالب تھی اس لئے تین سو نو برس ان کے نزدیک ایک دن تھے جو بے غم و رنج گزر گئے اور جبکہ ان کی روح واپس ہوئی ہے اور وہ جاگے ہیں تو اس وقت ان کو اتنے سال ایک دن بھی نہ معلوم ہوئے اور جبکہ ہم کو ماہ و سال اور رات دن سے بھی تعلق نہ ہو اور جبکہ گلستان فنا میں جس میں ہم یا اصحاب کہف وغیرہ ہیں۔ بیخودی اور جام شراب لطف خداوندی کی مستی ہو تو ہم لوگوں کی طبیعت کیسے بھر سکتی ہے اور ہماری روح کیونکر بڈھی اور کمزور ہو سکتی ہے اور ہم کیسے اکتا سکتے ہیں۔ جس نے یہ شراب نہیں پی اور اس کا مزہ نہیں چکھا وہ اس سے واقف نہیں ہو سکتا۔ دیکھو پھول کی بو گوہ کے کیڑے کے وہم میں بھی نہیں آ سکتی اور وہ نہیں جان سکتا کہ خوشبو بھی کوئی چیز ہے پس تم اسے کیسے سمجھ سکتے ہو۔ جب یہ امر معلوم ہوا کہ ہم حق سبحانہ سے اکتا نہیں سکتے تو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہم تمہاری نصیحت کو نہیں چھوڑ سکتے کیونکہ ترک نصیحت ترک اطاعت حق

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور ترک اطاعت اکتانا ہے جو ہمارے لئے ناممکن ہے ہم جو کچھ امور غیبیہ کی نسبت بیان کرتے ہیں اس کو تم ہمارا وہم نہ سمجھنا اس لئے کہ اگر یہ بات وہمی ہوتی تو اور موہومات کی طرح یہ بھی فنا ہو جاتی لیکن یہ فانی نہیں پس موہوم بھی نہیں تم سوچو کہ دوزخ کو آدمی بہشت کیسے سمجھ سکتا ہے اور بدصورت سور کا چہرہ کیونکر حسین معلوم ہو سکتا ہے جبکہ یہ نہیں ہو سکتا تو ہماری مدرکات کو وہم کیونکر کہا جاتا ہے دیکھو کہنا مانو اور جبکہ ایسی نفیس غذا تمہارے منہ تک پہنچ گئی ہے تو اپنا گلا کاٹ کر اس کو معدہ میں جانے سے نہ روکو مانا کہ وہ غذا اس طرح معدہ میں نہ پہنچ سکے گی لیکن یہ یاد رہے کہ جان بھی نہ رہے گی پس تم اپنے کو ہماری نصیحتوں کی ضد سے اندھا بہرا نہ بناؤ ہماری نصیحت سنو اور اسے قبول کرو دیکھو اس راستہ کی کڑیاں خود اپنے اوپر اٹھا کر ہم نے اپنے متبعین کے لئے اس کو آسان کر دیا ہے اب وصول الی اللہ کچھ زیادہ دشوار نہیں رہا تم ذرا ہمت کرو ان شاء اللہ بہت آسانی سے پہنچ جاؤ گے ہم سعد ستارے ہیں اور تم تاریکی ضلالت اور کنویں کی تہ میں ہو پس تم ہم کو راہ نما بناؤ۔ یاد رکھو جس نے ہماری پیروی کی عذاب دوزخ سے بچ گیا اور جنت میں جا بیٹھا اور جس نے اپنی بدبختی سے ہماری نصیحت نہ سنی وہ عذاب ابدی میں مبتلا ہوا۔

شرح شبیری

قوم کا اعتراض کو انبیاء علیہم السلام پر مکرر کرنا

قوم گفتند از شما سعد خودید	نحس مائید و ضدید و مرتدید
قوم نے کہا اگر تم اپنے لئے نیک بخت ہو	ہمارے لئے بد بخت اور مخالف اور مرتد ہو

یعنی قوم نے کہا کہ اگرچہ تم اپنے سعد ہو (مگر) ہمارے تو نحس ہو اور ضد ہو اور مرتد ہو (نعوذ باللہ)

جان ما فارغ بد از اندیشہا	در غم افگندید مارا و عنا
ہماری جان فکروں سے خالی تھی	تم نے ہمیں غموں اور مشقت میں ڈال دیا

یعنی ہماری جان اندیشوں سے فارغ تھی تم نے ہم کو مصیبت اور غم میں ڈال دیا۔ مطلب یہ کہ آرام سے رہتے تھے تم نے آ کر فضول فکر میں ڈال دیا کہ یوں ہوگا اس طرح باز پرس ہوگی وغیرہ وغیرہ اب کبھی ہمیں بھی شبہ ہو ہی جاتا ہے اور فکر لگ گیا۔

ذوق جمعیت کہ بود و اتفاق	شد ز فال زشت تان صد افتراق
یگانگت اور اتفاق کا جو مزا تھا	تمہاری بدشگونی سے سینکڑوں جدائیاں بن گیا

یعنی جمعیت کا ذوق اور اتفاق جو تھا تمہاری فال بد کی وجہ سے سو افتراق ہو گئے۔ مطلب یہ کہ سب ایک تھے اور آپس میں اتفاق تھا تمہارے آنے سے سب میں پھوٹ پڑ گئی اس لئے کہ کچھ انبیاء کو مان گئے کچھ متردد ہوئے کچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

مخالفت سے باز رہے اور کچھ مخالف ہی رہے۔ تو یہ سارا تفرق انبیاء ہی کی وجہ سے ہوا وہ کہتے تھے کہ انہوں نے اتفاق کو کھو دیا ہم کہتے ہیں کہ اگر سب ایمان لے آ ئیں تب بھی تو اتفاق ہوسکتا ہے بلکہ اس اتفاق سے بدرجہا اولی ہوگا اور کہتے تھے کہ۔

طوطی نقل و شکر بودیم ما	مرغ مرگ اندیش گشتیم از شما
ہم نقل اور شکر کھانے والی طوطی تھے	تمہاری وجہ سے موت کو سوچنے والا پرند بن گئے

یعنی ہم طوطی نقل (خوار) اور شکر تھے تمہاری وجہ سے مرغ مرگ اندیش ہوگئے (کہ اکثر یہی فکر رہتی ہے کہ دیکھو مریں تو کیا ہوگا شاید یہی (انبیاء) صحیح کہتے ہوں)۔

ہر کجا افسانۂ غم گستری است	ہر کجا آوازۂ مستنکری است
جہاں کہیں غم اٹھانے کا قصہ ہے	جہاں کہیں برائی کا شہرہ ہے

یعنی جہاں کہیں کہ افسانہ غم گستری کا ہے اور جس جگہ مستنکری کا آوازہ ہے۔

ہر کجا اندر جہان فال بدی است	ہر کجا مسخ و نکالے موخذی است
جہاں کہیں دنیا میں بدشگونی ہے	جہاں کہیں مسخ' عذاب' جائے گرفت ہے

یعنی جہاں کہیں جہان میں فال بدی ہے اور جہاں کہیں مسخ یا نکال یا پکڑ دھکڑ ہے (یہ سب)

در مثال قصہ و فال شما است	در غم انگیزی شمارا مشتہا است
(وہ) تمہارے مثال اور قصہ اور شگون کی وجہ سے ہے	غم بڑھانے کی تمہاری خواہش ہے

یعنی تمہاری قصہ وفال کی مثال ہے اور غم انگیزی میں تم کو رغبت ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو خرابی کہیں آ رہی ہے وہ تمہاری نحوست کا نمونہ ہے۔ اصل تمہارے اندر ہے اور باقی سب نمونے ہیں۔ (نعوذ باللہ) آ گے انبیاء علیہم السلام کا جواب ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انہوں نے کہا کہ اگر آپ سعد ہیں تو اپنے لئے۔ ہمارے واسطے تو آپ منحوس مخالف اور مرتد ہیں کیونکہ ہماری جان تفکرات سے خالی تھی آپ لوگوں نے ہم کو غم اور تکلیف میں ڈال دیا جو ذوق جمعیت اور اتفاق ہمارے لئے حاصل تھا آپ کی فال بد سے پارہ پارہ ہوگیا اس سے پیشتر ہم طوطی نقل شکر خوار تھے۔ اب ہم کو موت ہی کا اندیشہ رہنے لگا جہاں کہیں غم پھیلانے کا قصہ ہے اور جہاں کہیں بھی کوئی ناخوشی ہے اور جہاں کہیں بھی کوئی فال بد ہے اور جس جگہ بھی کوئی مسخ عذاب یا گرفت ہے وہ تمہارے ہی مثال اور قصہ اور فال بد کی بدولت ہے (اس توجیہ پر درسیہ ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ ظرفیہ ہو اس وقت مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کی رنجیدہ باتیں آپ لوگوں کے بیان میں موجود ہوتی ہیں۔ لعل ہذا ہوالاظہر) معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا مقصد ہی لوگوں کو غم میں مبتلا کرنا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

انبیاء علیہم السلام کا ان کو دوبارہ جواب دینا

انبیاء گفتند فال زشت و بد	از میان جان تان دار و مدد
انبیاء نے کہا اچھا اور برا شگون	تمہاری جان سے مدد حاصل کرتا ہے

یعنی انبیاء نے فرمایا کہ فال زشت و بد تمہاری ہی جان کے اندر سے مدد رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ فال بد سب تمہارے ہی اندر سے پیدا ہوتی ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ **قال طائرکم معکم** آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

گر تو جائے خفتہ باشی با خطر	اژدہا در قصد تو آید بسر
اگر تو کسی جگہ خطرے میں سویا ہوا ہو	اژدھا تیرے ارادے سے سر پر آ جائے

یعنی اگر تو کسی جگہ پر بے کھٹکے سو رہا ہو اور اژدہا تیرے (کھانے کے) قصد سے سر کی طرف سے آوے۔

مہربانے مر ترا آگاہ کرد	کہ بجہ زود ارنہ اژدرہات خورد
کسی مہربان نے تجھے خبردار کر دیا	کہ جلد بھاگ ورنہ تجھے اژدہے نے کھایا

یعنی کسی مہربان نے تجھے آگاہ کیا کہ جلدی سے اٹھ ورنہ تجھے اژدہا نے کھالیا۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی	فال چہ برجہ ببین در روشنی
تو کہتا ہے کہ کیوں بدشگونی کرتا ہے	بدشگونی کیا ہوتی ہے اٹھ روشنی میں دیکھ

یعنی تو کہتا ہے کہ کیوں فال بد مار رہا ہے (تو وہ ناصح کہتا ہے کہ) فال کیا ہوتی ہے اٹھ اور روشنی میں دیکھ لے (اور کہتا ہے کہ)

از میان فال بد من خود ترا	می رہانم می برم سوئے سرا
میں تجھے بدشگونی سے	چھڑا رہا ہوں گھر کی جانب لے جا رہا ہوں

یعنی ارے میں تو تجھے فال بد میں سے خود چھڑا رہا ہوں اور گھر کی طرف لے جا رہا ہوں (مولانا فرماتے ہیں کہ)

چون نبی آگہ کنندہ است از نہاں	کو بدید انچہ ندید اہل جہاں
نبی کی طرح جو ان پوشیدہ باتوں سے خبردار کرنے والا ہے	کیونکہ جو کچھ اس نے دیکھ لیا ہے دنیا داروں نے نہیں دیکھا ہے

یعنی یہ پوشیدگی سے آگاہ کرنے والا مثل نبی ہی کے ہے کہ اس نے دیکھ لیا ہے جو کہ اہل جہان نے نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس ناصح نے اژدہا کو دیکھ لیا ہے اور اس سونے والے کو ڈرا رہا ہے اور وہ اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

فال بد خیال کرتا ہے۔ اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بھی کفار کو نار جہنم سے ڈرا رہے ہیں اور انہوں نے تو اس کو دیکھ رکھا ہے مگر کفار نے نہیں دیکھا لہذا یہ اس کو فال بد خیال کرتے ہیں آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گر طبیبے گویدت غورہ مخور	کہ چنین رنجے برآرد زود سر
اگر تجھ سے کوئی طبیب کہے کچا انگور نہ کھا	کہ فلاں مرض جلد سر ابھارے گا

یعنی اگر کوئی طبیب تم سے کہے کہ کچا انگور مت کھاؤ اس لئے کہ ایسا رنج شور و شر پیدا کرتا ہے مطلب یہ کہ اس کے کھانے سے تکلیف زائد ہوگی۔

تو بگوئی فال بد چون میزنی	پس تو ناصح را موثم می کنی
تو کہے کہ بدشگونی کیوں کرتا ہے	تو تو ایک ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہا ہے

یعنی تم کہو کہ فال بد کیوں مار رہے ہو تو تم ناصح کو گنہگار ٹھہرا رہے ہو مطلب یہ کہ اس طبیب سے یہ کہنا کہ جناب آپ مرض کا نام کیوں لیں یہ تو فال بد ہے ایسا ہے گویا کہ تم اس سے کہہ رہے ہو کہ گناہ کیوں کرتے ہو کہ مجھے نصیحت کرتے ہو آگے تیسری مثال ہے کہ۔

ور منجم گویدت امروز ہیچ	آنچناں کارے مکن اندر بسیچ
اگر کوئی نجومی تجھ سے کہے کہ آج کوئی	ویسا کام ارادہ سے نہ کرنا

یعنی اور اگر منجم تجھ سے کہے کہ آج ہرگز ایسے کسی کام کو قصد میں مت کرنا یعنی اس کا قصد مت کرنا۔

تا نگردی نادم و خاسر دران	زانکہ نیکو نیست روز امروز ہان
تاکہ تو اس کی وجہ سے شرمندہ اور محروم نہ بنے	کیونکہ آج اچھا دن نہیں ہے

یعنی تاکہ تم اس میں نادم اور خاسر نہ ہو اس لئے کہ آج کا دن اچھا نہیں ہے۔

صد رہ ار بینی دروغ اخترے	یک دوبارہ راست آید می خرے
اگرچہ تو سو طرح سے نجومی کا جھوٹ دیکھتا ہے	ایک دوبارہ سچ ہو جائے تو تو مان لیتا ہے

یعنی سو بار اگرچہ تو نے ستاروں کا جھوٹ ہونا دیکھ لیا ہے اور دو مرتبہ درست آتا ہے (مگر) تو خرید لیتا ہے۔

این نجوم ما نشد ہرگز خلاف	صحتش چون ماند از تو در غلاف
ہمارے ان ستاروں میں کبھی تخلف نہیں ہوا	ان کی صحت تجھ سے کیسے پوشیدہ ہے؟

یعنی یہ ہمارا نجوم کبھی خلاف نہیں ہوا تو اس کی صحت تجھ سے حجاب میں کس طرح رہ گئی۔ مطلب یہ کہ انبیاء نے فرمایا نجومی تجھ سے کہتا ہے کہ اس کام کو مت کرنا ورنہ نقصان ہوگا اور سینکڑوں مرتبہ اس کا غلط ہونا تم کو معلوم ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

چکا ہے مگر وہ جو کہتا ہے کہ اس کو مانتے ہو اور ہمارا جو یہ نجوم ہے یہ کبھی بھی غلط نہیں ہوا مگر اس کو تم صحیح نہیں مانتے اور ہم جو کہتے ہیں کہ فلاں کام مت کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے تو اس کو غلط مانتے ہو یہ کیسے غضب کی بات ہے۔

آن طبیب و آن منجم از گمان	می کند آگاہ ما از خود عیان
وہ طبیب اور نجوی گمان کے ذریعے	خبر دیتے ہیں اور ہم مشاہدے سے

یعنی وہ طبیب اور وہ منجم تو گمان سے آگاہ کرتے ہیں اور ہم معائنہ سے۔ یعنی وہ انکل سے کہتے ہیں کہ نقصان ہوگا اور ہم تو اس نقصان کو دیکھ کر کہتے ہیں۔

دود می بینیم و آتش از کران	حملہ می آرد بسوئے منکراں
ہم دیکھتے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک کنارے سے	منکروں پر حملہ آور ہے

یعنی ہم دھویں اور آگ کو ایک کنارہ سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ منکرین پر حملہ کر رہی ہے (تو اس کو دیکھ کر ہم تم کو ڈراتے ہیں اور اس سے بچاتے ہیں)

تو ہمی گوئی خمش کن زین مقال	کہ زیاں ماست قال شوم فال
تو یہ کہتا ہے کہ ان باتوں سے چپ رہ	کیونکہ بدشگونی کی بات میں ہمارا نقصان ہے

یعنی تو کہتا ہے کہ اس بات سے چپ رہ کیونکہ فال بد کی بات ہم کو نقصان دیتی ہے (فرماتے ہیں کہ)

ایکہ نصح ناصحان را نشنوی	فال بد باتست ہر جا میروی
اے وہ کہ تو ناصحوں کی نصیحت نہیں سنتا ہے	تو جہاں جائے بدشگونی تیرے ساتھ ہے

یعنی اے شخص جو کہ ناصحوں کی نصیحت کو نہیں سنتا فال بد تو تیرے ساتھ ہے تو جہاں کہیں جاوے گا یعنی جہاں بھی تو جاوے گا فال بد تیرے ساتھ موجود ہوگی اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

افعیے بر پشت تو بر می رود	اوز بامے بیندت آگہ کند
ایک اژدھا تیرے پیچھے دوڑ رہا ہے	وہ اس کو بالاخانہ سے دیکھ رہا ہے، خبردار کرتا ہے

یعنی ایک سانپ تیری پشت پر چل رہا ہے اور تو وہ (ناصح) ایک کوٹھی پر سے دیکھ کر تجھ کو آگاہ کرتا ہے۔

گوئیش خاموش غمگینم مکن	گویداو خوش باش خود رفت ایں سخن
تو اس کو کہتا ہے چپ رہ، مجھے غمگین نہ کر	وہ کہتا ہے، خوش رہ، بات ختم ہوئی

یعنی تو اس (ناصح) سے کہتا ہے کہ چپ رہ مجھے غمگین مت کر تو وہ کہتا ہے کہ اچھا خوش رہ اور یہ بات رفت گذشت ہوگئی یعنی جب اس نے تمہیں سانپ کی اطلاع کی تو آپ فرماتے ہیں کہ ایسی بات مت کہو رنج ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو وہ کہتا ہے کہ بہتر ہے رہواسی حالت میں ہمارا ہی کیا حرج ہے اب یہ بات تو ہو چکی اور تم اسی حالت میں رہے۔

چون زند افعی دہان بر گردنت	تلخ گردد جملہ شادی کردنت
جب اژدھا تیری گردن پر منہ مارے گا	تیری سب خوشیاں منانا تلخ ہو جائیں گی

یعنی جبکہ سانپ تمہاری گردن پر مارے گا تو تمہارا سارا خوشی کرنا تلخ ہو جاوے گا۔ یعنی تم جو کہتے تھے کہ مجھے غمگین مت کرو خوش رہنے دو اب وہ ساری خوشی نکلے گی۔

پس بدو گوئی ہمیں بودای فلاں	چوں نہ بدریدی گریبان در فغان
پھر تو اس سے کہے گا اے فلاں! ٹھیک تھا	تو نے نالہ وفریاد سے گریبان چاک کیوں نہ کیا تھا؟

یعنی پھر تو اس سے کہتا ہے کہ ارے میاں کیا یہی تھا تو تم نے فغان میں گریبان کیوں نہ پھاڑ دیا۔

یاز بالایم تو سنگے می زدے	تا مرا از جد نمودے این بدے
یا اوپر سے تو میرے پتھر مارتا	تاکہ وہ کوشش یہ برائی مجھے دکھا دیتی

یعنی یا اوپر سے تو نے پتھر مارا ہوتا۔ تاکہ مجھے یہ بدی حد سے دکھاتا۔ مطلب یہ کہ اب اس سے کہتے ہو کہ میاں تم نے تو بڑی متانت سے کہا کہ تمہاری پشت پر سانپ ہے ارے میاں میرا گریبان پھاڑ ڈالتے یا اوپر ہی سے ایک پتھر مارتے تاکہ مجھے معلوم ہوتا کہ تو صحیح کہتا ہے میں تو سمجھا کہ یونہی کہہ رہے ہیں۔

او بگوید نے کہ می آزردۂ	تو بگوئی نے کہ شادم کردۂ
وہ کہے گا' کیونکہ تو رنجیدہ ہوتا تھا	تو کہے گا' تو نے (اب کیا) مجھے خوش کر دیا ہے

یعنی وہ کہتا ہے کہ نہیں تم آزردہ ہوتے تو تو کہتا ہے کہ نہیں (اب) مجھے تم نے شاد کیا ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ نہیں بھلا میں کیسے عرض کرتا آپ کو اور زیادہ رنج ہوتا۔ تو تو کہتا ہے کہ اب مجھے آپ نے بہت خوش کیا ہے کہ جو سانپ سے کٹوا دیا۔

گفت من کردم جوانمردی و پند	تارہانم تر ازین خشک بند
اس نے کہا میں نے شرافت برتی اور نصیحت (کی)	تاکہ میں تجھے سخت قید سے رہائی دوں

یعنی ناصح نے کہا کہ میں نے تو جوانمردی اور نصیحت کی تاکہ میں تجھے اس قید سخت سے چھڑا دوں۔

از لئیمی حق آن نشناختے	مایۂ ایذا و طغیان ساختے
تو نے کمینہ پن سے اس کی قدر نہ کی	اس کو ایذاء اور سرکشی کا سرمایہ بنایا

یعنی لئیمی کی وجہ سے تو نے اس کا حق نہ پہچانا اور (اس کو) مایہ ایذا وطغیان بنالیا۔ (تو اب میں کیا کروں اور میری کیا خطا) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انبیاء علیہم السلام نے جواب دیا کہ کم بختو تم فال بد نکالنے کا الزام ہم کو دیتے ہو فال بد کو تو خود تمہاری جان برابر مدد پہنچا رہی ہے۔ دیکھو اگر تم مخدوش حالت میں کسی مقام پر سو رہے ہو اور اژدہا تم کو ہلاک کرنے کے لئے تمہارے سر پر آ پہنچے اس وقت ایک مشفق تم کو مطلع کرے کہ ارے جلدی اٹھ ورنہ اژدھے نے تجھے کھالیا۔ اس پر تو کہے کہ میاں ایسی بری فال کیوں منہ سے نکالتے ہو تو وہ اس کا جواب یہی دے گا کہ ارے منحوس فال کیسی تو اٹھ اور روشنی میں دیکھ لے کہ میں سچ کہتا ہوں یا بد فال زبان سے نکال رہا ہوں۔ میں فال بد نہیں نکالتا بلکہ میں تو تجھے اژدھے سے چھڑا کر صحیح وسالم تیرے گھر پہنچانا چاہتا ہوں اور میں تجھ کو یوں ہی مطلع کرتا ہوں جس طرح ایک نبی جوان مصائب کا مشاہدہ کرتا ہے جس کا اہل عالم مشاہدہ نہیں کرتے۔ اپنی امت کو ان مصائب سے مطلع کرتا ہے یا یوں سمجھو کہ اگر کوئی طبیب کہے کہ دیکھو کچے انگور نہ کھانا ورنہ فلاں بیماری زور کر جائے گی۔ اس پر تم کہو کہ حکیم صاحب آپ فال بد منہ سے کیوں نکالتے ہیں آپ کو ایسا نہ چاہئے تو یقیناً یہ ہوگا اور اس کو تم بھی مانتے ہو کہ تم ایک خیر خواہ کو خطاوار ٹھہرا رہے ہو غور تو کرو کہ اگر کوئی نجومی یہ کہے کہ دیکھو آج کسی کام کا ہرگز قصد نہ کرنا کیونکہ آج کا دن اچھا نہیں ہے ایسا نہ ہو کہ تم بعد کو پچھتاؤ اور نقصان اٹھاؤ تو وہاں تم یہ نہ کہو گے کہ آپ بد فال کیوں منہ سے نکالتے ہیں وہاں تو تمہاری حالت یہ ہوتی ہے کہ اگر تم سو مرتبہ نجومی کی غلط بیانی کا تجربہ کر چکے ہو اور ایک مرتبہ اس کی بات صحیح بھی ثابت ہوئی ہے تو تم اس کو قبول کر لیتے ہو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ جب ہماری پیشین گوئی ایک بھی غلط ثابت نہیں ہوئی تو پھر تم کو ہمارے قول کی صحت میں کیوں شک ہے اور اس کی صحت تم سے کیوں مخفی ہے طبیب اور منجم تو جو بیان کرتے ہیں محض ظن سے کہتے ہیں جس میں صحت اور غلطی دونوں کا احتمال ہے لیکن ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ مشاہدے کی بناء پر کہتے ہیں جس میں غلطی کا احتمال ہی نہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ دھواں اور آگ ایک طرف سے منکروں پر حملہ آور ہو رہی ہے مگر باایں ہمہ تم کو طبیب ومنجم کی باتوں کا یقین ہوتا ہے اور ہم سے کہتے ہو کہ بس جی ایسی باتیں نہ کرو کہ یہ بد فالی کی باتیں ہیں اور ان سے ہم کو نقصان ہوتا ہے۔ دیکھو تم جو خیر خواہوں کی نصیحت نہیں سنتے اور اس کو بد فالی کہتے ہو یاد رکھو کہ وہ فال بد جہاں تم جاتے ہو تمہارے ساتھ ہوتی ہے اور ایک دن تم کو ایسا ضرر پہنچائے گی کہ تم سر پکڑ کر روؤ گے اور خیر خواہوں کی نصیحت کی قدر کرو گے فرض کرو کہ ایک سانپ تمہاری کمر پر چل رہا ہے ایک شخص کوٹھے پر سے دیکھتا ہے اور تمہیں مطلع کرتا ہے تم اسے کہتے ہو کہ بس جی چپ رہو خواہ مخواہ مجھے پریشان نہ کرو وہ شخص کہتا ہے کہ بہتر ہے اور بات رفت گذشت ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد سانپ تمہاری گردن میں کاٹتا ہے اور جبکہ وہ کاٹتا ہے تو تمہارے نشے ہرن ہو جاتے ہیں اور ہر خوشی تم کو بری معلوم ہوتی ہے اس وقت تم کہو گے کہ اے شخص تو ٹھیک کہتا تھا ارے تو ایک دفعہ نصیحت کر کے خاموش کیوں ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

رہا۔ تو نے نالہ وفریاد کر کے گریبان کیوں نہ پھاڑ لیا یا اوپر سے میرے پتھر کیوں نہ مارا تاکہ مجھے یہ برائی واقعی معلوم ہوتی۔ اور میں اس کو دل لگی نہ سمجھتا۔ اس پر وہ کہے گا کہ جی نہیں تم خواہ مخواہ پریشان ہوتے اس پر تم یہی کہو گے کہ نہیں بلکہ میں بہت خوش ہوتا تب وہ یہ کہے گا کہ میں نے تو ایثار سے کام لیا تھا اور تم کو نصیحت کی تھی تاکہ تم کو اس سخت پھندے سے چھڑا دوں مگر تم نے اپنے پاجی پن سے اس کی قدر نہ کی اور اس کو تم نے تکلیف اور سرکشی کا ذریعہ بنا لیا۔ میرا کیا قصور ہے۔ پس تم انبیاء کی بالکل ایسی ہی حالت سمجھو ان کی بات مانو اور ان پر بدفالی کا الزام نہ لگاؤ۔

شرح شبیری

ایں بود خوئے لئیماں دنے	بد کند با تو چو نیکوئے کنے
کمینہ لئیموں کی بھی عادت ہوتی ہے	جب تو نیکی کرے وہ تجھ سے بدی کرتے ہیں

یعنی کمینہ لئیموں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ تمہارے ساتھ برائی کریں جب تم نیکی کرو۔

نفس رازین صبر می کن منحنیش	کہ لئیم ست و نسازد نیکوئیش
نفس کو صبر کے ذریعہ کمزور بنا	کیونکہ وہ کمینہ ہے بھلائی اس کے ساتھ ساز نہیں کرتی ہے

یعنی نفس کو اس صبر سے منحنی کر کیونکہ وہ لئیم ہے اس کو نیکی موافق نہیں ہے مطلب یہ کہ جب لئیموں کی عادت معلوم ہو گئی اور نفس لئیم ہے لہذا اس کے ساتھ برائی کرو اور اس کو مجاہدات و ریاضات میں کھینچو تب باز رہے گا آگے فرماتے ہیں کہ۔

با کریمے گر کنی احسان سزد	ہر یکے را او عوض ہفصد دہد
اگر تو شریف کے ساتھ احسان کرے تو مناسب ہے	وہ ہر ایک کا سات سو گنا بدلہ دے گا

یعنی اگر کسی کریم کے ساتھ احسان کرو تو لائق ہے کہ وہ ہر ایک کا سات سو بدلے دے گا یعنی ہمیشہ اس احسان کو مانے گا اور تمہارا شکر گزار ہوگا۔

بالئیمے چوں کنی قہر و جفا	بندہ گردد ترا بس باوفا
کمینہ پر جب تو ظلم اور قہر کرے گا	(وہ) تیرا باوفا غلام بن جائے گا

یعنی کسی لئیم کے ساتھ جب تو قہر و جفا کرے تو وہ تیرا غلام بہت باوفا ہو جاوے آگے اس کی ایک مثال ہے کہ

کافران کارند در نعمت جفا	باز در دوزخ ندا شان ربنا
کافر نعمت کی حالت میں جفا کاری کرتے ہیں	پھر دوزخ میں ان کی پکار "اے ہمارے رب" ہوتی ہے

یعنی کافر لوگ جو کہ نعمت میں تو جفا لاتے ہیں اور پھر دوزخ میں ان کی نداء یا ربنا ہوگی۔

کہ لئیمان در جفا صافی شوند	چون وفا بینند خود جافی شوند
کیونکہ کمینے ظلم میں مخلص بنتے ہیں	جب وفا دیکھتے ہیں جفا کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لئیم لوگ جفا میں صافی ہو جاتے ہیں اور جب وفا دیکھتے ہیں تو خود جفا کرنے والے ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ دیکھو کافر دنیا میں نعمت میں رہتے ہیں تو ہمیشہ کفر میں رہتے ہیں اور جب دوزخ میں جاویں گے تو وہاں اللہ کو یاد کریں گے تو یہ اسی لئے ہے کہ چونکہ وہ لئیم ہیں احسان کے ساتھ تو کافر رہے مگر جب ان پر جفا ہوئی تو درست ہو گئے آگے ایک نکتہ بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ماخلقت الجن والانس الالیعبدون تو جب غایت خلق عبادت ہے تو اس غایت کو ہر فرد بشر پر مرتب ہونا ضروری ہے تو ان میں سے بعض افراد تو وہ ہیں کہ جنہوں نے طوعاً قبول کر لیا اور ان پر یہ غایت مرتب ہو گئی جیسے کہ مومنین مگر بعض وہ ہیں کہ جنہوں نے یہاں نہ مانا اور اس غایت کا مرتب ہونا ضروری تھا تو حق تعالیٰ نے ان کے لئے دوزخ بنائی کہ وہ وہاں جا کر خدا کی یاد کریں گے اور دوزخ میں ان پر یہ غایت مرتب ہوگی اور ان کا معبد وہ بنے گی اب سنو کہ فرماتے ہیں کہ۔

حکمت دوزخ کے اس جہان میں اور زندان کی اس جہان میں پیدا کرنے کی یہ ہے کہ تا کہ وہ منکروں کا معبد بنے کیونکہ حکم ہے ائتیا طوعاً او کرہاً تو جو طوعاً نہ آوے اس کو اس کے ذریعہ سے کرہاً لایا جاوے گا

مسجد طاعات شان خود دوزخ است	پائے بند مرغ بیگانہ فخ است
ان کی مسجد اور اطاعتوں (کی جگہ) دوزخ ہے	بیگانہ پرند کے پاؤں کا پھندا جال ہے

یعنی ان (لئیموں) کی طاعات کی مسجد دوزخ ہے (کیونکہ) مرغ بیگانہ کا پائے بند جال ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو پلا ہوا جانور تو مالک کے پاس خود آتا ہے اور جو بیگانہ ہوتا ہے اس کو جال میں گرفتار کر کے لاتے ہیں تو جو مومنین تھے وہ تو خود آ گئے اور جو بیگانے تھے ان کو دوزخ و زندان کے ذریعہ سے لایا جاتا ہے کہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر زندان دنیوی میں جا کر بھی خدا کی یاد آ جاتی ہے تو کفار کو اس ذریعہ سے عبادت میں لگایا جاتا ہے۔

ہست زندان صومعۂ دزد لئیم	کاندر و ذاکر شود حق را مقیم
کمینے چور کا عبادت خانہ قید خانہ ہے	اس میں وہ ہمیشہ خدا کو یاد کرنے والا ہوتا ہے

یعنی قید خانہ دزد لئیم کا عبادت خانہ ہے کیونکہ وہ اس کے اندر ذاکر حق ہمیشہ کے لئے ہو جاتا ہے۔

چوں عبادت بود مقصود از بشر	شد عبادت گاہ گردنکش سقر
چونکہ انسان (کی پیدائش) سے مقصود عبادت ہے	متکبر کی عبادت گاہ دوزخ بنی

یعنی جبکہ عبادت ہی انسان سے مقصود تھی تو گردن کشوں کی عبادت گاہ دوزخ ہوگئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آدمی را ہست در ہر کار دست	لیک از و مقصود این خدمت بدست
انسان کو ہر کام پر قدرت ہے	لیکن اس (کی پیدائش) سے (اصلی) مقصود عبادت ہے

یعنی آدمی کو ہر کام کی استعداد ہے لیکن اس سے مقصود یہی خدمت (عبادت) ہے۔

ما خلقت الجن والانس این بخوان	جز عبادت نیست مقصود از جہان
اس "انہیں پیدا کیا ہم نے جن و انسان کو" پڑھ	عبادت کے علاوہ دنیا میں (کوئی) مقصد نہیں ہے

یعنی ما خلقت الجن والانس لخ کو پڑھو کہ سوائے عبادت کے جہاں سے کچھ مقصود نہیں ہے مطلب یہ کہ انسان ویسے دنیا میں سارے کام کرتا ہے مگر اس کی پیدائش سے اصل مقصود عبادت ہی کرنا ہے اب دوسرے کام طبعاً کرتا ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

گرچہ مقصود از کتاب آن فن بود	گر تو اش بالش کنی ہم می شود
اگرچہ کتاب کا مقصد وہ فن ہوتا ہے	اگر تو اس کا تکیہ بنا لے تو (یہ بھی) ہو سکتا ہے

یعنی اگرچہ مقصود کتاب سے وہی فن ہوتا ہے (جس کی وہ کتاب ہے) مگر جو تم اس کو تکیہ کرلو تو ہوسکتا ہے۔

لیک از و مقصود این بالش نبود	علم بود و دانش و ارشاد و سود
لیکن اس کا مقصد یہ تکیہ (ہونا) نہ تھا	علم اور سمجھ اور ہدایت اور نفع تھا

یعنی لیکن اس کتاب سے یہ تکیہ بنانا مقصود نہ تھا (مقصود) علم اور دانش اور ارشاد اور نفع تھا (مگر تکیہ بنالیا تو بن ہی گیا۔ اسی طرح انسان اگر اور کام کرتا ہے تو وہ بھی ہو جاتے ہیں مگر اصل مقصود اس کو پیدا کرنے سے اس سے عبادت کرانا ہی تھا) آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گر تو میخے ساختی شمشیر را	برگزیدی بر ظفر او بیر را
اگر تو تلوار کو کھونٹا بنا لے	تو نے کامیابی پر بدبختی کو ترجیح دی

یعنی اگر تو نے تلوار کو کھونٹا بنالیا تو فتح پر ادبار کو قبول کرلیا یعنی جس سے کہ فتح ہوتی تو اس کو ایسے کام میں لایا کہ اس کو بیکار کردیا۔ گویا کہ ادبار کو خرید لیا آگے فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ مقصود از بشر علم و ہدیست	لیک ہر یک آدمی را معبدیست
اگرچہ انسان (کی تخلیق) سے مقصود علم و ہدایت ہے	لیکن ہر شخص کی ایک عبادت گاہ ہے

یعنی اگرچہ مقصود انسان سے علم وہدایت ہے لیکن ہر ایک آدمی کا ایک معبد ہے۔

معبد مرد کریم اکرمتہ	معبد مرد لئیم اسقمتہ
شریف انسان کی عبادت گاہ (مقام) اکرمتہ ہے	کمین انسان کی عبادت گاہ اسقمتہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مرد کریم کا معبد تو اکرمت ہے اور لئیم کا معبد اسقمۃ ہے یعنی کریم کا اکرام کرو تو وہ اور شکر گزار ہو کر خوب کام کرے گا اور لئیم کو اگرچہ جوتے کے نیچے رکھو تب وہ کام کرتا ہے۔

مر لئیمان رابزن تا سر نہند	مر کریماں رابدہ تا بردہند
کمینوں کو پیٹ تاکہ اطاعت کریں	شریفوں کو (انعام) دے تاکہ پھل دیں

یعنی لئیموں کو مارتا کہ اطاعت کریں اور کریموں کو دے تا کہ پھل دیں (تو جب ہر ایک کے لئے معبد دوسرا ہے تو پھر حق تعالیٰ نے دونوں کے لئے الگ الگ معبد بھی بنایا ہے)۔

لاجرم حق ہر دو مسجد یں آفرید	دوزخ آنہاراؤ اینہار آمزید
لامحالہ اللہ (تعالیٰ) نے دو مسجدیں بنائیں	ان کے لئے دوزخ اور ان کے لئے "مزید"

یعنی لامحالہ حق تعالیٰ نے دونوں مسجدیں پیدا فرمائیں دوزخ ان کے لیے اور ان کے لئے مزید یعنی اشقیا کے لئے تو دوزخ کو مسجد بنایا کہ وہ تو وہاں جا کر عبادت کریں گے اور کریموں کے لئے جنت کو جس میں ہر دم نعمت زیادہ ہے کہ وہ نعمت پا کر شکر گزار ہوں گے اور پھر عبادت حق اچھی طرح کریں گے آگے اس کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

ساخت موسیٰ قدس در باب صغیر	تا فرود آرند سر قوم زحیر
(حضرت) موسیٰ نے بیت المقدس میں چھوٹا دروازہ بنایا	تاکہ سرکش قوم سر جھکائے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک چھوٹا دروازہ بنایا تا کہ قوم سرکش سر نیچا کریں۔

زانکہ جباران بدند و سرفراز	دوزخ آن باب صغیرست و نیاز
کیونکہ وہ جبار اور متکبر تھے	دوزخ وہی چھوٹا دروازہ اور نیاز (مندی کی جگہ) ہے

یعنی اس لئے کہ وہ لوگ جبار تھے اور سر بلند تھے تو دوزخ وہی باب صغیر اور نیاز ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک چھوٹا سا دروازہ بنایا تھا تا کہ جو لوگ سجدہ نہیں کرتے وہ اس میں آ کر جھکیں اور اس طرح ان کا سر جھکے تو اسی طرح حق تعالیٰ نے دوزخ کو بنایا ہے کہ جو لوگ یہاں خدا کی یاد نہیں کرتے وہ دوزخ میں جا کر خدا کو یاد کریں اور ماخلقت الجن والانس الخ کی غایت اس طرح ان پر مرتب ہو جائے آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے جو ظالم اور جابر سلاطین پیدا کیے ہیں وہ اس لئے ہیں کہ جو لوگ خدا کے سامنے سرنگوں نہ ہوں وہ ان کے سامنے سر جھکا دیں اور ان کو بڑا سمجھ کر ان کی تعظیم کریں تو ان کا عجز معلوم ہو کہ خدا کے سامنے تو نہ جھکے بندوں کے آگے جھکنا پڑا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان میں اسکے کہ حق تعالیٰ نے بادشاہوں کی صورت کوان جباروں کے مسخر ہونیکا سبب بنایا ہے جو کہ مسخر حق نہیں ہیں جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے باب صغیر بیت المقدس میں جباران بنی اسرائیل کے جھکنے کے واسطے بنایا تھا کہ جب اس میں آویں تو عاجزی کریں اور حکم ہوا تھا کہ ادخلوا الباب سجدا وقولوا حطۃ الی آخرہ

آنچناں کہ حق زلحم و استخوان	از شہان باب صغیرے ساخت بان
اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے گوشت اور ہڈیوں سے	بادشاہوں کا چھوٹا دروازہ بنایا

یعنی اسی طرح حق تعالیٰ نے ہڈی اور گوشت کا بد بادشاہوں میں سے ایک باب صغیر بنایا ہے یعنی بادشاہوں کو ہڈی اور گوشت کا ایک باب صغیر بنایا ہے کہ جس طرح باب صغیر موسوی میں جبارین کو جھکنا پڑتا تھا اسی طرح جو خدا کے آگے نہ جھکیں ان کو ان بادشاہوں کے آگے جھکنا پڑتا ہے اب یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ بعض مرتبہ مقبولان حق اور مطیعین کو بھی تو بادشاہوں کے سامنے جھکنا پڑتا ہے تو پھر یہ غایت کہاں رہی۔ بات یہ ہے کہ یہ جو جھکتے ہیں تو کراہت کے ساتھ ان کو تعظیم مقصود نہیں ہوتی بخلاف ان جبارین کے کہ وہ ان کی تعظیم کے اعتبار سے جھکتے ہیں۔

اہل دنیا سجدۂ ایشان کنند	چونکہ سجدہ کبریا را دشمنند
دنیا دار ان کو سجدہ کرتے ہیں	کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں

یعنی اہل دنیا ان کو سجدہ کرتے ہیں چونکہ وہ حق تعالیٰ کو سجدہ کرنے کے دشمن ہوتے ہیں۔

ساخت سرگین دانگے محراب شان	نام آن محراب میرو پہلوان
ان کے لئے گوبر خانے کو محراب بنایا	اس محراب کا نام حاکم اور پہلوان ہے

یعنی حق تعالیٰ نے ایک گوہ دان ہے اس کو ان اشقیا کے لئے محراب بنایا ہے کہ وہاں جا کر یہ جھکتے ہیں اور اس گوہ دان کا نام امیر صاحب پہلوان صاحب وغیرہ وغیرہ ہے اور یہ سب اس لئے ہے کہ۔

لائق ایں حضرت پاکے نیند	نے شکرنے لیک درصورت نے اند
تم پاک دربار کے لائق نہیں ہو	پاک لوگ گنا ہیں تم صرف نرکل ہو

یعنی وہ (اشقیا) اس درگاہ پاک کے لائق نہیں ہیں نے شکر نہیں ہیں لیکن صورت میں نے ہیں یعنی صورت تو

www.besturdubooks.wordpress.com

انسانی ہے مگر حقیقت انسانی نہیں ہے۔

آن سگاں را ایں خران خاضع شوند	شیر را عارست کو را بگروند
یہ کمینے ان کتوں کے تابعدار ہوتے ہیں	شیروں کی توہین ہے کہ وہ اس کے گرویدہ ہوں

یعنی وہ کتے ان گدھوں کے مطیع ہوتے ہیں اور شیر کو تو عار آتی ہے کہ اس کے تابع ہوں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کی اطاعت کے یہ لوگ لائق نہ تھے تو ان سگان دنیا کے مطیع ہوئے۔

گربہ باشد شحنۂ ہر موش خو	موش کہ بود تاز شیران ترسداد
ہر موش خصلت کا کوتوال بلی ہوتی ہے	چوہا کس قابل ہے کہ وہ شیروں سے ڈرے

یعنی بلی ہر موش خصلت کی کوتوال ہوتی ہے چوہا کون ہوتا ہے جو کہ شیروں سے ڈرے یعنی دیکھو چوہا بلی سے تو ڈرتا ہے مگر شیر سے نہیں ڈرتا تو اسی طرح یہ اشقیا شاہان دنیا سے تو ڈرتے ہیں مگر حق تعالیٰ سے نہیں ڈرتے تو گویا موش خصلت ہیں۔

خوف ایشان از کلاب حق بود	خوف شان کے زآفتاب حق بود
ان کو اللہ (تعالیٰ) کے کتوں سے خوف ہوتا ہے	آفتاب حق سے انہیں ڈر کہاں ہوتا ہے

یعنی ان کو حق کے کتوں سے خوف ہوتا ہے اور آفتاب حق سے کب خوف ہوتا ہے (اس لئے کہ وہ آفتاب حق کی معرفت ہی نہیں رکھتے اس سے ڈریں کیا)

ربی الاعلیٰ ست ورد آن مہاں	رب ادنی در خور ایں ابلہاں
سرداروں کا وظیفہ ربی الاعلیٰ ہے	رب ادنیٰ ان بیوقوفوں کے لائق ہے

یعنی ان سرداروں کا تو ورد ربی الاعلیٰ ہے اور ان بیوقوفوں کے لائق رب ادنی ہے یعنی یہ تو ان شاہان دنیوی ہی کے مطیع ہوتے ہیں اور اہل اللہ اللہ کے مطیع ہوتے ہیں۔

موش کے ترسد ز شیران مصاف	بلکہ آن آہو تگاں مشک ناف
جنگ کے شیروں سے چوہا کب ڈرتا ہے؟	بلکہ وہ آہو قدم مشک کی ناف والے (ڈرتے ہیں)

یعنی چوہا شیران جنگ سے کب ڈرتا ہے بلکہ وہ آہو قدم مشک ناف (ڈرتے ہیں اس لئے کہ چوہے کو شیر کی معرفت ہی نہیں ہے اور آہو کو معرفت ہے اسی طرح عارفین حق تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور ان کی اطاعت کرتے ہیں اور غیر عارف نہیں ڈرتا اور نہ اطاعت کرے)

رو بہ پیش دیگ لیس ای کاسہ لیس	تش خداوند و ولی نعمت نویس
اے دیگ چاٹنے والے پیالہ چاٹنے والے کے پاس جا	تو اس کو آقا اور ولی نعمت لکھ

یعنی اے کاسہ لیس تو دیگ لیس کے پاس جا اور تو اس کو خداوند اور ولی نعمت لکھ یعنی اے دنیا دار تو دنیا دار ہی

کے پاس جا اور اس کی خوشامد کر۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بس کن ار شرحے بگویم دور دست	خشم گیرد میر دہم داند کہ ہست
ختم کر اگر میں لمبی تفصیل کروں گا	حاکم غصہ کرے گا اور سمجھے گا کہ وہ (کچھ) ہے

یعنی بس کر اگر میں کوئی شرح طویل کہوں گا تو امیر غصہ ہو جاوے گا۔ اور جانے گا کہ کچھ ہے۔ مطلب یہ کہ اگر میں بہت کچھ شاہان دنیا کی مذمت کروں گا تو امیر صاحب خفا ہو جاویں گے اور دوسری خرابی یہ ہوگی کہ ان کو خیال ہوگا کہ ہم کچھ ہیں جب تو ہماری اس قدر ہجو کی جا رہی ہے اور ہماری شان کچھ ہے جب تو اس کو توڑا جا رہا ہے تو اس کو اپنے اوپر کچھ گمان ہو جاوے گا لہذا میں اس کو یہیں تک رکھتا ہوں اور آگے بیان نہیں کرتا۔

حاصل ایں آمد کہ بد کن اے کریم	بالئیماں تا نہد گردن لئیم
خلاصہ یہ نکلا کہ اے شریف! برائی کر	کمینوں کے ساتھ تاکہ کمینہ اطاعت کرے

یعنی حاصل یہ ہے کہ اے کریم تم لئیموں کے ساتھ سختی کر دتا کہ لئیم اطاعت قبول کرے۔

بالئیم نفس چون احسان کند	چوں لئیماں نفس بد کفران کند
جب تو کمینے نفس کے ساتھ احسان کرے گا	تو وہ بدنفس کمینوں کی طرح کفران کرے گا

یعنی نفس لئیم کے ساتھ جب (کوئی) احسان کرے تو لئیموں کی طرح نفس بد ناشکری کرتا ہے۔

زیں سبب بد کاہل محنت شاکرند	اہل نعمت طاغی اند و ماکرند
یہی سبب ہوا کہ محنتی شکر گزار ہیں	مالدار سرکش اور مکار ہیں

یعنی یہ سبب ہے کہ اہل محنت تو شاکر ہیں اور اہل نعمت طاغی ہیں اور ماکر ہیں یعنی چونکہ نفس لئیم مصیبت ہی میں درست رہتا ہے لہذا جو اہل مصیبت ہیں وہ تو شاکر ہیں اور جو اہل نعمت ہیں وہ طاغی ہیں اس لئے کہ۔

ہست طاغی بگلرزرین قبا	ہست شاکر خستہ و صاحب عبا
سردار زریں قبا والا سرکش ہے	خستہ (حال) اور گدڑی والا شکر گزار ہے

یعنی طاغی تو بڑے اور زریں قبا ہیں اور شاکر خستہ اور صاحب عبا ہیں۔ یعنی اکثر ایسا ہے ورنہ بہت سے وہ لوگ بھی ہیں کہ جس قدر نعمت زیادہ ہوتی ہے اسی قدر وہ زیادہ شکر کرتے ہیں ان کو غرور وغیرہ نہیں ہوتا تو یہ حکم اکثری ہے کلی نہیں۔

شکر کے روید ز املاک و نعم	شکر می روید ز بلوا و سقیم
نعمتوں اور ملکیتوں سے شکر کہاں اگتا ہے؟	شکر ابتلاء اور بیماری سے اگتا ہے

یعنی شکر املاک و نعم سے کب اگتا ہے شکر تو بلاؤں اور بیماریوں سے جمتا ہے یعنی اکثر ایسا ہوتا ہے ورنہ بہت مرتبہ اس کے خلاف بھی ہوتا ہے کہ وہ نعمت کو دیکھ کر شکر کرتے ہیں آگے ایک صوفی کی حکایت لاتے ہیں کہ اس کو

کھونٹی پر دستر خوان پڑا ہوا دیکھ کر وجد ہوا تو لوگوں نے دریافت کیا تو اس نے کہا کہ مجھے اس کو دیکھ کر یاد آیا کہ کبھی اس کے اندر روٹیاں ہوں گی تو دیکھئے اوپر جو کہا تھا کہ اہل محنت شاکر ہوتے ہیں تو یہ صوفی چونکہ مجاہدہ و ریاضت کئے ہوئے تھا اس کو تصور نعمت پر وجد ہوا اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کی سرکشی کا سبب یہ تھا کہ ان پر انعامات و احسانات کئے گئے کیونکہ پاجی لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ جب ان کے ساتھ نیکی کی جاتی ہے تو وہ اس کے عوض میں برائی کرتے ہیں جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو دیکھو تمہارا نفس بھی پاجی ہے اور اس کو نیکی راس نہیں۔ پس تم اس کے ساتھ برائی کرنا اور مجاہدات سے اس کو نڈھال کر دینا اس وقت یہ مطیع ہو گا۔ احسان کریم کے موافق ہے نہ کہ لئیم کے۔ کریم کے ساتھ جب احسان کیا جاتا ہے تو وہ اس کا بدلا سات سو نیکیوں سے کرتا ہے اور لئیم کی حالت اس کے برعکس ہے۔ اس پر جب سختی کی جاتی ہے اس وقت وہ وفادار غلام ہوتا ہے۔ دیکھو کافر لوگ نعمتوں کے اندر تو ظلم و ستم کرتے ہیں اور ہرگز اطاعت حق پر آمادہ نہیں ہوتے مگر جب دوزخ میں جائیں گے تو اس وقت ربنا ربنا پکاریں گے کیونکہ پاجیوں کی عادت ہے کہ وہ سختی ہی سے ٹھیک ہوتے ہیں اور جب ان کے ساتھ سلوک کیا جاتا ہے تو اکڑ بن جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی عبادت گاہ دوزخ ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ وحشی جانور بدون جال کے قابو میں نہیں آتا۔ اور چور کی عبادت گاہ قید خانہ ہی ہوتی ہے۔ جہاں کہ وہ خدا کو ہر وقت یاد کرتا ہے۔ نیز چونکہ آدمی کی پیدائش کا مقصود اطاعت حق سبحانہ ہے اور کفار دنیا میں عبادت واطاعت کرتے نہیں لہٰذا ان کے لئے دوزخ کو عبادت خانہ بنایا گیا کہ اچھا تم وہاں عبادت نہیں کرتے تو یہاں کرو اس پر یہ شبہ نہ کرنا کہ آدمی تو ہر قسم کے کام کرتا ہے پھر یہ کیسے کہا گیا کہ اس کو عبادت ہی کے لئے پیدا کیا گیا ہے کیونکہ گو آدمی کو ہر کام میں دخل ہے لیکن سوائے طاعت کے اور کوئی کام مقصود اصلی نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے ماخلقت الجن والانس الالیعبدون اس کلام میں حق سبحانہ نے مقصود خلقت انسان کو منحصر فرمایا ہے۔ عبادت واطاعت میں پس معلوم ہوا کہ انسان کی خلقت سے عبادت کے سوا اور کوئی امر مقصود نہیں اور توضیح اس کی اس مثال سے ہو گی کہ کتاب سے مقصود علم ہے مگر با ایں ہمہ وہ اور کام میں بھی آ سکتی ہے۔ مثلاً اگر تم اس کو تکیہ بنا لو تو بن جائے گی اگر اس سے روٹی پکا لو تو پک جائے گی وغیرہ وغیرہ لیکن مقصود اس سے یہ نہیں کہ اس کو تکیہ بنایا جاوے بلکہ مقصود اصلی علم عقل ہدایت اور نفع خاص ہے۔ پس اگر کتاب سے وہ کام نہ لیا جاوے جس کے لئے وہ ہے بلکہ اس سے دوسرے کام لئے جاویں تو سراسر حماقت ہے علیٰ ہذا تلوار کا مقصود اصلی اپنی حفاظت ہے اور اس کے ساتھ ہی کھونٹے کا کام بھی دے سکتی ہے۔ پس اگر تم اس کو کھونٹا بنا لو تو گویا کہ فتح کے مقابلہ میں تم نے بدبختی کو ترجیح دی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو اختیار کیا اس سے معلوم ہو گیا کہ انسان سے مقصود عبادت ہے اور مع ہٰذا وہ دوسرے کام بھی کر سکتا ہے لیکن اس کا دوسرے کاموں میں منہمک ہونا اس کی بدبختی ہے اب ہم کہتے ہیں کہ گو مقصود خلقت انسان سے معرفت حق سبحانہ اور اطاعت ہے لیکن ہر قسم کے آدمی کے لئے ایک جداگانہ معبد ہے پہلے آدمیوں کا معبد تو محل وانعام واکرام ہے اور پاجیوں کا معبد محل تکلیف۔ کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر پاجیوں سے اطاعت کرانا ہو تو ان کو خوب مارنا چاہئے تا کہ وہ مطیع ہو جاویں اور اگر بھلے مانسوں سے کام لینا ہو تو ان پر انعام واکرام کرنا چاہئے تا کہ وہ کام دیں۔ اسی اصول کی بناء پر حق سبحانہ نے دو مسجدیں بنائیں ایک دوزخ جو کافروں کے لئے ہے اور دوسری جنت جو مصداق ولدینا مزید اور عبادت گاہ مومنین ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں ایک کھڑکی بنائی تھی تا کہ ذلیل لوگ اس میں جھکیں کیونکہ یہ لوگ متکبر و مغرور تھے۔ حق سبحانہ کے سامنے سر جھکانے سے ان کو عار تھی۔ اس لئے ان کے سریوں جھکوائے گئے پس دوزخ کو بھی اسی کھڑکی کی مثل اور محل خضوع سمجھو وہ باب صغیر دوزخ ایسا ہی ہے جیسے کہ دنیا میں بادشاہوں کے گوشت اور ہڈیوں کی ان کے لئے کھڑکی بنائی گئی ہے۔ کیونکہ جب اہل دنیا حق سبحانہ کو سجدہ کرنے کے مخالف ہیں تو ان سے بادشاہوں کے سامنے سجدہ کرا لیا گیا اور گوہ دانوں کو ان کی محراب عبادت بنایا گیا۔ جس کا لقب دنیا میں معزز اور بہادر وغیرہ ہے کیونکہ یہ کمبخت ناپاک اس درگاہ پاک کے قابل نہیں ہیں کہ وہاں سجدہ کریں اس لئے ان کی محراب بھی ویسی ہی تجویز کی گئی جیسے یہ خود تھے یعنی گوہ دان اور گوہ کے تھیلے یہ کتے اہل دنیا گدھوں کے سامنے تو ذلت اختیار کرتے ہیں مگر حق سبحانہ کی اطاعت سے ان کو عار آتی ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ چوہا بلی سے ڈرتا ہے اور شیر سے نہیں ڈرتا۔ حالانکہ دونوں میں کوئی بھی نسبت نہیں یوں ہی یہ لوگ بھی حق سبحانہ کے کتوں (اہل دنیا) سے تو ڈرتے ہیں مگر حق سبحانہ سے جو کہ آفتاب حقیقی ہیں نہیں ڈرتے بلکہ ان سے اہل اللہ ڈرتے ہیں چنانچہ وہ سردار تو ربی الاعلیٰ کہتے ہیں یعنی جو سب سے اعلیٰ ہے وہ میرا پروردگار ہے اور یہ احمق ان کی ضد ہیں کہ بزبان حال ربی الادنیٰ کہتے ہیں یعنی ذلیلوں کو معبود بناتے اور ان کی پرستش کرتے ہیں اور ہر ایک کا طریق اس کے موافق ہے کیونکہ کفار خست و دناءت میں چوہے کی مثل ہیں اس لئے وہ حق سبحانہ سے نہیں ڈرتے جس طرح چوہا شیران جنگی سے نہیں ڈرتا اور اہل اللہ اپنی پاکیزگی اور عمدگی میں آہو مشک کے مثل ہیں اس لئے وہ حق سبحانہ سے ڈرتے ہیں جس طرح آہوئے مشک شیر سے ڈرتا ہے اب مولانا کفار کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ او پیالہ چاٹنے والو حق سبحانہ کے دربار میں تمہارا کچھ کام نہیں تم ہانڈی چاٹنے والوں ہی کے پاس جاؤ اور انہیں کو خداوند اور ولی نعمت لکھو وہ تمہارے مناسب اور تم ان کے مناسب۔ گوشت خردندان سگ اب مولانا متنبہ ہو کر فرماتے ہیں کہ بس جی اس کو ختم کرو کیونکہ اگر میں مفصل شرح کروں گا تو معزز حضرات خفا ہوں گے کہ ہماری توہین کرتے ہیں (یہ فقرہ بطور ظرافت کے ہے نہ کہ بوجہ خوف کے) اور سمجھیں گے کہ ہم بھی کچھ ہیں تب ہی تو یہ ہماری طرف متوجہ ہیں گو برائی ہی کے ساتھ ہیں خلاصہ مقصد یہ ہے کہ پاجیوں کو مطیع کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ ان کے ساتھ برائی کی جاوے تا کہ وہ مطیع ہوں۔ پس نفس کے ساتھ کبھی سکوت نہ کرنا چاہئے اس لئے کہ جب کوئی اس پاجی کے ساتھ احسان کرتا ہے تو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پاجیوں کی طرح ناشکری کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ مبتلائے تکالیف لوگ شاکر ہیں اور خوش عیش لوگ سرکش اور مکار ہیں۔ معزز طبقہ کے خوش پوشاک لوگ سرکش ہیں اور کمبل پوش خستہ حال شکر گزار۔ کیونکہ ریاست اور نعمتوں سے شکر پیدا نہیں ہوتا بلکہ شکر سختی اور تکلیف سے پیدا ہوتا ہے (یاد رکھو کہ یہ حالت اہل نفس لوگوں کی ہے نہ کہ اہل اللہ کی جو نفس کا خاتمہ کر چکے ہیں چنانچہ خود ہماری تقریر سے واضح ہے پس اہل اللہ کے حال سے شبہ نہ ہونا چاہیے)

شرح شبّیری

ایک صوفی کا عشق خالی دستر خوان پر جو کہ کھانے سے خالی تھا

صوفی بر میخ روزے سفرہ دید	چرخ میزد جامہارا می درید
ایک صوفی نے ایک دن کھونٹی پر دستر خوان دیکھا	رقص کرتا تھا اور کپڑے پھاڑتا تھا

یعنی ایک صوفی نے کھونٹی پر ایک دستر خوان دیکھا تو چکر کرنے لگا اور کپڑے پھاڑنے لگا یعنی اس کو وجد ہو گیا۔

بانگ میزد نک نوائے بینوا	قحط ہاؤ درد ہارانک دوا
چیختا تھا یہ بے سامان کا سامان ہے	یہ قحطوں اور دردوں کی دوا ہے

یعنی آواز دیتا تھا کہ یہ بے نوایوں کا توشہ ہے اور قحط اور دردوں کی یہ دوا ہے۔

چونکہ درد و سوز او بسیار شد	ہر کہ صوفی بود با او یار شد
جب اس کا درد اور سوزش بڑھی	جو بھی صوفی تھا اس کا ساتھی ہو گیا

یعنی جبکہ درد و سوز اس کا زیادہ ہوا اور جو کوئی صوفی تھا اس کے ساتھ یار ہو گیا یعنی جس قدر صوفی تھے وہ بھی اس کی حالت کو دیکھ کر اس کے شریک ہو گئے اور وہ بھی وجد کرنے لگے۔

کخ کخے وہا و ہوئے می زدند	تا کہ چندیں مست و بیخودی شدند
قہقہے اور نعرے مارتے تھے	یہاں تک کہ بہت زیادہ مست و بیخود ہو جاتے تھے

یعنی قہقہہ اور ہائے ہو کر رہے تھے یہاں تک کہ خوب مست و بیخود ہو گئے۔

بوالفضولے گفت صوفی را کہ چیست	سفرہ آویختہ از نان تہی است
ایک لغو انسان نے صوفی سے کہا یہ کیا ہے؟	لٹکا ہوا دستر خوان روٹی سے خالی ہے

یعنی ایک بوالفضول نے صوفی سے کہا کہ کیا ہے ایک دستر خوان روٹی سے خالی لٹکا ہوا ہے یعنی ایک آدمی نے کہا کہ میاں دستر خوان لٹکا ہوا ہے اس پر وجد کیسا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت رو رو نقش بے مغیستے	تو بجو مستی کہ عاشق نیستی
اس (صوفی) نے کہا جا' جا تو بے روح تصویر ہے	تو ہستی کی تلاش کر' کیونکہ تو عاشق نہیں ہے

یعنی صوفی نے کہا کہ جا جا کہ تو نقش بے معنی ہے تو مستی کو تلاش کر اس لئے عاشق نہیں ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ مولانا نے اوپر بیان کیا تھا کہ شکر ریاست اور نعمت سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ مصیبت اور تکلیف سے پیدا ہوتا ہے اس کی تائید میں ایک قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی صوفی نے کھونٹی پر دسترخوان پڑا ہوا دیکھا۔ اس کو دیکھتے ہی اس پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور اس نے ناچنا اور کپڑے پھاڑنا شروع کیا۔ اور کہنے لگا کہ ارے یہ مفلسوں کی دولت ہے اور بھوک اور تکلیف کا علاج ہے جبکہ اس کا درد وسوز زیادہ بڑھا تو جو وہاں اور صوفی تھے ان پر بھی وہی حالت طاری ہوگئی اور وہ بھی اس کے ساتھ وجد میں شریک ہوگئے یہ قہقہے لگاتے اور ہاؤ ہو کرتے رہے حتیٰ کہ بیحد مست اور بیخود ہوگئے کسی بیہودہ پیٹ بھرے نے کہا کہ ارے بات کیا ہے جو تم اتنے خوش ہو رہے ہو ایک دسترخوان پڑا ہوا ہے جس میں روٹی دوٹی کچھ بھی نہیں۔ صوفی نے جواب دیا کہ جا لمبا بن تو ایک بے معنے تصویر ہے تو محض غافل ہے اور عاشق نہیں ہے ہم تجھے اس کا راز کیونکر سمجھائیں یہ تو اجمال ہے اس کی تشریح دو طرح سے ہو سکتی ہے ایک تو یہ کہ صوفی لوگ بھوکے تھے اس لئے وہ روٹی کے طالب اور قدر دان تھے اور شدت گرسنگی سے یہ کیفیت ان کی اس قدر ترقی کرگئی تھی کہ روٹی دیکھنا یا کھانا تو درکنار روٹی کے ظرف کو دیکھنے میں بھی لطف آتا تھا اور چونکہ وہ نعمت الٰہی کے قدر دان تھے اور نعمت کی قدر کرنا بھی شکر ہے اس لئے وہ شاکر تھے اور اس شکر کا منشا ان کی تکلیف اور مصیبت تھی برخلاف اس کے دوسرا شخص چونکہ عیش میں تھا اس لئے وہ مبتلائے غفلت تھا اور روٹی کی قدر اس کے دل میں نہ تھی اس لئے وہ ان پر ہنستا تھا اور قدر نہ کرنے کے سبب ناشکر تھا۔ وھذا ھو الظاھر. دوسری صورت یہ ہے کہ صوفی طالب حق تھا اور دسترخوان کے خالی ہونے سے اسے اس لئے خوشی ہوئی کہ اس کا خالی ہونا مناسب ہے۔ بھوک کے اور بھوک ذریعہ ہے حصول غذائے روحانی کا اور علاج ہے امراض روحانیہ کا اور تغذی و شفائی روحانی مطلوب ہے تو خلوی سفرہ ذریعہ ہوا مطلوب کا اور جس طرح مطلوب لذت بخش ہے یوں ہی ذریعہ مطلوب بھی لذت بخش ہے اس لئے ان کو خالی دسترخوان دیکھنے سے خوشی ہوئی اور معترض چونکہ غیر طالب حق تھا اس لئے اس نے ان کی حرکت کو لغو سمجھا اور اعتراض کر دیا اس پر صوفی نے جواب دیا کہ تو عاشق حق سبحانہ نہیں ہے اس لئے تجھے دسترخوان کے خالی ہونے کی قدر نہیں اور تو نہیں جانتا کہ یہ کس مطلوب کے حصول کا ذریعہ ہے اس واقعہ سے بھوک کی فضیلت اور اس کا موصل الی اللہ ہونا ظاہر ہوا اور سیری کا نقص اور اس کا مانع وصول ہونا ثابت ہوا اور بھوک از جملہ مصائب ہے اور سیری از قبیل نعم۔ پس ثابت ہوا کہ نعم مانع شکر نہیں اور مصائب باعث شکر

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

عشق نان بے نان غذائے عاشق است	بند ہستی نیست ہر کو صادق است
عشق جو روٹی ہوتے ہوئے روٹی ہی عاشق کی غذا ہے	جو صادق ہے وہ وجود کا پابند نہیں ہے

یعنی عشق روٹی کا بے روٹی کے غذا عاشق کی ہے اور جو صادق ہے وہ مقید ہستی نہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ تو عاشق نہیں ہے لہذا تو اس کو ڈھونڈھ کہ روٹی ہے یا نہیں ہم کو تو تصور کافی ہے ہم کو اس محسوس کی ضرورت نہیں ہے بلکہ بے اس نان محسوس کے ہم کو غذا ملتی ہے اصل میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس صوفی نے جو دسترخوان دیکھا اور اس سے ذہن غذائے محسوس کی طرف منتقل ہوا اس غذائے محسوس سے غذائے معنوی کی طرف ذہن منتقل ہو گیا بس اس پر وجد کر رہا تھا اور صوفیہ معنویات کو عدم سے تعبیر کر دیا کرتے ہیں اور وہ عدم اضافی ہوتا ہے نہ کہ حقیقی تو ان کا یہ کہنا کہ تم مستی کو تلاش کرو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس مستی محسوس کو ڈھونڈو۔ ہم کو اس کی ضرورت نہیں ہم کو مستی معنوی جس کو عدم سے تعبیر کیا جاتا ہے کافی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

عاشقاں را کار نبود از وجود	عاشقاں را ہست بے سرمایہ سود
عاشقوں کو وجود سے واسطہ نہیں ہوتا ہے	عاشقوں کا نفع بغیر سرمایہ کے ہوتا ہے

یعنی عاشقوں کو وجود (محسوس) سے کام نہیں ہے عاشقوں کو بے سرمایہ (محسوس) کے نفع ہوتا ہے۔

بال نے وگرد عالم می پرند	دست نے دگوز میداں می برند
پر نہیں ہیں اور عالم کے چاروں طرف اڑتے ہیں	ہاتھ نہیں ہے اور میدان سے گیند لے جاتے ہیں

یعنی بازو (محسوس) نہیں ہے اور عالم کے گرد اڑتے ہیں۔ ہاتھ (محسوس) نہیں ہیں اور گیند میدان سے لے جاتے ہیں (اس لئے کہ ان کی سیر اور ان کی ترقی تو معنوی ہوتی ہے اس کے لئے ان محسوسات کی ضرورت ہی نہیں ہوتی) آگے اس کی ایک نظیر لاتے ہیں کہ۔

آن فقیرے کو زمعنی بوئے یافت	دست بریدہ ہمی زنبیل بافت
وہ فقیر جس نے حقیقت کی خوشبو حاصل کر لی	ہاتھ کٹا ہوا ہونے پر جھولی بنتا تھا

یعنی وہ فقیر جس نے کہ بو معنی سے پائے ہاتھ کٹے ہوئے بھی زنبیل بنتا تھا (تو دیکھئے ان کو اس دست محسوس کی ضرورت نہ تھی ان کے لئے دست معنوی موجود تھا)

عاشقاں اندر عدم خیمہ زدند	چوں عدم یک رنگ و نفس واحدند
عاشقوں نے عدم میں خیمہ لگایا ہے	عدم کی طرح یکساں اور ایک جان ہو گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی عاشق لوگ عدم میں خیمہ لگاتے ہیں اور مثل عدم کے یک رنگ اور نفس واحد ہیں۔ مطلب یہ کہ جو عاشق ہیں ان کو اس ہستی محسوس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اس ہستی معنوی کے محتاج ہوتے ہیں جس کو کہ عدم سے تعبیر کرتے ہیں اور اس کے اعتبار سے وہ عدم کی طرح یک رنگ ہوتے ہیں کہ جس طرح عدم میں باعتبار وجود کے تشتت نہیں ہے بلکہ نسبۃً کم ہے اسی طرح ان کے اندر بھی تشتت اور اختلاف نہیں رہتا اگرچہ تشخصات مختلف ہوتے ہیں مگر اختلاف اور تشتت نہیں ہوتا۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ آپ کو ہی معلوم ہوتا ہوگا ہم کو تو کچھ لطف نہیں آتا تو آگے مثالوں سے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے مولانا کا کلام شروع ہوتا ہے اور وجہ ربط یہ ہے کہ اوپر چونکہ عاشق کی ایک حیرت انگیز صفت بیان کی تھی جو غیر عاشقوں کے خلاف تھی یعنی دسترخوان میں باوجود روٹی نہ ہونے کے اس کو دیکھ کر خوش ہونا لہٰذا یہاں سے مولانا عاشق الٰہی کے حیرت انگیز اور اس کے ساتھ مخصوص صفات کو گناتے ہیں اور کہتے ہیں کہ واقعی عاشقوں کے اوصاف غیر عاشقوں کی صفات سے ممتاز اور حیرت انگیز ہوتے ہیں چنانچہ ایک صفت ان کی یہ ہے کہ جو دوسروں میں نہیں کہ ان کی غذا عشق ہے جس کو غذا ہونے کے اعتبار سے روٹی اور نفس الامر کے لحاظ غیر نان کہا جا سکتا ہے (اس توجیہ پر عشق نان بے نان ترکیب اضافی نہ ہوگی اور نان بے نان کنایہ جوع سے نہ ہوگا بلکہ نان بے نان صفت ہوگی عشق کی۔ اے عشقے کہ او بوجہے نان است و باعتبارے غیر نان۔ اور اس توجیہ سے محشین کی توجیہ کا بے لطف بلکہ غیر صحیح ہونا ظاہر ہو جاوے گا کیونکہ اس وقت معنے یہ ہوں گے کہ عاشق خدا کی غذا بھوک کا عشق ہے ولا یخفی سخافتہ) اور دوسری صفت یہ کہ وہ صادق ہیں اور جو صادق ہوتے ہیں وہ ہستی میں محبوس نہیں ہوتے لہٰذا ان کو وجود سے خواہ اپنا ہو یا غیر کا کچھ کام نہیں وہ تو نیستی اور فنا چاہتے ہیں اور نیستی ہی سے ان کو دولت وصال ہاتھ آتی ہے تو گویا کہ ان کو بے مال کے نفع ملتا ہے یہ ایک عجیب بات ہے اور دیکھو ان کے بازو نہیں ہوتے مگر عالم کا چکر لگاتے ہیں یعنی اپنے کشف سے عالم کی حالت معلوم کرتے ہیں نیز ان کے ہاتھ نہیں ہوتے مگر میدان سے گیند اڑا لے جاتے ہیں (یعنی وصال محبوب سے کامیاب ہو کر دوسروں پر سبقت لے جاتے ہیں اور کوئی حیلہ وتدبیر ذاتی نہیں رکھتے کیونکہ فانی ہوتے ہیں اور خودی کو مٹا چکتے ہیں یہ جو کچھ کرتے ہیں اپنے کو حق سبحانہ کا تابع بنا کر کرتے ہیں) عام محسوسات میں بھی تم کو اس کی نظیر ملے گی دیکھو وہ فقیر شیخ اقطع جن کو معنی اور حقیقت کا پتہ لگ گیا تھا بدون ہاتھ کے زنبیل بنتے تھے پس بلا ہاتھ کے گیند اڑا لے جانا بہت ہی قریب فہم ہو گیا اور دیکھو چونکہ عشاق ہستی کو فنا کر کے نیستی میں سکونت اور بود وباش اختیار کرتے ہیں اس لئے عدم کی صفت حاصل کر لیتے ہیں اور جس طرح اعدام میں تمایز نہیں ہوتا یونہی یہ بھی سب ایک رنگ اور مثل ایک جان

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ہوتے ہیں یعنی چونکہ ان کے اغراض و مقاصد میں اختلاف نہیں ہوتا جو کہ منشا تفرق ہے اس لئے سب ایک جان دو قالب ہوتے ہیں۔ (تنبیہ قولہ عشق نان بے نان غذائے عاشق است میں یہ بھی احتمال ہے کہ مقولہ صوفی ہو اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ ہم تو روٹی کے عاشق ہیں اور ہماری غذا تو روٹی کا عشق ہے نہ کہ روٹی پس ہم کو اس کے تصور میں بھی مزہ آتا ہے اور اس کے ظرف کو دیکھ کر بھی ہم آپ میں نہیں رہتے اس لئے تیری غذا روٹی ہے اور تو ہستی نان چاہتا ہے اور نیستی سے تجھ پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ یہ تقریر صوفی بر مبخ الخ زجوان اشعار کے متصل پیشتر شرح ہو چکے ہیں) کی مذکورۂ بالا دو توجیہوں میں سے پہلی توجیہ کی مؤید ہے۔)

شرح شبیری

شیر خوارہ کے شناسد ذوق لوت	مر پری را بوئے باشد لوت پوت
دودھ پیتا بچہ' کھانوں کا ذائقہ کب پہچانتا ہے	پری کے لئے خوشبو اقسام کا کھانا ہوتا ہے

یعنی شیر خوار بچہ غذا کا ذوق کب پہچانتا ہے اور جن کی بو ہی غذا ہوتی ہے (مشہور ہے کہ جنات کا غذاؤں کی بو سونگھ کر پیٹ بھر جاتا ہے تو مولانا بناء علی المشہور فرما رہے ہیں) مطلب یہ ہے کہ دیکھو بچہ کو غذا کے مزہ کی خبر نہیں ہوتی اسی طرح جن خوشبو سے غذا حاصل کر سکتا ہے اور تم نہیں کر سکتے تو اس طرح اگر اس کو بھی تم نہ سمجھ سکو اور اہل اللہ سمجھ لیں تو کیا استبعاد ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

آدمی کے بو برد از بوئے او	چونکہ خوئے اوست ضد خوئے او
آدمی اس خوشبو کا سراغ کب پا سکتا ہے	کیونکہ اس کی عادت اس کی عادت کے خلاف ہے

یعنی آدمی کب بو لے جاتا ہے اس کی بو سے جبکہ خو اس کی ضد ہے اس کی خو کا مطلب یہ کہ جس طرح کہ جن بو سے غذا حاصل کر لیتے ہیں تو اس کی تم کو ہوا بھی نہیں لگ سکتی اس لئے کہ تمہاری خاصیت اور ہے اور ان کی خاصیت اور ہے۔

یابد از بوئے آن پری بوئے کش	تو نیابی آن زصد من لوت خوش
پری اس کی خوشبو سے ایسی راحت حاصل کرتی ہے کہ اس کو	تو سو من اچھی خوراک سے نہیں پا سکتا ہے

یعنی وہ جن بو کا کھینچنے والا بو سے وہ چیز پالیتا ہے کہ تم سو من عمدہ غذا سے بھی نہیں پا سکتے (اس لئے کہ تم تو بے کھائے ہوئے اس سے متمتع نہیں ہو سکتے اور وہ صرف بو سونگھ کر اس سے متمتع ہو سکتے ہیں اسی طرح اگر اہل اللہ ایک چیز سے غذا حاصل کر سکیں اور تم نہ کر سکو تو اس میں استبعاد ہی کیا ہے) آگے ایک اور مثال فرماتے ہیں کہ۔

پیش قبطی خون بود آن آب نیل	آب باشد پیش سبطی جمیل
قبطی کے لئے نیل کا پانی خون ہے	اچھے سبطی کے لئے پانی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی قبطی کے آگے تو آب نیل خون ہو جاتا ہے اور سبطی جمیل کے سامنے وہ پانی ہوتا ہے (تو دیکھو ایک کے لئے خون اور ایک کے لئے پانی)

جادہ باشد بحر ز اسرائیلیان	غرقہ گہ باشد ز فرعون عوان
دریا اسرائیلیوں کے لئے راستہ ہوتا ہے	ظالم فرعون کے لئے ڈوبنے کی جگہ ہوتا ہے

یعنی دریا اسرائیلیوں کے لئے تو راستہ ہو جاتا ہے اور فرعون عوان کے لئے غرق کی جگہ ہو جاتی ہے۔

باد بد بر عادیاں گرز و تبر	لیک بد بر ہود و بر قومش ظفر
ہوا قوم عاد پر گرز اور کلہاڑا تھی	لیکن حضرت ہودؑ اور ان کی قوم کے لئے فتح تھی

یعنی ہوا عادیوں کے لئے تو گرز و تبر ہو گئی تھی لیکن ہود اور ان کی قوم کے لئے فتح ہو گئی (کہ ان کے اعداء کو ہلاک کیا۔)

گلستان باشد برابراہیم نار	لیک بر نمرود باشد زہر مار
آگ (حضرت) ابراہیمؑ پر چمن ہوتی ہے	لیکن نمرود پر سانپ کا زہر ہوتی ہے

یعنی آگ ابراہیم علیہ السلام پر تو گلستان ہو جاتی ہے لیکن نمرود پر زہر مار ہوتی ہے۔

بر سمندر باشد آتش خاندان	لیک باشد برد گر مرغان زیان
سمندر پر آگ خاندان ہوتی ہے	لیکن دوسرے پرندوں کے لئے تباہی ہوتی ہے

یعنی سمندر پر تو آگ گھر ہوتی ہے لیکن دوسرے جانوروں کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے (تو دیکھو ایک شے ایک کے لئے مضر اور دوسرے کو نافع تو اسی طرح اہل اللہ کو وہ اشیاء معنوی کار آمد ہوتے ہیں اور وہ ان محسوسات کے محتاج نہیں ہوتے اور تم کو یہ میسر نہیں ہے)

نزد عاشق درد و غم حلوا بود	لیک حوا بر خسان بلوا بود
عاشقوں کے لئے درد اور غم حلوا ہوتا ہے	لیکن کمینوں کے لئے حلوا مصیبت ہوتا ہے

یعنی عاشق کے لئے درد و غم حلوا ہوتا ہے لیکن خسوں پر یہی حلوا بلوا ہو جاتا ہے آگے اسی کی تائید میں ایک حکایت لاتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا عشاق کے احوال عجیبہ سے استبعاد کو دور فرماتے ہیں اور معترض کے اعتراض کی بیہودگی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر چیز اور ہر شخص کے لئے کچھ مناسبات ہوتے ہیں سو وہ اپنی مناسب اشیاء سے واقف ہوتا ہے اور دوسروں کے مناسبات سے ناواقف۔ اسی لئے وہ دوسروں کی باتوں پر اعتراض کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مثلاً بچہ کی غذا دودھ ہے اس لئے وہ نہیں جانتا کہ لذیذ کھانوں میں کیا مزہ ہے اور پری کی غذا محض بو ہے تو آدمی جس کی غذا اجسام ہیں وہ کیسے جان سکتا ہے کہ بو بھی غذا ہو سکتی ہے کیونکہ اس کی طبیعت اور ہے اور پری کی اور۔ اور دیکھو آب نیل قبطی کے لئے خون ہے اور سبطی کے لئے پانی۔ دریا اسرائیلیوں کے لئے رہگذر ہے اور فرعون کے لئے محل غرق۔ آندھی عاد کے لئے گرز و تبر کی طرح مہلک ہے اور ہود اور ان کی قوم کے لئے آلہ فتح۔ آگ ابراہیم کے لئے گلستان ہے اور نمرود کے لئے سانپ کے زہر کی طرح مہلک۔ آگ سمندر کا گھر ہے اور دوسرے جانوروں کے لئے موجب ضرر علی ہذا عاشق کے لئے درد و غم حلوا ہوتے ہیں اور نالائقوں کے لئے حلوا بھی مصیبت ہے کہ ان کا حلوا کھاتے منہ دکھتا اور کھچڑی کھاتے پہنچا اترتا ہے یا یوں کہو کہ عشاق کے لئے مصائب بھی موجب راحت ہوتے ہیں کیونکہ ان کی بدولت وہ وصال محبوب سے متمتع ہوتے ہیں اور نااہلوں کے لئے نعمائے الٰہیہ بھی مصیبت ہوتے ہیں کیونکہ وہ ان میں مشغول ہو کر حق سبحانہ کو بھول جاتے ہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اشیاء کے احوال اختلاف اشخاص و طبائع سے مختلف ہوتے ہیں جو شخص اس سے واقف ہے جو اس کے لئے حاصل ہے وہ اس اثر کا منکر ہے جو دوسروں کے لئے ہے حالانکہ وہ انکار اس کا بیہودہ ہے پس اس سے تم معترض کے اعتراض کی لغویت اور عاشق کے لئے ان عجائبات مذکورہ کا غیر مستبعد ہونا بخوبی سمجھ سکتے ہو۔ کیونکہ اعتراض اور استبعاد کی بنا دوسروں کی حالت کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہے اور یہ باطل ہے جیسا کہ واضح ہو چکا اگر اس قدر بیان سے سیری نہ ہوئی ہو تو اور سنو۔

شرح شبّیری

یعقوب علیہ السلام کا یوسفؑ کے چہرہ سے جام حق کو پینے میں مخصوص ہونا اور بوئے یوسفؑ سے بوئے حق لینے میں اور بھائیوں کا ان دونوں صفتوں سے محروم رہنا

انچہ یعقوبؑ از رخ یوسفؑ بدید	وانچہ او از بوئے او اندر کشید
(حضرت) یعقوب نے جو کچھ (حضرت) یوسف کے رخ سے دیکھا	اور جو کچھ انہوں نے ان کی خوشبو سے باطن میں حاصل کیا

یعنی یعقوب علیہ السلام نے یوسفؑ کے رخ سے جو دیکھا اور جو کچھ کہ انہوں نے ان کی بو سے کھینچا۔

وانچہ در وے بود اندر وے بدید	خاص او بد او باخوان کے رسید
اور جو کچھ ان (یوسفؑ) کے اندر تھا انہوں نے دیکھا	وہ ان کی خصوصیت تھی بھائیوں کو کب حاصل ہو؟

یعنی جو چیز کہ ان کے اندر تھی انہوں نے ان میں دیکھ لی اور وہ انہیں کا خاصہ تھا وہ بھائیوں کو کب پہنچا

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ دیکھو یعقوبؑ یوسف سے بوئے حق پاویں اور ان کے بھائی اس سے محروم رہیں۔

اوز عشقش خویش در چہ میکند	وان بکین از بہر او چہ میکند
یہ ان کے عشق سے اپنے آپ کو کنویں میں گرا رہے ہیں	وہ کینہ وری سے ان کے لئے کنواں کھود رہے ہیں

یعقوب علیہ السلام تو ان کے عشق کی وجہ سے اپنے کو کنویں میں کرتے ہیں اور وہ بھائی ان کے واسطے کنواں کھود رہے ہیں۔

سفرۂ او پیش این از نان تہی است	پیش یعقوبؑ است پر کو مشتہی است
ان (یوسف) کا دسترخوان ان کے لئے روٹی سے خالی ہے	(حضرت) یعقوبؑ کے لئے بھرا ہوا ہے کیونکہ وہ خواہشمند ہیں

یعنی ان (یوسف) کا دسترخوان ان (بھائیوں) کے سامنے تو خالی ہے اور یعقوبؑ کے سامنے پر ہے کیونکہ وہ اشتہا روالے ہیں۔ (تو دیکھئے یوسف اور یعقوبؑ میں مناسبت ہے اور بھائیوں میں اور ان میں مناسبت نہیں ہے)

روئے ناشستہ نہ بیند روئے حور	لاصلوٰۃ گفت الا بالحضور
بن دھلا منہ حور کا منہ نہیں دیکھتا ہے	آنحضورؐ نے فرمایا کہ نماز بغیر حضور (قلب) کے نہیں ہے

یعنی نجس حور کا منہ نہ دیکھے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لاصلوٰۃ الا بحضور (القلب) نجس سے مراد کافر مطلب یہ کہ حضور قلب اور صلوٰۃ میں اور مومن اور حور میں مناسبت ہے تو یہ تو ان کے ساتھ جمع ہو جاویں گے اور دوسروں کے ساتھ جمع نہ ہوں گے۔

عشق باشد لوت پوت جانہا	جوع ازین رویست قوت جانہا
عشق جانوں کے لئے قسم قسم کا کھانا ہے	اسی لئے بھوک جانوں کی غذا ہے

یعنی ارواح کی غذا عشق ہوتی ہے اور اسی وجہ سے قوت ارواح جوع ہے مطلب یہ کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ الجوع طعام الصدیقین تو جو اہل اللہ ہیں ان کو اس غذائے ظاہری محسوس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ان کی غذا عشق اور غذائے معنوی ہو جاتی ہے۔

جوع یوسفؑ بود مر یعقوب را	بوئے نانش می رسید از دور جا
(حضرت) یعقوبؑ کو (حضرت) یوسف کی بھوک تھی	ان کو ان کی روٹی کی خوشبو دور سے پہنچ رہی تھی

یعنی یعقوبؑ کو یوسفؑ کی جوع تھی تو ان کو ان کی نان کی بو دور جگہ سے پہنچتی تھی۔ یعنی چونکہ وہ ان کے طالب تھے لہٰذا دور سے انہوں نے بوئے پیراہن محسوس کرلی۔

آنکہ بستد پیرہن را می شتافت	بوئے پیراہان یوسف می نیافت
میں نے پیرہن حاصل کیا تھا وہ دوڑ رہا تھا	(حضرت) یوسف کے لباس کی خوشبو محسوس نہیں کر رہا تھا

یعنی جس نے کہ پیراہن (یوسفی) کو لیا اور وہ (اس کو لئے ہوئے) دوڑ رہا تھا اس نے بو پیراہان یوسفؑ کی نہ پائے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وانکہ صد فرسنگ زاں سو بود او	چونکہ بد یعقوب می بوئید او
وہ جو اس جانب سے سیکڑوں فرسخ تھا	چونکہ وہ حضرت یعقوب تھے وہ خوشبو سونگھ رہے تھے

یعنی اور وہ کہ وہ سو فرسنگ اس طرف تھے چونکہ وہ یعقوب تھے وہ سونگھ رہے تھے (تو دیکھو چونکہ وہ لانے والا تو طالب یوسف نہ تھا اس لئے وہ اس سے متمتع نہ ہوسکا اور یعقوب علیہ السلام طالب تھے وہ اس سے متمتع ہوئے اب مولانا اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ)

اے بسا عالم ز دانش بے نصیب	حافظ علم است آنکس نے حبیب
بہت سے عالم ہیں جو سمجھ سے محروم ہیں	وہ عالم علم کا نگہبان ہے نہ کہ محبوب

یعنی بہت سے عالم ہیں جو عقل سے بے نصیب ہیں وہ شخص حافظ علم ہے نہ کہ کوئی بڑا آدمی یعنی جو لوگ کہ عالم بے عمل ہیں وہ علم کے محافظ ہیں باقی خود کامل نہیں اور چونکہ طالب حق نہیں لہذا اس علم سے متمتع نہیں ہوتے۔

مستمع از وے ہمی یابد مشام	گرچہ باشد مستمع از جنس عام
سننے والا اس کی خوشبو حاصل کر لیتا ہے	خواہ سننے والا عوام میں سے ہو

یعنی سننے والا اس سے خوشبو پاتا ہے اگرچہ وہ سننے والا عوام میں ہی سے ہو مطلب یہ کہ اس عالم سے جو اور لوگ سنتے ہیں وہ اگرچہ عوام ہی میں ان کو نفع ہوتا ہے اس لئے کہ وہ طالب ہوتے ہیں آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

زانکہ پیراہن بدستش عاریہ است	چون بدست آن نخاسی جاریہ است
کیونکہ اس کے پاس لباس عارضی ہے	جیسے کہ غلام فروش کے ہاتھ میں لونڈی ہوتی ہے

یعنی اس لئے کہ پیراہن اس کے ہاتھ میں عاریت ہے جیسے کہ نخاسی کے ہاتھ میں جاریہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح نخاسی کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ اس کو اس کے حسن و جمال سے کوئی واسطہ ہی نہیں اس کو اپنے ٹکوں سے کام اسی طرح عالم بے عمل یا وہ آرندہ پیراہن ہے کہ اس کو اس کی خوبی اور اس کے صفات سے کوئی غرض ہی نہیں۔ وہ صرف اس کی حفاظت کرتا ہے اور مثلاً جو خریدار جاریہ کا ہے وہ اس پر جان فدا کئے دیتا ہے اور سارا گھر باہر اس پر سے نثار کرنے کو تیار ہے اس لئے کہ وہ اس کی قدر جانتا ہے اسی طرح جو طالب علم ہے وہ بھی علم پر سو جان سے قربان ہوتا ہے اور اس سے متمتع ہوتا ہے آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

جاریہ پیش نخاسی سرسری است	در کف او از برائے مشتری است
غلام فروش کے لئے وہ لونڈی تھوڑی دیر کے لئے ہے	اس کے قبضہ میں خریدار کے لئے ہے

یعنی جاریہ نخاسی کے سامنے تو ایک سرسری چیز ہے اور اس کے ہاتھ میں خریدار کے لئے ہے (چونکہ وہ اس کے پاس عارضی طور پر ہے لہذا اس سے متمتع بھی نہیں ہوتا پس معلوم ہوا کہ ایک ہی شے ایک کے لئے کوئی اثر کرتی ہے اور دوسرے کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرا اثر کرتی ہے تو اگر اہل اللہ غذائے معنوی کو حاصل کریں اور تم نہ کر سکو تو اس میں استبعاد ہی کیا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو جو بات یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کے چہرہ میں نظر آتی تھی اور جو سرور کہ ان کو ان کی بو سے حاصل ہوتا تھا اور جو خوبیاں کہ یوسف علیہ السلام میں تھیں اور جن کمالات کو یعقوب علیہ السلام ان کے اندر دیکھتے تھے یہ سب باتیں انہیں کے ساتھ مخصوص تھیں۔ بھائیوں کو ان کی ہوا بھی نہ لگی تھی۔ نیز یعقوب علیہ السلام تو ان کے غم میں اپنے کو ہلاک کیے دیتے تھے اور بھائی ان کے لئے کنواں کھودتے اور ان کو مارنے کی فکر میں تھے ان کو تو وہ خالی دستر خوان کی طرح معرائن الکمالات دکھلائی دیتے تھے اور یعقوب علیہ السلام کے لئے روٹیوں سے پر دستر خوان کی طرح کمالات سے لبریز تھے۔ وجہ فرق کیا ہے وہ یہ کہ ان کو طلب اور عشق تھا اور بھائی اس سے بے بہرہ تھے اصل بات یہ ہے کہ بدطینت اور نالائق لوگوں کو حور کا چہرہ حسین نظر نہیں آتا۔ جیسا کہ اخوان یوسفؑ کو یوسفؑ کا چہرہ نہ دکھلائی دیا۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بلا حضور کے نماز ہی نہیں ہوتی کیونکہ حقیقت صلوٰۃ مشاہدہ محبوب حقیقی ہے اور یہ بدوں حضور قلب کے نہیں ہوتا اور حضور قلب بدوں صفائی باطن وازالہ صفات رذیلہ کے نہیں ہوتا۔ اس لئے ضرورت ہوئی صفائی باطن اور ازالہ صفات ذمیمہ کی (اس شعر کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار کو حور کا چہرہ نظر نہ آئے گا کیونکہ ان کو اس سے مناسبت نہیں۔ علی ہذا نماز بدوں حضور کے نہیں ہوتی کیونکہ نماز اور عدم حضور میں مناسبت نہیں اس موقع پر یہ دو مستقل نظیریں ہوں گی) اور چونکہ ان کو روئے خوب اس لئے دکھلائی نہیں دیتا کہ اس پر صفات نفسانیہ کا غلبہ ہوتا ہے اسی لئے ان کو اہل کمال سے عشق بھی نہیں ہوتا کیونکہ عشق اہل کمال تو ارواح کی غذا ہے اور وہ سراپا نفس ہیں تو ان کو یہ دولت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے لہذا یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام سے عشق تھا اور بھائیوں کو نہ تھا جبکہ ارواح کی غذا عشق ٹھہرا تو اسی لئے کہا گیا ہے **الجوع طعام الصدیقین** یا یوں کہو کہ بھوک ارواح کی غذا ہے (اس کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ جوع استعارہ ہو عشق سے تب تو واضح ہے دوسری یہ کہ جوع اپنے حقیقی معنے پر ہو اس وقت اس کی توجیہ یہ ہو گی کہ بھوک سے سورۂ نفس منکسر ہوتی ہے اور نفس کی قوت جس قدر گھٹے گی اتنی ہی روح کو قوت ہو گی اس لئے بھوک قوت روح کا سبب بعید ہے لہذا اس کو روح کی غذا کہا گیا اور وجہ تفریع غذائیت جوع بر غذائیت عشق یہ ہو گی کہ جوع سبب عشق ہے کیونکہ بھوک سے نفس کی قوت ٹوٹے گی اس سے صفات ذمیمہ زائل ہوں گی اس سے روح کو صفائی اور قوت حاصل ہو گی۔ اس سے اس کو عشق حق سبحانہ حاصل ہو گا۔ **والاقرب ھو الاول کما یدل علیہ البیت الآتی**) پس چونکہ یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی بھوک یعنی عشق اور طلب تھی اسی لئے ان کو دور دراز جگہ سے روٹی (یعنی اپنے مطلوب یوسف علیہ السلام) کی بو نہ آتی تھی اور جو شخص کہ سوفرسنگ ادھر تھا چونکہ وہ یعقوب (عاشق) تھا وہ اس کو سونگھتا تھا اسی طرح بہت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے عالم ایسے ہیں جو علم باعمل سے بے بہرہ ہیں اور ان پر اس کا کچھ اثر نہیں لہذا گویا کہ ان کو علم ہی حاصل نہیں۔ ایسے لوگ علم کا صندوق ہیں اور خود کوئی کمال نہیں رکھتے مگر سننے والا اس سے متاثر ہوتا ہے گو وہ عامی ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ علم ان کے لئے نہیں ہے ان کے پاس تو بطور عاریت کے ہے اور منتفع ہونے والے اس سے مستعین ہیں جس طرح کہ وہ بردہ فروش کے پاس جاریہ ہوتی ہے کہ وہ اس کے پاس برائے چندے ہوتی ہے اور وہ اس پر مشتری تک پہنچا دینے تک قابض ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ مشتری کے لئے ہوتی ہے اور وہی اس سے منتفع ہوتا ہے۔

شرح شبیری

قسمت حق است روزی خواہ نے	ہر یکے را سوئے دیگر راہ نے
اللہ (تعالیٰ) کی تقسیم ہے نہ کہ روزی چاہنے والے کی	کسی کے لئے دوسرے کی جانب راستہ نہیں ہے

یعنی یہ تقسیم حق ہے روزی خواہ کی نہیں ہے اور ہر ایک کو دوسری کی طرف راہ نہیں ہے مطلب یہ کہ کسی انسان نے تو تقسیم کیا نہیں ہے کہ جو عمدہ عمدہ اپنے لئے رکھ لیتا یہ تو تقسیم حق ہے تو جو جس کے مناسب تھا ویسا اس کو کر دیا کسی نے خوب کہا ہے کہ۔

خالق نے ایک ایک سے بہتر کیا ہے خلق دارا کوئی کسی کو سکندر بنا دیا

تو ایک ہی شے ہے ایک کے لئے اور اثر ہے دوسرے کے لئے دوسرا اثر۔ آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

یک خیال نیک باغ آن شدہ	یک خیال زشت راہ این زدہ
ایک اچھا خیال اس کے لئے گزار بن گیا	ایک برا خیال اس کے لئے راہزن بن گیا

یعنی ایک خیال خوب اس کے لئے تو وہ باغ ہو رہا ہے اور ایک برے خیال نے اس (دوسری) کی رہزنی کی ہے۔

آن خیالے از اثر باغے شدہ	وان خیالے عالمے برہم زدہ
وہ خیال نتیجہ کے اعتبار سے باغ ہو گیا	اس خیال نے جہان کو تہ و بالا کر دیا

یعنی وہ خیال تو اثر کی وجہ سے باغ ہو رہا ہے اور اس (دوسرے) خیال نے ایک عالم کو درہم برہم کر دیا ہے۔

آن خدائے کز خیالے باغ ساخت	وز خیالے دوزخ و جائے گداخت
وہ خدا (تعالیٰ) جس نے ایک خیال سے باغ بنا دیا	اور ایک خیال سے دوزخ اور پگھلنے کی جگہ (بنا دی)

یعنی وہ وہ خدا ہے کہ ایک خیال سے اس نے باغ بنایا اور ایک خیال سے دوزخ اور جگہ گھلنے کی بنائی۔

پس کہ داند راہ گلشنہای او	پس کہ داند جائے گلخنہائے او
اس کے باغوں کا راستہ کون جانتا ہے؟	اس کی بھٹیوں کا راستہ کون جانتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پس اس کے گلشنوں کی راہ کون جانتا ہے اور پھر اس کے گلخنوں کی راہ کا کس کو علم ہے۔

دیدہ بان دل نہ بیند در مجال	کز کدامین رکن جان آید خیال
دل کا محافظ تنگ و دو میں نہیں دیکھتا ہے	کہ جان کے کونسے گوشے سے یہ خیال آتا ہے

یعنی دل کی آنکھ والا جولانگاہ میں نہیں جانتا کہ کون سے رکن جان سے خیال آتا ہے یعنی دل کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ یہ خیال خوب و زشت کہاں سے آرہے ہیں اور صاحب دل کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ یہ میرے خیالات کہاں سے آرہے ہیں۔

جز مگر آن دل کہ دارد عون حق	کون او را نیست کردہ کون حق
سوائے اس دل کے جس کو اللہ (تعالیٰ) کی مدد حاصل ہو	اللہ (تعالیٰ) کے وجود نے اس کے وجود کو فنا کر دیا ہے

یعنی مگر سوائے اس دل کے جو کہ حق تعالیٰ کی مدد رکھتا ہے اور اس کی ہستی کو ہستی حق نے نیست کر دیا ہو۔ مطلب یہ کہ جو فنا فی الحق ہو چکا ہو وہ تو سمجھ سکتا ہے ورنہ دوسرے کو تو خبر بھی نہیں ہو سکتی۔ آگے اس خبر نہ ہونے کی مصلحت بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر بدیدے مطلعش راز احتیال	بند کردے راہ ہر ناخوش خیال
اگر تدبیر سے اس کے آنے کی جگہ کو دیکھ سکتا	تو ہر برے خیال کا راستہ بند کر دیتا

یعنی اگر اس خیال کے مطلع کو چپکے سے دیکھ لیتا تو ہر برے خیال کی راہ بند کر دیتا (مگر)

کے رسد جاسوس را آنجا قدم	کہ بود مرصاد و در بند عدم
جاسوس کا وہاں قدم کب پہنچتا ہے	جو عدم میں محفوظ اور گھات کی جگہ ہو

یعنی جاسوس (عقل) کا قدم وہاں تک کب پہنچتا ہے جبکہ کمین گاہ بند عدم میں ہو مطلب یہ کہ اگر انسان کو معلوم ہو جایا کرتا کہ یہ میرا خیال کہاں سے ناشی ہے اور کہاں سے یہ خیالات آتے ہیں تو جس قدر خیالات برے ہوتے ان کو وہ آنے ہی نہ دیتا اور ان کے مطلع کو بند کر دیتا مگر جہاں سے یہ خیال آتے ہیں وہاں تک عقل کی رسائی ہی نہیں ہے اس لئے کہ یہ خیالات تو حق تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں وہاں کون جا سکتا ہے جو ان کے مطلع کو بند کرے ہاں ایک تدبیر ہو سکتی ہے وہ یہ کہ۔

دامن فضلش بکف کن کور وار	قبض اعمیٰ این بود اے شہر یار
اندھوں کی طرح اس کی رحمت کے دامن کو پکڑ لے	اے شاہ! اندھے کا پکڑنا یہ ہوتا ہے

یعنی اس کی دامن فضل کو ہاتھ میں اندھے کی طرح لے لے اور اندھے کا پکڑنا اس وجہ سے ہوتا ہے کہ اے شہریار یعنی بس اس کے فضل کا دامن پکڑ لو تو ان شاء اللہ کبھی نہ بھٹکو گے بس جدھر کو وہ چلے ادھر کو تم چلو اور کہتے ہیں کہ اندھا جو دامن پکڑتا ہے وہ بھی تو اس لئے تاکہ جدھر کو دامن والا چلے ادھر ہی کو یہ بھی چلے تو بس تم دامن حق کو

www.besturdubooks.wordpress.com

استوار پکڑلو۔ اب کوئی کہتا ہے کہ کیا اللہ میاں کے بھی دامن ہوتا ہے تو بتاتے ہیں کہ۔

دامن او امر و فرمان ویست	نیک بختے کہ تقی جان ویست
حکم اور فرمان اس کا دامن ہے	وہ نیک بخت ہے جس کی جان متقی ہے

یعنی ان کا دامن ان کے امر و فرمان ہیں اور وہ نیک بخت ہے اس کی جان گرمی والی ہے مطلب یہ کہ ان کے احکام پر چلنا اور فرمان کو بجالانا بھی دامن کو پکڑ کر چلنا ہے اور جس کو گرمی عشق حق نصیب ہے وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہے۔

آن یکے در مرغزار و جوئے آب	واں یکے پہلوئے او اندر عذاب
ایک چمنستان اور پانی کی نہر میں ہے	اور ایک اس کے پہلو میں عذاب میں ہے

یعنی ایک کے لئے تو مرغزار اور جوئے آب ہے اور وہ ایک اس کا پہلو عذاب میں ہے۔ مطلب یہ کہ ایک خیال ہوتا ہے مگر ایک شخص کے لئے جنت ہے اور دوسرے کے لئے وہی دوزخ ہے۔

او عجب مانده که ذوق آن ز چیست	وان عجب مانده که این در حبس کیست
وہ تعجب میں ہے کہ اس کا لطف کس چیز میں ہے	اور وہ تعجب میں ہے کہ یہ کس پھندے میں ہے

یعنی وہ تعجب میں رہا ہے کہ اس کو خوشی کس کی ہے اور اس کو تعجب ہے کہ یہ کس کے حبس میں ہے (کہ جو غمگین ہے اور وہ اس کو غمگین دیکھ کر کہتا ہے کہ)

ہیں چرا خشکی کہ اینجا چشمہا است	ہیں چرا زردی کہ اینجا صد دوا ست
خبردار! تو کیوں خشک ہے، یہاں چشمے ہیں	خبردار تو کیوں پیلا ہے یہاں سینکڑوں دوائیں ہیں

یعنی ارے تو خشک کیوں ہو رہا ہے اس جگہ تو چشمے ہیں اور تو زرد کیوں ہے یہاں تو سو دوائیں ہیں۔

ہمنشینا ہیں بیا اے اندر چمن	گوید اے جان من نیارم آمدن
اے ساتھی! خبردار چمن میں آ جا	وہ کہتا اے دوست! میں نہیں آ سکتا

یعنی (وہ کہتا ہے) ارے اے ہمنشین انجمن میں آ تو وہ کہتا ہے کہ اے جان میں آ نہیں سکتا۔ (تو وہ پھر کہتا ہے کہ)

ہیں بیا جانان کہ پایت بستہ نیست	گویدش نے نے نتانم تو بایست
خبردار اے دوست! آ جا کیونکہ تیرے پاؤں بندھے ہوئے نہیں ہیں	وہ اس سے کہتا ہے نہیں نہیں مجھ میں سکت نہیں تو ٹھہر جا

یعنی اے جان آ جا تیرا پاؤں بندھا ہوا تو نہیں ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ میں نہیں آ سکتا تو ٹھہر رہ مطلب یہ کہ ایک شخص ذکر اللہ میں خوش ہے اور وہ دوسرے سے کہتا ہے کہ میاں تم دنیا میں پھنس کر غمگین کیوں ہوتے ہو یہاں آ جاؤ دیکھو کیسی خوشی ہے وہ کہتا ہے کہ نہ مجھ سے تو ہوتا ہی نہیں وہ کہتا ہے کہ ارے اس میں بڑی لذت ہے اور یہ تو بڑا آسان ہے وہ کہتا ہے کہ ہوگا مگر مجھ سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا تو دیکھئے ایک ہی شے ہے ایک کو آسان

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک کو مشکل ایک کو آرام وہ ایک کو سوہان روح ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

یک مثل آمد درین معنی بگفت	بو کہ یابی زین بیان سر نہفت
اس سلسلہ میں ایک کہاوت کہی گئی ہے	شاید کہ تو اس بیان سے چھپے ہوئے راز کو محسوس کرلے

یعنی ایک مثال اس میں گفتگو میں آئی ہے شاید کہ تم اس بیان سے سر پوشیدہ کو پالو۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ ایک آقا اور ایک غلام جا رہے تھے۔ غلام نمازی تھا راستہ میں نماز کا وقت آیا تو غلام اجازت لے کر نماز کو چلا گیا اور وہاں بہت دیر لگا دی آقا نے کہا کہ ارے بھائی آتا کیوں نہیں اس نے کہا کہ آنے نہیں دیتے۔ آقا نے کہا کون نہیں آنے دیتے۔ غلام بولا کہ جو آپ کو اندر نہیں آنے دیتے وہ مجھے باہر نہیں آنے دیتے۔ یعنی حق تعالیٰ کہ مسجد کے دروازہ پر ہو اور اندر نہیں آسکتے۔ اسی طرح وہ مجھے روکے ہوئے ہیں تو دیکھئے ایک ہی شے نماز ہے ایک کو اس قدر آسان اور دوسرے کو اس قدر مشکل۔

اندرین معنی بگویم قصہ	گوش بکشا تابری زان حصہ
اس سلسلہ میں میں ایک قصہ سناتا ہوں	کان کھول لے تاکہ تو اس میں سے حصہ پالے

یعنی اس معنی میں میں ایک قصہ کہتا ہوں تو کان کھول تا کہ اس سے حصہ لے جا سکے (اب قصہ سنئے)

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب رہی یہ بات کہ جو بات ایک کو حاصل ہوتی ہے دوسرے کو کیوں نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تقسیم حق سبحانہ کی ہے جو اس نے اپنی حکمت بالغہ کی بناء پر کی ہے خود لوگوں کی نہیں کہ جو جس چیز کو چاہے حاصل کر لے اس لئے کوئی شخص بطور خود دوسرے کی صفت کو حاصل نہیں کر سکتا۔ دیکھو ایک خیال تو اچھا ہے جو صاحب خیال کے لئے باغ کی طرح فرحت افزا اور مسرت بخش ہے اور ایک خیال برا ہے جو صاحب خیال کو خوشی تک نہیں پہنچنے دیتا۔ اور ایک خیال تو اپنے اثر سے عالم کو گلشن بنا دیتا ہے (مثلاً خیال عدل) دوسرا خیال ہے کہ عالم کو تہ و بالا کر دیتا ہے (خیال جور) یہ کس کا پیدا کیا ہوا ہے وہ خدا ہی ہے جس نے ایک خیال کو باغ کی طرح مسرت بخش اور سرور افزا بنایا ہے اور دوسرے خیال کو دوزخ کی طرح موجب تکلیف اور گھلانے والا بنایا ہے جبکہ یہ تصرف کرنے والا خدا ہی ہے تو اب اس کے باغوں یعنی عمدہ خیالات اور اس کی دوزخوں یعنی برے خیالات کا راستہ کون جان سکتا ہے کہ وہ کہاں سے اور کیونکر آتے ہیں۔ دل جولانگاہ روح میں چاروں طرف دیکھتا ہے کہ ان کا راستہ معلوم کروں کہ وہ کہاں سے آتے ہیں لیکن اس کو معلوم نہیں ہو سکتا کہ وہ کس دیوار میں کو پھوٹ آتے ہیں الا وہ دل جس کو حق سبحانہ کی تائید حاصل ہو اور مؤید بقوت قدسیہ ہو اور اپنی ہستی کو حق سبحانہ کی ہستی میں فنا کر کے متخلق باخلاق اللہ ہو گیا۔ اور خدا کے رنگ میں رنگ گیا ہو ہم نے کہا ہے کہ ہر دل نہیں دیکھ سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہر دل دیکھ سکتا کہ وہ خیالات کہاں سے پھوٹتے ہیں تو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تدبیر سے ہر ناپسندیدہ خیال کا راستہ بند کر دیتا اور کبھی تکلیف وہ خیال نہ آنے دیتا۔ حالانکہ وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ نیز چونکہ یہ شخص حق سبحانہ سے تعلق نہیں رکھتا اس لئے اس کی یہ تلاش ایسی ہوگی جیسے جاسوسوں کی اور جاسوس کی وہاں رسائی ہو نہیں سکتی کیونکہ وہ گھات تو عدم وفنا میں محجوب ہے اور عدم وفنا تک اس جاسوسی کی رسائی ہے نہیں کیونکہ یہ ہستی میں محبوس ہے پس یہ وہاں تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور وہاں کی حالت کیونکر معلوم کر سکتا ہے پس اے جاسوس تو اس فکر کو چھوڑ دے اور حق سبحانہ کے فضل کا دامن پکڑ لے۔ کیونکہ اندھے کے لئے راستہ کو دیکھنے کی فکر لغو ہے اس کے لئے تو دامن پکڑ لینا ہی کافی ہے۔ دامن فضل حق اس کے اوامر ہیں۔ یعنی بس تو احکام پر کار بند رہ اور زائد فکروں کو چھوڑ دے یہی بڑی سعادت ہے کہ آدمی کی جان سوزش عشق الٰہی سے جلتی ہو اور وہ طلب حق میں منہمک ہو اور انکشاف اسرار کوئی مقصود کمال نہیں جس کی فکر میں آدمی پڑ جائے۔ اب تقسیم حق کی ایک اور دلیل سنو ایک شخص ایک باغیچہ میں نہر کے کنارہ بیٹھا ہے۔ دوسرا اس کے قریب ہی مصیبت میں مبتلا ہے مصیبت زدہ تعجب کر رہا ہے کہ اسے کاہے کی خوشی ہے اور وہ تعجب کرتا ہے کہ کمبخت تکلیف میں کیوں مقید ہے یہ میرے پاس کیوں نہیں آ جاتا کہ اسے راحت ہو یہ خیال کر کے وہ اس سے کہتا ہے کہ ارے تو پیاسا کیوں مر رہا ہے آ جا یہاں بہت چشمے ہیں اور تو بیمار کیوں ہے میرے پاس آ یہاں تیرے مرض کا علاج موجود ہے۔ ارے یار تو بھی اس محفل عیش ونشاط میں آ جا۔ مصیبت کیوں جھیل رہا ہے وہ کہتا ہے میں تو نہیں آ سکتا وہ پھر کہتا ہے کہ ارے آ جا تیرے پاؤں میں بیڑیاں تو نہیں پڑیں وہ اس پر بھی یہی جواب دیتا ہے کہ بس کرو جی تمہیں معلوم نہیں میں آ ہی نہیں سکتا۔ خلاصہ یہ کہ ایک شخص خوش وخرم ہے اور دوسرا تکلیف میں مبتلا ہے وہ بزبان حال کہتا ہے کہ تو بھی مجھ سا ہو جا وہ بزبان حال جواب دیتا ہے کہ میں ایسا نہیں کر سکتا اور قید حال بنا بر اغلب ہے ورنہ گفتگو میں بھی ایسا ہوتا ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس مضمون کو ایک قصہ سے واضح کرتے ہیں شاید سمجھ میں آ جاوے اچھا اب میں بیان کرتا ہوں تم غور سے سنو تا کہ تم کو اس سے کچھ مل جاوے۔

شرح شبیری

حکایت ایک امیر کے غلام کی جو کہ نماز اور مناجات کا بہت شوق رکھتا تھا

در زمانے بود امیرے از کرام	بود سنقر نام او را یک غلام
ایک زمانہ میں بڑے لوگوں میں سے ایک حاکم تھا	اس کا ایک غلام سنقر نام کا تھا

یعنی ایک زمانہ میں ایک امیر کرام میں سے تھا اور اس کا سنقر نامی ایک غلام تھا۔

میر شد محتاج گرما بہ سحر	بانگ زد سنقر ہلا بردار سر
صبح کو حاکم کو حمام کی ضرورت ہوئی	اس نے پکارا سنقر! خبردار اٹھ جا

یعنی امیر کو صبح کے وقت نہانے کی ضرورت ہوئی تو آواز دی کہ سنقر ہوشیار ہو جاؤ اور سر اٹھا۔

طاس وایزار مندیل وگل از التوں بگیر	تا بگرمابہ رویم از ناگزیر
طشلا اور تہ بند اور (ملتانی) مٹی التون سے لیلے	تاکہ ضرورت کی وجہ سے ہم حمام میں جائیں

یعنی تشلہ اور رومال اور منجن لونڈی سے لے لے تاکہ ہم ضرورتاً گرمابہ کو جاویں۔

سنقر آندم طاس و مندیل نکو	بر گرفت و رفت با او دوبدو
سنقر نے فوراً طشلا اور اچھا تہ بند	لے لیا اور اس کے ساتھ ساتھ چلا

یعنی سنقر نے اسی وقت تشلہ اور عمدہ رومال لے لیا اور اس کے ساتھ ساتھ چلا۔

مسجدے بر رہ بدو بانگ صلا	آمد اندر گوش سنقر برملا
راستے میں مسجد تھی اور بلاوے کی آواز	صاف طور پر سنقر کے کان میں آئی

یعنی ایک مسجد راہ میں تھی اور آواز اذان کی سنقر کے کان میں ظاہر طور پر آئی۔

بود سنقر سخت مولع در نماز	گفت اے میر من ای بندہ نواز
سنقر نماز کا بہت فریفتہ تھا	بولا اے میرے آقا! اے بندہ پرور

یعنی سنقر نماز کا بہت حریص تھا تو بولا کہ میرے امیر اور اے بندہ نواز۔

تو برین دکان زمانے صبر کن	تا گزارم فرض وخوانم لم یکن
آپ اس دکان پر تھوڑی دیر ٹھہریں	تاکہ میں نماز ادا کروں اور لم یکن پڑھ لوں

یعنی تم اس دوکان پر تھوڑی دیر ٹھہرو تاکہ میں فرض ادا کرلوں اور لم یکن پڑھ لوں (لم یکن پڑھنے سے یہ مراد ہے کہ نماز مختصری پڑھ لوں گا زیادہ طول نہ دوں گا)

رفت سنقر میر در دکان نشست	منتظر از بادۂ پندار مست
سنقر چلا گیا آقا دکان. پر بیٹھ گیا	منتظر ہو کر غرور کی شراب سے مست

یعنی سنقر تو چلا گیا اور امیر صاحب دوکان پر منتظر بیٹھ گئے اور غرور سے مست تھے۔

میر از بہر دل آن زندہ جان	کرد یک ساعت توقف بر دکان
آقا نے اس زندہ روح کی خاطر سے	تھوڑی دیر دکان پر توقف کیا

یعنی امیر نے اس زندہ جان کی خاطر سے ایک گھڑی دوکان پر توقف کیا۔

چوں امام و قوم بیرون آمدند	از نماز و وردہا فارغ شدند
جب امام اور لوگ باہر آئے	نماز اور وظیفوں سے فارغ ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب امام وقوم سب باہر نکل آئے اور نماز اور اوراد سے فارغ ہو گئے۔

سنقر آنجا ماند تا نزدیک چاشت	میر سنقر راز مانے چشمداشت
سنقر چاشت کے وقت تک وہاں رہا	آقا ایک وقت تک سنقر کا منتظر رہا

یعنی سنقر اس جگہ اشراق کے قریب تک رہا تو امیر نے سنقر کا کچھ دیر تو انتظار کیا۔

گفت اے سنقر چرا نائی برون	گفت می نگزاردم اے ذوفنون
بولا اے سنقر! تو باہر کیوں نہیں آتا ہے؟	اس نے کہا اے ہنر مند! وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے

یعنی اس نے کہا کہ اے سنقر تو باہر کیوں نہیں آتا تو وہ بولا کہ اے ذوفنون مجھے چھوڑتا نہیں۔

صبر کن نک آمدم اے روشنی	نیستم غافل کہ در گوش منی
صبر کر اے روشنی! میں ابھی آیا	میں غافل نہیں ہوں تو میرے کان میں ہے

یعنی صبر کر میں ابھی آیا اے (صاحب) روشنی میں غافل نہیں ہوں آپ میرے کان میں ہیں۔یعنی مجھے خود خیال ہے۔

ہفت نوبت صبر کرد و بانگ کرد	تا کہ عاجز گشت از تیباش مرد
اس نے سات بار صبر کیا اور آواز دی	حتیٰ کہ آقا اس کی ٹال مٹول سے عاجز آ گیا

یعنی سات مرتبہ آواز دی اور صبر کیا یہاں تک کہ اس کے انتظار سے یہ مرد عاجز ہو گیا۔

پاسخش این بود می نگزاردم	تا برون آیم ہنوز اے محترم
اس کا یہی جواب تھا مجھے نہیں چھوڑتا ہے	اے محترم! تاکہ میں ابھی باہر نکلوں

یعنی اس کا جواب یہی تھا کہ مجھے چھوڑتا نہیں تاکہ میں باہر آؤں اے محترم۔

گفت آخر مسجد اندر کس نماند	کیست وامیدارد آنجا کت نشاند
بالآخر اس نے کہا مسجد میں کوئی نہیں رہا	کون روکتا ہے وہاں تجھے کس نے بٹھا دیا ہے؟

یعنی آقا نے کہا کہ آخر مسجد میں تو کوئی نہیں رہا کون اس جگہ ہے جس نے کہ تجھے بٹھالیا ہے۔

گفت آنکہ بستہ استت از بروں	بستہ است او ہم مرا از اندروں
اس نے کہا وہی جس نے تجھے باہر باندھ دیا ہے	اسی نے مجھے اندر باندھا ہے

یعنی غلام نے کہا کہ جس نے کہ تجھے باہر باندھ رکھا ہے اسی نے مجھے اندر سے باندھ رکھا ہے۔

آنکہ نگزارد ترا کائی دروں	می نہ بگزارد مرا کایم بروں
جو تجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ تو اندر آئے	وہ مجھے نہیں چھوڑتا ہے کہ میں باہر نکلوں

یعنی وہ ذات کہ تجھے نہیں چھوڑتی کہ تو اندر آوے مجھے نہیں چھوڑتی کہ میں باہر آؤں۔

آنکہ نگزارد کز ایں سو پانہی	او بدیں سو بست پائے ایں رہی
وہ جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو اس طرف قدم دھرے	اسی نے اس جانب اس غلام کو پابستہ کر دیا ہے

یعنی جو کہ نہیں چھوڑتا کہ تم اس طرف پاؤں رکھو اسی نے اس غلام کے پاؤں اس طرف باندھ دیئے ہیں۔ (اور وہ ذات حق ہے تو دیکھو ایک ہی کام ایک کو مشکل دوسرے کو آسان) آگے مولانا اس کی مثال لاتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: کسی زمانہ میں ایک شریف امیر تھے اور سنقر نام ان کا ایک غلام تھا ایک روز صبح کے وقت ان کو حمام کی ضرورت ہوئی تو انہوں نے آواز دی سنقر اٹھو۔ اور کنیزک سے طشت اور تولیہ اور سر دھونے کی مٹی لے لو تا کہ حمام چلیں۔ سنقر آیا اور اس نے طشت اور تولیہ وغیرہ پالیا اور ساتھ ہولیا۔ راستہ میں ایک مسجد پڑتی تھی اس میں سے نماز کی آواز آئی سنقر کو چونکہ نماز کا شوق تھا اس لئے اس نے امیر سے کہا کہ حضور ذرا اس دکان پر تشریف فرما ہوں تا کہ میں نماز پڑھ لوں۔ میں چھوٹی چھوٹی سورتیں لم یکن وغیرہ پڑھوں گا۔ یہ کہہ کر سنقر روانہ ہو گیا۔ اور امیر دکان پر اس کے انتظار میں بادۂ پندار میں مست بیٹھ گئے کیونکہ نماز میں تو کسر شان تھی نماز کے لئے کیسے جاتے وہ امیر اس زندہ دل کی دلجوئی کے لئے کچھ دیر تک دوکان پر بیٹھے رہے جبکہ امام اور مقتدی نماز اور درود وظائف سے فارغ ہو کر نکلے تو سنقر نہ نکلا وہ چاشت (اشراق یا چاشت معروف) تک وہیں رہا امیر نے ایک عرصہ تک تو انتظار کیا جب وہ نہ آیا تو آواز دی کہ اے سنقر تم آتے کیوں نہیں اس نے جواب دیا کہ جناب مجھے آنے نہیں دیتا ذرا توقف فرمایئے میں ابھی حاضر ہوا مجھے خود خیال ہے اور میں جناب کی طرف سے غافل نہیں ہوں۔ غرض یوں ہی سات مرتبہ اس نے آوازیں دیں اور ساتوں مرتبہ وہی جواب ملا۔ اور اس نے صبر کیا۔ آخر وہ اس کے غمزہ سے عاجز ہو گیا کیونکہ اس کا جواب ہر مرتبہ یہی ہوتا تھا کہ حضور مجھے آنے نہیں دیتا۔ بالآخر اس نے مجبور ہو کر کہا کہ مسجد میں تو کوئی شخص بھی نہیں رہا پھر تجھے کون روک رہا ہے اور کس نے بٹھلا رکھا ہے اس نے جواب دیا کہ حضور جس نے جناب کو باہر روک رکھا ہے اسی نے مجھے اندر روک رکھا ہے اور جو آپ کو اندر آنے نہیں دیتا وہی مجھے باہر نہیں آنے دیتا اور جو حضور کو اس طرف قدم نہیں بڑھانے دیتا وہی اس غلام کو اس طرف قدم نہیں بڑھانے دیتا۔ یعنی وہ حق سبحانہ ہیں جو مقلب القلوب ہیں اور جو لوگوں کو مختلف خیالات میں محبوس کرتے ہیں۔

شرح شبّیری

ماہیان را بحر نگزارد بروں	خاکیان را بحر نگزارد دروں
سمندر مچھلیوں کو باہر نکلنے نہیں دیتا	سمندر خشکی کے جانوروں کو اندر نہیں آنے دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مچھلیوں کو تو دریا باہر نہیں آنے دیتا اور خاکیوں کو بحری اندر نہیں آنے دیتا۔ یعنی دیکھو دریا ایک شے ہے مگر مچھلیاں اس سے نکلنے میں ہلاکت سمجھتی ہیں اور مرغان خاکی اس کے اندر جانے میں اپنی ہلاکت متصور کرتے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ۔

اصل ماہی زاب وحیوان از گل است	حیلہ و تدبیر اینجا باطل است
مچھلی کی اصل پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے ہے	اس جگہ کوئی حیلہ اور تدبیر بیکار ہے

یعنی مچھلی کی اصل تو پانی سے ہے اور حیوان کی مٹی سے تو حیلہ وتدبیر اس جگہ باطل ہے مطلب یہ کہ چونکہ اصل فطرت سے اختلاف ہے لہذا نہ وہ دریا میں جا سکے اور نہ وہ دریا سے نکل سکے اور چونکہ اصل فطرت اس طرح ہے لہذا اس میں حیلہ وتدبیر بھی نہیں چلتی کہ حیلہ کر کے فطرت کو بدل کر خاکی دریا میں چلے جاویں یا مچھلیاں اس سے باہر نکل آویں تو اسی طرح جو کہ فنافی اللہ ہو چکے ہیں وہ تو احکام حق میں خوش ہیں ان کو تو وہاں سے نکلنا موت ہے اور جو الگ ہیں ان کو ان کی بجا آوری موت ہے نہ وہ ادھر آ سکتے ہیں اور نہ وہ ادھر جا سکتے ہیں۔ اب یہاں سننے والے کو یاس ہو سکتی تھی کہ بس پھر تو کوئی امید ہی نہیں رہی جیسی اصل ہوگی اسی کے مطابق رہیں گے اور کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی لہذا آگے فرماتے ہیں کہ۔

قفل زفت است وکشاینده خدا	دست در تسلیم زن و اندر رضا
قفل بھاری ہے اور کھولنے والا اللہ (تعالیٰ) ہے	تسلیم اور رضا پر دستگاہ حاصل کرو

یعنی قفل تو عظیم ہے اور کھولنے والا خدا ہے تو تم ہاتھ تسلیم ورضا میں مارو مطلب یہ کہ اگرچہ قفل تو عظیم ہے مگر اس کو کھولنے والے حق تعالیٰ ہیں تم تسلیم ورضا حاصل کرلو اور راضی برضا رہو۔ ان شاء اللہ یہ قفل عظیم حق تعالیٰ کھول دینگے۔

ذرہ ذرہ گر شود مفتاحہا	این کشایش جز نیست از کبریا
ایک ایک ذرہ اگر کنجیاں بن جائیں	یہ کشادگی بجز خدا کے (ممکن) نہیں ہے

یعنی ذرہ ذرہ اگر کنجیاں ہو جاویں تو یہ کھلنا سوائے حق تعالیٰ کے کسی سے نہیں ہے یعنی اگر تمام ذرات عالم کنجیاں بن جاویں تب بھی اس قفل کو سوائے خدا کے کوئی نہیں کھول سکتا۔

چون فراموشت شود تدبیر خویش	بخت یابی اے جوان از پیر خویش
جبکہ تجھ سے تیری تدبیر فراموش ہو جائے	اے جوان! تو اپنے پیر سے نصیبہ حاصل کرے گا

یعنی جبکہ تجھے اپنی تدابیر فراموش ہو جاویں گی تو اے جوان اپنے شیخ سے بخت پاوے گا مطلب یہ کہ جب تم تدابیر کو فنا کر دو گے تو تم کو کوئی رہبر مل جاوے گا اور وہ حق تعالیٰ تک پہنچا دے گا۔

چون فراموش خودی یادت کنند	بندہ گشتی وآنگہ آزادت کنند
جب تو خودی کو فراموش کر دے گا وہ تجھے یاد کریں گے	تو غلام بن جائے گا تو وہ تجھے آزاد کریں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب تو اپنے کو فراموش کرے تو وہ تجھے یاد کریں تو غلام ہو جاوے اس وقت تجھے آزاد کریں (اس لئے کہ ارشاد ہے فاذکرونی اذکرکم یعنی مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا۔ اور یاد کامل وہ ہے کہ اس میں اپنی بھی خبر نہ رہے تو بس جب اپنے کو بھلا دیا تو اس طرف سے اذکرکم صادق آ گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر تو خواہی حرّی و دل زندگی	بندگی کن بندگی کن بندگی
اگر تو آزادی اور دل کی زندگی چاہتا ہے	غلامی کر، غلامی کر، غلامی

یعنی اگر تم آزادی اور دل زندگی کے طالب ہو تو بندگی کرو بندگی کرو۔ بندگی (کہ اسی سے دل کو زندگی حاصل ہوگی)

از خودی بگزر کہ تایابی خدا	فانی حق شو کہ تایابی بقا
خودی سے گزر جا تاکہ تو خدا کو پالے	حق میں فنا ہو جا تاکہ تو بقا حاصل کرے

یعنی خودی سے گزر جا تا کہ تو خدا کو پالے اور فانی حق ہو جا تا کہ تو بقا کو پالے۔

گر ترا باید وصال راستین	محوشو واللہ اعلم بالیقین
اگر تجھے سچوں کا وصال درکار ہے	(تو) مٹ جا اور اللہ تعالیٰ یقیناً زیادہ جانتا ہے

یعنی اگر تجھے وصال صدیق کی ضرورت ہے تو تو محو ہو جا۔ واللہ اعلم بالیقین۔ تو بس فنافی الحق ہو کر بقا حاصل ہوتی ہے اور اپنے کو مٹا کر خدا ملتا ہے خوب سمجھ لو آگے پھر ان انبیاء علیہم السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ دیکھو سمندر ہے کہ مچھلیوں کو باہر نہیں آنے دیتا اور خاکیوں کو اندر نہیں آنے دیتا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ مچھلی کی اصل پانی ہے اور دیگر حیوانات کی مٹی۔ پس وہ اپنی جنس کو جاذب ہے اور غیر جنس کو مانع۔ اور بقائے مغائرت کے ساتھ کوئی تدبیر ایسی نہیں جس سے سمندر میں رہنے کے قابل ہو سکے۔ پس تم بھی مناسبت باحق سبحانہ پیدا کرو۔ اور مغائرت و مضادت کو دور کرو اس کی صورت یہ ہے کہ ہمہ تن منقاد حق سبحانہ اور راضی برضائے حق سبحانہ ہو جاؤ۔ تو گو قفل نہایت سخت ہے مگر خدا اس کو کھول بھی سکتا ہے یہ قفل کھل جاوے گا اور بدوں حق سبحانہ کے کھولے ہوئے اگر ذرہ ذرہ کنجیاں ہو جاوے اور کوشش اس کے کھولنے کی کرے تو ناممکن ہے بس اس کو خدا ہی کھول سکتا ہے بشرطیکہ تم خودی کو مٹا دو اور اپنی تدبیر کو بھول جاؤ۔ اور یہ بات کہ یہ کیونکر ہو اس کا طریقہ بھی ہم بتاتے ہیں اور اس کا پتہ دیتے ہیں دیکھو یہ خوش نصیبی تم کو اپنے شیخ سے حاصل ہوگی اس کا دامن پکڑ و۔ پس جب تم کو اپنے شیخ کی بدولت یہ دولت حاصل ہو جائے گی اور تم اپنے کو بھول جاؤ گے اس وقت یہ قفل ٹوٹ جاوے گا۔ اور وہ بھی تم کو یاد کریں گے اور جبکہ تم بندگی اختیار کر لو گے اس وقت تم کو قید ماسوی سے آزاد کر دیں گے پس اگر تم قید نفس سے آزادی اور زندہ دلی چاہتے ہو تو ضرور ضرور بندگی کرو۔ اور خودی کو چھوڑ دو تا کہ خدا کو پاؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

اور فنافی الحق ہو جاؤ تا کہ بقا بالحق حاصل ہو اور اگر تم کو حقیقی محبوب کا وصال مطلوب ہے تو اپنے کو مٹاؤ واللہ اعلم۔

شرح شبّیری

انبیاء علیہم السلام کا منکروں کے حق کو قبول کرنے سے مایوس ہو جانا قولہ تعالیٰ حتیٰ اذا ستیاس الرسل الخ

انبیاء گفتند در خاطر کہ چند	می دہیم ایں راؤ آنرا وعظ و پند
انبیاء نے دل میں کہا کہ کتنا	ہم اس اور اس کو وعظ اور نصیحت کریں؟

یعنی انبیاء علیہم السلام نے دل میں کہا کہ ہم کب تک اس کو اور اس کو وعظ ونصیحت کریں۔

چند کوبیم آہن سردے زغے	درد میدن در قفس ہیں تا کیے
گمراہی سے ٹھنڈے ہوئے لوہے کو ہم کب تک کوٹیں؟	ہاں پنجرے میں پھونک بھرنا کب تک؟

یعنی ایک آہن سرد کو ہم غلطی سے کب تک کوٹیں اور قفس میں پھونکنا کب تک۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی قفس میں پھونکے تو بجز اس کے کہ ساری پھونک بیکار جاوے اور کیا فائدہ ہو سکتا ہے ہاں اگر مشک وغیرہ میں پھونکیں تو ہوار کے اسی طرح ان لوگوں کے سمجھانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے جبکہ یہ مانتے ہی نہیں اور اس کا اثر یہ نہیں ہوا کہ وہ تبلیغ ترک کر دیتے نہیں بلکہ صرف ان کو ان کے راہ پر آنے سے مایوسی ہو گئی کہ اب یہ ہدایت نہ پاویں گے۔

دم خر پیمودن آخر تا بچند	چوں نیفزاید جوئے جز ریشخند
گدھے کی دم ناپنا آخر کب تک	جبکہ سوائے مذاق کے اس میں ایک جو کا فائدہ نہیں ہے

یعنی گدھے کی دم کو آخر ناپنا کب تک جبکہ وہ ایک جو بھی بجز مسخرہ پن کے نہیں بڑھتے مطلب یہ کہ گدھے کی دم کو اگر ناپو تو وہ بڑھے گی تھوڑا جتنی تھی اسی قدر رہے گی۔ ہاں ایک مسخرہ پن زیادہ ہوتا ہے اسی طرح (ان کو سمجھانا فضول ہے اور فرماتے ہیں کہ)

جنبش خلق از قضاؤ وعدہ است	تیزیٔ دندان ز سوز معدہ است
مخلوق کی حرکت قضا اور وعدہ (الٰہی) سے ہے	دانتوں کی تیزی معدہ کی سوزش سے ہے

یعنی مخلوق کی جنبش قضا وقدر کی وجہ سے ہے اور دانتوں کی تیزی معدہ کی جلن سے ہوتی ہے یعنی جب خوب بھوک لگی ہو اس وقت دانت خوب تیز چلتے ہیں تو اسی طرح جب قضا وقدر سے توفیق ہوتی ہے اس وقت انسان کام کر سکتا ہے ورنہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس اول راند بر نفس دوم	ماہی از سرگند باشد نے زدم
پہلے نفس نے دوسرے نفس پر حکم چلایا	مچھلی سر کی جانب سے سڑتی ہے نہ کہ دم کی جانب سے

یعنی نفس اول نے نفس دوم پر حکمرانی کی اور مچھلی سر کی طرف سے سڑتی ہے نہ کہ دم کی طرف سے۔ نفس اول سے مراد متصرف اول یعنی روح اور نفس دوم سے مراد انسان۔ مطلب یہ کہ اول روح ہی خراب ہے تو اس نے جب انسان پر حکمرانی کی تو وہ بھی ویسی ہی ہوگی اور جس کی اصل فطرت اچھی ہوتی ہے اس کے سب کام اچھے ہوتے ہیں دوسرے مصرعہ میں مثال دیتے ہیں کہ مچھلی سر کی طرف سے اول سڑتی ہے اسی طرح انسان ابتداء فطرت ہی سے خراب ہوتا ہے اور قضا وقدر نے جس طرح اصل میں بنادیا ویسا ہی رہتا ہے تو چونکہ کفار اصل فطرت سے منکر حق ہیں لہٰذا ابھی وہی حالت ہے۔

لیک ہم میدان وخر میران چو تیر	چونکہ بلغ گفت حق شد ناگزیر
لیکن سمجھ بھی لے اور تیر کی طرح گدھے کو ہانکتا رہ	چونکہ اللہ (تعالیٰ) نے (تبلیغ کر) فرمایا (لہٰذا) ضروری ہے

یعنی لیکن جانتے بھی رہو اور گدھے کو تیر کی طرح چلاتے بھی رہو جبکہ حق نے بلغ فرمادیا ہے تو اب لاچاری ہے مطلب یہ کہ یہ بھی سمجھتے رہو کہ یہ مانیں گے نہیں ان کی اصل فطرت ہی خراب ہے مگر تبلیغ بھی کرتے رہو اس لئے کہ حق تعالیٰ نے بلغ کا حکم کردیا ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تو نمیدانی کزیں دو کیستی	جہد کن چندانکہ بینی چیستی
تو نہیں جانتا کہ ان دو میں تو کون ہے؟	کوشش کر حتیٰ کہ تو جان لے کہ تو کیا ہے

یعنی تو نہیں جانتا کہ ان دونوں میں سے تو کون ہے تو کوشش کر اتنی کہ تو دیکھ لے کہ تو کون ہے مطلب یہ کہ ابھی تجھے خبر نہیں ہے کہ آیا تو سعید ہے یا شقی ہے لہٰذا اتنی کوشش کر کہ تجھے یقیناً معلوم ہو جاوے کہ تو کون ہے اور علم یقینی موت کے بعد ہوگا لہٰذا مرنے کے وقت تک کوشش میں لگے رہو ممکن ہے کہ سعید ہی ہو ابھی سے شقی ہونے کا فیصلہ کس طرح کرتے ہو آگے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں نہی بر پشت کشتی بار را	بر توکل میکنی آن کار را
جب تو کشتی پر مال لادتا ہے	اس کام کو تو توکل (کی بناء) پر کرتا ہے

یعنی جب تم کشتی پر اسباب رکھتے ہو تو اس کام کو توکل پر کرتے ہو (اس لئے کہ)

تو نمیدانی کزیں ہر دو کئے	غرقہ اندر سفر یا ناجیے
تو نہیں جانتا کہ تو ان دو میں کونسا ہے	سفر میں ڈوبنے والا ہے یا بچنے والا ہے

یعنی تو نہیں جانتا کہ تو ان دونوں میں سے کون ہے سفر میں غرق ہونے والا ہے یا ناجی ہے یعنی دونوں

www.besturdubooks.wordpress.com

احتمال ہیں کہ ممکن ہے کہ کشتی ڈوب جاوے اور ممکن ہے کہ کنارہ لگے اور مال فروخت کر کے نفع ہو۔

گر بگوئی تا ندانم من کیم	در نخواہم تاخت بر کشتی ویم
اگر تو کہے کہ جب تک میں نہ جان لوں کہ میں کون ہوں	میں کشتی اور سمندر پر نہ جاؤں گا

یعنی اگر تو کہنے لگے کہ میں جب تک کہ معلوم نہ کرلوں کہ میں کون ہوں (اس وقت تک) میں کشتی یا دریا میں سوار نہ ہوں گا یعنی اگر تم کہو کہ جب تک مجھے خبر نہ ہو جاوے کہ آیا میں ڈوبوں گا یا بچوں گا اس وقت تک میں تو کشتی میں سوار ہوتا نہیں اور کہو کہ۔

من دریں رہ ناجیم یا غرقہ ام	کشف گردان کز کدامین فرقہ ام
میں اس راستے میں بچنے والا ہوں یا ڈوبنے والا	واضح کر دے میں کس فرقے میں سے ہوں

یعنی میں اس راہ میں ناجی ہوں یا غرق ہونے والا ہوں مجھے بتادو کہ میں کس فرقہ سے ہوں یعنی یا تو مجھے بتادو کہ میں ڈوبوں گا یا بچوں گا اور اگر نہیں بتاتے تو سن رکھو کہ۔

من نخواہم رفت ایں رہ با گمان	بر امید خشک ہمچوں دیگران
میں اس راستہ پر گمان کے ساتھ نہ جاؤں گا	دوسروں کی طرح خالی امید پر

یعنی میں تو اس راہ میں (صرف) شبہ پر اور امید خشک پر دوسروں کی طرح نہ چلوں گا۔

یعنی اگر تم کہو کہ جس طرح کہ اور لوگ صرف احتمال نجات پر چل کھڑے ہوتے ہیں میں ایسے احتمال پر نہ چلوں گا بلکہ مجھے بتادو یقیناً کہ میں بچوں گا یا نہ بچوں گا تو اگر تم اس طرح کہنے لگو یہ ہوگا کہ۔

ہیچ بازر گانئے ناید ز تو	زانکہ در غیب ست سر ایں دو رو
تجھ سے کوئی تجارت نہ ہو سکے گی	کیونکہ ان دونوں رخوں کا راز غیب میں ہے

یعنی تجھ سے کوئی تجارت نہ ہو گی اس لئے کہ ان دونوں پہلوؤں کا راز تو غیب میں ہے یعنی کسی کو یقینی طور پر معلوم تو ہے نہیں اور بے یقین کے آپ سفر نہیں کرتے تو بس تجارت ہو چکی۔

تاجر ترسندہ طبع شیشہ جان	در طلب نے سود دارد نے زیاں
ڈرنے والا نازک دل تاجر	طلب میں نہ نفع کماتا ہے نہ نقصان

یعنی تاجر ڈرنے والا نازک جان طلب میں نہ نفع رکھے گا نہ نقصان یعنی اس کو نہ نفع ہوگا نہ نقصان آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بل زیاں دارد کہ محروم است وخوار	نور او یابد کہ باشد شعلہ خوار
بلکہ نقصان اٹھاتا ہے کیونکہ وہ محروم اور ذلیل ہے	نور وہ حاصل کرتا ہے جو شعلے کو نگلنے والا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بلکہ نقصان ہی رکھے گا۔ کیونکہ محروم وخوار ہے نورتو وہ رکھے جوشعلہ خوار ہو یعنی جفاکش ہو اس کو نفع ہوتا ہے ورنہ ایسے نازک مزاجوں سے کیا ہوگا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ بربوک است جملہ کارہا	کار دیں اولے کزیں یابی رہا
چونکہ تمام کاروبار امید پر ہے	(تو) دین کا کام زیادہ مستحق ہے کہ تو اس سے سبکدوش ہو جائے

یعنی جبکہ تمام کام احتمال پر ہیں تو دین کے کام اولیٰ ہیں کہ ان سے رہائی پاؤ مطلب یہ کہ جب معلوم ہو گیا کہ صرف احتمال نفع پر ہی کوشش کرتے ہیں تو تم کو بھی تو سعید ہونے کا احتمال تو ہے اسی احتمال پر دین کے کام کردیہ کیا ضرور ہے کہ جب تم کو سعید ہونے کا یقین ہو جاوے جب ہی کام کرو اس احتمال پر کہ خدا کے یہاں تم شاید سعید ہو کیوں کام نہیں کرتے جیسا کہ وہ سوداگر صرف احتمال نفع پر تجارت کرتا ہے بلکہ اس کو تو اس میں احتمال ضرر بھی ہے اور کاردین میں تو احتمال ضرر ہے ہی نہیں تو افسوس ہے کہ یہاں تو یقین کے جویا ہو اور وہاں احتمال پر بھی کام شروع کردو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست دستورے دریں جا قرع باب	جز امید اللہ اعلم بالصواب
اس جگہ دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت نہیں ہے	سوائے امید کے، خدا بہتر جانتا ہے

یعنی اس جگہ سوائے امید کے قرع باب کی اجازت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ باب حق کو کھٹکھٹانے میں سوائے امید کے یقین وغیرہ کی اجازت نہیں ہے کہ جب یقین ہو اس وقت تو کام کرو ورنہ نہیں بس یہاں تو کام امید کا ہے امید پر سب کام کرو۔

بیان اس کا کہ ایمان مقلد کا خوف ورجا میں ہے

داعی ہر پیشہ امید است و بوک	گرچہ گردن شان زکوشش شد چو دوک
ہر پیشے کی محرک امید اور تمنا ہے	اگرچہ ان کی گردن کوشش میں تکلے کی طرح ہو گئی ہے

یعنی ہر پیشہ کے لئے محرک امید و احتمال ہی ہے اگرچہ ان کی گردن کوشش سے مثل تکلے کے ہو جاوے یعنی اگرچہ کوشش کے مارے گردن تکلے کی طرح ہو جاوے مگر وہ ساری کوشش صرف ایک احتمال پر ہوتی ہے کہ شاید نفع ہو جاوے۔

بامداداں چوں سوئے دکان رود	بر امید و بوک روزی می رود
صبح کو وہ جب دکان کی جانب جاتا ہے	کمائی کی امید اور تمنا پر جاتا ہے

یعنی (تاجر) صبح کو جب دوکان کی طرف جاتا ہے تو امید اور احتمال روزی پر دوڑتا ہے۔

بوک روزی نبودت چوں میروی	خوف حرمان است تو چونے قوی
تجھے روزی کی امید نہ ہو تو کیوں جائے؟	محرومی کا ڈر ہے تو تو قوی کیوں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی شاید کہ تیرے لئے روزی نہ ہو تو کیوں جا رہا ہے اور تجھے خوف حرمان ہے تو تو کس طرح قوی ہے۔

خوف حرمان ازل در کسب لوت	چون نکردت سست اندر جستجوت
روٹی کمانے میں ازلی محرومی کے ڈر نے	تجھے تیری جستجو میں سست کیوں نہ کیا؟

یعنی کسب روزی میں خوف حرمان ازلی نے تجھے جستجو میں سست کیوں نہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ احتمال تو نقصان کا بھی ہے۔ پھر کس طرح قوی ہو کر کوشش کر رہے ہو اس میں اس احتمال پر چھوڑ نہیں بیٹھتے بلکہ۔

گوئی آرے خوف حرمان ہست پیش	ہست اندر کاہلی این خوف بیش
تو کہتا ہے کہ ہاں محرومی کا ڈر پیش (نظر) ہے	(لیکن) سستی میں یہ ڈر زیادہ ہے

یعنی کہتے ہو کہ ہاں خوف حرماں تو سامنے ہے (مگر) کاہلی میں یہ خوف اور زیادہ ہے (اور کہتا ہے کہ)

ہست در کوشش امیدم بیشتر	دارم اندر کاہلی افزون خطر
کوشش میں مجھے زیادہ امید ہے	سستی میں مجھے زیادہ خطرہ ہے

یعنی کوشش میں تو مجھے امید زیادہ ہے اور کاہلی میں خطرہ زیادہ رکھتا ہوں یعنی کہتے ہو کوشش کرتا رہوں گا تو غالب امید نفع کی ہے اور اگر کوشش چھوڑ دوں گا تو پھر تو خطرہ زیادہ ہو جاوے گا۔ اور امید نفع مغلوب ہو جاوے گی مولانا اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس چرا در کار دین ای بدگمان	دامنت می گیرد ایں خوف زیان
اے بدگمان! پھر دین کے کام میں کیوں	یہ نقصان کا خوف تیرا دامن پکڑ لیتا ہے؟

یعنی پھر اے بدگمان کار دین میں یہ نقصان کا خوف تیرا دامن کیوں پکڑتا ہے مطلب یہ کہ جب کار دنیا میں خوف نقصان مانع کوشش نہیں ہوتا تو کار دین میں خوف نقصان مانع کیوں ہے دوسری شق پر کیوں نظر نہیں کرتے۔ نفع کا بھی تو احتمال ہے اس احتمال کی بناء پر کام میں لگو کہ نفع ہو۔

یا ندیدی کاہل ایں بازار ہا	درچہ سودند انبیاء و اولیا
کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اس بازار والے	انبیاء اور اولیاء کس قدر نفع میں ہیں

یعنی یا تو نے دیکھا نہیں کہ اس بازار والے کیسے نفع میں ہیں انبیاء اور اولیاء یعنی آیا تجھے خوف نقصان مانع ہے یا کہ تجھے اس کے اندر نفع ہی دکھائی نہیں دیتا۔ اور جو اس بازار کے سوداگر ہیں یعنی انبیاء اور اولیاء کیا تو نے ان کو کبھی نہیں دیکھا کہ وہ کیسے نفع میں ہیں اور کیا تم کو اس کی خبر نہیں ہے کہ۔

زین دکان رفتن چہ کان شان رونمود	اندریں بازار چون بستند سود
اس دکان سے جانے نے ان کو کیسی کان دکھائی	اس بازار میں انہوں نے کیسا نفع کمایا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس دوکان سے جانے سے ان کو کیسی معدن نے منہ دکھایا اور اس بازار میں انہوں نے کس طرح نفع باندھا یعنی کیا تم نے ان کے نفعوں کو کبھی دیکھا نہیں ہے آگے حضرات انبیاء علیہم السلام کے کچھ معجزات بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ان حضرات کو یہ نفعے ہوئے اور وہ ایسے ہو گئے۔

آتش آنرا رام چون خلخال شد	بحر این را رام چون حمال شد
ان کے لئے آگ پازیب کی طرح فرمانبردار بنی	سمندر بوجھ اٹھانے والے کی طرح انکا فرمانبردار ہوا

یعنی آگ ان کے لئے خلخال کی طرح مطیع ہوگئی اور ان کے لئے دریا حمال کی طرح مطیع ہوگیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ خلخال پاؤں میں پڑا رہتا ہے اور حمال صاحب مال کا مطیع ہوتا ہے اسی طرح آگ اور دریا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مطیع ہوگئے۔ یہ کیا تھا یہ اسی بازار حب حق کا سودا اور نفع تھا۔

از دم آن مردهٔ زنده شده	ابر آنرا سایه بانے آمده
ان کے پھونک مارنے سے مردہ زندہ ہوا	ابر ان کے لئے سائبان بنا

یعنی ان کی پھونک سے مردہ زندہ ہوتا تھا اور ابر ان کے لئے سائبان آیا۔ یعنی عیسےٰ علیہ السلام کے دم سے مردہ زندہ ہوتا تھا اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر بعض مرتبہ ابر سایہ کر کے چلا ہے۔

آہن آنرا رام ہمچون موم شد	باد آنرا بندہ و محکوم شد
لوہا ان کے لئے موم کی طرح فرمانبردار تھا	ہوا ان کی غلام اور محکوم ہوئی

یعنی لوہا ان کے لئے مثل موم کے ہوگیا اور ہوا ان کے لئے غلام اور محکوم ہوئی یعنی داؤد علیہ السلام کے لئے لوہا موم نرم ہوتا تھا اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا مسخر تھی۔

شد براں در دفع دشمن چوب مار	عنکبوتے شد مر آنرا پردہ دار
دشمن کو دفع کرنے کے لئے لکڑی ان کے لئے سانپ بنی	مکڑی ان کے لئے پردہ کرنے والی بنی

یعنی دفع دشمن میں ان کے لئے لکڑی سانپ بن گئی اور ایک مکڑی ان کے لئے پردہ دار ہوئی۔ یعنی موسیٰ کے لئے دفع دشمن میں عصا اژدہا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکڑی سے حفاظت ہوئی کہ غار ثور میں جب آپ پوشیدہ ہوئے تو مکڑی نے جالا تن دیا تھا تو یہ سب اسی یاد حق کا نفع اور اسی کا سود تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ یہ تو انبیاء ہیں کہ جن کے معجزے ظاہر و باہر ہیں حق تعالیٰ کے بہت سے اولیاء پوشیدہ ہیں کہ نہ کسی کو ان کی کرامات کی خبر اور نہ ان کی بزرگی کی اطلاع مگر ہیں سب مقبولان حق۔

www.besturdubooks.wordpress.com

معنے اس حدیث کے کہ ان للہ اولیاء اخفیاء

(حق تعالیٰ کے بہت سے اولیاء پوشیدہ ہیں)

قوم دیگر سخت پنہاں میروند	شہرۂ خلقان ظاہر کے شوند
کچھ دوسرے لوگ ہیں جو بہت پوشیدہ چلتے ہیں	(وہ) ظاہری مخلوق میں کب مشہور ہوتے ہیں

یعنی قوم دوسری سخت پوشیدہ آئی ہیں اور مخلوق ظاہری میں کب مشہور ہوتی ہیں۔

اینہمہ دارند و چشم ہیچکس	بر نیفتد بر کیا شان یک نفس
یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ	ان کی بزرگی پر ایک دم کے لئے نہیں پڑتی

یعنی یہ سب کچھ رکھتے ہیں اور کسی کی نگاہ ان کی بزرگی پر ایک گھڑی کو نہیں پڑتی۔

ہم کرامت شان ہم ایشان در حرم	نام شان را نشود ابدال ہم
ان کی کرامت بھی (اور) وہ خود بھی حرم میں ہیں	ابدال بھی ان کا نام نہیں سنتے ہیں

یعنی ان کی کرامت بھی ہیں اور وہ حرم (حق) میں بھی ہیں (مگر) نام ان کا ابدال بھی نہیں سنتے۔ (تو دیکھئے حق تعالیٰ کے اولیاء ظاہر بھی ہیں اور مخفی بھی ہیں اور یہ سب برکات وفیوض اسی فیض حق کے ہیں) آگے رجوع ہے ماقبل کی طرف اوپر کہا تھا۔ یا ندیدی کال این بازار ہالخ کہ کیا تو نے اس بازار والوں کو نہیں دیکھا ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ''۔

یا نمیدانی کرمہائے خدا	کو ترا میخواند این سو کہ بیا
کیا تو نہیں جانتا کہ خدا کے کرم ہیں	جو تجھے پکارتے ہیں کہ اس طرف آ جا

یعنی یا کہ تو حق تعالیٰ کے انعامات کو نہیں جانتا کہ وہ تجھے بلا رہے ہیں کہ اس طرف آ۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ تجھے اپنے انعامات کی طرف بلا رہے ہیں۔

شش جہت عالم ہمہ اکرام اوست	ہر طرف کہ بنگری اعلام اوست
عالم کی شش جہت میں اس کے اکرام ہیں	تو جس طرف دیکھے اس کی نشانیاں ہیں

یعنی شش جہت عالم تمام اسی کا اکرام ہے اور جس طرف تو دیکھے اسی کی نشانیاں ہیں۔

چون کریمے گویدت آتش درا	اندر آ زو دو مگو سوزد مرا
جب کریم تجھے کہے کہ آگ میں آ جا	جلد اندر آ جا اور نہ کہہ کہ وہ مجھے جلا دے گی

یعنی جیسا کوئی تم سے کہے کہ آگ میں چلے آؤ تو اس کے اندر آ جاؤ اور یہ مت کہو کہ مجھے جلا دے گی۔ کریم اسے مراد وہ ہے جس کو کہ دی آتی ہو سو اگر ایسا شخص یہ بھی کہے کہ آگ میں گر پڑ تو وہ چونکہ من اللہ ہو گا اس کا کہا

مان لینا جائز ہے ورنہ کسی دوسرے کے کہنے سے اپنے کو ہلاک کرنا حرام ہے۔ خوب یاد رکھو تو جب انبیاء علیہم السلام کے کہنے سے اپنے کو ہلاک کر سکتے ہو تو حق تعالیٰ اگر احکام شاقہ کا حکم فرمادیں۔ جس میں کہ بظاہر تعب بھی ہو تو کیا حرج ہے اس لئے کہ اگر ان کے احکام کو بجالاؤ گے تو یہ ہوگا کہ۔

کوز آتش نرگس و نسرین کند	وز میانش غنچہا سر بر زند
کیونکہ وہ آگ سے نرگس اور نسرین بنا دیتا ہے	اس کے اندر سے غنچے کھلتے ہیں

یعنی کیونکہ وہ آگ میں نرگس و نسرین کردیں گے اور اس کے درمیان سے غنچہ سر نکالیں گے یعنی وہ اگر احکام شاقہ کا بظاہر حکم بھی کریں تو وہ اس کو آسان فرمادیں گے۔

در حقیقت آتش از ہیبت چو ماست	گا ذر دستار خوان انبیاء است
در حقیقت آگ خوف سے پانی کی طرح ہے	وہ انبیاء کے دستر خوان کا دھوبی ہے

یعنی حقیقت میں آگ (ان کریموں کی) ہیبت کی وجہ سے مثل پانی کے ہے اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے دستر خوان دھوبی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ کریم آگ میں گرنے کو کہیں تو گر جاؤ اس لئے کہ ان کی ہیبت سے آگ مضر نہیں رہی ہے اور غیر مضر ہونے میں پانی کی طرح ہوگئی ہے اور انبیاء کی تو دھوبی ہے آگے حضرت انس بن مالکؓ کی حکایت لاتے ہیں کہ ان کا دسترخوان میلا تھا انہوں نے آگ میں ڈال دیا تو جلا نہیں بلکہ صاف ہوگیا تو دیکھو آگ غیر مضر اور گاذر ہوگئی اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ انبیاء علیہم السلام نے جب ان لوگوں کو بہت نصیحت کی اور ان پر کچھ اثر نہ ہوا تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم نے ہر ایک کو بہت کچھ نصیحت مگر کچھ بھی اثر نہ ہوا۔ یہ لوگ جو اپنی گمراہی سے ٹھنڈا لوہا بنے ہوئے ہیں آخر ان کو ہم کب تک کوٹیں اور سوراخ دار پنجرے میں کب تک پھونک بھرنے کی کوشش کریں۔ یہ ایک وسوسہ تھا جس کو انہوں نے یوں دفع کر دیا کہ ہر چند کہ مخلوق کی حرکات بحکم قضا و قدر ہیں اور جب ادھر ہی سے مدد ہو اور ان کے اندر طلب پیدا ہو تب ہی کچھ ہو سکتا ہے کیونکہ بدوں طلب کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ دانت اسی وقت چلتے ہیں جب پیٹ میں بھوک کی آگ لگی ہوئی ہو۔ اور چونکہ حق سبحانہ ان کی عقول پر حاکم اور متصرف ہیں اور ان کو منظور نہیں اس لئے کچھ نہیں ہوتا اور یہ فساد جو ان میں پیدا ہوا ہے اوپر ہی سے ہے۔ جس میں کوئی حکمت مضمر ہے کیونکہ پچھلی سری کی جانب سے سڑتی ہے دم سے نہیں سڑتی۔ یہ سب کچھ ہے لیکن ہم کو اس فقط علم ہی تک محدود رکھنا چاہئے اس کا اثر عمل پر نہ ہونا چاہئے اور کام برابر کرتے رہنا چاہئے کیونکہ جب حق سبحانہ نے یہ حکم تبلیغ فرمایا ہے تو اس کی اطاعت ضروری ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح انبیاءؑ نے قدر کا راز سمجھ کر نصیحت کو نہیں چھوڑا اسی طرح تم بھی نہ چھوڑو یہ مانا کہ تم نہیں

جانتے کہ تمہارا کیا حشر ہوگا لیکن تم کو اس وقت تک کوشش کرتے رہنا چاہئے جب تک کہ تم کو نتیجہ معلوم ہو جاوے اور تم جان جاؤ کہ مقبول ہو یا مردود نیک ہو یا بد اور یہ مرنے کے بعد ہوگا۔ تو مرتے وقت تک کوشش سے دست بردار نہ ہونا چاہئے دیکھو جب کشتی پر بوجھ لادتے ہو تو یہ کام تمہارا محض توکل ہی پر ہوتا ہے تم کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم دو فریق میں سے کس فریق میں ہو آیا ڈوب جاؤ گے یا بچ جاؤ گے۔ اب اگر تم یہ کہو کہ صاحب جب تک میں یہ نہ جان لوں گا کہ میں ڈوبنے والا ہوں یا بچنے والا اس وقت تک نہ کشتی پر سوار ہوں گا نہ دریا میں چلوں گا۔ پس پہلے تم مجھے بتادو کہ میں کس فریق میں ہوں آیا ڈوب جاؤں گا یا بچ جاؤں گا تب چلوں گا ورنہ میں اوروں کی طرح خالی امید اور محض گمان پر نہ جاؤں گا تو اس صورت میں تم سے ہرگز سوداگری نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان دونوں پہلوؤں کی حقیقت پردہ غیب میں مستور ہے۔ دیکھو جو تاجر ڈرپوک اور نازک مزاج ہوتا ہے طلب دولت کے بارہ میں نہ اس کو فائدہ ہوگا نہ نقصان کیونکہ یہ دونوں باتیں تجارت کرنے کے بعد ہوتی ہیں اور وہ ڈر کے مارے تجارت ہی نہیں کرتا بس اس سے نفع یا نقصان کیونکر ہو بلکہ اگر نظر کو غائر کیا جاوے تو اس حالت میں اس کو نقصان ہی ہوگا کیونکہ محروم اور ذلیل ہوگا نور اس کو ملتا ہے جو آگ کھائے یعنی راحت جفاکش ہی اٹھاتا ہے پس چونکہ ہر کام کا مدار توقع اور امید پر ہے لہذا دین کا کام اس کا زیادہ مستحق ہے کہ احتمالات کی بناء پر اس کو نہ چھوڑا جاوے اور یہی صورت رہائی کی ہے۔ دین کے معاملہ میں بجز امید کے اور کسی طرح دروازہ کھٹکھٹانے کی اجازت ہی نہیں صرف یہ اجازت ہے کہ امید رکھو اور کام کرو۔ نہ اس کی اجازت ہے کہ کام چھوڑ دو اور نہ اس کی کہ تم نتیجہ کے پیچھے پڑو۔ دیکھو امید ہی وہ شے ہے جو آدمی کو ہر کام پر آمادہ کرتی ہے خواہ اس میں اس کو کتنی ہی مشقت برداشت کرنی پڑے اور خواہ ان کی گردن سوکھ کر کانٹا ہو جاوے۔ مثلاً تاجر جب صبح کو دوکان پر جاتا ہے تو رزق کی ضرور امید ہوتی ہے کیونکہ اگر امید نہیں ہوتی تو پھر کیوں جاتے ہو اور اگر محرومی کا خوف ہے تو تم کیسے اس کام پر مضبوط ہو۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ روٹی کمانے کے بارہ میں حرمان ازلی کا خوف بھی سامنے ہے مگر کاہلی میں یہ خوف اور بھی زیادہ ہے وہاں اگر احتمال تھا تو یہاں یقین ہے اور کوشش ہی میں کامیابی کی امید زیادہ ہے اور ترک سعی میں تو غلبہ حرمان ہی کو ہے پس دین کے کام میں خوف نقصان تمہارا دامن گیر کیوں ہوتا ہے اس کی دو وجہیں ہوسکتی ہیں یا تو یہ کہ تم نہیں دیکھتے کہ اس بازار کے تاجر انبیاء اور اولیاء سعی کی بدولت کیسے کیسے نفعے اٹھا رہے ہیں اور دکان پر جانے سے ان کو کس قدر دولتیں مل رہی ہیں اور بازار میں ان کو کس قدر نفع ہوا ہے کہ بعض کے لئے آگ خلخال کی طرح مطیع ہوگئی بعض کا سمندر بار بردار ہوا ہے اور بعض کے ہاتھوں مردے زندہ ہوئے ہیں اور بعض پر ابر سایہ کرتا تھا اور بعض کے ہاتھ میں لوہا موم ہوگیا اور بعض کی ہوا محکوم تھی۔ بعض کے لئے دفع دشمن کے واسطے لکڑی سانپ بن گئی اور بعض کی حفاظت کے لئے مکڑی نے جالا بنا دیا اور کچھ ایسے ہیں جو مخفی ہیں اور مخلوق میں مشہور نہیں۔ وہ دولت ہر قسم کی رکھتے ہیں لیکن ان کے کمال پر کسی کی نظر نہیں پڑتی۔ ان کو شرف بھی حاصل ہے اور قرب بھی مگر بایں ہمہ ابدال تک بھی ان کا نام نہیں سنتے یا یہ کہ تمہیں حق سبحانہ کی عنایتیں معلوم نہیں کہ وہ خود تمہیں بلا رہے ہیں کہ ارے ادھر آ تمام عالم اس کے انعام سے پر ہے اور ہر طرف اس کے وجود اس کی وحدانیت اس کی عظمت وجلال اس کے لطف وکرم کی شہادتیں موجود

ہیں پس تم کو ان باتوں پر غور کرنا چاہئے اور اطاعت پر کمر بستہ ہونا چاہئے اور اگر کوئی بھی کریم تم سے یہ بھی کہے کہ تم آگ میں کود پڑو تب بھی اندیشہ ضرر کو پیش نظر نہ رکھنا چاہئے بلکہ اس میں فوراً کود پڑنا چاہئے کیونکہ وہ آگ ہی سے نرگس ونسرین منافع دنیویہ واخرویہ پیدا کر دے گا۔ اور اسی میں انواع واقسام کے پھول کھلیں گے۔ آگ تمہارے نزدیک آگ ہے اس کے سامنے تو مارے ڈر کے پانی ہے اور ممکن نہیں کہ خلاف منشاء کوئی تصرف کر سکے وہ تو انبیاء کے دستر خوان کا دھوبی ہے پس ان کے حکم کے ہوتے ہوئے کیسے ضرر پہنچا سکتی ہے اب وہ قصہ سنو جس سے معلوم ہو کہ آگ انبیاء کے دستر خوان کا دھوبی ہے۔

شرح شبّیری

حکایت انس بن مالکؓ کی رومال کو آگ میں ڈال دینے کی اور اس کے نہ جلنے کی

از انس فرزند مالک آمده است	که بمهمانے او شخصے شده است
انسؓ مالک کے بیٹے کی (بات) منقول ہے	کہ ایک شخص ان کا مہمان بنا

یعنی انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ان کی مہمانی میں ایک شخص ہوئے یعنی ایک شخص ان کے مہمان ہوئے۔

او حکایت کرد کز بعد طعام	دید انس دستار خوانرا زرد فام
اس نے بیان کیا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد	(حضرت) انسؓ نے دسترخوان کو پیلا دیکھا

یعنی اس مہمان نے بیان کیا کہ کھانے کے بعد انسؓ نے دستر خوان کو زرد فام دیکھا یعنی شوربا لگا ہوا دیکھا۔

چرکن و آلوده گفت ای خادمه	اندر افگن در تنورش یک دمه
میلا اور سنا ہوا فرمایا اے لونڈی!	ایک دم اس کو تنور میں ڈال دے

یعنی میلا اور آلودہ دیکھا تو فرمایا کہ اے خادمہ اس کو ایک دم کے لئے تنور میں ڈال دے۔

در تنور پر ز آتش در فگند	آن زمان دستار خوانرا ہوشمند
آگ بھرے تنور میں ڈال دیا	فوراً دستر خوان کو (اس) ہوشمند نے

یعنی تنور آگ کے بھرے ہوئے میں اس ہوشمند نے اسی وقت دستر خوان کو ڈال دیا۔

جمله مهمانان دران حیران شدند	انتظار دود کندوری بدند
سب مہمان اس (معاملے) میں حیران ہو گئے	دستر خوان کے دھوئیں کے منتظر تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سارے مہمان اس بات میں حیران تھے اور دستر خوان کے دھویں کے منتظر تھے یعنی منتظر تھے کہ وہ اب جلے گا اور دھواں اٹھے گا۔

بعد یک ساعت بر آورد از تنور	پاک و اسپید و ازان او ساخ دور
تھوڑی دیر کے بعد اس نے تنور سے نکالا	پاک اور سفید اور اس میل کچیل سے دور

یعنی بعد ایک گھڑی کے خادمہ نے تنور سے پاک اور سفید نکالا اور اس سے تمام میل کچیل دور تھے۔

قوم گفتند اے صحابی عزیز	چون نہ سوزید و منقی گشت نیز
لوگوں نے کہا اے معزز صحابی!	وہ کیوں نہ جلا اور صاف بھی ہو گیا

یعنی قوم نے کہا کہ اے صحابی عزیز یہ جلا کیوں نہیں (بلکہ) اور صاف بھی ہو گیا۔

گفت زانکہ مصطفے دست و دہان	بس بمالید اندریں دستار خوان
انہوں نے کہا اس لئے کہ مصطفیٰ نے ہاتھ اور منہ	اس دستر خوان سے بہت پونچھا ہے

یعنی فرمایا کہ اس لئے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ اور ہاتھ اس دستر خوان میں بہت پونچھے ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے دل ترسندہ از نار و عذاب	با چنان دست و لبے کن اقتراب
اے آگ اور عذاب سے ڈرنے والے دل!	ایسے ہاتھ اور ہونٹ سے نزدیک ہو جا

یعنی اے دل نار و عذاب سے ڈرنے والے تو ایسے دست و لب کے ساتھ نزدیکی حاصل کر لے۔

چون جمادے را چنین تشریف داد	جان عاشق را چہا خواہد کشاد
جب بے جان کو اس نے اتنی شرافت دیدی	عاشق کی جان کو کس قدر کشادگی دے گا؟

یعنی جبکہ ایک جماد کو ایسی خلقت عطا فرمائی تو جان کو تو کتنی کشادگی دیں گے (اور اب اس زمانہ میں) اقتراب اس دست و لب کے ساتھ یہ ہے کہ دست سے افعال سرزد ہوئے ہیں اور لب سے اقوال لہٰذا افعال و اقوال پر عمل کرنا یہی دست و لب کے ساتھ اقتراب ہے۔

مر کلوخ کعبہ را چون قبلہ کرد	خاک مردان باش اے جان در نبرد
کعبہ کے ڈھیلے کو جب اس نے قبلہ بنا دیا	اے جان! معرکہ میں مردان (حق) کی خاک بن جا

یعنی کعبہ کے ڈھیلوں کو جب قبلہ کر دیا تو تو اے جان مردان (حق) کے مقابلہ (نفس) میں خاک ہو جا مطلب یہ کہ دیکھ لو کہ ابراہیم علیہ السلام کا دست مبارک لگنے سے کعبہ کے اینٹ پتھر قبلہ ہو گئے تو بس تو بھی خاک مردان حق ہو جا کہ اس سے کام چلے گا اور نفس کے مقابلہ میں اسی وقت تم کو کامیابی ہو گی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازان گفتند باآن خادمہ	تو نگوئی حال خود باایںہمہ
اس کے بعد انہوں نے اس خادمہ سے کہا	یہ سب کچھ ہوتے ہوئے تو اپنا حال نہیں بتاتی

یعنی بعد اس کے سب نے اس خادمہ سے کہا کہ تو اپنا حال باوجود ان سب باتوں کے نہیں کہتی۔ مطلب یہ کہ ان کو تو اعتماد تھا اس وجہ سے انہوں نے کہہ دیا مگر تجھے تو چاہیے تھا کہ پوچھ لیتی باوجود خوف جلنے کے پھر تو نے ڈال دیا تو تو ذرا اپنا حال بیان کر کہ تجھے کیا ہو گیا تھا۔

چون فگندی زوداین از گفت وے	گیرم او بردست در اسرار پے
ان کے کہنے سے تو نے جلدی سے کیوں ڈال دیا؟	میں نے مانا کہ ان کو رازوں کا پتہ لگ گیا تھا

یعنی ان کے کہنے سے تو نے جلدی سے کس طرح ڈال دیا ہم نے فرض کیا کہ وہ اسرار میں قدم لے گئے ہیں یعنی ہم نے فرض کیا کہ ان کو تو اسرار پر اطلاع تھی لہذا انہوں نے کہہ دیا تجھے کیا ہو گیا تھا کہ تو نے اس کو آگ میں جھونک دیا۔

اینچنیں دستار خوان قیمتے	چون فگندی اندر آتش ای ستی
ایسا قیمتی دستر خوان	اے بی بی! تو نے آگ میں کیسے ڈال دیا؟

یعنی ایسا قیمتی دستر خوان اری بی تو نے آگ میں کیونکر ڈال دیا۔

گفت دارم بر کریمان اعتمید	از عباداللہ دارم بس امید
اس نے کہا مجھے بزرگوں پر اعتماد ہے	میں اللہ کے (نیک) بندوں سے بہت امید رکھتی ہوں

یعنی اس خادمہ نے کہا کہ مجھے کریموں پر اعتماد ہے اور میں اللہ کے بندوں سے بہت امید رکھتی ہوں مطلب یہ کہ مجھے اعتماد تھا کہ اس میں کوئی مصلحت ہوگی اور مجھے تو اللہ کے بندوں سے بڑی بڑی امیدیں ہیں یہ تو کوئی بات نہ تھی۔

میزرے چہ بود اگر او گویدم	در رواندر عین آتش بے ندم
تہ بند کیا ہوتا ہے اگر وہ مجھے کہیں	بلا جھجک آگ میں چلی جا
اندر افتم از کمال اعتقید	نیستم از اکرام انسیان ناامید
کہ اعتقاد کی وجہ سے اندر گھس جاؤں	میں ان کے کرم سے ناامید نہیں ہوں

یعنی کپڑا تو کیا اگر وہ مجھے فرماویں کہ عین آتش میں چلی جا تو بے پشیمانی کے میں کمال اعتقاد کی وجہ سے چلی جاؤں اور میں ان کے اکرام سے ناامید نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ ان پر مجھے اس قدر اعتماد اور اعتقاد ہے کہ اگر خود مجھے بھی آگ میں جانے کو کہیں تو میں خود بھی آگ میں چلی جاؤں اور اس کا یہ کہنا چونکہ غلبہ حال میں ہے لہذا بوجہ معذوری معاف ہے ورنہ بے غلبہ حال کے کسی غیر نبی کے کہنے سے ایسا کرنا اہلاک نفس ہے جو کہ حرام ہے اور کہتی ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سر در اندازم نہ این دستار خوان	ز اعتماد بر کریم راز دان
میں اپنا سر ڈال دوں نہ (صرف) یہ دستر خوان	راز دان کریم کے بھروسے پر

یعنی میں تو سر ڈال دوں نہ کہ یہ دستر خوان بوجہ اعتماد ہر کریم راز دان کے یعنی چونکہ مجھے اعتماد ہے کہ یہ جو کر رہے ہیں اس میں مصلحت ہے لہذا دستر خوان تو کیا میں تو سر ڈالنے کو موجود ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے برادر خود برین اکسیر زن	کم نباید صدق مرد از صدق زن
اے بھائی! اپنے آپ کو اس اکسیر سے رگڑ دے	مرد (کے اعتقاد) کی سچائی عورت کی سچائی سے کم نہیں ہونی چاہئے

یعنی اے بھائی اپنے کو اس اکسیر پر مار اور مرد کا صدق صدق زن سے کم تو نہ ہونا چاہئے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ اس کو اعتماد تھا اور اس نے ان حضرات سے تعلق پیدا کر کے اپنے کو کامل بنا لیا تھا اسی طرح تم بھی اولیاء اللہ اور کاملین سے تعلق پیدا کرو کہ تم بھی کام کے ہو جاؤ گے۔ بھلا ایک عورت سے تو کم مت ہو۔

آن دل مردے کہ از زن کم بود	آن دلے باشد کہ کم ز اشکم بود
مرد کا وہ دل جو عورت کے دل سے کم ہو	وہ ایسا دل ہے جو پیٹ سے کم ہے

یعنی وہ دل اس مرد کا کہ جو عورت سے کم ہووے وہ وہ دل ہو جو شکم سے بھی (مرتبہ میں) کم ہے یعنی ذلیل وخوار ہونے میں وہ شکم سے گیا گزرا ہو چونکہ اوپر کہا تھا کہ ایسے حضرات کے دست ولب سے اقتراب حاصل کر و اس کے مناسب آگے حکایت لاتے ہیں کہ ایک حبشی غلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک اپنے چہرہ پر پھیر لیا تو اس کا چہرہ روشن ہو گیا تو اسی طرح اگر تم اس سے اقتراب پیدا کرو گے تو تمہارے قلوب اور چہرے سب روشن ہو جاویں گے۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (واللہ اعلم بصحتہ) کہ ان کے یہاں ایک مہمان آئے۔ ان مہمان صاحب نے بیان کیا کہ کھانے سے فراغت پانے کے بعد انسؓ نے دستر خوان کو شوربے میں زرد اور میلا اور سالن میں سنا ہوا دیکھا تو لونڈی سے فرمایا کہ اس کو تھوڑی دیر تنور میں ڈال دو اس نے آگ سے لبریز تنور میں اس کو ڈال دیا۔ یہ دیکھ کر تمام مہمان حیران ہوئے اور منتظر تھے کہ اب دستر خوان جلے گا اور اس سے دھواں نکلے گا تھوڑی دیر کے بعد جو دستر خوان نکالا تو پاک صاف اور سفید تھا۔ میل کچیل کچھ بھی باقی نہ رہا تھا لوگوں نے دریافت کیا اے صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صاف کیوں کر ہو گیا جلا کیوں نہیں انہوں نے فرمایا کہ وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستر خوان سے ہاتھ منہ پونچھا تھا یہ وجہ ہے نہ جلنے کی پس اس سے تم ہمارے بیان کی تصدیق کرو اور عبرت پکڑو اور واضح ہو کہ تم کو جو آگ اور عذاب کا ڈر ہے اس سے بچنے کی تدبیر یہ ہے کہ اس ہاتھ اور منہ سے تقرب حاصل کرو یعنی محبت اور اطاعت آنجناب پیدا کرو تم اس خوف سے مامون ہو جاؤ گے تم سمجھو کہ جنہوں نے ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

جماد کو صوری اتصال اور قرب کی بدولت یہ شرف بخشا کہ وہ ضرر آتش سے محفوظ ہو گیا تو جان عاشق جس کو معنوی اتصال وقرب ہے اس پر کس قدر کرم کے دروازہ کھولیں گے اور اس پر کیا کیا عنایتیں نہ ہوں گی۔ دیکھو تو سہی آپ نے کعبہ کے پتھروں کو کیونکر قبلہ بنادیا اور اس کو کس قدر شرف عطا کیا۔ پس ان واقعات سے عبرت حاصل کرو اور مردان خدا کی خاک ہو جاؤ اپنے کو ان کے سامنے فنا کر دو۔ دیکھو اس خادمہ نے اپنے کو کیونکر فنا کر رکھا تھا چنانچہ جب لوگ حضرت انس سے جواب سن چکے تو اس خادمہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم اپنی حالت کیوں نہیں بیان کرتیں کچھ تم بھی تو کہو ہم نے مانا کہ ان کو راز معلوم تھا اس لئے انہوں نے بے تکلف حکم دیدیا مگر تم کو تو راز معلوم نہ تھا تم نے ان کے کہنے سے اس قدر جلد دستر خوان کو آگ میں کیوں ڈال دیا اور اس قدر قیمتی دستر خوان کو آگ کے حوالہ کیسے کر دیا اس نے جواب دیا کہ مجھے اہل اللہ پر پورا بھروسہ ہے اور مجھے حق سبحانہ کے خالص بندوں سے بڑی امیدیں ہیں ازار کیا چیز ہے اگر وہ مجھ سے بھی کہیں کہ بے کھٹکے آگ میں گھس جا۔ تو مجھے ان سے اتنا اعتقاد ہے کہ فوراً آگ میں گر پڑوں۔ مجھے ان حضرات کی عنایت سے بہت کچھ امیدیں ہیں اور میں ناامید نہیں ہوں۔ اس لئے میں ہر اہل اللہ کے اعتماد پر صرف دستر خوان ہی نہیں بلکہ سر تک آگ میں جھونکنے کے لئے تیار ہوں۔ بس جب ایک عورت کے اعتقاد اور خلوص کی یہ حالت ہے تو تم کو عورت سے تو کم نہ ہونا چاہئے اور خود بھی کمال اعتقاد حاصل کر کے کندن ہو جانا چاہئے۔ یاد رکھو کہ جس مرد کا دل عورت کے دل سے بھی کم ہو وہ دل دل نہیں بلکہ پیٹ سے بھی ادنیٰ ہے کہ وہ جس کام کا ہے اس کو انجام دے رہا ہے اور یہ اپنے فرض سے غافل ہے اس پر نظر کر کے تم کو ان کے اکرام سے ناامید نہ ہونا چاہئے اور اعتماد کرنا چاہئے اور ان سے اتصال روحانی حاصل کرنا چاہئے کیونکہ یہ بڑے کریم ہیں اور ان کے ساتھ صوری اتصال میں بھی بڑی برکت ہے چہ جائیکہ معنوی۔ چنانچہ ان دونوں باتوں کی تصدیق تم کو قصہ ذیل سے ہوگی۔

شرح شبیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عرب کے قافلہ کی فریاد کو پہنچنا کہ تشنگی اور بے آبی کی وجہ سے عاجز ہو رہا تھا اور دل موت پر رکھے ہوئے تھا اور ان کے جانور بھی قریب بہ ہلاکت تھے

اندراں وادی گروہے از عرب	خشک شد از قحط باراں شاں قرب
اس وادی میں عرب کے ایک گروہ کی	مشکیں بارش کے قحط کی وجہ سے خشک ہو گئی تھیں

یعنی اس جنگل میں ایک عرب کے گروہ کے قحط بارش کی وجہ سے مشکیزے خشک ہو گئے تھے (چونکہ مشک میں پانی بھرنے سے وہ تر رہتی ہے ورنہ خشک ہو جاتی ہے تو چونکہ پانی تھا نہیں لہذا ساری مشکیں خشک ہو گئی تھیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

درمیان آن بیابان ماندہ	کاروان مرگ بر خود خواندہ
اس جنگل میں رہ گیا تھا	وہ قافلہ جس نے اپنی موت کو دعوت دی تھی

یعنی اس بیابان میں رہے ہوئے اور موت کے قافلہ کو اپنے اوپر بلائے ہوئے۔

ناگہانے آن مغیث ہر دو کون	مصطفےٰ پیدا شد از رہ بہر عون
اچانک دونوں جہان کے فریاد رس	مصطفیٰ مدد کے لئے راستہ سے نمودار ہو گئے

یعنی ناگہاں وہ دونوں جہان کے فریادرس (یعنی) مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم راستہ سے مدد کے واسطے پیدا ہو گئے یعنی ناگہاں اس جنگل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی گزر ہوا۔

دید کانجا کاروانے بس بزرگ	بر تف ریگ و رہے صعب و سترگ
انہوں نے وہاں ایک بڑا قافلہ دیکھا	ریت کی گرمی اور بڑے سخت راستہ پر

یعنی آپ نے ایک بہت بڑے قافلہ کو گرم ریت اور ایک بڑی سخت راہ پر دیکھا۔

اشتران شان را زبان آویختہ	خلق اندر ریگ ہر سو ریختہ
ان کے اونٹوں کی زبانیں لٹکی ہوئی	لوگ ریت میں ہر جانب بکھرے ہوئے

یعنی ان کے اونٹ زبان ڈالے ہوئے تھے اور لوگ ریتے میں ہر طرف پڑے ہوئے تھے۔

رحمش آمد گفت ہین زوتر روید	چند یارے سوئے آن کثبان دوید
ان کو رحم آیا فرمایا آگاہ! جلد جاؤ	چند یار ان ٹیلوں کی جانب دوڑو

یعنی آپ کو رحم آیا تو فرمایا کہ ہاں جلدی سے جاؤ۔ چند آدمی ان ٹیلوں کی طرف جاؤ۔

کہ سیاہے بر شتر مشک آورد	سوئے میر خود بزودی می برد
کہ ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے	اپنے آقا کی جانب تیزی سے لے جا رہا ہے

یعنی ایک حبشی اونٹ پر مشک لا رہا ہے اور اپنے امیر کی طرف جلدی سے لے جا رہا ہے۔

آن شتربان سیہ را با شتر	سوئے من آرید با فرمان مر
اس حبشی اونٹ والے کو مع اونٹ کے	سختی سے میرے پاس لے آؤ

یعنی اس حبشی اونٹ والے کو معہ اونٹ کے میرے پاس حکم قطعی کے ساتھ لاؤ مطلب یہ کہ اس کی رضا لینے کی حاجت نہیں ہے بس حکم قطعی ہے کہ اس کو میرے پاس لے آؤ۔

سوئے کثبان آمدند آن طالبان	بعد یک ساعت بدیدند آنچنان
وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی جانب پہنچے	تھوڑی دیر بعد انہوں نے ویسا ہی دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ تلاش کرنے والے ٹیلوں کی طرف آئے تو ایک گھڑی کے بعد انہوں نے ویسا ہی دیکھا۔

بندۂ می شد سیہ با اشترے	راویہ پر آب چون ہدیہ برے
حبشی غلام مع اونٹ کے جا رہا تھا	ہدیہ لے جانے والے کی طرح مشک بھرے ہوئے

یعنی ایک غلام حبشی معہ ایک اونٹ کے مشک پانی سے بھری ہوئی ہدیہ لے جانے والے کی طرح جا رہا ہے

یعنی بہت اہتمام سے وہ اس مشک کو لے جا رہا ہے

پس بدو گفتند می خواند ترا	این طرف فخر البشر خیرالوریٰ
انہوں نے کہا میں ان کو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟	انہوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرے شکر جیسی عادت والے (ہیں)

پس ان لوگوں نے کہا کہ تجھے اس طرف فخر البشر اور خیر الوریٰ بلا رہے ہیں۔

گفت من نشناسم او را کیست او	گفت او آن ماہ روئے قند خو
اس نے کہا میں ان کو نہیں جانتا وہ کون ہیں؟	انہوں نے کہا وہ چاند جیسے چہرے شکر جیسی عادت والے (ہیں)

یعنی اس نے کہا کہ میں ان کو نہیں پہچانتا کہ وہ کون ہیں تو صحابہ نے فرمایا کہ وہ ماہرو اور قند خو ہیں۔

سید و سرور محمدؐ نور جان	مہتر و بہتر شفیع مجرمان
سید اور سردار محمدؐ جو جان کا نور ہیں	سب سے بالا اور سب سے اعلیٰ گناہگاروں کے شفیع

یعنی سید اور سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نور جان مہتر اور بہتر اور مجرموں کے شافع"

نوعہا تعریف کردندش کہ ہست	گفت مانا او مگر آن ساحر است
انہوں نے ان کی اس طرح کی تعریف کی جو تھی	اس نے کہا ہاں وہ شاید وہی جادو گر ہے

یعنی ان کی قسم قسم کی تعریفیں کیں کہ وہ (ایسے) ہیں تو بولا کہ شاید وہ فلاں ساحر ہیں۔

کہ گروہے راز بون کرد او بسحر	من نیایم جانب او نیم شبر
اس نے ایک جماعت کو جادو سے مغلوب کر دیا ہے	میں اس کی جانب آدھی بالشت نہ جاؤں گا

یعنی کہ ایک گروہ کو انہوں نے جادو سے مغلوب کر رکھا ہے تو میں ان کی طرف آدھی بالشت بھی نہ آؤں گا۔

کش کشانش آوریدند آن طرف	او فغان برداشت بر تشنیع و تف
وہ اس کو کھینچ تان کر کے ادھر لے آئے	اس نے برا کہنے اور گرم مزاجی میں شور شروع کر دیا

یعنی اس کو کھینچتے ہوئے اس طرف کو لائے اور وہ تشنیع وطعن میں غل مچا رہا تھا۔

چون کشیدندش بہ پیش آن عزیز	گفت نوشید آب و بردارید نیز
جب وہ اس کو ان معزز کے سامنے کھینچ لائے	انہوں نے فرمایا پانی پی لو اور لے بھی لو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ وہ اس کو اس عزیز کے سامنے لائے تو فرمایا کہ پانی پیو اور رکھ بھی لو۔

جملہ رازان مشک او سیراب کرد	اشتران و ہر کسے زان آب خورد
انہوں نے اس مشک سے سب کو سیراب کر دیا	اونٹوں اور ہر شخص نے اس سے پانی پیا

یعنی سب کو آپ نے اس مشک سے سیراب فرمایا۔ اونٹوں نے اور ہر شخص نے اس پانی سے پیا"۔

راویہ پر کرد و مشک از مشک او	ابر گردوں خیرہ شد از رشک او
مشک اور پکھال اس کی مشک سے بھر لی	آسمان کا ابر اس کے رشک سے حیران رہ گیا

یعنی بڑی اور چھوٹی سب مشکیں اس کی مشک سے بھر لیں اور ابر آسمانی بھی آپ کے رشک سے حیران رہ گیا یعنی اس کو حیرت تھی کہ میں بھی اس قدر فیاض نہیں ہوں جیسے کہ آپ ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں کسے دیدہ است کز یک راویہ	سرد گردد سوز چندین ہاویہ
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک پکھال سے	اتنی دوزخوں کی سوزش ٹھنڈی ہو جائے

یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ گئی ہو۔

این کسے دیدست کز یک مشک آب	گشت چندین مشک پر بے اضطراب
یہ کسی نے دیکھا ہے کہ ایک مشک پانی سے	بغیر پریشانی کے اتنی مشکیں بھر جائیں

یعنی یہ کسی نے دیکھا ہے کہ پانی کی ایک مشک سے اتنی مشکیں بے کسی اشکال کے بھر گئی ہوں۔

مشک خود روپوش بود و موج فضل	می رسید از امر او از بحر اصل
مشک آڑ تھی اور (اللہ کے) فضل کی موج	اس (اللہ تعالی) کے حکم سے اصل سمندر سے پہنچ رہی تھی

یعنی مشک خود ایک حجاب تھا (ورنہ) فضل کی موج حکم حق سے دریائے اصل سے پہنچ رہی تھی یعنی یہ مشک تو ایک درمیان میں واسطہ اور حجاب تھی ورنہ اصل میں تو پانی دریائے اصل اور بحر رحمت میں سے آ رہا تھا آگے اس کے استعجاب کو دور فرماتے ہیں کہ۔

آب از جوشش ہمی گردد ہوا	واں ہوا گر دوز سردی آبہا
پانی اس کے جوش سے ہوا بن جاتا ہے	ہوا ٹھنڈک سے پانی بن جاتی ہے

یعنی پانی اپنے جوش سے ہوا بن جاتا ہے اور وہ ہوا سردی کی وجہ سے پانی ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اسباب ظاہری سے اکثر اوقات ہوا پانی بن جاتی ہے اور پانی ہوا بن جاتا ہے لیکن۔

بلکہ بے اسباب و بیروں زیں حکم	آب رویانید تکوین از عدم
بلکہ بغیر اسباب کے اور ان حکمتوں کے علاوہ	(اللہ کی) ایجاد نے عدم سے پانی پیدا کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بلکہ بے اسباب کے اور اس حکم سے باہر تکوین عدم سے پانی اگاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اسباب ظاہری سے تو ہوا سے پانی اور پانی سے ہوا بن جاتے ہیں لیکن بعض مرتبہ اس کے خلاف بھی ہوتا ہے جیسا کہ یہاں ہو رہا تھا کہ بے اسباب ظاہری کے حکم تکوینی عدم سے اس پانی کو پیدا کر رہا تھا اور یہ پانی آ رہا تھا آگے فرماتے ہیں کہ۔

توز طفلی چوں سببہا دیدۂ	در سبب از جہل بر چفسیدۂ
چونکہ تونے بچپن سے اسباب پر نظر رکھی ہے	تو نادانی سے سبب سے چمٹ گیا ہے

یعنی تو نے بچپن سے جب اسباب کو دیکھا ہے تو جہل کی وجہ سے سبب پر چپکا ہوا ہے۔

با سببہا از مسبب غافلے	سوئے این روپوشہا زان مائلے
تو اسباب کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے غافل ہے	اس وجہ سے تو ان آڑوں کی طرف مائل ہے

یعنی تو اسباب میں مسبب سے غافل ہے اور ان حجابات کی طرف اس وجہ سے مائل ہے۔

چوں سببہا رفت بر سر میزنی	ربنا و ربنا ھا می کنی
جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں تو سر پیٹتا ہے	اے ہمارے رب اے ہمارے رب بہت کرتا ہے

یعنی جب اسباب جاتے رہے تو سر پیٹتا ہے اور ربنا ربنا کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے انسان تو نے چونکہ بچپن سے ان اسباب ہی کو دیکھا ہے اس لئے تیری نظر میں صرف اسباب ہی ہیں اور تو مسبب سے غافل ہو رہا ہے اور تیری سمجھ میں بے اسباب ظاہری کے اس طرح پانی کا پیدا ہو جانا نہیں آتا۔ لیکن جب اسباب فنا ہو جاتے ہیں اور قضاء و قدر کی طرف سے کوئی امر واقع ہوتا ہے تو اس وقت دعائیں کرتا ہے اور حق تعالیٰ کو پکارتا ہے کہ اے اللہ اسباب تو ہیں نہیں اب آپ ہی بچائیے اور آپ ہی پناہ دیجئے جب یہ دعا کرتا ہے۔ تو حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

رب مے گوید برو سوئے سبب	چون ز صنعم یاد کردی ای عجب
اللہ (تعالیٰ) فرما دیتا ہے سبب کی طرف جا	تعجب ہے تو نے میری کاریگری کو کیسے یاد کیا؟

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اسباب ہی کی طرف جا تعجب ہے کہ تو نے مصنوع سے مجھے یاد کیا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو نے مصنوع کو چھوڑ کر مجھے یاد کیا تو تو ہمیشہ اسباب ہی کی طرف متوجہ رہتا تھا تو اب کیوں اس طرف متوجہ ہوا جا اسباب ہی کی طرف جا جب ادھر سے یہ ارشاد ہوتا ہے تو انسان کہتا ہے کہ۔

گفت زیں پس من ترا بینم ہمہ	ننگرم سوئے سبب وان دمدمہ
(بندہ) کہتا ہے اس کے بعد صرف تجھ پر نظر رکھوں گا	سبب اور اس فریب کی جانب نظر نہ کروں گا

یعنی کہتا ہے کہ اس کے بعد میں بالکل تجھے ہی دیکھوں گا میں سبب اور مکر و فریب کی طرف نہ دیکھوں گا۔

یعنی انسان اس ارشاد حق کو سن کر عرض کرتا ہے کہ یا الٰہی اب آئندہ اسباب کی طرف نظر نہ کروں گا اور اب تو ہمیشہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تمام امور کو آپ ہی کی طرف سے سمجھوں گا۔

گویدش رو والعا دوا کارتست	اے تو اندر توبہ و میثاق ست
(اللہ تعالیٰ) اس سے فرمائے گا ردوالعادوا تیرا کام ہے	اے وہ! کہ تو توبہ اور عہد میں کمزور ہے

یعنی حق تعالیٰ اس سے فرماتے ہیں کہ تیرا کام ردوالعادوا ہے اے وہ کہ تو توبہ اور عہد میں ست ہے (حق تعالیٰ قرآن شریف میں ارشاد فرماتے ہیں۔ ولو تریٰ اذ وقفوا علی النار فقالوا یالیتنا نرد ولا نکذب بایات ربنا و نکون من المؤمنین بل بدالھم ما کانوا یخفون من قبل ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ وانھم لکذبون) مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے انسان تو جو وعدہ کرتا ہے کہ میں آئندہ اسباب کی طرف متوجہ نہ ہوں گا یہ وعدہ اور توبہ بالکل ست ہے اور تو اس وعدہ اور میثاق پر پورا رہنے والا نہیں ہے اس لئے کہ تیری تو وہ حالت ہے اور تو تو ایسا بھولنے والا ہے کہ جب جہنم کو دیکھ لے گا اور اس کے عذاب کا مشاہدہ کرلے گا تو اس وقت کہے گا کہ اگر میں دنیا میں لوٹ جاؤں تو اس مرتبہ جا کر ضرور عبادت حق کروں اور ایمان لاؤں لیکن چونکہ ہم علیم ہیں ہم جانتے ہیں کہ تو وہاں جا کر بھی ہمیں بھول جاوے گا اور اسی طرح شرک و معاصی میں مبتلا ہو جاوے گا تو بالکل جھوٹا ہے اور ہم جانتے ہیں کہ تو پھر اسباب کی طرف متوجہ ہوگا اور تو ان اسباب ہی میں لگے گا اور اپنے کاموں کو اب بھی ہماری طرف سے نہ سمجھے گا اور یہ تیرا توبہ کرنا اور تیرے یہ عہد و میثاق سب ست ہیں لیکن خیر سن لے کہ۔

لیک من آن ننگرم رحمت کنم	رحمتم پرست بر رحمت تنم
لیکن میں اس کا خیال نہیں کرتا' رحمت کرتا ہوں	میری رحمت وسیع ہے میں رحمت سے کام لیتا ہوں

یعنی لیکن میں اس کو نہیں دیکھتا اور رحمت کرتا ہوں میری رحمت زیادہ ہے میں رحمت پر تلتا ہوں۔

ننگرم عہد بدت بدہم عطا	از کرم ایندم چو میخوانی مرا
میں تیرے برے عہد کو نہیں دیکھتا بخشش کرتا ہوں	کرم کی وجہ سے' جبکہ تو مجھے پکارتا ہے

یعنی میں تیرے عہد بد کو نہیں دیکھتا بلکہ کرم کی وجہ سے تجھے عطا دیتا ہوں جبکہ تو مجھے پکار رہا ہے

از من آید جملہ احسان و وفا	وز تو بد عہدی و نسیان و خطا
میری طرف سے برابر احسان اور وفا ہے	تیری جانب سے بدعہدی اور کوتاہی اور خطا ہے

یعنی مجھ سے تو بالکل احسان اور وفا آتا ہے اور تجھ سے بدعہدی اور نسیان اور خطا آتا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے انسان اور اے بندہ اگرچہ تو ست عہد اور توبہ شکن اور وعدہ فراموش ہے لیکن جب تو ہماری طرف متوجہ ہوا اور تو نے ہمیں پکارا تو اب ہماری رحمت' ور کرم کا تقاضا یہ ہے کہ ہم تجھے بخشتے ہیں اور تجھ پر رحم کرتے ہیں تو نے ہمیشہ بدعہدی اور وعدہ فراموشی کی ہے اور ہم نے ہمیشہ کرم کیا ہے اور عطا کی ہے۔ لہٰذا اسی

www.besturdubooks.wordpress.com

بناء پر ہم اب بھی تجھ پر رحم کرتے ہیں اور تیری اس بدعہدی پر جس کا کہ ہمیں علم ہے کہ تو کرے گا نظر نہیں کرتے سچ یہ ہے کہ رحمت حق بہانہ می جوید جو کچھ کی ہے اور بدعہدی وغیرہ غرض جو کی ہے وہ سب ہماری طرف سے ہے۔ اور اس طرف سے کرم اور انعامات ہی ہیں خوب کہا ہے۔

ترے کرم میں کمی کچھ نہیں کریم ہے تو مرا قصور ہے جھوٹا امیدوار ہوں میں اور فرماتے ہیں کہ

نقصان ز قابل ست وگرنہ علی الدوام فیض سعادتش ہمہ کس را برابر ست۔ غرضکہ انسان وہ وعدہ فراموش اور عہد شکن ہے کہ اس پر جو کچھ بھی گزر جاوے یہ اس کو فوراً ہی بھلا دینے والا ہے آگے خود انسان کی معذوری اسباب میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

حاصل آنکہ در سبب پیچیدۂ	لیک معذوری ہمیں را دیدۂ
خلاصہ یہ ہے کہ تو سبب میں الجھا ہے	لیکن تو معذور ہے تو نے بھی دیکھا ہے

یعنی حاصل یہ کہ تو سبب میں لپٹا ہوا ہے لیکن تو معذور ہے کہ تو نے اسی کو دیکھا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے انسان حاصل اس ساری گفتگو کا یہ ہے کہ تو بالکل اسباب میں لپٹا ہوا ہے اور تیری نظر اسباب ہی پر ہے لیکن تو اس میں کسی درجہ میں معذور بھی ہے اس لئے کہ ہوش سنبھالا تو اسباب ہی پر نظر پڑی اب تو مجاہدات اور ریاضات کے بعد تو اس حالت کو رفع کر سکتا ہے اور نظر خالق اور صانع پر کر سکتا ہے غرضکہ اس وقت یہ پانی اسباب ظاہری کے خلاف بحر رحمت اور فضل حق سے آ رہا ہے اور سب کو سیراب کر رہا تھا۔

قافلہ حیران شدند از کار او	یا محمدؐ چیست ایں اے بحر خو
ان کے کارنامے سے قافلہ حیران ہو گیا	اے محمدؐ اے (دریا خصلت) یہ کیا ہے؟

یعنی قافلہ آپ کے کام سے حیران رہ گیا (اور سب چیخ اٹھے کہ) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اے دریا خصلت یہ کیا ہے۔

کردۂ روپوش مشک خورد را	غرقہ کردی ہم عرب ہم کرد را
آپ نے ایک چھوٹی مشک کو آڑ بنایا	آپ نے عربوں کو بھی اور کردوں کو بھی اس میں ڈبو دیا

یعنی آپ نے ایک چھوٹی مشک کو حجاب کر لیا ہے اور عرب اور کرد سب کو غرق کر دیا ہے مطلب یہ کہ سارے قافلہ والے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزے سے حیران اور ششدر رہ گئے اور بول اٹھے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بظاہر تو اس مشک خورد کو حجاب بنا لیا ورنہ اپنے معجزے سے تمام عرب اور عجم کو سیراب کر دیا۔ اور پانی سب میں پہنچا دیا۔ عرب و کرد بطور مبالغہ کے کہہ دیا مطلب یہ کہ اس میں سے سینکڑوں آدمیوں کو سیراب کر دیا۔ غرض کہ سارے کے سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے کے قائل ہو گئے اور مان گئے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

الفضل ماشہدت بہ الاعداء۔

غرض کہ اس غلام کی مشک اسی طرح بھری رہی اور قافلہ سارا کا سارا سیراب ہو گیا۔ آگے اس کی مشک کے بھرے رہنے اور اس حبشی غلام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے سپید ہو جانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح مبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک وادی میں عربوں کی ایک جماعت کی یہ حالت تھی کہ بارش نہ ہونے اور پانی نہ ملنے کے سبب ان کی مشکیں خشک ہو گئی تھیں اور اس میدان میں ایک قافلہ پڑا ہوا تھا جو شدت مصیبت سے اپنی موت کی دعائیں مانگ رہا تھا کہ دفعۃً ان کی مدد کے لئے ہر دو عالم کے فریادرس (دنیا میں بذریعہ دعا وہدایت اور عقبیٰ میں بذریعہ شفاعت) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں سے آتے ہوئے وہاں پہنچ گئے۔ یہاں پہنچ کر آپ نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا قافلہ گرم ریت اور دور دراز اور کٹھن راستہ پر پڑا ہوا ہے یہ دیکھ کر آپ کو رحم آیا اور فرمایا کہ تم میں سے چند آدمی ان ٹیلوں پر جاؤ دیکھو ایک حبشی مشک لا رہا ہے اور اپنے آقا کی طرف تیز جا رہا ہے تم اس حبشی کو اونٹ سمیت میرے پاس جبراً لے آؤ۔ وہ متلاشی ٹیلوں پر آئے تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے ویسا ہی دیکھا جیسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک حبشی غلام اونٹ پر سوار ہے اور اس کے پاس ایک بڑی مشک پانی سے بھری ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کسی کے واسطے ہدیہ لئے جاتا ہو اس سے انہوں نے کہا کہ تم کو فخر البشر خیر الوریٰ اس طرف بلاتے ہیں۔ اس نے کہا میں نہیں جانتا فخر البشر خیر الوریٰ کون ہیں اس پر ان میں سے کسی نے کہا کہ ماہرو شیریں خصال سرور سید بہتر مہتر شفیع مجرمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ایسی ہی اور تعریفیں کیں کیونکہ آپ واقع میں ایسے ہی ہیں اس نے کہا ہو نہ ہو یہ وہی جادوگر ہے جس نے اپنے جادو سے ایک بڑی جماعت کو مغلوب کر لیا میں اس کی طرف تو آدھ بالشت بھی نہ چلوں گا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ خوشی سے نہیں آتا تو وہ کھینچتے ہوئے اس طرف لائے اس نے چلانا شروع کیا اور طعن وتشنیع اور جلی کٹی باتیں کہنی شروع کیں۔ مگر انہوں نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور لے ہی آئے جبکہ اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضر کیا تو آپ نے فرمایا کہ اچھا تم سب اس میں سے پانی پی لو اور اپنی اپنی مشکیں بھر لو آپ نے اسی مشک سے سب کو سیراب کر دیا اور آدمیوں اور اونٹوں سب نے اس سے خوب اچھی طرح پانی پی لیا۔ اور اس کی ایک مشک سے چھوٹی بڑی مشکیں بھی پر کر لیں وہ مشک یوں ہی پانی دے رہی تھی کہ ابر آسمانی کو اس پر رشک ہوتا تھا اور وہ بھی متحیر تھا کہ اتنا چھوٹا ظرف اور اس میں اس قدر پانی کسی نے ایسا دیکھا ہے کہ ایک مشک سے اتنی دوزخوں کی آگ بجھ جاوے۔ یعنی اتنے پیٹوں میں ٹھنڈک پڑ جاوے اور کسی نے یہ دیکھا ہے کہ ایک مشک سے بے زحمت اتنی مشکیں بھر جائیں اصل بات یہ ہے کہ مشک تو ایک آڑ تھی ورنہ یہ موج فضل بحکم خداوندی بحر قدرت بے پایان

www.besturdubooks.wordpress.com

سے آ رہی تھی اس کی قدرت نہایت وسیع ہے۔ دیکھو پانی بخارات بن کر ہوا بنتا ہے اور ہوا سردی پا کر پھر پانی بن جاتی ہے بلکہ اس نے نوع آب کو عدم محض سے پیدا کیا ہے جب اس کی قدرت اتنی وسیع ہے تو اس میں کیا راز ہے کہ مشک آب کو حجاب بنایا گیا اس کا سبب یہ ہے کہ تم نے بچپن سے اسباب ہی کو دیکھا ہے اس لئے تم اسباب ہی کو لئے ہوئے ہو۔ اور بلا سبب کے کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ تم نے سبب میں مشغول ہو کر اس مسبب کو بھلا دیا ہے جس نے خود اسباب کو بنایا اور اس سے پھر کر ان حجابوں کی طرف مائل ہو گئے ہو لیکن جب اسباب ختم ہو جاتے ہیں اس وقت تم بھی سر پیٹتے اور اے اللہ یہ کر دے اے اللہ وہ کر دے کہتے ہو اور حق سبحانہ کی قدرت کا اعتراف کرتے ہو اس وقت حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اب تمہیں میرا بلا اسباب کے فاعل ہونا کیسے یاد آیا تم تو اسباب ہی کو سب کچھ مانتے تھے بس جاؤ اسباب ہی کو ذریعہ مقصود بناؤ۔ اس پر تم کہتے ہو نہیں اے اللہ اب میں تجھی کو سب کچھ سمجھوں گا اور اسباب جو کہ دھوکے کی ٹٹی ہیں ان پر کبھی نظر نہ کروں گا۔ اس پر حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم جانتے ہیں کہ تم اپنے عہد و پیمان میں بڑے بودے ہو تمہاری تو یہ حالت ہے کہ دوزخ کو دیکھ کر بھی معاصی میں مبتلا ہو لیکن ہم تمہارے پاجی پن پر نظر نہ کریں گے بلکہ تم پر رحمت کریں گے کیونکہ ہماری رحمت وسیع ہے اور ہم رحیم ہیں ہم تمہارے جھوٹے عہد کو نہ دیکھیں گے بلکہ جب اس وقت تم ہم سے مانگ رہے ہو تو ہم اپنے کرم سے تمہیں دینگے ہمارا کام احسان و وفا ہے اور تمہارا کام بدعہدی۔ بھول اور غلطی۔ خیر خلاصہ یہ کہ تم اسباب میں لپٹے ہوئے ہو مگر ایک حد تک معذور ہو کہ تم نے آنکھ کھول کر اسباب ہی دیکھے ہیں اس لئے آڑ کی ضرورت ہوئی خیر جب یہ واقعہ ہوا تو قافلہ متحیر ہوا اور کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کیا بات ہے کہ آپ نے ایک چھوٹی سی مشک کو آڑ بنا کر اس میں اتنا پانی نکالا کہ تمام عربوں اور کردوں کو گویا کہ اس میں ڈبو دیا۔

شرح شبّیری

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے اس غلام کی مشک کا غیب سے بھر جانا اور اس حبشی غلام کا گورا چٹا ہو جانا

اے غلام اکنون تو پر بین مشک خود	تا نگوئی در شکایت نیک و بد
اے غلام! اب تو اپنی مشک کو بھرا ہوا دیکھ لے	تاکہ تو شکایت میں برا بھلا نہ کہے

یعنی اے غلام تو اب اپنی مشک بھری ہوئی دیکھ لے تاکہ تو شکایت میں برا بھلا نہ کہے۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے غلام اب دیکھ لے کہ تیری مشک بھری ہوئی ہے کبھی تو پھر شکایت کرے کہ میرا پانی

www.besturdubooks.wordpress.com

لے لیا۔اور مجھے خالی چھوڑ دیا۔ہم نے لیا ہے لیکن تیری مشک ویسی کی ویسی ہی بھری ہوئی ہے۔

آن سیہ حیران شد از برہان او	می دمید از لا مکان ایمان او
وہ حبشی ان کے معجزے سے حیران ہو گیا	غیب سے اس کا ایمان اگنے لگا

یعنی وہ حبشی آپ کی برہان سے حیران رہ گیا۔اور اس کا ایمان غیب سے اگ رہا تھا۔یعنی حبشی حضرت کا یہ معجزہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔اور اس کے قلب میں ایمان آنا شروع ہو گیا۔اور نور ایمان اس کے قلب میں چمکنے لگا۔

چشمۂ دید از ہوا ریزان شدہ	مشک او روپوش فیض آں شدہ
اس نے ایک چشمہ دیکھا جو فضا سے بہہ رہا تھا	اس کی مشک اس کی آڑ بن گئی تھی

یعنی اس نے ایک چشمہ دیکھا جو کہ ہوا میں سے گر رہا ہے اور اس کی مشک اس فیض کے لئے حجاب ہو رہی ہے۔

زان نظر روپوشہا ہم بردرید	تامعین چشمۂ غیبے رسید
اس نے اس نظر سے پردوں کو چاک کر دیا	یہاں تک کہ اس نے غیبی چشمہ کا جاری پانی دیکھ لیا

یعنی اس نظر سے حجابات کو بھی اٹھا دیا۔یہاں تک کہ چشمہ غیبی کے مقام اجراء تک پہنچ گئی۔مطلب یہ کہ اسے ایک چشمہ نظر آیا کہ جو ہوا میں گر رہا ہے اور اس کی مشک اس کے لئے حجاب ہو گئی ہے کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس مشک میں سے یہ پانی آ رہا ہے اس کے بعد اس کی نگاہ سے وہ حجاب مشک بھی اٹھ گیا اور اس نے خود اس چشمہ کو دیکھ لیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے ایک چشمۂ آب ابل رہا ہے اس کو دیکھ کر اس کی یہ حالت ہوئی کہ۔

چشمہا پر آب کرد آندم غلام	شد فراموشش ز خواجہ وز مقام
اس وقت وہ غلام آنکھوں میں آنسو بھر لایا	اس سے ٹھکانا اور آقا فراموش ہو گیا

یعنی اس وقت غلام نے آنکھیں پرآب کر دیں اور اس کو آقا اور قیام گاہ فراموش ہو گئے۔مطلب یہ کہ اس معجزہ کو دیکھ کر وہ غلام رونے لگا اور اسے نہ آقا یاد رہا اور نہ اسے قیامگاہ یاد رہی وہ سب کو بھول گیا اور حیرت میں رہ گیا۔

دست و پائش ماند از رفتن براہ	زلزلہ افگند در جانش آلہ
اس کے ہاتھ پاؤں راستہ چلنے سے درماندہ ہو گئے	خدا نے اس کی حالت میں ہلچل پیدا کر دی

یعنی اس کے ہاتھ پاؤں راستہ میں چلنے سے رہ گئے۔اور اس کی جان میں حق تعالیٰ نے زلزلہ ڈال دیا یعنی وہ اس حالت کو دیکھ کر ششدر ہو گیا اور کانپنے لگا۔اور اس بات نے اسے ایک مرتبہ ہلا ڈالا اور اس پر حالت سکر طاری ہو گئی۔

باز بہر مصلحت بازش کشید	کہ بخویش آ باز روائے مستفید
(آنحضورؐ نے) پھر اس کو مصلحتاً کھینچا	کہ اے طالب فیض! ہوش میں آ جا (اور) واپس جا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھر مصلحت کی وجہ سے اسے واپس کھینچ کیا کہ اے مستفید آپے میں آ اور پھر چل مطلب یہ کہ اس حالت کے بعد حق تعالیٰ نے اس کو سکر سے صحو کی طرف کھینچا کہ خودی میں اور ہوش میں آ کر سلوک طے کرا سلئے کہ استغراق اور سکر کی حالت میں ترقی نہیں ہوتی بلکہ سکون رہتا ہے سلوک نہیں ہوتا اس لئے اس کو حالت سکر سے حالت صحو کی طرف لائے تاکہ ترقی ہو۔

وقت حیرت نیست حیرت پیش تست	ایں زماں دررہ درآ چالاک و چست
(یہ) حیرت کا وقت نہیں ہے حیرت پیش آنے والی ہے	اب ہوشیاری اور چستی سے راہ (ہدایت) پر آ جا

یعنی حیرت کا وقت نہیں ہے۔ حیرت تیرے آگے ہے اس وقت تو راہ میں چالاک و چست ہو کر آ۔ مطلب یہ کہ سکر سے صحو کی طرف لانے میں گویا یہ ارشاد تھا کہ یہ وقت حیرت کا نہیں ہے بلکہ اس وقت تو وقت سلوک ہے مقام حیرت آگے آوے گا۔ وہاں حیران ہونا۔ یہاں تو ہوش میں آ کر راستہ چلو یہاں سے وہ حضرات جو کہ استغراق اور بے خودی کو بزرگی سمجھتے ہیں سن لیں کہ دیکھئے مولانا رومؒ جیسے صوفی اور شیخ کامل جن کو کہ ہر طبقہ مانتا ہے فرماتے ہیں کہ سکر اور استغراق میں سلوک طے نہیں ہوتا اس لئے حالت سکر کے بدلنے کی ضرورت واقع ہوئی اور اس کو ہوش میں لایا گیا۔ غرضکہ جب اس کو حالت سکر سے افاقہ ہوا تو اس نے فرط جوش و محبت میں یہ کیا کہ۔

دستہائے مصطفے بر رو نہاد	بوسہائے عاشقانہ بس بداد
اس نے مصطفیٰ کے ہاتھ (اپنے) چہرے پر رکھے	بہت سے عاشقانہ بوسے دیئے

یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کو منہ پر رکھا اور عاشقانہ بوسے بہت سے دیئے۔

مصطفےٰ دست مبارک بر رخش	آزمان مالید و کرد او فرخش
مصطفیٰ نے بابرکت ہاتھ اس کے چہرے پر	اس وقت ملے اور اس کو بابرکت بنا دیا

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک اس کے چہرہ پر اس وقت مل دیا تو اس نے اس کو فرخ کر دیا۔ مطلب یہ کہ اب اس نے دست مبارک پر بوسے دیئے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس کے چہرہ پر پھیر دیا اور اس ہاتھ پھیرنے نے اس کو خوش نصیب اور نیک نہاد کر دیا۔

شد سپید آن زنگئ زادہ حبش	ہمچو بدرو روز روشن شد شبش
وہ زنگی حبش کی اولاد سفید ہو گیا	چودھویں کے چاند کی طرح اور اس کی رات روشن دن بن گئی

یعنی وہ زنگی زادہ حبشی سفید ہو گیا اور اس کی رات روز روشن اور بدر کی طرح ہو گئی۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پھیر دینے سے وہ حبشی حسین اور خوبصورت ہو گیا اور اس کی صورت جو رات کی طرح کالی تھی وہ بدر اور روز روشن کی طرح ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یوسفے شد در جمال و در دلال	گفتش اکنوں رو بدو دا گوئی حال
حسن اور ناز و انداز میں یوسف بن گیا	انہوں نے اس سے فرمایا اب گاؤں جا حال بیان کردے

یعنی وہ جمال اور ناز میں ایک یوسف ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ اب گاؤں جا اور حالت کو بیان کر مطلب یہ کہ اس کا حسن حسن یوسفی ہوگیا اور اس کی حالت اور اس کے ناز و کرشمے بہت زیادہ ہو گئے جب اس کی یہ حالت ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب گاؤں میں جا کر اس سارے قصہ کو بیان کرتا کہ اور لوگوں کو بھی معلوم ہو اور کسی کو ہدایت ہو جاوے۔

او ہمی شد بے سر و بے پائے وست	پائے می نشناخت در رفتن زدست
وہ اندھا دھن اور مست روانہ ہو گیا	چلنے میں ہاتھ پاؤں میں امتیاز نہ کرتا تھا

یعنی وہ بے سر و پا اور مست جا رہا تھا وہ چلنے میں ہاتھ سے پاؤں کو نہ پہچانتا تھا مطلب یہ کہ اس قصہ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس معجزہ کو دیکھ کر اس کے اوپر ایک عجیب حالت ہوگئی کہ وہ مستوں کی طرح جا رہا تھا اور اسے اپنے وجود کی کچھ خبر نہ تھی بس وہ اس حالت میں مست تھا غرضکہ وہ گاؤں کی طرف چلا۔

پس بیامد باد و مشک پرروان	سوئے خواجہ از نوامی کاروان
وہ دو بھری مشکوں کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا	قافلہ کی جانب سے آقا کی جانب

یعنی پس اپنے خواجہ کے پاس قافلہ کی طرف سے دو بھری ہوئی اور چلتی ہوئی مشکوں کے ساتھ آیا (یہاں دو مشک سے مراد دو آنکھیں ہیں) مطلب یہ ہے کہ قافلہ کے پاس سے روتا ہوا آیا اور اس کا یہ رونا رنج کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حیرت اور تعجب اور خوشی کے وقت میں بھی انسان کو رونا آجاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں وہ بھی روتا ہوا آیا اور آنکھوں کو دو مشک سے بوجہ زیادتی گریہ کے تشبیہ دی یعنی وہ بہت ہی رو رہا تھا۔

خواجہ بر رہ منتظر بنشستہ بود	کان غلامش دیری آمد نہ زود
آقا راستے پر منتظر بیٹھا تھا	کیونکہ اس کا غلام تاخیر سے آیا تھا نہ کہ جلدی سے

یعنی آقا صاحب راستہ پر منتظر بیٹھے ہوئے تھے کہ اس کا وہ غلام نہ جلدی آتا تھا نہ دیر میں یعنی وہ آقا منتظر تھا کہ آج میرے غلام کو کیا ہوگیا کہ آ ہی نہیں چکتا اس بیچارہ کو اس ماجرے کی کیا خبر۔ اب آگے اس غلام کے آقا کے پاس پہنچنے کو اور آقا کے نہ پہچان سکنے کو بیان فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آقا کا اپنے غلام کو حسین و خوبصورت دیکھنا اور نہ پہچاننا اور اس سے کہنا کہ تو نے میرے غلام کو قتل کر دیا ہے اور اس کا خون تجھ پر سوار ہو گیا ہے جو تو آ گیا ہے

خواجہ از دورش بدید و خیرہ ماند	از تحیر اہل آن دہ رابخواند
آقا نے اس کو دور سے دیکھا اور حیران رہ گیا	حیرانی سے اس گاؤں والوں کو بلایا

یعنی آقا صاحب نے اس کو دور سے دیکھا تو حیران رہ گئے اور حیرت کی وجہ سے گاؤں والوں کو بلایا کہ۔

راویہ ما اشتر ماہست ایں	پس کجا شد بندۂ زنگی جبیں
یہ ہماری پکھال اور ہمارا ہی اونٹ ہے	تو کالے چہرے والا غلام کہاں گیا؟

یعنی مشک ہماری ہے اور اونٹ ہمارا ہے پھر وہ حبشی غلام کہاں گیا۔

آن یکے بدریست می آید ز دور	می زند بر نور روز از روش نور
وہ ایک چودھویں کا چاند ہے جو دور سے آ رہا ہے	اس کے چہرے کا نور دن کے نور پر پڑ رہا ہے

یعنی وہ ایک چاند ہے جو کہ دور سے چلا آ رہا ہے کہ اس کے چہرہ کا نور روز پر بڑھ گیا ہے۔

کو غلام ما مگر سرگشتہ شد	یا بدو گرگے رسید و کشتہ شد
ہمارا غلام کہاں ہے؟ شاید آوارہ ہو گیا ہے	یا اس کو بھیڑیا ملا اور مارا گیا

یعنی ہمارا غلام کہاں ہے شاید راستہ بہک گیا یا اس کو کوئی بھیڑیا پہنچا اور مارا گیا۔

یا مگر او را بکشت ایں بد گہر	اشترش آورد اینجا از قدر
یا شاید اس بد ذات نے اس کو قتل کیا	اور تقدیر سے اس کو اونٹ یہاں لے آیا

یعنی یا شاید اس کو اس بدذات نے مار ڈالا ہے اور اس کو تقدیر کی وجہ سے اونٹ اس جگہ لے آیا ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس آقا نے دور سے دیکھا کہ اونٹ اور مشک تو ہماری ہے اور غلام وہ ہے نہیں تو اول تو خود حیرت میں ہوا پھر اور لوگوں کو بلایا تاکہ اور لوگ بھی دیکھ لیں شاید میری نظر کچھ غلطی کر رہی ہو غرضکہ سب کو دکھلایا تو معلوم ہوا کہ بیشک وہ غلام نہیں ہے تو اب احتمالات پیدا ہوئے۔ کہ یا تو وہ کہیں راستہ بھول گیا ہے یا اس کو کہیں بھیڑیوں وغیرہ نے مار ڈالا ہے اور یہ کوئی اور شخص ہے باقی مشک وغیرہ ہماری مشک وغیرہ کے مثل ہے۔ وہ نہیں ہے پھر یہ احتمال

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا کہ شاید اس شخص نے ہی جو آ رہا ہے ہمارے غلام کو مار ڈالا ہے اور خود اونٹ اور مشک وغیرہ پر قبضہ کر کے کہیں لے جانا چاہتا تھا مگر تقدیرِ الٰہی سے اونٹ اس کو یہاں لے آیا اور یہ ہم تک پہنچ گیا ورنہ بھلا یہ کاہے کو یہاں آنے لگا تھا غرضکہ دور سے دیکھ دیکھ کر طرح طرح کے احتمالات پیدا ہو رہے تھے۔

چون بیامد پیش گفتش کیستے	از یمن زاوی و یا ترکیستے
جب وہ سامنے آیا اس سے کہا تو کون ہے؟	تو یمن سے پیدا ہوا ہے یا ترک ہے؟

یعنی جب وہ سامنے آیا تو اس آقا نے اس سے کہا کہ تو کون ہے یمنی ہے یا ترکی ہے۔

کو غلامم را چہ کردی راست گو	گر بکشتی وانما حیلت مجو
میرے غلام کا تو نے کیا کیا؟ سچ بتا	اگر تو نے قتل کیا ہے صاف کہہ دے حیلہ نہ ڈھونڈ

یعنی کہ میرے اس غلام کو تو نے کیا کیا سچ بتا اگر تو نے مار ڈالا ہے تو بتا دے حیلہ مت کر۔

گفت گر کشتم بتو چون آمدم	چون بپائے خود درین خون آمدم
اس نے کہا اگر میں نے قتل کیا ہے تو میں تیرے پاس کیوں آیا ہوں؟	اپنے پاؤں سے خود اس خون (کے معاملہ) میں کیوں حاضر ہو گیا ہوں؟

یعنی اس غلام نے کہا کہ اگر میں نے مار ڈالا ہے تو میں آ کس طرح گیا اور خود اپنے پاؤں سے اس خون میں کس طرح آ گیا۔ مطلب یہ کہ اس غلام نے کہا کہ بھلا اگر میں نے تمہارے غلام کو مار ڈالا ہوتا تو میں پھر یہاں کیوں آ جاتا میں تو فوراً بھاگ جاتا اور تیرے پاس ہرگز نہ آتا بلکہ میں تو تیرا وہی غلام ہوں۔

گفت نے نے درنگیرد با منت	راست باید گفت سردست این فنت
اس نے کہا نہیں نہیں، تیری بات مجھے درست نہیں لگتی	سچ کہنا چاہئے یہ تیرا مکر بیکار ہے

یعنی اس آقا نے کہا کہ نہیں نہیں میرے اندر یہ بات اثر نہ کرے گی۔ تیری یہ بات بالکل فضول ہے سچ کہنا چاہئے۔

کو غلام من بگفت اینک منم	کردوست فضل یزداں روشنم
میرا غلام کہاں ہے؟ اس نے کہا یہ میں ہوں	اللہ کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے منور کر دیا ہے

یعنی (آقا نے کہا کہ) میرا غلام کہاں ہے تو غلام نے کہا کہ یہ میں ہی تو ہوں حق تعالیٰ کے دستِ فضل نے مجھے حسین کر دیا ہے۔

دیدہ ام صدرے و بدرے گشتہ ام	صاحب فضلے و قدرے گشتہ ام
میں نے صدر کا دیدار کیا ہے اور میں بدر بن گیا ہوں	مرتبہ اور بزرگی والا بن گیا ہوں

یعنی میں نے ایک صدر کو دیکھا ہے تو میں بدر ہو گیا ہوں اور صاحبِ فضل اور صاحبِ قدر ہو گیا ہوں۔

مطلب یہ کہ غلام نے کہا کہ میں ہی آپ کا وہ غلام ہوں لیکن میں نے ایک ایسی ذات کو دیکھا کہ جس کے دیکھنے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

سے میری یہ حالت ہوگئی ہے اور مجھے یہ فضیلت اور مقدرت ملی ہے۔ جب اس آقا نے یہ سنا تو اس نے کہا کہ۔

ہی چہ می گوئی غلام من کجاست	ہیں نخواہی رست از من زبراست
خبردار! کیا کہتا ہے میرا غلام کہاں ہے؟	خبردار! تو سوائے سچی بات کے میرے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا

یعنی ارے تو کہہ کیا رہا ہے میرا غلام کہاں ہے ارے تو مجھ سے بجز سچائی کے چھوٹ نہیں سکتا۔

گفت اسرار ترا با آں غلام جملہ وا	گویم یکا یک من تمام
اس نے کہا اس غلام کے ساتھ تیرے راز	میں سب ایک ایک پورے بیان کئے دیتا ہوں

یعنی اس غلام نے کہا کہ تیرے تمام اسرار جو اس غلام کے ساتھ تھے میں ایک ایک کر کے ساری تجھ سے بیان کردوں۔

زاں زمانے کہ خریدی تو مراض	تا باکنوں باز گویم ماجرا
جب سے تونے مجھے خریدا ہے	اب تک کا قصہ دہرائے دیتا ہوں

یعنی جس وقت سے کہ تو نے مجھے خریدا ہے اب تک کا سارا قصہ بیان کردوں۔

تا بدانی کہ ہمانم در وجود	گرچہ از شبدیز من صبحے کشود
تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں	اگرچہ میری سیاہی سے صبح نمودار ہو گئی ہے

یعنی تاکہ تو جان لے کہ میں وجود میں وہی ہوں اگرچہ میری تاریک رات میں سے ایک صبح نکل آئی ہے۔

رنگ دیگر شد ولیکن جان پاک	فارغ از رنگ است وازارکان خاک
رنگت بدل گئی ہے لیکن پاک جان	عناصر اربعہ اور رنگت سے خالی ہے

یعنی رنگ دوسرا ہوگیا لیکن جان پاک سے اور ارکان خاک سے فارغ ہے مطلب یہ کہ اس غلام نے کہا کہ دیکھو تم جو اس غلام سے اپنے اسرار بیان کیا کرتے تھے ان سب کو میں بیان کرسکتا ہوں اور جب سے تم نے مجھے خریدا ہے اس وقت سے اس وقت تک کے کل قصے جو گزرے ہیں میں بیان کرسکتا ہوں۔ جس سے تم کو صاف طور پر معلوم ہو جاوے گا کہ میں تمہارا وہی غلام ہوں اور میری صورت صرف بدل گئی ہے ورنہ میری اندرونی حالت اور میری روح سب وہی ہے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں آیا۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب پانی پینے اور لینے سے لوگ فارغ ہوگئے تو آپ نے اس غلام سے فرمایا کہ اے میاں اپنی مشک پانی سے بھری ہوئی دیکھ لے ایسا نہ ہو کہ تو ہمیں برا بھلا کہے وہ حبشی آپ کا یہ معجزہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور خدا کی طرف سے اس میں ایمان پیدا ہوگیا۔ صورت اس کی یہ ہوئی کہ اس نے دیکھا کہ میری مشک محض آڑ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ہوا میں سے چشمہ بہ رہا ہے اس سے اس کی نظر آگے بڑھی کہ ہوا میں کہاں سے آ رہا ہے اور اس کی نظر سرچشمۂ غیبی یعنی قدرت الٰہیہ تک پہنچی۔ اس سے وہ معتقد ہو گیا۔ اور ایمان لے آیا۔ اس وقت اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور نہ اس کو آقا کا خیال رہا نہ گھر کا اور اس کی جان میں کوسناٹا نکل گیا۔ اس کے ہاتھ پاؤں میں اتنی طاقت نہ رہی کہ وہ راستہ چل سکے۔ مصلحت کے لئے حق سبحانہ نے اس کو پھر اس حالت سے نکالا اور حکم دیا کہ ہوش میں آ۔ اور اپنے گھر واپس جا۔ یہ وقت تحیر کا نہیں ہے تحیر کا وقت آگے آئے گا۔ اس وقت تو تو تیزی کے ساتھ راستہ پر ہو لے خیر جب اس کے حواس درست ہوئے تو اس نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر اپنا منہ رکھا اور عاشقوں کی طرح بہت سے بوسے دیئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی براہ شفقت اس کے منہ پر ہاتھ پھیر کر اس کو مبارک کیا اس سے وہ زنگی اور حبشی زادہ گورا چٹا ہو گیا اور اس کا رات کی طرح تاریک چہرہ دن کی طرح روشن ہو گیا اور حسن و ناز انداز میں یوسف وقت بن گیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ اچھا اب گاؤں میں جاؤ اور یہ واقعہ بیان کرو ممکن ہے کہ اس معجزہ کو دیکھ کر اور لوگ بھی ایمان لائیں یہ حکم سن کر وہ روانہ ہو گیا اور چلنے میں اس کی یہ حالت تھی کہ بے سر و پا اور مست وار جا رہا تھا نہ اس کو ہاتھ کا ہوش تھا نہ پاؤں کا پس وہ روتا ہوا قافلہ سے آقا کے پاس آیا آقا راستہ میں منتظر بیٹھا ہوا تھا کیونکہ وہ جلد نہ آیا تھا بلکہ اس کو دیر ہو گئی تھی۔ آقا نے اس کو دور سے دیکھا اور متحیر رہ گیا۔ اور متحیر ہو کر گاؤں کے لوگوں کو بلا لیا وہ سوچتا تھا کہ مشک بھی ہماری ہے اور اونٹ بھی ہمارا ہے زنگی غلام کیا ہوا یہ جو آ رہا ہے یہ تو ایک چودھویں رات کا چاند ہے اس کے چہرہ کی روشنی تو دن کی روشنی پر غالب آ رہی ہے۔ ہمارا غلام کیا ہوا معلوم ہو راستہ بھول گیا یا کوئی بھیڑیا پہنچ گیا اس نے کھا لیا اور وہ مار ڈالا گیا ممکن ہے کہ اسی بدذات نے اسے مار ڈالا ہو اور تقدیر سے اونٹ اسے یہاں لے آیا ہو وہ اسی طرح خیالات پکار رہا تھا کہ غلام اس کے سامنے آ گیا۔ جب وہ اس کے سامنے آیا تو اس نے کہا کہ تو کون ہے تو یمنی ہے یا ترکی میرا غلام کہاں ہے سچ بتا تو نے اسے کیا کیا۔ دیکھ اگر تو نے اسے مار ڈالا ہے تو دھوکا مت کرنا صاف صاف کہہ دینا اس نے کہا کہ اگر میں اسے مار ڈالتا تو آپ کے پاس کیسے آتا اور مرنے کے لئے اپنے پاؤں کیوں آتا۔ اس نے کہا کہ اس سے تو بچ نہیں سکتا۔ یہ تیرا دھوکہ بے اثر ہے تو سچ سچ کہہ دے میرا غلام کہاں ہے اس نے کہا میں ہی آپ کا غلام ہوں۔ حق سبحانہ کے دست عنایت نے مجھے منور کر دیا ہے۔ اسی کے ذریعہ سے مجھے مرتبہ عالی نصیب ہوا ہے اور اسی سے میں چودھویں رات کا چاند ہو گیا ہوں اور اسی کے سبب میں صاحب فضل اور عالی قدر ہو گیا ہوں۔ آقا نے پھر کہا ارے تو کیا کہہ رہا ہے سچ بتا کہ میرا غلام کہاں ہے دیکھ اگر تو اپنی خیریت چاہتا ہے تو سچ سچ کہہ دے کیونکہ تجھ کو میرے ہاتھ سے سچ ہی چھڑا سکتا ہے اور جھوٹ سے تو بچ نہیں سکتا اس نے کہا آپ کو یقین نہیں آتا میں ہی آپ کا غلام ہوں۔ اور اس غلام اور آپ کے درمیان جو راز ہیں میں ایک ایک بتائے دیتا ہوں اور جس وقت سے آپ نے مجھے خریدا ہے اس وقت تک کی ایک ایک بات بیان کئے دیتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جاوے کہ میری ذات وہی ہے اگرچہ سیاہ رنگت جا کر گوری رنگت نکل آئی ہے میرا رنگ دوسرا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو گیا ہے مگر جان وہی ہے کیونکہ جان رنگ کے تابع نہیں۔ وہ تو رنگ عناصر اور خاک سب سے مبرا ہے پس رنگ کے بدل جانے سے اس پر کیا اثر پڑسکتا ہے۔

شرح شبیری

تن شناسان زود مارا گم کنند	آب نوشان ترک مشک وخم کنند
جسم کو پہچاننے والے جلد ہمیں گم کر دیتے ہیں	پانی پینے والے مشک اور مٹکے کو چھوڑ دیتے ہیں

یعنی ظاہر بین لوگ ہم کو جلدی گم کر دیتے ہیں اور پانی کے پینے والے مشک اور خم سب کو ترک کر دیتے ہیں (آب نوش سے مراد حقیقت بین) مطلب یہ کہ جو ظاہر بین ہیں وہ تو ذرا سے تغیر ظاہری سے ہم کو پہچان نہیں سکتے اور جو حقیقت شناس لوگ ہیں وہ ان ظواہر کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور حقیقت کو دیکھتے ہیں اور جب اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا تو اس شخص کو بھولتے نہیں۔

جان شناسان از عددہا فارغ اند	غرقۂ دریائے بیچون اندو چند
روح کو پہچاننے والے گنتی سے بے نیاز ہیں	وہ بے مثال اور لامحدود دریا میں غرق ہیں

یعنی حقیقت شناس لوگ عددوں سے فارغ ہیں اور وہ دریائے بیچون اور بے عدد میں غرق ہیں۔ یعنی ان کو اعداد وظاہری پر نظر نہیں ہے بلکہ وہ تو حقیقت پر نظر رکھتے ہیں اور اسی کو دیکھتے ہیں جو کہ بے کیف وکم ہے اس میں تشخصات اور اعداد ہیں ہی نہیں۔ آگے مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

جان شو واز راہ جان جان را شناس	یار بینش شو نہ فرزند قیاس
روح بن جا اور روح کی راہ سے روح کو پہچان	مشابہ کا یار بن گماں کا پابند نہ ہو

یعنی جان ہو جا اور جان کی راہ سے جان کو پہچان اور بصیرت کا ساتھی ہو نہ کہ قیاس کا تابع۔ مطلب یہ کہ حقیقت بین ہو اور قوی حسیہ کو چھوڑ کر قوی ملکیہ سے معرفت حق جو جان جان ہے حاصل کر اور بصیرت حاصل کر اس ظاہری قیاس کو ترک کر۔

چوں ملک باعقل یک سر رشتہ اند	بہر حکمت را دو صورت گشتہ اند
فرشتے اور عقل کی طرح جو ایک رشتہ میں منسلک ہیں	حکمت کی وجہ سے دو صورتوں کے بن گئے ہیں

یعنی جیسا کہ فرشتہ عقل کے ساتھ ایک رشتہ ہیں اور حکمت حق کی وجہ سے دو صورت پر ہو گئے ہیں۔

آں ملک باعقل چوں یک گوہر اند	در پئے ہم ہچو دنبال و سر اند
چونکہ فرشتے اور عقل ایک اصل سے ہیں	دم اور سر کی طرح ایک دوسرے کے پیچھے ہیں

www.ahlehaq.org

یعنی وہ فرشتہ عقل کے ساتھ جب ایک ذات ہیں تو ایک دوسرے کے پیچھے دم اور سر کی طرح ہیں۔

آں ملک چوں مرغ بال و پر گرفت	ویں خرد بگذاشت پر و فر گرفت
فرشتے نے پرند کی طرح بال اور پر اختیار کر لئے	اس عقل نے پروں کو چھوڑا اور شان و شوکت پائی

یعنی اس فرشتہ نے مرغ کی طرح بال و پر اختیار کر لیا اور اس عقل نے پر کو چھوڑ دیا اور شوکت و شان اختیار کیا۔

لاجرم ہر دو مناصر آمدند	ہر دو خوش رو پشت یک دیگر شدند
لامحالہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار بنے	دونوں بخوبی ایک دوسرے کے دو پشت بن گئے

یعنی آخر کار دونوں ایک دوسرے کے مددگار آئے۔ اور دونوں خوش خوش ایک دوسرے کی مدد ہو گئے مطلب یہ ہے کہ دیکھو عقل اور فرشتہ جیسا ایک ذات اور ایک لڑی میں منسلک تھے اور صرف حکمت الٰہیہ کے اقتضاء سے ان کی صورتیں دو تھیں تو دیکھو ایک دوسرے کا مددگار رہا اور صورت کے دو ہونے پر نظر نہ ہوئی بلکہ حقیقت پر نظر ہوئی کہ جب حقیقت ایک ہے تو وہ دونوں ایک ہی ہوئے جس سے صاف معلوم ہوا کہ صورت بدل جانے سے حقیقت نہیں بدلتی۔

ہم ملک ہم عقل حق ما واجدے	ہر دو آدم را معین و ساجدے
فرشتے بھی اور عقل بھی خدا کا ادراک کرنے والے ہیں	لہذا دونوں آدم کے مددگار اور سجدہ کرنے والے ہیں

یعنی فرشتہ اور عقل حق کو پہچاننے والے ہیں تو دونوں آدم کے مددگار اور ساجد ہوئے۔

نفس و شیطان بود از ل واحدے	بود آدم را عدو و حاسدے
نفس اور شیطان شروع سے ایک تھے	آدم کے دشمن اور حاسد تھے

یعنی نفس و شیطان اول ہی سے ایک تھے تو وہ آدم کے دشمن اور حاسد ہوئے۔ مطلب یہ کہ دیکھو عقل اور فرشتہ باوجود صورت کے اختلاف کے حق تعالیٰ کے پہچاننے میں ساتھ رہے اور ایک دوسرے کے مددگار رہے کیونکہ ان دونوں کی حقیقت تو ایک ہی تھی تو ان دونوں کی طبیعت کا مقتضا بھی یہی ہوا اور نفس و شیطان بھی اگرچہ صورت میں دو تھے لیکن حقیقت ایک ہونے کی وجہ سے دونوں کے دونوں آدمؑ کے دشمن اور نافرمان حق ہوئے تو دیکھئے اصل اعتبار حقیقت کا ہوا صورت کا نہ ہوا۔

آنکہ آدمؑ را بدن دید او رمید	وانکہ نور مؤتمن دید او خمید
جس نے آدمؑ کو (محض) جسم سمجھا وہ بدک گیا	جس نے امانت رکھا ہوا نور دیکھا وہ جھک گیا

یعنی جس نے کہ آدمؑ کے بدن کو دیکھا تو وہ فرنٹ ہو گیا اور جس نے کہ نور مؤتمن کو دیکھا تو وہ جھک گیا مطلب یہ کہ دیکھو جس نے آدمؑ کے صرف ظاہری بدن پر نظر کی وہ تو ان سے فرنٹ ہو گیا اور ان کا مطیع نہ ہوا اور جس نے کہ اس نور کو دیکھا جو کہ ان میں امانت رکھا گیا تھا اور وہی ان کی حقیقت تھی تو وہ ان کا مطیع و تابعدار ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آن دو دیدہ روشنان بودہ ازین	دین دو را دیدہ ندیدہ غیر طین
وہ دونوں آنکھیں اس سے روشن ہو گئیں	ان دونوں کی آنکھوں نے مٹی کے سوا کچھ نہ دیکھا

یعنی ان دونوں کی آنکھیں اسی وجہ سے روشن ہو گئیں اور ان دونوں کی آنکھوں نے سوائے مٹی کے کسی شے کو نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ فرشتہ اور عقل نے جب حقیقت آدم کو دیکھ لیا تو سب منقاد ہو گئے اور ان کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور نفس و شیطان نے جب صرف ظاہر آدم ہی کو دیکھا اور کہا کہ خلقتہ من طین اس لئے وہ اندھے اور مردود ہوئے اور انہوں نے اطاعت نہ کی اب چونکہ یہاں تقدیر کی بحث آ گئی کیونکہ انہوں نے سجدہ کیا تو بھی حکم حق ہی سے کیا اور دوسروں نے نہ کیا تو وہ بھی حکم حق ہی سے نہ کیا اور یہ مضمون ایسا ہے کہ اس کو نہ کوئی کما حقہ بیان کر سکا اور نہ بیان کر سکتا ہے اور نہ اس کے سننے کے لوگ اہل ہیں لہذا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں بیان اکنوں چو خر در یخ بماند	چون نشاید بر جہود انجیل خواند
اب یہ بیان برف پر گدھے کی طرح رہ گیا	چونکہ یہودی کو انجیل نہیں سنائی جا سکتی

یعنی یہ بیان اب گدھے کی طرح برف میں رہ گیا جیسے کہ یہودی پر انجیل پڑھنا چاہئے۔

کے توان با شیعہ گفتن از عمرؓ	کے توان بربط زدن در پیش کر
شیعہ سے (حضرت) عمرؓ کی بات کب کہی جا سکتی ہے؟	بہرے کے آگے سارنگی کہاں بجائی جا سکتی ہے؟

یعنی شیعہ سے عمرؓ کے حالات کب کہہ سکتے ہیں اور بہرے کے سامنے بربط کے اوپر کب مارتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ کوئی اہل نہیں ہے سب نااہل ہی ہیں اس لئے یہ بیان آگے کو نہیں چلتا۔ اور گدھے کی طرح دھنس گیا ہے جیسے کہ یہودی کے سامنے انجیل پڑھنا بے سود ہے اور شیعہ کے سامنے حضرت عمرؓ کے حالات بیان کرنا بے سود ہیں۔ بس اسی طرح ان نااہلوں کے سامنے اس قسم کے مضامین کا بیان کرنا بے سود ہے۔

لیک گر در دہ بگوشہ یک کس است	ہائے ہوئے کہ بر آوردم بس است
لیکن اگر گاؤں کے گوشہ میں ایک شخص بھی ہے	جو میں نے ہائے اور ہو کی وہ بہت ہے

یعنی لیکن گاؤں کے گوشہ میں اگر کوئی شخص ہے تو جو مضامین کہ میں نے بیان کئے ہیں کافی ہیں۔

مستحق شرح را سنگ و کلوخ	ناطقے گردد مشرح با رسوخ
شرح کے لائق کے لئے، پتھر اور ڈھیلا	اچھی طرح تشریح کرنے والا گویا بن جاتا ہے

یعنی مستحق بیان کو تو پتھر اور ڈھیلا پورے پورے ناطق ہو جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ مولانا نے جو اوپر فرمایا تھا کہ نااہلوں کے سامنے اس قسم کے مضامین بیان نہ کرنا چاہئیں تو اب شبہ ہوا کہ ممکن ہے کہ ان نااہلوں ہی میں کوئی اہل بھی ہو تو اس کی خاطر سے بیان کر دینا چاہئے۔ لہذا فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اہل ہے تو اس کو اس قدر

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان کر دینا ہی کافی ہے اس لئے کہ جو طالب ہوتا ہے وہ ڈھیلے اور پتھروں تک سے اپنے مطلب کی بات نکال لیتا ہے تو میں نے تو کچھ بیان ہی کیا ہے اگر چہ نا مکمل ہی سہی تو اس سے تو اس کو پورے طور پر ہدایت ہو جاوے گی اور وہ اس سے سمجھ لے گا۔ آگے ایک دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں کہ دیکھو طالب اپنے مطلب کی بات نکال ہی لیتا ہے تو سمجھ لو کہ حق تعالیٰ نے جو چیزیں پیدا کی ہیں وہ طالبین کی طلب ہی پر پیدا فرمائی ہیں۔ لہٰذا طلب پیدا کرنی چاہئے تا کہ اس طرف سے عطا ہو۔

بیان میں اسکے کہ حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا اور پیدا فرمایا سب طلب پر اور حاجت کی بناء پر فرمایا تو اپنے کو کسی شے کا محتاج بنانا چاہئے تا کہ حق تعالیٰ عطا فرماویں کہ ارشاد ہے

امن یجیب المضطر اذا دعاہ

آن نیاز مریمے بودہ است و درد	کہ چنان طفلے سخن آغاز کرد
وہ (حضرت) مریمؑ کی نیازمندی اور درد تھا	کہ ایسے بچے نے بات کرنی شروع کر دی

یعنی وہ مریم علیہا السلام کا نیاز اور دردی تھا کہ جو ایک ایسے بچے نے باتیں شروع کر دیں۔

جزو او بے او برائے او بگفت	جز و جزوت گفت دارد در نہفت
ان کے جزو نے بغیر ان کے (کہے) ان کے لئے گفتگو کی	ترا ہر جزو پوشیدہ طور پر بولنے والا ہے

یعنی ان ہی (مریم علیہا السلام کے جزو نے ان ہی کے واسطے کہا تو تیرا جزو جزو (بھی) پوشیدگی میں نطق رکھتا ہے مطلب یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو اس قدر بچہ تھے کہ ابھی تھوڑی ہی دیر کے پیدائش تھے لوگوں سے باتیں کیں اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مریمؑ نے جو آہ وزاری کی تھی اور دعا کی تھی کہ یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیا منسیا تو اس کی برکت یہ ہوئی کہ اس قدر ذرا سے بچہ ہو کر وہ بولے تو جس طرح عیسیٰ علیہ السلام ان کے جزو تھے اور انہوں نے ان کی برأت کی شہادت دی بس اسی طرح تمہارے اندر بھی تمام اجزاء بدن ناطق ہیں اور وہ ہمارے افعال حسن وقبیح پر گواہ ہیں اور ایک روز صاف طور پر گواہی دینگے۔

دست و پا شاہد شوندت اے رہی	منکرے را چند دست و پا نہی
اے غلام! تیرے ہاتھ پاؤں گواہ بنیں گے	تو انکار کے کتنے ہاتھ پاؤں لگائے گا

یعنی ارے میاں تیرے ہاتھ پاؤں گواہ ہو جاویں گے تو تو انکار کے لئے کہاں تک ہاتھ پاؤں مارے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ کہاں تک انکار کروگے جبکہ خود تمہارے اجزاء ہی تمہارے افعال پر گواہی دینگے غرضکہ جب طلب ہو تو سارے کام درست ہوجاتے ہیں اور اگر طلب ہی نہ ہو تو پھر کچھ بھی نہیں ہوتا۔

ورنہ باشی مستحق شرح و گفت	ناطقہ ناطق ترا دید و بخفت
اگر تو تشریح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے	بولنے والے کی (قوت) ناطقہ نے تجھے دیکھا اور وہ سوگئی

یعنی اور اگر تو شرح اور گفتگو کا مستحق نہیں ہے تو بولنے والے کے ناطقہ نے تجھے دیکھا اور سو گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو طلب کی برکت سے تو وہ بچہ جو بولنے کے قابل نہ تھا بولنے لگا اور اگر تم کو طلب نہیں ہے تو جو بولنے کے قابل ہیں وہ بھی تمہارے آگے آکر تم کو نااہل سمجھ کر چپ ہوجاویں گے اور کوئی بات نہ کہیں گے بس طلب پیدا کرو کہ جو سب چیزیں تم کو حاصل ہوجاویں۔

ہرچہ روئید از پئے محتاج است	تا بیابد طالبے چیزے کہ جست
جو کچھ اگا ہے محتاج کے لئے اگا ہے	تاکہ طلبگار ہر وہ چیز پالے جس کو وہ ڈھونڈے

یعنی کہ جو شے پیدا ہوئی محتاج کے واسطے پیدا ہوئی یہاں تک کہ طالب نے اس شے کو پالیا جس کو کہ اس نے تلاش کیا مطلب یہ کہ جو شے پیدا ہوئی ہے وہ کسی طالب کی طلب پر اور کسی محتاج کی حاجت روائی کے لئے پیدا ہوئی ہے۔

حق تعالیٰ کاین سموات آفرید	از برائے دفع حاجات آفرید
حق تعالیٰ نے جو ان آسمانوں کو پیدا کیا	حاجتیں پوری کرنے کے لئے پیدا کیا

یعنی حق تعالیٰ نے جو یہ آسمان پیدا فرمائے ہیں تو حاجتوں کے دفع کرنے کے لئے پیدا فرمائے ہیں۔ (غرضکہ)

ہر کہ جویا شد بیابد عاقبت	مایہ اش درد است واصل مرحمت
جو جستجو کرتا ہے بالآخر پا لیتا ہے	اس کا سرمایا اور رحم کی جڑ درد ہے

یعنی جو شخص کہ طالب ہوا وہ آخر کار پالے گا اس کی پونجی اس کے ہاتھ میں ہوگی اور رحمت کی جڑ مطلب یہ کہ جو طالب ہوتا ہے وہ اپنے مطلوب کو پا ہی لیتا ہے پھر اس کی وہ پونجی اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے اور رحمت حق اس کے ساتھ ہوتی ہے آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

ہر کجا دردے دوا آنجا رود	ہر کجا فقرے نوا آنجا رود
جہاں درد ہوتا ہے دوا وہاں پہنچتی ہے	جہاں فقر ہوتا ہے سامان وہاں پہنچتا ہے

یعنی جس جگہ کہ درد ہوتا ہے دوا وہیں جاتی ہے اور جہاں فقر ہوتا ہے بخشش وہیں جاتی ہے۔

ہر کجا مشکل جواب آنجا رود	ہر کجا پستی است آب آنجا رود
جہاں اشکال ہوتا ہے جواب وہاں جاتا ہے	جہاں کھیتی ہے پانی وہاں پہنچتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس جگہ کہ مشکل ہوتی ہے جواب اسی جگہ جاتا ہے اور جس پستی ہوتی ہے پانی وہیں کو جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ جب طلب ہوتی ہے جب ہی کوئی چیز ملتی ہے لہذا چاہئے کہ۔

آب کم جو تشنگی آور بدست	تا بجوشد آبت از بالا و پست
پانی کی تلاش نہ کر پیاس پیدا کر	تاکہ تیرے اوپر اور نیچے سے پانی جوش مارے

یعنی پانی کم تلاش کرو اور پیاس پیدا کرو تاکہ پانی تمہارے اوپر نیچے سب جگہ سے ابلے آگے اس کی نظائر پیش کرتے ہیں کہ دیکھو بے طلب کے کوئی شے نہیں ملتی۔ فرماتے ہیں کہ۔

تا نزاید طفلک نازک گلو	کے رواں گردد ز پستان شیراو
جب تک نرم گلے والا بچہ پیدا نہیں ہوتا	اس کا دودھ پستان سے کہاں جاری ہوتا ہے؟

یعنی جب تک کہ بچہ نازک گلو پیدا نہیں ہوتا تو پستان سے اس کا دودھ کب رواں ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب تک بچہ پیدا نہیں ہوتا اور وہ دودھ کو طلب نہیں کرتا اس وقت تک دودھ پستان سے جاری نہیں ہوتا اور جب دودھ کا طالب یعنی بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دیکھو دودھ کس طرح ابلتا ہے اور جوش مارتا ہے لہذا۔

رو بدیں بالا و پستیہا بدو	تاشوی تشنہ و حرارت را گرو
جا' اس نشیب و فراز میں دوڑ	تاکہ تو پیاسا بنے' اور حرارت میں پھنسے

یعنی جا ان بلندیوں اور پستیوں میں دوڑ تاکہ تو پیاسا اور حرارت میں گروی ہو جاوے مطلب یہ کہ مجاہدات و ریاضات سے طلب پیدا کرو تو اس کے بعد یہ ہوگا کہ۔

بعد ازاں از بانگ زنبور ہوا	بانگ آب جوینوشے اے کیا
اس کے بعد ہوا کی مکھی کی آواز سے	اے معزز! تو نہر کے پانی کی آواز سنے گا

یعنی اس کے بعد ہوا کی مکھی کی آواز سے ندی کے پانی کی آواز سنو گے اے بزرگ۔ مطلب یہ کہ جب طلب پیدا ہو جاوے گی تو اس وقت ہر چیز میں سے تم کو اپنا مطلوب ہی دکھائی دے گا اور ہر شے سے تم کو اپنے مطلوب ہی کی طرف رسائی ہوگی۔

حاجت تو کم نباشد از حشیش	آب را گیری سوئے اومی کشیش
تیری ضرورت' گھاس سے کم نہ ہونی چاہیے	تو پانی لیتا ہے اور اس کو اس کی جانب لے جاتا ہے

یعنی تیری حاجت گھاس سے کم تو نہیں ہے کہ تو پانی کو پکڑتا ہے اور اس کی طرف کھینچتا ہے۔

گوش گیری آب را تو می کشی	سوئے زرع خشک تایا بد خوشی
تو پانی کا کان پکڑتا ہے (اور) اس کو تو کھینچتا ہے	خشک کھیتی کی جانب' تاکہ وہ تازگی حاصل کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تم پانی کا کان پکڑتے ہو اور سوکھی کھیتی کی طرف کھینچتے ہو تا کہ تری پاوے۔

زرع جانرا کش جواہر مضمر است	ابر رحمت پرز آب کوثر است
جان کی کھیتی کے لیے جس میں جواہر چھپے ہوئے ہیں	رحمت کا بادل' کوثر کے پانی سے بھرا ہوا ہے

یعنی جان کی کھیتی کے لئے جس میں کہ جواہر مضمر ہیں ابر رحمت آب کوثر سے پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو جب کھیتی سوکھ جاتی ہے تو وہ بزبان حال پانی کو طلب کرتی ہے لہذا تم اس کی طلب پر پانی کو کوشش کر کے لاتے ہو اور اس تک پہنچاتے ہو تو بھلا تم خیال کرو کہ جتنی اس گھاس کو پانی کی حاجت تھی تمہاری حاجت اس سے کم نہیں اور تم جتنے گھاس پر شفیق ہو اس سے زیادہ حق تعالیٰ تم پر شفیق ہیں اور اس گھاس کے سوکھنے سے جن چیزوں کے فوت ہونے کا خوف ہے اس سے کہیں زیادہ چیزوں کے فوت ہونے کا تمہارے خراب ہونے سے خوف ہے لہذا جب تم گھاس کی طلب پر اسے پانی دیتے ہو تو سوچو تو سہی کہ حق تعالیٰ تمہیں خراب ہوتے دیکھ کر اور باوجود تمہاری طلب کے تمہاری پیاس کو کیا نہ بجھا دیں گے اور کیا تمہارا مطلوب تم کو حاصل نہ ہوگا ضرور بالضرور حاصل ہوگا پس طلب پیدا کرو کہ جو اصل چیز ہے اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنی رضا کی طلب اپنے اس بندہ کو اور ہر مسلمان کو نصیب فرماویں آمین یارب العالمین۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

تا سقاهم ربهم آید خطاب	تشنه باش الله اعلم بالصواب
تاکہ "ان کو ان کے رب نے سیراب کیا" کی بشارت آئے	پیاسا بن' اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

یعنی تا کہ سقاهم ربهم خطاب آوے لہذا پیاسا رہ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ طلب پیدا کرو تا کہ اس طرف سے تم کو عطا ہو اور بحر رحمت جوش میں آ کر تم کو تمہارے مطلوب تک پہنچادے۔ واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ آگے ایک اور قصہ بیان فرماتے ہیں کہ اس غلام کی زبانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ سن کر اسی گاؤں سے جس سے کہ وہ غلام آیا تھا ایک اور عورت آئی تا کہ وہ بھی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا امتحان کرے اور اس ذات بابرکات کے دیدار سے مشرف ہو۔ اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں سے مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو حالت اس آقا کی تھی وہی حالت ظاہر پرستوں کی ہے کہ وہ بھی ہم اہل اللہ کی صورت کو دیکھ کر ہماری حقیقت سے انکار کر دیتے ہیں اور ہم کو نہیں پہچان سکتے۔ برخلاف طالبین معنے کے کہ وہ صورت پر نظر نہیں کرتے بلکہ وہ معنی کو دیکھتے ہیں جس طرح کہ پانی کا طالب مشک اور مٹکے کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ پانی کو دیکھتا ہے یہ لوگ تن شناس نہیں ہوتے بلکہ روح شناس ہوتے ہیں ان کو تشخصات سے بحث نہیں ہوتی کیونکہ تعدد و تشخصات وابستہ کیف و کم ہیں اور

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ لوگ دریائے بے کیف وکم میں غرق ہیں اس لئے کیف وکم پر ان کی نظر نہیں ہوتی۔ پس تم کو چاہئے کہ صورت کو چھوڑ دو اور اپنی روح کے ذریعہ سے اہل اللہ کی روح کو پہچانو اور ان کو اس آقا کی طرح غیر نہ سمجھو بلکہ ان کو اپنا یار جانو اور گمان کے پابند نہ ہو کیونکہ تمہاری روح اور اہل اللہ کی روح دونوں یوں ہی ایک رشتہ میں منسلک ہیں جس طرح فرشتہ عقل کے ساتھ لیکن بمقتضائے حکمت الٰہیہ دو صورتیں اختیار کر لی ہیں۔ فرشتہ اور عقل ہر دو بلحاظ ذات ایک ہی ہیں ایک دوسرے سے یوں ہی وابستہ ہیں جیسے سر اور دم گو صورتیں دونوں کی مختلف ہیں کہ فرشتوں نے پرندوں کی طرح بازو و پر لئے اور عقل نے پروں کو چھوڑ کر شوکت وشان لی۔ اسی لئے دونوں ایک دوسرے کے یار و مددگار ہیں اور آپس میں ایسے متوافق ہیں جیسے ایک چیز کی رو و پشت اور ان کی تجانس و توافق ہی کی وجہ ہے کہ ہر دو حق سبحانہ کو پہچاننے والے اور آدم کو سجدہ کرنے والے اور مدد دینے والے ہیں۔ علیٰ ہذا نفس وشیطان بھی اول ہی سے ایک ہیں اس لئے آدم کے دشمن اور حاسد ہیں پس ان میں جس نے آدم کے جسم پر نظر کی وہ ان سے بھاگا اور جس نے اس نور حق سبحانہ کو دیکھا جو ان میں ودیعت رکھا ہوا تھا انہوں نے اطاعت قبول کی اور اس کے سامنے جھک گئے۔ پس عقل وملک نے تو نور دیکھ کر آنکھ روشن کی اور نفس وشیطان نے بجز مٹی کے کچھ بھی نہ دیکھا۔ لہذا تم کو صفات ملکیہ اختیار کرنی چاہئیں اور عقل کو نفس پر غالب کر کے ارواح اہل اللہ کا موافق اور یار بننا چاہئے۔ اور نفس کو غالب کر کے تن پرست اور ظاہر بین نہ بننا چاہئے اور اپنے کو ان کا غیر اور دشمن اور حاسد نہ بنانا چاہئے یہاں تک پہنچ کر بیان یوں ٹھہر گیا جیسے گدھا برف میں ٹھہر جاوے کیونکہ مخاطب صحیح نہیں ہے یہود کے سامنے انجیل نہیں پڑھی جا سکتی۔ روافض کے سامنے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فضائل نہیں بیان کئے جا سکتے۔ بہرے کے سامنے بربط نہیں بجایا جا سکتا۔ پس جس طرح یہ سب بے جوڑ ہیں یوں ہی راز بیان کرنا اور نا اہل یہ بھی بے جوڑ ہیں لیکن اگر یہ کہا جاوے کہ سب کے سب تو نا اہل ہیں ہی نہیں کوئی تو اہل ہو ہی گا تو ہم کہتے ہیں کہ اس کے لئے یہی شور و فغان کافی ہے جو ہم کہہ چکے ہیں زائد کی ضرورت نہیں پس اگر تم مستحق شرح ہو تب تو یہ گفتگو ہے کہ جو مستحق شرح ہے اس کے لئے تو پتھر اور ڈھیلے بھی ناطق اور مشرح کامل ہو جاتے ہیں دیکھو مریم علیہا السلام کی بے کسی ہی تھی جس کی وجہ سے ذرا سے بچہ نے بولنا شروع کر دیا ان کے جز و نے بدوں ان کی فرمائش کے ان کے حق میں گواہی دینی شروع کی۔ پس تم بھی سمجھ لو کہ یوں ہی تمہارے اعضائے بھی خفیہ متکلم ہیں تم اس کا انکار نہ کرنا کیونکہ تمہارا انکار چلے گا نہیں اس لئے یہ امر ثابت ہے کہ ہاتھ پاؤں گواہی دینگے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ وہ پوشیدہ گفتار رکھتے ہیں۔ جب وہ پوشیدہ گفتار رکھتے ہیں تو اگر تم کو بھی ضرورت ہوگی تو خود تمہارے اعضاء ہی ساری تشریح کر دینگے۔ ہماری ضرورت نہیں اور اگر تم مستحق شرح وگفتگو نہیں ہو تو ناطق کی قوت گویائی بھی تمہیں دیکھ کر سو جاوے گی پس فضول فرمائشوں میں نہ پڑو ضرورت پیدا کرو۔ ضرورت ہی وہ شے ہے جس سے کام بنتے ہیں جو چیز پیدا ہوتی ہے سب حاجتمندی کے لئے ہوتی ہے تاکہ جو طالب حاجتمند جس چیز کو ڈھونڈے اسے مل جاوے۔ حق سبحانہ نے جو آسمان پیدا کئے ہیں یہ بھی دفع حاجت محتاجین ہی کے لئے کئے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حاجت ہوگی اور طالب صادق ہوگا ضرور اس کو اس کا مطلوب ملے گا۔ کیونکہ مئی رحم تکلیف ہے جہاں تکلیف ہوتی ہے دوا وہیں جاتی ہے۔ اور جہاں محتاجی ہوتی ہے سامان وہیں جاتا ہے اور جہاں مشکل ہوتی ہے جواب وہیں جاتا ہے اور جہاں پستی ہوتی ہے پانی وہیں جاتا ہے پس تم پانی کو نہ ڈھونڈ و وہ تو گھر بیٹھے آ جائے گا بلکہ پیاس پیدا کرلو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر طرف سے تمہارے لئے پانی ابل پڑے گا۔ یعنی مطلوب کی فکر میں نہ پڑو وہ تو گھر بیٹھے ملے گا تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ حاجت پیدا کرلو اور بلا حاجت پیدا کئے کچھ نہیں ہوسکتا۔ دیکھو جب تک بچہ نازک گلو پیدا نہیں ہوتا جس کو دودھ کی ضرورت ہوتی ہے اس وقت تک چھاتیوں سے دودھ جاری نہیں ہوتا۔ پس تم جاؤ اوپر نیچے دوڑو تا کہ تمہارے اندر حرارت پیدا ہو اور پیاس لگے اس کے بعد زنبور ہوا کی آواز سے تم پانی کی آواز خود سن لوگے۔ مقصد یہ ہے کہ مطلوب کی فکر میں نہ پڑو بلکہ مطلوب کی حاجت پیدا کرنے میں جدوجہد کرو۔ مطلوب خود حاصل ہوجائے گا۔ تم غور تو کرو جب گھاس کو پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو پانی کو خود لے کر تم گھاس تک پہنچا دیتے ہو اور جب کھیتی خشک ہوتی ہے تو پانی کا کان پکڑ کے اس تک پہنچا دیتے ہو پس تمہاری حاجت آخر گھاس کی حاجت سے تو کم نہیں ہے کہ حق سبحانہ اس کی طرف التفات نہ فرماویں۔ نہیں بلکہ تمہاری جان کی کھیتی کیلئے جس میں جواہر مخفی ہیں آب رحمت باری آب کوثر ہے پس تم پیاس اور حاجت پیدا کرو تا کہ ادھر سے مسقاهم ربهم شرابا طهورا کا خطاب آئے یعنی آب کوثر و رحمت سے تمہاری جان کو سیراب کیا جاوے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شرح شبّیری

ایک کافر عورت کا مع ایک شیر خوار بچہ کے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کی وجہ سے بچہ کا گویا ہوجانا

ہم ازاں دہ یک زنے از کافراں	سوئے پیغمبر دواں شد ز امتحاں
اسی گاؤں سے ایک عورت کافروں میں سے	امتحان کے لئے پیغمبرؐ کی طرف دوڑی

یعنی اسی گاؤں میں سے ایک عورت کافروں میں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف امتحان کے لئے دوڑی۔

پیش پیغمبر در آمد با خمار	کود کے دو ماہہ زن را در کنار
اوڑھنی اوڑھ کر پیغمبرؐ کے سامنے آئی	دو مہینے کا بچہ عورت کی گود میں تھا

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اوڑھنی اوڑھے اس طرح آئی کہ ایک دو مہینہ کا بچہ عورت کی گود میں تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت کودک سلم اللہ علیک	یا رسول اللہ قد جئنا الیک
بچے نے کہا آپ پر اللہ کا سلام ہو	اے اللہ کے رسولؐ ہم آپ کے پاس آئے ہیں

یعنی بچہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم آپ کے حضور میں حاضر ہوئے ہیں۔

مادرش از خشم گفتش ہیں خموش	کیست افگند ایں شہادت را بگوش
اس کی ماں غصہ سے بولی خبردار! چپ	یہ شہادت کس نے تیرے کان میں ڈال دی؟

یعنی اس کی ماں نے غصہ سے اس بچہ کو کہا کہ ارے چپ تیرے کان میں اس گواہی کو کس نے ڈال دیا۔

ایں کیت آموخت اے طفل صغیر	کہ زبانت گشت در طفلی جریر
اے ننھے بچے! یہ تجھے کس نے سکھایا؟	کہ تیری زبان بچپن میں تیز بن گئی

یعنی ارے ذرا سے بچے تجھے یہ کس نے سکھادیا کہ تیری زبان بچپن ہی میں چلنے لگی ہے۔

گفت حق آموخت وانگہ جبرئیل	در بیان با جبرئیلم من رسیل
اس نے کہا اللہ (تعالیٰ) نے سکھایا پھر جبرئیل نے	میں بیان کرنے میں جبرئیل کا ہم زبان ہوں

یعنی اس بچہ نے کہا کہ خدا تعالیٰ نے سکھلایا ہے اور اس وقت جبرئیل نے۔ اور میں بیان میں جبرئیل کیساتھ ہمزبان ہوں۔ مطلب یہ کہ اس بچہ نے کہا کہ اول تو خدا نے سکھلایا ہے یعنی اس نے میرے دل میں ڈالا ہے اس نے حکم دیا ہے کہ اس کو یہ سکھلا دیا جائے تو اب جبرئیل علیہ السلام مجھے سکھلا رہے ہیں اور میں اب بولنے میں ان ہی کا ہم زبان ہوں وہ جو کہتے ہیں وہی میں کہتا ہوں۔

گفت کو گفتا کہ بالائے سرت	می نہ بینی کن ببالا منظرت
اس نے کہا وہ کہاں ہے کہا کہ تیرے سر پر	تو نہیں دیکھ رہی ہے، اپنی نگاہ اوپر کر

یعنی ماں نے کہا کہ (جبریل) کہاں ہیں تو بچہ نے کہا کہ تیرے سر پر ہیں۔ کیا تجھے نظر نہیں آتے اپنی نظر اوپر کو کر۔

ایستادہ برسر تو جبرئیل	مر مرا گشتہ بصد گونہ دلیل
تیرے سر پر جبرئیل کھڑے ہیں	وہ میرے لئے سینکڑوں طریقے سے رہنما بن گئے ہیں

یعنی تیرے سر پر جبرئیل کھڑے ہوئے ہیں اور میرے لئے سو طرح سے راہبر ہو رہے ہیں۔

گفت می بینی تو گفتا کہ بلے	برسرت تابان چو بدر کاملے
اس نے کہا تو دیکھ رہا ہے، کہا کہ ہاں	تیرے سر پر مکمل چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں

یعنی ماں نے کہا کیا تو دیکھ رہا ہے تو بچہ نے کہا کہ ہاں (وہ تو) تیرے سر پر ایک بدر کامل کی طرح تابان ہیں۔

besturdubooks.wordpress.com

می بیاموزد مرا وصف رسول	زان علوم می رہاند زین سفول
وہ مجھے رسولؐ کی صفات بتا رہے ہیں	اس بلندی کے ذریعہ وہ مجھے پستی سے چھڑا رہے ہیں

یعنی وہ جبرئیل مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف سکھلا رہے ہیں اور اس بلندی کی وجہ سے مجھے اس پستی سے چھڑا رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ اوصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے جو بلند مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس کے ذریعہ سے مجھے وہ اس پستی اور جہل سے چھڑا رہے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مجھے سکھلا رہے ہیں۔ یہ باتیں تو اس بچہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اپنی ماں سے کیں۔ اب آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس سے سوالات فرماتے ہیں اور وہ جواب دیتا ہے۔

پس رسولش گفت اے طفل رضیع	چیست نامت باز گو و شو مطیع
پھر رسولؐ نے اس سے فرمایا اے دودھ پیتے بچے!	صاف بتا تیرا کیا نام ہے اور فرمانبردار بن ؟

یعنی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچہ سے کہا کہ اے شیر خوار بچے تیرا نام کیا ہے۔ بتا اور مطیع ہو جا۔

گفت نامم پیش حق عبدالعزیز	عبد عزے پیش ایں یکمشت حیز
اس نے کہا اللہ کے نزدیک میرا نام عبدالعزیز ہے	ان چند نالائقوں کے نزدیک عبد العزیٰ ہے

یعنی اس بچہ نے کہا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے اور ان تھوڑے سے نامردوں کے نزدیک عبد عزے ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میرا نام خدا کے نزدیک تو عبدالعزیز ہے لیکن یہ کافر لوگ جو نامرد اور پست ہمت اور حقیر ہیں مجھے عبد عزی کہتے ہیں (عزی ایک بت کا نام ہے جس کو اہل عرب پوجتے تھے)

من ز عزے پاک و بیزار و بری	حق آنکہ دادت ایں پیغمبری
میں عزیٰ سے پاک، بیزار اور بری ہوں	اس ذات کی قسم جس نے آپ کو پیغمبری دی ہے

یعنی میں تو عزیٰ سے پاک اور بیزار اور بری ہوں۔ قسم ہے اس کی جس نے آپ کو پیغمبری دی ہے۔

کودک دو ماہہ ہمچون ماہ بدر	درس بالغ گفتہ چون اصحاب صدر
چودھویں رات کے چاند جیسے دو مہینے کے بچے نے	صدر نشینوں کی طرح پوری تقریر کی

یعنی دو مہینہ کے بچہ نے جو کہ ماہ کامل کی طرح تھا کامل سبق دیا۔ بڑے لوگوں کی طرح۔ مطلب یہ کہ اس دو مہینہ کے بچے نے جو کہ رہبری اور ہدایت دینے میں بلد کامل کی طرح تھا بڑے لوگوں کی طرح گفتگو کی یہ سب اسی ذات والا صفات کے برکات ہیں۔

پس حنوط آندم ز جنت در رسید	تا دماغ طفل و مادر بو کشید
پھر اسی وقت جنت سے حنوط آئی	یہاں تک کہ بچہ اور ماں نے خوشبو سونگھی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھر اس وقت جنت کی خوشبو آئی۔ یہاں تک کہ ماں اور بیٹے کے دماغ نے خوشبو کھینچی۔ مطلب یہ کہ ان باتوں کے بعد جنت کی خوشبو آئی اور ماں نے بھی سونگھی اور اس لڑکے کو بھی محسوس ہوئی۔ پھر تو یہ حالت ہوئی کہ۔

ہر دو می گفتند کز خوف سقوط	جان سپردن بہ برین بوئی حنوط
دونوں (خوشبو کے) زوال کے ڈر سے کہہ رہے تھے	اس حنوط کی خوشبو پر جان دے دینا بہتر ہے

یعنی دونوں کہتے تھے کہ زوال کے خوف سے جان دیدینا بہتر ہے اس خوشبو پر۔ مطلب یہ کہ ان کو خوف ہوا کہ کہیں یہ خوشبو جاتی نہ رہے تو کہتے تھے کہ بس سونگھتے ہی سونگھتے جان نکل جائے تو کیسی اچھی بات ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

آنکہ تعریفش شہنشہ خود کند	جامد و نامیش صد مرزق زند
وہ جس کی تعریف خود شہنشاہ کرے	بے جان و جاندار اس پر سینکڑوں شادیانے بجاتے ہیں

یعنی جس کی تعریف کہ خود بادشاہ کرے تو اشیاء و جامد اور نامی سب سینکڑوں تعریفیں کریں۔

آن کسے راکش معرف حق بود	جامد و نامیش صد صدق زند
وہ جس کی تعریف کرنے والا اللہ (تعالیٰ) ہو	بے جان اور جاندار اس کی سینکڑوں تصدیقیں کرتے ہیں

یعنی جس کا تعریف کرنے والا حق تعالیٰ ہو تو جامد اور نامی اس کی سینکڑوں تصدیقیں کریں۔ مطلب یہ کہ جس کا کہ خدا تعریف کرنے والا اور ثنا گو ہو اس کی تو نباتات اور حیوانات سب کے سب ثنا گو ہوں گے۔ تو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تعریف کرنے والے حق تعالیٰ ہیں اس لئے ان کی ثنا گوئی میں ہر شے رطب اللسان ہے اور اس بچہ کا بول پڑنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرنا کوئی محل تعجب نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

آن کسے راکش خدا حافظ بود	مرغ و ماہی مرد را حارس شود
وہ جس کا خدا نگہبان ہو	پرند اور مچھلی اس کے پہرے دار ہوتے ہیں

یعنی جس شخص کا کہ خدا محافظ ہو مرغ و ماہی سب اس کے نگہبان ہوتے ہیں آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں کہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ چونکہ حق تعالیٰ تھے اس لئے جانور تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کے نگہبان تھے۔ اب حکایت سنو۔

عقاب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موزہ کو لے کر اڑ جانا اور اوپر جا کر اوندھا کر دینا تو اس سے ایک سیاہ سانپ کا گرنا

اندریں بودند کا و از صلا	مصطفیٰ بشنید از سوئے علا
لوگ اسی (انتظار) میں تھے کہ اذان کی آواز	اونچائی سے مصطفیٰ نے سنی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سب لوگ اسی گفتگو میں تھے کہ نماز کی آواز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلندی کی طرف سے سنی (صلا مخفف صلوٰۃ ہے)

خواست آبے و وضو را تازہ کرد	دست ورو را شست او زاں آب سرد
پانی مانگا اور تازہ وضو کیا	اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ اور منہ دھویا

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگایا اور وضو تازہ کیا اور اس ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھویا مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اگرچہ پہلے سے تھا لیکن آپ نے دوبارہ تازہ وضو کرنا چاہا۔

ہر دو پا شست و بموزہ کرد رائے	موزہ را بر بود یک موزہ ربائے
دونوں پاؤں دھوئے اور موزے کا ارادہ کیا	ایک موزہ لے اڑنے والا موزہ لے اڑا

یعنی دونوں پاؤں دھو کر موزہ کی طرف رائے فرمائی تو موزہ کو ایک موزہ کا اچکنے والا لے گیا۔ مطلب یہ کہ وضو فرما کر موزہ پہننے کا ارادہ کیا تو موزہ کو ایک جانور اچک کر لے اڑا۔

دست سوئے موزہ برد آں خوش خطاب	موزہ را بر بود از دستش عقاب
اس خوش خطاب نے موزے کی جانب ہاتھ کیا	باز ان کے ہاتھ سے موزہ اچک لے گیا

یعنی وہ خوش خطاب (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) موزہ کی طرف ہاتھ لے گئے تو آپ کے دست مبارک میں سے عقاب موزہ کو لے گیا۔

موزہ را اندر ہوا برد او چو باد	پس نگوں کرد او وزاں مارے فتاد
وہ موزے کو ہوا کی طرح فضا میں لے اڑا	پھر اس کو اس نے اوندھا کیا اس میں سے سانپ گرا

یعنی وہ ہوا کی طرح موزہ کو لے اڑا پھر اسے اوندھا کر دیا تو اس میں سے ایک سانپ گرا۔

در فتاد از موزہ یک مارے سیاہ	زاں عنایت شد عقابش نیک خواہ
موزے سے ایک کالا سانپ گرا	اس مہربانی کی وجہ سے باز آپ کا خیر خواہ بنا

یعنی موزہ میں سے ایک کالا سانپ گر پڑا اس عنایت خداوندی کی وجہ سے عقاب آپ کا خیر خواہ ہو گیا۔

پس عقاب آں موزہ را آورد باز	گفت ہیں بستان ورو سوئے نماز
پھر باز اس موزے کو واپس لایا	بولا ہاں لے لیجئے اور نماز کو جائیے

یعنی پھر عقاب اس موزہ کو واپس لے آیا۔ اور عرض کیا کہ یہ لیجئے اور نماز کے لئے تشریف لے جائیے اور (عرض کرنے لگا کہ)

از ضرورت کردم ایں گستاخئے	من ز ادب دارم شکستہ شاخئے
میں نے یہ گستاخی مجبورا کی	میں ادب کی وجہ سے ٹوٹی ہوئی شاخ رکھتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں نے یہ ایک گستاخی بضرورت کی تھی (ورنہ) میں تو ادب کی وجہ سے بہت ہی منکسر ہوں۔ مطلب یہ کہ اس عقاب نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے جو یہ گستاخی کی کہ آپ کے دست مبارک میں سے موزہ اچک لیا تو اس کی وجہ صرف ضرورت تھی ورنہ میں ہرگز ایسی گستاخی نہ کرتا میں تو حضور کے سامنے بہت ہی متواضع اور منکسر ہوں۔

واے کو گستاخ پائے می نہد	بے ضرورت کش ہوا فتوی دہد
افسوس اس پر جو گستاخی سے پاؤں رکھے	بغیر ضرورت کے جبکہ اس کو خواہش نفسانی فتوی دیدے

یعنی افسوس ہے اس شخص پر جو کہ بے ضرورت گستاخانہ قدم رکھتا ہے (صرف اس لئے) کہ اس کو ہوائے نفسانی فتوی دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے عرض کیا کہ میں تو بہت ہی متواضع اور منکسر ہوں اور میں نے جو کیا وہ حقیقت میں گستاخی نہ تھی بلکہ ایک ضروری کام تھا۔ لیکن ان لوگوں پر سخت افسوس ہے جو کہ بلا ضرورت صرف خواہشات نفسانی کی وجہ سے حقیقۃً گستاخیاں کرتے ہیں۔

پس رسولش شکر گفت و گفت ما	ایں جفا دیدیم و بود آن خود وفا
پھر رسولؐ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا ہم	یہ ظلم سمجھے اور وہ وفا (داری) تھی

یعنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (عقاب) کا شکر ادا فرمایا اور فرمایا کہ ہم تو اس کو جفا سمجھے تھے اور یہ تو وفا تھی۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا میاں ہم تو سمجھے تھے کہ تم نے ایک ظلم کیا کہ موزہ نہ پہننے دیا لیکن یہ تو سراسر وفاداری تھی۔

موزہ بربودی و من درہم شدم	تو غم بردی و من در غم شدم
تو موزہ اچک لے گیا اور میں بگڑا	تو نے غم ہٹایا اور میں غمگین ہوا

یعنی تو موزہ لے گیا اور میں پریشان ہوا تو تو میرا غم لے گیا اور میں غم میں مبتلا ہوا (اور فرمایا کہ)

گرچہ ہر غیبے خدا ما را نمود	دل دراں لحظہ بخود مشغول بود
اگرچہ اللہ (تعالیٰ) نے ہمیں ہر غیب دکھا دیا ہے	(لیکن) دل اس وقت اپنے میں مشغول تھا

یعنی اگرچہ تمام مغیبات (ضروریہ) خدا نے ہم کو دکھلائے ہیں لیکن اس وقت میں دل اپنی طرف مشغول تھا مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے ضروری ضروری مغیبات ہم کو بتلا دی ہیں اور ہم ان پر مطلع ہیں۔ لیکن اس وقت چونکہ دوسری طرف توجہ تھی لہذا موزہ میں سانپ کے ہونے کی خبر نہ ہوئی۔ اس کو سن کر عقاب نے یہ جواب دیا کہ

گفت دور از تو کہ غفلت از تو رست	دیدنم آن غیب را ہم عکس تست
اس نے کہا یہ بات آپ سے بعید ہے کیونکہ آپ غفلت سے مبرا ہیں	میرا غیب کو دیکھ لینا بھی آپ کا پرتو ہے

یعنی عقاب نے کہا کہ یہ آپ سے یہ دور ہے کہ آپ سے غفلت پیدا ہو (بلکہ) یہ میرا دیکھنا بھی آپ ہی کا

عکس تھا۔ مطلب یہ کہ اس نے عرض کیا کہ آپ کی شان سے یہ بہت ہی بعید ہے کہ آپ سے غفلت ہو آپ سے خدا نہ کرے غفلت کیوں ہوتی آپ تو ایسے ہوشیار اور بیدار ہیں کہ دوسروں پر بھی اس ہوشیاری کا عکس پڑتا ہے کہ میں نے جو اس سانپ کو دیکھ لیا اور مجھے معلوم ہو گیا یہ بھی صرف آپ ہی کی برکت تھی ورنہ بھلا میں اور اڑتا ہوا موزہ میں سانپ کیسے دیکھ سکتا تھا۔

مار در موزہ بہ بینم در ہوا	نیست از من عکس تست اے مصطفیٰ
میں فضا سے موزے میں سانپ دیکھ لوں	یہ میرا کام نہیں ہے اے مصطفیٰ! یہ آپ کا پرتو ہے

یعنی میں سانپ کو موزہ میں اڑتے ہوئے دیکھ لوں یہ مجھ سے نہیں ہے بلکہ اے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ہی عکس ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے عرض کیا کہ میرا یہ دیکھ لینا بھی کوئی ذاتی کمال نہ تھا بلکہ یہ بھی آپ ہی کا پرتو اور عکس تھا کہ جس کی بدولت میری آنکھ نے اس کو دیکھ لیا ورنہ کہاں میں اور کہاں یہ ادراک۔

بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عکس نورانی ہمہ روشن بود	عکس ظلمانی ہمہ گلخن بود
نورانی پر تو پورا روشن ہوتا ہے	ظلمانی پرتو بالکل بھٹی ہوتا ہے

یعنی نورانی شے کا عکس بالکل روشن ہی ہوتا ہے اور ظلمانی شے کا عکس بالکل سیاہ ہوتا ہے۔

عکس عبداللہ ہمہ نوری بود	عکس بیگانہ ہمہ کوری بود
اللہ کے نیک بندے کا پرتو بالکل نور ہوتا ہے	بیگانے کا پرتو بالکل اندھا پن ہوتا ہے

یعنی عبداللہ کا عکس بالکل نورانی ہوتا ہے اور بیگانہ کا عکس بالکل اندھا پن ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو حضرات اولیاء اللہ ہیں اور ان کے قلوب نورانی ہیں ان کا تو عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور جو لوگ کہ محجوب اور غیر اولیاء اللہ ہیں ان کا عکس بھی ظلمت اور حجاب ہی ہوتا ہے آگے ایک مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

عکس ہر کس را بداں اے جان بہ بین	پہلوئے جنسے کہ میخواہی نشین
ہر شخص کے پرتو کو سمجھ لے اے جان! دیکھ لے	تو کس جنس کے پہلو میں بیٹھنا چاہ رہا ہے

یعنی ہر شخص کے عکس کو اے جان اس سے جانچ لے (اور پھر) جس کے پہلو میں چاہے بیٹھ۔ مطلب یہ کہ جب ہر شخص کا عکس مختلف پڑتا ہے اور ہر ایک کا اثر جداگانہ ہوتا ہے تو تم کو چاہئے کہ اول ہر شخص کی حالت کو اس کو عکس سے جانچ لو کہ اس کے ہمنشینوں پر اس کا کیا اثر اور کیا عکس ہے جب تم اس کو پہچان لو پھر جس کے پاس جا ہو بیٹھو اٹھو۔ پھر تم کو ضرر نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جب اس امر کی شناخت ہو گئی تو اب تو کوئی بات رہی ہی نہیں جس سے ضرر ہو سکے آگے اس قصہ کا وجہ عبرت ہونا بیان فرماتے ہیں۔

اس حکایت سے عبرت حاصل کرنے کی وجہ اور آیۃ ان مع العسر یسراً کے معنے

عبرت ست این قصہ اے جان مرترا	تا شوی راضی تو در حکم قضا
اے جان! تیرے لئے یہ قصہ باعث عبرت ہے	تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے فیصلہ پر راضی ہو جائے

یعنی اے جان یہ قصہ تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے تاکہ تم حکم قضا میں راضی رہو۔

تا کہ زیرک باشی و نیکو گمان	چون بہ بینی واقعۂ بدنا گہاں
تاکہ تو ہوشیار اور نیک گمان بن جائے	جب تو اچانک کوئی برا واقعہ دیکھے

یعنی تاکہ تم ہوشیار اور نیک گمان رہو جس وقت کہ ناگہاں کوئی ناگوار واقعہ کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ یہ قصہ بالا اس لئے تمہارے لئے عبرت کے قابل ہے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ جو واقعہ قضا و قدر سے پیش آتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوتی ہے اور جب یہ معلوم ہو جاوے گا تو پھر تم اس پر راضی رہو گے اور تم کو راضی رہنا آسان ہو جاوے گا۔

دیگراں گردند زرد از بیم آں	تو چو گل خنداں گہہ سود و زیاں
دوسرے اس کے ڈر سے پیلے پڑ جائیں	تو نفع اور نقصان کے وقت پھول کی طرح کھلے

یعنی دوسرے لوگ تو اس کے خوف سے زرد ہو جاویں اور تم پھول کی طرح نفع نقصان کے وقت ہنستے رہو۔

زانکہ از گل گر تو برگش می کنی	خندہ نگزارد نہ گردد منثنی
کیونکہ اگر تو پھول کی چیاں کر دے	وہ مسکرانا نہیں چھوڑتا ہے اور نہ مرجھایا

یعنی اس لئے کہ اگر تم پھول کی پنکھڑیاں اکھاڑ دو تو وہ ہنسی کو چھوڑتا نہیں اور مرجھاتا نہیں۔

گوید از خارے چرا افتم بغم	خندہ را من خود ز خار آوردہ ام
وہ کہتا ہے میں کانٹے سے غم میں کیوں پڑوں؟	میں نے اپنی مسکراہٹ کانٹے سے لی ہے

یعنی وہ پھول کہتا ہے کہ میں خار عدم سے کیوں غم میں پڑوں میں تو ہنسی کو عدم ہی سے لایا ہوں مطلب یہ کہ دیکھو پھول کو اگر تم پنکھڑی پنکھڑی الگ کر ڈالو تب بھی وہ ہنستا ہی رہتا ہے اور پژمردہ نہیں ہوتا بلکہ وہ بزبان حال کہتا ہے کہ بھلا میں جو معدوم ہونے سے ملول اور پژمردہ ہوں تو مجھے اس کی کیا غرض ہے اس لئے کہ میری یہ ہنسی تو عدم ہی سے وجود میں آئی ہے تو اگر مجھ پر دوبارہ عدم طاری ہو گا تو اس وقت بھی یہ ہنسی رہے گی پس اسی طرح تم کو چاہئے کہ جو ناگواری پیش آوے یہ سمجھو کہ ہم خود قضا و قدر سے آئے ہیں اور یہ بلا و مصیبت بھی قضا و قدر ہی سے

آئی ہے لہذا پریشان ہونا سخت غلطی ہے۔

تو یقین دان کہ خریدت از بلا	ہرچہ از تو یا وہ گردد از قضا
تو یقین کرلے کہ اس نے تجھے مصیبت سے نجات دی ہے	قضا کی وجہ سے جو چیز تجھ سے گم ہو جائے

یعنی جو شے کہ قضا کی وجہ سے تیرے پاس سے جاتی رہے تو تو یقیناً جان لے کہ تجھے بلا سے خرید لیا مطلب یہ کہ اگر تمہاری کوئی شے جاتی رہے اور تقدیر سے کسی چیز کا نقصان ہو جاوے تو اس پر راضی رہو اور یوں سمجھو کہ کوئی بلا خود ہماری ذات پر آنے والی تھی جو کہ چلو مال ہی پر ٹل گئی۔ فالحمد للہ۔

فی الفواد عند اتیان الترح	ماالتصوف قال وجدان الفرح
دل میں رنج آنے کے وقت	تصوف کیا ہے کہا خوشی محسوس کرنا

یعنی (کسی شخص نے کسی سے پوچھا کہ) تصوف کیا ہے تو اس نے کہا کہ دل میں مصیبت کے آنے کے وقت خوشی پانا۔ مطلب یہ کہ جس وقت کوئی مصیبت آوے تو اس پر راضی رہنا اصل تصوف یہ ہے اب رہا رنج طبعی تو نہ تو وہ ممنوع ہے اور نہ مذموم بلکہ اصل مقصود یہ ہے کہ مصیبت کے وقت راضی رہے اور کوئی کلمہ خدا کی شکایت وغیرہ کا نہ کہے اور اگر رنج طبعی ہو تو مضائقہ نہیں ہے اور اس کی علامت کہ رنج طبعی ہے اور دل سے راضی ہیں یا اصل سے راضی ہی نہیں ہیں یہ ہے کہ اگر ایسے وقت میں شکوہ و شکایت کرتا ہے تب تو راضی نہیں ہے اور اگر شکایت نہیں ہے بلکہ صبر کیا تو معلوم ہوا کہ راضی ہے اور اس کو اصل تصوف حاصل ہے اور شکوہ و شکایت زبان ہی سے نہیں بلکہ دل میں بھی خدا کی شکایت پیدا نہ ہو۔

در ربود آن موزہ را زان نیکخو	آں عقابش را عقابے دان کہ او
ان نیک خصلت سے موزہ اڑا لے گیا	اس سزا کو وہ باز سمجھ لے جو

یعنی اس شخص کی مصیبت کو وہ عقاب جانو جو کہ موزہ کو اس نیک خصلت صلی اللہ علیہ وسلم سے اچک لے گیا تھا۔

اے خنک عقلے کہ باشد بے غبار	تا رہاند پاش را از زخم مار
قابل مبارکباد ہے وہ عقل جو بے غبار ہے	تاکہ آپ کے پاؤں کو سانپ کے زخم سے بچائے

یعنی تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کو سانپ کے زخم سے بچاوے۔ ٹھنڈی ہو وہ عقل جو کہ بے غبار ہے۔ مطلب یہ کہ جو مصیبت کسی پر آوے تو اس مصیبت کو اس عقاب کی طرح جانو جو کہ موزہ لے گیا تھا کہ دیکھو اس میں کیسی مصلحت تھی حالانکہ بظاہر ناگوار معلوم ہوتا تھا تو بس تم بھی یہی سمجھو کہ جو واقعہ پیش آیا ہے اس میں بھی کوئی مصلحت ہے جیسا کہ خود ارشاد حق ہے کہ عسی ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم و عسی ان تحبوا شیئا و ھو شر لکم

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت لاتاسوا علی مافاتکم	ان اتی السرحان واردی شاتکم
فرمایا جو تم سے جاتا رہے' اس پر غم نہ کرو	اگر بھیڑیا آ جائے' اور تمہاری بکری ہلاک کر دے

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شے جاتی رہے اس پر غمگین مت ہو اگرچہ بھیڑیا آوے اور تمہاری بکریوں کو خراب کر دے۔ مطلب یہ کہ جو چیز بھی جاتی رہے اس کو اسی طرف سے سمجھو اور اس کے مصالح پر غور کرو۔ اور اس پر غمگین مت ہو۔

گفت ہر چہ آن فوت شد غمگین مشو	زانکہ گر شد کہنہ آید باز نو
فرمایا جو چیز فوت ہو جائے (اس پر) غمگین نہ بن	کیونکہ اگر پرانی جاتی رہی ہے' نئی پھر آ جائے گی

یعنی فرمایا ہے کہ جو کچھ فوت ہو جاوے تو غمگین مت ہو اس لئے کہ اگر پرانا جاتا رہا تو نیا آ جاوے گا۔

گر بلا آید ترا اندہ مبر	ورزیاں بینی غم آن ہم مخور
اگر تجھ پر مصیبت آئے' غم نہ کر	اگر تو نقصان دیکھے اس کا غم نہ کھا

یعنی اگر تجھ پر کوئی بلا آوے تو رنجیدہ مت ہو اور اگر تو کوئی نقصان دیکھے تب بھی غم مت کھا (اس لئے کہ)

کان بلا دفع بلاہائے بزرگ	واں زیاں منع زیانہائے سترگ
کیونکہ وہ مصیبت' بڑی مصیبتوں کے لئے دافع ہے	اور وہ نقصان بڑے نقصانوں کا مانع ہے

یعنی کیونکہ وہ بلا بہت سی بڑی بلاؤں کا دفعیہ ہے اور وہ نقصان بہت سے بڑے نقصانوں کی روک ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی بلا آوے یا کوئی نقصان ہو جاوے تو یوں سمجھو کہ نہ معلوم یہ کتنی بڑی بڑی بلاؤں اور نقصانوں کا دفعیہ ہے کہ اس کے آجانے سے وہ سب ٹل گئے ورنہ نہ معلوم کیا سے کیا ہو جاتا۔

راحت جاں آمد اے جان فوت مال	مال چوں جمع آمد اے جاں شد وبال
اے عزیز! مال کا فوت ہونا جان کی حفاظت ہے	اے عزیز! جب مال جمع ہو جاتا ہے وبال جان ہو جاتا ہے

یعنی مال کا جاتا رہنا اے پیارے راحت جان ہے اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو پیارے وہ وبال ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ مال کے جاتے رہنے سے رنجیدہ نہ ہو اس لئے کہ مال کا فوت ہو جانا تو راحت ہے ورنہ جب یہ جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہو جاتا ہے اب آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس سے کہ معلوم ہوگا کہ مال کے فوت ہو جانے میں کس قدر بلاؤں کا دفعیہ ہے ورنہ نہ معلوم جان پر پڑے یا ایمان پر پڑے۔ غرض کہ فوت مال میں بے حد مصالح ہیں لیکن اس کو سن کر کوئی عاقل صاحب یہ نہ سمجھیں کہ پھر جس قدر مال ہے اس کو فوت کر دیا جائے بات یہ ہے کہ مال کے فوت ہو جانے میں مصالح ہیں فوت کر دینے میں کوئی مصلحت نہیں ہے اگر مال ہو اور شریعت کے مطابق ہو تو خدا کی نعمت ہے اس میں اسراف سے بچے اور اگر جاتا رہے تو صبر کرے۔ اب حکایت سنو

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: نیز ایک کافر عورت گاؤں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتحان کے لئے آئی اوراس ہیئت سے آئی کہ اوڑھنی اوڑھے ہوئے تھی اوردو مہینہ کا بچہ بغل میں لئے ہوئے تھی بچہ نے کہا یا رسول اللہ آپ پر خدا کا سلام ہو ہم حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ جب ماں نے یہ سنا تو غصہ سے کہا چپ رہ اور یہ گواہی تیرے کان میں کس نے ڈال دی اور یہ تجھے کس نے سکھلایا کہ تیری زبان بچپن ہی میں چلنے لگی۔ (اتنی سی جان ہاتھ بھر کی زبان) اس نے کہا اولاً تو مجھے خدا نے یہ شہادت تعلیم فرمائی ہے اوراس کے بعد جبرئیل علیہ السلام نے اور میں جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ ساتھ بول رہا ہوں اس نے کہا جبرئیل کہاں ہیں بچہ نے کہا اماں تم دیکھتی نہیں آپ کے سر پر ہیں ذرا نظر تو اٹھاؤ جبرئیل آپ کے سر پر کھڑے ہوئے میری رہنمائی فرمارہے ہیں۔ اس نے کہا تجھے دکھلائی دیتے ہیں۔ بچہ نے کہا ہاں میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کے سر پر چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہیں وہ مجھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سکھلارہے ہیں اوروہی مجھ کو اس حضیض سے اوج پر پہنچارہے ہیں۔ اس گفتگو کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے شیرخوار بچے تیرا نام کیا ہے بیان کر دیکھ میرے حکم کی نافرمانی نہ کرنا کہ بیان نہ کرے اس نے عرض کیا کہ خدا کے نزدیک تو میرا نام عبدالعزیز ہے مگر یہ پست ہمت اور محقر لوگ مجھے عبدالعزیٰ کہتے ہیں مگر مجھے عزے سے کوئی واسطہ نہیں میں اس سے بیزار اور بری ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ حق نے آپ کو پیغمبری عطا فرمائی ہے۔ غرض دو مہینہ کے بچے نے اس قدر اعلیٰ گفتگو کی جیسے اولیاء اللہ اور صاحب قوۃ قدسیہ کرتے ہوں۔ اس کے بعد جنت کی خوشبو آئی جو لڑکے نے بھی سونگھی اوراس کی ماں نے بھی اس کو سونگھ کر دونوں کہتے تھے کہ چونکہ اس خوشبو کے زوال کا اندیشہ ہے اس لئے اسی خوشبو سے ہماری جان نکل جائے تو بہتر ہے کہ ہم سے یہ خوشبو جدا ہی نہ ہو۔ واقعی بات یہ ہے کہ جس کی تعریف حق سبحانہ فرماتے ہیں کیا جمادات کیا نباتات کیا حیوانات سب اس کی تعریف کرتے ہیں اور جس کی تعریف خدا تعالیٰ فرماتے ہیں جمادات نباتات وحیوانات سب اس کی تصدیق کرتے ہیں اور جس کا خدا نگہبان ہوتا ہے مرغ وماہی اس کی حفاظت کرتے ہیں چنانچہ یہی واقعہ ہو رہا تھا کہ اتنے میں بلندی سے اذان کی آواز آئی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر پانی منگایا گو وضو آپ کو پیشتر سے تھا مگر آپ نے تازہ وضو کیا اور ٹھنڈے پانی سے ہاتھ منہ دھویا۔ (مسح کر کے) پاؤں دھوئے اور جی میں آیا کہ موزہ پہنیں ایک اچکنے والا جانور موزہ اچک لے گیا۔ یعنی آپ نے موزہ اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا اور عقاب آپ کے ہاتھ میں سے اچک لے گیا۔ اور ہوا کی طرح ہوا میں لے اڑا اور وہاں جا کر اس کو الٹا تو اس میں سے سانپ گرا۔ دیکھو خدا کی عنایت تھی کہ عقاب خیر خواہ ہو گیا اور وہ کالا سانپ جو موزہ میں بیٹھا ہوا تھا گر پڑا اور موزہ پہننے کے قابل ہو گیا۔ اس کے بعد وہ عقاب موزہ کو واپس لایا اور کہا لیجئے اور نماز کو تشریف لے جائیے۔ میں نے یہ گستاخی محض ضرورت کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

کی تھی ورنہ میں بے ادب نہیں ہوں بلکہ میں تو ادب کی وجہ سے حضور کے سامنے بہت ہی منکسر ہوں ہاں اس کی حالت نہایت قابل افسوس ہے جو بلا ضرورت محض خواہش نفسانی سے گستاخانہ قدم اٹھائے مگر الحمد للہ کہ میں ایسا نہیں ہوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ ہم نے تو اس کو زیادتی سمجھا تھا لیکن یہ تو واقع میں خیر خواہی تھی تم میرا موزہ لے گئے اور مجھے ناگوار ہوا کہ دیکھو اس نے نماز کے لئے جانے میں مزاحمت کی تم نے میرا غم کھویا اور میں مغموم ہوا یہ میری غلطی تھی اگرچہ حق سبحانہ نے اکثر مغیبات ضرور یہ ہم پر ظاہر فرمائے ہیں اور ان میں سے یہ بھی تھا لیکن دل اپنی حالت میں مشغول تھا۔ اس لئے التفات نہ ہوا عقاب نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ آپ کو غفلت ہو میں نے جو دیکھا تو یہ بھی حضور ہی کا پرتو تھا میرا کوئی ذاتی کمال نہ تھا میں ہوا کے اندر اڑتا ہوا موزہ کے اندر سانپ دیکھ لوں یہ میرا کام نہیں بلکہ حضور ہی کا عکس ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ نورانی چیز کا عکس بھی نورانی ہی ہوتا ہے اور ظلمانی چیزوں کا عکس تاریک ہی ہوتا ہے اس لئے اہل اللہ کا پرتو بھی نورانی ہوتا ہے لہذا اس سے معرفت بڑھتی ہے اور اغیار کا عکس بالکل ظلمت ہوتا ہے کہ جو صفائی اور تنور پہلے سے ہوتا ہے وہ بھی یا زائل ہو جاتا ہے یا اس میں تکدر آ جاتا ہے علی تفاوت الاحوال پس اول تم کو ہر شخص کا عکس اس کی حالت سے جان لینا چاہئے پھر جس کے پہلو میں چاہو بیٹھو نیز اس قصہ سے تم کو عبرت حاصل کرنی چاہئے تاکہ تم حق سبحانہ کے حکم پر رضامند ہو۔ اور جب اچانک کوئی ناگوار واقعہ پیش آئے تو عقل سے کام لو اور خدا کے ساتھ حسن ظن رکھو کہ اس میں بھی کوئی مصلحت ہوگی اور جبکہ دوسرے لوگوں کے مارے خوف کے رنگت زرد ہو اس وقت تم کو اصلا ہراس نہ ہو بلکہ تم نفع اور نقصان ہر دو حالت میں پھول کی طرح کھلے رہو اس لئے کہ پھول کو کچھ بھی ملال نہیں ہوتا اگر تم اس کی پنکھڑی پنکھڑی الگ کر دو تب بھی وہ کھلا ہی رہتا ہے نہ ہنسنا چھوڑتا ہے اور نہ پژمردہ ہوتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں معدوم ہونے سے ملول کیوں ہوں آخر یہ ہنسی جو مجھے ملی ہے یہ بھی تو عدم ہی سے ملی ہے اور عدم تو میرا وطن اصلی ہے پس اگر میرے اجزاء اپنے اصلی وطن کو چلے جائیں تو رنج کی کیا بات ہے پس تم کو بھی ایسا ہی ہونا چاہئے اور جو کچھ بحکم الہی تم سے جاتا رہے تم کو اس پر غم نہ کرنا چاہئے بلکہ سمجھنا چاہئے کہ یہ کسی بلا کا دفعیہ ہے کسی نے کسی درویش سے پوچھا کہ تصوف کیا ہے انہوں نے فرمایا کہ ناگوار واقعہ پیش آنے کے وقت بھی دل میں خوشی پانا پس تم تختی کو اسی عقاب کی شکل غم ربا سمجھنا جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا موزہ اڑا لے گیا تھا اور وہ اس لئے آتی ہے کہ تم کو تکلیف شدید سے بچاوے۔ پس تم کو عقل سے کام لینا چاہئے اور غلطی میں نہ پڑنا چاہئے۔ جو عقل غلطی سے بچے بڑی مبارک ہے۔ دیکھو حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ جو چیز تم سے فوت ہو جائے تم اس کا غم نہ کرو کیونکہ وہ حقیقت میں ایک بھیڑیا تھی اور بھیڑیے کا قاعدہ ہے کہ جب آتا ہے تو تمہاری بکری لے جاتا ہے پس اس سے بھی تم کو کوئی ضرر ہوتا ہم نے تم کو اس ضرر سے بچا دیا۔ مانا کہ ایک چیز تم سے جاتی رہی اس پر غم فضول ہے پس تم ہرگز غم نہ کرو کیونکہ اگر کوئی پرانی ضائع ہوگئی بلا سے اور نئی مل جاوے گی۔ خواہ اسی قسم کی یا اس سے بھی بڑھ کر پس اگر کوئی بلا آئے تو اس پر مغموم نہ ہونا چاہئے اور اگر نقصان ہو تو اس کا غم نہ کرنا چاہئے کیونکہ وہ بلا اور بڑی بلاؤں کا دفعیہ ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ نقصان دیگر بڑے نقصانوں کا مانع ہے چنانچہ مال کے ضائع ہونے سے جان کو راحت ہوتی ہے اور جب مال جمع ہو جاتا ہے تو وبال جان ہوتا ہے کہیں اس کی حفاظت کی فکر ہے کہیں اس کے لئے لوگوں سے لڑائی ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے غرض کہ ایک مصیبت ہے اور جبکہ وہ نہ رہا سارے جھگڑوں سے نجات ہوگئی۔

شرح شبّیری

ایک شخص کا موسیٰ علیہ السلام سے جانوروں کی زبان سیکھنے کی استدعا کرنا

گفت موسےٰ را یکے مرد جواں	کہ بیا موزم زبان جانوراں
ایک نوجوان نے (حضرت) موسیٰ سے عرض کیا	کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھا دیجئے

یعنی موسےٰ علیہ السلام سے ایک مرد جوان نے عرض کیا کہ مجھے جانوروں کی بولی سکھا دیجئے۔

تا بود کز بانگ حیوانات و دد	عبرتے حاصل کنم در دین حق
ہو سکتا ہے کہ حیوانات اور درندوں کی آواز سے	اللہ کے دین میں کوئی عبرت حاصل کر لوں

یعنی تاکہ ایسا ہو کہ درندوں اور چرندوں کی باتوں سے میں اپنے دین میں کوئی عبرت حاصل کروں۔

چوں زبانہائے بنی آدم ہمہ	در پئے آبست و ناں و دمدمہ
چونکہ تمام اولاد آدم کی زبانیں	روٹی، اور پانی، اور مکر کے لئے ہیں

یعنی چونکہ سب آدمیوں کی زبانیں پانی اور روٹی اور مکر وفریب کے واسطے ہیں۔

بو کہ حیوانات را ورد دگر	باشد از تدبیر ہنگام گزر
ہو سکتا ہے کہ حیوانات کا کوئی دوسرا معمول	ہو مرنے کے وقت کی تدبیر کا

یعنی شاید کہ حیوانات کے لئے کوئی دوسرا مشغلہ موت کی تدبیر (وغیرہ کے متعلق) ہو۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ مجھے حیوانات کی بولی سکھا دیجئے اس لئے کہ آدمی کی زبان تو دن رات اسی مشغلہ میں رہتی ہے کہ روٹی کا فکر کر لیا۔ پانی کا فکر کر لیا مکر وفریب کر لیا۔ ان کی بولیاں سن کر تو اسی طرف طبیعت کو میلان ہوتا ہے اور اگر حیوانات کی بولیاں معلوم ہو جائیں گی تو ممکن ہے کہ وہ کچھ اس طرف کے متعلق گفتگو کرتے ہوں اور سوچتے ہوں کہ موت کے واسطے تدابیر کرنا چاہئے۔ تو ان کی باتوں سے ہمیں بھی اس طرف توجہ ہو جاوے۔

گفت موسیٰ رو گزر کن زیں ہوس	کایں خطر دارد بسے در پیش و پس
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا جا اس ہوس سے درگزر کر	کیونکہ یہ آگے اور پیچھے بہت سے خطرے رکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اس ہوس سے درگزر۔ کیونکہ یہ بات آگے پیچھے بہت سے خطرے رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس میں بہت سے خطرے ہیں تو اس ہوس کو دل سے نکال دے۔

عبرت و بیداری از یزدان طلب	نہ از کتاب واز مقال وحرف ولب
عبرت اور آگاہی خدا سے مانگ	نہ کتاب اور گفتگو اور حروف اور ہونٹوں سے

یعنی عبرت اور بیداری خدا سے مانگ نہ کہ کتاب سے اور باتوں سے اور حرفوں سے اور لب سے مطلب یہ کہ میاں ان باتوں سے کہیں عبرت اور بیداری ہوا کرتی ہے۔ عبرت تو ہوا کرتی ہے توفیق حق سے تو خدا سے دعا کر بھلا ان باتوں میں کیا رکھا ہے۔

گرم تر شد اوز آن منعش کہ کرد	گرم تر گردد ہے از منع مرد
وہ اس روکنے سے اور زیادہ (سر) گرم ہو گیا	روکنے سے انسان اور مصر ہو جاتا ہے

یعنی وہ آدمی اس منع کرنے سے اور بھی مصر ہوا۔ اور منع کرنے سے آدمی زیادہ مصر ہوا ہی کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو منع کیا تو اس کو اور زیادہ اشتیاق ہوا اور وہ اور بھی اصرار کرنے لگا کہ نہیں مجھے ضرور سکھا دیجئے۔ دوسرے مصرع میں ایک قاعدہ کلیہ فرماتے ہیں کہ بھائی منع کرنے سے تو ضد زیادہ ہوا ہی کرتی ہے جیسے کہ مشہور ہے کہ الانسان حریص لما منع غرضکہ اس کا اصرار اس لئے اور بھی زیادہ ہوا۔

گفت اے موسیٰ چو نور تو بتافت	ہر چہ چیزے بود از تو چیز یافت
اس نے کہا اے موسیٰ! جب سے آپ کا نور نمودار ہوا ہے	جو کچھ بھی تھا (اس نے) آپ سے کچھ پایا

یعنی اس نے عرض کیا کہ اے موسیٰ جبکہ آپ کا نور چمکا تو جو موجودات تھیں سب نے آپ سے کوئی چیز حاصل کی ہے۔

مرمرا محروم کردن زین مراد	لائق لطفت نباشد اے جواد
اس مقصد سے مجھے محروم کرنا	اے سخی! آپ کی مہربانی کے مناسب نہیں ہے

یعنی اے کریم مجھے اس مراد سے محروم کرنا آپ کے لطف کے لائق نہیں ہے۔

ایں زمان قائم مقام حق توئی	یاس باشد کہ مرا مانع شوی
اس وقت آپ اللہ (تعالیٰ) کے نائب ہیں	اگر آپ مجھے منع کریں گے تو مایوسی ہوگی

یعنی اس زمانہ میں خدا کے نائب آپ ہی ہیں تو اگر آپ مجھے اس امر میں مانع ہوں گے تو مجھے یاس ہو جاوے گی۔

مطلب یہ کہ اس نے عرض کیا کہ اے موسیٰ علیک السلام جب سے آپ کو نبوت ملی ہے تمام موجودات علیٰ فرق مراتب آپ سے فیضیاب ہوئے ہیں اور سب کو کچھ نہ کچھ فیض پہنچا ہے تو آپ بھلا مجھے جو میری مراد تک نہیں پہنچاتے یہ آپ کے لطف وکرم سے تو بہت ہی بعید ہے اس وقت آپ نائب حق ہیں اور حق تعالیٰ کے یہاں سے حکم ہے کہ لاتقنطوا

www.besturdubooks.wordpress.com

ناامید مت ہو اور مجھے آپ ناامید کئے دیتے ہیں نائب حق ہو کر ناامید نہ کیجئے بلکہ میری مراد کو پورا فرما دیجئے۔

گفت موسےٰ یارب این مرد سلیم	سخرہ کردستش مگر دیو رجیم
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اے خدا! اس بھولے انسان کو	شاید ملعون شیطان نے اس کو بہکایا ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں عرض کیا کہ اے اللہ یہ آدمی تو بھولا ہے شاید اس کو شیطان ملعون نے مسخر کر لیا ہے۔

گر بیاموزم زیان کارش بود	ور نیاموزم دلش بد مے شود
اگر میں سکھا دوں وہ اس کے لئے نقصان دہ ہو گا	اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا دل برا ہو گا

یعنی اگر سکھاتا ہوں تو اس کے کام کا نقصان ہوتا ہے اور اگر نہیں سکھاتا ہوں تو اس کا جی برا ہوتا ہے۔
مطلب یہ کہ جب اس نے بہت ہی اصرار کیا اور موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ اس کو سیکھنے سے نقصان ہو گا اور وہ مانتا نہ تھا تو موسیٰ علیہ السلام نے جناب باری میں دعا کی کہ اے اللہ یہ آدمی ویسے تو بھولا معلوم ہوتا ہے مگر شیطان نے شاید اس کو خوب اچھی طرح بہکا دیا ہے جو یہ اس قدر اصرار کر رہا ہے اب مشکل یہ ہے کہ اگر سکھاتا ہوں تو اس کا نقصان ہوتا ہے اور نہ سکھاؤں تو اس کی دل شکنی ہوتی ہے اب کروں تو کیا کروں۔

گفت اے موسےٰ بیاموزش کہ ما	رد نکردیم از کرم ہرگز دعا
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا اے موسیٰ! اس کو سکھا دے کیونکہ ہم نے	کرم سے ہرگز دعا رد نہیں کی ہے

یعنی ارشاد باری ہوا کہ اے موسیٰ آپ اس کو سکھا دیجئے اس لئے کہ ہم نے کرم کی وجہ سے کبھی دعا کو رد نہیں کیا۔

گفت یارب او پشیمانی خورد	دست خاید جامہ ہارا بر درد
(موسیٰ نے) فرمایا اے خدا! وہ شرمندہ ہو گا	ہاتھ چبائے گا کپڑے پھاڑے گا

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ (بعد میں) پشیمان ہو گا۔ ہاتھ کاٹے گا اور کپڑوں کو پھاڑے گا۔ مطلب یہ کہ جب ارشاد حق سکھا دینے کا ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ اس کو اس بولی کے سیکھنے سے نقصان ہو گا جو کہ اس کو اس وقت معلوم نہیں ہوتا۔ اس وقت روتا پھرے گا اور پریشان اور پشیمان ہو کر ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پھاڑے گا۔ اور افسوس کرے گا۔ تو بہتر ہے کہ ابھی نہ سکھایا جاوے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

نیست قدرت ہر کسے را سازوار	عجز بہتر مایہ پرہیز گار
قدرت ہر ایک کے لئے مناسب نہیں ہے	عاجزی پرہیزگار کے لئے بہت اچھا سرمایہ ہے

یعنی ہر شخص کے لئے قدرت ہونا مناسب نہیں ہے پرہیزگار کا سرمایہ تو عجز ہی بہتر ہے۔

فقر زین رو فخر آمد جاودان	کہ بتقوےٰ ماند دست نارسان
اسی لئے فقر ہمیشہ فخر ہے	نارسا ہاتھ پرہیز گاری میں رہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی فقر ہمیشہ اسی لئے مایہ فخر رہا ہے کہ محتاج کا ہاتھ تقوے ہی میں بند رہتا ہے۔

زاں غنا و زاں غنی مردود شد	کہ ز قدرت صبرہا پر رود شد
اسی لئے مالداریٔ اور مالدار مردود ہوا ہے	کہ قدرت کے وقت بہت سے صبر رخصت ہو جاتے ہیں

یعنی غنا اور غنی اس لئے مردود ہوئے کہ قدرت کی وجہ سے صبر جاتے رہے۔

آدمی را عجز و فقر آمد اماں	از بلائے نفس پر حرص و غماں
آدمی کے لئے عجز اور فقر (باعث) امن ہے	حرص اور غموں سے بھرے نفس کی مصیبت سے

یعنی آدمی کیلئے نفس پر حرص وغم کی بلاؤں سے عجز وفقر جائے امن ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کے لیے صاحب مقدرت اور غنی ہونا مناسب نہیں ہے اور ہر شخص کو دولت موافق نہیں ہوتی بلکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جن کو فقر ہی کی بدولت تقویٰ نصیب ہے کہ چونکہ ان کو کسی شے پر قدرت نہیں ہے اور وہ کچھ کر ہی نہیں سکتے اس لئے ان کا تقویٰ درست ہے اور اگر کہیں خدانخواستہ ایسے طبیعت والے صاحب قدرت ہوتے تو پھر تو خدا جانے کیا غضب ڈھاتے۔ کسی نے کہا ہے کہ

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخان کنج گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت

غرضکہ یہی وجہ ہے کہ اکثر مواقع میں فقر کو مایہ فخر کہا جاتا ہے کہ طبائع ضعیف ہیں تو اکثر جگہ فقر ہی بہتر ہے کہ نہ قدرت ہوگی اور نہ کوئی حرکت کریں گے اور یہی وجہ ہے کہ بہت سے غنی مردود ہو چکے ہیں کہ ان کو قدرت تھی اور پھر نہ سنبھل سکے نہ صبر کر سکے اور بلاہائے نفس میں مبتلا ہو گئے پس نفس وشیطان کی بلاؤں اور ان کے پھندوں سے امن تو فقر ہی میں ملتا ہے اس لئے کہ۔

آن غم آید ز آرزو ہائے فضول	کہ بداں خو کردہ است آں صید غول
بیکار آرزوؤں سے غم پیدا ہوتا ہے	جن کی اس شیطان کے قیدی نے عادت ڈال لی ہو

یعنی وہ غم فضول آرزوؤں ہی سے آتا ہے جس کا کہ یہ شیطان کا شکار عادی ہوتا ہے۔

آرزوئے گل بود گلخوارہ را	گل شکر نگوارد آں بیچارہ را
مٹی کھانے والے کو مٹی کی تمنا ہوتی ہے	اس بے چارے کو گلقند گوارا نہیں ہوتا ہے

یعنی مٹی کھانے والے کو مٹی ہی کی آرزو ہوتی ہے اس بیچارہ کے گل شکر ہضم ہی نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ غموم و بلاہائے شیطانی ونفسانی تو فضول فضول آرزوؤں اور بیہودہ باتوں ہی سے پیدا ہوتے ہیں اور فضول آرزوئیں پیدا ہوتی ہیں مال ودولت کے ہونے سے۔ لہٰذا اصل جڑ سب چیزوں کی یہی حضرت مال ودولت ہی ہوئے۔ تو مال و دولت اگرچہ کیسی ہی نعمت حق ہو لیکن بعض آدمی کو موافق نہیں آتی۔ اس کی ایسی مثال ہے کہ دیکھو جس کو مٹی کھانے

www.besturdubooks.wordpress.com

کی عادت ہوتی ہے وہ مٹی ہی کھاتا ہے اس کو گل شکر ہضم ہی نہیں ہوتی حالانکہ گل شکر ظاہر ہے کہ کیسی عمدہ اور لطیف اور نفیس چیز ہے تو اسی طرح دولت اگرچہ کیسی ہی نفیس ولطیف کیوں نہ ہو لیکن ہر شخص کے مناسب نہیں ہے۔ بس اسی طرح جانوروں کی بولی سمجھنا اور اس سے عبرت حاصل کرنا کیسا ہی اچھا کیوں نہ ہو لیکن اس شخص کے مناسب نہ تھا مگر اس کو جتنا منع کیا جاتا تھا اس کا اصرار اسی قدر زیادہ ہوتا تھا۔ آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس حضرت حق کی طرف سے دوسری مرتبہ وحی آئی جس کو آگے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ موسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص نے درخواست کی کہ مجھے جانوروں کی زبان سکھلا دیجئے تاکہ درندوں اور دیگر جانوروں سے میں دین کے متعلق نصیحت حاصل کروں کیونکہ آدمیوں کی گفتگو تو اعلی العموم روٹی پانی مکروفریب سے تعلق رکھتی ہے ممکن ہے کہ جانوروں کو کوئی اور ہی درد ہو۔ اور ان کو اس جہان فانی کو چھوڑنے کی فکر ہو اور وہ اس کی تدابیر میں مصروف ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اس خیال کو چھوڑو اس میں ہر پہلو میں بہت سے خطرے ہیں۔ رہی عبرت اور تیقظ سو خدا سے دعا کرو وہ عطا فرما دیں گے۔ یہ بات نہ کتاب سے حاصل ہوتی ہے نہ گفتگو سے نہ الفاظ ولب سے انہوں نے جو منع کیا تو اس کو اور بھی زیادہ شوق ہوا کیونکہ منع کرنے سے آدمی کی حرص اور بڑھتی ہے اس نے عرض کیا کہ یا حضرت جب آپ کے نور نے عالم کو منور کیا تو جو بھی کوئی چیز تھی سب کو آپ کے دربار سے کچھ نہ کچھ مل گیا اور کوئی محروم نہیں رہا پس مجھے اپنے کرم سے محروم کرنا آپ کے الطاف فراواں کے شایان شان نہیں۔ اس وقت حضور ہی خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں اگر حضور کے یہاں سے میں محروم ہو گیا تو پھر کوئی امید حصول مدعا کی نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا کی کہ اے اللہ معلوم ہوتا ہے کہ شیطان نے اس احمق کو مسخر کر لیا ہے اور میری نصیحت نہیں مانتا۔ اگر میں اس کو سکھلاتا ہوں تو اس کا نقصان ہے اور اگر نہیں سکھلاتا ہوں تو بددل ہوتا ہے مجھے کیا کرنا چاہئے۔ حق سبحانہ نے فرمایا کہ تم سکھلا دو کیونکہ ہم دعا کو اپنے کرم سے رد نہیں کرتے اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ وہ احمق پشیمان ہوگا اور افسوس سے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور کپڑے پھاڑے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہر ایک کے لئے قدرت موافق نہیں طالب اتقاء کے لئے عجز ہی بہتر سرمایہ ہے۔ فقراسی لئے ہمیشہ موجب فخر رہا ہے کہ محتاج کا معاصی تک نہ پہنچنے والا ہاتھ ہمیشہ تقوے ہی تک رہتا ہے اور دولتمندی اور دولتمند بالعموم اسی لئے مردود رہے ہیں کہ حصول قدرت کے سبب معاصی سے صبر نہ ہو سکا۔ پس عجز وفقر آدمی کو نفس حریص کی بلا اور طرح طرح کے آلام سے بچاتا ہے کیونکہ غم تو ان فضول آرزوؤں سے پیدا ہوتا ہے جن کا شیطان کے پھندے میں پھنسا ہوا آدمی خوگر ہوتا ہے چنانچہ جو شخص مٹی کھانے کا عادی ہے اس کو مٹی کی آرزو ہوتی ہے اور گل شکر اس کو ہضم نہیں ہوتی اور عادت ہوتی ہے قدرت وسامان ودولت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے تو تمام غموم کی جڑ یہی چیزیں ہیں جب یہ نہ ہوں گی تو پھر کوئی غم نہ ہوگا اور نہ کوئی آرزو ہوگی۔

شرح شبّیری

حق تعالیٰ کی جانب سے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی آنا کہ اس کو جو چیز وہ چاہتا ہے سکھلا دو

یعنی اس کے بعد حضرت حق سے وحی آئی کہ (اے موسیٰ) جاؤ اور وہ جو کچھ کہے لطف و مہربانی سے اس کو سنو۔

گفت یزدان کہ بدہ بالیست او	برکشا در اختیار آں دست او
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا تو اس کی مراد پوری کر دے	اختیار میں اس کا ہاتھ کھول دے

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کا مطلوب دیدو اور اختیار میں اس کا ہاتھ کھول دو۔ مطلب یہ کہ اس کے ہاتھ جو اب عجز کی وجہ سے بندھ رہے ہیں اس کو کھول کر اس کو با اختیار کر دو اور وہ جو چاہتا ہے اس کو بتا دو تاکہ ہم امتحان کر سکیں اس لئے کہ اجر و مواخذہ تو اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ انسان کو اختیار بھی ہو اور اگر اختیار ہی نہیں تو پھر اجر و مواخذہ ہی کیا ہوگا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اختیار آمد عبادت را نمک	ورنہ می گردد بنا خواہ ایں فلک
اختیار ' عبادت کا نمک ہے	ورنہ بغیر ارادہ کے یہ آسمان (بھی) طواف کر رہا ہے

یعنی عبادت کے لئے اختیار نمک ہے ورنہ اضطراراً تو یہ آسمان بھی گردش میں ہے۔

گردش او را نہ اجر و نے عتاب	کاختیار آمد ہنر وقت حساب
اس کی گردش کا نہ ثواب ہے نہ عذاب ہے	کیونکہ حساب کے وقت اختیار معیار ہے

یعنی اس کی گردش کے لئے نہ اجر ہے اور نہ عذاب ہے کیونکہ حساب کے وقت تو اختیار ہی ہنر ہے مطلب یہ کہ جس طرح نمک سے کھانا پسندیدہ ہو جاتا ہے اسی طرح اختیار سے عبادت پسندیدہ ہو جاتی ہے ورنہ آخر بے اختیار کے تو آسمان و زمین سب گردش میں ہیں اضطراراً یہ سب کام میں ہیں لیکن چونکہ ان کو اختیار نہیں ہے اس لئے ان کے کام کا نہ کوئی اجر ہے اور نہ کوئی ان کو اس میں عذاب ہے بلکہ ایک کام ہے جو کہ سپرد کر دیا گیا ہے اور یہ بیچارے اس میں لگے ہوئے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

جملہ عالم خود مسبح آمدند	نیست آن تسبیح جبری مزدمند
تمام عالم خود تسبیح پڑھنے والے ہیں	(لیکن) وہ جبری تسبیح اجر کا سبب نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمام عالم خود مسبح ہے لیکن اس اضطراری تسبیح سے کوئی نفع نہیں ہے غرضکہ اصل شے ہر کام میں اختیار ہے اسی کی وجہ سے اجر ملتا ہے اور یہی وہ شے ہے جو کہ فعل عبد کو موجب عقاب کر دیتی ہے آگے پھر ارشاد باری ہے کہ۔

تیغ در دستش نہ از عجزش بکن	تا کہ غازی گردد او یا راہ زن
اس کے ہاتھ میں تلوار دیدے اس کا عجز ختم کر دے	تا کہ وہ غازی بنے یا ڈاکو

یعنی اس کے ہاتھ میں تلوار رکھ دو اور عجز سے اس کو برطرف کر دو تا کہ (معلوم ہو کہ) غازی ہوتا ہے یا ڈاکو مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ اس کو سکھا دو تا کہ اس کے بعد معلوم ہو کہ اس کو اچھی جگہ استعمال کرتا ہے یا بری جگہ استعمال کرتا ہے اور جب تک اس نے سیکھا ہی نہیں اس وقت تو اس کا امتحان ہو ہی نہیں سکتا۔ اور ارشاد ہے کہ۔

زانکہ کرمنا شد آدم ز اختیار	نیم زنبور عسل نیمش مار
اختیار کی وجہ سے (ہی) آدم کرمنا (کا مصداق) بنا	اس کا نصف شہد کی مکھی نصف سانپ ہے

یعنی اس لئے کہ آدم اختیار ہی کی وجہ سے کرمنا ہوا ہے کہ وہ اختیار آدھا تو شہد کی مکھی ہے اور آدھا سانپ ہے۔

مومنان کان عسل زنبور دار	کافراں خود کان زہرے ہمچو مار
مومن شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں	کافر زہر کی کان میں سانپ کی طرح ہیں

یعنی مومن لوگ تو شہد کی مکھی کی طرح شہد کی کان ہیں اور کافر لوگ سانپ کی طرح زہر کی کان ہیں۔

زانکہ مومن خورد بگزیدہ نبات	تا چو نحلے گشت ریق او حیات
کیونکہ مومن نے اچھے بوٹے کھائے ہیں	یہاں تک کہ شہد کی مکھی کی طرح اس کا لعاب (آب) حیات بنا ہے

یعنی اس لئے کہ مومن نے تو چھٹی ہوئی شکر کھائی یہاں تک کہ شہد کی طرح اس کا تھوک موجب حیات ہوا۔

باز کافر خورد شربت از صدید	ہم ز قوتش زہر شد در وے پدید
پھر کافر نے پیپ کا شربت پیا	اس کی غذا سے بھی اس میں زہر پیدا ہو گیا

یعنی پھر کافر نے شربت پیپ کا کھایا تو اس کی روزی سے اس میں زہر ہی ظاہر ہوا۔ مطلب یہ کہ انسان کو جو خلعت ولقد کرمنا بنی آدم عطا ہوا ہے اس کا سبب یہ اختیار ہی تو ہے کہ چونکہ یہ عبادت حق باختیار خود کرتا ہے لہٰذا اس کا اکرام ہوا ورنہ اس کو دیگر اشیاء پر کیا فضیلت صرف اس اختیار ہی نے اس کا یہ مرتبہ کر دیا ہے اب اس اختیار کے دو پہلو ہیں ایک تو اچھا مثل شہد کے اور ایک برا مثل سانپ کے مومنین نے چونکہ اس اختیار کو عبادت حق میں خرچ کیا تو ان کو مراتب عالیہ نصیب ہوئے اور کفار نے چونکہ ان کو دوسری طرف خرچ کیا لہٰذا ان کو اس کا بدلہ ویسا ہی ملا۔ غرضکہ جیسا جس نے کیا ویسا بھرا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اہل تسویل ہو اسم الممات	اہل الہام خدا عین الحیات
خواہش نفسانی کے مطیع والے موت کا زہر ہیں	خدا کے الہام والے (آب) حیات کا چشمہ ہیں

یعنی الہام خداوندی والے تو چشمۂ حیات ہیں اور ہوائے نفسانی کو سنوارنے والے موت کے زہر ہیں مطلب یہ کہ جو لوگ اولیاء اللہ ہیں وہ تو چشمہ حیات ہیں کہ ان کے ذریعہ سے حیات ابدی اور حیات روحانی نصیب ہوتی ہے۔ اور جو لوگ خواہشات نفسانی کے متبع ہیں وہ گویا کہ زہر قاتل ہیں۔

ز اختیار است و حفاظ و آگہے	در جہان این مدح و شاباش و زہے
اختیار اور مروت اور آگاہی کی وجہ سے ہے	دنیا میں یہ تعریف، اور شاباش اور واہ واہ

یعنی دنیا میں یہ تعریف اور شاباش اور واہ واہ اختیار و حفاظت اور آگاہی ہی کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں دیکھ لو کہ جس کی کوئی تعریف کرتا ہے وہ اسی وجہ سے کہ اس شخص نے کوئی کام اپنے اختیار سے اچھا کیا ہو اور اگر کسی سے کسی نے زبردستی کوئی اچھا کام کرالیا تو اس کی کوئی بھی تعریف نہیں کرتا تو معلوم ہو گیا کہ اچھائی اور برائی سب اختیار ہی کی بدولت ہے آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

متقی و زاہد و حق خوان شوند	جملہ رندان چونکہ در زنداں روند
متقی اور پرہیزگار اور اللہ کو پکارنے والے بن جائیں گے	تمام اوباش جب قید خانے میں جائیں گے

یعنی سارے بدمعاش جبکہ قید خانہ میں جاتے ہیں تو متقی اور زاہد اور خدا کی یاد کرنے والے ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو دنیا میں جب بدمعاش لوگ قید خانہ میں جاتے ہیں تو کیسے نیک بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے وجہ صرف یہی ہے کہ وہاں افعال بد پر قدرت تو ہوتی نہیں اور اختیار باطل ہو جاتا ہے۔ پس نیک ہو جاتے ہیں لیکن اس وقت کی نیکی قابل اعتبار نہیں اس لئے کہ دیکھو اگر کوئی شخص کہے کہ میں (خدانخواستہ) اس قدر مدت جیل میں رہا اور میں نے اس میں رہتے ہوئے کسی کی چوری نہیں کی تو ہر سننے والا یہی کہے گا کہ یہ تو کوئی کمال نہیں۔ کمال جب ہے کہ تو شہر میں ہو اور تجھے چوری کا موقعہ بھی ملے اور پھر چوری نہ کرے پس اسی طرح اگر بعد مرنے کے دوزخ میں جاتے وقت (نعوذ باللہ منہ) کوئی توبہ کرے کہ اب گناہ نہ کروں گا وہ توبہ کار آمد نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو یہ تو اب ہے کہ گناہ کر سکتے ہیں تمام سامان موجود ہیں اور پھر ایک خوف حق ہے جو اس گناہ کی طرف رخ بھی نہیں کرنے دیتا۔ یہ ہے اس اختیار سے اچھا کام لینا اور یہی ہے وہ اختیار جس کی وجہ سے کہ انسان کا اکرام ہوا ہے۔ ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

ہین کہ تا سرمایہ نستاند اجل	چونکہ قدرت رفت کاسد شد عمل
خبردار! موت سرمایہ کو نہ چھین لے	چونکہ قدرت جاتی رہی عمل کھوٹا ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ قدرت جاتی رہی تو عمل بیکار ہو گیا۔ ہوشیار رہنا کہ کہیں سرمایہ کو موت نہ لے لے مطلب یہ کہ ذرا ہوشیار رہو کہیں موت آ جاوے اور یہ اختیار بالکل باطل ہو جاوے موت کے آنے سے پہلے پہلے عمل کر لو ورنہ اس کے بعد تو سارے اعمال بیکار ہو جاویں گے۔

قدرتت سرمایۂ سود ست ہیں	وقت قدرت را نگہدار و بہ بیں
آگاہ! نفع کا سرمایہ تیری قدرت ہے	قدرت کے وقت کی نگہداشت کر اور دیکھ لے

یعنی تمہارا اختیار ہی نفع کی پونجی ہے اختیار کے وقت کی حفاظت کرو اور دیکھتے بھالتے رہو۔ مطلب یہ کہ اس وقت فرصت کو غنیمت جانو اور اس حالت میں جبکہ حق تعالیٰ نے اختیار دے رکھا ہے اس سے کام لو ورنہ اس کے بعد اس کو تلاش کرو گے اور اس کا کہیں پتہ نہ ہو گا۔

آدمی بر خنگ کرمنا سوار	در کف درکش عنان اختیار
انسان "کرمنا" کے گھوڑے پر سوار ہے	اس کی عقل کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے

یعنی آدمی کرمنا کے گھوڑے پر سوار ہے اور اس کے ادراک کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے۔ مطلب یہ کہ انسان اکرام حق کے گھوڑے پر سوار ہے اور باگ اس کے ہاتھ میں اختیار کی ہے اگر اس نے اس باگ اختیار کو سیدھا رکھا اور راہ راست پر لے چلا تو وہ گھوڑا یعنی اکرام صحیح وسالم رہا اور یہ صاحب اکرام اور مکرم رہے اور اگر اس باگ اختیار کو ٹیڑھا رکھا اور کہیں بے راہ چلا تو نتیجہ یہ ہوا کہ وہ گھوڑا کہیں گڑھے وغیرہ میں جا پڑا اور اس کے ہاتھ پاؤں ٹوٹ گئے اور بیکار ہو گیا اور یہ شخص بھی صاحب اسپ صاحب اکرام نہ رہا۔ غرضکہ جو اکرام ہے اور جو ذلت ہے جو اجر ہے اور جو عذاب ہے وہ سب اس اختیار ہی کی بدولت ہے۔ لہٰذا ارشاد حق ہوا کہ اس کو جو یہ کہتا ہے سکھا دو تا کہ یہ عاجز نہ رہے اس کے بعد دیکھیں گے کہ یہ اس اختیار کو کس جگہ استعمال کرتا ہے آیا اچھی جگہ استعمال کرتا ہے یا بری جگہ اس طرف سے یہ ارشاد ہوا لیکن نبی کو جو امت پر رحمت ہوتی ہے اس کی بناء پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس شخص کو ایک مرتبہ اور سمجھانا چاہا اور فرمایا کہ۔

باز موسیٰ داد پند او را بہ مہر	کہ مرادت زرد خواہد کرد چہر
(حضرت) موسیٰ نے محبت سے پھر اسے نصیحت کی	کہ تیری مراد چہرہ پیلا کر دے گی

یعنی پھر موسیٰ علیہ السلام نے اس کو محبت سے نصیحت کی کہ ارے تیری مراد تیرا چہرہ زرد کر دے گی مطلب یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ تیری یہ آرزو اور یہ مراد تجھے بعد میں شرمندہ اور زرد رو کر یگی تو خوب سمجھ لے۔

ترک این سودا بگو و ز حق بترس	دیو دا دستت برائے مکر درس
اس جنون کو چھوڑ اور اللہ (تعالیٰ) سے ڈر	شیطان نے مکر کے لئے تجھے سبق پڑھایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس خیال کو چھوڑ اور خدا سے ڈر کہ تجھے شیطان نے مکر کی وجہ سے یہ سبق دیا ہے۔

ہیں برو درد سر خود کم طلب	کایں مرادت افگند در صد تعب
خبردار! اپنا درد سر نہ مول لے	کیونکہ یہ تیری مراد سینکڑوں مشقتوں میں ڈال دے گی

یعنی ارے جا اپنا دردسر مت ڈھونڈ کہ یہ مراد تجھے سینکڑوں مصیبتوں میں ڈال دے گی۔

مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھ اس خیال سے درگزر یہ خیال شیطانی ہے تو بہت مصیبت میں پڑے گا۔ غرضکہ جب بہت سمجھایا تو ذرا ذرا سی کچھ سمجھ آئی لیکن رہی وہی مرغ کی ایک ٹانگ صرف اس قدر کمی ہوئی کہ پہلے تو تمام جانوروں کی بولی سیکھنے کی تمنا تھی اب صرف اپنے گھر کے پلے ہوئے کتے اور مرغ کی بولی سیکھنے کی آرزو رہ گئی جس کو مولانا آگے بیان فرماتے ہیں کہ۔

اس طالب کا صرف مرغ خانگی اور کتے کی زبان سیکھ لینے پر قانع ہو جانا اور موسیٰ علیہ السلام کا اس کو قبول فرمالینا

گفت بارے نطق سگ کو بر درست	نطق مرغ خانگی کاہل پرست
اس نے کہا کم از کم کتے کی بولی جو دروازہ پر ہے	گھریلو مرغ کی بولی جو پردار ہے

یعنی اس شخص نے کہا کہ اچھا اس کتے کی بولی جو کہ دروازہ پر ہے اور اس مرغ خانگی کی بولی جو کہ پرندہ ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اچھا ایک کتے کی اور ایک مرغ کی جو کہ میرے یہاں پلے ہوئے ہیں بولی سکھا دیجئے کہ ایک چوپایہ ہے اور ایک پرندہ ہے اور پھر رات دن میرے سامنے رہتے ہیں باتیں کرتے ہیں تو میں یہی سمجھا کروں اور سنا کروں۔ غرضکہ جب اس نے نہ مانا تو موسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ۔

گفت موسیٰ ہیں تو دانی زو رسید	نطق این ہر دو شود بر تو پدید
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا اچھا تو جان لے گا اس (اللہ) سے (اجازت) آ گئی	ان دونوں کی بولی تجھے معلوم ہو جائے گی

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اچھا تو جان لے گا اور ان دونوں کی بولی تجھ پر ظاہر ہو جاوے گی۔ لے اب تو مقصود مل گیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اس کے بعد حضرت حق سبحانہ کی طرف سے وحی آئی کہ جایئے جو کچھ وہ کہے اس کو مہربانی سے سنئے اور اس کی خواہش پوری کر کے اس کو عاجز سے مختار بنایئے تا کہ وہ امتحان کے قابل ہو سکے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اختیار عبادت کے لئے ایسا ہے جیسا کہ کھانے کے لئے نمک۔ کیونکہ جس طرح کھانا نمک سے

www.besturdubooks.wordpress.com

پسندیدہ ہوتا ہے یوں ہی عبادت اختیار سے مرغوب ہوتی ہے ورنہ اضطراراً تو آسمان بھی چکر کھاتا ہے لیکن اس کی گردش پر نہ سزا ہے نہ جزا کیونکہ محاسبہ کے وقت اختیار ہی کو ایک اعلیٰ وصف سمجھا گیا اور یہی منی ہے جزا و سزا کا اور اختیار فلک میں معدوم ہے علیٰ ہذا تمام عالم تسبیح قہری کرتا ہے لیکن اس جبری تسبیح سے کیا فائدہ۔ طریقہ امتحان تو یہ ہے کہ تلوار ہاتھ میں دیدو اور عجز کو رفع کردو پھر دیکھو کہ وہ غازی ہوتا ہے یا ڈکیتی کرتا ہے چونکہ آدمی اختیار ہی کے سبب مکرم بنا ہے اور اس کو اختیار عطا کیا گیا ہے اسی لئے کچھ ان میں شہد کی مکھی ہو گئے اور کچھ سانپ۔ یا یوں کہو کہ ہر ایک من وجہ شہد کی مکھی ہو گیا اور من وجہ سانپ۔ پس مومن تو شہد کی مکھی کی طرح کان شہد بین اور کافر معدن زہر جیسا کہ سانپ ہوتا ہے کیونکہ مومن اپنے اختیار کو کام میں لائے اور جہت محمودہ کو غالب کیا تو شہد کی مکھی کی طرح کان عسل ہو گئے اور کفار نے اپنے اختیار سے جہت مذمومہ کو غالب کیا تو وہ معدن زہر ہو گئے۔ مومنین کی کان عسل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے عمدہ نباتات کھائے ہیں اور معارف سے غذا حاصل کی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شہد کی طرح ان کا تھوک مایہ حیات بن گیا۔ (لعله اشارة الی ماهو المشهور من انه قال صلی الله علیه وسلم سور المومن شفاء) اس کے خلاف کفار نے صدید کفر سے غذا حاصل کی تو اس کی غذا سے اس کے اندر زہر پیدا ہو گیا۔ پس ملہم من الحق چشمۂ آب حیات بن گئے۔ اور جو خواہشات نفسانیہ کی تلمیعات میں مبتلا ہیں وہ زہر ہلاہل ہو گئے۔ غرضکہ عالم میں تعریف اور شاباش اور واہ واہ سب اختیار اور محافظت حدود اور تیقظ ہی کی بناء پر ہے ورنہ جو قیدی جیلخانہ میں جاتے ہیں سب متقی اور پارسا اور خدا کو پکارنے والے ہو جاتے ہیں مگر کچھ بھی تعریف کی بات نہیں کیونکہ جب قدرت معصیت نہ رہی تو عمل بھی خراب ہو جاتا ہے تم کو متنبہ ہونا چاہئے کہ موت اس دولت کو تم سے نہ چھین لے کیونکہ قدرت ہی منفعت کا سرمایہ ہے پس تم کو وقت قدرت کی حفاظت کرنی چاہئے اور اسے ضائع نہ کرنا چاہئے کیونکہ آدمی اسپ کرامت پر اسی لئے سوار ہے کہ اس کے ادراک کے ہاتھ میں اختیار کی باگ ہے ورنہ اس میں اور اوروں میں کیا فرق ہے یہ مضمون اضطراری تو ہو چکا اب اصل قصہ سنو۔ موسیٰ علیہ السلام نے شفقت سے پھر اسے نصیحت فرمائی اور کہا کہ تمہاری مراد تو بہت جلدی حاصل ہو جاوے گی مگر بہتر یہ ہے کہ تم اس خیال کو چھوڑ دو اور اپنے نفس سے ڈرو۔ دیکھو شیطان نے دغا کے لئے تم کو یہ فریب دیا ہے جاؤ اور دردسری مول نہ لو کیونکہ اس مقصد سے بہت تکلیف ہوگی اس نے کہا اچھا زیادہ نہیں صرف ایک کتے کی زبان سکھلا دو جو میرے دروازہ پر ہے اور ایک مرغ خانگی کی جو باز و رکھتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اچھا تو جان اور جا تیرا مدعا حاصل ہو گیا۔ اور تجھ پر ان دونوں کا نطق منکشف ہو گیا۔

شرح شبّیری

بامداداں از برائے امتحان	ایستاد او منتظر بر آستان
صبح کو آزمائش کے لئے	وہ چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا

یعنی صبح کو وہ شخص امتحان کے واسطے چوکھٹ پر منتظر کھڑا ہو گیا۔

خادمہ سفرہ بیفشاند و فتاد	پارۂ نان بیات آثار زاد
خادمہ نے دستر خوان جھاڑا اور گرا	باسی روٹی کا ٹکڑا کھانے کا بقیہ

یعنی خادمہ نے دستر خوان جھاڑا تو رات کے روٹی کے ٹکڑے جو کہ کھانے کے آثار تھے گرے۔

در ربود آنرا خروسے چوں گرو	گفت سگ کردی تو برما ظلم رو
مرغ اس کو گروی (چیز) کی طرح اچک لے گیا	کتے نے کہا جا تو نے ہم پر ظلم کیا

یعنی اس کو مرغا گروی شے کی طرح لے بھاگا تو کتے نے کہا کہ ارے جا تو نے ہم پر (بہت) ظلم کیا۔
مطلب یہ کہ مرغا اس ٹکڑہ کو اس طرح لے اڑا جیسا کہ کوئی اپنی گروی شے کو چھڑا کر لے کر بھاگتا ہے۔

دانۂ گندم تو دانی خورد و من	عاجزم از دانہ خوردن در وطن
تو گیہوں کا دانہ کھا سکتا ہے اور میں	وطن میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں

یعنی تو تو گیہوں کا دانہ کھانا جانتا ہے اور میں گھر میں دانہ کھانے سے عاجز ہوں۔

گندم و جو را و باقی حبوب	می توانی خورد و من نے ای طروب
گیہوں اور جو اور باقی دانے	اے مست! تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں (کھا سکتا)

یعنی ارے مسخرے گیہوں کو اور جو کو اور باقی دانوں کو تو کھا سکتا ہے اور میں نہیں (کھا سکتا)

این لب نانے کہ قسم ماست آن	می ربائی ایں قدر را از سگاں
یہ روٹی کا ٹکڑا جو ہمارا حصہ ہے	اتنے کو (بھی) تو کتوں سے اچک لیتا ہے

یعنی یہ ٹکڑہ روٹی کا جو کہ ہماری قسمت کا ہے تو اتنے کو بھی کتوں سے اچک لیتا ہے یعنی تو ہم کو یہ بھی نہیں کھانے دیتا

مرغے کا کتے کو جواب

پس خروسش گفت تن زن غم مخور	کہ خدا بدہد عوض زیں بہ دگر
پھر مرغ نے اس سے کہا چپ ہو جا غم نہ کر	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) اس سے بہتر دوسرا بدلہ دے گا

یعنی تب مرغے نے اس کتے سے کہا کہ چپ رہ غم مت کھا کہ خدا اس سے بہتر دوسرا عوض دے گا۔

اسپ این خواجہ سقط خواہد شدن	روز فردا سیر خور کم کن حزن
اس آقا کا گھوڑا مر جائے گا	کل کو پیٹ بھر کر کھانا غم نہ کر

یعنی کل کو اس آقا کا گھوڑا مرے گا تو تو خوب سیر ہو کر کھانا غم کو کم کر۔

مرسگان را عید باشد مرگ اسپ	روزی وافر بود بے جہد و کسب
گھوڑے کا مرنا کتوں کی عید ہوتی ہے	بغیر محنت اور کمائی کے بہت خوراک ہوتی ہے

یعنی کتوں کو تو گھوڑے کا مرنا عید ہے کیونکہ بے مشقت اور کمائی کے بھرپور روزی ملتی ہے۔

اسپ را بفروخت چون بشنید مرد	پیش سگ شد آن خروسک روئے زرد
مرد نے جب سنا، گھوڑا فروخت کر دیا	وہ بیچارہ مرغ کتے کے آگے شرمندہ ہوا

یعنی اس نے جو سنا تو گھوڑے کو فروخت کر دیا۔ تب تو کتے کے آگے وہ مرغا شرمندہ ہوا (کہ بات غلط نکلی)

روز دیگر ہمچنان نان را ربود	آن خروس و سگ برولب برکشود
دوسرے دن بھی اسی طرح سے روٹی لے اڑا	وہ مرغ، اور کتے نے اس پر لب کشائی کی

یعنی دوسرے دن بھی اسی طرح روٹی کو وہ مرغا لے بھاگا تو کتے نے اس سے کہا۔

کائے خروس عشوہ دہ چندیں دروغ	ظالمی و کاذبی و بے فروغ
کہ اے مرغ! مکار اس قدر جھوٹ	تو ظالم ہے، اور تو جھوٹا ہے، اور بے اعتبار ہے

یعنی کہ اے مرغے مکار اتنا جھوٹ تو ظالم ہے اور کاذب ہے اور بے فیض ہے۔

اسپ کش گفتی سقط گردد کجاست	کوراختر گوئی محروم ے زراست
وہ گھوڑا جس کے بارے میں تو نے کہا تھا کہ وہ مرے گا کہاں ہے؟	تو اندھا نجومی ہے، سچائی سے محروم ہے

یعنی جس گھوڑے کو کہ تو نے کہا تھا کہ مرے گا وہ کہاں ہے تو اندھا ستاروں کا بتانے والا ہے۔ اور تو سچ سے محروم ہے۔

مطلب یہ کہ کتے نے کہا کہ ارے مرغ تو بڑا جھوٹا ہے تو اس اندھے کی مثل ہے جو کہ باوجود اندھے ہونے کے کہے کہ میں ستاروں کو دیکھ رہا ہوں بھلا تجھے کیا خبر تھی کہ گھوڑا مریگا تو نے فضول علی الٹپ ہی ہانک دیا کہ وہ مرے گا تو تو کھالینا۔

گفت او را آن خروس باخبر	کہ سقط شد اسپ او جائے دگر
اس باخبر مرغ نے اس سے کہا	کہ اس کا گھوڑا دوسری جگہ مر گیا ہے

یعنی اس مرغ باخبر نے کہا اس کا گھوڑا دوسری جگہ جا کر مر گیا ہے۔

اسپ رابفروخت جست او از زیان	آن زیان انداخت او بر دیگران
گھوڑے کو فروخت کر دیا اور نقصان سے بچ گیا	اس نے وہ نقصان دوسروں پر ڈال دیا

یعنی گھوڑے کو اس نے فروخت کر دیا اور نقصان سے (بظاہر) بچ گیا (لیکن) اس نے اس نقصان کو

besturdubooks.wordpress.com

دوسروں پر ڈال دیا۔ یعنی جس بیچارہ نے گھوڑا خریدا ہے اس نے اپنا نقصان اس پر ڈالا کہ اب اسے نقصان ہوا۔

لیک فردا استرش گردد سقط	مرسگاں را باشد این نعمت فقط
لیکن کل کو اس کا خچر مرے گا	وہ صرف کتوں کے لئے نعمت ہو گا

یعنی لیکن کل کو اس کا خچر مرے گا تو یہ نعمت تو صرف کتوں ہی کے لئے ہوگی مطلب یہ کہ اس مرغے نے کہا کہ اگر چہ یہ گھوڑے کو فروخت کر آیا تو اس سے کیا ہوتا ہے اب اس کا خچر مر جاوے گا۔ تو تو اس کو خوب کھانا۔

زود استر را فروشید آں حریص	یافت از غم و زیاں آندم محیص
اس لالچی نے فوراً خچر بیچ ڈالا	اس وقت (بھی) وہ رنج اور نقصان سے نجات پا گیا

یعنی اس حریص نے جلدی سے خچر کو بھی فروخت کر دیا اور غم اور نقصان سے اس وقت چھٹکارا پالیا۔ مطلب یہ کہ اس کو سن کر وہ آقا صاحب اس خچر کو بھی فروخت کر آئے اور اس وقت اس نقصان سے چھوٹ گئے کہ جو وہ مرتا تو ان کا نقصان ہوتا تو اپنے نزدیک تو اس وقت نقصان سے خلاصی پائی لیکن یہ خبر نہیں کہ یہ خلاصی صرف اسی وقت کی ہے پھر اچھی طرح پڑے گی۔

روز ثالث گفت سگ باآں خروس	اے امیر کاذباں با طبل و کوس
تیسرے دن کتے نے اس مرغے سے کہا	اے نقارے اور گھنٹے کے ساتھ جھوٹوں کے سردار

یعنی تیسرے دن کتے نے مرغے سے کہا کہ اے جھوٹوں کے بادشاہ مع طبل و کوس کے یعنی تو ڈنکے کی چوٹ پر جھوٹ بولتا ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی پوشیدہ بات ہو اور بولا کہ۔

تا بکے گوئی دروغے بے فروغ	دوغی اے نااہل دوغی دوغ دوغ
تو نہ چلنے والا جھوٹ کب تک بولے گا؟	اے نااہل! تو چھاچھ ہے، تو چھاچھ ہے، چھاچھ، چھاچھ

یعنی یہ بے رونق جھوٹ تو کب تک بولے گا۔ اے نالائق تو جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے اور جھوٹا ہے (دوغ سے مراد جھوٹا اور مکر کرنے والا ہے ورنہ اصل معنے تو اس کے چھاچھ کے ہیں)

گفت او بفروخت استر را شتاب	لیک فرادایش غلام آید مصاب
کہا اس نے خچر جلدی سے بیچ دیا	لیکن کل کو اس کا غلام بیمار پڑے گا

یعنی مرغ نے کہا کہ اس نے خچر کو تو جلدی سے فروخت کر دیا لیکن کل کو اس کا غلام مصیبت زدہ ہوگا یعنی کل کو اس کا غلام مرے گا۔

چون غلام او بمیرد نان ہا	برسگ و خواہندہ ریزند اقربا
جب اس کا غلام مرے گا روٹیاں	کتوں اور مانگنے والوں پر (اسکے) رشتہ دار بہادیں گے

یعنی جب اس کا غلام مرے گا تو عزیز و اقارب کتوں اور فقیروں کو روٹیاں دیں گے۔

این شنید و آں غلامش را فروخت	رست از خسران و رخ را بر فروخت
یہ سنا اور اس نے اس غلام کو بیچ ڈالا	نقصان سے بچ گیا اور چہرے کو روشن کر لیا

یعنی (اس آقا نے) یہ سنا اور اپنے اس غلام کو فروخت کر دیا (اور بظاہر) نقصان سے چھوٹ گیا۔ اور چہرہ کو روشن کر لیا۔ مطلب یہ کہ اس غلام کو فروخت کر کے بہت ہی خوش ہوئے کہ خوب نقصانوں سے بچے لیکن ابھی خبر نہیں ہے۔ آگے آگے دیکھنا ہوتا ہے کیا۔

شکر ہا می کرد و شادیہا کہ من	رستم از سہ واقعہ اندر زمن
شکریے ادا کرتا تھا اور خوشیاں کہ میں	زمانے میں تین حادثوں سے بچ گیا

یعنی شکر کرتا تھا اور خوشیاں کرتا تھا کہ میں زمانہ میں تین واقعوں سے چھوٹ گیا۔

تا زبان مرغ و سگ آموختم	دیدۂ سوء القضا را دوختم
جب سے میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے	بری قضا کی آنکھ سی دی ہے

یعنی جبکہ میں نے مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی تو میں نے سوء القضاء کی آنکھ کو سی دیا۔ مطلب یہ کہ بہت ہی خوش ہو رہا تھا کہ میں نے جو مرغ اور کتے کی بولی سیکھ لی ہے تو میں دیکھو تین نقصانوں سے بچ گیا اور اب مجھ پر سوء القضاء کا داؤ نہیں چل سکتا۔ میں نے اب تو قضا و قدر سب کو ہرا دیا۔ اب میں کسی سے دب نہیں سکتا اس لئے کہ میرا جو نقصان ہونے والا ہوگا اس کو فوراً ہی الگ کر دیا کروں گا۔ غرضکہ وہ اس میں خوش ہوتا تھا اور یہ خبر نہ تھی کہ اب کی باری مجھ پر ہی ہے۔ غرضکہ اب بیچارہ مرغ کو کتے سے بہت ہی شرمندگی ہوئی کہ اس سے اس قدر وعدے کئے اور ایک بھی پورا نہ ہوا تو آگے اس کے شرمندہ ہونے کو اور پھر خود آقا صاحب کی موت کی خبر دینے کے واقعہ کو بیان فرماتے ہیں۔

مرغ کا کتے کے آگے تین وعدوں کے غلط ہو جانے سے شرمندہ ہونا

روز دیگر آن سگ محروم گفت	کائے خروس ژاژ خا کو طاق جفت
دوسرے دن اس محروم کتے نے کہا	اے بکواسی مرغ! اکہرا اور دوہرا کہاں ہے؟

یعنی دوسرے دن اس محروم کتے نے کہا کہ اے مرغ بیہودہ گو وہ طاق و جفت (وعدے) کہاں ہیں یعنی تو نے جو مختلف وعدے مجھ سے کئے تھے بتا وہ کہاں ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چند چند آخر دروغ و مکر تو	خود نپرد جز دروغ از وکر تو
تیرا مکر اور جھوٹ آخر کس قدر؟	تیرے گھونسلے سے سوائے جھوٹ کے کچھ نہیں اڑتا ہے

یعنی تیرا مکر اور جھوٹ آخر کہاں تک اور تیرے آشیانہ سے سوائے جھوٹ کے کچھ اڑتا ہی نہیں مطلب یہ کہ تو ہمیشہ جھوٹ ہی بولتا ہے۔

گفت حاشا از من و از جنس من	کہ بگردیم از دروغے ممتحن
اس نے کہا مجھ سے اور میری قوم سے بعید ہے	کہ ہم کسی جھوٹ میں مبتلا ہوں

یعنی اس نے کہا کہ مجھ سے اور میری جنس سے یہ دور ہے کہ ہم ایک جھوٹ کی وجہ سے ذلیل ہوں۔

ما خروسان چون موذن راست گو	ہم رقیب آفتاب و وقت جو
ہم مرغ موذن کی طرح سچ بولنے والے ہیں	ہم سورج پر نظر رکھنے والے اور وقت کی جستجو کرنے والے ہیں

یعنی ہم مرغے مثل موذن کے راست گو ہیں۔ ہم آفتاب کے پاسبان ہیں اور وقت کے تلاش کرنے والے یعنی ہم کو وقت کی پہچان ہے اور ہم ٹھیک وقت پر اذان دیتے ہیں تو پھر ہم جھوٹ کیسے بولتے۔

پاسبان آفتابیم از درون	گر کنی بالائے ما طشتے نگوں
ہم اندر سے سورج کے نگہبان ہیں	اگر تو ہم پر طشت اوندھا کر دے

یعنی ہم پاسبان آفتاب اندر سے ہیں۔ اگر تم کوئی طشت ہمارے اوپر اوندھا کر دو۔ مطلب یہ کہ اگر تم ہمیں کسی چیز کے اندر بند بھی کر دو تب بھی ہم اندر سے ٹھیک وقت کو پہچان لیں گے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پاسبان آفتاب اند اولیا	در بشر واقف ز اسرار خدا
اولیاء سورج کی نگہداشت کرنے والے ہیں	انسانوں میں خدا کے رازوں سے واقف ہیں

یعنی اولیاء اللہ آفتاب (حقیقی) کے پاسبان ہیں اور (صورت) بشر میں اسرار خدا سے واقف ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ مرغ باوجود طشت کے اندر بند ہونے کے آفتاب ظاہری کے نکلنے اور غروب ہونے کو معلوم کر لیتا ہے اسی طرح اولیاء اللہ صورت بشری میں جو کہ حجاب ہے مشاہدہ اسرار حق اور حق کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ آگے پھر مرغے کا قول ہے کہ۔

اصل ما را حق پئے بانگ نماز	داد ہدیہ آدمی را در جہاز
ہماری نسل اللہ (تعالیٰ) نے نماز کی اذان کے لئے	سامان میں آدمی کو ہدیہ میں دی ہے

یعنی ہمارے آباؤ اجداد کو بانگ نماز کے لئے حق تعالیٰ نے آدمی کو جہیز میں دیا ہے۔ مطلب یہ کہ مرغا بولا کہ ہم ایسے راست گو ہیں کہ حق تعالیٰ نے جب آدم کو سب چیزیں عنایت فرمائیں تو منجملہ ان کی ایک مرغ جو ہمارے آباؤ اجداد میں سے تھا نماز کا وقت بتانے کو عنایت فرمایا تھا۔ اس سے ہماری راست گوئی پر دلیل ملتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ہماری راست گوئی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ۔

گر بہ ناہنگام سہو ما رود	در اذان آن مقتل ما می شود
اگر بے وقت ہم سے بھول ہو جائے	اذان میں وہ ہمارے قتل کا سبب بنتی ہے

یعنی اگر ناوقت میں ہم سے اذان میں سہو ہو جاوے تو وہ ہمارے قتل کا سبب ہو جاتا ہے (پہلے یہ قاعدہ تھا کہ جو مرغ بے وقت اذان دے اس کو منحوس سمجھ کر ذبح کر دیتے تھے) تو اس مرغ نے کہا کہ ہماری راست گوئی اس حد تک ہے کہ اگر کبھی سہو بھی ہو تو گردن ماری جاوے پھر ہم جھوٹ کیسے بولیں۔

گفت ناہنگام حی علی الفلاح	خون ما را می کند خوار و مباح
بے وقت حی علی الفلاح کہنا	ہمارے خون کو ذلیل اور جائز کر دیتا ہے

یعنی ناوقت حی علی الفلاح کہنا ہمارے خون کو خوار و مباح کر دیتا ہے۔

آنکہ معصوم آمد و پاک از غلط	آن خروس وحی جان آمد فقط
وہ جو بے گناہ اور غلطی سے پاک ہے	وہ صرف روح کی وحی کا مرغ ہے

یعنی وہ کہ معصوم و پاک غلطی سے آیا ہے وہ خروس وحی جان ہے فقط مطلب یہ کہ معصوم غلطی سے وہ حضرات ہی ہیں جو کہ ملہم من اللہ ہیں۔ باقی ہم سے بھی غلطی ہو جاتی ہے مگر جب غلطی کرتے ہیں مارے جاتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ ہم اکثر امور میں سچے ہی ہیں۔

آن غلامش مرد پیش مشتری	شد زیان مشتری آن یکسری
اس کا وہ غلام خریدار کے پاس مر گیا	وہ بالکل خریدار کا نقصان بنا

یعنی وہ اس کا غلام خریدار کے پاس مر گیا۔ اور خریدار کے لئے سراسر نقصان ہوا۔

او گریز اینڈ مالش را و لیک	خون خود را ریخت اندریاب نیک
اس نے اپنا مال بچا لیا، لیکن	اس نے اپنا خون بہایا، اس کو خوب سمجھ لے

یعنی اس نے اپنے مال کو الگ کر دیا لیکن اپنے خون کو ریختہ کر لیا۔ اس کو خوب سمجھ لے۔ مطلب یہ کہ اس پر ایک بلا آنے والی تھی سو اول اس کے مال پر آئی اس نے اس کو فروخت کرنا شروع کر دیا تو اب خود اس پر پڑے گی۔ اور اس مال کے علیحدہ کرنے سے اس نے اپنا خون ریختہ کر لیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

یک زیان دفع زیانہا می شدے	جسم و مال ماست جانہا را فدے
ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا	ہمارا جسم اور مال جانوں کا فدیہ ہے

یعنی ایک نقصان بہت سے نقصانات کا دفعیہ ہو جاتا ہے اور ہمارا جسم و مال جان کا فدیہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش شاہان در سیاست گستری	می دہی تو مال سر رامی خری
بادشاہوں کے روبرو' انصاف کرنے میں	تو مال دے دیتا ہے اور سر بچا لیتا ہے

یعنی بادشاہوں کے سامنے سیاست گستری میں تم مال دیتے ہو اور سر کو خرید لیتے ہو۔

اعجمی چون گشتۂ اندر قضا	می گریزانی زد اور مال را
چونکہ قضاء (خداوندی) کے معاملہ میں تو بیگانہ ہے	اللہ (تعالیٰ) سے تو مال کو چھپاتا ہے

یعنی تو قضا میں کیا انجان بن گیا ہے کہ حق تعالیٰ سے مال کو الگ کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں اگر کہیں پھنس جاتے ہو اور خوف جان ہوتا ہے تو مال دیکر جان کو چھڑا لیتے ہو تو اگر قضاء حق میں تمہاری جان پر کوئی بلا آوے تو کیا وجہ ہے کہ وہاں مال کو الگ کرتے ہو اور جان کو خطرہ میں ڈالتے ہو۔

زانکہ مالت بر تو گر صدقہ شود	آن زیانے نیست سود تو بود
کیونکہ تیرا مال' اگر تجھ پر قربان ہو جائے	وہ نقصان نہیں ہے' تیرا نفع ہوتا ہے

یعنی اس لئے کہ اگر تیرا مال تجھ پر صدقہ ہو جاوے تو وہ نقصان نہیں ہے تیرا تو نفع ہوگا۔ (اس لئے کہ مال دیکر جان بچ جاوے گی۔)

مرغے کا مالک کی موت کی خبر دینا

لیک فردا خواہد او مردن یقین	گاؤ خواہد گشت وارث در حنین
لیکن وہ کل کو یقیناً مرے گا	(اس کے) غم میں وارث گائے ذبح کرے گا

یعنی لیکن کل کو یقیناً وہ خود مریگا۔ اور غم میں وارث لوگ گائے کاٹیں گے۔

صاحب خانہ بخواہد مرد و رفت	روز فردا نک رسیدت لوت زفت
گھر کا مالک مرے گا اور جائے گا	کل کو تجھے ضرور چکنی غذا ملے گی

یعنی صاحب خانہ مریگا اور جاوے گا تو کل کو یہ تجھے غذائے عظیم ملے گی۔ (اور وہ غذا یہ ہے کہ)

پارہائے نان و لالنگ طعام	درمیان کوئے یابد خاص و عام
روٹی کے ٹکڑے اور لنگر اور کھانا	ہر خاص و عام گلی میں پائے گا

یعنی روٹی کے ٹکڑے اور کھانے کا لنگر محلہ میں خاص وعام سب کو ملے گا۔

گاؤ قربانی و نانہائے تنک	بر سگان و سائلان ریزد سبک
قربانی کی گائے اور ہلکی چپاتی	کتوں اور بھکاریوں پر بہائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی قربانی کی گائے اور چھلکے کتوں اور سائلوں پر جلدی جلدی گریں گے۔

مرگ اسپ واستر و مرگ غلام	بد قضا گردان این مغرور خام
گھوڑے اور خچر کا مرنا اور غلام کا مرنا	اس نے مال بڑھا لیا اور اپنا خون بہایا

یعنی گھوڑے اور اونٹ اور غلام کی موت اس مغرور خام کی قضا گردان تھی۔ یعنی ان کی موت سے اس پر سے قضا ٹل جاتی اور یہ بچ جاتا۔

از زیان مال و درد آن گریخت	مال افزون کرد و خون خویش ریخت
یہ مال کے نقصان اور اس کی تکلیف سے بھاگا	اس نے مال بڑھایا اور اپنا خون بہایا

یعنی مال کے نقصان اور اس کے درد سے بھاگا مال تو زیادہ کر لیا اور اپنا خون ریختہ کیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این ریاضتہائے درویشان چراست	کاین بلا برتن بقائے جانہا است
یہ درویشوں کے مجاہدے کیوں ہیں؟	اس لئے کہ جسم کی تکلیف جانوروں کی بقا ہے

یعنی یہ درویشوں کی ریاضتیں کس لئے ہیں اس لئے ہیں کہ بدن پر بلا کا ہونا جان کے لئے بقا ہے۔ یعنی اولیاء اللہ جو ریاضتیں کرتے ہیں اس میں یہی مصلحت ہے کہ بدن پر امور شاقہ برداشت کر کے جان کی حفاظت کرتی ہیں اور بعد فناء اس تن کی بقاء ابدی حاصل کرتے ہیں۔

تا بقائے خود نہ بیند سالکے	چون کند تن را سقیم و ہالکے
جب تک سالک اپنی بقا نہ سمجھے	تو جسم کو بیمار اور فنا کیوں کرے؟

یعنی جب تک کہ کوئی سالک اپنی بقا نہ دیکھ لے تو اپنے بدن کو سقیم و ہالک کس طرح کرے یعنی اگر سالک یہ نہ دیکھے کہ بعد افناء اس تن کے مجھے بقائے ابدی حاصل ہوگی تو وہ کیوں مجاہدات کرے۔ مجاہدات کی وجہ یہی ہے کہ ان حضرات نے افناء تن میں ابقاء جان کو مشاہدہ کر لیا ہے۔

دست کے جنبد بایثار و عمل	تا نہ بیند دادہ را جانش بدل
ایثار اور عمل میں ہاتھ کب ہلے	جب تک کردیئے ہوئے کا بدلہ جان کے لئے نہ سمجھ لے

یعنی ہاتھ ایثار و عمل میں کب ہلتا ہے جب تک کہ اس (معطی) کی جان بدل نہ دیکھ لے یعنی بے اس کے کہ انسان اپنی کوئی غرض نہ دیکھ لے کوئی کام نہیں کرتا۔

آنکہ بدہد بے امید و سود ہا	آں خدایست آں خدایست آں خدا
جو بغیر امید اور نفع کے دیتا ہے	وہ تو خدا ہے وہ خدا ہے وہ خدا ہے

یعنی جو کہ بے کسی امید اور نفع کے دیتا ہے وہ خدا ہے اور خدا ہے اور خدا۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

افعال معلل بالاغراض والعلل نہیں ہوتے ان میں حکم ضرور ہوتی ہیں مگر ان سے کسی اپنی غرض کا حصول مقصود نہیں ہوتا بلکہ سراسر عبد ہی کی غرض ہوتی ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

یا ولی حق کہ خوئے حق گرفت	نور گشت و تابش مطلق گرفت
یا اللہ کا دوست جس نے اللہ کے اخلاق حاصل کر لئے ہیں	جو نور بن گیا ہے اور مطلق چمک حاصل کر لی ہے

یعنی یا ولی حق جس نے کہ خوئے حق اختیار کر لی اور نور ہو گیا اور تابش مطلق لے لی مطلب یہ کہ یا تو حق تعالیٰ بلا کسی غرض کے عطا فرماتے ہیں اور یا اولیاء اللہ جو کہ فنا فی الحق ہو گئے ہیں۔ مگر فرق اس قدر ہے کہ حق تعالیٰ کے عطاء میں تو بالکلیہ غرض عبد ہی کی ہوتی ہے غرض حق ہے ہی نہیں اور اولیاء اللہ میں غرض دوسرے کی غالب ہوتی ہے اور اپنی مغلوب۔ تو گویا کہ اپنی غرض ہے ہی نہیں مثلاً وہ ارشاد و ہدایت کرتے ہیں تو اس میں ان کو دوسروں کی مصالح پر زیادہ نظر ہوتی ہے بہ نسبت اپنی مصالح کے اور یہ امر مشاہد ہے اور یہ اس لئے ہے کہ۔

کو غنی است و جزا و جملہ فقیر	کے فقیرے بے عوض گوید کہ گیر
کیونکہ وہ بے نیاز ہے اور اس کے علاوہ سب محتاج ہیں	محتاج بغیر بدلے کے کب کہتا ہے کہ لے لے

یعنی اس لئے کہ وہ غنی ہے اور سوا اس کے سب فقیر ہیں تو کوئی فقیر بے عوض کے کب کہتا ہے کہ لے۔ یعنی اگر کسی فقیر کے پاس کوئی شے ہو تو وہ دوسرے کو کب دے گا جب تک کہ اس کو اس کا کوئی بدلہ نہ ملے اسی طرح یہ اہل دنیا بھی ہیں کہ ان کو جب تک کسی عوض کی امید نہیں ہوتی اور کوئی غرض ان کی حاصل نہیں ہوتی اس وقت تک یہ بھی کوئی کام نہیں کرتے اور اولیاء اللہ بلا اپنی کسی غرض غالب کے نفع پہنچاتے ہیں۔ آگے اہل دنیا کی مثال ہے کہ۔

تا نہ بیند کودکے کہ سیب ہست	او پیاز گندہ راندہد زدست
جب تک بچہ نہ دیکھ لے کہ سیب ہے	وہ بدبودار پیاز کو نہیں چھوڑتا ہے
ایں ہمہ بازار بہر ایں غرض	برد کانہا شستہ بر بوئے عوض
یہ تمام بازار (والے) اسی غرض سے	بدلے کی امید پر دکانوں پر بیٹھے ہوئے رہیں

یعنی یہ سب (اہل) بازار اس غرض کے واسطے دوکانوں پر عوض کی طلب میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

صد متاع خوب عرضہ میکنند	واندرون دل عوضہا می تنند
سینکڑوں عمدہ سامان پیش کرتے ہیں	اور دل میں بدلوں کی فکر کرتے ہیں

یعنی سینکڑوں عمدہ اسباب پیش کرتے ہیں اور دل میں عوض کو تن رہے ہیں یعنی اہل بازار خوب چیزیں پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی خیر خواہ ہیں مگر دل میں روپیوں کا حساب لگا رہے ہیں تو دیکھئے بے عوض کے کوئی کام نہیں کرتے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یک سلامی نشنوی اے مرد دیں	کہ نگیرد آخرت آن آستین
اے دیندار! تو ایک سلام بھی نہ سنے گا	جو بالآخر (تیری) آستین نہ پکڑے

یعنی اے مرد دین تو ایک سلام نہ سنے گا کہ جو آخر میں وہ آستین نہ پکڑے یعنی جو کوئی سلام بھی کرتا ہے وہ بھی بے غرض نہیں آخر میں ضرور کوئی اپنی غرض پیش کرے گا۔

بے طمع نشنیدہ ام از خاص و عام	من سلامے اے برادر والسلام
میں نے (کسی) خاص و عام سے بغیر لالچ کے نہیں سنا ہے	ایک سلام (بھی) اے بھائی! والسلام

یعنی بے طمع کے میں نے خاص و عام سے اے بھائی کوئی سلام نہیں سنا ہے والسلام یعنی اگر کسی نے سلام بھی کیا اس میں بھی اس کی کوئی نہ کوئی غرض ہوتی ہے۔

جز سلام حق تو ہاں آنرا بجو	خانہ خانہ جا بجا و کو بہ کو
سوائے اللہ (تعالی) کے سلام کے تو ضرور اس کی جستجو کر	گھر گھر، جگہ جگہ اور کوچے کوچے

یعنی سوائے سلام حق کے (کہ وہ بے غرض ہے) ہاں تو اسی کو گھر گھر اور جگہ جگہ اور کوچہ کوچہ تلاش کر۔ اب یہاں کسی کو تلاش ہوئی کہ وہ سلام حق کہاں سے ملے گا تو بتاتے ہیں کہ۔

از دہان آدمی خوش مشام	ہم پیام حق شنیدم ہم سلام
صحیح الدماغ آدمی کے منہ سے	میں نے سنا ہے اللہ (تعالی) کا پیغام بھی (اور) سلام بھی

یعنی آدمی خوش مشام کے منہ سے میں نے پیام حق بھی سنا ہے اور سلام (حق) بھی مطلب یہ ہے کہ ان حضرات سے جو کلمات اور سلام و پیام جو سنو وہ گویا کہ پیام و سلام حق ہے تو حق کے سلام کو ان حضرات کے پاس تلاش کرو انشاء اللہ یہیں ملے گا۔

دین سلام باقیان بر بوئے آن	من ہمی نوشم بدل خوشتر ز جان
بقیہ لوگوں کا سلام (بھی) اسی کی خوشبو کی وجہ سے	میں دل سے سنتا ہوں جو جان سے زیادہ پیارا ہے

یعنی اور یہ سلام باقیوں کا اسی کی امید پر میں دل و جان سے سنتا ہوں یعنی اور لوگوں کے سلام جو سنتا ہوں یہ بھی صرف اس لئے کہ ان ہی میں بعض اہل اللہ بھی ہوتے ہیں تو شاید کسی ولی کا سلام نصیب ہو جاوے۔

زان سلام او سلام حق شدہ است	کآتش اندر دودمان خود زدست
اس کا سلام تو اللہ تعالی کا سلام بن گیا ہے	کیونکہ اس نے اپنے خاندان کو آگ لگا دی ہے

یعنی اس لئے کہ اس کا سلام سلام حق ہے کیونکہ اس نے اپنے خاندان میں آگ لگا دی ہے یعنی چونکہ یہ فانی فی الحق ہو چکا ہے لہذا اس کا سلام گویا سلام حق ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مردہ است از خود شدہ زندہ برب	زان بود اسرار حقش در دو لب
وہ فانی بالذات ہے باقی باللہ ہے	اسی لئے اس کے دونوں ہونٹوں میں خدائی اسرار ہوتے ہیں

یعنی اپنے سے تو مردہ ہے اور حق سے زندہ ہے اس لئے اسرار حق اس کے دونوں لبوں میں ہیں یعنی چونکہ فانی بحق ہو چکا ہے لہذا اسرار حق اس کو معلوم ہونے لگے ہیں۔

مردن تن در ریاضت زندگی ست	رنج این تن روح را پایندگی ست
ریاضت میں جسم کا مرنا زندگی ہے	اس جسم کی تکلیف روح کی استواری ہے

یعنی تن کا ریاضت میں فنا ہونا زندگی (جان) ہے اور اس بدن کی تکلیف روح کے لئے بقا ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ وہ درخواست کنندہ موسیٰ علیہ السلام سے رخصت ہو کر اپنے مکان پر آیا اور اگلے دن صبح کے وقت امتحان کے لئے دروازہ پر منتظر ہو کر کھڑا ہوا کہ دیکھوں میں کتے اور مرغے کی زبان سمجھتا ہوں یا نہیں۔ اتنے میں خادمہ آئی اور اس نے دستر خوان جھاڑا اس میں سے رات کے کھانے کے بچے کچھے ٹکڑے نیچے گرے ان کے گرتے ہی ان کو مرغا اس طرح لے اڑا جس طرح وہ اس کے پاس گروی ہوں یہ دیکھ کر کتے نے کہا کہ جاؤ جی تم نے تو ہم پر بڑا ظلم کیا تو تو غلہ بھی کھا لیتا ہے اور میں مکان میں غلہ کھا نہیں سکتا تو تو گیہوں جو اور ہر قسم کا اناج کھا لیتا ہے اور میں نہیں کھا سکتا۔ ہمارا حصہ تو یہی روٹی کا کنارہ تھا سو اس کو بھی اڑا لے جاتا ہے اور اتنا بھی ہمیں نہیں دیتا اس پر مرغ نے اس سے کہا کہ ذرا خاموش رہ رنج مت کر خدا تجھے اس کا عوض اس سے بہتر دے گا۔ کل کو میاں کا گھوڑا مریگا تو خوب پیٹ بھر کر کھانا رنجیدہ مت ہو جب گھوڑا مریگا تو کتوں کی عید ہوگی اور بے زحمت ومشقت بہت سا رزق ملے گا۔ یہ سن کر اس نے گھوڑے کو بیچ دیا اور مرغ کو کتے سے سخت ندامت ہوئی۔ دوسرے دن بھی اسی طرح مرغے نے روٹی اڑا لی اور کتے نے پھر شکایت کی اور کہا کہ او فریبی مرغے اتنا جھوٹ۔ تو ظالم ہے تو بڑا جھوٹا ہے۔ تیری بات بالکل قابل اعتبار نہیں تو نے جو کہا تھا کہ گھوڑا مرے گا بتا تو سہی کہاں مرا تو اپنی پیشین گوئیوں کے سبب سچ سے بالکل محروم ہے۔ واقف کار مرغے نے جواب دیا کہ مرا تو ہے مگر دوسری جگہ مرا ہے۔ میاں نے اس کو بیچ دیا اور خود نقصان سے بچ گئے اور وہ نقصان دوسرے کے سر ڈال دیا۔ لیکن تو گھبرا نہیں کل کو اونٹ مرے گا اور وہ صرف کتوں ہی کا حصہ ہوگا۔ یہ سن کر اس حریص نے اونٹ کو بھی بیچ دیا اور رنج اور نقصان سے چھوٹ گیا۔ تیسرے روز کتے نے پھر مرغے سے کہا کہ او جھوٹوں کے صاحب نوبت ونشان بادشاہ تو کب تک جھوٹ بول کر مجھے فریب دے گا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو سراسر فریب بالکل دھوکا اور مجسم دغا ہے اس نے کہا میں کیا کروں اس نے فوراً ہی اونٹ کو بیچ دیا۔ اچھا تو صبر کر کل کو اس کا غلام مریگا اور جب غلام مرے گا تو عزیز واقارب

www.besturdubooks.wordpress.com

کتوں اور فقیروں کو روٹیاں دیں گے اس نے یہ سنا اور غلام کو بھی بیچ ڈالا۔ اور اس طرح نقصان سے بچ گیا اور بہت خوش ہوا اور بڑے شکر کئے اور بہت خوشیاں منائیں کہ میں فی الحال تین واقعوں سے بچ گیا جب سے کہ میں نے جانوروں کی زبان سیکھی ہے سوء القضاء کی آنکھ بند کر دی کہ وہ مجھے نقصان نہ پہنچا سکی۔ دوسرے دن پھر اس محروم کتے نے کہا کہ او فضول گو مرغے وہ تیری بیہودہ پیشین گوئیاں کہاں ہیں۔ تیرے مکر اور جھوٹ کی بھی کوئی انتہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ تیرے آشیانہ میں بالکل جھوٹ ہی جھوٹ بھرا ہوا ہے اور اس سے جھوٹ ہی نکلتا ہے یعنی تو مجسم جھوٹ ہے۔ اس نے کہا کہ میں اور میری جنس اس سے منزہ ہے کہ وہ جھوٹ بول کر ذلیل ہو۔ ہم مرغے موذن کی طرح سچے ہیں۔ ہم آفتاب کے نگران اور وقت کے متلاشی رہتے ہیں اگر ہم پر طشت بھی ڈھانپ دیا جاوے تب بھی ہم اندر ہی سے آفتاب کی نگرانی کرتے ہیں۔ اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ جس طرح جانوروں میں مرغ آفتاب کا نگران ہے یوں ہی آدمیوں میں اہل اللہ آفتاب حقیقی کے نگران اور اس کے اسرار سے واقف ہیں۔ اس کو ختم کر کے پھر مرغ کا بیان شروع کرتے ہیں اس کے بعد مرغ نے کہا کہ حق سبحانہ نے ہمارے جد امجد کو نماز کی اطلاع کے لئے آدم علیہ السلام کو منجملہ دیگر سامان کے عطا فرمایا تھا اگر کسی دن بے وقت اذان دینے میں ہم سے سہو ہو جاتا ہے اور ہم سہواً ایسا کر بیٹھتے ہیں تو وہ ہمارے قتل کا ذریعہ ہو جاتا ہے اور ہمارے بیوقت حی الفلاح کہنے سے ہمارا خون نا قابل وقعت اور مباح ہو جاتا ہے اور ہم کو ذبح کر ڈالا جاتا ہے۔ اب مولانا استطراداً فرماتے ہیں کہ غلطی سے جو محفوظ ہیں وہ وہی مرغ حق سبحانہ ہیں جن کی ارواح ملہم من اللہ ہیں۔ یعنی اہل اللہ خواہ بالعموم کما ہو مذہب البعض او علی الخصوص یعنی انبیا کما ہو المذہب المشہور۔ یہ مضمون استطراداً بیان کر کے پھر مقولہ مرغ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرغ نے کہا کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا بلکہ غلام مشتری کے یہاں مرا ہے اور اس سے مشتری کا سراسر نقصان ہوا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس نے اپنا مال ہلاکت سے بچا لیا لیکن خوب سمجھ لو کہ اس نے اپنا خون کیا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو ایک نقصان اور بہت سے نقصانوں کا دفعیہ ہو جاتا کیونکہ ہمارا مال ہمارا جسم ہماری جانوں کا فدیہ ہے ان پر آفت آنے سے جان کی آفت ٹل جاتی ہے۔ مقدمات میں حکام کے یہاں تو تم مال صرف کر کے جان بچا لیتے ہو لیکن قضائے الٰہی کے بارہ میں تم نادان کیوں ہو گئے ہو اور خدا سے مال کو کیوں بچاتے ہو۔ یہ مضمون استطراد ی ختم کر کے پھر مرغ کا مقولہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مرغ نے کہا کہ یہ سب کچھ ہوا لیکن کل کو وہ خود مرے گا اور وارث اس کے ماتم میں گائے ذبح کریں گے کل جب میاں مریں گے اس وقت تجھ سے جتنا کھایا جاوے کھانا۔ روٹیوں کے ٹکڑے لنگر اور کھانے خوب تقسیم ہوں گے اور گلی میں کیا عام کیا خاص سب کو حصہ ملے گا اور قربانی کی گائے اور چپاتیاں کتوں اور سائلوں سب کو خوب ملیں گی۔ یہاں تک مرغ کا مقولہ ختم ہو گیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ گھوڑے اونٹ اور غلام کا مرنا اس احمق دھوکہ کھانے والے شخص کی جان سے بلا کو دفع کرنے والا تھا لیکن اس نے مال کے نقصان اور اس کی تکلیف کو گوارا نہ کیا اور مال کو بڑھا کر اپنی جان دی۔ تم سمجھتے ہو کہ سالکین ریاضتیں کیوں کرتے ہیں اس کا

راز یہی ہے کہ جسم پر مصیبت اٹھا کر جان کو بچاتے ہیں کیونکہ جسمانی مصیبت جان کی بقا کا ذریعہ ہے سمجھو تو سہی جب تک کوئی سالک اپنی جان بچتے ہوئے نہ دیکھے گا اس وقت تک وہ اپنے جسم کو کیسے مریض اور فنا کر سکتا ہے کیونکہ جب تک آدمی اپنے ایثار اور اپنے فعل کا بدل نہیں دیکھ لیتا اس وقت تک ایثار و عمل کے لئے اس کا ہاتھ ہل نہیں سکتا۔ جو بلا توقع نفع دیتا ہے وہ صرف خدا ہے صرف خدا ہے صرف خدا ہے اور اس کے بعد وہ ولی حق جو متخلق باخلاق اللہ ہو گیا اور سراسر نور بن گیا اور تابش مطلق حاصل کر لی وہ غنی اور بے غرض ہے اس کے علاوہ جتنے ہیں سب محتاج غرض ہیں اور جو خود محتاج ہو وہ دوسرے کو کیا دے سکتا ہے بچوں ہی کو دیکھ لو کہ جب تک وہ سیب نہیں دیکھ لیتے اور یہ نہیں سمجھ لیتے کہ پیاز دیکر ہم کو سیب ملے گا اس وقت تک وہ سڑے ہوئے پیاز کو بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے یہ جتنے بازار ہیں سب غرض ہی کے لئے ہیں اور جو کوئی دوکان پر بیٹھتا ہے صرف عوض کی خاطر گو ہر قسم کا اعلیٰ سے اعلیٰ سامان خریدار کے سامنے رکھتے ہیں مگر دل میں غرض رکھتے ہیں تم کوئی سلام ایسا نہ سنو گے جو آخیر میں کسی نہ کسی وقت تمہاری آستین نہ پکڑے اور جس سے کوئی غرض مقصود نہ ہو۔ بھائی میں نے تو نہ کسی خاص سے بے غرض سلام سنا ہے نہ عام سے۔ سب کی اغراض پوشیدہ ہوتی ہیں جو اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہے بجز حق سبحانہ کے سلام کے وہ ضرور بے غرض ہوتا ہے۔ بس اس کو گھر گھر گلی گلی جگہ جگہ ڈھونڈو۔ بعض خوش دماغ آدمیوں (اہل اللہ) کے منہ سے میں نے پیام حق سنا ہے بس اوروں کا سلام میں اسی توقع پر بدل بلکہ جان سے زیادہ محبت کے ساتھ سنتا ہوں کہ شاید ان میں کوئی سلام حق بھی سنائی دے جاوے یا یہ کہ یہ سلام اس سے مناسبت صوری رکھتے ہیں اس لئے میں انہیں سنتا ہوں اب اس کی وجہ سنو کہ اہل اللہ کا سلام سلام حق کیوں ہوا اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنا سامان ہستی جلا دیا۔ اور فانی فی الحق ہو گئے وہ اپنے سے مردہ اور خدا کے ساتھ زندہ ہیں یعنی فانی فی الحق اور باقی بالحق ہیں اس لئے ان کی زبان پر اسرار خداوندی ہوتے ہیں بس یاد رکھو کہ ریاضت میں جسم کا فنا ہو جانا یہ مرنا نہیں ہے بلکہ سراسر حیات طیبہ ہے اور اس جسم کے تکالیف بقائے روح کا ذریعہ ہیں۔

شرح شبیری

گوش بنہادہ بد آں مرد خبیث	می شنیداد از خروسش ایں حدیث
وہ خبیث انسان کان لگائے ہوئے تھا	یہ بات وہ اپنے مرغ سے سن رہا تھا

یعنی وہ مرد خبیث کان لگائے ہوئے تھا اور اپنے مرغے سے اس بات کو سن رہا تھا (کہ کل کو ہم خود ٹین ہوں گے)

اس شخص کا موسیٰ علیہ السلام کی طرف جلدی سے دوڑنا جبکہ اپنے مرنے کی خبر سنی

چون شنید ایںہاروان شد تیز وتفت	بر در موسیٰ کلیم اللہ رفت
جب اس نے یہ سنا تیزی اور تندی سے دوڑا	(حضرت) موسیٰ کلیم اللہ کے دروازے پر گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب ان باتوں کو سنا تو خوب تیز روانہ ہو کر دروازہ موسیٰ کلیم اللہ پر گیا۔

روہمی مالید بر خاک او زبیم	کہ مرا فریاد رس زیں اے کلیم
وہ خوف سے زمین پر چہرہ رگڑ رہا تھا	کہ اے کلیم! اس (معاملے) میں میری مدد کیجئے

یعنی وہ خاک پر خوف (موت) سے منہ ملتا تھا کہ اے کلیم اس سے میری فریاد رسی کیجئے یعنی مجھے موت سے بچایئے۔

گفت رو بفروش خود را و برہ	چونکہ استا گشتہ بر جہ زچہ
فرمایا جا اپنے آپ کو بیچ ڈال اور چھٹکارا پا لے	چونکہ تو ماہر بن گیا ہے کنویں سے کود نکل

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جا اپنے کو بیچ دے اور چھوٹ جا جبکہ تو استاد ہو گیا ہے تو کنویں سے کود جا۔

بر مسلمانوں زیاں انداز تو	کیسہ و ہمیانہا را کن دو تو
تو مسلمانوں کو نقصان پہنچا دے	ہمیانیوں اور تھیلی کو دوگنا کر لے

یعنی مسلمانوں پر نقصان ڈال دے اور تھیلی اور ہمیانیوں کو دوگنا کر لے۔

من درون خشت دیدم ایں قضا	کہ در آئینہ عیاں شد مرترا
میں نے اس قضا کو اینٹ میں سے دیکھ لیا ہے	جو آئینہ میں تجھ پر ظاہر ہوئی ہے

یعنی میں نے اس قضا کو اینٹ ہی میں دیکھ لیا تھا جو کہ آئینہ میں تجھے ظاہر ہوا ہے (خشت کہتے ہیں بے صیقل کے لوہے کو) مطلب یہ کہ تجھے تو بعد وقوع کے مشاہدہ ہوا اور میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا۔

عاقل اول بیند آخر را بدل	اندر آخر بیند از دانش مقل
عقلمند شروع میں دل سے انجام کو دیکھ لیتا ہے	عقل کا کوتاہ آخر میں دیکھتا ہے

یعنی عاقل تو انجام کو اول ہی دل سے دیکھ لیتا ہے اور عقل سے مفلس آخر میں دیکھتا ہے۔

باز زاری کرد کاے نیکو خصال	مرمرا بر سر مزن بر رو ممال
وہ پھر رویا کہ اے نیک عادت!	میرے سر پر نہ ماریئے منہ پر نہ ملئے

یعنی اس نے پھر آہ و زاری کی کہ اے نیکو خصال مجھے سر پر مت مار اور منہ پر مت مل یعنی مجھے بچا لو۔

از من آں آمد کہ بودم نا سزا	نا سزایم را تو دہ حسن الجزا
مجھ سے وہی ہوا کیونکہ میں نالائق تھا	مجھ نالائق کو آپ اچھا بدلہ دے دیجئے

یعنی مجھ سے تو وہ آیا اس لئے کہ میں نالائق تھا تو میری نالائقی کی آپ اچھی جزا دیجئے۔

گفت تیرے جست از ست اے پسر	نیست سنت کاید آن واپس بسر
فرمایا اے بیٹا! تیر کمان سے نکل گیا	سنت الٰہی نہیں ہے کہ وہ دوبارہ واپس آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی فرمایا کہ اے صاحبزادہ تیر کمان سے نکل گیا اب قاعدہ نہیں کہ وہ پھر واپس آوے۔

لیک درخواہم ز نیکو داورے	تا کہ ایماں آں زماں باخود برے
ہاں بہترین انصاف والے سے ہیں درخواست کروں گا	تا کہ تو اس وقت اپنے ساتھ ایمان لے جائے

یعنی لیکن میں اچھی عدالت سے یہ مانگوں گا کہ تو اس (موت کے) وقت ایمان اپنی ساتھ لے جاوے۔

چونکہ ایمان بردہ باشی زندۂ	چونکہ باایمان روی پایندۂ
جب تو ایمان کو (ساتھ) لے جائے گا تو زندہ ہے	جبکہ تو ایمان کے ساتھ جائے گا' ٹھیک رہے گا

یعنی جبکہ تو ایمان کو لے گیا ہو تو زندہ ہے اور جبکہ تو باایمان جاوے تو تو باقی ہے (اب آثار مرگ شروع ہوتے ہیں)

ہم درآندم حال بر خواجہ بگشت	تا دلش شورید آوردند طشت
اسی وقت' آقا کا حال دگرگوں ہو گیا	یہاں تک کہ اس کا دل متلایا' لوگ طشت لائے

یعنی اسی وقت میاں کی حالت بدلی یہاں تک کہ دل اس کا متلایا اور لوگ طشت (سلابچی وغیرہ) لائے (لوگ سمجھے کہ قے ہونے سے دل ہلکا ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ)

شورش مرگ است نے ہیضہ طعام	قے چہ سودت دارد اے بدبخت خام
موت کی تنگی ہے' نہ کہ کھانے کی بدہضمی	اے بدبخت ناقص! قے تیرے لئے کیا مفید ہے

یعنی یہ جوش موت ہے نہ کہ کھانے کا ہیضہ تو قے تجھے کیا فائدہ دے گی اے بدبخت خام یعنی اگر بدہضمی وغیرہ ہو تو قے سے کچھ تسکین ہو مگر یہ تو شورش مرگ ہے۔ قے سے کیا تسکین ہو سکتی ہے۔

چار کس بردند تا سوئے وثاق	ساق می مالید او بر پشت ساق
(اس کو) چار آدمی گھر تک لے گئے	وہ پنڈلی پر پنڈلی رگڑتا تھا

یعنی چار آدمی گھر تک لے گئے اور (کرب کی وجہ سے) پنڈلی پر پنڈلی مار رہا تھا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

پند موسیٰ نشنوی شوخی کنی	خویشتن بر تیغ پولادی زنی
تو (حضرت) موسیٰ کی نصیحت نہیں سنتا ہے گستاخی کرتا ہے	اپنے آپ کو فولاد کی تلوار پر مارتا ہے

یعنی موسیٰ کی نصیحت کو تو سنتا نہیں اور شوخی کرتا ہے تو اپنے کو تیغ فولادی پر مارتا ہے۔

شرم ناید تیغ را از جان تو	آں تست ایں اے برادر آں تو
تیری جان (لینے سے) تلوار کو شرم نہیں آتی ہے	اے بھائی! یہی تیرا حصہ ہے' تیرا حصہ ہے

یعنی تلوار کو تیری جان سے شرم نہ آوے گی اے بھائی یہی تیرے مناسب ہے یہی ہے۔ یعنی جب تو تلوار پر

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے کو مار رہا ہے تو یاد رکھ کہ تلوار تو کاٹ ہی دے گی اس کو شرم نہ آوے گی کہ وہ تجھے نہ کاٹے اور بس تمہارے مناسب یہی ہے کہ تمہارے ساتھ وہ ایسا کرے۔

موسیٰ علیہ السلام کا اس شخص کے ایمان کی سلامتی کیلئے دعا کرنا

گفت موسیٰ در مناجات آں سحر	کاے خدا ایماں ازو مستاں مبر
اس صبح کو (حضرت) موسیٰ نے دعا میں عرض کیا	کہ اے خدا! اس کا ایمان نہ لے نہ چھین

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اس صبح کو مناجات میں فرمایا کہ اے خدا ایمان اس سے مت لے اور مت لے جا۔

بادشاہی کن برو بخشا کہ او	سہو کرد و خیرہ روئی و غلو
شاہی برت، اس کو بخش دے کیونکہ اس نے	غلطی اور شوخی اور زیادتی کی ہے

یعنی آپ مرحمت خسروانہ کیجئے اور بخش دیجئے کہ اس نے سہو اور خیرہ روئی اور غلو کیا ہے۔

گفتمش این علم نے درخوردتست	دفع پنداریدِ قولم را و سست
میں نے اس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے	میری بات کو اس نے ٹال مٹول اور کمزور سمجھا

یعنی میں نے اس سے کہا کہ یہ علم تیرے لائق نہیں ہے تو اس نے میرے قول کو ٹالنا اور سست سمجھا۔

دست را بر اژدہا آنکس زند	کہ عصا را دستش اژدہا کند
اژدھے پر وہ شخص ہاتھ ڈالے	جس کا ہاتھ لاٹھی کو اژدہا بنا دے

یعنی اژدہا پر تو ہاتھ وہ مارے جو کہ عصا کو اس کا ہاتھ اژدہا بنالے۔

سرغیب آنرا سزد آموختن	کہ تو اندلب ز گفتن دوختن
غیب کا راز سیکھنا اس کے لئے مناسب ہے	جو بولنے سے ہونٹ سی سکے

یعنی اسرار غیب کا سیکھنا اس شخص کی لائق ہے جو کہ لب کو کہنے سے سی سکے یعنی جوان کو چھپا سکے اس کو سیکھ لینا بھی مناسب ہے۔

درخور دریا نشد جز مرغ آب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب
دریائی پرند کے سوا دریا کے لائق نہیں ہے	سمجھ جا اور اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

یعنی دریا کے لائق کوئی نہیں ہے سوائے مرغ آبی کے ذرا سمجھ لو واللہ اعلم بالصواب۔

او بدریا رفت و مرغ آبی نبود	گشت غرقہ دست گیرش اے ودود
وہ دریا میں گھس گیا اور دریائی پرند نہ تھا	ڈوب گیا اے خدا اس کی دستگیری فرما

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ دریا میں چلا گیا اور مرغ آبی نہ تھا اب وہ غرق ہو گیا ہے اے اللہ آپ اس کی دستگیری کیجئے یعنی اس نے یہ حرکت کر لی جو کہ اس کی لائق نہ تھی اب اے اللہ آپ دستگیری فرماویں۔

حق تعالیٰ کا موسیٰ علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمانا

یعنی اس دعا کو حق تعالیٰ نے قبول فرما لیا اور اس پر بہ سبب اس کے عجز و افتقار کے رحم فرمایا۔

گفت بخشیدم با و ایمان منم	ور تو خواہی این زمان زندش کنم
فرمایا ہاں میں نے اس کو ایمان بخشا	اگر تو چاہے تو میں اس کو ابھی زندہ کر دوں

یعنی فرمایا حق تعالیٰ نے کہ میں نے اس کو ایمان بخشا اور اگر تم چاہو تو میں اسی وقت اس کو زندہ کر دوں۔

بلکہ جملہ مردگان خاک را	زندہ سازیم این زمان بہر تو ما
بلکہ زمین کے تمام مردوں کو	ہم تیرے لئے ابھی زندہ کر دیں

یعنی بلکہ تمام زمین کے مردوں کو ہم اس وقت آپ کی خاطر زندہ کر دیں۔

گفت موسیٰ ایں جہاں مردنست	آں جہاں انگیز کانجا روشن است
(حضرت) موسیٰ نے عرض کیا یہ فنا کا جہان ہے	اس جہان میں اٹھا لے کیونکہ وہ روشن جگہ ہے

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو مرنے کا ہے اس جہان میں اٹھائے کہ وہ جگہ روشن ہے۔

ایں فنا جا چوں جہاں بود نیست	بازگشت عاریت بس سود نیست
یہ فنا کی جگہ چونکہ (ہمیشہ) رہنے کا جہان نہیں ہے	عارضی واپسی ہے تو کوئی فائدہ نہیں ہے

یعنی یہ فنا کی جگہ جب رہنے کی جگہ نہیں ہے تو عاریت کا واپس دینا فائدہ نہیں ہے یعنی اگر اس وقت اس کو زندگی مستعار واپس بھی مل گئی تو پھر چھن جائے گی لہٰذا اس سے بہتر ہے کہ اس عالم کی راحت نصیب فرمایئے اب جو وقت رحمت دیکھا تو اوروں کی شفاعت بھی فرماتے ہیں کہ۔

رحمتے افشان بر ایشان ہم کنون	در نہانخانہ لدینا محضرون
ان پر اب رحمت نازل فرما	"لدینا محضرون" کے مخفی مقام میں

یعنی اب ان پر بھی رحم فرمایئے نہانخانہ میں اور لدینا محضرون میں یعنی ملک عدم میں اپنے پاس اوروں پر بھی رحم فرمایئے۔ اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ ہم نے جو قصہ بیان کیا ہے اس لئے ہے کہ۔

تا بدانی کہ زیان جسم و مال	سود جان باشد رہاند از وبال
خبردار سمجھ جا کہ جسم اور مال کا نقصان	جان کا نفع ہے (اس کو) وبال سے رہائی دے دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تا کہ تم جان لو کہ جسم و مال کا نقصان جان کا نفع رکھتا ہے اور وبال سے چھڑاتا ہے۔

بس ریاضت را بجان شو مشتری	چون سپردی تن بخدمت جان بری
پس مجاہدے کو (دل و) جان سے اختیار کر	جب تو جسم کو خدمت میں لگا دے گا نجات پا جائے گا

یعنی بس ریاضت کے جان و دل سے خریدار ہو جاؤ جبکہ تم نے تن خدمت میں سپرد کر دیا تو تم تو جانبر ہو جاؤ گے۔

در ریاضت آیدت بے اختیار	سر بنہ شکرانہ دہ اے کامیار
اور اگر بلا ارادہ تجھ سے ریاضت ہو جائے	اے کامیاب اطاعت کر شکر ادا کر

یعنی اور اگر تمہارے پاس ریاضت بے اختیار آ دے تو سر رکھ اور شکر کر اے کامیاب۔ مطلب یہ کہ ریاضت کی دو قسمیں ہیں ایک اختیاری۔ ایک اضطراری۔ اختیاری تو یہ کہ اپنے اختیار سے نفس پر جبر کرا اور ریاضت میں مشغول ہو اور اضطراری مجاہدہ یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ دیکھتے ہیں کہ یہ خود تو باز رہتا نہیں تو وہ اس شخص کو کسی مرض یا مصیبت میں مبتلا کر دیتے ہیں کہ جس سے یہ اس کام کو کر ہی نہیں سکتا تو اس کو مجاہدہ اضطراری کہتے ہیں اور جب حق تعالیٰ ایسا کرتے ہیں تو اس شخص کو ان مصائب پر صبر دیتے ہیں اور اس صبر سے اس کے درجات میں ترقی ہوتی ہے تو اس سے پہلے شعر میں تو فرمایا تھا کہ خود مجاہدہ کرو اور اس میں فرماتے ہیں کہ اگر مجاہدہ اضطراری میں مبتلا ہو جاؤ تو صبر کرو اور اطاعت کرو۔ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

چون حقت داد آں ریاضت شکر کن	تو نکردی او کشیدت ز امر کن
جب اللہ (تعالیٰ) نے تجھے وہ ریاضت عطا کر دی تو شکر یہ ادا کر	تو نے خود نہیں کی اس نے تجھے "کن" کے حکم کے ذریعہ کھینچا ہے

یعنی جب حق تعالیٰ نے تجھے ریاضت دی تو تو شکر کر تو نے نہیں کیا تو حق تعالیٰ نے امر کن سے تجھے کھینچ لیا یعنی تکویناً تجھے کام میں لگا دیا۔ مگر یہ حکم تکوینی مثل جمادات کے نہیں ہے کہ وہ اس طرح کام میں لگ رہے ہیں کہ ان کو شعور نہیں بلکہ یہاں امر تکوینی مع شعور کے ہے کہ کام لے رہے ہیں اور اس شخص کو معلوم ہے کہ ہاں اس سے یہ مقصود ہے لہٰذا اس پر صبر کرتا ہے۔ آگے ایک عورت کی حکایت لاتے ہیں کہ اس کے بچے زندہ نہ رہتے تھے وہ بہت غمگین تھی کہ خواب میں ایک باغ دیکھا کہ وہ اس کے لئے تیار ہے اور اس کے سارے بچے اس کے اندر موجود ہیں اور اس سے کہا گیا کہ تو خود تو کام کرتی نہ تھی ہم نے یہ مصائب تجھ پر مسلط کر کے تجھے صبر دیا اور پھر تیرے درجات رفع کئے اور یہ باغ وغیرہ دیا تو دیکھو یہ عورت مجاہدہ اضطراری میں تھی اور اس نے صبر کیا تو درجات عطا ہوئے اسی طرح تم بلاؤں اور مصائب پر صبر کرو تو تم کو بھی درجات عالیہ عطا ہوں گے۔ اب حکایت سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایت اس عورت کی کہ بچے اس کے زندہ نہ رہتے تھے تو وہ حق تعالیٰ کے آگے روئی تو جواب ملا کہ یہ تیری ریاضت اور مجاہدہ کے عوض میں ہے

این حکایت بشنو دوعظے شمر	تا نگردی خستہ از نقص و ضرر
یہ حکایت سن اور نصیحت حاصل کر	تا کہ تو نقصان' اور تکلیف سے خستہ (دل) نہ ہو

یعنی یہ حکایت سن اور (اس کو) ایک وعظ شمار کرتا کہ تو نقص وضرر سے خستہ نہ ہو۔ یعنی اگر کوئی ضرر ہو یا کوئی مرض وغیرہ آوے تو تو اس سے غمگین مت ہونا۔ اور اس حکایت کو پیش نظر رکھنا کہ جس طرح کہ اس کو درجات عالیہ ملے اسی طرح تم کو بھی ملیں گے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب مرغا یہ باتیں کر رہا تھا تو آقا کان لگائے ہوئے اس کی یہ باتیں سن رہا تھا۔ جب اس نے اپنا مرنا سنا تو بہت گھبرایا اور موسیٰ علیہ السلام کے دولت خانہ کی طرف دوڑا خوف کے مارے منہ کو خاک پر ملتا تھا اور کہتا تھا کہ اے کلیم مجھے اس بلا سے بچائیے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جا اب اپنے کو بیچ کر اس مصیبت سے چھوٹ جا آخر تو تو رد قضا میں بڑا ماہر ہو گیا ہے۔ کنویں سے کیوں نہیں نکل جاتا نکل جا اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا کر اپنی تھیلی اور ہمیانی بھر۔ ارے احمق جس وقت کہ اس آئینہ کو جلا نہیں ہوئی تھی میں تو اسی وقت اس قضا کو دیکھ رہا تھا تو نے تو اسے آئینہ صیقل ہونے پر ہی دیکھا ہے یعنی میں نے ابتدا ہی میں سوچ لیا تھا کہ اس کا یہ انجام ہوگا اور تو نے اس وقت دیکھا جبکہ بالکل تیرے سامنے آ گیا عاقل جو ہوتے ہیں وہ انجام کو اول ہی میں دیکھ لیتے ہیں اور عقل سے بے بہرہ لوگ آخر میں دیکھتے ہیں اور پھر رویا اور کہا کہ حضور بھگو بھگو کر میرے سر میں جوتیاں نہ ماریں اور مجھے شرمندہ نہ کریں واقعی مجھ نالائق سے نالائقی ہو گئی۔ آپ میری نالائقی کا معاوضہ بھلائی سے فرمادیں۔ فرمایا کہ اب تو تیر کمان سے نکل گیا ہے اور یہ طریقہ نہیں کہ وہ واپس ہو لیکن حق سبحانہ کی بہتر حکومت سے اس کی درخواست کروں گا کہ تیرا ایمان پر خاتمہ ہو جب تیرا ایمان پر خاتمہ ہوگا تو تو واقع میں زندہ ہی ہے اور جبکہ تو ایمان اپنے ساتھ لے گیا تو تو حقیقت میں باقی ہی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ فرمایا اور اس کی حالت بگڑنی شروع ہوئی حتیٰ کہ اس کا جی متلایا اور لوگ قے کے لئے طشت لائے کوئی اس سے کہے کہ یہ موت کا ہیجان ہے یہ بدہضمی کی قے نہیں ہے کہ اس سے طبیعت ہلکی ہو جاوے اور بدنصیب احمق تجھے اس سے کچھ نفع نہ ہوگا۔ غرضکہ چار شخص اسے چارپائی پر لٹا کر اس کے گھر لے گئے اور وہ نزع کی حالت میں پنڈلی سے پنڈلی رگڑتا تھا اس سے کوئی کہے کہ احمق تو موسیٰ کی نصیحت نہیں سنتا اور ضد کرتا ہے اور اپنے کو فولادی تلوار سے بھڑاتا ہے۔ تجھے خیال

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہوتا کہ تلوار تیری جان کا کچھ لحاظ نہ کرے گی۔ اب اپنے کئے کی سزا بھگت تیری یہی سزا ہے خیر جب وہ چلا گیا تو موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کا ایمان سلب نہ کرنا اور اس کو باایمان مارنا آپ مراحم خسروانہ کو کام فرمادیں اور اس کو معاف فرمادیں اس نے بڑی غلطی کی۔ بڑی نالائقی کی اور بہت زیادتی کی میں نے تو اس سے کہا تھا کہ یہ علم تیرے موافق نہیں ہے مگر اس نے میری بات کو معمولی سمجھا اور سمجھا کہ ٹالنے کے لئے کہتے ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خطرات میں پڑنا ہر شخص کا کام نہیں۔ بلکہ وہ صرف اہل اللہ کا کام ہے کیونکہ اژدھے پر وہی ہاتھ ڈال سکتا ہے جس کے ہاتھ میں یہ کمال ہو کہ وہ لاٹھی کو اژدہا بنا دے اور راز غیب اس کو جاننا زیبا ہے جو اس کو افشاء نہ کر سکے۔ دیکھو ہر جانور دریا میں نہیں جا سکتا۔ اس میں صرف دریائی جانور ہی جا سکتا ہے۔ پس اسی سے تم سمجھ لو کہ راز غیب کا جاننا مقربین بارگاہ علام الغیوب ہی کو زیبا ہے۔ خیر تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اللہ یہ دریائی جانور نہ تھا اور دریا میں گھس گیا اور ڈوب گیا۔ آپ اس کی دستگیری فرمایئے۔ حق سبحانہ نے دعا کو قبول فرمایا اور اس کے عجز و افتقار پر رحم فرمایا اور کہا کہ اچھا میں نے اسے ایمان بخشا اور اگر تم کہو تو میں اسے زندہ بھی کر دوں بلکہ ایک وہ کیا اگر تم کہو تو تمہاری خاطر میں تمام مردوں کو زندہ کر دوں۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جہان تو فانی ہے اس کی زندگی تو کوئی معتد بہ چیز نہیں ہے ہاں آپ اسے اس عالم میں زندہ فرمایئے جو روشن ہے اور یہ جہان تو کوئی رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ واپسی اگر ہوگی بھی تو برائے چندے لہٰذا بے سود ہے اور اس کے ساتھ ان لوگوں پر بھی رحم فرمایئے جو عدم کے تہ خانہ میں مستور اور آپ کے سامنے حاضر ہیں۔ اس سے تم کو سمجھنا چاہئے کہ جسم و مال کا نقصان جان کا نفع ہے کہ وہ جان کو وبال سے چھڑاتا ہے اور یہ سمجھ کر ریاضت کا جان و دل سے خریدار ہونا چاہئے جب تم جسم کو حق سبحانہ کے سپرد کر دو گے تو جان ہلاکت سے بچا لو گے اور اگر کوئی ریاضت بلا اختیار تم کو پیش آ جاوے تو اس کے سامنے سر جھکا دو اور شکر کرو اور جب حق سبحانہ کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو شکر کرو کیونکہ تم نے ریاضت نہ کی تھی حق سبحانہ نے اپنے حکم سے تم سے ریاضت لی۔ دیکھو یہ قصہ سنو مگر قصہ کی طرح نہ سننا بلکہ اس کو ایک وعظ اور نصیحت سمجھنا تاکہ اگر تم کو کوئی نقصان یا ضرر پہنچے تو اس سے تم کبیدہ خاطر نہ ہو۔

شرح شبیری

آن زنے ہر سال زائیدے پسر	بیش از شش مہ نبودے عمر ور
وہ عورت ہر سال لڑکا جنتی ہے	(لیکن) وہ چھ ماہ سے زیادہ عمر والا نہ ہوتا

یعنی ایک عورت ہر سال ایک لڑکا جنتی تھی اور وہ بچہ چھ ماہ سے زائد عمر والا نہ ہوتا تھا۔

یا سہ مہ یا چار مہ گشتے تباہ	نالہ کرد آن زن کہ افغان اے الٰہ
تین مہینے یا چار مہینے میں تباہ ہو جاتا	وہ عورت روئی کہ اے خدا! فریاد ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یا تین ماہ یا چار ماہ (زندہ رہتا پھر) تباہ ہو جاتا تو اس عورت نے نالہ کیا کہ اے اللہ۔

نہ مہم بارست و سہ ماہم فرح	نعمتم زو ترر و از قوس قزح
میرے لئے ۹ مہینے تکلیف اور تین مہینے خوشی ہے	میری نعمت دھنک کمان سے زیادہ جلدی جانے والی ہے

یعنی میرے لئے نو ماہ تو بوجھ ہے اور تین ماہ فرحت ہے میری نعمت تو قوس قزح سے بھی جلدی جانے والی ہے۔

پیش مردان خدا کردے نفیر	ایں شکایت آن زن از درد نذیر
خاصان خدا کے سامنے شکایت کرتی	وہ عورت، اس تکلیف کے ہولناک درد سے

یعنی مردان حق کے آگے اس شکایت کی وہ عبرت درد ڈرانے والے کی فریاد کرتی۔

بیست فرزندش چنین در گور رفت	آتشے در جان او افتاد و تفت
اس طرح بیس بچے قبر میں گئے	شورش اور آگ اس کی جان میں لگ گئی

یعنی بیس بچے اس کے اسی طرح گور میں گئے تو اس کی جان میں ایک آگ اور جلن پڑ گئی۔

تا شبے بنمود او را جنتے	باغکے سبزی خوشی بے منتے
یہاں تک کہ اس کو ایک رات جنت نظر آئی	جو ایک سرسبز عمدہ بے دریغ باغ تھا

یعنی یہاں تک کہ حق تعالیٰ نے اسے ایک رات ایک جنت دکھلائی ایک باغ سرسبز عمدہ بے محنت کے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

باغ گفتم نعمت بے کیف را	سبز گفتم خلد دارالضیف را
میں نے بے کیف نعمت کو باغ کہہ دیا	میں نے دائمی مہمان خانے کو سبز کہہ دیا

یعنی میں نے نعمت بے کیف کو باغ کہدیا۔ اور خلد دارالضیف کو سرسبز کہدیا۔

ورنہ لاعین رأت چہ جائے باغ	گفت نور غیب را یزدان چراغ
ورنہ باغ (کے ذکر) کا کیا موقع ہے وہ تو ایسا ہے کہ کسی آنکھ نے اس کو نہیں دیکھا	اللہ (تعالیٰ) نے غیبی نور کو چراغ فرمایا ہے

یعنی ورنہ (وہ تو) لاعین رأت ہے چہ جائیکہ باغ اور فرمایا ہے نور غیب کو حق تعالیٰ نے چراغ۔

مثل نبود ایں مثال آں بود	تا برد بو آنکہ او حیران بود
مثل نہیں ہے یہ اس کی مثال ہے	تاکہ جو حیران ہے وہ کچھ سراغ پالے

یعنی یہ مثل نہیں ہے اس کی مثال ہے تاکہ بو لے جاوے وہ شخص کہ وہ حیران ہے مطلب یہ کہ اگر میں نے جنت کو سرسبز وغیرہ کہدیا تو کیا ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح تو یہ مثل (بکسر المیم) نہیں بلکہ مثالیں تقریب فہم کے لئے ہیں آگے پھر قصہ فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل آنزا دید آں زن مست شد	زاں تجلّی آن ضعیف از دست شد
خلاصہ یہ ہے اس (عورت) نے اس کو دیکھا وہ عورت مست ہوگئی	اس تجلّی سے وہ کمزور عورت مدہوش ہو گئی

یعنی حاصل یہ کہ اس عورت نے اس کو دیکھا اور مست ہوگئی اور اس تجلّی سے وہ ضعیف از خود رفتہ ہوگئی۔

دید در قصرے بنشتہ نام خویش	آن خود دانستش آن محبوب کیش
اس نے ایک محل پر اپنا نام لکھا دیکھا	اس نیک اطوار نے اس کو اپنا جانا

یعنی اس نے ایک محل میں اپنا نام لکھا دیکھا تو اس کو اس محبوب کیش نے اپنی ملک جانا۔

بعد ازان گفتند کاین نعمت وراست	کو بجان بازی بجز صادق نخاست
اس کے بعد انہوں نے (اس سے) کہا کہ یہ نعمت اس کی ہے	جس نے جانبازی سے سوائے خدا کے کچھ نہ چاہا ہو

یعنی اس کے بعد (فرشتوں نے) کہا کہ یہ نعمت اس کے لئے ہے جو کہ جانبازی سے سوائے صادق کے نہ اٹھا یعنی جس نے کہ ہمیشہ طلب صادق ہی کی اس کے لئے یہ نعمتیں ہیں۔

خدمت بسیار می بایست کرد	مر ترا تا برخوری زین چاشت خورد
بہت زیادہ عبادت کرنی چاہیے	تاکہ تو اس ناشتہ سے فائدہ حاصل کرے

یعنی تجھے خدمت بسیار کرنی چاہئے تھی تا کہ تو اس چاشت سے پھل کھاتی۔

چوں تو کاہل بودی اندر التجا	آن مصیبتہا عوض دادت خدا
چونکہ تو دعا کرنے میں سست تھی	خدا نے اس کے بدلے میں تجھے وہ مصیبتیں دیدی ہیں

یعنی جبکہ تو دعا میں کاہل تھی تو خدا نے یہ مصیبتیں (اس مجاہدہ کے) عوض میں دیدیں۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو تجھے مراتب علیا پر فائز فرمانا تھا اور اس کے لئے مجاہدات شاقہ کی ضرورت تھی اور اس میں تو کاہل تھی لہذا حق تعالیٰ نے ان مصائب کو تیرے لئے عوض بنادیا کہ ان پر تو نے صبر کیا تو یہ درجات مل گئے جب اس نے یہ سنا تو بولی کہ۔

گفت یارب تا بصد سال وفزون	این چنینم دہ بریز از من تو خون
اس نے عرض کیا اے خدا! سو سال اور زیادہ تک	مجھے اسی طرح (مصیبتیں) دے میرا خون بہا دے

یعنی اس نے کہا کہ اے اللہ سو برس بلکہ زیادہ تک تو اسی طرح مجھے عطا فرما اور خون گرا یعنی اسی طرح اولاد کو عنایت فرما اور مار۔ تا کہ درجات علیہ نصیب ہوں۔

اندر آن باغ او چو آمد پیش پیش	دید روے جملہ فرزندان خویش
اس باغ میں جب وہ زیادہ آگے آئی	اس نے اس میں اپنے سب بچے دیکھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس باغ میں جو وہ آگے آگے آئی تو اس نے اس میں اپنے سارے بچوں کو دیکھا۔

گفت از من گم شد از تو گم نشد	بے دو چشم غیب کس مردم نشد
اس نے عرض کیا مجھ سے وہ گم ہوئے تجھ سے گم نہ ہوئے	غیب کی دونوں آنکھوں کے بغیر کوئی انسان نہ بنا

یعنی بولی کہ (اے خدایہ) مجھ سے تو گم ہو گئے تھے آپ سے گم نہ ہوئے تھے (آپ کے پاس موجود تھے مولانا فرماتے ہیں کہ) بے غیب کی دو آنکھوں کے کوئی آدمی نہیں ہوا۔

تو نکردی فصد و از بینی دوید	خون افزون تاز تپ جانت رہید
تو نے فصد نہ کرائی اور ناک سے نکلا	بڑھا ہوا خون حتیٰ کہ تیری جان بخار سے بچ گئی

یعنی تو نے فصد نہ کی تو ناک سے خون زائد دوڑ گیا یہاں تک کہ جان تیری تپ سے چھوٹ گئی۔ مطلب یہ کہ تم مجاہدہ اختیاری میں مشغول نہ ہوئے تو خدا نے تم کو اضطراری میں لگا دیا۔ یہاں تک کہ تم اس عذاب سے بچ گئے اور درجات تم کو مل گئے۔

مغز ہر میوہ بہ است از پوستش	پوست داں تن را و مغز آن دوستش
ہر پھل کا مغز اس کے چھلکے سے بہتر ہے	جسم کو چھلکا سمجھو اور اس کے دوست کو مغز سمجھ

یعنی ہر میوہ کا مغز اس کے پوست سے بہتر ہے تو تم تن کو تو پوست جانو اور مغز اس کے اس دوست کو یعنی روح کو۔

مغز نغزے دارد آخر آدمی	یکدمے آنرا طلب گرزان دمی
آخر آدمی (بھی) عمدہ مغز رکھتا ہے	تھوڑی دیر کے لئے اس کی طلب کر اگر تو اس خون کا ہے

یعنی آخر آدمی تو ایک مغز نفیس رکھتا ہے تو تو اگر اس دم سے ہے تو ایک دم اس کو طلب کر یعنی اگر آدم ہے تو تو اس مغز نغز یعنی روح کو طلب کر اور اس کی پرورش کر اور پرورش تن کو چھوڑ۔ آگے حضرت حمزہؓ کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ آخر میں بے زرہ کے لڑائی میں آیا کرتے تھے کسی نے پوچھا تو فرمایا کہ یہ جسم چونکہ کوئی حفاظت کی شے نہیں ہے لہذا اس کی حفاظت کو ترک کر دیا تو دیکھو تم بھی ایسا ہی کرو۔ اب حکایت سنو۔

شرح مبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ایک عورت کے ہر سال بچہ پیدا ہوتا تھا لیکن چھ مہینہ سے زیادہ نہ جیتا تھا یا تین مہینے کا ہو کر مر جاتا تھا یا چار مہینے کا۔ بالآخر وہ رو پڑی اور کہا کہ اے اللہ نو مہینے تک تو میں حمل کی مصیبت میں رہتی ہوں اور تین مہینے کے لئے مجھے خوشی حاصل ہوتی ہے میری نعمت تو قوس قزح سے بھی جلدی زائل ہو جاتی ہے اس میں کیا راز ہے۔ اہل اللہ کے سامنے بھی وہ عورت اس ڈرانے والی تکلیف کی شکایت کرتی تھی کیونکہ بیس بچے اس بیچاری کے

www.besturdubooks.wordpress.com

مر کر قبرستان میں جا چکے تھے۔ اس لئے اس کے بدن میں غم کی آگ شعلہ زن تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز خواب میں اسے جنت دکھلائی دی۔ اور اس نے دیکھا کہ ایک سرسبز اور نہایت عمدہ باغ ہے جس میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اب مولانا استطرادا فرماتے ہیں کہ جنت تو بے کیف متعارف ہے اور ان باغوں کی مثل نہیں۔ مگر میں نے اس لئے باغ کہدیا کہ دنیا میں باغات تمام نعمتوں کی جڑ سمجھے جاتے ہیں ورنہ اس کی صفت تو یہ ہے کہ لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطرت علیٰ قلب بشر. ان متعارف باغوں کی اس کے سامنے کوئی بھی حقیقت نہیں۔ یہ جو میں نے کہا ہے تمثیلاً وتقریباً الی الافہام کہا ہے اور تمثیل میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ حق سبحانہ خود اپنے کو چراغ سے تشبیہ دیتے ہیں اور فرمایا ہے مثل نورہ کمشکوۃ فیھا مصباح. یہ محض تقریب فہم اور تمثیل کے لئے ہے ورنہ کجا نور حق کجا چراغ۔ پس باغ اس کی مثل نہیں ہے بلکہ مثال ہے اور یہ تمثیل ان لئے اختیار کی گئی تا کہ ناواقفوں کو بھی اس کا پتہ لگ جاوے اور نہ اصل کیفیت تو اس کی مشاہدہ ہی سے معلوم ہوتی ہے (اس سے کسی ناواقف کو یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ مولانا جنت و دوزخ جسمانی کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ان کے نزدیک جنت و دوزخ ایک روحانی چیز اور صرف خیالات خوش کن در نجدہ کا نام ہے جیسا کہ اس زمانہ کے روشن خیال لوگوں کا خیال ہے کیونکہ یہ تو نصوص صریحہ کے خلاف ہے بلکہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ حقیقۃً اس میں درخت بھی ہیں اس میں نہریں بھی ہیں۔ اس میں شراب بھی ہے اس میں محلات بھی ہیں اور یہ سب امور حقیقتاً ہیں نہ کہ تشبیہاً چنانچہ مولانا اسی مضمون میں اس کی طرف اشارہ بھی کریں گے۔ اور آئندہ اس کو تفصیلاً بھی بیان کریں گے لیکن وہ اس قدر عجیب اور نفیس ولطیف ہیں کہ ان کی واقعی نفاست ولطافت کسی کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتی اور اس لئے ان باغات وغیرہ سے اس کو کچھ بھی مناسبت نہیں پس تم اس کو اپنے باغات وغیرہ کی مثل نہ سمجھ بیٹھنا) خلاصہ یہ کہ وہ عورت اس کو دیکھ کر مست ہوگئی اور اس کا نور دیکھ کر وہ بیچاری آپ میں نہ رہی اس نے دیکھا کہ ایک محل میں میرا نام لکھا ہوا ہے اس نے سمجھا کہ یہ میرے لئے ہے۔ غیب سے ندا آئی کہ یہ محل حقیقت میں اس کے لئے تھا جو جانبازی میں خالص ثابت ہوا ہو اور اس غذائے چاشت کو کھانے کے لئے بہت بڑی خدمت کی ضرورت تھی لیکن چونکہ تم حق سبحانہ کی طرف رجوع کرنے میں کاہل تھیں اس لئے تمہاری خدمتوں کی عوض تم کو تکلیفیں دی گئیں تا کہ تم اس کے مستحق ہوسکو یہ سمجھ کر اس نے کہا کہ اے اللہ سو سال تک بلکہ اس سے بھی زیادہ مجھے تکلیف دیجئے اور یوں ہی مجھے زار و نزار کیجئے۔ میں بخوشی رضامند ہوں اس کے بعد جب اور آگے بڑھی تو اس نے اپنے سب بچوں کی صورتیں دیکھیں اس نے کہا کہ اے اللہ اب معلوم ہوا کہ یہ مجھ سے گم ہو گئے تھے مگر تجھ سے گم نہ ہوئے۔ تیرے پاس تو یہ نہایت حفاظت اور آرام سے ہیں۔ اب مجھے صبر آ گیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھ جب تک حالت غیبیہ اس پر منکشف نہیں ہوئی پریشان رہی اور رضا و تسلیم اس کے اندر پیدا نہ ہوئی مگر جب حالت غیبیہ کا مشاہدہ ہو گیا اس وقت سکون ہو گیا۔ واقعی بات یہ ہے کہ جس کو غیب بین آنکھیں عطا نہیں ہوئیں وہ آدمی نہیں خیر یہ تو استطرادی گفتگو تھی اب اصل مقصد سنو۔ وہ یہ کہ حق سبحانہ جو کچھ تکلیف دیتے ہیں اس میں

www.besturdubooks.wordpress.com

مصلحتیں ہوتی ہیں۔ پس تم کو صابر و شاکر رہنا چاہئے۔ مثلاً تمہارے جسم میں خون کی زیادتی ہوگئی ہے اور اندیشہ ہے کہ بخار چڑھ جاوے یا بخار چڑھ بھی گیا ہے مگر تم فصد نہیں کراتے پس وہ اپنی رحمت سے نکسیر چلا دیتا ہے جس سے تمہاری جان بخار کی زحمت سے چھوٹ جاتی ہے یاد رکھو کہ ہر میوہ میں مغز اس کے پوست سے اچھا ہوتا ہے پس تمہارے اندر بھی دو چیزیں ہیں ایک پوست دوسرا مغز۔ پوست تو تن ہے اور روح مغز ہے آخر آدمی کے اندر بھی تو عمدہ مغز موجود ہے پس اگر تو نسل آدم علیہ السلام سے ہے اور الولد سر لابیہ کا مصداق ہے تو اسے طلب کر یعنی اس کی فکر کر اور جسم کے پیچھے نہ پڑ۔

شرح شبّیری

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا لڑائی میں بے زرہ کے تشریف لانا

در جوانی حمزہ عم مصطفےٰ	باز رہ مے شد مدام اندر وغا
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (حضرت) حمزہؓ جوانی میں	ہمیشہ جنگ میں زرہ پہن کر آتے

یعنی جوانی میں حمزہ عم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائی میں ہمیشہ مع زرہ کے جاتے تھے۔

اندر آخر چونکہ در غزو آمدے	بے زرہ خود را بہ صفہا بر زدے
آخر (عمر) میں جب وہ جہاد میں آتے	بغیر زرہ کے اپنے آپ کو صفوں سے بھڑا دیتے

یعنی اخیر عمر میں جبکہ لڑائی میں آتے تو بے زرہ کے اپنے کو صفوں میں ڈالتے۔

اندر آخر حمزہ چون در صف شدے	بے زرہ سرمست در غزو آمدے
آخر (عمر) میں جب (حضرت) حمزہؓ صف میں آتے	جہاد میں بغیر زرہ، کے مست ہو کر آتے

یعنی اخیر میں حمزہؓ جب صف میں آتے تو بے زرہ کے سرمست کی طرح غزو میں آجاتے۔

سینہ باز و تن برہنہ پیش پیش	در فگندے در صف شمشیر خویش
سینہ کھلا ہوا، جسم برہنہ، آگے آگے	اپنے آپ کو تلواروں کی صف میں ڈال دیتے

یعنی سینہ کھلا ہوا اور تن برہنہ آگے آگے صف شمشیر میں اپنے کو ڈال دیتے۔

خلق پرسیدند کاے عم رسول	اے ہزبر صف شکن شاہ فحول
لوگوں نے دریافت کیا کہ اے رسولؐ کے چچا!	اے صفوں کو شکست دینے والے شیر بہادروں کے بادشاہ

یعنی لوگوں نے پوچھا کہ اے عم رسول اور اے شیر صف شکن اور شاہ مرداں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نے تو لاتلقوا بایدیکم الی	تہلکہ خواندے ز پیغام خدا
کیا آپ نے "نہ ڈالو تم اپنے آپ کو	ہلاکت میں" اللہ کے پیغام میں نہیں پڑھا ہے؟

یعنی کیا آپ نے لاتلقوا بایدیکم الی تھا کہ پیغام خدا سے پڑھا نہیں ہے۔

پس چرا تو خویش را در تہلکہ	می در اندازی چنین در معرکہ
پھر کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں	ڈالتے ہیں اس طرح میدان جنگ میں ؟

یعنی بس آپ کیوں اپنے کو ہلاکت میں اور اس طرح معرکہ میں ڈالتے ہیں۔

چون جواں بودی وزفت وسخت زہ	تو نمی رفتی سوئے صف بے زرہ
جب آپ جوان اور بھاری اور سخت کمان تھے	تو آپ صف کی جانب بغیر زرہ کے نہیں جاتے تھے

یعنی جب آپ جوان اور مضبوط اور سخت زہ والے تھے تو آپ صف بے زرہ نہیں جاتے تھے۔

چون شدی پیر و ضعیف و منحنی	پردہائے لا ابالی می زنی
جب آپ بوڑھے اور کمزور اور کبڑے ہو گئے	(تو) بے پرواہی کا راگ الاپتے ہیں

یعنی جبکہ آپ بوڑھے اور ضعیف اور منحنی ہوگئے تو اب بے پروائی کے پردہ کو مارتے ہو۔

لاابالی وار با تیغ و سنان	می نمائی دار وگیر و امتحان
بے پروائی کے ساتھ تلوار اور نیزہ لے کر	جنگ اور زور آزمائی کرتے ہیں

یعنی لاابالی کی طرح مع تیغ وسنان کے آپ امتحان میں دار وگیر کھاتے ہیں۔

تیغ حرمت می ندارد پیر را	کے بود تمیز تیغ و تیر را
تلوار بوڑھے کا احترام نہیں کرتی ہے	تلوار اور تیر کو تمیز کہاں ہے

یعنی تلوار کسی بوڑھے کی عزت نہیں کرتی اور تیغ وتیر کو کب تمیز ہوتی ہے (کہ یہ بزرگ ہیں اور یہ نہیں ہیں اس کے آگے جو پڑے گا وہ اس کو کاٹے گی)

کے روا باشد کہ شیرے ہمچو تو	کشتہ گردد زار بردست عدو
کب مناسب ہو گا کہ آپ جیسا شیر	دشمن کے ہاتھ سے بری طرح قتل ہو؟

یعنی کب مناسب ہے کہ ایک آپ جیسا شیر دست عدو سے مارا جاوے یعنی اگر آپ فرمادیں کہ میں مرنے کو ایسا کرتا ہوں تو ہمیں یہ گوارا نہیں ہے کہ آپ ایسا کریں۔

زین نسق غمخوارگان بے خبر	پند می دادند او را از عبر
بے خبر ہمدرد اس طرح کی	عبرتوں سے ان کو نصیحت کرتے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس طرح سے غمخوار لوگ (حقیقت سے) بے خبران کو عبرتوں سے نصیحت کر رہے تھے یعنی وہ ان کو ڈراتے تھے اور کہتے تھے کہ دیکھو ایسا مت کرو ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔

حضرت حمزہؓ کا جواب

گفت حمزہؓ چونکہ بودم من جوان	مرگ می دیدم وداع این جہان
(حضرت) حمزہ نے فرمایا جبکہ میں جوان تھا	اس دنیا کو چھوڑنا موت سمجھتا تھا

یعنی حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ جبکہ میں جوان تھا تو اس جہان کے رخصت کرنے کو موت سمجھتا تھا۔

سوئے مردن کس برغبت کے رود	پیش اژدرہا برہنہ کے شود
موت کی طرف رغبت کون جاتا ہے؟	اژدھوں کے آگے کون ننگا ہوتا ہے؟

یعنی کوئی شخص مرنے کی طرف رغبت سے کب جاتا ہے اور اژدہا کے آگے برہنہ کب ہوتا ہے۔

لیک از نور محمد من کنوں	نیستم این شہر فانی راز بون
لیکن اب محمدؐ کے نور سے	میں اس فانی شہر کا پابند نہیں ہوں

یعنی لیکن اب میں نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اس دنیائے فانی سے عاجز نہیں ہوں۔

از بردن حس ز لشکر گاہ شاہ	پر ہمی بینم ز نور حق سپاہ
حواس سے بالا تر شاہ کی لشکر گاہ کو	اللہ کے نور کے سپاہیوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہوں

یعنی اس حس سے خارج لشکر شاہ (حق تعالیٰ) کی میں نور حق سے سپاہ پر دیکھتا ہوں یعنی مجھے حواس باطنیہ سے جنود غیبیہ نظر آرہے ہیں اور میں ان کو دیکھ رہا ہوں۔

خیمہ در خیمہ طناب اندر طناب	شکر آنکہ کرد بیدارم ز خواب
خیمے ہی خیمے، طنابیں ہی طنابیں	اس کا شکریہ جس نے مجھے نیند سے بیدار کر دیا ہے

یعنی خیمہ در خیمہ اور طناب در طناب ہیں اور شکر اس کا کہ اس نے مجھے خواب سے بیدار کر دیا۔

آنکہ مردن پیش چشمش تہلکہ است	امر لاتلقوا بگیرد او بدست
جس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے	وہ "نہ ڈالو" کا حکم ہاتھ میں تھامے

یعنی وہ شخص کہ اس کی نگاہ میں مرنا ہلاکت ہے وہ امر لاتلقوا الخ کو ہاتھ میں لے گا۔

آنکہ مردن پیش او شد فتح باب	سارعوا آید مر او را در خطاب
جس کے لئے مرنا باب (رحمت) کا کھلنا بن گیا ہے	اس کے لئے خاص "جلد کرو" کا خطاب آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ شخص کہ اس کے آگے مرنا فتح باب (غیب) ہے تو اس کو خطاب میں سارعوا آیا ہے یعنی ان کے لئے تو یہ خطاب ہے کہ ایسے کاموں میں جلدی اور مسارعت کروان کے لئے خطاب لاتلقوا نہیں ہے اس لئے کہ وہ اس کو ہلاکت سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جوانی میں حضرت حمزہؓ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہمیشہ لڑائی میں زرہ پہن کر جاتے تھے مگر آخیر عمر میں جب وہ صف جنگ میں جاتے تھے تو نشہ حب حق میں چور ہوتے تھے اور جہاد میں بدوں زرہ کے شریک ہوتے تھے اور حالت یہ ہوتی تھی کہ سینہ بھی کھلا ہوتا تھا جسم بھی برہنہ ہوتا تھا اور آگے آگے ہوتے تھے اور اپنے کو تلواروں میں ڈال دیتے تھے۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ اے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور اے شیر خدا اور صف شکن شاہ مردان کیا آپ نے حکم خداوندی لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ نہیں پڑھا۔ جب پڑھا ہے تو پھر کیا بات ہے کہ آپ ایسے معرکہ میں گھس کر اپنے کو ہلاکت میں ڈالتے ہیں جبکہ آپ جوان بھی تھے موٹے تازے بھی تھے قوی بھی تھے اس وقت تو آپ صف جنگ میں بلا زرہ کے نہ جاتے تھے اور جب بڈھے ضعیف ونحیف ہوئے اس وقت آپ لاپروائی کے پردے اپنے اوپر ڈالتے ہیں اور نہایت بیباکانہ تیغ وسنان سے مزاحمت اور زور آزمائی کرتے ہیں۔ آپ خیال فرمائیں کہ تلوار بڑھاپے کی کچھ وقعت نہیں کرتی۔ بھلا تیغ وتیر کو کیا تمیز کہ کون قابل وقعت ہے اور کون نہیں پس یہ جائز نہیں کہ آپ سا بہادر دشمن کے ہاتھ سے مارا جائے آپ اپنی حفاظت کیجئے۔ غرض اسی طرح ان کے نادان دوست ان کو مصائب سے ڈراتے اور نصیحت کرتے تھے مگر حمزہ رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ جواب دیا کہ صاحبو جب میں جوان تھا اس وقت اس جہان سے رخصت ہونے کو موت سمجھتا تھا اور یہ یقینی امر ہے کہ موت کی طرف آدمی رغبت سے نہیں جاتا اور اژدہے کے سامنے ننگا نہیں جاتا۔ اس لئے یہ سب احتیاطیں کرتا تھا لیکن اب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے مجھ پر حقیقت حال منکشف ہوگئی ہے اور اب جب دنیا مجھ پر غالب نہیں رہی میں عالم محسوسات سے باہر حق سبحانہ کی چھاؤنی دیکھ رہا ہوں اور نور حق کی سپاہ سے اسے لبریز پاتا ہوں۔ خیمہ پر خیمہ اور طنابوں پر طنابیں قائم ہیں میں ان کا نہایت مشکور ہوں جنہوں نے مجھ پر حقیقت حال کو منکشف کرکے جہل مرکب سے رہائی دی۔ اور گویا کہ میں سوتا تھا انہوں نے مجھے جگا دیا اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ حق سبحانہ نے لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ فرمایا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو موت کو ہلاکت سمجھے وہ اس پر کاربند ہو۔ اور جو مرنے کو وصال حق سبحانہ کا دروازہ کھلنا سمجھتا ہے اس کے لئے تو سارعوا الی مغفرۃ من ربکم و جنۃ الخ خطاب ہے اور اس کو تو موت کے لئے ترغیب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

الحذر اے مرگ بینان دارعوا	العجل اے حشر بینان سارعوا
ڈرو اے موت دیکھنے والو بازی لے جاؤ	جلدی کرو اے حشر دیکھنے والو پھرتی کرو

یعنی اے موت دیکھنے والو بچو اور اے حشر دیکھنے والو جلدی کرو۔ مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ موت سے ڈرتے ہو الگ ہو جاؤ اور موت سے بچ جاؤ اور جو لوگ کہ موت کی اور حشر کی حالت ان کے پیش نظر ہے اور وہ موت سے نہیں ڈرتے وہ آگے بڑھیں اور جلدی کریں اور فرماتے ہیں کہ۔

الصلا اے لطف بینان افرحوا	البلا اے قہر بنان اترحوا
دعوت ہے اے مہربانی دیکھنے والو! خوش ہو جاؤ	مصیبت ہے اے قہر دیکھنے والو! غم کرو

یعنی اعلان ہے اے لطف کے دیکھنے والو خوش ہو اور بلا ہے اے قہر کے دیکھنے والو ہلاک ہو جاؤ یعنی اے وہ لوگو جو کہ موت کو لطف جانتے ہو وہ تو اس سے خوش رہو اور جو کہ اس کو قہر سمجھتے ہو وہ اس سے ڈرو اور ہلاک ہو۔

ہر کہ یوسف دید جان کردش فدا	ہر کہ گرگش دید برگشت از ہدا
جس نے یوسف سمجھا اس نے جان قربان کی	جس نے اس کو بھیڑیا سمجھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہوا

یعنی جس نے کہ (موت کو) یوسف دیکھا تو اس پر جان فدا کر دی اور جس نے اس کو گرگ دیکھا وہ ہدایت سے برگشتہ ہو گیا۔

مرگ ہر یک ای پسر ہمرنگ اوست	پیش دشمن دشمن و بر دوست دوست
اے بیٹا! ہر شخص کی موت اس کے ہمرنگ ہے	دشمن کے سامنے دشمن، دوست کے لئے دوست (ہے)

یعنی اے لڑکے ہر ایک کی موت اس کے ہمرنگ ہے دشمن کے آگے دشمن ہے اور دوست پر دوست ہے یعنی جیسے اس کے حالات ہوتے ہیں اس کے موافق اس کی موت بھی ہوتی ہے آگے مثال ہے کہ۔

پیش ترک آئینہ را خوش رنگی است	پیش زنگی آئینہ ہم زنگی ست
ترک کے سامنے آئینہ خوش رنگ ہے	حبشی کے سامنے آئینہ بھی حبشی ہے

یعنی ترک کے آگے آئینہ خوش رنگ ہے اور زنگی کے سامنے آئینہ بھی زنگی ہے یعنی دیکھو آئینہ ایک ہی شے ہے مگر جو ترک اس میں دیکھے تو وہ خوش رنگ معلوم ہوتا ہے اور اگر کوئی زنگی اس میں دیکھے تو وہ آئینہ بھی سیاہ ہو جاتا ہے تو اس آئینہ میں تو کوئی خرابی نہیں ہے بلکہ اس رائے ہی میں خرابی ہے تو اسی طرح موت فی نفسہ تو ایک عمدہ اور خوش صورت ہے مگر خود انسان ہی میں خرابی ہوتی ہے تو یہ نا گوار معلوم ہوتی ہے اور اگر وہ اچھا ہوتا ہے تو یہ بھی اچھی معلوم ہوتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ می ترسی زمرگ اندر فرار	ترست از خویشست ای جان ہوشدار
تو جو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے	اے جان سمجھ لے تیرا ڈر خود اپنے آپ سے ہے

یعنی وہ کہ تو بھاگنے میں موت سے ڈرتا ہے تو یہ تیرا خوف اپنے ہی سے ہے اے جان ہوش رکھ مطلب یہ کہ تو جو موت کی ڈراؤنی صورت سے ڈر رہا ہے یہ موت سے خوف نہیں بلکہ یہ خوف اپنی ہی ذات سے ہے اس لئے کہ یہ زشتی اور یہ خرابی جو موت میں پیدا ہوئی ہے یہ تمہارے ہی حالات ہیں تو گویا کہ اپنے ہی سے ڈر رہے ہو۔

زشت روئے تست نے رخسار مرگ	جان تو ہمچون درخت و مرگ برگ
تیرا چہرہ بھدا ہے نہ کہ موت کا رخسار	تیری جان درخت کی مانند ہے اور موت پتا ہے

یعنی زشت تو تیرا منہ ہے نہ کہ رخسار موت کا اور تیری جان مثل درخت کے ہے اور موت پتے ہیں۔
تو جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہوں گے۔ علی ہذا جیسی تمہاری حالت ہوگی ویسی ہی تمہاری موت ہوگی۔

از تو رستست ار نکویست ار بدست	ناخوش و خوش بر ضمیرت از خوداست
وہ تجھ سے اگی ہے خواہ اچھی ہے خواہ بری ہے	تیرے دل پر بری اور اچھی تیری وجہ سے ہے

یعنی اگر نیکی ہے اور اگر بدی ہے (سب) تجھ سے ہی پیدا ہوئی ہیں اور اچھا اور برا تیرے دل پر تیری ہی طرف سے ہے۔

گر بخارے خستہ خود کشتۂ	در حریر و قز دری خود رشتۂ
اگر تو کانٹے سے زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے	اور اگر تو قمیص اور پشمینہ کے کپڑے میں ہے تو نے خود کاتا ہے

یعنی اگر کسی کانٹے سے تو زخمی ہوا ہے تو نے خود بویا ہے اور اگر حریر و قز میں ہے تو تو نے خود ہی کاتا ہے مطلب یہ کہ جو حالت ہے وہ تمہاری حالت کا عکس اور اثر ہے اب یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ اگر ہم کو دوزخ میں جلایا جاوے گا (نعوذ باللہ منہ) تو ہم نے دنیا میں کسی کو آگ میں نہ جلایا تھا پھر یہ اس کے ہمرنگ کہاں ہوا۔ اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

لیک نبود فعل ہمرنگ جزا	ہیچ خدمت نیست ہمرنگ عطا
لیکن عمل جزا کا ہمرنگ نہیں ہوتا ہے	کوئی خدمت گزاری بخشش کے ہمرنگ نہیں ہے

یعنی لیکن کوئی فعل ہمرنگ جزا کے نہیں ہوتا اور کوئی خدمت ہمرنگ عطا کے نہیں ہے مطلب یہ کہ اعمال پر جو جزا ملتی ہے وہ ان کے ہمرنگ نہیں ہوتی کہ جیسا عمل ہو بعینہ ویسی ہی جزا بھی ہو بلکہ اس کا اثر ہوتا ہے بعینہ ویسی ہی نہیں ہوتی آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

مزد مزدوران نمی ماند بکار	کان عرض دین جوہرست و پائدار
مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں ہے	کیونکہ وہ عرض ہے اور یہ پائیدار جوہر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مزدوروں کی مزدوری کام کے مشابہ نہیں کیونکہ وہ (کام) تو عرض ہے اور یہ (مزدوری) جوہر اور پائدار ہے (پھر دونوں یکساں کہاں ہوئے دونوں الگ الگ ہیں)

آن ہمہ سختی و زورست و عرق	دیں ہمہ سیم ست و زرست و طبق
وہ سب سختی اور طاقت اور پسینہ ہے	یہ سب چاندی ہے اور سونا ہے اور طباق ہے

یعنی وہ (کام) تو بالکل سختی اور زور ہے اور پسینہ ہے اور یہ (مزدوری) بالکل چاندی ہے اور سونا ہے اور طبق ہے (تو دیکھو عمل کے ہم رنگ جزا نہیں ہے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر ترا آید ز جائے تہمتے	کرد مظلومیت دعا در محنتے
اگر تجھ پر کسی جگہ تہمت لگے	مظلوم نے مصیبت میں تیرے لئے بددعا کی ہے

یعنی اگر تجھے کسی جگہ سے کوئی تہمت لگے تو تیرے مظلوم نے مصیبت میں دعا کی ہے۔

تو ہمی گوئی کہ من آزادہ ام	بر کسے من تہمتے ننہادہ ام
تو کہتا ہے کہ میں بے قصور ہوں	میں نے کسی پر تہمت نہیں رکھی ہے

یعنی تو کہتا ہے کہ میں تو آزاد ہوں میں نے کسی پر تہمت نہیں لگائی ہے۔

تو گناہے کردۂ شکل دگر	دانہ کشتی دانہ کے ماند بہ بر
تونے دوسری صورت کا گناہ کیا ہے	تونے دانہ بویا ہے دانہ پھل کے مشابہ کب ہوتا ہے؟

یعنی تونے ایک گناہ دوسری شکل کا کیا ہے تونے دانہ بویا دانہ پھل کے کب مشابہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ مثلاً تم کو کسی نے تہمت لگائی تو تم اس فکر میں پڑے کہ میں نے تو کسی کو تہمت لگائی نہیں ہے جس کے بدلہ میں مجھے تہمت لگی مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ضرور نہیں ہے کہ تم کسی کو تہمت ہی لگایا کرو بلکہ تم نے کوئی اور گناہ کیا ہے اس کا یہ بدلہ ہے۔

اوز نا کردو جزا صد چوب بود	گوید او من کے زدم کس را بعود
اس نے زنا کیا اور سزا سو درے ہوئے	وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کے درے کب مارے ہیں؟

یعنی اس نے زنا کیا اور جزا سو لکڑیاں تھیں تو وہ کہتا ہے کہ میں نے کسی کو کب لکڑی سے مارا ہے۔

نے جزائے آن زنا بود این بلا	چوب کے ماند زنا را در جزا
کیا اس زنا کی سزا یہ بلا نہیں ہے؟	درے زنا سے سزا میں کہاں مشابہ ہیں؟

یعنی کیا اس زنا کی جزا یہ بلا نہ تھی تو لکڑی جزا ہونے میں زنا کے کب مشابہ ہے۔ تو مطلب یہ ہے کہ جزا افعال کے مشابہ اور مماثل نہیں ہوتی مگر ان دونوں میں تناسب ہوتا ہے کہ اس تناسب کی بدولت وہ جزا جزا ہوئی آگے اس کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.alahazratbooks.wordpress.com

مار کے مانند عصا را اے کلیم	درد کے مانند دوا را اے حکیم
اے کلیم! سانپ لاٹھی سے مشابہ کہاں ہے؟	اے حکیم! درد دوا کے مشابہ کہاں ہے؟

یعنی سانپ لکڑی کے کب مشابہ ہے اے کلیم اور درد دوا کے کب مشابہ ہے اے حکیم۔ یعنی دیکھو عصا اور مار میں کوئی تماثل نہیں مگر مناسبت ہے دوا اور مرض میں کوئی تشابہ نہیں مگر مماثلت ہے۔

تو بجائے آن عصا آب منی	چون بیگفندی شد آن شخص سنی
تو نے اس عصا کی بجائے منی کا نطفہ	جب ڈالا تو وہ خوبصورت انسان بنا

یعنی تو نے بجائے اس عصا کے آب منی کو جب ڈال دیا تو وہ ایک شخص مضبوط ہو گیا۔

یار شد یا مار شد آن آب تو	زاں عصا چونست این اعجاب تو
تیرا وہ نطفہ یار بنا یا سانپ بنا	(پھر) تیرا یہ تعجب لاٹھی پر کیوں ہے؟

یعنی وہ تیرا آب منی یار ہو گیا یا مار ہو گیا تو اس عصا سے یہ تیرا اعجاب کیا ہے۔ مطلب یہ کہ اس آب منی کا یہ اثر اور بدلا ہے مگر اس میں اور اس میں کیا مشابہت ہے۔ خود فرماتے ہیں کہ۔

ہیچ ماند آب آن فرزند را	ہیچ ماند نے شکر مرقند را
نطفہ اس بیٹے سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟	گنا شکر سے کوئی مشابہت رکھتا ہے؟

یعنی کیا لڑکا اس پانی کے کچھ مشابہ ہے اور کیا نیشکر قند کے مشابہ ہے (تو دیکھ لو جزائیں اپنے اصل اعمال کے مشابہ نہیں ہیں) آگے ایک اور مثال ہے کہ۔

چون سجودے یار کوعے مرد کشت	شد دران عالم سجود او بہشت
جب کسی نے سجدہ یا رکوع بویا	اس جہان میں اس کا سجدہ بہشت بن گیا

یعنی جب کوئی سجدہ یا رکوع کسی نے بویا تو اس عالم میں اس کا سجود بہشت ہو گیا۔

چونکہ پرید از دہانش حمد حق	مرغ جنت ساختش رب الفلق
جب اس کے منہ سے اللہ کی تعریف نکلی	رب الفلق نے اس کو جنت کا پرند بنا دیا

یعنی جبکہ اس کے منہ سے حمد حق نکلی تو اس کو رب الفلق نے مرغ جنت بنا دیا

حمد و تسبیحت نماند مرغ را	گرچہ نطفہ مرغ بادست وہوا
تیری حمد اور تسبیح' پرند کے مشابہ نہیں ہے	اگرچہ پرند کا نطفہ باد اور ہوا ہے

یعنی اس کی حمد و تسبیح مرغ کے مشابہ نہیں ہیں اگرچہ نطفہ مرغ کا باد ہے اور ہوا (بعض جانوروں کو سنا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کسی سے جفتی کرتے نہیں دیکھا بلکہ وہ صرف منہ سے منہ ملاتے ہیں اسی سے نطفہ قرار پاتا ہے تو اسی طرح فرماتے ہیں کہ اگرچہ اس کا نطفہ بادہوا ہے مگر پھر بھی حمد و تسبیح اس مرغ جنت کے مشابہ نہیں ہے۔

چون زدستت رست ایثار وزکات	کشت این دست آن طرف نخل ونبات
جب ایثار اور زکات تیرے ہاتھ سے اگی	اس ہاتھ نے اس طرف کھجور اور پودا بو دیا

یعنی جبکہ تمہارے ہاتھ سے ایثار وزکوٰۃ اگا تو اس ہاتھ نے اس طرف نخل ونباتات بو دیئے۔

آب صبرت آب جوئے خلد شد	جوئے شیر خلد مہر تست و ود
تیرے صبر کا پانی ' جنت کی نہر کا پانی ہے	جنت کی دودھ کی نہر تیری محبت اور دوستی ہے

یعنی تمہارا آب صبر جنت کی ندی کا پانی ہو گیا اور خلد کی جوئی شیر تمہاری محبت اور الفت ہے (تو دیکھو تماثل تو نہیں مگر مناسبت سب میں ہے)

ذوق طاعت گشت جوئی انگبین	مستی وشوق تو جوئے خمر بین
عبادت کا ذوق ' شہد کی نہر بنا	اپنی مستی اور شوق کو ' شراب کی نہر سمجھ

یعنی ذوق طاعت تو جوئے انگبین ہوگئی اور تم اپنی مستی اور شوق جوئے خمر دیکھو۔ مطلب یہ کہ دیکھو چونکہ انگبین میں اور ذوق طاعت میں ایک مناسبت تھی اور مستی اور جوش میں اور شراب میں مناسبت تھی تو جنت ہر شے کی جزا اور اس کے مناسب ہوئی کہ جوئے خمر تو مستی اور جوش کے بدلے میں ملی اور جوئے انگبین ذوق طاعت کے جزا میں ملی اور صبر کے بدلے میں جوئے آب اور محبت اور الفت حق کے بدلے میں جوئے شیر ملی غرضکہ ہر شے کے اجزاء میں اس کے ساتھ ایک مناسبت ضرور ہے لیکن تماثل نہیں ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

این سببہا آن اثر ہا را نماند	کس نداند چونش جائے آن نشاند
یہ اسباب ان نتیجوں کے مشابہ نہیں ہیں	کوئی نہیں جانتا' کہ ان کو انکی جگہ کیوں بٹھایا ہے؟

یعنی یہ اسباب ان اثرات کے مشابہ نہیں ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ اس (اثر) کو اس (سبب) کی جگہ کس طرح بٹھا دیا۔ مطلب یہ کہ ان اسباب واثرات میں چونکہ تماثل اور تشابہ نہیں تھا اس لئے کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اس سبب کا یہ اثر کس طرح ہو گیا۔ لیکن جب دیکھا جاتا ہے تو مناسبت ضرور نکلتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سببہا چون بفرمان تو بود	چارہ جوہم مر ترا فرمان نمود
یہ اسباب چونکہ تیرے حکم میں تھے	چاروں نہروں نے بھی تیری تابعداری کی

یعنی یہ اسباب جب تیرے اختیار میں تھے تو چاروں ندیوں نے بھی تیری فرمانبرداری کی۔ مطلب یہ کہ اسباب دنیاوی مثل صبر و مہر وغیرہ کے جب تمہارے اختیار میں تھے اور تم ان کو اپنے اختیار سے بجالاتے تھے تو جو ندیاں کہ ان

www.besturdubooks.wordpress.com

اسباب کے اثرات تھیں وہ بھی جنت میں تمہارے اختیار اور تمہارے کہنے میں ہوئیں کہ جہاں چاہوان کو لے جاؤ۔

ہر طرف خواہی روانش می کنی	آن صفت چون بد چنانش میکنی
جس طرف تو چاہے ان کو جاری کرتا ہے	وہ صفت جس طرح تھی ویسا ہی تو ان سے کرتا ہے

یعنی تم جس طرف چاہوان کو روانہ کر لیتے ہو جس طرح کہ وہ صفت تھی اسی طرح اس کو کر لیتے ہو۔ مطلب یہ کہ جس طرح وہ سبب اور صفت تمہارے کہنے میں تھی اور تم کو ان پر اختیار تھا پس اسی طرح وہ اثرات بھی تمہارے اختیار میں ہوں گے کہ جہاں چاہوان کو لے جاسکو گے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چون منی تو کہ در فرمان تست	نسل آن در امر تو آیند چست
جبکہ تیری منی تیرے حکم میں ہے	اس کی نسل تیرے حکم میں چست ہے

یعنی جیسے کہ تیری منی کہ تیرے حکم میں ہے تو اس کی نسل تیرے کہنے میں چست و چالاک ہوتی ہے۔

می دود بر امر تو فرزند تو	کہ منم جزوت کہ کردیش گرو
تیرا لڑکا تیرے حکم پر دوڑتا ہے	کہ میں تیرا جزو ہوں جو تو نے گروی رکھا تھا

یعنی تیرے حکم پر تیرا لڑکا دوڑتا ہے اور (بزبان حال کہتا ہے) کہ میں تیرا جزو ہوں جس کو کہ تو نے گروی کیا تھا۔ مطلب یہ کہ دیکھو تمہاری منی تمہارے کہنے میں ہوتی ہے کہ اس کو جس وقت چاہو جہاں چاہو ڈال دو تو اس منی سے آگے جو اولاد تمہاری پیدا ہوتی ہے وہ بھی تمہارے کہنے میں ہوتی ہے کہ تم نے پکارا بیٹا وہ دوڑا ہوا آتا ہے کہ جی ابا تو اس کا اس طرح تمہارے تابع ہونا اسی لئے ہے کہ جس شے کا کہ وہ اثر اور نتیجہ ہے وہ شے تمہاری حکم اور کہنے میں تھی تو بس چونکہ یہ افعال سب تمہارے اختیار میں تھے اس لئے ان کی جزائیں بھی تمہارے اختیار میں ہوئیں۔

آن صفت در امر تو بود این جہان	ہم در امر تست آن جوہا روان
اس دنیا میں یہ سبب تیرے حکم میں تھا	وہ جاری نہریں بھی تیرے حکم میں ہیں

یعنی وہ صفت اس جہان میں تمہارے کہنے میں تھی تو وہ ندیاں بھی تمہارے حکم کے موافق روانہ ہوئیں۔

آن درختان مرترا فرمان برند	کان درختاں از صفاتت بابرند
وہ درخت تیرا حکم بجا لائیں گے	کیونکہ وہ درخت تیری صفتوں کی وجہ سے پھلدار ہیں

یعنی وہ درخت (جنت بھی) تیری فرمانبرداری کرتے ہیں کیونکہ وہ درخت تیرے اعمال کی وجہ سے باثمر ہیں۔

چوں بامر تست اینجا ایں صفات	پس در امر تست آنجا آن جزات
چونکہ اس جگہ یہ صفتیں تیرے حکم میں ہیں	تو تیرے وہ بدلے اس جگہ تیرے حکم میں ہیں

یعنی جب تیرے حکم میں اس جگہ یہ صفات ہیں تو اس جگہ وہ تیری جزائیں (بھی) تیرے حکم میں ہیں۔

مطلب یہ کہ یہ اعمال حسنہ جب تیرے اختیار میں تھے اور تو ان کو باختیار خود بجالاتا تھا تو جنت کی وہ جزائیں اور ان کے بدلے بھی تیرے کہنے میں اور تیرے حکم کے موافق ہوئے۔

چون ز دستت زخم بر مظلوم رست	آن درختے گشت آزان زقوم رست
جب تیرے ہاتھ سے مظلوم پر زخم لگا	وہ درخت بنا اس سے تھوہر اگا

یعنی جب تیرے ہاتھ سے زخم مظلوم پر ہوا تو وہ ایک درخت ہو گیا اور اس سے زقوم اگا۔

چون زخشم آتش تو در دلہا زدی	مایۂ نار جہنم آمدی
چونکہ تو نے دلوں میں غصہ سے آگ لگائی	تو جہنم کی آگ کا سرمایہ بنا

یعنی جبکہ تو نے غصہ سے آگ دلوں میں لگائی تو تو نار جہنم کا پونجی ہوا۔

آتشت اینجا چو آدم سوز بود	انچہ از وے زاد مرد افروز بود
اس جگہ تیری آگ چونکہ انسان کو جلانے والی تھی	جو کچھ اس سے پیدا ہوا وہ انسان کو جلانے والا تھا

یعنی تیری آگ جو اس جگہ آدمی کی جلانے والی تھی تو جو کچھ اس سے پیدا ہوا وہ انسان کا جلانے والا ہوا۔

آتش تو قصد مردم می کند	نار کزوے زاد بر مردم زند
تیری آگ انسانوں کا قصد کرتی ہے	جو آگ اس سے پیدا ہوئی انسانوں پر بھڑکتی ہے

یعنی تیری آگ آدمی کا قصد کرتی ہے اور جو آگ اس سے پیدا ہوئی وہ آدمی پر لگتی ہے۔

آن سخنہائے چو مار و کژدمت	مار و کژدم گشت می گیرد دمت
وہ تیری باتیں سانپ اور بچھو جیسی	سانپ اور بچھو بنیں اور تیرا دم گھونٹتی ہیں

یعنی وہ تیری سانپ بچھو جیسی باتیں سانپ بچھو ہو گئیں اور تیرا دم پکڑنے لگیں مطلب یہ کہ نیک کاموں کی جزا تو ویسی ہی ملی کہ جو سب تمہارے کہنے میں ہوئی اور سب اشیاء عمدہ اور آرام دہ تھیں اور جو اعمال تم نے برے کئے ان کی جزا بھی ویسی ہی ملی جیسے کہ تم نے کسی پر ظلم کیا تو اس سے آخرت میں ایک درخت پیدا ہوا جس کا پھل زقوم جیسی بری چیز تھا۔ علے ہذا تم کو غصہ آیا تو وہ چونکہ ایک آگ تھی لہذا اس سے آتش دوزخ میں تمہارے لئے اشتعال پیدا ہو گیا۔ کہ وہ آتش غضب اوروں کو جلاتی تھی تو اب اس کی جو جزا ہے یعنی آتش دوزخ وہ تم کو جلانے لگی۔ علی ہذا تم جو لوگوں کو سخت وسست باتیں کہا کرتے تھے جو کہ تکلیف رسانی میں سانپ بچھو کی طرح تھیں تو ان کی جزا بھی سانپ بچھو کی طرح ہوئیں جو کہ تم کو ڈسنے لگیں اور تم کو انہوں نے خوب درست کر دیا آگے بھی اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

اولیاء را داشتے در انتظار	انتظار رستخیزت گشت بار
تو نے دوستوں کو انتظار میں رکھا	قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو دوستوں کو انتظار میں رکھا کرتا تھا تو وہ قیامت کا انتظار تیرے لئے بار ہوگا۔

وعدۂ فردا و پس فردائے تو	انتظار حشرت آمد وائے تو
تیرا کل اور پرسوں کا وعدہ	تیرا حشر کا انتظار بنا تجھ پر افسوس ہے

یعنی تیرا کل کا اور پرسوں کا وعدہ تیرے لئے انتظار حشر ہوگیا افسوس ہے تجھ پر۔

منتظر مانی دران روز دراز	در حساب و آفتاب جان گداز
اس لیے دن میں تو منتظر رہے گا	حساب اور جان کو پگھلانے والے سورج میں

یعنی تو اس روز دراز میں حساب اور آفتاب جانگداز میں منتظر رہے گا (کیونکہ)

کاسمان را منتظر می داشتی	تخم فردا رہ روم می کاشتی
اس لئے تو نے آسمان کو منتظر رکھا	تو نے "کل کو راہ روی اختیار کرونگا" کا بیج بویا

یعنی کہ (اہل) آسمان کو تو منتظر رکھا کرتا تھا اور فردا رہ روم کا بیج بویا کرتا تھا (آسمان سے مراد اہل آسمان ہیں ظرف بول کر مظروف مراد لیا ہے) مطلب یہ کہ اہل حقوق سے ان کے حقوق ادا کرنے میں وعدے کل اور پرسوں کے کیا کرتا تھا اور ان کو ٹلایا کرتا تھا اور منتظر رکھا کرتا تھا بس اسی طرح تم قیامت کے روز آفتاب تیز اور حساب کے وقت میں منتظر کھڑے رہوگے اور اس وقت اس انتظار میں رکھنے کا بدلا تم کو ملے گا۔

خشم تو تخم سعیر و دوزخ است	ہین بکش این دوزخت را کاین فخ ست
تیرا غصہ آگ اور دوزخ کا بیج ہے	آگاہ! اپنی اس دوزخ کو بجھا دے کیونکہ یہ جال ہے

یعنی تیرا غصہ دوزخ کا بیج ہے ارے تو اس دوزخ کو مار کیونکہ یہ پھونک ہے مطلب یہ کہ تیرا غصہ جزا کے اعتبار سے آتش دوزخ ہے تو تو اس آتش غضب کو بجھا کیونکہ یہ آتش غضب اس دوزخ کے لئے پھونک ہے کہ جیسے کوئی آگ کو دھونکا کرتا ہے تو اسی طرح تمہارا یہ غصہ آتش دوزخ کو بڑھا اور زیادہ کر رہا ہے اب آگے اس آتش غضب کی بجھانے کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

کشتن این نار نبود جز بنور	نورک اطفا نارنا نحن الشکور
اس آگ کو بجز نور کے نہیں بجھایا جا سکتا	تیرے نور نے ہماری آگ بجھا دی ہم شکر گزار ہیں

یعنی اس آگ کو بجھانا بجز نور کے نہیں ہوسکتا۔ (کہ دوزخ بھی کہتی ہے کہ اے مومن) تیرے نور نے میری آگ کو بجھا دیا۔ (تو گزر جا) ہم مشکور ہیں۔ مطلب یہ کہ اس نار کے بجھانے کے لئے نور باطن کی ضرورت ہے جب تم کو نور باطن حاصل ہو جاوے گا اس وقت یہ نار جاتی رہے گی اور دلیل اس کی کہ نور سے یہ نار بجھ جاویگی یہ ہے کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ جب مومن دوزخ سے اوپر ہو کر پل صراط پر سے گزرے گا تو دوزخ پکارے گی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جزیا مؤمن فان نورک اطفا ناری کہ اے مومن جلدی گزر جا کہ تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا۔ تو اب دیکھئے کہ نور باطن مومن کی وجہ سے نار دوزخ بجھنے لگی تو اسی طرح اگر تم نور باطن حاصل کرلو گے تو تمہاری نار غضب بھی بجھ جاوے گی۔ آگے فرماتے ہیں کہ خدا کا شکر ہے ہم کو وہ نور باطن حاصل ہے ہم اس کے از حد شکر گزار ہیں اور اس حدیث کی سند ضعیف ہے۔

گر تو بے نور آوری حلمے بدست	آتشت زندہ است و در خاکستر است
اگر تو بغیر نور کے بردباری اختیار کرے گا	تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں (دبی) ہے

یعنی اگر تو بے نور کے حلم حاصل کرلے گا تو تیری آگ زندہ ہے اور راکھ میں ہے۔

آن تکلف باشد و روپوش ہیں	نار را نہ کشد بغیر نور دین
خبردار! وہ تکلف اور ڈھکن ہو گا	آگ کو دین کے نور کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا

یعنی ہاں وہ تو تکلف اور روپوش ہوگا اور نار کو تو سوائے نور دین کے کوئی بجھاتا نہیں۔ مطلب یہ کہ اگر نور دین تم کو حاصل نہیں ہے اور تم نے بہ تکلف حلم اپنے اندر پیدا کر بھی لیا تب بھی سمجھ لو کہ وہ قابل اعتبار نہیں ہے کیونکہ تکلف کب تک رہے گا۔ آخر ایک دفعہ وہ تکلف ٹوٹے گا اور پھر وہ نار غضب ظاہر ہو جاوے گی یہ تو ایسا ہے کہ جیسے راکھ میں آگ دبا دو کہ بظاہر تو آگ معلوم نہیں ہوتی لیکن ذرا ہوا سے بھی اگر راکھ ہٹ گئی تو فوراً آگ ظاہر ہو جاوے گی بس وہ حلم تکلفی اگر ذرا بھی کوئی ٹھیس لگی تو ٹوٹ جاوے گا اور پھر وہ نار ظاہر ہو جاوے گی لہذا معلوم ہو گیا کہ بجز نور دین کے اور کوئی شے اس آگ کی فرد کرنے والی نہیں ہے اسی لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

تا نہ بینی نور دین ایمن مباش	کآتش پنہان بود یک روز فاش
جب تک تو دین کا نور نہ دیکھ لے مطمئن نہ ہو	کیونکہ دبی ہوئی آگ ایک دن کھل جائے گی

یعنی جب تک تم نور دین نہ دیکھ لو بے خوف مت ہو کیونکہ (وہ) پوشیدہ آگ ایک دن ظاہر ہوگی۔ مطلب یہ کہ جب تک نور دین حاصل نہ ہوا اس وقت تک اس نار غضب سے بے خوف مت ہو کیونکہ جو حلم کہ بہ تکلف حاصل کیا گیا ہے یہ ایک دن زائل ہوگا اور آتش غضب پھر ظاہر ہوگی لہذا نور دین ہی حاصل کرو۔

نور آبے دان و ہم بر آب چفس	چونکہ داری آب از آتش مترس
نور کو پانی سمجھ اور پانی سے وابستہ ہو جا	جب تو پانی رکھتا ہے آگ سے نہ ڈر

یعنی نور تو ایک پانی جانو اور پانی ہی پر چپک جاؤ۔ اور جبکہ تم پانی رکھتے ہو تو آگ سے مت ڈرو مطلب یہ کہ نور ایمانی کو پانی سمجھو جیسے کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اسی طرح یہ نور ایمانی آتش غضب کو بجھا دیتا ہے تو اگر تمہارے پاس نور ایمانی ہے تو پھر تم کسی آگ سے بھی مت ڈرو کیونکہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آب آتش را کشد کاتش بخو	می بسوزد نسل فرزندان او
پانی آگ کو بجھا دیتا ہے کیونکہ آگ عادتاً	اس کی نسل اور اولاد کو جلا دیتی ہے

یعنی پانی تو آگ کو بجھاتا ہے اور آگ (اپنی) خصلت میں اس پانی کے لڑکوں کی نسل کو جلا دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ آگ اور پانی میں تو ضد ہے پانی تو آگ کو بجھاتا ہے اور آگ اس پانی کی لڑکوں کی نسل کو جو کہ درخت ہیں جلا دیتی ہے بس اسی طرح وہ نور ایمانی اس آتش غضب کو بجھا دیتا ہے۔ اور جہاں غضب ہوتا ہے وہ اس نور ایمانی کے اثرات کو جن سے کہ وہ نور پیدا ہوتا ہے جلا دیتا ہے لہذا تم نور ایمانی کامل حاصل کرو کہ جس سے وہ غضب کی آگ بالکلیہ فنا ہو جاوے آگے اس نور کے حصول اور اس آگ کے بجھنے کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

سوئے آن مرغابیان رو روز چند	تا ترا در آب حیوانی کشند
کچھ دن ان مرغابیوں کی طرف جا	تاکہ وہ تجھے آب حیات میں لے جائیں

یعنی ان مرغابیوں کی طرف چند دن کے لئے جا تا کہ تجھے آب حیوانی میں کھینچیں (مرغابیوں سے مراد اولیاء اللہ ہیں کیونکہ اس سے قبل نور ایمانی کو پانی سے تشبیہ دی تھی تو اولیاء اللہ کو جن کو کہ وہ نور ایمانی حاصل ہے مرغابیوں سے تشبیہ دیتے ہیں) مطلب یہ کہ چند روز اولیاء اللہ کی خدمت میں جا کر رہو تا کہ وہ تم کو آب حیات پلا دیں اور اس آگ کو بجھا دیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

مرغ خاکی مرغ آبی ہم تن اند	لیک ضد انند و آب و روغن اند
خاکی اور آبی پرند یکساں جسم کے ہیں	لیکن ایک دوسرے کی ضد ہیں اور پانی اور تیل ہیں

یعنی مرغ خاکی اور مرغ آبی ایک طرح کے ہیں لیکن (آپس میں) ضد ہیں اور آب و روغن (کی طرح) ہیں مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ صورت اور ظاہر میں سب ایک طرح کے ہیں لیکن دھوکہ نہ کھانا کہ غیر اولیاء اللہ کے پھندے میں جا پڑو کیونکہ ظاہر میں تو دونوں ایک ہیں لیکن حقیقت میں اور اصل میں دونوں ضدین ہیں ایک دوسرے کے بالکل مخالف ہیں۔

ہر یکے بر اصل خود رانندہ اند	احتیاطے کن بہم مانندہ اند
ہر ایک اپنی اصلیت پر چلانے والا ہے	احتیاط کر (دونوں) باہمی مشابہ ہیں

یعنی ہر ایک اپنے قاعدہ پر چلتے ہیں تو تو احتیاط کر کہ سب آپس میں مشابہ ہیں۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ جو گمراہ ہیں سب ظاہر صورت یکساں ہیں اور ہر ایک کا طریق اور مشرب علیحدہ ہے لہذا ذرا احتیاط ہی رکھنا کہیں اولیاء اللہ کے دھوکہ میں غیر اولیاء اللہ اور گمراہوں کے پھندے میں نہ پھنس جانا آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

ہمچناں کہ وسوسہ و وحی ہست	ہر دو معقول اند لیکن فرق ہست
جیسا کہ وسوسہ اور الست کا الہام	دونوں عقل ہیں لیکن (دونوں میں) فرق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس طرح کہ وسوسہ اور وحی کہ دونوں عقلی ہیں لیکن (باہم) فرق ہے (وحی سے مراد الہام) مطلب یہ کہ دیکھو الہام اور وسوسہ دونوں امور باطنیہ اور احوال قلب میں سے ہیں لیکن پھر ایک دوسرے میں زمین وآسمان کا فرق ہے کہ ایک قابل عمل ہے اور دوسرا بالکل غیر قابل عمل ہے تو اسی طرح اولیاء اللہ اور غیر اولیاء اللہ میں بھی فرق ہے لیکن بظاہر دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ بظاہر وحی اور وسوسہ بھی یکساں ہی معلوم ہوتے ہیں۔

ہر دو دلالان بازار ضمیر	رختہا را می ستایند اے امیر
دونوں دل کے بازار کے دلال ہیں	اے امیر! دونوں سامان کی تعریف کر رہے ہیں

یعنی دونوں بازار قلب کے دلال ہیں اور اے امیر اسبابوں کو لے لیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دونوں دل کے بازار کے دلال اور دونوں اسباب کو چھین لیتے ہیں لیکن فرق اس قدر ہے کہ ایک تو عمدہ اسباب کو چھین لیتے ہیں اور دوسرے خراب کو چھین لیتے ہیں لہذا احتیاط ضروری ہے۔

گر تو صراف دلی فکرت شناس	فرق کن سر دو فکرت چون نخاس
اگر تو دل کا صراف ہے' اپنے فکر کی پہچان	بردہ فروش کی طرح اپنے دونوں فکروں کے بھید میں فرق کر

یعنی اگر تو صراف دل ہے تو اپنے فکر کو پہچان اور بردہ فروش کی طرح اپنے دو فکر میں فرق کر لے مطلب یہ کہ اگر تم خود کھوٹے کھرے کو پہچان سکتے ہو تو خود پہچان لو کہ آیا کونسا فکر تمہارا از قبیل الہام اور قابل عمل ہے اور کونسا از قبیل وسوسہ اور غیر قابل عمل ہے۔

ورنہ دانی ایں دو فکرت از گمان	لاخلابہ گوئی و مشتاب و مران
اگر تو گمان سے ان دونوں فکروں کو نہ سمجھ سکے	"دھوکا نہ ہو" کہہ دے اور جلدی نہ کر اور آگے نہ بڑھا

یعنی اگر تم ان دونوں فکروں کو تردد کی وجہ سے نہ جانو تو لاخلابہ کہہ دو اور دوڑ دھوپ مت اور چلاؤ مت۔

تانماند در تفکر جان تو	غبن ناید بر تو و بر خوان تو
تاکہ تیری جان فکر میں نہ پڑے	تجھ پر اور تیرے گھر پر ٹوٹا نہ آئے

یعنی تاکہ تیری جان تفکر میں نہ رہے اور تجھ پر اور تیرے اسباب پر غبن نہ آوے مطلب یہ کہ اگر تم خود نقاد نہیں ہو اور تم وسوسہ اور الہام میں فرق نہیں کر سکتے ہو تو اس وقت خود راستہ سلوک کا طے نہ کرو بلکہ لاخلابہ (یعنی دھوکہ نہیں ہے) کہہ دو تاکہ پھر غبن وغیرہ میں تم مبتلا نہ ہو اور نفس وشیطان تم کو دھوکہ اور غبن نہ دے سکیں۔ اوپر جو کہا ہے کہ لاخلابہ کہہ دو آگے اس لاخلابہ کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح شبّیری

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں (اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضرت حمزہؓ کے مقولہ کا تتمہ ہو) کہ اے وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لوگو جو موت کو موت سمجھتے ہو تم بچو ایسا نہ ہو مر جاؤ۔ اور اے وہ لوگو جو اس کو حیات ابدی سمجھتے ہو جلدی کرو۔ اور اس کی طرف دوڑو بڑی دولت ہے اور اے موت کو عنایت حق سمجھنے والو تمہیں اطلاع کی جاتی ہے تم خوش ہو کہ ایک دن تم کو یہ لطف ضرور میسر ہوگا اور اے وہ لوگو جو اس کو قہر سمجھتے ہو تمہارے لئے مصیبت ہے تم ملول اور رنجیدہ ہو۔ اب مولانا عنوان بدلتے ہیں اور خطاب کو چھوڑ کر فرماتے ہیں کہ جو لوگ موت کو یوسف سمجھتے ہیں وہ تو اس پر جان فدا کرتے ہیں اور مرنے کے لئے مرتے ہیں اور جو اس کو بھیڑیا سمجھتے ہیں وہ راہ راست سے بھٹکے ہوئے ہیں اور منشاء اختلاف یہ ہے کہ ہر شخص کی موت اس کے مناسب ہے کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے شفاف آئینہ تو جو آئینہ شفاف ہوگا وہ چہرہ کی رنگت اختیار کرلے گا۔ پس اگر وہ ترک ہے تو آئینہ بھی خوش رنگ ہوگا اور اگر زنگی ہے تو آئینہ بھی زنگی ہی ہوگا۔ پس اسی طرح موت بھی ہے کہ جو لوگ خود اچھے ہیں ان کی موت بھی اچھی ہے اور جو برے ہیں ان کی موت بھی بری ہے پس جو لوگ موت سے ڈر کر بھاگتے ہیں ان سے کوئی کہے کہ ارے احمق تو جو موت سے ڈر کر بھاگتا ہے۔ یہ تیری حماقت ہے تو درحقیقت موت سے نہیں بھاگتا بلکہ خوب سمجھ لے کہ تو اپنے سے بھاگ رہا ہے کیونکہ تو جو موت سے بھاگتا ہے تو اس کو برا سمجھ کر مگر موت بدرو نہیں ہے بلکہ تو خود بدرو ہے تیری جان بمنزلہ درخت کے ہے اور موت بمنزلہ پتوں کے اور قاعدہ ہے کہ جیسا درخت ہوگا ویسے ہی پتے ہونگے۔ علیٰ ہذا جیسی تیری جان ہوگی ویسی ہی تیری موت ہوگی اور چونکہ وہ تجھی سے پیدا ہوئی ہے خواہ اچھی ہو یا بری اس لئے اگر تو اچھا ہے تو موت بھی اچھی ہے اور اگر تو برا ہے تو موت بھی بری ہے یوں ہی جو خوشی یا ناخوشی تیرے دل پر طاری ہوتی ہے وہ بھی تجھی سے پیدا ہوتی ہے چنانچہ اگر تم کو کانٹا لگا ہے تو وہ بھی تمہارا بویا ہوا ہے اور اگر تم حریر اور ریشم ہو تو وہ بھی تمہارا کاتا ہوا ہے لیکن کوئی فعل جزا کے مشابہ نہیں ہوتا اور کوئی خدمت عطا کی مماثل نہیں ہوتی۔ مزدوروں کی مزدوری کے کام کے مشابہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ محنت عرض ہے اور مزدوری جوہر وہ غیر باقی ہے اور یہ باقی وہ تکلیف اور قوت اور مشقت ہے یہ طباق بھر چاندی سونا اگر تم پر کہیں سے تہمت لگے تو وہ اس لئے ہے کہ تمہارے مظلوم نے کسی تکلیف میں بددعا کی ہے تم کہتے ہو کہ میں تو بالکل آزاد ہوں اور میں نے کسی پر تہمت نہیں لگائی ہے۔ یہ سچ ہے مگر تم نے گناہ دوسری صورت میں کیا ہے اور ایک دانہ بویا ہے یہ اس کا پھل ہے اور قاعدہ ہے کہ دانہ پھل کے مشابہ نہیں ہوتا۔ پس لازم ہے کہ یہ بھی تمہارے فعل کے مشابہ نہ ہو۔ دیکھو آدمی زنا کرتا ہے تو سو درہ اس کو سزا ملتی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے تو کسی کو لکڑی سے نہیں مارا تھا مجھے کس بات کا بدلا ملا۔ لیکن کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ خیال صحیح ہے اور کیا یہ زنا کا بدلا نہیں ہے ضرور ہے حالانکہ دروں کو زنا سے کچھ مشابہت نہیں پس معلوم ہوا کہ ترتب جزا علی الفعل کے لئے مماثلت ضرور نہیں بلکہ مطلق ترتب شی علی الشی کے لئے بھی مماثلت شرط نہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی سانپ بن گئی تھی اور صورت خشبیہ پر صورت ثعبانیہ مرتب ہوئی تھی۔ ان دونوں میں کونسی مماثلت ہے علی ہذا درد پر دوا مرتب ہوتی ہے۔ ان دونوں میں کونسی مشابہت ہے اگر تم کو لاٹھی کے سانپ بننے میں کچھ تعجب ہو تو تم بجائے لاٹھی کے منی کو سمجھو۔ دیکھو جب تم منی کو رحم میں ڈالتے ہو تو اس سے آدمی بن جاتا

ہے اس کے بعد یا سانپ کی طرح موذی بن جاتا ہے یا خیر خواہ دوست بن جاتا ہے پس دیکھو منی سے سانپ بن گیا۔ اب لاٹھی سے سانپ بن جانا کونسی تعجب کی بات ہے کہ تم کو تعجب ہو۔ اچھا لکڑی اور سانپ کو جانے دو یہ تو ہے کہ منی سے بچہ بنتا ہے اچھا یہی بتلاؤ کہ منی اور لڑکے میں کونسی مشابہت ہے اور دیکھو گنے سے شکر پیدا ہوتی ہے بھلا دیکھو کہ گنے اور شکر میں کوئی مشابہت ہے جبکہ یہ ثابت ہو گیا کہ فعل اور اس کی جزا میں اور ایک شئے اور اس سے پیدا ہونے والی چیز میں مماثلت اور مشابہت لازم نہیں تو اب سمجھو کہ جب آدمی دنیا میں رکوع وسجود و دیگر طاعات کرتا ہے تو اس سے آخرت میں اس کو بہشت ملتی ہے تو گویا کہ اس کی طاعات بیج تھیں اور بہشت اس کا ثمرہ ہے اور جبکہ اس کے منہ سے حمد حق سبحانہ نکلتی ہے تو اس سے بحکم حق سبحانہ جنت میں جانور پیدا ہوتے ہیں (اس مقام پر یہ تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ جنت بجمیع اجزائہا آدمی کو اس کی طاعات کے صلہ میں ملتی ہے پس مولانا اولاً مطلق طاعات کے صلہ میں جنت کے ملنے کو بتلایا اب اس کی مجموعہ طاعات کے اجزاء اور جنت کے اجزاء میں مناسبت دکھلاتے ہیں مولانا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ افعال وطاعات مادۂ جنت ہیں جیسا کہ سرسری نظر سے مفہوم ہوتا ہے۔ پس چونکہ حمد کا منہ سے نکلنا مناسبت رکھتا تھا۔ پرند کے اڑنے سے اس لئے فرمادیا کہ حمد جانور ہو گئی ورنہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے باقی آئندہ مضامین کو بھی ایسا ہی سمجھو) پس دیکھو کہ اگر چہ پرند کا مادہ ہوا ہوتی ہے اور تسبیح کا مادہ بھی ہوا ہے مگر تاہم پرند اور تسبیح میں کوئی مشابہت نہیں اور جب تمہارے ہاتھ سے کوئی خیرات یا زکوۃ نکلتی ہے تو اس سے جنت میں درخت اور سبزہ پیدا ہوتا ہے۔ اور تمہارے صبر کے پانی سے جنت کی نہر کا پانی پیدا ہوتا ہے اور تمہاری محبت سے جوئے شیر پیدا ہوتی ہے اور ذوق طاعات سے جوئے شہد پیدا ہوتی ہے اور تمہاری مستی وشوق سے جوئے شراب بنتی ہے یہ تمام اسباب اپنے آثار کے مماثل نہیں ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ ان افعال کی جزا ان کو کیوں قرار دیا گیا۔ اور کیسے ان آثار کو ان اسباب پر مرتب کیا گیا۔ دلیل انی اس امر کی کی نعمائے جنت تمہارے افعال کے آثار ہیں یہ بھی ہے کہ جس طرح یہ اسباب تمہارے اختیار میں تھے اسی طرح وہ چاروں نہریں وغیرہ بھی تمہارے قبضہ میں ہوں گی اور جس طرف تم ان کو لیجاؤ گے اسی طرف جائیں گے اور جس صفت پر تمہاری صفات تھیں کہ ان میں تم کو ہر طرح تصرف کا اختیار حاصل تھا یہی حالت ان نہروں کی بھی ہو گی کہ تم جیسا چاہو گے ان کے ویسا ہی بنالو گے دنیا میں بھی اس کی نظیر موجود ہے دیکھو چونکہ منی تمہارے اختیار میں ہوتی ہے اسی طرح اس سے جو اولاد پیدا ہوتی ہے وہ بھی تمہارے اختیار میں ہوتی ہے اور تمہارا بچہ تمہارے اشارہ پر چلتا ہے اور گویا کہ وہ زبان حال سے کہتا ہے کہ میں آپ کا وہی جزو ہوں جس کو آپ نے رحم مادر میں محفوظ کیا تھا لہٰذا آپ کو مجھ پر وہی اختیار حاصل ہے جو اس پر تھا پس جس طرح تمہاری صفات دنیا میں تمہارے قبضہ میں تھیں یوں ہی جنت کی نہریں بھی تمہارے کہنے میں ہوں گی۔ علی ہذا درخت بھی تمہارے مطیع ہوں گے کیونکہ وہ بھی پھل والے تمہاری صفات وافعال ہی سے ہوئے ہیں۔ پس خلاصہ یہ کہ جب تمہارے صفات وافعال تمہارے کہنے میں ہیں تو آخرت میں جو ان کی جزا ہوگی وہ بھی تمہارے کہنے میں ہوگی۔ اب سنو کہ جس طرح افعال حسنہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

نتائج حسنہ پیدا ہوتے تھے یوں ہی افعال سیئہ سے برے نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً جب تمہارے ہاتھ سے کسی کو زخم پہنچا ہے تو اس سے دوزخ میں زقوم کا درخت پیدا ہوتا ہے اور جب بے جا غصہ سے تم دوسروں کے دل جلاتے ہو تو اس سے تم دوزخ کا ایندھن بنتے ہو اور چونکہ دنیا میں تمہارے غصہ کی آگ لوگوں کے دلوں کو جلاتی تھی اس لئے دوزخ کی آگ جو اس سے پیدا ہوئی ہے۔ تمہیں جلائے گی اور جبکہ تمہارے غصہ کی آگ لوگوں پر حملہ کرتی ہے تو اس سے جو آگ پیدا ہو گی وہ خود تم پر حملہ کریگی اور تمہاری باتیں جو سانپ بچھو کی طرح ضرر رساں ہیں وہ سانپ بچھو بن کر تمہارا گلا دبائیں گی اور چونکہ تم اولیاء اللہ یا عام اہل حقوق کو انتظار میں رکھتے ہو اس لئے انتظار قیامت کا بار تم پر پڑے گا اور یہ آج کل کے وعدے انتظار قیامت کی صورت میں ظاہر ہوں گے اور تم کو اس طول طویل دن میں دھوپ اور حساب میں رہ کر آخری نتیجہ کا اس لئے انتظار کرنا پڑے گا کہ تم آسمان کو بھی منتظر رکھتے تھے اور کل چلوں گا کل چلوں گا کا بیج بوتے تھے مطلب یہ ہے کہ تم اہل اللہ کی نصیحتوں پر آج کل آج کل کرتے تھے۔ لہذا تم ان کو بھی منتظر رکھتے تھے اور آسمان کو بھی کیونکہ آسمان کو سعود عمل نیک کا انتظار رہتا تھا اور دیگر اہل حقوق کا منتظر ہونا تو ظاہر ہے پس تم ان سب کو منتظر رکھنے کی جزا میں اس انتظار میں مبتلا ہو گے اب سنو کہ تم کو یہ معلوم ہو چکا ہے کہ تمہارا غصہ دوزخ کا بیج ہے پس تم کو اس دوزخ کو ٹھنڈا کرنا چاہئے کیونکہ یہ مصائب کا جال ہے اگر بے احتیاطی کرو گے تو ضرور مصائب میں پھنسو گے اور یہ آگ اسی وقت بجھ سکتی ہے جبکہ نور دین حاصل ہو کیونکہ نور دین ہی میں آتش دوزخ کے بجھانے کی خاصیت ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے جب تو پل صراط سے گزرے گا اس وقت دوزخ کہے گی جز یا مومن فان نورک اطفا ناری واللہ اعلم باصحۃ)

اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ ہم کو یہ نور حاصل ہے پس تم کو نور دین حاصل کرنا چاہئے یہ بھی یاد رکھو کہ اگر نور دین حاصل نہ ہو اور کسی اور طرح سے تم حلم حاصل کر لو تو یہ سمجھنا کہ آگ بجھی نہیں ہے بلکہ راکھ میں چھپی ہوئی ہے جہان راکھ ہٹی وہ چمکی یہ تکلیف اور تستر ہے نہ کہ بجھنا۔ کیونکہ نور دین کے علاوہ کوئی چیز اس آگ کو بجھانے والی ہے ہی نہیں پس جب تک تم اپنے دل میں نور دین نہ دیکھ لو اس وقت تک بے خوف نہ ہونا کیونکہ یہ چھپی ہوئی آگ ایک روز ضرور ظاہر ہو گی پس نور دین کو اس آگ کا پانی سمجھو اور اسے لیٹو اور جب تمہارے پاس پانی ہو اس وقت تم کو آگ سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ پانی آگ کو فنا کر دیتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ آگ پانی کی اولاد کو فنا کرتی ہے یعنی ان مرکبات کو جلاتی پھونکتی ہے جن میں پانی کو دخل ہے مثلاً نباتات اشجار وغیرہ۔ اب تم کو یہ فکر ہو گی کہ وہ پانی کیونکر ملے جس سے یہ آگ فنا ہو تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ تم اس بحر کی مرغابیوں (اہل اللہ) کے پاس چند روز رہو وہ تم کو اس آب حیات میں غوطہ دینگے اور اس کے بعد پھر اس آگ سے تم کو کچھ بھی خطرہ نہ ہو گا۔ یاد رکھو کہ بعض مرغ خاکی اور مرغ آبی صورت میں یکساں نظر آتے ہیں مگر حقیقت کے لحاظ سے ان میں تباین ہوتا ہے اور ان کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے پانی اور تیل کہ دونوں سائل ہیں مگر ایک آتش کش ہے اور ایک آگ کو زندہ کرنے والا اور ہر ایک اپنی اصل پر چل رہا ہے پس تم کو بہت احتیاط کرنی چاہئے اور دھوکے بازوں سے بچنا

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہئے اس لئے کہ دونوں صورت میں بہت ملتے جلتے ہیں جس سے غلطی کا قوی احتمال ہے اور ان میں وہی نسبت ہے جو کہ وسوسہ اور الہام میں کہ دونوں امر عقلی وغیر محسوس ہیں مگر پھر بھی باہم فرق ہے وسوسہ اور الہام دونوں بازار باطن کے دلال ہیں اور ہر ایک اس میں سے کچھ کچھ لیتا ہے پس اگر تم صراف دل ہو تو تم اپنے خیال کو خود ہی پہچان لو کہ یہ وسوسہ ہے یا الہام اور جس طرح بردہ فروش اچھے برے مال میں تمیز کرتا ہے اسی طرح تم ان دونوں فکروں میں تمیز کر لو اور اگر تم خود ان دونوں کو نہیں پہچان سکتے تو کہد و لاخلابہ اور اس خیال پر عمل کرنے میں جلدی مت کرو اور کسی صراف کو دکھلا لو جب وہ ایک شق متعین کر دے اس وقت اس پر عمل کرو اور بلا دکھلائے نہ کرو تا کہ تمہاری جان تردد میں نہ پھنسے اور تم پر اور تمہاری غذا پر نقصان واقع نہ ہو۔

شرح شبیری

خرید وفروخت میں غبن سے بچنے کا حیلہ

آن یکے یاری پیمبر را بگفت	کہ منم در بیعہا باغبن جفت
ایک صحابی نے پیغمبرؐ سے عرض کیا	کہ میں معاملات میں ٹوٹے سے دوچار ہوتا ہوں

یعنی اس ایک صحابی نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں بیوع میں غبن کے ساتھ ہوں مطلب یہ کہ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے خرید وفروخت میں اکثر لوگ دھوکہ دیتے ہیں۔

مکر ہر کس کو فروشد یا خرد	ہمچو سحر است و زراہم می برد
جو شخص بیچتا ہے یا خریدتا ہے اس کی مکاری	جادو کی طرح ہے اور مجھے گمراہ کر دیتا ہے

یعنی ہر اس شخص کا مکر جو کہ خریدے یا بیچے جادو کی طرح ہے کہ مجھے بے راہ کر دیتا ہے یعنی ہر شخص کا مکر مجھ پر چل جاتا ہے اور لوگ مجھے دھوکہ دیدیتے ہیں۔

گفت در بیعے کہ ترسی از غرار	شرط کن سہ روز خود را اختیار
فرمایا کہ جس معاملہ میں تو دھوکے سے ڈرے	تین دن کے لئے اپنے لئے خیار کی شرط کرلے

یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس بیع میں تم کو دھوکہ کا خوف ہو تو تم اپنے لئے تین روز کے لئے خیار شرط کر لیا کرو۔

کہ تانی ہست از رحمان یقین	ہست تعجیلت ز شیطان لعین
کیونکہ آہستہ روی یقیناً خدا کی جانب سے ہے	تیری جلد بازی ملعون شیطان کی جانب سے ہے

یعنی کہ اطمینان یقیناً حق تعالیٰ کی طرف سے ہے اور تمہاری جلدی شیطان ملعون کی طرف سے ہے مطلب یہ

ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میاں جب خرید وفروخت کیا کرواور اس میں تمہیں خوف ہو کہ اس میں دھوکہ کیا جاوے تو اس میں خیار شرط کرلیا کروتو پھر تین دن میں اپنے نفع نقصان کو تم خوب سوچ سمجھ سکو گے اور اطمینان سے کام ہوگا کیونکہ اطمینان سے کام کرنا تو حق تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور جلدی کرنا شیطان کا کام ہے لہٰذا اطمینان سے خوب سوچ سمجھ کر کام کیا کرو۔ حدیث میں یہ قصہ اس طرح ہے کہ قال رجل النبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اخدع فی البیوع فقال اذا بایعت فقل لاخلابة ولی الخیار ثلثة ایام تو دیکھئے کہ یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ سے بچنے کے لئے فرمایا کہ لاخلابۃ کہہ لیا کرو تو بس اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ دھوکہ سے بچنے کے لئے لاخلابۃ کہہ لیا کرو۔ آگے اطمینان سے کام کرنے والوں کی مثالیں اور فائدے بیان کرتے ہیں کہ۔

پیش سگ چون لقمہ نان افگنی	بو کند آ نگہ آ خورد اے معتنی
تو جب کتے کے سامنے روٹی کا ٹکڑا ڈالتا ہے	اے خوشہ چین! وہ سونگھتا ہے پھر کھاتا ہے

یعنی کتے کے آگے جب تم روٹی کا ٹکڑا ڈالو گے تو وہ (اول) سونگھے گا اور اس وقت اس کو کھاوے گا اے خوشہ چین۔

او بہ بینی بو کند ما با خرد	رو ببویش خوش بعقل منتقد
وہ ناک سے سونگھتا ہے، ہم عقل سے	جا ان کو پرکھی ہوئی عقل سے اچھی طرح سونگھ لے

یعنی وہ تو ناک سے سونگھتا ہے اور ہم عقل سے تو تو اس کے سونگھنے سے پرکھنے والی عقل تک جا مطلب یہ کہ دیکھو جب تم کتے کو ٹکڑا ڈالتے ہو تو وہ اس کو سونگھ لیتا ہے جب کھاتا ہے کیونکہ وہ سونگھنے سے اس کے اندر اگر زہر وغیرہ ہو تو اس کو معلوم کر لیتا ہے لہٰذا ڈالتے ہی کھا نہیں جاتا بلکہ اطمینان سے کھاتا ہے بس اسی طرح تم کو چاہئے کہ جس طرح وہ ناک سے سونگھتا ہے اور ہر شے کے عیب وصواب کو معلوم کر لیتا ہے اسی طرح تم ہر شے کے عیب و صواب کو عقل سے معلوم کر لو اور خوب اطمینان سے سوچ سمجھ کر کام کرو جلدی مت کرو آگے فرماتے ہیں کہ۔

با تانی گشت موجود از خدا	تا بہ شش روز ایں زمین و چرخہا
خدا کی جانب سے آہستگی کے ساتھ موجود ہوئے	چھ دن میں یہ زمین اور آسمان

یعنی حق تعالیٰ سے یہ زمین وآسمان چھ دن میں اطمینان سے ہی موجود ہوئے (ورنہ)

ورنہ قادر بود او از کن فیکون	صد زمین و چرخ آوردے برون
ورنہ وہ قادر تھا کہ کن فیکون کے ذریعہ	سینکڑوں زمین اور آسمان پیدا کر دیتا

یعنی ورنہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ (حکم) کن فیکون سے سینکڑوں زمین وآسمان باہر لے آتے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو باوجودیکہ اس امر پر قدرت تھی کہ ایک کن کے حکم سے ایسے ایسے سینکڑوں آسمان وزمین پیدا فرما دیتے لیکن حق تعالیٰ نے آسمان وزمین کو چھ روز میں جو پیدا کیا تو بظاہر اس کے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ بندوں کو

besturdubooks.wordpress.com

اطمینان سے کام کرنا سکھلایا جاوے۔

آدمی را اندک آں ہمام	تا چہل سالش کند مرد تمام
وہ شہنشاہ آدمی کو رفتہ رفتہ	اس کے چالیس سال میں پورا مرد بناتا ہے

یعنی آدمی کو وہ بادشاہ چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا کر کے پورا آدمی کرتا ہے۔

گرچہ قادر بود کاندر یک نفس	از عدم پراں کند پنجاہ کس
اگرچہ وہ قادر تھا کہ ایک دم میں	عدم سے پچاس شخص روانہ کر دے

یعنی اگرچہ حق تعالیٰ قادر تھے کہ ایک دم میں عدم سے پچاس آدمی اڑا دیتے مطلب یہ کہ دیکھو حق تعالیٰ انسان کو چالیس برس تک تھوڑا تھوڑا بناتے ہیں اور اس کے بعد اس کو انسان کامل بناتے ہیں اور چالیس برس کے بعد پورا آدمی ہوتا ہے ورنہ وہ تو اس پر بھی قادر تھے کہ ایک دم میں اور ایک حکم کن میں پچاس آدمی کو پیدا فرما دیں۔

بود عیسےٰ رادمے کز یک دعا	بے توقف زندہ کردے مردہ را
(حضرت) عیسیٰ کی ایسی پھونک تھی کہ ایک دعا سے	مردے کو بلاتوقف زندہ کر دیتے

یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک پھونک تھی کہ وہ دعا کی وجہ سے بلاتوقف مردہ کو زندہ کر دیا کرتے تھے۔

خالق عیسیٰ نہ بتواند کہ او	بے توقف مردم آرد تو بتو
(کیا حضرت) عیسیٰ کا پیدا کرنے والا نہیں کر سکتا کہ وہ	بے توقف تہ بہ تہ انسان پیدا کر دے؟

یعنی کیا عیسیٰ علیہ السلام کے خالق تعالیٰ شانہ بلاتوقف تہ بتہ آدمی نہیں کر سکتے (لیکن)

این تأنی از پئے تعلیم تست	کہ طلب آہستہ باید بے شکست
یہ آہستہ روی' تیری تعلیم کے لئے ہے	اس لئے کہ طلب آہستہ اور مسلسل چاہئے

یعنی یہ اطمینان تمہاری تعلیم کے واسطے ہے کہ طلب آہستہ اور بے انقطاع کے چاہئے مطلب یہ کہ دیکھو عیسیٰ علیہ السلام ایک پھونک میں مردہ کو باذن حق زندہ فرما دیتے تھے تو کیا خالق عیسیٰ علیہ السلام کو اتنی بھی قدرت نہ ہو گی کہ وہ ایک دم میں کسی کو پیدا فرما دے ضرور اس سے بھی کہیں زیادہ قدرت ہے لیکن یہ اطمینان سے کام کرنا اور دیر لگانا صرف بندوں کی تعلیم کے لئے ہے ورنہ حق تعالیٰ کو اس طرح کام کرنے کی کیا ضرورت ہے ان کے تو حکم میں کل کام ہوتے ہیں لہذا انسان کو چاہئے کہ آہستگی سے بلا انقطاع کے طلب میں لگا رہے آگے اس اطمینان سے کام کرنے کی وجہ سے پاک رہنے اور مقصود کے حاصل ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

جو یکے کوچک کہ دائم می رود	نے نجس گردد نہ گندہ می شود
وہ چھوٹی سے نہر جو ہمیشہ جاری رہتی ہے	(وہ) نہ تو ناپاک ہوتی ہے نہ گندہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ نالہ جو کہ ہمیشہ چلتا ہے نہ تو نجس ہوتا ہے اور نہ گندہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو چھوٹا سا نالہ جو کہ آہستہ آہستہ برابر چلتا رہے وہ نجاست کے پڑ جانے سے بھی نجس اور گندہ نہیں ہوتا پس اسی طرح تم آہستہ آہستہ طلب میں لگے رہو گے اور طلب چھوڑ دو گے نہیں تو ہمیشہ آرام سے پاک وصاف رہو گے۔

زین تانی زائد اقبال و سرور	این تانی بیضہ دولت چون طیور
یہ آہستہ روی اقبال (مندی) اور خوشی پیدا کرتی ہے	یہ آہستہ روی انڈا ہے (اور) دولت پرندوں کی طرح ہے

یعنی اس اطمینان سے اقبال اور سرور پیدا ہوتا ہے اور یہ اطمینان بیضہ ہے اور دولت پرندوں کی طرح ہے مطلب یہ کہ اس اطمینان کی مثال تو انڈے جیسی ہے اور دولت واقبال پرندوں کی طرح ہیں تو جس طرح انڈے سے جانور نکلتا اور پیدا ہوتا ہے اسی طرح اس اطمینان سے کام کرنے کی برکت سے دولت وسرور پیدا ہوتا ہے اب یہاں کوئی اعتراض کرتا ہے کہ بھلا اطمینان کا اور دولت کا کیا جوڑ ہے تو آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

مرغ کے ماند بہ بیضہ اے عنید	گرچہ از بیضہ ہمی آید پدید
اے سرکش! پرند انڈے سے کب مشابہ ہے؟	اگرچہ وہ انڈے سے پیدا ہوتا ہے

یعنی اے معاند جانور بیضہ کے کب مشابہ ہوتا ہے اگرچہ بیضہ ہی سے نکلتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح مرغ اور بیضہ میں کوئی تماثل اور تشابہ نہیں ہوتا لیکن مرغ نکلتا اسی بیضہ ہی سے ہے تو اسی طرح دولت پیدا تو اس تانی ہی سے ہوتی ہے اگرچہ بظاہر کوئی ان میں جوڑ نہ ہو۔

باش تا اعضائے تو چون بیضہا	مرغہا زاینداندر انتہا
ٹھہر کہ تیرے اجزاء انڈوں کی طرح	آخر میں پرند جنیں

یعنی ٹھہر تا کہ تیرے اعضاء بیضوں کی طرح آخر میں بہت سے مرغ جنیں۔ مطلب یہ کہ جلدی مت کر ذرا ٹھہر ارہ کہ تیرے بھی اعضاء آخر میں دولت واقبال کو جمع کر لیں گے جیسے کہ آخر میں انڈوں میں سے جانور نکل آتا ہے اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ اطمینان سے کام کرتے ہیں لیکن ان کو اقبال وسرور حاصل نہیں ہوتا۔ تو اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

بیضۂ مار ارچہ ماند در شبہ	بیضۂ کنجشک را دورست رہ
سانپ کا انڈا اگرچہ مشابہت میں یکساں ہے	چڑیا کے انڈے سے (لیکن دونوں میں) بہت فرق ہے

یعنی سانپ کا انڈا اگرچہ صورت میں چڑیا کے انڈے کے مشابہ ہے (مگر) راہ بہت دور ہے۔

دانی اے عاقل کہ ماند سین بشین	در نوشتن لیک در نقطہ بہ بین
اے عقلمند! تو جانتا ہے کہ سین شین کے مشابہ ہے	لکھنے میں لیکن نقطہ پر غور کر لے

www.deeurdubooks.wordpress.com

یعنی اے عاقل تو جانتا ہے کہ سین و شین لکھنے میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن نقطہ میں دیکھ۔

دانہ آبی بدانہ سیب نیز	گرچہ ماند فرقہا دان اے عزیز
بہی کا بیج بھی سیب کے بیج سے	اگرچہ مشابہ ہے (لیکن) اے عزیز! بہت فرق سمجھ

یعنی بہی کا دانہ بھی سیب کے دانہ کے اگرچہ مشابہ ہوتا ہے (لیکن) اے عزیز فرق جانو۔

برگہا ہمرنگ باشد در نظر	میوہا ہر یک بود نوع دگر
پتے دیکھنے میں ایک رنگ کے ہوتے ہیں	ہر ایک کا پھل دوسری قسم کا ہوتا ہے

یعنی پتے دیکھنے میں ہمرنگ ہوتے ہیں (لیکن) میوے ہر ایک کے دوسری قسم کے ہوتے ہیں۔

برگہائے جسمہا مانندہ اند	لیک ہر جانے بر یعے زندہ اند
پتے (یعنی) جسم (باہمی) مشابہ ہیں	لیکن ہر جان مختلف پیداوار کے ساتھ زندہ ہے

یعنی جسموں کے پتے (بھی) مشابہ ہیں لیکن ہر جان اپنی آمدنی سے زندہ ہے۔

خلق در بازار یکساں می روند	آن یکے در ذوق و دیگر دردمند
لوگ بازار میں یکساں جاتے ہیں	(لیکن) ان میں سے ایک شوق سے دوسرا تکلیف سے

یعنی مخلوق بازار میں یکساں چلتی ہیں وہ ایک تو مزہ میں اور دوسرے دردمند ہیں۔

ہمچنان در مرگ یکسان می رویم	نیم در خسران و نیمے خسرویم
اسی طرح موت (کے بازار) میں ہم یکساں جاتے ہیں	ہم میں سے نصف ٹوٹے میں ہیں اور نصف شاہ ہیں

یعنی اسی طرح موت میں ہم سب ایک طرح جاتے ہیں (لیکن) آدھے خسران میں ہیں اور آدھے خوش ہیں۔ مطلب یہ کہ بات یہ ہے کہ تمام چیزوں میں ایسا تفاوت ہے کہ جس کی وجہ سے ہر شخص کے لئے باوجود مشابہت کے اثرات مختلف پیدا ہوتے ہیں اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے سانپ اور چڑیا کے انڈے تو مشابہ ہوتے ہیں لیکن بچے مختلف نکلتے ہیں۔ علیٰ ہذا بہی اور سیب کے دانے صورت میں مشابہ ہوتے ہیں لیکن ایک سے بہی پیدا ہوتی ہے اور دوسرے سے سیب پیدا ہوتا ہے غرضکہ ہر شخص کے لئے اثرات یکساں ظاہر ہونا ضروری نہیں ہے اسی طرح اور سب مثالوں کو منطبق کر لیا جاوے کہ دیکھو سارے آدمی ایک ہی طرح مرتے ہیں کہ روح کے نکلنے سے سب مر جاتے ہیں لیکن کوئی وہاں جا کر خوش رہتا ہے اور کوئی خاسر و نامراد رہتا ہے۔

این سخن پایاں ندارد باز گو	از بلال و از ہلال و کار او
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے پھر کہہ	(حضرت) بلالؓ اور ہلال اور ان کے کارنامے کی بات

یعنی یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی تو پھر بلال اور ہلال اور اس کے کام سے بیان کرو۔ مطلب یہ کہ اس امر کا

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان کہ کون موت کے بعد خوش رہتا ہے اور کون خاسر رہتا ہے تو یہ بیان تو بہت طویل ہے لہذا تم اس بیان کو چھوڑ کر حضرت بلالؓ کی وفات کا قصہ بیان کرو کہ جس سے ان کا خوشی سے جان دینا معلوم ہو۔ اب آگے قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو ایک صحابی نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ حضور میں خرید و فروخت میں بہت نقصان اٹھاتا ہوں جو شخص کچھ خریدتا یا بیچتا ہے وہ کچھ ایسا جادو کرتا ہے کہ مجھے مغالطہ میں آ جانا پڑتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس بیچ میں تم کو دھوکہ کا اندیشہ ہو اس میں دوسرے شخص سے یہ کہہ دیا کرو کہ بھائی دھوکہ نہیں ہمیں تین دن کا اختیار ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ جن معاملات میں شبہ ہو ان میں توقف کرنا اچھا ہے اور جلدی کرنا برا دیکھو جب تم کتے کے آگے لقمہ ڈالتے ہو وہ اسے سونگھتا ہے اور پھر کھاتا ہے پس وہ تو ناک سے سونگھتا ہے اور ہم کو پرکھی ہوئی اور کھری عقل سے سونگھنا چاہئے اور دیکھو حق تعالیٰ نے توقف کیساتھ چھ دن میں زمین اور آسمان کو پیدا کیا ہے ورنہ وہ قادر تھا کہ ایک کن سے سو زمین و آسمان بنا دیتا۔ علیٰ ہذا وہ آدمی کو رفتہ رفتہ چالیس سال کی مدت میں کامل آدمی کرتا ہے اگرچہ وہ قادر ہے کہ ایک دم میں پچاس مکمل انسان عدم سے وجود میں لے آئے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کو ایک پھونک عطا ہوئی تھی یعنی وہ ایک دعا سے بے تامل مردہ کو زندہ کر دیتے تھے تو کیا خالق عیسیٰ ایسا نہیں کر سکتا کہ بے تامل بہت سے انسانوں کو عدم سے وجود میں لے آئے۔ ضرور کر سکتا ہے پھر اس توقف کا کیا سبب ہے وہ یہی ہے کہ تم اس سے سبق حاصل کرو کہ طلب میں آہستگی چاہئے مگر سلسلہ منقطع نہ ہونا چاہئے قید عدم انقطاع کا راز یہ ہے کہ دیکھو چھوٹی نہر آہستہ چلتی ہے اور منقطع نہیں ہوتی اس لئے نہ وہ ناپاک ہوتی ہے نہ سڑتی ہے لیکن اگر جریان رک جاوے تو نجس بھی ہو سکتی ہے اور گندہ بھی تو سمجھو کہ تانی سے خوش اقبالی اور خوشی پیدا ہوتی ہے۔ تانی گویا کہ ایک بیضہ ہے اور دولت اس کا بچہ تم تانی کرو اور آہستہ آہستہ کام کرتے رہو پھر دیکھنا کہ آخر میں بیضوں کی طرح تمہارے اعضاء سے کیسے کیسے بچے پیدا ہوتے ہیں لیکن اتنی بات یاد رکھو کہ گو اعضاء صورت میں سب یکساں ہیں مگر ان سے نتائج مختلف پیدا ہوتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تشابہ کے ساتھ ان میں فرق بھی ہے مثلاً سانپ کا انڈا صورت میں چڑیا کے انڈے سے ملتا ہوا ہے مگر بایں ہمہ ان میں بون بعید ہے اور ہر ایک کی استعداد میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ علیٰ ہذا تم سمجھو کہ سین وشین میں صورت میں تشابہ ہے مگر نقطوں کا فرق بھی ہے اور دیکھو بعض مختلف درختوں کے پتے ہمشکل ہوتے ہیں مگر ان کے میوے مختلف ہوتے ہیں پس یوں ہی اجسام بھی متشابہ ہیں لیکن ان کی ارواحیں مختلف پیداواروں کے ساتھ زندہ ہیں کسی میں کچھ پیداوار ہوتی ہے کسی میں کچھ اور دیکھو لوگ بازار میں چلتے پھرتے ہیں مگر باوجود تماثل صوری کے معنوی تفاوت بھی ان میں بہت کچھ ہوتا ہے۔ مثلاً ایک خوش اور شگفتہ ہوتا ہے دوسرا ملول اور رنجیدہ اسی طریقہ سے تم موتوں کا تفاوت بھی سمجھ سکتے ہو حالانکہ ہم سب ایک ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح مرتے ہیں مگر پھر بھی بہت فرق ہوتا ہے بعض لوگ تو خسارہ میں ہوتے ہیں اور بعض بادشاہوں کی طرح راحت وعیش میں خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب بلال کی حالت اور ان کا واقعہ بیان کرنا چاہئے۔

شرح شبّیری

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا خوشی کیساتھ وفات پانا

چوں بلال از ضعف شد ہمچوں ہلال	رنگ مرگ افتاد بر روئے بلال
جب (حضرت) بلالؓ کمزوری سے چاند کی طرح ہو گئے	(حضرت) بلالؓ کے چہرے پر موت کے آثار آ گئے

یعنی بلالؓ جب ضعف کی وجہ سے ہلال کی طرح ہو گئے اور بلال کے چہرہ پر موت کا رنگ پڑا۔

جفت او دیدش بگفتا و احرب	پس بلالش گفت نے نے واطرب
ان کی بیوی نے ان کو دیکھا کہا ہائے لٹ گئے	تو (حضرت) بلالؓ نے ان سے کہا نہیں نہیں خوشی ہے

یعنی ان کی بیوی نے دیکھا تو بولیں کہ افسوس ہے تو بلال نے ان سے کہا کہ نہیں نہیں خوشی ہے۔

تا کنوں اندر حرب بودم ز زیست	تو چہ دانی مرگ چہ عیش است چیست
اب تک میں زندگی سے مصیبت میں تھا	تو کیا جانے موت میں کس قدر عیش ہے اور کیا چیز ہے؟

یعنی اس وقت تک میں زندگی کی وجہ سے افسوس میں تھا اور تو کیا جانے کہ موت کیسی عیش ہے اور کیا ہے۔

این ہمی گفت و رخش در عین گفت	نرگس و گل برگ و لالہ می شگفت
وہ یہ کہہ رہے تھے اور گفتگو کے درمیان ان کا چہرہ	نرگس اور گلاب کی پتیوں اور لالہ (کی طرح) کھل رہا تھا

یعنی یہ فرماتے تھے اور ان کا چہرۂ مبارک عین گفتگو کے وقت نرگس اور گل برگ اور لالہ کو کھلا رہا تھا۔

تاب رو و چشم پر انوار او	می گواہی داد بر گفتار او
چہرے کی رونق، اور ان کی پرنور آنکھیں	ان کے قول پر گواہی دے رہی تھیں

یعنی ان کی چہرۂ پرنور کی اور آنکھوں کی رونق ان کی باتوں پر گواہی دے رہی تھی۔ مطلب یہ کہ جب حضرت بلالؓ کے چہرہ پر آثار موت ظاہر ہوئے تو ان کی بیوی صاحبہؓ افسوس کرنے لگیں کہ اب یہ انتقال فرما جاویں گے تو حضرت بلالؓ فرمانے لگے کہ نہیں نہیں خوشی کا مقام ہے اور فرحت کا وقت ہے کیونکہ میں تو اس زندگی کی وجہ سے مصیبت میں تھا کہ یہ جسم ناسوتی مجھے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھی۔ اب میں روح ہو کر اور اس جسم ناسوتی کو ترک کر کے قرب حق میں زیادہ ہو جاؤں گا۔ اور فرمانے لگے کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ موت میں کیسی عیش ہے اور کیسے مزے ہیں وہ تو ایک بہت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی عمدہ شے ہے جو کہ محبوب و محب میں ازدیاد قرب کا باعث ہوتی ہے مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ان کا کہنا صرف زبان ہی سے نہ تھا بلکہ وہ ان باتوں کو دل سے کہہ رہے تھے اور اس گفتگو کے وقت ان کے چہرہ پر جو ایک رونق تھی وہ اس امر کو بتا رہی تھی کہ یہ ساری باتیں سچی ہیں اور یہ دل سے کہہ رہے ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر سیہ دل خود سیہ دیدے ورا	مردم دیدہ سیہ آمد چرا
ہر سیہ دل ان کو کالا دیکھتا	آنکھ کی پتلی کالی کیوں واقع ہوئی ہے؟

یعنی ہر سیہ دل ان کو (صرف) سیاہ ہی دیکھتا ہے تو (بھلا) آنکھ کی پتلی کیوں سیاہ ہے۔ مطلب یہ کہ جو لوگ سیاہ دل ہیں ان کو حضرت بلالؓ کے اندر کا نور نظر نہیں آتا تھا وہ صرف یہ دیکھتے تھے کہ وہ ایک حبشی ہیں اور ان کے اندر جبکہ وہ سیاہ ہیں نور کہاں سے آیا تو بھلا ہم یہ پوچھتے ہیں کہ آنکھ کی پتلی میں باوجود اس کے سیاہ ہونے کے نور کیوں ہے معلوم ہوا کہ سیاہ ہونا نور ہونے کے منافی نہیں ہے بلکہ۔

مردم نادیدہ آمد رو سیاہ	مردم دیدہ بود مرآت ماہ
نابینا انسان روسیاہ ہوئے	آنکھوں والے چاند کا آئینہ ہوتے ہیں

یعنی بے پتلی کے آدمی روسیاہ ہے اور پتلی والا آدمی چاند کا آئینہ ہے مطلب یہ کہ دیکھو جس شخص میں وہ سیاہ پتلی نہیں ہوتی وہ روسیاہ اور اندھا کہلاتا ہے اور جس میں وہ ہوتی ہے اس کو بینا اور روشن چشم کہتے ہیں غرضکہ سیاہ منافی نورانی ہونے کے نہیں ہے۔ آگے مولانا حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہیں کہ۔

خود کہ بیند مردم دیدہ ترا	در جہان جز مردم دیدہ فزا
آپ کو آنکھ کی پتلی کون سمجھ سکتا ہے	دنیا میں سوائے روشنی بڑھانے والی پتلی کے؟

یعنی اے آنکھ کی پتلی تم کو خود جہان میں کون دیکھ سکتا ہے سوائے نگاہ کے بڑھانے والے آدمی کے۔ مطلب یہ کہ اے بلال تمہاری اصلی حالت کو سوائے اس شخص کے جو کہ مبصر ہو اور آنکھ والا ہو اور نورانی ہو وہی معلوم کر سکتا ہے ورنہ دوسرے کسی شخص کو تو خبر بھی نہیں ہو سکتی۔ اور وہ تم کو صرف ایک حبشی غلام ہی خیال کرے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون بغیر مردم دیدہ اش ندید	پس بغیر او کہ در رنگش رسید
جبکہ ان (بلالؓ) کو آنکھ کی پتلی کے علاوہ کوئی نہ سمجھ سکا	تو اس (آنکھ کی پتلی کے) سوا کون ان (بلال) کے رنگ کو پہنچ سکتا ہے

یعنی جب سوائے آنکھ کی پتلی کے اس کو کسی نے نہیں دیکھا تو پھر اس کے سوا اور کون ہوگا جو اس کے رنگ میں پہنچا۔

پس جزا و جملہ مقلد آمدند	در صفات مردم دیدہ بلند
ان (آنکھ کی پتلی) کے علاوہ سب مقلد ہیں	بلند آنکھ کی پتلی کے صفات کے بارے میں

یعنی اس سوا اس کے سب مقلد ہیں صفات میں مردمک دیدہ کے بلند۔ مطلب یہ کہ جب حضرت بلالؓ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

حقیقت کو بجز اس بصیرت والے کے اور کوئی پہچان ہی نہیں سکتا تو پھر اس بصیرت والے کے سوا جس نے بھی اس کو دیکھا اس نے صرف رنگ ہی رنگ دیکھا اور اس کو کچھ بھی نظر نہ آیا آگے پھر حضرت بلالؓ کی بیوی کا مقولہ ہے۔

گفت جفتش الفراق اے خوشخصال	گفت نے نے الوصالست این فصال
ان کی بیوی نے کہا' اے خوش خصلت! جدائی ہے	انہوں نے فرمایا' نہیں نہیں یہ جدائی وصال ہے

یعنی ان کی بیوی نے کہا کہ اے خوشخصال فراق ہے تو آپ نے فرمایا کہ نہیں نہیں۔ یہ جدائی تو عین وصل ہے (کیونکہ یہاں سے جدا ہو کر قرب حق اور وصل حق نصیب ہوگا جو کہ عین مقصود اور وصل حقیقی ہے)

گفت جفت امشب غریبے میروی	از تبار و خویش غائب می شوی
بیوی نے کہا! آج کی رات مسافر بنکر جا رہے ہو	خاندان اور اپنوں سے غائب ہو رہے ہو

یعنی بیوی صاحبہ نے کہا کہ آج کی رات تم سفر میں جا رہے ہو اور عزیز و اقارب سے غائب ہو رہے ہو۔

گفت نے نے بلکہ امشب جان من	می رسد خود از غریبی در وطن
انہوں نے فرمایا نہیں نہیں بلکہ آج کی رات میری جان	خود مسافرت سے وطن میں جا رہی ہے

یعنی حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ نہیں نہیں بلکہ آج کی رات تو میری جان سفر سے وطن میں پہنچ رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ آج تو اس کو دار فانی سے علیحدگی کے بعد وطن اصلی میں جگہ ملے گی اور یہ وہاں جاوے گی پھر سفر میں جانا کہاں ہوا بلکہ میں تو وطن اصلی میں جا رہا ہوں پھر کیا غم ہے اور اس کا وطن اصلی ہونا ظاہر ہے۔

گفت اے جان و دلم واحسرتاہ	گفت نے نے جان من یا دولتاہ
انہوں نے عرض کیا اے میری جان اور دل افسوس ہے	انہوں نے فرمایا نہیں نہیں اے میری جان! بڑی خوش نصیبی ہے

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ اے میری جان و دل افسوس ہے تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ نہیں نہیں میری جان خوب دولت ہے۔ مطلب یہ کہ جب ان کی بیوی صاحبہ ان کے انتقال پر افسوس کرنے لگیں تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ افسوس مت کرو کیونکہ مجھے تو ایک دولت مل رہی ہے اور وہ قرب و وصل حق تھا۔

گفت رویت را کجا بینیم ما	گفت اندر حلقۂ خاص خدا
انہوں نے عرض کیا ہم آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے	فرمایا خدا کے خاص حلقہ میں

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ آپ کے چہرۂ (مبارک) کو کہاں دیکھیں گے تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے حلقہ خاص میں۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ افسوس کرنے لگیں کہ اب یہ چہرہ کہاں نظر آوے گا اور کس طرح اس کو دیکھ سکیں گے تو آپ نے فرمایا کہ جب متوجہ بحق ہوگی اسی وقت تم کو میرا چہرہ نظر آجاوے گا چہرہ نظر آنے سے مراد قرب ہے۔ مقصود یہ ہوا کہ چونکہ میں اب خدا تعالیٰ کے پاس جا رہا ہوں لہذا

تم جب متوجہ بحق ہوگی تو تم کو میرا قرب حاصل ہو جاوے گا اور تم کو تسلی ہو جایا کریگی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

حلقۂ خاصش بتو پیوستہ است	گر نظر بالا کنی نے سوئے پست
اس کا خاص حلقہ تجھ سے جڑا ہوا ہے	اگر تو اوپر کو نظر رکھے نہ کہ پستی کی جانب

یعنی حق تعالیٰ کا حلقہ خاص تم سے ملا ہوا ہے اگر تم بلند نظری کرو نہ کہ پستی کی طرف۔ مطلب یہ کہ اگر تم متوجہ بحق ہو اور اس طرف اپنی توجہ کروگی اور اس دنیائے دنی پر لات ماروگی تو انشاء اللہ تم کو میرا قرب اور تسلی جو کہ مقصود قرب ہے حاصل ہو جایا کریگی کیونکہ۔

اندران حلقہ زرب العالمین	نور می تابد چو در حلقہ نگین
اس حلقہ میں رب العالمین کا	نور اس طرح چمکتا ہے جیسا کہ (انگوٹھی کے) حلقہ میں نگینہ

یعنی اس حلقہ میں رب العالمین کا نور چمکتا ہے جیسے کہ انگوٹھی میں نگینہ۔ مطلب یہ کہ حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ تم جب متوجہ بحق ہوگی تو تمہارے قلب میں نورانیت پیدا ہوگی اور اس نورانیت سے تم کو تسلی حاصل ہوگی یا یہ کہا جاوے کہ اس نور سے تمہارے قلب میں صفائی پیدا ہوگی اور اس صفائی سے تم کو کشف ہونے لگے گا اور تم مجھے دیکھ لیا کروگے۔ غرضکہ حاصل یہ کہ توجہ بحق کرنے سے تم کو قرب یا قرب سے جو مقصود ہے یعنی تسلی حاصل ہو جایا کرے گی۔ آگے پھر بیوی صاحبہ کا مقولہ ہے۔

گفت ویران گشت این خانہ دریغ	گفت اندر مہ نگر منگر بہ میغ
انہوں نے عرض کیا افسوس ہے یہ گھر ویران ہو گیا	فرمایا چاند کو دیکھ ابر کو نہ دیکھ

یعنی بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گھر اجڑ گیا تو حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ چاند کو دیکھو ابر کو مت دیکھو۔ مطلب یہ کہ جب بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ افسوس یہ گھر اجڑ گیا اور ویران ہو گیا تو انہوں نے تو ظاہری گھر کو مراد لیا تھا جیسا کہ محاورہ ہے اور جیسا کہ اوپر سے ان کے کلام سے تمام یہی ظاہری اشیاء مراد ہیں لیکن اوپر سے بھی اور یہاں بھی حضرت بلالؓ ان کے الفاظ کو دوسرے معنی کی طرف لے گئے یعنی انہوں نے مکان سے مراد تن لیا تو ان کے جواب میں فرمایا کہ تم چاند کو دیکھو ابر کو مت دیکھو۔ مطلب یہ کہ روح کو دیکھو اور اس تن ظاہری کو مت دیکھو کہ یہ خراب ہو رہا ہے یا ویران ہو رہا ہے بلکہ اس پر نظر کرو کہ میری روح کو اس سے کیا کچھ آرام اور راحت اور چین نصیب ہو رہا ہے لہذا اب افسوس کرنا فضول ہے اب آگے مولانا اس تن ظاہری کے موت سے ویران کر دینے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ موت کے ذریعہ سے اس تن ظاہر کو کیوں ویران کر دیا جاتا ہے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ چونکہ روح کے کیفیات و حالات زیادہ تھے جو اس تن ظاہر کے اندر نہ سما سکتے تھے اس لئے روح کو اس تن سے جو کہ اس کے بجائے گھر کے تھا الگ کر دیا گیا تا کہ وہ اپنے تمام اسباب یعنی علوم و معارف کو بڑھا سکے اور ان کو ترقی دے سکے اور اس تن کی کوٹھڑی میں مقید نہ رہنا پڑے یہ تو خلاصہ تھا اب اصل کو سنئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بدن کے موت سے ویران ہو جانے کی حکمت

کرد ویران تا کند معمور تر	قوم انبہ بود و خانہ مختصر
ویران کیا تا کہ زیادہ آباد کرے	لوگ زیادہ تھے اور گھر مختصر (تھا)

یعنی ویران کر دیا تا کہ خوب عمدہ کردیں کیونکہ قوم زیادہ تھی اور گھر چھوٹا تھا (قوم سے مراد علوم ومعارف ہیں) مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جب گھر چھوٹا ہو اور آدمی زیادہ ہوں تو اس مکان کو توڑ کر دوسرا مکان اس سے بڑا بنایا کرتے ہیں تا کہ سارے آدمی اس میں سما سکیں۔ بس اسی طرح چونکہ علوم ومعارف زیادہ تھے اور یہ بدن ان کے لئے مکان تنگ تھا تو اس مکان تن کو ویران کر کے دوسرا مکان بنایا گیا تا کہ وہ سب علوم اس میں رہ سکیں اور روح ان میں اور ترقی کر سکے تو اس بدن کے ویران کرنے میں یہ حکمت ہوئی کہ روح کے لئے دوسرا مکان اس سے زیادہ وسیع اور خوبصورت اور عمدہ بنایا جاوے گا آگے پھر مقولہ حضرت بلالؓ کا ہے فرماتے ہیں کہ۔

من چو آدم بودم اول حبس کرب	پر شد اکنوں نسل جانم شرق وغرب
میں شروع میں (حضرت) آدمؑ کی طرح بے چینی میں تھا	اب میری جان کی نسل سے مشرق و مغرب بھر گئی

یعنی میں آدم کی طرح اول محبوس کرب تھا اور اب میری جان کی نسل شرقاً غرباً پر ہو گئی۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ حضرت آدمؑ اول تو آب وگل میں محبوس رہے اور ان کو جسم عطا نہ ہوا تو وہ اس حالت میں تنگ ہو رہے تھے اسی طرح میں بھی اس دنیا میں رہ کر تکلیف میں تھا اور تنگ ہو رہا تھا پھر بعد میں جس طرح کہ آدم علیہ السلام کو جسم عنصری عطا ہوا اور اس کے ذریعہ سے ان کی اولاد شرقاً غرباً پھیل گئی بس اسی طرح اب میں اس دنیا سے نکل کر جو روح ہو گیا ہوں تو میرے علوم ومعارف بھی بہت زیادہ ہو گئے ہیں اور تمام میں پھیل گئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

من گدا بودم دریں خانہ چو چاہ	شاہ گشتم قصر باید بہر شاہ
میں اس کنویں جیسے گھر میں فقیر تھا	میں شاہ ہو گیا بادشاہ کے لئے قلعہ چاہیے

یعنی کہ میں اس کنویں جیسے گھر میں فقیر تھا (اور اب) میں بادشاہ ہو گیا ہوں تو بادشاہ کے لئے تو محل کی ضرورت ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ میں اس دنیا میں تو علوم ومعارف سے خالی اور ان کا محتاج تھا تو میرا دل اس ویرانہ میں اور تنگ جھونپڑی میں یعنی دنیا میں لگتا تھا لیکن اب جو میں بادشاہ ہو گیا ہوں اور مجھے علوم ومعارف کا مال ودولت مل گیا ہے تو اب مجھ کو ضرورت ہے کہ میں محل میں رہوں اور میرے لائق محل یہاں ہے نہیں لہٰذا ضروری ہوا کہ میں کسی ایسے مقام پر جاؤں جہاں وہ محل مجھے ملے اور وہ مقام عدم ہے لہٰذا اب وہیں جانا ضروری ہوا۔

قصرہا خود مر شہاں را مانس است	مردہ را خانہ ومکان گورے بس است
قلعے شاہوں کے لئے مانوس ہیں	مردے کے لئے ایک قبر گھر اور مکان کافی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی محلات خود بادشاہوں کے انس کی جگہ ہے اور مردہ کے لئے گھر اور مکان ایک گور کافی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو بادشاہوں کا دل تو محلات ہی میں لگتا ہے اور مردوں کے لئے ایک گور کافی ہے وہی ان کا مکان اور وہی ان کے لئے محل ہے تو چونکہ اہل دنیا بالکل مردوں کی مثل ہیں لہذا ان کو یہ دنیا ہی کے مکان اچھے معلوم ہوتے ہیں۔

انبیاء را تنگ آمد ایں جہان	چون شہان گشتند اندر لامکان
انبیاء کے لئے یہ جہان تنگ ہو گیا	(تو) شاہوں کی طرح لامکان میں چلے گئے

یعنی یہ جہان انبیاء علیہم السلام کے لئے تنگ معلوم ہوا تو وہ بادشاہوں کی طرح لامکان میں چلے گئے۔

مرد گانرا اینجہاں بنمود فر	ظاہرش زفت و بہ معنی تنگ تر
مردوں کو اس جہان نے شان و شوکت دکھائی	جس کا ظاہر وسیع ہے اور حقیقتاً بہت تنگ ہے

یعنی مردوں کے لئے اس جہان نے شوکت دکھلائی تو اس کا ظاہر تو بڑا ہے اور اندر سے بالکل تنگ ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو انبیاء علیہم السلام چونکہ بادشاہ تھے ان کا دل اس دنیا کے تنگ جھونپڑے میں نہ لگا اور وہ یہاں جب تک رہے پریشان ہی رہے۔ لہذا وہ یہاں سے نکل کر عدم میں چلے گئے اور وہاں اپنے محلات میں رہے اور چونکہ اہل دنیا مردہ ہیں لہذا ان کو اسی میں راحت و آرام ہے اور یہ اسی کو وسیع و فراخ خیال کرتے ہیں حالانکہ اس کی حالت یہ ہے کہ ظاہر میں تو خوب بڑا ہے اور اصل میں بالکل تنگ ہے۔ اب آگے اس کے تنگ ہونے کو ایک دلیل سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر نبودے تنگ این افغان ز چیست	چون دوتا شد ہر کہ درروے بیش زیست
اگر وہ تنگ نہ ہوتا تو یہ چیخ پکار کیوں ہے؟	جو اس میں زیادہ جیتا ہے دوہرا کیوں ہو جاتا ہے؟

یعنی اگر یہ تنگ نہ ہوتا تو یہ شور و غل کس لئے ہے اور جو شخص کہ کچھ روز زیادہ زندہ رہا وہ دوہرا کیوں ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر یہ دنیا مکان تنگ نہ ہوتی تو اس کے رہنے والے گھبرایا کیوں کرتے کہ جسے دیکھو پریشان ہے جسے دیکھو تفکرات میں غلطاں و پیچان ہے اور پھر یہ کہ جہاں کسی کو ذرا زیادہ دن زندہ رہنا پڑا اور وہ بیچارہ دوہرا ہوا کر جھک گئی تو آخر یہ کمر کیوں جھک جاتی ہے۔ یہ صاف اس امر کی دلیل ہے کہ یہ مکان بہت ہی تنگ ہے کہ جس کی تنگی کی وجہ سے انسان زیادہ روز تک اس میں سیدھا کھڑا بھی نہیں ہو سکتا بلکہ تھوڑے دنوں میں اس کے حالات سے تنگ آ کر اور تھک کر جھک جاتا ہے جس سے اس کی تنگی صاف طور پر واضح ہوتی ہے۔

در زمان خواب چون آزاد شد	زان مکان بنگر کہ جان چون شاد شد
نیند کی حالت میں جب آزاد ہو جاتا ہے	اس مکان سے دیکھ جان کیسی خوش ہوتی ہے

یعنی خواب کے وقت میں کیسا آزاد ہو گیا اور اس مکان سے دیکھو کہ جان کس طرح خوش ہوئی مطلب یہ کہ دیکھو خواب کہ ایک نمونہ ہے عدم کا اور اس دنیا سے تھوڑا سا تغافل ہے لیکن اس میں جا کر انسان کیا کچھ

www.besturdubooks.wordpress.com

خوش ہوتا ہے اور کیسا آزاد ہو جاتا ہے کیونکہ اس دنیا سے تو غفلت ہوتی ہے تو اس کو بالکل راحت و آرام ہی ہوتا ہے تو جب بالکل اس دنیا سے علیحدگی ہو جاوے تو پھر ظاہر ہے کہ کیسا کچھ عیش حاصل ہوگا آگے بھی اسی راحت و آرام کی تشریح فرماتے ہیں کہ دیکھو خواب میں یہ نفع ہے کہ۔

ظالم از ظلم طبیعت باز رست	مرد زندانے ز فکر حبس جست
ظالم طبیعت کے ظلم سے چھوٹ گیا	قیدی قید کی فکر سے نکل گیا

یعنی ظالم تو طبعی ظلم سے چھوٹ گیا اور قیدی آدمی قید کی فکر سے نکل گیا۔ یعنی خواب میں جا کر ظالم تو اپنے اس ظلم طبعی سے چھوٹ گیا اور اتنی مدت کے لئے وہ ظلم سے باز آ گیا اور جو قیدی ہے اس کو اپنی قید کی فکر نہ رہی بلکہ وہ خواب میں جاتے ہی ایسا ہو گیا گویا کہ بالکل ہی آزاد تھا۔

این زمین و آسمان بس فراخ	سخت تنگ آمد بهنگام مناخ
یہ زمین اور آسمان جو بہت وسیع ہیں	ڈیرہ ڈالنے کے وقت بہت تنگ نکلے

یعنی یہ زمین و آسمان بہت فراخ سونے کے وقت بیحد تنگ معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ انسان جب سو جاتا ہے تو اس کو زمین و آسمان جو کہ ایسے فراخ اور وسیع ہیں بالکل تنگ معلوم ہوتے ہیں جیسا کہ اکثر خواب میں ہوتا ہے تو جب نمونہ عدم میں جا کر یہ آسمان و زمین تنگ معلوم ہوتے ہیں تو اصل عدم کے مقابلہ میں تو کیوں تنگ نہ ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اس کے سامنے یہ سب بالکل تنگ و تاریک جھونپڑا معلوم ہوگا۔

چشم بند آمد فراخ و سخت تنگ	خندهٔ او گریہ فخرش جملہ ننگ
(یہ دنیا) بہت وسیع اور بہت تنگ نظر بندی ہے	اس کی ہنسی رونا ہے اس کا فخر ذلت ہے

یعنی یہ ایک نظر بندی ہے کہ وسیع ہے اور بے حد تنگ ہے اس کی ہنسی رونا ہے اور اس کا فخر بالکل ننگ ہے مطلب یہ کہ اس جہان میں عجب ایک نظر بندی ہے کہ ظاہر میں وسیع معلوم ہوتا ہے اور اصل میں بے حد تنگ ہے اور اس کی ہنسی انجام کے اعتبار سے بالکل رونا ہی رونا ہے اور اس میں جو چیزیں کہ مایہ فخر ہیں وہ اصل میں بالکل شرم اور ننگ کی باتیں ہیں۔ آگے دنیا کے ظاہر میں وسیع اور باطن میں تنگ ہونے کو مثالوں سے واضح فرماتے ہیں۔

دنیا کی مثال جو کہ ظاہر میں وسیع ہے اور باطن میں تنگ ہے اور خواب کی تشبیہ موت سے جو کہ اس تنگی سے چھوٹنا ہے

ہمچو گرما بہ کہ تفسیدہ بود	اندر آئی جانت بخسیدہ بود
حمام کی طرح جو گرم ہو	تو اندر آئے تیری جان پژمردہ ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مثل حمام کے جو کہ گرم کیا گیا ہو تو اندر آوے تو تیری جان گھٹنے لگے۔

گرچہ گرمابہ عریض است و طویل	زان تپش تنگ آیدت جان و کلیل
اگرچہ حمام چوڑا اور لمبا ہے	اس گرمی سے تیری جان تنگ اور عاجز آ جاتی ہے

یعنی اگرچہ حمام لمبا چوڑا ہے (لیکن) اس تپش سے تیری جان تنگ اور پریشان ہوتی ہے۔

تا برون نائی نہ بکشاید دلت	پس چہ سود آمد فراخے منزلت
جب تک تو باہر نہیں آتا ہے تیرا دل نہیں کھلتا	تو جگہ کی وسعت سے تجھے کیا فائدہ ہے؟

یعنی جب تک کہ تو باہر نہ آوے تیرا دل نہ کھلے پھر گھر کی فراخی تیرے کیا کام آئی۔ مطلب یہ کہ دیکھو ایک حمام ہے جو کہ بہت لمبا چوڑا ہے لیکن اس کو خوب گرم کیا گیا ہے جس سے کہ تمہارا دل اس میں گھبرانے لگا ہے اور جب تک تم باہر نہ آؤ گے تمہارا دل ٹھکانے نہ لگے گا اور اس میں رہتے ہوئے تم پریشان ہی رہو گے حالانکہ اس حمام کا مکان خوب وسیع و فراخ ہے تو بس اسی طرح جو حضرات کہ اس دنیا کی برائیوں پر نظر رکھتے ہیں ان کا دل بھی باوجود اس کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کے نہیں لگتا اور وہ اس میں پریشان ہی رہتے ہیں آگے اسی کی ایک دوسری مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

یا کہ کفش تنگ پوشی اے غوی	در بیابان فراخے می روی
یا کہ اے گمراہ! تو تنگ جوتا پہنے	اور جنگل وسیع میں تو چلے

یعنی یا تو اے سرکش تنگ جوتا پہنے اور ایک وسیع جنگل میں تو چلے۔

آن فراخی بیابان تنگ گشت	بر تو زندان آمد آن صحرا و دشت
جنگل کی وہ وسعت تنگ ہو جائے گی	وہ جنگل اور میدان تیرے لئے قید خانہ ہو گا

یعنی وہ بیابان کی وسعت تنگ ہو گئی اور وہ جنگل اور میدان تجھ پر قید خانہ ہو گیا۔

ہر کہ دید او مرترا از دور گفت	کو دران صحرا چو لالہ بر شگفت
جس نے تجھے دور سے دیکھا کہا	وہ اس جنگل میں لالے کی طرح کھلا ہے

یعنی جس نے تجھے دور سے دیکھا تو وہ بولا کہ وہ اس جنگل میں لالہ کی طرح کھل رہا ہے۔

او نمی داند کہ تو چون ظالمان	از برون در گلشنے جان در فغان
وہ نہیں سمجھتا کہ تو ظالموں کی طرح	باہر سے چمن میں ہے جان فریاد میں ہے

یعنی وہ (دیکھنے والا) نہیں جانتا کہ تو ظالموں کی طرح باہر سے تو گلشن میں ہے اور جان مصیبت میں ہے۔ مطلب یہ کہ دوسری مثال۔ یوں سمجھو کہ تم ایک تنگ جوتا پہن کر ایک وسیع جنگل میں چلو تو دیکھنے والا تو یوں سمجھتا ہے کہ تم خوب آرام کے ساتھ اس لق و دق جنگل میں بے رکاوٹ کے چلے جا رہے ہو لیکن تمہاری حالت یہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ سخت مصیبت میں ہو اور وہ لق ودق لمبا چوڑا جنگل تمہارے لئے کچھ بھی فرحت بخش نہیں ہے بلکہ سخت تکلیف دہ ہو رہا ہے۔اسی طرح دنیا میں رہنے والوں کو یوں سمجھا جاتا ہے کہ بہت عیش و آرام میں ہیں لیکن سچ یہ ہے کہ جسے دیکھو وہ مصیبت میں ہے جسے دیکھو کسی نہ کسی آفت میں مبتلا ہے اب آگے موت کو خواب سے مثال دیتے ہیں کہ۔

خواب تو آن کفش بیرون کردنست	کہ زمانے جانت آزاد از تن است
تیری نیند اس جوتے (جسم) کو اتار دینا ہے	کیونکہ اس وقت تیری جان جسم سے آزاد ہے

یعنی تمہاری نیند اس جوتہ کو نکال ڈالنا ہے کہ ایک زمانہ کے لئے تیری جان تن سے آزاد ہے مطلب یہ کہ تمہارا سو جانا ایسا ہے جیسا کہ وہ چلنے والا اس جوتہ کو اتار دے کہ چونکہ کچھ دیر کے لئے تن سے اور اس عالم سے غفلت ہوگئی ہے اس لئے راحت و آرام میں ہو تو جب دنیا سے بالکل ہی علیحدگی ہو جاوے گی اس وقت کو خیال کرو اور اس راحت و آرام پر قیاس کرلو کہ کیسا کچھ آرام اور کیسی کچھ راحت ہوگی۔آگے فرماتے ہیں کہ۔

اولیا را خواب ملک است اے فلان	ہمچو آن اصحاب کہف اندر جہان
اے فلاں! اولیاء کیلئے نیند سلطنت ہے	جس طرح دنیا میں اصحاب کہف

یعنی نیند اولیاء اللہ کے لئے بادشاہی ہے اے فلان جیسے کہ وہ اصحاب کہف کے لئے جہان میں۔مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کو نیند بجائے بادشاہی کے ہے اس لئے کہ ان کو نیند میں چونکہ اس جہان سے علیحدگی ہو جاتی ہے گویا کہ ان کو بادشاہی مل گئی ان کو ایسی خوشی ہوتی ہے۔

خواب می بیند و آنجا خواب نے	در عدم در میروند و باب نے
وہ خواب دیکھتے ہیں اور وہاں نیند نہیں ہے	وہ عدم میں چلے جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے

یعنی خواب دیکھتے ہیں اور اس جگہ خواب نہیں ہے عدم میں جاتے ہیں اور دروازہ نہیں ہے مطلب یہ کہ بے سوئے ہوئے عالم عدم کا مشاہدہ کرتے ہیں اور لوگ جن امور کو سو کر دیکھتے ہیں وہ بے سوئے ہوئے ان کا مشاہدہ کر لیتے ہیں اور عالم عدم میں چلے جاتے ہیں حالانکہ ظاہر میں کوئی دروازہ نہیں بلکہ بذریعہ کشف کے ان کو اس عالم کا مشاہدہ ہو جاتا ہے اور وہ سب چیزوں کو دیکھ لیتے ہیں۔غرضکہ ثابت ہو گیا کہ یہ دنیا تنگ ہے اور اس میں اہل اللہ کا دل گھبراتا ہے۔اب آگے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ۔

خانۂ تنگ و درون جان چنگلوک	کرد ویران تا کند قصر ملوک
گھر تنگ ہے اور اندر جان اٹیرن ہے	اس کو ویران کیا تاکہ شاہوں کا محل بنائے

یعنی گھر تنگ تھا اور اندر جان اٹیرن ہو رہی تھی تو ویران کر دیا تا کہ بادشاہی محل بنا دے۔مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ میری جان اس تنگ بدن کے مکان میں گھٹ رہی تھی تو اب اس بدن کو حق تعالیٰ نے ویران کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ اس کو محل شاہی بنا دے۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

چنگلوکم چون جنین اندر رحم	نہ مہہ گشتم شد این نقلان مہم
میں اثیرن ہوں جیسا کہ رحم میں بچہ	مجھے نو مہینے ہو گئے ہیں یہ انتقال ضروری ہے

یعنی میں ایسا اثیرن ہو رہا ہوں جیسے کہ پیٹ میں بچہ اور میں نو مہینے کا ہو گیا ہوں تو یہ منتقل ہونا ضروری ہوا۔ مطلب یہ کہ اب میں علوم و معارف حاصل کر کے کامل ہو چکا ہوں جیسے کہ بچہ پیٹ میں گوشت پوست حاصل کر کے پورا ہو جاتا ہے تو جس طرح کامل ہو جانے کے بعد وہ نکلنا چاہتا ہے اور اس رحم کو جو اس عالم کی نسبت کرتنگ ہے چھوڑ کر اس عالم میں آنا چاہتا ہے بس اسی طرح میں بھی اب کامل ہو گیا ہوں میں بھی اس عالم کو ترک کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ عالم اس عالم اخروی کے مقابلہ میں رحم سے بھی چھوٹا ہے لہذا یہاں سے نکلنا ضروری ہوا۔

گر نباشد درد زہ بر مادرم	من درین زندان میان آذرم
اگر میری ماں کو درد زہ نہ ہوتا	میں اس قید خانہ میں آگ میں ہوتا

یعنی اگر میری ماں کو درد زہ نہ ہو تو میں اس قید خانہ میں آگ میں ہوں۔

مادر طبعم ز درد مرگ خویش	می کند زہ تا رہد برہ زمیش
میری مادر طبیعت اپنی موت کے درد سے	زہ میں ہے تا کہ بھیڑ کا بچہ بھیڑ سے نکل آئے

یعنی میری مادر طبع اپنی موت کے درد سے دردزہ کرتی ہے تا کہ بچہ بھیڑ سے چھوٹ جاوے۔

تا چرد آن برہ در صحرائے سبز	ہین رحم بکشا کہ گشت آن برہ گبز
تا کہ وہ بھیڑ کا بچہ سرسبز میدان میں چگے	ہاں رحم کو کھول کیونکہ وہ بھیڑ کا بچہ فربہ ہو گیا ہے

یعنی تا کہ وہ بچہ سرسبز جنگل میں چرے ارے رحم کھول دو کہ بچہ خوب ڈبل ہو گیا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو اگر ماں کو دردزہ کی تکلیف نہ ہو تو وہ بیچارہ بچہ پیٹ میں سے کس طرح باہر آوے بلکہ وہ تو وہیں گھٹ گھٹ کر مر جاوے تو جب اس کو دردزہ کی تکلیف ہوتی ہے جب ہی تو وہ بچہ نکل کر سرسبز جنگل میں چرتا ہے اور پھر کامل ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر اس بدن کو اور روح کو نزع کی ذرا سی کلفت نہ ہو تو پھر یہ روح جو اس میں پھنسی ہوئی ہے کس طرح نکلے۔ اور کس طرح علوم و معارف کو حاصل کرے۔ یہ تو جب ہی حاصل کر سکتی ہے جبکہ اس تن عنصری کو تکلیف ہو اور پھر یہ روح اس سے الگ ہو پھر اس کا کمال اور جمال دیکھو۔

درد زہ گر رنج آبستان بود	بر جنین اشکستن زندان بود
درد زہ اگرچہ حاملہ کے لئے موجب تکلیف ہوتا ہے	بچے کے لئے قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے

یعنی دردزہ اگرچہ حاملہ کے لئے تکلیف ہوتی ہے (لیکن) بچہ پر قید خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حاملہ گریان زرہ کاین المناص	وان جنین خندان کہ پیش آمد خلاص
حاملہ دردِ زہ سے روتی ہے کہ بچاؤ کی جگہ کہاں ہے	اور وہ بچہ ہنستا ہے کہ چھٹکارا درپیش ہے

یعنی حاملہ تو دردِ زہ سے رو رہی ہے کہ چھٹکارا کہاں ہے اور وہ بچہ خوش ہے کہ چھٹکارا سامنے آ گیا مطلب یہ کہ حاملہ کے لئے تو دردِ زہ مصیبت کا سامنا ہوتا ہے اور وہ اس سے چھوٹنا چاہتی ہے لیکن بچہ کو اس سے بیحد خوشی ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ چھٹکارے کا وقت آ گیا اور اب اس قید خانہ سے چھٹکارا ہوگا تو اسی طرح جو حضرات کہ کامل ہو گئے ہیں وہ اس دنیا میں گھبراتے ہیں اور جب نزع ہوتی ہے اور نزع کی تکلیف ہوتی ہے تو ان کی روح خوش ہوتی ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ اس سے چھٹکارا ہوا آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ زیر چرخ ہستند امہات	از جماد و از بہیمہ وز نبات
جو مائیں آسمان کے نیچے ہیں	جمادات اور حیوانات اور نباتات سے

یعنی آسمان کے نیچے جو مائیں ہیں جمادات سے اور جانوروں میں سے اور نباتات میں سے۔

ہر یکے از درد غیرے غافل اند	جز کسانیکہ نبیہ و عاقل اند
ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہے	سوائے ان کے جو خبردار اور عقلمند ہیں

یعنی کہ ہر ایک دوسرے کے درد سے غافل ہیں سوائے ان لوگوں کے جو کہ سمجھدار اور عاقل ہیں۔ مطلب یہ کہ دنیا میں جس قدر مائیں ہیں ان کو صرف اپنے درد کی خبر ہوتی ہے اور وہ اپنے درد کی مصیبت سے چھوٹنا چاہتی ہیں باقی ان کو دوسرے کے درد اور مصیبت سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ بس وہ تو یہ چاہتی ہیں کہ ہم پر جو مصیبت ہے وہ جاتی رہے گی اگرچہ بچہ کو اندر کیسی ہی مصیبت ہو ہاں جو حضرات کہ عاقل ہیں ان کو دوسروں کے درد کا بھی احساس ہوتا ہے اور وہ اس کا بھی خیال کرتے ہیں۔

انچہ کوسہ داند از خانہ کسان	بلمہ از خانہ خودش کے داند آن
جو بچگی داڑھی والا لوگ کے گھر کے بارے میں جانتا ہے	لمبی داڑھی والا اپنے گھر کے بارے میں بھی کب جانتا ہے؟

یعنی بے داڑھی والا آدمی دوسرے لوگوں کے گھر کی جن چیزوں کو جانتا ہے داڑھی والا آدمی خود اپنے گھر کی چیزوں کو کب جانتا ہے مطلب یہ کہ بے داڑھی والا آدمی چونکہ گھروں کے اندر جاتا ہے اس کو تو دوسروں کے گھروں کی بھی خبر ہوتی ہے اور جو بڑا داڑھی والا آدمی ہو جاتا ہے اس کو اپنے گھر کی بھی بعض چیزوں کی خبر نہیں ہوتی۔ لیکن یہاں بے ریش سے مراد عقلمند ہے اور باریش سے مراد بیوقوف ہے کیونکہ زیادہ عمر ہونے سے آدمی سٹھیا ہی جاتا ہے تو مقصود یہ ہوا کہ عاقل آدمی (یعنی اہل اللہ کہ اصلی عاقل وہی ہیں) تو دوسروں کے درد کی اور تکلیف کی بھی خبر رکھتے ہیں اور جو بیوقوف ہیں (یعنی اہل دنیا) ان کو خود اپنی ہی پڑی رہتی ہے اور اپنی بھی خبر اچھی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح اور پوری طرح نہیں ہوتی۔

انچہ صاحب دل بداند حال تو	تو ز حال خود ندانی اے عمو
صاحب دل جو کچھ تیرے حال کے بارے میں جانتا ہے	اے چچا! تو خود (ویسا) اپنی حالت کو نہیں جانتا ہے

یعنی صاحب دل جو بات تیری حالت کی جانتا ہے چچا تو اپنے حال کو نہیں جانتا۔

انچہ بیند در جبینت اہل دل	کے بہ بینی در خود اے از خود خجل
صاحب دل جو کچھ تیری پیشانی میں دیکھتا ہے	اے اپنے آپ سے شرمندہ! تو خود اپنے بارے میں کب جانتا ہے؟

یعنی جو بات تیری پیشانی میں اہل دل دیکھتا ہے اے وہ کہ اپنے سے شرمندہ ہے تو اپنے اندر کب دیکھے گا۔ مطلب یہ کہ تیری حالت کو جس قدر کہ اہل دل جانتے ہیں اور وہ پہچان لیتے ہیں تو اس قدر بھی اپنی حالت کو پہچان نہیں سکتا کیونکہ تجھے اس قدر سمجھ اور عقل ہی نہیں ہے آگے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ اہل دل کیوں سمجھ لیتے ہیں اور غیر اہل کو کیوں خبر نہیں ہوتی۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جبکہ بلال رضی اللہ عنہ ضعف سے مانند ہلال ہو گئے تو آپ کے چہرہ پر موت کی زردی چھا گئی اور آثار وفات نمایاں ہو گئے ان کی بیوی نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا ارے ہم تو لٹ گئے اس پر حضرت بلال نے فرمایا کہ نہیں نہیں یہ بڑی خوشی کا وقت ہے اب تک تو میں اس زندگی کے ہاتھ سے مصیبت میں تھا مگر اب عیش کا زمانہ آیا ہے تم اس سے گھبراتی ہو تمہیں کیا معلوم کہ موت میں کیسی راحت ہے اور موت کیا چیز ہے وہ یہ کہہ رہے تھے اور اس وقت ان کا چہرہ نرگس اور گل برگ اور لالہ کی طرح شگفتہ ہو رہا تھا ان کے چہرہ اور پر انوار آنکھوں کی رونق ان کے اس بیان کی شہادت دے رہے تھے اب مولانا فرماتے ہیں کہ سیہ دل لوگ ان کو صرف سیاہ رنگ حبشی دیکھتے تھے اس لئے ان کو خاطر میں نہ لاتے تھے مگر ہم ان احمقوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر سیاہ ہونا ہی دلیل حقارت ہے تو آنکھوں کی پتلی سی شریف اور عزیز چیز کیوں سیاہ ہے پس معلوم ہوا کہ رنگ ظاہری کوئی چیز نہیں بلکہ مدار شرف و عزت کمال ہے پس بلال کو کیوں محقر سمجھا جاتا ہے جب معلوم ہوا کہ مدار تعظیم و تحقیر ذلت و عزت کمال پر ہے نہ کہ رنگ پر تو جو لوگ کور باطن ہیں وہ گو گورے رنگ کے ہوں مگر حقیقت میں سیاہ ہیں اور صاحب بصیرت گو سیاہ رنگ ہوں مگر حقیقت میں وہ حق سبحانہ کا آئینہ ہیں اب حضرت بلال کو خطاب فرما کر کہتے ہیں کہ اے صاحب بصیرت یا اے آنکھ کی پتلی بلال تمہیں بجز اہل کمال کے جو دوسروں کی بصیرت بڑھانے والے یا خود کامل بصیرت رکھنے والے ہیں دوسرا کون دیکھ سکتا ہے اور اس کو آپ کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے اب خطاب ہے غیبت کی طرف التفات فرما کر کہتے ہیں کہ جب ان کو بجز ارباب بصیرت کے کوئی نہیں دیکھ سکتا تو ان کی رنگت کی تہ کو بھی دوسرا نہیں پہنچ سکتا اور اس کی قدر نہیں کر سکتا۔ دیکھنے والے تو ارباب بصیرت ہی ہیں لیکن اگر ان کے علاوہ کوئی اور کسی عالی نظر شخص کے صفات کا معترف اور اس کے کمالات کا معتقد ہو تو

مقلد ہوگا۔ نہ کہ محقق اس استطرادی مضمون کو ختم فرما کر پھر قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی بیوی نے کہا کہ اب کوئی دم میں جدائی ہونے والی ہے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں یہ اصلی جدائی نہیں بلکہ یہ جدائی حق سبحانہ کے ساتھ وصال ہے ان کی بیوی نے کہا کہ آج کی رات آپ گھر سے بے گھر ہو نگے اور اپنے کنبہ اور اپنے عزیزوں سے غائب ہوں گے انہوں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں بلکہ آج کی رات تک میری روح گھر سے بے گھر تھی اب وہ اپنے اصلی وطن میں پہنچے گی۔ ان کی بیوی نے کہا کہ اے میرے پیارے سخت افسوس ہے کہ آپ انتقال فرمانے کو ہیں انہوں نے جواب دیا کہ نہیں نہیں افسوس کی کوئی بات نہیں یہ تو بڑی دولت ہے ان کی بیوی نے کہا کہ ہم اب آپ کا چہرہ کہاں دیکھیں گے انہوں نے فرمایا کہ خدا کے حلقہ خاص اور اس کی آغوش رحمت میں اگر تم یہ کہو کہ وہاں تک ہماری رسائی کیونکر ہوسکتی ہے تو یاد رکھو کہ اگر تم عالی نظری اختیار کرو اور پست ہمت نہ بنو دنیا پر لات مارو تو وہ حلقہ تم سے بہت ہی قریب ہے اور تم بہت جلد وہاں تک پہنچ سکتے ہو اس حلقہ رحمت میں حق سبحانہ کا نور یوں چمکتا ہے جیسے انگوٹھی کے حلقہ میں اس کا نگینہ۔ پس وہ نور میرے دیکھنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ (اور یہ بھی ممکن ہے کہ حلقہ خاص خدا سے مراد گروہ اہل اللہ ہو۔ اس وقت گروہ اہل اللہ میں حضرت بلال کو دیکھنے کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ تمام اہل اللہ چونکہ صفات میں متشابہ ہوتے ہیں اس لئے ان کا دیکھنا گویا کہ حضرت بلال ہی کا دیکھنا ہے اور یہ توجیہ بھی ہوسکتی ہے کہ اس حلقہ میں تم کو قوت کشفیہ حاصل ہوگی اور تم اس سے مجھے دیکھ سکتی ہو) ان کی بیوی نے کہا کہ ہائے ہمارا گھر اجڑ گیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ چاند کو دیکھو ابر کو نہ دیکھو یعنی جسم کی حالت دیکھنے کے قابل نہیں ہے بلکہ روح کی حالت قابل لحاظ ہے (یاد رکھو کہ بیوی کے سوال میں ایک لفظ میں اور معنی ہوتے ہیں اور حضرت بلال کے جواب میں اس کے دوسرے معنے یا بیوی کے گفتگو کا منشا اور ہوتا ہے اور حضرت بلال کے جواب کا معنی دوسرا۔ اور یہ اس قبیل سے ہے جیسے یسئلونک عن الاھلہ' قل ھی مواقیت للناس والحج۔ یامثل سوال لاحملنک علی الادھم و جواب مثل الامیر یحمل علی الادھم و الاشھب اور اول سے یہی روش چلی آ رہی ہے چنانچہ یہاں بیوی نے گھر سے مکان متعارف مراد لیا اور حضرت بلال نے اس کو خانہ تن پر محمول کر کے جواب دیا۔ فتنبہ لہ) حق سبحانہ نے میرے خانہ تن کو اس لئے ویران کیا ہے کہ اس کو دوبارہ آباد کرے کیونکہ آدمی (واردات) زیادہ ہوگئے تھے اور گھر چھوٹا تھا۔ اس میں ان کی گنجائش نہ تھی پہلے تو میں حضرت آدم علیہ السلام کی طرح تنہائی کی تکلیف میں مقید تھا اب جبکہ حق سبحانہ نے میری نسل بڑھائی اور میری روح سے علوم و معارف کے چشمے ابلے تو ان کی کثرت کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ مشرق و مغرب ان سے پر ہوگئی پس یہ جہان مجھ پر تنگ ہوگیا اور نقل مکان کی ضرورت ہوئی۔ نیز پہلے تو میں مفلس تھا اور اس کنویں کی طرح تنگ مکان دنیا میں رہتا تھا اب میں بادشاہ ہوگیا ہوں۔ لہذا میں اس تنگ مکان میں نہیں رہ سکتا۔ میرے لئے قصر شاہی سے وسیع مکان کی ضرورت ہے۔ بادشاہوں کا جی تو محلات ہی میں لگتا ہے رہے مردے ان کے رہنے کے لئے گور کافی ہے پس اس عالم میں اہل دنیا ہی رہ سکتے ہیں میں نہیں رہ سکتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ انبیاء علیہم السلام اور ورثا انبیاء پر یہ مکان دنیا تنگ ہوا اس لئے انہوں نے جیتے جی ہی اس عالم کو چھوڑ دیا اور بادشاہوں کی طرح قصر لامکان میں رہنے لگے۔ رہے مردے

www.besturdubooks.wordpress.com

اہل دنیا سوان کو یہی جہان باشوکت وشان نظر آیا جو بظاہر نہایت عالیشان ہے اور حقیقت میں نہایت تنگ اس لئے انہوں نے یہیں رہنا پسند کیا۔ہم نے اس جہان کو حقیقت میں تنگ اس لئے کہا کہ اگر یہ فی الواقع تنگ نہ ہوتا تو یہ پریشانی۔شوروشیون نالہ وفغان جورات دن ہم اس مکان کے رہنے والوں میں دیکھتے ہیں کیوں ہوتا اور یہ کیوں ہوتا کہ جتنا زیادہ کوئی اس مکان میں رہتا ہے اسی قدر اس کی کمر جھکتی جاتی ہے کیونکہ فراخی تو مستلزم راحت ومسرت ہے نہ کہ موجب آلام۔وہموم۔پس معلوم ہوا کہ یہ جہان واقع میں تنگ ہے اور اس کی تائید اس سے ہوسکتی ہے کہ جب آدمی سوتا ہے اور اس عالم سے چھوٹ کر اس کو عالم غیب سے تعلق ہوتا ہے تو اس کی ساری کدورتیں مٹ جاتی ہیں اور وہ تروتازہ اور خوش وخرم ہوجاتا ہے نہ اسے کوئی رنج ہوتا ہے نہ تکلیف اور روح طبیعت ونفس کے ظلم سے چھوٹ جاتی ہے اور قیدی جیل خانہ کے فکر سے رہائی پاتا ہے اور یہی حالت اوروں کی ہوتی ہے پس ثابت ہوا کہ زمانہ اقامت دنیا میں یہ بظاہر نہایت کشادہ آسمان وزمین فی الحقیقت نہایت تنگ ہیں اور ان کی ظاہری فراخی اور واقعی تنگی ایک نظر بندی ہے اور اس کا ردنا حقیقت میں ہنسی ہے اور اس کا فخر حقیقت میں ننگ۔اب بھی اگر سمجھ میں نہ آیا ہو تو اسی مضمون کو ہم اور مثالوں سے سمجھاتے ہیں سنو یہ عالم ایسا ہے جیسا حمام کہ نہایت فراخ اور عالی شان ہوتا ہے اور گرم بھی ہوتا ہے جس میں تم داخل ہوتے ہو تو تمہاری جان اکڑ جاتی ہے جیسے گرم ہو کر پوستین اکڑ جاتا ہے۔دیکھو باوجودیکہ وہ حمام خوب لمبا چوڑا ہے لیکن اس کی گرمی سے تمہاری جان تنگ اور زچ ہوتی ہے اور حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تک تم وہاں سے نکلتے نہیں تمہارا جی خوش نہیں ہوتا۔اور تمہاری طبیعت نہیں کھلتی۔پس جب یہ حالت ہے تو وہ ظاہری فراخی کس کام کی لہذا وہ کالعدم ہے اور تنگی اس کی قابل اعتبار ولحاظ ہے لہذا اگر اس کو یوں کہا جاوے کہ حمام فراخ نہیں بلکہ تنگ ہے تو اس اعتبار سے صحیح ہے یا یوں کہو کہ تم تنگ جوتا پہن کر ایک وسیع میدان میں چل رہے ہو پس وہ بیابان کی فراخی تمہارے لئے تنگی ہو جاتی ہے اور وہ لق ودق جنگل تمہارے لئے جیل خانہ ہو جاتا ہے مگر جو شخص تم کو دور سے دیکھتا ہے وہ اپنے دل میں کہتا ہے کہ یہ تو لالہ کی طرح شگفتہ اور نہایت راحت میں ہے لیکن اسے یہ معلوم نہیں کہ تم ظالموں کی طرح بظاہر تو خوش وخرم ہو مگر تمہاری روح مصیبت میں گرفتار ہے پس جبکہ تم جاگتے ہوتے ہو اس وقت تمہاری حالت ویسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ وہ شخص جو میدان میں تنگ جوتا پہن کر چلتا ہے اور جب تم سو جاتے ہو تو ایسی حالت ہوتی ہے جیسا کہ وہ جوتا نکال دیا گیا کیونکہ اس وقت تمہاری جان آلام وہموم دنیاوی سے نجات پاتی ہے اب سمجھو جو حالت تمہاری خواب میں ہوتی ہے وہی اہل اللہ کی اس عالم میں ہوتی ہے لہذا یہ دنیا ہی ان کے لئے خواب ہے۔ان کی حالت ایسی ہے جیسے کہ اصحاب کہف کہ وہ دنیا میں ہیں مگر سوتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ حقیقۃً سوتے ہیں اور یہ حقیقۃً نہیں سوتے بلکہ بیداری ہی میں عالم غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بدوں دروازہ موت وخواب کے عالم غیب میں پہنچ جاتے ہیں جبکہ یہ استطرادی مضمون معلوم ہو چکا تو پھر حضرت بلالؓ کی گفتگو سنو انہوں نے فرمایا کہ یہ مکان تنگ ہے اور میری جان اس میں اٹیرن ہو رہی ہے اس لئے حق سبحانہ نے اسے ویران کیا تا کہ میرے لئے قصر شاہی تیار کرے میں اس مکان میں یوں اٹیرن ہو رہا ہوں جیسے کہ رحم میں بچہ اب چونکہ میں نو مہینہ کے بچہ کی طرح اس مکان کو چھوڑنے کے قابل ہو گیا ہوں اس لئے نقل مکانی

www.besturdubooks.wordpress.com

میرے لئے ضروری ہوئی اگر میری ماں کو دردزہ نہ ہوتو میں لامحالہ اس جیل خانہ میں بے قرار رہوں گا۔ پس ضرور ہوا کہ میری ماں یعنی طبیعت کو دردزہ کی تکلیف ہو لہٰذا وہ اپنی موت کی تکلیف سے گویا کہ دردزہ میں مبتلا ہے تاکہ میری روح اس سے جدا ہو اور تاکہ وہ اس سے جدا ہو کر عالم غیب کے فیوض سے محظوظ ہو پس اس کو حکم ہوا کہ اپنے رحم کا منہ کھول کہ بچہ بڑا ہو گیا ہے اس کو ضرورت ہے کہ یہ تجھ سے جدا ہو ماتا کہ میری طبیعت کو نزع کی تکلیف ہے لیکن میری روح کا فائدہ ہے جس طرح کہ حاملہ کو دردزہ کی تکلیف ہوتی ہے اور بچہ کے لئے وہ جیل خانہ کا ٹوٹنا ہوتا ہے حاملہ تو دردزہ کی تکلیف میں مبتلا ہو کر روتی اور ہائے اللہ میں کیا کروں ہائے اللہ میں کہاں جاؤں کہتی ہے اور بچہ حالاً خوش ہوتا ہے کہ اس کو قید خانہ سے رہائی ہوتی ہے اس پورے مضمون سے تین باتیں مستفاد ہوئیں اول یہ کہ اہل عالم تنگی میں ہیں اور اہل اللہ اپنی تکلیف کو محسوس کرتے ہیں مگر اہل دنیا ان کی تکلیف کا احساس نہیں کرتے دوم یہ کہ اہل اللہ اہل دنیا کی تکلیف کا احساس کرتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ اہل دنیا اپنی تکلیف کا احساس نہیں کرتے چونکہ یہ تینوں امر مستبعد ہیں اس لئے مولانا کلام آئندہ سے اس استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ جس قدر ما ئیں کیا جمادات کیا حیوانات کیا نباتات آسمان کے نیچے ہیں علی العموم دوسرے کی تکلیف کا احساس نہیں رکھتیں بجز ان کے جو عاقل اور بیدار مغز ہیں اور بے ریش لڑکا جس قدر دوسرے لوگوں کے گھروں کی اندرونی حالت سے واقف ہوتا ہے کیونکہ اس سے نہ شرم ہوتی ہے نہ پردہ۔ اتنا لمبی داڑھی والا احمق خود اپنے گھر کی حالت نہیں جانتا۔ اس سے تینوں استبعاد دفع ہو گئے اس کے بعد ایک ضروری امر کو تفریع کے طور پر تصریحاً بیان کیا جاتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اس سے تم سمجھو کہ اہل اللہ جس قدر تمہاری حالت سے واقف ہو سکتے ہیں اس قدر تم خود اپنی حالت نہیں جان سکتے اور تمہارے بشرہ وغیرہ سے جو حالت وہ جان سکتے ہیں تم اس کو اپنے اندر نہیں دیکھ سکتے پس تم کو ان کی تقلید کرنی چاہئے اور ان کی ہدایات پر کاربند ہونا چاہئے اپنی رائے کو دخل نہ دینا چاہئے۔

شرح شبّیری

بیان میں اس کے کہ جو کچھ غفلت اور کاہلی اور تاریکی ہے سب تن سے ہے

غفلت از تن بود چون تن روح شد	بیند او اسرار را بے ہیچ بد
غفلت جسم کی وجہ سے تھی جب جسم روح بنا	وہ یقینی طور پر اسرار کو دیکھتا ہے

یعنی غفلت تو بدن سے تھی جب بدن روح ہو گیا تو وہ اسرار کو بے کسی علاج کے دیکھ لے گا مطلب یہ کہ یہ غفلت تو اس جسم عنصری کی وجہ سے ہے کہ اس عالم کے لئے پردہ اور حجاب ہو رہا ہے لیکن جب اولیاء اللہ کے جسم میں بھی صفات روح پیدا ہو گئے تو انہوں نے جسم ہی سے ان اشیاء کو دیکھ لیا اور ان کا مشاہدہ کر لیا جن کا کہ روح کر سکتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بس یہ وجہ ہے کہ اولیاء اللہ کے تو جسم پر بھی صفات روح غالب ہوتے ہیں اور ہماری روح پر بھی صفات جسم غالب ہوتے ہیں لہذا وہ تو مشاہدہ کر لیتے ہیں اور ہم کو نظر نہیں آتا۔ آگے اس کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ۔

چون زمین برخاست از جو فلک	نے شب و نے سایہ باشد نے دلک
جب زمین آسمان کی فضا سے نکل جائے	نہ رات ہوگی اور نہ سایہ اور نہ زوال

یعنی جب زمین جو فلک سے اٹھ جاوے تو نہ رات ہو نہ سایہ ہو نہ غروب آفتاب ہو (جو کہتے ہیں زمین و آسمان کے درمیانی میدان کو)

ہر کجا سایہ است وشب یا سایگہ	از زمین باشد نہ از افلاک و مہ
جہاں کہیں سایہ اور رات یا سائے کی جگہ ہے	وہ زمین کی وجہ سے نہ آسمانوں اور چاند سے

یعنی جہاں کہیں سایہ ہے اور رات ہے یا سایہ کی جگہ ہے زمین ہی کی وجہ سے ہے نہ کہ افلاک اور چاند کی وجہ سے مطلب یہ کہ دیکھو اگر آسمان کے بیچ میں سے زمین ہٹ جاوے تو کل اشیاء مشاہد ہو جاویں نہ تو رات رہے نہ آفتاب غروب ہو بلکہ سب چیزیں سامنے رہیں اسی طرح اگر یہ صفات جسم نہ رہیں تو پھر سب چیزیں سامنے ہی رہیں اور روح کو علوم و معارف کا مشاہدہ ہوتا رہے کوئی ضروری شئے اس سے غائب نہ ہو۔ یہ غیبوبت تو جسم کی وجہ سے ہے کہ جو اس عالم کے اشیاء کے مشاہدہ کے اور اس شخص کے درمیان میں حائل ہو رہا ہے۔ آگے ایک دوسری مثال ہے کہ۔

دو پیوستہ ہم از ہیزم بود	کے ز آتشہائے مستنجم بود
دھواں ایندھن سے وابستہ ہوتا ہے	نہ کہ روشن کرنے والے شعلوں سے

یعنی دھواں لکڑی سے ملا ہوا ہوتا ہے دہکتی ہوئی آگ میں کب ہوتا ہے۔ (تو بس اسی طرح جو حضرات روشن ہو گئے ہیں ان میں یہ کثیف چیزیں نہیں ہیں اور جو ابھی لکڑی کی طرح ہیں اور منور نہیں ہوئے ان کے اندر یہ کثیف چیزیں موجود ہیں)

وہم افتد در خطا و در غلط	عقل باشد در اصابتہا فقط
وہم خطا اور غلطی میں مبتلا ہوتا ہے	درستگی میں صرف عقل ہوتی ہے

یعنی وہم تو خطا میں اور غلطی میں پڑتا ہے اور عقل فقط صواب میں پہنچنے کے لئے ہوتی ہے مطلب یہ کہ وہم جو کہ عکس عقل ہے وہ تو اکثر غلطی میں رہتا ہے ہاں عقل ہمیشہ ٹھیک ہی چلتی ہے تو جو حضرات عاقل ہیں وہ تو ہمیشہ ہر شئے کو درست طرح پر سمجھیں گے اور دوسرے لوگ وہم ہی میں رہیں گے۔

ہر گرانی و کسل خود از تن است	جان ز خفت جملہ در پریدن است
ہر گرانی اور سستی جسم کی وجہ سے ہے	جان ہلکے پن سے پوری اڑان میں ہے

یعنی تمام گرانی اور کسل تن کی وجہ سے ہے اور جان ان سب کے سو جانے سے اڑنے میں ہے مطلب یہ کہ

گرانی اور کسل وغیرہ تو آثار تن میں سے ہے اور جب یہ آثار جاتے رہتے ہیں اور آثار تن ضعیف ہو جاتے ہیں تو پھر روح عالم بالا کی طرف پرواز کرتی ہے۔

روئے سرخ از کثرت خونہا بود	روئے زرد از جنبش صفرا بود
سرخ چہرہ خونوں کی کثرت سے ہوتا ہے	زرد چہرہ صفرے کی حرکت کی وجہ سے ہوتا ہے

یعنی سرخ منہ تو خون کی کثرت سے ہوتا ہے اور زرد منہ صفرا کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

رو سفید از قوت بلغم بود	باشد از سودا کہ روا داہم بود
سفید چہرہ بلغم کی قوت سے ہوتا ہے	سودا کی وجہ ہوتی ہے کہ چہرہ کالا ہوتا ہے

یعنی سفید منہ بلغم کی زیادتی کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ بات سودا کی وجہ سے ہوتی ہے کہ منہ کالا ہو مطلب یہ ہے کہ دیکھو آثار کے اختلاف سے صورت میں اختلاف ہوا کہ خون کی زیادتی کی وجہ سے سرخ چہرہ ہوا اور علی ہذا تو بس اسی طرح اختلاف آثار سے اور اختلاف بھی واقع ہوتا ہے کہ اگر دنیاوی اثر پڑے گا تو ویسا حال ہوگا اور اگر دینی اثر ہوگا تو ایسا حال ہوگا۔

در حقیقت خالق آثار اوست	لیک جز علت نہ بیند اہل پوست
در حقیقت آثار پیدا کرنے والا وہ ہے	لیکن کھال والے علت کے سوا کچھ نہیں دیکھتے ہیں

یعنی حقیقت میں آثار کا خالق تو وہ ہے لیکن اہل ظاہر سوائے علت کے اور کچھ نہیں دیکھتے مطلب یہ ہے کہ تمام احوال پیدا تو ہوتے ہیں آثار سے لیکن وہ آثار خالق تعالیٰ شانہ کے حکم سے پیدا ہوتے ہیں تو جو اہل ظاہر ہیں ان کی نظر تو صرف ان آثار اور علل ہی پر رہتی ہے اور جو اولیاء اللہ ہیں وہ اس خالق کو دیکھتے ہیں اور ان آثار سے اس کے وجود باوجود پر استدلال کرتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

مغز کو از پوستہا آوارہ نیست	از طبیب وعلت اورا چارہ نیست
مغز جو چھلکوں سے جدا نہیں ہے	طبیب اور بیماری سے اس کو مفر نہیں ہے

یعنی جو مغز کہ پوست سے علیحدہ نہیں ہے طبیب اور مرض سے اس کے لئے علاج نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ جو عقل کہ اوصاف بشری سے خالی نہیں ہے اور جس میں کہ اوصاف بشری غالب ہیں اس عقل کو طبیب اور مرض سے چھٹکارا نہیں ہے یعنی وہ عقل مریض ہے اور اس کو طبیب کی ضرورت ہے۔

چون دوم بار آدمی زادہ بزاد	پائے خود برفرق علتہا نہاد
جب انسان دو بار پیدا ہوا	اس نے علتوں کے سر پر اپنا پاؤں رکھ دیا ہے

یعنی جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوا تو اس نے اپنا پاؤں علتوں کے سر پر رکھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

علت اولیٰ نباشد دین او	علت اخری ندارد کین او
پہلی علت اس کا دین نہیں ہوتی	آخری علت اس سے دشمنی نہیں رکھتی ہے

یعنی علت اولیٰ اس کا دین نہیں ہوتا۔ اور علت اخری اس کا کین نہیں رکھتا۔ (علت اولیٰ سے مراد علت بعیدہ ہے کیونکہ اس شخص کی نسبت تو وہ اولیٰ ہے لیکن اصل میں بعید ہے اور علت اخریٰ سے مراد علت قریبہ ہے) مطلب یہ ہے کہ جب آدمی دوسری مرتبہ پیدا ہوتا ہے یعنی اوصاف بشریہ سے نکل کر اس کے اندر اوصاف روح غالب ہوتے ہیں تو اس کی نظر علت بعیدہ پر نہیں رہتی بلکہ علت قریبہ پر اس کی نظر ہوتی ہے اور وہ اصل علت اسی کو سمجھتا ہے اور وہ خالق تعالیٰ شانہ ہے کہ وہی اصل میں ہرشی کی علت ہے اور وہی علت قریبہ ہیں اور جب اس کی نظر اس علت قریبہ پر ہوتی ہے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ

می پرد چون آفتاب اندر افق	با عروسے صدق وصفوف در تتق
وہ افق میں سورج کی طرح ۔ اڑتا ہے	خلوص اور سچائی کی دلہن کیساتھ در پردہ

یعنی وہ آفتاب کی طرح افق میں اڑتا ہے صدق وصفا کی عروس کے ساتھ پردۂ عروسی میں (تتق اس پردہ کو کہتے ہیں جو کہ عروس کے آگے سب سے قریب کا پردہ ہوتا ہے) مطلب یہ کہ یہ شخص پھر پرواز کرتا ہے اور صدق و صفا کے ساتھ قرین رہتا ہے اور بہت ہی عالی حوصلہ ہو جاتا ہے اور اس کی پرواز بہت ہی عالی ہو جاتی ہے۔

بلکہ بیرون از افق وز چرخہا	بے مکان باشد چو ارواح ونہیٰ
بلکہ وہ افق اور آسمانوں سے باہر	بے مکان ہو جاتا ہے جیسا کہ روحیں اور عقلیں

یعنی بلکہ افق سے اور آسمانوں سے باہر بے مکان عقول اور ارواح کی طرح ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ اس شخص کا عروج ان آسمانوں سے بھی بلند ہو جاتا ہے اور عقول اور ارواح کی طرح لامکانی ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے اندر صفات روح وعقل ہی غالب ہوتے ہیں لہٰذا اس کی پرواز کل مکانات سے بلند ہو کر لامکان تک پہنچتی ہے لیکن ہم کو جو یہ عروج نہیں ہوتا باوجودیکہ عقل تو ہمارے اندر بھی ہے اس کی وجہ بتاتے ہیں کہ۔

پس عقول ماست سایہ اے عمو	می فتد چون سایہ در پاہائے او
اے چچا! ہماری عقلیں سایہ ہیں	سایہ کی طرح اس کے پاؤں پڑتی ہیں

یعنی اے چچا ہماری عقول سایہ ہیں اور اس کے پاؤں میں سایہ کی طرح پڑے رہتے ہیں مطلب یہ کہ چونکہ ہماری عقلیں ان کی عقول کی سایہ ہیں اس لئے جہاں تک خود ان کی عقل کی رسائی ہوتی ہے وہاں تک ہماری رسائی نہیں ہوتی بلکہ جہاں ان کی عقل ہوتی ہے وہاں پہنچ ہی نہیں سکتی۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں خلاصہ اس کا یہ ہے کہ دیکھو اصل احکام کے ثبوت کے لئے نص ہے اور اس کے بعد قیاس مجتہد ہے تو جہاں نص ہوتی ہے وہاں قیاس کرنا مجتہد کو جائز نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور وہاں تک قیاس کی رسائی نہیں ہے اسی طرح چونکہ ہماری عقول کا درجہ ان کی عقول کے بعد ہے لہذا ہماری عقول کی رسائی وہاں تک نہیں ہوتی جہاں تک کہ ان کی عقول کی رسائی ہوتی ہے۔ یہ تو خلاصہ تھا اب اصل بیان کو سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:- یہاں سے مولانا اس امر کی وجہ بتلانا چاہتے ہیں کہ اہل اللہ کو دوسرے لوگوں کے احوال کیوں معلوم ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ منشا جہل وغفلت تن ہے نہ کہ روح چونکہ یہ لوگ تن کو فنا کر کے سراسر روح ہو گئے ہیں اس لئے لامحالہ یہ لوگ اسرار پر مطلع ہوتے ہیں دیکھو اگر وسط فلک سے زمین علیحدہ ہو جاوے تو نہ رات رہے گی نہ سایہ نہ زوال بلکہ تمام جو نور سے ہر وقت معمور رہے گا پس یہی حالت بالکل جسم وروح کی ہے اگر جسم فنا ہو جاوے تو تاریکی جہل کا نام نہ رہے گا۔ اور سراسر نور علم ہی ہوگا (مگر اس سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ جب تاریکی جہل نہ رہے گی تو لازم ہے کہ روح کو کل اشیاء کا بحیث لا یعزب عنه مثقال ذرة علم ہو جاوے حالانکہ یہ باطل ہے کیونکہ اس سے مقصود اس جہل کی نفی ہے جس کا منشا جسم تھا ورنہ تاریکی وظلمت امکان ہنوز موجود ہے جو علم محیط سے مانع ہے اور کمل اہل اللہ وانبیاء حتیٰ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جو اشیاء مخفی رہیں اس کا منشاء یہی ظلمت امکان تھی نہ کہ تاریکی جسم امید ہے کہ اس تقریر سے وہ تمام شبہے رفع ہو جائیں گے جو مولانا کے بیان سے اہل اللہ کے علم محیط کے متعلق ناواقفین کو واقع ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ روح انسانی کے لئے دو قسم کی تاریکیاں ہیں ایک تو ظلمت جسم جو کہ عارضی اور قابل زوال ہے دوسری ظلمت امکان جو اصلی اور ناممکن الزوال ہے پس جس جہل کا منشاء ظلمت جسمانی ہو وہ جہل فنائے جسم سے مرتفع ہو جائے گا اور جس جہل کا منشاء ظلمت امکان ہو وہ فنائے جسم سے مرتفع نہ ہوگا لیکن چونکہ ظلمت قابل شدت وضعف ہے اس لئے اس میں بانارۂ حق وافاضہ علوم کمی ہوتی رہتی ہے مگر بالکلیہ زائل نہیں ہو سکتی۔ پس انبیاء علیہم السلام اور کمل عرفاء کو جو باوجود فناء تن کے بعض اشیاء کا علم نہیں ہوتا اس کا سبب وہ ظلمت امکان ہوتی ہے جس میں بعد انارۂ حق وافاضۂ علم کمی آتی جاتی ہے۔ اس مضمون کو ہم تقریب فہم کے لئے ایک حسی مثال سے سمجھاتے ہیں۔ ایک شخص ہے کہ اس کے سامنے لوہے کی چادر کھڑی ہوئی ہے جو کہ اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اس وقت وہ شخص بیرونی اشیاء کو نہیں دیکھ سکتا۔ اب چادر کو الگ کر دیا جاوے یا اسے جالی دار بنا دیا جاوے تو اب وہ ان اشیاء کو دیکھنے لگے گا۔ جن کو وہ لوہے کی کثافت کے باعث نہ دیکھ سکتا تھا مگر ان اشیاء کو اب بھی نہیں دیکھ سکتا جن کو اس کی محدود قوت بصری دیکھنے سے قاصر ہے اب وہ دوربین یا خوردبین یا مجلی بصر دواؤں کا استعمال کرے تو اس سے اس کی نظر اور زیادہ ہوگی اور جو چیزیں پہلے نہ دکھلائی دیتی تھیں اب دکھلائی دینے لگیں گی۔ مگر اب بھی وہ قوت محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیاء اب بھی اس کو نہ دکھلائی دیں گی لیکن جب وہ پہلے سے زیادہ قوی دوربین یا خوردبین یا مجلی بصر دواؤں کا استعمال کریگا تو اس کی نظر اور تیز ہوگی مگر پھر بھی وہ محدود ہی رہے گی اور بہت سی اشیاء اب بھی اس کو دکھلائی نہ دیں گی غرضکہ اس کی نظر بڑھتی تو ضرور رہے گی مگر ہر

www.besturdubooks.wordpress.com

مرتبہ محدود ہی رہے گی کسی وقت بھی اس کی قوت بینائی غیر محدود نہیں ہو سکتی۔ پس یہی حالت تم اہل اللہ کی سمجھو کہ فنائے جسم یعنی تجلیہ جسم کے بعد بھی ان کی قوت مدرکہ محدود ہی رہتی ہے اور افاضہ علوم و معارف سے اس میں ترقی ضرور ہوتی ہے مگر ترقی پر بھی وہ محدود ہی رہتی ہے۔ واللہ اعلم) پس جہاں کہیں سایہ ہے یا رات ہے یا محل سایہ ہے اس کا منشاء زمین ہی ہے نہ کہ افلاک اور چاند دھواں جو ایک تاریک چیز ہے ہمیشہ لکڑی ہی سے پیدا ہوتا ہے جو کہ جسم کثیف ہے آگ سے پیدا نہیں ہوتا۔ پس جہل عارضی بھی جسم ہی سے پیدا ہوگا نہ کہ روح سے اور غلطی وہم کرتا ہے جو ایک جسمانی قوت ہے نہ کہ عقل جو ایک قوت روحانی ہے مگر اپنی قوت کے محدود ہونے سے تمام اشیاء کا ادراک نہیں کر سکتی جو گرانی اور کسل ہے وہ جسم ہی کے سبب ہے۔ رہی جان سو وہ تو اپنی خفت کے سبب عروج ہی میں ہے۔ یہ اسباب مذکورہ مسببات مزبورہ کا یوں ہی سبب ہیں۔ جس طرح کہ کثرت خون سے چہرہ سرخ ہو جاتا ہے اور ہیجان صفرا سے چہرہ زرد ہو جاتا ہے قوت بلغم سے منہ سفید ہو جاتا ہے اور سودا سے منہ سیاہ ہو جاتا ہے لیکن یہ اسباب ان آثار کے پیدا کرنے والے نہیں۔ پیدا کرنے والے حق سبحانہ ہی ہیں ہاں عادۃً ان اسباب کو خلق آثار میں دخل ضرور ہے لیکن ظاہر بین لوگ غلطی یہ کرتے ہیں کہ وہ مؤثر حقیقی کو نہیں دیکھتے بلکہ اعتقاداً یا عملاً علل ظاہرہ و اسباب عادیہ ہی پر نظر رکھتے ہیں اور جو ارواح کہ اجسام سے علیحدہ نہیں ہیں اور اجسام کو ہنوز فنا نہیں کر چکی ہیں ان کے لئے امراض یعنی حاجات بھی ضروری ہیں۔ اور ان کے دفع کے لئے طبیب یعنی اسباب عادیہ بھی لابدی نہیں مگر جبکہ آدمی ایک مرتبہ اپنے کو فنا کر کے پھر بقا حاصل کرتا ہے اس وقت وہ علتوں کو بے حقیقت سمجھتا ہے نہ وہ علل بعیدہ کا معتقد ہوتا ہے اور نہ علل قریب اس کو ضرر پہنچاتی ہیں بلکہ وہ تو یوں بلند پرواز ہوتا ہے جیسے کہ آفتاب افق میں اور وہ تو پردہ کے اندر عروس صدق و صفا کے ساتھ ہم آغوش ہوتا ہے بلکہ وہ تو افق اور آسمانوں سے بھی اوپر اور عقول و افہام کی طرح لامکانی ہوتا ہے یعنی اس کی نظر بالذات غیر اللہ پر نہیں ہوتی بلکہ اس کا مطمح نظر صرف حق سبحانہ ہوتے ہیں وہ حقیقۃً انہی کو مؤثر جانتا ہے اور اسباب کا جو کسی قدر دخل مانتا ہے وہ بھی اس طرح کہ ان کا دخل بھی بحکم حق سبحانہ ہی ہے ورنہ یہ فی نفسہا کوئی چیز نہیں جبکہ اس کی رفعت شان کی یہ حالت ہے تو ہماری عقول اس کے سامنے یوں ہی بے حقیقت اور ضعیف اور اس کے یوں ہی تابع ہیں جیسے آفتاب کے لئے سایہ۔

شرح شبیری

نص مطلق کو جو کہ بے قید ہوتی ہے قیاس سے تشبیہ دینا

اندران صورت نیندیشد قیاس	مجتہد ہر گہ کہ باشد نص شناس
وہ اس صورت میں قیاس نہیں کرتا ہے	مجتہد جبکہ نص سے واقف ہوتا ہے

یعنی مجتہد جس وقت کہ نص شناس ہوتا ہے تو اس صورت میں قیاس کو نہیں سوچتا مطلب یہ کہ جب مجتہد کو کسی صورت میں نص مل جاتی ہے تو وہ اس صورت میں قیاس سوچتا ہی نہیں بلکہ اسی نص پر عمل کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چون نیابد نص اندر صورتے	از قیاس آنجا نماید عبرتے
اگر کسی صورت میں اس کو نص نہیں ملتی ہے	قیاس سے اس مقام پر تعبیر کرتا ہے

یعنی جب کسی صورت میں نص نہیں پاتا تو قیاس سے اس جگہ اعتبار کرتا ہے یعنی جب کسی صورت میں نص نہیں ملتی تو اس وقت قیاس پر عمل کرتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

نص وحی روح قدسی دان یقین	وان قیاس عقل جزوی تحت این
قدسی روح کے الہام کو تو نص سمجھ	اور ناقص عقل کا قیاس اس سے کم ہے

یعنی نص کو یقیناً روح قدسی کی وحی جانو اور وہ عقل جزوی کا قیاس اس کے نیچے ہے (وحی روح قدسی سے مراد علوم ذوقیہ ہیں اور قیاس عقل جزوی سے مراد کسبیہ ہیں) مطلب یہ ہے کہ علوم ذوقیہ تو مثل نص کے ہیں اور علوم کسبیہ قیاس کی طرح ہیں تو جہاں علوم ذوقیہ کی رسائی ہوتی ہے وہاں علوم کسبیہ کی رسائی نہیں ہوسکتی کیونکہ

عقل از جان گشت با ادراک وفر	روح او را کے شود زیر نظر
عقل، روح سے باعلم و شوکت بنی	روح اس کے ماتحت کب ہو سکتی ہے؟

یعنی عقل جان سے ہی تو باادراک وفر ہوئی ہے تو روح اس کے زیر نظر کب ہوسکتی ہے مطلب یہ کہ عقل کو جو کچھ حاصل ہوا ہے یہ روح ہی کا تو ظل ہے اور اسی کا تو اثر ہے پھر بھلا عقل روح کو کب احاطہ کرسکتی ہے کیونکہ جس ادراک سے اس کا احاطہ کرنا چاہئے وہ تو خود اسی کا فیضان ہے۔

لیک جان در عقل تاثیرے کند	زان اثر آن عقل تدبیرے کند
لیکن روح عقل میں اثر کرتی ہے	اس اثر سے وہ عقل تدبیر کرتی ہے

یعنی لیکن جان عقل میں کوئی تاثیر کرتی ہے تو اس اثر سے وہ عقل کوئی تدبیر کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب عقل پر روح اپنا پرتو ڈالتی ہے اور کچھ اثر اس میں کرتی ہے تو وہ عقل بھی کچھ تدبیر کرنے لگتی ہے۔

نوح وار ار صدمتے زد در تو روح	کو یم و کو کشتی و طوفان نوح
اگر روح نے نوح کی طرح تجھ میں اثر کیا ہے	سمندر کہاں ہے کشتی اور نوح کا طوفان کہاں ہے؟

یعنی نوح کی طرح اگرچہ کوئی اثر روح نے تمہارے اندر کیا بھی تو کہاں دریا اور کہاں کشتی اور کہاں طوفان نوح۔ مطلب یہ ہے کہ اگر عقل میں روح نے کچھ اثر بھی دیا لیکن بھلا وہ افعال روح کہاں سے آویں گے یعنی اس اثر سے وہ اصلی افعال روح تو پیدا نہیں ہوسکتے تو پھر بھلا کہاں وہاں تک رسائی ہوسکتی ہے۔

عقل اثر را روح پندارد ولیک	نور خور از قرص خور دور است نیک
عقل، تاثیر کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن	سورج کا نور، سورج کی ٹکیہ سے بہت دور ہے

یعنی عقل اثر کو روح خیال کرتی ہے لیکن خورشید کا نور خورشید کی ٹکیا سے بہت دور ہے مطلب یہ کہ عقل کی رسائی ان آثار تک تو ہو جاتی ہے اور وہ ان آثار روح ہی کو روح سمجھنے لگتی ہے لیکن بھلا کہاں وہ آثار اور کہاں وہ روح اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی دھوپ کو اور آفتاب کو ایک سمجھے تو بھلا کہاں خود آفتاب اور کہاں اس کی شعاع یعنی دھوپ آگے فرماتے ہیں کہ۔

زان بقرصے سالکے خورسند شد	تا ز نورش سوئے قرص افگند شد
سالک اس (نور) کی وجہ سے ٹکیہ پر خوش ہوا	یہاں تک کہ اس کے نور سے ٹکیہ کی جانب روانہ ہوا

یعنی ایک سالک اس لئے قرص پر راضی ہو گیا تا کہ اس کے نور سے ٹکیا کی طرف پھینکا گیا ہو جاوے (قرص اول سے مراد افعال و مجاہدات اور قرص ثانی سے مراد ذات حق) مطلب یہ ہے سالک جو افعال اور مجاہدات پر راضی ہو گیا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تا کہ یہ نور قرص خود اس قرص تک اس کو پہنچا دے یعنی یہ افعال حق ذات حق تک رسائی کرا دے اور یہ راہبر ہو جاوے۔

زانکہ ایں نورے کہ اندر سافل است	نیست دایم روز و شب او آفل است
اس لئے کہ یہ نور جو عالم سفلی میں ہے	مستقل نہیں ہے روز و شب میں وہ غروب کر جانے والا ہے

یعنی اس لئے کہ یہ نور جو کہ سافل میں ہے دایم نہیں ہے رات دن غروب ہونے والا ہے مطلب یہ کہ نور خورشید جو کہ زمین پر پڑ رہا ہے یہ تو ہمیشہ رہنے والا نہیں ہے۔ بلکہ ہر گھڑی غروب اور زائل ہونے والا ہے اور قرص خورشید ہمیشہ رہنے والی ہے۔ اس کو غروب نہیں ہے بلکہ وہ کسی نہ کسی جگہ ظاہر ہی رہتی ہے تو جو شخص کہ ان افعال کے مشاہدہ میں ہو گا جو کہ نور خورشید کی مانند ہیں وہ تو ہمیشہ زوال میں رہے گا۔

وانکہ اندر قرص دارد باش و جا	غرقۂ آن نور باشد دائما
وہ جو ٹکیہ میں قیام اور جگہ رکھتا ہے	وہ ہمیشہ اس نور میں غرق رہتا ہے

یعنی اور جو شخص کہ قرص میں ٹھکانہ اور جگہ رکھتا ہے تو وہ اس نور میں ہمیشہ غرق رہتا ہے۔

نے سحابش رہ زند نے خود غروب	وارہید او از فراق سینہ کوب
نہ ابر اس کے لئے مانع بنتا ہے نہ خود ڈوبنا	وہ سینہ پیٹنے والی جدائی سے نجات پا گیا

یعنی نہ بادل اس کے لئے رہزن ہوا اور نہ خود غروب وہ فراق سینہ کوب سے چھوٹ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص افعال سے گزر کر خود ذات باری تعالیٰ کے قرب میں آ گیا اس کو اب افعال سے استدلال کی ضرورت نہیں رہی بلکہ وہ تو ہمیشہ اور ہر وقت نور ہی نور میں غرق رہے گا۔ اس کو کبھی بھی ذہول نہ ہو گا اور جو صرف آثار ہی پر رہا اور اس موثر پر اس کی نظر نہ ہوئی وہ ہمیشہ زوال میں رہے گا خوب سمجھ لو آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این چنین کس اصلش از افلاک بود	یا مبدل گشت گر از خاک بود
ایسے شخص کی اصل آسمانوں سے ہوتی ہے	اگر وہ خاک سے تھا تو تبدیل ہوگیا ہے

یعنی ایسے شخص کی اصل یا تو افلاک سے تھی یا اگر خاک سے تھی تو بدل گئی۔

زانکہ خاکے را نباشد تاب آن	کہ زند بروے شعاعش جاودان
کیونکہ خاکی میں اس کی طاقت نہیں ہوتی ہے	کہ اس پر اس کی شعاع ہمیشہ پڑے

یعنی اس لئے کہ خاکی کو اس کی تاب نہیں ہوتی کہ اس پر اس خورشید کی شعاع ہمیشہ پڑتی رہے۔ مطلب یہ کہ ایسا شخص یا تو اصل ہی سے اس پر صفات روح کا غلبہ ہوتا ہے اور یا یہ کہ تھا تو غلبہ عناصری کا لیکن اس کی حالت بدل گئی اور غلبہ صفات روح کا ہوگیا۔ اب اس کے اندر یہ بات پیدا ہوسکتی ہے ورنہ اگر صفات روح کا غلبہ نہ ہوتو اس نورافگنی کی تو وہ تاب بھی نہیں لاسکتا۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

گر زند بر خاک دائم تاب خور	آنچنان سوزد کہ ناید زو ثمر
اگر زمین پر ہمیشہ سورج کی شعاع پڑے	ایسی جل جائے کہ اس سے پھل نہ پیدا ہو

یعنی اگر خاک پر ہمیشہ خورشید تپش ڈالے تو وہ اس طرح جل جاوے کہ اس سے پھل نہ آوے مطلب یہ کہ اگر زمین پر سخت دھوپ ہی پڑتی رہے تو ظاہر ہے کہ تمام زمین جل کر سیاہ ہوجاوے اور پھر نہ اس میں کوئی درخت ہوسکے اور نہ کوئی پھل پیدا ہوسکے تو اسی طرح اگر ہر گھڑی اور ہر وقت تجلی ہی میں رہے تو وہ بھی جل جاوے اور پھنک جاوے اور وہ بھی اس کی تاب نہیں لاسکتا۔ آگے ایک دوسری مثال ہے کہ۔

دائم اندر آب کار ماہے است	مار را با او کجا ہمراہی است
ہمیشہ پانی میں رہنا' مچھلی کا کام ہے	سانپ کی اس کے ساتھ ہمراہی کہاں ہوسکتی ہے؟

یعنی ہمیشہ پانی میں رہنا مچھلی کا کام ہے سانپ کو اس کے ساتھ کب ہمراہی ہے مطلب یہ کہ جو اولیاء اللہ ہیں وہ ہر وقت مورد تجلی رہ سکتے ہیں اور ان کے اندر اس قدر تحمل ہوسکتا ہے ورنہ جو عوام ہیں وہ اس تجلی کو ہر وقت برداشت نہیں کرسکتے۔ آگے مکاروں کے مکر کو کھولتے ہیں کہ۔

لیک در کہ مارہائے پرفن اند	اندرین یم ماہیہا می کشند
لیکن پہاڑوں میں بہت سے پرفن سانپ ہیں	جو اس سمندر میں مچھلیوں کو مار رہے ہیں

یعنی لیکن پہاڑ میں بہت سے مکار سانپ ہیں جو کہ اس دریا میں مچھلی پن کرتے ہیں۔

مکر شان گر خلق راشیدا کند	ہم ز دریا تاسہ شان رسوا کند
ان کی مکاری' اگرچہ لوگوں کو فریفتہ کرتی ہے	(لیکن) دریا سے ان کی گھبراہٹ ان کو رسوا کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان کا مکر اگر مخلوق کو شیدا کرلے تو ان کا دریا سے گھبرانا ان کو رسوا کردے گا۔ مطلب یہ کہ بہت سے مکار ایسے ہیں جو کہ ظاہر میں صوفی صافی اور زاہد و متقی بنتے ہیں اور ہوتے ہیں مکار تو اگر ان کا مکر ایک دفعہ لوگوں کو اپنے جال میں پھنسا بھی لے گا لیکن جب شریعت کی کسوٹی پر رکھ کر ان کو پرکھا جاوے گا تو آخر ان کی قلعی کھل جاوے گی اور معلوم ہو جاوے گا کہ ان کی کیا حالت ہے کیونکہ شریعت پر ہر وقت عمل کرنے سے ان کا دل گھبراوے گا اس سے صاف معلوم ہو جاوے گا کہ ان کا تقوے اور زہد سب بناوٹ کا تھا۔

ذاندرین یم ماہیان توسن اند	مار را از سحر ماہی می کنند
اس سمندر میں قوی مچھلیاں ہیں	جو سانپ کو تدبیر سے مچھلی بنا دیتی ہیں

یعنی اور اس دریا میں بڑی زبردست مچھلیاں ہیں جو کہ سانپ کو جادو سے مچھلی بنا لیتی ہیں۔

گر تو ماری شو قرین ماہیاں	تا شوی چو ماہیان در یم رواں
اگر تو سانپ ہے' مچھلیوں کا ساتھی بن جا	تاکہ مچھلیوں کی طرح سمندر میں چلے

یعنی اگر تو سانپ ہے تو تو مچھلیوں کے قریب رہ تاکہ تو مچھلیوں کی طرح دریا میں روانہ ہو۔ مطلب یہ کہ جیسے کہ اس دنیا میں مکار بہت ہیں اسی طرح ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کہ عوام کو اولیاء اللہ بنا دیں تو اگر تم عوام میں سے ہو اور تم کو قرب حق حاصل نہیں ہے تو تم ان حضرات کے قرب و جوار میں رہو اس سے تم کو قرب حق نصیب ہو جاوے گا۔ آگے ان حضرات کی صفت کرتے ہیں کہ۔

ماہیان قعر دریائے جلال	بحر شان آموختہ سحر حلال
دریائے جلال کی گہرائی کی مچھلیاں	(کہ) سمندر نے ان کو حلال جادو سکھا دیا ہے

یعنی (وہ) دریائے جلال کے گڑھے کی مچھلیاں ہیں اور دریا نے ان کو سحر حلال سکھا دیا ہے۔

بس محال از تاب ایشان حال شد	نحس آنجا رفت و نیکو فال شد
بہت سے محال ان کی طاقت سے واقعہ بن گئے ہیں	منحوس وہاں پہنچا ہے اور نیک بخت بن گیا ہے

یعنی بہت سے ناممکن امور ان کے فیض سے ممکن ہو گئے منحوس اس جگہ گیا اور نیک فال ہو گیا۔

زہر آنجا رفت و شکر شد یقین	سنگ آنجا رفت گوہر شد ثمین
وہاں زہر گیا ہے اور یقیناً شکر بن گیا ہے	وہاں پتھر گیا ہے اور قیمتی جوہر بن گیا ہے

یعنی وہاں زہر گیا اور یقیناً شکر ہو گیا اور وہاں پتھر گیا اور قیمتی موتی ہو گیا۔

خاک زر شد سنگ گوہر پائے سر	می نہ بیند جز بشر چشم بشر
خاک سونا' پتھر جوہر' پاؤں سر بن ہو گیا ہے	انسان کی آنکھ ان کو سوائے بشر کے کچھ نہیں سمجھتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی خاک سونا ہو گئی اور پتھر موتی ہو گیا اور پاؤں سر ہو گیا اور چشم انسان سوائے بشر کے کسی کو نہیں دیکھتی۔ مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات دریائے جلال حق کے مچھلیاں ہیں اور حق تعالیٰ نے ان کو ایسا تصرف عطا فرمایا ہے کہ بعض اوقات کسی کے اوپر ایسی نظر ہوتی ہے کہ وہ کام کا بن جاتا ہے تو چاہئے کہ ان حضرات سے لگا رہے ایک نہ ایک دن کچھ نہ کچھ ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے کہ ان حضرات کی برکت و تصرف سے بہت سی ناممکن چیزیں وجود میں آ گئیں۔ اور زہران کی برکت سے شکر کی طرح خوشگوار بن گیا۔ علیٰ ہذا اور چیزیں کہ وہ مضر تھیں لیکن ان حضرات کی برکت سے وہی چیزیں بے ضرر بلکہ مفید بن گئیں لیکن جس کو صفات روح حاصل نہیں ہیں اور صرف بشر ہی ہے وہ تو ان کے اندر کسی اور شے کو نہ دیکھے گا بلکہ وہ تو صرف ان کی صفت بشریت ہی پر نظر رکھے گا۔ اس کو کسی بات کی بھی ان کے کمالات میں سے خبر نہ ہوگی۔ جیسے کہ کفار کہا کرتے تھے کہ یہ نبی کیسے ہیں جیسے ہم ہیں ویسے ہی یہ ہیں کھانا کھاتے ہیں پانی پیتے ہیں تو ان کو سوائے اس کے اور ان کے کمالات باطنی نظر ہی نہ آتے تھے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

تا قیامت گر بگویم زین کلام	صد قیامت بگزرد وین ناتمام
اگر میں یہ بات قیامت تک بیان کروں	سو قیامتیں گزر جائیں گی اور یہ ناتمام رہے گی

یعنی اگر میں اس کلام کو قیامت تک بیان کروں تو سینکڑوں قیامتیں گزر جاویں اور یہ ناتمام ہی ہو۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کی صفات اگر ہم قیامت تک بھی بیان کریں تب بھی ختم نہیں ہو سکتیں۔ لہذا اب ہم ان کے بیان کو بند کرتے ہیں اب مولانا کو یہ خیال آیا کہ ممکن ہے کہ کسی کو ان کا سننا ناگوار ہو اور سمجھے کہ یہ مضامین تو بارہا بیان ہو چکے ہیں اور پھر ان ہی کو بیان کرنے لگتے ہیں اور اس لئے کوئی اکتاوے تو آگے ان آداب کو بیان فرماتے ہیں جن کا لحاظ رکھنا مرید کو شیخ کا کلام سننے کے وقت ضروری ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا عقول ناقصہ کا ادنیٰ اور روح کا اعلیٰ ہونا دوسرے انداز سے بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولاً مقدمہ کے طور پر یہ سمجھو کہ جب مجتہد کے پاس نص ہوتی ہے تو اس صورت میں وہ قیاس نہیں کرتا اور جبکہ اس کو نص نہیں ملتی اس وقت قیاس سے ایک شے کا حکم دوسرے کے لئے ثابت کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نص قیاس سے فائق اور مجتہد اس حالت میں جبکہ وہ نص رکھتا ہو خود اپنے سے اعلیٰ ہے بحالیکہ وہ قیاس کرے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ نص وہ الہام ہے جو ارواح کاملہ کو ہوتا ہے پس لامحالہ عقل جزوی کا استنباط اس سے ادنیٰ ہوگا اور روح کامل عقل ناقص سے اعلیٰ ہوگی۔ وہذا ہو المدعی۔ نیز عقل کو جو کچھ ادراک و شوکت حاصل ہے وہ روح ہی کی بدولت ہے پس روح اس کی محکوم کیسے ہو سکتی ہے اور جبکہ عقل روح کی محکوم ہے تو اس کو روح سے کیا نسبت۔ اس سے بھی ارواح کاملہ کا تفوق بر عقول ناقصہ واضح ہو گیا۔ عقل روح میں تصرف نہیں کرتی بلکہ روح خود

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل میں تاثیر کرتی ہے جس کے باعث عقل تدبیر کرتی ہے اب مولانا عقل کو مخاطب کر کے اس کی کمی کو ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عقل اگر روح نے جو کہ مثل نوح ہے نوح کی طرح تیرے اندر تاثیر کی ہے اور تجھے کسی قدر اپنے رنگ میں رنگا ہے تو اس سے تو اس کی ہمسری کا دعویٰ نہ کرنا کیونکہ دریا کشتی اور طوفان نوح یعنی وہ اسباب و علامات کہاں ہیں جن سے تو نوح و روح کی ہمسری کی مستحق ہو۔ یہاں ایک اور بات بتلا دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جب روح عقل میں تاثیر کرتی ہے تو وہ اس اثر ہی کو روح سمجھ جاتی ہے لیکن یہ اس کی غلطی ہے اثر اور شے ہے موثر دوسری شے۔ نور آفتاب اور قرص آفتاب میں بہت فرق ہے۔ اب مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تمہیں معلوم ہوگیا کہ اثر اور چیز ہے اور موثر اور۔ اور آفتاب اور ہے اور اس کا نور اور۔ اسی وجہ سے سالک نے آثار قدرت حق پر قناعت نہیں کی اور ذات کا طالب ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ آثار قدرت سے ذات تک پہنچ گیا کیونکہ یہ نور یعنی آثار قدرت جو عالم میں ہیں فانی ہیں اور ہمیشہ رہنے والے نہیں ہیں نیز جو شخص کہ قرص خورشید میں اپنا مسکن بنالیتا ہے اور فنا فی اللہ ہو جاتا ہے وہ ہمیشہ نور میں غرق رہتا ہے نہ ابر اس کی رہزنی کر کے اسے اس نور سے جدا کر سکتا ہے نہ غروب۔ غرضکہ وہ مفارقت سے جس کا نتیجہ سینہ کوبی ہے چھوٹ جاتا ہے یعنی کوئی مانع اس کو حق سبحانہ سے محجوب نہیں کر سکتا۔ لہٰذا وہ وصال ابدی سے متمتع ہوتا ہے۔ ایسا شخص یا تو وہ ابتداء ہی ملکوتی الاصل ہوتا ہے یا کسب سے اس کو یہ کمال حاصل ہوتا ہے اور ابتداءً وہ ناسوتی الاصل ہوتا ہے پھر کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور یہ ہم نے کیوں کہا کہ اس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خاک رہ کر اس کو یہ صفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ خاک میں اتنی قوت نہیں ہے کہ ہمیشہ آفتاب حقیقی کی شعاعوں کو برداشت کر سکے۔ آفتاب حقیقی کی تو شان ارفع و اعلیٰ ہے اگر یہ آفتاب ظاہری بھی اس پر ہمیشہ اپنی شعاعیں ڈالتا رہے تو وہ یوں بھسم ہو جاوے کہ اس سے قابلیت انبات جاتی رہے نیز حق سبحانہ گویا کہ ایک بحر ہیں اور سمندر میں ہمیشہ مچھلی ہی رہ سکتی ہے جو کہ مائی الاصل ہے سانپ جو کہ خاکی الاصل ہے اس میں نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ بھی ایک دلیل ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خاکی اپنی اصل پر رہ کر کمال مذکور حاصل نہیں کر سکتا تم کو یہ تو معلوم ہوگیا کہ سانپ جو کہ خاکی الاصل ہے سمندر میں نہیں رہ سکتا جس کا مطلب یہ تھا کہ خاکی الاصل میں جب تک کہ اس کی کایا پلٹ نہ ہو وصال حق سبحانہ کی قابلیت نہیں لیکن اتنا اور معلوم کر لینا چاہئے کہ وہ عالم میں بڑے بے چالاک سانپ پڑے ہوئے ہیں جو اس بحر حقیقی کی مچھلی ہونا ظاہر کرتے ہیں یعنی بہت سے بنے ہوئے لوگ ہیں جو اپنے کو مقرب حق سبحانہ ظاہر کرتے ہیں مگر ان کا دھوکہ چل نہیں سکتا۔ کیونکہ اگر وہ مخلوق کو اپنے پھندے میں لے بھی آئیں گے تو کیا ہے پانی سے ان کی وحشت ان کی حقیقت کھول دے گی۔ یعنی ان سے افعال و اقوال و احوال ایسے صادر ہونگے جن سے ارباب بصیرت ان کی بناوٹ کو سمجھ جاویں گے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی جان لو کہ جہاں یہ بنے ہوئے لوگ ہیں وہیں حقیقی اور سچے اہل اللہ بھی ہیں تم سب کو ایک لکڑی سے نہ ہانکنا۔ یہ لوگ ایسے کامل ہیں کہ اپنے اثر سے نااہلوں کو اہل محجوبین کو عارف سانپوں کو مچھلی بنا سکتے ہیں پس اگر تو سانپ یعنی محجوب ہے تو ان مچھلیوں

www.besturdubooks.wordpress.com

(اہل اللہ) سے قریب ہوتا کہ تو بھی ان کی فیض صحبت سے دریا میں چلنے کے قابل اور وصل حق سبحانہ کے لائق ہو سکے۔ یہ لوگ جو بحر جلال کی تہ تک پہنچنے والی مچھلیاں ہیں ان کو بحر حقیقی (حق سبحانہ) نے حلال جادو تعلیم فرمایا ہے جس سے وہ قلب ماہیت کر سکتے ہیں پس ان کے پرتو سے وہ چیز جو بادی النظر میں محال معلوم ہوتی ہے متحقق بالفعل ہو جاتی ہے اور وہاں منحوس بھی جا کر سعید ہو جاتا ہے وہاں زہر شکر ہو جاتا ہے پتھر وہاں پہنچ کر ایک قیمتی موتی ہو جاتا ہے وہاں مٹی سونا اور پتھر موتی اور پاؤں سر ہو جاتا ہے۔ غرضکہ کامل کا یا پلٹ ہو جاتی ہے باوجودیکہ یہ لوگ ایسے صاحب کمال ہیں مگر عوام ان کو اپنی ہی مثل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں ان ھذا الا بشر مثلنا خیر یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہ ہوگی اگر قیامت تک بھی میں تفصیل کرتا رہوں گا۔ تب بھی ناتمام ہی رہے گی لہذا اس کو ختم کرنا چاہئے۔

شرح شبّیری

شیخ کی زبان سے حکمت فیضان کے وقت سننے والوں اور مریدوں کے لئے آداب

بر ملولان این مکرر کردن است	نزد من عمرے مکرر بردن است
تنگدلوں پر یہ مکرر کرنا ہے	میرے نزدیک دو بار زندگی حاصل کرنا ہے

یعنی اکتانے والوں پر یہ مکرر کہنا ہے اور میرے نزدیک ایک عمر دوبارہ لے جانا ہے۔ مطلب یہ کہ لوگ ان مضامین کو مکرر سمجھ کر ان سے اکتاتے ہیں اور میرے نزدیک ان سے ایسا نشاط ہوتا ہے کہ گویا کہ ایک جدید عمر حاصل ہوگئی اور نئی زندگی مل گئی۔

شمع از برق مکرر بر شود	خاک از تاب مکرر زر شود
شمع مکرر نور سے اونچی ہوتی ہے	مٹی مکرر گرمی سے سونا بن جاتی ہے

یعنی شمع دوبارہ روشن کرنے سے بڑھتی ہے اور خاک مکرر تپش سے سونا ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر شمع کو بار بار جلاتے رہو اور اس میں دیا سلائی لگاتے رہو تو اس کی روشنی زیادہ ہی ہوگی کم تو ہونے سے رہی۔ علے ہذا خاک پر جب بار بار آفتاب کی تپش پڑتی ہے تو دیکھو وہ سونا ہو جاتی ہے تو اسی طرح ان مضامین کی تکریر سے قلب میں نورانیت زیادہ ہوتی ہے اب آگے ایک عام قاعدہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر ہزاران طالب اند و یک ملول	از رسالت باز می ماند رسول
اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک رنجیدہ	پیغام پہنچانے سے رسول رک جاتا ہے

یعنی اگر ہزاروں طالب ہوں اور ایک اکتانے والا ہو تو رسالت سے رسول باز رہ جاتا ہے مطلب یہ کہ اگر مجمع میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک اکتانے والا ہو اور ہزاروں سائل ہوں تو اس اکتانے والے کا اثر پڑتا ہے اور وہ رسالت سے عاجز ہو جاتا ہے۔

این رسولان ضمیر و راز گو	مستمع خواہند اسرافیل خو
یہ دل کے پیغام رساں اسرار بیان کرنے والے	(حضرت) اسرافیل کی عادت والا سننے والا چاہتے ہیں

یعنی یہ دل راز گو کے رسول۔ سننے والا اسرافیل کی خصلت کا چاہتے ہیں مطلب یہ کہ یہ جو اولیاء اللہ ہیں جو کہ دل راز گو کے رسول ہیں اور اس کے رازوں کو ظاہر کرتے ہیں یہ بھی یوں چاہتے ہیں کہ ہماری باتوں کا سننے والا ایسا مستعد ہو کہ ہمہ تن ہماری ہی طرف متوجہ رہے۔

نخوتے دارند و کبرے چون شہان	چاکری خواہند از اہل جہان
وہ شاہوں کی سی نخوت اور بڑائی رکھتے ہیں	دنیا داروں سے خدمتگاری چاہتے ہیں

یعنی ایک نخوت اور کبر بادشاہوں کی طرح رکھتے ہیں اور اہل جہان سے ملازمت چاہتے ہیں۔

تا ادبہا شان بجاگہ ناوری	از رسالت شان چگونہ برخوری
جب تک تو ان کے ادب بجا نہ لائے	ان کے پیغام سے تو کیسے فائدہ اٹھائے گا؟

یعنی جب تک کہ ان کے آداب کو تو بجا نہ لاوے گا ان کی رسالت سے کس طرح پھل کھاوے گا۔

کے رسانند آن امانت را بتو	تا نہ باشی پیش شان راکع دوتو
تجھے وہ امانت کب پہنچائیں گے؟	جب تک کہ ان کے سامنے رکوع میں دہرا نہ ہو جائے

یعنی وہ امانت کو تجھ تک کب پہنچاویں گے جب تک کہ تو ان کے آگے دوہرا نہ جھکے گا۔ مطلب یہ ہے کہ اہل اللہ جب اپنا فیض پہنچاتے ہیں تو ان کا دل یہ چاہتا ہے کہ کوئی سننے والا ہو کہ بس ہمہ تن گوش ہو جاوے اور ان کے پاس جو طالب ہو کر جاوے اس کی آزمائش اور طلب کے دیکھنے کے لئے وہ اول اول ظاہراً نخوت اور تکبر کرتے ہیں اور استغناء سے کام لیتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کس کو طلب ہے جو کہ باوجود ہماری اس قدر بے رخی کے بھی لپٹے بس وہ اس خدمت کے طلبگار ہیں جو کہ طلب پر دلالت کرے اور جس وقت تک کہ طلب معلوم نہ ہو گی اس وقت تک وہ اس امانت کو جس کو وہ اپنے اندر لئے ہوئے ہیں تم تک نہ پہنچاویں گے وہ اپنی خدمت کے طلبگار نہیں ہوتے ان میں تکبر نہیں ہوتا ہاں اول طلب دیکھتے ہیں اور یہی ان کے آداب میں سے ہے کہ اول طلب پیدا کر لو پھر دیکھئے ان کے آداب وہ نہیں ہیں جیسے کہ اور لوگوں کے آداب ہوتے ہیں بلکہ ان کے آداب میں سے تو یہی ہے کہ اول طلب پیدا ہو جاوے۔ بس پھر کوئی غم نہیں ہے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہر ادب شان کے ہمی آید پسند	کامدند ایشان زایوان بلند
ان کو ہر ادب کب پسند آئے گا	کیونکہ وہ اونچی بارگاہ سے آئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہر ادب ان کو پسند نہیں آتا۔ کیونکہ وہ ایوان بلند سے آئے ہیں۔

نے گدایانند کز ہر خدمتے	از تو دارند اے مزور منتے
وہ محتاج نہیں ہیں کہ ہر خدمت سے	اے فریبی وہ تیرے احسان مند ہوں

یعنی وہ فقیر نہیں ہیں کہ ہر خدمت کی وجہ سے اے طالب وہ تیرا احسان لیں۔ مطلب یہ کہ ان کے لئے ہر ادب کافی نہیں کہ بعضے لوگ ان کے ساتھ تکلف کا برتاؤ کرتے ہیں تو ان کو یہ ادب پسند نہیں آتا بلکہ ان کو تو وہی ایک خدمت کہ جس سے طلب معلوم ہو جاوے پسند ہے وہ کوئی فقیر تو ہیں نہیں کہ جو اس کی عمر بھر کسی نے خدمت نہ کی ہو تو وہ ذراسی خدمت سے بھی تمہارا ممنون ہو ان کی خدمت تو جب تک ان کی مرضی کے موافق نہ ہو گے وہ ہرگز خوش نہیں ہو سکتے لہذا چاہئے کہ اہل اللہ کی خدمت اسی طرح کریں جس سے ان کو راحت ہو اور جو خدمت کہ ان کو پسند آوے ورنہ ایسی خدمت سے کیا فائدہ کہ جس سے ان کو الٹی کوفت ہو غرضکہ ان کے کلام کے وقت کا ادب بھی ہے کہ ہمہ تن گوش ہو جاؤ۔ اب یہ قاعدہ تو اس امر کو مقتضی تھا کہ مولانا آگے کچھ نہ بیان کریں کیونکہ لوگ اکتانے لگے ہیں مگر مولانا اپنے نفس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

لیک بابے رغبتہائے ضمیر	صدقہ سلطان بیفشان وامگیر
لیکن دل کی بے رغبتوں کے باوجود	شاہی خیرات بکھیر دے بند نہ کر

یعنی لیکن باوجود قلوب کی بے رغبتی کے صدقہ سلطان نثار کرو اور سمیٹو مت۔ مطلب یہ کہ باوجود بے رغبتی کے بھی علوم ربانی کے بیان کو بندمت کرو اور بیان کرو۔

اسپ خوردان اے رسول آسمان	در ملولان منگر واندر جہان
اے آسمانی قاصد! اپنا گھوڑا دوڑا دے	بے رغبت لوگوں اور دنیا کو نہ دیکھ

یعنی اے رسول آسمانی اپنا گھوڑا اچلاؤ۔ اکتانے والوں میں اور جہاں میں مت دیکھو کیونکہ۔

فرخ آن تر کے کہ استیزہ نہد	اسپش اندر خندق آتش جہد
مبارک ہے وہ شہسوار جو اختلاف کو (بالائے طاق)	اس کا گھوڑا آگ کی خندق کو دجائے

یعنی مبارک ہے وہ سوار جو کہ لڑائی رکھے (باوجودیکہ) اس کا گھوڑا آگ کی خندق میں کودے۔

گرم گرداند فرس را آنچناں	کہ کند آہنگ اوج آسمان
وہ گھوڑے کو ایسا گرم کر دے	کہ وہ آسمان کی بلندی کا قصد کرے

یعنی گھوڑے کو ایسا گرم کرے کہ وہ بلندی آسمان کا قصد کرے۔ مطلب یہ کہ اے رسول غیبی تم اپنے فیوض کو روکومت اور باوجود لوگوں کی بے رغبتی کے بیان کرتے رہو کیونکہ اصل سوار تو وہی ہے کہ باوجودیکہ گھوڑا خندق آتش

www.besturdubooks.wordpress.com

میں جارہا ہے لیکن اس پر جماز ہے تو بس تم بھی ان لوگوں کی بے رغبتی اور ملال کو مت خیال کرو۔ بلکہ تم بیان کرتے رہو کیونکہ یہ تو صدقہ سلطانی ہے پھر کیوں کسی سے دریغ رکھتے ہو تم تو سب کو دو اب جس کا دل چاہے لے اور جو محروم رہے اس کور ہے دو اس کی وجہ سے اور حقداروں کو کیوں محروم کیا جاوے تمہاری تو یہ حالت ہونی چاہئے کہ۔

چشم را از غیر و غیرت دوختہ	ہمچو آتش خشک و تر را سوختہ
بیگانے اور غیرت سے آنکھ بند کر لی ہو	خشک اور تر کو آگ کی طرح جلا دیا ہو

یعنی غیر اور غیرت سے آنکھ کو سی کر آگ کی طرح خشک و تر سب کو آگ لگائے ہوئے۔

گر پشیمانی برد عیبے کند	آتش اول در پشیمانی زند
اگر پشیمانی اس کی عیب گیری کرے	پہلے پشیمانی ہی میں آگ لگا دے

یعنی مگر پشیمانی لے جاوے تو ایک عیب کرتا ہے۔ اول تو پشیمانی ہی میں آگ لگا دے۔

خود پشیمانی نہ روید از عدم	چون بہ بیند گرمی صاحب قدم
خود پشیمانی ہی عدم سے وجود میں نہیں آتی ہے	جبکہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھتی ہے

یعنی خود پشیمانی عدم سے پیدا نہیں ہوتی ہے جبکہ وہ صاحب قدم کی گرمی کو دیکھ لیتی ہے۔ مطلب یہ کہ رسول حق کی تو یہ حالت ہونی چاہئے کہ وہ غیر حق سے اور غیرت سے سب سے آنکھ کو بند کرے بس خدا کے واسطے سارے کام کرے اور یہ نہ سوچے کہ کسی کو نفع ہوا ہے یا نہیں کہ اسی سے تو پشیمانی ہوگی کہ افسوس ہم نے فضول ہی محنت کی۔ بس یہ سمجھے کہ یہ کام خدا کے لئے کر رہے ہیں اور خدا ثواب دیگا تو پھر خواہ کوئی سنے یا نہ سنے ثواب ملے ہی گا۔ پھر پشیمانی کیسی بلکہ جب کوئی سرگرمی سے کام میں لگا ہوا ہو تو پھر اس کے پاس پشیمانی بھی نہیں آتی۔ پشیمانی بھی ان ہی کے پاس آتی ہے جو کہ ڈھل مل یقین ہوتے ہیں خوب سمجھ لو۔ بس کام میں لگے رہو اور خوب علوم و معارف کو بیان کرو کسی کے سننے نہ سننے کی پرواہ مت کرو کہ تمہارا کام پہنچانا ہے اور خدا اس کام کو اجر دے گا وہ ہر وقت میں تم کو ملے گا خواہ کوئی سنے یا نہ سنے۔ خوب سمجھ لو۔ اب یہاں کسی کو شبہ ہوا کہ بھلا پشیمانی کی کیا خبر کہ یہ سرگرمی سے کام میں لگا ہوا ہے اور یہ لاپروائی سے جو وہ ان دونوں میں فرق کریگی اور سرگرمی والے کے پاس نہ آوے گی اور دوسرے کے پاس آوے گی آگے اسی کا جواب ہے۔

خلاصہ جواب کا یہ ہے کہ دیکھو حیوانات باوجود غیر ذوی العقول ہونے کے اپنے دشمنوں کو پہچانتے ہیں اور دشمن دوست میں فرق کرتے ہیں تو اسی طرح پشیمانی بھی جانتی ہے اور سرگرم رہ رو کو اور غیر کو خوب جانتی ہے۔ خوب یاد رکھو۔ اب آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

قد تم الربع الثالث من الدفتر الثالث من المثنوی المعنوی وللہ الحمد

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔لوگ ان مضامین کو بار بار سن کر اکتا گئے ہیں اس لئے ختم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے لیکن گو اکتانے والوں کو تو مکرر معلوم ہوتا ہے مگر مجھے اس سے بار بار حیات تازہ حاصل ہوتی ہے۔تم تعجب نہ کرنا کہ تکرار تازہ حیات کا سبب کیونکر ہو سکتی ہے اس لئے محسوسات میں بھی اس کی نظیر موجود ہے اس لئے کہ شمع لگاتار روشنی سے زیادہ اونچی یا روشن ہوتی ہے اور آفتاب کی گرمی کے لگاتار پہنچنے سے مٹی سونا ہو جاتی ہے یہ سب کچھ ہے لیکن اگر سو طالب ہوں اور ان میں ایک برداشتہ خاطر ہو تو قاعدہ ہے کہ ولی جو مضامین الہامیہ کو پہنچاتا ہے اس کی طبیعت رک جاتی ہے اور وہ مضامین بیان نہیں کر سکتا۔اور راز اس کا یہ ہے کہ یہ پیغام بر جو اسرار الٰہیہ کے بیان کرنے والے اہل دل ہیں یہ چاہتے ہیں کہ سننے والا یوں ہمہ تن گوش ہو جیسے اسرافیل حکم نفخ سننے کے لئے ہمہ تن گوش کھڑے ہیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کے دماغ شاہانہ ہوتے ہیں اور یہ نہایت غیور ہوتے ہیں اس لئے شائبہ ذلت کو بھی پسند نہیں کرتے اور یہ چاہتے ہیں کہ لوگ ہمارے محتاج ہوں اور غلامانہ برتاؤ کریں بس جب تک تم ان کا پورا پورا ادب نہ بجالاؤ گے اس وقت تک تم ان کی پیغامبری سے متمتع نہیں ہو سکتے۔اور جب تک تم ان کے سامنے نہ جھکو گے اس وقت یہ امانت خداوندی تم کو نہیں دے سکتے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ ہر ادب بھی ان کو پسند نہیں ہے کیونکہ یہ تو بڑے قصر شاہی سے آئے ہیں اس لئے ان کا دماغ بھی نہایت عالی ہے لہذا ممکن ہے کہ ایک شے کو تم ادب سمجھو مگر ان کے نزدیک وہ بے ادبی ہو۔اس لئے ادب وہ ہونا چاہئے جس کو وہ ادب سمجھیں یہ لوگ کچھ بھیک مانگنے والے نہیں ہیں کہ جو خدمت تم کرو وہ شکر کے ساتھ اس کو قبول کر لیں بلکہ یہ نہایت مستغنی ہیں اس لئے خدمت ان کی مرضی کے موافق ہونی چاہئے۔یہاں تک پہنچ کر پھر مولانا کو جوش ہوا اور فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین مانا کہ لوگ ملول ہیں اس لئے آپ کا جی نہیں چاہتا کہ اسرار بیان کریں لیکن آپ خدا کے لئے اوپرے ہی دل سے بیان کیجئے مگر بیان کیجئے اسرار کو روکئے نہیں اور اے آسمانی قاصد آپ اپنا کام کئے جایئے اور جہان اور اہل جہان پر نظر نہ کیجئے مبارک ہے وہ شہسوار کہ لڑائی قائم کرے اور اپنے گھوڑے کو آگ کی خندق میں ڈال دے اور اپنے گھوڑے کو اس قدر تیز کرے کہ قلعہ تو قلعہ آسمان پر پہنچنے کا قصد کرے۔یعنی کیا کہنا ہے اس ولی کا جو تمام موانع کو اٹھا کر اپنے کام میں مصروف رہے۔نہ غیر اللہ کو خاطر میں لائے اور نہ غیرت ناقدر دانی کو کام میں لائے بلکہ آگ کی طرح درجہ توجہ میں تمام ماسوی اللہ کو جلا ڈالے اور کسی پر بھی نظر نہ کرے۔اگر ناقدر دانی کے سبب پشیمانی اس پر ملامت کرے اور کہے کہ تو نے ان ناقدر دانوں کے سامنے یہ گفتگو کیوں کی تو سب سے پہلے اس پشیمانی ہی کو آگ لگائے یہ گفتگو بطور فرض وتقدیر کے ہے ورنہ جب حق سبحانہ کو مطمح نظر بنا لیا جاوے گا اور پشیمانی اس قدیم الذات والصفات کے جلال پر نظر کرے گی تو وہ عدم سے وجود ہی میں نہ آئے گی۔کیونکہ حق سبحانہ تو

www.besturdubooks.wordpress.com

پشیمانی کے دشمن ہیں اور ہر چیز اپنے دشمن کو پہچانتی ہے لہذا ناممکن ہے کہ کسی کے اپنے کسی فعل میں حق سبحانہ مطمح نظر ہوں اور اس فعل پر شیمانی ہو یہ توجیہ اس وقت ہے جبکہ صاحب قدم کو بکسر قاف پڑھا جاوے لیکن اگر اس کو بفتح قاف پڑھا جاوے تو معنی یہ ہونگے کہ جب اس تیز رفتار بزرگ کی مستعدی کو دیکھے گی تو پشیمانی وجود ہی میں نہ آوے گی آگے اس کی تائید ہے کہ ہر شے اپنے دشمن کو پہچانتی ہے اور فرماتے ہیں اسپ داند بانگ وبوئے شیر رالخ۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً

ربع چہارم دفتر ثالث کلید مثنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح شبّیری

ہر حیوان کا اپنے دشمن کو پہچاننا اور اس شخص کے خسران کا بیان کہ ایسے شخص سے دشمنی کرے کہ اس سے حذر ممکن نہ ہو اور نہ اس سے الگ ہونا ممکن ہو

اسپ داند بانگ و بوئے شیر را	گرچہ حیوانست الاّ نادرا
گھوڑا شیر کی آواز اور بو کو جانتا ہے	اگرچہ جانور ہے مگر بہت کم

یعنی گھوڑا اگرچہ حیوان ہے (مگر) شیر کی بو اور اس کی آواز کو جانتا ہے مگر نادر یعنی شاذ و نادر ایسا ہوتا ہے کہ وہ نہ پہچان سکے ورنہ اکثر پہچان لیتا ہے۔

بل عدوئے خویش را ہر جانور	خود بد انداز نشان و از اثر
بلکہ ہر جانور اپنے دشمن کو	علامت اور نشان سے پہچان لیتا ہے

یعنی بلکہ اپنے دشمن کو ہر جانور خود نشان و اثر سے جان لیتا ہے۔

روز خفاشک نیارد بر پرید	شب برون اید چو دزدان جرید
چمگادڑ دن میں نہیں اڑ سکتی ہے	رات کو اکیلے چوروں کی طرح نکلتی ہے

یعنی خفاش دن کو نہیں اڑ سکتی ہے ہاں رات کو چوروں کی طرح باہر آتی ہے یعنی دیکھو خفاش نے بھی اپنی ضد اور مخالف کو پہچان لیا آگے اس سے انتقال فرماتے ہیں کہ

از ہمہ محروم تر خفاش بود	کہ عدوئے آفتاب فاش بود
سب سے زیادہ محروم چمگادڑ ہے	کیونکہ وہ روشن سورج کی دشمن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سب سے زیادہ محروم خفاش ہے کہ وہ دشمن آفتاب ظاہر کی ہے۔

نے تو اندر در مصافش زخم خورد	نے بہ نفرین تا ندش مقہور کرد
نہ تو میدان میں اس کا مقابلہ کر سکتی ہے	نہ نفرت کی وجہ سے اس کو مغلوب کر سکتی ہے

یعنی نہ تو اس کی مصاف میں زخم کھا سکتی ہے اور نہ نفرت سے اس کو چھوڑ سکتی ہے یعنی اس نے ایسے سے مخالفت کی کہ نہ اس پر غالب آ سکے اور نہ اس سے متنفر ہو کر اس کو کہیں نکال سکے۔ بلکہ بیچاری خود ہی اس سے محروم رہتی ہے۔

آنکہ آن خورشید از احسان وجود	بر نہ در اندز قہرش تار و پود
پھر بھی وہ سورج احسان اور سخاوت کی وجہ سے	غصہ سے اس کا تانا بانا نہیں پھاڑتا ہے

یعنی اس وقت وہ خورشید احسان وجود کی وجہ سے اس کا تانا بانا اس پر غصہ کی وجہ سے الگ نہیں کرتا۔ یعنی اس کا حلم دیکھئے کہ باوجود اس کی نفرت اور مخالفت کے وہ اس کو کچھ بھی نہیں کہتا۔

آفتابے کے بگرداند قفاش	از برائے غصہ و قہر خفاش
سورج اپنا رخ کب موڑتا ہے؟	چمگادڑ کے غصہ اور غضب کی وجہ سے

یعنی آفتاب اپنی قفا کو خفاش کے غصہ اور قہر کی وجہ سے کب پھراتا ہے۔ (بلکہ)

غایت لطف و کمال او بود	ورنہ خفاشش کجا مانع شود
(یہ) اس کا انتہائی کرم اور کمال ہے	ورنہ چمگادڑ کہاں اس کو روک سکتی ہے؟

یعنی یہ اس کا غایت لطف و کمال ہے ورنہ خفاش اس کو کہاں مانع ہو۔ یعنی آفتاب جو غروب در روپوش ہوتا ہے یہ اس لئے نہیں کہ وہ اس خفاش سے کوئی نفرت رکھتا ہے یا وہ اس کا دشمن ہے بلکہ بات یہ ہے کہ اپنی لطف و کرم کی وجہ سے وہ الگ ہو جاتا ہے تاکہ یہ بھی باہر نکل کر پھر پھرائے ورنہ کہاں خفاش اور کہاں آفتاب۔

دشمن ار گیری بحد خویش گیر	تا بود ممکن کہ گردانی اسیر
اگر تو دشمن بنائے تو اپنے رتبہ کے اعتبار سے بنا	تاکہ یہ ممکن ہو کہ تو اس کو قابو میں کر لے

یعنی دشمن اگر اختیار کرو تو اپنی حد کے موافق اختیار کرو تاکہ یہ ممکن ہو کہ تم اس کو قید کر لو۔

قطرہ با قلزم کہ استیزہ کند	ابلہ است و ریش خود برمی کند
قطرہ جب سمندر سے دشمنی کرے	وہ بیوقوف ہے اپنی داڑھی نوچتا ہے

یعنی قطرہ دریائے قلزم کی ساتھ جو لڑائی کرے تو وہ بیوقوف ہے اپنی داڑھی اکھاڑتا ہے یعنی یہ بیوقوف خود ہی ہلاک ہوگا۔

حیلت او از سبالش نگذرد	حجر و حلق قمر چون بردرد
اس کی تدبیر اس کی مونچھوں سے آگے نہیں بڑھتی ہے	چاند کا گلا اور سینہ وہ کیسے پھاڑ سکتی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کا حیلہ اس کی مونچھ سے تجاوز نہیں کرتا تو حجرہ اور حلق قمر کا کیونکر پھاڑے گا یعنی جیسے کہ مثل مشہور ہے کہ بھیڑ کی لات گھٹنے تک۔ اسی طرح ان کا حیلہ ان ہی تک ہے آگے یہ آفتاب یا قمر تک کیا پہنچ سکتے ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

باعدو آفتاب این بد عتاب	اے عدو آفتاب آفتاب
یہ گفتگو تو سورج کے دشمن سے تھی	اے سورج کے دشمن!

یعنی عدو آفتاب سے (ہمارا) یہ عتاب تھا تو اے آفتاب آفتاب کے عدو (تیرا کیا حال ہوگا) یعنی تو جو عدو حق ہے تیرا کیا حال ہوگا جبکہ آفتاب ظاہری کے عدو کی یہ حالت ہے۔

اے عدو آفتابے کز فرش	می بلرزد آفتاب و اخترش
اے اس سورج کے دشمن جس کی شان و شوکت سے	سورج اور اس کے ستارے لرزتے ہیں

یعنی اے عدو اس آفتاب کے کہ اس کے دبدبہ سے آفتاب اور اس کے ستارے سب کانپتے ہیں۔

تو عدو او نۂ خصم خودی	چہ غم آتش را کہ تو ہیزم شدی
تو اس کا دشمن نہیں ہے اپنا دشمن ہے	آگ کو کیا فکر ہے جبکہ تو ایندھن ہو گیا ہے

یعنی تو اس کا عدو نہیں ہے اپنا دشمن ہے آگ کو کیا غم اگر تو لکڑی ہو جاوے یعنی اگر تو اس کا دشمن ہو جاوے اور اپنے کو ہلاک کرنے لگے تو اس کو کیا غم ہے۔

اے عجب از سوزشت او کم شود	یا ز درد و غصہ ات پر غم شود
تعجب ہے اگر تیرے جلنے سے وہ کم ہو جائے	یا تیرے درد اور غصہ سے وہ غمگین ہو

یعنی تعجب ہے کہ تمہاری سوزش سے وہ کم ہو یا تمہارے درد و مصیبت سے وہ پر غم ہو۔ مطلب یہ کہ اس کو اصل میں تو کوئی پرواہ نہ تھی مگر اس کی رحمت اس کو متقاضی ہے کہ وہ تمہاری درد مصیبت پر رحم کرے مگر اس کا رحم ایسا نہیں ہے جیسا کہ آدمی کا ہوتا ہے کہ اس کے اندر انفعال ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ حق تعالیٰ کے یہاں فضل تو ہے مگر انفعال نہیں ہے وہ خود متاثر نہیں ہوتے آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

رحمتش نے رحمت آدم بود	کہ مزاج رحم آدم غم بود
اس کی رحمت، انسان کی رحمت نہیں ہے	انسان کی رحمت کی ملاوٹ غم ہوتا ہے

یعنی اس کی رحمت آدمی کی رحمت نہیں ہوتی کیونکہ آدمی کے رحم کا مزاج تو غم ہوتا ہے یعنی انسان کی رحمت تو بعد انفعال کے ہوتی ہے اور حق تعالیٰ اس سے منزہ ہیں۔

رحمت مخلوق باشد غصہ ناک	رحمت حق از غم و غصہ است پاک
مخلوق کی رحمت، غصہ سے ملی ہوتی ہے	اللہ کی رحمت، غم و غصہ سے پاک ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مخلوق کی رحمت تو غصہ ناک ہوتی ہے اور رحمت حق غم وغصہ سے پاک ہوتی ہے یعنی مخلوق کی رحمت کا اثر تو جب ہوتا ہے جبکہ خود یہ متاثر اور منفعل ہوں اور حق تعالیٰ تاثر سے پاک ہے بلکہ وہاں صرف اثر اور فعل ہے انفعال وتاثر نہیں ہے۔

رحمت بیچون چنین دان اے پسر	ناید اندر وہم ازوے جز اثر
اے بیٹا! بے مثال کی رحمت کو یوں سمجھ	کہ سوائے نشان کے وہ سمجھ میں نہیں آتی ہے

یعنی اے صاحبزادے رحمت بیچوں کو اسی طرح جانو اس سے سوائے اثر کے کچھ وہم میں نہیں آتا یعنی اس کا اثر تو ظاہر ہوتا ہے باقی اس سے رحم کو کوئی تاثر یا انفعال نہیں ہوتا۔ تو بس حق تعالیٰ کی رحمت کو آثار اور مثالوں سے تو معلوم کر سکتے ہو۔ باقی اس کی کنہ کو کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ آگے اسی کو فرماتے ہیں۔

ایک چیز کو مثال سے اور تقلیداً جان لینے میں اور اس کی ماہیت کے معلوم کرنے میں فرق

ظاہر است آثار میوہ رحمتش	لیک کہ داند جز او ماہیتش
اس کی رحمت کے پھل کے آثار ظاہر ہیں	لیکن اس کی حقیقت سوائے اس کے اور کون جانتا ہے؟

یعنی اس کی رحمت کے میوے کے آثار تو ظاہر ہیں لیکن اس کے سوا اس کی ماہیت کو کون جانتا ہے۔

ہیچ ماہیات اوصاف کمال	کس نداند جز بآثار و مثال
کمالی اوصاف کی ماہتیں	کوئی شخص سوائے نشانات اور مثال کے نہیں جانتا ہے.....

یعنی اوصاف کمال کی ماہیات کو کوئی بجز آثار ومثال کے نہیں جانتا ہے آگے مثال ہے کہ۔

طفل ماہیت نداند طمث را	جز کہ گوئی ہست آں خوش چوں شکر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی (لذت کی) خبر نہیں ہے	سوائے اس کے کہ تو کہہ دے وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

یعنی بچہ جماع کی ماہیت کو نہیں جانتا سوائے اس کے کہ تم کہو حلوہ کی طرح ہے۔

طفل را نبود ز وطے زن خبر	جز کہ گوئی ہست آن خوش چون شکر
بچہ کو عورت سے جماع کرنے کی (لذت کی) خبر نہیں ہے	سوائے اس کے کہ تو کہہ دے وہ شکر جیسا خوش (ذائقہ) ہے

یعنی بچہ کو عورت کی وطی کی خبر نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ تم کہہ دو کہ وہ شکر کی طرح اچھی ہوتی ہے۔

کے بود ماہیت ذوق جماع	مثل ماہیات حلوا اے مطاع
جماع کی لذت کی حقیقت کب ہوتی ہے؟	اے جناب! حلوے کی ماہیتوں جیسی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ذوق جماع کی ماہیت حلوہ کی ماہیت کی طرح کب ہوتی ہے اے مطاع۔

لیک نسبت کرد از روئے خوشی	باتو آن عاقل کہ تو کودک وشی
لیکن لذت کی حیثیت سے نسبت دیدی	اس عقلمند نے تیرے لئے چونکہ تو بچہ کی طرح ہے

یعنی لیکن اس عاقل نے باعتبار عمدہ ہونے کے (حلوہ سے) نسبت کردی۔ اس لئے کہ تو کودک وش ہے (لہذا تجھے امثلہ سے سمجھایا جاتا ہے)

تا بداند کودک آنرا از مثال	گر نداند ماہیت با عین حال
تاکہ بچہ اس کو مثال سے سمجھ لے	اگر اس کی واقعی حقیقت نہیں سمجھ سکتا ہے

یعنی تاکہ بچہ اس کو مثال سے جان لے اگرچہ ماہیت کو عین حال سے نہ جانے یعنی اس کو جو مثال حلوہ وغیرہ سے دیتے ہیں تو اس لئے تاکہ بچہ اگر ماہیت کو نہ سمجھ سکے تو خیر مثال سے کچھ تو سمجھ لے۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی کن ذات کو تو کوئی جان نہیں سکتا تو امثلہ سے سمجھاتے ہیں کہ اسی سے کچھ پتہ چلے۔

پس اگر گوئی بدانم دور نیست	وربگوئی کہ ندانم زور نیست
پس اگر تو کہے کہ میں جان گیا تو بھی بعید نہیں ہے	اور اگر تو کہے کہ میں نہیں جانتا ہوں تو بھی جھوٹ نہیں ہے

یعنی پس اگر تم کہو کہ میں جانتا ہوں تو بھی بعید نہیں ہے (کیونکہ مثال سے تو جانتے ہی ہو) اور اگر کہو کہ میں نہیں جانتا تو یہ جھوٹ نہیں ہے (اس لئے کہ اس کی ماہیت سے ناواقف ہو) آگے اور مثال ہے کہ۔

گر کسے گوید کہ دانی نوح را	آن رسول حق و نور روح را
اگر کوئی کہے کہ تو نوح کو جانتا ہے	اس اللہ کے رسول اور روح کے نور کو

یعنی اگر کوئی کہے کہ تم نوح کو اس رسول حق اور نور روح کو جانتے ہو۔

گر بگوئی چون ندانم کان قمر	ہست از خورشید و مہ مشہور تر
اگر تو کہے کہ میں کیوں نہیں جانتا ہوں کیونکہ وہ چاند ہیں	جو سورج اور چاند سے زیادہ مشہور ہیں

یعنی اگر تم کہو کہ میں کیونکر نہ جانوں گا کیونکہ وہ قمر خورشید وماہ سے بھی زیادہ مشہور ہیں۔

کود کان خورد در کتابہا	وان اما مان جملہ در محرابہا
چھوٹے بچے مکتبوں میں	اور تمام امام محرابوں میں

یعنی چھوٹے بچے مکتبوں میں اور وہ سارے امام لوگ محرابوں میں۔

نام او خوانند در قران صریح	قصہ اش گویند از ماضی فصیح
ان کا نام صاف طور پر قرآن میں پڑھتے ہیں	ان کا گذشتہ قصہ وضاحت سے بیان کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان کا نام قرآن شریف میں صریحاً پڑھتے ہیں اور ان کا ماضی کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

راست کو دانیش تو از روئے وصف	گرچہ ماہیت نشد از نوح کشف
سچ ہے کہ تو ان کو اوصاف کے اعتبار سے جانتا ہے	اگرچہ (حضرت) نوح کی حقیقت واضح نہیں ہوئی ہے

یعنی سچ ہے کہ اس کو تم از روئے وصف جانتے ہو اگرچہ نوح کی ماہیت منکشف نہ ہوئی یعنی تمہارا یہ کہنا کہ میں نوح کو جانتا ہوں صحیح ہے اس لئے کہ اوصاف سے تو جانتے ہی ہو اور لوگوں سے ان کا ہونا سنا تو ہے تو یہ بھی صحیح ہے۔

ور بگوئی من چہ دانم نوح را	آن گزیدہ حق و محض روح را
اگر تو کہے میں (حضرت) نوح کو کیا جانوں؟	اس اللہ کے برگزیدہ اور خالص روح کو

یعنی اور اگر کہو کہ میں نوح کو کیا جانوں اس برگزیدہ حق اور محض روح کو۔

من کجا دانستن او از کجا	ہمچو اوئے داند او را اے فتی
میں کہاں اور ان کا جاننا کہاں	اے نوجوان! ان کو ان جیسا ہی جان سکتا ہے

یعنی کہاں میں اور کہاں ان کا جاننا ارے میاں ان کو ان جیسا ہی کوئی جانے (اور تم کہو کہ)

مور لنگم من چہ دانم فیل را	پشۂ کے داند اسرافیل را
میں لنگڑی چیونٹی ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں؟	مچھر (حضرت) اسرافیل کو کیا جانے؟

یعنی میں تو مور لنگ ہوں میں ہاتھی کو کیا جانوں اور ایک مچھر اسرافیل کو کیا جانے۔

این سخن ہم راست ست از روئے آن	کہ بماہیت ندانیش اے فلان
یہ بات بھی صحیح ہے اس لئے کہ	اے فلاں! ان کی حقیقت کے اعتبار سے تو ان کو نہیں جانتا ہے

یعنی یہ بات بھی سچ ہے اس سبب سے کہ اے شخص تو ان کو ماہیت سے نہیں جانتا یعنی اگر تم کہو کہ میں نوح علیہ السلام کو نہیں جانتا یہ بھی صحیح ہے اس لئے کہ تم ان کی ماہیت سے بے خبر ہو تو دیکھو ایک شے کو امثلہ سے اور تقلیداً تو جانتے ہو اور اس کی ماہیت کی خبر نہیں۔ اسی طرح حق تعالیٰ کی کنہ ذات کو تو کوئی نہیں جانتا ہاں امثلہ سے اور تقلیداً کچھ معلوم کر لیتے ہیں۔

عجز از ادراک ماہیت عمو	حالت عامہ بود دریاب تو
اے چچا! ماہیتوں کے ادراک سے عجز	عوام کی حالت ہوتی ہے، تو حاصل کر لے

یعنی ادراک ماہیت سے عاجز ہونا یہ حالت عوام کی ہے تو اس کو خوب سمجھ لے۔

زانکہ ماہیات و سر سر آن	پیش چشم کاملان باشد عیان
کیونکہ ماہیتیں اور ان کے راز کا راز	کاملوں کی آنکھ کے سامنے کھلا ہوا ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس لئے کہ ماہیات اور سرسران کاملوں کی آنکھ کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں (ماہیات سے مراد ماہیات حوادث اور سرسر سے مراد صفات) مطلب یہ ہے کہ اشیاء کی ماہیات وصفات اولیاء اللہ کے سامنے سب منکشف ہیں آگے اس کے استبعاد کو دور فرماتے ہیں کہ۔

در وجود از سرحق و ذات او	دور تر از فہم و استبصار کو
اللہ اور اس کی ذات کے راز سے، وجود میں	فہم و بصیرت سے زیادہ دور اور کوئی چیز نہیں ہے

یعنی موجودات میں صفات حق اور اس کی ذات سے زیادہ فہم واستبصار سے کون بعید ہے۔

چونکہ آں مخفی نماند از محرمان	ذات وصفے چیست کان ماند نہان
جبکہ محرموں سے وہ پوشیدہ نہیں رہتا	تو کس کی ذات اور صفت ہے جو پوشیدہ رہے گی؟

یعنی جبکہ وہ (ذات) ہی محرموں سے مخفی نہ رہی تو ذات وصفی تو کیا ہے جو پوشیدہ رہے گی۔ (شعر عجز از ادراک الخ سے شعر چونکہ او مخفی نماند تک کی شرح خود حضرت والا صاحب ادراک نے تحریر فرما کر دی ہے اس کو بعینہ درج ذیل کیا جاتا ہے وہو ہذا)

فائدہ:۔شرح اس مقام کی یہ ہے کہ یہ امر تو مقرر ہے کہ حق تعالیٰ کی ذات وصفات کی کنہ کسی ممکن کو معلوم نہیں پس ان اشعار میں انکشاف کنہ ذات عندالعارف کا حکم کرنا مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر چند کہ ذات و صفات حق کے ساتھ جو علم متعلق ہوتا ہے وہ بوجہ انکشاف بواسطہ صورت ذہنیہ کے علم حصولی ہے عامہ کو بھی خواص کو بھی مگر دونوں میں یہ فرق ہے کہ خواص کا یہ علم حصولی تو مشابہ علم حضوری کے ہے اور عامہ کا اس کے مشابہ نہیں وجہ مشابہت یہ کہ علم حضوری میں خود ذات مدرک کی بلا واسطہ صورت کے حاضر عندالمدرک ہوتی ہے جیسے نفس کو اپنے ذات وصفات کا علم۔ پس خواص کی ذات وصفات کو بوجہ فنا کے چونکہ ذات وصفات حق کے ساتھ ایک گونہ اتحاد اصطلاحی ہے اس لئے ذات وصفات حق اس کے نزدیک گویا اس طرح حاضر ہیں جیسے اپنی ذات وصفات اور اپنی ذات وصفات اس کے نزدیک بذواتہا وحقائقہا حاضر ہیں۔ پس ذات وصفات حق بھی اس کے نزدیک گویا بذواتہا وحقائقہا حاضر ہیں اسی کو مولانا مجازاً انکشاف ذات سے تعبیر کر دیا۔ بخلاف عامہ کے کہ ان کو یہ اتحاد حاصل نہیں پس ان کا علم حصولی مشابہ علم حضوری کے نہیں بلکہ اس میں محض صورت حاضر ہے حقیقت حاضر نہیں اور خود علم حضوری میں بھی مدرک کی کنہ معلوم ہونا لازم نہیں چنانچہ نفس کو اپنی کنہ معلوم نہیں۔ چنانچہ عقلاً کا اختلاف اس کی حقیقت میں معلوم ہے سو اس کے مشابہ میں تو انکشاف کنہ کا کیسے لازم ہوگا۔ پس محذور انکشاف کنہ کا بھی لازم نہ آیا اور توجیہ انکشاف ذات کی بھی ہوگئی اور اس حکم کے مجاز ہونے کے قرینہ سباق میں ہے کہ شعر زانکہ ماہیات الخ میں ماہیات کے انکشاف کا حکم کیا ہے حالانکہ یقینی ہے کہ بہت اشیاء حادثہ کی ماہیت یعنی جنس وفصل حقیقی عارفین کو

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم نہیں چنانچہ ظاہر ہے پس یہاں بھی ان کا امتیاز عامہ سے بیان کرنا مقصود ہے کہ خواص کو ان اشیاء کا مظہر اسماء ہونا معلوم ہے جو عامہ کو معلوم نہیں۔ پس دونوں جگہ صرف امتیاز عوام وخواص کا حکم کرنا مقصود ہے۔ نہ کہ انکشاف تام بالمعنی المتبادر اور ایک قرینہ سیاق میں ہے قطب گوید الخ کہ اس میں اس انکشاف کو حال قرار دیا ہے اور جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ انکشاف عقلی نہیں ہے حال ہے اور یہ وہی حال ہے جس کو فناء کہتے ہیں اور یہ بھی ظاہر ہے کہ حال میں انکشاف تام ضروری نہیں۔ البتہ غیر اہل حال سے اس میں امتیاز لازم ہے اور مراد اس حال سے وہی فناء ہے جس میں اصطلاحا اتحاد کا حکم کیا جاتا ہے۔ انتہی بلفظہ سلمہ اللہ تعالیٰ۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

عقل بحثی گوید این دور است وکو	بے ز تاویلے محالے کم شنو
بحث کرنے والی عقل کہتی ہے کہ یہ بعید ہے اور کہاں ہے؟	کسی ناممکن کو بغیر تاویل کے نہ سن

یعنی عقل بحثی کہتی ہے کہ یہ دور ہے اور کہاں ہے بے کسی تاویل اور محال کے کم سنو۔ یعنی عقل ظاہر کہتی ہے کہ ماہیت حق کا انکشاف تو بالکل محال ہے یہ تو ممکن ہی نہیں ہے۔

قطب گوید مر ترا اے سست حال	انچہ فوق حال تست آید محال
قطب تجھے کہتا ہے کہ اے سست حال!	جو تیری حالت سے بالا ہے تجھے محال (نظر) آتا ہے

یعنی قطب کہتا ہے کہ اے سست حال جو شئے کہ تیرے حال سے زیادہ ہے وہ تجھے محال معلوم ہوتی ہے آگے اس کو اور قریب بہ فہم فرماتے ہیں کہ۔

واقعاتے کہ کنونت بر کشود	نے کہ اول ہم محالت می نمود
وہ واقعات جو تجھ پر اب کھلے ہیں	کیا ایسا نہیں تھا کہ وہ پہلے محال نظر آتے تھے؟

یعنی جو واقعات کہ اب تم پر کھل گئے ہیں کیا اول محال نہ معلوم ہوتے تھے۔ مطلب یہ کہ بہت سی باتوں کو تم اول محال سمجھتے تھے اور اب وہی باتیں ممکن الوقوع ہیں تو اسی طرح تم ماہیت ذات کے انکشاف کو محال سمجھتے ہو مگر جو تم پر یہ حال ہو جاوے تو تم اس کو ممکن سمجھنے لگو گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون رہانیدت زدہ زندان کرم	تیہ را بر خود مکن حبس ستم
جب تجھے کرم (خداوندی) نے دس قید خانوں سے آزاد کر دیا ہے	ظلم کر کے تیہ کو اپنے لئے قید خانہ نہ بنا

یعنی جبکہ سخت زندان سے تم کو کرم نے چھڑا دیا ہے تو تم جنگل کو اپنے لئے ستم کی وجہ سے حبس مت کرو یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تم کو مشکلات سے چھڑا دیا ہے تو اب تم اس فراخی کی قدر کرو اور اس کو اپنے لئے تو خونہ مت بناؤ۔

چون خلاصی یافتی از صد بلا	فقر را بر خود مکن رنج و عنا
جب تو سینکڑوں مصیبتوں سے نجات پا گیا ہے	فقر کو اپنے اوپر رنج و مشقت نہ بنا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جبکہ تو نے سینکڑوں بلاؤں سے خلاصی پالی تو فقر کو اپنے اوپر رنج و مصیبت مت کرو یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تجھ کو خلاصی عنایت فرمائی ہے تو پھر تو کیوں خود مصیبت میں پڑتا ہے۔

سہل گیرش تا نگردد مشکلت	ورنہ شد شکر چو زہر قاتلت
اس کو آسان سمجھ تاکہ وہ تیرے لئے مشکل نہ بنے	ورنہ شکر تیرے لئے قاتل زہر بنے گی

یعنی تو اس کو سہل فرض کرتا کہ تجھے مشکل نہ ہو جاوے ورنہ شکر تیرے لئے زہر قاتل ہو جاوے گی یعنی یہی کشف ذات جو کہ اس قدر سہل ہے اور شکر کی طرح شیریں وگوارا ہے اگر تو اس کو مشکل سمجھے گا تو یہی سخت مشکل ہو جاوے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ

سوئے بحث خویش تازاے بوالحسن	کاین سخن پایان ندارد جان من
اے ابوالحسن اپنی بحث کی جانب آ	اے جان من! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

یعنی اے بوالحسن اپنی بحث کی طرف چلو کہ یہ بات کہیں انتہا نہیں رکھتی اے جانمن یعنی تم نے جو شروع میں کہا تھا کہ ایک شے کو ایک وقت میں موجود اور معلوم اور غیر موجود اور غیر معلوم کہہ سکتے ہیں اس بحث کو دوبارہ بیان کرو اس لئے کہ ذات حق کا بیان تو کہیں انتہا ہی نہیں رکھتا تو اس کو یہیں تک رہنے دو۔

نسبت اثبات با نفی از نخست	گر بیانش میکنی بر گو درست
اثبات اور نفی کی نسبت کا شروع سے	اگر تو بیان کرتا ہے تو ٹھیک بیان کر

یعنی اثبات کی نفی کے ساتھ اول سے جو نسبت ہے اگر تم اس کو بیان کرو تو پھر ٹھیک کرو یعنی پوری طرح بیان کردو کہ وہ کیا ہے۔ اب آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

ایک چیز میں از روئے نسبت کے اختلاف کے نفی واثبات میں تفریق ہونا

نفی آن یک چیز واثباتش رواست	چون جہت شد مختلف نسبت دوتاست
ایک ہی چیز کی نفی اور اثبات درست ہے	جب جہت بدل گئی نسبتیں دو ہو گئیں

یعنی ایک شے کی نفی اور اثبات (دونوں) جائز ہیں جبکہ جہت مختلف ہوگئی تو نسبت دو ہوگئیں۔ مطلب یہ کہ جہت کے اختلاف سے احکام بدل جاتے ہیں اس کو منطقیوں نے بھی تناقض کی وحدات ثمانیہ میں سے ایک بیان کیا ہے بلکہ بعض نے تو آٹھ کی جگہ اس کو ہی کہا ہے کہ اگر صرف نسبت اور جہت مختلف ہو تو تحقق تناقص کا ہو جاویگا تو فرماتے ہیں کہ نسبت اور جہت کے اختلاف سے نفی واثبات شے کا بدل جاتا ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مارمیت اذ رمیت نسبت است	نفی اثبات است ہر دو مثبت است
تونے نہیں پھینکا جب کہ تونے پھینکا" نسبت کے اعتبار سے	نفی اور اثبات ہے دونوں درست ہیں

یعنی مارمیت اذ رمیت نسبت کی وجہ سے ہے۔ نفی اور اثبات دونوں ثابت ہیں یعنی دیکھو مارمیت بھی فرماتے ہیں اور اذ رمیت بھی تو یہ دونوں نفی واثبات نسبت سے ہیں کہ نسبت کے بدل جانے سے نفی بھی ثابت اور اثبات بھی آگے اس کی تشریح فرماتے ہیں کہ۔

آن تو افگندی چوں بر دست تو بود	تو نیفگندی کہ قوت حق نمود
"تونے پھینکا" چونکہ تیرے ہاتھ سے ہوا	"تونے نہیں پھینکا" چونکہ طاقت اللہ نے دی ہے

یعنی آپ نے وہ تو پھینک دیا جو کہ آپ کے دست مبارک میں تھا (یہ معنی تو رمیت کے ہوگئے) اور آپ نے نہیں پھینکا اس لئے کہ قوت تو حق تعالیٰ نے ہی دی (یہ معنے مارمیت کے ہیں)

زور آدم زادہ راحدے بود	مشت خاک اشکست لشکر کے شود
انسان کی طاقت کی ایک حد ہے	ایک مٹھی مٹی ایک لشکر کی شکست (کا جب) کب ہوسکتی ہے؟

یعنی آدم زادہ کے زور کی تو ایک حد ہوتی ہے تو ایک مٹھی خاک ایک لشکر کی شکست کب ہوسکتی ہے مطلب یہ کہ قوت حق اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ آدمی کی قوت تو یہ ہے کہ بہت سے بہت دو تین چار پانچ بس اتنے آدمیوں پر وہ خاک پڑسکتی تھی یہ جو ایک لشکر کا لشکر اندھا ہوگیا یہ کس نے کردیا معلوم ہوا کہ قوت تھی تو بس معلوم ہوا کہ باعتبار ظاہر کے توری حضور سے ہوئی اور قوت حق تعالیٰ کی تھی تو نسبت کی وجہ سے حکم بدل گیا۔ آگے اور تشریح فرماتے ہیں کہ۔

مشت مشت تست افگندن زماست	زین دو نسبت نفی و اثباتش رواست
مٹھی تو تیری مٹھی ہے اور پھینکنا ہمارا ہے	ان دونسبتوں کی وجہ سے اس کی نفی اور اثبات درست ہے

یعنی مٹھی تو آپ کی مٹھی تھی اور پھینکنا ہماری طرف سے تھا تو ان دونوں نسبتوں کی وجہ سے اس کا نفی واثبات (دونوں) جائز ہیں۔ آگے دوسری مثال ہے کہ۔

یعرفون الانبیاء اضداد ہم	مثل مالا یشتبہ اولاد ہم
انبیاء کو ان کے مخالفین پہچانتے ہیں	اس طرح جس طرح کہ ان کو اپنی اولاد میں شبہ نہیں ہوتا ہے

یعنی انبیاء کو ان کے اضداد ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ نہیں مشتبہ ہوئیں اولاد ان کی یعنی جس طرح کہ ان پر ان کی اولاد کبھی متشابہ نہیں ہوتی اسی طرح انبیاء علیہم السلام بھی کبھی متشابہ نہیں ہوتے بلکہ بالکل صاف طور پر پہچانتے ہیں۔

ہمچو فرزندان خود دانند شان	منکران باصد دلیل و صد نشان
ان کو اپنی اولاد کی طرح پہچانتے ہیں	منکر لوگ دلیلوں اور سینکڑوں علامتوں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی منکر لوگ ان کو اپنے بچوں کی طرح سو علامتوں اور نشانیوں سے پہچانتے ہیں۔

لیک از رشک و حسد پنہان کنند	خویشتن رابر ندانم می زنند
لیکن رشک اور حسد سے چھپاتے ہیں	اپنے آپ کو "ہم نہیں جانتے" کا مصداق بناتے ہیں

یعنی لیکن رشک و حسد کی وجہ سے چھپاتے ہیں اور اپنے کو ندانم پر مارتے ہیں یعنی باوجود پہچاننے کے جاہل اور انجان بنتے ہیں۔

پس چو یعرف گفت چوں جائے دگر	گفت لایعرفہم غیرے فذر
پس جبکہ "وہ پہچانتا ہے" فرمایا دوسری جگہ کیوں	"ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا پس رہنے دے" فرمایا

یعنی پس جبکہ یعرف فرمایا تو کیوں دوسری جگہ لایعرفہم غیری فرمایا ہے۔ پس چھوڑ دے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یعرفونہ کما یعرفون ابنائھم اور دوسری جگہ حدیث میں ہے کہ اولیائی تحت قبائی لایعرفھم سوائی۔ تو دیکھو معرفت کو ثابت بھی فرمارہے ہیں۔ اور اس کی نفی بھی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

انہم تحت قبائی کامنون	جز کہ یزدان شان نداند زازمون
وہ میری قبا کے نیچے چھپے ہوئے ہیں	ان کو خدا کے سوا آزمائش سے کوئی نہیں جانتا ہے

یعنی وہ اولیاء میری قبا کے نیچے پوشیدہ ہیں اور سوائے حق تعالیٰ کے ان کو کوئی آزمائش سے نہیں جانتا یعنی دیکھو یہاں ان کے پہچاننے کی نفی فرمارہے ہیں تو بس معلوم ہوا کہ نفی ہے ان کی حقیقت کے پہچاننے سے اور اثبات ان کی صورت کے پہچاننے کا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہم بہ نسبت گیر این مفتوح را	کہ بدانی و ندانی نوح را
اس کھلی ہوئی بات کو بھی تو نسبت کی وجہ سے سمجھ لے	کہ تو نوح کو جانتا بھی ہے اور نہیں جانتا ہے

یعنی اس مفتوح کو بھی نسبت ہی سے فرض کرو کہ تم نوح کو جانتے بھی ہو اور نہیں بھی جانتے یعنی اوپر جو کہا تھا کہ ایک صورت ہے کہ تم نوح کو جانتے بھی ہو اور جانتے بھی نہیں ہو تو یہ معرفت اور عدم معرفت بھی نسبت ہی کی وجہ سے ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

زین نمط بسیار آمد در خبر	کان بہ نسبت باشد اے جان معتبر
اس طرح کی بات حدیث میں بہت آئی ہے	اے جان! کہ وہ نسبت کی وجہ سے معتبر ہوتی ہے

یعنی اس طریق سے خبر میں بہت آیا ہے کہ وہ نسبت سے ہی معتبر ہوتا ہے یعنی ایسا بہت ہوتا ہے کہ تبدل نسبت سے حکم بدل جاوے۔ آگے اسی مضمون سے فناء وبقاء کے مسئلہ کو بیان فرماتے ہیں کہ ایک ہی شخص کو ایک حیثیت سے فانی اور دوسری حیثیت سے باقی کہہ سکتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

درویش کامل کے فناء وبقاء کا مسئلہ

گفت قائل در جہان درویش نیست	ور بود درویش آن درویش نیست
ایک کہنے والے نے کہا' دنیا میں کوئی درویش نہیں ہے	اور اگر درویش ہو گا تو وہ درویش نہیں ہے

یعنی ایک کہنے والے نے کہا کہ جہان میں درویش نہیں ہے اور اگر کوئی درویش ہے تو وہ درویش نہیں ہے۔ (اس لئے کہ)

ہست از روئے بقائے ذات او	نیست گشتہ وصف او در وصف ہو
اس کی ذات کی بقا کے اعتبار سے وہ "ہے"	اس کا وصف اللہ کے وصف میں نیست ہو گیا ہے

یعنی ہست تو از روئے بقائے ذات کے ہے اور اس کا وصف وصف میں نیست ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ درویش کامل اپنی ذات کے اعتبار سے تو باقی ہے کہ اس کی ذات اور اس کا جثہ جسم موجود ہے لیکن اوصاف کے اعتبار سے وہ فانی ہے اس لئے کہ اس کے اوصاف اوصاف حق میں فنا ہو چکے ہیں۔ لہذا ایک حیثیت سے موجود اور باقی ہے اور دوسری حیثیت سے معدوم وفانی ہے۔ آگے اس کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں زبانہ شمع پیش آفتاب	نیست باشد ہست باشد در حساب
جیسا کہ شمع کا شعلہ سورج کے بالمقابل	"نہیں ہے" ہوتا ہے (لیکن) حساب میں "ہے"

یعنی جیسے کہ شمع کی لو آفتاب کے سامنے کہ نیست ہوتی ہے اور حساب میں ہست ہوتی ہے یعنی آفتاب کے سامنے روشنی کے اعتبار سے تو نیست ہے مگر جو حساب لگاؤ تو کہو کہ ایک یا دو یا تین مثلاً شمعیں جل رہی ہیں تو ہست و نیست دونوں ہیں۔

ہست باشد ذات او تا تو اگر	بر نہی پنبہ بسوزد زان شرر
اس کی ذات موجود ہوتی ہے' حتیٰ کہ اگر تو	روئی رکھ دے وہ اس شعلہ سے جل جائے گی

یعنی اس کی ذات تو ہست ہوتی ہے یہاں تک کہ تو اگر روئی رکھ دے تو وہ اس شرر سے جل جاوے (لیکن)

نیست باشد روشنی ندہد ترا	کردہ باشد آفتاب او را فنا
معدوم ہوتا ہے' تجھے روشنی نہیں دیتا ہے	سورج نے اس کو فنا کر دیا ہوتا ہے

یعنی نیست ہوتی ہے کہ تجھے روشنی نہیں دیتی آفتاب اس کو فنا کیے ہوئے ہوتا ہے آگے اس کی ایک مثال ہے کہ۔

در دو صد من شہد یک اوقیہ خل	چوں در افگندی و در وی گشت حل
دو سو من شہد میں ایک وقیہ سرکہ	جب تو نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا

یعنی دو سو من شہد میں ایک اوقیہ سرکہ جب تم نے ڈال دیا اور وہ اس میں حل ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست باشد طعم خل چون می چشی	هست یک وقیہ فزون چون میکشی
جب تو چکھے گا سرکہ کا مزہ معدوم ہو گا	جب تو وزن کرے گا ایک اوقیہ بڑھا ہوا ہے

یعنی جب تم چکھو تو سرکہ کا مزہ نیست ہے اور جب (ترازو میں) کھینچو تو ایک اوقیہ زیادہ ہے۔ (تو یہ ہست و نیست ایک ہی جگہ دونوں موجود ہیں کہ ایک حیثیت سے ہست اور دوسری سے نیست و معدوم ہے۔)

پیش شیرے آہوئے بیہوش شد	ہستیش در ہست او روپوش شد
ایک ہرن شیر کے سامنے بے ہوش ہو گیا	اس کی ہستی اس کی ہستی میں چھپ گئی

یعنی کسی شیر کے سامنے کوئی آہو بیہوش ہو گیا اور اس کی ہستی اس شیر کی ہستی میں روپوش ہو گئی۔ (تو دیکھو ظاہر جثہ موجود مگر پھر اس کو نیست کہتے ہیں) آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر بیان کیا تھا کہ حق سبحانہ کی گرمی سے پشیمانی ہی پیدا نہ ہوگی کیونکہ حق سبحانہ پشیمانی کے دشمن ہیں اور پشیمانی ان کو جانتی ہے اس کے بعد کچھ مثالیں بیان کرتے ہیں جن میں یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہر جانور اپنے دشمن کو پہچانتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو گھوڑا شیر کی آواز اور بو کو باوجود دور ہونے کے بھی پہچانتا ہے اور اگر نہیں پہچان سکتا تو شاذ و نادر بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ ہر جانور اپنے دشمن کو اس کی خاص علامات اور خاص آثار سے پہچانتا ہے دیکھو خفاش تک بھی اپنے دشمن کو پہچانتا ہے اسی لئے دن میں نہیں اڑ سکتا بلکہ چوروں کی طرح رات کو نکلتا ہے اب یہاں سے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ محروم خفاش ہے کہ وہ آفتاب ظاہر کا دشمن ہے کیونکہ نہ یہ جنگ میں اس کا زخم کھا سکتا ہے اور نہ اپنی بدگوئی اور نفرت سے اس کو اپنے سے الگ کر سکتا ہے باوجود اس کے وہ آفتاب اپنے احسان وکرم سے اپنے قہر سے اس کے پرزے نہیں اڑا دیتا اور یہ جو آفتاب خفاش کی ناخوشی اور رنج کے سبب اپنا رخ بدل دیتا ہے یہ اس کی انتہائی مہربانی اور اس کا کمال ہے ورنہ خفاش کی یہ مجال نہیں ہے کہ وہ اس کو طلوع ہونے سے روک دے۔ اس سے کوئی کہے کہ احمق دشمن اپنی حد کے اندر رہتا تا کہ کسی وقت تو اس کو اپنے قبضہ میں لا سکے۔ دیکھ اگر تو آفتاب سے مخالفت کرے گا تو اس کا نتیجہ بجز اپنے ضرر کے اور کچھ نہ ہوگا چنانچہ اگر قطرہ قلزم سے مخالفت کرے تو وہ احمق ہے کہ اپنی ڈاڑھی اکھاڑ رہا ہے اس کی تدبیر خود اسی تک محدود رہے گی اور وہ مونچھوں پر تاؤ دیکر خوش ہولے گا کہ میں نے یہ کیا۔ آفتاب پر اس کی مخالفت کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ آفتاب کی تو یہ شان ہے کہ قمر سے عظیم الشان جسم کی گردن اتار سکتا ہے اور اس کا گلا پھاڑ سکتا ہے یعنی اس کو بے نور کر سکتا ہے پھر خفاش کی کیا حقیقت ہے یہ عتاب تو دشمن آفتاب ظاہری پر ہے۔ پس اے آفتاب آفتاب یعنی حق سبحانہ کے دشمن اور اے اس آفتاب کے

www.besturdubooks.wordpress.com

دشمن جس کی شوکت سے آفتاب وستارے لرزتے ہیں۔ یادرکھ کہ تو اس کا دشمن نہیں ہے بلکہ خود اپنا دشمن ہے کیونکہ تیری مخالفت سے اس کو کچھ ضرر نہیں ہوسکتا۔ بلکہ خود تم کو ضرر ہوگا۔ اور اس ضرر کی بھی اس کو کچھ پروا نہیں کیونکہ اگر تو ایندھن ہوجاوے تو آگ کو کیا پرواہ بے تامل پھونک ڈالے گی۔ تیرے جلنے سے اس میں کچھ کمی آجاوے یا تیرے رنج اور تکلیف سے وہ آشفتہ ہوجاوے ناممکن ہے۔ حق سبحانہ کی رحمت آدمیوں کے رحم کے مماثل نہیں ہے کیونکہ آدمی کو رحم میں غم کی آمیزش ہوتی ہے اور مخلوق کی رحمت رنج سے پر ہوتی ہے اور حق سبحانہ کی رحمت غم ورنج سے پاک وصاف ہے اس کی رحمت بے کیف ہے اس کو ایسا سمجھو کہ وہ خود وہم میں نہیں آسکتی ہاں اس کے آثار سمجھ میں آسکتے ہیں اس کی رحمت ایک میوہ ہے جس کے آثار ظاہر ہیں مگر اس کی ماہیت تو کوئی نہیں جا سکتا۔ ایک رحمت ہی پر کیا منحصر ہے اس کے جملہ اوصاف کمال کو بجز آثار ومثال کے کوئی نہیں جان سکتا۔ اس کے اوصاف کے لحاظ سے لوگوں کی ایسی مثال ہے جیسے جماع کے لحاظ سے بچہ کی۔ بچہ جماع کی ماہیت سے واقف نہیں ہوسکتا بجز اس کے کہ تم اس سے کہو کہ وہ حلوے کی طرح مزیدار ہے۔ نیز بچہ کو وطی زن کی خبر نہیں ہوسکتی۔ بجز اس کے کہ تم اس سے کہو کہ وہ شکر کی طرح لذیذ ہے مگر تم سمجھتے ہو لذت جماع کی ماہیت ماہیت حلوا کے مماثل نہیں ہے پھر جو اس عاقل نے تم سے اس کو حلوہ کی مثل کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم ابھی لڑکے ہو اس لئے اسے لذت بخش ہونے کے لحاظ سے ایسا کہدیا ہے تا کہ بچہ اس کو مثال سے فی الجملہ جان لے اگر چہ اس کی ماہیت کو نہ جان سکے جو کہ عین حال ہے اس لحاظ سے اگر تم یہ کہو کہ میں جماع کو جانتا ہوں تو کچھ بعید نہیں۔ اور اگر یہ کہو کہ میں نہیں جانتا تو بھی جھوٹ نہیں۔ مثلاً اگر کوئی کہے کہ تم نوحؑ کو جانتے ہو جو کہ خدا کے رسول اور نور روح تھے پس اگر تم یہ کہو کہ کیوں نہیں جانتا وہ ماہتاب تو اس آفتاب وماہتاب سے بھی زیادہ مشہور ہیں۔ چھوٹے بچے مکتبوں میں اور امام محرابوں میں قرآن میں ان کا صاف صاف نام اور ان کا گذشتہ فصیح قصہ پڑھتے ہیں۔ تو اس وصف سے تم کو وہ سچا سمجھے گا۔ اگر چہ اس سے نوح علیہ السلام کی ماہیت منکشف نہیں ہوئی اور اگر یہ کہو کہ میں ان کو کیا جان سکتا ہوں ان کو تو وہی جانے جوان کا سا ہو۔ میں ایک چیونٹی ہوں پھر ہاتھی کو کیا جان سکتا ہوں۔ اور مچھر اسرافیل کو کیا جان سکتا ہے یعنی مجھ میں اور ان میں بعد المشرقین ہے پھر میں ان کو کیا جان سکتا ہوں۔ تو یہ بات بھی ٹھیک ہے کیونکہ تم ان کو حقیقت کے اعتبار سے نہیں جانتے۔ بس یہی حالت اوصاف حق سبحانہ کی ہے کہ ان کو لوگ آثار کے ذریعہ سے جانتے ہیں اور ماہیت کے لحاظ سے نہیں جانتے پس یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ وہ جانتے ہیں اور یہ بھی کہ نہیں جانتے۔ مگر ماہیت کا نہ جاننا یہ عام لوگوں کی حالت ہے نہ کہ خواص کی کیونکہ کاملین پر تو ماہیات ممکنات اور ان کے باطن (اسماء الٰہیہ) کے باطن (صفات الٰہیہ) سب منکشف ہیں مگر اجمالاً دیکھو عالم وجود میں سرحق یعنی ذات حق سے زیادہ تعقل اور بینش سے دور کوئی چیز نہیں بس جبکہ وہ بھی اہل اللہ سے مخفی نہیں اور وہ اس کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں تو پھر کوئی وصف کیسے پوشیدہ رہ سکتا ہے عقل جدال پسند کہتی ہے کہ ذات وصفات حق سبحانہ کا ادراک بکنہہا محال ہے۔ بس جن نصوص سے ایسا معلوم ہو وہ خلاف عقل اور محال ہونے کے سبب قابل تاویل ہیں عارف کامل اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب میں کہتا ہے کہ یہ محال بھی نہیں۔ بات یہ ہے کہ جو تیری حد سے باہر ہو وہ تیرے نزدیک محال ہے مگر یہ اصول ہی غیر مسلم ہے بہت سے ایسے واقعات ہیں کہ جو پہلے تجھے محال معلوم ہوتے تھے اور اب وہ تجھ پر منکشف ہو گئے ہیں جبکہ حق سبحانہ نے تجھے جہالت کے گاؤں کے قید خانہ سے نکال کر علم استدلالی کے میدان وسیع میں پہنچایا ہے تو اب تو اس کو اپنے اوپر ظلم کر کے جیل خانہ بنا لے اور جبکہ حق سبحانہ نے تجھے سینکڑوں مصیبتوں سے نکالا ہے تو ویرانہ میں رہ کر فقر کی تکالیف نہ اٹھا بلکہ اس سے آگے بڑھ کر شہر کشف وشہود میں پہنچ اور اس کو آسان سمجھ ایسا نہ ہو کہ وہ باوجود فی نفسہ آسان ہونے کے تیرے خیالی اشکال سے تیرے لئے مشکل ہو جاوے۔ کیونکہ اگر ایسا ہو گا تو جو چیز واقع میں شکر کی طرح مفید اور خوشگوار اور لذت بخش تھی وہ تیرے لئے سم قاتل کی طرح مضر ہو جاوے گی۔ اچھا اس گفتگو کو چھوڑ دو اور وہی کہو جو کہہ رہے تھے۔ کیونکہ یہ گفتگو ختم ہونے والی نہیں ہے اور اگر تم پہلے سے اثبات ونفی کا آپس کا تعلق بیان کر رہے ہو جیسا کہ واقع ہے تو اسی کو ٹھیک طور پر بیان کرو۔ اچھا سنو بات یہ ہے کہ جب جہات مختلف ہوں اور نسبتیں دو ہوں تو ایک شئے کا اثبات اور اس کی نفی ہر دو جائز ہیں چنانچہ مـــا رمیــت اذ رمیــت اختلاف نسبت ہی کی بناء پر ہے۔ اور نفی واثبات دونوں صحیح ہیں۔ کیونکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے مارا یعنی تم سے اس کا صدور ہوا اور تم نے نہیں مارا یعنی جو آثار اس پر مرتب ہوئے ان کا تعلق تمہاری قدرۃ حادثہ سے نہیں بلکہ ہماری قدرت سے ہے کیونکہ انسانی قدرت محدود ہے اس میں یہ قوت نہیں کہ ایک لشکر کو ایک خاک کی مٹھی سے شکست دے دے۔ پس مٹھی تو تمہاری ہی تھی اور بحیثیت خاصہ پھینکنا جس پر انہزام لشکر مرتب ہو یہ ہمارا فعل تھا پس جہات مختلف ہو گئیں اور اختلاف جہات ونسبت سے نفی واثبات ہر دو جائز ہیں اور سنو فرمایا گیا ہے کہ معاندین انبیاء کو پہچانتے ہیں اور یوں پہچانتے ہیں کہ ان کو اصلا شبہ نہیں جیسا کہ ان کو اپنی اولادوں کے پہچاننے میں کوئی شبہ نہیں ہوتا اور وہ ان کو اسی طرح سینکڑوں علامات اور دلائل سے پہچانتے ہیں جس طرح کہ وہ اپنے بچوں کو پہچانتے ہیں لیکن رشک وحسد سے اس علم کو چھپاتے ہیں اور اپنے کو انجان بناتے ہیں۔ پس جبکہ حق سبحانہ ایک جگہ یہ فرماتے ہیں کہ معاندین جانتے ہیں تو دوسری جگہ یہ کیسے فرماتے ہیں کہ ان کو میرے سوا کوئی نہیں جانتا تم ان کی معرفت کا خیال چھوڑ دو کیونکہ وہ میرے قبائے ستر میں مستور ہیں اور میرے سوا ان کو اپنی تحقیق و تفتیش سے کوئی نہیں جا سکتا۔ سو بات وہی ہے کہ یہ امر بھی اختلاف جہات سے ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کا جاننا اور نہ جاننا یعنی مخالفین ان کے نبی ہونے کو جانتے ہیں مگر ان کے کمالات عالیہ سے میرے سوا کوئی واقف نہیں اسی قسم کی بہت سی باتیں احادیث میں ہیں۔ جن میں نفی واثبات اختلاف نسبت کی طرف راجع ہے اور سنو ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی درویش عالم میں نہیں اور اگر ہو بھی تو بھی نہیں۔ اب یہ دیکھو کہ وہ کہتا ہے کہ ہو بھی تب بھی نہیں ہے پس اس نے ایک شئے کے لئے وجود وعدم دونوں ثابت کر دیئے۔ اور یہ فی نفسہ صحیح ہے کیونکہ ذاتاً وہ موجود ہے اور اس کے اوصاف اوصاف حق میں فنا ہو چکے ہیں مثلاً شعلۂ شمع آفتاب کے سامنے موجود بھی ہوتا ہے اور معدوم بھی۔ ذاتاً تو وہ موجود ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ اگر تم اس پر روئی رکھ دو تو وہ جل جاوے گی اور اس لحاظ سے وہ معدوم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ اس کی روشنی آفتاب کی روشنی میں فنا ہوگئی ہے اور سنو دوسرے شہد میں ایک اوقیہ سرکہ ملادو جبکہ تم اس کو ڈال دو گے اور وہ اس میں مل جائے گا تو جب چکھو گے تو سرکہ کا مزہ نہ پاؤ گے۔ دیکھو مزہ اس کا فنا ہوگیا اور جب تولو گے تو ایک اوقیہ زائد ہوگا۔ پس دیکھو لو کہ ذات موجود ہے اور دیکھو شیر کو دیکھ کر ہرن ششدر رہ گیا پس اس کی ہستی شیر کی ہستی میں چھپ گئی۔ کیونکہ گو اس کی ذات موجود ہے مگر آثار حیوۃ سب فنا ہوگئے اور حس و حرکت سب جاتی رہی۔

شرح شبّیری

این قیاس ناقصاں برکار رب	جوشش عشقست نہ ترک ادب
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں ناقصوں کا یہ قیاس	ادب کو ترک کرنے کی وجہ سے نہیں ہے، عشق کا جوش ہے

یعنی یہ ناقصوں کو کار رب پر قیاس کرنا جوش عشق ہے نہ کہ ترک ادب کی وجہ سے ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کی صفات کو اور خود ذات کو جو ہم امثلہ ناقصہ سے بیان کرتے ہیں یہ صرف جوش عشق ہے کہ دل چاہتا ہے معلوم کرنے کو اور کنہ معلوم ہونا محال ہے لہٰذا اسی طرح کام چلاتے ہیں ورنہ یہ اس طرح مثالیں دینا خدانخواستہ ترک ادب کی وجہ سے نہیں ہے۔

نبض عاشق بے ادب برمی جہد	خویش را در کفۂ شہ می نہد
عاشق کی نبض بلا (لحاظ) ادب تڑپتی ہے	اپنے آپ کو شاہ کے پلڑے میں رکھتی ہے

یعنی عاشق کی نبض بے ادب کودتی ہے اور اپنے کو دست شاہ میں رکھتی ہے یعنی عاشق ظاہر حالت میں بے ادب معلوم ہوتا ہے اور اس کی ظاہری حرکات و کلمات سے معلوم ہوتا ہے کہ سخت بے ادب ہے مگر اصل اور باطن میں اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہوتا آگے خود فرماتے ہیں۔

بے ادب تر نیست زوکس در جہاں	باادب تر نیست زوکس در نہاں
دنیا میں اس سے زیادہ بے ادب کوئی نہیں ہے	درپردہ اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں ہے

یعنی اس سے زیادہ کوئی جہان میں بے ادب نہیں ہے اور اس سے زیادہ باادب باطن میں کوئی نہیں ہے مطلب یہ کہ ظاہراً تو وہ بے ادب ہوتا ہے مگر باطن میں بے حد باادب ہوتا ہے۔

ہم بہ نسبت دان وفاق اے منتخب	ایں دو ضد باادب با بے ادب
اے برگزیدہ! جمع ہونا بھی نسبت کی وجہ سے سمجھ	باادب اور بے ادب ان دو ضدوں کا

یعنی اے منتخب اس موافقت ضدین باادب اور بے ادب کو بھی نسبت ہی سے جانو مطلب یہ کہ ایک شخص میں جو ہم نے دو حیثیتیں بتائی ہیں کہ وہ باادب بھی ہے اور بے ادب بھی ہے یہ بھی اسی نسبت اور حیثیت کے لحاظ سے ہے۔

بے ادب باشد چو ظاہر بنگری	کہ بود دعوئ عشقش ہمسری
جب تو دیکھے گا وہ بظاہر بے ادب ہوگا	کیونکہ اس کا عشق کا دعوئ برابری ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بے ادب ہوتا ہے جبکہ تم ظاہر کو دیکھو کیونکہ اس کے عشق کا دعویٰ کرنا تو ہمسری ہے یعنی عشق خدا کا دعویٰ کرنا بھی تو بہت بڑی بات ہے تو اگر اس کو دیکھو کہ دعویٰ عشق حق کرتا ہے تو یہ عاشق سخت گستاخ معلوم ہوتا ہے۔

چوں بباطن بنگری دعویٰ کجاست	او و دعویٰ پیش آں سلطاں فناست
جب تو حقیقت کو دیکھے گا، دعویٰ کہاں ہے؟	وہ اور اس کا دعویٰ شاہ کے سامنے معدوم ہیں

یعنی جب باطن کو دیکھو تو دعویٰ کہاں ہے وہ اور دعویٰ اس سلطان کے سامنے فنا ہے۔ یعنی ظاہراً تو مدعی عشق حق ہوتا ہے لہذا گستاخ معلوم ہوتا ہے اور باطن میں اگر دیکھا جاوے تو دعویٰ عشق تو کہاں خود اس کی ہستی بھی حق تعالیٰ کے سامنے فنا ہو چکی ہے۔ اس حیثیت سے باادب بدرجہ اکمل معلوم ہوتا ہے آگے ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

مات زید زید اگر فاعل بود	لیک فاعل نیست کو عاطل بود
"زید مر گیا" زید اگرچہ فاعل ہے	لیکن وہ کرنے والا نہیں ہے' کیونکہ وہ بیکار ہے

یعنی مات زید (میں) زید اگرچہ فاعل ہے لیکن فاعل نہیں کیونکہ وہ تو عاطل ہے۔

او ز روئے لفظ نحوی فاعل است	ورنہ او مفعول و موتش قاتل است
وہ نحوی اصطلاح کے اعتبار سے فاعل ہے	ورنہ وہ مفعول ہے اور موت اس کی قاتل ہے

یعنی وہ لفظ نحوی کے اعتبار سے تو فاعل ہے ورنہ وہ مقتول ہے اور موت اس کی قاتل ہے مطلب یہ کہ مات زید میں زید کو فاعل کہتے ہیں مگر وہ فاعل تو کیا وہ تو خود معطل ہو چکا ہے وہ تو اصل میں مقتول موت ہے مگر ظاہری الفاظ کے اعتبار سے فاعل ہے تو اسی طرح ظاہر حالت کے اعتبار سے یہ عاشق گستاخ و بے ادب ہے ورنہ اصل میں نہایت باادب ہے۔

فاعلے چہ کو چناں مقہور شد	فاعلیہا جملہ از وے دور شد
وہ فاعل کیا وہ ایسا مغلوب ہے	تمام فاعلی اس سے دور ہو گئی ہے

یعنی فاعل تو کیا وہ تو ایسا مقہور ہوا ہے کہ تمام فاعلیتیں اس سے دور ہو گئی ہیں یعنی زید فاعل کیا بن سکتا ہے وہ تو ایسا مفعول بنا ہے کہ ساری فاعلیت ختم ہو گئی مگر ظاہر الفاظ کے اعتبار سے فاعل ہی ہے تو ایک شے ایک حیثیت سے مفعول اور دوسری سے فاعل۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں کہ بخارا میں غلام سے کوئی خطا سرزد ہوئی تو آقا اس نے سخت ناراض ہوا وہ غلام خوف جان کی وجہ سے وہاں سے بھاگ گیا لیکن آقا سے اس کو محبت زیادہ تھی اس لئے اس سے جدا نہ رہ سکا لہذا پھر بے باکانہ آ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔

لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخش دو

تو اس کا یہ کھڑا ہونا ظاہراً تو سخت گستاخی پر دال ہے مگر اندر دیکھو کہ اس کے دل میں اس آقا کی کس قدر وقعت تھی چونکہ یہاں اس مضمون کو بیان کیا تھا اس مناسبت سے آگے اس حکایت کو لاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ان ناقصین شیر وہرن وغیرہ کی حالت کو حق سبحانہ کی حالت پر قیاس کرنے کو کوئی گستاخی نہ سمجھے بلکہ یہ جوش عشق ہے۔عاشق کی نبض گستاخانہ دھڑکتی ہے کیونکہ اس کا دعویٰ عشق بظاہر حق سبحانہ کی گونہ ہمسری کا دعویٰ کرنا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ بظاہر حال تو اس سے زیادہ گستاخ کوئی نہیں اور باطن میں اس سے زیادہ باادب کوئی نہیں یہ موافقت ضدین یعنی باادب اور بے ادب کا جمع ہونا بھی اختلاف جہت سے ہے۔جب تم اس کی ظاہری حالت کو دیکھو تو تم اسے بے ادب کہو گے کیونکہ وہ حق سبحانہ کے عشق کا دعویٰ کرتا ہے اور یہ چھوٹا منہ بڑی بات ہے مگر جب تم اس کے باطن پر نظر کرو تو تم کو معلوم ہوگا کہ کیسا دعویٰ وہ خود اور اس کا دعویٰ دونوں حق سبحانہ کے سامنے فنا ہیں اس کی مثال ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ مات زید میں زید فاعل ہے لیکن وہ حقیقت میں فاعل نہیں ہے کیونکہ وہ تو معطل ہے وہ نحویوں کے اعتبار سے فاعل ہے ورنہ حقیقت کے لحاظ سے دیکھو تو وہ مقتول و مفعول ہے اور موت اس کی قاتل اور فاعل موثر بھلا وہ کیا فاعل ہوسکتا ہے جو اس قدر مغلوب ہو کہ ساری فاعلیتیں اس سے منفک ہو جائیں۔

شرح شبّیری

قصہ صدر جہان کے وکیل کا کہ متہم ہوا تھا اور بخارا سے خوف جان کی وجہ سے بھاگ گیا تھا پھر عشق نے اس کا گریبان پکڑا (اور بخارا میں آ گیا) کیونکہ جانبازی کرنا جانان کے لئے سہل ہوتی ہے

در بخارا بندۂ صدر جہاں	متہم شد گشت از صدرش نہاں
بخارا میں صدر جہاں کا ایک غلام	متہم ہوگیا' اس کے دربار سے غائب ہو گیا

یعنی بخارا میں صدر جہاں کا غلام متہم ہوگیا تو اپنے صدر سے پوشیدہ ہوگیا۔

مدت دہ سال سرگرداں بگشت	گہ خراساں گہ قہستاں گاہ دشت
دس سال تک مارا مارا پھرا	کبھی خراسان میں' کبھی کہستان میں' کبھی جنگل میں

یعنی دس برس کی مدت تک وہ سرگرداں پھرا کبھی خراساں میں اور کبھی قہستان میں اور کبھی جنگل میں۔

از پس دہ سال او از اشتیاق	گشت بے طاقت ز ایام فراق
دس سال کے بعد وہ عشق کی وجہ سے	جدائی کے زمانہ سے' بے بس ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بعد دس برس کے وہ اشتیاق کی وجہ سے ایام فراق سے بے طاقت ہو گیا۔

گفت تاب فرقتم زیں پس نماند	صبر کے داند خلاعت را نشاند
اس نے کہا اس کے بعد جدائی کی طاقت مجھ میں نہیں رہی ہے	صبر' فراق کے ڈر کو کہاں فرو کر سکتا ہے؟

یعنی کہنے لگا کہ اس کے بعد مجھے فرقت کی تاب نہ رہی اور صبر کب جانے خلاعت کو بٹھلاتا۔ خلاعت مرض وغیرہ سے گھلنا) مطلب یہ کہ صبر اور غم خوری یکجا کب جمع ہو سکتے ہیں۔ جب اس کو اس کی فرقت میں اندوہ والم تھا تو پھر صبر کہاں ہو سکتا تھا آگے فراق سے اشیاء کے خراب ہونے کی نظائر فرماتے ہیں کہ۔

ز فراق ایں خاکہا شورہ شود	آب زرد و گندہ و تیرہ شود
فراق سے یہ زمینیں شور بن جاتی ہیں	پانی زرد اور گندہ اور گدلا ہو جاتا ہے

یعنی فراق کی وجہ سے یہ خاک شورہ ہو جاتی ہیں اور پانی زرد اور گندہ اور تیرہ ہو جاتا ہے یعنی خاک کو اگر پانی سے مفارقت ہو یا پانی کو پانی سے مفارقت ہو تو وہ خراب ہو جاتے ہیں۔

باد جان افزا و خم گردد وبا	آتشے خاکسترے گردد ہبا
روح پرور ہوا' ناموافق وبا بن جاتی ہے	آگ' راکھ فضا کے ذرے بن جاتی ہے

یعنی ہوا جو جان افزا ہو وہ ناگوار اور وبا ہو جاتی ہے اور آگ خاکستر اور ہبا ہو جاتی ہے۔ یعنی جب ہوا بند ہو جاوے اور دوسری ہوا اس تک نہ پہنچے تو وہ خراب ہو جاتی ہے علیٰ ہذا آگ بھی بجھ جاتی ہے۔

باغ چوں جنت شود دارالمرض	زرد دریزاں برگ او اندر حرض
جنت جیسا باغ' بیماری کا گھر بن جاتا ہے	خرابی سے اس کے پتے زرد اور جھڑنیوالے بن جاتے ہیں

یعنی جنت جیسا باغ (بارش کی مفارقت سے) دارالمرض ہو جاتا ہے زرد اور اس کے پتے گرنیوالے مرض میں (مبتلا ہو جاتے ہیں) یعنی اگر باغ کو بارش نہ پہنچے تو وہ سوکھ ساکھ کر خراب وخستہ ہو جاتا ہے۔

عقل دراک از فراق دوستان	ہمچو تیر انداز اشکستہ کمان
دوستوں کی جدائی سے حساس عقل	ٹوٹی ہوئی کمان والے' تیر انداز کی طرح ہے

یعنی عقل مدرک دوستوں کے فراق کی وجہ سے مثل اس تیر انداز کے ہے جو شکستہ کمان ہو یعنی فراق دوستان میں عقل انسان بیکار ہو جاتی ہے۔

دوزخ از فرقت چناں سوزاں شدہ است	بیداز فرقت چناں لرزاں شدہ است
دوزخ' فراق سے اس قدر جلانے والی بن گئی ہے	بید' فراق سے اس قدر لرزنے والی بن گئی ہے

یعنی دوزخ فرقت کی وجہ سے اس قدر سوزاں ہو رہی ہے اور بید فرقت کی وجہ سے اس قدر کانپ رہا ہے یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخ میں جو اس قدر شورش ہے یہ اس فرقت کی وجہ سے ہے جو کہ اس کو بظاہر حق تعالیٰ سے ہے علیٰ ہذا بید بھی اپنے معشوق کی یاد میں کانپ رہا ہے یہ مضامین اکثر شاعرانہ ہیں۔ جیسے کہ مشہور ہے مطلب یہ ہے کہ فرقت میں اکثر اشیاء خراب ہو جاتی ہیں تو اسی طرح فرقت صدر جہان میں وہ غلام خراب وخستہ تھا آگے فرماتے ہیں۔

گر بگویم از فراق چوں شرار	تا قیامت یک بود از صد ہزار
اگر میں چنگاریوں جیسے فراق کے متعلق کہوں	قیامت تک لاکھ میں سے ایک ہو گا

یعنی اگر میں فراق کو جو مثل شرر کے ہے بیان کروں تو قیامت تک لاکھ میں سے ایک ہو گا یعنی لاکھوں حصہ بھی اس کے خواص اور اس کے افعال کا قیامت تک بیان نہیں ہو سکتا۔

پس ز شرح سوز او کم زن نفس	رب سلم رب سلم گوئے بس
لہٰذا اس کی سوزش کی تشریح نہ کر	بس ' خدا بچا' خدا بچا کہتا رہ

یعنی پس اس کی سوز کی شرح سے کم دم مارو بس رب سلم رب سلم کہتے رہو یعنی اس کی سوز کو زیادہ مت بیان کرو اور رب سلم رب سلم کہتے رہو بیان کرنا مناسب نہیں ہے۔

ہر چہ از وے شاد گردی در جہاں	از فراق او بیندیش آں زماں
تو دنیا میں' جس چیز سے خوش ہو	اسی وقت' اس کی جدائی کو سوچ لے

یعنی جہان میں جس چیز سے کہ تم شاد ہو تو اس وقت اس کے فراق سے بھی ڈرو۔

زانچہ گشتی شاد بس کس شاد شد	آخر از وے جست ہمچوں باد شد
جس چیز سے تو خوش ہوا ہے بہت سے خوش ہو چکے ہیں	بالآخر اس سے وہ چیز چل گئی ہے اور ہوا جیسی ہو گئی ہے

یعنی جس چیز سے تم شاد ہوئے بہت لوگ شاد ہو چکے ہیں آخر ان سے نکل کر ہوا کی طرح چلی گئی۔

از تو ہم بجہد تو دل بروے منہ	پیش ازاں کو بجہد از تو تو بجہ
وہ تجھ سے بھی نکل بھاگے گی' اس سے دل نہ لگا	اس سے پہلے کہ وہ تجھ سے بھاگے تو اس سے بھاگ جا

یعنی تجھ سے بھی نکل جاوے گی تو اس پر دل مت رکھ اس سے قبل کہ وہ نکلے تو اس سے نکل جا یعنی قبل ازیں کہ وہ تمہیں چھوڑے تم ہی اس کو چھوڑ دو۔

ہمچو مریم گوئی پیش از فوت ملک	نفس را کہ اعوذ بالرحمٰن منک
ملک کے فوت ہونے سے پہلے ہی (حضرت) مریم کی طرح کہہ دے	نفس سے میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں

یعنی ملک کے فوت ہونے سے پہلے مریم کی طرح نفس سے کہہ دو کہ اعوذ بالرحمٰن منک۔ مطلب یہ کہ اس سے قبل کہ نفس تم پر قابو پاوے اور تمہارے ملک کو تباہ و برباد کرے تم مریم کی طرح اس سے پناہ مانگو کہ جب ان کے پاس

www.besturdubooks.wordpress.com

جبرئیل آئے تو انہوں نے بوجہ عدم شناخت کے کوئی مفسدہ سمجھ کر اعوذ بالرحمٰن منک کہا تھا تو یہاں تو مفسدہ ظاہر ہے تم اس نفس سے پناہ مانگو آگے جبرئیل کا مریمؑ کے پاس آنے اور ان کے پناہ مانگنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ دیکھو بخارا میں صدر جہان کا ایک غلام تھا وہ کسی معاملہ میں متہم ہوا اور اپنے آقا سے چھپ گیا دس برس تک سرگرداں پھرا کیا کبھی خراسان میں کبھی قہستان میں اور کبھی جنگل میں۔ دس سال کے بعد فرط اشتیاق اور طول زمانہ فرق سے بے طاقت ہو گیا اور کہا کہ اب مجھ میں جدائی کی طاقت نہیں واقعی بات یہی ہے کہ صبر مفارقت کو کب پاس بیٹھنے دیتا ہے اور صبر و فراق کہاں جمع ہو سکتے ہیں۔ مفارقت ہی سے خاک شورہ بن جاتی ہے کیونکہ جب قوی نامیہ وغیرہ اس سے جدا ہو جاتی ہیں تو شورہ بن جاتی ہے اور مفارقت ہی سے آب گندہ زرد اور میلا ہوتا ہے کیونکہ جب صفائی اور خلوص اس سے جدا ہوا یہ باتیں پیدا ہو جاتی ہیں مفارقت ہی سے روح افزا ہوا گندہ اور وبا کا سبب بن جاتی ہے اس لئے کہ جب صرافت اس کی جدا ہو گئی یہ خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور مفارقت ہی سے آگ خاکستر اور فنا ہو جاتے ہیں کیونکہ جب ہوا وغیرہ اشیاء مشتعلہ سے اسے انفکاک ہوتا ہے تو وہ بجھ جاتی ہے مفارقت ہی سے بہشت کی مانند سرسبز و شاداب باغ دار المرض بن جاتا ہے کیونکہ جب بہار چلی گئی تو پتے زرد ہو کر گرنے لگتے ہیں۔ غرض میں فراق کے مصائب کہاں تک بیان کروں اگر اس چنگاری کی مانند فراق کے اوصاف بیان کروں تو قیامت تک بیان کرنے پر بھی لاکھوں حصہ نہ بیان ہو لہٰذا اس کی شوزش کے بیان کو چھوڑ کر یہ دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ تو ہمیں اس مصیبت سے بچا اب سنو کہ جس چیز سے تم کو خوشی ہو اس کی مفارقت کے رنج کا بھی خیال کر لیا کرو کیونکہ جس چیز سے تم خوش ہو تم سے پہلے بھی بہت خوش ہو چکے ہیں لیکن آخر وہ شے ان سے بھی ہوا کی طرح جدا ہو گئی پھر تمہارے پاس کیسے رہ سکتی ہے ضرور تم سے بھی علیحدہ ہو گی لہٰذا تم اس سے دل ہی نہ لگاؤ اور قبل اس کے کہ وہ تم سے جدا ہو تمہیں اس سے جدا ہو جاؤ اور اس اپنے ملک کے زوال سے پہلے ہی تم مریم علیہا السلام کی طرح اعوذ بالرحمٰن منک کہدو۔ تفصیل واقعہ مریم حسب ذیل ہے۔

شرح شبیری

روح القدس کا آدمی کی صورت میں مریمؑ کے سامنے ان کے غسل اور برہنگی کی حالت میں ظاہر ہونا اور ان کا خدائے تعالیٰ سے پناہ مانگنا

دید مریمؑ صورتے بس جانفزا	جانفزائے دلربائے در خلا
حضرت مریمؑ نے ایک روح پرور صورت دیکھی	خلوت میں جو بڑی روح پرور اور دلربا تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مریمؑ نے خلوت میں ایک صورت بہت ہی جانفزا اور دلبرا دیکھی۔

پیش او بررست از روئے زمین	چوں مہ وخورشید آں روح الامیں
ان کے سامنے زمین سے نکل آئے	جبرئیل ، چاند اور سورج جیسے

یعنی مریمؑ کے سامنے وہ روح الامین مثل ماہ وخورشید کے نکل آئے۔یعنی زمین میں سے پیدا ہو گئے۔

از زمیں بررست خوبے بے نقاب	آں چناں کز شرق روید آفتاب
ایک حسین بے نقاب زمین سے نمودار ہوا	جس طرح مشرق سے سورج نمودار ہوتا ہے

یعنی زمین سے ایک خوبصورت بے نقاب نکلے جیسے شرق سے آفتاب نکلتا ہے۔

لرزہ بر اعضائے مریم او فتاد	کو برہنہ بود و ترسید از فساد
(حضرت) مریمؑ کے اعضاء پر کپکپی طاری ہوگئی	کیونکہ وہ ننگی تھیں اور خرابی سے ڈریں

یعنی اعضائے مریمؑ پر لرزہ پڑ گیا کیونکہ وہ برہنہ تھیں اور فساد سے ڈریں۔یعنی چونکہ وہ برہنہ تھیں تو انہوں نے ان کو پہچانا نہیں لہذا سمجھیں کہ کوئی مفسد ہے لہذا وہ کانپنے لگیں۔

صورتے کہ یوسف ار دیدے عیاں	دست از حیرت بریدے چوں زناں
وہ ایسی صورت (تھی) کہ اگر (حضرت) یوسف اس کو دیکھ لیتے	عورتوں کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیتے

یعنی ایسی صورت کہ اگر یوسفؑ بھی عیاناً دیکھ لیں تو نساء (مصر) کی طرح حیرت سے ہاتھ کاٹ لیں۔

ہمچو گل پیشش بروئید او ز گل	چوں خیالے کہ بر آرد سر ز دل
وہ زمین سے ' پھول کی طرح ان کے سامنے اگ آئے	جس طرح خیال دل سے سر ابھارتا ہے

یعنی پھول کی طرح ان کے سامنے وہ مٹی سے پیدا ہو گئے مثل ایک خیال کے جو کہ دل سے سر نکالے۔یعنی وہ اس طرح نکل آئے جیسے کہ پھول مٹی سے نکل آتا ہے اسی طرح وہ زمین سے نکل آئے۔

گشت مریم بیخود و در بیخودی	گفت بجہم در پناہ ایزدی
(حضرت) مریمؑ بے اختیار ہوگئیں ' اور بیخودی میں	فرمایا میں خدا کی پناہ میں آتی ہوں

یعنی مریمؑ (ان کو دیکھ کر) بیخود ہوگئیں اور بیخودی میں بولیں کہ میں تو پناہ حق میں جاتی ہوں یعنی میں خدا سے پناہ مانگتی ہوں۔

زانکہ عادت کردہ بود آں پاک جیب	در ہزیمت رخت بردن سوئے غیب
کیونکہ ان پاکدامن نے عادت ڈال رکھی تھی	عاجزی میں غیب کی طرف رجوع کرنے کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی چونکہ وہ پاک دامن ہزیمت میں رخت کو غیب کی طرف لے جانے کی عادت ڈالے ہوئے تھیں یعنی ان کی عادت تھی کہ جب کوئی ایسی بات ہوتی تھی تو غیب کی طرف متوجہ ہوتی تھیں اس حالت میں بھی وہ اس طرف متوجہ ہوئیں اور بولیں کہ اعوذ بالرحمٰن منک۔

چوں جہاں را دید ملکے بے قرار	حازمانہ ساخت آں حضرت حصار
چونکہ انہوں نے دنیا کو بے ٹکاؤ ملک سمجھ لیا تھا	پختہ کاری سے اس دربار کو قلعہ بنا لیا تھا

یعنی جبکہ مریم نے (اس) جہان کو ایک ملک بے قرار (وزائل وفانی) دیکھا تو حازم کی طرح اس درگاہ میں قلعہ بنالیا۔ یعنی جب اس دنیا کو فانی دیکھا تو بس وہ ہر کام میں حضرت حق کی طرف متوجہ ہوتی تھیں۔

تا بگاہ مرگ حصنے باشدش	کہ نیابد خصم راہ مقصدش
تاکہ موت کے وقت وہ ان کا قلعہ بنے	تاکہ شیطان اپنے مقصد کا راستہ نہ پائے

یعنی وقت موت تک ان کے لے وہ ایک حصن ہوگا کہ کوئی خصم ان کے مقصد پر نہ آوے گا۔ مطلب یہ کہ یہ وہ حصن ہے کہ اس حصن میں ان کے مقصد تک کسی دشمن کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔

از پناہ حق حصارے بہ نہ دید	یورتگہ نزدیک آں دژ برگزید
انہوں نے اللہ کی پناہ سے زیادہ بہتر کوئی قلعہ نہیں دیکھا	اس قلعہ کے نزدیک انہوں نے قیام گاہ منتخب کی

یعنی پناہ حق سے کوئی حصار بہتر نہ دیکھا تو گھر اس قلعہ کے نزدیک اختیار کرلیا یعنی انہوں نے حق تعالیٰ سے پناہ مانگی اور کہا کہ اعوذ بالرحمٰن منک۔

چوں بدید آں غمزہائے عقل سوز	کہ ازو می شد جگر ہا تیر دوز
جب انہوں نے وہ عقل سوز ادائیں دیکھیں	جن سے جگر زخمی ہوتے تھے

یعنی جب کہ ان غمزہائے عقل سوز کو دیکھا جن سے کہ جگر تیر دوز ہوتے تھے (تو ان ہی کی پناہ میں چلی گئیں) اور غمزوں سے مراد افعال ہیں) یعنی جب انہوں نے حق تعالیٰ کے افعال وقدرۃ کو ایسا دیکھا کہ وہ تمام عقول پر غالب ہیں اور ان پر کسی کا بس نہیں چلتا تو بس وہ ان ہی کی پناہ میں آ گئیں اور ان کی تو یہ قدرت اور وہ شان ہے کہ۔

شاہ و لشکر حلقہ در گوشش شدہ	خسروان ہوش بیہوشش شدہ
شاہ اور لشکر اس کے حلقہ بگوش بن گئے تھے	عقل کے شہنشاہ بیہوش ہو گئے تھے

یعنی شاہ اور لشکر سب اس کے حلقہ بگوش ہیں اور خسرواں ہوش اس کے بے ہوش ہیں یعنی تمام شاہان دنیا اور ان کے لشکر اور بڑے بڑے عقلاء سب اس کے سامنے زبوں ہیں اس کے آگے کسی کی نہیں چلتی لہذا اس ہی کی پناہ ایسی ہے کہ جہاں کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزاراں شاہ مملوکش برق	صد ہزاراں بدر رادادہ بدق
لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اسکے مملوک ہو گئے تھے	لاکھوں چودھویں کے چاندوں کو اس نے گھناؤ میں مبتلا کر دیا تھا

یعنی لاکھوں بادشاہ غلامی کی وجہ سے اس کے مملوک اور لاکھوں بدر کو وہ گھٹنے میں دیئے ہوئے ہیں۔ یعنی اس کے سامنے سب زبوں اور کم ہیں کوئی اس کی برابر کا نہیں۔

زہرہ نے مر زہرہ را تادم زند	عقل کلش چوں بہ بیند کم زند
زہرہ کے پتہ نہیں کہ دم مارے	جب اس کو عقل کل دیکھ لے (کاروبار) چھوڑ دے

یعنی زہرہ کو طاقت نہیں ہے کہ دم مارے اور عقل کل اس کو جب دیکھ لے تو پوشیدہ ہو جاوے یعنی اس کی قدرت اور اس کے جمال کے آگے سب ہیچ ہیں اس لئے حضرت مریم ان کی پناہ میں آ گئیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

من چہ گویم چوں مرا بردوخت است	دمگہم را دمگہ او سوخت است
میں کیا بتاؤں جبکہ اس نے مجھے چھلنی کر دیا ہے	اس کے مظاہر نے میرا گلا جلا دیا ہے

یعنی میں کیا بیان کروں جبکہ مجھے اس نے سی دیا ہے اور میرے نطق کو اس کے نطق نے جلا دیا ہے یعنی میں حق تعالیٰ کی شان کیا بیان کر سکتا ہوں مجھے تو حق تعالیٰ کے جلال نے چپ کر دیا ہے اور میں اس میں فنا ہو چکا ہوں۔

دود آں نارم دلیلم من برو	دور ازان شہ باطل ما عبروا
میں اس آگ کا دھواں ہوں میں اس کی نشانی ہوں	اس شاہ سے دور ہے لوگوں نے جو تعبیر کی ہے وہ باطل ہے

یعنی میں اسی آگ کا دھواں ہوں اور میں اس پر دلیل ہوں اس شاہ سے دور اور باطل ہے جو لوگ تعبیر کرتے ہیں یعنی میں تو اسی کا ظل ہوں اور اس پر دال ہوں تو میری ہستی ہی اس کے وجود پر دلیل ہو سکتی ہے اس لئے کہ مصنوع سے صانع پر استدلال ہوتا ہے باقی جو صفات کہ لوگ بیان کرتے ہیں وہ بالکل باطل ہیں اور اس کی شان سے بیحد بعید ہیں۔

خود نباشد آفتابے را دلیل	جز کہ نور آفتاب مستطیل
سورج کے لئے کوئی دلیل نہیں ہوتی	سورج کے لیے نور کے سوا

یعنی خود آفتاب کی کوئی دلیل سوائے نور آفتاب کے جو کہ مستطیل ہو نہیں ہوتی یعنی آفتاب کے وجود کی دلیل خود اس کا وہ نور ہی ہے اس پر کسی دوسری دلیل کے قائم کرنے کی کوئی حاجت نہیں ہے تو اسی طرح حق تعالیٰ کے وجود پر کسی دوسری دلیل کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ خود ہی دلیل ہے۔

سایہ کہ بود تا دلیل او بود	این بستش کہ ذلیل او بود
سایہ کیا ہوتا ہے جو اس کی دلیل بنے	اس کے لئے یہی کافی ہے کہ وہ اس کا تابع ہو

یعنی سایہ کون ہے کہ اس کی دلیل ہو گا یہی کافی ہے کہ وہ اس کا ذلیل ہو جاوے۔ یعنی سایہ بھلا اصل کی

www.besturdubooks.wordpress.com

دلیل کیا بن سکتا ہے وہ اگر اس کا عاجز اور اس کا دلیل رہے یہی کافی ہے ورنہ کہاں سایہ اور کہاں اصل تو ہمارا وجود وجود حق پر کیا دلیل ہو سکتا ہے کہاں ہم اور کہاں وہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ مریم علیہا السلام نے خلوت میں ایک نہایت جانفزا اور دلربا صورت دیکھی یعنی جبرئیل علیہ السلام ان کے سامنے ہی زمین میں سے پیدا ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ زمین سے ایک بے نقاب خوب صورت شخص یوں برآمد ہوا جیسے کہ مشرق سے آفتاب نکلتا ہے ان کو دیکھتے ہی مریم علیہ السلام کا جسم تھر تھر کانپنے لگا کیونکہ وہ برہنہ تھیں اور ان کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو کوئی خرابی واقع ہو کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ ایک ایسا خوبصورت شخص جس کو اگر یوسف علیہ السلام بھی دیکھ لیتے تو زنان مصر کی طرح وہ بھی حیرت سے اپنے ہاتھ کاٹ لیتے۔ پھول کی طرح ان کے سامنے زمین سے یوں پیدا ہوا جیسے کہ دل سے خیال ظاہر ہوتا ہے یہ دیکھ کر مریم علیہا السلام بدحواس ہو گئیں اور کہا کہ اب کوئی چارہ نہیں بجز اس کے کہ میں حق سبحانہ سے پناہ لوں کیونکہ ان عفیفہ کی یہ عادت تھی کہ جب کبھی کسی مصیبت سے مغلوب ہوتی تھیں تو اپنے کو حق سبحانہ کے حوالہ کر دیتی تھیں اور ان سے پناہ لیتی تھیں کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ عالم فانی ہے تو غایت حزم سے انہوں نے حضرت حق کو اپنا پناہ دہندہ بنایا اور بہت ہی خوب کیا کیونکہ وہ ان کے انتقال کے وقت تک ان کا یوں پناہ دہندہ رہے گا کہ کوئی دشمن ان پر قابو نہ پا سکے گا۔ پس جب انہوں نے دیکھا کہ اس شخص کے غمزے عقل کو فنا کر دینے والے اور جگر کے پارے ہو جانے والے ہیں گو اب تک مجھ پر ان کا کچھ اثر نہیں ہوا لیکن نفس وشیطان انسان کے دشمن ہیں کیا عجب ہے کہ مجھ پر نفس وشیطان کا جادو چل جاوے۔ تو انہوں نے خدا کی پناہ سے بہتر کوئی قلعہ نہ دیکھا لہذا اسی کے قریب چوکی بنا لی اور اس کی پناہ میں آ گئیں۔ اور سمجھا کہ یہاں کسی کا قابو نہیں چل سکتا۔ اس لئے کہ شاہان دنیا اور ان کے لشکر سب اس کے حلقہ بگوش ہیں اور بڑے بڑے عقلاء اس کے سامنے بے ہوش ہیں لاکھوں بادشاہ اس کے غلام ہیں اور لاکھوں حسین اس کے فراق میں مدقوق ہیں۔ زہرہ کی کیا طاقت ہے کہ اس کے سامنے دم مار سکے اس کی تو یہ حالت ہے کہ عقل کل بھی اسے دیکھ کر اپنے نقص کا اعتراف کرتی ہے۔ پس نہ وہاں کسی کا زور چل سکتا ہے نہ تدبیر اور نہ وہ حسن سے متاثر ہو سکتا ہے لہذا کوئی تدبیر نہیں جس سے کوئی مجھ پر قبضہ حاصل کر سکے۔ یہ توجیہ تو اس وقت ہے جبکہ چوں شرط موخر ہو اور از پناہ حق الخ جزائے مقدم اور شاہ ولشکر الخ علت مضمون مستنبط از جزا اور یہ بھی ممکن ہے کہ چوں بدید اور اشعار مابعد شرط موخر ہوں اور از پناہ حق الخ جزائے مقدم اس وقت حاصل یہ ہوگا کہ حضرت مریم علیہا السلام نے جب دیکھا کہ حضرت حق خود محبوب حقیقی اور شہنشاہ حقیقی ہیں نہ ان کے سامنے کسی کا زور چل سکتا ہے نہ تدبیر نہ حسن اس لئے ان کے پناہ میں آ گئیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان کے کمالات کیا بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

کروں اس نے تو میرا منہ سی دیا ہے اور اس کی گویائی نے میرے بیان کو فنا کر دیا ہے کیونکہ میں ہوں ہی کیا چیز میں تو اس آگ کا دھواں اور اس علت کا معلول اور اس کی وجود کی دلیل ہوں تو پہ تو بہ حاشا و عن ذلک میں نے جو کچھ کہا سب غلط ہے۔ آفتاب کی دلیل تو خود اس کا پھیلنے والا نور ہے۔ سایہ کی کیا مجال ہے کہ وہ اس کی دلیل بن سکے اس کے لئے تو یہ ہی کافی ہے کہ وہ اس کا ایک ذلیل وابستہ ہو۔

شرح شبّیری

ایں جلالت در دلالت صادق است	جملہ ادراکات پس او سابق است
یہ بڑائی (اپنی) دلالت میں سچی ہے	تمام ادراکات پیچھے ہیں' وہ آگے ہے

یعنی یہ جلیل ہونا دلالت کرنے میں صادق ہے۔ تمام قویٰ مدرکہ پیچھے ہیں اور وہ سابق ہے۔ یعنی اس کا جلیل و عظیم ہونا ہی اس کے وجود پر دلیل کافی ہے ورنہ جس قدر قویٰ مدرکہ ہیں سارے اس کے کنہ کے دریافت کرنے میں پس ہیں اور وہ سب سے سابق ہے۔

جملہ ادراکات برخرہائے لنگ	او سوار باد پران چوں خدنگ
تمام ادراکات لنگڑے گدھوں پر سوار ہیں	وہ تیر کی طرح اڑنے والی ہوا پر سوار ہے

یعنی تمام قویٰ مدرکہ خرہائے لنگ پر (سوار) ہیں اور وہ باد پراں پر جو مثل خدنگ کے ہے سوار ہے۔

گر گریزد کس نیابد گرد شہ	ور گریزند او بگیرد پیش رہ
اگر شاہ بھاگے کوئی اس کی گرد نہیں پا سکتا	اور اگر لوگ بھاگیں تو وہ (شاہ) آگے کا راستہ روک دے

یعنی اگر بھاگے تو کوئی شخص گرد شاہ کو پا نہیں سکتا۔ اور وہ بھاگے تو راستہ کا آ گا روک لے یعنی اور قویٰ مدرکہ اگر اس کا ادراک کرنا چاہیں تو اس تک کیا اس کی گرد تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر وہ ادراک کرنا چاہے تو کوئی نکل کر جا نہیں سکتا۔ قرآن شریف میں موجود ہے۔ **ولا یحیطون بشیء من علمه الا بماشاء** تو جب تمام قویٰ مدرکہ اس کے آگے عاجز ہیں تو پھر اس کی کنہ کو کیاں بیان کر سکتے ہیں۔ آگے قویٰ کے افعال کو کہ یہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتے ہیں اور کسی وقت بیکار نہیں رہتے مگر بعض مرتبہ بعض اشیاء کے ادراک میں تھک جاتے ہیں تو بس جب اس دنیاوی مدرکات کے ادراک میں ان کا یہ حال ہے تو پھر ادراک حق میں تو کیوں نہ تھکیں گے۔ فرماتے ہیں کہ۔

جملہ ادراکات را آرام نے	وقت میدانست وقت جام نے
جملہ ادراکات کو سکون نہیں ہے	میدان کا وقت ہے' جام کا وقت نہیں ہے

یعنی تمام قویٰ مدرکہ کو آرام نہیں ہے (بلکہ ان کے لئے) وقت میدان ہے وقت جام نہیں ہے۔ یعنی جس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح کہ میدان میں ہر وقت کام میں رہتے ہیں اسی طرح یہ بھی کام میں لگے رہتے ہیں اور جام نوشی بیکاری میں ہوتی ہے تو یہ بیکار ہی نہیں ہیں کہ جو جام نوشی کریں بلکہ یہ حالت ہے کہ۔

آن یکے وہمے چو بازے می پرد	وان یکے چون تیر مغفری درد
ایک خیالی باز کی طرح اڑتا ہے	اور ایک تیر کی طرح خود کو پھاڑتا ہے

یعنی وہ ایک وہم تو باز کی طرح اڑتا ہے اور وہ ایک (نگاہ) تیر کی طرح مغفر کو پھاڑتی ہے یعنی جس طرح کہ تیر خود کو پھاڑ دیتا ہے اسی طرح نگاہ اجسام کو چیرتی ہوئی نکل جاتی ہے۔

وان دگر چون کشتی با بادبان	وان دگر اندر تراجع ہر زمان
اور دوسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے	اور دوسرا ہر وقت تردد میں ہے

یعنی اور وہ دوسرا (شامہ وسامعہ) مثل کشتی کے مع بادبان کے ہے اور وہ دوسرا (عقلیہ) تراجع میں ہے ہر وقت۔ یعنی ایک بات کو سوچو پھر اسی کو سوچتا ہے تو یہ ہر وقت تراجع میں ہے کہ الٹ پھیر کرتی رہتی ہے۔

چون شکارے می نماید شان زدور	جملہ حملہ می فزایند آن طیور
جب ان کو کوئی شکار دور سے نظر آتا ہے	وہ سب پرند حملہ کرتے ہیں

یعنی ان کو جب دور سے کوئی شکار دکھائی دیتا ہے تو یہ سارے طیور حملہ کرتے ہیں یعنی جب کوئی مدرک ان کو معلوم ہوتا ہے تو یہ سارے اس طرف کو اس کے ادراک کے لئے چلتے ہیں۔

چونکہ ناپیدا شود حیران شوند	ہمچو چغدان سوئے ہر ویران شوند
جب وہ غائب ہو جاتا ہے، سب حیران ہوتے ہیں	الوؤں کی طرح ہر ویرانے میں چلے جاتے ہیں

یعنی جب وہ مدرک غائب ہو جاتا ہے تو سارے حیران رہ جاتے ہیں اور چغدوں کی طرح ویرانہ کی طرف جاتے ہیں یعنی بس پھر ان کی کچھ نہیں چلتی اور حیران رہ جاتے ہیں۔

منتظر چشمے بہم یک چشم باز	تاکہ پیدا گردد آن صید نیاز
اس طور پر منتظر کہ ایک آنکھ کھلی ہوئی ایک آنکھ بند	تاکہ وہ نیازمندی کا شکار نظر آ جائے

یعنی منتظر ہیں ایک آنکھ کھلی ہوئی اور ایک بند تاکہ وہ صید نیاز ظاہر ہو جاوے (چشمے بہم یک چشم باز کنایہ ہے غایت انتظار سے) یعنی بے انتہا اس کے ظہور کے منتظر رہتے ہیں۔

چون بماند دیر گویند از ملال	صید بود آن خود عجب یا خود خیال
جب وہ دیر تک (مخفی) رہتا ہے تھک کر کہتے ہیں	تعجب ہے، وہ شکار تھا یا خود خیال (تھا)

یعنی جب وہ دیر تک (غائب) رہتا ہے تو ملال کی وجہ سے کہتے ہیں کہ وہ صید تھا یا کوئی خیال تھا یعنی اکتا کر

www.besturdubooks.wordpress.com

کہتے ہیں کہ میاں یہ مدرک صرف وہم ہی تھا یا کوئی واقع میں شی تھی اب مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مصلحت آنست تا یک ساعتے	قوتے گیرند و زور از راحتے
مصلحت یہ ہے کہ تھوڑی دیر	آرام کے ذریعہ قوت اور طاقت پیدا کر لیں

یعنی مصلحت وہ ہے کہ ایک گھڑی کے لئے قوت اور زور راحت سے لے لیں یعنی وہ تھک جاتے ہیں اور آگے کام نہیں دیتے اس میں بھی مصلحت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس ادراک سے ان میں جو ملال پیدا ہو گیا ہے اور وہ تھک گئے ہیں اس راحت سے سب زائل ہو جاوے اور وہ پھر تازہ دم ہو کر ادراک میں مشغول ہوں۔ لہٰذا ان کو ایک حد پر پہنچا کر بیکار کر دیتے ہیں کہ جس سے وہ راحت حاصل کرتے ہیں۔ اس مضمون سے مولانا کو رات کی مصلحت کی طرف انتقال ہوا کہ جیسے ان کو راحت دی جاتی ہے اسی طرح رات سے بھی سب اعضاء کو راحت ملتی ہے لہٰذا آگے رات کے مصالح ہی کو بیان فرمانا شروع کر دیا۔ فرماتے ہیں کہ۔

گر نبودے شب ہمہ خلقان ز آز	خویشتن را سوختندے ز اہتزاز
اگر رات نہ ہوتی تمام لوگ حرص کیجہ سے	بھاگ دوڑ میں اپنے آپ کو جلا ڈالتے

یعنی اگر رات نہ ہوتی تو تمام مخلوق حرص کی وجہ سے اپنے کو ہلنے سے جلا لیتے۔ یعنی اگر رات نہ آیا کرتی تو حرص مال کی وجہ سے چوبیس گھنٹہ کمانے ہی میں لگے رہتے تو آخر ہلاک ہو جاتے تو رات کے ہونے میں یہ مصلحت ہے کہ دن بھر کے کام کے تھکے ہوئے آرام کرتے ہیں اور پھر کام کے لئے تازہ دم ہو جاتے ہیں۔

از ہوس و ز حرص سود اندوختن	ہر کسے دادے بدن را سوختن
ہوس اور نفع کمانے کی حرص سے	ہر شخص جسم کو پھونک ڈالتا

یعنی نفع کی جمع کرنے کی ہوس اور حرص کی وجہ سے ہر شخص بدن کو جلا لیتا۔ یعنی اپنے کو ہلاک کر لیتا اور کسی وقت آرام نہ کرتا۔ مگر اب یہ ہوتا ہے کہ۔

شب پدید آید چو گنج رحمتے	تا رہند از حرص خود یک ساعتے
رحمت کے خزانے کی طرح رات ہو جاتی ہے	تاکہ تھوڑی دیر کے لئے حرص سے نجات پا جائیں

یعنی رات ایک گنج رحمت کی طرح ظاہر ہو جاتی ہے تاکہ یہ اپنی حرص سے ایک گھڑی کے لئے چھوٹ جاویں۔ اب رات کے مصالح کو بیان کرنے سے مولانا کا ذہن قبض باطن کی طرف منتقل ہوا کہ جس طرح کہ رات میں ایک قسم کی بے نوری اور ظلمت ہوتی ہے اسی طرح قبض میں بھی احوال وغیرہ نہیں ہوتے۔ اور واردات بند ہو جاتے ہیں جو مشابہ ظلمت کے ہے لیکن جس طرح کہ رات کے بعد دن ہوتا ہے اور رات دن کے کام کرنے کے لئے نہیں ہوتی ہے اور دن میں جو کسل ہو گیا تھا اس کی مزیل ہوتی ہے اسی طرح بسط میں جو بعض مرتبہ کسل ہو

جاتا ہے اور انسان حقائق ومعارف کے بیان سے تھک جاتا ہے تو قبض سے وہ کسل دور ہو جاتا ہے اور علوم ومعارف و واردات عود کر آتے ہیں بلکہ اور زیادتی کے ساتھ عود کرتے ہیں لہذا آگے قبض کے فوائد بیان فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ قبضے آیدت اے راہرو	آن صلاح تست آئس دل مشو
اے سالک! جب تجھ پر قبض طاری ہو	وہ تیری بھلائی ہے مایوس دل نہ بن

یعنی اے سالک جبکہ تجھے قبض ہو تو وہ تیری صلاح ہے تو ناامید مت ہو یعنی اس میں تیرے لئے بہت سے منافع ہیں۔تو اس قبض سے محرومی مت سمجھو اور ناامید مت ہو بلکہ کام میں لگا رہ۔

زانکہ در خرجے دران بسط وکشاد	خرج را دخلے بباید ز اعتداد
کیونکہ تو اس قبض وبسط میں صرف کرنے میں ہے	خرچ کے لئے ذخیرے میں سے آمد چاہیے

یعنی اس لئے کہ تو بسط وکشادگی میں تو خرچ میں ہے اور خرچ کے لئے ایک معتبر آمدنی کی ضرورت ہے مطلب یہ کہ سالک کو جب بسط ہوتا ہے تو قاعدہ ہے کہ علوم ومعارف کو زیادہ بیان کرتا ہے تو فرماتے ہیں کہ بسط میں تو معارف وحقائق کا خرچ ہی خرچ ہے آمدنی نہیں ہے تو اگر آمدنی نہ ہو تو سب فنا ہو جاویں۔لہذا بعد بسط کے قبض ہوتا ہے تاکہ اس خرچ کی جگہ آب آمدنی ہو۔اور پھر آمدنی اور خرچ سب برابر ہو جاوے اور یکساں حالت رہنے میں نقصان ہے آگے یکساں حالت سے نقصان ہونے کی نظر فرماتے ہیں کہ۔

گر ہمارہ فصل تابستان بدے	سوزش خورشید در بستان زدے
اگر ہمیشہ گرمی کا موسم ہوتا	سورج کی گرمی باغ کو پھونک دیتی

یعنی اگر تمام فصل گرمی کی ہوتی تو خورشید کی سوزش باغ میں اثر کرتی۔

منبتش را سوختے از بیخ و بن	کہ دگر تازہ نہ گشتے آن کہن
اس کی کیاریوں کو جڑ اور بنیاد سے ایسا جلا دیتی ہے	کہ وہ پرانا بھی (ترو) تازہ نہ بنتا

یعنی اس (باغ) کی نسبت کو بیخ وبن سے جلا دیتی کہ وہ پرانا پھر تازہ نہ ہوتا۔

گر ترش رویست آن دے مشفق است	صیف خندانست واما محرق است
اگر وہ خزاں ترشرو ہے تو مہربان (بھی) ہے	گرمی کا موسم مسکرانے والا ہے لیکن جلانے والا ہے

یعنی خزان اگرچہ ترشرو ہے لیکن مشفق ہے اور گرمی خندان ہے مگر جلانے والی ہے۔مطلب یہ کہ دیکھو اگر تمام فصلوں میں گرمی رہا کرتی جو کہ موسم بہار ہے تو یہ نتیجہ ہوتا کہ تمام درخت اور تمام پودے جل بھن کر خاک ہو جاتے لیکن اب سردی آجاتی ہے اور وہ سرسبزی اور وہ موسم بہار نہیں رہتا جو کہ ظاہراً ناگوار معلوم ہوتا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ یہ خزان اور یہ سردی ان تمام چیزوں کو سرسبزی کے قابل بنا رہی ہے کہ ان اشیاء میں جو حرارت آفتاب

www.besturdubooks.wordpress.com

سرایت کر گئی تھی سردی نے آ کر اس کو معتدل کر دیا تو اسی طرح بسط کے بعد جو قبض ہوتا ہے وہ بھی تم کو علوم و معارف کے قابل بنا رہا ہے اور تمہارے اندر ایک ملال اور کسل ہو گیا ہے اس کو دور کر کے تازہ بناتا ہے کہ پھر جو بسط ہو تو پہلے سے زیادہ علوم و معارف حاصل ہوں آگے خود فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ قبض آمد تو در وے بسط بین	تازہ باش و چین میفگن بر جبین
جب قبض طاری ہو تو اس میں بسط کا مشاہدہ کر	تازہ رہ پیشانی پر شکن نہ ڈال

یعنی جبکہ قبض آیا تم اس میں بسط دیکھو اور تازہ رہو جبین پر شکن مت ڈالو۔ یعنی قبض سے پریشان مت ہو بلکہ اس کے اندر بھی تم بسط کو دیکھو اور یہی سمجھو کہ انشاء اللہ یہ قبض خود آلہ ہے بسط کا تو اس سے تنگدل مت ہو اس لئے کہ۔

کودکان خندان و دانایان ترش	غم جگر را باشد و شادی زشش
بچے خوش ہیں اور عقلمند غمگین ہیں	غم جگر کے لئے اور خوشی پھیپھڑے سے ہے

یعنی بچے جو خوش ہوتے ہیں اور دانا لوگ ترش ہوتے ہیں اور غم جگر میں ہوتا ہے اور خوشی پھیپھڑے میں مطلب یہ کہ دیکھو بچے تو ہمیشہ خوش رہتے ہیں ان کو کوئی غم ہی نہیں ہے اس لئے کہ نادان ہیں اور جو دانا ہیں وہ ہمیشہ متفکر اور غمگین رہتے ہیں اور دیکھو جگر جو ایک عضو رئیس ہے اس سے تو تعلق غم کو ہے اور پھیپھڑہ جو ایک عضو مرؤس ہے اس کا تعلق خوشی سے ہے تو اسی طرح تم کو اگر قبض کا غم ہو تو یہ خوش ہونے کی بات ہے کہ معلوم ہو کہ تم دانا اور رئیس ہو۔

چشم کودک ہمچو خر در آخر است	چشم عاقل در حساب آخر است
بچے کی نظر گدھے کی طرح آخور پر ہے	عقلمند کی نظر آخرت کے حساب پر ہے

یعنی لڑکے کی نگاہ تو گدھے کی طرح آخور میں ہے اور عاقل کی نگاہ حساب آخر میں ہے یعنی بچہ کا تو صرف یہ کام ہے کہ کھا لیا اور کھیل لیا اسے کچھ بھی غم نہیں اور جو عاقل و دانا ہیں وہ سینکڑوں تفکرات میں رہتے ہیں تو تمہارا رنج اور قبض کی حالت میں رہنا بتا رہا ہے کہ تم عاقل ہو پھر پریشان ہونے کی کونسی بات ہے۔

او در آخر چرب می بیند علف	دین ز قصاب آخرش بیند تلف
وہ آخور میں لذیذ گھاس دیکھتا ہے	اور یہ قصائی سے بالآخر اپنی ہلاکت دیکھتا ہے

یعنی وہ (بچہ) تو آخور میں غذا کو چرب دیکھ رہا ہے اور یہ آخر کار قصاب سے اس کا تلف ہونا دیکھ رہا ہے۔ یعنی نادان تو عمدہ غذائیں دیکھ کر خوب کھاتا ہے اور عاقل سمجھتا ہے کہ ان کو کھا کر قصائی کے ہاتھوں ذبح ہونا ہے تو وہ ان کو نہیں کھاتا۔ اسی طرح بسط میں نادان تو خوش رہتا ہے اور جو دانا ہیں وہ جانتے ہیں کہ صرف بسط کا انجام بہتر نہیں ہے لہذا وہ قبض سے بھی خوش ہوتے ہیں۔

آن علف تلخ است کین قصاب داد	بہر لحم ما ترازوئے نہاد
جو گھاس قصائی نے دی ہے وہ کڑوی ہے	اس نے ہمارے گوشت کے لئے ترازو تیار کر لی ہے

www.iqbalkalmati.blogspot.com

21

یعنی وہ غذا تلخ ہے جو کہ اس قصاب نے دی اس نے ہمارے گوشت کے لئے ترازو رکھی ہے یعنی چونکہ اس غذا سے اس کو ہمارا گوشت کھانا مقصود ہے کہ وہ موٹا کر کے کاٹے لہذا اس کی یہ غذا عاقل کے لئے تو تلخ اور ناگوار ہوگی اور جو نادان ہے وہ خوب مزہ اڑائے گا تو اسی طرح بسط کے جو ضرر ہیں عاقل تو ان کو سمجھ کر قبض سے خوش ہوگا اور جو نادان ہے وہ اس بسط ہی میں رہ کر اپنے اوقات ضائع کرے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

روز حکمت خور علف کانرا خدا	بے عوض دادست و از محض عطا
جا دانائی کی گھاس کھا جو خدا نے	مفت عنایت کی ہے اور خالص علیہ ہے

یعنی جا حکمت کی غذا کھا کہ اس کو خدا نے بے عوض کے دیا ہے اور محض عطا سے (دیا ہے تو بس غذائے حکمت کو حاصل کرو کہ وہی اصل غذا ہے) آگے فرماتے ہیں کہ

فہم نان کردی نہ حکمت اے رہی	چونکہ حق گفتت کلوا من رزقہ
اے بندے! تو روٹی سمجھا نہ کہ حکمت	جبکہ اللہ نے تجھ سے فرمایا اس کا رزق کھاؤ

یعنی جبکہ حق تعالیٰ نے تم سے کہا کلوا من رزقہ تو تم نے روٹی سمجھی نہ کہ حکمت اے آزاد یعنی حق تعالیٰ جو کلوا من رزقہ فرمایا تو تم سمجھے کہ روٹی کے کھانے کا حکم ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ روٹی ہی کے کھانے کا صرف حکم نہیں ہے بلکہ اس سے اکل حکمت بھی مراد ہے اور اسی بنا پر بیضاوی نے ممارزقناھم ینفقون کی تفسیر میں کہا ہے کہ من انوار المعرفۃ یفیضون تو دیکھو ایک تفسیر کی بنا پر رزق میں انوار معرفت بھی داخل ہیں تو ان کے حصول اور اکل کا بھی حکم ہے۔

رزق حکمت بہ بود در مرتبت	تا گلو گیرت نباشد عاقبت
رتبے میں حکمت کا رزق، بہتر ہوتا ہے	اس لئے کہ انجام میں وہ تیرا گلا پکڑنے والا نہ ہوگا

یعنی مرتبہ میں رزق حق حکمت ہے کہ وہ انجام میں تمہاری گلوگیر نہ ہوگی مطلب یہ کہ رزق دنیاوی تو بعض مرتبہ گلوگیر ہو جاتا ہے مگر حکمت وہ رزق حق ہے کہ یہ کبھی تمہاری گلوگیر نہ ہوگی۔

این دہان بستی دہانے باز شد	کو خورندہ لقمہائے راز شد
تو نے یہ منہ بند کیا تو ایسا منہ کھلا	جو اسرار کے لقمے کھانے والا بنا

یعنی تم نے اس منہ کو بند کر لیا تو ایک (اور) منہ کھل گیا کہ وہ لقمہ ہائے راز کا کھانے والا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے اس منہ کو لذات دنیاوی سے بند کر لیا تو ایک اور منہ جو کہ غذائے روحانی اور حکمت کا کھانے والا تھا وہ کھل گیا اور یہ چیزیں حاصل ہو گئیں۔

گر ز شیر ایں دیو تن را وا بری	در فطام او بسے نعمت خوری
اگر تو اس جسم کے شیطان کو دودھ سے ہٹا لے گا	اس کا دودھ چھڑانے میں بہت سی نعمتیں کھائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر دودھ سے اس دیوتن کو تم قطع کر دو تو اس دودھ چھڑانے سے تم بہت نعمتیں کھاؤ گے (شیر سے مراد لذات دنیاوی) یعنی اگر تم لذات دنیاوی کو ترک کر دو تو اس ترک سے تم کو آخرت کی نعمتیں میسر ہوں گی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ترک جوشے کردہ ام من نیم خام	از حکیم غزنوی بشنو تمام
میں نے ادھ کچرے کو جوش نہیں دیا ہے	حکیم غزنوی سے ' مکمل سن لے

یعنی مجھ نیم خام نے تو ادھر کچرا بیان کیا ہے حکیم غزنوی سے تم پوری طرح سنو (ترک لوگوں کا قاعدہ ہے کہ وہ گوشت کو پوری طرح نہیں پکاتے بلکہ نیم پختہ کر کے کھاتے ہیں لہذا ادھ کچری بات کو ترک جوش کہنے لگتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ میں نے تو اس مضمون بالا کو ادھورا بیان کیا ہے پوری طرح بیان نہ کر سکا تم حکیم غزنوی (یعنی حکیم سنائی) سے سنو وہ پوری طرح سے بیان کرتے ہیں۔

در الٰہی نامہ گوید شرح این	آں حکیم غیب فخر العارفین
اس کی شرح "الٰہی نامہ" میں بیان کی ہے	اس اسرار کے دانا' اور عارفوں کے فخر نے

یعنی الٰہی نامہ میں اس کی شرح وہ حکیم غیب فخر العارفین فرماتے ہیں (الٰہی نامہ حکیم سنائی کی ایک کتاب کا نام ہے اس میں انہوں نے اس مضمون کو پوری طرح بیان کیا ہے جس کو مولانا نقل فرماتے ہیں کہ

غم خورد نان غم افزایاں مخور	زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر
غم کھا' اور غم بڑھانے والوں کی روٹی نہ کھا	کیونکہ عقلمند غم کھاتا ہے' بچہ شکر کھاتا ہے

یعنی غم کھاؤ اور غم افزایوں کی روٹی مت کھاؤ۔ اس لئے کہ عاقل غم کھاتا ہے اور بچہ شکر یعنی غم دین کھاؤ اور دنیا کی فرحت کو حقیر و ذلیل سمجھو اس لئے کہ جو دانا ہیں وہ تو ہمیشہ تفکرات و غموم ہی میں رہتے ہیں اور جو نادان ہیں وہ بیشک اس میں رہتے ہیں کہ ہر وقت خوشی ہی رہے گی مگر یاد رکھو کہ۔

قند شادی میوۂ باغ غم ست	ایں فرح زخم ست آں غم مرہم ست
خوشی کی شکر' غم کے باغ کا میوہ ہے	یہ خوشی زخم ہے اور غم مرہم ہے

یعنی قند شادی باغ غم کا میوہ ہے اور یہ فرح زخم ہے اور وہ غم مرہم ہے یعنی اول غم ہوتا ہے تب سرور و فرحت دائمی میسر ہوتی ہے یاد رکھو کہ باغ غم کا میوہ خوشی ہی ہے اور یہاں غم سے مراد قبض اور خوشی سے مراد بسط ہے تو مطلب یہ ہے کہ بعد قبض کے بسط ہوتا ہے اور اس بسط میں جو بعد قبض کے ہو زیادہ سرور اور فرحت ہوتی ہے لہذا فرماتے ہیں کہ۔

غم چو بینی در کنارش کش بعشق	از سر ربوہ نظر کن در دمشق
تو جب غم دیکھے اس کو محبت سے بغل میں لے لے	دمشق کو ٹیلے پر سے دیکھ

یعنی جب غم کو دیکھو تو اس کو محبت سے کنار میں لے لو اور ٹیلہ سے دمشق میں نظر کرو (چونکہ دمشق اونچائی پر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اس لئے کہا کہ از سر ربوہ نظر کن) مطلب یہ ہے کہ جب قبض وارد ہو تو اس سے متنفر مت ہو بلکہ اس کو شوق محبت سے قبول کرو اور پھر اس مجاہدہ سے جو تم کو اس کے قبول کرنے میں ہوگا علوم و معارف حاصل کرو۔ جیسا کہ دمشق میں علوم و فنون بہت زیادہ ہیں مگر چونکہ بلندی پر ہے تھوڑی تکلیف کر کے اوپر چڑھنے کی ضرورت ہے پھر جب چڑھ جاؤ گے تو انشاء اللہ علوم و معارف کے دروازے کھل جاویں گے۔

عاقل از انگور می بیند ہمی	عاشق از معدوم شے بیند ہمی
عقلمند انگور میں شراب دیکھتا ہے	عاشق معدوم میں موجود کو دیکھتا ہے

یعنی عاقل انگور میں شراب کو دیکھتا ہے اور عاشق معدوم میں سے شے کو دیکھتا ہے مطلب یہ کہ جو عاقل ہیں وہ تو انجام کو سوچ لیتے ہیں تو جس امر کا انجام اچھا ہوتا ہے اگرچہ اس میں بالفعل کلفت ہو اس کو اختیار کرتے ہیں اور جو عاشق ہیں وہ معدوم میں سے شے کو دیکھ رہے ہیں کہ ابھی تک محبوب کی طرف سے بظاہر کچھ ملا نہیں ہے مگر وہ اس نہ ملنے کو بھی ملنا کہہ رہے ہیں تو بس جب قبض ہو تو عقل و عشق دونوں کا مقتضا اس کو قبول کرنا اور اس سے متوحش نہ ہونا ہے کیونکہ اس کا انجام بخیر ہے اور اگرچہ بظاہر سلب علوم ہے مگر اس عدم میں اشیاء کا مشاہدہ کرنا چاہئے اس لئے کہ اس کا انجام بہتر ہوگا ان شاء اللہ آگے اس پر مثال کے طور پر ایک چھوٹی سی حکایت لاتے ہیں کہ۔

جنگ میکردند حمالاں پریر	تو مکش تا من کشم حملش چو شیر
پرسوں بوجھ اٹھانے والے جھگڑ رہے تھے	تو نہ اٹھا تاکہ میں شیر کی طرح اس کا بوجھ اٹھا لوں

یعنی پرسوں حمال لڑ رہے تھے کہ تو مت کھینچ تاکہ میں اس کا بوجھ مثل شیر کے کھینچوں۔ یعنی حمال کسی اسباب پر لڑ رہے تھے کہ تو مت اٹھا اس کو تو میں اٹھاؤں گا تو دیکھو باوجودیکہ اس بوجھ کا اٹھانا ایک مشقت تھی مگر ہر ایک اس مشقت کے برداشت کرنے کو موجود تھا اس لئے کہ۔

زانکہ زاں رنجش ہمے دیدند سود	حمل را ہر یک زدیگر می ربود
کیونکہ انہوں نے اس تکلیف کو مفید سمجھا تھا	(اسلئے) بوجھ کو ایک دوسرے سے اچکتا تھا

یعنی اس لئے کہ اس تکلیف سے وہ نفع دیکھ رہے تھے تو ہر ایک بوجھ کو دوسرے سے اچکتا تھا۔ یعنی چونکہ وہ دیکھ رہے تھے کہ اس وقت مشقت ہے مگر انجام میں پیسے ملیں گے لہذا ہر شخص متمنی تھا کہ اس بوجھ کو میں اٹھاؤں اور اس مشقت کو میں برداشت کروں اب فرماتے ہیں کہ۔

مزد حق کو مزد آں بے مایہ کو	ایں دہد گنجیت مزد و آں تسو
کہاں اللہ (تعالیٰ) کی مزدوری کہاں اس مفلس کی مزدوری	یہ تجھے مزدوری میں خزانہ دیگا وہ کوڑی

یعنی مزدوری حق کہاں اور اس بے مایہ کی مزدوری کہاں یہ (حق تعالیٰ) تجھے مزدوری ایک خزانہ دیں گے اور وہ ایک تسو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ جبکہ حمال ایک انسان بے مایہ کی مزدوری پر اس قدر رنج کے متحمل ہونے کو گوارا کرتے ہیں حالانکہ پیسہ دو پیسہ ہی ملیں گے تو بھلا جہاں کہ مزد حق تعالیٰ کی امید ہو جو کہ ذرا سے کام پر ایک عظیم الشان خزانہ عطا فرمائیں گے وہاں تو کیوں طلب نہ کرنا چاہیے تو جب قبض میں علوم ومعارف حاصل ہوتے ہیں تو اس تھوڑی سی مشقت کو گوارا کر لینا کیا مشکل ہے۔

گنج زرے کہ چو خسپی زیر ریگ	با تو باشد آں نباشد مردہ ریگ
سوئے کا ایسا خزانہ کہ جب تو مٹی کے نیچے سوئے گا	وہ تیرے پاس ہو گا' وہ موروثی مال نہ ہو گا

یعنی ایسا گنج زر کہ جب تو زیر خاک سووے گا تو وہ تیرے ساتھ ہوگا۔ وہ میراث میں نہ رہے گا۔ یعنی جو خزانہ کہ مزدوری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے ملے گا وہ وہ خزانہ ہوگا کہ قبر میں بھی تمہارے ساتھ ہوگا اور دوسری چیزوں کی طرح دنیا میں مال میراثی ہو کر نہ رہے گا۔

پیش پیش آں جنازت می رود	مونس گور و غریبی مے شود
وہ تیرے جنازے کے آگے آگے چلے گا	مسافرت اور قبر میں غم خوار ہو گا

یعنی تمہارے جنازہ کے آگے آگے چلے گا اور مونس گور اور مسافرت کا ہوگا یعنی جنازہ کے ساتھ ساتھ بھی وہی چلے گا قبر میں اور اس جہان سے سفر کرتے بھی وہی ساتھ ہوگا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ انسان کے ساتھ ان کے اعمال ہی جاویں گے۔ اور اعمال ہی پر جزا ملتی ہے تو بس انسان کے ساتھ اصل میں تو وہ انعامات حق ہی ہیں لہذا چاہئے کہ اس نعمت کو حاصل کرو اور اس قبض سے دل پریشان نہ ہو کہ اس سے انعامات حق تم پر فائض ہوں گے آگے فرماتے ہیں کہ۔

بہر روز مرگ ایندم مردہ باش	تا شوی با عشق سرمد خواجہ تاش
موت کے دن کے لئے' اس وقت مردہ بن جا	تاکہ تو سرمدی عشق کا ساتھی بنے

یعنی روز مرگ کے واسطے اسدم مردہ ہو جاتا ہے کہ عشق دائمی کے ساتھ تو خواجہ تاش ہو۔ یعنی موت سے پہلے فنا حاصل کرو تاکہ پھر وہ عشق دائمی اور حیات دائمی تم کو نصیب ہو۔

صبر می بیند ز پردہ اجتہاد	روئے چوں گلنار و زلفین مراد
صبر مجاہدے کے پردے میں سے دیکھتا ہے	مقصود کا گلنار جیسا چہرہ اور دو زلفیں

یعنی صبر پردۂ مجاہدہ سے دیکھ رہا ہے۔ رو مثل گلنار کے ہے اور زلفیں مراد ہیں مطلب یہ کہ صبر مجاہدہ و ریاضت سے حاصل ہوتا ہے اور پھر اس کے پھل بے حد شیریں اور لذیذ ہوتے ہیں لہذا اگر کوئی مشکل یا مجاہدہ ہو تو اس سے غمگین مت ہو اس لئے کہ۔

غم چو آئینہ است پیش مجتہد	کاندراں ضد می نماید روئے ضد
مجاہدہ کرنے والے کے لئے غم آئینہ جیسا ہے	کہ اس ضد میں (اس کی) ضد کا چہرہ نظر آتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی غم مجاہدہ کرنے والے کے آگے مثل آئینہ کے ہے کہ اس میں ایک ضد روئے ضد کو دکھا دیتی ہے یعنی جس طرح کہ آئینہ میں جیسی شے ہوتی ہے ویسی نظر آ جاتی ہے اور اضداد سب ممتاز ہو جاتے ہیں لہذا اسی طرح غم سے بھی پوری حالت وکیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔

بعد ضد رنج آں ضد دگر	رو دہد یعنی کشاد و کروفر
مقابل رنج کے بعد دوسرا مقابل	نظر آتا ہے یعنی کشادگی اور شان و شوکت

یعنی ضد رنج کے بعد وہ دوسری ضد منہ دکھائی ہے یعنی کشادگی اور کروفر یعنی اس رنج اور غم کے بعد کشادگی او کروفر سامنے ہوتا ہے اور اس قبض کے بعد بسط نصیب ہوتا ہے آگے اس قبض وبسط کے مفید ہونے کی اور صرف قبض یا صرف بسط رہنے کی مضرت بیان فرماتے ہیں کہ۔

ایں دو وصف از پنجہ دستت بہ بیں	بعد قبض مشت بسط آید یقیں
ان دونوں باتوں کو اپنے ہاتھ اور پنجہ سے سمجھ لے	مٹھی بند کرنے سے یقینا فراخی آتی ہے

یعنی ان دونوں وصف (قبض وبسط) کو اپنے پنجہ اور ہاتھ سے دیکھ لو کہ بعد مٹھی بند کرنے کے یقینا بسط آتا ہے یعنی جب مٹھی بند کر لیتے ہو تو اس کے بعد پھر مٹھی کھلتی ہے۔

پنجہ را گر قبض باشد دائما	یا ہمہ بسط او بود چوں مبتلا
اگر مٹھی ہمیشہ بند رہے	یا ہمہ وقت کھلی رہے وہ معیبت میں رہے گا

یعنی مٹھی کو اگر قبض دائمی ہو جائے یا بالکل اس کو بسط ہو جاوے تو وہ مثل مبتلا کے ہو جاوے یعنی اگر ہمیشہ مٹھی بند ہی رہے یا کھلی ہی رہے تو دیکھو علامت مرض ہے یا نہیں اس کے لئے بسط وقبض دونوں ہوتے رہیں جب ہی صحت معلوم ہوتی ہے۔

زیں دو وصفش کار وکسب منتظم	چوں پر مرغ ایں دو حال اورا مہم
اس کے ان دونوں وصفوں سے کاروبار باقاعدہ ہے	جس طرح پرندکے بازوؤں کیلئے یہ دونوں باتیں ضروری ہیں

یعنی یہ اس کے دونوں وصف کام اور کسب منتظم کے لئے مثل جانور کے پروں کے دونوں حال ضروری ہیں یعنی کاروبار کرنے کے لئے ان دونوں حالتوں کی ضرورت ہے کہ کبھی کھلیں اور کبھی بند ہوں جیسے کہ جانور کہ اگر اس کے بازو کھلے رہیں تو وہ کسی جگہ بیٹھ کر آرام نہیں کر سکتا۔ ہر وقت اڑا کرے اور اگر بند رہیں تو اڑ نہیں سکتا ایک جگہ پڑا پڑا سڑ جاوے۔ تو دونوں حالتیں ضروری ہیں تو پس پرواز باطنی اور کاروبار باطن کے لئے بھی دونوں حالتوں کی ضرورت ہے کہ کبھی بسط ہے تو کبھی قبض ہے اور جب دونوں حالتیں ضروری ہیں تو جس طرح کہ بسط سے خوش ہوتے ہو قبض سے بھی خوش ہونا ضروری ہے۔ اور اس سے دل تنگ ہونا سخت غلطی ہے لیکن طبعی تنگی تو یقینا ہوگی کہ دل گھبراوے گا مگر تنگی نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس سے پریشان ہو کر شکایت وحکایت نہ شروع کردے

www.besturdubooks.wordpress.com

یا اس کی وجہ سے کام نہ چھوڑ بیٹھے کہ جب حالات وواردات ہی نہیں تو پھر کام ہی چھوڑ دو ورنہ اگر طبعی تنگی بھی نہ ہوتی تو بھلا وہ قبض ہی کیا ہوا لہذا اگر طبعی تنگی ہو اس کا مضائقہ نہیں اس سے پریشان نہ ہو۔ بلکہ کام میں لگا رہے کہ یہی مطلوب ہے۔ انشاءاللہ یہ سب حالات موصل الی المقصود ہونگے قبض ہو یا بسط سب اسی طرف سے ہے یاد رکھو کہ اس میں لاکھوں مصلحتیں ہیں جن میں سے کچھ بیاں کی گئی ہیں اور باقی بعض معلوم ہیں اور بعض معلوم بھی نہیں ہیں۔ پس تم اپنا شعار تفویض کرلو جس حال میں رکھیں رہو خوب کہا ہے۔

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب   کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے

بس اصل مقصود قرب ہے وہ جس حال میں بھی میسر ہو اور جس طرح بھی حاصل ہو اسی میں لگے رہو انشاء اللہ کامیاب ہوگے۔ آگے پھر قصہ مریم کی طرف عود ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ پس اس کی عظمت ہی اس کی سچی دلیل ہے رہے ادراکات ومدرکات سوان میں سے اس تک کسی کی بھی رسائی نہیں لہذا وہ پیچھے ہیں اور حق سبحانہ وراء بلکہ وراء الوراء تمام ادراکات اس تک پہنچنے سے یوں عاجز ہیں جس طرح کہ کوئی لنگڑے گدھے پر سوار ہو اور حق سبحانہ ان سے یوں وراءالوراء ہیں جیسے کوئی تیر کی طرح ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو اور سوار خرلنگ سے آگے ہو اگر حق سبحانہ چاہیں کہ کسی ادراک کی رسائی ان تک نہ ہو تو کسی کو بھی ان کی معرفت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر ممکنات چاہیں کہ حق سبحانہ کے علم وقدرت وغیرہ کی رسائی ہم تک نہ ہو۔ تو ناممکن ہے جس طرح کہ سوار خرلنگ تو سوار باد کو نہیں پکڑ سکتا۔ لیکن اگر سوار خرلنگ بھاگے تو سوار باد اس کا آگا روک سکتا ہے جبکہ سلسلہ گفتگو ادراکات کی حالت تک پہنچا تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے مناسب ایک اور مضمون بھی بیان کردیا جاوے وہ یہ کہ تمام ادراکات کچھ نہ کچھ کام کرتے رہتے ہیں۔ وقت ان کے لئے وقت میدان یعنی دوڑ دھوپ کا وقت ہے وقت جام یعنی وقت راحت وآرام نہیں اس لئے ایک ادراک تو باز کی طرح تیز جاتا ہے اور بہت جلد مقصد تک پہنچ جاتا ہے اور دوسرا انکوار کی طرح خود کو توڑتا ہے اور عقدہائے لاینحل کو حل کرتا ہے (ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ اول سے سرعت انتقال ظاہر ہوتی ہے اور دوسرے سے دقیقہ رسی وہٰذہما فرق) تیسرا بادبان والی کشتی کی طرح ہے یعنی اس کی رفتار اول کی رفتار سے کم ہے۔ چوتھا ان تینوں کے خلاف آگے سے پیچھے کو ہٹتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس علی حسب مراتب تمام ادراکات اپنے کام میں مصروف رہتے ہیں اور جب کسی مقصد کی جھلک ان کو نظر آتی ہے تو اس تک پہنچنے کے لئے شکاری جانوروں کی طرح اس پر حملہ کرتے ہیں اور جب کہ وہ ان کی نظر سے غائب ہو جاتا ہے تو حیران رہ جاتے ہیں اور الوؤں کی طرح ہر طرف ٹامک ٹوئے مارتے پھرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہاں گیا۔ اور سب ایک آنکھ کھولے شکاری کی طرح منتظر ہوتے ہیں۔ کہ کسی طرح وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر نظر آ جائے۔ جب دیر تک اسی حالت میں رہتے ہیں اور ان کو کچھ پتہ نہیں چلتا تو تھک کر کہتے ہیں کہ ارے وہ کوئی واقعی شکار تھا یا کوئی خیال اور بے اصل شئے تھا۔ اچھا اس وقت یہی بہتر ہے کہ کچھ دیر آرام کریں اور دم لیں نئے سرے سے قوت حاصل کر کے پھر ڈھونڈیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حواس پر کلال و ملال طاری ہوتا ہے اور ان کو آرام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے پس اس مقصد کے لئے حق سبحانہ نے رات بنائی۔ کیونکہ اگر رات نہ ہوتی تو تمام مخلوق اپنی حرص کے سبب حرکات جسمانیہ و دماغیہ میں مصروف رہ کر اپنے کو فنا کر ڈالتے اور منفعت حاصل کرنے کی ہوس اور حرص سے ہر شخص اپنے جسم کو فنا کر ڈالتا۔ اس لئے رات خزانہ رحمت کی طرح مخلوق پر طاری ہوتی ہے تاکہ وہ کچھ دیر کے لئے اپنی حرص سے چھوٹ جاویں۔ اس سے تم کو ایک ضروری نتیجہ بھی نکالنا چاہئے وہ یہ کہ جب تم کو قبض پیش آوے تو اس سے تم کو ناامید نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ بسط و کشاد میں قویٰ و اور اکات وغیرہ کا صرف ہوتا ہے اور خرچ کے لئے معتدبہ آمدنی کی ضرورت ہے۔ پس اس آمدنی کے لئے قبض طاری کیا گیا۔ دیکھو گرمی کا زمانہ درختوں کے لئے بہار کا زمانہ ہے لیکن اگر یہی زمانہ ہمیشہ رہے تو آفتاب کی تابش درختوں کو پھونک ڈالے اور اس کی جڑ تک یوں بھون ڈالے کہ پھر وہ کبھی تازہ ہی نہ ہو سکے اور سردی کا زمانہ گو درختوں کے لئے ناگوار ہے لیکن ایک اعتبار سے وہ مشفق بھی ہے کیونکہ ان کو ہلاک عارضی میں مبتلا کر کے ہلاک ابدی سے بچاتا ہے اور گرمی گو بہار کا زمانہ ہے لیکن بہ صورت دوام پھونک دینے والی ہے پس نہ گرمی سراسر مفید ہے اور نہ سردی سراسر مضر بلکہ دونوں میں منفعتیں ہیں۔ پس قبض کو بھی تم سردی ہی کی مثل سمجھو اور جبکہ تم کو قبض پیش آئے تو اس میں بسط مآلی کو دیکھ کر خوش رہو اور پیشانی پر بل نہ ڈالو۔ اب ہم اس کے مناسب ایک اور مضمون سناتے ہیں وہ یہ کہ خوشی لڑکوں کا کام ہے۔ اور حزن عقلاء کا۔ نیز غم کا تعلق جگر سے ہے جو ایک عضو رئیس ہے اور خوشی کا پھیپھڑے سے جو اس کا خادم ہے۔ پس اس سے بھی تم کو قبض و بسط کا تفاوت معلوم ہو سکتا ہے۔ اچھا اب یہ سنو کہ لڑکوں کو خوشی اور عقلاء کو حزن کیوں ہوتا ہے بات یہ ہے کہ لڑکے کی نظر تو گدھے کی طرح صرف کھانے اور کھیلنے میں ہے اور عاقل کی نظر حساب آخرت میں ہے اس کو یہ کھٹکا لگا ہوتا ہے کہ ہمارا مقدمہ حق سبحانہ کی عدالت میں پیش ہوگا دیکھئے اس کا کیا نتیجہ ہو اس لئے لڑکا خوش رہتا ہے اور عاقل محزون۔ کیونکہ لڑکے کو تو صرف اپنے سامنے مزیدار کھانے ہی دکھلائی دیتے ہیں پھر اس کو رنجیدہ ہونے کی کیا ضرورت ہے اور عاقل کو تو نفس و شیطان کے ہلاک کرنے کا خطرہ ہوتا ہے پھر وہ کیونکر مطمئن ہو سکتا ہے۔ اب سمجھو کہ جو غذائیں نفس و شیطان دیتے ہیں وہ حقیقت میں تلخ ہیں گو تم کو فساد مزاج کے باعث تلخ نہیں معلوم ہوتیں کیونکہ ان کا نتیجہ نہایت تلخ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ہم کو یہ غذائیں کھلا کر مارنا چاہتا ہے۔ اور اس پر وہ یوں تیار ہے جیسے کہ قصائی نے گوشت تولنے کیلئے ترازو بھی تیار کر رکھی ہو۔ پس اس غذا کو چھوڑ دو۔ اور غذائے حکمت کھاؤ جو خدا تم کو بلا معاوضہ اور محض عنایت سے دیتا ہے اور اس میں اس کی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوتی بلکہ صرف تمہارا نفع مدنظر ہوتا ہے اس مقام پر ایک غلطی کا ازالہ بھی ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ جب حق سبحانہ نے کلوا من رزقہ فرمایا تو تم اس سے یہ سمجھ بیٹھے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

صرف یہ ہی روٹیاں مراد ہیں نہ کہ حکمت۔ حالانکہ یہ غلط ہے بلکہ ان روٹیوں کے کھانے کی اجازت بھی محض غذائے حکمت ہی کے لئے ہے کیونکہ وہ بقا کا سبب عادی ہیں اور اصل مقصود غذائے حکمت ہے پس اجازت کو صرف روٹیوں تک محدود کرنا سخت غلطی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ رزق حکمت روٹیوں سے بہتر ہے اور وجہ بہتری یہ ہے کہ رزق حکمت تمہارے گلے کا پھندا بن کر تم کو ہلاک نہیں کرسکتا اور متعارف روٹیاں جس طرح من وجہ مفید ہیں (جبکہ ان کو عبادت کا ذریعہ بنایا جاوے) یوں ہی مہلک بھی ہیں۔ (جبکہ ان کو خواہشات نفسانیہ کا آلہ بنایا جاوے) پس جبکہ ایک ایسی شئے کا حکم کیا گیا جو من وجہ مفید اور من وجہ مسمٔ ہے گو بنائے حکمت جہت افادہ ہی ہے تو ایسی شئے جو سراسر مفید ہے اور جس میں مضرت ہے ہی نہیں کیونکر مامور بہ نہ ہوگی۔ جب یہ ثابت ہوا کہ غذائے حکمت اصالۃً مامور بہ ہے اور غذائے نان بوجہ اس کا وسیلہ ہونے کے تو اس سے معلوم ہوا کہ تم کو بقدر ضرورت غذائے جسمانی پر اکتفا کرنا لازم ہے۔ لان الضروری یتقدر بقدر الضرورۃ پس جبکہ تم غذائے ضروری پر اکتفا کر کے زیادہ سے منہ بند کرلو گے اس وقت ایک دوسرا منہ غذائے روحانی کے لئے کھلے گا جو کہ اسرار الٰہیہ کا لقمہ کھانے والا ہے اور اگر شیطان کے دودھ سے تم جسم کو علیحدہ کردو گے تو اس دودھ چھڑانے کی صورت میں تم کو بہت سی مٹھائیاں کھانے کو ملیں گی۔ اب مولانا اس مضمون کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کو شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مجھ ناقص نے خوشی وغم کے مضمون کو ناتمام بیان کیا ہے اور ایسا کردیا ہے جیسا کچھ کچا اور کچھ پکا گوشت مگر حکیم سنائی غزنوی سے اس کو پورا سنو۔ وہ قطب العارفین اور حکیم غیب اپنے الٰہی نامہ میں اس کی یوں شرح فرماتے ہیں کہ تم غم کھاؤ اور غم افزاؤں کی روٹیاں نہ کھاؤ اس لئے کہ عاقل کی غذا تو غم ہے اور نادانوں کی غذا لذت۔ یادرکھو کہ باغ غم کا میوہ قند خوشی ہے اور خوشی ایک زخم ہے اور غم اس کا مرہم (اور راز اس کا یہ ہے کہ یہ تو مسلم ہے کہ آدمی کے لئے نفع ونقصان دونوں ہیں چونکہ خوشی میں صرف منافع پر نظر ہوتی ہے اور مضرتوں سے غفلت ہوتی ہے اس لئے اس کو ان کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے اور غم میں مضرتوں پر نظر ہوتی ہے لہذا وہ ان سے بچنے کی امکانی کوشش کرتا ہے اور بچنے کے بعد وہ خوشی حاصل کرتا ہے واللہ اعلم۔)

پس جب تم غم دیکھو تو اس کو نہایت محبت سے آغوش میں لے لو۔ اور ٹیلوں پر سے دمشق کو دیکھو یعنی غم میں خوشی کو دیکھو کیونکہ مآل اس کا خوشی ہے۔ عقلاء کی نظر مآل پر ہوتی ہے چنانچہ وہ انگور میں شراب دیکھتے ہیں۔ نیز عاشق شئے معدوم میں اپنے مطلوب کو دیکھتا ہے۔ دیکھو پرسوں پلہ دار بوجھ کے لئے لڑرہے تھے ایک کہتا تھا کہ اس کا بوجھ میں لے جاؤں گا دوسرا کہتا تھا کہ میں لے جاؤں گا۔ اس کی وجہ کیا تھی وہ یہی کہ ان کو تکلیف میں منفعت دکھلائی دیتی تھی اور اسی مالی منفعت کے لئے ایک دوسرے سے بوجھ چھینتا تھا۔ اب تم خیال کرو کہ کہاں حق سبحانہ کی مزدوری اور کہاں اس مفلس بوجھ والے کی مزدوری حق سبحانہ تم کو اس تکلیف کے معاوضہ میں خزانہ دیں گے اور نہ مالک بار چند پیسے۔ اور خزانہ بھی ایسا نہیں جیسا کہ دنیا کا خزانہ ہوتا ہے بلکہ وہ خزانہ زر جو اس وقت جبکہ تم مرجاؤ تمہارے ساتھ رہے اور وارثوں کی ملک ہو جاوے اور تمہارے جنازہ کے آگے آگے چلے۔ اور قبر اور بے کسی کی حالت میں تمہارا مونس

www.besturdubooks.wordpress.com

اور تمہارا مددگار ہو۔ پس جبکہ معمولی منفعت کے لئے تم بخوشی اور رغبت کے ساتھ تکالیف برداشت کرتے ہو تو ایسے عظیم الشان نفع کے لئے تو بالاولیٰ تم کو تکالیف برداشت کرنی چاہئیں جبکہ یہ امر محقق ہو گیا تو تم کو چاہئے کہ موت کے دن کی راحت کے لئے ابھی مر جاؤ تا کہ عشق ابدی تم کو حاصل ہو یاد رکھو کہ تمہارا صبر مجاہدہ کی آڑ میں مقصود کا چہرہ گلگون اور اس کی زلفیں دیکھ رہا ہے صاحب مجاہدہ کے سامنے غم ایک آئینہ کی مثل ہے کہ اسی میں اس کو خوشی نظر آتی ہے جب غم کا زمانہ گزر جاتا ہے اس وقت انبساط اور شان و شوکت حاصل ہوتی ہے اگر اب بھی تسکین نہ ہوئی ہو تو اپنے ہاتھ کے قبض و بسط کو دیکھو اور دیکھو کہ قبض کے بعد بسط یقیناً ہوتا ہے اور اس کے لئے ان دونوں وصفوں کی ضرورت ہے کیونکہ ہاتھ کے لئے ہمیشہ قبض ہو یا ہمیشہ بسط تو وہ بیمار ہوگا اور اس کے کاموں میں خلل آ جائے گا۔ اس کی کمائی اور اس کے کام ان ہی دونوں صفتوں سے باقاعدہ ہیں اور اس کے لئے یہ دونوں وصف یوں ہی ضروری ہیں جس طرح جانور کے بازو کے لئے ان کی ضرورت ہے اچھا اس مضمون کو ختم کر کے اب اصل قصہ کو پورا کرنا چاہئے۔

شرح شبّیری

جبرئیل علیہ السلام کا مریم علیہا السلام سے کہنا کہ میں رسول حق ہوں مجھ سے پریشان اور پوشیدہ مت ہو

چونکہ مریمؑ مضطرب شد یک زماں	ہمچنانکہ بر زمین آں ماہیاں
جب تھوڑی دیر کے لئے حضرت مریم تڑپیں	جیسے کہ خشکی پر مچھلیاں

یعنی مریم علیہا السلام جبکہ کچھ دیر اس طرح مضطرب ہوئیں جیسا کہ خشکی پر مچھلیاں۔

بانگ بروے زد نمودار کرم	کہ امین حضرتم از من مرم
کرم (خداوندی) کے جلوے نے انہیں پکارا	کہ میں خدا کا امین ہوں مجھ سے نہ بھاگئے

یعنی ان کو نمودار کرم نے آواز دی کہ میں امین حضرت حق ہوں مجھ سے بھاگو مت یعنی جو کہ کریم تھے انہوں نے کہا کہ میں امین اللہ یعنی جبرئیل ہوں مجھ سے بھاگو مت اور پریشان مت ہو اور کہا کہ۔

از سر افرازان عزت سر مکش	از چنیں خوش محرماں دم در مکش
(بارگاہ) عزت کے معززین سے سر نہ پھیرئیے	اتنے بہترین راز داروں سے پراسیمہ نہ ہو

یعنی حضرت حق کے سر بلندوں سے سرکشی مت کرو اور ایسے اچھے محرموں سے دم مت کھینچو۔ مطلب یہ ہے کہ میں تو اس عالم سے ہوں اور درگاہ الٰہی کا مقرب ہوں تو مجھ سے فساد و فتنہ کا خوف نہیں ہے لہٰذا تم ڈرو مت اب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہاں شبہ ہوتا ہے کہ جب مریم علیہا السلام کو شبہ ہوا اور اس کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے خود ہی یہ کہا کہ میں فرشتہ ہوں تو ان کو صرف ان کے کہنے سے کیسے یقین آیا ان کو یہ شبہ کیوں نہ ہوا کہ ممکن ہے کہ یہ غلط کہتے ہوں اور کوئی مفسد ہو مولانا آگے ان کے اس قول کے صدق پر ایک علامت بیان فرماتے ہیں کہ۔

ایں ہمی گفت و ذبالہ نور پاک	از لبش می شد پیاپے بر سماک
وہ یہ کہہ رہے تھے اور پاک نور کی شاع	ان کے ہونٹوں سے پے در پے سماک (ستارہ) پر پہنچ رہی تھی

یعنی وہ (جبرئیل یہ فرمارہے تھے اور نور پاک کی لو ان کے لب سے برابر سماک پر جارہی تھی مطلب یہ کہ وہ جو یہ گفتگو کررہے تھے تو ان کے ان الفاظ کے ساتھ برابر ایک نور ان کے منہ سے ظاہر ہوتا تھا جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیشک ملکوتے ہیں ناسوتے اور مفسد نہیں ہیں اور بات یہ ہے کہ مریم کو ان کو دیکھ کر درجہ علم ضروری میں تو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ کوئی مفسد وغیرہ نہیں ہیں باقی جب انہوں نے کہا اور بتایا کہ میں فرشتہ ہوں اس وقت ان کو پوری طرح معلوم ہو گیا اور یہ سمجھ گئیں کہ بیشک یہ فرشتہ ہیں اور کوئی مفسد نہیں ہیں آگے پھر حضرت جبرئیل کا قول ہے فرماتے ہیں کہ۔

از وجودم مے گریزی در عدم	در عدم من شاہم و صاحب علم
آپ میرے وجود سے علیحدہ کیوں بھاگتی ہیں؟	میں آخرت کا شاہ اور علمبردار ہوں

یعنی میرے وجود سے تم عدم میں بھاگتی ہو اور عدم میں تو میں بادشاہ اور صاحب علم ہوں (عدم سے مراد عدم اضافی یعنی عالم غیب ہے) مطلب یہ کہ تم مجھ سے پناہ مانگتی ہو اور عالم غیب کی طرف متوجہ ہوتی ہو تو وہاں تو میری اور خوب سلطنت ہے وہاں تو تم مجھ سے بچ ہی نہیں سکتیں۔

خود بنہ و بنگاہ من در نیستی است	یک سوارہ نقش من پیش ستی است
میرا سامان اور گھر (ملک) عدم میں ہے	تھوڑی دیر کے لئے میری صورت جناب کے سامنے ہے

یعنی خود سامان اور خیمہ میرا نیستی میں ہے اور ایک تنہا نقش میرا بی بی کے سامنے ہے۔ مطلب یہ کہ یہاں تو میں صرف ایک تنہا ہوں باقی عالم غیب میں تو میری سلطنت ہے فوج پلٹن ہے لہذا تمہارا مجھ سے پناہ مانگ کر اس طرف متوجہ ہونا فضول ہے کہ وہاں تو میں موجود ہوں۔

مریما بنگر کہ نقش مشکلم	ہم ہلالم ہم خیال اندر دلم
اے مریم! دیکھو میں ایک مشکل نقش ہوں	میں چاند بھی ہوں (اور) میں دل کے اندر خیال بھی ہوں

یعنی اے مریم دیکھ کہ میں نقش مشکل ہوں میں ہلال ہوں اور دل میں خیال بھی ہوں مطلب یہ کہ میں ایک عجیب نقش ہوں۔ کہ دو جگہ اور دو طرح میرا وجود ہو سکتا ہے کہ میں ظاہر میں بھی موجود ہوں کہ مجسم تمہارے سامنے کھڑا ہوا ہوں اور تمہارے دل میں بھی موجود ہوں کیونکہ ناسوتے نہیں ہوں بلکہ ملکوتے ہوں کہ جس کا ادراک خیال سے ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں خیالے در دلت آمد نشست	ہر کجا کہ میگریزی با تو ہست
خیال جب تمہارے دل میں آیا بیٹھ گیا	جہاں بھی جاؤ وہ تمہارے ساتھ ہے

یعنی جیسے کہ کوئی خیال تمہارے دل میں آیا اور بیٹھ گیا تو تم جہاں کہیں جاؤں گی وہ تمہارے ساتھ ہوگا اسی طرح میں بھی چونکہ خیال میں ہوں لہذا جہاں تم ہوگی وہیں میں بھی ہوں گا اگر عالم غیب میں جاؤں گی تو وہاں موجود ہوں گا اور اگر دنیا میں رہوگی تو یہاں ساتھ ہوں۔

جز خیالے عارضی باطلے	کو بود چوں صبح کاذب آفلے
سوائے عارضی باطل خیال کے	جو صبح کاذب کی طرح غائب ہو جانے والا ہے

یعنی سوائے اس خیال کے کہ جو عارضی اور باطل ہو کہ وہ مثل صبح کاذب کے آفل ہوتا ہے (مگر)

من چو صبح صادقم از نور رب	کہ نگردد گرد روزم ہیچ شب
میں اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں	کہ میرے دن کے پاس کوئی رات نہیں آتی ہے

یعنی میں نور رب سے مثل صبح صادق کے ہوں کہ میرے دن کے گرد کوئی شب نہیں پھرتی۔ یعنی میں ان لوگوں کی طرح نہیں ہوں جو کاذب ہوتے ہیں اور جن کا خیال کاذب ہوتا ہے بلکہ میں مثل صبح صادق کے ہوں کہ میرے پاس کوئی کمی یا نقصان پھٹکنے نہیں پاتا۔

ہیں مگو لاحول عمران زادہ ام	کہ ز لاحول ایں طرف افتادہ ام
اے عمران کی بیٹی! مجھ پر "لاحول" نہ پڑھو	میں "لاحول" سے ہی اس طرف آیا ہوں

یعنی اے عمران زادی مجھ سے لاحول مت کہو کہ لاحول سے میں اس طرف پڑا ہوا ہوں۔

مر مرا اصل و غذا لاحول بود	نور لاحولے کہ پیش از قول بود
میری اصل اور غذا "لاحول" ہے	اس "لاحول" کا وہ نور جو لفظ سے پہلے ہے

یعنی میری اصل اور غذا لاحول ہی تھی۔ نور اس لاحول کا جو پہلے قول کے تھی۔ مطلب یہ ہے کہ تم جو لاحول پڑھتی ہو اور تعوذ کرتی ہو تو یہ چیزیں تو میری غذا اور اصل ہے اس لئے کہ فرشتوں کی غذا تو تسبیح وتحمید ہی ہے تو پھر جب ہماری غذا ہے تو ہم کو اس سے کیا خوف ہوگا تم شوق سے تعوذ وغیرہ کرو ہم کو اس سے کوئی گزند وغیرہ نہیں ہے۔

تو ہمی گیری پناہ از من بحق	من نگاریدہ پناہم از سبق
آپ مجھ سے اللہ (تعالیٰ) کی پناہ چاہ رہی ہیں	میں ازل میں اسی کی پناہ کی تحریر ہوں

یعنی تم مجھ سے حق تعالیٰ سے پناہ مانگتی ہو اور میں سابق سے نگاریدہ پناہ کا ہوں یعنی جس سے کہ تم پناہ مانگ رہی ہو میں تو خود وہ پناہ ہوں اور جس سے کہ پناہ مانگ رہی ہو اسی کا بنایا ہوا ہوں پھر مجھ سے کہاں پناہ مانگتی ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آن پناہم من کہ مخلصہات بوذ	تو اعوذ آری و من خود آن اعوذ
میں وہی پناہ ہوں جو آپ کی نجات کی جگہ ہے	آپ اعوذ پڑھتی ہیں میں خود ہی اعوذ ہوں

یعنی میں وہ پناہ ہوں جو تیری مخلص تھی تو اعوذ لاتی ہے اور میں خود وہ اعوذ ہوں۔ مطلب یہ کہ تم جو مجھ سے پناہ مانگتی ہو اور اعوذ پڑھ رہی ہو تو میں خود وہ اعوذ ہوں جو کہ تم کو شر شیاطین الانس والجن سے بچاتا تھا اس لئے کہ حق تعالیٰ جو کام لیتے ہیں وہ فرشتوں ہی کے ذریعہ سے لیتے ہیں تو وہ بولے کہ تم جن چیزوں سے پناہ مانگا کرتی ہو ان سے نجات دینے والا تو میں ہی ہوں پھر مجھ سے کیا پناہ مانگتی ہو۔ غرضکہ جبرئیلؑ نے فرمایا کہ تمہارا پناہ مانگنا بے سود ہے اس لئے کہ میں کوئی مفسد وغیرہ تو ہوں نہیں جس سے کہ تم کو خوف ہے میں تو ایک ملک ہوں اب آگے مولانا ایک عام مضمون فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب مریم علیہا السلام کچھ دیر تک یوں مضطرب رہیں جس طرح زمین پر مچھلیاں بے قرار رہتی ہیں تو اس نمونہ کرم حق سبحانہ نے آواز دی کہ آپ پریشان نہ ہوں اور مجھ سے بھاگیں نہیں میں امین خدا جبرئیلؑ ہوں آپ مجھ سے بھاگ کر عالم غیب میں پناہ لیتی ہیں حالانکہ عالم غیب میں تو میری سلطنت ہے اور میں وہاں نہایت شان وشوکت رکھتا ہوں۔ آپ کے سامنے تو صرف میرا وجود ہی ہے باقی سارا ساز وسامان تو میرا عالم غیب ہی میں ہے۔ آپ خیال رکھیں کہ میں ایک نقش مشکل ہوں اور میری مثال ایسی ہے جیسے چاند یا دل کا خیال یعنی جس طرح چاند آدمی کے ساتھ ساتھ رہتا ہے اور اس سے جدا نہیں ہوسکتا۔ اور جس طرح خیال کا قاعدہ ہے کہ جب دل میں آتا ہے تو بس گھر ہی کر لیتا ہے اور جہاں تم جاتے ہو تمہارے ساتھ جاتا ہے یوں ہی میں بھی تم سے الگ نہیں ہوسکتا۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ خیال جدا نہیں ہوتا اس سے وہ خیال مستثنےٰ ہے جو عارضی اور باطل ہو اور جو صبح کاذب کی طرح فنا ہو جانے والا ہو مگر میں صبح کاذب کی طرح آفل نہیں ہوں بلکہ حق سبحانہ کے نور سے صبح صادق کی طرح ہوں کہ کوئی تاریکی میرے پاس نہیں پھٹک سکتی۔ پس اے عمران زادی آپ مجھ پر لاحول نہ پڑھیں کیونکہ میں آپ کی لاحول ہی کی بدولت یہاں آیا ہوں کیونکہ جب آپ نے خدا پر بھروسہ کیا تو مجھے حق سبحانہ نے آپ کے پاس بھیجا نیز لاحول اور اعتماد برحق تو میری اصل غذا ہے اور تکلم لاحول سے پہلے سے میں نور لاحول کھا رہا ہوں۔ آپ اعوذ بالرحمٰن منک فرماتی ہیں اور مجھ سے بھاگ کر پناہ حق میں جانا چاہتی ہیں لیکن میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ میں پیشتر ہی سے حق سبحانہ کی پناہ کی زندہ تصویر ہوں اور میں وہی پناہ ہوں جس کو آپ رہائی کا ذریعہ بنانا چاہتی ہیں آپ اعوذ بالرحمٰن منک کہتی ہیں حالانکہ میں خود اعوذ (پناہ) ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

آفتے نبود بتر از ناشناخت	تو بریاری ندانے عشق باخت
نہ پہچاننے سے زیادہ بڑی کوئی مصیبت نہیں ہے	تو معشوق کے پاس ہے اور عشق بازی نہیں جانتا

یعنی ناشناسی سے زیادہ کوئی آفت نہیں ہوتی۔ کہ تم یار کے نزدیک ہو اور عشق بازی کرنا نہیں جانتے۔ یعنی تم دوست کے پاس ہو اور وہ تمہارے پاس موجود ہے مگر چونکہ پہچانتے نہیں ہو لہذا اس سے بالکل الگ ہو۔ تم اس سے محبت کرنا جانتے ہو نہ کچھ جانتے ہو تو پھر بھلا ناشناسی سے زیادہ بہتر اور کیا شے ہوگی۔ اور مریمؑ نے پناہ وغیرہ مانگی یہ بھی سب ناشناسی کی وجہ سے تھا اور ناشناسی کے وقت یہ حالت ہوتی ہے کہ

یار را اغیار پنداری ہمے	شادے را نام بنہادی غمی
تو معشوق کو غیر سمجھ رہا ہے	تو خوشی کو غمی کا نام دیتا ہے

یعنی یار کو اغیار سمجھتا ہے اور خوشی کا نام غم رکھتا ہے (اس لئے کہ تم کو یہ خبر ہی نہیں ہوتی کہ یہ خوشی ہے لہذا اس کو غم سمجھتے ہو اور یار کو بوجہ ناشناسی کے غیر سمجھ کر اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے)

این چنین لطفے کہ دارد یار ما	تو گریزانی ازو اے بیوفا
اس مہربانی کے ہوتے ہوئے ہمارا یار رکھتا ہے	اے بے وفا! تو اس سے بھاگتا ہے

یعنی ایسا لطف کہ جو ہمارا یار رکھتا ہے تو اس سے بھاگتا ہے اے بے وفا۔ یعنی ہمارا یار تو ایسے ایسے الطاف کرتا ہے اور تو بوجہ ناشناسی کے اس سے بھاگ رہا ہے اور ان الطاف کی قدر نہیں کرتا۔

این چنین نخلے کہ لطف یار ماست	چونکہ ما دز دیم نخلش دار ماست
کھجور کا ایسا درخت جو ہمارے یار کی مہربانی ہے	جبکہ ہم چور ہیں اس کا کھجور کا درخت ہمارے لئے سولی ہے

یعنی ایسا نخل کہ ہمارے یار کا لطف ہے جبکہ ہم چور ہیں تو اس کا نخل ہماری دار ہے۔ مطلب یہ کہ لطف دوست جو مثل نخل کے ہے کہ اس سے سب پھل کھاتے ہیں مگر چونکہ ہم چور ہیں تو ہم کو اس میں پھانسی دے جاتی ہے تو اسی طرح وہ لطف ہمارے لئے عذاب جان ہو جاتا ہے۔

این چنین مشکین کہ زلف میر ماست	چونکہ بے عقلیم آن زنجیر ماست
ایسی خوشبودار چیزیں جو کہ ہمارے آقا کی زلفیں ہیں	جبکہ ہم بے عقلی کریں وہ ہماری بیڑیاں ہیں

یعنی ایسی مشکین کہ ہمارے میر کی زلف ہے جبکہ ہم بے عقل ہیں تو وہ ہماری زنجیر ہے یعنی ایک یار کی زلف مشکین ہو مگر جبکہ انسان اس کی قدر نہ جانے تو وہی اس کے لئے زنجیر ہو جاتی ہے یہ ساری باتیں اپنی ناشناسی اور نا قابلیت کی بدولت ہیں۔

این چنیں لطفے چو نیلے می رود	چونکہ فرعونیم چوں خون می شود
ایسی مہربانی جو نیل (دریا) کی طرح جاری ہے	جبکہ ہم فرعون ہیں' خون جیسی ہو جاتی ہے

یعنی ایسا لطف جو کہ مثل دریائے نیل کے چلتا ہے جبکہ ہم فرعون ہیں تو وہ ہم پر خون ہو جاتا ہے یعنی بوجہ ہماری بے قدری اور ناشناسی کے وہی شے جو کہ بہت لطیف اور عمدہ تھی وہی ہمارے لئے خراب ہو جاتی ہے جیسا کہ فرعونیوں پر آب دریائے نیل خون ہو جاتا تھا۔ تو دیکھو وہ شے جو کہ ایسی لطیف اور پاک وصاف تھی وہی ان پر آفت جان ہو گئی تو یہ خرابی اس کی طرف سے نہیں ہے بلکہ یہ کمی اور خرابی خود ہماری طرف سے ہے۔

خون ہمی گوید من آبم ہیں مریز	یوسفم گرگ از تو ام اے پرستیز
خون کہتا ہے کہ میں پانی ہوں خبردار' مجھے نہ بہا	میں یوسف ہوں اے جھگڑالو! تیری وجہ سے بھیڑیا ہوں

یعنی خون کہتا ہے کہ ارے میں تو پانی ہوں گرامت۔ میں یوسف ہوں گرگ تو تیری وجہ سے ہو گیا ہوں اے پرستیز یعنی وہ چیز کہتی ہے کہ میرے اندر جو خرابی آ گئی ہے یہ تو صرف تمہارے اندر خرابی ہونے کی وجہ سے ہے کہ میں تم کو ایسی معلوم ہوتی ہوں ورنہ میں تو اچھی خاصی ہوں تو یہ بھی اسی ناشناسی کی وجہ سے ہے بلکہ ناشناسی میں یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

تو نمی بینی کہ یار برد بار	چونکہ با او ضد شدی گردد چو مار
تو نہیں دیکھتا ہے' کہ بردبار دوست	جب تو اس کی ضد بنا وہ سانپ جیسا بن جاتا ہے

یعنی کیا تو دیکھتا نہیں ہے کہ یار بردبار جبکہ اس کے ساتھ تو ضد ہوا تو وہ سانپ کی طرح ہو جاتا ہے۔

لحم او و شحم او دیگر نشد	برقرار اول ست انساں کہ بد
اس کا گوشت' اور چربی نہیں بدلی	پہلے ہی کی طرح ہے جیسا کہ تھا

یعنی اس کا لحم و شحم تو دوسرا نہیں ہوا وہ تو اسی طرح ہے (مگر اس کا مثل ما ہو جانا) بجز تمہاری نظرگاہ کے نہیں ہوا۔ یعنی وہ جو تمہارے لئے مثل مار کے ہو گیا ہے یہ صرف اس لئے کہ تم اس کی ضد ہو گئے ہو اور تمہاری نظر میں ایسا ہو گیا ہے ورنہ اس کی طرف سے کسی قسم کی کوئی بات نہیں ہے تو دیکھو یہ بھی اسی ناشناسی کی وجہ سے ہے کہ تم نے اس کی قدر نہ جانی۔ آگے اسی نوکر عاشق بخاری اور صدر جہان کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

اس وکیل کا عشق کی وجہ سے قصد کرنا کہ بخارا کو رجوع ہو

شمع مریم را بہل افروختہ	کہ بخارا می رود آن سوختہ
(حضرت) مریم کی شمع جلتی چھوڑ	کیونکہ وہ دل جلا بخارا کو جا رہا ہے

یعنی شمع مریم کو جلتی ہوئی چھوڑ دو اس لئے کہ وہ سوختہ بخارا کی طرف جا رہا ہے (شمع را افروختہ گذاشتن

www.besturdubooks.wordpress.com

کنایہ از چیزے رانا تمام گزاشتن) مطلب یہ کہ مریم کے قصہ کو یہیں تک رہنے دو اس کو نا تمام ہی رہنے دو چونکہ وہ جلا بھنا عاشق بخارا کو جاتا ہے تو اس کا قصہ بیان کر و اس کی یہ حالت تھی کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مریم علیہا السلام کو جس قدر پریشانی لاحق ہوئی وہ جبرئیل علیہ السلام کو نہ پہچاننے سے پس سمجھ لو کہ کوئی آفت اپنے دوست کو نہ پہچاننے سے بڑھ کر نہیں ہے غضب کی بات ہے کہ تم اپنے محبوب کے پاس ہو اور اس سے عاشقانہ برتاؤ نہیں کر سکتے بلکہ یار کو غیر سمجھتے ہو اور تم نے اس شئے کا نام جو حقیقت میں خوشی ہے غم رکھ چھوڑا ہے محبوب حقیقی اس قدر تو عنایت کرتے ہیں پھر بھی تم اس سے بے وفا یا نہ بھاگتے ہو خلاصہ یہ کہ مولانا ان لوگوں کی شکایت اور ان کی حالت سے تعجب کرتے ہیں جن کا تعلق حق سبحانہ کے ساتھ اچھا نہیں ہے اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ قریب اور مہربان اور محبوب حقیقی ہیں مگر تم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ اس کے ساتھ غیروں کا سا معاملہ کرتے ہو آگے ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں تقریر شبہ یہ ہے کہ تم تو حق سبحانہ کو مہربان کہتے ہو مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ تکلیفیں دیتا ہے اور حاصل جواب یہ کہ وہ تو مہربان ہی ہے مگر ہماری نالائقی سے ہم کو نقصان پہنچ رہا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ خود فرماتے ہیں ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم و یعفوا عن کثیر جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب حل اشعار سنو۔فرماتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے محبوب کا قد ایسا اعلیٰ درجہ کا درخت خرما یعنی عشاق کو بہت کچھ نفع پہنچانے والا ہے لیکن چونکہ ہم لوگ چوروں کی طرح مجرم ہیں اس لئے وہ بجائے اس کے کہ ہمارے لئے نافع ہوتا سولی کی طرح ہماری ہلاکی کا ذریعہ بن گیا ہے اور باوجودیکہ ہمارے محبوب کی زلف اس قدر مشکین اور مشام عشاق کو معطر کرنے والی ہے مگر ہماری بے عقلی کے سبب ہمارے لئے زنجیر ہو گئی ہے اور باوجودیکہ اس کا دریائے لطف نیل کی طرح بہہ رہا ہے مگر چونکہ ہم فرعون ہیں اس لئے وہ ہمارے لئے دریائے خون ہو گیا ہے وہ خون کہتا ہے کہ میں حقیقت میں خون نہیں بلکہ پانی ہوں تیرے لئے خون ہو گیا ہوں۔ پس تو مجھے مت گرا اور مجھ سے نفرت مت کر دیکھ اپنی حالت کو بدل دے اور میں واقع میں یوسف کی طرح مرغوب ہوں تیری نالائقی سے تیرے لئے بھیڑیئے کی طرح قابل نفرت ہو گیا ہوں پس تو مجھ سے مت بھاگ بلکہ اپنی اصلاح کر۔اب اگر کوئی شبہ کرے کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک شئے واقع میں پانی یا یوسف ہو اور دوسرے کے لئے وہ خون یا بھیڑیا ہو جاوے۔تو یہ شبہ یوں دور ہو سکتا ہے کہ دیکھو ایک دوست ہوتا ہے لیکن جبکہ تم اس سے مخالفت کر لیتے ہو تو وہ تمہاری نظر میں سانپ ہو جاتا ہے اب دیکھو کہ باوجودیکہ نہ اس کا گوشت بدلا ہے نہ چربی اور وہی آدمی ہے جو پہلے تھا مگر تمہاری نسبت سے بدل گیا ہے۔ بس اسی طرح خون اور بھیڑیئے کو سمجھ لو۔ اچھا اب مریم علیہا السلام کی شمع کو تو روشن چھوڑ دو اور یہ بیان کرو کہ وہ جلا بھنا عاشق بخارا روانہ ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

سخت بے صبرو در آتشدان تیز	روسوئے صدر جہان کن میگریز
سخت بے صبری اور تیز بھٹی میں	(کہتا تھا) صدر جہاں کا رخ کر، بھاگ

یعنی سخت بے صبر تھا اور آتشدان تیز میں صدر جہان کی طرف منہ کئے ہوئے بھاگ رہا تھا مطلب یہ کہ وہ بے حد بے صبری کے ساتھ تیزی سے صدر جہان کی طرف کو جا رہا تھا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این بخارا منبع دانش بود	پس بخارائیست ہرکانش بود
یہ بخارا عقل کا مخزن ہوتا ہے	جو اس طرح کا ہو وہ بخاری ہے

یعنی یہ بخارا منبع دانش ہوتا ہے پس بخاری ہے جو کہ وہ (یعنی صاحب دانش) ہو مطلب یہ ہے کہ بخارا سے مراد شیخ کامل ہے جو کہ منبع دانش ہوتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ یہ شخص بخارا کی طلب میں تھا تو جس طرح کہ بخارا منبع علوم وفنون تھا اسی طرح اصل بخارا وہ ہے جو کہ منبع علوم وفنون ہوتا ہے۔ یعنی شیخ کامل تو مستفیدین اس کو اسی طرح تلاش کرتے اور اس کی طرف اسی طرح دوڑتے ہیں بخارا سے شیخ کو صرف اس لئے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح کہ بخارا میں علوم وفنون کا زور ہے اسی طرح شیخ کامل بھی منبع علوم وفنون ہوتا ہے تو بس جو اس کا متلاشی ہے وہی بخاری ہے یعنی وہی طالب صادق ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

پیش شیخے در بخارا اندری	تا بخواری در بخارا ننگری
شیخ کے سامنے تو بخارا میں ہے	بخارا کو ذلت سے ہرگز نہ دیکھنا

یعنی تم بخارا میں ایک شیخ کے آگے ہو تو بخارا میں خواری سے ہرگز نگاہ مت کرنا۔ یعنی بخارا جو کہ منبع علوم ہے ایسی جگہ پر تم کسی شیخ کامل کے پاس ہو تو اس کے بخارائے دل میں خواری سے نظر مت کرو۔ اور اس کو حقیر و ذلیل مت سمجھو اس لئے کہ یہ علامت خسران کی ہے۔

جز بخواری در بخارائے دلش	راہ ندہد جز رو مد مشکلش
اس کے دل کے بخارا میں عاجزی کے سوا	اس کی مشکلات کا مدوجزر راستہ نہیں دیتا ہے

یعنی بجز خواری کے اس کے بخارائے دل میں اس کی مشکل کا جزر ومد راہ نہیں دیتا ہے مطلب یہ کہ جب تک کہ تم خواری اور تواضع اور عجز اختیار نہ کرو گے اس وقت تک تم کو شیخ کے دل میں راہ نہ ہوگی اور اس کا جو اتار چڑھاؤ ہے اس سے کبھی بھی واقف نہ ہوگے تو بس اس کو حقیر نہ سمجھو اور اپنے کو حقیر بنالو تب اس کے قلب کے اسرار تک رسائی ہو سکتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے خنک آنرا کہ ذلت نفسہ	وائے آنکس راکہ یردی رفتہ
خوش نصیب ہے وہ جس کا نفس فرمانبردار ہو گیا ہے	اس شخص پر حسرت ہے جس کی دولتیاں اس کو ہلاک کرتی ہیں

یعنی خوش ہے وہ کہ ذلیل ہو گیا نفس اس کا اور افسوس ہے اس شخص پر کہ اس کے قدم رکھنے نے اس کو ہلاک کیا (یہاں قدم رکھنے سے مراد بے ادبی کرنا ہے) مطلب یہ ہے کہ جس نے کہ اپنے نفس کو ذلیل بنا لیا اور شیخ کامل کی قدر کی وہ تو فائض المرام ہو گیا اور جس نے کہ شیخ کی بے ادبی کی اور اس کی قدر نہ جانی اس نے اپنے کو ہلاک کر لیا تو بس شیخ کامل کی تلاش اور اس کے بعد اس کی قدر اور اس کا ادب ضروری ہے کہ اس سے فلاح دارین میسر ہو گی۔ اب آگے پھر اسی غلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

فرقت صدر جہان در جان او	پارہ پارہ کردہ بود ارکان او
صدر جہاں کی جدائی جو اس کی جان میں تھی	اس نے اس کے اعضاء کو پارہ پارہ کر دیا تھا

یعنی صدر جہان کی فرقت نے اس کی جان میں اس کے اعضاء کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا یعنی اس کی اعضاء ظاہر و باطن دونوں خراب ہو چکے تھے اور قریب بہلاک تھے۔

گفت برخیزم ہمانجا واردم	کافرا گشتم دگر رہ بگردم
اس نے کہا میں اٹھتا ہوں اسی جگہ واپس ہوتا ہوں	اگر میں کافر ہو گیا ہوں تو دوسری راہ اختیار کرتا ہوں

یعنی کہنے لگا کہ میں اٹھتا ہوں اور وہیں جاتا ہوں اگر چہ میں نافرمان ہو گیا ہوں (مگر) دوبارہ پھر مطیع ہوتا ہوں۔

واروم آنجا بیفتم پیش او	پیش آن صدر نکو اندیش او
اسی جگہ واپس جاتا ہوں اس کے سامنے گرتا ہوں	اس (عاشق) کی بھلائی سوچنے والے صدر کے سامنے

یعنی میں جاتا ہوں اور اس کے سامنے جا پڑتا ہوں۔ سامنے اس صدر نکو اندیش کے یعنی بس جا کر اس کے سامنے جا پڑوں گا جو کچھ بھی کرے۔

گویم افگندم بہ پیشت جان خویش	زندہ کن یا سر ببر مارا چومیش
میں کہوں گا میں نے اپنی جان تیرے سامنے لا ڈالی ہے	زندہ کر دے یا بھیڑ کی طرح ہمارا سر قلم کر دے

یعنی کہوں گا کہ میں نے اپنی جان کو تیرے سامنے ڈال دیا (اب تو) زندہ کر یا بھیڑ کی طرح سر کاٹ دے

یعنی وہ غلام بولا کہ بس اس کے سامنے جا کر کہدوں گا کہ

قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخش دو   لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

اور بولا یوں کہوں گا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کشتۂ و مردہ بہ پیشت اے قمر	بہ کہ شاہ زندگان جائے دگر
اے چاند! تیرے سامنے مقتول اور مردہ ہونا	دوسری جگہ زندوں کا شاہ ہونے سے بہتر ہے

یعنی اے قمر تیرے آگے مردہ اور مقتول بہتر ہے کہ دوسری جگہ زندوں کا بادشاہ ہوں۔ (اور بولا کہوں کہ)

آزمودم من ہزاران بار پیش	بے تو شیریں می نہ بینم عیش خویش
میں نے لاکھوں بار پہلے آزما لیا	میں تیرے بغیر اپنی زندگی میٹھی نہیں سمجھتا ہوں

یعنی میں نے پہلے ہزاروں بار آزمالیا ہے کہ بے تیرے اپنی زندگی شیریں نہیں دیکھتا (اب آگے جوش میں آ کر کہتا ہے کہ)

غن لی یا منیتی لحن النشور	ابرکے یا ناقتی تم السرور
اے میری تمنا! میرے دوبارہ زندہ ہونے کا گانا گا	اے میری اونٹنی بیٹھ جا' سرور مکمل ہو گیا ہے

یعنی اے میری آرزو میرے لئے لحن نشور کو گا' اور اے میری ناقہ بیٹھ جا کہ سرور کامل ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ جب میں وہاں پہنچوں گا تو اس وقت کہوں گا کہ اے میری آرزو جاگ اٹھ اور ایسا لحن گا کہ جس سے حیات ابدی حاصل ہو اور اے میری ناقہ اب بیٹھ جا اس لئے کہ سرور وصل محبوب کا تو پورا ہو چکا ہے۔ لہذا اب تلاش سے بیٹھ جا اس لئے کہ اب تلاش کی ضرورت نہیں ہے۔ اور کہتا ہے کہ۔

ابلعی یا ارض دمعی قد کفی	اشربی یا نفس دو اقد صفا
اے زمین! میرے آنسو نگل جا جو کافی ہیں	اے نفس! وہ دوستی پی لے جو صاف ہو گئی ہے

یعنی اے زمین میرے اشک کو پی لے کہ وہ سوکھ گیا اور اے نفس محبت کو پی لے کہ وہ صاف ہو گیا۔ یعنی اب بوجہ سرور کے میرے آنسو بھی بند ہو گئے ہیں تو اب اے زمین تو ان آنسوؤں کو خشک کر لے اور اے نفس اس دوستی مصفا کو پی لے اس لئے کہ اب تو اس کے اندر سے تمام کدورات ختم ہو چکی ہیں۔

عدت یا عیدی الینا مرحبا	نعم ماروحت یا ریح الصبا
اے میری عید! تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے' مرحبا	اے باد صبا! بہت عمدہ خوشبو ہے' جو تو نے مہکائی ہے

یعنی اے میری عید تو ہماری طرف لوٹ آئی ہے مرحبا ہے اور اچھی ہے وہ شے کہ جو اے ریح صبا تو نے چلائی ہے مطلب یہ کہ وہ جوش میں آ کر کہہ رہا ہے کہ میں وہاں جا کر اس طرح عرض کروں گا اب پھر ان عاذلوں سے مخاطب ہوتا ہے کہ۔

گفت اے یاران روان گشتم وداع	سوئے آن صدرے کہ میرست و مطاع
اس نے کہا اے دوستو! میں چلا الوداع	اس صدر کی جانب' جو سردار (واجب الاطاعت ہے)

یعنی کہنے لگا کہ اے یارو میں روانہ ہوتا ہوں رخصت طرف اس صدر کے جو کہ میر ہے اور مطاع ہے یعنی لوگوں سے کہا کہ لو اب رخصت میں تو وہاں صدر جہاں کے پاس جاتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دمبدم در سوز بیریان می شوم	ہرچہ بادا باد آنجا می روم
میں دمبدم سوزش میں بھن رہا ہوں	جو کچھ ہونا ہے ہوئیں وہاں جاتا ہوں

یعنی میں دمبدم سوز میں جل رہا ہوں اب جو کچھ بھی ہو میں تو وہاں جاتا ہوں۔

گرچہ دل چون سنگ خارا می کند	جان من عزم بخارا می کند
اگر وہ (اپنا) دل سنگ خارا کی طرح بنا رہا ہے	میری جان بخارا کا قصد کر رہی ہے

یعنی اگرچہ (وہ صدر جہاں) دل کو سنگ خارا کی طرح کرتا ہے (لیکن) میری جان بخارا کا ارادہ کرتی ہے مطلب یہ کہ اگرچہ وہ میری طرف مائل نہیں ہے بلکہ اس نے مجھے مردود کر رکھا ہے مگر میں تو اب بخارا کا ارادہ کرتا ہوں اور وہاں جاتا ہوں میرا تو دل نہیں مانتا اس لئے کہ۔

مسکن یارست و شہر شاہ من	پیش عاشق این بود حب الوطن
وہ میرے یار کا وطن اور میرے شاہ کا شہر ہے	عاشق کے لئے یہی وطن کی دوستی ہے

یعنی (وہ بخارا) میرے یار کا مسکن ہے اور میرے دوست کا شہر ہے اور عاشق کے آگے یہی حب الوطن ہوتی ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میں بخارا جاؤں گا اس لئے کہ وہ میرے محبوب کا مسکن اور شہر ہے اور عاشق کے نزدیک حب الوطن یہی ہوتی ہے کہ جہاں اس کا محبوب ہو۔ پس جہاں کہیں وہ ہوگا اسی جگہ سے اس کو محبت ہوگی آگے ایک عاشق و معشوق کی حکایت لاتے ہیں کہ معشوق نے پوچھا کہ کونسا شہر سب میں اچھا ہے تو عاشق بولا کہ وہ شہر جس میں کہ تو موجود ہو تو دیکھو عاشق کے لئے حب الوطن یہی ہے کہ اس کا محبوب وہاں رہتا ہے۔ اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اچھا اے عاشق تم نہایت بے صبری اور اضطرار کے ساتھ بھاگو اور صدر جہان کے پاس چلو۔ یہ فرما کر مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ اور کہتے ہیں کہ دیکھو بخارا علم کا سرچشمہ ہے پس جو شخص صاحب علم ہوگا وہ بھی بخارا ہی ہے لہذا جبکہ تم اپنے شیخ کے پاس ہو تو بخارا ہی میں ہو پس دیکھو اس بخارا کی نہایت وقعت کرنا اور اس کو بنظر حقارت نہ دیکھنا اور اپنے کو اس کے سامنے ذلیل کرنا کیونکہ اس کی شکل جزر و مدتم کو اس کے بخارائے دل میں نہ پہنچنے دے گی اور بدوں ذلت کے تم اس کے دل میں گھر نہ کر سکو گے وہ شخص نہایت مزہ میں ہے جس کا نفس اپنے شیخ کے سامنے ذلیل ہو۔ اور اس کی حالت نہایت قابل افسوس ہے جو ٹھوکر مار کر یعنی گستاخی کر کے ہلاک ہو جاوے۔ یہاں تک اس مضمون کو بیان کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کی جان میں جو صدر جہاں کی فرقت کا رنج جاگزین تھا اس نے اس کے ارکان جسم کو پارہ پارہ کر رکھا تھا اس نے کہا کہ میں تو اٹھ کر وہیں جاتا ہوں اور اگر میں اس سے بھاگ کر کافر عشق ہو گیا ہوں تو پھر نئے سرے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مسلمان ہوتا ہوں۔ اب تو میں وہیں جاتا ہوں اور اس کے سامنے پڑ رہتا ہوں یعنی اپنے نیک خیال صدر جہان کے سامنے اور وہاں جا کر کہوں گا کہ میں نے تو اپنے کو حضور کے قدموں میں لا ڈالا ہے اب حضور کو اختیار ہے خواہ مجھے زندہ کریں یا ذبح کر ڈالیں۔ میرا آپ کے سامنے مر جانا اور مارا جانا اس سے بہتر ہے کہ کہیں اور رہ کر میں زندوں کا بادشاہ ہوں۔ میں اس سے قبل لاکھوں مرتبہ تجربہ کر چکا ہوں کہ آپ کی بجز کسی کام میں لطف نہیں۔ پس اے میری آرزو میرے لئے زندہ کن گیت گا اور اے میری ناقہ خوشی تمام ہو چکی اور میں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔ اب تو بیٹھ جا اور اے زمین رونا ہو چکا اب تو آنسو پی لے۔ اور اے نفس اب پن گھٹ صاف ہے تو پی لے اور اے عید مرحبا کہ تو واپس آئی اور اے باد صبا تو نے مجھے نہایت ہی خوش کیا۔ اس نے اپنے دل سے یہ گفتگو کی اور کہا کہ اے دوستو اچھا لو رخصت میں تو اس صدر جہان کی طرف چل دیا جو میرا آقا اور واجب الاطاعت ہے کیونکہ میں ہر وقت سوز فراق سے کباب ہوتا ہوں مجھ سے یہ تکلیف برداشت نہیں ہوتی پس کچھ بھی ہو میں تو وہیں جاتا ہوں اگرچہ میری طبیعت مجھے پتھر بنائے دیتی اور جانے سے مانع ہوتی ہے مگر میری جان بخارا ہی کا عزم کرتی ہے کیونکہ وہ میرے یار کی رہنے کی جگہ اور میرے بادشاہ کا شہر ہے اور عاشق کیلئے حب وطن یہی ہے کہ وہ وطن محبوب سے محبت کرے۔

شرح شبّیری

ایک معشوق کا عاشق سے دریافت کرنا

کہ شہروں میں سے کونسا شہر بہتر ہے

گفت معشوقے بعاشق کاے فتی	تو بغربت دیدۂ بس شہرہا
ایک معشوق نے عاشق سے کہا اے نوجوان!	تو نے مسافرت میں بہت سے شہر دیکھے ہیں

یعنی ایک معشوق نے عاشق سے کہا کہ ارے میاں تم نے سفر میں بہت سے شہر دیکھے ہیں۔

پس کدامین شہر زانہا خوشتر است	گفت آن شہرے کہ در وے دلبر است
ان میں سے کونسا شہر بہتر ہے؟	اس نے کہا' وہ شہر جس میں معشوق ہے

یعنی پس کونسا شہر ان میں زیادہ عمدہ ہے اس عاشق نے کہا کہ وہ شہر جس میں کہ دلبر ہو۔

ہر کجا باشد شہ مارا بساط	ہست صحرا گر بود سم الخیاط
جہاں ہمارے شاہ کا ڈیرا ہو	وہ جنگل ہے خواہ سوئی کا ناکہ ہو

یعنی جس جگہ کہ ہمارے بادشاہ کی بود و باش ہو وہ صحرا ہے اگرچہ سوئی کا ناکا ہو یعنی اگرچہ وہ کتنی ہی تنگ و

www.besturdubooks.wordpress.com

تاریک جگہ ہو مگر جب وہاں محبوب ہو وہ بھی کشادہ اور فراخ صحرا معلوم ہوگا۔

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ	جنت ست آن ار چہ باشد قعر چاہ
جہاں چاند جیسا یوسف ہو	وہ جنت ہے خواہ کنویں کی گہرائی ہو

یعنی جہاں کہیں ایک یوسف رخ مثل ماہ کے ہو وہ جنت ہے اگر چہ قعر چاہ ہو مطلب یہ کہ اگر چہ وہ کیسی ہی تکلیف دہ شے ہو مگر جب محبوب وہاں ہوگا تو اس کی معیت کی وجہ سے ساری کلفت خوشی سے مبدل ہو جاوے گی اور وہ ہی عاشق کہتا ہے کہ۔

با تو دوزخ جنت است اے جانفزا	با تو زندان گلشن ست اے دلربا
اے روح پرور! تیرے ہوتے ہوے دوزخ جنت ہے	اے دلربا! تیرے ساتھ قید خانہ چمن ہے

یعنی اے جانفزا تیرے ساتھ تو دوزخ جنت ہے اور اے دلربا تیرے ساتھ زندان گلشن ہے۔

شد جہنم با تو رضوان و نعیم	بے تو شد ریحان وگل نار جحیم
تیرے ساتھ جہنم رضوان ' اور نعمت بن گئی	تیرے بغیر ریحان' اور پھول دوزخ کی آگ بن گیا

یعنی تیرے ساتھ تو جہنم رضوان اور نعیم ہو گیا اور بے تیرے ریحان وگل نار جحیم ہو گیا ہے۔

ہر کجا تو با منی من خوشدلم	ور بود در قعر گورے منزلم
جہاں تو میرے ساتھ ہے' میں خوش دل ہوں	خواہ میری منزل قبر کے گڑھے میں ہو

یعنی تو جہاں کہیں میرے ساتھ ہو میں خوشدل ہوں۔ اگر چہ قعر گور میں میری منزل ہو۔

خوشتر از ہر دو جہاں آنجا بود	کہ ترا با من سر و سودا بود
دونوں جہاں سے زیادہ اچھی وہ جگہ ہے	جہاں تجھے میرا خیال ہو

یعنی وہ جگہ دونوں جہان سے خوشتر ہوتی ہے کہ مجھے تیرے ساتھ راز داری اور خیال ہو حاصل یہ کہ عاشق نے کہا کہ اے محبوب اگر تو ساتھ ہے تو ساری کلفتیں راحتیں ہیں اور اگر تیری جدائی ہے تو ساری راحتیں کلفتیں ہیں تو اسی طرح وہ غلام کہتا ہے کہ مجھے تو بس بخارا ہی پسند ہے اگر چہ مجھے وہاں جان کا خطرہ ہے مگر محبوب کی معیت تو حاصل ہوگی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پس دراز ست این سخن از انتظار	عاشق صدر جہان شد بے قرار
یہ بات بہت لمبی ہے' انتظار کی وجہ سے	صدر جہاں کا عاشق بے قرار ہو گیا ہے

یعنی یہ بات تو بہت دراز ہے اور انتظار کی وجہ سے صدر جہان کا عاشق بے قرار ہو رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اب وہ عاشق چونکہ بے قرار ہو رہا ہے لہذا ان باتوں کو ترک کر کے اس کا قصہ بیان کرو۔ آگے لوگوں کا اس کو سمجھانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ تشریح:۔ کسی معشوق نے اپنے عاشق سے کہا کہ آپ نے سفر میں بہت سے شہر دیکھے ہیں ان میں کونسا شہر سب سے اچھا ہے اس نے جواب دیا کہ وہ شہر سب سے اچھا ہے کہ جس میں دلبر ہے۔ جہاں کہیں ہمارے بادشاہ کی بساط ہو وہ اگر سوئی کا ناکا بھی ہو تب بھی وہ صحرا؟ ہے اور جہاں کہیں یوسف رخ اور ماہ تاباں کی مثل حسین ہو وہ اگر قعر چاہ بھی ہو تب بھی وہ جنت ہے۔ (یہ مقولہ ذا سی عاشق کا ہے اور مراد معشوق مجازی ہے اور یا مولانا کا مقولہ ہے اور مراد معشوق حقیقی ہے علے ہذا اشعار آبندہ میں بھی ہر دو احتمال ہیں) تیرے ہوتے دوزخ بھی جنت ہے اور قید خانہ بھی گلشن ہے اور جہنم بھی مرغوب اور نعمت ہے اور تیرے بغیر گل وریحان بھی آتش دوزخ ہے۔ جہاں تو میرے ساتھ ہو میں نہایت خوش ہوں خواہ گورہی میں میرا مسکن ہو۔ دونوں عالم سے میرے لئے وہ جگہ بہتر ہے جہاں مجھے تجھ سے واسطہ ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو تو بہت طویل ہے اس کو چھوڑو کیونکہ صدر جہان کا عاشق انتظار کرتے کرتے رونے لگا ہے اسے اس کے معشوق تک پہنچانا چاہئے۔

شرح شبّیری

دوستوں کا اس کو بخارا میں لوٹنے سے منع کرنا

گفت او را ناصحے کائے بخبر	عاقبت اندیش اگر داری ہنر
اس سے ایک نصیحت کرنے والے نے کہا اے بے خبر!	اگر تو لیاقت رکھتا ہے انجام سوچ لے

یعنی ایک ناصح نے اس سے کہا کہ اے بے خبر اگر تو کچھ ہنر رکھتا ہے تو انجام کو سوچ

در نگر پس را بعقل و پیش را	ہمچو پروانہ مسوزاں خویش را
عقل سے آگے پیچھے دیکھ لے	اپنے آپ کو پروانے کی طرح نہ جلا

یعنی عقل سے پس و پیش کو دیکھ لے اور پروانہ کی طرح اپنے کو جلا مت۔ یعنی بے سوچے سمجھے جانا ٹھیک نہیں ذرا سوچ سمجھ لو کہ وہاں جانے کا کیا انجام ہوگا۔

چوں بخارا می روی دیوانہ	لائق زنجیر و زنداں خانہ
بخارا کو کیوں جاتا ہے تو دیوانہ ہے	قید خانہ اور بیڑی کے لائق ہے

یعنی تو بخارا کیوں جاتا ہے کیا دیوانہ ہے تو خود زنجیر اور جیل خانہ کے لائق ہے یعنی تو جو بخارا جا رہا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ عقل میں کچھ فتور آ گیا ہے۔ لہذا ضرور ہے کہ تجھے بند کر کے رکھیں اس لئے کہ وہاں جا کر بجز اس کے کہ تو اپنی جان کھودے گا اور کیا ہوگا کیونکہ اس کی یہ حالت ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او ز تو آہن ہمی خاید ز خشم	او ہمی جوید ترا بانیست چشم
وہ تجھ سے غصہ میں لوہا چبا رہا ہے	وہ تجھے بیں آنکھوں سے تلاش کر رہا ہے

یعنی وہ تیری وجہ سے غصہ سے لوہا چباتا ہے اور وہ تجھے بیں آنکھوں سے ڈھونڈ رہا ہے مطلب یہ کہ بس وہ تیرا منتظر ہی بیٹھا ہے اور مارے غصہ کے دانت پیستا ہے تو گیا اور اس نے مروایا۔

می کند او تیز از بہر تو کارد	او سگ قحط اوست و تو انبان آرد
وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے	وہ قحط زدہ کتا ہے اور تو آٹے کی بوری ہے

یعنی وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے اور وہ قحط کا (بھوکا) کتا ہے اور تو آٹے کا ڈھیر ہے یعنی تم دونوں کی ایسی مثال ہے لہذا وہ تجھے دیکھتے ہی کھا جاوے گا۔

چوں رہیدی و خدایت راہ داد	سوئے زندان می روی چونت فتاد
جبکہ تو بچ گیا اور خدا نے تجھے موقع دیا	تو قید خانہ کی طرف جا رہا ہے تجھے کیا پڑی ہے

یعنی جبکہ تو چھوٹ گیا اور خدا نے تجھے راہ دیدی تو (اب) زندان کی طرف جاتا ہے۔ تجھے کیا پڑا ہے یعنی سب نے کہا کہ تو بھاگ آیا اس کے بندگران سے چھوٹ گیا اب خود وہاں پھنسنے کو جارہا ہے۔ تو بھلا تجھے ہو کیا گیا ہے۔ کیوں پھر جاتا ہے بلکہ تیری تو یہ حالت ہونی چاہئے تھی کہ۔

بر تو گر دہ گوں مؤکل آمدے	عقل بایستے کز ایشان کم زدے
اگر تیرے پاس دس قسم کے سپاہی پہنچتے	عقل کا تقاضہ ہے کہ تو ان سے نہ ملتا

یعنی تجھ پر اگر دس قسم کے سپاہی آتے تو عقل بھی چاہئے کہ تو ان سے کم مارتا۔ مطلب یہ کہ اگر تجھے پکڑنے کو سپاہی بھی آتے تب بھی عقل کا مقتضا تو یہ تھا کہ ان کو بھی پتہ نہ دیتا اور ان سے بھی الگ رہتا اور اب جبکہ کوئی سپاہی بھی نہیں ہے پھر کیا ہو گیا کہ موت کے منہ میں جاتا ہے۔

چون مؤکل نیست بر تو ہیچ کس	از چہ بستہ گشتہ بر تو پیش و پس
جبکہ تجھ پر کوئی شخص مقرر نہیں ہے	تیرا آگا پیچھا کیوں بندھ گیا؟

یعنی جبکہ تجھ پر کوئی موکل نہیں ہے تو تجھ پر پیش و پس کیوں بستہ ہو گیا یعنی تجھے انجام کیوں نہیں سوجھتا تجھ پر آخر کون زبردستی کر رہا ہے کہ تو وہاں چل رہا ہے انجام کو سوچ کہ وہاں جانے کا خطرہ ہے۔ لہذا وہاں مت جا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

عشق پنہاں کرد بود او را اسیر	آن مؤکل را نمی دید آن نذیر
مخفی عشق نے اس کو قیدی بنا لیا تھا	وہ ڈرانے والا اس سپاہی کو نہیں دیکھتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی عشق پوشیدہ نے اس کو قید کر رکھا تھا تو وہ ڈرانے والا اس موکل کو نہ دیکھتا تھا یعنی وہ ملامت گر جو کہتا تھا کہ تجھ کوئی موکل وغیرہ بھی مسلط نہیں ہے پھر تو کیوں اپنے کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے اوپر عشق نہفتہ مسلط تھا کہ وہ اس کو کشاں کشاں دیار محبوب کی طرف لے جا رہا تھا مگر اس ملامت گر کو اس موکل کی خبر نہ تھی وہ تو صرف ظاہر کو دیکھ رہا تھا کہ بظاہر اس پر کوئی سپاہی وغیرہ مسلط نہیں ہے آگے مولانا اور ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ہر موکل را موکل مختفی است	ورنہ او در سگ طبعی زچیست
ہر سپاہی پر ایک چھپا ہوا سپاہی ہے	ورنہ کتے پن کا پابند کیوں ہے؟

یعنی سپاہی کے لئے ایک پوشیدہ سپاہی ہے ورنہ وہ سگ طبعی کی قید میں کس لئے ہے یعنی یہ سپاہی وغیرہ جو ظلم کرتے ہیں تو یہ اس لئے ظلم کے اندر پھنسے ہوئے ہیں کہ ان پر ایک اور پوشیدہ سپاہی ہے جو کہ ان سے یہ کام لے رہا ہے ورنہ کون شخص اس خباثت کو اپنے لئے گوارا کرتا ہے یہ سارے اس موکل نہفتہ کے تقاضے ہیں۔

خشم شاہ عشق بر جانش نشست	برعوانی و سیہ رویش بست
شاہ عشق کا غصہ اس کی جان پر نازل ہوا ہے	اس کو سپاہ گری اور روسیاہی سے وابستہ کر دیا ہے

یعنی شاہ عشق کا غصہ اس کی جان پر بیٹھ گیا تو اس کو ظلم و سیہ روئی پر باندھ دیا یعنی خشم حق ظالم پر مسلط ہے پس اس نے اس سے ظلم کرا رکھا ہے اور اس نے اس کو اس ظلم و سیہ روئی میں لگا رکھا ہے ورنہ اور کون شئے ہے کہ جو اس کو اس طرح کھینچ رہی ہے۔

می زند او را کہ ہیں او را بزن	زان عوانان نہان افغان من
وہ اس کو مارتا ہے کہ ہاں اس کو مار	ان مخفی سپاہیوں سے میری فریاد ہے

یعنی وہ اس (ظالم) کو مارتا ہے کہ ہاں اس (مظلوم) کو مار تو ان پوشیدہ سپاہیوں سے میرا افغان ہے۔ مطلب یہ کہ وہ پوشیدہ سپاہی تقاضا کرتا ہے کہ اس پر ظلم کر اس کو مار تب یہ ظالم کچھ کام کرتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ اس پوشیدہ سپاہی سے اللہ بچاوے اور خدا پناہ میں رکھے اس لئے کہ یہ ایک ایسی شے ہے کہ جو چاہے کرا لے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ہر کہ بینی درزیانے می رود	گرچہ تنہا باعوانے می رود
جس کو تو دیکھے کہ وہ تباہی میں جا رہا ہے	اگرچہ وہ اکیلا ہے کسی سپاہی کے ساتھ جا رہا ہے

یعنی تم جس کو دیکھو کہ کسی نقصان میں چل رہا ہے تو اگرچہ وہ تنہا ہے (مگر) ایک سپاہی کیساتھ جا رہا ہے یعنی اس کے ساتھ ایک سپاہی ہے کہ جو اس کے اندر تقاضا پیدا کر رہا ہے کہ اس کام کو کر ورنہ کون ایسا ہے کہ جو اپنے نقصان کا طالب ہوگا لہذا جب کسی کو دیکھو کہ وہ اپنے نقصان وہ کام کا مرتکب ہوتا ہے تو سمجھ لو کہ اس پر ایک سپاہی پوشیدہ مسلط ہے کہ اس کو کشاں اس طرف لا رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر ازو واقف شدے افغان زدے	پیش آن سلطان سلطانان شدے
اگر وہ اس سے واقف ہوتا فریاد کرتا	شاہوں کے شاہ کے سامنے چلا جاتا

یعنی اگر یہ شخص اس سے واقف ہوتا تو فغاں کرتا اور اس سلطان سلطانان کے پاس جاتا یعنی اگر اس ظالم کو یا نقصان کرنے والے کو یہ خبر ہو جاتی کہ ایک سپاہی پوشیدہ مجھ پر مسلط ہے وہ مجھے لے جا رہا ہے تو اس سے پناہ مانگتا اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اس سے بچتا مگر اس کو تو خبر ہی نہیں ہے اور وہ اس پر مسلط ہے اور سوار ہے اور اگر اس کو خبر ہوتی تو اس کی یہ حالت ہو جاتی کہ۔

ریختے بر سر بہ پیش شاہ خاک	تا اماں دیدے ز دیو سہمناک
شاہ کے سامنے سر پر خاک ڈالتا	یہاں تک کہ خوفناک شیطان سے امن پا جاتا

یعنی بادشاہ (حق تعالیٰ) کے سامنے سر پر خاک ڈالتا تا کہ اس دیو سہمناک سے امن دیکھتا یعنی حق تعالیٰ کے سامنے تضرع وزاری کرتا تا کہ حق تعالیٰ اس عوان مسلط سے اس کو امن دیتے۔

میر دیدی خویش را اے کم ز مور	زان ندیدی آن موکل را تو کور
اے چیونٹی سے کم! تو نے اپنے آپ کو سردار سمجھا ہے	اسی لئے تجھ اندھے نے وہ سپاہی نہیں دیکھا ہے

یعنی اے چیونٹی سے کم تو نے اپنے کو امیر دیکھا اس لئے تجھ اندھے نے اس موکل کو نہ دیکھا یعنی تو نے چونکہ اپنے کو بڑا سمجھا ہے اور سمجھتا ہے کہ جب ہم اتنے بڑے ہیں تو ہم پر کون مسلط ہوگا اس لئے تو نے اس موکل کو نہیں دیکھا ورنہ اگر تو اپنی حقیقت اور اس کی حالت کو دیکھتا تو ضرور تجھے معلوم ہو جاتا کہ تیرے اوپر بھی کوئی ہے مگر تیری تو یہ حالت ہے کہ۔

غرہ گشتی زین دروغین پر و بال	پر و بالے کو کشد سوئے وبال
تو مصنوعی پر و بال سے مغرور بن گیا ہے	وہ پر و بال جو (تجھے) مصیبت کی طرف کھینچ رہے ہیں

یعنی تو ان جھوٹے پر و بال پر مغرور ہو گیا ہے ایسے پر و بال جو کہ وبال کی طرف کھینچتے ہیں یعنی تجھ کو جو قدرت حاصل ہو گئی ہے اور تھوڑا سا کام چل جاتا ہے بس اس پر مغرور ہو رہا ہے حالانکہ یہ جھوٹے پر و بال ایسے ہیں کہ جو تجھے وبال میں ڈال دیں گے اور جال میں پھنسا دیں گے۔ یہ تیری قدرت تیرے کچھ کام نہ آوے گی بلکہ اور مقید کر دے گی۔ اس لئے کہ۔

پر سبک دارد رہ بالا کند	چون گل آلودش گرانیہا کند
ہلکے پر رکھتا ہے، اوپر جاتا ہے	جب مٹی میں سن جاتے ہیں بھاری پن دکھاتے ہیں

یعنی جو پروں کو ہلکا رکھتا ہے وہ راستہ اوپر کی طرف کو کرتا ہے اور جب (وہ پر) گل آلود ہو گئے تو گرانیاں کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جب تک پر ہلکے رہیں اس وقت تک تو جانور اوپر کو اڑتا ہے مگر جب اس کے پروں میں مٹی لگ جاتی ہے تو اس کے پر بھاری ہو جاتے ہیں اور وہ اوپر کی جانب کو اڑ نہیں سکتا تو اسی طرح جب تک انسان دنیا میں ملوث نہیں ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس وقت تک تو وہ عالم بالا کی طرف عروج کرتا ہے لیکن جب دنیا میں پھنس جاتا ہے تو پھر عالم بالا کی طرف عروج نہیں کر سکتا ہے تو ہمارے قویٰ اور ہمارے پر وبال تو دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں اور اس میں آلودہ ہو گئے ہیں اس لئے ہمارے یہ پر وبال تو سوائے اس کے کہ ہمیں قعر مذلت میں لے جاؤ لیں اور کیا ہوگا۔ اب آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

جہد کن پر را گل آلودہ مکن	لیک گوشت کر شد و پندم کہن
کوشش کر پروں کو مٹی میں نہ سان	لیکن تیرے کام بہرے ہو گئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو گئی ہے

یعنی کوشش کر اور پر کو گل آلودہ مت کر لیکن تیرے کان تو بہرے ہو گئے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو گئی ہے یعنی اول تو فرماتے ہیں کہ کوشش کرو اور اس دنیا کے تعلقات سے الگ ہو کر اپنے قوئی باطنیہ کو برباد مت کرو لیکن پھر فرماتے ہیں کہ تو نصیحت کو کیا سنے گا جبکہ تیری یہ حالت ہے کہ تیرے کان تو بہرے ہیں اور میری نصیحت پرانی ہو چکی ہے تو تو کیا سنے گا آگے پھر اس غلام کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

پند داد القصہ عاشق را بسے	عاذل بے درد ہمچون قفقسے
القصہ عاشق کو بہت نصیحت کی	ققنس جیسے بیدرد ملامت کرنے

یعنی القصہ وہ بے درد ققنس جیسا ملامت گر عاشق کو بہت نصیحت کرتا تھا یعنی اس عاذل نے بہت سمجھایا کہ اب صدر جہان کے پاس جانا ہرگز مناسب نہیں ہے اپنے کو خطرہ میں مت ڈالو آگے اس عاشق کا جواب نقل فرماتے ہیں کہ اس نے اس ملامت گر کی باتوں کو سن کر یہ کہا کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک نصیحت گر نے اس سے کہا کہ بیوقوف اگر تجھ میں کچھ بھی لیاقت ہے تو نتیجہ کو سوچ اور عقل سے آگا پیچھا دیکھ پروانہ کی طرح دیدہ دانستہ اپنے کو مت جلا۔ ارے تو بخارا کیوں جاتا ہے تو پاگل ہوا ہے اور اس قابل ہے کہ تجھے پاگل خانہ بھیج دیا جاوے۔ وہ تجھ پر نہایت ہی غضبناک ہے اور بہت ہوشیاری سے تیرا متلاشی ہے۔ وہ تیرے لئے چھری تیز کر رہا ہے اور تیری ضرر رسانی پر اس درجہ حریص ہے کہ اس کی مثال بھوکے کتے کی ہے اور تو اس کے لئے آٹے کا تھیلا ہے جبکہ خدا نے تجھے اس کے پنجہ سے رہائی دی ہے تو تجھ پر کیا مصیبت پڑی کہ تو اپنے پاؤں جیل خانہ جاتا ہے اگر دس طرح کے پہرہ تجھ پر مسلط ہوتے تو بھی عقل کا یہ مقتضے تھا کہ ان سے بچتا۔ پھر جبکہ کوئی پہرہ بھی نہیں ہے تو پھر تیری اگاڑی پچھاڑی کیوں بندھ گئی۔ اور تو کیونکر صدر جہان کے پاس حاضری کے لئے مجبور ہو گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دھمکیاں دینے والا اس پہرہ دار کو نہیں دیکھتا اس لئے اسے ملامت کر رہا ہے ورنہ واقع میں اس پر پہرہ دار مسلط ہے اور وہ عشق ہے پہرہ دار کچھ ظاہری ہی نہیں بلکہ خفیہ بھی ہیں۔ اور ہر ظاہری پہرہ دار پر ایک خفیہ پہرہ دار مقرر ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ ظاہری پہرہ دار حرص

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ایذ اخلق میں کیوں محبوس ہوتے ۔اصل بات یہ ہے کہ اس حاکم کا غضب اس کی جان پر مسلط ہے جو عشق پر بھی حکومت کرتا ہے اور اس نے اس کو پہرہ داری اور دن رات اپنا منہ کالا کرنے میں محبوس کر رکھا ہے جب سپاہی کسی کو مارتا ہے تو وجہ بھی ہے کہ وہ خفیہ پہرہ دار اسے مار رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اسے مار اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ خفیہ پہرہ دار بڑے سخت ہیں ان سے خدا کی پناہ۔ یہ مضمون بطور جملہ معترضہ کے بیان کر کے پھر اصل مقصد کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کو تم دیکھو کہ نقصان کی طرف جا رہا ہے گو بظاہر تنہا معلوم ہو مگر حقیقت میں کوئی خفیہ پہرہ دار اس پر مسلط ہے اور وہ اسے لئے جا رہا ہے مگر یہ جانے والا اس سے واقف نہیں ہے کیونکہ اگر واقف ہوتا تو فریاد کرتا اور شہنشاہ حقیقی کے دربار میں فریاد کرتا کہ اے اللہ مجھے اس پہرہ دار سے چھڑا اور خدا کے سامنے سر پر خاک ڈالتا جس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ اس خوفناک دیو کے پنجے سے چھوٹ جاتا اب ہم یہ دکھلاتے ہیں کہ تم اس خفیہ پہرہ دار کو کیوں نہیں دیکھتے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم نے باوجود نہایت ضعیف ہونے کے اپنے کو خود مختار سمجھ رکھا ہے اور تم اس جھوٹے پرو باز و یعنی قدرت و اختیار ضعیف سے جو کہ تم کو مصیبت میں پھنسانے والے ہیں دھوکہ کھائے ہوئے ہو۔ قاعدہ ہے کہ جب کسی جانور کے باز و ہلکے ہوتے ہیں تو وہ اوپر اڑتا ہے اور جب گارے میں لتھڑ جاتے ہیں اس وقت وہ بھاری ہو کر کاہل ہو جاتا ہے اور اوپر نہیں اڑ سکتا پس اسی طرح تم نے اپنے ان ضعیف پرو باز و کو علائق ناسوتی میں پھنسا رکھا ہے اس لئے عروج روحانی سے محروم ہو پس اگر عروج روحانی چاہتے ہو تو کوشش کرو اور اپنے پروں کو گارے میں نہ سانو۔ مگر کیا کیجئے کہ تمہارے کان تو بہرے ہو گئے اور میری نصیحت پرانی ہو گئی ہے۔

شرح شبّیری

مرد عاشق کا ملامت گروں اور نصیحت کرنے والوں کو جواب دینا

گفت اے ناصح خمش کن چند چند	پند کم دہ زانکہ بس سخت ست بند
اس نے کہا اے ناصح چپ ہو جا اس قدر	نصیحت نہ کر کیونکہ قید بہت سخت ہے

یعنی اس (عاشق) نے کہا کہ اے ناصح خموش رہ کہاں تک نصیحت کم کرو۔ اس لئے کہ قید سخت ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ کہاں تک نصیحت کرو گے اب نصیحت مت کرو اس لئے کہ قید عشق سخت لگی ہوئی ہے اب اس کا چھوٹنا اور اس خیال کا جاتا رہنا ناممکن ہے بلکہ۔

سخت تر شد بند من از پند تو	عشق را نشناخت دانشمند تو
تیری نصیحت سے میری قید اور سخت ہو گئی ہے	اے دانشمند تو عشق کو نہیں جانتا ہے

یعنی میری قید تمہاری نصیحت سے زیادہ ہو گئی اور تیرے دانشمند نے عشق کو پہچانا نہیں ہے یعنی اس عاشق نے کہا کہ اے عاذل تو عشق کو کیا جانے کہ اس کی قید کیسی سخت ہوتی ہے تیرے کہنے سے میری اور زیادہ ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے لہذا اپنی نصیحت کو بند کر کیونکہ۔

آنطرف کہ عشق می افزود درد	بو حنیفہ و شافعی درسے نکرد
جس پہلو سے عشق نے درد بڑھایا ہے	ابو حنیفہ اور شافعی نے سبق نہیں پڑھایا

یعنی جس طرف کہ عشق درد کو بڑھاتا ہے (اس طرف) ابوحنیفہ اور شافعی نے درس نہیں کیا مطلب یہ ہے کہ عشق کی مقتضیات کی طرف تو ابوحنیفہ اور شافعی کو بھی توجہ نہیں ہوئی اور وہ بھی نہیں جانتے کہ عشق کیا شے ہے پھر بھلا اے عاذل تو تو کیا جانے گا اور ان کے عشق کو نہ جاننے سے مراد یہ ہے کہ ان پر عشق کا غلبہ نہ تھا اور مغلوبیت کی یہ حالت ان پر نہ تھی جو کہ مجھ پر ہے لہذا ان کو بھی اس مغلوبیت کی خبر نہیں ہے تو جب یہ بات ہے تو اے عاذل سن لے کہ۔

تو مکن تہدید از کشتن کہ من	تشنۂ زارم بخون خویشتن
تو قتل سے نہ ڈرا کیونکہ میں	اپنے خون کا بہت پیاسا ہوں

یعنی مجھے مار ڈالے جانے سے ڈرامت اس لئے کہ میں تو اپنے خون کا سخت پیاسا ہوں یعنی اس نے کہا کہ میں تو مرنے کو پھرتا ہی ہوں تو مجھے کیا ڈراتا ہے۔

عاشقانرا ہر زمانے مرد نیست	مردن عشاق خود یک نوع نیست
عاشقوں کی ہر گھڑی ایک موت ہے	عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے

یعنی عاشقوں کے لئے تو ہر دم ایک مرنا ہے اور عشاق کا مرنا ایک طرح کا نہیں ہے (بلکہ)

او دو صد جان دارد از جان ہدی	وان دو صد را می کند ہر دم فدا
وہ نور ہدایت سے دو سو جانیں رکھتا ہے	اور ان دو سو کو ہر وقت قربان کرتا ہے

یعنی وہ (عاشق) جان ہدے سے دوسو جانیں رکھتا ہے اور ان دوسو کو ہر دم فدا کرتا ہے (جان ہدی سے مراد حق تعالیٰ) مطلب یہ کہ عاشق کے لئے تو ہر دم مرنا کھپنا ہی ہے اس کے لئے تو سینکڑوں جانیں ہوتی ہیں کوئی عشوہ پر فدا کرتا ہے کسی کو ناز و انداز پر غرض

ہر زمان از غیب جانے دیگر ست از نبے برخوان تو عشر امثالہا

ہر یکے جاں راستاند دہ بہا	از نبے بر خوان تو عشرا مثالہا
ہر ایک جان کے دس عوض لیتا ہے	"اس کے دس گنا" قرآن میں پڑھ لے

یعنی ہر ایک جان کے دس بدلے لیتا ہے۔ قرآن سے تم عشر امثالہا پڑھو۔ مطلب یہ کہ وہ عاشق ہر دم جان کے فدا کرنے کو تیار ہے اس لئے کہ وہ ایک جان کے بدلے میں دس جانیں دیکھتا ہے کہ مل رہی ہیں لہذا وہ خوشی سے جان کو فدا کرنے کے لئے تیار ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بریزد خون من آن دوست رو	پائے کوباں جان بر افشانم برو
وہ محبوب چہرے والا اگر میرے خون بہائے	"میں نا چتا ہوا اس پر جان نثار کروں"

یعنی وہ دوست رواگر میری خون ریزی کر دے تو میں پاؤں بجاتا ہوا اس پر جان نثار کردوں گا مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اگر وہ مجھے مار ڈالے تو میں بخوشی مرنے کو تیار ہوں۔

آزمودیم مرگ من درزندگی ست	چوں رہم زیں زندگی پائندگی ست
میں نے آزما لیا میری موت زندگی میں ہے	جب میں اس زندگی سے نجات پا جاؤں گا تو ہیشگی ہے

یعنی میں نے آزمالیا ہے کہ میری موت زندگی میں ہے اور جب میں اس زندگی سے چھوٹ جاؤں گا تو بقا ہے۔ یعنی اس نے کہا کہ میں اگر زندہ رہتا ہوں تو اس میں تو میری موت ہے کہ محبوب کی جدائی سے بڑھ کر اور کیا موت ہوگی اور اگر محبوب مجھے مار ڈالے تو میرے لئے زندگی جاودانی اور بقا حاصل ہو جاوے گی۔ لہٰذا میں مرنے کو موجود ہوں آگے جوش میں کہتا ہے کہ

اقتلونی اقتلونی یا ثقات	ان فی قتلی حیاۃً فی حیات
اے معتمدو! مجھے قتل کر دو مجھے قتل کر دو	بیشک میرے قتل میں زندگی در زندگی ہے

یعنی اے ثقات مجھے قتل کردو قتل کردو کہ میرے قتل کردینے میں حیات در حیات ہے (اصل میں یہ مقولہ منصور کا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے

اقــتــلــونــی یــا ثــقــاتــی ان فــی قــتــلــی حــیــاتــی

مولانا نے اس کو دوسری بحر میں کرلیا ہے۔ غرضکہ اس نے کہا کہ میری زندگی تو قتل ہو جانے میں ہی ہے اور کہتا ہے کہ۔

یا منیر الخد یا روح البقا	اجتذب روحی و جدلی باللقا
اے روشن رو! اے بقا کی جان!	میری روح کو جذب کر لے اور مجھے ملاقات بخش دے

یعنی اے روشن چہرہ والے اور اے روح باقی میری روح کو جذب کر لے اور وصل کو بخشش فرما یعنی میری روح کو اپنی طرف جذب کر کے اپنے وصل سے مجھے بہرہ یاب فرما۔

لی حبیب حبہ یشوی الحشا	لو یشاء یمشی علے عینی مشا
میرا ایک محبوب ہے جس کی محبت باطن کو جلائے ڈالتی ہے	اگر وہ میری آنکھوں پر چلنا چاہئے چلے

یعنی میرا ایک حبیب ہے کہ اس کی محبت باطن کو بھونے دیتی ہے وہ اگر میری آنکھوں پر چلنا چاہے تو چلے (غرض وہ جوش و خروش میں اس طرح بیان کر رہا ہے اور مرنے کو موجود ہے اور بخارا کو واپس جانا چاہتا ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پارسی گو گرچہ تازی خوشتر ست	عشق را خود صد زبان دیگر است
فارسی میں کہہ اگرچہ عربی بہتر ہے	خود عشق کی دوسری سینکڑوں زبانیں ہیں

یعنی فارسی کہہ اگرچہ عربی اچھی ہے کہ عشق کو خود سو زبانیں دوسری ہیں (دو تین اشعار جو عربی میں کہے تو فرماتے ہیں کہ عربی کو ترک کرو اس لئے کہ عشق کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی خاص زبان ہو بلکہ جس زبان میں بھی اس کے دل کی حالت ادا ہو سکے وہی اس کے لئے سب سے اچھی ہے تو عربی اگرچہ اچھی زبان ہے مگر چونکہ بہت سے لوگ سمجھ نہ سکیں گے اس لئے اس کو ترک کر دینا چاہئے) آگے فرماتے ہیں کہ۔

بوئے آں دلبر چو پراں می شود	ایں زبانہا جملہ حیراں می شود
جب اس دلبر کی خوشبو مہکتی ہے	یہ سب زبانیں حیران ہو جاتی ہیں

یعنی اس دلبر کی بو جب اڑتی ہے یہ ساری زبانیں حیران رہ جاتی ہیں۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ کی عظمت اور شان کا ظہور ہوتا ہے اس وقت تمام زبانیں بند ہو جاتی ہیں اور کوئی زبان بھی نہیں چلتی اس لئے کہ

چو سلطان عزت علم برکشد جہان سر بجیب عدم درکشد

آگے فرماتے ہیں کہ

بس کنم دلبر در آمد در خطاب	گوش شو واللہ اعلم بالصواب
میں ختم کرتا ہوں دلبر نے بات شروع کر دی	کان بن جا اور اللہ درست بات زیادہ جانتا ہے

یعنی میں بس کرتا ہوں کہ دلبر خطاب میں آیا ہے۔ کان ہو جا واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اب حق تعالیٰ کلام فرماتے ہیں لہذا ان باتوں سے خاموشی اختیار کر کے ان کی باتوں کو سنو۔ معلوم ہوتا ہے کہ بیان کرتے کرتے مولانا پر کچھ واردات ہونے لگے ہیں اور کچھ مکشوف ہوا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اب وہ کلام فرماتے ہیں تو ہمہ تن گوش ہو کر سنو۔ اب یہاں ایک طرح ہر بولی سے توبہ کی ہے کہ اب نہ بولیں گے لہذا آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ عاشق توبہ کرد اکنون بہ ترس	کو چو عیاران کند بر دار درس
چونکہ اب ڈر سے عاشق نے توبہ کر لی	وہ مکاروں کی طرح سولی پر (عشق کا) سبق پڑھائے گا

یعنی جبکہ عاشق نے توبہ کر لی تو اب ڈرو کہ وہ عیاروں کی طرح دار پر درس کرے گا۔ مطلب یہ کہ اب جو وہ کلام سے توبہ کر چکا ہے اور ہمہ تن اس طرف سننے میں مشغول ہوا ہے تو اس کو ایک گونہ اتحاد حاصل ہو گیا ہے۔ لہذا اب وہ منصور کی طرح دعویٰ اتحاد کرے گا اور اپنی جان دینے کو تیار ہو گا آگے پھر اس عاشق بخاری کی کچھ حالت بیان فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ ایں عاشق بخارا می رود	نے بدرس و نے باستامی رود
اگرچہ یہ عاشق بخارا کو جا رہا ہے	(لیکن) سبق اور استاد کیلئے نہیں جا رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگرچہ یہ عاشق بخارا جارہا ہے (مگر) نہ درس کے لئے اور نہ کسی استاد کے پاس جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ بخارا جو کہ دارالعلم ہے اگرچہ یہ عاشق وہاں جارہا ہے لیکن کسی سے سبق پڑھنے کو یا کسی استاد کے پاس نہیں جاتا بلکہ وہ تو وصل محبوب اور زیارت معشوق کے لئے چلا ہے اس لئے کہ۔

عاشقاں را شد مدرس حسن دوست	دفتر و درس و سبق شان روئے اوست
محبوب کا حسن عاشقوں کا مدرس بن گیا ہے	ان کی کتاب اور درس اور سبق اس کا چہرہ ہے

یعنی عاشقوں کا مدرس تو روئے دوست ہے۔ اور ان کا دفتر اور درس اور سبق اس محبوب کا چہرہ ہے (تو پھر ان کو کتابوں کے درس کی کیا ضرورت ہے ان کی تو یہ حالت ہے کہ)

خامش اند و نعرۂ تکرار شان	می رود تا عرش و تخت یار شان
وہ چپ ہیں اور ان کی تکرار کی آواز	عرش اور ان کے دوست کے تخت تک جا رہی ہے

یعنی (یہ لوگ) خاموش ہیں اور ان کی تکرار کی آواز ان کے یار کے عرش و تخت تک جارہی ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ سبق کے بعد تکرار کرتے ہیں اسی طرح بعد دیدار یار کے ان کا جوش وخروش ترقی پکڑتا ہے اور بظاہر خاموش رہتے ہیں مگر اس جوش وخروش کا نعرہ اور اس کا اثر عرش و تخت حق تعالیٰ تک پہنچتا ہے۔

درس شان آشوب و چرخ و زلزلہ	نے زیادات است و باب و سلسلہ
ان کا سبق شور اور رقص اور جوش ہے	نہ کہ زیادات اور باب اور سلسلہ

یعنی ان کا درس آشوب ہے اور رقص ہے اور زلزلہ ہے نہ کہ زیادات اور باب و سلسلہ ہے (زیادات، باب و سلسلہ کی کتابوں کے نام ہیں) مطلب یہ کہ ان کا درس یہ ہے کہ یہ رقص کرلیں ناچ لیں کود لیں۔ باقی ظاہر میں کوئی کتاب وغیرہ ان کے درس میں نہیں ہے۔

سلسلہ ایں قوم جعد مشکبار	مسئلہ دورست لیکن دور یار
اس قوم کا سلسلہ مشک برسانے والے گھنگریالے بال ہیں	دور کا مسئلہ ہے لیکن محبوب کے دور کا

یعنی اس قوم کا سلسلہ زلف مشکبار ہے اور مسئلہ دور ہے لیکن دور یار ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ علوم ظاہری میں ایک کتاب سلسلہ ہے اسی طرح ان عشاق کے یہاں بھی ایک سلسلہ ہے مگر وہ سلسلہ علوم ظاہر میں تو کتاب ہے اور یہاں زلف مسلسل ہے اور جیسا کہ علم ظاہر میں مسئلہ دور ہے اسی طرح ان کے یہاں بھی ہے مگر اس دور سے مراد دور یار ہے وہ دور منطقی نہیں ہے۔

مسئلہ کیس ار بپرسد کس ترا	گو نگنجد گنج حق در کیسہا
اگر کوئی تجھ سے تھیلی کا مسئلہ پوچھے	کہہ دے اللہ تعالیٰ کا خزانہ تھیلیوں میں نہیں سماتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر تم سے کوئی مسئلہ کیس پوچھے تو کہدو کہ اسرار حق کیسوں میں نہیں سماتے ۔ (مسئلہ کیس یہ ہے کہ کسی شخص نے کسی کے پاس ایک تھیلی میں بند کر کے کچھ روپے بغیر گنے اور مہر وغیرہ کئے ودیعت رکھے اور واپسی پر جب وہ تھیلی واپس لی تو کہا کہ اس میں سے روپے کم ہو گئے تو اب اس امانت دار پر نہ ضمان آتا ہے اور نہ قسم) مطلب یہاں یہ ہے کہ اگر تم سے علوم ظاہری میں سے کوئی مسائل وغیرہ پوچھے تو کہدو کہ ہم نہیں جانتے ہمیں ان مسائل کے جاننے کی فرصت نہیں ہے اور مسئلہ کیس کو صرف اس مناسبت سے لائے ہیں کہ کہیں اسرار حق کیسوں میں نہیں سماتے اب یہاں کوئی شبہ کرتا ہے کہ جناب اور لوگوں کو تو علوم ظاہرو اصطلاحات وغیرہ کے جاننے سے منع کرتے ہیں اور خود ان اصطلاحات کو بیان کر رہے ہیں مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ:۔

گردم خلع و مبارا می رود	بد مبین ذکر بخارا می رود
اگر خلع اور مبارات کی بات چل رہی ہے	برا نہ سمجھ وہ (بھی) بخارا کی بات چل رہی ہے

یعنی اگر ذکر خلع و مبارا کا چلتا ہے تو اعتراض مت کرو کیونکہ ذکر بخارا کا چل رہا ہے (خلع و مبارا اصطلاحات ہیں فقہ میں)

ذکر ہر چیزے دہد خاصیتے	زانکہ دارد ہر صفت ماہیتے
ہر چیز کا ذکر ایک خاصیت پیدا کرتا ہے	کیونکہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے

یعنی ہر شے کا ذکر ایک خاصیت دیتا ہے اس لئے کہ ہر صفت ایک ماہیت رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ہم اصطلاحات علمیہ کا ذکر کر رہے ہیں مگر اس کی وجہ سے ہم پر اعتراض مت کرو اس لئے کہ ہم بخارا کا ذکر کر رہے ہیں اور ہر شئے کے ذکر میں کچھ خصوصیات ہوا کرتی ہیں تو چونکہ بخارا معدن علوم ہے اس لئے اس کے ذکر کے وقت اصطلاحات علمیہ کا ذکر کرنا کچھ مستبعد نہیں ہے یہ ہمارے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ عاشق کو بجز وصل یار اور روئے محبوب کے دیدار کے اور کوئی کام نہیں ہوتا اس لئے کہ کام تو اسی سے ہے مگر صرف اس کے ذکر کی خصوصیت کی وجہ سے ان کا ذکر آ گیا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

در بخارا در ہنر ہا بالغے	چوں بخواری روئہی زو فارغے
تو بخارا میں بہت سے ہنروں کو پہنچنے والا ہے	جب خواری کیساتھ رخ کریگا تو ان کا فارغ التحصیل بنے گا

یعنی بخارا میں تم ہنروں میں منتہی ہو تو جب خواری میں منہ رکھو اس سے فارغ ہو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ علوم ظاہر میں تم لائق فائق اور ماہر ہو گئے مگر عبدیت حاصل کرنے میں تم اس سے فارغ ہو جاؤ گے اور پھر تم کو علوم ظاہر کے حاصل کرنے کی حاجت نہ ہوگی اور فرماتے ہیں کہ۔

آں بخاری غصۂ دانش نداشت	چشم بر خورشید بنش می گماشت
اس بخارا کو جانے والے کو علم کا اچھو نہ لگا تھا	اس نے بصیرت کے سورج پر نگاہ جمائی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ بخاری فکر علم کی نہ رکھتا تھا (بلکہ) خورشید بینش پر آنکھ کو مقرر کرتا تھا۔ یعنی وہ جو بخارا کی طرف جا رہا تھا اس سے اس کا مقصود کوئی تحصیل علوم ظاہرہ نہ تھا بلکہ صرف روئے محبوب کے دیکھنے کے لئے وہ جا رہا تھا اور اس نے اپنے کو اسی لئے مقرر کر دیا تھا۔

ہر کہ در خلوت بہ بینش یافت راہ	اوز دانشہا نجوید دستگاہ
جس نے خلوت میں بصیرت کا راستہ پالیا	وہ علوم میں مہارت کا طلب گار نہیں ہوتا ہے

یعنی جس نے کہ خلوت میں بینش کی طرف راہ پالی وہ دانشوں سے دستگاہ نہ ڈھونڈے گا۔ یعنی جس کو کہ مشاہدۂ محبوب میسر ہو گیا اس کو ان علوم کی کیا حاجت ہوگی۔

باجمال جان چوشد ہم کاسۂ	باشدش ز اخبار. دانش تاسۂ
جو روح کے حسن کا ہم پیالہ بن گیا	اس کو خبروں اور علم سے نفرت ہوتی ہے

یعنی جمال جان کے ساتھ جب وہ ہم کاسہ ہوا تو اس کو علوم کی خبروں سے تاسہ ہوگا یعنی وہ شخص جس کو کہ دیدار نصیب ہو گیا ہو اس کو ان علوم ظاہرہ سے یقیناً گھبراہٹ پیدا ہوگا۔ اور وہ ان سے اکتا دے گا اس لئے کہ اس کے سامنے تو حقائق اشیاء منکشف ہوں گی پھر اس کو ان چیزوں کی کیا ضرورت ہوگی۔

دید بر دانش بود غالب فزا	زان ہمی دنیا بچربد عامہ را
آنکھوں سے دیکھ لینا عقل پر غالب ہوتا ہے	اسی لئے دنیا عوام پر چھا جاتی ہے

یعنی دید دانش پر غالب ہوتی ہے اس لئے دنیا عوام پر غالب آ جاتی ہے۔

زانکہ دنیا را ہمی بیند عین	وان جہانے را ہمی دانند دین
کیونکہ وہ دنیا کو اصل اور حقیقت سمجھتے ہیں	اور اس عالم کو ادھار سمجھتے ہیں

یعنی اس لئے کہ دنیا کو تو آنکھ سے دیکھتے ہیں اور اس جہان کو قرض جانتے ہیں مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ مشاہدہ علم سے زیادہ یقین دلانے والا ہوتا ہے اور اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ مثلاً دنیا عوام پر آخرت کے مقابلہ میں باوجود اس علم کے کہ دنیا بری ہے اور آخرت اچھی ہے غالب آتی ہے تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ دنیا کو اور اس کے عیش و آرام کو تو آنکھ سے دیکھا ہے اور آخرت کے خوب ہونے کا صرف علم ہے اس کے خوب ہونے کو دیکھا نہیں ہے لہذا دنیا آخرت پر غالب ہو جاتی ہے تو اسی طرح جس کو مشاہدہ جمال حق ہو گیا ہو اس کو ان علوم ظاہری کی کیا ضرورت رہے گی آگے پھر اس عاشق بخاری کی حکایت کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

باز روسوئے حدیث آن جوان	کز غم صدر جہان شد نا توان
اس نوجوان کے قصہ کی طرف واپس لوٹ	کیونکہ وہ صدر جہاں کے غم سے کمزور ہو گیا ہے

یعنی پھر اس جوان کے قصہ کی طرف چلو کہ وہ صدر جہان کے غم سے ناتوان ہو گیا ہے (آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ عاشق نے جواب دیا کہ اے ناصح آخر تو نصیحت کب تک رہے گا۔ تو مجھے نصیحت مت کر کیونکہ میں بہت بری طرح مقید ہوں مجھے نصیحت فائدہ نہیں دے سکتی۔ بلکہ میری بندش تیری نصیحت سے اور سخت ہوگی۔ یہ ساری نصیحت اس لئے ہے کہ تو عشق کو نہیں جانتا۔ اور تو تو کیا چیز ہے عشق کو تو تیرے فقہا بھی نہیں جانتے جس طرف کہ عشق درد بڑھاتا ہے تیرے بڑے بڑے فقہاء نے جو اپنے وقت کے ابوحنیفہ اور شافعی ہیں سبق نہیں پڑھا۔ تو مجھے مارے جانے سے نہ ڈرا کیونکہ میں خود اپنے خون کا پیاسا ہوں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ عشاق مرنے سے کیا ڈرتے۔ وہ تو ہر وقت مرتے رہتے ہیں تم اس سے تعجب نہ کرنا کہ ہر وقت کیونکر مرتے ہیں اس لئے کہ عاشقوں کی موت ایک قسم کی نہیں ہے وہ نور ہدایت کے سبب دوسو جانیں رکھتے ہیں اور دوسو کی دوسو ہر وقت قربان کرتے رہتے ہیں لیکن یہ موتیں ان کی بے فائدہ نہیں ہیں بلکہ ایک ایک جان کی دس دس گنی قیمت ملتی ہے چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے من جاء بالحسنة فله عشر امثالها اور حق سبحانہ پر جان قربان کرنے سے زیادہ کون سی نیکی ہوگی۔ اے ملامت گر تو جا اپنا کام کر۔ میرا محبوب حقیقی اگر مجھے مار بھی ڈالے تو بھی کچھ پرواہ نہیں ۔ میں نہایت خوشی سے اس پر جان قربان کرنے کو تیار ہوں کیونکہ میں تجربہ کر چکا ہوں کہ میرا زندہ رہنا میرے لئے موت ہے اور جبکہ میں اس زندگی سے چھوٹ جاؤں گا تو یہ میرے لئے بقائے دائم ہے پس اے معتمد لوگو تم مجھے مار ڈالو۔ مجھے مار ڈالو کیونکہ میرے مارے جانے میں حیات در حیات یعنی حیات تام ہے اب مولانا گفتگو کا رخ بدل کر محبوب حقیقی کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے روشن رخسار اور روح البقاء تو میرے دل کو اپنی طرف جذب کر اور اپنا دیدار دکھا۔ اب پھر عنوان بدلتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میرا ایک محبوب ہے جو میرا دل و جگر بھونے دیتا ہے اور وہ مجھے اس قدر محبوب ہے کہ اگر میری آنکھوں پر چلنا چاہے تو چل سکتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو عربی نہایت نفیس زبان ہے مگر اس کو چھوڑ کر فارسی ہی زبان میں کلام کرو کیونکہ عربی کے سمجھنے والے بہت کم ہیں اور اگر مخاطبین کی رعایت مدنظر نہ ہوتی تو فارسی بھی ضروری نہ تھی کیونکہ عشق کی اور بھی سینکڑوں زبانیں ہیں جبکہ محبوب حقیقی کی خوشبو مہکتی ہے تو ساری زبانیں حیران رہ جاتی ہیں کیونکہ اس وقت عاشق و معشوق میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں اور الفاظ کو دخل نہیں ہوتا اچھا اب محبوب حقیقی خطاب فرماتے ہیں اس گفتگو کو ختم کر کے اس کو سننا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مولانا پھر عاشق صدر جہان کی طرف رخ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لوگ اس کو مرنے سے ڈراتے تھے لیکن اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ جب عاشق نے ڈرنے سے توبہ کر لی اور اس کو چھوڑ دیا تو پھر وہ سولی پر سبق پڑھتا ہے اور کسی کی بھی نہیں سنتا۔ چنانچہ یہ ہی عاشق کو بخارا جاتا ہے مگر سبق پڑھنے یا استاد کے پاس نہیں جاتا۔ بلکہ وہ تو اپنی جان دینے جاتا ہے اس کے بعد مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عاشقوں کو حسن یار سابق پڑھاتا ہے اور ان کی کتاب اور ان کا سبق تو اس کا چہرہ اور اس کا دیدار ہے وہ زبان سے کچھ نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہتے ہیں مگر اس سبق کے تکرار کی آواز عرش الٰہی وتخت ربانی تک جاتی ہے یعنی وہ دل ہی دل میں اپنے محبوب اور اس کی خوبیوں کو یاد کرتے ہیں جس کا علم خدا کو ہوتا ہے نیز ان کا سبق پریشانی اور چکر اور جوش وخروش ہے نہ کہ زیادات وباب وسلسلہ (یہ تینوں کتابوں کے نام ہیں) ان کا سلسلہ تو زلف مشکین ہے اور ان کے یہاں بھی مسئلہ دور ہے مگر کوچۂ محبوب کا چکر۔ اگر تم عاشق حق سبحانہ ہو اور تم سے کوئی مسئلہ کیس پوچھے تو جواب دیدو کہ ہمارے یہاں تو یہ صورت ہی ناممکن ہے کیونکہ ہمارا خزانہ تو خدا کا خزانہ ہے تھیلی میں سما ہی نہیں سکتا لہذا ہمیں نہ اس مسئلہ کی ضرورت ہے اور نہ ہم جانتے ہیں (مسئلہ کیس یہ ہے کہ کوئی شخص روپیوں کی ایک تھیلی کسی کے سپرد کرے اور سپرد کرتے وقت روپے گنوائے نہیں۔ اور جس وقت کہ وہ امانت واپس ہو تو اس وقت نزاع ہو۔ مودع کہے کہ روپیہ زیادہ تھے مستودع کہے کہ صرف اتنے ہی تھے اس وقت اس کا فیصلہ کیونکر ہوگا۔) اب مولانا اصطلاحات علمیہ کو بیان کرنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر خلع اور مباراۃ (یعنی اصطلاحات علمیہ) کا ذکر آ گیا تو اس کو برا نہ سمجھو کیونکہ بخارا کا تذکرہ ہو رہا ہے اور ہر چیز کے ذکر میں ایک خاص اثر ہوتا ہے کیونکہ ہر شے کی ایک جداگانہ ماہیت ہے جب ماہیت جداگانہ ہے تو اثر بھی جداگانہ ہوگا پس بخارا کے ذکر میں یہ اثر ہے کہ اس سے اصطلاحات علمیہ کی طرف ذہن منتقل ہوتا ہے مولانا اس مضمون کو ختم کر کے دوسرا مضمون شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر بخارا میں جا کر تم علوم کے ماہر ہو گئے ہو تو جب ذلت عشق کی طرف رخ کرو گے تو سب علوم کو بھول جاؤ گے اسی لئے اس بخاری کو علم کا خیال نہ تھا بلکہ اس کی نظر تو آفتاب نظر پر تھی۔ یعنی اس کو تو صدر جہان کا خیال تھا جو کہ اس کی نظر میں آفتاب معلوم ہوتا تھا اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس کو خلوت میں دیدار حق سبحانہ میسر ہو گیا وہ علوم رسمیہ میں ماہر ہونا نہیں چاہتا اور جو جمال محبوب یا جمال روح سے ہم پیالہ ہوا اس کو علمی مضامین سے وحشت ہوتی ہے کیونکہ لیس الخبر کالمعائنۃ یعنی دیکھنا خبر سے بڑھا ہوا ہے پھر اعلیٰ کے ہوتے ہوئے۔ ادنیٰ کی کیا ضرورت ہے اور یہی وجہ ہے کہ عوام پر دنیا غالب ہے کیونکہ دنیا کا تو وہ مشاہدہ کرتے ہیں اور اس عالم کو قرض کی طرح سمجھتے ہیں اور ظاہر ہے کہ نقد ادھار سے بڑھ کر ہے۔ لہذا ان کی نظر میں دنیا آخرت سے بڑھ کر ہے اچھا اس جوان کے قصہ کی طرف منتقل ہونا چاہئے جو کہ صدر جہان کے غم میں کمزور ہو گیا ہے۔

شرح شبّیری

اس عاشق کا بخارا کی طرف متوجہ ہونا

رونہاد آن عاشق خونابہ ریز	دل تپاں سوئے بخارا گرم و تیز
اس خون بہانے والے عاشق نے رخ کیا	جلتے ہوئے دل کے ساتھ بخارا کی جانب تیزی سے

یعنی اس عاشق اشک ریزے دل تپان بخارا کی طرف گرم وتیز توجہ کی یعنی خوب تیزی کیساتھ وہ بخارا کی طرف چلا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ریگ ہامون پیش او ہمچوں حریر	آب جیحون پیش او چون آب گیر
جنگل کا ریت اس کے لئے ریشمین کپڑے کی طرح تھا	جیحوں کا پانی اس کے سامنے تالاب کی طرح تھا

یعنی جنگل کا ریت اس کے آگے مثل حریر کے اور دریا کا پانی اس کے آگے مثل تالاب کے پانی کے تھا۔

آں بیابان پیش او چون گلستان	می فتاد از خندہ او چون گل ستان
وہ جنگل اس کے سامنے چمن کی طرح تھا	وہ مسرت سے پھول چننے والے کی طرح گرتا تھا

یعنی وہ بیابان اس کے سامنے مثل گلستان کے تھا اور خندہ کی وجہ سے وہ مثل پھول لینے والے کے گرتا تھا یعنی جس طرح کہ پھول لینے والا شوق کی وجہ سے آگے کو گرتا ہے اور پھول کو توڑتا ہے اسی طرح یہ عاشق بخاری شوق وصل میں آگے کو گرا پڑتا تھا غرضکہ شوق میں تمام تکلیف دہ اشیاء اس کے لئے مفرح اور آرام دہ ہوگئی تھیں۔

در سمرقند است قند اما لبش	از بخارا یافت وان شد مذہبش
قند اگرچہ سمرقند میں ہے لیکن اس کے ہونٹوں نے	بخارا سے حاصل کی وہی اس کا مذہب ہو گیا

یعنی قند سمرقند میں ہے لیکن اس کے لب نے بخارا سے پائی اور وہ اس کا مذہب ہو گیا یعنی اگرچہ قند سمرقند میں ہوتی ہے مگر اس کو قند لب محبوب بخارا سے ملی تھی اور وہ اس کا دین وایمان بن گیا تھا۔ آگے فرط شوق میں جو وہ بخارا کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے اس کے مقولہ کو نقل فرماتے ہیں کہ۔

اے بخارا عقل افزا بودۂ	لیک از من عقل و دین بربودۂ
اے بخارا! تو عقل بڑھانے والا تھا	لیکن تو نے مجھ سے عقل اور دین چھین لیا

یعنی اے بخارا تو عقل کا بڑھانے والا تھا لیکن مجھ سے تو عقل ودین کو لے گیا ہے (چونکہ بخارا میں علوم کا چرچا تھا اس لئے کہتا ہے کہ اے بخارا تو تو عقل افزا تھا مگر تو نے میری عقل کو تو بیکار اور نکما کر دیا۔ مجھے تو کسی کام کا نہ چھوڑا اور کہتا ہے کہ۔

بدرمی جویم ازانم چون ہلال	صدرمی جویم درین صف نعال
میں چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اسی وجہ سے میں ہلال جیسا ہو گیا ہوں	ان جوتیوں کی صف میں میں صدر کو تلاش کر رہا ہوں

یعنی میں بدر کی تلاش میں ہوں اس لئے ہلال کی طرح ہو رہا ہوں اور صدر کو میں اس صف نعال میں تلاش کرتا ہوں۔ (غرضکہ وہ اسی طرح جوش وخروش میں افتان خیزان بخارا کی طرف جا رہا تھا)

چوں سواد آن بخارا را بدید	در سواد غم بیاضے شد پدید
جب اس نے اس بخارا کے اطراف کو دیکھا	غم کی سیاہی میں سفید نمودار ہو گئی

یعنی جب اس بخارا کے نشان کو دیکھا تو غم کی سیاہی میں (خوشی کی) ایک سپیدی ظاہر ہوئی۔ مطلب یہ کہ

اس کو دیکھ کر ایک فرحت و سرور زیادہ ہوا۔ اس فرط خوشی کی وجہ سے یہ حالت ہوئی کہ۔

ساعتے افتاد بے ہوش و دراز	عقل او پرید در بستان راز
تھوڑی دیر وہ لمبا اور بے ہوش پڑا رہا	اس کی عقل اسرار کے باغیچہ میں پرواز کر گئی

یعنی ایک گھڑی کیلئے بیہوش و دراز گر پڑا اور اس کی عقل بستان راز میں اڑ گئی۔ یعنی بیہوش ہو گیا اور اس کی عقل اور ہوش و حواس سب رفو چکر ہو گئے اور اس کی عقل راز و نیاز میں مشغول ہو گئی یعنی وہ بیہوش ہو کر عالم غیب کی طرف متوجہ ہو گیا۔

برسرورویش گلابے می زدند	از گلاب عشق او غافل بدند
لوگوں نے اس کے منہ اور سر پر عرق گلاب چھڑکا	وہ لوگ عشق کے گلاب سے بے خبر تھے

یعنی اس کے سر اور منہ گلاب چھڑکتے تھے اور گلاب عشق سے وہ غافل تھے۔ یعنی اس کو بیہوش دیکھ کر لوگ اس کے سر درد پر گلاب چھڑکتے تھے اور گلاب عشق سے کہ وہ دیدار محبوب تھا غافل تھے وہ صرف ظاہری گلاب پاشی کرتے تھے مگر ظاہر ہے کہ اس سے اس کو کیا نفع ہوتا۔ اس لئے کہ۔

او گلستانے نہانے دیدہ بود	غارت عشقش زخود ببریدہ بود
اس نے ایک مخفی باغ دیکھا تھا	عشق کی غارتگری نے اس کو اپنے آپ سے جدا کر دیا تھا

یعنی اس نے ایک گلستان نہانی دیکھ لیا تھا۔ اور غارت عشق نے اس کو اپنے سے قطع کر دیا تھا۔ مطلب یہ کہ اس نے عالم غیب کی طرف توجہ کی تو عشق نے اس کو اس قدر غافل کیا تھا کہ اسے اپنی بھی خبر نہ رہی تھی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

تو فسردہ در خورائیدم نہ	با شکر مقرون نہ گرچہ نئی
تو ٹھٹھرا ہوا اس بات کے لائق نہیں ہے	تو شکر سے وابستہ نہیں ہے اگرچہ تو گنا ہے

یعنی تو افسردہ اس دم کے لائق نہیں ہے۔ شکر کے ساتھ تو مقرون نہیں ہے اگرچہ خود نے ہے تو یعنی تو اس دم عشق کے لائق نہیں ہے اگرچہ ہے انسان۔ مگر انسان کامل نہیں ہے۔

رخت عقلت با تو ہست و عاقلی	وز جنود الم تروہا غافلی
عقل کا سامان تیرے ساتھ ہے اور تو صاحب عقل ہے	کیونکہ تو ان لشکروں سے جن کو تم نے نہیں دیکھا غافل ہے

یعنی رخت عقل تیرا تیری ہمراہ ہے اور تو عاقل ہے اور جنود الم تروہا سے تو غافل ہے مطلب یہ کہ جب عقل تیرے ساتھ ہے اور تو عاقل ہے تو تجھے اس شکر کی کیا خبر تو تو اس سے محض غافل اور بے خبر ہے ہاں اپنے کو فنا کر اور اپنے سے بے خبر ہو تب تجھے اس شکر عشق کی خبر ہو سکتی ہے آگے پھر اس عاشق کا قصہ شروع فرماتے ہیں کہ۔

این سخن پایاں ندارد تیز راں	تارود سوئے بخارا آن جواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے تیزی سے چل	تاکہ وہ جوان بخارا کی جانب روانہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ سخن (عشق) تو انتہا نہیں رکھتی تو تیز چلو تا کہ بخارا کی طرف وہ جوان جاوے۔ یعنی ان باتوں کو چھوڑ کر اسی کا قصہ بیان کرو۔ آگے اسی کا قصہ ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ وہ خون رونے والا عاشق بے قرار نہ تیز رفتاری کے ساتھ بخارا کی طرف چلا۔ صحرا کا ریت اس کو یوم آرام وہ معلوم ہوتا تھا جیسے حریر۔ اور آب جیحون اس کی فکر میں یوں ہی بے حقیقت تھا جیسے ایک تالاب کا پانی جنگل میں اسے ایسا ہی لطف آتا تھا جیسے اوروں کو باغ میں۔ اور مارے ہنسی کے لوٹا جاتا تھا اور پھول کی طرح ہنستا ہنستا چت گر پڑتا تھا۔ اصل میں تو قند سمرقند میں ہے لیکن اس کا لب اس کو بخارا میں پاتا تھا۔ اور اسی لئے بخارا ہی اس کا مقصد ہو گیا تھا اور وہ کہتا جاتا تھا کہ اے بخارا تو عقل افزا ہے مگر میرے لئے تو عقل ودین ربا ہو گیا یعنی میری عقل بھی لے لی۔ اور میرا دین بھی لے لیا۔ چونکہ میں ایک چودھویں رات کے چاند کو تلاش کرتا ہوں اس لئے میری کمر فرد اغم سے ٹیڑھی ہو گئی ہے اور میں ہلال کی شکل بن گیا ہوں۔ اور میں اس ذلت وخواری کی حالت میں صدر کا متلاشی ہوں خیر جبکہ اس نے بخارا کی مضافات کو دیکھا تو سیاہی غم میں سپیدی سرور نمودار ہوئی کچھ دیر تک بیہوش اور چت لیٹا رہا اور عقل اس کی عالم غیب کو روانہ ہو گئی۔ اس حالت میں لوگ اس کے سر اور منہ پر گلاب کے چھینٹے دیتے تھے لیکن یہ لوگ اس کے گلاب عشق سے غافل تھے اور وہ نہ سمجھتے تھے کہ اس گلاب کی بو اس گلاب پر غالب نہیں آسکتی اس نے ایک مخفی گلستان دیکھا تھا۔ یعنی روئے جانان کا تصور کیا تھا اور عشق کی غارت گری نے اس کا خود اپنے سے بھی تعلق منقطع کر دیا تھا پھر وہ اس گلاب سے کیا ہوش میں آتا۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مخاطب تو سرد ہے اس لئے اس قابل نہیں کہ احوال عشاق تیرے سامنے بیان کئے جائیں۔ تیرے سامنے ان کا بیان کرنا بھینس کے آگے بین بجانا ہے۔ تو اگر چہ صورۃً انسان ہے مگر وصف انسانی یعنی عشق الٰہی تجھ میں نہیں ہے اور چونکہ سامان عقل تیرے پاس ہے اور تو عاقل ہے یہی وجہ ہے کہ تو مشاہدہ عالم غیب سے محروم ہے۔ اگر تجھے یہ دولت حاصل کرنی ہے تو عقل کو خیر باد کہہ اور عشق حاصل کر خیر یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی اس لئے اس کو چھوڑ و اور جلدی کرو تا کہ وہ جوان بخارا پہنچ جاوے۔

شرح شبّیری

اس عاشق لاابالی کا بخارا میں آنا اور دوستوں کا اسکو ظاہر ہونے سے ڈرانا

اندر آمد در بخارا شادمان	شہر معشوق خود و دارالامان
وہ خوش خوش بخارا میں آ گیا	اپنے معشوق کے شہر اور دارالامن میں

یعنی وہ بخارا میں خوش خوش آیا۔ اپنے معشوق کے شہر اور دار الامان میں (آیا)

ہمچو آں مستی کہ پرد بر اثیر	مہ کنارش گیرد و گوید کہ گیر
اس مست کی طرح جو آسمان پر پرواز کرے	چاند اس سے بغلگیر ہو اور کہے کہ تو بھی بغلگیر ہو

یعنی مثل اس مست کے کہ وہ کرۂ آسمان پر اڑے اور ماہ اس کی کنار پکڑے۔ اور کہے کہ لے لے۔ مطلب یہ ہے کہ وہ عاشق دیار محبوب میں پہنچ کر اس شخص کی طرح خوش ہوا کہ جیسے کوئی شخص آسمان پر اڑے اور وہاں پہنچنے کے بعد اس کی یہ قدردانی کی جاوے کہ چاند اس سے کہے کہ تیرا جو مقصود ہے تو اس کو لے لے تو بھلا وہ کس قدر خوش ہوگا۔ بس اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ وہ عاشق خوش تھا۔

ہر کہ دیدش در بخارا گفت خیز	پیش از پیدا شدن منشین گریز
جس نے بھی اس کو بخارا میں دیکھا کہا اٹھ جا	ظاہر ہونے سے پہلے مت بیٹھ بھاگ جا

یعنی اس کو بخارا میں جو کوئی دیکھتا کہتا کہ اٹھ اور ظاہر ہونے سے پہلے بیٹھ مت بھاگ جا یعنی ہر شخص یہ صلاح دیتا کہ دیکھ ظاہر مت ہو پہلے ہی بھاگ جا یہاں مت ٹھہر اس لئے کہ۔

کہ ترا می جوید آن شہ خشمگیں	تا کشد از جان تو دہ سالہ کین
کیونکہ وہ غضبناک بادشاہ تجھے تلاش کر رہا ہے	تاکہ تیری جان سے دس سالہ انتقام لے

یعنی کیونکہ وہ بادشاہ خشمگین تجھے تلاش کر رہا ہے تاکہ تیری جان سے دس برس کا کینہ نکالے یعنی وہ بہت ہی غصہ میں بھرا ہوا ہے تو سامنے گیا اور اس نے تجھے ہلاک کیا۔

اللہ اللہ درمیا درخون خویش	تکیہ کم کن بر دم و افسوں خویش
خدا کے لئے اپنے خون کے درپے نہ ہو	اپنے دم کرنے اور منتر پر بھروسہ نہ کر

یعنی اللہ سے ڈر اور اپنے خون میں مت آ اور اپنے دم و افسون پر بھروسہ کم کر۔ مطلب یہ کہ اپنا خون خود مت کر۔ اور اس پر بھروسہ مت رکھ کہ میں اس کو پرچالوں گا۔ وہ بے حد غصہ میں ہے لہذا یہی مناسب ہے کہ تو بھاگ جاوے۔

شحنۂ صدر جہان بودی و راد	معتمد بودی مہندس اوستاد
تو صدر جہاں کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا	تو معتمد تھا استاد انجینئر تھا

یعنی تو صدر جہان کا کوتوال تھا اور عقلمند تھا معتمد تھا اور انجینئر اور استاد تھا۔

ہم مشیرش بودی و ہم محترم	گشتی از بہر گناہے متہم
تو اس کا مشیر بھی تھا اور باعزت بھی تھا	ایک قصور میں تو متہم ہو گیا

یعنی تو اس کا مشیر بھی تھا اور محترم بھی۔ اور تو ایک گناہ میں متہم ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

غدر کردی وز جزا بگریختی	رستہ بودی باز چون آویختی
تو نے غداری کی اور سزا سے بھاگ گیا	تو بچ گیا تھا پھر کیوں آ پھنسا؟

یعنی تو نے غدر کیا اور تو جزا سے بھاگ گیا تو تو چھوٹ گیا تھا تو پھر کیوں لٹکتا ہے۔

از بلا بگریختی با صد حیل	ابلہی آوردت اینجا یا اجل
تو سو تدبیروں سے مصیبت سے بھاگ نکلا تھا	تجھے یہاں بے وقوفی یا موت لائی ہے

یعنی تو بلا سے سو حیلوں کے ساتھ بھاگا اب اس جگہ تجھے ابلہی لائی ہے یا موت لائی ہے۔ مطلب یہ کہ سب نے اس سے کہا کہ تیرے اس قدر عہدے تھے ایسا تو معتمد تھا معتبر تھا پھر تجھ سے ایک خطا ہوگئی تو تو اس کے بدلے سے بھاگ گیا کہ کہیں تجھ سے وہ بدلا نہ لے لے تو نے بڑی سخت بے وفائی کی کہ اگر وہ بدلا لے ہی لیتا تو کیا ہو جاتا اور اگر بھاگ گیا تھا تو اب تجھے آنا نہ چاہیے تھا۔ بس اب روپوش ہوا تو ہوا اپنا کام کر اور چل دے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ

ایکہ عقلت بر عطارد دق کند	عقل و عاقل را قضا احمق کند
اے وہ کہ تیری عقل عطارد پر نکتہ چینی کرتی ہے	عقل اور عقلمند کو قضا احمق بنا دیتی ہے

یعنی اے وہ شخص کہ عقل تیری عطارد پر اعتراض کرے تو عقل و عاقل کو قضا احمق کر دیتی ہے یعنی اے شخص جو کہ اس قدر عاقل ہے کہ عطارد پر اعتراض کرتا ہے مگر جب قضا آتی ہے تو وہ سب کو اندھا کر دیتی ہے اور کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ تو اسی طرح تو اگرچہ عاقل تھا مگر اب جو قضا آئی ہے تو ساری عقل رفو چکر ہوگئی اور اب مرنے کو آیا ہے۔

نحس خرگوشے کہ باشد شیر جو	زیرکی و عقل و چالاکیت کو
تو وہ منحوس خرگوش ہے جو شیر کی جستجو کرے	تیری ذہانت اور عقل اور چالاکی کہاں گئی؟

یعنی منحوس ہے وہ خرگوش جو کہ شیر کا متلاشی ہو۔ تیری زیرکی اور عقل اور چالاکی کہاں ہے یعنی سب لوگوں نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا کہ کسی طرح مانتا ہی نہیں اور اپنی موت کے درپے ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ہست صد چندین فسونہائے قضا	گفت اذا جاء القضا ضاق الفضا
قضا کے سینکڑوں حیلے ہیں	فرمایا ہے جب قضا آتی ہے فضا تنگ ہو جاتی ہے

یعنی ایسے سینکڑوں قضا کے افسوں ہیں اور فرمایا ہے کہ جب قضا آئی تو فضا تنگ ہو جاتی ہے یعنی رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب قضا آتی ہے تو ایک میدان وسیع بھی تنگ معلوم ہونے لگتا ہے تو اسی طرح جب قضا آتی ہے عقل وغیرہ سب بیکار ہو جاتی ہیں۔

صدرہ و مخلص بود از چپ و راست	از قضا بستہ شود گر اژدہاست
دائیں بائیں سینکڑوں راستے اور بچاؤ کی جگہیں ہوتی ہیں	قضا سے بندھ جاتا ہے خواہ اژدھا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سوراخے اور مخلص دائیں بائیں سے ہوتے ہیں (مگر) قضا سے بستہ ہو جاتا ہے اگرچہ اژدہا ہے۔ یعنی اگرچہ کتنے ہی مخلص ہوں مگر جب قضا آتی ہے تو سارے راستے بند ہو جاتے ہیں اور کہیں نکلنے تک کو جگہ نہیں ملتی۔ تو اسی طرح عاشق بخاری بھی ہے کہ اس کی قضا آ گئی ہے لہذا یہ مرنے کو پھرتا ہے اگرچہ اس کے بھاگنے کے سو حیلے ہیں اور راستے ہیں جب لوگوں نے اس کو ظاہر ہونے سے ملامت کی اور منع کیا تو وہ جواب دیتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب اسے ہوش آیا تو وہ خوش خوش بخارا میں آیا۔ جو کہ اس کے معشوق کا شہر اور اس کے لئے دارالامان تھا اس کی خوشی کی یہ حالت تھی جیسے کہ عاشق الٰہی عروج روحانی سے فلک معنوی پر پہنچے۔ اور مطلوب حقیقی اس کو آغوش رحمت میں لے کر کہے کہ ہاں مجھے خوب آغوش میں لے۔ (یہ ہے توجیہ نسخہ "مستی" کی اور میرے نزدیک نسخہ "مرغے" سہو ناسخ ہے اور جو توجیہ اس کی گئی ہے یعنی عاشق صدر جہان خود را در معرض ہلاکت انداخت وبدارالامان محبوب رسید مانند مرغے کہ بسوئے کرہ ناری پرواز کند تا خود را بسوزد ونا گاہ ماہش در کنار کشد وگوید کہ مرا در برگیر۔ انتہی' بے مزہ ہے کیونکہ بیت اول میں اول تو معرض ہلاکت میں پڑنے کا ذکر نہیں۔ دوسرے جانور کا کرۂ نار میں ہلاکت کے لئے جانا بے معنی ہے۔ پھر کرۂ نار میں چاند کا اس کو آغوش میں لینا بے معنی۔ کیونکہ وہ فلک پر ہے نہ کہ کرۂ نار میں نیز ماہ کے اس کو آغوش میں لینے سے اس کو مسرت ہونا کیا معنے۔ مگر یہ کہ مرغ سے خاص چکور مراد لیا جاوے۔ ان سب کے علاوہ تشبیہ اس لئے بھی مناسب نہیں کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عاشق مرنے کے لئے گیا تھا مگر یہ دولت اس کو خلاف توقع حاصل ہوگئی حالانکہ اس کا مقصود وصل محبوب تھا نہ کہ ہلاک ہونا۔ ہاں اتنی بات ضرور تھی کہ وہ اس پر تیار تھا اور سمجھتا تھا کہ اگر اس نے مجھے مار بھی ڈالا تو بھی میرے لئے اس زندگی سے اچھا ہے واین ھذا من ذالک علاوہ ازیں ابھی تو وہ بخارا میں پہنچا ہے۔ وصال تو ہوا بھی نہیں پھر ابھی سے یہ تشبیہ کیسے ٹھیک ہے۔ غرضکہ یہ توجیہ ٹھیک نہیں معلوم ہوتی علامہ بحرالعلوم نے بھی اس پر اعتراض کیا ہے مگر ان کا اعتراض اس بناء پر ہے کہ اثیر کا اطلاق کرۂ نار پر نہیں آتا لیکن یہ ان کا سہو ہے خود مولانا ہی نے اس کو بمعنے کرۂ نار استعمال کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ۔

گرمی تن را ہمی خواند اثیر   کہ زناری راہ اصل خویش گیر

(واللہ اعلم) جس کسی نے کہ اسے بخارا میں دیکھا یہی کہا کہ اٹھ اور قبل اس کے کہ صدر جہاں کو اطلاع ہو بھاگ جا۔ اس لئے کہ وہ تجھ کو بہت غصہ سے ڈھونڈتا ہے اور مقصود یہ ہے کہ دس برس کی عداوت نکالے پس خدا سے ڈر اور ہلاکت میں نہ پڑ اور تیرے دل نے جو تجھے اطمینان رہائی دلایا ہے وہ محض افسون اور فریب ہے۔ اس پر بھروسہ نہ کر تو صدر جہان کا کوتوال تھا اور اس کے نزدیک بہت بڑا دانا اور معتمد اور مہندس کامل تھا نیز تو اس کا مشیر

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی تھا وہ تیری عزت بھی بہت کرتا تھا مگر تو نے ان باتوں کی قدر نہ کی اور گناہ میں متہم ہو گیا اول تو تو نے یہ حماقت کی کہ بیوفائی کی اس کے بعد یہ ہوشیاری کی کہ تو بھاگ گیا اور سزا سے بچ گیا۔ اب دوبارہ یہ حماقت کیوں کرتا ہے کہ چھوٹ کر پھر پھندے میں پھنستا ہے سینکڑوں تدبیروں سے تو تو نے بلا سے نجات پائی تھی اب پھر بلا میں آ پھنسا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تو احمق ہے یا تیرے سر پر موت کھیل رہی ہے جو تو دوبارہ یہاں آیا۔ ارے تیری عقل تو عطارد پر اعتراض کرتی ہے جو کہ منشی فلک ہے پھر تجھے کیا ہو گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ تقدیر الٰہی عقل اور عاقل دونوں کو احمق کر دیتی ہے پس تیری تقدیر تجھے یہاں لائی ہے۔ ارے کمبخت دیکھ تو سہی وہ خرگوش نہایت منحوس ہے جو شیر کو تلاش کرے اور اپنے پاؤں موت کے منہ میں جائے۔ پس تو صدر جہان کے پنجہ میں مرنے کے لئے کیوں آ پھنسا تیری دانائی اور عقل اور ہوشیاری کیا ہوئی تو اپنا بد بھی نقصان کیوں نہیں سمجھتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یاد رکھو تقدیر الٰہی کو ایسے سینکڑوں منتریاد ہیں جن سے کہ وہ عقلا کی عقول کو معطل کر دیتی ہے اور ان کے حواس پر قبضہ کر لیتی ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے اذا جاء القضا ضاق الفضا۔ تو جب تقدیر الٰہی آتی ہے تو میدان وسیع آدمی پر تنگ ہو جاتا ہے اور بچنے کے لئے اس کے سامنے دائیں بائیں جانب سینکڑوں ذرائع نجات اور راستے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اژدہا بھی ہے تب بھی وہ حرکت نہیں کر سکتا اور وہیں ہلاک ہو جاتا ہے۔

شرح شبّیری

عاشق کا ملامت گروں اور ڈرانے والوں کو جواب دینا

گفت من مستسقیم آبم کشد	گرچہ می دانم کہ ہم آبم کشد
اس نے کہا میں استسقاء کا بیمار ہوں پانی مجھے کھینچتا ہے	اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالے گا

یعنی اس نے کہا کہ میں مستسقی ہوں اور پانی مجھے کھینچ رہا ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ پانی ہی مجھے مار ڈالے گا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ اس طرف ہی سے کشش ہو رہی ہے جب تو میں جا رہا ہوں جس طرح کہ مستسقی جانتا ہے کہ پانی پینے ہی میں اس کی موت ہے لیکن پھر پانی ہی پیتا ہے اور پانی اس کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اسی طرح مجھے صدر جہان کھینچ رہا ہے اگرچہ وہ مجھے مار ہی ڈالے مگر میں تو جاؤں گا اس لئے کہ۔

ہیچ مستسقی نہ بگریزد ز آب	گر دو صد بارش کند مات و خراب
کوئی استسقاء کا بیمار پانی سے نہیں بھاگتا ہے	اگرچہ وہ اس کو دو سو بار مضمحل اور تباہ کرے

یعنی کوئی مستسقی پانی سے بھاگتا نہیں ہے اگرچہ دو سو مرتبہ اس کو مات و خراب کرے۔ مطلب یہ کہ اس کو پانی کتنا ہی خراب کرے اور کتنا ہی اس کو نقصان دے مگر مستسقی پانی سے ہرگز بھاگ نہیں سکتا۔ تو اسی طرح میں بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

صدر جہان سے بھاگ نہیں سکتا۔

گر بیاماسد مرادست و شکم	عشق آب از من نخواہد گشت کم
اگرچہ میرے ہاتھ اور پیٹ پھول جائیں	پانی کا عشق مجھ میں سے کم نہ ہو گا

یعنی اگرچہ میرے دست و شکم آماس کر آویں (مگر) پانی کا عشق مجھ سے کم نہ ہوگا۔

گویم آنگہ کہ پرسند از بطون	کاشکے بحرم رواں بودے درون
جب اندرون کے بارے میں مجھ سے پوچھیں گے تو میں کہوں گا	کاش میرے اندر سمندر جاری ہوتا

یعنی میں اس وقت کہوں گا جبکہ بطوں سے پوچھیں گے کہ کاش کہ میرے اندر بحر رواں ہوتا۔ یعنی مستسقی کی تو یہ حالت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ دریا اس کے اندر جاری ہو تو جب یہ حالت ہے تو وہ پانی سے کس طرح بھاگ سکتا ہے اور میں مثل مستسقی کے ہوں تو میں بھی نہیں بھاگ سکتا۔

خیک اشکم گو بدر از موج آب	گر بمیرم ہست مرگم مستطاب
میرے پیٹ کی مشک کو کہہ دو پانی کی موج سے پھٹ جائے	اگر میں مر گیا تو میری پاکیزہ موت ہو گی

یعنی میرے پیٹ کی مشک کو کہہ دو کہ موج آب سے پھٹ جا اگر میں مر جاؤں تو میری موت مبارک ہے۔ یعنی مستسقی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ پانی کے عشق میں اپنی موت کی بھی پرواہ نہیں کرتا تو مجھے بھی کیا پرواہ ہوگی اور وہی مستسقی کہتا ہے کہ۔

من بہر جائے کہ بینم آب جو	شکم آید بودے من جائے او
میں جس جگہ نہر کا پانی دیکھتا ہوں	مجھے رشک آتا ہے کاش میں اس کی جگہ ہوتا

یعنی میں جس جگہ کہ ندی دیکھتا ہوں مجھے رشک آتا ہے کہ میں اس کی جگہ ہوتا یعنی مستسقی کو ندی کو دیکھ کر رشک ہوتا ہے کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا تو پانی تو میرے اندر چلا کرتا اگرچہ اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ۔

دست چون دف و شکم ہمچون دہل	طبل عشق آب می کو بم چو گل
ہاتھ دف کی طرح اور پیٹ ڈھول کی طرح ہے	میں پھول کی طرح پانی کے عشق کا ڈھول پیٹ رہا ہوں

یعنی ہاتھ مثل دف کے اور شکم مثل دہل کے میں عشق آب کا طبل گل کی طرح بجاتا ہوں یعنی ہاتھ پیٹ وغیرہ سوج آئے ہیں مگر عشق آب میں جوش ہے اسے اپنی مضرت کی کچھ خبر نہیں ہے تو اسی طرح یہ عاشق کہتا ہے کہ مجھے بھی اس کے مار ڈالنے کی پروا نہیں ہے اور کہتا ہے کہ۔

گر بریزد خونم آن روح الامین	جرعہ جرعہ خون خورم ہمچون زمین
اگر وہ روح الامین میرا خون بہا دے	میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ خون پی جاؤں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر وہ روح الامین میرا خون گرادے تو میں زمین کی طرح گھونٹ گھونٹ کر کے خون پی لوں (روح الامین سے مراد وہی صدر جہان ہے) مطلب یہ کہ اگر وہ میرا خون کردے تو میں اس کو اس طرح گوارا کروں جس طرح کہ زمین خون کو اپنے اندر لے لیتی ہے یعنی مجھے مطلق ناگواری نہ ہو۔

چون زمین و چون جنین خون خوارہ ام	تا کہ عاشق گشتہ ام این کارہ ام
میں زمین اور پیٹ کے بچے کی طرح خون پینے والا ہوں	جب سے میں عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے

یعنی زمین اور جنین کی طرح میں خون کھانے والا ہوں اور جبکہ میں عاشق ہوا ہوں اسی کام میں ہوں یعنی جس طرح کہ جنین اور زمین خون کے کھانے والے اور خون کے پیاسے ہوتے ہیں اسی طرح میں ہوں کہ میں اپنے خون کا پیاسا ہوں تو پھر مجھے مرنے سے کیا ڈر۔ اور کہتا ہے کہ۔

شب ہمی جوشم در آتش ہمچو دیگ	روز تا شب خون خورم مانند ریگ
میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش مارتا ہوں	دن سے رات تک ریت کی طرح خون پیتا ہوں

یعنی میں رات کو آگ میں دیگ کی طرح جوش کرتا ہوں اور دن سے رات تک میں ریگ کی طرح خون کھاتا ہوں یعنی جس طرح ریت ہوتا ہے کہ اس پر خون پڑا اور اس نے جذب کیا بس یہ حالت میری ہے کہ رات دن خون جگر کھاتا ہوں اور راتوں کو دیگ کی طرح تپ ہجر سے جلتا ہوں۔

من پشیمانم کہ مکر انگیختم	ز مراد خشم او بگریختم
میں شرمندہ ہوں کہ میں نے مکر برپا کیا	میں نے اس کے غصہ اور مقصد سے گریز کیا

یعنی میں پشیمان ہوں کہ میں نے مکر کیا اور اس کے خشم کی مراد سے میں بھاگا یعنی اس کے غصہ کی جو مراد تھی کہ مجھے قتل کردے میں اس سے بھاگا۔ اس لئے میں سخت پشیمان ہوں۔

گو بران بر جان مستم خشم خویش	عید قربان اوست عاشق گاؤ میش
کہدے میری مست جان پر اپنا غصہ جاری کردے	وہ عید قرباں ہے اور عاشق بھینس ہے

یعنی کہہ دو کہ میری جان مست پر اپنا غصہ چلا وہ عید قربان ہے اور عاشق گاؤ میش ہے۔ یعنی وہ عید قربان کی طرح ہے اور میں گاؤ میش ہوں تو اس سے کہہ دو کہ مجھے شوق سے قتل کر ڈالے کچھ پرواہ نہیں ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں اپنے خون کا پیاسا ہوں وہ شوق سے ماردے اس لئے کہ میں اس کے ہجر میں بے قرار ہوں حالانکہ دیکھتے ہیں کہ تو کھاتا بھی ہے پیتا بھی ہے پھر یہ کیسی بے قراری ہے وہ اس کا جواب دیتا ہے کہ۔

گاؤ اگر خسپد دگر چیزے خورد	بہر عید و ذبح او مے پرورد
گائے اگر سوتی ہے اور اگر کوئی چیز کھاتی ہے	عید اور ذبح کے لئے وہ پرورش پاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی گائے اگر سووے اور اگر کوئی شے کھاوے عید اور ذبح کے واسطے اس کو پالتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ جو کچھ کھاتا پیتا ہے سوتا ہے سب اس لئے تاکہ خوب موٹا ہو اور قربانی میں کام آوے۔ تو بس اسی طرح میں بھی تیار ہو گیا ہوں۔ اب اس کہدو کہ مجھے قتل کر ڈالے اور کہتا ہے کہ۔

گاوٗ موسیٰ دان مرا جان دادہٗ	جزو جزوم حشر ہر آزادہٗ
مجھے (حضرت) موسیٰ کی گائے سمجھ جس نے جان عطا کی	میرا جزو جز ہر ہر آزاد کا حشر ہے

یعنی مجھے گاؤ موسے جانو کہ جو جان دادہ ہے اور میرا اجزو جزو ہر آزاد کی حیات ہے۔ (آزاد سے مراد خود یہ متکلم ہے) مطلب یہ کہ وہ عاشق کہہ رہا ہے کہ میں گاؤ موسیٰ کی طرح ہوں کہ جو جان دینے والی تھی۔ اسی طرح اگر میں مرجاؤں گا تو میرا ایک ایک جزو حیات ابدی بخشے گا اور اس کی موت سے حیات جاودانی نصیب ہو گی۔

گاوٗ موسیٰ بود قربان گشتہٗ	کمترین جزوش حیات کشتہٗ
(حضرت) موسیٰ کی گائے قربان شدہ تھی	اس کا معمولی جزو مقتول کی زندگی تھی

یعنی گاؤ موسیٰ قربان ہوئی تھی اور کمترین جزو اس کا ایک کشتہ کی حیات تھی۔

برجہد آن کشتہ ز آسیبش زجا	در خطاب اضربوہ بعضہا
اس کی چوٹ سے مردہ جگہ سے اٹھ گیا	"اس کو اس کے بعض سے مارو" کے حکم کے مطابق

یعنی وہ کشتہ اس کی آسیب کی وجہ سے جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا خطاب اضربوہ بعضھا میں مطلب یہ کہ جب حکم اضربوہ ببعضھا کا ہوا ہے تو اس کے اثر کی وجہ سے وہ کشتہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تو جب اس کے قربان ہونے میں یہ اثر تھا کہ اس کا ایک جزو حیات مردہ ہو گیا تھا تو اگر میں مروں گا تو کیوں نہ حیات نصیب ہو گی۔ آگے کہتا ہے کہ۔

یا کرامی اذبحوا ہذا البقر	ان اردتم حشر ارواح النظر
اے میرے بزرگو! اس گائے کو ذبح کر دو	اگر تم نظری روحوں کی زندگی چاہتے ہو

یعنی اے میرے کرام تم اس بقر کو ذبح کردو۔ اگر تم ارواح نظر کی حیات چاہتے ہو (ارواح نظر سے بھی خود یہ عاشق ہی مراد ہے) مطلب یہ کہ اگر تم میری حیات اصل چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ میں زندہ ہو جاؤں تو تم اس بقرتن کو ذبح کردو کہ حیات جاودانی نصیب ہو آگے کہتا ہے کہ مرنے میں میرا کوئی نقصان نہیں ہے بلکہ اور فائدہ اور ترقی ہے اس طرح کہ۔

از جمادی مردم و نامی شدم	وز نما مردم بحیوان سرزدم
میں جمادیت سے مرا اور نباتی بن گیا	اور نباتیت سے مرا حیوان بن گیا

یعنی میں جمادی سے مرا تو نامی ہو گیا اور نما سے مرا تو حیوانیت میں سر مارا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مردم از حیوانے و آدم شدم	پس چہ ترسم کے زمردن کم شدم
میں حیوانیت سے مرا اور آدمی بن گیا	تو میں کیا ڈروں، میں مرنے سے کب گھٹا؟

یعنی میں حیوانیت سے مرا اور آدمی ہو گیا۔ تو میں کیا ڈروں مرنے سے میں کم کب ہوا۔

حملۂ دیگر بمیرم از بشر	تا بر آرم از ملائک بال و پر
دوسری مرتبہ میں بشریت سے فنا ہو جاؤں گا	تاکہ فرشتوں میں (ہو کر) بال و پر نکالوں

یعنی میں دوسری مرتبہ بشریت سے مروں یہاں تک کہ میں ملائک سے بال و پر نکالوں۔

وز ملک ہم بایدم جستن ز جو	کل شیء ہالک الا وجہہ
فرشتے سے بھی مجھے نہر کو کودنا چاہیے	(کیونکہ) بجز اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے

یعنی اور ملکیت سے بھی مجھے طلب کی وجہ سے نکلنا چاہیے کہ کل چیزیں سوائے اس کی ذات کے ہالک ہیں۔

بار دیگر از ملک قربان شوم	انچہ اندر وہم ناید آن شوم
دوسری مرتبہ ملکیت سے میں قربان ہوں گا	وہ جو عقل میں نہیں آ سکتا وہ ہو جاؤں گا

یعنی پھر ملکیت سے میں فنا ہوں گا تو جو شے کہ وہم میں نہیں آتی وہ ہو جاؤں گا۔ مطلب ان پانچ اشعار بالا کا یہ ہے کہ اول خاک جماد ہوتی ہے اس کے بعد اس سے نباتات وغیرہ بنتے ہیں تو حالت جمادیت سے حالت نمو میں آئے اور حالت نمو سے پھر ان کو حیوانات نے کھایا تو وہ حالت نمو سے حیوانیت میں آئے اور حیوان کو فنا کر کے انسان نے کھایا تو حیوانیت نے انسانیت میں آئے پھر انسانیت سے فنا حاصل ہوئی تو درجہ ملکوتی حاصل ہوا۔ اب جب اس سے بھی فنا ہوں گے تو پھر وہ اتحاد اصطلاحی حق تعالیٰ کے ساتھ میسر ہوگا تو دیکھو جمادیت سے مرتبہ اتحاد اصطلاحی تک پہنچے اور ہر پہلی حالت سے فنا ہوتے گئے اور اس کے بعد کی اس سے اچھی حالت ملتی رہی اور برابر ترقی کرتے رہے ہیں تو جب فنا میں ہمیشہ ترقی ہوئی ہے تو اب فنا اور مرنے سے کیا ڈر ہو سکتا ہے اسی کو کہتے ہیں کہ۔

پس عدم گردم عدم چوں ارغنون	گویدم کا انا الیہ راجعون
پھر عدم بن جاؤں گا، عدم ارغنون (باجے) کی طرح	مجھ سے کہتا ہے کہ ہم سب اس کی طرف لوٹنے والے ہیں

یعنی پھر میں عدم ہوں گا اور عدم ارغنوں کی طرح مجھ سے کہہ رہا ہے کہ انا الیہ راجعون۔

(ارغنون ایک باجے کا نام ہے) مطلب یہ کہ میں فنا اور معدوم ہو گیا اور عدم مجھے باجے کی طرح انا الیہ راجعون کہہ رہا ہے تو بس میں اسی طرف رجوع ہوتا ہوں اور کہتے ہیں کہ۔

مرگ دان آن کاتفاق امت است	کاب حیوانے نہان در ظلمت است
موت کو سمجھ لے کیونکہ تمام لوگوں کا اتفاق ہے	کہ آب حیات تاریکی میں پوشیدہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مرگ (اس کو) جان جو کہ اتفاق امت کا ہے کہ آب حیوانی ظلمت میں ہے مطلب یہ کہ لوگ جو کہتے ہیں آب حیوانی ظلمت میں ہے تو اس ظلمت سے مراد موت ہی ہے کہ موت کے بعد حیات ابدی اور حیات جاودانی حاصل ہوتی ہے۔

ہمچو نیلوفر بروزین طرف جو	ہمچو مستسقی حریص و آب جو
نیلوفر کی طرح اس نہر کے کنارے پر اگ جا	استسقاء کے مریض کی طرح پانی کا حریص اور تلاش کرنے والا

یعنی مثل نیلوفر کے ندی کے اس طرف سے اگ اور مثل مستسقی کے حریص (مرگ) اور مرگ کا متلاشی رہ (مشہور ہے کہ نیلوفر کا پھول سطح آب کا عاشق ہوتا ہے اور ہمیشہ پانی کے اوپر ہی رہتا ہے) مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ وہ سطح آب کا عاشق ہے کہ اس سے الگ نہیں ہوتا بلکہ سطح ہی کے اوپر رہتا ہے اسی طرح تم کو بھی چاہئے کہ بس طلب حق میں لگے رہو اور وہ بعد فناء نفس کے ملتا ہے تو بس اپنے کو فنا کردو اور فناء پر عاشق ہو جاؤ۔

مرگ او آبست و او جویائے آب	می خورد واللہ اعلم بالصواب
اس کی موت پانی ہے اور وہ پانی کا جویاں ہے	اس کو پیتا ہے اور اللہ زیادہ بہتر جاننے والا ہے

یعنی اس (مستسقی) کی موت پانی ہے اور وہ پانی ہی کا متلاشی ہے پیتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ دیکھو مستسقی پانی ہی پر مرتا ہے اور پھر پانی ہی کی دھن میں لگا رہتا ہے اسی طرح تم بھی عاشق حق ہو جاؤ اور اپنے کو فناء کر کے اس طرف متوجہ ہو جاؤ کہ اسی میں کچھ ملے گا اور یہی مقصود اصل حیات اور زندگی دنیا سے ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے فسردہ عاشق ننگیں نمد	کو زبیم جان ز جانان می رمد
اے بھیگے ہوئے نمدے والے ٹھٹھرے ہوئے عاشق!	کہ وہ جان کے ڈر سے محبوب سے بھاگتا ہے

یعنی اے افسردہ اور اے عاشق ننگین نمد کے کہ وہ خوف جان کی وجہ سے جانان سے بھاگتا ہے (ننگین نمد سے مراد تن انسانی ہے) مطلب یہ کہ اے وہ شخص کہ اپنے اس تن ظاہری پر عاشق ہو رہا ہے اور اس کے فنا ہونے ڈر کے مارے حق تعالیٰ کی طلب سے بھاگتا ہے تو اس کو سن لے کہ۔

سوئے تیغ عشقش اے ننگ زمان	صد ہزاراں جان نگر دستک زنان
اے زمانے کے لئے باعث ذلت اس کے عشق کی تلوار کی جانب	لاکھوں جانوں کو تالیاں بجاتا ہوا دیکھ

یعنی اے ننگ زمان اس کی تیغ عشق کی طرف لاکھوں جانیں تالیاں بجاتی ہوئی دیکھ۔ یعنی اگر اس کے عشق میں تو فنا بھی ہو گیا تو کوئی جرم نہیں ہے اس لئے کہ اس ایک جان کے بدلے میں لاکھوں جانیں ملیں گی۔ ہستی حق کے آگے اس اپنی ہستی کو فنا کر دو تو تم کو حیات ابدی اور ہستی جاودانی میسر ہوگی۔

جوئے دیدے کوزہ اندر جوئے ریز	آب را از جوئے کے باشد گریز
تو نے نہر دیکھی تو پیالہ نہر میں بہا دے	پانی نہر سے کب گریز کرتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو نے ندی کو دیکھ تو لیا کوزہ کو ندی میں ڈال دے اور پانی کو ندی سے کب گریز ہوتا ہے (جو سے مراد ہستی حق اور کوزہ سے مراد ہستی انسانی) مطلب یہ کہ جب اس کا وجود اور اس کی ہستی پیش نظر ہوگئی تو اب اس کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی کو فنا کر دے اور وہی اتحاد اصطلاحی حاصل کر لے اپنی ہستی کو بالکل مٹا دے اس لئے کہ جس طرح کہ پانی کو ندی سے گریز نہیں ہے بلکہ آخرالامر وہیں جاوے گا اسی طرح اس ہستی کو ہستی حق سے کہیں گریز نہیں ہے تو پھر بچانے سے فائدہ کیا ہے۔

آب کوزہ چوں در آب جو شود	محو گردد دروے و چون او شود
پیالے کا پانی' جب نہر کے پانی میں مل جاتا ہے	اس میں فنا ہو جاتا ہے اور اس جیسا ہو جاتا ہے

یعنی کوزہ کا پانی جب ندی کے پانی میں جاوے تو وہ اس میں محو ہو جاوے اور اسی کی طرح ہو جاوے۔

وصف او فانی شود ذاتش بقا	زیں سپس نے کم شود نے بدلقا
اس کا وصف فانی اور اس کی ذات باقی بن جاتی ہے	اس کے بعد نہ وہ گھٹتا ہے نہ بدصورت بنتا ہے

یعنی اس کا وصف تو فانی ہو جاتا ہے اور ذات باقی ہوتی ہے اس کے بعد نہ وہ کم ہوتا ہے اور نہ بدلقا ہوتا ہے۔
مطلب یہ کہ دیکھو اگر کوزہ کے پانی کو دریا میں ملا دو تو وہ اس میں مل کر بالکل یکساں ہو جاتا ہے اور اس کے تمام اوصاف فانی ہو جاتے ہیں لیکن اس کی ذات باقی رہتی ہے کہ مثلاً اگر پہلے اس میں دس کروڑ من پانی تھا تو اب ایک کوزہ اور دس کروڑ من پانی ہے پس اسی طرح حق تعالیٰ کے وجود اور ذات کے سامنے ہستی انسانی کے تمام اوصاف فنا ہو جاتے ہیں کوئی وصف اس کا باقی نہیں رہتا لیکن اس کی ذات باقی ہوتی ہے اور جب وہ پانی دریا میں مل جاتا ہے تو پھر نہ کبھی سڑتا ہے نہ بگڑتا ہے ہمیشہ عمدہ رہتا ہے اسی طرح انسان کو جب مرتبہ فنا کا حاصل ہو گیا تو اب وہ کبھی مردود نہیں ہوتا اس پر ہلاکت نہیں آتی بلکہ باعتبار اس اتحاد کے وہ ہمیشہ موجود ہے یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حق تعالیٰ سے اس کو تعلق ہے خواہ اس کی یہ ہستی دنیا میں موجود ہو یا فنا ہو چکی ہو تو جب فنا میں یہ فوائد ہیں کہ اس کے بعد حیات ابدی حاصل ہوتی ہے تو کیوں نہ فنا اختیار کی جاوے۔ یہاں تک تو کچھ اس عاشق کی زبان سے اور کچھ خود مولانا نے فناء کے فوائد بیان فرمائے اور اس سے ثابت کر دیا کہ اگر صدر جہان اس غلام کو مار بھی ڈالے تو کوئی حرج نہیں ہے اس لئے کہ اس میں فائدے ہی فائدے ہیں اور اسی کے ضمن میں مرتبہ فنا کے حصول کی ترغیب دی کہ انسان کو چاہئے کہ فنا اختیار کرے اور حیات ابدی حاصل کرے آگے پھر اسی عاشق کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ عاشق نے ان کو جواب دیا کہ صاحبو میں تو مستسقی ہوں پانی مجھے کھینچتا ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ پانی مجھے مار ڈالے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ مستسقی پانی سے نہیں بھاگتا اگرچہ وہ دو سو مرتبہ اس کو شکست دے

www.besturdubooks.wordpress.com

چکا اور برباد کر چکا ہو۔ اگر میرے ہاتھ اور میرا پیٹ ورم کر جائے تو بلا سے مجھ سے تو پانی کا عشق کم نہ ہوگا۔ جب کوئی میرے اندرونی حالت دریافت کریگا تو میں یہی کہوں گا کہ کاش میرے اندر دریا بہتا ہو اور پانی کی موج سے اگر میرا پیٹ پھٹ جائے تو بلا سے اور اگر میں مر جاؤں تو یہ مرنا میرے لئے نہایت پسند ہے میں جہاں کہیں ندی کا پانی دیکھتا ہوں مجھے رشک آتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ کاش ندی میں ہوتا اور یہ پانی سارا میرے اندر ہوتا۔ میرا ہاتھ سوج کر ڈھپڑا ہو گیا ہے اور میرا پیٹ پھول کر ڈھول ہو گیا ہے لیکن میں ہنوز عشق آب کا ڈھول بجا رہا ہوں۔ اور میں پانی پر یوں عاشق ہوں جیسے اس پر پھول عاشق ہوتا ہے۔ تم یہ کہتے ہو کہ صدر جہان تجھے مار ڈالے گا سو سنو اگر وہ روح الامین میرا خون گرائے تو میں زمین کی طرح لہو کے گھونٹ پینے پر آمادہ ہوں اور میں زمین اور جنین کی طرح لہو کے گھونٹ پینے کا عادی ہوں اور جب سے عاشق ہوا ہوں میرا یہی کام ہے۔ رات بھر سوز عشق سے ہانڈی کی طرح پکتا ہوں اور دن سے رات تک ریت کی طرح اپنا خون پیتا ہوں میں تو اسی سے نادم ہوں کہ میں نے دھوکا کیوں کیا اور اس کے مقصد اور غصہ سے کیوں بھاگا۔ وہ اگر میری جان پر اپنا غصہ نکالے تو نکالنے دو کیونکہ وہ عید قربان ہے اور عاشق بھیڑ۔ اس کا کام ذبح ہی ہونا ہے۔ نیز عاشق گائے ہوتا ہے اور گائے کا کھانا اور سونا سب عید قربان ہی کے لئے ہے اور ذبح ہی کے لئے وہ پالی جاتی ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں جو بحکم موتوا قبل ان تموتوا جیتے جی ہی مر چکا ہوں تو اس سے تم مجھے مردہ نہ سمجھنا بلکہ میں ایسا مردہ ہوں کہ جیسے گاؤ موسیٰ جس کے اجزا میں خاصیت احیاء تھی پس میرا ایک ایک جز و ایسے لوگوں کو زندہ کرنے کی خاصیت رکھتا ہے جو شرف سعادت سے بہرہ ور ہیں جس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کی گائے قربان ہو گئی تھی اور اس کے ادنیٰ جزو میں یہ خاصیت پیدا ہو گئی تھی کہ اس نے مردہ کو زندہ کر دیا تھا اور اضربوہ ببعضها کا خطاب ہوتے ہی اور مارتے ہی اس کے صدمہ سے مردہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پس اے معزز حضرات تم اپنے گاؤ تن کو ضرور قربان کرو اگر تم چاہتے ہو کہ حق بین روحیں زندہ ہوں تم ڈرو نہیں کیونکہ مرنا ہرگز مضر نہیں بلکہ سراسر مفید ہے دیکھو میں اول جماد تھا جمادی سے مرا تو نامی ہوا اور نمائے فقط سے مرا تو حیوان ہوا اور حیوان صرف سے مرا تو انسان ہوا۔ ایسی حالت میں مجھے مرنے کا کیا خوف ہو سکتا ہے پس تم کو بھی نہ ڈرنا چاہئے اس کے بعد انسانیت بحتہ سے مروں گا تو فرشتہ ہو کر پر و بازوں کا لوں گا مگر ملکیت پر بھی مجھے قناعت نہ چاہئے بلکہ اس ندی کو بھی طے کرنا چاہئے کیونکہ کل شیء ھالک الا وجھه قرآن میں موجود ہے پس میں ملک ہو کر بھی ہلاک سے نہیں بچ سکتا۔ لہذا میں ملکیت سے بھی مروں گا اور وہ ہو جاؤں گا جو وہم سے بھی باہر ہے یعنی میں فانی محض ہو جاؤں گا۔ عدم بزبان حال ارغنون باجے کی طرح مجھ سے کہہ رہا ہے اور مجھے سنا رہا ہے کہ انا الیه راجعون یعنی تم معدوم اور بالکل فنا ہو کر واصل بحق ہو جاؤ گے پس میں مٹ کر واصل و باقی بحق ہو جاؤں گا اور اس طرح ہلاکت سے بچ جاؤں گا پس تم موت کو جس پر کہ عالم کا اتفاق ہے مضر نہ سمجھو بلکہ اس کو ایک چشمۂ آب حیات سمجھو جو ظلمت میں مخفی ہے یعنی گو اس سے وحشت ہوتی ہے مگر اس میں خاصیت احیاء کی ہے۔ لہذا تم موت کو اختیار کرو۔ اور اس میں ڈوب کر یوں پیدا ہو جیسے پانی سے نیلوفر اور اس کے یوں طالب ہو جیسے کہ مستسقی اس کا شائق اور

www.besturdubooks.wordpress.com

طالب ہوتا ہے کیونکہ پانی اس کی موت ہے اور وہ پانی کا طالب ہے لہذا وہ فی الحقیقۃ موت ہی کا طالب ہے۔ اور نہایت رغبت وشوق سے اس کو پی جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اب مولانا مدعی عشق الٰہی کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے جھوٹے عاشق جو کہ جان کے خوف سے محبوب حقیقی سے بھاگتا ہے اور جس کا وجود قابل ننگ ہے تو دیکھو تو سہی کس قدر جانیں اس کے تیغ عشق کے سامنے خوشی خوشی تالیاں بجا رہی ہیں۔ پس تیری جان کیا انوکھی ہے کہ وہ اس سے بچتی ہے۔ ارے کمبخت نہر سامنے ہے اپنا لوٹا بھی اسی میں ڈال دے۔ بھلا کہیں پانی بھی نہر سے بھاگتا ہے۔ یعنی حق سبحانہ قریب ہیں تو ان سے اتصال معنوی پیدا کر کیونکہ تو پانی کی طرح فرع ہے اور حق سبحانہ ندی کی طرح اصل بھلا کہیں فرع اصل سے بھاگتی ہے۔ پس تو حق سبحانہ سے کیوں بھاگتا ہے یاد رکھ کہ جب لوٹے کا پانی ندی کے پانی میں شامل ہو جاتا ہے تو اس میں فنا ہو جاتا ہے اور اسی کی صفات اختیار کر لیتا ہے اور گو ذات باقی رہتی ہے مگر وصف فنا ہو جاتا ہے اور اس کے بعد نہ اس کی ذات میں کمی آتی ہے نہ کسی صفت میں پس تو بھی جب حق سبحانہ سے اتصال معنوی پیدا کرلے گا تیری بھی یہی حالت ہو جاوے گی کہ بقاء ذات کے ساتھ متخلق باخلاق ہو جاویگا۔ اور فنا ذات واستحالہ صفات سے مصون ومحفوظ ہو جاوے گا۔

شرح شبّیری

اس عاشق کا معشوق کے پاس پہنچ جانا جبکہ اس نے جان سے ہاتھ دھو لئے

خویش را بر نخل او آو یختم	عذر آنرا کہ ازو بگریختم
میں نے اپنے آپ کو اس کے کھجور کے درخت پر لٹکا دیا	اس معذرت میں کہ میں اس سے بھاگا تھا

یعنی (اس نے عاذلوں سے کہا کہ) میں نے اپنے کو اس کے نخل پر لٹکا دیا ہے اس کے عذر میں کہ میں اس سے بھاگا۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میں چونکہ اس کے پاس سے بھاگ گیا تھا۔ لہذا اب اس کی تلافی کے واسطے میں اس کی دار پر لٹکنے کو تیار ہوں۔

ہمچو گوئے سجدہ کن بر روئے وسر	جانب آن صدر شد با چشم تر
سر اور چہرے کے بل سجدے کرتا ہوا گیند کی طرح	پرنم آنکھوں کے ساتھ اس صدر (جہاں) کی طرف روانہ ہو گیا

یعنی گیند کی طرح رو اور سر پر سجدہ کرتا ہوا اس صدر کی طرف با چشم تر چلا۔

بر رخ چوں زعفران اشک روان	رفت آن بیدل سوئے صدر جہان
زعفرانی چہرے پر آنسو بہاتا ہوا	وہ بیدل صدر جہاں کی جانب چلا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی زعفران جیسے چہرہ اشک رواں وہ بیدل صدر جہان کی طرف چلا۔ یعنی زعفران جیسے چہرہ پر آنسو بہ رہے تھے اور وہ صدر جہان کے پاس جارہا تھا۔

ہم کفن ہم تیغ اندر دست او	چونکہ بود او عاشق و سرمست او
کفن بھی اور تلوار بھی اس کے ہاتھ میں	کیونکہ وہ اس کا عاشق اور متوالا تھا

یعنی کفن بھی اور تیغ بھی اس کے ہاتھ میں تھی کیونکہ وہ اس کا عاشق اور سرمست تھا۔ (پہلے قاعدہ تھا کہ جب کوئی بھاگا ہوا مجرم حاضر ہوتا تھا تو مع کفن اور تیغ کے حاضر ہوتا تھا جس کے یہ معنے ہوتے تھے کہ ہم حاضر ہیں قتل کرڈالو۔ اسی طرح یہ بھی معترف قصور مع کفن اور شمشیر کے حاضر ہو گیا۔

جملہ خلقان منتظر سر در ہوا	کش بسوزد یا بر آویزد و را
تمام لوگ سروں کو اوپر کئے ہوئے منتظر تھے	کہ وہ اس کو جلائے گا یا اس کو پھانسی دیگا

یعنی تمام مخلوق منتظر سر در ہوا تھی کہ اس کو جلاتا ہے یا اس کو (دار پر) لٹکاتا ہے (سر در ہوا سے مراد غایت انتظار ہے) یعنی سب منتظر تھے کہ دیکھئے اب اس کی ساتھ کیا کرتا ہے اور یہ کہہ رہے تھے کہ۔

ایں زمان ایں احمق یک لخت را	آن نماید کہ زمان بدبخت را
اب اس پورے احمق کے ساتھ	(صدر جہاں) وہ کرے گا جو زمانہ کسی بدبخت سے کرتا ہے

یعنی اس وقت اس پورے احمق کو وہ دکھلاوے گا جو کہ زمانہ بدبخت کو یعنی زمانہ بدبخت کو سختی دکھاتا ہے۔
پس اسی طرح یہ صدر جہان اس احمق کے ساتھ سختی کرے گا اور احمق اس لئے کہا کہ باوجود اس کے کہ اس کے پاس سے بھاگ چکا تھا اور پھر مرنے کے لئے آ گیا۔

ہمچو پروانہ شرر انور دید	احمقانہ در فتاد از جان برید
اس نے پروانے کی طرح چنگاریوں کو نور سمجھا	بے وقوفوں کی طرح گرا (اور) جان کھو دی

یعنی پروانہ کی طرح شرر کو نور دیکھا اور احمقوں کی طرح جا پڑا اور جان سے قطع کر دیا۔ یعنی اس عاشق نے صدر جہاں کے پاس حاضر ہونے کو جو مثل شرر کے تھا نور سمجھا اور نور سمجھ کر اس کے اندر احمقوں کی طرح جا پڑا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

لیک شمع عشق چو آن شمع نیست	روشن اندر روشن اندر روشنیست
لیکن عشق کی شمع، اس شمع کی طرح نہیں ہے	روشن در روشن در روشن ہے

یعنی لیکن شمع عشق اس شمع کی طرح نہیں ہے (وہ تو) روشن اندر روشن اندر روشن ہے۔

او بعکس شمعہائے آتشی است	می نماید آتش و جملہ خوشی است
وہ آگ کی شمعوں کے بالعکس ہے	آگ نظر آتی ہے، اور سراپا خوشی ہے

یعنی برعکس شمعہائے آتشی کے ہے کہ دکھلائی آتش دیتی ہے اور بالکل خوشی ہے مطلب یہ کہ لوگ کہہ رہے تھے کہ پروانہ کی طرح اس نے شرر کو نور سمجھا اور اس میں آپڑا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ ارے عشق کی شمع وہ شمع نہیں ہے کہ جو جلادے بلکہ یہ ظاہر میں تو آگ ہے لیکن باطن میں نور ہی نور ہے شمع ظاہری تو آتش ہوتی ہے مگر یہ آتش نہیں ہے بلکہ یہ نور ہے اور یہ روشن در روشن ہے اس میں آ کر اس شمع جیسا جلنا نہیں ہے اس کا جلنا۔ اور طرح کا ہے کہ اس میں جو جل گیا وہ ہمیشہ ٹھنڈا رہا۔ آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں خلاصہ جس کا یہ ہے کہ ایک مسجد میں کوئی طلسم تھا اور جو شخص رات کو اس مسجد میں رہتا تھا اس کو خوفناک آوازیں اس قدر سنائی دیتی تھیں کہ وہ مرجاتا تھا تو لوگ رات کو اس میں رہتے نہ تھے ایک شخص آیا اور رات کو اس نے اس میں رہنے کا قصد کیا لوگوں نے منع کیا اس نے کہا کہ میں تو مرنے کو پھرتا ہوں اور میں تو موت پر عاشق ہوں مرجاؤں گا تو کچھ پرواہ نہیں ہے اور اس نے کسی کی نہ مانی اور وہیں سویا حسب معمول رات کو وہی آوازیں سنائی دیں اور معلوم ہوا کہ بڑا شور وغل ہے اور کوئی کہہ رہا ہے کہ آتا ہوں۔ آتا ہوں اس نے فوراً کہا کہ آجا میں بھی تیار ہوں چونکہ اس طلسم کے ٹوٹنے کی یہی سبیل تھی کہ کوئی یہ کہدے آجا میں تیار ہوں لہذا اس کے کہنے سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور بیشمار خزانہ اس کے اندر سے نکلا تو دیکھو چونکہ یہ عاشق تھا اور مرنے کو تیار ہو گیا تو اس کو کس قدر خزانہ ملا حالانکہ ظاہر میں تو اس کی ہلاکت معلوم ہوتی تھی مگر اصل میں وہ اس کی ہلاکت نہ تھی بلکہ اس کے لئے مفید اور نافع تھا۔ اسی طرح اس عاشق صدر جہاں کا آنا بھی مضر نہ تھا بلکہ نافع ہی تھا اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ یہاں سے پھر مولانا جواب عاشق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں اس عذر میں کہ اس سے بھاگا تھا اپنے کو اس کی سولی پر لٹکا چکا ہوں یعنی مرنے کے لئے تیار ہو گیا ہوں ان کو یہ جواب دیکر گیند کی طرح منہ اور سر سے سجدے کرتا ہوا اور روتا ہوا صدر جہاں کی جانب روانہ ہوا اس کے زعفران کی طرح زرد رخساروں پر آنسو بہہ رہے تھے اس حالت سے وہ عاشق صدر جہان کے پاس گیا نیز چونکہ اس کا عاشق اس کی محبت کے نشہ میں چور تھا اس لئے ہاتھ میں کفن بھی تھا اور تلوار بھی تمام لوگ منتظر کھڑے ہوئے تھے کہ دیکھیں اس کو جلاتا ہے یا سولی دیتا ہے اور دل میں کہہ رہے تھے کہ اس وقت صدر جہاں اس الو کے ساتھ وہ کرے گا جو زمانہ ایک بدنصیب کے ساتھ کیا کرتا ہے یعنی اس کو ملیامیٹ کرے گا۔ اس احمق نے پروانہ کی طرح آتشی شعلہ کو نور سمجھا اور دشمن کو دوست جانا لہذا اپنی حماقت سے اوندھے منہ گرا اور جان کھوئی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ ان کی غلطی ہے کہ انہوں نے اس کی حالت کو پروانہ کی حالت پر قیاس کیا شمع عشق وہ شمع نہیں ہے جو پروانوں کو جلاتی ہے بلکہ یہ نور در نور در نور غرضکہ سراسر نور ہے وہ آتشی شمعوں کے بالکل برعکس ہے یہ صرف دیکھنے میں آگ ہے اور حقیقت میں سراپا خوشی اور راحت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

اس مسجد کی حالت کو بیان کرنا جو کہ مہمان کش تھی اور اس عاشق لاابالی موت کے شائق کا بیان جو کہ اس مسجد میں رات کو مہمان ہوا

یک حکایت گوش کن اے نیک پے	مسجدے بد بر کنارے شہر رے
اے نیک خصلت! ایک قصہ سن	رے شہر کے کنارے پر ایک مسجد تھی

یعنی اے نیک پے ایک حکایت سنو کہ ایک مسجد شہر رے کے کنارہ پر تھی۔

ہیچکس در وے نخفتے شب زبیم	کہ نہ فرزندش شدے آنشب یتیم
کوئی شخص رات کو اس میں نہ سوتا' کہ ڈر کی وجہ سے	اس رات میں اس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے

یعنی کوئی شخص اس میں رات کو خوف سے نہ سوتا کہ اس کا لڑکا اس رات کو یتیم نہ ہو جاتا یعنی جو اس میں رات کو سوتا وہی مر جاتا تھا۔

ہر کہ در وے بے خبر چون کور رفت	صبح دم چوں اختران در گور رفت
جو بے خبر اندھے کی طرح اس میں چلا گیا	صبح ہوتے وہ ستاروں کی طرح قبر میں چلا گیا

یعنی جو کوئی اس میں اندھے کی طرح بے خبر چلا گیا صبح ہی کو ستاروں کی طرح گور میں گیا۔ یعنی جس طرح کہ ستارے صبح کو چھپ جاتے ہیں اسی طرح وہ بھی صبح کو مر کر گور میں پوشیدہ ہو جاتا تھا آگے ایک شعر میں مولانا مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

خویشتن را لیک ازین آگاہ کن	صبح آمد خواب را کوتاہ کن
اپنے آپ کو اس سے اچھی طرح باخبر کر لے	صبح ہو گئی نیند کو مختصر کر

یعنی اپنے کو اس سے اچھی طرح آگاہ کر صبح آ گئی ہے نیند کو کم کر۔ یعنی اس حکایت میں آیا کہ صبح کے وقت وہ گور میں جاتا تھا اسی طرح تیری بھی صبح پیری آ گئی ہے۔ اب ذرا ہوش سنبھال کہ گور میں جانے والا ہے۔ غفلت کو ایک طرف کر اور ہوشیار ہو جا۔ آگے پھر وہی حکایت ہے کہ۔

ہر کسے گفتے کہ پیریانند تند	اندرون مہمان کشان با تیغ کند
ہر شخص کہتا کہ بدمزاج پریاں ہیں	اس میں مہمان کو کند تلوار سے مار ڈالنے والی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہر شخص کہتا کہ جنات سخت مہمان کو کند تلوار سے مار ڈالنے والے ہیں۔

آن دگر گفتے کہ سحرست و طلسم	کہ رصد باشد عدو جان و جسم
کوئی کہتا کہ جادو اور طلسم ہے	جو جان اور جسم کے دشمن کی طرح گھات میں رہتا ہے

یعنی وہ دوسرا کہتا کہ سحر و طلسم ہے کہ (جو ایسا) کمینگاہ ہو جاتا ہے (جو کہ جان و جسم کا عدو ہو یعنی کسی کا خیال تھا کہ اس میں جن رہتے ہیں اور کوئی کہتا کہ طلسم اور جادو ہے۔

آن دگر گفتے کہ بر نہ نقش فاش	بر درش کائی میہمان اینجا مباش
دوسرا کہتا کہ کھلا اعلان لگا دے	اس کے دروازے پر کہ اے مہمان! یہاں نہ ٹھہر

یعنی وہ دوسرا کہتا کہ ایک اطلاع ظاہر اس کے دروازہ پر رکھ دو کہ اے مہمان اس جگہ مت رہ یعنی کوئی کہتا کہ یہاں ایک جلی قلم سے اطلاع لکھ کر لگا دو کہ بھائی یہاں کوئی مت رہو اور کہہ دو کہ۔

شب مخسپ اینجا اگر جان بایدت	ورنہ مرگ اینجا کمین بکشایدت
اگر تو جان (بچانی) چاہتا ہے یہاں رات کو نہ سونا	ورنہ اس جگہ موت تجھ پر گھات لگائے گی

یعنی رات کو اس جگہ مت سو اگر تجھے جان چاہئے ہے ورنہ موت اس جگہ تیری کمین کھولے گی یعنی کمین گاہ سے نکل کر تجھے لے جاوے گی۔

وان دگر گفتے کہ شب قفلے نہید	غافلے کاید شمارہ کم دہید
ایک کہتا کہ رات کو تالا لگا دو	کوئی انجان آئے تو تم داخل نہ ہونے دو

یعنی وہ دوسرا کہتا کہ رات کو ایک قفل لگا دو اور جو غافل کہ آوے تم اس کو راہ مت دو۔ یعنی کوئی کہتا کہ یہاں ایک اعلان لگا دیتا کہ کسی کو دھوکہ نہ ہو۔ اور کوئی کہتا کہ قفل لگا دو اور اگر کوئی غافل آ جاوے تو تم اس کو جانے مت دو بلکہ روک دو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اچھا ایک حکایت سنو جس سے تم کو مضمون بالا کی تصدیق ہو۔ شہر رے کے کنارہ پر ایک مسجد تھی رات کو اس میں کوئی شخص ایسا نہ سوتا تھا جو ڈر کر مر نہ جاتا ہو اور اس رات کو اس کے بچے یتیم نہ ہو جاتے ہوں۔ جو شخص اس میں ناواقفی سے اور اندھا دھند چلا جاتا ستاروں کی طرح وہ بھی صبح کو قبر میں چلا جاتا تھا اب مولانا ضمناً ایک نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کس غفلت میں ہو دیکھو ہوشیار ہو صبح پیری آ پہنچی ہے اور قبر میں جانے والے ہو اس غفلت کو چھوڑ و خواب سے بیدار ہو اور قبر میں جانے کے لئے تیار ہو جاؤ اس مضمون کو ختم کر کے پھر قصہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس معاملہ میں لوگ چہ میگوئیاں کیا کرتے تھے کوئی کہتا کہ معلوم ہوتا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں بڑی غضبناک پریاں رہتی ہیں جو کہ مہمان کو کند تلوار سے یعنی بڑی بے رحمی سے مارتی ہیں دوسرا کہتا کہ یہاں کوئی سحر اور طلسم ہے جو کہ اس کمینگاہ میں رہ کر لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہے کیونکہ گھات میں رہنے والے جان وجسم کے دشمن ہوتے ہیں تیسرا کہتا کہ جی کچھ بھی ہو اب مناسب یہ ہے کہ دروازہ پر ایک صاف صاف اعلان اس مضمون کا لگا دیا جاوے کہ اے مسافر یہاں نہ ٹھہرنا اور اگر تجھے جان درکار ہے تو رات کو یہاں نہ سونا ورنہ موت کمین گاہ سے نکل کر تجھ پر واقع ہوگی چوتھا کہتا کہ یہ بھی کافی نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ کوئی جاہل ہو یا اس کی طرف التفات نہ کرے۔ اس لئے اس میں قفل ڈال دو اور راستہ ہی بند کر دو۔

شرح شبّیری

ایک مہمان کا اس مہمان کش مسجد میں آنا

تا یکے مہمان در آمد وقت شب	کو شنیده بود آن صیت عجب
حتیٰ کہ ایک مہمان رات کو آ گیا	جس نے وہ عجیب شہرت سنی تھی

یعنی یہاں تک کہ رات کے وقت ایک مہمان آیا کہ اس نے اس عجیب شہرت کو سنا تھا۔ یعنی وہ لوگ یہ رائیں لگا رہے تھے کہ ایک مہمان صاحب اسی مسجد میں اس کا یہ عجیب قصہ سن کر شب باشی کے لئے تشریف لائے۔

از برائے آزموے آزمود	زانکہ بس مردانہ و جانباز بود
امتحان کے لئے وہ آزما رہا تھا	کیونکہ وہ بہت بہادر اور جاں باز تھا

یعنی آزمائش کے لئے وہ آزماتا تھا اس لئے کہ بہت مردانہ اور جانباز تھا۔ یعنی چونکہ وہ جانباز اور مرد تھا اس لئے وہ آزمائش کے لئے اس مسجد کی اس بات کو آزمانے آیا تھا۔

گفت کم گیرم سر و اشکنبہٗ	رفتہ گیر از گنج جان یک حبہ
اس نے کہا میں سر اور معدہ کو کب سمجھتا ہوں	فرض کر لے خزانہ سے ایک حبہ ضائع ہو گیا

یعنی اس مہمان نے کہا کہ میں سر اور اوجھ کو کم لیتا ہوں تو گنج جان سے ایک حبہ گیا ہوا فرض کر لے (سر و اشکنبہ سے مراد تن) مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ مجھے اس تن کی ہلاکت کی پرواہ نہیں ہے اگر میرے گنج میں سے ایک حبہ یعنی تن کم ہی ہو گیا تو کیا ہو جاوے گا میرا کوئی حرج نہیں۔

صورت تن گو برو من کیستم	نقش کم ناید چو من باقیستم
جسم کی صورت کو کہہ دے چلی جائے اور میں کون ہوں؟	صورت کی کمی نہ ہو گی جب میں باقی ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی صورت تن کو کہد و کہ جاوے (کیونکہ) میں کون ہوں نقش کم نہیں آتا ہے جبکہ میں باقی ہوں۔ یعنی اس نے کہا کہ اگر یہ صورت تن جاتی رہے اور یہ ہلاک ہوگئی تو کوئی غم نہیں ہے اس لئے کہ میں یہ تن تھوڑا ہی ہوں میں تو وہ جان اور روح ہوں تو اگر میں یعنی روح باقی ہے تو نقش کی کیا کمی ہے اصل تو روح ہے اور وہ باقی رہے گی تو پھر مرنے سے کیا ڈر۔

چوں تحت بودم از لطف خدا	نفخ حق باشد زنائے تن جدا
جب میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے تحت تھا	میں اللہ (تعالیٰ) کی پھونک ہونگا بدن کی بانسری سے علیحدہ

یعنی جبکہ میں لطف خدا سے تحت تھا تو نفخ حق نائے تن سے جدا ہوتا ہے۔

تا نیفتد بانگنفش این طرف	تا رہد آن گوہر از تنگین صدف
جب تک کہ اس (کے صور) کی آواز اس طرف نہ آئے	حتیٰ کہ وہ جوہر تنگ سیپ سے رہائی پائے

یعنی تا کہ اس کی نفخ کی آواز اس طرف نہ پڑے گی اور تا کہ وہ گوہر تنگ صدف سے چھوٹ جاوے۔

مطلب یہ ہے کہ میری اصل تو روح ہے اور اس کی بابت حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ نفخت فیه من روحی تو یہ تن اس لئے جدا ہوتا ہے تا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد نفخت الخ اس جسم ناسوتی پر واقع نہ ہو بلکہ روح پر واقع ہو لہذا اس تن سے یہ روح الگ ہوتی ہے اور دوسری مصلحت یہ ہے کہ یہ روح اس تن تنگ میں تنگ ہے اس لئے یہاں سے چھوٹ کر یہ آرام سے بھی ہو جاوے گی۔

چون تمنوا الموت گفت اے صادقین	صادقم جان را بر افشانم برین
جبکہ اس نے فرمایا ہے موت کی تمنا کرو اے سچو!	میں سچا ہوں اس (فرمان) پر جان نثار کروں گا

یعنی جبکہ فرمایا ہے کہ اے صیاد تو موت کی تمنا کرو تو میں صادق ہوں اور جان کو اس پر افشاں کرتا ہوں

مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے تمنوا الموت ان کنتم صادقین تو بس میں صادق ہوں اور تمنائے موت کرتا ہوں اور مرتا ہوں مجھے کچھ پرواہ نہیں ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ خیر نوبت بانجار سید کہ ایک مہمان جس نے کہ یہ عجیب افواہ سنی تھی رات کے وقت آیا چونکہ وہ نہایت مرد اور جانباز تھا اس لئے اس کی واقعیت کا امتحان کرنا چاہتا تھا اس نے سوچا کہ میں سر اور وجہ وغیرہ اعضائے جسمانی کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اگر جائیں بلا سے جائیں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ خزانہ جان میں سے ایک معمولی مقدار جاتی رہے گی سو اس کی کچھ پرواہ نہیں صورت تن جائے گی بلا سے جائے میں کیا چیز ہوں کچھ صورت جسم نہیں ہوں کہ اس کے فناء ہونے سے میں بھی فنا ہو جاؤں بلکہ میں باقی رہوں گا۔ اگر یہ نقش چلا جاوے بلا سے جاوے اگر میں سلامت ہوں تو صورتیں بہت چونکہ میری نسبت نفخت فیه من روحی فرمایا گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے اس وقت میں خدا کی وہ پھونک ہوں گا جس کو اس نے اپنی مہربانی سے اس جسم کی بانسری میں بھرا ہے اور جو کہ اس جسم کی بانسری سے الگ ہوگئی ہے پس میں اس بانسری سے جدائی چاہتا ہوں تا کہ اس کی نفخ کی آواز اس طرف یعنی اس بانسری میں نہ واقع ہو۔ اور تا کہ یہ موتی اس تنگ سیپ سے چھوٹ جاوے چونکہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی آرزو کرو۔ (گو یہ خطاب یہود کو ہے مگر منشا کے لحاظ سے ہر مدعی محبت کو عام ہے اور میں صادق ہوں اس لئے اس حکم کی بناء پر جان دینے پر آمادہ ہوں۔

شرح شبّیری

اہل مسجد کا مہمان عاشق کو رات کو وہاں سونے سے ملامت کرنا

قوم گفتندش کہ ہیں اینجا مخسپ	تانکوبد جانستانت ہمچو کسپ
لوگوں نے اس سے کہا خبردار! یہاں نہ سونا	تا کہ جان نکالنے والا تجھے کھلی کی طرح نہ کوٹے

یعنی قوم نے اس سے کہا کہ ارے اس جگہ مت سونا کہ تیرا جان لینے والا تجھے کھل کر طرح کوٹ نہ دے۔

کہ غریبی و نمیدانی تو حال	کاندرین جا ہر کہ خفت آمد زوال
اس لئے کہ تو مسافر ہے اور تو حالت نہیں جانتا ہے	کہ اس جگہ جو سویا ہے (اس پر) زوال آیا ہے

یعنی کہ تو مسافر ہے اور حالت کو جانتا نہیں ہے کہ اس جگہ جو کوئی سویا زوال آیا یعنی لوگوں نے کہا کہ بھائی تجھے خبر نہیں ہے یہاں جو سویا ہے اس کی جان بچی نہیں ہے یہاں تو ہرگز مت سو۔

اتفاقی نیست این ما بارہا	دیدہ ایم و جملہ اصحاب نہی
اتفاقاً نہیں ہے یہ ہم نے بہت سی مرتبہ	دیکھا ہے اور سب عقلندوں نے

یعنی یہ بات اتفاقی نہیں ہے (بلکہ) ہم نے بارہا دیکھا ہے اور سب اصحاب عقول نے (دیکھا ہے)

ہر کہ آں مسجد شبے مسکن شدش	نیم شب مرگ ہلاہل آمدش
وہ مسجد جس کا ایک رات مسکن بنی ہے	اس کو آدھی رات میں قاتل موت آئی ہے

یعنی یہ مسجد جس کی ایک رات کو مسکن ہوگئی ہے آدھی رات کو اسے مرگ ہلاہل آیا ہے۔

از یکے تا پانصد این را دیدہ ایم	نے بہ تقلید از کسے بشنیدہ ایم
ایک سے پانچ سو تک ہم نے یہ دیکھا ہے	نہ کہ تقلیداً ہم نے کسی سے سنا ہے

یعنی ایک سے پانسو تک ہم نے اس کو دیکھا ہے نہ کہ تقلیداً کسی سے سنا ہے یعنی سب نے کہا کہ میاں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمارا خود تجربہ ہے کہ جو یہاں رات کو رہا وہ مارا گیا کسی سے سنی سنائی نہیں کہتے۔

گفت الدین النصیحۃ آن رسول	آن نصیحت در لغت ضد غلول
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے "دین خیر خواہی ہے" فرمایا ہے	خیر خواہی لغت میں خیانت کی ضد ہے

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الدین النصیحۃ اور وہ نصیحت لغت میں خیانت کی ضد ہے۔

ایں نصیحت راستی در دوستی	در غلولی خائن و سگ پوستی
یہ خیر خواہی دوستی میں سچائی ہے	خود غرضی میں خیانت اور کتا پن ہے

یعنی یہ نصیحت راستی ہے دوستی میں اور غلولی میں خائن اور سگ پوتی ہے مطلب یہ کہ حدیث میں جو الدین النصیحۃ آیا ہے تو وہ خیانت کی ضد ہے یعنی خیانت نہ کرو بلکہ نصیحت کرو تو وہ نصیحت تو دوستی اور راستی ہے اور خیانت میں خائن ہونا اور سگ پوست ہونا ہے۔

بے خیانت این نصیحت از وداد	می نمائیمت مگرد از عقل و داد
یہ نصیحت بغیر خیانت کے دوستی کی وجہ سے	ہم تجھے کر رہے ہیں، عقل اور انصاف سے روگردانی نہ کر

یعنی بے خیانت کے یہ نصیحت دوستی کی وجہ سے ہم تجھے کر رہے ہیں تو عقل وانصاف سے مت پھر یعنی سب نے کہا کہ دیکھ تجھے سمجھا رہے ہیں سمجھ جا اور عقل کے خلاف کام مت کر کہ ایسی جگہ کہ جہاں یقینی موت ہے تو جاتا ہے اس کو سن کر اس نے جواب دیا کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ آپ یہاں نہ سوئیں ایسا نہ ہو کہ وہ جان لیوا آپ کو کھل کی طرح کوٹ ڈالے ہم یہ اس لئے کہتے ہیں کہ آپ پردیسی ہیں یہاں کی حالت آپ کو معلوم نہیں اور آپ نہیں جانتے کہ جو یہاں سویا اس پر تباہی ضرور آئی اور یہ امر کوئی اتفاقی نہیں ہے بلکہ ہم نے اور تمام عقلاء نے یہ واقعات بار ہا دیکھے ہیں اور یہ نہیں کہ تقلیداً کسی سے سن لیا ہو بلکہ بچشم خود ایک نے لے کر پانسو مرتبہ تک یہ واقعات دیکھے ہیں۔ اور اصل منشاء ہماری اس گفتگو کا یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مقتضائے دین خیر خواہی ہے اور خیر خواہی اپنے معنی لغوی کے لحاظ سے مخالف ہے خیانت کے اور ہمارا اطلاع نہ کرنا خیانت ہے لہذا اطلاع خیر خواہی ہوگی اور خیر خواہی ضروری ہے لہذا اطلاع ضروری ہوئی خیر خواہی یہ ہی ہے کہ کسی کے ساتھ سچی دوستی اور ہمدردی کی جاوے اور اگر دھوکہ کیا جاوے تو ایسا کرنے والا خائن اور سگ پوست ہوگا نہ کہ دوست اور خیر خواہ پس ہم یہ نصیحت تم کو محض دوستی سے اور بدوں کسی خیانت کے کرتے ہیں لہذا تم کو ماننا چاہئے۔ اور مقتضائے عقل وانصاف سے نہ پھرنا چاہئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

عاشق کا ناصحوں اور ملامت گویوں کو جواب دینا

گفت او اے ناصحان من بے ندم	از جہان زندگی سیر آمدم
اس نے کہا اے نصیحت کرنے والو! میں بغیر کسی ندامت کے	زندگی کی دنیا سے پیٹ بھر چکا ہوں

یعنی اس نے کہا کہ اے ناصحو میں بغیر کسی ندامت کے جہان زندگی سے سیر آ گیا ہوں یعنی مجھے اب زندگی کی ضرورت نہیں ہے اور اب تو میرا دل جینے کو نہیں چاہتا۔

منبلے ام زخم جو وزخم خواہ	عافیت کم جوے از منبل براہ
میں بے حس زخم کو تلاش کرنے والا اور زخم کا خواہشمند ہوں	بے حس آدمی سے راہ (زندگی) میں عافیت کی تمنا نہ کر

یعنی میں کاہل ہوں زخم جو اور زخم خواہ ہوں تم کاہل سے راہ میں عافیت کم ڈھونڈو یعنی جو کاہل ہو گا چلنے میں اس کی عافیت اور خیرمت سمجھو اس لئے کہ کاہل ہے وہ اپنے بچاؤ وغیرہ کی کوئی تدبیر نہ کرے گا اور کہتا ہے کہ۔

منبلے نے کو بود خود برگ جو	منبلے ام لاابالی مرگ جو
(میں) وہ بے حس نہیں ہوں جو سامان تلاش کرے	میں وہ بے حس ہوں جو لاپرواہ موت کا تلاش کرنیوالا ہو

یعنی وہ کاہل نہیں کہ جو خود برگ جو ہو (بلکہ میں ایک کاہل ہوں بے پرواہ موت کا متلاشی یعنی میں ایسا کاہل نہیں ہوں کہ جو دوسروں سے میں یہ کہوں کہ مجھے کچھ دو اور خود کچھ نہ کروں بلکہ میں ایسا کاہل ہوں کہ اس دنیا سے بے پرواہ ہوں اور موت کی تلاش میں ہوں۔

منبلم بے زخم ناساید تنم	عاشقم بر زخمہا بر می تنم
میں وہ بے حس ہوں کہ بغیر زخم کے میرا جسم آرام پاتا ہے	میں عاشق ہوں زخموں کے چکر کاٹتا ہوں

یعنی میں کاہل ہوں بے زخم کے میرا بدن آرام نہیں پاتا۔ میں زخموں پر عاشق ہوں اور ان پر تنتا ہوں۔ مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ جو کاہل ہوتے ہیں وہ اکثر بدن دبواتے ہیں اور کٹواتے ہیں تب ان کو آرام ملتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں تو کاہل ہوں میرے بدن کو تو بے زخموں کے آرام نہیں ملتا لہذا میں مرنے کو اور اپنے بدن کو زخم پہنچانے کو حاضر ہوں۔

آن نہ کو بر ہر دو کانے میں برزند	بل جہد از کون و کانے برزند
نہ وہ کہ جو ہر دکان پر مارا مارا پھرے	بلکہ دنیا کو کود جائے اور کان پر پہنچ جائے

یعنی وہ نہیں کہ جو ہر دو کان پر مارے بلکہ کون سے کود کر معدن پر مارے مطلب یہ کہ میں وہ نہیں ہوں کہ ہر دو کان

www.besturdubooks.wordpress.com

پر گداگری کروں اور بھیک مانگوں بلکہ میں ایسا کامل ہوں کہ اس ہستی سے گزر کر معدن حیات ابدی پر پہونچوں گا۔

مرگ شیرین گشت و نقلم زین سرا	چون قفص ہشتن پریدن مرغ را
اس سرائے سے منتقل ہونا اور موت میرے لئے شیریں ہوگئی ہے	جیسا کہ پرند کے لئے پنجرا چھوڑنا (اور) اڑا جانا

یعنی موت اور اس سرا سے منتقل ہونا مجھے شیریں ہوگیا ہے جیسے کہ قفس چھوڑنا اور اڑنا جانور کو یعنی جس طرح کہ قفس کو چھوڑ کر جانور اڑنے کا سائق ہوتا ہے اور اڑ جانا اس کے لئے جیسا شیریں ہوتا ہے اسی طرح میرے لئے اس جہاں سے چلا جانا شیریں اور لذیذ ہوگیا ہے۔

آن قفص کو ہست عین باغ در	مرغ می بیند گلستان و شجر
وہ پنجرا جو عین باغ میں ہے	پرند باغ اور درخت دیکھ رہا ہے

یعنی وہ قفس جو کہ عین باغ میں ہو اور جانور باغ اور درخت دیکھ رہا ہے۔

جوق مرغان از برون گرد قفص	خوش ہمی خوانند ز آزادی قصص
پرندوں کا جھنڈ باہر پنجرے کے چاروں طرف	آزادی کے قصے خوشی سے پڑھ رہے ہیں

یعنی جانوروں کے گروہ قفس کے باہر گرد اگرد جب آزادی سے قصے پڑھیں۔

مرغ را اندر قفص زان سبزہ زار	نے خورش ماندست نے صبر و قرار
پنجرے کے اندر پرند کے لئے سبزہ زار کی وجہ سے	نہ بھوک رہی، اور نہ صبر و قرار (رہا)

یعنی (اس) جانور کو قفس میں اس سبزہ زار کی وجہ سے نہ کھانا رہا ہے اور نہ صبر و قرار رہا ہے (بلکہ اس کی یہ حالت ہے کہ)

سر ز ہر سوراخ بیرون می کند	تا بود کاین بند از پا بر کند
وہ ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے	کہ شاید اس بیڑی کو پاؤں سے نکال دے

یعنی (قفس کے) ہر سوراخ سے سر باہر کرتا ہے تاکہ شاید کہ اس قید کو پاؤں سے نکال دے۔

چون دل و جانش چنین بیرون بود	آن قفص را در کشائی چون بود
جب اس کا دل اور جان اس طرح باہر (کی مشتاق) ہو	اس پنجرے کا دروازہ کھلتا کیا ہو گا؟

یعنی جب اس کا دل و جان اس طرح باہر ہووے تو (اگر) تو اس قفس کا دروازہ کھول دے تو کیا نہ ہووے۔

مطلب ''آن قفص کو ہست الخ'' سے یہاں تک کا یہ ہے کہ اس نے جو کہا تھا کہ مجھے موت اور اس دنیا سے جانا ایسا شیریں ہے جیسے کہ جانور کو قفس سے چھوٹنا شیریں ہوا کرتا ہے اب ان اشعار میں جانور کے قفس سے چھوٹنے کا شیریں ہونا بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جو جانور کہ اس کا پنجرہ باغ میں رکھا ہوا اور چاروں طرف سے جانور بول رہے ہوں تو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بے صبر ہو جاویگا۔ اور نہ اسے دانہ اچھا لگے گا نہ پانی بلکہ وہ پنجرہ کے ہر سوراخ سے سر باہر نکالے گا کہ کوئی تدبیر ایسی ہو کہ جس سے میں اس سے باہر نکل جاؤں اس وقت اگر اس کا پنجرہ کوئی کھول دے تو دیکھو اس کو کس قدر مسرت ہوگی اسی طرح میں ہوں کہ میں اپنے چاروں طرف سے رحمت حق کو دیکھ رہا ہوں جنت ہے۔ اس میں میرے ہم جنس موجود ہیں لہذا مجھے اس جہان سے جانے کا بہت ہی شوق ہے تو اس حالت میں اگر کوئی مجھے مار کر اس قفس حیات سے چھڑا دے تو اس سے زیادہ اور کیا بات مسرت اور خوشی کی ہوسکتی ہے اسی لئے میں موت کا بختی سے شائق ہوں۔

نے چنان مرغ قفس در اندہان	گرد بر گردش بحلقہ گر بگان
وہ پنجرے کو اس پرند کی طرح نہیں ہے جو غموں میں ہو	(اور) اس کے ارد گرد بلیاں حلقہ کئے ہوں

یعنی نہ ایسا مرغ قفس کہ اندوہوں میں (ہو) اور اس کے گرداگرد حلقہ کئے ہوئے بلیاں ہوں۔

کے بود او را دران خوف و حزن	آرزوئے از قفس بیرون شدن
اس کو اس ڈر اور رنج میں کب ہو گی؟	پنجرے سے باہر نکلنے کی آرزو

اس کو اس خوف وحزن میں قفس سے نکلنے کی کب آرزو ہوگی (بلکہ)

او ہمی خواہد کزین ناخوش حفص	صد قفس باشد بگرد این قفص
وہ چاہے گا کہ اس ناگوار زنبیل کی بجائے	اس پنجرے کے چاروں طرف سو پنجرے ہوں

یعنی وہ یہ چاہتا ہے کہ اس ناخوش زنبیل سے سو قفس اس قفس کے گرد ہوں مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میں اس مرغ کی طرح نہیں ہوں کہ جس کے پنجرہ کے گرد بلیاں جمع ہوں کہ ذرا سا اگر اس کا پنجہ بھی باہر نکلا تو انہوں نے پکڑ لیا تو بیشک اس کو قفس سے نکلنے کی تمنا نہ ہوگی بلکہ وہ تو یہ چاہے گا کہ اس پنجرہ کے گرد اور بہت سے پنجرے ہو جاویں تو اس نے کہا کہ چونکہ میں ایسا نہیں ہوں بلکہ اس مرغ کی طرح ہوں جس کا ذکر اوپر آیا لہذا میں موت کا شائق ہوں اور ان دونوں مثالوں میں مومنین اور کافرین کی حالت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مومنین تو موت کے شائق ہوتے ہیں اس لئے کہ جنت کو اپنے چاروں طرف دیکھتے ہیں اور اپنے ہم جنسوں کو دیکھتے ہیں اور جو کافر ہیں وہ موت سے متنفر ہوتے ہیں اس لئے کہ اپنے چاروں طرف عذاب ہی عذاب دیکھتے ہیں (نعوذ باللہ منہ) آگے مولانا جالینوس کی حکایت لاتے ہیں کہ وہ کہا کرتا تھا کہ بعد موت کے میرے اندر کچھ ذرا زہوری حیات رہے تا کہ میں اس جہان کو دیکھتا رہوں تو وہ اس لئے کہتا تھا کہ اس کو اس جہان میں تو کچھ ملنے کی امید تھی نہیں جو کچھ تھا وہ اسی کو مایہ حیات سمجھتا تھا لہذا تمنا کرتا تھا کہ میری یہ حیات باقی رہے تو اس کی مثال اس جانور کی سی ہوئی کہ جس کے قفس کے گرد بلیاں ہوں اور وہ نکلنا نہ چاہتا ہو۔ اب حکایت سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اس نے کہا کہ اے ناصحو میں عالم زندگی سے سیر ہو چکا ہوں اور اب مجھے نہ جینے کی ہوس ہے نہ آرزوئے مرگ سے پشیمان ہوں میں اس کاہل کی مثل ہوں جو کہ اپنی کاہلی سے زخم کھائے جاتا ہے اور بچتا نہیں اس لئے گویا کہ وہ طالب زخم ہے پس جبکہ میں اس کاہل کی مثل ہوں اور کاہل سے طلب عافیت بے فائدہ ہے پس مجھے بھی طلب عافیت فضول ہے لہذا تم مجھ سے بچنے کی درخواست مت کرو۔ کیونکہ جو سامان عافیت کی جستجو کرے۔ وہ کاہل ہی نہیں۔ اور میں کہہ چکا ہوں کہ میں کاہل اور لاابالی وطالب مرگ ہوں پس مجھ میں اور طلب سامان عافیت میں منافات ہے اور چونکہ میں کاہل ہوں اس لئے مجھے بدوں زخم کے چین نہیں آتا اور چونکہ عاشق ہوں اس لئے زخموں سے ہی تعلق رکھتا ہوں اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ کاہل وہ نہیں جو طالب مال دنیا ہے بلکہ کاہل وہ چست وچالاک شخص ہے جو اس پل سے گزر جائے اور دنیا پر لات مار دے اور کاہل وہ نہیں جو طلب مال کے لئے دوکانوں کو لپٹے اور حرص سے تجارت میں مشغول ہو بلکہ کاہل وہ ہے جو اس عالم سے تعلق قطع کر کے کان دولت (حق سبحانہ) سے وابستگی پیدا کرے یہاں تک اس مضمون کو بیان کر کے پھر اس مسافر کا مقولہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میرے لئے تو مرنا اور اس جہان سے گزرنا یوں مرغوب ہو گیا ہے جیسے کہ جانور کے لئے قفص سے چھوٹنا اور اڑ جانا۔ اب مولانا پھر انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یاد رکھو کہ پنجرہ کے اندر جانوروں کی دو حالتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ پنجرہ باغ میں رکھا ہوا ہو اور پرند اس کے سوراخوں میں سے اپنی ہمجنس پرندوں اور خوشنما درختوں کو دیکھ رہا ہو اور حالت یہ ہو کہ پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ پنجرہ کے گرد باہر کی جانب مزہ سے آزادی کی حکایتیں بیان کر رہے ہوں۔ ایسی حالت میں وہ جانور اس سبزہ زار کو دیکھ کر کھانا پینا چھوڑ دے گا۔ اور آزادی کے لئے بے تاب ہو جائیگا اور بے قرار ہو کر ہر سوراخ سے سر باہر نکالے گا کہ کسی طرح اس قید سے چھوٹ جاؤں اب تم سوچو کہ جب اس جانور کا دل اور اس کی جان یوں باہر ہو تو اگر تم اس پنجرہ کا دروازہ کھولو تو مارے خوشی کے اس کی کیا حالت ہو گی۔ دوسرے یہ کہ جانور مغموم ومحزون ہو اور پنجرہ کے چاروں طرف بلیاں بیٹھی ہوئی ہوں اس کی حالت اس مقدم الذکر جانور کی مثل نہ ہو گی اور اس کو اس رنج وغم کی حالت میں ہرگز رہائی کی آرزو نہ ہو گی بلکہ وہ تو یہ چاہے گا کہ اس فی نفسہ نامرغوب مکان تنگ کی جنس سے اس پنجرہ کے گرد اور سو پنجرہ ہوں پس یہی حالت اہل اللہ اور اہل دنیا کی ہے کہ اہل اللہ کو قید تن سے رہائی پانے کے بعد خوشی ہی خوشی نظر آتی ہے اس لئے وہ موت کے آرزومند ہوتے ہیں اور اہل دنیا کو رنج وغم عقوبت وتکلیف محسوس ہوتی ہے لہذا وہ اس قید خانہ ہی کو غنیمت سمجھتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

بیان اس کا کہ جالینوس کا عشق دنیا پر اس لئے تھا تا کہ وہ اسی عالم میں کام آوے اور اس نے کوئی ہنر ایسا قبول نہ کیا تھا کہ اس بازار میں کام آتا اور عوام سے ممتاز رہتا

آنچنانکہ گفت جالینوس راد	از ہوائے این جہان و از مراد
جیسا کہ حکیم جالینوس نے کہا	اس دنیا کی محبت اور مراد میں

یعنی جیسا کہ جالینوس دانا نے اس جہان کی خواہش اور مراد کی وجہ سے کہا کہ۔

راضیم کز من بماند بیلیم جان	کہ زکون استرے بینم جہان
کہ میں راضی ہوں اگر آدھی جان (بھی) رہے	تاکہ خچر کی دبر سے دنیا کو دیکھوں

یعنی میں راضی ہوں کہ مجھ سے آدھی جان رہ جاوے کہ میں خچر کی کون سے جہاں کو دیکھوں۔

یعنی وہ کہتا تھا کہ اول تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میں مروں ہی نہیں اور اگر مروں تو خیر اسی پر راضی ہوں کہ اس جہان کی طرف ذرا سا سوراخ مثل گول استر کے رہ جاوے کہ میں اس کو دیکھ لیا کروں اور یہ میرے پیش نظر رہے مولانا فرماتے ہیں کہ کہ یہ اس وجہ سے تمنا کرتا تھا کہ

گربہ می بیند بگرد خود قطار	مرغش آلیس گشتہ بودست از مطار
قطار میں اپنے چاروں طرف بلیاں دیکھتا ہے	اس کا پرند (روح) پرواز سے مایوس ہو گیا ہے

یعنی وہ اپنے گرد بلیوں کی قطار دیکھ رہا ہے اور اس کا مرغ (روح) اڑنے سے ناامید ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس کو ترقی اور عروج مراتب عالیہ سے ناامیدی ہو چکی تھی اس لئے وہ تمنا کرتا تھا کہ اس جہان کو دیکھ کر ہی میں دل خوش کر لیا کروں اس لئے کہ وہاں تو عذاب ہی عذاب ہے۔ کیونکہ کوئی عمل ایسا نہیں ہے کہ کام آسکے لہذا اس کی یہ تمنا تھی۔

یا عدم دیدست غیر این جہان	در عدم نادیدہ او حشر نہان
یا اس نے اس جہان کے علاوہ کو معدوم سمجھا ہے	اس نے عدم میں چھپا ہوا حشر نہیں دیکھا ہے

یعنی یا اس نے اس جہان کے علاوہ (سب کو) معدوم سمجھا ہے اور عدم میں اس نے حشر نہاں کو نہیں دیکھا (مصرعہ ثانی میں عدم اضافی یعنی عالم غیب مراد ہے) مطلب یہ کہ یا تو اس تمنا کی وجہ وہ ہے کہ اپنے چاروں طرف

www.besturdubooks.wordpress.com

عتاب کو دیکھتا ہے اور یا یہ بات ہے کہ وہ بعد مرنے کے حیات کا اور ثمرات کے حصول کا قائل نہیں ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہے بس یہ حیات دنیاوی ہی ہے اس میں جو ل رہے گا وہی ملے گا۔ لہذا تمنا کرتا ہے کہ اس میں سے کچھ باقی رہے تاکہ بعد موت بھی اس سے مسرور ہوا کروں بالکل بیکار اور معدوم نہ ہو جاؤں آگے مولانا جالینوس کی اس تمنا کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ وہ جو اس جہان سے نکلنا نہ چاہتا تھا اور اس جہان میں جانا نہ چاہتا تھا اس کی ایسی مثال ہے۔

چون جنین کش میکشد بیرون کرم	می گریزد او پس سوئے شکم
جیسا کہ پیٹ کا بچہ کہ اس کو کرم (خداوندی) باہر کھینچتا ہے	وہ پیٹ کی جانب پیچھے کو بھاگتا ہے

یعنی جیسے کہ جنین کہ اس کو کرم باہر کھینچتا ہے اور وہ پیٹ کی طرف پیچھے کو بھاگتا ہے۔

لطف رویش سوئے مصدر میکند	او مقر در پشت مادر می کند
مہربانی اس کا رخ نکلنے کی جگہ کی طرف کرتی ہے	وہ ماں کی کمر میں ٹھکانا بناتا ہے

یعنی لطف (حق) اس کا منہ نکلنے کی طرف کرتا ہے اور وہ پشت مادر میں ٹھکانا کرتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ)

کہ اگر بیرون نہم زین شہر گام	اے عجب دیگر نہ بینم این مقام
کہ میں اگر اس شہر سے قدم باہر رکھوں گا	ہائے عجب! پھر یہ جگہ نہ دیکھوں گا

یعنی کہ اگر میں اس شہر سے قدم باہر رکھوں گا تو ارے پھر میں اس مقام کو نہ دیکھوں گا (اور کہتا ہے کہ)

یا درے بودے درین شہر وخم	کہ نظارہ کردمے اندر رحم
یا اس گندے شہر میں کھڑکی ہوتی	کہ میں رحم میں سے نظارہ کرتا

یعنی اس شہر وسیع میں کوئی دروازہ ہوتا تاکہ میں رحم کے اندر نظارہ کیا کرتا (اور تمنا کرتا ہے کہ)

یا چو چشم سوزنے را ہم بدے	کہ ز بیرون رحم دیدہ شدے
یا سوئی کے ناکے کی برابر میرے راستہ ہوتا	کہ رحم کے باہر کی چیز دیکھ لی جاتی

یعنی یا سوئی کے ناکہ کی برابر مجھے راستہ ہوتا کہ رحم کے باہر سے دیکھا جاتا۔ مطلب یہ کہ دیکھو جنین کو جب حق تعالیٰ رحم سے باہر نکالنا چاہتے ہیں تو وہ نکلتا نہیں ہے بلکہ اسی میں رہنا چاہتا ہے اور جب نکلنے ہی لگتا ہے تو تمنا کرتا ہے کہ افسوس ایسا شہر خوش پھر کہاں دیکھنے کو ملے گا۔ پس کوئی تدبیر ہوتی کہ میں اس کے اندر دیکھ لیا کرتا خواہ کوئی ذرا سا سوراخ ہوتا کہ اس کے اندر سے جھانک لیا کرتا لیکن ہر عاقل اس جنین کی اس حرکت کو اور اس کی عقل کو نفرت کی نگاہ سے دیکھے گا تو اسی طرح جالینوس یا جو اس کے مثل ہو جب دنیا میں رہنا چاہتا ہے اور آخرت میں جانے سے گھبراتا ہے اہل عقل اور اولیاء کے نزدیک وہ بھی ایسا ہی قابل نفرت اور لائق مضحکہ ہے۔ آگے اس جنین کی اس تمنا کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

این جنین ہم غافلست از عالمے	ہمچو جالینوس او . نا محرمے
وہ بھی دنیا سے اسی طرح غافل ہے	وہ جالینوس کی طرف ناواقف ہے

یعنی یہ جنین بھی ایک عالم سے غافل ہے اور مثل جالینوس کے وہ نامحرم ہے یعنی جس طرح کہ جالینوس عالم غیب سے غافل ہو کر اس عالم دنیا میں رہنے کی تمنا کرتا تھا اسی طرح وہ بچہ بھی اس عالم دنیا سے غافل ہو کر رحم میں رہنے کی تمنا کرتا ہے۔

او نداند کو رطوباتے کہ ہست	آن مدد از عالم بیرونی است
وہ نہیں سمجھتا کہ وہ رطوبتیں جو ہیں	وہ بیرونی دنیا کی مدد سے ہیں

یعنی وہ نہیں جانتا کہ جو رطوبتیں ہیں وہ عالم بیرونی ہی سے مدد ہے یعنی جن چیزوں پر رحم کی کہ یہ عاشق ہو رہا ہے اور ان کو اپنا مایہ حیات سمجھے ہوئے ہے اسے یہ خبر نہیں کہ یہ اس عالم دنیا ہی سے مدد پہنچ کر پیدا ہوتی ہے اور اگر اس عالم میں آ گیا تو اس سے لاکھوں درجہ اچھی غذائیں اس کو ملیں گی۔

آنچناں کہ چار عنصر در جہان	صد مدد دارد ز شہر لامکان
جس طرح سے دنیا میں چاروں عنصر	لامکان کے شہر سے سینکڑوں مددیں پاتے ہیں

یعنی جیسا کہ چار عنصر جہان میں کہ شہر لامکان سے سو مدد رکھتے ہیں۔

آب و دانہ در قفس گر یافتہ است	آن ز باغ و عرصۂ در یافتہ است
اگر پنجرے میں پانی اور دانہ موجود ہے	وہ باغ اور میدان سے ملا ہوا ہے

یعنی قفس میں اگر آب و دانہ پالیا ہے تو وہ باغ اور میدان سے پایا ہے مطلب یہ کہ دنیا میں جو چار عناصر ہیں ان کو عالم غیب سے مدد پہنچ رہی ہے اس لئے یہ خوشنما معلوم ہوتے ہیں ورنہ اگر اس طرف سے مدد نہ ہو تو سب غارت ہو جاویں تو اس سے قیاس کرو کہ اس جہان میں کیسی کچھ خوبیاں اور خوشنمائیاں ہوں گی۔ لیکن جس طرح کہ جنین کو ان خوبیوں کی خبر نہیں ہے اسی طرح اس شخص کو جو دنیا میں منہمک ہے اس عالم کی خبر نہیں ہے تو وہاں جاتا ہوا گھبراتا ہے۔

جانہائے انبیا بینند باغ	زین قفس در وقت نقلان و فراغ
انبیاء کی جانیں باغ کو دیکھتی ہیں	اس پنجرے سے، منتقل اور فارغ ہونے کے وقت

یعنی انبیاء علیہم السلام کی ارواح اس قفس (دنیا) میں سے منتقل اور فارغ ہونے کے وقت باغ دیکھتے ہیں۔

پس ز جالینوس و عالم فارغ اند	ہمچو ماہ اندر فلکہا بازغ اند
اس لئے وہ جالینوس اور دنیا سے بے نیاز ہیں	وہ چاند کی طرح آسمانوں پر روشن ہیں

یعنی پس وہ حضرات جالینوس اور عالم سے فارغ ہیں اور چاند کی طرح افلاک میں بازغ ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

(جالینوس سے فارغ ہونا ایک مشرب سے فارغ ہونا) مطلب یہ کہ چونکہ ان حضرات انبیاء واولیاء کی ارواح کو اس دنیا سے وہ عالم نظر آتا ہے جیسے کہ وہ جانور قفس میں سے باغ کو دیکھ رہا تھا تو یہ حضرات اس عالم میں جانے کی آرزو کرتے ہیں اور جالینوس کی طرح اس عالم میں رہنے کے متمنی نہیں ہوتے اس لئے کہ یہ تو ان کے نزدیک قفس ہے پھر اس میں ان کا دل کس طرح رہنے کو چاہے گا۔ حاصل یہ کہ جس کو اس عالم میں جانے سے امید بہبودی اور فلاح کی ہوگی وہ تو اس عالم کو قفس سمجھ کر یہاں سے نکلنا چاہے گا اور جو اس کو ملجا وماوا جانے گا وہ اسی میں لگا رہے گا اب چونکہ مولانا نے جالینوس کی یہ حکایت صرف سنی ہے کوئی یقین نہیں ہے لہذا آگے احتیاط کی وجہ سے فرماتے ہیں کہ۔

ورز جالینوس این گفت افتریست	پس جوابم بہر جالینوس نیست
اگر یہ بات جالینوس پر بہتان ہے	تو میرا جواب جالینوس کے لئے نہیں ہے

یعنی اور اگر جالینوس سے یہ قول افتراء ہے تو میرا جواب جالینوس کو نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی نے جالینوس کی طرف اس قول کو غلط منسوب کر دیا ہے تو پھر میرا روئے سخن اس کی طرف نہ ہوگا (بلکہ)

این جواب آنکس آمد کاین بگفت	کہ نبودستش دلے بانور جفت
(پھر) یہ اس کے لیے جواب ہے جس نے یہ کہا ہے	کیونکہ اس کا دل نور کا ساتھی نہیں ہے

یعنی یہ اس شخص کا جواب ہوگا جس نے کہ یہ کہا کہ اس کا دل نور کیساتھ قرین نہ تھا یعنی ہم یہ کہیں گے کہ اس کو نور قلب حاصل ہی نہ تھا لہذا ہم اسی شخص کو خطاب کریں گے اور کہیں گے کہ۔

مرغ جانش موش شد سوراخ جو	چون شنید از گربگان او عرجوا
اس کی جان کا پرند سوراخ ڈھونڈنے والا چوہا بن گیا	جب اس نے بلیوں سے "گھیرلو" سنا

یعنی مرغ جان اس کا موش ہو گیا ہے سوراخ کا ڈھونڈنے والا تو جب اس نے بلیوں سے غرغر سنا (عرخوا۔ تعبیر ہے بلی کی آواز کی جس کو اردو میں غرغر کہتے ہیں) مطلب یہ کہ جس کا یہ قول ہے اس نے مرغ جان نے جب وہاں کے عذاب دیکھے تو چوہے کی طرح دبک رہا۔

زان سبب جانش وطن دید وقرار	اندرین سوراخ دنیا موش دار
اسی لئے اس کی جان نے وطن اور ٹھکانا دیکھا	چوہے کی طرح اس دنیا کے سوراخ میں

یعنی اسی سبب سے اس کی جان نے وطن اور قرار چوہے کی طرح اس سوراخ دنیا ہی میں دیکھا۔

ہم درین سوراخ بنائے گرفت	در خور سوراخ دانائے گرفت
اسی سوراخ میں اس نے تعمیر سازی کی	سوراخ کے مناسب عقل اختیار کی

یعنی اسی سوراخ میں معماری اختیار کی اور سوراخ ہی کے لائق دانائی اختیار کر لی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیشہائے کہ مراو را در مزید	اندرین سوراخ کار آید گزید
وہ پیشے جو اس کے لئے اضافے میں	اس سوراخ میں کام آئیں اس نے اختیار کئے

یعنی وہ پیشے کہ اس کو زندگی بسر کرنے میں اس سوراخ میں کام آویں قبول کر لئے۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس قائل کا مرغ جان موش کی طرح ہو گیا ہے لہذا اس سوراخ دنیا میں اس نے بود و باش اختیار کر لی ہے اسی کے لائق اس کو عقل ہے اسی کے مناسب اس نے گھر بنایا اور ایسے ہی پیشے اختیار کئے کہ جن سے اس دنیا میں راحت مل سکے اور یہ سب اس لئے ہے کہ۔

زانکہ دل بر کند از بیرون شدن	بستہ شد راہ رہیدن از بدن
کیونکہ اس نے باہر نکلنے سے دل پھیر لیا	(اور) بدن سے نجات کا راستہ بند ہو گیا ہے

یعنی اس لئے کہ اس نے باہر جانے سے دل اکھاڑ لیا ہے اور بدن سے چھوٹنے کی راہ بند ہو گئی ہے۔ یعنی مدارج عالیہ پر پہنچنے کی اب صلاحیت نہیں رہی ہے۔ سارے در بند ہو گئے اور اس نے سمجھ لیا ہے کہ بس یہیں رہنا ہے لہذا اس کو ماوا و ملجا بنا لیا ہے آگے پست ہمتی کی وجہ سے ذلیل اشیاء کو اختیار کرنے کی نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

عنکبوت از طبع عنقا داشتی	از لعابے خیمہ کے افراشتی
مکڑی اگر عنقا کا مزاج رکھتی	لعاب سے خیمہ کب بلند کرتی ؟

یعنی مکڑی اگر طبیعت عنقا کی رکھتی تو ایک لعاب سے خیمہ کیوں بلند کرتی۔ یعنی لعاب جیسی کمزور شے سے گھر کیوں بناتی اس کا ایسے کمزور مقام کو اختیار کرنا صاف اس کی پست ہمتی کی دلیل ہے۔ اسی طرح دنیادار کی چونکہ ہمت پست ہے اور عالی مراتب سے مایوس ہو چکا ہے لہذا وہ اس ذلیل و خوار دنیا کا غلام بنا ہوا ہے اوپر جو کہا تھا کہ اس قائل کا مرغ جان مثل موش کے ہو گیا ہے اور اس کے چاروں طرف بلب جان غرارہی ہیں۔ آگے پھر اسی مضمون کی طرف رجوع ہے کہ۔

گربہ کردہ چنگ خود اندر قفص	نام چنگش صرع و سرسام و مغص
بلی نے اپنا پنجرے میں ڈال دیا	اس کے پنجہ کا نام مرگی سرسام اور پیچش ہے

یعنی بلی اپنا پنجہ قفس میں ڈالے ہوئے ہے اور اس کے پنجہ کا نام دردسر اور سرسام اور پیچش ہے۔

حصبہ و قولنج و مالیخولیا	سکتہ وسل و جذام و ماشرا
چیچک اور قولنج اور مالیخولیا	سکتہ اور سدہ اور کوڑھ اور منہ کا ورم ہے

یعنی چیچک ہے اور قولنج اور مالیخولیا ہے۔ سکتہ اور سل اور جذام اور ماشرا ہے۔ (ماشرا ایک ورم ہوتا ہے جو کہ صفرا کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے)

گربہ مرگست و مرض چنگال او	می زند بر مرغ و پر و بال او
موت بلی ہے اور مرض اس کا پنجہ ہے	جو وہ پرند اور اس کے بال و پر پر چلاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بلی تو موت ہے اور مرض اس کے پنجے ہیں وہ مرغ (جان) اور اس کے پر و بال پر مارتی ہے۔

گوشہ گوشہ می دود سوئے دوا	مرگ چون قاضی ور بخوری گوا
وہ دوا کی جانب ادھر ادھر دوڑتا ہے	موت قاضی کی طرح ہے اور مرض گواہ ہے

یعنی وہ (مرغ جان) علاج کے لئے کونہ کونہ دوڑتا ہے موت تو قاضی کی طرح ہے اور مرض گواہ ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ جس جانور کے پنجرہ کے چار طرف بلیاں ہوں اور وہ پنجے مارتی ہوں تو وہ جانور بھاگتا پھرتا ہے اسی طرح موت جو بلی کی طرح ہے وہ مرض کو تم پر مسلط کرتی ہے جو کہ اس بلی کے پنجہ کی طرح ہے تو جب مرض آتا ہے تو دنیا دار علاج کے لئے بھاگے پھرتے ہیں مگر موت اور مرض کی ایسی مثال ہے کہ جیسے قاضی اور اس کا پیادہ ہوتا ہے کہ جب قاضی نے پیادہ کو بھیجا تو وہ تم کو پکڑ کر لے ہی جاوے گا اگر تم نے اس سے کہا سنا اور آج چھوڑ بھی دیا تو کل کو ضرور پکڑ کر لے جاوے گا۔ اسی طرح اگر مرض سے آج بچ گئے اور قاضی موت صاحب کی خدمت میں آج حاضر نہ ہوئے تو اس کے بعد وہ پکڑ کر لے جاوے گا اور تم کو چھوڑنے والا نہیں ہے۔ تو جب اس سے مفر نہیں ہے تو بہتر ہے کہ قبل اس کے کہ پکڑ کر جاؤ خود ہی حاضر ہو جاؤ اور معذرت کر لو آگے خود اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

چون پیادہ قاضی آمد این گواہ	کہ ہمی خواند ترا تا حکم گاہ
یہ گواہ قاضی کے پیادے کی طرح آیا ہے	کہ وہ تجھے عدالت میں بلاتا ہے

یعنی یہ گواہ مثل پیادہ قاضی کے ہے کہ وہ تم کو عدالت تک بلاتا ہے یعنی یہ گواہ موت یعنی مرض صرف گواہ ہی نہیں ہے بلکہ سپاہی بھی ہے یہ ضرور تم کو پکڑ لے جاوے گا۔

مہلتے خواہی تو ازوے در گریز	گر پذیرد شد وگرنہ گفت خیز
تو بھاگ کے لئے اس سے مہلت مانگتا ہے	اگر اس نے مان لیا تو وہ مہلت ملی ورنہ وہ کہے گا اٹھ جا

یعنی تم اس سے بھاگنے کے لئے مہلت چاہتے ہو اگر قبول کر لیا تو چلا گیا ورنہ اس نے کہا کہ اٹھ یعنی تم اس سپاہی سے مہلت مانگتے ہو تو اگر اس نے مہلت کو قبول کر لیا تو خیر چھوڑ گیا ورنہ پھر اس نے کہا کہ اٹھو اور یہ کہہ کر لے کر روانہ ہو گیا۔

جستن مہلت دواو چارہا	کہ زنی بر خرقۂ تن پارہا
مہلت طلب کرنا دوا اور تدبیریں ہیں	تاکہ تو جسم کے چیتھڑوں کو پیوند لگا لے

یعنی مہلت کا تلاش کرنا دوا اور علاج ہیں کہ تم خرقہ تن پر پیوند لگا رہے ہو۔ یعنی تم جو علاج کرتے ہو یہ بجائے اس کے ہے کہ جیسے سپاہی سے مہلت مانگی تو خیر کبھی مہلت دیدیتا ہے مگر۔

عاقبت آید صباحے خشم وار	چند باشد مہلت آخر شرم دار
بالآخر وہ کسی صبح کو غضبناک ہو کر آتا ہے	آخر مہلت کتنی ہو گی شرم کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آخر کار ایک صبح کو دشمن کی طرح آتا ہے (اور کہتا ہے کہ) آخر مہلت کہاں تک ہوگی شرم کر یعنی وہ مہلت نہیں دیتا اور تم جو مہلت مانگتے ہو یعنی علاجات کرتے ہو تو وہ کہتا ہے کہ ارے اب کب تک مہلت دیں کچھ شرم کر کہ کتنی مرتبہ مہلتیں لے چکا ہے بس اب تو چل۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عذر خود از شہ بخواہ اے پر حسد	پیش ازانکہ آنچناں روزے رسد
اے حاسد! بادشاہ سے عذر خواہی کر لے	اس سے قبل کہ ایسا دن آئے

یعنی اے پر حسد بادشاہ سے اپنا عذر اس سے پہلے چاہ لے کہ ایسا دن پہنچے یعنی اس سے پہلے کہ تیری یہ گت بنے اور تجھے کشاں کشاں عدالت میں لے جاویں تو خود عذر خواہی کر لے کہ معاف ہو جاوے گا۔ اور پھر ساری بلائیں دور ہو جائیں گی۔

وانکہ در ظلمت براند بارگی	برکند زان نور دل یکبارگی
اور جو اندھیرے میں گھوڑا دوڑاتا ہے	اس نور سے یک لخت دل کو ہٹاتا ہے

یعنی اور جو شخص کہ گھوڑے کو ظلمت میں چلاتا ہے اور اس نور سے ایک بارگی دل اکھاڑ لیتا ہے یعنی اس کو وہ نور تو میسر نہیں ہوتا اور وہ توبہ نہیں کرتا بلکہ ہمیشہ ظلمت معصیت ہی میں رہتا ہے نعوذ باللہ منہ۔

میگریزد از گواہ و مقصدش	کان گواسوئے قضا میخواندش
وہ گواہ اور اس کے مقصد سے بھاگتا ہے	کیونکہ وہ گواہ اس کو موت کی طرف بلاتا ہے

یعنی وہ گواہ اور اس کے مقصد سے بھاگتا ہے کہ وہ گواہ اس کو قضا کی طرف بلاتا ہے یعنی چونکہ وہ گواہ اور پیادہ اس کو فیصلہ کرنے کے واسطے بلاتا ہے تو یہ اس سے بھاگتا ہے کیونکہ اس میں اس کی ساری قلعی کھلتی ہے آخر یہ انجام ہوتا ہے کہ۔

ناگہاں گیرند او را خوار و زار	کش کشان تا پیش قاضی شرمسار
اس کو ذلیل اور عاجز (بناکر) اچانک پکڑیں گے	شرمندگی کی حالت میں اس کو قاضی کے سامنے کھینچ لے جائیں گے

یعنی ناگاہ اس کو خوار و زار کر کے پکڑ لیتے ہیں کھینچتے ہوئے قاضی کے سامنے شرمسار یعنی جب کہ خود اپنی خوشی سے نہیں جاتا تو آخر کشاں کشاں لے جاتے ہیں اور قاضی یعنی موت کے پاس لے جا کھڑا کرتے ہیں اس وقت سخت شرمندگی ہوتی ہے اس لئے کہ آج تک بھاگتا ہی پھرتا تھا اب مولانا اس سے انتقال فرما کر اس مہمان کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

زین گزر کن جانب آنشخص ران	کو بمسجد آمد آن شب میہمان
اس کو چھوڑ اس شخص کی جانب چل	جو اس رات کو مسجد میں مہمان بن کر آیا

یعنی اس سے گزر کر اس شخص کی طرف چلو جو کہ اس رات کو مسجد میں مہمان آیا ہے۔ (اب آگے اسی کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اس کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ حکیم جالینوس نے اس جہان کی محبت اور اس کے مقصود ہونے کی سبب کہا تھا کہ میں اس پر بھی راضی ہوں کہ میری ذرا سی ہی جان اس میں رہ جاوے یا یہ کہ ایک چھوٹا سا سوراخ میرے لئے ہو جس سے کہ میں مرنے کے بعد اس عالم کو دیکھ سکوں۔ بات کیا تھی جو وہ یہ کہتا تھا وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے گردبلیوں کی قطار دیکھ رہا تھا یعنی عذاب الٰہی اس کے پیش نظر تھا اور اس کی روح جو ایک پرندہ کی شکل تھی اڑنے اور اس عذاب سے نجات پانے سے ناامید ہو چکی تھی یا یہ وجہ تھی کہ اس عالم کے علاوہ دوسرے عالم کو بالکل معدوم سمجھتا تھا اور عدم میں اس کو مخفی حشر نظر نہ آتا تھا لہذا اس کی ایسی حالت تھی جیسے کہ جنین کہ کرم حق اس کو قید خانہ سے چھوڑ کر ایک وسیع عالم میں لانا چاہتا ہے مگر وہ اس کو معدوم سمجھ کر پیچھے کی جانب شکم کی طرف بھاگتا ہے عنایت حق اس کو باہر لانا چاہتی ہے اور وہ پشت مادری کو اپنا مستقر بنانا چاہتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اگر اس شہر سے باہر میں نے قدم رکھا تو پھر مجھے یہ دلکش مقام دوبارہ نظر نہیں آئے گا۔ پس یا تو میں اس شہر سے نکلوں نہیں اور اگر مجبوراً نکلنا ہو تو اس شہر میں کوئی دروازہ ہونا چاہئے جس سے کہ میں اس رحم کو دیکھ کر جی خوش کر لیا کروں اور اگر دروازہ بھی نہ ہو تو سوئی کے ناکہ ہی کی برابر کوئی راستہ ہو جس سے میں باہر سے رحم کو دیکھ سکوں۔ پس یہ نامحرم جنین بھی یوں ہی عالم دنیا سے ناواقف ہے جس طرح کہ جالینوس عالم آخرت سے وہ نہیں جانتا کہ یہ رطوبات رحم جو اس کے لئے مایۂ حیات ہیں یہ بھی عالم بیرونی ہی سے حاصل ہوئی ہیں جس کا وہ منکر ہے یا جس کو وہ ناپسند کرتا ہے جس طرح عالم دنیا میں چاروں عنصروں کو شہر لامکان و عالم غیب سے جس کا جالینوس منکر تھا یا جس کو وہ ناپسند کرتا تھا سینکڑوں امدادیں پہنچتی ہیں آب ودانہ جو اس جالینوس کو اس عالم میں ملتا ہے یہ اسی باغ ومیدان غیب سے ظہور پذیر ہوا ہے پس رحم میں جنین کو یا دنیا میں جالینوس کو جو حیات حاصل ہے یہ انہیں عالموں کا صدقہ ہے جن کے وہ منکر یا کارہ ہیں۔ اگر وہ معدوم ہوتے جیسا کہ ان کا خیال ہے تو خود یہ بھی نہ ہوتے۔ ارواح انبیاء چونکہ اس باغ اور اس طمانیت کا جو کہ ان کو وہاں حاصل ہوگی اس پنجرہ کو چھوڑنے اور اس سے انتقال کے وقت مشاہدہ کرتے ہیں اس لئے وہ نہ جالینوس کی پرواہ کرتے ہیں اور نہ اس عالم کی بلکہ چاند کی طرح عالم بالا پر چمکتے ہیں یہ گفتگو تو اس وقت ہے جبکہ واقع میں جالینوس نے ایسا کہا ہو جیسا کہ اس کی طرف منسوب ہے اور اگر یہ قول اس پر افترا ہے تو میرا جواب جالینوس کو نہیں ہے بلکہ اس کو ہے جس نے ایسا کہا کیونکہ اس کا دل نور معرفت سے منور نہیں ہے اور اس کی جان کا پرندہ ایک چوہا ہے جو کہ بلی کی آواز سن کر سوراخ ڈھونڈتا ہے اور اسی سبب سے اس کی جان نے چوہے کی طرح اس دنیا کو جو سوراخ کی طرح تنگ ہے وطن اور مستقر بنا رکھا ہے اسی لئے وہ اس سوراخ میں عمارتیں بناتا ہے اور اسی کے موافق دانائی حاصل کرتا ہے اور اس لئے اس نے ان کاموں کو اختیار کیا ہے جو اس سوراخ کے اندر ترقی

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل کرنے میں کام آئیں کہ وہ سمجھ بیٹھا ہے کہ مجھے اس سوراخ سے باہر جانا نہیں ہے اور بدن سے جدائی کے ذرائع مسدود ہیں کیونکہ اگر وہ ایسا نہ سمجھتا اور عالم غیب کو اپنا وطن اصلی سمجھتا تو یہ سامان نہ کرتا۔ اور مکڑی یعنی اہل دنیا میں اگر عنقا اہل اللہ کی خاصیت ہوتی ہے تو وہ کبھی لعاب یعنی ناپائیدار اور کمزور اشیاء سے خیمہ نہ بناتے۔ کیونکہ بلی پنجرہ میں اپنے پنجے ڈال رہی ہے اور اس پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہے پنجہ سے کیا مراد ہے۔ مرگی' سرسام' مروڑ' چیچک' قولنج' مالیخولیا' سکتہ' سدہ' جذام' ماشرا وغیرہ خلاصہ یہ کہ بلی موت ہے اور امراض اس کے پنجے جس کو وہ اس کے پروبازو پر مارتی ہے اور اس کو پکڑنے کی کوشش کرتی ہے اور یہ کونہ کونہ دوا کے لئے دوڑتا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے یا یوں کہو کہ مرض ایک قاضی ہے اور امراض گواہ۔ اور یہ گواہ قاضی کے سپاہی کا کام دیتا ہے اور کہتا ہے کہ چلو قاضی صاحب تم کو اپنے اجلاس میں طلب کرتے ہیں اب تم جان چراتے ہو اور مہلت مانگتے ہو اگر اس نے مہلت دیدی تو وہ چل دیا۔ اور اگر مہلت نہ دی تو کہتا ہے کہ نہیں تم کو ابھی حاضر ہونا پڑے گا۔ اور زبردستی پکڑ لے جاتا ہے مہلت مانگنے سے کیا مطلب ہے۔ دوائیں تلاش کرنا اور خرقہ تن میں پیوند لگانے کی کوشش کرنا پس جبکہ تم پے در پے مہلتیں مانگتے ہو تو ایک روز وہ مخاصمانہ آتا ہے اور کہتا ہے کہ بھلے مانس تجھے شرم نہیں آتی آخر مہلت کی کوئی حد بھی ہے اب مہلت نہیں دی جا سکتی۔ میرے ساتھ چلو اور پکڑ کر لے جاتا ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے کمبخت قبل اس کے کہ ایسا دن آئے کہ تجھے جان چرانی پڑے اور بالآخر تجھے مجبوراً حاضر ہونا پڑے۔ حق سبحانہ سے معذرت کر کے اپنا قصور معاف کرائے اور اس کے ساتھ تعلق پیدا کر لے اور مہتدی ہو جا کیونکہ جو شخص نور ہدایت حاصل کر لیتا ہے اس کو قاضی موت سے کچھ خوف نہیں ہوتا اور نہ وہ جان چراتا ہے بلکہ بلانے کے ساتھ ہی اس کے ساتھ ہو لیتا ہے اور جو شخص ظلمت ضلالت ہی میں گھوڑا چلاتا ہے اور ہدایت سے بالکل قطع تعلق کر لیتا ہے وہ اس سپاہی اور اس کے ارادہ سے بھاگتا ہے جو کہ اس کو محکمہ قاضی میں لے جانا چاہتا ہے مگر وہ اس سے بچ نہیں سکتا بلکہ اس کو نہایت ذلت کے ساتھ کھینچتے ہوئے قاضی کے پاس لے جاتے ہیں اور وہ وہاں نہایت شرمندگی کے ساتھ جاتا ہے' اچھا اب اس قصہ کو تو چھوڑ دو اور اس شخص کی طرف رخ کرو جو مسجد میں مہمان ہو کر آیا تھا۔

شرح شبیری

اہل مسجد کا مہمان کو ملامت کرنا تا کہ اس مسجد میں نہ سووے

قوم گفتندش مکن جلدی برو	تا نگردد جامہ و جانت گرو
لوگوں نے اس سے کہا بہادری نہ دکھا' چلا جا	تا کہ تیری جان اور کپڑے گروی نہ ہو جائیں

یعنی لوگ کہتے کہ جلدی مت کر جا۔ تا کہ تیری جان اور کپڑے گرو نہ ہو جاویں یعنی کہیں تو یہیں کا نہ ہو رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور تیری جان یہیں جاوے تو یہاں سے چلا جا۔

آن زدور آسان نماید بہ نگر	کہ بآخر سخت باشد رہ گزر
وہ دور سے آسان نظر آتا ہے اچھی طرح دیکھ لے	کہ انجام کار راستہ دشوار ہو گا

یعنی وہ دور سے آسان دکھائی دیتا ہے اچھی طرح دیکھ لے۔ کہ آخر میں راستہ سخت ہو جاوے گا یعنی پھر نکلنا نہ ملے گا اور پھنس جاؤ گے لہذا ذرا اچھی طرح سوچ سمجھ لو اور سب نے کہا کہ۔

بس کسا کاویخت خودرا از نخست	وقت پیچا پیچ دستاویز جست
بہت سے انسان ہیں جنھوں نے شروع میں اپنے آپ کو لٹکا دیا	پیچیدگی کے وقت سہارا ڈھونڈا

یعنی بہت سے آدمیوں نے کہ اپنے کو پہلے تو لٹکا دیا اور پیچا پیچ کے وقت پناہ ڈھونڈی یعنی اول تو بے سوچے سمجھے نس پڑے اور جب ان پر پڑی تو گھبرا کر پناہ گزین ہوتے پھرے۔

پیشتر از واقعہ آسان بود	دردل مردم خیال نیک و بد
واقعہ سے پہلے آسان ہوتا ہے	انسانوں کے دل میں اچھے برے کا خیال

یعنی واقعہ سے پہلے تو آدمی کے دل میں نیک و بد کا خیال آسان ہوتا ہے (مگر)

چون در آید اندرون کار زار	آن زمان گردد بر آنکس کارزار
جب میدان جنگ میں آ جاتا ہے	اس وقت اس شخص پر کام دشوار ہو جاتا ہے

یعنی جب لڑائی میں آتا ہے تو اس وقت اس شخص پر کام خراب ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ کام پڑنے سے پہلے تو انسان اس کو آسان سمجھتا ہے اور اس میں گھس پڑتا ہے لیکن جب موقعہ آ کر پڑتا ہے تو مصیبت پڑتی ہے لہذا اس مسجد میں سو رہنا ابھی تو آسان معلوم ہوتا ہے لیکن جب مصیبت پڑے گی اس وقت حقیقت معلوم ہو گی لہذا ذرا سنبھل کر قدم رکھو تا کہ پھر پچھتانا نہ پڑے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چون نہ شیرے ہین منہ تو پائے پیش	کان اجل گرگست و جان تست میش
جبکہ تو شیر نہیں ہے خبردارا آگے قدم نہ رکھ	کیونکہ موت بھیڑیا ہے اور تیری جان بھیڑ ہے

یعنی جب تو شیر نہیں ہے تو قدم آگے مت رکھ کیونکہ وہ اجل تو بھیڑیا ہے اور تیری جان میش ہے مطلب یہ کہ جب تم انسان کامل نہیں ہو اور تمہارے اندر قوت اس قدر نہیں ہے کہ مصائب کو برداشت کر سکو تو پھر قدم آگے مت بڑھاؤ اور بہت موت کی تمنا مت کرو اس لئے کہ وہاں جا کر پھر کمبختی آوے گی۔

ورزابدالی و میشت شیر شد	ایمن آ کہ مرگ تو سرزیر شد
اگر تو ابدال میں سے ہے اور تیری بھیڑ شیر ہو گئی ہے	مطمئن ہو کر آ کیونکہ تیری موت سرنگوں ہو گی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اور اگر تو ابدال سے ہے اور تیرا میش شیر ہو گیا ہے تو تو بے خوف آ کہ تیرا بھیڑیا مغلوب ہو گیا مطلب یہ کہ اگر تیرے اخلاق ذمیمہ اخلاق حمیدہ سے بدل گئے ہیں اور تو ابدال میں سے ہو گیا ہے تو اب تو بے خوف ہو کر رہ اس لئے کہ تیرا گزند پہنچانے والا جو تھا اب وہ مغلوب ہو گیا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کیست ابدال آنکہ او مبدل شود	خمرش از تبدیل یزدان خل شود
ابدال کون ہے؟ وہ جو تبدیل ہو جائے	اللہ (تعالیٰ) کے تبدیل کرنے سے اس کی شراب سرکہ ہو جائے

یعنی ابدال کون ہے جو کہ مبدل ہو جاوے اور اس کی خمر حق تعالیٰ کو بدل دینے سے سرکہ ہو جاوے مطلب یہی کہ اس کے اخلاق ذمیمہ مبدل بہ اخلاق حمیدہ ہو جاویں وہی ابدال میں سے ہے"۔

لیک مست شیر گیری وزگمان	شیر پنداری تو خود را ہین مران
لیکن تو نیم مست ہے، اور گمان سے	اپنے آپ کو شیر سمجھتا ہے خبردار! آگے نہ بڑھ

یعنی لیکن تو نیم مست ہے اور گمان سے اپنے کو شیر سمجھے ہوئے ہے تو ہاں چلا مت۔ مطلب یہ کہ تو صاحب حال ہے صاحب مقام نہیں ہے یہ جوش وخروش غلبہ حال کی وجہ سے ہے اور غلبۂ حال کی کیفیت معتبر نہیں بلکہ کیفیت وہ معتبر ہے جو کہ صاحب مقام کی ہو لہذا تیرا یہ جوش قابل اعتبار نہیں ہے اور تیرے اندر قوت ابھی پوری نہیں آئی ہے لہذا ذرا سنبھل کے قدم رکھو کہ کہیں قدم پھسل نہ جاوے۔

گفت حق ز اہل نفاق نا سدید	باسہم مابینہم باس شدید
اللہ (تعالیٰ) نے گمراہ منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے	ان کی بہادری آپس میں سخت بہادری ہے

یعنی منافقین ناموافق کے حق میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی لڑائی آپس میں سخت لڑائی ہے مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے۔ باسهم بينهم شديد تحسبهم جميعا وقلوبهم شتى یعنی ان کی آپس کی لڑائی تو بڑی سخت ہے اور آپ ان کو متفق گمان فرماویں گے اور ان کے قلوب پراگندہ ہیں تو دیکھو منافقین میں چونکہ قوت نہ تھی اس لئے وہ ویسے تو بڑے قوی معلوم ہوتے تھے لیکن جب موقعہ پڑتا تھا تو رہ جاتے تھے۔

درمیان ہمدگر مردانہ اند	در غزا چون عورتان خانہ اند
ایک دوسرے کے لئے بہادر ہیں	جہاد میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں

یعنی آپس میں تو مردانہ ہیں اور لڑائی میں گھر کی عورتوں کی طرح ہیں۔

گفت پیغمبر سپہ دار غیوب	لا شجاعۃ یافتی قبل الحروب
غیب کے سپہ سالار پیغمبرؐ نے فرمایا	اے نوجوان! لڑائیوں سے پہلے بہادری کچھ نہیں ہے

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سپہدار غیب نے فرمایا ہے کہ اے جوان لڑائی سے پہلے شجاعۃ نہیں ہے یعنی قبل اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کے کہ موقعہ پڑے کوئی شجاعت کرے تو وہ قابل اعتبار نہیں ہے اور منافقین کی یہ حالت ہے کہ۔

وقت لاف غزو مستان کف زنند	وقت جوش و جنگ چون کف می فتند
جہاد کی شیخی بگھارتے وقت مستوں کی طرح سینہ ٹھوکتے ہیں	جوش اور جنگ کے وقت جھاگ کی طرح گر پڑتے ہیں

یعنی لڑائی کی شیخی کے وقت مستون کی طرح تالیاں بجاتے ہیں اور جوش و جنگ کے وقت کف کی طرح گر پڑتے ہیں مطلب یہ کہ جب لڑائی کی شیخی کا وقت آتا ہے تب تو خوب جوش و خروش کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے بڑے مرد ہیں اور جب لڑائی کا وقت آتا ہے تو بس جھاگ کی طرح گر پڑتے ہیں گویا سارا ست نکل گیا۔

وقت ذکر غز و شمشیرش دراز	وقت کروفر تیغش چون پیاز
جہاد کے ذکر کے وقت اس کی تلوار دراز ہے	کروفر کے وقت اس کی تلوار پیاز کی طرح ہے

یعنی لڑائی کے ذکر کے وقت تو اس کی شمشیر دراز ہوتی ہے اور خود لڑائی کے وقت اس کی تیغ پیاز کی طرح (تہ شدہ) ہوتی ہے مطلب یہ کہ جب لڑائی کا ذکر ہو تب تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت بڑے بہادر ہیں کہ تلوار نیام سے باہر ہوئی جاتی ہے۔ پن موقعہ پر میاں کی تلوار لپٹی کی لپٹی رہ جاتی ہے۔

وقت اندیشہ دل او غزو جو	بس بیک سوزن تہی شد خیک او
خیال کے وقت اس کا دل جنگجو ہے	پھر ایک سوئی سے اس کی مشک خالی ہو گئی

یعنی سوچنے کے وقت تو اس کا دل زخم جو ہے اور بس ایک سوئی سے اس کی مشک خالی ہوگئی یعنی جب لڑائی کے سوچنے کا وقت آوے تب تو بہت زیادہ بہادر معلوم ہوتے ہیں اور خوب خیالات پکاتے ہیں کہ جو کہ خیالات بہادری کے ہوتے ہیں۔ لیکن جب موقعہ آتا ہے تو ایک سوئی کے لگنے ہی سے کام تمام ہو جاتا ہے اور ساری مشک خالی ہو جاتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

من عجب دارم ز جویائے صفا	کو رمد در وقت صیقل از جفا
مجھے صفائی کے (اس) طالب پر تعجب ہے	جو صیقل کے وقت تکلیف سے بھاگ جائے

یعنی میں صفا کے متلاشی سے تعجب کرتا ہوں کہ وہ صیقل کے وقت جفا سے بھاگتا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ مجھے تعجب ہوتا ہے کہ جو شخص طالب صفائی قلب ہو اور وہ مجاہدات سے بھاگے۔

عشق چون دعوی جفا دیدن گواہ	چون گواہت نیست شد دعوی تباہ
عشق دعویٰ ہے تکلیف برداشت کرنا گواہ ہے	جب تیرے پاس گواہ نہیں ہے تو دعویٰ برباد ہے

یعنی عشق تو مثل دعوے کے ہے اور جفا دیکھنا گواہ ہے تو جب تمہارے پاس گواہ نہیں ہے تو دعویٰ خراب ہو گیا۔ مطلب یہ کہ عشق تو ایک دعویٰ ہے اور اس پر گواہ تحمل اور صبر علے الشدائد ہے کہ جو مصیبت ہو اور جو بات اس راہ میں پیش

www.besturdubooks.wordpress.com

آوے اس کو برداشت کرے پھر اگر تم صبر نہ کر سکے اور برداشت نہ کر سکے تو سارا دعویٰ وغیرہ ختم ہو گیا۔ اب کچھ بھی نہ رہا۔

چون گواہت خواہد این قاضی مرنج	بوسہ دہ برمار تا یابی تو گنج
جب یہ قاضی گواہ مانگے تو رنجیدہ نہ ہو	سانپ کو چوم لے' تاکہ تو خزانہ پائے

یعنی یہ قاضی جب تجھے گواہ طلب کرے تو رنجیدہ مت ہو (بلکہ) سانپ کو بوسہ دو تاکہ خزانہ ملے۔ مطلب یہ کہ اگر اس راہ میں مشکلات و مجاہدات پیش آدیں تو ان کو برداشت کرو اور رنجیدہ مت ہو بلکہ ان کو شوق سے برداشت کرو تاکہ تم کو خزانہ علوم و معارف حاصل ہو آگے تسلی اور ہمت دلانے کے لئے ایک نیا مضمون فرماتے ہیں کہ۔

آن جفا باتو نباشد اے پسر	بلکہ باوصف بدی اندر تو در
اے صاحبزادے! وہ سختی تجھ پر نہیں ہے	بلکہ اس بری صفت پر ہے جو تیرے اندر ہے

یعنی اے صاحبزادے وہ جفا تیری ساتھ نہیں ہے بلکہ (اس) وصف کے ساتھ ہے جو تیرے اندر ہے مطلب یہ کہ مجاہدات اور ریاضات جو تم سے کرائے جاتے ہیں اور اس کی وجہ سے تمہارے اوپر بظاہر مشقت ہوتی ہے تو وہ مشقت تم پر نہیں ہے بلکہ اصل میں وہ محنت اور مشقت تمہارے ان اخلاق سیۂ پر ہے جو کہ تمہارے اندر بھرے پڑے ہیں آگے اس کی مثالیں دیتے ہیں کہ۔

بر نمد چوبے کہ آنرا مرد زد	بر نمد آنرا نہ زد بر گرد زد
اس شخص نے نمدے پر جو لکڑی ماری	وہ نمدے پر نہیں ماری' گرد پر ماری ہے

یعنی نمدہ پر لکڑی جو کہ کسی مرد نے ماری تو وہ نمدہ پر نہیں ماری (بلکہ) گرد پر ماری۔ مطلب یہ کہ دیکھو نمدہ کو جھاڑتے ہیں جو لکڑی اس پر مارتے ہیں تو بظاہر تو وہ لکڑی اس نمدہ پر ماری مگر اصل میں اس گرد پر ماری جو اس کے اندر بھری پڑی ہے تاکہ وہ اس کے اندر سے نکل جاوے اسی طرح یہ مجاہدات و ریاضات شاقہ بظاہر تمہارے اوپر ہیں لیکن اصل میں تمہارے ان اخلاق پر ہیں کہ وہ تمہارے اندر سے نکل جاوے آگے اسی کی دوسری مثال فرماتے ہیں کہ۔

گر بزد مر اسپ را آن کینہ کش	آن نزد بر اسپ زد بر سکسکش
اگر سزا دینے والے نے گھوڑے کو مارا	اس نے گھوڑے کو نہیں مارا اس کی ست رفتاری کو مارا

یعنی گھوڑے کو اس کینہ کش نے مارا تو اس نے گھوڑے پر نہیں مارا (بلکہ) اس کی بدرفتاری پر مارا ہے (اس لئے کہ)

تا ز سکسک وارہد خوش پے شود	شیرہ را زندان کنی تا مے شود
تاکہ وہ ست رفتاری سے نجات پا جائے خوش رفتار ہو جائے	تو شیرہ کو قید کرتا ہے تاکہ شراب بن جائے

یعنی تاکہ وہ بدرفتاری سے چھوٹ جاوے اور خوش قدم ہو جاوے اور شیرہ کو تم قید کرتے ہو تاکہ شراب بن جاوے مطلب یہ کہ تم نے جو گھوڑے کو مارا تو اس لئے تاکہ اس کی چال درست ہو جاوے تو وہ مار اس پر نہ تھی بلکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کی اس بدرفتاری کی صفت پر تھی دوسرے مصرعہ میں دوسری مثال ہے کہ دیکھو تم شیرۂ انگور کو مٹکوں وغیرہ میں بند کرتے ہو تاکہ وہ پینے کے قابل شراب بن جاوے تو دیکھو اس کو جو بند کیا گیا صرف اس لئے کہ اس کے اندر جو خرابی تھی کہ وہ اس قابل نہ تھی کہ کوئی اس کو منہ لگاوے وہ خرابی جاتی رہی تو اسی طرح انسان مجاہدات وریاضات کر کے اخلاق ذمیمہ کو اپنے اندر سے دور کردیتا ہے آگے ایک اور مثال ہے کہ۔

آن یکے میزد یتیمے را بقہر	قند بود آن لیک بنمودہ چو زہر
ایک شخص غصہ سے ایک یتیم کو مارتا تھا	وہ شکر تھا لیکن زہر جیسا نظر آتا تھا

یعنی ایک شخص ایک یتیم کو غصہ سے مار رہا تھا تو (وہ مارنا) قند تھا (یعنی مفید تھا) لیکن بظاہر زہر معلوم ہوتا تھا۔

دید مردے آن چنانش زار زار	آمد و بگرفت زودش در کنار
ایک شخص نے اس کو ایسا زار زار (روتا) دیکھا	کہ وہ آیا اور فوراً اس کو بغل میں لے لیا

یعنی ایک شخص نے اس کو اس طرح زار زار دیکھا وہ آیا اور اس کو جلدی سے بغل میں لے لیا۔

گفت چندان آن یتیمک را زدی	چون نہ ترسیدی ز قہر ایزدی
اس نے کہا تو نے اس یتیم بچے کو اتنا مارا	تو خدا کے قہر سے کیوں نہ ڈرا؟

یعنی کہا کہ تو نے اتنا اس ذرا سے یتیم کو مارا تو قہر حق تعالیٰ سے کیوں نہ ڈرا (تو اس ضارب نے سن کر یہ جواب دیا کہ)

گفت اورا کے زدم اے جان دوست	من بران دیوے زدم کو اندر دوست
اس نے کہا اے پیارے! میں نے اس کو کب مارا ہے؟	میں نے اس شیطان کو مارا ہے جو اس کے اندر ہے

یعنی اس نے اس کو کہا کہ اے جان دوست میں نے اس کو کب مارا میں نے تو اس دیو کو مارا ہے جو اس کے اندر ہے۔ یعنی اس نے کہا کہ اس کے اندر جو شیطان گھسا ہوا ہے میں تو اس کو مار رہا ہوں اس یتیم کو مار ہی کب رہا ہوں آگے اور مثال ہے کہ۔

مادرار گوید ترا مرگ تو باد	مرگ آن خو خواہد و مرگ فساد
اگر تجھے ماں کہے خدا کرے تو مرے	تو وہ عادت کی موت اور فساد کی موت چاہتی ہے

یعنی ماں اگر (بچہ کو) کہے کہ تیری موت آوے تو اس خصلت کی موت چاہتی ہے اور مرگ فساد کی یعنی وہ مرنے کو کہتی ہے تو اس مرنے سے اس خصلت بد کا زوال مراد ہوتا ہے تو جب یہ جفائیں اور یہ بلائیں خود انسان پر ہیں ہی نہیں بلکہ اس کے اخلاق سیہ پر ہیں تو پھر وہ ان سے کیوں گھبراتا ہے اوپر کہا تھا کہ من عجب دارم ز جویائے جفا لخ آگے پھر اسی کی طرف رجوع ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آن گروہے کز ادب بگریختند	آب مردی و آب مردان ریختند
وہ لوگ جو ادب (حاصل کرنے) سے بھاگے	انہوں نے انسانیت اور انسانوں کی آبروز ریزی کی

یعنی وہ گروہ کہ جو ادب سے بھاگے تو مردی کی اور مردوں کی آبرو انہوں نے گرائی مطلب یہ کہ جو لوگ کہ مجاہدات اور ریاضات سے بھاگے تو آخر کار ایسے لوگوں نے مردانگی اور مردوں کی آبرو کھوئی ہے۔

عاذلان شان از وغا وارداند	تا چنین حیز و مخنث ماندند
ملامت کرنے والو نے انہیں جنگ سے باز رکھا	یہاں تک کہ وہ ایسے نامرد اور مخنث رہ گئے

یعنی ناصحین نے ان کو وغا سے باز رکھا یہاں تک وہ ایسے حیز اور مخنث رہ گئے مطلب یہ کہ لوگوں نے ان کو سمجھایا مجاہدات وریاضات سے ڈرایا تو یہ ان کے کہنے میں آ گئے۔اور مجاہدات وریاضات سے باز رہے اور نفس و شیطان کا مقابلہ نہ کیا تو آخر نامرد رہ گئے اور انسان کامل اور مرد نہ ہو سکے آگے مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

لاف و غرہ ژاژ خارا کم شنو	باچنیہا در صف ہیجا مرو
بکواس کرنے والے کی شیخی اور گھمنڈ کو نہ سن	ایسے لوگوں کے ساتھ جنگ کی صف میں نہ جا

یعنی بیہودہ گو کی شیخی اور غرہ کو مت سن اور نامردیوں کے ساتھ لڑائی کی صف میں مت جا جنہا سے مراد اہل جنہا) مطلب یہ کہ جو لوگ کہ تم کو مجاہدات وریاضات سے باز رکھتے ہیں اور ڈراتے ہیں ان کی باتیں ہرگز مت سنو کہ یہ تو ہمیشہ تم کو خرابی میں ڈالیں گے اور ان نامردوں کے ساتھ نفس وشیطان کے مقابلہ میں مت جاؤ اس لئے کہ اگر ان کے ہمراہ ہو گے اور یہ بھاگیں گے تو تمہاری بھی ہمت ٹوٹ جاوے گی۔آگے اس کی ایک دلیل قرآن شریف سے لاتے ہیں کہ۔

زانکہ زاد و کم خبالا گفت حق	کز رفاق سست برگردان ورق
کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے "وہ تم میں زیادہ خرابیاں ڈالتے ہیں" فرمایا ہے	تاکہ تو سست ساتھیوں سے ورق پلٹ دے

یعنی اس لئے کہ حق تعالیٰ نے مازادوکم الاخبالا (نہ زیادہ کریں گے تم کو مگر خرابی) فرمایا ہے (جس کا حاصل یہ ہے کہ) رفیق سست سے ورق لوٹ دے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے منافقین کی بابت فرمایا ہے کہ اگر وہ جنگ میں تمہارے ہمراہ ہوں گے تو چونکہ وہ خود نامرد ہیں تم کو کم ہمت کر دیں گے۔اور اپنے ساتھ تم کو بھی لے بھاگیں گے لہذا ان کی ہمراہ مت رہو۔اسی طرح اگر تم ان نامردوں کے ساتھ رہو گے تو یہ تم کو نفس وشیطان کے مقابلہ سے باز رکھیں گے اور نفس وشیطان تم پر غالب آ جاویں گے۔لہذا ایسے لوگوں سے الگ رہنا ہی بہتر ہے۔

کہ گر ایشان با شما ہمراہ شوند	غازیان بے مغز ہمچون کہ شوند
کیونکہ وہ اگر تمہارے ساتھ ہوں گے	غازی تنکے کی طرح بیکار ہو جائیں گے

یعنی کہ اگر وہ لوگ تمہارے ہمراہ ہوں گے تو غازی لوگ گھاس کی طرح بے مغز ہو جاویں گے یعنی جو کام

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے والے ہیں ان کے ساتھ مل کر وہ بھی بیکار ہو جاویں گے۔

خویشتن را باشما ہم صف کنند	پس گریزند و دل صف بشکنند
وہ اپنے آپ کو تمہارے ساتھ ہم صف کریں گے	پھر بھاگیں گے اور صف کا دل توڑ دینگے

یعنی اپنے کو تمہارے ساتھ ہم صف کرتے ہیں پھر بھاگ جاتے ہیں اور صف کا دل توڑ دیتے ہیں (اس طرح جو لوگ خود کم ہمت ہیں وہ تمہارے ساتھ ملیں گے اور مل کر تم کو بھی خراب کریں گے)

پس سپاہی اند کے بے این نفر	بہ کہ با اہل نفاق آید حشر
تو تھوڑے سپاہی اس جماعت کے بغیر	بہتر ہیں بہ نسبت اس کے منافقوں کے ساتھ اجتماع ہو

یعنی بس تھوڑے سے سپاہی بدوں اس جماعت کے بہتر ہیں کہ اہل نفاق ساتھ ایک جمگھٹ آوے یعنی منافقین کے ساتھ مل کر جماعت کثیر ہو جانے سے بہتر ہے کہ تھوڑے ہوں مگر ہوں سارے باہمت اور مسلمان۔

ہست بادام کم خوش بیختہ	بہ کہ بسیاری بتلخ آمیختہ
خوش (ذائقہ) تھوڑے بادام چھنے ہوئے	بہت سے کڑوے ملے ہوؤں سے بہتر ہیں

یعنی اچھے بادام کم بہتر ہیں زیادہ ہونے سے جو تلخی کے ساتھ ملے ہوئے ہوں یعنی وہ بادام جو کہ زیادہ ہوں اور ہوں تلخ برے ہیں اور جو شیریں ہوں اور ہوں تھوڑے وہ بہتر ہیں اسی طرح جو لوگ کم ہمت ہوں اور ہوں بہت زیادہ وہ برے اور جو باہمت ہوں اور ہوں تھوڑے سے وہ اچھے ہیں کہ وہی کچھ کام کریں گے۔

تلخ وشیریں گر بصورت یک شے اند	نقص ازان افتاد کہ ہمدل نے اند
کڑوا اور میٹھا اگرچہ بظاہر ایک چیز ہیں	خرابی اس وجہ سے واقع ہوئی کہ وہ باطن میں یکساں نہیں ہیں

یعنی تلخ وشیریں اگرچہ صورت میں ایک شے ہیں (لیکن) نقصان اس وجہ سے پڑا ہے کہ ہمدل نہیں ہیں۔

گر ترسان دل بود کو از گمان	می زید در شک ز حال آنجہان
کافر خوفزدہ دل والا ہوتا ہے کیونکہ وہ گمان	میں جی رہا ہے اس جہان کے حال کے شک میں

یعنی کافر ترسان دل ہوتا ہے کیونکہ وہ گمان کی وجہ سے اس جہان کے حال سے شک میں ہے۔

می رود در رہ نداند منزلے	گام ترسان می نہد اعمے دلے
وہ راستہ چلتا ہے منزل کو نہیں جانتا ہے	اندھے دل والا ڈرتے ہوئے قدم رکھتا ہے

یعنی راستہ میں چلتا ہے اور منزل کو نہیں جانتا قدم کو اندھے دل والا ڈرتا ہوا رکھتا ہے۔

چوں نداند رہ مسافر چوں رود	باتردد ہا و دل پرخون رود
جب مسافر نہیں جانتا ہے وہ کیسے راستہ چلے؟	مشکوک اور پرخون دل کے ساتھ چلتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب مسافر راستہ کو نہ جانے تو کس طرح چلے تردّدوں کی ساتھ اور دل پرخون ہو جاوے۔

ہر کہ گوید ہائے اینسو راہ نیست	او کند از بیم آنجا وقف و ایست
جو کوئی کہہ دے کہ ہائے اس طرف راستہ نہیں ہے	وہ اسی جگہ خوف سے توقف اور ٹھاؤ کر دیتا ہے

یعنی جو کوئی کہہ دے کہ ہائے اس طرف کو راستہ نہیں ہے تو وہ خوف کی وجہ سے اس جگہ توقف اور قیام کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو کافر جو راہ چلتا ہے اور اس راہ دنیا کو طے کرتا ہے تو ڈرتا ہوا چلتا ہے اس لئے کہ اس کو اس جہان کے وجود ہی میں شک ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی مسافر راہ چلے اور راستہ جانتا نہ ہو تو جہان کسی نے کہہ دیا کہ ارے ادھر راستہ نہیں ہے تو چونکہ جانتا نہیں ہے ڈر کے مارے وہیں ٹھہر جاوے گا اور اگر راہ کو جانتا تو وہ کسی کہنے والے کی پرواہ نہ کرتا بلکہ وہ بے کھٹکے قدم بڑھائے ہوئے چلا جاتا تو یہ ہر جگہ کھڑا ہو جانا اور ٹھہر جانا اس کی دلیل ہے کہ یہ راستہ سے ناواقف ہے اور رجما بالغیب ہی جا رہا ہے۔

ور بداندرہ دل باہوش او	کے رود ہر ہائے و ہو در گوش او
اگر اس کا باہوش دل راستہ جانتا ہے	تو ہر ہائے و ہو اس کے کان میں کہاں پہنچتی ہے؟

یعنی اور اگر راستہ کو اس کا باہوش دل جانتا ہوتا تو ہر ہائے ہو پر کب اس کا کان جاتا یعنی اگر وہ راستہ سے واقف ہوتا تو وہ اس ہائے ہوئی کرنے کو اور اس غل مچانے کو کب سنتا اس کو خود یقین ہوتا کہ میں راستہ درست چل رہا ہوں اب خواہ کوئی کتنا ہی ڈراوے وہ ڈرنے والا نہیں ہے۔ بہت بے فکری سے راہ طے کرے گا آگے فرماتے ہیں کہ۔

پس مشو ہمراہ این اشتر دلان	زانکہ وقت ضیق بیم اند آفلان
تو ان اونٹ کے دل والوں کا ہمراہی نہ بن	کیونکہ وہ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جانے والے ہیں

یعنی پس تم ان اشتر دلوں (کم ہمتوں) کے ساتھ مت رہو اس لئے کہ خوف وضیق کے وقت یہ لوگ چھپ جانے والے ہیں یعنی جب موقعہ آوے گا تو یہ تمہارا ساتھ نہ دینگے لہذا تم ان کے ساتھ مت جاؤ کہ تم کو بھی غاری کریں گے۔

پس گریزند و ترا تنہا ہلند	گرچہ اندر لاف سحر بابل اند
وہ بھاگ جائیں گے اور تجھے تنہا چھوڑ دینگے	اگرچہ وہ شیخی مارنے میں بابل کا جادو ہیں

یعنی پس بھاگ جاویں گے اور تجھے تنہا چھوڑ دیں گے اگرچہ شیخی میں سحر بابل ہیں۔ مطلب یہ کہ اگرچہ شیخی بازی میں تو سحر بابل کی طرح مشہور ہیں لیکن حقیقت میں بالکل بزدل ہیں۔

توز رعنایان مجو ہین کارزار	توز طاؤسان مجو صید و شکار
خبردار! تو نازنینوں سے جنگ کی توقع نہ رکھ	تو موروں سے صید و شکار کا طالب نہ بن

یعنی تو نازکوں سے لڑائی کو مت تلاش کر اور تو موروں سے صید وشکار کو مت ڈھونڈ مطلب یہ کہ ان نازک دلوں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوران بزدلوں سے تم مقابلہ اور صید وشکار کی امید مت رکھو۔ اس لئے ان سے کچھ نہ ہوگا۔ اور بلکہ تم کو بھی کھو دینگے۔

طبع طاؤسیت وسواست کند	دم دہد تا از مقامت بر کند
تیری مور والی طبیعت تیرے اندر وسوسے ڈالتی ہے	وہ فریب دیتی ہے تاکہ تجھے (بلند) مقام سے ہٹادے

یعنی تیری طبع طاؤسی تجھے وسواس کرتی ہے اور دم دیتی ہے تاکہ جگہ سے تجھے اکھاڑ دے مطلب یہ کہ تمہاری طبیعت جو کہ کم ہمت ہے اور جو صید معانی میں کمزور ہے وہ تجھے وسوسہ ڈالتی ہے اور مجاہدات وریاضات سے ڈر کی وجہ سے بچاتی ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کو تمہاری جگہ سے اکھاڑ دے گی اور تم اس قابل بھی نہ رہو گے جتنے اب ہو۔ آگے غزوہ بدر کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح شیطان نے اول تو سب کفار کو آ کر بہکایا اور سب سے کہا کہ چل کر لڑو اور میں ضامن ہوں کہ تم کو فتح ہوگی اور جب میدان میں پہنچا تو اس کو ملائکہ نظر آئے جو مدد کے لئے آئے تھے تو یہ وہاں سے بھاگا جب لوگوں نے اس سے کہا کہ اب بھاگتا کیوں ہے تو بولا کہ انسی اری مـالاترون کہ میں ایسی شئے کو دیکھ رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتی۔ تو فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ شیطان وقت پر بھاگ گیا اور پہلے سے بہت شیخی بگھار رہا تھا اسی طرح یاد رکھو کہ یہ لوگ جو کہ تم کو مجاہدات وریاضات سے مانع ہیں یا خود کم ہمت ہیں تم کو بیچ میں ہی چھوڑ دینگے اور ہرگز ہرگز تمہارا ساتھ نہ دیں گے۔ اب حکایت سنئے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ لوگوں نے کہا میاں جاؤ اور مسجد میں جانے میں جلدی نہ کرو تا کہ تمہارے جان کے کپڑے (یعنی تمہاری جان جو کہ مثل کپڑوں کے ہے) مجبوس نہ ہو جائیں اس میں قیام کرنا دور ہی سے آسان معلوم ہوتا ہے مگر خوب سمجھ لو کہ آخر میں یہ راستہ بہت دشوار گزار ہوگا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے کو پہلے پھنسا دیتے ہیں اور جب کشمکش میں پڑتے ہیں تو سہارا ڈھونڈتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کوئی ہم کو اس بلا سے نکالے۔ واقعہ سے پہلے اس کا خیال خواہ اچھا ہو خواہ برا نہایت آسان معلوم ہوتا ہے اور جب معرکہ کا سامنا ہوتا ہے اس وقت ان پر مصیبت پڑتی ہے جبکہ تم شیر نہیں ہو تو خبردار جنگ میں قدم نہ رکھو کیونکہ موت ایک بھیڑیا ہے اور تمہاری جان بھیڑ۔ پس موت کا اس پر قابو پالینا کچھ دشوار نہیں ہاں اگر تم کوئی ابدال ہو اور تمہاری جان جو پیشتر بھیڑ کے مانند کمزور تھی اب شیر کی مانند قوی ہو گئی ہے تو اب تم کو کچھ اندیشہ نہیں ہے۔ اب آجاؤ کیونکہ اب موت مغلوب ہے جانتے ہو کہ ابدال کون لوگ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی کایا پلٹ ہو چکی ہے اور قلب ماہیت ہو کر شراب سے سرکہ بن گئے ہیں۔ یعنی خدا نے ان کو نجس العین سے مظہر الذات بنا دیا ہے لیکن ہم کو قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تم ابھی نیم مست یعنی ناقص ہو گو تم اپنے زعم باطل میں اپنے کو شیر اور کامل سمجھتے ہو پس دیکھو تم وہاں نہ جاؤ دیکھو حق سبحانہ نے بداطوار منافقین کی نسبت فرمایا ہے۔ بـاسـهـم بینهم شدید۔ یعنی آپس میں تو خوب بہادر ہیں اور جب لڑائی میں آتے ہیں تو ایسے بزدل ہو جاتے ہیں جیسے گھروں

www.besturdubooks.wordpress.com

کی مستورات۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنگ سے پہلے شجاعت ہرگز قابل اعتماد نہیں۔ لوگ لڑائی سے پہلے تو مستوں کی طرح خوش ہوتے اور تالیاں بجاتے ہیں مگر جب جوش اور لڑائی کا وقت آتا ہے اس وقت جھاگ کی طرح بیٹھ جاتے ہیں۔ جب لڑائی کا تذکرہ ہوتا ہے اس وقت تو ان کی تلواریں کھنچی ہوئی ہوتی ہیں اور جب کروفر کا وقت ہوتا ہے اس وقت وہ تلواروں کو لپیٹ کر پیاز کی مانند کر لیتے ہیں خیال جنگ کے وقت تو ان کے دل میں لڑائی کی آرزو ہوتی ہے مگر جب کوئی ذرا سا بھی زخم لگتا ہے اس وقت ان کا سارا جوش نکل جاتا ہے اور مشک کی طرح خالی ہو جاتے ہیں۔ پس اس سے تم اپنے جوش وخروش کا اندازہ کر لو اور سمجھ لو کہ یہ جب ہی تک ہے جب تک کہ بلا کا سامنا نہیں ہوا اور جب سامنا ہوگا سارے نشے ہرن ہو جائیں گے اب ایک مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجھے سالکین خام پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ صفا چاہتے ہیں اور جب صیقل ہوتی ہے اور اس کے لئے ان کو ریاضت ومجاہدات کرنے پڑتے ہیں تو تکلیف سے بھاگتے ہیں۔ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کا عشق ایک دعویٰ ہے اور تحمل مشاق اس کا ثبوت۔ پس جب تمہارے پاس ثبوت نہ ہوگا تو لامحالہ دعویٰ خارج ہوگا۔ پس جبکہ محبوب تم سے تمہارے دعوے عشق کا ثبوت مانگے تو تم کو جزبز نہ ہونا چاہئے بلکہ مارتکالیف کو چوم چاٹ کر قبول کرنا چاہئے تا کہ گنج وصل حاصل کر سکو اور یہ بھی واضح رہے کہ ان تکالیف سے مقصود تم کو تکلیف پہنچانا نہیں ہے بلکہ ان سے ان اوصاف کہ ذمیمہ کا ازالہ مقصود ہے جو تمہارے اندر ہیں مثلاً جب کوئی شخص نمدہ پر لکڑی مارتا ہے تو اس سے اس نمدہ کو مارنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ گرد کو مارنا مقصود ہوتا ہے یوں ہی اگر کوئی چلے تن گھوڑے کو مارتا ہے تو وہ حقیقت میں گھوڑے کو نہیں مارتا بلکہ اس کی شرارت کو مارنا مقصود ہوتا ہے تا کہ وہ شرارت کو چھوڑ کر خوش قدم ہو جاوے۔ نیز دیکھو تم شیرہ کو قید خانہ خم میں قید کرتے ہو اس سے تم کو مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس کی صفت شیرہ بدل جاوے اور وہ صفت مے اختیار کر لے ورنہ اس کی ذات سے خصوصیت نہیں ہوتی۔ علے ہذا ایک شخص ایک یتیم کو مار رہا تھا یہ مار اگر چہ قند تھی مگر خود اس کو اور نیز دوسرے دیکھنے والوں کو زہر معلوم ہوتی تھی چنانچہ ایک شخص نے اس کو اس خستہ حالت میں دیکھا تو آیا اور فوراً اس کو گود میں اٹھا لیا اور مارنے والے سے کہا کہ میاں تم نے اس بیچارہ یتیم کو اس قدر مارا تمہیں خدا کا بھی خوف نہ آیا۔ اس نے کہا جناب میں نے اسے نہیں مارا بلکہ اس شیطان کو مارا ہے جو اس کے اندر حلول کئے ہوئے ہے۔ اور دیکھو ماں اگر تم سے کہتی ہے کہ تو مر جاوے تو وہ تمہارا مرنا نہیں چاہتی بلکہ اس خصلت بد کا مرنا چاہتی ہے جس سے اس کو تکلیف ہوتی ہے اور اس خرابی کا دفع ہونا چاہتی ہے جو تمہارے اندر ہے۔ پس یاد رکھو کہ جو لوگ ادب سے بھاگتے ہیں وہ شجاعت کو دھبہ لگاتے ہیں اور بہادروں کو بھی بدنام کرتے ہیں لوگ کبھی تو ادب سے خود اپنی کمزوری کے سبب بھاگتے ہیں اور کبھی یہ ہوتا ہے کہ ملامت گران کو میدان جنگ بانفس وشیطان سے بھگا دیتے ہیں اور وہ ویسے کے ویسے ہی حیز اور مخنث رہ جاتے ہیں جیسے کہ لوگ اس مہمان کو بہکانا چاہتے ہیں۔ پس جبکہ نفس وشیطان سے لڑنے کے لئے نکلو تو ایسے بیہودہ لوگوں کی شیخیاں اور بہادری کے جھوٹے لمبے چوڑے دعوے نہ سنو اور نامردوں کے ساتھ جنگ میں نہ جاؤ کیونکہ حق

www.besturdubooks.wordpress.com

سبحانہ نے فرمایا ہے لو خرجوا فیکم ما زادوکم الا خبالا۔ یعنی اگر بزدل منافقین تمہارے ساتھ جہاد میں جاتے تو ان سے سوائے نقصان کے نفع کچھ نہ ہوگا۔ اور مقصود یہ ہے کہ بزدل ہمراہیوں سے بچو کیونکہ اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ جائیں گے تو غازیان شجاع بھی ان کے سبب کاہ کی طرح بے حقیقت ہو جائیں گے۔ یہ لوگ تمہارے ساتھ صف جنگ میں شریک ہوں گے تو خود بھی بھاگیں گے اور تمہاری صف کو بھی درہم برہم کر دینگے لہذا تھوڑی سی فوج جس میں یہ لوگ شامل نہ ہوں اس سے بہتر ہے کہ منافقین کے شامل ہونے سے جماعت کثیر ہو جاوے۔ دیکھو عمدہ اور چیدہ بادام اگر تھوڑے ہوں تو وہ ان زیادہ باداموں سے اچھے ہیں جن میں کڑوے باداموں کی آمیزش ہو۔ اب یہ دیکھو کہ بادام شیریں و تلخ باوجودیکہ صورت میں یکساں ہیں پھر ان میں تفاوت کیوں ہے سو وجہ اس کی یہ ہے کہ صورت کے اتحاد کے ساتھ سیرت یکساں نہیں پس یہی فرق بہادروں اور بزدلوں میں ہے اب اس کی وجہ سنو کہ اہل باطل کمزور اور بزدل کیوں ہوتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ چونکہ وہ مبتلائے گمان ہیں اس لئے ان کو عالم آخرت میں شک ہے اور وہ اسی شک میں زندگی بسر کرتے ہیں وہ راستہ تو چلتے ہیں مگر ان کو منزل مقصود معلوم نہیں۔ پس ان کو بچ بچ کر اور ڈرتے ڈرتے قدم رکھنا ضروری ہے کیونکہ جس طرح آنکھوں کے اندھے پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہیں یوں ہی دل کے اندھے اور ناواقف بھی ڈرتے ڈرتے قدم رکھیں گے۔ دیکھو اگر کوئی مسافر راستہ نہ جانتا ہو تو وہ کیسے چلتا ہے اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ طرح طرح کے ترددات اس کو لاحق ہوتے ہیں اور نہایت ملول ہوتا ہے اور جو شخص اس سے کہتا ہے ارے ادھر راستہ نہیں ہے وہ ڈر کر وہیں ٹھہر جاتا ہے اور اگر اس کا ہوشیار دل راستہ سے واقف ہو تو وہ کسی کے شور و شر پر بھی کان نہ دھرے گا۔ پس تم ان کمزور اور بزدل لوگوں کے ہمراہ نہ ہو کیونکہ یہ لوگ تنگی اور خوف کے وقت غائب ہو جانے والے ہیں۔ بس یہ تو بھاگ جائیں گے اور تمہیں تنہا چھوڑ دینگے گو اس وقت یہ جادو بھری تقریروں سے اپنی بہادری کا یقین دلاتے ہیں تم کو نازنینوں سے لڑائی کی توقع نہ رکھنی چاہئے اور موروں سے حسد و شکار کا متوقع نہ رہنا چاہئے دیکھو تمہاری طاؤس نما طبیعت تمہارے اندر طرح طرح کے خیال پیدا کرتی ہے اور تمہارے قدم اکھاڑنے کے لئے فریب دیتی ہے بس تم اس کے دھوکے میں نہ آنا اور معرکہ سے نہ بھاگنا۔

شرح شبیری

شیطان کا قریش سے کہنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑو میں تمہاری مدد کرونگا اور اپنے قبیلہ کو مدد کے لئے بلاؤں گا پھر مقابلہ کے وقت اس کا بھاگنا

ہمچو شیطان کز وساوس بر قریش	دم دمید و گفت گرد آرید جیش
شیطان کی طرح جس نے قریش پر وسوسوں کے ذریعہ	منتر پھونکا اور کہا لشکر جمع کر لو

یعنی شیطان کی طرح کہ اس نے وساوس سے قریش پر دم پھونکا اور کہا کہ لشکر جمع کرلو۔

تا کہ در احمد ہزیمت افگنیم	بیخ و بنیاد از زمینش بر کنیم
تاکہ احمدؐ (کی صفوں) میں ہم شکست ڈال دیں	زمین سے اس کی بیخ و بنیاد اکھاڑ دیں

یعنی تاکہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ہم شکست ڈال دیں اور ان کی بیخ و بنیاد زمین سے اکھاڑ دیں (نعوذ باللہ) یعنی اس نے کہا کہ لشکر جمع کرلو تاکہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شکست دیدیں اور (نعوذ باللہ) ان کی بیخ و بنیاد کو دنیا سے اجاڑ دیں۔

چونکہ شیطان در سپہ شد صدکیم	خواند افسوں کہ انی جارلکم
جب شیطان سپاہیوں میں ایک سو ایک واں بن گیا	اس نے منتر پڑھا کہ میں تمھیں پناہ دینے والا ہوں

یعنی جب شیطان لشکر میں ہوا سو میں ایک تو اس نے افسوں پڑھا کہ میں تمہارا مددگار ہوں یعنی جبکہ منجملہ سپاہ کے شیطان بھی ہو گیا تو اس نے سب سے کہا کہ میں تمہارا مددگار ہوں اور واضح رہے کہ مولانا خود بھی آگے فرماویں گے اور احادیث میں بھی ہے کہ شیطان سراقہ کی صورت میں بن کر آیا تھا اور اس نے آ کر ساری باتیں کہی تھیں لوگ سمجھے کہ سراقہ ضامن ہوتا ہے اور یہ سراقہ خود بہت قوی تھا پھر اپنے قبیلہ کو بلانے کا مدد کیلئے وعدہ کیا تو لوگ دھوکہ میں آ گئے اور یہ نہ سمجھے کہ یہ بڑا شیطان ہے۔

چون سپہ گرد آمدند از گفت او	کرد باایشان بحیلت گفتگو
جب اس کی بات سے سپاہی جمع ہو گئے	تو ان سے چالاکی سے گفتگو کی

یعنی جب لشکر اس کے کہنے سے جمع ہو گیا تو اس کے ساتھ حیلہ سے گفتگو کی (کہ)

کہ بیارم من قبیلہ خویش را	تاکہ در ہیجا بود پشت شما
کہ میں اپنے خاندان کو لے آؤں گا	تاکہ جنگ میں تمہاری طاقت ہو

یعنی کہ میں اپنے قبیلہ کو لاؤں گا تاکہ لڑائی میں وہ تمہارا مددگار ہو (اور کہا کہ)

من شمارا عون و یاریہا کنم	تا سپاہ دشمنان تان بشکنم
میں تمہاری مدد اور اعانتیں کروں گا	تاکہ تمہارے دشمنوں کے لشکر کو شکست دیدوں

یعنی میں تمہاری مدد اور مدد کروں گا تاکہ تمہارے دشمن کی سپاہ کو شکست دیدوں۔

چون قریش از گفت او حاضر شدند	ہر دو لشکر در ملاقات آمدند
قریش جب اس کی باتوں کی وجہ سے جمع ہو گئے	(اور) دونوں لشکروں میں مڈ بھیڑ ہوئی

جب قریش اس کے کہنے سے حاضر ہوئے اور دونوں لشکر ملاقات میں آئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دید شیطان از ملائک اسپہے	سوئے صف مومنان اندر رہے
شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر دیکھا	مومنوں کی صف کی جانب (آتا ہوا) راستہ میں

یعنی شیطان نے فرشتوں کا ایک لشکر مومنوں کی صف کی طرف راہ میں دیکھا۔ یعنی اس نے دیکھا کہ ایک لشکر فرشتوں کا مسلمانوں کی طرف ان کی مدد کے لئے موجود ہے اور دیکھا کہ۔

آن جنود الم تروہا صف زدہ	گشت جان او ز بیم آتشکدہ
اس لشکر نے "جس کو تم نے نہ دیکھا" صف بنائی	اس کی جان خوف سے بھٹی بن گئی

یعنی وہ لشکر کہ نہیں دیکھتے تم اس کو صف لگائے ہوئے ہے تو اس کی جان خوف سے آتشکدہ ہو گئی یعنی آتش کدہ کی طرح اندر سے جلنے لگا اور سخت خوف اس پر مسلط ہوا۔

پائے خود واپس کشیدہ می گرفت	کہ ہمی بینم سپاہے پس شگفت
اپنے پاؤں واپس کھینچ کے روکتا تھا	کہ میں عجیب فوج دیکھ رہا ہوں

یعنی اپنے پاؤں پیچھے کو ہٹانا شروع کئے (اور کہا) کہ میں ایک لشکر بہت عظیم دیکھتا ہوں (اور کہا کہ)

کہ اخاف اللہ مالی منہ عون	اذھبوا انی اری مالا ترون
میں اللہ (تعالیٰ) سے ڈرتا ہوں میری اس کی جانب سے کوئی مدد نہیں ہے	بھاگ جاؤ میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو

یعنی کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں میری کوئی مدد نہیں ہے تم جاؤ میں دیکھتا ہوں وہ کہ تم نہیں دیکھتے یعنی اس نے کہا کہ بھائی میں تو ایسی شے کو دیکھ رہا ہوں جو تمہیں نظر نہیں آتی یعنی فرشتے لہذا اب تم جاؤ میں تو جا نہیں سکتا۔ اس لئے کہ مجھے خوف معلوم ہوتا ہے کیونکہ مر تو سکتا نہیں قیامت کی عمر ہے لیکن فرشتوں کو اگر لڑائی میں مل جاتا تو پیچ تو یہ ہے کہ گت تو خوب بناتے۔

گفت حارث اے سراقہ شکل ہین	دے چرا تو می نگفتی این چنین
حارث نے کہا اے سراقہ کی شکل والے ہائیں!	کل تو نے اس طرح کیوں نہ کہا؟

یعنی حارث نے کہا کہ ارے سراقہ شکل تو نے کل اس طرح کیوں نہ کہا تھا۔ یعنی حارث نے کہا کہ اے سراقہ کمبخت تو نے کل کیوں نہ کہا تھا کہ میں خاص موقعہ سے بھاگوں گا اور سراقہ شکل مولانا نے اس لئے فرمایا کہ وہ تو شیطان تھا مگر حارث نے سراقہ ہی کہا تھا سراقہ شکل نہ کہا تھا غرضکہ اس نے کہا کہ کمبخت اگر پہلے سے کہہ دیتا تو ہم کیوں اس مصیبت میں آکر پھنستے تو جواب دیتا ہے کہ۔

گفت ایندم من ہمی بینم حرب	گفت می بینی جعاشیش عرب
اس (شیطان) نے کہا اب میں سختی دیکھ رہا ہوں	اس (حارث) نے کہا تو عرب کے غریبوں کو دیکھ رہا ہے

یعنی شیطان نے کہا کہ میں اس وقت سختی دیکھ رہا ہوں تو حارث نے کہا کہ تو عرب کے فقیروں کو دیکھتا ہے مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شیطان نے کہا کہ مجھے ایک لشکر عظیم معلوم ہوتا ہے اس لئے میں تو جاتا نہیں تو حارث بولا کہ کمبخت تو جھوٹا ہے اس لئے کہ تو صرف عرب کے فقیروں کو سامنے دیکھ رہا ہے۔ لشکر عظیم کہاں ہے باقی تیرا بھاگنا بزدلی کی وجہ سے ہے اور حارث نے کہا کہ۔

می نہ بینی غیر این لیک اے تو شنگ	آن زمان لاف بود این وقت جنگ
اس کے علاوہ تو کچھ نہیں دیکھ رہا ہے لیکن اے شوخ!	وہ شیخی کا وقت تھا یہ جنگ کا وقت ہے

یعنی ارے ڈاکو تو سوائے ان (گدایان عرب) کے اور کچھ نہیں دیکھتا لیکن وہ تو شیخی کا وقت تھا اور یہ وقت لڑائی کا ہے۔ مطلب یہ کہ حارث نے کہا کہ کمبخت تو جو کہہ رہا ہے کہ میں ایک ایسا لشکر دیکھ رہا ہوں کہ جو تم کو نظر نہیں آتا۔ یہ سب غلط ہے بلکہ تو ان ہی لوگوں کو دیکھ رہا ہے جو سامنے کھڑے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ وہ وقت تو شیخی کا تھا تو نے کہہ دیا کہ میں مدد کروں گا اور اب جو لڑائی کا وقت آیا تو بھاگتا ہے۔

دی ہمی گفتی کہ پابندان شدم	کہ بودتان فتح و نصرت دمبدم
کل تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں	کہ تمہیں دم بدم فتح اور نصرت ہو گی

یعنی تو کل کہتا تھا کہ میں ضامن ہوا ہوں کہ دمبدم تم کو ہی فتح و نصرت ہوگی۔

دی زعیم الجیش بودی اے لعین	وین زمان نامرد و ناچیز و مہین
اے ملعون! کل تو لشکر کا سردار تھا	اب نامرد اور ناچیز اور ذلیل ہے

یعنی ارے ملعون کل تو تو ضامن لشکر تھا اور اس وقت ناچیز اور نامرد اور ذلیل ہے۔

تا بخوردیم آن دم تو و آمدیم	تو بتون رفتی و ماہیزم شدیم
یہاں تک کہ ہم تیرا جھانسا کھا گئے اور ہم آ گئے	تو بھٹی میں گیا اور ہم ایندھن بن گئے

یعنی یہاں تک کہ ہم نے وہ تیرا دم کھا لیا اور ہم آ گئے تو اب تو تو حمام میں چلا گیا اور ہم ایندھن ہو گئے یعنی ہم تیرے بہکانے میں آ کر یہاں چلے آئے تو اب تو چھوڑ چھاڑ کر اور ہمیں اس بلا میں جھونک کر جاتا ہے اور بھاگتا ہے۔

چونکہ حارث با سراقہ گفت این	از عتابش خشمگین شد آن لعین
جب حارث نے سراقہ سے یہ بات کہی	وہ ملعون اس کے غصہ سے غضبناک ہو گیا

یعنی جبکہ حارث نے سراقہ سے یہ کہا تو اس کے عتاب سے وہ ملعون غصہ میں ہو گیا یعنی جب حارث نے برا بھلا کہا تو اس ملعون کو غصہ آ گیا۔

دست خود خشمین ز دست او کشید	چون ز گفت اوش درد دل رسید
غصہ میں اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑا لیا	چونکہ اس کی گفتگو سے اس کو دل کا درد ہوا

یعنی اپنا ہاتھ غصہ میں اس کے ہاتھ سے کھینچ لیا جبکہ اس کے کہنے سے اس کو درد دل پہنچا یعنی اس کے برا بھلا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہنے سے جو دل دکھا تو اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑالیا۔

سینہ اش را کوفت شیطان وگریخت	خون آن بیچارگان زین مکر ریخت
شیطان نے اس کے سینہ پر دو ہتڑ مارا اور بھاگ گیا	اس مکاری سے ان بیچاروں کا خون بہا دیا

یعنی شیطان نے حارث کے سینہ کو کوٹا اور بھاگ گیا اور ان بیچاروں کا خون اس مکر سے ریختہ کیا یعنی ہاتھ چھڑا کر حارث کے سینہ پر ایک لات رسید کر کے چل دیا۔ اور ان سب کو بلا میں پھنسا کر ان کا خون گرایا کہ قریب قریب سارے قتل ہوئے۔

چونکہ ویران کرد چندین عالم او	پس بگفت انی برئ منکم
جب اس نے اتنی دنیا ویران کر دی	تو بولا میں تم سے بیگانہ ہوں

یعنی جب کہ اس نے اس قدر عالم کو ویران کر دیا تو پھر کہا کہ میں تم سے بری ہوں یعنی جب سب کو لا کر پھنسا چکا اور بلا میں ڈال چکا تو اب کہتا ہے کہ میں بری ہوں میں تمہارا ساتھ نہیں دیتا۔

کوفت اندر سینہ و انداختش	پس گریزان شد چو ہیبت تاختش
اس کی چھاتی پیٹی اور اس کو گرا دیا	پھر بھاگ گیا جبکہ اس پر ہیبت طاری ہوئی

یعنی اس کے سینہ میں مارا اور اس کو ڈال دیا پھر جب ہیبت اس کو ہوئی تو بھاگ گیا۔ یعنی جب فرشتوں کو دیکھا تو حارث کو دھکا دیکر خود چل دیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

نفس و شیطان ہر دو یک تن بودہ اند	در دو صورت خویش را بنمودہ اند
نفس اور شیطان دونوں ایک تھے	انہوں نے دو صورتوں میں اپنے آپ کو دکھایا ہے

نفس و شیطان دونوں ایک تن ہیں اور اپنے کو دو صورتوں میں دکھلایا ہے۔ مطلب یہ کہ نفس انسانی اور شیطان دونوں ایک ہی ہیں صرف صورت میں فرق ہے ورنہ دونوں ایک ہی ہیں تو جس طرح کہ اس شیطان نے دھوکہ دیا اور وقت پر چھوڑ کر بھاگ گیا اسی طرح تمہارا نفس بھی تمہارا ساتھ نہ دے گا۔ بلکہ چھوڑ کر الگ ہو جاویگا۔

چون فرشتہ و عقل کایشان یک بدند	بہر حکمتہاش دو صورت شدند
جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے	اس (اللہ) کی حکمتوں کی وجہ سے دو صورت ہو گئے

یعنی جیسے کہ فرشتہ اور عقل کہ وہ ایک تھے اور حکمتوں کے لئے وہ دو صورت ہو گئے اسی طرح نفس و شیطان بھی دونوں ایک ہی ہیں لیکن صرف صورتیں مختلف ہیں اور ایک ہونے کے دونوں کے معنے یہ ہیں کہ دونوں کے مقتضیات و شہوات یکساں ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

دشمنے داری چنین در سر خویش	مانع عقل ست و خصم جان و کیش
تو اپنے اندر ایسا دشمن رکھتا ہے	جو عقل کیلئے مانع اور جان اور مذہب کا دشمن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو ایک ایسا دشمن اپنے باطن میں رکھتا ہے جو کہ مانع عقل ہے اور جان و مذہب کا دشمن ہے۔

یک نفس حملہ کند چون سوسمار	پس بسوراخے گریزد در فرار
وہ گوہ کی طرح ایک دم حملہ کرتا ہے	پھر بھاگتا ہوا سوراخ میں گھس جاتا ہے

یعنی ایک گھڑی کے لئے سوسمار کی طرح حملہ کرتا ہے پھر سوراخ میں بھاگ جاتا ہے۔

در دل او سوراخہا دارد کنون	سر زہر سوراخ می آرد برون
وہ اب اس (انسان) کے دل میں بہت سے سوراخ بنائے ہوئے ہے	(اور) ہر سوراخ سے سر باہر نکالتا ہے

یعنی دل میں وہ بہت سے سوراخ رکھتی ہے کہ اب ہر سوراخ سے سر باہر نکالتی ہے۔ (سوسمار کا قاعدہ ہے کہ یہ اپنے گھر کے بہت سے سوراخ بناتی ہے اگر ایک طرف سے کوئی مارتا ہے تو دوسری طرف سے نکل جاتی ہے ادھر سے کوئی مارے تو اور طرف سے باہر ہو جاوے غرضکہ مار نہیں کھاتی) تو فرماتے ہیں کہ سوسمار کی طرح یہ نفس و شیطان بھی دل کے اندر بہت سے سوراخ رکھتے ہیں وہ سوراخ طرق اضلال ہیں کہ مختلف طریقوں سے انسان کو بہکاتے ہیں اور اگر ایک طرف سے گمراہ نہ کر سکے تو دوسرا طریقہ اختیار کرتے ہیں غرضکہ قابو میں نہیں آتے۔

نام پنہان گشتن دیو از نفوس	واندران سوراخ رفتن شد خنوس
شیطان کا نام انسانوں سے چھپ جانے	اور سوراخوں میں گھس جانے سے خنوس ہو گیا ہے

یعنی شیطان کے نفوس سے پوشیدہ ہونے کا اور اس سوراخ میں چلے جانے کا نام خنوس ہو گیا۔

کہ خنوسش چون خنوس قنفذ است	چون سر قنفذ ور آمد شد است
اس کا گھس جانا سیہی کے گھسنے کی طرح ہے	سیہی کے سر کی طرح اس کی آمد و رفت ہے

یعنی کہ اس کا پوشیدہ ہونا مثل سیہی کے پوشیدہ ہونے کے ہے جیسے کہ سیہی کا سر کہ اس کے لئے آمد و شد ہے یعنی جس طرح کہ سیہی کہ وہ کبھی سر کو باہر نکالتی ہے اور کبھی اندر کر لیتی ہے اسی طرح نفس و شیطان کہ کبھی پوشیدہ ہوتے ہیں اور کبھی ظاہر ہوتے ہیں۔

کہ خدا آن دیو را خناس خواند	کہ سر آن خار پشتک را بماند
اللہ (تعالیٰ) نے اس شیطان کو خناس کہا ہے	کیونکہ وہ سیہی کے سر کی مانند ہے

یعنی کہ خدا نے اس شیطان کو خناس کہا اس لئے کہ اس خار پشت کے سر کے مشابہ ہوا مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو شیطان کو خناس کہا ہے تو اس لئے کہ اس کی عادت ہے کہ کبھی پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی ظاہر تو اسی پوشیدگی کو خنوس کہہ دیا اور اس کی وجہ سے صاحب خنوس کو خناس فرما دیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

می نہان گردد سر آن خار پشت	دمبدم از بیم صیاد درشت
اس سیہی کا سر چھپ جاتا ہے	فوراً سخت شکاری کے ڈر سے

یعنی اس خار پشت (سیہی) کا سر دمبدم صیاد سخت کے خوف سے پوشیدہ ہوتا ہے یعنی جس طرح کہ وہ صیاد کے ڈر کے مارے اپنا سر چھپالیتی ہے اسی طرح یہ حضرت شیطان بھی چھپتے پھرتے ہیں۔

تا چو فرصت یافت سر آرد برون	زین چنین مکرے شود مارش زبون
جب اس نے موقع پایا سر باہر نکالا	ایسے مکر سے اس سے سانپ مغلوب ہو جاتا ہے

یعنی تا کہ جب فرصت پاوے تو سر باہر نکالے تو ایسے مکر سے اس کا ساتھی عاجز ہو جاتا ہے یعنی جب دیکھا کہ اب میں مغلوب ہوں گا تو چھپ جاتا ہے اور جب خوف جاتا رہا تو اب پھر سر نکالتا ہے اس طریقہ سے اپنے ساتھی کو عاجز کر دیتا ہے کہ وہ اس کا کچھ نہیں کر سکتا آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر نہ نفس از اندرون راہت زدے	رہزناں را بر تو کے دستے بدے
اگر نفس اندر سے تیری راہزنی نہ کرتا	رہزنوں کو تجھ پر کب قابو ہوتا؟

یعنی اگر اندر سے تیری راہ نفس نہ مارتا تو رہزنوں کو تجھ پر کب قدرت ہوتی مطلب یہ کہ انسان پر جو آفات آتی ہیں یہ ساری اس کی نحوست ہے کہ یہ خود ارتکاب معاصی کرتا ہے ورنہ اگر یہ خود کچھ نہ کرے تو کوئی وبال اس پر نہ آوے۔

زان عوان مقتضی کہ شہوت است	دل اسیر حرص و آز و آفت است
اس تقاضہ کرنے والے سپاہی کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے	دل حرص اور لالچ اور مصیبت کا قیدی ہے

یعنی اس سپاہی کا تقاضا گری کی وجہ سے جو کہ شہوت ہے دل حرص و آز اور آفت کا اسیر ہے۔

زان عوان مبر شدی دزد و تباہ	تا عوانان را بقہر تست راہ
اس پوشیدہ سپاہی کی وجہ سے تو چور اور تباہ بنا	یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے اوپر ظلم کا موقع ملا

یعنی اس سپاہی کی وجہ سے تو بتر اور چور اور تباہ ہو گیا ہے یہاں تک کہ سپاہیوں کو تیرے قہر پر راستہ ہے۔ مطلب یہ کہ جبکہ تو اس عوان شہوت وغضب کی وجہ سے تباہ ہو رہا ہے تو یہی وجہ ہے کہ تو ان آفات دنیاوی میں پھنس رہا ہے۔ وہ باطنی عوان صورت ظاہر میں نمودار ہو جاتے ہیں۔

در خبر بشنو تو این پند نکو	بین جنبیکم لکم اعدا عدو
حدیث میں تو اس نیک نصیحت کو سن لے	(کہ) تمہارا سب سے بڑا دشمن تمہارے دونوں پہلوؤں میں ہے

یعنی تم حدیث میں یہ عمدہ نصیحت سن لو کہ درمیان دونوں پہلوؤں تمہارے کے سب سے بڑا دشمن ہے یعنی حدیث میں ہے اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک تو کہتے ہیں کہ سب سے زیادہ تمہارا دشمن

www.besturdubooks.wordpress.com

یہی ہے اسی سے بچنا ضروری ہے۔ بس جو یہ کہے اس کی سننا ہی مت۔

طمطراق این عدو مشنو گریز	کو چو ابلیس است در رنج وستیز
اس دشمن کی شان وشوکت (کی باتیں) نہ سن، بھاگ جا	کیونکہ وہ جھگڑے اور لڑائی میں شیطان کی طرح ہے

یعنی اس عدو کی طمطراق مت سنو اور بھاگ جاؤ کیونکہ وہ رنج وستیز میں مثل ابلیس کے ہے یعنی جس طرح کہ ابلیس ہر گھڑی اور ہر وقت لڑنے اور رنج دینے کو تیار ہے اسی طرح یہ نفس بھی ہر گھڑی تکلیف پہنچانے کو تیار ہے لہذا خدا کے واسطے اس سے الگ رہو اور اس کی مت سنو۔

بر تو او از بہر دنیا و نبرد	آن عذاب سرمدی را سہل کرد
تجھ پر اس نے دنیا اور دشمنی کی خاطر	اس دائمی عذاب کو آسان کر دیا ہے

یعنی تجھ پر اس نے دنیا اور نبرد کے واسطے اس عذاب ابدی کو سہل کر دیا ہے یعنی اس نے صرف دنیا کے واسطے اس عذاب ابدی کو تمہیں سہل کر کے دکھا دیا اور تم کو اس سے بےخوف کر دیا ہے اور اس قدر جری کر دیا کہ برابر مرتکب معاصی کے ہوتے ہو اور کچھ خبر نہیں۔

چہ عجب گر مرگ را آسان کند	از سحر خویش صد چندان کند
کیا تعجب ہے اگر وہ موت کو آسان کر دے	وہ اپنے جادو سے اس سے سو گنا کر دیتا ہے

یعنی کیا تعجب ہے اگر موت کو آسان کر دے وہ اپنے سحر سے ایسے سینکڑوں کو کرتا ہے یعنی اس نے موت کو تم پر آسان کر دیا اور اس سے بےخوف کر دیا تو کچھ تعجب نہیں اس لئے کہ اس کی فسوں گری تو اس سے کہیں زیادہ ہے آگے کچھ سحر کے آثار کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

سحر کاہے را بصنعت کہ کند	باز کوہے را چو کاہے می تند
جادو کاریگری سے تنکے کو پہاڑ بنا دیتا ہے	پھر پہاڑ کو تنکا جیسا کر دیتا ہے

یعنی سحر کاریگری سے تنکے کو پہاڑ کر (کے دکھا) دیتا ہے اور پھر پہاڑ کو تنکے کی طرح کر (کے دکھا) دیتا ہے۔

زشتہا را نغز گرداند بفن	نغزہا را زشت گرداند بہ ظن
فریب سے برائیوں کو بھلا کر دیتا ہے	بدگمانی سے بھلائیوں کو برا بنا دیتا ہے

یعنی برائیوں کو (اپنے) فن سے بھلائیاں کر دیتا ہے اور بھلائیوں کو گمان میں زشت کر دیتا ہے۔

آدمی را خر نماید ساعتے	آدمی سازد خرے را زاتے
ایک گھڑی میں آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے	فن سے گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے

یعنی آدمی کو ایک گھڑی کے لئے گدھا (کر) دکھاتا ہے اور گدھے افسوں سے آدمی بنا دیتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کار سحر انیست کودم می زند	ہر نفس قلب حقائق می کند
جادو کا یہ کام ہے کہ وہ پھونک مارتا ہے	ہر وقت حقیقتوں کو تبدیل کر دیتا ہے

یعنی سحر کا یہی کام ہے کہ وہ پھونکتا ہے تو ہر گھڑی تبدیل حقائق کر دیتا ہے (اور اچھے کو برا اور برے کو اچھا کر دکھاتا ہے)

این چنین ساحر درون تست سر	ان فی الوسواس سحرا مستتر
ایسا جادوگر تیرے اندر پوشیدہ ہے	بیشک وسوسوں میں مستقل جادو ہے

یعنی ایسا ہی ایک ساحر تیرے اندر پوشیدہ تحقیق وسواس میں ایک سحر مستتر ہے (مطلب یہ کہ جیسے کہ ہم نے اوپر آثار سحر بیان کئے ہیں بس ایسا ہی ایک ساحر تیرے اندر بھی ہے جو کہ ایسا ہی سحر تجھ پر کرتا رہتا ہے اور وہ ساحر نفس ہے اور سحر وساوس ہیں کہ وساوس میں مبتلا ہو کر انسان کو حقائق اشیاء سے بے خبری ہو جاتی ہے اب یہاں سننے والے کو ایک قسم کی یاس ہوتی ہے کہ جب خود ہمارے اندر ہی یہ بلا موجود ہے تو اب ہم اس سے کہاں بچ سکتے ہیں اب تو ضرور اس کے ہاتھوں تباہ ہوں گے۔ لہٰذا آگے اس کے تسلیہ کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

اندران عالم کہ ہست این سحرہا	ساحران ہستند جادوئے کشا
جس دنیا میں یہ جادو ہیں	(وہاں) جادو کا توڑ کرنے والے جادوگر بھی ہیں

یعنی اس عالم میں کہ یہ سحر ہیں بہت سے ساحر جادو کشا ہیں۔ مطلب یہ کہ جہان یہ سحر کرنے والے اور گمراہ کنندگان ہیں وہاں اس سحر کو کھولنے والے اور ہدایت کنندگان بھی موجود ہیں اور وہ شیوخ کاملین ہیں کہ وہ شیطان کے مکروں کو پہچان کر اس کا توڑ کر دیتے ہیں۔

اندران صحرا کہ رست این زہر تر	نیز روئیدست تریاق اے پسر
جس جنگل میں یہ تازہ زہر اگا ہے	اے صاحبزادے! (وہاں) تریاق بھی اگا ہے

یعنی جس صحرا میں کہ یہ زہر تر اگا ہے (وہیں) اے صاحبزادے تریاق بھی پیدا ہوا ہے۔

گویدت تریاق از من جو سپر	کہ ز زہرم من بتو نزدیک تر
تریاق تجھ سے کہتا ہے مجھ سے ڈھال لے لے	کیونکہ میں تجھ سے زہر سے زیادہ نزدیک ہوں

یعنی تریاق تجھ سے (بزبان حال) کہہ رہا ہے کہ مجھ سے پناہ تلاش کر کہ میں زہر کی نسبت تجھ سے زیادہ نزدیک ہوں۔ مطلب یہ کہ مرشدین کاملین بلا رہے ہیں کہ اے شیطان کے پھندے میں پھنسنے والو ادھر آؤ اور ہماری مدد سے اس ورطۂ ہلاکت سے نجات پاؤ اور میرے پاس آجاؤ اس لئے کہ میں اس گمراہ کنندہ اور شیطان کی نسبت تم سے زیادہ نزدیک ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت او سحرست و ویرانے تو	گفت من سحرست و دفع سحر او
اس کی گفتگو جادو ہے (اور) تیری تباہی ہے	میری باتیں جادو ہیں اور اس کے جادو کا توڑ ہیں

یعنی (وہ مرشدین فرمارہے ہیں کہ) اس کا کہنا سحر ہے اور تیری ویرانی ہے اور میرا کہنا سحر ہے اور اس سحر کا دفع ہے یعنی اس کے اقوال تو ایسے ہیں کہ سحر ہیں لیکن اس سے تم کو بربادی اور ویرانی حاصل ہوتی ہے اور میرا کہنا بھی سحر ہے یعنی سریع التاثیر ہے لیکن یہ میرے اقوال اس سحر کے دافع اور ہدایت کرنے والے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ ان فی البیان	سحر او حق گفت آن خوش پہلوان
پیغمبرؐ نے فرمایا بے شک بیان میں	جادو ہے اس اچھے سردار نے سچ فرمایا

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیان میں سحر ہوتا ہے اور اس اچھے پہلوان نے حق کہا ہے یعنی حدیث میں جو ان من البیان لسحرا آیا ہے یہ بالکل صحیح ہے کہ دیکھو ان گمراہ کنندگان کے اقوال بھی سحر ہیں کہ بیحد سریع التاثیر ہیں اور ہدایت کنندگان کے اقوال بھی سحر ہی کی طرح سریع التاثیر ہیں لیکن مابین فرق یہ ہے کہ۔

لیک سحرے دفع سحر ساحران	مایۂ تریاک باشد در جہان
لیکن وہ جادو جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہے	(اور) دنیا میں تریاق کا سرمایہ ہوتا ہے

یعنی لیکن ایک سحر تو ساحروں کی سحر کا دافع ہے اور جہان میں مایہ تریاق ہوتا ہے۔

آن بیان اولیاؤ اصفیاست	کز ہمہ اغراض نفسانی جداست
وہ اولیاء اللہ اور برگزیدہ لوگوں کا بیان ہے	جو تمام نفسانی غرضوں سے جدا ہے

یعنی وہ بیان اولیاء و اصفیاء کا ہے کہ تمام اغراض نفسانی سے جدا ہے مطلب یہ کہ کلام دو طرح کے ہوتے ہیں جو سحر کی طرح سریع التاثیر ہوتے ہیں ایک تو وہ جو ہلاک کرنے والا راہ حق سے پھیرنے والا وہ تو کلام شیاطین و وساوس نفس ہے اور ایک وہ جو کہ ہدایت کرنے والا اور شیاطین کے سحر کو اور اس کے اثر کو دفع کرنے والا وہ کلام اولیاء اللہ ہے کہ جو تمام اغراض نفسانیہ سے جدا ہو چکے ہیں کہ ان کے کلام میں ہدایت و رشد ہوتی ہے آگے ان سب کا حاصل فرماتے ہیں کہ۔

حاصل آن کز زہر نفس دون گریز	نوش کن تریاق مرشد چست و تیز
خلاصہ یہ ہے کہ کمینہ نفس کے زہر سے بھاگ	چستی اور تیزی سے مرشد کا تریاق پی لے

یعنی حاصل یہ ہے کہ کمینہ کے زہر سے تو بھاگ اور مرشد کا تریاق چست و چالاک (ہوکر) نوش کر۔ یعنی اس کی باتوں اور اس کی ہدایتوں پر عمل کر اور نفس و شیطان کو دفع کرتا کہ تو کسی کام کا ہو۔

این طلسم سحر نفس اندر شکن	سوئے گنج پیر کامل نقب زن
نفس کے جادو کے اس طلسم کو توڑ دے	کامل شیخ کے خزانے کی طرف سوراخ کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس طلسم سحر نفس کو توڑ ڈال اور پیر کامل کے خزانہ کی طرف نقب لگا۔ یعنی اس خزانہ شیخ کامل کو حاصل کر اور اس نفس و شیطان کے طلسم کو توڑتا کہ رہائی پاکر اور گمراہی سے نکل کر راہ ہدایت پر آ جاؤ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بس درازست این سوے آغاز ران	جانب مہمان و مسجد باز را
یہ بہت لمبی بات ہے شروع کی طرف چل	مہمان اور مسجد کی طرف پھر چل

یعنی یہ (قصہ تو) بہت دراز ہے تم شروع کی طرف چلو۔ مہمان اور مسجد کی طرف کو واپس چلو۔ مطلب یہ کہ یہ مضمون نفس کے مکائد کا اور مرشد کی ترغیب کا تو بہت طویل ہے لہٰذا اس کو یہیں چھوڑ کر اب ذرا مہمان اور مسجد کا قصہ بیان کرو۔

زین گذر کن باز تا مسجد بیا	قصہ مہمان بگو وان ماجرا
اس کو چھوڑ پھر مسجد کی طرف آ	مہمان کا قصہ اور وہ سرگزشت بیان کر

یعنی اس سے گزر کر اور پھر مسجد تک آ۔ قصہ مہمان کا کہہ اور وہ ماجرا یعنی اب اس مسجد والے مہمان کے قصہ کو پورا کر دو اور اسے بیان کرو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اوپر بیان کیا تھا کہ نامردوں کے ساتھ مت ہو کیونکہ یہ بھاگ جائیں گے اور تمہیں تنہا چھوڑ جائیں گے۔ اس کو ایک واقعہ سے واضح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہاری حالت ایسی ہوگی جیسے کہ شیطان نے قریش پر وساوس سے جادو کیا تھا کہ تم لشکر جمع کرو تا کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شکست دیں اور ان کی بیخ و بنیاد صفحہ ہستی سے اکھیڑ ڈالیں۔ جبکہ شیطان فوج میں سردار ہو گیا تو اس نے یہ منتر پھونکا کہ میں تمہارا معین و مددگار ہوں تم ہرگز نہ گھبراؤ اور نہایت اطمینان کے ساتھ تیاری کرو جب اس کے کہنے سے فوجیں مجتمع ہوئیں تو اب اس نے یہ جل کھیلا کہ میں اپنے قبیلہ کو لاتا ہوں تا کہ لڑائی میں تمہارا مددگار رہو تم گھبراؤ مت میں تمہاری خوب مدد کروں گا۔ حتیٰ کہ تمہارے دشمنوں کی فوج کو کامل شکست دوں گا۔ جبکہ اس دم دلاسے سے قریش میدان جنگ میں آئے اور دونوں لشکر مقابل ہوئے تو شیطان نے دیکھا کہ ملائکہ کی فوج مسلمانوں کی صف کی طرف مدد کے لئے آ رہی ہے اور غیر مبصر لشکر صف زدہ ہے یہ دیکھ کر مارے خوف کے اس کی جان آتش کدہ ہوگئی اور یہ کہتا ہوا الٹے پاؤں لوٹا کہ میں ایک عجیب لشکر دیکھ رہا ہوں اور میں خدا سے ڈرتا ہوں کیونکہ اس کے مقابلہ میں میرا کوئی مددگار نہیں اور میں اس سے نہیں بچ سکتا۔ بس جاؤ میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اس پر حارث بن ہشام نے کہا کہ اے شبیہ سراقہ تو یہ تو بتا کہ کل تو نے یہ کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ ہم مصیبت میں نہ پڑتے اب تو ہم کو پھنسا کر الگ ہوتا ہے اس نے کہا کہ کل وہ تباہی میرے پیش نظر نہ تھی جو اب دیکھ رہا ہوں اس نے کہا کہ ابھی تیرے سامنے کونسی فوج جرار ہے صرف چند فقراء عرب ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ وہ شیخی کا وقت تھا اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ڈینگیں مار رہا تھا اور اب لڑائی کا وقت ہے اس لئے بھاگتا ہے کل تو تو کہتا تھا کہ میں ذمہ دار ہوں کہ تم کو فتح ونصرت ہوگی اور آج یوں جان چراتا ہے۔ نیز کل تو تو سپہ سالار بنا ہوا تھا اور اب نامرد حقیر اور بودا بنتا ہے۔ تیری شیخیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم دھوکہ میں آ کر میدان جنگ میں آ گئے تو نے گوہ کھایا۔ اور جھوٹے وعدے کئے اور ہم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ کہ ہم آتش جنگ کا ایندھن بن گئے۔ (ھذا ھو المراد ولاتلتفت الی ماقال ولی محمد یعنی چنانچہ کناس از گلخن سرگین آوارہ درآتشدان حمام می انداز دوبازی رود بچنین مارا آوردہ درآتش جنگ بہ سوختن داوے انتہی فانہ لایساعدہ عنوان البیان) جب حارث نے سراقہ سے اس قسم کی گفتگو کی تو وہ لعین اس کی سرزنش سے غصہ ہو گیا اور غصہ سے اپنا ہاتھ اس ہاتھ سے چھڑا لیا کیونکہ اس کی گفتگو سے اس کو سخت صدمہ پہنچا تھا وہ آپ تو اس کے سینہ پر دوتھپڑ مار کر بھاگ گیا اور فریب سے ان بیچاروں کا خون کر گیا۔ اور جبکہ اتنے عالم کو ویران کر چکا تو کہا مجھے تم سے کچھ کام نہیں اور سینہ پر ہاتھ مار کر حارث کو گرا گیا اور جبکہ ہیبت ملائک غالب ہوئی تو خود بھاگ گیا۔ اب سمجھو کہ نفس وشیطان دونوں حقیقت کے لحاظ سے ایک ہیں اور دوصورتوں میں جلوہ گر ہوئے ہیں اور ان کی حالت ایسی ہے جیسے کہ فرشتہ وعقل کہ وہ بھی حقیقۃً ایک ہیں اور بمقتضائے حکمت الٰہیہ دوصورتوں میں نمودار ہوئے۔ پس جو حالت شیطان کی ہے وہی نفس کی بھی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ تمہارے اندر تمہارا ایک دشمن شیطان چھپا ہوا ہے جو کہ عقل کو اس کے مقتضیٰ سے روکتا ہے اور جان اور ایمان کا دشمن ہے کبھی تو وہ گوہ کی طرح حملہ کرتا ہے اور کبھی ڈر کر اور بھاگ کر سوراخ میں گھس جاتا ہے دل کے اندر اس کے بہت سے سوراخ ہیں اور وہ ہر سوراخ سے نمودار ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ وہ نہایت بزدل ہے جبکہ وہ حریف کو کمزور پاتا ہے تو حملہ کرتا ہے اور جبکہ اس کو قوی پاتا ہے تو چھپ جاتا ہے اور بزدلی کے ساتھ مکار بھی ہے کہ مختلف سوراخوں سے مختلف رنگوں میں جلوہ نما ہوتا ہے کہ حریف کسی نہ کسی صورت سے دھوکہ کھا جاوے اسی بناء پر شیطان کے آدمیوں سے چھپنے اور سوراخ میں گھس جانے کا نام خنوس ہوا کیونکہ خنوس کے معنے ہیں چھپ جانا اور سوراخ میں گھس جانا پس چونکہ اس کا سوراخ میں چلا جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ ساہی کا سر یہ ہی وجہ ہے کہ خدا نے اس کو خناس کہا کیونکہ اس کا سر ساہی کے سر کے مشابہ ہے اس لئے کہ ساہی کا سر صیاد کے خوف سے اندر رہتا ہے تا آنکہ جب اس کو موقعہ ملتا ہے تب وہ اپنا سر باہر نکالتی ہے اور اس کے اس مکر سے سانپ بھی عاجز ہے پس یہی حالت شیطان کی ہے اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ نفس وشیطان حقیقۃً دونوں ایک ہیں یعنی مضل تام کے دوفرد ہیں تو نفس کی بھی یہی حالت ہوگی اب سمجھو کہ اصل دشمن تمہارا نفس ہے جو کچھ فساد ہے سب اسی کا ہے کیونکہ اگر یہ اندر سے تمہارا راہ نہ مارتا تو رہزنوں شیاطین الانس والجن کا تم پر قابو نہ چلتا پس۔ تمہارے اندر جو خواہش نفسانی ہے وہ ہی اصل پہرہ دار ہے جو برائیوں کو چاہتا ہے اور اسی کے سبب دل حرص وطمع اور دیگر آفات میں قید ہے اسی مخفی سپاہی کے سبب سے تم چور اور تباہ ہوئے ہو جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پولس کے لوگوں کو تمہاری سرکوبی کا موقع ملا ہے حدیث میں کیا اچھی نصیحت آئی ہے۔ ان اعدی عدوک نفسک التی بین جنبیک یعنی سب سے بڑا دشمن تمہارا نفس ہے جو کہ تمہارے اندر موجود ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس تم اس سے بھاگنا اور اس کی ظاہری خوشنما باتوں کو نہ سننا کیونکہ یہ بھی شیطان کی طرح لڑاکا اور جھگڑالو ہے۔ اسی کمبخت نے حب دنیا اور اپنی عداوت کی وجہ سے تم پر عذاب ابدی کو آسان کر دیا ہے اور تم بے تکلف ان کاموں کو کرتے ہو جو تمہارے لئے عذاب ابدی کا باعث ہیں اور یہ کمبخت کبھی حرام موت کو بھی آسان کر دیتا ہے اور اگر وہ ایسا کرے تو کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ بڑا جادوگر ہے اور اپنے جادو سے ایسے ایسے سینکڑوں شعبدے دکھلاتا ہے کیونکہ جادو کو حق سبحانہ نے بڑی قوت عطا کی ہے وہ تنکے کو پہاڑ اور پہاڑ کو تنکا بنا دیتا ہے۔ بروں کو اچھا اچھوں کو برا کر دیتا ہے کبھی آدمی کو گدھا بنا دیتا ہے اور کبھی گدھے کو آدمی بنا دیتا ہے جو کہ اس کی قوت کی ایک بڑی دلیل ہے غرضیکہ جادو کا کام یہ ہے کہ وہ منتر پھونک کر ہر دم قلب حقائق کرتا رہتا ہے۔ اب تم سمجھو کہ ایسا کامل جادوگر تمہارے اندر موجود ہے اور وہ وساوس سے ہمیشہ جادو کرتا رہتا ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ جہاں یہ عظیم الشان جادو ہیں وہیں وہ جادوگر بھی ہیں جو ان کا توڑ کرتے ہیں اور جس جنگل میں یہ تر و تازہ زہر پیدا ہوا ہے وہیں تریاق بھی پیدا ہوا ہے وہ تریاق کہتا ہے کہ جب تم پر زہر غلبہ کرلے تو مجھے سپر بناؤ کیونکہ میں زہر کی نسبت تم سے زیادہ قریب ہوں نفس و شیطان کا منتر اگر جادو اور تمہاری بربادی کا سبب ہے تو میرا منتر وہ جادو ہے جو اس جادو کا توڑ کرنے والا ہے اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ان من البیان لسحرا یعنی بعض بیان جادو ہوتے ہیں اور واقعی آپ نے نہایت بجا فرمایا ہے مگر یہ بھی یاد رکھو کہ جو جادو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہو وہ حقیقت میں جادو نہیں بلکہ وہ اس زہر سحر کا تریاق ہے اب یہ سمجھو کہ وہ بیان جو جادوگروں کے جادو کا توڑ ہو کون سا ہے سو وہ برگزیدہ اہل اللہ کا بیان ہے جس میں اغراض نفسانیہ کا ذرہ بھر میل نہیں خلاصہ کلام یہ کہ تم نفس کے زہر سے بھاگو اور بہت جلد شیخ کا تریاق پیو اور نفس کے طلسم سحر کو توڑ دو اور پیر کے خزانہ معارف میں سرنگ یا نقب لگا کر پہنچو خیر یہ گفتگو تو بہت طویل ہے اب ابتداء کی طرف لوٹنا چاہئے اور مہمان اور مسجد کے قصہ کی طرف چلنا چاہئے۔ اور اس کو یہیں چھوڑ کر مسجد کو چلنا چاہئے اور مہمان کا قصہ اور واقعہ بیان کرنا چاہئے۔

شرح شبّیری

ملامت گروں کا مسجد کے مہمان کو مکرر نصیحت کرنا

ہیں مکن جلدی بروائے بوالکرم	مسجد و مارا مکن زیں متہم
خبردار اے بھلے آدمی! بہادری نہ دکھا	ہمیں اور مسجد کو متہم نہ بنا

یعنی (اہل محلہ نے کہا کہ) ارے بھلے آدمی جلدی مت کر چلا جا ہمیں اور مسجد کو اس سے متہم مت کر۔ یعنی اگر تو یہاں ٹھہرا اور مارا گیا تو سب لوگ ہم پر الزام رکھیں گے اور سمجھیں گے کہ ان ہی لوگوں نے مار ڈالا ہے تو تو ہمیں کیوں بدنام کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بگوید دشمنے از دشمنی	آتشے درمازند فرداد نے
اگر دشمنی سے کوئی دشمن کہدے گا	تو کمینہ کل کو ہمیں (آگ میں) پھونک دے گا

یعنی اگر کوئی دشمنی کی وجہ سے کہدے اور کل کو کوئی کمینہ ہمارے اندر آگ لگا دے (اور یہ کہے کہ)

کہ بتاسانید او را ظالمے	بر بہانہ مسجد او بد سالمے
کہ اس کا کسی ظالم نے گلا گھونٹا ہے	مسجد کے بہانے سے' وہ اچھا خاصہ تھا

یعنی کہ گلا گھونٹ دیا ہے اس کا کسی ظالم نے اور مسجد کے بہانہ پردہ بے فکر تھا۔

تا بہانہ قتل بر مسجد نہد	چونکہ بدنام است مسجد او جہد
تاکہ موت کا بہانہ مسجد پر رکھ دے	چونکہ مسجد بدنام ہے' وہ چھوٹ جائے گا

یعنی تاکہ قتل کا بہانہ مسجد پر رکھ دے جبکہ مسجد بدنام ہے تو وہ (صاف) نکل جاوے۔ مطلب یہ کہ لوگوں نے کہا کہ میاں یہاں سے چل دے ورنہ کوئی دشمن دشمنی کی وجہ سے ہمارے اوپر الزام لگا دے گا اور کہدے گا کہ میاں ان ہی لوگوں نے مار دیا ہے اور چونکہ مسجد بدنام ہے کہ یہاں جو آتا ہے مر جاتا ہے اس لئے مار کر اس مسجد کا نام لے دیا تو چونکہ ہمیں اس الزام کا خوف ہے لہذا تو یہاں سے روانہ ہو جا۔

تہمتے بر ما منہ اے سخت جان	کہ نہ ایم ایمن زمکر دشمنان
اے جفاکش! ہم پر تہمت نہ رکھ	کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے مطمئن نہیں ہیں

یعنی (اہل محلہ نے کہا کہ) ارے سخت جان ہمارے اوپر تہمت مت رکھ کیونکہ ہم دشمنوں کے مکر سے بے خوف نہیں ہیں یعنی ان لوگوں نے کہا کہ میاں ہمارے اوپر تہمت مت رکھ اس لئے کہ ہمیں دشمنوں کا بہت خوف ہے ممکن ہے کہ لوگ ہم پر تہمت لگا دیں گے اس لئے تو یہاں سے روانہ ہو جا۔

ہیں برو جلدی مکن سودا مپز	کہ نتان پیمود گردوں را بگز
خبردار! بہادری نہ کر خیالی (پلاؤ) نہ پکا	کیونکہ آسمان کو گز سے نہیں ناپا جا سکتا

یعنی ارے جا جلدی مت کر سودا مت پکا کیونکہ آسمان کو گز سے کوئی ناپ نہیں سکتا مطلب یہ کہ جلدی مت کر سوچ سمجھ کر کام کر اور ایسے تمام خیالات کو مت پکا اس لئے کہ یہ ایسا مشکل کام ہے جیسے کہ آسمان کی پیائش کرنا اور آسمان کی پیائش کوئی کر نہیں سکتا۔ لہذا تو بھی اس مسجد میں نہیں رہ سکتا۔

چوں تو بسیاران بلافیدہ زبخت	ریش خود برکندہ یک یک لخت لخت
تجھ جیسے بہت سوں نے نصیبہ دری کی شیخی ماری ہے	ہر ایک نے اپنی داڑھی کا ایک ایک بال نوچا ہے

یعنی تجھ جیسے بہتیرے جو کہ بخت کی وجہ سے شیخی کرتے تھے اپنی ڈاڑھی کو یک ایک کر کے اکھاڑ دی مطلب یہ کہ یہاں بہت لوگوں نے بخت آزمائی کر لی ہے مگر کوئی بھی یہاں سے بازی نہ لے سکا بلکہ جو آیا تباہ و برباد ہی ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

لہٰذا تو اس خیال میں مت پڑ اور چلا جا۔

ہین برو کوتاہ کن این قیل و قال	خویش و ما را در میفگن در وبال
خبردار! چلا جا اس بحث مباحثہ کو مختصر کر	اپنے آپ کو اور ہمیں مصیبت میں نہ پھنسا

یعنی ارے جا اور اس کہنے سننے کو کم کر اور اپنے کو اور ہمیں وبال میں مت ڈال مطلب یہ کہ سب نے کہا کہ بس ان باتوں کو جانے دو اور ہم پر تو الزام مت لگاؤ اور اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو۔ بس تم یہاں سے چلے ہی جاؤ جب اس نے ان سلامت گروں کی یہ باتیں نصیحتیں سنیں تو اس نے جواب ذیل دیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ انہوں نے پھر کہا کہ آپ جائیں اور جلدی نہ کریں اور ہم کو اور ہماری مسجد کو الزام قتل سے متہم نہ کریں ہم کو ڈر ہے کہ کوئی دشمنی سے یوں نہ کہے کہ اور کوئی کمینہ ہم کو یوں ضرر نہ پہنچائے کہ صاحب مارا تو ہے اسے کسی ظالم نے اور نام لے دیا مسجد کا اور اس بہانہ سے خود بچ گیا اور اس نے یہ جرات اس لئے کی ہے کہ چونکہ مسجد بدنام ہے اس لئے اس کو مسجد کے سر تھوپ دے اور خود کود کر الگ ہو جاوے۔ پس آپ بہادر سہی مگر ہم کو الزام سے بچایئے اس لئے کہ ہم دشمنوں کی شرارت سے مطمئن نہیں ہیں دیکھئے ہم کہتے ہیں کہ آپ تشریف لے جایئے اور جلدی نہ کیجئے اور خیال خام نہ پکایئے کیونکہ مسجد میں رہ کر بچ جانا یوں ہی ناممکن ہے جیسا کہ آسمان کو گز سے ناپنا اور یہ تو ناممکن ہے لہٰذا وہ بھی ناممکن ہے آپ جیسے بہت سے آئے ہیں انہوں نے اپنی خوش اقبالی کی شیخیاں ماری ہیں لیکن نتیجہ یہی ہوا کہ وہ پچھتائے اور مارے غم کے اپنی ڈاڑیاں نوچ کر ایک ایک بال اکھیڑ ڈالا۔ اچھا تو اب تشریف لے جائیں اور زیادہ نہ کہیں سنیں نہ اپنے کو مصیبت میں ڈالیں اور نہ ہم کو بلا میں پھنسائیں۔

شرح شبّیری

اس مہمان کا انکو جواب دینا اور کھیت والے لڑکے کا اور اپنی کھیتی سے ڈھیڑی کے ذریعہ سے محمود غزنوی کے نقارہ بردار اونٹ کو ہٹانے کی مثل بیان کرنا

گفت اے یاران ازان دیوان نیم	کہ ز لاحولے ضعیف آید پیم
اس نے کہا اے دوستو! میں ان بھوتوں میں سے نہیں ہوں	کہ ایک لاحول سے میرا قدم کمزور پڑے

یعنی اس نے کہا کہ اے یارو میں ان دیوانوں سے نہیں ہوں کہ جو ایک لاحول سے میرا قدم ضعیف ہو جاوے یعنی اس نے کہا کہ میں ان لوگوں سے نہیں ہوں کہ جو تمہاری باتوں سے ڈر جاؤں اور میرا قدم سست ہو جاوے اور میں اس مسجد میں نہ ٹھہروں اس لئے کہ میری مثال تو ایسی ہے کہ۔

کودکے کو حارس کشتے بدے	طبلکے در دفع مرغان می زدے
ایک بچہ جو کھیتی کا رکھوالا تھا	پرندوں کو اڑانے کے لئے ایک ڈفلی بجاتا تھا

یعنی ایک لڑکا چونکہ نگہبان ایک کھیتی کا تھا جانوروں کے دفع کرنے کے لئے ایک ڈھپڑی بجایا کرتا تھا۔

تا رمیدے مرغ ازان طبلک زکشت	کشت ازان مرغان بد بے خوف گشت
حتیٰ کہ پرند اس ڈفلی سے کھیتی سے اڑ جاتے	کھیتی شریر پرندوں سے بے خوف ہو جاتی

یعنی یہاں تک کہ جانور اس ڈھپڑی کی وجہ سے کھیت سے بھاگ جاتے تو کھیتی بد جانوروں سے بے خوف ہو گئی تھی۔

چونکہ سلطان شاہ محمود کریم	بر گزر زد آنطرف خیمہ عظیم
جب شاہ سلطان محمود کریم	گزرا وہاں اس نے بڑا خیمہ لگایا

یعنی جبکہ سلطان محمود شاہ کریم نے گزرگاہ پر اس طرف خیمہ عظیم لگایا۔

با سپاہے ہمچو استارہ اثیر	انبہ و فیروز صفدر ملک گیر
ایسے لشکر کیساتھ جو آسمان کے ستاروں کی طرح تھا	گھنا اور کامیاب صفوں کو چاک کرنے والا ملک کو فتح کرنے والا

یعنی ساتھ ایک لشکر کے جو مثل آسمان کے ستاروں کی بے حد تھا اور کامیاب اور شجاع اور ملک گیر یعنی اس حالت میں محمود غزنوی اس لڑکے کے کھیت کی طرف کو گزرا تو اس نے اتفاقاً وہیں ڈیرہ ڈال دیا۔

اشترے بد کو بدے حمال کوس	بختی بد پیشرو ہمچو خروس
ایک اونٹ تھا جو نقارہ اٹھانے والا تھا	آگے چلنے والا بختی (نسل کا) تھا مرغ کی طرح

یعنی ایک اونٹ تھا جو کہ نقارہ بردار تھا ایک بختی تھا مرغ کی طرح آگے چلنے والا یعنی جس طرح کہ مرغ تمام جانوروں میں سحر خیز ہوتا ہے اسی طرح وہ اونٹ بھی سب میں آگے چلنے والا تھا۔

بانگ کوس و طبل بروے روز و شب	می زدند اندر رجوع و در طلب
رات دن نقارہ اور ڈھول اس پر	بجاتے تھے روانگی اور واپسی پر

یعنی کوچ کے روز طبل کی آواز اس کے اوپر رات دن آنے جانے میں بجایا کرتے تھے۔

اندران مزرع درآمد آن شتر	کودک آن طبلک بزد در حفظ بر
وہ اونٹ اس کھیت میں آ گیا	گیہوں کی حفاظت کے لئے بچہ نے وہ ڈفلی بجائی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ اونٹ اس کھیتی میں آ گیا تو لڑکے نے اس ڈھپڑی کو گیہوں کی حفاظت کے لئے بجایا۔

عاقلی گفتش مزن طبلک کہ او	بخیت طبل است و با آن نشست خو
ایک عقلمند نے اس سے کہا ڈفلی نہ بجا کیونکہ وہ	نقارے کا اونٹ ہے اور اس کو اس کی عادت ہے

یعنی ایک عاقل نے اس سے کہا کہ تو ڈھپڑی مت بجا اس لئے کہ وہ تو بختی ہے اور وہ اس کا عادی ہے (آن نشست خو اصل میں آن نشست خوست تھا یعنی اس طبل کے ساتھ اس کی عادت ہے تو پھر وہ اس ڈھپڑی سے کیا ڈرے گا۔

پیش او چہ بود تبوراک تو طفل	کہ کشد او طبل سلطان بیست کفل
اس کے سامنے تجھ لڑکے کی ڈفلی کیا ہے	کیونکہ وہ بادشاہ کا بیس گنا نقارہ اٹھاتا ہے

یعنی اے لڑکے اس کے آگے تیری ڈھپڑی کیا ہوگی کیونکہ وہ تو طبل سلطانی کو جو بیس گنا ہے کھینچتا ہے۔ (تو وہ اس ذرا سی ڈھپڑی سے کیا ڈریگا اب اس مثل کو بیان کر کے وہ مہمان کہتا ہے کہ)

عاشقم من کشتۂ قربان لا	جان من نوبتگہ طبل بلا
میں عاشق ہوں اور لا کا مقتول اور قربان ہوں	میری جان مصیبت کے نقارہ کی نقار خانہ ہے

یعنی میں عاشق ہوں مارا ہوا اور قربان فنا کا ہوں اور میری جان طبل بلا کی نوبت گاہ ہے۔

خود تبوراک است این تہدیدہا	پیش انچہ دیدہ است این دیدہا
یہ ڈراوے ڈفلی ہیں	اس کے سامنے جو کچھ ان آنکھوں نے دیکھا ہے

یعنی یہ تہدیدیں خود ان چیزوں کے سامنے جن کو کہ ان آنکھوں نے دیکھا ہے ڈھپڑیاں ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ وہ اونٹ طبل بردار تھا اس وجہ سے اس ڈھپڑی سے نہ ڈرتا تھا اسی طرح میں بھی بلاؤں کا برداشت کرنے والا ہوں مجھ پر سینکڑوں بلائیں نازل ہو چکی ہیں تو پھر میرے سامنے تمہاری یہ دھمکیاں کیا چل سکتی ہیں یہ دھمکیاں میرے آگے ایسی ہیں جیسے کہ اس اونٹ کے آگے وہ ڈھپڑی اس لئے کہ میں نے تو اس سے کہیں زیادہ بلائیں برداشت کی ہیں۔

ای حریفان من ازانہا نیستم	کز خیالاتے درین رہ بیستم
اے دوستو! میں ان میں سے نہیں ہوں	کہ خیالات کی وجہ سے اس راستہ سے باز رہوں

یعنی اے دوستوں میں ان میں سے نہیں ہوں کہ خیالات کی بناء پر اس راہ میں کھڑا ہو جاؤں۔ یعنی تم جو باتیں کر رہے ہو یہ صرف خیالات ہیں کہ یوں ہوگا اس طرح ہوگا تو میں ایسا نہیں کہ خیالات کی بناء پر ڈر جاؤں بلکہ۔

من چو اسمعیلیانم بے حذر	بل چو اسماعیل آزادم ز سر
میں اسماعیلیوں کی طرح نڈر ہوں	بلکہ (حضرت) اسماعیلؑ کی طرح سر سے بے نیاز ہوں

یعنی میں اسمعیلیوں (ایک فرقہ کا نام ہے) کی طرح ہوں بے خوف بلکہ اسماعیل کی طرح سر سے آزاد ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مجھے مرجانے سے خوف نہیں ہے میں تو مرنے کو پھرتا ہوں میں اپنے سر سے بالکل آزاد ہوں۔

فارغم از طمطراق و از ریا	قل تعالوا گفت جانم را بیا
میں شان و شوکت اور دکھاوے سے خالی ہوں	اس نے "قل تعالوا" میری جان کے لئے کہا ہے کہ آجا

یعنی میں شان وشوکت اور ریا سے فارغ ہوں قل تعالوا نے میری جان کو کہا ہے کہ آ۔ یعنی مجھے شان و شوکت کی ضرورت نہیں ہے جو شبہ ہو کہ میں یہ باتیں اس لئے کر رہا ہوں نہ مجھے ریا مقصود ہے بلکہ تعالوا کا جو خطاب ہو رہا ہے وہ خطاب مجھے بلا رہا ہے اور اس کی وجہ سے میں جان دینے پر دلیر ہوں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

اس نے جواب دیا کہ صاحبو! میں شیطان نہیں ہوں کہ لاحول سن کر میرا قدم سست ہو جاوے لہذا یہ تہدیدات اور دھمکیاں مجھے میرے ارادہ سے باز نہیں رکھ سکتیں میں تم کو ایک قصہ سناتا ہوں غور سے سنو ایک لڑکا جو کہ ایک کھیت کی رکھوالی کرتا تھا جانوروں کو ہٹانے کے لئے ڈھپڑی بجادیتا تھا اس سے جانور بھاگ جاتے تھے اور اس ذریعہ سے کھیتی ان سے مامون ہو جاتی تھی جبکہ سلطان محمود نے اس طرف کو گزرتے ہوئے ایک ستاروں کی مانند بیشمار اور فتحمند صف شکن ملک گیر لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا تو اس کا ایک نقارہ بردار اور جس طرح مرغ سب سے پہلے اٹھتا ہے یوں سب سے آگے چلنے والا بختی اونٹ تھا اتفاقاً وہ اونٹ اس کھیت میں جا گھسا اس پر لڑکے نے ڈھپڑی کو بغل میں لے کر اس کو نکالنے کے لئے بجانا شروع کیا۔ کسی عقلمند نے اس سے کہا کہ میاں صاحبزادے تم ڈھپڑی نہ بجاؤ کیونکہ یہ نقارہ بردار اونٹ اور اس آواز کے سننے کا عادی ہے یہ اس سے نہیں ڈر سکتا جبکہ یہ تمہاری ڈھپڑی سے بیس گنا بڑا نقارہ اٹھاتا اور اس کی آواز سنتا ہے تو تمہاری ڈھپڑی کیا چیز ہے۔ سو صاحبو میں عاشق اور فنا پر مٹا ہوا ہوں میری جان مصائب کا نقار خانہ ہے پس جو بلائیں میں نے ان آنکھوں سے دیکھی ہیں ان کے سامنے یہ دھمکیاں ایسی ہیں جیسے نقارہ محمود کے سامنے ڈھپڑی۔ نیز میرے سامنے یہ دھمکیاں ایسی ہیں جیسے رہگیر کے لئے خیالی صورتیں پس میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو خیالی صورتوں سے متاثر ہو کر راستہ میں ٹھہر جاؤں اور چلنا چھوڑ دوں میں اسماعیل مسترب لوگوں کی طرح بے خوف ہوں بلکہ خود اسماعیل علیہ السلام کی طرح سر سے بے پرواہ ہوں تم میری باتوں کو شیخی سمجھتے ہو مگر میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ نہ مجھے نمائشی باتوں کی ضرورت ہے نہ دکھاوے کی حاجت بلکہ میری جان کو تو حکم قل تعالوا بلا رہا ہے اس لئے میں سر ہتھیلی پر لئے پھرتا ہوں۔

شرح شبیری

گفت پیغمبر کہ جادِ فے السلف	بالعطیہ من تیقن بالخلف
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ اچھا کیا قرض	دینے میں جس نے اجر کا یقین کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پہلے لوگوں میں عطا کرنے میں اس نے سخاوت کی ہے جس نے عوض کا یقین کر لیا یعنی جس کو کہ جود و کرم کا بدلہ یعنی جنت کا یقین ہو گیا اس نے جان لیا کہ اگر میں عطا کروں گا تو اس کے بدلہ میں مجھے بے حد نعمتیں ملیں گی تو بس اس نے خوب جود و کرم کیا۔

ہر کہ بیند مر عطارا صد عوض	زود در بازد عطا رازین غرض
جو دینے میں سو بدلے دیکھتا ہے	اس غرض سے دینے کی بازی جلد کھیلتا ہے

یعنی جو شخص کہ عطا کے سو عوض دیکھ لیتا ہے وہ جلدی سے عطا کا دروازہ اس غرض کے لئے کھول دیتا ہے یعنی جس نے دیکھا کہ ایک دینے سے سو ملتے ہیں تو اس نے فوراً دروازہ عطا کا کھول دیا کہ وہ اس نفع سے متمتع ہو سکے تو چونکہ اس شخص نے یہی سمجھ لیا تھا کہ اگر میں مارا ہی گیا تو شہید ہوں گا اس لئے وہ جان دینے کو تیار ہو گیا تھا اور آگے قصہ چند اشعار مولانا فرماویں گے جس سے کہ معلوم ہوتا ہے کہ ان ساری باتوں سے امور ظاہر مراد ہی نہیں بلکہ جان دینے سے مراد مجاہدات و ریاضات کرنا ہے اور وہ طلسم راہ حق کی مشکلات ہیں اور وہ خزانہ جو اس طلسم میں تھا اس سے مراد خزانہ علوم و معارف ہے تو اب تو مطلب بالکل ظاہر ہو گیا کہ اس نے دیکھا کہ مجاہدات و ریاضات کرنے سے بے حد فوائد ہیں لہذا وہ مجاہدات و ریاضات پر تیار ہو گیا اور ان مجاہدات و ریاضات میں اس نے بلاؤں کے آنے کی اور جان کے جانے کی پرواہ نہ کی اور یہی وہ کہہ رہا ہے کہ مجھے پرواہ نہیں ہے اب چونکہ بیان کیا ہے کہ جو عطاء کے عوض کو دیکھ لیتا ہے وہ پھر خوب عطا کرتا ہے تو آگے اس کی نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

جملہ در بازار زان گشتند بند	تاچو سود افتاد مال خود دہند
تمام لوگ بازار میں اسی لئے پھنسے ہیں	تاکہ جب نفع ہو اپنا مال دیدیں

یعنی سارے لوگ بازار میں اس لئے بند ہو رہے ہیں کہ جب نفع پڑے تو اپنا مال دیدیں۔

زر در انبانہا نشستہ منتظر	تاکہ سود آید بہ بزل آید مصر
(ہر شخص) روپیہ تھیلیوں میں لئے منتظر بیٹھا ہے	خرچ کر دینے پر مصر ہے تاکہ نفع آئے

یعنی روپیہ پیسہ تھیلیوں میں رکھے ہوئے اور منتظر بیٹھے ہوئے ہیں تاکہ نفع آوے اور کوئی اصرار کرنے والا خرچ میں آوے مطلب یہ کہ دیکھو بازار میں تاجر اپنے مال کو اور صراف روپیہ پیسہ کو لئے بیٹھے ہیں کہ اگر ہم کو نفع ملے تو اپنا مال دیدیں تو دیکھو نفع ملنے پر اور عوض کے حاصل ہو جانے پر اپنا مال دیدینے کے لئے تیار ہیں۔

چون بہ بیند کالۂ در ربح بیش	سرد گردد عشقش از کالائی خویش
جب کسی سامان کو نفع میں بڑھا ہوا دیکھتا ہے	اپنے سامان سے اس کا عشق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے

یعنی جب (تاجر) اسباب کو نفع میں زیادہ دیکھتا ہے تو اس کا عشق اپنے اسباب سے سرد ہو جاتا ہے مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ جب اس نے دیکھا کہ اگر اس مال کو دیدیا تو اس کے بدلہ میں عوض زیادہ ملے گا تو اس کے دل میں جو مال کی محبت تھی اب وہ جاتی رہی اور یہ اپنے مال کو دیدینے کو تیار ہو گیا۔

گرم زان ماندست با آن کو ندید	کالہائے خویش را ربح و مزید
سرگرم اس لئے رہا ہے کہ اس نے نہیں دیکھا	اپنے سامان کا نفع اور بڑھاؤ

یعنی اس اسباب کا شائق اس لئے ہے کہ اس نے اپنے اسباب کا نفع اور زیادہ ہونا نہیں دیکھا یعنی جس کو کہ خبر نہیں ہے کہ اس اسباب کے دینے سے یہ نفع ہوتا ہے وہ خود اس اسباب ہی پر عاشق اور اسی کا شائق بن بیٹھا ہے۔

ہمچنین علم و ہنر ہائے و حرف	چوں ندید افزون از انہا در شرف
یہی عالم علم اور ہنروں اور پیشوں کا ہے	جبکہ اس نے فضیلت میں ان سے زیادہ کچھ نہ دیکھا

یعنی اسی طرح علم و ہنر اور پیشے جب ان میں زیادتی کو نہ دیکھا شرف میں یعنی اسی طرح علم و ہنر ہیں کہ جب انسان ان میں کوئی زیادتی نہ دیکھے تو ان کو بھی خرچ نہیں کرتا اور جب اس میں زیادتی معلوم ہو جاتی ہے تو پھر خرچ کرنے کو تیار ہو جاتا ہے۔

تا بہ از جان نیست جان باشد عزیز	چون بہ آمد نام جان شد چیز لیز
جب تک وہ جان سے زیادہ پیارے نہ ہوں جان پیاری ہوتی ہے	جب وہ بہتر ہوں جان کا نام ناچیز ہو جاتا ہے

یعنی جب تک کہ جان سے بہتر نہیں ہے جان عزیز ہوتی ہے اور جب بہتر آیا تو جان کا نام ایک شے حقیر ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جس وقت تک جان سے بہتر شے کوئی نہیں دیکھتا اس وقت تک جان محبوب ہے اور جب اس سے بہتر شے مل گئی اب جان کی قدر بھی جاتی رہی۔

لعبت مردہ بود جان طفل را	تا نگشت او در بزرگی طفل زا
مردہ گڑیا بچے کی جان ہوتی ہے	جب تک کہ وہ بڑائی میں بچہ پیدا کرنے والا نہ بن جائے

یعنی مردہ گڑیا بچہ کی جان ہوتی ہے جب تک کہ وہ بزرگی میں بچہ کا جننے والا نہ ہو۔ یعنی جب تک کہ انسان عاقل نہیں ہوتا اس وقت تک تو گڑیوں کو جو مردہ ہیں محبوب سمجھتا ہے اور جب عاقل بالغ ہوا اور خود اس کے بچے پیدا ہوں تو اب اس کو ان مردہ گڑیوں سے محبت نہیں رہی کیونکہ اب اس کو اس سے بہتر چیز خود اس کے بچے مل گئے۔

این تصور وین تخیل لعبت است	تا تو طفلی پس بدانت حاجت است
یہ تصور اور یہ تخیل گڑیا ہے	جب تک تو بچہ ہے اس کی تجھے ضرورت ہے

یعنی یہ خیالات اور تصورات گڑیاں ہیں جب تک کہ تو بچہ ہے تجھے ان کی حاجت ہے (لیکن)

www.besturdubooks.wordpress.com

چون ز طفلی رست جان شد در وصال	فارغ از حس است و تصویر و خیال
جب جان بچپن سے نجات پا گئی واصل ہو گئی	حس اور تصویر اور خیال سے فارغ ہو گئی

یعنی جب طفلی سے چھوٹا اور جان وصال میں ہوئی تو (اب جان) حسن اور تصورات اور خیالات سے فارغ ہو گئے یعنی جب تم کو وصال حق میسر ہوا اور تم کو قرب نصیب ہوا جس سے عقل و ہوش سب درست ہو گئے تو اب تم ان حواس سے بھی چھوٹ گئے اور تم کو ان تخیلات واہیہ کی ضرورت مندی آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست محرم تا بگویم بے نفاق	تن زدم واللہ اعلم بالوفاق
محرم نہیں ہے تا کہ بغیر تصنع کہہ دوں	میں خاموش ہو گیا اور خدا موافقت کرنے والوں کو زیادہ جانتا ہے

یعنی کوئی محرم نہیں ہے تا کہ میں بے نفاق کے بیان کروں تو چپ رہتا ہوں واللہ اعلم بالوفاق مطلب یہ کہ کوئی ایسا محرم تو ہے نہیں جس سے صاف صاف بیان کر دوں اب تو صرف اشارات میں کہا جاتا ہے تو جب کوئی محرم نہیں ہے تو اب چپ رہنا ہی بہتر ہے اب یہاں مضمون وصال واتحاد کو بند کر دیا آگے دوسرا مضمون ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

مال و تن برف اندر یزان فنا	حق خریدارش کہ اللہ اشتریٰ
مال اور جسم برف ہیں جو فنا سے پگھل رہے ہیں	اللہ (تعالیٰ) ان کا خریدار ہے کیونکہ اللہ نے خرید لیا ہے

یعنی مال و تن برف ہیں فنا کے گرائے ہوئے خریدار اس کا حق ہے کہ اشتریٰ مطلب یہ کہ مال و تن برف کی طرح فانی اور ہر وقت گھٹنے والے ہیں اور ان کا خریدار حق تعالیٰ ہے کہ ارشاد ہے کہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ

برفہا زان از ثمن اولیستت	کہ تو ئی در شک یقینے نیستت
تیرے لئے برف، عوض سے زیادہ بہتر ہے	کیونکہ تو شک میں ہے، تجھے یقین نہیں ہے

یعنی برف قیمت سے تجھے اس لئے بہتر ہے کہ تو شک میں ہے اور تجھے یقین نہیں ہے مطلب یہ کہ تو جو دنیا کے مال و اسباب پر جو ذاتی ہیں ریجھ رہا ہے اور اس کی جو قیمت حق تعالیٰ نے تجویز فرمائی ہے یعنی جنت اس سے تو ان کو بہتر سمجھتا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ تجھ کو ابھی درجہ یقین اصل نہیں ہوا تو ابھی تک شک میں ہے اگر یقین ہو جاتا تو ضرور تو اس فانی شے کو ترک کرتا اور اس باقی کو حاصل کرتا۔

وین عجب ظنے ست در تو اے مہین	کہ نمی پرد بہ بستان یقین
اے ذلیل! تجھ میں یہ عجب ظن ہے	جو یقین کے باغ کی طرف پرواز نہیں کرتا ہے

یعنی اور تیرے اندر اے ذلیل یہ عجیب ظن ہے جو کہ بستان یقین تک اڑتا ہی نہیں یعنی عجب ظن ہے کہ جو اس کے بعد یقین حاصل ہی نہیں ہوتا ورنہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر گمان تشنہ یقین ست اے پسر	می زند اندر تزائد بال و پر
اے بیٹا ہر گمان یقین کا پیاسا ہے	جو بڑھاؤ کی طرف بال و پر پھڑ پھڑاتا ہے

یعنی اے صاحبزادہ ہر گمان یقین کا طالب ہے اور زیادتی میں بال و پر مارتا ہے یعنی ہر گمان ترقی کر کے یقین تک پہنچنا چاہتا ہے۔

چون رسد در علم پس برپا شود	مر یقین را علم او پویا شود
جب وہ علم (کے درجہ) میں پہنچتا ہے قائم ہو جاتا ہے	اس کا علم یقین کی طرف دوڑتا ہے

یعنی جب (وہ شک) علم میں پہنچ جاتا ہے تو استوار ہو جاتا ہے اور یقین کیلئے اس کا علم دوڑنے والا ہوتا ہے یعنی اول شک ہوتا ہے وہ شک ترقی کر کے علم تک پہنچ جاتا ہے پھر وہ علم چل کر اور دوڑ کر یقین تک پہنچا دیتا ہے مگر تعجب ہے کہ تمہارا شک نہ علم بنتا ہے نہ یقین ورنہ ترتیب یہی ہے۔

زانکہ ہست اندر طریق مفتتن	علم کمتر از یقین و فوق ظن
چونکہ آزمائے ہوئے طریقے ہیں	علم یقین سے کم اور ظن سے اوپر ہے

یعنی اس لئے کہ طریق ممتحن میں علم یقین سے کم ہے اور ظن سے اوپر ہے۔

علم جویائے یقین باشد بدان	وان یقین جویائے دید ست وعیان
سمجھ لے علم یقین کا طالب ہوتا ہے	اور یقین دید اور مشاہدے کا طالب ہے

یعنی علم تو طالب یقین کا ہوتا ہے جان لو اور وہ یقین طالب دید کا اور معائنہ کا ہوتا ہے مطلب یہ کہ تمام میں یہی قاعدہ اور یہی ترتیب ہے لیکن تم ہمیشہ سے شک ہی میں ہو تمہارا یہ شک ختم ہی نہیں ہوتا نہ تو علم بنتا ہے اور نہ یقین آگے اس ترتیب کی ایک دلیل قرآن شریف سے لاتے ہیں کہ۔

اندر الھکم بجواین راکنون	از پس کلا پس لو تعلمون
(سورۂ) الھکم میں اس کو تلاش کر لے	کلا کے پیچھے لو تعلمون کے پیچھے

یعنی الھکم میں اب تم اس کو ڈھونڈ لو کلا کے پیچھے اور پیچھے لو تعلمون کے (از پس کلا سے مراد کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون ہے اور پس لو تعلمون سے مراد کلا لو تعلمون علم الیقین ہے مطلب یہ ہے کہ الھکم التکاثر میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم لوگ جو دنیا میں شک میں پڑے ہوئے ہو تو تم ضرور جان لو گے اور پھر ضرور جان لو گے (یہ ترجمہ ہے کلا سوف تعلمون الخ کا) تو اس لئے تو علم ثابت ہوا کہ تم کو جو بہشت وغیرہ میں شک ہے ان سب کا علم ہو جاوے گا آگے فرماتے ہیں کلا لو تعلمون علم الیقین اس سے بعد علم کے یقین معلوم ہوتا ہے کہ بعد شک کے تم کو علم ہوگا اس کے بعد یقین ہو جاوے گا تو

www.besturdubooks.wordpress.com

شک کے بعد علم اور علم کے بعد یقین تو ثابت ہو گیا اب صرف یقین کے بعد معائنہ کا ثبوت رہا وہ بھی سورۃ میں مذکور ہے جس کو شعر ذیل میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

می کشد دانش بہ بینش ای علیم	گر یقین بودے بدیدندے جحیم
اے علم والے! علم مشاہدے کی طرف لے جاتا ہے	اگر انہیں یقین ہوتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کر لیتے

یعنی اے علیم یقین رویت کی طرف کھینچتا ہے کہ اگر یقین ہوتا تو جحیم کو دیکھ لیتے اگر یقین بودے بدیدندے جحیم ترجمہ ہے لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین۔) مطلب یہ کہ پھر وہ یقین رویت کی طرف لے جاتا ہے اور اس کے بعد معائنہ ورویت ہو جاتی ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ارشاد ہے کہ لترون الجحیم الخ یعنی اس یقین کے بعد جو کہ حاصل ہوا ہے رویت و معائنہ حاصل ہوگا۔ پس قرآن شریف سے ثابت ہو گیا کہ ترتیب اسی طرح ہے کہ اول شک ہوتا ہے پھر علم ہوتا ہے پھر یقین پھر معائنہ و مشاہدہ ہوتا ہے لیکن فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ تم لوگ ابھی تک شک ہی میں پڑے ہوئے ہو تم عروج کر کے ان مراتب تک پہنچتے ہی نہیں ہو بلکہ شک ہی میں پڑے ہوئے ہو حالانکہ۔

دید زاید از یقین بے امتہال	آنچنان کز ظن ہمی زاید خیال
مشاہدہ یقین سے بغیر توقف کے پیدا ہوتا ہے	جس طرح ظن سے خیال پیدا ہوتا ہے

یعنی یقین سے تو مشاہدہ بے مہلت کے پیدا ہوتا ہے جیسے کہ ظن سے خیال پیدا ہوتا ہے (خیال سے مراد علوم تقلیدی ہے) مطلب یہ کہ جس طرح کہ ظن و شک سے علم تقلیدی پیدا ہو جاتا ہے اور ظن کے بعد علم تقلیدی حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یقین سے مشاہدہ پیدا ہو جاتا ہے۔

اندر الہکم بیان این بہ بین	کہ شود علم الیقین عین الیقین
(سورۂ) الہٰکم میں اس کا بیان دیکھ لے	کہ علمُ الیقین عین الیقین ہو جاتا ہے

یعنی اس کا بیان الہٰکم میں دیکھ لو کہ علم الیقین عین الیقین ہو جاتا ہے (جیسا کہ ابھی اوپر معلوم ہوا کہ یقین کے بعد مشاہدہ حاصل ہوتا ہے آگے وہ مہمان کہہ رہا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا فرماتے ہیں (اور ممکن ہے کہ مقولہ عاشق ہی ہو) کہ کسی کو مذکورہ بالا بیان بعید نہ معلوم ہو کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (کما ھو المنقول واللہ اعلم بصحۃ النقل) کہ جس کسی کو معاوضہ کا یقین ہوتا ہے وہ ابتداء میں مال کے دینے میں دل کھول دیتا ہے اور یہ امر نہایت صحیح ہے چنانچہ لوگ بازاروں میں اسی لئے مقید ہیں کہ جب نفع ملے تو مال دے ڈالیں تھیلیوں میں سونا بھرے منتظر بیٹھے ہیں کہ نفع کا

www.besturdubooks.wordpress.com

مال ملے تو زبردستی اسے کسی کے گلے منڈھ دیں پس جب ان لوگوں کو زیادہ نفع کا مال ملتا ہے تو ان کو اپنے مال کی محبت نہیں رہتی کیونکہ ان کو اپنے مال سے اسی لئے محبت ہے کہ نفع کا مال نہیں ملا ہے علی ہذا علم و ہنر اور پیشوں سے بھی اسی لئے محبت ہے کہ ان سے زیادہ اشرف شے ان کو نہیں ملی ورنہ جبکہ ایسی شے مل جاوے تو کبھی محبت نہ رہے گی۔ پس جبکہ یہ اصول معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جان اسی وقت تک عزیز ہے جب تک اس سے زیادہ عزیز شئے نہیں ملتی اور جبکہ اس سے بہتر کوئی شے ملتی ہے تو پھر وہ عزیز نہیں رہتی بلکہ ایک حقیر شے ہو جاتی ہے اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ بہتر عوض کے مقابلہ میں جان حقیر چیز ہو جاتی ہے اب یوں سمجھو کہ کبھی آدمی اس شے کو جو حقیقۃً جان نہیں ہے جان سمجھ لیتا ہے اس لئے کہ وہ حقیقی جان کو نہیں دیکھتا چنانچہ بچہ بے جان گڑیا کو اس وقت تک جان سمجھتا ہے جب تک وہ جوان نہیں ہوتا اور اس کے اولاد نہیں ہوتی اور جبکہ اس کے اولاد ہوتی ہے اور وہ جاندار گڑیا کو دیکھتا ہے اس وقت اس کی نظر میں وہ گڑیا کچھ بھی نہیں رہتی جب یہ امر ممہد ہو چکا تو اب سمجھو کہ دنیا و مافیہا جو کہ بمنزلہ ایک تصور و تخیل کے ہے واقع میں ایک بے جان کھلونا ہے اور جب تک کہ تم کامل العقل اور بالغ حقیقی نہیں ہوئے اس وقت تک تم کو اس کی ضرورت ہے پس جبکہ آدمی حقیقی بالغ ہو گیا اور وصل محبوب حقیقی نصیب ہو گیا تو پھر نہ اسے حس کی ضرورت رہتی ہے نہ تصور و خیال کی اور دنیا و مافیہا اس کی نظر میں ہیچ ہو جاتی ہے چونکہ کوئی محرم نہیں ہے تاکہ میں اس مضمون کو صاف صاف بیان کر سکوں اس لئے اسی قدر بیان کر کے خاموشی اختیار کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تفصیل وصال حق سبحانہ ہی خوب جانتے ہیں اور اس عنوان کو چھوڑ کر دوسرے عنوان سے سمجھاتا ہوں سنو مال اور تن برف ہیں جو کہ گھٹتے اور فنا ہوتے رہتے ہیں اور خدا ان کا خریدار ہے کیونکہ وہ فرماتا ہے ان اللّٰہ اشتری من المؤمنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ پس جو شخص کہ وصال حق سبحانہ سے کامیاب ہو گا یا دوسرے عنوان کی بناء پر یوں کہو کہ وہ اپنی جان کی اعلیٰ قیمت دیکھے گا اس کی نظر میں جان کی کیا وقعت ہو سکتی ہے اور وہ اس کے دے ڈالنے میں کیا پس و پیش کریگا۔ پس اب اس عاشق کے بیان میں کچھ بھی استبعاد نہ رہا۔ استبعاد کا منشاء یہ ہے کہ تم اس کی حالت کو اپنی حالت پر قیاس کرتے ہو اور سمجھتے ہو کہ جیسے ہم کو جان عزیز معلوم ہوتی ہے یوں ہی اس کو بھی ہونی چاہئے مگر یہ قیاس مع الفارق ہے تم کو یہ برف اس قیمت کے مقابلہ میں اس لئے عزیز ہے کہ تم کو شک ہے اور یقین نہیں ہے برخلاف اس کے کہ اس کو یقین ہے اور شک بھی عجیب قسم کا ہے کہ یقین تک پہنچنا ہی نہیں چاہتا حالانکہ ہر شک کا قاعدہ ہے کہ وہ طالب یقین ہوتا ہے اور ترقی کرنے کے لئے پر پرزے ہلاتا ہے پس جبکہ وہ علم تک پہنچتا ہے تو وہاں نہیں ٹھہرتا بلکہ سیدھا یقین تک پہنچتا ہے کیونکہ اس راہ میں علم پہلے پڑتا ہے اور یقین بعد کو ملتا ہے اس لئے کہ علم ظن اور یقین کے درمیان میں واقع ہے اس لئے اولاً وہ علم ہوتا ہے اور جب علم ہو جاتا ہے تو یقین کا طالب ہوتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ علم جویائے یقین ہے اور جب یقین تک پہنچ جاتا ہے تو وہاں بھی نہیں ٹھہرتا بلکہ حق الیقین تک پہنچتا ہے کیونکہ یقین طالب مشاہدہ و معائنہ ہوتا ہے اس کی تصدیق تم کو الھکم التکاثر میں کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین سے ہو گی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور معلوم ہوگا کہ علم سے مشاہدہ پیدا ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کلالو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم ثم لترونھا عین الیقین جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کفار کو علم الیقین حاصل ہو جاتا تو وہ دوزخ کا مشاہدہ کرتے پس معلوم ہوا کہ علم یقینی سے مشاہدہ پیدا ہوتا ہے جس طرح کہ ظن سے خیال پیدا ہوتا ہے دیکھو الحکم میں صاف مذکور ہے کہ علم الیقین عین الیقین یعنی اصل اور حقیقی یقین جس کو اصطلاح میں حق الیقین کہتے ہیں ہو جاتا ہے۔

فائدہ:۔ اس بیان میں ظن سے مراد جانب راجح نہیں جو کہ مصطلح اہل معقول ہے بلکہ وہ علم مراد ہے جس میں طمانیت نہ ہو اور ہم نے جو اس کا ترجمہ شک کیا ہے اس سے بھی معنی اصطلاحی مراد نہیں بلکہ یہی معنی مراد ہیں اور علم سے علم تقلیدی مراد ہے فتنبہ لہ)

شرح شبیری

وز ملامت برنمی گردد سرم	از گمان و از یقین بالاترم
ملامت سے میرا سر پھراتا ہے	میں گمان اور یقین سے بالاتر ہوں

یعنی یقین اور گمان سے میں بالاتر ہوں اور ملامت کی وجہ سے میرا سر نہیں پھرتا۔ یعنی وہ کہتا ہے کہ میں صاحب حال ہوں میرے ساتھ یہ ترتیب نہیں ہے کہ اول شک ہو پھر علم ہو پھر یقین وغیرہ بلکہ میں صاحب حال ہوں مجھے عوض کا یقین ہے کہ میں اگر جان دونگا تو مجھے ضرور اس سے بہتر عوض ملے گا لہذا اب اس میں کوئی شک ڈالنے والا شک نہیں ڈال سکتا۔

چشم روشن گشتم و بینائے او	چون دہانم خورد از حلوائے او
میں روشن چشم اور اس کو دیکھنے والا بن گیا ہوں	جبکہ میرا منہ اس کا حلوا کھا چکا ہے

یعنی جبکہ میرے منہ نے اس کے حلوے سے کھایا ہے تو میں چشم روشن ہو گیا ہوں اور اس کا بینا ہو گیا ہوں مطلب یہ کہ چونکہ میں چاشنی وصل چکھ چکا ہوں لہذا اب میری آنکھ کھل گئی ہے مجھے ہرگز شک نہیں ہو سکتا۔

پانہ لرزانم نہ کورانہ روم	پانہم گستاخ چون خانہ روم
نہ پاؤں کو لرزاتا ہوں نہ اندھا دھند چلتا ہوں	میں جب گھر کو جاتا ہوں تو بے پروائی سے قدم رکھتا ہوں

یعنی میں بے تکلف چلتا ہوں جبکہ گھر جاتا ہوں نہ تو پاؤں کو لرزاتا ہوں نہ اندھوں کی طرح جاتا ہوں یعنی دیکھو مجھے گھر جانے میں چونکہ کوئی شک وغیرہ نہیں ہوتا بلکہ یقین ہوتا ہے اس لئے میں بے تکلف چلا جاتا ہوں تو اسی طرح چونکہ مجھے اس میں بھی یقین ہے کہ مجھے عوض اس جان سے بہتر ملے گا لہذا میں اس میں بھی بے باک ہوں مجھے کچھ خوف نہیں ہے۔

بادل من گفت صد چندانش کرد	انچہ گل را گفت حق خندانش کرد
میرے دل سے کہا اور اس کو سو گنا کر دیا	جو کچھ اللہ نے پھول سے کہا اور اس کو شگفتہ کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو کچھ کہ حق تعالیٰ نے گل کو کہا اور اس کو خنداں کر دیا میرے دل پر وہی کہا اور سو چند اس کا کر دیا یعنی حق تعالیٰ نے جو تجلی کہ گل پر کی ہے کہ جس کی وجہ سے وہ خنداں ہے وہی تجلی حق تعالیٰ نے مجھ پر کی ہے کہ جس کی وجہ سے میں بے فکر اور بے باک ہو گیا ہوں اور جان دینے کو تیار ہوں۔

آنچہ زد بر سرو وقدش راست کرد	وانچہ از وے نرگس ونسرین بخورد
وہ جو سرو پر نازل اور اس کا قد سیدھا کر دیا	اور وہ جو اس سے نرگس اور نسرین نے حاصل کی

یعنی جو شئے کہ سرو پر ماری اور اس کے قد کو راست کر دیا اور جو شئے کہ اس سے نرگس ونسرین نے کھائی۔

انچہ نے را کرد شیریں جان ودل	وانچہ خاکی یافت زو نقش چگل
وہ جس نے گنے کی جان اور دل کو شیریں کر دیا	اور وہ جس سے خاکی نے چگل کا نقش حاصل کر لیا

یعنی جس شئے نے کہ نئے کا جان ودل شیریں کر دیا اور جس شئے سے کہ خاک نے نقش چگل پایا۔ یعنی انسان نے جو کہ خاکی ہے حسن وجمال پایا۔

انچہ ابرو را چناں طرار ساخت	چہرہ را گلگونہ وگلنار ساخت
جس نے ابرو کو ایسا نوکیلا بنایا	چہرے کو سرخ اور گلنار بنایا

یعنی جس شئے نے کہ ابرو کو ایسا طرار بنا دیا اور چہرہ کو گلگونہ اور گلنار کر دیا۔

مر زبان را داد صد افسونگرے	وان کہ کان را داد زر جعفری
جس نے زبان کو سو جادو سکھائے	جس نے کان کو جعفری سونا عطا کیا

یعنی زبان کو اس نے سو افسونگری دیں اور وہ کہ جس نے معدن کو خالص سونا دیا (زر جعفری خالص سونے کو کہتے ہیں اس لئے کہ مشہور ہے کہ جعفر برمکی نے حکم دیا تھا کہ سونے کو خالص کر کے پھر سکہ لگایا جاوے اور آنچہ زد بر سرو سے اس شعر تک سب مبتدا ہیں جن کی خبریں محذوف ہیں) مطلب یہ کہ جس نے کہ ان چیزوں کو ایسا ایسا بنا دیا اسی نے مجھے ہی ہمت اور یہ قوت عطا فرمائی ہے اور اسی نے مجھے ایسا یقین کامل عطا فرمایا ہے آگے کہتے ہیں کہ۔

چون در زرا و خانہ باز شد	غمزہائے چشم تیر انداز شد
جب اسلحہ خانہ کا دروازہ کھلا	آنکھ کے غمزے تیر انداز بنے

یعنی جبکہ سلاح خانہ کا دروازہ کھلا تو غمزہائے چشم تیر انداز ہوئے۔

بردلم زد تیر و سودائیش کرد	عاشق شکر و شکر خائیش کرد
اس نے میرے دل پہ تیر مارا اس کو مجنون بنا دیا	شکر اور شکر خور کا عاشق کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میرے دل پر تیر مارا اور اس کو سودائی کر دیا اور عاشق شکر اور شکر خائی کا اس کو کر دیا یعنی جب اس کے عشق نے مجھ پر اثر کیا اور میرے دل کو اپنا سودائی بنالیا اور ان امور کا میں عاشق ہو گیا اور کہتا ہے کہ۔

عاشق آنم کہ ہر آن آن اوست	عقل و جان جاندار یک مرجان اوست
میں اس کا عاشق ہوں کہ ہر ملکیت اس کی ملکیت ہے	عقل اور جان اس کے لب سے جاندار ہے

یعنی میں اس کا عاشق ہوں کیونکہ ہر وہ چیز اسی کی ملک ہے عقل و جان اس کی ایک لب کی جاندار ہیں مطلب یہ کہ عقل و جان جو بھی ہیں سب کو اسی سے جان حاصل ہوتی ہے اور اسی کی لب سے ان کی جان ہے کہ اس ہی سے ان کو جان حاصل ہوئی ہے اور کہتا ہے کہ۔

من نہ لافم ور بلافم ہمچو آب	نیست در آتش کشی ام اضطراب
میں شیخی نہیں مارتا ہوں اور اگر مارتا ہوں تو پانی کی طرح	آگ بجھانے میں مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے

یعنی میں شیخی نہیں کرتا اور اگر پانی کی طرح شیخی کروں تو میری آتش کشی میں کوئی شک نہیں ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میں جو باتیں کر رہا ہوں یہ شیخی سے نہیں ہیں اور اگر شیخی کروں بھی تو میری شیخی بھی بجا اور درست ہوگی جیسے کہ پانی کہ اگر وہ شیخی کرے تو میں آتش کش ہوں تو اس کی شیخی بجا ہے اس لئے کہ وہ ایسا ہے تو اسی طرح میں اگر کہوں بھی تو بجا ہے اس لئے کہ میں ایسا ہوں۔

چون بدزدم چون حفیظ مخزن اوست	چون نباشم سخت رو پشت من اوست
میں کیسے چرا سکتا ہوں جبکہ وہ خزانہ کا محافظ ہے	میں اکھڑا کیوں نہ بنوں جبکہ وہ میری پشت (پناہ) ہے

یعنی میں پوشیدہ کیوں کروں جب کہ خزانہ کا محافظ وہ ہے اور میں دلیر کیوں نہ ہوں میری پناہ تو وہ ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ ان اسرار کے پوشیدہ کرنے کی مجھے کیا ضرورت ہے اس لئے کہ محافظ تو حق تعالیٰ ہیں پھر اگر کسی کو معلوم بھی ہو گیا تب بھی کوئی چرا نہیں سکتا اور جب میری پشت و پناہ وہ ہے پھر اگر میں دلیر ہوں اور بیباکانہ گفتگو کروں تو کیا حرج ہے۔

ہر کہ از خورشید باشد پشت گرم	سخت رو باشد نہ بیم او را نہ شرم
جو سورج کیجہ سے گرم کر والا ہو	وہ اکھڑ ہو گا اس کو نہ ڈر ہو گا نہ شرم

یعنی جو شخص کہ خورشید سے پشت گرم ہو تو وہ دلیر ہوگا نہ اس کو خوف ہوگا نہ شرم ہوگی مطلب یہ کہ جس کی پشت و پناہ خورشید ہو اس کو پھر کیا شرم ہوگی اور کیا حجاب ہوگا وہ تو اپنا چہرہ سب کے آگے رکھے گا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ میرے اندر سے کوئی کچھ کم کر ہی نہیں سکتا۔

ہمچو روئے آفتاب بے حذر	گشت رویش خصم سوز و پردہ در
نڈر سورج کے چہرے کی طرح	اس کا چہرہ دشمن کو جلانے والا اور پردہ دری کرنے والا ہوتا ہے

یعنی مثل روئے آفتاب کے بے کھٹکے اس کا چہرہ خصم سوز اور پردہ در ہو گیا۔ یعنی جس کو کہ آفتاب سے حرارت اور

www.besturdubooks.wordpress.com

روشنی پہنچ رہی ہو وہ تو آفتاب ہی کی طرح بے باک اور بے خوف ہوگا اسے کسی کی پرواہ ہوگی وہ اپنے جمال کو اپنے نور کو اپنی روشنی کو خوب ظاہر کرے گا۔ تو اسی طرح چونکہ میرا پشت پناہ خدا ہے اس لئے میں بھی بے باک ہوں اور کہتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا مقولہ عاشق کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ جب مجھے حق سبحانہ اپنی طرف بلاتے ہیں اور میری جان کا ہزار گونہ بہتر بدلا دیتے ہیں تو میں کیسے دلیر نہ ہوں کیونکہ میں تمہاری طرح شبہ میں نہیں پڑا ہوں بلکہ میں تو علم الیقین سے بھی آگے بڑھ گیا ہوں اور مقام مشاہدہ تک پہنچ گیا ہوں پس نہ میں تمہاری بات مان سکتا ہوں اور نہ میرا خیال تمہاری ملامت سے بدل سکتا ہے چونکہ میں اس کی شیرینی وصال کھا چکا ہوں لہذا میری چشم بصیرت روشن ہوگی ہے اور میں اس کو پہچان گیا ہوں اور معرفت وبینش حقیقت میں وہ چیز ہے جو ان تمام ہراسوں کو دور کر دیتی ہے جن کا منشاء وہم ہے چنانچہ جب میں اپنے گھر جاتا ہوں تو چونکہ میں اس سے واقف ہوتا ہوں لہذا بے خطر گھس جاتا ہوں۔ نہ میرے پاؤں میں لغزش ہوتی ہے اور نہ اندھوں کی طرح ٹٹولتا چلتا ہوں ایسی حالت میں مجھے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے میں ان عنایات کو بیان نہیں کر سکتا جو حق سبحانہ نے مجھ پر مبذول فرمائی ہیں چنانچہ جو بات کہ حق سبحانہ نے گل سے کہی ہے جس سے وہ ہنس پڑا اسی قسم کی بات میرے دل سے کہی تو اس کو پھول سے سینکڑوں درجہ زیادہ شگفتہ کر دیا اور جس چیز کو مار کر اس نے سرو کے قد کو سیدھا کیا ہے اور جو کچھ نرگس ونسرین کھا کر تر وتازہ ہوئیں اور جس چیز نے کہ گنے کے جان ودل کو شیریں کیا اور جس سے کہ خاک کو صورت حسن عنایت ہوئی اور جس نے کہ ابرو کو اس قدر دلربا بنایا اور چہرہ کو گلگونہ اور گلنار بنایا اور زبان کو سینکڑوں طرح کے سحر بیانی عطا کی اور جس نے کہ کان کو زر خالص عطا کیا انہوں نے جو آثار محمودہ میرے اندر پیدا کیے ان کو تو میں کیا ہی بیان کر سکتا ہوں لہذا خاموشی ہی بہتر ہے مجملاً اتنا سنو کہ جب سلاح خانہ کا دروازہ کھلا اور غمز ہائے چشم نے تیر اندازی شروع کی تو میرے دل پر تیر مارا اور مجھے اس کا دیوانہ بنا دیا اور اس کی شیریں مہی اور شیرین بیانی کا عاشق کر دیا۔ پس میں تو اس پر عاشق ہوں کہ جملہ کمالات اس کے لئے حاصل ہیں اور عقل وجان جو اس قدر کمالات رکھتی ہیں اس کی ایک جنبش لب (حکم کن) سے زندہ ہیں۔ میں شیخی نہیں مارتا اور شیخی اگر ماروں تو میری شیخی بے جا نہیں بلکہ وہ ایسی ہے جیسے کہ پانی کی آگ کو بجھا دینے کے متعلق شیخی۔ پس جس طرح اس کی یہ شیخی صحیح ہے یونہی میری شیخی بھی واقعی ہے میرا خزانہ کلام تو اسی کے قبضہ میں ہے پس میں اس خزانہ سے چرا کر غلط باتیں اپنی بابت کیسے بیان کر سکتا ہوں (یعنی حق سبحانہ چونکہ مجھے جھوٹ سے بچاتے ہیں اس لئے میں جھوٹ نہیں بول سکتا ہذا ہو المراد ولا تلتفت الی ما قال المحشون) اور میں سچ بات کہنے میں دلیر کیوں نہ ہوں کیونکہ حق سبحانہ میرے مددگار ہیں قاعدہ ہے کہ جس کا معاون آفتاب ہو وہ دلیر ہوگا نہ کسی سے ڈرے گا اور نہ شرم کرے گا کیونکہ اس کی تصدیق کے لئے آفتاب موجود ہے لہذا آفتاب کے بے خوف چہرہ کے موافق اس کا چہرہ بھی فصم سوز اور پردہ در ہوگا پس جبکہ آفتاب حقیقی میرا معاون ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

میرے لئے شرمانے یا ڈرنے کی کونسی وجہ ہے جو بات ہے صاف صاف کہتا ہوں جس کو شک ہو آزمالے۔

شرح شبّیری

ہر پیمبر سخت رو بد در جہان	یک سوارہ کوفت بر جیش شہان
دنیا میں ہر پیغمبر بہادر ہوا ہے	اس نے بادشاہوں کے لشکروں کو تنہا شکست دی ہے

یعنی جہان میں ہر پیمبر دلیر ہوا ہے کہ تنہا بادشاہوں کے لشکر پر حملہ کیا ہے۔

رو نگردانید از ترس و غمے	یک تنہ تنہا بزد بر عالمے
اس نے کسی غم اور ڈر سے منہ نہیں موڑا ہے	تنہا ایک جہان پر ٹوٹ پڑا ہے

یعنی خوف وغم کی وجہ سے منہ نہیں پھیرا اکیلے نے تنہا ایک عالم پر حملہ کیا (یہ صرف اسی لئے کہ ان کی پشت پناہ اوران کا مددگار خدا تھا) آگے پیغمبروں کے دلیر ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

سنگ باشد سخت رو و چشم شوخ	او نترسد از جہان پر کلوخ
پتھر سخت رو اور نڈر ہوتا ہے	وہ ڈھیلوں بھرے جہاں سے نہیں ڈرتا ہے

یعنی پتھر دلیر اور شوخ چشم ہوتا ہے تو وہ ڈھیلے بھرے ہوئے جہان سے ڈرتا نہیں۔ یعنی اگر سارا جہان ڈھیلوں سے بھر جاوے تو پتھر کو مطلق پرواہ نہ ہوگی وہ بالکل بے فکر ہوگا کیونکہ۔

کان کلوخ از خشت زن یک لخت شد	سنگ از صنع خدائے سخت شد
ڈھیلا اینٹ پاتھنے والے سے مجسم بنا ہے	پتھر خدائی کاریگری سے سخت ہوا ہے

یعنی کیونکہ وہ ڈھیلا تو کمہار سے ایک جسم ہوا ہے اور پتھر خدا کے بنانے سے سخت ہوا ہے۔ (لہٰذا پتھر کے اندر قوت ہے اور ڈھیلے کے اندر قوت نہیں ہے تو پتھر ڈھیلوں سے ڈرتا نہیں ہے اسی طرح چونکہ انبیاء واولیا کو پناہ حق ہوتی ہے اس لئے وہ بھی دلیر ہوتے ہیں اور کسی سے ڈرتے نہیں ہیں) آگے دوسری مثال ہے کہ۔

گوسفندان گو برون انداز حساب	زانبہے شان کے بترسد آنقصاب
بکریاں، اگرچہ شمار سے باہر ہوں	قصائی ان کی کثرت سے کب ڈرتا ہے؟

یعنی بکریاں اگرچہ حساب سے باہر ہیں (مگر) ان کی زیادتی سے قصائی کب ڈرتا ہے (تو اسی طرح اگرچہ مخالفین بے حد تھے مگر حضرت انبیاء علیہم السلام ان کی زیادتی سے کب خوف کرتے تھے)

کلکم راع نبی چوں رائی است	خلق مانند و مہ او سائی است
تم سب ریوڑ ہو نبی گلہ بان کی طرح ہے	مخلوق ریوڑ اور وہ (ان کی بھلائی کے لئے) کوشاں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سارے کے سارے تم راعی ہو اور نبی جب راعی ہے اور خلق مانند گلہ کے ہے اور وہ ساعی ہے مطلب یہ کہ دیکھو اول تو تم سب بھی راعی ہو اور نبی تو راعی بین ہے اور دیگر مخلوق ان کے سامنے مثل گلہ بکریوں کے ہے تو بھلا کہیں چرواہا بھی بکریوں سے ڈرا ہے آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ۔

از رمہ چوپان نترسد در نبرد	لیک شان حافظ بود از گرم و سرد
مقابلے میں گلہ سے چرواہا نہیں ڈرتا ہے	ہاں وہ اچھے برے سے ان کا نگہبان ہوتا ہے

یعنی گلہ سے چرواہا مقابلہ میں ڈرتا نہیں ہے لیکن ان کا گرم و سرد سے محافظ ہوتا ہے۔

گر زند بانگے ز قہر او بر رمہ	آن ز مہر ست آنکہ وارد بر ہمہ
اگر وہ غصہ سے ریوڑ پر چیختا ہے	وہ اس محبت کی وجہ سے ہے جو اس کی سب پر ہے

یعنی اگر وہ غصہ سے گلہ پر کوئی آواز کسے تو وہ اس محبت کی وجہ سے ہے جو کہ سب پر رکھتا ہے مطلب یہ کہ یہ حضرات اگر بظاہر سختی بھی کرتے ہیں تو وہ فی الحقیقت سختی نہیں ہوتی بلکہ اصل میں وہ محض محبت کی وجہ سے کہتے ہیں کہ ان کو شفقت ہوتی ہے کہ یہ لوگ کہیں ہلاک نہ ہوں اس کی ایسی مثال سمجھو کہ جیسے بکریوں والا بکریوں کو کھیت وغیرہ سے ہٹاتا ہے اور اگر نہیں ہٹتیں تو ڈنڈا رسید کرتا ہے تو اس کا مارنا صرف اس لئے ہے کہ کہیں کھیت والا ان کو جان ہی سے نہ مار ڈالے ورنہ اس کو بکریوں سے کوئی خوف وغیرہ نہیں ہوتا بلکہ وہ تو ان کا نگہبان ہوتا ہے اس کا مارنا ہی محبت پر دلالت کرتا ہے۔ آگے کہتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ ہر پیمبر جو دنیا میں آیا ہے موید من اللہ تھا اسی لئے وہ اس قدر حجری تھا کہ اکیلے نے بادشاہوں کے لشکر پر حملہ کیا اور جو خوف یا جو غم اس کے سامنے آیا کبھی اس سے منہ نہیں موڑا اور اکیلے نے تمام عالم پر حملہ کیا کیوں نہ ہو وہ تو پتھر کی مثل حجری اور نڈر ہے جو کہ عالم بھر کے ڈھیلوں سے نہیں ڈرتا۔ ڈرے کیونکر ڈھیلے میں جو قوت اور گھٹاؤ آیا ہے وہ اینٹیں پاتھنے والے کی طرف سے اور پتھر کی سختی خدا داد ہے علی ہذا عالم بھر میں جو جرات ہے وہ نفس و شیطان کی طرف سے ہے اور نبی میں جو جرات ہے وہ خدا کی طرف سے پھر نبی ان سے کیونکر ڈر سکتا ہے یا یوں سمجھو کہ نبی قصائی کی مثل ہے اور عالم گلہ گوسفندان کی مانند پس اگر بھیڑ بکریاں بے انتہا بھی ہوں تو قصائی تو ان کی کثرت سے نہیں ڈرتا پس نبی عالم سے کیونکر ڈر سکتا ہے چونکہ نبی اور اہل عالم کے نسبت کا ذکر آ گیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصلی نسبت بیان کر دی جائے تاکہ وہ شبہ دفع ہو جاوے جو کہ ان کی عارضی نسبت سے پیدا ہو گیا ہے کہ نبی مخلوق کو فنا کرنے کے لئے آتا ہے۔ سو سنو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کلکم راع اس بناء پر نبی بالا ولیٰ اپنی امت کا

www.besturdubooks.wordpress.com

راعی ہوگا اور مخلوق اس کے لئے بمنزلہ گلہ گوسفند ان کے ہوگی اور وہ ان کی بہبودی میں کوشاں ہوگا پس اصلی تعلق نبی اور امت کا یہ ہے اور قصائی تو ہو اس وقت بنتا ہے جبکہ بکریاں سرکشی کرتی ہیں اور کسی طرح نہیں مانتیں اور دوسرے بکریوں کو ان سے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے اس نسبت سے بھی معلوم ہوگیا کہ نبی امت سے نہیں ڈر سکتا۔ کیونکہ چرواہا گلہ سے نہیں ڈرتا بلکہ گرمی وسردی سے ان کی حفاظت کرتا ہے پس نبی بھی ان سے نہ ڈرے گا بلکہ ان کا محافظ ہوگا اس کی ظاہری سختی سے تم کو اس کی بے مہری کا شبہ ہونا چاہئے کیونکہ چرواہا اگر بھی گلہ کو غصہ سے ڈانٹتا ہے تو اس کا منشاء وہ شفقت ہوتی ہے جو کہ اس کو سب پر ہے۔

شرح شبّیری

ہر زمان گوید بگوشم بخت نو	گر ترا غمگین کنم غمگین مشو
نئی خوشی ہر وقت میرے کان میں کہتی ہے	اگر میں تجھے غمگین کروں تو غمگین نہ بن

یعنی میرے کان میں ہر وقت بخت نو کہہ رہا ہے کہ اگر میں تجھے غمگین (بھی) کروں تو (بھی) تو غمگین مت ہو۔ یعنی اگر بظاہر اس طرف سے کوئی بات ناگوار بھی پیش آجاوے تو بھی اس سے رنجیدہ نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ اس کے اندر لاکھوں مصالح ہوتے ہیں آگے اس ظاہری غم دینے کی مصلحت بتاتے ہیں کہ۔

من ترا غمگین وگریان زان کنم	تا کت از چشم بدان پنہان کنم
میں تجھے غمگین اور رونے والا اس لئے بناتی ہوں	تاکہ تجھے بروں کی نگاہ سے پوشیدہ کر دوں

یعنی میں تجھ کو غمگین اور گریان اس لئے کرتا ہوں کہ تجھے بدوں کی آنکھ سے پوشیدہ کروں۔ یعنی وہ فرماتے ہیں کہ میں جو تم کو مصیبت میں رکھتا ہوں اور غم دیتا ہوں تو یہ اس لئے تاکہ تم برے لوگوں کی نظر بد سے محفوظ رہو۔ میں تم کو نظر بد سے بچانے کے لئے اس طرح رکھتا ہوں اور فرماتے ہیں کہ۔

تلخ گردانم زغمہا خوئے تو	تا بگردد چشم بد از روئے تو
غموں کی وجہ سے میں تجھے بد مزاج بناتی ہوں	تاکہ نظر بد کو تیرے چہرے سے واپس کر دوں

یعنی میں غموں سے تیری عادت کو تلخ رکھتا ہوں تاکہ چشم بد تیرے رو سے پھر جاوے یعنی تاکہ تم کو نظر بد نہ لگے اس لئے میں تم کو غموں میں مبتلا رکھتا ہوں۔

نے تو صیادی نہ جویائے منی	بندۂ و افگندۂ رائے منی
کیا تو میرا شکاری اور میرا طالب نہیں ہے؟	تو میرا بندہ اور میری رائے کا تابع نہیں ہے؟

یعنی نہ تو تو صیاد ہے اور نہ میرا جویا ہے (بلکہ) غلام اور میری رائے کا ڈالا ہوا ہے مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ تیرے اندر خود کوئی قابلیت نہیں ہے یہ سب ہمارا عطیہ ہے کہ ہم تجھے عطا کر رہے ہیں۔ ورنہ تو کیا تو طالب بنتا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور کیا صیاد ہوتا بلکہ تیری تو یہ حالت ہے کہ

حیلہ اندیشی کہ در من در رسی	در فراق و جستن من بیکسی
تو تدبیر سوچتا ہے کہ مجھ تک پہنچے	تو میری جدائی اور جستجو میں بیکس ہے

یعنی تو حیلہ سوچتا ہے کہ میرے اندر پہنچے میرے فراق اور طلب میں تو بے کس ہے یعنی تو تو تدابیر وصال کرتا ہے مگر وصال اور فراق تیرے قبضہ میں نہیں ہے بلکہ اس میں اگر ہماری مدد نہ ہو اور ہمارے طرف سے کشش نہ ہو اس وقت تک کچھ نہیں ہوسکتا۔ بلکہ یہ ہوتا ہے کہ۔

چارہ میجو بد پے من درد تو	می شنودم دوش آہ سرد تو
تیرا درد میرے وصل کی تدبیر تلاش کرتا ہے	میں کل رات تیری ٹھنڈی آہ سن رہا تھا

یعنی تیرا درد میرے لئے چارہ ڈھونڈھتا ہے اور کل میں تیری آہ سرد کو سن رہا تھا یعنی ہوتا تو ہے سب ہماری جذب اور کشش ہی سے لیکن وہ کشش پیدا ہوتی ہے تیری طلب سے تو تیرا درد جو ہم کو طلب کر رہا تھا اور ہم تیری آہ سرد کو سن رہے تھے تو ہم نے اپنی طرف جذب کر لیا ورنہ طالب خود واصل نہیں ہوسکتا اب یہاں ایک سوال پیدا ہوا کہ جب آپ ہی کے قبضہ میں وصول ہے تو پھر اس بھٹکانے سے کیا فائدہ ایک دفعہ ہی اپنے پاس کیوں نہیں بلا لیتے اور وصول ایک دفعہ ہی کیوں حاصل نہیں ہو جاتا آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ

من توانم ہم کہ بے این انتظار	رہ دہم بنمایمت راہ گزار
میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے	راستہ دیدوں تجھے (آنے کا) راستہ دکھا دوں

یعنی میں یہ بھی کرسکتا ہوں کہ بغیر اس انتظار کے میں راہ دیدوں اور رہگزر تم کو دکھلا دوں۔

تا ازین گرداب دوران وارہی	برسر گنج وصالم پانہی
تاکہ تو زمانے کے اس بھنور سے نکل جائے	میرے وصل کے خزانے پر قدم رکھ دے

یعنی یہاں تک کہ اس گرداب دوراں سے تو چھوٹ جاوے اور میرے وصال کے خزانہ پر پاؤں رکھے یعنی فرماتے ہیں کہ یہ بھی ممکن تھا کہ تم کو کچھ بھی کرنا نہ پڑتا اور وصول حاصل ہو جاتا مگر انتظار میں یہ مصلحت تھی کہ۔

لیک شیرینی و لذات مقر	ہست بر اندازۂ رنج سفر
لیکن منزل کی مٹھاس اور لذتیں	سفر کی تکلیف کے اندازے کے مطابق ہیں

یعنی لیکن قیام گاہ کی شیرینی اور لذات رنج و سفر کے موافق ہیں مطلب یہ کہ قاعدہ ہے کہ اگر طویل اور سخت سفر ہوگا اس کے بعد جو قیام ہوگا تو اس قیام میں زیادہ لطف اور راحت اور آسائش ہوگی اور اگر سفر مختصر اور کوئی تکلیف بھی نہ ہوئی تو اس کے بعد قیام کا لطف نہ ہوگا اس لئے کہ جیسا سفر دیسا حضر تو فرماتے ہیں کہ ہم تم کو انتظار میں اور مشکلوں میں اس

www.besturdubooks.wordpress.com

وجہ سے رکھ رہے ہیں کہ اس کے بعد جو وصول ہو تو اس کے اندر مزید لطف ہو اور لذت بے حد زیادہ ہو جاوے۔

ہر چہ آسان یافتی آسان دہی	درد مشکل یاب را بر جان نہی
تو جو آسانی سے پاتا ہے آسانی سے دے دیتا ہے	مشکل سے حاصل ہونے والی چیز کا درد دل پر رکھتا ہے

یعنی جو شے کہ تم نے آسانی سے پالی اس کو آسانی سے دیدو گے اور درد مشکل یاب کو جان پر رکھو گے۔ یعنی جس امر کو ذرا محنت و مشقت سے حاصل کیا ہوگا اس کو تو جان کی برابر رکھو گے اور جو شے آسانی سے مل گئی ہے اس کو تم بھی آسانی ہی سے اور سستی ہی دیدو گے تو اس لئے ذرا مشکلیں اور بلائیں تم پر ڈالی جارہی ہیں لہٰذا تم کو چاہیے کہ۔

انگہ از شہر و ز خویشان بر خوری	کز غریبی رنج و محنتہا بری
اپنوں اور شہر سے تو اس وقت فائدہ اٹھائے گا	جبکہ مسافرت کی تکلیف اور مشقتیں اٹھا لے گا

یعنی شہر اور اپنے لوگوں سے اس وقت تم پھل کھاؤ گے کہ سفر سے بہت سے تکالیف اور محنتیں برداشت کی ہوں گی یعنی اگر سفر کے اندر تم نے بہت سی مشکلیں برداشت کی ہیں تب تو تم کو گھر پہنچ کر اپنے لوگوں سے مل کر لطف آوے گا ورنہ کچھ بھی لطف نہ آوے گا۔ تو اسی طرح اگر اس راہ میں تم کو کچھ مشکلیں پڑیں گی تب تو تم کو اس کی قدر ہو گے ورنہ یہ ہوگا کہ۔

وز بلاہا رو مگردان اے جوان	بشنو این تمثیل و قدر خود بدان
اے جوان! مصیبتوں سے منہ نہ موڑ	یہ مثال سن لے اور اپنا مرتبہ پہچان لے

یعنی اے جوان بلاؤں سے منہ مت پھیر اور اس تمثیل (ذیل) کو سن اور اپنی قدر جان۔ آے ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ ایک عورت چنے بھون رہی تھی تو اس چنے نے عورت سے کہا کہ بھلا تو مجھے کیوں آگ پر جلا رہی ہے اور کیوں بلا میں مبتلا کر رہی ہے۔ اس عورت نے کہا کہ مجھے تجھ سے کوئی دشمنی نہیں ہے بلکہ میں اس لئے تجھے آگ میں بھون رہی ہوں تاکہ تو کھانے کے قابل ہو جاوے۔ اور پھر جزو انسان بن کر تجھے عروج ہو اور پھر اتحاد اصطلاحی حق کے ساتھ تجھے ہو جب اس چنے نے یہ سنا تو وہ جلنے بھننے پر راضی ہو گیا۔ تو فرماتے ہیں کہ اسی طرح جو بلائیں اور مجاہدات و ریاضات کی مشکلیں تم پر پڑ رہی ہیں وہ بھی سب اس لئے ہیں تاکہ تم کام کے ہو جاؤ تو ان بلاؤں سے گھبراؤ مت اور پریشان مت ہو اس لئے کہ یہ بلائیں ہی تم کو کام کا کر دیں گی۔ اب مثال کو سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ مضمون استطرادی کو ختم کر کے پھر مولانا مقولہ عاشق یعنی مہمان کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے کہا کہ میں مصائب کے مقابلہ میں سخت اور حبری کیوں نہ ہوں جبکہ خدا میرا مددگار ہے نیز وہ ہر وقت میری نئی خوش نصیبی کے سبب مجھ سے کہتا ہے کہ میں اگر تجھے کسی تکلیف میں مبتلا کر کے غمگین کروں تو تو غمگین نہ ہونا کیونکہ میں تجھے اس لئے غمگین کرتا ہوں کہ تجھے نظر بد سے محفوظ رکھوں میں تیری طبیعت کو غموں سے مکدر کرتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور مقصود یہ ہوتا ہے کہ تجھے نظر نہ لگے اچھا بتا کیا تو میرا طالب اور میرا خواستگار نہیں ہے اور میرا مطیع اور میری رائے کا تسلیم کرنے والا نہیں ہے جبکہ تو ایسا ہے تو تجھے میری رضا پر راضی رہنا چاہئے اور میری رضا یہ ہے کہ تو فراخ حوصلگی سے مصائب کے سامنے سینہ سپر رہے پس تجھے ایسا کرنا چاہئے میں جانتا ہوں کہ تو میرا قرب چاہتا ہے اور میری جدائی اور میری طلب میں تیری حالت زار ہے اور تیری تکلیف میرے قرب کے لئے تدبیر کی طالب ہے اور میں جانتا ہوں کہ تو سخت تکلیف میں ہے چنانچہ میں کل تیری اس آہ سرد کو سن رہا تھا جو تو میری جدائی میں کر رہا تھا اور میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ بدوں انتظار کے تیرے لئے وصال کی سبیل پیدا کر دوں اور تجھے اس تکلیف سے گزر جانے کا راستہ دکھلا دوں تاکہ تو اس گردش کے بھنور سے نکل کر میرے خزانہ وصال تک پہنچ جاوے مگر میں اس لئے نہیں کرتا کہ اس وقت تجھے اس میں زیادہ لطف آئے گا کیونکہ منزل مقصود کی لذتیں سفر کی مصیبتوں کے اندازہ کے موافق ہوتی ہیں جس قدر سفر میں کلفت ہوتی ہے اسی قدر منزل پر پہنچ کر راحت ہوتی ہے نیز بے مشقت مل جانے میں تم کو اس کی قدر نہ ہوگی کیونکہ جو چیز آسانی سے ملتی ہے اس کے کھو دینے میں دریغ نہیں ہوتا۔ اور جو چیز مشکل سے ملتی ہے اس کا تم کو جان و دل سے درد ہوتا ہے نیز دیکھو تم اسی وقت اپنے شہر اور اپنے عزیزوں کی ملاقات سے متمتع ہوتے ہو جبکہ مسافرت کی تکالیف اٹھاؤ پس معلوم ہوا کہ تکالیف کی ضرورت ہے اور ان سے تم کو منہ نہ موڑنا چاہئے چونکہ مجھ کو یہ ہدایت ہے اس لئے میں تکالیف کا جرات کے ساتھ مقابلہ کرتا ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اے مخاطب جب تجھ کو بلاؤں کی حقیقت معلوم ہوگی تو تجھے ان سے منہ نہ موڑنا چاہئے اچھا اب ایک مثال سن اور اس سے اپنی حقیقت جان۔

شرح شبّیری

بلاؤں میں مومن کی اضطرابی اور بے صبری کی مثال چنے کے بھنتے وقت نکل کر بھاگنے اور عورت کے اس کو روکنے کے ساتھ

در نخود بنگر کہ اندر دیگ چون	مے جہد بالا چو شد ز آتش زبون
چنے کو دیکھ کہ وہ دیگ میں کیسا	اوپر کو اچھلتا ہے جب آگ سے عاجز آ جاتا ہے

یعنی چنے میں دیکھ کہ دیگچی میں کس طرح کودتا ہے جبکہ آگ سے عاجز ہوتا ہے

ہر زمانے مے برآید وقت جوش	بر سر دیگ و برآرد صد خروش
جوش کے وقت ہر وقت باہر کو نکلتا ہے	دیگ پر اور سینکڑوں چیخیں مارتا ہے

یعنی ہر گھڑی جوش کے وقت وہ دیگچی کے منہ پر نکل آتا ہے اور سو (جوش) خروش نکالتا ہے (اور پکانے والی سے کہتا ہے کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ چرا آتش بمن در می زنی	چون خریدی چون نگونم مے کنی
کہ تو کیوں مجھ میں آگ لگاتی ہے؟	جبکہ تونے مجھے خریدا ہے کیوں مجھے اوندھا کرتی ہے؟

یعنی کہ کیوں میرے اندر آگ لگا رہی ہے جب تونے خریدا تو مجھے ذلیل کیوں کرتی ہے (اس کو سن کر پکانے والی یہ کرتی ہے کہ)

میزند کفلیز کد بانو کہ نے	خوش بجوش و بر مجہ ز آتش کنے
بی بی کفگیر چلاتی ہے کہ نہیں	خوب جوش کھا اور آگ جلانے والے سے نہ بھاگ

یعنی بیگم صاحبہ کفگیر مارتی ہے کہ نہیں خوب جوش کر اور آگ کرنے والے سے بھاگ مت۔

زان نجوشانم کہ مکروہ منی	بلکہ تا گیری تو ذوق و چاشنی
میں تجھے اس لئے جوش نہیں دے رہی ہوں کہ تو مجھے ناپسند ہے	بلکہ (اس لئے) کہ تجھ میں ذائقہ اور لذت پیدا ہو جائے

یعنی میں اس لئے جوش نہیں دیتی کہ تو میرا مکروہ ہے بلکہ (اس لئے) تا کہ تو مزہ اور چاشنی حاصل کرلے۔

تا غذا گردی بیامیزی بجان	بہر خواری نیستت این امتحان
تا کہ تو غذا بنے جان میں گھل مل جائے	یہ آزمائش تیرے ذلیل کرنے کے لئے نہیں ہے

یعنی تا کہ تو غذا ہو جاوے اور جان کے ساتھ مل جاوے اور تیرا یہ امتحان ذلت کی وجہ سے نہیں ہے یعنی وہ کہتی ہے کہ میں جو تجھے پکار رہی ہوں تو اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ میں تجھے ذلیل وخوار سمجھتی ہوں بلکہ اس لئے پکار رہی ہوں تا کہ تو غذائے انسانی بن جاوے۔

آب میخوردی بہ بستان سبز و تر	بہر این آتش بدست آن آب خور
تو سبزہ و تر ہو کر باغ میں پانی پیتا تھا	وہ پانی پینا اسی آگ کے لئے تھا

یعنی باغ میں تو سبز وتر پانی پیا کرتا تھا تو وہ پانی پینا اس آگ ہی کے لئے تھا یعنی تیرے اندر جو خوب پانی دیا گیا اور تیری سب طرح کی حفاظتیں کی گئیں وہ ساری اسی لئے تھیں کہ ایک روز تو آگ پر رکھا جاوے اور پھر لذیذ و مزیدار ہو کر تجھے لوگ کھاویں تو جب تجھے اول ہی سے اس لئے پالا گیا ہے کہ تجھے آگ میں بھون کر کھاویں تو آج گھبرانے کے کیا معنے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ چنے کو دیکھ کہ جب وہ آگ سے مغلوب ہوتا ہے تو ہانڈی سے کیسا کیسا اچھلتا ہے کہ جب جوش ہوتا ہے نکلنے کے لئے ہانڈی کے منہ تک آ جاتا ہے اور بے حد شور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو مجھے آگ میں کیوں جلاتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اگر مجھے یوں ہی تباہ کرنا تھا تو خریدا تھا کیوں لیکن بی بی اس کو ڈوئی سے دباتی ہے اور کہتی ہے کہ نہیں تو پریشان مت ہو اچھی طرح پک جا اور آگ جلانے والی اور پکانے والے سے بھاگ مت میں تجھے اس لئے نہیں تو پریشان مت ہو اچھی طرح پک جا اور آگ جلانے والی اور پکانے والے سے بھاگ مت میں تجھے اس لئے نہیں پکاتی اور تکلیف دیتی کہ تو مجھے بڑا معلوم ہوتا ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ تو مزیدار ہو جاوے اور غذا ابن کر جان کے ساتھ اتصال حاصل کرے یہ آزمائش ذلت کے لئے نہیں ہے باغ میں جو تجھ کو پانی دے کر سرسبز کیا گیا تھا تو اسی دن کے لئے کیا تھا۔

شرح شبّیری

رحمتش سابق بدست از قہر زان	تاز رحمت گردد اہل امتحان
اس کی رحمت قہر سے اسی لئے پہلے ہے	تاکہ رحمت کے ذریعہ وہ آزمائش کے قابل بن جائے

یعنی رحمت حق تعالیٰ قہر سے اسی لئے سابق ہے تاکہ رحمت سے اہل امتحان (پیدا) ہوں۔

رحمتش برقہر زان سابق شدہ است	تاکہ سرمایہ وجود آید بدست
اس کی رحمت اس کے قہر سے اسی لئے پہلے ہے	تاکہ وجود کا سرمایہ ہاتھ آ جائے

یعنی اس کی رحمت قہر پر اس لئے سابق ہوئی ہے تاکہ سرمایہ وجود ہاتھ میں آ جاوے۔

زانکہ بے لذت نروید لحم و پوست	چون نروید چہ گدازد عشق دوست
کیونکہ گوشت و پوست بغیر لذت کے پیدا نہیں ہوتا ہے	جب وہ نہ پیدا ہوا ہو تو دوست کا عشق کس چیز کو پگھلائے گا؟

یعنی اس لئے کہ بے لذت کے لحم و پوست پیدا نہیں ہوتے اور جب پیدا ہی نہ ہوں گے تو عشق دوست کس کو پگھلا دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ ارشاد حق ہے کہ سبقت رحمتی علی غضبی تو اس سبقت رحمت کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اول رحمت حق انسان کو پیدا کرتی ہے اس کی پرورش کرتی ہے یہاں تک کہ وہ بڑا اور قابل امتحان ہو جاتا ہے اس وقت اس کو پھر حق تعالیٰ بلاؤں میں مبتلا فرماتے ہیں اور پھر فنا کر دیتے ہیں تو دیکھو اگر اول رحمت انسان کو نہ بناتی تو پھر فنا کس کو کرتی اور اول جو بنایا تھا اور رحمت کی تھی وہ اسی لئے تھی کہ پھر فنا کیا جاوے۔

زان تقاضا گر بیاید قہر ہا	تاکنی ایثار آن سرمایہ را
اگر اس (عشق کے) تقاضے سے مصیبتیں آئیں	تاکہ تو اس سرمایہ کو قربان کر دے

یعنی اس تقاضا کر سے اگر (صورۃً) قہر آویں (تو وہ اس لئے ہیں) تاکہ تم اس سرمایہ (وجود) کو ایثار کر دو یعنی پیدا کرنے کے بعد جو صورۃً قہر آتے ہیں وہ اس لئے ہوتے ہیں تاکہ تم کو جو وہ سرمایہ وجود رحمت کی وجہ سے ملا ہے اس کو اب فدا کر دو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باز لطف آید برائے عذر راؤ	کہ بکردی غسل و برجستی زجو
پھر اس کی عذر خواہی کے لئے مہربانی آتی ہے	کہ تو نے غسل کر لیا ہے اور تو نہر کو کود گیا ہے

یعنی پھر لطف اس کے عذر کے لئے آتا ہے تو نے غسل کر لیا اور توندی سے کود گیا یعنی اول صورۃ قہر آتے ہیں تا کہ اس سرمایہ وجود کو تم ایثار کر دو اس کے بعد پھر لطف آتا ہے اور عذر خواہی کرتا ہے کہ لو بس اب تم کامل ہو گئے اور اس نجاست وجود سے پاک ہو گئے ہو لہذا اب نکل آؤ تو بعد فنا کے بقا اور بعد ان صوری قہروں کے الطاف بیکران پیدا ہوتے ہیں۔

شرح مبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف رخ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے جو فرمایا ہے رحمتی سبقت غضبی تو اس رحمت کے غضب سے مقدم ہونے کا راز یہ ہے کہ رحمت سے آدمی صالح للامتحان ہو جاوے اور رحمت قہر پر اس لئے مقدم ہوئی ہے تا کہ سامان وجود ہاتھ آ جاوے کیونکہ قہر کی حالت میں نہ کھال پیدا ہو سکتی ہے نہ گوشت کیونکہ اس لئے لذت کی ضرورت ہے اور جب تک گوشت پوست پیدا نہ ہوا اس وقت تک عشق محبوب کسے گھلائے گا لہذا ضرورت ہوئی کہ اولاً رحمت ہو جب ابتداءً رحمت ہوئی اور گوشت پوست تیار ہو گیا اب بلائیں آتی ہیں اور تقاضا ہوتا ہے کہ جب تم مدعی عشق ہو تو یہ سامان لٹاؤ اور گھل گھل کر فنا ہو جب تم نے یہ کر لیا اس وقت اس کی معذرت میں پھر رحمت ہوتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ اب تم صفات ذمیمہ سے پاک ہو چکے اور ہمارے تمہارے درمیان جو ایک خلیج حائل تھی اس سے تم پار ہو گئے اور ہمارے حریم قرب میں پہنچ گئے۔

شرح شبیری

بانخود گوید چریدی در بہار	رنج مہمان توشد نیکوش دار
وہ چنے سے کہتی ہے تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے	رنج تیرا مہمان بنا ہے اس کی دیکھ بھال کر

یعنی چنے سے کہتی ہے کہ تو نے (موسم) بہار میں (خوب) چرا ہے (بسا) رنج تیرا مہمان ہوا ہے اس کو اچھی طرح سے رکھ۔

تاکہ مہمان باز گردد شکر ساز	پیش شہ گوید ز ایثار تو باز
تا کہ مہمان شکریہ ادا کرتا ہوا لوٹے	بادشاہ کے سامنے تیرے ایثار کو کھل کر بیان کرے

یعنی تا کہ مہمان شکر کرتا ہوا بادشاہ کے پاس لوٹے اور تیرے ایثار کو بیان کرے۔

تا بجائے نعمت منعم رسد	جملہ نعمتہا برد بر تو حسد
تا کہ تیرے پاس نعمت کی بجائے نعمت دینے والا آ جائے	(اور) تمام نعمتیں تجھ پر حسد کرنے لگیں

یعنی تا کہ نعمت کی جگہ تم کو منعم پہنچے اور تمام نعمتیں تم پر حسد لے جاویں (نخود سے مراد انسان ہے) مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ فرماتے ہیں کہ اے انسان تو نے خوب گل چھرے اڑائے ہیں اب ذرا محنت اور بلائیں اور رنج خداوندی تمہارے مہمان ہوئے ہیں ان کو اچھی طرح رکھو اور ان کا اچھی طرح رکھنا یہی ہے کہ ان پر صبر کرو تو یہ اگر خوش گئے تو پھر یہ جا کر خدا سے کہیں گے کہ ہم کو خوب اچھی طرح رکھا ہماری خوب خاطر کی اس کو سن کر حق تعالیٰ خوش ہوں گے اور بجائے اس کے کہ وہ نعمتیں دیتے خود تشریف لے آویں گے اور وہ حالت ہو جاوے گی کہ تمام نعمتیں بھی تم پر حسد کریں گی کہ اس کے پاس تو خود منعم ہی تشریف لے آئے۔ لہذا تم کو چاہئے کہ تم ان بلاؤں کو برداشت کرو اور صبر و شکر سے کام لو کہ اس طرح حق تعالیٰ کا قرب اور معیت تم کو حاصل ہو جاوے گی اور حق تعالیٰ تم سے راضی رہیں گے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ان اشعار کو محشین نے بی بی کا مقولہ قرار دیا ہے اور نخود سے معنی حقیقی مراد لئے ہیں مگر مجھے الفاظ مجبور کرتے ہیں کہ میں ان کو بھی اشعار سابقہ کا ہی ضمیمہ قرار دوں اور نخود سے مکلف مراد لوں لہذا میں ایسا ہی کرتا ہوں اگر کسی کو یہ پسند ہو کہ وہ اس کو بی بی کا مقولہ قرار دے تو وہ ایسا ہی کرلے حق سبحانہ مکلف سے فرماتے ہیں کہ تو نے بہت مزے اڑائے ہیں اب کچھ دنوں کے لئے ہماری طرف سے رنج تمہارا مہمان ہوتا ہے پس تم اس کی خوب خاطر کرنا تاکہ یہ مہمان تمہارا شکر کرتا ہوا واپس لوٹے اور تمہاری سخاوت کی ہمارے سامنے خوب تعریف کرے اور اس کا نتیجہ یہ ہو کہ بجائے اس کے کہ ہم تم پر انعام کریں خود ہی تم کو مل جائیں اور ہمارے ایسا کرنے سے تم کو وہ شرف حاصل ہو کہ تمام نعمتوں کو تم پر رشک آوے۔

شرح شبّیری

من خلیلم تو پسر پیش بچک	سر بنہ انی ارانی اذ بحک
میں خلیل (اللہ) ہوں تو فرزند ہے چھری کے سامنے	سر رکھ دے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں

یعنی میں خلیل (کی طرح) ہوں اور تو چھری کے سامنے لڑکا ہے تو تو سر رکھ دے میں دیکھتا ہوں کہ تجھے میں ذبح کروں مطلب یہ کہ تم کو ظاہری اور صوری تکالیف ہو رہی ہیں تو تم ان کو صبر و شکر سے برداشت کرلو تو ان کے برداشت کرنے سے تمہارے درجات ترقی پذیر ہوں گے جیسے کہ حضرت اسماعیلؑ کے درجات تکلیف کو برداشت کرنے سے بلند ہو گئے تھے۔

سر بہ پیش قہر نہ دل برقرار	تا ببرم حلقت اسماعیل وار
اطمینان قلب کے ساتھ تکلیف کے سامنے سر رکھ دے	تاکہ اسماعیل کی طرح میں تیرا گلا کاٹ دوں

یعنی قہر (صوری) کے آگے دل کو برقرار رکھ کر سر رکھ دے تاکہ میں اسماعیل کی طرح تیرا حلق کاٹ دوں

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ بظاہر جو تم کو تکلیف ہو رہی ہے یہ صرف صورۃً تکلیف ہے ورنہ حقیقت میں تمہارے مدارج عالیہ ہوتے ہیں تو تم صبر و شکر کیساتھ راضی برضا ہو جاؤ جس سے کہ میں تم کو یہ تکلیف صوریہ پہنچا کر پاک وصاف کردوں اور تمہارے درجے عالی ہو جاویں اور کہتے ہیں کہ۔

سر ببرم لیک این سر آن سریست	کز بریدہ گشتن و کشتن بریست
میں سر کاٹ رہی ہوں لیکن یہ سر وہ سر ہے	جو کٹنے اور مرنے سے بری ہے

یعنی میں سر کاٹوں لیکن یہ سر وہ سر ہے کہ کاٹے جانے اور مارے جانے سے بری ہے مطلب یہ کہ مرنا اور سر کٹ جانا تو ایک نقصان ہے لہذا کہتے ہیں کہ میں بظاہر تو سر کاٹ رہا ہوں اور تکلیف پہنچا رہا ہوں لیکن اس سے کوئی کسی قسم کا نقصان نہ ہوگا بلکہ ان تکالیف سے نفع ہی ہوگا اور درجات عالی ہوں گے آگے خود اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

لیک مقصودم ازان تعلیم تست	اے مسلمان بایدت تسلیم جست
لیکن اس سے میرا مقصد تیری تعلیم ہے	اے مسلمان! تجھے سر رکھ دینا چاہیے

یعنی لیکن اس سے میرا مقصود تیری تعلیم ہے تو اے مسلمان تم کو تسلیم ڈھونڈنا چاہیے۔ مطلب یہ کہ کہتے ہیں کہ میں بظاہر تم کو تکالیف تو پہنچا رہا ہوں مگر اس سے مجھے مقصود تکلیف دینا نہیں ہے بلکہ مقصود اس سے تیری تعلیم ہے کہ اس ذریعہ سے تمہارے اخلاق درست ہوں گے مراتب بڑھیں گے تو تم کو چاہیے کہ تسلیم و رضا سے کام لو اور ہرگز ہرگز ان تکالیف سے گھبراؤ نہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ مندرجہ بالا اشعار کی طرح ان اشعار کے بھی دو محمل ہیں مگر میں ان کو بھی مقولہ مولانا ہی قرار دینا بہتر سمجھتا ہوں اس وقت حاصل اشعار یہ ہے کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ میری مثال ایسی ہے جیسے خلیل اور تیری ایسی ہے جیسے چھری کے سامنے اسماعیل پس میری رائے یہ ہے کہ میں تجھے ذبح کردوں لہذا تم ہمارے کار و قہر ظاہری کے سامنے اطمینان قلب کے ساتھ سر جھکا دو تا کہ اسماعیل کی طرح میں تمہارا گلا کاٹ دوں اور سر الگ کردوں لیکن یاد رکھو کہ یہ سر وہ سر ہے جو کٹ نہیں سکتا بلکہ کٹنے اور مرنے سے بری ہے پھر یہ جو میں نے کہا ہے کہ گلا کاٹ دوں اور سر الگ کردوں یہ تمہارے محاورہ میں تمہارے سمجھانے کے لئے کہا ہے کیونکہ تم اسے کٹنا اور مرنا سمجھتے ہو پس تم کو اطاعت کرنی چاہیے اور ہماری رضا پر راضی ہونا چاہیے۔

شرح شبّیری

اے نخود میجوش اندر ابتلا	تا نہ ہستی و نہ خود ماند ترا
اے چنے! آزمائش میں جوش کھا	تا کہ تجھ میں اپنی ہستی اور خودی (باقی) نہ رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے چنے تو آزمائش میں جوش کرتا کہ تیرے لئے نہ ہستی رہے اور نہ خودی رہے مطلب یہ کہ امتحان سے بھاگ مت تا کہ ان مجاہدات وریاضات میں رہ کر تجھے درجہ فنا کا حاصل ہو جاوے۔

اندر آن بستان اگر خندیدۂ	تو گل بستان جان و دیدۂ
اگر تو اس باغ میں مسکرایا ہے	(اب) تو جان اور آنکھ کے باغ کا پھول ہے

یعنی اس باغ میں تو اگر ہنسا ہے تو (اب) تو جان و دیدہ کے باغ کا پھول ہے مطلب یہ کہ اگر تو اس ہرے بھرے کھیت سے الگ ہو گیا ہے تو کوئی رنج کی بات نہیں ہے اس لئے کہ وہ تو باغ ظاہری تھا اور اب تو باغ جان ودل میں آ گیا ہے اور اجزاء انسانی بن گیا ہے پھر کیا غم ہے اور کیوں ان مجاہدات سے گھبراتا ہے۔

گرجدا از باغ آب وگل شدی	لقمہ گشتی و اندر احیا آمدی
اگر تو پانی اور مٹی کے باغ سے جدا ہو گیا ہے	تو لقمہ بن گیا ہے اور زندوں کے اندر آ گیا ہے

یعنی اگرچہ آب وگل کے باغ سے تو جدا ہو گیا ہے مگر اب تو تو لقمہ ہو گیا ہے اور زندوں میں آ گیا ہے یعنی احیاء کا جزو بن گیا ہے اور تیرے اندر بھی حیات پیدا ہو گئی ہے۔

شو غذائے و قوت اندیشہا	شیر بودی شیر شو در بیشہا
خیالات کی غذا اور روزی بن جا	تو دودھ تھا (اب) کچھاروں کا شیر بن جا

یعنی تو فکروں کی غذا اور قوت ہو جا تو (پہلے) شیر (خوار) تھا اب جنگلوں میں شیر ہو جا یعنی پہلے تو تو بالکل ضعیف تھا اور اب اجزاء انسانی میں داخل ہو کر تو قوی ہو جا۔ اور جس طرح جنگلوں میں شیر قوی ہوتا ہے اسی طرح تو بھی قوی ہو جا اور یہ سب حاصل جب ہو گا جب ان مجاہدات میں ثابت قدم رہے گا اور ان سے گھبراوے گا نہیں لہذا تجھے چاہئے کہ پریشان مت ہو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب بی بی کہتی ہے کہ اے چنے تو اس امتحان میں خوب جوش کھاتا کہ اس کا انجام یہ ہو کہ نہ تیری ہستی باقی رہے اور نہ خودی (اس شعر میں یہ بھی احتمال ہے کہ اشعار ما قبل کے ساتھ مرتبط ہو اور نخود سے مراد متکلف ہو اور مقولہ کد بانو اندران بستان الخ سے شروع ہوا ہو وہذا ہو الراجح عندی) تو اس باغ میں اگر خوش وخرم رہا ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ وہی باغ تیری اصلی جگہ ہے بلکہ تو تو حقیقۃً کھائے جانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اس لئے اصل مقام تیرا جان اور آنکھ ہے اور اصل میں تو اس باغ کا پھول ہے اور اگر تو باغ آب وگل سے جدا ہو گیا ہے تو اس کا غم نہ کرنا کیونکہ تو غذا بنے گا اور حیات حاصل ہو کر زندوں میں شامل ہو گا پس تو انسانوں کی غذا اور افکار کی قوت کا ذریعہ بن اول تو شیر (دودھ) کی طرح بے جان تھا اب اس جنگل کا شیر بن یعنی جسم میں جا کر حیات اور قوت حاصل کر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

از صفاتش رستۂ واللہ نخست	در صفاتش باز رو چالاک و چست
خدا کی قسم تو پہلے اس کی صفات کے ذریعہ سے اگا ہے	پھر تیزی اور چستی سے اس کی صفات کی طرف لوٹ جا

یعنی تو تو اول سے اسی کی صفات سے پیدا ہوا ہے تو اسی کی صفات میں پھر چالاک و چست ہو کر چلا جا مطلب یہ ہے کہ تمام عالم انسان ہی کے لئے پیدا ہوا ہے اور تمام عالم مظہر ہے حق تعالیٰ کی صفات کا اور مظہر اتم صفات حق کا انسان ہے تو گویا ایک طرح سے یہ تمام عالم صفات انسانی کا بھی مظہر ہوئے تو فرماتے ہیں کہ اے چنے تو تو اس انسان ہی کی صفات کا ایک مظہر ہے تو جب اول سے اسی کی صفات کا مظہر ہے تو اب تجھے اس کے اندر جانے سے کیوں خوف معلوم ہوتا ہے تجھے چاہیے کہ شوق و ذوق سے اس کے اندر جانے کی اور اس کا جز بننے کی خواہش کرے اور اس کا جز و اسی طرح بن سکتا ہے جب ان مجاہدات کو برداشت کرے۔ لہذا ان سے مت گھبرا۔ اسی طرح انسان کامل جب ہوسکتا ہے اور حق تعالیٰ کا مقرب اس وقت ہوگا جبکہ مجاہدات و ریاضات سے گھبراوے نہیں بلکہ صبر و شکر کے ساتھ اس کو برداشت کرے۔ تو پھر وہ مقرب حق ہو جاوے گا اور پھر اس کے افعال و اقوال تمام افعال و اقوال حق ہی ہوں گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ز ابر و خورشید و ز گردون آمدی	پس شدی اوصاف و ز گردون بر شدی
ابر اور سورج اور آسمان کے ذریعہ تو آیا ہے	پھر تو اوصاف میں داخل ہو گیا اور آسمان سے باہر ہو گیا

یعنی ابر اور خورشید اور گردوں سے آیا ہے تو پھر صاف ہو گیا ہے تو اور گردوں سے بڑھ گیا ہے مطلب یہ کہ اول تو تو عناصر سے پیدا ہوا تھا لیکن پھر مجاہدات سے صفائی حاصل کر کے تو گردوں سے بھی عالی ہو گیا ہے اور اس سے بھی گزر گیا ہے۔

آمدی در صورت باران و تاب	میروی اندر صفات مستطاب
تو بارش اور دھوپ کی صورت میں آیا	(اب) تو پاکیزہ صفات میں داخل ہو رہا ہے

یعنی تو بارش اور تابش (آفتاب) کی صورت میں آیا ہے اور (اب) صفات حق میں جا رہا ہے مطلب وہی کہ اول تو عناصر سے پیدا ہوا تھا اور اب صفات انسانی میں داخل ہو رہا ہے جو مظہر اتم حق تعالیٰ کا ہے۔

جزو شمس و ابر و انجم بدی	نفس و فعل و قول و فکر ہا شدی
تو سورج اور ابر اور ستاروں کا جزو تھا	روح اور فعل اور قول اور افکار بن گیا

یعنی تو (پہلے) سورج اور ابر اور ستاروں کا جزو تھا (اور اب) نفس اور فعل اور قول اور افکار ہو گیا ہے مطلب یہ کہ کہتے ہیں کہ اے چنے تو پہلے تو عناصر کا جزو تھا اور وہ تیرے اصول تھے اور اب انسان کا جزو بن کر تو افعال و اقوال وغیرہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگیا ہے کیونکہ اس کی صفات میں داخل ہوگیا اور اس کی یہی صفات ہیں اور یہ سب اس مجاہدہ ہی سے حاصل ہوا ہے۔

شرح حبیبی

بیگم اس چنے سے کہتی ہے کہ تو حنفذی ہی کی صفات سے پیدا ہوا تھا کیونکہ اسی نے تجھے جوتا بویا تھا اب تو اسی کی صفات میں واپس چلا جا اور پھر اسی کی صفت بن جا کیونکہ کل شے یرجع الی اصلہ۔ دیکھ تو اولاً ابر اور آفتاب اور آسمان سے آیا تھا کیونکہ ابر کے پانی نے سیراب کیا سورج نے گرمی پہنچائی اضاع فلکیہ نے اپنا کام کیا تب تو بنا لیکن جبکہ تو حنفذی کی صفت بن جاوے گا تو تجھے پہلے سے بھی زیادہ شرف حاصل ہوگا۔ اور تو انسان کے تابع ہو کر اشرف المخلوقات بن جاوے گا۔ پس پہلے تو تیری یہ حالت تھی کہ بارش اور گرمی سے پیدا ہوا تھا اور اب تکلیف کی برکت سے یہ حالت ہوگی کہ تو عمدہ صفات میں شامل ہوگا اور اول تو تو آفتاب ابر اور ستاروں کا جز و تھا اور اب ذات شریف انسانی اور اس کا قول و فعل اور اس کے خیالات بنے گا۔ بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا اور یہ سب انہیں تکالیف کی برکت ہے جن سے تو بھاگتا ہے۔

شرح شبیری

ہستئ حیوان شد از مرگ نبات	راست آمد اقتلونی یا ثقات
نباتات کی موت سے حیوانات وجود میں آئے	سچ ثابت ہوا اے معتمد لوگو! "مجھے قتل کر دو"

یعنی حیوان کی ہستی نبات کے مرنے سے ہوئی ہے تو اقتلونی یا ثقات درست آیا ہے مطلب یہ ہے کہ ایک شے کے فنا کے بعد ترقی ہونا کوئی بعید نہیں ہے اس لئے کہ دیکھو اول تو نباتات ہوتے ہیں جب وہ فنا ہو کر اجزاء انسانی بن جاتے ہیں تو دیکھو ان کو ترقی ہوتی ہے تو نباتیت سے حیوانیت میں داخل ہو جاتے ہیں تو منصور کا اقتلونی الخ کہنا صحیح ہے اس لئے کہ ان کا مطلب یہ تھا کہ مجھے مار ڈالو تو میں فنا ہو کر ترقی کروں گا اور حیوانیت سے بھی آگے بڑھوں گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چون چنین بردیست مارا بعد مات	راست آمدان فی قتلی حیات
جبکہ ہماری ہار کے بعد اس طرح کی جیت ہے	سچ ثابت ہوا "بیشک میرے قتل میں زندگی ہے"

یعنی جبکہ فنا کے بعد ہمارے لئے ایسی بقا ہے تو یہ بات سچ ہے کہ میرے قتل میں حیات ہے یعنی منصور کا کہنا کہ ان فی قتلی الخ یہ بالکل صحیح ہے اس لئے کہ بعد فنا کے بقا حاصل ہوتی ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

فعل وقول صدق شد قوت ملک	تا بدین معراج شد سوئے فلک
سچا قول و فعل، فرشتے کی روزی بنا	یہاں تک کہ وہ آسمان کی جانب اسی بلندی پر پہنچا

یعنی فرشتہ کی غذا فعل و قول اور صدق ہوئی یہاں تک کہ وہ اس معراج کی وجہ سے آسمان کی طرف چلا گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ دیکھو فرشتہ نے جو اپنی غذا فعل وقول وغیرہ کو بنایا تو یہ اشیاء اس کی غذا ہونے کی وجہ سے فنا ہو گئیں اور اس کے بعد اس کو درجہ ملکیت کا حاصل ہو گیا۔ تو یہاں سے بھی وہی بقا بعد الفناء کا مسئلہ حل ہوا آگے تقریب فہم کے لئے اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

آنچنان کان طعمہ شد قوت بشر	از جمادی برشد و شد جانور
اسی طرح کہ وہ لقمہ جو انسان کی غذا بنا	جمادیت سے بلند ہو گیا اور جاندار بن گیا

یعنی جس طرح کہ وہ لقمہ انسان کی روزی ہوئی تو وہ جمادیت سے نکلا اور جانور ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ دیکھو انسان کی غذا جو لقمہ وغیرہ ہوئی تو وہ غذا بن کر فنا ہو گئی اور اس فنا کے بعد وہ بشر ہو گیا اور وہی اجزاء نباتی انسان بن گئے اور نباتیت سے درجہ بشریت کا حاصل ہو گیا اب اس مضمون کو ختم فرمانا چاہتے ہیں لہذا فرماتے ہیں کہ۔

این سخن را ترجمہ پہنا ورے	گفتہ آید در مقام دیگرے
اس بات کا مفصل بیان	دوسرے مقام پر کیا جائے گا

یعنی اس بات کا پورا پورا بیان کسی دوسری جگہ بیان کیا جاوے گا۔ اب آگے ایک مضمون ارشادی بطور نتیجہ کے بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ نبات مر کر حیوان بن گیا۔ پس اس سے منصور کے قول اقتلونی یا ثقات کا درست اور بجا ہونا ظاہر ہو گیا کیونکہ معلوم ہو گیا کہ موت ترقی کا ذریعہ ہے اور ترقی کے آرزو ہر ایک کرتا ہے اور جبکہ ہم کو موت کے بعد ایک اعلیٰ حیات ملنے والی ہے تو اس کے قول ان فی قتلی حیات کی واقعیت بھی ظاہر ہو گئی۔ موت ترقی کا ذریعہ ہے۔ اس کی تصدیق تم کو اس سے بھی ہوگی کہ اقوال وافعال اور صدق وغذا و ملائک بنتے ہیں اور اس طرح سے فنا ہوتے ہیں۔ تو ان کو اس ذریعہ سے معراج آسمانی حاصل ہوتی ہے اور وہ جزو ملائک بن کر آسمان میں رہتے ہیں ان کی یہ ترقی ایسی ہی ہے جیسے کہ غذائے جسمانی کی ترقی کہ وہ انسانوں کی غذا بن کر جاندار بن جاتی ہے اس گفتگو کی تفصیل بہت وسیع ہے جو یہاں نہیں آسکتی اس لئے کسی دوسرے مقام پر خدا نے چاہا تو بیان کی جاوے گی۔

شرح شبّیری

کاروان دائم زرگردون میرسد	تا تجارت میکند وا مے رود
قافلہ ہمیشہ آسمان سے آتا ہے	تا کہ تجارت کرے (اور) واپس جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی قافلہ ہمیشہ آسمان سے پہنچتا ہے یہاں تک کہ تجارت کرتا ہے اور چلا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ روز و شب آمد و رفت اس عالم سے اس عالم میں اور بالعکس ہو رہی ہے اور آخر جانا تو ضرور ہے ہی اس سے تو چارہ نہیں لہذا تجھے چاہئے کہ۔

پس تو شیرین و خوش با اختیار	نے بہ تلخی و کراہت دزد وار
پس تو اپنے اختیار سے مرگی اور خوشی سے جا	نہ کہ چوروں کی طرح کڑواہٹ اور ناگواری سے

یعنی پس تو شیرین اور خوش (اپنے) اختیار سے چلا جا نہ کہ تلخی اور کراہت سے چوروں کی طرح مطلب یہ کہ جب جانا ہی ہے تو پھر زبردستی پکڑے ہوئے جاؤ اس سے کیا فائدہ ہے بہتر ہے کہ خود اپنے اختیار ہی سے جاؤ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا مضمون سابق کے مناسب نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا میں تمہارا قیام عارضی ہے اور اصل وطن تمہارا عالم غیب ہے کیونکہ عالم غیب سے یہاں قافلہ محض تجارت اور کسب اعمال کے لئے آیا ہے پس تم یہاں دل نہ لگاؤ اور عالم غیب کو جانے کے لئے تیار رہو اور وہاں خوش خوش اور اپنی خوشی سے جاؤ نہ کہ ناگواری اور نفرت اور رنج کے ساتھ کیونکہ جانا تو پڑے ہی گا پھر ناگواری وغیرہ بے سود ہے۔

شرح شبّیری

زان حدیث تلخ مے گویم ترا	تاز تلخیہا فرو شویم ترا
میں تجھے کڑوی بات اس لئے کہتا ہوں	تاکہ تجھ سے کڑواہٹیں دھو دوں

یعنی میں اسی وجہ سے سخت تجھے کہہ رہا ہوں تاکہ تجھے تلخیوں سے دھودوں۔ مطلب یہ کہ میں جو تجھے مجاہدات و ریاضات میں مشغول کر رہا ہوں اور تجھ پر تختی کر رہا ہوں اس کی یہی وجہ ہے کہ میں تجھے تختیوں کا عادی کرتا ہوں تاکہ تو پھر تختیوں سے گھبراوے نہیں آگے اس تلخی سے دوسری تلخی کے عادی ہونے کی مثال فرماتے ہیں کہ۔

ز آب سرد انگور افسردہ زہد	سردی و افسردگی بیرون نہد
ٹھنڈے پانی سے ٹھٹھرا ہوا انگور جوش مارنے لگتا ہے	(پھر) سردی اور ٹھٹھر کو باہر نکال ڈالتا ہے

یعنی ٹھنڈے پانی سے افسردہ انگور پیدا ہوتا ہے تو سردی اور افسردگی کو باہر رکھ دیتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو انگور ٹھنڈے پانی سے پیدا ہوتا ہے اور خود بھی افسردہ ہوتا ہے لیکن پھر جب اس کو پکایا جاتا ہے اور درست کر کے اس کی شراب بنائی جاتی ہے تو اس کی ساری سردی وغیرہ جاتی رہتی ہے اور اس کے اندر حرارت پیدا ہو جاتی ہے اور جوش وخروش آجاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تو ز تلخی چونکہ دل پرخون شوی	پس ز تلخیہا ہمہ بیرون شوی
تو چونکہ کڑواہٹ سے پرخون دل والا بنتا ہے	پھر تلخیوں سے پوری طرح جدا ہو جائے گا

یعنی جبکہ تلخی سے تو پراگندہ دل ہوتا ہے پس تلخیوں سے بالکل باہر ہوجاوے گا۔

ہر کہ او اندر بلا صابر نشد	مقبل این درگہٗ فاخر نشد
جو مصیبت میں صابر نہ بنا	اس قابل فخر درگاہ میں مقبول نہ بنا

یعنی جو شخص کہ بلا میں صابر نہیں ہوا وہ اس درگاہ فاخر کا مقبل نہیں ہوا یعنی جس نے کہ صبر نہ کیا وہ اس درگاہ خداوندی میں مقبول نہیں ہوسکتا ہے آگے بلا میں صابر نہ ہونے والے کے مقبول نہ ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

فارغ آئی گر بتو ریزند خل	آنزمان شیرین شوی ہمچون عسل
اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (اور) تو بے فکر رہے	اس وقت تو شہد کی طرح میٹھا ہو گا

یعنی اگر تجھ پر سرکہ ڈالیں (یعنی تجھ پر بلا ڈالیں) تو تو فارغ رہ اس وقت تو شہد کی طرح شیرین ہوگا یعنی اگر تو بلاؤں میں صابر رہے تو تیری زندگی شیریں ہوجاوے آگے فرماتے ہیں کہ۔

سگ شکاری نیست اورا طوق نیست	خام و ناجوشید جز بے ذوق نیست
جس کے گلے میں پٹا نہیں ہے وہ شکاری کتا نہیں ہے	کچا اور جوش نہ دیا ہوا سوائے بے ذائقہ کے کچھ نہیں ہے

یعنی کتا شکاری نہیں ہوتا تو اس کے طوق نہیں ہوتا اور جو خام اور غیر پختہ ہے وہ سوائے بے ذوق کے نہیں ہے مطلب یہ کہ دیکھو کتا جب شکاری ہوتا ہے اور بلاؤں میں مبتلا ہوتا ہے جب ہی اس کے گلے میں پٹا ڈالتے ہیں ورنہ ویسے ہی رہتا ہے اور کوئی شے جب تک خام رہتی ہے اس وقت تک یوں ہی بے ذوق رہتی ہے اور جب آگ میں پختہ ہوجاتی ہے تو اس کے اندر مزہ پیدا ہوجاتا ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ جب مومن کو بلا کی مصلحت معلوم ہوجاتی ہے تو وہ بہت آسانی سے صابر ہوجاتا ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب بی بی کہتی ہے کہ میں تم سے کڑوی کڑوی باتیں اس لئے کرتی ہوں کہ اس سے تیری ساری بدمزگی دور ہوجاوے اور یہ سردمہری کی باتیں اس لئے کہتی ہوں کہ قاعدہ ہے کہ جب انگور مرجھا جاتا ہے تو اسے سرد پانی میں ڈالتے ہیں اس سے وہ تر وتازہ ہوجاتا ہے اور سردی وافسردگی سے کودکر الگ ہوجاتا ہے پس جبکہ تو تلخی سے غمگین ہوگا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ساری تلخیوں سے الگ ہوجاوے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو جو بلاؤں پر صبر نہیں کرتا جن میں تلخ نصیحت بھی داخل ہے تو وہ ہرگز درگاہ عالی حق سبحانہ میں مقبول نہیں ہوتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس اگر تم پر سرکہ ڈالیں اور کوئی تکلیف پہنچائیں تو تم کو بے فکر رہنا چاہیے اور پریشان نہ ہونا چاہیے جب تم ایسا کروگے تو شہد کی طرح شیرینی سے لبریز ہو جاؤ گے دیکھو جو کتا شکاری نہیں ہوتا اس کے گلے میں طوق نہیں ہوتا اور جو طعام کہ کچا اور غیر پختہ ہوتا ہے اس میں مزہ نہیں ہوتا علی ہذا جو شخص کہ مصائب میں مبتلا نہیں ہوتا وہ اہل کمال نہیں ہوتا لہذا اہنا بر اغلب کمال کے لئے ابتلاء بالمصائب ضروری ہے پس طالب کمال کو بلاؤں سے پریشان نہ ہونا چاہیے۔

شرح شبّیری

مومن کی جب وہ بلا پر واقف ہو جاوے صابر ہونے کی ایک مثال

آن نخود گفت ار چنین ست اے ستی	خوش بجوشم یاریم دہ راستی
اس چنے نے کہا اے بی بی! اگر ایسا ہے	مجھے خوب جوش دے میری مدد کر تو سچ کہتی ہے

یعنی اس چنے نے کہا کہ اے بی بی اگر اس طرح تو میں اچھی طرح جوش کھاتا ہوں تو مجھے خوب اچھی طرح درست کر اور کہتا ہے کہ

تو دریں جوشش چو معمار منی	کفچلیزم زن کہ بس خوش میزنی
چونکہ تو اس جوش دینے میں میری تعمیر کرنے والی ہے	میرے کفگیر مار کیونکہ تو اچھا مارتی ہے

یعنی اس جوش دینے میں تو مثل معمار میرے کے ہے تو کفگیر مار کہ تو خوب مار رہی ہے مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ جب یہ بات ہے تو اب تو تو اس جوش دینے میں مجھے سنوار رہی ہے تو پھر کیا ہے خوب جوش دے اور خوب چمچے میرے اندر مار تا کہ میری خوب اصلاح ہو اسی طرح جب مومن دیکھتا ہے کہ مرشد ان مجاہدات سے میری اصلاح کر رہا ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ خوب مجاہدات و ریاضات میں مجھے مشغول رکھ تا کہ میری خوب اصلاح ہو اور کہتا ہے کہ۔

ہمچو پیلم برسرم زن زخم و داغ	تانہ بینم خواب ہندوستان و باغ
میں ہاتھی کی طرح ہوں میرے سر پر زخم اور داغ لگا	تا کہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھوں

یعنی ہاتھی کی طرح میرے سر پر زخم اور داغ لگا تا کہ میں ہندوستان اور باغ کا خواب نہ دیکھو یہ مشہور ہے کہ چونکہ ہاتھی ہندوستان کا جانور ہے تو اگر اس کو کسی اور ملک میں لے جاتے ہیں اور یہ خواب میں ہندوستان کو دیکھ لیتا ہے تو اس قدر مست ہوتا ہے کہ پھر پیل بان وغیرہ کی کسی کی نہیں سنتا تو اس وقت اس کے سر پر داغ لگاتے ہیں جس سے یہ درست ہو جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں بھی بہت زیادہ سرکش اور باغی ہو گیا ہوں اے مرشد مجھے بھی مجاہدات و ریاضات میں مبتلا کرتا کہ میرے اندر سے بھی یہ طغیان اور بغاوت نکل جاوے اور ناسوت کی طرف توجہ نہ رہے اور یہ حالت ہو جاوے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ خود را وردہم در جوش من	تا رہے یابم درین آغوش من
تا کہ میں اپنے جوش (کھانے) میں خودی کو دیدوں	تا کہ میں اس آغوش میں راستہ پالوں

یعنی تا کہ میں اپنے کو جوش میں دیدوں اور تا کہ میں اس آغوش میں رہائی پاؤں مطلب یہ کہ تو مجاہدات میں مجھے مشغول کرتا کہ میں اس کا عادی ہو جاؤں اور اے مرشدی تیری آغوش میں رہ کر ان بلیات معاصی سے رہائی پاؤں۔ اور یہ طغیان میرے سر سے باہر ہو۔ آگے اس کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ ہم جو مجاہدات میں مشغول کرنے کی تم سے درخواست کرتے ہیں وہ اس وجہ سے ہے کہ۔

زانکہ انسان در غنا طاغی شود	ہمچو پیل خواب بین باغی شود
کیونکہ انسان بے فکری میں سرکش بن جاتا ہے	خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی بن جاتا ہے

یعنی اس لئے کہ انسان بے فکری میں باغی ہو جاتا ہے اور خواب دیکھنے والے ہاتھی کی طرح نافرمان ہو جاتا ہے تو بس جب مجاہدات وریاضات کریگا تو وہ بے فکری نہ رہے گی اور وہ بغاوت اور طغیان جاتا رہے گا۔

پیل چون در خواب بیند ہندرا	پیل بان را نشنود آرد دغا
جب ہاتھی خواب میں ہندوستان کو دیکھتا ہے	فیل بان کی نہیں سنتا ہے دغا بازی کرتا ہے

یعنی ہاتھی جب خواب میں ہند کو دیکھ لیتا ہے تو ہاتھ بان کی سنتا نہیں ہے اور سرکشی لاتا ہے (ہند سے مراد ناسوت ہے) مطلب یہ کہ جب انسان عالم ناسوت کی طرف توجہ کرتا ہے تو پھر مرشد کی طرف سے توجہ ہٹ جاتی ہے اور سرکش ہو جاتا ہے تو پھر مجاہدات کی ضرورت ہوتی ہے آگے پھر اسی نخوداور کدبانو کا قصہ بطور تمثیل کے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ خیر تو چنے نے بیگم کی نصیحت سن کر کہا کہ اگر یہی بات ہے تو مجھے خوب پکا اور میرے جزو انسان بننے پر اعانت کر تو اپنے فعل میں مصیب ہے اور اس پکانے میں میری مصلح ہے ہاں خوب ڈوئیاں مار کہ مجھے تیری مار بہت اچھی معلوم ہوتی ہے میں ہاتھی کی مثل ہوں لہذا تیرے سر پر خوب آنکس لگا کہ میں ہندوستان یعنی اپنے وطن اصلی اور باغ کو خواب میں دیکھ کر مست اور سرکش نہ ہو جاؤں اور تا کہ خوب اچھی طرح اپنے کو پختہ کرلوں تا کہ اس ذریعہ سے میں آغوش انسانیت میں چلا جاؤں اب سمجھو کہ یہی وجہ ہے کہ انسان کو مبتلائے مصائب کیا جاتا ہے کیونکہ وہ بے فکری میں سرکش ہو جاتا ہے اور ہندوستان کو خواب میں دیکھنے والے ہاتھی کی طرح باغی ہو جاتا ہے قاعدہ ہے کہ جب ہاتھی ہندوستان کو خواب میں دیکھتا ہے تو ہاتھی بان کی بات نہیں سنتا اور مقابلہ کے لئے تیار ہو جاتا ہے یہی حالت انسان کی ہے کہ جب وہ نشہ راحت میں مست ہوتا ہے تو پھر کسی ناصح اور خیر خواہ کی بات نہیں سنتا لہذا مصائب کی ضرورت ہے تا کہ وہ سرکش نہ ہونے پائے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

بی بی کا چنے سے معذرت کرنا اور اس کو جوش دینے کی حکمت کا بیان

آن ستی گوید ورا کہ پیش ازین	من چو تو بودم ز اجزای زمین
وہ بی بی اس سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے	میں تیری طرح زمین کے اجزاء میں سے تھی

یعنی وہ بی بی اس چنے سے کہتی ہے کہ اس سے پہلے میں تیری ہی طرح اجزائے زمین سے تھی۔ یعنی اس نے کہا کہ جس طرح کہ تو اس وقت نباتات میں سے ہے اسی طرح پہلے میں بھی مجموعہ عناصر کا تھی۔

چون بنوشیدم جہاز آذری	پس پذیرا گشتم و اندر خوری
جب میں نے آتشی لباس پہنا	تب میں مقبول اور لائق بنی

یعنی جب میں نے آگ کا سامان پہنا تو میں مقبول اور لائق ہوگئی۔ (جہاز آذری سے وہ غذائیں وغیرہ مراد ہیں جو کہ انسان بعد آگ کے پختہ کر دینے کے کھاتا پیتا ہے اور پھر معدہ کے اندر جا کر وہ پکتی ہیں) مطلب یہ ہوا کہ جب میں نے بھی محنتیں کی ہیں اور بہت سی مشکلیں برداشت کی ہیں اس وقت اس نباتیت سے نکل کر جامہٗ انسانی میں آئی ہوں ورنہ پہلے میں بھی نباتات ہی سے تھی۔

مدتے جوشیدہ ام اندر زمن	مدتے دیگر درون دیگ تن
ایک مدت تک میں نے زمانے میں جوش کھایا ہے	پھر ایک مدت تک جسم کی دیگ میں (جوش کھایا ہے)

یعنی ایک مدت تک زمانہ میں میں نے جوش کیا ہے اور ایک دوسری مدت دیگ تن میں مطلب یہ کہ ایک مدت تک مجاہدات وغیرہ کیے ہیں جب ایسی حالت ہوگئی ہے۔

زین دو جوشش قوت حسہا شدم	روح گشتم پس ترا استا شدم
ان دو جوشوں سے میں حسوں کی طاقت بنی ہوں	میں روح بن گئی ہوں پھر میں تیری استاد بنی ہوں

یعنی ان دونوں جوشوں سے میں قوت حواس ہوگئی اور روح ہوگئی پھر تیری استاد ہوگئی مطلب یہ کہ بہت مجاہدات تو ایسے کیے جو کہ بدن سے خارج تھے اور خارجی چیزوں میں پخت و پز ہوتا رہا۔ اس کے بعد کچھ دن کے لئے خود اپنے جسم کے تغیر و تبدل میں رہی ہوں تب یہ مرتبہ حاصل ہوا ہے کہ آج تیری مربی اور تیری استاد بن کر بیٹھی ہوں۔

در جمادی گفتمے زان میدوی	تاشوی علم و صفات معنوی
میں جماد ہونے کی حالت میں کہتی تھی کہ تو اس سے تیز دوڑ رہی ہے	تاکہ تو معنی کا علم اور صفات بن جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جمادیت میں میں کہتی تھی کہ تو اس لئے جا رہا ہے تا کہ تو علم اور صفات معنوی بن جاوے یعنی بی بی کہتی ہے کہ تو جو جمادیت میں حرکت کر رہا تھا تو وہ اس لئے تھا کہ تو علم و صفات معنوی بن جاوے یعنی بشریت تجھ کو حاصل ہو جاوے۔

چون شدی تو روح پس بار دگر	جوش دیگر کن ز حیوانی گزر
جب تو روح ہو گئی پھر دوبارہ	دوسرا جوش کھا کر حیوانیت سے گزر جا

یعنی جبکہ تو روح ہو گیا تو دوسری مرتبہ دوسرا جوش کرا. حیوانیت سے گزر جا۔ یعنی اول جمادیت سے حیوانیت اور بشریت کے مرتبہ کو پہنچا تھا اب دوسری حرکت کرتا کہ اس سے گزر کر تو مرتبہ اعلیٰ میں پہنچ جاوے اور مرتبہ ملکوتی تجھے حاصل ہو جاوے اب چونکہ ان باتوں سے غلط فہمی ہو جانا ممکن تھا اس لئے فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اس کے بعد وہ عورت کہتی ہے کہ تجھ پر یہ مصیبت نہیں ہے بلکہ اس سے پیشتر میں بھی تیری ہی مثل زمین کا جزو اور خاک تھی اس کے بعد میں نے بھی آتشی لباس پہنا اس سے میں مقبول طبائع اور قابل قبول ہوئی ہوں۔ ایک عرصہ تک میں نے بدن سے باہر تاؤ کھائے ہیں اس کے بعد بدن میں آئی تو وہاں تاؤ کھائے ہیں ان دو قسم کے تاؤں کے بعد میں صاحب صہبائے قوی ہوئی ہوں۔ اور جاندار بن کر تیری استاد بنی ہوں۔ جب میں جماد تھی اس وقت میں اپنے دل میں کہتی تھی کہ تو اس لئے ترقی کر رہی ہے کہ ایک روز صاحب کمال انسان کا علم اور اس کی صفت بن جاوے اب کہتی ہوں کہ جب تو جاندار بن گئی تو پھر تاؤ کھا اور حیوانیت سے تجاوز کر کے کچھ اور بن جا۔

شرح شبّیری

از خدا می خواہ تازین نکتہا	ورنہ لغزی ورسی در منتہا
خدا سے دعا تا کہ ان نکتوں سے	لغزش نہ کھا جائے اور انجام تک پہنچے

یعنی خدا سے (توفیق) مانگ تا کہ ان نکتوں سے تو پھسل نہ جاوے اور منتہا کو پہنچ جاوے۔

زانکہ از قرآن بسے گمرہ شدند	زان رسن قومے درون چہ شدند
اس لئے کہ بہت سے لوگ قرآن سے گمراہ ہوتے ہیں	اسی رسی کے ذریعہ ایک قوم کنویں میں چلی گئی ہے

یعنی اس لئے کہ قرآن سے بہت گمراہ ہو چکے ہیں اور اس رسی سے ایک قوم کنویں میں چلی گئی ہے۔

مر رسن را نیست جرمے اے عنود	چون ترا سودائے سربالا نبود
اے سرکش! رسی کا کوئی قصور نہیں ہے	جبکہ تجھے ہی سر ابھارنے کا خیال نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے معاند رسی کی (اس میں) کوئی خطا نہیں ہے جبکہ تجھے ہی اوپر ابھرنے کا خیال نہ ہو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کنوئیں میں ایک رسی لٹکی ہوئی ہو تو اس کو پکڑ کر بعض تو ایسے لوگ ہوں گے کہ وہ کنوئیں سے اوپر نکل آویں گے۔ اور بعض ایسے ہونگے کہ اسی رسی کے سہارے کنوئیں کے اندر چلے جاویں گے مگر اس میں رسی کی کوئی خطا اور اس میں کوئی کمی نہیں ہے اسی طرح قرآن سے بعض نے تو ہدایت پائی اور بعض گمراہ ہوئے تو جب قرآن سے بھی لوگ گمراہ ہوئے ہیں تو اگر مثنوی شریف سے گمراہ ہو جاویں تو کیا عجب ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے توفیق ہدایت کی دعا کرو کہیں غلط فہمی نہ ہو جاوے اب آگے اس مسجد کے مہمان کا قصہ بیان فرمانا شروع کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ۔

جانب آن عاشق بے خویش ران	کہ دران مسجد چہ کرد از امتحان
اس بے خود عاشق کی جانب چلا	کہ اس نے اس مسجد میں آزمائش میں کیا کیا؟

یعنی (کلام کو) اس عاشق بیخود کی طرف چلاؤ۔ کہ اس نے امتحان سے اس مسجد میں کیا کیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اب چونکہ سامع کو غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوا کہ مبادا کہیں حق سبحانہ کے ساتھ اتحاد ذاتی نہ سمجھ جاوے اس لئے فرماتے ہیں کہ خدا سے دعا کر کہ کہیں ان نکتوں سے تیری فہم لغزش نہ کھا جاوے اور تو اصل مقصد تک پہنچ جاوے کیونکہ میری مثنوی کا طرز بیان ایسا ہی ہے جیسے قرآن کا اور قرآن سے بھی بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے ہیں اور اسی رسی کو پکڑ کر لوگ کنوئیں میں اتر گئے ہیں تو یہ رسی کا قصور نہیں بلکہ یہ تمہارا قصور ہے کہ تم اس کو پکڑ کر اوپر کو کیوں نہ چلے نیچے کو کیوں اترے یعنی قواعد شرعیہ کا لحاظ کر کے تم نے اس سے معانی کیوں نہ اخذ کئے اور تفسیر بالرائی میں کیوں مبتلا ہو گئے۔ پس یہی حالت مثنوی کی ہے اچھا اس مضمون کو ختم کرو اور اس عاشق بیخود کی طرف چلو اور دیکھو کہ اس آزمائش میں مسجد میں جا کر اس نے کیا کیا۔

شرح شبّیری

اس مسجد والے مہمان کے قصہ کا بقیہ اور اس کے عزم کے ثبات وصدق کے بیان میں

آن غریبے شہر سر بالا طلب	گفت می خسپم دریں مسجد بہ شب
اس شہر کے پردیسی (عالم) بالا کے طالب نے	کہا میں رات کو اسی مسجد میں سوؤں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس مسافر شہر بالا کو طلب کرنے والے نے کہا کہ میں رات کو اسی مسجد میں سوتا ہوں۔ (چونکہ یہ شخص اہل دل معلوم ہوتا ہے اس لئے اس کو غریب شہر لکھ دیا یعنی یہ باشندہ تو شہر سرکا تھا مگر یہاں آ کر ایک مسافر کی حیثیت رکھتا ہے) غرضکہ اس نے کہا کہ میں تو رات کو اسی مسجد میں سوتا ہوں۔ خواہ کچھ بھی ہو آگے اس مسجد کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ۔

مسجد اگر کربلائے من شوی	کعبۂ حاجت روائے من شوی
اے مسجد! اگر تو میری کربلا بنے گی	تو میری حاجت کو پورا کرنے والا کعبہ بنے گی

یعنی اے مسجد اگر تو میری کربلا ہو جاوے تو میرے لئے کعبہ حاجت روا ہو جاوے یعنی کہتا ہے کہ اے مسجد اگر میں رات کو مر جاؤں اور تو اس کا سبب بنے تو یہ تو عین میری خوشی ہے اور یہی مقصود ہے تو گویا میری کعبہ حاجت روا ہو جاوے گی اب آگے اس ناصح کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ۔

ہین مرا بگزار اے بگزیدہ یار	تا رسن بازی کنم منصور وار
اے منتخب دوست! خبردار مجھے اجازت دے	تاکہ منصور (حلاج) کی طرح (دار و) رسن کا کھیل کھیلوں

یعنی اے برگزیدہ دوست ہاں مجھے چھوڑ تاکہ میں منصور کی طرح رسن بازی کروں یعنی کہتا ہے کہ اے ناصح تو مجھے نصیحت مت کر مجھے اسی حالت میں چھوڑ دے تاکہ میں مرنے کو تیار ہو جاؤں۔

گر شدید اندر نصیحت جبرئیل	می نخواہد غوث در آتش خلیل
اگر تم نصیحت کرنے میں جبرئیل ہو	(تو) آگ میں خلیل (اللہ) مدد نہیں چاہتا ہے

یعنی اگر تم نصیحت میں جبرئیل ہو گئے تو خلیل کو آگ میں مدد نہیں چاہئے (بلکہ وہ کہتے ہیں کہ)

جبرئیلا رو کہ من افروختہ	بہترم چون عود و عنبر سوختہ
اے جبرئیل! جا کہ میں جلا ہوا	بہتر ہوں جیسا کہ جلا ہوا عود اور عنبر

یعنی اے جبرئیل جاؤ کہ میں بھڑکا ہوا اور عود و عنبر کی طرح جلا ہوا بہتر ہوں (اور کہتے ہیں کہ)

جبرئیلا گرچہ یاری میکنی	چون برادر پاسداری میکنی
اے جبرئیل! اگرچہ تو مدد کر رہا ہے	(اور) بھائی کی طرح میری حفاظت کر رہا ہے

یعنی اے جبرئیل تم اگرچہ مدد کرتے ہو اور بھائی کی طرح حفاظت کرتے ہو (لیکن)

اے برادر من بر آذر چابکم	من نہ آن جانم کہ گردد بیش و کم
اے بھائی! میں آگ پر تیز رو ہوں	میں وہ جان نہیں ہوں جو گھٹ بڑھ سکے

یعنی اے بھائی میں آگ پر چست ہوں اور میں وہ جان نہیں ہوں کہ جو کم و بیش ہوں (اس لئے کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

جان حیوانی فزاید از علف	آتشے بود او چو ہیزم شد تلف
حیوانی جان جو چارے سے بڑھتی ہے	آگ ہے وہ ایندھن کی طرح ختم ہو جاتی ہے

یعنی روح حیوانی تو گھاس دانہ سے بڑھتی ہے اور وہ آگ ہی تھی جو کہ لکڑیوں کی طرح تلف ہو گئی۔

فائدہ:۔ یہاں جو جان حیوانی کو آگ سے تشبیہ دی ہے تفصیل اس کی عنقریب اشعار آئندہ میں آتی ہے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ جس طرح یہ آگ بوجہ اس کے کہ اصلی نہیں ہے دیرپا نہیں ہے بلکہ ہیزم کی طرح جو کہ آگ سے فنا ہو جاتی ہے خود یہ آگ بھی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جان حیوانی بھی بوجہ اس کے کہ یہ اصل جان نہیں ہے اصلی جان دوسری ہی ہے تلف ہو جاتی ہے۔

گر نہ گشتے ہیزم او مثمر بدے	تا ابد معمور وہم عامر بدے
اگر وہ ایندھن نہ بنتی تو پھلتی	ابد تک آباد اور آباد کرنے والی بھی ہوتی

یعنی اگر وہ لکڑی ایندھن نہ ہو جاتی تو پھل والی ہوتی اور ہمیشہ کے لئے معمور اور عامر ہوتی۔(یہاں جبرئیل سے مثال اس ناصح کو دی ہے اور خلیل سے مثال خود اپنے کو دی ہے) مطلب یہ ہے کہ اے ناصح اگرچہ تو مجھے نصیحت کرتا ہے اور اس طرح خیر خواہی کرتا ہے جس طرح کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے خیر خواہ تھے مگر میں بھی حضرت خلیل اللہ کی طرح ہوں کہ جب ان سے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں تمہاری مدد کو آؤں تو انہوں نے انکار کر دیا تھا اور فرما دیا تھا کہ اے جبرئیل اگرچہ تم خیر خواہ ہو لیکن میں بے تمہاری مدد کے جلا ہوا اچھا ہوں اور یہ تو بالفرض ہے ورنہ اصل میں تو میں جلوں گا بھی نہیں اس لئے کہ روح حیوانی کو فنا ہے اور عناصر پر عناصر کا اثر ہوتا ہے لیکن میری روح تو عنصری نہیں رہی بلکہ یہ تو ملکوتی ہو گئی ہے اس لئے یہ آگ اس پر اثر نہ کرے گی تو اسی طرح وہ مہمان کہتا ہے کہ اول تو میں اس مسجد میں رہ کر مروں گا نہیں اس لئے کہ مجھ پر اس کا اثر نہ ہوگا اور اگر ہو بھی گیا تو میں تو مرنے کو تیار ہوں ہی پھر کیوں مجھے نصیحت کرتے ہو آگے بھی حضرت خلیل اللہ کی زبانی حضرت جبرئیل علیہ السلام کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

باد سوز انست این آتش بدان	پرتو آتش بود نے عین آن
سمجھ لے یہ آگ مشتعل ہوا ہے	آگ کا پرتو ہے نہ کہ بعینہ آگ

یعنی یہ آگ جلنے والی ہوا ہے جان لے اور سایہ آگ کا ہوتا ہے نہ کہ اس کا عین۔

عین آتش در اثیر آمد یقین	پرتو وسایہ ویست اندر زمین
اصل آگ یقینا کرۂ آتش میں ہے	زمین میں اس کا پرتو اور سایہ ہے

یعنی آگ کا عین تو کرۂ آتش ہی میں ہے یقینا اور اس کا پرتو اور سایہ زمین میں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لاجرم پر تو نپاید ز اضطراب	سوئے معدن بازمی گردد شتاب
لامحالہ پرتو بے چینی کی وجہ سے ناپائیدار ہے	جلدی معدن کی طرف لوٹا جاتا ہے

یعنی آخرکار سایہ اضطراب کی وجہ سے ٹھہرتا نہیں ہے (بلکہ) جلدی سے معدن کی طرف واپس چلا جاتا ہے مطلب یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ یہ آگ ہے دنیا میں ہے اس آگ کا جو کرۂ آگ میں ہے سایہ ہے اس لئے فنا ہو جاتی ہے اور وہ اصلی آگ فنا نہیں ہوتی۔ اسی طرح جو روح عنصری ہے وہ تو ایک دم سے فنا ہو جاتی اور جو روح ملکوتی ہے وہ فنا نہیں ہوتی۔ آگے سایہ کے فنا ہونے اور اصل کے باقی رہنے کی ایک مثال فرماتے ہیں۔

قامت تو برقرار آمد بساز	سایہ ات کوتہ دمے یکدم دراز
تیرا قد سکون کی وجہ سے برقرار ہے	تیرا سایہ کبھی چھوٹا ہے کبھی دراز ہے

یعنی تیرا قد تو موافقت سے برقرار آیا اور تیرا سایہ ایک دم چھوٹا ہے اور ایک دم دراز ہے۔

زانکہ در پرتو نیابد کس ثبات	عکسہا واگشت سوئے امہات
اس لئے کہ سائے میں کوئی شخص ٹکاؤ نہیں پاتا ہے	عکس اصلوں کی طرف لوٹ جاتے ہیں

یعنی اس لئے کہ سایہ میں کوئی شخص ثبات نہیں پاتا اور عکوس اصول کی طرف لوٹ جاتے ہیں مطلب یہ ہے کہ دیکھو تمہارا قد تو یکساں رہتا ہے اور سایہ چھوٹا بڑا ہوتا ہے اور پھر گھٹتے گھٹتے اصل قد کی طرف لوٹ آتا ہے تو بس اسی طرح روح عنصری ہے جو فنا ہو جاتی ہے ورنہ روح ملکوتی تو اپنی اصل کی طرف چلی جاتی ہے اب بیان فرماتے فرماتے مولانا رکتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ہاں تو اس مسافر نے جو کہ شہر غیب یعنی عالم بالا کا طالب تھا یہی کہا کہ کچھ ہو میں تو اسی مسجد میں رات کو سوؤں گا اے مسجد اگر تو میرے لئے کربلا کی طرح بھی محل مصائب ہو جاوے تو میں سمجھوں گا کہ تو میرا کعبہ ہے جو کہ میرا کام بنانے والا ہے اچھا اے نصیحت گر اب تو مجھے چھوڑ تا کہ میں موت کے منہ میں جاؤں اور منصور کی طرح سولی پر چڑھ کر تماشا کروں اگر آپ لوگ میرے لئے نصیحت میں جبرئیل کی مانند ہیں تو میں خلیل کی مانند آپ سے طالب مدد نہیں اور اے اشباہ جبرئیل تم جاؤ کہ میں آتش بلا میں جلا ہوا ہی اچھا ہوں۔ جس طرح کہ عود وعنبر جلا ہوا اچھا ہوتا ہے اور اے جبرئیل کے مشابہ لوگوں تم اگرچہ میری مدد کرتے ہو اور بھائیوں کی طرح میرا خیال کرتے ہو لیکن بھائیو خیال رکھو کہ میں آتش بلا یا پر بہت خوب چل سکتا ہوں کیونکہ میں وہ جان نہیں ہوں جو کہ کم وبیش ہو سکے کیونکہ وہ جان حیوانی ہے جو خوراک سے بڑھتی ہے اور وہ آگ تھی لہٰذا ایندھن کی طرح تلف ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ اس شعر میں جان حیوانی کو آگ کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح یہ آگ بوجہ اس کے کہ دیر پا نہیں ہے بلکہ ہیزم کی طرح جو کہ آگ سے فنا ہو جاتی ہے خود یہ آگ بھی فنا ہو جاتی ہے اسی طرح جان حیوانی بھی بوجہ اس کے کہ یہ اصلی جان نہیں ہے اصلی جان دوسری ہے تلف ہو جاتی ہے۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر جان آتش شہوت وغضب کا ایندھن نہ بن جاتی تو اس سے بہت عمدہ آثار پیدا ہوتے اور وہ ہمیشہ کے لئے خود بھی فیوض سے مالا مال ہوتی اور دوسروں کو بھی مالا مال کرتی اب مولانا اس آتش شہوت وغضب کا فانی اور نا قابل التفات ہونا اور اس کی اصل یعنی رب ذوالجلال کا باقی اور قابل توجہ ہونا بیان کرتے ہیں مگر اس کو آتش حسی کی تمثیل سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو آتش متعارف واقعی آگ نہیں ہے بلکہ اصالۃً ہوا ہے جو مشتعل ہو کر آگ بن گئی ہے اس لئے حقیقی آگ کا پرتو ہے نہ کہ خود آگ بلکہ حقیقی آگ تو کرہ نار میں ہے اور یہ زمین پر اس کا ظل اور اس کی شبیہ ہے جبکہ یہ اصل آگ کا ظل ہوئی تو لازم ہے کہ اپنے کرہ کی طرف لوٹنے کے لئے بے چین ہو اور بالآخر نہ ٹھہر سکے اور بہت جلد اپنے کرہ کی طرف لوٹ جاوے تم اپنے قد ہی کو دیکھ لو کہ وہ اصل ہے اس لئے قائم اور برقرار رہتا ہے لیکن تمہارا سایہ کبھی لمبا ہوتا ہے اور کبھی گھٹتا ہے اور بالآخر اپنی اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے اور خود فنا ہو جاتا ہے پس چونکہ یہ قاعدہ عام ہے کہ ظل قائم نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے تمام ظلال وعکوس اپنی اصول کی طرف لوٹ جاتے اور خود فنا ہو جاتے ہیں جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ آتش شہوت وغضب جس پر تم عاشق ہو اور اپنی روح کو تم نے اس کا ایندھن بنا دیا ہے وہ ایک ظل اور پرتو ہے حق سبحانہ کا جس کو ایک دن فنا ہونا اور اپنی اصل کی طرف لوٹ جانا لازم ہے پس اس میں کیوں دل پھنساتے ہو اصل ہی سے جی کیوں نہیں لگاتے جس کے لئے کبھی فنا نہیں۔

فائدہ:۔ یاد رکھو کہ جان حیوانی فزاید از علف الخ میں جان حیوانی سے وہ روح مراد ہے جو صفات بہیمیہ سے مغلوب ہو۔ خواہ اس کی حقیقت بخارات لطیفہ ہوں یا کچھ اور۔ اور اس روح انسانی کو بھی شامل ہے جو غلبۂ صفات بہیمیہ سے اپنے مزاج اصلی سے متغیر ہو گئی ہے۔

شرح شبّیری

ہین دہان بر بند فتنہ لب کشاد	خشک آر اللہ اعلم بالرشاد
خبردار! منہ بند کر لے فتنہ نے لب کشائی کی ہے	تغافل برت خدا راستی کو زیادہ جانتا ہے

یعنی ہاں منہ کو بند کر لو کہ فتنہ نے لب کھولا خشک لاؤ واللہ اعلم بالرشاد۔ مطلب یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ بس اب چپ رہو اس لئے کہ ایک فتنہ پیدا ہو گیا ہے اس فتنہ کی تفصیل آگے خود فرماویں گے۔

فتنہ زاد و کرد عالم را خراب	شرق وغرب افتاد اندر اضطراب
فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اس نے دنیا کو تباہ کر دیا ہے	مشرق اور مغرب بے چینی میں مبتلا ہو گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی فتنہ پیدا ہو گیا اور عالم کو خراب کر دیا اور شرق و غرب اضطراب میں پڑ گئے۔

چون مراتب گرد دلہا تنگ شد	ہر یکے با دیگرے در جنگ شد
جب حقیقتیں دلوں کے چاروں طرف تنگ ہو گئی ہیں	ہر ایک دوسرے کے ساتھ لڑائی میں لگ گیا ہے

یعنی جبکہ حقائق قلوب کے گرد تنگ ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کے ساتھ جنگ میں ہو گیا۔ یعنی جب قلوب پر حقائق پوشیدہ ہو گئے تو سب آپس میں لڑنے لگے اور کسی نے حقیقت کو نہ سمجھا۔

گفتگو بسیار شد خامش شدم	مسئلہ تسلیم کردم تن زدم
بیان بہت ہو گیا میں چپ ہو گیا	میں نے بات مان لی میں خاموش ہو گیا

یعنی گفتگو زیادہ ہو گئی ہے (لہذا) میں خاموش ہوتا ہوں اور مسئلہ تسلیم (کا اختیار) کرتا ہوں اور چپ ہو جاتا ہوں یعنی چونکہ گفتگو زیادہ ہو چکی ہے اور فتنہ پیدا ہو گیا ہے تو بس اب چپ رہنا ہی مناسب ہے۔

در تو گوئی موجب فتنہ چہ بود	باز گویم گوش کن چون غم فزود
اگر تو کہے کہ فتنے کا سبب کیا تھا؟	چونکہ غم بڑھا ہوا ہے میں پھر بتاتا ہوں سن

یعنی اور اگر تو کہے کہ فتنہ کا سبب کیا تھا تو میں بیان کرتا ہوں سن جبکہ غم زیادہ ہو گیا یعنی اب چونکہ غم زیادہ ہو گیا ہے لہذا اب میں اس فتنہ کا بیان کرتا ہوں لو سن لو۔

بداندیشوں کے خیال کا ذکر

پیش ازان کاین قصہ مخلص رسد	دو دو گندی آمد از اہل حسد
اس سے پہلے ہی کہ یہ قصہ خاتمے تک پہنچے	حاسدوں کی جانب سے دھواں اور بدبو پیدا ہو گئی

یعنی پہلے اس سے کہ یہ قصہ ختم تک پہنچے دھواں اور گندگی اہل حسد کی طرف سے آئی۔ یعنی اہل حسد نے قبل اس قصہ کے ختم کے اعتراض شروع کر دیا۔ اب کوئی کہتا ہے کہ اگر اعتراض کر ہی دیا تو آپ کو برا کیوں معلوم ہوتا ہے۔ صبر کیجئے آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

من نمی رنجم ازین لیک این لکد	خاطر سادہ دلے را پے کند
میں اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا ہوں لیکن یہ دولتی	کسی سادہ دل کی طبیعت کا پیچھا کرے گی

یعنی میں تو اس سے رنجیدہ نہیں ہوتا لیکن یہ لات کسی سادہ دل کے دل کو خراب کرے گی۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ان اعتراضات کی پرواہ نہیں ہے لیکن اس سے ڈر یہ ہے کہ کہیں کوئی سادہ دل گمراہ نہ ہو جائے اور ان اعتراضات کو صحیح سمجھ کر مثنوی سے بددل نہ ہو جاوے اور ان مضامین کا دوسرا محمل نہ لے لے اس لئے ہم چپ ہو گئے اب آگے اس

اعتراض کو اٹھاتے ہیں کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ اس قسم کے اعتراضات تو ہمیشہ ہوتے ہی رہے ہیں حتیٰ کہ قرآن پر بھی لوگوں نے اس قسم کے اعتراض کیے ہیں آگے حکیم غزنوی کے مقولہ سے اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

خوش بیان کرد آن حکیم غزنوی	بہر محجوبان مثال معنوی
اس غزنوی دانا نے بہت اچھی بات کہی ہے	منکروں کے لئے ، ایک باطنی مثال

یعنی اس حکیم غزنوی نے محجوبین کے لئے ایک معنوی مثال خوب بیان کی ہے (وہ یہ کہ)

کہ ز قرآن گر نہ بیند غیر فال	این عجب نبود ز اصحاب ضلال
کہ اگر قرآن میں سوائے لفظوں کے کچھ نہ دیکھیں	تو گمراہوں سے یہ تعجب کی بات نہیں ہے

یعنی کہ اگر سوائے فال کے قرآن سے کوئی بات نہ دیکھے تو یہ بات اصحاب ضلال سے عجب نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر گمراہ لوگ قرآن شریف سے صرف فال دیکھنے کے نفع کو سمجھیں تو اس سے کیا ہوتا ہے قرآن شریف میں جو منافع ہیں وہ تو ان لوگوں کے نہ سمجھنے پر بھی موجود ہیں۔

کز شعاع آفتاب پر ز نور	غیر گرمی می نہ یابد چشم کور
کیونکہ نور سے بھرے ہوئے سورج کی شعاعوں سے	اندھی آنکھ گرمی کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتی

یعنی آفتاب پرنور کی شعاع سے سوائے گرمی کے اندھا کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ (لیکن اس کے نور میں کسی قسم کی کمی نہیں آتی تو اسی طرح اگر مثنوی پر کوئی اعتراض کرے تو اس سے اس کی خوبی میں کوئی فرق نہیں آتا یہ ایک تمہید تھی آگے اس فتنہ کا بیان فرماتے ہیں کہ۔

خر بطے ناگاہ از خرخانۂ	سر برون آورد چون طعانۂ
گدھے کے طویلے سے ایک احمق نے اچانک	طعنہ باز کی طرح سر ابھارا

یعنی ناگاہ ایک خربط نے ایک خرخانہ سے طعن کرنے والے کی طرح سر باہر نکالا (اور وہ اعتراض یہ ہے کہ)

کاین سخن پست است یعنے مثنوی	قصۂ پیغمبر ست و پیروی
یہ بات یعنی مثنوی گھٹیا بات ہے	پیغمبرؑ اور (انکی) پیروی کا قصہ ہے

یعنی کہ یہ سخن پست ہے یعنی مثنوی اور قصہ پیغمبر کا اور پچھلے لوگوں کا ہے۔

نیست ذکر و بحث و اسرار بلند	کہ دوانند اولیا زانسو سمند
بلند اسرار کی بحث اور ذکر نہیں ہے	کہ اولیاء اس طرف گھوڑا دوڑائیں

یعنی ذکر اور بحث اسرار کی نہیں ہے کہ جو اولیاء اس طرف کو گھوڑا دوڑا دیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از مقامات تبتل تا فنا	پایہ پایہ تا ملاقات خدا
خلوت سے فنا تک کے مقامات	درجہ بدرجہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات تک

یعنی مقامات انقطاع خلق سے فنا تک رحبۂ رحبۂ ملاقات خدا تک۔

شرح و حد ہر مقام و منزلے	کہ بہ پرزو بر پرد صاحب دلے
ہر مقام اور ہر منزل کی شرح اور حد (ہوتی)	تاکہ پروں کے ذریعہ صاحب دل اس سے پرواز کرتا

یعنی ہر مقام اور ہر منزل کی شرح اور حد کہ پر سے کوئی صاحب دل اڑ سکے مطلب یہ ہے کہ کسی معترض نے اعتراض یہ کیا کہ اس مثنوی میں صرف قصص اور پہلے لوگوں کے حالات ہی ہیں اور اسرار اور مقامات کی شرح نہیں کی ہے۔اس میں تو چاہئے تھا کہ تمام مراتب کو جداگانہ جداگانہ ملاقات حق تک بیان کرتے چلے جاتے اس لئے کہ یہ تو تصوف کی کتاب ہے اس میں تو اسی قسم کی باتیں ہوتیں اور اب اس کی یہ حالت ہے کہ۔

جملہ سر تا سر فسانست و فسون	کودکانہ قصہ بیرون و درون
سب سراسر افسانہ اور گورکھ دھندا ہے	اندر اور باہر سے بچگانہ قصہ

یعنی بالکل سارا افسانہ اور فسوں ہی ہے اور بچوں کی طرح اندر باہر کے قصے ہی ہیں۔اب مولانا اس بات کا ایک الزامی جواب دیتے ہیں کہ۔

چون کتاب اللہ بیامد ہم بران	این چنین طعنہ زدند آن کافران
جب اللہ کی کتاب آئی اس پر بھی	ان کافروں نے اس طرح کے طعنے دیئے

یعنی قرآن شریف کی طرح چاہئے کہ اس پر بھی اسی طرح ان کافروں نے طعنے کئے ہیں یعنی فرماتے ہیں کہ مثنوی اگر ایسی ہوگئی ہے تو کچھ حرج نہیں ہے اس لئے کہ قرآن بھی تو ایسا ہی ہے اور اس پر بھی لوگوں نے اسی قسم کے اعتراضات کئے ہیں اور کہا ہے کہ۔

کہ اساطیر است و افسانہ نژند	نیست تحقیقے و تعمیقے بلند
کہ پرانی کہانیاں اور افسانہ ہے	کوئی تحقیق اور بلند گہرائی نہیں ہے

یعنی کہ قصے اور پرانے افسانے ہیں کوئی بلند تحقیق اور تعمیق نہیں ہے (بلکہ حالت یہ ہے کہ)

کودکان خرد فہمش می کنند	نیست جز امر پسند و ناپسند
اس کو چھوٹے بچے سمجھ لیتے ہیں	(اس میں) پسندیدہ اور ناپسندیدہ احکام کے سوا کچھ نہیں ہے

یعنی چھوٹے بچے اس کو سمجھ لیتے ہیں اور سوائے جائز اور ناجائز کے کچھ نہیں ہے۔یعنی اسرار و حقائق

www.besturdubooks.wordpress.com

ود قائق نہیں ہیں بلکہ صرف یہی ہے کہ یہ جائز ہے اور یہ ناجائز لطیف باتیں نہیں ہیں۔

ذکر آدم گندم و ابلیس و مار	ذکر ہود و باد و ابراہیم و نار
آدمؑ گیہوں شیطان اور سانپ کا ذکر ہے	ہودؑ اور ہوا اور ابراہیمؑ اور آگ کا ذکر ہے

یعنی آدمؑ اور گیہوں اور ابلیس اور سانپ کا ذکر ہے اور ہود اور ہوا اور ابراہیم اور نار کا ذکر ہے۔

ذکر نوح و کشتی و طوفان تن	ذکر کنعان و سر از خط تافتن
نوحؑ کشتی اور جسم کے طوفان کا ذکر ہے	کنعان اور حکم سے منہ موڑنے کا ذکر ہے

یعنی نوح اور طوفان تن اور کشتی کا ذکر ہے اور کنعان کا اور اس کے خط (مستقیم) سے سر پھیرنے کا ذکر ہے۔

ذکر اسماعیلؑ و ذبح جبرئیلؑ	ذکر قصہ کعبہؑ و اصحاب فیل
اسماعیلؑ ذبح ' اور جبرئیلؑ کا ذکر ہے	کعبہ کے ارادے اور ہاتھی والوں کا ذکر ہے

یعنی اسماعیلؑ اور جبرئیلؑ کے ذبح کا ذکر ہے اور کعبہ کے قصہ کا ذکر ہے اور اصحاب فیل کا ذکر ہے۔

ذکر یوسفؑ ذکر زلف پر خمش	ذکر یعقوب و زلیخا و غمش
یوسفؑ کا ذکر ہے ان کی بل کھائی ہوئی زلف کا ذکر ہے	یعقوبؑ اور زلیخا اور اس کے غم کا ذکر ہے

یعنی یوسفؑ اور ان کی زلف پر خم کا ذکر ہے اور یعقوب اور زلیخا اور ان کے غم کا ذکر ہے۔

ذکر بلقیس و سلیمان و سبا	ذکر داؤد و زبور و اوریا
بلقیس اور سلیمانؑ اور سبا کا ذکر ہے	داؤدؑ اور زبورؑ اور اوریا کا ذکر ہے

یعنی بلقیس اور سلیمانؑ اور سبا کا ذکر ہے اور داؤد اور زبور اور اوریا کا ذکر ہے۔ (اوریا ایک شخص کا نام ہے جو داؤدؑ کا خادم تھا۔)

ذکر طالوت و شعیب و صوم او	ذکر یونس ذکر لوط و قوم او
طالوت اور شعیبؑ اور اس کے روزے کا ذکر ہے	یونسؑ کا ذکر ہے لوطؑ اور ان کی قوم کا ذکر ہے

یعنی طالوت اور شعیب اور ان کے روزہ کا ذکر ہے اور یونس کا ذکر اور لوط اور ان کی قوم کا ذکر ہے۔

ذکر حمل مریمؑ و نخل و مخاض	ذکر زکریا و یحییٰ و ریاض
مریمؑ کے حمل کھجور اور درد زہ کا ذکر ہے	زکریاؑ اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے

یعنی مریمؑ کے حمل کا اور کھجور کا اور جائے دردزہ کا ذکر ہے اور زکریا اور یحییٰؑ اور باغوں کا ذکر ہے۔

ذکر صالحؑ ناقہؑ و تقسیم آب	ذکر ادریسؑ و مناجات و جواب
صالحؑ (ان کی) اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا ذکر ہے	ادریسؑ اور ان کی سرگوشیٔ اور جواب کا ذکر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی صالحؑ اور ناقہ اور تقسیم آب کا ذکر ہے اور ادریسؑ اور مناجات اور جواب کا ذکر ہے۔

ذکر الیاسؑ و عزیرؑ و موت او	ذکر قارون و زمین رفتن فرو
الیاسؑ اور عزیرؑ اور ان کی موت کا ذکر ہے	قارون اور زمین میں دھنسنے کا ذکر ہے

یعنی الیاسؑ اور عزیرؑ اور ان کی موت کا ذکر ہے اور قارون اور اس کے زمین میں چلے جانے کا ذکر ہے۔

ذکر ایوبؑ و صبوری در بلا	ذکر اسرائیلیان در تیہ لا
ایوبؑ اور مصیبت میں (ان کے) صبر کرنے کا ذکر ہے	بنجر تیہ میں اسرائیلیوں کا ذکر ہے

یعنی ایوبؑ کا اور ان کے بلا میں صبر کا ذکر ہے اور بنی اسرائیل کا ایک نامعلوم جنگل میں پھرنے کا ذکر ہے۔

ذکر موسیٰ و شجر طور و عصا	خلع نعلین و خطابات و عطا
موسیٰ اور درخت طور اور عصا کا ذکر ہے	جوتے اتارنے اور خطابات اور بخشش کا ذکر ہے

یعنی موسیٰ اور شجر کا اور طور کا اور عصا کا اور نعلین نکالنے اور خطابات اور عطا کا ذکر ہے۔

ذکر عیسیٰ و عروجش بر سما	ذکر ذوالقرنین و خضرؑ و ارمیا
عیسیٰ اور ان کے آسمان پر چڑھنے کا ذکر ہے	ذوالقرنین اور خضر اور ارمیا کا ذکر
ذکر فضل احمدؐ و خلق عظیم	کہ قمر از معجزاتش شد دو نیم
احمدؐ کی فضیلت اور ان کے بلند اخلاق کا ذکر ہے	کہ چاند ان کے معجزے سے دو ٹکڑے ہوگیا
ظاہر است و ہر کسے پے می برد	کو بیان کہ گم شود دروے خرد
(یہ سب) ظاہر ہے اور ہر شخص جانتا ہے	وہ بیان کہاں ہیں جن میں عقلیں گم ہو جائیں؟

یعنی (یہ سب امور) ظاہر میں اور ہر شخص سمجھ سکتا ہے اور وہ بیان کہاں ہے کہ جس میں عقل گم ہو۔ مطلب یہ کہ کفار کہا کرتے تھے کہ یہ سب باتیں تو ایسی آسان ہیں کہ ادھر ادھر کے قصے جمع کر دیے گئے ہیں باقی اسرار و حقائق و دقائق کا کہیں پتا بھی نہیں ہے تو جیسے قرآن شریف پر اعتراض کیا جاتا تھا اسی طرح مثنوی پر بھی یہ اعتراض ہے تو پھر کیا نئی بات ہے آگے ان کے اس کہنے کا کہ آسان کلام ہے ایک الزامی جواب دیتے ہیں کہ۔

گفت اگر آسان نماید این بتو	این چنین یک سورہ گوا ے سخت گو
فرمایا اگر تجھے یہ آسان نظر آتا ہے	اے بھاری بات کرنے والے ایسی ایک سورت کہدے

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر یہ تجھے آسان معلوم ہوتا ہے تو اے سخت کلام ایسی ایک سورۃ ہی کہدے۔

جنیان و انسیان و اہل کار	گو یکے آیت ازین آسان بیار
جن اور انسان اور کام کے لوگ	کہدے اس آسان کی ایک آیت لے آئیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جنات اور انسان اور اہل کار (سب کو) کہہ دو کہ ایک ہی آیت اس سے آسان لے آؤ۔ آگے اس امر کو بیان فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کے صرف الفاظ ہی نہیں ہیں بلکہ قرآن شریف کے اندر بہت سے بطون ہیں جو کہ ظاہر نظر میں معلوم بھی نہیں ہوتے اس کو ایک حدیث سے ثابت کرتے ہیں اور بطور تفسیر حدیث کے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ مولانا کی مثنوی پر کچھ لوگوں نے اعتراضات شروع کئے تھے۔ پس جب مولانا اس مقام تک پہنچے ہیں تو مولانا کو کسی طریقہ سے جس کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا ان اعتراضات کا علم ہو گیا۔ لہذا مولانا کے طبیعت پر ابتداءً کچھ افسردگی چھا گئی اور چاہا کہ اس کو یہیں ختم کر دیں اس لئے فرماتے ہیں کہ بس جی بند کرو فتنہ اٹھ کھڑا ہوا ہے اور خاموش رہو شاید حق سبحانہ کے نزدیک اس کی تکمیل ٹھیک نہیں اور خدا ہی راستی سے زیادہ واقف ہے خاموشی کا سبب جیسا کہ پہلے بھی بیان کر دیا ہے یہ ہے کہ فتنہ پیدا ہو گیا ہے اور اس نے عالم کو خراب کر دیا ہے اور اس کے سبب مشرق و مغرب میں ہل چل پڑ گئی ہے اور حقائق قلوب کے گرد تنگ ہو گئے ہیں یعنی وہ حقائق قلوب سے پوشیدہ ہو گئے تو ہر ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار ہو گیا ہے چونکہ قیل وقال بہت ہونے لگی ہے لہذا میں بھی خاموش ہو گیا اور راضی برضائے حق ہو کر چپ ہو بیٹھا۔ اب اگر تم یہ پوچھو کہ اس فتنہ کا سبب کیا تھا تو چونکہ مجھے اس واقعہ سے نہایت صدمہ ہوا ہے اس لئے وہ بھی کہے دیتا ہوں سنو بات یہ ہے کہ قبل اس کے کہ یہ قصہ جو زیر بیان ہے تمام ہو حاسدوں کے دلوں میں آگ لگ گئی اور اس کا دھواں اور چڑانڈ (یعنی اثر از قسم اعتراض وغیرہ) مجھے محسوس ہوئی سو مجھے (گو طبعاً ناگوار ہوا جیسا کہ پیشتر معلوم ہو چکا ہے مگر عقلاً) اس کا کچھ ملال نہیں (کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میں اور میری مثنوی تو کیا ہیں قرآن کریم اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ واقعات پیش آئے ہیں جیسا کہ آگے اس کی تفصیل آئے گی) لیکن خیال صرف اتنا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ بھولے بھالے لوگ جو معاند نہیں ان کے دھوکہ میں آ جاویں اور ان کو نقصان پہنچ جائے۔ ان معترضین کی تمثیل حکیم ثنائی علیہ الرحمۃ نے نہایت خوب اور پر معنی بیان کی ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر گمراہ لوگ قرآن کے صرف ظاہری مضامین کو دیکھیں اور اس پر اعتراض کریں تو کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ پرنور آفتاب کی شعاعوں سے اندھے کو بجز گرمی اور کچھ حاصل نہیں ہوتا ہاں جو آنکھ والے ہیں ان کو اس سے محسوسات دکھلائی دیتے ہیں۔ پس یہی حالت ان معترضین کی ہے کہ الفاظ مثنوی پر نظر کرتے ہیں اور اس کے اسرار ودقائق کو نہیں دیکھ سکتے خیر اصل واقعہ یہ ہے کہ ایک گدھے نے خرخانہ سے طاعنانہ صورت میں سر نکالا اور کہا کہ یہ کلام یعنی مثنوی ایک گھٹیا کلام ہے کیونکہ اس میں پیغمبران علیہ السلام کے قصے اور اتباع کی ترغیب ہے۔ نہ کوئی دقیق بحث ہے نہ اسرار غامضہ ہیں جن کی طرف

www.besturdubooks.wordpress.com

اہل اللہ اپنی عنان توجہ منعطف کریں اس میں مقام انقطاع عن الخلق سے لے کر مقام فنا تک اور رفتہ رفتہ وصال حق سبحانہ تک کی بحث ہونی چاہئے تھی اور ہر مقام کی تفصیل و تحدید ہونی چاہئے تھی تا کہ ان امور پر مطلع ہو کر ارباب دل ان سے ترقی روحانی حاصل کرتے مگر یہ تو سراسر افسانہ اور تلمیع ہے اور سراسر بچوں کی کہانیاں ہیں۔ ہاں صاحبو تمہاری کچھ شکایت نہیں کیونکہ جب کتاب اللہ نازل ہوئی تھی تو اس وقت جو تمہارے بھائی کفار موجود تھے انہوں نے بھی قرآن پر اسی قسم کے طعن کئے تھے اور کہا تھا ان ھذا الا اساطیر الاولین یعنی یہ تو محض پرانے قصے ہیں نہ کوئی جدید تحقیق ہے نہ کوئی باریک بات ہے بلکہ موٹی موٹی باتیں ہیں جن کو بچے بھی سمجھتے ہیں نیز اس میں اور دھرا ہی کیا ہے۔ بجز اس کے یہ کرو وہ نہ کرو یہ ہم کو پسند ہے وہ ناپسند۔ اور بجز اس کے کہ آدمؑ اور شیطان اور سانپ کا تذکرہ ہے اور ہودؑ اور حواؑ اور ابراہیمؑ اور آگ کا قصہ ہے۔ نوحؑ اور کشتی اور طوفان اور کنعان اور اس کی نافرمانی کا واقعہ ہے۔ اسماعیلؑ اور ان کے ذبح کرنے اور جبرئیل کے دنبہ لانے کا ذکر ہے۔ کعبہ اور اصحاب فیل کا قصہ ہے یوسفؑ اور ان کی زلف پر غم یعقوبؑ اور زلیخا اور ان کے غم کا بیان ہے بلقیس اور سلیمان اور شہر سبا کی تفصیل ہے داؤد زبور اور اوریا کا واقعہ ہے طالوت کا ذکر ہے۔ شعیب اور ان کے روزہ کا قصہ ہے یونس کا ذکر ہے لوط اور ان کی قوم کا واقعہ ہے مریم علیہا السلام کے حمل اور ان کے دردزہ کی تکلیف اور ان کی اس حالت میں درخت خرما سے تسکین حاصل کرنے کا مذکور ہے۔ زکریا و یحییٰ کا تذکرہ ہے باغات کا بیان ہے صالح اور ان کی اونٹنی اور پانی کی تقسیم کا طریقہ مذکور ہے ادریس اور ان کی مناجات اور اس کے جواب کا بیان ہے الیاس کا ذکر ہے عزیر اور ان کی موت کا بیان ہے قارون اور اس کے زمین میں دھنس جانے کا قصہ ہے ایوب اور ان کے مصیبت میں صبر کرنے کا ذکر ہے اسرائیلیوں کی وادی فنا میں سرگشتی کا واقعہ ہے موسیٰ اور شجرہ۔ عصا و طور جوتیاں اتارنے اور حق سبحانہ سے ہم کلام ہونے اور توریت وغیرہ ملنے کا قصہ ہے۔ عیسیٰ اور ان کے آسمان پر چلے جانے کا ذکر ہے۔ ذوالقرنین خضر اور ارمیا کے واقعات ہیں۔ احمدؐ کے اوصاف اور ان کے خلق عظیم کا بیان ہے اور یہ مذکور ہے کہ آپ کے معجزات میں سے ایک یہ ہے کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے پس یہ ہیں وہ باتیں جو قرآن میں مذکور ہیں اور جو کچھ بھی ہے وہ اس قدر ظاہر اور عام فہم ہے کہ ہر شخص زبان دان سمجھ لیتا ہے ایسے مضامین نہیں جن میں عقل بھی خبط ہو جاوے۔ یہ تو ان کا اعتراض تھا مگر اب سنو کہ اس کا جواب کیا دیا گیا۔ سو فرمایا گیا کہ بہت اچھا اگر یہ ایسا ہی آسان کلام ہے جس کو بچے بھی سمجھ سکتے ہیں اور اس لئے وہ تمہارے نزدیک محتقر ہے تو ایسی ہی آسان تم بھی ایک سورۃ بنا دو تم تو کیا بناتے ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ تمام جنات تمام انسان اور تمام وہ جو اس میدان کے مرد ہیں ذرا سب کے سب کمیٹی ہی کر کے بقدر ایک آیۃ ہی ایسا آسان اور محتقر کلام بنا دیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

حدیث ان للقران ظهرا و بطناً و لبطنه بطنا الیٰ سبعة ابطن و فی روایة الیٰ سبعین بطنا کی تفسیر

حرف قرآن رابدان کہ ظاہر است	زیر ظاہر باطنے بس قاہر است
سمجھ لے کہ قرآن کے لفظ (اس کا) ظاہر ہیں	(اور) ظاہر کے نیچے ایک مضبوط باطن ہے

یعنی حروف قرآن کو تو وہ جانو جو کہ ظاہر ہے (مگر) ظاہر کے نیچے ایک زبردست باطن ہے۔

زیر آن باطن یکے بطن دگر	خیرہ گردد اندر و فکر و نظر
اس باطن کے نیچے ایک دوسرا باطن ہے	جس میں فکر و نظر حیران ہو جاتی ہے

یعنی اس باطن کے نیچے اور دوسرا باطن ہے کہ اس کے اندر نظر و فکر سب خیرہ ہو جاتی ہے۔ یعنی وہ ایسا باطن ہے کہ وہ ہر کس و ناکس کی سمجھ میں بھی نہیں آتا۔

زیر آن باطن یکے بطن سوم	کہ درو گردد خردہا جملہ گم
اس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے	کہ اس میں تمام عقلیں گم ہو جاتی ہیں

یعنی اس باطن کے نیچے ایک تیسرا باطن ہے کہ اس کے اندر تمام عقول گم ہو جاتے ہیں۔

بطن چارم از بنے خود کس ندید	جز خدائے بے نظیر و بے ندید
قرآن کا چوتھا باطن کسی نے نہیں دیکھا	لامثیل اور لاشریک خدا کے سوا

یعنی چوتھا بطن قرآن شریف سے خود کسی شخص نے سوائے خدائے بے نظیر و بے شریک کے نہیں دیکھا ہے۔

ہم چنین تا ہفت بطن اے ذوالکرم	می شمر تو زین حدیث معتصم
اے بھلے! اسی طرح سات باطن تک	تو اس محفوظ حدیث سے گن لے

یعنی اسی طرح سات بطن تک اے ذوالکرم گن لے۔ اس حدیث معتصم سے یعنی اسی طرح ایک سے لے کر سات تک گنتے چلے جاؤ جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے جو کہ سرخی میں ہے۔

تو ز قرآن اے پسر ظاہر مبین	دیو آدم را نہ بیند جز کہ طین
اے بیٹا! قرآن کے (صرف) ظاہر کو نہ دیکھ	شیطان نے آدم کو سوائے مٹی کے کچھ نہ دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے صاحبزادے تم قرآن سے صرف ظاہر کو مت دیکھو کہ شیطان آدمؑ کو سوائے مٹی کے کچھ نہیں دیکھتا۔ مطلب یہ کہ دیکھو جب شیطان کو سجدہ کے لئے کہا گیا ہے تو اس نے یہی کہا ہے کہ یہ تو مٹی کے ہیں میں ان کو کیوں سجدہ کروں اور ان کے اندر جو کمالات تھے وہ اس کو دکھلائی نہیں دیئے تو اسی طرح تم بھی قرآن شریف کے صرف الفاظ کو مت دیکھو بلکہ اس کے معانی اور بطون پر بھی غور کرو تاکہ اس کی کچھ حقیقت معلوم ہو۔

ظاہر قرآن چو شخص آدمی است	کو نقوشش ظاہر و جانش خفی است
قرآن کا ظاہر آدمی کے وجود کی طرح ہے	کہ اس کے نقش ظاہر ہیں اور اس کی روح پوشیدہ ہے

یعنی قرآن شریف کا ظاہر آدمی کے جسم کی طرح ہے کہ اس کے نقوش تو ظاہر ہیں اور اس کی جان خفی ہے۔

مرد را صد سال عم و خال او	یک سر موئے نہ بیند حال او
سو سال تک انسان کے چچا اور ماموں	اس کی حالت کا بال برابر نہیں دیکھ سکتے ہیں

یعنی آدمی کو سو برس تک اس کے چچا اور ماموں (دیکھتے ہیں مگر) ایک بال برابر بھی اس کے حال کو نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ دیکھو انسان کے جسم کو اس کے رشتہ دار ہی برسوں تک دیکھتے رہتے ہیں مگر اس کے اندرونی حالات کا پتہ بھی نہیں چلتا اسی طرح صرف قرآن شریف کے الفاظ سے اس کے بطون اور اس کے اسرار تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء جو غاروں وغیرہ میں پوشیدہ رہتے ہیں اس میں کیا مصلحت ہے۔ چونکہ یہاں بیان کیا تھا کہ صرف جسم کو دیکھ لینے سے حقیقت کا پتہ نہیں چلتا تو اب فرماتے ہیں کہ اسی طرح اولیاء وغیرہ کے پوشیدہ رہنے سے اس کی اصل حقیقت اور وجہ معلوم نہیں ہو سکتی۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ مولانا یہاں تک معترضین کا اعتراض اور اس کا اجمالی جواب بیان کر کے اب تفصیلی جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ قرآن صرف آسان ہے کیونکہ قرآن کیلئے ایک معنی ظاہری ہیں اور اس کے تحت میں ایک معنی باطنی ہیں (مگر ان ظاہری اور باطنی معنوں میں تخالف نہیں خوب سمجھ لو دھوکہ نہ کھانا) اور اس باطنی معنی کے تحت میں ایک اور معنی باطنی ہیں جس میں عقول و افکار اہل ظاہر متحیر ہو جاتے ہیں اور اس باطن کے تحت میں ایک تیسرا باطن ہے کہ اس کے اندر تمام عقول حیران ہو جاتی ہیں۔ الا ماشاء اللہ اور قرآن کا بطن چہارم تو خدائے وحدہٗ لاشریک کے سوا کسی نے دیکھا ہی نہیں اسی طرح تم اس حدیث معتمد سے ساتوں بطون کو گن جاؤ۔

فائدہ:۔ مولانا کے اس مضمون سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ کسی مخلوق کو تمام اشیاء کا علم نہیں بلکہ یہ صفت حق سبحانہ کے ساتھ مختص ہے پس جن مضامین سے اہل اللہ کے احاطہ علمی کا شبہ ہوتا تھا ان کی تشریح خود مولانا ہی کے مضمون سے ہو گئی اور خود مولانا ہی نے اس شبہ کا ازالہ فرما دیا اور اس سے ان لوگوں کی غلطی بھی ظاہر ہو گئی جو ما من رطب

www.besturdubooks.wordpress.com

ولا یابس الا فی کتاب مبین سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ماکان و مایکون پر استدلال کرتے ہیں کیونکہ اگر یہ امر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کتاب مبین سے قرآن ہی مراد ہے اور یہ بھی مان لیا جائے کہ یہ حصر حقیقی ہی ہے تب بھی ان کا مدعا ثابت نہیں ہوتا کیونکہ تمام اشیاء مذکور بھی ہوں گی تو ظہر مع بطون سبعہ میں مذکور ہوں گی او بطن چہارم و پنجم و ششم و ہفتم کا علم مختص بذات جل مجدہ ہے تو جو اشیاء ان بطون اربعہ میں مذکور ہے ان کا علم خدا کے سوا کسی کو نہ ہوگا۔ پس علم ماکان و مایکون پر استدلال باطل ہو گیا اور نافی احاطہ تصریحات و نصوص میں تاویل کرنا اور بظاہر مثبت احاطہ میں تاویل نہ کرنا کھلی ہٹ دھرمی اور جدال صریح ہے واللہ اعلم و علمہ اتم) پس اس مضمون سے ثابت ہو گیا کہ قرآن صرف آسان ہی نہیں بلکہ دشوار بھی اتنا ہے کہ عقول عامہ تو در کنار عقول خاصہ کی رسائی بھی وہاں تک نہیں۔ پس تم قرآن کے ظاہری کو نہ دیکھو بلکہ اس کے بطون پر نظر کرو۔ اس لئے کہ صرف ظاہر کو دیکھنا اور باطن پر نظر نہ کرنا سنت ہے۔ ابلیس کی کہ وہ آدم میں صرف مٹی دیکھتا ہے اور ان کے کمالات علمیہ و عملیہ کو نہیں دیکھتا اور بے دھڑک انا خیر منہ کہہ بیٹھتا ہے تمام ظاہر قرآن کو ایسا سمجھو جیسے کہ ظاہر آدمی کہ اس کا تشکل ظاہر ہے اور روح مخفی یوں ہی ظاہر قرآن کے لئے بھی باطن ہے جو کہ مخفی ہے اور جس طرح کہ آدمی کو اس کے چچا ماموں وغیرہ سو برس تک دیکھتے ہیں مگر اس کے تمام حالات باطنی پر مطلع نہیں ہو سکتے یہی حالت قرآن کی ہے کہ کوئی کتنی ہی جدوجہد کرے مگر اس کے کل باطنی معانی پر اس کو بھی اطلاع نہیں ہو سکتی۔

شرح شبیری

بیان اس کا کہ انبیاء و اولیاء کا غاروں میں جانا اپنے کو پوشیدہ کرنے کے واسطے نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کو یہ بات بتلانے کے واسطے ہوتا ہے کہ دنیا سے قطع تعلق کرنا چاہیے

آنکہ گویند اولیاء در کہ بوند	تاز چشم مردمان پنہان شوند
لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ اولیاء پہاڑوں میں ہوتے ہیں	تا کہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہیں

یعنی یہ جو کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ پہاڑوں میں (اس لئے) ہوتے ہیں تا کہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ رہیں۔

پیش خلق ایشان فراز صد کہ اند	گام خود بر چرخ ہفتم می نہند
مخلوق کے سامنے (رہتے ہوئے بھی) وہ سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں	اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مخلوق کے سامنے وہ سو پہاڑوں کی بلندی پر ہیں اور اپنا قدم ساتویں آسمان پر رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ لوگوں میں جو مشہور ہے کہ اولیاء اللہ پہاڑوں میں اس لئے رہتے ہیں تاکہ پوشیدہ رہیں تو یہ غلط ہے بلکہ وہ تو لوگوں کے سامنے خوب بلندی پر ہوتے ہیں کہ جس کا دل چاہے دیکھ لے اور معلوم کر لے۔

پس چرا پنہان شود کہ جو بود	کوز صد دریاؤ کہ آنسو بود
تو کیوں چھپے پہاڑوں کو کیوں تلاش کرے	وہ جو سو دریاؤں اور پہاڑوں سے ادھر ہو

یعنی پھر وہ پوشیدہ اور پہاڑ کے متلاشی کیوں ہوں گے کہ وہ تو سو دریا اور کوہ سے اس طرف ہیں یعنی وہ تو ان سب دریاؤں اور کوہ سے بالا ہو چکے ہیں ان کو ان تعلقات کی پرواہ نہیں رہی ہے اور وہ اس کے محتاج نہیں رہے ہیں کہ اپنے کو پوشیدہ کرنے کے لئے پہاڑوں میں چھپتے رہیں۔

حاجتش نبود بسوئے کہ گریخت	کز پیش کرہ فلک صد نعل ریخت
اس کو پہاڑوں کی جانب بھاگنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے	جس کے پیچھے (بھاگنے میں) آسمان کے گھیرے نے سینکڑوں نعل توڑے ہیں

یعنی اس ولی کو پہاڑ کی طرف بھاگنے کی حاجت نہیں ہوتی جس کے پیچھے کہ کرہ فلک نے سو نعل گرا دیے۔ یعنی جن حضرات کی تہ کو فلک بھی باوجود کوشش کے نہ پہنچ سکا ان کو پہاڑوں میں پوشیدہ ہونے کی بھلا کیا حاجت ہے۔

چرخ گردید و ندید او گرد جان	تعزیت جامہ بپوشید آن زمان
آسمان گھوما اور اس نے روح کی گرد کو (بھی) نہ دیکھا	اس وقت اس نے ماتمی لباس پہن لیا

یعنی آسمان پھرا اور اس نے (ان کی) جان کی گرد (بھی) نہ دیکھی۔ (تو) اس وقت تعزیت کا کپڑا پہن لیا (چونکہ پہلے جامہ تعزیت نیلا پہنتے تھے اس لئے چرخ کی نیلی رنگت کو جامہ تعزیت کہدیا) مطلب یہ ہے کہ جب چرخ نے ان کی تہ کو پہنچنا چاہا اور پھر یہ نہ مل سکے تو آخرکار مجبور ہو کر جامہ تعزیت پہن کر بھٹک کر بیٹھ رہا۔ آگے ان حضرات کے حالات کے پوشیدہ ہونے کو دوسرے عنوان سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر بظاہر آن پری پنہان بود	آدمی پنہان تر از پریان بود
اگرچہ بظاہر پری پوشیدہ ہوتی ہے	آدمی پریوں سے زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے

یعنی اگرچہ بظاہر جن پوشیدہ ہوتا ہے (لیکن) آدمی جنوں سے بھی زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

نزد عاقل زان پری کہ مضمر است	آدمی صد بار خود پنہان تر است
عقلمند کے نزدیک اس پری سے جو پوشیدہ ہے	آدمی سو گنا زیادہ پوشیدہ ہے

یعنی عاقل کے نزدیک اس جن سے جو کہ پوشیدہ ہے آدمی سو دفعہ خود پوشیدہ زیادہ ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو جنات بالکل پوشیدہ ہوتے ہیں کہ کسی کو نظر نہیں آتے مگر انسان اپنے حالات کے اعتبار سے ان سے بھی

زیادہ پوشیدہ ہوتا ہے کہ اس کی اصلی حالت اور اندرونی حال کا پتہ چلنا بہت ہی مشکل قریب بہ محال ہے اور یہ بات ایسی ہے کہ ہر انسان کو عام ہے تو جو اور بھی برگزیدہ اور ولی خدا ہیں ان کے باطن کی حالت تو بھلا کس طرح معلوم ہو سکتی ہے آگے خود اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

آدمی نزدیک عاقل چون خفی است	چون بود آدم کہ در غیب او صفی است
جبکہ عقلمند کے نزدیک آدمی پوشیدہ ہے	تو ان آدم کا کیا حال ہوگا جو (عالم) غیب کے برگزیدہ ہیں؟

یعنی عاقل کے نزدیک جب آدمی خفی ہے تو وہ آدم کس طرح ہونگے جو کہ غیب میں برگزیدہ ہیں مطلب یہ کہ جب عوام الناس کے باطنی حالات کا پتہ نہیں چلتا تو بھلا اولیاء اللہ اور انبیاء کے حالات تو کیا ہی پتہ چل سکتا ہے۔ آگے انسان کے جسم کے ظاہر اور اس کے حالات کے خفی ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

اولیاء اللہ کی صورت اور ان کے کلام کی عصائے موسیٰ اور فسوں عیسیٰ علیہ السلام کی صورت سے تشبیہ

آدمی ہمچون عصائے موسیٰ است	آدمی ہمچون فسوں عیسیٰ است
آدمی (حضرت) موسیٰ کے عصا کی طرح ہے	آدمی (حضرت) عیسیٰ کے دم (کرنے) کی طرح ہے

یعنی آدمی موسیٰ علیہ السلام کے عصا کی طرح ہے اور آدمی عیسیٰ علیہ السلام کے فسوں کی طرح ہے۔

در کف حق بہر داد و بہر زین	قلب مومن ہست بین الاصبعین
عطا اور زینت کے لئے اللہ (تعالیٰ) کے ہاتھ میں	مومن کا دل دو انگلیوں کے درمیان ہے

یعنی حق تعالیٰ کے قبضہ میں واسطے داد کے اور زینت کے مومن کا قلب دو انگلیوں کے درمیان میں ہے۔

فائدہ:۔ اس شعر کی وجہ ربط شعر آئندہ کی تقریر میں آتی ہے۔

ظاہرش چوبے ولیکن پیش او	کون یک لقمہ چو بکشاید گلو
اس کا ظاہر لکڑی ہے لیکن اس کے سامنے	جب وہ منہ کھولے، عالم ایک لقمہ ہے

یعنی ظاہر میں تو ایک لکڑی ہے لیکن اس کے آگے تمام دنیا ایک لقمہ ہے جو وہ گلو کو کھوٹ مطلب یہ کہ انسان بظاہر تو ایک مضغۂ لحم ہے اس کے اندر کچھ بھی نہیں ہے جس طرح کہ عصائے موسیٰ صرف ایک لکڑی تھا لیکن جس طرح کہ وہ موسیٰ کے ہاتھ میں آ کر اژدہا جاندار بن جاتا تھا اسی طرح یہ قلب انسانی اصبعین حق میں رہ کر اس قدر باقوت وعظمت ہو جاتا ہے کہ پھر اس کے آگے کوئی ٹھہر نہیں سکتا۔

تو مبین ز افسوں عیسےٰ حرف وصوت	آن بہ بیں کز وے گریزان گشت موت
(حضرت) عیسیٰ کے دم کرنے میں تو حرف اور آواز کو دیکھ	یہ دیکھ کہ اس سے موت بھاگ گئی ہے

یعنی تو افسوں عیسوی سے صرف حرف وصوت ہی کو مت دیکھ (بلکہ) یہ دیکھ کہ اس (افسوں) سے موت بھاگ گئی۔ مطلب یہ کہ یہ بات صرف مت دیکھو کہ یہ تو صرف الفاظ ہیں ان کا پڑھنا کیا مشکل ہے اور اس سے عیسیٰ علیہ السلام کی کیا فضیلت معلوم ہوئی تو بات یہ ہے کہ اس میں غور کرنے کے بعد دیکھنے کی تو یہ بات ہے کہ اس آواز سے موت بھاگ گئی مردے زندہ ہو گئے۔

تو مبین ز افسونش آن لہجات پست	آن نگر کہ مردہ بر جست ونشست
ان کے دم کرنے میں تو دھیمے لہجے کو نہ دیکھ	یہ دیکھ کہ مردہ کودا اور بیٹھ گیا

یعنی تم ان کے افسوں سے ان پست لہجوں کو مت دیکھو (بلکہ اس کو دیکھو کہ مردہ کود کر بیٹھ گیا۔ مطلب یہ ہے کہ صرف اس کی صورت ہی کو مت دیکھو بلکہ اس کی اصلی حالت کو دیکھو۔

تو مبین مر آن عصا را سہل یافت	آن ببیں کہ بحر اخضر را شگافت
تو اس عصا کو آسانی سے حاصل ہو جانے والا نہ دیکھ	یہ دیکھ کہ اس نے بحر اخضر کو چیر دیا

یعنی تم اس عصا کو سہل یاب مت دیکھو وہ دیکھو کہ اس نے بحر اخضر کو پھاڑ دیا مطلب یہ کہ عصائے موسوی میں صرف اس بات کو مت دیکھو کہ یہ تو ایک لکڑی ہے اس کا ملنا تو بہت آسان ہے کہ ایک اس ساتھ کی لکڑی ہم بھی بنالیں گے مگر یہ تو دیکھو کہ جو صفت اس کے اندر ہے وہ تو تمہارے عصا میں نہیں ہے۔ بس یہی فرق اس عصائے موسوی اور تمہارے عصا میں ہے کہ مثلاً اس نے دریا کو پھاڑ دیا تھا اور راستہ بنا دیا تھا مگر تمہارا عصا اس کام کا نہیں ہے۔

توز دوری دیدۂ چتر سیاہ	یک قدم پا پیش نہ بنگر سپاہ
تو نے دور سے سیاہ چتر دیکھا ہے	ایک قدم آگے رکھ لشکر کو دیکھ

یعنی تو نے دور سے چتر سیاہ کو دیکھ لیا ہے مگر ایک قدم پاؤں آگے رکھ اور سپاہ کو دیکھ لے مطلب یہ کہ تم نے دور سے چتر کو دیکھا ہے تو تم سمجھے ہوئے ہو کہ بس یہ چیز ہی چھتر ہے اور کوئی چیز نہیں ہے حالانکہ اس کے ہمراہ فوج بھی تو ہے اگر تم آگے بڑھو گے تو اس فوج کو بھی دیکھ لو گے بس اسی طرح اولیاء کی صرف صورت دیکھ کر تم نے سمجھ لیا ہے کہ جو ہے یہی ہے حالانکہ تم اگر آگے بڑھو اور دیکھو تو اس وقت ان کی اصلی حقیقت معلوم ہو۔

توز دوری می نہ بینی جز کہ گرد	اندکے پیش آ ببین در گرد مرد
تو دوری سے سوائے گرد کے کچھ نہیں دیکھتا ہے	تھوڑا سا آگے آ، گرد میں مرد کو دیکھ

یعنی تو دور سے سوائے گرد کے اور کچھ نہیں دیکھتا تو تو تھوڑا سا آگے بڑھ تو گرد میں تو مرد کو دیکھے گا مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ دور سے تو صرف گرد ہی معلوم ہو رہی ہے لیکن آگے بڑھو تو اس میں سپاہی بھی نظر آ دیں گے۔ آگے انبیاء و اولیاء کے کچھ اور حالات بیان فرماتے ہیں اور اس کے ضمن میں آیت یاجبال اوبی الخ کی تفسیر بھی فرماتے ہیں۔

حق تعالیٰ کے قول یاجبال اوبی معه والطیر کی تفسیر

دیدہ ہارا گرد او روشن کند	کوہ ہارا مردئ او برکند
اس کی گرد آنکھوں کو روشن کر دیتی ہے	اس کی بہادری پہاڑوں کو اکھاڑ دیتی ہے

یعنی ان (حضرات) کی گرد آنکھوں کو روشن کرتی ہے اور پہاڑوں کو اس کی ایک پھونک اکھاڑ دیتی ہے۔

چون برآمد موسیٰ از اقصائے دشت	کوہ طور از مقدمش رقاص گشت
جب (حضرت) موسیٰ جنگل کے آخر سے برآمد ہوئے	ان کی تشریف آوری سے کوہ طور رقص کرنے لگا

یعنی جب موسیٰ منتہائے جنگل سے تشریف لائے تو طور پہاڑ ان کے آنے کی وجہ سے ناچنے لگا یعنی خوشی میں وجد کرنے لگا۔

روئے داؤدؑ از فرش تابان شدہ	کوہ ہا اندر پیش نالان شدہ
(حضرت) داؤدؑ کا چہرہ اس (اللہ) کی شان سے روشن ہوا	پہاڑ ان کے پیچھے روئے

یعنی داؤدؑ کا چہرۂ مبارک حق تعالیٰ کے جلال سے تابان ہوا تھا تو پہاڑ ان کے پیچھے نالاں ہوئے تھے مطلب یہ کہ دیکھو بظاہر تو یہ حضرات بھی صرف انسان ہی تھے لیکن چونکہ خدا سے ان کو تعلق ہو گیا ہے اس لئے ان کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ سب چیزیں ان کے تابع ہو گئی ہیں۔

کوہ باداؤد گشتہ ہمرہے	ہر دو مطرب مست در عشق شہے
پہاڑ (حضرت) داؤدؑ کے ساتھی بنے	دونوں گانے والے شاہ کے عشق میں مست تھے

یعنی پہاڑ داؤدؑ کا ساتھی ہوا کہ دونوں مطرب عشق شاہ میں مست تھے۔ مطلب یہ کہ دیکھو ان حضرات کی وہ شان تھی کہ پہاڑ بھی ان کے ہمزبان ہو جاتے تھے اور ان کے ساتھ ذکر کرتے تھے اور یہ حالت تھی کہ۔

یا جبال او بی امر آمدہ	ہر دو ہم آواز وہم پردہ شدہ
اے پہاڑو! جوابی ہُو کا حکم آیا	دونوں ہم آواز اور ہم ساز ہو گئے

یعنی یا جبال اوبی حکم آیا ہوا تو دونوں ہم آواز اور ہم پردہ ہو رہے تھے مطلب یہ کہ دیکھو ان حضرات کی یہ شان تھی کہ پہاڑوں کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کے ساتھ ہمزبان رہو اور اگر کسی وقت ذکر سے ان کو غفلت ہو جاوے تو تم یاد دلا دیا کرو گے آگے ایک اور حالت بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت داؤدا تو ہجرت دیدۂ	بہر من از ہمدمان ببریدۂ
(اللہ نے) فرمایا اے داؤدؑ! تو نے ہجر دیکھا ہے	میرے لئے تو ساتھیوں سے کٹا ہوا ہے

یعنی حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اے داؤدؑ تم نے ہجر دیکھا ہے میرے واسطے تم نے ہمدموں سے قطع کرلیا ہے

اے غریب وفرد بے مونس شدہ	آتش شوق ازدلت شعلہ زدہ
اے اکیلے مسافر! تو بے یار بنا ہے	تیرے دل سے شوق کی آگ بھڑکی ہے

یعنی اے غریب اور یکتا جو کہ بے مونس ہوگیا ہے اور شوق کی آگ تیرے دل سے شعلہ مار رہی ہے۔

مطربان خواہی و قوال و ندیم	کوہ ہارا پیش آرد آن قدیم
تو گویے اور قوال اور ہم مجلس چاہتا ہے	وہ قدیم (اللہ) تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتا ہے

یعنی تم کو مطربوں کی اور قوالوں کی اور ندیم کی خواہش ہے تو وہ قدیم (حق تعالیٰ) تمہارے آگے پہاڑوں کو لاتا ہے یعنی تم کو جو اس کی ضرورت ہے کہ ذکر وشغل میں کوئی تمہارا ساتھی ہو تو اس کے لئے پہاڑوں کو مقرر کیا جاتا ہے کہ وہ تمہارے ہم زبان رہیں گے۔

تا کہ قوالی و سرنائی کنند	جملہ پیشت باد پیمائی کنند
تاکہ وہ (تیرے لئے) قوالی اور شہنائی بجائیں	سب تیرے سامنے نغمہ سرائی کریں

یعنی تاکہ (وہ پہاڑ) قوالی اور خوش آوازی کریں اور تاکہ تمہارے سامنے نغمہ سرائی کریں تو ایک تو ان پہاڑوں کی تسبیح میں مصلحت تھی کہ داؤدؑ کی ہمزبان ہوجاویں اور ایک یہ مصلحت تھی کہ۔

تا بدانی نالہ چون کہ را رواست	بے لب ودندان ولی را نالہ ہاست
تاکہ تو سمجھ لے کہ جب پہاڑ کا نالہ ہو سکتا ہے	تو ولی کے نالے بغیر ہونٹ اور دانتوں کے ہیں

یعنی تاکہ تم جان لو کہ جب نالہ پہاڑ کیلئے جائز ہے تو بے لب ودندان کے ولی کے لئے نالے ہیں مطلب یہ کہ اس سے ایک یہ بات مقصود تھی کہ تاکہ سب کو معلوم ہوجاوے کہ جب پہاڑ بھی بول سکتے ہیں جن کے کہ نہ منہ ہے اور نہ زبان ہے تو اولیاء اللہ بھی بے زبان ہلائے صرف دل سے تسبیح وتہلیل کرسکتے ہیں۔

نغمۂ اجزائے آن صافی جسد	ہر شبے در گوش حسش می رسد
اس صاف جسم کے اجزاء کا نغمہ	ہر رات کو اس کے حس کے کان میں پہنچتا ہے

یعنی اس صافی جسد کے اجزاء کے نغمے ہر رات کو اس کے گوش حس میں پہنچتے ہیں۔

ہمنشیناں نشنوند او بشنود	اے خنک جان کو بغیبش بگرود
ہمنشین نہیں سنتے وہ سنتا ہے	وہ جان قابل مبارکباد ہے جو اس کی نادیدہ باتوں کی گرویدہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہمنشین لوگ تو سنتے نہیں اور وہ سنتا ہے کیا اچھی ہے وہ جان جو کہ اس کی طرف گرویدہ ہو۔ (اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ)

بنگرد در نفس خود صد گفتگو	ہمنشین او نبردہ ہیچ بو
وہ اپنے نفس میں سیکڑوں گفتگوئیں دیکھتا ہے	(اور) اس کے ہمنشین کو کچھ پتہ نہیں ہے

یعنی وہ اپنے نفس میں سو گفتگو دیکھتا ہے اور اس کا ہمنشین کسی قسم کی بو نہیں لے گیا ہے یعنی وہ بہت سی گفتگوئیں اپنے نفس میں سنتا ہے اور اس کے ہمنشین کو بالکل خبر بھی نہیں ہوتی آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

صد سوال و صد جواب اندر دلت	می رسد از لامکان تا منزلت
تیرے دل میں سیکڑوں سوال اور سیکڑوں جواب	لامکان سے تیرے مقام تک پہنچتے ہیں

یعنی سینکڑوں سوال اور سینکڑوں جواب تیرے دل میں لامکان سے تیرے گھر تک پہنچتے ہیں۔

بشنوی تو نشنود زان گوشہا	گر بہ نزدیک تو آرد گوش را
تو سنتا ہے وہ ان کانوں سے نہیں سنتا	اگرچہ وہ کانوں کو تیرے قریب لے آئے

یعنی تم تو سنتے ہو اور وہ ان کانوں سے نہیں سنتا اگرچہ وہ کان کو تیرے پاس کو لے آوے (مولانا فرماتے ہیں کہ)

گیرم اے کر خود تو آنرا نشنوی	چون مثالش دیدۂ چون نگروی
اے بہرے! میں مانتا ہوں تو اس کو نہیں سنتا ہے	جب تونے اس کی ایک مثال دیکھ لی گرویدہ کیوں نہیں ہوتا؟

یعنی اے بہرے میں نے فرض کیا کہ تو خود ان باتوں کو نہیں سنتا (مگر) جب تو نے اس کی مثال دیکھ لی تو کیوں گرویدہ نہیں ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو بہت سے خیالات تمہارے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور سوال و جواب دل میں آتے ہیں اور تم سب سنتے ہو مگر تمہارے ہمنشین کو خبر بھی نہیں ہوتی تو اگرچہ تم اولیاء اللہ کی باتوں کو سن نہیں سکتے مگر جب یہ ایک مثال موجود ہے اور خود تمہارے ساتھ بھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک بات کو تم سنتے ہو اور تمہارا ہمنشین نہیں سنتا تو پھر اس مثال ہی سے سمجھ لو کہ ایسا ہوسکتا ہے آگے اس طاعن مثنوی کا جواب دیتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اوپر مولانا نے بیان فرمایا تھا کہ آدمی کی باطنی حالت مخفی ہے اس کو مبنی قرار دیکر عوام کی غلط فہمی کو دور کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ اولیاء پہاڑوں میں رہتے ہیں اور وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی نظروں سے مخفی رہیں یہ ان کی غلطی ہے اس لئے کہ وہ تو لوگوں کے سامنے بھی سینکڑوں پہاڑوں پرے ہیں اور گویا کو چرخ ہفتم پر ہیں۔ اس لئے کہ لوگ اپنی باطنی حالت سے ان کے پیش نظر ہوتے ہوئے بھی واقف

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہو سکتے جب ان کی یہ حالت ہے تو ان کو کیا ضرورت ہے کہ وہ چھپیں اور پہاڑوں کو ڈھونڈیں۔ کیونکہ وہ تو عوام کے لحاظ سے ایسے ہی ہیں جیسے کوئی سینکڑوں مندروں اور پہاڑوں کے ادھر ہو پس ان کو اس کی ضرورت نہیں کہ وہ پہاڑوں میں بھاگ کر جائیں کیونکہ وہ تو اس قدر تیز رو ہیں کہ اسپ فلک نے بھی ان کو پانے میں سینکڑوں نعلیں توڑ ڈالیں۔ آسمان اس قدر گھوما مگر وہ روح کی گرد کو بھی نہ دیکھ سکا۔ اس لئے غم میں ماتمی لباس (سیاہی مائل) پہن لیا گو بظاہر پری مخفی ہے مگر آدمی پریوں سے بھی زیادہ مخفی ہے جو شخص سمجھ رکھتا ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ آدمی مخفی پری سے گو نہ زیادہ مخفی ہے تو شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ پری تو ظاہراً بھی مخفی ہے اور باطناً بھی مگر آدمی میں یہ کمال ہے کہ وہ باوجود ظاہر ہونے کے مخفی ہے مگر اس سے اچھا یہ ہے کہ یوں کہا جاوے کہ جن کمالات کی قابلیت عام انسانوں میں مضمر ہے اس کا عشر عشیر بھی پریوں میں نہیں اس لئے یہ زیادہ مخفی ہیں۔ بہ نسبت ان کے) پس جبکہ عام آدمی عاقل کے نزدیک مخفی ہے تو اس سے تم سمجھ لو کہ انسان کامل کس قدر مخفی ہوگا جو کہ برگزیدہ عالم غیب ہے۔ نیز یاد رکھو کہ آدمی عصائے موسیٰ کی مثل ہے یا یوں کہو کہ افسون عیسیٰ کی مانند ہے مومن کا قلب زینت اور افاضہ فیوض کے لئے حق سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں یعنی اس کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اس میں بیان ہے مضمون بالا کی علت کا یعنی ایسا کیوں ہے جواب یہ ہے کہ وجہ اس کی یہ ہے کہ انسان کامل باعتبار قلب کے اصبعین حق کے درمیان میں ہے پس یہ سب کمالات ان اصبعین کی برکت ہے۔ جس طرح عصائے موسیٰ ایک چوب تھی مگر ید موسوی کی برکت سے اس میں کیا کمال ظاہر ہو جاتا تھا چنانچہ آگے اسی مضمون کی تصریح ہے کہ عصائے موسیٰ ظاہر میں تو ایک لکڑی ہے مگر جب وہ منہ کھولے تو عالم اس کا ایک لقمہ ہے پس یہی حالت آدمی کی ہے کہ وہ صورت میں ایک خاک کا پتلا ہے مگر اس میں ایسے ایسے عجیب وغریب کمالات ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے نیز افسون عیسیٰ بظاہر آواز اور چند حروف کا مجموعہ ہے مگر تم اسے نہ دیکھو بلکہ اس کے اس کمال کو دیکھو کہ اس سے موت ڈر کر بھاگتی ہے اور تم اس کی چپکے چپکے پڑھے جانے کو نہ دیکھو بلکہ اس کے اس کمال کو دیکھو کہ اس سے مردہ کود کر بیٹھ جاتا ہے نیز تم عصائے موسیٰ کی اس ظاہری حالت کو نہ دیکھو کہ سہل الوصول ہے بلکہ اس کے اس کمال کو دیکھو کہ اس نے بحر اخضر کے دو ٹکڑے کر ڈالے (علیٰ ہذا القیاس آدمی کے بھی ظاہر کو نہ دیکھو بلکہ اس کی صفات باطنہ پر نظر کرو یوں ہی قرآن کی بھی ظاہری سہولت پر نظر مت کرو بلکہ اس کی بواطن سبعہ کو دیکھو علیٰ ہذا مثنوی کی بھی ظاہری عنوان پر نظر نہ کرو بلکہ ان حقائق کو دیکھو جو اس میں مودع ہیں) تم نے دور سے چتر سیاہ دیکھ لیا اور سمجھ لیا کہ بس چتر ہی ہے اور کچھ نہیں مگر یہ تمہاری غلطی ہے ذرا پاس آ کر لشکر جرار کو دیکھو نیز تم کو دور سے صرف گرد دکھائی دیتی ہے مگر ذرا آگے بڑھو اور دیکھو کہ اس میں مرد بھی ہے اور مرد بھی ایسا جس کی گرد آنکھوں کو روشن کرتی ہے اور اس کی شجاعت پہاڑوں کو اکھیڑ ڈالتی ہے۔ دیکھو جب موسیٰ علیہ السلام تیہ سے نکلے تھے تو ان کی آمد سے طور کو وجد ہو گیا تھا۔ (واللہ اعلم بصحتہ) اور دیکھو داؤد علیہ السلام کا چہرہ فتر حق سبحانہ سے چمکا تو ان کے پیچھے پہاڑ روتے تھے پہاڑ داؤد علیہ السلام کے ہم آواز ہوئے اور دونوں نغمہ سرا ہوئے اور حکم ہوا یا جبال اوبی معہ اس بنا پر پہاڑ ان کے ساتھ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم آواز اور ہم نغمہ ہوئے نیز حق سبحانہ نے فرمایا کہ داؤدتم نے جدائی دیکھی ہے اور میرے لئے اپنے دوستوں سے قطع تعلق کیا ہے اور اے بے کس تنہا اور بے غمخوار تیرے دل میں آتش شوق شعلہ زن ہے اس لئے تجھ کو مطربوں اور قوالوں اور ہمنشینوں کی ضرورت ہے لہذا ہم تیرے سامنے پہاڑوں کو لاتے ہیں تاکہ یہ قوالی کریں اور گائیں بجائیں اور سب کے سب تیرے نغمہ سرا ہوں اور اس ذریعہ سے تیری آتش شوق میں کچھ سکون ہو جب تم کو یہ امر معلوم ہو گیا تو تم کو اپنی نظر کو صرف صورت ظاہری انسانی ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ان کمالات کو بھی دیکھنا چاہئے اور اسی پر قرآن اور مثنوی کی حالت کو قیاس کر لینا چاہئے اب تم یہ سمجھو کہ جب پہاڑ نالے کر سکتے ہیں حالانکہ ان کے نہ ہونٹ ہیں اور نہ دانت۔ یوں ہی قلوب اولیاء اللہ بھی بلا ہونٹوں اور دانتوں کے نالہ کرتے ہیں۔ اور ان مہذب الاجسام والقلوب حضرات کے اجزاء کا نالہ ہر شب ان کے حسی کانوں تک پہنچتا ہے اور وہ ان ہی کانوں سے اس کو سنتے ہیں گو بوجہ عدم صفا کے ان کے پاس بیٹھنے والے نہیں سنتے مگر وہ اپنی صفا کے سبب خود سنتے ہیں پس چاہئے کہ ان کی حالت مخفیہ کی تصدیق کی جائے کیونکہ ایسے لوگ بہت خوش نصیب ہیں یہ لوگ اپنے دلوں کو سینکڑوں طرح کی باتیں کرتے سنتے ہیں مگر ان کے پاس بیٹھنے والے کو اس کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ مثلاً تمہارے دل اور تمہارے اس مکان میں عالم غیب سے سینکڑوں سوال و جواب آتے ہیں مگر تم خود ان کو سنتے ہو لیکن اگر چہ دوسرے لوگ کان پاس لا کر اور خوب غور سے بھی سننا چاہیں مگر تا ہم نہیں سن سکتے۔ پس اے بہرے ہم نے مانا کہ تجھے وہ آواز نہیں سنائی دیتی لیکن جب تیرے پاس اس کی نظیر موجود ہے تو پھر اس کے قبول کرنے میں تجھے کیوں حجت ہے۔ (تنبیہ "حرف قرآن را بدان کو ظاہر ست"۔ سے یہاں تک مضمون استطرادی تھا اس کے بعد مقصد اصلی کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے سگ طاعن تو عوعو میکنی الخ۔

شرح شبیری

مثنوی پر اپنے فہم کی کمی کی وجہ سے طعن کرنے والے کا جواب

اے سگ طاعن تو عوعو میکنی	طعن قرآن را برون شو میکنی
اے طعنہ دینے والے کتے! تو بھوں بھوں کرتا ہے	قرآن پر طعنہ کے لئے راستہ بناتا ہے

یعنی اے طعن کرنے والے کتے تو بھوں بھوں کرتا ہے اور قرآن کے طعن کو مخلص تلاش کرتا ہے۔

این نہ آن شیر ست کز وے جان بری	یاز پنجۂ قہر او ایمان بری
یہ وہ شیر نہیں ہے جس سے تو جان بچا سکے	یا اس کے غضب کے پنجے سے ایمان کو بچا سکے

یعنی یہ وہ شیر نہیں ہے کہ اس سے تو جان بر ہو سکے یا اس کے پنجہ قہر سے ایمان لے جاوے مطلب یہ ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اے طاعن تو جو مثنوی پر طعن کر رہا ہے اور وہ طعن بالکل طعن قرآن کے مثل ہے اور مثنوی کی حالت بالکل قرآن جیسی ہے اور قرآن پر طعن کرنے سے ظاہر ہے کہ ایمان کی سلامتی نہیں ہے تو بس مولانا فرماتے ہیں کہ مثنوی پر طعن کرنے سے بھی ایمان سلامت نہ رہے گا۔

تا قیامت می زند قرآن ندا	اے گروہ جہل را گشتہ فدا
قیامت تک کے لئے قرآن آواز دے رہا ہے	اے نادانی پر فدا گروہ!

یعنی قیامت تک قرآن ندا کر رہا ہے کہ اے وہ گروہ جو کہ جہل پر فدا ہو رہا ہے۔

مرمرا افسانہ مے پنداشتید	تخم طعن و کافری مے کاشتید
تم نے مجھے ایک افسانہ سمجھا	طعنے اور کفر کا بیج بویا ہے

یعنی مجھ کو تم ایک افسانہ سمجھتے تھے اور طعن و کافری کا بیج بوتے تھے۔

خود بدیدید آں کہ طعنہ می زدید	کہ شما فانی و افسانہ بدید
تم جو طعنہ زنی کرتے تھے تم نے خود دیکھ لیا	کہ تم خود فنا ہونے والے اور افسانہ بن گئے

یعنی یہاں تک کہ اے لوگو جو کہ طعنے مارتے تھے دیکھ لوگے کہ تم ہی فانی اور افسانہ تھے اور میری تو یہ حالت ہے کہ۔

من کلام حقم و قائم بذات	قوت جان جان و یاقوت زکات
میں اللہ کا کلام اور (اللہ کی) ذات سے قائم ہوں	روح کی روح کی غذا اور پاک یاقوت ہوں

یعنی میں تو کلام حق ہوں اور قائم بذات (حق) ہوں اور جان جان کی روزی اور یاقوت پاکی کا ہوں مطلب یہ کہ وہ کلام پاک کہتا ہے کہ میں کلام نفسی کے درجہ میں فانی نہیں ہوں اور قائم بذات حق ہوں اب تم ہی دیکھ لو کہ کون فانی اور افسانہ ہے۔

نور خورشیدم فتادہ بر شما	لیک از خورشید نا گشتہ جدا
میں سورج کا نور ہوں جو تم پر پڑ رہا ہے	لیکن سورج سے جدا نہیں ہوا ہے

یعنی میں نور خورشید ہوں جو کہ تم پر پڑا ہے لیکن خورشید سے جدا نہیں ہوا ہے مطلب یہ کہ میں نور خورشید ہوں کہ تم پر اپنا فیض اور اپنی روشنی ڈال رہا ہوں مگر خورشید سے بھی الگ نہیں ہوا بلکہ خورشید سے میرا تعلق باقی ہے اور میں خورشید کے ساتھ رہ کر تم کو فیض پہنچا رہا ہوں۔

نک منم ینبوع آں آب حیات	تا رہانم عاشقاں را زین ممات
یہ میں اس آب حیات کا چشمہ ہوں	تاکہ عاشقوں کو اس موت سے نجات دیدوں

یعنی یہ میں اس آب حیات کا چشمہ ہوں تا کہ میں عاشقوں کو اس ممات سے چھڑاؤں مطلب یہ ہے کہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

قرآن کہتا ہے کہ میں آب حیات کا چشمہ ہوں کہ میں عشاق کو اس موت ابدی سے چھڑاتا ہوں۔

گر چنان گند آزتان ننگیختے	جرعۂ بر گورتان حق ریختے
اگر تمہاری حرص ایسی گندگی نہ اچھالتی	اللہ (تعالیٰ) تمہاری قبر پر ایک گھونٹ بہا دیتا

یعنی اگر تمہاری حرص اس طرح گندگی نہ پھیلاتی تو ایک گھونٹ تمہاری گور پر حق تعالیٰ ڈالتے مطلب یہ کہ اگر تم لوگ حرص و طمع کو نہ پھیلاتے تو حق تعالیٰ اس کلام پاک میں سے تم کو بھی حصہ عنایت فرماتا مگر تم لوگ تو دنیا میں لگ گئے تو پھر اس کا فیض تم تک کب پہنچ سکتا تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

نے بگیرم گفت و پند آن حکیم	دل نگردانم بہر طعن سقیم
نہیں میں اس دانا کا قول اور نصیحت اختیار کرتا ہوں	ہر کمزور طعنے کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا ہوں

یعنی نہیں میں اس حکیم کی بات اور پند کو اختیار کرتا ہوں اور ہر طعن سقیم کی وجہ سے دل نہیں پھیرتا۔

یعنی تا کہ میرا درد اس سے دوا پاوے اور میں ہر اس طعن سے فارغ اور جدا ہو جاؤں مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان طعنوں کی وجہ سے رکوں گا نہیں اور اسی طرح فیض دیتا رہوں گا اور میں حکیم کی پند پر عمل کروں گا جس کو کہ ذیل میں بیان کرتے ہیں حکیم سے مراد حکیم غزنوی ہیں وہ ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ او طعن کرنے والے کتے تو بھوں بھوں کرتا ہے۔ جا دور ہو۔ کمبخت تو قرآن پر اعتراض کرتا ہے کیونکہ جو اسلوب مثنوی میں اختیار کیا گیا ہے وہ ہی اسلوب قرآن کا ہے۔ پس تیرا اس کو نقص سمجھنا گویا کہ قرآن کو ناقص کہنا ہے یاد رکھ میری مثنوی وہ شیر نہیں ہے جس کے پنجہ سے تیری جان سلامت رہ جاوے یا اس کے پنجہ قہر سے تیرا ایمان محفوظ رہ جاوے کیونکہ اس پر اعتراض کرنا مستلزم ہے قرآن پر اعتراض کرنے کو اور قرآن پر اعتراض کرنا تو سمجھ لے کیا ہے تو قرآن پر کیا اعتراض کرتا ہے یاد رکھ کہ وہ تو قیامت تک بآواز بلند پکارتا رہے گا کہ اے فدائے جہل گروہ تم نے مجھے اساطیر الاولین سمجھا اور طعن و کفر کا بیج بویا مگر اے طاعنو تم نے دیکھ لیا کہ تم خود فانی و افسانہ تھے اور میں فانی نہیں ہوں کیونکہ میں کلام اللہ اور اس کی ذات کے ساتھ قائم ہوں گو میرے لباس یعنی اصوات قارئین فانی ہیں اور میں غذائے روح کامل اور ایک یاقوت مزکی عن ادناس النقائص ہوں گو میں تمہارے پاس آیا ہوں مگر ذات حق سے جدا نہیں ہوں اس لئے میری مثال ایسی ہے جیسے آفتاب کا نور کہ وہ دنیا کو اپنے فیوض سے مستفید بھی کرتا ہے اور ذات خورشید سے جدا بھی نہیں دیکھو میں آب حیات کا ایک چشمہ ہوں اور اس لئے ہوں کہ عاشقان الٰہی کو موت روحانی سے بچاؤں اگر تمہاری حرص گرد اعتراض نہ اڑاتی تو ممکن تھا کہ حق سبحانہ میرا کچھ فیض تم کو بھی عطا فرماتے جس سے اگر تم کو حیات کامل حاصل نہ ہوتی تو بالکل مردہ بھی نہ رہتے۔ یہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

تک مولانا افسردہ خاطر تھے اور چاہتے تھے کہ سلسلہ مثنوی کو ختم کر دوں اب فرماتے ہیں کہ نہیں میں ایسا نہیں کرتا اور اس سلسلہ کو ختم نہیں کرتا بلکہ حکیم سنائی کے مقولہ اور ان کی نصیحت کو اختیار کرتا ہوں اور بیہودہ و لایعنی اعتراضات پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ آگے اس نصیحت کو ان الفاظ سے بیان فرماتے ہیں کہ آنکہ فرمودہ است او اندر خطاب الخ۔

شرح شبّیری

ایک بچھیرے کے پانی پینے سے بھاگنے کی مثل

آنکہ فرمودہ است او اندر خطاب	کرہ و مادر ہمے خوردند آب
جو گفتگو میں انہوں نے فرمایا	بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے

یعنی وہ کہ اس حکیم نے خطاب میں فرمایا ہے کہ ایک بچھیرا اور ماں پانی پی رہے تھے۔ یعنی اس حکیم نے یہ حکایت بیان کی ہے کہ ایک بچھیرا اور اس کی ماں دونوں پانی پی رہے تھے۔

می شخولیدند ہر دم آن نفر	بہر اسپاں کہ ہلا زین آب خور
وہ جماعت ہر وقت سیٹی بجا رہی تھی	گھوڑوں کے لئے کہ پانی کی طرف متوجہ رہو

یعنی وہ ایک جماعت ہر دم چلا رہی تھی گھوڑوں کے واسطے کہ اس آب خور سے بھاگو مطلب یہ کہ گھوڑے جو پانی پینے آتے تھے تو لوگ ان کو بھگانے کے لئے شور و غل مچایا کرتے تھے۔

آن شخولیدن بکرہ می رسید	سر ہمی برداشت و ز خود می رمید
وہ سیٹی بجانا بچھیرے کو پہنچتا تھا	(وہ) سر اٹھا لیتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا

یعنی وہ چلانا بچھیرے کو پہنچتا تھا تو سر اٹھاتا تھا اور خود بخود بھاگتا تھا یعنی وہ شور کو سن کر بدکا کرتا تھا۔

مادرش پرسید کاے کرہ چرا	می رمی ہر ساعتے زین استقا
اس کی ماں نے دریافت کیا اے بچھیرے! کیوں	تو پانی پینے سے ہر وقت بھاگتا ہے؟

یعنی اس کی ماں نے پوچھا کہ اے بچھیرے تو ہر گھڑی پانی پینے سے بھاگتا کیوں ہے۔

گفت کرہ می شخولند آیں گروہ	ز اتفاق بانگ شان دارم شکوہ
بچھیرے نے کہا' یہ لوگ سیٹی بجاتے ہیں	مجھے ان کی آواز کے اکٹھا ہونے سے ڈر لگتا ہے

یعنی بچھیرے نے کہا کہ وہ گروہ شور کرتے ہیں تو ان کی آواز کے اجتماع کی وجہ سے مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔

پس دلم می لرزد از جا می رود	ز اتفاق نعرہ خوفم می رسد
تو میرا دل لرزتا ہے' بے قابو ہو جاتا ہے	ان کے نعروں کے ملنے سے مجھے ڈر لگتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بس میرا دل کانپتا ہے اور جگہ سے جاتا ہے اور آواز کے اتفاق سے مجھے خوف پہنچتا ہے یعنی یہ لوگ جو ایک دم سے شور کر رہے ہیں اس سے مجھے ڈر لگتا ہے۔

گفت مادر تا جہان بودہ است ایں	کارا فزایان بدند اندر زمیں
ماں نے کہا جب سے یہ دنیا (بنی) ہے	فضول کام کرنے والے زمین میں ہوئے ہیں

یعنی ماں نے کہا کہ جب سے کہ جہاں ہوا ہے ایسے بیہودہ لوگ زمین میں رہے ہیں۔

ہیں تو کار خویش کن اے ارجمند	زود کایشان ریش خود بر می کنند
اے اقبال مند! بزدار، تو اپنا کام کر	عنقریب وہ خود اپنی داڑھی نوچیں گے

یعنی اے صاحبزادے تو اپنا کام کر اور یہ جلدی ہونے والا ہے کہ یہ لوگ اپنی ڈاڑھیاں اکھاڑیں گے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ ایسے لوگ ہمیشہ ہوئے ہیں آج کوئی نئی بات نہیں ہے تم اپنا کام کرو یہ خود پریشان و پشیمان ہو کر چپ ہو جاویں گے بس اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ میں ان طاعنوں کی پرواہ نہیں کرتا اور میں اپنا کام کرتا ہوں یہ خود ہی اپنا ضرر کر رہے ہیں میرا اس میں کیا حرج ہے۔

وقت تنگ و میرود آب فراخ	پیش ازان کز ہجر گردی شاخ شاخ
وقت تنگ ہے اور پانی تیزی سے جا رہا ہے	اس سے پہلے کہ فراق میں تیرا جوڑ جوڑ (جدا) ہو جائے
شہر کاریزی ست پر آب حیات	آب کش تا بردہد از تو نبات
آب حیات سے بھری مشہور نہر ہے	پانی ڈال تاکہ تیرے پودے پھل دیں

یعنی وقت تنگ ہے اور آب فراخ چل رہا ہے تو پہلے اس سے کہ تو ہجر کی وجہ سے شاخ شاخ ہو تو ایک سوت آب حیات سے بھرا ہوا ہے تو پانی کھینچ لے تا کہ تجھ سے نبات پیدا ہو مطلب یہ کہ زندگی دنیا کی تو کم ہے اور یہ دنیا جا رہی ہے اس کے اندر جو اعمال ہو سکیں وہ کر لو اور ان کو بجا لاؤ اس سے پہلے کہ تم اس جہان کو چھوڑو لہٰذا مثنوی کا لکھنا بھی ترک مت کرو بلکہ اس کو لکھتے رہو اس میں اجر عظیم تم کو ملے گا۔

آب خضر از جوئے نطق اولیاء	میخوریم اے تشنۂ غافل بیا
اولیاء کی گفتگو کی نہر سے خضر والا پانی	ہم پیتے ہیں! اے غافل پیاسے! آ جا

یعنی اولیاء اللہ کے کلام سے ہم آب خضر پی رہے ہیں تو اے تشنۂ غافل تو بھی آ جا (آب خضر سے مراد آب حیات ہے اور اضافت بادنے ملابست ہے) مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے کلام سے ہم آب حیات پی رہے ہیں تو اے غافل تو بھی آ جا اور تو بھی پی لے اب کوئی کہتا ہے کہ ہمیں تو آب حیات کہیں نظر نہیں آتا مولانا اس کا جواب فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گرنہ بینی آب کورانہ بفن	سوئے جو آور سبو در جوئی زن
اگر تو اندھے پن سے پانی کو نہیں دیکھتا تدبیر کیساتھ	ٹھلیا نہر کی جانب لا (اور) نہر میں ڈبو دے

یعنی اگر تو پانی اندھوں کی طرح فن سے نہ دیکھے تو تو ندی کی طرف آ اور ندی میں گھڑے کو مار مطلب یہ فرماتے ہیں کہ اگر تم کو اولیاء اللہ کے کلام میں آب حیات دکھائی نہ دے تو تم ان کے پاس آ کر ان کی صحبت اختیار تو کرو اس کے بعد خود تم کو معلوم ہو جاوے گا۔

چون شنیدی کاندرین جو آب ہست	کور را تقلید باید کار بست
جب تو نے سن لیا کہ اس نہر میں پانی ہے	اندھے کو تقلید کو کام میں لانا چاہیے

یعنی جب تو نے سنا کہ اس ندی میں پانی ہے تو اندھے کو تقلید سے کام کرنا چاہیے۔

جو فرو بر مشک آب اندیش را	تا گران بینی تو مشک خویش را
پانی میں شک کرنے والی مشک کو نہر میں ڈبو دے	تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے

یعنی پانی کی مشک کو تو ندی پر لے جا تاکہ تو اپنی مشک کو بھاری دیکھے۔

چون گران دیدی شوی تو مستدل	رست از تقلید خشک آنگاہ دل
جب تو بھاری دیکھ لے گا تو صاحب دلیل بن جائے گا	اس وقت دل خشک تقلید سے نجات پا جائے گا

یعنی جب تو نے (مشک کو) گراں دیکھا تو تو مستدل ہو گیا اور اس وقت تقلید خشک سے دل چھوٹ گیا۔ مطلب یہ کہ جو اندھا ہو اور سنے کہ ندی میں پانی ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنی مشک کو لے جا کر دوسروں کے کہنے ہی سے ندی میں ڈالے تو جب وہ بھرے گی اور بھاری ہوگی معلوم ہو جاوے گا کہ پانی ضرور ہے اور پہلے تو مقلد تھے اب خود محقق ہو جاؤ گے تو اسی طرح جب کوئی کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کے پاس آب حیات ہے تو اب تم کو چاہئے کہ ان کی صحبت اختیار کرو اور اپنے کو ان کے سپرد کر دو تو اول تو تم تقلیداً ہی ان کے پاس گئے تھے پھر خود تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ بے شک ان حضرات کے پاس آب حیات تھا اور لوگ سچ کہتے تھے۔

گر نہ بیند کور آب جو عیان	لیک داند چون سبو بیند گران
اگرچہ اندھا نہر کے پانی کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے	لیکن سمجھ لیتا ہے جب ٹھلیا کو بھاری دیکھتا ہے

یعنی اگرچہ اندھا ندی کے پانی کو ظاہر طور پر نہ دیکھے لیکن جان لیتا ہے جبکہ گھڑا بھاری ہو جاوے۔

کہ ز جو اندر سبو آبے برفت	کاین سبک بود و گران شد ز آب زفت
کیونکہ نہر سے ٹھلیا میں پانی پہنچ گیا	اس لئے کہ یہ ہلکی تھی بھاری پانی سے بھاری ہو گئی

یعنی کہ ندی سے گھڑے میں کچھ پانی ہے کہ یہ ہلکا تھا اور (اب) بہت سے پانی کی وجہ سے بھاری ہو گیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ ہر بادے مرا در می ربود	بادے نربایدم ثقلم فزود
کیونکہ ہر ہوا مجھے پھسلا دیتی تھی	(اب) ہوا مجھے نہیں پھسلاتی ہے میرا بوجھ بڑھ گیا ہے

یعنی اس لئے کہ ہر ہوا اس کو لے جاتی تھی (اور اب) ہوا مجھے اڑاتی نہیں ہے تو میرا ثقل بڑھ گیا ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ حقیقت سے اندھے ہیں ان کو اولیاء اللہ کے وہ انوار نظر تو آتے نہیں لیکن اگر وہ اوروں کے کہنے سے ان کی صحبت میں جانا شروع کر دیتے ہیں تو اس سے ان کو فیض ہوتا ہے اس وقت ان کو معلوم ہوتا ہے کہ بیشک انوار ان حضرات کی خدمت میں موجود ہیں اور جب وہ دیکھتے ہیں کہ میرا ہر ہوا و ہوس ان کو دین سے الگ کر دیتے تھے اور اب بڑے سے بڑی شہوت و ہوا کا مقابلہ کر سکتے ہیں اور اب یہ ہلتے بھی نہیں تو معلوم ہوا کہ کوئی شئے ان حضرات کے اندر سے ان میں آئی ہے اور کوئی فیض ان حضرات سے ان کو بھی پہنچا ہے لہٰذا تم اگر ان حضرات کے انوار کو خود نہیں دیکھتے تو اس سے یہ مت سمجھو کہ ان کے اندر کچھ ہے ہی نہیں بلکہ یوں سمجھو کہ تم اندھے ہو اور یہ سمجھ کر تقلیداً ان کی خدمت میں حاضری شروع کر دو اس کے بعد خود تم بھی وہی کہو گے جو کہ اور لوگ تم کو کہہ رہے تھے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مر سفیہان را رباید ہر ہوا	زانکہ بنود شان گرانے و قوی
بیوقوفوں کو ہر ہوا پھسلا دیتی تھی	کیونکہ ان میں بھاری پن اور قوتیں نہیں ہوتی ہیں

یعنی بیوقوفوں کو ہر ہوا و ہوس لے بھاگتی ہے اس لئے کہ ان کے اندر گرانی (ایمان) اور قوت نہیں ہوتی مطلب یہ کہ جو دیندار و بزرگوں کے خدمت گزار نہیں ہیں وہ ذرا ذرا سی بات میں دین سے علیحدہ ہو جاتے ہیں اور تھوڑی سی خواہش نفسانی ان کے دین کو برباد کرنے کے لئے کافی ہے آگے ان کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

کشتی بے لنگر آمد مرد شر	کہ ز باد کژ نیابد او حذر
شریر آدمی، بے لنگر کی کشتی ہے	کہ مخالف ہوا سے اس کا بچاؤ نہیں ہوتا ہے

یعنی شریر آدمی بے لنگر کے کشتی ہوتا ہے کہ کج ہوا سے وہ حذر نہیں پاتی۔ مطلب یہ کہ جس طرح بے لنگر کے کشتی ہوتی ہے کہ ہر ہوا اس کو درہم برہم کرنے کے واسطے کافی ہے اسی طرح جو شخص شر والا ہوتا ہے اس کو بھی تھوڑی سی خواہش نفسانی دین سے اور راہ مستقیم سے ہٹانے کے لئے کافی ہے۔

لنگر عقل است عاقل را امان	لنگر دریوزہ کن از عاقلان
عقلمند کے لئے عقل کا لنگر (باعث) امن ہے	عقلمندوں سے لنگر مانگ لے

یعنی عاقل کو عقل کا لنگر امن ہے تو عاقلوں سے لنگر مانگ مطلب یہ کہ عاقل آدمی کے پاس عقل ایک ایسی شئے ہے کہ وہ ان کو ڈانواں ڈول نہیں ہونے دیتی اور راہ مستقیم پر لئے چلے جا رہی ہے تو تو بھی عاقلوں سے اس عقل ہی کو سیکھ اور حاصل کر کہ یہی وہ شے ہے کہ انسان کو سیدھے راستہ پر پہنچا سکتی ہے۔

او مدد ہائے خرد چوں در ربود	از خزینہ درآن دریائے جود
جب وہ عقل کی مددیں حاصل کر لیتا ہے	اس سخاوت کے دریا کے موتیوں کے خزانے سے

یعنی اس نے جب خرد کی امداد اس دریائے جود کی موتی کے خزانہ سے لے لی۔ (تو یہ ہوا کہ)

زین چنیں امداد دل پرفن شود	بجہد از دل چشم ہم روشن شود
اس طرح کی مدد سے دل صاحب تدبیر ہو جاتا ہے	دل سے (آگے) بڑھتا ہے آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں

یعنی ایسی امداد سے دل پرفن ہو جاتا ہے اور دل سے کودتا ہے تو آنکھ بھی روشن ہو جاتی ہے۔

زانکہ نوراز دل برین دیدہ نشست	تاچو دل شد دیدۂ تو عاطل است
کیونکہ نور دل سے ان آنکھوں میں آتا ہے	جب دل ضائع ہو گیا تیری آنکھ بیکار ہے

یعنی اس لئے کہ نور دل ہی سے اس آنکھ پر بیٹھا ہے یہاں تک کہ جب دل جاتا رہا تو تمہاری آنکھ بیکار ہے (دریائے جود سے مراد عارف) مطلب یہ کہ جب کسی شخص نے عارف سے عقل سلیم لے لی اور دل اس عقل کی وجہ سے پرفن اور چست و چالاک ہو گیا تو اب اس دل میں سے اس عقل سلیم نے جوش کیا اور اسی نے آنکھ کو بھی روشن کر دیا اور اب آنکھ سے علوم و معارف نظر آنے لگے اس لئے کہ جب تک دل ہے اسی وقت تک آنکھ بھی کام دیتی ہے اور جب دل نہ رہا تو آنکھ بھی بیکار ہو جاتی ہے۔ لہٰذا دل جب روشن ہوا اسی وقت دل سے امداد آنکھ کو پہنچی کہ وہ دل کی تابع تھی۔

دل چو بر انوار عقلی پر زند	زان نصیبے ہم بدو دیدہ دہد
جب دل عقلی نوروں پر قابو پا لیتا ہے	وہ دونوں آنکھوں کو بھی اس سے حصہ دیدیتا ہے

یعنی دل جب انوار عقلی پر پر مارتا ہے تو اس میں سے ایک حصہ دونوں آنکھوں کو بھی دیتا ہے مطلب یہ کہ جب انوار حق سے دل روشن ہوتا ہے تو اس کی روشنی آنکھوں تک بھی پہنچتی ہے اور آنکھیں بھی روشن ہو جاتی ہیں۔

پس بدان کاب مبارک زآسمان	وحی دلہا باشد و صدق بیان
پھر جان لے کہ آسمان سے بابرکت پانی	دلوں کی وحی اور بیان کی سچائی بنتا ہے

یعنی پس جان لو کہ آب مبارک آسمان سے قلوب کی وحی ہوتی ہے اور صدق بیان ہوتا ہے مطلب یہ کہ آسمان سے جو وحی اور الہامات اور انوار آرہے ہیں وہ گویا کہ پانی ہیں۔

ماچو آن کرہ ہم آب جو خوریم	سوئے آن وسواس طاعن ننگریم
ہم بھی اس بچھیرے کی طرح نہر کا پانی پئیں گے	اس طعنہ دینے والوں کے وسوسوں کی طرف نظر نہ کریں گے

یعنی ہم بھی اس بچھیرے کی طرح آب جو پی رہے ہیں اور اس طاعن کے وسواس کی طرف نہیں دیکھتے مطلب یہ کہ یہ انوار وغیرہ آسمان سے پانی کی طرح آرہے ہیں اور ہم اس بچھیرے کی طرح اس سے مستفیض ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے ہیں تو اب ہم کو ان طاعنوں اور شور مچانے والوں کی نہ سننا چاہئے بلکہ کام میں لگنا چاہئے۔

پیر و پیغمبرانی رہ سپر	طعنۂ خلقان ہمہ بادے شمر
تو پیغمبروں کا پیرو ہے راستہ طے کر	لوگوں کے طعنہ کو بالکل ہوائی سمجھ

یعنی تو پیغمبروں کا پیرو ہے تو راستہ چل اور مخلوق کے طعنوں کو ایک ہوا گن۔ مطلب یہ کہ اپنے نفس کو خطاب فرماتے ہیں کہ تو تو پیغمبروں کا پیرو ہے تو تجھے چاہئے کہ اپنا راستہ لے اور کام کرے اور ان طاعنوں کی نہ سنے اور ان کی وجہ سے اپنے کام میں حرج نہ کرے۔

آن خداوندان کہ رہ طے کردہ اند	گوش بابانگ سگان کے کردہ اند
جن آقاؤں نے راستہ طے کیا ہے	انہوں نے کتوں کے بھونکنے پر کب کان دھرا ہے؟

یعنی ان آقاؤں نے کہ راہ طے کی ہے کان کتوں کی آواز پر کب کئے ہیں مطلب یہ کہ جن لوگوں نے کہ کام کئے ہیں انہوں نے طاعنوں کے کہنے پر کب کان دھرا ہے انہوں نے ہمیشہ اپنا کام کیا ہے اگر وہ اس طرف توجہ کرتے تو ان کا کام رہ جاتا اسی طرح اگر تم ان طاعنوں کی طرف توجہ کرو گے تو پھر کام نہ کرسکو گے لہذا اس طرف توجہ نہ کرو اور کام کئے جاؤ۔

باز گو کان پاک بازو شیر مرد	اندر آن مسجد چہ بنمود و چہ کرد
پھر بتا اس پاکباز اور شیر مرد کو	اس مسجد میں اس کو کیا نظر آیا؟ اس نے کیا کیا؟

یعنی پھر بیان کرو کہ اس پاک باز شیر مرد نے اس مسجد میں کیا ناپا اور کیا کیا مطلب یہ کہ اب ان طاعنوں کی باتیں تو سنو مت اور اس شخص کا قصہ بیان کرو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ہم کو اس نصیحت کو اختیار کرنا چاہئے جو انہوں نے اثنائے گفتگو میں فرمائی ہے یعنی یہ کہ ایک گھوڑی کا بچہ اور ایک گھوڑی پانی پی رہے تھے۔ سائیس لوگ پانی پلانے کے لئے سیٹیاں بجا رہے تھے جس سے ان کا مطلب یہ تھا کہ گھوڑو پانی پیو۔ ان سیٹیوں کی آواز گھوڑی کے بچہ تک بھی پہنچتی تھی اور وہ اس کو سن کر چونکتا اور پانی سے سر اٹھا لیتا اور پھڑکتا تھا۔ آخر اس کی ماں نے پوچھا کہ بچھیرے تو پانی کیوں نہیں پیتا اور ہر دم بھڑکتا کیوں ہے اس نے کہا کہ یہ لوگ سیٹیاں بجاتے ہیں اور مجھ پر ان کی مجموعی آواز سے ایک خوف طاری ہوتا ہے اس لئے میرا دل کانپتا ہے اور دل ٹھکانے نہیں رہتا۔ مجھے تو ان کی مجموعی آواز سے خوف معلوم ہوتا ہے ماں نے کہا کہ بیٹا جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے اسی وقت سے فضول حرکتیں کرنے والے اور کام بڑھانے والے لوگ بھی ہوتے رہے ہیں۔ پس تم ایسے لوگوں کی طرف التفات نہ کرو اور جلدی سے اپنا کام کر لو یہ لوگ تو لایعنی حرکتیں کر کے اپنا نقصان کر رہے ہیں دیکھو وقت تھوڑا ہے اور پانی بکثرت چلا جا رہا ہے پس تم قبل اس کے کہ اس کی جدائی سے مغموم ہو خوب

www.besturdubooks.wordpress.com

سیراب ہولو یہ ایک آب حیات ہے پر اور مشہور کاریز ہے تم پانی پی لوتا کہ تم کو نما حاصل ہو یہ تو ایک واقعہ تھا قبل اس کے کہ ہم اس سے مناسب مقام نتیجہ نکالیں ایک ضروری اور استطرادی مضمون سن لو اہل اللہ کے کلام کی نہر سے آب حیات جاری ہے اور ہم اس کو پیتے ہیں پس اے بے خبر پیاسے آ تو بھی پی لے۔ اگر تو اندھوں کی طرح پانی نہیں دیکھتا تو جبکہ تو نے سن لیا ہے کہ اس نہر میں پانی ہے اور اس سے بہت سے تشنے سیراب ہوتے ہیں تو اس نہر میں گھڑا لا کر ڈال یعنی اگر تجھے ان کے کلام کی صفت حیات بخشی معلوم نہیں ہے تو سن کر ہی اپنے قلب کو خلوص کے ساتھ اس کی طرف متوجہ کر کیونکہ اندھے کو دوسرے بیناؤں کی تقلید اور پیروی کرنی چاہئے۔ اور یہ تیرا دل جو ایک مشک کی مانند ہے جس کو آب فیض کے ہونے میں شبہ ہے اس کو تو اس نہر میں ڈال یعنی ان کے کلام کی طرف خلوص سے توجہ کرتا کہ تو اپنی مشک کو پانی سے بھاری دیکھے یعنی اثر جدید کو اس کے اندر محسوس کرے جب تو اس مشک کو بھاری دیکھے گا اور اس کے اندر نئی کیفیت محسوس کریگا تو اس وقت تیرا دل تقلید جامد سے نکل جاوے گا اور دلیل سے تجھے اس کا وجود معلوم ہو جاوے گا کیونکہ اگر اندھا آنکھ سے نہر کا پانی نہیں دیکھتا تو نہ سہی مگر جب وہ اپنے گھڑے کو بھاری دیکھتا ہے تو اسے پانی کا وجود یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ نہر سے گھڑے میں پانی آ گیا۔ کیونکہ اول وہ ہلکا تھا اور اب وہ بہت سے پانی کے سبب بھاری ہو گیا ہے اسی طرح یہ شخص بھی سمجھ لے گا کہ مجھ میں ایک نئی بات پیدا ہو گئی ہے کیونکہ وہ سمجھے گا کہ اول مجھے ہر باد ہوا و ہوس اڑا لے جاتی تھی اور اب مجھے ہوا نہیں اڑا سکتی لہذا معلوم ہوا کہ اب مجھ میں گرانی بڑھ گئی ہے اب سمجھو کہ خفیف العقل لوگوں کو ہر باد ہوا و ہوس اڑا لے جاتی ہے کیونکہ نہ ان میں گرانی ہوتی ہے نہ قوت ایسے برے لوگ جو کج رفتار ہوا سے محفوظ نہیں رہتے کشتی بے لنگر کے مانند ہوتے ہیں اور اہل عقل کی کشتی کو لنگر عقل تباہی سے بچاتا ہے اس لئے تم کو چاہئے کہ عقلاء سے اس لنگر کو حاصل کرو۔ پس جبکہ کوئی اس بحر سنی (عاقل) کے خزانہ در سے عقل کی پیہم امداد حاصل کرے گا تو اس امداد سے اس کے دل میں بھی ہوشیاری پیدا ہو جاوے گی۔ اور وہ دل ہی تک محدود نہ رہے گی بلکہ اس سے تجاوز کر کے آنکھوں تک بھی پہنچے گی اور آنکھوں کو بھی اس سے فی الجملہ روشنی حاصل ہو گی اور جو نقص آنکھوں میں دل کے نقص کے سبب تھا مثلاً عداوت کے سبب اچھے کا برا دکھلائی دینا وغیرہ وہ دفع ہو جائے گا۔ یہ جو ہم نے کہا ہے کہ اس کی ہوشیاری کا اثر آنکھوں تک بھی پہنچے گا اس کی وجہ یہ ہے کہ آنکھ میں جو نور آیا ہے وہ دل ہی کے سبب ہے دیکھ لو جب دل نہیں رہتا تو آنکھیں بھی بیکار ہو جاتی ہیں۔ مثلاً حیات کا تعلق جب دل سے منقطع ہوتا ہے تو آنکھیں بھی کچھ نہیں دیکھ سکتیں یا یہ کہ جب دل تندرست نہیں رہتا اور اس میں حسد وغیرہ امراض پیدا ہو جاتے ہیں تو آنکھیں بھی ادراک اشیاء علے ماہی علیہ سے قاصر رہتی ہیں جبکہ دل کا تعلق آنکھ سے معلوم ہو گیا تو اس کی روشنی سے اس کی روشنی کے بڑھنے کا استبعاد جاتا رہا اور ثابت ہو گیا کہ جب دل انوار عقلی سے ملتبس ہوتا ہے تو اس سے دونوں آنکھوں کو بھی حصہ ملتا ہے یہ تو استطرادی مضمون تھا اب ہم اس قصہ کے نتیجہ مقصودہ بیان کرتے ہیں سنو کہ آسمان کا پانی الہام قلب اور صدق بیان ہے پس ہم بھی اس بچھیرے کی مانند یہ پانی پیتے ہیں اور طاعن کے وسواس کی طرف التفات نہیں

کرتے پس اے سالک تو پیغمبروں کا پیرو ہے لہذا لوگوں کے طعنوں کو ایک ہوا سمجھ۔ جو ادھر سے آتی ہے اور ادھر کو چلی جاتی ہے کیونکہ ہمیشہ سے سالکین کا یہی طریق رہا ہے کہ کتوں کی آوازوں کی طرف انہوں نے التفات نہیں کیا ہے اچھا یہ قصہ تو ہو چکا اب یہ بیان کرو کہ اس شیر اور بہادر آدمی نے کیا دیکھا اور کیا کیا۔

شرح شبّیری

مہمان کش مسجد کے مہمان کے قصہ کا بقیہ

خفتہ در مسجد خود او را خواب کو	مرد غرقہ گشتہ چون خسپد بجو
وہ مسجد میں لیٹ گیا اس کو نیند کہاں	ڈوبا ہوا انسان نہر میں کیسے سوئے؟

یعنی وہ مسجد میں سویا ہوا تھا (مگر) اس کو خود نیند کہاں۔ ڈوبا ہوا آدمی ندی میں کس طرح سووے مطلب یہ کہ وہ مسجد میں جا تو بیٹھا مگر اس کو نیند کہاں اس کی ایسی مثال تھی جیسے کہ ڈوبا ہوا آدمی تو ڈوبے ہوئے آدمی کو نیند کب آیا کرتی ہے تو وہ جب اس قدر خوف و ہراس میں مبتلا تھا اس کو نیند کب آ سکتی تھی۔

خواب مرغ و ماہیان باشد ہمی	عاشقان را زیر غرقاب غمی
پرندوں اور مچھلیوں کی نیند ہوتی ہے	عاشقوں کے لئے غم کے ڈباؤ پانی میں

یعنی پرند جانوروں اور مچھلیوں جیسی نیند عاشقوں کو غم کے غرقاب کے نیچے ہوتی ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ اڑتا جانور اور مچھلی کو نیند نہیں آتی بس یہی حال اس عاشق کا ہوتا ہے جو کہ کسی غم کے اندر ڈوبا ہوا ہو کہ اس کو بھی نیند نہیں آیا کرتی۔ غرضیکہ وہ لیٹ تو گیا مگر اس کی آنکھ تک نہ جھپکی۔

نیم شب آواز با ہولے شنید	کایم آیم برسرت اے مستفید
آدھی رات کو خوفناک آواز آئی	اے فائدہ مند! میں آتا ہوں میں آتا ہوں تیرے سر پر

یعنی آدھی رات کو ایک ہولناک آواز سنی کہ اے فائدہ اٹھانے والے میں سر پر آتا ہوں۔ مطلب یہ کہ آدھی رات کو ایک ہولناک آواز یہ سنائی دی کہ آتا ہوں آتا ہوں۔

پنج کرت این چنین آواز سخت	می رسید و دل ہمی شد لخت لخت
اس طرح کہ سخت آواز پانچ مرتبہ	آئی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا تھا

یعنی پانچ مرتبہ ایسی ہی سخت آواز پہنچی اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا آگے مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں کہ جس طرح یہ آواز آ رہی تھی کہ آتا ہوں حالانکہ کوئی بھی نہ آتا تھا صرف ڈرانا ہی ڈرانا تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اسی طرح جب انسان کوئی نیک کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو شیاطین اسی طرح ڈرایا کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس کو کہتے ہیں کہ اس کام کو مت کر لیکن وہ صرف ڈرانا ہی ڈرانا ہوتا ہے واقعیت کچھ نہیں ہوتی۔ یہ تو اجمال تھا اب اس کی تفصیل سنو اس کو مولانا ایک آیت کی تفسیر کے پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ غرضکہ وہ مسجد میں سو رہا مگر اسے نیند کہاں کیونکہ وہ تو بحرالم میں ڈوبا ہوا تھا اور ڈوبنے والا شخص نہر کے اندر کیسے سوسکتا ہے عاشق تو بحر علم میں ڈوب کر یوں ہی خواب نہیں چاہتا جس طرح مرغ ہوا میں یا مچھلی پانی میں سونا نہیں چاہتی۔ (ہذا ما قیل واللہ اعلم) آدھی رات کے وقت ایک خوفناک آواز آئی کہ میں آتا ہوں تیری خبر لوں گا پانچ مرتبہ ایسی ہی سخت آواز آئی اور خوف طبعی سے اس کا دل پارہ پارہ ہوا جاتا تھا اس سے مولانا ایک مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو چو عزم دین کنی با اجتہاد الخ

شرح شبیری

آیت واجلب علیهم بخیلک و رجلک کی تفسیر

تو چو عزم دین کنی با اجتہاد	دیو بانگت بر زند اندر نہاد
جب تو کوشش سے دین کا قصد کرتا ہے	جسم کے اندر سے شیطان تجھے آواز دیتا ہے

یعنی تو جب دین کا قصد کوشش کے ساتھ کرتا ہے تو شیطان تیرے بدن میں آواز دیتا ہے کہ۔

کہ مروز انسو بیندیش ای غوی	کہ اسیر رنج و درویشی شوی
کہ اے گمراہ! اس طرف نہ جا سوچ لے	کہ تو تکلیف اور افلاس کا قیدی بن جائے گا

یعنی کہ اے گمراہ اس طرف مت جا کیونکہ رنج اور درویشی میں قید ہو جاوے گا۔

بے نوا گردی زیاران وا بری	خوار گردی و پشیمانی خوری
تو مفلس بن جائے گا یاروں سے چھوٹ جائے گا	ذلیل ہو جائے گا اور پریشانی اٹھائے گا

یعنی فقیر ہو جاوے گا اور دوستوں سے الگ ہو جاوے گا اور ذلیل ہو جاوے گا اور پشیمانی کھاوے گا مطلب یہ کہ جب تو کوئی دین کا کام کرنا چاہتا ہے تو شیطان تجھے ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ ارے مولوی ہوگا اور عربی پڑھے گا تو مسجد کا مینڈھا ہو جاوے گا نئی روشنی والوں میں تیری قدر نہ رہے گی ذلیل وخوار پھرے گا اور پھر پشیمان ہوگا لہذا تو مولوی مت بن اور دین کا کام مت کر جب وہ یوں ڈراتا ہے تو یہ ہوتا ہے کہ۔

تو ز بیم بانگ آن دیو لعین	وا گریزی در ضلالت از یقین
تو اس ملعون شیطان کی آواز کے ڈر سے	یقین سے گمراہی میں لوٹ جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو اس شیطان لعین کی آواز کے خوف سے یقین سے گمراہی میں بھاگتا ہے یعنی دین کو چھوڑ کر دنیا میں اور گمراہی میں پھنس جاتا ہے اور سوچتا ہے کہ۔

کہ ہلا فردا و پس فردا مراست	راہ دین پویم کہ مہلت پیش ماست
کہ ہاں کل اور پرسوں میرے لئے ہے	دین کے راستہ پر دوڑ پڑوں گا کیونکہ مہلت ہمارے سامنے ہے

یعنی ارے کل پرسوں (سب) میرے لئے ہے تو دین کی راہ میں دوڑلوں گا کہ مہلت ہمارے سامنے ہے مطلب یہ کہ تیری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ۔

ہر شبے گویم کہ فردا ترک این سودا کنم　　باز چون فردا شود امروز رافردا کنم

غرضکہ یہ سمجھ کر کہ ابھی تو جوان ہیں عمر پڑی ہے دین کے کام بھی کرلیں گے دین سے غافل ہو جاتے ہو۔ اس کے بعد ایسا ہوتا ہے کہ۔

مرگ رابینی کہ اواز چپ وراست	می کشد ہمسایہ را تا بانگ خاست
تو موت کو دیکھتا ہے کہ وہ بائیں دائیں سے	پڑوسی کو کھینچ رہی ہے حتی کہ آواز بلند ہوئی

یعنی تو موت کو دیکھتا ہے کہ داہنے ہاتھ سے ہمسایوں کو کھینچ رہی ہے یہاں تک کہ آواز اٹھی مطلب یہ کہ اول تو دین سے غافل ہو جاتے ہو پھر جب دیکھتے ہو کہ لوگ مر رہے ہیں اور جارہے ہیں اس وقت ذرا ہوش ہوتا ہے۔

باز عزم دین کنی از بیم جاں	مردہ سازی خویشتن رایک زماں
جان کے ڈر سے تو پھر دین کا ارادہ کرتا ہے	تھوڑی دیر کے لئے اپنے آپ کو مردہ بنا لیتا ہے

یعنی پھر جان کے خوف سے دین کا قصد کرتے ہو اور اپنے آپ کو ایک زمانہ کے لئے مردہ بنا لیتے ہو یعنی کچھ دنوں کے لئے مردہ کی طرح ہو جاتے ہو اور بہت ہی خشوع وخضوع سے کام لیتے ہو۔

پس سلاح از علم سازی و حکم	کہ من از خوفے نیارم پائے کم
پھر تو علم اور عقلوں کے ہتھیار باندھتا ہے	کہ میں ڈر کی وجہ سے سست رفتار نہ رہوں گا

یعنی پھر علم اور حکمت کے ہتھیار بناتے ہو (اور کہتے ہو) کہ میں خوف کی وجہ سے پاؤں کم نہ لاؤں گا یعنی کچھ دنوں کے لئے ڈر پیدا ہو جاتا ہے اور اس وقت کہتے ہو کہ اب کبھی دین میں قدم سست نہ کروں گا۔

باز بانگے بر زند بر توز مکر	کہ بترس و باز گرد از تیغ فقر
وہ پھر مکاری سے تجھے پکارتا ہے	کہ افلاس کی تلوار سے ڈر اور باز آ جا

یعنی شیطان پھر مکر سے آواز لگاتا ہے کہ ارے تیغ فقر سے ڈر اور واپس ہو جا۔ مطلب یہ کہ جب تم ذرا دین کی طرف توجہ کرتے ہو وہ شیطان پھر تم کو فقر سے ڈراتا ہے حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ان الشیطان یعدکم

www.besturdubooks.wordpress.com

الفقر جب وہ پھر فقر سے ڈراتا ہے دین پر چلنے سے دنیا کا نقصان دکھاتا ہے تو پھر یہ ہوتا ہے کہ۔

باز بگریزی زراہ روشنی	آن سلاح علم و فن را بفگنی
پھر تو نور کے راستہ سے واپس بھاگ پڑتا ہے	علم اور فن کے ہتھیار پھینک دیتا ہے

یعنی پھر تو روشنی کی راہ سے بھاگتا ہے اور اس علم وفن کے ہتھیار کو پھینک دیتا ہے مطلب یہ کہ وہ جو ہتھیار علم وحکمت کے تیار کئے تھے اب اس کے ڈرانے سے ان کو الف پھینک پھانک اور پھر دین کو چھوڑ دیتے ہو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

سالہا اور ابانگے بندۂ	در چنین ظلمت نمد افگندۂ
تو آواز کی وجہ سے سالوں سے اس کا غلام بنا ہوا ہے	ایسی ہی تاریکی میں تو مقیم ہے

یعنی سالہا سال تک اس کی آواز کے تم غلام ہو اور ایسی ظلمت میں تم نے نمدہ پھینک دیا ہے مطلب یہ کہ سالہا سال تک شیاطین کے تابع فرمان رہے ہو اور ظلمت دنیا اور کفر میں اپنے دین کو برباد کیا ہے۔

ہیبت بانگ شیاطین خلق را	بند کردست و گرفتہ حلق را
شیطانوں کی آواز کے ڈرنے مخلوق کو	باندھ دیا ہے اور گلا دبا دیا ہے

یعنی شیاطین کی آواز کی ہیبت نے مخلوق کو بند کر دیا ہے اور حلق کو پکڑ رکھا ہے۔

تا چنان نومید شد جانشان زنور	کہ روان کافران ز اہل قبور
یہاں تک کہ نور الٰہی سے ان کی جان اس طرح ناامید ہوگئی ہے	جس طرح کہ مردہ کافروں کی جان

یعنی یہاں تک کہ ان کی جان تو ایسی ناامید ہوگئی جیسے کہ قبر والے کافروں کی جان مطلب یہ کہ جو کفار مر چکے ہیں ان کو چونکہ حقیقت منکشف ہوگئی ہے تو ان کو معلوم ہوگیا ہے کہ ہم کو اب نور حاصل نہیں ہوسکتا اور اب بالکل مایوسی ہوگئی ہے پس اسی طرح جو لوگ کہ شیاطین کی آواز کو سنتے ہیں اور اس پر عامل ہوتے ہیں وہ بھی نور سے اسی طرح ناامید ہو چکے ہیں کہ ان کو کسی درجہ میں امید رہی ہی نہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

این شکوہ بانگ آن ملعون بود	ہیبت بانگ خدائی چون بود
یہ اس ملعون کی آواز کا دبدبہ ہے	تو خدائی آواز کی ہیبت کیا ہو گی؟

یعنی یہ دبدبہ اس ملعون کی آواز کا ہوتا ہے تو آواز خداوندی کی ہیبت کیسی ہوگی۔ یعنی اب دیکھو کہ اس کی آواز کی اس قدر ہیبت ہے کہ سب اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے تو پھر آواز خداوندی ہے اس کا دبدبہ تو کیا کچھ ہوگا اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ جس طرح کہ اس ملعون کی آواز کے دبدبہ نے ہم پر اثر کیا اگر آواز خداوندی میں زیادہ دبدبہ ہے تو وہ ہم پر کیوں اثر نہیں کرتی۔ اور ہم کو دین پر کیوں نہیں لگائے رہتی۔ مولانا اس پر شبہ کو آگے دفع فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیبت بازست بر کبک نجیب	مرگس را نیست زان ہیبت نصیب
باز کا خوف شریف چکور کو ہے	اس ہیبت میں مکھی کا حصہ نہیں ہے

یعنی نجیب چکور پر باز کی ہیبت ہوتی ہے اور مکھی کو اس ہیبت میں سے کچھ بھی حصہ نہیں ہے۔

زانکه بنور باز صیاد مگس	عنکبوتان می مگس گیر بدو بس
کیونکہ باز مکھی کا شکاری نہیں ہوتا	مکڑیاں صرف مکھی پکڑتی ہیں

یعنی اس لئے کہ باز مکھی کا شکار کرنے والا نہیں ہوتا مکڑیاں مکھیوں کو پکڑتی ہیں اور بس مطلب یہ کہ دیکھو باز کا خوف کبک وغیرہ کے دل میں تو ہوتا ہے مگر مکھیوں کے دل میں بالکل بھی باز کا خوف نہیں ہوتا بلکہ مکھی کو مکڑی کا خوف ہوتا ہے تو اسی طرح تم چونکہ گناہ ہونے کی وجہ سے ذلیل وحقیر ہو گئے ہو لہذا تم پر خوف حق طاری نہیں ہوتا بلکہ اس شیطان کا جو کہ اس مکڑی کی طرح حقیر ہے تم جیسے مکھیوں پر خوف طاری ہوتا ہے۔

عنکبوت دیو بر چو تو ذباب	کروفر دارد نہ بر کبک و عقاب
شیطان کی مکھی تجھ جیسی مکھی پر	دبدبہ رکھتی ہے' نہ کہ چکور اور شاہین پر

یعنی شیطان کی مکڑی تجھ جیسی مکھی پر کروفر رکھتی ہے نہ کہ کبک و عقاب پر یعنی شیاطین کی ہیبت تم جیسے ذلیل اور حقیر لوگوں پر پڑ جاتی ہے اور فرماں بردار اور دیندار لوگوں پر اس ملعون کی ہیبت ہرگز بھی نہیں پڑتی۔

بانگ دیوان گلہ بان اشقیاست	بانگ سلطان پاسبان اولیاست
شیطانوں کی آواز بدبختوں کی گلہ بان ہے	شاہ کی آواز اولیاء کی محافظ ہے

یعنی شیاطین کی آواز شقی لوگوں کی گلہ بان ہے اور سلطانی آواز اولیاء کرام کی پاسبان ہے یعنی شیاطین کی آواز پر چلنے والے تو اشقیا ہیں اور آواز سلطانی پر چلنے والے اولیاء اللہ اور دیندار لوگ ہیں اور یہ اس لئے کہ۔

تا نیا میزد بہم بیناؤ کور	قطرۂ از بحر خوش با بحر شور
تاکہ بینا اور نابینا آپس میں نہ مل جائیں	میٹھے سمندر کا قطرہ کھارے سمندر سے

یعنی تاکہ آپس میں اندھا اور سمکھا اور ایک قطرہ دریائے شیریں دریائے شور کے ساتھ نہ مل جاوے مطلب یہ کہ اگر سب لوگ ہر آواز پر چلا کرتے اور ہر آواز کا اثر ہر شخص پر ہوا کرتا تو پھر فرق ہی کیا رہتا یہ فرق اس لئے رکھا گیا ہے تاکہ شقی اور سعید میں فرق رہے اور آپس میں مل نہ سکیں آگے پھر اسی مہمان مسجد کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ جب تم دین کا مستعدی کے ساتھ پختہ ارادہ کرتے ہو تو یوں ہی تمہاری باطن میں شیطان آواز دیتا ہے کہ خبردار اس طرف نہ جانا اور خوب سمجھ لینا کہ تو اس طرف چل کر رنج اور درویشی میں پھنس جاوے گا۔ (اشارۃ

www.besturdubooks.wordpress.com

الی قولہ تعالیٰ الشیطان یعدکم الفقر الخ) تو مفلس ہو جائے گا یا ر دوستوں سے تعلقات منقطع ہو جائیں گے ذلیل وپشیمان ہو گا تم شیطان کی اس آواز کو سن کر خوف کے سبب یقین کو چھوڑ کر گمراہی میں بھاگتے ہو اور کہتے ہو کہ کل اور پرسوں تو اپنی ہی ہے ابھی تو بہت وقت پڑا ہے دین کے راستہ پر بھی چل لیں گے اس کے ساتھ تم دیکھتے ہو کہ دائیں بائیں موت پڑوسیوں کو مار رہی ہے اور ان کے گھروں سے شور وشیون بلند ہو رہا ہے اس پر تم خائف ہو کر تہ دل سے پھر عزم دین کرتے ہو اور تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو مردہ بنا لیتے ہو اس کے بعد تم علم وحکمت سے کام لے کر شیطان کا مقابلہ کرتے ہو اور ارادہ کرتے ہو کہ میں ڈر کر ہرگز کوشش نہ چھوڑ دوں گا لیکن پھر وہ تم کو ڈانٹتا ہے اور کہتا ہے کہ ارے کمبخت ڈر اور تیغ فقر کے سامنے سے ہٹ جا اب تم اس سے پھر متاثر ہوتے ہو اور روشنی کے راستہ سے بھاگتے ہو اور علم وفن کے ہتھیار ڈال دیتے ہو غرضکہ برسوں سے یوں ہی تم شیطان کی آواز کے غلام ہو اور ظلمت ضلالت میں اقامت پذیر ہو بات یہ ہے کہ شیاطین کی آواز کی ہیبت نے خلق کو پابستہ کر رکھا ہے اور ان کا حلق بند کر رکھا ہے کہ نہ وہ راہ دین پر چل سکتے ہیں اور نہ غذائے روحانی کھا سکتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نور ہدایت سے ان کی جان یوں ناامید ہو گئی کہ جیسے مردہ کفار کی بھلا تم سوچو تو سہی کہ جب شیطان کی آواز میں یہ شوکت ہے تو خدا کی آواز میں کس قدر ہیبت ہو گی تم یہ شبہ نہ کرنا کہ اگر خدا کی آواز میں شیطان کی آواز سے زیادہ ہیبت ہوتی تو اس کو اس پر غالب آنا چاہئے تھا اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ہم شیطان کی آواز سے متاثر نہ ہوتے۔ حالانکہ اس کے خلاف مشاہد ہے کیونکہ تم میں ہنوز اس سے متاثر ہونے کی قابلیت ہی نہیں یہ وجہ ہے کہ تم اس سے متاثر نہیں ہوتے اور شیطان کی آواز سے متاثر ہوتے ہو۔ یہ نہیں کہ اس میں ہیبت نہیں دیکھو بداہتہ باز کی ہیبت مکڑی کی ہیبت سے زیادہ ہے مگر کبک یعنی چکور پر تو اس کی ہیبت ہے لیکن مکھی پر اس کا کچھ اثر نہیں اور راز اسکا یہ ہے کہ باز مکھی کا شکار ہی نہیں کرتا اور مکڑی چونکہ اس کا شکار کرتی ہے اس لئے اس کی ہیبت اس پر ہے یوں ہی شیطان جو ایک مکڑی کی مانند ہے تجھ پر جو کہ ایک مکھی کی مانند ہے اکڑفوں کرتا ہے اور تو اس کی ہیبت سے متاثر ہوتا ہے مگر اہل اللہ جو کہ چکور اور عقاب کی مثل ہیں ان پر اس کا کچھ بس نہیں چلتا۔ کما قال اللہ تعالیٰ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان بس یہ راز ہے کہ شیطان کی آواز اشقیا کو ہانکتی ہے اور بادشاہ حقیقی کی آواز اولیاء اللہ کو اور مقصود یہ ہے کہ اندھے اور دیکھنے والے مخلوط نہ ہو جائیں اور بحر شیرین کا قطرہ شور میں نہ مل جائے یعنی اہل اللہ اور غیر اہل اللہ میں امتیاز رہے اور جو جس مرتبہ کے قابل ہے وہ اسی مرتبہ پر رہے اپنی حد سے تجاوز نہ کر سکے۔

شرح شبیری

مسجد کے مہمان کو آدھی رات کو طلسم کی آواز آنا

بشنو اکنوں قصہ آں بانگ سخت	کہ نرفت از جا بداں آں نیک بخت
اب اس سخت آواز کا قصہ سن	اس سے وہ نیک بخت جگہ سے نہ ہلا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اب اس سخت آواز کا قصہ سنو کہ وہ نیک بخت اس کی وجہ سے جگہ سے گیا نہیں یعنی جب وہ طلسم کی سخت آواز آئی تو اس کی وجہ سے وہ شخص اپنی جگہ سے ٹلا نہیں بلکہ وہیں جما رہا۔

گفت چون ترسم چو ہست ایں طبل عید	تا دہل ترسد کہ زخم او را رسید
اس نے کہا میں کیوں ڈروں جبکہ یہ عید کا نقارہ ہے	ڈھول ڈرے کیونکہ چوٹ اس پر پڑتی ہے

یعنی وہ بولا کہ میں کیوں ڈروں جب کہ وہ طبل عید ہے ڈھول ہی ڈرتا ہے کہ اس کو زخم پہنچا یعنی اس نے سوچا کہ میں تو مرنے کو پھرتا ہی ہوں پھر میں ڈروں یہ تو میرے لئے طبل عید ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے دہلہائے تہی و بے قلوب	قسم تان از عید جان شد زخم چوب
اے خالی ڈھولو بے دلو!	جان کی عید میں سے تمہارا حصہ لکڑی کی چوٹ ہے

یعنی اے خالی اور بے قلوب ڈھولو تمہارا حصہ جان کی عید میں سے زخم چوب ہے۔ مطلب یہ کہ اے وہ لوگو جو کہ باطن سے خالی ہو اور تمہارے قلوب ناپاک ہیں تو عید کے روز ڈھول تو تم بھی ہو مگر تمہاری قسمت میں لکڑیاں لکھی ہیں کہ لکڑیاں پڑتی ہیں اور پٹتے ہو آگے اس عید کو اور ان کے دہل تہی ہونے کو بتاتے ہیں کہ وہ کیا کیا ہیں فرماتے ہیں کہ۔

شد قیامت عید و بیدینان دہل	ما چو اہل عید خندان ہمچو گل
قیامت عید ہے اور بے دین ڈھول ہیں	ہم چونکہ عید والے ہیں پھول کی طرح مسکرا رہے ہیں

یعنی قیامت تو عید ہے اور بے دین لوگ ڈھول ہیں اور ہم اہل عید کی طرح گل کی طرح خوش ہیں مطلب یہ کہ قیامت کے روز عید ہوگی لیکن دین داروں کے لئے تو خوشی ہوگی لہذا وہ تو گل کی طرح خوش ہونگے اور بے دین کے لئے رنج ہوگا اور وہ جس طرح کہ ڈھول عید میں پٹا کرتا ہے اسی طرح پٹے گا تو مطلب یہ کہ جو ڈھول کہ وہ باطن میں سے خالی ہو اس کی تو گت بنتی ہے اور جو ڈھول کہ ٹھوس ہوتا ہے اس کو کوئی بھی نہ مارے نہ اسے بجاوے آگے فرماتے ہیں کہ۔

بشنو اکنوں این دہل چون بانگ زد	دیگ دولت باچگونہ می نپرد
اب سن! اس ڈھول نے جب آواز دی	دولت (کے شوربے) کی دیگ کس طرح پکتی ہے

یعنی اب سنو کہ اس ڈھول نے جب آواز لگائی تو ہماری دولت کی آواز کس طرح پکتی ہے یعنی وہ ڈھول خالی تو پٹنے ہی میں رہا مگر اب جو ہمارا دہل بولا تو اس سے کیسے دولت حاصل ہوئی ہے لو سنو۔

چونکہ بشنود آن دہل آن مرد دید	گفت چون ترسد دلم از طبل عید
جب اس ڈھول کو اس دیدہ ور نے سنا	اس نے کہا میرا دل عید کے نقارے سے کیوں ڈرے؟

یعنی جبکہ اس دہل کو اس آنکھ والے مرد نے سنا تو بولا کہ میرا دل عید کے طبل سے کیوں ڈرے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت با خود ہیں ملرزان دل کزین	مرد جان بد دلان بے یقین
اس نے اپنے آپ سے کہا خبردار! دل کو نہ لرزا کیونکہ اس سے	بے یقین بدلوں کی جان مری ہے

یعنی اپنے سے بولا کہ ارے دل کو لرزا مت کہ اس سے تو بدل اور بے یقین لوگوں کی جان مری ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ جو بدل ہوں اور بے یقین ہوں ان کو اس سے گزند پہنچ سکتا ہے اور میں ایسا ہوں نہیں لہذا مجھے گزند بھی نہیں پہنچ سکتا۔ تو میں کیوں ڈروں اور بولا کہ۔

وقت آن آمد کہ حیدرؓ وارمن	ملک گیرم یا پرد ازم بدن
وہ وقت آ گیا ہے کہ میں حیدرؓ کی طرح	ملک فتح کروں، یا جسم کو خالی کر دوں

یعنی وہ وقت آیا ہے کہ حیدرؓ کی طرح ملک لوں یا بدن خالی کر دوں یعنی وہ بولا کہ اب تو اس کا وقت آ گیا یا تو یہ نہیں یا ہم نہیں جب یہ ٹھان لی تو پھر ڈر کس کا۔

برجہید و بانگ بر زد کائے کیا	حاضرم اینک اگر مردی بیا
وہ کودا اور چیخا اے پہلوان!	میں حاضر ہوں، اگر تو بہادر ہے آ جا

یعنی کودا اور آواز دی کہ اے زیرک میں یہ موجود ہوں اگر تو مرد ہے تو آ جا۔ یعنی اس کے جواب میں اس نے کہا کہ تو آتا ہے تو میں بھی حاضر ہوں لے آ جا اس کے کہتے ہی یہ ہوا کہ۔

در زمان بشکست ز آواز آن طلسم	زر ہمی ریزید ہر سو قسم قسم
وہ طلسم، آواز سے فوراً ٹوٹ گیا	طرح طرح کا سونا ہر طرف بکھرنے لگا

یعنی اسی وقت آواز سے وہ طلسم ٹوٹ گیا اور سونا ہر طرف قسم قسم کرنے لگا۔ مطلب یہ کہ اس شخص نے جو کہا کہ ہاں ہاں میں حاضر ہوں تو آ جا اور اس طلسم کے ٹوٹنے کی بھی تدبیر یہی تھی کہ کوئی دلیر ہو کر اس کا مقابلہ کرے اور اس وقت تک جو کوئی وہاں آیا تھا وہ اس کی ڈر کے مارے پہلے ہی مر جاتا تھا تو بس جب اس نے دلیر ہو کر جواب دیا تو فوراً وہ طلسم ٹوٹ گیا اور اس کے اندر جو سیم و زر تھا وہ گرنا شروع ہو گیا۔

ریخت چندان زر کہ ترسید آن پسر	تا نگیرد زر ز پری راہ در
اس قدر سونا بہا کہ وہ لڑکا ڈرا	کہ سونا کثرت کی وجہ سے دروازے کا راستہ بند نہ کر دے۔

یعنی اس قدر سونا گرا کہ وہ لڑکا ڈرا کہ کہیں سونا زیادتی کی وجہ سے دروازہ کی راہ نہ روک لے مطلب یہ کہ روپیہ پیسہ کی اس قدر زیادتی ہوئی کہ یہ شخص ڈرا کہیں ساری مسجد اس روپیہ سے بھر جاوے تو مجھے دروازہ میں سے نکلنے کی بھی جگہ نہ رہے گی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پر شد آن مسجد ز زر ہر جائگاہ	مرد حیران شد ز تقدیر آلہ
ہر جگہ سے وہ مسجد سونے سے بھر گئی	اللہ (تعالیٰ) کی تقدیر سے مرد حیران ہو گیا

یعنی وہ مسجد سونے سے پوری بھر گئی اور یہ مرد خدا کی تقدیر سے حیران تھا۔ یعنی یہ خدا کی قدرت کے تماشے دیکھ رہا تھا کہ اللہ تو نے یہ دولت مجھے عطا فرمائی جو کہ مرنے کو تیار تھا۔

بعد ازان برخاست آن شیر عنید	تا سحر گہ زر بہ بیرون می کشید
اس کے بعد وہ بہادر شیر اٹھا	(اور) صبح تک سونا باہر نکالتا رہا

یعنی اس کے بعد وہ شیر تیار اٹھا اور صبح تک روپیہ باہر کھینچتا تھا یعنی مسجد کے اندر سے صبح تک اس کے صحن میں وہ روپیہ ڈھو ڈھو کر لایا۔

دفن میکرد و ہمی آمد بہ زر	باجوال و توبرہ بار دگر
دفن کرتا اور سونا نکالتا	تھیلے اور توبرے سے دوبارہ

یعنی دفن کرتا تھا اور روپیہ کے پاس آتا تھا معہ گون اور توبرہ کے دوسری مرتبہ مطلب یہ کہ روپیہ کو صحن مسجد میں دفن کر کے پھر گون اور توبرہ لے کر آتا تھا کہ پھر بھر کر لے جاوے۔

گنجہا بنہاد آن جانباز ازان	کوری و ترسانی واپس خزان
اس سے اس بہادر نے خزانے بھرے	واپس بھاگنے والوں کے اندھے پن اور خوف کے لئے

یعنی اس جان باز نے اس میں سے بہت سے خزانے اٹھا کے واپس ہٹنے والوں کی ناکامی اور خوف پر مطلب یہ کہ جو لوگ کہ اس خوف کی وجہ سے ہمت نہ کرتے تھے اور اس مسجد میں نہ جاتے تھے ان کے خلاف اور ناکامی کے باوجود اس نے بہت سے خزانے جمع کر لئے اور خوب روپیہ بھر لیا اور وہ خائف لوگ محروم ہی رہے۔
آگے مولانا اس حکایت کا ماحصل اور اس کا اصلی مقصود بیان فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے مراد کیا ہے فرماتے ہیں کہ۔

این زر ظاہر بخاطر آمد است	در دل ہر کور دون زر پرست
یہ ظاہری سونا دل میں آیا ہے	ہر کمینے زر پرست اندھے کے دل میں

یعنی یہ ظاہری روپیہ دل میں آیا ہے ہر اندھے کمینے زر پرست کے مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اس قصہ سے لوگ یہی سمجھے ہوں گے کہ یہ ظاہری روپیہ پیسہ اس کو مل گیا اور خوب ہی دولت مل گئی لیکن یہ بات نہیں تھی اس لئے کہ یہ ظاہری روپیہ پیسہ تو اصل سونا چاندی ہی ہے نہیں اس کی تو ایسی مثال ہے کہ۔

کود کان اسفالہا را بشکنند	نام زر بنہند و در دامن کنند
بچے ٹھیکروں کو توڑتے ہیں	سونا کہتے ہیں اور دامن میں کر لیتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بچے ٹھیکروں کو توڑتے ہیں اور نام روپیہ رکھتے ہیں اور دامن میں بھر لیتے ہیں۔

اندران بازی چو گوئی نام زر	آن کند در خاطر کودک گزر
اس کھیل کود میں جب تو سونے کا نام لے گا	بچے کے خیال میں وہی آئے گا

یعنی اس کھیل میں جب تم روپیہ کا نام لو تو بچہ کے دل میں وہی گزر جاوے گا۔ تو بس جس طرح کہ وہ بچے روپیہ کے نام سے ان ٹھیکروں کو سمجھیں گے اسی طرح دنیا دار لوگ روپیہ کے نام سے اس ظاہری روپیہ پیسہ ہی کو مراد لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی روپیہ ملا ہوگا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ یہ روپیہ نہیں ملا بلکہ۔

بل زر مضروب ضرب ایزدی	کو نگردد کاسد آمد سرمدی
بلکہ خدائی ٹکسال کا ڈھلا ہوا سکہ	جو کھوٹا نہیں ہوتا ہے دائمی ہے

یعنی بلکہ روپیہ سکۂ خداوندی کا سکہ زدہ کہ وہ کم نہیں ہوتا سرمدی آیا ہے مطلب یہ کہ اس کو وہ روپیہ ملا تھا کہ جس پر ضرب خداوندی لگی ہوئی تھی یعنی اس کو دولت باطنی نصیب ہوئی تھی اور وہ اس کو ملی تھی۔

آن زرے کاین زرازان زرتاب یافت	گوہر و تابندگی و آب یافت
وہ سونا کہ اس سونے نے اس سے رونق حاصل کی ہے	جوہر اور چمک اور رونق پائی ہے

یعنی وہ زر کہ اس زر نے اس سے تاب پائی گوہری اور چمک اور آب پائی یعنی اس کو وہ زر ملا تھا کہ جس کی یہ شان تھی کہ اس دنیاوی سیم وزر نے بھی اسی سے رونق پائی تھی اور اس کے اندر بھی تاب اسی کی وجہ سے آئی ہے۔

آن زرے کہ دل ازو گردد غنی	غالب آید بر قمر در روشنی
وہ سونا کہ دل اس کی وجہ سے غنی ہے	روشنی میں چاند پر غالب آ جائے

یعنی وہ زر کہ اس سے دل غنی ہو اور روشنی میں قمر پر بھی غالب آ جاوے اور یہ نشانی دولت باطنی ہی کی ہے تو معلوم ہوا کہ اس کو دولت باطنی حاصل ہوئی تھی۔

شمع بود آن مسجد و پروانہ او	خویشتن در باخت آن پروانہ خو
وہ مسجد شمع تھی اور وہ پروانہ تھا	وہ پروانہ مزاج اپنی جان پر کھیل گیا

یعنی وہ مسجد شمع تھی اور وہ شخص پروانہ تھا تو اپنے کو اس پروانہ کی خصلت والے نے ہار دیا مطلب یہ کہ چونکہ اول میں بھی وہ مسجد اس کی مطلوب تھی اور آخر میں بھی اس لئے کہ اول جب اس میں گیا تھا تو معلوم ہوا تھا کہ اس میں جو آتا ہے مر جاتا ہے تو اس کا اس وقت بھی مطلوب تھا اور وہ مرنے کو حاضر تھا اب آخر میں اس کو دولت بے انتہا مل گئی اس بناء پر وہ مسجد اس کی مطلوب بن گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سوخت پرش را ولیکن ساختش	بس مبارک آمد آن انداختش
اس نے اس کے پر جلائے لیکن اس کو بنا دیا	اس کا جان پر کھیلنا بہت مبارک ہوا

یعنی اس کے پر کو جلا دیا لیکن اس کو بنا دیا اور اس کا وہ ڈال دینا بہت مبارک آیا۔ مطلب یہ کہ بظاہر تو وہ مسجد میں ہلاک ہونے گیا تھا اور مسجد اس کے لئے ظاہر ہلاک تھی مگر اصل میں مسجد نے اس کو بنا دیا اور اس کا کام چلا دیا اور وہ جو مسجد میں جا کر پڑ رہا تھا تو اس کا یہ پڑ رہنا بے حد مبارک تھا کہ بس اسی نے اس کا کام بنا دیا اور اس کو بے انتہا دولت دلوادی۔

ہمچو موسےٰ بود آن مسعود بخت	کاتشے دید او بسوئے آن درخت
وہ نیک بخت حضرت موسیٰ کی طرح تھا	کہ انہوں نے اس درخت کی جانب آگ دیکھی

یعنی وہ نیک بخت موسےٰ کی طرح تھا کہ انہوں نے اس درخت کی طرف ایک آگ دیکھی تھی۔

چون عنایتہا برو موفور بود	نارمی پنداشت آنخود نور بود
چونکہ ان پر (خداوندی) عنایتیں بھرپور تھیں	وہ آگ سمجھ رہے تھے (حالانکہ) وہ خود نور تھا

یعنی جب عنایتیں ان پر بے حد تھیں تو وہ آگ سمجھتے تھے اور وہ خود نور تھا مطلب یہ ہے کہ دیکھو جس طرح کہ موسےٰ علیہ السلام نے آگ جلانے والی سمجھی اور وہ حالانکہ نور تھا اسی طرح اس شخص نے بھی ہلاکت سمجھی حالانکہ وہی اس کے لئے حیات ابدی اور سرمدی تھی۔

مرد حق را چون بہ بینی اے پسر	تو گمان داری بر او نار بشر
اے بیٹا! جب تو مرد خدا کو دیکھتا ہے	تو اس پر انسانی آگ کا گماں کرتا ہے

یعنی اے لڑکے مرد حق کو جب تو دیکھتا ہے تو اس پر تو نار بشر کا گمان کرتا ہے (نار بشر میں اضافت بیانیہ ہے) مطلب یہ کہ جب مرد حق کو دیکھتے ہو تو سمجھتے ہو کہ جس طرح اور بشر ہیں ویسا ہی یہ ہے حالانکہ وہ سراسر نور ہو چکا ہے اور اس کے اندر سے اوصاف بشریت کے مغلوب ہو چکے ہیں وہ صرف بشر نہیں رہتا بلکہ بشر مع اوصاف ملک ہو جاتا ہے۔

تو ز خودی آئی و آن در تو است	نار و خار و ظن باطل این سو است
تو اپنے اوپر جاتا ہے اور وہ تجھ میں ہے	آگ اور کانٹا اور گمان اور باطل اسی جانب ہے

یعنی تو اپنے ہی میں سے آتا ہے اور وہ تیرے ہی اندر ہے نار اور خار اور ظن باطل اسی طرف ہے یعنی فرماتے ہیں کہ یہ حضرات جو تم کو صرف بشر ہی نظر آتے ہیں اور ان کی اصل حالت جو تم کو معلوم نہیں ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام اوصاف بشری تمہاری ہی اندر ہیں تو وہ صفات بشری جو تمہارے اندر ہیں تمہیں اوروں کے اندر بھی معلوم ہوتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

او درخت موسیٰ است و پر ضیا	نور خوان نارش مخوان بارے بیا
وہ (حضرت) موسیٰ کا درخت ہے اور پرنور ہے	نور کہہ اس کو نار نہ کہہ اب آ جا

یعنی وہ درخت موسوی ہیں اور پرضیا ہیں نور کہہ ان کو نار مت کہہ بارے آ۔ مطلب یہ کہ ان کی مثال درخت موسےٰ علیہ السلام جیسی ہے کہ جس طرح وہ دور سے نار معلوم ہوتا تھا لیکن اصل میں نور تھا اسی طرح یہ حضرات تمہیں نار معلوم ہوتے ہیں اور ان سے تم گھبراتے ہو مگر آؤ تو سہی ایک دفعہ ان کے پاس ہو تو جاؤ اس کے بعد ہی کوئی رائے قائم کرنا۔

نے فطام این جہان نارے نمود	سالکان رفتند آں خود نور بود
کیا اس دنیا کا چھوڑنا نار نظر نہیں آتا؟	سالک چل پڑے وہ نور تھا

یعنی کیا اس جہان کا چھوڑنا آگ نہیں دکھائی دیا۔ سالک لوگ گئے تو وہ خود نور تھا مطلب یہ کہ دیکھو اس عالم سے جدائی شاق معلوم ہوتی تھی اور آگ کی طرح ناگوار معلوم ہوتی تھی مگر جب سالک لوگ چلے گئے تو اب وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جس کو نار سمجھا تھا وہ تو سراسر نور ہی نور تھا تو اسی طرح ان کو دور سے نار اور ناگوار سمجھ رکھا ہے جب قریب جاؤ گے تو اس وقت معلوم ہوگا کہ سراسر نور ہی نور ہیں آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس بدانکہ شمع دیں برمی شود	ایں نہ ہمچوں دیگر آتشہا بود
بس تو جان لے کہ دین کی شمع بلند ہوتی ہے	یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی ہے

یعنی پس جان لو کہ شمع دین کی بڑھتی ہے اور یہ دوسری آگوں کی طرح نہیں ہوتی مطلب یہ کہ جب معلوم ہوا کہ دیں اور دیندار لوگ دور ہی سے برے اور ناگوار معلوم ہوتے ہیں اور قریب سے اور دراصل نور ہوتے ہیں تو پس شمع دین کی لو زیادہ ہوتی ہے تو اس میں سوزش نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ محض نور ہی نور ہوتی ہے اور آتشوں کی طرح جلانے والی اور ناگوار نہیں ہوتی۔

ایں نماید نور و سوز و یار را	واں بصورت نار و گل زوار را
یہ (دنیاوی شمع) نور نظر آتی ہے اور یار کو جلا دیتی ہے	وہ بظاہر نار ہے اور زیارت کرنے والوں کے لئے پھول ہے

یعنی یہ (دنیا) نور دکھائی دیتی ہے اور یار کو جلا دیتی ہے اور وہ (دین) صورت میں نار ہے اور زیارت کرنے والے کے لئے پھول ہے مطلب یہ ہے کہ دین بظاہر تو بہت مشکل شئے ہے کہ اس کے مجاہدات و ریاضات بہت مشکل ہیں مگر اصل میں جب اس کو دیکھو تو وہ بہت خوشگوار ہے اور یہ دنیا ظاہر میں تو نور ہے کہ خوب ٹیپ ٹاپ معلوم ہوتی ہے لیکن اصل میں نار ہے کہ ہلاک اور برباد کرنے والی ہے۔

ایں چو سازندہ و لے سوزندۂ	واں گہ وصلت دل افروزندۂ
یہ (بظاہر) سازگار جیسی ہے لیکن جلانے والی ہے	اور وہ مل جانے پر دل کو روشن کرنے والی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ سنوارنے والے کی طرح ایک جلانے والا ہے اور وہ وصل کے وقت دل کو روشن کرنے والا ہے یعنی دنیا ظاہر میں تو عیش کی جگہ ہے مگر اصل میں برباد کرنے والی ہے اور دین جب اس سے وصل ہو تو دل کو روشن کر دینے والی شے ہے۔

شکل شعلہ نور پاک و ساز دار	حاضراں را نور و دوراں را چو نار
شعلہ کی شکل ہے، ساز کرنے والی پاک نور ہے	پاس والوں کے لئے نور ہے اور دور والوں کے لئے آگ بھی ہے

یعنی شکل تو شعلہ کی اور ہے پاک اور سنوارنے والا حاضروں کے لئے تو نور ہے اور دوروں کے لئے نار کی طرح ہے۔

حاضراں از غائباں خوشحال تر	غائباں را نیست توفیق خبر
اس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے	عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

یعنی حاضر لوگ غائبین سے زیادہ خوش حال ہیں اور غائبین کو خبر کی (بھی) توفیق نہیں ہے مطلب یہ کہ جو لوگ کہ ان حضرات کے پاس رہنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے جو غائب ہیں زیادہ اچھے ہیں اگرچہ ظاہر میں مشقت میں ہوتے ہیں مگر اصل میں آرام ہوتے ہیں تو غرضکہ یہ جو اس مہمان کے لئے مشقتیں اور موت کے لئے تیار ہونے کو کہا ہے۔ اس سے مراد مجاہدات و ریاضات ہیں اور اس کو جو روپیہ پیسہ ملنے کو کہا ہے اس سے مراد دولت باطنی کا حصول ہے کہ وہ مجاہدات و ریاضات بظاہر تو مہلک تھے مگر اصل میں وہ اس کے لئے نور اور حصول دولت کا باعث تھے اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

این سخن را نیست پایانے پدید	گو حدیث عاشق و صدر مجید
اس بات کا خاتمہ نظر نہیں آتا ہے	عاشق اور بزرگ صدر کی بات کر

یعنی اس گفتگو کی تو ظاہراً کہیں انتہا نہیں ہے تو عاشق اور صدر حمید کی بات کہو مطلب یہ کہ ان اسرار و حقائق کی تو بظاہر کہیں انتہا معلوم نہیں ہوتی یہ تو بے انتہا ہیں لہٰذا ان کے بیان کو چھوڑ دو اور اس عاشق اور اس کے معشوق اس بادشاہ کا قصہ بیان کرو آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اچھا تو اب اس سخت آواز کا قصہ سننا چاہئے وہ یہ ہے کہ اس کو سن کر مہمان گو طبعاً خائف ہوا مگر ہوش و حواس قائم رہے اور اپنے دل میں کہا کہ یہ تو عید کا نقارہ ہے پھر میں کیوں ڈروں مجھے تو خوش ہونا چاہئے ہاں ڈھول کو ڈرنا چاہئے کہ اس پر چوٹ پڑتی ہے یعنی اس سے اہل دنیا کو ڈرنا چاہئے جو ڈھول کی طرح اندر سے خالی ہیں اور صفات کمال نہیں رکھتے کیونکہ یہ انہیں کو ضرر پہنچا سکتی ہے نہ کہ مجھے آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے ڈھول کی طرح خالی اور قلب صافی نہ رکھنے والے لوگو یاد رکھو کہ جس طرح جسم کے لئے عید ہے یوں ہی روح کے لئے بھی عید ہے اور روح کی عید سے تمہارے حصہ میں بجز ڈنکے کی چوٹ کے اور کچھ نہیں یاد

رکھو کہ عید روح قیامت ہے اور بے دین لوگ ڈھول اور ہم اہل اللہ عید والے اور گل کی طرح خوش ہیں خیر یہ استطرادی مضمون تو ختم ہو گیا اب سنو کہ جب اس وہلِ طلسم نے آواز دی تو وہ ہانڈی جس کا شوربا دولت ہے کیسے پکتی ہے اور اس کا کیا نتیجہ نکلتا ہے سو بات یہ ہے کہ جب اس عارف نے اس ڈھول کی آواز سنی تو اپنے دل میں کہا کہ یہ تو میرے لئے عید کا نقارہ ہے اور عید کے نقارہ سے میرا دل کیونکر ڈر سکتا ہے اور یہ بھی کہا کہ اس سے تمہارا دل نہ کانپنا چاہئے کیونکہ یہ تو بد باطن اور بے یقین لوگوں کی موت روحانی کا سبب ہے نہ کہ تمہاری موت کا بس اب وقت آ گیا ہے کہ یا تو میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح ملک لے لوں یا جسم کو روح سے خالی کر دوں اور مر جاؤں۔ یہ سوچ کر وہ اٹھا اور للکارا کہ او آواز دینے والے میں موجود ہوں اگر تو مرد ہے تو آ جا یہ کہنا تھا کہ وہ طلسم ٹوٹ گیا اور ہر طرف طرح طرح کا سونا برسنا شروع ہو گیا اور اس قدر برسا کہ اسے اندیشہ ہوا کہ سونے کی کثرت سے نکلنے کا دروازہ نہ بند ہو جاوے غرضکہ وہ مسجد اس سونے سے ہر جگہ سے بھر گئی اور وہ شخص اس قضائے الٰہی کو دیکھ کر متحیر ہو گیا اس کے بعد وہ بہادر اٹھا اور صبح تک سونا ڈھوتا رہا ایک دفعہ لے جا کر دفن کر آتا تھا اور پھر دوبارہ توبرہ خرجین لے کر آتا تھا غرضکہ اس جانباز نے برخلاف پیچھے ہٹنے والوں کی کوری اور خوف کے اس طرح خزانہ قائم کر لئے معلوم ہوتا ہے کہ اندھے اور پست ہمت زر پرست لوگوں نے اس سے ظاہری سونا سمجھا اور یہ ان سے کچھ بعید نہیں کیونکہ بچے ٹھیکرے توڑتے ہیں اور اس کا نام اشرفیاں رکھ کر دامن میں بھرتے ہیں پس کھیل کے اندر جب اشرفی کا نام آتا ہے تو بچے کے ذہن میں وہی ٹھیکرے آتے ہیں پس یہی حالت ان زر پرستوں کی ہے کہ جب یہ سونے کا نام سنتے ہیں تو ان کا ذہن زرِ ظاہر کی طرف منتقل ہوتا ہے ہماری مراد یہ سونا نہیں بلکہ وہ اشرفیاں مراد ہیں جن کا سکہ خدائی ہے اور جن کے کھرے ہونے کی خدا تصدیق کرتا ہے اور جو اس کے یہاں کارآمد ہیں اور جو کہ کبھی کھوٹے نہیں ہو سکتیں بلکہ ابداً رائج ہیں اور وہ اشرفیاں مراد ہیں جن سے اس سونے کو چمک حاصل ہوئی ہے (غالباً تجلیات ربانی مراد ہیں) اور جن سے کہ ان کو جوہر اور چمک اور رونق حاصل ہوئی ہے اور وہ اشرفیاں مراد ہیں جن سے کہ غناء قلب حاصل ہوتی ہے اور جن کی روشنی چاند کی روشنی پر غالب آتی ہے (اور مسجد سے مراد دین ہے اور ناصحین سے تقاضا ہائے نفسانی اور آواز سے آواز شیطانی اور حاصل یہ کہ جب اس نے تقاضائے نفسانی کی اطاعت نہ کی اور راہ دین پر استوار رہا تو شیطان نے دھمکی دی اور اس نے اس کی مزاحمت کی تو دولت باطنی سے مالا مال ہو گیا واللہ اعلم) یا دوسرے عنوان سے یوں سمجھو کہ مسجد بمنزلہ شمع کے تھی اور یہ اس کا پروانہ تھا یہ پروانہ خصلت شخص اس کے لئے اپنی جان پر کھیل گیا جس سے اس کے پر جل گئے اور خواہشات نفسانی کا قلع قمع ہو گیا مگر اس سے اس کو نقصان نہ پہنچا بلکہ اس نے اس کو بنا دیا اور اس کا اپنے کو اس خطرہ میں ڈالنا نہایت مبارک ہوا یا یوں کہو کہ وہ خوش قسمت موسےٰ علیہ السلام کی مانند تھا کہ انہوں نے درخت کی جانب آگ دیکھی تھی لیکن چونکہ حق سبحانہ کی عنایتیں ان پر بہت تھیں اس لئے وہ تو آگ سمجھتے تھے مگر وہ ان کے لئے نور تھی علیٰ ہذا یہ تو اس کو بظاہر مضر دیکھتا تھا مگر حقیقت میں وہ اس کے لئے مفید ثابت ہوئی اس مقام پر یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جب

www.besturdubooks.wordpress.com

تم کسی اہل اللہ کو دیکھتے ہو تو اس کو آگ یعنی بشر محض مثل دیگر عوام سمجھتے ہو پس یہ تمہارا خیال اپنی اصل پر جانا اور اس کو اپنے اوپر قیاس کرنا ہے کیونکہ یہ بات خود تجھ میں موجود ہے نہ کہ اس میں ناریت اور خاریت اور ظن و باطل سب تیرے اندر موجود ہیں لہذا تو اس میں بھی یہی سمجھتا ہے اس کو تم ایسا سمجھو جیسے شجر موسےٰ جو کہ دیکھنے والے کو آگ معلوم ہوا اور واقع میں نور ہو لہذا اس کو تم نور کہو نہ کہ نار اور اس سے اتصال پیدا کرو تا کہ اس کی نورانیت تم پر منکشف ہو جاوے ایسا ہوتا ہے کہ ایک شے بظاہر نار اور مضر معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں وہ نور اور سراسر مفید ہوتی ہے دیکھو ترک عالم ناسوت اس آگ اور ناموافق معلوم ہوتی تھی مگر سالکین اس روش پر چلے تو ان کو معلوم ہو گیا کہ یہ نار نہیں بلکہ نور ہے جب یہ واقعہ معلوم ہو گیا تو ثابت ہو گیا کہ ہم نے جو کہا تھا کہ۔

لیک شمع عشق چوں آن شمع نیست الخ بالکل صحیح ہے اور شمع دین (یعنی عشق) روشن ہوتی ہے تو یہ اور آگوں کی طرح نہیں ہوتی کیونکہ اور آگیں تو نور دکھلائی دیتی ہیں مگر قریب آنے سے جلا دیتی ہیں اور یہ دور سے آگ معلوم ہوتی ہے اور واقع میں تماشائی کے لئے پھول ہوتی ہے یہ آگیں بظاہر موافق طبع ہیں مگر حقیقت میں جلانے والے اور برخلاف ان کے شمع عشق اتصال کے وقت دل کو روشن کرنے والی ہے وہ بظاہر شعلہ کی مانند ہے اور حقیقت میں نور پاک اور موافق طبع ہے وہ پاس والوں کے لئے نور ہے اور دور والوں کے لئے آگ کی شکل خیر اس گفتگو کی تو کہیں انتہا ہی نہیں اچھا اب اس عاشق اور صدر جہاں کا قصہ بیان کرو۔

شرح شبیری

اس عاشق کی ملاقات صدر جہان کے ساتھ

آن بخاری نیز خود بر شمع زد	گشتہ بود از عشق آسان آں کبد
اس بخاری نے بھی اپنے آپ کو شمع سے بھڑا دیا	وہ مشقت عشق کی وجہ سے آسان ہو گئی تھی

یعنی اس بخاری نے بھی اپنے کو شمع پر مارا اور عشق کی وجہ سے اس کو وہ مصائب آسان ہو گئے تھے مطلب یہ کہ اس بخاری نے بھی اپنے کو بظاہر مصائب میں پھنسا رکھا تھا مگر وہ مصائب اس کے لئے عشق کی وجہ سے سب آسان ہو گئیں تھیں۔

آہ سوزانش سوئے گردون شدہ	در دل صدر جہان مہر آمدہ
اس کی گرم آہ آسمان پر پہنچ گئی تھی	صدر جہاں کے دل میں محبت آ گئی تھی

یعنی اس عاشق کی آہ سوزان آسمان کی طرف گئی ہوئی اور صدر جہان کے دل میں محبت آئی ہوئی۔

گفت باخود در سحر گہ کاے احد	حال آں آوارہ ماچون بود
اس نے صبح کے وقت اپنے آپ سے کہا اے خدا!	اس ہمارے آوارہ کا کیا حال ہوگا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنے سے صبح کے وقت میں کہتا تھا کہ اے اللہ ہمارے اس آوارہ کا کیا حال ہوگا۔

او گناہے کرد و ما دیدیم لیک	رحمت مرا نمی دانست نیک
اس نے قصور کیا اور ہم نے دیکھ لیا لیکن	وہ اچھی طرح ' ہماری رحمت کو نہ جانا

یعنی اس نے ایک گناہ کیا اور ہم نے دیکھ (بھی) لیا لیکن اس نے ہماری رحمت کو اچھی طرح نہ جانا یعنی اس نے اگر گناہ کیا تھا تو معاف کراتا اور سمجھتا کہ بڑے رحیم ہیں معاف کر دیں گے یہاں سے چلا کیوں گیا آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

خاطر مجرم زما ترسان شود	لیک صد امید در ترسش بود
خطا وار کا دل ہم سے خوف کھاتا ہے	لیکن اس کے خوف میں سینکڑوں امیدیں ہوتی ہیں

یعنی مجرم کا دل ہم سے ترسان ہوتا ہے لیکن اس کے خوف میں سو امیدیں ہوتی ہیں مطلب یہ کہ مجرم ہم سے ڈرتا ہے مگر اس خوف کی حالت میں بھی اس کو بہت سی امیدیں عفو کی ہم سے ہوتی ہیں۔

من بترسانم وقیح و یاوه را	آنکہ ترسد من چہ ترسانم ورا
میں بے شرم اور لغو آدمی کو ڈراتا ہوں	جو خود ڈرے میں اس کو کیا ڈراؤں؟

یعنی میں تو بے حیا اور گمراہ کو ڈراتا ہوں اور جو کہ خود ڈرے میں اس کو کیا ڈراؤں مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے کہا کہ میں خود تو اس کو ڈراؤں جو کہ خود نہ ڈرتا ہو اور جو خود ہی ڈرتا ہو اس کو ڈرانے کی تو کوئی وجہ نہیں ہے آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

بہر دیگ سرد آذر مے رود	نے بدان کہ جوشش از سر میرود
ٹھنڈی دیگ کے لئے آگ جلتی ہے	نہ کہ اس کے لئے جس کا ابال اوپر سے نکلے

یعنی ٹھنڈی ہنڈیا کے لئے آگ جاتی ہے نہ کہ اس کے لئے جس کا جوش کہ سر سے گزر گیا ہو۔ مطلب یہ کہ جو ہنڈیا کہ خود ہی ابل رہی ہو اس کو آگ کی کیا ضرورت ہے آگ کی ضرورت تو جب ہوگی جب ہنڈیا ابل نہ رہی ہوگی تو اسی طرح خود ڈرانے کی تو جب ضرورت ہو جبکہ وہ پہلے سے خائف نہ ہو اور جب وہ پہلے سے خود خائف ہے پھر ڈرانے کے کیا معنی۔

ایمناں را من بترسانم بعلم	خائفان را ترس بردارم زحلم
میں نڈر لوگوں کو غصہ سے ڈراتا ہوں	ڈرنے والوں کا بردباری کے ذریعہ خوف دور کرتا ہوں

یعنی نڈر لوگوں کو میں علم سے ڈراتا ہوں اور ڈرنے والوں کو حلم سے خوف اٹھا دیتا ہوں۔ یعنی جو لوگ کہ بے خوف ہیں ان کو تو اس طرح خوف دلاتا ہوں کہ دیکھو میں علیم بھی ہوں مجھے سب باتوں کا علم ہے اور جو خود ہی ڈر رہے ہیں ان کو کہتا ہوں کہ میں حلیم ہوں تا کہ ان کا خوف کم ہو۔

پارہ دوزم پارہ در موضع نہم	ہر کسے را شربت اندر خوردہم
پیوند سیتا ہوں پیوند جگہ پر لگاتا ہوں	ہر کسی کیلئے مناسب شربت دیتا ہوں

یعنی میں پیوند سیتا ہوں اور پیوند کی جگہ سے رکھتا ہوں اور ہر شخص کو شربت اس کے لائق دیتا ہوں۔

ہست سر مرد چون بیخ درخت	زان بروید برگہاش از چوب سخت
انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے	اس سے اس کے پتے اگتے ہیں جس طرح سخت لکڑی سے

یعنی انسان کا باطن درخت کی جڑ کی طرح ہے کہ اسی سے اس کے پتے چوب سخت سے اگتے ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ شاخ میں سے کہ وہ چوب سخت ہوتی ہے پتے نکلتے ہیں اسی طرح انسان کا باطن بھی ایک جڑ ہے کہ اس پر بہت سے پتے وغیرہ نکل رہے ہیں اور وہ پتے اس کے احوال ہیں جو کہ اس پر وقتاً فوقتاً طاری ہوتے ہیں۔

درخور آن بیخ رستہ برگ ہا	در درخت و در نفوس و در نہا
اس جڑ کے مناسب پتے اگے ہیں	درختوں میں اور نفوس میں اور عقلوں میں

یعنی اسی جڑ کے لائق پتے اگے ہوئے ہوتے ہیں درخت میں اور نفوس میں اور عقول میں مطلب یہ کہ بس جیسا آدمی ہوتا ہے اس کے ساتھ ویسا ہی عمل کیا جاتا ہے۔

بر فلک برہاست ز اشجار وفا	اصلہا ثابت و فرعہ فی السما
وفا کے درختوں کے آسمان پر پھل ہیں	ان کی جڑ قائم ہے اور اس کی شاخیں آسمان پر ہیں

یعنی فلک پر بہت سے پھل اشجار وفا کے ہیں کہ ان کی جڑ تو قائم ہے اور ان کی شاخیں آسمان میں ہیں۔ مطلب یہ کہ بہت سے افعال ایسے ہیں کہ ان کے پھل پھول یعنی ان کا اثر تو آسمان پر ہوتا ہے اور وہ خود زمین میں قائم ہوتے ہیں۔

چوں برست از عشق بر بر آسمان	چون نروید در دل صدر جہان
جبکہ آسمان پر عشق کا پھل اگا ہے	تو صدر جہاں کے دل میں کیوں نہ اگے گا؟

یعنی جبکہ عشق کی وجہ سے پھل آسمان پر اگ آیا تو صدر جہان کے دل میں کیوں نہ اگے گا۔ مطلب یہ کہ جب عشق کا اثر آسمان پر ہوتا ہے تو بھلا صدر جہان کے دل میں کیوں نہ ہوتا ضرور ہوا۔

موج می زد در دلش عفو گنہ	زانکہ از دل تا دل آمد روزنہ
خطا کی معافی اس کے دل میں موجیں مارتی تھی	کیونکہ دل سے دل تک سوراخ ہے

یعنی اس صدر جہان کے دل میں عفو گناہ موج مار رہا تھا اس لئے کہ دل سے دل تک روزن ہوتا ہے مطلب یہ کہ صدر جہان کے دل میں یہ امر موج زن تھا کہ اس کے گناہ کو معاف کر دیا جاوے کیونکہ مثل مشہور ہے کہ دل را بدل رہیست درین گنبد سپہر الخ۔ تو اسی کے موافق اس عاشق کے قلب کا اثر صدر جہان کے قلب پر پڑا اور وہ بھی نرم ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ز دل تا دل یقین روزن بود	نے جدا و دور چون دو تن بود
دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے	نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں

یعنی کہ دل سے دل تک یقیناً راہ ہوتی ہے نہ کہ دو جسموں کی طرح دور اور جدا ہوتے ہیں مطلب یہ کہ قلوب میں آپس میں جو تعلق ہوتا ہے اس کی وجہ سے ایک کے رنج اور تکلیف اور راحت اور خوشی کا اثر دوسرے پر بھی پڑ جاتا ہے اور جسموں کی طرح نہیں ہوتے کہ ان میں کوئی تعلق ہی نہیں ہوتا آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

متصل نبود سفال دو چراغ	نور شان ممزوج باشد در مساغ
دو چراغوں کے دیولے ملے ہوئے نہیں ہوتے ہیں	ان کی روشنی پھیلاؤ میں ملی ہوئی ہوتی ہے

یعنی دو چراغوں کے ٹھیکرے متصل نہیں ہوتے (مگر) ان کا نور گزرگاہ میں ملا ہوا ہوتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو دو چراغوں کی اجسام تو علیحدہ ہوتے ہیں اور ان کا نور ایک دوسرے میں ملا ہوا ہوتا ہے کہ ہر ایک کے نور کو ممتاز نہیں کر سکتے اسی طرح اجسام علیحدہ ہوتے ہیں اور آپس میں اجسام میں بعد ہوتا ہے لیکن دل کو دل سے برابر راہ ہوتی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو آگے قاعدہ کلیہ بیان کرتے ہیں۔

ہیچ عاشق خود نباشد وصل جو	کہ نہ معشوقش بود جویائے او
کوئی عاشق خود بخود وصل کا طالب نہیں ہوتا ہے	جب تک کہ اس کا معشوق اس کا طالب نہ ہو

یعنی کوئی عاشق خود وصل کا طالب نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا معشوق اس کا طالب نہ ہو (مگر فرق یہ ہوتا ہے)

لیک عشق عاشقان تن زہ کند	عشق معشوقان خوش و فربہ کند
لیکن عاشقوں کا عشق جسم کو لاغر بنا تا ہے	معشوقوں کا عشق (ان کو) موٹا تازہ بناتا ہے

یعنی لیکن عاشقوں کا عشق تو بدن کو ضعیف کر دیتا ہے اور معشوق کا عشق خوش و فربہ کرتا ہے مطلب یہ کہ عاشقوں کے عشق میں تو چونکہ طلب زیادہ غالب ہوتی ہے اس لئے ان کا عشق ان کو ضعیف اور کمزور کر دیتا ہے اور معشوقوں کے عشق میں بھی طلب ہوتی ہے مگر ایک محبوبیت کی شان کو لئے ہوئے لہٰذا ان کے عشق کا اثر ظاہر نہیں ہوتا۔

چون درین دل برق مہر دوست جست	اندر آن دل دوستی میدان کہ ہست
جب اس دل میں دوست کی محبت کی بجلی کوندی	سمجھ لے کہ اس دل میں بھی محبت ہے

یعنی جب اس دل (عاشق) میں دوست کی محبت کی بجلی چمکی تو جان لو کہ اس دل (معشوق) میں محبت ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی کسی پر عاشق ہو تو سمجھ لو کہ محبوب کو بھی اس کا خیال اور اس کی محبت ہے۔

در دل تو مہر حق چوں شد دو تو	ہست حق را بیگمان مہرے بتو
جب تیرے دل میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت دوگنی ہو گئی	یقیناً اللہ (تعالیٰ) کو تجھ سے محبت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب تیرے دل میں حق تعالیٰ کی محبت زیادہ ہو تو یقیناً حق تعالیٰ کو تجھ سے ایک محبت ہے مطلب یہ کہ اوپر بیان کیا ہے کہ بے معشوق کے جذب کے عاشق کو طلب نہیں ہو سکتی تو فرماتے ہیں کہ اسی طرح اگر کسی کے قلب میں حق تعالیٰ کی محبت اور طلب پیدا ہو تو اس کو اپنا کمال نہ سمجھے کیونکہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ اسی طرف کی کشش ہے اگر اس طرف سے جذب نہ ہو تو نہ اس میں طلب رہے اور نہ یہ محبت رہے یہ سب اسی طرف کی کشش کا اثر ہے آگے صرف ایک قلب سے بغیر دوسرے کے متوجہ ہوئے عشق نہ ہو سکنے کی ایک مثال دیتے ہیں۔

ہیچ بانگ کف زدن آید بدر	از یکے دستے تو بے دستے دگر
ہتھیلی بجانے کی آواز بھی باہر آتی ہے	تیرے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے بغیر

یعنی کیا تالی بجانے کی آواز تمہارے ایک ہاتھ سے بے دوسرے ہاتھ کے نکلتی ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجا کرتی بلکہ دونوں ہاتھوں کے ملنے سے آواز نکلتی ہے اسی طرح عشق بھی ایک طرف سے نہیں ہوا کرتا بلکہ دونوں طرف سے ہوتا ہے آگے اسی کی چند مثالیں دیتے ہیں۔

تشنہ می نالد کہ اے آب گوار	آب ہم نالد کہ کو آن آب خوار
پیاسا روتا ہے کہ ہائے خوشگوار پانی	پانی بھی روتا ہے کہ پینے والا کہاں ہے؟

یعنی پیاسا روتا ہے کہ اے پانی خوشگوار (تو کہاں ہے) تو پانی بھی (بزبان حال) روتا ہے کہ وہ پانی پینے والا کہاں ہے۔

جذب آبست این عطش در جان ما	ما از آن او و او ہم زان ما
ہماری جان میں یہ پیاس پانی کی کشش ہے	ہم اس کے ہیں اور وہ بھی ہمارا ہے

یعنی ہماری جان میں جو پیاس ہے یہ پانی کا جذب ہے ہم اس کے ہیں اور وہ بھی ہمارا ہے مطلب یہ کہ جس طرح ہم اس کے طالب ہیں وہ بھی ہمارا طالب ہے ورنہ سچ یہ ہے کہ اگر پیاسے نہ ہوں تو پانی کو کون پوچھے تو اس کی طرف سے بھی طلب اپنے اظہار کمال کے لئے ضروری ہوئی کہ اگر پیاسے ہونگے تو اس کا یہ کمال کہ وہ سیراب کرنے والا ہے ظاہر ہوگا اور نہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ آگے کلیۃً فرماتے ہیں۔

حق بحکمت در قضا و در قدر	کردہ مارا عاشقان ہمدگر
قضا و قدر میں اللہ (تعالیٰ) نے حکمت سے	ہمیں ایک دوسرے کا عاشق بنا دیا ہے

یعنی حق تعالیٰ نے حکمت سے قضا و قدر میں ہمیں ایک دوسرے کا عاشق کر دیا ہے۔

جملہ اجزائے جہان زان حکم پیش	جفت جفت و عاشقان جفت خویش
اس ازلی حکم کی وجہ سے دنیا کے تمام اجزاء	جوڑ جوڑ ہیں اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں

یعنی تمام اجزاء جہان کے اس حکم ازلی کی وجہ سے جوڑا جوڑا ہیں اور اپنے جوڑے کے عاشق ہیں مطلب یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ دنیا میں ہر چیز کو دیکھ لو کہ وہ یقیناً کسی دوسری چیز کی طالب اور محتاج ہوگی آگے بھی اسی کو فرماتے ہیں۔

ہست ہر جزوے بعالم جفت خواہ	راست ہمچون کہربا و برگ کاہ
دنیا میں ہر چیز جوڑے کی خواہشمند ہے	بالکل اسی طرح جیسے کہربا اور گھاس کا تنکا

یعنی ہر ایک جزو عالم میں جوڑے کا طالب ہے ٹھیک جیسے کہ کہربا اور گھاس کا پتہ مطلب یہ کہ دنیا میں ہر چیز دوسرے کی طالب ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کہربا گھاس کو کھینچتا ہے اور جذب کرتا ہے بس اسی طرح دنیا کی ہر چیز ایک دوسرے کو جذب کر رہی ہے آگے زمین اور آسمان کے ایک دوسرے مطلب کرنے کو بیان کرتے ہیں۔

آسمان گوید زمین را مرحبا	باتو ام چون آہن و آہن ربا
آسمان زمین کو کہتا ہے خوش آمدید	میں تیرے لئے ایسا ہی ہوں جیسے لوہا اور مقناطیس

یعنی آسمان زمین سے کہتا ہے کہ مرحبا میں تیرے ساتھ مثل لوہے اور لوہے کے اچک لینے والے کے ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان زمین سے بزبان حال کہتا ہے کہ میری اور تیری مثال لوہے اور مقناطیس جیسی ہے کہ ان میں بھی ہر ایک دوسرے کا طالب ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں بھی میں تیرا طالب اور محتاج ہوں اور تو میرے آگے۔ ان کے ایک دوسرے کے محتاج ہونے کی صورت بتلاتے ہیں۔

آسمان مرد و زمین زن در خرد	ہرچہ او انداخت این می پرورد
عقلاً آسمان شوہر اور زمین بیوی ہے	جو وہ ڈالتا ہے یہ پالتی ہے

یعنی آسمان تو مرد ہے اور زمین سمجھنے میں عورت ہے جو کچھ وہ (آسمان) ڈالتا ہے یہ (زمین) پالتی ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح مرد عورت کے رحم میں نطفہ ڈال دیتا ہے اور وہاں پرورش پا کر جاندار بچہ ہو جاتا ہے اسی طرح آسمان پانی برساتا ہے دھوپ دیتا ہے سردی اور گرمی پہنچاتا ہے جس سے کہ زمین کے پھل پھول پرورش پا کر دیکھنے والوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہو جاتے ہیں تو دیکھئے کہ اگر آسمان نہ ہو تو زمین بیکار اور اگر زمین نہ ہو تو آسمان کی یہ داؤ دہش بیکار پس معلوم ہو گیا کہ جذب اور کشش اور طلب دونوں طرف سے موجود ہے آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

چوں نماند گرمیش بفرستد او	چوں نماند تری و نم بدہد او
جب اس میں گرمی نہیں رہتی وہ بھیجتا ہے	جب تری اور نمی نہیں رہتی وہ عطا کرتا ہے
برج خاکی خاک ارضی را مدد	برج آبی تریش اندر دہد
خاکی برج زمین کی خاک کے لئے مدد	آبی برج اس میں تری پیدا کرتا ہے

یعنی برج خاکی زمین کی خاک کے لئے مدد ہے اور برج آبی اس کو تری دیتا ہے۔

برج بادی ابر سوئے او برد	تا بخارات وخم را برکشد
بادی برج اس کی جانب ابر لے جاتا ہے	یہاں تک کہ ناموافق بخارات کو کھینچ لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی برج ہوائی اس (میں) کی طرف ابر لے جاتا ہے تاکہ خراب بخارات کو کھینچ لے۔

برج آتش گرمئ خورشید ازو	ہمچو تابہ سرخ ز آتش پشت رو
آتشی برج کہ سورج کی گرمی اس سے ہے	توے کی طرح آگ سے (اس کی) رو اور پشت سرخ ہے

یعنی برج آتشی خورشید کی گرمی اسی سے ہے اور توے کی طرح آگ کی وجہ سے پشت و روئے سرخ ہے مطلب یہ ہے کہ برج خاکی اور آبی اور بادی اور آتشی یہ سب آسمان میں ہی ہیں تو اگر زمین کو تری کی ضرورت ہوتی ہے تو آسمان برج آبی کے ذریعہ سے تری پہنچاتا ہے اور اگر گرمی کی ضرورت ہوتی ہے تو برج آتشی سے بذریعہ آفتاب کے گرمی پہنچاتا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ زمین کو اپنے پھلنے پھولنے میں آسمان کی سخت احتیاج ہے اور یہاں پر بھی سمجھ لینا چاہئے کہ مولانا نے جو بروج کے عمل بتلائے ہیں اسی سے مولانا یہ عقیدہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ مولانا نے علی المشہور منجمین کی اصطلاح سے اپنے مدعا کو ثابت کر دیا ہے جس میں کوئی خرابی نہیں کہ ایک تائید کے درجہ میں ان کی اصطلاحات کو بھی بیان کر دیا گیا اگرچہ وہ محض ظنی ہیں آگے آسمان کا طالب زمین ہونا بیان فرماتے ہیں۔

ہست سرگردان فلک ار زمن	ہمچو مردان گرد مکسب بہر زن
زمانے میں آسمان سرگرداں ہے	شوہروں کی طرح بیوی کے لئے کمائی کے گرد

یعنی آسمان زمانہ میں مثل ان مردوں کے جو عورت کے لئے کمائی کے گرد پھرتے ہیں سرگرداں ہے۔

وین زمین کد بانوی ہا می کند	بر ولادت و رضاعش می تند
اور یہ زمین بیگم پن کرتی ہے	جنے اور اس کو دودھ پلانے میں لگی ہے

یعنی اور یہ زمین بیگم پنا کرتی ہے اور پر ولادتوں اور دودھ پلانے اس (مولود) کے تیار ہوتی ہے مطلب یہ کہ آسمان تو مردوں کی طرح کمائی کرتا پھرتا ہے اور بچہ کی پرورش کے لئے جس چیز کی ضرورت ہوتی ہے اس کو مہیا کر دیتا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور زمین بیوی کی طرح اس مولود پھل پھول گھاس وغیرہ کو اپنے اندر رکھ کر پرورش کرتی ہے آگے اس پر ایک تفریع فرماتے ہیں۔

پس زمین و چرخ را دان ہوش مند	چونکہ کار ہوش مندان می کنند
پس زمین اور آسمان کو ہوشمند سمجھ	کیونکہ وہ ہوشمندوں سے کام کرتے ہیں

یعنی پس زمین و آسمان کو باشعور سمجھو جبکہ وہ شعور والوں جیسا کام کرتے ہیں مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کہتے ہیں کہ ہر شے میں ایک قسم کا شعور ہے جس سے کہ اس کو اپنے مرتبہ کے موافق معرفت حق حاصل ہوتی ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ ہمارے اس تمام بیان سے صوفیہ کا یہ مسئلہ ثابت ہوگیا کہ زمین و آسمان میں بھی شعور ہے۔

گر نہ از ہم این دو دلبر می مزند	پس چرا چون جفت درہم می خزند
اگر یہ دونوں دلبر ایک دوسرے سے مزے نہیں اڑا رہے ہیں	تو جوڑے کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھستے ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر یہ دونوں دلبر آپس میں نہیں چوستے ہیں تو کیوں جوڑے کی طرح آپس میں گھستے ہیں مطلب یہ کہ اگر یہ دونوں زمین و آسمان جو دو دلبروں کی طرح ہیں ایک دوسرے سے محتاج بہ کو جذب نہیں کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ میاں بیوی کی طرح تعلقات رکھتے ہیں۔

بے زمین کے گل بروید وارغوان	پس چہ زاید ز آب و تاب آسمان
زمین کے بغیر گل اور ارغوان کب اگتا ہے؟	آسمان کی آب و تاب سے کیا اگتا ہے؟

یعنی بے زمین کے کب پھول اور ارغوان جمتے ہیں اور آسمان نے پانی اور گرمی سے پھر کیا پیدا ہوگا۔ مطلب یہ کہ اگر زمین نہ ہو تو آسمان کا پانی اور اس کی گرمی سب بیکار ہو جاوے۔ کوئی پھول پھل جم ہی نہیں سکتا اور بے آسمان کے زمین بیکار ہے جیسا کہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں۔

بہر آن میلست در مادہ ز نر	تابود تکمیل کار ہمدگر
اسی لئے مادہ میں نر کی جانب جھکاؤ ہے	تاکہ ایک کا کام دوسرے سے مکمل ہو سکے

یعنی اسی واسطے مادہ میں نر کی طرف سے رغبت ہے تاکہ ایک دوسرے کے کام کی تکمیل ہو جاوے۔

میل اندر مرد و زن حق زان نہاد	تا بقایا بد جہان زین اتحاد
مرد اور عورت میں اللہ (تعالیٰ) نے اس لئے میلان رکھا ہے	تاکہ اس اتحاد سے دنیا بقا حاصل کر لے

یعنی حق تعالیٰ نے مرد و زن میں رغبت اس لئے رکھ دی تاکہ جہان اس اتحاد سے بقا پاوے۔

میل ہر جزوے بجزوے ہم نہد	ز اتحاد ہر دو تولیدے جہد
ہر جزو میں دوسرے جزو کی طرف میلان رکھا ہے	دونوں کے اکٹھا ہونے سے تولید ہوتی ہے

رغبت ہر ایک جزو کی دوسرے جزو سے بھی رکھی ہے کہ دونوں کے اتحاد سے ایک ولادت نکلتی ہے۔

شب چنین با روز اندر اعتناق	مختلف در صورت اما اتفاق
گلے لگانے میں رات' دن کے ساتھ اسی طرح ہے	بظاہر مختلف ہیں لیکن (باہمی) اتفاق ہے

یعنی رات کو اسی طرح دن تک لپٹنے میں مختلف صورت میں لیکن (اصل میں) متفق۔

روز و شب ظاہر دو ضد و دشمن اند	لیک ہر دو یک حقیقت می تنند
بظاہر رات اور دن دو مخالف اور دشمن ہیں	لیکن دونوں ایک حقیقت پر عمل کرتے ہیں

یعنی رات دن ظاہراً دو ضد اور دشمن ہیں لیکن دونوں ایک حقیقت پر تنتے ہیں مطلب یہ کہ رات دن ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر میں جو دو چیزیں ضد اور دشمن ہیں ان کے ملنے سے حقیقت واحدہ پیدا ہوتی ہے اور دونوں کی حالت یہ ہوتی ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر یکے خواہان دگر را ہمچو خویش	از پئے تکمیل فعل و کار خویش
ہر ایک دوسرے کو اپنی (جان کی) طرح چاہتا ہے	اپنے فعل اور کام کے عمل کرنے کے لئے

یعنی ہر ایک دوسرے کا اپنوں کی طرح اپنے فعل اور کام کی تکمیل کے واسطے خواہاں ہے۔

زانکہ بے شب دخل نہ بود طبع را	پس چہ اندر خرج آرد روزہا
کیونکہ رات کے بغیر طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی ہے	تو دن میں کیا خرچ کریں گے؟

یعنی اس لئے کہ بے رات کے طبیعت کو آمدنی نہیں ہوتی پھر دن خرچ میں کیا لاویں گے مطلب یہ کہ رات کو چونکہ سکون ہوتا ہے اس لئے طبیعت علوم وغیرہ کو جمع کر لیتی ہے جن کو دن میں خرچ کر دیتی ہے۔ سو اگر رات نہ ہو تو آمدنی بھی نہ ہو پھر دن میں خرچ کیا کرے۔ پس معلوم ہوا کہ دن رات کا طالب ہے اور اگر دن نہ ہو رات کا خزانہ یوں ہی جمع رہے لہٰذا رات بھی دن کی طالب ہے آگے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ انسان کے اندر جو عناصر کا مجموعہ ہے وہ بھی ہر ایک اپنی اپنی جنس کا طالب ہے اور اسی کو جذب کرتا ہے۔

ہر عنصر کا اپنی جنس کو جو کہ آدمی کی ترکیب میں مقید ہے جذب کرنا

خاک گوید خاک تن را باز گرد	ترک جان گو سوئے ما آ ہمچو گرد
جسم کی مٹی کو مٹی کہتی ہے واپس آ جا	جان کو چھوڑ دے گرد کی طرح ہماری جانب آ جا

یعنی (کرۂ) خاک بدن کی خاک سے کہتا ہے کہ لوٹ آ جان کو ترک کر اور ہماری طرف گرد کی طرح چلی آ مطلب یہ کہ انسان میں جو ایک عنصر خاک ہے اس کو کرۂ خاک جذب کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ یہ ہمارے اندر چلا آوے اور کہتا ہے کہ۔

جنس مائی پیش ما اولے تری	بہ کہ زان تن وارہی زین سو پری
تو ہماری جنس ہے تیرا ہمارے سامنے رہنا بہتر ہے	بہتر ہے کہ اس جسم کو چھوڑ دے اس جانب اڑ آ

یعنی تو ہماری جنس ہے ہمارے ہی سامنے زیادہ بہتر ہے۔ بہتر ہے کہ اس تن کو چھوڑے اور اس طرح اڑے مطلب یہ کہ وہ کرہ بزبان حال کہہ رہا ہے کہ اے خاک تو تو مجھ میں سے ہے ان غیر جنسوں میں کہاں جا لگی ان کو چھوڑ کر میرے پاس چلی آ تو وہ کہتی ہے کہ۔

گوید آرے لیک من پابستہ ام	گرچہ ہمچوں تو ز ہجراں خستہ ام
وہ کہتی ہے ہاں لیکن میں پابند ہوں	اگرچہ تیری طرح فراق سے غمگین ہوں

یعنی وہ کہتی ہے کہ ہاں لیکن میں پابند ہوں اگرچہ تیری طرح جدائی سے زخمی ہو رہی ہوں۔ مطلب یہ کہ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بدن انسان کی خاک بھی کہتی ہے کہ اے کرہ میں بھی تیری جدائی میں چین سے نہیں ہوں مگر کیا کروں ایسی مقید ہوں کہ آ نہیں سکتی۔ تو دیکھئے کہ یہاں بھی دونوں ہی طرف سے طلب اور جذب ہے۔

تری تن را بجویند آبہا	کائے تری باز آ ز غربت سوئے ما
پانی جسم کی تری کو تلاش کرتے ہیں	کہ اے تری مسافرت سے ہماری جانب لوٹ آ

یعنی تن کی تری کو پانی ڈھونڈ رہے ہیں (اور کہہ رہے ہیں) کہ اے تری مسافرت سے ہماری طرف چلی آ مطلب یہ کہ بدن انسان میں جو ایک عنصر پانی کا ہے اس کو کرۂ آب جذب کر رہا ہے۔

گرمئ تن را ہمی خواند اثیر	کہ ز ناری راہ اصل خویش گیر
کرہ نار بھی جسم کی گرمی پکارتا ہے	کہ تو آگ سے ہے اپنی اصل کا راستہ اختیار کر

یعنی بدن کی گرمی کو کرۂ نار بلا رہا ہے کہ تو تو نار مین سے ہے اپنے اصل کی راہ اختیار کر۔

ہست ہفتاد و دو علت در بدن	از کششہائے عناصر بے رسن
بدن میں بہتر بیماریاں ہیں	عنصروں کی بغیر رسی کی کھینچ تان کی وجہ سے

یعنی بدن میں بہتر بیماریاں عناصر کی کششوں کی وجہ سے جو کہ بے رسی کے ہیں (بہتر سے مراد عدد نہیں بلکہ صرف کثرت مراد ہے) مطلب یہ ہے کہ بیماریاں جو آتی ہیں وہ اس لئے آتی ہیں کہ ہر عنصر اپنے اصل کی طرف جانا چاہتا ہے تو اس کشش کی وجہ سے بدن مریض ہو جاتا ہے۔

علت آید تا بدن را بکسد	تا عناصر ہمدگر را واہلد
بیماری آتی ہے تاکہ جسم کو متفرق کر دے	تاکہ عنصر ایک دوسرے کو چھوڑ دے

یعنی بیماری آتی ہے تاکہ بدن کو توڑ دے تاکہ عناصر ایک دوسرے کو چھوڑ دیں (لیکن)

چار مرغ اند این عناصر بستہ پائے	مرگ و رنجوری و علت پا کشائے
یہ عناصر چارپاؤں بندھے پرند ہیں	موت اور بیماری اور تکلیف پاؤں کھولنے والی ہے

یعنی یہ عناصر چار جانور پاؤں بندھے ہوئے ہیں موت اور تکلیف بیماری پاؤں کے کھولنے والی ہے۔

پائے شان از ہمدگر چون باز کرد	مرغ ہر عنصر یقین پرواز کرد
جب اس نے ایک دوسرے کے پاؤں کو کھول دیا	ہر عنصر کا پرند یقینا اڑ جائے گا

یعنی پاؤں ان کا ایک دوسرے سے جب (موت نے) کھول دیا تو ہر عنصر کا جانور یقیناً اڑ گیا مطلب یہ ہے کہ انسان کے بدن میں جو چار عناصر ہیں ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مختلف مقامات کے چار جانور ہوں کہ ایک دوسرے کا پاؤں آپس میں بندھا ہوا ہو کہ کوئی علیحدہ ہو کر نہ اڑ سکے لیکن اگر کوئی ان کے پاؤں کی رسی کو کاٹ دے تو ہر

www.besturdubooks.wordpress.com

جانور اپنی اپنی جگہ میں چلا جاوے گا بس اسی طرح یہ عناصر بھی بدن انسانی کی رسی میں اس طرح بندھے ہوئے ہیں کہ کوئی ایک دوسرے سے الگ ہو کر نہیں جا سکتا لیکن اگر انسان کی موت آ جاتی ہے تو یہ موت ان کی پاؤں کے کھولنے والی ہوتی ہے اور ہر ہر عنصر اپنی اپنی اصل میں جا ملتا ہے اور ان میں جو آپس میں ہر ایک کی اصل کشش کرتی ہے اور بدن جو مثل رسی کے ہے اس کو توڑنا چاہتے ہیں یہ بیماریاں ہیں اور اس رسی کا ٹوٹ جانا موت ہے۔

جذبہ این اصلہا و فرعہا	ہر دمے رنجے نہد در جسم ما
ان اصلوں اور فرعوں کی کشش	ہر وقت ہمارے جسم میں مرض پیدا کرتی ہے

یعنی ان اصلوں اور فرعون کی کشش ہر دم ایک تکلیف ہمارے جسم میں رکھ دیتی ہے۔

تا کہ این ترکیبہا را بر درد	مرغ ہر جزوے باصل خود پرد
تا کہ ان بندھنوں کو توڑ دے	ہر جزو کا پرند اصل کی جانب اڑ جائے

تا کہ ان ترکیبوں کو توڑ ڈالے اور ہر جزو کا جانور اپنی اصل کی طرف اڑ جاوے (مگر)

حکمت حق مانع آید زین عجل	جمع شان دارد بصحت تا اجل
اللہ تعالیٰ کی حکمت اس عمل سے مانع رہتی ہے	موت تک ان کو صحت کے ساتھ جمع رکھتی ہے

یعنی حکمت حق کی اس جلدی کرنے سے مانع آتی ہے اور ان کو تندرستی کے ساتھ موت تک جمع رکھتی ہے۔

گوید اے اجزاء اجل مشہود نیست	پرزدن پیش از اجل تان سود نیست
(وہ حکمت) کہتی ہے اے اجزاء موت معلوم نہیں ہے	موت سے پہلے تمہارا پھڑپھڑانا مفید نہیں ہے

یعنی (وہ حکمت حق) کہتی ہے کہ اے اجزاء موت حاضر نہیں ہے اور موت سے پہلے پر مارنا تمہارے مفید نہیں مطلب یہ کہ جب اصول اپنے فروع کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو وہ فروع چاہتے ہیں کہ جسم انسانی کی رسی کو توڑ کر ایک دفعہ اپنی اصل میں جا ملیں اور اس ارادہ ہی کا نام مرض ہے مگر چونکہ حکمت حق ان کو اس بدن کی قید میں کچھ روز اور رکھنا چاہتی ہے لہٰذا وہ اس رسی کو صحت کے ذریعہ سے پھر قوت دیتی ہے اور ان اجزاء سے کہتی ہے کہ موت سے پہلے کوئی مرتا نہیں تمہارے پاؤں کی کھولنے والی موت ہی ہے اور اس کا وقت مقرر ہے پھر وقت سے پہلے ہاتھ پیر پیٹنا کیا فائدہ۔ آگے مولانا دوسرے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

چونکہ ہر جزوے بجوید ارتفاق	چون بود جان غریب اندر فراق
جبکہ ہر جزو رفاقت چاہتا ہے	تو مسافر جان کا فراق میں کیا حال ہو گا؟

یعنی جبکہ ہر چیز رفاقت کو ڈھونڈتی ہے تو غریب جان فراق میں کس طرح ہو گی۔ مطلب یہ کہ عناصر جو کہ ناسوتی ہیں مگر ان کو اپنے اصول سے کچھ بعد ہو گیا ہے اپنی اصل کی طرف جانے کے لئے کس قدر کوشش کرتے ہیں تو روح جو کہ ملکوتی ہے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

ناسوت میں آ کر کس درجہ پریشان ہوگی اور وہ اپنی اصل کی طرف کتنا جانا چاہتی ہوگی آگے اسی کو بیان کرتے ہیں۔

روح کا بھی عالم ارواح کی طرف منجذب ہونا

گوید اے اجزائے پست فرشیم	غربت من تلخ تر من عرشیم
وہ کہتی ہے کہ اے میرے زمینی پست اجزاء	میری مسافرت زیادہ کڑوی ہے میں عرشی ہوں

یعنی (جان) کہتی ہے کہ اے میرے پست اور فرشی اجزاء میری غربت زیادہ تلخ ہے (کیونکہ) میں عرشی ہوں۔ مطلب یہ کہ جب اجزائے بدن اپنی اپنی اصلوں کی طرف جانا چاہتے ہیں تو روح کہتی ہے کہ ارے تم تو ناسوتی ہو تم کو اپنے اصول سے اتنا بعد نہیں ہوا ہے جتنا کہ مجھے اپنی اصل سے ہے کیونکہ میں ملکوتی ہوں اور یہاں ناسوت میں آ کر پھنس گئی ہوں اور ملکوت اور ناسوت میں جو بعد ہے وہ ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں۔

میل تن در سبزہ و آب رواں	زاں بود کہ اصل او آمد ازاں
جسم کا میلان سبزے اور بہتے پانی کی جانب	اسی لئے ہے کہ اس کی اصل وہاں سے آئی ہے

یعنی بدن کی رغبت سبزہ اور آب رواں میں اس لئے ہوتی ہے کہ اس کی اصل اسی سے آئی ہے (سبزہ و آب رواں سے مطلق ناسوت مراد ہے)

میل جان اندر حیات و درحی است	زانکہ جان لامکان اصل ویست
جان کا میلان زندگی اور حی (وقیوم) کی جانب ہے	کیونکہ اس کی اصل لامکانی جان ہے

یعنی روح کی رغبت حیات اور حی میں ہے اس لئے کہ روح لامکانی اس کی اصل ہے مطلب یہ ہے کہ صوفیا اس روح کو جو بدن انسانی میں مقید ہے روح زجاجی کہتے ہیں اور اس کی اصل ایک روح اعظم بتلاتے ہیں جس کا کہ یہ روح انسانی عکس اور پرتو ہے تو مولانا فرماتے ہیں کہ اس روح زجاجی کو ملکوت کی طرف اس لئے رغبت ہے کہ اس کی اصل وہیں ہے اور روح اعظم کا اطلاق بعض اوقات صوفیا ذات حق پر بھی کر دیتے ہیں۔

میل جان در حکمت است و در علوم	میل تن در باغ وراغ ست و کروم
جان کا میلان حکمت اور علوم کی جانب ہے	جسم کا میلان باغ چمن اور انگور کی بیلوں کی جانب ہے

یعنی روح کی رغبت تو حکمت اور علوم میں ہے اور بدن کی رغبت باغ میں اور کھیتی میں اور انگوروں میں ہے۔ حکمت و علوم سے مراد مطلق ملکوت ہے اور باغ وراغ سے مطلب ناسوت)

میل جان اندر ترقی و شرف	میل تن در کسب اسباب علف
جان کا میلانٔ ترقی اور شرافت کی طرف ہے	جسم کا میلان چارے کے اسباب حاصل کرنے کی طرف ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی روح کی رغبت تو ترقی اور شرف میں ہوتی ہے اور بدن کی رغبت روزی کمانے کے اسباب میں ہوتی ہے۔

میل و عشق آن شرف ہموئے جان	زین یحب را و یحبون را بدان
شرافت کا میلان اور عشق بھی جان کی جانب ہے	اس کو "وہ محبت کرتا ہے اور وہ محبت کرتے ہیں" سے سمجھ لے

یعنی رغبت اور عشق اس شرف کا بھی جان کی طرف ہے اس سے یحب اور یحبون کو جان لو مطلب یہ کہ قرآن شریف میں حق تعالیٰ مومنوں کے بارہ میں فرماتے ہیں۔ یحبھم و یحبونہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محبت اور کشش اور جذب اور رغبت سب دونوں طرف سے ہوتے ہیں آگے فرماتے ہیں۔

گر بگویم شرح این بیحد شود	مثنوی ہشتاد من کاغذ شود
اگر میں اس کی شرح کروں لامحدود ہو جائے گی	مثنوی اسی سیر کاغذ ہو جائے گی

یعنی اگر اس کی شرح کہوں تو بے حد ہو جاوے گا اور مثنوی اسی من کاغذ ہو جاوے (اسی من سے صرف زیادتی مراد ہے)

حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود	جان مطلوبش بر و راغب بوذ
خلاصہ یہ ہے کہ جو طالب ہوگا	مطلوب کی جان اس کی طرف راغب ہو گی

یعنی حاصل یہ ہے کہ جو کوئی طالب ہوتا ہے اس کے مطلوب کی جان اس پر راغب ہوتی ہے۔

آدمی حیوان نباتے و جماد	ہر مرادے عاشقے ہر بے مراد
آدمی حیوان نباتات اور جماد	ہر معشوق ہر نامراد (عاشق) کا عاشق ہے

یعنی آدمی حیوان گھاس پھونس اور پتھر ہر ایک مطلوب ہر طالب کا عاشق ہے۔ (ہاں فرق یہ ہے)

بے مرادان بر مرادے می تنند	وان مرادان جذب ایشان می کنند
نامراد (عاشق) محبوب کا چکر کاٹتے ہیں	وہ محبوب ان کو کھینچتے ہیں

یعنی عشاق تو مطلوبیت پر تنتے ہیں اور وہ معشوق ان کو جذب کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ عشاق تو اس کی کوشش کرتے ہیں کہ مطلوب مل جاوے اور معشوق صرف کشش کرتے ہیں تو عشاق میں شان طلب زیادہ ہوتی ہے اور معشوقوں میں بے نیازی زیادہ ہوتی ہے جس کا اثر یہ ہوتا ہے۔

لیک میل عاشقان لاغر کند	میل معشوقان خوش و بافر کند
لیکن عاشقوں کا عشق (ان کو) لاغر کرتا ہے	معشوقوں کا عشق ان کو حسین اور باشوکت بناتا ہے

یعنی لیکن عاشقوں کی رغبت تو (ان کو) لاغر کر دیتی ہے اور معشوقوں کا میلان (ان کو) خوش اور بادبہ کر دیتا ہے۔

عشق معشوقان دورخ افروختہ	عشق عاشق جان او را سوختہ
معشوقوں کے عشق نے دونوں رخسارے روشن کر دیے ہیں	عاشق کے عشق نے اس کی جان جلا ڈالی ہے

یعنی معشوقوں کا عشق تو (ان کے) دونوں رخساروں کو چمکائے ہوئے ہوتا ہے اور عاشق کا عشق اس کی جان کو جلائے ہوئے ہوتا ہے۔ (آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں)

کہربا عاشق بشکل بے نیاز	کاہ مے کوشد در آن راہ دراز
کہربا لاپروائی کے ساتھ عاشق ہے	تنکا اس (عشق) میں دراز راستہ طے کرتا ہے

یعنی کہربا عاشق ہے (مگر) بے نیازی کی شکل میں اور تنکا اس راہ دراز میں کوشش کر رہا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اصل میں جذب اور کشش تو دیکھو کہربا ہی کی طرف سے ہے اور وہی چاہتا ہے کہ میں تنکے کو اپنے کنار میں لے لوں۔ لیکن خود دوڑ کر تنکے کے پاس نہیں پہنچتا اپنی کشش سے تنکے ہی کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ تو جو شخص تنکے کو کہربا کی طرف جاتے ہوئے دیکھتا ہے اور حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ تنکا ہی کوشش کر کے کہربا کے پاس پہنچا اسی طرح سمجھو کہ اگر کہیں کسی کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت ذرہ بھر بھی پیدا ہوتی ہے تو یہ کشش اصل میں اسی طرف سے ہے اس شخص کو اپنا کمال نہ سمجھنا چاہئے آگے اس عاشق صدر جہان کے قصہ کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

این رہا کن عشق آن تشنہ دہان	تافت اندر سینۂ صدر جہان
اس کو چھوڑ اس پیاسے کا عشق	صدر جہاں کے سینے میں چمک اٹھا

یعنی اس کو چھوڑو کہ اس پیاسے کا عشق صدر جہان کے سینہ میں چمک اٹھا ہے مطلب یہ کہ اس بیان کو چھوڑو کیونکہ صدر جہان کے سینہ میں بھی اپنے عاشق کی طلب پیدا ہوگئی ہے تو اب اسی کا قصہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

رود آن عشق و غم آتشکدہ	رفتہ در مخدوم او مشفق شدہ
اس عشق کا دھواں اور بھٹی کا غم	مخدوم کو پہنچا وہ مہربان ہو گیا

یعنی اس عشق کا دھواں اور آتشکدہ کا غم اس کے مخدوم میں گیا تو وہ مشفق ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس عاشق کے دل میں جو عشق کی آگ لگی ہوئی تھی جس سے کہ وہ آگ کا گھر ہو رہا تھا اس کا اثر صدر جہان کے دل میں بھی گیا جس سے کہ اس کو دوبارہ توجہ ہوئی۔

لیک از ناموس و بوش و آبرو	شرم می آید کہ وا جوید ازو
لیکن عزت اور فخر اور آبرو کی وجہ سے	اس کو شرم آئی تھی کہ وہ اس کی جستجو کرے

یعنی شرم اور عزت اور آبرو کی وجہ سے اس کو شرم آتی تھی کہ اس (عاشق) کو تلاش کرے۔

رحمتش مشتاق آن مسکین شدہ	سلطنت زین لطف مانع آمدہ
اس کی رحمت اس مسکین کی مشتاق ہو گئی	سلطنت اس مہربانی سے مانع بنی

رحمت اس کی تو اس مسکین کی مشتاق ہو رہی تھی اور سلطنت اس لطف سے مانع آ رہی تھی مطلب یہ کہ صدر

www.besturdubooks.wordpress.com

جہان اگر اپنے قلب کی حالت کی طرف نظر کرتا تھا جو کہ اب اس عاشق کی محبت سے پر تھا تو اس کا مشتاق ہو جاتا تھا اور چاہتا تھا کہ اس کو کہیں نہ کہیں سے ڈھونڈ کر اپنے سامنے لا کھڑا کرے لیکن سلطنت کا دبدبہ اور رعب اس کو مانع آتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ ایک غلام کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔

عقل حیران کاین عجب او را کشید	یا کشش زانسو بدین جانب رسید
عقل حیران ہے تعجب ہے کہ یہ اس کو کھینچ رہا ہے	یا کشش اس جانب سے اس جانب پہنچی ہے

یعنی عقل حیران تھی کہ یہ عجب ہے کہ یہ اس کو کھینچ رہا ہے یا کشش اس جانب سے اس طرف پہنچ رہی ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ کشش دونوں طرف سے ہو رہی تھی اور دونوں ایک دوسرے کو اپنی اپنی طرف کھینچ رہے تھے اور کشش دونوں طرف سے کامل تھی تو اس کا پتہ نہ چلتا تھا کہ اصل کشش کس طرف سے ہے آگے مولانا عقل کو خطاب کر کے فرماتے ہیں۔

ترک جلدی کن کزین ناواقفی	لب بہ بند اللہ اعلم بالخفی
بہادری چھوڑ کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے	ہونٹ بند کر لے اور اللہ راز کو زیادہ جانتا ہے

یعنی جلدی کو چھوڑ کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے لب بند کر لے اللہ پوشیدہ بات کو زیادہ جاننے والا ہے۔ مطلب یہ کہ عقل کو فرماتے ہیں کہ تو اس کے معلوم کرنے میں کشش کس طرف سے ہے جلدی مت کر کیونکہ تو اس سے ناواقف ہے تجھے اس کا پتہ چلنا مشکل ہے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

لب بہ بندم ہر دمے زنیسان سخن	توبہ آرم ہر زمان صد بار من
میں اس طرح کی باتوں سے ہر وقت ہونٹ بند کرتا ہوں	ہر وقت سو بار توبہ کرتا ہوں

یعنی ہر دم ایسی باتوں سے لب کو بند کر لیتا ہوں اور ہر گھڑی سو دفعہ توبہ کرتا ہوں (اس بات کی کہ)

کاین سخن را بعد ازین مدفون کنم	آن کشندہ می کشد من چون کنم
کہ اس بات کو میں اس کے بعد دفن کر دوں گا	وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں؟

یعنی کہ اس بات کو اس کے بعد دفن کر دوں گا (مگر) وہ کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں مطلب یہ کہ میں نے تو بارہا قصد کیا کہ اس قسم کی باتیں جیسا کہ اوپر ذکر آیا ہے بیان نہ کیا کروں مگر قضا و قدر کی وجہ سے تقاضا ایسا ہوتا ہے کہ مجھے مجبور ہو کر بیان کرنا پڑتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں۔

کیست آن کت می کشد اے معتنی	آنکہ می نگزاردت کہ دم زنی
اے ذخیرہ اندوز! وہ کون ہے جو تجھے کھینچتا ہے؟	وہ وہ ہے جو تجھے نہیں چھوڑتا کہ تو دم مارے

یعنی (کوئی پوچھتا ہے) کہ اے ذخیرہ کرنے والے وہ کون ہے کہ تجھے کھینچ رہا ہے (مولانا جواب دیتے ہیں) وہ شخص ہے جو کہ تجھے نہیں چھوڑتا کہ دم مارے۔ مطلب یہ کہ کوئی پوچھتا ہے کہ وہ کون ہے کہ تمہیں بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے پر مجبور کرتا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ وہ وہ ذات ہے کہ جو تمہیں بولنے نہیں دیتا اور اس کی یہ شان ہے کہ۔

صد عزیمت می کنی بہر سفر	می کشاند مرترا جائے دگر
تو سفر کے لئے سو چلتے ارادے کرتا ہے	وہ تجھے دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے

یعنی تم سفر کے لئے سینکڑوں ارادے کرتے ہو (مگر) وہ تم کو دوسری جگہ کھینچ لے جاتا ہے۔ آگے اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں۔

زان بگرداند بہر سو آن لگام	تا خبریابد ز فارس اسپ خام
وہ لگام کو ہر جانب اس لئے موڑ دیتا ہے	تاکہ ناتجربہ کار گھوڑا سوار کو جان جائے

یعنی وہ ہر طرف کو لگام اس لئے پھراتا ہے تاکہ نوآموز گھوڑا سوار کی خبر پالے مطلب یہ کہ جب نوآموز گھوڑے پر کوئی شہسوار سواری کرتا ہے تو اس کے لگام کو کبھی اس طرف کرتا ہے اور کبھی اس طرف کرتا ہے تاکہ وہ شرارت نہ کرے اور جان لے کہ کوئی شہسوار اوپر بیٹھا ہوا ہے۔ بس اسی واسطے حق تعالیٰ ہمارے ارادوں کو بدل اور توڑ دیتے ہیں تاکہ ہم سمجھ لیں کہ ہمارے اوپر کوئی زبردست اور قوی ہاتھ ہے کہ جو ہم سے بہت زیادہ بااختیار ہے۔

اسپ زیرک سار زان نیکو پیست	کو ہمی داند کہ فارس بروی ست
سمجھدار گھوڑا اس لئے عمدہ رفتار پر ہے	کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار (موجود) ہے

ہوشیار گھوڑا اس لئے نیک قدر ہے کہ وہ جانتا ہے کہ اس پر سوار ہے مطلب یہ کہ جن لوگوں کو معلوم ہے کہ ان کے اوپر زبردست ہاتھ بھی ہے تو اگر ان کے ارادے وغیرہ ٹوٹ بھی جاتے ہیں تب بھی ان کو رنج نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ارادوں کا توڑ دینا اس بااختیار اور باحکمت ہاتھ کا کام ہے کہ جو علام الغیوب ہے۔

او دلت را برد و صد سودا بہ بست	بے مرادت کرد پس دل را شکست
اس نے تیرے دل کو دو سو خیالات سے وابستہ کر دیا	تجھے نامراد کیا اور پھر دل کو توڑ دیا

یعنی اس نے تمہارے دل کو سینکڑوں خیالوں پر باندھ دیا اور پھر تم کو بے مراد کر کے دل توڑ دیا۔

چون شکست او بال آن رائے نخست	چون نشد ہستی بال اشکن درست
جب اس نے پہلی رائے کا بازو توڑ دیا	تو بازو توڑنے والے کی ذات کیسے ثابت نہ ہوئی؟

یعنی جب اس نے اس پہلی رائے کے بازو کو توڑ دیا تو اس بازو توڑنے والے کی ہستی کیوں ثابت نہ ہوگی۔ مطلب یہ کہ جب اس نے تمہاری رائے کو بدل دیا اور تمہارے ارادہ کو توڑ دیا تو اسی سے اس کی ہستی کا ثبوت ہوگیا۔

چون قضایش حبل تدبیرت شکست	چون نشد بر تو قضائے او درست
جب اس کے فیصلے نے تیری تدبیر کی رسی توڑ دی	تو اس کا فیصلہ تیرے لئے کیسے ثابت نہ ہوا؟

یعنی جب اس کی قضا نے تمہاری تدبیر کی رسی کو توڑ دیا تو اس کی قضا تم پر کیونکر ثابت نہ ہوئی مطلب یہ کہ جب اس نے اپنی قضا سے تمہاری تدبیر توڑ دی تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اس کی قضا تم پر جاری ہے آگے اسی مضمون کو فرماتے ہیں۔

قصدوں اور ارادوں کا توڑنا آدمی کو اس بات کی خبر کرنے کے واسطے ہے کہ مالک اور قاہر خدائے تعالیٰ ہی ہے اور کبھی کبھی انسان کے ارادہ کو فسخ نہ کرنا اس لئے ہے تا کہ اس کی طبیعت ارادہ کرنے کی خوگر رہے اور پھر اس کو تنبیہ ہوتی رہے

عزمہا و قصدہا در ماجرا	گاہ گاہے راست می آید ترا
معاملے میں ارادے اور قصد	کبھی کبھی تیرے لئے ٹھیک ہوتے ہیں

ارادے اور قصد عالم میں کبھی کبھی تمہارے لئے ٹھیک ہو جاتے ہیں مطلب یہ کہ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تم جو قصد کرتے ہو وہی ہو جاتا ہے۔

تا بہ طمع آن دلت نیت کند	بار دیگر نیتت را بشکند
تا کہ اس کے لالچ میں تیرا دل ارادہ کرے	دوبارہ وہ تیرے ارادے کو توڑ دیتا ہے

یعنی تا کہ اس کے لالچ میں تمہارا دل ارادہ کرے تو دوسری مرتبہ حق تعالیٰ تمہارے ارادہ کو توڑ دے۔

ور بکلی بے مرادت داشتے	دل شدے نومید امل کے کاشتے
اگر وہ تجھے بالکلیہ نامراد رکھتا	دل ناامید ہو جاتا امید کا بیج کب بوتا؟

یعنی اور اگر بالکل تم کو بے مراد رکھتے تو دل ناامید ہو جاتا وہ امید کب بوتا۔

ورنہ کاریدے امل از عوریش	کے شدے پیدا برو مقہوریش
اگر وہ اپنے اندھے پن سے امید (کا بیج) نہ بوتا	تو اس پر اپنا عاجز ہونا کب ظاہر ہوتا؟

یعنی اور اگر اپنی کم نگاہی کی وجہ سے (جو امید کیا کرتا تھا اس) امید (کو) نہ کرتا تو اس پر اپنی مقہوری کب ظاہر ہوتی۔ مطلب یہ کہ جب انسان کوئی ارادہ کرتا ہے تو حق تعالیٰ اس کو پورا فرما دیتے ہیں جس سے دل اس کا بڑھتا ہے اور وہ دوبارہ پھر قصد کرتا ہے اور دوسری مرتبہ میں اس کے قصد کو توڑ دیتے ہیں تا کہ اس کو حق تعالیٰ کی عظمت اور قوت کا مشاہدہ ہو جاوے اور یہ بھی ممکن تھا کہ کوئی قصد بھی پورا نہ ہوا کرتا جس سے کہ حق تعالیٰ کی قوت کا پوری طرح مشاہدہ ہو جاتا مگر اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کا نتیجہ یہ ہوتا کہ وہ مایوس ہو کر قصد کرنا ہی چھوڑ دیتا تو اس عظمت اور جبروت کا اظہار نہ رہتا آگے فرماتے ہیں۔

عاقلان از بے مرادیہائے خویش	باخبر گشتند از مولائے خویش
سمجھدار لوگ اپنی نامرادی کی وجہ سے	اپنے مولا سے باخبر ہوئے ہیں

یعنی عاقل لوگ اپنی بے مرادیوں کی وجہ سے اپنے مولا سے باخبر ہو گئے۔ مطلب یہ کہ جو لوگ عاقل تھے جب انہوں نے اپنی بے مرادیاں دیکھیں تو اس سے حق تعالیٰ کی عظمت کی معرفت ان کو حاصل ہوئی جیسا کہ حدیث میں ہے عرفت ربی بفسخ العزائم۔

بے مرادی شد قلاؤز بہشت	حفت الجنۃ شنو ای خوش سرشت
نامرادی ' بہشت کا پیشرو بنی ہے	اے خوش مزاج! "جنت کو گھیرا گیا ہے" سن لے

یعنی ناکامی بہشت کی رہبر ہو گئی اے نیک ذات حفت الجنۃ کو سن مطلب یہ ہے کہ دیکھو حدیث میں ہے کہ حفت الجنۃ بالمکارہ (گھیر دی گئی ہے جنت تکلیفوں سے) تو قصد کرنے کے بعد ناکامی ہونے سے زیادہ اور کیا مکروہ بات ہوگی جو اس پر راضی رہا وہ ان شاء اللہ ضرور جنت میں جاوے گا اس سے ناکامی کا رہبر جنت ہونا صاف ظاہر ہے۔

چون مرادات ہمہ اشکستہ پاست	پس کسے باشد کہ کام او رواست
جبکہ سب (انسانوں) کے مقاصد شکستہ پا ہیں	تو کوئی تو ہو گا جس کا مقصود پورا ہوتا ہو گا

یعنی جبکہ سب کی مرادیں شکستہ پا ہیں پس کوئی تو ہوگا کہ جس کا کام جاری ہے مطلب یہ کہ جب سب لوگوں کی امیدیں اور ارادے تو ایسے ہیں کہ اکثر ٹوٹ جاتے ہیں تو کوئی ذات یقیناً ایسی بھی ہے کہ جو ان ارادوں کو توڑنے والی ہے اور اس کے کل ارادے پورے ہوتے ہیں۔

پس شدند اشکستہ پاش این صادقان	لیک کو خود آن شکست عاشقان
پس یہ سچے انسان اس کی وجہ سے شکستہ پا ہوئے ہیں	لیکن عاشقوں کی (سی) شکستگی کہاں ہے؟

یعنی اس لئے یہ صادق لوگ حق تعالیٰ کے شکستہ پا ہیں لیکن وہ عاشقوں کی شکست کہاں ہے (اس لئے کہ)

عاقلان اشکستہ اش از اضطرا	عاشقان اشکستہ باصد اختیار
اہل عقل' مجبوری سے اس کے شکستہ (پا) ہیں	عاشق سو اختیاروں کے باوجود شکستہ (پا) ہیں

یعنی عاقل لوگ تو اس کے شکستہ مجبوری سے ہیں اور عاشق لوگ سو اختیار کے ساتھ شکستہ ہیں مطلب یہ ہے کہ عقلاء تو اپنے ارادوں میں بوجہ مجبوری کے ناکام اور شکستہ پا ہوتے ہیں اور قصد کرتے ہیں اور توڑ دیا جاتا ہے اور جو عشاق ہیں انہوں نے جب دیکھا کہ ہمارے ارادے بالکل دوسرے کے ہاتھ میں ہیں تو وہ اپنے اختیار سے بھی اسی کے سپرد ہو گئے اور اپنے ارادوں کو اسی کے سپرد کر دیا تو عقلاء اور عشاق دونوں شکستہ پا اور نامراد اور ناکام ہوئے مگر دونوں میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقلانش بندگان بندی اند	عاشقانش شکری و قندی اند
عقلمند اس کے قیدی غلام ہیں	اس کے عاشق شکر اور قند کھانے والے ہیں

یعنی عاقل لوگ اس کے قید کردہ غلام ہیں اور عاشق ان کے (غلام) شکری اور قندی ہیں۔

ائتیا کرہاً مہار عاقلان	ائتیا طوعاً مہار بیدلان
"تم دونوں جبراً آؤ" اہل عقل کی مہار ہے	عاشقوں کی مہار "تم دونوں خوشی سے آؤ" ہے

ائتیا کرہاً (یعنی آؤ تم مجبوراً) مہار عاقلوں کی ہے اور ائتیا طوعاً (یعنی آؤ خوشی سے) مہار عاشقوں کی مطلب یہ ہے کہ جو عقلاء ہیں اور کارخانہ حق میں اپنی عقل کو دخل دیتے ہیں ان کی بھی عقل کچھ نہیں چلتی اور وہی ہوتا ہے جو حق تعالیٰ چاہتے ہیں مگر وہ اس کو مجبوراً مانتے ہیں اور جو عشاق ہیں وہ جب اپنے ارادہ کے خلاف ارادہ حق دیکھتے ہیں تو وہ راضی برضا ہو جاتے ہیں اور جیسا کہ پہلے اپنے ارادہ پر خوش تھے اسی طرح اب ارادہ حق پر راضی اور خوش ہوتے ہیں آگے ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کفار کو قید میں دیکھا جن کو مسلمان کشاں کشاں لا رہے تھے ان میں بعض وہ تھے کہ جو مسلمان ہونے والے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہے کہ جو جنت کی طرف زنجیروں اور طوقوں میں باندھ کر لائے جاتے ہیں تو دیکھئے کہ وہ جنت کی طرف آنے پر راضی نہ تھے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ہاں تو اس بخاری نے بھی اپنے کو اس مہمان کی طرح شمع سے ٹکرایا تھا اور عشق کی بدولت اس کی بھی تمام تکلیفیں آسان ہو گئی تھیں اس کی آہ سوزاں آسمان پر جاتی تھی بالآخر صدر جہاں کے دل میں محبت پیدا ہو گئی اور اس نے اپنے دل میں ایک صبح کو کہا کہ اے اللہ ہمارے اس آوارہ کا حال نہیں معلوم کیا ہے۔ اس نے قصور کیا تھا اور ہم نے دیکھ لیا تھا جس سے وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ گیا مگر وہ ہمارے رحم کو اچھی طرح نہ جانتا تھا گو مجرم کا دل ہم سے ڈرتا ہے مگر واقع میں اس کے ڈر میں سینکڑوں امیدیں مخفی ہوتی ہیں گو اس کو ان کا احساس نہ ہو میں اس کو ڈراتا ہوں جو دیدہ دلیر اور لغو آدمی ہو۔ اور جو خود ڈرے میں اسے کیا ڈراتا۔ آگ سرد ہانڈی کے لئے ہوتی ہے اور اس کے لے نہیں ہوتی جس کا ابال سر سے تجاوز کر رہا ہے جو نڈر رہوں میں ان کو غضب سے ڈراتا ہوں اور جو ڈرتے ہوں ان کے خوف کو حلم سے دور کرتا ہوں میں تو پیوند لگانے والا ہوں لہذا جہاں جیسے پیوند کی ضرورت ہوتی ہے ویسا ہی لگاتا ہوں اور جہاں نہیں ہوتی وہاں نہیں لگاتا۔ اور میں ایک طبیب ہوں کہ ہر ایک کو اس کے مرض کے موافق شربت دیتا ہوں آدمی کا باطن درخت کی جڑ سے مشابہ ہے اور اس جڑ سے مختلف قسم کے پتے نکلتے ہیں اور پتے جڑ کے موافق ہوتے ہیں خواہ بیخ درخت ہو یا بیخ نفس یا بیخ عقل سو وفا کا ایک ایسا درخت ہے جس کے پھل آسمان پر ہیں لہذا اس کو یوں کہنا چاہئے کہ

اس کی جڑ تو زمین میں ہے اور شاخ آسمان میں یعنی درخت وفا ایک عظیم الشان درخت ہے جس کے پھل ونتائج نہایت اعلیٰ ہیں اور جبکہ عشق کا پھل آسمان میں پیدا ہوتا ہے تو صدر جہان کے دل میں کیوں نہ پیدا ہوگا لہذا اس کے دل میں عفو گناہ موجزن تھا کیونکہ دل کو دل سے راہ ہے اور ان میں آپس میں اتصال ہے اور وہ دو جسموں کی طرح ایک دوسرے سے دور اور جدا نہیں ہوتے۔ پس جبکہ وہ اس کا جان نثار تھا تو یہ اس کا دشمن جان کیونکر ہوسکتا تھا اتصال قلوب اور انفصال اجسام کو یوں سمجھو جیسے دو چراغ آپس میں نہیں ملتے۔ مگر ان کا نور ممزوج ہوتا ہے۔ یہاں تک ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ صدر جہاں کی محبت کا منشاء غلام کی محبت تھی مگر یہ گفتگو بنا بر ظاہر تھی۔ اب ہم نظر کو اور دقیق کر کے کہتے ہیں کہ اس عاشق کی محبت خود صدر جہان کی محبت کا نتیجہ تھی کیونکہ کوئی عاشق اس وقت تک طالب وصال نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کا معشوق اس کا طالب نہ ہو مگر دونوں کے آثار میں فرق ہوتا ہے عشق عاشق تو جسم کو کمال بنا دیتا ہے اور عشق محبوبان ان کے جسم کو موٹا تازہ کرتا ہے اس تفاوت اثر سے شبہ ہو جاتا ہے کہ معشوق کو محبت نہیں ہوتی پس جب کسی کے دل میں کسی کی محبت پیدا ہو تو یقین کر لینا چاہئے کہ اس کے دل میں بھی اس کی محبت ہے۔ جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو اس سے تم کو سلوک کا ایک نفیس مسئلہ بھی معلوم ہو گیا وہ یہ کہ جب تمہارے دل میں خدا کی محبت بڑھے تو تم کو یقین ہونا چاہئے کہ خدا کو بھی تم سے محبت ہے۔ موٹی بات ہے کہ ایک ہاتھ سے تالی نہیں بجتی۔ پس جبکہ اس کو محبت ہے تو لازم ہے کہ اس کو بھی ہو پس اگر پیاسا پانی کے لئے روتا ہے تو پانی بھی روتا ہے اور کہتا ہے کہ پانی پینے والا کہاں ہے یہ جو ہمارے اندر پیاس ہے یہ پانی ہی کا جذب ہے پس ہم پانی کے ہیں اور پانی ہمارا۔ اللہ جل جلالہ نے اپنی حکمت سے جو کہ قضا وقدر میں ہے ہم کو ایک دوسرے کا عاشق کر دیا ہے اور تمام اجزاء عالم اس حکم ازلی کی بنا پر جوڑا جوڑا اور اپنے جوڑے کے عاشق ہو گئے ہیں عالم میں ہر جزو یقیناً ان ہی جوڑے کا طالب ہے۔ جیسے کہربا اور برگ کاہ اسی بناء پر آسمان زمین کی آؤ بھگت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میری اور تیری ایسی ہی مثال ہے جیسے مقناطیس اور لوہا ان میں بحکم عقل آسمان مرد ہے اور زمین عورت کیونکہ جو وہ ڈالتا ہے یہ اس کی پرورش کرتی ہے اور جبکہ گرمی نہیں رہتی تو وہ بھیجتا ہے اور جب تری ونمی نہیں رہتی تو وہ تری عطا کرتا ہے برج خاکی خاک کی مدد کرتا ہے برج آبی اس کو تری عطا کرتا ہے۔ برج بادی اس کے پاس ابر کو کھینچ کر لاتا ہے اور پانی برساتا ہے تاکہ بخارات ردیہ نکل جائیں رہا برج آتشی سو آفتاب کی گرمی اسی کے سبب ہے اور آفتاب کی رو و پشت اس کی گرمی سے توے کی طرح سرخ ہے تو آفتاب سے جو حرارت زمین کو حاصل ہوتی ہے وہ برج آتشی ہی کی ہے۔ اس لئے برج آتشی سے اس کو حرارت پہنچتی ہے خلاصہ یہ کہ فلک زمین کے لئے یوں ہی سرگرداں ہے جیسے مرد عورت کے لئے کماتا ہے اور یہ زمین اس کے لئے بیگم کا کام دیتی ہے کہ اس کے لئے بچے جنتی اور اس کے بچوں کو دودھ پلاتی ہے اسی سے تم سمجھ لو کہ آسمان وزمین بھی حس رکھتے ہیں کیونکہ ذوی العقول کے سے کام ان سے صادر ہوتے ہیں اور جو کہ دلیل ہیں ان کے حساس ہونے کی اگر یہ دونوں دلبر ایک دوسرے سے مستفیض نہیں ہوتے تو میاں بیوی کی طرح ایک دوسرے میں کیوں گھسے ہوئے ہیں اور خاوند بیوی کے سے تعلقات ان میں کیوں ہیں دیکھ لو بلا زمین کے گل وارغوان پیدا نہیں ہوتے اور صرف آسمان کی آب وتاب سے

besturdubooks.wordpress.com

بدوں زمین کے کوئی نتیجہ نہیں پیدا ہوتا تو معلوم ہوا کہ آسمان زمین سے یوں ہی مستفیض ہے جیسے کہ زمین آسمان سے اوران میں تعلقات زن وشوئی ہیں۔ آسمان خاوند ہے اور زمین بیوی اوران نر و مادہ میں ایک کو دوسری کی طرف اس لئے رغبت ہے کہ ہر ایک کے کام کی دوسرے سے تکمیل ہو۔ اس لئے حق سبحانہ نے عورت و مرد کے اندر بھی ایک دوسرے کی طرف رغبت رکھی ہے تا کہ ان کے اتحاد سے عالم وقت معلوم تک باقی رہے۔ پس اسی لئے اور اجزاء عالم میں بھی دوسرے اجزاء کی طرف میلان رکھا ہے کہ ان کے اتحاد سے نتائج پیدا ہوں یوں ہی رات بھی دن کے گلے لپٹی ہوئی ہے گو صورت میں مختلف ہیں کہ ایک آتی ہے تو دوسرا جاتا ہے اور وہ آتا ہے تو یہ جاتی ہے مگر معنے ان میں اتحاد و اتفاق ہے اور گو ہر دو بظاہر ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ مگر حقیقت میں ایک کو دوسرے سے تعلق ہے اور اپنے کام کی تکمیل کے لئے ہر ایک دوسرے کو یوں ہی چاہتا ہے جیسے اپنے کو چاہتے ہیں کیونکہ دن کا کام ہے صرف کرنا اور صرف بدوں آمدنی کے نہیں ہوسکتا۔ اس لئے آمدنی کے لئے رات کی ضرورت ہے زمین و آسمان عورت و مرد لیل و نہار کا ازدواج تو معلوم ہو گیا جس سے اشیاء متخالف میں ازدواج ثابت ہوا اب اشیاء متجانسہ کا ارتباط سنو۔ مٹی خاک جسم کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے پاس چلی آ اور جان کو چھوڑ دے کیونکہ تو اس کی ہمجنس نہیں ہے بلکہ ہماری جنس ہے اس لئے ہمارے ہی پاس رہنا تیرے لئے بہتر ہے اس لئے بہتر ہے کہ تو جسم سے الگ ہو کر ہمارے پاس آ جاوہ جواب دیتی ہے کہ یہ آپ بجا فرماتی ہیں مگر میں مقید ہوں گو میں بھی صدمہ فراق سے نڈھال ہوں مگر مجبور ہوں کچھ بن نہیں پڑتی۔ پانی جسم کی تری کے طالب ہیں اور کہتے ہیں کہ اے تری تو اپنے اصلی وطن میں چلی آ اور مسافرت کو چھوڑ دے کرہ نار جسم کی گرمی کو اپنی طرف بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ تو از جنس نار ہے اپنی اصل کی طرف آ۔ پس یہ جو کثرت امراض جسم میں واقع ہوتے ہیں اس کی وجہ وہی عناصر کی معنوی کشش ہے۔ جس میں اس کو دخل نہیں اور مرض اسی لئے آتا ہے تا کہ بدن کے اجاوکو متفرق کردے اور عناصر کو اپنی اپنی اصل کی طرف چلتا کردے۔ پس یہ عناصر ایسے ہیں جیسے چار جانور جن کے پاؤں باندھ دیئے گئے ہوں اور امراض ان کے پاؤں کھولنے والے۔ جبکہ کوئی مرض ان کے پاؤں کھول دیتا ہے تو مرغ ہر عنصر اپنے آشیانہ و حیز کی طرف اڑ جاتا ہے پس ان اصول و فروع میں جو باہم تجاذب فطری ہے یہی تجاذب ہر وقت ہمارے اندر ایک نیا مرض پیدا کرتا ہے اور مقصد اس کا یہ ہوتا ہے کہ ان ترکیبوں کو جدا کردے اور مرغ ہر جزو عنصری اپنی اصل کی طرف اڑ جاوے لیکن حکمت خداوندی ان کو جلدی سے روک دیتی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک صحت کے ذریعہ سے مجتمع رکھتی ہے وہ کہتا ہے کہ اے اجزاء ابھی وقت نہیں آیا۔ اور وقت سے پہلے پھڑ پھڑانا اور چھوٹنے کی کوشش کرنا بیکار ہے۔ جبکہ تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ ہر جزو عنصری اپنی اصل کی مفارقت چاہتا ہے تو اس سے معلوم ہو گیا کہ اشیاء متناسبہ و متجانسہ میں بھی ارتباط ہے اور اس سے تم یہ بھی اندازہ کر سکتے ہو کہ جب اجزاء غیر حساسہ بظاہر کی فراق میں یہ حالت ہے تو جان جو ظاہراً و حقیقت ہر دو طرح حساس ہے مفارقت میں اس کی کیا حالت ہوگی اور وہ اپنی اصل کی طرف لوٹنے کی کس قدر شائق ہوگی وہ کہتی ہے اے میرے اجزاء ناسوتیہ سفلیہ نہیں عرشی ہوں اور مجھے یہ غربت نہایت ناگوار ہے دیکھو جسم سبزہ و آب رواں کی طرف اس لئے مائل ہے کہ وہ اس کی اصل ہے تو چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لامکان وعالم غیب روح کی اصل ہے لہذا اس کو اس کی طرف میل ہوگا جو کہ عالم حیات بلکہ خود حی ہے نیز چونکہ جان خود حی ہے اس لئے اس کو صفات احیاء یعنی حکمت وعلوم کی طرف میل ہے اور جسم چونکہ خود بے جان ہے اس لئے اس کو اشیاء مردہ مثل باغ جنگل انگور وغیرہ کی طرف میلان ہے نیز چونکہ روح علوی الاصل ہے اس لئے اس کا میلان ترقی و شرف کی طرف ہے اور تن چونکہ سفلی الاصل ہے اس لئے اس کا میلان کھانے پینے کی طرف ہے اور جس طرح روح کو شرف کی طرف میلان ہے یوں ہی شرف کو روح کی طرف اسی۔ بہ تم تجہیم دعہنو نہ کی حقیقت سمجھ سکتے ہو اگر میں اس مضمون تجاذب وازدواج کی تفصیل کروں تو کلام بہت دراز ہو جائے گا اور مثنوی کا وزن اسی من کاغذ ہو جاوے گا۔

خلاصہ یہ کہ جو طالب ہوتا ہے تو اس کے مطلوب کا دل بھی اس کا خواہاں ہوتا ہے خواہ آدمی ہو خواہ جانور۔ نبات ہو یا جماد غرض کہ ہر مطلوب اپنے طالب کا عاشق ہے عاشق اپنے معشوقوں سے تعلق رکھتے ہیں اور معشوق ان کو اپنی طرف کھینچتے ہیں مگر فرق یہ ہے کہ عاشقوں کا میلان تو ان کو دبلا کرتا ہے اور معشوقوں کا میلان ان کو شاندار بناتا ہے۔ معشوقوں کا عشق ان کے گالوں کو فروغ حسن سے چمکاتا ہے اور عاشق کا عشق اس کی جان کو جلاتا ہے۔ کہربا یعنی عاشق ہے مگر صورۃً بے نیاز ہے اور گھاس بھی عاشق ہے مگر وہ راہ دراز کو قطع کر کے اپنے معشوق تک پہنچنا چاہتا ہے اچھا اس بحث کو چھوڑو اصل مطلب یہ ہے کہ اس طالب صادق کا عشق صدر جہاں کے سینہ میں چمکا اور اس عشق کے دھوئیں اور اس آتش کدہ کے غم نے آقا کے دل میں سرایت کی اور وہ بھی مہربان ہو گیا مگر عزو شان و آبرو کے سبب سے اس کو شرم آتی تھی کہ اس کو ڈھونڈے اس کا رحم تو اس مسکین کا مشتاق تھا۔ مگر حکومت اس عنایت سے مانع ہوئی۔ عقل حیران اور متعجب ہے کہ اس عاشق نے اس کو کھینچا یا ادھر سے کشش ہوئی اور اس نے اسے کھینچا (اور محشین نے اس کی تشریح یوں کی ہے کہ عقل حیران ہے کہ صدر جہان نے خود بخود اس کو کھینچا ہے یا عاشق کی کشش صدر جہان تک پہنچی اس کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوئی اور اس کشش کے ذریعہ سے اس نے اس عاشق کو کھینچا واللہ اعلم) اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے عقل اس راز کے معلوم کرنے میں جلدی نہ کر کیونکہ تو ابھی اس قابل نہیں ہے۔ اور خاموش رہ اور اس کے علم کو خدا کے حوالہ کر دے اور کہہ دے کہ خدا ہی مخفیات اسرار کو خوب جانتا ہے میں ہر وقت ایسی باریک باتوں کے اظہار سے خاموش رہنا چاہتا ہوں اور ہر وقت سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں کہ اب ایسی باتوں کو دفن کر دوں گا۔ مگر کھینچنے والا کھینچتا ہے میں کیا کروں تم جانتے ہو کہ وہ کھینچنے والا کون ہے وہ وہی ہے جو تم کو کھینچتا ہے اور دم نہیں مارنے دیتا۔ اچھا اب سمجھو کہ تم سفر دینی یا دنیوی کے لئے سو بار پختہ ارادہ کرتے ہو مگر وہ تم کو دوسری طرف کھینچ لے جاتا ہے اس میں کیا راز ہے اس ہر طرف باگ موڑنے میں راز یہ ہے کہ ناواقف گھوڑا اپنے سوار سے واقف ہو جاوے۔ جو عقلمند گھوڑے ہیں وہ ٹھیک اس لئے چلتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ شہسوار ہماری پیٹھ پر سوار ہے پس ایسا کرنے سے تم بھی ہوشیار ہو جاؤ گے۔ لہذا اولاً اس نے تمہارے دل کو سینکڑوں خیالات میں اٹکا دیا۔ پھر تم کو ناکام کر کے تمہارا دل توڑا تاکہ اس سے اس حاکم کا وجود اور متصرف فی الامور ہونا ثابت ہو جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کیونکہ جبکہ اس نے تمہارے ارادہ کا بازو توڑ دیا تو اس سے اس بازو شکن کا وجود کیوں نہ ثابت ہوا ضرور ثابت ہوا اور جبکہ قضا نے تمہاری تدبیر کی رسی کو منقطع کر دیا تو تم پر

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کی قضا کا تسلط کیوں نہ ثابت ہوا ضرور ہوا پس یہ راز تھا تمہارے فسخ عزائم کا کہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ ہم خود مختار نہیں بلکہ محکوم ہیں کسی حاکم بالا دست کے اور اس ذریعہ سے تم نیک کردار بن جاؤ جب فسخ عزائم کی حکمت معلوم ہو گئی تو ان کی تنفیذ کا راز سمجھو کبھی کبھی تمہارے عزم اس لئے ٹھیک ہوتے ہیں تا کہ اس سے تمہارے دل میں لالچ پیدا ہو اور تم اپنے کو فی الجملہ مختار سمجھ کر نیت اعمال کرو اور پھر وہ تمہاری نیت کو توڑ دیتا ہے تا کہ تم کو اپنے ارادوں کے پورے ہوتے رہنے سے اس پہلے علم سے ذہول نہ ہو جاوے اور تم اپنے کو خود مختار نہ سمجھ بیٹھو۔ اگر تم کو بالکل ناکام رکھتا تو تمہارا دل بالکل ناامید ہو جاتا اور کوئی آرزو بھی نہ پیدا ہوتی اور اگر وہ اجل کے خلو عن الفائدہ کے سبب تخم امل کو بوتا ہی نہیں تو اس پر اس کی مغلوبیت کیسے ثابت ہوتی کیونکہ مغلوبیت تو فرع اس کی ہے کہ موجود ہو اور کام نہ کر سکے اگر اس کا وجود ہی نہ ہوتا تو مغلوبیت کیونکر ہوئی۔ پس عقلاء اپنی بے مرادیوں اور پیہم ناکامیوں کے سبب خدا سے واقف ہو گئے اور ان کے لئے ناکامی رہبر بسوئے جنت ہو گئی چنانچہ فرمایا گیا ہے کہ حفت الجنۃ بالمکروہات۔ اور ناکامی بھی منجملہ مکروہات ہے لہذا وہ بھی فی الجملہ جنت میں پہنچانے والی ہے۔ ناکامی سے خدا کی واقفیت کا راز یہ ہے کہ جب سب کی مرادیں شکستہ پائیں تو اس سے ان کو معلوم ہوا کہ کوئی ایسا بھی ضرور ہے جس کے حسب منشاء کام ہوتا ہے اور وہ خدائے عزوجل ہے۔ لہذا وہ خدا کے قائل ہوئے اور جبکہ خدا کے قائل ہوئے تو بفتوائے عقل ان کو اس کی اطاعت لازم ہوئی اور اس بناء پر انہوں نے اس کی اطاعت کی۔ لہذا جنت میں پہنچے یہ سب کچھ ہے مگر یہ شکست عاشقوں کی شکست سے جداگانہ ہے عقلاء نے اضطرارا شکست مانی ہے اور عاشقوں نے باختیار یعنی بخوشی شکست کھائی ہے اور اپنے کو اس کا مطیع کر دیا ہے۔ لہذا عقلاء تو اس کے قید کئے ہوئے غلام ہیں اور عشاق شکر و قند کھلائے ہوئے۔ عقلاء کو تو انتیا کرہا۔ طاعت پر مجبور کرتا ہے اور عشاق کو ائتیا طوعا اس طرف کھینچتا ہے۔

شرح شبیری

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں کو دیکھ کر مسکرانا اور یہ فرمانا کہ مجھے اس قوم پر تعجب ہے کہ جو جنت کی طرف زنجیروں کے ذریعہ سے کھینچے جاتے ہیں

دید پیغمبر یکے جوق اسیر	کہ ہمی بردند ایشان در نفیر
پیغمبرؐ نے قیدیوں کی ایک جماعت دیکھی	کہ وہ ان کو لئے جا رہے ہیں اور وہ رو رہے ہیں

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قیدیوں کی جماعت کو دیکھا کہ (لوگ) ان کو لے جا رہے ہیں اور وہ چلا رہے ہیں۔

دید شان در بند آن آگاہ شیر	می نظر کردند در وے زیر زیر
اس بیدار شیر نے ان کو قید میں دیکھا	وہ (قیدی) نیچی نظروں سے ان (آنحضورؐ) کو دیکھ رہی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھا ان کو قید میں اس خبردار شیر نے کہ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نیچے ہی نیچے تلط کر رہے ہیں۔

تا همی خائید ہر یک از غضب	بر رسول صدق دندانہا و لب
حتی کہ ہر ایک غصے سے چبا رہا تھا	دانت اور ہونٹ سچے رسولؐ پر

یہاں تک کہ ہر ایک غصہ کی وجہ سے سچے رسول پر دانتوں اور ہونٹوں کو چبا رہا تھا۔

زہرہ نے با آن غضب کہ دم زنند	زانکہ در زنجیر قہر دہ من اند
باوجود اس غصہ کے کسی کی طاقت نہ تھی کہ دم مارے	کیونکہ وہ قہر کی دس سیر (وزنی) زنجیر میں تھے

یعنی باوجود اس غصہ کے یہ مجال نہیں کہ دم مار سکیں اس لئے کہ دس من کی زنجیر قہر میں تھے۔ مطلب یہ کہ چونکہ بھاری بھاری زنجیروں میں بندھے ہوئے تھے اس لئے باوجود غصہ آنے کے کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

می کشاندشان موکل سوی شہر	می برد از کافرستان شان بقہر
سپاہی ان کو شہر کی جانب لے جا رہا تھا	ان کو کفرستان سے جبرا لے جا رہا تھا

یعنی سپاہی ان کو شہر کی طرف کھینچ رہا تھا اور زبردستی ان کو کفرستان سے لے جا رہا تھا (اور وہ کہہ رہے تھے)

نے فدائے می ستاند نے زرے	نہ شفاعت میرسد از سرورے
نہ وہ فدیہ لیتا ہے نہ روپیہ	نہ کسی سردار کی سفارش آتی ہے

یعنی نہ تو فدیہ لیتے ہیں اور نہ روپیہ نہ کسی سردار کی شفاعت پہنچتی ہے۔

رحمت عالم ہمی گویند و او	عالمے را می برد حلق و گلو
اس کو رحمت عالم کہتے ہیں، اور وہ	ایک جہان کا گلا اور حلق کاٹتا ہے

لوگ ان کو رحمت عالم کہتے ہیں (حالانکہ) ایک عالم کا حلق اور گلا کاٹتے ہیں۔

با ہزار انکار می رفتند راہ	زیر لب طعنہ زنان برکار شاہ
وہ ہزار انکار کے ساتھ راستے کر رہے تھے	شاہ کے کام پر چپکے چپکے طعنہ زنی کرتے ہوئے

یعنی ہم ہزاروں انکار کے ساتھ راستہ چل رہے تھے اور شاہ (عالم) کے کام پر منہ ہی منہ میں طعنہ مار رہے تھے (اور کہتے تھے)

چارہا کردیم و اینجا چارہ نیست	خود دل این مردکم از خارہ نیست
ہم نے بہت تدبیریں کیں اور یہاں کوئی تدبیر (کارگر) نہیں ہے	خود اس شخص کا دل پتھر سے کم نہیں ہے

یعنی ہم (پہلے) بہت علاج کیا کرتے تھے اور اس جگہ علاج ہی نہیں اس شخص (حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کا دل پتھر سے کم نہیں۔ مطلب یہ کہ اگر پہلے ہم کسی مصیبت میں پھنستے تھے تو کوئی نہ کوئی علاج کرلیا کرتے تھے۔ مثلاً کسی سے سفارش کرالی یا روپیہ پیسہ دیدیا مگر یہاں کچھ بس چلتا ہی نہیں اور کہتے تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ما ہزاران مرد کار الپ ارسلان	با دو سہ عریان وست و نیم جان
ہم ہزاروں بہادر شیر	دو تین ننگوں' سست اور کمزوروں کے ساتھ ہیں

یعنی ہم ہزاروں کام کے آدمی شیران دلیر دو تین ننگوں اور سست اور نیم جانوں کے ساتھ۔

این چنین درمانده ایم از کجرویست	یا از اختر ہاست یا خود جادوی ست
ہم ایسے عاجز ہیں یہ (ہمارا) ٹیڑھا پن ہے	یا ستاروں کی وجہ سے یا جادو گری ہے

یعنی ایسے عاجز رہ گئے یہ کجروی کی وجہ سے ہے یا ستاروں کی وجہ سے ہے یا کوئی جادو ہے مطلب یہ کہ وہ اپنے مغلوب ہونے پر تعجب کرتے ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں بہادر اور مردکاران تھوڑے بھوکوں ننگوں سے کس طرح مغلوب ہوگئے اب یہ مغلوب ہونا یا تو ہماری کجروی کی وجہ سے ہے یا ان کا ستارہ غالب ہے۔اور ہمارا مغلوب اور یا انہوں نے کوئی جادو کیا ہے جس سے کہ یہ ہوا۔

بخت ما را بر درید آن بخت او	تخت ماشد سرنگون از تخت او
ہمارے نصیبے کو اس کے نصیبے نے چاک کر دیا	ہمارا تخت اس کے تخت سے اوندھا ہو گیا

یعنی ہمارے بخت کو اس کے بخت نے پھاڑ دیا اور ہمارا تخت ان کے تخت کی وجہ سے اوندھا ہو گیا (آگے پھر اس پر بھی تعجب کرتے ہیں)۔

کار او از جادوئے گر گشت زفت	جادوئے کردیم ما ہم چون نرفت
اگر اس کا معاملہ جادوگری کی وجہ سے بھاری پڑ گیا ہے	ہم نے بھی جادو کیا وہ کیوں نہ چلا؟

یعنی ان کا کام اگر جادو کی وجہ سے عظیم ہوگیا تو ہم نے بھی تو جادو کیا کیوں نہیں چلا۔

تفسیر اس آیت کی کہ ان تستفتحوا فقد جآء کم الفتح یعنی کفار کہتے تھے کہ اے اللہ ہم میں اور محمدؐ میں سے جو کوئی حق پر ہو اس کی مدد فرما اور یہ بات اس وجہ سے کہتے تھے کہ وہ اپنے کو حق پر جانتے تھے اور اب جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فتحمند ہوئے تو ان کو تعجب ہوا

از بتان و از خدا درخواستیم	کہ بکش ما را اگر ناراستیم
ہم نے بتوں اور خدا سے درخواست کی	کہ اگر ہم غلط ہیں تو ہمیں (جڑ سے) اکھاڑ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی (وہ کہتے تھے کہ) ہم نے بتوں سے اور خدا سے درخواست کی تھی کہ ہم کو اجاڑ اگر ہم ٹیڑھے ہیں۔

وان کہ حق وراست است از ما واو	نصرتش دہ نصرت او را بجو
ہم میں اور اس میں سے جو حق اور سچائی پر ہے	اس کی مدد کر اس کا مددگار بن

یعنی جو ہم میں اور ان میں سے حق پر اور سیدھا ہو اس کو مدد دے اور اس کی مدد ڈھونڈ۔

ایں دعا بسیار کردیم و صلات	پیش لات و پیش عزیٰ و منات
ہم نے یہ دعا و درود بہت کیے	لات کے آگے' عزیٰ اور منات کے آگے

یہ دعا ہم نے بہت کی اور خیر خیرات سامنے لات کے اور عزیٰ کے اور منات کے۔

کہ اگر حق است او پیداش کن	گر نباشد حق زبون ماش کن
کہ اگر وہ برحق ہے اس کو نمایاں کر دے	(اور) اگر وہ حق پر نہیں ہیں ہم سے مغلوب کر دے

کہ اگر وہ حق پر ہے تو اس کو غالب کر دے اور اگر نہ ہو تو اس کو ہمارا مغلوب کر دے۔

چونکہ وا دیدیم او منصور بود	ماہمہ ظلمت بدیم او نور بود
جبکہ ہم نے کھلا دیکھ لیا' کہ وہ فاتح رہا	(اور) ہم سب تاریکی تھے وہ نور تھا

جبکہ ہم نے دیکھا تو وہی محمد تھے۔ ہم بالکل اندھیر تھے اور وہ نور تھے۔

این جواب ماست کانچہ خواستید	گشت پیدا کہ شما نارا ستید
یہ ہمارے لئے جواب ہے کہ جو تم نے چاہا	واضح ہو گیا کہ تم غلط ہو

یعنی یہ ہمارا جواب ہے کہ جو کچھ تم چاہتے تھے ہو گیا کہ تم ٹیڑھے ہو (مولانا فرماتے ہیں)

باز این اندیشہ را از فکر خویش	کور میکردند و دفع از ذکر خویش
وہ پھر اس خیال کو اپنے فکر سے	بے فروغ بناتے تھے اور اپنی یاد سے دفع کرتے تھے

یعنی پھر اس سوچ کو اپنے فکر سے اندھا اور اپنے ذکر سے دفع کر دیتے تھے۔ مطلب یہ کہ جب ان کو یہ خیال ہوتا تھا کہ یہ اثر ہماری دعاؤں ہی کا ہے جس کا صریح مطلب یہ تھا کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی حق پر ہیں تو وہ اس بات کو پھر اپنے انہیں توہمات اور خیالات میں پڑ کر دفع کر دیتے تھے کیونکہ اگر یہ خیال غالب ہو جاتا تو مسلمان ہی نہ ہو جاتے اور یوں کہنے لگا کرتے تھے۔

کاین تفکر ماہم از ادبار رست	کہ صواب او شود در دل درست
کہ ہمارا یہ خیال بھی بدبختی سے پیدا ہوا ہے	تاکہ ان کی حقانیت دل میں بیٹھ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ یہ فکر بھی ہمارے ادبار ہی سے پیدا ہوا ہے کہ ان کا حق پر ہونا ہمارے دل میں ثابت ہوا۔

خود چہ شد گر غالب آمد چند بار	ہر کسے را غالب آرد روزگار
اگر وہ چند مرتبہ غالب ہو گیا تو کیا ہوا؟	زمانہ کسی کو بھی غالب کر دیتا ہے

خود کیا ہو گیا اگر وہ چند بار غالب آ گئے (کیونکہ) زمانہ ہر شخص کو غالب کر دیتا ہے۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ اس سے مومنین کا حق پر ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

ما ہم از ایام بخت آور شدیم	بارہا بروے مظفر آمدیم
ہم بھی زمانے سے نصیبہ ور ہوئے ہیں	کئی بار اس پر فتحمند ہوئے ہیں

یعنی ہم بھی ایام کی وجہ سے نصیبہ ور ہو چکے ہیں بارہا اس پر فتحمند ہوئے ہیں مطلب یہ کہ وہ کہتے تھے کہ اگر یہ اس مرتبہ غالب ہی آ گئے تو کیا ہوا ہم بھی تو ان پر بارہا غالب آ چکے ہیں۔

باز می گفتند اگرچہ او شکست	چون شکست ما نبود آن زشت و پست
وہ پھر کہتے کہ اگر اس نے شکست (کھائی ہے)	وہ ہماری شکست کی طرح بری اور ذلیل نہ تھی

یعنی پھر کہتے تھے کہ اگرچہ انہوں نے شکست پائی (لیکن) وہ ہماری شکست کی طرح بری اور ذلیل نہیں تھی۔

زانکہ بخت نیک او را در شکست	داد صد شادی پنہان زیر دست
کیونکہ نیک نصیبے نے اس کو شکست میں	سو پوشیدہ خوشیاں قبضے میں دیدیں

یعنی کیونکہ نیک نصیبہ نے ان کو شکست میں سینکڑوں پوشیدہ خوشیاں نیچے ہی نیچے دے دیں۔

کو با شکستہ نمی مانست ہیچ	کہ نہ غم بودش دران نے پیچ پیچ
وہ بھی شکست خوردہ کی طرح نہیں بنا	کیونکہ اس کو اس میں نہ کوئی غم ہوا نہ پریشانی

یعنی کہ وہ شکست کھائے ہوئے کے بالکل مشابہ نہیں تھے کیونکہ اس شکست میں نہ ان کو غم تھا نہ پریشانی۔

چون نشان مومنان مغلوبی است	لیک درا شکست مومن خوبی است
چونکہ مومنوں کی پہچان مغلوب ہونا ہے	لیکن مومن کی شکست میں بھلائی ہے

یعنی جب نشان مومنوں کا مغلوبی ہے لیکن مومن کی شکست میں خوبی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ حدیث میں ہے کہ مومن جھگڑالو آدمی سے ایسا بھاگتا ہے جیسے بکری بھیڑیے سے تو دیکھئے مومن ہونے کی نشانی یہ ہوئی کہ وہ جھگڑوں سے بھاگے اور ڈرے اور اس شکست کھانے ہی میں اس کی خوبی ہے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

گر تو مشک و عنبری را بشکنی	عالمے از فیح و ریحان پر کنی
اگر تو مشک اور عنبر کو توڑے گا	ایک جہان کی خوشبو کی مہک سے بھر دے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر تم مشک وعنبر کو توڑ لو تو ایک عالم کو خوشبو کے پھیلنے سے پر کردو۔

در شکستی ناگہاں سرگین خر	خانہ ہا پرگند گردد سر بسر
اگر تو اچانک گدھے کی لید کو توڑے گا	سارے مکانات بدبو سے بھر جائیں گے

یعنی اور اگر تو نے ناگہاں گدھے کی لید توڑ دی تو تمام گھر بالکل گندہ ہو جاویں گے۔

کہ کند خود مشک با سرگین قیاس	آب را بابول اطلس با پلاس
مشک کو لید پر کوئی قیاس کرے گا؟	پانی کو پیشاب پر اور اطلس کو ٹاٹ پر (کوئی قیاس کریگا)؟

یعنی گوبر کو مشک کے ساتھ کون قیاس کرتا ہے پانی کو پیشاب کے ساتھ اور اطلس کو ٹاٹ کے ساتھ۔

مطلب یہ ہے کہ مومنین کا شکست کھانا تو ایسا ہے جیسے کہ عنبر اور مشک کا ٹوٹنا کیونکہ شکست میں بھی ان کے مراتب عالی ہوتے ہیں اور کفار کا شکست کھانا ایسا ہے جیسا کہ پاخانہ کا کھل جانا کہ یہ لوگ شکست کی حالت میں خسر الدنیا و آلاخرۃ کا مصداق ہو جاتے ہیں۔

بھید اس کا کہ واپس آنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حدیبیہ سے بے مراد ہو کر اور حق تعالیٰ کا اس کو فتح فرمانا کہ انا فتحنا لک فتحا مبینا صورۃ میں شکست تھی اور اصل میں فتح تھی جیسا کہ مشک کا ٹوٹنا کہ بظاہر ٹوٹنا ہے اور معناً اس کے فوائد اور کمالات کی تکمیل ہے

وقت برگشت حدیبیہ رسول	در تفکر بود غمگین و ملول
حدیبیہ سے واپسی پر رسولؐ	فکر میں تھے اور غمگین اور ملول (تھے)

یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ سے لوٹنے کے وقت فکر میں تھے اور ملول تھے۔

ناگہان اندر حق شمع رسل	دولت انا فتحنا زود ھل
رسولوں کی شمع کے حق میں اچانک	دولت نے انا فتحنا کا ڈھول بجا دیا

یعنی ناگاہ شمع رسل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے حق میں دولت انا فتحنا نے دہل بجایا مطلب یہ کہ وہاں کی واپسی کے وقت سورۃ انا فتحنا نازل ہوئی۔

آمدش پیغام از دولت کہ رو	تو ز منع این ظفر غمگین مشو
دولت کی جانب سے ان کو پیغام آیا کہ چلے جایئے	آپ اس فتح کے رکنے سے غمگین نہ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

آیا ان کے پاس پیغام دربار سے کہ جاؤ تم اس فتح کے نہ ہونے سے غمگین نہ ہو۔

کاندریں خواری بنقدت فتحہاست	نک فلاں قلعہ فلاں بقعہ تراست
اس ذلت میں آپ کی فوری فتوحات ہیں	یہ فلاں قلعہ فلاں علاقہ آپ کا ہے

یعنی کہ اس خواری میں قدرت میں بہت سی فتحیں ہیں وہ فلاں قلعہ اور فلاں زمین تمہارے لیے ہے۔
مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ اس ظاہری خواری سے رنجیدہ مت ہو اس لئے کہ تم کو دوسری جگہ فتح عظیم ہونے والی ہے۔

بنگر آخر چونکہ واگر دید تفت	بر قریظہ بر نضیر از وے چہ رفت
دیکھ جب وہ جلدی سے واپس آ گئے	ان کی جانب سے قریظہ اور نضیر پر کیا گزری

یعنی دیکھو تو آخر وہ جلدی سے جب واپس ہوئے قریظہ اور نضیر پر ان کی طرف سے کیا گزرا۔

قلعہا ہم گرد آن دو بقعہا	شد مسلم و از غنایم نفعہا
ان دونوں کے علاقوں کے آس پاس کے قلعے بھی	فتح ہو گئے اور غنیموں کے سب نفعے (ہوئے)

ان دونوں زمینوں کے گرد قلعے بھی فتح ہوئے اور غنیموں سے بہت سے نفعے مطلب یہ کہ حدیبیہ سے لوٹنے کے بعد جو فتح کا وعدہ تھا وہ بنی قریظہ اور بنی نضیر کے مفتوح ہونے سے پورا ہوا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

ورنہ باشد آن تو بنگر کاین فریق	بر غم و رنجند مفتون و عشیق
اگر یہ بھی نہ ہو تو دیکھ لے یہ لوگ	رنج و غم کے شیدا اور فریفتہ ہیں

یعنی اور اگر نہ ہو وہ (فتح) تو دیکھو کہ یہ وہ فریق ہے کہ غم اور رنج پر فریفتہ اور عاشق ہیں۔

زہر خواری را چو شکر میخورند	خار غمہا را چو اشتر میچرند
وہ ذلت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں	غموں کے کانٹے کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں

یعنی ذلت کے زہر کو شکر کی طرح کھاتے ہیں اور غموں کے کانٹوں کو اونٹ کی طرح چرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اگر وہ فتح وغیرہ نہ ہوتی تو تب بھی یہ خطرات خوش ہی تھے اس لئے کہ یہ ظاہری ذلت کو ذلت نہیں سمجھتے تھے اور غموں سے گھبراتے نہیں تھے تو پھر بھی شکست میں خوش ہی رہتے۔

بہر عین غم نہ از بہر فرج	این تسافل پیش ایشان چون درج
صرف غم کے لئے، نہ کہ خوشی کے لئے	یہ تنزل ان کے لئے مراتب کی طرح ہے

یعنی خاص غم ہی کے واسطے نہ کہ خوشی کے واسطے یہ پستی ان کے سامنے مثل مرتبوں کے ہے مطلب یہ ہے کہ حضرات جو اس خواری اور غموں کو برداشت کرتے تھے تو اس میں یہ نیت نہ ہوتی تھی کہ ان غموں کو اٹھا دیں گے تو خوشی حاصل ہوگی بلکہ وہ ان غموں کو غموں ہی کے لئے اٹھاتے تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچنان شادند اندر قعر چاہ	کہ ہمیں ترسند از تخت و کلاہ
وہ کنویں کی گہرائی میں ایسے خوش ہیں	کہ تخت و تاج (کے حاصل ہونے) سے ڈرتے ہیں

یعنی وہ کنویں کے گڑھے میں اس طرح خوش ہیں کہ تخت و تاج سے ڈرتے ہیں۔

در فقیری ہر یکے صد شہر یار	در خزان فاقہ صد ہمچون بہار
ہر ایک "فقیری میں سینکڑوں شاہوں (کی طرح) ہے	فاقے کی خزاں میں سینکڑوں بہاروں کی طرح ہے

یعنی فقیری میں ہر ایک سو بادشاہ ہے اور سو فاقوں کے خزان میں مثل بہار کے ہے مطلب یہ کہ فقر و فاقہ میں وہ اس قدر خوش ہیں جتنا کہ سو بادشاہ اپنی اپنی سلطنت پر خوش ہوتے ہیں اور یہ اس لئے ہے۔

ہر کجا دلبر بود خود ہمنشین	فوق گردونست نے زیر زمین
جہاں کہیں محبوب خود ساتھی ہو	وہ آسمان پر ہے نہ کہ زمین کے نیچے

یعنی جس جگہ کہ دلبر اپنا ہمنشین ہو وہ آسمان کے اوپر ہے نہ کہ زمین کے نیچے مطلب یہ کہ اگر کسی کا محبوب و مطلوب کسی زمین کے گڑھے میں اس کے پاس بیٹھا ہو تو وہ جگہ اس کے لئے زیر زمین نہ ہوگی بلکہ وہ تو اس کو آسمان سے بھی بلند پایہ اور عالی مرتبہ سمجھے گا پس اسی طرح چونکہ ان حضرات کو اس ظاہری ذلت و خواری میں بھی معیت حق حاصل تھی لہٰذا وہ اس کو ذلت نہ سمجھتے تھے بلکہ ان کے نزدیک بھی سلطنت اور بادشاہی تھی آگے مولانا ایک حدیث کی تفسیر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے یونس ابن متا پر فضیلت مت دو کیونکہ اگر چہ ان سے ایک خطا اجتہادی ہوئی لیکن چونکہ وہاں بھی معیت حق حاصل تھی تو یہ خطا بھی ان کے لئے موجب نقص نہیں ہو سکتی۔ تو دیکھئے اس حدیث سے بھی معلوم ہو گیا کہ اگر قرب حق حاصل ہے تو ظاہری ذلت و خواری کا کچھ اعتبار نہیں۔

تفسیر حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ

لاتفضلونی علیٰ یونس ابن متا

گفت پیغمبر کہ معراج مرا	نیست بر معراج یونس اجتبا
پیغمبر نے فرمایا کہ میری معراج	یونس کی معراج سے پسندیدہ نہیں ہے

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری معراج کو یونس علیہ السلام کی معراج پر کوئی بزرگی نہیں۔

آن من بر چرخ و آن او نشیب	زانکہ قرب حق برونست از حسیب
(حالانکہ) میرا مقام آسمان پر اور ان کا مقام پستی	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب (اس) حساب سے بالاتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میرا معاملہ آسمان پر تھا اور ان کا معاملہ نشیب میں اس لئے کہ قرب حق کا حساب سے باہر ہے۔

قرب نے بالا نہ پستی رفتن است	قرب حق از حبس ہستی رستن است
قرب نہ اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے	اللہ کا قرب وجود کی قید سے چھوٹنا ہے

قرب نہ تو اوپر جانا ہے نہ نیچے جانا ہے قرب حق کا ہستی کی قید سے چھوٹنا ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کا قرب یہی نہیں ہے کہ جو آسمان پر چڑھے وہ زیادہ مقرب بلکہ اصل قرب درجۂ فنا کا حاصل ہونا ہے اس میں جو زیادہ بڑھا ہوا ہوگا وہی زیادہ مقرب ہوگا۔

نیست را چہ جائے بالا پست وزیر	نیست را نے زود و نے دور است و دیر
فنائیت کے لئے کیا اونچائی کیا نچائی	فنائیت کے لئے نہ جلدی ہے نہ دور اور دیر ہے

یعنی نیست کے لئے کیا اونچی جگہ اور کیا نیچی جگہ اور نیست کے لئے نہ جلدی ہے نہ دوری ہے نہ دیر ہے۔

کارگاہ گنج حق در نیستی است	غرۂ ہستی چہ دانے نیست چیست
اللہ کے خزانہ کا کارخانہ فنائیت میں ہے	تو ہستی کے دھوکے میں ہے تو کیا سمجھے کہ فنائیت.

یعنی حق تعالیٰ کے کارخانہ کا خزانہ عدم میں ہے تو مغرور ہستی کا ہے تو کیا جانے کہ فنا کیا ہے مطلب یہ ہے کہ جب قرب کا مدار فنا پر ٹھہرا اور مرتبہ فنا میں نہ اونچائی نہ دیر ہے نہ جلدی اس لئے کہ وہاں تمام باتیں فنا پر ہیں اس سے تو زیادہ قرب معلوم نہیں ہوتا کہ کوئی زیادہ اوپر چلا گیا ہاں اگر دوسرے دلائل سے افضلیت معلوم ہو اس کو مانیں گے یہاں کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مفضول ہونا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور کی افضلیت پر تو دلائل قطعیہ قائم ہیں بلکہ مقصود مقام کا یہ ہے کہ حضور کو دوسرے انبیاء پر اس طرح فضیلت نہ دی جاوے کہ جس سے دوسرے انبیاء کا نقص معلوم ہو آگے پھر انہیں قیدیوں کا مقولہ ہے۔

حاصل ایں اشکست ایشان اے کیا	می نماند با اشکست ما
خلاصہ یہ ہے، اے بزرگ! ان کی شکست	ہماری شکست سے کسی طرح مشابہ نہیں ہے

یعنی حاصل یہ کہ اے دانا ان لوگوں کی شکست ہماری شکست سے بالکل مشابہ نہیں (کیونکہ)

آنچنان شاد اند در ذل و تلف	ہمچو ما در وقت اقبال و شرف
وہ ذلت اور تباہی میں اس طرح خوش ہیں	جس طرح ہم اقبال مندی اور بڑائی میں

یعنی یہ لوگ ذلت اور تلف ہونے میں ایسے خوش ہیں جیسے کہ ہم اقبال اور شرف کے وقت میں۔

برگ بے برگی ہمہ اقطاع اوست	فقر و خواری افتخارست و حلواست
پوری بے سروسامانی کا سامان اس کی جاگیر ہے	فقر اور ذلت فخر اور بڑائی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمام بے سامانی کا سامان ان کی جاگیریں ہیں اور فقر اور خواری فخر ہے اور بڑائی ہے۔

آن یکے گفت ار چنان است آن فرید	چون بخندید او چو ما را بستہ دید
ایک نے کہا اگر وہ یکتا ایسا ہے	تو وہ کیوں ہنسا جبکہ اس نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا؟

یعنی اس ایک نے کہا کہ اگر وہ یکتا ایسے ہیں تو کیوں ہنسے جب انہوں نے ہمیں بندھا ہوا دیکھا۔

چونکہ او مبدل شد است وشادیش	نیست زین زندان وزین آزادیش
جبکہ اس میں تبدیلی ہو چکی ہے اور اس کی خوشی	اس قید اور اس آزادی سے (متعلق) نہیں ہے

یعنی جبکہ وہ بدل چکے ہیں اور ان کی خوشی اس قید خانہ (دنیا) اور اس کی آزادی سے نہیں ہے۔

پس بقہر دشمنان چون شاد شد	چون ازین فتح وظفر پرباد شد
تو وہ دشمنوں کے مغلوب ہونے سے کیوں خوش ہوا ہے؟	اس فتح اور کامیابی سے کیوں مغرور بنا ہے؟

یعنی پھر دشمنوں کی مقہور ہونے سے کیوں خوش ہوئے اور اس فتح وظفر سے کیوں پھول گئے (بلکہ بات یہ ہے)

شاد شد جانش کہ بر شیران نر	یافت آسان نصرت ودست وظفر
اس کی جان خوش ہوئی کیونکہ بہادر شیروں پر	آسانی سے فتح اور قابو اور ظفر پا لی

ان کی جان خوش ہوئی کہ شیران نر پر آسانی سے نصرت اور فتح اور ظفر پالی۔

پس بدانستیم کو آزاد نیست	جز بدنیا دل خوش ودل شاد نیست
تو ہم جان گئے کہ وہ آزاد نہیں ہے	دنیا کے سوا کسی چیز سے خوش دل اور مسرور نہیں ہے

پس ہم نے جان لیا کہ وہ آزاد نہیں سوائے دنیا کے دل خوش اور دل شاد نہیں۔

ورنہ چون خندد کہ اہل آنجہان	بربد ونیک اند مشفق مہربان
ورنہ کیوں ہنستا، جبکہ اس جہان والے	اچھے اور برے پر مشفق اور مہربان ہیں

یعنی ورنہ کیوں ہنستے کہ اس جہان والے تو برے اور اچھے سب پر مشفق اور مہربان ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب ان قیدیوں میں سے ایک نے یہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دنیا کی ذلت وخواری راحت وآرام کی کچھ پرواہ نہیں ہے اور آخرت کے عیش وآرام کی بنا پر اس ذلت وخواری ہی میں خوش ہیں تو ان میں سے ایک اور بولا کہ اگر یہ ایسے ہوتے تو ہم کو قید میں اور مصیبت میں دیکھ کر خوش نہ ہوتے کیونکہ اس جہان والوں کو تو کسی سے کچھ غرض نہیں ہوتی تو ان کے خوش ہونے سے معلوم ہوا کہ یہ دنیا دار ہیں اور دنیا کے حاصل ہو جانے پر کہ ان کو اتنا مال ودولت مل گیا اور بڑے بڑے دلیروں پر آسانی سے فتح حاصل ہوگئی خوش ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں ہمی گفتند در زیر زبان	آن اسیران باہم اندر بحث آن
وہ آہستہ سے یہ کہہ رہے تھے	وہ قیدی آپس میں اس کی بحث میں

یعنی وہ قیدی آپس میں اس بحث میں یہ باتیں منہ ہی منہ میں (اس لئے) کہہ رہے تھے۔

تا موکل نشنود برما جهد	این سخن در گوش آن سلطان نهد
تاکہ سپاہی نہ سن لے (اور) ہم پر کود پڑے	یہ بات اس بادشاہ کے کان میں رکھ دے

تاکہ سپاہی نہ سن لے اور ہم پر کود ے اور اس بات کو اس سلطان کے کان میں رکھ دے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا طعن کرنیوالوں کی بات پر آگاہ ہوجانا

گرچہ نشنید آن موکل این سخن	رفت در گوشے کہ بد آن من لدن
اگرچہ اس سپاہی نے یہ بات نہ سنی	اس کان میں پہنچ گئی جو کہ اللہ کی جانب سے تھا

یعنی اگرچہ اس سپاہی نے اس بات کو نہ سنا (مگر) اس کان میں جو (حق تعالی) کے نزدیک تھا پہنچ گئی۔

آگے مولانا اس معلوم ہوجانے کی چند نظیریں لاتے ہیں۔

بوئے پیراہان یوسف را ندید	آنکہ حافظ بود یعقوبش شنید
(حضرت) یوسفؑ کے لباس کی خوشبو نہ محسوس کی	اس نے جو محافظ تھا' اس کو یعقوبؑ نے محسوس کیا

یعنی یوسف علیہ السلام کے پیراہن کی خوشبو کو اس شخص نے جو کہ محافظ تھا نہ دیکھا اور یعقوب علیہ السلام نے سونگھ لیا۔

آن شیاطین برعنان آسمان	نشنوند آن سر لوح غیب دان
وہ شیاطینؑ آسمان کی بلندی پر	غیب کے جاننے والے کی لوح کے راز کو نہیں سنتے ہیں

یعنی وہ شیاطین آسمان کی بلندی پر غیب کے جاننے والے کی لوح کے بھید کو نہیں سن سکتے۔

آن محمدؐ خفتہ و تکیہ زدہ	آمدہ سرگد او گردان شدہ
محمدؐ سوئے ہوئے اور تکیہ لگائے ہوئے ہیں	راز آیا (اور) اس نے ان کے گرد چکر لگائے

یعنی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے اور تکیہ لگائے ہوئے اور اسرار ان کے گرد قربان ہوتے ہوئے آئے۔

آن خورد حلوا کہ روزیش است باز	آن نہ کانگشتان او باشد دراز
حلوا وہ کھاتا ہے جس کی روزی کشادہ ہو	نہ کہ وہ جس کی انگلیاں لمبی ہوں

یعنی حلوا وہ کھاتا ہے کہ جس کی روزی کشادہ ہو اور وہ نہیں جس کی انگلیں لمبی لمبی ہیں مطلب یہ کہ کسی بات کا

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم کرنا اور حاصل کر لینا اس پر موقوف نہیں ہے کہ جو قریب ہو اس کو ہی حاصل ہو جایا کرے بلکہ اکثر اوقات قریب والے کو پتا بھی نہیں چلتا اور دوسرے کو دوری بیٹھے بیٹھے سب خبر ہو جاتی ہے۔

نجم ثاقب گشتہ حارث دیوران	کہ بہل وزدی ز احمد سرستان
ٹوٹنے والا ستارہ نگہبان اور شیطان کو بھگانے والا بن گیا	کہ چوری چھوڑ احمد سے راز حاصل کر

یعنی چمکدار ستارہ نگہبان اور شیاطین کا بھگانے والا ہے کہ چوری کو چھوڑ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اسرار کو لے مطلب یہ کہ شیاطین باوجودیکہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں ان کو اسرار حق کی خبر نہیں ہوتی اور حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا ہی میں تمام اسرار کی اطلاع ہو جاتی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

اے دویدہ سوئے دکان از پگاہ	ہین بمسجد رو بجو رزق از آلہ
اے صبح سے دکان کی جانب دوڑے ہوئے!	خبردار! مسجد میں جا اللہ سے روزی مانگ

اے دوڑے ہوئے دکان کی طرف صبح سے ہاں مسجد میں جا اور رزق خداوندی کو ڈھونڈ۔ مطلب یہ کہ مولانا خطاب کرتے ہیں کہ اے لوگو یہ ضروری نہیں ہے کہ دکان پر جا کر تم کو رزق مل ہی جاوے بلکہ رزق رضائے خداوندی سے ملتا ہے اور خود رضا ہی اصل رزق ہے تو اس کو تلاش کر۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ یہاں سے ایک قصہ شروع کرتے ہیں جس کو مناسبت ہے انبیا طوعاً اور کرہاً کے جزو ثانی سے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت کو مقید دیکھا کہ وہ روتے پیٹتے لے جائے جا رہے ہیں اور آپ نے ان کو قید میں دیکھا تو وہ آپ کو نیچی نظروں سے دیکھتے جاتے تھے اور نتیجہ اس کا یہ ہوتا تھا کہ ہر ایک مارے غصہ کے آپ پر دانت پیستا اور ہونٹ کاٹتا تھا مگر کسی کی یہ تاب نہیں تھی کہ باوجود اس قدر غصہ کے دم مار سکے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ زنجیر گراں میں مقید ہیں سپاہی ان کو کافرستان سے شہر اسلام کی طرف جبراً لئے جا رہا ہے جو کہ نہ فدیہ لے سکتا ہے نہ رشوت اور نہ کسی سردار کی سفارش ہی ممکن ہے اس حالت میں وہ کہتے تھے کہ لوگ ان کو رحمۃ للعالمین کہتے ہیں حالانکہ یہ لوگوں کے گلے کاٹتے ہیں غرضکہ نہایت ناگواری کے ساتھ وہ راستہ قطع کر رہے تھے اور چپکے چپکے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل پر طعنہ زنی کرتے جاتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم نے تدبیر کی مگر کچھ نہ بن پڑا علاوہ اس کے ایک نقص یہ بھی ہے کہ اس شخص کا دل بھی سنگ خارا سے کم سخت نہیں ہے ہم ہزاروں جنگجو اور بہادر شیر تھے۔ لیکن ان چند ننگے اور کمزور اور ادھ موئے لوگوں کے مقابلہ میں یوں عاجز ہو گئے اس کا سبب یا تو ہماری گمراہی ہے یا بدنصیبی یا ہم پر جادو کیا گیا ہے ان کے طالع نے ہمارے طالع کو شکست دی اور ان کے تخت نے ہمارے تخت کو الٹ دیا پھر کہتے تھے کہ اگر ان کو جادو سے فتح ہوئی تھی تو ہم نے بھی تو جادو کیا تھا ہمارا جادو کیوں نہ چلا

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر کہتے تھے کہ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم نے خدا سے اور بتوں سے دعا کی تھی کہ اگر ہم باطل پر ہوں تو ہمارے بیخ کنی کردی جاوے اور ہم میں اور اس مدعی نبوت میں جو حق پر ہو اس کو فتح دی جاوے اور مدد کی جاوے یہ دعا ہم نے بہت کی تھی اور لات وعزیٰ ومنات کے سامنے بہت سے چڑھاوے بھی چڑھائے کہ اگر وہ حق پر ہے تو اس کو فتح دی جاوے اور اگر باطل پر ہو تو اس کو ہم سے مغلوب کیا جاوے اب جبکہ ہم نے دیکھا تو ان کو فتح ہوئی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم باطل پر ہیں اور وہ حق پر ہم سراسر ظلمت ضلالت ہیں وہ سراپا نور ہدایت اور یہ جواب ہے اس دعا کا جو ہم نے کی تھی اور اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہم باطل پر ہیں اس کے بعد پھر اس خیال کو دل سے مٹاتے اور اس کو اپنے حافظہ سے بھلاتے تھے اور کہتے تھے کہ نہیں جی یہ بات نہیں بلکہ یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم کو شکست ہوئی اور یہ خیال قائم ہو گیا کہ وہ حق پر ہے اگر وہ غالب آ گیا تو کیا ہوا دو ایک مرتبہ تو زمانہ ہر کسی کو غالب کر دیتا ہے آخر ہم کو بھی تو زمانہ سے یہ خوش نصیبی حاصل ہوئی ہے کہ ہم بھی بہت سی مرتبہ اس پر غالب آئے ہیں پھر کہتے تھے کہ نہیں جی یہ تو کچھ اور ہی بات ہے کیونکہ اگر چہ ان کو بھی شکست ہوئی ہے مگر ان کی شکست ہماری شکست کی طرح بری اور پست نہیں۔ کیونکہ ان کی خوش قسمتی سے ان کو اس شکست میں بھی پوشیدہ خوشی حاصل ہوتی ہے اور ان کا عمدہ نصیب ان کو مٹھی میں چھپا کر سینکڑوں خوشیاں عطا کرتا ہے اور یہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی صورت سے شکست کھانا ظاہر نہیں ہوتا اور شکست کھانے والوں کی صورت سے ان کی صورت نہیں ملتی کیونکہ نہ ان کو غم ہوتا ہے نہ پیچ وتاب اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ مومنین کی علامت ایک قسم کی مغلوبی ہے کہ وہ جھگڑالوؤں کے منہ نہیں لگتے اس لئے کبھی کبھی ان کو شکست ہو جاتی ہے لیکن ان کی اس شکست میں بھی ایک خوبی ہوتی ہے۔ اور اس میں بھی منافع مضمر ہوتے ہیں برخلاف کفار کی شکست کے کہ اس میں سراسر برائی ہوتی ہے اس کو ایک مثال حسی سے یوں سمجھو کہ اگر تم مشک کو توڑو تو اس کے ٹوٹنے میں خوبی ہے کہ عالم مہک اور خوشبو سے معطر ہو جاوے گا اور اگر گدھے کی لید کو توڑو تو اس میں خرابی ہے کہ تمام گھروں میں اس کی بدبو پھیل جائے گی پس مومن کی شکست مشک کی شکست کے مشابہ ہے اور کفار کی شکست گدھے کی لید کی مثل پھر مسلمانوں کی شکست کو کفار کی شکست کے مشابہ ہے اور کفار کی شکست گدھے کی لید کی مثل پھر مسلمانوں کی شکست کو کفار کی شکست پر کون قیاس کر سکتا ہے کیونکہ ایسا قیاس کرنا شکست مشک کا شکست سرگین پر اور پانی کا پیشاب پر اور اطلس کا ٹاٹ پر قیاس کرنا ہے جو کہ کوئی عاقل نہیں کر سکتا۔ اب ہم ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ شکست میں مومنوں کی مصلحت ہوتی ہے صلح حدیبیہ چونکہ بظاہر دب کر ہوئی تھی اس لئے جناب رسول اللہ کو گونہ فکر ورنج وملال تھا۔ آپ راہ ہی میں تھے کہ آپ کے حق میں دولت انا فتحنا لک فتحا مبینا الخ کا نقارہ بجا اور آپ کو حق سبحانہ کا پیغام پہنچا کہ آپ اس فتح کے روک لینے سے غمگین نہ ہوں (اس ظاہری ذلت میں بھی آپ کے لئے فتوح موجود ہیں لیجئے فلاں زمین آپ کی ہے فلاں قلعہ آپ کا ہے اب دیکھ لیجئے کہ جب آپ لوٹے ہیں تو بنی قریظہ اور بنی نضیر پر کیا گزری اور انہوں نے کیسی شکست کھائی اور کیونکر ان کا ملک آپ کے قبضہ میں آیا۔ (یہ تو مولانا کا بیان ہے مگر بنی نضیر اور قریظہ کا واقعہ سیر کے بیان پر صلح حدیبیہ سے مقدم ہوا ہے لہذا اس کو فتح خیبر وفتح مکہ وغیرہ پر محمول کیا جاوے گا)

www.besturdubooks.wordpress.com

ان دونوں ریاستوں کی گرد جو قلعے تھے وہ بھی آپ کو مل گئے اور مال غنیمت سے آپ کو بہت سے منافع حاصل ہوئے۔اب ہم علی سبیل التنزل کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی نہ ہوتب بھی اس جماعت کا کوئی ضرر نہیں بلکہ پھر بھی انکا نفع ہے کیونکہ اس وقت ان کو غم ہوگا اور غم پر یہ لوگ عاشق ہیں یہ لوگ زہر ذلت کو شکر کی طرح مزہ لے لے کر کھاتے ہیں اور خارغم کو اونٹ کی طرح بے تکلف چباتے ہیں اور ان کو کوئی صدمہ نہیں پہنچتا۔اور یہ حالت ان کی نفس غم کے لحاظ سے ہوتی ہے نہ اس لئے کہ وہ کسی خوشی کا ذریعہ ہے تا کہ اس خوشی کے نہ ہونے سے غم بدمزہ ہو جاوے اور یہ پستی ہی ان کے لئے عروج ہوتی ہے۔یہ لوگ کنویں کی تہ میں اس قدر خوش ہوتے ہیں کہ تخت وتاج سے ڈرتے ہیں ان میں کا ہر شخص فقیری میں بھی ایک عظیم الشان بادشاہ ہوتا ہے اور خزان فاقہ ہی میں سینکڑوں بہار کی مانند خنداں ہوتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ ان کا محبوب ان کے ساتھ ہوتا ہے اور اس حالت میں ان کو اس سے زیادہ قرب ہوتا ہے اور جہاں کہیں کہ کسی کا محبوب اس کے ساتھ ہم نشین ہوتا ہے وہ اس جگہ اس کے لئے آسمان سے بھی اوپر ہوتی ہے نہ کہ زمین کے نیچے خواہ زمین کی تہ ہی کیوں نہ ہو اس پر ایک حدیث یاد آ گئی سنو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لاتفضلوني علی یونس بني متی یعنی میں معراج میں آسمان پر گیا تھا اور یونس قعر دریا میں شکم ماہی میں گئے تھے تو میری اس حالت کو ان کی اس حالت پر ترجیح نہ دو کیونکہ وہ اس سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ قرب حق مدار فضیلت ہے اور وہ موقوف نہیں ہے بلندی و پستی پر بلکہ وہ اس حساب سے باہر ہے وہ اوپر یا نیچے جانے سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ قید ہستی سے چھوٹنے سے حاصل ہوتا ہے تو اس کا تفاوت تو بیشک مدار تفضیل ہوسکتا ہے مگر بلندی و پستی مدار نہیں بن سکتی۔کیونکہ فانی کے لئے تعلیٰ و تسفل حسی دونوں برابر ہیں نہ اس کے لحاظ سے جلدی کوئی شے ہے نہ دیر۔نہ قرب حسی کوئی چیز ہے نہ بعد حسی۔اب مولانا فرماتے ہیں کہ خزانہ حق سبحانہ جہاں بنتا ہے وہ فنا ہی ہے لہذا وہ فنا ہی سے حاصل ہوتا ہے تم چونکہ ہستی کے دھوکہ میں مبتلا ہو اس لئے تم نہیں سمجھ سکتے فنا کیا چیز ہے خیر تو ان قیدیوں نے یہ کہا کہ ان لوگوں کے شکست ہم لوگوں کی شکست سے نہیں ملتی کیونکہ یہ لوگ ذلت اور بربادی میں یوں خوش ہوتے ہیں جیسے ہم لوگ عروج واقبال کے زمانہ میں سامان بے سامانی ان کی جاگیر ہے فقر و ذلت ان کے لئے موجب فخر اور مثل علو ہے دوسرے نے یہ گفتگو سن کر کہا کہ یہ تمہارا بیان غلط ہے اگر وہ ایسا ہوتا تو ہم کو مقید دیکھ کر ہنستا کیوں۔کیونکہ یہ حالت تو ان لوگوں کی ہوتی ہے جو دنیا سے بالکل قطع تعلق کر لیتے ہیں اور ان کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور دنیا کے قید خانے اور اس کی آزادی سے ان کو مطلق خوشی نہیں ہوتی۔پس اگر وہ ایسا ہوتا تو اس سے اس کو کیوں خوشی ہوئی کہ اس نے اپنے دشمنوں کو مغلوب کر لیا اور اس فتح وظفر سے وہ پھول کر کپا کیوں ہو گیا۔اور اس سے اس کو کیوں خوشی ہوئی کہ اس نے ایسے بہادروں پر آسانی سے فتح پائی اس سے معلوم ہوا کہ وہ علائق دنیا سے آزاد نہیں ہے اور دنیا ہی سے خوش ہوتا ہے ورنہ ہنستا کیوں کیونکہ عالم علوی سے تعلق رکھنے والے اچھے برے سب لوگوں پر مشفق ومہربان ہوتے ہیں ان کو کسی کی تکلیف سے خوش نہیں ہوتے۔وہ قیدی آپس میں یہ بحث اور گفتگو چپکے چپکے کر رہے تھے تا کہ سپاہی نہ سن لے اور ہم پر حملہ کر اور جا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہدے خیر یہ مقصد تو ان حاصل ہو گیا کہ سپاہی نے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ گفتگو نہ سنی لیکن دوسرا مقصد کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ معلوم ہو یہ نہ حاصل ہوا اور اگرچہ اس سپاہی نے جوان پر تعینات کیا گیا تھا یہ گفتگو نہ سنی مگر جناب رسول اللہ کے گوش قلب میں جو کہ ان کو حق سبحانہ کی طرف سے عطا ہوا تھا باعلام الٰہی یہ بات پہنچ گئی اور یہ امر کچھ بعید نہیں دیکھو پیراہن یوسف کا حال اس کی خوشبو نہ معلوم کرسکا مگر یعقوب علیہ السلام نے دور سے سونگھ لی شیاطین آسمان تک پہنچ کر لوح محفوظ کی غیب کی باتیں نہیں سن سکتے لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکیہ لگائے سوئے ہوتے میں اور اسرار غیبیہ آکر ان کے گرد گھومتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ حلوا اسی کو ملتا ہے جس کی روزی کشادہ ہوتی ہے۔ اسے نہیں ملتا جس کی انگلیاں لمبی ہوں۔ لہذا شہاب ثاقب شیاطین کے لئے پہرہ دار ہوا کہ خبردار چوری مت کرو اگر اسرار کا شوق ہے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرو۔ اور ان سے حاصل کرو۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارے تم جو طلب رزق کے لئے صبح سے محض دوکان پر جاتے ہو یہ ایسی ہی بے قاعدہ کوشش ہے جیسے کہ تحصیل اسرار کے لئے شیاطین کی اسے چھوڑو اور صحیح طریقہ اختیار کرو۔ یعنی مسجد میں جاکر خدا سے روزی مانگو اور جو طریقہ وہ بتائے اس طریقہ سے حاصل کرو۔

شرح شبّیری

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ان قدیوں کے دل کی بات کو معلوم کرلینا

پس رسول آن گفت شان رافہم کرد	گفت آن خندہ بنودم از نبرد
پس رسولؐ ان کی وہ گفتگو سمجھ گئے	فرمایا وہ میرا ہنسنا جنگ کے معاملہ میں نہ تھا

یعنی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس کہنے کو سمجھ لیا۔ اور فرمایا کہ میری وہ ہنسی لڑائی کے وجہ سے نہ تھی یعنی میں اس لئے نہیں ہنسا تھا کہ مجھے اس لڑائی میں فتح ہوگئی اس لئے کہ یہ کچھ خوش ہونے کی بات ہی نہیں کیونکہ۔

مردہ اند ایشان و بوسیدہ فنا	مردہ کشتن نیست مردی پیش ما
وہ مردہ ہیں اور فنا سے گلے ہوئے ہیں	مردے کو مارنا ہمارے نزدیک بہادری نہیں ہے

یعنی وہ لوگ تو مردہ ہیں اور بوسیدہ اور فنا ہونے والے مردہ کو مار ڈالنا ہمارے نزدیک مردانگی نہیں ہے۔

خود کیند ایشان کہ مہ گردد شگاف	چونکہ من پا بفشرم اندر مصاف
وہ کیا ہیں بلکہ چاند پھٹ جاتا ہے	جب میں میدان جنگ میں قدم جما لوں

یعنی خود وہ تو کیا ہیں چاند پھٹ جاوے جبکہ میں لڑائی کے اندر پاؤں جماؤں مطلب یہ کہ بھلا میں تمہارے مغلوب ہونے سے تو کیا ہی خوش ہوتا کیونکہ میری تو وہ شان ہے کہ اگر میں لڑائی میں ایک قدم ماروں تو چاند جیسا عظیم الجثہ بانور بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاوے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

انگھے کا زاد بودید و مکین	من شمارا بستہ می دیدم چنین
جس وقت کہ تم آزاد اور مقیم تھے	میں تمہیں ایسا ہی بندھا ہوا دیکھ رہا تھا

یعنی جس وقت کہ تم آزاد اور اپنے اپنے ٹھکانوں میں تھے میں تم کو اسی طرح بندھا ہوا دیکھ رہا تھا مطلب یہ کہ خوش اس شے پر ہوتے ہیں کہ توقع کے خلاف خوشی کی بات ہو جاوے اور تمہارا قید ہونا اور یہ کہ تم میرے سامنے اس طرح بندھے ہوئے آؤ گے مجھے پہلے سے معلوم تھا' پھر خوشی کی کیا بات تھی۔

اے بنازیدہ بملک و خاندان	نزد عاقل اشترے بر نردبان
اے وہ جو سلطنت اور خاندان پر نازاں ہیں	(یہ) عقلمند کے نزدیک' سیڑھی پر اونٹ ہے

اے ملک اور خاندان پر اترائے ہوئے (یہ) عاقل کے نزدیک (مثل) ایک اونٹ کے ہے سیڑھی پر۔

مطلب یہ کہ دنیا کے ملک اور خاندان پر اترانا ایسا بے جوڑ ہے جیسے کہ اونٹ کا سیڑھی پر ہونا بے جوڑ ہے۔

نقش تن را تا فتاد از بام طشت	پیش چشمم کل آت آت گشت
جب سے جسم کا طشت بام سے گرا ہے	ہر آنے والی بات میری آنکھ کے سامنے آ گئی ہے

یعنی نقش تن کا طشت جب بام سے گرا تو میری آنکھ کے سامنے ہر آنے والی چیز آ گئی۔ مطلب یہ کہ جب اس تن کا ظہور ہوا ہے اور یہ تمام عالم پیدا ہوا ہے مجھ کو درجہ روحانیت میں تمام ضروری باتوں کا علم ہو گیا تھا۔

بنگرم در غورہ می بینم عیان	بنگرم در نیست شے بینم عیان
میں انگور کا کچا خوشہ دیکھتا ہوں' تو شراب دیکھ لیتا ہوں	میں عدم میں نظر کرتا ہوں تو وجود دیکھ لیتا ہوں

یعنی میں کچا انگور دیکھتا ہوں تو شراب کو ظاہر طور پر دیکھ لیتا ہوں اور نیست میں نظر کرتا ہوں تو شے دیکھ لیتا ہوں ظاہر طور پر مطلب یہ کہ جو چیز ہونے والی ہوتی ہے تو قبل از وجود وہ مجھے مکشوف ہو جاتی ہے۔

بنگرم سر عالمے بینم نہاں	آدم و حوا نرستہ از جہان
میں عالم غیب کو دیکھتا ہوں تو ایک پوشیدہ جہان دیکھ لیتا ہوں	جبکہ آدم اور حوا دنیا میں نہ پیدا ہوئے تھے

یعنی میں پوشیدہ دیکھتا ہوں تو ایک مخفی عالم کو دیکھتا ہوں (اس حال میں) کہ آدم و حوا علیہما السلام جہاں سے پیدا نہ ہوئے تھے۔

من شمارا وقت ذرات الست	دیدہ ام پابستۂ منکوس و پست
میں نے تمہیں' الست کی چیونٹیوں کے وقت	پابہ زنجیر' اور اوندھا' اور ذلیل دیکھا ہے

میں تم کو ذرات الست کے وقت سے پاؤں بندھے ہوئے اور اوندھے ذلیل دیکھ رہا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از حدوث آسمان بے عمد	انچہ دانستہ بدم افزون نشد
بے ستون کے آسمان کے پیدا ہونے کے بارے میں	جو کچھ میں جان چکا تھا اس سے نہ بڑھا

یعنی آسمان بے ستون کے پیدا ہونے سے پہلے میں جو کچھ جانچ چکا تھا وہ زیادہ نہیں ہوا مطلب یہ کہ عالم کی پیدائش سے پہلے ہی مجھے ضروری امور کا علم اجمالی ہو چکا تھا۔

من شمارا سرنگون می دیده ام	پیش ازان کز آب وگل پالیده ام
میں نے تمہیں اوندھا دیکھا ہے	اس سے پہلے کہ میں نے آب وگل سے پرورش پائی ہے

یعنی میں تم کو اس سے پہلے کہ میں آب وگل سے پرورش پاؤں اوندھا دیکھ رہا تھا۔

نو ندیدم تا کنم شادی بدان	این همی دیدم دران اقبال تان
میں نے نئی بات نہیں دیکھی کہ اس پر خوشی مناؤں	یہ تو میں تمہارے مقدر میں دیکھ رہا تھا

یعنی میں نے کوئی نیا نہیں دیکھا ہے جو میں اس کی وجہ سے خوشی کروں اس کو میں تمہارے نصیبہ میں دیکھ رہا تھا۔

بستۂ قہر خفی وانگہ چہ قہر	قندمی خوردید دروے درج زہر
مخفی قہر میں بندھے ہوئے پھر قہر بھی کیسا؟	تم شکر کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا

یعنی اس حال میں کہ قہر مخفی کے بستہ تھے اور کیسا کچھ قہر تم قند کھا رہے تھے اور اس میں زہر داخل تھا مطلب یہ کہ تم مقہور حق تھے اور اس میں عیش وعشرت کر رہے تھے حالانکہ وہ عیش وعشرت ہی تمہارے لئے رسم قاتل تھا آگے ایک اس کی مثال دیتے ہیں۔

این چنین قندے پراز زہر از عدو	خوش بنوشد چیت حسد آید برو
اگر دشمن زہر سے بھری ہوئی ایسی شکر	خوشی سے کھائے تو اس پر کیا حسد ہو سکتا ہے؟

یعنی اگر ایسے زہر کی بھری ہوئی قند دشمن کھاوے تو تمہیں کیا اس پر حسد آوے مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا وہ عیش وآرام اصل میں زہر تھا اور تم اس میں منہمک تھے تو اس کی تو ایسی مثال ہے کہ ہمارا دشمن زہر ملی ہوئی قند کھانے لگے تو کیا ہمیں اس پر حسد آوے گا کہ یہ قند اس کو نہ ملے اور ہمیں مل جاوے اور کیا اس قند کے مل جاتے پر ہمیں کوئی خوشی ہو سکتی ہے۔

با نشاط آن زہر می کردی بنوش	مرگ تان خفیہ گرفتہ ہر دو گوش
تم خوشی سے وہ زہر پی رہے تھے	تمہاری موت نے مخفی طور پر دونوں کان بند کر دیئے تھے

یعنی عیش کے ساتھ تم وہ زہر پی رہے تھے اور موت خفیہ طور پر تمہارے دونوں کان پکڑے ہوئے تھی

(اور فرماتے ہیں)

من نمی کردم غزا از بہر آن	تا ظفر یابم فرو گیرم جہان
میں اس لئے جہاد نہیں کرتا ہوں	کہ فتح مند ہوں دنیا پر قبضہ کروں

یعنی میں لڑائی اس واسطے نہیں کرتا تھا کہ فتح پالوں اور ملک لے لوں (کیونکہ

کاین جہان جیفہ است و مردار و خسیس	بر چنین مردار چون باشم حریص
یہ دنیا مردار ہے اور سستا مردار	ایسے مردار پر میں کیسے لالچی بن سکتا ہوں؟

یعنی کہ یہ جہان مردار اور ناپاک اور بے قیمت ہے تو ایسے مردار پر میں کیونکر حریص ہوں (اس لئے کہ)

سگ نیم تا پرچم مردہ کنم	عیسیم آیم کہ تا زندہ اش کنم
میں کتا نہیں ہوں کہ مردار کی دم کے بال نوچوں	میں عیسیٰ ہوں (اس لئے) آیا ہوں تا کہ اس کو زندہ کردوں

یعنی میں کتا تو نہیں کہ مردہ کی کھال اکھاڑوں عیسیٰ ہوں میں آتا ہوں تا کہ زندہ اس کو کردوں مطلب یہ کہ مجھے اس مردار دنیا کی کیا ضرورت تھی کہ جو میں اس کے لئے قتل وقتال کرتا بلکہ۔

زان ہمی کردم صفوف جنگ چاک	تا رہانم مرشمارا از ہلاک
میں نے جنگ کی صفوں کو اس لئے چاک کیا ہے	تا کہ تمہیں ہلاکت سے رہائی دوں

یعنی میں لڑائی کی صفوں کو اس لئے چاک کر رہا تھا تا کہ تم کو ہلاکت سے چھڑاؤں۔

زاں نم برم گلوہائے بشر	تا مرا باشد کروفر و حشر
میں انسانوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا ہوں	کہ میرے لئے شان و شوکت اور اجتماع ہو

یعنی میں لوگوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا تھا کہ میرے لئے کروفر اور انجام ہو جاوے (بلکہ)

زان ہمی برم گلوئے چند تا	زان گلوہا عالمے یابد رہا
میں چند انسانوں کا گلا اس لئے کاٹتا ہوں تا کہ	ان گلوں سے دنیا نجات پا جائے

یعنی میں چند گلے اس واسطے کاٹ رہا تھا تا کہ ان گلوں سے ایک عالم رہائی پاوے۔

گرشما پروانہ وار از جہل خویش	پیش آتش می کیند این حملہ کیش
اگر تم نے اپنی نادانی سے ، پروانوں کی طرح	آگ پر اس حملے کو مذہب بنا لیا ہے

یعنی اگرچہ تم پروانہ کی طرح اپنے جہل کی وجہ سے آگ کے سامنے یہ تمام مذہب کر رہے تھے۔

من ہمی رانم شمارا ہمچو مست	از درافتادن در آتش با دو دست
میں مست کی طرح تمہیں ہٹاتا ہوں	دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں تم کو آگ میں گرنے سے دونوں ہاتھوں سے مست کی طرح ہٹا رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ جس طرح مست کو بچایا کرتے ہیں کہ اسے خود کچھ خبر نہیں ہوتی اسی طرح فرماتے ہیں کہ میں تم کو بچا رہا ہوں۔ امام بخاری نے ایک روایت نقل کی ہے۔ عن ابی ھریرۃ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثلی کمثل رجل استوقد نارا فلما اضاءت ما حولھا جعل الفراش و ھذہ الدواب التی تقع فی النار یقعن فیھا و جعلھا یحجزھن و یغلبنہ فیقتحمن فیھا فانا آخذ بحجزکم عن النار وانتم تقتحمون. اسی روایت کے مضمون کو مولانا اس جگہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جو تم سے لڑتا تھا وہ ملک گیری کے لئے نہیں بلکہ تم اپنے مذہب کی باتیں کرتے آگ میں گھسے جاتے ہو اور میں تم کو اس سے ہٹانا چاہتا ہوں۔

آنکہ خود را فتحہا پنداشتید	تخم منحوسے خود می کاشتید
جس کو تم نے اپنی فتوحات سمجھا	تم نے اپنی نحوست کا بیج بویا ہے

یعنی جس کو کہ تم اپنے لئے فتح سمجھتے تھے وہ تم اپنی منحوسی کا بیج بو رہے تھے۔

یک دگر را جدوجد می خواندید	سوئے اژدرہا فرس می راندید
تم ایک دوسرے کو بڑے اصرار سے بلاتے تھے	اژدہوں کی جانب گھوڑا دوڑاتے تھے

یعنی ایک دوسرے کو کوشش اور کوشش سے بلا رہے تھے اور اژدہا کی طرف گھوڑا اچلا رہے تھے۔

قہر می کردید اندر عین قہر	خود شما مقہور قہر شیر دہر
تم ظلم کرتے تھے اور عین ظلم میں	تم خود زمانے کے شیر کے غلبہ سے مغلوب ہو گئے

یعنی تم عین قہر میں ظلم کر رہے تھے خود تم شیر زمانہ کے قہر کے مقہور تھے مطلب یہ کہ تم خود قہر حق میں مبتلا تھے۔ اور اس پر یہ ظلم کر رہے تھے آگے اس مضمون کو ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں۔

بیان اس کا کہ ظالم عین ظلم کرنے کے وقت مقہور ہے

دزد قہر خواجہ کرد زر کشید	او دزان مشغول خود والی رسید
چور نے خواجہ کو مغلوب کیا اور سونا اکٹھا کیا	وہ اس میں مشغول تھا کہ خود حاکم آ گیا

یعنی چور نے خواجہ پر ظلم کیا اور روپیہ لے لیا وہ اسی میں مشغول تھا کہ حاکم خود پہنچ گیا۔

گرز خواجہ آن زمان بگریختی	کے بردٔ والی حشر انگیختی
اگر وہ اس وقت، خواجہ کے پاس سے بھاگ جاتا	تو حاکم اس پر کب قیامت برپا کرتا؟

یعنی اگر خواجہ سے اس وقت بھاگ جاتا تو اس پر حاکم کب مجمع کوڑا لاتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قاہری دزد مقہود ریش بود	زانکہ قہر او سرا و را ربود
چور کا غلب ہاں کی مغلوبیت تھی	اس لئے کہ اس کے غلبہ نے اس کا سر اڑا دیا

چور کا ظلم اسی کی مغلوبیت ہوگئی اس لئے کہ اسی کا قہر اس کے سر کو لے گیا۔

غالبی بر خواجہ دام او شود	تارسد والے و بستاند قود
خواجہ پر غلبہ: اس کا جال بن جاتا ہے	حتیٰ کہ حاکم آ پہنچے اور قصاص لے لے

خواجہ پر غالب ہو جانا اسی (چور) کے لئے جال ہو جاتا ہے یہاں تک کہ حاکم پہنچتا ہے اور بدلہ لیتا ہے۔

آگے مولانا فرماتے ہیں۔

ایکہ تو بر خلق چیرہ گشتۂ	در نبرد رعنالبی آغشتۂ
آں بقاصد منہزم کردست شاں	تاترا در حلقہ می آردکشاں

یعنی کہ شخص جو ایک مخلوق پر غالب ہو رہا ہے اور مقابلہ اور غالب ہونے میں ملا ہوا ہے تو۔

آن بقاصد منہزم کردست شان	تا ترا در حلقہ می آرد کشان
اس نے قصداً ان کو پسپا کیا ہے	تاکہ تجھے حلقے میں کھینچ لائے

یعنی اس (حق تعالیٰ) نے قصداً ان (لوگوں) کو پست کر دیا تاکہ تجھ کو حلقہ میں کھینچتا ہوا لاوے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے جو تجھے غالب اور ان کو مغلوب بنایا ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ تو خوب ظلم کر لے تاکہ پھر تجھے ایک دم سے گرفتار کر لیں لہذا تجھے چاہئے۔

ہین عنان درکش پۓ ایں منہزم	در مران تا تو نگردی منخرم
اس پسپا کا پیچھا کرنے سے باگ تھام	نہ چلا تاکہ تو کھلا نہ بن جائے

یعنی ہاں اس پست ہونے والے کے پیچھے سے باگ کھینچ لے (سواری کو) چلامت تاکہ تو مقطوع نہ ہو جاوے مطلب یہ کہ ان مظلوموں پر ظلم کرنا چھوڑ دے اس لئے کہ کہیں ان پر ظلم کرنے سے تجھ پر وبال نہ آ جاوے۔

چون کشانندت بدین شیوہ مدام	حملہ بینی بعد ازان اندر زحام
جب تجھے اس طریقہ پر جال میں کھینچ لائیں گے	اس کے بعد مجمع میں (تو اپنے اوپر) حملہ دیکھے گا

یعنی جب تجھ کو قضاو قدر اس طریقہ سے جال میں کھینچ لیں گے تو اس کے بعد تو ازدحام کے اندر حملہ دیکھے گا۔

عقل ازین غالب شدن کے گشت شاد	چون درین غالب شدن دید او فساد
اس غالب آنے سے عقل کب خوش ہوتی ہے؟	جبکہ اس غالب آنے میں اس نے تباہی دیکھ لی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی عقل اس غالب ہونے سے کب خوش ہوئی جبکہ اس غالب ہونے میں اس نے فساد دیکھا۔

تیز چشم آمد خرد بینائی پیش	کہ خدااش سرمہ کرد از کحل خویش
پیش بین عقل تیز آنکھوں والی ہے	کیونکہ خدا نے اپنے سرمے سے اس کے سرمہ لگایا ہے

یعنی عقل انجام میں تیز چشم ہوتی ہے جبکہ خدائے تعالیٰ نے اس کا سرمہ اپنے سرمہ سے کیا۔ مطلب یہ کہ جو عقل انجام بیں ہے اور حق تعالیٰ نے اسے بصیرت عطا فرمائی ہے وہ پہلے ہی دیکھ لیتی ہے کہ اس غالب ہونے میں بجز فساد کے کچھ نفع نہیں لہٰذا اس سے وہ کبھی خوش نہیں ہوتی۔

گفت پیغمبر کہ ہستند از فنون	اہل جنت در خصومتہا زبون
پیغمبرؐ نے فرمایا حکمتوں کی وجہ سے ہیں	جنتی جھگڑوں میں مغلوب

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ فنون کی وجہ سے اہل جنت جھگڑوں میں عاجز ہوتے ہیں۔

از کمال حزم و سوء الظن خویش	نے ز نقص و بددلی و ضعف کیش
پوری ہوشیاری اور اپنے ساتھ بدگمانی کی وجہ سے ہے	نہ (عقل) نقصان اور بزدلی اور مذہب کی کمزوری کی وجہ سے

اپنے کمال احتیاط اور برائی کے اندیشہ کی وجہ سے نہ کہ کمی اور بددلی اور مذہب کے ضعیف ہونے کی وجہ سے مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو نیک لوگ ہیں وہ جھگڑوں میں ہمیشہ خود ہی مغلوب ہو جاتے ہیں اور یہ مغلوب ہونا کسی نقصان اور بددلی کی وجہ سے نہیں ہوتا۔

در فرہ دادن شنیدہ در کمون	حکمت لولا رجال مومنون
غلبہ دینے (کے بارے) میں در پردہ سنے ہوئے تھے	لولا رجال مومنون کی حکمت

یعنی غلبہ دینے میں وہ پردہ ہی میں لولا رجال مومنون کی حکمت کو سنے ہوئے تھے۔

دست کوتاہی ز کفار لعین	فرض شد بہر خلاص مومنین
ملعون کفار سے ہاتھ روکنا	مومنوں کی خلاصی کے لئے فرض ہوا

کفار لعین سے ہاتھ روکنا مومنین کے چھٹکارہ کے واسطے فرض ہوا۔

قصہٗ عہد حدیبیہ بخوان	کف ایدیکم تمامت زان بدان
حدیبیہ کی صلح کا قصہ پڑھو	"اس نے تمہارے ہاتھوں کو روکا" پورا اس سے سمجھ لے

حدیبیہ کے زمانہ کے قصہ کو پڑھ لے کف ایدیکم پورے کو اسی وجہ سے جان۔ مطلب یہ کہ اوپر کہا ہے کہ نیک لوگ جھگڑوں میں ہمیشہ خود ہی مغلوب ہو جاتے ہیں اور یہ مغلوب ہونا کسی احتیاط کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اب یہاں اس کی ایک نظیر بیان کرتے ہیں کہ دیکھو حدیبیہ میں جو بظاہر مسلمان مغلوب ہو گئے اس کی حکمت وہ تھی جو کہ آیت لولا رجال

www.besturdubooks.wordpress.com

مومنون الایہ میں بیان کی گئی ہے کہ اگر مومنون مغلوب نہ ہوتے تو مکہ میں جو پوشیدہ ایمان والے مسلمان موجود تھے وہ بھی اس لڑائی میں مارے جاتے اور پھر مسلمانوں پر اس کا وبال پڑتا۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے دونوں طرف سے ہاتھ رکوا دیئے اور قتال نہ ہونے دیا تو دیکھئے کہ ان کی مغلوبیت میں کس قدر عظیم الشان مصلحت تھی آگے فرماتے ہیں۔

نیز اندر غالبی ہم خویش را	دید او مغلوب دام کبریا
غلبے میں بھی اپنے آپ کو	اس نے اللہ کے جال میں مغلوب سمجھا

یعنی غلبہ کی حالت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کو حق تعالیٰ کے جال کا مغلوب دیکھا (اس لئے کہ)

ما رمیت اذ رمیت آمد خطاب	گم شد او واللہ اعلم بالصواب
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا" خطاب آیا	تو وہ فنا ہوگیا اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

یعنی ما رمیت اذ رمیت کا خطاب آیا تو آپ فنا ہوگئے واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ جھگڑوں میں تو اپنے کو مصلحت کی وجہ سے مغلوب کر ہی لیتے تھے مگر غلبہ کی حالت میں بھی وہ اپنے کو مغلوب ہی سمجھتے تھے۔ جیسا کہ ما رمیت اذ رمیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضور کی رمی کو حق تعالیٰ نے اپنی ہی رمی فرمایا جس سے کہ درجہ کمال فنا اور اتحاد اصطلاحی معلوم ہوتا ہے تو یہاں بھی باوجودیکہ غلبہ تھا لیکن دست قدرت حق سے مغلوب ہی ہے آگے پھر حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا قیدیوں سے ارشاد ہے۔

زاں نمی خندم من از زنجیر تان	کے بگردم ناگہان شبگیر تان
میں تمہاری زنجیر سے اس لئے نہیں ہنستا ہوں	کہ میں نے تمہیں اچانک رات میں گرفتار کر لیا

یعنی میں تمہاری زنجیر پر اس وجہ سے نہیں ہنستا کہ میں تمہارا ناگہاں رات کا پکڑنے والا ہوگیا (بلکہ)

زاں ہمی خندم کہ با زنجیر وغل	می کشم تان سوئے سردستان وگل
میں اس لئے ہنس رہا ہوں کہ زنجیر اور طوق کیساتھ	میں تمہیں لے جا رہوں سرو اور گل کے باغیچہ میں

میں اس لئے ہنستا ہوں کہ قید وزنجیر کے ساتھ تم کو باغ اور پھول کی طرف کھینچ رہا ہوں۔

اے عجب کز آتش بے زینہار	بستہ می آریم تان تا سبزہ زار
کس قدر عجب بات ہے کہ بے پناہ آگ سے	تم کو سبزہ زار کی طرف باندھ کر لا رہا ہوں

تعجب ہے کہ بے پناہ آگ سے میں تم کو سبزہ زار کی طرف کھینچتا ہوا لا رہا ہوں۔

از سوئے دوزخ بزنجیر گراں	می کشم تان تا بہشت جاوداں
بھاری زنجیر کے ساتھ دوزخ سے	ابدی جنت کی طرف میں تمہیں کھینچ رہا ہوں

یعنی دوزخ کی طرف سے بھاری زنجیر کے ساتھ میں تم کو بہشت جاودانی کی طرف لا رہا ہوں آگے مولانا فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر مقلد را درین رہ نیک و بد	ہم چنان بستہ بحضرت می کشد
ہر مقلد کو اس راستہ میں اچھائی سے یا برائی سے	اسی طرح باندھ کر دربار میں کھینچتا ہے

یعنی ہر مقلد کو اس نیک (بہشت) اور بد (دوزخ) راستہ میں اسی طرح باندھے ہوئے بارگاہ باری تک کھینچ رہے ہیں (مقلد سے مراد عوام ہیں)

جملہ در زنجیر بیم و ابتلاء	می روند این رہ بغیر اولیاء
سب خوف اور آزمائش کی زنجیر میں	اولیاء کے علاوہ اس راستہ پر چلتے ہیں

یعنی سب خوف اور امتحان کی زنجیر میں یہ راہ چل رہے ہیں سوائے اولیاء اللہ کے (کہ وہ اپنی رضا سے چل رہے ہیں)

می کشند این راہ را بیگار وار	جز کسانے واقف از اسرار کار
اس راستہ پر جبری طریقہ پر کھینچتے ہیں	سوائے ان کے جو کام کے بھیدوں سے واقف ہیں

یعنی اس راستے کو (عوام) بیگار کی طرح کھینچ رہے ہیں سوائے ان لوگوں کے جو کام کے اسرار سے واقف ہیں۔

جہد کن تا نور تو رخشان شود	تا سلوک و خدمتت آسان شود
مجاہدہ کر تاکہ تیری روشنی چمک اٹھے	تاکہ تیرے لئے چلنا اور حضوری آسان ہو جائے

یعنی کوشش کرتا کہ تیرا نور روشن ہو جاوے اور تاکہ تجھ کو سلوک اور خدمت آسان ہو جاوے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

کودکان را می بری مکتب بزور	زانکہ ہستند از فوائد چشم کور
تو بچوں کو مکتب میں جبراً لے جاتا ہے	اس لئے کہ وہ فائدوں سے اندھے ہیں

یعنی بچوں کو زبردستی مکتب لے جاتے ہو اس لئے کہ وہ فوائد (مکتب) سے اندھے ہیں۔

چون شود واقف بمکتب می رود	جانش از رفتن شگفتہ می شود
جب وہ جان جاتا ہے مکتب میں دوڑا جاتا ہے	اس کی روح جانے سے کھلتی ہے

یعنی جب (فوائد مکتب سے) واقف ہو جاتا ہے تو مکتب کی طرف دوڑتا ہے جان اس کی مکتب جانے سے شگفتہ ہوتی ہے۔

میرود کودک بہ مکتب پیچ پیچ	چون ندید از مزد کار خویش ہیچ
بچہ مکتب میں پیچ و تاب سے جاتا ہے	کیونکہ اس نے اپنے کام کا کوئی معاوضہ نہیں دیکھا ہے

یعنی بچہ مکتب میں گھبراتا ہوا جاتا ہے جبکہ وہ اپنے کام کی مزدوری ہی نہ دیکھے۔

چون کند در کیسہ دانگے دست مزد	انگہے بے خواب گردد شب وزد
جب ایک دانگ مزدوری تھیلی میں ڈال لیتا ہے	تب چور کی طرح رات کو جاگتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب بٹوہ میں ایک پیسہ مزدوری کا رکھ لیتا ہے تو اس وقت چور کی طرح رات کو بیخواب ہو جاتا ہے۔ یعنی پھر تو شوق کتب میں رات کو نیند بھی نہیں آتی آگے مولانا فرماتے ہیں۔

جہد کن تا مزد طاعت در رسد	بر مطیعان انگہان آید حسد
کوشش کر تاکہ بندگی کی مزدوری مل جائے	تب تجھے فرمانبرداروں پر حسد ہو گا

یعنی کوشش کرتا کہ طاعت کی مزدوری پہنچے اس وقت تجھ کو طاعت کرنے والوں پر غبطہ ہو یعنی کوشش کر کے کچھ حاصل کر اس وقت تجھے اپنے سے زیادہ لوگوں پر غبطہ ہوگا اور چاہے گا کہ میں بھی ایسا ہی ہو جاؤں۔

ائتیا کرہاً مقلد گشتہ را	ائتیا طوعاً صفا بسرشتہ را
مقلدوں کے لئے "تم دونوں جبرا آؤ" ہے	خلوص کی سرشت والوں کے لئے تم دونوں رضامندی سے آؤ" ہے

یعنی مقلد کے لئے تو ائتیا کرھا ہے اور صفا سے ملے ہوئے کے لئے ائتیا طوعا ہے۔

این محب حق زبہر علتے	وان دگر را بے غرض خود خلتے
یہ خدا کا دوست، کسی غرض سے ہے	اس دوسرے کی خود بے غرضی دوستی ہے

یہ (عوام) تو حق تعالیٰ کے محب کسی علت کی وجہ سے ہیں اور اس دوسرے (یعنی اولیاء) کو خود ایک دوستی ہے آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں۔

این محبّ دایہ لیک از بہر شیر	وان دگر دلدادہ بہر این ستیر
یہ انا کا عاشق ہے لیکن دودھ کی خاطر	وہ دوسرا اس پردہ نشین کا دلدادہ ہے

یعنی یہ (بچہ) دایہ کا عاشق ہے لیکن دودھ کے واسطے اور وہ (زوج دایہ) اس عورت کا دلدادہ ہے کیونکہ

طفل را از حسن او آگاہ نے	غیر شیر او را ازو دلخواہ نے
بچے کو اس کے حسن سے واقفیت نہیں ہے	اس کے دودھ کے علاوہ اس کو کچھ مرغوب نہیں ہے

یعنی بچہ کو اس کے حسن کی خبر نہیں ہے اور سوائے دودھ کے اس کو اس سے کچھ مطلوب نہیں ہے۔

وان دگر خود عاشق دایہ بود	بے غرض در عشق یک رایہ بود
دوسرا خود انا کا عاشق ہوتا ہے	بلا کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے

اور وہ دوسرا (زوج دایہ) خود دایہ کا عاشق ہوتا ہے بغیر کسی غرض کے عشق میں ایک رائے والا ہوتا ہے آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں۔

پس محب حق بامید و بترس	دفتر تقلید میخواند بدرس
لالچ اور ڈر سے، اللہ کا دوست	تقلید کی کتاب کو درس کے ساتھ پڑھ رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس جو خدا کا محب امید اور خوف کی وجہ سے ہے وہ سبق میں دفتر تقلید کو پڑھ رہا ہے۔

وان محب حق ز بہر حق کجاست	کہ ز اغراض و ز علتہا جداست
وہ اللہ کے لئے، اللہ کا دوست کہاں ہے؟	جو غرضوں اور علتوں سے جدا ہے

یعنی وہ محب حق جو حق ہی کے واسطے ہو کہاں ہے جو کہ غرضوں اور علتوں سے جدا ہے۔

گر چنین و گر چنان چون طالب ست	جذب حق او را سوئے حق جاذب ست
خواہ ایسا ہے خواہ ویسا ہے، جبکہ وہ طلبگار ہے	اللہ (تعالیٰ) کی کشش اس کو اللہ کی جانب کھینچنے والی ہے

اگر اس طرح خواہ اس طرح جب طالب ہے جذب حق اس کے لئے حق کی طرف جاذب ہے۔ مطلب یہ کہ اوپر عوام کی محبت حق کو باغرض بتلایا تھا اور بظاہر اس کی کچھ مذمت کی تھی تو عوام کو اس سے کچھ یاس ہوئے اس کو دفع فرماتے ہیں کہ غرض کے ساتھ بے غرضی کے ساتھ جس طرح بھی ہو جب طلب ہوگی تو اس طرف سے کشش بھی ہوگی اور وہ کشش ایک دن مقصود تک پہنچا بھی دے گی۔ لہذا اصل چیز طلب ہے اس کو پیدا کرنا چاہئے۔

گر محب حق بود لغیرہ	کے ینال دائما من خیرہ
خواہ ماسوٰی (اللہ) کے لئے اللہ کا دوست ہے	تاکہ ہمیشہ اس کی خیر حاصل کرے

یعنی اگر محب حق غیر حق کی وجہ سے ہوگا تو اس کی خیر سے ہمیشہ کب پہنچتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بہشت وغیرہ ہی کی وجہ سے محب حق ہے تو اس کو اس وقت تو بہشت مل ہی نہیں رہی ہے اور محبت اس وقت ہے تو یہ محب لغیرہ بھی ایک درجہ میں محب لعینہ ہوا۔

یا محب حق بود لعینہ	لاسواہ خائفا من بینہ
یا اس کی ذات کی وجہ سے اس کا دوست ہے	وہ اس کے سوا سے نہیں اس کے فراق سے ڈرتا ہے

یا محب حق خاص حق کے واسطے ہو اور حق کے سوائے کسی سے ڈرنے والا نہ ہو۔

ہر دو را این جستجو ہا زان سرست	این گرفتاری دل زان دلبرست
دونوں کی جستجوئیں اسی کی جانب سے ہیں	یہ دل کی مجبوری اسی دلبر کی جانب سے ہے

دونوں کی جستجوئیں اسی طرف سے ہیں اور یہ دل کی گرفتاری اس دلبری کی وجہ سے ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی باتوں کو بذریعہ وحی سمجھ لیا اور یہ جواب دیا کہ میرا ہنسنا جنگ کے سبب نہیں ہے کیونکہ کفار مردہ ہیں اور فنائے روحانی نے ان کو گلا دیا ہے اور مرے کو مارنا ہمارے

www.besturdubooks.wordpress.com

نزدیک کوئی بہادری نہیں ہے کہ ہم خوش ہوں یہ تو کیا بلا ہیں میری تو یہ حالت ہے کہ اگر میں جنگ میں پاؤں جماؤں تو ماہتاب کا جگرشق ہو جاوے نیز جس وقت تم آزاد تھے اور اپنے مقام میں تم کو پوری قوت حاصل تھی میں اسی وقت سے تم کو یوں ہی مقید دیکھتا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ تم خدا کے مخالف ہو اور اس سے جنگ کرنا چاہتے ہو اور خدا کے مقابلہ میں کوئی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ایک دن مقید ہونا یا مارا جانا یا اطاعت کر لینا ضرور ہے۔ غرضکہ تمہاری مغلوبیت لازم ہے کسی عنوان سے ہو۔ اے لوگو جو کہ اس حکومت اور خاندان پر مغرور ہو جو کہ یوں ہی زائل ہونے والا ہے جیسے اونٹ کو سیڑھی پر قرار نہیں ہوتا خوب سن رکھو کہ جب سے کہ میرا نقش تن فنا ہوا ہے اس وقت سے میرے نزدیک ہر وہ شئے جو ہونے والی ہے اور جو تن کی وجہ سے محجوب تھی موجود اور پیش نظر ہو گئی۔ (تنبیہ طشت از بام افتادن کے معنی راز ظاہر ہونے اور مشہور ہونے کے لکھے ہیں مگر یہ معنی بظاہر درست نہیں اس لئے ہم نے وہ معنی کئے ہیں جو اوپر لکھے گئے خواہ ان معنی میں بھی یہ لفظ مستعمل ہو یا ہو بطور استلزام معنی منقول اس معنی کو مستلزم ہوں۔ واللہ اعلم) اب میرے علم کی وسعت کی یہ حالت ہے کہ خوشۂ انگور میں شراب کا مشاہدہ کرتا ہوں اور عدم میں وجود کو دیکھتا ہوں۔ یہ تو میرے علم متعلق بمستقبلات کی حالت ہے اب سنو کہ جب میں عالم غیب پر نظر کرتا ہوں تو اس میں ایک عالم کو مخفی پاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ ہنوز آدم وحوا کا بھی وجود نہیں ہوا یعنی اس حالت کا نظارہ بھی میری پیش نظر ہے غرضکہ ماضی و مستقبل ہر دو کے متعلق میرا علم بہت وسیع ہے گو محدود ہے یہ تو میری موجودہ حالت ہے اب میں اس سے بھی ترقی کر کے دیکھتا ہوں کہ جس وقت میثاق کے وقت انسان کو آدم علیہ السلام کی پشت سے چیونٹیوں کی شکل میں نکالا گیا تھا میں نے اسی وقت تم کو اجمالاً پابستہ اور اوندھے منہ اور پست دیکھ لیا تھا اور آسمانوں کے وجود سے میرے اس علم میں کوئی ترقی نہیں ہوئی جو مجھے پہلے تھا۔ ہاں مگر اجمال و تفصیل کا فرق ہو سکتا ہے۔ مثلاً مجھے یہ معلوم تھا کہ مجھ کو نبی بنایا گیا ہے اور مجھ کو دشمنوں پر غلبہ دیا جاوے گا۔ پس اس واقعہ سے اس علم کا مصداق متعین ہو گیا اور اجمال کی تفصیل ہو گئی مگر کوئی معتدبہ جدید علم زائد نہیں ہوا ہاں تو میں کہتا ہوں کہ میں قبل اس کے کہ آب و گل سے پرورش پاؤں اجمالاً تم کو مغلوب اور سرنگوں دیکھ چکا تھا کوئی نئی بات نہیں دیکھی کہ خوش ہوں میں تو تم کو پیشتر ہی دیکھ چکا تھا کہ تم قہر مخفی میں مقید ہو اور قہر بھی کیسا کچھ کہ تم قند کھاتے تھے اور اس میں زہر ملا ہوا تھا کیونکہ یہ حالت زیادہ خطرناک ہے کہ اس میں تنبیہ ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اگر کسی بدمزہ شے میں ملا ہو یا تنہا ہو تو اس سے آدمی بچ سکتا ہے اور جو زہر مرغوب شئے میں ملا ہو اس سے بچنا نہایت دشوار ہے اب تم سمجھو کہ جب قند ایسی ہو کہ اس میں دشمن نے زہر ملا دیا ہو اور کوئی اس کو مزہ لے لے کر کھا رہا ہو تو اس پر تم کو حسد ہو سکتا ہے ہرگز نہیں پس تم خوش خوش زہر کھا رہے تھے اور موت تمہارے کان پکڑے ہوئے تھی اور میں دیکھ رہا تھا تو مجھے تمہاری حالت پر کیا رشک ہو سکتا تھا۔ میں نے اس لئے جہاد نہیں کیا کہ میں فاتح ہو کر دنیا بھر پر قبضہ کر لوں کیونکہ یہ جہان مردار اور بہت کم قیمت ہے ایسے مردار پر میں کیا حرص کرتا میں کتا نہیں کہ مردہ پر تسلط حاصل کروں بلکہ میں عیسیٰ ہوں اور میرا کام مردوں کو زندہ کرنا ہے لہٰذا میں صفہائے جنگ کو اس لئے چیرتا پھاڑتا تھا کہ تمہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہلاکت سے بچاؤں اور میں لوگوں کے گلے اس لئے نہیں کاٹتا کہ مجھے کوئی شان و شوکت حاصل ہو اور لاؤ لشکر میرے پاس ہو بلکہ میں اس لئے کاٹتا ہوں کہ میرے ایسا کرنے سے مخلوق کے گلے بچ جائیں اگر تم پروانہ کی طرح اپنی نادانی سے آگ کے سامنے اپنے پر کرتے ہو تو میں تم کو نہایت جرات کے ساتھ دونوں ہاتھوں سے آگ میں گرنے سے بچاتا ہوں اور یہ جو تم نے کہا ہے کہ ہم کو بھی تحسیں حاصل ہوئی ہیں سو جس کو تم اپنی فتح سمجھتے ہو یہ فی الحقیقت تحسیں نہیں ہیں بلکہ تم اپنی منحوسی کا بیج بوز ہے ہو تم آپس میں ایک دوسرے کو پوری کوشش سے بلاتے ہو اور اژدھے کے منہ میں جا رہے ہو۔ تم دوسروں کو مغلوب کرتے ہو مگر اس غلبہ میں خود تمہاری مغلوبی پنہاں ہے اور شیر زمانہ تم کو مغلوب کر رہا ہے یہ امر بدوں مثال کے آسانی سے سمجھ میں نہ آئے گا اس لئے ہم اس کو ایک مثال سے واضح کرتے ہیں فرض کرو کہ ایک چور نے ایک امیر کو مغلوب کیا اور اشرفیاں لے لیں وہ ایسا کر ہی رہا تھا کہ اچانک سپرنٹنڈنٹ پولیس آ گیا اور گرفتار کر لیا اب تم سمجھو کہ اس کا اس امیر کو مغلوب کرنا خود اس کی مغلوبی تھی یا نہیں دیکھو اگر وہ پہلے ہی امیر سے بھاگتا اور اسے نہ چھیڑتا تو یہ سپرنٹنڈنٹ پولیس اس پر دوش کیوں لاتا۔ پس معلوم ہوا کہ چور کا غلبہ فی الحقیقت اس کی مغلوبی تھا اس لئے کہ اس کے غلبہ ہی نے اس کی گردن ماری ہے۔ جب تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ چور کا غلبہ خود اس کے لئے جال میں جاتا ہے اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سپرنٹنڈنٹ پولیس پہنچ کر اس سے قصاص لیتا ہے تو اب سمجھو کہ تم جو مخلوق پر لڑائی میں غالب ہوتے ہو اور تم کو غصہ سے اتصال ہوتا ہے تو یہ فعل حق سبحانہ قصداً کرتے ہیں کہ ان کو تم سے شکست دلاتے ہیں تا کہ تم کو پابستہ زنجیر کر کے کھینچیں دیکھو اپنے گھوڑے کو روکنا اور ان بھاگنے والوں کا تعاقب نہ کرنا تا کہ تم بے موت نہ مارے جاؤ کیونکہ اگر تم ایسا کرو گے تو تم جال میں پھنس جاؤ گے اور جب اس تدبیر سے تم کو جال میں پھنسا لیا جاوے گا تو پھر تم پر جماعت کثیرہ کا دفعۃً حملہ ہو گا اور تم مارے جاؤ گے۔ اب تم سوچو کہ عقل ایسے غالب ہونے سے کیونکر خوش ہو سکتی ہے جبکہ وہ اس غلبہ میں اس قدر نقصان دیکھ رہی ہے۔ عقل پیش میں نہایت تیز نظر ہے کیونکہ حق سبحانہ نے اس کی آنکھ میں اپنے نور کا سرمہ لگایا ہے اور اس سے وہ ابتداء کار میں نتیجہ کو دیکھ لیتی ہے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ **المومن یھرب من اللہ الخصام** یعنی مومن جھگڑالو اور مجادل لوگوں سے بھاگتے ہیں کیونکہ یہ مغلوبی ان کی کمال حزم اور سوء الظن بہ نفس خود پر مبنی ہوتی ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں نفس کی شرکت ہو جاوے اور اپنی کمی اور کمزوری یا مذہب کی کمزوری کی بناء پر نہیں ہوتے خیر یہ گفتگو تو استطراداً تھی اب سنو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شکست میں کیا راز تھا۔ پس بعد از مغلوبیت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفیہ طور پر (بذریعہ وحی) غلبہ کفار کی حکمت یہ سنی **لولا رجال مومنون الخ** جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے تم کو جنگ سے اس لئے روکا ہے کہ کفار مکہ میں کچھ لوگ خفیہ طور پر ایمان رکھتے تھے اور ان کا تم کو علم نہ تھا پس بہت قریب ہے کہ لڑائی کی صورت میں تم ان کو نقصان پہنچا بیٹھتے اور اس سے ضرر دنیوی یا دینی لاحق ہوتا اس سے بچنے کے لئے ہم نے لڑائی نہ ہونے دی۔ خلاصہ یہ کہ مومنین کو بچانے کے لئے کفار پر دست درازی نہ کرنا فرض ہوا تھا اس کی تصدیق کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے قصہ حدیبیہ قرآن میں پڑھ جس کا تتمہ کف ایدیکم الخ ہے۔ پس اس مغلوبی میں بھی مسلمانوں ہی کی فتح تھی کیونکہ مسلمان ضرر سے بچ گئے۔ کفار کا اس میں کوئی فائدہ نہ تھا کہ وہ تو بالآخر مغلوب ہوئے ہی زیادہ سے زیادہ یہ مغلوبی کچھ دنوں کے لئے ملتوی ہوگئی جو ان کے لئے محض بے سود تھی۔ سو اس سے یہ ثابت ہوا کہ وہ مغلوب حق تھے نہ کہ مغلوب کفار۔ اور یہ بات ان کو غلبہ کی صورت میں بھی حاصل تھی۔ چنانچہ فرمایا گیا ہے ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ جس سے ثابت ہوا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض جارحہ حق سبحانہ تھے اور کرنے والا حق سبحانہ تھا پس ان کے لئے فتح و شکست دونوں برابر ہیں۔ نہ فتح ان کی شجاعت سے ہوئی نہ شکست ان کی بزدلی سے پھر ان کو نہ فتح کی خوشی ہو سکتی ہے نہ شکست کا رنج وہ ہر حال میں راضی برضائے حق ہیں جب حالت یہ تھی تو آپ نے فرمایا کہ میں فتح پر خوش نہیں ہوتا اور اس لئے نہیں ہنستا کہ میں نے دفعۃً تم پر حملہ کر کے گرفتار کر لیا بلکہ اس لئے ہنستا ہوں کہ تم کو پابہ زنجیر باغ جنت کی طرف لے جایا جا رہا ہے۔ اور میرے ہنسنے کا باعث یہ تعجب ہے کہ زبردستی تم کو آتش دوزخ سے بچا کر ابدی بہشت میں لے جا رہا ہوں کہ تم مغلوب ہو کر ہی ایمان لے آؤ اور بہشت کے مستحق بن جاؤ۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ راہ امید بہشت و خوف دوزخ میں ہر مقلد کی یہی حالت ہے کہ اس کو باندھ کر حق سبحانہ کی طرف لایا جاتا ہے یہ لوگ خوف و تکالیف دوزخ کی زنجیروں میں بندھے ہوئے خدا کی طرف جاتے ہیں بجز اولیاء کے کہ وہ بخوشی جاتے ہیں مقلدین اس راستہ کو نہایت ناگواری کے ساتھ طے کرتے ہیں اور اہل اللہ جو کہ واقف راز ہیں خوش خوش جاتے ہیں جب یہ فرق معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہئے کہ تم بھی مجاہدہ کر کے نور باطن حاصل کرو تاکہ یہ راہ روی اور اطاعت حق تم پر آسان ہو جاوے اور ناگوار نہ رہے۔ دیکھو تم بچوں کو زبردستی مکتب میں لے جاتے ہو کیونکہ وہ اس کے فوائد سے ناواقف ہوتے ہیں لیکن جبکہ وہ واقف ہو جاتے ہیں تو خود دوڑ دوڑ کر جاتے ہیں اور مکتب میں جانے سے ان کو نہایت خوشی ہوتی ہے۔ نیز چونکہ بچہ اپنی محنت کا صلہ نہیں دیکھتا اس لئے نہایت پیچ تاب کے ساتھ مکتب میں جاتا ہے اور جبکہ وہ اپنی محنت کے صلہ میں بٹوہ میں پیسے ڈالتا ہے تو چوروں کی طرح رات بھر جاگتا ہے اور کہتا ہے کہ کب صبح ہو کہ میں مکتب میں جاؤں اور پیسہ کماؤں پس تم بھی کوشش کرو تاکہ تم کو بھی تمہاری اطاعت کا صلہ ملے اور اس وقت تم کو اپنے سے زیادہ طاعت کرنے والوں پر رشک آئے یعنی بجائے کراہت کے نہایت رغبت پیدا ہو جاوے۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ طائعین دو قسم کے ہیں۔ کچھ قسراً اطاعت کرتے ہیں خواہ وہ قاسر معاوضہ ہو یا کچھ اور اور کچھ طبعاً کرتے ہیں تو اس سے معلوم ہو گیا کہ ائتیا طوعا او کرہاً۔ میں او تنویع و تقسیم کے لئے ہے نہ کہ شک و تشکیک کے لئے اور ائتیا کرہاً مقلدین کو خطاب ہے۔ اور ائتیا طوعا صافی درون اور پاک باطن لوگوں کو اہل اللہ خدا سے بدوں غرض جر منفعت کے اور محض اس لئے کہ وہ اس کا مستحق ہے محبت کرتے ہیں اور مقلدین اس سے غرض سے محبت کرتے ہیں اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ بچہ بھی دایہ سے محبت کرتا ہے اور اس کا عاشق بھی مگر بچہ دودھ کے لئے اس سے محبت کرتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مگر عاشق خود اس کے کمال پر مفتون ہے بچہ کو اس کے حسن سے واقفیت بھی نہیں ہوتی اور اس سے اس کو بجز دودھ کے اور کچھ مطلوب نہیں ہوتا۔ اور دوسرا خود اسی پر عاشق ہوتا ہے اور اس کی اور کوئی غرض ہی نہیں ہوتی پس جو لوگ خدا سے بطمع انعام و یا بخوف آلام محبت کرتے ہیں یہ کتاب تقلید کا سبق پڑھتے ہیں اور مقلد ہیں ان کو اس سے کیا نسبت جو خدا سے خدا ہونے کے سبب محبت کرتے ہیں اور اغراض سے بالکل یکسو ہیں۔ یہ ان میں باہمی فرق ہے لیکن واقع میں ولاحوت حق خود ایک کمال ہے خواہ بطمع ہو یا بلا طمع گو ثانی اول سے اعلیٰ ہے پس خواہ ایسا ہو یا ویسا جبکہ وہ طالب ہے تو وہ مطلوب حق ہے اور حق سبحانہ نے اس کو اپنی طرف کھینچا ہے اور اگر کوئی حق سبحانہ سے لغیرہ محبت کرے اور مقصد یہ ہو کہ اس کا نفع اس کو ہمیشہ کھینچے یا اس سے لذاتہ لالغیرہ محبت کرے اور اس کی مفارقت سے ڈرے کوئی صورت ہو دونوں کی طلب محمود ہے اور حق سبحانہ ہی کی طرف سے ہے اور ان کے دل کو اسی دلبر نے پھنسایا ہے لہذا دونوں محمود العاقب اور سعید البخت ہیں۔ (اللھم اجعلنا منھم)

شرح شبیری

معشوق کا عاشق کو اس طرح جذب کرنا نہ عاشق کو اس کا علم ہے اور نہ امید و وہم اور اس جذب سے سوائے خوف کے جو کہ نا امیدی کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے مع ہمیشہ رہنے طلب کے کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا

آمدیم اینجا کہ در صدر جہان	گر نبودے جذب آن عاشق نہان
ہم یہاں آ گئے کہ صدر جہاں میں	اگر اس عاشق کی پوشیدہ کشش ہوتی

یعنی اس جگہ آ گئے ہم کہ اگر صدر جہاں میں اس عاشق کا جذب پوشیدہ نہ ہوتا۔

ناشکیبا کے بدے او از فراق	کے دوان باز آمدے سوے وثاق
وہ جدائی سے بے صبر کب ہوتا؟	وہ قید کی جانب کب بھاگا آتا؟

یعنی وہ فراق کی وجہ سے بے صبر کب ہوتا اور گھر کی طرف دوڑتا ہوا واپس کیوں آتا مطلب یہ کہ صدر جہان ہی کا جذب تھا کہ اس کا عاشق دوڑتا ہوا اس کے پاس چلا آیا ہاں فرق اتنا تھا۔

میل معشوقان نہانست دستیر	میل عاشق با دو صد طبل و نفیر
معشوقوں کا میلان پوشیدہ اور چھپا ہوا ہے	عاشق کا میلان دو سو نقاروں اور نفیریوں کے ساتھ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی معشوقوں کا میلان تو پوشیدہ اور مستور ہے اور عاشقوں کا عشق سینکڑوں طبل اور غل وشور کے ساتھ ہے۔

یک حکایت ہست اینجا ز اعتبار	لیک عاجز شد بخاری ز انتظار
عبرت کے لئے یہاں ایک قصہ ہے	لیکن بخاری انتظار میں عاجز آ گیا ہے

یعنی ایک حکایت اس جگہ عبرت کے واسطے ہے لیکن بخاری انتظار کی وجہ سے عاجز ہو رہا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم اس حکایت کو بیان کرتے مگر چونکہ اس کو اپنے محبوب تک پہنچنے کا سخت انتظار ہے اس لئے اسی کے قصہ کو بیان کرتے ہیں۔

ترک آن کردیم کو در جستجوست	تا کہ پیش از مرگ بیند روئے دوست
ہم نے وہ چھوڑ دیا کیونکہ وہ تلاش میں ہے	تا کہ مرنے سے پہلے محبوب کا چہرہ دیکھ لے

یعنی اس حکایت کو ہم نے ترک کر دیا کیونکہ وہ (عاشق) جستجوئے (محبوب) میں ہے تا کہ مرنے سے پہلے وہ دوست کے چہرہ کو دیکھ لے۔

تا رہد از مرگ و یابد او نجات	زانکہ دید دوست است آب حیات
تا کہ وہ موت سے چھٹکارا پالے اور نجات حاصل کر لے	کیونکہ دوست کا دیدار آب حیات ہے

یعنی تا کہ وہ مرنے سے چھوٹ جاوے اور نجات پالے کیونکہ دیدار دوست آب حیات ہے۔

ہر کہ دید او نباشد دفع مرگ	دوست نبود کہ نہ میوستش و نہ برگ
جس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو	وہ دوست نہ ہو گا کیونکہ نہ اس پر پھل ہیں نہ پتے

یعنی جو شخص کہ اس کا دیدار موت کا دفعیہ نہ ہو وہ دوست نہیں ہے کہ اس کے اندر نہ میوہ ہے نہ پتا ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص کہ ایسا ہو کہ اس کے دیدار سے موت نہ جاوے تو وہ اصل میں دوست ہی نہیں کیونکہ حقیقت میں دوست حق تعالیٰ ہیں اور ظاہر ہے کہ جب ان کا دیدار ہو گیا تو فنا کا کہیں نام نہیں رہ سکتا پھر تو بقاہی بقا ہے۔

کار آن کارست اے مشتاق مست	کاندران کار ار رسد مرگت خوش است
اے مست مشتاق! کام تو دراصل وہ ہے	کہ اس کام میں اگر تجھے موت آ جائے تو بہتر ہو

یعنی اے مشتاق مست کام تو وہ کام ہے کہ اس کام میں تم کو موت آ جاوے تو اچھا ہے یعنی اصلی کام تو وہ ہے کہ اگر اس کو کرتے وقت انسان مر جاوے تو کوئی خوف اور ہراس نہ ہو۔

شد نشان صدق ایمان اے جوان	آنکہ شید خوش ترا مرگ اندران
اے جوان! ایمان کی سچائی کی علامت ہے	کہ تجھے اس میں مرجانا اچھا لگے

یعنی اے جوان صدق ایمان کی نشانی وہ ہے کہ تجھے اس کے اندر موت بھلی معلوم دے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نشد ایمان تو اے جان چنین	نیست کامل رو بجو اکمال دین
اے جان! اگر تیرا ایمان ایسا نہیں ہے	تو وہ کامل نہیں ہے جا ایمان کی تکمیل چاہ

یعنی اور اگر نہیں ہے اے جان ایمان تیرا ایسا تو کامل نہیں ہے ہاں ایمان کا کامل ہونا ڈھونڈ آگے اس کی ایک مثال ہے۔

ہر کہ اندر کار تو شد مرگ دوست	بر دل تو بے کراہت دوست اوست
جس دوست کی موت تیرے کام میں ہو	کسی ناگواری کے بغیر وہ تیرا دوست ہے

یعنی جو شخص کہ تیرے کام میں موت کا دوست رکھنے والا ہو جاوے تو تمہارے دل پر بے کراہت کے دوست وہی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی تمہارے کام میں مرنے تک کی پرواہ نہ کرے تو دیکھو تمہارا اصلی دوست وہی ہوگا تو اسی طرح اگر کوئی شخص راہ حق میں مرنے سے نہ گھبراوے تو وہ بھی یقیناً حق تعالیٰ کا دوست اور محبوب ہو جاوے گا۔

چون کراہت رفت آن خود مرگ نیست	صورت مرگ است نقلا کردن نیست
جب ناگواری ختم ہو گئی تو وہ موت ہی نہیں ہے	بظاہر موت ہے اور (حقیقتاً) نقل ہونا ہے

یعنی جب کراہت جاتی رہی وہ خود موت ہی نہ رہی صورت موت کی ہے اور ایک منتقل ہونا ہے۔

چون کراہت رفت مردن نفع شد	پس درست آمد کہ مردن دفع شد
جب ناگواری جاتی رہی، موت مفید ہوئی	تو ثابت ہوگیا کہ موت دفع ہو گئی

یعنی جب کراہت جاتی رہی تو مرنا نافع ہو گیا پس درست آیا کہ مرنا دفع ہو گیا یعنی جب مرنے سے کراہت ہی نہ رہی بلکہ مرنے پر رضا ہو گئی تو وہ مرنا مرنا ہی نہ رہا۔

دوست حق است کسے کش گفت او	کہ توئی آن من و من آن تو
دوست اللہ ہے اور وہ جس کو اس (اللہ) نے کہہ دیا ہے	کہ تو میرا ہے اور میں تیرا ہوں

یعنی دوست حق کا ہے وہی کہ اس کو حق نے کہہ دیا کہ تو میرا اور میں تیرا (اس سے مراد اتحاد اصطلاحی ہے)

گوش دار اکنون کہ عاشق میرسد	بستہ عشق او را بحبل من مسد
اب سن کہ عاشق پہنچتا ہے	عشق نے اس کو مونج کی رسی سے باندھا ہے

یعنی سنو کہ اب عاشق پہنچتا ہے عشق نے اس کو کھجور کی رسی میں باندھ رکھا ہے۔ مطلب یہ کہ عشق اس کو کشاں کشاں محبوب تک لئے جا رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح مبلیبی

جب سلسلہ گفتگو جذب محبوب تک پہنچا تو پھر ہم کو عاشق صدر جہان کا قصہ یاد آ گیا اور ہم اس گفتگو سے اس مضمون تک پہنچ گئے کہ اگر صدر جہاں میں اس عاشق کا جذب مخفی نہ ہوتا تو وہ فراق سے بے صبر نہ ہوتا اور دوڑا ہوا گھر واپس نہ آتا۔ معشوقوں میں بھی محبت ہوتی ہے جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں مگر وہ مخفی ہوتے ہے اور عاشقوں کی محبت بہ ہزار شور وشیون اور ڈنکے کی چوٹ ہوتی ہے اس مقام پر قیاس کے لئے ایک حکایت یاد آ گئی لیکن ہم اس کو اس لئے بیان نہیں کرتے کہ بخاری انتظار کرتے کرتے مجبور ہو گیا ہے اور ہم نے اسے اس لئے چھوڑ دیا کہ وہ صدر جہاں سے ملنا چاہتا ہے اچھا ہے کہ مرنے سے پہلے وہ اپنے دوست سے مل لے اور اس طریقہ سے موت سے بچ جاوے کیونکہ دیدار یار میں آب حیات کی طرح خاصیت احیاء ہے اب مولانا یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر دیدار یار میں موت کو دفع کرنے کی قدرت نہ ہوتو وہ دوست ہی نہیں کیونکہ وہاں آثار دوستی مفقود ہیں۔ اور یہ بات صرف حق سبحانہ ہی میں ہے کسی فانی میں نہیں۔ لہذا محبوب وہی ہے اور کوئی نہیں دوست اور محبوب کی تو یہ شان ہے اور کرنے کے قابل وہ کام ہے کہ اگر اس حالت میں موت بھی آ جاوے تو وہ بھی اچھی ہو اور یہ کام طلب حق سبحانہ ہے اسی لئے حق سبحانہ نے صدق ایمان کی علامت یہ قرار دی ہے کہ تم کو موت محبوب ہو کیونکہ اگر ایمان ایسا نہیں تو ہنوز ناقص اور محتاج اکمال ہے اس کو کامل کرنے کی ضرورت ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ محب صادق وہی سمجھا جاتا ہے جو دوست کے لئے جان سے بھی دریغ نہ کرے۔ چنانچہ جو لوگ تمہارے کام میں مرجانا پسند کرتے ہیں تمہارے نزدیک سچے دوست وہی ہیں اور انہیں سے تم کو خالص محبت ہے اب یہ سمجھو کہ جب موت سے نفرت نہ رہی تو وہ موت ہی نہیں بلکہ صورت موت ہے اور واقع میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا اور جبکہ نفرت نہ رہی تو موت سراسر نفع ہو جاتی ہے۔ لہذا یہ کہنا صحیح ہے کہ موت دفع ہو گئی پس دوست دو ہیں اولاً اور حقیقۃً تو حق سبحانہ اور دنیا میں وہ شخص جو یوں کہے کہ تو میرا اور میں تیرا اچھا اب سنو کہ عاشق عشق کے سبب موئج کی رسی میں بندھا ہوا آتا ہے۔

شرح شبّیری

بخاری عاشق کا صدر جہاں کی خدمت میں پہنچنا

چون بدید او چہرۂ صدر جہان	گوئیا پریدش از تن مرغ جان
جب اس نے صدر جہاں کا چہرہ دیکھا	گویا اس کے جسم سے مرغ جاں پرواز کر گیا

یعنی جب اس نے صدر جہاں کا چہرہ دیکھا تو گویا کہ بدن سے اس کا مرغ جان اڑ گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو چوب خشک افتاد آن تنش	سرد شد از فرق سر تا ناخنش
اس کا جسم خشک لکڑی کی طرح گر پڑا	سر کی مانگ سے اس کے ناخن تک ٹھنڈے پڑ گئے

یعنی ایک سوکھی لکڑی کی طرح اس کا وہ تن گر گیا اور سر سے ناخن کے سرے تک سرد ہو گیا۔

ہر چہ کردند از بخور و از گلاب	نے بجنبید و نے آمد در خطاب
انہوں نے جو کچھ بھی دھونی اور گلاب سے کیا	وہ نہ حرکت میں آیا نہ بولا

جتنا کہ دھونے اور گلاب پاشی کی نہ ہلا نہ خطاب میں آیا (آگے مولانا فرماتے ہیں)

کار ناید در بخارا ہر بخور	جز کہ بوئے آن شہ با فر و نور
بخارا میں کوئی دھونی کارآمد نہ ہوگی	اس پر شوکت اور منور شاہ کی خوشبو کے علاوہ

یعنی بخارا میں ہر دھونے کام نہیں دیتی سوائے اس نور اور دبدبہ والے بادشاہ کی خوشبو کے۔

شاہ چون دید آن مزعفر روئے او	پس فرود آمد ز مرکب سوئے او
بادشاہ نے جب اس کا زعفرانی چہرہ دیکھا	تو اس کی جانب سواری سے اتر آیا

یعنی بادشاہ نے جب اس کا وہ زعفرانی چہرہ دیکھا تو سواری سے اس کے پاس اتر آیا۔

گفت عاشق دوست جوید تیز تفت	چونکہ معشوق آمد آن عاشق برفت
بولا عاشق معشوق کو تیزی اور گرمجوشی سے تلاش کرتا ہے	جب معشوق آیا وہ عاشق چلا گیا

یعنی کہنے لگا کہ عاشق محبوب کو جلدی جلدی ڈھونڈتا ہے اور جبکہ محبوب آ گیا تو عاشق چلدیا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

عاشق حقی و حق آنست کو	چون بیاید از تو نبود تار مو
تو اللہ کا عاشق ہے اور سچ یہ ہے کہ وہ	جب آئے تو تیرے بدن کا بال بھی نہ رہے

یعنی تو حق کا عاشق ہے اور حق وہ ہے کہ اگر وہ آوے تو تجھ میں سے ایک بال بھی باقی نہ رہے (بلکہ

صد چو تو فانی ست پیش آن نظر	عاشق بر نفی خود خواجہ مگر
اس کی نگاہ کے سامنے تجھ جیسے سینکڑوں فانی ہیں	اے خواجہ! شاید تو بھی اپنی فنا کا عاشق ہے

یعنی تجھ جیسے تو سینکڑوں اس نظر کے سامنے فانی ہیں تو ارے میاں تو اپنی فنا پر عاشق ہے یعنی تو نے جو اس سے محبت کی ہے اور اس کی محبت میں سینکڑوں تجھ جیسے فنا ہو چکے ہیں تو شاید تو اپنے فنا ہونے پر عاشق ہے اور اپنی فنا کو چاہتا ہے۔

سایۂ و عاشقی بر آفتاب	شمس آید سایہ لا گردد شتاب
تو سایہ ہے اور سورج پر عاشق ہے	سورج نکلا ہے تو سایہ فوراً فنا ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو سایہ ہے اور آفتاب پر عاشق ہے تو آفتاب آوے گا تو سایہ معدوم ہو جاوے گا جلدی سے (تو اسی طرح جب تم حق تعالیٰ پر عاشق ہو تو اس کی تجلی کے ظہور کے وقت تم بھی اسی طرح فنا ہو جاؤ گے)

چونکہ سر برزد زمشرق قرص خور	زستارہ ماند نے از شب اثر
جبکہ سورج کی ٹکیا نے مشرق سے سر نکالا	نہ کسی ستارے کا نشان رہا نہ رات کا

یعنی جبکہ خورشید کی ٹکیہ نے مشرق سے سر نکالا تو نہ ستارہ رہتا ہے اور رات کا کچھ اثر رہتا ہے (بس اسی طرح

از دردل چونکہ عشق آید درون	عقل رخت خویش اندازد برون
دل کے دروازے سے جب عشق اندر آ جاتا ہے	عقل اپنا بوریا بستر باہر ڈالتی ہے

یعنی جبکہ عشق دل کے دروازہ سے اندر آ جاتا ہے تو عقل اپنا اسباب باہر ڈال دیتی ہے یعنی عقل رخصت جاتی ہے آگے اس کی ایک مثال ہے۔

ہمچو شیر خورد باآہو دو چار	گشت آہو بے خبر افتاد زار
جیسے کہ شیر ہرن کے آمنے سامنے ہوا	تو ہرن بیہوش ہو کر بحالت زار گرا

مثل اس شیر کے جو کسی ہرن سے دو چار ہوا اور ہرن بے خبر ہو گیا اور کمزور ہو کر گر گیا مطلب یہ کہ اسی طرح عشق کے آنے کے وقت عقل بھی کمزور ہو جاتی ہے آگے اسی کی ایک دوسری مثال ہے۔

ہمچو زور پشہ پیش تند باد	فہم کن واللہ اعلم بالسداد
جیسے کہ مچھر کی طاقت تیز ہوا کے بالمقابل	سمجھ لے اور اللہ درستگی کو زیادہ جانتا ہے

یعنی جیسے کہ تیز ہوا کے سامنے مچھر کا زور ہوتا ہے سمجھو اور اللہ تعالیٰ زیادہ جاننے والے ہیں ٹھیک بات کو مطلب یہ کہ جس طرح کہ تیز ہوا کے سامنے مچھر کی کچھ نہیں چلتی بس اسی طرح حضرت عشق کے سامنے بیچاری عقل کی کچھ نہیں چلتی۔ آگے مچھر کی ہوا کے سامنے نہ چلنے پر ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جب اس نے صدر جہاں کا چہرہ دیکھا تو ایسی حالت ہوگئی جیسا کہ اس کی روح پرواز کر گئی ہو اور خشک لکڑی کی طرح اس کا جسم بے حس و حرکت ہو کر گر پڑا سر سے لے کر ناخن پا تک سرد ہو گیا بہت کچھ دھونیاں دی گئیں بہت گلاب چھڑکا گیا لیکن نہ اس نے حرکت کی اور نہ بولا بات یہ ہے کہ بخارا میں اس کے لئے کوئی بخور کار آمد نہیں بجز صدر جہاں کی بو کے یہی ہے جو اس کو ہوش میں لاسکتی ہے جب بادشاہ نے اس کا زرد چہرہ دیکھا تو سواری سے اتر کے اس کے پاس آیا اور نہایت افسوس سے کہا کہ عجیب حالت ہے عاشق اپنے محبوب

www.besturdubooks.wordpress.com

کو بہت جانکاہی کے ساتھ ڈھونڈتا ہے مگر جب وہ ملتا ہے تو یہ چل دیتا ہے اب تم کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہئے دیکھو تم عاشق ہو لہذا تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ اس کے سامنے تمہاری ہستی بال برابر بھی نہ باقی رہنی چاہئے تو جو اس محبوب حقیقی کا عاشق ہوتا ہے اس سے معلوم ہونا چاہئے کہ تو اپنی فنا پر عاشق ہے اور تو اپنے کو مٹانا چاہتا ہے کیونکہ جب وہ جلوہ نما ہوگا تو بال برابر بھی تیرا وجود باقی نہ رہے گا اس لئے کہ اس نظر کے سامنے تیری کوئی حقیقت نہیں تم سے سینکڑوں مٹ چکے ہیں پس اگر یہ مقصود ہو تب تو اس راہ میں قدم رکھنا اور اگر خودی مطلوب ہو تو اس راہ میں تیرا کام نہیں عاشق حق ہونے کی صورت میں تو ایک سایہ ہوگا جو کہ آفتاب کے عشق کا دم بھرتا ہے پس جب آفتاب آئے گا سایہ فوراً فنا ہو جائے گا ایک سایہ کیا جبکہ آفتاب نکلتا ہے تو نہ ستارے رہتے ہیں نہ ذرات کا نشان باقی رہتا ہے۔

چو سلطان عزت علم در کشد جہان سر بجیب عدم در کشد

اسی طرح سمجھو کہ جب دروازۂ دل سے عشق آتا ہے تو عقل اپنا اسباب نکال کر دل کو اس کے لئے خالی کر دیتی ہے عقل کی عشق کے سامنے ایسی مثال ہے جیسے ہرن کی شیر کے سامنے جب شیر ہرن کے سامنے آتا ہے تو ہرن بے ہوش ہو کر گر جاتا ہے نیز عقل کی قوت کی عشق کے سامنے ایسی ہی مثال ہے جیسے مچھر کی قوت کی آندھی کے سامنے خوب سمجھ لو اور ٹھیک بات خدا کو معلوم ہے۔

شرح شبّیری

مچھر کا ہوا کے ہاتھ سے سلیمان علیہ السلام کے دربار میں انصاف چاہنا

پشہ آمد از حدیقہ و از گیاہ	وز سلیمان گشت پشہ داد خواہ
باغ اور گھاس سے مچھر آیا	اور مچھر نے (حضرت) سلیمانؑ سے انصاف چاہا

یعنی ایک مچھر باغ اور گھاس میں سے آیا اور سلیمان علیہ السلام سے مچھر انصاف کا طالب ہوا۔

کائے سلیمان معدلت می گستری	بر شیاطین و آدمی زاد و پری
کہ اے سلیمانؑ! آپ انصاف کرتے ہیں	شیطانوں اور انسانوں اور پریوں کا

کہ اے سلیمانؑ تم انصاف کو شیاطین اور آدمی زاد اور جنات پر پھیلاتے ہو۔

مرغ و ماہی در پناہ عدل تست	کیست آں گم گشتہ کش فضلت نجست
پرند اور مچھلیاں آپ کے انصاف کی پناہ میں ہیں	وہ کونسا گمراہ ہے جس کو آپ کی عنایت نے تلاش نہیں کیا

یعنی پرندہ اور مچھلیاں تمہارے عدل کی پناہ میں ہیں وہ کون گم گشتہ ہے جس کو آپ کے فضل نے نہیں تلاش کیا۔

داد دہ مارا کہ بس زاریم ما	بے نصیب از باغ و گلزاریم ما
ہمارا انصاف کیجئے کیونکہ ہم عاجز ہیں	ہم باغ اور چمن سے بے نصیب ہیں

یعنی ہمارا انصاف کیجئے کہ ہم بہت ہی عاجز ہوچکے ہیں اور باغ اور گلزار سے بے نصیب ہوگئے ہیں۔

مشکلات ہر ضعیفے از تو حل	پشہ باشد در ضعیفے خود مثل
ہر کمزور کی مشکلیں آپ سے حل ہوتی ہیں	مچھر خود کمزوری میں ضرب المثل ہے

یعنی ہر ضعیف کی مشکلیں آپ سے حل ہیں اور مچھر ضعف میں خود ضرب المثل ہوتا ہے۔

شہرہ ما در ضعف و اشکستہ پری	شہرہ تو در لطف و مسکین پروری
ہماری شہرت کمزوری اور ٹوٹے ہوئے پروں میں ہے	آپ کی شہرت مہربانی اور غریب پروری میں ہے

یعنی ہم ضعف اور شکستہ پر ہونے میں مشہور ہیں اور آپ مہربانی اور مسکین کی پرورش کرنے میں مشہور ہیں۔

اے تو در اطباق قدرت منتہی	منتہی ما در کمی و گمرہی
اے وہ کہ آپ قدرت کے مرتبوں کی انتہا پر ہیں	ہم کمزوری اور گمراہی میں انتہا پر ہیں

یعنی اے وہ ذات کہ آپ قدرت کے مراتب میں پورے ہیں اور ہم کمی اور گمراہی میں پورے ہیں۔

داد دہ مارا ازین غم کن جدا	دست گیر اے دست تو دست خدا
ہمارا انصاف کیجئے غم سے جدا کردیجئے	اے وہ کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے ہماری دستگیری کیجئے

یعنی ہمارا انصاف کیجئے اور اس غم سے ہم کو جدا کیجئے اور دستگیری کیجئے اے وہ ذات کہ آپ کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہے

پس سلیمانؑ گفت اے انصاف جو	داد و انصاف از کہ می خواہی بگو
تو (حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اے انصاف کے طالب!	بتا تو کس سے فریاد اور انصاف چاہتا ہے؟

یعنی سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے انصاف کے طالب تو داد و انصاف کس سے چاہتا ہے بتا۔

کیست آن ظالم کہ از باد بروت	ظلم کرد و خراشیدات روت
وہ ظالم کون ہے کہ جس نے غرور سے	ظلم کیا اور تیرا چہرہ زخمی کیا ہے؟

یعنی وہ ظالم کون ہے جس نے کہ تکبر کی وجہ سے ظلم کیا ہے اور تیرے چہرہ کو چھیل ڈالا ہے۔

اے عجب در عہد ما ظالم کجاست	کو نہ اندر حبس و در زنجیر ماست
تعجب ہے! ہمارے زمانے میں ظالم کہاں ہے	جو ہماری قید اور زنجیر میں نہیں ہے؟

یعنی تعجب ہے کہ ہمارے زمانہ میں ایسا ظالم کہاں ہے جو کہ ہماری قید اور ہماری زنجیر میں نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ مازادیم ظلم آن روز مرد	پس بعہد ما کہ ظلمے پیش برد
جب ہم پیدا ہوئے اسی دن ظلم مر گیا	تو ہمارے زمانے میں کون ہے جس نے ظلم کیا ہے؟

یعنی جس دن ہم پیدا ہوئے تھے اس دن ظلم مر گیا تھا پھر ہمارے زمانہ میں کون ظلم کو آگے لایا۔

چون برآمد نور ظلمت نیست شد	ظلم را ظلمت بود اصل و عضد
جب نور آیا تاریکی معدوم ہوئی	ظلم کی اصل اور بازو، تاریکی ہے

یعنی جب نور آ گیا تو ظلمت فنا ہو گئی اور ظلم ظلمت کے لئے جڑ اور بازو ہوتی ہے (تو جب ظلمت نہ رہی تو ظلم کیسا)

تک شیاطین کسب و خدمت می کنند	دیگران بستہ با صفا وند و بند
یہ شیطان کام اور خدمت کر رہے ہیں	دوسرے بیڑیوں اور قید میں بندھے ہوئے ہیں

یعنی کچھ جنات تو کمائی اور خدمت کرتے ہیں اور باقی زنجیروں اور قید میں بندھے ہوئے ہیں۔

اصل ظلم ظالمان از دیو بود	دیو در بند است استم چون نمود
ظالموں کے ظلم کی جڑ شیطان سے تھی	شیطان بند ہے ظلم کیسے ہوا؟

یعنی ظالموں کے جڑ تو شیاطین سے تھی اور شیاطین قید میں ہیں تو ظلم کس طرح کیا۔

ملک زان داد است مارا کن فکان	تا ننالد خلق سوئے آسمان
(خدا کی قدرت) کن فکان نے ہمیں ملک اسی لئے دیا ہے	تاکہ مخلوق آسمان کی جانب فریاد نہ کرے

یعنی حق تعالیٰ نے ہم کو اس لئے ملک دیا ہے تاکہ خلق آسمان کی طرف نہ رووے۔ یعنی سب کی فریاد رسی ہمیں سے ہو جاوے۔

تا ببالا برنیاید دودھا	تا نگردد مضطرب چرخ و سہا
تاکہ دھویں اوپر نہ جائیں	تاکہ آسمان اور سہا پریشان نہ ہوں

یعنی تاکہ اوپر کو دھویں (فریاد کے) نہ آویں اور تاکہ آسمان اور سہا (نام ہے ایک ستارہ کا) مضطرب (فریاد کی وجہ سے) نہ ہوں۔

تا نہ لرزد عرش از نالہ یتیم	تا نگردد از ستم جانے سقیم
تاکہ یتیم کی فریاد سے عرش نہ لرزے	تاکہ کوئی جان ظلم سے بیمار نہ پڑے

یعنی تاکہ یتیم کے نالہ سے عرش نہ ہلے اور تاکہ ستم سے کوئی جان بیمار نہ ہو۔

زان نہادیم از ممالک مذہبے	تا نیاید بر فلک ہا یاربے
اسی لئے ہم نے ممالک میں ایک قانون بنایا ہے	تاکہ یاربؑ کی آواز آسمان پر نہ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اسی واسطے ہم نے ملک رانی کے طریقے بتائے ہیں تا کہ آسمانوں پر کوئی فریاد نہ آوے۔

منگرائے مظلوم سوئے آسمان	کاسمانے شاہ داری در زمان
اے مظلوم! تو آسمان کی طرف نہ دیکھ	کیونکہ تو دنیا میں آسمانی بادشاہ رکھتا ہے

یعنی اے مظلوم آسمان کی طرف مت دیکھ کیونکہ ایک آسمانی بادشاہ زمانہ میں تو رکھتا ہے۔

گفت پشہ دادمن از دست باد	کو دو دست ظلم برما برکشاد
مچھر نے کہا میری فریاد ہوا کے ہاتھوں سے ہے	جس نے ظلم کے دونوں ہاتھ ہم پر کھول دیئے ہیں

یعنی مچھر نے کہا کہ میری فریاد ہوا کے ہاتھ سے ہے کہ اس نے ظلم کے دونوں ہاتھ مجھ پر کھولے ہیں۔

ماز ظلم او بہ تنگی اندریم	بالب بستہ از و خون می خوریم
ہم اس کے ظلم سے تنگی میں ہیں	خاموشی کے ساتھ اس کی وجہ سے خون پی رہے ہیں

یعنی ہم اس کے ظلم سے تنگی کے اندر ہیں اور چپ چاپ اس کی وجہ سے خون کھا رہے ہیں۔

ظلم او برما صریحست و عیان	نیست مارا چارہ کردن جز بیان
اس کا ظلم ہم پر صاف اور کھلا ہوا ہے	سوائے بتا دینے کے ہمارے پاس کوئی تدبیر نہیں ہے

یعنی اس کا ظلم ہم پر صریح اور ظاہر ہے اور ہمارے پاس سوائے بیان کر دینے کے کوئی علاج نہیں ہے۔

داد ما و انصاف ما بستان ازو	اے کریمے عادلے اکرام خو
اس سے ہمارا عدل اور انصاف کیجئے	اے شریف مزاج ، کریم منصف

یعنی ہماری فریاد اور انصاف اس سے لے اے کریم منصف اکرام کی خصلت والے۔

سلیمان علیہ السلام کا مظلوم مچھر کو مدعا علیہ کے حاضر کرنے کیلئے حکم فرمانا

پس سلیمان گفت اے زیبا دوی	امر حق باید کہ از جان بشنوی
پھر حضرت سلیمان نے فرمایا اے اچھی بھنبھناہٹ والے	تجھے اللہ کا حکم (دل و) جان سے سننا چاہیے

پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے اچھے بھن بھناہٹ والے تجھے چاہئے کہ خدا کے حکم جان سے سنے۔

حق بمن گفت است ہان اے دادور	مشنو از خصمے تو بے خصم دگر
اللہ نے مجھ سے فرمایا ہے کہ خبردار اے منصف	کسی فریق کی دوسرے فریق کے بغیر بات نہ سننا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی حق تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا ہے کہ انصاف کے کرنے والے ایک فریق سے بغیر دوسرے فریق کے مت سننا۔

تا نیاید ہر دو خصم اندر حضور	حق نیاید پیش حاکم در ظہور
جب تک دونوں فریق کچہری میں نہ آ جائیں	حاکم کے لئے حق ظاہر نہیں ہوتا ہے

یعنی جب تک کہ دونوں فریق سامنے نہ آ دیں حاکم کے سامنے حق ظاہر نہیں ہوتا۔

خصم تنہا گر برآرد صد نفیر	ہان وہان بے خصم قول او مگیر
ایک فریق اگر سو چیخ و پکار کرے	خبردار خبردار! بغیر (دوسرے) فریق کے اس کی بات نہ مان

یعنی تنہا ایک فریق اگرچہ سینکڑوں شور و غل نکالے خبردار بے دوسرے فریق کے اس کا قول مت قبول کرو۔

من نیارم روز فرمان تافتن	خصم خود را رو بیاور سوئے من
میں (اللہ کے) حکم سے منہ نہیں موڑ سکتا	جا اپنے مدعیٰ علیہ کو میرے پاس لا

یعنی میں حکم (حق) سے منہ نہیں پھیر سکتا۔ تو جا اور میری طرف اپنے مقابل کو لا۔

گفت قول تست برہان درست	خصم من بادست او در حکم تست
اس نے کہا آپ کا فرمان صحیح دلیل ہے	میرا مدعیٰ علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے

یعنی مچھر بولا کہ آپ کا فرمان ٹھیک دلیل ہے (مگر) میرے مقابل ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے۔

بانگ زد آن شہ کہ اے باد صبا	پشہ افغان کرد از ظلمت بیا
اس شاہ نے آواز دی اے باد صبا!	مچھر نے تیرے ظلم کی شکایت کی ہے

یعنی اس بادشاہ نے آواز دی کہ اے باد صبا مچھر نے تیرے ظلم کی وجہ سے فریاد کی ہے آ۔

ہین مقابل شو بخصمت روبرو	پاسخش گو و بکن دفع عدو
خبردار اپنے مدعی کے روبرو مقابل ہو جا	اس کا جواب دے اور دشمن کی مدافعت کر

یعنی ہاں اپنے دشمن کے آمنے سامنے ہو کر مقابل ہو اور اس کا جواب دے کر دشمن کو دفع کر۔

باد چون بشنید آمد تیز تیز	پشہ بگرفت آن زمان راہ گریز
ہوا نے جب سنا وہ بہت تیز آئی	اس وقت مچھر نے راہ فرار اختیار کی

یعنی ہوا نے جو سنا تو وہ تیز تیز آئی تو مچھر نے اس وقت بھاگنے کا راستہ لیا۔

پس سلیمان گفت اے پشہ کجا	باش تا بر ہر دو رانم من قضا
(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا او مچھر کہاں (جاتا ہے)؟	ٹھہر تاکہ میں دونوں کا فیصلہ کروں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پس حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ اے مچھر کہاں۔ ٹھہرو تا کہ میں دونوں پر حکم چلاؤں۔

گفت اے شہ مرگ من از بود اوست	خود سیاہ این روز من از دود اوست
اس نے کہا اے شاہ! اس کے وجود سے میری موت ہے	میرا یہ دن اس کے دھویں سے کالا ہے

مچھر نے کہا کہ اے بادشاہ میری موت اسی کے ہونے سے تو ہے اور میرا یہ دن اسی کے دھویں سے تو سیاہ ہے۔

او چو آمد من کجا یابم قرار	کو بر آرد از نہاد من دمار
جب وہ آ گئی میں کہاں ٹھہروں؟	کیونکہ وہ مجھے مار ڈالتی ہے

یعنی جب وہ آ گئی تو میں کہاں قرار پا سکتا ہوں کیونکہ وہی تو میرے جسم میں سے ہلاکی کو نکالتی ہے۔

(آگے مولانا فرماتے ہیں)

ہم چنین جویائے درگاہ خدا	چون خدا آید شود جوینده لا
اسی طرح اللہ کے دربار کی جستجو کرنے والا	جب خدا آ جاتا ہے وہ فنا کی جستجو کرتا ہے

یعنی اسی طرح درگاہ خداوندی کا طالب ہے کہ جب حق تعالیٰ ظہور فرماتے ہیں تو طالب فنا ہو جاتا ہے۔

گرچہ آن وصلت بقا اندر بقاست	لیک ز اول آن بقا اندر فناست
اگرچہ تیرا وہ وصال بقا در بقا ہے	لیکن شروع میں وہ بقا فنا میں ہے

اگرچہ وہ وصل (جس میں کہ یہ طالب فنا ہو گیا ہے) بقا اندر بقا ہے لیکن اول سے وہ بقا ہی فنا میں ہے۔

مطلب یہ کہ اگرچہ اس وصل حق کے بعد جس میں کہ یہ فنا ہو گیا ہے بقا ہی بقا ہے مگر یہ بقا بھی تو فنا ہی ہو کر حاصل ہوتی ہے لہذا فنا ہونا ضروری ہوا۔ آگے اسی کی ایک مثال دیتے ہیں۔

سایہ ہائے کہ بود جویائے نور	نیست گردد چون کند نورش ظہور
وہ سائے جو نور کے جویاں ہوں	فنا ہو جاتے ہیں جب اس کا نور ظاہر ہوتا ہے

یعنی جو سائے کہ نور کے طالب ہوتے ہیں جب اس نور کا جوش ظہور کرتا ہے تو وہ فنا ہو جاتے ہیں۔

عقل کے ماند چو باشد سردہ او	کل شیء ھالک الا وجھہ'
عقل کہاں ٹھہرتی ہے جب اس کو وجود میں لانے والا موجود ہو	اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے

یعنی عقل کب رہے جب ظہور کرنے والا وہ ہو تمام چیزیں ہلاک ہونے والی ہیں مگر اس کی ذات۔

ہالک آمد پیش وجہش ہست و نیست	ہستی اندر نیستی خود طرفہ ایست
اس کی ذات کے سامنے' فانی فانی اور باقی ہے	عدم میں وجود' خود عجیب بات ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کی ذات کے سامنے تمام ہست و نیست ہلاک ہونے والے ہیں اور نیستی میں ہستی ہونا خود ایک عجیب بات ہے مطلب یہ کہ جب اس کے سامنے سب نیست ہیں تو ان کو ہست کہنا ایک تعجب خیز امر ہے۔

چون قلم اینجا رسیده شد شکست	اندرین محضر خردہا شد زدست
جب قلم اس جگہ پہنچا۔ ٹوٹ گیا	اس مقام میں عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں

یعنی اس جگہ عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں اور جب قلم اس جگہ پہنچا تو ٹوٹ گیا مطلب یہ کہ چونکہ یہاں عظمت و جلال حق کا بیان تھا لہٰذا اس جگہ پہنچ کر قلم ٹوٹ گیا۔ یعنی اس کی بابت کچھ نہ لکھ سکا لہٰذا اس مضمون کو یہیں تک چھوڑ کر صدر جہاں کا قصہ بیان کرتے ہیں۔

شرح مبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جس قصہ کی طرف ہم نے اوپر اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے کہ باغ اور گھاس وغیرہ میں سے مچھر آیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے اجلاس میں دعویٰ دائر کیا جس کی تفصیل یہ ہے اے سلیمان آپ شیاطین پر اور آدمیوں پر اور جن و پری پر سب پر انصاف پھیلاتے ہیں پرندے اور مچھلیاں بھی آپ کے پناہ عدل میں ہیں۔ غرضکہ آپ کے انصاف کی وسعت کہاں تک بیان کروں اتنا کہنا کافی ہے کہ کوئی ایسا گمراہ نہیں جو آپ کے فضل کا طالب نہ ہو آپ ہمارا انصاف کریں ہم بہت تباہ حال ہیں ہم باغات سے متمتع نہیں ہو سکتے ہم کمزوری میں ضرب المثل ہیں۔ اس لئے ہم خود کچھ نہیں کر سکتے۔ ہماری مشکلات تو آپ ہی سے حل ہوں گی کیونکہ ہر کمزور کی مشکل آپ ہی سے حل ہوتی ہے۔ جس قدر ہم ضعف اور عجز میں مشہور ہیں اسی قدر آپ عنایت اور مسکین پروری میں مشہور ہیں۔ آپ قدرت کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں اور ہم عجز کی انتہائی تہ میں آپ ہمارا انصاف فرمائیں اور ہمیں اس رنج سے چھڑائیں۔ آپ کا ہاتھ گویا کہ خدا کا ہاتھ ہے۔ آپ ہماری دستگیری فرمائیں پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے طالب انصاف مچھر تو کس سے انصاف چاہتا ہے بیان کر وہ کون ظالم ہے جس نے غرہ میں آ کر تجھے ستایا ہے اور تیرا منہ نوچا ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ تجھ پر ظلم ہو کیونکہ ہمارے زمانہ میں کون ظالم ہے جو ظلم کرے جس قدر ظالم ہیں سب جیل خانہ میں محبوس ہیں جب ہم پیدا ہوئے تھے ظلم تو اسی روز مر چکا تھا اب کون ایسا پیدا ہو گیا کہ ہمارے ہوتے اس نے تجھ پر ظلم کیا ہو قاعدہ ہے کہ جب روشنی آتی ہے تو تاریکی زائل ہو جاتی ہے پس ہمارے نور عدل کے سامنے تاریکی کہاں اور جب تاریکی نہیں تو ظلم کیسا۔ کیونکہ ظلم کا منشا تو اندھیری ہے دیکھ لو کچھ شیاطین تو بیگار میں پڑے ہوئے ہیں اور کام کر رہے ہیں اور جو باقی ہیں وہ بیڑیوں اور جیل خانوں میں مقید ہیں اور سنو جس قدر ظلم ہوتے تھے سب کا منشاء ابلیس تھا سو وہ محبوس ہے پھر ظلم کیسے ہوا ہم کو تو خدائے قادر مطلق نے ملک اسی لئے دیا ہے کہ مخلوق ظلم سے رو کر حق سبحانہ سے فریاد نہ کرے اور ان کی آہوں کا دھواں آسمان پر نہ جائے تاکہ آسمان اور ستارے اس سے پریشان نہ ہوں اور یتیم کے رونے سے عرش نہ تھرا وے اور ستم سے

www.besturdubooks.wordpress.com

کوئی جاندار دکھیا نہ ہو اسی لئے ہم نے ملک میں ایک امن دینے والا قانون مقرر کیا ہے تا کہ کوئی فریاد آسمان پر نہ جاوے اور کہہ دیا گیا ہے کہ کوئی مظلوم آسمان کی طرف نہ دیکھے اس لئے کہ خدا کا خلیفہ زمین میں موجود ہے جو ہر قسم کے امن کا ذمہ دار ہے مچھر نے جواب دیا کہ میں ہوا کے ہاتھوں فریاد کرتا ہوں کیونکہ وہی ہاتھ دھو کر ہمارے پیچھے پڑی ہے ہم اس کے ظلم سے بہت تنگ ہیں اور ہونٹ سیئے ہوئے اپنا لہو پیتے ہیں اس کا ظلم ہم پر کھلا ہوا اور مشاہد ہے اور ہم اس کا کوئی علاج نہیں کر سکتے بجز اس کے کہ حضور کی خدمت میں رونا روئیں آپ ہمارا اور اس کا انصاف کیجئے اور اس سے ہمارا بدلہ لیجئے آپ کریم ہیں عادل ہیں اکرام آپ کی خصلت ہے۔

اس پر سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے خوش کلام حق سبحانہ کے حکم کو دل سے سننا چاہئے مجھ سے حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ تم کو ایک فریق کی بات بغیر دوسرے فریق کے نہ سننی چاہئے کیونکہ جب تک مدعی اور مدعا علیہ سامنے نہ ہوں حاکم پر حق ظاہر نہیں ہو سکتا۔ پس ایک فریق تنہا کتنا ہی چلائے دوسرے فریق کے بغیر اس کی بات ہرگز نہ سننا چونکہ میں حکم حق سے روگردانی نہیں کر سکتا اس لئے تم اپنے مدعا علیہ کو میرے پاس لاؤ اس نے کہا کہ آپ کا ارشاد نہایت درست ہے میرا مدعا علیہ ہوا ہے اور وہ آپ کے حکم میں ہے آپ اس کو بلا سکتے ہیں اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے آواز دی کہ اے باد صبا مچھر نے تیرے ظلم سے فریاد کی ہے تو جواب دہی کے لئے حاضر ہو۔ اور اپنے مدعی کے سامنے آ اس کی بات کا جواب دے اور اس کے دعوے کی تردید کر جب ہوا نے یہ حکم سنا تو فوراً زناٹے کے ساتھ حاضر ہوئی اس کے آتے ہی مچھر رفو چکر ہو گیا اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ اے مچھر کہاں چلا ذرا ٹھہر تو میں تمہارا دونوں کا فیصلہ کروں اس نے کہا جناب یہ تو میری موت ہے اور اسی کے دھویں سے میرا دن تاریک ہے جب وہ آئی تو میں کہاں ٹھہر سکتا ہوں کیونکہ وہ تو مجھے تباہ کر دے گی جب یہ معلوم ہو چکا تو جس طرح اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ عشق کے سامنے عقل نہیں ٹھہر سکتی یوں ہی اس سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ طالب خدا اور خدائے تعالیٰ کی بھی یہی شان ہے کہ جب حق سبحانہ تجلی فرماتے ہیں تو طالب نیست ہو جاتا ہے اگر چہ یہ وصل سراسر بقا ہے لیکن اس سے پہلے فنا ہونا ضروری ہے اور بقا اس فنا ہی میں ہے۔ تجلی حق سبحانہ کے سامنے بندہ کا فنا ہو جانا ایسا ہی ہے جیسے کہ یہ طالب نور ہو اور جب نور ظاہر ہوے تو وہ نیست ہو جاوے۔ عقل اس کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے پس اس کی تجلی کے سامنے وہ کیا ٹھہر سکتی ہے بات یہ ہے کہ بجز اس کی ذات کے اور تمام اشیاء مضمحل اور فانی ہیں اور جتنے ہست یا نیست ہیں اس کی ذات کے سامنے سب ہالک ہیں پس یہ عجیب طرفہ ماجرا ہے کہ ہستی نیستی جمع ہیں اس معاملہ میں عقلیں ہاتھ سے جاتی رہیں اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ جب قلم یہاں تک پہنچا تو ٹوٹ گیا (اجتماع وجود و عدم کی صورت یہ ہے کہ وجود ان کا عطائی ہے اور عدم اصلی پس ہر ممکن اپنے وجود عرضی کی حالت میں بھی بالنظر الی الذات معدوم ہے جیسے چاند کہ فی نفسہ تاریک ہے مگر آفتاب کی روشنی سے روشن۔ تو وہ ایک ہی حالت میں تاریک بھی ہے اور روشن بھی مگر چونکہ جہات مختلف ہیں اس لئے اجتماع وجود و عدم اور نور و ظلمت جائز ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

36

شرح شبیری

معشوق کا اپنے بیہوش عاشق کو نوازنا تاکہ وہ ہوش میں آجاوے

باز گردم جانب صدر جہان	در نوازش عاشق خود را نہان
میں پھر صدر جہاں کی طرف پلٹتا ہوں	جو درپردہ عاشق کو نواز رہا ہے

یعنی میں پھر صدر جہاں کی طرف لوٹتا ہوں کہ اس نے اپنے عاشق بیہوش کو نوازا۔

برگرفتش سر نہاد اندر کنار	بر رخس می کرد اشک تر نثار
اس کا سر اٹھایا گود میں رکھا	اس کے چہرے پر تر آنسو نچھاور کر رہا تھا

یعنی اس کا سر لے کر گود میں رکھا اور اس کے چہرہ پر تر آنسو نثار کیے۔

می کشید از بیہشی اش در بیان	اندک اندک از کرم صدر جہان
اس کو بے ہوشی سے باتوں کی طرف لایا	صدر جہاں تھوڑا تھوڑا کرم کر کے

یعنی صدر جہاں اس کو تھوڑا تھوڑا کرم کی وجہ سے بیہوشی سے بیان میں لا رہا تھا۔ یعنی چاہتا تھا کہ وہ بولے۔

بانگ زد در گوش او شہ کاے گدا	زر نثار آوردمت دامن کشا
شاہ نے اس کے کان میں کہا اے فقیر!	میں تیرے اوپر نچھاور کرنے کو سونا لایا ہوں دامن پھیلا

یعنی اس بادشاہ نے اس کے کان میں آواز دی کہ اے گدا میں تیرے پاس سونا نثار کرنے کے لئے لایا ہوں دامن کھول (زر سے مراد صدر جہاں کے الطاف وکرم ہیں)

جان تو کاندر فراقم می طپید	چونکہ زنہارش رسیدم چوں رمید
تیری جان جو میری جدائی میں تڑپ رہی تھی	جب میں اس کی پناہ کے لئے آیا کیوں بھاگ گئی؟

یعنی تیری جان میرے فراق میں تڑپ رہی تھی تو جبکہ میں اس کے پاس جلدی سے پہنچا کیوں بھاگ گئی۔

اے بدیدہ در فراقم گرم و سرد	باخود آ از بے خودی و باز گرد
اے وہ کہ جس نے میرے فراق میں گرم و سرد دیکھے	بے ہوشی سے ہوش میں آجا اور لوٹ آ

یعنی اے میرے فراق میں گرم و سرد کو دیکھے ہوئے بیخودی سے خودی میں لوٹ آ۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں۔

مرغ خانہ اشترے را بیخرد	رسم مہمانش بخانہ می برد
گھریلو مرغا، بے عقلی سے ایک اونٹ	مہمان بنانے کے لئے اپنے گھر لے جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک خانگی مرغ ایک اونٹ کو بے عقلی کی وجہ سے اس کی رسم مہمان کی وجہ سے گھر لے جاتا ہے۔

چون بخانہ مرغ اشتر پا نہاد	خانہ ویران گشت وسقف اندر فتاد
جب مرغ کے دڑبہ پر اونٹ نے پاؤں رکھا	دڑبہ ٹوٹ گیا اور چھت اندر گر گئی

یعنی جب مرغ کے گھر میں اونٹ نے پاؤں رکھا تو گھر ویران ہو گیا اور چھت گر پڑی۔

خانہ مرغ ست عقل و ہوش ما	ہوش صالح طالب ناقہ خدا
ہماری عقل اور ہوش مرغ کا دڑبہ ہے	ہوش (حضرت) صالح ہے جو اللہ کی اونٹنی کا طالب ہے

یعنی ہمارا عقل و ہوش مرغ کا گھر ہے اور نیک ہوش ناقہ خدا کے طالب ہیں۔ (ناقہ سے مراد عشق ہے)

ناقہ چون سر کرد در آب وگلش	نے گل آنجا ماند و نے جان ودلش
جب اس کے پانی اور مٹی میں اونٹنی نے سر ابھارا	نہ وہاں مٹی رہی اور نہ اس کی جان اور دل

یعنی ناقہ نے جب ظہور کیا اس (ہوش) کے آب وگل میں تو نہ اس جگہ اس کی مٹی رہی اور نہ اس کا جان ودل رہا۔

کرد فضل عشق انساں را فضول	زیں فزوں جوئی ظلوم ست وجہول
عشق کی بڑائی نے انسان کو بیہودہ بنا دیا	اسی بڑھی ہوئی جستجو کی وجہ سے وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے
جاہل ست او اندریں مشکل شکار	می کشد خرگوش شیرے در کنار
وہ اس مشکل شکار (کے معاملے) میں جاہل ہے	خرگوش، شیر کو بغل میں دباتا ہے

یعنی اس مشکل شکار میں وہ جاہل ہے کہ خرگوش ایک شیر کو گود میں لیتا ہے۔

کے کنار اندر کشیدے شیر را	گر بدانستے و دیدے شیر را
وہ شیر کو بغل میں کب لیتا؟	اگر وہ شیر کو جان لیتا اور دیکھ لیتا

یعنی شیر کو کب گود میں لے سکتا تھا اگر شیر کو جانتا اور دیکھ لیتا۔

ظالم است او بر خود و بر جان خود	ظلم بین کز عدلہا گو می برد
وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظلم کرنے والا ہے	ظلم کو دیکھ جو انصافوں سے بازی جیت رہا ہے

یعنی وہ اپنے اوپر اور اپنی جان پر ظالم ہے ظلم دیکھو کہ انصافوں سے سبقت لے جا رہا ہے۔

جہل او مر علمہا را اوستاد	ظلم او مر عدلہا راشد رشاد
اس کی نادانی، علموں کی استاد ہے	اس کا ظلم انصافوں کے لئے ہدایت ہے

یعنی اس کا جہل علموں کا استاد ہے اور اس کا ظلم انصافوں کے لئے رہبر ہے مطلب یہ ہے کہ جو شخص عشق حق کو اپنے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر لیتا ہے وہ بظاہر گویا کہ اپنے اوپر ظلم کر رہا ہے کیونکہ جب عشق آوے گا تو وہ اس کو فنا اور نیست و نابود کر دے گا۔ اور اس نے جو اتنی بڑی چیز کو اپنے اوپر لے لیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو عظمت و جلال حق کی پوری طرح خبر نہیں لیکن اس کا یہ ظاہری ظلم لاکھوں انصافوں سے بہتر ہے اور اس کا یہ جہل لاکھوں علموں سے برتر ہے۔ آگے صدر جہاں کا مقولہ ہے۔

دست او بگرفت کاین رفتہ دمش	آنگہے آید کہ من دم بخشمش
اس نے اس کا ہاتھ پکڑا کہ اس کا گیا ہوا سانس	اس وقت آئے گا جب میں اسے سانس بخشوں گا

یعنی صدر جہاں نے اس کا ہاتھ پکڑا کہ اس کا یہ سانس گیا ہوا اس وقت آوے گا کہ میں اس کو سانس بخشوں گا۔

چون بمن زندہ شود آں مردہ تن	جان من باشد کہ و آرد بمن
جب وہ مردہ جسم میرے ذریعہ سے زندہ ہو گا	وہ میری جان ہو گی جو میری طرف متوجہ ہوگی

یعنی جب وہ مردہ تن میری وجہ سے زندہ ہو گا تو گویا کہ وہ میری جان ہوگی جو کہ میری طرف متوجہ ہوگی۔

من کنم او را ازین جان محتشم	جان کہ من بخشم بہ بیند بخششم
میں اسے اس جان سے معزز بناؤں گا	جو جان میں دوں گا وہ میری بخشش دیکھے گی

یعنی میں اس کو اس جان سے باشوکت کروں گا اور جو جان کہ میں بخشوں گا وہ میری بخشش کو دیکھے گی۔

مطلب یہ کہ اس کے پہلے ہوش و حواس تو جاتے رہے اب جو ہوش میری وجہ سے آئیں گے اس سے یہ میری بخشش اور الطاف و کرم کو دیکھے گا۔ بس اسی طرح جب حق تعالیٰ بندہ کو خود بصیرۃ عطا فرماتے ہیں تو بندہ اسی بصیرۃ سے عظمت و جلال حق کا مشاہدہ کرتا ہے ورنہ اس کے قویٰ اس قابل کہاں۔

جان نامحرم نہ بیند روے دوست	جز ہمان جان کاصل او از کوئی اوست
نامحرم جان، دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتی	سوائے اس جان کے جس کی اصل اس کے کوچے کی ہو

یعنی نامحرم جان محبوب کے چہرہ کو نہیں دیکھ سکتی سوائے اس جان کے کہ اس کی اصل اسی کوچہ سے ہو۔

دردمم قصاب وار این دوست را	تاہلد آن مغز نغزش پوست را
میں قصاب کی طرح اس دوست میں پھونک بھرتا ہوں۔	تاکہ اس کا نفیس مغز کھال کو چھوڑ دے

یعنی میں قصاب کی طرح اس دوست کے اندر پھونکوں گا تاکہ اس کا وہ مغز عمدہ کھال کو چھوڑ دے۔ مطلب یہ کہ قصاب کھال کے اندر پھونکا کرتے ہیں تاکہ جو جان باقی رہی ہے وہ بھی نکل جاوے تو اسی طرح وہ بھی کہتے ہیں کہ ہم اس کے اندر روح پھونکتے ہیں تاکہ اس کی یہ نفیس جان اس ناسوت کو چھوڑ کر ہماری طرف متوجہ ہو۔

گفت اے جان رمیدہ از بلا	وصل را مادر کشادیم الصلا
اس نے کہا، اے مصیبت سے بھاگنے والی جان	ہم نے وصل کا دروازہ کھول دیا ہے دعوت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی فرماتے ہیں کہ اے جان جو کہ بلا کی وجہ سے بھاگی ہوئی ہے ہم نے وصل کے لئے دروازہ کھول دیا ہے آؤ مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے وہ جان جو کہ ہمارے عشق میں مبتلا ہو کر اپنے کو کھو چکی ہے اب ہم نے وصل کے لئے دروازہ کھول دیا ہے آؤ وصل حاصل کرو۔

اے خود ما بیخودی و مستیت	اے ز ہستت ما ہمارہ ہستت
اے ! ہمارا وجود تیری بے خودی اور مستی ہے	اے ! تیری ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے ہے

اے وہ شخص کہ ہمارا وجود تیری بیخودی اور مستی ہے اور ہماری ہستی کی وجہ سے ہمیشہ تیری ہستی ہے۔

با تو بے لب این زمان من نو بنو	راز ہائے کہنہ می گویم شنو
میں اس وقت تجھ سے بغیر ہونٹوں کے تازہ تازہ	پرانے راز کہتا ہوں سن ......

یعنی تیرے ساتھ میں اس وقت بے لب کے نو بنو پرانے رازوں کو کہتا ہوں سن۔

زاں کہ آں لبہا ازیں دم می رمد	برلب جوئے نہاں بر می دمد
کیونکہ وہ ہونٹ اس بات سے گریز کرتے ہیں	وہ (بات) مخفی نہر کے کنارے پر اگتی ہے

یعنی اس لئے کہ وہ لب اسی دم سے پیدا ہوتے ہیں اور پوشیدہ ندی کے کنارہ پر ظاہر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ ہم تم سے اسی زبان ظاہری سے کچھ باتیں بیان کرتے ہیں اس کے ذریعہ سے تمہارے قلب پر علوم اور فنون ظاہر ہوں گے۔

گوش بیگوشی دریندم برکشا	بہر راز یفعل اللہ ما یشاء
بے گوشی کے کان اس بات میں کھول	اس راز کے لئے کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے

یعنی بے سننے کے کان یفعل اللہ ما یشاء کے راز کے واسطے کھولو مطلب یہ کہ ان رازوں کے لئے یہ ظاہری کان بھی کافی نہیں ہیں ان کے لئے بھی گوش قلب کی ضرورت ہے۔

چوں صلائے وصل بشنیدن گرفت	اندک اندک مردہ جنبیدن گرفت
جب وصل کی دعوت سننی شروع کی	مردے نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کر دیا

یعنی جب وصل کی آواز سننا شروع کی تو مردہ نے تھوڑا تھوڑا ہلنا شروع کیا۔ یعنی جب اس عاشق نے سنا کہ وصل محبوب کا وقت قریب ہے تو اس کے ہوش و حواس کچھ درست ہوئے اور اس نے ہلنا شروع کیا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

نے کم از خاکست کز عشوہ صبا	سبزہ پوشد سر برآرد از فنا
وہ مٹی سے گیا گزرا نہیں ہے کہ باد صبا کے ناز و انداز سے	سبزہ پہن لیتی ہے عدم سے سر ابھارتی ہے

یعنی وہ (عاشق) خاک سے تو کم نہیں ہے کہ (خاک نے) صبا کے عشوہ کی وجہ سے سبزہ پہن لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کم ز آب نطفہ نبود کز خطاب	یوسفان زایند رخ چوں آفتاب
وہ نطفہ سے کم نہیں تھا کہ وہ (اللہ کے) حکم سے	آفتاب جیسے چہرے والے یوسفوں کو جنتا ہے

یعنی وہ نطفہ کے پانی سے کم نہیں کہ خطاب (حق) کی وجہ سے یوسف پیدا ہوتے ہیں (جن کے) چہرے آفتاب کی طرح ہوتے ہیں۔

کم ز بادے نے کہ شد از امر کن	در رحم طاؤس و مرغ خوش سخن
وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ وہ کن کے حکم سے بن گئی	رحم میں مور اور خوش الحان پرند

یعنی وہ ہوا سے کم نہیں ہے کہ جو امر کن کی وجہ سے رحم کے اندر مور اور خوش آواز جانور ہو گئے۔

کم ز نارے نیست کز امر سلام	گلستان شد بر خلیل خوش کلام
وہ آگ سے کم نہیں ہے کہ سلامتی کے حکم سے	خوش کلام خلیل (اللہ) پر گلستان بن گئی

یعنی وہ آگ سے تو کم نہیں ہے جو کہ امر حق کی وجہ سے خلیل خوش کلام پر گلستان ہو گئی تھی۔

کم ز چوبے نیست در دفع عدو	گشت اژدرہائے منکرز امر ہو
وہ لکڑی سے کم نہیں ہے کہ دشمن کی مدافعت کے لئے	اللہ کے حکم سے وہ خوفناک اژدہا بن گئی

یعنی لکڑی سے تو کم نہیں کہ وہ دشمن کے دفع کرنے میں ایک اژدہائے ہیبت ناک ہو گئی تھی۔

کم ز سنگ کوہ بنود کز ولاد	ناقۂ کان ناقہ ناقہ زاد زاد
وہ پہاڑ کے پتھر سے کم نہیں جس نے ولادت کے طریقہ پر	اس اونٹنی کو جنا جس نے اونٹنی کو جنا

یعنی پہاڑ کے پتھر سے تو کم نہیں ہے کہ ولادت کی وجہ سے اس نے ایک ایسی اونٹنی جنی کہ جس اونٹنی نے ایک اور بچہ جنا مطلب یہ کہ جب محبوب کی آواز سے اور اس کے حکم سے بے جان چیزوں میں جان پڑ جاتی ہے اور وہ جانداروں جیسا کام کرنے لگتی ہیں تو گر اس شخص کو محبوب کی آواز سے ہوش آ گیا تو کیا تعجب ہے آگے مولانا فرماتے ہیں۔

زین ہمہ بگزر نہ آن مایہ عدم	عالمے زاد و بیزاید دم بدم
اس سب کو چھوڑ کیا مادہ عدم کی مادہ نے	عالم کو نہیں جنا اور دمبدم جن رہی ہے

یعنی ان سب کو چھوڑ دکیا اس مایہ عدم نے ایک عالم کو نہیں جنا ہے اور ہر گھڑی جن رہا ہے۔ مطلب یہ کہ ان چیزوں کے جاندار ہو جانے سے کیوں تعجب کرتے ہو جبکہ سارا عالم ہی عدم سے موجود ہوا ہے تو یہ بھی اسی عدم کی حالت میں موجود تھے۔

برجہید و برطپید و شاد شاد	یکدو چرخے زد بجود اندر فتاد
وہ کودا اور اچھل پڑا اور خوشی خوشی	اس نے ایک دو بار رقص کیا (اور) سجدے میں گر پڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کودا اور تڑپا خوش خوش وہ ایک چکر لگا کر سجدہ میں گر پڑا۔

بشکفید از روے او وشاد شد	در وصال از بند ہجر آزاد شد
وہ اس کا چہرہ دیکھ کر کھل گیا اور خوش ہوگیا	وصل میں فراق کی قید سے آزاد ہوگیا

یعنی اس (صدر جہاں) کے چہرہ کی وجہ سے کھل گیا اور خوش ہوگیا اور وصال (کی حالت) میں جدائی کی قید سے آزاد ہوگیا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔اچھا اب ہم صدر جہاں کی طرف لوٹتے ہیں جو اپنے عاشق پر خفیہ طور پر عنایت کرنے میں مصروف تھا۔سو اس نے اس کو لیا اور اس کا سر اپنی آغوش میں رکھ لیا۔اور اس کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگا وہ اس کو اپنی عنایت سے رفتہ رفتہ بیہوشی سے ہوش میں لا کر گویائی میں لا رہا تھا۔آخر کار اس نے اس کے کان میں کہا کہ دیکھ میں اشرفیاں تیرے دینے کو لایا ہوں تو دامن کھول یعنی تجھ پر وہ عنایات کرنے کو تیار ہوں جن کا تو طالب ہے۔تو ہوش میں آ کر ان سے متمتع ہونے کے قابل بن تیری جان جو کہ میرے فراق میں بے قرار تھی اب جبکہ میں اس کی مدد کے لئے پہنچ گیا کیوں بھاگ گئی۔اے شخص جس نے میرے فراق میں ہر قسم کی تکلیفیں اٹھائی ہیں تو ہوش میں آ اور حواس درست کر۔اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ تو صورت افسانہ تھی اب حقیقت افسانہ سنو اور اس کے لئے اولاً بطور تمہید کے یہ سمجھو کہ مرغ خانہ حماقت سے ایک اونٹ کو مہمان کے طور پر اپنے گھر لاتا ہے پس جبکہ اونٹ اس کے گھر میں پاؤں رکھتا ہے تو اس کا گھر تباہ و برباد ہو جاتا ہے اور چھت بیٹھ جاتی ہے پس یہی حالت اس شخص کی ہے جو طالب خدا ہو اس کی عقل ایک ڈربہ ہے مرغ کا اور حق سبحانہ اس کے لحاظ سے ایسے ہیں جیسے خانہ مرغ کے لحاظ سے اونٹ (یہ تمثیل محض تقریب فہم کے لئے ہے ورنہ ہر دو نسبتوں میں کوئی نسبت ہی نہیں) پس جب حق سبحانہ اس کے وجود پر تجلی فرماتے تو پھر نہ جسم باقی رہتا ہے نہ جان نہ دل ؎

چو سلطان عزت علم در کشد جہان سر بجیب عدم درکشد

جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ عظمت عشق نے انسان کو بوالفضول بنا دیا کیونکہ یہ اس کا متحمل نہ تھا اور خواہ مخواہ اس کے بار کو اپنے سر لے لیا اسی زیادہ طلبی کے سبب اس نے ظلوم وجہول کا خطاب پایا چنانچہ فرمایا گیا ہے۔انا عرضنا الامانۃ علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنھا واشفقن منھا وحملھا الانسان انہ کان ظلوما جھولا واقعی وہ اس کٹھن شکار میں جاہل ہے اور ایسا ہے جیسا کہ ایک خرگوش شیر کو بغل میں لے اور خرگوش کا ایسا کرنا اس کی جہالت ہے کیونکہ اگر وہ شیر کو جانتا اور دیکھتا ہوتا تو ہرگز اسے بغل میں نہ لیتا اور جبکہ وہ کرتا ہے تو خود

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے اوپر اور اپنی جان پر صریح ظلم کرتا ہے لیکن یہ ظلم ہزار عدلوں پر سبق رکھتا ہے اور یہ جہل ہزاروں علموں کا اوستاد اور یہ ظلم ہزاروں عدلوں کا رہنما ہے خیر یہ اسطرادی مضمون تو ختم ہوا اب قصہ سنو اس نے اس کا ہاتھ پکڑا بدیں خیال کہ اس مردہ میں اس وقت جان آئے گی جبکہ میں اسے زندہ کروں گا اور جبکہ یہ مردہ میرے ذریعہ سے زندہ ہوگا تو گویا کہ میری جان میری طرف رخ کرے گی۔ یعنی اس کی زندگی میری زندگی ہوگی۔ میں اسے اس نئی جان سے جو میں دینے والا ہوں معزز و ممتاز کروں گا اور وہ جان جو کہ میں اسے دوں گا وہ میری بخشش کو دیکھے گی یہ جان جواب تک تھی یہ نہیں دیکھ سکتی کیونکہ یہ نامحرم ہے اور جان نامحرم دیدار یار کے قابل نہیں۔ اس کے قابل وہی ہے جو کوئے دوست سے ملی ہو۔ میں قصائی کی طرح اس کے اندر پھونک بھردوں گا تاکہ اس کا مغز پوست کو چھوڑ دے۔

اور پوست جا کر مغز ہی مغز رہ جاوے اس کے بعد کہا کہ اے شخص جس کی جان بلا سے پرواز کر گئی ہے اب بلا کا وقت جاتا رہا اور ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم نے وصل کا دروازہ تیرے لئے کھول دیا ہے تو آ اور اس سے متمتع ہو اور اے وہ شخص جس کا بیخودی اور مستی کا سبب ہمارا وجود ہے اور جس کی ہستی ہمیشہ ہماری ہستی سے وابستہ ہے میں اس وقت تجھ سے بدوں تکلم راز کہنا چاہتا ہوں تو سن کیونکہ وہ لب اور وہ زبان جس سے میں راز کہتا ہوں اس تکلم ظاہری سے آبی ہیں وہ تو باطنی نہر یعنی دل پر مضامین کا القا کرتی ہے اچھا اب تو بھی وہ کان کھول جو حقیقت میں کان ہیں اور وہ راز سن جسے قدرت خدا ظاہر ہو جبکہ عاشق نے اعلان وصل سنا شروع کیا تو آہستہ آہستہ حرکت شروع کی وہ کیونکر زندہ ہو جاوے آخر عاشق خاک سے تو کم نہیں پس جبکہ خاک عشوۂ صبا سے زندہ اور سبز پوش ہو جاتی ہے تو اگر عاشق الطاف محبوب سے زندہ ہو جاوے تو کون سی تعجب کی بات ہے نیز وہ آب نطفہ سے تو کم نہیں پھر جبکہ حکم کن سے اس سے یوسف اور آفتاب رو پیدا ہوتے ہیں تو عاشق کی زندگی کیا حیرت انگیز ہے نیز وہ ہوا سے تو کم نہیں کہ امر کن سے رحم میں مور اور خوش گفتار جانور بن جاتے تھے۔ (چونکہ پرندوں میں عنصر ہوائی غالب ہوتا ہے اس لئے مولانا نے مور کا مادہ ہوا قرار دیا واللہ اعلم) تو عاشق کیوں نہ زندہ ہو جاوے نیز وہ آگ سے تو کم نہیں کہ وہ یا نار کونی برداً وسلاماً علی ابراھیم سن کر خلیل کے لئے باغ بن جاتی ہے نیز وہ لکڑی سے تو کم نہیں کہ وہ مدافعت فرعون کے لئے بحکم خداوندی اژدہا مکروہ بن جاتی ہے نیز وہ پہاڑ کے پتھر سے تو کم نہیں جس نے ایک اونٹنی جن دی جس سے ایک اور اونٹنی پیدا ہوئی اچھا سب کو چھوڑو آخر وہ عدم سے تو کم نہیں جس سے ایک عالم پیدا ہوا اور برابر پیدا ہوتا رہتا ہے جبکہ یہ صورت ہے تو پھر عاشق کا زندہ ہو جانا کیا تعجب ہے۔ بالخصوص عاشق حق سبحانہ کا خیر تو اس نے حرکت کی اور اٹھا اور تڑپا اور خوش ایک دو مرتبہ وجد میں گھوما اور پاؤں میں گر پڑا اس کا چہرہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور پھول کی طرح کھل گیا اور وصال میں پہنچ کر قید فراق سے چھوٹ گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

بیہوش عاشق کا ہوش میں آنا اور محبوب کی ثنا اور شکر کرنا

گفت اے عنقائے حق جاں را مطاف	شکر کہ باز آمدی زاں کوہ قاف
بولا اے خدائی عنقاء جو جان کی طواف گاہ ہے	شکر ہے کہ تو کوہ قاف سے واپس آ گیا

یعنی عاشق نے کہا کہ اے حق کے عنقا اور جان کے طواف کی جگہ شکر ہے کہ آپ اس (استغناء کے) کے کوہ قاف سے واپس آ گئے۔ مطلب یہ کہ عاشق کہتا ہے کہ اے محبوب خدا کا شکر ہے تمہاری وہ حالت بے اعتنائی اور استغنا کی گئی اور مجھ پر مہربان ہوئے۔

اے سرافیل قیامت گاہ عشق	اے تو عشق عشق وائے دلخواہ عشق
اے عشق کے میدان حشر کے اسرافیل!	اے وہ کہ تو عشق کا عشق اور عشق کا محبوب ہے

یعنی اے عشق کے قیامت گاہ کے اسرافیل اے وہ شخص کہ تم عشق کے معشوق ہو اور اے محبوب عشق

اول ایں خلعت کہ خواہی دادنم	گوش خواہم کہ نہی بر روزنم
سب سے پہلی خلعت جو آپ مجھے دیں	میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے منہ پر کان رکھ دیں

یعنی اول خلعت جو آپ مجھے دیں گے وہ یہ چاہتا ہوں کہ آپ میری بات پر کان رکھیں مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کو خطاب کر کے کہہ رہا ہے کہ اے وہ شخص جو کہ عشق کی قیامت کے وقت مردوں کو زندہ کرنے والا ہے میں چاہتا ہوں کہ سب سے اول انعام جو مجھ پر ہو وہ یہ ہو کہ آپ میری باتیں سن لیں۔

گرچہ میدانی بصفوت حال من	بندہ پرور گوش کن اقوال من
اگر چہ (باطن کی) صفائی کی وجہ سے آپ میرا احوال جانتے ہیں	بندہ پرور میری باتیں (بھی) سن لیجئے

یعنی اگر چہ آپ برگزیدگی کی وجہ سے میری حالت کو جانتے ہیں (مگر) اے بندہ پرور میری باتوں کو سن ہی لیجئے۔

صد ہزاراں بار اے صدر فرید	ز آرزوئے گوش تو ہوشم پرید
اے یکتا صدر لاکھوں بار	(آپ کے) کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑے ہیں

یعنی اے صدر یکتا لاکھوں دفعہ تیرے کان کی آرزو میں میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ مجھے جدائی میں جب تیرا میری باتوں کو سننا یاد آیا ہے تو میرے ہوش اڑ گئے ہیں۔

آں سمیعے تو و آں اصغائے تو	واں تبسمہائے جان افزائی تو
وہ آپ کا سننا اور آپ کا کان دھرنا	وہ آپ کی جان بڑھانے والی مسکراہٹیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تیرا وہ سننا اور تیرا وہ کان لگانا اور وہ تیرے جان کے بڑھانے والے تبسم۔

آن نیوشیدن کم و بیش مرا	عشوۂ جان بداندیش مرا
وہ میرے کم و بیش کو سننا	میری بد اندیش جان کے مکر کو (سننا)

یعنی وہ میرے کم وبیش کو سننا اور میری جان بداندیش کے مکروں کو سننا۔

قلب ہائے من کہ آن معلوم تست	بس پذیرفتی تو چون نقد درست
میرے کھوٹے سکے جو آپ جانتے تھے	کھرے نقد کی طرح آپ نے بہت قبول کئے ہیں

یعنی میرے ان کھوٹوں کو جو تجھے معلوم ہیں تو نے بہت مرتبہ مثل عمدہ کھرے کے قبول کیا ہے۔

بہر گستاخے و شوخ غرۂ	حلمہا در پیش حلمت ذرۂ
ایک گستاخ اور شوخ بگڑے ہوئے کے لئے	بہت سی بردباریاں آپ کی بردباری کے سامنے ایک ذرہ ہیں

یعنی گستاخی اور عاشق کی شوخی کے واسطے تمام حلم تیرے حلم کے سامنے ایک ذرہ ہیں۔ مطلب یہ کہ عاشق کی شوخی اور گستاخی کے برداشت کرنے کے لئے تمام حلم کافی نہیں ہیں مگر تیرے حلم نے ان کو بھی برداشت کیا ہے تو اور سب حلم تیرے حلم سے گھٹے ہوئے ہیں۔

اولاً بشنو کہ چون ماندم دشت	اول و آخر ز پیش من بہ چست
اولاً سنئے کہ جب میں کند سے نکل گیا	تو آغاز و انجام میرے سامنے سے چل دیا

یعنی اول تو سن کہ جب میں کمند (خدمت) سے جدا ہوا تو اول وآخر میرے آگے سے جاتا رہا۔ مطلب یہ کہ جب میں آپ کی خدمت سے جدا ہوا ہوں مجھے اول وآخر کی کچھ خبر نہیں رہی۔

ثانیاً بشنو تو اے صدر ودود	کہ بسے جستم ترا ثانی نبود
دوسرے سنئے اے محبوب صدر	کہ میں نے بہت ڈھونڈا آپ کا کوئی ثانی نہ تھا

یعنی اے صدر محبوب دوسری بات یہ سن کہ میں نے بہت ڈھونڈا مگر تیرا کوئی ثانی نہیں تھا۔

ثالثاً تا از تو بیرون رفتہ ام	گوئیا ثالث ثلثہ گفتہ ام
تیسرے جب سے کہ میں آپ کے پاس سے باہر نکلا ہوں	گویا کہ میں تین میں سے تیسرے کا قائل ہوگیا ہوں

یعنی تیسرے یہ کہ جب سے تیرے پاس سے گیا ہوں گویا ثالث ثلثہ کہا ہے میں نے۔ مطلب یہ کہ چونکہ آپ میرے اصلی محبوب ہیں اور میں آپ سے جدا ہو کر دوسری جگہ گیا تو ایسا ہو گیا جیسا کہ نصاریٰ محبوب حقیقی کو چھوڑ کر محبوبان مجازی کی طرف التفات کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رابعاً چون سوخت مرا مزرعہ	می ندانم خامسہ از رابعہ
چوتھے جب میرا کھیت جل گیا	میں پانچویں کو چوتھے سے ممتاز نہیں کر سکتا

چوتھے یہ کہ جب ہماری (قرب) کی کھیتی جل گئی تو میں پانچویں کو چوتھے سے نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ جب آپ کا قرب جاتا رہا تو پھر مجھے اس قدر بے خودی نے گھیرا کہ مجھے چار و پانچ میں بھی امتیاز نہ رہا۔

خامساً در ہجرت اے صدر جہاں	از حواس خمسہ بودم در زیان
پانچویں اے صدر جہاں تیرے فراق میں	میں پانچوں حواس سے نقصان میں تھا

اور پانچویں اے صدر جہاں تیری جدائی میں حواس خمسہ سے نقصان میں تھا۔

سادساً از شش جہت بے روئے تو	گویا بارید برمن غم دو تو
چھٹے تیرے چہرے کے بغیر چھ جانبوں سے	گویا مجھ پر دوہرا غم برسا

یعنی چھٹے شش جہت سے بے چہرہ تیرے کے گویا کہ مجھ پر دوہرا غم برسا۔

سابع از ثامن ندانم ضالہ ام	خون ہمی گرید فلک از نالہ ام
مجھے ساتویں آٹھویں میں تمیز نہ رہی میں گمشدہ ہوں	میرے رونے سے آسمان خون (کے آنسو) روتا ہے

یعنی ساتویں کو آٹھویں سے نہیں جانتا گمراہ ہوں اور فلک میرے نالہ کی وجہ سے خون روتا ہے مطلب یہ کہ میرے نالہ کا اثر آسمان تک پہنچا۔

ہر کجا یابی تو خون برخاکہا	پے بری باشد یقین از چشم ما۔
زمینوں پر جہاں بھی آپ خون پائیں گے	کھوج لگا لیجئے وہ یقیناً ہماری آنکھ کا ہوگا

یعنی جس جگہ کو تو خاک پر خون پاوے گا یقیناً ہماری آنکھ سے نشان لے جاوے گا یعنی جہاں کہیں خون پڑا ہوا دیکھو گے تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ ہم ادھر ہی کو روتے ہوئے گئے ہیں۔

گفت من رعدست واین بانگ وحنیں	زابر خواہد تا ببارد بر زمین
میری گفتگو اور یہ آواز اور رونا کڑک ہے	وہ ابر سے چاہتا ہے کہ زمین پر برسے

یعنی میری باتیں اور یہ آوازیں رعد ہیں اور ابر سے چاہتی ہیں کہ زمین پر برسے مطلب یہ کہ جب میں باتیں کرتا ہوں تو مجھے رونا آتا ہے اور ان باتوں کا تقاضا ہوتا ہے کہ میں خوب روؤں۔

من میاں گفت وگریہ می تنم	یا بگریم یا بگویم چوں کنم
میں بولنے اور رونے کے درمیان کشمکش میں ہوں	روؤں یا بات کروں کیا کروں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں رونے اور گفتگو کرنے کے درمیان میں کھنچ رہا ہوں کہ روؤں یا باتیں کروں کیا کروں۔

گر بگویم فوت می گردد بکا	ور بگریم چون کنم شکر و ثنا
اگر بولتا ہوں رونا چھوٹتا ہے	اگر روؤں شکریہ اور تعریف کیسے کروں

یعنی اگر باتیں کرتا ہوں تو رونا فوت ہوا جاتا ہے اور اگر روتا ہوں تو تعریف اور شکر کس طرح کروں۔

می فتد از دیدہ خون دل شہا	بین چہ افتادہ ست از دیدہ مرا
اے شاہ آنکھوں سے دل کا خون بہہ رہا ہے	دیکھ آنکھوں سے مجھ پر کیا افتاد پڑی ہے

یعنی اے بادشاہ آنکھوں سے خونگر رہا ہے دیکھو میری آنکھوں سے کیا گرا ہے۔

این بگفت و گریہ در شدن آن نحیف	کہ برو بگریست ہم دون ہم شریف
یہ کہا اور وہ لاغر رونے لگا	کہ اس پر (ذلیل بھی اور شریف بھی رونے لگا

یعنی یہ کہا اور وہ نحیف رونے میں ہوا (اس طرح) کہ اس پر کمینہ بھی روئے اور شریف بھی۔

از دلش چندان برآمد ہائے و ہو	حلقہ کرد اہل بخارا گرد او
اس کے دل سے ایسی ہائے و ہو نکلی	کہ بخارا والوں نے اس کے گرد حلقہ کر لیا

یعنی اس کے دل سے اس قدر ہائے وہو نکلی کہ اہل بخارا نے اس کے گرد حلقہ لگالیا۔

خیرہ گویان خیرہ گریاں خیرہ خند	مرد و زن خورد و کلاں حیران شدند
بہت بولتے ہوئے بہت روتے ہوئے بہت ہنستے ہوئے	مرد و عورت، چھوٹے اور بڑے حیران ہو گئے

یعنی بے ڈھنگا کہنے والا اور بے ڈھنگا رونے والا اور بے ڈھنگا ہنسنے والا عورت و مرد چھوٹے اور بڑے حیران ہوئے۔

شہر ہم ہمرنگ او شد اشک ریز	مرد و زن درہم شدہ چون رستخیز
شہر بھی آنسو بہاتے ہوئے اس جیسا ہو گیا	قیامت کی طرح مرد و عورت گڈ مڈ ہو گئے

یعنی تمام شہر بھی اسی کی طرح رونے والا ہو گیا عورت اور مرد آپس میں قیامت کی طرح ملے ہوئے۔

مطلب یہ کہ جس طرح قیامت میں کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہو گی اسی طرح سب کے سب اس کے دیکھنے میں لگے ہوئے تھے کسی کو ایک دوسرے کی خبر نہ تھی۔

آسمان می گفت آندم باز بین	گر قیامت را ندیدستی بہ بین
اس وقت آسمان زمین سے کہہ رہا تھا	اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی ہے تو دیکھ لے

یعنی آسمان اس وقت زمین سے کہہ رہا تھا کہ اگر تم نے قیامت کو نہ دیکھا ہو تو دیکھ لو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل حیران کہ چہ عشق ست و چہ حال	کہ فراق او عجب تر یا وصال
عقل حیران تھی کہ عجب عشق ہے اور عجب حال ہے	کہ اس میں ہجر زیادہ تعجب خیز ہے یا وصل

یعنی عقل حیران تھی کیسا عشق ہے اور کیا حال ہے کہ فراق اس کا زیادہ عجب ہے یا وصال مطلب یہ کہ عقل کہتی تھی کہ یہ فراق میں بھی روتا ہی پھرتا تھا اور وصل میں بھی رو رہا ہے تو کونسی حالت زیادہ عجب ہے۔

چرخ برخوانده قیامت نامه را	تا مجره بر دریده جامه را
آسمان نے قیامت نامہ پڑھ لیا ہے	کہکشاں نے کپڑے پھاڑ لئے ہیں

یعنی آسمان قیامت نامہ کو پڑھ رہا تھا اور کہکشاں تک کپڑے پھاڑے ہوئے تھا۔ (آگے مولانا فرماتے ہیں)

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ عاشق نے پاؤں سے اٹھ کر کہا کہ اے نایاب زمانہ اور اے کعبہ جان خدا کا شکر ہے کہ تو کوہ قاف فراق سے واپس آیا اور اے محشر عشق کے اسرافیل اور عشاق کو زندہ کرنے والے اور اے وہ شخص کہ جس پر عشق بھی عاشق ہے اور اے عشق کے مطلوب پہلا خلعت جو آپ مجھے عطا فرمائیں وہ یہ ہونا چاہئے کہ آپ میرے منہ سے کان لگائیں تاکہ میں الم فراق کو بیان کر کے دل کی بھڑاس نکالوں۔ گو آپ صفائی باطن سے میری حالت جانتے ہیں مگر میری زبان سے سن لیجئے۔ سنئے لاکھوں مرتبہ ایسا ہوا ہے کہ اس آرزو میں کہ آپ میری بات سنیں میرے حواس باختہ ہو گئے ہیں آپ کا سننا اور کان لگا کر متوجہ ہونا اور آپ کا جان افزا تبسم اور آپ کا میری معمولی سے معمولی بات کو سننا جو شخص میری جان بداندیش کا دھوکہ تھا جس کے ذریعہ سے وہ آپ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی تھی اور یہ کہ آپ نے میرے ان نقائص کو جو آپ کو معلوم ہیں بسا اوقات خوبیوں کی طرح قبول فرمایا ہے اور یہ کہ ایک گستاخ اور مغرور شوخ کے لئے اوروں کے حلم آپ کے حلم کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہیں یہ تمام باتیں مجھے اس درخواست پر جرات دلاتی ہیں اچھا سنئے اول تو یہ بات ہے کہ جب سے میں آپ کے جال سے نکلا ہوں مجھے آگے پیچھے کی کچھ خبر نہ رہی۔ دوم یہ کہ میں نے بہت کچھ ڈھونڈا اور سر مارا مگر آپ کا ثانی نہ ملا۔ سوئم یہ کہ جب سے میں آپ کے پاس سے گیا ہوں میں ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ کافر نصرانی کہ مطلوبیت میں آپ کا شریک ٹھہرا لیا۔ چہارم یہ کہ جب سے میری خرمن جان پر بجلی گری ہے اور آپ سے جدا ہوا ہوں مجھے کچھ خبر نہ رہی حتیٰ کہ چوتھے اور پانچویں میں امتیاز نہ کر رہا۔ پنجم یہ کہ آپ کے ہجر میں میرے حواس خمسہ معطل ہو گئے۔ ششم یہ کہ بدوں آپ کے دیدار کے شش جہت سے مجھ پر غم کی موسلادھار بارش ہوتی تھی میں بالکل بے خبر تھا۔ اور مجھے ساتویں اور آٹھویں میں تمیز نہ تھی۔ میرے نالوں پر آسمان خون روتا تھا۔ جہاں کہیں آپ کو زمین پر خون ملے گا تو جبکہ آپ کھوج لگائیں گے تو یقیناً وہ میری آنکھ کا خون ثابت ہوگا۔ میری یہ گفتگو اور یہ آواز گریہ ناک رعد ہے جو ابر کو چاہتی ہے کہ زمین پر برسے یعنی مجھے اس بیان سے رونا آتا ہے اب میں گفتگو اور رونے کے درمیان پھنسا ہوا ہوں۔ گفتگو کروں یا

www.besturdubooks.wordpress.com

روؤں کیا کروں اگر میں گفتگو کرتا ہوں تو رونا جاتا ہے اور اگر روؤں تو آپ کا شکر اور آپ کی تعریف کیونکر کروں میری آنکھوں سے خون دل بہتا ہے لیجئے دیکھیے یہ کیا گرا یہ کہہ کر زار زار رونا شروع کیا اور یوں رویا کہ اس کے رونے پر ادنیٰ و اعلیٰ سب روتے تھے اور اس کے دل سے اس قدر نالہ و فغاں نکلے کہ تمام اہل بخارا اس کے گرد جمع ہو گئے زبان سے بے تکی باتیں کرتا تھا آنکھوں سے بے حد روتا تھا اور کبھی بے انتہا ہنستا تھا غرضکہ عجیب حالت تھی جس کو دیکھ کر سب لوگ حیران تھے شہر کے لوگ بھی اس کی طرح روتے تھے اور عورتیں اور مرد سب گڈمڈ ہو گئے تھے اور قیامت کی سی حالت ہو گئی تھی آسمان بزبان حال زمین سے کہہ رہا تھا کہ اگر تو نے قیامت نہیں دیکھی تو لے یہ دیکھ لے۔ عقل حیران تھی کہ اس کا عشق اور اس کی حالت کس قدر عجیب ہے اور سوچتی تھی کہ اس کا فرق عجیب تر ہے یا وصال۔ آسمان قیامت نامہ پڑھ رہا تھا اور اس کے ایک ایک واقعہ کو اس پر منطبق کر رہا تھا یہاں تک کہ کہکشاں نے کپڑے پھاڑ ڈالے تھے۔

شرح شبیری

باد و عالم عشق را بیگانگی	اندر و ہفتاد و دو دیوانگی
عشق کو دونوں جہان سے اجنبیت ہے	اس میں بہتر دیوانگیاں ہیں

یعنی عشق کو دونوں عالم سے بیگانگی ہے اس کے اندر بہتر جنون ہیں بہتر سے مراد کثرت ہے یعنی بہت سے جنون ہیں۔ مطلب یہ کہ عشق کے خواص سب موجودات عالم سے نرالے ہیں اس میں بے شمار جنون ہیں یہ بیان ہے اس کے بعض خواص کا کہ دونوں عالم کے مصالح کا مقتضی ہوش ہے اور یہاں بیہوشی ہے اور بیہوشی متعارف سے بھی یہ بیہوشی دوسری نوع کی ہے۔

سخت پنہانست و پیدا حیرتش	جان سلطانان جان در حسرتش
وہ ایک سخت پوشیدہ چیز ہے اور اس کی حیرانی کھلی ہوئی ہے	جان کے شہنشاہوں کی جان' اس کی حسرت میں ہے

یعنی وہ بہت پوشیدہ ہے اور اس کی حیرت ظاہر ہے اور جان کی بادشاہوں کی جان اس کی تمنا میں ہے مطلب یہ کہ عشق میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنی کنہ کے عوام سے پنہاں ہے کیونکہ وہ ذوقی ہے اور عوام اس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہان جان یعنی انبیاء اور اولیاء اس کے شوق میں ہیں پس حسرت مجازاً بمعنی تمنا کے ہے۔

غیر ہفتاد و دو ملت کیش او	تخت شاہان تختہ بندی پیش او
بہتر ملتوں کے علاوہ اس کا مذہب ہے	اس کے سامنے شاہوں کے تخت کاٹھ کا ہے

یعنی بہتر دینوں سے اس کا مذہب جدا ہے اور بادشاہوں کا تخت اس کے سامنے قید خانہ ہے۔ مطلب یہ کہ تمام مذاہب سے الگ اس کا عشق ہے۔ مذاہب باطلہ سے الگ ہونا تو ظاہر ہے کیونکہ عشق امر حق ہے اور ممکن ہے کہ ہفتاد و دو سے مراد صرف مذاہب باطلہ ہی لئے جاویں اور اگر قطع نظر عدد سے تمام مذاہب لئے جاویں تو

www.besturdubooks.wordpress.com

مذہب حق سے جدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب تو مکتسب اور عقلی ہے اور یہ موہوب اور حالی ہے اور تغایر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کا تخت و تاج اس کے سامنے بجائے جس کے یعنی کلفت دہ ہے۔

مطرب عشق این زند وقت سماع	بندگی بندو خداوندی صداع
عشق کا گویا سماع کے وقت یہ بجاتا ہے	غلامی قید اور آقائی دردِ سر ہے

یعنی سماع کے وقت عشق کا مطرب یہ بجا رہا ہے کہ بندگی ایک قید ہے اور خداوندی دردسر ہے۔ مطلب یہ کہ سماع کے وقت مطرب حق بزبان حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تابعیت تو ایک قید ہے اور متبوعیت دردسر ہے چنانچہ ظاہر ہے یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے اور اس میں دونوں سے آزادی ہے کیونکہ یہ دونوں فرع ہیں محو ہستی کے اور عشق میں فنا اور نیستی ہے۔

پس چہ باشد عشق دریائے عدم	در شکستہ عقل را آنجا قدم
تو عشق کیا ہے فنا کا دریا ہے	وہاں عقل کے پاؤں شکستہ ہیں

یعنی بس عشق کیا ہے ایک دریائے عدم ہے کہ اس جگہ عقل کے قدم ٹوٹے ہوئے ہیں مطلب یہ کہ اس سے ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے وہ ایک دریائے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محل غرق ہونے کے ہے اور جس طرح دریا میں کوئی عاقل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اس کی اس میں رسائی نہیں چنانچہ فنا کا فوق العقل ہونا ظاہر ہے۔

بندگی و سلطنت معلوم شد	زین دو پردہ عاشقی مکتوم شد
غلامی اور حکومت (اگر محسوس ہوئی)	ان دونوں پردوں میں عاشقی چھپ گئی

یعنی بندگی و سلطنت معلوم ہوگئی اور عاشقی ان دونوں پردوں سے پوشیدہ ہے مطلب یہ کہ اس تقریر بالا سے بندگی و تابعیت اور سلطنت و متبوعیت کا حال معلوم ہو چکا ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم ہے کہ وہاں دونوں کا گزر نہیں۔ اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہدیا اور انہیں دونوں کی کیا تخصیص ہے جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کے لئے اسی علت سے جتنی اشیاء وجودیہ ہیں سب کا عدم دخل معلوم ہوگیا اسی کو فرماتے ہیں۔

کاشکے ہستی زبانے داشتے	تاز ہستان پردہا برداشتے
کاش عشق زبان رکھتا	تاکہ عاشقوں کے پردے اٹھا دیتا

یعنی کاش ہستی ایک زبان رکھتی تاکہ تمام موجودات سے پردوں کو اٹھا دیتی۔ مطلب یہ کہ بجائے اس کے کہ ہم بعض اشیاء وجودیہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کے زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت بیان کر کے تمام اشیاء کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کردیتی کہ عشق تک کسی کی رسائی نہیں آگے فرماتے ہیں۔

ہر چہ گوئی اے دم ہستی ازان	پردۂ دیگر بروبستی بدان
اے (انسانی) وجود کی گفتگو تو جو کچھ بتاتی ہے	سمجھ لے اس پر ایک دوسرا پردہ تو نے ڈال دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے ہستی کے کلام تو اس عشق سے جو کچھ بیان کرے تو اس پر ایک دوسرا پردہ باندھ دیتا ہے جان لے۔ مطلب یہ ہے کہ اس ہستی کے زبان ہونے سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اے ہستی کے تکلم یعنی اے ہستی متکلم تو فرضا عشق کے ان خواص کو کہ وہاں کسی ہستی کا گزر نہیں جتنا بھی بیان کرے اس سے یہ ہوتا ہے کہ تو اس پر ایک اور حجاب ڈال دیتی یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جاتا اور حجاب میں عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ۔

آفت ادراک آن قال است وحال	خون بخون شستن محال است ومحال
اس (عشق) کے علم کے لئے قول اور حال آفت ہے	خون کو خون سے دھونا محال در محال ہے

یعنی ادراک کا مانع وہ قال اور حال ہے اور خون کا خون سے دھونا محال ہے مطلب یہ کہ ادراک عشق کی آفت یعنی مانع یہی دو چیزیں ہیں قال اور حال اور یہ بیان ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب ہوتا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق ایک حال ہے اور قال اس کا مضاد اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے ادون ہے اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ کا حصول ادراک اعلیٰ کے لئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اس لئے ایسا حال بھی مانع ہوگا۔ آگے ایک مثال ہے تکلم ہستی کے رافع حجاب ہو سکنے کی یعنی جس طرح خون کو خون سے زائل کر سکتے اسی طرح دوسرے جب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل نہ ہوتے آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی نہ ہونا بیان کرتے ہیں کہ۔

من چو با سودائیانش محرمم	روز و شب اندر قفس در می دمم
میں چونکہ اس (عشق) کے سودائیوں کا محرم راز ہوں	دن رات پنجرے میں پھونک بھر رہا ہوں

یعنی میں جب عشق کے سودائیوں کا محرم ہوں تو رات دن پنجرہ میں پھونک رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ میں بوجہ اتصاف بہ عشق کے صرف اس کے سودائیوں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین سودائی عشق نہیں ہیں اس لئے ان کے سامنے قال سے اس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا کہ قفس میں پھونک مارنا یعنی عبث ولا طائل آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور باوجود اس مغلوبیت کے اس قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں۔

سخت و مست و بیخود و آشفتۂ	دوش اے جان برچہ پہلو خفتۂ
تو بہت مست اور مدہوش اور پریشان ہے	اے جان تو کل رات کس پہلو پر سوئی تھی

یعنی تیز اور مست اور بیخود اور پریشان ہو رہا ہے تو اے جا کل کس پہلو پر سویا ہے۔

ہان و ہان ہشدار برناری دمے	اولاً برجہ طلب کن محرمے
خبردار خبردار سانس نہ لے	پہلے اٹھ کسی محرم (راز) کو تلاش کر

یعنی ہاں ہاں سنبھل کر تو کوئی آواز نہ نکالے اولاً اٹھ اور کوئی محرم تلاش کر۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس کو خطاب فرما رہے ہیں کہ تو بہت ہی تیز اور مست اور بیخود و آشفتہ ہو رہا ہے اے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوئے ہاں ہوش کو سنبھال اور اس قسم کی ایک بات بھی منہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بیہوشی سے نکل اور کسی محرم کو ڈھونڈ

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر اس سے کہنے کا مضائقہ نہیں اور علاوہ محرم نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال کا پایا جاتا ہے۔ آگے اس کا بیان ہے کہ۔

عاشق و مستی و بکشادہ زبان	اللہ اللہ اشترے برنرد بان
تو عاشق اور مست ہے اور زبان کولے ہوئے	اللہ اللہ (گویا) سیڑھی پر اونٹ ہے

یعنی عاشق اور مستی اور زبان کھلی ہوئی اللہ اللہ ایک اونٹ ہے سیڑھی پر مطلب یہ ہے کہ عاشق ہو کر اور مستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے یہ اجتماع المنافیین ہے جیسا کہ شتر کا نردبان پر ہونا عادۃً اجتماع المنافیین ہے آگے اسی قال کا نامناسب ہونا دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ۔

چون زر از و ناز او گوید زبان	یا جمیل الستر خواند آسمان
جب زبان اس (عشق) کا راز اور انداز بیان کرتی ہے	آسمان پکارتا ہے اے عمدہ پردہ پوشی کرنیوالے

یعنی جبکہ عشق کے راز و ناز کو زبان بیان کرتی ہے تو آسمان یا جمیل الستر پڑھتا ہے مطلب یہ کہ جب عشق کے اسرار و اطوار زبان قال ظاہر کرتی ہے تو آسمان بھی جبکہ صعود عمل کے وقت اس پر مطلع ہوتا ہے اس اظہار قال سے توحش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے یا جمیل الستر استرہ یعنی اے ستار حسن الستر اس راز کو پوشیدہ کر دیجئے اور اس قائل کے قلب میں سکوت کا القاء کر دیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ رائے دی ہے کہ اس کا اخفا کرنا چاہئے آگے آثار عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا ہے اس غلبہ اور جوش میں کہتے ہیں کہ۔

ستر چہ در پشم و پنبہ آذرست	تا ہمی پوشیش او پیدا ترست
پردہ پوشی کیسی اون اور روئی میں آگ ہے	کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہوتا ہے

یعنی چھپانا کیسا کہ اون اور روئی میں آگ ہے جتنا کہ تو اس کو چھپاتا ہے وہ زیادہ ظاہر ہے۔

چون بکوشم تا سرش پنہاں کنم	سر برآرد چون علم کا نیک منم
میں جب کوشش کرتا ہوں کہ اس (عشق) کے رازوں کو چھپاؤں	وہ (عشق) جھنڈے کی طرح سر ابھارتا ہے کہ میں یہ ہوں

جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کے بھید کو پوشیدہ کروں تو وہ علم کی طرح سر نکالتا ہے کہ یہ میں ہوں مطلب یہ کہ کیسا اخفا اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اون اور روئی میں آگ کہ اس کے اندر مخفی کرنے سے زیادہ ظاہر ہو گی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں تھی روئی کے اندر رکھنے سے روئی کی چیز کو بھی گھیر لیا بلکہ اس کے نواح کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کے راز کو مخفی کروں تو وہ پرچم بلند کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ ہوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے اصدار سے اوپر منع کیا گیا ہے کہ وہ تو اثر ہے اظہار مکتسب کا بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت حق سے ہوا ہے یعنی خود وجود واجب کا ظہور تکوینی مظاہر کونیہ میں اور اس میں ایک قسم کا انتقال ہے یعنی گو میں عشق کا اخفاء کرتا ہوں مگر خود ہی اس کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کی نظر میں ظہور اسرار عشق ہے اس لئے اس کا نام ظہور عشق رکھا مگر عوام سے وہ اس حیثیت سے مستور ہے کہ عشاق کی نظر میں بھی وجود کا ظہور عین عشق ہے اس بناء پر اس مضمون

www.besturdubooks.wordpress.com

کو بعنوان استدراک لایا گیا ہے کہ کیا اخفا الخ اور جب میں کوشش کرتا ہوں الخ اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ۔

رغم انغم گیردم ناگاه گوش	کاے مدمغ چونش می پوشی بپوش
وہ (عشق) میری رسوائی کے لئے میرے دونوں کان پکڑتا ہے	اے بد دماغ تو اس کو کیسے چھپاتا ہے چھپا

یعنی کہ باوجود میری ناگواری کے وہ عشق ناگہاں میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ اے پاگل تو اس کو کیوں کر چھپادے چھپا۔ مطلب یہ کہ وہ عشق علی رغم انفی میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ مختل الدماغ تو راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے لے مخفی کر وہ مخفی ہوہی نہیں سکتا۔ جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی راز عشق کا ظہور ہے اور اس کو ظہور راز عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کا اخفا کیوں کیا جاوے جبکہ لا الٰہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور لا الٰہ الا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے ایک مکالمہ ہے جو اسی معنی پر مبنی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون سر عشق کو راجح کہہ رہے ہیں دعوٰی بھی کہ باوجود ظہور کے پھر وہ باطن ہی ہے اور استدعا بھی کہ محبوب حقیقی سے اسی کی درخواست کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اس کے ظہور کو راجح کر رہا ہے اور در حقیقت یہ ظہور اور بطون دونوں مجتمع ہیں پس یہ محض عنواناً مکالمہ ہے معنوں میں مزاحمۃ نہیں اور مجموعہ کلامین سے یہ بتلاتا ہے کہ اگر بصیرت ہو تو حق تعالٰی کا ظہور وجود عشاق کی نظر میں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شے حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے۔

گویمش رو گرچہ بر جوشیدۂ	ہمچو جاں پیدائی و پوشیدۂ
میں اس سے کہتا ہوں جا تو اگرچہ جوش میں ہے	تو جان کی طرح ظاہر ہے اور پوشیدہ ہے

یعنی میں اس کو کہتا ہوں کہ جا اگرچہ تو ابل رہا ہے لیکن جان کی طرح ظاہر اور پوشیدہ ہے تو مطلب یہ کہ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ تو مجھ پر انکار کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جوش کر رہا ہے لیکن روح کی طرح من وجہ ظاہر ہے اور من وجہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق آثار سے ظاہر ہے مگر کنہ اس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا۔

گوید او محبوس خم ست این تنم	چون مے اندر بزم خبنک میزنم
وہ کہتا ہے کہ میرا یہ جسم مٹکے میں مقید ہے	شراب کی طرح میں جلس میں ہتھیلیاں بجاتا ہوں

یعنی وہ کہتا ہے کہ میرا یہ بدن خم کے اندر قید ہو رہا ہے میں شراب کی طرح بزم کے اندر تالیاں بجا رہا ہوں مطلب یہ کہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہ مے انگور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی العنب سے نزول کر کے متلبس بالدن یعنی موضوع در خم ہو جاوے اور پھر بزم میں آکر مستی اور تالیاں بجانے کا سبب بن جاوے جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میرا تن بمعنی وجود یعنی ذات مجازاً مظاہر میں ظاہر ہو گیا اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ بہ کا کہ اس کا تعین مصداق تن کا ظاہر ہے۔

گویمش زان پیش کہ گردی گرو	تا نیاید آفت مستی برو
میں اس سے کہتا ہوں اس سے پہلے کہ تو گروی ہو	تاکہ اس پر مستی کی مصیبت نہ آ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں اس سے کہتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ تو گروی ہو (مستور ہوجا) تا کہ مستی کی آفت اس پر نہ آوے۔ مطلب یہ کہ پھر میں اس سے بطور استدعا کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو ادراک خلائق کا مرہون یعنی مدرک ہو جاوے اپنے کو باخفائے ممکن مختفی کر لے پس عامل زان پیش کا مقدر ہے اور مختفی اس لئے کرے تا کہ اس مدرک پر مستی کی آفت نہ آ جاوے یعنی اندیشہ ہے کہ یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہنچ جاوے اور وہ مغلوب السکر ہو کر آفت شطح میں مبتلا نہ ہو جاوے۔ اس لئے اس ظہور کو مستور کر لے۔

گوید از جام لطیف آشام من	یار روزم تا نماز شام من
وہ کہتا ہے کہ میں لطیف آشام جام کے ذریعہ	دن کا شام کی نماز تک (تیرا) ساتھی ہوں

یعنی کہتا ہے کہ ایک لطیف جام پینے کی وجہ سے میں دن کا یار ہوں اپنے نماز شام تک مطلب یہ کہ وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ بھی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضروری رہے گا۔ الاول باعتبار کل واحد والثانی باعتبار المجموع اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کے واسطہ سے جس کو جام لطیف آشام سے اس لئے تعبیر کیا کہ مے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اس میں وہ مے لطیف بھر بھر کر پیتے ہیں مجازاً آلۂ آشامیدن کو آشامندہ کہدیا۔ پس وہ جام مظہر ہوتا ہے مے کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطے سے تجلی وجود موجب سیرابی طالبان تجلی ہوتی ہے غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطے سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہار کا قرین یعنی متجلی اور ظاہر ضروری رہوں گا پھر نفخ صور پر باطن محض ہو جاؤں گا اور تیری درخواست بھی پوری کر دوں گا گو پھر ظہور ثانیاً ہو جاوے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہو جاوے گا یہاں مکالمہ ختم ہو گیا ہے اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری بہ میعاد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جوش عشق میں اس وعدۂ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ۔

چون بیاید شام و دزدد جام من	گویمش وادہ کہ نامد شام من
جب شام ہو جائے گی اور وہ میرا جام چرائے گی	میں اس سے کہوں گا واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں ہوئی ہے

یعنی جب شام آوے گی اور میرے جام کو چرا دے گی تو میں اس سے کہوں گا کہ واپس دیدے کیونکہ میری شام نہیں آئی ہے۔ مطلب یہ کہ جب وہ شام موجود آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک مظہر خاص ہے وہ شام نہاں خانہ عدم میں مختفی کرنا چاہے گی تو میں اس شام سے کہوں کہ مہربانی کر کے میرا جام واپس دے کہاں لے چلی کیونکہ میری شام نہیں آئی یعنی تو ہر چند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا آنا میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی۔ مطلب یہ کہ میری قیامت فنا کے مرتبہ میں آچکی ہے اور اس فنا کے بعد بقائے سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استثنا الا من شاء اللہ میں داخل ہوں حاصل یہ ہوا کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عام کے اعتبار سے ہے مجھ سے محبوب حقیقی مختفی نہ ہو گا کیونکہ میری درخواست تھی انہیں کے اعتبار سے تھی جن کے لئے ظہور محتمل ابتلا بآفت شطح تھا دلست منہم آگے ایک حسن تعلیل ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زان عرب نہاد نام مے مدام	زانکہ سیری نیست میخور را مدام
اسی لئے عربوں نے شراب کا نام مدام رکھا ہے	کیونکہ شراب نوش کو کبھی سیری نہیں ہوتی ہے

یعنی عرب نے شراب کا نام اس لئے مدام رکھا ہے کیونکہ شراب پینے والے کو کبھی سیری نہیں ہوتی۔ مطلب یہ کہ میں اس لئے اس سے اپنا جام واپس لے لوں گا کہ اس میں شراب تجلی دائمی پیوں کیونکہ شراب کو عربی میں مدام کہتے ہیں اس لئے کہ وہ چھوٹتی نہیں دائماً پی جاتی ہے پس اس کا مقتضی بھی یہی ہے کہ میرا شرب کبھی منقطع نہ ہو۔ اور عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے۔ اس لئے بھی مجھ کو واپس ملنا ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام ختم ہو گیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کر کے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ (**تنبیہ**) ان اشعار کی تشریح میں حضرت مجدد الملۃ والدین کی ایک تحریر ہے جو کہ شرح شبیری میں درج ہے۔ مگر میں نے ان کی شرح دوسرے عنوان سے کی ہے تاکہ اس عنوان سے بھی واقفیت ہو جاوے اور فائدہ تام ہو پس سنو کہ۔ یہاں سے مولانا صفات عشق بیان کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں عشق ہی عجیب چیز ہے کہ تمام دنیا سے نرالا ہے کہ اس کے آثار دیگر موجودات کے آثار سے نہیں ملتے۔ عام میں اگر کسی میں ایک قسم کی دیوانگی ہوگی تو اس میں بہتر طرح کے جنون ہیں۔ ایک صفت اس کی یہ ہے کہ ذاتاً نہایت مخفی ہے مگر حیرت اس کی ظاہر ہے اور ایک وصف اس کا یہ ہے کہ انبیاء اولیاء کو بھی باوجود یکہ وہ سلطانان جہان ہیں اس کی تمنا ہے اور وہ اس سے مستغنی نہیں ایک بات اس میں یہ ہے کہ اس کا مسلک تمام مذاہب و مسالک سے جداگانہ ہے مثلاً تخت شاہی اس کے نزدیک ایک قید ہے اور یہ اور کسی مسلک میں نہیں اگر ہو تو ضرور اس میں اس کی آمیزش ہوگی اور یہ اس کا مقتضی ہوگا چونکہ اس کی شان سب سے نرالی ہے اس لئے مطرب عشق (یعنی خود عشق) قوالی میں یہ راگ گاتا ہے یعنی بزبان حال یہ کہتا ہے کہ تابعیت ایک قید ہے اور متبوعیت دردسری جب مطلق عشق کی یہ حالت ہے جس میں عشق مجازی بھی داخل ہے تو خاص بحر عالم غیب یعنی حق سبحانہ کا عشق کیا ہوگا اور اس کی صفات مختصہ کس قدر عجیب ہوں گی سچ تو یہ ہے کہ اس کی حالت تک عقل کی رسائی ناممکن ہے اب مولانا اس کی خفا کی وجہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل وجہ خفا کی یہ ہے کہ لوگوں کو بندگی و سلطنت کا حال معلوم ہوا لہذا کسی نے بندگی اختیار کی اور کسی نے سلطنت اور یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ عشق کو ان دونوں سے نفرت ہے ایک کو وہ قید کہتا ہے دوسرے کو دردسری تو وہ ان کے ساتھ جمع نہ ہو سکا لہذا مخفی رہا۔ اور یہ ہر دو اس کا حجاب بن گئیں کسی ہست اور با خودی کی تو کیا مجال ہے کہ وہ اس کی حالت بیان کر سکے کاش خود بیخودی کے زبان ہوتی۔ اور وہ خود اپنی حالت بیان کرتی جس کے سبب بیخودوں اور بیخودی و عشق کی حالت معلوم ہوتی۔ رہا کلام جس کا منشاء ہستی ہے اس سے تو اس کی حالت پورے طور پر منکشف نہ ہوتی بلکہ اس سے اس کی حالت پر ایک اور پردہ پڑ جاتا ہے اور قال اس حال کے منافی ہے اس لئے کہ ان کا تعلق ہستی سے ہے پس اس چیز سے جو کہ ہستی سے تعلق رکھتی ہے اس حجاب کو دور کرنا جو کہ خود بھی ہستی سے تعلق رکھتا ہے یوں ہی ناممکن ہے جیسے خون کو خون سے دھونا۔ ہاں میں چونکہ اس کے سودائیوں کا محرم

www.besturdubooks.wordpress.com

راز ہوں اس لئے اس کی حالت سے واقف ہوں اور رات دن اس کی حقیقت کی سمجھانے کی لا طائل کوشش کرتا ہوں۔ مولانا جوش میں کہہ تو گئے کہ میں راز عشق سے واقف ہوں مگر پھر ان کو تنبیہ ہوا اس لئے فرماتے ہیں کہ تو نہایت مست اور بیخود اور آشفتہ ہے بتا تو سہی تو رلت کس کروٹ سویا تھا دیکھ خبردار ایک لفظ منہ سے مت نکالنا ایسی ہی اگر ضرورت ہے تو اولاً کوئی محرم راز تلاش کر پھر جو جی میں آئے کہہ کچھ مضائقہ نہیں تو عاشق اور مست ہو اور تیری زبان کھلی ہو کس قدر عجیب اور بے جوڑ بات ہے بھائی ہم کو تو اس سے یوں ہی حیرت ہوتی ہے جیسے اونٹ کے سیڑھی پر چڑھنے سے بھلا اس کے راز و نیاز زبان کیونکر بیان کر سکتی ہے حالانکہ اس کی تستر کی آسمان تعریف کرتا ہے اور پکارتا ہے تو یا جمیل الستر اور اے خوب پوشیدہ کہہ کر پکارتا ہے یہاں تک تو اخفائے راز عشق کی ضرورت بیان کی تھی اب یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اگر بلا اختیار و بالاضطرار اس کے آثار ظاہر ہو جاویں تو مضائقہ نہیں کیونکہ اس کا چھپنا قدرت سے باہر ہے کہ عشق و مشک رانتواں نہفتن اس کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ اجی کیسا اخفا بھلا کہیں ممکن ہے کیونکہ اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے آگ کو روئی یا اون سے چھپاؤ تو جس طرح کہ وہ اس سے نہ چھپے گی بلکہ اور ظاہر ہوگی یوں ہی تم چاہتے ہو کہ ہم اسے بالکلیہ چھپائیں مگر وہ اس سے اور ظاہر ہوتا ہے اب خطاب سے تکلم کی طرف التفات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب میں اس کو مخفی کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ جھنڈے کی طرح سر بلند کرتا ہے اور کہتا ہے لو گو دیکھ لو میں ہوں غرضیکہ وہ میرے منشاء کے خلاف میرے کان پکڑ کر بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ بیہودہ تو مجھے چھپانا چاہتا ہے اچھا لے چھپا دیکھوں تو کیسا چھپانے والا ہے جب میں اس کا غصہ دیکھتا ہوں تو بمنت التجا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ گو آپ غصہ میں ہیں اور جان کی طرح مخفی ہو کر بھی آپ ظاہر ہیں میں اس کا انکار نہیں کرتا اور نہ آپ کے ظہور کو میں روک سکتا ہوں مگر آپ تشریف لے جایئے اور خود اپنے کو مخفی کیجئے اس پر کہتا ہے کہ یہ میرے اختیار میں نہیں میں اگرچہ ارواح میں محبوس ہوں مگر نہ یہ حبس میرے ظہور کے لئے مانع ہے اور نہ عدم ظہور میرا اختیاری ہے پس میری مثال ایسی ہے جیسے شراب مٹکے میں محبوس ہو اور سر محفل تالیاں بجا رہی ہو اگر میں اس کو اس عنوان سے منع کرتا ہوں تو اس کا یہ جواب ملتا ہے جو تم سن چکے ہو اور اگر یوں کہتا ہوں کہ دیکھو یہ شیوہ اچھا نہیں ہے اس میں مصیبت میں پھنس جانے کا اندیشہ ہے کیونکہ جوش مستی میں میرے منہ سے نامناسب باتیں نکلیں گی اور لوگ دشمن ہو جائیں گے اور میرا ضرر خود آپ کا ضرر ہے اور میری دشمنی آپ کی دشمنی پس قبل اس کے کہ تم میری مستی کے سبب کسی مصیبت میں پھنسو بہتر یہ ہے کہ جا کر چھپ رہو تو جواب یہ ملتا ہے کہ تم ایک لطیف آشام شخص ہو۔ تنگ ظرف اور کم ظرف نہیں ہو لہذا میں کسی تنگ ظرف اور کم حوصلہ شخص کے پیالہ کی شراب نہیں بلکہ ایک نہایت نفیس پینے والے کی جام کی شراب ہوں۔ اس لئے مجھے اندیشہ نہیں کہ تم اول فول بکو گے لہذا میں نہ مخفی ہو سکتا ہوں اور نہ تم سے جدا ہو سکتا ہوں میں تو صبح سے شام تک تمہارے ساتھ رہوں گا۔ یعنی میرا اور تمہارا تو زندگی بھر کا ساتھ ہے اور موت سے پہلے تمہیں نہیں چھوڑ سکتا غرضیکہ میں قوت سے بھی کام لیتا ہوں اور منتیں بھی کرتا ہوں۔ دھمکیاں بھی دیتا ہوں مگر عشق ہے کہ بدوں ظاہر ہوئے نہیں رہتا ایسی حالت میں اگر افشائے راز ہو جاوے تو مجبوری ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ عشق کہتا ہے کہ میں شام تک تمہارے ساتھ رہوں گا اور مرتے دم تک تمہارا ساتھ نہ چھوڑوں گا میں کہتا ہوں کہ تیرا بھی پیچھا نہ چھوڑوں گا جب شام موت میرا پیالہ چرانے اور مجھے عشق سے جدا کرنے آئے گی تو میں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہوں گا لا میرا پیالہ ابھی شام نہیں ہوئی اور میرے مرنے کا وقت نہیں آیا کیونکہ عشاق کے لئے موت نہیں۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق الخ

واقعی یہ شراب ایسی چیز ہے کہ اس سے کبھی جی نہیں بھرتا۔ یہ تو بڑی چیز ہے شراب محسوس سے بھی بادہ گسار سیر نہیں ہوتے اس لئے عرب نے شراب کو مدام کہا ہے کہ مے خوار اس سے کبھی سیر نہیں ہوتا اب مولانا پھر اوصاف عشق کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ عشق جوشد بادۂ تحقیق را الخ

شرح شبیری

عشق جوشد بادۂ تحقیق را	او بود ساقی نہان صدیق را
عشق تحقیق کی شراب کو جوش دیتا ہے	وہ دوست کے لئے مخفی ساقی ہوتا ہے

یعنی عشق شراب تحقیق کو جوش دیتا ہے اور وہ صدیق کے لئے پوشیدہ ساقی ہوتا ہے مطلب یہ کہ ان مضامین حسنہ کا منشا عشق ہے اور وہ ایسی ہی چیز ہے کہ بادۂ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے اور وہ عشق صدیقین یعنی اولیاء عارفین کے لئے ساقی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے۔

چون بجوئی تو بتوفیق حسن	بادہ آب جان بود ابریق تن
جب تو اچھی توفیق کے ذریعہ تلاش کرے گا	تو شراب روح کے لئے آب حیات اور جسم جام بن جائے گا

یعنی جب تو توفیق حسن کے ساتھ ڈھونڈے گا تو شراب جان کے لئے پانی ہو جاوے گی اور بدن موٹا ہو جاوے گا مطلب یہ کہ جب تو توفیق خیر وخلوص کے ساتھ اس کا طالب بن جاوے تو یہ شراب مذکور روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور جسم اس کا ابریق ہو جاتا ہے جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا اس آثار عشق ہونا ظاہر ہے۔

چون بیفزاید مے توفیق را	قوت مے بشکند ابریق را
جب وہ عشق، توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے	شراب کی تیزی جام کو توڑ دیتی ہے

یعنی جب وہ توفیق کی شراب کو بڑھاتا ہے تو شراب کی قوت لوٹے کو توڑ ڈالتی ہے مطلب یہ کہ پھر جب وہ عشق شراب توفیق کو زائد کر دیتا ہے یعنی آثار عشق کے زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو شراب کا زور اس ابریق تن کو توڑ ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب تن کے ہیں مغلوب ہو جاتے ہیں اور آثار توحید کے غالب ہوتے ہیں۔

آب گردد ساقی وہم مست آب	خود بگو واللہ اعلم بالصواب
پانی ساقی بن جاتا ہے اور پانی ہی مست بن جاتا ہے	خود کہہ دے اللہ صحیح بات زیادہ جانتا ہے

یعنی پانی ہی ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست بھی ہو جاتا ہے خود کہہ دو واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ پس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساقی بھی ہو جاتا ہے اور مست آب یعنی شارب بھی ہو جاتا ہے یعنی تمائز مرتبہ التفات

www.besturdubooks.wordpress.com

سے رخصت ہو جاتا ہے اور اگر حقیقت اس کی سمجھ میں نہ آوے تو تم اللہ اعلم بالصواب کہدو انکار مت کرو۔

پرتو ساقی ست کاندر شیرہ رفت	شیرہ بر جوشید رقصاں گشت تفت
ساقی کا عکس ہے جو شیرے میں پہنچا	شیرہ جوش مارنے لگا تیز ناچنے لگا

یعنی ساقی ہی کا سایہ ہے جو کہ شراب میں گیا شراب نے جوش کیا اور خوب ناچنے لگی مطلب یہ کہ یہ جو اس شیرہ یعنی شراب میں مستی آ گئی یہ پرتو ساقی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ اس نے اس میں یہ اثر دیا جس سے شیرہ جوشاں اور رقصاں ہو گیا۔

اندرین معنی بپرس آن خیرہ را	کہ چنین کے دیدہ بودی شیرہ را
اس بیہودہ سے یہ بات دریافت کر	تو نے شیرے کو ایسا بھی دیکھا تھا

یعنی اس معنی میں کوئی اس بیہودہ سے پوچھے کہ اس نے شیرہ کو ایسا بھی دیکھا تھا مطلب یہ کہ جو لوگ اس عشق موہوب کے منکر ہیں عبد ہی کو خالق افعال کہتے ہیں۔ کالفلاسفۃ والمعتزلۃ ایسے خیرہ و بے باک سے اس مضمون کے بارہ میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا چنانچہ نفس محبت مکتسب مع الحق کے مدعی وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہے مگر وہ دیکھیں کہ کیا ان کی اس محبت میں بھی یہ جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ موہوب من اللہ نہیں ہے بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے مکتسب اس کے برابر کیوں نہیں آ گئے اس مضمون کی تعلیم کرتے ہیں کہ اسی تصرف پر کیا منحصر ہے سب تصرفات اس خالق حقیقی ہی کی طرف سے ہیں پس فرماتے ہیں کہ۔

بے تفکر پیش ہر دانندہ است	آنکہ با گردندہ گردانندہ است
بغیر سوچے ہر جاننے والے کے پیش نظر ہے	کہ گھومنے والے کے لئے کوئی گھمانے والا ہے

یعنی بلا کسی سوچ کے ہر جاننے والے کے سامنے یہ بات ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ محرک ہے مطلب یہ کہ بلا تفکر یعنی بدلیہۃ ہر ذی علم کے سامنے یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے اور انتہا اس کا عقلاً حضرت حق تک ہے پس وہی متصرف حقیقی ہوا آگے اس پر مولانا ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص ایک عورت پر عاشق تھا اور اس کو جدائی میں ایک مدت گزر گئی تھی اتفاق سے ایک مرتبہ باغ میں اس کی معشوقہ مل گئی تو وہ عاشق طالب وصل ہوا لیکن چونکہ وہ معشوقہ عفیفہ تھی اس لئے اس نے بچنا چاہا تو عاشق نے کہا کہ یہاں کون ہے سوائے ہوا کے اور تو کوئی نظر نہیں آتا۔ معشوقہ نے کہا کہ ارے باؤلے تو نے ہوا کو تو چلتے ہوئے دیکھا مگر یہ نہ دیکھا کہ اس کا چلانے والا بھی ہے اور ہماری ساری حرکتوں کو بھی دیکھ رہا ہے تو دیکھئے معلوم ہوا ہر متحرک کا محرک ضرور ہے چونکہ اس مقام کی تقریر حضرت قبلہ حکیم الامۃ دام ظلہم نے خود بھی تحریر فرمائی تھی۔ لہذا اس کو بعینہ ذیل میں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وھو ھذا۔ قولہ "بادہ عالم عشق را بیگانگی" الی قولہ "بے تفکر پیش ہر دانندہ ہست" حاصل اشعار کا یہ ہے کہ عشق کو دونوں عالم سے اجنبیت ہے یعنی اس کے خواص سب موجودات دو عالم سے نرالے ہیں اس میں بے شمار جنون ہیں یہ بیان ہے اس کے بعض خواص کا کہ دونوں عالم کے مصالح کا تو اتنی ہوش ہے اور یہاں بیہوشی ہے اور بیہوشی متعارف سے بھی یہ بیہوشی دوسری نوع کی ہے اور اس میں جو حیرت ہوتی ہے وہ باعتبار اپنے کنہ کے عام سے پنہاں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ وہ ذوقی ہے عام اس ذوق سے خالی ہیں اور باعتبار بعض آثار کے ظاہر ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شاہان جان یعنی انبیاؑء و اولیاء اس کی تمنا اور شوق میں ہیں۔ پس حسرت مجازاً بمعنی تمنا کے ہے اور تمام مذاہب سے الگ اس عشق کا مذہب ہے مذاہب باﷲ ہی لئے جاویں اور اگر قطع نظر عدد سے عام مذاہب لئے جاویں تو مذہب حق سے جدا ہونا اس طرح ہے کہ مذہب تو مکتسب اور عقلی ہے اور یہ موہوب اور حالی ہے اور تغائر دونوں کا ظاہر ہے اور عشق ایسی چیز ہے کہ بادشاہوں کا تخت و تاج اس کے سامنے بجائے جس کے یعنی تکلیف دہ ہے۔ سماع کے وقت مطرب حق بزبان حال عشق کی صفت میں یہ کہتا تھا کہ تابعیت تو ایک قید ہے اور متبوعیت دردسر ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے۔ یعنی عشق دونوں سے ارفع ہے اور اس میں دونوں سے آزادی ہے کیونکہ یہ دونوں فرع ہیں محو ہستی کے اور عشق میں فنا و نیستی ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ عشق کیا چیز ہے ایک دریائے فنا ہے دریا سے تشبیہ باعتبار محل غرق ہونے کے ہے اور جس طرح دریا میں کوئی عاقل قدم نہیں رکھ سکتا اس میں بھی عقل شکستہ قدم ہے اور اس کی اس میں رسائی نہیں چنانچہ فنا کا فوق العقل ہونا ظاہر ہے اور اس تقریر سے بندگی و تابعیت اور سلطنت و متبوعیت کا حال معلوم ہو چکا۔ ان دونوں حجابوں سے عشق مکتوم ہے کہ وہاں دونوں کا گزر نہیں اسی لئے ان دونوں کو حجاب کہہ دیا اور ان ہی دو کی کیا تخصیص ہے۔ جو علت ان دونوں کی رسائی نہ ہونے کی ہے یعنی ان دونوں کا فرع ہونا ہستی کے لئے اسی علت سے جتنی اشیاء وجودیہ ہیں سب کا عدم دخل معلوم ہو گیا اسی کو فرماتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ ہم بعض اشیاء وجودیہ کا بیان کر رہے ہیں کاش خود ہستی کی زبان ہوتی تو وہ اپنی حقیقت بیان کر کے تمام اشیاء کی حقیقت خاص اس امر میں بیان کر دیتی کہ عشق تک کسی کی رسائی نہیں آگے فرماتے ہیں کہ اس سے بھی حقیقت عشق کی منکشف نہ ہوتی پس بعنوان خطاب فرماتے ہیں کہ اے ہستی کے تکلم یعنی اے ہستی متکلم تو فرضاً عشق کے ان خواص کو کہ وہاں کسی ہستی کا گزر نہیں جتنا بھی بیان کرے اس سے یہ ہوتا کہ تو اس پر ایک حجاب اور ڈال دیتی۔ یعنی یہ بیان خود ایک حجاب ہو جاتا اور حجاب میں عدم انکشاف ظاہر ہے اور یہ حجاب اس لئے ہو جاتا کہ ادراک عشق کی آفت یعنی مانع یہی دو چیزیں ہیں قال اور حال اور یہ بیان ہستی قال ہوتا اس لئے حجاب ہوتا چنانچہ قال کا مانع ہونا تو ظاہر ہے کہ عشق ایک حال ہے اور قال اس کا مضاد اور حال سے مراد غیر حال عشق ہے جو عشق سے ادون ہے اور ظاہر ہے کہ ادنیٰ کا حصول ادراک اعلیٰ کے لئے کافی نہیں اور عکس کافی ہے اس لئے ایسا حال بھی مانع ہو گا آگے ایک مثال ہے تکلم ہستی کے رافع حجاب نہ ہو سکنے کی یعنی جس طرح خون کو خون سے نہیں زائل کر سکتے۔ اسی طرح دوسرے حجب اس حجاب یعنی تکلم ہستی سے زائل نہ ہوتے۔ آگے اسی قال کا کشف عشق کے لئے کافی نہ ہونا بیان کرتے ہیں کہ میں بوجہ اتصاف بہ عشق کے صرف اس کے سودائیوں یعنی عشاق کا محرم ہوں اور مخاطبین سودائی عشق ہیں انہیں اس لئے ان کے سامنے قال سے اس کی تحقیق کرنا ایسا ہے جیسا قفس میں پھونک مارنا یعنی عبث ولاطائل۔ آگے اس قال میں اپنا کسی قدر مغلوب ہونا اور باوجود اس مغلوبیت کے اس قال کے ترک کا مناسب ہونا بیان کرتے ہیں پس اپنے نفس کو خطاب فرماتے ہیں کہ تو بہت ہی تیز دست و بخود و آشفتہ ہو رہا ہے۔ اے جان یعنی اے نفس تو کس پہلو پر سویا تھا کہ تیرے ہوش درست نہیں ہوئے ہاں ہوش کو سنبھال اور اس قسم کی ایک بات بھی منہ سے مت نکال بلکہ اولاً اس بیہوشی سے نکل اور کسی محرم کو ڈھونڈ پھر اس سے کہنے کا مضائقہ نہیں اور علاوہ محرم کے نہ ہونے کے ایک اور مانع بھی اس قال کا پایا

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہے آگے اس کا بیان ہے کہ عاشق ہو کر اور مستی عشق لئے ہوئے اور پھر زبان کھولے ہوئے یہ اجتماع المتنافیین ہے جیسا شتر کا نردبان پر ہونا عادۃً اجتماع المتنافیین ہے۔ آگے اسی قال کا نامناسب ہونا اور دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں کہ جب عشق کے اسرار واطوار کو زبان قال ظاہر کرتی ہے تو آسمان بھی جبکہ صعود عمل کے وقت اس پر مطلع ہوتا ہے اس اظہار قال سے توحش کرتا ہے اور دعا کرتا ہے۔ کہ یا جمیل الستر استرہ۔ یعنی اے ستار حسن الستر اس راز کو پوشیدہ کر دیجئے اور اس قائل کے قلب میں سکوت کا القاء کر دیجئے یہاں تک مولانا نے حکیمانہ رائے دی ہے کہ اس کا اخفاء کرنا چاہئے۔ آگے آثار عشق کا آثار حکمت پر غلبہ ہو گیا اس :ا بہ وجوش میں کہتے ہیں کہ کیسا اخفاء اس راز کی تو ایسی مثال ہے جیسے اون اور روئی میں آگ کہ اس کے اندر مخفی کرنے سے زیادہ ظاہر ہوگی کہ پہلے تو اپنی ہی جگہ میں تھی روئی کے اندر رکھنے سے روئی کے حیز کو بھی گھیر لیا بلکہ اس کے نواح کو بھی تو بہت ہی پھیل گئی اسی طرح جب میں کوشش کرتا ہوں کہ اس کے راز کو مخفی کروں تو وہ پرچم بلند کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ دیکھو میں یہ ہوں مراد اس ظہور سے وہ ظہور نہیں جس کے اصدار سے اوپر منع کیا گیا ہے کہ وہ تو اثر ہے اظہار مکتسب کا بلکہ یہ دوسرا ظہور ہے جس کا اصدار حضرت حق سے ہوا ہے یعنی خود وجود واجب کا ظہور تکوینی مظاہر کونیہ میں اور اس میں ایک قسم کا انتقال ہے یعنی گو میں عشق کا اخفاء کروں مگر خود ہی اس کا اس طرح ظہور ہو رہا ہے کہ وجود حق ظاہر ہے۔ اور چونکہ یہی ظہور وجود عشاق حق کی نظر میں ظہور اسرار عشق ہے اس لئے اس کا نام ظہور عشق رکھا گو عوام سے وہ اس حیثیت سے مستور ہے مگر عشاق کی نظر میں یہی وجود کا ظہور عین عشق کا ظہور ہے اس بنا پر اس مضمون کو بعنوان استدراک لایا گیا کہ کیسا اخفاء الخ اور جب میں کوشش کرتا ہوں الخ اور اسی مضمون کی آگے تاکید ہے کہ وہ عشق علی رغم انفی میرے دونوں کان پکڑ کر کہتا ہے کہ تخلل الدماغ تو راز عشق کو کیونکر مخفی کرتا ہے لے مخفی کر وہ مخفی ہو ہی نہیں سکتا۔ جبکہ وجود واجب کا خود ظہور ہو چکا اور وہی راز عشق کا ظہور ہے۔ اور اس کو ظہور عشق کہنا ایسا ہے جیسا بعض اہل حال نے لکھا ہے کہ وحدۃ الوجود کا اخفاء کیوں کیا جاوے جبکہ لا الٰہ الا اللہ کا وہ مدلول ہے اور لا الٰہ الا اللہ کا اعلان منائر اور منابر اور محاریب میں کیا جاتا ہے آگے ایک مکالمہ ہے جو اسی معنی پر مبنی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ مولانا بطون سر عشق کو راجح کہہ رہے ہیں وقوعاً بھی کہ باوجود ظہور کے پھر وہ باطن ہی ہے اور استدعاً گو بھی کہ محبوب حقیقی سے اسی کی درخواست کرتے ہیں اور محبوب حقیقی اس کے ظہور کو راجح کر رہا ہے اور در حقیقت یہ ظہور و بطون دونوں مجتمع ہیں پس یہ محض عنواناً مکالمت ہے معنوں میں مزاحمت نہیں اور مجموعہ کلامین سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ اگر بصیرت ہو تو حق تعالیٰ کا ظہور وجود عشاق کی نظر میں عین شہود ہے اور اگر بصیرت نہ ہو تو ہر شے حجاب مقصود ہے وہ مکالمہ یہ ہے کہ میں اس عشق سے کہتا ہوں کہ تو جو مجھ پر انکار کرتا ہے کہ تو مخفی نہیں کر سکتا تو میں یہ کہتا ہوں کہ تو ظاہر بھی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تو اگرچہ ظہور میں جوش کر رہا ہے لیکن روح کی طرح من وجہ ظاہر ہے اور من وجہ باطن تو ظہور تام تو تیرا نہ ہوا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ وجود حق آثار سے ظاہر ہے مگر کنہ اس کی نامعلوم پس پورا ظاہر نہ ہوا۔ بلکہ غلبہ بطون ہی کو رہا اور جواب میں کہتا ہے کہ میرے ظہور کو ترجیح ہے اس لئے کہ میں مشابہ مئے انگور کے ہوں جو مرتبہ بطون فی العنب سے نزول کر کے متلبس بالدن یعنی موضوع در خم ہو جاوے اور پھر بزم میں آ کر مستی اور تالیاں بجانے کا سبب بن جاوے۔ جو صاف ظہور ہے اسی طرح بطون سے میرا تن بمعنی وجود یعنی ذات مجازاً مظاہر میں ظاہر ہو گیا۔ اور محسن اس مجاز کا اعتبار ہے جانب مشبہ بہ کا کہ اس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

تعیین مصداق تن کا ظاہر ہے پھر میں اس سے بطور استدعا کہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ تو ادراک خلائق کا مرہون یعنی مدرک ہوجاوے۔ اپنے کو باخفائے ممکن مخفی کرلے۔ پس عائل زمان پیش کا مقدر ہے۔ اور مخفی اس لئے کرلے تا کہ اس مدرک پرستی کی آفت نہ آجاوے یعنی اندیشہ ہے کہ کبھی یہ ظہور وجود ظہور شہود تک کسی شخص کے اعتبار سے پہنچ جاوے اور وہ مغلوب السکر ہوکر آفت شطح میں مبتلا نہ ہوجاوے۔ اس لئے اس ظہور کو مستور کرلے وہ جواب میں کہتا ہے کہ خواہ کچھ ہی ہو قیامت خاصہ یا عامہ تک تو یہ ظہور ضرور ہی رہے گا الاول باعتبار کل واحد والثانی باعتبار المجموع اس کو اس عنوان سے فرماتے ہیں کہ مظاہر کے واسطہ سے جس کو جام لطیف آشام سے اس لئے تعبیر کیا کہ مے کا ظہور بواسطہ جام کے ہوتا ہے کہ اس میں وہ مے لطیف بھر بھر کر پیتے ہیں مجازاً آلہ آشامیدان کو آشامندہ کہہ دیا پس وہ جام مظہر ہوتا ہے مے کا اسی طرح ان مظاہر کے واسطہ سے تجلی وجود موجب سیرابی طالبان تجلی ہوتی ہے۔ غرض یہ کہ ان مظاہر کے واسطہ سے نماز شام یعنی اختتام آجال تک تو میں نہار کا قرین یعنی متجلی اور ظاہر ضرور ہی رہوں گا پھر نفخ صور پر باطن محض ہوجاؤں گا۔ اور تیری درخواست بھی پوری کردوں گا۔ گو پھر ظاہر ثانیا ہو جاوے مگر خیر ایک بار تو بطون محض ہوجاوے گا۔ یہاں مکالمہ ختم ہو گیا اور محبوب ہی کی بات درخواست کنندہ کی ایک تسلی منظوری بہ میعاد معین پر غالب رہی۔ اب مولانا جوش عشق میں اس وعدۂ مذکورہ منظوری بطون کے متعلق کہتے ہیں کہ جب وہ شام موجود آوے گی اور میرے جام یعنی میری ہستی کو کہ ایک مظہر خاص ہے وہ شام نہان خانہ عدم میں مخفی کرنا چاہے گی تو میں اس شام سے کہوں گا کہ مہربانی کرکے میرا جام واپس دے کہاں لے چلی کیونکہ میری شام نہیں آئی یعنی تو ہرچند کہ شام ہے مگر تو میری شام نہیں ہے پس تیرا آنا میری شام کا آنا نہیں ہے میرا جام تو نہیں لے سکتی مطلب یہ کہ میری قیامت فناء کے مرتبہ میں آچکی ہے اور اس فنا کے بعد بقاء سرمدی نصیب ہوچکی ہے مطلب یہ کہ میری قیامت فناء کے مرتبہ میں آچکی ہے اور اس فنا کے بعد بقاء سرمدی نصیب ہو چکی ہے اب میں استثناء الا من شاء اللہ میں داخل ہوں۔ حاصل یہ ہوا کہ یہ جو وعدہ بطون محض کا ہے یہ عالم کے اعتبار سے ہے مجھ سے محبوب حقیقی مخفی نہ ہوگا کیونکہ میری درخواست بھی انہیں کے اعتبار سے تھی جن کے لئے ظہور محتمل ابتلا با آفت شطح تھا دلست منہم آگے ایک حسن التعلیل ہے کہ میں اس لئے اس سے اپنا جام واپس لے لوں گا کہ اس میں شراب تجلی دائمی پیوں کیونکہ شراب کو عربی میں مدام کہتے ہیں کیونکہ وہ چھوٹتی نہیں۔ دائما پی جاتی ہے پس اس کا مقتضا بھی یہی ہے کہ میرا شرب کبھی منقطع نہ ہو۔ اور عدم واپسی میں انقطاع لازم آتا ہے اس لئے بھی واپس ملنا مجھ کو ضرور ہے یہاں مضمون مقصود مقام ختم ہوگیا آگے ان مضامین کے حسن پر نظر کرکے ایک تفریع فرماتے ہیں کہ ان مضامین حسنہ کا منشاء عشق ہے اور عشق ایسی ہی چیز ہے کہ وہ بادۂ تحقیق کو جوش میں لاتی ہے اور وہ عشق صدیقین یعنی اولیاء عارفین کے لئے ساقی اس شراب روحانی کا بن جاتا ہے جب تو توفیق خیر وخلوص کے ساتھ اس کا طالب بن جاوے تو یہ شراب مذکور روح کے لئے آب حیات بخش بن جاتی ہے اور جسم اس کا ابریق ہوجاتا ہے جس کے اندر شراب رہتی ہے اور جسم کا محل آثار عشق ہونا ظاہر ہے۔ پھر جب وہ عشق شراب توفیق کو زائد کردیتا ہے یعنی آثار عشق زیادہ غلبہ کرتے ہیں تو اس شراب کا زور اس ابریق تن کو توڑ ڈالتا ہے یعنی آثار کثرت کے کہ مناسب تن کے ہیں مغلوب ہوجاتے ہیں اور آثار توحید کے غالب ہوتے ہیں۔ پس وہی پانی جیسا مشروب تھا وہ ساقی بھی ہوجاتا ہے اور مست آب یعنی شارب بھی ہوجاتا ہے یعنی تمائز

www.besturdubooks.wordpress.com

مرتبہ التفات سے رخصت ہو جاتا ہے اور اگر حقیقت اس کی سمجھ میں نہ آوے تو تم اللہ اعلم بالصواب کہدو انکار مت کرو اور یہ جو اس شیرہ یعنی شراب میں مستی آ گئی یہ پرتو ساقی یعنی محبوب حقیقی کا ہے کہ اس نے اس میں یہ اثر دیا اور یہ ظاہر ہے جس سے شیرہ جوشان اور رقصاں ہو گیا اور جو لوگ اس عشق موہوب کے منکر ہیں عبد ہی کو خالق افعال کہتے ہیں کالفلاسفۃ والمعتزلۃ۔ ایسے خیرہ و بے باک سے اس مضمون کے بارہ میں ذرا پوچھو تو کہ تو نے شیرہ کو ایسا مست کنندہ کب دیکھا تھا چنانچہ نفس محبت مکتسب مع الحق کے مدعی وہ بھی ہیں جو بوجہ ضعیف ہونے کے مشابہ شیرہ کے ہے۔ مگر وہ دیکھیں کہ کیا ان کی اس محبت میں بھی یہ جوش اہل اللہ کی سی محبت کا ہے پھر اگر یہ موہوب من اللہ نہیں ہے بلکہ مکتسب ہے تو دوسرے مکتسب اس کی برابر کیوں نہیں آگے اسی مضمون کی تعمیم کرتے ہیں کہ ایک اسی تصرف پر کیا منحصر ہے سب تصرفات اسی خالق حقیقی کی طرف سے ہیں پس فرماتے ہیں کہ بلا تفکر یعنی بدلہۃ ہر ذی علم کے سامنے یہ بات ثابت ہے کہ ہر متحرک کے ساتھ کوئی نہ کوئی محرک ہوتا ہے اور انتہا اس کا عقلاً حضرت حق تک ہے پس وہی متصرف حقیقی ہوا۔ انتہی۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ منجملہ خصوصیات عشق کے ایک یہ خصوصیت ہے کہ وہ رحیق تحقیق کو جوش دیتا اور صدیقین یعنی اولیاء اللہ کاملین کو وہ شراب تحقیق خفیہ طور پر پلا کر ان کو محقق بناتا ہے اگر حق سبحانہ کی امداد اور توفیق خیر تمہارے شامل حال ہو اور تم اس شراب کو طلب کرو تو یہ شراب تمہاری روح کے لیے آب حیات کا کام دے اور جسم اس کے لئے شیشہ بن جاوے۔ یعنی تم بحیات روحانی زندہ ہو جاؤ اور یہ شراب تمہارے رگ و پے میں سرایت کر جاوے اور جبکہ حق سبحانہ مے توفیق اضافہ فرمائیں اور مزید توفیق عطا فرما دیں تو یہ شراب اپنی تیزی سے شیشہ جسم کو بالکل توڑ دے اور علائق جسمانیہ سے تمہارا تعلق بالکل منقطع ہو جاوے اس وقت تمہاری یہ شان ہو کہ شراب اور ساقی اور مست سب ایک ہو جائیں یعنی ماسوائے اللہ نظر سے تمام غائب و فنا ہو جائیں اور تم فانی فی الحق ہو جاؤ پس اب کہدو کہ خدا خوب حقیقت حال سے واقف ہے اور اس مضمون کو ختم کرو اب ہم تمہیں ایک مفید بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ شراب میں یہ اثر ذاتی نہیں بلکہ پرتو ساقی و تصرف حق سبحانہ ہے کہ یوں جوشان و رقصاں ہو گئی ہے جو لوگ تصرف حق سبحانہ کے منکر ہیں ان سے پوچھو کہ شراب کی حقیقت شیرہ ہی تو ہے پھر بتاؤ شیرہ میں تم نے کبھی یہ صفت دیکھی ہے جبکہ نہیں دیکھی تو ضرور یہ جدید پیدا ہوئی ہے لہذا یہ ایک اثر حادث ہے اور ہر جاننے والے کے نزدیک یہ امر بدیہی ہے کہ متصرف (بالفتح) کے لیے ایک متصرف (بالکسر) ہے اور ہر اثر کے لیے ایک موثر ضروری ہے پس وہ کون ہے وہ حق سبحانہ ہے کیونکہ اس کے سوا جتنی چیزیں ہیں سب ان آثار کی طرح محتاج موثر ہیں اور ان کو خود ضرورت موثر ہے لہذا وہ کیا بالذات موثر ہوتیں پس ثابت ہوا کہ موثر بالذات حق سبحانہ ہی ہیں اب ایک واقعہ سنو جس سے اس کی تصدیق ہو کہ فاعل و موثر حقیقی صرف حق سبحانہ ہیں ایک جوانے برزنے عاشق شدہ است الخ

فائدہ:۔ قصہ آئندہ کے اس مدعا پر دلالت کی یہ وجہ ہے کہ عاشق اسباب متعارفہ للوصول الی المطلوب سے کامیاب نہ ہو سکا اور اسباب مضادہ سے کامیاب ہوا اس سے معلوم ہوا کہ کوئی اور ذات ہے جس کے قبضہ میں اسباب ہیں اور جو کہ اسباب و مسببات میں موثر ہے نیز دفتر چہارم میں معشوقہ نے حق سبحانہ کے تصرف کی بحث چھیڑی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

اس عاشق دراز ہجر اور بسیار امتحان کی حکایت

یک جوانے برزنے مجنون بدست	روز و شب بیخواب و بیخور آمدست
ایک جوان ایک عورت پر عاشق ہوا تھا	شب و روز بغیر نیند اور بغیر کھائے رہتا تھا

یعنی ایک جوان ایک عورت پر دیوانہ ہوگیا تھا رات دن بیخواب اور بے کھانے کے تھا۔

بیدل و شوریدہ ہم مجنون و مست	می ندادش روزگار وصل دست
بے دل اور پریشان تیز دیوانہ اور مست	وصل کا زمانہ اس کے ہاتھ نہ آتا تھا

یعنی بیدل اور پریشان اور مجنون اور مست زمانہ وصل کا اس کو اپنا ہاتھ نہ دیتا تھا۔

بس شکنجہ کرد عشقش بر زمین	خود چرا دارد ز اول عشق کین
اس کو عشق نے زمین پر شکنجے میں کس دیا تھا	(نہ معلوم) عشق ابتدا ہی سے کیوں دشمنی رکھتا ہے؟

یعنی عشق نے اس کو زمین پر بہت کھینچا تھا (مولانا بطور سوال کے فرماتے ہیں) کہ عشق اول ہی کیوں کینہ رکھتا ہے۔

عشق از اول چرا خونے بود	تا گریزد آنکہ بیرونے بود
عشق شروع سے خونی کیوں ہوتا ہے	تاکہ وہ بھاگ جائے جو اجنبی ہو

یعنی عشق اول ہی سے کیوں خونی ہوتا ہے (خود ہی جواب دیتے ہیں) تاکہ جو شخص باہر کا ہے بھاگ جاوے۔ مطلب یہ کہ عشق اول ہی سے جو سختیاں شروع کر دیتا ہے اس میں یہ مصلحت ہے کہ جو عاشق صادق ہے وہ تو باوجود ان سختیوں کے بھی کہیں نہیں جاوے گا اور جو عاشق صادق نہیں وہ گھبرا کر نکل بھاگے گا۔

چون فرستادے رسولے پیش زن	آن رسول از رشک گشتی راہزن
جب وہ عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا	وہ قاصد رشک سے رقیب بن جاتا

یعنی اگر عورت کے پاس کوئی قاصد بھیجتا تو وہ قاصد رشک کی وجہ سے راہزن ہو جاتا مطلب یہ کہ قاصد صاحب خود عاشق ہو جاتے تھے۔

ور بسوئے زن بنشتی کاتبش	نامہ را تصحیف خوانید نائبش
اگر اس کا منشی عورت کو لکھتا	اس عورت کا نائب خط کو غلط پڑھ کر سناتا

یعنی اور اگر عاشق کا منشی عورت کی طرف (اس عاشق کی طرف سے) کچھ لکھتا تو اس عورت کا نائب اس کو بگاڑ کر پڑھتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ور صبا را پیک کردے در وفا	از غبارے تیرہ گشتی آن صبا
اگر وفا کے بارے میں وہ صبا کو قاصد بناتا	وہ صبا غبار سے کالی پڑ جاتی

یعنی اور اگر صبا کو وفا میں قاصد بناتا تو وہ صبا کسی غبار کی وجہ سے تاریک ہو جاتی۔

رقعہ گر بر پرمرغے دوختی	پر مرغ از تف رقعہ سوختی
اگر وہ خط پرند کے پروں پر سیتا	خط کی گرمی سے پرند کے پر جل جاتے

یعنی اور اگر کسی جانور کے پر میں کوئی رقعہ سی دیتا تو رقعہ کی گرمی کی وجہ سے جانور کا پر جل جاتا۔

راہہائے چارہ را غیرت بہ بست	لشکر اندیشہ را رایت شکست
تدبیر کے راستے غیرت نے بند کر دیئے	سوچ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا

یعنی تدبیر کے رستوں کو غیرت (عشق) نین باندھ دیا اور اندیشہ کے لشکر کا جھنڈا توڑ دیا۔ مطلب یہ کہ اب وہاں تک وہم کی بھی رسائی نہ تھی اور کوئی تدبیر وصل وہم میں بھی نہ آتی تھی۔

بود اول مونس غم انتظار	آخرش بشکست کہ ہم انتظار
پہلے انتظار، غم کا غمگسار تھا	آخر میں وہ درہم برہم ہو گیا' کون انتظار بھی

یعنی اول تو انتظار (محبوب) غم کا انیس تھا (لیکن) آخر اس کو بھی توڑ دیا کیونکہ انتظار کہاں تک۔

گاہ گفتی کاین بلائے بے دواست	گاہ گفتی نے حیات جان ماست
کبھی وہ کہتا کہ یہ لا علاج مرض ہے	کبھی کہتا نہیں، ہماری جان کی زندگی ہے

یعنی کبھی کہتا کہ یہ بلائے بے درماں ہے اور کبھی کہتا کہ نہیں میری جان کیلئے زندگی ہے۔

گاہ ہستی زو بر آوردے سرے	گاہ او از نیستی خوردے برے
کبھی ہستی اس میں سر ابھارتی	کبھی وہ نیستی کا پھل کھاتا

یعنی کبھی تو ہستی اس میں سے سر نکالتی اور کبھی نیستی سے وہ پھل کھاتا۔ مطلب یہ کہ کبھی تو یاد محبوب میں بالکل فنا ہو جاتا اور کبھی اس کو اپنے بھی ہوش وحواس نہ رہتے۔

گاہ فریادش بگردوں برشدی	گہ خیال دلبرش ہمدم بدی
کبھی اس کی فریاد، آسمان پر پہنچتی'	کبھی معشوق کا خیال' اس کا ساتھی ہوتا

یعنی کبھی تو اس کی فریاد آسمان تک پہنچتی اور کبھی دلبر کا خیال اس کا ساتھی ہوتا۔

چونکہ بروے سرد گشتے این نہاد	جوش کردے گرم چشمہ اتحاد
جب یہ مزاج اس پر ٹھنڈا پڑ جاتا	اتحاد کا گرم چشمہ جوش مارتا

یعنی جبکہ اس کے اوپر یہ ذات ٹھنڈی ہو جاتی تو اتحاد کا تیز چشمہ جوش کرتا۔ مطلب یہ کہ اگر کبھی جوش عشق کم ہو جاتا تو محبوب سے وصل کا جوش ہوتا۔

چونکہ بابی برگے غربت بساخت	برگ بے برگی بسوئی او بتاخت
جبکہ مسافرت کی بے سرو سامانی سے اس نے ساز کیا	بے سرو سامانی کا سامان اس کی طرف بڑھا

یعنی جبکہ غربت کی بے سامانی کے ساتھ موافقت کی تو بے سامانی کا سامان اس کی طرف دوڑا۔

خوشہائے فکرتش بیکاہ شد	شب رواں را رہنما چوں ماہ شد
اس کی فکر کے خوشے بغیر تنکے کے ہوگئے	وہ رات کے مسافروں کا چاند کی طرح رہنما ہوگیا

یعنی اس کی فکر کی خوشی صاف ہوگئی رات کے چلنے والوں کے لئے چاند کی طرح رہنما ہوگیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ راتوں کو جاگتا تھا اور اکثر عشاق رات کو نہیں سوتے تو اس کا عشق اس قدر بڑھ گیا تھا کہ یہ اور عشاق کو بھی عشق کے راستے بتلاتا تھا۔

اے بسا طوطئ گویائے خمش	اے بسا شیرین رواں روترش
بہت سے طوطی کی طرح چہکنے والے خاموش ہیں	بہت سے خوش دل غمگین ہیں

یعنی بہت سی طوطیں (حقیقت میں) بولنے والی ہیں اور (ظاہر میں) خاموش ہیں اور بہت سے شیریں جان (مگر) روترش ہیں مطلب یہ کہ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ وہ بظاہر خاموش رہتے ہیں لیکن ان کی یہ خاموشی ہی بولنا ہے اس لئے کہ ان کی حالت ہی سے ان کی باتیں معلوم ہوتی ہیں آگے اس کے ایک مثال دیتے ہیں۔

روبگورستان دمے خامش نشین	آن خموشان سخن گورا بہ بین
تھوڑی دیر کے لئے قبرستان میں جا خاموشی سے بیٹھ	ان بولنے والے خاموشوں کو دیکھ

یعنی قبرستان میں جا اور ایک دم چپکا بیٹھ اور ان میں باتیں کرنے والے خاموش لوگوں کو دیکھ۔

لیک اگر یک رنگ بینی خاک شان	نیست یکساں حالت چالاک شان
لیکن اگر تو ان کی قبر کو یکساں دیکھتا ہے	ان کی چالاک حالت یکساں نہیں ہے

لیکن اگر ان کی خاک یکساں دیکھو تو ان کی چستی کی حالت یکساں نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تم اوپر سے قبر کو سب کی یکساں دیکھو تو ان کے اندرونی حالت تو یکساں نہیں ہے اس سے عبرت حاصل کرو اس کی ایسی مثال ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شحم و لحم زندگان یکساں بود	آں یکے غمگین دگر شادان بود
زندوں کا گوشت اور چربی یکساں ہوتی ہے	لیکن ایک غمگین دوسرا خوش ہوتا ہے

یعنی گوشت پوست زندوں کا یکساں ہوتا ہے مگر ایک غمگین اور دوسرا خوش ہوتا ہے۔

تو چہ دانی تا نہ نوشی قال شان	زانکہ پنہانست بر تو حال شان
تو کیا سمجھے جب تک ان کی بات نہ سن لے۔	کیونکہ تجھ پر ان کی حالت مخفی ہے

یعنی تو کیا جانے جب تک کہ تو ان کی باتیں نہ سنے اس لئے کہ تجھ پر ان کا حال تو پوشیدہ ہی ہے۔

بشنوی از قال ہائے وہوئے را	کے بہ بینی حالت صد توے را
تو زبان سے ہائے وہو کو سن لیتا ہے	تو سینکڑوں تہوں کی حالت کو کب دیکھ سکتا ہے

یعنی باتوں میں تو ہائے وہو کو سن لے مگر سو تہ کی حالت کو کب دیکھے گا۔

نقش ما یکسان بضدہا متصف	خاک ہم یکساں رواں شان مختلف
ہماری صورتیں یکساں ہیں، متضاد صفات سے متصف ہیں	مٹی بھی یکساں ہے ان کی روحیں مختلف ہیں

یعنی نقش ہمارے یکساں ہیں اور اضداد کیساتھ متصف ہیں خاک بھی یکساں ہیں اور جان ان کی مختلف ہے

(خاک سے مراد ظاہر بدن ہے)

ہم چنیں یکساں بود آوازہا	آں یکے پر درد و آں پر نازہا
اسی طرح آوازیں بھی یکساں ہوتی ہیں	ایک درد سے بھری ہے اور ایک نازوں سے بھری ہے

یعنی اسی طرح آوازیں یکساں ہوتی ہیں اور وہ ایک درد سے بھری ہوئی ہوتی ہے اور وہ دوسری نازوں سے بھری ہوئی۔

بانگ اسپاں بشنوے اندر مصاف	بانگ مرغان بشنوے اندر مطاف
میدان جنگ میں تو گھوڑوں کی آواز سنتا ہے	چکر کاٹنے میں تو پرندوں کی آواز سنتا ہے

یعنی گھوڑوں کی آواز لڑائی میں سنتے ہو اور پرواز میں جانوروں کی آواز سنتے ہو۔

آں یکے از حقد و دیگر ز ارتباط	آں یکے از رنج دیگر از نشاط
ایک دشمنی سے ہے اور دوسری تعلق کی وجہ سے	ایک رنج سے ہوتی ہے دوسری خوشی ہے

یعنی وہ ایک کینہ کی وجہ سے ہوئی ہے اور دوسری الفت کی وجہ سے اور وہ ایک رنج کی وجہ سے اور دوسری خوشی کی وجہ سے۔

ہر کہ دور از حالت ایشان بود	پیشش آں آوازہا یکسان بود
جو ان کے احوال سے دور ہو	اس کے لئے وہ آوازیں یکساں ہوتی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو کوئی کہ ان کی حالت سے دور ہوتا ہے تو اس کے سامنے وہ سب آوازیں یکساں ہی ہوتی ہیں۔

آن درختے جنبد از زخم تبر	وان درخت دیگر از باد سحر
ایک درخت کلہاڑے کی چوٹ سے ہلتا ہے	دوسرا درخت صبح کی ہوا سے

یعنی وہ ایک درخت کلہاڑی کے زخم سے ہلتا ہے اور وہ دوسرا درخت صبح کی ہوا کی وجہ سے ہلتا ہے۔

بس غلط گشتم ز دیگ مردہ ریگ	زانکہ سر پوشیدہ می جوشیدہ دیگ
میں بہت سے مرتبہ بیکار دیگ سے غلطی میں پڑ گیا	کیونکہ دیگ منہ ڈھکے ہوئے جوش مار رہی تھی

یعنی ایک بیکار دیگ کی وجہ سے بہت غلط ہو گیا میں اس لئے کہ ہنڈیا ڈھکی ہوئی جوش کر رہی تھی مطلب یہ کہ بہت لوگوں کے ظاہری بدن کو دیکھ کر دھوکہ ہو چکا ہے کیونکہ اندر کی حالت کا تو کچھ پتا نہیں چلا بس دھوکہ کھا گئے۔

جوش و نوش ہر کست گوید بیا	جوش صدق و جوش تزویر و ریا
تجھ سے ہر شخص کا جوش اور ذائقہ کہتا ہے آ جا	سچائی کا جوش اور طمع سازی اور ریا کے جوش

یعنی جوش اور نوش ہر شخص کا تجھ کو کہتا ہے کہ آ صدق کا جوش دھوکہ اور ریا کا جوش یعنی ہر کس و ناکس اپنی طرف کھینچتا ہے۔

گر نداری دید ہائے روشناس	رو دماغے دست آور بو شناس
اگر تو پہچاننے والی آنکھیں نہیں رکھتا ہے	جا کوئی خوشبو پہچاننے والا دماغ حاصل کر

یعنی اگر تو پہچاننے والی آنکھ نہیں رکھتا تو جا کوئی دماغ بو کا پہچاننے والا لا۔

آن دماغے کہ بران گلشن تند	چشم یعقوبان ہم او روشن کند
وہ دماغ جو اس چمن سے تعلق رکھے	یعقوبوں کی آنکھ کو بھی روشن کرے

یعنی ایسا دماغ جو اس گلشن پر تنے اور یعقوبوں (یعنی عاشقوں) کی آنکھ کو بھی روشن کرے۔ مطلب یہ کہ ایسے دماغ کو تلاش کر جو محبوب کا بھی پتہ دے اور تمہاری آنکھ بھی روشن کر دے۔

ہین بگو احوال آن خستہ جگر	کز بخاری دور ماندیم اے پسر
خبردار اس خستہ جگر کے احوال بتا	کیونکہ اے لڑکے ہم بخاری سے دور جا پڑے

یعنی ہاں اس خستہ جگر کا حال بیان کرو کیونکہ اے صاحبزادے ہم بخاری سے تو دور ہو گئے۔ یعنی بخاری کا قصہ تو دور ہو گیا اب اسی کو بیان کر لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ایک جوان ایک عورت پر دیوانہ ہو گیا تھا اور اس وجہ سے نہ رات دن کھاتا تھا اور نہ سوتا تھا وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دل دادہ اور شوریدہ اور دیوانہ اور مست تھا مگر اس کو زمانہ وصل میسر نہ آتا تھا۔ عشق نے اس کو بہت کچھ سزا دی تم پوچھو گے کہ اس نے ایسا کیوں کیا وجہ یہ ہے کہ ابتداء میں عداوت ظاہر کرنا اس کی عادت ہے اس پر تم سوال کرو گے کہ اچھا ابتداء میں وہ خونی کیوں ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ امتحان ہو جاوے اور عاشق صادق اور بوالہوس میں تمیز ہو جاوے اور بیگانہ بھاگ جاوے خیر تو اس کی یہ حالت تھی کہ جب وہ کوئی قاصد عورت کے پاس بھیجتا تو وہ رسول خود عاشق ہو جاتا اور رشک سے اس کے حق میں نیش زنی کرتا اور اگر اس کا منشی عورت کے پاس کوئی خط لکھتا تو عورت کا پیشکار اس کو الٹ پلٹ پڑھ دیتا تا کہ اس کے دل پر اثر نہ ہونے پائے اور اگر باد صبا کو قاصد بناتا تو وہ بھی غبار سے مکدر ہو جاتی اور اس کا مدعا بر نہ لاتی اگر کسی مرغ نامہ بر کے پر میں خط باندھ کر بھیجتا تو پر مرغ رقعہ کی حرارت سے جل جاتا غرضیکہ غیرت عشق نے امتحان کے لئے مقصد برآری کی تمام راہیں بند کر دیں اور لشکر فکر کے جھنڈے کو توڑ پھوڑ کر اس کو شکست دیدی یعنی کوئی تدبیر اس کی سمجھ میں نہ آتی تھی۔ ابتداء مونس غم انتظار تھا مگر اب وہ بھی درہم برہم ہو گیا کون درہم برہم ہو گیا وہ انتظار جو اس کو سنبھالے ہوئے تھا پس وہ عجیب ضیق میں مبتلا تھا کبھی کہتا تھا کہ کیا بلائے بے درماں پیچھے لگ گئی کبھی کہتا تھا نہیں جی بلائے بے درماں کیوں ہے یہ تو ہمارے جان کے لئے زندگی ہے کبھی ہستی غلبہ کرتی تھی اور خواہشات کا ہجوم ہوتا تھا کبھی فنا سے متمتع ہوتا اور برضائے محبوب پر راضی ہوتا اور اپنی خواہشات کو اس کے تابع کر دیتا کبھی اتنا چلاتا کہ شور وفریاد آسمان تک پہنچتا اور کبھی خیال سے تسکین حاصل کرتا اور شور وشیون موقوف کرتا جبکہ اپنا وجود اسے بے مزہ معلوم ہوتا تو چشمۂ اتحاد کو سخت جوش ہوتا اور فنافی المحبوب کا طالب ہوتا۔ الحاصل جبکہ اس نے بے سامانی غربت سے میل کیا تو سامان بے سامانی اس کو حاصل ہو گیا۔ اس کی فکر کی خوشی خاشاک خیالات بیہودہ سے صاف ہو گئے اور خیالات حسنہ رہ گئے۔ اس طریقہ سے وہ ناواقفوں اور عشق سے نامحرموں کا ہادی ہو گیا اور ان کے لئے ایک بہتر نمونہ بن گیا۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور اہل اللہ اور مدعیان ولایت میں تمیز کرنے کی ضرورت اور اس کا طریقہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگوں کی حالتیں مختلف ہیں بعض تو بظاہر طوطی کی طرح بولتے ہیں مگر باطن میں خاموش ہیں بظاہر خوش ہیں مگر باطن میں غموں کا انبار لگا ہوا ہے اور بہت سے ایسے ہیں کہ بظاہر مکدر ہیں مگر دل میں خوش وخرم ہیں نیز تم قبرستان میں جاؤ اور تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھو اور اس شہر خموشان کے رہنے والوں کو دیکھو گو بظاہر تم کو سب یکساں معلوم ہوں گے مگر سب کی حالت یکساں نہیں ہے۔ اور دیکھو زندوں کی چربی اور گوشت وغیرہ یکساں ہے لیکن باہم فرق ہے ایک خوش ہے دوسرا رنجیدہ تم کو ان کی اصلی حالت نہیں معلوم ہو سکتی جب تک کہ تم ان کی گفتگو نہ سنو کیونکہ ان کی حالت تم سے پوشیدہ ہے جو بدوں ظاہر کئے معلوم نہیں ہو سکتی اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ گفتگو سے بھی صحیح حالت نہیں معلوم ہو سکتی کیونکہ اس سے تو صرف آواز معلوم ہوتی ہے حالت مخفیہ کا حال اس سے یقینی طور پر کیسے معلوم ہو سکتا ہے اور سنو صورتیں اور ہماری تصویریں یکساں ہیں مگر اوصاف متضاد ہیں ہماری خاک بھی یکساں ہے لیکن ارواح مختلف ہیں علی ہذا آوازیں نفس صورت میں یکساں ہیں لیکن باہم اختلاف بھی ہے ایک پر درد ہے تو دوسری ناز بھری دیکھو تم

www.besturdubooks.wordpress.com

جنگ میں گھوڑوں کی آوازیں بھی سنتے ہو اور اڑنے میں جانوروں کی بھی تو آواز ہونے میں تو دونوں یکساں ہیں مگر گھوڑوں کی آوازیں کینہ سے ناشی ہیں اور جانوروں کی آپس کے ارتباط اور میل سے اور گھوڑوں کی آوازیں رنج سے ناشی ہیں اور جانوروں کی خوشی سے مگر جو شخص ان کی حالت سے ناواقف ہے وہ تمیز نہیں کر سکتا۔ اس کے نزدیک ہر دو آوازیں برابر ہیں اور سنو ایک درخت کلہاڑے کے صدمہ سے ہلتا ہے اور دوسرا باد سحری سے پس باوجودیکہ ہلنے میں دونوں یکساں ہیں مگر ہر دو حرکتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے چونکہ اتحاد صورت کے ساتھ اختلاف اوصاف ہوتا ہے اور اوصاف مخفی ہوتے ہیں اس لئے مجھے اجسام سے بہت کچھ دھوکے ہوئے ہیں کیونکہ سرپوش ڈھکی ہوئی ہانڈی پکتی ہے کیا معلوم اس میں کیا چیز پک رہی ہے دیکھو لوگوں کا ظاہری جوش وخروش تم کو اپنی طرف بلائے گا مگر اس میں بعض جوش صادق ہوگا اور بعض جوش فریب اور دکھاوا۔ اس وقت تم کو لغزش ہو جانے کا بہت بڑا احتمال ہے پس اول تو تم کو چشم باطنی سے کام لینا چاہئے اور اگر پہچاننے والی آنکھیں نہ ہوں تو کوئی دماغ حاصل کرنا چاہئے جو ہر ایک کی بو کو پہچانتا ہو یعنی وہ دماغ جو گلشن عشق یا گلشن محبوب حقیقی سے تعلق رکھتا ہو اور عشاق کی آنکھوں کو روشن کرتا ہو خواہ اس طرح کہ تم خود اپنے کو ایسا بنالو یا اس طرح کہ شیخ کا دامن پکڑو (والاول اظہر) اچھا اب اس عاشق خستہ جگر کی حالت بیان کرنی چاہئے کیونکہ بخاری کا قصہ تو بہت دور چلا گیا۔

شرح شبّیری

عاشق کا معشوق کو پالینا اور بیان اس کا کہ ڈھونڈنے والا پانے والا ہوتا ہے کہ من طلب شیئاً وجد وجد حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح فرمایا ہے

کان جوان در جستجو بد ہفت سال	از خیال وصل گشته چون خیال
وہ جوان سات سال تلاش میں رہا	وصل کے خیال سے، خیال کی طرح ہو گیا

یعنی وہ جوان سات برس تک تلاش میں رہا۔ اور وصل کے خیال کی وجہ سے خیال کی طرح ہو گیا تھا۔

سایۂ حق برسر بنده بود	عاقبت جوینده یابنده بود
بندے پر اللہ کا سایہ ہوتا ہے	انجام کار تلاش کرنے والا پانے والا ہوتا ہے

یعنی حق تعالیٰ کا سایہ بندہ کے اوپر ہوتا ہے اور طالب انجام کار پانے والا ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت پیغمبر کہ چون کوبی درے	عاقبت زان در برون آید سرے
پیغمبر نے فرمایا جب تو دروازہ کھٹکھٹائے گا	انجام کار اس دروازے سے سر باہر نکلے گا

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم کسی دروازہ کو کوٹو گے آخر اس دروازہ سے ایک سر نکلے گا۔

چون نشینی بر سر کوئے کسے	عاقبت بینی تو ہم روئے کسے
اگر تو کسی کے کوچے کے سرے پر بیٹھے گا	انجام کار کسی کا چہرہ دیکھ لے گا

یعنی جب تو کسی شخص کے کوچہ پر بیٹھ جاوے تو آخرکار تو کسی نہ کسی کا منہ دیکھے گا۔

چون زچاہے می کنی ہر روز خاک	عاقبت اندر رسی در آب پاک
جب تو کنویں سے روز مٹی نکالے گا	انجام کار پاک پانی میں پہنچ جائے گا

یعنی جب تم ایک کنوئیں سے ہر روز مٹی نکالو گے تو آخرکار پاک پانی پر پہنچ جاؤ گے۔

جملہ دانند این اگر تو نگروی	ہر چہ می کاریش روزے بدروی
سب جانتے ہیں خواہ تو نہ مانے	جو تو بوئے گا ایک دن کاٹے گا

یعنی سب جانتے ہیں اگرچہ تو یقین نہ کرے کہ جو کچھ تو بوئے گا اس کو ایک دن کاٹے گا۔

سنگ بر آہن زدی آتش بجست	این بہ باشد ورنہ باشد نادرست
تو نے لوہے پر پتھر مارا آگ نکلی	یہ ہو گا اگر نہ ہو تو نادر ہے

یعنی پتھر کو لوہے پر مارے تو آگ پیدا ہوگی۔ یہ بات اکثر ہوتی ہے اور اگر نہ ہو تو نادر ہے۔

آنکہ روزی نیستش از بخت ونجات	ننگرد عقلش مگر در نادرات
جس کا مقدور نصیبہ اور نجات نہیں ہے	اس کی عقل نادر کے سوا نہیں دیکھتی

یعنی جس شخص کی روزی اور بخت اور نجات نہ ہو اس کی عقل بجز نادرات کے اور کسی چیز کو نہیں دیکھتی۔

کان فلاں کس کشت کرد و بر نداشت	وان صدف بردو صدف گوہر نداشت
کہ اس فلاں نے کھیتی کی اور پھل نہ پایا	وہ سیپ لے گیا اور سیپ میں موتی نہ تھا

یعنی کہ فلاں شخص نے کھیتی کی اور پھل نہ اٹھایا اور فلاں شخص سیپی لے گیا اور سیپی موتی نہیں رکھتی تھی۔

بلعم باعور و ابلیس لعین	سود نامد شان عبادتہا و دین
بلعم باعور اور ملعون شیطان	ان کو عبادتیں اور دین مفید نہ پڑا

یعنی بلعم باعور اور ابلیس ملعون کو ان کی عبادتیں اور دین نافع نہ ہوئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزاران انبیاؤ رہروان	ناید اندر خاطر آن بدگمان
لاکھوں نبیؑ اور راہبر	اس بدگمان کے دل میں نہ آئے

یعنی لاکھوں انبیاء اور سالکین اس بدگمان کے دل میں نہیں آتے۔

این دو راگیرد کہ تاریکی دہد	دردلش ادبار جز این کے نہد
ان دو کو اس نے پکڑا جو تاریکی پیدا کرتے ہیں	بدنصیبی اس کے دل میں اس کے علاوہ کیا رکھے؟

یعنی ان دونوں (بلعم باعور اور شیطان) کو لیتا ہے تاکہ تاریکی دیں ادبار اس کے دل میں سوائے اس کے کب رکھتا ہے مطلب یہ ہے کہ جو کم نصیب ہوتا ہے اور جس کی قسمت میں کچھ نہیں ہوتا۔ اس کی نظر ان لوگوں پر ہوتی ہے جن کو کہ مجاہدات اور ریاضات سے کچھ نفع اتفاقاً نہیں ہوا تو وہ شخص ایسے لوگوں کو نظیر میں پیش کرکے کہا کرتا ہے کہ میاں فلاں نے کیا تھا آخر کو کیا نفع ہوا بجز اس کے کہ مردود ہوئے۔ حالانکہ ان دو ایک مردودین کے علاوہ لاکھوں ایسے ہوئے ہیں کہ جن کا انہیں مجاہدات وریاضات سے کام چل گیا ہے مگر یہ شخص ان کو نہیں دیکھتا اور اس طریقہ سے شیطان اس کی رہزنی کرتا ہے اور کام نہیں کرنے دیتا۔

بس کسا کہ نان خورد دلشاد او	مرگ او گردد بگیرد در گلو
بہت سے وہ ہیں کہ جو خوش دلی سے روٹی کھاتے ہیں	وہ ان کی موت بنتی ہے (اور) ان کا گلا پکڑتی ہے

یعنی بہت سے لوگ دل خوش ہوکر روٹی کھاتے ہیں ان کے لئے موت ہوجاتی ہے اور گلے میں اٹک جاتی ہے۔

پس تو اے ادبار رو ہم نان مخور	تا نیفتی ہچو او در شور و شر
تو اے منحوس صورت! تو بھی روٹی نہ کھا	تاکہ اس کی طرح شر و شر میں مبتلا نہ ہو

پس اے مدبر تو روٹی بھی مت کھا تاکہ کہیں اس کی طرح شور وشر میں نہ پڑ جاوے۔ (مگر یہاں تو بول کہنے لگتے ہو کہ)

صد ہزاراں خلق نانہا میخورند	زور می یابند جان می پرورند
لاکھوں انسان روٹی کھاتے ہیں	طاقت حاصل کرتے ہیں اور جان کی پرورش کرتے ہیں

یعنی لاکھوں مخلوق روٹی کھاتی ہے زور پاتے ہیں اور جان کو پالتے ہیں۔

تو بدان نادر کجا افتادہٗ	گر نہ محرومی و ابلہ زادہٗ
تو اس نادر میں کیوں کس گیا؟	اگر تو محروم اور بے وقوف کا بچہ نہیں ہے

یعنی تو اس اتفاقی بات پر کہاں پڑا ہوا ہے اگر تو محروم وابلہ زادہ نہیں ہے۔

این جہان پر آفتاب و نور ماہ	تو بہشتہ سرفرو بردہ بچاہ
یہ دنیا دھوپ اور چاند کی روشنی سے بھری ہوئی ہے	تو سر کو لٹکائے ہوئے کنویں میں گھسا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ جہان آفتاب اور چاند کے نور (یعنی اولیاء اللہ) سے بھرا ہوا ہے اور تو اپنے سر کو کنوئیں کے اندر نیچے کو ڈالے ہوئے ہے (اور کہہ رہا ہے کہ)

کہ اگر حق ست پس کو روشنی	سر ز چاہ بردار و بنگر اے دنی
کہ اگر صحیح ہے تو روشنی کہاں ہے؟	اے کمینے! کنویں سے سر اٹھا اور دیکھ

یعنی کہ اگر سچ ہے تو روشنی کہاں ہے (مولانا فرماتے ہیں) اے کمینے کنوئیں سے سر اٹھا اور دیکھ۔

جملہ عالم شرق و غرب آن نور یافت	تا تو در چاہی نخواہد بر تو تافت
مشرق اور مغرب میں تمام جہان نے نور محسوس کیا	جب تک تو کنویں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا

یعنی تمام عالم مشرق اور مغرب نے اس نور کو پالیا لیکن تو جب تک کنوئیں میں ہے وہ تجھ پر نہ چمکے گا۔

چہ رہا کن رو بایوان و کروم	کم ستیز این جا بدان کالج شوم
کنویں کو چھوڑ محلات اور باغات میں جا	یہاں کج بحثی نہ کر، سمجھ لے چٹالوپن بدبختی ہے

یعنی کنوئیں کو چھوڑ اور محلوں اور انگوروں میں جا اس جگہ کم لڑ کیوں کہ جھگڑا کرنا منحوس ہے۔ مطلب یہ کہ اولیاء اللہ کے انوار سے تمام عالم بھرا ہوا ہے اور تمام لوگ اس سے مستفید ہو رہے ہیں مگر تم دنیا میں لگے ہوئے ہو اور اگر تم سے کوئی اس نور کو بیان کرتا ہے کہ اس نے چار دانگ عالم کو احاطہ کر رکھا ہے تو تم دنیا ہی میں لگے ہوئے کہتے ہو کہ اگر یہ بات ٹھیک ہے تو وہ نور ہم کو کیوں نہیں نظر آتا تو اس کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے کنویں میں منہ لٹکا کر پوچھو کہ آفتاب کہاں ہے تو میاں کنویں سے سر نکالو اور پھر دیکھو اسی طرح تم دنیا کو ترک کرو تب ان کے انوار نظر آ دیں۔

ہیں مگو کانیک فلانے کشت کرد	در فلان سال و ملخ کشتش بخورد
خبردار! یہ نہ کہہ کہ فلاں نے کھیتی کی	فلاں سال میں اور ٹڈی اس کی کھیتی کھا گئی

یعنی ہاں یوں مت کہو کہ فلاں شخص نے فلاں سال میں کھیتی کی تھی اور اس کی کھیتی کو ٹڈیاں کھا گئیں۔ (لہٰذا)

پس چرا کارم کہ اینجا خوف ہست	پس چرا افشانم این گندم ز دست
تو میں کھیتی کیوں کروں کہ یہاں خوف ہے	میں ہاتھ سے اس گیہوں کو کیوں بکھیروں؟

یعنی پھر میں کیوں بوؤں یہاں تو خوف ہے اور اس گیہوں کو ہاتھ سے کیوں ڈالوں۔

ہیں مکن استیزہ رو رو کار کن	با توکل کشت کن بشنو سخن
خبردار! جھگڑا نہ کر جا جا کام کر	توکل کے ساتھ کھیتی کر، بات سن لے

یعنی ہاں لڑائی مت کر جا جا کام کر توکل کے ساتھ کھیتی کر بات سن مطلب یہ کہ خدا پر بھروسہ کر کے کام میں لگو اس کو مت دیکھو فلاں واصل ہو گیا تھا اور فلاں نہیں ہوا اور اپنے مرشد سے الجھو مت کیونکہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ استیزہ کند برسر فتد	آن چناں کو برنخیزد تا ابد
جو کج بحثی کرتا ہے، سر کے بل گرتا ہے	اس طرح کہ قیامت تک نہیں اٹھ سکتا

یعنی جو شخص کہ جھگڑا کرتا ہے وہ ایسا سر کے بل گرتا ہے کہ ہمیشہ کو نہیں اٹھتا۔

وانکہ او نگذاشت کشت و کار را	پرکند کوریٔ تو انبار را
اور جس نے کھیتی اور کام کو نہ چھوڑا	وہ تیرے اندھے پن پر انبار بھرے گا

یعنی جس شخص نے کھیتی کو اور بونے کو نہ چھوڑا وہ باوجود تیری محرومی کے انبار کو پر کرلے گا۔ مطلب یہ کہ جو شخص کام میں لگا رہے گا وہ آخر مقصود تک پہنچ جائے گا۔

زین بیان بگزر زمانے باز راں	جانب احوال آن عاشق جوان
تھوڑی دیر کے لئے اس بیان سے گزر جا پھر چل	اس جوان عاشق کے احوال کی جانب

یعنی اس بیان کو تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ دو اور پھر اس عاشق جوان کی طرف چلاؤ۔

چون درے می کوفت او از سلوتے	عاقبت دریافت روزے خلوتے
جب وہ لاپروائی سے دروازہ کھٹکھٹاتا رہا	انجام کار اس نے ایک روز (محبوب کی) خلوت حاصل کرلی

جبکہ وہ تسلی سے ایک ہی دروازہ کو کوٹ رہا تھا تو آخرکار خلوت پالی۔

جست از بیم عسس او شب بباغ	یار خود را یافت با شمع و چراغ
وہ رات کو کوتوال کے ڈر سے باغ میں گھس گیا	اس نے اپنے یار کو شمع اور چراغ کے ساتھ پا لیا

یعنی کوتوال کے خوف سے رات کو وہ باغ میں کودا تو اپنے یار کو مع شمع اور چراغ کے پایا۔

گفت سازندہ سبب را آن نفس	اے خدا تو رحمتے کن بر عسس
اس وقت اس نے مسبب الاسباب سے کہا	اے خدا! کوتوال پر رحمت نازل فرما

یعنی اسباب کے بنانے والے سے اس وقت کہنے لگا کہ اے خدا تو کوتوال پر رحمت کیجیو۔

ناشناسا تو سبب ہا کردہٗ	از در دوزخ بہشتم بردہٗ
نامعلوم کو تونے سبب بنا دیا	تو دوزخ کے دروازے سے مجھے بہشت میں لے گیا

یعنی آپ نے اسباب نامعلوم کئے ہیں اور دوزخ (ہجر) کے دروازہ سے مجھ کو بہشت (وصل) میں لے گئے ہیں آپ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر آن کردی سبب این کار را	تا ندارم خوار من یک خار را
تو نے اس لئے (اس کو) اس کام کا سبب بنایا	تا کہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ سمجھوں

یعنی اس کام کو آپ نے اس لئے سبب کیا ہے تا کہ میں ایک کانٹے کو بھی ذلیل نہ رکھوں۔ مطلب یہ کہ کوتوال کو جو میں ظالم اور ذلیل سمجھتا تھا آپ نے اسی کو میرے لئے خوشی کا سبب بنا دیا تو یہ اس لئے کہ تا کہ میں چھوٹے سے چھوٹی چیز کو بھی ذلیل نہ سمجھوں کیونکہ۔

در شکست پائے بخشد حق پرے	ہم ز قعر چاہ بکشاید درے
اللہ تعالیٰ پاؤں ٹوٹنے کے بدلے میں پر عنایت کر دیتا ہے	کنویں کے اندر بھی وہ دروازہ کھول دیتا ہے

یعنی پاؤں کے ٹوٹنے میں حق تعالیٰ پر بخش دیتے ہیں اور کنویں کے گڑھے میں بھی ایک دروازہ کھول دیتے ہیں۔

ہر کہ او برتو کراہیت بود	چون حقیقت بنگری رحمت بود
وہ چیز جو تجھے ناگوار ہوتی ہے	جب تو حقیقت کو دیکھتا ہے وہ رحمت ہوتی ہے

یعنی جو چیز کہ تم پر مکروہ ہو جب تم حقیقت دیکھو تو وہی رحمت ہووے۔ (آگے مقولہ حق تعالیٰ کا ہے)

تو مبین کہ بر درختی یا بچاہ	تو مرا بین کہ منم مفتاح راہ
یہ نہ دیکھ کہ تو درخت پر یا کنویں میں ہے	تو مجھے دیکھ میں راستے کی کنجی ہوں

یعنی تو یہ مت دیکھ کہ درخت پر ہے یا کنوئیں میں تو مجھ کو دیکھ کہ میں مفتاح راہ ہوں۔ مطلب یہ کہ اس کو مت دیکھ کہ تجھ کو مجاہدات وریاضات سے نفع ہوا ہے یا نہیں بلکہ تجھے چاہئے کہ مجھ پر بھروسہ رکھے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں۔

گر تو خواہی باقی این گفتگو	اے اخی در دفتر چارم بجو
اگر تو اس گفتگو کا بقیہ چاہتا ہے	اے بھیا! چوتھے دفتر میں تلاش کر

یعنی اے بھائی اگر تم اس بات کا بقیہ چاہتے ہو تو چوتھے دفتر میں ڈھونڈ ھو یعنی اس حکایت کو ہم نے دفتر چہارم میں پورا کیا ہے۔

الحمدللہ کہ کلید مثنوی دفتر ثالث کا ربع رابع اختتام کو پہنچا۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ہاں تو بات یہ ہے کہ وہ جوان سات سال تک کوشش کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وصال کی دھن میں سراپا خیال بن گیا یا یوں کہو کہ بہت لاغر ہو گیا لیکن سایۂ رحمت حق سبحانہ بندہ کے سر پر ہے اس لئے طالب صادق محروم نہیں رہتا۔ انجام کار اس کا مطلوب اسے مل ہی جاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تم کسی دروازہ کو کھٹکھٹاؤ گے تو کبھی نہ کبھی اس میں سے آدمی جو تمہارا مطلوب ہے ضرور نکلے گا اب میں کہتا ہوں کہ جبکہ تم کسی کے کوچہ میں بیٹھو گے تو کبھی نہ کبھی ضرور وہ شخص تمہیں ملے گا علیٰ ہذا جب کسی کنویں کے تھوڑی تھوڑی مٹی نکالتے رہو گے تو انجام کار تم صاف پانی تک پہنچ جاؤ گے یہ امر سب جانتے ہیں تم نہ مانو تو اور بات ہے کہ جب آدمی کوئی کوشش کرتا ہے تو اس کا ثمرہ اسے ضرور ملتا ہے دیکھو جب پتھر لوہے پر مارا جاوے گا تو آگ نکلے گی یہ ضرور ہوتا ہے اور اگر کسی عارض کے سبب ایسا نہ ہو تو یہ ایک اتفاقی امر ہے لیکن جس شخص کی قسمت میں خوش قسمتی اور بلا سے خلاصی نہیں ہوتی اس کی عقل ہمیشہ اتفاقیات پر نظر کرتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھو فلاں شخص نے بویا تھا مگر کچھ بھی نتیجہ نہیں نکلا اور فلاں شخص معیبت اٹھا کر دریا میں سے سیپ لایا مگر خالی نکلی۔ بلعم باعور اور ابلیس نے کس قدر عبادت کی مگر ان کی دینداری اور عبادت نے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ اس منحوس کے خیال میں لاکھوں انبیاء وسالکین کی تو حالت نہیں آتی ہاں ان دونوں کو پکڑے ہوئے ہے جو ظلمت پیدا کرنے والے ہیں بات یہ ہے کہ یہ بدبخت ہے اور بدبختی کا نتیجہ یہ ہونا ہی چاہئے اس سے کوئی کہے کہ احمق بہت سے ایسے لوگ بھی تو ہیں کہ جو خوش خوش کھاتے ہیں مگر وہ کھانا ان کے لئے سبب موت ہو جاتا ہے اور گلے میں پھنس جاتا ہے۔ پس منحوس تو روٹی ہی مت کھا تا کہ تو بھی ان کی طرح خرابی میں نہ پڑ جاوے۔ ارے بھلے مانس جس طرح لاکھوں آدمی روٹی کھاتے ہیں اور قوت جسمانی وروحانی حاصل کرتے ہیں یوں ہی کوشش کرنے والے کامیاب بھی تو ہوتے ہیں اور جس طرح بعض کھانے والے مرتے ہیں یوں ہی بعض کوشش کرنے والے بھی محروم رہتے ہیں پس اگر تو محروم اور احمق کا بچہ نہیں ہے تو ان دو میں کہاں جا پڑا ان کو چھوڑ اور کامیابیوں پر نظر کر اور جبکہ تو انہیں دونوں پر نظر کرے گا تو ضرور تو محروم اور گدھے کا بچہ ہے تیری حالت یہ ہے کہ عالم دھوپ اور چاندی سے پر ہے مگر تو ان کو چھوڑ کر کنویں کے اندر سر جھکا کر بیٹھ گیا ہے اس پر کہتا ہے کہ اگر فی الواقع چاند اور سورج نکلے ہوئے ہیں تو روشنی کہاں ہے۔ ارے پاجی کنویں سے سر باہر نکال اور دیکھ لے کہ تمام عالم نے مشرق سے لے کر مغرب تک روشنی حاصل کر رکھی ہے اور جب تک تو کنویں میں ہے اس وقت تک تو تجھ پر روشنی نہیں پڑ سکتی کنواں چھوڑ محلات اور باغات میں جا وہاں تجھے روشنی ملے گی تو کج بحثی مت کر کیونکہ کج بحثی نحوست کی علامت ہے۔ دیکھ تو یہ نہ کہہ کہ فلاں نے فلاں سال کھیتی کی تھی مگر کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور اس کی ساری کھیتی ٹڈیاں کھا گئیں۔ پس میں کیسے کھیتی کروں اور کیوں گیہوں بکھیروں دیکھ ہم کہتے ہیں کہ کج بحثی مت کر جا کام کر کہنا مان اور خدا کے بھروسے کھیتی کر ان شاء اللہ اس کا اچھا پھل ملے گا یاد رکھ جو کج بحثی کرتا ہے یوں سر کے بل گرتا ہے کہ قیامت تک اٹھنا نصیب نہیں ہوتا اور جو بوتا جوتتا ہے اور توہمات باطلہ کی بناء پر انہیں چھوڑتا نہیں وہ تیری آنکھوں میں خاک جھونک کر غلہ کے انبار لے جاتا ہے خلاصہ یہ کہ اعمال صالحہ میں کوشش کرو اور نتیجہ کو پیش نظر نہ رکھو بلکہ ان کو خود مطلوب سمجھو نتیجہ ضرور

www.besturdubooks.wordpress.com

ملے گا ان شاء اللہ تعالیٰ اچھا اسے کچھ دیر کے لئے چھوڑ و اور اس جوان عاشق کی قصہ کی طرف لوٹو اس نے کوشش نہ چھوڑی چنانچہ ایک روز وہ بے خطر دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے خلوت میسر ہوگئی۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ کوتوال آ رہا تھا اس کے خوف سے وہ بھاگا اور ایک باغ میں گھس گیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ اس کا محبوب شمع و چراغ سمیت موجود ہے اس وقت اس نے مسبب الاسباب سے کہا کہ اے اللہ تو اس کوتوال پر رحمت کر تیری بڑی شان ہے کہ تو نے ان اشیاء کو سبب بنا دیا جن پر میرا گمان بھی نہیں تھا اور دوزخ سے نکال کر بہشت میں لے آیا تو نے ان کو اس لئے اس کام کا سبب بنایا کہ میں کانٹے کو بھی حقیر نہ سمجھوں اور سمجھوں کہ اس میں بڑی حکمتیں ہیں گو مجھے معلوم نہیں جس طرح کہ میں نہ جانتا تھا کہ کوتوال وغیرہ وصال کا سبب بن جائیں گے مگر وہ سبب بن گئے واقعی اس کی بڑی قدرت ہے کہ وہ ایک ضد کو دوسری ضد کا سبب بنا دیتا ہے چنانچہ شکست پاسے پر کا کام لیتا ہے اور کنویں کی تہ میں رہائی کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اب تم سمجھو کہ جو اشخاص تم کو مکروہ اور ناخوش معلوم ہوتے ہیں ان کی اگر حقیقت معلوم کرو گے تو وہ رحمت ثابت ہوں گے حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جب تم کو میری قدرت معلوم ہوگئی تو اسباب ظاہرہ کو مطمح نظر نہ بناؤ اور یہ نہ دیکھو کہ تم درخت پر ہو یا کنویں میں بلکہ کوشش کیے جاؤ اور مجھ پر نظر رکھو کیونکہ حلال مشکلات تو میں ہوں اور میرے نزدیک کنواں اور درخت سب برابر ہیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہاں تک دفتر سوم ختم ہوا اگر پورا قصہ دیکھنا ہو تو دفتر چہارم میں تلاش کرو۔

الحمد للہ علیٰ اتمام ھذا الشرح للسفر الثالث من المثنوی المعنوی

والحمد للہ علیٰ ذٰلک

۲۳ ذی قعدہ ۱۳۳۴ ہجری یوم جمعہ

عاشقوں کی بہار "تم دونوں خوشی سے آؤ" ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادرِ روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

جلد 13-14-15-16 دفتر 4

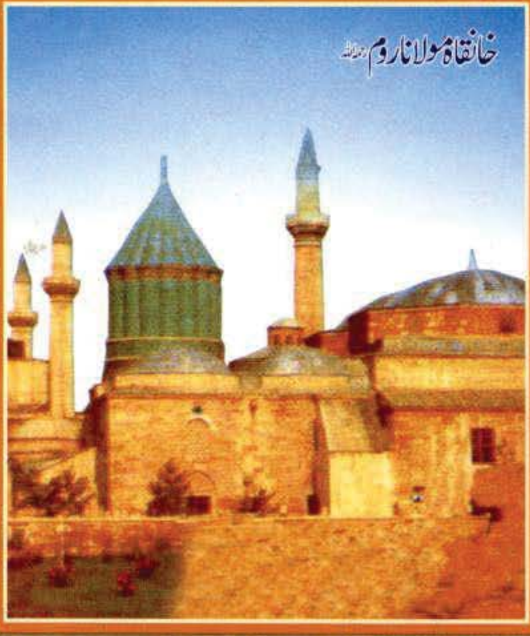

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ

مثنوی مولوی معنوی

کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد نمبر ۱۳-۱۴

حضرۃ حکیم الامۃ تاج المفسرین مولانا مولوی شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ

یہ وہ مقبول خاص و عام کتاب ہے کہ خواندہ ناخواندہ سب ہی اس سے دلچسپی لیتے ہیں۔ مگر مضامین عالیہ کی وجہ سے مطالب سمجھنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور بعض اوقات نوبت الحاد و زندقہ تک پہنچ جاتی ہے۔ حضرت حکیم الامت نے اشعار مثنوی کو واضح کر کے اور مسائل تصوف کو عام فہم بنا کر نہایت خوبی سے سمجھا دیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سے معتبر اور شریعت و طریقت کا پاس ادب رکھ کر مضامین کو حل کرنے والی اور کوئی شرح نہیں لکھی گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح مثنوی مولانا رومؒ

دفتر چہارم

شرح شبیری

اے ضیاء الحق حسام الدین توئی	کہ گذشتہ از مہ بنورت مثنوی
وہ ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے	کہ تیرے نور سے مثنوی چاند سے بڑھ گئی ہے

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین آپ ہی ہیں جن کے نور کی وجہ سے یہ مثنوی چاند سے بڑھ گئی۔ مطلب یہ کہ چونکہ مولانا حسام الدین ہی کے فیض اور تصرف کی برکت سے مثنوی لکھی گئی ہے لہٰذا مولانا فرماتے ہیں کہ اس مثنوی کا رتبہ آپ ہی کی بدولت چاند سے بھی بڑھ گیا ہے اور یہ مثنوی اپنی فیض رسانی میں چاند سے بھی زیادہ ہو گئی ہے۔

ہمت عالی تو اے مرتجے	می کشد ایں را خدا داند کجا
اے امید گاہ تیری بلند ہمت	خدا جانے اس کو کہاں لے جائے گی

یعنی اے امیدگاہ آپ کی ہمت عالی اس کو خدا جانے کہاں تک کھینچ رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ چونکہ مضامین آپ ہی کی توجہ سے بڑھ رہے ہیں تو خدا جانے یہ توجہ اور تصرف اس مثنوی کو کہاں تک بڑھاوے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گردن ایں مثنوی را بستهٔ	می کشی آنسو کہ تو دانستهٔ
تو نے اس مثنوی کی گردن باندھ رکھی ہے	اس کو اس جانب کھینچ رہا ہے جس کو تو جانتا ہے

یعنی آپ نے اس مثنوی کی گردن کو باندھ رکھا ہے اور آپ اس کو اس طرح کھینچ رہے ہیں جس طرف کہ آپ جانتے ہیں۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس کے مضامین کو آپ بقصد بڑھا رہے ہیں اور ایک اجمالی طور پر آپ کو علم بھی ہے کہ اس کو اس قدر تک پہنچانا ہے تو آپ اس کو اسی حد تک لے جا رہے ہیں اگر چہ آپ کو تفصیلی علم نہ ہو اور اصل مقصد بھی آپ کا نہ ہو مگر تبعاً تو آپ کا قصد اس کے متعلق ہے ہی۔ اگر چہ اصل قصد حق تعالیٰ کا ہے۔ تو خدا داند کجا اور تو دانستهٔ میں جو بظاہر تعارض تھا کہ اوپر تو علم الٰہی کے سپرد کیا کہ خدا جانے یہ کہاں تک بڑھے گی اور یہاں کہتے ہیں کہ آپ کو بھی معلوم ہے تو تعارض جاتا رہا کہ اجمال اور تفصیل کا فرق ہے اور اصل تبع کا فرق۔ خوب سمجھ لو۔

مثنوی پویان کشندہ نا پدید	ناپدید از جاہلی کش نیست دید
مثنوی دوڑ رہی ہے کھینچنے والا پوشیدہ ہے	پوشیدہ اس ناواقف کے لئے ہے جس کی نظر نہیں ہے

یعنی مثنوی تو دوڑ رہی ہے اور کھینچنے والا غائب ہے اور اس جاہل سے غائب ہے جس کے نگاہ نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مثنوی تو بڑھ رہی ہے اور اس کے مضامین میں خوب زیادتی ہو رہی ہے مگر جو اس کا اصل بڑھانے والا ہے یعنی حق تعالیٰ وہ نظر نہیں آتے اب شبہ ہوا کہ جب وہ نظر ہی نہیں آتے تو تم کو کیسے اطلاع ہوئی کہ وہ ہی کشندہ ہیں تو فرماتے ہیں کہ جو اہل بصیرت نہیں ہیں ان سے غائب ہیں ورنہ جو آنکھ والے ہیں وہ جانتے ہیں کہ اصل کشندہ وہی ہے۔ آگے پھر حضرت حسام الدین ہی کو خطاب فرماتے ہیں کہ۔

مثنوی را چوں تو مبدأ بودهٔ	گر فزوں گردد تواش افزودهٔ
جبکہ مثنوی کی ابتدا تو ہے	اگر وہ بڑھتی ہے تو تو نے اس کو بڑھایا ہے

یعنی مثنوی کے لئے جب آپ ہی مبتدأ تھے تو اگر وہ زیادہ ہو تو آپ ہی نے اس کو بڑھایا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ شروع بھی آپ ہی کی توجہ سے ہوئی ہے اور اب زیادہ بھی آپ ہی کی توجہ سے ہوگی۔ اب یہاں شبہ ہوا کہ اوپر تو حق تعالیٰ کو افزائندہ کہا تھا۔ اب حضرت حسام الدین کو کہا تو تعارض ہوا اس کو ایک عجیب پیرایہ سے دفع فرماتے ہیں کہ۔

چوں چنیں خواہی خدا خواہد چنیں	میدہد حق آرزوئے متقین
تو جیسا چاہتا ہے خدا ویسا چاہتا ہے	اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کی تمنا پوری کرتا ہے

یعنی آپ اس طرح چاہتے ہیں تو خدا بھی اسی طرح چاہتا ہے۔ اور حق تعالیٰ متقیوں کی آرزو دیتے ہیں۔

کان للہ بودهٔ در مامضے	تا کہ کان اللہ لہ آمد جزا
تو پہلے "کان للہ" بنا	یہاں تک کہ "کان اللہ لہ" بدلہ آیا

یعنی آپ گذشتہ زمانہ میں کان اللہ تھے۔ یہاں تک کہ کان اللہ لہ جزا آئی۔ مطلب یہ ہے کہ اصل تو حق تعالیٰ ہی ہیں لیکن چونکہ آپ کا جو مقصد ہوتا ہے۔ اسی کے مطابق حق تعالیٰ کا قصد بھی ہوتا ہے۔ لہذا گویا کہ افزائندہ آپ ہی ہوئے کہ جو آپ نے چاہا خدا نے اسی طرح کر دیا۔ اور یہ اس لئے کہ جب آپ خدا کے ہوئے تو خدا آپ کا ہو گیا۔ اور آپ نے خدا کی مرضیات کے موافق کیا تو خدا نے آپ کی مرضی کے موافق کام کیا۔

مثنوی از تو ہزاران شکر داشت	در دعاؤ شکر کفہا برفراشت
مثنوی تیرے ہزاروں شکریے ادا کرتی تھی	دعا اور شکریے میں ہاتھ اٹھاتی تھی

یعنی مثنوی نے تم سے ہزاروں شکر رکھے اور دعا اور شکر میں ہاتھوں کو بلند کیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ مثنوی آپ ہی کی توجہ کی برکت سے لکھی گئی ہے۔ تو بزبان حال وہ آپ کی شکرگزار ہے اور آپ کو دعائیں دے رہی ہے۔ تو جب اس نے شکر کیا تو یہ ہوا کہ۔

در لب و کفش خدا شکر تو دید	فضل کرد و لطف فرمود و مزید
خدا نے اس کے ہاتھ اور منہ میں تیرا شکریہ دیکھا	اس نے فضل فرمایا مہربانی کی اور اضافہ کر دیا

یعنی اس مثنوی کے لب اور کف میں خدا تعالیٰ نے آپ کا شکر جو دیکھا تو فضل اور لطف فرمایا اور زیادتی فرمائی"۔ (باقی آئندہ)

زانکہ شاکر را زیادت وعدہ است	آنچنانکہ قرب مزد سجدہ است
کیونکہ شکر کرنے والے کے لئے زیادتی کے وعدے ہیں	جیسا کہ سجدوں کو اجرت (اللہ سے) نزدیکی ہے

یعنی اس لئے کہ شاکر کے لئے زیادتیوں کے وعدے ہیں جیسا کہ قرب مزدوری سجدوں کی ہے۔

گفت واسجد واقترب یزدان ما	قرب جان شد سجدۂ ابدان ما
ہمارے خدا نے فرمایا ہے اور سجدہ کر اور قریب ہو جا	ہمارے جسموں کا سجدہ روح کے قرب کا سبب بنا

یعنی ہمارے خدائے تعالیٰ نے واسجدو اقترب فرمایا ہے تو بدنوں کا سجدہ کرنا جان کے لئے (موجب) قرب ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ جب مثنوی بزبان حال آپ کا شکر کر رہی تھی اور حق تعالیٰ کا ارشاد ہے ولئن شکرتم لازیدنکم اس بنا پر حق تعالیٰ نے آپ کے قلب پر اور علوم فائض فرمائے اور اس مثنوی کو شکر کی بدولت بڑھا دیا آگے اس کی ایک نظیر پیش کرتے ہیں کہ دیکھو سجدہ کرنا بھی ایک شکر ہے۔ اس کے بدلہ میں قرب کی زیادتی ہوتی ہے جیسا کہ خود ارشاد ہے کہ واسجدو اقترب تو سجدہ کیا بدن نے اور قرب ہوا جان کو تو یہ قرب کی زیادتی اس شکر ہی کی بدولت ہے۔ لہذا اسی طرح جب اس مثنوی نے بزبان حال شکر کیا تو حق تعالیٰ نے اس میں زیادتی فرمائی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر زیادت میشود زین روبود	نز برائے بوش ہائے وہو بود
اگر مثنوی میں اضافہ ہو رہا ہے تو اس وجہ سے ہے	نہ کہ شان و شوکت کی اور واہ واہ کی وجہ سے

یعنی اگر زیادتی ہوتی ہے تو اس طرح سے ہوتی ہے نہ کہ شہرت اور ہائے وہو کے لئے ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ اکثر اہل ظاہر مصنفین کا تو مضمون اور کتاب کو بڑھانے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ ہمارا علم ظاہر ہو اور معلوم ہو کہ بڑے متبحر عالم ہیں لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ مثنوی میں زیادتی اس وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ اس میں اس شکر کی وجہ سے حق تعالیٰ علوم قلب پر فائض فرماتے ہیں اور زیادتی ہوتی چلی جاتی ہے اس زیادتی سے شہرت اور نام کرنا مقصود نہیں ہے اب پھر خطاب مولانا حسام الدین کو فرماتے ہیں کہ۔

باتو ما چوں رز بتابستان خوشیم	حکم داری ہیں بکش تا می کشیم
ہم تجھ سے اس طرح خوش ہیں جیسا کہ انگور کی بیل موسم گرما میں	تو نے حکم دیا کہ ہاں کھینچ ہم کھینچتے ہیں

یعنی ہم آپ کی ساتھ اس طرح خوش ہیں جیسے کہ انگور موسم بہار سے آپ حکم رکھتے ہیں ہاں کھینچئے تا کہ ہم کھینچیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ انگور موسم بہار سے خوش ہوتا ہے کہ اسی موسم میں پختہ ہوتا ہے اسی طرح ہم آپ سے خوش ہیں کہ آپ سے ہم کو فیض ہوتا ہے تو آپ ہی حاکم ہیں آپ مضامین کو بڑھایئے۔ہم بھی بڑھادیں گے۔

خوش بکش ایں کاروانرا تا بحج	اے امیر صبر و مفتاح الفرج
اس قافلہ کو حج تک عمدگی سے لے جا	اے صبر کے امیر اور کشادگی کی کنجی

یعنی اس قافلہ کو حج تک خوب کھینچئے۔اے امیر صبر اور اے مفتاح کشادگی۔

حج زیارت کردن خانہ بود	حج رب البیت مردانہ بود
حج خانہ کعبہ کی زیارت ہوتی ہے	بیت (اللہ) کے مالک کا حج مردوں کا ہوتا ہے

یعنی حج تو خانہ کعبہ کی زیارت کرنا ہوتا ہے اور حج رب البیت کا مردانہ ہوتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اوپر جو کہا تھا کہ اس قافلہ کو حج تک لے جائے تو شبہ ہوا کہ مثنوی کے مطالعہ اور اس کے پڑھ لینے سے حج کب ہوتا ہے اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ حج تو صرف بیت اللہ کی زیارت ہے اور مثنوی سے رب بیت کی معرفت اور زیارت ہوتی ہے۔تو جو شخص کہ صرف حج بیت ہے اس کی حقیقت کے کرے تو معنی اس حج سے یہ حج رب البیت افضل ہوگا لیکن حکما اور شرعا اور قوتا نا یہ نہ کہا جاوے گا کہ مثنوی پڑھ لینے سے حج ادا ہو گیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ معنی اس حج سے جس میں کہ حقیقت نہ ہو یہ مثنوی کا پڑھ لینا جس سے کہ معرفت رب البیت حاصل ہوتی ہے افضل ہے باقی جس نے حج نہ کیا ہو اس کے لئے نہ یہ کافی ہے اور نہ مولانا کا یہ مطلب ہے اوپر چونکہ مولانا حسام الدین کے دو لقب کہے تھے۔ایک حسام الدین اور دوسرا ضیاء الحق تو دو لقب کہنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زان ضیاء گفتم حسام الدین ترا	کہ تو خورشیدی و این دو وصفہا
اے دین کی تلوار میں نے تجھے روشنی اس لئے کہا ہے	کہ تو سورج ہے اور یہ دونوں (اسکی) صفتیں ہیں

یعنی میں نے ضیاء اور حسام الدین اس لئے تم کو کہا ہے کہ تم خورشید ہو اور یہ دونوں (تمہارے) اوصاف ہیں۔

کایں حسام وایں ضیا یک ہست ہیں	تیغ خورشید از ضیا باشد یقین
کیونکہ یہ تلوار اور روشنی یقینا ایک ہے	سورج کی یقینا روشنی کی ہوتی ہے

یعنی کہ یہ حسام اور یہ ضیا ایک ہی ہیں اور خورشید کی تیغ ضیا ہی سے ہوں ہے یقینا۔ مطلب یہ ہے کہ فیض بخشی میں آپ تو مثل خورشید کے ہیں اور ضیاء بھی آپ کی صفت ہے اور حسام جس کے معنی قطع کے ہیں یہ بھی آپ ہی کی صفت ہے اس لئے کہ آپ ضیاء ہیں تو فیض بخشتے ہیں اور حسام الدین یعنی قاطع ہیں تو ظلمات جہل کو دفع فرماتے ہیں اور قاطع ہونے کے لے وہ تیغ آہنی ہی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ خورشید کے لئے اس کی ضیاء کی تیغ ہے اس لئے کہ وہ بھی قاطع ظلمت ہے لہذا حسام اور ضیاء دونوں کا اطلاق آپ پر صحیح ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں آپ کی صفات ہیں اب آگے ضیاء کا نور سے عالی ہونا قرآن سے ثابت فرماتے ہیں کہ۔

نور ازان ماہ باشد ویں ضیا	آن خورشید ایں فرو خوان از نبا
نور چاند کی ملکیت ہے اور یہ ضیاء	سورج کی ملکیت ہے اس کو قرآن میں پڑھ لے

یعنی نور تو متعلق ماہ کے ہوتا ہے اور یہ ضیاء متعلق خورشید کے ہوتی ہے۔ اس کو قرآن شریف سے پڑھ لو۔ مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں موجود ہے۔ والذی جعل الشمس ضیاءً والقمر نوراً. تو دیکھو قمر کے لئے نور کو ثابت فرمایا اور شمس کے لئے ضیاء کو تو معلوم ہو گیا کہ ضیاء مرتبہ میں عالی ہے۔ اور صفت ہے خورشید کی۔

شمس را قرآں ضیاء خواند اے پدر	واں قمر را نور خواند ایں را نگر
اے بابا سورج کو قرآن نے ضیاء فرمایا ہے	اور اس چاند کو نور فرمایا ہے اس پر غور کر

یعنی ارے بابا دیکھ لے شمس کو تو قرآن نے ضیاء کہا اور اس قمر کو نور کہا۔

شمس چوں عالی تر آمد خود ز ماہ	پس ضیاء از نور افزون داں بجاہ
چونکہ سورج خود چاند سے اونچا ہے	پس مرتبہ میں ضیاء کو نور سے بڑھا ہوا سمجھ

یعنی شمس جب خود ماہ سے عالی آیا ہے تو ضیاء کو نور سے مرتبہ میں زیادہ جانو۔ مطلب یہ کہ جب شمس قمر سے رتبہ میں بڑھا ہوا ہے تو اس کے جو متعلقات ہیں یعنی نور اور ضیاء ان میں بھی یہی تفاوت ہوگا۔

بس کس اندر نور مہ منہج ندید	چوں برآمد آفتاب آں شد پدید
بہت سے لوگ ہیں جو چاند کے نور میں راستہ نہیں دیکھ پاتے	جب سورج نکل آتا ہے وہ راستہ نظر آ جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بہت سے آدمیوں نے چاند کی روشنی میں راستہ نہ دیکھا اور جب آفتاب نکل آیا تو وہ راستہ ظاہر ہو گیا۔ مقصود یہ ہے کہ اے حسام الدین آپ مثل خورشید کے ہیں اور دیگر اولیاء مثل قمر کے تو جو لوگ کہ اور اولیاء اللہ سے مستفیض نہیں ہو سکتے اور ان کو اوروں سے ہدایت نہیں ہوتی۔ وہ بھی آپ کی خدمت میں آ کر درست ہو جاتے ہیں اور ان کو راستہ مل جاتا ہے۔

آفتاب اعراض را کامل نمود	لاجرم بازارہا در روز بود
سورج سامان کو مکمل دکھاتا ہے	لا محالہ بازار دن میں لگتے ہیں

یعنی آفتاب نے چیزوں کو پوری طرح دکھا دیا تو آخر کار تمام بازار دن میں ہوئے۔ یعنی چونکہ آفتاب کی روشنی میں سب چیزیں اچھی طرح دکھائی دیتی ہیں تو سوداگر لوگ بازار بھی دن میں لگاتے ہیں اور خریدار بھی دن ہی کو چیزیں خریدتے ہیں۔

تا کہ قلب و نقد نیک آید پدید	تا بود از غبن و از حیلہ بعید
تا کہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جائے	تا کہ ٹوٹے اور مکر سے بچاؤ ہو

یعنی تا کہ کھوٹا اور کھرا خوب ظاہر ہو جاوے اور تا کہ (خریدار) دھوکہ اور حیلہ سے دور رہے۔

تا کہ نورش کامل آید در زمیں	تاجران را رحمۃ للعالمین
یہاں تک کہ اس کی مکمل روشنی زمین پر آتی ہے	تاجروں کے لئے رحمۃ للعالمین بن کر

یعنی یہاں تک کہ اس کا نور زمیں میں کامل ہوتا ہے اور تاجروں کیلئے رحمۃ للعالمین ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ اے مولانا حسام الدین آپ خورشید ہیں اور آپ کی یہ شان ہے کہ آپ کے آگے کھوٹا کھرا سب معلوم ہو جاتا ہے اور ہر شخص اپنی اصلی حالت میں معلوم ہوتا ہے کہ اس کی یہ حالت ہے تو جو کھرے تاجر ہیں یعنی سچے لوگ ہیں ان کے لئے تو آپ رحمت ہیں کہ آپ کے نور میں اور آپ کے فیض سے نقصان کی بجائے اور حالت خوب معلوم ہو جاتی ہے۔

لیک بر قلاب مبغوض است سخت	زانکہ زو شد کاسد او را نقد و رخت
لیکن وہ دھوکے باز کو سخت ناپسند ہے	کیونکہ اس کی وجہ سے اس کا نقد اور سامان کھوٹا

یعنی لیکن کھوٹ والے پر (وہ خورشید) بہت مبغوض ہے اس لئے کہ اس کا نقد اور اسباب کھوٹا ہو گیا۔

مطلب یہ کہ جو جھوٹے اور مکار پیر ہیں وہ آپ سے بہت جلتے ہیں اور آپ ان کی نگاہ میں بہت مبغوض ہیں اس لئے کہ آپ کے سامنے ان کی دوکانداری چلتی نہیں ہے تو وہ جلتے ہیں۔

پس عدوے جان صراف است قلب	دشمن درویش کہ بود غیر کلب
تو کھوٹا صراف کی جان کا دشمن ہوتا ہے	کتے کے سوا درویش کی جان کا دشمن کون ہوتا ہے

یعنی کھوٹ تو صراف کی جان کا دشمن ہے اور درویش کا دشمن سوائے کتے کے کون ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ صراف کھوٹے کو پہچان دیتا ہے اور اس کی حالت کو ظاہر کر دیتا ہے تو وہ صراف کا جانی دشمن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کا دشمن سوائے جھوٹے کے اور کتے کے اور کون ہوگا جو کہ ناپاک اور مکار ہے کہ اولیاء صدیقین اس کی اصلی حالت کو ظاہر فرما دیتے ہیں اب ہاں اولیاء کو فکر ہوئی کہ ان لوگوں سے دشمنی ہے تو ہم کیوں ان کی حالت کھولیں اور کیوں ان کو دشمن بنا دیں مولانا ان کی تسلی فرماتے ہیں کہ۔

انبیا با دشمناں برمی تنند	پس ملائک رب سلم می زنند
انبیاء دشمنوں کے ساتھ بھڑتے ہیں	تو فرشتے خدا سلامت رکھے کا نعرہ لگاتے ہیں

یعنی انبیاء علیہم السلام دشمنوں سے نبٹتے ہیں تو ملائک رب سلم کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ۔

کایں چراغے را کہ ہست آں نوردار	از پف و دمہائے دزداں دور دار
کہ اس چراغ کو جو روشن ہے	چوروں کی پھونک اور سانس سے دور رکھ

یعنی کہ اس چراغ کو جو کہ نور والا ہے چوروں کی پھونک اور دموں سے دور رکھ اور کہتے ہیں کہ۔

وزد و قلاب است خصم نور و بس	زیں ذوائے فریادرس فریادرس
چور اور ملمع ساز روشنی کا دشمن ہے	اے فریاد کو پہنچنے والے ان دونوں سے فریاد کو پہنچ

یعنی چور اور کھوٹ والا نور کے دشمن ہیں اور بس تو اے فریادرس ان دونوں سے فریاد کو پہنچ۔ مطلب یہ کہ جب انبیاء علیہم السلام دشمنوں سے نبٹتے ہیں تو ملائک ان کے لئے دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ان کو سلامت ہی رکھ ان کو دشمن گزند نہ پہنچا سکیں تو بس اسی طرح جب آپ دشمنوں سے نبٹیں گے تو آپ کو بھی گزند نہ پہنچا سکیں گے۔ بے فکر رہئے آگے پھر حسام الدینؒ کو خطاب فرماتے ہیں کہ۔

روشنی بر دفتر چارم بریز	کآفتاب از چرخ چارم کرد خیز
چوتھے دفتر پر روشنی ڈال	کیونکہ سورج چوتھے آسمان سے طلوع کر رہا ہے

یعنی آپ دفتر چہارم پر روشنی ڈالئے کیونکہ آفتاب نے چوتھے آسمان سے حرکت کی ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ آفتاب چرخ چہارم سے (علی المشہور) فیض پہنچاتا ہے اسی طرح آپ بھی دفتر چہارم سے فیض پہنچائیے۔

ہیں ز چارم نور دہ خورشید وار	تا بتابد بر بلاد و بر دیار
ہاں چوتھے (دفتر) سے سورج کی طرح روشنی عطا فرما	تاکہ وہ ملکوں اور شہروں پر چمک اٹھے

یعنی کہ ہاں دفتر چہارم سے خورشید کی طرح نور دیجئے تاکہ (وہ نور) بلاد و دیار پر چمکے۔ یعنی اس دفتر سے فیض پہنچائے تاکہ شہروں شہروں پہ فیض پہنچے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است	وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
جس نے اس کو قصہ سمجھا وہ خود قصہ ہے	اور جس نے اس کو اپنی دولت سمجھا وہ مرد ہے

یعنی جس شخص نے کہ افسانہ پڑھا تو افسانہ ہے اور جس نے کہ اس کو اپنا نقد دیکھا وہ ایک مرد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس نے اس کے نتائج پر نظر نہ کی اور اس کو ایک افسانہ کی کتاب سمجھا تو اس کے نزدیک تو افسانہ ہی ہے اور جس نے نتائج پر نظر کی اس نے مردوں کا کام کیا اور اسی نے کام کی بات کو دیکھا آگے اس ایک کو صرف افسانہ معلوم ہونے اور دوسرے کو مفید معلوم ہونے اور مستفیض ہونے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

آب نیل است و بقبطی خون نمود	قوم موسےٰ را نہ خون بود آب بود
دریائے نیل پانی ہے اور قبطی کو خون نظر آیا	حضرت موسیٰ کی قوم کے لئے پانی تھا نہ کہ خون

یعنی آب نیل ہے اور فرعونیوں کو خون دکھائی دیا۔ اور قوم موسےٰ کے لئے خون نہ تھا۔ (بلکہ) پانی تھا مطلب یہ ہے کہ دیکھو آب نیل ایک ہی شے ہے مگر قبطیوں کو تو خون دکھائی دیتا ہے اور وہ اس سے مستفیض نہیں ہو سکتے اور قوم موسےٰ کو پانی دکھائی دیتا ہے اور وہ اس سے مستفیض ہوتے ہیں بس یہی حال اس مثنوی کا ہے۔ محشیوں نے لکھا ہے کہ اس جگہ پر پہنچ کر حضرت مولانا حسام الدین کو کشف ہوا کہ منکرین مثنوی دوزخ میں ڈالے جا رہے ہیں۔ اور اس کشف کا حضرت مولانا رومی کو ہوا تو اس پر مولانا رومی نے فوراً یہ دو شعر ذیل فرمائے کہ۔

دشمن این حرف ایندم در نظر	شد ممثل سر نگو اندر سقر
اس وقت اس مثنوی کا دشمن ہماری نظر میں	دوزخ میں سرنگوں بنا ہوا ہے

یعنی اس حرف کے دشمن اس وقت دیکھنے میں دوزخ میں اوندھے ممثل ہوئے ہیں۔

اے ضیاء الحق تو دیدی حال او	خود نمودت پاسخ افعال او
اے ضیاء الحق تم نے اس کی حالت دیکھی ہے	اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کے کاموں کا جواب دکھایا ہے

یعنی اے ضیاء الحق تم نے اس کا حال دیکھ لیا خدا نے خود کو اس کو افعال کی سزا دکھادی۔ مطلب یہ کو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو اس وقت منکرین مثنوی کی صورت مثالی دوزخ میں جاتی ہوئی معلوم ہوئی ہے۔ تو اے ضیاء الحق تم دیکھ لو خدا نے تمہیں خود دکھا دیا کہ ان کی یہ سزا ہے اور ممثل اس لئے کہا کہ وہ لوگ اصل میں دوزخ میں تو نہ گئے تھے اس وقت ان کی صورت اس ہیئت سے مکشوف ہوئی تھی تو مولانا کی یہ غایت احتیاط ہی کی ممثل فرمایا۔ آگے مولانا حسام الدین کے دیدہ کے تعریف فرماتے ہیں جس سے کہ انہوں نے اس حالت کو دیکھ لیا تھا فرماتے ہیں کہ۔

دیدۂ غیبت چو غیب است اوستاد	کم مبادا زیں جہان این دید وداد
تمہاری غیب کو دیکھنے والی آنکھ غیب کی طرح ماہر ہے	خدا کرے یہ مشاہدہ اور عطا اس دنیا سے ناپید نہ ہو

یعنی آپ کا دیدۂ غیب غیب کی طرح اوستاذ ہے تو اس جہان سے یہ دید وداد کم مت ہو مطلب یہ کہ جس طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ غیب ہر شے کی اصل ہے اسی طرح یہ دیدۂ غیب بین ہے کہ ہر شے کو دیکھ لیتا ہے۔ تو خدا کرے کہ یہ دیدہ اور فیض کم نہ ہو اب ناظرین کو یاد ہوگا کہ دفتر سوم کے آخر میں ایک عاشق کی حکایت کو نا تمام چھوڑا تھا اور کہا تھا کہ اس کو دفتر چہارم میں ختم کریں گے لہذا اب اسی کے متعلق فرماتے ہیں اور آگے اس حکایت کو شروع فرماویں گے۔

آن حکایت را کہ نقد وقت ماست	گر تمامش میکنی اینجا رواست
یہ حکایت جو ہمارا ماحضر ہے	اگر تم اس کو اس جگہ پورا کر دو تو مناسب ہے

یعنی اس حکایت کو جو کہ ہمارے وقت کی نقد ہے اگر (اے حسام الدین) تم یہاں تمام کر دو تو جائز ہے۔ یعنی یہ اس کے ختم کا موقعہ ہے اس کو یہاں ختم کر دو اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ بدفہموں کی بدفہمی کی وجہ سے طبیعت رک جاوے اور یہ سمجھ کر کہ یہ لوگ سمجھتے تو ہیں ہی نہیں شاید نہ پورا فرماویں لہذا اس کی بابت فرماتے ہیں کہ۔

ناکساں را ترک کن بہر کساں	قصہ را پایاں برد مخلص رساں
نالائقوں سے لائقوں کی خاطر قطع نظر کر لو	قصہ کو پورا کر دو اور انجام کو پہنچا دو

یعنی ناکسوں کو کسوں کے لئے ترک کر دو اور قصہ کو ختم کر و اور مخلص تک پہنچاؤ۔ مطلب یہ کہ جو فہیم لوگ ہیں ان کا خیال کرو اور ان بدفہموں کو چھوڑ دو اور قصہ کو پورا کر دو۔

ایں حکایت گر نشد آنجا تمام	چارمیں جلد است آرش در نظام
یہ قصہ اگر اس جگہ (دفتر سوم) میں مکمل نہیں ہوا ہے	یہ چوتھا دفتر ہے اس کو لڑی میں پرو دو

یعنی یہ حکایت اگر اسی جگہ پوری نہ ہوئی تو (یہ) چوتھی جلد ہے اس کو لڑی میں لاؤ۔ مطلب یہ کہ اگر وہ حکایت دفتر سوم میں پوری نہ ہوئی تھی تو تم نے دفتر چہارم کا وعدہ کیا تھا لہذا اس کو یہاں پورا کر دو آگے حکایت سنو۔

شرح حبیبی

یہاں مولانا مثنوی کی طوالت کا عذر اور مولانا حسام الدین کی تعریف بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے جس کے نور کے سبب مثنوی افاضۂ نور ہدایت میں چاند پر فوقیت لے گئی ہے۔ اور اے وہ شخص جس سے ہماری امیدیں وابستہ ہیں آپ کی ہمت عالی خدا جانے اس مثنوی کو کہاں سے کہاں لے جاوے گی۔ میں نے جو کہا ہے کہ آپ کی ہمت عالی خدا جانے مثنوی کو کہاں سے کہاں لے جاوے گی۔ اس کی وجہ سے یہ ہے کہ اس پر آپ ہی کا تصرف ہے اور اس کی ڈوری آپ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ آپ نے اس کی گردن باندھ رکھی ہے اور جس طرف آپ مناسب سمجھتے ہیں اس طرف لے جاتے ہیں پس چونکہ میں اس وقت تک آپ کا تصرف دیکھ رہا ہوں اس لئے سمجھتا ہوں کہ اس کا اختتام بھی آپ ہی کے تصرف سے ہوگا۔ اس لئے کہہ دیا گیا کہ آپ کی ہمت عالی الخ مثنوی ڈور رہی ہے اور لوگ سمجھتے ہیں کہ اسے میں کھینچ رہا ہوں مگر ایسا نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ جو اصل کھینچنے والا ہے یعنی مولانا حسام الدین وہ من حیث التصرف مخفی ہے۔ مگر ہر ایک سے مخفی نہیں بلکہ اس جاہل سے مخفی ہے جو چشم بصیرت نہیں رکھتا اور جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مولانا حسام الدین اس کے کھینچنے والے ہیں خیر یہ تو ایک ضمنی گفتگو تھی۔ اب میں کہتا ہوں کہ چونکہ مثنوی کا مبدا آپ ہی ہیں اور اس کا ظہور آپ ہی کے فیض سے ہے۔ اس لئے اگر یہ بڑھ جاوے تو میں اس کا ذمہ دار نہیں بلکہ اس کے بڑھانے والے آپ ہی ہیں۔ اصل بڑھانے والے تو اس کو حق سبحانہ ہیں مگر میں نے آپ کو اس کا بڑھانے والا اس لئے کہہ دیا ہے کہ آپ فانی فی الحق ہیں پس جب آپ کسی چیز کو چاہتے ہیں تو خدا بھی وہی چاہتا ہے کیونکہ اس کا قاعدہ ہے کہ وہ متقین کے مقاصد پورے کرتا ہے چونکہ آپ پیشتر خدا کے ہو چکے ہیں اس لئے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا بھی آپ کا ہو گیا (اور غالب احوال میں باستثناء ان احوال کے جن میں آپ کی مرضی کا لحاظ رکھنا اس کی حکمت و مصلحت کے خلاف ہے وہ آپ کی منشاء کا لحاظ رکھتا ہے اور چونکہ آپ کا منشاء اس کا طول ہے اس لئے یہ طویل ہوتی جاتی ہے)۔ ایک وجہ تو اس کے طول کی یہ تھی دوسری وجہ یہ ہے کہ مثنوی آپ کی نہایت ممنون و مشکور ہے اور آپ کے لئے دعا اور آپ کے شکر کے لئے ہاتھ اٹھائے ہوئے ہیں۔ اس کے منہ اور زبان پر خدائے تعالیٰ نے آپ کا شکر دیکھا اس لئے اس نے عنایت اور فضل کیا اور ترقی بخشی۔ کیونکہ شاکر کے لئے ترقی کا وعدہ ہو چکا ہے اور فرما چکے ہیں۔ لئن شکرتم لازیدنکم اور ترقی شکر کی یوں ہی اجرت ہے۔ جیسی کہ سجدہ کی اجرت قرب ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ نے واسجدو اقترب فرمایا ہے۔ (پس جس طرح) ہمارے اجسام کا سجدہ ہمارے ارواح کے قرب کا سبب ہو گیا ہے۔ (یوں ہی مثنوی کا شکر اس کی ترقی کا سبب ہو گیا)

الغرض اگر مثنوی میں زیادتی ہو تو اس کے اسباب یہ ہیں جو بیان کئے گئے ورنہ خواہش شہرت و نعرہائے تحسین اس کا باعث نہیں۔ چونکہ ہم آپ سے یوں ہی خوش ہیں جس طرح موسم گرما سے انگور خوش ہوتا ہے۔ اس لئے آپ کے مطیع ہیں اور کوئی ذاتی رائے نہیں رکھتے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ یہ دراز ہو تو آپ حاکم ہیں۔

آپ کھینچیں آپ کے تابع ہو کر ہم بھی کھینچیں گے۔ اے امیر صبر اور اے کشائش کی کنجی آپ اس قافلہ کو اس حد تک کھینچنا چاہتے ہیں کہ حج ہو جاوے۔ آپ شوق سے کھینچیں ہم آپ کے تابع ہیں کوئی یہ نہ کہے کہ حج معنی تو افعال مخصوصہ کے ساتھ خانہ کعبہ کی زیارت ہے سو یہ مقصد مثنوی سے کب حاصل ہو سکتا ہے اس لئے کہ ہم کہتے ہیں کہ بیشک حج شرعی یہ ہی ہے۔ جس کا نصوص میں حکم ہے۔ لیکن حج بیت اللہ مردان خدا کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس میں وہ اور ان کے علاوہ لوگ سب شریک ہیں اور حج رب البیت اور بچشم قلب زیارت حق سبحانہ یہ مردان خدا کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہاں یہی حج مراد ہے۔ نہ کہ مصطلح شرع یہاں تک عذر طویل کو ختم کر کے اب مولانا حسام الدین کی تعریف کرتے ہیں جو کہ تمہید ہے دوسرے مضمون کی اور کہتے ہیں کہ حسام الدین میں نے تمہیں اس لئے ضیاء کہا ہے کہ آپ شمس ہیں اور ضیاء اور حسام آپ کے دو وصف ہیں دو نہیں بلکہ ضیاء اور حسام بھی ذاتاً

ایک ہی ہیں اور فرق اعتباری ہے۔ ایک میں نے اس لئے کہا کہ آفتاب کی تلوار خود اس کا نور ہی ہوتا ہے اور اسی کو بوجہ قاطع ظلمت ہونے کے حسام کہا جاتا ہے تو چونکہ آپ آفتاب ہیں اور آفتاب کی روشنی کو ضیاء اور چاند کی روشنی کو نور کہا جاتا ہے چنانچہ اس کی تصدیق قرآن سے کر سکتے ہو۔ دیکھو قرآن نے شمس کو ضیاء اور قمر کو نور کہا ہے اس لئے میں نے آپکو نور نہیں کہا بلکہ ضیاء کہا۔ نیز چونکہ آفتاب ماہتاب سے ارفع ہے اس لئے ضیاء کو بھی نور پر فوقیت ہو گی۔ اور یہ امر مشاہدہ سے بھی ثابت ہے کیونکہ بہت سے لوگ چاند کی روشنی میں رستہ نہیں پا سکتے۔ لیکن جب آفتاب نکلتا ہے تو وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔ نیز آفتاب سامان تجارت کو خوب اچھی طرح ظاہر کر دیتا ہے یہی وجہ ہے کہ بازار دن کو لگتے ہیں تا کہ کھوٹا کھرا اچھی طرح ظاہر ہو جاوے۔ اور تا کہ آدمی یا مال دھوکے اور چال سے دور رہے۔ نیز اسی کا نتیجہ ہے کہ اس کا نور کامل زمین پر تاجروں کے حق میں رحمۃ اللعالمین ہے۔ پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ نور شمس نور قمر سے ارفع ہے لہذا میں نے آپ کو ضیاء کہا۔

اب سنو کہ گو آفتاب اور ضیاء تاجروں کا مجموعہ ہے لیکن کھوٹا مال چلانے والے اس کے سخت دشمن ہیں کیونکہ اس سے ان کا مال واسباب رائج نہیں ہو سکتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ صراف کا جانی دشمن کھوٹا مال چلانے والا ہی ہوتا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے۔ اس لئے کہ فقیر کا دشمن کتا ہی ہوتا ہے۔ پس ضرور ہے کہ جس طرح کاملین آپ کو محبوب سمجھتے ہیں یوں ہی ناقصین آپ کے دشمن ہوں لیکن آپ کو مطمئن رہنا چاہئے کہ اس سے آپ کو کوئی ضرر نہ پہنچے گا۔ اس لئے کہ آپ نائب انبیاء ہیں اور جبکہ انبیاء کا اعداء سے مقابلہ ہوتا ہے تو فرشتے رب سلم رب سلم پکارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس چراغ کو جو کہ منور ہے تو ان چوروں (دشمنوں) کی پھونک سے دور رکھنا۔ پس نور کے دشمن دو ہی شخص ہیں ایک کھوٹا مال چلانے والا دوسرا چور سوائے فریادرس ہم تجھ سے ان دونوں کی تعدی کی فریاد کرتے ہیں تو ہماری فریاد سن اور ان کو سزا دے۔ پس جبکہ فرشتے انبیاء کے لئے دعا کرتے ہیں تو آپ کے لئے بھی ضرور کریں گے۔ اس لئے کوئی اندیشہ کی بات نہیں آپ شوق سے دفتر چہارم پر روشنی ڈالئے اور اس سے اپنے کمالات کو ظاہر فرمایئے۔ کیونکہ آفتاب بھی بنا بر مشہور چرخ چہارم ہی سے طلوع ہوتا۔ دیکھئے میں پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ آفتاب کی طرح دفتر چہارم سے نور افشانی کریں تا کہ وہ ملکوں اور شہروں کو منور کر دے۔ یہ ضرور ہے کچھ لوگ اسے افسانہ کہتے ہیں اور کچھ اسے کھرا مال سمجھتے ہیں مگر میں کہتا ہوں کہ جو لوگ اسے افسانہ کہتے ہیں وہ خود افسانہ اور بے حقیقت ہیں اور جو اسے کھرا مال سمجھتے ہیں وہ ہی حقیقت میں مرد ہیں۔ نیز مثنوی کا لوگوں کی نظروں میں مختلف صورتوں میں ظاہر ہونا کچھ تعجب خیز نہیں اس لئے کہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز مختلف لوگوں کو مختلف صورتوں میں دکھلائی دیتی ہے چنانچہ آب نیل حقیقت میں پانی تھا اور قبطیوں کو خون دکھلائی دیتا تھا اور قوم موسیٰ کو خون نہ دکھلائی دیتا تھا بلکہ پانی ہی معلوم ہوتا تھا۔ پس یہی حالت مثنوی کی ہے۔ کہ کچھ لوگ اس کو اس کی حقیقت کے موافق دیکھتے ہیں اور کچھ خلاف لیکن جو لوگ اس کے دشمن ہیں اور اس کو اس کی حقیقت کے خلاف دیکھتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم مثال کے مشاہدہ سے ان کی حالت یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ دوزخ میں سرنگوں ہیں۔ پس اے ضیاء الحق آپ نے ان کی حالت تو دیکھ ہی لی ہے اور خدا تعالیٰ نے آپ کو ان کے افعال کی سزا محسوس کرا دی ہے لہٰذا آپ ان کی طرف التفات نہ فرمائیں آپ کی غیب میں آنکھ عالم غیب کی طرح فیض رساں ہے خدا کرے اس کی بینش اور سخاوت میں کمی نہ آئے اگر آپ اس حکایت کو جو پیش نظر ہے یہاں تمام فرما دیں تو کچھ مضائقہ نہیں اہلوں کی خاطر سے نااہلوں کو چھوڑ دیجئے اور قصہ ختم کیجئے اور انتہا کو پہنچائیے۔ اگر یہ حکایت وہاں تمام نہ ہوئی تو نہ ہو چوتھی جلد کے اندر اس کو سلسلہ بیان میں لے آئے۔

شرح شبّیری

اس عاشق کی حکایت کا تمہ جو کہ کوتوال سے بھاگ کر ایک غیر معلوم باغ میں چلا گیا تھا اور اپنی معشوقہ کو اس باغ میں پایا تو کوتوال کو خوشی کے مارے دعائیں دے رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ عسیٰ ان تکرھوشیئاً وھو خیر لکم

اندریں بودیم کاں شخص از عسس	راند اندر باغ از خوف او فرس
ہم یہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے کوتوال کی وجہ سے	ڈر کے مارے گھوڑا باغ میں گھسا دیا

یعنی ہم اسی میں تھے کہ اس شخص نے کوتوال کے خوف کی وجہ سے باغ میں اپنا گھوڑا اچلایا یعنی ہم بھی بیان کر رہے تھے کہ وہ کوتوال کے خوف سے ایک باغ میں گھس گیا۔

بود اندر باغ آں صاحب جمال	کز غمش ایں درعنا بد ہشت سال
وہ حسینہ باغ میں تھی	جس کے غم میں وہ آٹھ سال سے مصیبت میں تھا

یعنی باغ کے اندر وہ صاحب جمال موجود تھی۔ جس کے غم میں کہ آٹھ برس تک مصیبت میں رہا تھا۔

سایۂ او را نبود امکان دید	ہمچو عنقا وصف او را می شنید
اس کے سایہ کو بھی دیکھنے کا امکان نہ تھا	عنقاء کی طرح اس کی خوبیاں سنتا تھا

یعنی اس کے سایہ کو (بھی) دیکھنا ممکن نہ تھا اور عنقا کی طرح اس کے اوصاف سنا کرتا تھا۔

جز یکے لقیہ کہ اول از قضا	بر وے افتاد و شد او را دلربا
سوائے ایک ملاقات کے جو شروع میں منقدر سے	اس سے ہو گئی تھی اور وہ اس کی دلربا ہو گئی تھی

یعنی سوائے اس ملاقات کے کہ اول بار قضا کی وجہ سے اس پر پڑ گئی تھی اور وہ (نگاہ) اس کے لئے دلربا ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھی۔ مطلب یہ کہ بس اول بار صرف ایک مرتبہ ملاقات ہوگئی تھی اس کے بعد تو سایہ بھی دیکھنے کو نہ ملتا تھا۔

بعد ازاں چندانکہ می کوشید او	خود مجالش می نداد آں تند خو
اس کے بعد اس نے جتنی بھی کوشش کی	اس کو اس بد مزاج نے موقع نہ دیا

یعنی اس کے بعد جس قدر کہ وہ کوشش کرتا تھا خود وہ تند خو اسکو مجال (ملاقات) نہ دیتی تھی۔

نے بہ لابہ چارہ بودش نے بمال	سیر چشم و بے طمع بود آں نہال
نہ خوشامد سے اس کی کوئی تدبیر تھی نہ مال سے	وہ بوٹا سیر چشم اور بے طمع تھا

یعنی نہ تو اس کا علاج خوشامد سے تھا اور نہ مال سے (اس لئے کہ) وہ نہال سیر چشم اور بے طمع تھی مطلب یہ کہ اس کی حالت یہ تھی کہ نہ بزور و نہ بزاری نہ بزری آید۔ آگے مولانا ایک قاعدہ کلیہ کے طور پر ہر عاشق اور طالب کی جو حالت ہوا کرتی ہے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

عاشق ہر پیشۂ و ہر مطلبے	حق بیالود اول کارش لبے
ہر مقصد اور ہر پیشہ کے عاشق کے	ابتدا کار میں اللہ تعالیٰ اس کے ہونٹ آلودہ کر دیتے ہیں

یعنی ہر پیشہ اور ہر مطلب کا حق تعالیٰ نے اس کے اول کار میں ایک لب آلودہ کر دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی شے کا طالب ہوتا ہے تو اول حق تعالیٰ اس کو اس شے کا ایک مزہ چکھا دیتے ہیں کہ جس سے اسے اس کی چاٹ پڑ جاتی ہے۔

چوں بداں آسیب در جست آمدند	پیش پاشاں می نہد ہر روز بند
جب اس معاملہ میں وہ بڑھنے لگتے ہیں	ان کے پاؤں میں ہر روز بیڑی ڈال دیتے ہیں

یعنی جب وہ لوگ اس اثر کی وجہ سے تلاش میں آگئے تو ان کے پاؤں کے آگے ہر روز بند رکھتا ہے مطلب یہ کہ جب وہ لوگ اس چاٹ کی وجہ سے جستجو میں لگ جاتے ہیں تو اب رکاوٹیں پیدا ہونا شروع ہوتی ہیں۔

چوں در افتادند اندر جستجو	بعد ازاں در بست و کابیں جست او
وہ جب جستجو میں لگ جاتے ہیں	اس کے بعد در بند کر دیتا ہے اور مہر کا مطالبہ کرتا ہے۔

یعنی جب وہ لوگ جستجو میں پڑ گئے تو اس کے بعد دروازہ بند ہو گیا۔ اور اس نے مہر ڈھونڈھا۔ مطلب یہ کہ جب جستجو شروع کی تو ملنے کے در بند ہوئے اور مشقتیں اور مجاہدات کی ضرورت ہوئی جو کہ اس شے کے لئے مثل مہر کے تھے کہ جب مہر ادا کرو تو وہ زوجہ ملے اسی طرح جب مشقتیں کرو تو مطلوب ملے۔

چوں در گفندش بجست و جوئی کار	بعد ازاں در بست کہ کابیں بیار
جب اس کو معاملہ کی جستجو میں مبتلا کر دیا	اس کے بعد دروازہ بند کر دیا کہ مہر لا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب اس شخص کو کام کی جستجو میں ڈال دیا اس کے بعد دروازہ بند کر دیا۔ کہ مہر لاؤ۔ یعنی اول چاشنی چکھا کر اسے کام میں لگا دیا اور پھر اس کے ملنے میں سینکڑوں موانع پیدا ہو گئے۔

ہم براں بو می تنند وی روند	ہر دمے راجی و آئس می شوند
وہ اسی خوشبو کے درپے ہوتے ہیں اور چلتے ہیں	اور ہر سانس میں امیدوار اور ناامید ہوتے ہیں

یعنی اسی بو پر تنتے ہیں اور چلتے ہیں اور ہر گھڑی امیدوار اور ناامید ہوتے ہیں یعنی وہ جو چاشنی لگ گئی ہے اسی کی بناء پر پھر رہے ہیں اور تلاش کر رہے ہیں اور کبھی امیدوار ہوتے ہیں اور کبھی ناامید ہوتے ہیں۔

ہر کسے راہست امید برے	کہ کشادندش دراں روزے درے
ہر شخص کے لئے امید کا پھل ہوتا ہے	حتیٰ کہ اس معاملہ میں ایک روز اس کیلئے دروازہ کھول دیتے ہیں

یعنی ہر شخص کو ایک پھل کی امید ہے کہ قضا وقدر نے اس کا اس روز میں ایک دروازہ کھول دیا ہے۔

باز در بستندش و آں در پرست	برہماں امید آتش پا شد است
پھر اس کا دروازہ بند کر دیتے ہیں وہ دور کا پجاری	اس امید پر بے چین ہوتا ہے

یعنی پھر اسکا دروازہ بند کر دیا اور وہ در پرست اسی امید پر بے قرار ہو رہا ہے۔ مطلب یہ کہ ہر شخص ایک امید پر تلا ہوا ہے اور اس کا شائق ہے۔ مگر اول چاشنی کے بعد قضا وقدر اس کا دروازہ ملاقات بند کر دیتے ہیں اب وہ طالب بے قرار اور بے چین پھرتا ہے۔ پس یہاں تک اس قاعدہ کو بیان فرما کر آگے پھر وہی حکایت بیان فرماتے ہیں۔

چوں درآمد خوش دراں باغ آں جوان	خود فروشد پا بگنجش ناگہاں
جب وہ نوجوان خوشی سے اس باغ میں آیا	اچانک اس کا پاؤں خزانے میں دھنس گیا

یعنی جب وہ جوان اس باغ میں خوش خوش آ گیا تو ناگہاں اس کا پاؤں خود بخود خزانہ میں اتر گیا یعنی بس وہاں پہنچتے ہی اس کو گویا کہ خزانہ مل گیا۔ یعنی معشوقہ مل گئی۔

مرعسس را ساختہ یزداں سبب	تا زبیم او دود در باغ شب
اللہ تعالیٰ نے کوتوال کو سبب بنا دیا	تاکہ اس کے ڈر سے رات کو باغ میں دوڑ جائے

یعنی حق تعالیٰ نے کوتوال کو سبب بنا دیا یہاں تک کہ اس کے خوف سے وہ رات کو باغ میں بھاگے۔

بیند آں معشوقہ را او با چراغ	طالب انگشتری در جوئے باغ
وہ اس معشوقہ کو دیکھتا ہے کہ وہ چراغ لئے	باغ کی نہر میں (انگوٹھی) تلاش کر رہی ہے

یعنی وہ اس معشوقہ کو مع ایک چراغ کے انگشتری کا طالب باغ کی ندی میں دیکھے۔ مطلب یہ کہ خدا نے اس کوتوال کو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کا سبب بنایا تھا کہ وہ رات کو اس سے ڈر کر باغ میں جاوے۔ اور پھر وہاں اپنی معشوقہ کو انگوٹھی تلاش کرتے ہوئے دیکھ لے۔

پس قریں میکرد از ذوق آں نفس	باثنائے حق دعائے آں عسس
اس وقت وہ ذوق و شوق سے ملاتا تھا	اللہ (تعالٰی) کی تعریف کیساتھ کوتوال کے لئے دعا کو

یعنی پس وہ مزہ کی وجہ سے اس وقت خدا تعالیٰ کی حمد کے ساتھ اس کوتوال کی دعا کر رہا تھا۔ یعنی چونکہ اس کوتوال کی وجہ سے اس کو یہ لذت حاصل ہوئی تھی تو وہ خدا کا شکر بھی کر رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ اس کوتوال کو بھی دعائیں دے رہا تھا اور وہ دعائیں یہ تھیں کہ۔

گر زیاں کردم عسس را از گریز	بیست چنداں سیم وزر بروے بریز
اگر میں نے بھاگ کر کوتوال کا نقصان کیا ہے	بیس گنا سونا اور چاندی اس پر بہا دے

یعنی اگر میں نے کوتوال کا بھاگنے کی وجہ سے نقصان کر دیا ہے۔ تو بیس گنا سونا چاندی تو اس پر ڈال۔ مطلب یہ کہ وہ کہہ رہا تھا کہ اے اللہ اگر میں نے کوتوال کا نقصان بھاگنے سے کیا ہے کہ وہ مجھے پکڑتا تو اسے کچھ مل رہتا تو اس کے بدلے میں اسے اس سے بیس گنا زیادہ دے اور یہ دعا کر رہا تھا کہ۔

از عوانی مردرا آزاد کن	آنچنانکہ شادم او را شاد کن
اس کو سپاہی پن سے آزاد کر دے	جیسا میں خوش ہوں اس کو خوش کر دے

یعنی کوتوالی سے اس کو آزاد کر اور جس طرح کہ میں خوش ہوں اس کو بھی خوش کر۔ چونکہ کوتوالی ایک ظلم کی جگہ ہے اس لئے کہتا ہے کہ اے اللہ اس کو اس عہدہ سے نجات دے اور اس کو ہمیشہ خوش وخرم رکھ۔

سعد دارش ایں جہاں وآں جہاں	از عوانی و سگی اش وارہاں
اس جہان اور اس جہان میں اس کو نیک بخت بنا دیا	سپاہی پن اور کتے پن سے اس کو نجات دیدے

یعنی اس کو اس جہان اور اس جہان میں نیک بخت رکھ اور کوتوالی اور کتے پن سے اس کو چھڑا دے۔

گرچہ خوئے آں عواں ہست ای خدا	کہ ہمارہ خلق را خواہد بلا
اے خدا اگرچہ اس کوتوال کی عادت ہے	کہ ہمیشہ مخلوق کی مصیبت کی تمنا کرتا ہے

یعنی اگرچہ اے اللہ اس کوتوال کو تو یہ خصلت ہے کہ تمام خلق کے لئے بلا کو چاہتا ہے۔

گر خبر آید کہ شہ جرمے نہاد	بر مسلماناں شود او زفت و شاد
اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے جرم قائم کیا	مسلمانوں پر وہ پھولتا اور خوش ہوتا ہے

یعنی اگر خبر آتی ہے کہ بادشاہ نے مسلمانوں پر کوئی رکھا ہے تو وہ خوب موٹا اور خوش ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در خبر آید کہ شہ رحمت نمود	از مسلمانان فلاں را بجود
اور اگر خبر آئے کہ بادشاہ نے رحم کیا	مسلمانوں میں سے کسی پر بخشش و عطا کی

یعنی اور اگر خبر آتی ہے کہ بادشاہ نے رحم فرمایا اور مسلمانوں میں سے فلاں کو جود کی وجہ سے چھوڑ دیا۔

ماتمے در جاں او افتد ازاں	گیردش قولنج زیں غم در زماں
اس سے اس کی جان غم میں مبتلا ہو جاتی ہے	فوراً اس غم سے اس کے (درد) قولنج ہو جاتا ہے

یعنی اس خبر کی وجہ سے اس کی جان میں ایک ماتم پڑ جاتا ہے اور اس غم کی وجہ سے اسی وقت اسے قولنج پکڑ لیتا ہے۔

صد چنیں ادبارہا دارد عواں	زیں بلا فریاد رس اے مستعاں
سپاہی اس طرح کی سیکڑوں کی خرابیاں رکھتا ہے	اے مدد گار اس مصیبت سے فریاد رسی کر

یعنی کوتوال ایسے سیکڑوں ادبار رکھتے ہیں تو اے اللہ اس بلا سے اس کی فریاد کو پہنچ۔ مطلب یہ کہ اگر چہ وہ بہت ہی خبیث ہے اور وہ ہماری بھلائی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ ہم سب بلا میں مبتلا ہوں مگر جب بھی اے اللہ اس کو اس بلا سے نجات دے۔

او عواں را در دعا در می کشید	کز عواں او را چناں راحت رسید
وہ کوتوال کو دعا میں شامل کر رہا تھا	کیونکہ کوتوال سے اس کو ایسی راحت ملی تھی

یعنی وہ کوتوال کو دعا میں (اس لئے) کھینچ رہا تھا کہ کوتوال سے اس کو ایسی راحت پہنچی تھی مطلب یہ کہ وہ جو کوتوال کے لئے دعا کر رہا تھا تو اس کا سبب یہ تھا کہ اس کو اس سے راحت بہت پہنچی تھی۔ لہذا وہ اس کو بلا میں نہ دیکھ سکتا تھا اور اس کے لئے دعا کر رہا تھا۔

بر ہمہ زہر و برو تریاق بود	آں عواں پیوند آں مشتاق بود
(وہ کوتوال) سب پر زہر اس کے لئے تریاق تھا	وہ کوتوال اس عاشق کا دوست تھا

یعنی وہ کوتوال سب پر تو زہر تھا اور اس پر تریاق تھا اور اس مشتاق کے وصل کا سبب تھا۔ مطلب یہ کہ چونکہ وہ کوتوال اوروں پر ظلم کرتا تھا تو اوروں کے لئے تو زہر اور مبغوض تھا مگر اس کا تو وصل محبوب کا سبب ہو گیا تھا۔ لہذا اس کے لئے تریاق اور محبوب ہو گیا تھا۔ آگے مولانا اس پر ایک تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس بد مطلق نباشد در جہاں	بد بہ نسبت باشد ایں را ہم بداں
پس دنیا میں بالکلیہ کوئی برا نہیں ہے	برا نسبت سے ہوتا ہے اس کو بھی سمجھ لے

یعنی پس جہان میں شر مطلق نہیں ہوتا۔ (بلکہ) بد نسبتاً ہوتا ہے اس کو جان لے۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ جہان میں شر مطلق کا وجود ہی نہیں ہے۔ بلکہ شر اور بد اور مضر ہمیشہ نسبتاً ہوتا ہے کہ ایک کے لئے شر ہے اور دوسرے کے لئے خیر ایک کے لئے بد دوسرے کے لئے نیک ایک کو نافع دوسرے کو مضر ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در زمانہ ہیچ زہر و قند نیست	کان یکے را پا دگر بند نیست
زمانے میں کوئی زہر اور شکر نہیں ہے	کہ ایک کے پاؤں اور دوسرے کے لئے قید نہیں ہے

یعنی زمانہ میں کوئی زہر وقند نہیں ہے کہ ایک کے لئے پاؤں اور دوسرے کی قید نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں جو بھی خیر وشر ہے اس کی یہ حالت ہے کہ ایک کے لئے معین اور دوسرے کیلئے مانع ہے۔

مر یکے را پا دگر را پائے بند	مر یکے را زہر و دیگر را چو قند
ایک کے لئے پاؤں ہے دوسرے کے لئے پاؤں کی بیڑی	ایک کے لئے زہر ہے اور دوسرے کے لئے شکر

یعنی ایک کے لئے تو پاؤں اور دوسرے کے لئے پائے بند ایک کے لئے زہر اور دوسرے کے لئے قند کی طرح۔ آگے اس کی مثالیں دیتے ہیں کہ ایک شے ایک کو مضر اور دوسرے کو نافع اور بالعکس فرماتے ہیں کہ۔

زہر مار آں مار را باشد حیات	نسبتش با آدمی باشد ممات
سانپ کا زہر سانپ کی زندگی ہے	اس کی آدمی کے ساتھ نسبت موت ہے

یعنی سانپ کا زہر سانپ کے لئے تو (موجب) حیات ہے اور آدمی کی طرف اس کی نسبت موت ہوتی ہے یعنی دیکھو سانپ کا زہر سانپ کے لئے موجب حیات ہے اور آدمی کو موت کا سبب ہے تو ایک شے ایک کو مضر اور دوسرے کو نافع۔

خلق آبی را بود دریا چو باغ	خلق خاکی را بود آن مرگ و داغ
دریائی مخلوق کے لئے دریا باغ جیسا ہے	خشکی کی مخلوق کے لئے وہ موت اور داغ ہے

یعنی پانی کی مخلوق کے لئے دریا باغ کی طرح ہوتا ہے اور مخلوق خاکی کے لئے موت اور داغ ہوتا ہے یعنی دریا دیکھو ایک شے ہے مگر دریائی جانوروں کے لئے تو جنت ہے اور خشکی کے جانوروں کے لئے موت کی جگہ ہے۔

ہمچنیں برمی شمر اے مرد کار	نسبت ایں راز یک تا صد ہزار
اے کام کے آدمی اسی طرح شمار کر لے	اس کی نسبت ایک سے لاکھ تک

یعنی اے کام کے آدمی اسی طرح اس کی نسبت کو ایک سے لاکھ تک گن لے۔ مطلب یہ کہ اسی طرح دیکھتے چلے جاؤ پس معلوم ہوگا کہ جو شے ایک کو مفید ہے وہی دوسرے کو مضر اور بالعکس۔ اور مثال دیتے ہیں کہ۔

زید اندر حق آں شیطاں بود	در حق شخص دگر انسان بود
زید اس کے حق میں شیطان ہے	دوسرے کے حق میں شاہ ہے

یعنی زید اس شخص کے حق میں شیطان ہوتا ہے اور دوسرے شخص کے حق میں انسان ہوتا ہے۔

آں بگوید زید صدیق وسنی است	واں بگوید زید گبر و کشتنی است
وہ کہتا ہے زید بہت سچا اور بھلا ہے	اور یہ کہتا ہے کہ زید کافر اور گردن زدنی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ ایک کہتا ہے کہ زید صدیق ہے اور بزرگ ہے اور وہ دوسرا کہتا ہے کہ زید گبر ہے اور قابل کشتن ہے۔

زید یک ذاتست برآں یک جناں	او بریں دیگر ہمہ رنج و زیاں
زید ایک ذات ہے جو ایک پر بہشت ہے	اور دوسرے کے لئے مجسم رنج اور بردباری ہے

یعنی زید ایک ہی ذات ہے اور اس ایک پر تو ایسا ہے اور وہی اس دوسرے پر بالکل رنج اور نقصان ہے۔

گر تو خواہی او ترا باشد شکر	پس ورا از چشم عشاقش نگر
اگر تو چاہتا ہے کہ وہ تیرے لئے شکر ہو	تو اس کو اس کے عاشقوں کی نظر سے دیکھ

یعنی اگر تو چاہے کہ وہ تیرے لئے شکر ہو جاوے۔ تو تو اس کو اس کے عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ۔ مطلب یہ کہ لیلیٰ را بہ چشم مجنوں باید دید۔

منگر از چشم خودت آں خوب را	بین بچشم طالباں مطلوب را
اس محبوب کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ	مشتاق کو عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ

یعنی اس خوب کو اپنی آنکھ سے مت دیکھ (بلکہ) مطلوب کو طالبوں کی آنکھ سے دیکھ۔

چشم خود بر بند زاں خوش چشم تو	عاریت کن چشم از عشاق او
اس اچھی آنکھ والے سے اپنی آنکھ بند کر لے	اس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لے

یعنی اس خوش چشم سے تو اپنی آنکھ تو بند کر لے اور اس کے عشاق کی آنکھ عاریتاً مانگ لے۔

بلکہ زو کن عاریت چشم و نظر	پس ز چشم او بروئے او نگر
بلکہ آنکھ اور نگاہ اس سے مانگ لے	پھر اس کی آنکھ سے اس کے چہرے کو دیکھ

یعنی بلکہ اسی سے چشم و نظر عاریت مانگ لے اور پھر اسی کی آنکھ سے اس کے چہرہ پر نظر کر۔ مطلب یہ کہ اول تو فرمایا کہ محبوب کو اس کے عشاق کی نگاہ سے دیکھو تب اس کے پورے اوصاف اور خوبیاں معلوم ہوں گی۔ آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ بلکہ خود اسی محبوب کی نگاہ عاریت مانگ لے اور اس کی آنکھ سے خود اس کو دیکھ اس لئے کہ عشاق کی نگاہ سے دیکھنے میں بھی بہت سے کمالات نظر نہ آئیں گے۔ اس لئے کہ دوسرے شخص کو اصل اوصاف کی اطلاع نہیں ہو سکتی اور اپنی نظر سے اپنے اوصاف اور کمالات سب نظر آتے ہیں اس لئے کہ عشاق کو جو محبوب کے اوصاف کا علم ہوتا ہے وہ علم تو حصولی ہوتا ہے اور خود محبوب کو جو اپنی صفات کا علم ہوگا وہ حضوری ہوگا۔ تو اس سے کوئی کمال اور کوئی وصف پوشیدہ نہ رہے گا۔ لہٰذا چاہئے کہ خود محبوب کی ہی آنکھ سے اس کے اوصاف کو دیکھیں یہ تو مطلب اشعار کا ہوا اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی صفات اور کمالات کو خود اسی کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ فناء کامل حاصل کرنا چاہئے کہ اس کے بعد بی یسمع اور بی یبصر اور بی یبطش کا درجہ حاصل ہو جاوے تو جب بی یبصر ہو جاوے گا تو اسی کی نظر سے اس کے اوصاف پر نظر ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گی اور ظاہر ہے کہ پھر اس کی معرفت بقدر امکان پوری حاصل ہوگی۔

تا نشوی ایمن زسیری و ملال	گفت کان اللہ لہ زیں ذوالجلال
تاکہ تو نفرت اور انقباض سے محفوظ ہو جائے	اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اللہ کا ہو گیا

یعنی تاکہ تم سیری اور اکتانے سے بے خوف ہو جاؤ۔ اسی سبب سے حق تعالیٰ نے کان اللہ لہ فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ۔

چشم او من باشم ودست و دلش	تارہد از مدبر یہا مقبلش
میں اس کی آنکھ اور ہاتھ اور اس کا دل ہو جاتا ہوں	تاکہ اس کی خوش نصیبی بدنصیبوں سے نجات پا جائے

یعنی میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں اور ہاتھ ہو جاتا ہوں اور دل ہو جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ اس کا مقبل بریوں سے چھوٹ جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم فنا کامل حاصل کرلوگے اور تمہاری بصر اس کی بصر ہو جاوے گی اور تمہاری سمع اس کی سمع ہو جاوے گی تو پھر تم اس کے جمال سے کبھی سیر نہ ہوگے اور کبھی اس کے نظارہ سے اکتاؤ گے نہیں۔ اس لئے کہ کوئی اپنے دیکھنے سے نہیں اکتایا کرتا۔ اور اسی لئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جب کوئی میرا ہو جاتا ہے تو میں اس کا ہو جاتا ہوں۔ یہاں تک کہ اس کی نگاہ میری نگاہ وعلیٰ ہذا تو بس حق تعالیٰ کی معرفت درجہ فناء حاصل کر کے کرنی چاہئے اور بصر اور سمع وغیرہ کی ایک ہو جانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کی مرضی کے خلاف کوئی شے نہیں ہوتی۔ اس نے چاہا کہ یہ اب دیکھے اب سنے اب چلے اسی طرح یہ شخص کرتا ہے تو گویا اس کی سمع و بصر اس کی سمع و بصر ہیں۔ اور اتحاد سے وہی اتحاد اصطلاحی مراد ہے۔ اتحاد حقیقی مراد نہیں ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ مکروہ است چوں او شد دلیل	سوئے محبوبت حبیب است و خلیل
ناپسندیدہ ہے جب وہ رہنما ہوتا ہے	تیرے محبوب کی جانب (وہ) محبوب اور دوست ہے

یعنی جو شے کہ مکروہ ہے جب وہ تمہارے محبوب کی طرف دال ہو جاوے تو وہ محبوب اور دوست ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو شے کہ مکروہ ہے اگر وہ دال علی المحبوب ہو جائے تو وہ مکروہ بھی محبوب ہو جاتا ہے آگے اس پر کہ وہ مکروہ دال علی المطلوب ہونے سے محبوب ہو جاتا ہے ایک حکایت لاتے ہیں۔

شرح حبیبی

خیر تو ہم اسی گفتگو میں تھے کہ اس شخص نے کوتوال کے خوف سے باغ میں گھوڑا دوڑایا یعنی جلدی سے باغ میں گھس گیا۔ اتفاق سے باغ میں وہ حسین بھی تھی جس کے غم میں یہ آٹھ سال سے مصیبتیں جھیل رہا تھا۔ اس کے سایہ کو بھی اس کے لئے دیکھنا ممکن نہ تھا بلکہ عنقا کی طرح اس کے اوصاف ہی سنتا تھا بجز ایک نظر کے جو اتفاقاً اس پر پڑ گئی تھی اور جس کے ذریعہ سے وہ اس کا دل لے اڑی تھی۔ اس کے بعد جس قدر بھی یہ کوشش کرتا تھا وہ بدمزاج اس کو موقعہ ہی نہ دیتی تھی۔ نہ خوشامد سے اس کا کام نکلتا تھا نہ مال سے کیونکہ وہ نہال خوبی سیر چشم اور بے طمع تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حق سبحانہ ہر کام اور ہر مقصد کے عاشق کو اولاً اس کا مزہ چکھا دیتے ہیں پھر جب کہ وہ طلب میں مصروف ہوتا ہے تو دروازہ بند کر دیتے ہیں اور اس کے مناسب معاوضہ مانگتے ہیں اور جب کہ یہ لوگ اس اثر سے اس کو طلب کرتے ہیں تو ان کے پاؤں کے آگے ہر روز ایک نیا جال بچھاتے ہیں اور رکاوٹیں اور مزاحمتیں پیدا کرتے ہیں حق سبحانہ کا تو ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا ہے اور ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اسی بو کو لپٹے ہوتے ہیں اور اسی کے سہارے چلے جاتے ہیں اور طے منازل الی المطلوب کے زمانہ میں ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ذرا سے مقصود کی جھلک دیکھی امید بندھ گئی پھر کوئی مزاحمت پیش آ گئی۔ مایوسی ہوگئی اور طبیعت بجھ گئی۔

ان ابیات کے متعلق ہم کو شرح صدر نہیں ہوا اس لئے متعدد توجیہیں لکھی جاتی ہیں اب ناظرین کو اختیار ہے خواہ ان میں سے کسی کو اختیار کریں یا کوئی اور ان سے اچھی توجیہ پیدا کریں۔

(۱) برے میں لفظ بر معنی نزدیک ہے جو بقطع اضافت مستعمل ہوا ہے۔ مگر اس کی نظیر ہمیں نہیں ملی۔ اس تقریر پر تقریر توجیہہ یہ ہے کہ ہر شخص کی امید (ایک وقت میں اس کی نظر میں) قریب (بحصول) ہوتی ہے۔ کیونکہ قضاوقدر کبھی اس کے لئے اس امید میں ایک کھڑکی کھول دیتے ہیں جس سے وہ حصول مطلوب کا نظارہ کرتا ہے۔ یعنی اس کے حصول کی صورت پیدا کر دیتے ہیں مگر پھر دفعۃً وہ دروازہ بند کر دیتے ہیں جس سے وہ نظارہ بھی بند ہو جاتا ہے اور گونہ مایوسی ہو جاتی ہے لیکن یہ مایوسی دیرپا نہیں ہوتی اور وہ درپرست اسی امید سابق پر بے قرار ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ جس طرح پہلے ایک صورت پیدا ہوگئی تھی ممکن ہے کہ اب بھی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔

(۲) لفظ برے میں با حرف جر اور رے بفتح را ایک شہر کا نام ہے لیکن رے کا قافیہ درے بھی نظر سے نہیں گزرا۔ اس وقت تقریر توجیہ یہ ہوگی کہ جس کی امید رے میں بھی ہو یعنی متعسر الحصول ہو تو ناگاہ قضاوقدر اس کے لئے اسی میں دروازہ کھول دیتے ہیں۔ الی آخر مامر۔

(۳) لفظ امیدے میں یا سہو کاتب ہے اور لفظ امید لفظ برے کی طرف مضاف ہے۔ اور باز در بستندش بحذف عاطف کشادندش پر معطوف ہے اور معطوف و معطوف علیہ دونوں لفظ برے کی صفتیں ہیں۔ اس وقت تقریر توجیہ یہ ہوگی کہ ہر شخص کے لئے ایک ایسے ثمرہ یعنی نتیجہ کی امید ہوتی ہے جس کیلئے قضاوقدر نے اولاً راستہ کھول دیا تھا جس سے امید بندھے مگر پھر بند کر دیا جس سے گونہ مایوسی ہوئی مگر وہ مایوسی قائم نہ رہی اور وہ درپرست ہنوز اسی امید سابق پر بیقرار ہے۔

(۴) توجیہ تین کو بحالہ باقی رکھا جاوے مگر اس میں اتنا تغیر کر دیا جاوے کہ باز در بستندش کو ہر کسے راہست الخ پر معطوف کہا جاوے۔ اس وقت تقریر مطلب یوں ہوگی کہ ہر شخص کو ایک ایسے نتیجہ کی امید ہوتی ہے جس کے لئے قضاوقدر نے ایک وقت میں دروازہ کھول دیا تھا۔ جو کہ منشا ہو گیا تھا اس امید کا لیکن اس کے بعد وہ دروازہ بند کر دیا گیا جس سے اس کو قدرے ناامیدی ہوئی مگر وہ ناامیدی قائم نہ رہی اور ہنوز وہ درپرست اسی امید سابق پر بے قرار ہے اور سمجھتا ہے کہ پھر دروازہ کھلے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

(۵) لفظ برے کو لفظ امید سے بدل کہا جاوے۔ اور بر کو بمعنی ثمرہ کہا جاوے۔ اس وقت تقریر مطلب یوں ہوگی کہ ہر شخص کیلئے ایک امید ہے جو کہ ایک پھل ہے جس کے لئے ایک وقت میں قضا وقدر نے دروازہ کھول دیا تھا جس سے مطلب حاصل ہوتا معلوم ہوتا تھا مگر پھر وہ دروازہ بند کر دیا گیا جس سے اس کو حصول مطلوب سے گونہ مایوسی ہوگئی مگر یہ مایوسی دیرپا نہ رہی۔ اور وہ در پرست ہنوز اسی امید سابق پر برقرار ہے۔

فائدہ:۔ اس توجیہ میں دو احتمال ہیں یا تو امید اپنے حقیقی معنیٰ مستعمل ہو یا مجازاً بمعنی مطلوب ہو جس سے وہ امید وابستہ ہے۔ فتدبر۔

جبکہ وہ جوان خوش خوش باغ میں آیا تو پھر کیا تھا اس کے پاؤں گویا کہ دفینۂ خزانہ میں اتر گئے اور وہ نہال ہو گیا۔ دیکھو خدا نے کوتوال کو سبب بنا دیا کہ وہ اس سے ڈر کر رات کو باغ میں جاوے اور اپنی معشوقہ کو چراغ لئے ہوئے باغ کی نہر میں انگشتری ڈھونڈتے دیکھے جبکہ ایسا ہوا تو اس نے فوراً مزہ میں آ کر خدا کی تعریف کی اور اس کے ساتھ کوتوال کو بھی دعائیں دیں اور کہا کہ اگر میں نے بھاگ کر اس کا نقصان کیا ہے کہ اسے انعام اور ترقی سے محروم کیا ہے جو میرے گرفتار کرنے کی صورت میں اس کو حاصل ہوتا تو اے اللہ جس قدر اس کا نقصان ہوا ہے تو اس کا بیس گنا چاندی سونا اس پر برسا اور پولیس کی ملازمت سے اسے رہائی دے اور جیسا کہ میں خوش ہوا ہوں ویسا ہی تو اسے خوش کر۔ تو اس جہان میں بھی اسے خوش نصیب رکھ اور اس جہان میں بھی اور پولیس کی ملازمت اور کتے پن سے اسے نجات دے۔ اگرچہ ملازم پولیس کی یہ عادت ہوتی ہے کہ ہمیشہ مخلوق خدا کے لئے مصیبت چاہتا ہے چنانچہ اگر یہ خبر آوے کہ مجسٹریٹ نے مسلمانوں کو سزا کر دی تو پھول کر کپا ہو جاتا ہے اور اگر یہ خبر آوے کہ مجسٹریٹ نے مسلمانوں پر رحم کیا اور اپنے کرم سے ان کا قصور معاف کر کے انہیں بری کر دیا تو اس سے اس کی جان کے اندر شدت غم سے ماتم برپا ہو جاتا ہے اور اس غم سے وہ فوراً درد قولنج میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ نیز اسی قسم کی وہ اور سینکڑوں بدبختیاں رکھتا ہے لیکن اے اللہ تو ان سب کو معاف کر دے اور اس مصیبت سے اس کی فریاد سن اور اسے چھڑا۔ دیکھو یہ شخص کوتوال کے لئے دعا کرتا ہے کیونکہ کوتوال سے اس کو اس قدر راحت پہنچی ہے اور کوتوال اور سب کے لئے زہر تھا مگر اس کے لئے تریاق ہو گیا کیونکہ وہ اس عاشق کے وصال کا سبب ہو گیا۔

بیان بالا سے یہ نتیجہ نکلا کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں کوئی خوبی نہ ہو بلکہ خوب جان لینا چاہئے کہ جو چیز بری ہے اس کی برائی اضافی اور بعض اعتبارات سے ہے۔ پس زمانہ میں کوئی زہر اور کوئی قند نہیں ہے جو کہ ایک کے لئے پاؤں یعنی موجب نفع اور دوسرے کے لئے بیڑی یعنی باعث ضرر نہ ہو۔ بلکہ ضرور ایک کے لئے نافع اور دوسرے کے لئے مضر ہوگی۔ اور ایک کے لئے مثل زہر کے اور دوسرے کے لئے مانند قند کے ہوگی۔ چنانچہ دیکھو سانپوں کا زہر خود ان کے لئے مایۂ حیات ہوتا ہے۔ اور آدمی کے لحاظ سے موجب موت ہے۔ نیز پانی کی مخلوق کے لئے دریا باغ کی طرح دلچسپی اور فرحت کا مقام ہے اور خشکی کی مخلوق کے لئے رنج اور تکلیف کا سبب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس تم اسی طرح ایک سے لاکھ تک اسی نسبت سے گن لو۔ دیکھو زید مثلاً ایک شخص کے اعتبار سے شیطان ہے اور دوسرے کے اعتبار سے انسان پس یہ کہتا ہے کہ زید صدیق اور رفیع المرتبہ شخص ہے دوسرا کہتا ہے کہ کافر اور گردن زدنی ہے تو دیکھو زید ایک ذات ہے مگر ایک کے لئے جنت کی طرح مرغوب اور راحت رساں ہے اور دوسرے کے لئے تکلیف اور نقصان کا سبب ہے۔ پس اگر تم یہ چاہو کہ وہ تمہارے اعتبار سے شکر کی طرح مرغوب ہو تو اس کو اس کے عاشقوں کی آنکھ سے دیکھ لو۔ اور اس پسندیدہ شخص کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھو بلکہ مطلوب کو اس کے طالبوں کی نظر سے دیکھو اور اس خوش چشم کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھو بلکہ اس کے عاشقوں سے آنکھ مانگ لو بلکہ خود اسی سے آنکھ اور نظر مانگ لو۔ اس کے بعد اس کی آنکھ سے اسے دیکھو تا کہ تم کو جی بھر جانے اور طبیعت کے اکتا جانے کا کھٹکا نہ رہے۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے سے نہ سیر ہوتا ہے نہ اکتاتا ہے اس لئے حق سبحانہ نے کان اللہ لہ فرمایا ہے۔ یعنی جبکہ کوئی ہمارا ہو جاتا ہے تو اس کے بعد ہم اس کے ہو جاتے ہیں یعنی اس کی آنکھ بھی ہم ہی ہو جاتے ہیں اس کا ہاتھ بھی ہمیں ہو جاتے ہیں اس کا دل بھی ہم ہی ہو جاتے ہیں اور یہ وہ اس لئے کرتے ہیں تا کہ اس کا خوش قسمت بندہ بدبختیوں سے چھوٹ جاوے۔ کیونکہ جب اس کو حق سبحانہ سے وہ تعلق ہو گیا جو اس کو اس سے قبل اپنی جان اور اپنے اعضاء سے تھا تو اب کونسی خوش قسمتی ہے جو اس کو حاصل نہیں اور کون سی بدبختی ہے جو باقی ہے کوئی بدبختی باقی نہیں رہی اور تمام خوش نصیبیاں حاصل ہو گئیں۔ خیر یہ تو استطرادی مضمون تھا اب سمجھو کہ اس بیان سے معلوم ہوا کہ جب کوئی ناپسندیدہ شخص ناچیز مطلوب تک پہنچا دیتی ہے تو وہ محبوب اور دوست ہو جاتی ہے اور کراہت الفت سے مبدل ہو جاتی ہے۔ اس کے مناسب ایک حکایت یاد آ گئی سنو۔

شرح شبّیری

اس واعظ کی حکایت جو کہ ہر وعظ کے شروع میں ظالموں پر دعائے خیر کیا کرتا تھا

آں یکے واعظ چو بر تخت آمدے	قاطعاں راہ را داعی شدے
ایک واعظ جب تخت پر آتا	ڈاکوؤں کا دعا گو ہوتا

یعنی وہ ایک واعظ جب تخت پر (وعظ کے لئے) آتا تو ڈاکوؤں کے لئے دعا کیا کرتا تھا۔

دست بر مے داشت یارب رحم راں	بر بداں و مفسداں و طاغیاں
ہاتھ اٹھاتا تھا اے خدا رحم فرما	بروں اور مفسدوں اور سرکشوں پر

یعنی ہاتھ اٹھاتا تھا کہ اے اللہ بدوں پر اور مفسدوں پر اور نافرمانوں پر رحم کر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بر ہمہ تسخر کناں و اہل خیر	بر ہمہ کافر دلاں و اہل دیر
سب مذاق اڑانے والوں اور نقصان پہنچانے والوں پر	سب کافروں اور بت خانہ والوں پر

یعنی سب دین کے ساتھ تمسخر کرنے والوں پر اور اہل خیر پر اور سب کافر دلوں پر اور اہل دیر پر یعنی سب ان لوگوں پر جو لوگوں کو ستاویں اور دین کے ساتھ تمسخر کریں یا کافر ہوں رحم فرما۔

می نکردے او دعا بر اصفیا	می نکردے جز خبیثاں را دعا
وہ برگزیدہ لوگوں کے لئے دعا نہ کرتا	خبیثوں کے علاوہ کسی کے لئے دعا نہ کرتا

یعنی وہ نیک لوگوں پر دعا نہ کرتا تھا اور بجز خبیث لوگوں کے اور کسی پر دعا نہ کرتا تھا۔

مرد را گفتند کایں معہود نیست	دعوت اہل ضلالت جود نیست
لوگوں نے اس سے کہا یہ معمول نہیں ہے	گمراہوں کو دعا دینا سخاوت نہیں ہے

یعنی لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ معمول نہیں ہے اور اہل ضلالت پر دعا کرنا سخاوت نہیں ہے مطلب یہ کہ لوگوں نے کہا کہ گمراہ لوگوں کے لئے دعا کرنا اچھے لوگوں کا معمول تو ہے نہیں پھر تم کیوں دعا کرتے ہو۔

گفت نیکوی ازینہا دیدہ ام	من دعاشان زیں سبب بگزیدہ ام
اس نے کہا میں نے ان سے بھلائی دیکھی ہے	اس لئے میں نے ان کو دعا دینا اختیار کیا ہے

یعنی اس واعظ نے کہا کہ میں نے ان لوگوں سے نیکی دیکھی ہے۔ تو اس سبب سے ان کے لئے دعا اختیار کی ہے اور اس نے کہا کہ مجھے ان لوگوں سے بہت نفع ہوا ہے اس لئے ان کے لئے دعا کرتا ہوں۔ آگے اس نفع کو بیان کرتا ہے۔

خبث و ظلم و جور چنداں ساختند	کہ مرا از شر بخیر انداختند
انہوں نے ایسا ظلم اور خباثت کی	کہ مجھے برائی سے بھلائی میں لا ڈالا

یعنی خباثت اور ظلم اور جور اس قدر کیا کہ مجھے شر سے خیر کی طرف ڈال دیا۔

ہر گہے کہ رو بدنیا کردمے	من ازایشاں زخم وضربت خوردمے
جب بھی میں دنیا کا رخ کرتا	میں ان سے تکلیف اٹھاتا اور مار کھاتا

یعنی جس وقت کہ میں توجہ دنیا کی طرف کرتا تو میں ان سے زخم اور ضرب کھاتا۔

کردمے از زخم آں جانب پناہ	باز آوردندمے گرگان براہ
تکلیف سے میں اس جانب پناہ پکڑتا	بھیڑیئے مجھے راہ پر لگا دیتے

یعنی میں زخم کی وجہ سے اس جانب کو پناہ کرتا تو بھیڑیئے مجھے پھر راہ پر واپس لے آتے تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں سبب ساز صلاح من شدند	پس دعا شاں بر من است اے ہوشمند
جب وہ میری نیکی کا سبب بنانے والے ہوئے	تو اے ہوش مند ان کا دعا دینا میرا فرض ہے

یعنی جب میری صلاح سازی کا سبب ہو گئے تو اے ہوشمند ان کے لئے دعا کرنا مجھ پر ضروری ہے مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ ان لوگوں سے مجھے یہ نفع ہوا کہ جب میں دنیا کی طرف توجہ کرتا تھا تو یہ لوگ مانع ہوا کرتے تھے اور یہ لوگ مارتے پیٹتے تھے تو میں دنیا سے دل سرد ہو کر خدا کی طرف متوجہ ہوتا تھا تو اس توجہ بخدا کا سبب تو یہی لوگ ہوئے اور دنیا سے بے تعلق بنانے کا سبب تو یہی لوگ ہیں لہذا میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں اور مجھ پر ان کے لئے دعا کرنا واجب ہے کہ سچ یہ ہے کہ مرشد ہیں کہ جو کام بڑے بڑے مجاہدوں سے پورا ہوتا اس کو انہوں نے پورا کر دیا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بندہ مے نالد بحق از درد و نیش	صد شکایت میکند از رنج خویش
بندہ خدا کے سامنے درد اور زخم سے آہ و زاری کرتا ہے	اپنی تکلیف کی سو شکایتیں کرتا ہے

یعنی بندہ حق تعالیٰ کے سامنے اپنے درد اور زخم کی وجہ سے روتا ہے اور اپنے رنج کی وجہ سے سو شکایتیں کرتا ہے۔

حق ہمی گوید کہ آخر رنج و درد	مر ترا لابہ کناں و راست کرد
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آخر تکلیف اور درد نے	تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آخر رنج اور درد نے تجھے خوشامد کرنے والا اور سیدھا کر دیا ہے۔

ایں گلہ زاں نعمتے کن کیت زند	از در ما دور و مطرودت کند
یہ شکوہ اس نعمت کا کر جو تجھے راہ سے بھٹکائے	تجھے ہمارے دروازے سے دور اور مردود کرے

یعنی یہ شکایت اس نعمت سے کر جو کہ تجھے مارے اور ہمارے در سے تجھے دور اور مطرود کر دے۔ مطلب یہ ہے کہ جب بندہ حق تعالیٰ سے مصائب کی شکایت کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی شکایت مت کرو اس لئے کہ اس مصیبت سے تو تم کو ہمارا قرب حاصل ہوا ہے۔ کہ تم نے زاری شروع کر دی۔ ہاں اس نعمت اور مال و دولت کی شکایت کرو جو کہ تم کو ہمارے دروازہ سے دور کر دے وہ تو تمہارا دشمن ہے اور مصیبت جو کہ مقرب خدا بنا دے وہ تو اصل میں دوست ہے۔

در حقیقت ہر عدو داروے تست	کیمیائے نافع و دلجوئے تست
حقیقتاً ہر دشمن تیری دوا ہے	تیرے لئے مفید کیمیا اور پسندیدہ ہے

یعنی حقیقت میں ہر دشمن تیری دوا ہے۔ اور کیمیائے نافع اور تیرا دل جو ہے۔

کہ ازو اندر گریزاں در خلا	استعانت جوئے از لطف خدا
کیونکہ تو اس کی وجہ سے تنہائی کی طرف بھاگتا ہے	اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے مدد چاہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تا کہ تو اس سے گریزاں ہو اور خلوت میں لطف خدا سے مدد چاہے۔ مطلب یہ کہ تمہارے جو دشمن ہیں وہ حقیقت میں تمہارے دوست ہیں اس لئے کہ جب وہ تم کو ستاتے ہیں تو تمہیں خدا کی یاد آتی ہے اور خدا سے تم مدد مانگتے ہو۔ تو دیکھو دشمن جب تک نہیں تھا اس وقت تک خدا کو بھولے ہوئے تھے۔ اس دشمن ہی نے تو یاد دلایا کسی نے خوب کہا ہے۔ کہ جب کیا تنگ بتوں نے تو خدا یاد آیا

حقیقت میں یہ دوست ہوئے اگرچہ بظاہر دشمن ہیں اور ان دشمنوں سے وہ دشمن مراد ہیں جو دنیاوی امور میں دشمنی کریں اور جو دشمن دین ہوں وہ کسی حالت میں بھی دوست نہیں بن سکتے۔

در حقیقت دوستانت دشمنند	کہ ز حضرت دور و مشغولت کنند
حقیقت تیرے دوست دشمن ہیں	کیونکہ تجھے (خدا کے) دربار سے دور اور بے نیاز کرتے ہیں

یعنی حقیقت میں تیرے (وہ) دوست دشمن ہیں جو کہ حق تعالیٰ سے تجھے دور اور مشغول کریں۔ یعنی جو دوست کہ غافل عن الحق کرنے والے ہیں وہ حقیقت میں دشمن ہیں اور جو دشمن کہ واصل الی الحق کرنے والا ہے وہ حقیقت میں دوست ہے۔ تو مصیبت سے گھبرانا نہ چاہئے بلکہ اس کے حقوق مثل صبر وغیرہ کے ادا کرنا چاہئیں۔ تو واللہ بجائے کدورت کے صفائی اور بجائے ظلمت کے نور پیدا ہوتا ہے۔ ہاں اگر طبیعت ہی سلیم نہ ہو تو اور بات ہے۔ آگے مولانا نفس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

ہست حیوانے کہ نامش اسغرست	کو بزخم چوب زفت و لمتر است
ایک جانور ہے جس کا نام ہسغر ہے	جو لکڑی کی مار سے موٹا اور قوی ہوتا ہے

یعنی ایک جانور ہے جس کا نام سیہی ہے کہ وہ لکڑی کی چوٹ سے خوب موٹا اور ڈبل ہوتا ہے۔

تا کہ چوبش مے زنی بہ مے شود	او ز زخم چوب فربہ مے شود
تو اس کے لکڑی مارتا رہے گا وہ بہتر ہو گا	وہ لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہو گا

یعنی جتنا کہ تو اس کے لکڑی مارے وہ اچھا ہوتا ہے اور لکڑی کی چوٹ سے موٹا ہوتا ہے۔

نفس مومن اسغری آمد یقین	کو بزخم و رنج زفت است و سمین
مومن کا نفس یقیناً سغر ہے	جو چوٹ اور رنج سے قوی اور موٹا ہوتا ہے

یعنی مومن کی ذات یقیناً ایک سیہی ہے کہ وہ زخم اور رنج سے موٹا اور ڈبل ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو ایک جانور سیہی ہوتا ہے تو جب اسے مارتے ہیں تو اپنے پر پھیلا لیتا ہے اور خوب ڈبل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح مومن کی ذات اور اس کا نفس بھی ہے کہ جب اس کو تکالیف پہنچاویں اور اس کو ماریں پیٹیں تو یہ حق تعالیٰ کی راہ میں خوب قوی اور موٹا ہو جاتا ہے اور پھر خوب کام کرتا ہے۔ لہذا مصیبت سے گھبرانا نہ چاہئے' آگے اس پر ایک تفریع فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زیں سبب بر انبیا رنج و شکست	از ہمہ خلق جہاں افزوں تراست
اسی وجہ سے انبیاء پر رنج اور تکلیف	دنیا کی تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہے

یعنی اسی سبب سے انبیاء علیہم السلام پر تکالیف اور شکستگی تمام جہان کی مخلوق سے زیادہ ہے۔

تاز جانہا جان شاں شد زفت تر	کہ ندیدند آن بلا قومے دگر
حتیٰ کہ ان کی روح تمام روحوں سے زیادہ قوی ہو گئی	کیونکہ وہ مصیبت کسی دوسری قوم نے نہیں دیکھی ہے

یعنی یہاں تک کہ تمام جانوں سے ان کی جان زیادہ عظیم ہو گئی کیونکہ کسی دوسری قوم نے وہ بلا نہیں دیکھی۔ مطلب یہ کہ چونکہ مصائب و تکالیف سے روح میں صفائی آتی ہے اس لئے حضرات انبیاء علیہم السلام پر سب سے زیادہ مصائب پڑے ہیں اور ان کی وجہ سے ان کی ارواح دیگر ارواح مخلوق سے بدر جہا قوی اور بزرگ ہیں کیونکہ جو بلائیں ان پر پڑیں اور انہوں نے ان کے حقوق کو ادا کیا وہ کسی اور پر نہیں پڑیں اور جب اوروں پر نہیں پڑیں تو اوروں کو درجے بھی ویسے نہیں ملے۔ آگے مصائب جھیلنے سے عمدگی اور نفاست و لطافت آ جانے کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

پوست از دارو بلاکش مے شود	چوں ادیم طائفی خوش مے شود
چمڑا دوا سے مصیبت جھیلنے والا بن جاتا ہے	طائف کی نری کی طرح عمدہ ہو جاتا ہے

یعنی کھال دوا سے بلاکش ہو جاتی ہے تو ادیم طائفی کی طرح عمدہ ہو جاتی ہے۔

ورنہ تلخ و تیز مالیدے درو	گندہ گشتے ناخوش و ناپک بو
اگر تو تلخ اور تیز (مسالے) اس پر نہ ملتا	گندہ اور برا اور بدبودار ہو جاتا

یعنی اگر تلخ و تیز (دوا) اس میں نہ ملتا تو وہ گندہ ہو جاتی اور ناخوش اور ناپاک بو والی ہو جاتی مطلب یہ کہ دیکھو کھال پر اول خوب کڑوے اور خراب مصالح لگاتے ہیں اور اس کو رگڑتے ہیں تو چونکہ وہ ان سب باتوں کو جھیل جاتی ہے لہٰذا بعد میں ادیم طائفی بن جاتی ہے۔ اور بہت ہی عمدہ ہو جاتی ہے کہ اس کو ہر طرح استعمال میں لاتے ہیں اور اگر وہ رگڑ اور مصیبت اس کے اوپر نہ پڑتی تو یہ نتیجہ ہوتا کہ وہ کھال گندی ہو جاتی اور سڑ جاتی اور کوئی اس کے پاس بھی نہ کھڑا ہوتا۔ آگے اس مثال کو منطبق فرماتے ہیں کہ۔

آدمی را پوست نامد بوغ داں	از رطوبتہا شدہ زشت دگراں
آدمی کو بغیر دباغت کی کھال سمجھ	جو رطوبتوں سے بھرا اور بھاری ہو رہا ہے

یعنی آدمی کو بے رنگی ہوئی کھال جانو جو کہ رطوبتوں کی وجہ سے اور بھاری ہو رہا ہے۔

تلخ و تیز و مالش بسیار دہ	تاشود پاک و لطیف و بامزہ
اس کو تلخ اور تیز (دوا) دے اور بہت مل	تاکہ پاک اور پاکیزہ اور شاندار بن جائے

یعنی تلخ اور تیز اور مالش اس کو بہت دے تا کہ وہ پاک اور لطیف اور باعزت ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ تم بھی ایک نامدبوغ کھال کی طرح ہو۔ تو تم خوب مجاہدات وریاضات کرو اور ان مجاہدات کو تلخیوں کو سہو تو اس سے تمہارے اندر لطافت اور پاکی پیدا ہو جائے گی اور یہ رطوبات ذنوب تم سے زائل ہو جاویں گی۔

ور نمی تانی رضاده اے عیار	که خدا بخت دہد بے اختیار
اے کھرے اگر تو نہیں کر سکتا ہے تو راضی ہو جا	کہ خدا تجھے مجبوراً تکلیف میں مبتلا کر دے

یعنی اور اگر تم نہیں کر سکتے تو اے عیار رضا دو تا کہ خدا تم کو بے اختیار رنج دے۔

کہ بلائے دوست تطہیر شماست	علم او بالائے تدبیر شماست
کیونکہ دوست کی مصیبت تمہاری پاکیزگی ہے	اس کا علم تمہاری تدبیر سے بڑھا ہوا ہے

یعنی کہ دوست کی بلا تمہاری پاکی ہے اور اس کا علم تمہاری تدبیر سے بالا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم مجاہدات اختیاریہ پر قادر نہیں ہو اور تم سے اختیاری مجاہدات نہیں ہو سکتے تو اب راضی برضا رہو تا کہ تم پر مجاہدات اضطراریہ واقع ہوں اور حق تعالیٰ تم کو پاک کرنے کے لئے اضطراری مجاہدہ میں مبتلا فرمادیں تو اس پر صبر کرو اور شکوہ و شکایت نہ کرو کہ انشاء اللہ وہ بلائے دوست یعنی حق تعالیٰ تم کو پاک کر دے گی۔ اور وہ مجاہدہ اضطراری تمہارے اخلاق رذیلہ کو مائل باخلاق حمیدہ کر دیگا۔ مگر شرط یہ ہے کہ اس سے گھبراؤ نہیں اس لئے کہ وہ تم سے زیادہ علیم ہے حکیم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس مجاہدہ میں کیا کیا مصلحتیں ہیں۔ لہٰذا اس پر صبر کرو اور راضی برضا رہو۔

چوں صفا بیند بلا شیریں شود	خوش شود دارو چو صحت بین شود
جب صفائی دیکھتا ہے مصیبت شیریں ہو جاتی ہے	جب صحت کو دیکھتا ہے تو وہ اچھی لگتی ہے

یعنی جب وہ شخص صفائی دیکھتا ہے تو وہ (مجاہدہ وغیرہ) شیریں ہو جاتا ہے۔ اور دوا اچھی ہو جاتی ہے۔ جب (مریض) صحت کو دیکھنے والا ہوتا ہے یعنی جب اس مجاہدہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ اس سے صفائی قلب میسر ہوتی ہے تو وہ بلا بھی اس پر شیریں ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ مریض جب دیکھتا ہے کہ اس دوا سے مجھے نفع ہوا ہے تو وہ کڑوی دوا اس کو شیریں معلوم ہونے لگتی ہے۔

بردبیند خویش را در عین مات	پس بگوید اقتلونی یا ثقات
وہ عین ہار میں اپنی جیت سمجھتا ہے	تو کہتا ہے اے بھروسہ والو مجھے قتل کر دو

یعنی وہ عین ہار میں اپنی جیت دیکھتا ہے پس کہتا ہے کہ اے ثقات مجھے مار ڈالو۔ یعنی جب یہ شخص دیکھتا ہے کہ عین مات کی حالت میں میری جیت ہوتی ہے اور عین موت میں میری حیات ہے تو اب وہ موت کی اور اپنی ہار کی تمنا لگتا ہے۔

ایں جوان در حق غیرے سود شد	لیک اندر حق خود مردود شد
یہ سپاہی دوسرے کے لئے مفید بنا	لیکن اپنے حق میں مردود ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ کوتوال دوسرے کے حق میں تو نافع ہو گیا تھا لیکن اپنے حق میں وہ مردود ہو گیا تھا۔

رحم ایمانی ازو ببریدہ شد	کین شیطانی بروچیدہ شد
ایمانی رحم ان سے منقطع ہو گیا	شیطانی کینہ اس پر لپٹ گیا

یعنی ایمان والا رحم تو اس سے قطع ہو گیا تھا اور شیطانی کینہ اس پر لپیٹ دیا گیا تھا۔ مطلب یہ کہ وہ رحم جو کہ ایمان کا مقتضا ہے اس عوان کے اندر سے بالکل جاتا ہی رہا اور شیطانی کینہ دری اس کے اندر پیوست ہو گئی تھی۔

کارگاہ خشم گشت و کین دری	کینہ داں اصل ضلال و کافری
وہ غصہ اور کینہ دری کا کارخانہ بن گیا	کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھ

یعنی (وہ عوان) خشم اور کینہ دری کا کارخانہ ہو گیا تھا اور کینہ کو گمراہی اور کافری کی جڑ سمجھئے یعنی یہی وہ شے ہے کہ جس کی بدولت انسان گمراہ ہو جاوے یا کافر ہو جاوے تو کچھ عجب نہیں ہے۔ آگے اس غصہ کی مذمت میں ایک قصہ لاتے ہیں۔

عیسیٰ علیہ السلام سے ایک شخص کا سوال کرنا کہ موجودات میں سب سے زیادہ سخت کون شے ہے

گفت عیسیٰ را یکے ہشیار سر	چیست در ہستی ز جملہ صعب تر
ایک بیدار مغز نے (حضرت) عیسیٰ سے کہا	وجود میں سب سے زیادہ کیا چیز سخت ہے؟

یعنی ایک ہوشیار انسان نے عیسیٰ سے دریافت کیا کہ موجودات میں سب سے زیادہ سخت کونسی شے ہے۔

گفتش اے جان صعب تر خشم خدا	کہ ازاں دوزخ ہمی لرزد چو ما
انہوں نے اس سے فرمایا اے جان! خدا کا غصہ سب سے سخت ہے	کہ اس سے دوزخ (بھی) ہماری طرح لرزتی ہے

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا کہ اے جان سب سے زیادہ سخت خدا کا غصہ ہے کہ اس سے دوزخ بھی ہماری طرح کانپتا ہے۔

گفت زیں خشم خدا چہ بود اماں	گفت ترک خشم خویش اندر زماں
اس نے کہا خدا کے غصہ سے بچاؤ کی کیا صورت ہے؟	فرمایا دنیا میں اپنے غصہ کو ترک کر دینا

یعنی اس شخص نے کہا کہ اس خدا کے غصہ سے امان کیا ہو تو عیسیٰ نے فرمایا کہ اپنے غصہ کو زمانہ میں ترک کر دینا۔ مطلب یہ کہ اس شخص نے سوال کیا کہ خشم خدا سے کسی طرح بچ بھی نہیں سکتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اپنے غصہ کو ترک کر دو تو حق تعالیٰ کے غصہ سے نجات ہو جائے گی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کظم غیظ است اے پسر خط امان	خشم حق یاد آورد در کش عنان
اے بیٹا! غصہ کا پی جانا امن کا فرمان ہے	اللہ (تعالیٰ) کا غصہ یاد کر لے اور باگ کھینچ لے

یعنی غصہ کا پی لینا اے صاحبزادہ امن کا پروانہ ہے خدا کے غصہ کو یاد کرو اور باگ کھینچ لو۔ مطلب یہ کہ خدا کے غصہ کو یاد کر کے اپنے غصہ کو پی لینا بس یہ امن کا پروانہ ہے کہ پھر انشاء اللہ قہر حق سے نجات ہو جاوے گی۔

پس عوان کہ معدن ایں خشم گشت	خشم شتش از سبع ہم در گذشت
تو سپاہی جو اس غصہ کی کان بن گیا ہے	اس کا برا غصہ درندے سے بھی بڑھ گیا ہے

پس کوتوال جو کہ اس خشم کا معدن ہو گیا خشم زشت اس کا درندہ سے بھی گزر گیا تھا یعنی خشم مذموم کا وہ عوان معدن تھا اور اس کا غصہ درندوں سے بھی کہیں زیادہ تھا۔

چہ امیدستش برحمت جز مگر	باز گردد زاں صفت آن بے ہنر
اس کو رحم کی کیا امید ہے؟	سوائے اس کے کہ وہ بے ہنر اس عادت سے باز آ جائے

یعنی اس کو رحمت کی کیا امید ہے۔ سوائے اس کے کہ وہ بے ہنر اس صفت سے پھر جاوے۔ مطلب یہ کہ جب اس کوتوال کو اس قدر غصہ ہے اور اس قدر ظلم کرتا ہے تو اب اس کو رحمت حق کی کیا امید ہے۔ ہاں اگر وہ اس صفت سے باز آ جاوے اور اپنے غصہ کو کم کر دے تو ممکن ہے کہ رحمت حق نازل ہو آگے ایک دوسرا مضمون بیان فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ عالم را از ایشاں چارہ نیست	ایں سخن اندر ضلال افگند نیست
اگرچہ دنیا کو ان سے بے نیازی نہیں ہے	یہ بات گمراہی میں مبتلا کرتا ہے

یعنی اگرچہ عالم کو ان لوگوں سے چارہ نہیں ہے اور یہ بات گمراہی میں ڈالنے والی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ تکوینا ان ظالموں کی بھی ضرورت ہے اور اگر یہ نہ ہوں تو عالم میں کمی رہ جاوے مگر پھر بھی یہ مبغوض و مردود ہی ہیں اس لئے کہ یہ مراد حق تو ہیں مگر مرضی حق نہیں ہیں۔ ان کی خلق کے ساتھ ارادہ حق تو متعلق ہوا ہے لیکن رضائے حق متعلق نہیں ہوئی اور رضاء اور ارادہ میں جو فرق ہے وہ ظاہر ہے تو تکوینا تو ان ظالموں وغیرہ کا ہونا عالم میں ضروری ہے اور حق تعالیٰ نے ہی ان کو پیدا فرمایا ہے لیکن حق تعالیٰ ان کے افعال سے اور خود ان سے راضی نہیں ہیں۔ مگر یہ بات ایسی ہے کہ عوام کو گمراہی میں ڈالنے والی ہے کہ ارادہ اور رضا میں فرق تو کرتے نہیں مراد کو مرضی سمجھ لیتے ہیں۔ آگے ان کے مراد ہونے اور مرضی نہ ہونے کی ایک مثال لاتے ہیں کہ۔

چارہ نبود ہم جہاں را از چمین	لیک نبود آں چمین ماء معین
دنیا کو پیشاب سے بھی بے نیازی نہیں ہے	لیکن وہ پیشاب جاری پانی نہیں ہوتا

یعنی جہان کو بول و براز سے بھی چارہ نہیں ہے لیکن وہ بول و براز ماء معین نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ دیکھو بول و

www.besturdubooks.wordpress.com

براز جو ہے یہ مراد تو ہے کہ امکانات بنانے میں اس کیلئے بھی خاص ایک مکان بنایا جاتا ہے پھر وہاں سب جاتے ہیں لیکن جس طرح ماء معین مرغی اور عمدہ شے ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ایک واعظ جب ممبر پر بیٹھتا تو ڈکیتوں کے لئے دعا کیا کرتا اور ہاتھ اٹھا کر کہتا کہ اے اللہ تو بدوں مفسدوں سرکشوں اچھے لوگوں پر ہنسنے والوں اور کافروں بت خانہ والوں پر رحم کر یہ شخص برگزیدہ اشخاص کے لئے کبھی دعا نہ کرتا تھا صرف خبیثوں کے لئے دعا کرتا تھا۔لوگوں نے کہا کہ یہ دستور معلوم نہیں ہے اور گمراہوں کے لئے دعا کرم نہیں ہے اس نے کہا کہ مجھے ان سے بھلائی حاصل ہوئی ہے۔اس لئے میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کیونکہ انہوں نے اس قدر خباشتیں اور ظلم اور زیادتیاں کی ہیں کہ انہوں نے مجھے برائی سے بھلائی کی طرف لا ڈالا جب بھی میں دنیا کی طرف رخ کرتا تھا میں اہل دنیا سے زخم اور چوٹ کھاتا تھا۔پس میں اس زخم سے دوسری طرف پناہ لیتا تھا تو وہ ادھر بھی میرے رستہ میں بھیڑیے لا کھڑے کرتے تھے پس جبکہ وہ میری بہتری کے اسباب مہیا کرنے والے ہوئے تو ان کے لئے دعا مجھ پر لازم ہوئی۔اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بندہ خدا کے سامنے اپنی تکلیف کی وجہ سے روتا ہے۔اور تکلیف سے زیادہ شکوہ وشکایت کرتا ہے۔لیکن حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ اس تکلیف ہی نے تجھے تضرع وزاری کرائی ہے اور اسی نے تو تجھے سیدھا کیا ہے۔پس تجھے اس کی شکایت نہ کرنی چاہئے بلکہ اس نعمت کی شکایت کرنی چاہئے جو تجھ کو حاصل ہوتی ہے اور حاصل ہو کر تجھے ہمارے در سے ہٹاتی ہے۔پس تم کو سمجھنا چاہئے کہ ہر دشمن حقیقت میں تمہارا علاج اور کیمیائے نافع اور تمہارا محبوب ہے۔کیونکہ تم اسی کے سبب خلوت میں جا کر حق سبحانہ کے فضل سے مدد چاہتے ہو اور حقیقت میں یہ تمہارے دوست تمہارے دشمن ہیں جو کہ تمہیں حضرت حق سے دور اور اس سے مشغول کرتے ہیں۔دیکھو ایک جانور ہے جسے ساہی کہتے ہیں اس کی یہ خاصیت ہے کہ لاٹھیوں کی مار سے خوب موٹا تازہ ہوتا ہے اور جب تک کہ تم اس کے لاٹھیاں مارتے رہو گے اس کی حالت درست ہوتی رہے گی اور وہ لاٹھیوں کے صدمہ سے موٹا ہوتا رہے گا۔پس جان مومن بھی ساہی کی خاصیت رکھتی ہے کہ صدمات اور تکالیف سے موٹی اور فربہ ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ انبیاء پر تکلیفیں اور خستگیاں تمام مخلوق سے زیادہ ہوتی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی جان سب جانوں سے زیادہ موٹی ہوتی ہے کیونکہ اور لوگوں کو وہ تکلیفیں ہی نہیں ہوتیں اور دیکھو کھال دواؤں کی تکالیف برداشت کرتی ہے اور طائف والے چمڑہ کی طرح عمدہ ہو جاتی ہے۔اگر دباغ اس میں تلخ اور تیز دوائیں نہ ملتا تو سڑ جاتی اور خراب اور بدبودار ہو جاتی پس تم آدمی کو بھی چمڑے ہی کے مثل سمجھو جو کہ رطوبات فضلیہ یعنی اخلاق رذیلہ سے خراب اور بھاری ہو رہا ہے۔پس تم اس کو تلخ اور تیز دواؤں کی خوب مالش کردو تا کہ وہ پاک اور پاکیزہ اور عمدہ ہو جاوے اور اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو اس پر رضامند ہو کہ خدا تمہیں بے اختیار رنج دے اس لئے کہ حق سبحانہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

بلا تمہارے لئے پاکی کا سبب ہے اور اس کا علم تمہاری تدبیر سے فائق ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ عسیٰ ان تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم اس وقت تم کو ناگواری ہوگی لیکن اس کا فائدہ بعد کو محسوس ہوگا اور اس وقت تم کو یہ بلا مرغوب ہو جائے گی کیونکہ آدمی جب اپنے اندر صفائی دیکھتا ہے تو بلا بھی اس کی نظر میں محبوب ہو جاتی ہے اور جبکہ آدمی اپنے اندر صحت کے آثار دیکھتا ہے تو دوا اچھی معلوم ہوتی ہے وہ عین شکست میں کامیابی دیکھتا ہے۔ اس لئے کہتا ہے کہ اے ثقات مجھے مار ڈالو کہ موت مجھے اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جیسا کہ منصور علیہ الرحمۃ نے کہا تھا کہ یہ قصہ تو ختم ہوا اب اصل مطلب سنو ہم نے کہا تھا کہ ہر چیز میں برائی اور بھلائی ہوتی ہے۔ سو دیکھو یہ کوتوال دوسرے کے حق میں فائدہ بن گیا لیکن اپنے حق میں مردود ہی رہا۔ کیونکہ رحم ایمانی اس سے منقطع ہو گیا ہے اور کینہ شیطانی اسے لپٹ گیا ہے۔ اس لئے وہ گویا کہ غصہ اور کینہ وری کا کارخانہ ہے جس سے ہر دم نیا غصہ اور نیا کینہ تیار ہو کر نکلتا ہے اور کینہ گمراہی اور کفر کی جڑ ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کسی عاقل نے کہا تھا کہ تمام چیزوں میں کون شے زیادہ سخت ہے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ سب سے زیادہ سخت تو خدا کا غضب ہے جس سے کہ دوزخ بھی ہماری طرح کانپتی ہے۔ اس نے کہا کہ اس غضب سے کیا چیز بچا سکتی ہے تو آپ نے فرمایا کہ اپنے غصہ کا چھوڑ دینا سو یاد رکھو کہ غصہ کھانا حقیقت میں امان کا پروانہ ہے۔ پس خدا کا غصہ یاد کر کے اپنی باگ روکو۔ دیکھو کوتوال جو غصہ کی کان ہے اور جس کا غصہ درندوں سے بھی بڑھ گیا ہے اس کو رحمت کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ بجز اس کے کہ وہ اپنی اس صفت کو چھوڑ دے۔ گو عالم کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت ہے مگر تاہم یہ صفات محمود نہیں ہو سکتیں یہ ایک ایسی بات ہے جس سے آدمی گمراہ ہو سکتا ہے اگر وہ تدبر سے کام نہ لے اسلئے ہم اس کو ایک مثال سے سمجھاتے ہیں تا کہ لوگ گمراہی میں مبتلا نہ ہوں۔ دیکھو جہاں میں پیشاب کی بھی ضرورت ہے مگر اس سے وہ عمدہ اور آب شریں نہیں ہو سکتا۔ علیٰ ہذا اشخاص بد اور اخلاق بد کی بھی ضرورت ہے مگر اس سے وہ اچھے نہیں ہو سکتے اور جبکہ اچھے نہیں ہو سکتے تو ان پر لازم ہے کہ اچھے بنیں۔ اچھا اب اس خستہ جگر کی حالت بیان کرو کہ باغ میں اس کو اس رشک قمر کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.besturdubooks.wordpress.com

بقیہ ربع اول از دفتر رابع کلید مثنوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شرح شبیری

برادر دباغ کا اپنے بھائی کا علاج خفیہ طور پر سرگین سگ سے کرنا

خلق را می راند از وے آبجواں	تا علاجش را نہ بینند آں کساں
اس نوجوان نے لوگوں کو اس سے ہٹا دیا	تاکہ وہ لوگ اس کا علاج نہ دیکھ سکیں

یعنی وہ جوان لوگوں کو اس کے پاس سے ہٹاتا تھا تاکہ وہ لوگ اس کے علاج کو دیکھ نہ لیں۔

سر بگوشش برد ہمچوں راز گو	پس نہاد آں چیز بر بینی او
اس نے راز کہنے والے کی طرح سر اس کے کان کے قریب کیا	پھر اس نے وہی چیز اس کی ناک پر رکھ دی

یعنی اس کے کان کے پاس راز گو کی طرح سر لے گیا پھر اس گوہ کو اس کی ناک پر رکھ دیا۔

کو بکف سرگین سگ سائیدہ بود	دارو مغز پلیداں دیدہ بود
اس لئے کہ اس نے ہتھیلی پر کتے کا پاخانہ ملا تھا	ناپاک دماغ کا علاج اس کو سمجھا تھا

یعنی کہ اس نے ہاتھ میں سرگیں سگ مل رکھا تھا۔ اور پلیدوں کے مغز کی دوا کو دیکھے ہوئے تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ بوئے آں حدث را وکشید	مغز زشتش بوے ناخوش را سزید
جب اس نے اس ناپاکی کی بو سونگھی	اس کا گندا دماغ بدبو کے لائق تھا

یعنی جبکہ اس دباغ نے اس ناپاکی کو کھینچا تو اس کا مغز زشت ناخوش بو کے لائق تھا (نتیجہ یہ ہوا کہ)

ساعتے شد مرد جنبیدن گرفت	خلق گفتند ایں فسونے بد شگفت
تھوڑی دیر گزری کہ مردے نے حرکت کرنی شروع کر دی	لوگوں نے کہا یہ منتر بھی عجیب تھا

یعنی ایک گھڑی ہوئی کہ اس مرد نے ہلنا شروع کیا لوگوں نے کہا کہ یہ تو ایک عجیب فسوں تھا۔

کایں بخواند افسوں بگوش او دمید	مردہ بود افسوں بفریادش رسید
کہ اس نے منتر پڑھا اور اس کے کان میں پھونکا	وہ مردہ تھا منتر اس کی مدد کو آ گیا

یعنی کہ اس نے افسوں پڑھا اور اس کے کان میں پھونک دیا تو وہ مردہ تھا تو افسوں اس کی فریاد کو پہنچ گیا۔

یعنی افسوں نے اس پر اثر کیا اور وہ اچھا ہو گیا۔ آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ۔

جنبش اہل فساد آں سو بود	کہ زنا و غمزۂ وا برو بود
مفسدوں کی حرکت اس جانب کو ہوتی ہے	جہاں زنا اور ناز و ادا اور ابرو (کا اشارہ) ہو

یعنی اہل فساد کی جنبش اس طرف ہوتی ہے جو کہ ناز اور غمزہ اور ابرو سے ہو۔ مطلب یہ کہ جو حسن کہ ناز و غمزہ و ابرو سے ہوتا ہے اہل فساد تو اس طرف مائل ہوتے ہیں اور جو لوگ اہل صلاح ہوتے ہیں وہ جمال حقیقی باری تعالیٰ کے شیدائی ہوتے ہیں۔

ہر کرا مشک نصیحت سود نیست	لاجرم بابوئے بد خو کرد نیست
جس کو نصیحت کے مشک سے فائدہ نہیں ہے	لامحالہ بدبو کی عادت ہے

یعنی جس کو مشک نصیحت کا نفع نہیں ہے وہ یقیناً بوئے بد کے ساتھ خو کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس شخص کو کہ نصیحت فائدہ نہیں کرتی۔ وہ یقیناً بوئے بد میں رہے گا اور اس کو ہرگز نفع نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ گمراہی میں رہے گا۔

مشرکاں را زاں نجس خواندہ است حق	کاندروں پشک زادند از سبق
اللہ (تعالیٰ) نے مشرکوں کو اسی لئے نجس کہا ہے	کیونکہ وہ ازل سے مینگنیوں میں پیدا ہوئے ہیں

یعنی مشرکوں کو حق تعالیٰ نے اسی لئے نجس کہا ہے کہ وہ نجاست ہی کے اندر ازل سے پیدا ہوئے ہیں۔

کرم کوزا دست از سرگین بد	می نگرداند بعنبر خوئے خود
وہ کیڑا جو گوبر سے پیدا ہوا ہے بھی	اپنی عادت عنبر کی نہیں ڈال سکتا

یعنی جو کیڑا کہ سرگین بد میں پیدا ہوا ہے وہ عنبر سے اپنی عادت کو بدل نہیں سکتا۔ یعنی وہ کرم عنبر شمیم نہیں بن سکتا۔ جس کا نشو و نما گوہ ہی میں ہوا ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نزد بروے نثار رش نور	او ہمہ جسم است نے جاں چوں قشور
کیونکہ اس پر نور کے چھڑکاؤ کا چھینٹا نہیں لگا ہے	وہ چھلکوں کی طرح مجسم جسم ہے نہ کہ دل

یعنی جب اس پر رش نور کے نثار نے مارا نہیں تو وہ بالکل جسم ہی جسم ہے۔ نہ کہ جاں ہے مثل چھلکوں کے مطلب یہ کہ حدیث میں ہے کہ ان اللہ خلق الخلق فی ظلمته فرش علیه نوره فمن اصاب منه اهتدیٰ و من اخطاء ضل او کما قال تو جس پر وہ نور پہنچا ہے وہ تو مہتدی ہوگیا اور چونکہ ان کفار و مشرکین کو وہ نور نہیں پہنچا اور اس نور سے یہ محروم رہے ہیں لہذا ان کو ہدایت نہیں ہوئی اور یہ گمراہ ہوگئے۔

در زرش نور حق قسمیش داد	ہمچو رسم مصر سرگین مرغ زاد
اگر اللہ (تعالیٰ) نے اس کو نور کے چھڑکاؤ میں حصہ دیا	تو مصریوں کے رواج کے مطابق گوبر نے مرغ پیدا کیا

یعنی اور اگر رش نور میں سے حق تعالیٰ نے اس کو کوئی حصہ دیا تو مصر کی رسم کی طرح سرگین نے مرغ جنا۔ (مصر میں رسم ہے کہ سرگین میں انڈا دبا دیتے ہیں تو اس کی گرمی سے بچہ نکل آتا ہے) مطلب یہ کہ کفار وغیرہ پر چونکہ وہ نور پہنچا نہیں ہے اس لئے وہ تو گمراہ ہی رہے۔ اور جن لوگوں کو اس نور میں سے حصہ مل گیا ہے وہ مہتدی ہو گئے ہیں۔ اور ایسا ہے کہ جیسے سرگین میں سے بچہ نکل آوے۔ کہ ایک ناپاک شے میں سے پاکیزہ شے پیدا ہوگئی ہے اسی طرح وہ ظلمت میں سے نورانی شکل کا انسان پیدا ہوگیا۔

لیک نے مرغ خسیس خانگی	بلکہ مرغ دانش و فرزانگی
لیکن گھریلو کمینہ مرغ نہیں	بلکہ عقل و دانش کا مرغ

یعنی لیکن نہ کہ مرغ خسیس خانگی بلکہ مرغ عقل اور فرزانگی کا۔ یعنی وہ جو بیضہ میں سے بچہ نکلا ہے تو وہ بچہ مرغ خانگی کا خسیس اور پلید نہیں ہے بلکہ یہ تو بہت زیادہ پاک اور صاف شے ہے اور یہ شخص تو بڑا دانا اور عاقل اور فرزانہ ہے آگے اس معشوقہ کا مقولہ ہے کہ وہ کہتی ہے کہ۔

تو بداں مانی کزاں نورے تہی	زانکہ بینی بر پلیدے می نہی
تو بھی اس (دباغ) کی طرح ہے کہ اس نور سے خالی ہے	کیونکہ تو نجاست پر ناک رکھتا ہے

یعنی تو اس کے مشابہ ہے کیونکہ اس نور سے تو خالی ہے اس لئے کہ تو ناک پلیدی پر رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس عاشق کو کہہ رہی ہے کہ جس طرح کہ وہ دباغ تھا کہ اس کو پلیدی کے سونگھنے سے دم آ گیا ایسا ہی تو ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تو اس نور حق سے خالی ہے۔ لہذا تیرے پاس پاکی آتی ہی نہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ جیسا وہ ناپاکی سے اچھا ہوگیا اور اس نے ناپاکی کو پسند کیا اسی طرح تو بھی خباثت اور ناپاکی ہی کو پسند کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از فراقت زرد شد رخسار و رو	برگ زردی میوۂ ناپختہ تو
فراق میں تیرا رخسار اور چہرہ زرد ہو گیا ہے	تو پیلا پتہ ہے تو کچا پھل ہے

یعنی فراق کی وجہ سے تیرا رخسار و روزرد ہو گیا تو تو برگ زرد ہے اور تو میوۂ ناپختہ ہے۔ مطلب یہ کہ میوہ زرد ہو کر پک جاتا ہے اور پتا زرد ہو کر خشک ہو جاتا ہے تو تو بھی زرد جو ہو رہا ہے یہ زردی میوہ جیسی زردی نہیں ہے بلکہ یہ زردی پتے کی سی ہے کہ جو دلیل نقص کی ہے۔ آگے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

دیگ ز آتش شد سیاہ و دود خام	گوشت از سختی چنیں ماند است خام
دیگ آگ سے کالی اور دھویں کی طرح ہو گئی	گوشت سختی کی وجہ سے اسی طرح کچا ہے

یعنی ہنڈیا تو آگ سے سیاہ اور دھوئیں کی رنگت کی ہو گئی اور گوشت سختی کی وجہ سے ویسا ہی کچا رہا ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ تیرا چہرہ تو زرد ہو گیا اور رنگت بھی تیری بدل گئی مگر کمبخت تیرا دل اسی طرح گناہوں میں مبتلا ہے۔

ہشت سالت جوش دادم در فراق	کم نشد یک ذرہ خامیت از نفاق
میں نے آٹھ سال فراق میں تجھے جوش دیا	نفاق کی وجہ سے تیری خامی ایک ذرہ کم نہ ہوئی

یعنی آٹھ برس تک میں نے تجھے فراق میں جوش دیا ہے۔ (مگر) تیری خامی نفاق کی وجہ سے کم نہیں ہوئی۔

خامی و ہرگز نہ خواہی پخت تو	گر ہاراں بار جوشی اے عتو
تو کچا ہے اور ہرگز نہ پکے گا	اے سرکش! خواہ ہزاروں بار جوش کھائے

یعنی تو خام ہے اور تو ہرگز نہ پکے گا۔ اگر چہ تو اے سرکش ہزار بار بھی جوش کرے۔

غورۂ تو سنگ بستہ از سقام	غورہا انگوں مویزند و تو خام
بیماری سے تیرا انگوروں کا گچھا چھڑا گیا ہے	خوشے منقی بن گئے اور تو کچا ہے

یعنی تو انگور کچا ٹھڑا ہوا ہے۔ امراض (باطنی) کی وجہ سے اور غورے تو اب مویز ہو گئے اور تو کچا ہے۔ یعنی اور سب تیرے ساتھ کے تو درست ہو گئے اور تو ویسا کا ویسا ہی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تیری اصلاح نہ ہو گی۔ آگے وہ عاشق اپنی اس حرکت کی عذر خواہی کرتا ہے کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ ہاں تو وہ شخص لوگوں کو ہٹاتا تھا تاکہ وہ لوگ اس کے علاج کو نہ دیکھیں۔ جب ہٹا چکا تو اس کے کان سے یوں منہ ملایا جیسے کوئی راز کہتا ہو اور اس طرح وہ گوہ اس کی ناک سے لگا دیا۔ کیونکہ اس نے ہاتھ سے کتے کا گوہ ملا تھا۔ جس میں اس کی بو آ گئی تھی۔ اور ملا تھا اس لئے کہ اس کو علم تھا کہ گندے دماغ والوں کا علاج یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی ہے۔ بس جبکہ اس نے گوہ کی بو کھینچی تو اس کے برے دماغ نے اس بدبو کو سونگھا۔ تھوڑی دیر میں اس مردہ نے حرکت شروع کی۔ لوگوں کو اس سے نہایت تعجب ہوا۔ اور انہوں نے کہا کہ یہ تو عجیب منتر تھا۔ کہ اس نے وہ منتر پڑھ کر اس کے کان میں پھونکا پس حالانکہ وہ مردہ تھا۔ مگر منتر نے اس کی فریاد سن لی اور اسے جلا دیا۔ پس اس سے تم سمجھو کہ خراب لوگوں کی حرکت بھی اسی طرح کی ہوتی ہے کیونکہ وہ ناز وغمزہ اور ابرو سے ہوتی ہے جو کہ مذموم ہیں۔ اور جس کو مشک نصیحت مفید نہیں ہوتا۔ اس کو بجز بوئے بدمعاصی کے فائدہ نہیں ہوتا نیز مشرکین کو حق سبحانہ نے اس لئے نجس کہا ہے کہ وہ پیشتر ہی سے گندگی کفر میں پیدا ہوئے ہیں اور اسی سے مانوس ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ عنبر ہدایت کے خوگر نہیں ہوتے۔ کیونکہ جو کیڑا گوبر میں پیدا ہوتا ہے وہ کبھی عنبر کا عادی نہیں ہوتا چونکہ ان پر اس نور کی چھینٹ نہیں پڑی۔ جو کہ ابتدائے خلقت میں مخلوق پر چھڑکا گیا تھا۔ اس لئے وہ سراسر جسم ہیں اور ان میں جان بالکل نہیں (جان کی نفی اس لئے کی گئی ہے کہ وہ اپنے مقتضیات سے خالی ہے۔ پس گویا کہ وہ معدوم ہی ہے) لہٰذا ان کی ایسی مثال ہے جیسے چھلکے کہ ان میں فضلہ ہی فضلہ ہوتا ہے اور جوہر بالکل نہیں ہوتا۔ اور صورت ہی صورت ہوتی ہے معنی بالکل نہیں ہوتے۔ ہاں اگر حق سبحانہ نے ان کو نور کی چھینٹوں کا کوئی حصہ عطا کیا ہے تو وہ باوجود کفر میں پیدا ہونے کے ہدایت پاتے ہیں اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے اہل مصر کے رسم کی بنا پر گوبر سے مرغ پیدا ہو۔ (اہل مصر کا قاعدہ تھا کہ انڈوں کو گوبر میں دبا دیتے تھے اور کچھ خاص شرائط کے ساتھ اس کی حرارت سے بچے نکل آتے تھے۔ اس رسم کی طرف اشارہ ہے) مگر گوبر سے تو ذلیل اور خانگی مرغ پیدا ہوتا ہے۔ یہ ویسے نہیں ہوتے۔ بلکہ یہ دانش وفرزانگی کا مرغ یعنی ہدایت یافتہ انسان ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ کفر میں پیدا ہونے والے دو قسم کے ہیں۔ شقی ازلی اور سعید ازلی۔ اشقیا کی ایسی مثال ہے جیسے جعل اور سعداء کی ایسی مثال ہے جیسے مرغ جو کہ مصر کی رسم کے مطابق گوبر میں پیدا ہوا ہو۔ یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ معشوقہ اپنے عاشق سے کہتی ہے کہ تو چونکہ نور ہدایت سے جو مخلوق پر ابتداء خلقت میں چھڑکا گیا تھا۔ خالی ہے کیونکہ میں دیکھتی ہوں کہ تو گوہ پر ناک رکھتا ہے اور معاصی کی طرف میلان رکھتا ہے اور اس لئے تو اس دباغ کے مشابہ ہے۔ باوجودیکہ رنج فراق سے تیر رخسار اور چہرہ سب زرد ہو گئے ہیں مگر ہنوز تو زرد پتے اور کچے میوے سے مشابہ ہے۔ یعنی تجھ میں کمال کی استعداد ہی نہیں۔ یا ہے مگر ہنوز اس کا ظہور نہیں ہوا (زرد پتے سے اشارہ عدم استعداد کمال کی طرف ہے کیونکہ جو پتا خزاں سے زرد ہو جاتا ہے پھر ہرا نہیں ہوتا اور میوۂ ناپختہ سے عدم ظہور کمال مع وجود الاستعداد کی طرف اشارہ ہے) ہانڈی تو آگ سے کالی اور دھوئیں کے رنگ ہو گئی۔ مگر گوشت ہنوز کچا ہے۔ یعنی جسم پر تو بہت کچھ اثر ہوا۔ مگر روح پر کچھ اثر نہ ہوا۔ میں نے تجھے آتش فراق سے آٹھ سال تک جوش دیا۔ مگر تیری نفاق کے سبب تیری خامشی میں ذرا برابر کمی نہیں آئی۔ اور تو کچا کا کچا ہی رہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو کبھی نہ پکے گا۔ اگر چہ ہزاروں مرتبہ جوش کھائے کیونکہ کچے انگور تو مویز ہو گئے۔ اور ناقصین کامل بن گئے۔ مگر تو کچا کا کچا ہی رہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تو اپنے مرض کے سبب کچا اور ٹھٹھرا ہوا انگور ہے۔ جس میں پختگی کی قابلیت ہی نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

عاشق کا اپنے گناہ کی عذر خواہی کرنا تلبیس اور روپوشی کے ساتھ اور معشوقہ کا اس تلبیس کو سمجھ لینا

گفت عاشق امتحاں کردم مگیر	تا بہ بینم تو حریفی یا ستیر
عاشق نے کہا معاف کر میں آزما رہا تھا	تاکہ سمجھ لوں کہ تو یار مجلس ہے یا پردہ نشین

یعنی عاشق نے کہا کہ میں نے امتحاں کیا تھا مجھ سے گرفت مت کرنا کہ میں دیکھ لوں کہ تو حریف ہے یا مستورہ ہے۔ مطلب یہ کہ عاشق نے کہا کہ میں نے تو تجھے آزمایا تھا۔ کہ آیا تو عفیفہ ہے یا نہیں۔ لہٰذا اب معلوم ہو گیا تو بے شک عفیفہ ہے۔ تو اس امتحان میں مجھے گرفت مت کر اب یہاں وہ معشوقہ کہہ سکتی ہے کہ کیا تو مجھے پہلے سے عفیفہ نہ جانتا تھا کیا مجھے اوباش سمجھتا تھا۔ تو اس کا جواب بطور دفع دخل مقدر کے دیتا ہے کہ۔

من ہمی دانستمت بے امتحاں	لیک باشد کے خبر ہمچوں عیاں
میں تجھے بغیر امتحان کے بھی جانتا تھا	لیکن خبر مشاہدہ کی طرح کب ہوتی ہے؟

یعنی میں تجھے بے امتحاں ہی جانتا تھا لیکن خبر معائنہ کے مثل کب ہوتی ہے۔ یعنی لیس الخبر کالمعاینۃ پہلے تو صرف خبر ہی تھی اور اب دیکھ لیا۔ تو ان میں تو یوں بعید ہوا۔

آفتابی نام تو مشہور و فاش	چہ زیانست ار بکردم ابتلاش
تو سورج ہے تیرا نام مشہور اور ظاہر ہے	کیا نقصان ہوا اگر میں نے اس کو آزما لیا؟

یعنی تو تو آفتاب ہے اور تیرا نام مشہور ہے اور ظاہر ہے تو میں نے کیا نقصان کیا اگر اس کا امتحان کر لیا۔ مطلب یہ کہ اگر آفتاب کا کوئی امتحان کرے تو آفتاب کا اس میں کیا ضرر ہے تو اسی طرح تو تو آفتاب ہے۔ اگر میں نے تیرا امتحان کر ہی لیا تو اس میں تیرا کیا ضرر ہوا۔

تو منی من خویشتن را امتحاں	میکنم ہر روز در سود و زیاں
تو میں ہوں میں اپنا امتحان	نفع اور نقصان میں روز کرتا ہوں

یعنی تو تو میرا عین ہے اور میں اپنا امتحان بھی ہر روز بے نفع نقصان کے کرتا ہوں یعنی میری تیری تو حالت من تو شدم تو من شدی الخ کی ہو گئی ہے تو اگر میں نے تیرا امتحان کیا تو گویا اپنا امتحان کیا پھر اپنا تو میں روزمرہ امتحاں کرتا ہوں اس میں جرح ہی کیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

انبیا را امتحاں کردہ عدات	تا شدہ ظاہر از ایشان معجزات
دشمنوں نے انبیاء کا امتحان لیا ہے	حتیٰ کہ ان سے معجزے ظاہر ہوئے

یعنی دشمنوں نے انبیاء علیہم السلام کا امتحان کیا ہے۔ یہاں تک کہ ان سے معجزات ظاہر ہوئے۔ مطلب یہ کہ امتحان میں نقصان تو کیا ہوتا بلکہ نفع ہے اس لئے کہ دیکھو اس امتحان سے تمہاری عفت ظاہر ہوگئی انبیاء کا کفار نے امتحان کیا تو ان سے معجزات ظاہر ہوئے۔ علیٰ ہذا امتحان میں تو نفع ہی ہے۔

امتحاں چشم خود کردم بنور	اے کہ چشم بدز چشماں تو دور
میں نے روشنی کے ذریعہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا	اے وہ (محبوبہ)! کہ تیری آنکھوں سے چشم بد دور رہے

یعنی میں نے اپنی آنکھ کا امتحان نور سے کیا ہے اے وہ کہ چشم بد تیری آنکھوں سے دور ہو۔ مطلب یہ کہ تم تو میری آنکھ ہو میں نے تمہارا امتحان کیا گویا کہ اپنی آنکھ کا امتحان کیا ہے کہ دیکھوں اس میں نور ہے کہ نہیں تو اس میں تو نور پہلے سے تھا اب امتحان سے اور خوب ظاہر ہوگیا۔

ایں جہاں ہمچوں خرابہ است وتو گنج	گر تفحص کردم از گنجت مرنج
یہ دنیا کھنڈر کی طرح ہے اور تو خزانہ ہے	اگر میں نے تیرے خزانہ کی تلاش کر لی تو رنجیدہ نہ ہو

یعنی یہ جہاں تو مثل ویرانہ کے ہے اور تو خزانہ ہے تو اگر میں نے تیرے خزانہ میں سے تفحص کیا تو خفا مت ہو (اس لئے کہ اگر میں تفحص کروں گا تو معلوم ہوگا کہ اس میں یہ جوہر ہیں)

زاں چنیں بے خردگی کردم گزاف	تا کنم با دشمناں ہر بار لاف
میں نے اس لئے ایسی لغو بے عقلی کی	تاکہ دشمنوں کے مقابلہ میں بڑھ کر بات کہہ سکوں

یعنی ایسی بے عقلی سے جو میں نے بیہودگی کی تو اس لئے کہ دشمنوں میں ہر بار شیخی کر سکوں۔ مطلب یہ کہ میں نے امتحان کیا تو صرف اس لئے کیا تا کہ لوگوں میں مجھے کہنے کا موقعہ ملے کہ میں نے خود آزما دیکھا ہے میں وثوق سے کہتا ہوں کہ وہ عفیفہ ہے۔ اور اگر میں نے دیکھ نہ لیا ہوتا تو پھر تو صرف اندازہ اور تخمین ہی سے تم کو عفیف کہہ سکتا تھا اور اس لئے کیا ہے کہ۔

تا زبانم چوں ترا نامے نہد	چشم از دیدہ گواہی ہا دہد
تاکہ میری زبان جب تیرا نام لے	آنکھ اس چشم دید کی گواہیاں دے

یعنی تا کہ میری زباں جب تیرا نام لے تو آنکھ دیکھے ہوئے کی گواہی دے۔ یعنی اگر زباں سے تیری تعریف کروں تو آنکھ کہے بیشک صحیح کہتا ہے ہم نے بھی دیکھا ہے۔

گر شدم در راہ حرمت راہزن	آمدم اے مہ بشمشیر و کفن
اگر میں تیری حرمت کا ڈاکو بنا ہوں	اے چاند! میں تلوار اور کفن لے کر آ گیا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر میں راہ ادب میں راہزن ہو گیا ہوں تو اے ماہ میں مع شمشیر وکفن کے آیا ہوں۔ (پہلے قاعدہ تھا کہ اگر مجرم خود جرم کا اقرار کرتا ہوا حاضر ہوتا تھا تو شمشیر وکفن بھی ساتھ لاتا تھا اور بزبان حال کہتا تھا کہ۔

قتل کر ڈالو ہمیں یا جرم الفت بخش دو　　لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

اور یہ اس لئے کرتے تھے تا کہ آقا کو یا معشوق کو جس کا وہ مجرم ہے رحم آ جاوے) تو اسی طرح یہ کہتا ہے کہ اگر میں نے بے ادبی ہی کی ہے تو اچھا تو میں حاضر ہوں۔ جو سزا چاہو دے لو۔ لیکن ایک شرط ہے وہ یہ کہ۔

جز بشمشیر خود اے شاہم مکش	پیش ازیں از دوری اے ماہم مکش
اے میرے شاہ! مجھے اپنی تلوار کے علاوہ کسی چیز سے قتل نہ کر	اے میرے چاند! اس سے زیادہ فراق سے مجھے نہ مار

یعنی اپنی شمشیر کے سوا اور کسی سے مجھے مت مار اور اس سے پہلے اے ماہ مجھے دوری سے مت مار۔ مطلب یہ کہ اگر سزا دو تو مجھے اپنے ہاتھ سے ہی دینا تا کہ یہ حالت ہو کہ۔

سر بوقت ذبح اپنا اس کے زیر پائے ہے　　کیا نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

اور دوسری شرط یہ ہے کہ سزا کے پہلے پہلے دوری میں مت رکھنا بلکہ اپنے ہی پاس رکھنا تا کہ اخیر وقت میں تو تمہارے دیدار سے مشرف ہو لوں اسی کو دوسرے عنوان سے کہتا ہے کہ۔

جز بدست خود مبرم پاؤ سر	کہ ازیں دستم نہ از دست دگر
میرے پاؤں اور سر اپنے ہاتھ ہی سے کاٹنا	کیونکہ میں اس ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے کے ہاتھ کا

یعنی اپنے ہاتھ کے سوا میرے ہاتھ پاؤں مت کاٹنا۔ کیونکہ میں اسی ہاتھ کا ہوں نہ کہ دوسرے ہاتھ کا یعنی میں اسی ہاتھ کا پلا ہوا ہوں تو آج تمنا یہ ہے کہ اسی ہاتھ سے ذبح ہو جاؤں اور کہتا ہے کہ۔

از جدائی باز می رانی سخن	ہر چہ خواہی کن ولیکن ایں مکن
تو پھر فراق کی بات کر رہی ہے	تو (اور) جو چاہے کر یہ نہ کر

یعنی جدائی کی بات کو پھر چلاتی ہو تو جو چاہے کرو مگر یہ نہ کرو۔ مطلب یہ کہ تم پھر جدائی کو کہتی ہو کہ میں جدا کر دوں گی تو اللہ اس کا تو نام بھی نہ لو اور جو چاہے سزا دے لو مگر اس کا نام نہ لو۔

در سخن آباد ایندم راہ شد	گفت امکان نیست چون بیگاہ شد
بات کرنے کا اب راستہ نکل آیا	(لیکن) بات کا موقع نہیں ہے چونکہ بے وقت ہو گیا ہے

یعنی سخن آباد میں اس وقت میری راہ ہو گئی ہے (لیکن) کہنا ممکن نہیں ہے۔ جب بے وقت ہو گیا مطلب یہ کہ وقت تو باتیں کرنے کا ہے مگر کیا کہیں کہنے کا وقت نہیں رہا۔ لہذا چپ ہی رہتے ہیں۔

پوستہا گفتیم و مغز آمد دفیں	گر بمانیم ایں نماند ہمچنیں
ہم نے چھلکے بیان کر دیئے اور مغز چھپا رہ گیا	اگر ہم اس طرح رہے وہ بھی اسی طرح رہ جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اوپر اوپر کی باتیں ہم نے کہی ہیں اور اصل باتیں مدفون ہیں اگر ہم رہے تو یہ اس طرح نہ رہے گا۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو باتیں کی ہیں وہ صرف پوست پوست ہیں باقی اصل باتیں ابھی بیان نہیں کی ہیں اور پھر اگر چہ ہم تو رہیں گے مگر وقت ایسا نہ رہے گا۔

گر خطائے آمد از مادر وجود	چشم میداریم در عفو اے ودود
اگر ہم سے کوئی غلطی وجود میں آئی ہے	اے محبوب! ہم معافی کی توقع رکھتے ہیں

یعنی اگر کوئی خطا ہم سے وجود میں آ گئی ہے تو اے صاحب مودت ہم عفو کی امید رکھتے ہیں۔

امتحاں کردم مرا معذور دار	چوں ز فعل خویش گشتم شرمسار
میں نے امتحان لیا مجھے معذور سمجھ	جبکہ میں اپنے فعل پر شرمندہ ہوں

یعنی میں نے امتحان کیا (مگر) مجھے معذور رکھ جبکہ میں اپنے فعل سے (خود) شرمندہ ہوں۔ یعنی میں تو اپنے فعل پر خود مقر ہو کر شرمندہ ہوں لہٰذا مجھے معذور سمجھو اور معاف کر دو۔ آگے وہ معشوقہ اس کی تلبیس کو رد کرتی ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ عاشق نے جواب دیا کہ اگر آپ مجھ پر مواخذہ نہ کریں میں نے امتحان کیا تھا کہ دیکھوں آپ اس فعل میں میری موافقت کرنے والی ہیں یا عفیفہ گو یہ امر کہ آپ پارسا ہیں مجھے پہلے سے بھی معلوم تھا لیکن لیس الخبر کالمعاینۃ یعنی سنی سنائی بات مشاہدہ کے برابر نہیں ہوتی۔ اس لئے میں نے چاہا کہ مشاہدہ کر لوں آپ آفتاب عصمت ہیں اور آپ کا نام عفت میں مشہور و معروف ہے پس اگر میں نے اس بات کی آزمائش کر لی تو کیا گناہ ہوا۔ دشمنوں نے انبیاء کا امتحان کیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان سے معجزات کا ظہور ہوا نیز آپ اور میں ایک ہیں اور میں اپنا ہر روز نفع و نقصان میں امتحان کرتا رہتا ہوں۔ پس آ کا امتحان کوئی بے جا بات نہیں۔ علیٰ ہذا آپ میری آنکھ ہیں اور اے خوش چشم خدا کرے آپ کی آنکھوں کو نظر نہ لگے میں اپنی آنکھ کا نور سے امتحان کرتا ہوں تو آپ کا امتحان کوئی قابل تعجب بات نہیں۔ نیز جہاں ایک ویرانہ ہے اور آپ خزانہ کمالات۔ پس اگر میں نے آپ کا خزانہ کمالات تلاش کیا تو کوئی خفا ہونے کی بات نہیں نیز میں نے بیہودگی سے یہ حماقت اس لئے کی ہے کہ مخالفین کے مقابلہ میں ہر مرتبہ آپ کی پارسائی کا بے تکلف دعویٰ کر سکوں اور تا کہ جب میری زبان پر بھلائی کیساتھ آپ کا نام آئے تو آنکھ اس امر مشاہد کی گواہی دے۔ اچھا اگر میں نے آپ کی آبروریزی کی ہے تو میں سزائے موت کے لئے موجود ہوں۔ اگر آپ مجھے مارنا چاہتی ہیں تو اپنی ہی تلوار سے ماریئے اور اس سے زیادہ مجھے صدمہ فراق سے ہلاک نہ کیجئے۔ آپ میرے پاؤں اور سر اپنی ہی تلوار سے کاٹئے کیونکہ میں آپ کا غلام ہوں نہ کہ کسی دوسرے کا۔ دیکھئے آپ پھر جدائی کا نام لیتی ہیں آپ جو چاہیں کریں مگر یہ نہ کریں دیکھئے مجھے اس وقت گفتگو کا موقعہ ملا ہے۔ اور جب نا وقت ہو جائے گا اس وقت کچھ نہ کہہ سکوں گا اس لئے یہ مختصر گزارش ہے اور جو کچھ عرض کیا ہے یہ اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

مقابلہ میں ہنوز نہیں کہہ سکا بمنزلہ پوست کے ہے اور مغز ہنوز مدفون ہے۔ اور یہ بھی اس لئے کہا ہے کہ ہم تو رہیں گے مگر یہ صورت حال نہ رہے گی۔ پس اگر اس ملاقات میں مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہو تو مجھ کو آپ سے معافی کی امید ہے۔ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ امتحاناً تھا۔ اب جبکہ میں اپنی اس حرکت پر نادم ہوں تو مجھے معذور رکھئے اور معاف کیجئے۔

شرح شبّیری

معشوق کا عاشق کے عذر اور اس کی تلبیس کو رد کرنا

در جوابش بر کشاد آں ماہ لب	کہ سوئے ماروز و سوئے تست شب
اس کے جواب میں اس چاند نے لب کشائی کی	کہ ہماری جانب دن اور تیری جانب رات ہے

یعنی اس عاشق کے جواب میں اس ماہ نے لب کھولے کہ ہماری طرف تو روز ہے اور تیری طرف شب ہے۔ مطلب یہ کہ میرے پاس حیلہ اور تدبیر سے کام نہیں چلتا تو تدابیر باطلہ کرتا ہے۔ مگر ان سب کو مردود سمجھتی ہوں اور میرے آگے یہ سب مکر وفریب کھلم کھلا معلوم ہو رہا ہے۔

حیلہ ہائے تیرہ اندر داوری	پیش بینایاں چرا می آوری
غلط حیلے انصاف کے موقع پر	عقلمندوں کے سامنے تو کیوں پیش کرتا ہے؟

یعنی تاریک حیلے معاملہ میں بینا لوگوں کے سامنے تو کیوں لا رہا ہے۔

ہر چہ در دل داری از مکر و رموز	پیش ما رسوا و پیدا ہمچو روز
تو جو کچھ مکر اور اشارے دل میں رکھتا ہے	ہمارے سامنے دن کی طرح کھلے اور ظاہر ہیں

یعنی تو جو کچھ مکر اور رموز دل میں رکھتا ہے وہ سب ہمارے نزدیک دن کی طرح ظاہر ہیں۔

گر بپوشیمش ز بندہ پروری	تو چرا بیروئی از حد می بری
اگر ہم اس کو بندہ پروری کی وجہ سے چھپا رہے ہیں	تو کیوں حد سے زیادہ بے لحاظی کر رہا ہے؟

یعنی اگر ہم اس کو بندہ پروری کی بناء پر چھپائیں تو تو کیوں بے شرمی کو حد سے لے جاتا ہے۔ یعنی اب جو ہم نے اس کو پوشیدہ کر لیا ہے تو مکر وفریب کر کے اب تو کیوں بے شرم اور بے حیا بنتا ہے۔

از پدر آموز کا دم در گناہ	خوش فرود آمد بسوئے پایگاہ
باپ سے سیکھ لے کیونکہ (حضرت) آدم گناہ کے بارے میں	خوشی سے جوتوں کی جگہ اتر آئے

یعنی باپ سے سیکھ کہ آدم گناہ میں تواضع کی طرف بالکل اتر آئے۔ یعنی دیکھو انہوں نے کس طرح جرم کا اقرار کر لیا۔

چوں بدید آں عالم الاسرار را	بر دو پا استاد استغفار را
جب انہوں نے اس رازوں کے جاننے والے کو دیکھا	تو معافی کے لئے دونوں پاؤں پر کھڑے ہو گئے

یعنی جب انہوں نے اس عالم الاسرار کو دیکھا تو دونوں پاؤں پر استغفار کے لئے کھڑے ہو گئے۔

برسر خاکستر اندہ نشست	وز بہانہ شاخ تا شاخے نجست
وہ غم کی راکھ پر بیٹھ گئے	اور بہانہ کیلئے ایک شاخ سے دوسری شاخ پر چھلانگ نہ لگائی

یعنی غم کی خاک پر بیٹھ گئے اور بہانہ سے ایک شاخ سے دوسری شاخ تک کودے۔ یعنی انہوں نے بہانے نہیں کئے بلکہ گناہ کا اعتراف کرلیا اور بے حد غمگین ہوئے۔

ربنا انا ظلمنا گفت وبس	چونکہ جانداراں بدید از پیش وپس
بس انہوں نے "اے خدا ہم نے ظلم کیا" کہا	جبکہ فرشتوں کو آگے پیچھے دیکھا

یعنی صرف ربنا ظلمنا ہی کہا جبکہ آگے پیچھے سے جانداروں (ملائکہ) کو دیکھا۔ مطلب یہ کہ جب ملائکہ کو دیکھا کہ وہ کوئی حیلہ وبہانہ نہیں کرتے تو ایک تو ان کی طبیعت کے اندر بہانہ نہ تھا اور پھر ان کو دیکھ کر اور بھی بہانہ نہیں کیا بلکہ گناہ کا اعتراف کرلیا۔ اور ربنا ظلمنا ہی کہا جس سے اعتراف ذنب ظاہر ہے۔

دیدہ جانداران پنہاں ہمچو جان	دور باش ہر یکے تا آسماں
انہوں نے روح کی طرح پوشیدہ فرشتوں کو دیکھا	ہر ایک کا دو شاخہ نیزہ آسمان تک تھا

یعنی جانداروں کو دیکھا جو کہ جان کی طرح پوشیدہ تھے کہ ہر ایک کی دور باش آسمان تک پہنچی تھی۔

کہ ہلا پیش سلیماں مور باش	تا نہ بشگافد ترا ایں دور باش
کہ خبردار! سلیمانؑ کے سامنے چیونٹی بن جا	تا کہ تجھے یہ دو شاخہ نیزہ نہ پھاڑ دے

یعنی کہ خبردار سلیمان کے سامنے چیونٹی رہ تا کہ تجھے یہ دور باش چیر نہ دے۔ (دور باش اس نیزہ کو کہتے ہیں کہ جس کی دو شاخیں ہوتی ہیں اور وہ بادشاہوں کی سواری کے آگے نقیب لے کر چلتا ہے اور دور باش کی آواز نکالتا ہے۔ تا کہ لوگ ہٹ جاویں اور اگر کوئی نہ ہٹے تو وہ نیزے سے اس کو زخمی کر دیتے ہیں) مطلب یہ ہے کہ ملائکہ کی تسبیح وتہلیل اور ان کی صفائی اس قدر تھی کہ انکا تہلیل وتقدیس کا نیزہ اجازت نہ دیتا تھا کہ کوئی مکروفریب کرے اور جو وہاں مکروفریب کرے وہ مارا جاوے تو ایک تو آدم علیہ السلام کا خود مکروفریب سے متنفر ہونا دوسرے پھر یہ موانع تو انہوں نے بالکل مکروفریب نہ کیا۔ بلکہ مقر ذنب ہو گئے۔ تو بس اسی طرح وہ لڑکی کہتی ہے کہ تو بھی اقرار کر لے۔ اور مکروفریب مت کر اور وہ فرشتے یوں کہتے تھے کہ۔

جز مقام راستی یکدم مایست	ہیچ لا لا مرد را چوں چشم نیست
سچائی کے مقام کے علاوہ بالکل نہ ٹھہر	انسان کا کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سوائے مقام (استی کے اور کہیں مت کھڑے ہو۔ (کیونکہ) انسان کے لئے کوئی خادم آنکھ جیسا نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ فرشتے کہتے تھے کہ اے آدم راستی ہی میں رہنا راستی کے علاوہ اور کوئی مقام بہتر نہیں ہے۔ اس سے کام لو اور راستی کو دیکھ کر اس کو اختیار کرو۔

کورا گر از پند پالودہ شود	ہر دمے او باز آلودہ شود
اندھا اگر نصیحت سے پاک و صاف بن جائے	وہ پھر ہر وقت گندہ ہو جائے گا

یعنی اندھا اگر نصیحت سے صاف ہو جاوے تو وہ ہر دم پھر آلودہ ہو جاتا ہے اس لئے کہ اسے راستہ نظر ہی نہیں آتا۔ وہ کہیں سے کہیں پھر جا پڑے گا اگر ایک دفعہ تم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر درست کر بھی دیا تو وہ پھر کسی طرف کو چل دے گا۔

آدما تو نستی کور از نظر	لیک اذا جاء القضاء عمی البصر
اے آدم! تم نظر کے اندھے نہیں ہو	لیکن جب قضا آتی ہے نظر اندھی ہو جاتی ہے

یعنی اے آدم تم تو نظر سے کور نہیں ہو لیکن جب قضا آئی تو بصر اندھی ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ فرشتے کہتے ہیں کہ اندھا تو آلودہ ہو جاتا ہے مگر اے آدم آپ تو بینا ہیں آپ راہ راستی کو خود دیکھ لیجئے۔ اب یہاں شبہ ہوا کہ جب خود بینا ہیں تو پھر اس کی کیا وجہ ہے کہ پہلے کیوں غلطی ہوئی اور کیوں لغزش ہوئی اس کا جواب دیتے ہیں کہ بات یہ ہے کہ بینا تو تھے لیکن قضا کے سامنے سب کی پیش نہیں جاتی۔ چونکہ تقدیر حق اسی طرف تھی کہ یہ اس طرح کریں اور ان کو اس طرح دنیا میں بھیجا جائے۔ اب اس امر کا اتفاقاً ہو جانا بیان فرماتے ہیں کہ۔

عمرہا باید بنا درگاہ گاہ	تا کہ بینا از قضا افتد بچاہ
عمریں چاہئیں بہت کم ہوتا ہے (اور) کبھی کبھی	کہ آنکھوں والا قضا سے کنویں میں گرے

یعنی بہت سی عمروں کی ضرورت ہے کہ نادراً کبھی کبھار کوئی بینا قضا کی وجہ سے کنوئیں میں گرے۔ مطلب یہ کہ ایسا بہت ہی کم ہوتا ہے کہ کوئی بینا ہو لیکن غلبہ قضا کی وجہ سے اس سے لغزش ہو ورنہ اکثر غلطی تو اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ یہ شخص خود ہی اندھا ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ اس اندھے کا بھی لغزش میں پڑنا قضا ہی کی وجہ سے ہے لیکن کچھ اس کی بھی اس میں شرکت ہوتی ہے فرماتے ہیں کہ۔

کور را خود ایں قضا ہمراہ اوست	کہ مر او را او فتادن طبع و خوست
اندھے کی یہ قضا خود اس کے ساتھ ہے	کیونکہ گرنا اس کا مزاج اور عادت ہے

یعنی اندھے کے خود یہ قضا ہمراہ ہے کہ اس کا گرنا طبعی اور عادی ہے۔ مطلب یہ کہ اندھے کی بابت یہ بھی تو قضا میں لکھا ہے کہ یہ لغزش کرے گا اور اس کی لغزش خود اس کی ہی طرف سے ہوگی۔ اور اس کی طبیعت میں داخل ہوگی۔ تو گرا تو قضا کی وجہ سے مگر خود بھی شریک رہا۔ اب آگے اس دل کے اندھے کی مثال ظاہری اندھے کی

www.besturdubooks.wordpress.com

حالت سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

در حدث افتند ندانند بوئے چیست	از من است ایں بوئے یا آلودگیست
وہ ناپاکی میں گرتا ہے' نہیں سمجھتا کہ بدبو کس چیز کی ہے	یہ بدبو مجھ میں سے ہے یا سننے کی وجہ سے ہے

یعنی ناپاکی میں گر جاتا ہے اور اسے خبر نہیں ہوتی کہ کس شے کی بو ہے اور یہ بو میرے اندر سے ہے یا (اس) آلودگی کی وجہ سے ہے۔

ور کسے بروے کند مشکے نثار	ہم زخود داند نہ از احسان یار
اگر کوئی اس پر مشک چھڑکے	وہ اپنی جانب سے سمجھے گا نہ کہ دوست کے احسان سے

یعنی اور اگر کوئی اس پر مشک نثار کر دے تو وہ بھی اپنے ہی اندر سے جانے نہ کہ یار کا احسان۔ مطلب یہ کہ اگر گناہوں اور نافرمانیوں میں مبتلا ہو تو اسے خبر نہ ہو کی میری کیا حالت ہے اور میں کس ناپاکی میں مبتلا ہوں اور اگر کوئی نعمت حق تعالیٰ کی طرف سے اس پر فائض ہو تو بھی اس کو خبر نہ ہو بلکہ ان کمالات کو اپنی طرف سے اور اپنے اندر سے سمجھے گا۔ جو کہ ظاہر ہے کہ سخت مضر ہے تو دیکھو ایک تو قضا کی وجہ سے گرا اور دوسرے اس وجہ سے کہ اس کو اس قدر غلط فہمیاں ہو رہی تھیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

پس دو چشم روشن صاحب نظر	بہتر از صد مادرست و صد پدر
اے صاحب نظر! دو روشن آنکھیں	سینکڑوں ماؤں اور سینکڑوں باپوں سے بہتر ہیں

یعنی پس صاحب نظر کی دو روشن آنکھیں سینکڑوں ماؤں اور باپوں سے بہتر ہیں۔ یعنی اس صاحب نظر کی تربیت کرنے کے لئے اور اس کو راہ راست پر لانے کے لئے اس کی یہ دونوں آنکھیں بہت مفید ہیں اور ان سے زیادہ ور رہنما ہیں۔

خاصہ چشم دل کہ آں ہفتاد تو است	پیش چشم حس کہ خوشہ چین اوست
خصوصاً دل کی آنکھ جس کی ستر تہیں ہیں	اور حس کی یہ دونوں آنکھیں اس کی خوشہ چین ہیں

یعنی خاص کر دل کی آنکھ کہ وہ چشم حس کے سامنے جو کہ اس کی خوشہ چین ہے۔ ستر تہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ جب چشم دل روشن ہو تو پھر تو کیا کہنا ہے کیونکہ وہ تو اس چشم حس سے روشنی میں کہیں زیادہ اور بڑھی ہوئی ہے۔ تو وہ تو خوب تربیت کرے گی اب یہاں تک قضا کی حالت اور اس سے انسان کا مجبور ہونا بیان کیا تھا آگے اس بیان کو بند کرتے ہیں اور اس کے بند کرنے کا عذر بیان کرتے ہیں کہ۔

اے دریغا رہزنان بنشستہ اند	صد گرہ زیر زبانم بستہ اند
ہائے افسوس! ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں	جنہوں نے میری زبان کے نیچے سینکڑوں گرہیں لگا دی ہیں

یعنی افسوس ہے کہ سینکڑوں ڈاکو بیٹھے ہیں اور میری زبان کے نیچے انہوں نے سینکڑوں گرہیں لگا دی ہیں۔ مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جو اس بیان کو سن کر جبری ہو جاویں گے اور انسان کو مجبور محض خیال کریں گے تو ایسے لوگوں نے مجھے بیان سے روک دیا ہے اور میری زبان کو بند کر دیا ہے کہ میں اب زیادہ بیان نہیں کر سکتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

پائے بستہ چوں رود بس راہوار	بس گراں بندیست ایں معذور دار
عمدہ گھوڑا پاؤں بندھا ہوا کیسے اچھا چل سکتا ہے؟	معذور رکھو! یہ بہت بھاری بیڑی ہے

یعنی پاؤں بندھا ہوا راہوار کس طرح چلے۔ یہ تو بہت بھاری قید ہے تو معذور رکھو۔ مطلب یہ کہ مجھے جو خیال آ گیا ہے کہ اس سے لوگ گمراہ نہ ہو جاویں یہ ایک ایسا خیال ہے کہ جس نے میرے قلم کے پاؤں باندھ دیئے ہیں تو اگر میں نہ بیان کر سکوں اور اس مضمون کو ناقص چھوڑ دوں تو مجھے معذور سمجھنا آگے اس مضمون کے ناقص ہونے ہی میں اس کی خوبی کو ایک مثال سے واضح فرماتے ہیں۔

ایں سخن اشکستہ می آید دلا	کایں سخت درست و غیرت آسیا
اے دل! یہ بات ٹوٹی پھوٹی ہو رہی ہے	کیونکہ یہ بات موتی ہے اور (اللہ کی) غیرت چکی ہے

یعنی اے دل یہ بات ناقص ہی آتی ہے کیونکہ یہ بات تو موتی ہے اور غیرت (حق) کی چکی میں مطلب یہ کہ یہ بات تو موتی کی طرح ہے اور غیرت حق چکی ہے۔ جب ہم اس کو بیان کرنا چاہتے ہیں تو غیرت حق اس کو توڑ دیتی ہے اور آگے نہیں چلنے دیتی۔ لہذا یہ ناقص ہی رہ جاتا ہے لیکن یہ سمجھ لوکہ۔

در اگرچہ خرد و اشکستہ شود	توتیائے دیدۂ خستہ شود
موتی خواہ ریزہ ریزہ اور ٹوٹا ہوا ہو	بیمار آنکھ کا توتیا ہوتا ہے

یعنی موتی اگر شکستہ اور ریزہ ریزہ ہو جاوے تو کسی خستہ کی آنکھ کا سرمہ ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو موتی اگر ٹوٹا نہیں ہے تو وہ کسی کام کا نہیں ہوتا اور جب ٹوٹ جاتا ہے تو وہ سرمہ میں پڑ کر آنکھ میں جگہ لیتا ہے۔ لہذا اسی طرح اس مضمون کا بھی شکستہ اور ناقص ہی رہنا مناسب ہے۔ یہ اسی حالت میں مفید ہے اور اسی حالت میں رہنما ہے آگے اس مضمون کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

اے در از اشکست خود بر سر مزن	کز شکستن روشنی خواہی شدن
اے موتی! اپنے ٹوٹنے پر سر نہ پیٹ	اس لئے کہ تو ٹوٹنے سے روشنی بنے گا

یعنی اے موتی اپنے ٹوٹنے کی وجہ سے پریشان مت ہو کہ ٹوٹنے کی وجہ سے تو روشنی ہو جائے گا مطلب یہ کہ اس نقص ہی کی حالت میں تم کامل اور رہنما ہو گے۔

ہمچنیں اشکستہ بستہ گفتنی است	حق کند آخر درستش کو غنی است
اسی طرح ٹوٹا ہوا ' جوڑ کر کہنا ہے	بالآخر اللہ (تعالیٰ) اس کو درست کر دے گا وہ بے نیاز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اسی طرح ناقص اور بندھا ہوا قابل کہنے کے ہے حق تعالیٰ اس کو درست کر دیں گے کیونکہ وہ غنی ہیں مطلب یہ کہ اس مضمون کو اسی طرح ناقص ہی بیان کرنا چاہیے حق تعالیٰ ایک دن حال پیدا فرما دیں گے تو اس وقت اس کی اصل حقیقت معلوم ہو جاوے گی اور حق تعالیٰ اس کو درست کر کے دکھلا دیں گے آگے اور مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

گندم ار بشکست وزہم درشکست	بردکان آمد کہ نک نان درست
گیہوں اگر ٹوٹا اور ریزہ ریزہ ہو گیا	دکان پر آیا کہ یہ اب نرم روٹی ہے

یعنی گیہوں اگر ٹوٹ گیا اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو اب دکان پر آ گیا کہ یہ عمدہ روٹی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو گیہوں بعد ٹوٹنے ہی کے کام آتا ہے۔ بس ایسا ہی یہ مضمون بھی اسی طرح مفید ہے۔ آگے اس معشوقہ کا مقولہ ہے وہ اپنے عاشق سے کہتی ہے کہ۔

تو ہم اے عاشق جو جرمت گشت فاش	آب وروغن ترک کن اشکستہ باش
اے عاشق! تو بھی جبکہ تیری خطا واضح ہو گئی	چکنی چپڑی (بات) چھوڑ شکستہ بن

یعنی اے عاشق جب تیرا جرم ظاہر ہو گیا تو تو بھی تلبیس کو چھوڑ اور شکستہ ہو جا۔ مطلب یہ کہ وہ کہتی ہے کہ اب مکر و حیلہ مت کرو کیونکہ تمہاری شرارت ظاہر ہو گئی ہے لہذا اب صاف صاف کہہ دو اور مکر و حیلہ کو چھوڑ دو اور کہنے لگی کہ۔

آنکہ فرزنداں خاص آدم اند	نوحۂ انا ظلمنا می دمند
جو (حضرت) آدم کی مخصوص اولاد ہیں	وہ "بیشک ہم نے ظلم کیا" کا دم بھرتے ہیں

یعنی جو لوگ کہ آدمؑ کے اولاد خاص ہیں وہ انا ظلمنا کا نوحہ کرتے ہیں یعنی جو لوگ کہ نیک ہیں وہ اپنی خطا کا اعتراف جلدی ہی کر لیتے ہیں۔ لہذا اب اے عاشق تو بھی یہ کر کہ۔

حاجت خود عرض کن حجت مجو	ہمچو ابلیس لعین سخت رو
اپنی ضرورت پیش کر دلیل نہ تلاش کر	ڈھیٹ، ملعون، شیطان کی طرح

یعنی اپنی حاجت کو بیان کر دے اور ابلیس بے حیا کی طرح حجت مت کر۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ جو تیرے دل میں ہے اس کو صاف صاف بیان کر دے اور حجت مت کر۔

آں ابوجہل از پیمبر معجزے	خواست ہمچوں کینہ ور ترک غزے
اس ابوجہل نے پیغمبرؐ سے معجزہ	کینہ ور ترک غز کی طرح مانگا

یعنی اس ابوجہل نے پیمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک معجزہ طلب کیا ایک ترک غز کینہ ور کی طرح۔

معجزہ جست از نبی جہل سگ	دید نفزود ش ازاں الا کہ شک
ابوجہل کتے نے نبیؐ سے معجزہ طلب کیا	اس نے دیکھا اور اس نے اس میں بجز شک کے کچھ اضافہ نہ کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ابوجہل کتے نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ طلب کیا اور اس نے اس کی بصیرت نہیں بڑھائی سوائے شک کے۔

لیک آں صدیق حق معجز نخواست	گفت ایں رو خود نگوید غیر راست
لیکن صدیق نے کوئی معجزہ نہ مانگا	اس نے کہا' یہ چہرہ بجز سچ کے کچھ نہیں کہتا ہے

یعنی لیکن اس صدیق حق نے معجزہ نہیں مانگا اور کہا کہ یہ منہ سوائے سچ کے کچھ نہیں کہتا۔ مطلب یہ کہ دیکھو ابوجہل نے حجت کی اور معجزہ وغیرہ طلب کیا اور انکار کیا تو آخر اس کی بصیرت میں کچھ زیادتی نہ ہوئی۔ بلکہ اور اندھا پن ہی زیادہ ہوا اور حضرت صدیق اکبرؓ نے جو حجت نہیں کی ۔ بے حجت کے مان لیا اور ایمان لے آئے لہذا دیکھئے انکا درجہ کس درجہ کو پہنچا۔ اسی طرح اے عاشق تجھے بھی حیلہ وحجت نہ کرنی چاہئے بلکہ صاف صاف کہہ دینا چاہئے اور مولانا نے جو ایں رو خود نگوید غیر راست۔ کو حضرت صدیق اکبر کا مقولہ کہا ہے اس سے کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ یہ مقولہ تو حضرت عبداللہ بن سلام کا ہے پھر انکا مقولہ کیسے ہوسکتا ہے تو سمجھو لوکہ یہ روایت بالمعنی کے قبیل سے ہے کہ اگرچہ حضرت صدیق اکبر نے یہ الفاظ نہ فرمائے مگر برتاؤ ایسا کیا جیسا کہ ان الفاظ کا قائل کرتا تو گویا کہ یہ الفاظ ہی فرمائے اس معنی کو انکا مقولہ کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ آگے اسی معشوقہ کا مقولہ ہے کہتی ہے کہ۔

کے رسد ہمچو توئے راکز منی	امتحاں ہمچو من یارے کنی
تجھ جیسے کو کب حق پہنچتا ہے؟	کہ مجھ جیسے دوست کا امتحان کرے

یعنی تجھ جیسے (مدعی حق) کو یہ کب زیبا ہے کہ تکبر سے مجھ جیسے معشوقہ کا امتحان کرے۔ مطلب یہ کہ تو جو میرا امتحان کرتا ہے اور مجھ سے حجت کرتا ہے تجھے یہ ہرگز زیبا نہیں ہے۔ لہذا صاف صاف بات کر۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: معشوقہ نے اس کے جواب کیلئے تکلم شروع کیا اور کہا کہ ہماری طرف دن ہے اور تیری طرف رات۔ یعنی ہم پرنور بصیرت سے حقیقت منکشف ہے اور تو اپنی ظلمت قلب کے سبب اس ہمارے ادراک کا ادراک نہیں کرسکتا۔ پس تو اہل بصیرت کے سامنے اپنی برأت کے لئے تاریک عذر کیوں پیش کرتا ہے۔ تیرے دل میں جو جو مکر اور راز ہیں ہم پر سب کے سب روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔ اگر ہم ان کو بندہ پروری سے چھپا دیں اور تجھ پر انکا اظہار نہ کریں تو تو کیوں اس قدر بے شرمی اختیار کرتا ہے اور کیوں بیہودہ عذر کرتا ہے۔ تجھے اپنے باپ آدم علیہ السلام سے سبق لینا چاہئے۔ کہ وہ گناہ کر کے عجز وانکسار پر اتر آئے۔ اور جبکہ انہوں نے حق سبحانہ کی عظمت وجلال پر نظر کی تو فوراً استغفار کے لئے کھڑے ہوگئے۔ اور غم کی بھوبل پر بیٹھ گئے اور بہانہ کیلئے ایک ٹہنی سے دوسری ٹہنی پر نہیں گئے۔ یعنی عذر ہائے بیہودہ نہیں کئے اور جبکہ انہوں نے ملائکہ کو دیکھا جوکہ بوجہ طاعت ومغفرت حق کے کامل جاندار کہلانے کے مستحق ہیں تو انہوں نے صرف ربنا ظلمنا انفسنا وان لم

www.besturdubooks.wordpress.com

تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین فرمایا۔اور کوئی عذر نہیں کیا۔یعنی انہوں نے ان ذوی الارواح کو جوکہ جانکی طرح مخفی ہیں اس حال میں دیکھا کہ وہ آسمان تک اونچے نیزے لئے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبردار سلیمان (حق سبحانہ) کے سامنے چیونٹی (عاجز متمسکن) بنو تا کہ یہ تیزی تمہیں نہ چھید دیں خلاصہ یہ کہ انہوں نے دیکھا کہ فرشتے عظمت حق کو بزبان حال یا بزبان قال ظاہر کر رہے ہیں اور بصورت عدم عجز وتمسکن سزا کی دھمکی دے رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ سوائے محل راستی کے اور کہیں مت کھڑے ہو۔اور صرف راستی اختیار کرو اور کجرو نہ بنو اور چشم حق بیں سے کام لو۔کیونکہ انسان کا خادم آنکھ کی برابر کوئی نہیں۔یہ بڑے کام کی چیز ہے دیکھو اندھا چونکہ آنکھیں نہیں رکھتا اس لئے اگر وہ نصیحت سے کبھی صاف بھی ہو جاتا ہے تو پھر سن جاتا ہے آپ کی چشم بصیرت بحمداللہ صحیح وسالم ہے اور آپ اندھے نہیں ہیں اس لئے آپ کو آنکھ سے کام لینا چاہئے اور تذلل وتمسکن اختیار کرنا چاہئے رہی یہ بات کہ جب آپ کی چشم حق بیں صحیح وسالم ہے تو پھر آپ سے لغزش کیوں ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ قضاء الٰہی کی مزاحمت نہیں کی جاسکتی۔اس لئے جب حکم خداوندی کسی امر کی نسبت ہوتا ہے تو آنکھ اپنا کام نہیں کرسکتی۔پس چونکہ خدا کو یہی منظور تھا جس میں بہت سی مصلحتیں تھیں ان لئے ایسا ہوگیا۔اس کے لئے تو بہت بڑے زمانہ کی ضرورت ہے کہ اتفاقاً بینا آدمی کنویں میں گر پڑے مگر اندھے کے یہ قضا ساتھ رہتی ہے اور وہ گرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتا ہے کیونکہ اس کی تو سرشت اور خصلت ہی اس طرح کی واقع ہوئی ہے۔ایک بات اندھے میں اور ہوتی ہے وہ یہ کہ اگر وہ پاخانہ یعنی گندگی معصیت میں گرتا ہے تو اسے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کس چیز کی بو ہے۔میری ہے یا اس کا منشاء پاخانہ یعنی کوئی امر خارجی ہے۔اور اگر کوئی اس پر مشک نثار کرتا ہے۔یعنی عمدہ حالات اس کے اندر پیدا کرتا ہے تو سمجھتا ہے کہ یہ بو میری ہی ہے اور یار کا احسان نہیں سمجھتا۔یعنی برائیوں کو تو اپنی طرف منسوب کرنے میں اسے تردد ہوتا ہے مگر بھلائی کو اپنی ہی طرف منسوب کرتا ہے پس اس بیان سے معلوم ہوا کہ صاحب نظر کی دو روشن آنکھیں سو ماں باپ سے بہتر ہیں کیونکہ ان کی بدولت وہ آلودگی سے محفوظ رہ سکتا ہے۔مگر ماں باپ اسے نہیں بچاسکتے بالخصوص چشم قلب جو کہ اس چشم حس کے مقابلہ میں جو چشم قلب کی خوشہ چین ہے۔ستر گونہ بڑھی ہوئی ہے وہ تو بالاولیٰ سو ماں باپ (واعظوں اور نصیحت گروں) سے بڑی ہوئی ہوگی۔ہائے افسوس ڈکیت (نااہل) بیٹھے ہوئے ہیں۔جنہوں نے میری زبان بند کردی ہے کہ میں ان کی معترت کے خوف سے زیادہ نہیں کہہ سکتا۔تم سمجھو تو سہی جس کے پاؤں بندھے ہوئے ہوں وہ عمدہ چال کیونکر چل سکتا ہے پس میری بیڑی نہایت زبردست ہے۔میں کیونکر چل سکتا ہوں اس لئے مجھے معذور رکھو۔اے دل یہ بات ناقص اور ٹوٹی پھوٹی ہے اور وجہ یہ ہے کہ یہ بات ایک موتی ہے اور غیرت حق چکی وہ اس کو پیس دیتی ہے۔تا کہ نااہلوں تک نہ پہنچے۔لیکن یہ ٹوٹی پھوٹی بات بھی فائدہ سے خالی نہیں۔دیکھو اگر موتی ٹوٹتا بھی ہے تب بھی مریض کی آنکھ کا سرمہ بنتا ہے پس اے شکستہ موتی تو اپنی شکست سے سر نہ پیٹ کیونکہ اس وقت تو آنکھ کی روشنی بنے گا۔پس یوں ہی یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ٹوٹی پھوٹی بات بھی جو کہ پورا مطلب نہیں ادا کرتی کہنے کے قابل ہے کیونکہ حق سبحانہ غنی ہیں ان کے نزدیک کسی ٹوٹی پھوٹی بات کو کامل کر دینا کوئی بڑی بات نہیں وہ اسے ٹھیک کر دینگے اور وہ ہی کام لیں گے جو کامل اور پوری بات دیتی ہے۔ دیکھو گیہوں اگر ٹوٹ جاوے اور چور چور ہو جاوے تو کچھ نقصان نہیں ہوتا کیونکہ دوکان پر آیا اور روٹی بنا۔ پس اے عاشق جبکہ تیرا جرم ظاہر ہو چکا تو تو فضول مت نہ کر اور شکستگی اور عجز وانکسار اختیار کر کیونکہ جو آدم علیہ السلام کے خاص بیٹے ہیں وہ اپنے قصور انا ظلمنا کا شور مچاتے ہیں اور اپنے قصور کا اعتراف کرتے ہیں۔ اچھا تو اپنا مطلب کہہ اور یوں جھگڑ مت جیسے بے حیا ابلیس نے نظرہ شروع کر دیا تھا اگر اس کی بے حیائی نے اس کے زعم میں اس کے عیب کو چھپا لیا تو چھپالے مگر تو عناداً اور بے حیائی کی کوشش نہ کر۔ دیکھ ابوجہل نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں معاندانہ معجزہ کی درخواست کی تھی جیسے کوئی کینہ ور ترک غز ہو (غز ایک قسم ہے ترکوں کی) اور اس کتے ابوجہل نے پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزہ چاہا اور اس نے دیکھ بھی لیا۔ مگر اس سے اسے کچھ فائدہ نہ ہوا بجز اس کے کہ اور شک بڑھا لیکن صدیق حق نے کوئی معجزہ نہیں چاہا بلکہ یہ کہا کہ جھوٹے کی صورت ایسی نہیں ہوتی پس تجھ سے مدعی عشق کو کب حق حاصل ہے کہ تکبر سے مجھ سے دوست اور محبوب کا امتحان کرے۔

شرح شبیری

ایک یہودی کا علیؓ سے کہنا کہ اگر حفاظت حق پر اعتماد ہے تو اس کھڑکی میں سے گر پڑو اور حضرت علیؓ کا اس کو جواب دینا

مرتضٰی را گفت روزے یک عنود	کو ز تعظیم خدا آگہ بنود
ایک سرکش نے ایک روز مرتضیٰؓ سے کہا	جو خدا کی تعظیم سے واقف نہ تھا

یعنی مرتضیٰؓ کو ایک روز ایک عنود نے جو کہ خدا کی تعظیم سے آگاہ نہیں تھا کہا کہ۔

برسر بامے و قصرے بس بلند	حفظ حق را واقفی اے ہوشمند
بالاخانہ اور بہت بلند قلعہ پر	اے ہوشمند! آپ اللہ کی نگہبانی سے واقف ہیں

یعنی اے عاقل ایک بہت اونچے کوٹھے اور محل کے اوپر تم حفاظت حق کے معتقد ہو؟

گفت آرے او حفیظ است و غنی	ہستی مارا از طفلی و منی
فرمایا! ہاں وہ نگہبان ہے اور بے نیاز ہے	بچپن اور نطفہ (کی حالت) سے ہمارے وجود کا

یعنی حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہاں وہ ہماری ہستی کا بچپن سے اور وجود کے وقت سے محافظ ہے اور غنی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت خود را ہیں اندر را فگن ہیں زبام	اعتمادے کن بہ حفظ حق تمام
اس نے کہا ہاں اپنے آپ کو بالا خانہ سے گرا دیجئے	اللہ (تعالیٰ) کی نگہبانی پر مکمل بھروسہ کیجئے

یعنی اس یہودی نے کہا کہ اپنے کو کوٹھے سے پھینک دو اور حفاظت حق پر پورا بھروسہ کرو۔

تا یقیں گردد مرا ایقان تو	واعتقاد خوب با برہان تو
تاکہ مجھے آپ کے یقین کا یقین ہو جائے	اور دلیل کے ساتھ آپ کے اچھے اعتقاد کا

یعنی تاکہ مجھے آپ کے یقین ہونے کا اور آپ کے اچھے اور مدلل اعتقاد کا یقین ہو جاوے۔

پس امیرش گفت خامش کن برو	تا نگردد جانت ازیں جرأت گرو
تو امیرؓ نے اس سے کہا خاموش ہو جا، چلا جا	تاکہ تیری جان اس جرأت سے پھنس نہ جائے

یعنی پس امیرؓ نے فرمایا کہ ارے چپکا چلا جا کہیں اس جرأت کی وجہ سے تیری جان گرو نہ ہو جاوے اس لئے کہ۔

کے رسد مر بندہ را کو با خدا	آزمائش پیش آرد ز ابتلا
بندے کو کیا حق ہے کہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی	امتحان کے ذریعہ آزمائش کرے؟

یعنی بندہ کو کب لائق ہے کہ خدا کے ساتھ امتحان کے طور پر آزمائش کو آگے لاوے۔

بندہ را کے زہرہ باشد کز فضول	امتحان حق کند اے گیج گول
بندہ کی کیا مجال ہے کہ وہ بیہودگی سے	اے احمق بے وقوف! اللہ کا امتحان کرے

یعنی ارے بیوقوف بندہ کی کیا مجال ہے کہ فضول حق تعالیٰ کا امتحان کرے۔

آں خدا را می رسد کو امتحاں	پیش آرد ہر دمے با بندگاں
یہ خدا کو حق ہے کہ وہ آزمائے	ہر وقت بندوں کو

یعنی اس خدا کو لائق ہے کہ وہ ہر دم بندوں کے ساتھ امتحان کو سامنے لاوے۔

تا بما مارا نماید آشکار	کہ چہ داریم از عقیدہ در سرار
تاکہ ہمیں اپنے آپ کو نمایاں کر کے دکھادے	کہ ہم مخفی کیا عقیدہ رکھتے ہیں

یعنی تاکہ ہمارے میں سے ہم کو ظاہر طور پر دکھلا دے۔ جو کہ ہم عقیدہ پوشیدگی میں رکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ بندہ کی مجال نہیں ہے کہ وہ امتحان حق تعالیٰ کا کر سکے۔ بلکہ خدا کو حق ہے کہ وہ ہمارا امتحان کرے۔ اور ہماری حالت کو اس امتحان سے ہم پر ظاہر کر دے۔ کہ تمہارا عقیدہ ضعیف ہے یا قوی۔ اور کیا حالت ہے باقی بندوں کی کیا مجال ہے اور ان کو کیا مناسب ہے کہ وہ امتحان حق کریں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ آدم گفت حق را کہ ترا	امتحاں کردم دریں جرم و خطا
(حضرت) آدم نے بھی اللہ (تعالیٰ) سے کہا کہ تیرا	اس غلطی اور خطا میں میں نے امتحان لیا ہے

یعنی کیا کسی آدمی نے حق تعالیٰ سے کہا ہے کہ میں نے آپ کا (نعوذ باللہ) اس جرم و خطا میں امتحان کیا ہے۔

تا بہ بینم غایت حلمت شہا	وہ کرا باشد مجال ایں کرا
اے شاہ! تاکہ میں تیری بردباری کی انتہا دیکھ لوں	ہائے یہ مجال کس کو ہے؟

یعنی تاکہ اے بادشاہ میں آپ کے حلم کو دیکھوں ارے بھلا کس کو اس کی مجال ہے۔ مطلب یہ کہ بھلا کوئی آدمی خدا سے کہنے لگے کہ میں نے آپ کا امتحان اس لئے کیا تھا تاکہ مجھے معلوم ہو جائے کہ آپ کس قدر حلیم ہیں تو بھلا کس طرح کسی کو اس کی مجال ہو سکتی ہے نعوذ اللہ منہ۔

عقل تو از بسکہ آمد خیرہ سر	ہست عذرت از گناہ تو بتر
چونکہ تیری عقل گستاخ ہے	تیرا عذر گناہ سے (بھی) بدتر ہے

یعنی تیری عقل بہت ہی خیرہ سر ہے۔ اور تیرا عذر گناہ سے بھی بدتر ہے۔ مطلب یہ کہ اگر تم ایسا کرو اور نعوذ باللہ امتحان حق کرنے لگو تو سمجھ لو کہ تمہاری سخت بیہودگی ہے اور اگر اس کے بعد تم اس کا عذر یہ بیان کرو کہ میں نے آزمائش حلم کے لئے کیا تھا تو سمجھ لو کہ یہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مضمون ہو جائیگا۔

آنکہ او افراشت سقف آسماں	تو چہ دانی کردن او را امتحاں
وہ ذات جس نے آسمان کی چھت بلند کی ہے	تو اس کا امتحان لینا کیا جانے؟

یعنی جس نے کہ آسمان کی چھت کو بلند کیا ہے تو اس کا امتحان کرنا کیا جانے۔

اے ندانستہ تو شر و خیر را	امتحاں خود کن انگہ غیر را
اے وہ کہ تو شر اور خیر کو نہیں جانتا ہے	(پہلے) اپنا امتحان کر پھر دوسرے کا (کرنا)

یعنی اے وہ شخص کہ جو (اپنے) خیر و شر کو نہیں جانتا۔ تو اپنا امتحان تو کر اس وقت کسی دوسرے کا امتحان کرنا۔

امتحاں خود چو کردی اے فلاں	فارغ آئے ز امتحان دیگراں
اے فلاں! جب تو نے اپنا امتحان کر لیا	تو دوسرے کے امتحان سے بے نیاز ہو جائے گا

یعنی اے فلاں جب تو نے اپنا امتحان کر لیا ہے تب تو دوسرے لوگوں کے امتحان سے فارغ آوے گا۔ مطلب یہ کہ پہلے اپنی حالت کی تو خبر لے لو اس کے بعد ہی کسی دوسرے کو امتحان کرنا۔

چوں بدانستی کہ شکر دانۂ	پس بدانی کاہل شکر خانۂ
جب تو جان لے گا کہ تو شکر کا دانہ ہے	تو تو جان لے گا کہ تو شکر خانہ (جنت) کا اہل ہے

یعنی جب تو نے جان لیا کہ تو شکر دانہ ہے تو پھر جانے گا کہ شکر خانہ کے لوگوں میں سے ہے۔ مطلب یہ کہ جب تجھے معلوم ہو جاوے گا کہ تو اچھا ہے اور جنتی ہے اس وقت تجھے کچھ کہنا زیبا ہے اور یہ معلوم ہوگا بعد مرنے کے لہذا اس سے پہلے کسی اور کا امتحان کرنا کس قدر سخت نادانی ہے جبکہ خود ہی خبر نہیں ہے کہ ہم کس حال میں ہیں اچھے یا برے۔

پس بداں بے امتحانے کہ الٰہ	شکرے نفرستدت تا جائیگاہ
پس جان لے کہ امتحان لئے بغیر، خدا	بے موقع تیرے لئے شکر نہیں بھیجے گا

یعنی بس جان لو کہ بے امتحان کے حق تعالیٰ تمہاری جگہ پر شکر نہ بھیجیں گے۔

ایں بداں بے امتحاں از علم شاہ	چوں سری نفرستدت در پائگاہ
یہ جان لے کہ بغیر امتحان کے جبکہ تو اللہ کے علم میں	سردار ہے تجھے جوتیوں کی جگہ نہ بھیجے گا

یعنی اس کو جان لو کہ علم شاہ میں سے بے امتحان کے کوئی بعید مقام تک نہ بھیجیں گے۔ مطلب یہ کہ بے امتحان کے حق تعالیٰ کے علم سے تم کو کوئی سر پہنچ نہیں سکتا بلکہ ہمیشہ امتحان ہوگا۔

ہیچ عاقل افگند در ثمیں	درمیاں مستراح پر چمیں
کیا کوئی عقلمند قیمتی موتی پھینکتا ہے	نجاست سے بھرے ہوئے بیت الخلاء میں؟

یعنی کیا کوئی عاقل قیمتی موتی کو میلا بھرے ہوئے بیت الخلاء میں ڈال دے گا۔

زانکہ گندم را حکیم آگہے	ہیچ نفرستد بانبار کہے
کیونکہ کوئی باخبر دانا گیہوں کو	کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا ہے

یعنی اس لئے کہ گیہوں کو کوئی حکیم آگاہ کسی گھاس کے ڈھیر میں تو نہ بھیجے گا۔ مطلب یہ کہ دیکھو کوئی شخص موتی کو پاخانہ میں نہیں ڈال دیتا۔ بلکہ خوب سوچ سمجھ کر اور دیکھ بھال کر ڈالتا اور رکھتا ہے۔ علیٰ ہذا کوئی شخص گیہوں کو گھاس میں نہیں پھینک دیتا۔ تو بس اسی طرح حق تعالیٰ بھی تمہارا امتحان کریں گے اور بعد امتحان کے اسرار و معارف تم کو بخشیں گے لیکن تم کو کوئی حق نہیں ہے کہ حق تعالیٰ کا امتحان کرو۔ اس لئے کہ تم بندے اور وہ خدا ہے۔ اور تم اس کو کیا شے بخشو گے جو تم امتحان کرنے بیٹھو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

شیخ را کہ پیشوا و رہبر است	گر مریدے امتحاں کرد او خراست
وہ شیخ جو پیشوا اور رہبر ہے	اگر مرید اس کو آزمائے تو وہ (مرید) گدھا ہے

یعنی شیخ کا جو کہ پیشوا اور رہبر ہے اگر کوئی مرید امتحان کرے تو وہ گدھا ہے۔

امتحانش گر کنی در راہ دیں	ہم تو گردی ممتحن اے بے یقیں
اگر تو دین کے راستہ میں اس کا امتحان کریگا	اے شکی! تو خود امتحان میں پڑ جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس (شیخ) کا امتحان تم راہ دیں میں کرو تو خود تم ہی ممتحن ہو جاؤ گے۔اے بے یقین۔مطلب یہ کہ اگر شیخ کا امتحان مرید دین میں کرنے لگے تو خود اس مرید ہی کا امتحان ہو جاوے۔اور اس ہی کی قلعی کھل جاوے اس لئے کہ خود ممتحن کے لئے بھی تو عالم ہونا ضروری ہے۔اور تم ایسے ہو نہیں اور اس شیخ کے پایہ کے نہیں ہو تو آخر ذلیل و خوار ہو گے اور کیا ہوگا۔

جرأت و جہلت شود عریاں وفاش	او برہنہ کے شود زیں اقتباس
تیری بیباکی اور جہالت ننگی اور ظاہر ہو جائے گی	وہ اس تفتیش سے ننگا کب ہو گا؟

یعنی جرأت اور جہل تیرا ظاہر اور فاش ہو جاوے گا۔اور وہ اس جستجو سے کب برہنہ ہوگا۔یعنی اس امتحان سے اس کا تو کوئی ضرر نہ ہوگا مگر تمہارا جہل سب کو معلوم ہوہی جاوے گا۔

گر بیاید ذرہ سنجد کوہ را	بر دروزاں کہ ترازوش اے فتیٰ
اگر ذرہ پہاڑ کو تولے	اے نوجوان! ان پہاڑ سے اس کی ترازو ٹوٹ جائے گی

یعنی اگر ذرہ آوے کہ پہاڑ کو تولے۔تو اے جواں اس پہاڑ سے اس ذرہ کی ترازو ٹوٹ جاوے گی کیونکہ۔

کز قیاس خود ترا زوی تند	مرد حق را در ترازو می کند
کیونکہ وہ اپنے انداز ے سے ترازو بناتا ہے	اللہ (تعالیٰ) کے ولی کو ترازو میں رکھتا ہے

یعنی اس لئے کہ اپنی لائق ہی ترازو بناوے گا اور مرد حق کو ترازو میں کریگا۔

چوں نگنجد او بمیزان خرد	پس ترازوے خرد را بر درد
جبکہ وہ عقل کی ترازو میں نہیں سماتا ہے	تو عقل کی ترازو کو توڑ ڈالتا ہے

یعنی جب وہ عقل کی ترازو میں نہ سماوے تو وہ عقل کی ترازو کو توڑ دے گا۔مطلب یہ کہ شیخ کی امتحان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کوئی ذرہ ایک پہاڑ کو تولنا چاہے تو ظاہر ہے کہ جیسا خود ذرہ ہے اسی طرح کی ترازو بھی ہوگی یعنی کمزور اور لچر ہوگی تو پہاڑ اس کو ایکدم میں توڑ دے گا۔اسی طرح مرید جب امتحان شیخ کریگا تو اس کا آلہ امتحان بھی ایسا ہی ہوگا۔جیسا وہ خود ہے۔لہذا اس شیخ کے آگے آکر اس کا آلۂ امتحان ٹوٹ پھوٹ جاوے گا۔

امتحاں ہمچوں تصرف داں درو	رو تصرف بر چناں شاہے مجو
امتحان لینا' اس میں تصرف کرنے کی طرح سمجھ	جا' ایسے شاہ پر تصرف نہ کر

یعنی امتحان مثل تصرف کے اس میں جانو تو تم ایسے بادشاہ پر تصرف مت ڈھونڈو۔مطلب یہ کہ کسی کا امتحان کرنا تو اس کے اندر تصرف کرنا ہے تو بھلا ایسے شاہ زمین و زمان پر تصرف کرنے کی جرأت کرنا سخت نالائق ہے ایسا خیال کبھی مت کرنا۔کیونکہ۔

چوں تصرف کرد خواہد نقشہا	بر چناں نقاش بہر ابتلاء
نقوش' کیا تصرف کر سکیں گے	ایسے نقاش پر آزمانے کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب تصرف کرے گا تو اس کو بہت سے نقوش کی ایسے نقاش پر امتحان کے واسطے ضرورت ہوگی۔ مطلب یہ کہ تصرف کے لئے ضرورت ہوتی ہے اس امر کی کہ اس سے پہلے سے بہت سے نقوش ایسے ہوں جن سے اندازہ ہو سکے کہ آیا یہ امتحان میں ٹھیک ہے یا غلط ہے تو بھلا حق تعالیٰ کے امتحان کے لئے کون سے نقوش آویں گے بلکہ اصل تو یہ ہے کہ۔

امتحانے گر بدانست و بدید	نے کہ ہم نقاش آں بروئے کشید
اگر (ان نقوش نے) امتحان لینا جانا اور سمجھا ہے	کیا نقاش ہی نے ان کو اس پر نقش نہیں کیا ہے؟

یعنی اگر کوئی امتحان اس لئے جانا ہے اور دیکھا ہے تو کیا اس نقاش نے اس پر نہیں بنایا۔ مطلب یہ کہ جو امتحان یہ کر رہا ہے اس کو بھی تو حق تعالیٰ ہی نے اسے بتایا ہے ورنہ اس کو کہاں خبر تھی۔ اور اگر اس کو پیدا نہ فرماتے تو یہ امتحان کے قابل ہی کہاں سے ہوتے۔ اور اگر اس کے ذہن میں امتحان کی۔ یہ صورت نہ ڈالتے تو یہ کہاں سے اس کو پیدا کر لیتے۔ لہٰذا اسی سے اندازہ کر لو کہ۔

چہ قدر باشد خود ایں صورت کہ بست	پیش صورتہا کہ در علم ویست
یہ صورت جو اس نے قائم کی ہے خود کیسی ہو گی	ان صورتوں کے بالمقابل جو اس کے علم میں ہیں

یعنی اس شخص نے جو صورت باندھی ہے۔ یہ ان صورتوں کے آگے جو حق تعالیٰ کے علم میں ہیں کیا قدر رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس کے علم کے آگے اس کا یہ خیال امتحان کیا حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے علم میں ایسے ایسے غیر متناہی صورتیں ہیں اس کے امتحان کا خیال کرنا بھی کیسی نادانی اور کیسی حماقت ہے آگے بطور نصیحت کے فرماتے ہیں کہ۔

وسوسۂ ایں امتحاں چوں آیدت	بخت بدداں کامد و گردن زدت
جبکہ اس امتحان کا تجھے وسوسہ آیا	تو سمجھ کہ بدنصیبی آئی اور اس نے تیری گردن مار دی ہے

یعنی اس امتحان کا وسوسہ تجھے آوے تو اس کو بدبختی سمجھو۔ کہ اس نے تمہاری گردن ماری ہے۔

چوں چنیں وسواس دیدے زود زود	باخدا گرد و در آ اندر سجود
جب تو ایسے وسوسے محسوس کرے بہت جلد	خدا سے رجوع کر اور سجدے میں گر

یعنی جب تو ایسا وسوسہ دیکھے تو جلدی سے خدا کی طرف متوجہ ہو جا۔ اور سجدہ میں آ جا۔

سجدہ گہ را ترا کن از اشک رواں	کاے خدایا وارہانم زیں گماں
سجدہ کی جگہ کو اپنے آنسوؤں سے تر کر دے	کہ اے خدا مجھے اس گمان سے نجات دیدے

یعنی سجدہ کی جگہ کو آنسوؤں سے تر کر دو۔ (اور دعا کرو) کہ اے خدا مجھے اس خیال سے بچا لے۔

آں زماں کت امتحاں مطلوب شد	مسجد دین تو پر خروب شد
جس وقت امتحان کرنا تیرا مقصود بنا	تیرے دین کی مسجد خروب (گھاس) سے بھر گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جس وقت کہ تجھے یہ امتحان مطلوب ہوا تیرے دین کی مسجد اس وقت خروب سے پر ہوگئی (خروب ایک گھاس ہے وہ جہاں اگتا ہے زمین خراب کر دیتا ہے) تو کہتے ہیں کہ جب تجھے ایسا خیال آیا کہ تو امتحان حق کرے تو سمجھ لے کہ تیرا دین خراب ہوگیا۔

ہیں چو وسواس آمدت در امتحاں	باز گرد و رو بحق آر آں زماں
خبردار جب آزمانے کے سلسلہ میں تجھے وسوسے آئیں	پلٹ جا اور فوراً اللہ (تعالیٰ) کی طرف رخ کر لے

یعنی ارے جب تجھے امتحان کے وسوسے آئیں تو تو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور منہ حق تعالیٰ کی طرف موڑ۔

تا نگہدارد ترا آں ممتحن	از گماں امتحاں انس و جن
تاکہ وہ امتحان لینے والا تجھے محفوظ رکھے	انس و جن کے گمان اور امتحان سے

یعنی تاکہ وہ امتحان کرنے والا تجھے انسان اور جن کے وساوس امتحان سے بچائے۔ یعنی جن اور انسان جو امتحان حق کے وسوسے ڈالتے ہیں اس سے حق تعالیٰ تم کو بچالیں اور اپنی حفاظت میں رکھیں چونکہ اوپر کہا تھا کہ اگر تم امتحان حق کرو گے تو تمہارے دین کی مسجد یعنی دین پر خروب ہو جاوے گا۔ یعنی دین خراب ہو جاوے گا۔ پس اس مناسبت سے آگے داؤد علیہ السلام کا مسجد اقصیٰ کو بنانے کا قصد کرنے کا اور پھر اس مسجد کا خراب ہو جانا اور اس میں خروب کا اگنا غرضکہ صرف اس مناسبت سے آگے اس قصہ کو اول سے بیان فرماتے ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا	قصۂ داؤد بر گوؤ بنا
اے ضیاء الحق حسام الدین آجا	(حضرت) داؤدؑ اور تعمیر کا قصہ سنا

یعنی اے ضیاء الحق حسام الدین آؤ اور داؤد علیہ السلام اور تعمیر مسجد کا قصہ بیان کرو۔ مطلب یہ کہ داؤد علیہ السلام کے مسجد اقصےٰ کے بنانے کا قصہ بیان کرو کہ کس طرح وہ بنانا چاہتے تھے۔ اور وہ خراب ہو جاتی تھی آگے قصہ بیان فرماتے ہیں سنئے۔

مسجد اقصےٰ کا قصہ اور اس میں خروب اگنے کا اور سلیمان علیہ السلام سے پہلے داؤد علیہ السلام کا مسجد کے بنانے کا قصد کرنا اور اس کا موقوف رہنا

چوں در آمد عزم داؤدی بہ تنگ	کہ بسازد مسجد اقصےٰ بہ سنگ
جب داؤدی ارادہ سخت ہو گیا	کہ مسجد اقصیٰ کی پتھر سے تعمیر کریں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب داؤد علیہ السلام کا قصد تنگ ہوگیا کہ وہ مسجد اقصیٰ کو پتھر سے بناویں۔ مطلب یہ کہ داؤد علیہ السلام یہ قصد کرتے تھے کہ مسجد اقصےٰ کو پتھر کی عمارت سے پوری کردیں لیکن جب وہ بناتے تھے اس میں سے کچھ نہ کچھ خراب ہوجاتا تھا۔ اور وہ پوری نہ ہوتی تھی۔ تو وہ قصد کرتے کرتے تنگ ہوگئے اور مسجد پوری نہ ہوئی۔

وحی کردش حق کہ ترک ایں بخواں	کہ زدستت بر نیاید ایں مکاں
اللہ نے ان کو وحی بھیجی کہ یہ چھوڑ	کیونکہ تیرے ہاتھ سے یہ مکان تعمیر نہ ہوگا

یعنی حق تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ تم اس کو چھوڑ دو کہ تمہارے ہاتھ سے یہ مکان پورا نہ ہوگا۔

نیست در تقدیر ما آنکہ تو ایں	مسجد اقصےٰ براری اے گزیں
ہماری تقدیر میں یہ نہیں ہے کہ تو اس	مسجد اقصیٰ کو اے منتخب! بلند کرے

یعنی اے برگزیدہ ہماری تقدیر میں یہ بات نہیں ہے کہ تم اس مسجد اقصےٰ کو پورا کرو مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے جو امور مقدر کر رکھے ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس مسجد اقصےٰ کو تم پورا نہیں کر سکتے۔ اور یہ تمہارے ہاتھوں پوری نہ ہوگی۔

گفت جرمم چیست اے دانائی راز	کہ مرا گوئی کہ مسجد رامساز
انہوں نے کہا اے رازوں کے جاننے والے امیری کیا خطا ہے	کہ آپ مجھ سے فرماتے ہیں کہ مسجد نہ بنا

یعنی داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے دانائے راز میری کیا خطا ہے کہ جو آپ مجھ سے (تکوینًا) فرماتے ہیں کہ مسجد کو مت بنا۔ مطلب یہ کہ جب مسجد ان کے ہاتھوں پوری نہ ہوئی اور جب وہ بناتے تھے جب ہی کوئی خرابی اس میں واقع ہوجاتی تھی۔ اگرچہ حق تعالیٰ نے اس سے قبل ان کو صراحۃً ممانعت نہیں کی تھی کہ تم نہ بناؤ اور نہ اس کی اطلاع کی تھی کہ تقدیر حق اس طرح ہے کہ یہ مسجد تمہارے ہاتھوں پوری نہ ہوگی۔ لیکن ان کا یہ فرمانا کہ آپ مجھے منع فرماتے ہیں اس معنی کر ہے کہ آپ تکوینًا منع کررہے ہیں کہ میں بناتا ہوں اور آپ بننے نہیں دیتے تو آخر میرا کیا جرم ہے۔ جس کی وجہ سے یہ بات ہورہی ہے۔ اور اب یہ معلوم ہوئی گیا کہ میری تقدیر میں اس کو پورا کرنا ہے ہی نہیں۔ تو اس پر ارشاد ہوا کہ۔

گفت بے جرمے تو خونہا کردۂ	خون مظلوماں بگردن بردۂ
فرمایا تو نے بغیر کسی جرم کے بہت خون کیے ہیں	مظلوموں کے خون گردن پر لئے ہیں

یعنی ارشاد حق ہوا کہ تم نے بلا کسی جرم کے بہت سے خون کیے ہیں اور مظلوموں کے خون کو تم نے گردن پر لیا ہے۔

کہ ز آواز تو خلقے بے شمار	جاں بدادند و شدند آں را شکار
کیونکہ بے شمار لوگوں نے تیری آواز سے	جان دیدی اور وہ اس کے شکار بن گئے

یعنی کہ تمہاری آواز سے ایک بے شمار خلقت نے جان دیدی ہے اور اس آواز کے شکار ہوگئے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خوں بسے رفت است برآوازِ تو	بر صدائے خوب جان پرواز تو
تیری آواز پر بہت خون ہوئے ہیں	تیری حسین جان کو مشغول کرنے والی آواز کی وجہ سے

یعنی تمہاری آواز پر بہت سے خون چلے ہیں تمہاری آواز خوب جان کو خالی کر دینے والی ہے۔ مطلب یہ کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ یاالٰہی میری کیا خطا ہے جو یہ مسجد میرے ہاتھوں پوری نہ ہوگی تو اس پر ارشاد ہوا کہ تمہاری یہ خطا ہے کہ تمہاری جو آواز اچھی ہے اس سے بہت سے لوگ مرے ہیں بس اس وجہ سے تمہارے ہاتھوں یہ کام پورا نہ ہوگا۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب حضرت داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو اس قدر لوگوں پر گریہ طاری ہوتا تھا کہ لوگ روتے روتے مرجاتے تھے اور آپ کی مجلس میں سے کئی کئی جنازے ایک ساتھ اٹھا کرتے تھے۔ تو ارشاد حق ہوا کہ تمہارا یہ جرم ہے کہ تم نے بہت سے بے خطا لوگوں کا خون کیا ہے۔ اب یہاں یہ سمجھ لو کہ اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس لوگوں کے مرجانے سے حضرت داؤد علیہ السلام نعوذ باللہ گنہگار ہوتے تھے اور ان لوگوں کے خون ان کی گردن پر رہتے تھے ہرگز نہیں۔ حاشا وکلا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ بعض امور میں تکوینا علاقہ ہوتا ہے کہ اگر ایسا ہوگا تو اس پر یہ اثر مرتب ہوگا۔ خواہ فاعل گنہگار ہو یا اس کو ثواب ملے جو بھی ہو لیکن تکوینا بعض اشیاء میں علاقہ ہوتا ہے تو اسی طرح یہاں بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی آواز سے لوگوں کے مرجانے کو تکوینا اس سے علاقہ تھا۔ کہ یہ تعمیر مسجد اقصےٰ نہ کرسکیں گے۔ باقی ان کو ذرہ برابر بھی اس کا گناہ نہ ہوتا تھا۔ کہ کیوں یہ خون ہوئے خوب سمجھ لو۔ بس اس علاقہ تکوینی ہی کی وجہ سے وہ مسجد نہ بنتی تھی اور اس کو جرم کہہ دینا صرف ظاہراً ہے ورنہ اصل جرم ہرگز نہیں ہے۔ خوب سمجھ لو۔ اس کو سن کر حضرت داؤد علیہ السلام عرض کرتے ہیں کہ۔

گفت مغلوب تو بودم مست تو	دست من بر بستہ بود از دست تو
انہوں نے عرض کیا میں تجھ سے مغلوب اور تیرا مست تھا	میرا ہاتھ تیرے ہاتھ سے بندھا ہوا تھا

یعنی داؤد علیہ السلام نے عرض کیا کہ میں تو آپ کا مغلوب اور آپ کا مست تھا اور میرے ہاتھ تو آپ کے ہاتھ سے بندھے ہوئے تھے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے عرض کیا کہ یاالٰہی اس میں میرا کیا جرم ہے میں تو بالکل بے اختیار تھا تمام افعال سب آپ ہی صادر کراتے ہیں اس میں میرا کیا اختیار تھا اور عرض کیا کہ۔

نے کہ ہر مغلوب شہ مرحوم بود	نے کہ المغلوب کالمعدوم بود
کیا ایسا نہیں ہے کہ شاہ کا مغلوب قابل رحم ہوتا ہے؟	کیا ایسا نہیں ہے کہ مغلوب معدوم کی طرح ہوتا ہے؟

یعنی کیا یہ بات نہیں ہے کہ مغلوب شہ مرحوم ہوتا ہے اور کیا یہ بات نہیں ہے مغلوب مثل معدوم کے ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے عرض کیا کہ جو شخص کسی کا تابع محض اور مغلوب ہو وہ تو قابل رحم ہوتا ہے اور جو شخص مغلوب ہوتا ہے وہ تو معدوم کی طرح ہوتا ہے اس کا تو بذاتہ کوئی اختیار ہوتا ہی نہیں۔ تو پھر میری اس میں کیا خطا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے آگے اس کا جواب ہے جس کو اجمالاً حضرت والا دام ظلہم نے خود اپنے قلم سے تحریر فرما کر عطا فرمایا ہے اول اس کو بعینہ درج کرتا ہوں اس کے بعد ایک ایک شعر کا مطلب انشاء اللہ عرض کروں گا۔ وھو ھذا ''گفت اے مغلوب الخ یہاں سے جواب ہے سوال داؤد علیہ السلام کا کہ میں اس امر میں غیر مختار ہوں اور یہاں ایک نفس جواب ہے ایک ترقی فی الجواب ہے۔ پس نفس جواب تو یہ ہے کہ تم غیر مختار نہیں ہو بلکہ اس طرح مختار ہو کہ تلاوت بکیفیت خاص (کہ ایسے آثار ترتب کے انعدام کا قصد نہیں کیا) تمہارا فعل اختیاری ہے۔ اور اس سے یہ ہلاک ناشی ہوا۔ تو نظراً الی تقرب داؤد علیہ السلام یہ امر خلاف اولیٰ ہوا۔ تم اس پر بھی قادر تھے کہ انعدام مذکور کا قصد کرتے تو یہ آثار مرتب نہ ہوتے۔ تو ایسا کیوں نہ کیا۔ یہ تو نفس جواب ہو گیا۔ دوسرا ترقی فی الجواب ہے وہ یہ کہ تم ایسے مختار ہو کہ اوروں سے بھی زیادہ ہو اس طرح کہ تم فانی ہو اور فانی فی الحق بوجہ اتصاف بصفات الحق اختیار میں بھی اوروں سے اکمل ہے پس اشعار ایں چنیں معدوم کو از خویش رفت الخ اسی ترقی جواب کی تقریر ہیں اور چونکہ ترقی فی الجواب نفس جواب کو بھی مستلزم ہے اس لئے نفس جواب کی مستقل تقریر کی ضرورت نہ ہوئی۔ انتہی بلفظہ اب اس اجمال کو اشعار سے سمجھ لو۔ ارشاد ہوتا ہے کہ۔

گفت اے مغلوب معدومیت کو	جز بہ نسبت نیست معدوم انصتوا
(اللہ نے) فرمایا اے مغلوب! تیرا معدوم ہونا کہاں ہے؟	معدوم ہونا محض نسبتی ہوتا ہے سنو

یعنی ارشاد حق ہوا کہ اے مغلوب تیری معدومی کہاں ہے بجز معدوم نسبی کے نہیں ہے چپ رہو۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عرض کرنے پر یہ ارشاد حق ہوا کہ تم مغلوب سہی لیکن اس سے عدم اختیار تو لازم نہیں آتا اس لئے کہ وہ جو عدم اختیار ہے وہ تو امر نسبی ہے کیونکہ انسان کی جو صفات ہیں وہ مظہر ہیں۔ صفات حق کا تو اختیار انسانی بھی مظہر ہے۔ اختیار حق کا سو اگر اس مظہریت کی نسبت سے دیکھو گے کہ بہ اعتبار ظاہر کے اس مظہر میں کیا نسبت ہے اس وقت تو وہ مغلوب ہوں گے اور فانی کہلائیں گے اور اگر قطع نظر اس مظہریت کے دیکھا جاوے تو اختیار موجود ہے کہ انسان جو کام کرتا ہے اپنے اختیار سے کرتا ہے لہذا اس پر جرم بھی قائم ہوتا ہے اور اس اختیار ہی کی بدولت اس کو انعامات بھی ملتے ہیں تو اب یہاں بھی حضرت داؤد علیہ السلام کے اختیار میں یہ بات تھی کہ اپنی اس کیفیت کو روک لیتے کہ جس سے یہ آثار مرتب نہ ہوتے۔ اس لئے کہ تجربہ ہے کہ اگر کوئی صاحب حال کسی امر کو بیان کرے تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ وہ اس بیان کے وقت اس امر کا قصد کرے کہ سامعین پر اس کا فلاں اثر مرتب ہو تو اس قصد سے جس کو کہ تصرف کہتے ہیں وہ اثر سامعین پر ہو جاتا ہے اگر چہ عارفین کاملین نے اس امر کو پسند نہیں کیا اس لئے کہ اس کے اندر بھی ایک استقلال اور خود مختاری جیسی شان ہے کہ یہ خود متصرف بنتے ہیں تو کاملین اور عارفین اس کو بھی پسند نہیں فرماتے۔ کہ ہم اپنے اتنے تام کے تصرف اور اختیار کو بھی ظاہر کریں جیسا کہ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ العارف لاھمۃ لہ کہ عارف کو ہمت نہیں رہتی اور ہمت سے مراد تصرف ہے یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف تصرف نہیں کیا کرتے۔اس لئے کہ وہ اپنے کو اس درجہ پر سمجھتے ہی نہیں جو وہ تصرف کریں لہذا اگر چہ یہ کاملین کے نزدیک محمود نہیں لیکن اگر کوئی صاحب حال اس قسم کا تصرف کرنا چاہے تو اس کا اثر ضرور ہوتا ہے۔دوسری صورت یہ ہے کہ نہ قصد تصرف ہو اور نہ کف ہو بلکہ طبیعت کو آزاد چھوڑ دیا جاوے کہ خواہ اثر مرتب ہو یا نہ ہو اس میں بھی اثر ہوتا ہے۔تیسری صورت یہ ہے کہ یہ قصد کرے کہ اثر نہ ہو اس صورت میں ہرگز اثر نہیں ہوسکتا۔اس کی تائید میں ایک قصہ حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم کا جس کو راقم نے خود حضرت حکیم الامۃ دام ظلہم سے ہی سنا ہے عرض کرتا ہے وہ یہ کہ فرمایا کہ ایک مرتبہ کانپور میں محرم کے زمانہ میں بعض لوگوں کی یہ رائے ہوئی کہ آج کل جو سنی اکثر مرثیوں میں جا کر شریک ہوتے ہیں اور مجلس میں شریک ہوتے ہیں اس کی زیادہ وجہ یہ ہے کہ وہاں ان کو حصے ملتے ہیں ورنہ اور کوئی غرض نہیں ہوتی اس لئے اگر یہاں بھی ایسا انتظام ہو جاوے کہ بطور وعظ کے بیان ہو جایا کرے جس سے لوگوں کو احکام بھی معلوم ہوں گے اور وہاں جانے سے بھی رکیں گے۔غرض کہ اس کے لئے ایک مکان تجویز ہوا اور اس میں حضرت حکیم الامۃ نے بیان حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے لے کر بالترتیب آخیر تک سب کی وفات کا ایک ایک دن کیا تو ان بیانوں میں لوگوں کی یہ حالت ہوئی کہ ماہی بے آب کی طرح لوٹے جاتے تھے آخر ایک روز وہ ہوا کہ حضرت امام حسینؓ کی وفات کے بیان کا نمبر آیا۔اس روز اکثر سنی اور تمام شیعی حضرات خوب اہتمام کر کے آئے تھے کہ آج خوب روویں گے اور ماتم کریں گے لیکن حضرت حکیم الامۃ کو اس کا پہلے سے خیال تھا لہذا اس کا یہ انتظام فرمایا کہ بیان کے وقت یہ قصد فرمایا کہ کسی کو رونا نہ آوے اور اس بیان کا کسی پر اثر نہ ہو۔پس یہ قصد کر کے حضرت شہید کربلاؓ کی شہادت کا کل قصہ بیان فرما گئے اور کسی ایک شخص کا ایک آنسو بھی نہ گرا۔حالانکہ بہت ہی کوشش بھی کی منہ بھی بنایا لیکن آنسو نہ نکل سکا بعد وعظ ہر شخص کو حیرت تھی کہ آج نہ معلوم کیا کر دیا ہے کہ باوجود اہتمام کے کوئی بھی نہ رو سکا۔تو وجہ یہی تھی کہ روز تو طبیعت کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تھا اور آج کف اثر کا قصد کیا۔پس اثر نہ ہوا۔اب سمجھو کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر جو جرم قائم کیا گیا اس کی بھی یہی وجہ تھی کہ اگر چہ ان کا یہ فعل غیر اختیاری تھا اور وہ مجبور تھے کیونکہ تمام افعال ان کے تابع تھے لیکن یہ چونکہ ابوالوقت اور ابوالحال تھے کہ نبی تھے اگر یہ قصد فرما لیتے کہ میری اس کیفیت کا اثر دوسروں پر نہ ہو تو ہرگز اثر نہ ہوتا اور وہ لوگ جو مر جاتے تھے نہ مرتے تو بس ان کے اختیار کو اس قدر دخل ہوا کہ انہوں نے اس کیفیت کے روکنے کا کیوں قصد نہ کیا۔اگر قصد کف اثر کرتے تو ممکن نہ تھا کہ اثر ہو جاتا۔جیسا کہ ابھی حضرت حکیم الامۃ کے قصہ سے معلوم ہوا بھلا جب اس زمانہ میں بعض اولیاء اس پر قادر ہیں تو جو کہ انبیاء تھے وہ تو بدرجہ اولی بلکہ اس سے بھی کہیں اور اول درجہ سے قادر تھے کہ اس کو روک لیتے اور اگر چہ باوجود اس نہ روکنے کے بھی کوئی اس میں گنہگار نہیں ہے مثلاً کسی کامل پر یہ کیفیت ہو اور وہ اس کو نہ روکے اور طبیعت کو آزاد رہنے دے اور اس سے کوئی مر جاوے۔تو اس کو اس کا کوئی گناہ نہیں ہے۔لیکن حضرت داؤد علیہ السلام پر اس لئے جرم قائم ہوا کہ کسی نے کہا ہے کہ حسنات الابرار سیئات المقربین حضرت داؤد علیہ السلام

چونکہ نبی تھے اس لئے ان سے کہا گیا کہ تم کو کیوں اس طرف توجہ نہ ہوئی۔ اور کیوں اس قدر جانوں کو ہلاک کیا۔ خوب سمجھ لو اب یہاں ایک اشکال اور بھی ہوتا ہے کہ جس معنی کر حضرت داؤد علیہ السلام کو فانی کہا گیا اور کاملین کو کہا جاتا ہے کہ وہ مظہر ہیں صفات حق کے اور ظاہر مظہر کے آگے فانی ہی ہوتا ہے۔ تو اس طرح تو تمام عالم فانی ہی ہے۔ تمام عوام وخواص سب فانی ہیں پھر کاملین ہی کو کیوں اس لقب سے ملقب کیا جاتا ہے تو بات یہ ہے کہ ما بہ الفرق صرف اس قدر ہے کہ جو عوام ہیں وہ تو اس کا مشاہدہ نہیں کرتے اگر چہ وہ مظہر ہیں لیکن ان کو خبر نہیں اور وہ دیکھتے نہیں اور کاملین دیکھتے ہیں اور مشاہدہ کرتے ہیں لہذا ان کاملین کو فانی کہا جاتا ہے اور ان کو نہیں کہا جاتا فافہم یہاں تک تو اس نفس جواب کا ذکر تھا جس کو حضرت حکیم الامۃ کی تقریر میں اجمالاً آپ حضرات سن آئے ہیں آگے اس جواب سے ترقی کر کے دوسرا جواب ارشاد ہوتا ہے جس کا اجمال تو پہلے سن آئے ہیں آگے تفصیل سنئے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

ایں چنیں معدوم کو از خویش رفت	بہتریں ہستہا افتاد و زفت
ایسا معدوم جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا ہو	وہ تو فربہ اور بہترین موجودات میں سے ہے

یعنی ایسا معدوم جو کہ اپنے سے جاتا رہا وہ تو سب موجودین سے بہتر اور قوی واقع ہوا۔

او بہ نسبت با صفات حق فنا است	در حقیقت در فنا اور ابقا است
اس کو خدا کی صفات کی نسبت سے فنا (حاصل) ہے	حقیقتاً فنا میں اس کی بقا ہے

یعنی وہ صفات حق کی نسبت کر تو فنا ہے اور حقیقت میں فنا میں اس کو بقا ہے۔ مطلب یہ کہ جس شخص نے کہ اپنی صفات کو صفات حق کا مظہر دیکھ لیا اور اس میں ان کو گم کر دیا اس کی صفات تو اور موجودات کی صفات سے بہت زیادہ قوی ہوں گی۔ اس لئے کہ وہ اپنی صفات کے لئے ایک بہت بڑی زبردست قوت پاتا ہے کہ وہ جانتا ہے کہ میری جس قدر بھی صفات ہیں وہ اس قادر مطلق کی صفات کا ظل ہیں جو کہ اکمل بجمیع صفات الکمال ہے۔ پھر جب اس کو اس قدر بڑی پشت و پناہ ملتی ہے تو اس کو جس قدر قوت بھی ہو کم ہے تو بس جب کسی نے اپنے اختیار کو اختیار حق کے تابع اور اس میں فنا مشاہدہ کر لیا تو وہ تو اور سب سے زیادہ مختار اور صاحب اختیار ہوگا اور اس کا اختیار تو سب سے قوی ہوگا۔ لہذا حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد ہوتا ہے کہ جب تم نے اپنے اختیار کو اختیار حق میں فنا کر ڈالا تو تم تو اور زیادہ مختار ہوئے نہ کہ غیر مختار ہوئے پھر تمہارا کہنا کہ میں بے اختیار تھا کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے۔ اس کی قدرت اور اس کے اختیار کی تو یہ حالت ہو جاتی ہے کہ۔

جملۂ ارواح در تدبیر اوست	جملہ اشباح در تیر اوست
تمام روحیں اس کے انتظام میں ہیں	تمام اجسام بھی اس کی قدرت میں ہیں

یعنی تمام ارواح اس کی تدبیر میں ہیں اور تمام اجسام اس کی تاثیر میں ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ اس قدر قوی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہے کہ اگر تمام ارواح کی تدبیر اس کے متعلق کر دی جاوے تو وہ سب کی تدبیر کر سکے اور پھر اس تدبیر روحانی سے اجسام پر بھی آثار مرتب ہوں مثلاً اس نے روح میں کوئی تدبیر کی اس سے خشوع پیدا ہوا تو جسم پر بھی خشوع کا اثر ہونے لگا۔ تو وہ موثر فی الاجسام و مدبر فی الارواح ہو جاتا ہے لہذا حاصل ارشاد ہوتا ہے کہ۔

آنکہ او مغلوب اندر لطف ماست	نیست مضطر بلکہ مختار ولاست
جو ہماری مہربانی میں مغلوب ہے	وہ مجبور نہیں ہے بلکہ دوستی کی وجہ سے باختیار ہے

یعنی جو شخص کہ ہمارے لطف میں مغلوب ہو گیا وہ مضطر نہیں ہے بلکہ مختار ہے دوستی کا۔ مطلب یہ کہ ارشاد حق ہوتا ہے کہ جس نے اپنے اختیار کو ہمارے اختیار میں فانی مشاہدہ کر لیا وہ اس قرب کی وجہ سے اور زیادہ مختار ہو گیا۔ وہ غیر مختار ہرگز نہیں ہے۔

منتہائے اختیار آنست خود	کاختیارش گردد اینجا مفتقد
خود اختیار کا اخیر یہ ہے	کہ اس کا اختیار اس جگہ گم ہو جائے

یعنی اختیار کا انتہائی درجہ خود یہ ہے کہ اس (مختار) کا مختار اس جگہ (یعنی اختیار حق کے آگے) گم ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ جس کا اختیار مختار حقیقی کے آگے فنا اور گم ہو گیا اس کو تو پورا اختیار اور اس کا انتہائی درجہ میسر ہو گیا آگے فرماتے ہیں کہ۔

اختیارش گر نبودے چاشنی	کے بگشتے آخر او محو از منی
اگر اس کا اختیار لذیذ نہ ہوتا	تو وہ خودی سے محو کیوں ہوتا؟

یعنی اگر اختیار حق اس کی چاشنی نہ ہوتی تو وہ ہستی سے محو کیوں ہوتا۔ مطلب یہ کہ اگر اسے اختیار حق کا مشاہدہ نہ ہو گیا ہوتا تو وہ اپنی ہستی اور اپنے اختیار کو کیوں زائل کرتا۔ اس سے خود معلوم ہوتا ہے کہ اس کو کوئی ایسی لذت ملی ہے کہ جس سے اس نے اپنی ہستی کو بھی خیر باد کہہ دیا اور وہ اس میں ہی محو ہو گیا۔ اور ضرور اس کو اس کے اختیار سے زیادہ کوئی اختیار حاصل ہوا ہے جس سے کہ وہ اپنے اختیار کو مٹا چکا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

در جہاں گر لقمۂ و گر شربت است	لذت او فرع محو لذت است
دنیا میں خواہ کوئی لقمہ یا کوئی گھونٹ ہے	اس کی لذت محو کی لذت کی شاخ ہے

یعنی جہاں میں اگر کوئی لقمہ اور کوئی شربت ہے تو وہ اس محو لذت ہی کی لذت ہے۔ مطلب یہ کہ ان کو جہان میں جس شے میں بھی لطف آتا ہے اور لذت ملتی ہے وہ اسی وجہ سے ملتی ہے کہ پہلے لذات کو مٹا چکے ہیں۔

گرچہ از لذات بے تاثیر شد	لذتے بود او ولذت گیر شد
اگرچہ وہ لذتوں سے بیگانہ ہو گیا ہے	وہ (بھی) ایک لذت تھی جس لذت کو اس نے حاصل کرلیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگرچہ لذات سے بے تاثیر ہو گیا (لیکن) اس کی ایک لذت تھی جس کا وہ لذت گیر ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ اگرچہ بظاہر اس نے تمام لذات کو فنا کیا ہے لیکن اس کو ایک لذت ایسی مل گئی ہے کہ اس مجموعہ لذات میں بھی وہ لذت نہ تھی جو اس ایک میں ہے۔ اس لئے اس نے ان سب کو ترک کر کے ایک لذت کو لے لیا آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ او مغلوب شد مرحوم گشت	در بحار رحمتش معدوم گشت
جو مغلوب ہوا وہ مرحوم ہو گیا	وہ اس کی رحمت کے سمندروں میں معدوم ہو گیا

یعنی جو شخص کہ مغلوب ہوا وہ مرحوم ہوا اور حق تعالیٰ کے بحار رحمت میں معدوم ہوا۔

نے چناں معدوم کز اہل وجود	ہیچ بروے چیرہ اندر گاہ جود
ایسا معدوم نہیں کہ موجود میں سے	کوئی سخاوت کے وقت اس پر غالب آ سکے

یعنی نہ ایسا معدوم کہ موجودات میں سے کوئی اس پر جود میں غالب آ جاوے۔

بلکہ والی گشت موجودات را	بے گماں و بے نفاق و بے ریا
بلکہ وہ موجودات کا والی بن گیا ہے	بغیر گمان اور بغیر نفاق اور بغیر ریاکاری کے

یعنی بلکہ وہ تمام موجودات کا حاکم ہو گیا۔ بے شک وشبہ کے اور بے ظاہر داری کے۔ مطلب یہ کہ اس کا وجود تو تمام موجودات سے اکمل واعلیٰ ہو گا جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا نہ اس میں کوئی شبہ ہے نہ اس میں کوئی ظاہر داری ہے بلکہ نفس الامر یہی ہے اور اس کی شان بحیثیت مظہر حق ہونے کے یہ ہوتی ہے کہ۔

بے مثال و بے نشان و بے مکاں	بے زمان و بے چنین و بے چناں
بے مثال کے اور بے مکان اور بے نشان کے	بغیر زمانہ اور بغیر ایسے اور ویسے کے

یعنی بے مثال اور بے نشان و مکان اور بے زمان اور بے کیف ہوتا ہے۔

بے شکال و بے سوال و بے جواب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
بغیر اشکال اور بغیر سوال اور بغیر جواب کے	دم نہ مار اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

یعنی بے اشکال کے اور بے سوال کے اور بے جواب کے پس چپ رہو واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ وہ درجہ مظہریت میں بے مثالی وغیرہ وغیرہ سب ہی کچھ ہوتا ہے۔ نہ اس میں کوئی اشکال ہے نہ اس پر کوئی سوال و جواب ہے بلکہ حقیقت یہی ہے بس آگے چپ رہو خدا کو خبر ہے کہ کیا بات ہے۔ پوری طرح بیان نہیں کر سکتے۔ لہٰذا واللہ اعلم بالصواب۔ آگے مولانا حق تعالیٰ کا داؤد علیہ السلام کو تسلی فرمانا اور اس کے آگے ارواح انبیاء واولیاء اللہ کا باعتبار صفات کے متحد ہونا بیان فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: محبوبہ نے کہا تھا "کے رسد ہچوں توئے را کزمنی- امتحان ہچو من یارے کنی"۔ اس پر مولانا نے مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کو خود اپنا امتحان کرنا چاہیے نہ کہ کسی اور کا کیونکہ یہ نہایت بری بات ہے۔ اور برائی کی مقدار ممتحن کے مراتب کے لحاظ سے ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ کا امتحان نہایت مذموم ہے۔ اور شیخ کا امتحان اس سے کم۔ وغیرہ وغیرہ یہ حاصل تھا اب تفصیل سنو۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کسی معاند اور مخالف نے جو کہ عظمت خداوندی سے واقف نہ تھا۔ ایک نہایت عالیشان مکان کی چھت پر یہ سوال کیا۔ کہ میں خدا کے حافظ ہونے کو نہیں مانتا مگر آپ اس کے حافظ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو کیا آپ اس کو دل سے ایسا جانتے ہیں یا محض آپ کا زبانی دعویٰ ہے۔ اور دل سے آپ بھی نہیں مانتے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہاں ہم تصدیق کرتے ہیں کہ وہ غنی ہے اور باوجود غنی ہونے کے بچپن اور وقت وجود سے ہماری ہستی کا محافظ ہے۔ اس نے کہا اچھا تو آپ اپنے کو کوٹھے سے گرا دیجئے اور خدا کی حفاظت پر کامل بھروسہ رکھئے تاکہ مجھے معلوم ہو جاوے کہ آپ واقعہ میں اس کا یقین رکھتے ہیں اور آپ لوگوں کا محض زبانی دعویٰ نہیں ہے۔ اور مجھے آپ کا عمدہ اور مدلل اعتقاد متیقن ہو جاوے اور اس سے مجھے معلوم ہو جاوے کہ خدا حافظ ہے کیونکہ اب تک تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ خود آپ لوگ بھی خدا کو حافظ نہیں جانتے۔ بلکہ یہ آپ لوگوں کا اختراع ہے اور جبکہ آپ گریں گے تو مجھے معلوم ہو جاوے گا کہ آپ لوگ دل سے اس کے معتقد ہیں اور اس سے میں سمجھ لوں گا کہ خدا حافظ ہے۔ گو یہ علم موجب یقین نہ ہو۔ مگر موجب طمانیت ضرور ہوگا۔ کیونکہ اس سے اتنا معلوم ہوگا کہ آپ کے اس اعتقاد کا کوئی منشاء ہے جو کہ معمولی نہیں ہے۔ نیز آپ کے گرنے کے بعد دو حالتیں ہوں گی یا تو آپ محفوظ رہیں گے یا نہ رہیں گے۔ اگر آپ محفوظ رہے تو میں سمجھ لوں گا کہ آپ کا دعویٰ سچا ہے اور اگر محفوظ نہ رہے تو سمجھوں گا کہ جھوٹا ہے یہ تقریر تھی اعتراض کی اب سمجھو کہ اس سوال میں دو احتمال ہیں یا تو مقصود یہ ہو کہ حضرت علی کو ابھار کر کوٹھے سے گرا دیا جائے تاکہ ان کا خاتمہ ہو جائے۔ اور یہ اس کی طمع کاری ہو۔ دوسرا یہ کہ اس سے تحقیق حق مقصود ہو بہر صورت اس کے دو جواب ہیں ایک عام دوسرا خاص۔ خاص جواب تو یہ ہے کہ اولاً خدا کا حافظ ہونا یا اس کے حافظ ہونے کا ہمارا معتقد ہونا۔ اس کو مستلزم نہیں کہ ہم کوٹھے سے گریں کیونکہ ہم سے اس کا وعدہ نہیں کیا گیا کہ تم کوٹھے سے گرو گے تو ہم بچا لیں گے بلکہ ایسا کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ نیز اس کے حفیظ ہونے کے یہ معنی بھی نہیں کہ وہ ہر حالت میں حفاظت کرتا ہے اور کبھی ہلاک ہونے ہی نہیں دیتا۔ اس جواب کے اندر دو احتمال ہیں یا تو خود امیر المومنین ہی نے غیر ضروری سمجھا ہو اور جواب عام کو کافی سمجھا ہو۔ یا یہ کہ مولانا نے غیر متعلق بالمقام سمجھ کر ترک کر دیا ہو۔ عام جواب یہ ہے کہ میرے گرانے اور میرے اعتقاد کے جانچنے سے تمہارا مقصود خدا کا امتحان کرنا ہے۔ کہ وہ حافظ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے یا نہیں۔ اور خدا کے امتحان کا تم کو کوئی حق نہیں اس جواب کو مولانا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر المومنین نے فرمایا کہ چپ رہ اور جا ایسا نہ ہو کہ اس گستاخی کی سزا میں تیری جان محبوس قہر الٰہی ہو جاوے۔ تو خدا کا امتحان لیتا ہے بندہ کو کیا حق ہے کہ امتحان کے لئے کوئی صورت امتحان خدا کے سامنے پیش کرے۔ اور او بیوقوف احمق بندہ کی کیا طاقت ہے کہ بیہودگی سے خدا کا امتحان کرے ہاں خدا کو حق حاصل ہے کہ ہر وقت امتحان کی ایک نئی صورت بندہ کے سامنے پیش کرے۔ نہ اس لئے کہ خود کوئی علم غیر حاصل حاصل کرے بلکہ اس لئے کہ ہم پر ظاہر ہو جاوے کہ ہمارا مخفی عقیدہ اس کی نسبت کیا ہے۔ تو غور تو کر کہ جب آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی اور اس پر وہ معتوب جناب شفقت ہوئے تو کیا اس وقت انہوں نے یہ کیا تھا کہ میں نے اس قصور سے آپ کا امتحان کیا تھا کہ مجھے معلوم ہو جاوے۔ کہ آپ کس درجہ حلیم ہیں تو بہ تو بہ کس کی مجال ہے کہ ایسا کرے تیری عقل نہایت مختل ہے اور تیرا عذر امتحان جرم گستاخی سے بدتر ہے۔ بھلا جس نے اپنے کمال علم و حکمت وقدرت سے سقف آسمان کو بلند کیا ہے۔ اس کے امتحان کرنے کا تجھے کیا سلیقہ۔ اب یہاں سے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور خطاب کو عام کر کے کہتے ہیں کہ اے مخاطب جاہل جو کہ نہایت قلیل علم رکھتا ہے اور جو کہ شر و خیر سے بخوبی واقف نہیں ہے پہلے اپنا امتحان کر لے جب تجھے معلوم ہو جاوے کہ تجھ میں کوئی نقص نہیں جو کہ ناممکن ہے اس وقت کسی اور کا امتحان کر میں سچ کہتا ہوں کہ جب تو اپنا امتحان کرے گا تو تجھے اسی سے فرصت نہ ہوگی اور دوسروں کے امتحان سے بے فکر ہو جائے گا جب تو نے اپنا امتحان کر لیا اور تجھے معلوم ہو گیا کہ میں شکر کا دانہ اور کامل ہوں تو اس سے تجھے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ میں شکر خانہ اور مقام کریم میں رہنے کے قابل ہوں۔ پس بغیر امتحان کے تجھے یہ جان لینا چاہئے کہ جب تو شکر ہے تو خدا تجھے بے جگہ نہ بھیجے گا اور حق سبحانہ کے علم کامل کی بناء پر بدون امتحان کے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ جب تو سر ہے تو وہ تجھے پاؤں کی جگہ نہ بھیجے گا کیونکہ خدا علیم و حکیم ہے اور کسی عاقل کا یہ شیوہ نہیں ہے کہ وہ قیمتی موتی کو گوہ سے بھرے ہوئے پاخانہ میں ڈال دے۔ نیز اس لئے کہ کوئی حکیم دانا گیہوں کو کبھی بھوسے کے انبار میں نہیں ڈالتا۔ پس خلاصہ یہ کہ جب تمہیں حق سبحانہ کے حسن معاملہ کو معلوم کرنا ہو تو خدا کا امتحان نہ کرو بلکہ خود اپنے کو دیکھ لو۔ کہ تم اچھے ہو یا نہیں۔ اگر تم اچھے ہو تو تم کو یقین رکھنا چاہئے کہ ہم سے اچھا ہی معاملہ کیا جاوے گا اور اگر اچھی نہیں ہو تو اچھے ہونے کی کوشش کرو۔ اب سنو کہ جس طرح حق سبحانہ کا امتحان بندہ کو زیبا نہیں یوں ہی شیخ بنا لینے کے بعد شیخ کا امتحان بھی مرید کو مناسب نہیں اگر کوئی مرید اپنے شیخ کا جس کو وہ اپنا پیشوا اور رہبر سمجھ چکا ہے امتحان کرے تو وہ نہایت احمق ہے اگر تو دین کے راستہ میں اپنے شیخ کا امتحان کرے گا تو یہ اس کا امتحان نہ ہوگا بلکہ اس سے خود تیرا امتحان ہو جاوے گا کیونکہ اس سے تیری گستاخی اور جہالت ظاہر ہوگی اس تفتیش سے اس کی حالت کا پتہ نہیں چل سکتا۔ کیونکہ اگر ذرہ پہاڑ کو تولنے آوے تو اس سے پہاڑ تو نہ تل سکے گا۔ ہاں اس پہاڑ سے خود اس کی ترازو پھٹ جائے گی پس یہی حالت اس مرید کی ہے کیونکہ یہ اپنے قیاس کو ترازو بناتا ہے۔ اور ایک اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

والے کو اس ترازو میں رکھتا ہے پس جبکہ وہ اس کی عقل کی ترازو میں نہیں سما سکے گا تو لامحالہ اس کی عقل کی ترازو پھٹ جائے گی۔ پس اے مرید تو سمجھ لے کہ شیخ کا امتحان کرنا اس پر ایک قسم کا تصرف کرنا ہے اور تجھے نہیں چاہئے کہ ایسے بادشاہ پر تصرف کرے بلکہ خود اپنے کو اس کا تختہ مشق تصرف بنانا چاہئے۔ پس جب کہ مرید کو شیخ کے امتحان کا مجاز نہیں تو مخلوقات امتحان کے لئے ایسے خالق کامل پر کیونکر تصرف کر سکیں گے جس کے تصرف سے ان کی کوئی چیز باہر نہیں۔ چنانچہ اگر انہوں نے امتحان کی کوئی صورت تجویز کی اور سمجھی ہے یہ بھی اسی کا تصرف ہے اور یہ تصویر بھی اسی نے بنائی ہے ورنہ امتحان کرنا تو درکنار خود صورت امتحان بھی ان کے ذہن میں نہ آتی یہ تصویریں جو اس نے بنائی ہیں اور یہ مخلوقات جو اس نے پیدا کی ہیں ان کی تو اس کی ان صورتوں کے سامنے جو اس کے علم میں ہیں اور جن پر وہ قادر ہیں کوئی بھی حقیقت نہیں بلکہ وہ تو ان سے کہیں زیادہ عمدہ صورتیں بنانے پر قادر ہے۔ پس جس کی یہ شان ہو اس کے امتحان کا کسی کو کیا مجاز ہے۔ لہذا اگر کبھی اس کے امتحان کا وسوسہ آئے تو سمجھ لینا چاہئے کہ کھوٹے دن آ گئے اور موت کا وقت آ گیا کیونکہ جب چیونٹی کے موت کے وقت آتے ہیں تو اس کے پر نکلتے ہیں اس سے بچنے کی صورت ہے کہ جب بار بار یہ وسوسہ آئے تو خدا کی طرف متوجہ ہو اور سجدہ میں جاؤ۔ اور اتنا روؤ کہ سجدہ گاہ تر ہو جاوے۔ اور کہو کہ اے اللہ تو مجھے اس خیال سے نجات دے۔ یاد رکھو کہ جب تمہیں امتحان کی خواہش ہوئی اسی وقت سمجھ لینا چاہئے کہ ہماری دین کی مسجد میں خروب گھاس پیدا ہو گیا ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ جس مکان میں وہ پیدا ہوتا ہے اسے ویران کر دیتا ہے یعنی تمہارے دین کی بربادی کا سامان ہو گیا ہے۔ پس جبکہ تمہیں امتحان کا وسوسہ آئے فوراً توبہ کرو۔ اور حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو۔ تاکہ وہ مستحق امتحان تمہیں اس وسوسہ اور شیاطین انس و جن کے اس امتحان سے بچاوے۔ جن میں تم مبتلا ہو گئے ہو۔ یا آئندہ مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ یہ وسوسہ بھی شیطانی ہے جو کہ خود بھی امتحان ہے اور دروازہ ہے دیگر امتحانوں کا یہ گفتگو تو ختم ہوئی پس اے ضیاء الحق حسام الدین آپ تشریف لائیں اور چونکہ اوپر گیاہ خروب کا تذکرہ آ گیا ہے اس لئے داؤد علیہ السلام کا قصہ اور بنائے بیت المقدس کا واقعہ بیان فرمائے جس میں خروب کی تاثیر کا بیان ہے۔

جبکہ داؤد علیہ السلام مسجد اقصیٰ بناتے بناتے دق ہو گئے اور وہ ہر دفعہ گر پڑتی تھی تو آپ نے سوچا کہ اب پختہ اور پتھر کی بنانی چاہئے۔ اس وقت حق سبحانہ کی طرف سے وحی آئی کہ آپ اس خیال کو چھوڑ دیجئے۔ اس لئے کہ یہ عمارت تمہارے ہاتھ سے نہ بن سکے گی۔ کیونکہ ہم نے یہ امر مقدر بھی نہیں کیا۔ کہ یہ مکان تمہارے ہاتھ سے بن جاوے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ میرا کیا قصور ہے جو میں اس شرف سے محروم کیا جاتا ہوں۔ اور مجھ سے کہا جاتا ہے کہ تو مسجد نہ بنا۔ اس پر حکم ہوا کہ تم نے بے قصور بہت سے خون کئے ہیں اور ان مظلوموں کا خون اپنی گردن پر لیا ہے۔ اور وجہ اس کی یہ ہے کہ بہت سی مخلوق نے تمہاری آواز سے جان دیدی ہے اور وہ اس کا شکار ہو گئی ہے۔ اور تمہاری آواز اور تمہاری جان لیوا صدا کے سبب بہت سے خون ہوئے ہیں۔ انہوں نے معذرت کی

کہ میں تو آپ کا مغلوب اور آپ کا مست تھا اور میرا اختیار آپ کے اختیار سے وابستہ تھا اور جو کوئی آپ کا مغلوب ہو اس کو مرحوم ہونا چاہئے نہ کہ مقہور کیونکہ مغلوب تو بمنزلہ معدوم کے ہے میری فہم ناقص تو یہ ہی حکم کرتی ہے اب آپ میری غلطی کو ظاہر فرما دیں اس پر حکم ہوا کہ تم مغلوب ضرور ہو مگر معدوم یا مثل معدوم نہیں ہو کہ تمہارے افعال قابل تعرض ہی نہ رہیں تم کو ایسی بات نہ کہنی چاہئے کیونکہ تمہاری معدومیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی اور ایسا معدوم جو اپنے کو مرضیات حق میں فنا کر چکا ہو حقیقی معدوم کہلانے کا مستحق نہیں بلکہ وہ تو دیگر موجودات میں بہتر اور اعلیٰ درجہ کا موجود ہے اور دیگر موجودات اس کے مقابلہ میں معدوم ہیں۔ پس جبکہ دیگر موجودات کے افعال قابل تعرض ہیں تو تم اپنے کو معدوم بتا کر کیسے بری الذمہ ہوتے ہو۔ سنو وہ معدوم جو خودی کو فنا کر چکا ہے گو ہمارے صفات کے مقابلہ میں معدوم ہے لیکن حقیقت میں اس کے لئے اس فنا میں بھی ایک اعلیٰ درجہ کی بقا ہے۔ کیونکہ ارواح اس کے زیر تصرف اور تمام اجسام اس کے زیر قدرت ہیں (جیسا عنقریب اس کی شرح آتی ہے) اس لئے جو شخص ہمارے لطف میں مغلوب ہے وہ حقیقت میں مضطر نہیں بلکہ مختار ہے جس کو وہ اختیار ہماری دوستی سے ملا ہے اس کو ہوا اضطرار سمجھتا ہے یہ اس کی غلطی ہے بلکہ یہ اس کا انتہائی اختیار ہے کہ اس کا اختیار ہمارے اختیار میں محو ہو جائے۔ اس لئے کہ پہلے تو صرف اسی کا اختیار تھا اب ہمارا اختیار بھی اس کا معاون ہو گیا۔ اور جس طرح وہ اپنے اختیار سے کام لیتا تھا۔ قریب قریب اسی طرح اب وہ ہمارے اختیار سے کام لیتا ہے اور یہی وہ اختیار ہے جس کی لذت نے اسے اپنی خودی کے مٹانے پر مجبور کیا ہے کیونکہ اگر اسے اس اختیار کی چاٹ نہ ہوتی تو بھلا کہیں وہ خودی کو مٹا سکتا تھا۔ ہم نے کہا ہے کہ فنائے اختیار ہی کمال اختیار ہے۔ اور اس کی چاٹ نے اسے فنائے اختیار پر مجبور کیا ہے۔ شاید یہ مضمون آسانی سے تمہاری سمجھ میں نہ آئے اس لئے ہم اس کو ایک حسی مثال سے ظاہر کرتے ہیں۔ دیکھو دنیا میں جتنی کھانے پینے کی چیزیں ہیں سب کی لذت کاملہ ان کی لذت ناقصہ کے مٹا دینے پر متفرع ہے۔ اس لئے کہ لذت حسیہ کے دو درجہ ہیں ایک لذت مع الاحساس بہا دوسری وہ لذت جس میں لذت کا بھی احساس نہ رہے۔ لذت اول ناقصہ ہے اور لذت ثانیہ کاملہ جس کو مولانا نے محو لذت سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور لذت ثانیہ اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ پہلی قسم کی لذت نہ رہے۔ پس جبکہ وہ لذات ناقصہ کو فنا کرتا ہے تو اگرچہ وہ لذات ناقصہ سے غیر متاثر ہوتا ہے مگر اس سے بھی اسے لذت حاصل ہوتی اور مزہ ملتا ہے۔ اور اسی مزہ کے حاصل کرنے کے لئے وہ لذات ناقصہ کو فنا کرتا ہے۔ اب دونوں باتیں آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہیں۔ یہ بھی کہ فنائے اختیار اختیار کامل ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ اختیار کامل ہی کے لذات کے لئے اختیار ناقص کو فنا کرتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ جو شخص مغلوب حق ہو جاتا ہے مرحوم ہو جاتا ہے اور اس کے بحار رحمت میں فنا ہو جاتا ہے لیکن وہ ایسا معدوم نہیں ہوتا کہ کوئی موجود غیر فانی تصرف میں اس پر غالب آ جائے بلکہ یہ شخص ایک اعتبار سے تمام موجودات پر حاکم ہوتا ہے کیونکہ موجودات کے حاکم حقیقی کے ساتھ اسے اتحاد عرفی ہوتا ہے اور وہ لو اقسم علی اللہ لابرہٗ کا مصداق ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے جیسے کہ وہ خود حاکم ہو اور اس وقت اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ اسے شک ہوتا ہے نہ اس میں نفاق ہوتا ہے اور نہ ریا ہوتی ہے اور صفات ربانیہ کے غلبہ سے اس کی یہ حالت ہوتی ہے جیسے بے مثال اور بے مکان اور بے نشان اور بے زبان اور بے کیف ہو نہ اسے کوئی اشکال ہوتا ہے اور نہ سوال و جواب کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس پر حقائق مکشوف ہوتے ہیں اور یہ نفی اشکال و سوال و جواب اضافی ہے ورنہ خود حضرت داؤد کو ہی اشکال ہوا اور سوال و جواب کی ضرورت ہوئی۔ اچھا اب خاموش رہو۔ ہم جس قدر سمجھے تھے وہ بیان کر دیا اور امر صواب کو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اس مقام پر بعض امور تحقیق طلب ہیں اس لئے ان کی تحقیق کی جاتی ہے۔ اول یہ کہ مغلوبیت اور فنائے اختیار سے کیا مراد ہے۔ سو اس کا مطلب اختیار عبد کا غالب احوال میں مرضی حق سبحانہ کے تابع ہو جاتا ہے نہ کہ اس کا فی نفسہ معدوم ہو جانا اور نہ تمام احوال میں اس کا تابع ہونا کیونکہ پہلی صورت میں جبر لازم آئے گا اور دوسری صورت میں لازم ہوگا کہ اہل اللہ سے لغزش ہی نہ ہو۔ و کلاهما باطل دوسرے مقام ارواح و اجسام پر حکومت اور ان میں تصرف اور ان کے زیر تدبیر و قدرت اللہ داخل ہونے سے کیا مراد ہے۔ سو اس کے یہ معنی تو نہیں ہو سکتے کہ وہ حقیقۃً تمام ارواح و اجسام میں اپنے اختیار سے تصرف کرتے ہیں کیونکہ یہ شرک جلی ہے بلکہ معنی ہی ہیں کہ ان کا اختیار تو فی نفسہ اختیار محدود اور متناہی اور دیگر انسانوں کے مماثل ہوتا ہے لیکن اختیار الٰہی ان کا معاون ہو جاتا ہے۔ اور جس چیز کو وہ چاہتے ہیں بشرطیکہ کسی حکمت الٰہیہ کے معارض نہ ہو وہ شے ان کے چاہنے اور اپنے اختیار ناقص کو کام میں لانے سے با اختیار خداوندی وجود میں آ جاتی ہے جیسے شق قمر کا یہ کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی قدرت سے باہر تھا۔ ہاں اس قدر ان کے اختیار میں تھا کہ وہ اس فعل کو چاہیں اور اپنے اختیار کو جس قدر بھی ہے کام میں لائیں۔ چنانچہ آپ کے اختیار میں اتنا تھا کہ آپ اسے حکم کریں اس لئے آپ نے انگلی کے اشارہ سے حکم کیا اور قدرت الٰہیہ نے اس کی تکمیل کر دی اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس بناء پر اگر مجازاً یوں کہا جائے کہ چاند آپ کے اختیار میں ہے اور آپ کے تحت و تصرف میں ہے وغیرہ وغیرہ تو بتاویل مذکور بجا ہے۔ اسی مضمون کو مولانا نے دفتر ثالث میں ما رمیت اذ رمیت کی شرح میں بذیل سرخی جمع و تفریق میاں نفی و اثبات یک چیز از روئے نسبت و اختلاف جہت واضح طور پر بیان کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے ما رمیت اذ رمی از نسبت است۔ نفی اثبات است ہر دو مثبت است۔ آن تو افگندی چو بر دست تو بود۔ تو نیفگندی کہ قوت حق نمود۔ زور آدم زادہ را حدے بود۔ مشت خاک اشکست لشکر کے شود۔ مشت مشت تست افگندن زماست۔ زین دو نسبت نفی و اثباتش رواست۔ تیسری بات یہ ہے کہ لوگوں کا نہ مرنا حضرت داؤد علیہ السلام کے اختیار میں نہ تھا پھر ان کے مر جانے پر آپ کو عتاب کیوں ہوا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اہل اللہ جو حال اپنے اوپر طاری کرنا چاہیں کر سکتے ہیں اس لئے ان کو چاہیے تھا کہ عوام کے مجمع میں اپنے اوپر ایسا حال طاری نہ کرتے جس کے پرتو کے قلوب عوام متحمل نہیں ہو سکتے تا کہ وہ ہلاکت سے بچ جاتے۔ لیکن ان کو اس طرف التفات نہ ہوا اور وہ ہلاک ہو گئے۔ اس لئے تنبیہ فرمائی گئی تا کہ اس امر کا لحاظ رکھیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

شرح (حدیث) انما المومنون اخوة اور (قول) العلماء کنفس واحدة کی خاص کر اتحاد داؤد علیہ السلام وسلیمان علیہ اسلام اور تمام انبیاء کا کہ اگر ایک کا منکر ہو تو سب کا انکار لازم ہے جیسے کہ بہت سے مکانات اس طرح ہوں کہ اگر ایک کو گرایا جائے تو اور سب بھی گر پڑیں اسی طرح سب انبیاؑء میں بھی اتحاد ہے کہ اگر ایک کا انکار کیا تو سب کا انکار لازم ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے کہ لانفرق بین احد من رسلہٖ اور عاقل کو تو اشارہ ہی کافی ہے لیکن یہاں تو قرآن شریف میں صراحۃً ہی بیان فرما دیا ہے

اس سرخی کے ذیل میں مولانا کو چونکہ اتحاد ارواح کا بیان مقصود ہے اس لئے مولانا نے اس کے مناسب حدیث اور قول اور آیت لکھ دی ہیں۔ اب آگے قصہ بیان کرتے ہیں۔

پس خطاب آمد بداؤد از خدا	کاے گزیں پیغمبر نیکو لقا
تو خدا کی جانب سے (حضرت) داؤدؑ کو خطاب ہوا	کہ اے منتخب پیغمبر نیک صورت!

یعنی پھر حق تعالیٰ کی طرف سے داؤد علیہ السلام کی طرف خطاب آیا۔ کہ اے پیغمبر مقبول نیک خصلت۔

دل مدار اندر تفکر زیں خبر	رہ مدہ در خود ملال و غم مخور
اس بات سے دل کو فکر میں مبتلا نہ کر	رنج کو اپنے اندر راستہ نہ دے اور غم نہ کر

یعنی اس (مسجد نہ بنا سکنے کی) خبر سے دل کو فکر مند مت کرو۔ اور دل میں ملال مت آنے دو۔ اور غم مت کھاؤ (کیونکہ)

گرچہ برناید بجہد و زور تو	لیک مسجد را برآرد پور تو
اگرچہ (وہ مسجد) تیری کوشش اور طاقت سے نہ بنے گی	لیکن تیرا لڑکا اس کو بنائے گا

یعنی اگرچہ تمہاری کوشش اور زور سے یہ پوری نہ ہوگی لیکن مسجد کو آپ کے صاحبزادے صاحب اس کو پورا فرما دیں گے۔

گرچہ برناید بجہدت ایں مقام	لیک پور تو کند آں را تمام
اگرچہ تیری کوشش سے یہ جگہ نہ بنے گی	لیکن تیرا لڑکا اس کو مکمل کرے گا

یعنی اگرچہ تمہاری کوشش سے یہ مقام پورا نہ ہوگا لیکن تمہارے صاحبزادے اس کو پورا کر دیں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کردۂ او کردۂ تست اے حکیم	مومناں را اتصالے داں قدیم
اے دانا! اس کا کیا ہوا تیرا کیا ہوا ہے	مومنوں کا باہمی قدیم اتحاد سمجھ

یعنی اے حکیم اس کا کیا ہوا تمہارا ہی کیا ہوا ہے۔ اور مومنین کے لئے ایک قدیمی اتصال جانو۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے داؤد (علیہ السلام) تم اس سے غمگین مت ہو کہ مسجد تم نہ بنا سکے اس لئے کہ تم سے نہ بنی تو تمہارے صاحبزادے اس کو بنا دیں گے اور ان کا بنانا گویا تمہارا ہی بنانا ہے لہذا غم مت کرو۔ اور شعر "کردۂ او الخ کا مصرعہ ثانیہ یعنی مومناں را اتصالے الخ سے قول مولانا کا ہے۔ کہ فرماتے ہیں کہ مومنین میں قدیم سے ایک اتصال ہے جس سے کہ آپس میں تعلق ہے اور اس تعلق ہی کی بناء پر یہ کہا گیا کہ انکا کرنا گویا کہ آپ ہی کا کرنا ہے۔ اور یہاں قدیم سے قدم اضافی مراد ہے قدم حقیقی مراد نہیں ہے۔ اس لئے کہ ارواح باعتبار اجسام کے قدیم ہی ہیں اگرچہ خود بھی حادث ہوں۔ آگے مولانا بہت دور تک اس اتحاد ارواح ہی کو بیان فرماتے ہیں یہ بات تو یہاں بتلا ہی دی ہے کہ مومنین کاملین کی ارواح میں ایک اتحاد پہلے سے چلا آتا ہے اب آگے فرماتے ہیں کہ۔

مومناں معدود لیک ایماں یکے	جسم شان معدود لیکن جان یکے
مومنین متعدد ہیں لیکن ایمان ایک ہے	ان کے جسم چند ہیں لیکن جان ایک ہے

یعنی مومنین بہت سے ہیں لیکن ایمان ایک ہے ان کے اجسام مختلف ہیں لیکن جان ایک ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو مومنین جس قدر ہیں وہ خواہ کامل ہوں یا غیر کامل وہ باعتبار اجسام کے تو معدود اور مختلف ہیں لیکن انکا ایمان متحد بالنوع ہے۔ ایمان اور جان میں اتحاد نوعی موجود ہے جس کو ہر شخص تسلیم کرتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

غیر فہم و جان کہ درگاؤ خرست	آدمی را عقل و جان دیگر است
عقل اور جان جو بیل اور گدھے میں ہے اس کے علاوہ	انسان کی عقل اور جان دوسری ہے

یعنی علاوہ فہم اور جان کے جو کہ گاؤ خر میں ہے آدمی کیلئے عقل اور جان دوسری ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو حیوانات میں تو صرف روح حیوانی مع اپنی صفات کے ہے اور انسان میں روح حیوانی مع الصفات اور اس کے علاوہ ایک روح انسانی بھی ہے جو کہ اس روح حیوانی کے علاوہ ہے اور اس بیان میں مولانا نے جہاں جان اور روح کا اطلاق کیا ہے اس سے صفات وکمالات روح مراد لے رہے ہیں جیسا کہ اس شعر میں مولانا نے فہم و جان اور عقل و جان سے اس کی طرف اشارہ کر دیا کہ صرف جان مراد نہیں ہے بلکہ جان کے ساتھ فہم جو کہ صفت جان میں سے ہے مراد ہے۔ اور حضرت حکیم الامۃ نے بھی اس کا اپنی تحریر میں بایں الفاظ ارشاد فرمایا ہے کہ "یہاں روح سے مراد متعارف روح نہیں ہے الخ تو بس روح سے مراد صفات روح ہوئے۔ تو مقصود مولانا کا یہ ہوا کہ ایک تو وہ کمالات ہیں جو کہ حیوانات میں ہیں مثل اکل وشرب وغیرہ کے۔ جو کہ ان کی روح کا مقتضا ہے اور ایک وہ کمالات ہیں جو کہ انسان کی روح میں پائے جاتے ہیں۔ وہ اس کے مقتضیات ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باز غیر عقل و جان آدمی	ہست جانے در نبی و در ولی
پھر انسان کی عقل اور جان کے علاوہ	ولی اور نبی میں اور جان ہے

یعنی پھر علاوہ عقل اور روح انسانی کے ایک جان نبی اور ولی میں ہے۔ مطلب یہ کہ جو صفات روح انسانی کی اندر ہوتی ہیں اور جو اس کے مقتضیات ہیں ان کے علاوہ انبیاء واولیا میں کچھ اور کمالات بھی ہیں جن کی وجہ سے وہ ان دیگر انسانوں سے ممتاز ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

جان حیوانی ندارد اتحاد	تو مجو ایں اتحاد از روح باد
حیوانی جان اتحاد نہیں رکھتی ہے	تو یہ اتحاد ہوائی روح میں نہ تلاش کر

یعنی جان حیوانی اتحاد نہیں رکھتی تم اس اتحاد کو روح بادی میں مت تلاش کرو۔ مطلب یہ کہ روح حیوانی جو کہ ایک بخار لطیف ہے اس میں تم اور کمالات کو مت تلاش کرو کہ جس کی وجہ سے یہ اتحاد ان میں ہے کہ ان کے اغراض ومقاصد باہم متحد ہیں ان اغراض کا اتحاد اسی وجہ سے ہے کہ ان کے اندر ایسے کمالات ہیں جو اس امر کو مقتضی ہیں اور روح بادی یعنی حیوانی میں وہ کمالات نہیں ہیں جن کی وجہ سے ان کی اغراض میں اور ان کے مقاصد میں تغائر وتزاحم ہے بس اس کو مولانا نے اتحاد روح سے تعبیر فرمایا ہے تو گویا کہ یہ کہا جاوے گا کہ اس سے مراد اتحاد عرفی ہے آگے اس کے تائیدات بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر خورد ایں نان نہ گردد سیر آں	ور کشد بار ایں نگردد آں گراں
اگر یہ روٹی کھائے اس دوسری کا پیٹ نہیں بھرتا	اگر یہ بوجھ اٹھائے تو وہ بوجھل نہیں ہوتی

یعنی اگر یہ روٹی کھاوے تو وہ سیر نہیں ہوتی اور اگر یہ بار کھینچے تو وہ گراں نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ اس روح بادی اور حیوانی میں تو اس درجہ تخالف اور تزاحم ہے اور ان کے اغراض اس قدر متفاوت ہیں کہ ایک پر اگر کلفت ہے تو دوسرے کو پرواہ نہیں ہے اور اگر اس کو راحت ہے تو دوسرے کو کوئی خوشی نہیں ہے آگے اس سے بھی ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ ایں شادی کند از مرگ او	از حسد میرد چو بیند برگ او
بلکہ یہ اس کے مرنے سے خوشی مناتی ہے	اگر اس کا ساز وسامان دیکھتی ہے تو حسد سے مرتی ہے

یعنی بلکہ اس کے مرنے سے یہ خوشی کرتی ہے اور اگر اس کا ساز وسامان دیکھے تو حسد سے مری جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ ان کا تخالف اور تضاد تو اس درجہ بڑھا ہوا ہے کہ ایک کی راحت کو دوسرا دیکھ نہیں سکتا۔ اگر ایک راحت میں ہے تو دوسرے کو رنج ہے ہاں اگر اس کو تکلیف ہے تو وہ خوش ہیں اور جو اولیاء اللہ ہیں ان کو دوسرے کی تکلیف سے تکلیف اور اس کی راحت سے راحت ہوتی ہے۔ تو اس کی وجہ وہی کمال ہے کہ اس کمال نے ان کی اغراض کو متحد کر دیا ہے اور اس وجہ سے ان میں تخالف اور تضاد نہیں ہوتا آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جان گرگان وسگان ہر یک جداست	متحد جانہائے شیران خداست
بھیڑیوں اور کتوں کی جان ہر ایک جداگانہ ہے	خدا کے شیروں کی جان متحد ہے

یعنی بھیڑیوں اور کتوں کی ہر ایک کی جان جدا ہے۔ اور شیران خدا کی جانیں سب متحد ہیں (اتحاد سے وہی اتحاد اغراض مراد ہے) مطلب یہ کہ شیروں کی ارواح سب متحد بالنوع ہوتی ہیں اور کتوں اور بھیڑیوں کی ارواح مختلف ہوتی ہیں لہذا غیر مقبولین جو کہ کتوں وغیرہ کی طرح ہیں ان کی ارواح میں تو تخالف ہے اور اولیاء اللہ جو کہ مانند شیروں کے ہیں ان کی ارواح میں اتحاد ہے یہاں بظاہر ایک شبہ واقع ہوتا ہے آگے اس کا جواب فرماتے ہیں شبہ یہ ہوا کہ جب اولیاء کی ارواح متحد ہیں تو پھر تم نے ان کو جمع سے کیوں تعبیر کیا۔ کہ یوں کہا کہ ''متحد جانہائے شیران خدا'' تو جانہائے کیوں کہا۔ جان کیوں نہ کہا آگے اسی کا جواب دیتے ہیں کہ۔

جمع گفتم جانہا شان من باسم	کان یکے جان صد بود نسبت بجسم
میں نے ان کی جانوں کے لئے اسم جمع (کا لفظ) بولا	کیونکہ جسم کی نسبت سے وہ ایک سو بن جاتی ہے

یعنی میں نے ان کی جانوں کو نام کے اعتبار سے جمع کہہ دیا کہ وہ ایک جان بہ نسبت جسم کے سو ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ وہ جان جو کہ متحد فی النوع ہے باعتبار تشخصات کے مختلف ومتعدد ہوتی ہے اس لئے ظاہر کے اعتبار سے میں نے جمع کہہ دیا ورنہ اصل میں تو متحد ہی ہیں اور ان کے اغراض ومقاصد بالکل متحد ہی ہیں آگے اس کی کہ اصل میں ایک روز ظاہر میں متعدد ہوں ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

ہمچو آں یک نور خورشید سما	صد بود نسبت بصحن خانہا
جیسا کہ آسمان کے سورج کا ایک نور	گھروں کے صحن کے اعتبار سے سو بن جاتا ہے

یعنی اس آسمان والے ایک خورشید کی طرح کہ وہ گھروں کے صحنوں کی نسبت سے سینکڑوں ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو نور خورشید حالانکہ ایک ہی ہے اور اس میں تعدد نہیں ہے لیکن چونکہ مختلف امکنہ میں پڑتا ہے اور ان امکنہ کے تعدد صوری کی وجہ سے اس میں تعدد آ گیا ہے لیکن حقیقت میں وہ واحد ہے اور اس کے اندر اتحاد ہی ہے بس اسی طرح اگرچہ تشخصات جسمانیہ مختلف ہوں اور ان تشخصات کے تعدد سے کوئی تعدد نہیں آ گیا خوب سمجھ لو اسی کو آگے خود بیان فرماتے ہیں کہ۔

لیک یک باشد ہمہ انوار شاں	چونکہ برگیری تو دیوار از میاں
لیکن ان سب کا نور ایک بن جاتا ہے	جبکہ تو درمیان سے دیوار اٹھا دے

یعنی لیکن ان سب کے انوار ایک ہی ہوتے ہیں جبکہ تم دیوار کو درمیاں سے ہٹا لو مطلب یہ کہ نور میں جو تعدد پیدا ہوا ہے تو ان امکنہ کی وجہ سے اور ان حجابات کی وجہ سے ہو گیا ہے ورنہ اگر ان مکانوں کو الگ کر دو اور حجابات ہٹا دو تو تمام نور پھر ایک ہے اس میں کوئی بھی فرق نہیں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نماند جانہا را قاعدہ	مومناں باشند نفس واحدہ
جبکہ جانوں کی بنیاد نہ رہے گی	مومن ایک جان بن جائیں گے

یعنی جب گھروں کی بنیاد نہ رہے تو مومنین سب نفس واحدہ ہوجاویں۔ مطلب یہ کہ اجسام نہ رہیں اور تشخصات زائل ہوجاویں تو تمام مومنین باعتبار صفات واغراض ایک ہوجاویں اور کوئی فرق باہمی نہ ہوآگے فرماتے ہیں کہ۔

فرق واشکالات آید زیں مقال	زانکہ نبود مثل ایں باشد مثال
اس گفتگو سے اختلاف اور اشکال پیدا ہوتے ہیں	کیونکہ یہ مثل نہیں ہے مثال ہے

یعنی اس کہنے سے بہت سے فرق اور اشکالات واقع ہوتے ہیں لیکن یہ مثل نہیں ہے یہ مثال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو کمالات کے اتحاد عرفی اور تعدد شخصی کو آفتاب کے اتحاد اور تعدد سے مثال دی ہے اس سے لوگوں کو شبہ ہوگا کہ جس طرح آفتاب میں اتحاد حقیقی ہے اسی طرح کمالات میں بھی اتحاد حقیقی ہے اور جس طرح آفتاب کے یہ سب اجزاء تحلیلیہ ہیں اسی طرح انسان کے بھی یہ سب اجزاء تحلیلیہ ہوں تو فرماتے ہیں کہ یہ نہیں ہے اس لئے کہ کمال تو کوئی مرکب شئے نہیں ہے جس سے اجزاء تحلیلیہ نکل سکیں بلکہ یہ تو ہم نے مثال کے طور پر کہہ دیا ہے۔ جس میں شبہ اور مشبہ بہ کا من کل الوجوہ متحد ہونا ضروری نہیں بلکہ اگر کسی ایک صفت میں بھی اتحاد ہے تو اس سے تشبیہ دے سکتے ہیں ہاں مثل میں یہ بات ہے کہ جب یہ کہا جاوے کہ فلاں شئے فلاں کے مثل (بکسر المیم) ہے اس وقت اس کا من کل الوجوہ مثل ہونا ضروری ہے تو یہ مثال ہے مثل نہیں ہے خوب سمجھ لو۔ اس مقام کی تقریر بھی حضرت قبلہ حکیم الامۃ دام ظلہم نے خود تحریر فرما کر عنایت فرمائی ہے کہ جس کو ذیل میں ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔ وھو ھذا۔

قولہ فرق واشکالات الخ اشکال یہ ہے کہ نور خورشید تو واحد بالشخص ہے۔ اور اس کے یہ قطعات اس کے اجزاء تحلیلیہ ہیں۔ بخلاف کمال مقبولین کے کہ وہ واحد بالشخص نہیں اور نہ اس کے افراد اس کے اجزاء تحلیلیہ ہیں۔ جواب یہ ہے کہ یہ مثال ہے مماثل نہیں وجہ تشبیہ مطلق عدم تخالف ہے کہ ایک جگہ اس کا تحقق حدۃ شخصیہ کے ضمن میں ہوا اور دوسری جگہ اتحاد اغراض میں انتہی بلفظہ۔ آگے ایک اور مثال سے اس امر کو بتاتے ہیں کہ دیکھو۔ مثال میں من کل الوجوہ مشابہت ضروری نہیں فرماتے ہیں کہ۔

فرقہا بیحد بود از شخص شیر	تا بہ شخص آدمی زاد دلیر
شیر کے وجود میں بہت فرق ہیں	بہادر آدمی کے وجود کے اعتبار سے

یعنی شیر کے جسم میں اور آدمی زاد دلیر کے جسم میں بے حد فرق ہوتے ہیں۔

لیک در وقت مثال اے خوش نظر	اتحاد از روی جانبازی نگر
لیکن اے خوش نظر! مثال کے وقت	بہادری کے اعتبار سے اتحاد سمجھ

یعنی لیکن اے خوش نظر مثال کے وقت اتحاد جانبازی کی حیثیت سے دیکھو۔

کاں دلیر آخر مثال شیر بود	نیست مثل شیر در جملہ حدود
کہ وہ بہادر شیر کی مثال ہے	تمام باتوں میں شیر کی مثل نہیں ہے

یعنی کہ وہ دلیر آخر شیر کی مماثل تھا نہ کہ تمام حدود میں اس کے مثل تھا۔ مطلب یہ کہ دیکھو بولتے ہیں کہ فلاں شخص تو بالکل شیر ہے۔ حالانکہ کہاں شیر اور کہاں آدمی زمین و آسمان کا فرق مگر بولتے ہیں تو مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ وہ دلیری میں شیر کی طرح ہے۔ باقی صفات مثل درندگی وغیرہ میں یا صورت میں اس کے مثل نہیں ہے تو اسی طرح یہاں بھی مثال ہے کہ آپس کے تخالف اور تضاد کو مثال دینا منظور ہے۔ اگرچہ اور تمام صفات میں تشابہ نہیں ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

متحد نقشے ندارد ایں سرا	تا کہ مثلے وانمایم مر ترا
یہ دنیا کوئی چیز (روح کیساتھ) متحد نہیں رکھتی ہے	تا کہ تجھے مثل دکھا دوں

یعنی یہ عالم کوئی نقش متحد نہیں رکھتا تا کہ میں تم کو کوئی مثل دکھلا دوں۔ مطلب یہ کہ اس جہان میں کوئی ایسی شے نہیں ہے کہ جو بالکل اسی کی طرح اور اس کی مثل ہو۔ اور میں تم کو اس کو کہہ دوں کہ ان قلوب کاملین میں کمالات کی وجہ سے ایسا اتحاد ہے جیسا کہ فلاں شے میں ہے لہذا اس کا اتحاد مثالوں ہی سے بیان کیا جاوے گا۔ لیکن

ہم مثال ناقصے دست آورم	تاز حیرانی خرد را وا خرم
نیز ایک ناقص مثال بیان کرتا ہوں	تا کہ عقل کو پریشانی سے نجات دوں

یعنی ایک ناقص مثال ہی لاتا ہوں تا کہ عقل کو حیرانی سے چھڑاؤں۔ مطلب یہ کہ اس اتحاد کی کوئی شے مماثل تو ہے نہیں اس لئے ایک مثال ہے جو کہ اس کے سامنے بالکل ناقص ہے بیان کرتا ہوں کہ اس سے تمہاری عقل کی حیرانی کچھ تو کم ہو۔ اور تم کچھ سمجھو تو آگے روح حیوانی کی مثال بیان کرتے ہیں کہ۔

شب بہر خانہ چراغے می نہند	تا بنور آن ز ظلمت مے رہند
رات کو ہر گھر میں چراغ رکھتے ہیں	تا کہ اس کی روشنی کی وجہ سے اندھیرے سے نجات حاصل کر لیں

یعنی رات کو ہر گھر میں ایک چراغ رکھتے ہیں تا کہ اس کے نور کی وجہ سے اندھیرے سے چھوٹیں۔

آں چراغ ایں تن بود نورش چو جاں	نیست محتاج فتیل و ایں و آں
وہ چراغ یہ جسم ہے اس کی روشنی جان کی طرح ہے	جو بتی اور اس اور اس کا محتاج نہیں ہے

یعنی وہ چراغ تو یہ بدن ہے اور اس کا نور جان کی طرح ہے اور وہ اس کے اور اس کے فتیلہ کا محتاج ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ ہے کہ دیکھو رات کو ہر گھر میں چراغ جلاتے ہیں تا کہ روشنی ہو لیکن وہ چراغ اس کا محتاج ہوتا ہے کہ اس میں بتی ہو تیل ہو۔ تب وہ جلتا ہے اور نور دیتا ہے۔ ورنہ گل ہو جاتا ہے تو اسی طرح روح حیوانی جو کہ حقیقت میں ایک بخار لطیف ہے جب تک اس کو کھانا پینا ملتا رہے اس وقت تک تو رہتی ہے اور جہاں یہ بند ہوا اور وہ فنا ہوئی۔

واں فتیلہ پنج دارد از حواس	جملگی بر خواب و خور دارد اساس
وہ بتی پانچ حواس رکھتی ہے	ان سب کی کھانے اور سونے پر بنیاد ہے

یعنی وہ حواس اس کی پانچ بتیاں رکھتی ہے جو کہ سب کے سب خواب وخور پر بنیاد رکھتی ہیں مطلب یہ کہ جس طرح کہ چراغ ہوتے ہیں کہ ہر ایک خود غرض ہوتا ہے اس کو دوسرے کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اسی طرح روح حیوانی کی اغراض علیحدہ علیحدہ ہیں ہر ایک ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائے ہوئے ہے۔ ایک کی غرض کچھ ہے اور دوسرے کی کچھ ہے چونکہ اوپر چراغوں اور روح حیوانی کے دو وصف بیان کئے تھے ایک تو ان کا محتاج اسباب ہونا اور دوسرا ان کا عدم بقاء تو اگر چہ یہاں مقصود تو وصف اول ہے لیکن وصف ثانی یعنی عدم بقاء کو بھی استطراداً بیان فرمانے لگے اصل مقصود مقام تو یہاں ختم ہو گیا آگے مضمون استطرادی ہے۔

بیخور و بے خواب نزید نیم دم	باخورد باخواب نزید نیز ہم
بغیر کھائے اور سوئے آدھا پل بھی نہیں جی سکتا	کھانے اور سونے کے ساتھ بھی نہیں جیتا ہے

یعنی بے خواب وخور کے تو ایک گھڑی بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ (لیکن) خواب وخور کے ساتھ بھی (ہمیشہ کے لئے) زندہ نہیں رہ سکتی۔ (خواب وخور سے مراد ستہ ضروریہ) مطلب یہ کہ ان چیزوں کے نہ ہونے سے تو وہ فنا ہو ہی جاتی ہے لیکن باوجود ان اشیاء کے ہونے کے بھی اس کو بقاء ابدی نہیں ہے۔ بلکہ جب بھی فانی ہے۔ جیسا کہ

بے فتیل و روغنش نبود بقا	با فتیلہ و روغن اوہم بیوفا
اس کی بغیر بتی اور تیل کے بقا نہیں ہے	بتی اور تیل کے ہوتے ہوئے بھی بے وفا ہے

یعنی بے فتیلہ اور تیل کے اس کو بقا نہیں ہے اور مع فتیلہ اور تیل کے بھی وہ بے وفا ہے مطلب یہ کہ جیسا کہ چراغ کہ اگر اس میں تیل بتی ہو تب بھی وہ ایک وقت مقرر کے بعد گل کر دیا جاتا ہے اور فنا ہو جاتا ہے اور اگر تیل بتی نہ ہو تب تو اس کو بقا ہے ہی نہیں۔

زانکہ نور علتی اش مرگ جو ست	چوں زید کہ روز روشن مرگ اوست
کیونکہ اس کی بیمار روشنی موت کی متقاضی ہے	کیسے جئے کیونکہ روشن دن اس کی موت ہے

یعنی اس لئے کہ نور ضعیف اس کا موت کا متلاشی ہے تو وہ کیونکر جئے کہ روز روشن اس کی موت ہے مطلب یہ کہ چراغ کا نور جو کہ ایک نور ضعیف ہے وہ بھلا کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔ جبکہ روز روشن آوے گا تو اس کو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

عادۃً موت آ ہی جاوے گی اور وہ فنا کر ہی دیا جائے گا۔ بھلا وہ نور ضعیف اس نور روز کے آگے کب ٹھہر سکتا ہے۔

جملہ حسہائے بشر ہم بے بقاست	زانکہ پیش نور روز حشر لاست
انسان کے تمام حواس فانی ہیں	کیونکہ حشر کے دن کے نور کے سامنے معدوم ہیں

یعنی تمام حواس بشری بھی بے بقاء ہیں اس لئے کہ روز حشر کے نور کے آگے سب فانی ہیں۔ مطلب یہ کہ روح حیوانی کو بقاء ابدی نہیں ہے بلکہ وہ فانی ہے کیونکہ قیامت کے روز تو جو عذاب وثواب ہوگا وہ نسمہ پر ہوگا۔ اس لئے اس روح حیوانی کی حاجت نہ رہی اور جیسے کہ چراغ کی قریب صبح حاجت نہیں رہتی اس لئے اس کو پہلے ہی گل کر دیتے ہیں بس اسی طرح روح حیوانی کو بھی حشر بپا ہونے سے پہلے ہی یعنی موت کے ساتھ ہی فنا کر دیتے ہیں کیونکہ وہاں اس کا کوئی کام ہی نہیں ہے۔ پھر اس کو اس وقت کے لئے کیوں رکھا جاوے اب یہاں چونکہ روح حیوانی کے عدم بقاء کو استطر اداً بیان کیا تھا تو آگے اسی مناسبت سے روح انسانی کے بقا کو بھی استطر اداً بیان فرماتے ہیں کہ۔

نور حس و جان باباباں ما	نیست کلی فانی ولا چوں گیا
ہمارے فانی حس اور جان کا نور	گھاس کی طرح بالکلیہ فانی اور معدوم نہیں ہے

یعنی ہمارا نور حس اور جان ابدی بالکلیہ فانی اور نیست گھاس کی طرح نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ روح حیوانی موت سے فنا ہو جاتی ہے روح انسانی موت سے فنا نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کو بقاء ابدی حاصل ہے جیسا کہ اکثر صوفیہ اور بعض علماء ظاہر اس طرف گئے ہیں کہ خلق الانسان للابد یعنی انسان ابدی ہے ہاں ازلی ابدی نہیں ہے بلکہ صرف ابدی ہے اس میں کوئی استحالہ لازم نہیں آتا۔ تو روح انسانی کو موت سے فنا نہیں۔ یہاں یہ شبہ ہوا کہ اگر روح انسانی موت سے فنا نہیں ہوتی اس کے آثار دنیا میں کیوں ظاہر نہیں ہوتے۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ چونکہ روح انسانی خواہ وہ کافر کی ہو یا مومن کی (کیونکہ روح انسانی سب میں ہوتی ہے) موت کے بعد تجلیات جمالیہ سے (جبکہ وہ روح مومن ہو) اور تجلیات جلالیہ سے (جبکہ وہ روح کافر ہو) مغلوب ہو جاتی ہے اس لئے اس کے آثار دنیا میں سے مٹ جاتے ہیں اور آثار ظاہر نہیں ہوتے۔ آگے تین مثالوں سے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

لیک مانند ستارہ و ماہتاب	جملہ محو انداز شعاع آفتاب
لیکن ستاروں اور چاند کی طرح	سورج کی شعاع سے سب محو ہیں

یعنی لیکن ستارہ اور آفتاب کی طرح کہ سب شعاع آفتاب کی وجہ سے محو ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ ستارے آفتاب کے نکلنے کے وقت منطمس ہو جاتے ہیں کہ ان کے آثار مثل نور وغیرہ کے کچھ باقی نہیں رہتے اسی طرح روح انسانی کے آثار بھی موت کے بعد منطمس ہو جاتے ہیں اور دوسری اشیاء کا (یعنی تجلیات کا) غلبہ اس پر ہو جاتا ہے تو وہ مثل فانی کے معلوم ہوتی ہے اسی کی ایک دوسری مثال دیتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچنانکہ سوز و درد و زخم کیک	محو گردد چوں درآید مارا لیک
جیسا کہ پسو کے زخم کی سوزش اور درد	محو ہو جاتا ہے جب سانپ تیری جانب آ جائے

یعنی جس طرح کہ درد اور سوزش پسو کے زخم کی محو ہو جاتی ہے جبکہ تمہاری طرف سانپ آوے مطلب یہ کہ ایک شخص کے پسو نے کاٹ لیا تھا اس کی تکلیف ہو رہی تھی اور اس میں درد اور جلن ہو رہی تھی کہ اسی شخص کے سانپ نے کاٹ لیا۔ تو اب باوجودیکہ پسو کے کاٹنے کے بھی تکلیف تو ہے لیکن اس سانپ کے کاٹنے کے سامنے وہ اس قدر ہیچ ہے کہ گویا نہیں ہے اسی طرح روح انسانی بوجہ غلبہ تجلیات کے باوجود موجود ہونے کے اس قدر مغلوب ہوتی ہے گویا کہ بالکلیہ فانی ہے آگے تیسری مثال دیتے ہیں کہ۔

آنچنانکہ عور اندر آب جست	تا درآب از زخم زنبوراں برست
جیسا کہ ننگا پانی میں گھس جائے	تاکہ پانی میں شہد کی مکھیوں کے کاٹنے سے نجات پالے

یعنی جس طرح کوئی ننگا پانی میں کودا یہاں تک کہ پانی میں بھڑوں کے زخم سے چھوٹا۔ مطلب یہ کہ کوئی شخص پانی میں کود جائے تو حالانکہ وہ موجود ہے لیکن بظاہر معدوم ہے یہی حالت روح انسانی کی بعد الموت ہو جاتی ہے۔ اصل مقصود مثال تو یہاں ختم ہو گیا آگے استطراداً تتمیم مثال کے لئے دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ کوئی کودتا ہے تو اس لئے کودا کرتا ہے بس اس وجہ سے مصرعہ ثانی میں اس کی حالت کو بیان فرمانے لگے۔

می کند زنبور بر بالا طواف	چوں برآرد سر ندارندش معاف
شہد کی مکھیاں اوپر چکر کاٹتی ہیں	وہ جب سر ابھارتا ہے اس کو معاف نہیں کرتی ہیں

یعنی بھڑیں اوپر گھوم رہی ہیں جوں ہی وہ سر نکالے تو اس کو معاف نہ رکھیں گی۔ مطلب یہ کہ کسی برہنہ کو بھڑیں لپٹ گئیں تو وہ ان کے ڈر کے مارے پانی میں کود جاوے تاکہ ان کے کاٹنے سے چھوٹے تو وہ بھڑیں اوپر ہی گھومتی رہتی ہیں اور اس نے ذرا سر ابھارا اور انہوں نے ڈنک لگایا۔ اس سے مولانا کا ذہن ایک مضمون ارشادی کی طرف منتقل ہو گیا۔ آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

آب ذکر حق و زنبور ایں زماں	ہست یاد ایں فلاں و آں فلاں
اللہ کی یاد پانی ہے اور شہد کی مکھی اس وقت	اس فلاں اور اس فلاں کی یاد ہے

یعنی پانی تو ذکر حق ہے اور زنبور اس وقت اس کی اور اس کی یاد ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ پانی نے اس شخص کو زنبوروں سے بچا لیا اسی طرح اگر تو ذکر حق شروع کر دے گا تو وہ ذکر حق تجھے وساوس و خیالات شیطانی سے بچا لے گا۔ اسی کو خود فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دم بخور در آب ذکر و صبر کن	تا رہی از فکر و وسواس کہن
ذکر (حق) کے پانی میں سانس گھونٹ لے اور صبر کر	تاکہ تو فکر اور پرانے خیالات سے نجات پالے

یعنی آب ذکر میں غوطہ لگا اور صبر کرتا کہ تو فکر اور وساوس کہنہ سے چھوٹ جاوے۔ مطلب یہ کہ ادھر ادھر کے قصوں کو چھوڑ کر تم ذکر حق میں مشغول ہو جاؤ۔ تو پھر تم وساوس سے بچ جاؤ گے۔

بعد ازاں تو طبع آں آب صفا	خود بگیری جملگی سر تا بپا
اس کے بعد اس صاف پانی کی طبیعت	سر سے پاؤں تک تو خود اختیار کر لے گا

یعنی اس کے بعد تو اس آب صاف کی طبیعت خود سر تا پا لے لو گے۔ مطلب یہ کہ پھر جب ذکر تمہارے اندر سرایت کر جاوے گا تو تم کو پھر اس ذکر متعارف کی ضرورت بھی نہ رہے گی بلکہ تمہارے اندر ایک ایسی بات پیدا ہو جاوے گی اور ذکر اس طرح سرایت کر جاوے گا کہ اس ذکر متعارف کی تم کو ضرورت نہ رہے گی جیسا کہ کاملین میں مشاہدہ ہے کہ بعد کمال ان کو کثرت ذکر کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ یہ حالت ہو جاتی ہے۔

آنچناں کز آب آں زنبور شر	می گریزد از تو ہم گیرد حذر
جس طرح وہ شریر شہد کی مکھی پانی سے	بھاگتی ہے: تجھ سے بھی ڈرے گی

یعنی جس طرح کہ وہ زنبور شر پانی سے بھاگتی ہے تجھ سے بھی پرہیز کرے گی مطلب یہ ہے کہ جب تم ذکر حق میں مشغول ہو گے اور اس میں لگ جاؤ گے تو پھر تم خود متصف بہ صفات حق ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری شان بی یسمع اور بی یبصر کی ہو جاوے گی اور جس طرح کہ شیطان ذکر حق سے بھاگتا تھا خود تمہاری ذات سے بھاگنے لگے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ان الشیطان یفر من ظل عمرؓ یعنی حضرت عمرؓ کے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ان کو وہ درجہ کمال حاصل ہو گیا تھا کہ جس کی وجہ سے وہ متصف بصفات حق ہو گئے تھے اور شیطان خود ان کی ذات سے بھاگنے لگا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

بعد ازاں خواہی تو دور از آب باش	کہ بسر ہم طبع آبی خواجہ تاش
اس کے بعد اگر تو چاہے پانی سے جدا ہو جا	کیونکہ باطن کے اعتبار سے تو پانی کی طبیعت کا خواجہ تاش ہو گیا ہے

یعنی اس کے بعد اگر تو چاہے تو پانی سے دور رہ کیونکہ باطن میں تو تو بھی ہم طبع آب ہے۔ اے خواجہ تاش مطلب یہ کہ جب یہ حالت ہو جاوے اور ذکر رگ و پے میں سرایت کر جاوے تو اس کے بعد اگر چاہو تو ذکر متعارف کو ترک کر دو تب بھی کوئی حرج نہیں ہے خود تمہاری ذات سے وہی ہو گا جو کہ ذکر سے ہوتا تھا۔ یعنی شیطان بھاگنے لگے گا آگے پھر عود ہے روح انسانی کے بقاء کے مضمون کی طرف فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بس کسانے کز جہاں بگذشتہ اند	لانیند و در صفات آغشتہ اند
بہت سے وہ لوگ جو دنیا سے چلے گئے ہیں	معدوم نہیں ہیں اور وہ (اللہ کی) صفات میں غرق ہیں

یعنی بہت سے لوگ جو کہ اس جہاں سے گزر گئے ہیں معدوم نہیں ہیں۔ (بلکہ) صفات میں مل گئے ہیں۔

در صفات حق صفات جملہ شاں	ہمچو اختر پیش آں خور بے نشاں
ان سب کی صفات اللہ (تعالیٰ) کی صفات میں	ایسی ہی بے نشان ہیں جیسا کہ ستارے سورج کے سامنے

یعنی صفات حق میں ان سب کی صفات ستارہ کی طرح اس خورشید کے سامنے بے نشان ہیں۔ مطلب یہ کہ جو حضرات بظاہر دنیا سے گزر گئے ہیں وہ معدوم نہیں ہیں بلکہ ان پر صفات حق کا غلبہ ہوگیا ہے اور وہ اس میں مغلوب ہوگئے ہیں کہ ان کے آثار ظاہرہ دنیا میں نہیں رہے ورنہ وہ معدوم نہیں بلکہ موجود ہیں جیسا کہ خورشید کے نور کے آگے نور اختر کالعدم ہوتا ہے۔ اسی مضمون کو اس سے پہلے بھی بیان فرما چکے ہیں یہاں تک تو کشف کے ذریعہ سے اس کو بیان فرمایا تھا آگے ایک نقلی دلیل اس کی لاتے ہیں کہ۔

گر ز قرآں نقل خواہی اے حروں	خواں جمیع ہم لدینا محضرون
اے سرکش! اگر تو قرآن سے ثبوت چاہتا ہے	پڑھ لے وہ سب ہمارے پاس حاضر کئے ہوئے ہیں

یعنی اے سرکش اگر قرآن سے نقل کی ضرورت ہو تو ہم لدینا محضرون کو پڑھ لو۔

محضرون معدوم نبود نیک بیں	تا بقائے روحہا دانی یقیں
اچھی طرح سمجھ لے "حاضر کئے ہوئے" معدوم نہیں ہوتے	تاکہ تو روحوں کے باقی رہنے کو یقینی طور پر جان لے

یعنی جو معدوم ہوتے ہیں وہ محضروں نہیں ہوتے۔ خوب دیکھ لو تا کہ ارواح کے بقا کو یقیناً جان لو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو دلیل نقلی کی ضرورت ہو تو دیکھو قرآن شریف میں ہے کہ جمیع لدینا محضرون کہ سب ہمارے پاس جمع ہوں گے تو بھلا جو معدوم ہوتے ہیں وہ حاضر کیسے ہو سکتے ہیں اس لئے معلوم ہوا کہ ان کی ارواح معدوم نہیں جب تو وہاں حاضر ہونگے۔ مگر چونکہ روح انسانی کفار و مسلمین سب میں ہوتی ہے اور سب کی ارواح تجلیات میں مغلوب ہیں صرف فرق اس قدر ہے کہ کفار کی ارواح پر تجلیات جلالیہ ہوں گی اور مومنین کی ارواح پر تجلیات جمالیہ ہوں گے اس لئے مولانا نے آگے روح کی قسمیں کیں اور دونوں کے احکام بیان فرماتے ہیں کہ۔

روح محجوب از بقااش در عذاب	روح واصل در بقا پاک از حجاب
اس کی بقا سے رکی ہوئی روح عذاب میں ہے	جو روح بقا (باللہ) میں واصل (بحق) ہے وہ پردے سے پاک ہے

یعنی روح محجوب (کافر) تو اپنی بقا کی وجہ سے حجاب میں ہے اور روح واصل بقا میں حجاب سے پاک ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ کفار کی ارواح انسانیہ بھی باقی ہیں اور مومنین کی بھی لیکن کفار کی ارواح اس بقائی کی وجہ سے عذاب بھگت رہی ہیں اور مومنین کی ارواح اس بقائی کی وجہ سے عیش میں ہیں آگے اصل مقصود یعنی روح حیوانی کے عدم اتحاد کی طرف عود ہے فرماتے ہیں کہ۔

زیں چراغ حس حیوان المراد	گفتمت ہاں تا نجوئی اتحاد
خلاصہ یہ ہے کہ اس حیوانی حس کے چراغ سے	میں نے تجھے بتا دیا خبردار اتحاد کا طالب نہ بننا

یعنی الحاصل اس حس حیوانی کے چراغ سے میں نے تم سے کہہ دیا کہ تم اتحاد کے متلاشی مت رہنا۔ مطلب یہ کہ میں نے تم کو بتا دیا ہے کہ تم ہرگز ہرگز روح حیوانی میں اتحاد کے امید پر مت رہنا ان میں ہرگز اتحاد نہ ہوگا۔ بس جب یہ بات ہے تو آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

روح خود را متصل کن اے فلاں	زود با ارواح قدس سالکاں
اے فلاں! اپنی روح کو وابستہ کر دے	بہت جلد سالکوں کی پاک روحوں کے ساتھ

یعنی اے شخص اپنی روح کو جلدی سے سالکین کی ارواح مقدسہ کے ساتھ متصل کر دے مطلب یہ کہ تم اپنی روح انسانی کو جو کہ بوجہ اتباع روح حیوانی کے روح حیوانی ہی کے حکم میں ہو رہی ہے کاملین کی روح کے ساتھ متصل کر دو تا کہ وہ بھی سالکین کی روح کے اوصاف کے ساتھ متصف ہو جاوے۔ آگے پھر روح حیوانی کی مثال کی تقریر فرماتے ہیں کہ۔

صد چراغت ار مرند ار بیستند	بس جدایند و یگانہ نیستند
تیرے سو چراغ خواہ وہ مریں یا قائم رہیں	(آپس میں) بہت جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں

یعنی سو چراغ اگر مریں اور اگر قائم ہوں تو وہ جدا ہیں اور ایک نہیں ہیں مطلب یہ کہ اگر تمہارے سینکڑوں چراغ ہوں وہ خواہ گل ہوں اور خواہ جلتے رہیں وہ سارے کے سارے جدا ہی ہیں ایک تو نہیں ہیں۔ بس اسی طرح سے ارواح حیوانیہ خواہ وہ زندہ رہیں یا مر جاویں ان میں اتحاد نہیں ہو سکتا۔

زاں ہمہ جنگند ایں اصحاب ما	جنگ کس نشنید اندر انبیا
اسی لئے ہمارے یہ سب ساتھی لڑتے ہیں	کسی نے انبیاء میں لڑائی (کی بات) نہیں سنی ہے

یعنی اسی لئے ہمارے سارے لوگ لڑائی میں ہیں اور کسی نے انبیاء علیہ السلام میں لڑائی نہیں سنی۔

زانکہ نور انبیا خورشید بود	نور حس ما چراغ و شمع و دود
کیونکہ انبیاء کا نور سورج (سے) تھا	ہمارے حواس کا نور چراغ اور شمع اور دھواں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس لئے کہ انبیاء علیہ السلام کا نور تو خورشید تھا اور ہمارا نور حس چراغ اور شمع اور دود تھا مطلب یہ کہ اسی عدم اتحاد کی وجہ سے غیر کاملین اور غیر مقبولین میں ہمیشہ اختلاف رہتا ہے اور ہمیشہ لڑتے ہی رہتے ہیں لیکن انبیاء میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی کیونکہ ان کی مثال تو خورشید جیسی ہے کہ اس کا نور متحد ہے۔ اس میں اختلاف نہیں ہے اور ہمارا نور چراغ جیسا ہے کہ جس میں بالکل اختلاف ہے جیسا کہ خود فرماتے ہیں کہ۔

یک بمیرد یک بماند تا بروز	یک بود پژمردہ دیر با فروز
ایک بجھ جاتا ہے ایک دن تک رہتا ہے	ایک ٹمٹاتا ہے دوسرا روشن ہے

یعنی ایک مرتا ہے اور ایک دن تک رہتا ہے اور ایک پژمردہ ہوتا ہے اور دوسرا بارونق رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ چراغوں کے اختلاف کی اور تزاحم کی یہ حالت ہے کہ ایک روشن ہے ایک گل ہے ایک ٹمٹما رہا ہے ایک بالکل گل ہو گیا ہے لیکن شمس میں یہ بات نہیں ہے بلکہ اس کا نور ہمیشہ اور ہر جگہ یکساں ہے اگر ہے تو سب جگہ ہے اور اگر نہیں ہے تو کہیں بھی نہیں ہے۔

جان حیوانی بود حی از غذے	ہم بمیرد او بہر نیک و بدے
حیوانی روح غذا سے زندہ رہتی ہے	وہ اچھائی اور برائی کے ساتھ مر بھی جاتی ہے

یعنی جان حیوانی تو کھانے سے زندہ رہتی ہے اور وہ ہر ایک نیک و بد سے مر بھی جاتی ہے مطلب یہ کہ یہ سب تو خود غرض ہیں ہر ایک کا کھانا پینا اور غذا الگ ہے جیسا کہ چراغوں میں سب کی غذا اور تیل بتی الگ الگ ہے اور یہ حالت ہے کہ۔

گر بمیرد ایں چراغ و طے شود	خانہ ہمسایہ مظلم کے شود
اگر یہ چراغ بجھ جائے اور لپٹ جائے	پڑوسی کا گھر تاریک کب ہو گا؟

یعنی اگر یہ چراغ مر جاوے اور طے ہو جاوے تو ہمسایہ کا گھر اندھیرا کب ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر ایک گل ہو گیا تو دوسرا روشن ہے ان میں بوجہ تزاحم کے یہ تو ہے نہیں کہ ایک گل ہو تو دوسرا بھی گل ہی ہو جاوے۔

نور آں خانہ چو بے ایں ہم بپاست	پس چراغ حس ہر خانہ جداست
جب اس گھر کی روشنی اس کے بغیر بھی قائم ہے	تو حس کا چراغ ہر گھر کا جدا ہے

یعنی اس گھر کا نور جو بے اس کے بھی موجود ہے تو چراغ حس ہر گھر کا جدا ہے مطلب یہ کہ جب باوجود ایک کے گل ہو جانے کے بھی دوسرے کا نور موجود ہے تو معلوم ہوا کہ ہر گھر کا چراغ الگ الگ ہے اور ہر ایک کے نور میں تزاحم ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں مثال جان حیوانے بود	نے مثال جان ربانے بود
یہ روح حیوانی کی مثال ہے	نہ کہ ربانی روح کی مثال

یعنی یہ جان حیوانی کی مثال ہوتی ہے نہ کہ جان ربانی کی مثال ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ یہ چراغ کی مثال جان حیوانی کی مثال ہے ورنہ جان ربانی ایسی نہیں ہوتی بلکہ اس میں تو اتحاد ہوتا ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ آگے ایک اور مثال اس اتحاد کی دیتے ہیں کہ۔

بازاز ہندوی شب چوں ماہ زاد	برسر ہر روزنے نورے فتاد
پھر رات کی تاریکی سے جب چاند نکلا	ہر سوراخ پر روشنی پڑی

یعنی پھر ہندوئے شب سے جو چاند پیدا ہوا تو ہر روزن پر ایک نور پڑا۔ (رات کو بوجہ تاریکی کے ہندو کہہ دیتے ہیں) مطلب یہ کہ لو پھر اور ایک بات سنو کہ جب رات کو چاند نکلا تو اس کا نور ہر جگہ پر پڑا۔

نور آں صد خانہ را تو یک شمر	کہ نماند نور ایں بے آن دگر
ان سو گھروں کی روشنی کو تو ایک سمجھ	کیونکہ اس کا نور اس دوسرے کے بغیر نہیں رہتا ہے

یعنی اس سو گھروں کے نور کو تم ایک ہی گنو کیونکہ اس کا نور اس کے بغیر نہیں رہتا۔ مطلب یہ کہ چاند کا نور جو سب چیزوں پر پڑا ہے اور وہ بظاہر کئی نور معلوم ہوتے ہیں تم ان کو کئی مت جانو بلکہ وہ غایت اتحاد کی وجہ سے ایک ہی نور ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے کہ اگر ایک جگہ کا نور جاتا رہے تو فوراً دوسری جگہ کا بھی جاتا رہتا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہو گیا کہ یہ سب ایک ہی تھے۔ اس مثال کا بھی حاصل وہی ہے جو اوپر گزرا۔ آگے پھر اسی مثال خورشید کو پھر بیان فرماتے ہیں کہ۔

تا بود خورشید تاباں برافق	ہست در ہر خانہ نور او قنق
جب تک سورج افق پر روشن ہے	ہر گھر میں اس کا نور مہمان ہے

یعنی جب تک کہ خورشید تاباں افق پر ہوتا ہے اس کا نور ہر گھر میں مہمان ہوتا ہے یعنی ہر جگہ اس کا نور یکساں پڑتا ہے آگے تتمیم مثال کے لئے اس کو بیان کرتے ہیں کہ جس طرح طلوع نور کے وقت اتحاد ہے اسی طرح اس کے غروب میں بھی اتحاد ہے کہ جب غروب ہوتا ہے تو اس وقت بھی سب جگہ ہی سے غروب ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون محض استطراداً تتمیماً للمثال بیان فرماتے ہیں۔

باز چوں خورشید جاں آفل شود	نور جملہ جانہا زائل شود
پھر جب روح کا سورج غروب کر جاتا ہے	تمام جانوں کا نور زائل ہو جاتا ہے

یعنی پھر جب خورشید جاں غروب ہو جاتا ہے نور تمام گھروں کا زائل ہو جاتا ہے (اس سے پہلے چونکہ جاں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

خورشید سے مثال دی تھی تو اب خورشید کو جان سے مثال دے دی کہ جب تشابہ دونوں طرف سے ہے تو ظاہر ہے کہ خورشید جان کی طرح تو جان خورشید کی طرح ہوگی تو یہاں غایت تشابہ کی وجہ سے خورشید کو جان سے تشبیہ دیدی) مطلب یہ کہ وہ خورشید جو کہ جان کی طرح ہے جب غروب ہو جاتا ہے تو ایک دم سے سب گھروں میں سے نور جاتا رہتا ہے اب یہاں فلسفی شخص کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جب جان کو خورشید سے مثال دی اور خورشید منور بالذات ہے اور مستقل ہے تو روح بھی مستقل ہوئی اور قدیم ہوئی جیسا کہ اس کا مذہب ہے تو اس سے اس کو سہارا مل سکتا تھا آگے اس کا رد فرماتے ہیں کہ۔

ایں مثال نور آمد مثل نے	مر ترا ہادی عدو را رہزنے
یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے	تیرے لئے ہادی ہے دشمن کے لئے رہزن ہے

یعنی یہ نور کی مثال ہے مثل نہیں ہے اور تمہارے لئے تو ہادی ہے اور عدو کے لئے رہزن ہے مطلب یہ کہ یہ مثل تو ہے نہیں صرف مثال ہے جو شخص کہ تابع وحی ہے اس کے لئے تو ہادی ہے کہ اس کو صرف مثال سمجھ کر روح کو حادث بالذات والزمان سمجھے گا اور جو دشمن دین اور غیر تابع وحی ہے وہ اس کو مثل سمجھ کر اس سے روح کو قدیم سمجھے گا اور گمراہ ہوگا اس دشمن دین کی یہ حالت ہے کہ۔

بر مثال عنکبوت آں زشت خو	پردہائے گندہ را بر با فداو
وہ بدخو مکڑی کی طرح	گندے پردے بنتا ہے

یعنی مکڑی کی طرح وہ زشت خو گندے پردے بن رہا ہے مطلب یہ کہ جس طرح کہ مکڑی اپنے لعاب سے جالا بناتی ہے کہ وہ بے حد کمزور اور گندہ ہوتا ہے اسی طرح یہ فلسفی گندی باتیں کہہ رہا ہے اور وحی کا معارضہ کر رہا ہے۔

از لعاب خویش پردہ نور کرد	پردۂ ادراک خود را کور کرد
اپنے لعاب سے اس نے نور پر پردہ ڈال دیا	اپنے احساس کی آنکھ کو اندھا بنا لیا

یعنی اپنے لعاب سے نور کا پردہ بنایا اور اپنے ادراک کے پردہ کو اندھا کر لیا۔ مطلب یہ کہ فلسفہ میں پڑ کر اور وحی کا معارضہ کر کے اپنی بصیرت کو مٹا لیا۔ اور بالکل اندھا ہو گیا کہ اب اس کو حقیقت نظر ہی نہیں آتی اور اتباع وحی نہ ہونے کی وجہ سے اس کی ایسی مثال ہے کہ

گردن اسپ ار بگیرد بر خورد	ور بگیرد پاش بستاند لکد
اگر گھوڑے کی گردن پکڑ لے گا فائدہ اٹھائے گا	اور اگر اس کے پاؤں پکڑے گا لاتیں کھائے گا

یعنی اگر گھوڑے کی گردن پکڑے تو وہ گھوڑا کھا جاوے اور اگر اس کا پاؤں پکڑے تو لات لے مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص گھوڑے پر بے لگام کے سوار ہونے لگے تو اگر منہ کی طرف جاوے تو وہ کاٹتا ہے اور اگر پاؤں کی طرف جاوے تو وہ لات مارتا ہے غرضکہ بوجہ لگام نہ ہونے کے اس کو کسی طرف سے امن نہیں ملتا۔ تو اسی طرح چونکہ فلسفی

www.besturdubooks.wordpress.com

کے پاس شریعت کی باگ نہیں ہے لہذا وہ جس مضمون کو بیان کرتا ہے اگر اس کی نفی کرتا ہے تب بھی ٹھوکر کھاتا ہے اور اگر کسی کا اثبات کرتا ہے تب بھی راس نہیں آتا۔ غرضکہ ساری خرابی شریعت کا اتباع نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہے۔اس لئے مولانا آگے فرماتے ہیں کہ۔

کم نشیں براسپ توسن بے لگام	عقل و دین را پیشوا کن والسلام
سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ چڑھ	عقل اور دین کو پیشرو بنا لے والسلام

یعنی سرکش گھوڑے پر بے لگام کے کم بیٹھو اور عقل و دین کو پیشوا بنا دو، سلام۔ مطلب یہ کہ علوم عالیہ ایک سرکش گھوڑے کی طرح ہیں اور شریعت ان کے لئے لگام ہے کہ ان کو حدود میں رکھتی ہے۔ تو تم ان کو بے اتباع کے بیان مت کرو اور دین کو عقل کے ساتھ ملا کر پیشوا بناؤ اس لئے کہ اگر صرف عقل ہے تب تو گمراہ ہونا ظاہر ہی ہے کہ ہدایت دین ہی سے ہے لیکن اگر صرف دین ہے عقل نہیں ہے تب بھی گمراہی ظاہر ہے اس لئے کہ دین کو سمجھنے کیلئے آخر عقل ہی کی ضرورت ہے۔ لہذا دونوں کی ضرورت ہے والسلام۔ اب یہاں کسی کو یہ شبہ ہو سکتا تھا کہ پھر دیں تو بیحد آسان چیز ہوئی۔ اس کا حصول کیا مشکل ہے تو اگرچہ یہ امر بالکل درست ہے لیکن اس سے کوئی دین کو ہلکا سمجھنے لگتا۔ اس لئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اندریں آہنگ منگر سست و پست	کاندریں رہ صبر شق انفس است
اس راستہ کو سست اور پست نہ سمجھ	کیونکہ اس راستہ میں صبر کرنا جانوں کیلئے شاق ہے

یعنی اس راہ کو سست و پست مت دیکھو کہ اس میں صبر شق انفس ہے مطلب یہ کہ اس کو اس قدر ہلکا بھی نہ سمجھا جاوے کہ کچھ کیا ہی نہ جاوے بلکہ اس میں بہت مجاہدات و ریاضات کرنے پڑتے ہیں۔ ان مجاہدات کے بعد برکات وحی فائض ہوتے ہیں اور پھر کچھ ملتا ہے۔ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اس سرخی میں شعر کردہ او کردہ تست اے حکیم۔ الخ سے اس شعر یعنی اندریں آہنگ الخ تک کے اشعار میں جو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مضامین بیان فرمائے ہیں وہ مضامین بھی غامض ہیں اور پھر دوسری بات یہ ہے کہ مضامین میں آپس میں کہیں کہیں ربط ذرا مشکل ہے۔ اس لئے حضرت قبلہ حکیم الامۃ دام ظلہم نے اس مقام کے متعلق اپنے قلم سے بھی تقریر تحریر فرمائی ہے لہذا ذیل میں اس کا درج کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ وھو ہذا۔ قولہ "کردہ او کردہ تست الخ قولہ مومنان الخ مراد یہ کہ ان کے ایمان کامل کا سب کا مقتضا ایک ہے آگے اس کی لم ہے کہ ان کا جسم گو ایک ہے لیکن ان کی روح انسانی بحیثیت اپنے مطلوب کے ایک ہے یعنی ان سب ارواح کا مطلوب ایک ہے۔ اور وہ مطلوب مقتضا ہے ان کے ایمان کامل کا پس یہ کہنا صحیح ہوا ایک ایمان نکلے۔ آگے بتلاتے ہیں کہ وہ ارواح جن سب کا مطلوب ایک ہے ارواح حیوانیہ نہیں ہیں جن کا مطلوب اکل و شرب و لذات حسیہ ہیں بلکہ ان ارواح حیوانیہ کے علاوہ انسان میں ایک اور روح ہے اور اس حکم اتحاد مطلوب کا محکوم علیہ وہ روح ہے مگر نہ مطلقاً بلکہ جبکہ اپنے مقتضائے اصلی پر باقی

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے۔ روح حیوانی کے تابع نہ جاوے۔ اور یہ مقتضا چونکہ انبیاء و اولیاء میں جو کہ کامل الایمان ہیں اقوی و اکمل ہے۔ آگے اسی کو فرماتے ہیں" باز غیر عقل و جان الخ پس یہ تغایر باعتبار ذات کے نہیں کیونکہ مقبولین میں روح انسانی کے علاوہ کوئی اور روح زائد نہیں ہے بلکہ تغایر باعتبار وصف خاص کے ہے یعنی ان کی ارواح میں وصف ایمانی و عرفانی مقتضی اتحاد مطلوب عامہ سے بڑھا ہوا ہے۔ آگے ارواح حیوانیہ کے عدم اتحاد کا ذکر ہے کہ ان سب کا مطلوب مختلف ہے اس لئے ان میں تزاحم و تمانع ہوتا ہے آگے بطور حاصل کے مجموعہ حکمین یعنی مقبولین میں بحیثیت مذکورہ اتحاد اور غیر مقبولین میں عدم اتحاد کو اس شعر میں فرماتے ہیں" جان گرگان و سگان الخ اس شبہ کو رفع فرماتے ہیں کہ جب وہ سب متحد ہیں تو ان کو صیغہ جمع سے کیوں تعبیر کرتے ہو۔ جواب یہ ہے کہ وہ اتحاد بالاغراض ہے ورنہ بالتشخص تو ان میں تعدد ہی ہے کہ ہر جسم کے ساتھ جدا روح انسانی متعلق ہے اور اس اختلاف احکام جسمیہ کے وجہ سے باوجود اتحاد غرض کے طرق تحصیل غرض میں ان میں بھی اختلاف ہے۔ آگے اتحاد مذکور کی مثال ہے۔ ہمچو آں یک نور خورشید الخ کہ اس مثال میں بھی من وجہ تعدد من وجہ اتحاد ہے۔ اور جس طرح یہاں دیواروں کے اٹھنے سے ایک ہی نور ہو جاتا ہے اسی طرح وہاں جب احکام جسمیہ مرتفع ہو جاویں گے خصوصیات طرق زائل ہو کر غرض میں اتحاد محض رہ جاوے گا۔ اسی لئے تو اس حکم میں مومنین کی تخصیص فرمائی۔ پس یہاں بھی صرف ارواح کاملین کا متحد بالغرض ہونا مذکور ہوا ہے۔ اب ظاہراً اس مثال سے یہ اشکال لازم آتا تھا کہ مثال میں تو سب قطعات نور یہ اجزاء ہیں نور واحد بالتشخص کے اور ارواح متعددہ اجزاء نہیں ہیں روح واحد بالتشخص کے جواب اس کا ظاہر ہے کہ یہ مثال ہے مثل نہیں۔ اتحاد من وجہ دونوں میں مشترک ہے گو وجہ اتحاد مختلف ہو و ہذا قولہ فرق و اشکالات الخ یعنی دونوں میں واقع میں فرق ہے اور وہی فرق بناء ہے اشکالات کی آگے عذر فرماتے ہیں کہ اتحاد مبعوث عنہ کیساتھ کوئی محل بجز قلوب مومنین کے متصف نہیں۔ اس لئے مثال میں کسی مثل کو پیش نہیں کر سکا اور یہ حکم بہت ظاہر ہے۔ اس لئے کہ اتحاد فی الغرض المحمود موقوف ہے علم اور قصد و نزاہت پر اور بعض مخلوقات دنیویہ میں علم نہیں بعض میں قصد نہیں۔ بعض میں نزاہت نہیں اور ملائکہ اس عالم کے کائنات نہیں۔ ان سب کا جامع اس دنیا میں صرف اہل ا! نا کامل ہیں و ہذا ہو قولہ متحد نقشے الخ یعنی ایں سرائے دنیا اندر خود نقشے یعنی مخلوقے ندارد۔ کہ موصوف باتحاد مذکور باشد۔ بجز قلوب مومنین کاملین۔ آگے فرماتے ہیں کہ ایک مثال ناقص ارواح حیوانیہ کے عدم اتحاد کی بھی لاتا ہوں اور ناقص ہونا اس کا بھی ظاہر ہے کہ انوار سرج میں تزاحم تو نہیں جس طرح اغراض عوام میں تزاحم ہے اور ہر چند کہ عوام میں بھی ارواح انسانیہ ہیں مگر چونکہ وہ تابع ہو گئیں۔ ارواح حیوانیہ کے مطلوبیت لذات میں اس لئے ان عوام کے اعتبار سے یہاں احکام ارواح حیوانیہ کے بیان فرمائے۔ ان اشعار میں شب بہر خانہ الخ اور جملگی بر خواب و خور میں اشارہ کر دیا ان کی علت تزاحم کی طرف کہ وہ طالب ہیں لذات حسیہ کی جن میں تزاحم ہوتا ہے بس اصل مضمون مقصود مقام یہاں ختم ہوا اور اس مثال میں دو وصف متحقق ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک احتیاج الی الاسباب و آلات دوسرے عدم بقاء اور گو وجہ شبہ وصف اول ہے لیکن تبعاً وصف ثانی کی تطبیق بھی بیان فرمانے لگے۔ اس شعر سے بے خوردو بے خواب الخ اور عدم بقاء روح حیوانی کا ظاہر ہے کہ مرنے کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہے اور جملہ روز روشن مرگ اوست کے معنی یہ ہیں کہ عادۃً دن کو گل کر دیا جاتا ہے اور جملہ زانکہ پیش نور روز حشر لاست کے معنی یہ ہیں کہ اس روح حیوانی کے فناء وقت الموت کی حکمت یہ ہے کہ جس طرح دن کو چراغ بیکار ہو جاتا ہے اسی طرح یہ روز حشر میں بیکار رہوتی۔ اس لئے کہ جزا و سزا انسان کی اس کے نسمہ پر ہوگی نہ کہ روح حیوانی پر بخلاف احکام دنیویہ کے کہ احتیاج الی المعیشۃ کے سبب اس کی حاجت تھی پس تالم و تنعم میں وہ بھی شریک تھی۔ اس لئے اس کا بقاء بعد الموت بے فائدہ تھا اس لئے وہ فنا کر دے گی اور چونکہ استطراداً روح حیوانی کے عدم بقاء کا ذکر کیا۔ اس لئے استطراداً ہی روح انسانی کے بقا کا بھی ذکر فرماتے ہیں۔ اس شعر سے نور حسن و جان الخ یعنی وہ موت سے فنا نہیں ہوتی پھر جو اس کے آثار دنیا میں ظاہر نہیں ہوتے اس کی وجہ یہ ہے کہ بعد الموت بوجہ مفارقت مادہ ہیولانیہ کے جو کہ قبول تجلیات سے مانع تھا اس نے تجلیات حق کو زیادہ قبول کیا خواہ تجلیات جمالیہ جیسے اہل ایمان پر خواہ تجلیات جلالیہ جیسے اہل کفر پر پس ان تجلیات سے مغلوب ہو کر اس کے آثار عالم دنیا سے منطمس ہو گئے۔ وھذا قولہ لیک مانند ستارہ الخ و قولہ آنچناں کہ سوز الخ و قولہ آنچنانکہ عور اندر آب جست الخ اور وجہ شبہ صرف مصرعہ اول میں تام ہوگئی۔ باقی مصرعہ ثانیہ اور شعر ثانی محض تتمیم ہے۔ حالت مشبہ بہ کی جس کو اس تشبیہ میں کچھ دخل نہیں مگر اس تتمیم سے مولانا کا ذہن منتقل ہو گیا۔ ایک مضمون ارشادی کی طرف جس کو اس شعر سے ارشاد فرمایا ہے۔ اب ذکر حق وز نبور الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ مانع وساوس سے ذکر حق ہے تو اس میں مستغرق ہو جا جب یہ خوب ساری ہو جاوے پھر اگر ذکر متعارف بھی نہ ہو تب بھی ضرر نہیں چنانچہ کاملین میں ظاہراً ذکر کی تقلیل کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ یہ مضمون ارشادی خواجہ تاش تک ختم ہو گیا آگے پھر عود ہے۔ مضمون سابق بقاء ارواح انسانیہ کی طرف بس کسانے الخ یعنی گو ظاہراً فانی ہیں مگر باقی ہیں اور صفات حق سے مراد عام ہے جلالیہ و جمالیہ سے چنانچہ اسی عموم کی بنا پر آگے اس کی دو قسمیں فرمائیں۔ روح محجوب الخ پس از علیہ ہے نہ کہ صلہ محجوب کا۔ آگے زین چراغ الخ میں پھر مقصود یعنی تزاحم ارواح حیوانیہ کی طرف عود ہے۔ آگے روح خود را الخ میں گویا ماقبل پر تفریع ہے کہ جب روح حیوانی کا عدم اتحاد اور روح انسانی کا اتحاد ثابت ہو چکا تو تو اپنی روح کو کہ بوجہ اتباع روح حیوانی کے بحکم روح حیوانی کے ہوگئی ہے۔ ارواح کاملین کے ساتھ متصل یعنی ان کے تابع کر دے کہ وہ بھی ان ہی کے ارواح کے اوصاف کے ساتھ متصف ہو جاوے آگے صد چراغت الخ سے این مثال جان حیوانی الخ تک پھر تقریر ہے۔ مثال مذکور بالا روح حیوانی کی اسی حکم عدم اتحاد کی توضیح کے لئے یہاں تک مثالیں ختم ہوگئیں۔ اتحاد ارواح انسانیہ کی بھی کہ وہ مثال تھی آفتاب کی اور عدم اتحاد ارواح حیوانیہ کی بھی کہ وہ مثال تھی چراغ کی آگے باز از ہندوئے شب الخ میں دوسری مثال اسی اتحاد کی فرماتے ہیں۔ پس باز بمعنی ثم تراخی

www.besturdubooks.wordpress.com

فی المذکور کے لئے نہیں بلکہ تراخی فی الذکر کے لئے ہے یعنی ایک مثال تو میں اوپر دے چکا پھر اس کے بعد دوسری مثال سنو۔ جس کا حاصل بھی وہی ہے اور شاید نکتہ اس دوسری مثال میں یہ ہو کہ مولانا نے اتحاد کا حکم دو محل میں کیا ہے ارواح انبیاء میں اور ارواح اولیاء میں۔ پس محل اول کے لئے مثال خورشید کی ہو اور محل ثانی کے لئے مثال ماہتاب کی۔ ماہتاب کی مثال تصریح رد علی الفلسفی کے لئے ہو کہ جس طرح نور قمر حادث زمانی ہے اسی طرح وجود روح حادث زمانی ہے۔ آگے مثال مذکور کی تتمیم ہے کیونکہ اوپر اتحاد میں محض طلوع کا اعتبار کیا گیا ہے اور پورا اتحاد جب ثابت ہوتا ہے کہ غروب کی حالت میں بھی اتحاد ہوا اس لئے تا بود خورشید اور باز چوں خورشید میں دونوں کے مجموعہ کی تقریر فرما دی پس خورشید جان سے مراد بھی خورشید اور اس کی اضافت جان کی طرف باعتبار ادنیٰ ملابست کے ہے کہ جان اس کا مشبہ ہے۔ آگے ایں مثال نورآمد الخ میں رد ہے فلسفی کا کہ شاید وہ اس تشبیہ روح بالشمس سے تائید سمجھنے لگے قدم روح کی جو کہ اس کا مذہب ہے۔ پس اجمالاً رد فرماتے ہیں کہ اول تو یہ مثل نہیں مثال ہے اور ظاہراً مولانا نے اسی پر اکتفا فرمایا مگر آگے جواب کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔ یعنی پھر مثل ہونے سے بھی خود وہ مثل ہی حادث ہے داناؤ زمانا جس کی دلیل اگر عقلی کسی کی نزدیک کافی نہ ہو تو وحی تو کافی ہے جس کے مقابلہ میں اس فلسفی کے خیالات مثال تار عنکبوت کے ہیں جو اس کے لئے نور حقیقت سے حجاب ہے اور اس فلسفی کی یہ حالت ہے جیسے کوئی شخص گھوڑے پر بغیر لگام کے جو کہ اس کو حد کے اندر رکھتی ہے سوار ہونے لگے کہ اگر اس کا سر پکڑتا ہے تو وہ کاٹتا ہے اور اگر پاؤں پکڑتا ہے تو لات مارتا ہے۔ اسی طرح اس کی حالت ہے کہ بغیر قید شرع کے جو کہ عقل متوسط کی حد کے اندر رکھتی ہے اگر الٰہیات کی تحقیق کرتا ہے تب گمراہ ہوتا ہے اور اگر طبعیات کی تحقیق کرتا ہے تب بھی گمراہ ہوتا ہے آگے وصیت فرماتے ہیں کہ بغیر وحی کے مرکب علوم پر سوار مت ہو جبکہ وحی کو جس کا صحیح ادراک عقل سلیم سے ہوتا ہے (کیونکہ بغیر اس کے تو وحی میں بھی افراط تفریط کرنے لگتا ہے) اپنا متبوع بناؤ اور آگے ان لوگوں کی اصلاح فرماتے ہیں جو اتباع وحی کا کرتے ہیں مگر ظاہر پرستی واقتصار علی الصورت کے سبب اس کو سرسری سمجھتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ اس پرستی اور پستی سے نظر مت کرو کیونکہ اس میں مشقت کی بھی ضرورت ہے۔ عملاً بھی حالاً بھی اور وہ مشقت مجاہدہ نفس ہے۔ اس سے حقیقت وحی کی ظاہر ہوتی ہے اور برکات وحی کے فائض ہوتے ہیں۔ کتبہ اشرف علی ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ آگے مولانا پھر قصہ مسجد کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

باز گرد و قصهٔ مسجد بگو	با سلیمان نبی نیک خو
واپس چل اور مسجد کا قصہ کہہ	نیک خصلت سلیمانؑ نبی کے ساتھ (جو ہوا)

یعنی پھر لوٹو اور مسجد کا قصہ سلیمان نبی علیہ السلام نیک خو کے ساتھ بیان کرو۔ مطلب یہ کہ اوپر جو کہا تھا کہ ارشاد حق ہوا کہ اے داؤد (علیہ السلام) تم سے یہ مسجد نہ بنے گی تمہارا بیٹا اس کو پورا کرے گا تو اب فرماتے ہیں کہ ان کی ساتھ اس مسجد کا کیا قصہ ہوا ذرا بیان تو کرو۔ آگے قصہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے قصہ کا بقیہ اور سلیمان علیہ السلام کا اس کو بنانا اور ان کو غیب سے امداد پہنچنا

چوں سلیماں کرد آغاز بنا	پاک چوں کعبہ ہمایوں چوں منیٰ
جب (حضرت) سلیمان نے تعمیر ابتداء کی	جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح بابرکت ہے

یعنی سلیمان علیہ السلام نے تعمیر شروع کی جو کہ کعبہ کی طرح پاک تھی اور منیٰ کی طرح مبارک تھی۔

در بنائش دیدہ می شد کر و فر	نے فسردہ چوں بناہائے دگر
اس کی تعمیر میں شان و شوکت نظر آتی تھی	دوسری عمارتوں کی طرح ٹھٹھری ہوئی نہ تھی

یعنی اس کی تعمیر میں (غیب سے) ایک شان وشوکت دیکھی تھی۔ (اور وہ) دوسری تعمیرات کی طرح افسردہ نہ تھی۔

در بنا ہر سنگ کز کہ می شکست	فاش سیروا بی ہمی گفت از نخست
تعمیر میں جو پتھر پہاڑ سے ٹوٹتا تھا	وہ پہلے ہی سے "مجھے لے چلو" علی الاعلان کہتا تھا

یعنی تعمیر میں جو پتھر کہ پہاڑ سے ٹوٹتا تو ظاہر طور پر پہلے ہی کہتا تھا کہ مجھے لے چلو۔ مطلب یہ کہ اس قدر مستعدی سے کام ہو رہا تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ پتھر کہتا ہے کہ مجھے جلدی سے لے چلو اور لگا دو۔

ہمچو از آب و گل آدم کدہ	نور زاں کہ بارہا تاباں شدہ
آدم کے جسم کے پانی اور مٹی کی طرح	پہاڑ کے ان ٹکڑوں سے نور چمکتا تھا

یعنی آب وگل آدم کدہ کی طرح ان پہاڑ کے ٹکڑوں سے نور چمک رہا تھا۔ (آب وگل آدم کدہ سے مراد قالب سلیمان علیہ السلام کہ وہ بھی تو آب وگل ہی سے مرکب تھا) مطلب یہ کہ جیسا کہ نور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ذات والا صفات سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح ان پتھروں میں سے نور چمک رہا تھا یعنی ایک برکت اور نورانیت ظاہر ہو رہی تھی۔ اور مستعدی کار کی یہ حالت تھی کہ۔

سنگ بے حمال آئندہ شدہ	واں در و دیوارہا زندہ شدہ
پتھر اٹھانے والوں کے بغیر آنے لگے	وہ در اور دیواریں زندہ ہو گئیں

یعنی پتھر بے حمال کے آنے والا ہو رہا تھا اور وہ درو دیوار زندہ ہو رہا تھا۔ مطلب یہ کہ اس قدر مستعدی سے کام ہو رہا تھا۔ کہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا کہ تمام چیزیں زندہ ہیں اور خود بخود اٹھ اٹھ کر چلی آ رہی ہیں۔ آگے اس کی دیواروں کو جنت کی دیواروں سے مثال دیتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حق ہمی گوید کہ دیوار بہشت	نیست چوں دیوارہابیجاں وزشت
اللہ (تعالیٰ) فرماتا ہے کہ بہشت کی دیواریں	(اور) دیواروں کی طرح بے جان اور بھدی نہیں ہیں

یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بہشت کی دیواریں دیگر دیواروں کی طرح بے جان اوزشت نہیں ہیں یہ اشارہ ہے آیت ان الدار الآخرۃ لھی الحیوان کی طرف مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جنت کی دیواریں زندہ ہیں اور وہ بے جان نہیں ہیں جیسا کہ اس آیت ان الدار الآخرۃ الخ سے معلوم ہوا اب یہاں جو علماء ظاہر ہیں وہ تو اس میں مضاف محذوف مانتے ہیں اور حیوان کو مصدر کہتے ہیں اور تقدیر عبارت یہ نکالتے ہیں کہ ان الدار الآخرۃ لھی دار الحیات لیکن صوفیہ اہل کشف یہ فرماتے ہیں کہ نہیں تاویل کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ جنت اور دوزخ ذی حیات ہیں اور ان میں روح موجود ہے تو اس کے یہی معنی ہیں کہ دارالآخرۃ ایک حیوان ذی روح ہے اور چونکہ اس کی تکذیب کی کوئی دلیل شرعی نہیں ہے اور یہ حضرات اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں تو مان لینے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔ بلکہ بعض صوفیہ نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ انہوں نے پوری جہنم کی سیر کشف کے ذریعہ سے کی تو اس کو ایک بہت بڑا اژدہا پایا۔ کہ جس کے منہ بھی ہے دم بھی ہے۔ غرضکہ پورے اژدھے کی شکل ہے۔ (اللھم احفظنا) اور اس کے اندر یہ سب عذاب جمع کر دیئے گئے ہیں۔ اور اگر ان حضرات کے اس قول کو مان لیا جاوے تو پھر بہت سی احادیث اور آیات تاویل سے بچ جاویں گی۔ اس لئے کہ دیکھئے حدیث میں آیا ہے کہ قیامت کے روز دوزخ کو فرشتے کھینچتے ہوئے لاویں گے اور اس کی لگامیں پڑی ہوں گی اور وہ پھنکارتا ہوا اور چیختا ہوا آوے گا اب جو شخص کہ اس کی حیات کا قائل نہیں ہے وہ تو اس میں تاویل کرے گا جیسا کہ علماء ظاہر کرتے ہیں لیکن جو شخص کہ اس کی حیات کا قائل ہے اس کو تاویل کی ضرورت ہی نہیں بلکہ وہ کہے گا کہ وہ ایک جاندار شے ہے جس میں ان امور کا پایا جانا کوئی مشکل نہیں ہے غرضکہ جب وہ حضرات اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں اور کوئی دلیل شرعی انکار کی نہیں اور فائدہ یہ ہے کہ تمام نصوص اس کی وجہ سے تاویل سے بچتی ہیں تو پھر کیا حرج ہے اور کیوں نہ اس قول کو مان لیا جاوے۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ جس طرح کہ بہشت کے در و دیوار میں ایک حیات ہے اسی طرح اس مسجد اقصیٰ کی در و دیوار میں بھی حیات تھی۔ آگے چند دلائل امتناعی بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں در و دیوار تن با آگہی است	زندہ باشد خانہ چوں شاہنشہی است
جیسے کہ جسم کے در و دیوار حساس ہیں	چونکہ وہ شاہنشاہی گھر ہے زندہ رہے گا

یعنی جبکہ بدن کی در و دیوار باخبر ہیں تو وہ گھر تو ضرور زندہ ہوگا جو کہ شاہنشاہی ہے۔ مطلب یہ کہ جسم جو کہ مثل در و دیوار ہی کے ہے جبکہ تجلی روح کی وجہ سے یہ زندہ اور باخبر ہو گیا ہے۔ تو جس گھر پر کہ تجلی حق ہوتی ہو وہ کیوں زندہ نہ ہو گا۔ اس کے زندہ ہونے میں کیا خرابی ہے خوب ہی مضمون ہے۔ سبحان اللہ آگے اس کی حیات ہی کی تائید فرماتے ہیں کہ۔

ہم درخت و میوہ ہم آب زلال	با بہشتی در حدیث و در مقال
درخت بھی اور پھل بھی صاف پانی بھی	بہشتی کے ساتھ بات چیت اور گفتگو میں ہوں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی درخت اور میوے اور پانی بہشتی سے سب حدیث و مقال میں ہوں گے یعنی جنت کا میوہ اور پانی اور درخت سب کے سب جنتی سے خوب باتیں کریں گے کوئی کہے گا مجھے کھالے کوئی کہے گا مجھے پی لے۔ غرضکہ عجب لطف ہوگا۔ اللهم ارزقنا اللهم ارزقنا اللهم ارزقنا آگے ان چیزوں کے باتیں کرنے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ از اعمال و نیت بستہ اند	زانکہ جنت را نہ زالت بستہ اند
بلکہ تیرے بے دین کے اعمال سے بنایا ہے	کیونکہ جنت کو اوزاروں سے تعمیر نہیں کیا ہے

یعنی اس لئے کہ جنت کو آلات سے نہیں بنایا بلکہ تمہارے دین کے اعمال سے بنایا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان سب اشیاء میں حیات اس لئے ہوئی کہ یہ آلات سے بنے نہیں جو کہ مردہ ہوتے تو ان سے جو چیزیں بنتیں وہ بھی مردہ ہی ہوتیں بلکہ یہ تو اعمال صالحہ سے تمام اشیاء تیار ہوئی ہیں اور اعمال صالحہ میں حیات ہے لہذا ان سب میں بھی حیات ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ الجنۃ قیعان و غراسھا العمل الصالح یعنی جنت ایک چٹیل میدان ہے اور اس کے پودے اعمال صالحہ ہیں یہاں اس کے متعلق تین قول ہیں ایک مردود ایک غیر مقبول ایک مقبول۔ مردود تو قول معتزلہ کا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ موجود نہیں ہیں بلکہ قیامت کے روز جزا و سزا کے وقت پیدا کردی جاویں گی یہ تو آیات واحادیث کے بالکل مخالف ہے لہذا مردود دوسرا قول شیخ اکبر کا ہے وہ یہ فرماتے ہیں کہ جنت موجود ہے لیکن مع ساز و سامان کے اس وقت موجود نہیں ہے بلکہ ویسے ہی ایک میدان ہے جوں جوں آدمی عمل کرتا ہے ویسے ہی ویسے اس میں چیزیں اور ساز و سامان بنتے چلے جاتے ہیں یہ قول حدیث بالا کے تو بالکل مطابق ہے لیکن دیگر نصوص میں اس کی وجہ سے تاویل کرنی پڑے گی لہذا صرف ایک میں تاویل کرلینا اہون ہے اس قدر احادیث و آیات میں تاویل کرنے سے دوسرے یہ کہ یہ قول قریب قریب معتزلہ کے قول کے ہے کہ ایک قسم کی نفی جنت کی لازم آتی ہے۔ لہذا یہ بھی غیر مقبول ہوا۔ تیسرا قول جمہور اہل سنت والجماعت کا ہے وہ یہ ہے کہ جنت مع ساز و سامان کے اس وقت موجود ہے اور انسان جوں جوں عمل کرتا ہے وہ ساز و سامان اس کے مقرر ہوتے جاتے ہیں کہ مثلاً یہ نہر اس کے فلاں عمل کی وجہ سے ہے اور یہ درخت اس کے فلاں عمل کی بدولت ہے۔ علی ہذا القیاس۔ غرضکہ تعیین تو بعد میں ہوتی ہے اور موجود پہلے سے ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ کو معلوم تھا کہ فلاں فلاں شخص فلاں فلاں کام کریں گے اس لئے اس کے مناسب حق تعالیٰ نے وہاں اشیاء پیدا کردیں اور ان اعمال کی صورت مثالیہ جو کہ علم حق میں پہلے سے تھی ظاہر فرمادی اس میں نہ کوئی استحالہ ہے اور نہ کسی حدیث وغیرہ میں تاویل کی ضرورت ہوتی ہے رہا اعراض کا مبدل بجواہر ہو جانا اس کی تحقیق دفتر دوم میں بادشاہ کے دو غلاموں کے امتحان لینے کے قصہ میں خوب ہو چکی ہے اور اس کے متعلق خود حضرت قبلہ حکیم الامۃ مد ظلہم نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام۔ ارضی الاقوال فی عرض الاعمال ہے جو کہ مکتوبات میں طبع ہو گیا ہے۔ قابل ملاحظہ ہے۔ غرضکہ اس میں تو کوئی استحالہ ہے نہیں بس اب سب سے بہتر یہی قول ہوا اور اس پر مولانا

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ارشاد کا یہ مطلب ہوا کہ چونکہ وہ سب اشیاء تمہارے اعمال کی وجہ سے بنائی گئی ہیں اور وہ ان ہی اعمال کی صور مثالیہ ہیں اس لئے ان کے اندر حیات ہے اور سچ یہ ہے کہ اس حیات کے منکرین کی گردن ایجاد گراموفون نے توڑ دی ہے کہ بے جان شے اور اس طرح بولتی ہے۔ بھلا کون چیز ہے جو باتیں کرتی ہے حیرت ہی حیرت ہے جب انسان نے بعض پرزوں کی ایک خاص ترکیب کے ذریعہ سے باذن حق ایسی شے ایجاد کر لی ہے جو کہ باتیں کرتی ہے اگرچہ اس کو شعور نہیں ہے تو کیا حق تعالیٰ کو اس قدر قدرت نہیں ہے کہ وہ ایسی چیزوں میں ایسی قوت پیدا کر دے کہ وہ باتیں بھی کریں اور ان میں شعور ہو تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایں بنا آب و گل مردہ بدست	آں بنا از طاعت زندہ شدست
یہ عمارت مردہ پانی اور مٹی سے بنی ہے	وہ عمارت زندہ عبادت سے بنی ہے

یعنی یہ تعمیر (دنیاوی) تو آب گل مردہ سے ہوئی ہے اور وہ تعمیر طاعت زندہ سے ہوئی ہے۔ (لہذا)

ایں باصل خویش ماند پر خلل	واں باصل خود کہ علم است و عمل
یہ اپنی اصل کی طرح پر خلل ہے	وہ اپنی اصل کے ساتھ (مشابہ ہے) جو علم اور عمل ہے

یعنی یہ اپنی اصل پر خلل کے مشابہ ہے۔ اور وہ اپنی اصل کے جو کہ علم و عمل ہے۔ مطلب یہ کہ یہ تعمیر دنیا تو اپنی اصل کی طرح مردہ ہے یعنی گارے مٹی کی طرح جو کہ اس کی اصل ہے یہ بھی مردہ ہے اور وہ تعمیر جنت اپنی اصل یعنی اعمال کی طرح زندہ اور ذی حیات ہے۔ خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہم سریر و قصر و ہم تاج و ثیاب	با بہشتی در سوال و در جواب
تخت اور قلعہ بھی اور تاج اور کپڑے بھی	بہشتی کے ساتھ سوال و جواب میں ہونگے

یعنی تخت بھی اور محل بھی اور تاج اور کپڑے سب بہشتی سے سوال و جواب میں ہوں گے (اور یہ حالت ہوگی کہ)

فرش بے فراش پیچیدہ شدہ	خانہ بے کناس روبیدہ شدہ
فرش بغیر فراش کے لپٹا ہوا ہو گا	گھر بغیر جھاڑو دینے والے کے جھڑا ہوا ہو گا

یعنی بے فراش کے فرش لپٹا ہوا ہے اور بے جھاڑو دینے والے کے گھر صاف ہوا۔

تخت او سیار بے حمال شد	حلقہ و در مطرب و قوال شد
اس کا تخت بغیر کسی اٹھانے والے کے چلنے والا ہو گیا	حلقہ اور در مطرب اور قوال ہو گیا

یعنی اس جنتی کا تخت بے حمال کے چلنے والا ہو گیا اور کنڈی اور دروازہ سب قوال ہوئے (غرضکہ جو چاہا وہ ہو گیا کسی ظاہری سبب کی وہاں ضرورت نہ رہے گی بس دل میں آیا ہو گیا) آگے دفع استبعاد فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خانۂ دل بین زغم ژولیدہ شد	بے کناس از توبہ رو بیدہ شد
دل کے گھر کو دیکھ جو (گناہوں کے) غم سے الجھا ہوا ہے	بغیر جھاڑو کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے

یعنی خانہ دل کو دیکھ لو کہ غم سے پریشان ہوتا ہے اور بے صاف کرنے والے کے توبہ سے صاف ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دل میں گناہوں کی وجہ سے ایک پریشانی ہوتی ہے۔ لیکن جہاں توبہ کی اور دل صاف ہوا۔ بھلا کوئی وہاں جھاڑو لے کر صاف کرنے گیا تھا۔ تو بس جس طرح یہ صاف ہو جاتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ وہاں بھی سب اشیاء کو بے اسباب ظاہری کے مہیا فرمادیں تو کیا عجب ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہست دردل زندگی دارالخلود	در زبانم چوں نمی آید چہ سود
دل میں جنت کی زندگی ہے	جبکہ میری زبان سے ادا نہیں ہو سکتی تو کیا فائدہ؟

یعنی دل میں آخرت کی زندگی ہے۔ (لیکن) جب بیان نہیں ہو سکتا تو پھر کیا فائدہ۔ مطلب یہ کہ دل کی حیات مشابہ ہے حیات اخروی کے کہ دیکھو جسطرح وہاں بے کناس کے صفائی ہو جاتی ہے یہاں بھی ہو جاتی ہے لیکن جب اس کو کما حقہ بیان ہی نہیں کر سکتے تو پھر کیا فائدہ ہے۔ لہذا چپ رہتے ہیں آگے مسجد اقصےٰ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ گشت آں مسجد اقصےٰ تمام	ز اہتمامات سلیمان والسلام
جب مسجد اقصیٰ مکمل ہو گئی	(حضرت) سلیمان کے اہتمام سے اور سلام ہو

یعنی جبکہ مسجد اقصےٰ سلیمان علیہ السلام کے اہتمام سے پوری ہو گئی والسلام۔

چوں سلیماں درشدے ہر بامداد	مسجد اندر بہر ارشاد عباد
جب (حضرت) سلیمان ہر صبح کو آتے	مسجد کے اندر بندوں کی ہدایت کے لئے

یعنی جب سلیمان علیہ السلام ہر صبح کو مسجد میں بندوں کی ہدایت کے لئے تشریف لے جاتے۔

پند دادے گہ بگفت ولحن وساز	گہ بفعل اعنی رکوع پرنیا
کبھی گفتگو اور لہجہ اور بناؤ سے نصیحت کرتے	کبھی فعل یعنی پرنیاز رکوع کے ذریعہ

یعنی کبھی تو باتوں اور لحن وساز سے نصیحت فرماتے اور کبھی فعل سے یعنی رکوع سے مع نماز کے مطلب یہ کہ کبھی قولاً نصیحت فرماتے اور کبھی فعلاً کہ نیک کام کر کے دکھلاتے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پند فعلی خلق را جذاب تر	کہ رسد در جان ہر باگوش وکر
عملی نصیحت لوگوں کو زیادہ کھینچتی ہے	کیونکہ وہ ہر کان والے اور بہرے کے دل میں پہنچتی ہے

یعنی نصیحت فعلی تو مخلوق کو بہت کھینچتی ہے اس لئے کہ ہر سننے والے اور بہرے کے کان میں پہنچتی ہے۔ مطلب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہے کہ پند قولی سے پند فعلی کو مولانا ترجیح دیتے ہیں۔ اس لئے کہ پد قولی میں کوئی سنتا ہے کوئی نہیں سنتا اور فعلی میں تو ہر شخص دیکھ سن سکتا ہے پھر یہ ہے کہ جب یہ دیکھیں گے کہ ہمارا مرشد اور شیخ یہ کام کرتا ہے تو پھر ضرور کریں گے۔ بخلاف قول کے کہ اس میں بعض اوقات بعض جگہ اس قدر اثر نہیں ہوتا اور دوسری حکمت اور مصلحت پند فعلی میں یہ ہے کہ۔

و اندراں وہم امیری کم بود	در حشم تاثیر آں محکم بود
اور اس میں حکومت کا وہم نہیں ہوتا ہے	ماتحتوں میں اس کی تاثیر مضبوط ہوتی ہے

یعنی اس میں حکومت کا وہم کم ہوتا ہے اور لوگوں میں اس کی تاثیر مضبوط ہوتی ہے مطلب یہ کہ پند قولی میں تو ایک قسم کی حکومت سی ہوتی ہے۔ کہ یہ بیٹھے ہوئے کہہ رہے ہیں اور سب سن رہے ہیں ایک قسم کی حکومت ظاہر ہے اور پند فعلی میں یہ بات نہیں ہے بلکہ اس میں تو یہ ہے کہ ایک کام کر رہے ہیں نہ کوئی حکومت ہے اور نہ کچھ ہے اور اس کا اثر اس قولی سے موثر زیادہ ہوتا ہے لہٰذا اسی کو ترجیح ہوگی۔ خوب سمجھ لو۔ آگے اپنے اس قول کی تائید میں کہ پند قولی سے پند فعلی زیادہ نافع ہے۔ حضرت عثمانؓ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ انہوں نے جب وہ خطبہ پڑھنے کھڑے ہوئے تھے اور خطبہ نہ پڑھ سکتے تھے تو یہ فرمایا تھا کہ اے لوگو تم کو امام قوال کی ضرورت نہیں ہے بلکہ امام فعال کی ضرورت ہے تو دیکھو انہوں نے بہ نسبت قول کے فعل کو زیادہ موثر فرمایا اب قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ خطاب مذکورہ بالا کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام کو یوں خطاب ہوا کہ اے نیک لقا اور برگزیدہ پیغمبر آپ اس خبر سے فکر میں نہ پڑیئے اور اپنے اندر ملال کو راہ نہ دیجئے اور غمگین نہ ہو جایئے۔ اگرچہ یہ مسجد آپ کی کوشش اور قوت سے تیار نہ ہوگی لیکن آپ کے صاحبزادے سلیمان اس کو تیار کریں گے اور یہ مقام عبادت اگرچہ آپ کی کوشش سے نہ بنے گا لیکن آپ کے فرزند ارجمند اس کو مکمل کریں گے اور ان کا فعل آپ ہی کا فعل ہے اور آپ کو سمجھنا چاہئے کہ مومنین میں آپس میں ایک اتصال واتحاد ہے۔ جس کی بنا پر ایک کا فعل دوسرے کا کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ مومن گو متعدد ہیں لیکن ان کا ایمان ایک ہی ہے کیونکہ متعلق سب کے ایمان کا ایک ہے اور گو ان کے اجسام متعدد ہیں لیکن جان سب کی ایک ہے اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جان میں تو جاندار سب برابر ہیں پس اگر جان ایک ہے تو سب جانداروں کی ایک ہے۔ اور اگر متعدد ہے تو سب متعدد ہے۔ یہ کیا کہ مومنین کی جان ایک ہے اوروں کی نہیں۔ کیونکہ سب جانداروں کو یکساں سمجھنا ہی غلط ہے۔ چنانچہ جانوروں کی فہم وجان اور ہے اور عوام کی فہم وجاں اور انبیاء واولیاء کی جان اور جبکہ یہ مضمون اضطراری معلوم ہو چکا تو اب سنو کہ ہم نے تین قسم کی جانیں بتلائی ہیں جن کے سبب جانداروں میں ایک کو دوسرے سے امتیاز ہے۔ ان تینوں میں سے جانوروں کی جان تو ہمارے مقصود سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اس لئے ہم اس کو ذکر بھی نہیں کرتے۔ رہیں دو باقی سوال میں سے جان

www.besturdubooks.wordpress.com

انبیاء واولیاء جس کو ہم جان ربانی کہتے ہیں اس کا بیان تو ہمارا مقصد اصلی ہے اس لئے اسے بیان کرتے ہیں اور جان عوام جس کو ہم کبھی بوجہ غلبہ صفات بہیمیہ کے جان حیوانی کہتے ہیں اور کبھی بوجہ اس کے روح حیوانی مصطلح اہل طب کے ساتھ اقتضا میں مشابہت رکھنے کے روح باد کہتے ہیں اس کا بیان ہم کو اصالۃً مقصود نہیں۔ لیکن چونکہ وہ روح انبیاء واولیاء کی ضد ہے۔ والاشیاء تعرف باضدادہا۔ اس لئے اس کو بھی بیان کرتے ہیں۔ جب یہ مضمون تمہیدی سن چکے تو اب سنو کہ جان عوام جس کو ہم جان حیوانی کہتے ہیں اس میں تو اتحاد یعنی توافق اغراض نہیں اور تم کو یہ اتحاد اس روح میں ڈھونڈنا بھی نہ چاہئے کیونکہ وہ مشابہ ہے اس روح کے جو ہوا ہے۔ جس کا مقتضا تضاد و تزاحم ہے۔ ایسی جان والوں میں اتحاد نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ اگر ایک روٹی کھاتا ہے تو اس سے دوسرے کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اور اگر ایک بوجھ کھینچتا ہے تو دوسرے پر اس کا بوجھ نہیں ہوتا۔ یعنی ان میں ایک کی راحت سے دوسرے کو راحت اور ایک کی تکلیف سے دوسرے کو تکلیف نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک کو دوسرے کی موت سے خوشی ہوتی ہے اور جب وہ دوسرے کا ساز وسامان دیکھتا ہے تو حسد سے جل مرتا ہے پس ثابت ہوا کہ ان گرگ وسگ سیرتوں کی جانیں علیحدہ علیحدہ ہیں۔ برخلاف اس کے شیران خدا یعنی اہل اللہ کی جانیں متحد ہیں۔ کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب آپ اہل اللہ کے لئے ارواح بصیغہ جمع استعمال کرتے ہیں تو اتحاد کہاں رہا۔ اس لئے کہ میں نے لفظوں میں اسے اس لئے جمع کہا ہے کہ ارواح متعلق ہیں اجسام سے اور اجسام امزجہ وغیرہ کے لحاظ سے متعدد ہیں تو ان کے تعدد سے ارواح میں بھی گونہ اختلاف وتعدد آ گیا کہ کسی میں رحم غالب ہے کسی میں غصہ وغیرہ وغیرہ اور اجسام کے لحاظ سے ایک جان بن گئی جیسے آفتاب کا نور آنگنوں کے لحاظ سے متعدد ومتکثر ہے۔ لیکن اگر تم دیواروں کو درمیان سے الگ کر دو تو اس سرے سے اس سرے تک ایک نور ہے۔ علی ہذا ارواح کاملین میں بھی تعدد اجسام کے لحاظ سے ہے مگر جب ان جانوں کی کرسی یعنی جسم نہ رہے تو مومن سب کے سب ایک جان ہیں۔

فائدہ:۔ جمع گفتم سے چوں نماند تک اشعار کی ایک اور توجیہ بھی ہو سکتی ہے وہ یہ کہ میں نے لفظوں میں اسے اس لئے جمع کہا ہے کہ ان کا تعلق اجسام متعدد الذوات کے ساتھ ہے اس تعدد کی وجہ سے ان میں کثرت پیدا ہو گئی ہے جس طرح سے کہ نور خورشید صحنوں کے لحاظ سے متکثر ہے مگر جب تم دیواریں الگ کر دو تو وہ سب ایک ہو جاتے ہیں جب یہ امر تم کو معلوم ہو گیا تو اب ہم تم کو اس اتحاد کا منشا بتاتے ہیں۔ سنو قاعدہ یہ ہے کہ جب ارواح کی کرسی یعنی جسم فنا ہو جاتا ہے اور صفات بہیمیہ اس سے دور ہو جاتے ہیں تو سب لوگ مومن کامل اور ایک جان ہو جاتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ارواح میں جو اجسام کے لحاظ سے تعدد آیا ہے اس کا منشا یا تو تکثر ذوات اجسام ہے یا اختلاف صفات باطنہ۔ درامزجہ۔ بہر دو تقدیر جوں نماند جانہارا قاعدہ سے مراد یا تو تطبیق مثال یا ممثل لہ ہے یا بیان میں لم اتحاد۔ یہ چار توجیہیں ہو گئیں جن میں سے ہم نے دو توجیہیں لکھی ہیں اور دو کو اس اجمال میں ظاہر کر کے تفصیل کو ناظرین کے لئے چھوڑ دیا ہے) اس گفتگو سے ناظرین کے ذہن میں مختلف وجوہ فرق درمیان مثال و

www.besturdubooks.wordpress.com

ممثل لہ اور متعدد اشکالات پیدا ہوں گے۔ مثلاً یہ کہ اتحاد و تعدد ارواح کی تمثیل تعدد و اتحاد نور شمس سے صحیح نہیں کیونکہ نور شمسی بلحاظ محل کے قابل انقسام ہے۔ برخلاف ارواح کے نیز ارواح میں اتحاد بمعنی توافق اغراض ہے۔ برخلاف انوار صحن خانہا کے وغیرہ وغیرہ اور وجہ اشکالات وفروق یہ ہے کہ یہ مثال ہے مثل نہیں۔ اور مشبہ اور مشبہ بہ میں علاوہ وجہ شبہ کے دوسرے وجوہ سے فرق ہوتا ہے چنانچہ شیر اور بہادر آدمی میں بکثرت وجوہ فرق ہیں لیکن شیر اور بہادر آدمی میں اتحاد تم کو شجاعت کی جہت سے دیکھنا چاہئے۔ نہ کہ تمام حیثیتوں سے کیونکہ شجاع شیر کی مثال ہے اور تمام امور میں اس کے مثل نہیں۔ اس لئے وجوہ فرق ہونا لازم ہے۔ علیٰ ہذا نور بھی ارواح کی مثال ہے نہ مثل اس لئے اس میں بھی وجوہ فرق ضروری ہیں۔ اس نکتہ کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔ تاکہ تم دام اشکالات وفروق سے محفوظ رہو۔ کیا کہوں مجبور ہوں کہ دنیا میں کوئی ایسا محسوس بھی نہیں جو یوں متحد ہو۔ جیسے ارواح تاکہ بجائے مثال کے تمہیں مثال دکھلا سکوں اس لئے مثال اختیار کی گئی۔ یہ تو اتحاد ارواح تاکہ بجائے مثال کے تمہیں مثل دکھلا سکوں اس لئے مثال اختیار کی گئی۔ یہ تو اتحاد ارواح کاملین کی تمثیل تھی اب تعدد ارواح عوام کے لئے بھی ایک ناقص مثال حاصل کرتا ہوں تاکہ ناظرین کی عقل کو تحیر سے بچالوں۔ اچھا سنو۔ رات کے وقت ہر گھر میں ایک چراغ رکھتے ہیں تاکہ اس کی روشنی کے سبب تاریکی سے نجات پاویں۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب تم چراغ کو تو بمنزلہ جسم کے سمجھو اور اس کے نور کو مثل روح حیوانی یعنی جان عوام کے۔ پس جس طرح روشنی ہر مکان کی جداگانہ ہے یوں ہی روح حیوانی بمعنی مذکور بھی علیحدہ ہے۔ کیونکہ بوجہ غلبہ صفات بہیمیہ کے اس کا مقتضے جداگانہ ہے۔ یہ تو تمثیل تھی اب مناسب ہے کہ ہم ارواح حیوانی کے اس وصف کو بھی استطراداً بیان کر دیں جس میں وہ چراغ کے مشارک ہے یعنی عدم بقا سو سنو کہ یہ چراغ تن مختلف قسم کے فتیلوں کا محتاج ہے اور وہ مختلف قسم کے فتیلہ حواس خمسہ ہیں اس چراغ تن کا دارومدار روغن خواب وخور وغیرہ پر ہے۔ اور بے خواب وخور کے ذرا سی دیر بھی نہیں جی سکتا۔ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ خواب وخور کے ساتھ بھی نہیں جی سکتا۔ اور بے فتیلہ و روغن تو باقی رہتا ہی نہیں یا فتیلہ و روغن بھی وفا نہیں کرتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس چراغ کا نور مریض (روح حیوانی سقیم) حالاً طالب موت ہے۔ اس لئے زندہ نہیں رہ سکتا۔ اور زندہ رہ کیسے سکتا ہے۔ روز روشن یعنی روح ربانی یا تجلیات ربانیہ اس کے لئے موت ہے۔ اور جس طرح طلوع روز روشن سے چراغ کا نور فنا اور مضمحل ہو جاتا ہے یوں پرتو روح انسانی یا تجلیات ربانیہ سے روح حیوانی من حیث روح حیوانی فناء ہو جاتی ہے یعنی اس کی صفات بہیمیہ جن سے وہ حیوانی کہلاتی تھی زائل ہو جاتے ہیں اور جس طرح روح حیوانی فانی ہے یوں ہی تمام حواس بشریہ بھی باقی رہنے والے نہیں۔ بلکہ نور روز حشر کے سامنے فانی ہیں اور جبکہ تجلیات ربانیہ یا روح کامل کا پرتو ان پر پڑتا ہے تو ان کی بھی کایا پلٹ ہو جاتی ہے یعنی نفس کے تسلط سے نکل کر روح کے تابع ہو جاتے ہیں۔

فائدہ:۔ نور روز حشر میں چند احتمالات ہیں اول یہ کہ وہ نور جو روز حشر میں علی وجہ الکمال ظاہر ہوگا۔ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں دو احتمال ہیں یا تو تجلیات مراد ہوں۔ یا نور روح انسانی دوسرے وہ نور جو قائم بروز حشر ہے۔ اس وقت روز حشر سے استعارہ ہوگا تجلیات سے یا روح کامل سے کیونکہ جس طرح روز حشر مردوں کو زندہ اور زندوں کو مردہ کرتا ہے یوں ہی یہ بھی مٹتے ومٹنے ارواح وحواس ہیں۔ واللہ اعلم اوپر ہم نے نور حسن وجان کو بے بقا کہا ہے اس سے تم کو ان کے فنائے محض کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ ہمارا نور حس وجان حیوانی ناپائیدار گھاس کی طرح فانی مطلق نہیں۔ بلکہ وہ فنائے مصطلح کی حالت میں چاند تاروں کی طرح تجلیات حق سبحانہ یا نور روح کامل میں محو ہو جاتا ہے جس طرح کہ پسو کے ڈنک کی سوزش اور تکلیف اس وقت محو ہو جاتی ہے جبکہ سانپ تمہاری طرف آتا ہے یا کوئی شخص شہد کی مکھیوں کے خوف سے پانی میں غوطہ لگاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان مکھیوں کے ڈنک سے بچ جاتا ہے۔ اور مکھیاں اس کے اوپر اس لئے گھومتی رہتی ہیں کہ جب وہ نکلے تو اسے نہ چھوڑیں۔ اور فوراً ڈنگ لگائیں۔ اس تمثیل میں مقصود صرف پانی میں غوطہ لگانا ہے کہ اس سے اس کو فنائے مطلق حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ فنائے اضافی یعنی محویت حاصل ہو جاتی ہے اور زنبوروں کا خوف اور ان کا اس تک نہ پہنچ سکنا یہ بیان واقعہ ہے اور تمہید ہے۔ ایک مضمون ارشادی کی جس کو مولانا یوں بیان فرماتے ہیں کہ تم جانتے ہو کہ پانی کیا چیز ہے اور زنبور کیا۔ سنو پانی ذکر حق ہے اور زنبور انتشار افکار وخیالات۔ پس اگر تم کو ان مکھیوں سے نجات پانی ہے تو اس پانی میں گھس کر دم گھونٹ لو تا کہ تم کو افکار ووساوس کہنہ سے نجات ملے۔ ایک عرصہ تک تم کو ایسا کرنا ہوگا۔ اس کے بعد اس صاف پانی کی خاصیت تمہارے اندر پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ آب ذکر تمہارے رگ وریشہ میں سرایت کر جاوے گا اور جس طرح وہ مکھیاں پانی سے بھاگتی تھیں یوں ہی خود تم سے بھاگنے لگیں گی۔ جس وقت تمہاری یہ حالت ہو جاوے گی اس وقت اگر تم چاہو تو آب ذکر ظاہر سے الگ بھی ہو سکتے ہو۔ کیونکہ اس وقت حقیقت میں تم پانی کے ہم طبع ہو گئے ہو۔ یہاں تک اس مضمون استطرادی کو بیان فرما کر پھر ماسبق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم نے اول روح کو فانی کہا تھا اس کے بعد اس کے فنا کے معنی بتائے کہ یہ فنا بمعنی محویت ہے نہ کہ بمعنی انعدام محض اس پر تم یہ شبہ نہ کرنا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ روح معدوم ہو جاتی ہے کیونکہ بہت سے آدمی پیدا ہوئے اور مر گئے۔ پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ روح باقی ہے کیونکہ اول تو ہماری گفتگو اس فنا وبقا سے متعلق نہ تھی جو تم سمجھے ہو بلکہ ہماری گفتگو فنا وبقائے مصطلح میں تھی۔ لیکن ہمیں اس جواب کی ضرورت نہیں اس لئے ہم اس معنی کی بناء پر جواب دیتے ہیں جو تم سمجھے ہو سنو بہت سے لوگ جو اس جہان سے گزر گئے ہیں وہ فانی مطلق نہیں ہیں بلکہ حق سبحانہ کی صفت جلالیہ وجمالیہ میں مخلوط ہیں اور ان کی صفات صفات حق میں مل کر یوں ہی بے نشان ہو گئی ہیں جس طرح

ربط بیت بس کہ نے الخ کی دوسری تقریر یہ ہے کہ اب تک تو ہم نے فنا اصطلاحی میں بقا ثابت کی تھی۔ اب ہم ترقی کر کے کہتے ہیں کہ فنا متعارف کی حالت میں بھی وہ فانی مطلق نہیں ہے بلکہ من وجہ باقی ہے الخ وہذا احضر واوضح واوجہ ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتاب کے سامنے ستارے۔ یہ ایک دعویٰ ہے جس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے اور سب سے بڑی دلیل قرآن ہے پس اگر قرآن سے اس کا ثبوت چاہتے ہو تو ہم اس کے لئے بھی تیار ہیں سنو حق سبحانہ فرماتے ہیں۔

ان کل لما جمیع لدینا محضرون اور یہ بیان ہے حالت بعد الموت کا یعنی موت کے بعد سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کئے گئے ہیں۔ پس جن کو محضرون فرمایا گیا ہے وہ معدوم نہ ہوں گے کیونکہ محضرون معدوم نہیں ہو سکتے۔ اس مضمون کو غور سے سمجھ لو تا کہ تم کو ارواح کی بقا یقینی طور پر معلوم ہو جاوے۔ اور تم سمجھ لو کہ ارواح تمام باقی ہیں مگر اس بقا کے نتائج مختلف ہیں چنانچہ محجوبین کی ارواح تو اپنی بقا کے سبب مبتلائے عذاب اور صفات جلالیہ میں محو ہیں۔ اور ارواح واصلین اپنی بقا کی حالت میں حجاب سے پاک اور صفات جمالیہ میں محو ہیں۔ جب یہ مضمون اعتراضی ختم ہو چکا تو اب سنو کہ میں نے اس چراغ حس حیوانی کی حالت بیان کر دی ہے خبردار تم اس میں اتحاد کو نہ ڈھونڈنا۔ اگر تمہیں ضرورت ہے کہ تمہاری ارواح حیوانیہ میں اتحاد ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ تم اپنی ارواح کو ارواح سالکان کے ساتھ ملاؤ تا کہ ان کی حیوانیت فنا ہو اور انسانیت پیدا ہو۔ اور اس وقت وہ ارواح انسانیہ بن کر آپس میں متحد ہو جائیں اور جب تک یہ بات نہ ہو اور جسم باقی رہے ایسی حالت میں اگر تمہارے چراغ سو دفعہ مریں اور مر کر پھر زندہ ہوں ناممکن ہے کہ ان میں اتحاد ہو وہ جدا ہی رہیں گے اور متحد نہ ہوں گے چونکہ ہمارے لوگوں میں حیوانیت وجسمانیت موجود ہے اسی لئے وہ سراپا جنگ وجدل ہیں ورنہ انبیاء کو تو کسی نے بھی آپس میں لڑتے نہیں سنا اور وجہ اس کی یہ ہی تھی کہ ان کی ارواح مثل نور خورشید کے متحد تھیں اور ہمارے اور ہمارے حس وجان کا نور مثل چراغ وشمع اور دھوئیں کے متعدد ہے اسی لئے یہ حالت ہے کہ ایک گل ہوتا ہے اور دوسرا دن تک باقی رہتا ہے ایک ٹمٹماتا ہے اور دوسرا خوب مشتعل ہے نیز چونکہ جان حیوانی کا مدار حیات اس کی غذا پر ہے اور اس لئے وہ غذا نہ ملنے سے اور دیگر اسباب مختلفہ سے مر بھی جاتی ہے۔ پس اگر اس بناء پر یہ چراغ کسی وقت گل اور ختم ہو جائے تو اس سے پڑوسی کے گھر میں اندھیرا نہ ہوگا اور وہ اسی طرح روشن رہے گا۔ پس امر ظاہر ہے کہ ایک گھر کا نور دوسرے گھر کے بغیر بھی قائم ہے تو ثابت ہوا کہ ہر گھر کا چراغ اور ہر جسم کی روح جدا ہے۔ یہ حالت جان حیوانی ہی کی ہو سکتی ہے اور جان ربانی کی یہ حالت نہیں ہو سکتی۔ اس کی حالت اس کے برخلاف ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں۔ وہ حالت تو ارواح ربانیہ کی آپس کے لحاظ سے تھی اب ہم دوسروں کے اعتبار سے ان کی حالت بیان کرتے ہیں سنو۔ مگر اول اتنا سمجھ لو کہ جب شب تاریک میں چاند نکلتا ہے تو بشرائط مخصوصہ ہر روزن میں اس کا نور پہنچتا ہے مگر اس سینکڑوں گھروں کے نور کو تم کو ایک ہی سمجھنا چاہئے اور تکثر کا شبہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ ایک گھر کا نور بغیر دوسرے گھر کے نور کے نہیں رہ سکتا ہے اور یہ صریح دلیل ہے اتحاد کی جب یہ امر معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ بالکل یہی حالت خورشید روح ربانی کی ہے کہ جب تک وہ سرگرم افاضہ رہتی ہے اس وقت تک بشرائط مخصوصہ ہر خانہ جان میں ان کا نور فیض پہنچتا ہے اور جب یہ خورشید

www.besturdubooks.wordpress.com

جان ربانی غروب ہو جاتا ہے یعنی افاضہ اس کا بند ہو جاتا ہے تو تمام خانہائے جان سے نور سلب ہو جاتا ہے جیسا کہ قرب قیامت میں واقع ہوگا کہ کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ رہے گا۔ بس دنیا میں جس قدر نور ہدایت ہے سب ارواح ربانیہ کا پرتو ہے۔ یہ مثال نور ماہتاب بھی نور روح ربانی کی مثال ہے مثل نہیں یہ مثال متبعین وحی کے لئے ہادی ہے اور غیر متبع وحی کے لئے رہزن کیونکہ وہ اس کو مثل سمجھ کر نور روح کے لئے وہی امور ثابت کرے گا جو نور ماہتاب کے لئے ہیں اور مکڑی کی طرح اپنے اوہام سے موٹے اور دبیز پردہ تیار کرے گا جس طرح مکڑی نے اپنے لعاب سے ایک پردہ حاجب نور بنالیا اور اپنے نور بین آنکھ کو اندھا کر لیا۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ اگر وہ گھوڑے کی گردن پکڑے گا تو اس کی سواری سے متمتع ہوگا اور اگر پاؤں پکڑے گا تو لات کھائے گا۔ یعنی اگر اس مثال کو صحیح طور پر سمجھا تو اس کا فائدہ ہے ورنہ نقصان دیکھو سرکش گھوڑے پر بے لگام نہ بیٹھو یعنی ان مضامین عالیہ میں بے سامان حفاظت کے خوض نہ کرو بلکہ عقل و دین کو پیشوا کرو۔ یہ ہے سامان حفاظت اور اس راہ یعنی عقل و دین کو پیشوا بنانے کو معمولی بات نہ سمجھو کیونکہ اس کے لئے ضرورت ہے صبر کی اور صبر اس راہ میں نہایت ہی تکلیف دہ اور ناگوار خاطر ہے اچھا اب اس مضمون کو ختم کرو اور بیان کرو کہ مسجد کا سلیمان علیہ السلام کیساتھ کیا واقعہ ہوا۔

جب سلیمان نے اس مسجد کی تعمیر شروع کی جو کعبہ کی طرح پاک اور منیٰ کی طرح مبارک تھی تو اس کی تعمیر میں اہل دل کو ایک عجیب معنوی شان و شوکت محسوس ہوتی تھی۔ اور وہ دیگر عمارتوں کی طرح افسردہ نہ تھی تعمیر کے متعلق جو پتھر کہ پہاڑ سے ٹوٹتا تھا صاف طور پر کہتا تھا کہ پہلے مجھے لے چلو۔ اور جس طرح اس خمیر سے جو جسم آدم علیہ السلام کے لئے تیار کیا گیا تھا ایک نور چمکتا تھا یوں ہی ان پہاڑ کے ٹکڑوں سے بھی نور چمکتا تھا گویا پتھر بغیر لانے والوں کے چلے آ رہے تھے اور در و دیوار انوار و برکات سے جو کہ حیات معنوی ہیں زندہ تھے۔ غرض ایک عجیب شان تھی۔ جب گفتگو حیات دیوار ہائے مسجد تک منجر ہوئی تو اب مولانا اس سے حیات جنت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ جنت کی دیواریں اور دیواروں کی طرح بے جان اور مری نہیں ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں ان الدار الآخرة لهي الحيوان اس سے تم کو تعجب ہوگا مگر ہم تمہاری استعجاب کو یوں زائل کرتے ہیں کہ دیوار ہائے جسم باوجود خانہ روح ہونے کے بااحساس ہیں تو وہ گھر زندہ بھی ہوگا جس کا تعلق شہنشاہ حقیقی سے ہے۔ پس ثابت ہوا کہ دیوار ہائے جنت زندہ ہیں اور صرف دیواریں ہی زندہ نہیں بلکہ درخت ہائے جنت اس کے میوے اور اس کا شیریں پانی سب زندہ ہیں اور جنتیوں کے ساتھ ہم کلام ہونگے اور راز اس کا یہ ہے کہ بہشت سامان معروف سے جو کہ مردہ ہے نہیں بنی ہے بلکہ لوگوں کے اعمال و نیت سے بنی ہے اور عمارات دنیویہ تو آب و گل بے جان سے بنی ہیں اور عمارت جنت طاعت الٰہی سے بنی ہے جو کہ زندہ ہے اس لئے عمارات دنیویہ اپنی مثل اصل کے مشابہ ہیں اور عمارت جنت اپنی اصل سے جو کہ علم و عمل ہیں لہذا تخت محل تاج اور کپڑے وغیرہ سب کے سب بہشتیوں سے ہم کلام ہوں گے اور سوال و جواب کریں گے اور فرش بے فراش کے لپٹ جاوے گا مکان بے جھاڑو دینے والے کے صاف ہو جاوے گا اور اہل بہشت کا تخت بلا اٹھانے

www.besturdubooks.wordpress.com

والوں کے چلنے گا اور زنجیر دروازہ گائیں بجائیں گے تم کو شاید خیال ہو کہ مکان بغیر صاف کرنے والے کے کیونکر صاف ہو جائے گا اس لئے ہم اس کو ایک نظیر سے سمجھاتے ہیں۔ دیکھو خانہ دل غم سے پریشان ہوتا ہے لیکن بلا جھاڑ و دینے والے کے محض توبہ سے صاف ہو جاتا ہے۔ اس سے تم کو معلوم ہوا ہو گا کہ دل کو جنت سے مشابہت ہے سو یہ سچ ہے اور اس میں جنت کی سی زندگی ہے میری زبان سے یہ مضمون پوری طرح ادا نہیں ہوتا پھر اس کو طول دینے سے کیا حاصل۔ اس لئے اتنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

فائدہ:۔ اس مضمون میں مولانا نے طاعت کو زندہ کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اثر اور خاصہ حیات ہے اس لئے گویا کہ وہ زندہ ہی ہے۔ نیز مولانا نے فرمایا ہے کہ جنت اعمال صالحہ سے بنی ہے اور اعمال صالحہ اس کی اصل ہیں اس کی دو توجیہیں ہو سکتی ہیں اول یہ کہ اجزائے جنت حقیقۃً اعمال ہی ہیں مگر اختلاف اتحاد وجود سے ان کے آثار اور خصوصیات مثل جوہریت وعرضیت وغیرہ ہیں۔ اختلاف ہے دوم یہ کہ جنت اعمال سے بنا بر نسبت بنی ہے اور چونکہ اعمال سبب بنائے جنت ہیں اس لئے گویا کہ وہ ہی اس کی اصل ہیں (واللہ اعلم)

اب مولانا پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب مسجد اقصیٰ سلیمان علیہ السلام کے اہتمام سے تمام اور مکمل ہو گئی تو جبکہ حضرت سلیمان علیہ السلام اس میں ہر صبح کے وقت لوگوں کو ہدایت کرنے اور ان کو وعظ ونصیحت فرمانے لگے تو کبھی الفاظ وعبادات سے نصیحت فرماتے اور کبھی فعل یعنی رکوع ونماز وغیرہ سے غرضکہ جیسا حالت اور موقع کے مناسب ہوتا تھا اسی طرح نصیحت فرماتے تھے۔ اب تم کو جاننا چاہئے کہ فعلی نصیحت مخلوق کو زیادہ کھینچتی ہے کیونکہ قولی تو صرف سننے والوں ہی کے کان میں پہنچتی ہے اور فعلی کان والوں اور بہروں دونوں کو پہنچتی ہے نیز اس میں تحکم کا وہم نہیں ہوتا لہٰذا متبعین پر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔

شرح شبیری

عثمانؓ کی خلافت کا آغاز اور ان کا خطبہ اس بیان میں کہ ناصح فعال بہتر ہے ناصح قوال سے

قصۂ عثمانؓ کہ بر ممبر برفت	چوں خلافت یافت بشتابید تفت
(حضرت) عثمانؓ کا قصہ کہ منبر پر پہنچے	جب خلافت پائی تیزی سے عمل کیا

یعنی عثمانؓ کا قصہ ہے کہ وہ ممبر پر تشریف لے گئے جبکہ خلافت پائی تو جلدی سے دوڑے۔

ممبر مہتر کہ سہ پایہ بدست	رفت بوبکرؓ و دوم پایہ نشست
سردارؐ کا منبر جو تین درجوں کا تھا	ابوبکرؓ چلے اور دوسرے درجہ پر بیٹھ گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ممبر سردار (دوعالم صلے اللہ علیہ وسلم) کا تین سیڑھی کا تھا تو ابو بکرؓ تشریف لے گئے اور دوسری سیڑھی پر بیٹھے۔

برسوم پایہ عمر در دور خویش	از برائے حرمت اسلام و کیش
(حضرت) عمرؓ اپنے دور میں تیسرے درجہ پر	اسلام اور مذہب کی حرمت کے لئے (بیٹھے)

یعنی تیسری سیڑھی پر عمرؓ اپنے زمانہ میں اسلام اور مذہب کی عزت کے واسطے (بیٹھے)

دور عثمان آمد و بالائے تخت	برشد و بنشست آں مسعود بخت
(حضرت) عثمانؓ کا زمانہ آیا وہ تخت کے اوپر	چڑھے اور وہ خوش نصیب بیٹھ گئے

یعنی عثمانؓ کا زمانہ آیا تو وہ نیک بخت (یعنی عثمانؓ) تخت پر بیٹھ گئے۔

پس سوالش کرد شخصے بوالفضول	کاں دو نہ نشستند بر جائے رسول
ان سے ایک سادہ لوح شخص نے دریافت کیا	کہ وہ دونوں رسولؐ کی جگہ پر نہ بیٹھے

یعنی تب ایک فضول شخص نے ان سے سوال کیا کہ وہ دونوں تو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جگہ پر نہیں بیٹھے۔

پس تو چوں جستی از ایشان برتری	چوں برتبت تو از ایشان کمتری
تو آپ نے ان سے برتری کیوں چاہی؟	جبکہ آپ رتبے میں ان سے کم ہیں

یعنی پھر آپ کیوں اوپر چڑھے کیا تم ان سے برتر ہو۔ جبکہ تم ان سے رتبہ میں کمتر ہو۔ مطلب یہ کہ رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا ممبر تین سیڑھیوں کا تھا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو خود اوپر کی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا کرتے تھے آپ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ دوسری سیڑھی پر کھڑے ہوا کرتے تھے اور حضرت عمرؓ تیسری سیڑھی پر جب حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو آپ اوپر والی سیڑھی پر جس پر کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے۔ بیٹھے اس پر ایک شخص نے سوال کیا کہ حضرت یہ کیا بات ہے کہ آپ ان دونوں حضرات سے رتبہ میں تو کم ہیں اور پھر بیٹھے ہیں ان دونوں سے بلند مرتبہ پر یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ پر آپ کھڑے ہوئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے اس کو سن کر حضرت عثمانؓ نے خوب ہی جواب فرمایا کہ۔

گفت اگر پایہ سوم را بسپرم	وہم آید کہ مثال عمرم
انہوں نے فرمایا اگر میں تیسرے درجہ پر ٹھہروں	شبہ ہو گا کہ میں عمرؓ جیسا ہوں

یعنی آپ نے فرمایا کہ اگر تیسری سیڑھی پر میں بیٹھوں تو یہ وہم ہوگا کہ حضرت عمرؓ کی برابر ہوں۔

در دوم پایہ شوم من جائے جو	گوئیم مثل ابو بکر است او
اور اگر میں دوسرے درجہ پر جگہ تلاش کروں	لوگ مجھے کہیں گے کہ وہ ابوبکرؓ جیسا ہے

یعنی اگر دوسری سیڑھی کا متلاشی ہوں تو تم مجھ سے کہو گے کہ وہ ابوبکر کی طرح ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست ایں بالامقام مصطفےٰ	وہم مثلے نیست آں شہ مرا
یہ اونچا درجہ مصطفیٰ کی جگہ ہے	میرے متعلق ان شاہ جیسا ہونے کا وہم نہیں ہو سکتا

یعنی یہ مقام بالا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے تو اس شہ (کونین صلی اللہ علیہ وسلم) کی ساتھ میری مماثلت کا شبہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ حضرت عثمانؓ نے یہ جواب دیا کہ میاں اگر میں دوسری سیڑھی پر بیٹھوں تو سب لوگ یہ سمجھیں گے کہ یہ حضرت ابوبکرؓ کی برابری کا دعویٰ کرتے ہیں اور اگر تیسری پر بیٹھتا ہوں تو حضرت عمرؓ کی برابری کا شبہ ہوتا ہے اور میں ہوں ان دونوں سے کم تو اب میں نے ایسی جگہ لی یعنی خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جگہ لے لی ہے کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کا کسی کو بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا میں یہاں بیٹھا ہوں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بعد ازاں بر جائے خطبہ آں ودود	تا بقرب عصر لب خاموش بود
اس کے بعد وہ مہربان خطبہ (پڑھنے) کی جگہ	عصر کے قریب تک خاموش تھے

یعنی اس (گفتگو) کے بعد بجائے خطبہ کے وہ مہربان قریب عصر تک خاموش رہے (اور بوجہ ہیبت کے یہ حالت تھی کہ)

زہرہ نے کس را کہ گوید ہیں بخواں	یا بروں آید ز مسجد آں زماں
کسی کی ہمت نہ تھی کہ کہے پڑھئے	یا اس وقت مسجد سے باہر نکل آئے

یعنی نہ تو کسی کی اتنی مجال کہ ان سے عرض کرے کہ پڑھئے یا اس وقت مسجد سے باہر چلا آوے۔

ہیبتے بنشستہ بد بر خاص و عام	پر شد از نور خدا آں صحن و بام
ہر خاص و عام پر ہیبت بیٹھی ہوئی تھی	اللہ (تعالیٰ) کے نور سے صحن اور بالا خانہ پر تھا

یعنی ہر خاص و عام پر ایک ہیبت بیٹھی ہوئی تھی اور تمام صحن اور کوٹھا نور حق سے بھر گیا تھا۔

ہر کہ بینا ناظر نورش بدے	کور زاں خورشید ہم گرم آمدے
جو بینا تھا وہ ان کے نور کو دیکھنے والا تھا	اندھا بھی اس نور سے گرم ہو رہا تھا

یعنی جو شخص کہ بینا تھا وہ تو ان کے نور کا دیکھنے والا تھا اور اندھا بھی اس خورشید سے گرم ہو جاتا تھا۔ مطلب یہ کہ جو صاحب بصیرت تھے وہ تو بھلا انوار حق کا مشاہدہ اس وقت کر ہی رہے تھے لیکن جو اندھے تھے اور صاحب بصیرت نہ تھے ان کو بھی کچھ اثر ہو جاتا تھا اور ایک حرارت ان کو بھی پہنچ ہی جاتی تھی اور کچھ نہ کچھ اثر ان کو بھی ہو ہی جاتا تھا آگے اس کی ایک مثال حسیات میں دیتے ہیں کہ۔

بس ز گرمی فہم کردے چشم کور	کہ برآمد آفتابے بے فتور
گرمی کی وجہ سے اندھا بھی سمجھ رہا تھا	کہ مکمل سورج نکل آیا ہے

یعنی صرف گرمی سے اندھے کی آنکھ سمجھ لیتی کہ ایک آفتاب بے فتور کے نکل آیا۔ مطلب یہ کہ اندھے کو آفتاب کا نکلنا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو حرارت محسوس ہوئی مطلب ہوا کہ دھوپ نکلی ہوئی ہے۔ ورنہ نور آفتاب سے تو وہ محروم ہی ہے۔ اسی طرح جو لوگ صاحب بصیرت نہیں ہیں ان کو بھی جب کوئی اثر اور ایک پھریری سی آتی ہے تب وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہاں کوئی وارد ہو رہا ہے ورنہ کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ ہاں ان دونوں گرمیوں میں ایک فرق بھی ہے اس کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

لیک ایں گرمی کشاید دیدہ را	تا بہ بیند عین ہر بشنیدہ را
لیکن یہ گرمی آنکھ کو کھول دیتی ہے	تاکہ آنکھ ہر سنی ہوئی بات کو دیکھ لے

یعنی لیکن یہ گرمی تو آنکھ کو کھول دیتی ہے کہ ہر سنی ہوئی شے کی حقیقت کو دیکھ لیتا ہے۔

گرمیش را ضجرتے و حالتے	زاں تپش دل را کشادے فسحتے
اس کی گرمی میں ایک تنگی اور ایک حالت ہے	اس گرمی سے دل میں ایک کشادگی اور وسعت ہے

یعنی اس کی گرمی میں ایک تنگی اور ایک حالت ہے اور اس تپش میں دل کو کشادگی اور وسعت ہے۔ مطلب یہ کہ اس آفتاب ظاہر کی گرمی اور اس گرمی آفتاب عشق الٰہی میں ایک فرق ہے وہ یہ کہ اس آفتاب ظاہر کی گرمی سے تو آدمی کا دل گھٹنے لگتا ہے اور کچھ دیر میں انسان اس سے پریشان ہو جاتا ہے اور تنگی ہونے لگتی ہے اور اس آفتاب حقیقی کی گرمی کا یہ خاصہ ہے کہ اس سے دل میں کشادگی اور وسعت ہوتی ہے اور اس سے بصیرت اور زیادہ ہوتی ہے۔ کہ آخر کار انجام یہ ہوتا ہے کہ جو سنا کرتے تھے ان کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔ آنکھیں دل کی کھل جاتی ہیں اور قلب میں نورانیت پیدا ہو جاتی ہے اور آخر میں وہ تجلیات حق کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے۔ بصیرت تو آخر میں جا کر ہوتی ہے لیکن بعضے اوچھے لوگ جن کو کچھ حاصل ہو جاتا ہے وہ اسی کو مقصود سمجھ کر اس پر اترانے لگتے ہیں لہٰذا آگے ایسے لوگوں کی غلطی بتاتے ہیں کہ۔

کور چوں شد گرم از نور قدم	از فرح گوید کہ من بینا شدم
جب قدیم نور سے اندھا گرم ہو جاتا ہے	وہ خوشی سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا ہوں

یعنی اندھا جب نور قدیم سے گرم ہو جاتا ہے تو اکڑ کی وجہ سے کہتا ہے کہ میں بینا ہو گیا مطلب یہ کہ مبتدی کو جہاں ذرا سی گرمی دل میں ہوئی اور وہ سمجھے کہ ہم ولی ہو گئے صرف کیفیات و حالات کو مقصود سمجھ لیتے ہیں مولانا اس کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

سخت خوش مستی و لے اے بوالحسن	پارۂ راہ است تا بینا شدن
تو بہت اچھا مست ہے لیکن اے بھلے مانس!	بینا ہونے تک تھوڑا سا راستہ ہے

یعنی اے بوالحسن تم خوب مست ہو لیکن بہت راستہ ہے بینا ہونے تک۔ مطلب یہ کہ میاں ہم نے مانا کہ تمہارے اندر بہت کچھ شورش ہے اور بہت کچھ مستی بھائی صاحب بصیرت حاصل ہونے میں ابھی بہت دیر ہے۔ ابھی سے تم دعویٰ بصیرت کا کرتے ہو۔ ہنوز دلی دور است اور تمہارے اندر جو ایک جوش اور گرمی پیدا ہو گئی ہے یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اس لئے کہ۔

ایں نصیب کور باشد ز آفتاب	صد چنیں واللہ اعلم بالصواب
سورج سے نابینا کا یہ حصہ ہے	اس سے سو گنا اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

یعنی یہ تو آفتاب سے اندھے کا حصہ ہوتا ہے (بلکہ) ایسا سو واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ جیسی ایک حرارت اور ایک جوش تم کو حاصل ہو گیا ہے ایسی حرارت تو اس آفتاب ظاہر سے اندھے کو بھی حاصل ہو جاتی ہے کہ وہ بھی گرم ہو جاتا ہے اور اس کو بھی حرارت معلوم ہوتی ہے۔

وانکہ او آں نور را بینا بود	شرح او کے کار بوسینا بود
وہ شخص جو اس نور کو دیکھنے والا ہے	اس کی تشریح کرنا (شیخ) بوعلی سینا کا کام کہاں ہے؟

یعنی اور جو شخص کہ اس نور کا دیکھنے والا ہو اس کی (حالت) شرح بوعلی ابن سینا کا کام کب ہے۔ مطلب یہ کہ جو شخص صاحب بصیرت ہے اس کی حالت کو تو بوعلی ابن سینا باوجود اتنے بڑے حکیم ہونے کے بھی بیان نہیں کر سکتا۔

گر شود صد تو کہ باشد ایں زماں	کہ بجنباند بکف پردہ عیاں
اگر زبان سو گنا ہو جائے تو یہ کون ہوتی ہے؟	کہ ہاتھ سے مشاہدے کے پردے کو ہٹا دے

یعنی اگر سو گنا ہو جاوے وہ کون ہوتا ہے جو اس وقت ہاتھ سے معائنہ کے پردہ کو ہلا دے۔ مطلب یہ کہ بوعلی ابن سینا کون چیز ہے جو اس معائنہ تک اس کی رسائی ہو سکے اس معائنہ پر جو پردہ اور حجاب پڑا ہوا ہے اس تک اس کے ہاتھ کی رسائی بھی نہیں ہو سکتی۔ بھلا اس پردہ کو ہٹانا اور اس کو الگ کر دینا تو درکنار یعنی حجاب کو مرتفع کر کے معائنہ کر لینا تو درکنار اس کے قرب و جوار تک بھی رسائی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ وہ صاحب قال ہے اور یہاں تک رسائی صاحب حال کی ہو سکتی ہے تو بھلا جب اس کو حال میسر ہی نہیں تو وہ کس طرح مشاہدہ کر سکتا ہے۔

وائے بروے گر بساید پردہ را	تیغ اللہی کند دستش جدا
اس پر افسوس ہے اگر وہ پردے کو ہٹائے	خدائی تلوار اس کے ہاتھ کو جدا کر دے گی

یعنی اس پر افسوس ہے اگر وہ پردہ کو چھووے تو تیغ حق اس کے ہاتھ کو جدا کر دے گی۔ مطلب یہ کہ اگر وہ ان امور میں دخل دینے لگے اور اپنی رائے سے حجاب کو مرتفع کرنے لگے تو اس پر افسوس آتا ہے اس لئے کہ غیرت حق اس کو الگ کر دے گی اور وہاں تک اس کی رسائی نہ ہو سکے گی اور اس کی محنت رائیگاں ہی رہے گی۔

دست چہ بود خود سرش را برکند	آں سرے کہ جہل سرہا می کند
ہاتھ کیا ہوتا ہے' خود اس کے سر کو کاٹ دے گی	اس سر کو جو جہالت سے شرارتیں کرتا ہے

یعنی ہاتھ کیا ہے اس کے سر کو اکھاڑ دیں گے وہ سر جو کہ بہت سے سروں کا جہل کرتا ہے مطلب یہ کہ بھلا اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہاتھ کو الگ کر دینا تو درکنار خود اس کی ذات ہی کو علیحدہ کر دیا جائے گا۔ اور اس کو وہاں سے ہٹا دیا جاوے گا۔ اور وہ بالکل ہی تباہ ہو جاوے گا کیونکہ جب عقل سے ان معاملات میں دخل دیا ہے ہمیشہ گمراہی ہی بڑھے گی اور بعض حکماء جو منصف مزاج ہیں اس امر کے مقر ہو گئے ہیں کہ عقول متوسط ان امور کے سمجھنے سے قاصر ہیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں بتقدیر سخن گفتم ترا	ورنہ خود دستش کجاؤ آں کجا
یہ میں نے تجھ سے فرضی بات کہہ دی	ورنہ اس کا ہاتھ کہاں اور وہ (پردہ) کہاں

یعنی یہ جو میں نے تجھ سے کہا بالفرض ہے ورنہ خود اس کا ہاتھ کہاں اور وہ معائنہ کہاں۔ مطلب یہ کہ میں نے جو کہا ہے کہ وہ اگر اس تک پہنچے تو ہلاک ہو گا یہ بفرض والمحال ہے۔ ورنہ بھلا کہاں وہ اور کہاں معائنہ وہ تو ہرگز ہرگز بھی نہیں کر سکتا۔ اس کی وہاں تک رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔ آگے ایک مشہور مثل کو بطور نظیر کے لاتے ہیں کہ۔

خالہ را خایہ بدے خالو بدے	ایں بتقدیر است یعنی گر بدے
خالہ کے اگر خصیہ ہوتا وہ خالو ہوتی	یہ فرضی بات ہے یعنی اگر ہوتا

یعنی خالہ کے اگر خایہ ہوتا تو وہ ماموں ہو جاتیں تو یہ بالتقدیر ہے کہ اگر ہوتا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ سب جملے شرطیہ ہیں جن میں کہ ترتب جزا منحصر ہے وجود شرط پر اگر شرط ہی نہ پائی جاوے گی تو جزا ہی مرتب نہ ہو گی خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

از زباں تا چشم کو پاک از شکست	صد ہزاراں سال گویم اندک است
زبان (کے ذکر) سے آنکھ (کے مشاہدہ) تک کہ وہ شک سے پاک ہے	اگر میں لاکھوں سال (کی مسافت) کہوں تو کم ہے

یعنی زباں سے چشم تک جو کہ شکست سے پاک ہے اگر لاکھوں برس بھی بیان کروں تو کم ہے۔ مطلب یہ کہ صرف زبان سے کہنے میں اور دیکھنے میں جس قدر فرق ہے اگر اس فرق کو لاکھوں برس بھی بیان کروں تب بھی کم ہے اس لئے کہ قال اور حال میں تو بہت بون بعید ہے جیسا کہ ظاہر ہے تو صرف الفاظ سے جو ایک سرسراہٹ محسوس ہو گئی اس سے اتراؤ مت اور بڑے مت بننے لگو۔ اس سے کچھ ہوتا ہوا تا نہیں اب یہاں اس کو سن کر کوئی شاید ناامید ہو جاتا کہ جب یہ راہ اس قدر کٹھن ہے تو ہم بھلا کیوں وہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ آگے اس ناامیدی کو زائل فرماتے ہیں کہ۔

ہیں مشو نومید نور از آسماں	حق چو خواہد میرسد در یک زماں
خبردار! مایوس نہ ہو آسمان سے نور	جب خدا چاہتا ہے فوراً پہنچ جاتا ہے

یعنی ہاں ناامید مت ہو کیونکہ آسمان سے نور حق تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو ایک گھڑی میں پہنچ جاتا ہے۔

صد اثر درکانہا از اختراں	میرساند قدرتش در ہر زماں
ستاروں کے سینکڑوں اثرات کانوں میں	اس کی قدرت ہر وقت پہنچاتی ہے

یعنی معدنوں میں سینکڑوں اثر ستاروں سے اس کی قدرت ہر گھڑی پہنچاتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اختر گردوں ظلم را ناسخ است	اختر حق در صفاتش راسخ است
آسمان کا ستارہ تاریکیوں کو دور کرتا ہے	اللہ (تعالیٰ) کا ستارہ اپنی صفات میں مضبوط ہے

یعنی آسمان کے ستارے ظلمتوں کے لئے ناسخ ہیں اور اختر حق اپنی صفات میں راسخ ہے۔

چرخ پانصد سالہ راہ اے مستعین	در اثر نزدیک آمد باز میں
اے مدد کے طالب! آسمان پانچ سو سال کی مسافت پر	اثر کرنے میں زمین کے نزدیک ہے

یعنی پانچ سو برس کے رستہ والا آسمان اے مستعین اثر میں زمین سے نزدیک ہے۔

سہ ہزاراں سال و پانصد تا زحل	دمبدم خاصیتش آرد عمل
زحل (ستارے) تک ساڑھے تین ہزار سال (کا راستہ ہے)	اس کی خاصیت ہر وقت عمل کر رہی ہے

یعنی ساڑھے تین ہزار سال (کا راستہ) زحل تک (ہے) اور دمبدم اس کی خاصیت عمل کرتی ہے۔ مطلب ان سب اشعار کا "ہیں مشو نومید" سے یہاں تک یہ ہے کہ ناامید مت ہو کیونکہ حق تعالیٰ جب چاہتے ہیں تو نور کو ایک دم میں ہزاروں برس کی راہ سے پہنچا دیتے ہیں دیکھو آفتاب کا نور کس قدر جلدی زمین تک پہنچا دیتے ہیں اور آج کل کی تحقیق کے مطابق یہ مضمون بہت ہی صحیح ہے اس لئے کہ آج کل جو رفتار نور کی بتائی جاتی ہے وہ تو بے حد تیز ہے شاید ایک سیکنڈ میں کئی ہزار میل یا کئی لاکھ میل کی رفتار ہے اور دیکھو آسمان کا اثر جو کہ زمین سے کس قدر دور ہے زمین تک برابر پہنچتا ہے تو اگر حق تعالیٰ باوجود بعد مسافت کے تم کو وہاں تک پہنچا دیں تو کیا عجیب ہے ناامید ہونے کی کونسی بات ہے۔

درہمش آرد چو سایہ دریاب	طول سایہ چیست پیش آفتاب
آنے میں اس کو سایہ کی طرح درہم (برہم) کر دے	سورج کے سامنے سایہ کی درازی کیا چیز ہے؟

یعنی اس زحل کو سایہ کی طرح بازگشت کے وقت درہم کر دیتا ہے اور آفتاب کے آگے طول سایہ کیا شے ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو زحل جس کا اثر ساڑھے تین ہزار میل سے زمین تک آتا ہے۔ آفتاب کے نکلنے کے وقت سب درہم برہم ہو جاتا ہے اور اس کا کوئی اثر بھی نہیں رہتا اور آفتاب کے آگے اس کا مٹا رہنا کیا مشکل بات ہے۔ اٹھا دینا اور مقصود تک پہنچا دینا کیا مشکل بات ہے پھر کیوں ناامید ہوتے ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

در نفوس پاک اختروش مدد	سوئے اختر ہائے گردوں میرسد
پاک نفوس کی جانب سے مدد ستاروں کی طرح	آسمان کے ستاروں کی جانب پہنچتی ہے

یعنی نفوس پاک سے ستاروں کی طرح مدد ستارہائے گردوں کی طرف پہنچتی ہے۔ مطلب یہ کہ جو حضرات ایسے ہیں کہ جن کے نفوس پاک ہیں یعنی بزرگان دین ان کا فیض اور اثر آسمان کے ستاروں تک پہنچتا ہے یعنی ان کی بقا بھی ان ہی کے فیض سے ہے اس لئے کہ اصل مقصود تو وجود دنیا سے ایسے ہی حضرات کا وجود باجود ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو ان کا اثر جب زمین سے آسمان کی طرف پہنچتا ہے تو اگر ان حضرات کے فیض سے تم بھی مستفیض ہو جاؤ تو کیا عجب ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

باطن ما گشتہ قوام سما	ظاہرا آں اختراں قوام ما
ہمارا باطن آسمان کی ماہیت بنانے والا ہے	بظاہر وہ ستارے ہمارے وجود کا باعث ہیں

یعنی ظاہر میں تو ستارے ہمارے قوام ہیں اور باطن ہمارا آسمان کے لئے قوام ہے۔ مطلب یہ کہ ظاہر میں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ستاروں سے ہمارا وجود قائم ہے لیکن اصل میں اور باطن میں ہماری وجہ سے ستاروں کا وجود ہے اس لئے کہ اصل مقصود تو عالم سے انسان ہی ہے اگر یہ نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ لہذا یہ کہنا کہ باطن میں ہم ستاروں کے قوام ہیں بالکل درست ہے آگے مولانا اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ انسان ظاہر میں تابع ہے لیکن حقیقت میں اور اصل میں یہ خود مقصود ہے اور سب اس کی فروع ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ حضرت عثمانؓ کا قصہ ہے کہ وہ ممبر پر گئے اور جبکہ ان کو خلافت ملی جلدی سے ممبر پر پہنچے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ممبر تین درجہ کا تھا۔ ابو بکرؓ جب اس ممبر پر گئے تھے تو دوسرے درجے پر بیٹھے تھے اور حضرت عمرؓ اپنے زمانہ میں دین ومذہب کی تعظیم کے لئے تیسرے درجہ پر بیٹھے تھے۔ اب زمانہ حضرت عثمانؓ کی خلافت کا آیا تو یہ اوپر چڑھ کر بیٹھ گئے اس پر کسی خواہ مخواہ نے سوال کیا کہ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ بیٹھے نہ تھے پس جبکہ تم مرتبہ میں ان سے کمتر ہو تو تم نے ان پر تفوق کیوں چاہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر تیسرے درجہ پر بیٹھتا ہوں تو کسی کو وہم ہو سکتا ہے کہ میں عمرؓ کی مثل ہوں۔ اور اگر دوسرے درجہ پر بیٹھتا ہوں تو تم لوگوں کو شبہ ہو سکتا ہے کہ یہ ابو بکرؓ کی مثل ہے اور سب سے اوپر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میری مماثلت کا کسی کو شبہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد خطبہ کی جگہ پر قریب عصر تک یعنی بہت دیر تک خاموش کھڑے رہے۔ اور کچھ زبان سے نہیں فرمایا۔ مگر کسی کی یہ مجال نہ تھی کہ کہے کہ پڑھو۔ یا خود مسجد سے چلا جائے۔ خاص وعام پر ایک ہیبت بیٹھی ہوئی تھی۔ وہ تو ان انوار کو دیکھتے ہی تھے اور جو اندھے تھے وہ بھی اس آفتاب سے گرم تھے۔ یعنی تھوڑا بہت اثر ان پر بھی تھا۔ پس ان اندھوں کو اس گرمی سے معلوم ہوتا تھا کہ آفتاب انوار حق طالع ہے۔ ہمارے اس بیان سے گرمی انوار حق کی مشابہت گرمی آفتاب سے مفہوم ہوتی ہے لیکن تم ان کو یکساں نہ سمجھ جانا۔ بلکہ ان میں آپس میں بہت بڑا فرق ہے چنانچہ گرمی انوار حق ایک مرتبہ خاص پر پہنچ کر آنکھ کھول دیتی ہے یہاں تک کہ مسموعات اس کو مشاہد ہونے لگتے ہیں۔ برخلاف گرمی آفتاب کے کہ وہ مضر بصر ہے نیز آفتاب کی گرمی میں ایک دل تنگی اور حالت تشویش ہے۔ برخلاف گرمی خداوندی

www.besturdubooks.wordpress.com

کے کہ اس سے دل میں فراخی اور وسعت پیدا ہوتی ہے۔ اس مقام پر ہم مبتدین سلوک کی غلطی پر متنبہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ وہ دھوکے سے محفوظ رہیں۔ وہ حقیقت میں اندھے ہوتے ہیں اور جب ان کو ذرا سی گرمی نور حق سبحانہ کی پہنچتی ہے تو وہ خوش ہو کر کہتے ہیں کہ ہم تو بینا ہو گئے۔ ان کو واضح رہے کہ وہ بہت مست ہو گئے ہیں مگر یہ مستی ان کی بے وقت ہے۔ اس لئے کہ بینا ہونے تک مسافت کا ایک بہت بڑا حصہ باقی ہے جس کا قطع ہونا ضروری ہے۔ اور ہنوز قطع نہیں ہوا۔ آفتاب حق کی اتنی گرمی بلکہ اس سے سوگنا زیادہ تو اندھوں کو بھی مل جاتی ہے۔ پس اس سے اپنی بینائی پر استدلال بے جا ہے یاد رکھو کہ جو لوگ اس نور کے دیکھنے والے ہیں وہ کچھ اور ہی چیز ہیں ان کی حالت کی تشریح تو ابو علی سینا بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ اگر وہ سوگنا ترقی کر جاوے اس وقت بھی وہ کون ہوتا ہے کہ معائنہ و مشاہدہ کے سراپردہ کو ہاتھ سے ہلا سکے۔ یعنی ان کی حالت کی تشریح تو مشاہدہ پر موقوف ہے۔ اور وہ مشاہدہ کے قریب تک نہیں پھٹک سکتا۔ کیونکہ اگر وہ اس پردہ کو ہاتھ بھی لگائے تو اس کے لئے بہت بڑی خرابی ہے کہ تیغ خداوندی اس کا ہاتھ کاٹ ڈالے گی۔ ہاتھ تو کیا چیز ہے خود اس کا سر اڑا دے گی یعنی وہ سر جس کو جہالت نے مجموعہ شرور بنا رکھا ہے۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ وہ اس پردہ کو ہاتھ لگائے تو تیغ خداوندی اس کا ہاتھ کاٹ ڈالے یہ میں نے بنا پر فرض و تقدیر کہا ہے ورنہ کہاں وہ سراپردہ اور کہاں اس کا ہاتھ۔ اور یہ مضمون ایسا ہے کہ کہتے ہیں کہ اگر خالہ کے اعضائے تناسل ہوتو ماموں ہو جاوے سو یہ محض بنا پر فرض ہے۔ نہ کہ بنا بر احتمال یعنی اگر بالفرض ایسا ہوتو یہ ہو۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ زبانی دعوؤں میں اور اس آنکھ کے حاصل ہونے میں جو شک سے پاک ہے اگر ہزاروں برس کی مسافت کیوں نہ ہو تو بھی کم ہے۔ لیکن اس سے تم کو ناامید نہ ہونا چاہئے اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ جب یہ مسافت اتنی بڑی ہے تو قطع کیونکر ہو سکتی ہے اس لئے کہ اگر خدا چاہیں تو منٹوں بلکہ سیکنڈوں میں طے ہو سکتی ہے چنانچہ جب حق سبحانہ چاہتے ہیں تو ذرا سی دیر میں نور آسمان سے زمین تک پہنچ جاتا ہے (حالانکہ زمین و آسمان میں پانچ سو برس کا فصل ہے) اور دیکھو قدرت خداوندی ستاروں کے سینکڑوں اثر ذرا سی دیر میں معادن تک پہنچا دیتی ہے اور دیکھو آسمان کے ستارے ظلمت محسوسہ کو مٹا دیتے ہیں تو اختر حق سبحانہ تو اپنی صفات میں پختہ ہے وہ کیوں تاریکی و ظلمت باطنی کو ذرا سی دیر میں نہیں مٹا سکتا اور دیکھو آسمان جو زمین میں سے پانچ سو برس کی مسافت پر واقع ہے اثر میں زمین سے قریب ہے۔ نیز زحل جو کہ زمین سے تین ہزار پانچ سو برس کی مسافت پر واقع ہے ذرا سی دیر میں زمین میں اپنے آثار و خواص پیدا کر دیتا ہے اور جبکہ اس کی حکومت کا زمانہ ختم ہوتا ہے تو وہ اپنی واپسی کے وقت سایہ کی طرح ان آثار کو درہم برہم کر دیتا ہے نیز آفتاب کے سامنے طول سایہ کی کوئی بھی حقیقت نہیں۔ جب وہ طلوع ہوتا ہے تو تمام سائے کو لپیٹ کے رکھ دیتا ہے۔ ان واقعات سے معلوم ہوا کہ ستاروں کے سامنے طول مسافت کوئی چیز نہیں اور آفتاب کے سامنے درازی سایہ بے حقیقت ہے۔ ایک حالت تو ستاروں کی یہ تھی اب ذرا ان کی دوسری حالت سن لو وہ یہ کہ اہل اللہ کے نفوس قدسیہ سے جو کہ فیض رسانی میں ستاروں کے مانند ہیں خود ان ستاروں کو مدد پہنچتی ہے اور گو بظاہر یہ ستارے ہم پر حاکم ہیں لیکن حقیقت میں ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

ان پر حاکم ہیں۔ اور اس فیض رسانی اور حکومت کی تفصیل یہ ہے کہ ان کا وجود اور ان کے کمالات انسان کے وجود اور ان کے کمالات کے تابع ہے۔ کیونکہ مقصود تخلیق انسان ہے اور تمام عالم اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور انسانوں میں مقصود تخلیق اہل اللہ ہیں۔ اس لئے ستاروں کا وجود اور ان کے کمالات اہل اللہ کے وجود اور کمالات کے تابع ہوں گے اور یہی مراد ہے۔ ایصال فیض اور حکومت سے جیسا کہ مولانا کے کلام کے بیان سے معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ جب یہ دونوں باتیں معلوم ہو گئیں تو اب تم سمجھ سکتے ہو کہ جب طول مسافت ستاروں کے لئے احداث آثار و خواص سے اور طول سایہ آفتاب کیلئے اس کے ازالہ سے مانع نہیں تو طول مسافت اور اشد ادظلمت باطنی اہل اللہ کے لئے افاضہ سے کیونکر مانع ہو سکتی ہے۔ وہ تو ستاروں سے بھی زیادہ قوی ہیں پھر ناامیدی کی کون سی وجہ ہے۔

شرح شبّیری

بیان میں اسکے کہ حکماء کہتے ہیں کہ آدمی عالم صغیر ہے اور صوفیہ کہتے ہیں کہ آدمی عالم کبیر ہے اسلئے کہ حکماء کا علم تو صرف صورت انسان پر ہے اور صوفیہ کا علم حقیقت انسان پر ہے

حکماء تو انسان کو عالم اصغر اس لئے کہتے ہیں کہ انسان میں تمام عالم کی اشیاء کے نمونے ہیں لہذا عالم دنیا تو عالم اکبر ہے اور انسان اس کے مقابلہ میں بوجہ نمونہ ہونے کے عالم اصغر ہے اور صوفیہ اس کی حقیقت کو سمجھتے ہیں اس لئے انسان ہی کو عالم اکبر کہتے ہیں۔ اس کی دو تقریریں ہیں ایک تو یہی جو کہ مولانا نے کی ہے کہ چونکہ مقصود وجود انسان ہی ہے اس معنی کر یہ عالم اکبر ہے کہ یہی مقصود ہے اور ایک دوسری تقریر اس کی یہ ہو سکتی ہے کہ چونکہ دنیا کی تمام اشیاء مظاہر ہیں اسماء حق جل شانہ کی اور انسان ان میں مظہر اتم ہے اس لئے یہ کبیر ہوا اور سب اس کے آگے صغیر ہوئے۔ یہ تو حل تھا سرخی کا اب اشعار کا حل لیجئے۔ فرماتے ہیں کہ:

پس بصورت عالم صغریٰ توئی	پس بمعنی عالم کبریٰ توئی
صورت کے اعتبار سے تو چھوٹا جہان ہے	باطن کے اعتبار سے تو بڑا جہان ہے

یعنی پس (اے انسان) صورت میں تو تو عالم اصغر ہے۔ اور حقیقت میں تو عالم اکبر ہے (آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ)

ظاہراً آن شاخ اصل میوہ است	باطناً بہر ثمر شد شاخ ہست
بظاہر ٹہنی پھل کی جڑ ہے	حقیقتاً ٹہنی پھل کے لئے وجود میں آئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ظاہر میں تو شاخ میوہ کی اصل ہے (لیکن) حقیقت میں پھل ہی کے لئے شاخ موجود ہوئی ہے۔

گر نبودے میل وامید ثمر	کے نشاندے باغبان بیخ شجر
اگر پھل کی خواہش اور امید نہ ہوتی	تو باغبان درخت کی جڑ کب بوتا

یعنی اگر رغبت اور امید پھل کی نہ ہوتی تو باغباں درخت کی جڑ کب بٹھاتا یعنی وہ درخت ہی نہ لگاتا۔

پس بمعنی آں شجر از میوہ زاد	گر بصورت از شجر بودش ولاد
پس درخت حقیقتاً پھل سے پیدا ہوا ہے	اگرچہ بظاہر درخت سے اس کی پیدائش ہے

یعنی پس حقیقت میں وہ درخت میوہ سے پیدا ہوا ہے اگرچہ صورت میں اس کی ولادت درخت سے ہے۔

مطلب یہ کہ اگرچہ ظاہر میں درخت سبب ہے وجود پھل کا لیکن حقیقت کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو پھل ہی وجود درخت کا سبب ہے کیونکہ مقصود پھل ہی ہے۔ تو درجہ مقصودیت میں پھل ہی اصل ہوا۔ اسی طرح درجۂ مقصودیت میں تمام عالم کی اصل انسان ہوا۔ آگے ایک اور دلیل اس کی مقصودیت کی لاتے ہیں کہ۔

مصطفیٰ زیں گفت کادم و انبیا	خلف من باشند در زیر لوا
مصطفیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے کہ (حضرت) آدم اور انبیا	میرے پیچھے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ آدم اور دیگر انبیاء علیہم السلام جھنڈے کے نیچے میرے پیچھے ہوں گے۔

بہرایں فرمودہ است آں ذوفنون	رمز نحن الآخرون السابقون
اسی لئے ان جامع کمالات نے فرمایا ہے	"ہم آخر میں ہیں اور پہلے ہیں" کا اشارہ

یعنی اس لئے اس ذوفنون صلی اللہ علیہ وسلم نے نحن الآخرون السابقون کا اشارہ ارشاد فرمایا ہے۔

مطلب یہ کہ چونکہ شے مقصود ہی اصل الشئے ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام انسانوں میں مقصودیت میں بڑھے ہوئے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش نہ ہوتی تو پھر نہ حضرت انسان ہوتے اور نہ اور کچھ ہوتا۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ تمام انبیاء قیامت کے روز میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے کیونکہ مقصود تو وجود عالم سے آپ ہی ہیں تو آپ سب کی اصل اور سب کے سردار ہوئے اور اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ ہم آئے تو آخیر میں لیکن بوجہ مقصودیت کے سب سے اول ہیں اور فرمایا کہ۔

گر بصورت من ز آدم زادہ ام	من بمعنی جد جد افتادہ ام
اگرچہ بظاہر میں آدم سے پیدا ہوا ہوں	میں حقیقتاً پردادا واقع ہوا ہوں

یعنی اگرچہ میں صورت میں آدم علیہ السلام سے پیدا ہوا ہوں لیکن حقیقت میں اصل الاصل ہوں یعنی مقصود

www.besturdubooks.wordpress.com

کے اعتبار سے میں خود آدم علیہ السلام کی بھی اصل ہوں۔ اگرچہ بظاہر ان کی اولاد میں سے ہوں۔ لیکن مقصود وجود آدم علیہ السلام سے میں ہی ہوں۔

کز برائے من بدش سجدہ ملک	وز پئے من رفت بر ہفتم فلک
کیونکہ فرشتوں کا ان کو سجدہ میرے لئے ہی تھا	اور میرے لئے ہی وہ ساتویں آسمان پر گئے

یعنی کہ میری ہی وجہ سے ان کو فرشتوں کا سجدہ ہوا ہے اور میری ہی بدولت وہ ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے۔ مطلب یہ کہ چونکہ ان میں میرا نور تھا اس لئے فرشتوں نے ان کو سجدہ کیا اور میری ہی برکت سے وہ جنت میں داخل ہوئے جو کہ ساتویں آسمان پر ہے غرض کہ تمام کمالات میری ہی بدولت حاصل ہوئے اور یہ روایت بالمعنی ہے باقی صوفیہ اس کے قائل ہیں ہی کہ تمام انبیاء کے کمالات فرع ہیں کمالات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی رہی اس کی دلیلیں وہ اپنے مقامات میں موجود ہیں جس کا دل چاہے دیکھ لے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

پس ز من زائید در معنی پدر	پس ز میوہ زاد در معنی شجر
پس حقیقۃً باپ مجھ سے پیدا ہوا	اور اصلاً درخت پھل سے پیدا ہوا

یعنی پس حقیقت میں باپ مجھ سے پیدا ہوئے اور حقیقت میں میوہ ہی سے درخت پیدا ہوا ہے۔ مطلب یہ کہ بوجہ مقصودیت کے میں آدم علیہ السلام کا بھی اصل ہوں اور میوہ درخت کی اصل ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے۔ آگے ارشاد ہے کہ۔

اول فکر آخر آمد در عمل	خاصہ فکرے کو بود وصف ازل
ابتدائی فکر و عمل وجود میں آخر میں آتا ہے	خصوصاً وہ ارادہ جو ازل کی صفت ہو

یعنی اول فکر عمل میں آخر آتا ہے خاص کر وہ فکر جو کہ وصف ازل ہو۔ مطلب یہ کہ دیکھو تم کسی شے کو اول سوچتے ہو کہ مثلاً ہم تخت بنائیں گے تو سب سے پہلے اس سے جو مقصود ہے یعنی جلوس کو سوچتے ہو کہ ہم اس پر بیٹھا کریں گے تو یہاں درجہ فکر میں تو وہ متفکر (بفتح الکاف) سب سے اول ہے لیکن وجود میں سب سے آخر میں ہے اس لئے کہ جب پورا تخت بن جاوے گا اور تیار ہو جائے گا تو یہ غایت اور مقصود یعنی جلوس سب کے بعد وجود میں آوے گی دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ خاص کر وہ شے جو کہ ازلی ہو وہ تو بہ نسبت دیگر اشیاء کے زیادہ مقدم ہوگی تو اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وجود میں سب سے آخر میں آئے لیکن اس درجہ فکر میں سب سے مقدم ہیں اس کی توضیح کے لئے اول ایک مقدمہ سمجھو کہ یہ تو سب مانتے ہیں کہ وجود کے دو مرتبے ہیں ایک واجب دوسرا ممکن آگے صوفیہ ان میں بھی مراتب مانتے ہیں ان میں سے وجود واجب کے لئے تین مرتبہ کہتے ہیں جن کا لقب ان کی اصطلاح میں احدیت اور وحدۃ اور واحدیت ہے۔ احدیت تو ذات بحث کو کہتے ہیں جس کو غیب الغیب اور باطن محض وغیرہ کے القاب سے بھی تعبیر کرتے ہیں یہ درجہ تو ذات کا ہے دوسرا درجہ ہے وحدۃ یہ درجہ ہے صفات اجمالیہ کا اس کو ان کی اصطلاح میں حقیقت محمدیہ بھی کہتے ہیں۔ تیسرا درجہ ہے واحدیت۔ یہ درجہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صفات تفصیلیہ کا جس کو اعیان ثانیہ اور حقیقت آدم بھی کہتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ یہ تینوں درجہ ازلی ابدی ہیں اور ان میں آپس میں ایک دوسرے پر تقدم تاخر بھی ہے اور چونکہ انسان صفات حق کا مظہر ہے اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے مظہریت میں اکمل واتم ہیں کہ تمام صفات کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں۔ اسی لئے اس درجہ صفات اجمالی کو حقیقت محمدیہ کے لقب سے تعبیر کیا جاتا ہے لہذا اس درجہ میں یعنی درجہ صفت اجمالی میں حضور مقدم ہوئے دیگر موجودات سے اس لئے کہ باقی موجودات تو درجہ واحدیت میں ہیں جس کو درجہ صفات تفصیلی اور اعیان ثابتہ اور حقیقت آدم بھی کہا جاتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ اگر کسی شے پر کوئی حکم کسی حیثیت کے اعتبار سے کیا جاتا ہے تو اصل میں محکوم علیہ وہ حیثیت ہوتی ہے اس شے کی ذات محکوم علیہ نہیں ہوتی۔ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدم کا حکم بہ حیثیت آپ کے درجہ صفات اجمالی میں ہونے کے کیا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اصل میں محکوم علیہ وہ درجہ صفات اجمالی حق تعالیٰ کا ہوا جس کو اصطلاح میں حقیقت محمدیہ بھی کہتے ہیں اور یہاں تقدم کو مجازاً خود ذات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دیا۔ ورنہ اصل میں یہ ہے کہ وہ درجہ صفات اجمالی درجہ صفات تفصیلی سے مقدم ہے اور یہ سب صوفیہ کے نزدیک مسلم ہے اور نہ اس میں استحالہ ہے اس لئے کہ وہ دونوں درجے صفات حق ہی کے ہیں ان کو اگر وصف ازل سے تعبیر کر دیا تو کیا عجب ہے' خوب سمجھ لو۔ آگے وہ تقریر نقل کی جاتی ہے جس کو خود حکیم الامۃ دام ظلہم نے اپنے قلم مبارک سے اس مقام کے حل میں تحریر فرمایا ہے۔ وہو ہذا۔

مقصود کے تقدم کو بیان فرماتے ہیں کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ اول فکر کی ہوئی چیز عمل یعنی کام میں پیچھے آیا کرتی ہے اور اس کلیہ میں سے بالخصوص وہ فکر کی ہوئی چیز یعنی محل تفکر و متصور و معلوم جو وصف ازلی ہو خصوص اس لئے کہا کہ ایک تو اس کا غایت مقصود ہونا مقتضی ہے اس کے تقدم کو پھر اس کا وصف ازلی ہونا جس کے لئے تقدم علی غیر الازلی لازم ہے یہ دوسرا مقتضی ہے اس کے تقدم کو جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ کہ بحیثیت اپنے منشاء تعین کے جس کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں۔ وصف ازلی ہے باری تعالیٰ کا جس کا حاصل (اس بناء پر کہ اگر کسی شے پر کوئی حکم کسی حیثیت سے خاصہ سے کیا جاوے تو در حقیقت محکوم علیہ اس حکم کا وہ حیثیت ہوتی ہے) یہ ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ وصف ہے باری تعالیٰ کا۔ کیونکہ یہ اصلاح میں لقب ہے' صفات باری تعالیٰ کے درجہ اجمال کا اور یہ ایسا ازلی ہے کہ غیر ازلی پر تو مقدم ہے ہی دوسرے ازلیات پر بھی جو مناشی تعینات ہیں دوسرے اکوان کے ایک گونہ مقدم ہے اور یہ مناشی صفات کا درجہ تفصیلی ہے جس کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں اور حقیقت آدمیہ بھی اس کا لقب ہے۔ اور یہ تقدم بالزمان نہیں مگر بالذات و بالطبع ہے۔ پس حقیقت محمدیہ کا حقیقت آدمیہ سے متقدم ہونا مجازاً ذات محمدیہ کا تقدم ہے۔ ذات آدم وغیرہ پر بحیثیت مذکورہ اور آپ کے لئے حقیقت محمدیہ کا منشاء تعین ہونا خود یہ علامت ہے آپ کی مقصودیۃ کی پس وہی حاصل نکلا کہ آپ کی مقصودیت سبب ہے' تقدم کا اور اس مقصودیتکی چونکہ ایک خاص توجیہ تھی اس لئے خاصہ فکرے الخ کے عنوان سے تعبیر لیا۔ احقر کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد بھی جی چاہتا تھا کہ کوئی سہل توجیہ ہوتی تو خوب تھا عشاء کی نماز میں ذہن میں ایک دوسری تقریر آئی وہ یہ کہ آپ کے تقدم

کی ایک وجہ تو وہی مقصودیت بنا براس قاعدہ کے کہ اول فکر آخر آمد در عمل اور دوسری خاص وجہ یہ بھی کہ آپ ایسے متعلق فکر یعنی معلوم ہیں کہ آپ صاحب وصف ازلی ہیں۔ مبالغۃً آپ پر لفظ وصف کو محمول کر دیا جیسا زید عدل میں اور ازل سے مراد معنی عرفی خاص نہیں بلکہ معنی عرفی عام ہیں جو اکثر شعراء کے استعمال میں آتا ہے یعنی مطلق اولیت متقادمہ کما قال النظامیؒ

محمدؐ کازل تا ابد ہرچہ ہست ۔۔۔ بآرایش نام او نقش بست

اور حسب مضمون حدیث اول ما خلق اللہ نوری آپ معلول اول وجود خارجی میں بھی ہیں۔ پس معنی یہ ہوئے کہ مقصود وجود ذہنی میں تو تقدم ہوتا ہی ہے اور آپ تو وجود خارجی میں بھی سب سے مقدم ہیں گو مرتبہ روح میں سہی جسم میں نہ سہی۔ وھذا اسھل واللہ اعلم۔

آگے مولانا پھر اوپر کے مضمون کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ اوپر جو کہا تھا کہ اگر حق تعالیٰ چاہیں تو ایک دم میں باوجود بعد مسافت کے فیض تم تک پہنچادیں درمیان میں تبعاً اس قدر بیان ہو گیا تھا آگے پھر اسی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

حاصل اندر یکزمان از آسماں	می رود می آید ایدر کارواں
خلاصہ یہ ہے کہ آسمان سے تھوڑے وقفہ میں	اب قافلہ آتا جاتا ہے

یعنی حاصل یہ ہے کہ ایک گھڑی میں آسمان سے قافلہ اب جا رہا ہے اور آ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اس وقت بھی سینکڑوں لاکھوں فیوض و برکات حق جل شانہ کی طرف نازل ہو رہے ہیں۔

نیست برایں کارواں ایں رہ دراز	کے مفازہ زفت آید با مفاز
اس قافلہ پر یہ راستہ دراز نہیں ہے	کامیابی کے ہوتے ہوئے جنگل کب بھاری پڑتا ہے

یعنی اس قافلہ پر یہ راہ دراز نہیں اور میدان مقصود کے آگے سبب بڑا معلوم ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ برابر لوگ فیوض لے رہے ہیں اور فیوض ادھر سے آ رہے ہیں اس قافلہ پر یہ راہ دراز نہیں ہے اس لئے کہ جس قدر مقصود عظیم ہوتا ہے اسی قدر اس کے درمیان جو مسافت اور بعد ہوتا ہے وہ کم معلوم ہوتا ہے تو چونکہ یہ مقصود ایک عظیم الشان مقصود ہے اس لئے اس کے درمیان جو راہ حائل ہے وہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آگے تقریب فہم کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

دل بکعبہ میرود در ہر زماں	جسم طبع دل بگیرد ز امتناں
ہر وقفہ میں دل کعبہ کو جاتا ہے	جسم احسان (خداوندی) سے دل کی طبیعت اختیار کر لیتا ہے

یعنی دل کعبہ میں ہر گھڑی جاتا ہے تو جسم دل کی طبیعت احسان حق کی وجہ سے لے لیتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو جب چاہو دل کعبہ میں پہنچ جاتا ہے یعنی کعبہ کا تصور دل میں آ جاتا ہے تو اسی طرح اگر حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے جسم میں خاصیت روح کی پیدا ہو جاوے تو کیا عجب ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں دراز و کوتہی مر جسم راست	چہ دراز و کوتہ آنجا کہ خداست
یہ درازی اور کوتاہی جسم کے لئے ہے	جہاں خدا ہے وہاں دراز کوتاہ کیا ہوتا ہے؟

یعنی یہ درازی و کوتہی جسم کے لئے ہے اور کیا دراز اور کیا کوتہ اس جگہ جہاں کہ خدا ہے۔ مطلب یہ کہ تمہارے جسم کے آگے معلوم ہوتا ہے کہ مسافت بعید ہے پہنچنا مشکل ہے لیکن حق تعالیٰ کو پہنچا دینا تو کچھ مشکل نہیں۔ پھر بعد مسافت سے کیوں گھبراتے ہو۔

چوں خدا مر جسم را تبدیل کرد	رفتنش بے فرسخ و بے میل کرد
جب خدا نے جسم کو بدل دیا	اس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کر دیا

یعنی جب خدا نے جسم کو تبدیل فرمایا تو اس کا چلنا بے فرسخ اور بے میل کے کر دیا۔ مطلب یہ کہ جب حق تعالیٰ چاہتے ہیں تو عروج روحانی ہونے لگتا ہے جس میں کہ قطع مسافت ظاہری کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ ویسے ہی کہیں سے کہیں پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ ظاہر ہے کہ عروج روحانی میں مسافت حسی کے قطع کی قطعاً ضرورت نہیں ہوتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

صد امیدست ایں زماں بردار گام	عاشقانہ اے فتے خل الکلام
اب سو امیدیں ہیں، قدم بڑھا	عاشقوں کی طرح، اے نوجوان! باتیں بنانا چھوڑ دے

یعنی اس وقت اے جوان سینکڑوں امیدیں ہیں قدم عاشقوں کی طرح اٹھاؤ اور کلام ترک کرو۔ مطلب یہ کہ اس وقت فیوض و برکات نازل ہو رہے ہیں اس وقت قدم بڑھاؤ اور چلو بس باتیں چھوڑ دو جیسا کہ فرماتے ہیں کہ

قدم باید اندر طریقت نہ دم   کہ اصلے ندارد دم بے قدم

آگے فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ پیلہ چشم برہم میزنی	در سفینہ خفتۂ رہ مے کنی
اگرچہ تو پلکیں جھکا رہا ہے	تو کشتی میں سوتا ہوا سفر کر رہا ہے

یعنی اگرچہ تم نے آنکھ کی پلک بند کر رکھی ہے (مگر) کشتی میں سوئے ہوئے راستہ پر چل رہے ہو۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر تم کشتی میں سوار ہو تو اگر اس میں تم سو بھی جاؤ تب بھی سو رہے ہو اور چل رہے ہو۔ اسی طرح مرشد اور شیخ جو کہ کشتی کی طرح ہے اگر تم اس کے سایہ میں آجاؤ اور اس کی تربیت میں ہو تو تم بلا محنت شاقہ کے آرام اور راحت کے ساتھ مقصود تک پہنچ جاؤ گے زیادہ مشکل نہ کرنی پڑے گی۔ ہاں کچھ نہ کچھ کام تو ضروری کرنا پڑے گا جیسا کہ کشتی میں بھی کم از کم بیٹھنا تو پڑتا ہی ہے۔ اسی طرح کچھ نہ کچھ تو ضرور کام کرنا پڑے ہی گا۔ ہاں اس کی تربیت میں آکر محنت شاقہ سے بچ جاؤ گے۔ یہاں جو کشتی کی مثال دی ہے آگے اس سے مراد مرشد ہونا بتلاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تفسیر حدیث مثل اہل بیتی کمثل سفینۃ نوح
من تمسک بہا نجاو من تخلف عنہا غرق

بہر ایں فرمود پیغمبر کہ من	ہمچو کشتی ام بطوفان زمن
اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ میں	زمانہ کے طوفان میں کشتی کی طرح ہوں

یعنی کہ حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا ہے کہ میں طوفان زمانہ میں کشتی کی طرح ہوں۔ مطلب یہ کہ چونکہ مرشد کی مثال کشتی کی سی ہے اسی لئے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی مثال کشتی جیسی فرمائی ہے۔ فرمایا ہے کہ حوادثات زمانہ کے طوفان میں میری مثال کشتی جیسی ہے کہ میں سب سے بچا کر صحیح وسالم نکال لے جاتا ہوں۔

ما و اصحابیم چوں کشتی نوح	ہر کہ دست اندر زند یا بد فتوح
ہم اور ہمارے ساتھی (حضرت) نوح کی کشتی کی طرح ہیں	جو سہارا پکڑ لے گا نجات پا جائے گا

یعنی (فرمایا ہے کہ) ہم اور ہمارے اصحاب کشتی نوح کی طرح ہیں جو شخص اتباع کرے وہ فلاح پاوے۔

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ با شیخی تو دور از زشتۂ	روز و شب سیاری و در کشتۂ
جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے برائی سے دور ہے	تو دن رات چل رہا ہے اور تو کشتی میں ہے

یعنی جبکہ تو شیخ کے ساتھ ہے تو تو زشتی سے دور ہے اور تو رات دن چل رہا ہے اور کشتی میں ہے۔

در پناہ جان جاں بخشی توئی	کشتی اندر خفتۂ رہ میروی
تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہے	تو کشتی میں سویا ہوا ہے راستہ طے کر رہا ہے

یعنی تو جان بخشنے والے کی جان کی پناہ میں ہوگا اور کشتی میں سوئے ہوئے راستہ چلو گے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم شیخ کے متبع ہوے اور وہ تمہارا رہبر ہوگا تو پھر تم کو کوئی زند نہیں پہنچ سکتا۔ اور تم شیطان کے تمام شرارتوں سے محفوظ رہو گے اور تمہاری ایسی مثال ہوگی کہ گویا کشتی کے اندر سو رہے ہو کہ ساکن اور متحرک ایک ہی زمانہ میں ہو بظاہر تو ایک جگہ بیٹھے ہو اور ایک ہی حالت میں ہو مگر شیخ کے اتباع اور معیت کی وجہ سے عروج باطنی اور سیر حقیقی تم کو حاصل ہوگی جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو ہمارا اتباع کرے وہ فلاح پاوے جب رسول اور نائبان رسول کے اتباع سے فلاح حاصل ہوتا ہے تو اب فرماتے ہیں کہ۔

مگسل از پیغمبر ایام خویش	تکیہ کم بر فن و برگام خویش
اپنے زمانے کے پیغمبر سے جدا نہ ہو	اپنی تدبیر اور اپنے قدم پر بھروسہ نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تم اپنے زمانہ کے پیغمبر سے قطع تعلق مت کرو اور اپنے علم و عمل پر بھروسہ کم کرو۔ مطلب یہ کہ جب فلاح اور ترقی وغیرہ سب اتباع رسول یا اتباع نائبان رسول ہی پر موقوف ہے تو تم اپنے زمانہ کے پیغمبر سے قطع تعلق مت کرو اور وہ تمہارے زمانہ کے پیغمبر وہی تمہارے زمانہ کے اولیاء اللہ اور مشائخ متبع سنت ہی ہیں لہذا تم کو چاہئے کہ ان کا اتباع کرو۔ اور اپنے علم و عمل پر مغرور مت ہو کہ جب تک کوئی راہبر نہ ہو اپنا علم ابتداء میں کچھ کام نہیں دیتا۔ ہاں پھر تم جب راہ پر لگ جاؤ گے اس وقت پھر تم خود مقتدا ہو گے اور دوسرے لوگ تمہارا اتباع کریں گے اور تمہارے راہ پر لگنے سے پہلے تو تم خواہ کتنے ہی بڑے عالم با عمل ہو اس راہ میں تم مقصود تک نہیں پہنچ سکتے۔ اگر چہ وہ فی نفسہ بھی مقصود ہے مگر اس راہ کا مقصود بے راہبر کے ہرگز میسر نہیں ہوسکتا۔ جیسا کہ ظاہر ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ شیری چوں روی رہ بے دلیل	ہمچو روبہ در ضلالی و ذلیل
اگرچہ تو شیر ہے' جب تو بغیر رہنما کے راستہ طے کرے گا	لومڑی کی طرح گمراہی میں ہے اور ذلیل ہے

یعنی اگر چہ تم شیر ہو مگر جبکہ بے راہبر کے راستہ چلو گے تو لومڑی کی طرح گمراہی میں رہو گے اور ذلیل ہو گے۔ مطلب یہ کہ تم علم و عمل میں خواہ کتنے ہی کامل ہو لیکن اگر تمہارا کوئی راہبر نہیں ہے تو یاد رکھو کہ وہ ساری قوت بیکار ہے۔ تم بالکل کمزور اور رسوا ہو گے وہ علم و عمل اس راہ میں کوئی زیادہ کارآمد نہ ہوگا۔ جب یہ بات ہے تو آگے پھر اسی کی تاکید فرماتے ہیں کہ۔

ہیں مپرالا کہ باپرہائے شیخ	تا بہ بینی عون لشکر ہائے شیخ
خبردار! شیخ کے پروں کے بغیر پرواز نہ کر	تاکہ تو شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھے

یعنی ہاں بے شیخ کے پروں کے مت اڑو تا کہ تم شیخ کے لشکروں کی مدد دیکھو۔ مطلب یہ کہ تم بے معیت شیخ کے طریق مت کرو بلکہ اس کی مدد سے طریق طے کرو گے تو اس وقت تم کو اس کی برکت اور فوائد معلوم ہوں گے۔ یہاں تک صحبت شیخ اور معیت شیخ کی ترغیب دے کر آگے اس طریق کا معاملہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

یک زمانے موج لطفش بال تست	آتش قہرش دمے حمال تست
ایک وقت اس کی مہربانی کی موج' تیرا بازو ہے	کسی وقت' اس کے قہر کی آگ تیری باربردار ہے

یعنی ایک زمانہ تو اس کی موج لطف تمہارے لئے بال ہے اور ایک دم میں اس کا قہر تمہارا حمال ہے۔

قہر او را ضد لطفش کم شمر	اتحاد ہر دو بیں اندر اثر
اس کے قہر کو' اس کی مہر کی ضد نہ سمجھ	اثر میں دونوں کی یکسانیت دیکھ

یعنی اس کے قہر کو اس کے لطف کی ضد کم گنو اور اثر میں دونوں کا اتحاد دیکھو۔ مطلب یہ ہے کہ شیخ کا معاملہ کبھی تو تمہارے ساتھ درشتی کا ہوتا ہے اور کبھی نرمی کا مگر اثر میں اور فائدہ پہنچانے میں دونوں یکساں ہیں بلکہ اکثر درشتی ہی زیادہ نافع دیکھی گئی ہے۔ لہذا اس کی سختی سے مکدر ہونا اور اس سے ناگواری ہونا بہت ہی نامناسب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اور طریق سے محروم رکھنے والی شے ہے اس کے سامنے تو وہ حالت ہو کہ۔

زندہ کنی عطائے تو ور بکشی فدائے تو　　دل شدہ مبتلائے تو ہر چہ کنی رضائے تو

ہر حالت میں وہ تمہاری تربیت کر رہا ہے۔ اور اس سے اس کا کوئی نفع نہیں ہے وہ یہ سب درشتی اور نرمی وغیرہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے کرتا ہے۔ بلکہ اس درشتی میں اکثر اوقات خود اس کو بھی کوفت ہوتی ہے مگر صرف تمہارے نفع کے لئے وہ اس کوفت کو برداشت کرتا ہے۔ افسوس ہے تمہارے حال پر کہ وہ تو تمہارے واسطے مشقت برداشت کرے۔ اور تمہیں نفع پہنچانا چاہے اور اس میں خود اس کا کوئی نفع نہ ہو مگر باوجودیکہ تمہارا نفع ہی نفع ہے تم اس کو ناگوار سمجھو اور رنجیدہ ہو اس کی درشتی اور نرمی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

یک زمان چوں خاک سبزت میکند	یک زماں پر باد و گبزت میکند
ایک وقت میں وہ تجھے مٹی کی طرح سرسبز کر دیتا ہے	ایک وقت میں پرشوکت اور عالی قدر بنا دیتا ہے

یعنی ایک وقت میں تو وہ تجھے خاک سبز کرتا ہے اور ایک وقت میں برباد اور بڑا تجھے کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ کبھی تو نرمی کر کے تجھے سبزہ کی طرح خوش و خرم کر دیتا ہے اور کبھی درشتی کر کے تجھے مراتب عالیہ پر پہنچا دیتا ہے۔ اور اس کی یہ شان ہے کہ۔

جسم عارف را دہد وصف جماد	تا برو روید گل و نسریں شاد
سالک کے جسم کو مٹی کی خاصیت عطا کر دیتا ہے	تاکہ اس پر پھول اور عمدہ گل سیوتی اگے

یعنی جسم عارف کو وہ جماد کی صفت دیتا ہے یہاں تک کہ اس پر پھول اور نسریں خوش اگتے ہیں۔ مطلب یہ کہ وہ شیخ سالک کے جسم کو جمادات کی سی خاصیت دیدیتا ہے کہ ان پر کبھی بارش ہوتی ہے جو کہ نرمی کے مشابہ ہے اور کبھی تیز دھوپ پڑتی ہے جو درشتی کے مشابہ ہے ان دونوں سے مل کر اس پر کیسے کیسے پھول اگتے ہیں اسی طرح شیخ کی نرمی اور سختی دونوں سے مل کر ہی کام بنتا ہے اور علوم و معارف جب ہی وارد ہوتے ہیں جبکہ دونوں حالتوں کو برداشت کیا جائے ورنہ کورے کے کورے ہی رہ جاؤ گے۔ اب یہاں شبہ ہوا کہ ہم نے تو کسی جسم عارف میں کوئی پھول وغیرہ لگے ہوئے نہیں دیکھے وہ تو بیچارے یونہی ٹوٹی پھوٹی حالت میں ہوتے ہیں پھر یہ کہنا کہ اس کو وصف جماد دیتا ہے اور اس میں پھول لگتے ہیں کہاں صحیح ہوا۔ آگے مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

لیک او بیند نہ بیند غیر او	جز بمغز پاک ندہد خلد بو
لیکن وہی اس کو دیکھتا ہے اس کا غیر نہیں دیکھتا ہے	بہشت پاک مغز (والے) کے علاوہ کسی کو خوشبو نہیں دیتی ہے

یعنی لیکن وہی دیکھتا ہے اس کے سوا اور کوئی نہیں دیکھتا اور سوائے مغز پاک کے (اور کسی کو) خلد بو نہیں دیتی۔ مطلب یہ کہ جسم عارف کے گل و نسریں اس شیخ ہی کو نظر آتے ہیں اس کے علاوہ اور کسی کو نظر نہیں آتے۔ کیونکہ ظاہر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ وہ تمام پھول حسی تو ہوتے نہیں معنوی ہوتے ہیں لہذا اس کو وہی دیکھ سکتا ہے جس کی آنکھ حقیقت شناس ہو جیسے کہ بہشت کی خوشبو اسی کو آوے گی جس کا دماغ پہلے سے اچھا ہوگا۔ اور سڑے ہوئے دماغ والے کو یعنی کفار کو جنت کی ہوا بھی نہ لگے گی۔ لہذا ہر شخص کو وہ گل ونسرین دکھائی نہیں دے سکتے۔ آگے ان کے دیکھ سکنے کی تدبیر بتاتے ہیں کہ۔

مغز را خالی کن از انکار یار	تا کہ ریحاں یابے از گلزار یار
دوست کے انکار سے دماغ کو خالی کر لے	تا کہ تو دوست کے چمن سے خوشبو سونگھے

یعنی مغز کو یار کے انکار سے خالی کرلے تا کہ یار کے گلزار سے خوشبو پاوے۔ مطلب یہ کہ تمہارے دماغ میں جو اولیاء اللہ کی طرف سے انکار بھرا ہوا ہے اس انکار کو نکال دو۔ خواہ اعتقاد بھی نہ ہو امتحان ہی مقصود ہو مگر انکار اور بغض نہ ہو۔ اس وقت تم کو اس باغ حقیقی کی خوشبو آوے گی اور ان گل ونسرین کو تم بھی دیکھ سکو گے۔ آگے بھی یہی فرماتے ہیں کہ۔

تا بیابے بوئے خلد از یار من	چوں محمدؐ بوئے رحمٰن از یمن
تا کہ تو میرے دوست کے ذریعہ بہشت کی خوشبو حاصل کرے	جیسا کہ آنحضورؐ نے یمن سے خدا کی خوشبو حاصل کی

یعنی تا کہ تم میرے یار سے بوئے خلد کو پالو جیسے کہ محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم نے رحمٰن کی بو یمن سے پائے۔ مطلب یہ کہ تم اس انکار اور عناد کو نکال ڈالو اس وقت تم کو اس گل ونسرین حقیقی کی خوشبو معلوم ہوگی اور اس وقت تم کو شیوخ کی برکات کا مشاہدہ ہوگا۔ جیسے کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الایمان یمان الخ کہ ایمان یمن میں ہوگا اور یمن کے لوگ زیادہ ایماندار ہونگے تو جس طرح حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ادھر سے آثار ایمان معلوم ہوئے تھے اسی طرح اگر تم انکار سے دماغ کو خالی کرلو گے تو تم کو بھی برکات کا مشاہدہ ہونے لگے گا۔

در صفت معراجیاں گر بیستی	چوں براقت بر کشاید نیستی
اگر تو معراج والوں کی صف میں کھڑا ہو گیا	فنا تیرے لئے براق کی طرح پر پھیلا دے گی

یعنی معراجیوں کی صف میں اگر تو کھڑا ہو تو جب تیرا براق پر کھولے تو تو نیست ہو۔ مطلب یہ کہ اگر تم ان حضرات کی خدمت میں رہو تو ان کی صحبت کا یہ اثر ہوگا کہ ایک دم تم کو بھی عروج روحانی حاصل ہوگا۔ اور تم کو درجہ فنا کا حاصل ہو جاوے گا۔

نے چو معراج زمینے تا قمر	بلکہ چوں معراج کلکے تا شکر
گرد کی قمر تک کی معراج کی طرح نہیں	بلکہ نے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

یعنی نہ مثل معراج یک زمین کے قمر تک بلکہ مثل معراج ایک کلک کے شکر تک۔ مطلب یہ کہ تم کو جو عروج ہوگا اور تمہارے جو مراتب عالی ہوں گے تو وہ کوئی حسی شے نہیں ہے کہ یہاں سے اٹھ کر وہاں چلے گئے یا اڑنے لگے کہ اڑے اور آسمان پر پہنچ گئے۔ بلکہ وہ عروج روحانی ہوگا کہ جس کی کیفیت کچھ اس مثال سے معلوم ہوگی کہ دیکھو شکر کی نے اولاً ایک لکڑی ہوتی ہے اس کے بعد اس کو ترقی ہوتی ہے اور وہ شکر ہو جاتی ہے تو وہ رہی تو اپنی جگہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مگر اس کو ترقی ہوگی یعنی وہ ترقی کیفا ہوگی کہ ایک حالت سے دوسری حالت بدل جاوے گی۔ ورنہ کوئی سیڑھی لگا کر آسمان کو تھوڑا ہی چڑھنا ہے۔ آگے بھی یہی مضمون ہے فرماتے ہیں کہ۔

نے چو معراج دخانی تا سما	بل جو معراج جنینے تا نہا
دھویں کی آسمان تک کی معراج کی طرح نہیں	بلکہ نطفے کے شکر بننے تک کی معراج کی طرح

یعنی نہ مثل معراج ایک دھویں کے آسمان تک بلکہ مثل معراج یک جنین کے عقل تک مطلب یہ کہ وہ معراج ایسی نہ ہوگی جیسے کہ دھواں آسمان کو چڑھا کرتا ہے بلکہ اس کی مثال ایسی سمجھو جیسے کہ ایک بچہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا ہی میں رہ کر عاقل وکامل ہو جاتا ہے تو اس کو حسا تو کہیں عروج نہیں ہوا مگر ظاہر ہے کہ اس کو اپنی اس پہلی حالت سے عروج ہوا ہے اور ترقی کر کے آج وہ اس درجہ کو پہنچ گیا ہے۔ اسی طرح اگر تم مرشد کے ساتھ رہو گے اور اس کے کہنے سے مجاہدات وریاضات کرتے رہو گے تو ایک دن تم بھی کامل ہو جاؤ گے۔

خوش براقے گشت خنگ نیستی	سوئے ہستی آردت گر نیستی
فنا کا گھوڑا بہت اچھا براق بنا	اگر تو فانی ہے تجھے بقا کی جانب لے آتا ہے

یعنی نیستی کا گھوڑا ایک اچھا براق ہے کہ تجھے ہستی کی طرف لاوے گا۔ اگر تو نیست ہوگا مطلب یہ کہ فنا ایک ایسی شے ہے کہ اس کو حاصل کرنے کے بعد انسان کو بہت جلد عروج روحانی ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے بہت جلد مقصود تک وصول ہو جاتا ہے لہذا چاہئے کہ شیخ کی رائے میں اپنی رائے کو بالکل فنا کر دو۔

کوہ و دریا ہا سمش مس میکند	تا جہاں حس راپس میکند
اس کے سم پہاڑ اور دریاؤں کو چھوتے ہیں	یہاں تک کہ وہ محسوس دنیا کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے

یعنی اس گھوڑے کے سم پہاڑ اور دریا کو مس کرتے ہیں تا کہ جہاں حس کو پیچھے کر دے۔ مطلب یہ کہ فنا حاصل ہونے کے بعد یہ ہوتا ہے کہ تمام مراتب عالیہ حاصل ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ جہاں بے قدر رہ جاتا ہے پھر اس کی طرف التفات نہیں رہتا۔ یہاں تک تو اس کی تعلیم کی تھی کہ شیخ کی تعلیم سے اعمال ومجاہدات و ریاضات کرو اور درجہ فنا حاصل کرلو اور اس کے غصہ وغیرہ کو برداشت کرو تو تم کو مقصود بہت جلد حاصل ہو جاوے گا۔ آگے وصول کا دوسرا طریق بتاتے ہیں کہ۔

پا بکش در کشتی و می رو رواں	چوں سوئے معشوق جان جان رواں
کشتی میں قدم رکھ اور چلا چل	جیسا کہ جان معشوق کی طرف جاتی ہے جو روح کی روح ہے

یعنی پا کشتی میں بیٹھ لو اور روانہ ہو جاؤ جس طرح کہ جان معشوق جان کی طرف روانہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر مجاہدات وریاضات نہیں کر سکتے تو خیر شیخ کی صحبت تو اختیار کرو۔ اس کو تو مت چھوڑو کہ انشاء اللہ ایک دن

اس سے بھی کام بن جاوے گا۔ پس اجتناب عن المعاصی تو ہر حال میں ضروری ہے پھر اگر اوراد و ذکر و شغل متعارف نہ بھی کرے تب بھی اکثر وصول ہو ہی جاتا ہے تیری یہ حالت ہو جاوے گی کہ۔

دست نے و پائے نے رو تا قدم	آنچنانکہ تاخت جانہا از عدم
بغیر ہاتھ اور بغیر پاؤں کے قدیم کی طرف چل	جس طرح کہ روحیں عدم سے دوڑ آئیں

یعنی نہ ہاتھ ہیں اور نہ پاؤں ہیں اور قدم تک چلے جاؤ۔ جس طرح کہ جانیں عدم سے آئی ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ عدم سے جانیں وجود میں آ گئی ہیں۔ اور ان کو کوئی حرکت حسی نہیں ہوئی اسی طرح تم کو بھی کوئی حرکت حسانہ کرنی پڑے گی اور تم واصل الی الحق ہو جاؤ گے یہاں آ کر مولانا کو خیال آیا کہ سامعین کی توجہ ان مضامین کی طرف پوری نہیں ہے اس لئے مولانا کو آمد مضامین بند ہو گئی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

بر دریدے در سخن پردہ قیاس	گر نبودے سمع سامع را نعاس
(یہ تقریر) بات میں قیاس کا پردہ چاک کر دیتی	اگر سننے والے کی سماعت پر اونگھ نہ طاری ہوتی

یعنی بیان میں فردۂ قیاس کو پھاڑ دیتا اگر سامع کی سمع کو اونگھ نہ ہوتی۔ مطلب یہ کہ اگر سامعین اکتا نہ جاتے اور ان مضامین کے سننے کا ان کو شوق ہوتا تو میں ان مضامین کو بے حد و قیاس بیان کرتا مگر اب چونکہ سامعین اکتا گئے ہیں اس لئے اب آگے بیان نہیں کرتا۔ آگے شیخ کے لئے دعا فرماتے ہیں کہ۔

اے فلک بر گفت او گوہر ببار	از جہان او جہانا شرم دار
اے آسمان! اس کی گفتگو پر موتی برسا	اے دنیا! تو اس کے جہان سے شرم کر

یعنی اے آسمان اس کی گفتگو پر موتی برسا اور اے جہاں اس کے جہان سے شرم کر۔ مطلب یہ کہ اے آسمان شیخ کے کلام پر خوب گوہر باری کر اس لئے کہ وہ مضامین اسی قابل ہیں اور اے جہاں اس کے جہاں باطن سے شرم کر کہ اس کا وہ جہاں باطن تجھ سے بڑھا ہوا ہے۔

گر بباری گوہرت شش تا شود	جامدت گوئندہ و بینا شود
اگر تو موتی برسائے وہ چھ گنا ہو جائیں گے	تیرا بے جان بولنے والا اور دیکھنے والا ہو جائے گا

یعنی اگر تو گوہر برساوے تو وہ چھ گنے ہو جاویں اور تیرا جامد گوئندہ اور بینا ہو جاوے۔

پس نثارے کردہ باشی بہر خود	چونکہ ہر سرمایۂ تو صد شود
تو تیرا نچھاور خود تیرے لئے ہو گا	جبکہ تیرا ہر سرمایہ سو گنا ہو جائے گا

یعنی پس تو اپنے ہی لئے نثار کرے گا جبکہ تیرا سرمایہ سو گنا ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ اے فلک ان کی باتوں پر گہر باری کر تو اس میں کچھ کمی نہ آوے گی بلکہ ان کے فیض سے وہ گوہر اور بڑھ جاویں

www.besturdubooks.wordpress.com

گے۔ اسی طرح اگر تم اپنے کو فنا کر دو گے اور شیخ کے بالکل تابع اور مطیع ہو جاؤ گے تو اس میں شیخ کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ بلکہ کچھ تمہارا ہی فائدہ ہوگا کہ اس کی برکت سے تمہاری ہر حالت قوی اور استعداد زیادہ ہو جاوے گی۔ تو اس فنا میں بھی تمہارا ہی فائدہ ہے۔ اس کا کوئی نفع نہیں ہے۔ آگے اس کو اس ہدیہ بلقیس سے مثال دیتے ہیں اور یہاں سے انتقال ہے قصہ بلقیس کی طرف فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو آں ہدیہ کہ بلقیس از سبا	بر سلیماں می فرستاد اے کیا
اس ہدیہ کی طرح جو بلقیس نے سبا سے	(حضرت) سلیمان کے پاس بھیجا اے عقلمند!

یعنی اے زیرک جس طرح کہ بلقیس ہدیہ سبا سے سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجتی تھی۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ بلقیس نے سلیمان علیہ السلام کو جو ہدیہ بھیجا تھا تو اس میں اسی کا فائدہ تھا اسی طرح اگر تم مجاہدات وریاضات واطاعت شیخ کرو گے تو اس سے تمہارا ہی فائدہ ہے۔ شیخ کا کوئی نفع نہیں ہے۔ آگے بلقیس کا سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ روانہ کرنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ بھیجنا

ہدیہ بلقیس چل اشتر بدست	بار آنہا جملہ خشت زر بدست
بلقیس کا ہدیہ چالیس اونٹ تھے	جن کا بوجھ سب سونے کی اینٹیں تھا

یعنی بلقیس کا ہدیہ چالیس اونٹ تھے کہ ان سب پر سونے کی اینٹیں لدی ہوئی تھیں۔ مطلب یہ کہ حضرت بلقیس نے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں چالیس اونٹ سونے کی اینٹوں کے بھر کر روانہ کیے تھے۔

چوں بصحرائے سلیمانی رسید	فرش آں را جملۂ زر پختہ دید
جب وہ (قافلہ حضرت) سلیمانؑ کے علاقہ میں پہنچا	اس کا تمام فرش خالص سونے کا دیکھا

یعنی وہ (ہدیہ) سلیمانی جنگل میں پہنچا تو اس کا سارا فرش خالص سونے کا دیکھا۔

بر سر زر تا چہل منزل براند	تا کہ زر را در نظر آبے نماند
چالیس منزل تک سونے پر چلتا رہا	یہاں تک کہ (اس کی) نظر میں سونے کی وقعت نہ رہی

یعنی سونے پر چالیس منزل تک چلے یہاں تک کہ سونے کی نظر میں کوئی قدر نہ رہی۔ مطلب یہ کہ جو سفیر وغیرہ کہ ہدیہ لے کر آئے تھے جب وہ سلیمان علیہ السلام کے جنگل میں پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں کا تمام فرش سونے کا ہے اور جنگل بھر میں سونے ہی سونے کا فرش لگا ہوا ہے حتیٰ کہ چالیس منزل تک وہ لوگ اس سونے ہی کے فرش پر چلتے رہے۔ مورخین نے لکھا ہے کہ جب قاصد بلقیس کی خبر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوئی ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوا کہ وہ خشت زر ہدیہ میں لا رہے ہیں تو انہوں نے حکم دیا کہ تمام جنگل میں سونے کا فرش لگا دیا جاوے تا کہ ان کو اپنے ہدیہ کی قدر معلوم ہو جاوے۔ اور ان کے قلب میں عظمت بیٹھ جاوے۔ لہذا ایسا ہی ہوا اور اب جو ان لوگوں نے یہ حالت دیکھی تو ان کی نگاہ میں سونا ایک بے قدر چیز ہو گئی۔ اور اب ان کو وہ خشت زر ہدیہ میں لے جاتے ہوئے شرم آنے لگی اور آپس میں یوں گفتگو ہونے لگی۔

بارہا گفتند زر را وا بریم	سوئے مخزن ماچہ بیکار اندریم
انہوں نے بارہا کہا سونے کو واپس لے جائیں	خزانے میں، ہم کس بیکار کام میں لگے ہیں؟

یعنی بارہا یوں کہا کہ سونے کو ہم خزانہ میں واپس لے جاویں کہ ہم کیسے بیکار کام میں ہیں۔

عرصۂ کش خاک زردہ دہی ست	زر بہدیہ بردن آنجا ابلہی ست
وہ علاقہ جس کی زمین خالص سونا ہے	وہاں تحفہ میں سونا لے جانا بیوقوفی ہے

یعنی جس میدان کی کہ خاک خالص سونا ہو سونا وہاں ہدیہ میں لے جانا بیوقوفی ہے۔ مطلب یہ کہ جب انہوں نے یہ حالت دیکھی تو آپس میں کہنے لگے کہ میاں ان سونے کی اینٹوں کو جو تم ہدیہ میں لے جا رہے ہو واپس لے جا کر اپنے خزانہ ہی میں رکھ لو۔ اس لئے کہ جہاں کے جنگل کی خاک سونے کی ہو وہاں یہ اینٹیں ہدیہ میں لے جانا سراسر حماقت ہے۔ لہذا بیکار کام کرنے سے کیا فائدہ چلو واپس لے چلیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے ببردہ عقل ہدیہ تا الٰہ	عقل آنجا کمترست از خاک راہ
اے عقل کا ہدیہ اللہ کی جانب لے جانے والے	وہاں عقل راستہ کی مٹی سے (بھی) کم ہے

یعنی اے وہ شخص کہ حق تعالیٰ کے آگے اپنی عقل کو ہدیہ میں لے گیا ہے عقل اس جگہ خاک راہ سے بھی کم ہے۔ مطلب یہ کہ تم جو اپنی عقل کو اور ان اعمال وغیرہ کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کو لے چلے ہو تو یہ سمجھ لو کہ تمہاری یہ عقل وہاں خاک راہ سے بھی کم ہے اور بالکل بے قدر ہے۔ تو جس طرح ان لوگوں کو اپنے ہدیہ سے ندامت ہوئی تھی اسی طرح تم کو بھی وہاں اسے لے جا کر ندامت ہی اٹھانا پڑے گی یہ ایک جملہ معترضہ کے طور پر بیان فرما کر آگے پھر ان قاصدوں کی گفتگو بیان فرماتے ہیں۔

چوں کساد ہدیہ آنجا شد پدید	شرمساری شان ہمی واپس کشید
جب تحفہ کا گھٹیا پن وہاں کھل گیا	شرمندگی نے ان کو واپس لوٹایا

یعنی جب ہدیہ کا کھوٹ اس جگہ ظاہر ہو گیا تو ان کو شرمساری واپس ہٹاتی تھی۔ مطلب یہ کہ جب ان کو معلوم ہو گیا کہ سونا تو یہاں بالکل بے قدر ہے اور اس کی تو یہاں کچھ پوچھ ہی نہیں ہے۔ تو یہ حالت تھی کہ شرمندگی کے مارے ان کا قدم آگے نہ اٹھتا تھا اور وہ چاہتے تھے کہ واپس لے کر چلے جاویں مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

باز گفتند از کساد و از روا	چیست بر ما بندہ فرمانیم ما
پھر انہوں نے کہا گھٹیا پن اور بڑھیا پن سے	ہمیں کیا ہم تو حکم کے غلام ہیں

یعنی پھر کہتے کہ ہمیں کھوٹے کھرے سے کیا مطلب ہم تو حکم کے بندے ہیں۔

گر زرو گر خاک مارا بردنی ست	امر فرمانده بجا آورد نیست
خواہ سونا ہے خواہ مٹی ہمیں لے جانا ہے	حاکم کا حکم بجا لانا ہے

یعنی خواہ سونا ہو خواہ مٹی ہو ہمیں تو لے جانا ہے اور حاکم کا حکم بجالانا ہے۔

گر بفرمانید کہ واپس برید	ہم بفرمان تحفہ را باز آورید
اگر وہ حکم دیں کہ اس کو واپس لے جاؤ	حکم ہی سے تحفہ واپس لے آؤ

یعنی اگر فرماویں گے کہ واپس لے جاؤ تو حکم ہی کی وجہ سے تحفہ کو واپس لے آئیو۔

امر و فرمان را ہمی باید شنید	تا بدانجا ہدیہ را باید کشید
حکم اور فرمان کو سننا چاہیے	وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہیے

یعنی امر و فرمان کو سننا چاہئے۔ اور وہاں تک ہدیہ کو لے جانا چاہئے۔ مطلب یہ کہ اول تو اس سونے کے فرش والے جنگل کو دیکھ کر ان کو بے حد شرمندگی ہوئی۔ اور چاہا کہ سب ہدیہ وغیرہ لے کر واپس چلو بھلا یہاں یہ ہدیہ پیش کرنا کونسی عقل کی بات ہے۔ مگر یہ خیال ہوا کہ میاں ہم تو حکم کے بندے ہیں ہمیں کیا حاکم کا حکم ہے کہ اس کو وہاں تک پہنچادو بس ان کے حکم کی وجہ سے ہم وہاں لے جاتے ہیں پھر اگر وہاں بے قدر ہو گیا اور وہ قبول نہ فرماویں گے اور حکم واپسی کا دیں گے تو ان کے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام کے حکم سے واپس لے آویں گے۔ غرض ہر حالت میں ہمیں تو حکم کی تعمیل ضروری ہے۔ یہاں تک تو بلقیس کے حکم کی تعمیل ہے کہ اس ہدیہ کو لے جا کر پیش کر دیں پھر اگر وہ واپس کریں تو واپس لے آنا ان کے حکم کی تعمیل ہوگی بس یہ سوچ کر ہدیہ لے کر روانہ ہو گئے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

خوش رواں گشتند با ہدیہ رواں	تا بہ تخت آں سلیمان جہاں
ہدیہ کے ساتھ تیزی سے روانہ ہو گئے	اس شاہ جہاں کے تخت کی جانب

یعنی پس ہدیہ لانے والے تخت سلیمان جہان کی طرف روانہ ہوئے۔ مطلب یہ کہ یہ سوچ کر کہ ہم تو بندۂ فرمان ہیں وہ ہدیہ لے کر روانہ ہو گئے۔

خندہ اش آمد چوں سلیمان آں بدید	کز شما من کے طلب کردم مزید
جب (حضرت) سلیمان نے وہ دیکھا ان کو ہنسی آئی	میں نے تم سے مزید (ایمان کے علاوہ) کب طلب کیا تھا؟

یعنی جب سلیمان علیہ اسلام نے اس ہدیہ کو دیکھا تو آپ کو ہنسی آئی (اور فرمایا) کہ میں نے تم سے زیادتی کو

www.besturdubooks.wordpress.com

کب طلب کیا تھا (اور فرمایا کہ)

من نمی گویم مرا ہدیہ دہید	بلکہ گفتم لائق ہدیہ شوید
میں نے نہیں کہا کہ مجھے ہدیہ دو	بلکہ میں نے کہا کہ ہدیہ کے لائق ہو

یعنی میں نے یہ تو نہ کہا تھا کہ مجھے ہدیہ دو بلکہ میں نے تو یہ کہا تھا کہ تم ہدیہ (دینے) کے لائق ہو جاؤ۔

کہ مرا از غیب نادر ہدیہ ہاست	کہ بشر آں را نیارد نیز خواست
کیونکہ میرے لئے غیب سے انوکھے ہدیے ہیں	کہ انسان ان کی تمنا بھی نہیں کر سکتا

یعنی کہ میرے پاس غیب سے عجیب عجیب ہدیے ہیں کہ بشران کو مانگ بھی نہیں سکتا۔ مطلب یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب اس ہدیہ کو دیکھا تو آپ ہنسے اور فرمایا کہ میں نے تم سے یہ کب کہا تھا کہ تم مجھے مال و دولت اور ہدیے دو بلکہ میرا مقصود تو یہ تھا کہ تم مجھ سے فیضیاب ہو کر اس قابل ہو جاؤ کہ ہدیہ دے سکو اس لئے کہ تم ابھی تک تو نجاست شرک کے سبب سے اس قابل بھی نہیں ہو کہ ہدیہ بھی دے سکو لہٰذا اول تم اس قابل ہو جاؤ پھر دیکھا جائے گا مجھے ابھی ہدیہ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میرے پاس تو عالم غیب کے ایسے ایسے علوم و معارف موجود ہیں کہ اور کسی کے پاس ہونا تو درکنار ان کی کوئی درخواست بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ان تک تو کسی کا وہم بھی نہیں پہنچتا لہٰذا ان ہدیوں کی مجھے ضرورت نہیں ہے بلکہ میں خود تمہیں کو فیضیاب کر دوں۔

می پرستید اخترے کو زر کند	رو با و آرید کو اختر کند
تم ستارے کو پوجتے ہو کیونکہ وہ سونا بناتا ہے	تم اس کی طرف رخ کرو جو ستارہ بناتا ہے

یعنی تم ایک ستارہ کو پوجتے ہو جو سونا بناتا ہے۔ ارے ادھر توجہ کرو جو ستارہ کو بناتا ہے۔ مطلب یہ کہ تم جو شمس پرستی کرتے ہو تو صرف اس کے ظاہر افعال کو دیکھ کر کہ تم کو اس میں قدرت کا شبہ ہو گیا اس لئے اس کی پرستش کرنے لگے ہو۔ لیکن تم کو چاہیے کہ اس ذات کی طرف متوجہ ہو جو خود اس ستارہ کو پیدا کرتا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرو اور ان ستاروں کی عبادت کو ترک کرو۔

می پرستید آفتاب چرخ را	خوار کردہ جان عالی نرخ را
تم آسمان کے سورج کو پوجتے ہو	تم نے گرانقدر جان کو ذلیل کر دیا

یعنی تم آفتاب چرخ کو اپنی جان عالی نرخ کو ذلیل و خوار کر کے پوجتے ہو۔ مطلب یہ کہ تمہاری روح جو کہ بہت عالی مرتبہ اور گراں قیمت ہے اس کو اس آفتاب چرخ کی عبادت میں لگا کر تم نے ذلیل و خوار کر رکھا ہے اور اس کی بھی قدر رکھو رکھی ہے کیونکہ آفتاب کی تو صرف اتنی قدر اور اس قدر مرتبہ ہے کہ۔

آفتاب از امر حق طباخ ماست	ابلہی باشد کہ گوئیم او خداست
سورج خدا کے حکم سے ہمارا باورچی ہے	میں اس کو خدا کہوں تو حماقت ہو گی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی آفتاب امرحق کی وجہ سے ہمارا طباخ ہے تو (سراسر) بیوقوفی ہے کہ ہم اس کو خدا کہیں۔ مطلب یہ کہ آفتاب تو مثل ایک ملازم کے ہے جو حکم حق کی وجہ سے ہم کو گرمی پہنچا رہا ہے ورنہ فی حد ذاتہ اس کو مستقلاً کوئی قدرت نہیں پھر جو چیز کہ ایک نوکر کی حیثیت رکھتی ہو اس کو خدا کہنا سراسر حماقت نہیں تو کیا ہے۔

آفتابت گر بگیرد چوں کنی	آں سیاہی زو تو چوں بیروں کنی
تیرا سورج گہن میں آ گیا تو تو کیا کریگا؟	تو اس کا مالک کو اس سے کیسے ہٹائے گا؟

یعنی اگر حق تعالیٰ تیرے آفتاب کو لے لیں تو تو کیا کرے اور اس سیاہی کو اس سے کس طرح الگ کرے۔

نے بدرگاہ خدا آری صداع	ایں سیاہی را ببر وادہ شعاع
کیا خدا کے دربار میں (اس) دردسر کو پیش نہ کرے گا؟	(کہ) اس کا مالک کو دور کر دے شعاع واپس کر دے

یعنی کیا درگاہ حق میں زاری کو نہ لاوے کہ اس سیاہی کو دور کردے اور شعاع عنایت فرما مطلب یہ کہ دیکھو اگر حق تعالیٰ اس سورج کو منکشف فرمادیں اور اس کی روشنی کو سلب فرمالیں تو اس وقت تم ہی بتاؤ کہ کس طرح اس کے اندر روشنی پہنچاؤ بس اس وقت تو تم بھی اللہ تعالیٰ ہی سے کہو کہ اے اللہ اس کو روشن کردے جیسا کہ مشاہد ہے کہ جب کوئی مصیبت آتی ہے تو اس وقت ہر شخص کو خواہ وہ مشرک ہو یا موحد خدا ہی یاد آتا ہے تو پھر جب مصیبت میں یاد کرتے ہو تو ہر حالت میں اسی کو کیوں یاد نہیں رکھتے۔ آگے اور اس کا عجز بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر کشندت نیم شب خورشید کو	تا بنالی یا اماں خواہی ازو
اگر تجھے آدھی رات میں قتل کریں، سورج کہاں ہے؟	تاکہ تو اس سے فریاد کرے یا امان چاہے

یعنی اگر تجھے آدھی رات کو قتل کرنے لگیں تو بتا کہ خورشید کہاں ہے تاکہ تو (اس کے آگے) روئے یا اس سے امن چاہے۔

حادثات اکثر بہ شب واقع شود	واں زماں معبود تو غائب بود
حادثے عموماً رات میں ہوتے ہیں	اس وقت تیرا خدا غائب ہوتا ہے

یعنی حادثے اکثر رات ہی کو واقع ہوتے ہیں اور اس وقت تیرا معبود غائب ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر رات کو کوئی حادثہ پیش آجاوے۔ اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ حادثات رات ہی کو پیش آتے ہیں تو اس وقت آپ کے معبود صاحب غائب ہوتے ہیں پھر بتاؤ کس سے مدد چاہو گے اور معبود کو مدد کے لئے کہاں سے بلاؤ گے تو پھر ایسے کو معبود کیوں بنایا جاوے۔ جو غائب ہو اس کو کیوں معبود نہ بنایا جاوے جو ہر وقت حاضر و ناظر ہو۔ اور ہر گھڑی مددگار ہو۔

سوئے حق گر راستانہ خم شوی	وارہی از اختران محرم شوی
تو اگر سچائی سے اللہ (تعالیٰ) کی جانب جھکے	تو ستاروں سے نجات پا جائے محرم راز بن جائے

یعنی حق تعالیٰ کی طرف اگر راستوں کی طرح تو خم ہو تو ستاروں سے چھوٹ جاوے اور محرم ہو جاوے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں شوی محرم کشایم با تو لب	تا بہ بینی آفتاب نیم شب
جب تو محرم بن جائے میں تیرے سامنے لب کشائی کروں گا	تا کہ تو آدھی رات میں سورج دیکھ لے

یعنی جب تم محرم ہو جاؤ گے تو میں تم سے لب کھولوں گا۔ یہاں تک کہ تم آدھی رات کے آفتاب کو دیکھ لو گے مطلب یہ کہ تم متوجہ بحق ہو تو تم ان سب چیزوں سے چھوٹ کر محرم اسرار حق ہو جاؤ اس وقت میں تم سے علوم و معارف و اسرار کو ظاہر کروں تو تم کو مشاہدہ جمال باری ہو جو کہ رات دن درخشاں ہے مگر۔

جز رواں پاک او را شرق نے	در طلوعش روز و شب را فرق نے
پاک روح کے سوا اس کا مشرق نہیں ہے	اس کے طلوع کے لئے دن رات کا فرق نہیں ہے

یعنی سوائے جان پاک کے اس کا شرق نہیں ہے اور اس کے طلوع میں روز و شب کا فرق نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی تجلی ارواح مقدسہ اور جانہائے پاک انبیاء و اولیاء ہی پر ہوتی ہے اور اس کے لئے یہ لازمی نہیں ہے کہ دن ہو تو اس کی تجلی ہو ورنہ نہ ہو۔ بلکہ وہ تو ہر وقت جلوہ افگن ہے مگر اس کی تجلی کو صرف انبیاء و اولیاء اللہ ہی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ لہذا اگر تم بھی ایسے ہو جاؤ گے تو تم پر بھی وہ تجلی ہو جاوے گی اس کی تو یہ شان ہے کہ۔

روز آں باشد کہ او شارق شود	شب نہ ماند شب چو او بارق شود
دن وہ ہوتا ہے جب وہ طلوع کر آئے	جب وہ چمکتا ہے رات' رات نہیں رہتی ہے

یعنی دن وہی ہے کہ وہ نکلا ہوا ہو اور رات رات نہ رہے جب وہ چمکے مطلب یہ کہ دن تو اصل میں وہی ہے جبکہ اس کی تجلی ہو ورنہ بغیر اس کی تجلی کے دن دن نہیں ہے اور اگر اس کی تجلی رات میں ہو تو رات مظلم نہ رہے بلکہ وہ بھی منور ہو جاوے۔

چوں نماید ذرہ پیش آفتاب	خور چناں باشد دراں انوار و پاک
جس طرح ذرہ سورج کے سامنے نظر آتا ہے	ان پاک تجلیوں میں سورج ایسا ہی ہوتا ہے

یعنی جس طرح کہ آفتاب کے سامنے ذرہ (بے قدر) ہوتا ہے آفتاب ان انوار اور چمک کے آگے ایسا ہی ہوتا ہے۔

آفتابے را کہ رخشاں می شود	دیدہ پیشش کند و حیران می شود
وہ سورج کہ جب وہ چمکتا ہے	آنکھیں اس کے سامنے خیرہ اور حیران ہو جاتی ہیں

یعنی جو آفتاب کہ چمکتا ہے اس کی نگاہ اس کے آگے کند اور حیران ہوتی ہے۔

ہمچو ذرہ بینیش در نور عرش	پیش نور بیحد موفور عرش
تو عرش کے نور میں اس کو ذرہ جیسا دیکھے گا	عرش کے بے حد اور گھنے نور کے مقابلہ میں

یعنی نور عرش میں اور عرش کے نور بے نہایت کے آگے اس کو ذرہ کی طرح دیکھو گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خوار و مسکیں بینی او را بیقرار	دیدہ را قوت شدہ از کردگار
تو اس کو ذلیل اور مسکین اور نہ ٹھہرنے والا دیکھے گا	آنکھ کو اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے قوت حاصل ہو گئی ہے

یعنی اس کو خوار اور مسکین اور بے قرار دیکھو گے (جبکہ) آنکھ کو حق تعالیٰ کی طرف سے قوت ہو جاوے گی مطلب یہ ہے کہ اس نور کے آگے اس آفتاب ظاہری جس کی کہ اے اہل سما تم عبادت کرتے ہو ایسی مثال ہے جیسی کہ اس کے سامنے ایک ذرہ ہو کہ اس ذرہ کی چمک اس آفتاب ظاہری کی چمک کے آگے بالکل بے قدر ہے اسی طرح جب تم کو حق تعالیٰ بصیرت عطا فرما دیں گے اس وقت تم کو اس آفتاب ظاہری کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی آگے اس قوت حق کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ۔

کیمیائے کہ از و یک ماثری	بر دخان افتاد و گشت آں اختری
وہ کیمیا جس کا ایک اثر ہے کہ	دھوئیں پر پڑی اور وہ ستارہ بن گیا

یعنی ایک ایسی کیمیا ہے کہ اس کا ایک اثر دھوئیں پر پڑا تو وہ ایک ستارہ ہو گیا۔

نادر اکسیرے کہ از وے نیم تاب	بر ظلامے زد بگردش آفتاب
وہ عجیب اکسیر کہ اس کی آدھی چمک	تاریکی پر پڑی اس کو سورج بنا دیا

یعنی ایک عجیب اکسیر ہے کہ اس کی آدھی چمک ظلمت پر پڑی تو اس کو آفتاب کر دیا۔

بوالعجب میناگری کز یک عمل	بست چندیں خاصیت را برزحل
وہ کیمیا گر عجیب ہے کہ ایک عمل سے	زحل (ستارے) میں اس قدر خاصیتیں پیدا کر دیں

یعنی عجیب کاریگری ہے کہ ایک عمل سے زحل پر اس قدر خاصیتیں باندھ دی ہیں۔

باقی اختر ہائے گوہر ہائے جاں	ہم بریں مقیاس اے طالب بداں
بقیہ ستاروں اور جان کے جواہر کو	اے طالب! اسی پیمانے سے سمجھ لے

یعنی اے طالب باقی ستاروں اور گوہر ہائے جان کو اسی قیاس پر سمجھ لو۔ یعنی جس طرح ہم نے بتایا ہے کہ اس کیتجلی سے آفتاب میں نور آیا زحل میں کیا کیا خاصیتیں پیدا ہو گئیں۔ تو اسی طرح تم اور چیزوں کو بھی دیکھ لو کہ کس کس پر کیا اثر ہوا ہے تو جس کی یہ قدرت اور یہ شان ہے وہ اگر تمہاری روح پر تجلی کرے گا تو اس کو کس قدر کامل کر دیگا ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

دیدۂ حسی زبون آفتاب	دیدۂ ربانی جوئے و بیاب
حسی آنکھ سورج سے مغلوب ہے	خدائی آنکھ تلاش کر اور حاصل کر لے

یعنی دیدہ حسی تو آفتاب سے عاجز ہے تو دیدۂ ربانی کو تلاش کر اور پا لے۔ مطلب یہ کہ تیری یہ ظاہری

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکھ اس آفتاب ظاہر کے آگے عاجز اور بیکار ہو جاتی ہے مگر جبکہ تم چشم حق بین حاصل کر لو گے تو اس وقت تمہاری نگاہ اس سے عاجز نہ ہوگی۔ اور پھر تم کو ان انوار و تجلیات کا مشاہدہ ہو گا جن کے آگے یہ آفتاب بالکل ہیچ ہے۔ اور اس کا نور کچھ بھی نہیں ہے اور جب تم دیدۂ ربانی حاصل کر لو گے تو یہ ہو گا کہ۔

تا زبوں گردد بہ پیش آں نظر	شعشعات آفتاب با شرر
تاکہ اس نظر کے سامنے مغلوب ہو جائیں	چنگاریوں بھرے سورج کی شعاعیں

یعنی تاکہ اس نظر کے آگے آفتاب باشرر کی شعاعیں ہیچ ہو جاویں۔

کان نظر نوری و ایں ناری بود	نار پیش نور بس تاری بود
کیونکہ وہ نظر نوری اور یہ ناری ہوتی ہے	آگ' نور کے سامنے بہت تاریک ہو جاتی ہے

یعنی کیونکہ وہ نظر ایک نور ہے اور یہ ایک نار ہے تو نار نور کے آگے تو بالکل تاریک ہوتی ہے مطلب یہ کہ جب تم دیدۂ ربانی حاصل کر لو گے تو پھر اس آفتاب ظاہر کی شعاعیں بالکل ہیچ ہو جاویں گی اور اس آنکھ کے نور کے آگے انکا نور کچھ بھی نہ رہے گا کیونکہ اس آنکھ میں تو نور حق ہو گا اور یہ آفتاب ایک آگ ہے تو ظاہر ہے کہ آگ نور کے آگے تو بالکل مظلم ہی ہو گی لہذا تم کو چاہئے کہ نور بصیرت حاصل کرو۔ آگے ایک حکایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک بزرگ تھے ان کی یہ کرامت تھی کہ ان کو رات میں بھی دن کی طرح دکھائی دیتا تھا تو یہ کرامت ان میں اس نور ہی کی بدولت پیدا ہوئی تھی کہ جس وقت یہ آفتاب جو کہ ناری ہے غروب ہو جاتا تھا اس وقت بھی ان کا نور درخشاں و تاباں رہتا تھا جس سے صاف معلوم ہو گیا کہ اس نور سے وہ نور بدرجہا افضل ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ جبکہ تم کو معلوم ہو گیا کہ گو بظاہر ستارہ ہمارے مربی ہیں مگر حقیقت میں ہم ان کے مربی ہیں تو اس سے تم کو یہ نتیجہ نکالنا چاہئے کہ اگرچہ ظاہر میں تم عالم اصغر ہو۔ مگر باطن میں عالم اکبر ہو۔ عالم اصغر ہونے کا یہ سبب ہے کہ تمام اجزاء عالم ایک ایک اسم یا صفت الٰہی کے مظاہر ہیں اور انسان تمام اسماء و صفات کا مظہر ہے اور عالم اکبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مقصود تخلیق ہونے کے سبب تمام عالم سے مرتبہ میں فائق اور رتبہ میں سب سے مقدم ہے۔ اب مولانا "ظاہر آں اختر آں قوام ما" باطن ما گشتہ قوام سما" کو موجہ کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کہا ہے کہ بظاہر ستارے ہمارے مقوم ہیں لیکن حقیقت میں ہمارا باطن آسمان کا مقوم ہے۔ کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ اس کے نظائر موجود ہیں۔ دیکھو بظاہر شاخ میوہ کی اصل ہے مگر حقیقت میں میوہ اس کی اصل ہے کیونکہ وہ میوہ ہی کے لئے تخم عدم سے منصۂ وجود پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ چنانچہ اگر باغبان کو میوہ کی رغبت اور اس کی امید نہ ہوتی تو کہیں وہ درخت لگاتا۔ ہر گز نہیں پس ثابت ہوا کہ حقیقت میں درخت میوہ سے پیدا ہوا ہے اگرچہ ظاہر میں

www.besturdubooks.wordpress.com

میوہ درخت سے پیدا ہوا ہے اور ظاہر میں گو درخت مقوم میوہ ہے مگر باطن میں میوہ مقوم شجر ہے اس نظیر سے وہ استبعاد مندفع ہوگیا۔ جو نظر مطمح کے لئے ہمارے کلام میں تھا۔ اب فائدہ زائد کے طور پر سنو کہ اس تفصیل سے تم کو معلوم ہوگیا کہ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آدم اور جملہ انبیاء قیامت میں جھنڈے کے نیچے میرے پیچھے ہوں گے۔ اس لئے کہ جس طرح تمام عالم کے مقابلہ میں مقصود بالتخلیق انسان ہے اور تمام عالم اس کے تابع اور انسانوں میں مقصود بالتخلیق اہل اللہ ہیں اور تمام انسان ان کے تابع یوں ہی اہل اللہ میں مقصود بالتخلیق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بقیہ اہل اللہ ان کے تابع۔ پس نشاۃ اخریٰ جو محل ظہور حقائق ہے اس میں یہ حقیقت لباس صورت پہنے گی اور یہ مقصودیت وتقدم اس شکل میں ظاہر ہوگا اور اسی لئے آپ نے فرمایا ہے کہ نحن الآخرون (فی النشاۃ الاولیٰ) والسابقون (فی النشاۃ الاخریٰ) اور اس لئے گویا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ گو میں بظاہر آدم علیہ السلام کا بیٹا ہوں لیکن حقیقت میں ان کے دادا کا دادا ہوں۔ کیونکہ جس طرح دادا کا دادا پوتے کے پوتے کی خلقت کا سبب ہوتا ہے یونہی میں بھی تخلیق آدم کا سبب ہوں اور جس طرح جد جد کا زمانہ پوتے کے پوتے سے بہت مقدم ہوتا ہے یوں ہی رتبہ اور مقصودیت میں میں آدم علیہ السلام سے کہیں مقدم ہوں کیونکہ ان کو فرشتوں کا سجدہ میری ہی وجہ سے تھا اور میرے ہی لئے وہ ساتویں آسمان پر جنت میں گئے تھے۔ اس لئے کہ انکار وجود ہی میرے سبب سے تھا۔ پس وہ کمالات جو تابع وجود ہیں وہ تو بالاولیٰ میرے سبب سے ہوں گے۔ لہذا یہ ثابت ہوگیا کہ حقیقت میں میرے جد امجد مجھ سے پیدا ہوئے اور حقیقت میں درخت میوہ سے پیدا ہوا اور کیوں نہ ہو قاعدہ کلیہ ہے کہ اول فکر کی ہوئی چیز فعل میں پیچھے آیا کرتی ہے بالخصوص وہ فکر کی ہوئی چیز یعنی محل تفکر و متصور و معلوم کہ وصف ازلی ہو وہ تو بالاولیٰ مقدم ہوگی (حضرت مجدد الملۃ والدین نے اس مضمون کی تشریح کو قلمبند فرما دیا تھا اس کو بعینہ نقل کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا ہے خصوص اس لئے کہا کہ ایک تو اس کا غایت مقصودہ ہونا مقتضی ہے اس کے تقدم کو پھر اس کا وصف ازلی ہونا جس کے لئے تقدم علی غیر الازلی لازم ہے یہ دوسرا مقتضی ہے اس کے تقدم کو جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک کی بحیثیت اپنے منشاء تعین کے۔ جس کو حقیقت محمدیہ کہتے ہیں وصف ازلی ہے باری تعالیٰ کا۔ جس کا حاصل) اس بنا پر کہ اگر کسی شے پر کوئی حکم کسی حیثیت خاصہ سے کیا جاوے تو در حقیقت محکوم علیہ اس حکم کا وہ حیثیت ہوتی ہے) یہ ہے کہ وہ حقیقت محمدیہ وصف ہے باری تعالیٰ کا۔ کیونکہ یہ اصطلاح میں لقب ہے صفات باری تعالیٰ کے درجہ اجمال کا۔ اور یہ ایسا ازلی ہے کہ غیر ازلی پر تو مقدم ہے ہی دوسرے ازلیات پر بھی جو مناشی تعینات میں دوسرے اکوان سے ایک گونہ مقدم ہے اور یہ مناشی صفات کا درجہ تفصیلی ہے جس کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں اور حقیقت آدمیہ بھی اس کا لقب ہے اور یہ تقدم بالزمان نہیں مگر بالذات وبالطبع ہے۔ پس حقیقت محمدیہ کا حقیقت آدمیہ سے متقدم ہونا بھی ذات محمدیہ کا تقدم ہے۔ ذات آدمیہ وغیرہ پر بحیثیت مذکورہ اور آپ کے لئے حقیقت محمدیہ کا منشاء تعین ہونا خود یہ علامت ہے آپ کی مقصودیت کی پس وہی حاصل نکلا کہ آپ کی مقصودیت سبب ہے تقدم کا اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

مقصودیت کی چونکہ ایک خاص توجیہ تھی اس لئے اس کو خاصہ فکرے الخ کے عنوان سے تعبیر کیا احقر کہتا ہے کہ اس تقریر کے بعد جی چاہتا تھا کہ کوئی سہل توجیہ ہوتی تو خوب تھا۔ عشاء کی نماز میں ذہن میں ایک دوسری تقریر آئی وہ یہ کہ آپ کے تقدم کی ایک وجہ تو وہی مقصودیت بنا بر اس قاعدہ کے کہ اول فکر آخر آمد در عمل ہے اور دوسری خاص وجہ یہ ہے کہ آپ ایسے متعلق فکر یعنی معلوم ہیں کہ آپ صاحب وصف ازلی ہیں مبالغتہ آپ پر وصف ازلی کو محمول کر دیا۔ جیسا زید عدل میں اور ازلی سے مراد عرفی خاص نہیں بلکہ مراد معنی عرفی عام ہیں جو اکثر شعراء کے استعمال میں آتے ہیں۔ یعنی مطلق اولیت متفاوتہ کما قال النظامی۔

محمدؐ کازل تا ابد ہر چہ ہست   بآرائش نام او نقش بست

اور حسب مضمون حدیث اول ما خلق اللہ نوری آپ معلول اول وجود خارجی میں بھی ہیں۔ پس معنی یہ ہوئے کہ مقصود وجود ذہنی میں تو مقدم ہوتا ہے ہی اور آپ تو وجود خارجی میں بھی سب سے مقدم ہیں۔ گو مرتبہ روح میں سہی جسم میں نہ سہی۔ وھذا اسھل واللہ اعلم انتہیٰ تقریرہ الشریف) یہاں تک اس ضمنی مضمون کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خلاصہ یہ کہ آسمان سے انوار و خواص کے قافلے دم بدم زمین پر پہنچتے رہتے ہیں اور باوجودیکہ دونوں میں بہت فاصلہ ہے مگر میرا قافلہ کے حق میں یہ راستہ کچھ بھی دراز نہیں۔ علیٰ ہذا مقصود کے مقابلہ میں وسعت میدان کوئی چیز نہیں ہوتی۔ پھر درازی مسافت سلوک پر نظر کر کے تم کیوں مایوس ہوتے ہو اور سنو دیکھو دل ہر وقت کعبہ میں پہنچ سکتا ہے۔ پس حق سبحانہ تمہارے جسم میں بھی اپنی عنایت سے قلب کی صفت پیدا کر دیں گے اور تم کو ذرا سی دیر میں وصول الی اللہ حاصل ہو جاوے گا۔ یہ طول مسافت وقصر مسافت تو جسمانیات کے لئے ہے اور جہاں خدا ہے وہاں طول وقصر مسافت کو کیا تعلق وہ تو سیر معنوی ہے پس جب حق سبحانہ تمہارے جسم پر روحانیت کو غالب کر دیں گے تو اس وقت تمہاری سیر الی اللہ روحانی ہوگی۔ اور اس میں فرسخ اور میلوں کو کچھ بھی دخل نہ ہوگا۔ لہٰذا ابھی تمہارے لئے سینکڑوں امیدیں ہیں۔ تم عاشقانہ قدم بڑھاؤ اور قیل وقال کو چھوڑ و اس صورت میں اگر چہ تم آنکھ بند کئے ہوئے سو رہے ہو بایں معنی کہ تمہاری ذاتی سعی بمنزلہ سونے کے ہے۔ لیکن تم کشتی میں سو رہے ہو اور راستہ طے کر رہے ہو۔ تفصیل اس کی حسب ذیل ہے۔

تفسیر حدیث مثل امتی کمثل سفینۃ نوح من تمسک بہا نجا ومن تخلف عنہا غرق

اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں زمانہ کے طوفان میں مثل ایک کشتی کے ہوں اور میری اور میرے متعلقین کی ایسی مثال ہے جیسی کشتی نوح کہ جو اس کو تھام لے گا دولت سے کامیابی حاصل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے گی۔ جب یہ امر معلوم ہو چکا۔ لو اب سمجھو کہ متعلقین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شیخ کامل بھی ہے ۔پس جبکہ تم شیخ کے ساتھ ہو اور اس کا دامن پکڑے ہوئے ہو اور اس کا اتباع کیے ہوئے ہو تو تم برائی سے دور ہو۔ اور رات دن قطع منازل الی اللہ کر رہے ہو اور کشتی میں سوار ہو اور ایک جان جہاں کی پناہ میں ہو جو کہ جاں بخش ہے اور اس کشتی میں سوئے ہوئے راستہ قطع کر رہے ہو۔ دیکھو شیخ وقت گویا کہ اپنے وقت کا پیغمبر ہے۔ پس تم اس سے قطع تعلق نہ کرنا اور اپنے علم و عمل پر بھروسہ نہ کرنا۔ دیکھو اگرچہ تم شیر ہو مگر جب بے رہنما کے رستہ طے کرو گے تو لومڑی کی طرح گمراہ اور ذلیل ہو گے دیکھو ہم پھر کہتے ہیں کہ شیخ ہی کے پروں سے اڑنا اور اسی کی اعانت سے راستہ طے کرنا تا کہ تم کو شیخ کی فوج سے مدد ملے۔ اور وہ اپنی دعا اور توجہ اور تجربات سے تمہاری اعانت کرے۔ جب تم شیخ کا دامن پکڑ لو گے اس وقت کبھی تو اس کی مہربانی کی موج تمہاری بازو ہو گی اور کبھی اس کے آتش قہر تم کو لا کر منزل مقصود کی طرف لے جائے گی یعنی کبھی وہ نرمی سے کام لے گا کبھی گرمی سے اور یہ دونوں باتیں تمہارے لئے ذریعہ قطع منازل ہیں۔ پس تم کو سختی سے گھبرانا نہیں چاہئے اور اس کے قہر کو اس کے لطف کی ضد نہ سمجھنا چاہئے۔ بلکہ نتیجہ میں دونوں کو متحد اور یکساں سمجھنا چاہئے۔ وہ کبھی تم کو اپنی تربیت خاص سے مثل خاک مگر سرسبز کرے گا۔ اور کبھی تم کو بشارات وغیرہ سے پھلا دے گا۔ اور موٹے کرے گا۔ وہ جسم سالک کو مٹی کر دیتا ہے تا کہ اس میں گل ونسریں حالات باطنیہ پیدا ہوں مگر ان کو وہ ہی دیکھے گا۔ دوسرا نہ دیکھے گا۔ اس لئے کہ ہر چیز کے احساس کے لئے ایک خاص قابلیت کی ضرورت ہے چنانچہ بہشت کی خوشبو پاک ہی دماغوں کو آ سکتی ہے نہ کہ گندہ دماغوں کو اس سے اس امر کی ضرورت بھی ثابت ہوئی کہ تم اپنے دماغوں کو انکار شیخ سے پاک کرو تا کہ تم اس کے گلزار کمالات سے ریحان فیض حاصل کر سکو۔ اور تا کہ تم کو اس میں سے جنت کی خوشبوئیں ہی آ سکے جس طرح کہ جانب یمن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق سبحانہ کی خوشبو آتی تھی جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن دیکھو اگر تم ارباب معراج روحانی یعنی اہل اللہ کی صف میں کھڑے ہو گے اور اپنے کو مٹا دو گے تو یہ فنائے خودی براق کی طرح تمہارے پر کھول دے گی اور تم نہایت سرعت کے ساتھ عروج روحانی حاصل کرو گے۔ یہ معراج ایسے نہ ہو گی جیسے خاکیوں کی معراج چاند تک بلکہ یہ معراج معنوی اور دمغی ہو گی جیسے گنے کی معراج شکر تک۔ اور یہ معراج ایسی نہ ہو گی جیسے بخارات کی معراج آسمان تک بلکہ ایسی معراج ہو گی جیسے بے عقل بچے کی عقل تک۔ دیکھو اسپ فنا نہایت اعلیٰ درجہ کا براق ہے کیونکہ اگر تم نیست ہو تو یہ تم کو جانب وجود لے آتا ہے اور تم کو اس قابل کر دیتا ہے کہ تم کو موجود کہا جا سکے اس کا سم پہاڑوں اور دریاؤں سے مس کرتا ہے اور یہاں تیز رفتار ہوتا ہے کہ جہاں محسوس کو پیچھے چھوڑ دیتا ہے اور عالم غیب تک پہنچا دیتا ہے پس تم کو چاہئے کہ کشتی میں سوار ہو کر چلے چلو جس طرح معشوق جان کی طرف جاتی ہے اور بے دست و پا عالم حدوث سے ملک قدم تک پہنچو۔ جس طرح کہ بے دست و پا جانیں عدم سے وجود میں آئی تھیں۔ شیخ کی تو یہ حالت ہے کہ اگر سننے والے کا کان اونگھتا نہ ہوتا یعنی وہ سننے کے قابل ہوتا تو وہ اپنی گفتگو سے عقل کا پردہ چاک کر دیتا۔ مگر کیا کیجئے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ کوئی سننے والا ہی نہیں پس اے فلک اس خوش گفتار کی گفتگو پر موتی برسا۔ اور اے جہان حسی اس کے جہاں قلب سے شرم کر کہ تیری وسعت اور تیرے عجائبات اس کی وسعت اور اس کے عجائبات کو نہیں پہنچ سکتے۔ دیکھ اگر تو موتی برسائے گا تو اس سے تیرے موتی چھ گنا ہو جائیں گے اور یہ تیرے جمادات بولنے والے اور دیکھنے والے ہو جائیں گے۔ اس لئے یہ تیری بکھیر خود اپنے فائدہ کے لئے ہوگی نہ کہ شیخ کے لئے کیونکہ اس سے تیرے موتی سو گنا ہو جائیں گے جس طرح کہ بلقیس نے ملک سبا سے سلیمان علیہ السلام کے پاس ہدیہ بھیجا تھا جس سے خود اسی کو فائدہ ہوا تھا۔ تفصیل اس کی حسب ذیل ہے۔

بلقیس کا شہر سبا سے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں ہدیہ بھیجنا

بلقیس کا ہدیہ چالیس اونٹ تھے۔ اور ان پر سونے کی اینٹیں لدی ہوئی تھیں۔ جب قاصد سلیمان علیہ السلام کے جنگل میں پہنچے ہیں تو انہوں نے دیکھا کہ اس جنگل میں پختہ سونے کا فرش لگا ہوا ہے الغرض وہ چالیس منزل تک سونے کے فرش پر چلے یہاں تک کہ اپنے سونے کی ان کی نظر میں کوئی وقعت نہ رہی۔ بہت دفعہ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم کیا لغو اور فضول حرکت کر رہے ہیں ہم کو چاہئے کہ ہم سونے کو اس کے خزانہ میں واپس لے جائیں کیونکہ وہ میدان جس کی خاک زر خالص ہے وہاں سونا ہدیہ میں لے جانا سراسر حماقت ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس سے تم کو سمجھنا چاہئے کہ جو لوگ عقل کو خدا کے پاس ہدیہ لے جاتے ہیں ان کی سراسر غلطی ہے کیونکہ عقل کی وہاں اتنی بھی وقعت نہیں جتنی کہ راستہ کی گرد کی۔ عقل کو ہدیہ لے جانے سے مراد یہ ہے کہ آدمی اپنی عقل کو پیشوا بنا کر اس کے ذریعہ سے اتباع خداوندی کرے اور رسول کو نہ مانے جیسے کفار کرتے ہیں۔ یا رسول کو تو مانے مگر عملاً اس کا اتباع نہ کرے بلکہ اپنی عقل ماؤف کا متبع رہے جیسا کہ مسلمان اہل دنیا کا شیوہ ہے۔ یہ مضمون استطرادی تھا آگے پھر قصہ کی طرف عود ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ جب وہاں اس ہدیہ کا ناقص ہونا ظاہر ہو گیا تو شرمندگی ان کو پیچھے لوٹاتی تھی۔ مگر وہ پھر کہتے تھے کہ جی کھرے کھوٹے کا ہم پر کیا الزام ہے ہم تو مطیع حکم ہیں خواہ ہمیں سونا لے جانا پڑے خواہ مٹی۔ یہ تو حکم حاکم ہے اس کو تو ماننا ہی پڑے گا۔ ہاں اگر خود سلیمان علیہ السلام کا حکم ہو کہ اس تحفہ کو واپس لے جاؤ تو اس حکم کے ذریعہ سے ضرور واپس لے آؤ غرضکہ حکم کو سننا چاہئے۔ اور ہدیہ کو وہاں تک لے جانا چاہئے غرضکہ وہ اپنے دل میں یہ امر طے کر کے خوش خوش ہدیہ کو سلیمان علیہ السلام کے تخت تک لے گئے جب سلیمان علیہ السلام نے ہدیہ کا ملاحظہ فرمایا تو ہنسے اور فرمایا کہ صاحبو میں نے آپ لوگوں سے دولت کب مانگی تھی میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے ہدیہ دو بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ تم اپنے کو میرے ہدایا و تحف معنویہ کے قابل بنالو۔ اس لئے کہ مجھے غیب سے عجیب و غریب ہدیے ملتے ہیں جن کو آدمی بوجہ اپنی ناواقفیت کے خدا سے مانگ بھی نہیں سکتا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے کچھ تمہیں بھی دوں مگر اس کے لئے اسلام شرط ہے اس لئے تم سے اسلام

www.besturdubooks.wordpress.com

کی درخواست کرتا ہوں۔ دیکھو تم اس ستارے یعنی آفتاب کو پوجتے ہو جو سونا بناتا ہے لیکن یہ تمہاری سخت نادانی ہے تم کو اس کی طرف متوجہ ہونا چاہئے جو اس ستارے کو بناتا ہے اور تم آفتاب آسمان کو پوجتے ہو اسی سے تم نے اپنی بیش بہا جانوں کو ذلیل کر رکھا ہے کیونکہ یہ آفتاب تو بحکم خداوندی ہمارا باورچی ہے کہ ہمارے لئے سامان معیشت تیار کرتا ہے ایسی حالت میں سراسر حماقت ہے کہ ہم کہیں کہ وہ خدا ہے ذرا غور تو کرو اگر تمہارا آفتاب گہن میں آجاوے تو تم کیا کرو۔ اور اس کی سیاہی اس سے کیونکر الگ کرو۔ یہی نہ ہوگا کہ تم حق سبحانہ کی درگاہ میں اپنی تکلیف ظاہر کرو گے کہو گے کہ اے اللہ کہ اس سیاہی کو کھودے اور ہمیں روشنی دے۔ نیز اگر تمہیں کوئی آدھی رات کے وقت مارنا چاہے تو بتاؤ کہ اس وقت آفتاب کہاں ہے تاکہ تم اس کے سامنے روؤ۔ یا اس سے امان چاہو اکثر حادثات رات ہی کو واقع ہوتے ہیں اور اس وقت تمہارا معبود غائب ہوتا ہے۔ پس ایسے معبود کو چھوڑنا چاہئے اور تدبیر اس کے یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ حق سبحانہ کی طرف جھک جاؤ۔ اگر تم صدق دل سے خدا کی طرف جھکو گے تو ستاروں کی غلامی سے چھوٹ کر محرم راز خداوندی ہو جاؤ گے۔ اور جب تم خدا کے محرم ہو جاؤ گے اس وقت میں تم سے اسرار کی باتیں کہوں گا تاکہ تم آدھی رات کو بھی آفتاب دیکھ سکو وہ آفتاب اس آفتاب حسی کی طرح نہیں ہے کیونکہ اس کی مشرق روح پاک ہے اور اس کی مشرق عالم اجسام نیز اس کے طلوع میں رات دن کا فرق نہیں۔ برخلاف اس آفتاب کے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ حقیقی دن یہی ہے کہ مشرق جان سے اس کا طلوع ہو اور جبکہ وہ روشن ہوتا ہے اس وقت اس رات کا اثر فنا ہو جاتا ہے اور یہ ابصار سے فی الجملہ مانع نہیں رہتی (جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے) اس لئے یوں کہا جاسکتا ہے کہ اس کی روشنی کے وقت رات رات نہیں رہتی۔ اور اس کی یہ شان ہے کہ اس آفتاب کے سامنے جو حالت ذرہ کی ہوتی ہے وہی حالت اس آفتاب کی اس کے انوار اور اس کی روشنی میں ہوتی ہے۔ جو آفتاب حسی کہ چمکتا ہے اور اس کے سامنے آنکھ معطل اور متحیر ہو جاتی ہے نور عرش اور اس کے بے حد و نہایت نور کے سامنے اس کو تم ذرہ کی مانند دیکھو گے اور اس کو تم ذلیل اور عاجز اور ناپائیدار دیکھو گے۔ اور تمہاری آنکھوں کے لئے خدا کی طرف سے ایک عجیب قوت حاصل ہو جائے گی کہ یہ آفتاب ان کو معطل نہ کر سکے گا وہ تو وہ کیمیا ہے کہ اس کا ایک معمولی اثر دھوئیں پر پڑا تو وہ ستارہ بن گیا اور وہ تو وہ عجیب اکسیر ہے کہ اس کی معمولی سی چمک اندھیرے پر پڑی تو وہ آفتاب بن گیا اور وہ تو ایک عجیب مینا گر ہے کہ ایک حکم کن سے زحل کے اندر بہت سی خاصیتیں پیدا کر دیں اور باقی ستاروں اور جاں کی مانند موتیوں کو بھی اسی پر قیاس کرلو کہ سب کو چمک اسی کی ذرا سی چمک سے حاصل ہوئی ہے۔ دیکھو یہ حسی آنکھ کام کی نہیں اس لئے کہ یہ تو آفتاب سے مغلوب ہو جاتی ہے۔ اس لئے دیدۂ ربانی یعنی چشم بصیرت ڈھونڈھو۔ اور حاصل کرو تاکہ اس کی نظر کے سامنے اس مشتعل آفتاب کی چمک دمک مغلوب ہو جاوے کیونکہ وہ نظر تو نوری ہے اور آفتاب ناری اور آگ نور کے سامنے نہایت تاریک ہے ہم نے اوپر کہا تھا شب نماند شب چو او بارق شود۔ اب اس کی تائید میں ایک حکایت سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ کی کرامت اور نور کا قصہ

گفت عبداللہ شیخ مغربی	شصت سال از شب ندیدم من شبی
شیخ عبداللہ مغربی نے فرمایا	ساٹھ سال سے میں نے رات کی تاریکی نہیں دیکھی

یعنی حضرت عبداللہ مغربی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ساٹھ برس میں نے رات سے رات ہونا نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ رات میں جو ایک صفت ہے رات ہونا جس کا مقتضا ہے تاریکی میں نے ساٹھ سال سے اس کو نہیں دیکھا۔ یعنی ساٹھ سال سے رات کو اندھیرا معلوم ہی نہیں ہوا۔ بلکہ رات کو بھی روشنی اور نورانیت ہی معلوم ہوتی ہے۔

من ندیدم ظلمتے در شصت سال	نے بروز و نے بشب از اعتدال
میں نے ساٹھ سال میں کوئی تاریکی نہیں دیکھی	اعتدال کی بدولت نہ دن میں نہ رات میں

یعنی میں نے ساٹھ برس میں کوئی ظلمت دیکھی ہی نہیں نہ دن کو نہ رات کو اعتدال کی وجہ سے یعنی چونکہ میرے اندر اعتدال پیدا ہو گیا ہے اس وجہ سے مجھے ظلمت نظر ہی نہیں آتی۔ نہ دن کو نہ رات کو بلکہ مجھے ہمیشہ نوری نور معلوم ہوتا ہے۔

صوفیان گفتند صدق قال او	شب ہمی رفتیم در دنبال او
صوفیوں نے کہا ہے کہ ان کی بات کی تصدیق کے لئے	ہم رات کو ان کے پیچھے چلے

یعنی صوفیوں نے ان کے قول کی تصدیق فرمائی۔ کہ رات کو ہم ان کے پیچھے چلے یعنی دیگر صوفیہ نے بھی جو ان کے زمانہ میں تھے ان کے اس قول کی تصدیق کی اور اس کی تصدیق میں ایک مرتبہ کا قصہ بیان کیا کہ ایک دفعہ رات کو ہم ان کے پیچھے پیچھے چلے۔

در بیابانہائے پر از خار و گو	او چو ماہ بدر مارا پیشرو
گڑھوں اور کانٹوں سے بھرے جنگلوں میں	وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہم سے آگے تھے

یعنی کانٹوں اور گڑھوں سے بھرے ہوئے بیابانوں میں وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہمارے رہنما تھے۔

روی پس ناکردہ میگفتے بہ شب	ہیں گو آمد میل کن در سوئے چپ
رات میں منہ موڑے بغیر کہتے تھے	خبردار! گڑھا آ گیا بائیں جانب مڑ جا

یعنی بے منہ پھیرے ہوئے وہ رات کو کہہ دیتے تھے کہ ارے گڑھا آ گیا بائیں کو بچو۔ مطلب یہ کہ سیدھے چلے جا رہے تھے اور جہاں کوئی گڑھا وغیرہ آتا تو بے تکلف بتا دیتے کہ ادھر کو بچو۔ ان کو دیکھنے میں اہتمام کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باز گفتے بعد یکدم سوئے است	میل کن زیرا کہ خارے پیش پاست
پھر تھوڑی دیر کے بعد کہتے دائیں جانب	مڑ جا کیونکہ پاؤں کے نیچے کانٹا ہے

یعنی پھر ایک دم کے بعد فرماتے کہ داہنے کو بچو اس لئے کہ ایک کانٹا پاؤں کے سامنے ہے۔

روز گشتہ پائے بوسش گشتہ ما	زانکہ بودش پاک از گل ہر دو پا
دن نکلے ہم ان کے پاؤں چومنے والے ہو گئے؟	کیونکہ ان کے دونوں پاؤں مٹی سے صاف تھے

یعنی دن ہوا تو ہم ان کے پائے بوس ہوتے اس لئے کہ ان کے دونوں پاؤں مٹی (وغیرہ) سے صاف ہوتے تھے۔

روز گشتے پاش را با پائے بوس	گشتہ پا ہائیش چو پاہائے عروس
دن نکلے ان کے پاؤں چومنے کی وجہ سے	ان کے پاؤں دلہن کے پاؤں کی طرح تھے

یعنی دن ہوا تو ان کی قدم بوسی کرتے اور ان کے پاؤں دلہن کے پاؤں کی طرح ہوتے تھے (کیونکہ)

نے زخاک و نے زگل بروئے اثر	نز خراش خار و آسیب حجر
ان پر نہ خاک کا نشان تھا نہ مٹی کا نشان	نہ کانٹے کی خراش کا (نشان تھا) اور نہ پتھر کی چوٹ کا

یعنی نہ خاک کا اور مٹی گارے کا ان پر کوئی اثر ہوتا اور نہ کوئی کانٹے کا خراش ہوتا اور نہ پتھر کی رگڑ ہوتی۔

مغربی را مشرقی کردہ خدای	کردہ مغرب را چو مشرق نور زای
اللہ (تعالیٰ) نے مغربی کو مشرقی بنا دیا تھا	مغرب کو مشرق کی طرح نور پیدا کرنے والا بنا دیا تھا

یعنی مغربی کو حق تعالیٰ نے مشرقی کر دیا تھا اور مغرب کو مشرق کی طرح نور کا بڑھانے والا کر دیا تھا۔ مطلب یہ کہ حضرت مغربیؒ کو بوجہ نور عطا فرما دینے کے ایسا کر دیا تھا گویا کہ آپ مشرقی ہیں کیونکہ مشرق ہی سے تو نور پیدا ہوتا ہے اور مغرب میں تو اور غروب ہو جاتا ہے لیکن یہ باوجود مغربی ہونے کے نورانی تھے اور ان کا جو شہر تھا مغرب بوجہ ان کے نور کے وہ گویا کہ مشرق ہو رہا تھا۔

نور ایں شمس شموس فارس ست	روز خاص و عام را او حارس ست
ستاروں کے اس سورج کا نور تیز رو ہے	عوام و خواص کے دن کا وہ نگہبان ہے

یعنی اس شمس الشموس کا نور جو کہ فارس ہے خاص و عام کے دن کے لئے نگہبان ہے۔ مطلب یہ کہ یہی نور حق جو کہ بزرگوں میں ہوتا ہے اس نور ظاہر کا بھی نگہبان ہے۔ ورنہ اگر وہ نور نہ ہو تو نور ظاہری بھی نہیں رہ سکتا۔

چوں نباشد حارس آں نور مجید	کہ ہزاران آفتاب آرد پدید
وہ نور اعظم کیوں نگہبان نہ ہو گا؟	جو ہزاروں سورج پیدا کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر وہ نور بزرگ نگہبان نہ ہو تو ہزاروں آفتابوں کو کون ظاہر کرے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ نور حق نہ ہو تو ان حضرت آفتاب ہی میں کہاں سے نور پیدا ہو سکتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

تو بنور او همی رو در اماں	درمیان اژدہاؤ کژ دماں
تو اطمینان سے اس کے نور کے ساتھ چلا جا	اژدہوں اور بچھوؤں میں

یعنی تم ان کے نور سے امن میں ہو کر اژدہوں اور بچھوؤں میں چلو (اژدہاؤں اور بچھوؤں سے مراد شیاطین ہیں) مطلب یہ کہ نور حق کو حاصل کر کے تم شیاطین کی شر سے بے فکر ہو کر راستہ قطع کرو۔ اور بے فکر رہو۔ اس نور کے حصول کے بعد تم کو پھر شیطان نہ ستاوے گا۔ جیسا کہ خود ارشاد حق ہے۔ انه لیس له سلطان علی الذین امنوا و علی ربهم یتوکلون کہ اس کا قابو مومنین کاملین پر نہیں چلتا۔ بلکہ یہ حالت ہو جاوے گی۔

پیش پیشت میرود آں نور پاک	میکند ہر رہزنے را چاک چاک
وہ پاک نور تیرے آگے آگے چلے گا	وہ ہر رہزن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

یعنی وہ نور پاک تمہارے آگے آگے چلتا ہے اور ہر رہزن کا قلع قمع کر دیتا ہے آگے اس قول پر قرآن شریف سے استشہاد لاتے ہیں اور پھر اس پر جو ایک اعتراض پڑتا تھا اس کو دفع فرماویں گے۔ فرماتے ہیں کہ۔

یوم لایخزی النبی را راست داں	نور یسعیٰ بین ایدیہم بخواں
یوم لایخزی النبی کو سچ سمجھ	نور یسعیٰ بین ایدیہم پڑھ لے

یعنی (آیت) یوم لایخزی الله النبی الخ کو سچ جانو اور نورهم یسعیٰ بین ایدیهم کو پڑھو۔ مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں ہے یوم لایخزی الله النبی والذین امنوا معه نورهم یسعیٰ بین ایدیهم و بایمانهم جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قیامت میں مومنین اور انبیاء کا نور ان کے آگے آگے چلے گا۔ جیسا کہ ہم نے ابھی کہا ہے اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اچھا اگر یہ مان بھی لیا جاوے تو پھر یہ بات تو قیامت میں حاصل ہو گی دنیا میں تو یہ بات نہ ہوئی۔ آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

گرچہ گردد در قیامت آں فزوں	از خدا اینجا بخواہید آزموں
وہ نور اگرچہ قیامت میں بڑھ جائے گا	آزمانے کے لئے یہاں بھی خدا سے مانگ لو

یعنی اگرچہ قیامت میں وہ زیادہ ہو جاوے گا (لیکن) حق تعالیٰ سے تم اس جگہ نمونہ طلب کرو۔ مطلب یہ کہ قیامت میں جو نور ہو گا وہ یہیں کا نور ہو گا صرف اتنا ہو گا کہ وہاں یہ نور زیادہ ہو جاوے گا اور بڑھ جاوے گا۔ لیکن نمونہ کے طور پر وہ نور ہو گا دنیا ہی میں۔ تو جیسا بعد زیادتی کے وہ آگے آگے چلے گا۔ یہاں تھوڑے ہونے کی حالت میں بھی اگر چلے تو کیا عجب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کو بہ بخشد ہم بہ میغ و ہم بماغ	نور جان واللہ اعلم بالبلاغ
کیونکہ وہ ابر کو بھی اور کہر کو بھی بخشتا ہے	جان کا نورؔ اور خدا پہنچانے کو زیادہ جانتا ہے

یعنی کہ حق تعالیٰ ابر کو اور دھوئیں کو نور جان بخشتے ہیں واللہ اعلم بالبلاغ۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ سے تم نور جان کی درخواست کرو کہ وہ تم کو عطا فرمادیں۔ کیونکہ وہ تو ابر کو اور دھوئیں تک کو اس کے مناسب جو نور ہے عطا فرماتے ہیں تو پھر تم کو تو کیوں عطا نہ ہوگا۔ آگے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام اور قاصدان بلقیس رضی اللہ عنہا کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ایک مرتبہ شیخ عبداللہ مغربی قدس سرہٗ نے بیان فرمایا کہ میں نے ساٹھ برس سے رات کے اندر رات کی صفت نہیں دیکھی اور بوجہ رات دن کے یکساں ہونے کے اس ساٹھ برس کے عرصہ میں نہ کبھی دن کو تاریکی دیکھی نہ رات کو دیگر صوفیوں نے ان کے اس بیان کی تصدیق کی اور کہا کہ یہ بالکل صحیح ہے کہ ہم رات کو ان کے پیچھے پیچھے گڑھوں اور کانٹوں والے میدانوں میں جایا کرتے تھے اور وہ چودھویں رات کے چاند کی طرح ہمارے آگے آگے ہوتے تھے اور رات کے وقت بغیر منہ موڑے کہہ دیتے تھے کہ دیکھو تمہارے سامنے گڑھا آ گیا ہے ذرا بائیں جانب کو ہوجاؤ۔ پھر کہتے کہ دیکھو تمہارے پاؤں کے سامنے کانٹا ہے۔ ذرا دائیں کو ہوجاؤ دن ہوتا تو ہم قدم بوسی حاصل کرتے کیونکہ ان کے دونوں پاؤں مٹی سے پاک تھے۔ یعنی عالم سفلی سے وہ بے تعلق ہو چکے تھے اور ان کی پابوسی کے ساتھ دن ہوتا یعنی دن موجود ہو کر آپ کے قدم چومتا ہے (اس میں اشارہ ہے ان کے کمال عظمت اور ان کے پاؤں کی کامل صفائی کی طرف) تو ان کے پاؤں دلہنوں کے پاؤں کی طرح صاف ہوتے تھے نہ تو ان پر مٹی کا اثر ہوتا تھا نہ گارے کا۔ نہ اس میں کانٹے کی خراش ہوتی تھی اور نہ پتھر کا صدمہ۔ حق سبحانہ کی قدرت دیکھو کہ اس نے مغربی کو مشرقی کر دیا تھا۔ یعنی ایک مغرب کے رہنے والے کو مطلع انوار بنا دیا تھا۔ اور ملک مغرب کو مشرق کی طرح نور زا بنا دیا تھا۔ (یہ استغراب بنا بر ظاہر عنوان ہے ورنہ حقیقت میں استغراب کی کوئی وجہ نہیں) اسی شہسوار میدان عرفان اور شمس شموس کا نور ہے۔ کہ خاص و عام کے دن کا محافظ ہے۔ (یا تو اس کے یہ معنی ہیں کہ روز متعارف کے نور کا محافظ ہے یا یہ کہ ان میں جو لوگ محفوظ ہوتے ہیں وہ اسی نور کی حفاظت کا اثر ہے) اور وہ نور بزرگ کیونکر نہ محافظ ہو وہ تو خدا کا وہ نور ہے جو کہ ہزاروں آفتاب موجود کرتا ہے پھر اس کا روز خاص و عام کا محافظ ہونا کونسی بڑی بات ہے۔ پس جبکہ یہ نور محافظ ہے تو تم شیخ مذکور کے اس نور کو مقتدا بناؤ اور اس میں اژدھے اور بچھوؤں کے درمیان مامون چلے جاؤ۔

فائدہ:۔ نور شیخ مذکور سے مراد نور ہر کامل ہے۔ کیونکہ وہ نور بالذات حق سبحانہ کا نور ہے جو ہر ایک کامل کو نصیب ہوتا ہے اس لئے جو نور شیخ عبداللہ کے پاس ہے وہی نور اور اہل اللہ کے پاس بھی ہے۔ پس کسی کامل کی روشنی میں چلنا شیخ مذکور ہی کی روشنی میں چلنا ہے۔) یہ نور تمہارے آگے آگے چلے گا۔ اور ہر رہزن کو پارہ پارہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

دے گا۔ تم یوم لایخزی الله النبیے والذین آمنوا معه نور هم یسعےٰ بین ایدیهم کو صحیح سمجھو اور پڑھو تا کہ تمہیں ہمارے بیان کی تصدیق ہو گو یہ نور قیامت میں تو بہت ہی زیادہ ہوگا مگر تم دنیا میں بھی اس سے اس کا نمونہ مانگو۔ اس لئے کہ وہ بہت دینے والا ہے کہ ابر اور کھرے تک کو نور جاں عطا فرماتا ہے۔ پس اگر تم اس سے باقاعدہ طلب کرو گے تو تم کو دینے میں دریغ نہ کرے گا۔ والله اعلم بحقیقة مابلغنا.

شرح شبیری

سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے قاصدوں کو مع اس ہدیہ کے واپس فرما دینا اور ان کو دعوت ایمان دینا اور شمس پرستی کے ترک کی ہدایت کرنا

باز گردید اے رسولاں خجل	زرشمارا دل بما آرید دل
اے شرمندہ قاصدو! واپس ہو جاؤ	سونا تمہارا ہے ہمارے لئے دل لاؤ دل

یعنی (حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ) اے قاصدان شرمندہ سونا تمہارے ہی لئے ہے ہمارے پاس تو دل لاؤ دل۔ مطلب یہ کہ آپ نے فرمایا کہ اے قاصدو جو کہ سونا لا کر بھی شرمندہ ہوئے ہو اس سونے کو تم واپس لے جاؤ اور میرے پاس تو تم دل لاؤ صاف ستھرے خالص سونے کی طرح۔ اس کی میرے یہاں قدر ہے اور اس سونے کی تو یہاں کچھ بھی قدر نہیں ہے۔ جیسا کہ تم نے خود مشاہدہ کر لیا۔

ایں زر من برسرآں زر نہید	کوری تن فرج استر را دہید
میرے اس سونے کو اس سونے پر رکھ دو	جسم کے اندھے پن کو خچری کی شرمگاہ کے حوالے کر دو

یعنی میرا یہ سونا اس سونے پر رکھو اور یہ کوری تن فرج استر کو دو۔ (یہاں زر من سے مراد معرفت الٰہی ہے اور آں زر سے مراد ان کا دل ہے) مطلب یہ ہے کہ میرے پاس جو معرفت حق ہے اور محبت الٰہی ہے اس کو لے جا کر اپنے قلوب میں رکھو۔ تو اس سے تمہارا دل بھی خالص اور پاک ہو جاوے گا اور یہ سونا جو کہ بدن کی ظلمت کا سبب ہے تم خچری کی فرج میں لگا دو یہ ایک قصہ طلب بات ہے وہ یہ کہ یہ تو معلوم ہے کہ خچر گدھے اور گھوڑی کی جفتی سے ہوتا ہے لیکن خچروں میں آپس میں توالد تناسل باوجود نر و مادہ دونوں ہونے کے نہیں ہوتا اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ اگر خچری کو حمل رہے تو وہ ہلاک ہو جاتی ہے اس لئے جفتی نہیں کرتے لیکن چونکہ خچر کو شہوت ہوتی ہے اور وہ ممکن ہے کہ کوئی ناشائستہ حرکت کر بیٹھے اس لئے فرج خچری میں ایک حلقہ لوہے کا ڈال دیتے ہیں کہ پھر حضرت خچر کچھ کارروائی کر ہی نہ سکیں۔ لیکن جو رئیس ہوتے ہیں وہ بجائے لوہے کے حلقہ کے سونے کا حلقہ ڈالتے ہیں اس لئے کہ وہ رئیس صاحب کی خچری ہے تو اس کے وہاں بھی حلقہ زری ہونا چاہئے اس لئے حضرت سلیمان علیہ السلام

www.besturdubooks.wordpress.com

فرماتے ہیں کہ سونے کو لے جا کر خچری کی فلاں جگہ دیدو۔ باقی میرے پاس تو دل کو خالص اور درست کر کے لاؤ خوب اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

فرج استر لائق حلقہ زرست	زر عاشق روے زرد واصفر است
خچری کی شرمگاہ سونے کے کڑے کے لائق ہے	عاشق کا سونا زرد اور پیلا چہرہ ہے

یعنی (اس) سونے کی لائق تو خچر کا فرج ہے اور عاشق کا سونا تو زرد روہونا ہے۔ مطلب یہ کہ عاشق حق کے نزدیک تو سونا یہ ہے کہ وہ عشق حق میں سوکھ کر زرد ہو گیا ہو۔ اوپر اس ظاہری سونے کا بیکار ہونا اور دل کا کارآمد ہونا بیان فرمایا ہے تو آگے ان دونوں باتوں کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

کہ نظر گاہ خداوند است آں	کہ نظر انداز خورشید است کان
کیونکہ وہ خدا کی نظر گاہ ہے	کانْ سورج کی نظر گاہ ہے

یعنی (دل تو اس لئے کارآمد ہے) کہ وہ حق تعالیٰ کی نظر گاہ ہے (اور یہ زر ظاہر اس لئے بیکار ہے) کہ معدن تو خورشید کی نظر گاہ ہے (لہذا)

کو نظر گاہ شعاع آفتاب	کو نظر گاہ خداوند لباب
کہا سورج کی شعاع کی نظر گاہ؟	کہا عقلوں کے آقا کی نظر گاہ؟

یعنی کہاں تو شعاع آفتاب کا نظر گاہ اور کہاں خداوند لباب کی نظر گاہ۔ مطلب یہ کہ دل پر تجلی حق ہوتی ہے اور اس سونے ظاہر پر تجلی آفتاب ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ معادن میں شعاع آفتاب ہی سے سونا وغیرہ بنتا ہے تو بھلا کہاں تو شعاع آفتاب کا فیض اور کہاں حق جل وعلا شانہ کا فیض ظاہر ہے کہ ان دونوں میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ تو جو شے اس کی نظر گاہ ہوگی وہ یقیناً کارآمد ہوگی اور جو اس آفتاب ظاہر کی نظر گاہ ہوگی وہ اس کے آگے بالکل بیکار محض ہوگی خوب سمجھ لو۔ آگے حضرت سلیمان علیہ السلام ان قاصدوں سے فرماتے ہیں کہ۔

از گرفت من زجاں اسپر کنید	گرچہ اکنوں ہم گرفتار منید
میری گرفت سے جان کی ڈھال بنا لو	اگرچہ اب بھی تم میری گرفت میں ہو

یعنی میری پکڑ سے جان کو سپر کر لو۔ اگرچہ اب بھی تم میرے گرفتار ہو۔ مطلب یہ کہ تم اس کفر و شرک سے باز آجاؤ اور اپنی جان کو بچالو ورنہ پھر میں تم کو گرفتار کرلوں گا۔ اور اگرچہ اس وقت بھی میرے نزدیک تو حقیقت میں تم گرفتار ہی ہو۔ اس لئے کہ تم حرص و ہوا میں گرفتار ہو۔ تو اگرچہ بظاہر چھوٹے پھر رہے ہو لیکن دراصل تم قیدی ہی ہو۔ آگے اس قید ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

مرغ فتنۂ دانہ بربام است او	پر کشادہ بستۂ دام است او
دانہ کا عاشق پرندہ بالا خانہ پر ہے	پر کھولے ہوئے وہ جال میں پھنسا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جو مرغ مفتون دانہ کا ہے (اگر چہ) وہ پر کھولے ہوئے کوٹھے پر ہے۔ (لیکن) وہ بستۂ دام ہے۔
مطلب یہ کہ جو جانور کہ کوٹھے پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کو دانہ کی لالچ آ رہی ہے کہ میں اس کو کھالوں تو اگر چہ وہ اس وقت پر کھولے ہوئے بیٹھا ہوا ہے لیکن جو حضرات کہ صاحب بصیرت ہیں ان کے نزدیک اس وقت بھی وہ قیدی ہی ہے۔ اس لئے کہ آخر کار اس کی یہ حرص اس کو قید کرا کے چھوڑے گی۔

چوں بدانہ داد او دل را بجاں	تا گرفتہ مرد را بگرفتہ داں
چونکہ اس نے دل کو جان سے دانہ کو دیدیا ہے	بغیر گرفتاری اس کو گرفتار سمجھ

یعنی جب اس نے شوق سے دل دانہ کو دیدیا تو بے پکڑے ہوئے اس کو پکڑا ہوا جانو۔

آں نظر کہ سوئے دانہ می کند	آں گرہ داں کو بپا بر می زند
وہ نگاہ جو وہ دانہ پر ڈالتا ہے	اس کو وہ گرہ سمجھ جو وہ پاؤں پر لگاتا ہے

یعنی وہ جو نظر کہ دانہ پر کرتا ہے اس کو گرہ جانو جو کہ وہ پاؤں میں لگا رہا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ جو حرص وہوا کی وجہ سے دانہ کی طرف دیکھ رہا ہے تو وہ گویا کہ ہر نظر کرنے میں پاؤں پر جال کی ایک گرہ لگالیتا ہے۔ اس لئے کہ یہی نظر انجام میں اس کے لئے گرہ لگنے کا سبب ہو جاویگی۔

دانہ گوید گر تو می دزدی نظر	من ہمی دزدم ز تو صبر و مقر
دانہ کہتا ہے اگرچہ تو نظریں چراتا ہے	میں تجھ سے صبر و قرار چرا رہا ہوں

یعنی دانہ کہتا ہے کہ اگر تو دزدیدہ نگاہی کرتا ہے تو میں بھی تجھ سے صبر اور قرار کو چرا رہا ہوں۔ یعنی دانہ بزبان حال کہہ رہا ہے کہ تو جو مجھے دیکھ کر خوش ہو رہا ہے اور دزدیدہ نگاہی کر رہا ہے تو میں بھی ایک شے تیرے اندر سے چوری کر رہا ہوں یعنی تیرے صبر و قرار کو میں چپکے چپکے چرا رہا ہوں کہ وہ تیرے اندر سے کم ہو رہا ہے۔

چوں کشانید آں نظر ایں سوترا	پس مداں از خویشتن غافل مرا
جب تجھے اس نظر نے اس جانب کھینچ لیا	تو مجھے تو اپنے سے غافل نہ سمجھ

یعنی جب اس نظر نے تجھے اس طرف کھینچا ہے تو مجھے بھی اپنے سے غافل مت جانو۔ مطلب یہ کہ جب اس نظر نے تجھے مجھ تک پہنچا دیا ہے تو میں بھی تجھ سے غافل نہیں ہوں بلکہ اور تجھے کھینچ رہا ہوں۔ کہ تجھے اپنے اندر پکڑ لوں۔

چوں کشیدت آں نظر اندر پیم	پس بدانی کز تو من غافل نیم
جب تجھے وہ نظر میرے پیچھے لگا رہی ہے	تو یہ سمجھ لے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں

یعنی جب وہ نظر تجھے میرے پیچھے کھینچ لے گی تو تو جان لے گا کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ اس وقت تو تو آزاد معلوم ہو رہا ہے لیکن جب یہ نظر تجھے مجھ تک کھینچ لاوے گی اور تو پھنس جاوے گا تب تجھے خبر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگی کہ میں بھی تیری تاک میں تھا اور تجھ سے غافل نہیں تھا۔ اور تو اس نظر سے کچھ اپنا ہی نقصان کر رہا تھا میرا کوئی حرج اس سے نہیں تھا۔ آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص کو مٹی کھانے کی عادت تھی وہ دوکاندار کے پاس شکر خریدنے گیا اس دوکاندار کے باٹ ملتانی مٹی کے تھے اس گلخوار نے ان باٹوں میں سے توڑ توڑ کر کھانا شروع کر دیا اور یہ چاہا کہ یہ دوکاندار نہ دیکھے تاکہ میں خوب کھالوں اور دل میں سمجھا کہ میں اس کی اتنی مٹی کھا گیا تو اس کا نقصان ہوا۔ اور دوکاندار نے جب دیکھا تو وہ اور بھی مشغول ہو گیا اور شکر لانے میں اس نے اور بھی دیر کی اس نے سوچا کہ یہ تو میرا حرج سمجھ رہا ہے حالانکہ اس میں خود اسی کا حرج ہے کہ جتنا باٹ یہ کھا جاوے گا اسی قدر شکر اس کو کم ملے گی تو اسی طرح وہ جانور تو سمجھتا ہے کہ میں اس دانہ کو کھا جاؤں گا اور اس کو نیست و نابود کر دوں گا لیکن وہ دانہ بزبان حال کہہ رہا ہے کہ تو میرا کیا حرج کرے گا میں بھی تجھے قید بلا میں پھنسا دوں گا خوب سمجھ لو آگے حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے شرمائے ہوئے قاصد و تم واپس ہو جاؤ۔ سونا تمہیں کو نصیب ہو ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہمارے پاس تو دل لاؤ اور ہمارا زر کمال اس زر قلب پر رکھو۔ اور اس سب کوری تن کو خچری کی فرج کو دو۔ کیونکہ خچری کی فرج ہی حلقہ زر کے قابل ہے۔ عاشق کی دولت اور اس کا سونا تو روئے زرد ہے۔

فائدہ:۔ فرج استر لائق حلقہ زر کی تفصیل یہ ہے کہ خچری کو اگر حمل رہ جاتا ہے تو بچہ ہونے کے وقت وہ اکثر ہلاک ہو جاتی ہے۔ اس لئے جفتی سے روکنے کے لئے اس کے مقام مخصوص میں سونے کا حلقہ ڈال دیتے ہیں پس مولانا نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے) زر روئے زرد اور زر کانی میں یہ فرق شرف ذخست اس لئے ہے کہ زر روئے زرد محل نظر رحمت خداوندی ہے اور زر کانی محل نظر خورشید متعارف۔ پھر بھلا کجا محل نظر شعاع آفتاب اور کجا محل نظر حق سبحانہ دونوں میں تفاوت عظیم ہے۔ اچھا اب تم جاؤ اور کہہ دو کہ میری گرفت کے لئے جان کو سپر بناؤ۔ اگرچہ تم اب بھی میرے پنجہ میں ہو مگر تمہیں ابھی تک اس کا احساس نہیں۔ اس لئے اب میں وہ پکڑ پکڑوں گا جس کو تم بھی سمجھ لو۔ یہ جو میں نے کہا ہے کہ تم اب بھی میرے گرفتار ہو یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک پرند کوٹھے پر ہو مگر دانہائے دام کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا ہو۔ یہ جانور گو کوٹھے پر ہے مگر پروں کے کھلے ہونے کی حالت میں بھی وہ جال میں پھنسا ہوا ہے کیونکہ جب اس نے دانہائے دام میں دل پھنسا لیا تو اس کو عدم اسیری کی حالت میں ہی پھنسا ہوا سمجھنا چاہئے اور جب وہ دانہ پر نظر ڈالتا ہے تو اس کو سمجھنا چاہئے کہ وہ اپنے پاؤں میں ایک گرہ دیتا ہے اور دانہ اس سے کہتا ہے کہ اگر تو مجھے دز دیدہ نظر سے دیکھتا ہے تو کیا مضائقہ ہے میں بھی تیرا صبر و قرار چرا رہا ہوں۔ اور جبکہ تیری نظر نے تجھے اس طرف کھینچا ہے تو مجھے بھی تو اپنے سے غافل نہ سمجھ اور جبکہ اس نظر نے تجھے میری طرف کھینچا ہے تو تجھے سمجھنا چاہئے کہ میں تجھ سے غافل نہیں ہوں خلاصہ یہ کہ تم ان مبادی میں گرفتار ہو جن کی

www.besturdubooks.wordpress.com

بناء پر بشرط عدم ترک میری گرفت ضرور تم پر واقع ہوگی اس لئے یہ کہہ دینا کچھ بعید نہیں کہ تم ہنوز میرے گرفتار ہو۔
اب ہم مضمون بالا کے مناسب ایک حکایت سناتے ہیں سنو۔

شرح شبّیری

ایک عطار کا کہ اس کی ترازو کے باٹ سر دھونے کی مٹی (ملتانی) کے تھے اور ایک خریدار کا جس کو مٹی کھانے کی عادت تھی اس مٹی میں سے تولنے کے وقت چوری کرنے کا قصہ

پیش عطارے یکے گلخوارے رفت	تا خرد ابلوج و قند خاص زفت
ایک عطار کے پاس ایک مٹی خور گیا	تاکہ سفید خاص قند عمدہ خریدے

یعنی ایک عطار کے پاس ایک گلخوار گیا تا کہ شکر اور قند بالکل خالص خریدے۔

پس بر عطار طرارد و دل	موضع سنگ ترازو بود گل
اس منافق چالاک عطار کے پاس	باٹ کی بجائے مٹی تھی

یعنی ہوشیار عطار دو دلے کے پاس ترازو کے باٹوں کی جگہ مٹی تھی۔

گفت عطار اے جواں ابلوج من	ہست نیکو بے تکلف بے سخن
عطار نے کہا اے جوان! میری شکر	بلا مبالغہ لاکلام عمدہ ہے

یعنی عطار نے کہا کہ اے جوان میری شکر بالکل عمدہ ہے بلا کسی تکلف کے اور بات کے مطلب یہ کہ اس میں کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ قند خالص ہے۔

لیک گل سنگ ترازوئے مناست	گر ترا میل شکر بخریدن است
لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں	اگر تجھے خریدنے کی خواہش ہے

یعنی لیکن میری ترازو کے باٹ مٹی ہے اگر تجھے شکر خریدنے کی رغبت ہے (تو خرید لے) مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میری شکر تو بالکل خالص ہے اس میں کوئی کھوٹ نہیں ہے۔ مگر میری ترازو کے باٹ مٹی کے ہیں اگر تجھے خریدنا ہے تو ان سے تول کر دوں گا تیرا جی چاہے تو خرید لے۔ یہاں جزا محذوف ہے یعنی اگر میل خریدن شکر است پس بجز۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت ہستم در مہمے قند جو	سنگ میزان ہر چہ خواہی باش گو
اس نے کہا میں ایک ضرورت میں شکر کی جستجو میں ہوں	ترازو کے باٹ جو بھی ہوں

یعنی اس گلخوار نے کہا کہ میں ایک ضرورت میں شکر کا متلاشی ہوں تو ترازو کے باٹ جو کچھ ہوں رہنے دے۔

گفت باخود پیش آنکہ گل خور است	سنگ چہ بود گل زشکر بہتر است
(پھر) اس نے اپنے دل میں کہا مٹی کھانے والے کے آگے	پتھر کیا ہوتا ہے؟ مٹی شکر سے (بھی) بہتر ہے

یعنی اس نے اپنے سے کہا کہ جو شخص کہ گلخوار ہوتا ہے اس کے لئے پتھر کیا ہوتا ہے۔ مٹی شکر سے بہتر ہے مطلب یہ کہ اس عطار سے تو یہ کہا کہ میاں مجھے تو شکر کی ضرورت ہے تیرے باٹ خواہ مٹی کے ہوں یا کسی کے تو مجھے شکر دیدے اور دل میں کہنے لگا کہ میرے لئے جسے کہ مٹی کھانے کی عادت ہے مٹی شکر سے بھی بہتر ہے تو اگر لوہے کے باٹ ہوتے تو ان کو تو کھا نہیں سکتے تھے اور اس مٹی کو تو کھا سکتا ہوں۔ اور مجھے خوب مزہ ملے گا۔ اس لئے باٹ ترازو کے مٹی ہی کے ہونا بہتر ہے۔ آگے مولانا اسی قبیل سے ایک اور قصہ بیان فرماتے ہیں۔

ہمچو آں دلالہ کو گفت اے پسر	نو عروسی یافتم بس خوب فر
اس دلالہ کی طرح جس نے کہا اے بیٹا!	میں نے ایک نئی دلہن بہت شاندار ڈھونڈ لی ہے

یعنی جیسے کہ اس دلالہ نے کہا کہ اے لڑکے کہ میں نے ایک نئی دلہن خوب عمدہ پائی ہے۔

سخت زیبا لیک ہم یک چیز ہست	کان ستیرہ دختر حلواگر ست
بہت خوبصورت ہے لیکن ایک بات یہ بھی ہے	کہ وہ پردہ نشین حلوائی کی بیٹی ہے

یعنی بہت ہی عمدہ ہے لیکن ایک بات ہے کہ وہ مستورہ حلوائی کی لڑکی ہے۔

گفت بہتر ایں چنیں خود گر بود	دختر او چرب و شیریں تر بود
اس نے کہا اگر ایسا ہے تو بہت بہتر ہے	اس کی لڑکی خوب چکنی اور میٹھی ہوگی

یعنی اس جوان نے کہا کہ ایسا ہو تو بہتر ہے کہ اس کی لڑکی تو خوب چرب و شیریں ہوگی مطلب یہ کہ ایک شخص نے کسی دلالہ سے کہا کہ کہیں سے ایک لڑکی لاؤ نکاح کے لئے تو اس دلالہ نے کہا کہ ایک لڑکی ہے تو سہی لیکن ایک خرابی یہ ہے کہ حلوائی کی لڑکی ہے تو اس شخص نے کہا کہ یہ تو اور بھی عمدہ بات ہے اس لئے کہ حلوائی کی لڑکی تو خوب عمدہ اور نفیس ہوگی۔ تو اسی طرح اس گلخوارے نے کہا کہ اگر تیرے باٹ لوہے کے نہیں ہیں تو یہ تو اور بھی عمدہ بات ہے اس لئے کہ مجھے خوب مٹی کھانے کو ملے گی۔ جو مجھے بے حد مرغوب ہے آگے وہ گلخواری کہتا ہے کہ۔

گر نداری سنگ و سنگت از گل است	ایں بہ و بہ گل مرا میوہ دل است
اگر تیرے پاس پتھر نہیں ہے اور تیرا باٹ مٹی کا ہے	یہ بہتر اور خوب ہے مٹی میرے دل کا میوہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر تو باٹ نہیں رکھتا اور تیرے باٹ مٹی کے ہیں تو یہ تو بہتر اور اچھا ہے کیونکہ مٹی میرے دل کی میوہ ہے۔

اندراں کفہ ترازو ز اعتداد	او بجائے سنگ آں گل را نہاد
ترازو کے پلڑے میں اعتداد کے ساتھ	اس نے پتھر کے بجائے وہ مٹی رکھ دی

یعنی اس ترازو کے پلڑے میں وزن کے لئے اس (عطار) نے بجائے باٹ کے وہ مٹی ہی رکھی۔

پس برائے کفۂ دیگر بدست	ہم بقدر آں شکر را می شکست
پھر دوسرے پلڑے کے لئے ہاتھ سے	اس مٹی کی بقدر شکر توڑنے لگا

یعنی پھر دوسرے پلڑے کے لئے وہ ہاتھ سے بقدر اس کے شکر توڑ رہا تھا۔ مطلب یہ کہ ایک پلڑے میں تو اس نے وہ باٹ رکھے اور دوسرے پلڑے کے لئے بقدر اس باٹ کے وہ شکر توڑنے لگا تاکہ تولے۔

چوں نبودش تیشۂ او دیر ماند	مشتری را منتظر آنجا نشاند
چونکہ اس کے پاس کھرپا نہ تھا وہ دیر تک ٹھہرا رہا	اس نے خریدار کو اس جگہ انتظار میں بٹھا دیا

یعنی چونکہ اس کے پاس کوئی ہتھوڑا (توڑنے کی چیز) نہ تھا تو وہ دیر تک ٹھہرا اور خریدار کو اس جگہ منتظر بٹھا دیا۔ مطلب یہ کہ چونکہ کوئی شے شکر توڑنے کی ایسی نہ تھی جس سے جلدی سے اسے توڑ لیتا اور ہاتھ سے توڑنے میں دیر لگی تو خریدار کو تو وہیں بٹھا دیا اور خود شکر توڑنے لگا۔

رویش آنسو بود گلخور نا شگفت	گل ازو پوشیدہ دزدیدن گرفت
اس کا رخ اس طرف تھا بے صبر مٹی خور نے	اس سے چھپا کر مٹی چرانی شروع کر دی

یعنی اس عطار کا منہ تو اس طرف کو تھا اور گلخوار نالائق نے اس سے چھپا کر مٹی کھانی شروع کر دی۔

ترس ترسان کہ نباید ناگہاں	چشم او برمن فتد از امتحاں
ڈرتے ڈرتے کہ وہ اچانک نہ آ جائے	اور اس کی نظر بطور آزمائش مجھ پر پڑ جائے

یعنی ڈرتے ڈرتے کہ وہ ناگاہ آ نہ جاوے۔ اس کی آنکھ امتحان سے مجھ پر پڑ نہ جاوے مطلب یہ کہ مٹی کھا رہا تھا اور ڈر رہا تھا کہ کہیں دکاندار دیکھ نہ لے کہ یہ میرا باٹ کھائے جاتا ہے۔

وید عطار آن و خود مشغول کرد	کہ فزوں تر دزد ہیں اے روئے زرد
عطار نے اس کو دیکھا اور اپنے آپ کو مشغول کر دیا	کہ اے زرد رو! اور زیادہ چرا لے

یعنی عطار نے اس کو دیکھا اور اپنے کو مشغول کر لیا کہ ہاں اے شرمندہ خوب زیادہ چرا لے (کیونکہ)

گر بدزدی از گل من می بری	رو کہ ہم از پہلوئے خود میخوری
اگر تو چرا کر میری مٹی میں سے لے جا رہا ہے	جا کہ تو اپنا ہی نقصان کر رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر تو چرا رہا ہے تو میری مٹی میں سے لے جا رہا ہے (مگر) تو اپنے ہی پہلو سے کھا رہا ہے۔

تو ہمی ترسی ز من لیک از خری	من ہمی ترسم کہ تو کمتر خوری
تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن سے	میں ڈر رہا ہوں کہ تو بہت کم کھا رہا ہے

یعنی تو مجھ سے ڈر رہا ہے لیکن گدھے پن کی وجہ سے اور میں تجھ سے ڈر رہا ہوں کہ کہیں تو کم نہ کھاوے۔

گرچہ مشغولم چناں احمق نیم	کہ شکر افزوں کشی تو از پیم
اگرچہ میں مصروف ہوں، ایسا بیوقوف نہیں ہوں	کہ تو مجھ سے بڑھتی شکر لے جائے

یعنی میں اگرچہ مشغول ہوں لیکن ایسا احمق نہیں ہوں کہ تو مجھ سے شکر زیادہ لے لے۔

چوں بہ بینی مر شکر را ز آزمود	پس بدانی احمق و عاقل کہ بود
جب تو آزما کر شکر کو دیکھے گا	تو سمجھ لے گا احمق اور عاقل کون تھا؟

یعنی جب تو شکر کو جانچنے کے لئے دیکھے گا تو جانے گا کہ احمق اور عاقل کون تھا۔ مطلب یہ کہ عطار تو شکر توڑنے میں لگا رہا اور ان گلخوار صاحب نے مٹی میں سے چرا چرا کر کھانا شروع کر دیا۔ اور ڈر رہا تھا کہ کہیں دکاندار مجھے کھاتے ہوئے دیکھ نہ لے اور عطار نے اس کو کھاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ تو اس نے شکر توڑنے میں اور بھی دیر لگا دی۔ تا کہ یہ اچھی طرح کھا لے اس لئے کہ جس قدر یہ کھا لے گا اسی قدر میری شکر کم جاوے گی۔ کیونکہ باٹ کم ہو جاوے گا۔ اور باٹ تو میں اور بنا لوں گا اور وہ دل میں کہہ رہا تھا کہ میاں تو میرا نقصان نہیں کرتا کچھ اپنا ہی نقصان کر رہا ہے تو مجھے اس وقت احمق سمجھ رہا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ہوشیار ہوں کہ اس کو خبر بھی نہ ہوئی اور میں اس کی اتنی مٹی کھا گیا مگر یاد رکھنا کہ جس وقت گھر جا کر تولو گے اور کم ہوگی اس وقت تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ کون احمق اور عاقل تھا آگے پھر اسی مرغ و دانہ کی مثال کی طرف عود ہے فرماتے ہیں کہ۔

مرغ ازاں دانہ نظر خوش میکند	دانہ ہم از دور راہش میزند
پرندہ اس دانہ سے نظر کو خوش کر رہا ہے	دانہ بھی دور سے اس پر ڈاکہ ڈال رہا ہے

یعنی جانور اس دانہ سے نظر کو خوش کرتا ہے اور دانہ بھی دور سے اس کی راہزنی کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ مرغ تو اس دانہ کو دیکھ کر خوش ہو رہا ہے کہ میں اس کو کھا جاؤں گا اور وہ دانہ کہہ رہا ہے کہ اے مرغ تو مجھے جس قدر دیکھتا ہے اپنا نقصان کرتا ہے اسلئے کہ جس قدر دیکھتا ہے اسی قدر تیری حرص بڑھتی ہے اور اسی قدر جلد تجھ کو میں قید کرا دوں گا۔ آگے مولانا ایک مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

گر زنائے چشم حظے میبری	نے کباب از پہلو خود میخوری
اگرچہ تو آنکھ کے گھے سے مزا اٹھا رہا ہے	کیا اپنے پہلو کے کباب نہیں کھا رہا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر تو آنکھ کی نگی سے حظ لے رہا ہے تو کیا تو اپنے پہلو سے کباب نہیں کھا رہا ہے۔ (نے کباب استفہام انکاری ہے)

ایں نظر از دور چوں تیراست وسم	عشقت افزوں می شود صبر تو کم
یہ نظر بازی دور سے مثل تیر اور زہر ہے	تیرا عشق بڑھتا ہے صبر کم ہوتا ہے

یعنی یہ نظر دور سے مثل تیر کے اور زہر کے ہے اور عشق تیرا بڑھتا ہے اور صبر تیرا کم ہوتا ہے مطلب یہ کہ اگر تم کسی کی طرف بدنگاہی کر رہے ہو اور تم کو اس سے حظ ہو رہا ہے اور تم اس سے خوش ہو رہے ہو تو یاد رکھو کہ بدنگاہی کرنا خود اپنے کباب کھانا ہے۔ اسلئے کہ ایک دن اس کا پھل برا ملے گا۔ اور یہ نگاہ ایک تیر کی طرح ہے کہ اس کا تیر لگا اچھا ہوتا ہے نہیں۔ جیسا کہ کسی کا قول ہے النظر سھم من سھام ابلیس اور کسی نے خوب کہا ہے۔

دردن سینہ من زخم بے نشاں زدۂ بحیرتم کو عجب تیر بے کماں زدۂ

غرضکہ نگاہ ایسی بری بلا ہے کہ اس سے بے حد خرابیاں واقع ہوتی ہیں لوگ ناجائز محبت کرتے ہیں اور یہ سوچتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم پیٹ بھر کر دیکھ لیں تو پھر دل سے اس کا خیال جاتا رہے گا۔ حالانکہ اس دیکھنے سے اور خیال زیادہ ہوتا ہے کم نہیں ہوتا۔ جس کا اثر بعد کو معلوم ہوتا ہے بس اس کا علاج تو صرف یہ ہے کہ محبوب سے جسماً نظراً تصوراً ہر طرح علیحدگی اختیار کرے جب کہیں یہ مرض جاتا ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

مال دنیا دام مرغان ضعیف	ملک عقبیٰ دام مرغان شریف
دنیا کا مال کمزور پرندوں کا جال ہے	آخرت کی سلطنت شریف پرندوں کا جال ہے

یعنی دنیا کا مال تو مرغان ضعیف کا جال ہے اور آخرت کا ملک شریف جانوروں کا جال ہے۔

تا بدیں ملکے کہ او دامی ست ژرف	در شکار آیند مرغان شگرف
یہاں تک کہ اس سلطنت میں جو کہ ایک گہرا جال ہے	عجیب پرند شکار میں آتے ہیں

یعنی یہاں تک کہ اس ملک میں جو کہ ایک عظیم جال ہے شکار میں بڑے بڑے جانور آویں۔ مطلب یہ کہ یہ دنیا کا مال ومتاع تو کمزور لوگوں کا جال ہے جس میں یہ لوگ پھنس جاتے ہیں اور آخرت کا جال اولیاء اللہ کے لئے ہے۔ کہ اس میں بڑے بڑے جانور عظیم الشان آکر پھنستے ہیں اور شکار ہوتے ہیں آگے حضرت سلیمان علیہ السلام کے مقولے کی طرف عود ہے فرماتے ہیں کہ۔

من سلیمان می نخواہم ملک تان	بلکہ من برہانم از ہر ہلک تان
میں سلیمان تمہارا ملک نہیں چاہتا ہوں	بلکہ میں تمہیں ہر ہلاکت سے چھڑاتا ہوں

یعنی میں تو سلیمان ہوں میں تمہارا ملک نہیں چاہتا بلکہ میں ہر ہلاکت سے تم کو چھڑاتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کایں زمان ہستید خود مملوک ملک	مالک الملک آنکہ او بجہد ز ملک
کیونکہ تم اس وقت خود ملک کے غلام ہو	ملک کا مالک وہ ہے جو تباہی سے نجات پا جائے

یعنی اس وقت تو تم ملک کے بندے ہو رہے ہو اور ملک کا مالک تو وہ ہے جو ہلاکت سے چھوٹے۔ مطلب یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے تمہارے ملک کی ضرورت نہیں ہے بلکہ میرا تو مقصود یہ ہے کہ تم ہلاکت سے بچ جاؤ اور عذاب سے چھوٹ جاؤ اور اس وقت تو تم بندۂ ملک وزر ہو رہے ہو اور اگر میرا اتباع کرو گے اس وقت مالک الملک ہو گے اس لئے کہ اس وقت تو معرض ہلاکت میں ہو اور جو شخص کہ معرض ہلاکت میں ہو اس کو مالک ملک کون کہے گا۔ وہ تو بندگان ملک سے بھی کمتر ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

باز گونہ اے اسیر ایں جہاں	نام خود کردی امیر ایں جہاں
اے اس دنیا کے قیدی! الٹا	تو نے اپنا نام شاہ جہاں رکھ لیا ہے

یعنی بالعکس اے قیدی اس جہان کے تو نے اپنا نام اس جہاں کا امیر رکھا ہے۔

اے تو بندہ ایں جہاں محبوس جاں	چند گوئے خویش را خواجہ جہاں
اے تو اس جہان کا غلام' جان کا قیدی ہے	تو اپنے آپ کو جہان کا آقا کب تک کہے گا؟

یعنی اے وہ شخص جو کہ اس جہاں کا غلام اور محبوس جان ہے اپنے کو جہان کا آقا کہاں تک کہے گا یعنی اے شخص جس کی جان بندسیم وزر میں قید ہے اور وہ خود اس جہان کا قیدی ہو رہا ہے کب تک اپنے کو آقا اور خواجہ کہتا رہے گا ارے اب تو تو غلامان غلام اس جہاں کا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ آگے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا ان قاصدوں کو مع ہدیہ کے واپس فرما دینے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ایک عطار کا کہ اس کے ترازو کے باٹ سر دھونے کی مٹی (ملتانی) کے تھے اور ایک خریدار کا جسکو مٹی کھانے کی عادت تھی اس مٹی میں سے تولنے کے وقت چوری کرنے کا قصہ

ترجمہ و تشریح:۔ ایک مٹی کھانے والا ایک دوکاندار کے پاس اس لئے گیا کہ قند خالص اور زیادہ سی خریدے اس چالاک اور منافق دوکاندار کے پاس باٹ کے بجائے مٹی تھی۔ جب اس نے شکر مانگی تو اس دوکاندار نے کہا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ میرے پاس تو شکر نہایت اعلیٰ ہے اور میرے اس بیان میں نہ کوئی تصنع ہے اور نہ قیل وقال کی گنجائش مگر میرے باٹ مٹی کے ہیں اگر تمہیں خریدنے کی خواہش ہو تو خرید لو۔ اس نے جواب دیا کہ مجھے تو ایک ضروری کام کے لئے قند کی تلاش ہے۔ باٹوں سے کچھ بحث نہیں کیسے ہی ہوں اور دل میں کہا کہ مٹی کھانے والے کے نزدیک پتھر کیا بلا ہے مٹی شکر سے بہتر ہے اور یہ ایسا ہے جیسا کہ ایک دلالہ نے کہا تھا کہ جناب دلہن تو ایک بڑے غضے کی مل گئی ہے اور بہت ہی نفیس ہے لیکن ایک بات ہے وہ یہ کہ حلوائی کی لڑکی ہے۔ اس نے کہا ایسا ہے تو اور بھی اچھا ہے کیونکہ اس کی لڑکی زیادہ چکنی چپڑی اور مزہ کی ہوگی۔ پس اگر تمہارے پاس پتھر کے باٹ نہیں بلکہ تمہارے باٹ مٹی کے ہیں تو یہ تو بہت ہی اچھا ہے کیونکہ مٹی تو میرے دل کا مرغوب میوہ ہے الغرض اس نے ترازو کے پلڑے میں بجائے باٹ کے معتدبہ مٹی رکھ دی اور اسی کی مقدار میں ہاتھ سے شکر توڑنے لگا چونکہ اس کے پاس تیشہ نہ تھا اس لئے دیر لگ گئی اور مشتری کو حالت انتظار میں وہیں بیٹھے رہنے دیا۔ اس کا منہ دوسری طرف تھا۔ اس لئے مٹی کھانے والے بے صبرے نے مٹی چرانا شروع کی لیکن ڈرتا جاتا تھا کہ مبادا دکاندار کی نظر مجھ پر نہ پڑ جاوے دوکاندار نے دیکھا اور اپنے کو اور مشغول و غافل کر لیا اور دل میں کہتا جاتا تھا کہ ہاں او بے شرم خوب چرا۔ اگر تو میری مٹی چرالے جائے گا تو جا چرالے جا۔ میرا کیا جاوے گا تو اپنا ہی گوشت کھا رہا ہے اس لئے کہ جتنا باٹ کم ہوگا اتنی ہی شکر کم ہو جاوے گی تو مجھ سے ڈرتا ہے مگر یہ تیرا گدھا پن ہے کیونکہ مجھے تو اس کا خوف ہے کہ تو کم نہ کھاوے میں اگرچہ مشغول ہوں لیکن اتنا بیوقوف نہیں ہوں کہ تو میری مٹی بھی کھا جاوے اور مجھ سے شکر بھی زیادہ لے جاوے۔ جب تو شکر کو بنظر امتحان دیکھے گا کہ یہ پوری ہے یا کم اس وقت تجھے معلوم ہوگا کہ احمق اور غافل کون تھا اسی طرح وہ جانور تو دانہ کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے لیکن دانہ دور ہی سے اس کی رہزنی کرتا ہے۔ اس سے تم سمجھو کہ اگر تم آنکھ کی زنا کا لطف اڑا رہے ہو تو کیا یہ اپنے ہی پہلو کے کباب نہیں کھا رہے ہو۔ ضرور ایسا ہی ہے۔ یاد رکھو کہ دور سے دیکھنا تیر اور زہر کی مثل ہے۔ کیونکہ اس سے تمہارا عشق زیادہ ہوتا ہے اور صبر و قرار ہے تو یہ التذ اذ خود اپنے ضرر سے التذ اذ۔ خوب یاد رکھو نیز سمجھو کہ مال دینا تو کمزور جانوروں کا جال ہے اور ملک عقبیٰ اعلیٰ درجہ کے پرندوں کا۔ اور یہ دام ملک عقبیٰ اس لئے قائم کیا گیا ہے تا کہ اس زبردست جال میں عجیب وغریب جانور پھنسیں برخلاف اس کے دام مال دینا معمولی جانوروں کے پھانسنے کے لئے ہے تو چونکہ میں سلیمان ہوں اس لئے دام مال دنیا کی طرف رخ نہیں کرتا اور تمہارا ملک لینا نہیں چاہتا بلکہ میں تو تمہیں اس جال سے چھڑا کر ہلاکت سے بچانا چاہتا ہوں اس لئے کہ اس وقت تم ملک کے مملوک ہو اور مالک الملک نہیں ہو۔ مالک الملک وہ ہے جو ہلاکت سے بچ جاوے۔ مگر تم نہیں سمجھتے اور تم نے اس جہان کا قیدی ہو کر اپنا نام برعکس واقعہ امیر ملک رکھ لیا ارے تو تو اس جہان کا غلام ہے اور تیری جان اس میں محبوس ہے پھر تو اپنے کو اپنے کو اس جہان کا افسر کہتا ہے بڑے شرم کی بات ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

سلیمان علیہ السلام کا ان قاصدوں کی دلداری کرنا اور ان کے دل سے وحشت کو دفع کرنا اور ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر فرمانا

اے رسولان می فرستم تان رسول	رو من بہتر شمارا از قبول
اے قاصدو میں تمہیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں	میرا رد کرنا تمہارے لئے قبول کرنے سے اچھا ہے

یعنی (حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ) اے قاصدو میں تمکو قاصد بنا کر بھیجتا ہوں اور میرا رد کر دینا تمہارے قبول کر لینے سے بہتر ہے (اس لئے کہ اگر ہدیہ قبول کرلوں گا تو تم قاصدان بلقیس ہی رہو گے اور اب تم قاصدان سلیمان علیہ السلام ہو گئے ہو اور قاصدان بلقیس سے قاصدان سلیمانؑ ہونا ظاہر ہے کہ اچھا ہے غرضکہ اب تم قاصد بن کر میری جانب سے بلقیس کے پاس جاؤ)

پیش بلقیس انچہ دیدید از عجب	باز گوئید از بیاباں ذہب
بلقیس کے سامنے جو تم نے عجب بات دیکھی	سونے کے جنگل کی بابت کہو

یعنی بلقیس کے آگے وہ عجیب چیزیں جو تم نے دیکھی ہیں بیان کرو اور سونے کے جنگل (کے قصہ) کو بیان کرو۔

کہ چہل منزل بروئے زر بدید	وز چنیں ہدیہ خجل چون می شوید
کہ چالیس منزل تک تم سونے پر تھے	اور ایسے ہدیہ سے تم کس طرح شرمندہ ہوئے

یعنی کہ چالیس منزل تک تم سونے پر چلے تھے اور ایسے ہدیہ سے تم کس طرح شرمندہ ہوئے تھے۔ مطلب یہ کہ یہاں کا اس کے سامنے پورا قصہ بیان کر دینا تاکہ۔

تا بداند کہ بزر طامع نہ ایم	ما زراز زر آفریں آوردہ ایم
تاکہ وہ سمجھ جائے کہ ہم سونے کے لالچی نہیں ہیں	ہم سونا پیدا کرنے والے سے سونا لے آئے ہیں

یعنی تاکہ وہ جان لے کہ ہم لالچی نہیں ہیں اور ہم سونا سونا پیدا کرنے والے کے پاس سے لائے ہیں (جس کی یہ شان ہے کہ)

آنکہ گر خواہد ہمہ خاک زمین	سر بسر زر گردد و در ثمین
وہ کہ اگر وہ چاہے زمین کی تمام مٹی	پوری سونا اور قیمتی موتی بن جائے

یعنی وہ ذات کہ اگر چاہے تو زمین کی تمام خاک سر بسر سونا ہو جاوے۔ اور قیمتی موتی ہو جاوے (تو بھلا جس

www.besturdubooks.wordpress.com

کا تعلق ایسی ذات سے ہوگا اس کو سونے چاندی جواہرات کی کیا کمی ہوگی) آگے فرماتے ہیں کہ۔

حق برائے آں کندائے زرگزیں	روز محشر ایں زمین را نقرہ گیں
اے سونے کو پسند کرنے والے اللہ (تعالیٰ) اسی لئے کر دے گا	اس زمین کو محشر کے دن چاندی جیسی

یعنی اے سونے کے قبول کرنے والے حق تعالیٰ اسی (بات کے ظاہر کرنے کے) لئے محشر کے روز اس زمین کو چاندی کی کر دیں گے۔ (تا کہ معلوم ہو جائے کہ)

فارغیم از زر کہ ما بس پر فنیم	خاکیاں را سر بسر زریں کنیم
ہم سونے سے بے نیاز ہیں کیونکہ ہم ماہر فن ہیں	ہم مٹی والوں کو مجسم سونے کا بنا دیتے ہیں

یعنی ہم سونے سے فارغ ہیں اور ہم پر فن ہیں۔ کہ خاک والوں کو سر بسر سونے کا کر دیں۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ اسی بات کے ظاہر کرنے کے لئے تا کہ معلوم ہو جاوے کہ ان کو اس سونے چاندی کی ضرورت نہیں ہے۔ قیامت میں زمین کو چاندی کی کر دیں گے جس سے معلوم ہو جاوے گا کہ اس سونے چاندی کی وہاں کچھ بھی قدر نہیں تھی۔ آگے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ۔

از شما کے گدیۂ زر می کنیم	ما شمارا کیمیا گر می کنیم
ہم تم سے سونے کی بھیک کب مانگتے ہیں؟	ہم تمہیں کیمیا گر بناتے ہیں

یعنی ہم تم سے سونے کا سوال کب کرتے ہیں ہم تو تم کو کیمیا گر بنائے دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ حضرت نے فرمایا کہ یہ ظاہری سونا ہم تم سے نہیں مانگتے۔ بلکہ ہم تو تم کو ایسا بنا دیں گے کہ تم اصلی اور حقیقی کیمیا خود بنانے لگو گے۔ تو بھلا جو دوسروں کو کیمیا بنا دے وہ اس ظاہری سونے کو لے کر کیا کرے گا اور فرمایا کہ۔

ترک آں گیرید گر ملک سبا است	کہ بروں آب و گل بس ملکہا است
اس کو چھوڑ دو خواہ سبا کا ملک ہو	کیونکہ دنیا سے باہر بہت سے ملک ہیں

یعنی اس کو چھوڑ دو اگر چہ وہ ملک سبا ہے کہ آب و گل سے باہر بہت سے ملک ہیں مطلب یہ کہ اس ملک ظاہر کو ترک کر دو تو تم کو حقیقی ملک ملے گا۔

تختہ بنداست آنکہ تختش خواندۂ	صدر پنداری و بر در ماندۂ
جس کو تو نے تخت کہا ہے وہ کاٹھ ہے	تو نے صدر (مقام) سمجھا ہے اور تو دروازہ پر پڑا ہے

یعنی جس کو تو تخت سمجھ رہا ہے (حقیقت میں) وہ تختہ بندی ہے اور تم (اپنے کو) صدر سمجھ رہے ہو (حالانکہ) دروازہ ہی پر رہ رہے ہو۔ (تختہ بندی کہتے ہیں اس عقوبت کو کہ ہاتھ پیر ایک تختہ میں باندھ کر پھر بیت لگاتے ہیں) مطلب یہ کہ جس کو تم تخت کہہ رہے ہو وہ حقیقت میں وہ عقوبت تختہ بندی ہے اس لئے کہ تم اس میں بالکل

www.besturdubooks.wordpress.com

مجبور ہو رہے ہو جس طرح وہ شخص مجبور ہوتا ہے۔

بادشاہی نیستت بر ریش خود	بادشاہی چوں کنی بر نیک و بد
تیری اپنی داڑھی پر (بھی) حکومت نہیں ہے	ہر اچھے اور برے پر تو بادشاہی (کا دعویٰ) کیوں کرتا ہے؟

یعنی تم کو اپنی داڑھی پر تو قدرت ہے ہی نہیں تو بھلا برے بھلے پر تم کیا بادشاہی کرو گے۔

بے مراد تو شود ریشت سفید	شرم دار از ریش خود اے کژ امید
تیری مرضی کے خلاف تیری داڑھی سفید ہو جاتی ہے	اے ٹیڑھی تمنا والے! اپنی داڑھی سے شرما

یعنی بغیر تیرے ارادہ کے تیری داڑھی سفید ہو جاتی ہے تو اے کج امید والے اپنی داڑھی سے شرم کر۔ مطلب یہ کہ تم اپنے کو بہت زبردست بادشاہ اور حاکم سمجھتے ہو۔ بھلا تم کو اپنی داڑھی پر قدرت ہے ہی نہیں کہ تم چاہتے ہو کہ سفید نہ ہو اور وہ سفید ہو جاتی ہے تو بھلا اپنی داڑھی سے ہی شرم کرو کہ وہی تیرے قابو میں نہیں آتی اور تو کیا کوئی تیرے زیر قدرت ہوگا۔

مالک الملک است برکش سر نہد	بے جہاں خاک صد ملکش دہد
جو اس (خدا) کے سامنے سر رکھدے وہ بادشاہ ہے	خاکی دنیا کے علاوہ وہ اس کو سینکڑوں سلطنتیں عطا کر دیتا ہے

یعنی وہ مالک الملک ہے جو شخص کہ اس کے آگے سر رکھے بے جہاں خاکی کے اس کو سینکڑوں ملک دے۔ مطلب یہ کہ وہ تو ایسا مالک الملک ہے کہ جو اس کی اطاعت کرے وہ اس دنیا کے ملکوں کے علاوہ باطنی ملک اس کو سینکڑوں عطا فرمادے۔ یہاں یہ شبہ ہوا کہ ہم نے تو جتنے مقبولان حق دیکھے فقر و فاقہ ہی میں دیکھے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس کو ممالک دنیا کے علاوہ اور ملک ملیں گے یعنی یہ بھی ملیں گے تو آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

لیک ذوق سجدۂ پیش خدا	خوشتر آید از دو صد دولت ترا
لیکن خدا کے سامنے ایک سجدہ کا ذوق	تجھے دو سو سلطنتوں سے بھلا معلوم ہو گا

یعنی لیک ایک سجدہ کا مزہ خدا کے آگے تیرے لئے دو سو ملکوں سے بہتر معلوم ہوگا۔

پس بنالی کہ نخواہم ملکہا	ملک آں سجدہ مسلم کن مرا
پھر تو روئے گا کہ میں سلطنتیں نہیں چاہتا ہوں	اس سجدہ کی سلطنت میرے لئے مقرر فرما دے

یعنی پس تو روئے گا کہ میں ملکوں کو نہیں چاہتا۔ مجھے اس سجدہ کا ملک سپرد فرما دیا جاوے۔ مطلب یہ کہ جو خدا کے بندے ہیں اور مقبولاں حق ہیں ان کو جو طاعت حق میں لطف حاصل ہوا ہے۔ اور اس کا جو ذوق ان کو نصیب ہو گیا ہے اس لئے ان ممالک دنیا کی ان کو پرواہ نہیں رہی اور اگر یہ ممالک ان کو ملتے بھی ہیں تو وہ دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ بس وہ ذوق طاعت عطا فرمادے اور جاہ وحشم دنیا کی ہمیں ضرورت نہیں ہے اس لئے وہ فقر و فاقہ میں رہتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بادشاہاں جہاں از بدرگی	بو نہ بردند از شراب بندگی
دنیا کے بادشاہوں نے بد قسمتی کی وجہ سے	بندگی کی شراب کی خوشبو نہیں سونگھی

یعنی بادشاہان دنیا بدرگی کی وجہ سے شراب بندگی کی بو نہیں لے گئے یعنی ان کو اس ذوق طاعت کی ہوا بھی نہیں لگی اس لئے وہ اس جہان دنیا میں خوش ہیں۔

ورنہ ادہم وار سرگردان و دنگ	ملک را برہم زندے بے درنگ
ورنہ (حضرت) ادہمؒ کی طرح حیران اور پریشان ہو کر	فوراً سلطنت کو چھوڑ دیتے

یعنی ورنہ (ابن) ادہم کی طرح سرگردان اور دنگ (ہو کر) ملک کو بلا توقف درہم برہم کر دیتے۔

لیک حق بہر ثبات ایں جہاں	مہر شان بنہاد بر چشم و دہاں
لیکن اللہ (تعالیٰ) نے اس جہان کے بقا کے لئے	ان کی آنکھ اور منہ پر مہر لگا دی ہے

یعنی لیکن حق تعالیٰ نے اس جہاں کے قیام کے لئے ان کی آنکھ اور منہ پر مہر لگا دی ہے۔

تا شود شیریں برایشاں تخت و تاج	کہ ستانیم از جہاں داران خراج
تاکہ ان کے لئے تخت و تاج شیریں بن جائے	کہ ہم دنیا داروں سے خراج لے رہے ہیں

یعنی تاکہ ان پر تخت و تاج شیریں ہو جاوے۔ کہ ہم بادشاہوں سے خراج لے رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان بادشاہان دنیا کو اس ذوق طاعت کی ہوا بھی نہیں لگی۔ ورنہ اگر ان کو ذوق طاعت نصیب ہو جاتا تو یہ بھی حضرت ابراہیم ابن ادہم کی طرح تمام ملک و مال کو چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو جاتے مگر حق تعالیٰ نے ان لوگوں کی آنکھوں اور منہ پر مہر لگا دی ہے کہ وہ ذوق طاعت اور اس کے برکات کو نہ چکھ سکتے ہیں اور نہ دیکھ سکتے ہیں اور اس مہر لگا دینے میں حکمت یہ تھی کہ یہ لوگ اس میں مشغول ہوں اور خوش ہوں کہ ہم بڑے بڑے بادشاہوں سے خراج لے رہے ہیں تو ہم بہت بڑے بادشاہ ہوئے اور اس میں خوش رہ کر دنیا کے انتظامات خوب اچھی طرح انجام دیں۔ جیسا کہ کسی کا قول ہے۔ لولا الحمقاء لخربت الدنیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

از خراج ار جمع آری زر چو ریگ	آخر آں از تو بماند مردہ ریگ
اگر تو خراج سے ریت کی طرح سونا جمع کر لے گا	بالآخر وہ تجھ سے وراثت میں رہ جائے گا

یعنی خراج کے ذریعہ سے اگر تو نے ریت کی طرح سونا جمع کر لیا تو آخر کار وہ تجھ سے میراث رہ جاوے گا۔

ہمرہ جانت نگردد ملک و زر	زر بدہ سرمہ ستاں بہر نظر
سلطنت اور سونا تیری روح کا ساتھی نہ بنے گا	سونا دیدے نگاہ کے لئے سرمہ لے لے

یعنی تیری جان کی ہمراہ ملک و زر نہ جاوے گا تو سونا دے دے اور نظر کے لئے سرمہ لے لے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بہ بینی کایں جہاں چاہیست تنگ	یوسفانہ آں رسن آری بہ چنگ
تاکہ تو دیکھ لے کہ یہ دنیا تنگ کنواں ہے	یوسف وار وہ رسی ہاتھ میں پکڑ لے

یعنی تاکہ تم دیکھ لو کہ یہ جہاں ایک تنگ کنواں ہے اور یوسف علیہ السلام کی طرح اس رسی کو تم چنگل میں لاؤ۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے لوگوں سے روپیہ لے کر جمع کر بھی لیا تو انجام کار یہ ہوتا ہے کہ تم مر جاؤ گے اور وہ مال میراث کے طور پر چھوڑ جاؤ گے۔ لہٰذا تمہیں چاہئے کہ اس زر دنیا کو چھوڑ کر وہ بات حاصل کرو کہ جس سے حقیقت منکشف ہو جاوے اور تم اس دنیا کی حقیقت کو دیکھ لو کہ یہ ایک کنویں کی طرح تنگ و تاریک جگہ ہے اور پھر اس کو اس جگہ دیکھ کر یوسف علیہ السلام کی طرح اس سے پریشان ہو کر طاعت حق کی رسی پکڑ کر اس سے باہر نکل جاؤ اور تم کو بصیرت حاصل ہو جاوے۔

تا بگوید چوں ز چاہ آئی بہام	جاں کہ یا بشریٰ لی ہذا غلام
تاکہ جب تو کنویں سے بالا خانہ پر آئے کہے	روح' میرے لئے بشارت ہے' یہ لڑکا ہے

یعنی تاکہ جب تم کنویں سے باہر نکلو تو جان کہے کہ یا بشری ھذا غلام مطلب یہ کہ تم کو بصیرت حاصل ہوگی اور تم اس دنیا کے علائق سے چھوٹ جاؤ گے تو تمہاری روح خوش ہوگی اور اس کو اس دنیا سے چھٹکارا مل کر بے حد فرحت ہوگی آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہست درچہ انعکاسات نظر	کمتریں آنکہ نماید سنگ زر
کنویں میں نظر کے عکس ہیں	سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا نظر آتا ہے

یعنی کنویں میں نظر کے انعکاسات ہیں اور سب سے کم یہ ہے کہ پتھر سونا معلوم ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ کنویں میں جس شے کو دیکھو الٹی ہی نظر آتی ہے مثلاً اس میں کوئی جھانکے تو اس کا منہ نیچے ہے اور سر اوپر مگر کنویں میں الٹا نظر آتا ہے۔ علیٰ ہذا آسمان اوپر ہے اور اس میں نیچے نظر آتا ہے تو اسی طرح اس دنیا میں بھی حقائق پوشیدہ ہیں اور تمام الٹی نظر آتی ہیں کہ جو غیر مقصود ہے وہ مقصود نظر آتا ہے اور جو مقصود ہے وہ غیر مقصود معلوم ہوتا ہے آگے اس کے ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

وقت بازی کودکاں را از اختلال	می نماید آں خزفہا زر و مال
خلل (دماغی) سے کھیل کود کے وقت بچوں کو	وہ ٹھیکریاں سونا اور مال نظر آتی ہیں

یعنی کھیل کے وقت بچوں کو بوجہ خلل کے وہ ٹھیکرے سونا اور مال معلوم ہوتا ہے مطلب یہ کہ بچے جب کھیلتے ہیں تو ٹھیکروں کے روپے پیسے بنا لیتے ہیں اور پھر ان پر لڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ہمارا روپیہ ہے یہ ہمارے پیسے ہیں تو اسی طرح دنیا کے مال و زر کے واسطے لوگ اپنی جانیں برباد کرتے ہیں حالانکہ حقیقت میں وہ ان ٹھیکروں کے برابر بھی قدر نہیں رکھتے جیسا کہ اس دنیا کے عقلاء بھی ان بچوں کو بیوقوف سمجھتے ہیں اس لئے کہ یہ ان

www.besturdubooks.wordpress.com

ٹھیکروں کو روپیہ پیسہ سمجھے ہوئے ہیں اسی طرح حضرات اہل اللہ تمہارے اس ظاہری سونے چاندی کو فضول اور تمہارے اس میں انہماک کو بیوقوفی خیال کرتے ہیں آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

عارفانش کیمیا گر گشتہ اند	تا کہ شد کانہا بر ایشان نژند
اس (خدا) کو پہچان جانے والے کیمیا گر بن گئے ہیں	حتیٰ کہ ان کے لئے کانیں حقیر ہو گئی ہیں

یعنی عارفان حق کیمیا گر ہوئے ہیں یہاں تک کہ معادن ان کے نزدیک حقیر و ذلیل ہو گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ حضرات اہل اللہ کیمیا گر ہیں کہ تبدیل ماہیت کرتے ہیں اور حقیقی دولت سے مالا مال کر دیتے ہیں تو ان کے نزدیک یہ معادن دنیا بالکل ہیچ اور فضول معلوم ہوتے ہیں اور وہ حضرات ان چیزوں کو بالکل ہی بیکار خیال کرتے ہیں چونکہ بیان کیا ہے کہ حضرات اہل اللہ کیمیا گر ہیں کہ تبدیل ماہیت کر دیتے ہیں۔ آگے اسی کے مناسب ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے خواب میں اولیاء اللہ کو دیکھا تو عرض کیا کہ کوئی تدبیر ایسی بتائیے کہ بے کسب کے روزی مل جایا کرے۔ چونکہ کسب کرنے سے عبادت میں خلل واقع ہوتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یہ پہاڑی پھل کھا لیا کرو۔ اور وہ پھل سب کڑوے ہوتے تھے لیکن ان کے فرمانے کے بعد سے سارے پھل شیریں اور خوشگوار ہو گئے تو دیکھو ان حضرات کی توجہ سے ان کی تلخی مبدل بہ شیرینی ہو گئی اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

سلیمان علیہ السلام کا ان قاصدوں کی دلداری کرنا اور انکے دل سے وحشت کو دفع کرنا اور ہدیہ قبول نہ کرنے کا عذر فرمانا

ترجمہ و تشریح:۔ اس کے بعد حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قاصدو میں تمہیں قاصد بنا کر بھیجتا ہوں۔ اور اس ہدیہ کو واپس کرتا ہوں اور یہ میرا واپس کر دینا تمہارے لئے اس کے لے لینے سے بہتر ہے کیونکہ اس ہدیہ کا مقصد یہ ہے کہ میں تم پر فوج کشی سے رک جاؤں اور تمہارے ساتھ مصالحت کر لوں پس اگر میں اس کو لے کر تمہارے ساتھ مصالحت کر لوں تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم گمراہ رہو گے اور اگر میں نہ لوں اور مصالحت نہ کروں تو ممکن ہے کہ تم دین حق قبول کر لو۔ اس لئے اس کی واپسی ہی بہتر ہے۔ پس تم جاؤ اور جو کچھ تم نے بیاباں زر کی کیفیت عجیبہ مشاہدہ کی ہے اس کو بلقیس سے کہہ دینا۔ اور کہہ دینا ہم چالیس منزل تک سونے پر چلے ہیں اور سونے کی اس کثرت کو دیکھ کر ہم کو اپنے ہدیہ سے نہایت شرمندگی ہوتی تھی تاکہ اسے معلوم ہو جاوے کہ ہم کو سونے کی طمع نہیں ہے کیونکہ ہم کو سونے کے پیدا کرنے والے نے سونا دے رکھا ہے۔ اور وہ پیدا کرنے والا وہ ہے کہ اگر چاہے زمین کی تمام مٹی سونا اور بیش بہا موتی بن جاوے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ قیامت میں حق سبحانہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

زمین کو اسی لئے روپہلی بنائیں گے تا کہ یہ ظاہر ہو جاوے کہ ان کو سونے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ بہت کامل القدرۃ والعلم ہیں۔ اور خاکیوں کو سونا بنا دیتے ہیں پس ان کو تم سے سونا مانگنا مقصود نہیں کیونکہ وہ تو ایسے کامل القدرۃ ہیں کہ خود تم کو کیمیا گر بنا دیتے ہیں کہ تم سونا بنا سکو۔ پس جو اتنا قادر ہو وہ کسی سے سونا کیا مانگے گا۔ اس مضمون کو ختم کر کے پھر سلیمان علیہ السلام کا سلسلہ گفتگو شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اگر ملک سبا کا سارا زرخیز ملک تمہارے قبضہ میں ہے تو بھی تم اسے چھوڑ دو کیونکہ عالم ناسوت سے باہر عجیب عجیب اور بہت سے ملک ہیں ان پر قبضہ کرنا چاہئے اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ دیکھو جسے تم تخت کہتے ہو یہ ٹکٹکی ہے نہ کہ تخت اور تم اپنے کو صدر کہتے ہو حالانکہ ہنوز در پر پڑے ہوئے ہو۔ دولت سرا میں تمہاری رسائی ہی نہیں۔ تم غور تو کرو کہ تم کو اپنی داڑھی پر تو بادشاہت ہے ہی نہیں پھر تم اچھی بری اشیاء پر کیا حکومت کرو گے۔ داڑھی پر حکومت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ بلا تمہاری خواہش کے تمہاری داڑھی سفید ہو جاتی ہے۔ پس تم کو اپنی اس داڑھی سے شرمانا چاہئے کہ اس غیر محکوم داڑھی پر دعویٰ سلطنت زیب نہیں دیتا۔ مالک الملک وہ ہے جو اپنا سر اطاعت جھکا دے کیونکہ ایسے شخص کو حق سبحانہ سینکڑوں ملک معنی اس جہان خاکی کے سوا عطا فرما دیتے ہیں لیکن خدا کے سامنے سجدہ کرنے کی لذت ایسی عجیب وغریب ہے کہ وہ تم کو سینکڑوں دولتوں سے اچھی معلوم ہو گی اور تم روؤ گے اور کہو گے کہ اے اللہ ہمیں ملکوں کی ضرورت نہیں ہمیں تو تو ملک سجدہ عطا فرما وے ان دنیا کے بادشاہوں کو ان کی شرارت کی وجہ سے عالم طاعت کا احساس نہیں ہوا ورنہ ابراہیم بن ادہم کی طرح متحیر اور سرگرداں ہو کر فوراً سلطنت کو الٹ پلٹ کر دیتے لیکن ان کو جو اس کا احساس نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ نے اس جہان کے قائم رکھنے کے لئے ان کے منہ اور آنکھوں پر مہر لگا دی ہے تا کہ بدیں خیال ان کے لئے یہ تخت وتاج لذیذ ہو جاوے۔ کہ ہم بادشاہوں سے خراج لیں گے مگر ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ اگر ریت کے برابر بھی زرخراج جمع کر لو تو بھی تم اسے بطور ترکہ کے چھوڑ جاؤ گے اور اس ملک وزر کو اپنی جان کے ساتھ نہ لے جاؤ گے۔ پس تم کو چاہئے کہ اس دولت کو دیکر اپنی چشم باطن کے لئے سرمہ خرید لو۔ تا کہ تمہیں معلوم ہو جاوے کہ یہ جہان ایک تاریک کنواں ہے اور تا کہ تم اس سے نکلنے کے لئے یوسفؑ کی طرح حبل اللہ المتین کو پکڑ لو جس کا نتیجہ یہ ہو کہ جب تم کنویں کی تہہ سے اس کی منڈیر پر آؤ تو تمہاری جان فرط مسرت سے یہ کہے یابشریٰ ہذا غلام یعنی ارے بڑی خوشی کی بات ہے کہ لڑکا مل گیا۔ دیکھو اس کنویں میں عام کنوؤں کی طرح الٹا دکھائی دیتا ہے اور ادنیٰ بات یہ ہے کہ پتھر سونا معلوم ہوتا ہے شاید یہ مضمون تمہاری سمجھ میں نہ آئے۔ اس لئے ہم تمہیں ایک نظیر مشاہد سے سمجھاتے ہیں دیکھو کھیل کے وقت لڑکوں کو اپنے نقصان عقل کے سبب ٹھیکرے سونا اور مال معلوم ہوتے ہیں۔ پس یہ ہی تمہاری حالت ہے برخلاف عارفان حق کے کہ وہ کیمیا گر ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک سونے کی کانیں بھی بے حقیقت ہیں اب ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے عرفا کی کیمیا گری معلوم ہوتی ہو اور تم جان لو کہ ان کو تبدیل صفات واحوال اجساد وارواح میں مہارت تامہ حاصل ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

ایک شخص کا مشائخ کی جماعت کو خواب میں دیکھنا اور ان سے روزی حلال بے کسب کے درخواست کرنا کیونکہ کسب کی وجہ سے عبادت میں کمی آتی تھی اور ان حضرات کا ارشاد فرمانا کہ پہاڑی میوے جو تلخ و ترش تھے کھایا کرو اور اس شخص پر ان حضرت کے ارشاد فرما دینے کی وجہ سے سب میووں کا شریں ہو جانا

آں یکے درویش گفت اندر سمر	خضریاں را من بدیدم خواب در
ایک درویش نے قصہ میں بتایا	کہ میں نے خواب میں خضریوں کو دیکھا

یعنی ایک درویش نے باتوں میں یہ بیان کیا کہ میں نے اولیاء اللہ کو خواب میں دیکھا ہے (اولیاء اللہ کو بوجہ ان کے رہبر اور رہنما ہونے کے خضریاں کہہ دیا ہے)

گفتم ایشاں را کہ روزی حلال	از کجا نوشم کہ نبود آں وبال
میں نے ان سے کہا کہ حلال روزی	جو وبال نہ بنے میں کہاں سے کھاؤں؟

یعنی میں نے ان سے عرض کیا حلال روزی میں کہاں سے کھاؤں جو وبال (جان) نہ ہو۔

مر مرا سوئے کہستاں راندند	میوہا زاں بیشہ می افشاندند
وہ مجھے پہاڑ کی جانب لے گئے	اس جنگل سے انہوں نے پھل جھاڑے

یعنی مجھے کوہستان کی طرف لے چلے اور میوے اس جنگل کے جھاڑنے لگے (اور یہ دعا فرمائی کہ)

کہ خدا شیریں بگرداں میوہ را	در دہاں تو بہمتہائے ما
کہ خدا نے وہ پھل میٹھے کر دیئے ہیں	تیرے منہ میں ہماری توجہات سے

یعنی کہ حق تعالیٰ میووں کو تیرے منہ میں شیریں کر دے۔ ہماری دعاؤں سے مطلب یہ کہ خواب میں پہاڑی میوے انہوں نے جھاڑے اور یہ دعا کی کہ خداوند کریم ان میووں کو تیرے منہ میں شیریں بنا دے کیونکہ وہ سب میوے تلخ تھے۔ اور اس دعا کی بعد یہ فرمایا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں بخور پاک وحلال و بے حسیب	بے صداع نقل و بالا نشیب
ہاں پاک اور حلال اور بے حساب کھا	بغیر درد سر کے اور اوپر اور نیچے منتقل ہونے کے

یعنی ہاں پاک اور حلال اور بے حساب کھا۔ بلا دردسری اوپر نیچے چڑھنے اور اترنے کے مطلب یہ کہ چونکہ اس شخص نے دعا کی تھی کہ ایسی حلال روزی ملے کہ کچھ کرنا نہ پڑے تو ان بزرگوں نے ارشاد فرمایا کہ بس یہ میوے جو حلال و پاک ہیں کھالیا کرو اور یہیں پہاڑی میں عبادت کیا کرو تو تم کو نہ کہیں جانا پڑے نہ آنا پڑے۔ آرام سے کھالیا کرو۔ یہاں تک تو جواب تھا آگے فرماتے ہیں کہ۔

پس مرازاں رزق نطقے رونمود	ذوق نطق من خرد ہا در ربود
پھر اس رزق سے مجھ میں ایسی قوت گویائی رونما ہوئی	کہ میری گفتگو کا ذوق عقلوں کو حیران کر دیتا تھا

یعنی پس مجھے اس رزق سے ایک ایسی گویائی نے منہ دکھلایا کہ میرے نطق کا ذوق عقلوں کو ربودہ کرتا تھا۔ مطلب یہ کہ ان میووں کے کھانے سے ان کی گفتگو میں ایسی دلربائی پیدا ہوگئی کہ جو سنتا بس فریفتہ ہو جاتا اور ظاہر ہے کہ اس میں بے حد شہرت ہوتی ہے تو اس پر انہوں نے دعا کی کہ۔

گفتم ایں فتنہ است اے رب جہاں	بخششے دہ از ہمہ خلقاں نہاں
میں نے کہا اے دنیا کے پالن ہار! یہ فتنہ ہے	وہ انعام عطا فرما جو سب سے پوشیدہ ہے

یعنی میں نے دعا کی کہ اے پروردگار عالم یہ تو فتنہ ہے کوئی بخشش تمام مخلوق سے پوشیدہ عطا فرمائیے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ یہ تو فتنہ ہو گیا کہ لوگ بڑا ماننے لگے۔ آپ اس سے بچا کر کوئی کمال ایسا عطا فرمائیے کہ جس میں کسی کو خبر نہ ہو اور نہ شہرت ہو بس اس دعا کے بعد یہ ہوا کہ۔

شد سخن از من دل خوش یافتم	چوں انار از ذوق می بشگافتم
میری قوت گویائی جاتی رہی، میں نے مطمئن دل پالیا	ذوق لطف سے میں انار کی طرح کھلتا تھا

یعنی کلام تو مجھ سے جاتا رہا اور ایک خوش دل میں نے پالیا۔ کہ انار کی طرح لذت سے میں پھٹا پڑتا تھا۔

گفتم از چیزے نباشد در بہشت	غیر ایں شادے کہ دارم در سرشت
میں نے کہا اگر جنت میں اور کوئی چیز نہ ہوگی	اس مسرت کے علاوہ جو طبیعت میں آگئی ہے

یعنی میں کہا کرتا تھا کہ اگر کوئی چیز بہشت میں سوائے اس خوشی کے جس کو میں خمیر میں رکھتا ہوں نہ ہو۔

ہیچ نعمت آرزو ناید دگر	زیں نپردازم بجوز و نیشکر
مجھے کسی دوسری نعمت کی تمنا نہ ہو گی	اس کو چھوڑ کر میں اخروٹ اور گنے کی طرف توجہ نہ کروں گا

یعنی کسی دوسری نعمت کی آرزو نہ آوے گی اور اس کو چھوڑ کر جوز و نیشکر میں مشغول نہ ہوں۔ مطلب یہ کہ اس

www.maktabah.org

فرحت کی جو مجھے اس تعلق کے ازالہ کے بعد حاصل ہوئی تھی یہ کیفیت تھی کہ میں پھٹا پڑتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ میاں جنت میں اگر کوئی نعمت بھی سوائے اس کے نہ ہو بس یہ فرحت اور سرور مل جاوے تو بھائی ہم تو اور کسی نعمت کی بھی آرزو نہ کریں بس اسی میں مگن اور خوش رہیں تو دیکھئے ان بزرگوں کی برکت سے جن کو انہوں نے خواب میں دیکھا کیسی تبدیلی ماہیت ہوگئی کہ تلخ شے شیریں ہوگئی اور یہاں چونکہ اس امر کو بیان کیا ہے کہ یہ شہرت سے بچے اور انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس شہرت سے نجات دے۔ جوان کو اس وعظ وغیرہ کے سبب سے ہوگئی تھی تو آگے ایک اور قصہ ان ہی بزرگ کا ایک اور بزرگ کے ساتھ بیان فرماتے ہیں جس سے اس تبدیل ماہیت کی بھی تائید ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی شہرت سے بچتے تھے۔ اور گھبراتے تھے۔ آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

درویش (مذکور) کا یہ نیت کرنا کہ کچھ پیسے اس لکڑ ہارے کو دیدوں جبکہ مجھے روزی حلال میسر ہوگئی ہے اور اس لکڑ ہارے کا اسباب سے رنجیدہ ہونا

ماندہ بود از کسب یکدو حبہ ام	دوختہ در آستیں جبہ ام
کمائی میں سے میری ایک دو رتی بچ گئی تھی	جس کو میں نے جبہ کی آستین میں سی لیا تھا

یعنی کسب میں سے میرے پاس دو ایک حبہ میرے جبہ کی آستیں میں سلے ہوئے رہ گئے تھے مطلب یہ کہ وہی مذکورہ شخص جن کے لئے پہاڑی میوے شیریں ہوگئے تھے فرماتے ہیں کہ میرے جبہ کی آستیں میں پہلے جو میں کسب کیا کرتا تھا اس میں سے دو چار پیسے سلے ہوئے رہ گئے تھے اور میں نے یہ دیکھا کہ۔

آں یکے درویش ہیزم می کشید	خستہ و ماندہ ز بیشہ در رسید
ایک درویش لکڑیاں لا رہا تھا	تھکا ہارا جنگل سے آیا

یعنی ایک غریب آدمی جو لکڑیاں ڈھویا کرتا تھکا ماندہ جنگل سے پہنچا۔

پس بگفتم من زروزی فارغم	زیں سپس از بہر رزقم نیست غم
میں نے سوچا کہ میں روزی سے بے نیاز ہوں	اس کے بعد مجھے روزی کی فکر نہیں ہے

یعنی بس میں نے (دل میں) کہا کہ میں تو روزی سے فارغ ہوں اور اس (قصہ) کے بعد مجھے رزق کا کوئی غم نہیں۔ (کیونکہ)

میوۂ مکروہ برمن خوش شد ست	رزق خاصے جسم را آمد بدست
ناگوار پھل میرے لئے عمدہ ہوگئے ہیں	خاص رزق جسم کو حاصل ہو گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ناگوار میوے میرے لئے خوشگوار ہو گئے ہیں اور جسم کے لئے ایک خاص رزق ہاتھ میں آ گیا ہے۔

چونکہ من فارغ شدستم از گلو	حبۂ چند است ایں بدہم بدو
چونکہ میں حلق (کے معاملہ) سے فارغ ہو گیا ہوں	چند رتیاں ہیں یہ میں اس کو دیدوں گا

یعنی جب میں گلے سے فارغ ہو گیا ہوں تو یہ چند پیسے ہیں اسی کو دیدوں۔

بدہم ایں زر را بدیں تکلیف کش	تا دو سہ روزک شود از قوت خوش
اس مصیبت بھرنے والے کو یہ سونا دیدوں	تا کہ وہ تین دن (کے لئے) وہ خوراک سے مطمئن ہو جائے

یعنی اس زر کو اس تکلیف کھینچنے والے کو دیدوں تا کہ دو تین روز کے لئے وہ روزی سے خوش ہو جاوے۔

مطلب یہ کہ یہ جا رہے تھے تو ایک لکڑہارے کو دیکھا کہ بیچارہ جنگل سے آیا ہے لکڑیاں سر پر ہیں اور بہت ہی تھکا ماندہ ہے۔ انہوں نے سوچا کہ اب مجھے تو روزی کی فکر ہے ہی نہیں مجھے تو بے فکری سے روزی مل جاتی ہے۔ اس غریب پر سخت مصیبت سے گزرتی ہے لاؤ وہ پیسے اس کو ہی دے دیں انہوں نے دل میں یہ سوچا اور وہ صاحب کشف تھے ان کو ان کا یہ خیال معلوم ہو گیا اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ۔

خود ضمیرم را ہمی دانست او	زانکہ شمعش داشت نور از شمع ہو
اس نے خود میرے دل کی بات جان لی	کیونکہ اس کی شمع میں اللہ (تعالیٰ) کی شمع کا نور تھا

یعنی خود وہ میرے دل کی بات کو جانتے تھے اس لئے کہ ان کی شمع شمع ہو سے نور رکھتی تھی یعنی چونکہ ان کو نور باطن نصیب تھا اس لئے انہوں نے میرے مافی الضمیر کو معلوم کر لیا۔ اور ان کی ایسی حالت تھی کہ۔

بود پیشش سر ہر اندیشۂ	چوں چراغے در دروں شیشۂ
اس کے لئے ہر خیال کا راز	آئینہ کے اندر چراغ کی طرح تھا

یعنی ان کے آگے ہر خیال کا بھید مثل چراغ کے تھا جو کہ شیشہ میں ہو۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ چراغ لال ٹین میں رکھا ہوا باوجود اندر ہونے کے باہر سے نظر آتا ہے اسی طرح ان کو دل کی باتیں باوجود ان کے اندر ہونے کے معلوم ہو جایا کرتی تھیں۔

ہیچ پنہاں می نشد از وے ضمیر	بود بر مضمون دلہا او خبیر
دل کی کوئی بات اس سے نہ چھپی تھی	وہ دلوں کے مضمون سے واقف تھا

یعنی اس پر کوئی پوشیدہ بات چھپی نہیں تھی۔ اور وہ قلوب کے مضمون پر واقف تھے۔ مطلب یہ کہ ان کا کشف بہت ہی بڑھا ہوا تھا لہذا انہوں نے ان کے اس خیال کو بھی معلوم کر لیا اور پھر یہ ہوا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس ہمی منکید باخود زیر لب	در جواب فکرتم آں بوالعجب
تو وہ خود بخود آہستہ آہستہ بڑبڑایا	وہ عجب احوال والا میرے خیال کے جواب میں

یعنی پس وہ بوالعجب آپ ہی آپ زیر لب چپکے چپکے میرے خیال کے جواب میں کچھ کہنے لگے (منکیدن زیر لب آہستہ سخن گفتن بوجہیکہ دیگر نشنود) اور وہ فرمار ہے تھے کہ۔

کہ چنیں اندیشی از بہر ملوک	کیف تلقی الرزق ان لم یرزقوک
تو شاہوں کے بارے میں ایسا سوچتا ہے	اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تجھے رزق کیسے ملے؟

یعنی کہ بادشاہوں کے لئے ایسی بات سوچتا ہے اگر وہ تجھے رزق نہ دیں تو تجھے رزق کس طرح ملے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ ایسی باتیں ایسے لوگوں کے لئے (یعنی ہمارے لئے) سوچتے ہو جو کہ بادشاہ (باطن) ہیں بلکہ یہاں تک ہے کہ تم کو بھی رزق ان ہی کی برکت سے ملتا ہے اور تم کو رزق ملنے کے بھی وہی سبب ہیں۔ تو بھلا جب تم کو بھی ان ہی کی بدولت رزق ملتا ہے تو تم کس منہ سے کہتے ہو کہ ہم ان کو دیدیں اور ان لم یرزقوک میں اضافت سبب کی طرف ہے کیونکہ دنیا میں جو نعمتیں ہوتی ہیں یہ بزرگوں کی اور اولیاء اللہ کی بدولت ہی تو ہوتی ہیں اگر چہ ان کو خبر بھی نہ ہو کہ ہم سے فلاں فیض تکوینی ہو رہا ہے۔ جیسا کہ سورج کو بھی خبر نہیں ہوتی کہ میرا نور کس کس جگہ پڑ رہا ہے لیکن نور ہے کہ سب کو منور کر رہا ہے۔ اسی طرح حضرات اولیاء اللہ کو اگر چہ بعض اوقات خبر بھی نہیں ہوتی کہ ہم سے یہ فیض ہوا ہے لیکن بہت سے فیوض ان ہی کی برکت سے پہنچتے ہیں۔ تو یہ مثلاً اس جگہ سبب رزق ہیں کہ ان کی وجہ سے رزق دیا جا رہا ہے لیکن خود رزاق نہیں ہیں اسی لئے کہا گیا کہ اضافت سبب کی طرف ہے۔ خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

من نمی کردم سخن را فہم لیک	بر دلم میزد عتابش نیک نیک
میں بات اچھی طرح نہ سمجھا	(لیکن) اس کے غصہ کا اثر میرے دل پر بہت زیادہ پڑا

یعنی میں بات کو سمجھتا نہ تھا لیکن میرے دل پر ان کا عتاب خوب خوب اثر کر رہا تھا۔

سوئے من آمد بہ ہیبت ہمچو شیر	تنگ ہیزم را نہاد از پشت زیر
وہ شیر کی طرح ہیبت سے میری جانب آیا	ایندھن کا گٹھر کمر سے نیچے رکھ دیا

یعنی میری طرف ہیبت کے ساتھ شیر کی طرح آئے اور لکڑیوں کے گٹھے کو کمر سے نیچے رکھ دیا۔ مطلب یہ کہ اول تو کچھ منہ ہی منہ میں کہتے رہے اور اس کے بعد گٹھا سر پر سے نیچے رکھ کر ان کی طرف آئے تو اب یہ کہتے ہیں کہ

پر تو حالے کہ او ہیزم نہاد	لرزہ بر ہفت عضو من فتاد
اس حالت کے اثر سے کہ اسے ایندھن کا گٹھر رکھا	میرے ساتوں اعضاء پر لرزہ طاری ہوگیا

یعنی اس حالت کے اثر سے جس سے کہ انہوں نے لکڑیاں رکھی تھیں میرے ساتوں اعضاء میں لرزہ پڑ

www.besturdubooks.wordpress.com

گیا۔ مطلب یہ کہ انہوں نے جو لکڑیاں جوش میں سر سے اتاریں تو اس وقت ان پر جو حالت تھی اس کے اثر سے میں کانپ اٹھا۔ اس کے بعد انہوں نے یہ دعا کی کہ۔

گفت یارب گر ترا خاصان حی اند	کہ مبارک دعوت و فرخ پے اند
اس نے کہا اے خدا! اگر تیرے مخصوص بندے زندہ ہیں	جو بابرکت دعا والے اور مبارک قدم ہیں

یعنی ان لکڑہارے صاحب نے دعا کی کہ اے اللہ اگر آپ کے خاص لوگ (اولیاء) زندہ ہیں جو کہ مبارک دعا اور مبارک قدم ہیں۔

لطف تو خواہم کہ مینا گر شود	ایں زماں ایں تنگ ہیزم زر شود
تیری وہ مہربانی چاہتا ہوں جو کیمیا گر بن جائے	اس وقت یہ ایندھن کا گٹھر سونا بن جائے

یعنی میں چاہتا ہوں کہ آپ کا لطف کیمیا گر ہو اور یہ لکڑیوں کا گٹھا سونا ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ اگر تیرے اولیاء موجود اور زندہ ہیں جو کہ مقبول الدعوات اور مبارک قدم ہیں تو میرا دل چاہتا ہے کہ ان کی برکت سے اس لکڑیوں کے گٹھڑ کو سونے کے گٹھڑ سے بدل دیجئے۔ اور ان سب کو سونا کر دیجئے۔ آگے یہ پہاڑی فقیر صاحب کہتے ہیں کہ۔

در زماں دیدم کہ زر شد ہیزمش	ہمچو آتش بر زمین می تافت خوش
میں نے اسی وقت دیکھا کہ ایندھن سنا ہو گیا	عمدگی سے زمین پر آگ کی طرح چمک رہا تھا

یعنی میں نے اسی وقت دیکھا کہ ان کی لکڑیاں سونا ہو گئیں اور آگ کی طرح زمین پر (رکھی ہوئی) چمک رہی تھیں۔

من دراں بیخود شدم تا دیر کہ	چونکہ باخویش آمدم من از ولہ
میں اس اثناء میں دیر تک بیہوش رہا	جب میں حیرانی کے بعد ہوش میں آیا

یعنی میں اس میں دیر تک بیخود رہ گیا۔ اور جب میں حیرانی سے آپے میں آیا (تو یہ ہوا کہ)

بعد ازاں گفت اے خدا گر آں کبار	بس غیورند و گریزاں ز اشتہار
اس کے بعد اس نے کہا اے خدا! اگر وہ بڑے لوگ	بہت غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں

یعنی اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ اے خدا اگر وہ حضرات بہت غیور ہیں اور مشہور ہونے سے بھاگتے ہیں۔

باز ایں را بند ہیزم ساز زود	بے توقف ہم براں حالے کہ بود
اس کو پھر جلد ایندھن کا گٹھر بنا دے	بلاتاخیر اسی حالت پر جیسا کہ تھا

یعنی پھر اس کو جلدی سے لکڑیوں کی گٹھڑی بلاتوقف کے اسی حالت پر جس پر کہ تھی بنا دی جائے۔ مطلب یہ کہ اول جو انہوں نے دعا کی تھی تو ان کی لکڑیاں ساری سونے کی ہو گئیں اس کو دیکھ کر ان پہاڑی صاحب کو سخت

www.besturdubooks.wordpress.com

حیرت ہوئی۔اور یہ کچھ دیر کیلئے عالم بیخودی میں آ گئے۔خیر جب ان کو اس حالت سے افاقہ ہوا اور کچھ ان کو ہوش آیا تو انہوں نے سنا کہ وہ یہ فرمار ہے ہیں کہ اے اللہ اگر تیرے خاص بندے شہرت سے بھاگتے ہیں اور ان کو مشہور ہونے سے غیرت آتی ہے تو آپ ان لکڑیوں کو جو کہ سونے کی ہوگئی ہیں پھر لکڑیاں ہی بنا دیجئے کیونکہ اگر یہ اسی طرح رہیں گی تو لوگ دیکھیں گے کہ یہ ان کی دعا سے سونے کی ہوگئی ہیں تو وہ مجھے بزرگ ماننے لگیں گے۔ان کا یہ دعا کرنا تھا کہ وہ پھر لکڑیاں ہوگئیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

درزماں ہیزم شدآں اغصان زر	مست شد درکار او عقل و نظر
اسی وقت وہ سونے کی شاخیں ایندھن کا گٹھر بن گئیں	اس کے معاملہ میں عقل و نظر ست ہو گئی

یعنی وہ سونے کی شاخیں اسی وقت لکڑیاں ہوگئیں اور ان کے کام میں عقل ونظرست مست تھے یعنی یہ بات نہ تو کچھ سمجھ میں ہی آتی تھی اور نہ ان آنکھوں سے کچھ دکھائی دیتا تھا بس حیرت ہی حیرت تھی۔

بعدازاں برداشت ہیزم راؤ رفت	سوئے شہراز پیش من او تیز وتفت
اس کے بعد اس نے ایندھن کا گٹھر اٹھایا اور چلدیا	شہر کی جانب میرے سامنے سے تیز اور گرم

یعنی اس کے بعد انہوں نے لکڑیاں اٹھائیں اور شہر کی طرف میرے سامنے سے تیز اور جلدی سے چل دیئے۔

خواستم تا درپئے آں شہ روم	پرسم ازوے مشکلات و بشنوم
میں نے چاہا کہ اس شاہ کے پیچھے جاؤں	اس سے مشکل باتیں پوچھوں اور سنوں

یعنی میں نے چاہا کہ ان شاہ صاحب کے پیچھے چلوں اور ان سے مشکلات (طریق) پوچھوں اور سنوں۔

بستہ کرد آں ہیبت او مرمرا	پیش خاصان رہ نباشد عامہ را
اس کی اس ہیبت نے مجھے باندھ دیا	عوام کے لئے خواص کے سامنے کوئی راستہ نہیں رہتا ہے

یعنی ان کی ہیبت نے مجھے بستہ کر دیا (مولانا فرماتے ہیں کہ) خاصان حق کے آگے عوام کو راہ نہیں ہوتی۔

مطلب یہ کہ جب دوبارہ انہوں نے دعا کی کہ اے اللہ ان کو پھر لکڑیاں بنا دے تو وہ پھر لکڑیاں ہوگئیں۔بس ان کو لے کر شہر کی طرف کو روانہ ہوگئے تا کہ ان کو فروخت کریں دیکھئے اس قصہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرات اولیاء اللہ کا فقر اختیاری ہوتا ہے۔اضطراری نہیں ہوتا بھلا دیکھئے کہ اگر اس لکڑیوں کے گٹھر کو جو سونا ہو گیا تھا یہ خرچ کرتے اور کام میں لاتے تو کیا شے مانع تھی اور کس مزہ کی زندگی کہ جب خرچ کم ہوا فوراً لکڑیاں جمع کیں اور سونا بنا لیا۔کیا کوئی کیمیاگر کر سکتا ہے لیکن ایسا نہیں کیا۔بلکہ وہی لکڑیاں لے کر بازار کو چل دیئے۔اب وہاں جاکر ان کو فروخت کریں گے جھگڑا کریں گے لڑیں گے اس کے بعد فروخت کر کے پھر اس کو کام میں لاویں گے یہی تو سنت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد خداوندی ہوا کہ احد کو سونا بنا دیا جائے تو آپ نے بھی فرمایا کہ نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یا اللہ بس یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز پیٹ بھر کر ملے تو شکر کروں اور ایک روز فاقہ ہو تو صبر کروں غرضکہ وہ لکڑیاں اٹھا کر چل دیئے تو انہوں نے چاہا کہ ان کے ساتھ ہو لوں کہ ایسا بزرگ پھر کب ملتا ہے ان سے سلوک کے متعلق جو مشکلات پیش آ رہی ہیں ان کو حل کروں یہ ارادہ کر کے انہوں نے چلنے کا قصد کیا ہی تھا کہ ان کی ہیبت کی وجہ سے ان کا قدم ہی آگے کو نہ اٹھ سکا اور یہ وہیں دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ بھلا خاصان خدا کے آگے عوام لوگ کیا چل سکتے ہیں۔ عوام کو حضرات اولیاء اللہ تک رسائی ہونا ظاہر ہے کہ سخت مشکل ہے کیونکہ وہ شاہان باطن ہیں ایک فقیر کو بادشاہوں تک رسائی ظاہر ہے کہ مشکل ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ور کسے را رہ شود گو سر فشاں	کان بود از رحمت و از جذب شاں
اور اگر کسی کے لئے راستہ ہو کہہ دو وہ سر قربان کرے	کیونکہ وہ ان کی رحمت اور کشش سے ہوتا ہے

یعنی اور اگر کسی کو رسائی ہو جاوے تو کہہ دو کہ سر قربان کر دے کیونکہ وہ ان کی رحمت اور ان کے جذب سے ہوا ہے۔

پس غنیمت دار آں توفیق را	چوں بیابی صحبت صدیق را
اس توفیق کو بہت غنیمت سمجھ	جب تو کسی صدیق کی صحبت حاصل کر لے

یعنی اس توفیق کو غنیمت سمجھو جبکہ کسی صدیق کی صحبت تم کو مل جاوے۔

نے چو آں ابلہ کہ یابد قرب شاہ	سہل و آساں در فتد آندم زراہ
نہ کہ اس بیوقوف کی طرح جس کو شاہ کا قرب حاصل ہو	اسی وقت آسانی اور آسانی سے راہ سے بھٹک جائے

یعنی اس بیوقوف کی طرح نہ ہو جاوے کہ جس نے قرب شاہی آسانی سے پالیا تو اس وقت راستہ ہی سے پڑ جاوے۔

چوں ز قربانی دہندش بیشتر	پس بگوید راں گاو است ایں مگر
جب وہ اس کو قربانی کا زیادہ حصہ عطا کریں	تو وہ کہنے لگے کہ شاید گائے کی ران ہے

یعنی جب اس کو قربانی میں سے بہت سا دیں تو یوں کہے کہ شاید گائے کی ایک ران ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ)

نیست ایں از گاو ران اے مفتری	ران گاوت می نماید از خری
اے جھوٹے! یہ گائے کی ران نہیں ہے	تجھے گدھے پن سے گائے کی ران دکھائی دے رہی ہے

یعنی اے بہتان لگانے والے یہ ران گاؤ سے نہیں ہے۔ تجھے گدھے پن سے ران گاؤ معلوم ہوتی ہے۔

بذل شاہان است ایں بے رشوتے	بخشش محض است ایں از رحمتے
یہ بغیر رشوت کے شاہوں کا تحفہ ہے	یہ شفقت سے خالص بخشش ہے

یعنی یہ تو بلا کسی رشوت کے بادشاہوں کی عطا ہے اور رحمت کی وجہ سے بخشش محض ہے۔ مطلب یہ ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مولانا فرماتے ہیں کہ اول تو کسی کو حضرات اولیاء اللہ تک رسائی نہیں ہوتی۔ یہ حضرات کسی کو منہ نہیں لگاتے۔ اور اگر کسی کو رسائی ہو جاوے اور وہ حضرات کسی پر عنایت فرمادیں تو اس کو چاہئے کہ بس اپنے کو قربان کردے۔ اور ان کی صحبت میں مٹ جاوے اور فنا ہو جاوے۔ اور اس بیوقوف کی طرح نہ ہو جاوے جس کو کہ آسانی سے قرب شاہی نصیب ہو گیا تھا اور وہ وہیں مچل گیا اور راستہ ہی میں بیٹھ گیا کہ اب مجھے کوشش کرنے کی کیا ضرورت ہے میں تو بڑے درجہ کا آدمی ہو گیا۔ اور پھر اگر اس کو عطائے شاہی ہوئی اور اس کو کچھ عنایت ہو (ران گاؤ بطور مثال کے ہے یعنی یہی کہ اس کو کچھ ملا) تو اس کو بوجہ تکبر کے حقیر سمجھنے لگا اور کہنے لگا کہ صرف فلاں چیز ملی ہے اور ملا ہی کیا ہے اسی طرح اگر حضرات اہل اللہ کچھ توجہ و عنایت فرمادیں تو اس پر اتراوے نہیں اور اس کو اپنے کئے کا ثمرہ نہ سمجھے بلکہ صرف عنایت ہی عنایت سمجھے کہ خدا کی رحمت ہے کہ ان کے قلوب کو میری طرف باوجود میرے نالائق ہونے کے اس طرح متوجہ فرمادیا اور ان حضرات کا شکریہ ادا کرے کہ وہ اس کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور تھوڑی توجہ کو بھی بہت جانے اور حق تعالیٰ کا پھر ان کا شکریہ ادا کرے کہ ارشاد ہے کہ ان شکر تم لازیدنکم کیونکہ وہ جو کچھ عنایت ونوازش و توجہ فرماتے ہیں اس میں ان کی تو کوئی ذاتی غرض ہے ہی نہیں بلکہ محض عنایت ونوازش ہے کہ وہ توجہ فرماتے ہیں۔ تم نے ان کو کونسا فائدہ پہنچایا ہے کہ جس کی عوض میں وہ تمہارے اوپر عنایت فرماتے ہیں اور اگر کوئی صاحب نذرانہ وغیرہ دیکر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے فلاں بزرگ کی اس قدر خدمت کی اس لئے وہ متوجہ ہیں تو ذرا خود انصاف کرلو اور گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ لو کہ کیا تم دل سے اس خدمت اور دینے کو عوض سمجھتے ہو اور کیا وہ ان کی ان توجہات کا بدلا ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں وہ جو کچھ بھی کریں ان کی عنایت ہے اور بہت ہے۔ اور تم جتنا بھی کرو تمہارا فرض منصبی ہے اور کم ہے خوب کہا ہے کہ۔

منت منہ کی خدمت سلطان ہمی کنی منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت

خبر بھی ہے کہ ان کو تم لوگوں سے ملنے میں اور تم سے اختلاط کرنے میں کیسی کچھ کلفت ہوتی ہے کچھ تھوڑا سا اندازہ ان کی کلفت کا اس مثال سے ہو جاوے گا کہ مثلاً کسی کا محبوب ہے اور وہ اس کو دیکھ رہا تھا اور وہ اس کے دیدار میں محو تھا کہ محبوب نے یہ حکم دیا کہ دیکھو اس طرف جو ہمارا ایک غلام حبشی بیٹھا ہے اس کو دیکھو تو اگرچہ اس وقت اس محب کی توجہ اس غلام کی طرف للمحبوب ہے اور اس کے حکم سے ہی ہے اور وہ جانتا ہے کہ جب میں نے محبوب کا کہا مانا ہے تو اس کو میرے اوپر عنایت بھی زیادہ ہو جاوے گی لیکن پھر بھی کوئی اس کے دل سے پوچھے کہ اس پر کیا گزری ہے کیا وہ اس حالت کو اس حالت سے افضل جانے گا جس میں کہ وہ مشاہدہ محبوب میں مشغول تھا۔ ہرگز نہیں اس کو اس میں سخت سے سخت کوفت ہو رہی ہے لیکن صرف اس لئے کہ حکم ہے اس طرف متوجہ ہو رہا ہے۔ اسی طرح جو اولیاء اللہ ایسے ہیں کہ جن کے سپرد تربیت خلق کردی گئی ہے وہ خلق کی طرف متوجہ ہیں اور حکم حق بجالا رہے ہیں اور ذرا چوں و چرا نہیں کرتے بظاہر خوش بھی معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر ان کے دل سے پوچھو تو وہ یہی کہیں گے کہ اگرچہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس وقت بوجہ حکم محبوب کے یہی حالت افضل ہے اور ہم اسی میں لگے ہوئے ہیں اور اسی پر راضی ہیں لیکن طبعی طور پر یہی چاہتے ہیں کہ بس ہم ہوں اور جمال محبوب ہو۔ اور کہیں گے کہ اگر چہ یہ ہی واسطہ ہیں مشاہدۂ حق کے لیکن۔

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

بس اب اس سے اندازہ کرلو کہ ایسا شخص جو اس طرح متوجہ کر دیا گیا ہو اس کی ذرا سی توجہ بھی غنیمت ہے ہم کو تو اس کی ذرا سی توجہ کو بھی غنیمت سمجھنا چاہئے اور اس کو چاہئے کہ وہ حق تعالیٰ کے حکم پوری طرح بجالاوے۔ اور وہ بجالاتے ہیں لیکن ہم کو ان سے اس کا متوقع رہنا کہ وہ ہماری خوشامد کریں اور ہماری قدر و منزلت کریں سخت سے سخت بیوقوفی ہے غرضکہ ان تک اگر رسائی ہو جاوے تو اس کو غنیمت سمجھے اور پھر اس کے حقوق حتیٰ الوسع ادا کرے اور اس رسائی کو اور اپنی طلب کو ان ہی کا جذب سمجھے اور ان ہی کی برکت خیال کرے ورنہ اگر وہ جذب نہ کریں تو پیچ یہ ہے کہ اس کے اندر طلب بھی باقی نہ رہے جیسا کہ بزرگوں کے قصوں سے صاف ظاہر ہے بوجہ تطویل کے مضمون کو بیان نہیں کیا گیا ہے بے حد مشہور ہیں آگے مولانا یہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح کہ سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو اور ان کے لشکر کو دعوت اسلام دی تھی اور ان کو بلایا تھا تو وہ سب مسلمان ہو گئے تو یہ ان کا اسلام کی طرف میلان صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کی توجہ کی برکت سے تھا کہ انہوں نے چاہا کہ وہ مسلمان ہو جاویں۔ ورنہ اگر ان کا دل نہ چاہتا تو وہ اسلام ہی نہ لاتے اور ان کو اس طرف توجہ ہی نہ ہوتی خوب سمجھ لو۔

سلیمان علیہ السلام کا قاصدوں کو واپس جانے اور بلقیس کے ہجرت کی حرص دلانا

ہمچنانکہ شہہ سلیماں در نبرد	جذب خیل و لشکر بلقیس کرد
جیسا کہ شاہ سلیمانؑ نے جنگ میں	بلقیس کی جماعت اور لشکر کو کھینچ لیا

یعنی جس طرح کہ شاہ سلیمان علیہ السلام نے مقابلہ کے وقت بلقیس کے خیل و لشکر کو جذب کیا (اور فرمایا کہ)

کہ بیائید اے عزیزان زود زود	کہ برآمد موجہا از بحر جود
کہ اے عزیزو! جلد جلد آ جاؤ	کیونکہ سخاوت کے سمندر میں موجیں اٹھنے لگی ہیں

یعنی کہ اے عزیز و جلدی جلدی آؤ کہ جود حق کے دریا میں موجیں نکل رہی ہیں۔

سوئے ساحل می فشاند بے خطر	جوش موجش ہر زمانے صد گہر
بغیر کسی خطرے کے ساحل کی جانب پھینک رہا ہے	ہر وقت اس کی موج کا جوش سینکڑوں موتی

یعنی ساحل کی طرف بلا کسی خطرہ کے اس کی موج کا جوش ہر گھڑی سینکڑوں موتی ڈال رہا ہے۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے لوگو جلدی دوڑو کہ اس وقت موج رحمت جوش میں ہے اور فیوض و برکات نازل ہورہے ہیں لہذا جلدی سے آکران فیوض سے دامن بھرلو۔

الصلا گفتیم اے اہل رشاد	کایں زماں رضواں در جنت کشاد
اے ہدایت پانے والو! ہم نے دعوت دیدی	کیونکہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول دیا ہے

یعنی اے اہل رشاد ہم نے منادی کردی ہے کہ اس وقت رضوان نے جنت کا دروازہ کھول رکھا ہے مطلب یہ کہ اس وقت فیوض و برکات نازل ہورہے ہیں چلو اور لوٹو۔

پس سلیمان گفت اے پیکاں روید	سوئے بلقیس و بدین دین بگروید
پھر سلیمان نے کہا اے قاصدو! جاؤ	بلقیس کی جانب اور اس دین کے گرویدہ ہوجاؤ

یعنی پھر سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قاصدو بلقیس کی طرف لوٹ جاؤ اور اس دین کی طرف گرویدہ کرو۔

پس بگوئیدش بیا اینجا تمام	زود کان اللہ یدعوا السلام
پھر اس سے کہو مکمل طور پر یہاں آجائے	جلد کیونکہ اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے

یعنی پھر اس سے کہو کہ یہاں جلدی سے بالکل آجاوے کہ اللہ تعالیٰ سلامتی کی طرف بلارہے ہیں (کان اللہ یدعوا اصل میں کہ ان اللہ یدعو تھا۔ ہمزہ کو قرأت میں گرادیا گیا ہے) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہیں بیا اے طالب دولت شتاب	کہ فتوح ست ایں زمان و فتح باب
ہاں اے دولت کے طالب! جلد آجا	کیونکہ اس وقت انعامات اور دروازے کی کشادگی ہے

یعنی کہ ہاں اے دولت کے طالب جلدی سے آجا کہ اس وقت فتوح ہیں اور فتح باب ہے۔ مطلب یہ کہ طالب سے فرماتے ہیں کہ یہاں آجاؤ اس وقت فیوض و برکات سے مالا مال ہوجاؤ۔ جس طرح کہ سلیمان علیہ السلام اپنے زمانہ میں بلارہے ہیں تمہارے زمانہ میں بھی تمہارے لئے سلیمان موجود ہیں ان کے پاس جاؤ اور مالا مال ہوجاؤ اور اپنے مطلوب حاصل کرلو۔ یہ تو طالب کو ارشاد تھا آگے غیر طالب کو خطاب ہے کہ۔

اے کہ تو طالب نہ تو ہم بیا	تا طلب یابی ازاں یار وفا
اے وہ کہ جو طالب نہیں ہے! تو بھی آجا	تاکہ تو اس باوفا دوست سے حاصل کرلے

یعنی اے وہ شخص جو کہ طالب نہیں ہے تو بھی آجا تاکہ تو اس یار وفا سے طلب پاوے۔

مطلب یہ کہ مولانا جوش میں فرماتے ہیں کہ میاں جو طالب ہیں وہ آویں گے تو ان کو ان کا مطلوب مل جاوے گا اور جو طالب نہیں ہیں وہ بھی آجاویں کہ ان حضرات کے فیض صحبت سے ان میں طلب پیدا ہوجاوے گی۔ غرضکہ طالب ہو تو مقصود کے حصول کے لئے آجاؤ اور اگر طلب ہی نہیں ہے تو طلب پیدا کرنے کے لئے آ

www.besturdubooks.wordpress.com

جاؤ ہاں ایک کام ہر حالت میں تم کو کرنا ہوگا وہ یہ کہ۔

ملک برہم زن تو ادہم وار زود	تا بیابی ہچو او ملک خلود
تو ادہمؒ کی طرح جلد ملک کو خیرباد کہہ دے	تا کہ تو اس کی طرح ہمیشگی کی سلطنت حاصل کرلے

یعنی ابن ادہمؒ کی طرح ملک کو جلدی درہم برہم کردو تا کہ تم ان کی طرح ملک خلود پاؤ۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ حضرت ابراہیم ابن ادہم نے حصول مقصود کے لئے ملک کو جو کہ مانع طریق تھا چھوڑ دیا تھا تب ان کو مقصود ملا تھا بس اسی طرح تم بھی موانع کو مرتفع کردو اور اس کے بعد آ جاؤ پھر ان دونوں حالات مذکورہ میں سے جو حالت بھی ہوگی وہ درست ہو جاوے گی چونکہ حضرت ابراہیم ابن ادہم کا ذکر آ گیا تو آگے ان کے ترک سلطنت کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

سلیمان علیہ السلام کا قاصدوں کو واپس جانے اور بلقیس کی ہجرت کی حرص دلانا

ترجمہ وتشریح:۔ ایک فقیر نے اثنائے گفتگو میں بیان کیا کہ میں نے خضر علیہ السلام کی طرح کچھ اصحاب خدمت اہل اللہ کو خواب میں دیکھا اور میں نے ان سے سوال کیا کہ روزی حلال جو کہ وبال جان نہ ہو میں کہاں سے کھاؤں اس پر وہ مجھے پہاڑوں میں لے گئے اور ایک بن میں سے کچھ میوے گرائے اور کہا کہ لو خدائے تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کی برکت سے تمہارے منہ میں ان میووں کو شیریں کر دیا (ایک کیمیا گری تو یہ ہوئی) تم انہیں کھاؤ کہ یہ حلال اور بے حساب ہیں۔ نہ ان کی تحصیل میں کوئی دردسر ہے۔ اور نہ انتقال مکانی کہ اوپر آ جاؤ اور نیچے آ ؤ۔ (مراد نفی مشقت کسب ہے) یہ خواب دیکھ کر میں نے وہ میوے کھانے شروع کئے اور اس رزق حلال کے کھانے سے مجھ میں وہ قوت گویائی پیدا ہوگئی کہ میری گفتگو کی لذت عقلوں کو کھوئے دیتی تھی (دوسری کیمیا گری یہ ہوئی) یہ دیکھ کر میں نے حق سبحانہ سے دعا کی کہ اے اللہ یہ تو میرے لئے فتنہ کا سبب ہے۔ آپ مجھے ایسا عطیہ فرمائیں جس کی کسی کو خبر نہ ہو۔ سو میری یہ دعا مقبول ہوئی اور وہ گویائی مجھ سے جاتی رہی (تیسری کیمیا گری یہ ہوئی) مگر اس کے عوض قلب پاکیزہ مجھے عطا ہوا۔ (چوتھی کیمیا گری یہ ہوئی) جس کی لذت سے میں انار کی طرح کھلتا تھا اور کہتا تھا کہ بہشت میں سوائے اس خوشی کے جو کہ میری طبیعت میں ہے اگر اور کوئی چیز نہ ہو تو مجھے اور کسی نعمت کی آرزو نہ ہو اور اگر لذائذ جسمانیہ بھی وہاں ہوں تو میں اسے چھوڑ کر ان میں کبھی مشغول نہ ہوں۔ یہ قصہ تو ہو چکا اب سنو کہ میرے پاس میری کمائی کے کچھ دام باقی تھے جو میرے جبہ کی آستین میں سلے ہوئے تھے۔ اتفاقاً ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

فقیر لکڑیاں لئے ہوئے بن سے تھکا ماندہ آ رہا تھا اس کی حالت دیکھ کر میں نے اپنے جی میں کہا کہ میں تو رزق کی طرف سے بے فکر ہوں یہ کچھ دام ہیں میں اسے دیدوں اور اس بیچارے تکلیف برداشت کرنے والے فقیر کے حوالہ کر دوں تا کہ دو تین روز کے لئے یہ غذا سے خوش ہو جاوے وہ میرے خیال کو جانتا تھا کیونکہ اس کی شمع میں شمع الٰہی کا نور تھا۔ جیسا حدیث شریف میں آیا ہے۔ اتقوا فراسة المؤمن فانه ینظر بنور الله اور اس لئے خیال باطنی اس کے لئے ایسا تھا جیسا فانوس کے اندر چراغ کہ جس طرح فانوس مانع رویت چراغ نہیں ہوتا۔ یوں ہی قلب بھی مانع اور اک خیال نہ تھا اور کوئی خیال اس سے پوشیدہ نہ رہتا تھا کیونکہ وہ تمام دلوں کے خیالات پر مطلع تھا۔ (مقصود صرف اظہار کثرت کشف ہے اور استغراق عرفی ہے نہ کہ حقیقی فتنبہ لہ) پس میرے اس خیال کو معلوم کر کے وہ حیرت انگیز فقیر میرے خیال کے جواب میں منہ ہی منہ میں کچھ کہتا تھا میں سمجھتا ہوں کہ وہ یہ کہتا تھا کہ ہیں بادشاہوں کی نسبت تیرا یہ خیال ہے۔ بتا تو سہی اگر یہ لوگ تجھے رزق نہ دیں تو تو کہاں سے رزق پائے۔ (مقصود یہ ہے کہ تجھے جو رزق حلال ملا ہے جس کے بھروسہ پر تو یہ سخاوت کرنا چاہتا ہے وہ تو ہماری ہی برکت سے ملا ہے پھر تو ہم کو بھوکا سمجھتا ہے اور یہ معنی نہیں ہیں کہ دنیا بھر کو رزق یہ ہی لوگ دیتے ہیں) میں اس کی بات کو سمجھتا نہ تھا مگر انکا عتاب میرے دل پر نہایت گہرا اثر کرتا تھا الغرض وہ شیر کی طرح میری طرف آیا اور لکڑیوں کے گٹھے کو کمر سے نیچے رکھ دیا اس نے جو ایک خاص کیفیت سے اس گٹھے کو رکھا اس کے پرتو سے میرے تمام جسم میں لرزہ پیدا ہو گیا اس نے لکڑیاں رکھ کر دعا کی اور کہا اے اللہ اگر تیرے خاص بندے زندہ ہیں جو کہ مبارک دعا اور فرخ قدم ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ آپ کی عنایت کارگیری کرے اور اسی وقت یہ لکڑیاں سونا ہو جائیں میں نے دیکھا کہ فوراً وہ لکڑیاں سونا ہو گئیں (یہ پانچویں کیمیا گری ہے) اور آگ کی طرح زمین پر پڑی دہک رہی تھیں۔ اس واقعہ سے کچھ دیر تو میں بے خود رہا اس کے بعد مجھے ہوش آیا۔ پس جبکہ مجھے ہوش آیا تو اس نے کہا کہ اے اللہ اگر وہ تیرے بزرگ بندے بے حد غیرت مند اور شہرت سے بھاگنے والے ہیں تو پھر تو ان کو فوراً ویسی ہی لکڑیاں کر دے جیسی تھیں۔ اس دعا کے بعد وہ سونے کی سریاں فوراً لکڑیاں ہو گئیں (یہ چھٹی کیمیا گری ہوئی) ان کے اس کام سے عقل و فکر بے خود تھے۔ کہ اے اللہ یہ معمولی شخص اور اس کے اندر یہ جوہر بھرا ہوا ہے۔ اس کے بعد اس نے لکڑیاں اٹھائیں اور میرے آگے آگے شہر کی جانب تیز چال سے چل دیا میں نے بہت چاہا کہ اس کے پیچھے جاؤں اور اپنی مشکلات کو اس کے سامنے پیش کروں اور جواب سنوں۔ لیکن اس کی ہیبت نے مجھے باندھ دیا کہ میں قدم ہی نہ اٹھا سکا اور چلتا کیونکر عوام تو خواص تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ اور اگر کوئی پہنچ جاوے تو اس سے کہو کہ ارے خوشی سے جھوم کہ یہ ان کی رحمت اور ان کا جذب ہے اور جبکہ کسی صدیق کی صحبت نصیب ہو جاوے تو اس توفیق کو غنیمت سمجھو اور اس احمق کی طرح نہ ہو جس کو آسانی سے قرب شاہ میسر ہو جاوے اور وہ اس کی قدر نہ کرے اور راہ راست سے ہٹ جاوے اور جبکہ اس کو قربانی سے زیادہ حصہ دیں تو وہ اس کی قدر نہ کرے اور کہے کہ یہ ہے ہی کیا یہ تو گائے کی ران ہے۔ ارے مفتری یہ گائے کی ران نہیں ہے بلکہ تجھے تیری حماقت کے سبب گائے کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ران معلوم ہوتی ہے یہ عطیہ شاہی ہے جو کہ بے رشوت تجھے ملا ہے۔ اور فرط کرم سے عطائے خالص ہے تو صورت کو دیکھتا ہے حقیقت کو نہیں دیکھتا اور یہ ایسی ہی بخشش ہے جیسے سلیمان علیہ السلام نے محض براہ کرم بلقیس اور اس کے لشکر پر کی تھی کہ انہیں کھینچ لیا تھا۔ اور کہا تھا کہ جلدی ہی آؤ کہ بحر سخاوت میں موجیں اٹھ رہی ہیں اور ہر موج ساحل پر بے کھٹکے سینکڑوں موتی پھینک رہی ہے اب مولانا جوش میں آ کر بنا بر استحضار واقعہ فرماتے ہیں کہ طالبین ہدایت کو اعلان عام ہے کہ وہ آئیں اور جنت میں داخل ہوں۔ کیونکہ اس وقت رضوان نے دروازہ بہشت کھول رکھا ہے اور ہر شخص کو اندر جانے کی عام اجازت ہے۔ اور یہ ممکن ہے کہ حضرت سلیمان ہی کا مقولہ ہو مگر خلاف ذوق ہے۔ خیر تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے قاصد بلقیس کے پاس جاؤ اور اس دین حق کو قبول کر لو اور اس سے کہہ دو کہ بہت جلد ہمارے پاس آ جاؤ کہ اللہ جل جلالہ سلامتی کے ساتھ بلا رہے ہیں اب مولانا پھر جوش میں آتے ہیں اور بناء علی الاستحضار الواقعہ فرماتے ہیں۔ اے طالب دولت دیکھ جلد آ کہ اس وقت دولت مفت مل رہی ہے۔ اور خزانہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اور کچھ طالبوں ہی کی تخصیص نہیں بلکہ غیر طالبوں کو بھی بلایا جاتا ہے تا کہ اس بار وفادار (حق سبحانہ) کی طرف سے تمہیں طلب نصیب ہو اور ملک و سلطنت کو ابراہیم بن ادہم کی طرح فوراً درہم برہم کر دے۔ تا کہ تم کو ان کی طرح ملک باقی الی الابد نصیب ہو۔ اب سلطان ابراہیم بن ادہم کے ترک سلطنت کا واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح شبیری

ابراہیمؒ بن ادہم کی ہجرت اور ملک خراسان کو چھوڑ دینے کا سبب

خفتہ بود آں شہ شبانہ بر سریر	حارسان بر بام اندر دار و گیر
وہ شاہ رات کو تخت پر سوئے ہوئے تھے	محافظ بالا خانہ پر نگرانی میں تھے

یعنی وہ بادشاہ رات کو تخت پر سو رہے تھے اور چوکیدار کوٹھے پر پکڑ دھکڑ میں تھے۔ یعنی چوکیدار پہرہ دے رہے تھے اور حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سو رہے تھے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

قصد شہ از حارساں آنہم نبود	کہ کنند زاں دفع دزدان و رنود
شاہ کا مقصد محافظوں سے یہ بھی نہ تھا	کہ ان کے ذریعہ رندوں اور چوروں کو دفع کریں

یعنی بادشاہ کا قصد چوکیداروں سے یہ نہیں تھا کہ ان کے ذریعہ سے چوروں اور رندوں کو دفع کرے (کیونکہ

او ہمی دانست کاں کو عادل ست	فارغ است از واقعہ ایمن دل ست
وہ جانتا تھا کہ وہ منصف ہے	حادثہ سے بے نیاز ہے مطمئن دل ہے

یعنی کہ وہ جانتے تھے کہ جو شخص کہ عادل ہے وہ کسی واقعہ ہونے سے بے فکر ہے اور بے خوف دل والا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عدل باشد پاسبان کامہا	نے بہ شب چوبک زناں بر بام ھا
مقاصد کا محافظ انصاف ہوتا ہے	نہ کہ رات کو بالا خانہ پر ڈنکا پیٹنے والے

یعنی مقاصد کا پاسبان عدل ہوتا ہے نہ کہ رات کو کوٹھے پر نقارہ بجانے والے مطلب یہ کہ انسان کے مقاصد کو پورا کرنے والا اور ان میں رکاوٹ نہ پیدا کرنے والا تو عدل ہے ورنہ چوکیدار جو رات کو نقارہ بجاتے ہیں ان سے کیا پاسبانی ہو سکتی ہے غرضکہ حضرت ابراہیم بن ادہم کو ایس میں تو پورا توکل تھا اور وہ جانتے تھے کہ مجھے کوئی گزند نہیں پہنچا سکتا۔ تو پاسبانوں اور نقاروں وغیرہ سے مقصود نگہبانی تو تھی نہیں۔

لیک بد مقصودش از بانگ رباب	ہمچو مشتاقان خیال آں خطاب
لیکن رباب کی آواز سے ان کا مقصد (وہ تھا)	جو اس خطاب کے خیال کے مشتاقوں کا ہوتا ہے

یعنی لیکن مقصود ان کا باجے کی آواز سے مشتاقوں کی طرح اس خطاب کا خیال تھا۔ مطلب یہ کہ روز ازل میں جو تمام ارواح سے خطاب کیا گیا تھا اس میں چونکہ لذت تھی اور وہی لذت اس میں بھی آتی تھی کہ جب نفیری یا دہل بجتا تھا تو ان کو وہ آوازیں وہاں کی یاد آجاتی تھیں۔ بس اس لئے تمام پاسبانوں کو جمع کر رکھا تھا کہ ان کے ذریعہ سے یہ آوازیں سننے میں آتی ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ

نالۂ سرنائے تہدید دہل	چیزکے ماند بداں ناقور کل
نفیری کی فریاد اور ڈھول کی دھمک	اس بڑے صور سے کچھ مشابہت رکھتی ہے

یعنی بانسلی کا نالہ اور ڈھول کی آواز کچھ کچھ اس ناقور کل کے مشابہ ہے۔ مطلب یہ کہ یہاں کی یہ آوازیں چونکہ ان آوازوں کے مشابہ تھیں جن کو کہ عالم غیب میں سنا تھا اس لئے روح کو ان کی طرف کشش ہوتی ہے آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ۔

پس حکیماں گفتہ اند ایں لحنہا	از دوار چرخ بگرفتیم ما
حکماء نے کہا ہے کہ یہ راگ	ہم نے آسمان کی گردش سے لئے ہیں

یعنی پس حکیموں نے کہا ہے کہ ہم نے ان لحنوں کو آسمان کے چکروں سے لیا ہے۔

بانگ گردشہائے چرخ است اینکہ خلق	می سرایندش بطنبور و بحلق
یہ آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جس کو لوگ	طنبورے اور گلے سے گاتے ہیں

یعنی آسمان کی گردشوں کی آواز ہے جس کو خلق طنبور اور حلق سے گاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ اوپر جو کہا ہے کہ یہ آوازیں وہ ہیں جن کو روز ازل میں روح نے سنا ہے اس لئے ان سے مانوس ہے یہاں اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ دیکھئے حکماء اشراقیین نے کہا ہے کہ جس قدر راگ ہیں یہ سب دوار چرخ سے لیا ہے یعنی آسمان جو چلتا ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں بے حد سریلی آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کو کسی حکیم نے جو کہ اشراقیین میں سے تھا اور فن موسیقی کا موجد ہے اپنے کشف کے ذریعہ سے معلوم کر کے دنیا میں ان کی مشابہ باجے اور راگنی نکال دیں۔ تو دیکھئے حکماء بھی اس کے قائل ہیں کہ یہ آوازیں عالم غیب ہی کی ہیں اب چونکہ ان کی نگاہ ظاہر تک پہنچی انہوں نے ان کو دوار چرخ کی آوازیں بتلایا اور صرف یہیں تک ان کی رسائی ہوئی اور جو کامل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ۔

مومناں گویند کآثار بہشت	نغز گردانید ہر آواز زشت
مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے	ہر بھدی آواز کو حسین بنا دیا ہے

یعنی مومنین کاملین فرماتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے ہر بری آواز کو اچھا بنا دیا ہے مطلب یہ کہ کاملین یہ فرماتے ہیں کہ یہ سب چیزیں جنت میں ہیں اور ان کے آثار دنیا میں آئے تو ان آثار کی بدولت دنیا کی آوازیں وغیرہ بھی عمدہ اور دلفریب ہو گئیں تو حکماء آسمان کی آواز بتاتے ہیں اور مومنین کاملین جنت کی آوازیں بتاتے ہیں غرضکہ ہیں دونوں صورت میں وہیں کی آوازیں اسی لئے روح ان سے مانوس ہے آگے یہی فرماتے ہیں کہ۔

ماہمہ اجزائے آدم بودہ ایم	در بہشت آن لحنہا بشنودہ ایم
ہم سب (حضرت) آدم کے اجزاء تھے	ہم نے وہ راگ بہشت میں سنے ہیں

یعنی ہم سب آدم کے اجزاء تھے تو ہم سب نے بہشت میں وہ آوازیں سنی ہیں۔

گرچہ برمار یخت آب وگل شکے	یاد ماں آید ازانہا اندکے
اگرچہ پانی اور مٹی نے ہمیں شک میں ڈال دیا ہے	ان سے ہمیں ان کی کچھ یاد آ جاتی ہے

یعنی اگرچہ ہم پر آب وگل نے ایک شک ڈال دیا ہے (لیکن) ہم کو اس میں سے کچھ یاد آتا ہے مطلب یہ کہ ہم نے چونکہ ان آوازوں کو سنا ہے اس لئے ہماری روح ان سے مانوس ہے۔ اور اگرچہ بوجہ تعلق ناسوت کے اس اثر میں کمی ہو گئی ہے لیکن آخر کچھ کچھ تو یاد آ ہی جاتا ہے۔ جیسا کہ بعض بزرگوں نے تو یہاں تک بیان کیا ہے کہ ہمیں وہ آواز جو ازل میں عہد لیا گیا تھا کہ الست بربکم اب تک آرہی ہے۔ اسی کو حضرت شیخ شیرازیؒ فرماتے ہیں کہ۔

الست از ازل ہمچناں شاں بگوش بفریاد قالوا بلیٰ در خروش

غرضکہ وہ فرماتے ہیں کہ وہ آواز بلند ہے۔ کہ اب تک آرہی ہے لیکن بوجہ غلبۂ ناسوت کے ہر شخص کو سنائی نہیں دیتی۔ تو بعض مرتبہ یہاں کی آوازیں سن کر اس طرف توجہ ہو جاتی ہے اور اس آواز کی طرف التفات ہو جاتا ہے۔ تو اس سے متلذذ ہوتے ہیں اور ظاہر میں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ اس آواز سے خوش ہو رہے ہیں غرضکہ ان کو اس میں لذت آتی ہے اگرچہ بوجہ تعلق ناسوت کے وہ لذت اصلی تو نہیں آتی۔ لیکن پھر بھی کچھ نہ کچھ اثر اسی کا ہے۔ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک چوں آمیخت باخاک وکرب	کے دہد ایں زیرو ایں بم آں طرب
لیکن چونکہ وہ (نغمے) مصیبتوں کی مٹی میں مل گئے ہیں	تو یہ نیچے اونچے سر وہ مزا کہاں دیتے ہیں؟

یعنی لیکن جب خاک اور کرب میں مل گیا ہے تو یہ زیر و بم وہ طرب کب دیتی ہیں۔ مطلب یہ کہ بوجہ تعلق ناسوت کے وہ لذت جو اصل ہے وہ تو بھلا کہاں آسکتی ہے لیکن خیر کچھ تھوڑی بہت لذت آہی جاتی ہے۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

آب چوں آمیخت با بول وگمیز	گشت ز آمیزش مزاجش تلخ وتیز
جب پانی پیشاب اور گندگی سے مل گیا	ملاوٹ سے اس کا مزاج تلخ و تیز ہو گیا

یعنی پانی جب پیشاب اور گندگی میں مل گیا تو اس کے ملنے کی وجہ سے تلخ و تیز ہو گیا ہے (لیکن)

چیزکے از آب ہستش در جسد	بول زاں رو آتشے را می کشد
اس کے وجود میں کچھ پانی ہے	پیشاب اسی وجہ سے آگ کو بجھا دیتا ہے

یعنی کچھ پانی میں سے اس کے جسم میں باقی ہے۔ اسی لئے بول آگ کو بجھا دیتا ہے۔

گرنجس شد آب ایں طبعش بماند	کاتش غم را بطبع خود نشاند
پانی اگرچہ ناپاک ہو گیا اس کا مزاج باقی رہ گیا	کہ وہ غم کی آگ کو اپنے مزاج سے بجھا دیتا ہے

یعنی اگرچہ پانی نجس ہو گیا (لیکن) اس کی یہ طبیعت باقی رہ گئی کہ آتش غم کو اپنی طبیعت سے اس نے بجھا دیا مطلب یہ کہ دیکھو پانی پیشاب میں مل کر گندہ ہو گیا ہے۔ اور اس کو پانی نہیں کہا جاتا اور اگر کہا جاتا ہے تو نجس اور خراب اور اب اس میں وہ لذت اور شیرینیت نہیں رہی لیکن ایک اثر ماہیت کا اس میں اب بھی موجود ہے کہ وہ آگ کو بجھا دیتا ہے تو دیکھئے اس میں ماہیت کا ایک اثر باقی ہے اسی طرح اگرچہ دنیا میں ہماری روح پر غلبہ ناسوت کا ہو گیا ہے لیکن پھر بھی ایک اثر وہاں کا باقی ہے کہ اس کی وجہ سے کچھ لذت آجاتی ہے آگے مولانا گویا کہ سماع کے متعلق فیصلہ فرماتے ہیں کہ۔

پس غذائے عاشقاں آمد سماع	کہ درو باشد خیال اجتماع
سماع عاشقوں کی غذا بن گئی	کیونکہ اس میں وصل کا خیال ہوتا ہے

یعنی پس عاشقوں کی غذا سماع آگئی ہے کہ اس میں اجتماع کا خیال ہوتا ہے۔

قوتے گیرد خیالات ضمیر	بلکہ صورت گردد از بانگ وصفیر
دل کے خیالات قوت حاصل کرتے ہیں	بلکہ آواز اور نغمہ سے مجسم بن جاتے ہیں

یعنی خیالات دل کو ایک قوت حاصل ہوتی ہے بلکہ بانگ وصفیر سے صورت ہو جاتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش عشق از نواہا گشت تیز	آنچنانکہ آتش آں جوز ریز
عشق کی آگ نغموں سے تیز ہو جاتی ہے	جس طرح سے اس اخروٹ گرانے والے کی آگ

یعنی عشق کی آگ ان کی آوازوں سے تیز ہو جاتی ہے جیسا کہ اس اخروٹ ڈالنے والے کی آگ مطلب یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ سماع عشاق کی غذا ہے کیونکہ ان کی توجہ سماع کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کی طرف اور آخرت کی چیزوں کی طرف ہو جاتی ہے اور اس سے ان کے خیالات قلبی کو قوت ہوتی ہے۔ اور آگ عشق حق کی ان کی دل میں بھڑکتی ہے تو ان کو اس سے فائدہ ہوتا ہے پس یہ گویا کہ فیصلہ ہے سماع کے متعلق اس لئے کہ ہر شخص اپنی اپنی حالت کا اندازہ کرلے اور موازنہ کرلے۔ کہ آیا سماع سے اس کی یہ حالت ہوتی ہے یا خواہشات نفسانی میں ترقی ہوتی ہے اگر اول صورت ہے تو اس کو ملامت نہ ہوگی اگرچہ جائز بھی نہ کہا جاوے گا لیکن بوجہ مجبور ہونے کے ملامت نہ ہوگی اور جس کو صورت ثانی پیش آتی ہے اس کو یقیناً ملامت ہوگی اور قطعی حرام ہے بلکہ صورت اول میں تو فائدہ ہوتا ہے اور ثانی صورت میں ظاہر ہے کہ ضرر بلکہ ہلاکت ہے خوب سمجھ لو۔ آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کی کہ مثال دی ہے کہ ہمچنانکہ آتش آں جوز ریز۔ خلاصہ حکایت کا یہ ہے کہ ایک شخص کو پیاس لگ رہی تھی اور پانی ایک گہرے گڑھے میں تھا۔ جہاں یہ پہنچ نہ سکتا تھا۔ تو اس نے یہ کیا کہ ایک اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اس کو ہلایا۔ تو اس میں سے جو اخروٹ پانی میں گرتے اور پانی کی آواز اس کے کان میں آتی اور بلبلے دیکھتا تو یہ خوش ہوتا۔ اسی طرح جو شخص کہ اول پیاس لگا چکا ہو اور وہ سماع سنے اس کو مجبور کہہ کر ملامت نہ کریں گے خوب سمجھ لو۔ آگے اس جوز ریز کی حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ حضرت ابراہیمؒ بن ادہم رات کو اپنے تخت پر سو رہے تھے اور کوٹھے پر پہرہ دار اپنا فرض منصبی انجام دے رہے تھے۔ لیکن بادشاہ کا مقصود اس پہرہ کے قائم کرنے سے یہ نہ تھا کہ چوروں اور بدمعاشوں کو روکا جائے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جو شخص عادل ہوگا اس کو کسی واردات کا کھٹکا نہ ہوگا۔ اور وہ اس کی طرف سے بے فکر ہوگا کیونکہ عدل ہی لوگوں کے مقاصد کا پہریدار ہے۔ نہ کہ کوٹھے پر بیٹھ کر باجا بجانے والے بلکہ مقصود ان پاسبانوں کے مقرر کرنے اور ان کے باجا بجانے سے عشاق کی طرح اس خطاب ازلی کی یاد الٰہی جو کہ سبب بقائے عالم ہے اور جو کہ ارواح کو اس وقت سنایا گیا تھا جبکہ ان کو قوالب انسانی میں داخل ہونے کا حکم ہوا تھا۔ تاکہ وہ اس کی لذت سے مست ہو کر ان میں داخل ہو جائیں اور متوحش نہ ہوں۔ کیونکہ سرنا اور ڈھول کی آواز کسی قدر اس صور کلی یعنی خطاب ربانی سے جو کہ سبب بقائے عالم ہے کسی قدر ملتی ہے۔ جبکہ سلسلہ گفتگو بیان نغمات تک منجر ہو گیا تو اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصل کو بیان کر دیا جاوے پس سنو کہ اس کی اصل میں اختلاف ہے حکماء کہتے ہیں کہ یہ راگ ہم نے گردشہائے فلکیہ اور ان کی آوازوں سے اخذ کئے ہیں اور جو یہ لوگ طنبور وغیرہ

www.besturdubooks.wordpress.com

باجوں میں اور حلق سے گاتے ہیں یہ افلاک کی گردشوں کی آوازیں ہیں۔ اور ان کے مقابلہ میں مومن کہتے ہیں کہ بہشت کے آثار نے ان آوازوں کو دلکش کر رکھا ہے اور ہر بری آواز کو اچھا بنا دیا ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہم سب اجزائے آدم تھے اور ان کے ضمن کے بین بین ہم نے یہ رات بضمن خطاب مذکور سنے ہیں پس جو دلکشی ہماری آوازوں میں ہے وہ اسی خطاب اور انہیں نغمات کے سبب سے ہے۔ شاید تم کو شبہ ہو کہ جب یہ نغمات ہمارے سنے ہوئے ہیں تو پھر ہمیں یاد کیوں نہیں آتے۔ اور ان سے ہم کو لذت تامہ کیوں نہیں حاصل ہوتی جیسے عالم ارواح میں ہوتی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ غلبہ ناسوتیت نے ہمیں شک اور جہل میں مبتلا کر دیا ہے اس لئے ہم کو کچھ کچھ یاد آتے ہیں اور پورے طور پر یاد نہیں آتے اور ہم کو لذت تامہ نصیب ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ وہ آوازیں غم کی مٹی سے مخلوط ہیں اس لئے ہم کو زیر و بم وغیرہ کی آوازوں سے وہ نشاط نہیں ہوتا جو ان سے پہلے ہوتا تھا۔ اس مضمون کو ہم ایک حسی مثال سے سمجھاتے ہیں دیکھو جب پانی پیشاب کے ساتھ مخلوط ہو جاتا ہے تو اس کے ساتھ آمیز ہو جانے سے اس میں تلخی اور تیزی آ جاتی ہے اور اپنی اصلی حالت پر نہیں رہتا مگر اس کے ساتھ ہی چونکہ جسم کے اندر کسی قدر پانی موجود ہے اس لئے پیشاب آگ کو بجھا دیتا ہے۔ پس گو وہ آب نعمات ناپاک ہو گیا ہے اور اپنی صرافت اور محوضت پر باقی نہیں ہے مگر اس کے بعض خواص و آثار موجود ہیں اور اسی لئے وہ آتش غم کو اپنی طبیعت اصلیہ سے بجھا دیتا ہے جب تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ یہ نغمات خطاب ربانی سے ملتے ہیں تو اب تم سمجھو کہ یہ ہی وجہ ہے کہ عاشقان ربانی کی غذا سماع ہے کیونکہ اس کو سن کر اجتماع و قرب سابق کا خیال اور اس کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اس سے اس تصور و خیال کو قوت ہوتی ہے بلکہ ایک وقت میں انہیں آوازوں کی بدولت وہ خیال و تصور صورت بن جاتا ہے۔ یعنی قرب حق حاصل ہو جاتا ہے کیونکہ نغمات سے آتش عشق تیز ہوتی ہے۔ جس طرح پانی میں اخروٹ ڈالنے والے کے طلب کو پانی کی آواز سے ترقی ہوتی ہے۔ اور یہ طلب موصل الی المطلوب ہو جاتی ہے۔

فائدہ:۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جواز و عدم جواز سماع کے متعلق ایک مختصر بحث لکھ دی جائے تا کہ مولانا کے اشعار سے کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔ مگر اصل مقصود سے پیشتر چند مقدمات کا سمجھ لینا ضروری ہے تا کہ مقصود کے سمجھنے میں آسانی ہو مقدمہ اولیٰ حرمت اشیاء دو قسم کی ہے اول لذات الاشیاء دوم للعوارض الخارجیۃ۔ مقدمہ ثانیہ اشیاء محرمہ للعوارض الخارجیۃ کی حالتیں مختلف ہیں کبھی تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ عوارض خارجیہ غالب احوال میں ان کے ساتھ رہتی ہیں اور انفکاک انکا نادر و قلیل ہوتا ہے اور کبھی یہ حالت ہوتی ہے کہ مصاحبت عوارض نادر ہوتی ہے اور انفکاک غالب ہوتا ہے پس پہلی قسم کی اشیاء کے متعلق حکم عام حرمت کا ہوتا ہے اور مواضع شاذہ کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جیسے اختلاط با غیر محارم کہ یہ مفضی الی الزنا ہونے کے سبب حرام ہے اور اس کا ہر فرد مفضی الی الزنا نہیں مگر چونکہ افضا اغلب ہے اس لئے حکم عام حرمت کا ہے اور دوسری قسم میں حکم اصلی حلت ہوتا ہے اور وہ خاص صورتیں حرام ہوتی ہیں جن میں عوارض محرمہ موجود ہوں۔ جیسے اختلاط با محارم کہ یہ بھی بعض احوال میں مفضی الی الزنا ہو جاتا ہے مگر اغلب عدم افضا ہے اس لئے اس وقت تک جائز ہے جب تک ابتلاء کا اندیشہ نہ ہو۔ مقدمہ ثالثہ خطاء اجتہادی یا

غلبہ حال سے معصیت پر حکم معصیت مرتب نہیں ہوتا۔ ان مقدمات کے بعد جاننا چاہئے کہ غنا و مزامیر محرم لذاتہا نہیں بلکہ یہ عوارض خارجیہ حرام ہیں اور یہ مشاہد ہے کہ ان میں فساد اغلب ہے اور صلاح شاذ علاوہ مشاہدہ کے۔ اتنی بات خود مولانا کو بھی تسلیم ہے کیونکہ وہ لوگ جن میں فساد کا اندیشہ نہیں اہل اللہ اور نفوس قدسیہ ہی ہو سکتے ہیں اور ایسے حضرات کی ندرت کو خود مولانا قبول فرماتے ہیں چنانچہ ایک دوسرے مقام پر کہتے ہیں۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

لیک گفتم ناس من نسناس نے ناس غیر جان جان شناس نے

ناس مردم باشد و کو مردمی تو سر مردم ندیدتی دمی

پس یہ دونوں بحکم مقدمہ ثانیہ علی الاطلاق محرم ہوں گے۔ اور مفضیین بتلانے والوں سے کہا جاوے گا کہ فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما اور جن لوگوں کا سماع خود ان کے لئے مفضی الی الفساد نہیں ان کے سماع کو گو اس لئے معصیت نہ کہا جاوے کہ ان کے لئے مفضی الی الفساد ہے لیکن ان کے اس فعل کو اس لئے ضرور معصیت کہا جاوے گا کہ انہوں نے ایک قانون عام شرعی کی خلاف ورزی کی جیسا کہ وباء کے زمانہ میں امرودوں کے بیچنے کی اس لئے ممانعت کی جاتی ہے کہ لوگ ضرر سے محفوظ رہیں لیکن اگر کوئی شخص امرود بیچے اور کھانے والوں کو نقصان نہ پہنچے تب بھی بیچنے والا مجرم ہے۔ کیونکہ اس نے قانون کی مخالفت کی۔ نیز اس لئے بھی اسے معصیت کہا جاوے گا کہ گو خود ان کے لئے مفضی الی الفساد نہیں مگر ان کا یہ فعل دوسروں کے لئے مفضی الی الفساد ہے لیکن چونکہ ہم مقدمہ ثالثہ میں بتلا چکے ہیں کہ خطاء اجتہادی و غلبہ حال کے سبب معصیت پر اثر معصیت کا مرتب نہیں ہوتا اس لئے ایسے لوگوں پر علی الاطلاق ملامت نہ کی جاوے گی بلکہ اگر وہ مجتہد ہیں تو چونکہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے اس لئے ان کو مجتہد مخطی کہا جاوے گا اور وہ اس خطاء پر بھی ایک ثواب کے مستحق ہوں گے۔ اور اگر مغلوب الحال ہیں تو غلبہ حال ان کا عذر ہوگا۔ اور اس لئے وہ قابل ملامت نہ ہوں گے اور اگر اہل ہونے کے ساتھ مجتہدین مجوزین کے مقلد ہیں تو ان کا عذر تقلید ہے۔ اور اگر یہ تینوں صورتیں نہیں تو متبع ہوئے اور عاصی نہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ غنا و مزامیر علی الاطلاق حرام ہیں۔ مگر جن اہل اللہ سے اس کی تجویز یا اس کا ارتکاب منقول ہے وہ یا تو خطاء اجتہادی کی وجہ سے معذور ہیں یا تقلید مجتہد کے باعث یا غلبہ حال کے سبب۔ اس لئے ان پر ملامت کی جاوے گی نہ ان کی علی الاطلاق تقلید کی جاوے گی ہاں اگر کوئی شخص اس کا اہل بھی ہو اور ان شرائط کا پابند بھی ہو جو مجوزین نے جواز کے لئے قائم کی ہیں اور وہ مجوزین کو مصیب بھی سمجھتا ہو تو اس کے لئے گنجائش ہے مگر پھر بھی ترک مناسب ہے۔ کیونکہ اول تو یہ ہی کچھ ضرور نہیں کہ جو اپنے کو اہل سمجھے وہ اہل ہی ہو کیا بعید ہے کہ تسویل نفس ہو۔ پھر اہل ہونے کے ساتھ یہ فعل فی نفسہ جائز نہیں بعض عوارض کے سبب مواخذہ نہ ہونا شے دیگر ہے اور اگر جائز بھی ہو تو اصول اس پر موقوف نہیں۔ پھر کیا ضرور ہے کہ بلا ضرورت آدمی خطرہ میں پڑے۔ ہمارے اس بیان سے یہ شبہ بھی مندفع ہو گیا کہ اگر یہ فعل حرام ہوتا تو بعض اہل اللہ کے لئے موجب ترقی

www.besturdubooks.wordpress.com

کیوں ہوتا۔ حالانکہ ان کے لئے موجب ترقی ہے۔ جیسا کہ مولانا کے کلام سے ظاہر ہے اور وجہ اندفاع یہ ہے کہ ان کے حق میں یہ فعل بوجہ خطاء اجتہادی یا غلبہ حال یا تقلید مجتہد کے حکم میں غیر معصیت کے ہے اب کوئی شبہ نہیں۔

شرح شبّیری

اس پیاسے کی حکایت کہ درخت اخروٹ پر سے اخروٹ پانی میں ڈالتا تھا جو کہ گڑھے میں تھا اور اخروٹ کے گرنے سے جو آواز پانی میں ہوتی تھی اس کو سن کر خوش ہوتا تھا

در نغولے بود آب آں تشنہ راند	بر درخت جوز جوزے می فشاند
پانی گہرے گڑھے میں تھا وہ تشنہ چڑھ گیا	اخروٹ کے درخت پر اخروٹ گراتا تھا

یعنی کہ ایک گڑھے میں پانی تھا تو وہ پیاسا اخروٹ کے درخت پر چڑھ کر اخروٹ جھاڑنے لگا۔

می فتاد از جوز بن جوز اندر آب	بانگ می آمد ہمی دید او حباب
اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گرتا تھا	آواز آتی تھی وہ بلبلے دیکھتا تھا

یعنی اخروٹ کے درخت سے اخروٹ پانی میں گرتے تھے تو آواز آتی تھی اور وہ (پیاسا) بلبلے دیکھتا تھا۔

عاقلے گفتش کہ بگزار اے فتا	جوزہا خود تشنگی آرد ترا
ایک عقلمند نے کہا اے نوجوان! رہنے دے	خود اخروٹ تجھے پیاسا کر دیں گے

یعنی ایک عاقل نے اس سے کہا کہ اے جوان چھوڑ کیونکہ اخروٹ تو تیرے لئے پیاس زیادہ لا دیں گے مطلب یہ کہ تو جو درخت کو ہلا رہا ہے اس میں جو محنت ہوتی ہے اس سے تو پیاس اور بڑھے گی کم کب ہوگی۔ پھر کیا فائدہ ہے اور اگر ان اخروٹوں ہی کو کھا کر پیاس کم کرتا تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ

بیشتر در آب می افتد ثمر	آب در پستی است از تو دور تر
اکثر پھل پانی میں گرتے ہیں	پانی گہرائی میں تجھ سے دور ہے

یعنی زیادہ تر پھل تو پانی میں گرتے ہیں اور پانی تجھ سے پستی میں بہت دور ہے۔

بیشتر در آب می افتد ببیں	میبرد آبش ترا چہ سود ازیں
دیکھ! اکثر پانی میں گرتے ہیں	ان کو پانی لے جاتا ہے تجھے اس سے کیا فائدہ؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دیکھ لے زیادہ تر پانی میں گر رہے ہیں اور پانی اس کو لے جا رہا ہے تو تجھے اس سے کیا فائدہ۔

تا تو از بالا فرود آئی بزیر	آب جویش بردہ باشد اے دلیر
جب تک تو اوپر سے نیچے اترے گا	اے بہادر! پانی تیرے اخروٹ غائب کر چکا ہوگا

یعنی جب تک کہ تو اوپر سے نیچے کو آوے گا ندی کا پانی اس کو لے گیا ہوگا۔ اے دلیر۔ مطلب یہ کہ اس عاقل نے کہا کہ زیادہ تر اخروٹ پانی میں گر رہے ہیں اور پانی ان کو بہائے لئے جا رہا ہے جب تک تو نیچے اترے گا ان کو پانی کہیں سے کہیں بہا لے جاویگا۔ پھر تجھے اس محنت سے کیا فائدہ ہو رہا ہے آگے اس کا جواب ہے کہ۔

گفت قصدم زیں فشاندن جوز نیست	تیز تر بنگر بریں ظاہر مایست
اس نے کہا اس جھاڑنے سے میرا مقصود اخروٹ نہیں ہے	غور سے دیکھ اس ظاہر پر نہ ٹھہر

یعنی اس پیاسے نے کہا کہ میرا مقصد اس جھاڑنے سے اخروٹ نہیں ہیں ذرا غور کرو ظاہر پر مت قائم ہو۔

قصد من آنست کاید بانگ آب	ہم بہ بینم بر سر آب آں حباب
میرا مقصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے	میں یہ بلبلے بھی پانی پر دیکھوں

یعنی میرا قصد یہ ہے کہ پانی کی آواز آوے اور میں پانی کے اوپر بلبلے دیکھوں یعنی اس نے کہا کہ میاں میری ظاہری حالت سے استدلال مت کرو۔ بلکہ میرے مقصود اصلی کو دیکھو کہ کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں پیاسا ہوں اخروٹ گرنے سے جو مجھے پانی کی آواز آتی ہے اور مجھے اس پر بلبلے نظر آتے ہیں اس سے مجھے فرحت ہوتی ہے اور مجھے اس حالت میں بھی بہت غنیمت معلوم ہوتا ہے کہ مجھے خیر آواز محبوب تو آ رہی ہے اگرچہ میری رسائی وہاں تک نہیں ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

تشنہ را خود شغل چہ بود در جہاں	گرد پائے حوض گشتن جاوداں
دنیا میں۔ پیاسے کا خود کیا کام ہوتا ہے؟	ہمیشہ حوض کے چاروں طرف چکر کاٹنا

یعنی دنیا میں پیاسے کا کام ہی کیا ہوتا ہے (صرف) حوض کے گرداگرد ہمیشہ پھرنا۔

گرد جوئی گرد آب و بانگ آب	ہمچو حاجی طائف کعبہ صواب
نہر کے گرد اور پانی کے گرد اور پانی کی آواز (کے گرد)	اس حاجی کی طرح جو صحیح کعبہ کا طواف کرنے والا ہے

یعنی ندی کے اور پانی کے اور پانی کی آواز کے گرد پھرنا۔ جیسے کہ حاجی کعبہ اصلی کا طائف ہوتا ہے مطلب یہ کہ جو پیاسا ہو اس کا تو یہ کام ہونا چاہئے کہ اگر پانی تک رسائی نہ ہو تو اس کے مظروف کے گرداگرد پھرتا ہی رہے اسی طرح طالب حق کو اگر رسائی نہ ہو تو اس کی طلب میں تو لگا رہے چھوڑے نہیں آخر ایک روز رسائی بھی ہو ہی جاوے گی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچناں مقصود من زیں مثنوی	اے ضیاء الحق حسام الدین توئی
اسی طرح اس مثنوی سے میرا مقصود	اے ضیاء الحق حسام الدین تو ہی ہے

یعنی اسی طرح اس مثنوی سے میرا مقصود اے ضیاء الحق حسام الدین آپ ہی ہیں۔

مثنوی اندر اصول و ابتدا	جملہ بہر تست و برنست انتہا
مثنوی عروج اور غروب میں	پوری تیری ملکیت میں ہے اور تو نے قبول کر لیا ہے

یعنی مثنوی شروع میں اور ختم میں بالکل آپ ہی کی ہے اور آپ نے اس کو قبول فرمالیا ہے۔

التجا برتست و بر امداد تو	تکیہ بر اشفاق و بر اسعاد تو
تجھ سے اور تیری امداد سے درخواست ہے	تیری مہربانیوں اور مدد پہ بھروسہ ہے

یعنی آپ ہی سے التجا ہے اور آپ ہی کی امداد اور آپ ہی کی شفقتوں اور مسعود کرنے پر بھروسہ ہے۔

مثنوی اندر اصول و در فروع	می کند زیر لوائے تو رجوع
مثنوی اصول اور فروع میں	تیرے جھنڈے کی طرف رجوع کرتی ہے

یعنی مثنوی اصول و فروع میں (سب میں) آپ ہی کے جھنڈے کے نیچے رجوع کرتی ہے۔

مثنوی در استواؤ در افول	جملہ آں تست و کردتی قبول
مثنوی بنیادوں میں اور ابتداء میں	سب تیرے لئے ہے اور تجھ پر ہی (اس کی) انتہا ہے

مثنوی ابتدا میں اور انتہا میں بالکل آپ ہی کے لئے ہے اور آپ ہی پر ختم ہے (اصول چونکہ جڑ کو کہتے ہیں اور وہ آخر میں ہوتی ہے اس لئے اس سے انتہا مراد ہوئی)

در قبول تشت عزو مقبلی	زانکہ شاہ جان و سلطان دلی
تیرے قبول کر لینے میں عزت اور نصیبہ وری ہے	کیونکہ تو جان کا حاکم اور دل کا شاہ ہے

یعنی آپ کے قبول کر لینے میں عزت اور خوش نصیبی ہے اس لئے کہ آپ شاہ جان اور سلطان دل ہیں۔

در قبول آرند شاہان نیک و بد	چوں قبول آرند نبود ہیچ رد
بادشاہ اچھے اور برے کو قبول کر لیتے ہیں	جب قبول کر لیتے ہیں پھر بھی رد نہیں ہوتا

یعنی بادشاہ لوگ ہر نیک و بد کو قبول فرما لیتے ہیں اور جب وہ قبول فرمالیں تو پھر کوئی مردودیت نہیں رہتی۔

چوں نہالے کاشتی آبش بدہ	چوں کشادش دادۂ بکشا گرہ
جب تو نے پودا لگایا ہے اس کو پانی دے	جب تو نے کشادگی دی ہے، گرہ کھول دے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب آپ نے ایک پودا لگایا ہے تو اس کو پانی بھی دیجئے اور جب آپ نے اس کو کشادگی دی ہے تو گرہ بھی کھولئے یعنی اگر کوئی رکاوٹ پیدا ہو تو اس کو بھی زائل کیجئے جب کہ آپ نے اس کو شروع کر دیا ہے۔

قصدم از الفاظ او راز تو است	قصدم از انشاش آواز تو است
میرا مقصد اس کے الفاظ سے تیرا راز ہے	میرا مقصد اس کے لکھانے سے تیری آواز ہے

یعنی اس کے الفاظ سے مجھے آپ کا راز مقصود ہے۔ اور اس کے لکھوانے سے مجھے آپ کی آواز مقصود ہے۔ مطلب یہ کہ اس میں جو میں نے الفاظ میں اولیاء اللہ کے حالات بیان کئے ہیں اور اسرار حقائق بیان کئے ہیں ان سے میرا مقصود آپ کے راز کا اظہار ہے کہ یہ سب کمالات آپ کے اندر موجود ہیں اور اس کے لکھوانے سے صرف یہ مقصود ہے کہ آپ یہ کہہ دیں کہ خوب لکھا۔ بس یہ آواز آ جانا اور آپ کا یہ فرما دینا ہی میرا مقصود ہے آگے جوش میں فرماتے ہیں کہ۔

پیش من آوازت آواز خداست	عاشق از معشوق حاشا کے جداست
میرے نزدیک تیری آواز خدا کی آواز ہے	توبہ توبہ عاشق معشوق سے کب جدا ہے؟

یعنی میرے آگے آپ کی آواز خدائے تعالیٰ کی آواز ہے۔ خدا نہ کرے عاشق معشوق سے جدا کب ہے مطلب یہ کہ چونکہ آپ کی شان ہی یسمع بی یبصر کی ہو گئی ہے تو آپ کا تعریف کر دینا اور اس مثنوی کو اچھا کہہ دینا گویا کہ حق تعالیٰ کا تعریف کر دینا ہے۔ اس لئے میں جو کچھ لکھوا رہا ہوں اور جو الفاظ میں بول رہا ہوں اس سے صرف مجھے یہی مقصود ہے کہ آپ اس کے متعلق کچھ فرما دیں دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ بھلا عاشق معشوق سے جدا کب ہوتا ہے۔ ان میں تو ایک ایسا علاقہ ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ دونوں گویا ایک ہی ہو جاتے ہیں اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ محبوب ہیں اور تم محب حق ہو لہذا تمہارے اور حق تعالیٰ کے درمیان میں بھی ایک ایسا علاقہ ہے کہ اس کو یگانگت اور وحدت اصطلاحی سے تعبیر کر سکتے ہیں آگے اس اتحاد کا اتحاد لغوی نہ ہونا بلکہ اتحاد اصطلاحی ہونا خود بیان فرماتے ہیں کہ۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس	ہست رب الناس را با جان ناس
ناقابل بیان عقل میں نہ آنے والا اتصال ہے	لوگوں کے رب کا لوگوں کی جان سے ہے

یعنی ایک اتصال بلا کیف اور بے قیاس رب الناس کو لوگوں کی جان کے ساتھ ہے مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کو ارواح عباد کے ساتھ ایک ایسا اتصال ہے کہ جس کی کیفیت کو بیان کرنا ممکن نہیں۔ وہ ایک بالکل بے کیف تعلق ہے جس کو الفاظ سے تعبیر کرنا ممکن نہیں ہے۔ لہذا وہی اتحاد اصطلاحی ہوگا نہ کہ اتحاد لغوی۔ اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ شاید وہ فیض ہر شخص کے ساتھ عام ہوگا آگے اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ۔

لیک گفتم ناس من نسناس نے	ناس غیر جان جاں اشناس نے
لیکن میں نے انسان کہا ہے بن مانس نہیں (کہا)	انسان جان کی جان کو پہچاننے والے کے علاوہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لیکن میں نے آدمی کہا ہے بن مانس نہیں (کہا) ہے اور آدمی بجز جان جان کے پہچاننے والے کے نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو کہا ہے کہ آدمی کے ساتھ حق تعالیٰ کو ایک بے کیف تعلق ہے وہ آدمیوں کے لئے کہا ہے کہ جو آدمی ہیں ان کی جان کے ساتھ حق تعالیٰ کو تعلق ہے اور انسان وہی ہے جس کو معرفت حاصل ہو کیونکہ جو عارف نہیں ہے اس کی تو صرف صورت آدمی کی ہوتی ہے حقیقت انسان اس کے اندر نہیں ہوتی۔ تو وہ تو مثل بن مانس کے ہے اور وہ انسان نہیں ہے۔ لہذا تعلق جو ہوگا وہ عارفین کاملین کے ساتھ ہوگا عوام عباد کیساتھ وہ تعلق نہیں ہے ہاں خالقیت کا تعلق تو سب کے ساتھ ہے بحث اس خاص بے کیف تعلق میں ہے تو وہ تعلق صرف عارفین ہی سے ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے آگے بھی اسی کی توضیح فرماتے ہیں کہ۔

ناس مردم باشد و کو مردمی	تو سر مردم ندیدستی دمی
انسانؔ انسان ہوتا ہےؔ لیکن انسان کہاں ہے؟	تو نے تھوڑی دیر کے لئے بھی انسان کا راز نہیں دیکھا ہے

یعنی ناس تو آدمی ہوتے ہیں اور آدمیت کہاں ہے تو نے آدمی کا سر نہیں دیکھا تو دم ہے۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو ناس کہا ہے تو اس سے آدمی مراد ہیں اور جن کو تم آدمی کہتے ہو یہ آدمی ہی نہیں ہیں اس لئے کہ ان کے اندر آدمیت تو ہے ہی نہیں۔ لہذا آدمی سے مراد وہ آدمی ہے جس میں آدمیت بھی ہو۔ اور ایسے حضرات اولیاء اللہ ہی ہیں۔ اور چونکہ تم اس ظاہر جسم ہی میں پھنسے ہوئے ہو اس لئے تم اس شخص ہی کو آدمی کہتے ہو جس کی صورت آدمی جیسی ہو۔ اور حقیقت انسان کو تم نہیں دیکھتے تو تم بمنزلہ دم کے ہو۔ کہ جسے کچھ بھی تمیز نہیں ہوتی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

مارمیت اذرمیت خواندہٗ	لیک جسمی در تحری ماندہٗ
"تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" تو نے پڑھا ہے	لیکن تو ایک مجسمہ ہےؔ اٹکل میں پھنسا رہ گیا ہے

یعنی تو نے مارمیت اذرمیت پڑھا ہے لیکن تو جسم والا ہے تو تحری میں رہا ہوا ہے مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں ارشاد حق ہے کہ ما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ حالانکہ ظاہراً حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے رمی فرمائی تھی اور اس رمی کو حق تعالیٰ اپنی طرف منسوب فرماتے ہیں جس سے کہ ایک تعلق حق تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صاف طور پر معلوم ہوتا ہے اب جبکہ معلوم ہوا کہ وہ تعلق حق اس جسم ظاہری سے نہیں ہوتا بلکہ وہ تعلق بے کیف اور روحانی ہوتا ہے اسی لئے فرماتے ہیں کہ۔

ملک جسمت را چو بلقیس اے غنی	ترک کن بہر سلیمان نبی
اے بیوقوف! اپنے جسم کے ملک کو بلقیس کی طرح	سلیمانؑ نبی کے لئے چھوڑ دے

یعنی اے غبی اپنے ملک جسم کو بلقیس کی طرح سلیمان نبی علیہ السلام کے لئے چھوڑ دے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت کے لئے بلقیس نے اپنا ظاہری ملک ترک کر دیا تھا اور پھر اس کو دولت باطنی حاصل ہو گئی تھی اسی طرح تم بھی اپنے اس ظاہری جسم کے مقتضیات پر عمل مت کرو اس کو ترک کر دو تب تم کو عروج روحانی حاصل ہوگا۔ انہوں نے خدمت سلیمان علیہ السلام کے لئے ترک کیا تھا تو تم اپنے شیخ کی خدمت کے لئے ترک کر دو کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ بھی تمہارے لئے مثل سلیمان علیہ السلام ہی کے ہے۔ اب یہاں مولانا کو معترض کا خیال آ گیا تو وہ فرماتے ہیں کہ۔

می کنم لاحول نے از گفت خویش	بلکہ از وسواس آں اندیشہ کیش
میں لاحول پڑھتا ہوں (لیکن) اپنی گفتگو پر نہیں	بلکہ شبہ کرنے والے کے وسوسہ پر

یعنی میں لاحول پڑھتا ہوں (مگر) اپنے قول پر نہیں بلکہ اس وہمی کے وسوسوں کی وجہ سے۔

کو خیالے میکند در گفت من	در دل از وسواس و انکارت وظن
کیونکہ وہ میری گفتگو پر خیالات لا رہا ہے	دل میں وسوسوں اور انکاروں اور بدگمانی کے

یعنی کہ وہ میرے قول میں اپنے دل کے اندر وساوس اور انکار اور ظن کا خیال (باطل) کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ معترض جو میرے قول میں وسوسے کر رہا ہے اور اس قول کا انکار کر رہا ہے کہ یہ جو جسم کے ترک کو کہتے ہیں یہ غلط ہے تو میں اس کے ان گمانوں پر لاحول پڑھتا ہوں۔

می کنم لاحول یعنی چارہ نیست	چوں ترا در دل بضدم گفتے است
میں لاحول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے	جبکہ تیرے دل میں میرے خلاف باتیں ہیں

یعنی کہ میں لاحول پڑھتا ہوں یعنی کوئی علاج نہیں ہے جبکہ تجھے میری ضد میں کچھ کہنا ہے۔

چونکہ گفت من گرفت در گلو	من خمش گردم تو آں را خود بگو
چونکہ میری گفتگو تیرے گلے میں پھنس گئی ہے	میں چپ ہو گیا تو اس کو خود کہہ

یعنی جبکہ میرا قول تیرے حلق میں اٹکتا ہے تو میں خاموش ہوتا ہوں تو اپنی بات ہی کہہ لے مطلب یہ کہ میں جو لاحول پڑھتا ہوں تو اس لاحول کے معنی یہ ہیں کہ اے معترض جب تجھے مجھ سے ضد ہے تو پھر اس کا تو کوئی علاج ہی نہیں کیونکہ اگر اعتراض سے مقصود کوئی اصلاح ہوتی یا احقاق حق مقصود ہوتا تب تو آسان تھا کہ تجھے سمجھا دیتا مگر اب جو تجھے مجھ سے صرف ضد ہی ہے تو تو کسی طرح مان ہی نہیں سکتا۔ لہذا اب میں ہی چپ ہوا جاتا ہوں تو اپنی ہی کہہ لے۔ آگے اس پر کہ میں چپ ہوتا ہوں تو اپنی ہی کہہ لے ایک حکایت لاتے ہیں۔

قصہ ایک نے بجانیوالے کا کہ نے بجانے کے وقت اس کی ریح صادر ہوئی تو اس نے نے کو کون پر رکھ دیا کہ اگر تو اچھی آواز نکال سکتی ہے تو تو ہی بول لے

آں یکے نائے کہ خوش نے میزدست	ناگہاں از مقعدش بادے بجست
ایک بانسری بجانے والا جو اچھی بانسری بجاتا تھا	اچانک اس کی مقعد سے گوز خارج ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک نے بجانے والا جو کہ اچھی نے بجار ہا تھا اچانک اس کی ریح صادر ہو گئی۔

نائے را بر کون نہاد او کہ زمن	گر تو بہتر میزنی بستان بزن
اس نے بانسری مقعد پر رکھ دی کہ مجھ سے	اگر تو بہتر بجاتی ہے لے لے (اور) بجا

یعنی اس بجانے والے نے نے کو کون پر رکھ دیا (اور اس سے کہا) کہ مجھ سے اچھی تو بجا سکے تو تو ہی بجالے (تو اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ اے معترض جو کہ کون کی طرح ہے اگر تو مجھ سے اچھا کلام کر سکتا ہے تو تو ہی بول لے میں چپ ہوا جاتا ہوں) آگے مولانا تعلیم فرماتے ہیں کہ ان معترضین اور بے ادبوں کی باتوں کا تحمل کرنا چاہئے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ اور پر ہم نے کہا تھا "ہمچنانکہ آتش آں جوز ریز" اس میں ایک قصہ کی طرف اشارہ تھا۔ اب ہم وہ قصہ بیان کرتے ہیں۔ سنو ایک گڑھے میں پانی تھا اور اس کے قریب ایک اخروٹ کا درخت کھڑا تھا۔ ایک پیاسا اس درخت پر چڑھا اور اخروٹ گرانے لگا۔ اس اخروٹ کے درخت سے اخروٹ ٹوٹ ٹوٹ کر پانی میں گرتے تھے۔ ان کے گرنے سے پانی میں سے ایک آواز نکلتی تھی۔ جس کو وہ سنتا تھا اور بلبلے اٹھتے تھے۔ جس کو وہ دیکھتا تھا۔ ایک عاقل نے اس کی یہ حرکت دیکھی۔ اور کہا کہ یہ کیا حرکت کر رہا ہے اسے چھوڑ اس سے تو تجھے اور پیاس لگے گی۔ رہا اخروٹوں کا ہاتھ آنا سو اس کی یہ حالت ہے کہ اکثر اخروٹ پانی میں جارہے ہیں اور پانی بہت گہرائی میں اور تجھ سے بہت دور ہے۔ اس لئے وہ تیرے ہاتھ نہیں آ سکتے۔ تو دیکھ لے کہ زیادہ حصہ ان کا پانی میں گر رہا ہے۔ اور پانی ان کو اپنے اندر لے رہا ہے۔ پس تجھے اس سے کیا فائدہ ہے جب تک تو نیچے اترے گا اتنے میں پانی تیرے اخروٹوں کو ہضم کر جاوے گا۔

فائدہ:۔ اس مقام پر ایک نسخہ آب جو لیش ہے مگر ہم نے نسخہ آب جوزت اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اشعار بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ آب جو نہ تھا بلکہ آب نغول تھا) اس نے کہا کہ میرا مقصود اخروٹوں کے گرانے سے اخروٹ نہیں ہیں تم کو میرے فعل میں نظر غائر کرنی چاہئے۔ اور نظر کو صرف ظاہر ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے۔ میرا مقصود یہ ہے کہ پانی کی آواز آئے اور نیز یہ کہ میں بلبلے اٹھتے دیکھوں۔ پیاسے کو دنیا میں اور کیا کام ہے بجز اس کے کہ پائے حوض کے گرد پھرتا رہے۔ اور ندی کے اور پانی کے اور پانی کی آواز کے گرد پھرتا رہے۔ جیسے حاجی کعبہ کا طواف کرتا ہے۔ یہ قصہ تو ختم ہوا اب مولانا حسام الدین کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح اس پیاسے کا مقصود پانی اور اس کی آواز کا سننا اور اس کے بلبلوں کا دیکھنا تھا یوں ہی اے ضیاء الحق حسام الدین اس مثنوی سے میرا مقصود تم ہو۔ اور یہ مثنوی جڑ اور ابتدا سے سب تمہارے ہی لئے ہے اور تمہیں پر اس کی انتہا ہے اس کی تکمیل کی تمہیں اور تمہاری ہی امداد سے التجا ہے۔ اور تمہاری عنایتوں اور تمہاری ہی اعانت پر بھروسہ ہے۔ مثنوی اپنے مضامین اصلیہ اور تبعیہ سب میں آپ ہی کے جھنڈے کی طرف راجع ہے یہ آفتاب مثنوی اپنے

www.besturdubooks.wordpress.com

انتہائے کمال اور انتہائے نقصان غرضکہ ہر حالت میں آپ ہی کا ہے اور آپ ہی نے اسے کرم سے قبول فرمایا ہے۔اس لئے یہ اس کے لئے موجب عزت وخوش اقبالی ہے کیونکہ آپ کا کسی شے کو قبول کر لینا اس امر مقبول کے لئے موجب عزت اور خوش اقبالی ہے اس لئے کہ آپ شاہ جان اور سلطان دل ہیں آپ کا اس کو قبول فرمالینا کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ بادشاہ لوگ اچھی بری ہر چیز کو قبول کر لیتے ہیں۔اور اچھی کے ساتھ بری کا میں نے محاورہ کے طور پر ذکر کر دیا ہے ورنہ جو چیز بادشاہوں کے یہاں مقبول ہو جاوے وہ بری کیوں ہونے لگی تھی۔جبکہ مثنوی کا یہ پودا آپ نے لگایا ہے تو آپ اس کو پانی بھی دیں اور جبکہ آپ نے اس کو شروع کیا ہے تو جو مشکلات اس کی تکمیل میں ہیں ان کو حل بھی کیجئے۔کیونکہ میرا مقصود اس کے الفاظ سے آپ کا راز بیان کرنا ہے کیونکہ اس کے الفاظ مصنف کے کمال پر دال ہیں۔اور مصنف اس کے فی الحقیقت آپ ہیں میں تو ایک آڑ ہوں۔ویدل علیہ قولہ فی مفتح ھذا السفر الرابع اے ضیاء الحق حسام الدین توئی الیٰ قولہ مثنوی راچو تو مبداء بودۂ الخ و قولہ مفتح السفر الثالث اے ضیاء الحق حسام الدین بیار الی البیت الثانی و قولہ فی مفتح السفر الثانی چوں ضیاء الحق۔حسام الدین عنان الی البیت الثالث اور اس کے انشاء سے میرا مطلوب آپ کی آواز ہے جس کو میں آپ کے القائے مضامین کے وقت اپنے گوش دل سے سنتا ہوں۔ولا تلتفت الی ماقال المحشون. کیونکہ میرے نزدیک آپ کی آواز خدا کی آواز ہے۔اس لئے کہ آپ عاشق الٰہی ہیں اور عاشق ومعشوق میں ایک ایسا تعلق خاص ہوتا ہے جس کی بناء پر ایک کا فعل دوسرے کی طرف نسبت کیا جاسکے۔نیز حق سبحانہ کو آدمیوں کے ساتھ ایک ارتباط و تعلق خاص ہے جو بے کیف ہے اور جس کی کنہ کو عقل بشری ادراک نہیں کر سکتی۔اس بناء پر بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ آپ کی آواز خدا کی آواز ہے لیکن تم یہ شبہ نہ کرنا کہ اس سے تو لازم آتا ہے کہ زید وعمرو کی آواز کو بھی خدا کی آواز کہا جا سکے کیونکہ میں نے آدمی کہا ہے نہ کہ بن مانس اور آدمی عارف حق ہی ہوتا ہے زید وعمرو تو بن مانس ہیں اور میرے الفاظ اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را باجان ناس ہیں۔اور ناس آدمی کو کہتے ہیں سو آدمی کہاں ہیں اور تو تو آدمی کی دم ہے۔تونے آدمی کا سر کہاں دیکھا ہے۔باوجودیکہ تونے مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ پڑھا ہے۔مگر چونکہ تو جسم ہے اور روحانیت سے تجھے لگاؤ نہیں اس لئے تو اس اتحاد کی حقیقت نہیں سمجھ سکتا اور لزوم تجزی پر تقدیر اتحاد کے شبہ میں پھنس کر رہ گیا ہے حالانکہ یہ وہ اتحاد نہیں جو مستلزم تجزی حق سبحانہ ہو اگر تجھے اس اتحاد کو معلوم کرنا ہے تو اے کودن تو اپنے جسم کو نائب سلیمان نبی یعنی شیخ کی خاطر چھوڑ دے اور اسے فنا کر دے اس وقت ذوقاً تجھے یہ اتحاد معلوم ہو جاوے گا اور تیرے شکوک زائل ہو جائیں گے۔صاحبو میں نے جو اس وقت لاحول پڑھی ہے یہ میں نے اپنی گفتگو پر نہیں پڑھی کیونکہ وہ تو بالکل صحیح ہے بلکہ عادی وساوس معترض کے وسوسہ شیطانی پر پڑھی ہے کہ وہ وساوس شیطانیہ اور انکار اور گمان باطن کے سبب میری گفتگو کے متعلق خیال فاسد دل میں لاتا ہے اور میرے لاحول پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ اے معترض جب تونے میری گفتگو کا مطلب میرے مقصود کے خلاف سمجھ لیا تو اب میں کیا کر سکتا ہوں۔اچھا جبکہ میری بات تیرے گلے میں پھنس کر رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

گئی اور دل میں نہیں بیٹھی تو میں چپ ہوتا ہوں تو اپنی کہہ اور میرا یہ کہنا ایسا ہے جیسا کہ ایک شخص نہایت عمدہ بانسری بجا رہا تھا دفعۃً اس کا گوز نکل گیا تو اس نے بانسری کو اپنے پاخانہ کے مقام پر رکھ کر کہا کہ تو مجھے نہیں بجانے دیتی نہ سہی اگر تو مجھ سے اچھا بجا سکتی ہے تو لے تو ہی بجا۔

شرح شبّیری

ہر بے ادب کی باتوں کا تحمل کرنا اور نرمی اختیار کرنے کا بیان

اے مسلمان خود ادب اندر طلب	نیست الا حمل از ہر بے ادب
اے مسلمان! راہ طلب میں خود ادب	نہیں ہے ہر بے ادب کو برداشت کرنے کے علاوہ

یعنی اے طالب طلب میں ادب یہی ہے کہ ہر بے ادب (کی گستاخیوں کا) تحمل کیا جاوے۔

مطلب یہ کہ طریق طلب میں تحمل اور بردباری کرنا ہی اس طریق کا ادب ہے۔

ہر کہ را بینی شکایت میکند	کان فلان کس راست طبع وخوئے بد
تو جسے دیکھے کہ وہ شکایت کرتا ہے	کہ فلاں شخص کی طبیعت اور عادت بری ہے

یعنی جس کو کہ تو دیکھے کہ شکایت کرتا ہے کہ وہ فلاں شخص کی طبع اور خوئے بد ہے۔

ایں شکایت گو بدآنکہ بدخویست	کہ مرآں بدخوئے را او بدگویست
یہ شکایت وہ کرتا ہے جو خود بدعادت ہے	کیونکہ وہ اس بدخو کی بدگوئی کرتا ہے

یعنی کہ یہ شکایت کہہ رہی ہے کہ وہ بدخو ہے کہ اس بدخو کا یہ بدگو ہے۔

زانکہ خوشخو آں بود کو در خمول	باشد از بدخوئے و بدطبعاں جمول
کیونکہ اچھی عادت والا وہ ہے جو گوشہ تنہائی میں	بدعادت اور بدطبیعت والوں کی برداشت کرنے والا ہو

یعنی اس لئے کہ خوشخو تو وہ ہوتا ہے جو کہ خلوت گزینی میں بدخو اور بدطبعوں کا تحمل کرنے والا ہو۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص کسی کی بدخوئی اور بدطبعی کی شکایت کرے تو سمجھ لو کہ یہ شاکی صاحب بھی بدخو ہیں اس لئے کہ اگر خوشخو ہوتے تو یہ اس بدخو کا تحمل کرتے اب جو یہ شکایت کرتے پھرتے ہیں یہ شکایت خود صاف بتا رہی ہے کہ یہ خود بدخو اور بدطبع ہے کیونکہ خوشخو تو کہتے اسی کو ہیں جو بدخو لوگوں کی تکالیف پر تحمل کرے۔ اب یہاں شبہ پڑتا ہے کہ جب خوشخوئی تحمل ہی ہے تو یہ جو شیوخ اپنے مریدین کو تنبیہ فرماتے ہیں اور ان کی گستاخیوں پر تحمل نہیں کرتے اس سے تو یہ سارے کے سارے بدخو ثابت ہوتے ہیں حالانکہ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ ان کے رذائل کا ازالہ ہو چکا ہے اور شیخ کامل بدخو نہیں ہو سکتا۔ پھر ان کے اس تحمل نہ کرنے کی کیا وجہ ہے آگے اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک در شیخ آن گلہ ز امر خداست	نے پئے خشم و ممارات و ہواست
لیکن شیخ کا یہ شکوہ خدا کے حکم سے ہے	نہ کہ غصہ اور لڑائی اور خواہش نفسانی کی وجہ سے

یعنی لیکن شیخ میں وہ گلہ امر خدا کی وجہ سے ہے نہ کہ غصہ اور دشمنی اور خواہش نفسانی کی وجہ سے ہے۔

آں شکایت نیست ہست اصلاح جاں	چوں شکایت کردن پیغمبراں
یہ شکوہ نہیں ہے روح کی اصلاح ہے	جیسا کہ پیغمبروں کا شکوہ کرنا

یعنی وہ شکایت نہیں ہے وہ جان کی اصلاح ہے جیسے کہ انبیاء علیہم السلام کی شکایت کرنا۔

ناحمولے انبیا از امرداں	ورنہ حمال است بدرا حلم شاں
نبیوں کی عدم برداشت حکم سے سمجھ	ورنہ ان کی بردباری برے کو برداشت کرنے والی ہے

یعنی انبیاء علیہم السلام کا بردباری نہ کرنا حکم حق سے جانو۔ ورنہ بد کے لئے تو ان کا حلم حمال ہی ہے۔

طبع را کشتند در حمل بدی	ناحمولی گر بود ہست ایزدی
انہوں نے برائی کے برداشت کرنے میں طبیعت کو مار ڈالا ہے	اگر عدم برداشت ہے تو خدائی ہے

یعنی بدی کے تحمل کرنے میں انہوں نے طبیعت کو مار ڈالا ہے اور بردباری نہ کرنا اگر ہے تو وہ اللہ کے واسطے ہے۔ مطلب یہ کہ شیوخ کاملین اگر کبھی سختی کرتے ہیں اور تنبیہ فرماتے ہیں تو ان کا مقصود صرف اصلاح ہوتی ہے۔ ان کو طالب سے کوئی غرض نفسانی یا کوئی دشمنی وغیرہ نہیں ہوتی۔ بلکہ چونکہ طالب نے اصلاح کے لئے اپنے کو سپرد کر دیا ہے اور حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر کوئی اصلاح کیلئے اپنے کو سپرد کرے تو اس کو اس کی لغزشوں پر متنبہ کرو تو اگر وہ متنبہ نہ کریں تو خائن ٹھہریں۔ اس لئے وہ طالب کو متنبہ فرماتے ہیں اب اگر کہا جاوے کہ لغزش پر مطلع کرنے کیلئے نرمی بھی تو ہو سکتی ہے کہ سمجھا دیا جاوے۔ تو یہ بات تجربہ سے معلوم ہوگئی ہے کہ بغیر سختی کے کوئی مانتا نہیں اس امر کو شیخ خود سمجھ سکتا ہے کہ کس کو نرمی نافع ہوگی اور کس کو سختی نافع ہے۔ اس لئے وہ ہر شخص سے اس کی مناسب برتاؤ کرتا ہے اگر شیخ کا فہم اس کے لئے بھی کافی نہیں سمجھا جاتا تو اس کے ہاتھ میں ہاتھ ہی کیوں دیا۔ اور اس کو مصلح ہی کیوں بنایا۔ ہاں جو شخص طالب نہ ہو اور اپنے کو اصلاح کے لئے سپرد نہ کرے اس کی تمام گستاخیوں کو یہ حضرات سہتے ہیں اور اس سے کچھ بھی نہیں کہتے جیسے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام تھے کہ مخالفین کی ایذائیں تمام سہتے تھے۔ اور جو محب اور مطیع ہونے کا دعویٰ کرتے تھے ان کی ذرا سی بات بھی ناگوار ہوتی تھی جیسا کہ خود حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کفار نے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھروں سے زخمی کر دیا اور کیا کیا تکالیف روحانی اور جسمانی پہنچائیں مگر کبھی ان پر خفا نہیں ہوئے بلکہ ان کی اصلاح ہی کی دعا فرماتے رہے۔ اور ایک مرتبہ مسجد میں قبلہ کی جانب والی دیوار پر کسی کی کھنکار پڑی تھی تو حضور کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ کیونکہ جانتے تھے کہ یہ حرکت کسی ایسے کی ہے کہ جو دوستی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اطاعت کا دعویٰ کرتا ہے تو بس اسی طرح جب ان حضرات کے سامنے بھی کوئی طلب کا دعویٰ کریگا تو جو اس کے آداب اور حقوق ہیں ان کو بھی بجالانا پڑے گا اور اگر تم ان حضرات کی خوش اخلاقی دیکھنا چاہتے ہو تو اپنے کو طالب مت بناؤ بلکہ کہہ دو کہ حضرت ہم طالب نہیں ہیں۔ ہمیں اپنی اصلاح کی ضرورت نہیں ہے بس پھر دیکھو کہ یہ حضرات کیسے خوش اخلاق ہوتے ہیں۔ تو اگر طلب ہے تو پھر ان حضرات کی ذرا سختی سے گھبرا مت جاؤ۔ بلکہ اس کو سہنا چاہئے یہاں تک تو شیخ کی سختی کو تحمل کرنے کی مریدوں کو تعلیم فرمائی۔ آگے شیخ صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ۔

اے سلیماں درمیاں زاغ و باز	حلم حق شو باہمہ مرغاں بساز
اے سلیمان! کوے اور باز میں	اللہ (تعالیٰ) کا حلم بن جا تمام پرندوں سے نبھا

یعنی اے سلیمان کوے اور باز کے درمیان میں حلم حق ہو جا اور تمام جانوروں کے ساتھ موافقت رکھے۔

بلبل بسیار گو را پر مکن	باز را و کبک را برہم مزن
بہت بولنے والی بلبل کے پر نہ نوچ	باز اور چکور کو نہ پیٹ

یعنی بلبل بسیار گو کے پر مت اکھاڑ اور باز اور کبک کو پٹک مت۔

اے دو صد بلقیس حلمت رازبوں	کاھد قومے انہم لایعلموں
اے وہ کہ دو سو بلقیس تیری بردباری کے مقابلہ میں پیچ ہیں	کیونکہ میری قوم کو ہدایت دے بیشک وہ نہیں پہچانتی ہے

یعنی اے وہ کہ دو سو بلقیس آپ کے حلم کے (آگے) عاجز ہیں۔ (آپ تو یہ فرمایئے کہ) اے اللہ ہدایت دے میری قوم کو کہ وہ جانتے نہیں۔ مطلب یہ کہ اے شیخ ان اپنے اچھے برے مریدوں میں حلم حق ہو کر رہو اور ایسے تنگ مزاج مت بن جاؤ کہ ذرا ذرا سی بات پر بگڑنے لگو بلکہ تمہیں بھی چاہئے کہ تحمل اور درگزر سے کام لو اور ان کی اصلاح تنبیہ وغیرہ سے بھی کرو اور حق تعالیٰ سے دعا بھی کرو۔ غرضکہ مریدوں کو تعلیم ہے کہ شیخ کی سختی کو برداشت کرو اور شیخ سے عرض ہے کہ حضرت ان پر زیادہ سختی نہ فرمایا کیجئے کچھ نرمی سے بھی کام لیا کیجئے اور ان کی گستاخیوں پر تحمل فرمایا کیجئے۔ آگے پھر وہی بلقیس کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ اوپر مولانا ایک معترض پر خفا ہوئے تھے اس سے کسی کو نفسانیت کا شبہ ہوسکتا تھا اس لئے اب تحمل وعدم تحمل کی تحقیق فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ طالب حق وسالک کے لئے ادب طلب یہ ہی ہے کہ ہر بے ادب کی بات کا تحمل کرے اور جس کو تم دیکھو کہ کسی کی شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں شخص کی طینت وخصلت بری ہے اس کی یہ شکایت بتلاتی ہے کہ ہنوز یہ خود بدخو ہے۔ کہ اس بدخو کو برا کہتا ہے اس لئے کہ خوشخو وہ ہوتا ہے جو گوشۂ گمنامی میں پڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا بدخو اور بدخصلت لوگوں کی زیادتیوں کو برداشت کرے۔ لیکن مشائخ مصلحین کی شکایتوں کو اس قبیل سے نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ وہ بحکم خدا ہیں غصہ اور جھگڑے اور خواہش نفسانی کی بنا پر نہیں ہیں اور گو وہ بظاہر شکایت معلوم ہوں مگر حقیقت میں شکایت نہیں ہیں بلکہ اصلاح وتربیت روح ہے جیسی کہ پیغمبروں کی شکایتیں تم انبیاء کے عدم تحمل کو بحکم حق سمجھو۔ ورنہ فی نفسہ ان کا حلم ہر برائی کا متحمل ہے۔ انہوں نے برائیوں کے تحمل کے باب میں اپنے نفس کو بالکل مار رکھا ہے پس اگر ایسی حالت میں عدم تحمل ظاہر ہو تو وہ بحکم حق ہوگا اس تحقیق کے بعد مولانا ضیاء الحق حسام الدین کو خطاب فرماتے ہیں اور وجہ اس خطاب کی یہ ہے کہ مولانا مثنوی کو ان ہی کی طرف نسبت کرتے ہیں پس طعن۔ طاعن گویا کہ انہیں پر طعن ہے اور مولانا نے جو مثنوی میں اس پر ناخوشی کا اظہار کیا ہے وہ گویا کہ انہیں کا عتاب ہے۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ اے سلیمان وقت کوں اور بازوں کے اندر آپ حلم حق کو کام فرمائیں اور سب جانوروں سے میل رکھیں۔ اور بلبل فضول گو کے پر نہ اکھاڑیں اور باز اور کبک سب کو مخلوط نہ کریں آپ کے حلم کے سینکڑوں شخص جو بلقیس کی طرح گمراہ ہیں زیر بار ہیں پس آپ حلم کو کام فرماویں اور یہ فرمائیں کہ اے اللہ تو میری قوم کو ہدایت کر یہ جانتے نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اوپر مولانا نے معترض پر عتاب فرمایا تھا اور کہا تھا کہ اچھا میں چپ ہوتا ہوں تو ہی کہہ اور مولانا چونکہ مثنوی کو حسام الدین کی طرف منسوب کرتے ہیں اس لئے یہ عتاب گویا کہ انہیں کا عتاب تھا اس پر مولانا ان کے غصہ کو فرو کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آپ خفا نہ ہوں حلم حق سے کام لیں آپ ان جاہلوں کی باتوں کی طرف التفات نہ فرماویں سب کے سب بے سمجھ ہی ہیں۔ اگر یہ جاہل نہ سمجھیں نہ سہی دوسرے لوگ سمجھیں گے آپ ان نااہلوں کے سبب اہلوں کو محروم نہ فرمائیے۔ اور سلسلہ گفتگو جاری رکھئے اور ان نااہلوں کے لئے بھی حق سبحانہ سے دعائے ہدایت فرمائیے۔ هذا هو المراد و ما قال ابوب من انه خطاب بسليمان عليه السلام و طوطية للرجوع الى القصه كما هو داب مولانا والقول بان الخطاب بحسام الدين اولكل سالک تكلف و ذهول عن داب مولانا اه شطط و ذهول منه عن داب مولانا و وقع مثل هذا فى السفر الثالث تحت عنوان آداب المستمعين و المريدين عند فيض الحكمته من لسان الشيخ كما قال

برملولان ایں مکرر کردنست نزد من عمرے مکرر بردنست

لیک با بے رغبتیہائے ضمیر صدقۂ سلطان بیفشاں وامگیر

اسپ خود را اے رسول آسماں در ملولاں منگر واندر جہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کو دھمکی دینا کہ شرک پر اصرار مت کرو اور امتحان کیلئے ہجرت کرنے میں دیر مت لگاؤ

ہیں بیا بلقیس ورنہ بد شود	لشکرت خصمت شود مرتد شود
خبردار! بلقیس آ جا ورنہ برا ہو گا	تیرا لشکر تیرا دشمن ہو جائے گا' باغی ہو جائے گا

یعنی ہاں اے بلقیس (مطیع ہوکر) آ جاؤ ورنہ برا ہوگا۔ تمہارا ہی لشکر تمہارا دشمن اور باغی ہو جاوے گا۔

پردہ دار تو درت را برکند	جاں تو باتو بجاں خصمی کند
تیرا پہرے دار تیرا دروازہ اکھاڑ دے گا	تیری جان' جان (و دل) سے تجھ سے دشمنی کرے گی

یعنی تیرا پردہ دار ہی تیرے در کو اکھاڑے گا اور تیری جان ہی تیری ساتھ دل و جان سے دشمنی کرے گی۔ مطلب یہ کہ یا تو مسلمان ہوکر آ جاؤ ورنہ یہ تمہارا لشکر اور لشکری بلکہ خود تمہاری جان اور روح ہی تمہاری دشمن ہو جاویں گی۔ کیونکہ

جملہ ذرات زمین و آسماں	لشکر حق اندگاہ امتحاں
زمین اور آسمان کے سارے ذرے	آزمائش کے وقت اللہ (تعالیٰ) کے لشکر ہیں

یعنی زمین و آسمان کے تمام ذرات امتحان کے وقت میں حق تعالیٰ کے لشکر ہیں۔ مطلب یہ کہ آسمان و زمین میں جس قدر بھی چیزیں ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ سب فرمان حق کے مطیع ہیں ادھر سے جو حکم ہوگا اسی کے اندر یہ سب چیزیں لگ جاویں گی تو اگر تم حکم حق کو نہ مانوگی تو حق تعالیٰ ان سب چیزوں کو جواب تمہاری دوست اور محافظ ہیں تمہارے دشمن بنا دیں گے۔ لہٰذا بہت جلد مسلمان ہوکر حاضر ہو۔ آگے ان اشیاء کے حکم حق کے تابع ہونے کی اور اس کی کہ حکم حق کے بعد ان چیزوں نے اپنے ان دوستوں کو جن کی یہ پرورش کیا کرتی تھیں کس طرح ہلاک کیا ہے چند نظائر بیان فرماتے ہیں۔

بادرا دیدی کہ با عاد آں چہ کرد	آب را دیدی کہ در طوفاں چہ کرد
تونے ہوا کو دیکھا اس نے (قوم) عاد کیساتھ کیا کیا؟	تونے پانی کو دیکھا اس نے طوفان نوح میں کیا کیا؟

یعنی تم نے ہوا کو دیکھا کہ اس نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔ اور پانی نے طوفان میں (قوم نوح کے ساتھ) کیا کیا۔

انچہ بر فرعون زد آں بحر کیں	وانچہ با قاروں نمودست ایں زمیں
جو اس غضب کے دریا نے فرعون پر جو حملہ کیا	اور وہ جو اس زمین نے قارون کو دکھایا

یعنی (تم نے دیکھا) جو کچھ کہ اس بحر پر کینہ نے فرعون کے ساتھ کیا اور جو کچھ کہ اس زمین نے قارون کے ساتھ کیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وانچہ آں ابابیل باآں پیل کرد	وانچہ پشہ کلۂ نمرود خورد
اور وہ جو ابابیل نے اس ہاتھی کے ساتھ کیا	اور وہ جو مچھر نے نمرود کی کھوپڑی کھائی

یعنی اور جو کچھ کہ اس ابابیل نے ہاتھی کے ساتھ کیا اور جو کچھ مچھر نے نمرود کے کلہ کے ساتھ کیا۔

وانکہ سنگ انداخت داؤدے بدست	گشت سہ صد پارۂ ولشکر شکست
اور وہ کہ (حضرت) داؤد نے ہاتھ سے پتھر پھینکا	تین سو ٹکڑے ہو گیا اور لشکر کو شکست دیدی

یعنی اور وہ کہ پتھر ایک داؤدؑ نے ہاتھ سے پھینکا تو وہ تین سو ٹکڑے ہو گیا۔ اور لشکر (جالوت) کو شکست دی۔

سنگ می بارید بر اعدائے لوط	تا کہ در آب سیہ خوردند غوط
(حضرت) لوطؑ کے دشمنوں پر پتھر برستے تھے	حتیٰ کہ انہوں نے کالے پانی میں غوطہ کھایا

یعنی لوط علیہ السلام کے دشمنوں پر پتھر برسے یہاں تک کہ انہوں نے آب سیہ میں غوطے کھائے۔ یعنی ہلاک ہو گئے۔ مطلب یہ کہ دیکھو ہوا پانی جو کہ زندگی کو قائم رکھنے والی چیزیں ہیں انہوں نے حکم حق سے قوم عاد و قوم فرعون کو ہلاک کیا ابابیل ایک جانور حقیر نے ہاتھی جیسے عظیم الشان جانور کو حکم حق سے ہلاک کیا۔ علیٰ ہذا جس قدر زمین وآسمان میں چیزیں ہیں سب کی سب حکم حق کی تابع ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

گر بگویم از جمادات جہاں	عاقلانہ یارئے پیغمبراں
(اگر) میں دنیا کی بے جان چیزوں کے بارے میں بتاؤں	سمجھداری کے ساتھ پیغمبروں کی مدد

یعنی اگر میں جمادات جہاں کا پیغمبروں کی عاقلوں کی طرح مدد کرنا بیان کروں۔

مثنوی چنداں شود کہ چل شتر	گر کشد عاجز شود از بار پر
مثنوی اس قدر ہو جائے گی کہ چالیس اونٹ	اگر اٹھائیں پورے بوجھ سے عاجز آ جائیں گے

یعنی مثنوی اس قدر (بڑی) ہو جاوے کہ چالیس اونٹ اگر کھینچیں تو بار برداری سے عاجز ہو جاویں۔ مطلب یہ کہ اگر میں اس کو بیان کروں کہ جمادات نے انبیاء علیہم السلام کی تابعداری کیسی عقلاء کی طرح کی ہے اور کس طرح حکم کی وجہ سے ان کے فرمانبردار رہے ہیں تو یہ مضمون اس قدر زیادہ ہو جاوے کہ پھر مثنوی کو چالیس اونٹ بھی نہ اٹھا سکیں یعنی بے حد نظائر اس کے موجود ہیں کہ جو چیزیں کہ دوست اور ممد حیات تھیں۔ وہی انبیاء علیہم السلام کے حکم سے جو کہ نائب حق تھے مہلک ہو گئیں۔ اور انہوں نے اپنے دوستوں ہی کو ہلاک و برباد کیا۔ آگے اور نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

دست بر کافر گواہی می دہد	لشکر حق می شود سر می نہد
ہاتھ کافر کے خلاف گواہی دے دیتا ہے	اللہ کا لشکر بن جاتا ہے اطاعت کرتا ہے

یعنی ہاتھ کافر پر گواہی دیتا ہے حق تعالیٰ کا لشکر ہوتا ہے اور اطاعت کرتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو قیامت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

انسان کے ہاتھ پاؤں جو بڑے دوست ہیں حکم حق ہی کی وجہ سے اسی کے خلاف گواہی دیں گے اور جس طرح حکم حق ہوگا وہ اسی طرح اطاعت کریں گے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے نمودہ ضد حق در فعل و درس	درمیاں لشکر اوئی بترس
اے قول و فعل میں اللہ کی مخالفت کرنے والے	تو اس کے لشکر کے درمیان ہے خوف کھا

یعنی اے شخص کہ فعل وقول میں حق تعالیٰ کے خلاف کرتا ہے اور تو اس کے لشکر کے درمیان میں ہے ڈرتا رہ۔

جزو جزوت لشکر حق در وفاق	مرترا اکنوں مطیع انداز نفاق
تیرا جزو جزو بااتفاق اللہ کا لشکر ہے	اب نفاق سے تیرے فرمانبردار ہیں

یعنی تیرا جزو جزو حق تعالیٰ کا لشکر ہے۔ موافقت میں اور اب نفاق سے تیرے مطیع ہو رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ اے شخص تو جو حق تعالیٰ کیخلاف کر رہا ہے کام بھی اس کی مرضی کے خلاف اور باتیں بھی ویسی ہی تو ذرا ڈرتا رہیو اس لئے کہ تیرے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک غرض سارے اعضاء حق تعالیٰ کے لشکر ہیں اور دراصل اسی کے تابع ہیں صرف حکم کی وجہ سے وہ بظاہر منافقوں کی طرح تمہارے مطیع ہو رہے ہیں تو اگر حکم حق ہوگا تو یہ سارے کے سارے تیرے مخالف ہو جاویں گے اور تیرے ہلاک کرنے کے لئے یہی کافی ہوں گے آگے ان اعضاء کا حق تعالیٰ کے حکم سے اس صاحب اعضاء ہی کو گزند پہنچانے کی نظائر بیان فرماتے ہیں۔

گر بگوید چشم را کو را فشار	درد چشم از تو برآرد صد دمار
اگر وہ آنکھ کو کہہ دے کہ اس کو تنگ کر	آنکھ کا درد تیری سو ہلاکتیں پیدا کر دے گا

یعنی اگر حق تعالیٰ آنکھ کو حکم دے کہ اس کو (صاحب چشم کو) ذرا سزا دے تو درد چشم تیرے اندر سے سو دماغ نکال لے۔

گر بدنداں گوید او بنما وبال	پس بہ بینی توز دنداں گوشمال
اگر وہ دانتوں کو کہہ دے کہ تکلیف پہنچاؤ	تو تو دانتوں سے سزا پائے گا

یعنی اگر دانتوں کو حکم دے کہ تم وبال دکھلاؤ تو دانتوں سے گوشمالی دیکھے۔

باز کن طب را بخواں باب العلل	تا بہ بینی لشکر تن را عمل
طب کو کھول بیماریوں کا باب پڑھ لے	تاکہ تو جسم کے لشکر کا عمل دیکھ لے

یعنی طب (کی کتاب) کھول کر باب العلل پڑھو تاکہ تم لشکر تن کا عمل دیکھو۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر حق تعالیٰ آنکھ کو تمہاری گوشمالی کا حکم دے یا دانتوں کو مثلاً تو یہی چیزیں تمہاری گوشمالی کے لئے کافی ہیں مثلاً درد چشم و درد دنداں وغیرہ تم کو درست کر دے۔ علیٰ ہذا ذرا طب کی کتاب میں باب العلل کو اٹھا کر دیکھو تو تم کو معلوم ہو کہ یہ تمہارے اعضاء کس طرح تابع فرمان حق ہیں اور جواب تمہارے دوست معلوم ہوتے ہیں وہی تمہارے دشمن ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاویں گے تو اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس کو لکھا کہ تم مسلمان ہو کر آ جاؤ۔ ورنہ یہ تمہارا سارا لشکر جو کہ تمہارا محافظ ہے۔ یہی تم کو ہلاک کر دے گا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

چونکہ جان جاں ہر چیزے ویست	دشمنی با جان جاں آسان کے ست
چونکہ ہر چیز کی جان وہی ہے	جان کی جان کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے؟

یعنی جبکہ ہر چیز کی جان جاں وہی حق تعالیٰ ہیں تو جان جاں کے ساتھ دشمنی کب آسان ہے۔

خود رہا کن لشکر دیو و پری	کز میاں جاں کنندم صفدری
دیو اور پری کے لشکر کو جانے دے	کیونکہ جان کے اندر سے وہ میری جانب سے صف شکنی کر دیتے ہیں

یعنی لشکر دیو و پری کو چھوڑ دو کہ وہ تیری جان کی اندر سے پہلوانی کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ ہی مالک ہیں اور وہی ہر چیز کے روح الروح اور جان جاں ہیں تو پھر ان اسباب ظاہری کو ترک کر دو۔ تب تم کو قوت اور عروج روحانی نصیب ہوگا۔ آگے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا قول بلقیس کو خطاب کر کے ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

ملک را بگذار بلقیس از نخست	چوں مرا یابے ہمہ ملک آں تست
اے بلقیس! پہلے سلطنت کو چھوڑ دے	جب تو مجھے حاصل کرلے گی سب ملک تیری ملکیت ہیں

یعنی اے بلقیس ملک کو پہلے سے چھوڑ دے جب تو مجھے پالے گی تو تمام ملک تیری ہی ملک ہے۔

خود بدانی چوں برمن آمدی	کہ تو بے من نقش گرمابہ بدی
جب تو میرے پاس آ جائے گی خود جان لے گی	کہ تو میرے بغیر حمام کی تصویر تھی

یعنی تو خود جان لے گی جب میرے پاس آوے گی کہ تو بے میرے نقش حمام تھی۔

نقش اگر خود نقش سلطان وغنی ست	صورت ست از جاں خود بے چاشنی ست
تصویر خواہ بادشاہ کی ہے یا مالدار کی	تصویر ہے اپنی جان سے بے لذت ہے

یعنی نقش اگرچہ بادشاہ اور امیر ہی کا نقش ہو (مگر) صورت سے اور اپنی جان سے بے ذوق ہے۔

زینت او از برائے دیگراں	باز کردہ بیہدہ چشم و دہاں
اس کی رونق دوسروں کے لئے ہے	خواہ مخواہ اس نے آنکھ اور منہ کھول رکھا ہے

یعنی اس کی زینت دوسروں کے لئے ہے اور وہ خود فضول منہ اور آنکھ کھولے ہوئے ہے۔ مطلب یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اے بلقیس تم اس ظاہری ملک کو ترک کر کے میرے پاس چلی آؤ تو تم کو وہ ملک باطنی ملے کہ تم خود کہہ دو کہ پہلا ملک ظاہری صرف ایک نقش بدیوار کی طرح تھا کہ وہ اوروں کے لئے تو فرحت بخش ہوتا ہے مگر اپنی زیب و زینت سے اس کو کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح تمہارا یہ سب ملک و مال دوسروں کے

13

لئے تو مفید ہے مگر تم کو اس سے کوئی نفع حقیقی نہیں ہے ہاں دوسروں کی خدمت خوب ہو رہی ہے تو تم کو چاہئے کہ اس سے نکل کر ایک ایسا ملک حاصل کرو کہ جس سے تم کو بھی نفع ہو۔ آگے مولانا اسی مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

اے تو در پیکار خود را باختہ	دیگراں را توز خود نشناختہ
خبردار تو نے اپنے آپ کو جنگ و جدل میں مصروف کر رکھا ہے	تو نے دوسروں کو اپنے آپ سے (جدا کر کے) نہیں پہچانا ہے

یعنی اے وہ شخص کہ تو بیگار میں اپنے کو ہارے ہوئے ہے اور دوسروں کو اپنے سے (ممتاز) کر کے پہچانتا نہیں۔ مطلب یہ کہ تو نے جو اپنے آپ کو دوسروں کی خدمت میں کھپا رکھا ہے اور اپنے میں اور دوسروں میں امتیاز نہیں کرتا کہ تیرا کیا کام تھا اور دوسروں کا کیا کام تھا اور تیری یہ حالت ہے کہ۔

تو بہر صورت کہ آئی بیستی	کہ منم ایں واللہ آن تو نیستی
تو جس صورت میں ہوتا ہے جم جاتا ہے	کہ میں یہ ہوں، خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے

یعنی تو جس صورت میں آتا ہے کھڑا ہو جاتا ہے کہ میں یہی ہوں۔ حالانکہ خدا کی قسم تو وہ نہیں ہے مطلب یہ کہ تیری جو حالت ہے کہ تو دوسروں کی خدمت میں لگا ہوا ہے اور تعلقات مع الخلق میں پھنسا ہوا ہے تو اس کو تو اپنی اصلی حالت جانتا ہے حالانکہ وہ تیری اصلی حالت نہیں ہے کیونکہ۔

یک زماں تنہا بمانی توز خلق	در غم و اندیشہ مانی تا بحلق
(اگر) تو مخلوق سے تھوڑی دیر کے لئے اکیلا رہ جائے	غم اور فکر میں گلے تک رہ جائے

یعنی تو ایک زمانہ کے لئے مخلوق سے تنہا رہتا ہے تو حلق تک غم و اندیشہ میں ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اصلی حالت وہ ہوتی ہے جو خلوت اور جلوت ہر حالت میں یکساں رہے اور تم اگر کبھی ایک معتد زمانہ تک خلق سے الگ رہتے ہو تو گھبراتے ہو اور پریشان ہوتے ہو۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تمہاری اصلی حالت یہ نہ تھی بلکہ حالت اصلیہ کوئی اور ہے اور یہ تعلقات مع الخلق تمہاری اصلی حالت نہیں ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

ایں تو کے باشی کہ تو آں اوحدی	کہ خوش و زیباؤ سرمست خودی
تو یہ کب ہے؟ کیونکہ تو وہ (مظہر) وحدت ہے	جو اچھا اور حسین اور اپنے آپ کا عاشق ہے

یعنی تو یہ کب ہے کیونکہ تو وہ یگانہ ہے کہ خود ہی سرمست اور زیبا اور خوش ہے۔ مطلب یہ کہ یہ تعلقات مع الخلق تیری اصلی حالت کب ہے کیونکہ تو تو اپنی اصلی حالت کے اعتبار سے ایسا بے تعلق اور یگانہ روزگار ہے کہ تجھے اوروں کی طرف التفات کی حاجت ہی نہ ہوتی۔ خود اپنے ہی اندر خوش و خوزم رہتا ہے اور اپنے ہی نقش و نگار کو دیکھا کرتا۔ اس لئے کہ۔

مرغ خویشی صید خویشی دام خویش	صدر خویشی فرش خویشی بام خویش
تو اپنا پرند ہے، تو اپنا شکار ہے، تو اپنا جال ہے	تو اپنا صدر ہے، تو اپنا فرش ہے، تو اپنا بالاخانہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو خود ہی مرغ ہے اور خود ہی شکار ہے اور خود ہی دام ہے اور خود ہی صدر ہے اور خود ہی فرش ہے اور خود ہی بام ہے۔ مطلب یہ کہ اور چیزیں جن کے محتاج ہیں تو وہ یگانہ ہے کہ تجھے ان کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان ساری چیزوں کے قائم مقام تو ہی ہے اس لئے کہ۔

جوہر آں باشد کہ قائم باخودست	واں عرض باشد کہ فرع اوشدست
جوہر تو وہی ہے جو خود قائم ہو	جو اس کی فرع ہے وہ عرض ہوتا ہے

یعنی جوہر تو وہ ہوتا ہے جو کہ قائم بنفسہ ہو اور وہ عرض ہوتا ہے جو کہ اس کی فرع ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ تو تو جوہر ہے اور جوہر قائم بنفسہ ہوتا ہے اور عرض پر اس کو شرف حاصل ہوتا ہے کہ وہ عرض اپنے قیام میں دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ لہٰذا تجھے چاہئے کہ تو اپنے قیام میں دوسروں کا محتاج نہ رہے۔ اور ان ہی کی خدمت کو اپنا شیوہ نہ بنا لے بلکہ خود اپنے لئے بھی کچھ کام کرنا چاہئے اور جس طرح جوہر کو عرض پر شرف حاصل ہوتا ہے اسی طرح تم کو بھی سب سے اشرف رہنا چاہئے اور وہ اشرفیت حاصل ہو سکتی ہے ترک تعلقات سے لہٰذا ان تعلقات کا ترک چاہئے۔

گر تو آدم زادۂ چوں او نشیں	جملۂ ذرات را در خود بہ بیں
اگر تو آدم کی اولاد ہے اس کی طرح بیٹھ	تمام ذروں کو اپنے اندر دیکھ

یعنی اگر تو آدم زادہ ہے تو ان کی طرح بیٹھ اور تمام ذرات کو اپنے اندر مشاہدہ کر۔ مطلب یہ کہ اگر تو آدم علیہ السلام کا وارث ہے تو تجھے چاہئے کہ ان ہی کی طرح رہے کہ جس طرح وہ تمام تجلیات اسماء و صفات کے جامع تھے اور ساری چیزوں کی تجلی خود ہی ان ہی کے اندر موجود تھی اور اصل وہی تھی۔ باقی سب ان کی فروع تھے۔ اسی طرح تو بھی تعلق خلق کو ترک کر کے اس اصالت کو اختیار کر۔ اور تمام اکوان کو خود اپنے ہی اندر مشاہدہ کر اگلے شعر کے دو مصرعوں میں اس کی دو مثالیں دیتے ہیں کہ۔

چیست اندر خم کہ اندر نہر نیست	چیست اندر خانہ کاندر شہر نیست
مٹکے میں کیا ہے جو نہر میں نہیں ہے؟	گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے؟

یعنی مٹکے میں کیا شے ہے جو نہر میں نہیں ہے اور گھر میں کیا ہے جو شہر میں نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو مٹکے کے اندر جو شراب یا پانی وغیرہ آیا ہے تو ندی ہی میں سے آیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ندی میں اول پانی موجود ہوگا اس کے بعد تو مٹکے میں آیا۔ علیٰ ہذا جو شے گھر میں ہوگی وہ شہر میں ضرور ہوگی اس لئے کہ خود گھر ہی شہر میں ہے تو اسی طرح انسان جو جامع ہے تمام تجلیات کا اس کے اندر تمام اشیاء ہوں گی اور تمام اسماء و صفات کی تجلی اس کے اندر موجود ہوگی اور وہ سب سے اشرف اور اصل ہوگا۔ اس کو مشاہدہ کے لئے کسی دوسری شے کی احتیاج نہ ہوگی۔ بلکہ وہ خود اپنے ہی اندر مطالعہ کر سکتا ہے آگے ان دونوں مثالوں کی تطبیق خود بیان فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں جہاں خم است و دل چوں جوئے آب	ایں جہاں حجرہ است و دل شہر عجاب
یہ دنیا مٹکا ہے اور دل پانی کی نہر کی طرح ہے	یہ دنیا حجرہ ہے اور دل عجائب کا شہر ہے

یعنی یہ جہاں تو خم ہے اور دل پانی کی ندی کی طرح ہے اور یہ جہاں حجرہ ہے اور دل ایک شہر عجاب ہے۔ مطلب یہ کہ اوپر جو مثال دی ہے اس میں جو خم ہے اس سے مراد تو یہ جہان ہے کہ اس کے اندر سب اکوان موجود ہیں اور چونکہ قلب انسان جامع ہے تمام تجلیات کا اس لئے وہ نہر کی طرح ہے۔ علی ہذا یہ جہاں تو حجرہ کی طرح ہے اور قلب انسان جامعیت میں شہر کی طرح ہے۔ غرض یہ کہ انسان جو جامع ہے اس کو دوسروں کا محتاج نہ ہونا چاہئے اور تعلقات مع الخلق میں احتیاج ظاہر ہے۔ لہذا ان تعلقات کو ترک کرنا چاہئے۔ خوب سمجھ لو چونکہ اس مقام کے متعلق خود حضرت والا دام ظلہم نے اپنے قلم سے بھی تحریر فرمایا تھا لہذا اس کو بھی ناظرین کے حفظ کے لئے ذیل میں بجنسہ درج کرتا ہوں ''قولہ اے تو در بیگار خود را باختہ الخ تو نے بیگار میں (یعنی ایسے کاموں میں جو محض دوسروں کی خدمت ہے اور اپنا اس میں نفع نہیں مثل مثال مذکور شعر بالا کہ نقش حمام محض دوسروں کے لئے ہے اس کا کوئی نفع نہیں) اپنے کو کھپا رکھا ہے دوسروں میں اور اپنے میں کچھ امتیاز نہیں کی۔ (جس سے یہ سمجھتا کہ میں یہ اپنا کام کر رہا ہوں یا محض دوسروں کا ہے اور ان فضول مشاغل سے) تیری یہ حالت ہے کہ تو جس صورت (یعنی جس حالت میں) آتا ہے (اور مشغول ہوتا ہے) اسی میں قائم ہو جاتا ہے (یعنی اسی کو اپنی اصلی حالت سمجھنے لگتا ہے) کہ بس میں ایسا ہی ہوں۔ (یعنی اسی کام کے لئے ہوں) حالانکہ واللہ تو ویسا نہیں ہے (بلکہ تیری اصلی حالت دوسری ہے اور یہی وجہ ہے کہ) اگر تو کسی وقت مدت تک خلق سے تنہا ہوتا ہے تو پریشانی میں سرتا سر غرق ہو جاتا ہے۔ (حالانکہ اصلی حالت وہ ہے جو کسی وقت مفارق نہ ہو نہ تنہائی میں نہ غیر تنہائی میں اور اصلی حالت میں پریشانی ہوتی نہیں اور یہاں ظاہر ہے کہ پریشانی ان تعلقات مع الخلق کی مفارقت سے ہوئی تو معلوم ہوا کہ وہ تعلقات اصلی حالت نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ) بس تو اس حالت کا (تعلقات مع الخلق کا) کب ہے۔ (یعنی یہ تیری اصلی حالت کب ہے) کیونکہ تو تو (باعتبار حالت اصلیہ کے) وہ یگانہ (اور خلق سے بے تعلق) ہے کہ اپنی ہی آپ میں خوشا در زیبا اور سرمست ہے۔ اور جن امور کے دوسرے لوگ طالب ہیں مرغ ہوا صید ہوا دام ہوا صدر ہوا فرش ہوا۔ تو یہ سب کچھ خود ہی ہے۔ (یعنی ان سب سے مستغنی و آزاد ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ تو جوہریت میں دوسرے جواہر سے اشرف ہے اور و) جوہر کی شان قیام بنفسہ اور عرض کی شان فرعیۃ للجوہر فی التقوم ہے (پس تیری اشرفیت فی الجوہریت کا مقتضا یہ ہے کہ تجھ میں اصالت کی شان غالب ہونا چاہئے اور وہ ترک تعلق مع الخلق میں ہے اور فرعیت کی شان نہ ہونا چاہئے جو کہ تعلق مع الخلق میں ہے اور) اگر تو (اس اشرفیت فی الجوہریت میں) آدم علیہ السلام کا وارث ہے (جو خلیفۃ اللہ تھے) تو ان کی طرح خلیفہ ہو کر رہ اور سب اکوان کو اپنے اندر مطالعہ کر۔ (کہ تو کسی کی طرف محتاج نہ رہے اور یہ باعتبار جامعیت تجلیات ان اسماء و صفات کے ہے جن کے بظاہر وہ اکوان ہیں آگے اسی کی دو مثالیں ہیں شعر چیست الخ میں اور ان دونوں کی تطبیق ہے شعر ایں جہاں الخ میں باعتبار اسی جامعیت تجلیات اسماء و صفات کے)'' آگے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کو دعوت کا قصہ ہے۔

سلیمان علیہ السلام کا بلقیس پر ظاہر کرنا کہ تمہارے ایمان لانے میں میرا کوشش کرنا محض اللہ واسطے ہے کسی خودغرضی کی وجہ سے نہیں ہے مجھے نہ تمہارے ملک کی حاجت نہ تمہارے حسن وغیرہ کی اور جب تمہاری چشم باطن کھل جاویں گی تو تم کو یہ بات خود ہی معلوم ہو جاوے گی

ہیں بیا کہ من رسولم دعوتی	چوں اجل شہوت کشم نے شہوتی
خبردار! آ جا کیونکہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں	موت کی طرح میں شہوت کو مار ڈالتا ہوں شہوت والا نہیں ہوں

یعنی ہاں (اے بلقیس) کہ آ جا کہ میں دعوت دینے والا رسول ہوں اور میں تو اجل کی طرح شہوت کش ہوں شہوتی نہیں ہوں۔ مطلب یہ کہ میرا تم کو دعوت اسلام کرنا خدانخواستہ کسی شہوت وغیرہ کی وجہ سے نہیں ہے محض لوجہ اللہ ہے۔ کیونکہ میں رسول ہوں اور شہوت کش ہوں۔ شہوتی نہیں ہوں لہٰذا تمہارے اسلام میں میری کوئی غرض نہیں ہے۔

ور بود شہوت امیر شہوتم	نے اسیر شہوت و روئے بتم
اور اگر شہوت ہو تو میں شہوت پر حکمراں ہوں	نہ کہ شہوت اور بت کے چہرے کا قیدی

یعنی اور اگر شہوت ہو بھی تو میں تو شہوت پر حاکم ہوں نہ کہ شہوت اور روئے بت کا محکوم ہوں۔ مطلب یہ کہ اگر کہا جاوے کہ خدانکردہ نامرد تو نہ تھے شہوت تو تھی پھر یہ کہنا چوں اجل شہوت کشم کیسے صحیح ہوا تو فرماتے ہیں کہ اگر ظاہرا شہوت ہے تو میں اس سے مغلوب نہیں ہوں بلکہ میں تو اس پر حاکم ہوں اور وہ میری محکوم ہے۔ لہٰذا وہ بے موقعہ ہرگز صرف نہیں ہو سکتی تو تمہاری دعوت اسلام میں شہوت وغیرہ کو خدانہ کردہ کوئی دخل نہیں ہے۔

بت شکن بودست اصل اصل ما	چوں خلیل حق و جملہ انبیا
ہماری اصل کی اصل بت شکن تھی	مثلاً خلیل اللہ اور تمام نبی

یعنی ہمارے آباؤ اجداد تو بت شکن تھے۔ جیسے کہ خلیل حق اور سارے انبیاء علیہ السلام۔

گر در آیم از رہے در بتکدہ	بت سجود آرد بما در معبدہ
اگر میں کسی راستہ سے بت خانہ میں جاؤں	عبادت خانہ میں بت مجھے سجدہ کریں

یعنی اگر میں کسی راہ سے بتکدہ میں آ جاؤں تو عبادت خانہ میں بت ہمارے آگے سجدہ کریں۔ مطلب یہ کہ ہم اور ہمارے آباؤ اجداد تو بت شکن تھے اور ہماری تو یہ شان ہے کہ اگر ہم بتکدہ میں چلے جاویں تو تمام بت سجدہ میں گر جاویں۔ جیسا کہ بعض انبیاء کے لئے ہوا بھی ہے مثلاً خود ہمارے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے بھی ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا کہ بتوں نے سجدہ کیا۔ غرضکہ انبیاء کی تو وہ شان ہے کہ بت ان کے تابع فرمان ہوتے ہیں پھر یہ حضرات روئے بت کے فریفتہ اور اس کے تابع کیسے ہو سکتے ہیں۔ لہذا بلقیس کو دعوت اسلام کرنے میں کوئی شائبہ نفسانی نہ تھا۔

احمدؐ و بوجہل در بتخانہ رفت	زاں شدن تا آں شدن فرقے است زفت
محمدؐ اور بوجہل بت خانہ میں گئے	اس جانے میں اور اس جانے میں بھاری فرق ہے

یعنی احمد صلے اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل (دونوں) بت خانہ میں گئے (مگر) اس جانے میں اور اس جانے میں ایک فرق عظیم ہے۔ (اور وہ یہ فرق ہے کہ)

ایں درآید سر نہند او را بتاں	آں درآید سر نہد چوں امتاں
یہ اندر آئے بتوں نے ان کے سامنے سر رکھ دیا	وہ آتا ہے تو امتیوں کی طرح سر رکھ دیتا ہے

یعنی یہ (حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے تو ان کے لئے بتوں نے سر رکھا اور وہ (ابوجہل) آیا تو وہ (بتوں کے آگے) تابعداروں کی طرح سر رکھے۔

اینجہاں شہوتی بت خانہ ایست	انبیاؤ کافراں را لانہ ایست
یہ شہوت کی دنیا ایک بت خانہ ہے	نبیوں اور کافروں کا گھونسلا ہے

یعنی یہ جہان شہوتی ایک بت خانہ ہے کہ انبیاء اور کافروں (سب) کا گھر ہے۔

لیک شہوت بندۂ پاکان بود	زر نسوزد زانکہ نقد کان بود
لیکن شہوت پاک لوگوں کی غلام ہوتی ہے	سونا نہیں جلتا کیونکہ وہ کان کا خالص ہوتا ہے

یعنی لیکن شہوت پاک لوگوں کی تو غلام ہوتی ہے اور سونا جلا نہیں کرتا۔ اس لئے کہ نقد ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ دیکھو احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوجہل دونوں بت خانہ میں گئے ہیں مگر دیکھو حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو تو خود بتوں نے سجدہ کیا ہے اور ابوجہل نے خود ان بتوں کو ہی سجدہ کیا ہے۔ اسی طرح یہ دنیا پر شہوت ایک بت خانہ کی طرح ہے اس میں انبیاء بھی آئے ہیں اور کفار بھی آئے ہیں مگر انبیاء تو شہوت پر غالب رہے ہیں اور کفار شہوت سے مغلوب ہو گئے ہیں کیونکہ وہ حضرات تو سونے کی طرح تھے تو سونا بھٹی میں جلا نہیں کرتا اسی طرح وہ حضرات بھی آتش شہوت سے مغلوب نہیں ہوئے تو اسی طرح سلیمان علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں شہوت پر غالب ہوں لہذا اس دعوت میں کوئی شائبہ بھی نفسانی نہیں ہے۔ آگے بھی اسی فرق کو ایک اور مثال سے بیان فرماتے ہیں کہ۔

کافران قلب اند و پاکان ہمچو زر	اندریں بوتہ درند ایں دو نفر
کافر کھوٹے میں اور پاک لوگ سونے کی طرح ہیں	دونوں شخص اس بھٹی میں ہیں

یعنی کافر کھوٹے ہیں اور پاک لوگ مثل سونے کے ہیں اور اس بھٹی (دنیا) میں یہ دونوں فرقے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قلب چوں آمد سیہ شد در زماں	زر درآمد شد زری او عیاں
کھوٹا جب داخل ہوا فوراً کالا ہو گیا	سونا داخل ہوا اس کا سونا پن واضح ہو گیا

یعنی کھوٹا تو جب آیا تو اسی وقت سیاہ ہو گیا۔ اور سونا آیا تو اس کا سونا ہونا اور ظاہر ہو گیا۔

دست و پاک انداخت اندر بوتہ زر	در رخ آتش ہمی خندد چو خوز
سونے نے ہاتھ پاؤں کو ٹھالی میں ڈالے	وہ سورج کی طرح آگ کے سامنے ہنستا ہے

یعنی سونے نے بھٹی میں ہاتھ پاؤں ڈال دیئے تو آگ کے اندر آفتاب کی طرح ہنس رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اس دنیا میں کفار اور انبیاء علیہم السلام دونوں فرقے آئے ہیں اور رہے ہیں مگر فرق اس قدر ہے کہ کفار تو یہاں آ کر اور بھی ہلاک و برباد ہوئے اور انبیاء علیہم السلام کے اور مدارج عالی ہوئے۔ ان دونوں کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کھوٹا سونا ہو اور خالص سونا ہو۔ تو جب دونوں کو بھٹی میں ڈالو گے تو کھوٹا تو وہاں سے سیاہ ہو کر نکلے گا اور سونا اور صاف اور عمدہ ہو جائے گا۔ اور اس کی زری اور بھی صاف طور پر ظاہر اور معلوم ہوگی تو اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام (اور مومنین) جب دنیا میں آئے اور انہوں نے اپنے رذائل کو جلایا تو ان کے مدارج عالی ہوئے اور کفار آئے تو انہوں نے ان رذائل میں اور زیادہ انہماک کیا۔ لہٰذا وہ خراب و برباد ہوئے۔ تو انبیاء علیہم السلام کے ظاہری جسم کو دیکھ کر دوسروں پر ان کو قیاس کرنا سخت غلطی ہے آگے خود حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کی زبانی اس مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

جسم ماروپوش باشد در جہاں	ماچو دریا زیر ایں کہ در نہاں
دنیا میں ہمارا جسم پردہ ہے	ہم اس گھاس کے نیچے دریا کی طرح پوشیدہ ہیں

یعنی ہمارا جسم دنیا میں روپوش ہوتا ہے اور ہم دریا کی طرح اس (جسم کے) خس و خاشاک کے نیچے پوشیدگی میں ہیں۔ مطلب یہ کہ ہماری اصل حالت اس جسم کے اندر پوشیدہ ہو رہی ہے کہ اس جسم کو دیکھ کر لوگ ہم کو دوسرے انسانوں کی طرح سمجھتے ہیں اور ہماری اصلی حالت اور کمالات پر نظر نہیں کرتے۔ جیسے کہ خس و خاشاک کے نیچے دریا کا پانی ہوتا ہے کہ اوپر تو صرف خس و خاشاک نظر آتا ہے اور اندر پانی ہوتا ہے اسی طرح حضرات انبیاء علیہم السلام بظاہر تو صرف ایک جسم نظر آتے ہیں جیسے کہ اور سارے اجسام ہیں اور ان کے کمالات عوام کی نظروں سے پوشیدہ ہوتے ہیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضرت بلقیس کو بلانے سے بظاہر شبہ کسی شائبہ نفس کا ہوتا ہے کیونکہ دوسرے لوگوں میں یہ بات پائی جاتی ہے تو ان میں بھی وہی شبہ ہو سکتا ہے مگر اوپر مثالوں اور فرق بیان کرنے سے صاف طور پر معلوم ہو گیا کہ ان حضرات میں شائبہ نفسانیت کا نہیں ہوتا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

شاہ دین رامنگر اے نادان بطین	کیں نظر کردست ابلیس لعین
اے بیوقوف! دین کے شاہ کو مٹی کا نہ سمجھ	کیونکہ یہ نظر ملعون شیطان نے کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے نادان شاہ دین کو مٹی سے مت دیکھ کہ ابلیس لعین نے یہی نظر کی تھی۔ مطلب یہ کہ اے نادان حضرات انبیاء و اولیاء اللہ کے صرف جسم ظاہری ہی کو مت دیکھو کہ جیسے ہمارے ہاتھ پاؤں ہیں ان کے بھی ہیں اور جیسے ہم کھاتے پیتے ہیں اسی طرح یہ بھی ہیں لہذا جیسے ہم ویسے ہی یہ۔ اور پھر یہ سمجھ کر ان سے استفادہ نہ کرسکو لہذا یاد رکھو کہ ابلیس نے بھی آدم علیہ السلام سے یہی دیکھا تھا کہ ایک جسم خاکی ہیں ان کے کمالات پر نظر نہ کی تو نتیجہ یہ ہوا کہ ابدالآباد کیلئے ملعون و مردود ہوگیا لہذا تم کو چاہئے کہ ان کے اس جسم ظاہر کو دیکھ کر ان کے کمالات کا انکار نہ کرو کیونکہ۔

کے تو ان اندود ایں خورشید را	باکفے گل تو بگو آخر مرا
اس سورج کو کہاں لیپا جا سکتا ہے؟	ایک مٹھی مٹی سے آخر تو مجھے بتا

یعنی بھلا مجھے بتاؤ تو کہ ایک مٹھی مٹی (جسم) سے اس خورشید (کمالات) کو کب چھپا سکتے ہیں۔

گر بریزی خاک و صد خاکسترش	بر سر نور او برآید سرش
اگر تو اس پر مٹی اور سو راکھیں ڈالے	اس کے نور پر وہ نور اس خاک کے اوپر آ جائے گا

یعنی اگر نور پر سینکڑوں خاک اور خاکستر تو ڈال دے تو وہ خاک ڈالنے والے کے سر پر آوے گی۔

کہ کہ باشد کہ بپوشد روئے آب	طین کہ باشد کہ بپوشد آفتاب
تنکا کیا ہوتا ہے کہ پانی کا چہرہ چھپائے؟	مٹی کیا ہوتی ہے کہ سورج کو چھپائے؟

یعنی خس و خاشاک کون ہیں کہ روئے آب کو چھپالیں اور مٹی کون ہے کہ آفتاب کو چھپالے۔ مطلب یہ ہے کہ ان حضرات کے کمالات تو آفتاب کی طرح ہیں تو بھلا کہیں ایک مٹھی خاک ڈالنے سے آفتاب کا نور مٹ سکتا ہے تو اسی طرح اس جسم خاکی کے ساتھ متلبس ہونے سے ان کے کمالات بھی ہرگز مٹ نہیں سکتے۔ بھلا یہ جسم تو ذرا سا حجاب ہے۔ تم اگر سینکڑوں حجاب اس جیسے ان کے کمالات پر ڈال دو تب تو وہ پوشیدہ نہیں ہوسکتے۔ وہ تو ظاہر ہوں گے ہی ہاں یہ اور بات ہے کہ جو ایک مٹھی خاک تمہاری آنکھوں کے لئے حجاب ہو جائے اور تم ان کے کمالات کو نہ دیکھ سکو ورنہ خود ان کے کمالات میں اس سے کوئی کمی نہیں آتی۔ خوب سمجھ لو۔ پس اس جسم ظاہر کو دیکھ کر ان کے فیوض سے محروم نہ رہو اور ان کو اپنے اوپر قیاس مت کرو آگے مولانا پھر حضرت بلقیس کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

خیز بلقیسا چو ادہم شاہ وار	دود ازیں ملک دو سہ روزہ برآر
اے بلقیس! شاہ ادہمؒ کی طرح اٹھ کھڑی ہو	اس دو تین روز کی حکومت سے دھواں اٹھا دے

یعنی اے بلقیس ادہم شاہ کی طرح اٹھو اور اس دو تین دن کے ملک سے دھواں نکالو مطلب یہ کہ جس طرح کہ حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ نے ترک سلطنت کر دی تھی تم بھی اس ملک و مال کو آگ لگاؤ اور چھوڑ دو یہاں سے حضرت ابراہیم ابن ادہمؒ کے قصہ کی طرف رجوع ہے۔ جو کہ سرخی "سبب ہجرت الخ" میں شروع کیا تھا اور یہاں ادہم سے مراد وہی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

صرف والد کا نام لے دیا ہے کیونکہ شعر میں ان کا پورا نام نہ آسکا تھا آگے خود بھی حضرت ابراہیم کا نام لیتے ہیں۔

باز گو احوال ابراہیم زود	ترک ملکش را بگو موجب چہ بود
ابراہیمؑ کے احوال پھر جلد کہہ	بتا ان کے سلطنت چھوڑنے کا کیا سبب تھا؟

یعنی حضرت ابراہیمؑ کا حال جلدی سے بیان کرو۔ کہ ان کے ترک سلطنت کا سبب کیا تھا۔ آگے قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کو دھمکی دینا کہ شرک پر اصرار مت کرو اور امتحان کیلئے ہجرت کرنے میں دیر مت لگاؤ

ترجمہ وتشریح:۔ اب مولانا پھر سلسلۂ گفتگوئے حضرت سلیمان علیہ السلام کو شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے قاصدوں سے فرمایا کہ بلقیس سے کہہ دینا کہ دیکھ بلقیس اگر تو اپنا بھلا چاہتی ہے تو مطیعانہ ہماری حضور میں حاضر ہو۔ ورنہ تیرے حق میں برا ہوگا۔ اور تو اپنے لشکر پر مغرور نہ ہونا کیونکہ خود یہ تیرا لشکر ہی تیرا دشمن ہو جائے گا اور تجھ سے پھر جاوے گا اور جو اس وقت تیرا محافظ پردہ ہے وہ پردہ تو کیا خود تیرے در کو اکھاڑ ڈالے گا بلکہ خود تیری جان پوری کوشش سے تیرے ساتھ دشمنی کرے گی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ ارشاد بالکل صحیح ہے کیونکہ امتحان کے وقت زمین وآسمان کے تمام ذرات حق سبحانہ کی فوج ہوتے ہیں تو نے دیکھا ہی ہے کہ ہوا نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا اور تجھے معلوم ہی ہے کہ پانی نے طوفان نوح کے زمانہ میں کیا کیا۔ اور کینہ ور رود نیل نے فرعون کو جو صدمہ پہنچایا اور زمین نے قارون کے ساتھ جو معاملہ کیا اور ابابیل نے ہاتھی کے ساتھ جو سلوک کیا اور یہ کہ مچھر نے نمرود کا دماغ کھا لیا تھا۔ اور یہ کہ داؤد علیہ السلام نے ہاتھ کی امداد سے پتھر پھینکا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور لشکر جالوت کو شکست دیدی۔ اور یہ کہ لوط علیہ السلام کے دشمنوں پر پتھر برسے۔ یہاں تک کہ وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے یہ تمام واقعات تجھے معلوم ہی ہیں اور بہت سے واقعات ہیں جن کو میں بیان نہیں کرتا۔ اگر جمادات کے ان تمام کارناموں کو بیان کروں جو انہوں نے عقلا کی طرح پیغمبروں کی اعانت میں کئے ہیں تو مثنوی اس قدر دراز ہو جاوے کہ چالیس اونٹ اگر اسے کھینچنا چاہیں تو اس کے بھاری بوجھ کے سبب اس کے کھینچنے سے عاجز ہو جائیں اس لئے میں اسے چھوڑ کر کہتا ہوں کہ قیامت میں کافروں کے ہاتھ ان کے خلاف شہادت دیں گے اور حق سبحانہ کے مطیع ہوں گے اور اس کا لشکر بنیں گے۔ پس تم جو اقوال وافعال میں حق سبحانہ کی مخالفت کرتے ہو تم کو یاد رکھنا چاہئے کہ تم اس کی فوج میں گھرے ہوئے ہو۔ لہٰذا تم کو ڈرنا چاہئے اور مخالفت سے باز رہنا چاہئے تمہارا ایک ایک جز حق سبحانہ کا لشکر اور اسکے ساتھ متفق ہے اور تیری

www.besturdubooks.wordpress.com

اطاعت محض منافقانہ یعنی ظاہری ہے چنانچہ اگر وہ آنکھ کو حکم دیدے کہ ذرا اس کا کوچ تو نکال دے تو تیری آنکھ کا درد تجھے ہلکان کر ڈالے اور اگر وہ دانت کو حکم دے دے کہ ذرا اسے سزا تو دے تو تو دیکھے گا کہ تیرا دانت تیری گوشمالی کرے گا۔ ذرا کتب طبیہ کو کھولو اور فن معالجات کو پڑھو تا کہ تم کو معلوم ہو کہ لشکر تن جس کو تم اپنا سمجھ رہے ہو تمہارے ساتھ کیا کیا کرتا ہے۔ پس تم عبرت حاصل کرو اور حق سبحانہ کی مخالفت کو چھوڑ دو۔ دیکھو تمام اشیاء کا وجود و بقا حق سبحانہ کے ہی ذریعہ سے ہے اس لئے ان کو ہر چیز کی جان کی جان کہا جا سکتا ہے اور جبکہ وہ ہر چیز کی جان ہے تو اس کی مخالفت نہایت خطرناک ہے۔ کیونکہ جان جان کی مخالفت کوئی معمولی بات نہیں۔ یہاں تک مولانا اپنا بیان ختم کر کے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی گفتگو کا سلسلہ شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں انہوں نے بلقیس کو بواسطہ رسولوں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے پاس جو دیوؤں اور پریوں کا لشکر ہے وہ تو الگ رہا خود تیری جان ہی کے اندر سے وہ باتیں پیدا ہوں گی جو تیری فوجی خدمت انجام دیتے ہوئے اپنی شجاعت دکھلائیں گی پس اے بلقیس قبل اس کے کہ میری طرف سے تجھ پر فوج کشی ہو تو خود ہی ملک چھوڑ دے اور میرے پاس آ جا جب میں تیرا ہو جاؤں گا تو تمام ملک تیرا ہی ہے۔ جب تو میرے پاس آ جائے گی تو تجھے خود معلوم ہو جاوے گا کہ میرے بغیر تو محض تصویر حمام تھی۔ اس مقام پر چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس بوجہ اس کے محجوب ہونے کے تصویر کیا ہے اب مولانا تصویر کی حالت بیان کرتے ہیں اور اس میں دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ بلقیس کو تصویر کہنے کی وجہ ظاہر ہو جائے۔ دوسرا یہ کہ آئندہ مضمون ارشادی کے لئے بطور مقدمہ کے کام آئے اور فرماتے ہیں کہ۔ تصویر خواہ بادشاہ کی ہو یا دولتمند کی وہ محض صورت ہی صورت ہے اور لذت جان اسے حاصل نہیں ہوتی اس کی زینت محض دوسروں کے لئے ہوتی ہے اور اس کی آنکھوں اور منہ کا کھلا ہونا اس کے حق میں محض فضول ہوتا ہے جب تصویر کی حالت جو بطور مقدمہ کے تھی۔ بیان کر چکے تو اب مضمون ارشادی کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے وہ محجوب جس نے تصویر کی طرح اپنے کو بیگار کے لئے وقف کر رکھا ہے اور خود میں اور غیر میں تمیز نہیں کرتا اور اس لئے دوسروں کے کاموں کو اپنا ہی کام سمجھتا ہے۔ تیری یہ حالت ہے کہ تو جس صورت یعنی غیر مطلوب چیز تک پہنچتا ہے وہیں ٹھہر جاتا ہے اور اسی میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ صورت میری غیر نہیں ہے بلکہ میری عین ہے۔ اور اس میں اشتغال خود اپنے میں اشتغال ہے اور اس کا کام خود میرا کام ہے۔ یہ تیری غلطی ہے واللہ تو وہ نہیں ہے اور نہ۔ اس میں اشتغال خود اپنے میں اشتغال اور نہ اس کا کام خود تیرا کام ہے نیز اگر تو کبھی مخلوق سے الگ بھی ہوتا ہے۔ جس سے بظاہر یہ مفہوم ہوتا ہے کہ تو مشغول مع الغیر نہیں بلکہ مشتغل باخود ہے تو اس وقت بھی تو مشغول مع الغیر ہی ہوتا ہے۔ اور ہموم و افکار لایعنی میں گلے تک ڈوبا ہوتا ہے۔ پس تو ایسی حالت میں بھی دوسروں کے کام سے خالی نہیں حالانکہ تو اپنے کو ہموم و افکار کا عین سمجھتا ہے اور تو ان میں اشتغال کو اشتغال باخود سمجھتا ہے پس یہ تیری غلطی ہے کہ تو آپ کو ان کا عین سمجھتا ہے۔ تو ان کا عین ہرگز نہیں بلکہ تو تو وہ یکتا ہے جو نہایت پاکیزہ اور دلکش اور قابل مطلوبیت ہے نہ کہ لائق طالبیت مطلوبات دنیہ اور تو اصالۃ اپنا عاشق ہے نہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلوبات حسیہ کا اور تو اپنا ہی جانور ہے۔ اپنا ہی شکار ہے اپنا ہی جال ہے۔ اپنا ہی مقام صدر ہے۔ اپنا ہی فرش ہے۔ اپنا ہی بام ہے۔ غرض کہ تجھے جو تعلق ہے وہ خود اپنی ہی ذات سے ہے۔ پھر تو دوسروں کا بیگاری کیوں بن رہا ہے ان سے تجھے واسطہ کیا۔ تو تو جوہر ہے اور جوہر وہ ہوتا ہے جو اپنی ذات سے قائم ہو۔ اور اپنے وجود میں دوسروں کا تابع نہ ہو پھر تو نے اپنے وجود کو دوسروں کا تابع کیوں بنا رکھا ہے اور جو کسی جوہر کے تابع ہو وہ تو عرض ہوتی ہے اور تو عرض ہے نہیں۔ تو یہ تابعیت کیوں ہے۔ اگر تو حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد اور الولد سر لابیہ کا مصداق ہے۔ تو ان کی طرح متبوع و مطلوب ہو کر بیٹھ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تو اپنی جامعیت کے سبب اور ایک اعتبار سے عالم اصغر اور دوسرے لحاظ سے عالم اکبر ہونے کے باعث (جس کی تفصیل پیشتر گزر چکی ہے) تمام ذرات عالم کا خود اپنے اندر مشاہدہ کرلے گا۔ جبکہ وہ سب خود تیرے اندر موجود ہیں تو ان کو اپنے سے باہر ڈھونڈنے اور ان میں منہمک ہو کر اپنے کو بھول جانے کی کونسی وجہ ہے۔ بتلا تو سہی کہ مٹکے میں وہ کیا چیز ہے جو نہر میں نہیں اور گھر میں وہ کونسی شے ہے جو شہر میں نہیں ہے۔ جبکہ ایسی کوئی چیز نہیں تو اب سمجھ لے کہ تمام عالم بمنزلہ ایک مٹکے کے ہے۔ اور قلب انسانی مثل ندی کے اور یہ تمام جہان بمنزلہ حجرہ کے ہے اور دل ایک حیرت انگیز شہر ہے تو دل کو چھوڑ کر عالم میں مشغول ہونا سراسر حماقت ہے اس مضمون کو یہاں ختم کر کے پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کی گفتگو کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ اے بلقیس تو آجا اور یہ نہ سمجھنا کہ میں کسی غرض نفسانی کے لئے بلاتا ہوں اس لئے کہ میں رسول مبلغ اور موت کی طرح شہوات کش یعنی اس کے ناجائز اقتضاءات کو فنا کرنے والا ہوں۔ نہ کہ پابند شہوت اور اگر مجھ میں نفس شہوت موجود ہو تو کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ میں اس کا حاکم ہوں اور اسیر شہوت و روئے بتاں و حسیناں نہیں ہوں۔ میں اسیر روئے بتاں کیونکر ہو سکتا ہوں ہمارے بڑوں سے تو بت شکنی ہوتی آئی ہے نہ کہ بت پرستی۔ چنانچہ ہمارے جد امجد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اور نیز تمام انبیا بت شکن تھے اور میں بت پرست کیسے ہو سکتا ہوں۔ جبکہ خود بتوں کی ہمارے سامنے یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر ہم کبھی کسی ضرورت سے بت خانہ میں جا پہنچے ہیں تو عبادت خانہ میں وہ خود ہمیں سجدہ کرتے ہیں اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بت خانہ میں تشریف لے گئے تھے اور ابوجہل بھی گیا تھا لیکن آپ کے جانے اور اس کے جانے میں بہت فرق تھا آپ تشریف لے جاتے ہیں تو خود بت سجدہ کرتے ہیں اور ابوجہل جاتا ہے تو بندوں کی طرح خود ان کو سجدہ کرتا ہے جب یہ تمہیدی مضمون معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ یہ شہوات سے بھرا ہوا عالم ایک بت خانہ ہے جس میں انبیاء بھی رہتے ہیں اور کفار بھی مگر دونوں میں فرق ہے۔ شہوت اہل اللہ کی غلامی ہوتی ہے اور وہ اس سے متضرر نہیں ہوتے۔ جس طرح کہ سونا کانی اور اصلی ہوتا ہے آگ میں نہیں جلتا ہاں کفار اس سے متضرر ہوتے ہیں اس لئے کہ کفار تو کھوٹے سونے کی مانند ہیں۔ اور انبیاء زر خالص کی مثل اور دونوں اس جہان شہوتی کی کٹھائی میں موجود ہیں کھوٹا سونا تو اس میں پڑتے ہی سیاہ ہو جاتا ہے اور خالص سونا اس میں پڑتا ہے تو اس سے اس کا خلوص

www.besturdubooks.wordpress.com

اور بے میل ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔ یعنی شہوت فی نفسہ کوئی بری چیز نہیں بلکہ ایک آلہ امتحان ہے جس سے ناقصین کا نقصان اور کاملین کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ زر خالص کٹھائی میں پڑتا ہے اور آگ کے سامنے آفتاب کی طرح ہنستا ہے یعنی آگ اس کے لئے مفید ہے مضر نہیں۔ برخلاف زر قلب کے علیٰ ہذا شہوت اہل اللہ کے لئے مفید اور موجب ظہور کمال مستور ہے نہ کہ کفار کی طرح مضر و مظہر نقصان۔ اب پھر حضرت سلیمان علیہ السلام کا مقولہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے اپنے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ میری اس طلب سے شہوت پرستی کا تو ہم ہو سکتا ہے کیونکہ بظاہر مجھ میں اور شہوت پرستوں میں کوئی فرق نہیں مگر میں بتلائے دیتا ہوں کہ حقیقت میں ہم لوگوں اور شہوت پرستوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اور یہ جسم ظاہر جو منشا تو ہم تماثل ہے محض اس حقیقت کا پردہ ہے ورنہ ہماری حقیقت سے اس سے کوئی تعلق نہیں اس لئے ہماری ایسی مثال ہے جیسے دریا خس و خاشاک میں چھپا ہوا ہو۔ کہ بظاہر وہ جنگل معلوم ہوتا ہے مگر پاؤں رکھنے کے بعد حقیقت حال معلوم ہو جائے گی اس کو بیان کر کے مولانا پھر انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احمقو اہل اللہ کو محض مٹی نہ سمجھو اور ان ھذا الا بشر مثلنا نہ کہو۔ کیونکہ ابلیس نے حضرت آدم کو ایسا سمجھا تھا سو اس کا نتیجہ تم کو معلوم ہو گیا۔ اور آئندہ ہو جائے گا تیرا ان کو مٹی کہنا آفتاب پر خاک ڈالنا اور پانی کی سطح کو ایک تنکے سے چھپانا ہے بھلا تو مجھے بتا تو سہی کیا آفتاب کو خاک آلود کیا جا سکتا ہے ہرگز نہیں بلکہ اگر کوئی آفتاب پر خاک ڈالے اور اہل اللہ کو مٹی کہے تو وہ اس پھینکنے والے ہی کے سر پر پڑے گی۔ اور اس مٹی کہنے سے خود اس کہنے والے ہی کا مٹی ہونا ظاہر ہو گا۔ اور ایک گھاس کے تنکے کی کیا حقیقت ہے کہ وہ سطح آب کو چھپا لے۔ اچھا بلقیس اب تم شاہ ابراہیم بن ادہم کی طرح اٹھو اور ملک ناپائیدار کو مٹاؤ۔ اچھا اب ابراہیم ابن ادہم کی حالت بیان کرنی چاہئے۔ اور بتلانا چاہئے کہ ان کے ترک سلطنت کا کیا سبب ہے۔

شرح شبیری

ابراہیم ابن ادھم رحمہ اللہ تعالیٰ کے قصہ کا بقیہ

بر سر تختے شنید آں نیکنام	طقطقے وہائے وہوئے شب زبام
اس نیک نام نے تخت پر سے سنا	رات کو بالاخانہ پر کھٹکا اور شور و غل

یعنی تخت پر (لیٹے ہوئے) اس نیک نام نے کوٹھے پر رات کے وقت کھٹ پٹ اور شور و غل سنا۔

گامہائے تند بر بام سرا	گفت با خود ایں چنیں زہرہ کرا
گل کی چھت پر بھاری قدم	دل میں کہا ایسا پتہ کس کا ہے؟

یعنی گھر کے کوٹھے پر بہت زور سے قدم (سنے) تو اپنے (دل) سے کہنے لگے کہ اتنی مجال کس کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ ایک مرتبہ رات کو حضرت ابراہیمؒ چھپر کھٹ شاہی پر سو رہے تھے تو انہوں نے چھت پر کسی کے پاؤں کی آواز سنی کہ خوب زور زور سے کھٹ پٹ کرتا چھت پر پھر رہا ہے۔ تو انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ ارے یہ کون ہے اور کس کی ہمت ہے کہ میں بادشاہ وقت ہوں اور پھر یہ رات کو اس طرح بے دھڑک چھت پر پھر رہا ہے۔

بانگ زد بر روزن قصر او کہ کیست	ایں نباشد آدمی مانا پریست
انہوں نے محل کی کھڑکی پر پکارا کون ہے؟	یہ یقیناً کوئی انسان نہیں ہے بھوت ہے

یعنی انہوں نے محل کی کھڑکی میں سے آواز دی کہ کون ہے۔ یہ آدمی تو ہے نہیں شاید جن ہے۔
مطلب یہ کہ ان کے جب خود سمجھ میں نہ آیا تو انہوں نے کھڑکی سے سر نکال کر آواز دی کہ یہ رات کو کون کھٹ پٹ کرتا پھرتا ہے۔ آدمی تو ہے نہیں اس لئے کہ آدمی کی تو اتنی مجال ہو ہی نہیں سکتی معلوم ہوتا ہے جنات ہیں جو اس طرح بے دھڑک پھر رہے ہیں۔

سر فرو کردند قومے بوالعجب	ماہی گردیم شب بہر طلب
کچھ عجیب لوگوں نے سر نیچے کر کے (کہا)	ہم رات میں تلاش میں پھر رہے ہیں

یعنی ایک عجیب قوم (فرشتوں) نے سر لٹکایا۔ (اور کہا کہ) ہم رات کو تلاش میں پھر رہے ہیں (تو حضرت ابراہیمؒ نے پوچھا کہ)

ہیں چہ می جوئید گفتند اشتراں	گفت اشتر بام بر کہ جست ہاں
ہائیں کیا تلاش کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا اونٹ	ان (ابراہیم ادھمؒ) نے کہا ہیں اونٹ کو چھت پر کس نے ڈھونڈا ہے

یعنی ارے کیا تلاش کر رہے ہو تو وہ بولے کہ اونٹ (ڈھونڈ رہے ہیں) تو حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ ارے اونٹ کو کوٹھے پر کس نے ڈھونڈا ہے۔ مطلب یہ کہ جب انہوں نے پوچھا تو ایک عجیب قسم کے لوگوں نے سر لٹکایا اور جھانک کر کہا کہ ہم ایک چیز کی تلاش میں پھر رہے ہیں انہوں نے پوچھا کیا ڈھونڈ رہے ہو انہوں نے کہا کہ اونٹ تلاش کر رہے ہیں تو حضرت ابراہیمؒ نے فرمایا کہ بھلا اونٹ کو کوئی کوٹھے پر بھی ڈھونڈا کرتا ہے وہ یہاں کہاں مل سکتا ہے۔ بالکل بے جوڑ بات ہے اس کو سن کر وہ بولے کہ۔

پس بگفتندش کہ تو بر تخت و جاہ	چوں ہمی جوئی ملاقات اللہ
پھر انہوں نے ان سے کہا آپ تخت اور رتبہ میں	اللہ (تعالیٰ) کی ملاقات کیوں تلاش کر رہے ہیں؟

یعنی تب انہوں نے ان سے کہا کہ تم جاہ کے تخت پر حق تعالیٰ کا وصل کس طرح تلاش کرتے ہو۔ مطلب یہ کہ ان فرشتوں نے کہا کہ اگر ہمارا اس جگہ اونٹ تلاش کرنا بے جوڑ ہے تو اسی طرح تمہارا تخت و تاج اور مال و دولت میں رہ کر خدا کی تلاش کرنا ایسا ہی بے جوڑ ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیمؒ کو جیسی طلب تھی وہ طلب کے شک

www.besturdubooks.wordpress.com

تخت وتاج میں رہ کر پوری نہ ہو سکتی تھی ورنہ بہت سے بزرگان دین صاحب نسبت حضرات مالدار و شاہان دین و دنیا ہوئے ہیں مگر یہاں مطلب یہ تھا کہ طلب ابراہیمی تخت پر نہ ہو سکتی تھی اس لئے کہ اس کے لئے ضرورت ہے یکسوئی کی اور تخت وتاج میں رہ کر یکسوئی ہو نہیں سکتی۔ لہٰذا انہوں نے کہا کہ تمہاری طلب تو ایسی اور پھر تخت وتاج میں رہنا یہ دونوں باتیں ایسی ہی بے جوڑ ہیں جیسا کہ یہاں اونٹ کا تلاش کرنا بس یہ سننا تھا کہ حضرت ابراہیم کے قلب پر چوٹ لگی اور سب تخت وتاج کو خیر باد کہہ کر یکسو ہو گئے۔ بس یہ سبب تھا ترک ملک کا اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

خود ہماں بد دیگر او راکس ندید	چوں پری از آدمی شد ناپدید
یہ واقعہ ہوا پھر آپ کو کسی نے نہ دیکھا	پری کی طرح انسانوں سے غائب ہو گئے

یعنی بس وہی تھا پھر کسی نے ان کو نہ دیکھا پری کی طرح آدمی سے پوشیدہ ہو گئے۔ مطلب یہ کہ بس اس وقت تو وہ اس حالت میں تھے جبکہ ان ملائکہ نے ان سے کلام کیا تھا مگر اس کے بعد پھر ان کو کسی نے اس حالت شاہی میں نہ دیکھا بلکہ فوراً چھوڑ کر الگ ہو گئے۔ اس شعر میں چونکہ کہا ہے "دیگر او راکس ندید" تو اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شاید وہ کہیں جا کر چھپ گئے تو آگے اس کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ۔

معنیش پنہاں و او در پیش خلق	خلق کے بینند غیر ریش و دلق
ان کا باطن پوشیدہ تھا اور وہ لوگوں کے سامنے تھے	لوگ داڑھی اور گدڑی کے سوا کب دیکھتے ہیں؟

یعنی معنی ان کے پوشیدہ تھے اور وہ خلق کے سامنے تھے اور خلق سوائے داڑھی اور گدڑی کے اور کیا دیکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کے کمالات جو کہ ان کی حقیقت تھی وہ تو پوشیدہ ہو گئے صرف ان کا جسم سب کے سامنے تھا تو پوشیدہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ پہلے تو ان کے کمالات یعنی انتظامات ملک وغیرہ سب کو معلوم تھے مگر اس حالت کے بعد پھر ان کے کمالات کی لوگوں کو خبر نہ ہوئی۔ اور پھر ان کی یہ حالت ہو گئی کہ۔

چوں ز چشم خویش وخلقاں دور شد	ہمچو عنقا در جہاں مشہور شد
جب وہ اپنی اور لوگوں کی نگاہ سے دور ہو گئے	عنقا کی طرح دنیا میں مشہور ہو گئے

یعنی جبکہ اپنوں اور مخلوق کی آنکھ سے وہ دور ہو گئے تو عنقا کی طرح جہاں میں مشہور ہو گئے مطلب یہ کہ جب سب سے الگ ہو کر خلوت نشین ہو گئے کیونکہ ان کے کمالات کے لئے اس کی بھی تو ضرورت ہے تب وہ بہ نسبت پہلے کے اور زیادہ مشہور ہو گئے کہ دیکھو ان کے علاوہ اور سینکڑوں بادشاہ گزر چکے ہیں مگر جس طرح ان کا نام نامی لیا جاتا ہے اور کسی کا بھی نہیں تو یہ اسی عزلت اور علیحدگی کی برکت ہے۔

جان سیمرغے کہ آمد سوئے قاف	جملۂ عالم ازولا فند و لاف
سیمرغ کی جان جو (کوہ) قاف کی طرف چلی آئی	تمام لوگ لاپ شاپ اس کی باتیں کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سیمرغ کی جان جو کہ قاف کی طرف آئی تو سارا عالم اس سے شیخی مارتا ہے مطلب یہ کہ دیکھو سیمرغ جو قاف میں جا چھپا ہے تب سب لوگ اس کا ذکر کرتے ہیں اور اس کو کس قدر عظیم الشان اور ایک شے عجیب سب نے مان رکھا ہے اور جو جانور سب کے سامنے ہر وقت رہتے ہیں ان کو کوئی پوچھتا بھی نہیں بس اسی طرح وہ بھی پوشیدہ ہو کر اور زیادہ مشہور ہوئے غرضکہ انہوں نے تخت و تاج کو ترک کیا تب ان کو وصل حق حاصل ہوا اور ان کی طلب پوری ہوئی تو اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام بلقیس کو فرماتے ہیں کہ اس طرح ظاہری ملک و مال کو ترک کرو تب تم کو دولت باطنی حاصل ہو سکتی ہے۔ آگے انہیں کا قصہ ہے فرماتے ہیں کہ۔

چوں رسید اندر سبا ایں نور شرق	غلغلے افتاد در بلقیس و خلق
یہ مشرق کی روشنی جب سبا میں پہنچی	لوگوں اور بلقیس میں شور مچ گیا

یعنی جب یہ نور مشرق (یعنی پیام سلیمانی) سبا میں پہنچا تو بلقیس میں اور لوگوں میں ایک شور مچ گیا۔

روحہائے مردہ جملہ پر زدند	مردگان از گور تن سر بر زدند
سب مردہ روحیں اڑنے لگیں	مردوں نے جسم کی قبر سے سر ابھارا

یعنی سارے مردہ روحیں پھڑ پھڑا اٹھیں اور مردوں نے گور تن سے سر نکالا۔

یک دگر را مژدہ می دادند ہاں	نک ندائے می رسید از آسماں
ایک دوسرے کو خوشخبری دیتا تھا کہ ہاں	یہ آواز آسمان سے آرہی ہے

یعنی ایک دوسرے کو مبارک باد دیتے تھے کہ ہاں یہ ندا آسمان سے پہنچ رہی ہے۔

زاں ندا دینہا ہمی گردند گبز	شاخ و برگ دل ہمی گردند سبز
اس آواز سے سب دین قوی ہوتے ہیں	دل کی شاخ اور پتے سبز ہو جاتے ہیں

یعنی اس ندا سے دین قوی ہوتے ہیں اور دل کی شاخ اور پتے سبز ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب پیام سلیمانی ملک سبا میں پہنچا تو وہاں پر ہر شخص کو بے حد فرحت ہوئی اور سب لوگ خوش ہو ہو کر ایک دوسرے کو مبارک باد کہتے تھے کہ میاں اب دولت باطنی میسر ہونے والی ہے اور جس قدر روحیں مردہ ہو رہی تھیں سب کی سب زندہ اور خوش و خرم ہو گئیں یعنی سارے کے سارے مسلمان ہو گئے۔ اور حیات روحانی سب کو میسر ہو گئی۔......

از سلیماں آں نفس چوں نفخ صور	مردگاں را وارہانید از قبور
(حضرت) سلیمان کے اس سانس نے صور پھونکنے کی طرح	مردوں کو قبروں سے رہائی دے دی

یعنی سلیمان علیہ السلام کا وہ پیغام نفخ صور کی طرح تھا کہ مردوں کو قبور سے چھڑا دیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح نفخ صور سے مردہ زندہ ہو جاویں گے اور قبور سے نکل کھڑے ہوں گے اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے

پیام سے سب لوگوں کو حیات روحانی میسر ہوگئی۔ آگے مولانا مخاطب کو دعا دیکر اس قصہ کو ختم فرماتے ہیں۔

مر ترا بادا سعادت بعد ازیں	ایں گذشتہ و اللہ اعلم بالیقین
اس کے بعد تیرے لئے نیک بختی ہو	یہ گزر گیا بخوبی اللہ زیادہ جانتا ہے

یعنی (اے مخاطب) تجھے سعادت حاصل ہو اس کے بعد یہ گزر گیا واللہ اعلم بالیقین. مطلب یہ کہ لو بھائی خدا تمہارا بھلا کرے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پیام کا قصہ تو ختم ہوا اب آگے حقیقت امر کی اللہ ہی کو خبر ہے آگے ان لوگوں کا قصہ اور حالت کے بیان کو پورا فرماتے ہیں کہ پیام پہنچنے کے بعد ان کی کیا حالت ہوئی۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح:۔ ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کی سلطنت کو چھوڑنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے رات کے وقت تخت پر لیٹے ہوئے کوٹھے پر لوگوں کی آہٹ اور شور وغل کی آواز محسوس کی اور محل سرا کے کوٹھے پر تیز قدموں کی آواز سنی یہ واقعہ دیکھ کر اپنے دل میں کہا یہ کس کی مجال ہے کہ قصر شاہی پر یہ حرکت کرے اور روشندان سے للکارا کہ کون ہے اور خیال کیا کہ آدمی تو معلوم نہیں ہوتے ضرور پریاں ہیں اور کہا کہ تم کیا ڈھونڈتے ہو انہوں نے کہا کہ اونٹ تلاش کرتے ہیں یہ سن کر انہوں نے کہا کہ کوئی اونٹ کو کوٹھے پر بھی ڈھونڈتا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپ تخت اور حکومت پر قائم رہ کر وصال خداوندی کیسے ڈھونڈتے ہیں یہ وجہ تھی کہ انہوں نے ملک کو چھوڑ دیا اور پھر ان کو اس ملک میں کسی نے نہیں دیکھا نیز وہ اس قدر عالی رتبہ پر پہنچ گئے کہ محجوبین سے یوں غائب ہوگئے جیسے آدمی کی نظر سے پری۔ ان کے حقیقت وکمالات باطنی مخفی تھے اور ان کی صورت فی الجملہ مخلوق کے سامنے تھی اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا کیونکہ عام لوگ تو داڑھی اور گدڑی یعنی صورت ہی کو دیکھتے ہیں وہ حقیقت اور کمالات باطنی کو کیا دیکھ سکتے ہیں۔ خیر تو جبکہ انہوں نے خود بینی کو ترک کر دیا اور مخلوق سے کنارہ کشی اختیار کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عنقا کی طرح جہاں بھر میں مشہور ہوگئے اور ہونا بھی چاہئے تھا۔ کیونکہ عزلت میں یہ خاص اثر ہے کہ اس سے گوشہ نشین مشہور ہو جاتا ہے۔ سیمرغ کو دیکھ لو کہ وہ کوہ قاف میں پہنچ گیا تو اس کی بابت دنیا میں کیا کیا چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ اس قصہ کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ سلیمان وبلقیس کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب مشرق ہدایت کا نور یعنی پیغام سلیمان علیہ السلام ملک سبا میں پہنچا تو بلقیس اور دیگر اہل ملک کے اندر ایک عجیب شورش پیدا ہوگئی جتنی مردہ روحیں تھیں سب پر پرزے جھاڑ کر ہدایت کے لئے تیار ہوگئیں اور ان مردہ روحوں نے قبر تن سے سر باہر نکالا اور آپس میں ایک دوسرے کو بشارت دیتے تھے اور کہتے تھے کہ لو ندائے آسمانی پہنچ گئی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ پیام سلیمانی سے اہل سبا کی یہ حالت کیوں نہ ہوتی۔ یہ تو وہ مبارک آواز ہے جس سے لوگوں کے ایمان بڑھتے ہیں اور شاخ وبرگ دل سرسبز ہوتے ہیں غرضکہ سلیمان علیہ السلام کی اس گفتگو نے نفخ

www.besturdubooks.wordpress.com

صور کی طرح ارواح مردہ کو قبور اجسام سے نکال دیا خیر اب اللہ تمہیں نیکی دے۔ یہ قصہ تو گزر گیا یہ واقعہ جس طرح ہمیں معلوم تھا ہم نے بیان کر دیا اور یقینی بات خدا ہی جانتا ہے۔ کہ کہاں تک صحیح ہے یہ اس لئے فرمایا کہ نص قطعی سے تو اجمالی طور پر واقعہ ثابت ہے رہی تفصیل مذکور سو اس کا ثبوت کسی قطعی دلیل سے نہیں بلکہ میرے نزدیک تو کسی ظنی دلیل سے بھی نہیں۔ ہاں اگر مولانا نے بالہام بیان فرمایا ہے اس وقت اسکا ثبوت ظنی طور پر ہو جاوے گا۔

شرح شبیری

اہل سبا کے قصہ کا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بلقیس کو دعوت کرنے کا بقیہ کہ اس پیام سے ہر شخص نے اپنی استعداد کے موافق مشکلات دیں حل کیں اور اس کا بیان کہ ہر جانور کو اس کے ہمجنس کی آواز سے شکار کیا جاتا ہے

قصہ گویم از سبا مشتاق وار	چوں صبا آمد بسوئے لالہ زار
میں مشتاقانہ سبا کا قصہ سناتا ہوں	جب لالہ زار کی جانب (باد) صبا پہنچی

یعنی میں صبا کا قصہ مشتاق کی طرح بیان کرتا ہوں کہ جب باد صبا لالہ زار کی طرف آئی۔

لاقت الاشباح یوم وصلہا	عادت الاولاد صوب اصلہا
جسم اپنے وصل کے دن سے وابستہ ہو گئے	اولاد اپنی اصل کی جانب لوٹ گئی

یعنی اجسام نے اپنے وصل کے دن سے ملاقات کی اور اولاد اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی۔ مطلب یہ کہ جب وہ پیام سلیمانی سبا میں پہنچا تو تمام اجسام پر احکام روح کا غلبہ ہو گیا اور سب لوگ اپنی اصلی حالت کی طرف لوٹ گئے۔ یعنی سارے کے سارے مومن ہو گئے۔

امۃ العشق خفے فی الامم	مثل جود حولہ یوم السقم
عشق کی امت امتوں میں پوشیدہ ہے	اس سخاوت کی طرح جس کے چاروں طرف بیماری کا دن ہے

یعنی عشق کا گروہ اور امتوں کے درمیان میں مخفی ہے جیسے کہ بارش (کا دن) کہ اس کے گرد مصیبت کے دن ہوں۔ مطلب یہ کہ عاشق لوگ اوروں میں اس طرح چھپے ہوئے ہوتے ہیں جیسے کہ بارش کا دن ہوتا ہے۔ کہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کے گرد تو مصیبت کے ایام ہوتے ہیں اور بیچ میں وہ ہوتا ہے اسی طرح عشاق بھی بیچ میں ہوتے ہیں اور چاروں طرف اور لوگ ہوتے ہیں اور یہ لوگ ان ہی میں مخفی ہوتے ہیں جیسے کہ یہ اہل سبا تھے۔ عشاق اور دوسرے آدمیوں کی طرح مگر ان میں اور ان میں حقیقتاً بے حد فرق تھا اور فرماتے ہیں کہ۔

ذلة الارواح من اشباحها	عزة الاشباح من ارواحها
روحوں کی ذلت ان کے جسموں سے ہے	جسموں کی عزت ان کی روحوں سے ہے

یعنی ارواح کی ذلت تو اجسام کی وجہ سے ہوتی ہے اور اجسام کی عزت ارواح سے ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر روح پر غلبہ احکام جسم کا ہوا تو وہ روح تو ذلیل وخوار ہوگی اور اگر جسم پر غلبہ روح کا ہوگیا تو یہ اس جسم کی عزت افزائی ہے۔ آگے اہل سبا کو خطاب کر کے فرماتے ہیں اور مراد خطاب طالبین کو ہے۔ فرماتے ہیں کہ۔

ایها العشاق السقیالکم	انتم الباقون البقیالکم
اے عاشقو! سیرابی تمہارے لئے ہے	تم باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے لئے ہے

یعنی اے عشاق تمہارے لئے سیرابی ہے تم ہی باقی ہو اور بقا تمہارے ہی لئے ہے۔

ایها السالون قوموا و اعشقوا	ذاک ریح یوسف فاستنشقوا
اے بے فکر و! کھڑے ہو جاؤ اور عشق کرو	یہ (حضرت) یوسف کی خوشبو ہے سونگھ لو

یعنی اے افسردہ لوگو کھڑے ہو اور عاشق ہو جاؤ۔ یہ ریح یوسف ہے سونگھ لو۔ مطلب یہ کہ اے اہل سبا اور اے طالبین یہ پیام سلیمانی اور افادات شیخ تم تک پہنچے ہیں لہذا کھڑے ہو جاؤ۔ اور عاشق ہو جاؤ کیونکہ یہ ریح یوسف کی طرح بصیرت بخشنے والا ہے۔ لہذا اس کو حاصل کرو۔ اور اس کی طرف متوجہ ہو۔ یہ تو خطاب تھا طالبین کو کہ تم طلب میں کوشش کرو۔ آگے منطق الطیر سلیمانی کو مخاطب کر کے شیخ سے عرض کرتے ہیں کہ۔

منطق الطیر سلیمانی · بیا	بانگ ہر مرغے کہ آید می سرا
اے سلیمانی منطق (الطیر) آ جا	جو مرغ آئے اس کی بولی بول

یعنی اے سلیمان علیہ السلام کی منطق الطیر آ اور جو جانور آوے اس کی آواز گا۔ (منطق الطیر سے مراد مطلق کلام وافادات)

چوں بمرغانت فرستادست حق	لحن ہر مرغے بدادستت سبق
جبکہ تجھے اللہ تعالیٰ نے پرندوں کی جانب بھیجا ہے	تجھے ہر پرند کے لہجے کا سبق پڑھا دیا ہے

یعنی جب تم کو حق تعالیٰ نے جانوروں کی طرف بھیجا ہے اور ہر جانور کی آواز تم کو سکھائی ہے (مرغان سے مراد طالبین)

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغ جبری را زبان جبر گو	مرغ پر اشکستہ را از صبر گو
جبری پرند کو جبر (کا نقصان) سمجھا	پر ٹوٹے ہوئے پرند کو صبر کی تعلیم دے

یعنی مرغ جبری کو زبان جبر (محمود) سے تعلیم کرواور مرغ پراشکستہ کو صبر کی تعلیم کرو۔

مرغ صابر را تو خوش دار و معاف	مرغ عنقا را بخواں اوصاف قاف
صابر پرد کو تو اچھا رکھ اور معاف کر	عنقا پرند کو قاف کے اوصاف پڑھا

یعنی مرغ صابر کو تم خوش اور معاف رکھو اور مرغ عنقا سے قاف کے اوصاف بیان کرو۔

مر کبوتر را حذر فرماز باز	باز را از حلم گوئی و احتراز
کبوتر کو باز سے بچنے کا حکم دے	باز کو بردباری اور پرہیز گاری سکھا

یعنی کبوتر کو باز سے بچنے کی تعلیم کرواور باز کو حلم کی اور بچانے کی تعلیم کرو۔

واں خفاشے را کہ ماند او بینوا	می کنش بانور جفت و آشنا
اس چمگادڑ کو جو بے ساز و سامان ہے	اس کو نور کا ساتھی اور آشنا بنا

یعنی اس خفاش کو جو کہ بے نوارہ گئی ہے نور کے ساتھ جفت وآشنا کردو۔

کبک جنگی را بیاموزاں تو صلح	مر خروساں رانما اشراط صبح
لڑاکا چکور کو تو صلح سکھا	مرغوں کو صبح کی علامات بتا

یعنی لڑنے والے کبک کو صلح سکھلاؤ اور مرغوں کو صبح کی علامتیں سکھلاؤ۔

ہمچنیں میرو ز ہد ہد تا عقاب	رہ نما واللہ اعلم بالصواب
اسی طرح چلا چل ہد ہد سے عقاب تک	راہنمائی کر اور اللہ صواب کو زیادہ جانتا ہے

یعنی اسی طرح ہدہد (کم عقل) سے عقاب (عاقل) تک راہ دکھاتے ہوئے چلے چلو واللہ اعلم بالصواب. مطلب یہ ہے کہ اے شیخ جو کہ فیض رسانی میں مثل سلیمان علیہ السلام کے ہو تم کو حق تعالیٰ نے ہر شخص کی تعلیم کی استعداد دی ہے اور تم ہر کس و ناکس کی تعلیم کر سکتے ہو تو تم کو چاہئے کہ ہر شخص کو اس کی استعداد کے موافق تعلیم کرو۔ یہ نہیں کہ ذراسی بات پر بگڑ بیٹھو۔ یا ہر شخص کو ایک لکڑی ہانکنا شروع کردو اور سب کو اپنے درجہ پر کھینچو نہیں بلکہ خود ان کے مرتبہ پر نزول کر کے ان کی استعداد کے موافق سب کو تعلیم کرو غرضکہ طالبین کو توجہ دلائی کہ تم طلب کرو اور شیوخ سے ان کی تعلیم کے واسطے عرض کیا کہ جس سے کام بن جاوے اور وصل حق میسر ہو جاوے۔ آگے حضرت بلقیس کے اسلام لے آنے اور ملک و مال کو ترک کر دینے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اہل سبا کے قصہ کا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی بلقیس کو دعوت کرنے کا بقیہ کہ اس پیام سے ہر شخص نے اپنی استعداد کے موافق مشکلات دین حل کیں اور اس کا بیان کہ ہر جانور کو اس کی ہم جنس کی آواز سے شکار کیا جاتا ہے

ترجمہ وتشریح:۔ اب میں مشتاقانہ سبا کا قصہ بیان کرتا ہوں سنو جبکہ صبائے پیغام سلیمانی لالہ زار سبا میں آئی تو اجسام کو جو ہنوز فراق ارواح میں مبتلا تھے روز وصال نصیب ہو گیا اور فروع اپنی اصول کی طرف لوٹ گئیں یعنی اجسام غلبہ روحانیت سے ارواح بن گئے۔ یہ جماعت عشق کی جماعت تھی جو ہنوز مخفی تھی سنو کہ جماعت عشاق دیگر جماعتوں میں یوں ہی مخفی ہوتی ہے جیسے سخاوت مرض کی ملامت میں یعنی جیسے لوگ سخی کو جنون وخبط مالیخولیا اور سفر میں مبتلا بتلاتے ہیں اور اس لئے وہ سخاوت ان کی نظر سے مخفی ہو جاتی ہے یوں ہی عشاق بھی غیر عشاق میں مخفی ہوتے ہیں اور دیکھنے والے ان کو بھی غیر عشاق ہی سمجھتے ہیں یہ تو جملہ معترضہ تھا اچھا اب سنو کہ اہل سبا کے اخفا کا سبب کیا تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ ان پر جسمانیت غالب تھی اور روحانیت مغلوب اور قاعدہ ہے کہ ارواح کی ذلت غلبہ اجسام سے ہے اور اجسام کی عزت غلبہ ارواح سے۔ تو چونکہ ان کے اجسام ان کی ارواح پر غالب تھے اس لئے ارواح ذلیل اور دبی ہوئی تھیں اور ان کیا آثار ظاہر نہ تھے۔ اس لئے وہ مخفی تھے۔ اب ارواح کا غلبہ ہوا اور اجسام نے بھی ارواح کی خاصیت قبول کر لی اور اس لئے ان کو بھی عزت حاصل ہو گئی لہذا ظاہر ہو گئے ہاں اے جماعت عشاق علی العموم یا بالخصوص اہل سبا تم سرسبز وشاداب رہو۔ تمہیں باقی رہنے والے ہو اور بقا تمہارے ہی لئے ہے۔ (پہلی صورت میں حصر حقیقی ہے اور دوسری صورت میں اضافی اور اے عشق سے بے خبر و اگر تم اپنی بقا چاہتے ہو تو تم بھی اٹھو۔ اور عاشق ہو جاؤ۔ دیکھو یوسف کی بو موجود ہے اسے سونگھو یعنی پیغام سلیمانی تمہارے پاس پہنچا ہے تم اسے سمجھو۔ اور محبوب حقیقی کا پتہ چلاؤ اور ہاں اے منطق الطیر سلیمانی تو بھی آ۔ اور چونکہ حق سبحانہ نے تم کو جانوروں کے پاس بھیجا ہے اور اس لئے تجھے ہر جانور کی زبان سکھلا دی ہے یعنی تجھ کو ناقصین کی تربیت کے لئے بھیجا ہے اور اس لئے تربیت کی طرف تعلیم فرمائے ہیں۔ اس لئے جو جانور تیرے پاس آئے اس سے اس کے مناسب بولی بول یعنی اس کی اصلاح کا وہی طریق اختیار کر جو اس کے لئے مناسب ہو۔ معتقد جبر جانور کو جبر کا نقصان بتلا۔ اور پر شکستہ جانور کو صبر کی ہدایت کر یعنی معتقد اختیار ناقص کو صبر عن المعاصی کی ہدایت کر اور جو جانور

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ صابر ہو اس سے کچھ تعرض نہ کر یعنی جو شخص گناہوں سے پرہیز کرتا ہے اس کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ تو خود ہی صحیح رستہ پر چل رہا ہے اور جو لوگ عنقا صفت اور عالم غیب سے تعلق رکھنے والے ہیں ان سے عالم غیب کے متعلق گفتگو کر اور کبوتروں کو باز سے بچا اور باز کو حلم اور احتراز از کبوتر ان کی ہدایت کیجئے۔ یعنی مظلوموں اور کمزوروں کو ظالموں اور زبردستوں سے بچا اور ظالموں وجابروں کو ہدایت کر کہ وہ حلم کو کام میں لائیں اور کمزوروں کو نہ ستائیں۔ اور جو خفاش دولت نور سے محروم ہے اس کو نور کے ساتھ ملا اور اسے اس سے آشنا کر یعنی محجوبین کو معرفت حق سے بہرہ ور کر اور لڑنے والے چکور کو صلح سکھلا اور مرغوں کو علامات صبح سے آگاہ کر یعنی اہل حق جو بتلائے رد وقدح لایعنی ہیں ان کو ہدایت کر کہ وہ اس خرافات کو ترک کریں اور اپنے گرانمایہ وقت کی قدر کریں اور جب لوگ ہدایت سے مناسبت رکھتے ہیں ان کو ہدایت کر غرضکہ چھوٹے سے لے کر بڑے تک اور ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک کی اس کے حال کے مناسب تربیت کر اور راہ حق دکھلا۔ تم الکلام واللہ اعلم بالصواب۔

شرح شبّیری

بلقیس کا ملک ومال سے بوجہ شوق ایمان کے آزاد اور مست ہو جانا اور تمام ملک سے اس کا التفات منقطع ہو جانا مگر تخت سے

چوں سلیماں سوئے مرغان سبا	یک صفیری کرد وبست آں جملہ را
جب سلیمانؑ نے سبا کے پرندوں کے لئے	ایک سیٹی بجائی اور سب کو باندھ لیا

یعنی جبکہ سلیمان علیہ السلام نے سبا کے جانوروں کی طرف ایک آواز کی تو ان سب کو باندھ لیا۔

جز مگر مرغے کہ بد بیجان وپر	یا چو ماہی گنگ بد از اصل وکر
سوائے اس پرند کے جو بے جان اور بے پر تھا	یا جو مچھلی کی طرح پیدائشی گونگا اور بہرا تھا

یعنی مگر سوائے اس مرغ کے جو کہ بے جان وپر تھا یا مچھلی کی طرح اصل ہی سے گونگا اور بہرہ تھا۔ مطلب یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جو دعوت اسلام فرمائی اور اہل سبا کو اپنی طرف بلایا تو تمام اہل سبا اس طرف متوجہ ہو گئے اور سب نے اس کو قبول کیا لیکن جو لوگ ایسے تھے کہ گویا کہ اصل سے استعداد تھی ہی نہیں تو ایسے لوگوں نے اس کو قبول نہیں کیا اس لئے کہ ایسے لوگ جو بالکل ہی بہرے گونگے ہوں وہ کیا ہدایت پا سکتے ہیں اور یہ جو کہا ہے کہ "یا چو ماہی گنگ بد از اصل وکر" اس سے شبہ پڑتا ہے کہ جب ان میں اصل فطرت سے استعداد تھی ہی نہیں تو وہ تو مکلف ہی نہ تھے اسی شبہ کو شرح میں گویا کے لفظ سے دور کیا ہے کہ ان کی استعداد ایسی ضعیف ہو گئی تھی کہ گویا کہ اصل سے تھی ہی نہیں پھر ان کو ہدایت کیسے ہوتی۔ آگے اس مضمون سے اضراب فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نے غلط گفتم کہ کر کر سر نہد	پیش وحی کبریا سمعش دہد
نہیں میں نے غلط کہہ دیا اگر بہرا سر رکھ دے	خدا کی وحی کے سامنے وہ اس کو سننے کی طاقت دیدے

یعنی نہیں میں نے غلط کہا بلکہ اگر بہرا وحی کبریا کے آگے سر رکھ دے تو اس کو وہ کان دے۔ مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ میں نے جو کہہ دیا کہ چونکہ وہ لوگ گنگ وکر تھے اس لئے ان کو کس طرح ہدایت ہو سکتی تھی تو یہ میں نے غلط کہا ہے اس لئے کہ اگر کوئی ضعیف الاستعداد اطاعت حق کرے اور اپنی طرف سے کوشش کرے تو حق تعالیٰ اس کی مدد فرماتے ہیں اور اس کی استعداد میں قوت پیدا فرما دیتے ہیں کہ جس سے وہ قوی الاستعداد ہو جاتا ہے خیر غرضکہ اکثر اہل سبا نے دعوت کو قبول کیا۔

چونکہ بلقیس از دل و جان عزم کرد	بر زماں رفتہ ہم افسوس خورد
چونکہ بلقیس نے دل و جان سے پختہ ارادہ کیا	گذشتہ بدلوں پر بھی اس نے افسوس کیا

یعنی جبکہ بلقیس نے بدل و جان (ایمان لانے کا) قصد کر دیا اور گذشتہ زمانہ (کفر) پر افسوس بھی کیا۔

ترک مال و جان کرد او آنچناں	کہ بترک نام و ننگ آں عاشقاں
اس نے مال اور ملک کو اس طرح چھوڑ دیا	جو عاشقوں کے نام و ننگ کو چھوڑنے کی طرح تھا

یعنی انہوں نے مال وجاہ کو اس طرح ترک کر دیا جس طرح کہ وہ عاشقان (حق) نام و ننگ کو ترک کر دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ عشاق حق کو نام و ننگ کی پرواہ نہیں ہوتی بس اطاعت حق کرتے ہیں خواہ نام ہو یا نہ ہو اور خواہ ظاہری ننگ و ناموس کے خلاف ہو یا موافق۔ بس اسی طرح انہوں نے بھی یک لخت تمام مال و دولت کو ترک کر دیا اور ایمان لانے کا قصد کر دیا۔

آں غلامان و کنیزان بناز	پیش چشمش ہمچو بوسیدہ پیاز
وہ ناز پروردہ غلام اور باندیاں	اس کی آنکھوں کے سامنے سڑی ہوئی پیاز کی طرح تھے

یعنی وہ نازنین غلام اور باندیاں اس کی آنکھ میں سڑے ہوئے پیاز کی طرح ہو گئے۔

باغہاؤ قصر ہاؤ آب رود	پیش چشمش از عشق گلخن می نمود
باغات اور قلعے اور نہر کا پانی	عشق کی وجہ سے نگاہوں کو بھٹی نظر آتے تھے

یعنی باغان اور محلات اور نہر کا پانی اس کی آنکھ کے آگے عشق (حق) کی وجہ سے پہاڑ دکھائی دیتے تھے مطلب یہ کہ تمام چیزیں ہیچ اور بے وقعت دکھائی دیتی تھیں اور سب چیزوں سے عشق حق کی وجہ سے نفرت ہو گئی تھی۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عشق در ہنگام استیلاؤ خشم	زشت گرداند لطیفاں را بچشم
عشق اور غصہ غلبہ کے وقت	عمدہ چیزوں کو آنکھ کے سامنے برا بنا دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی عشق غلبہ اور غصہ کے وقت میں تمام (ظاہری) لطیفوں کو آنکھ میں برا کر دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ جب عشق کا غلبہ ہوتا ہے تو جو چیزیں کہ بظاہر بہت عمدہ اور لطیف تھیں اب وہ بھی بری اور گندی نظر آنے لگتی ہیں اور ان سے دلچسپی نہیں رہتی اور یہ حالت ہو جاتی ہے کہ۔

مر زمرد را نماید گندنا	غیرت عشق این بود معنی لا
زمرد کو گندنا دکھا دیتی ہے	عشق کی غیرت بھی لا کے معنی ہیں

یعنی زمرد کو غیرت عشق گندنا دکھلاتی ہے اور یہ ہوتے ہیں فنا کے مطلب۔ مطلب یہ کہ فنا کے یہ معنی ہیں کہ تمام چیزیں بجز ذات حق کے اور عشق حق کے بالکل ہیچ اور فانی نظر آویں کہ گویا ہیں ہی نہیں اور جب عشق کا غلبہ ہوتا ہے تو پھر یہی حالت ہو جاتی ہے کہ تمام چیزیں بالکل ہیچ اور بے وقعت دکھلائی دیتی ہیں۔

لا الٰہ الا ھو اینست اے پناہ	کہ نماید مہ ترا دیگ سیاہ
اے پناہ (کے طالب) نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ"	کہ تجھے چاند کالی دیگ نظر آئے

یعنی اے پناہ گزیں لا الٰہ الا ھو یہی ہے کہ چاند تم کو ایک دیگ سیاہ دکھلائی دے۔ مطلب یہ کہ فنا کے معنی جو کہ حاصل ہے لا الٰہ الا ھو کا یہی ہیں کہ تمام چیزیں بے وقعت اور ہیچ معلوم ہوں۔ مثلاً چاند ہے کیسا چمکدار اور خوبصورت ہے لیکن اس عاشق کی نظر میں اس کی بھی کوئی وقعت نہ ہو اور یہ واقعہ ہے کہ اس ذات پاک کے سامنے اس کی درحقیقت کوئی بھی وقعت نہیں ہے۔ آگے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہیچ مال و ہیچ مخزن ہیچ رخت	می دریغش نامد الا جز کہ تخت
کسی مال اور کسی خزانہ اور کسی سامان پر	بجز تخت کے اس کو افسوس نہ ہوا

یعنی کسی مال اور کسی خزانہ کا اور کسی اسباب کا اس کو افسوس نہ آتا تھا لیکن تخت کا۔ مطلب یہ کہ بلقیس کو کسی شے کے چھوڑنے کا قلق نہ تھا ہاں رہ رہ کر تخت کے چھوڑنے کا خیال آتا تھا کہ یہ رہ جاوے گا۔ اور اب مجھے نہ ملے گا کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تو نیازمندانہ اور غلامانہ حاضر ہو رہی تھیں تو ان کو یہی خیال تھا کہ اب ان کا قبضہ اس پر ہو جاوے گا تو اور چیزوں کا تو ان کو افسوس نہ ہوتا تھا ہاں ایک تخت کا افسوس ہوتا تھا کہ افسوس یہ ہاتھ سے نکل جاوے گا۔

پس سلیماں از دلش آگاہ شد	کز دل او تا دل او راہ بد
سلیمان اس کے دل (کے خیال) سے واقف ہو گئے	کیونکہ ان کے دل سے اس کے دل تک راستہ تھا

یعنی پس سلیمان علیہ السلام ان کے دل سے آگاہ ہو گئے کیونکہ ان کے دل سے ان کے دل تک راہ تھی۔ مطلب یہ کہ چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے قلب سے ان کے قلب تک راہ تھی کیونکہ وہ صاحب وحی تھے اس لئے ان کو حضرت بلقیس کے مافی الضمیر کی خبر ہو گئی۔ آگے اس خبر ہو جانے میں جو ایک استبعاد تھا اس کو دور فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آں کسے کو بانگ موران بشنود	ہم ز دوزان سر دوران بشنود
جو شخص چیونٹی کی آواز سن لے	دور سے دور رہنے والوں کا راز سن لے

یعنی جو شخص کہ چیونٹیوں کی آواز سن لے وہ دوروں سے دوروں کی آواز بھی سن لیتا ہے۔

آنکہ گوید راز قالت نملۃ	ہم بد اندر از ایں طاق کہن
جو "چیونٹی نے کہا" کے راز بتا دے	اس پرانی محراب کا راز بھی جان لے

یعنی جو شخص کہ قالت نملۃ کے راز کو بیان کردے اور اس پرانے طاق (آسمان) کا راز بھی بیان کردے (تو اس کو کسی کی مافی الضمیر کا معلوم کرلینا کیا مشکل ہے)

دید از دورش کہ آں تسلیم کیش	تلخش آمد فرقت آں تخت خویش
اس نے دور سے دیکھ لیا کہ اس تسلیم (ورضا) والی کو	اپنے تخت کی جدائی گراں ہوئی ہے

یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کو دور سے دیکھا کہ اس تسلیم کیش کو اپنے تخت کی فرقت ناگوار معلوم ہوئی ہے مطلب یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ ان کو تخت کا چھوڑنا ناگوار ہوا ہے اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر بگویم آں سبب گردد دراز	کہ چرا بودش بہ تخت آں عشق وساز
اگر میں اس کا سبب بتاؤں لمبا ہو جائے گا	کہ اس کو تخت سے عشق اور محبت کیوں تھی؟

یعنی اگر میں اس سبب کو بیان کروں تو وہ دراز ہو جاوے کہ ان کو تخت سے وہ عشق وساز کیوں تھا۔ مطلب یہ کہ اگر میں اس کا سبب بیان کروں کہ ان کو تخت سے محبت کیوں تھی اس لئے کہ ہر شے کو اپنے ہم جنس سے تعلق اور انس ہوتا ہے اور تخت ان کا ہم جنس تھا نہیں تو ان کو اس سے محبت کیوں تھی تو یہ بیان بہت طویل ہو جاوے اس لئے میں بیان نہیں کرتا لیکن آگے دو مثالیں دیکر اس سبب کی طرف اشارہ کردیا فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ ایں کلک قلم خود بے حسے است	نیست جنس کاتب اورا مونسے است
اگرچہ یہ پورا اور قلم خود بے حس ہے	وہ کاتب کا (ہم) جنس نہیں ہے اس کے لئے مونس ہے

یعنی اگرچہ یہ کلک اور قلم خود ایک بے حس ہے اور جنس کاتب نہیں ہے (لیکن) اس کا مونس ہے۔

ہمچنیں ہر آلت پیشہ ورے	ہست بیجاں مونس ہر جانورے
اسی طرح ہر پیشہ ور کا ہر اوزار	بے جان ہے (اور) جاندار کے لئے مونس ہے

یعنی اسی طرح پیشہ ور کا ہر آلہ بے جان ہے (لیکن) ہر جاندار کا مونس ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو قلم جو کہ بے جان ہے اور آلہ پیشہ ور جو کہ بے جان ہے لیکن اس سے جانداروں کو یعنی کاتبوں کو اور پیشہ وروں کو انس اور محبت ہوتی ہے تو باوجود غیر جنس ہونے کے اس سے تعلق اور محبت ہے تو بس اس میں بھی کوئی تعجب کی بات نہیں۔ کہ ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

باوجود غیر جنس ہونے کے اس تخت سے انس اور محبت تھی یہاں مولانا نے سبب کی طرف بھی اشارہ فرمادیا اور وہ یہ کہ آلات سے پیشہ ور کو یا قلم سے کاتب کو انس کیوں ہوتا ہے۔ اسی لئے کہ وہ اس کے نفع کا سبب ہوتے ہیں اور ان سے اس کو نفع ہوتا ہے تو اس نفع کی وجہ سے ان کو ان چیزوں سے انس ہوتا ہے۔ تو اس طرح چونکہ حضرت بلقیس کے لئے یہ تخت نفع کا سبب تھا یعنی ان کو اس سے جاہ میسر ہوتی تھی اور اس تخت ہی کی بدولت وہ بادشاہ کہلاتی تھیں تو اس نفع کے فوت ہونے کے سبب سے ان کو قلق ہوتا تھا کہ یہ نفع جاتا رہے گا اور یہ جاہ مفقود ہو جاوے گی۔ یہ سبب اس تخت سے انس کا تھا۔ اور مبتدی کے لئے تو ایسا ہونا کہ اس کو کسی سے باوجود حصول نسبت کے تعلق اور انس رہے کوئی تعجب کی بات ہی نہیں اس لئے کہ بعض منتہیوں کو بھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی کو کپڑا کا شوق ہے مثلاً کسی کو باغ ہی کا شوق ہے کسی کو پھولوں کا شوق ہے۔ علیٰ ہذا تو یہ بھی نقص کی علامت ہے کہ کیوں اتنا تعلق بھی غیر اللہ سے باقی ہے اور تعلق اس کو کہتے ہیں کہ ان چیزوں کا اہتمام کیا جاوے اور ان میں کچھ انہماک ہو کہ مثلاً کسی کو پھولوں کا شوق ہے تو اب کہیں بیج منگوائے جارہے ہیں لوگوں سے فرمائشیں ہوتی ہیں یہ تو اہتمام اور اگر کسی عمدہ شے کو دیکھ کر دل خوش ہو تو یہ اس میں داخل نہیں اور اس کو تعلق مع غیر اللہ نہ کہا جاوے گا۔ غرضکہ ان کو اس تخت سے باوجود حصول نسبت مع اللہ کے تعلق باقی تھا آگے جب ان کو اور ترقی ہوئی تو ان کو اس سے بھی تعلق نہیں رہا لیکن پہلے پہلے صرف اس سے تعلق تھا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں سبب را من معین گفتمے	گر نبودے چشم فہمت رانمے
اس سبب کو میں معین کر کے بتا دیتا	اگر تیری سمجھ کی آنکھ میں نمی نہ ہوتی

یعنی میں اس سبب کو معین کر کے بتلا دیتا اگر تیری چشم فہم میں نم نہ ہوتا۔ مطلب یہ کہ اگر تمہارے فہم میں کمی نہ ہوتی تو میں اس تعلق مع السریر کو معین کر کے بیان کر دیتا اور بتلا دیتا کہ یہ سبب تھا مگر چونکہ تمہارا فہم درست نہیں اس لئے ممکن ہے کہ کچھ اور سمجھ جاؤ لہذا میں نے اس کو نہیں بتلایا۔ اور وہ سبب یہ تھا کہ چونکہ انسان مظہر ہے صفات حق کا اور منجملہ صفات کے قدرت اور استیلاء اور غلبہ بھی ہے اور انسان اس کا بھی مظہر ہے تو انسان کا دل چاہا کرتا ہے کہ اس کو بھی ہر شے پر غلبہ ہو اور ہر شے اس کے احاطہ قدرت میں ہو جاوے حتیٰ کہ یہ اول کسی شے پر غلبہ کی کوشش کرتا ہے اور جب اس پر قدرت اس کو نہیں ہوتی تو پھر صرف استیلاء علمی ہی کو غنیمت جانتا ہے اور صرف اس کے علم ہو جانے ہی پر اکتفا کرتا ہے۔ کہ مثلاً ہم کو کلکتہ کا علم ہے بمبئی کا علم ہے علی ہذا اور یہ قطب شمالی وغیرہ کی تلاش بھی اسی کی فرع ہے کہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو استیلاء علمی ہو جاوے کہ یہ فخر ہوگا کہ ہمارا علم اس قدر چیزوں کو احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس کے جو اسباب ہوتے ہیں اس سے انسان کو محبت اور انس ہوتا ہے تو اسی طرح بلقیس کے لئے چونکہ تخت موجب جاہ اور سبب غلبہ تھا اس لئے ان کو اس سے انس اور محبت تھی۔ خوب سمجھ لو اب یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب ان کو اس قدر تعلق تھا تو اس کو ساتھ ہی رکھ لیا ہوتا مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از بزرگی تخت کز حد می فزود	نقل کردن ہیچ نوع امکان نبود
تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو حد سے زیادہ تھی	(اس کا) نقل کرنا کسی طرح ممکن نہ تھا

یعنی تخت کی بڑائی کی وجہ سے جو کہ حد سے بڑھ گئی تھی کسی طرح منتقل کرنا ممکن نہ تھا مطلب یہ کہ وہ اس قدر بڑا تھا کہ اس کو کہیں اٹھا کر لے جانا ممکن ہی نہ تھا اب یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس کے ٹکڑے کر کے لپیٹ کر ساتھ رکھ لیا جاتا تو اس کا جواب آگے دیتے ہیں کہ۔

خوردہ کارے بود تفریقش خطر	ہمچو اوصال بدن بایک دگر
باریک کام تھا' اس کے ٹکڑے کرنا خطرناک تھا	جیسا کہ آپس میں بدن کے جوڑ

یعنی میناکاری ایسی تھی کہ اس کا جدا کرنا خطرناک تھا جیسی کہ بدن کے جوڑ ایک دوسرے کے ساتھ مطلب یہ کہ جس طرح کہ انسان کے بدن کے جوڑ ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کر سکتے ہیں اور اگر کریں گے تو انسان نہ رہے اسی طرح اس تخت میں میناکاری اس طرح ہو رہی تھی کہ اگر اس کو الگ الگ کر کے تہہ کیا جاتا تو وہ خراب ہو جاتا۔ لہٰذا اس کو لپیٹ کر بھی ساتھ رکھنا ممکن نہ تھا۔

پس سلیماں گفت گرچہ فی الاخیر	سرد خواہد شد برو تاج و سریر
(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اگرچہ اخیر میں	اس کے لئے تاج و تخت بے وقعت ہو جائے گا

یعنی پس سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگرچہ اخیر میں ان پر تاج و تخت (سب) سرد ہو جاوے گا (جزا اس اگرچہ کی تین شعر بعد شعر لیک خود ہا ایں ہمہ الخ ہے اور بیچ میں مولانا بطور جملہ معترضہ کے ایک مضمون فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ اگرچہ اخیر میں جب ان کو حلاوت ایمان پوری میسر ہو جاوے گی اس وقت تو ان کا دل تخت وغیرہ سے سب سے پھر جاوے گا اور سب چیزیں ہیچ معلوم ہوں گی۔ لیکن اس وقت خیر ان کی خاطر سے اس تخت کو منگایا جاوے تاکہ ایمان لانے کے وقت ان کے دل میں کسی شے کے فوت ہو جانے کا افسوس نہ ہو اور ایمان بالکل پختہ ہو کہ اس میں کوئی شے مخل نہ ہو۔ ورنہ شاید یہ خیال ہو کہ افسوس ایمان لانے سے تخت چھوٹ گیا۔ تو ان کی اس مصلحت پر نظر کر کے تخت کے منگانے کی تجویز فرمائی یہ مطلب اس شعر کے ساتھ ملا کر سمجھا دیا گیا تاکہ آسانی ہو اب اس جملہ معترضہ کو سمجھ لو) فرماتے ہیں کہ۔

چوں ز وحدت جان بروں آرد سرے	جسم را بافرا و بنود فرے
جب وحدت سے جان برآمد ہو گی	اس کی شان کے مقابلہ میں جسم کی شان نہ رہے گی

یعنی جب وحدت سے کوئی جان سر باہر نکالے تو جسم کو اس کے فر کے ساتھ کوئی فر نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ جب کسی پر وحدت کا غلبہ ہوگا اور کوئی شخص وحدت میں سے سر نکالے گا اور اس پر توحید کا غلبہ ہوگا تو اس کو عزت روحانی

www.besturdubooks.wordpress.com

کے مقابلہ میں عزت جسمانی کی کوئی پرواہ نہ رہے گی۔ آگے اس کی مثال دیتے ہیں کہ۔

چوں برآید گوہر از قعر بحار	ننگری اندر کف و خاشاک و خار
جب موتی' سمندروں کی گہرائی سے باہر آئے گا	تو کوڑے کرکٹ اور کانٹے کی طرح نظر نہ کریگا

یعنی جب دریا کے قعر میں سے موتی نکل آوے تو تم جھاگ میں اور خاشاک و خار میں نظر نہ کرو گے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر تم موتی کی تلاش میں غوطہ لگاؤ تو دریا کے اندر جانے سے تمہارے ہاتھ میں کبھی کف دریا آ جاوے گا اور کبھی خاشاک و خار آ جاوے گا اور تم اس کو دریا سے نکال کر باہر لاؤ گے لیکن یہ جب ہی تک ہے جب تک موتی نہیں ملا۔ اور جب موتی مل گیا تو پھر ان خس و خاشاک میں کبھی بھی نظر نہ کرو گے۔ بلکہ موتی کو لے کر گھر کا راستہ لو گے۔ اسی طرح جب تک توحید کا غلبہ جان پر نہیں ہوا ہے اسی وقت تک جسم کی آرائش میں ہو اور جسم سے تعلق ہے اور جب اس کا غلبہ ہو جاوے گا پھر اس جسم کو کون پوچھے گا۔ آگے دوسری مثال دیتے ہیں کہ۔

سر برآرد آفتاب با شرر	دم عقرب را کہ سازد مستقر
جب شعلہ بار سورج نکلتا ہے	دم عقرب (ستارے) کو کون ٹھکانا بناتا ہے

یعنی آفتاب با شرر (جب) سر نکالے تو عقرب (ستارہ) کی دم کو کون مستقر بنا دے گا مطلب یہ کہ عقرب جو ستارہ ہے اول تو رات کے وقت لوگ اسی کی چمک کو دیکھ رہے ہیں تھے اور اسی کو بہت بڑی شے سمجھ رہے تھے لیکن جب آفتاب عالمتاب نکل آیا پھر اس بیچارہ عقرب کو کون پوچھتا ہے اسی طرح بعد غلبۂ توحید کے اس جسم کی طرف بالکل التفات نہیں رہتا۔ تو اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر چہ اخیر میں غلبہ توحید کے وقت ان کو اتنا بھی تعلق نہ رہے گا لیکن۔

لیک خود با اینہمہ در نقد حال	جست باید تخت او را انتقال
لیکن باایں ہمہ اس وقت	اس کے تخت کو منتقل کرانا چاہیے

یعنی لیکن باوجود اس سب کے اسی وقت اس کے تخت کے منتقل کرنے کی تدبیر کرنی چاہیے۔

تا نگردد خستہ ہنگام لقا	کودکانہ حاجتش گردد روا
تاکہ ملاقات کے وقت خستہ (دل) نہ ہو	اس کی بچگانہ خواہش پوری ہو جائے

یعنی تاکہ ملاقات کے وقت وہ خستہ نہ ہو۔ اور بچوں کی سی اس کی حاجت روائی ہو جاوے مطلب یہ کہ جس طرح کہ بچوں کی ضدیں پوری کیا کرتے ہیں اسی طرح اس کی حاجت روائی بھی ہو جاوے۔

ہست بر ما سہل داورا بس عزیز	تا بود برخواں حوراں دیو نیز
ہمارے لئے آسان اور اس کو بہت پیارا ہے	تاکہ پریوں کے دستر خوان پر دیو بھی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہمارے اوپر تو ایک حقیر شے ہے اور اس کے لئے بہت محبوب ہے تاکہ حوروں کے خوان پر ایک دیو بھی ہو۔ مطلب یہ کہ اگرچہ تخت ہمارے نزدیک تو بالکل حقیر سے ہے مگر اس کو محبوب ہے تو اس کی مہمانی میں جو ہم اس کو دولت باطنی جو کہ حوروں کی طرح ہے دینگے تو خیر اس کے لئے اس کا تخت بھی جو دولت ظاہری ہے اور دیو کی طرح ہے وہ بھی اس کو دیدیں گے۔ حوروں کے ساتھ ایک شیطان بھی سہی اس سے فی الحال تو یہ فائدہ ہوگا کہ ایمان لانے کے وقت اس کو کوئی افسوس اپنے ایمان لانے پر نہ ہوگا۔ اور ایک فائدہ آئندہ کے لئے یہ ہوگا کہ۔

عبرت جانش بود آں تخت باز	ہچو دلق و چارقے پیش ایاز
پھر وہ تخت اس کی جان کے لئے باعث عبرت بنے	جیسا کہ ایاز کے لئے، گدڑی اور چپل

یعنی پھر وہ تخت اس کی جان کے لئے عبرت ہوگا جیسے کہ گدڑی اور جوتیاں ایاز کے آگے مطلب یہ کہ جس طرح کہ ایاز نے اپنی جوتیاں اور گدڑی جو کہ اول دفعہ وہ پہن کر محمود غزنوی کے سامنے آیا تھا رکھ رکھی تھیں اور ان کو دیکھ دیکھ کر روزمرہ کہا کرتا تھا کہ اے نفس تو تو وہ ہے جو کہ اس گدڑی کو پہنے ہوئے تھا اور یہ جوتیاں تیرے پاؤں میں تھیں آج جو یہ دولت اور مال اور عزت و حرمت تجھے نصیب ہوا ہے یہ سب محمود کا طفیل ہے دیکھ نمک حرامی مت کرنا۔ دیکھ بیوفائی غداری مت کرنا تو وہ جوتیاں اور گدڑی اس کے لئے عبرت ہو گئی تھیں۔ اسی طرح اس بلقیس کو جب دولت باطنی ملے گی تو اس تخت سے یہ نفع ہوگا کہ یہ اس کو دیکھے گی اور کہے گی کہ اے نفس تو تو ایسا تھا کہ اس تخت پر رہجھا کرتا تھا اور اس پر جان دے دیتا تھا آج جو تجھے یہ نعمت ملی ہے یہ سب فضل حق ہے اس کا شکر یہ ادا کر اس کی اطاعت کر نمک حرامی مت کر۔ تو اس تخت کے منگانے سے بعد میں یہ نفع ہوگا۔ غرضکہ اس تخت کے منگا لینے میں ہر طرح بلقیس کا دینی فائدہ ہے کہ اب تو اس کو ایماں پر افسوس نہ ہوگا اور بعد ایمان اور حصول دولت باطنی کے یہ فائدہ ہوگا کہ۔

تابداند در چہ بود آں مبتلاء	از کجا ہا در رسید او تا کجا
تاکہ اسے پتہ چل جائے وہ کس چیز میں پھنسی تھی؟	وہ کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے

یعنی تاکہ وہ جان لے کہ وہ کس چیز میں مبتلا تھی اور کہاں سے وہ کہاں تک پہنچ گئی (تو اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ اپنی اصلیت اس کے پیش نظر رہے گی) آگے مولانا اخیر سرخی تک اس مضمون کو بیان فرماتے ہیں کہ اسی طرح حق تعالیٰ نے انسان کی اصل یعنی نطفہ کو اور آب وگل کو سب کو اس کے سامنے رکھا ہے کہ یہ دیکھے کہ میری یہ اصل تھی اور پھر اس کو عبرت ہو کہ میں کیا تھا اور کیا ہو گیا تو اس سب کو فضل رب سمجھ کر انکار حق نہ کرے فرماتے ہیں کہ۔

خاک را وُ نطفہ را وُ مضغہ را	پیش چشم ما ہمی دارد خدا
خاک اور نطفہ کو اور مضغہ کو	خدا ہماری نظروں کے سامنے رکھتا ہے

یعنی خاک کو اور نطفہ کو اور مضغہ کو ہماری آنکھ کے سامنے اسی لئے حق تعالیٰ رکھتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از کجا آوردمت اے بدنیت	کہ ازاں آید ہمی خفریقیت
اے بدنیت! میں تجھے کہاں سے لایا ہوں؟	کہ اس سے تجھے شرم آتی ہے

یعنی کہ اے بدنیت میں تجھے کہاں سے لایا ہوں کہ تجھے اس سے شرم معلوم ہوتی ہے۔

تو بداں عاشق بدی در دور آں	منکر ایں فضل بودی آں زماں
تو اس کے زمانہ میں اس کا عاشق تھا	اس وقت اس فضیلت کا منکر تھا

یعنی اس زمانہ میں اس (حالت) کا عاشق تھا اور (بزبان حال) اس فضل کا اس وقت منکر تھا۔

ایں کرم چوں دفع آں انکارتست	کہ میاں خاک میگردی نخست
یہ کرم گویا اس انکار کا رد ہے	جو تونے خاک ہوتے ہوئے پہلے کیا تھا

یعنی یہ کرم جب اس انکار کا دفع ہے جو کہ تو خاک کے درمیاں (ہونے کی حالت میں) پہلے کہا کرتا تھا۔

حجت انکار شد انشار تو	از دوا بدتر شد ایں بیمار تو
تیری پیدائش تیرے انکار کیخلاف دلیل ہو گئی	تیرا یہ بیمار دوا سے اور بگڑ گیا

یعنی تیرا زندہ کرنا انکار کی حجت ہوگیا اور دوا سے تیرا یہ بیمار بدتر ہوگیا (ورنہ)

خاک را تصویر ایں کار از کجا	نطفہ را خصمے و انکار از کجا
مٹی سے اس کام کا تصور کہاں؟	نطفہ میں جھگڑالو پن اور انکار کہاں؟

یعنی خاک کو اس کام کی تصویر کہاں سے آئی اور نطفہ میں جھگڑا کرنا اور انکار کہاں سے آیا۔

چوں درانندم بیدل و بے سر بدی	فکرت و انکار را منکر بدی
چونکہ تو اس وقت بغیر دل اور سر کے تھا	تو فکر اور انکار کا منکر تھا

یعنی جیسا کہ اس دم تو بے دل اور بے سر کے تھا اور فکر اور انکار کا تو منکر تھا۔

از جمادی چونکہ انکارت برست	ہم ازیں انکار حشرت شد درست
مٹی ہونے کی حالت میں جبکہ تونے انکار کیا	تیرے اسی انکار سے تیرا حشر ثابت ہو گیا

یعنی جمادی سے جبکہ تیرا انکار پیدا ہوا تو اسی انکار سے تیرا حشر درست ہوگیا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو حق تعالیٰ نے نطفہ کو اور مضغہ وغیرہ کو جس سے کہ ترکیب انسان ہوئی ہے انسان کی آنکھوں کے سامنے رکھا ہے تا کہ یہ ان اشیاء کو دیکھے کہ میری اصل یہ ہے جس کو دیکھ کر بھی اب شرم آتی ہے اور اب جو یہ فضل ہوا ہے کہ نطفہ سے انسان بن گیا اور آب وگل سے ایک عاقل بن گیا۔ اس کا بھی تو بزبان حال اس وقت انکار تھا بلکہ اس انکار کا بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

جو کہ ایک فعل ہے انکار تھا اس لئے کہ اس وقت تو جو حالت تھی اسی کو غنیمت جانتے تھے اور اسی میں محو تھے لیکن پھر جو تم نے ترقی کی اور جس انکار کا کہ انکار تھا وہ پیدا ہوا تو اس انکار کے پیدا ہونے سے تم جھوٹے ہو گئے اور ثابت ہو گیا کہ تمہارا وہ انکار بالکل غلط اور بیہودہ تھا کہ اس انکار کے زندہ ہونے سے اور وجود میں آنے سے ہی وہ انکار غلط ہو گیا۔ تو اب تمہارا انکار حشر کہ کہتے ہو کہ بھلا اب مرنے کے بعد کس طرح زندہ ہوں گے اس حیات سے باطل ہو جاوے گا اور تمہاری یہ حیات ثابت کر رہی ہے کہ تمہارا انکار حشر غلط ہے۔ اس لئے کہ تم نے جو اول اس حیات کا انکار کیا تھا بلکہ اس انکار کا بھی جو کہ اس وقت کر رہے ہے انکار کیا تھا کیونکہ یہ بھی تو شعبہ ہے حیات کا اور وہ سب غلط ہوا تو ثابت ہو گیا کہ تمہارا اس حیات اخروی کا انکار بھی جو تم اس حالت میں کرتے تھے تو اسی طرح یہ انکار حشر ہی خود اقرار حشر ہے اور اسی سے حشر ثابت ہوتا ہے خوب سمجھ لو۔ آگے اس کی مثال دیتے ہیں۔

پس مثال تو چو آں حلقہ زنے است	کز درونش خواجہ گوید خواجہ نیست
پس تیری مثال اس زنجیر پیٹنے والی کی سی ہے	کہ اس کے اندر سے مالک کہے کہ مالک نہیں ہے

یعنی بس تیری مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی حلقہ زن ہو کہ اس کو خواجہ کہہ دے کہ خواجہ نہیں ہے۔

حلقہ زن زیں نیست دریابد کہ ہست	پس ز حلقہ بر ندارد ہیچ دست
زنجیر پیٹنے والا اس انکار سے سمجھ لے گا کہ وہ ہے	تو حلقہ سے بھی دست بردار نہ ہو گا

یعنی کنڈی بجانے والا اس نیست ہی سے سمجھ لے گا کہ ہے تو کنڈی سے بالکل ہاتھ نہ اٹھائے گا مطلب یہ کہ تمہارے اس انکار کی ایسی مثال ہے کہ جیسے کہ ایک شخص نے کسی کو پکارنے کے لئے دروازہ پر کنڈی بجائی کہ میاں فلاں صاحب ہیں تو وہ فلاں ہی فرماتے ہیں کہ میں تو ہوں نہیں تو ان کا یہ کہنا کہ میں نہیں ہوں خود اقرار ہے اس امر کا کہ میں ہوں۔ تو دیکھئے ہے انکار لیکن یہ انکار ہی اقرار ہے۔ تو اسی طرح انسان کا انکار بھی خود اقرار ہے کیونکہ یہ انکار بھی تو جب ہی پیدا ہوا ہے کہ جبکہ وہ انکار غلط ہو چکا ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ

پس ہم انکارت مبیں می کند	کز جماد او حشر صدفن میکند
تو تیرا انکار ہی واضح کرتا ہے	کہ وہ مٹی سے سو طرح حشر کر دے گا

یعنی بس تیرا انکار ہی ظاہر کر رہا ہے کہ جماد سے وہ سو طرح حشر کرتا ہے۔

چند صنعت رفت اے انکار تا	آب و گل انکار زاد از ہل اتٰی
چند کاریگریاں ہو چکیں اے! کب تک انکار؟	مٹی اور پانی سے "ہل اتٰی" کا انکار مرزد ہوا

یعنی اے شخص کس قدر صنعتیں ہو چکی ہیں تو انکار کب تک ہو گا۔ اور آب و گل سے انکار آب و گل پیدا ہوا (ہل اتٰی سے مراد پورا مضمون یعنی وہ حالت جو ہل اتٰی میں مذکور ہے) مطلب یہ کہ تمہارا یہ انکار ہی بتلا رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ حق تعالیٰ کو سینکڑوں طرح پیدا فرمانے کی قدرت ہے کیونکہ کس قدر صنعتیں ہوئی ہیں تب یہ انکار پیدا ہوا ہے۔ تو اب کہاں تک انکار کرو گے۔ تمہارا خود یہ انکار اقرار ہے اور اسی سے حشر ثابت ہوتا ہے۔

آب و گل میگفت خود انکار نیست	بانگ میزد بے خبر کاخبار نیست
پانی اور مٹی کہتے ہیں کہ انکار نہیں ہے	بے خبر پکارتا ہے کہ خبر دینا نہیں ہے

یعنی آب و گل کہہ رہا تھا کہ (فعل) انکار نہیں ہے اور بے خبر آواز دے رہا تھا کہ (فعل) خبر دینا نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ آب و گل کی حالت یہ کہہ رہی تھی کہ انکار و اخبار جو کہ شعبے ہیں حیات کے یہ سب نہیں ہیں اور ان کا وجود نہیں ہے لیکن ہر وجود انکار ہی اقرار ہو گیا اور وہ انکار غلط ہو گیا۔ خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

من بگویم شرح ایں را صد طریق	لیک خاطر لغزد از گفت دقیق
میں اس کی سو طرح سے تشریح کر دیتا	لیکن باریک بات سے طبیعت لغزش کھا جاتی ہے

یعنی میں اس کی شرح سو طرح سے کہتا لیکن دل باریک بات کے کہنے سے لغزش کرتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ میں اس کی بہت سے طریق پیش کرتا کہ خود انکار ہی اقرار ہے لیکن باریک باتوں کے کہنے سے جی ڈرتا ہے کہ کہیں گمراہی نہ پھیلے اس لئے ان مثالوں میں ایک مثال یہ بھی ہوتی کہ دیکھو یہ بت پرست جو بت پرستی کرتے ہیں تو اصل میں بت پرستی نہیں کرتے بلکہ خدا پرستی ہی کرتے ہیں کیونکہ جو امور کہ یہ بتوں میں ثابت کرتے ہیں وہ اصل میں اور حقیقت میں بتوں میں نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ میں ہیں تو ان کا یہ کہنا کہ ہم ان بتوں کی عبادت اس صفت کی وجہ سے کرتے ہیں اصل میں یہ کہنا ہے کہ ہم حق تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اس لئے جب وہ اس صفت کی وجہ سے عبادت کرتے ہیں اور وہ صفت ہے حق تعالیٰ میں تو عبادت حق تعالیٰ ہی کی کرتے ہیں۔ تو ان کا عبادت حق سے انکار خود اقرار ہے لیکن اس سے کوئی کج فہم بت پرستوں کو حق پر نہ سمجھے اور ان کو خدا پرست نہ سمجھے اس لئے کہ یہاں تو ان کے فعل سے حق پرستی لازم آ گئی انہوں نے تو حق پرستی کا التزام نہیں کیا۔ بلکہ ان کے فعل سے حق پرستی لازم آ گئی تو انساں پر جو لازم آ جاوے معتبر نہیں ہے بلکہ وہ ایمان معتبر ہے جس کا التزام خود فاعل نے کیا ہو۔ اس لئے فرماتے ہیں کہ بس زیادہ نہیں کہتا شاید لوگ گمراہ ہو جاویں آگے فرماتے ہیں کہ۔

شرح آں را لب بستم اے کیا	بہر نقل تخت بلقیس از سبا
اے بزرگ! میں نے اس کی تشریح سے خاموشی اختیار کر لی	سبا سے بلقیس کے تخت کے منتقل ہونے کے (قصہ) کے لئے

یعنی اے زیرک میں نے اس کی شرح سے لب کو بلقیس کا تخت سب سے منتقل کرنے کے لئے بند کر لیا۔ یعنی اب اس کا قصہ بیان کرتا ہوں اور اس کی شرح کو چھوڑتا ہوں۔ آگے بیان نہیں کرتا۔ آگے اس تخت کے منگانے کا قصہ ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کے تخت کو سبا سے منگانے کی تدبیر کرنا

پس سلیمان گفت با لشکر عیاں	تخت اورا حاضر آرید ایں زماں
پھر (حضرت) سلیمان نے صاف طور پر لشکر سے کہا	اس کے تخت کو فورا حاضر کرو

یعنی پس سلیمان علیہ السلام نے لشکر سے عیاناً فرمایا کہ اس (بلقیس) کے تخت کو اسی وقت حاضر لاؤ۔

گفت عفریتے کہ تختش را بفن	حاضر آرم تا تو زیں مجلس شدن
ایک جن نے کہا کہ اس کے تخت کو ہنر سے	آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے حاضر کر دوں گا

یعنی ایک زبردست جن نے کہا کہ اس کے تخت کو فن کے ذریعہ سے میں آپ کے اس مجلس سے اٹھنے تک حاضر لاؤں گا۔ یعنی اس نے کہا کہ میں جادو کے ذریعہ سے آپ کے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے تخت کو حاضر کر دوں گا۔

گفت آصف من باسم اعظمش	حاضر آرم پیش تو در یکدمش
آصف نے کہا میں اس کو اسم اعظم کے ذریعہ	اس کو آپ کے سامنے ایکدم حاضر کر دوں گا

یعنی آصف (وزیر حضرت سلیمان علیہ السلام) نے کہا کہ میں اس کو اسم اعظم کے ذریعہ سے آپ کے سامنے ایک دم میں لاتا ہوں۔

گرچہ عفریت اوستاد سحر بود	لیک آں از نفخ آصف رونمود
اگرچہ جن جادو کا استاد تھا	لیکن وہ آصف کے دم کرنے سے آیا

یعنی اگرچہ وہ عفریت جادو میں استاد تھا لیکن وہ تخت آصف کی پھونک سے ظاہر ہوا۔

حاضر آمد تخت بلقیس آں زماں	لیک ز آصف نز فن عفریتاں
بلقیس کا تخت فوراً آ گیا	لیکن آصف کی وجہ سے نہ جنوں کے ہنر سے

یعنی بلقیس کا تخت اسی وقت حاضر ہو گیا لیکن آصف کی وجہ سے نہ کہ جنوں کے فن کی وجہ سے۔

گفت حمد اللہ بریں وصد چنیں	کہ بدیدستم ز رب العالمیں
(حضرت سلیمان نے) فرمایا اس پر ایسی سینکڑوں (نعمتوں) پر خدا کی تعریف ہے	جو میں نے رب العالمین کی جانب سے دیکھی ہیں

یعنی سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے اس پر ایسی سینکڑوں (ان نعمتوں) پر جو کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دیکھی ہیں۔

پس نظر کرد آں سلیماں سوئے تخت	گفت آرے گول گیری اے درخت
پھر (حضرت) سلیمان نے تخت کی جانب دیکھا	فرمایا اے درخت! تو احمق کو پھنسانے والا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پھر سلیمان علیہ السلام نے اس تخت کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ہاں اے درخت تو بیوقوفوں کا گرفتار کرنے والا ہے (چونکہ وہ تخت لکڑی ہی کا تھا اس لئے اس کو درخت کہہ دیا۔ مطلب یہ تھا کہ تو ہی ہے کہ تیرے اندر پھنس کر اور تجھ سے محبت کر کے بیوقوفان دنیا حق تعالیٰ سے غافل ہو جاتے ہیں) آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

پیش چوب و پیش سنگ نقش کند	اے بسا گولاں کہ سرہا می نہند
لکڑی اور تراشے ہوئے پتھر کے سامنے	بہت سے احمق ہیں جو سجدے کرتے ہیں

یعنی لکڑی اور پتھروں منقش کے آگے بہت سے بیوقوف ایسے ہیں کہ سر رکھتے ہیں۔ یعنی ان کی عبادت کرتے ہیں

ساجد و مسجود از جان بے خبر	دیدہ از جان جنبشے واندک اثر
سجدہ کرنے والا اور مسجود جان سے بے خبر ہیں	اس نے جان کی تھوڑی سی حرکت اور تھوڑا سا اثر دیکھا ہے

یعنی ساجد و مسجود (دونوں) جان (حقیقی حق تعالیٰ) سے بے خبر ہیں۔ جان (روح) کا کچھ اثر اور ایک جنبش دیکھی ہے۔ مطلب یہ کہ جن پتھروں اور درختوں وغیرہ کی عبادت کرتے ہیں ان میں اپنے خیال کے مطابق کچھ جان کا اثر دیکھا کہ مثلاً انہوں نے باتیں کیں یا کوئی جنبش کی بس اس پر لٹو ہو گئے۔ اور اس جان حقیقی حق تعالیٰ سے غافل ہو گئے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

دیدہ در وقتیکہ شد حیران و دنگ	کہ سخن گفت و اشارت کرد سنگ
جس وقت وہ حیران اور دنگ ہوا تو اس نے دیکھا	کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا

یعنی ایک ایسے وقت میں دیکھا جبکہ وہ حیراں اور دنگ ہو گیا کہ پتھر نے بات کی اور اشارہ کیا مطلب یہ کہ اگر کوئی بات کبھی کبھار معلوم ہوئی کہ مثلاً کوئی شیطان پتھر میں سے بول پڑا۔ یا اس نے کچھ اشارہ کر دیا تو بس یہ اس پر لٹو ہو گئے اور سمجھے کہ بس یہی سب کچھ ہے۔

نرد خدمت راچو ناموضع بباخت	شیر سنگی را شقی شیرے شناخت
چونکہ اس نے خدمت کی نرد بے موقع کھیلی	پتھر کے شیر کو بدبخت ' شیر سمجھا

یعنی خدمت کی نرد کو جب بے جگہ کھیلا تو کمبخت شیر سنگی کو شیر سمجھ گیا۔

از کرم شیر حقیقی کرد جود	استخوانے سوئے سگ انداخت زود
حقیقی شیر نے کرم سے سخاوت کر دی	فوراً کتے کے سامنے ہڈی ڈال دی

یعنی کرم کی وجہ سے شیر حقیقی نے بخشش فرمائی اور ایک ہڈی جلدی سے کتے کی طرف ڈال دی۔

گفت گرچہ نیست آں سگ بر قوام	لیک مارا استخواں لطفیست عام
کہا اگرچہ وہ کتا راہ راست پر نہیں ہے	لیکن ہمارا ہڈی ڈالنا عام مہربانی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی فرمایا کہ اگر چہ وہ کتا راہ راست پر نہیں ہے لیکن ہمارے لئے تو ہڈی دینا ایک لطف عام ہے۔
مطلب یہ کہ جب اس نے عبادت کو اس کے غیر محل میں استعمال کیا اور سر دوسروں کے آگے جھکا دیا۔ تو اس کا یہ وبال ہوا کہ اس کی آنکھیں حقیقت سے اندھی ہو گئیں اور وہ اس غیر محل ہی میں لگا رہا۔ اور حقیقت سے غافل رہا۔ اس کی ایسی مثال ہو گئی کہ جیسے ایک اصلی شیر بہت سی ہڈیاں اور گوشت لئے بیٹھا ہے۔ اور تقسیم کر رہا ہے اور سامنے ہی دیوار پر ایک شیر کی تصویر بن رہی ہے۔ سب آتے ہیں اور اس شیر اصلی کے پاس سے ہڈی یا گوشت لے جاتے ہیں لیکن ایک کتا آیا اور وہ اس شیر کی تصویر کو شیر اصلی سمجھ کر اس کی خوشامد کرنے لگا اور اس سے خوراک مانگنے لگا۔ جب شیر اصلی نے اس کو اس طرح دیکھا تو اس نے ایک ہڈی اس کی طرف بھی پھینک دی کہ خیر ہمارا لطف تو عام ہے اگر چہ یہ اس طرف متوجہ ہے لیکن ہم تو اپنے لطف کو بند نہ کریں ہم تو اس کو روزی دے ہی دیں گے مگر بیوقوف کتا یہ سمجھا کہ یہ ہڈی اس تصویر نے دی ہے یہ سمجھ کر اور بھی اس کی خوشامد میں لگ گیا۔ پس اسی طرح حق تعالیٰ سے تمام عالم کو ہر طرح کا فیض ہو رہا ہے اور تمام عالم کو ہر شے اسی سے ملتی ہے لیکن بیوقوف مشرک نے کسی پتھر وغیرہ میں سے کوئی آواز سن لی یا اور کوئی بات دیکھ لی جو کہ کسی شیطان کا تصرف تھا۔ پس یہ اس بت کا ہو رہا۔ اور اسی میں لگ گیا اور ساری حاجات اسی سے مانگنے لگا جب فیاض حقیقی یعنی حق تعالیٰ نے اس کو اس طرف متوجہ دیکھا تو اس نے جو حاجت مانگی وہ اس کی پوری کر دی۔ تا کہ اس کمبخت کو مدت العمر اس طرف آنا ہی نصیب نہ ہو۔ بقول شخصے

بگذار تا بمیر دو در رنج خود پرستی

لیکن یہاں دررنج بت پرستی مناسب ہے۔ غرضکہ اس نے سمجھا کہ یہ شے اس بت نے دی ہے اور اس نے یہ سمجھ کر خوب اسی کی پرستش شروع کر دی اور معبود حقیقی سے اعراض کیا۔ حالانکہ وہ تصرف بت کا عارضی اور شیطانی دھندا تھا۔ جیسا کہ اظہر من الشمس ہے۔ کمبخت نے اس قدر قدرت عامہ کو تو دیکھا نہیں کہ تمام عالم کس نے بنایا کس نے یہ ساری نعمتیں دیں۔ بس اسی میں ایک عجیب شے دیکھ کر اس میں لگ گیا۔ نعوذ اللہ منہ۔ آگے حضرت حلیمہؓ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس سے زمانہ بچپن میں گم ہو گئے تھے اور وہ پریشان تھیں تو اس وقت ایک بوڑھا شخص آیا اور ان کو عزیٰ بت کے پاس لے گیا کہ یہ انکا پتہ بتلا دے گا اور اکثر وہ اس طرح بتلا دیا کرتا تھا تو یہ تصرف شیطانی تھا کہ وہ بت بولتا تھا۔ اوپر سے اس حکایت کو بھی ربط ہے کہ دیکھو اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بت کچھ حرکت وغیرہ کرتے تھے اور ان میں سے آوازیں وغیرہ آتی تھیں جس کی وجہ سے وہ لوگ ان کے معتقد تھے۔ اب حکایت سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

بلقیس کا ملک و مال سے بوجہ شوق ایمان کے آزاد اور مست ہو جانا اور تمام ملک سے اس کا التفات منقطع ہو جانا مگر تخت سے

ترجمہ وتشریح:۔ جبکہ سلیمان علیہ السلام نے جانوروں کے لئے ان کے مناسب ایک بولی بولی۔ یعنی اہل سبا کو ایک مناسب حال پیغام بھیجا تو ان سب کو قید اور منقاد کر لیا۔ بجز اس جانور کے جو بے جان و بے پر تھا۔ یا مچھلی کی طرح خلقۃً بہرہ گونگا تھا۔ یعنی فطرۃً ہی اس میں استعداد و قابلیت ایمان نہ تھی۔ (مراد اس سے اظہار کمال ضعف استعداد ہے نہ کہ نفی مطلق استعداد کیونکہ یہ امر کل مولود یولد علی الفطرۃ کے خلاف ہے) اس کو فائدہ نہ ہوا۔ اور وہ اتباع سے محروم رہا۔ چونکہ مولانا کے اس کلام سے گونہ ایہام اس امر کا بھی ہوتا تھا۔ کہ آواز وحی ایسے لوگوں کی ہدایت سے قاصر ہے اس لئے اس کو دفع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نہیں میں نے غلط کہا اور میرے کلام سے یہ امر جو متوہم ہوتا ہے کہ آواز وحی الٰہی قاصر ہے یہ غلط ہے کیونکہ اس میں تو اتنی قوت ہے کہ اگر بہرہ یعنی قریب قریب فاقد الاستعداد شخص بھی اسے سنے تو نور وحی الٰہی اس کے لئے بھی شمع ہدایت روشن کر دے۔ پس قصور سراسر عبد کی طرف سے ہے۔ نہ کہ وحی کی جانب سے یہ تو جملہ معترضہ تھا اصل مطلب یہ ہے کہ بلقیس مسلمان ہوگئی اور اس نے سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کا صدق دل سے پختہ ارادہ کر لیا۔ اور جبکہ اس کے دل میں اسلام نے گھر کر لیا اور اس کا حاضری کا ارادہ پختہ ہوگیا تو اس کو اپنے گذشتہ زمانہ کے ضائع ہونے پر افسوس ہوا کہ میرا اتنا وقت کیوں برباد ہوگیا اور کیوں میں اتنے دنوں تک اس دولت سے محروم رہی اور اس نے دولت و سلطنت کو یوں خیر باد کہہ دیا جس طرح عشاق نام و ننگ کو کہہ دیتے ہیں۔ خدمت گار غلام اور ناز و انداز والی لونڈیاں اس کی نظر میں اس درجہ بے وقعت ہو گئی تھیں جیسی بے وقعت پیاز۔ باغات و قصور شاہی اور نہروں کا پانی سب کے سب عشق کی گرمی سے پہاڑ معلوم ہوتے تھے اور یہ امر کچھ بھی تعجب خیز نہیں اس لئے کہ عشق کا تو قاعدہ یہی ہے کہ جب وہ مسلط اور غضبناک ہوتا ہے تو اچھی چیزیں عاشق کی نظر میں بری ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ غیرت عشق زمرد کو گندنا دکھلاتی ہے۔ یعنی عاشق کو غیرت آتی ہے کہ محبوب کی خوبی کے سامنے کسی اور چیز کو بھی خوب سمجھے۔ اور اس کی طلب کے ساتھ کوئی اور چیز بھی مطلوب ہو۔ اور فنافی المحبوب کے یہی معنی ہیں۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ما لا الہ الا ہو کے معنی بھی یہی ہیں کہ مثلاً چاند تمہیں کالی ہانڈی معلوم ہو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس میں تمام کائنات معبودیت کا سلب ہے اور صرف ایک ذات کے لئے اس کا اثبات ہے تو حاصل یہ ہوا کہ معبود صرف ذات واحد ہے اور کوئی نہیں اور معبودیت و استجماع جملہ اوصاف کمال و محبوبیت حقیقۃً و کاملۃً آپس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں متلازم ہیں پس لا الٰہ الا ھو کے التزامی معنی یہ ہوئے کہ کوئی محبوب حقیقی و کامل نہیں بجز ذات واحد کے لہٰذا اسی کو محبوب بنانا چاہئے اور جب وہ محبوب ہوگیا تو اس کے ماسوا جتنی چیزیں ہیں سب کو اس کے سامنے محتقر اور عاری عن الکمال سمجھنا چاہئے کیونکہ مقتضائے عشق یہی ہے۔ پس جبکہ یہ کیفیت پیدا ہوگئی تو لامحالہ عاشق چاند کو کالی ہنڈی سمجھے گا۔ وھٰذا ھو المدعیٰ۔ اس مضمون استطرادی کو بیان فرما کر پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی مال کوئی خزانہ کوئی سامان ایسا نہ تھا جس کا اسے افسوس ہو بجز تخت کے کہ اس کو اس کا افسوس ضرور تھا پس سلیمان علیہ السلام کو ان کے خیال پر اطلاع ہوگئی (چونکہ بادی النظر میں یہ امر قابل انکار تھا اس لئے مولانا اس کی وجہ بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں) کیونکہ جبکہ بلقیس کے قلب کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے تعلق تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام کو بھی ان سے محبت تھی اور عادت اللہ جاری ہے کہ ایسی صورت میں علی تفاوت مراتب التعلق ایک کے قلب کی حالت کا پرتو دوسرے کے قلب پر ڈال دیا کرتے ہیں۔ اس لئے دونوں کے دلوں کے درمیان ایک راستہ تھا۔ جس سے ایک کے دل کا اثر دوسرے تک پہنچ سکتا تھا۔ نیز جس کے قویٰ مدرکہ اتنے قوی ہوں گے کہ وہ چیونٹی کی گفتگو سن لے وہ دور والوں کے اسرار قلبیہ بھی معلوم کر سکے گا بوجہ اس ادراک کے اختیاری نہ ہونے کے ہر وقت اور جب چاہے ایسا نہ کر سکے اور جو گفتگو مور کو جو کہ ایک مخفی بات تھی جان لے گا وہ آسمانوں کے مخفی اسرار کو بھی جان سکے گا۔ کیونکہ منشا دونوں کا نور الٰہی وقوت الٰہیہ ہے جس کے نزدیک دونوں یکساں ہیں مگر چونکہ ان سے حواس عادیہ کی طرح کام لینے کا اختیار عطا نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ ادراک ان کے اختیار میں نہیں فاندفع الشکوک والاوہام باسرہا۔ القصہ انہوں نے ایک مسافت بعیدہ سے یہ امر معلوم کر لیا کہ مطیع ومنقاد بلقیس کو اپنے تخت کی جدائی ناگوار ہے رہا یہ امر کہ اس کو اس تخت سے کیوں عشق اور موافقت تھی سو اگر میں اس کی تفصیلی وجہ بیان کرتا ہوں تو گفتگو طویل ہوئے جاتی ہے۔ مگر مختصر اور اجمالاً کچھ بیان کرتا ہوں سنو اگرچہ قلم جماد محض ہے مگر کاتب کو اس سے ایک خاص انس ہوتا ہے۔ علیٰ ہٰذا ہر پیشہ ور کے آلات اپنے بے جان ہونے کی حالت میں جانداروں کے مونس ہیں۔ اور جو شخص جو کام کرتا ہے اس کا آلہ بے جان ہوتا ہے لیکن وہ اس کا مونس جان ہوتا ہے۔ علیٰ ہٰذا بلقیس کا تخت اس کا آلہ تھا اس لئے قدرۃً اس کو بھی اس سے انس ہونا چاہئے تھا۔ یہ تو میں نے مجملاً اور ایک کلیہ کے طور پر بیان کر دیا ہے اور میں اس کو متعین اور مشخص کر کے بھی بیان کر دیتا۔ اگر تیری چشم فہم میں ڈھلکے کا مرض نہ ہوتا۔ یعنی وہ کمزور نہ ہوتی۔ مگر کیا کیجئے کہ وہ کمزور ہے اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ تو نہ سمجھ سکے یا غلط سمجھ جائے اس لئے ترک کرتا ہوں۔ اور قصہ بیان کرتا ہوں چونکہ تخت بہت بڑا تھا اس لئے اس کے بڑے ہونے کے سبب اس کو سلیمان علیہ السلام کے پاس لے جانا کسی طرح ممکن نہ تھا اور چونکہ اس میں بہت باریک کام ہو رہا تھا اس لئے اجزاء الگ الگ کرنے میں بھی خطرہ تھا جیسے انسان کے آپس کے جوڑ کہ ان کے جدا کرنے میں سخت خطرہ ہے کیونکہ وہ ایک استاد کامل کے جوڑے ہوئے ہیں۔ پس اگر ان کو الگ الگ کر دیا جائے تو پھر ان کا اس طرح جوڑنا ناممکن ہو جاوے۔ ان واقعات پر غور کر کے حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اگرچہ انجام

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہوگا کہ بلقیس کو تخت وتاج کی بالکل محبت نہ رہے گی کیونکہ جب جان دریائے وحدت میں غرق اور فنافی اللہ ہوکر نکلتی اور بقاباللہ حاصل کرتی ہے تو اس کی عظمت کے مقابلہ میں کوئی چیز وقیع نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ کسی چیز پر بھی نظر نہیں کرتے۔ اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ اگر سمندر میں سے موتی نکل آئے تو پھر آدمی خس وخاشاک کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ جبکہ آفتاب مشتعل طلوع ہوتا ہے تو اس وقت دم عقرب پر کوئی اعتنا نہیں کرتا۔ کیونکہ آفتاب کے سامنے دم عقرب کی کیا حقیقت ہے۔ (دم عقرب سے وہ ستارے مراد ہیں جو مخرج عقرب میں دم عقرب کی صورت پر مجتمع ہیں اور یہی مراد ہے صاحب منہج قوی کی نہ کہ کژدم معروف کی دم جیسا کہ بعض محشین نے سمجھا ہے۔ واللہ اعلم) لیکن با ایں ہمہ فی الحال یہی مناسب ہے کہ اس کے تخت کو یہاں منگایا جاوے تاکہ ہماری ملاقات کے وقت اس کو تخت کے چھوٹنے کا ملال نہ ہو اور اس کی طفلانہ خواہش پوری ہوجانی چاہئے کیونکہ گو وہ ہمارے نزدیک محتقر ہے مگر اسے بے حد عزیز ہے نیز تاکہ حوروں کے دسترخوان پر دیو بھی موجود رہے اور وہ تخت اس کی جان کے لئے موجب عبرت ہو جس طرح کہ ایاز کی گدڑی اور اس کے جوتے اس لئے اس کے پاس تھے کہ اسے معلوم رہے کہ میں کہاں سے کہاں پہنچ گیا ہوں اور پہلے کیا تھا اور اب کیا ہوگیا ہوں اور اس سے اس میں شکر پیدا ہو نہ کہ غرور اور گھمنڈ حق سبحانہ نے خاک اور نطفہ اور مضغہ کو اسی لئے ہمارے سامنے رکھا تاکہ ہمیں جتلائے کہ میں نے تمہیں ایسے کونسے عمدہ تغیر سے پیدا کیا ہے۔ جس سے تمہارے اندر یہ پاجی پن تکبر وغرور وغیرہ پیدا ہو۔ جس زمانہ میں تو نطفہ اور مضغہ تھا اس وقت تو بزبان حال ہمارے اس کمال کا منکر تھا کہ ہم ایک چیز کو دوسری شے سے پیدا کرسکتے ہیں اور چونکہ ہمارا یہ فضل یعنی تم کو جماد سے انسان بنانا تمہارے اس انکار کو رد کرتا ہے جو کہ تم ابتداء خاک ہونے کی حالت میں کرتے تھے۔ اس لئے اب تم کو حشر اجساد سے انکار نہ ہونا چاہئے تھا۔ مگر تم پر اس کا الٹا اثر ہوا اور ہمارا تم کو حیات بخشنا خود تمہارے لئے انکار کی دلیل بن گیا۔ (اور تم نے کہا کہ حشر اجساد ناممکن ہے کیونکہ جسم میں سے وہ استعداد فنا ہوگئی ہے جس کے بناء پر نفس کو اس سے تعلق تھا یا وہ مجتمع تھا اور نفس کے تعلق اور جسم کے اجتماع کا فنا ہوجانا دلیل ہے اس کے انعدام کی۔ پس جبکہ اس میں استعداد تعلق نفس واجتماع اجزاء نہیں رہے تو جسم کیونکر بن سکتا ہے اور نفس اس سے کیونکر متعلق ہوسکتا ہے) اور جو چیز واقع میں تمہارے لئے دوا تھی اس سے تمہارے مرض کو ترقی ہوگئی۔ تم اتنا تو سوچو کہ خاک کے پتلے کے لئے اس فعل (حیات واستعداد وغیرہ) کو کس نے مصور کیا ہے اور وہ کون ہے جس نے اسے حیات یا استعداد وغیرہ دی ہے اور نطفہ یعنی انسان کے اندر مخاصمت اور انکار کس نے پیدا کیا ہے۔ وہ ہمیں تو ہیں۔ پھر اگر ہم دوبارہ بھی حیات دیدیں تو کیا تعجب کی بات ہے۔ آخر استعداد اولی بھی تو ہمیں نے پیدا کی تھی۔ پھر کیا ہم دوبارہ استعداد پیدا نہیں کرسکتے۔ دیکھو جب تم کو دل اور فہم نہ ملا تھا اس وقت تم فکر اور انکار کے بھی منکر تھے۔ اب چونکہ جمادیت سے تمہارے اندر انکار پیدا ہوگیا ہے اس لئے خود تمہارا یہ انکار حشر ہی اس کا اقرار ہوگیا۔ کیونکہ اس سے ثابت ہوا کہ تمہارا انکار بالکل لغو ہے۔ اور تم ہر ایسی چیز کا انکار کر بیٹھتے ہو جو فی نفسہ ممکن ہوتی ہے اور اس تک تمہاری رسائی نہیں ہوتی۔ چنانچہ حالت

www.besturdubooks.wordpress.com

جمادیت میں تم فکر وانکار کے منکر تھے ہی اور اب ان کو آنکھوں سے دیکھ لیا۔ نیز تمہارا مٹی ہو کر دوبارہ زندہ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ جماد سے انکار کا پیدا ہونا تو جبکہ ہم اس پر قادر ہیں تو اس پر قادر کیوں نہ ہوں گے۔ لہٰذا تمہاری مثال ایسی ہوگئی جیسے ایک شخص زنجیر کھنکھٹائے اور مالک مکان اندر سے بولے کہ مالک گھر نہیں ہے کیونکہ یہ انکار اس کا خود اقرار ہے اور زنجیر کھنکھٹانے والا اس انکار ہی سے اقرار سمجھ جاوے گا اس کی بات نہ مانے گا اور زنجیر کھنکھٹاتا رہے گا پس اسی طرح تمہارا انکار خود ثابت کرتا ہے کہ حق سبحانہ جمادات میں سینکڑوں کمالات پیدا کر سکتے ہیں اے منکر ذرا غور تو کر کہ جس وقت تک خاک و آب یعنی مٹی کے پتلے نے ہل اتی سے انکار کیا ہے اس وقت تک خاک کے اندر کیا کیا کاریگریاں ہو چکی ہیں کہ اول مٹی کو غذا بنایا۔ اور غذا کو بتقلیب احوال خون بنایا اور خون کو منی بنایا۔ منی کو علقہ بنایا علقہ کو مضغہ بنایا مضغہ کو جسم انسانی بنایا پھر اس میں روح پھونکی پھر اس کو قابل فہم بنایا۔ اس وقت سورۃ ھل اتی کا انکار کیا جو اولاً بطور تمہید کے اس کے ابتدائی حالت کو ظاہر کرتی ہے اور اس کے بعد اس کے محشوریت جسمانیہ کو بتلاتی ہے غرضکہ مجموعہ آب و گل (انسان ناقص) اپنے انکار کی حالت میں کہتا ہے کہ یہ انکار نہیں ہے اور غافل اپنے عین اس خبر دینے کی حالت میں بندائے جھوٹی کہہ رہا ہے کہ یہ خبر دینا نہیں ہے بلکہ سراسر جھوٹ ہے۔ میں اس مضمون کو سو طرح بیان کر سکتا ہوں لیکن اندیشہ ہے کہ باریک بات سے افہام کو لغزش نہ ہو جاوے۔ اس لئے اس کی شرح سے خاموش رہا۔ تاکہ سبا سے بلقیس کا تخت لے آؤں۔ سنو امر مذکورہ بالا کو سوچ کر سلیمان علیہ السلام نے لشکر کو حکم دیا کہ اس کے تخت کو فوراً حاضر کرو۔ ایک جن نے کہا کہ میں اس کے تخت کو اپنے کمال سے آپ کی مجلس کے برخاست ہونے سے پہلے حاضر کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر آصف بن برخیا نے کہا کہ میں اسم اعظم کے ذریعہ سے اسے ابھی حاضر کئے دیتا ہوں۔ اگرچہ وہ عفریت بھی جادو کا استاد تھا مگر اس خدمت کے انجام کا شرف آصف کی قسمت میں تھا اس لئے یہ خدمت اسی کے دم سے ظہور میں آئی اور فی الفور بلقیس کا تخت حاضر ہو گیا۔ مگر عفریتیوں کے ہنر سے نہیں بلکہ آصف کے کمال سے۔ یہ دیکھ کر حضرت سلیمان علیہ السلام نے جوش مسرت میں فرمایا کہ میں رب العالمین کے اس انعام پر اور ایسے اور سینکڑوں انعاموں پر جو اس کی جانب سے مجھ پر ہوئے ہیں اس کی تعریف کرتا ہوں۔ یہ فرما کر تخت کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ اے جز و درخت بے شک تو احمقوں کا پھانسنے والا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے بہت سے احمق ہیں جو لکڑیوں اور تراشیدہ پتھروں کے سامنے سجدہ کرتے ہیں یہ ساجد و مسجود جان کو تو جانتے بھی نہیں کہ کیا چیز ہے۔ ہاں کچھ اثر اس کا ان میں موجود ہے جیسے حرکت وغیرہ۔ چنانچہ جب ساجد کبھی اپنے کسی معاملہ میں پریشان اور متحیر ہو کر بتوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان سے اعانت چاہتا ہے تو ان میں گویائی یا اشارہ دیکھ لیتا ہے اور وجہ یہ ہے کہ جب اس نے اپنی خدمت کو بے محل صرف کیا اور اس بدبخت نے پتھر کے شیر کو حقیقی شیر سمجھ لیا یعنی غیر قادر کو قادر جان لیا تو حق سبحانہ کے سخاوت نے اپنی عنایت سے اسے شیر حقیقی کر دیا یعنی اس پر قادر کے آثار مرتب کر دیئے جیسے گویائی یا حرکت یا مقصود کا حاصل ہونا۔ اور اس کتے کے سامنے ہڈی ڈال دی اور فرمایا کہ اگرچہ یہ کتا ٹھیک اور وفادار نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

لیکن ہڈی ڈال دینا ہمارا کرم عام ہے۔ اس میں مطیع وغیر مطیع کی تخصیص نہیں ہم سب کے مقاصد کو پورا کرتے ہیں۔ اب مولانا ایک قصہ بیان فرماتے ہیں جس سے "دیدہ از جان جیشے واندک اثر کی تائید ہو اور کہتے ہیں۔

شرح شبّیری

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا بتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد دودھ چھڑانے کے گم کیا تھا اور بتوں کا کانپنا اور سجدہ میں حضور کا نام سن کر گر پڑنا

قصۂ راز حلیمہؓ گویمت	تازد واید داستاں او غمت
میں تجھ سے حلیمہ کے راز کا قصہ کہتا ہوں	تاکہ اس کی داستان تیرے غم کو دور کر دے

یعنی میں راز حلیمہ کے قصہ کو تم سے بیان کرتا ہوں تاکہ ان کا داستان تمہارے غم کو صاف کر دے۔ یعنی ذکر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہارا غم دور ہو۔ لہذا میں حضرت حلیمہ کا قصہ بیان کرتا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قصہ سے مسلمان کا غم دور ہونا اظہر ہے۔

مصطفیٰؐ را چوں ز شیر او باز کرد	بر کفش برداشت چوں ریحاں و ورد
(حضرت) مصطفیٰ کا جب انہوں نے دودھ چھڑایا	ان کو ریحان اور گلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھا

یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب انہوں نے دودھ سے الگ کیا تو ان کو ریحاں و ورد کی طرح گود میں اٹھایا۔ (بوجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لطافت ونزاکت کے ریحاں و ورد سے آپ کو تشبیہ دی)

می گریزانیدش از ہر نیک و بد	تا سپارد آں شہنشہ را بجد
وہ ان کو ہر اچھے برے سے بچاتی تھی	تاکہ ان شہنشاہ کو دادا کے سپرد کر دے

یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر نیک و بد سے بچاتی تھیں۔ تاکہ اس شہنشاہ کو (ان کے) دادا صاحب کو سپرد کریں (چونکہ حضرت حلیمہ طائف میں رہتی تھیں اس لئے بعد دودھ چھوٹنے کے حضرت کو مکہ میں حضرت عبدالمطلب کو سپرد کرنے لائی تھیں)۔

چوں ہمی آورد امانت راز بیم	شد بکعبہ و آمد او اندر حطیم
جب وہ خوف کی وجہ سے امانت کو لائی	کعبہ میں پہنچی اور وہ حطیم میں آئی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب وہ امانت کو خوف کی وجہ سے لا رہی تھیں تو کعبہ میں گئیں اور حطیم کے اندر آئیں مطلب یہ کہ چونکہ وہ شق صدر کے قصہ کی وجہ سے ڈرگئی تھیں تو اس ڈر کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہ ان کے پاس امانت تھے لا رہی تھیں اور اہل عرب کا قاعدہ تھا کہ جب مکہ آتے تو اول زیارت کعبہ شریف سے مشرف ہوتے۔تو جب وہ آپ کو لیکر آئیں تو وہ بھی اول کعبہ کی زیارت کو تشریف لائیں اور حطیم میں تشریف لے گئیں۔

از ہوا بشنید بانگے کاے حطیم	تافت بر تو آفتابے بس عظیم
ہوا کی جانب سے آواز سنی کہ اے حطیم!	تجھ پر بہت بڑا سورج چمکا ہے

یعنی ہوا میں سے ایک آواز سنی کہ اے حطیم تیرے اوپر ایک بہت عظیم الشان آفتاب چمکا ہے۔(اور یہ سنا کہ)

اے حطیم امروز آید بر تو زود	صد ہزاراں نور از خورشید جود
اے حطیم! آج تجھ پر بہت جلد آئیں گے	لاکھوں نور سخاوت کے سورج سے

یعنی اے حطیم آج تیرے اوپر جلد لاکھوں نور خورشید کرم سے آویں گے۔

اے حطیم امروز آرد در تو رخت	محتشم شاہے کہ پیک اوست بخت
اے حطیم! آج تجھ میں سامان لا رہا ہے	وہ باحشمت شاہ، نصیبہ جس کا قاصد ہے

یعنی اے حطیم آج تیرے اندر ایک ایسے باحشمت بادشاہ جن کا قاصد نصیب ہے تیرے اندر اسباب لائے ہیں۔

اے حطیم امروز بے شک از نوی	منزل جانہائے بالامی شوی
اے حطیم! بے شک آج از سر نو	تو بالائی روحوں کی منزل بنے گا

یعنی اے حطیم آج بے شک تازگی کی وجہ سے تو ارواح قدسیہ کی منزل ہو رہا ہے۔

جان پاکان طلب وطلب وجوق وجوق	آیدت از ہر نواحی مست شوق
پاک لوگوں کی روحیں جماعت جماعت گروہ گروہ	شوق سے مست ہو کر ہر جانب سے تیرے اندر آئیگی

یعنی ارواح قدسیہ گروہ گروہ اور جوق جوق تیرے پاس ہر طرف سے مست شوق ہو کر آ رہے ہیں۔

گشتہ حیراں آں حلیمہ زاں صدا	نے کسے در پیش و نے سوئے قفا
حلیمہ اس آواز سے حیران ہو گئی	نہ کوئی سامنے تھا نہ گدی کی جانب

یعنی وہ حلیمہ اس آواز سے حیران ہوئیں کہ نہ تو کوئی شخص آگے ہے اور نہ پیچھے ہے۔

شش جہت خالی ز صورت ویں ندا	شد پیاپے آں ندا را جان فدا
چھوؤں جانب انسان سے خالی اور یہ آواز	پے در پے آئی اس آواز پر جان قربان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ششجہت صورت سے تو خالی ہیں اور یہ آواز پے در پے آ رہی ہے (مولانا فرماتے ہیں کہ) اس آواز کے اوپر جاں فدا ہے۔ یعنی حضرت حلیمہ کو یہ تعجب تھا کہ کوئی صورت آدمی وغیرہ کی تو ہے نہیں اور یہ آواز آ رہی ہے۔ تو کہاں سے اور کس کی ہے۔

مصطفیٰ را برزمیں نہاد او	تا کند آں بانگ خوش را جستجو
اس نے (حضرت) مصطفیٰ کو زمین پر بٹھا دیا	تاکہ اس اچھی آواز کی جستجو کرے

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو انہوں نے زمین پر رکھ دیا تاکہ اس آواز خوش کو تلاش کریں۔

چشم می انداخت آندم سو بسو	کہ کجا یست آں شہ اسرار گو
وہ اس وقت ہر جانب نظر ڈال رہی تھی	کہ وہ رازوں کو بتانے والا شاہ کہاں ہے؟

یعنی وہ آنکھ کو ہر ہر طرف ڈالتی تھیں کہ وہ بادشاہ اسرار کا کہنے والا کہاں ہے (اور فرما رہی تھیں کہ)

اینچنیں بانگ بلند از چپ وراست	میرسد یارب رسانندہ کجا است
کہ ایسی بلند آواز دائیں اور بائیں سے	آ رہی ہے اے خدا! پہنچانے والا کہاں ہے؟

یعنی ایسی بلند آواز داہنے اور بائیں سے پہنچ رہی ہے اے اللہ پہنچانے والا کہاں ہے۔

چوں ندید او خیرہ و نومید شد	جسم لرزاں ہمچو شاخ بید شد
جب انہوں نے نہ دیکھا حیران اور ناامید ہو گئیں	بدن بید کی شاخ کی طرح لرزنے والا ہو گیا

یعنی جب انہوں نے (کسی کو) نہ دیکھا تو وہ حیران اور ناامید ہو گئیں۔ (اور خوف کی وجہ سے) جسم شاخ بید کی طرح لرزنے لگا۔

باز آمد سوئے آں طفل رشید	مصطفیٰ را بر مکاں خود ندید
وہاں بھلے بچے کی طرف لوٹ آئیں	مصطفیٰ کو اپنی جگہ نہ دیکھا

یعنی پھر اس طفل رشید کی طرف واپس آئیں تو مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی جگہ پر نہ دیکھا۔

حیرت اندر حیرت آمد بردلش	گشت بس تاریک از غم منزلش
اس کے دل پر حیرانی در حیرانی آ گئی	غم سے اس کی جگہ بہت تاریک ہو گئی

یعنی ان کے دل پر حیرت در حیرت آئی اور غم کی وجہ سے ان کی جگہ بالکل تاریک ہو گئی۔

سوئے منزلہا دوید و بانگ داشت	کہ کہ بر دردانہ ام غارت گماشت
مکانات کی جانب دوڑی اور چیخی	کہ میرے موتی کی کس نے لوٹ مچائی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی گھروں کی طرف دوڑیں اور آوازیں دیں کہ کس نے میرے موتی پر لوٹ مقرر کی یعنی میرے لال کو کس نے لے لیا۔

مکتیاں گفتند مارا علم نیست	مانذ انستیم کاینجا کودکے ست
مکہ والوں نے کہا ہمیں معلوم نہیں ہے	ہمیں یہ (بھی) معلوم نہ تھا کہ وہاں کوئی بچہ ہے

یعنی مکہ والوں نے کہا کہ ہمیں تو خبر نہیں ہم تو یہ (بھی) نہیں جانتے کہ اس جگہ کوئی بچہ ہے۔

ریخت چنداں اشک وکرد از بس فغاں	کہ ازو گریاں شدند آں دیگراں
اس نے اس قدر آنسو بہائے اور فریاد کی	کہ اس سے دوسرے رونے لگے

یعنی اتنے آنسو گرائے اور اس قدر فریاد کی کہ ان کی وجہ سے وہ دوسرے لوگ رونے لگے۔

سینہ کوباں آنچناں بگریست خوش	کاختراں گریاں شدند از گریہ اش
چھاتی پیٹتے ہوئے اتنا زیادہ روئی	کہ اس کے رونے سے دوسرے رونے لگے

یعنی وہ سینہ کوٹ کر اس قدر روئیں کہ ستارے ان کے رونے کی وجہ سے رونے لگے۔ (مبالغہ ہے بیان گریہ میں)

حکایت اس بڈھے کی کہ جس نے حضرت حلیمہ کو بتوں سے مدد چاہنے کیلئے ہدایت کی

پیر مردے پیشش آمد با عصا	کاے حلیمہ چہ فتاد آخر ترا
ایک بوڑھا شخص لاٹھی تھامے سامنے آیا	کہ اے حلیمہ! آخر تجھے کیا ہوا ہے؟

یعنی ایک بڈھا مع لاٹھی کے ان کے آگے آیا (اور بولا) کہ اے حلیمہ تیرے اوپر کیا افتاد پڑی۔ (یہ بڈھا کسی بت خانہ کا مجاور تھا)

کہ چنیں آتش ز دل افروختی	ویں جگرہا راز ماتم سوختی
کہ تو نے دل سے ایسی آگ بھڑکائی ہے	اور ماتم سے جگروں کو جلا دیا ہے

یعنی کہ تو ایسی آگ دل سے بھڑکا رہی ہے اور ان (لوگوں کے) جگروں کو ماتم کی وجہ سے جلا رکھا ہے۔

گفت احمدؐ را رضیع معتمد	می بیا وردم کہ بسپارم بجد
اس نے کہا میں احمد کی معتمد دایہ ہوں	میں ان کو لائی تھی کہ دادا کے سپرد کر دوں

یعنی کہ حضرت حلیمہ نے فرمایا کہ (یہ سب) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے ہے جو کہ) میرے رضیع معتمد تھے میں ان کو لائی تھی تا کہ (ان کے) دادا کو سپرد کر دوں۔ (رضیع معتمد بدل ہے احمدؐ سے یعنی وہ احمدؐ جو کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میرے رضیع معتمد تھے ان کے لئے رو رہی ہوں)۔

چوں رسیدم در حطیم آوازہا	میرسد و می شنیدم از ہوا
جب میں حطیم میں پہنچی بہت سی آوازیں	آئیں اور میں نے ہوا میں سے سنیں

یعنی جب میں حطیم میں پہنچی تو بہت سی آوازیں مجھے ہوا میں سے پہنچ رہی تھیں۔ اور میں سن رہی تھی۔

من چو آں الحاں شنیدم از ہوا	طفل را بنہادم آنجا زاں صدا
جب میں نے ہوا میں سے وہ آوازیں سنیں	اس آواز کی وجہ سے میں نے بچہ کو (زمین) پر بٹھا دیا

یعنی میں نے جب وہ آواز ہوا میں سے سنی تو بچہ کو میں نے اسی جگہ اس آواز کی وجہ سے رکھ دیا۔

تا بہ بینم ایں ندا آواز کیست	کہ ندائے بس لطیف و بس شہی ست
تاکہ میں دیکھوں کہ یہ کس کی آواز ہے؟	کیونکہ بڑی لطیف اور بہت پسندیدہ آواز ہے

تاکہ میں دیکھ لوں کہ یہ آواز کس کی ہے کہ ایک بہت ہی لطیف اور مرغوب آواز ہے۔

نز کسے دیدم بگرد خود نشاں	نہ ندا می منقطع شد یک زماں
نہ میں نے اپنے چاروں طرف کسی کا نشان پایا	نہ ایک لمحہ کے لئے آواز بند ہوئی

یعنی میں نے نہ تو اپنے گرد کسی کا نشاں دیکھا (اور جو دھوکہ کا شبہ ہوتا تو یہ بھی نہ تھا اس لئے کہ) نہ وہ آواز ایک گھڑی کے لئے منقطع ہوئی تھی۔

چونکہ واگشتم ز حیرتہائے دل	طفل را آنجا ندیدم وائے دل
جب میں دلی حیرانوں کے ساتھ واپس لوٹی	میں نے بچہ کو وہاں نہ دیکھا، ہائے دل

یعنی جب میں دل کی حیرتوں کی وجہ سے واپس ہوئی تو میں نے اس جگہ طفل کو نہ دیکھا افسوس ہے کہ

گفتش اے فرزند تو اندہ مدار	کہ نمایم من ترا یک شہر یار
اس نے اس سے کہا اے بیٹا! غم نہ کر	میں تجھے ایک شاہ کا پتہ بتاتا ہوں

یعنی اس بڈھے نے ان سے کہا کہ بیٹا تو غم مت کر کیونکہ میں تجھے ایک شہریار دکھاتا ہوں۔

کہ بگوید گر بخواہد حال طفل	او باند منزل و ترحال طفل
اگر وہ چاہے گا تو بچہ کا حال بتا دے گا	کیونکہ وہ بچہ کی منزل اور سفر کو جانتا ہے

یعنی کہ وہ اگر چاہے گا تو بچہ کا حال بتلا دے گا۔ وہ بچہ کی جگہ اور اس کے چلے جانے کو جانتا ہے (چونکہ بڈھے کو معلوم تھا کہ وہ بت کبھی بھی نہیں بتلا سکتا' اس لئے خبیث کہتا ہے کہ اگر چاہے گا تو بتلا دے گا کہ اگر نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بتلا دے تو معلوم ہو کہ اس وقت مرضی نہیں)

پس حلیمہ گفت اے جانم فدا	مرترا اے شیخ خوب و خوش ندا
تو حلیمہ نے کہا میری جانقربان ہو	تجھ پر اے بہتر اور اچھی آواز والے بزرگ

یعنی پس (حلیمہؓ نے فرمایا کہ اے اچھے بڈھے خوش آواز تجھ پر میری جان فدا ہو۔

ہیں مرا بنمای آں شاہ نظر	کش بود از حال طفل من خبر
ہاں اس شاہ نظر کو مجھے دکھا دے	جس کو میرے بچہ کے حال کی خبر ہو

یعنی ہاں مجھے اس شاہ نظر کو دکھلاؤ جس کو کہ میرے بچہ کے حال کی خبر ہو۔ (چونکہ حضرت حلیمہ اس وقت تو مسلمان نہ تھیں بلکہ عرب ہی کے عقائد کے مطابق تھیں اس لئے انہوں نے اگر بت کے پاس جانے کے لئے آمادگی ظاہر کی تو کیا تعجب ہے۔ اس جگہ بعض محشیوں کا یہ اعتراض کرنا کہ بھلا حضرت حلیمہ بتوں کے پاس کیوں گئیں جبکہ وہ حضور کی مرضعہ تھیں اور پھر اس اعتراض کا جواب دینا محض تکلف ہے سیدھی بات یہی ہے کہ اس وقت تک بوجہ مسلمان نہ ہونے کے ان کے وہی عقائد تھے ہاں بعد میں وہ ایمان لائی ہیں ان پر اس حالت میں اعتراض کرنا فضول ہے۔ خیر غرضکہ انہوں نے اس بڈھے سے کہا کہ ہاں مجھے اس بت کے پاس لے چل)

برد او را پیش عزیٰ کایں صنم	ہست در اخبار غیبی مغتنم
وہ اس کو عزیٰ کے سامنے لے گیا کہ یہ بت	غیبی خبریں دینے میں غنیمت ہے

یعنی وہ بڈھا ان کو عزیٰ کے سامنے لے گیا (اور بولا) کہ یہ بت غیب کی خبریں دیا کرتا ہے اور اس بارہ میں یہ غنیمت ہے۔ یہاں ایک شبہ یہ ہوتا ہے کہ عزیٰ اول تو مکہ میں نہ تھا بلکہ قبیلہ غطفان میں تھا پھر وہ اصلی بت پتھر کا نہ تھا بلکہ ایک درخت تھا جس کو بعد میں حضرت خالد بن ولید نے جڑ سے اکھڑوا دیا تھا۔ اور جب وہ اکھڑ چکا تو اس کے اندر سے ایک عورت سرخ کپڑے پہنے ہوئے پریشان نکل کر بھاگی تھی۔ اس کو حضرت خالد بن ولید نے تلوار سے مار دیا تھا اور وہ کوئی جن وغیرہ تھی جو کہ بولا کرتا تھا۔ تو پھر مکہ میں جب وہ تھا نہیں تو وہ بڈھا حضرت حلیمہ کو اسکے پاس کس طرح لے گیا۔ جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ مکہ میں اس کا کوئی نائب پتھر کا بنا لیا ہو اور اس کا نام بھی عزیٰ رکھ لیا ہو۔ اور بوجہ مشارکت اسی کے اس درخت والے جن کا اثر اس میں بھی ہو۔ غرضکہ یہ اکثر باتیں بتلا دیا کرتا تھا تو بڈھا ان کو اس کے پاس لایا اور بولا کہ۔

ما ہزاراں گم شدہ زو یافتیم	چوں بخدمت سوئے او بشتافتیم
ہم نے ہزاروں گمشدہ اس کی وجہ سے پائے ہیں	جب ہم عقیدت سے اس کی طرف دوڑے ہیں

یعنی ہم نے ہزاروں گم شدہ اس کی وجہ سے پائے ہیں جبکہ خدمت میں اس کی طرف دوڑے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیر کرد او را سجود و گفت زود	اے خداوند عرب اے بحر جود
بوڑھے اس کو سجدہ کیا اور فوراً کہا	اے عرب کے خدا! اے سخاوت کے دریا!

یعنی بڈھے نے اس کو سجدہ کیا اور جلدی سے کہا کہ اے عرب کے آقا اور دریا کرم کے۔

گفت اے عزیٰ تو بس اکرام ہا	کردۂ تا رستہ ایم از دام ہا
اس نے کہا اے عزیٰ! تو نے بہت سے کرم	کئے ہیں، حتیٰ کہ ہم نے جالوں سے رہائی پائی ہے

یعنی اس بڈھے نے کہا کہ اے عزیٰ تو نے بہت سے اکرام کئے ہیں یہاں تک کہ ہم جال سے چھوٹ گئے ہیں۔

بر عرب حق ست از اکرام تو	فرض گشتہ تا عرب شد رام تو
تیری مہربانی کا عرب پر حق ہے	جو فرض بن گیا ہے حتیٰ کہ عرب تیرا فرمانبردار ہو گیا ہے

یعنی عرب کے اوپر بوجہ تیرے اکرام کے تیرا حق ہے (اور وہ حق) فرض ہو گیا ہے۔ یہاں تک عرب تیرا مطیع ہو گیا ہے۔

ایں حلیمہ سعدی از امید تو	آمد اندر ظل شاخ بید تو
یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر	تیرے بید کی شاخ کے سایہ میں آئی ہے

یعنی یہ حلیمہ سعدیہ تیری امید پر تیری شاخ بید کے سایہ میں آئی ہیں (مولانا کا ظل شاخ بید فرمانا لطف سے خالی نہیں)

کہ ازو فرزند طفلے گم شدہ ست	نام آں کودک محمدؐ آمدہ ست
کہ اس کا ایک چھوٹا بچہ گم ہو گیا ہے	اس بچے کا نام محمدؐ ہے

یعنی کہ اس کا ایک بچہ گم ہو گیا ہے۔ اور اس بچہ کا نام محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔

چوں محمدؐ گفت آں جملہ بتاں	سرنگوں گشتند ساجد آں زماں
جب اس نے "محمدؐ" کہا وہ سب بت	فوراً اوندھے منہ اور سجدہ کرنے والے ہو گئے

یعنی جب اس بڈھے نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہا تو وہ سارے بت اسی وقت سجدے میں اوندھے ہو گئے۔ (اور بولے کہ)

کہ بروائے پیر ایں چہ جستجوست	آں محمد را کہ عزل ما ازوست
کہ اے بوڑھے! جا یہ کیا تلاش ہے؟	اس محمدؐ کی کہ اس کی وجہ سے ہماری معزولی ہے

یعنی کہ ارے بڈھے جا یہ کیا اس محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تلاش ہے جس سے کہ ہماری معزولی ہو گی۔

ما نگوں و سنگسارا نیم ازو	ما کساد و بے عیارانیم ازو
ہم اس کی وجہ سے اوندھے اور سنگسار ہیں	ہم اس کی وجہ سے کھوٹے اور بے رونق ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہم ان کی وجہ سے اوندھے اور سنگسار ہیں اور ہم ان کی وجہ سے کھوٹے اور بے عیار ہیں۔

آں خیالاتے کہ دیدندے زما	وقت فترت گاہ گاہ اہل ہوا
وہ خیالی باتیں کہ جو ہم سے دیکھی ہیں	اہل ہوا نے فترت کے زمانہ میں کبھی کبھی

یعنی وہ خیالات جو کہ اہل ہوا ہم سے زمانہ فترت میں کبھی کبھی دیکھ لیا کرتے تھے۔ (فترت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کا زمانہ)

گم شود چوں بارگاہ او رسید	آب آمد مر تیمم را درید
گم ہو جائیں گی کیونکہ ان کا دربار (کا وقت) آگیا ہے	پانی آ گیا اس نے تیمم کو توڑ دیا ہے

یعنی گم ہو جاویں گے جبکہ اس کی بارگاہ پہنچے۔ کہ آب آمد تیمم برخاست۔ (اور بولے کہ)

دور شو اے پیر فتنہ کم فروز	ہیں زرشک احمدی ما را مسوز
او بوڑھے! دور ہو جا فتنہ نہ بھڑکا	خبردار! احمدی رشک سے ہمیں نہ جلا

یعنی کہ ارے بڈھے دور ہو فتنہ کم روشن کر ہم کو رشک احمدی سے مت جلا (یعنی بعد میں تو ہم تباہ ہویں ہی گے مگر ابھی سے نام مبارک لے کر ہم کو کیوں تباہ کئے دیتا ہے۔

دور شو بہر خدا اے پیر تو	تا نہ سوزی ز آتش تقدیر تو
او بوڑھے! خدا کے لئے تو دفع ہو	تاکہ تو تقدیر کی آگ سے نہ جل جائے

یعنی کہ ارے بڈھے خدا کے واسطے دور ہو جا۔ کہیں آتش تقدیر سے تو جل نہ جاوے۔

اینچہ دم اژدہا افشرن است	ہیچ دانی چہ خبر آوردن است
یہ کیا اژدھے کی دم دبانا ہے؟	تو جانتا ہے کہ کیسی خبر لانا ہے؟

یعنی یہ کیا اژدہا کی دم ہلانا ہے۔ اور تو کچھ جانتا ہے کہ یہ کیا خبر لانا ہے۔ یعنی ارے تجھے خبر بھی ہے کہ تو کیسی بات کہہ رہا ہے جو ہم سب کی ہلاکت ہے۔ بس تو اب یہاں سے چل دے ورنہ تو بھی تباہ ہو جاوے گا۔

زیں خبر خوں شد دل دریاؤ کاں	زیں خبر لرزاں شود ہفت آسماں
اس خبر سے دریا اور کان کا دل خون ہو گیا ہے	اس خبر سے ساتوں آسمان لرز جائیں گے

یعنی اس خبر کی وجہ سے دریا اور معادن کا دل خون ہو گیا اور اس خبر سے ساتوں آسمان کانپ اٹھے ہیں۔

چوں شنید از سنگہا پیر ایں سخن	پس عصا انداخت آں پیر کہن
جب بوڑھے نے پتھروں سے یہ باتیں سنیں	اس پرانے بوڑھے نے لاٹھی پھینک دی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب بڈھے نے پتھروں میں سے یہ بات سنی تو اس پرانے بڈھے نے لکڑی کو پھینک دیا۔

پس ز لرزہ و خوف و بیم آں ندے	پیر دنداںہا بہم برمی زدے
اس آواز کے لرزے اور خوف اور ڈر سے	بوڑھے کے دانت بجنے لگے

یعنی پھر لرزہ اور خوف اور اس آواز کے ڈر کی وجہ سے بڈھے کے دانت بجنے لگے۔

آنچناں کاندر زمستاں مرد عور	او ہمی لرزید و میگفت اے ثبور
جس طرح کہ جاڑوں میں ننگا انسان	وہ کانپ رہا تھا اور کہتا تھا ہائے ہلاکت!

یعنی جس طرح کہ جاڑے میں ننگا آدمی (کانپتا ہے اسی طرح) وہ بڈھا کانپ رہا تھا اور کہہ رہا تھا اے ہلاکت۔

چوں درآں حالت بدید آں پیر را	زاں عجب گم کرد زن تدبیر را
جب اس (حلیمہ) نے بوڑھے کو اس حالت میں دیکھا	اس عجب (بات) سے عورت نے تدبیر کو گم کر دیا

یعنی جب اس بڈھے کو اس حالت میں دیکھا تو اس تعجب کی وجہ سے وہ عورت (یعنی حلیمہؓ) تدبیر بھول گئیں

یعنی اس بڈھے کی اس حالت کو دیکھ کر وہ ساری باتیں بھول بھال گئیں۔

گفت پیرا اگرچہ من در محنتم	حیرت اندر حیرت اندر حیرتم
بولی اے بوڑھے! اگرچہ میں مصیبت میں ہوں	(لیکن) حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں

یعنی حضرت حلیمہؓ نے فرمایا کہ ارے بڈھے اگرچہ میں غم میں ہوں (لیکن) حیرت در حیرت در حیرت میں ہوں۔ یعنی انہوں نے فرمایا کہ ارے بڈھے اگرچہ ان کے گم ہو جانے کا مجھے غم ہے لیکن اس کے ساتھ ہی میں نے جو باتیں اس سے پہلے بھی دیکھی ہیں ان سے مجھے حیرت در حیرت ہے اور وہ بعض باتیں یہ ہیں کہ۔

ساعتے بادم خطیبے می کند	ساعتے سنگم ادیبے می کند
کسی وقت ہوا مجھ سے باتیں کرتی ہے	کسی وقت پتھر مجھے ادب سکھاتے ہیں

یعنی کبھی تو ہوا مجھے نصیحت کرتی ہے اور کبھی پتھر مجھ کو ادب دیتا ہے اور یہ بزبان حال نہیں بلکہ)

باد با حرفم سخنہا می دہد	سنگ و کوہم فہم اشیاء می دہد
ہوا حروف کے ذریعہ مجھ سے باتیں کرتی ہے	مجھے پتھر اور پہاڑ چیزیں سمجھاتے ہیں

یعنی ہوا مع حروف کے مجھ سے باتیں کرتی ہے اور پتھر اور پہاڑ مجھے چیزوں کا فہم دیتے ہیں۔ یعنی مجھے بتلاتے ہیں اور سمجھاتے ہیں۔

گاہ طفلم را ربودہ غیبیاں	غیبیاں سبز پوش آسماں
کبھی میرے بچے کو غیبی لے جاتے ہیں	آسمان کے سبز پوش غیبی

یعنی کبھی میرے بچہ کو غیبی لوگ لے بھاگتے ہیں اور غیبی (بھی) سبز پوش آسمان کے یعنی آسمان سے سبز پوش لوگ آتے ہیں۔ اور میرے بچہ کو اڑا لے جاتے ہیں اس سے مراد فرشتے ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ رضاعت میں حضرت حلیمہ سعدیہ کو فرشتے دکھلائی دیا کرتے تھے اور فرماتی ہیں کہ

از کہ نالم با کہ گویم ایں گلہ	من شدم سودائی اکنوں صد دلہ
کس سے فریاد کروں، کس سے شکوہ کروں؟	میں اب دیوانی اور پریشان ہو گئی ہوں

یعنی میں کس سے روؤں اور کس سے اس شکایت کو بیان کروں۔ میں تو سودائی اور سو دل والی ہو گئی۔ یعنی پریشان ہو گئی ہوں۔ اور خیالات مختلف آتے ہیں دل ایک ٹھکانے پر رہتا نہیں۔ آگے فرماتی ہیں۔

غیرتش از شرح غیبم لب بہ بست	ایں قدر گویم کہ طفلم گم شدہ است
اس کی غیرت نے غیب کی شرح کرنے سے میرے ہونٹ بند کر دیے ہیں	(بس) اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا ہے

یعنی اس کی غیرت نے غیب کی شرح سے میرے لب کو بند کر لیا۔ (بس) اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ کھو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ مجھے غیرت آتی ہے کہ کہیں میرے بچہ کو نظر نہ لگ جاوے۔ لہٰذا میں اب ان کے حالات مزید بیان نہیں کرتی۔ اتنا ہی کہتی ہوں کہ میرا بچہ کھو گیا ہے اور کچھ نہیں کہتی۔

گر بگویم چیز دیگر من کنوں	خلق بندندم بہ زنجیر مجنوں
اب اگر میں کوئی دوسری بات کہوں	لوگ مجھے پاگل پن کی زنجیر میں باندھ دینگے

یعنی اگر میں ایک اور بات کہہ دوں تو ابھی لوگ مجھے زنجیر جنوں میں باندھ لیں۔ مطلب یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ اگر میں ایک اور بات ظاہر کر دوں جس کا مجھے احتمال یا یقین ہے تو لوگ ابھی مجھے مجنوں کہنے لگیں گے اس لئے اس کو میں ظاہر ہی نہیں کرتی اور وہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا احتمال یا یقین تھا۔ یعنی انہوں نے کہا کہ اگر میں اس امر کو ظاہر کر دوں کہ مجھے شبہ یا یقین ہے کہ یہ نبی ہیں تو لوگ مجھے مجنون کہیں۔ لہٰذا اب کچھ نہیں کہتی۔ اس قدر کہتی ہوں کہ میرا بچہ کھو گیا ہے۔

گفت پیرش کاے حلیمہ شاد باش	سجدۂ شکر آر و رو را کم خراش
بوڑھے نے ان سے کہا اے حلیمہ! خوش ہو جا	شکر کا سجدہ کر اور چہرے کو نہ نوچ

یعنی بڈھے نے ان سے کہا کہ اے حلیمہ خوش رہ سجدۂ شکر بجالا اور منہ کم نوچ (یعنی غم مت کر)

تو مخور غم کہ نگردد یاوہ او	بلکہ عالم یاوہ گردد اندرو
تو فکر نہ کر، کیونکہ وہ گم نہ ہو گا	بلکہ عالم اس میں گم ہو جائے گا

یعنی تو غم مت کھا کیونکہ وہ گم نہ ہوں گے بلکہ تمام عالم ان کے اندر گم ہو گا۔ یعنی ان کا تابع ہو گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر زماں از رشک و غیرت پیش و پس	صد ہزاراں پاسبانست و حرس
ہر وقت رشک اور غیرت کی وجہ سے اس کے آگے اور پیچھے	لاکھوں نگہبان اور محافظ ہیں

یعنی ہر گھڑی رشک و غیرت (حق) کی وجہ سے (ان کے) آگے پیچھے سے لاکھوں پاسبان اور نگہبان ہیں۔

آں ندیدی کان بتاں ذوفنوں	چوں شدند از نام طفلت سرنگوں
تو نے یہ نہیں دیکھا وہ ہنرمند بت	تیرے بچے کے نام سے کس طرح سرنگوں ہو گئے

یعنی تو نے یہ نہیں دیکھا کہ یہ بتاں ذوفنون تیرے بچہ کے نام سے کیسے اوندھے ہوگئے (تو اس سے معلوم ہو گیا کہ وہ بہت بڑے رتبہ کے ہیں ان کو کوئی گزند نہیں پہنچ سکتا ہے تم اطمینان سے رہو غم مت کرو۔ تھا بڑھا عقلمند آگے کہتا ہے کہ)۔

ایں عجب قرنے است بر روئے زمیں	پیر گشتم من ندیدم جنس ایں
یہ روئے زمین پر عجب زمانہ ہے	میں بوڑھا ہو گیا میں نے ایسا نہ دیکھا تھا

یعنی یہ ایک عجب زمانہ ہے روئے زمین پر میں تو بڈھا ہو گیا میں نے اس قسم کا زمانہ دیکھا نہیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

زیں رسالت سنگہا چوں نالہ داشت	تا چہ خواہد بر گنہگاران گماشت
اس رسالت سے جبکہ پتھر فریاد کرنے لگے	گنہگاروں پر کیا چیز مسلط کرے گی؟

یعنی اس رسالت سے جب پتھروں نے نالہ رکھا تو گناہگاروں (یعنی بت پرستوں) پر کیا کچھ مقرر ہوگا۔

سنگ بے جرم است در معبودیش	تو نۂ مضطر کہ بندہ بودیش
اپنے معبود ہونے میں پتھر بے قصور ہیں	تو مجبور نہیں ہے کہ اس کا بندہ ہے

یعنی پتھر تو اپنی معبودی میں بے جرم ہے (مگر) تو تو مضطر نہیں ہے کہ تو اس کا بندہ ہو رہا ہے۔

آنکہ مضطر اینچنیں ترساں شد است	تا کہ بر مجرم چہا خواہند بست
جو مجبور ہے وہ ایسا خوفزدہ ہے	تو مجرم پر کس قدر بندشیں ہوں گی؟

یعنی وہ کہ مضطر ایسے (اس سے) ڈرتے ہیں مجرم پر وہ کس طرح باندھیں گے مطلب یہ کہ اس رسالت اور نبوت کا پتھروں پر جب یہ اثر ہوا کہ وہ اوندھے ہوگئے اور گر پڑے حالانکہ معبود ہونے میں ان کی کچھ بھی خطا نہیں وہ بالکل بے جرم و خطا ہیں کیونکہ وہ تو اس میں مضطر ہیں لیکن یہ بت پرست تو مضطر نہیں اور یہ تو بے جرم نہیں تو جب ان بتوں پر ایسا اثر پڑا تو یہ جو بت پرست ہیں ان کے تو کیا کچھ گت بنے گی۔ نعوذ باللہ منہ آگے اس کی خبر عبدالمطلب کو ہو جانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

قدتم الربع الاول من الدفتر الرابع من المثنوی و للہ الحمد

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

حضرت حلیمہ سعدیہؓ کا بتوں سے مدد چاہنے کا قصہ جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد دودھ چھڑانے کے گم کیا تھا اور بتوں کا کانپنا اور سجدہ میں حضور کا نام سن کر گر پڑنا

اب حلیمہ سعدیہ دایہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس راز کا واقعہ بیان کرتی ہیں جوان پر منکشف ہوا تھا تا کہ اس کے بیان سے تمہارا رنج وغم دور ہو وہ واقعہ یہ ہے کہ جب انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑایا تو واقعہ شق صدر سے خوف زدہ ہو کر ہر وقت ان کو ریحان وگلاب کی طرح ہتھیلی پر رکھنے لگیں۔ پیش نظر رکھا کرتی تھیں تا کہ کوئی اور حادثہ پیش نہ آ جاوے۔ اور ہر بھلائی برائی سے انہیں بچاتی تھیں (مبالغہ ہے کمال حفاظت میں) تا کہ صحیح وسالم ان کو ان کے جد امجد کو سونپ دیں۔ پس جبکہ ان پر خوف ضرر غالب ہوا اور وہ ان کو اس اندیشہ ضرر سے کعبہ میں لائیں اور حطیم میں داخل ہوئیں تو ہوا میں سے انہوں نے یہ ندا سنی۔ اے حطیم آج تجھ پر ایک جلیل القدر آفتاب طالع ہوا ہے اور اے حطیم آج تجھ پر اس خورشید سخا کی جانب سے ہزاروں انوار برکات فائض ہوں گے اور اے حطیم آج تجھ میں ایسے باحشمت بادشاہ نے نزول اجلاس فرمایا ہے جن کا قاصد تیری جانب خوش اقبالی ہے یعنی وہ اپنے نزول اجلاس سے پہلے تیری جانب خوش اقبالی کو پہنچ چکے ہیں۔ اور تجھے خوش اقبال ونصیبہ ور کر چکے ہیں۔ اور اے حطیم آج نئے سرے سے تو منزل ملائکہ رحمت بنے گی۔ اور آج ارواح طیبہ (ملائکہ) جماعت در جماعت وگروہ در گروہ مست شوق ہو کر ہر طرف سے تیری طرف آئیں گی۔ اس ندا کو سن کر حلیمہ حیران ہو گئی کیونکہ نہ کوئی آگے دکھلائی دیتا تھا اور نہ پیچھے غرضکہ جہات ستہ میں بولنے والے کی صورت نہ دکھلائی دیتی تھی۔ مگر یہ آواز اس پر جانہائے مشتاقان قربان ہوں۔ برابر آ رہی تھی۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زمین پر بٹھلا دیا تا کہ اس اچھی آواز کو تلاش کریں کہ یہ کس کی آواز ہے اور کہاں سے آ رہی ہے۔ پس وہ بٹھلا کر تلاش میں گئیں اور ہر طرف نظریں دوڑاتی تھیں تا کہ معلوم ہو کہ یہ اسرار بیان کرنے والا کہاں ہے۔ اور متحیر ہو کر دل میں کہتی تھیں کہ دائیں بائیں سے اس قدر بلند آوازیں آ رہی ہیں مگر اے اللہ ان کا پہنچانے والا کہاں ہے۔ الغرض جب انہوں نے بولنے والے کو نہ دیکھا تو بہت پریشاں ہو گئیں اور ان پر مایوسی طاری ہو گئی اور ہیبت سے جسم بید کی طرح کانپنے لگا۔ بالآخر وہ اس مہتدی بچہ کی طرف لوٹیں مگر ان کو اس جگہ نہ پایا جہاں ان کو بٹھلایا تھا۔ اس سے ان کو اور بھی تحیر ہوا اور مارے غم کے وہ مقام ان کی نظر میں تاریک ہو گیا وہ گھر گھر

www.besturdubooks.wordpress.com

تلاش کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میرا موتی کس نے لوٹ لیا۔ اور میرا بچہ کس نے اٹھالیا۔ مگر اہل مکہ نے کہا کہ ہم کو کچھ خبر نہیں اور ہم یہ بھی نہیں جانتے کہ جہاں تو بتلاتی ہے وہاں کوئی لڑکا تھا۔ یہ جواب سن کر بہت روئیں اور بہت کچھ آہ وزاری کی کہ ان کے رونے کو دیکھ کر اور لوگ بھی رو پڑے۔ اور غم سے چھاتی کوٹتے ہوئے اس قدر روئیں کہ ان کے رونے سے ستارے بھی رونے لگے۔ (مبالغہ ہے حقیقت مقصود نہیں) آخرش ایک بڈھا لاٹھی لئے ہوئے ان کے سامنے آیا اور کہا کہ اے حلیمہ بتا تو سہی تجھ پر کیا مصیبت پڑی کہ تو نے اپنے دل کی آتش غم کو اس قدر مشتعل کیا ہے اور دوسروں کے کلیجوں کو شوروشیوں سے جلا ڈالا ہے انہوں نے کہا کہ میں محمد کی معتمد دایہ ہوں اور میں ان کو اس لئے لائی تھی کہ ان کے دادا کو سونپ دوں جب میں حطیم میں پہنچتی ہوں تو غیب سے آوازیں آنے لگیں اور میں ان کو سنتی تھی۔ جب میں نے غیب سے وہ آوازیں سنیں تو ان کی وجہ سے میں نے اس بچہ کو بٹھلا دیا تاکہ میں دیکھوں کہ کس کی آواز ہے کیونکہ یہ تو بہت ہی پاکیزہ اور مرغوب ہے۔ مگر میں نے نہ تو کسی کو اپنے آس پاس دیکھا اور نہ آواز ہی بند ہوئی۔ اس لئے میں متحیر ہو کر لوٹ آئی جب لوٹی ہوں تو میں نے بچہ کو نہ پایا۔ یہ سن کر بڑے میاں نے کہا کہ بیٹا تم رنج نہ کرو کیونکہ میں تم کو ایک ایسا بادشاہ دکھلاؤں گا اگر وہ چاہے گا تو بچہ کی مفصل حالت بیان کردے گا۔ کیونکہ بچہ کا ٹھکانہ اور اس کی روانگی کی کیفیت اسے خوب معلوم ہے۔ یہ سن کر حلیمہ نے کہا کہ اے شیخ خوش لقا میری جان تجھ پر قربان ایسے واقف کار بادشاہ کو جس کو میرے بچہ کے حال کی خبر ہو مجھے ضرور دکھلا۔ پس وہ ان کو عزیٰ کے پاس لے گیا اور کہا کہ یہ غیب کی خبریں دیتے ہیں بہت غنیمت ہے جبکہ ہم اس کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے بہت سے گم شدہ لوگوں کو اس کے سبب پالیا۔ یہ کہہ کر اس نے اس بت کو سجدہ کیا اور سلسلہ کلام کو یوں شروع کیا۔ اے خداوند عرب اور اے بحر جود اور اے عزیٰ آپ نے ہم لوگوں پر بہت سے انعامات کئے ہیں جن کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ دامہائے بلا سے چھوٹ گئے ہیں۔ عرب پر آپ کی تعظیم کا حق ہے اور وہ ان پر فرض ہو گیا ہے یہاں تک کہ اسی حق کے ادا کے لئے عرب آپ کے مطیع ہو گئے ہیں یہ حلیمہ سعدیہ امیدوار ہو کر آپ کے بید عاطفت کے سایہ میں آئی ہے۔ کیونکہ اس کا ایک بچہ گم ہو گیا ہے۔ اور اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جب اس نے لفظ محمد کہا تو اس کو سنتے ہی سارے بت اوندھے گر گئے اور سربسجود ہو گئے اور کہا کہ اے بڈھے تو چلا جا تو ہم سے اس محمد کا کیا پتہ لگانا چاہتا ہے جو ہم کو معزول کردے گا۔ اور ہماری حکومت کو عرب سے اٹھادے گا۔ ہم ان کے ہاتھوں سرنگوں ہیں اور ان کے ذریعہ سے ہماری بے رونقی ہو جائے گی۔ اور ہم محض نکمے ہو جاویں گے۔ اور جو کرشمے کہ فترت وجاہلیت کے زمانہ میں لوگ کبھی کبھی ہم سے دیکھ لیتے تھے ان کے دور حکومت میں وہ سب فنا ہو جائیں گے۔ واقعی بات ہے آب آمد تیمم برخاست۔ (یہ مولانا کا مقولہ بطور جملہ معترضہ کے ہے) ہاں اے بڈھے دور ہو اور آتش فتنہ کو نہ بھڑکا۔ اور محمدؐ کے رشک سے ہمیں مت جلا اور اے بڑے میاں تو یہاں سے چلا جا۔ ایسا نہ ہو کہ آتش تقدیر الٰہی تجھے پھونک ڈالے۔ کیونکہ تیرے اس فعل سے ظاہر ہے کہ تو ہم کو محمدؐ سے بڑھ کر سمجھتا ہے۔ ارے ناداں اژدھے کی دم کیوں مروڑتا ہے۔ اور فتنہ کیوں برپا کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تجھے معلوم ہے کہ تو یہ کیا خبر لایا ہے۔ اس خبر غیب سے تو دریا اور کانوں کا دل خون ہوتا ہے اور اس خبر سے تو سات آسمان کانپتے ہیں۔

جب پتھروں سے بڈھے نے یہ بات سنی تو اس کے ہاتھ سے لاٹھی چھوٹ گئی اور اس آواز کی ہیبت وخوف اور خوف کے سبب لرزے سے اس کی حالت یہ تھی کہ دانت بجتے تھے اور وہ یوں کانپتا تھا جیسے جاڑے میں کوئی ننگا کانپتا ہو اور ہائے رے بربادی ہائے رے تباہی پکار رہا تھا۔ جب حلیمہ نے بڈھے کو اس حالت میں دیکھا تو اس حیرت انگیز واقعہ سے اس کے ہوش اور بھی جاتے رہے۔ اور اس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہئے۔ بالآخر اس نے کہا کہ بڑے میاں گو میں سخت تکلیف میں ہوں لیکن ان پیہم عجیب واقعات سے میں نہایت ہی متحیر ہوں کبھی تو ہوا مجھ سے ہمکلام ہوتی ہے اور کبھی پتھر مجھے تادیب کرتے ہیں اور کبھی ہوا صاف الفاظ میں مجھ سے باتیں کرتی ہے کبھی پہاڑ کے پتھر مجھے مضامین سمجھاتے ہیں۔ کبھی آسمانی سبز پوش فرشتے میرے بچہ کو اٹھا لے جاتے ہیں۔ اب میں کس کے آگے روؤں اور کس سے شکایت کروں۔ میں تو ان حیرت انگیز واقعات سے دیوانہ ہو گئی ہوں۔ غیرت خداوندی نے ان امور غیبیہ کے بیان سے میرے ہونٹ سی دیئے ہیں۔ جن کو میں نے دیکھا ہے اس لئے میں کچھ نہیں کہتی۔ اور صرف اتنا کہتی ہوں کہ میرا بچہ گم ہو گیا۔ اور اگر میں کچھ اور کہتی ہوں تو لوگ مجھ پر دیوانگی کا الزام لگا کر ابھی زنجیروں میں باندھ دیں گے۔ اس لئے خاموشی ہی بہتر ہے۔ یہ سن کر بڑے میاں نے کہا کہ اے حلیمہ خوش ہو اور سجدۂ شکر بجالا اور منہ کو مت نوچ اور غم نہ کھا۔ کیونکہ وہ گم نہ ہوگا۔ بلکہ ایک عالم اس میں گم ہو جائے گا۔ یعنی وہ سب پر غالب ہوگا۔ رشک وغیرت خداوندی کے سبب ہر وقت اس کے آگے پیچھے سینکڑوں نگہبان اور محافظ ہیں۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یہ بت تیرے بچہ کا نام سنتے ہی سرنگوں ہو گئے۔ مگر جبکہ حق سبحانہ کے نزدیک وہ اتنے معزز ہیں تو ان پر کوئی شخص دسترس اور قابو کیونکر پا سکتا ہے۔ روئے زمین پر یہ عجیب زمانہ اور وقت ہے کہ میں بڈھا ہو گیا مگر ایسا زمانہ کبھی نہیں دیکھا۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر سنتے ہی بت چلا اٹھے۔ تو جب کے اس خبر سے پتھروں کی یہ حالت ہوئی کہ وہ چلا اٹھے تو تم سمجھ سکتے ہو کہ گنہگاروں کو ان کے جرموں کی کیا کچھ سزا ملے گی۔ پتھر تو اپنی معبودیت میں پھر بھی بے قصور ہیں۔ مگر بندہ تو ان کی پرستش میں مضطر اور مجبور نہیں۔ تو جبکہ مضطر اور مجبور کو اس قدر خوف ہو تو سمجھ لینا چاہئے کہ بااختیار آپ کی مخالفت کرنے والوں پر کیا عقوبت واقع کی جائے گی۔

قد تم الربع الاول من الدفتر الرابع من المثنوی وللہ الحمد

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گم ہو جانے کی خبر عبدالمطلب کو ہونا اور انکا شہر کے گرد تلاش کرنا اور در کعبہ پر رونا اور حق تعالیٰ سے ان کو طلب کرنا

چوں خبر یابید جد مصطفےٰ	از حلیمہ و زفغانش بر ملا
جب مصطفیٰ کے دادا نے خبر پائی	حلیمہ اور ان کے برملا رونے کی

یعنی جبکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا صاحب نے حلیمہ کی اور ان کے فغاں برملا کی خبر پائی۔

وز چناں بانگ بلند و نعرہا	کہ بمیلے میرسید ازوے صدا
اور ایسے زور کی آواز اور نعروں سے	کہ جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی

یعنی اور ایسی بلند آواز کی اور نعروں کی (خبر پائی) جن کی آواز ایک میل تک پہنچ رہی تھی۔ مطلب یہ کہ حضرت حلیمہؓ جو بہت زیادہ آہ وفغاں کر رہی تھیں اس کی خبر عبدالمطلب کو پہنچی کہ (حضور مقبول) محمدؐ (مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کہیں گم ہو گئے ہیں۔ اس وجہ سے یہ اس قدر رو رہی ہیں۔

زود عبدالمطلب دانست چیست	دست بر سینہ ہمی زد میگریست
فوراً عبدالمطلب سمجھ گئے کیا ہوا ہے	سینہ کوبی کرتے تھے اور روتے تھے

یعنی حضرت عبدالمطلب نے جلدی سے جان لیا کہ یہ کیا بات ہے تو سینہ پر ہاتھ مارنے لگے اور رونے لگے۔

آمد از غم بر در کعبہ بسوز	کاے خبیر از سر شب و ز را ز روز
رنج سے کعبہ کے دروازہ پر سوزش کیساتھ آئے	کہ اے رات کے راز اور دن کے بھید کے جانکار

یعنی غم کی وجہ سے در کعبہ پر سوز کے ساتھ تشریف لائے۔ (اور عرض کیا) کہ اے شب و روز کے بھیدوں کے خبردار۔

خویشتن را من نمی بینم فنے	تا بود ہمراز تو ہمچوں منے
میں اپنے لئے کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا ہوں	کہ جس میں مجھ جیسا تیرا ہمراز بنے

یعنی میں اپنے اندر تو کوئی ایسا کمال نہیں دیکھتا کہ مجھ جیسا شخص آپ کا ہمراز بنے۔

خویشتن را من نہ می بینم ہنر	تا شوم مقبول ایں مسعود در
میں اپنے آپ میں کوئی ہنر نہیں دیکھتا ہوں	کہ اس مبارک دروازہ پر میں مقبول بنوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اپنے لئے میں ایسا کوئی ہنر نہیں پاتا کہ میں اس مبارک دروازہ کا مقبول ہوں۔

یا سر و سجدہ مرا قدرے بود	یا با شکم دولتے خنداں شود
یا میرے سر اور سجدے کی کوئی قدر ہو	یا میرے آنسوؤں سے قسمت جاگ اٹھے

یعنی یا یہ کہ میرے سر اور سجدہ کی کوئی قدر ہو یا میرے اشک سے کوئی دولت خنداں ہو۔

لیک در سیمائے آں در یتیم	دیدہ ام آثار لطفت اے کریم
لیکن اس در یکتا کی پیشانی میں	اے کریم! میں نے تیری مہربانی کے بڑے آثار دیکھے ہیں

یعنی لیکن اے کریم اس در یتیم کی پیشانی میں میں نے آپ کے لطف کے آثار دیکھے ہیں۔

کہ نمی ماند بما گرچہ زماست	ماہمہ مسیم و احمد کیمیاست
کہ جو ہم جیسا نہیں ہے اگرچہ ہم میں سے ہے	ہم سب تانبہ ہیں اور احمدؐ کیمیا ہیں

یعنی وہ اگرچہ ہمارے میں سے ہی ہیں (مگر) ہم جیسے نہیں ہیں۔ ہم سارے مس ہیں اور احمدؐ (صلے اللہ علیہ وسلم) کیمیا ہیں۔

آں عجائبہا کہ من دیدم درو	من ندیدم در ولی و بر عدو
وہ عجائب جو میں نے اس میں دیکھے ہیں	میں نے کسی دوست اور دشمن میں نہیں دیکھے ہیں

یعنی جو عجائبات کہ میں نے ان کے اندر دیکھے ہیں نہ کسی دوست میں دیکھے اور نہ کسی دشمن میں۔

انچہ فضل تو دریں طفلیش داد	کس نشاں ندہد بصد سالہ جہاد
تیری مہربانی نے جو اس کو بچپن میں عطا کیا ہے	کسی نے سو سال کے مجاہدے کے بعد بھی اس کی مثال پیش نہیں کی

یعنی جو چیز کہ تیرے فضل نے اس بچپن میں ان کو عطا فرمائی ہے کوئی شخص سو برس کے مجاہدہ میں اس کا نشان نہیں پاسکتا۔

چوں یقیں دیدم عنایتہائے تو	بروئے او دریست از دریائے تو
جب میں نے یقینی طور پر تیری عنایتیں دیکھ لی ہیں	اس پر تو وہ تیرے دریا کا ایک موتی ہے

یعنی جب میں نے یقیناً آپ کی عنایتیں ان پر دیکھ لیں کہ وہ آپ کے دریا کے موتی ہیں۔

من ہموں را می شفیع آرم بتو	حال او اے حال داں باما بگو
میں اسی کو تیرے پاس سفارشی لایا ہوں	اے حال کے جاننے والے اس کا حال ہمیں بتا دے

یعنی میں ان ہی کو آپ کے آگے شفیع لاتا ہوں کہ اے حال کے جاننے والے ان کا حال ہم کو بتلا دیجئے۔

مطلب یہ ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گم ہونے کی خبر ہوئی تو آپ در کعبہ پر پہنچے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوراس طرح جناب باری میں دعا کرنا شروع کی کہ اے اللہ میرے اندر تو کوئی ایسا کمال اور ہنر ہے نہیں کہ جس کی بدولت میں یہ عرض کروں کہ اس کی وجہ سے مجھے آپ اپنا ہمراز بنالیجئے۔ اور امور غیب سے مطلع فرمادیجئے۔ یا یہ ہو کہ میرے سجدے اور گریہ وزاری اس قابل ہوں کہ ان کی اس قدر رقدر کی جاوے کہ ان کے بدلہ میں کوئی دولت مجھے نصیب ہو۔ یہ تو کوئی بات بھی نہیں ہے لیکن چونکہ خود محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں ہم نے ایسے امور مشاہدہ کئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا خاص فضل ان پر ہے اور اگرچہ وہ ہمارے اندر سے ہیں اور ہم میں سے ہی پیدا ہوئے ہیں لیکن ان کے کمالات ایسے ایسے ظاہر ہوتے ہیں کہ وہ ہمارے بالکل مشابہ نہیں ہیں۔ ہم نے ان کے اندر ایسے ایسے کمالات مشاہدہ کئے ہیں کہ آج تک نہ کسی دوست میں وہ کمالات دیکھے اور نہ کسی دشمن میں ان کو تو وہ کمالات آپ کے فضل وکرم سے عطا ہوئے ہیں کہ کوئی اگر سو برس تک مجاہدہ کرے تب بھی اس کو حاصل نہیں ہوسکتے۔ غرض کہ ان کے ان کمالات کی وجہ سے ہمیں یقین ہوگیا ہے کہ ان پر جناب کا خاص فضل وعنایت ہے۔ اور آپ کے دریائے کرم وبحر لطف کے موتی ہیں۔ لہٰذا اگرچہ ہم تو اس قابل نہ تھے کہ آپ ہم کو کسی پوشیدہ بات کی اطلاع فرماتے۔ اور ہم کو اپنا رازدار بناتے مگر اب ہم ان ہی کو یعنی محمدؐ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کو آپ کی خدمت میں شفیع لاتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو اس امر کی خبر ان کی برکت سے فرمادیجئے کہ وہ کہاں ہیں اور کس حال میں ہیں ان کی حالت کی ہمیں خبر کردیجئے۔ بس جب یہ دعا حضرت عبدالمطلب نے در کعبہ پر کی تو کعبہ کے اندر سے ان کو ہاتف کی ندا آئی جس کو آگے مولانا بیان فرماتے ہیں کہ۔

از دروں کعبہ آمد بانگ زود	کہ ہم اکنوں رخ بتو خواہد نمود
فوراً کعبہ کے اندر سے آواز آئی	کہ وہ ابھی اپنا چہرہ تجھے دکھا دے گا

یعنی کعبہ کے اندر سے جلدی سے آواز آئی کہ وہ تم کو ابھی منہ دکھلا دیں گے۔ مطلب یہ کہ حضرت عبدالمطلب کی دعا پر یہ جواب ملا کہ وہ تم کو ابھی تھوڑی دیر میں مل جاویں گے گھبراؤ مت کیونکہ۔

باد و صد اقبال او محظوظ ماست	باد و صد طلب ملک محفوظ ماست
وہ دوسو اقبالمندیوں کے ساتھ ہماری جانب سے نصیبہ ور ہے	دوسو فرشتوں کی جماعت کے ذریعہ وہ ہمارے پاس محفوظ ہے

یعنی دوسو اقبالوں کے ساتھ وہ ہمارے محظوظ ہیں اور دوسو گروہ فرشتہ کے ساتھ وہ ہمارے محفوظ ہیں۔ (دوسو سے مراد مطلق کثرت) مطلب یہ کہ تم گھبراؤ مت وہ ہماری حفاظت میں ہیں۔

ظاہرش را شہرۂ گیہاں کنیم	باطنش را از ہمہ پنہاں کنیم
ہم اس کے ظاہر کو عالم میں مشہور کریں گے	اس کے باطن کو سب سے پوشیدہ رکھیں گے

یعنی ان کے ظاہر کو تو ہم جہاں میں مشہور کردیں گے اور ان کے باطن کو سب سے پوشیدہ کریں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ ان کے ظاہر کو تو ہم تمام عالم میں مشہور کریں گے کہ سب ان کو جانیں گے ان کے باطن کی پوری طرح کسی کو خبر نہ ہوگی۔ ان کے باطنی کمالات تک پوری طرح کسی کی رسائی نہ ہوگی۔

زر کان بود آب و گل ما زر گریم	گہ کنیمش خلخال و گہ خاتم بریم
پانی اور مٹی سونے کی کان تھی ہم زرگر ہیں	ہم کبھی اس کو پازیب اور کبھی انگوٹھی تراشتے ہیں

یعنی معدن کا سونا آب و گل ہے اور ہم زرگر ہیں کبھی اس کو خلخال اور کبھی انگوٹھی بناتے ہیں۔

گہ حمائلہائے شمشیرش کنیم	گاہ بند گردن شیرش کنیم
کبھی ہم اس کو تلواروں کے پرتلے بناتے ہیں	کبھی اس کو شیر کی گردن کا پٹا بناتے ہیں

یعنی کبھی اس کو تلوار کی حمائل بناتے ہیں اور کبھی اس کو شیر کی گردن کا بند بناتے ہیں۔

گہ ترنج تخت برسازیم ازو	گاہ تاج فرقہائے ملک جو
ہم کبھی اس سے تخت کے پھول بناتے ہیں	کبھی کشور کشا سروں کے تاج

یعنی کبھی اس سے تخت کا ترنج بناتے ہیں اور کبھی اس سے ملک جو لوگوں کے سروں کا تاج بناتے ہیں۔

مطلب یہ کہ ارشاد حق ہوا کہ دیکھو سونا ہوتا ہے اس کی اصل تو آب و گل ہی ہوتی ہے لیکن کبھی سونار اس سے پازیب بناتا ہے کبھی انگوٹھی کبھی تلوار کی حمائل بناتا ہے اور شیر کی گردن کا پٹہ غرض کہ مختلف چیزیں اچھی بری اس سے بنتی ہیں۔ اسی طرح انسان بھی آب و گل ہے اس میں سے ہم کبھی کیسے بناتے ہیں اور کبھی کیسے بناتے ہیں کوئی اچھا تو کوئی برا یہ اشارہ ہے خدمت کی طرف حدیث میں ہے۔ الناس کمعادن الذہب والفضة الخ غرضکہ اس خاک سے مختلف صورتیں اور انسان بنتے ہیں آگے ارشاد ہوتا ہے کہ۔

عشقہا داریم با ایں خاک ما	زانکہ افتادست در قعدہ رضا
ہم اس مٹی سے بہت محبت کرتے ہیں	کیونکہ وہ (تسلیم و) رضا کی نشست پر واقع ہوئی ہے

یعنی ہم اس خاک سے محبتیں رکھتے ہیں اس لئے کہ یہ قعدۂ رضا میں پڑی ہوئی ہے۔ مطلب یہ کہ ارشاد حق ہوا کہ ہم کو اس خاک سے بہت محبت ہے کیونکہ متواضعانہ پڑی ہوئی ہے۔ اور جو تواضع کرتا ہے اس سے ہم کو محبت ہوتی ہے لہذا اس سے بھی محبت ہے (جیسا کہ حدیث میں ہے کہ من تواضع للہ رفعه اللہ) اور اس محبت کا اثر یہ ہے۔

گہ چنیں شاہے ازو پیدا کنیم	گہ ہم او را پیش شہ شیدا کنیم
کبھی ہم اس سے ایسا شاہ پیدا کر دیتے ہیں	کبھی ہم اس کو شاہ کے سامنے عاشق بنا دیتے ہیں

یعنی کبھی تو ہم ایسے بادشاہ اس میں سے پیدا کرتے ہیں اور کبھی اس کو اس بادشاہ کا شیدا کرتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ کبھی اسی خاک میں سے حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شاہنشاہ پیدا ہوتے ہیں اور کبھی اسی خاک کے بنے ہوئے لوگ اس شاہنشاہ پر شیدا و والہ ہوتے ہیں۔ جیسے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور ارشاد ہوا کہ۔

صد ہزاران عاشق و معشوق ازو	در فغان و در نفیر و جستجو
اس سے لاکھوں عاشق اور معشوق	نالہ و فریاد اور جستجو میں ہیں

یعنی لاکھوں عاشق اور معشوق اسی میں سے ہیں کہ فغاں اور نفیر اور جستجو میں ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو لاکھوں عاشق و معشوق اسی خاک سے بنے ہیں کہ کوئی رو رہا ہے کوئی کسی کی تلاش میں ہے۔ غرضکہ ہر کس بخیال خویش خبطے دارد۔

کار ما اینست بر کوری آں	کو بکار ما ندارد میل جاں
ہمارا یہ کام ہے اس شخص کے اندھے پن کے خلاف	جو ہمارے کام کے ساتھ جان کا میلان نہیں رکھتا ہے

یعنی ہمارا یہی کام ہے باوجود اس شخص کی ناگواری کے جو کہ ہمارے کام میں جان سے رغبت نہ رکھے۔ یعنی اگر کسی کو یہ امور پسند نہ ہوں اور وہ ان کو اچھا نہ سمجھے تب بھی اس کے باوجود ناگواری کے اس طرح پیدا فرماتے ہیں کوری آں کے معنی عربی میں علی رغمہ کے ہیں۔ اور ارشاد ہے کہ۔

ایں فضیلت خاک را زاں رو دہیم	زانکہ نعمت پیش بے برگان نہیم
یہ بزرگی ہم مٹی کو اس لئے دیتے ہیں	کیونکہ ہم بے سروسامان لوگوں کے سامنے نعمت پیش کرتے ہیں

یعنی ہم خاک کو یہ فضیلت اس لئے دیتے ہیں کہ ہم نعمت کو بے سامانوں کے آگے رکھا کرتے ہیں۔

زانکہ دارد خاک شکل اغبری	وز دروں دارد صفات انوری
کیونکہ مٹی غبار آلود شکل رکھتی ہے	اور باطن میں نورانی صفات رکھتی ہے

یعنی اس لئے کہ خاک ایک شکل غبار آلودہ رکھتی ہے اور اندر سے صفات انوری رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ ارشاد ہوا کہ ہمارا قاعدہ ہے کہ ہم نعمت ایسے لوگوں کو دیا کرتے ہیں کہ جن کا کوئی ظاہری وسیلہ اور ان کے پاس کوئی ظاہری سامان نہ ہو۔ تو خاک کیونکہ بالکل متواضعانہ پڑی ہے اپنی شکل کو اس نے غبار آلودہ بنا رکھا ہے اس لئے ہم اس پر نعمتیں کرتے ہیں اور اس کی صورت تو غبار آلود ہے لیکن اس کا باطن منور اور روشن ہے اور چونکہ ظاہر و باطن اس کا آپس میں مختلف ہے اس لئے یہ ہوتا ہے کہ۔

ظاہرش با باطنش گشتہ بجنگ	باطنش چوں گوہر و ظاہر چو سنگ
اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے	اس کا باطن موتی کی طرح ہے اور ظاہر پتھر کی طرح ہے

یعنی اس کا ظاہر باطن کے ساتھ لڑائی میں ہے اور اس کا باطن مثل گوہر کے ہے اور ظاہر پتھر کی طرح ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہرش گوید کہ ما اینیم و بس	باطنش گوید نکو بیں پیش و پس
اس کا ظاہر کہتا ہے کہ ہم صرف یہی ہیں	اس کا باطن کہتا ہے آگے اور پیچھے اچھی طرح دیکھ

یعنی ظاہر خاک تو کہتا ہے کہ ہم یہی ہیں (جو نظر آتا ہے) اور بس اور باطن خاک کہتا ہے کہ اچھی طرح آگے پیچھے دیکھ۔ مطلب یہ کہ ظاہر خاک تو کہتا ہے کہ میرے اندر کوئی کمالات نہیں ہیں میں تو بس یہی ہوں جو نظر آ رہا ہوں لیکن باطن خاک کہہ رہا ہے کہ ذرا اچھی طرح دیکھو تو تم کو معلوم ہوگا کہ کیسے کیسے کمالات میرے اندر موجود ہیں۔

ظاہرش منکر کہ باطن ہیچ نیست	باطنش گوید کہ بنمائیم بایست
اس کا ظاہر منکر ہے کہ باطن کچھ نہیں ہے	اس کا باطن کہتا ہے کہ میں دکھاتا ہوں ٹھہر

یعنی ظاہر خاک تو منکر ہے کہ باطن کوئی چیز نہیں ہے اور باطن خاک کہہ رہا ہے کہ ارے اٹھ میں تجھے دکھلاؤں۔

ظاہرش با باطنش در چالش اند	لاجرم زیں صبر و نصرت مے کنند
اس کا ظاہر اس کے باطن کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے	لامحالہ اس صبر سے وہ فتح پاتے ہیں

یعنی ظاہر خاک باطن خاک کے ساتھ لڑائی میں ہیں تو آخر کار اس سے صبر اور مدد کھینچتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ظاہر اور باطن میں جو اختلاف اور لڑائی ہو رہی ہے اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ کبھی ظاہر کو غلبہ ہو جاتا ہے اور اس کو مدد پہنچ جاتی ہے اور کبھی باطن کو یعنی کبھی آثار ظاہر کے غالب ہو جاتے ہیں اور کہیں آثار باطن کے غالب ہو جاتے ہیں۔

زیں ترش رو خاک صورتہا کنیم	خندۂ پنہانش را پیدا کنیم
اس ترش رو خاک سے ہم صورتیں بناتے ہیں	ہم اس کی چھپی مسکراہٹ کو ظاہر کرتے ہیں

یعنی اس ترش رو خاک سے ہم بہت سی صورتیں بناتے ہیں کہ اس کے خندۂ پنہاں کو ظاہر کرتے ہیں۔

زانکہ ظاہر خاک اندوہ و بکاست	در درونش صد ہزاراں خندہاست
کیونکہ مٹی کا ظاہر غم اور رونا ہے	اس کے اندر لاکھوں مسکراہٹیں ہیں

یعنی اس لئے کہ ظاہر خاک تو اندوہ و بکا ہے اور اس کے باطن میں ہزاروں خندے ہیں۔

کاشف السریم و کار ما ہمیں	کایں نہانہا را برآریم از کمیں
ہم رازوں کو کھولنے والے ہیں ہمارا یہی کام ہے	کہ ان رازوں کو پوشیدگی سے باہر لے آئیں

یعنی ہم کاشف السر ہیں ہمارا یہی کام ہے کہ ان پوشیدہ اشیاء کو کمیں سے نکالیں مطلب یہ ہے کہ ارشاد حق ہوتا ہے کہ یہ خاک جس کی صورت کہ ترش رو اور غبار آلودہ ہے اس سے ہم صورتیں بناتے ہیں اور ان کے اندر ایسے ایسے کمالات ہوتے ہیں کہ جس سے اس خاک کے کمالات باطنی کا پتہ لگتا ہے۔ کیونکہ یہ خاک ظاہر میں تو

www.besturdubooks.wordpress.com

ترش رو اور غبار آلود ہی ہے لیکن اس کے اندر بڑے بڑے کمالات بھرے ہوئے ہیں تو ہم کاشف اسرار ہیں لہذا اس کے کمالات کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ آگے ان کمالات کے ظاہر کرنے کی ایک مثال دیتے ہیں اور پھر اس مثال کی تطبیق بیان فرمادیں گے۔ فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ دزد از منکری تن میزند	شحنۂ آں از عصر پیدا کند
چور اگرچہ انکاری ہونے کی وجہ سے خاموش ہے	کوتوال دبا کر ظاہر کر دیتا ہے

یعنی اگرچہ چور منکری کی وجہ سے چپ رہتا ہے (لیکن) کوتوال اس کو دبانے سے ظاہر کر لیتا ہے۔

فضلہا دز دیدہ اند ایں خاکہا	ما مقرآریم شان از ابتلا
ان مٹیوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں	ہم آزمائش کے ذریعہ ان کو اقرار کرنے والا کر دیتے ہیں

یعنی ان خاکوں نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں تو ہم امتحان کی وجہ سے ان کو اقرار کراتے ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو جب چور چوری کر لیتا ہے تو اس کا اقرار نہیں کیا کرتا بلکہ صاف انکار کرتا ہے کہ میں نے تو نہیں چرایا۔ مگر کوتوال صاحب مار پیٹ کر اس سے اقرار کرا ہی لیتے ہیں۔ اسی طرح اس خاک نے بہت سی فضیلتیں چرا رکھی ہیں اور ان کو یہ ظاہر نہیں ہونے دیتی۔ تو جب ہم ان کمالات کو ظاہر کرانا چاہتے ہیں تو اس کو کوٹ چھیٹ کر اس سے ظاہر کرا ہی لیتے ہیں اور وہ اس طرح کہ اس کی صورتیں بناتے ہیں اور ان سے وہ کمالات ظاہر ہوتے ہیں آگے ارشاد ہے کہ۔

بس عجب فرزند کو را بودہ است	لیک احمدؐ برہمہ افزودہ است
اس کے بہت سے عجیب فرزند ہوئے ہیں	لیکن احمدؐ سب سے بڑھے ہوئے ہیں

یعنی بہت سے عجیب بچے اس کے ہوئے ہیں لیکن احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سب پر سبقت لے گئے ہیں۔

شد زمین و آسمان خنداں وشاد	کایں شاہے زماد و جفت زاد
زمین اور آسمان شاداں و فرحاں ہوئے	کہ ایسا شاہ ہمارے جوڑے سے پیدا ہوا

یعنی زمین و آسمان خنداں اور خوش ہوئے کہ ایسے شہنشاہ ہم دونوں سے پیدا ہوئے۔

شد زمیں چوں آسماں از شادیش	خاک چوں سوسن شد از آزادیش
ان کی خوشی سے زمین آسمان کی طرح ہو گئی	ان کی پیدائش سے مٹی سوسن کی طرح ہو گئی

یعنی زمین اپنی خوشی کی وجہ سے آسمان کی طرح ہو گئی اور خاک اپنی آزادی کی وجہ سے سوسن کی طرح ہو گئی (سوسن چونکہ موسم بہار و خزاں میں دونوں میں سرسبز ہی رہتا ہے اس لئے اس کو آزاد کہتے ہیں کہ یہ قید بہار و خزاں سے آزاد ہے) مطلب یہ کہ اس خاک سے بہت سے باکمال اور عجیب عجیب لوگ جو کہ مثل اس کے ابناء کے ہیں پیدا ہوئے ہیں۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم ایسے باکمال پیدا ہوئے ہیں کہ یہ سب پر فوقیت لے گئے ہیں اور ان کی

www.besturdubooks.wordpress.com

پیدائش پر زمین و آسمان اور خاک کو جن سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم عنصری بنا ہے ناز ہے کہ اللہ اکبر ایسا عظیم الشان بادشاہ ہم سے بنا ہے اور ہم سے پیدا ہوا ہے زمین اپنی رفعت میں آسمان کی طرح ہو رہی ہے اور خاک الگ خوش ہوتی پھر رہی ہے۔ آگے خطاب حق خاک کو ہوتا ہے کہ۔

ظاہرت با باطنت اے خاک خوش	چونکہ در جنگند و اندر کشمکش
اے بہترین مٹی تیرا ظاہر باطن کے ساتھ	چونکہ جنگ اور کشمکش میں ہے

یعنی اے خاک خوش تیرا ظاہر باطن کے ساتھ جبکہ جنگ میں اور کشمکش میں ہے۔

ہر کہ با خود بہر حق باشد بجنگ	تا شود معنیش خصم بو و رنگ
جو اپنے ساتھ اللہ کے لئے لڑائی میں (مصروف) ہو	حتیٰ کہ اس کا باطن بو اور رنگ کا مخالف ہو

یعنی جو شخص کہ اپنے ساتھ خدا کے واسطے لڑائی میں ہو یا یہاں تک اس کا باطن بو و رنگ کا دشمن ہو جائے۔

ظلمتش با نور او شد در قتال	آفتاب جانش را نبود زوال
اس کی تاریکی اس کے نور کے ساتھ جنگ میں لگی	اس کے جان کے سورج کے لئے زوال نہیں ہے

یعنی اس کی ظلمت اس کے نور کے ساتھ قتال میں ہے اور اس کے آفتاب جاں کو زوال نہیں ہوتا (مصرعہ ''چونکہ در جنگند و اندر کشمکش'' میں جو چونکہ ہے اس کی جزا محذوف ہے۔ تقدیر اس کی یہ ہے کہ چونکہ ظاہرت با باطنت در جنگند بس ابناء تو یعنی آدمیاں نیز در جنگند۔ اور اگلا شعر یعنی ''ہر کہ با خود بہر حق'' الخ دلیل جزا ہے جو قائم مقام جزا ہوگئی ہے۔ فافہم) مطلب یہ ہے کہ اے خاک تیرا ظاہر و باطن چونکہ مختلف ہیں اور خلاف میں ہیں لہٰذا انسان جو کہ تجھ سے بنا ہے وہ بھی مختلف ہے اور جنگ میں ہے لیکن ان میں سے جو شخص کہ اپنے نفس سے خدا کے واسطے لڑتا ہے اور لڑتے لڑتے اس کے باطن کو ظاہر پر غلبہ ہو جاتا ہے اور اس کا باطن بو و رنگ یعنی ظاہر کا دشمن ہو جاتا ہے تو پھر یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ اس کی ظلمت یعنی اس کا نفس بھی اس کے نور کے ساتھ یعنی روح کے ساتھ مل کر کام کرنے لگتا ہے۔ پھر اس کے آفتاب جان کو زوال نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بزرگوں نے لکھا ہے کہ نفس امارہ نفس لوامہ یا مطمئنہ ہو جاتا ہے تو وہ بھی روح کے تابع ہو کر اسی جیسے کام کرتا ہے۔ غرضکہ پھر ایسے شخص کا نور روح کبھی کم نہیں ہوتا بلکہ یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

ہر کہ کوشد بہر ما در امتحاں	پشت زیر پاش آرد آسماں
جو شخص ہمارے لئے امتحان دینے میں کوشش کرے	آسمان کر اس کے پاؤں کے نیچے لے آتا ہے

یعنی جو شخص کہ ہمارے واسطے امتحان میں ہوا تو اس کو ایسی رفعت ہوتی ہے کہ آسمان اپنی پشت اس کے پاؤں کے نیچے رکھ دیتا ہے۔ یعنی اس کے مرتبہ کے آگے آسمان کا رتبہ بھی کوئی شے نہیں ہے اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

ظاہرش از تیرگی افغان کناں	باطن او گلستاں در گلستاں
تیرا ظاہر تاریکی کی وجہ سے فریادی ہے	تیرا باطن باغ باغ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کا ظاہر تو تاریکی کی وجہ سے فریاد کرنے والا ہوتا ہے اور اس کا باطن گلستان در گلستان ہے۔

قاصداً چوں صوفیان روئے ترش	تا نیامیزند باہر نور کش
وہ صوفیوں کی طرح بالارادہ ترش رو ہے	تاکہ وہ کسی نور بجھانے والے سے میل جول نہ کریں

یعنی قصداً مثل صوفیان رو ترش کے تاکہ ہر نور کش کے ساتھ نہ مل جاویں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ حضرات اپنی ظاہری حالت کو خراب قصداً رکھتے ہیں ورنہ باطن میں تو باغ و بہار ہے۔ کہ بے حد و حساب عیش میں ہوتے ہیں جیسے کہ صوفی ہوتے ہیں کہ بہت ہی رو ترش ہوتے ہیں اور تیز مزاج ہوتے ہیں لیکن باطن میں ان کے کمالات بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور مصلحت اس میں یہ ہوتی ہے کہ ان کی تیز مزاجی سے لوگ ان کے پاس نہیں آتے اور وہ آرام اور راحت سے رہتے ہیں اور ان کا ضرر نہیں ہوتا لیکن اپنے ضرر کے خوف سے لوگوں سے مبتدی کو بچنے کی ضرورت ہوتی ہے اور جو منتہی ہے اس کو اپنے ضرر کی وجہ سے لوگوں سے بچنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لیکن اس کی ترشی اور تیزی اصلاح کی وجہ سے ہوتی ہے تاکہ لوگوں کی اصلاح کرے تو غرضیکہ ان کی ترشی وغیرہ سب اختیاری ہوتی ہے ورنہ باطن میں وہ بالکل خوش و خرم ہوتے ہیں۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

عارفاں رو ترش چوں خار پشت	عیش پنہاں کردہ در خار درشت
ترش رو عارف سیہی کی طرح ہیں	سخت خاروں میں عیش کو چھپائے ہوئے ہیں

یعنی عارفان رو ترش سیہی کی طرح ہیں کہ وہ سخت کانٹوں میں عیش پوشیدہ کر رہی ہیں مطلب یہ کہ ان حضرات کی ایسی مثال ہے کہ جیسے سیہی ہوتی ہے کہ اس کے ظاہر جسم پر تو کانٹے ہوتے ہیں۔ کہ اس کے ذریعہ سے وہ لوگوں کے ضرر سے بچتی ہے لیکن ان کانٹوں کے اندر وہ بالکل خوش و خرم اور عیش سے ہے۔ اسی طرح یہ حضرات بظاہر تو رو ترش ہیں لیکن باطن میں خوش و خرم اور آرام سے ہیں۔ آگے ایک اور مثال اسی کی دیتے ہیں کہ۔

باغ پنہاں گرد باغ آں خار فاش	کاے وعدے رو ازیں در دور باش
باغ نے پھول کو چھپا لیا ہے کانٹا کھلا ہوا ہے	کہ اے چور دشمن! اس دروازہ سے دور رہ

یعنی باغ تو پوشیدہ ہے اور گرد باغ کے وہ کانٹے ظاہر ہیں (اور مصلحت ان کانٹوں میں یہ ہے) کہ اے دشمن مردود اس دروازہ سے دور رہ (تو اسی طرح یہ حضرات سختی کر کے غیر طالبین کے ضرر سے بچتے ہیں) چونکہ یہاں عارفین کو خار پشت سے تشبیہ دی تھی تو آگے خود اس خار پشت کو خطاب کر کے ان عارفین کی حالت بیان فرماتے ہیں۔

خار پشتا خار حارس کردۂ	سر چو صوفی در گریباں بردۂ
اے سی! تو نے کانٹوں کو نگہبان بنایا ہے	صوفی کی طرح سر کو گریبان میں ڈال لیا ہے

یعنی اے سیہی تو نے کانٹوں کو محافظ بنایا ہے اور سر کو صوفی کی طرح تو گریباں میں لے جاتی ہے (چونکہ سیہی

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی مثل کچھوے کے اپنا سر کانٹوں کے اندر کر لیتی ہے اس لئے فرمایا کہ ان کانٹوں کو تو نے نگہبان بنا کر اپنا سر صوفی کی طرح اندر کر لیا ہے یہ سب اس لئے ہے کہ)

تا کسے در چار دانگ عیش تو	گم شود زیں گلرخاں خارخو
تا کہ کوئی تیرے وسیع عیش میں	داخل نہ ہو ان پھول سے چہرے والوں کانٹے کی طبیعت والوں میں سے

یعنی تا کہ کوئی شخص تیرے کامل عیش میں گم ہو جاوے ان گلرخاں خارخو کی وجہ سے مطلب یہ کہ اے خار پشت تو نے یہ اس لئے کر رکھا ہے تا کہ لوگوں کو تیری ظاہر حالت دیکھ کر تیرے باطنی عیش کا پتہ نہ لگے اور وہ اور چیزوں کو جو کہ ظاہری عیش میں ہیں دیکھ کر تجھے خراب اور نکما سمجھ کر چھوڑ دیں اور پھر تو آرام سے رہے اسی طرح جو عارفین ہیں وہ اپنی ظاہری حالت ایسی بناتے ہیں کہ جس سے لوگ ان کو ذلیل وخوار سمجھ کر چھوڑ دیں۔ اور دنیا داروں کے عیش کو عیش سمجھ کر ان کے عیش باطن کا ان کو پتہ بھی نہ لگے۔ اور پھر یہ حضرات آرام و آسائش سے رہیں۔ خوب سمجھ لو۔ آگے حضرت عبدالمطلب کو خطاب ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ۔

طفل تو گرچہ کہ کودک خو بدست	ہر دو عالم خود طفیل او بدست
تیرا بچہ اگرچہ بچپن کی عادت والا ہے	دو جہان اس کے طفیل پیدا ہوئے ہیں

یعنی آپ کے صاحبزادے اگرچہ کودک خو ہیں (لیکن ان کی شان یہ ہے کہ) دونوں عالم خود ان کے طفیلی ہیں۔ یعنی اگرچہ وہ ابھی بچہ ہیں اور بچوں کی طرح ان کے اندر کھیل کود وغیرہ ہے لیکن ان کی شان ایسی ہے جس کا کہ ظہور آئندہ ہوگا۔ کہ دونوں عالم ان کا طفیلی ہے۔ اور ان کی یہ شان ہے کہ۔

ما جہانے را بدو زندہ کنیم	چرخ را در خدمتش بندہ کنیم
ہم دنیا کو اس کے ذریعہ حیات بخشیں گے	آسمان کو اس کی خدمت میں غلام بنا دیں گے

یعنی ہم ایک جہان کو ان کی بدولت زندہ کریں گے اور آسمان کو ان کی خدمت کے لئے غلام بنا دیں گے (آگے پھر حضرت عبدالمطلب کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو پوچھنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں)

شرح حبیبی

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گم ہو جانے کی خبر عبدالمطلب کو ہونا اور انکا شہر کے گرد تلاش کرنا اور در کعبہ پر رونا اور حق تعالیٰ سے انکو طلب کرنا

ترجمہ وتشریح:۔ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جدامجد کو حلیمہ اور اس کی کھلم کھلا آہ وزاری کا واقعہ اور ان کے اس شور شیون کا حال معلوم ہوا جس کی صدا میل بھر جاتی تھی تو عبدالمطلب آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے جد امجد نے اس کی وجہ معلوم کر لی۔ اور سینہ کوبی اور گریہ وبکا شروع کی اور اس غم کے سبب جلے ہوئے دل سے کعبہ کے دروازہ پر آئے اور کہا کہ اے اسرار شب وروز سے واقف میں اپنے اندر کوئی ایسا ہنر نہیں دیکھتا جس سے میں آپ کا ہمراز ہوسکوں اور آپ مجھے اپنے اسرار پر مطلع کر دیں۔ نیز میں اپنے اندر کوئی ایسی بات نہیں دیکھتا جس سے کہ میں آپ کے اس باسعادت در کا مقبول ہوسکوں۔ یا میرے سر اور سجدہ کی آپ کے یہاں کوئی وقعت ہو سکے۔ یا میرے آنسوؤں سے مجھے خوشی حاصل ہو۔ یعنی میں رو دھو کر اپنا مقصد دلی حاصل کر لوں۔ مگر میں نے اس در یتیم احمد مصطفےٰ کے چہرہ اور بشرہ میں آپ کے الطاف کا مشاہدہ کیا ہے۔ کیونکہ گو وہ ہمارا بچہ ہے مگر وہ ہم سے بالکل الگ ہے۔ اور ہم میں نہیں ملتا اور ہمارے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے تانبا اور اکسیر۔ کہ ہم تانبا ہیں اور وہ اکسیر نیز میں نے جو عجائبات اس کے اندر مشاہدہ کئے ہیں وہ عجائبات نہ میں نے کسی دوست میں دیکھے نہ دشمن میں۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ وہ آپ کا مورد الطاف ہے۔ اور مورد الطاف بھی ایسا ویسا نہیں بلکہ نہایت اعلیٰ۔ کیونکہ جن لوگوں نے سینکڑوں برس مجاہدے اور ریاضتیں کی ہیں ان پر بھی آپ کا وہ فضل نہیں ہے جو اس کو اس کے بچپن ہی میں نصیب ہوا ہے۔ پس جبکہ میں نے یقینی طور پر اس پر آپ کی عنایتیں دیکھی ہیں اور میں نے سمجھ لیا کہ وہ آپ کے بحر کمال کا ایک موتی ہے۔ اس لئے میں انہیں کو اپنا سفارشی بناتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے واقف حال آپ ہم سے ان کی حالت بیان کر دیجئے۔ اس پر خانہ کعبہ کے اندر سے فوراً آواز آئی کہ وہ ابھی ابھی اپنے دیدار سے تمہیں مشرف کریں گے تم گھبراؤ نہیں۔ ان کو ہم نے بدرجہ کمال خوش اقبالی عطا کی ہے۔ اور وہ فرشتوں کے بیحد جماعت کے ساتھ محفوظ ہیں ہم ان کو ضائع نہ ہونے دیں گے۔ بلکہ ان کے ظاہر کو تمام دنیا میں مشہور کریں گے گو ان کے باطن کو جیسا کہ وہ ہے سب سے مخفی رکھیں گے۔ یاد رکھو کہ آب وگل تو مثل سونے کے ہے اور ہم مثل سنار کے۔ اس لئے کبھی تو ہم اس سے پازیب بناتے ہیں اور کبھی انگوٹھی اور کبھی اسکو حمائل شمشیر بناتے ہیں اور کبھی اس سے شیر کی گردن کا طوق تیار کرتے ہیں اور کبھی اس سے تخت کا ترنج بناتے ہیں اور کبھی سلاطین کے سروں کا تاج۔ غرض کہ ہم اس سے بحسب اقتضائے حکمت متفاوت الکمال اشیاء تیار کرتے ہیں اور منشاء اس کا یہ ہے کہ ہم کو اس خاک سے بہت محبت ہے اور محبت کی وجہ یہ ہے کہ اس نے صفت رضا وتسلیم اختیار کی ہے اس لئے ہم اس میں تصرف کرتے رہتے ہیں اور اس کو مختلف صورتوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ کبھی تو ہم اس سے بادشاہ بناتے ہیں اور کبھی اس سے بادشاہ کا عاشق تیار کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا ہم نے اس سے سینکڑوں عاشق و معشوق بنائے ہیں جو کہ ایک دوسرے کے لئے نالہ وفریاد کرتے اور اس کے طالب ہیں ہمارا یہ کام ہے گو اس شخص کو ناپسند ہو جو ہمارے فعل کے ساتھ محبت نہیں رکھتا۔ اور بوجہ مصالح سے ناواقف ہونے کے اس پر اعتراض کرتا ہے اور یہ فضیلت ہم نے خاک کو اس لئے دی ہے کہ وہ بے سروسامان اور متذلل اور متمسکن تھی اور ہمارا قاعدہ ہے کہ ہم نے سروسامان اور متذللین اور متمسکنین ہی کو نعمت دیتے ہیں۔ نیز اس کی شکل اغبر اور خاکی ہے اور اس کے اندر روشن صفات بھرے پڑے ہیں۔ اور اس کا ظاہر باطن کے ساتھ مصروف پیکار ہے کیونکہ اس کا باطن تو ایسا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جیسا موتی اور ظاہر ایسا جیسا پتھر۔ پس چونکہ ان میں تضاد ہے اس لئے وہ مصروف پیکار ہیں اور اس کا ظاہر کہتا ہے
کہ ہم صرف یہ ہی ہیں یعنی ہم میں کوئی کمال نہیں اور باطن کہتا ہے کہ کیا کہتا ہے غور سے آگا پیچھا دیکھ کے کہہ اور
اس کا ظاہر باطن کا منکر ہے اور کہتا ہے کہ باطن کچھ نہیں اور باطن کہتا ہے کہ ٹھہر میں تجھے اپنا وجود دکھلاتا ہوں
غرضکہ اس کا ظاہر و باطن دونوں متضاد ہیں۔ اس لئے لامحالہ دونوں صبر سے متنفر ہیں۔ اور جنگ کو ختم نہیں کرتے۔
اس لئے اس ترشرو خاک کے متضمن کمالات ہونے کے سبب ہم اس سے مختلف صورتیں بناتے ہیں اور اس کے
خندۂ پنہانی کو ظاہر کرتے ہیں۔ خاک کو ہم نے ترشرو اور اس کے خندہ کو پنہاں اس لئے کہا کہ وہ ظاہر میں تو روتی
صورت اور کمال سے معرا معلوم ہوتی ہے مگر اس کے باطن میں ہزاروں شگفتگیاں اور کمالات بھرے پڑے ہیں
پس ہم چونکہ کاشف اسرار ہیں اور ہمارا کام ہی یہ ہے کہ اشیاء مخفیہ و استعدادات کافیہ کو ظاہر کریں اور چور کا قاعدہ
ہے کہ منکر ہو کر مال مسروقہ کے اظہار سے خاموشی اختیار کرتا ہے مگر کوتوال اسے دبا کر اس سے وہ مال اگلواتا ہے
اور اس خاک نے بھی سینکڑوں کمالات چرا رکھے ہیں اس لئے ہم اس کو تکلیف دے کر وہ چوریاں اگلواتے ہیں۔
اور مختلف الکمال اشیاء پیدا کرتے ہیں۔ اس بنا پر گو خاک سے عجیب عجیب بچے پیدا ہوتے ہیں مگر ان سب میں
تمہارے بچے احمد نہایت ہی عجیب اور سب سے فائق ہیں۔ جب یہ پیدا ہوئے ہیں تو زمین و آسمان کو بےحد خوشی
ہوئی کہ ہم میاں بیوی سے ایسا بچہ پیدا ہوا اور ان کی ولادت کی خوشی سے زمین آسمان ہوگئی اور ان کی آزادی و
حریت و شرف کو دیکھ کر خاک سوسن بن گئی۔ (یہاں سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں
کہ) اے خاک چونکہ تیرا ظاہر و باطن آپس میں مصروف پیکار اور متزاحم ہیں اس لئے تیرے جو بچے تیری صفت
اپنے اندر رکھیں گے اور وہ رضائے حق سبحانہ کے لئے اپنے نفس سے جنگ کریں گے تاکہ ان کا باطن بو و رنگ
(صورت) کا مخالف ہو جاوے۔ تو ان کی ظلمت اس جنگ میں نور کے ساتھ یعنی نور کے تابع اور اس کے موافق
ہو جاوے گی۔ اور ان کے آفتاب جان کو کبھی زوال نہ ہوگا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی حالت امتحان میں
ہمارے لئے کوشش کرتا ہے تو ہم اس کو اس قدر عالی رتبہ کر دیتے ہیں کہ آسمان سے فائق ہو جاتا ہے اور گویا کہ
آسمان اس کے قدموں کے نیچے آ جاتا ہے اب پھر دوسرے مضمون کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ
اے خاک گو تیرا ظاہر تیرگی کے سبب روتا ہے مگر تیرا باطن مختلف قسم کی شگفتگیوں سے باغ باغ ہے۔ اور یہ تخالف بہ
مصلحت ہے اس لئے یوں کہنا چاہئے کہ قصداً ہے۔ جس طرح کہ صوفی لوگ باوجود باطن میں ہزاروں شگفتگیاں
رکھنے کے رنجیدہ اور روتی صورت بنائے ہوتے ہیں تاکہ عوام ان سے اختلاط نہ کریں کیونکہ ان کے اختلاط میں
زوال نور ہے۔ اور یہ عارف جو بظاہر مغموم و محزون ہیں ایسے ہیں جیسے ساہی کہ کانٹوں میں چھپن کرتی ہے۔ اور
اندر باغ چھپا ہوا ہے۔ اور باغ کے چاروں طرف کانٹے لگے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ اے مردود دشمن اس در
سے دور رہ ہاں اے ساہی ہم جانتے ہیں کہ تو نے باغ عیش کا کانٹوں کو محافظ بنایا ہے اور صوفی کی طرح گریباں
میں منہ ڈال رکھا ہے اور مقصد یہ ہے کہ ان گلرخاں خار خصلت اور ظاہر بیں اچھے اور باطن میں برے لوگوں میں

www.besturdubooks.wordpress.com

سے کوئی شخص تیرے عالم عیش میں نہ جاسکے اور حسد سے تجھے گزند نہ پہنچا سکے۔ اس مضمون کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے عبدالمطلب اگرچہ تمہارا بچہ بظاہر بچوں کی سی حالت رکھتا ہے مگر وہ ہمیں اتنا عزیز ہے کہ تمام عالم کی خلقت ان ہی کی سبب ہے۔ اس لئے ہم اس کی حفاظت کریں گے اور اس کو یہ شرف عطا کریں گے کہ اس کے ذریعہ سے ہم ایک عالم کو حیات روحانی عطا فرماویں گے۔ اور آسمان کو اس کا خادم اور غلام بنادیں گے تم اطمینان رکھو۔

حضرت عبدالمطلب کا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کو دریافت کرنا کہ آپ کہاں ہیں اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا

گفت عبدالمطلب کایندم کجاست	اے علیم السر نشان دہ راہ راست
(خواجہ) عبدالمطلب نے کہا اس وقت کہاں ہے؟	اے راز کو جاننے والے! سیدھے راستہ کا پتہ بتا دے

یعنی حضرت عبدالمطلب نے عرض کیا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں اے عالم الاسرار مجھے راہ راست کا نشان بتا دیجئے۔

از درون کعبہ آوازش رسید	گفت اے جوئندۂ طفل رشید
کعبہ کے اندر سے ان کو آواز آئی	اس نے کہا' اے راہ یاب بچے کے تلاش کرنے والے

یعنی کعبہ کے اندر سے ان کو آواز پہنچی کہ اے طفل رشید کے تلاش کرنے والے۔

ہاتفش گفتا مخور غم کایں زماں	با توزاں شاہ جہاں بدہم نشاں
یعنی آواز نے ان سے کہا غم نہ کر ابھی	میں تجھے اس شاہجہاں کا پتہ بتاتا ہوں

یعنی ہاتف نے ان سے کہا کہ تم اس وقت غم مت کھاؤ کیونکہ میں تم کو ان شاہ جہاں کا پتہ دیتا ہے۔

در فلاں وادی است زیر آں درخت	پس رواں شد زود پیر نیک بخت
فلاں میدان میں' درخت کے نیچے ہے	تو وہ نیک نصیب بڑے میاں فوراً روانہ ہو گئے

یعنی فلاں نشیب میں اس درخت کے نیچے ہیں پس (اس کو سن کر) وہ پیر نیک بخت (حضرت عبدالمطلب) روانہ ہوگئے۔

در رکاب او امیران قریش	زانکہ جدش بود ز اعیان قریش
قریش کے سردار ان کی ہمراہی میں تھے	کیونکہ ان کے دادا قریش کے سرداروں میں سے تھے

یعنی حضرت عبدالمطلب کے ہمراہی تمام سرداران قریش ہو لئے اس لئے کہ آپ کے دادا صاحب سرداران قریش میں سے تھے (تو جب وہ اپنے پوتے کو تلاش کرنے چلے تو اور سب بھی ہمراہ ہولئے آگے مولانا

www.besturdubooks.wordpress.com

فرماتے ہیں کہ)

تا بہ پشت آدمؑ اسلافش ہمہ	مہتران رزم و بزم و ملحمہ
ان کے تمام بزرگ (حضرت) آدمؑ کی پشت تک	رزم و بزم اور میدان جنگ کے سردار ہوئے ہیں

یعنی آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام بزرگ رزم گے اور بزم کے اور لڑائیوں کے سردار تھے۔ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد سب باکمال اور سردار ہوئے ہیں اور سردار بھی ہر جگہ کے رزم کے بزم کے ہر طرح پر سرداری تھے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

ایں نسبت خود پوست او را بودہ است	کز شہنشاہان مہہ پالودہ است
یہ نسب بھی ان کے لئے چھلکا ہے	کیونکہ (وہ) عظیم بادشاہوں سے بھی برگزیدہ ہیں

یعنی یہ نسبت خود آپ کا پوست ہے جو کہ بڑے بڑے بادشاہوں سے چھینٹا ہوا ہے۔

مغز او خود از نسب دور ست و پاک	نیست جنسش از سمک کس تا سماک
ان کا جوہر خود نسب سے دور اور پاک ہے	سمک سے سماک تک کوئی ان جیسا نہیں ہے

یعنی آپ کا اصل خود نسب سے دور اور پاک ہے اور آپ کی جنس کوئی شخص سمک سے سماک تک نہیں ہے۔ یعنی نسب تو آپ کا بجائے پوست کے باقی آپ کی جو اصل ہے جو آپ کے اندر اصل چیز ہے اس کا مماثل تو بھلا سمک سے سماک تک کوئی ہے ہی نہیں۔ لیکن نسب میں بھی کوئی آپ کا شریک نہ تھا۔

نور حق را کس نجوید زاد و بود	خلعت حق را چہ حاجت تار و پود
اللہ کے نور کے لئے کوئی پیدائش اور وجود کو نہیں ڈھونڈتا ہے	اللہ کی خلعت کو تانے بانے کی کیا ضرورت ہے؟

یعنی نور حق کے لئے کوئی زاد و بود تلاش نہیں کرتا اور خلعت حق کے لئے تانے بانے کی کیا ضرورت ہے۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مغز اور اصل تو نور حق تھا تو اس کی کوئی اصل اور اس کے آباؤ اجداد تھوڑا ہی تھے اس کے لئے تو کسی تانے بانے کی یا اصل وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ اس کی تو یہ شان ہے کہ۔

کمتریں خلعت کہ بدہد در ثواب	برفزاید برطرز از آفتاب
وہ جو ادنیٰ درجہ کی خلعت ثواب میں دیتا ہے	وہ سورج کے نقش و نگار سے بڑھ جاتی ہے

یعنی سب سے گھٹیا خلعت جو کہ حق تعالیٰ ثواب میں بخشیں وہ آفتاب کے نقش و نگار سے بڑھ جاوے (تو بھلا پھر نور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا تو کیا ٹھکانہ ہے۔ خوب سمجھ لو) آگے پھر مولانا حضرت سلیمان علیہ السلام کے بلقیس کو دعوت دینے کے قصہ کا بقیہ بیان فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

حضرت عبدالمطلب کا مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کو دریافت کرنا کہ آپ کہاں ہیں اور کعبہ کے اندر سے جواب آنا

ترجمہ وتشریح:۔اس پر عبدالمطلب نے عرض کی کہ اس وقت وہ کہاں ہے آپ دانائے راز ہیں مجھے سیدھا راستہ بتلا دیجئے اس کے جواب میں کعبہ کے اندر سے آواز آئی اور ہاتف نے کہا کہ اے اس مہتدی لڑکے کے تلاش کرنے والے تو غمگین نہ ہو میں ابھی تجھے اس بچہ کا پتہ بتلاتا ہوں سن لے کہ وہ فلاں وادی میں فلاں درخت کے نیچے ہے۔ یہ سن کر عبدالمطلب فوراً روانہ ہو گئے اور سرداران قریش ان کے ہمرکاب تھے کیونکہ عبدالمطلب حضور کے دادا سرداران قریش سے تھے اور کچھ یہی سردار نہ تھے بلکہ آدم علیہ السلام تک جتنے آپ کے اجداد تھے سب سرداران رزم وبزم ومعرکہ آرائی تھے اور یہ بات آپ کے لئے کوئی بڑی فخر کی چیز نہیں کیونکہ نسب تو آپ کے لئے پوست ہے اس لئے کہ آپ تو مغز اور حقیقی بادشاہوں یعنی انبیاء میں سے ہیں۔ جن کا کمال حقیقی اوصاف ذاتیہ ہیں نہ کہ صفات اضافیہ رہا آپ کا مغز اور وہ شے جو آپ کا حقیقی کمال ہے اس کو نسب سے کوئی واسطہ ہی نہیں کیونکہ اس کی جنس سے تو زمین سے آسمان تک کوئی شے نہیں۔ جس سے اس کا نسب ثابت ہو سکے کیونکہ وہ نور حق ہے اور نور حق سبحانہ کے لئے سلسلہ ولادت ووجود نہیں تلاش کیا جاسکتا اور وہ خلعت حق سبحانہ ہے اور خلعت حق سبحانہ کے لئے تانے بانے کی ضرورت نہیں، بہت معمولی خلعت اس کا جو وہ معاوضہ میں عطا کرتا ہے آفتاب سے فائق ہے۔ پس جبکہ آفتاب جو ایک ادنیٰ شے ہے نسبت سے منزہ ہے تو وہ خلعت تو بالاولیٰ منزہ ہوگا۔

شرح شبّیری

سلیمان علیہ السلام کے بلقیس کو دعوت ایمان دینے کے قصہ کا بقیہ

خیز بلقیسا بیاؤ ملک بیں	برلب دریائے یزداں در بچیں
اے بلقیس! اٹھ آجا سلطنت کو دیکھ	اللہ کے دریا کے کنارے سے موتی چن لے

یعنی اے بلقیس اٹھ آ اور ملک (اصلی) کو دیکھ اور دریائے حق کے کنارے پر موتی چن (یہ خطاب حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہو یا مولانا کی طرف سے غرضکہ فرماتے ہیں کہ اے بلقیس آ ملک حقیقی دیکھ اور دولت باطن سے مالا مال ہو)

www.besturdubooks.wordpress.com

خواہرانت ساکن چرخ سنی	تو بمردارے چہ سلطانی کنی
تیری بہنیں بلند آسمان پر مقیم ہیں	تو مردار پر کیا سلطنت کر رہی ہے؟

یعنی تیری بہنیں (مومنات) آسمان روشن پر مقیم ہیں تو کیا ایک مردار (دنیا) پر بادشاہی کر رہی ہے۔

خیز بلقیسا بیا دولت نگر	جاوداں از دولت ما برنخور
اے بلقیس ! اٹھ آ جا اس بادشاہی کو دیکھ	ہمیشہ ہماری دولت کے پھل کھا

یعنی اے بلقیس اٹھ اور آ دولت (باطنی) دیکھ اور ہماری دولت (باطنی) سے ہمیشہ پھل کھا۔

خواہرانت راز بخششہائے راد	ہیچ میدانی کہ آں سلطاں چہ داد
تیری بہنوں کو سخاوت کی بخششوں میں سے	تو کچھ جانتی ہے کہ اس شاہ نے (انکو) کیا دیا ہے؟

یعنی تیری (مومنات) بہنوں کو عظیم الشان بخششوں سے تجھے کچھ خبر ہے کہ اس سلطان (حقیقی) نے کیا دیا

خیز بلقیسا بیا در بحر جود	ہر دمے بردار بے سرمایہ سود
اے بلقیس! اٹھ سخاوت کے سمندر میں آ جا	ہروقت بغیر سرمایہ کے نفع کما

یعنی اے بلقیس اٹھ اور بحر جود میں آ اور بے سرمایہ کے نفع حاصل کر (ہمارے پاس سرمایہ نہ ہونا ظاہر ہے اس لئے کہ ہماری عبادتیں وغیرہ سب بیکار ہیں جو کچھ ملتا ہے اس کا فضل وکرم ہے۔ لہذا فرمایا کہ بلا کسی سرمایہ کے نفع لیتی رہو)

خواہرانت جملہ در عیش وطرب	بر تو چوں خوش گشت ایں رنج وتعب
تیری بہنیں سب عیش اور مستی میں ہیں	یہ رنج اور مشقت تیرے لئے کیسے بھلی بن گئی

یعنی تیری (مومنات) بہنیں ساری عیش وطرب میں ہیں۔ تو یہ (دنیا کا) رنج وتعب تجھ پر کس طرح اچھا ہو گیا۔ یعنی تو اس دنیا کی ظاہری عیش میں جو کہ حقیقت میں سراسر رنج وتعب سے کہاں پھنس رہی ہے۔ تیری مومن بہنیں تو اصل عیش میں ہیں تو بھی اسی کو حاصل کر۔

خیز بلقیسا سعادت یار شو	وز ہمہ ملک سبا بیزار شو
اے بلقیس! اٹھ نیک بختی کی یار بن جا	اور سبا کی پوری سلطنت سے بیزار ہو جا

یعنی اے بلقیس اٹھ اور سعادت کی ساتھی ہو جا اور تمام ملک سبا سے بیزار ہو جا۔

تو زشادی چوں گدائے طبل زن	کہ منم شاہ و رئیس گولخن
تو خوشی میں اس فقیر کی طرح ہے جو نقارہ پیٹ رہا ہے	کہ میں بھٹی کا شاہ اور رئیس ہوں

یعنی تو خوشی سے اس گدائے طبل زن کی مثل ہے (جو کہ کہتا ہو) کہ میں کوڑی کا بادشاہ اور رئیس ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ اگر کوئی فقیر ایک طبل بھی بجاتا پھرے اور کہے کہ میں کوڑی کا بادشاہ ہوں اور رئیس ہوں تو اس کو کوئی بھی رئیس اور امیر نہ کہے گا۔ اسی طرح تو اس دنیا کی بادشاہ اور رئیس بنتی ہے جو کہ اس کوڑی سے بھی زیادہ پلید ہے۔ اور گندی ہے لہذا اس کو ترک کر اور دولت اصلی اور حقیقی کو لے آگے ایک مثل اسی مضمون کی کہ دنیا کو ترک کرنا اور آخرت کو لینا چاہئے۔ بیان فرماتے ہیں۔

مثل آدمی کے دنیا پر قناعت کر لینے اور طلب دنیا میں حرص کرنے کی اور دوست روحانیوں سے جو کہ اس کی ہمجنس ہیں اور آواز لگا رہے ہیں کہ یالیت قومی یعلمون غفلت کرنا

آں سگے در کو گدائے کور دید	حملہ می آور دو دلقش می درید
ایک کتے نے گلی میں ایک اندھے فقیر کو دیکھا	اس پر حملہ کر دیا اور اس کی گدڑی پھاڑ دی

یعنی اس ایک کتے نے گلی میں ایک اندھا فقیر دیکھا تو حملہ آور ہوا اور گدڑی اس کی پھاڑ دی (مولانا فرماتے ہیں کہ)

گفتہ ایم ایں راولے باردگر	شد مکرر بہر تاکید خبر
ہم یہ (قصہ) کہہ چکے ہیں لیکن دوبارہ	بات کی تاکید کے لئے مکرر ہوا ہے

یعنی ہم اس (قصہ) کو کہہ چکے ہیں لیکن دوسری مرتبہ خبر کی تاکید کے لئے مکرر ہو گیا ہے۔ مطلب یہ کہ ہم اس قصہ کو اگرچہ اس سے قبل بھی بیان کر چکے ہیں لیکن یہاں بھی مکرر بیان کرتے ہیں تاکہ تکرار بیان سے اور مزید تاکید ہو جاوے۔ آگے پھر قصہ ہے۔

کور گفتش آخر آں یاران تو	برکہ اند ایندم شکار و صید جو
اندھے نے اس سے کہا آخر تیرے دوست	اس وقت صید و شکار کی جستجو میں پہاڑ پر ہیں

یعنی اندھے نے کہا کہ آخر تیرے وہ یار پہاڑ پر اس دم شکار کے متلاشی ہیں۔

قوم تو در کوہ میگیرند گور	درمیان کوئے میگیری تو کور
تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے	تو کوچہ میں اندھے کو پکڑتا ہے

یعنی تیری قوم پہاڑ میں گورخر پکڑ رہی ہے اور تو گلی میں اندھے کو پکڑ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ ایک کتے نے ایک اندھے کو گلی میں دیکھا تو اس پر حملہ آور ہوا اور اس کی گدڑی پھاڑ ڈالی تو اندھے نے کہا کہ ارے کتے تیرے ساتھی تو پہاڑ پر شکار گورخر کا کر رہے ہیں اور تو گلیوں میں کور یعنی اندھے کو پکڑتا پھرتا ہے۔ پس یہاں مثل ختم ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

اوراس مثل کی تطبیق یہ ہے کہ اسی طرح دنیادار لوگ تو دنیا کے پیچھے جو کہ اندھے کی طرح ہے پڑے ہوئے ہیں اور جو عارفین کہ ان کی جنس سے ہیں وہ علوم ومعارف کا شکار کر رہے ہیں اور آخرت کو لے رہے ہیں جو کہ مثل گورخر کے ہے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ترک ایں تزویر کن شیخ نفور	آب شوری جمع کردہ چند کور
(اے) متنفر شیخ! اس مکر کو چھوڑ دے	تو کھاری پانی ہے تونے چند اندھے جمع کر لئے ہیں

یعنی اے شیخ نفور (عن الخلق) اس مکاری کو چھوڑ کر تو آب شور ہے اور چند اندھوں کو جمع کئے ہوئے ہے۔ مطلب یہ کہ اے مکار شیخ جو کہ بظاہر لوگوں کے بہکانے کے واسطے چند اندھوں کو گرد جمع کئے ہوئے بیٹھا ہے اور ان کو بہکار کھا ہے اس مکاری کو ترک کر اور اپنے کو کامل مت ظاہر کر۔ اس لئے کہ تو آب شوری طرح ہے تو کامل نہیں ہے۔ اور تو اس قابل نہیں ہے کہ تو لوگوں کو فیض پہنچادے اور تشنگان آب ہدایت کی پیاس بجھادے بلکہ تو تو بزبان حال کہہ رہا ہے کہ۔

کایں مریدان من ومن آب شور	میخورند از من ہمی گردند کور
کہ یہ میرے مرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں	وہ مجھ میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے جاتے ہیں

یعنی کہ میرے یہ مرید ہیں اور میں آب شور ہوں یہ میرے میں سے پیتے ہیں اور اندھے ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ تمہاری حالت جس سے کہ دنیا میں گمراہی پھیل رہی ہے اور لوگ بگڑ رہے ہیں یہ بتا رہی ہے اور بزبان حال کہہ رہی ہے کہ جو مجھ سے فیض لے گا وہ اندھا ہو جائے گا اور اس کو باطنی بصیرت حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔ آگے مولانا ایسے شیوخ کو نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

آب خود شیریں کن از بہر لدن	آب بد را دام ایں کوران مکن
لدن کے دریا سے اپنے پانی کو شیریں بنالے	برے پانی کو ان اندھوں کے لئے جال نہ بنا

یعنی اپنے پانی کو حق تعالیٰ کے پاس سے شیریں کر لے اور برے پانی کو اندھوں کا جال مت بنا۔ مطلب یہ کہ اے شیخ مکار اپنے اس مکر وتزویر سے عالم کو تباہ وخراب مت کر بلکہ اہل اللہ کے واسطے سے تعلق مع اللہ پیدا کر جس سے کہ دنیا میں ہدایت پھیلے۔

خیز شیران خدا بیں گور گیر	تو چو سگ چونی بزرقے کور گیر
اٹھ خدا کے شیروں کو گورخر پکڑنے والا دیکھ	تو کتے کی طرح مکاری سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں ہے؟

یعنی اٹھ گور پکڑنے والے شیرن خدا کو دیکھ تو کتے کی طرح مکر سے اندھے کو پکڑنے والا کیوں ہے (شیرن خدا سے مراد عارفین اور گورخر سے طالبان حق اور کور سے مراد اہل ہوا) مطلب یہ کہ اے شیخ مکار اٹھ اور دیکھ کہ کس طرح عارفین اور اولیاء اللہ طالبان حق کا شکار کرتے ہیں اور کس طرح ان کو فیوض سے مالا مال کرتے ہیں۔ ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھ کرتو بھی ان سے فیض حاصل کر۔ کہ تو بھی طالبان حق کو ہدایت کر سکے تو کہاں ان ہوا و ہوس کے کتوں کو مکر سے پھانس رہا ہے۔ اور دھوکا دے رہا ہے۔ آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

گور چہ از صید غیر دوست دور	جملہ شیر و شیرگیر و مست نور
گور خر کیا ہوتا ہے وہ دوست کے علاوہ کے شکار سے دور ہیں	جسم شیر ہیں اور شیر پکڑنے والے ہیں اور نور سے مست ہیں

یعنی گور کیا چیز ہے وہ تو دوست کے علاوہ شکار کرنے سے بھی دور ہیں اور سب کے سب شیر اور شیر گیر ہیں اور مست نور ہیں۔ مطلب یہ کہ ان حضرات عارفین کی تو یہ شان ہے کہ وہ طالبین ہی تک نہیں رہتے کہ انہیں کو اپنا گرویدہ کرتے ہوں اور ان کی طلب میں رہتی ہوں نہیں وہ حضرات تو دوست یعنی حق تعالیٰ کے علاوہ اور کسی چیز کے طالب اصلی ہوتے ہی نہیں وہ تو بس ایک ذات حق تعالیٰ کے علاوہ اور کسی چیز کے طالب اصلی ہوتے ہی نہیں وہ تو بس ایک ذات حق ہی کی طلب میں لگے رہتے ہیں اور چونکہ وہ مظہر ہیں صفات حق کے اس لئے وہ متصف بصفات حق ہی ہیں اور اسی کی طلب میں لگے ہوئے ہیں اور اسی کے نور میں مست ہیں ان کو بالذات تو طلب حق تعالیٰ ہی کی ہوتی ہے اور اس طلب میں اور کسی کو وہ شریک نہیں کرتے اور ان کی یہ شان ہے کہ۔

در نظارہ صید و صیادے شہ	کردہ ترک صید و مردہ درولہ
شکار اور شاہ کو شکار کرنے کے نظارے میں	شکار کرنا چھوڑ دیا ہے اور عشق میں فنا ہیں

یعنی شکار کے اور شاہ کے شکار کرنے کے نظارہ میں شکار کو چھوڑے ہوئے ہیں اور حیرانی میں مردہ ہیں مطلب یہ کہ طلب حق میں وہ اور سب کو چھوڑے ہوئے ہیں اور بس اس کی طلب میں منہمک اور اسی میں مشغول ہیں۔

ہمچو مرغ مردہ شان بگرفتہ یار	تا کند او جنس ایشاں را شکار
ان کو دوست نے مردہ پرند کی طرح پکڑ رکھا ہے	تاکہ وہ (دوست) ان کے ہم جنسوں کو شکار کرے

یعنی مرغ مردہ کی طرح ان کو یار پکڑے ہوئے ہے۔ تا کہ اس کی جنس کو شکار کرے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ قاعدہ ہے کہ شکاری لوگ جس جانور کا شکار کرنا چاہتے ہیں اول ان میں سے ایک کو پکڑ کر اس کی کھال نکال کر اس میں بھوسہ وغیرہ بھر کر اس کو جال پر بٹھا کر اس کے پیچھے سے اسی جیسی بولی بولتے ہیں تو اس کے ہمجنس کہتے ہیں کہ یہ ہمارا ہمجنس بیٹھا ہوا بول رہا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کوئی خوف نہیں ہے بس یہ سمجھ کر اور سب جانور بھی آجاتے ہیں اور جال میں پھنس جاتے ہیں تو اسی طرح حق تعالیٰ نے ان عارفین کو جو کہ عشق حق میں مردہ ہو رہے ہیں دوسرے لوگوں کے اپنی طرف بلانے کے لئے آلہ بنا رکھا ہے۔ کہ جب اور لوگ دیکھتے ہیں کہ ایک انسان یہ کام یعنی ذکر اللہ اور طلب حق کر رہا ہے تو وہ بھی اکثر اس میں لگ جاتے ہیں تو ان حضرات کی تین شانیں ہوئیں ایک تو یہ کہ خود صیاد حق ہیں کہ اسی کی طلب میں رہتے ہیں اور دوسرے صید حق بھی ہیں اس لئے کہ حق تعالیٰ کے قبضہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں اور اس کی قدرت میں ہیں اور اس کو انہوں نے اپنی ذات بالکل سونپ دی ہے اور اسی کے ہو رہے ہیں جیسے کہ شکار شکاری کے ہاتھ میں ہو جاتا ہے۔ تیسرے یہ کہ آلہ اصطیاد بھی ہیں کہ حق تعالیٰ ان کے ذریعہ سے اور لوگوں کا شکار کرتے ہیں کہ اور لوگ اس کے ذریعہ سے اللہ والے بنتے ہیں اور ان حضرات کی یہ حالت ہے کہ۔

مرغ مردہ مضطر اندر وصل و بین	خواندۂ القلب بین الاصبعین
مردہ پرند وصل اور جدائی میں مجبور ہے	تو نے پڑھا ہے کہ دل دو انگلیوں کے درمیان میں ہے

یعنی مرغ مردہ وصل و فراق (دونوں حالتوں) میں مضطر ہے اور تو نے پڑھا ہے القلب بین الاصبعین مرغ مردہ سے مراد وہی عارفین۔ مطلب یہ کہ عارفین اور طالبین حق وصل و فراق یعنی بسط و قبض دونوں حالتوں میں مضطر ہی رہتا ہے۔ اس کو کسی وقت چین نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ یہ تو حدیث میں تم نے پڑھا ہی ہے۔ قلب المومن بین الاصبعین من اصابع الرحمن تو بس جس طرح وہ چاہتے ہیں اس کو رد و بدل کر دیتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں اس کو پھیر دیتے ہیں۔ غرضکہ یہ ہر حالت میں طلب میں لگے رہتے ہیں۔ آگے دوسرے غیر طالبین کو ترغیب دیتے ہیں کہ

مرغ مردہ اش را ہر آنکو شد شکار	چوں بہ بیند شد شکار شہر یار
اس کے مردہ پرند کو جو شکار ہوا	جب وہ غور کرے گا تو شاہ کا شکار ہوا ہے

یعنی جو شخص اس کے مرغ مردہ کا شکار ہو گیا وہ جب دیکھے گا تو یہ دیکھے گا کہ وہ شہر یار کا شکار ہو گیا ہے مطلب یہ کہ جو شخص کہ اولیاء اللہ کا تابع اور مطیع ہو جاوے گا اس کو جب بصیرت حاصل ہو جاوے گی اور اس کی آنکھیں کھلیں گی تو وہ دیکھے گا کہ آہا میں تو اتنے دنوں تک اطاعت حق ہی میں رہا ہوں اور مجھے جو اولیاء اللہ کا قرب نصیب ہوا یہ تو عین قرب حق تھا اس وقت سب کچھ معلوم ہو جاوے گا جیسا کہ جب صیاد اس مرغ مردہ کے ذریعہ سے شکار کرتا ہے تو اول جو جانور آتے ہیں اس مرغ مردہ ہی کے پاس آتے ہیں لیکن جب صیاد ہاتھ ڈالتا ہے اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ آہا ہم تو ایک بڑے زبردست بادشاہ کے ہاتھ میں شکار ہوئے ہیں ہم تو اس مرغ مردہ کے پاس آئے تھے مگر اس کا قرب عین قرب شاہ ہو گیا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ او زین مرغ مردہ سر بتافت	دست آں صیاد را ہرگز نیافت
جس نے اس مردہ پرند سے روگردانی کی	اس نے شکاری کے ہاتھ کو کبھی نہیں پایا

یعنی جس نے کہ اس مرغ مردہ سے سرتابی کی اس نے اس صیاد کے ہاتھ کو ہرگز نہیں پایا۔ مطلب یہ کہ جو شخص کہ اولیاء اللہ کی اطاعت نہ کرے اور ان سے سرکشی کرے اور ان کے قرب سے بھاگے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کو ہرگز قرب حق نصیب نہیں ہو سکتا اور وہ ہمیشہ محروم ہی رہے گا ان کی تو یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ زبان حال فرماتے ہیں کہ۔

گوید او منگر بمرداری من	عشق شہ بیں در نگہداری من
وہ کہتا ہے میری مرداری پر نظر نہ کر	میری حفاظت کے بارے میں اللہ کے عشق کو دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ کہتا ہے کہ میری مرداری کو مت دیکھ میرے تعلق میں عشق شاہ کو دیکھ۔ مطلب یہ کہ وہ حضرات بزبان حال فرمارہے ہیں کہ میاں ہماری ظاہری ذلت وخواری کو مت دیکھو اور یہ مت سمجھو کہ یہ تو ذلیل وخوار لوگ ہیں ان سے تعلق نہ پیدا کرنا چاہئے اس لئے کہ تم ہمارے تعلق میں دیکھو گے کہ تم کو عشق شاہی نصیب ہوگا اور تم کو تعلق مع اللہ پیدا ہو جاوے گا۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

من نہ مردارم مراشہ کشتہ است	صورت من شبہ مردہ گشتہ است
میں مردار نہیں ہوں مجھے شاہ نے مارا ہے	میری صورت مردے کے مشابہ ہوگئی ہے

یعنی میں مردار نہیں ہوں مجھے بادشاہ نے مارا ہے ہاں میری صورت مردہ کے مشابہ ہوگئی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہم حقیقت میں ذلیل وخوار نہیں بلکہ ہم فانی فی الحق ہوگئے ہیں جس کی وجہ سے ہم کو اس جسم ظاہر کے بناؤ سنگھار کی پرواہ نہیں رہی۔ اس وجہ سے ہم بظاہر ذلیل وخوار معلوم ہوتے ہیں ورنہ باطن میں ہمارے سامنے بادشاہ کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اسی مضمون کو حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ بے خود ومستم ولے ہشیار میگردم بباطن شاہ کونینم بظاہر خوار میگردم

آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

جنبشم زیں پیش بود از بال و پر	جنبشم اکنوں زدست دادگر
اس سے پہلے میری حرکت بال اور پر کے ذریعہ تھی	اب میری حرکت منصف کے ہاتھ سے ہے

یعنی میری حرکت اس سے پہلے تو بال و پر سے تھی اور اب میری حرکت دادگر کے ہاتھ سے ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ اس سے قبل تو میں خواہشات نفسانی کے مطابق حرکت کیا کرتا تھا لیکن اب چونکہ میں فانی ہوگیا ہوں اب میری تمام حرکات وسکون اس طرف سے ہوگئے ہیں اور میرا ارادہ اس کے ارادہ میں فنا ہوگیا ہے۔

جنبش فانیم بیروں شد ز پوست	جنبش باقیست اکنوں چوں از دوست
میری فنا ہونے والی حرکت کھال سے باہر ہوگئی ہے	اب باقی رہنے والی حرکت ہے کیونکہ وہ اس کی جانب سے ہے

یعنی میری جنبش فانی تو پوست سے باہر ہوگئی۔ اور اب جنبش باقی ہے جبکہ اس سے ہے۔ مطلب یہ کہ میری حرکت فانی ہو چکی ہے اور اب وہ حالت ہے کہ میری تمام حرکات وسکون سب باقی ہیں اس لئے کہ تمام افعال میرے اسی طرف سے ہیں حتیٰ کہ میرا ارادہ اس کے ارادہ میں فنا ہو چکا لہذا میرے تمام افعال باقی ہیں کوئی فانی نہیں رہا۔

ہر کہ کج جنبد بہ پیش جنبشم	گرچہ سیمرغست زارش می کشم
جو کوئی میری حرکت کے سامنے ٹیڑھی حرکت کرتا ہے	خواہ وہ سیمرغ ہو میں اس کو بری طرح مارتا ہوں

یعنی جو شخص کہ میری حرکت کے سامنے کج حرکت کرے تو اگرچہ وہ سیمرغ ہو میں اس کو زار کر کے ماردوں

www.besturdubooks.wordpress.com

۔مطلب یہ کہ وہ حضرات بزبان حال فرماتے ہیں کہ جو شخص کہ میری اطاعت نہ کرے وہ گویا کہ اطاعت حق نہیں کرتا۔تو وہ خواہ کتنا ہی قوی کیوں نہ ہو ضرور ذلیل وخوار و تباہ ہوگا۔

ہیں مرا مردہ مبین گر زندۂ	در کف شاہم نگر گر بندۂ
خبردار! اگر تو زندہ ہے مجھے مردہ نہ سمجھ	اگر تو بندۂ (خدا) ہے تو مجھے شاہ کے ہاتھ میں سمجھ

یعنی ہاں اگر تو زندہ ہے تو مجھے مردہ مت جان مجھے کف شاہ میں دیکھ اگر تو بندہ ہے۔مطلب یہ کہ تجھ کو حیات باطنی حاصل ہے تو تو مجھے مردہ مت سمجھ۔اس لئے کہ میں باطن میں ان ظاہری زندوں سے بھی زیادہ ہوں اور اگر تو بندۂ حق ہے تو یہ سمجھ کہ جو بندہ ہوتا ہے وہ تو کسی دوسرے کے قبضہ میں ہی ہوتا ہے تو اسی طرح میں قبضہ حق میں ہوں۔مجھے مردہ مت سمجھو۔

مردہ زندہ کرد عیسیٰ از کرم	من بکف خالق عیسیٰ درم
(حضرت) عیسیٰ نے کرم سے مردہ کو زندہ کر دیا	میں (حضرت) عیسیٰ کے خالق کے ہاتھ میں ہوں

یعنی عیسیٰ علیہ السلام نے کرم کی وجہ سے مردہ کو زندہ کیا۔اور میں تو عیسیٰ علیہ السلام کے خالق کے ہاتھ میں ہوں۔

کے بمانم مردہ در قبضۂ خدا	بر کف عیسیٰ مدار ایں ہم روا
میں خدا کے قبضہ میں رہ کر مردہ کب رہ سکتا ہوں	(حضرت) عیسیٰ کے ہاتھ پر بھی یہ روا نہ رکھ

یعنی میں قبضہ حق میں کس طرح مردہ رہوں گا۔یہ تو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جائز مت رکھو۔مطلب یہ کہ دیکھو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں جو مردہ آجاتا تھا وہ زندہ ہو جاتا تھا۔تو میں تو خالق عیسیٰ کے قبضہ میں اور اس کے ہاتھ میں ہوں۔پھر کیا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آکر تو زندہ ہو جاوے اور خالق عیسیٰ کے ہاتھ میں آکر مردہ ہی رہے۔بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے۔یہ بات تو عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں سمجھنا بھی روا نہیں ہے کہ کوئی مردہ ان کے قبضہ میں آوے۔اور مردہ ہی رہے۔تو بھلا خالق عیسیٰ کے واسطے یہ سمجھنا کس طرح جائز ہوگا آگے ترقی فرما کر ان حضرات کا مقولہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

عیسیم لیکن ہر آنکو یافت جاں	از دم من او بماند جاوداں
میں عیسیٰ ہوں لیکن جس نے جان حاصل کر لی	میرے دم سے وہ ہمیشہ زندہ رہے گا

یعنی میں عیسیٰ ہوں لیکن جو شخص کہ میرے ہاتھ سے جان پاوے وہ ہمیشہ رہے گا۔

شد ز عیسیٰ زندہ لیکن باز مرد	شاد آں کو جان بدیں عیسیٰ سپرد
(حضرت) عیسیٰ سے زندہ ہوا لیکن پھر مر گیا	وہ قابل مبارکباد ہے جس نے اس عیسیٰ کو جان سپرد کر دی

یعنی عیسیٰ علیہ السلام سے زندہ ہوا لیکن پھر مر گیا اور خوش ہے وہ جس نے کہ جان اس عیسیٰ کو سپرد کر دی۔مطلب یہ کہ وہ حضرات فرماتے ہیں کہ ہم چونکہ فانی فی الحق ہو گئے اور ہماری صفت صفات حق ہیں اس لئے ہماری حالت بوجہ

www.besturdubooks.wordpress.com

فانی الحق کے یہ ہوگئی ہے کہ جو شخص اس طرح زندہ ہوا ہے اس کو دوام نصیب ہوا ہے اور جس کو حیات روحانی نصیب ہوئی ہے وہ ہمیشہ زندہ رہا ہے۔ بخلاف ان مردوں کے جن کو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حیات ظاہری حاصل ہوتی تھی۔ کہ وہ آخر ایک روز فنا ہوگئے۔ ہاں جن لوگوں کو عیسیٰ علیہ السلام سے بھی حیات باطنی نصیب ہوئی تھی اس میں ان کو بھی دوام اور ہمیشگی ہی رہی۔ صرف فرق ان لوگوں میں ہے کہ جن کو وہاں تو حیات ظاہری ملی اور یہاں حیات باطنی۔ فرق ان میں یہ ہے کہ وہاں بوجہ حیات ظاہری کے وہ ایک دن فنا ہوگئے اور یہ حیات باطنی تھی اس کو دوام رہا۔ اور فرماتے ہیں کہ جس نے اس عیسیٰ کو یعنی فانی فی الحق کو اپنی جان سپرد کردی اس کو حیات باطنی نصیب ہوگئی اور اس کو دوام وہمیشگی نصیب ہوئی۔ اس میں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آگئے کہ وہ بھی فانی فی الحق تھے۔ تو ان سے بھی جس کو حیات باطنی نصیب ہوئی اس کو دوام رہا خوب سمجھ لو۔ یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام سے اولیاء اللہ کو فضیلت دے رہے ہیں کیونکہ جس امر سے فضیلت کا شبہ ہوتا ہے وہ امر تو عیسیٰ علیہ السلام میں بھی موجود ہے اور ان کا بھی فعل ان کے دوسرے فعل سے افضل ہے۔ یعنی حیات باطنی عطا فرمانا حیات ظاہری عطا فرمانے سے بدرجہا افضل ہے۔ بس تو جب وہ بھی اس میں داخل ہوئے تو پھر فضیلت کیسے ہوسکتی ہے آگے ایک دوسری تشبیہ دیتے ہیں کہ۔

من عصایم در کف موسیٰ خویش	موسیم پنہاں و من پیدا بہ پیش
میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں لاٹھی ہوں	میرا موسیٰ پوشیدہ ہے اور میں سامنے ظاہر ہوں

یعنی میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں عصا ہوں۔ میرا موسیٰ تو پوشیدہ ہے اور میں سامنے ظاہر ہوں۔

بر مسلمانان پل دریا شوم	باز بر فرعون اژدرہا شوم
میں مسلمانوں کے لئے دریا کا پل ہو جاتا ہوں	پھر فرعون پر اژدھا بن جاتا ہوں

یعنی مسلمانوں پر میں دریا کا پل ہو جاتا ہوں اور پھر فرعون پر اژدہا ہو جاتا ہوں۔ مطلب یہ کہ وہی فانی فی الحق کہتا ہے کہ میں عصائے موسیٰ کی طرح دست حق میں ہوں کہ وہ جس طرح بوجہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ہونے کے کبھی تو مسلمانوں کے لئے پل دریا کا بن جاتا تھا اور کبھی فرعون کے لئے اژدہا ہو جاتا تھا۔ اسی طرح حق تعالیٰ مجھ سے مختلف کام لیتے ہیں میں صفات حق کا مظہر ہوں کبھی مجھ سے صفت جمال ظاہر ہوتی ہے اور کبھی صفت جلال ظاہر ہوتی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں عصا را اے پسر تنہا مبیں	کہ عصا بے کف حق نبود چنیں
اے بیٹا! اس لاٹھی کو اکیلا نہ سمجھ	کیونکہ بغیر خدا کے ہاتھ کے لاٹھی ایسی نہیں ہوتی ہے

یعنی اے صاحبزادے اس عصا کو تنہا مت دیکھو۔ کہ عصا بدوں کف حق کے ایسا نہیں ہوتا۔ (عصا سے مراد اولیاء اللہ ہیں) مطلب یہ کہ ان اولیاء اللہ کو تنہا مت سمجھو بلکہ خوب سمجھ لو کہ یہ کسی اور کے ہاتھ میں ہیں جو کہ ان کو حرکت دے

www.besturdubooks.wordpress.com

رہا ہے اور اس حرکت کی وجہ سے ان میں یہ قوت آ رہی ہے اور وہ محرک حق تعالیٰ ہیں اسی کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے ان میں اس قدر قوت آ گئی ہے۔ آگے دیگر اشیاء کو جن سے کہ کافروں کو شکست ہوئی عصا سے تشبیہ دیتے ہیں کہ۔

موج طوفان ہم عصا بد کوز درد	طنطنہ جادو پرستان را بخورد
طوفان کی موج بھی لاٹھی تھی جس نے درد کیساتھ	جادو نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے دھویں اڑا دیئے

یعنی موج طوفان بھی عصا ہی تھی کہ جس نے درد سے جادو پرستوں (یعنی فرعونیوں) کے کروفر کو کھالیا۔

ہم عصا بد باد بر اعدائے ہود	کہ برآورد از بقیہ عساد دود
(حضرت) ہودؑ کے دشمنوں پر ہوا بھی لاٹھی تھی	جس نے عاد کے بقیہ (لوگوں) کے دھویں اڑا دیئے

یعنی ہوا بھی جو کہ ہود کے دشمنوں پر تھی عصا ہی تھی کہ جس نے عاد کے بقیہ میں سے دھواں نکالا یعنی اس ہوا نے بقیہ عاد کو ہلاک کیا وہ بھی ایک عصا ہی تھا۔

ہم عصائے بود پشہ در بزد	کو برآورد از سر نمرود گرد
مچھر بھی مقابلے میں لاٹھی تھا	جس نے نمرود کے سر سے دھول اڑا دی

یعنی وہ مچھر مقابلہ کے وقت میں جس نے کہ نمرود کے سر سے گرد نکالی۔ ایک عصا ہی تھا' مطلب یہ کہ وہ چیزیں جن سے کہ اعدائے حق ہلاک ہوئے ہیں وہ عصائے حق ہی کے مشابہ ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر عصاہائے خدا را بشمرم	زرق ایں فرعونیاں را بردرم
اگر میں خدا کی لاٹھیوں کا شمار کروں	ان فرعونوں کی مکاری (کا پردہ) چاک کر دوں

یعنی اگر حق تعالیٰ کے عصاؤں کو میں گنوں تو ان فرعونیوں کے مکر کو پھاڑ ڈالوں گا' مطلب یہ ہے کہ اگر میں ان تمام چیزوں کو بیان کروں جن سے کہ اعدائے الٰہی ہلاک ہوئے ہیں تو اس وقت ایک ایسا تصرف ہوگا کہ جس سے یہ سارے کے سارے مضطر ہو کر منقاد ہو جاویں۔ جیسا کہ قرآن شریف میں بھی ارشاد ہے۔ ولو شئنا لآتینا کل نفس ھدھا الخ یعنی اگر ہم چاہیں تو سب کفار بالاضطرار مسلمان ہو جاویں لیکن ایسا بہت سی مصلحتوں سے نہیں کیا جاتا۔ اسی طرح مولانا فرماتے ہیں کہ اگر اولیاء اللہ چاہیں کہ ایسا تصرف کریں کہ سارے مضطر ہو کر مطیع ہو جاویں لیکن ایسا تصرف اس لئے نہیں کرتے کہ۔

لیک ایں شیریں گیاہے زہر مند	ترک کن تا چند روزے میچرند
لیکن اس زہریلی شیریں گھاس کو	رہنے دے تاکہ چند روز چر لیں

یعنی لیکن چھوڑ دے تاکہ اس زہریلی میٹھی گھاس میں چند روز چر لیں۔ مطلب یہ کہ ان کو اس طرح مضطر کر دینا مناسب نہیں ہے۔ لہٰذا ان کو ابھی رہنے دو تاکہ کچھ روز اور دنیا سے تمتع حاصل کر لیں اور اس تمتع سے یہ فائدہ ہوگا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نباشد جاہ و فرعون و سری	از کجا یابد جہنم پروری
اگر فرعون کا رتبہ اور سرداری نہ ہو	(تو) جہنم کہاں سے پرورش پائے؟

یعنی اگر جاہ فرعونی اور سرداری نہ ہو تو جہنم کہاں سے پرورش پاوے۔ مطلب یہ کہ اگر ایسے لوگ نہ ہوں تو جہنم کی کہاں سے پرورش ہو اور حق تعالیٰ کی صفت قہر کیسے ظہور کرے لہذا چاہئے کہ خوب ان کو مزے اڑا لینے دو اس کے بعد پھر ان کفار کو لقمہ جہنم کیا جاوے گا اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

فربہش کن آنگہش کش اے قصاب	زانکہ بے برگند در دوزخ کلاب
اے قصاب! اس کو موٹا کر پھر ذبح کر	کیونکہ دوزخ میں کتے بے سروسامان ہیں

یعنی اے قصاب اس کو موٹا کرلے اس وقت کاٹ اس لئے کہ دوزخ کے کتے بھوکے ہو رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کفار کو خوب تمتعات دنیوی میں منہمک کر کے موٹا تازہ کرلو تاکہ دوزخ کے کتے جو کہ بھوکے ہو رہے ہیں خوب پیٹ بھر کر کھائیں۔ کیونکہ اگر یہ لوگ نہ ہوں گے تو دوزخ کو بھی قیام نہ ہوگا اور وہ بھی ہلاک ہو جاوے گی۔ آگے اس کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر نبودے خشم و دشمن در جہاں	پس بمردے خشم اندر مردماں
اگر دنیا میں مخالف اور دشمن نہ ہوتے	تو انسانوں میں غصہ مردہ ہو جاتا

یعنی اگر دنیا میں غصہ اور دشمن نہ ہوتا تو لوگوں میں غصہ مر جاتا۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر دنیا میں کوئی دشمن نہ ہوتا اور کوئی غصہ آور شے نہ ہوتی تو لوگوں میں غصہ ہی نہ رہتا۔ اور یہ مادہ ہی ان کے اندر سے مر جاتا۔ جیسا کہ اطباء نے لکھا ہے کہ اگر بہت روز تک روئی شخص مجرد رہے تو اس کی قوت ضعیف ہو جاتی ہے پس اسی طرح اگر غصہ آور کوئی شے اور دشمن دنیا میں نہ ہوتے تو یہ قوت غضبیہ لوگوں میں سے بالکل زائل ہو جاتی۔ بس اسی طرح سمجھو کہ

دوزخ آں خشم است و بے خصم اے فلاں	کے زید میرد ز نور مومناں
اے فلاں! دوزخ وہ غصہ ہے بغیر مخالف کے	کب زندہ رہے؟ مومنوں کے نور سے بجھ جائے

یعنی دوزخ وہ غصہ ہے اور بے دشمن کے اے فلاں کب زندہ رہتا ہے۔ وہ تو مومنین کے نور سے مر جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو دوزخ بھی ایک قہر ہے اور خشم حق کا مظہر ہے تو اگر یہ دشمنان حق دنیا میں نہ ہوں گے تو وہ بھی نہ رہے گا اور ٹھنڈا ہو جاوے گا۔ جیسا کہ قیامت میں جب مومنین اس پر سے گزریں گے تو وہ کہے گا کہ جز یامومن فان نورک اطفا ناری تو دیکھئے چونکہ وہ دشمن نہیں ہے اس لئے اس کے گزرنے سے اس کی آگ بجھنے لگے گی۔ اور وہ ہلاک ہونے لگے گا تو ان کفار کے وجود میں یہ مصلحت ہے کہ ان کے ہونے سے دوزخ کو قیام رہتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخ آں خشم است وخصمی بایدش	تا زید ورنہ رحیمی بکشدش
دوزخ وہ غصہ ہے اور اس کو مخالف چاہیے	تاکہ زندہ رہے ورنہ رحیمی اس کو بجھا دے

یعنی دوزخ وہی غصہ ہے اور اس کو دشمنی کی ضرورت ہے تاکہ وہ زندہ رہے ورنہ رحیمی اس کو ہلاک کر دے گی (جیسا کہ اوپر بیان ہوا) آگے فرماتے ہیں کہ۔

گر بماندی لطف بے قہر و بدے	پس کمال بادشاہی کے شدے
اگر مہربانی بغیر قہر اور بدی کے رہ جاتی	تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا ؟

یعنی اگر لطف بے قہر اور بد کے رہتا تو بادشاہی کا کمال کب ہوتا۔ مطلب یہ کہ اگر بدوں قہر اور محل قہر یعنی بدوں کے صرف لطف ہی لطف ہوتا تو صفات الٰہیہ کا پورا پورا ظہور نہ ہو سکتا۔ اس لئے دوزخ کی بھی ضرورت ہوئی چونکہ یہاں چند مثالیں بیان فرمائیں ہیں۔ تو آگے فرماتے ہیں کہ۔

ریشخندے کردہ انداں منکراں	بر مثالہاؤ بیان ذاکراں
ان منکروں نے مذاق اڑائی ہے	اہل ذکر کی مثالوں اور بیان کی

یعنی ان منکروں نے ذاکریں کی مثالوں اور بیان پر تمسخر کیا ہے۔

تو اگر خواہی بکن ہم ریشخند	چند خواہی زیست اے مردار چند
اگر چاہے تو بھی مذاق اڑا	اے مردار! تو کب تک زندہ رہے گا؟

یعنی اگر تو چاہے تو تو بھی تمسخر کر لے (لیکن) اے مردار کتنا جئے گا۔ کتنا۔ مطلب یہ کہ پہلے لوگوں کے بیانوں پر جوانہوں نے دین کے بارہ میں کئے ہیں پہلے منکرین نے بھی تمسخر کیا ہے تو اے منکر اگر تیرا دل چاہے تو تو بھی میری مثالوں وغیرہ پر تمسخر کر لے لیکن آخر ایک دن مرنا ہے اے نالائق ہمیشہ تو تجھے زندہ رہنا ہے ہی نہیں آخر ایک دن مرنا ہے تب مجھے معلوم ہو جاوے گا کہ اس تمسخر کا کیا نتیجہ ہوا۔ یہ خطاب تو منکرین کو تھا آگے محبین کو خطاب فرماتے ہیں کہ

شاد باشید اے محبان در نیاز	بر ہمیں در کہ شود امروز باز
اے دوستو! نیازمندی میں خوش رہو	اس دروازے پر جو آج کھلا ہوا ہے

یعنی اے محبو تم نیاز میں خوش رہو اسی در پر جو کہ آج کھلے گا۔ یعنی اے محبو تم در حق پر خوش وخرم رہو وہ دروازہ آج کل میں کھلنے والا ہے اس وقت تم دولتوں سے مالا مال ہو جاؤ گے تم الگ ہو اور وہ منکرین الگ ہیں ان کو ان کے لائق جزا ملے گی اور تم کو تمہارے لائق بدلہ ملے گا۔ آگے اس ہر ایک کی علیحدگی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہر حوائجے باشدش کردے دگر	درمیان باغ از سیر و کبر
ہر ضرورت کی ایک دوسری کیاری ہوتی ہے	باغ میں لہسن اور کبر کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہر مصالح کے لئے ایک الگ کیاری باغ میں ہوتی ہے۔لہسن کی اور گبری کی۔(گبرا ایک دوا کا نام ہے جو کہ خراسان میں ہوتی ہے) مطلب یہ کہ دیکھو لہسن کی کیاری الگ ہے اور گبری کی الگ علیٰ ہذا ہر شے الگ الگ ہی ہے۔

ہر یکے با جنس خود در کرد خود	از برائے پختگی نم می خورد
ہر ایک چیز ہم جنس کے ساتھ اپنی کیاری میں	پختگی کے لئے سیرابی حاصل کر تی ہے

یعنی ہر ایک اپنی جنس کے ساتھ اپنی مناسب کیاری میں پختگی کے لئے پانی پی رہی ہے۔یعنی پرورش پا رہی ہے۔

تو کہ کرد زعفرانی زعفران	باش و آمیزش مکن با دیگراں
تو جو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران	رہ اور دوسروں کے ساتھ نہ مل

یعنی تو کہ زعفران کی کیاری ہے زعفران رہ۔اور دوسروں کے ساتھ میل مت کر۔

آب میخور زعفرانا تارسی	زعفرانی اندراں حلوا رسی
اے زعفران! سیرابی حاصل کرتا کہ تو پک جائے	تو زعفران ہے اس حلوے میں ملے گا

یعنی پانی پی اے زعفران تا کہ تو پختہ ہو جاوے۔(اگر) تو زعفران ہے تو اس حلوہ میں تو پہنچ جاوے گی۔

تو مکن در کرد شلغم پوز خویش	کہ نگردد با تو او ہم طبع و کیش
تو شلغم کی کیاری میں اپنا منہ نہ ڈال	تا کہ وہ تیرا ہم مزاج اور ہم مذہب نہ ہو جائے

یعنی تو شلغم کی کیاری میں اپنا منہ مت کر کہ وہ تیرا ہم طبع اور ہم مذہب نہ ہوں گا۔مطلب یہ کہ اے زعفران تو اپنی کیاری میں رہ اور شلغم اپنی کیاری میں رہے گا۔تو اس شلغم کی کیاری میں یہ سمجھ کر کہ شاید وہ بھی خوشبودار ہو جاوے مت جا۔اس لئے کہ وہ تو خوشبودار نہ ہو گا تو ہی خراب ہو جاوے گی۔اسی طرح صحبت بد کا اثر جلدی ہوتا ہے لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔آگے فرماتے ہیں کہ۔

تو بکردے او بکردے مودعہ	زانکہ ارض اللہ آمد واسعہ
تو ایک کیاری میں اور وہ دوسری کیاری میں رکھا ہوا ہے	کیونکہ اللہ کی سرزمین وسیع ہے

یعنی تو ایک کیاری میں اور وہ ایک کیاری میں رکھے ہوئے ہیں۔اس لئے اللہ تعالیٰ کی زمین تو وسیع ہے۔ مطلب یہ کہ وہ اپنی حالت میں خوش ہے تم اپنی حالت میں خوش رہو تم کو اس کے پاس یا اس کو تمہارے پاس جانے کی کیا ضرورت ہے۔حق تعالیٰ کی زمین تو وسیع ہے اس میں تنگی تو نہیں۔جو ایک کو دوسرے کے مکان میں گھسنے کی ضرورت ہو لہٰذا صحبت بد سے محترز رہنا چاہئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

خاصہ آں ارضے کہ از پہناوری	در سفر گم می شود دیو و پری
خصوصاً وہ زمین (جس میں) وسعت کی وجہ سے	دیو اور پری سفر میں گم ہو جاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی خاص کردہ زمین جو کہ فراخی کی وجہ سے (اتنی ہے) کہ سفر میں دیو و جن گم ہو جاویں۔

اندراں بحر و بیابان و جبال	منقطع میگردد اوہام و خیال
ان سمندروں اور جنگلوں اور پہاڑوں میں	اوہام اور خیالات ختم ہو جاتے ہیں

یعنی ان دریاؤں اور بیابانوں اور پہاڑوں میں اوہام اور خیال منقطع ہو جاتے ہیں۔

ایں بیاباں در بیابانہائے او	ہمچو اندر بحر بریک تائے مو
یہ جنگل اس کے جنگلوں میں	اس طرح ہیں جیسے سمندر اور خشکی میں ایک بال

یعنی یہ بیاباں (ظاہری) اس کے بیابانوں میں (ایسے ہیں) جیسے کہ بھرے ہوئے دریا میں ایک عدد بال۔ مطلب یہ کہ اس جہان کی یہ زمین بھی اس قدر وسیع ہے کہ اس میں بھی ضرورت نہیں ہے کہ ایک دوسرے کے مکان میں گھستا پھرے۔ اور خاص کردہ باطن کی زمین تو اس قدر فراغ ہے کہ اس کے آگے یہ بیابان اور یہ زمین ایسے ہیں جیسے کہ بھرے ہوئے دریا میں ایک بال ہوتا ہے ان کی فراخی کی یہ حالت ہے کہ جنات اور دیو بھی ان کا سفر کرتے کرتے گم ہو جاتے ہیں اور اوہام و خیال بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتے جن کی سیر بے حد تیز اور طویل ہوتی ہے تو پھر ان میں اس کی کیا ضرورت ہے۔ کہ ایک دوسرے کے مکان میں جاوے اور ایک کو دوسرے کی حاجت ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

آب استادہ کہ سیرش نہاں	تازہ خوشتر ز جوہائے رواں
پانی ٹھہرا ہوا ہے کیونکہ اس کی رفتار پوشیدہ ہے	جاری نہروں سے تازہ تر اور اچھا ہے

یعنی ٹھہرا ہوا پانی جس کی کہ روانی پوشیدہ ہے زیادہ تازہ ہے اور چلنے والی ندیوں سے زیادہ خوشتر ہے۔

کو دروں خویش چوں جان و رواں	سیر پنہاں دار و دپائے رواں
کیونکہ وہ اپنے اندر جان اور روح کی طرح	پوشیدہ سیر اور رواں پاؤں رکھتا ہے

یعنی اپنے اندر دم سے مثل جان اور روح کے وہ پوشیدہ سیر رکھتا ہے اور پاؤں چلنے والا رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ جو اہل اللہ کہ بظاہر ذلیل و خوار معلوم ہوتے ہیں وہ ایسے ہیں جیسے اوپر سے ٹھہرا ہوا پانی ہو اور اس کی دھار اندر ہی اندر چل رہی ہو اور یہ ظاہر دنیادار ایسے ہیں جیسے کہ چلتا ہوا پانی ہوتا ہے تو جس طرح وہ چلتا ہوا پانی خوب اچھا معلوم ہوتا ہے اسی طرح یہ امراء بظاہر خوب خوش خرم معلوم ہوتے ہیں اور وہ حضرات ظاہر میں تو بالکل ذلیل معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ اندر ہی اندر خوش ہوتے ہیں اور ان کو وہ دولت ملی ہے کہ پھولے نہیں سماتے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

مستمع خفتہ است کوتہ کن خطاب	اے خطیب ایں نقش را کم زن بر آب
سننے والا سو گیا ہے تقریر مختصر کر	اے مقرر! اس نقش کو پانی پر نہ کھینچ

یعنی سننے والا سو رہا ہے تو اے خطیب تو خطاب کو کم کردے اور اس نقش کو پانی پر مت مار۔ (خطیب سے مراد

www.besturdubooks.wordpress.com

خود مولانا ہی ہیں) مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ سننے والے کی توجہ ان باتوں کے سننے کی طرف نہیں ہے۔ لہٰذا اب آگے بیان مت کرو اور ان باتوں کو فضول مت بیان کرو کیونکہ اس حالت میں ان کا بیان کرنا بالکل نقش برآب زدن ہے لہٰذا چپ ہی رہنا چاہئے آگے پھر سلیمان علیہ السلام اور بلقیس کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

سلیمان علیہ السلام کے بلقیس کو دعوت ایمان دینے کے قصہ کا بقیہ

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا پھر قصہ بلقیس کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سلیمان علیہ السلام نے قاصدوں کی معرفت بلقیس سے کہا کہ بلقیس اٹھو۔ اور میرے پاس آ کر ملک دیکھو۔ جب تم میرے پاس آؤ گی اس وقت تمہیں معلوم ہوگا کہ سلطنت اسے کہتے ہیں تم آؤ اور ساحل بحر جود خداوندی پر کھڑے ہو کر درہائے کمالات باطنی چنو اور انہیں حاصل کرو۔ دیکھو تو سہی تمہاری دوسری بہنیں مشرف باسلام ہو کر گردوں نشین یعنی رفیع المنزلۃ ہوگئی ہیں۔ تم بھی ویسی ہی ہو جاؤ اس مردار دنیا پر کیا حکومت کرتی ہو۔ حکومت تم نے ابھی تک دیکھی بھی نہیں۔ اٹھو اور میرے پاس آؤ اور دولت دیکھو اور صرف دیکھو ہی نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دولت باطنی سے متمتع ہو۔ تم جانتی ہو کہ تمہاری بہنوں کو حق سبحانہ نے کیسے کیسے گرانمایہ عطیہ عطا کئے ہیں تم بھی آؤ اور اس بحر جود میں غوطہ موہبت شاہی ہے برخلاف منافع دنیویہ کے کہ ان میں معاوضہ کی شان ہے۔ تمہاری بہنیں تو سب کی سب دولت باطنی کے مزے اڑا رہی ہیں اور چین کر رہی ہیں تمہیں یہ رنج و تعب سلطنت دنیاوی کیوں بھا گیا ہے۔ پس بلقیس اٹھو خوش قسمتی کی دوست بنو اور اسے طلب کرو۔ اور ملک سبا سے بیزار ہو۔ اور اسے چھوڑ دو۔ تم فقیر کی طرح خوشی سے نقارہ بجا رہی ہو۔ اور کہہ رہی ہو کہ میں بادشاہ ہوں یعنی بھاڑ کا سردار ہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی فخر کی بات ہے (فقیر سے تشبیہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھی اپنے کو شاہ کہتا ہے حالانکہ واقع میں محتاج اور بھاڑ جھونکنے کے قابل ہوتا ہے۔ اور بلقیس بھی اپنے کو شاہ کہتی تھی حالانکہ دولت و ملک حقیقی سے بالکل خالی تھی۔ اور دنیا کا بھاڑ جھونک رہی تھی) تمہاری مثال موجودہ حالت میں ایسی ہے جیسا کہ وہ پست ہمت کتا جس نے ایک اندھے فقیر کو دیکھ کر اس پر حملہ کیا اور اس کی گدڑی پھاڑ ڈالی۔ کیونکہ جس طرح وہ ایک ناچیز اور حقیر شکار پر قناعت کرتا ہے یوں ہی تم بھی دنیائے مردار پر قناعت کئے ہوئے ہو۔ کتے کا واقعہ گو دوسرے دفتر میں بیان ہو چکا ہے مگر اس مقام پر اس کو مکرر بیان کیا جاتا ہے تاکہ مضمون بالا کو تقویت ہو۔ تتمہ اس قصہ کا یہ ہے کہ جب اس کتے نے

۔ پروری مخفف پرداری ہے اور پرداری اس جانور کو کہتے ہیں جو ایک ایسے بالا خانہ پر رکھا جاتا ہے جس میں چاروں طرف ہوا کے لئے کھڑکیاں ہوتی ہیں تاکہ وہ اس میں رہ کر خوب موٹا ہو۔ قاری محمد افضل ۱۲

اندھے فقیر کی گودڑی پھاڑی تو اس نے کہا کہ تیرے یار تو پہاڑ پر شکار تلاش کر رہے ہیں اور تیرے ہمجنس تو پہاڑ میں گورخر پکڑ رہے ہیں مگر تو اتنا پست ہمت ہے کہ گلی میں بیچارے اندھے کو پکڑتا ہے اس مضمون کو ختم کر کے اب مولانا دوسرے مضمون مناسب کی طرف انتقال کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

اے شیخ متنفر عن الخلق اور گوشہ نشین تو اس دھوکہ بازی کو چھوڑ کیونکہ تو کامل اور قابل تربیت نہیں بلکہ آب شور ہے جس نے چند اندھوں کو جمع کر رکھا ہے۔ اور بزبان حال کہتے ہے کہ یہ میرے مرید ہیں اور میں کھاری پانی ہوں اور یہ لوگ مجھ میں سے پانی پیتے ہیں اور اندھے ہو جاتے ہیں یعنی میں نامقدس ہوں اور میری تربیت مضر ہے اور میں ان کی تربیت کر کے ان کو ضرر پہنچاتا ہوں۔ ارے تو کھاری پانی کیوں بنا ہوا ہے۔ اپنے پانی کو بحر حق سبحانہ سے متصل کر کے شیریں۔ بنالے یعنی مقدس و مقرب حق سبحانہ ہو کر اپنی تربیت کو مفید بنالے۔ اور اس برے پانی یا مصنوعی تقدس کو ان اندھوں کا جال نہ بنا تو اٹھ اور دیکھ کہ شیران خدا یعنی اہل اللہ کو دیکھ کہ وہ گورخروں کو پھانستے اور اہل لوگوں کو مرید کرتے ہیں۔ تو مکر سے کتے کی طرح اندھے لوگوں کو کیوں پھانستا ہے۔ میں نے ان کو گورخروں کا پھانسنے والا بنا بر ظاہر کہہ دیا ہے ورنہ وہ اپنے دوست حق سبحانہ کے علاوہ کسی کا بھی شکار نہیں کرتے۔ اس لئے وہ سراسر شیر یعنی باہمت اور شیر گیر یعنی حق سبحانہ سے تعلق پیدا کرنے والے اور اس کے نور سے مست ہیں۔ انہوں نے شکار کی مشاہدہ اور اپنے بادشاہ کے ساتھ تعلق پیدا کرنے کی مصروفیت میں اوروں کا شکار کرنا بالکل چھوڑ دیا ہے اور تحیر فی ذات وصفات وافعال حق سبحانہ کے سبب مانند مردہ ہو گئے ہیں۔ اور ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ وہ گورخروں کا شکار کرتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے لئے نہیں کرتے بلکہ حق سبحانہ کے لئے کرتے ہیں اس لئے یوں کہا جاوے گا کہ جس طرح شکاری مرے ہوئے جانور کی کھال میں بھس بھر کے اس کے پیچھے بیٹھ کر جانور کی بولی بولتا ہے تاکہ اس کے ہمجنس اس کو اپنا ہمجنس سمجھ کر جال میں آ پھنسیں یوں ہی حق سبحانہ نے ان کو پکڑ رکھا ہے تاکہ انکے ذریعہ سے ان کے ہمجنسوں کو پھانس لیں۔ یہ لوگ مثل مرغ مردہ ہیں اور وصل وہجر یعنی بسط وقبض دونوں حالتوں میں مغلوب حق سبحانہ ہیں۔ چنانچہ تو نے پڑھا ہی ہے کہ قلب العبد بین اصبعی الرحمٰن اور گو یہ صفت سب میں مشترک ہے مگر اوروں میں اور اہل اللہ میں یہ فرق ہے کہ اہل اللہ میں یہ صفت علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے کیونکہ ان کا اختیار بھی تابع ہے مرضی حق سبحانہ کے۔ برخلاف اوروں کے کہ ان میں یہ بات نہیں۔ اس لئے یہ لوگ اس کے پورے مصداق ہیں لہذا یہ حدیث ان کی مردگی کے لئے دلیل ہو جاوے گی۔ نہ کہ اوروں کی مردگی کے لئے۔ یہاں تک یہ امر ثابت ہوا کہ وہ اصالۃً خدا سے وابستگی رکھتے ہیں اور دوسروں سے تعلق ان کو خدا کے لئے ہے۔ تاکہ وہ ان کو خدا تک پہنچادیں اس لئے گویا کہ وہ آلہ ہیں حق سبحانہ کے اپنے بندوں کو اپنا بنانے کا۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جو شخص اللہ جل جلالہٗ کے ان مردہ جانوروں کا شکار ہو گیا اور ان کے قبضہ میں آ گیا جب وہ دیکھے گا تو اپنے کو حق سبحانہ سے وابستہ پائے گا اور جو اس مردہ جانور سے سرکشی کریگا وہ حق سبحانہ تک کبھی واصل نہیں ہو سکتا۔ وہ کہتا ہے کہ اے شخص تو میری مردگی کو نہ دیکھ بلکہ یہ دیکھ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حق سبحانہ کو مجھ سے کیسی محبت ہے۔ کہ مجھے اپنی نظر میں رکھتے ہیں میں مردہ نہیں ہوں۔ بلکہ قتیل حق سبحانہ ہوں ولاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون بلکہ صرف میرا جسم مشابہ مردہ کے ہوگیا ہے۔ کیونکہ میری حرکات اولا اپنے بال و پر یعنی اختیار سے تھیں اور اب میری حرکات حق سبحانہ کے دست رضا سے ہیں اور میری حرکات فانیہ صورت سے نکل گئی ہیں اور اب جو حرکات ہیں وہ حرکات باقیہ ہیں کیونکہ وہ حق سبحانہ کی جانب سے ہیں۔ پس جو شخص میری حرکات کے سامنے غلط حرکت کرے گا وہ بڑے سے بڑا کیوں نہ ہو میں اسے مار ڈالوں گا یعنی اس کی موت معنوی کا سبب بن جاؤں گا۔ دیکھ اگر تو زندہ حقیقی ہے اور حسن باطنی رکھتا ہے تو مجھے مردہ نہ سمجھ بلکہ اگر تو عبد کامل ہے تو مجھے قبضہ قدرت حق سبحانہ میں سمجھ اور اس سے جان لے کہ میں مردہ نہیں ہوں۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آ کر مردہ زندہ ہو جاتا تھا میں تو خالق عیسیٰ کے ہاتھ میں ہوں۔ پس میں قبضہ خدا میں رہ کر کیسے مردہ رہ سکتا ہوں۔ یہ بات (یعنی ہاتھ میں آ کر مردہ رہنا) تو حضرت عیسیٰ کے حق میں بھی جائز نہ رکھنی چاہئے۔ چہ جائیکہ حق سبحانہ کے حق میں اور میں صرف زندہ ہی نہیں ہوں بلکہ عیسیٰ کی طرح زندہ کن بھی ہوں۔ لیکن ایک اعتبار سے مجھے حضرت عیسیٰ پر تفوق ہے گو فضل کلی انہیں کو ہے۔ اور بعض اعتبارات سے تفوق کی وجہ یہ ہے کہ جو میرے تصرف سے زندہ ہوتا ہے وہ ابدی ہوتا ہے۔ اور جو بعض مردہ حضرت عیسیٰ سے زندہ ہوتے تھے وہ گو زندہ ہو جاتے تھے مگر پھر مر جاتے تھے اور ان کے فضل کلی کی وجہ یہ ہے کہ میں تو صرف ایک ہی قسم کی حیات بخشتا ہوں یعنی حیات روحانی و جاودانی اور وہ دونوں قسم کی حیات بخشتے تھے۔ روحانی و جاودانی بھی اور جسمانی فانی بھی۔ نیز وہ جو حیات جاودانی بخشتے تھے وہ اس حیات سے اکمل ہوتی تھی جو میں بخشتا ہوں اس لئے فضل کلی انہیں کو ہے۔ فاندفع الاشکال اب مولانا فرماتے ہیں کہ مسرور ہے وہ شخص جو اپنی جان ایسے عیسیٰ کے سپرد کر دے اور اس سے حیات ابدی حاصل کر لے۔ فتبین ان المصرع الاول من بیت شد ز عیسیٰ زندہ الخ تتمۃ للبیت السابق و مقولۃ للولی والمصرع الثانی مقولۃ لمولانا الرومی ولا تغتر بما قال المحشون فانھم لم یصلوا الی المقصود۔ نیز میں اپنے موسیٰ کے ہاتھ میں عصا ہوں مگر میرا موسیٰ چھپا ہوا ہے اور میں لوگوں کے سامنے ظاہر ہوں تو چونکہ میں عصائے موسیٰ ہوں اس لئے میں مسلمانوں کے لئے ذریعہ نجات ہوں۔ اور گمراہوں کے حق میں سبب ہلاک روحانی۔ تم اس عصا کو تنہا نہ سمجھنا کیونکہ ناممکن ہے کہ بدوں دست حق سبحانہ کے عصا میں یہ خاصیت ہو یاد رکھو کہ ایک میں ہی عصائے حق سبحانہ نہیں ہوں بلکہ اور بھی ہیں۔ چنانچہ موج طوفان نیل بھی عصائے حق سبحانہ تھی۔ جو موسیٰ علیہ السلام کی ہمدردی کے سبب جادو پرست آل فرعون کے اکڑفوں کو نگل گئی تھی نیز دشمنان ہود علیہ السلام پر ہوا خدا کی لاٹھی تھی۔ جس نے قوم عاد کے بچے کھچے لوگوں کو ملیا میٹ کر دیا تھا۔ نیز مچھر بھی عصائے حق سبحانہ تھا جس نے نمرود کا صفایا کر دیا تھا علیٰ ہذا اور بھی بہت سے عصا ہیں جن کو اگر میں بیان کروں تو ان موافقین فرعون یعنی دھوکہ باز مشائخ یا مطلق اہل دنیا کے مکروں کے ٹکڑے اڑا دوں۔ اور وہ چار و ناچار انقیاد و اطاعت حق اختیار کریں لیکن میں مجبور نہیں کرنا

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہتا اور کہتا ہوں کہ انہیں چھوڑ دینا چاہئے تا کہ یہ لوگ اس شیریں مگر زہر آلود گھاس کو کچھ روز کھالیں۔ دیکھو اگر جاہ فرعون وامثال آں اوران کی سرداری نہ ہوتو دوزخ کو فربہ جانور کھانے کے لئے کہاں سے ملے۔ پس معلوم ہوا کہ اشرار کی اوران کی برائیوں میں ترقی کی بھی اس لئے ضرورت ہے کہ ان کو یہ غذا کھا کر موٹا ہونے دیا جاوے۔ اوراس کے بعد مارا جاوے کیونکہ دوزخ کے کتے (سانپ بچھو وغیرہ) بہت بے سروسامان ہیں اوران کو غذا کی بہت ضرورت ہے۔ نیز تم سمجھو کہ اگر مخالف اور دشمن دنیا میں نہ ہوتے تو غصہ بالکل فنا ہو جاتا اور قوائے غضبیہ بالکل بیکار ہو جاتے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جن قویٰ سے کام نہیں لیا جاتا وہ بیکار ہو جاتے ہیں جب یہ امر معلوم ہو چکا تواب سمجھو کہ دوزخ بھی ایک غصہ ہے۔ اس لئے اس کو ضرورت ہے دشمنوں کی جو اس کو باقی رکھ سکیں ورنہ بدوں دشمنوں کے وہ زندہ نہیں رہ سکتی بلکہ نور مومنین اسے فنا کر دے گا اور دوزخ ایک غضب وقہر حق سبحانہ ہے۔ اس کو ضرورت ہے دشمنوں کی تا کہ وہ زندہ رہ سکے۔ ورنہ رحم اسے فنا کر دے گا۔ اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ خود غصہ کے بقا ہی کی کیا ضرورت ہے اس کی بقا کے لئے دشمنوں کی ضرورت ہو سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر صرف لطف ہی لطف رہتا اور قہر اور اس کو باقی رکھنے والے اشرار نہ ہوتے تو کمال بادشاہی کیونکر ہوتا۔ کیونکہ لطف وقہر دو لوازم کمال شاہی سے ہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ بادشاہی کامل مقتضی ہے قدرت کاملہ کو اور قہر و محل قہر نہ ہونے کی صورت میں حق سبحانہ لطف میں مجبور ہوتے اور جبر منافی قدرت واختیار ہے اور عدم قدرت واختیار منافی کمال سلطنت ہے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ کمال سلطنت کے لئے ضرورت ہے قہر و محل قہر کی وھذا ھو المدعی۔ تم ہماری ان تمثیلوں پر ہنسو گے۔ مگر تمہارا ہنسنا کچھ نیا ہوگا کیونکہ واعظین پیشین انبیاء وغیرہ انبیا کی تمثیلوں اوران کے وعظوں سے یوں ہی تمسخر کیا گیا ہے اب اگر چاہو تم بھی ہنس لو آخر کب تک جیو گیا یک دن ضرور مرو گے بس بعد مردن اس ہنسی کا نتیجہ ہنسنا معلوم ہو جاوے گا۔ برخلاف ان کے اے مخلصین تم اپنی طاعت و میں اسی دروازۂ اہل اللہ پر خوش رہو۔ اوراس تمسخر میں ان کے ساتھ شریک نہ ہو۔ کیونکہ یہ عنقریب کھلنے والا ہے اور اس کے ذریعہ سے حضرت حق سبحانہ تک تمہاری رسائی ہونے والی ہے۔ یہ میں اس لئے کہتا ہوں کہ قاعدہ ہے کہ ہر مسالہ لہسن و کبر وغیرہ باغ میں الگ کیاری میں ہوتا ہے۔ اور ہر ایک اپنی کیاری میں اپنے ہم جنس کے ساتھ پختگی کے لئے سیرابی حاصل کرتا ہے۔ پس چونکہ تم زعفران ہو اس لئے زعفران ہی رہو۔ اور اغیار کے ساتھ اختلاط نہ کرو۔ اور چونکہ تم زعفران ہو اس لئے اسی کیاری میں سیراب ہوتے رہو یہاں تک کہ تم پختہ ہو جاؤ۔ اور حلوے میں پہنچ جاؤ یعنی وہ غرض حاصل ہو جاوے جس کے لئے تم پیدا کئے گئے ہو۔ تم شلغموں کی کیاری میں منہ نہ ڈالو اور اغیار کے ساتھ اختلاط نہ کرو کیونکہ وہ تمہارے ہم مشرب اور ہم مزاج نہیں ہو سکتے۔ تم اور وہ الگ الگ کیاریوں میں لگے ہوئے اور مختلف استعدادات وصفات کے ساتھ اس لئے موصوف ہو کہ یہ زمین استعدادات وصفات نہایت وسیع ہے اور اس میں تخالف وتفارق کی بہت کچھ گنجائش ہے یہ زمین استعدادات وصفات تو وسیع ہی ہے اس سے زیادہ وہ زمین وسیع ہے جس کے وسعت کے سبب دیو و پری حالت سفر میں گم ہو جاتے ہیں یعنی باطن عارف اس کے سمندر اور جنگل اور پہاڑ اتنے عالیشان ہیں کہ اوہام و

خیالات بھی ان کو طے نہیں کر سکتے۔ یہ بیاباں معروف ان بیابانوں کے اندر ایسا ہے جیسے بھرے ہوئے سمندر میں ایک بال گو وہ عارف بوجہ عدم ظہور سیر باطنی کے ایک ٹھہرا ہوا پانی معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ بظاہر ٹھہرا ہوا پانی جس کی سیر مخفی ہے ان متعارف انہار جاریہ سے زیادہ تازہ اور زیادہ اچھا ہے کیونکہ وہ اپنے اندر مخفی سیر اور چلتے ہوئے پاؤں رکھتا ہے جس طرح روح طبعی مخفی حرکت رکھتی ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ سننے والا سو رہا ہے اور سننے کے لئے تیار نہیں ہے اس لئے گفتگو کو ختم کرو اور پانی پر نقش نہ بناؤ۔ یعنی فضول کوشش کو چھوڑ دو۔

شرح شبّیری

سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کو دعوت دینے کا باقی قصہ اور فرمانا کہ وقت غنیمت ہے

خیز بلقیسا کہ بازاریست تیز	زیں خسیسان کساد افگن گریز
اے بلقیس! اٹھ کیونکہ بازار تیزی پر ہے	ان ٹوٹنے میں جلا کرنے والے کمینوں سے بھاگ

یعنی اے بلقیس اٹھ ایک بارونق بازار ہے اور ان کھوٹ ڈالنے والے خسیسوں سے بھاگ۔ مطلب یہ کہ دنیا اور دنیا داروں سے الگ ہو کر آخرت کی طرف متوجہ ہو کہ اس وقت تو وقت ہے اور اعمال آخرت کی گرم بازاری ہو رہی ہے۔

خیز بلقیسا کنوں بااختیار	پیش ازانکہ مرگ آرد گیرو دار
اے بلقیس! اب اٹھ (جبکہ) بااختیار ہے	اس سے قبل کہ موت پکڑ دھکڑ شروع کرے

یعنی اب اے بلقیس بااختیار اس سے پہلے کہ موت دار و گیر لادے اٹھ۔ مطلب یہ کہ اے بلقیس آخرت کی طرف موت سے پہلے پہلے چلی آ ؤ کہ اگر موت آ گئی تو پھر اختیار نہ رہے گا۔ اور وہ آنا معتبر نہ ہوگا۔ اب اپنے اختیار سے ادھر آ جاؤ۔

خیز بلقیسا بیا پیش از اجل	در نگر شاہی و ملک بے دغل
اے بلقیس! اٹھ موت سے پہلے آ جا	بادشاہی اور بغیر فساد کی سلطنت دیکھ لے

یعنی اے بلقیس اٹھ اور موت سے پہلے آ جا اور بے کھوٹ بادشاہی اور ملک دیکھ۔ مطلب یہ کہ موت کے آنے سے پہلے پہلے اس طرف متوجہ ہو اور مسلمان ہو جاؤ اور پھر دیکھو کہ کیسا ملک اور کیسی بے دغل بادشاہی میسر ہوتی ہے کہ وہ ملک و بادشاہی جاودانی ہوگی۔

خیز بلقیسا بجاہ خود مناز	اندریں درگہ نیاز آور نہ ناز
اے بلقیس! اٹھ اپنے مرتبہ پر ناز نہ کر	اس بارگاہ میں نیاز پیش کر نہ کہ ناز

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے بلقیس اٹھ اپنے مرتبہ پر نازمت کر کہ اس درگاہ میں تو نیاز لا نہ کہ ناز۔ مطلب یہ کہ اپنے اس ظاہری حشم وخدم پر نازمت کرو درگاہ حق میں نیازمندی سے حاضر ہو جاؤ۔

خیز بلقیساؤ مستہ با قضا	ورنہ مرگ آید کشد گوش ترا
اے بلقیس! اٹھ اور قضا (خداوندی) سے نہ بھڑ	ورنہ موت آئے گی تیرے کان کھینچے گی

یعنی اے بلقیس اٹھ اور قضا کے ساتھ لڑمت ورنہ موت آوے گی اور تیرے کان کھینچے گی۔ مطلب یہ کہ اب اپنی خوشی سے چلی آؤ ورنہ پھر موت تو کشاں کشاں راہ حق کی طرف لا ہی ڈالے گی۔

بعدازاں گوشت کشد مرگ آنچناں	کہ چو دزد آئی بشحنہ جاں کناں
اس کے بعد موت تیرے ایسے کان کھینچے گی	کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جانکنی کی حالت میں آئے گی

یعنی اس کے بعد تو موت تیرے کان اس طرح کھینچے گی کہ تو چور کی طرح کوتوال کے پاس جان کنی کرتی ہوئی آوے گی۔ مطلب یہ کہ اگر اب اطاعت قبول کرو گی تو وہ اطاعت مقبول ہوگی اور اس پر تو ثمرہ مرتب ہوگا ورنہ پھر اگر اس اختیار کے بعد تم آئیں بھی تو اس طرح آؤ گی کہ موت تم کو کشاں کشاں درگاہ حق میں اس طرح جا کھڑا کرے گی جیسے کہ چور کو کوتوال کے آگے پکڑ لاتے ہیں کہ وہ جانا نہیں چاہتا مگر زبردستی لے جاتے ہیں۔ پھر اس کی خوب خبر لی جاتی ہے ورنہ اگر کوئی شخص خود کوتوال کی ملاقات کے اشتیاق میں اس کے پاس آجاوے تو اس کی خوب عزت وحرمت ہوتی ہے۔ پس اگر تم اپنے اختیار سے مطیع بن گئیں تب تو خیر ورنہ پھر آخر کو کشاں کشاں لائی جاؤ گی۔ اور اس وقت چوروں کی طرح حاضر ہو گی۔

زیں خراں تا چند باشی نعل دزد	گر ہمی دزدی بیاؤ لعل دزد
تو ان گدھوں کے نعل کب تک چرائے گی؟	اگر چوری ہی کرنی ہے تو آ اور لعل چرا

یعنی ان گدھوں سے کب تک نعل کی چرانے والی رہو گی اگر چوری ہی کرتی ہو تو آؤ اور لعل چراؤ۔ مطلب یہ کہ ان اہل دنیا سے اب ظاہری مال ودولت کو جو کہ نعل خر کی طرح ہے کب تک حاصل کرتی رہو گی۔ اب آ کر تم دولت باطنی لو جو کہ لعل کی طرح ہے۔

خواہران تت یافتہ ملک خلود	تو گرفتہ ملکت کور و کبود
تیری بہنوں نے ہمیشگی کی سلطنت حاصل کر لی	تو بے نور اور تاریک سلطنت کو پکڑے ہوئے ہے

یعنی تیری (مومنات) بہنوں نے ملک ابدی پالیا ہے اور تو ملک کور وکبود لئے ہوئے ہے۔

اے خنک آنجاں کزیں ملکت بجست	کہ اجل ایں ملک را ویراں گرست
وہ جان قابل مبارکباد ہے جس نے اس سلطنت کو چھوڑ دیا	کیونکہ موت اس سلطنت کو ویران کر دینے والی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اچھی ہے وہ جان جو کہ اس ملک سے نکل گئی کیونکہ موت اس ملک کو ویران کرنے والی ہے مطلب یہ کہ چونکہ موت اس دنیا کی تمام اشیاء کو ہم سے چھڑانے والی ہے تو وہی شخص اچھا ہے کہ اس کو ترک کرے اور دولت اخروی کو حاصل کرے۔

خیز بلقیسا بیا بارے بہ بین	ملکت شاہاں و سلطانان دیں
اے بلقیس! اٹھ آ جا اب دیکھ	دین کے امراء اور شاہوں کی سلطنت

یعنی اے بلقیس اٹھ اور آ اور دین کے بادشاہوں اور سلاطین کا ملک دیکھ۔

شستہ در باطن میان گلستاں	ظاہر آ حادے میان دوستاں
وہ حقیقتاً باغ میں بیٹھا ہوا ہے	بظاہر دوستوں کے درمیان ایک کانٹا ہے

یعنی باطن میں تو گلستاں کے درمیان بیٹھے ہوئے ہیں اور ظاہر میں دوستوں کے درمیاں ایک ہیں۔

بوستاں با اورواں ہر جا رود	لیک آں از خلق پنہاں می شود
جہاں وہ جاتا ہے باغ اس کے ساتھ جاتا ہے	لیکن وہ (باغ) مخلوق سے پوشیدہ ہوتا ہے

یعنی باغ ان کے ہمراہ ہے جہاں وہ جاتے ہیں لیکن وہ باغ خلق سے پوشیدہ ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ فرماتے ہیں کہ اے بلقیس تم اپنے اس ملک و جاہ پر ناز کر رہی ہو یہاں آؤ اور شاہاں و سلاطین دین یعنی اہل اللہ کے ملک کو دیکھو کہ وہ بظاہر تو دوسرے لوگوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں اور ان میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں ہے لیکن باطن میں وہ باغ و بہار میں ہیں۔ اور ظاہری باغ و بہار کی تو یہ حالت ہے کہ وہ ہر جگہ اپنے مالک کے ساتھ ساتھ نہیں پھرتا۔ بلکہ وہ ایک ہی جگہ رہتا ہے۔ مگر ان حضرات کے باغ و بہار کی یہ حالت ہے کہ جہاں یہ جاتے ہیں وہیں ان کے ساتھ وہ بھی جاتا ہے۔ جیسا کہ خود قرآن شریف میں ہے کہ نورا یمشی به فی الناس کہ حق تعالیٰ اس کے لئے ایک نور ایسا کر دیتے ہیں کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے لوگوں میں پھرا کرتا ہے اور وہ نور ہی اس کا باغ و بہار ہے مگر مخلوق اس باغ کو دیکھ نہیں سکتی۔ وہ لوگوں سے پوشیدہ ہی ہوتا ہے اور ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے کہ۔

میوہا لابہ کناں از من بچر	آب حیواں آمدہ کز من بخور
پھل خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھا	آب حیات آیا ہوا ہے کہ مجھے پی

یعنی میوے خوشامد کرتے ہیں کہ ہم میں سے کھالو اور آب حیوان آتا ہے کہ مجھ میں سے پی لو آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

طوف میکن بر فلک بے پر و بال	ہمچو خورشید و چو بدر و چوں ہلال
بغیر بال و پر کے آسمان کا طواف کر	سورج اور چودھویں اور پہلی کے چاند کی طرح

یعنی آسمان پر بے بال و پر کے خورشید اور بدر و ہلال کی طرح طواف کرو۔ مطلب یہ کہ جب یہ حالت ہے حضرات اولیاء اللہ کی تو اے بلقیس تم بھی ایسی ہی ہو جاؤ پھر تم بلا کسی ظاہری بال و پر کے آسمانوں پر عروج کرنا۔ اور ملاء اعلیٰ کی سیر کرنا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں رواں باشی روان و پائے نہ	میخوری صد لوت و لقمہ خائے نہ
تو روح کی طرح چلے گی اور پاؤں نہیں ہے	تو سو غذائیں کھائے گی اور لقمہ چبانے والی نہیں ہے

یعنی جان کی طرح تم رواں ہوگی اور پاؤں نہ ہوں گے اور سینکڑوں غذائیں کھاؤ گی اور لقمہ چبانے والی نہ ہوگی مطلب یہ کہ ان باطنی غذاؤں اور ان تمیزوں کے لئے نہ ان پاؤں کی ضرورت ہے نہ اس طرح لقمہ چبانے کی ضرورت ہوگی اور یہ شان ہو جائے گی۔

نے نہنگ غم زند بر کشتیت	نے پدید آید زمردن زشتیت
نہ تیری کشتی پر غم کا مگرمچھ حملہ کرے گا	نہ مرنے کی وجہ سے تیرے اوپر بدنمائی آئے گی

یعنی نہ غم کا نہنگ تمہاری کشتی پر حملہ کرے گا اور نہ مرنے سے تم کو زشتی ظاہر ہوگی۔ مطلب یہ کہ جب یہ حالت ہو جاوے گی تو تم کو حیات ابدی میسر ہو جاوے گی پھر ظاہری اسباب تم کو گزند نہ پہنچا سکیں گے۔ اور اس ظاہری موت سے تم کو کوئی نقصان نہ ہوگا۔

ہم تو شاہ و ہم تو لشکر ہم تو تخت	ہم تو نیکو بخت باشی ہم تو بخت
تو ہی شاہ ہو گی تو ہی لشکر ہو گی تو ہی تخت ہو گی	تو ہی نیک بخت ہو گی تو ہی نصیبہ ہو گی

یعنی تو ہی بادشاہ ہوگی اور تو ہی لشکر ہوگی۔ اور تو ہی تخت ہوگی اور تو ہی نیک بخت ہوگی اور بخت بھی تو ہی ہوگی۔

گر تو نیکو بختی و سلطان زفت	بخت غیر تست روزے بخت رفت
اگر تو نیک بخت ہے اور سلطان اعظم	نصیبہ تیرا غیر ہے ایک دن نصیبہ روانہ ہو جائے گا

یعنی اگر تو نیک بخت اور عظیم الشان ہی ہوگا تو (آخر) بخت تیرا غیر ہے تو ایک دن بخت چلا جائے گا۔

تو بمانُدی چوں گدایان بے نوا	دولت خود ہم تو باش اے مجتبیٰ
تو فقیروں کی طرح ... بے سروسامان رہ جائے گی	اے برگزیدہ! خود تو دولت بن جا

یعنی تو فقیروں کی طرح بے سامان رہ جاوے گا تو اے برگزیدہ تو اپنی دولت خود ہو جا۔

چوں تو باشی بخت خود اے معنوی	تو کہ بختی پس ز خود کے گم شوی
اے معنوی! جب تو خود اپنا نصیبہ ہو گی	تو پھر جبکہ تو خود نصیبہ ہے اپنے آپ سے کب گم ہو گی؟

یعنی جب تو اے معنوی اپنا بخت ہو جاوے گا تو تو کہ بخت ہوگا اپنے سے کب گم ہوگا۔

تو ز خود کے گم شوی اے خوشخصال	چونکہ عین تو ترا شد ملک و مال
اے خوشخصال! تو اپنے آپ سے کب گم ہو گی؟	جبکہ تیرا وجود خود تیرا ملک و مال بن گیا

یعنی اے خوش خصال تو اپنے سے کب گم ہوسکتا ہے جبکہ تیرا ملک و مال خود تیری ذات ہوگئی مطلب یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جو بلقیس کو دعوت اسلام فرمارہے تھے اسی میں فرماتے ہیں کہ اے بلقیس اس ظاہری ملک و مال کو چھوڑ اور باطنی دولت کو حاصل کر اس سے یہ سب ملک و مال اور سب حشم خدم خود تیرے اندر پیدا ہو جاویں گے اور پھر تجھے اس ظاہری ٹیپ ٹاپ کی ضرورت نہ رہے گی اور اس دولت ظاہری کے ہوتے ہوئے تو تو صرف نیک بخت ہے لیکن بخت اور تو ایک نہیں ہیں بلکہ بخت تجھ سے ایک مبائن شے ہے لیکن اگر تو اسلام قبول کر کے دولت باطنی حاصل کرے گی تو بخت خود تیرا عین ذات ہو جاوے گا اور اب اس حالت میں تو اگر نصیب اور بخت ساتھ نہ دے اور جاتا رہے تو تو مفلس کی مفلس رہ جاوے گی۔ مگر اس حالت میں چونکہ بخت تیری عین ذات ہو جاوے گا اس لئے وہ تجھ سے علیحدہ ہو ہی نہ سکے گا۔ اور پھر بھی اس دولت کو زوال نہ ہوگا۔ آگے پھر مسجد اقصیٰ بنانے کے قصہ کا بقیہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

سلیمان علیہ السلام کا بلقیس کو دعوت دینے کا باقی قصہ اور فرمانا کہ وقت غنیمت ہے

ترجمہ و تشریح:۔ اب مولانا پھر دعوت بلقیس کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ بلقیس اٹھو۔ کیونکہ اس وقت ہدایت کی گرم بازاری ہے۔ اور ان بخیل لوگوں سے بھاگو جو اس کی سرد بازاری چاہتے ہیں دیکھو تم ابھی قبل اس کے کہ موت لچھ پکڑ یو کرتی ہوئی آئے بااختیار خود اٹھو اور اے بلقیس موت سے پہلے ہی اٹھ کر میری طرف آؤ۔ اور اصلی سلطنت اور بے دھوکہ ملک کا مشاہدہ کرو۔ اور اے بلقیس تم اٹھو اور اپنے منصب پر ناز نہ کرو ہماری جناب میں عجز و نیاز سے کام چلتا ہے۔ نہ کہ ناز سے اس لئے ناز نہ کرو بلکہ عجز اختیار کرو اور اے بلقیس تم اٹھو اور میری مخالفت نہ کرو کیونکہ میری مخالفت کرنا تقدیر الٰہی سے جنگ کرنا ہے پس تم میری مخالفت کر کے تقدیر الٰہی سے جنگ نہ کرو۔ ورنہ موت آ کر تمہارے کان کھینچے گی اور تمہاری مخالفت کے بعد موت تمہارے یوں کان کھینچے گی کہ تم یوں مرتے کھنچے آؤ گے جیسے چور کوتوال کے پاس۔ دیکھو تم کب تک ان گدھوں اہل دنیا کی جوتیاں چراتے رہو گے اور ان کے فوائد حسیہ سے متمتع ہوتی رہو گی اگر چرانا ہی ہے اور تمتع ہی مقصود ہے تو لعل چراؤ اور کمالات باطنیہ سے متمتع ہو۔ دیکھو تمہاری بہنوں نے ہمیشہ رہنے والی سلطنت حاصل کی ہے اور تم ایسی حکومت ناقص کو اختیار کیے ہوئے ہو۔ اری بڑی مبارک ہے وہ جان جو اس حکومت سے علیحدگی اختیار کرلے۔ کیونکہ موت اس سلطنت کو تباہ کر دینے والی ہے اور اسکے پاس اور اس کے سوا کوئی اور سرمایہ ہے نہیں تو لامحالہ وہ مفلس و قلاش ہو جاوے گی اور جبکہ اس نے ابتدا ہی اس ملک کو چھوڑ دیا اور سرمایہ ابدی حاصل کر لیا تو وہ ہمیشہ کے لئے اس افلاس سے مامون ہو جاوے گی اچھا بلقیس اٹھو اور آ کر دیکھو کہ اصلی بادشاہوں اور دین کے سلاطین کی حکومت کیسی پر لطف ہے۔ یہ لوگ باطن میں چمن میں بیٹھے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

مسرور و شاد ہیں اور بظاہر دوستوں کے درمیان معمولی افراد معلوم ہوتے ہیں اور ان کا باغ اور باغوں کی طرح نہیں کہ وہ جدا ہو سکے۔ بلکہ ان کا باغ جہاں یہ جاتی ہیں ان کے ساتھ ہوتا ہے مگر وہ باغ عام مخلوق سے پوشیدہ ہے اس لئے وہ اس کے منکر ہیں نیز ان کے باغ اور دوسروں کے باغ میں ایک یہ فرق ہے کہ اور لوگ اپنے باغ میں میووں وغیرہ کے طالب ہوتے ہیں تب وہ ان کے ہاتھ آتے ہیں اور ان کے باغ کی یہ حالت ہے کہ میوے خود خوشامد کرتے ہیں کہ ہمیں کھاؤ۔ اور آب حیات کہتا ہے کہ مجھے پیو یعنی مواہب وعطایائے الٰہی ان پر بے طلب فائض ہوتے ہیں پس گویا کہ وہ ان کی خوشامد کرتے ہیں۔ ہاں اے بلقیس تم اس حکومت کو اختیار کرو اور پھر بدوں متعارف پروں اور بازوؤں کے آفتاب اور بدر و ہلال کی طرح آسمان پر گھومو اور اس وقت تمہاری سیر ایسی ہوگی جیسے جان کی اور پاؤں نہ ہوں گے اور تمہیں سینکڑوں قسم کی غذائیں ملیں گی اور تم انہیں کھاؤ گی مگر منہ نہ ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ تمہاری سیر روحانی ہوگی جس میں پاؤں درکار نہ ہوں گے اور غذا معنوی ہوگی جس کے لئے منہ کی ضرورت نہ ہوگی اور اس وقت غم کا ناکا تمہاری کشتی سے نہ ٹکرائے گا اور نہ موت سے تمہاری برائی ظاہر ہوگی یعنی تم کو کوئی غم نہ ہوگا۔ اور چونکہ تم برائیوں سے پاک ہو جاؤ گی خواہ عدم اکتساب خطیات کے سبب خواہ مغفرت خداوندی کے باعث اس لئے تمہاری برائی موت سے ظاہر نہ ہوگی اور اس وقت خود تم ہی بادشاہ ہوگی اور خود ہی لشکر اور خود ہی تخت اور خود ہی خوش اقبال ہوگی اور خود ہی خوش اقبالی۔ یعنی اس وقت تم کو کسی چیز کی پرواہ نہ ہوگی بلکہ صرف اپنی ذات سے تعلق ہوگا اور خوش اقبالی تمہارے لئے لازم غیر منفک اور بمنزلہ عین کے ہوگی۔ اور یہ اعلیٰ درجہ کی خوش اقبالی ہے کیونکہ اگر تم دنیا کے لحاظ سے خوش اقبال اور عظیم الشان بادشاہ ہو تو اس وقت خوش اقبالی تمہارے لئے لازم نہ ہوگی اس لئے کہ وہ ایک وقت میں جدا ہو جاوے گی۔ اور تم فقیروں کی طرح بے سروسامان رہ جاؤ گی پس تم کو چاہئے کہ اپنی دولت خود بنو اور جبکہ اپنی خوش اقبالی خود تم ہو جاؤ گی تو اس وقت چونکہ تم خود خوش اقبالی ہوگی ہو اس لئے بدبخت نہیں ہو سکتیں کیونکہ خود اپنے سے گم نہیں ہو سکتیں اور جبکہ اپنا ملک و مال خود آپ ہو جاؤ گی تو تم کبھی مفلس نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ خود اپنے سے گم نہیں ہو سکتیں۔

شرح شبیری

مسجد اقصےٰ کو حق تعالیٰ کی وحی کی تعلیم کے مطابق سلیمان علیہ السلام کے عمارت کرنے کے قصہ کا بقیہ اور عمارت میں دیو پری کا اور فرشتوں کا مدد کرنا

بعد ازاں آمد ندا از پیش تخت	بر سلیماں آں نبی نیک بخت
اس کے بعد تخت کے سامنے سے آواز آئی	ان نیک بخت نبی سلیمانؑ کے پاس

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کے بعد تخت کے آگے سے ان سلیمان علیہ السلام نبی نیک بخت پر آواز آئی یعنی کہ ان کے پاس وحی آئی کہ۔

کائے سلیمان مسجد اقصیٰ بساز	لشکر بلقیس آمد در نماز
اے سلیمان! مسجد اقصیٰ بنا	بلقیس کا لشکر نماز کا عادی ہو گیا ہے

یعنی کہ اے سلیمان (علیہ السلام) مسجد اقصیٰ بناؤ۔ (کیونکہ) بلقیس کا لشکر نماز میں آیا۔ مطلب یہ کہ یہ وحی آئی کہ اے سلیمان (علیہ السلام) اب چونکہ بلقیس کا لشکر مسلمان ہو کر آرہا ہے تو اب مسجد اقصیٰ کی ضرورت ہوگی۔ اس کو بنالو۔

چونکہ او بنیاد آں مسجد نہاد	جن و انس آمد بدن در کار داد
جب انہوں نے اس مسجد کی نیو رکھی	جن و انس آ گئے (اور) کام میں لگ گئے

یعنی جب انہوں نے اس مسجد کی بنیاد رکھی تو جن اور انسان آئے اور بدن کام میں دیا مطلب یہ کہ آدمی اور جنات سب کام میں لگ گئے اور مسجد بنانے میں مشغول ہو گئے۔

یک گروہ از عشق و قومے بیمراد	ہمچناں کہ در رہ طاعت عباد
ایک گروہ عشق کے ساتھ اور کچھ لوگ بادل ناخواستہ	جس طرح کہ لوگ راہ عبادت میں

یعنی ایک گروہ تو عشق کی وجہ سے اور ایک قوم بلا (اپنے) قصد کے جیسا کہ راہ طاعت میں بندے ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جو لوگ کہ مسجد اقصیٰ بنا رہے تھے ان میں سے کچھ تو ایسے تھے جو اپنی خوشی سے اور رغبت سے کام کر رہے تھے کہ ثواب سمجھتے تھے۔ اور بہت سے سرکش اور نافرمان جنات اور دیو ایسے تھے کہ زبردستی کام میں لگا دیئے گئے تھے۔ لہذا کام کر رہے تھے جس طرح کہ طاعت حق میں بہت سے لوگ تو ایسے ہیں کہ خوشی و رغبت سے طاعت کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں کہ ان کو کام میں لگا دیا گیا ہے اور حکم تکوینی ان کے لئے ہے بس وہ اس کی وجہ سے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ آگے اسی حکم تکوینی کی وجہ سے کام میں لگے رہنے کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

خلق دیوانند و شہوت سلسلہ	میکشد شان سوئے دکان وغلہ
لوگ دیو ہیں اور خواہش نفسانی زنجیر ہے	وہ ان کو دکان اور آمدنی کی طرف کھینچتی ہے

یعنی مخلوق دیو ہیں اور شہوت زنجیر ہے کہ ان کو دکان اور غلہ کی طرف کھینچتی ہے۔ مطلب یہ کہ بہت سے لوگ ایسے ہیں جیسے شیاطین متمردین ہوتے ہیں کہ ان کو پکڑ کر اور زنجیر میں باندھ کر کام میں لگا دیا جاتا ہے تو وہ کام میں لگ جاتے ہیں اسی طرح بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ حق تعالیٰ نے خواہشات نفسانیہ کو ان کے لئے زنجیر بنا رکھا ہے کہ جب وہ خواہش ہوتی ہے تو مجبوراً وہ اس کام میں لگ جاتے ہیں کوئی تجارت کا کام کر رہا ہے۔ کوئی کھیتی باڑی کر رہا ہے غرضکہ ہر شخص اپنے اپنے کام میں مشغول ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

ہست ایں زنجیر از خوف دولہ	تو مبیں ایں خلق را بے سلسلہ
یہ زنجیر ڈر اور عشق کی ہے	تو ان لوگوں کو بلا زنجیر نہ سمجھ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہ زنجیر خوف اور شوق کی ہے تو اس مخلوق کو بے زنجیر کے مت جان۔

ہست ایں بند و کمند آں خوف شاں	نیستند این خلق بے بند نہاں
یہ پھندہ اور کمند ان کا وہ خوف ہے	یہ لوگ پوشیدہ بند کے بغیر نہیں ہیں

یعنی یہ بند اور کمند ان کا خوف ہے اور یہ مخلوق بے قید پوشیدہ کے نہیں ہے (اور اس قید کا یہ حال ہے کہ)

می کشاندشان سوئے کسب و شکار	می کشاندشاں سوئے کان و بجار
وہ ان کو کمائی اور شکار کی جانب کھینچتا ہے	وہ ان کو کانوں اور سمندروں کی جانب کھینچتا ہے

یعنی ان کو کسب و شکار کی طرف کھینچتی ہے اور کانوں کی طرف اور دریاؤں کی طرف کھینچتی ہے۔

می کشاندشان بسوئے نیک و بد	گفت حق فی جیدہا حبل المسد
وہ ان کو نیک و بد کی طرف کھینچتا ہے	اللہ نے فرمایا ہے اس کے گلے میں رنج کی رسی ہے

یعنی ان کو برے بھلے کی طرف کھینچتی ہے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی گردن میں رسی ہے لیف خرما کی۔ (جس کا مطلب یہ ہے کہ)

قد جعلنا الحبل فی اعناقهم	واتخذنا الحبل من اخلاقهم
بیشک ہم نے ان کی گردنوں میں رسی ڈال دی ہے	اور ہم نے رسی ان کے اخلاق سے بنائی ہے

یعنی ہم نے رسیاں ان کی گردنوں میں ڈال رکھی ہیں اور رسیوں کو ان کے اخلاق سے بنایا ہے۔

لیس من مستقذر و مستنقه	قط الا طائره فی عنقه
نہیں ہے کوئی بھی گنہگار (یا) پاک	ہرگز مگر اس کا اعمالنامہ اس کی گردن میں ہے

یعنی کوئی برا کام کرنے والا اور بھلا کرنے والا ہرگز نہیں ہے۔ مگر اس کا نامہ اعمال اس کی گردن میں ہے مطلب یہ ہے کہ ہر ہر شخص ایک ایک زنجیر میں قید ہے کہ وہ زنجیر کشاں کشاں اس کو اسی کام کی طرف لے جاتی ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اب بعض لوگوں کے لئے تو وہ زنجیر شوق ہے اور ان کو ایک شے کا شوق ہو جاتا ہے اس شوق کی وجہ سے اس کام کو کرتے ہیں اور بعض لوگوں کو کوئی خوف وغیرہ ہوتا ہے۔ اس خوف کی وجہ سے وہ کام کرتے ہیں غرضکہ کوئی شوق میں قید ہے اور کوئی خوف میں ہر شخص ایک قید پوشیدہ میں ہے۔ کہ اس سے نکل نہیں سکتا۔ اب وہ قید کسی کو کمائی کی طرف لے جا رہی ہے تو وہ اس میں لگا ہے کوئی شکار ہی میں مشغول ہے۔ کوئی معادن سے معدنیات کی تلاش میں ہے اور کوئی دریا سے موتیوں کو ڈھونڈ رہا ہے۔ غرضکہ ہر شخص نیک و بد کی طرف کھنچا چلا آ رہا ہے خود ارشاد حق ہے فی جیدها حبل من مسد اگرچہ قرآن شریف میں خاص قصہ ہے لیکن مولانا اس کو اس پر مطابق فرماتے ہیں کہ سب ہی کی گردن میں رسی ہے اور وہ رسی ان کے اخلاق ہی سے بنی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ اگر اخلاق حسنہ ہیں تو وہ رسی بھی اچھی ہے اور اس کے کام بھی نیک ہوتے ہیں۔ اور اگر اخلاق برے ہیں تو اس پر ویسا ہی ثمرہ مرتب ہوتا ہے اور لیس من مستقذر الخ میں ایک قاعدہ کلیہ بتاتے ہیں کہ جو کوئی ہے خواہ نیکوکار ہو یا بدکار ہو ہر شخص کے نامۂ اعمال اس کی ساتھ ہے وہ جیسا بھی ہے اس کے افعال ویسے ہی ہوتے ہیں جس سے اس کی حالت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ آگے اس کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ۔

حرص تو در کار بد چوں آتش است	اخگر از رنگ خوش آتش خوش است
برے کام میں تیری حرص آگ جیسی ہے	انگارا آگ کے خوشنما رنگ کی وجہ سے حسین ہے

یعنی تمہاری حرص برے کاموں میں آگ کی طرح ہے اور چنگاری آگ کے عمدہ رنگ کی وجہ سے خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔

آں سیاہی فحم در آتش نہاں	چونکہ آتش شد سیاہی شد عیاں
کوئلے کی کالک آگ میں پوشیدہ ہے	جب آگ ختم ہوئی کالک کھل گئی

یعنی وہ کوئلہ کی سیاہی آگ میں پوشیدہ ہوتی ہے جبکہ آگ جاتی رہی تو سیاہی ظاہر ہوگئی۔

اخگر از حرص تو شد فحم سیاہ	حرص چوں شد ماند آں فحم تباہ
کالا کوئلہ تیری حرص کی وجہ سے انگارا تھا	حرص جب ختم ہوئی وہ تباہ کوئلہ رہ گیا

یعنی تمہاری حرص کی وجہ سے سیاہ کوئلہ چنگاری معلوم ہونے لگا اور جب حرص جاتی رہی تو وہ کوئلہ تباہ رہ گیا۔ مطلب یہ کہ برے کاموں کی جو تم کو حرص ہوتی ہے اس کی مثال آگ جیسی ہے۔ کہ جس طرح کالا کوئلہ آگ کی وجہ سے خوشنما اور عمدہ معلوم ہونے لگتا ہے اسی طرح حرص کی وجہ سے برے کام اچھے معلوم ہونے لگتے ہیں اور انسان ان برے کاموں کی رغبت کرنے لگتا ہے۔ پھر جس طرح کہ آگ کے بجھ جانے سے وہ کوئلہ کالا کا کالا ہی رہ جاتا ہے اسی طرح جب وہ خواہش پوری ہو جاتی ہے اس وقت اس کام کی برائی نظر آتی ہے۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

آں زماں آں فحم اخگر می نمود	آں نہ حسن کار نار حرص بود
اس وقت وہ کوئلہ انگارا نظر آیا	وہ حرص کی آگ کے کارنامہ حسن کی وجہ سے تھا

یعنی اس وقت وہ کوئلہ چنگاری معلوم ہوتا تھا تو وہ کام کی عمدگی نہ تھی وہ حرص کی آگ تھی۔

حرص کارت را بیا رائیدہ بود	حرص رفت و ماند کار تو کبود
لالچ نے تیرے کام کو آراستہ کیا تھا	حرص ختم ہو گئی اور تیرا کام بدنما ہو گیا

یعنی حرص نے تیرے کام کو سنوار رکھا تھا حرص جاتی رہی تو تیرا کام خراب رہ گیا۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ کوئلہ آگ کی وجہ سے خوش رنگ معلوم ہوتا ہے اور جب آگ بجھ جاتی ہے تو وہ کالا کا کالا رہ جاتا ہے۔ اسی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

حرص کی وجہ سے برا کام اچھا معلوم ہونے لگا پھر جب حرص جاتی رہی تو اس کی برائی معلوم ہوئی اس حرص نے اس کام کی صورت کو سنوار رکھا تھا وہ اس کام کا حسن ذاتی نہ تھا۔ آگے اسی کی دوسری مثال دیتے ہیں کہ۔

منورہ را کہ بیا رایند غول	پختہ پندارد کسے کو ہست کول
جس کے خوشے کو بھوت نے آراستہ کیا ہے	وہ شخص اس کو پختہ سمجھے گا جو احمق ہے

یعنی جس انگور کو کہ بھوت نے سنوار رکھا ہو اس کو بیوقوف آدمی پختہ جانتا ہے۔

آزمائش چوں نماید جان او	کند گردد ز آزموں دندان او
جب اس کی جان آزمائش کرتی ہے	آزمائش سے اس کے دانت کھٹے ہوجاتے ہیں

یعنی جب اس کی جان آزمائش کرتی ہے تو اس آزمائش کی وجہ سے اس کے دانت کند ہو جاتے ہیں۔ مطلب یہ کہ کچے انگور کی صورت کچھ پختہ کی سی ہوگئی تو بیوقوف آدمی اس کو پختہ سمجھنے لگا۔ یعنی جب اسے چکھا تو تمام دانت کھٹے ہو گئے اور اس کی اصلی حالت معلوم ہوگئی بس یہی حال ہے برے کاموں میں حرص کا۔ آگے اسی کی تیسری مثال ہے کہ۔

از ہوس آں دام دانہ می نمود	عکس غول حرص آں خود دام بود
ہوس کی وجہ سے اس جال کو دانہ دکھا دیا	حرص کے بھوت کے عکس نے اور وہ خود جال تھا

یعنی حرص کی وجہ سے وہ جال دانہ دکھائی دیتا تھا (حالانکہ) حرص کے بھوت کا عکس وہ خود جال تھا۔ مطلب یہ کہ حرص کی وجہ سے جال دانہ دکھائی دیتا تھا۔ اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ دانہ پڑا ہوا ہے لیکن جب حرص جاتی رہی تب ہوش آیا اور جال نظر آیا۔ آگے نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

حرص اندر کار دین و خیر جو	چوں نماند حرص ماند نغز او
خیر اور دین کے کام میں حرص کو دیکھ	جب حرص نہیں رہتی وہ خوبصورت رہتا ہے

یعنی کار خیر میں اور دین کے کام میں حرص ڈھونڈ کہ جب حرص نہ رہے گی تو وہ خالص رہ جاوے گا۔

خیر ہا نغزند نہ از عکس غیر	تاب حرص از رفت ماند تاب خیر
نیک کام (خود) خوبصورت ہیں نہ کہ غیر کے عکس سے	حرص کی چمک اگر چلی جائے نیکی کی چمک رہتی ہے

یعنی اچھے کام خود عمدہ ہیں کسی دوسرے کے عکس سے نہیں حرص کی روشنی جاتی رہی تو اچھے کام کی روشنی باقی رہتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کار خیر میں اور کار دین میں حرص کرو تو پھر اگر حرص نے جو اس کو چمکا رکھا تھا وہ بات نہ بھی رہے تب بھی خود کار خیر ہی ایسا عمدہ اور حسین شے ہے کہ اس کی خوبی جو باقی رہے گی وہی بہت ہوگی۔ اگر دین کے کام سے وہ عمدگی جو شوق کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی زائل بھی ہو جاوے یعنی وہ شوق جاتا بھی رہے تب بھی چونکہ کار خیر خود بذات خود خیر ہے اس لئے وہ عمدہ ہی رہے گا۔ بخلاف کار دنیا کے کہ اس کی یہ حالت ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تاب حرص از کار دنیا چوں برفت	فحم باشد مانده از اخگر بہ تفت
دنیا کے کام سے جب حرص کی چمک چلی جائے	ہر حرارت انگارے کی بجائے کوئلہ رہ جاتی ہے

یعنی حرص کی چمک اگر کار دنیا سے جاتی رہے تو فوراً چنگاری سے کوئلہ رہ جاوے گا۔ مطلب یہ کہ اگر دنیا کے کام سے وہ شوق اور حرص جاتا رہا تو پھر برا کا برا رہ جاوے گا۔ اس لئے کہ اس کی ذات میں تو کوئی اچھائی تھی ہی نہیں وہ عمدگی اور حسن تو اس حرص ہی کا تھا۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

کودکاں را حرص می آرد غرار	تا شوند از ذوق دل دامن سوار
بچوں کو حرص دھوکا دیتی ہے	یہاں تک کہ وہ دل کے ذوق سے دامن سوار بنتے ہیں

یعنی بچوں کو حرص دھوکہ دیتی ہے یہاں تک کہ وہ دل کے شوق سے دامن پر سوار ہوتے ہیں۔

چوں زکودک رفت آں حرص بدش	بر دگر اطفال خندہ اش آیدش
جب بچہ میں سے اس کی وہ بری حرص جاتی رہی	دوسرے بچوں پر اس کو ہنسی آتی ہے

یعنی جب بچہ سے وہ اس کی حرص بد جاتی رہی تو دوسرے بچوں پر اس کو ہنسی آتی ہے۔

کہ چہ میکردم چہ میدیدم دریں	خل ز عکس حرص بنمود انگبیں
کہ میں نے کیا کیا تھا اس میں کیا سمجھا تھا؟	حرص کے پرتو سے، سرکہ شہد نظر آیا تھا

یعنی کہ میں کیا کیا کرتا تھا اور میں اس میں کیا بات دیکھا کرتا تھا حرص کے عکس کی وجہ سے سرکہ شہد معلوم ہوتا تھا۔ مطلب یہ کہ بچوں کو بچپن میں حرص ہوتی ہے گھوڑے پر چڑھنے کی اور اصل گھوڑے پر چڑھ نہیں سکتے تو کہیں اپنے دامن کو گھوڑا بنالیا کہیں لکڑیوں کو بنالیا پھر جب بڑے ہوجاتے ہیں اور دوسرے بچوں کو اس طرح کرتے دیکھتے ہیں تو ان حضرت کو اوروں پر ہنسی آتی ہے اور یہ سوچتے ہیں کہ بھلا میں یہ کام کیوں کیا کرتا تھا۔ اور اس میں کونسا نفع مجھے معلوم ہوتا تھا تو چونکہ اب وہ حرص تو جاتی رہی اس لئے اس کی برائی محسوس ہوئی ورنہ اس وقت اس حرص کی وجہ سے کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ غرضکہ اہل دنیا کے کاموں میں جو رونق وغیرہ ہوتی ہے وہ تو اس شوق و حرص تک ہوتی ہے اور پھر وہی برا کا برا لیکن اللہ والوں کے کاموں میں رونق ذاتی ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ زائل نہیں ہوتی۔ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

آں بنائے انبیا بے حرص بود	زاں چناں پیوستہ رونقہا فزود
انبیا کی تعمیر بغیر لالچ کے تھی	اسی وجہ سے ہمیشہ اسکی رونقیں بڑھیں

یعنی انبیاء علیہم السلام کی وہ عمارت (چونکہ) بے حرص کے تھی اس لئے ہمیشہ اسی طرح رونقیں بڑھتی تھیں۔

اے بسا مسجد برآوردہ کرام	لیک نبود مسجد اقصاش نام
شرفاء نے بہت سی مسجدیں بنائیں	لیکن ان کا مسجد اقصیٰ نام نہ ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بہت سی مسجدیں ہیں کہ بڑے بڑے لوگوں نے بنائی ہیں لیکن ان کا نام مسجد اقصٰے نہیں ہوا مطلب یہ کہ چونکہ انبیاء اور اولیاء اللہ کے کاموں میں حرص وغیرہ کو دخل نہیں ہوتا اس لئے وہ ہمیشہ بارونق رہتے ہیں اور اہل دنیا کے کاموں میں چونکہ حرص و ہوا کو دخل ہوتا ہے اس لئے ان میں وہ رونق نہیں ہوتی۔ اور اس کا مشاہدہ جس کا دل چاہے جس زمانہ میں چاہے کر لے۔ خود مولانا ہی فرماتے ہیں کہ بہت سی مسجدیں بڑے بڑے امراء نے اور بادشاہوں نے بنائیں لیکن ان کا آج کوئی نام بھی نہیں جانتا اور ایک مسجد اقصٰے جس کو نبی علیہ السلام نے بنایا ہے کہ اس کا نام تمام عالم میں مشہور ہے۔ اور رہے گا۔ اسی طرح اس زمانہ میں دیکھ لو کہ ایک تو وہ مدارس اور مساجد ہیں جو کہ غرباء کے پیسے سے بنی ہیں وہ کس قدر مقبول و مشہور ہیں اور ایک وہ ہیں جن میں صرف امراء ہی کا روپیہ لگا ہے کہ ان میں کوئی خیر و برکت ہی نہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

کعبہ را کش ہر زماں عزی فزود	آں ز اخلاصات ابراہیم بود
کعبہ جس کی عزت ہر وقت بڑھتی ہے	یہ (حضرت) ابراہیم کے خلوص کی وجہ سے ہے

یعنی کعبہ کی جو ہر گھڑی عزت زیادہ ہوتی ہے یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اخلاص کی وجہ سے ہے۔

فضل آں مسجد ز خاک و سنگ نیست	لیک در بناش حرص و جنگ نیست
اس مسجد کی فضیلت مٹی اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے	لیکن اس کے بنانے والے میں حرص اور مقابلہ نہیں ہے

یعنی اس مسجد کی فضیلت خاک اور پتھر کی وجہ سے نہیں ہے لیکن (وجہ یہ ہے کہ) اس کے بنانے والے میں حرص و لڑائی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ کعبہ شریف کی فضیلت اس وجہ سے نہیں ہے کہ اس کی عمارت کچھ عمدہ ہے اس لئے کہ ظاہری عمارت تو اس کی بالکل سادہ ہے اور لاکھوں مسجدیں اس سے بدرجہا خوبصورت بنی ہوئی ہیں اس کی فضیلت تو صرف اس وجہ سے ہے کہ اس کے بانی کے اندر اخلاص ہی اخلاص تھا کوئی حرص وغیرہ نہ تھی۔ ان حضرات کی یہ شان ہوتی ہے کہ۔

نے کتب شاں چوں کتاب دیگراں	نے مساجد شان نہ کسب و خانماں
نہ ان کی کتابیں دوسروں کی کتاب کی طرح ہیں	نہ ان کی مسجدیں نہ کاروبار اور گھر

یعنی ان کی کتابیں دوسرے لوگوں کی کتابوں کی طرح نہیں ہیں اور نہ ان کی مسجدیں ویسی نہ کمائی نہ گھر بار۔

نے ادب شاں نے غضب شاں نے نکال	نے نعاس و نے قیاس و نے مقال
نہ ان کا ادب نہ ان کا غصہ نہ عذاب	نہ اونگھ اور نہ قیاس اور نہ مقال

یعنی نہ ان کا ادب ایسا نہ ان کا غصہ نہ ان کی سزا نہ نیند اور نہ قیاس اور نہ گفتگو مطلب یہ کہ ان کی ہر شے دوسرے لوگوں سے نرالی ہے اور جدا ہے اور اس کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر یکے را دادہ حق در مرتبت	صد ہزاراں حشمت و ہم مکرمت
(ان میں سے) ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں رتبہ میں	لاکھوں شوکتیں اور عزتیں

یعنی حق تعالیٰ نے مرتبہ میں ہر ایک کو لاکھوں حشمتیں اور عزتیں عطا فرمائی ہیں۔

ہر یکے شان را یکے فر دگر	مرغ جان شان طائر از پر دگر
ان میں سے ہر ایک کیلئے ایک دوسری شان ہے	ان کی جان کا پرند دوسرے قسم کے پر سے پرواز کرتا ہے

یعنی ہر ایک کو ان میں سے ایک دوسری عزت ہے اور ان کا مرغ جان ایک دوسرے ہی پر سے اڑنے والا ہے۔ مطلب یہ کہ ان کا عروج ونزول سب نرالا ہے اور ہر شے کو دوسرے لوگوں کے کاموں سے امتیاز حاصل ہے چونکہ ادب کا غلبہ ہوا تو آگے فرماتے ہیں کہ۔

دل ہمی لرزد ز ذکر حال شان	قبلۂ افعال ما افعال شان
ان کے حال کے ذکر سے دل لرزتا ہے	ان کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں

یعنی ان کے حال کے ذکر سے دل کانپتا ہے (بس یہ سمجھو کہ) ان کے افعال ہمارے افعال کے قبلہ ہیں۔ مطلب یہ کہ اس مقابلۃً بیان کرنے سے دل کانپتا ہے اور خوف معلوم ہوتا ہے کہ کہیں بے ادبی نہ ہو کہ ہم اپنے افعال اور ان کے افعال میں تناسب بیان کریں۔ حاشا وکلا بس اتنا سمجھ لو کہ ان کے افعال ہمارے افعال کے قبلہ ہیں اس سے زیادہ اور کچھ بیان کرنے میں خوف سوء ادبی ہے۔

مرغ شاں را بیضۂ زریں بدست	نیم شب جان شان سحر گہ بین شد است
ان کے مرغ کے سونے کے انڈے ہوتے ہیں	ان کی جان آدھی رات میں صبح کو دیکھتی ہے

یعنی ان کے مرغ کے بیضے سونے کے ہیں اور آدھی رات کو ان کی جان سحر دیکھنے والی ہوئی ہے۔ یعنی ان کی روح کے افعال بھی اور طرح کے ہیں جن کو اور لوگوں کے افعال سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے وہ حضرات اپنی چشم باطن سے اندھیری رات میں نور کا مشاہدہ کرتے ہیں کیونکہ یہ ظلمت ظاہری ان کے مشاہدے میں مخل نہیں ہوا آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہر چہ گویم من بجاں نیکوئے قوم	نقص گفتم گشتہ ناقص گوئے قوم
میں (دل و) جان سے (اس) قوم کی جو کچھ بھلائی بیان کرتا ہوں	(گویا اس) قوم کا ناقص گو بن کر ان کی برائی بیان کرتا ہوں

یعنی میں قوم (انبیاء واولیاء) کی جس قدر بھلائیاں بیان کروں گا وہ کم ہی کروں گا اور میں قوم کے لئے ناقص کہنے والا ہوں گا۔ مطلب یہ کہ میں ان حضرات کے جس قدر اوصاف بھی بیان کروں گا وہ ان کے اوصاف واقعیہ کے سامنے کم ہی ہوں گے اور میں ہمیشہ ناقص گو ہی رہوں گا۔ لہذا جس قدر بیان کئے ہیں یہ بھی ناقص ہی ہیں تو ان ہی پر اکتفا کرنا چاہئے آگے ایک عام خطاب فرماتے ہیں کہ۔:

www.besturdubooks.wordpress.com

19

مسجد اقصےٰ بسازید اے کرام	کہ سلیمانؑ باز آمد والسلام
اے شریفو! مسجد اقصیٰ بناؤ	کیونکہ سلیمان آ گیا ہے والسلام

یعنی اے کریمو مسجد اقصےٰ کو بناؤ کہ سلیمان علیہ السلام پھر آئے والسلام۔ مطلب یہ کہ اے لوگو تم بھی اپنی مسجد اقصےٰ یعنی دل کو درست کرو اور اس کو بناؤ کہ تمہارے زمانہ میں بھی ایک سلیمان یعنی مرشد موجود ہیں لہذا تم بھی ان سے اپنی مسجد اقصےٰ کو درست کرالو اور ان کی تعلیم کے موافق بنالو۔

ور ازیں دیوان و پریاں سرکشند	جملہ را املاک در چنبر کشند
اگر اس سے دیو اور پری سرکشی کریں گے	فرشتے سب کو شکنجے میں کس دینگے

یعنی اور اگر اس سے دیو و جنات سرکشی کریں تو سب کو فرشتے طوق میں کھینچیں گے مطلب یہ کہ اگر نفس اس طرف تم کو نہ آنے دے اور جنات و دیو کی طرح مسجد اقصےٰ کو بنانے سے انکار اور سرکشی کرے تو تم اس کو اس کے سپرد کر دو وہ اس کو قابو میں لے آوے گا۔

دیو یکدم کژ رود از مکر و زرق	تازیانہ آیدش برسر چو برق
اگر مکاری اور فریب سے دیو کچھ کج رفتاری اختیار کرتا ہے	اس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا پڑتا ہے

یعنی دیو ایکدم کو مکر وفریب سے کج روی کرے تو اس کے سر پر بجلی کی طرح کوڑا آئے گا۔ مطلب یہ کہ پھر یہ حالت ہو جائے گی کہ جب ذرا نفس سرکشی کرے گا اسی وقت اس کو سزا مل جاوے گی یہاں تو یہ فرمایا تھا کہ سلیمان یعنی مرشد کے سپرد اپنے کو کردو آگے ترقی فرماتے ہیں کہ۔

چو سلیمانؑ شو کہ تا دیوان تو	سنگ برند از پے ایوان تو
تو سلیمان بن جا تاکہ تیرے دیو	تیرے محل کے پتھر (ڈھو کر) لائیں

یعنی سلیمان علیہ السلام کی طرح ہو جاؤ تاکہ تمہارے شیاطین تمہارے محل کے لئے پتھر تراشیں۔ مطلب یہ کہ تم خود مرشد کی طرح کامل ہو جاؤ تو پھر یہ نفس وشیطان تمہارے رام ہو جاویں گے اور پھر یہی تمہارے کام آدیں گے اور تہذیب میں یہ بھی مدد دیں گے۔ جیسا کہ سلیمان علیہ السلام کو مسجد بنانے میں جنات اور دیو مدد دے رہے تھے۔

چوں سلیمانؑ باش بیوسواس وریو	تاترا فرمان برد جنی و دیو
تو بے شک و شبہ سلیمان کی طرح بن جا	تاکہ جن اور دیو تیری فرمانبرداری کریں

یعنی سلیمان علیہ السلام کی طرح بے وسواس اور شک کے ہو جا تاکہ جن اور دیو سب تیری تابعداری اور فرمانبرداری کریں۔

خاتم تو ایں دل است و ہوشدار	تانگردد دیو را خاتم شکار
تیری انگوٹھی یہ دل ہے اور ہوش رکھ	تاکہ انگوٹھی دیو کا شکار نہ بنے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمہاری انگوٹھی یہ دل ہے ہوشیار رہنا کہیں یہ انگوٹھی کسی دیو کی شکار نہ بن جاوے۔

پس سلیمانی کند بر تو مدام	دیو با خاتم حذر کن والسلام
پھر تجھ پر ہمیشہ حکومت کرے	دیو انگوٹھی کے ذریعہ، بچ والسلام

یعنی پھر دیو مع انگوٹھی کے تجھ پر ہمیشہ سلیمانی کرے ذرا بچارہ والسلام۔ مطلب یہ کہ اوپر فرمایا جاتا کہ سلیمانؑ کی طرح ہو جاتا کہ سب دیو پری تیرے کہنے میں ہو جاویں اور سب تیری تابعداری کریں۔ آگے بر بناء مشہور فرماتے ہیں کہ دیکھو جس طرح سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ایک دیو نے لے لی تھی اور وہ سلیمان بن بیٹھا تھا اسی طرح کہیں اس نفس وشیطان کا قابو تمہارے دل پر جو کہ اس انگوٹھی کی طرح ہے نہ چل جاوے۔ اور پھر یہ تم پر قابو یافتہ ہو جاوے۔ لہذا ذرا بچتے ہی رہنا والسلام اور یہ ضروری نہیں ہے کہ مولانا اس انگوٹھی کے قصہ کو صحیح ہی مانتے ہوں غالب ہے کہ قصہ کو تو غلط ہی مانتے ہیں مگر بر بناء مشہور فرما دیا ہے اور اوپر دل کو تشبیہ مسجد اقصےٰ سے دی تھی اور یہاں خاتم سے تشبیہ دی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے دونوں سے تشبیہ ہو سکتی ہے غرضکہ ان نفس وشیطان کو مرشد کے ذریعہ سے قابو میں لا کر خود ان پر حاکم بنو۔ اور ان کے مکائد سے بچتے رہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

آں سلیمانی دلا منسوخ نیست	در سر سرت سلیمانی کنے است
اے دل! وہ سلیمانی ختم نہیں ہوئی ہے	تیرے باطن اور سر میں سلیمانی کرنے والا ہے

یعنی اے دل وہ سلیمانی منسوخ نہیں ہے بلکہ تیرے اندر ایک سلیمانی کرنے والا موجود ہے۔ مطلب یہ کہ خود تمہارے ہی اندر ایک ایسی شے ہے کہ وہ مثل سلیمان کے ہے یعنی روح کہ وہ اس نفس کے سامنے ایسی ہی ہے جیسے کہ سلیمان دیو کے مقابلہ میں۔ لہذا اس سے کام لو اور مرشد کامل کو تلاش کرو آگے شیوخ مزورین سے بچاتے ہیں کہ۔

دیو ہم وقتے سلیمانی کند	لیک ہر جولاہہ اطلس تند
دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے	لیکن ہر جولاہہ اطلس کب بن سکتا ہے؟

یعنی دیو بھی ایک وقت سلیمانی کرتا ہے لیکن ہر جولاہا اطلس کب بنتا ہے۔

دست جنباند چو دست او ولیک	درمیاں ہر دو شان فرقے ست نیک
وہ اس کی طرح ہاتھ چلاتا ہے لیکن	ان دونوں میں بہت فرق ہے

یعنی وہ اسی کی طرح ہاتھ ہلاتا ہے لیکن دونوں کے درمیان میں ایک بہت بڑا فرق ہے۔ مطلب یہ کہ بعض مرتبہ دھوکہ باز پیر بھی مرشدی کرنے لگتے ہیں۔ لیکن ان کے دھوکہ میں مت آ جانا اس لئے کہ دیکھو ایک جولاہہ اطلس بنتا ہے اور ایک گاڑھا بنتا ہے۔ دونوں کے ہاتھ یکساں ہی چلتے ہیں مگر ایک نے بنا اطلس اور ایک نے بنا گاڑھا۔ کتنا بڑا فرق ہے بس اسی طرح ایک جھوٹا ہے اور ایک سچا ان میں بھی ایک فرق عظیم ہے لہذا جھوٹوں اور مکاروں سے بچنا ضروری ہے اور اس کی پہچان اپنے مقامات پر موجود ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در بیان ایں حدیث معنوی	یک حکایت بشنو اندر مثنوی
اس باطنی بات کے بیان میں	مثنوی میں ایک حکایت سن لے

یعنی اس باطنی بات کے بیان میں ایک حکایت مثنوی میں سنو۔ مطلب یہ کہ ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ شیوخ مزورین وشیوخ صادقین میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے مزورین سے بچو اور صادقین کو تلاش کرو اس کے بیان میں ایک حکایت دو وزیروں کی لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شاعر ایک بادشاہ کے یہاں قصیدہ لکھ کر لے گیا اور سنایا تو بادشاہ نے اپنے وزیر حسن نامی سے کہا کہ اس کو ایک ہزار اشرفیاں دے دو تو وزیر حسن نے کہا کہ حضور یہ تو بہت کم ہیں کم از کم دس ہزار اشرفیاں تو دیجئے غرضکہ اس کو دس ہزار اشرفیاں دیدیں۔ جب وہ خرچ ہو چکیں تو وہ شاعر پھر قصیدہ لکھ کر لایا۔ اور یہاں اس وزیر کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس کی جگہ ایک دوسرا وزیر تھا اور اس کا نام بھی حسن ہی تھا۔ جب اس شاعر نے قصیدہ سنایا تو بادشاہ نے حسب معمول ایک ہزار اشرفیاں انعام دینے کا حکم دیا۔ تو یہ دوسرے وزیر صاحب بولے کہ حضور یہ تو بہت زیادہ ہے۔ اس قدر دینے کی کیا ضرورت ہے بادشاہ نے کہا کہ میں نے اس کو پہلے بھی ایک ہزار دینے کو کہا تھا اور وزیر نے دس ہزار دلوائی تھیں تو اب ایک ہزار سے کیا کم ہو۔ وزیر بولا کہ آپ اس کام کو میرے سپرد کر دیجئے میں اس کو نمٹا دوں گا۔ بادشاہ نے منظور کر لیا۔ وزیر نے اس شاعر کو اس قدر رُلایا کہ پریشان ہو گیا۔ اور مایوس ہو گیا۔ اس وقت اس نے اس کو پچیس اشرفیاں دیدیں شاعر نے ان ہی کو غنیمت جانا اور پوچھا کہ اس کا کیا نام ہے معلوم ہوا کہ اس کا بھی نام حسن ہی ہے تو اس نے کہا کہ اس حسن میں اور اس حسن میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ تو دیکھو جس طرح وہ بھی وزیر تھا یہ بھی وزیر اس کا نام بھی حسن تھا اس کا نام بھی حسن ہی تھا مگر وہ کس قدر سخی اور فائدہ پہنچانے والا تھا اور یہ کس قدر کنجوس اور ضرر پہنچانے والا تھا۔ اسی طرح شیوخ مزورین وصادقین میں فرق ہوتا ہے خوب سمجھ لو اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

مسجد اقصےٰ کو حق تعالیٰ کی وحی کی تعلیم کے مطابق سلیمان علیہ السلام کے عمارت کرنیکے قصہ کے بقیہ اور عمارت میں دیو و پری کا اور فرشتوں کا مدد کرنا

ترجمہ وتشریح:۔ یعنی جب سلیمان علیہ السلام دعوت بلقیس سے فارغ ہو چکے تو حق سبحانہ کی طرف سے ان کو حکم ہوا کہ آپ مسجد اقصےٰ بنائیے لشکر بلقیس عنقریب نماز کو آتا ہے۔ اس کے لئے ایک وسیع مسجد کی ضرورت ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گی۔ اس حکم کے سنتے ہی تعمیر مسجد کا کام شروع کر دیا گیا۔ اور جبکہ مسجد کی نیو رکھی گئی ہے تو جن وانس خدمت کے لئے حاضر تھے۔ ایک گروہ کی خدمت شوق سے تھی اور دوسرے کی بقسر و جبر۔ اور بالکل ایسی حالت تھی جیسے انسانوں کی حالت طاعت حق سبحانہ کے باب میں کہ کچھ لوگ بخوشی مطیع ہیں اور کچھ بادل ناخواستہ اور کچھ انہیں دیووں کی تخصیص نہیں بلکہ جتنی مخلوق ہے تمام مثل ان دیووں کے ہے اور خواہش ان کے لئے زنجیر ہے اور وہ زنجیر ان کو دوکان اور غلہ کی طرف کھینچتی ہے اور یہ زنجیر خوف و فریفتگی کی ہے پس اس مخلوق کو بے زنجیر نہ سمجھنا چاہئے بلکہ یوں کہئے کہ وہ بند اور کمند صرف خوف ہے اور فریفتگی کا مآل بھی خوف ہی ہے۔ کیونکہ آدمی جس چیز پر فریفتہ ہوتا ہے اس کو عدم طلب کی صورت میں فوت مطلوب کا خوف ہوتا ہے۔ اس لئے وہ اسے طلب کرتا ہے خیر کچھ ہو خواہ خوف اور عشق دونوں کو زنجیر کہا جاوے یا عشق کو بھی خوف ہی کی طرف راجع کیا جاوے بہر حال مخلوق زنجیر مخفی سے خالی نہیں اور یہ مخفی زنجیر ان کو کسب اور شکار اور کانوں اور سمندروں کی طرف کھینچتی ہے اور کچھ انہیں کی تخصیص نہیں بلکہ ہر بھلائی اور برائی کی طرف یہ ہی زنجیر کھینچتی ہے اسی کو حق سبحانہ نے حبل من مسد کہا ہے چنانچہ فرمایا ہے حمالة الحطب في جيدها حبل من مسد اور حاصل اس کا یہ ہے کہ ہم نے لوگوں کی گردنوں میں رسی ڈال رکھی ہے اور اسی رسی کو ہم نے ان کے اخلاق سے بنایا ہے اور کوئی ناپاک یا پاک ایسا نہیں جس کی گردن میں یہ رسی نہ ہو۔ بلکہ سب کی گردنوں میں ہے۔ یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگو تمہاری حرص تمہیں برے کاموں کی طرف کھینچتی ہے اور وہ بمنزلہ آگ کے ہے اور قاعدہ ہے کہ انگارہ آگ کے عمدہ رنگ کے سبب اچھا معلوم ہوتا ہے اور کوئلہ کی سیاہی اس آگ میں چھپی ہوتی ہے اور جبکہ آگ فنا ہو جاتی ہے تو وہ سیاہی ظاہر ہو جاتی ہے۔ علی ہذا معصیت جو بمنزلہ سیاہ کوئلہ کے ہے تمہاری آتش حرص سے انگارہ کی طرح خوشنما ہو جاتی ہے اور جب قضائے وطر کے بعد حرص کا خاتمہ ہوتا ہے تو ہو فعل سیاہ کوئلہ کی طرح مکروہ نظر آنے لگتا ہے اور اس وقت جو یہ انگارے کی طرح خوشنما معلوم ہوتا تھا یہ اس فعل کی خوبی نہ تھی بلکہ آتش حرص تھی اور اس حرص نے تمہارے کام کو مزین کر رکھا تھا۔ اب حرص جاتی رہی اور تمہارا کام اپنی اصلی صورت پر آ گیا۔ اور مکروہ معلوم ہونے لگا نیز معصیت ایک کچا پھل ہے جس کو شیطان نے اپنے جادو سے خوشنما اور پختہ ظاہر کیا ہے پس احمق لوگ اسے پختہ سمجھ جاتے ہیں۔ مگر جب وہ اسے کھاتے ہیں تو اس امتحان سے ان کے دانت کھٹے ہو جاتے ہیں۔ اور اسکی خامی ان پر ظاہر ہو جاتی ہے نیز حرص کے سبب یہ دام معصیت دانہ مرغوب معلوم ہوتا ہے اور وہ حرص کے شیطان کا عکس ہے ورنہ حقیقت میں وہ جال ہے جب یہ امر معلوم ہو گیا اور مطابقۃً یا التزاماً یہ ظاہر ہو گیا کہ حرص کی یہ خاصیت ہے کہ وہ مطلوبات کو مزین کر دیتی ہے خواہ وہ فی نفسہ برے ہوں یا اچھے اور جب حرص فنا ہو جاتی ہے تو وہ زینت عارضہ جاتی رہتی ہے مگر حسن ذاتی یا قبح ذاتی قائم رہتا ہے تو تم کو چاہئے کہ دین کی اور اچھے کاموں کی حرص کرو کیونکہ جب حرص فنا ہو جاوے گی اس وقت بھی وہ اچھا ہی رہے گا کیونکہ افعال حسنہ کا حسن عکس غیر ہی سے نہیں بلکہ وہ اپنی ذات سے بھی حسن ہیں اس لئے اگر حرص کی چمک جاتی بھی رہے تو مضائقہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں۔خود اس فعل حسن کی چمک قائم رہے گی اور برخلاف ان کے اگر دنیوی کاموں سے حرص کی روشنی جاتی رہے تو ان میں کوئی چمک نہ رہے گی۔اور اس کی ایسی مثال ہوگی جیسے روشن انگارے میں سے آگ فنا ہو کر کوئلہ رہ جائے بچوں کو حرص دھوکہ میں ڈالتی ہے یہاں تک کہ وہ نہایت شوق سے دامن پر سوار ہوتے ہیں اور اسے گھوڑا سمجھتے ہیں مگر جب بچہ سے وہ بری حرص حصول قوت عقلیہ کے سبب زائل ہو جاتی ہے تو اسے دوسرے بچوں پر ہنسی آتی ہے اور وہ خود بھی منفعل ہوتا ہے اور دل میں سوچتا ہے کہ میں کیا حماقت کرتا تھا اور اس میں کیا خوبی دیکھتا تھا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ کچھ بھی خوبی نہ تھی۔حرص کا کرشمہ تھا کہ اس کے عکس نے سرکہ کو شہد ظاہر کر رکھا تھا جبکہ بیان بالا سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ سب لوگ خواہ ناپاک ہوں یا پاک پابند زنجیر حرص ہیں اور حرص دو قسم کی ہے ایک وہ حرص جو افعال دنیویہ سے متعلق اور قابل ترک و مذموم ہے اور دوسری وہ حرص جو افعال دینیہ سے متعلق اور واجب التحصیل ومحمود ہے تو اب سمجھو کہ انبیا کی تعمیروں میں حرص مذموم نہ تھی اسی لئے ان میں رونقیں بڑھتی رہیں۔ دیکھو بہت سے بڑے لوگوں نے مسجدیں بنائی ہیں مگر کسی میں وہ بات نہیں جو مسجد اقصےٰ میں ہے جس کے دوسری مسجدوں میں ہونے سے ان کو مسجد اقصےٰ کہا جاسکتا اور دیکھو کعبہ کوئی عالیشان و باشان وشوکت ظاہری عمارت نہیں مگر پھر بھی اس کی عزت ہر دم ترقی پر ہے یہ کیا بات ہے صرف یہ کہ ابراہیم علیہ السلام جو اس کے بانی ہیں ان کو اس کے بنانے سے کوئی دنیوی ونفسانی غرض نہ تھی بلکہ محض رضائے حق مطلوب تھی۔پس سلیمان علیہ السلام کی مسجد کو جو شرف حاصل ہوا ہے اس کا منشاء مٹی اور پتھر نہیں کیونکہ وہ تو اور مسجدوں میں بھی موجود ہیں بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ اس کے بانی میں اغراض نفسانیہ مثلاً حرص مذموم ومخالفت مذمومہ نہ تھیں اور ہوتی کیونکر ان حضرات کی شان ہی جدا ہے اور کوئی بات ان کی عوام سے ملتی ہی نہیں۔پھر ان میں وہ صفات کیونکر ہوں جو عوام میں ہیں دیکھو نہ ان کی کتابیں اوروں کی کتابوں کی سی ہیں نہ ان کی مسجدیں ان کی سی ہیں نہ ان کی کمائی ویسی ہے نہ خاندان ان جیسا ہے اور نہ ان کا ادب اوروں کا سا ہے۔نہ غضب نہ سزا نہ ان کی نیند نہ ان کی عقل اور نہ ان کی گفتگو وغیرہ ان کی سی ہیں۔نیز ایک وجہ ان کی عام مخلوق سے ممتاز ہونے کی یہ بھی ہے کہ سینکڑوں شان وشوکتیں اور سینکڑوں شرف ان کو حق سبحانہ کی طرف سے ہیں جو ان کے سوا اور کسی کو نہیں ملے۔اور جس طرح ان کو من حیث المجموع عام مخلوق سے امتیاز ہے یوں ہی وہ آپس میں بھی ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔چنانچہ ہر ایک کی شان نرالی ہے۔اور ہر ایک کا مرغ جان ایک نئے پر سے پرواز کرتا ہے یعنی ہر ایک کے عروج کے طرق و ذرائع جداگانہ ہیں ان کی حالت کو تفصیل وار بیان کرتے ہوئے جی ڈرتا ہے کہ مبادا لغزش ہو جاوے۔اس لئے صرف اتنا کہتا ہوں کہ سب ہمارے پیشوا اور مقتدا ہیں ان کے افعال ہمارے افعال کا قبلہ ہیں اور ان کے مرغ جان سے سونے کے انڈے یعنی نتائج عالیہ وآثار غالیہ پیدا ہوتے ہیں اور ان کی جان اپنے نور کے سبب آدھی رات کے وقت صبح معنوی کا مشاہدہ کرتی ہے میں نے ان کے بیان احوال میں اجمال اس لئے بھی اختیار کیا ہے کہ میں جس قدر ان کے اوصاف حسنہ بیان کروں گا یہ ان کی گونہ تحقیر ہوگی اور میں ان کی تحقیر کرنے والا ہوں گا کیونکہ ان کے اوصاف تک

www.besturdubooks.wordpress.com

میری رسائی ہی نہیں۔ پس میں جو اوصاف بیان کروں گا وہ ان کے اوصاف واقعیہ علی ماہی علیہ نہ ہوں گے بلکہ ان سے گھٹے ہوں گے۔ خیر یہ مضمون استطرادی تو ہو چکا اب تم اے معزز معمار و مسجد اقصےٰ بناؤ کہ سلیمان علیہ السلام پھر تشریف لے آئے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ذکر کی طرف پھر انتقال کیا ہے اس لئے عمارت مسجد اقصےٰ کا قصہ بیان کرنا چاہئے اچھا سنو۔ مسجد اقصےٰ بن رہی ہے اور دیو و پری جن وانس کام میں مصروف ہیں اور اگر کوئی دیو یا پری سرکشی کرتا ہے تو تمام سرکشی کرنے والوں کو فرشتے مقید کر دیتے ہیں اور اگر کوئی دیو مکر و فریب سے ذرا ٹیڑھا چلتا ہے تو اس کے سر پر بجلی کی طرح لعنت کے ساتھ تازیانہ پڑتا ہے۔ اس شان سے وہ مسجد تیار ہو رہی ہے اب مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم بھی سلیمانؑ کی طرح ہو جاؤ تا کہ تمہاری دیو یعنی قوئ بہیمیہ تمہارے قصر کے لئے سنگ تراشی کریں یعنی احکام قصر دین میں تمہیں مدد دیں اور تم سلیمانؑ کی طرح وسواس و مکر سے خالی ہو جاؤ تا کہ جنات اور دیو تمہارے بھی تابع ہو جاویں۔ تمہاری انگوٹھی تمہارا دل ہے۔ اس کا بہت خیال رکھنا ' ایسا نہ ہو کہ یہ انگوٹھی شیطان کے قبضہ میں پہنچ جائے اور وہ اس انگوٹھی پر قابض ہو کر تم پر حکومت کرنے لگے یاد رکھو کہ یہ سلیمانی منسوخ اور ختم نہیں ہوئی بلکہ تمہارے باطن میں ایک حکمران یعنی روح موجود ہے مگر اسباب حکومت کی ضرورت ہے۔ شاید تم کو خیال ہو کہ سلیمانی تو کوئی قابل تحصیل چیز نہیں اس لئے کہ شیطان بھی سلیمانی کرتا ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال تمہارا صحیح ہے اور بعض اوقات شیطان بھی سلیمانی کرتا ہے یاد رکھو کہ ہر جولاہا اطلس نہیں بنا سکتا۔ گاڑھا بننے والا جولاہا بھی اطلس بننے والے کی طرح ہاتھ ہلاتا ہے مگر دونوں میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے یوں ہی شیطان بھی سلیمانی کرتا ہے مگر روح کی سلیمانی چیز ہی اور ہے۔ وہ سلیمانی شیطان کو کب نصیب ہو سکتی ہے۔ اس لئے سلیمانی ضرور قابل تحصیل ہے۔ یہاں ہم نے تشابہ صوری اور فرق معنوی کا بیان کیا ہے اب ہم تمہیں اس کے مناسب ایک حکایت سناتے ہیں تا کہ یہ بیان تم پر خوب واضح ہو جاوے۔

شرح شبیری

ایک شاعر کو بادشاہ کے صلہ دینے اور وزیر حسن نامی کے اس صلہ کو زیادہ کرنے کا قصہ

شاعرے آورد شعرے پیش شاہ	بر امید خلعت و اکرام و جاہ
ایک شاعر نے شاہ کے سامنے اشعار پیش کئے	خلعت اور اعزاز اور مرتبہ کی امید پر

یعنی ایک شاعر بادشاہ کے سامنے خلعت واکرام اور جاہ کی امید پر ایک قصیدہ لا یا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شاہ مکرم بود فرمودش ہزار	از رز سرخ و کرامات و نثار
شاہ صاحب کرم تھا اس کے لئے حکم دیا ایک ہزار	اشرفیوں اور عطیات اور انعام کا

یعنی بادشاہ سخی تھا تو اس نے اس کے لئے ایک ہزار اشرفیاں اور انعامات کا حکم دیا۔

پس وزیرش گفت کایں اندک بود	دہ ہزارش ہدیہ دہ تا وا رود
وزیر نے اس سے کہا کہ یہ تھوڑا ہے	دس ہزار کا ہدیہ دیجئے تاکہ واپس ہو

یعنی اس پر وزیر شاہ نے کہا کہ یہ تو کم ہے اس کو دس ہزار ہدیہ دیجئے تاکہ چلا جاوے۔ یعنی خوش ہو کر جاوے۔

از چو او شاعر و از تو بحر دست	دہ ہزارے کہ بگفتم اندک است
اس جیسے شاعر کے لئے آپ جیسے سخی سے	میں نے جو دس ہزار کہے تھوڑے ہیں

یعنی اس جیسے شاعر کے لئے اور تجھ جیسے بادشاہ سخی سے دس ہزار جو میں نے کہے یہ بھی تھوڑے ہیں۔

قصہ گفت آں شاہ را و فلسفہ	تا برآمد عشر خرمن از کفہ
اس نے بادشاہ کو قصہ اور فلسفہ سنایا	یہاں تک کہ بچے کچھے مال میں سے خرمن کا دسواں حصہ نکال دیا

یعنی اس نے بادشاہ سے قصہ بیان کیا اور مصلحت بتائی یہاں تک کہ بچے ہوئے اناج میں سے بھی خرمن کا عشر نکال لیا۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص بچے ہوئے اناج میں سے بھی جو کہ بالکل بیکار رہ گیا ہے عشر نکال دے تو اس کو یہ سمجھنا چاہئے کہ اس نے پورا پورا حق ادا کر دیا۔ اس لئے کہ ایسی شے میں سے بھی عشر نکال دیا تو اسی طرح اس وزیر نے اس کو جو انعام دیا وہ اس قدر دیا کہ اس کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔

دہ ہزارش دادہ و خلعت درخورش	خانۂ شکر و ثنا گشت آں سرش
اس کو دس ہزار اور اس کے مناسب خلعت دی	اس کا دماغ شکر و ثنا کا گھر بن گیا

یعنی دس ہزار (اشرفیاں) دیں اور اس کے مناسب خلعت دیا تو اس شاعر کا سر شکر و ثنا کا گھر ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اس انعام کو لے کر وہ شاعر بہت ہی مشکور ہوا۔

پس تفحص کرد کایں سعی کہ بود	شاہ را اہلیت من کہ نمود
پس اس نے جستجو کی کہ یہ کس کی کوشش تھی	بادشاہ کو میری قابلیت کس نے دکھائی

یعنی پھر اس نے جستجو کی کہ یہ کوشش کس کی تھی اور بادشاہ کو میری اہلیت کس نے ظاہر کر دی۔

پس بگفتندش فلان الدین وزیر	آں حسن نام و حسن خلق و ضمیر
لوگوں نے اس سے کہا فلاں الدین وزیر نے	جس کا نام حسن ہے اور جس کا اخلاق اور دل اچھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی لوگوں نے اس سے کہا کہ فلان الدین جو وزیر ہے وہ حسن نامی ہے اور اچھے اخلاق والا اور اچھے دل والا ہے۔ مطلب یہ کہ لوگوں نے بتلایا کہ فلاں وزیر ہے اس نے یہ کوشش کی۔

در ثنائے او یکے شعر دراز	برنوشت و سوئے خانہ رفت باز
اس نے اس کی تعریف میں ایک لمبا قصیدہ	لکھا اور گھر کو واپس ہو گیا

یعنی اس شاعر نے اس وزیر کی تعریف میں ایک لمبا چوڑا قصیدہ لکھا اور گھر کو واپس چلا گیا۔

بے زبان و لب ہماں نعمائے شاہ	مدح شہ میکرد و خلعتہائے شاہ
بادشاہ کی وہی نعمتیں بغیر زبان اور ہونٹ کے	بادشاہ اور اس کی خلعتوں کی تعریف کر رہی تھیں

یعنی وہ بادشاہ کے انعامات اور خلعتیں بے زبان و لب کے بادشاہ کی مدح کر رہی تھیں۔ مطلب یہ کہ بادشاہ نے جو انعامات کئے تھے اور خلعتیں دی تھیں وہ بزبان حال بادشاہ کی مدح و ثنا کر رہی تھیں۔

بعد سالے چند بہر رزق و گشت	شاعر از فقر و عوز محتاج گشت
چند سال کے بعد رزق اور سفر کے لئے	شاعر فقر اور تنگدستی کی وجہ سے محتاج ہو گیا

یعنی بعد چند سال کے رزق اور سفر کے واسطے فقر و تنگدستی کی وجہ سے شاعر محتاج ہوا۔ مطلب یہ کہ بعد چند سال کے جب وہ سب روپیہ پیسہ اس کے پاس ختم ہو گیا تو اس کو رزق کی ضرورت ہوئی اور اس رزق کی طلب کے لئے اس کو سفر کی بھی ضرورت ہوئی۔ غرضکہ دوبارہ سفر کر کے بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوا جس کا قصہ آگے بیان کرتے ہیں۔

شاعر کا بعد چند سال کے اسی انعام کی امید پر پھر آنا اور بادشاہ کا اپنے قاعدہ کے مطابق ہزار دینار کا حکم دینا اور ایک نئے وزیر حسن نامی کا کہنا کہ یہ بہت زیادہ ہے اور ہمیں بہت سے خرچ درپیش ہیں اور خزانہ خالی ہے لہذا میں اس کو دسویں حصہ پر راضی کر دونگا

گفت وقت فقر و تنگی دو دست	جستجوئے آزمودہ بہتر است
اس نے سوچا دونوں ہاتھ کی تنگی اور فقر کے وقت	آزمائے ہوئے کی تلاش مناسب ہے

یعنی اس شاعر نے (دل میں) کہا کہ فقر اور دونوں ہاتھ کی تنگی کے وقت میں آزمائے ہوئے کی تلاش کرنا بہتر ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس کے پاس کچھ نہ رہا تو اس نے سوچا کہ میاں جس کو ایک مرتبہ آزما چکے ہیں وہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چلنا چاہئے وہیں سے کچھ اور ملے گا اور سوچا کہ

حاجت نو را ہماں جانب برم	در گہے را کاز مودم از کرم
نئی ضرورت کو وہیں لے جاؤں	جس دربار کو کرم میں میں آزما چکا ہوں

یعنی جس درگاہ کو کہ میں نے کرم میں آزمالیا ہے نئی حاجت کو بھی اسی جانب کو لے جاؤں یعنی جس دروازہ پر ایک دفعہ انعام مل چکا ہے اور جس در کو ایک مرتبہ آزما چکا ہوں اب پھر وہیں چلنا بہتر ہے۔ چونکہ یہاں اس شاعر نے یہ سوچا تھا کہ جہاں سے ایک مرتبہ مل چکا ہے اب بھی وہیں چلو اور اسی طرف متوجہ ہو تو اس سے مولانا کا ذہن دوسری طرف منتقل ہو گیا کہ بس اسی طرح چونکہ حق تعالیٰ سے انعامات وعطائیں بار بار مل چکی ہیں لہذا اب بھی اسی طرف توجہ کرتے ہیں اور ان ہی سے طلب کرتے ہیں کہ تمام عمر کا آزمایا ہوا دروازہ ہے اسی کو فرماتے ہیں۔

یو لہون فی الحوائج ہم لدیہ	معنی اللہ گفت آں سیبویہ
وہ ضرورتوں میں اس کی طرف رجوع کرتے ہیں	سیبویہ نے اللہ کے معنی بتائے ہیں

یعنی اس سیبویہ نے لفظ اللہ کے یہ معنی کہے کہ حاجتوں میں اس کی طرف ہی متوجہ ہوتے ہیں۔

والتمسناہا وجدنا ہا الیک	گفت الہنا فی حوائجنا الیک
ان کو ہم نے تلاش کیا ان کو تیرے پاس پایا	اس نے کہا ہم ضروریات میں تیری طرف رجوع ہوئے

یعنی کہ کہا کہ ہم اپنی حاجتوں میں آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور ہم نے ان حاجتوں کو تلاش کیا تو آپ کے پاس پایا۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو لفظ اللہ کی اصل سیبویہ نے الالیہ کہی ہے (اور یہ تعلیل بیان کی ہے کہ ہا اول اور ہمزہ دوم کو حذف کر دیا اور لام کو لام میں ادغام کر دیا اور یا کو الف سے بدل لیا لفظ اللہ ہو گیا) اور الہ اصل میں ولہ تھا جس کے معنی ہیں سرگشتہ اور فریفتہ ہوا تو لفظ اللہ کے معنی ہوئے کہ اس کی طرف سرگشتہ اور فریفتہ ہوا تو دیکھئے حق تعالیٰ کی طرف بوجہ اس کے کہ ان سے پہلے بھی تمام عمر انعامات دیکھے ہیں ہر شخص متوجہ ہوتا ہے اور یوں کہا کرتے ہیں کہ الہنا الیک فی حوائجنا یعنی ہم اپنی حاجتوں میں آپ کی طرف راغب ومتوجہ ہوئے۔

جملہ نالاں پیش آں دیاں فرد	صد ہزاران عاقل اندر وقت درد
سب اس یکتا حاکم کے سامنے روتے ہیں	لاکھوں عقلمند درد کے وقت

یعنی لاکھوں عاقل لوگ درد کے وقت میں سب کے سب اس حاکم یکتا کے آگے روتے ہیں۔

بر بخیلے عاجزے گدیہ تند	ہیچ دیوانہ فلیوے ایں کند
کہ عاجز بخیل سے بھیک مانگے	کوئی احمق دیوانہ یہ کرتا ہے

یعنی کوئی دیوانہ ایسی بیہودگی کرتا ہے کہ کسی بخیل عاجز پر سوال کرتے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر ندیدندے ہزاران بار بیش	عاقلان جاں کے کشیدندش بہ پیش
اگر ہزاروں بار پہلے نہ دیکھتے	عقلمند کب اس کے سامنے جان کو پیش کرتے؟

یعنی اگر لاکھوں بار مزید عطاء کو نہ دیکھ چکے ہوتے تو عاقل لوگ اس کے سامنے کب جان کھینچتے۔ مطلب یہ کہ دیکھو مصیبت کے وقت بڑے بڑے عقلاء وفلاسفر اسی کو پکارتے ہیں اور اسی سے التجا کرتے ہیں۔ تو اگر اس کی طرف سے عطاء نہ ہوتی اور تمام عمر اس کی طرف سے انعامات نہ ہوا کرتے بلکہ نعوذ باللہ وہ بخیل یا عاجز ہوتا تو پھر تو کوئی بیوقوف سے بیوقوف بھی کبھی اس سے التجا نہ کرتا اور کبھی اس کی طرف کوئی بھی متوجہ نہ ہوتا۔ یہ سارے عقلاء جو اس کی طرف متوجہ ہیں اس کی یہی وجہ ہے کہ پہلے لاکھوں انعامات ان پر ہو چکے ہیں لہذا جب کوئی مصیبت کا وقت ہوتا ہے سب اسی ایک واحد یکتا ہی کو پکارتے ہیں آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

بلکہ جملہ ماہیاں در موجہا	جملۂ پرندگان بر اوجہا
بلکہ موجوں میں عام مچھلیاں	بلندیوں پر تمام پرندے

یعنی بلکہ تمام مچھلیاں موجوں میں اور تمام اڑنے والے جانور بلندیوں میں۔

بلکہ جملہ موجہا بازی کناں	ذوق وشوقش راعیاں اندر عیاں
بلکہ کھیلتی ہوئی تمام موجیں	اس کے ذوق اور شوق کو پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں

یعنی بلکہ تمام موجیں کھیل کرتی ہوئی اس کے ذوق وشوق کو بالکل پوری طرح ظاہر کر رہی ہیں۔

پیل و گرگ و حیدر و اشکار نیز	اژدہائے زفت و مور و مار نیز
ہاتھی اور بھیڑیا اور شیر اور شکار بھی	موٹا اژدھا چیونٹی اور سانپ بھی

یعنی ہاتھی اور بھیڑیئے اور شیر اور شکار بھی اور بڑے بھاری اژدہا اور سانپ اور چیونٹیاں بھی۔

بلکہ خاک و باد و آب و ہم شرار	مایہ زو یابند ہم دے ہم بہار
بلکہ مٹی اور ہوا اور پانی اور چنگاریاں بھی	اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں خزاں بھی بہار بھی

یعنی بلکہ خاک اور ہوا اور پانی اور آگ بھی اسی سے پونجی پاتے ہیں خزاں بھی اور بہار بھی۔

ہر دمش لابہ کند ایں آسماں	کہ فرومگزارم اے حق یک زماں
یہ آسمان ہر وقت اس کی خوشامد کرتا ہے	کہ اے خدا! مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چھوڑ

یعنی کہ یہ آسمان ہر دم اس کی خوشامد کرتا ہے کہ اے حق تعالیٰ ایک گھڑی کو مجھے چھوڑئیے نہیں۔ (اور عرض کرتا ہے کہ)

استن من عصمت و حفظ تو است	جملہ مطوی یمین آں دو دست
میرا ستون تیرا بچاؤ اور حفاظت ہے	سب چیزیں ان دونوں داہنے ہاتھوں میں لپٹی ہوئی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میرا ستون آپ کی حفاظت اور بچاؤ ہی ہے تمام چیزیں ان دونوں ہاتھوں کی قوت میں لپٹی ہوئی ہیں۔
یعنی تمام موجودات تحت قدرت میں ہیں جیسا کہ ظاہر و باہر ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

وین زمین گوید کہ دارم برقرار	ایکہ بر آبم تو کردتی سوار
یہ زمین کہتی ہے کہ مجھے برقرار رکھ	اے وہ ذات! کہ تو نے مجھے پانی پر سوار کیا ہے

یعنی اور یہ زمین کہتی ہے کہ اے وہ ذات جس نے کہ مجھے پانی پر سوار کیا ہے مجھے برقرار رکھنا۔

جملگان کیسہ ازو بردوختند	دادن حاجت ازو آموختند
سب نے تھیلی اسی سے سی ہے	ضرورت پوری کرنا اس سے سیکھا ہے

یعنی سب نے اسی سے تھیلی سی ہے اور حاجت کا دینا اسی سے سیکھا ہے یعنی دنیا میں جو ایک شے دوسرے کی حاجت روائی کرتی ہے یہ سب اسی سے سیکھا ہے کہ اس نے ان سب کو عطاء کی ہے اور پھر یہ سب اوروں کو اسی کے حکم سے نفع پہنچا رہے ہیں۔

ہر نبئے زوبر آوردہ برات	استعینوا منہ صبرا والصلوٰۃ
ہر نبی نے اسی سے حکم نامہ حاصل کیا ہے	کہ اس سے صبر اور نماز کے ذریعہ مدد چاہو

یعنی ہر نبی اس کے پاس سے حکم لایا ہے کہ اس سے صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو۔ مطلب یہ کہ سب انبیاء یہی حکم لائے ہیں کہ حق تعالیٰ سے بذریعہ صبر و صلوٰۃ کے مدد چاہو اور اسی سے امداد و حاجت روائی کو طلب کرو۔

ہیں ازو خواہید نے از غیر او	آب دریم جو مجو در خشک جو
خبردار! اسی سے چاہو نہ کہ اس کے غیر سے	پانی سمندر میں تلاش کر خشک نہر میں تلاش نہ کر

یعنی ہاں اسی سے مانگو اس کے غیر سے مت مانگو اور پانی کو دریا میں تلاش کرو۔ خشک ندی میں مت تلاش کرو۔ یعنی اپنی حوائج کو اسی کے آگے پیش کرو دوسروں کے آگے پیش کرنا فضول ہے۔ اس لئے کہ دوسروں کے پاس رکھا ہی کیا ہے اور ان کو قدرت ہی کس شے کی ہے جو وہ دیدیں گے لہٰذا اسی سے طلب کرو جو دے بھی سکے۔ اس کے سوا اور تو سب ایسے ہیں جیسے خشک ندی ہوتی ہے کہ اگر اس میں سے کوئی پانی لینے لگے تو کیا پانی مل جاوے گا۔ اسی طرح اگر اس کے سوا کسی اور سے حوائج طلب کرو گے تو کیا وہ حاجت پوری کردیں گے ہرگز نہیں پھر طلب کرنا فضول اور حماقت ہے۔ آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

ور بخواہی از دگر ہم او دہد	برکف میلش سخا ہم او نہد
اگر تو دوسرے سے چاہے گا وہی دے گا	اس کے میلان کی ہتھیلی پر سخاوت وہی رکھے گا

یعنی اگر کسی دوسرے سے طلب کرو گے تب بھی وہی دیں گے اس کے میلان کے ہاتھ پر سخاوت کو وہی

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھیں گے۔ مطلب یہ کہ اگر تم نے کسی اور کے آگے ہاتھ پھیلایا بھی تب بھی تو وہی عطا کریں گے ظاہر میں یہ دینے والا ہے ورنہ اصل میں تو یہ ایک واسطہ اور ذریعہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس ذریعہ سے تم کو دلوا دیا۔ ورنہ اصل میں عطا کرنے والے وہی ہیں تو پھر اصل ہی کی طرف رجوع کرو واسطوں کی طرف کیوں رجوع کرتے ہو۔

آنکہ معرض راز زر قاروں کند	روبدو آری بطاعت چوں کند
جو اعراض کرنے والے کو سونے سے قارون بنا دیتا ہے	اسی کی طرف رخ کرو فرمانبرداری کے ساتھ کیا کرے گا؟

یعنی وہ ذات کہ اعراض کرنے والوں کو روپیہ سے قارون کر دیتے ہیں تو اسی کی طرف طاعت کے ساتھ متوجہ ہوتو کیا کچھ کریں گے۔ مطلب یہ کہ ان کی تو وہ شان ہے کہ قاروں جیسے نافرمان اور سرکش کو بھی کس قدر مال و دولت عطا فرمائی تھی کہ جس کی انتہا نہیں ہے تو اگر تم اس کی اطاعت کرو گے اور اطاعت کے ساتھ اس طرف متوجہ ہو گے تو پھر تم کو وہ کیا کچھ نہ دے گا لیکن یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ جو مطیعین ہیں وہ تو اکثر مفلس و قلاش ہی ہوتے ہیں تو پھر یہ کہنا کہاں صحیح ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ اعتراض اس لئے واقع ہوا کہ تم نے یہ خیال کر لیا کہ جو ہم نے طلب کیا ہے اور جس وقت طلب کیا ہے اسی وقت ملے۔ تب تو ملا ورنہ نہیں یہ غلط ہے کیونکہ ''او مصلحت تو از تو بہتر داند'' حق تعالیٰ ہی ان مصلحتوں کو خود اچھی طرح جانتے ہیں وہ وہی کرتے ہیں جو ہمارے لئے مناسب ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ سمجھنا سخت غلطی ہے اگر دولت ظاہری نہ ملی تو کیا دولت باطنی کچھ کم ہے صرف دعا ہی کا جو ثواب ہے وہی کیا کم ہے خوب سمجھ لو۔ آگے اس شاعر کے قصہ کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ۔

بار دیگر شاعر از سودای داد	روبسوے آں شہ محسن نہاد
شاعر نے دوبارہ عطیہ کے خیال سے	اس محسن بادشاہ کی جانب رخ کیا

یعنی دوسری مرتبہ اس شاعر نے انعام کے خیال سے اس بادشاہ محسن کی طرف توجہ کی یعنی دوبارہ وہاں چلا۔

ہدیۂ شاعر چہ باشد شعر نو	پیش محسن آرد و بنہد گرو
شاعر کا ہدیہ کیا ہوتا ہے؟ نیا شعر	محسن کو پیش کرتا ہے اور گروی رکھ دیتا ہے

یعنی شاعر کا ہدیہ ہی کیا ہوتا ہے نئے شعر جن کو کہ (اپنے) محسن کے آگے لاتا ہے اور گروی رکھ دیتا ہے یعنی محسن کے پاس اس کے انعام کے بدلہ میں گروی کر دیتا ہے کہ وہ ان اشعار نو کے بدلہ میں اس کو انعام دیتا ہے غرضکہ وہ اور نئے اشعار ہدیہ میں پھر لے گیا۔

محسناں باصد عطا ؤ جود و بر	زرنہادہ شاعران را منتظر
محسن سینکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان سے	سونا رکھے ہوئے شاعروں کے منتظر رہتے ہیں

یعنی سخی لوگ سینکڑوں عطاؤں اور سخاوت اور احسان سے سونے کو شاعروں کا منتظر رکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شاعر لوگ تو ہدیہ میں شعر پیش کرتے ہیں اور جو سخی ہوتے ہیں وہ ان کے لئے روپیہ رکھے رکھتے ہیں اور منتظر رہتے ہیں کہ کب کوئی شاعر آوے اور ہم ان کو انعام دیں کیونکہ

پیش شان شعرے بہ از صد تنگ شعر	خاصہ شاعر کو گہر آرد ز قعر
ان کے نزدیک ایک شعر ان کے سو تھڑوں سے بہتر ہوتا ہے	خصوصاً وہ شاعر جو گہرائی سے موتی نکال کر لاتا ہے

یعنی ان سخیوں کے آگے ایک شعر ابریشم کی سو تھڑیوں سے اچھا ہوتا ہے۔ خاص کر وہ شاعر جو کہ گڑھے میں سے موتی لاوے۔ مطلب یہ کہ ان سخیوں کے نزدیک ایک عمدہ شعر سینکڑوں من ابریشم سے بھی عمدہ اور برتر ہوتا ہے اور ایک شعر کے آگے وہ انعام میں بہت کچھ دے گزرتے ہیں۔ خاص کر جو شاعر دقیق مضامین بیان کرے اس کی تو اور بھی زیادہ قدر ہوتی ہے۔

آدمی اول حریص نان بود	زانکہ قوت نان ستون جان بود
انسان پہلے روٹی کا حریص ہوتا ہے	کیونکہ روٹی کی روزی جان کا ستون ہے

یعنی آدمی اول روٹی کا حریص ہوتا ہے اس لئے کہ روٹی کی غذا جان کے لئے ستون ہوتی ہے۔

سوئے کسب و سوئے غصب و صد حیل	جاں نہادہ بر کف از حرص و امل
کمائی کی جانب چھیننے اور سینکڑوں تدبیروں کی جانب	لالچ اور امید سے ہتھیلی پر جان رکھے ہوئے ہے

یعنی کمانے کی طرف اور غصب کی طرف اور سینکڑوں حیلوں کی طرف جان کو ہتھیلی پر امید و حرص کی وجہ سے رکھے ہوئے ہے۔ مطلب یہ کہ انسان اول تو یہ چاہتا ہے کہ کہیں پیٹ بھر روٹی مل جاوے۔ اس کے لئے سینکڑوں تدابیر کرتا ہے اور اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھ کر خطرات کا مقابلہ کر کے اس کو حاصل کر لیتا ہے۔

چوں بنا در گشت مستغنی زناں	عاشق نام ست و مدح شاعراں
جب اتفاقاً روٹی سے بے نیاز ہو گیا	تو نام (آوری) اور شاعروں کی تعریف کا عاشق ہے

یعنی جب اتفاقاً روٹی سے بے فکر ہو گیا تو نام کا اور شاعروں کی مدح کا عاشق ہوتا ہے۔

تا کہ اصل و نسل او را بر دہند	در بیان فضل او ممبر نہند
تا کہ اس کی اصل و نسل کو وہ پھلدار کریں	اس کی فضیلتوں کے بیان میں منبر رکھیں

یعنی تا کہ اس کی اصل اور نسل کو پھل دیں اور اس کے فضل کے بیان میں ممبر رکھیں۔

تا کہ کروفر و زر بخشی او	ہمچو عنبر بود ہد در گفتگو
تا کہ اس کی شان و شوکت اور سخاوت	بات چیت میں عنبر کی طرح خوشبو مہکائے

یعنی تا کہ اس کی شوکت اور دبدبہ اور انعام بخشی عنبر کی طرح گفتگو میں بودے مطلب یہ کہ اول انسان مال و

www.besturdubooks.wordpress.com

دولت روٹی کپڑے گا متلاشی ہوتا ہے اور اس کو سخت سخت مصیبتیں بھر کر حاصل کر لیتا ہے۔ پھر جب یہ اس کو حاصل ہو جاتا ہے تو اس کو اس کی ضرورت ہوتی ہے کہ کوئی میری تعریف کرے اور میرے باپ دادا اور اولاد کی مدح سرائی کرے تو میں اس کو انعام واکرام دوں۔ تو میری سخاوت اور امارت سب کو معلوم ہو جاوے۔ اور پھر لوگ میری خوب مدح سرائی کریں غرضکہ جب کسی کے پاس مال و دولت یا کوئی کمال ہوتا ہے تو وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور اس کو دیکھیں اس لئے امراء بھی اپنی تعریف کے مشتاق ہوتے ہیں آگے اس کی وجہ اصلی بیان فرماتے ہیں کہ۔

خلق ما بر صورت خود کرد حق	وصف ما از وصف او گیرد سبق
اللہ تعالی نے ہماری تخلیق اپنی صورت پر کی ہے	ہمارے اوصاف اس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں

یعنی حق تعالی نے ہم کو اپنی صورت (صفت) پر پیدا فرمایا ہے تو ہمارے اوصاف اس کے اوصاف سے سبق لیتے ہیں۔

چونکہ آں خلاق مدح و شکر جواست	آدمی را مدح جوئے نیز خواست
چونکہ وہ خلاق شکر اور حمد کا طالب ہے	تعریف کی تلاش انسان کی بھی عادت ہے

یعنی جبکہ وہ خالق مدح اور شکر کا خواہاں ہے تو آدمی کو بھی مدح کے ڈھونڈنے کی خصلت ہے مطلب یہ ہے کہ مولانا فرماتے ہیں کہ انسان جو مدح کا خواہاں ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کو حق تعالی نے اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے اور حق تعالی بندہ کی حمد و شکر کرنے سے بے حد خوش ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث و قرآن سے جا بجا ثابت ہے اس لئے انسان بھی اپنی تعریف سن کر بوجہ مظہر حق ہونے کے خوش ہوتا ہے۔

خاصہ مرد حق کہ در فضل است چست	پر شود زاں باد چوں خیک درست
خصوصا مرد حق جو بزرگی میں چست ہے	صحیح مشکیزہ کی طرح اس ہوا سے پر ہو جاتا ہے

یعنی خاص کر وہ مرد حق جو کہ فضل میں چست ہے وہ اس ہوا سے درست مشک کی طرح بھر جاتا ہے مطلب یہ کہ یوں تو ہر انسان اپنی مدح سرائی سے خوش ہوتا ہے مگر جو شخص کہ مرد حق ہوتا ہے وہ اس سے بہ نسبت دوسروں کے زیادہ خوش ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ یہ تعریف صانع کی ہے میری تعریف ہے ہی نہیں۔ لہذا اس کو اس سے بہت سے فائدے ہوتے ہیں اور وہ یہ سوچ کر اوروں کی نسبت زیادہ خوش ہوتا ہے۔

ورنباشد اہل زاں باد دروغ	خیک بدریدست کے گیرد فروغ
اور اگر اہل نہ ہو اس جھوٹی ہوا سے	پھٹا ہوا مشکیزہ ہے (وہ) کب ابھار حاصل کریگا؟

یعنی اور اگر اہل نہ ہو تو اس جھوٹی ہوا سے پھٹی ہوئی مشک ہے کب فروغ پا سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ اگر وہ شخص اہل اللہ میں سے نہیں ہے بلکہ عوام میں سے ہے تو اس کی مثال پھٹی ہوئی مشک کی سی ہے کہ جس طرح اس کو ہوا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اور اس میں کوئی ترقی نہیں ہوتی۔ اسی طرح اس کو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا آگے ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

مضمون بیان کر کے اس کو ثابت فرماتے ہیں کہ۔

ایں مثل از خود نگفتم اے رفیق	سرسری مشنو چو اہلی و مفیق
اے دوست! یہ مثال میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی ہے	اگر تو ہوشمند اور اہل ہے (اسکو) سرسری نہ سن

یعنی اے رفیق میں نے یہ مثال اپنی طرف سے نہیں دی تو تو اگر اہل ہے اور ہوش مند ہے تو اس کو سرسری طور پر مت سن۔

ایں پیمبر گفت چوں بشنید قدح	کہ چرا فربہ شود احمد بہ مدح
یہ بات پیغمبرؐ نے فرمائی جبکہ انہوں نے اعتراض سنا	کہ احمدؐ تعریف سے موٹے کیوں ہوئے ہیں؟

یعنی یہ بات پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی جبکہ یہ اعتراض سنا کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مدح سے پھولتے کیوں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہم نے جو پھٹی ہوئی اور سالم مشک کی مثال دی ہے یہ مثال اپنی طرف سے نہیں دی بلکہ جب کفار نے حضور مقبول صلے اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا تھا کہ اگر یہ نبی ہیں تو اپنی تعریف پر خوش کیوں ہوتے ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی مثال دی تھی یہ حدیث ممکن ہے کہ مولانا کی نظر سے کہیں گزری ہو یا کسی حدیث کی روایت بالمعنی فرمائی ہو ورنہ یہ حدیث کہیں اپنی نظر سے نہیں گزری غرضکہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ اہل اللہ بوجہ اس کے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مصنوع کی تعریف عین صانع کی تعریف ہے مدح سے زیادہ خوش ہوتے ہیں اور جو اہل اللہ نہیں ہیں وہ بوجہ مظہر ہونے کے خوش تو ہوتے ہیں مگر ان کو خوشی کم ہوتی ہے اس لئے کہ ان کی نظر دوسری طرف تو نہیں ہوتی۔ آگے پھر اسی شاعر کا قصہ ہے کہ

رفت شاعر سوئے آں شاہ و ببرد	شعر اندر شکر احسان کان نمرد
شاعر اس بادشاہ کی جانب چلا اور لے گیا	احسان کے شکریہ میں شعر کیونکہ وہ (احسان) نہ مرا تھا

یعنی شاعر اس بادشاہ کے پاس گیا اور احسان (سابق) کے شکریہ میں ایک قصیدہ کہہ کر لے گیا کیونکہ وہ (احسان) مرا دنہ تھا۔ مطلب یہ کہ اس پہلے انعام و اکرام کے شکریہ میں ایک قصیدہ کہہ کر دوبارہ پیش کرنے کے لئے لے گیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ

محسناں مردند و احسان ہابماند	اے خنک آں را کہ ایں مرکب براند
احسان کرنے والے مرجاتے ہیں اور احسان زندہ رہتے ہیں	قابل مبارکباد ہے وہ جس نے یہ سواری چلائی

یعنی احسان کرنے والے تو مر گئے اور احسان رہ گئے۔ اچھا ہے وہ جس نے کہ یہ (احسان کا) مرکب چلایا۔

ظالمان مردند و ماند آں ظلمہا	وائے جانے کو کند مکر و دغا
ظالم مر گئے اور وہ ظلم باقی رہ گئے	اس جان پر افسوس ہے جو مکر اور دغا کرے

یعنی ظالم لوگ تو مر گئے اور ظلم باقی رہ گئے تو اس جان پر افسوس ہے جو کہ مکر و دغا کرے۔ مطلب یہ کہ محسن

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ظالم سب مرجاتے ہیں اور دونوں کا نام باقی رہتا ہے مگر خوشا نصیب اس کے جس نے لوگوں پر احسان کئے اور اس کا نام احسان کے ساتھ باقی رہا اور نہایت بدنصیب ہے وہ جس کا نام ظلم سے باقی رہا۔ آگے اس مضمون کو حدیث سے ثابت فرماتے ہیں کہ۔

گفت پیغمبر خنک آں را کہ او	شد زدنیا ماند ازو فعل نکو
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ وہ شخص قابل مبارکباد ہے	جو دنیا سے گیا (اور) اس کا نیک کام باقی رہا

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ وہ شخص اچھا ہے جو دنیا سے گزر گیا اور اس سے اچھے کام رہ گئے۔

مرد محسن لیک احسانش نمرد	نزد یزداں دین واحساں نیست خورد
احسان کرنے والا مرا لیکن اس کا احسان نہ مرا	اللہ کے نزدیک دین اور احسان معمولی چیز نہیں ہے

یعنی محسن تو مر گیا لیکن اس کا احسان نہیں مرا۔ خدائے تعالیٰ کے نزدیک دین واحسان چھوٹے نہیں ہیں۔ مطلب یہ کہ احسان کرنا خواہ قلیل ہو اور دین کی بات کرنا خواہ بظاہر چھوٹی ہی سی ہو خدا کے نزدیک بہت بڑی قدر کی چزیں ہیں۔ ان کو حقیر جان کر ترک مت کرو۔ کہ یہ بظاہر چھوٹی ہیں مگر اجر کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں۔

نام نیک او ز فعل نیک داں	پس نمردست او یقیں بنگر عیاں
اس کی نیکنامی نیک کام سے سمجھ	وہ یقیناً نہیں مرا ہے اچھی طرح غور کر لے

یعنی اس (محسن) کا نام اس کام (نیک) ہی کی بدولت جانو تو خوب جان لو کہ وہ (نیک کام یعنی احسان) مرا نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو محسن کی نیک نامی اس احسان ہی کی بدولت ہے کہ آج محسن موجود نہیں ہے مگر اس کا نام ہے اور نام ہے اس احسان کی بدولت۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ وہ احسان بھی باقی ہے آگے ظالم کے ظلم کے باقی رہنے کو بیان فرماتے ہیں کہ

وائے آنکو مرد و عصیانش نمرد	تا نہ پنداری بمرگ او جان ببرد
اس پر افسوس ہے جو مر گیا اور اس کا گناہ نہ مرا	تو ہرگز یہ خیال نہ کر کہ مر کر وہ جان بچا لے گیا

یعنی افسوس ہے اس پر جو کہ مر گیا اور اس کے عصیان نہ مرے تم یہ ہرگز مت سمجھنا کہ وہ موت سے جان (بچا) لے گیا۔ مطلب یہ کہ جو ظالم تھا وہ مر گیا اس کے ظلم کا نام باقی ہے کہ فلاں نے یہ ظلم کیا فلاں ظلم کیا تو دیکھو اس کے وہ ظلم بھی باقی ہیں اور ان پر آثار مرتب ہو رہے ہیں اس مر جانے سے وہ چھوٹا نہیں بلکہ اور زیادہ مبتلا ہو گیا۔ غرضکہ محسن اور ظالم دونوں کا نام باقی رہتا ہے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ احسان وظلم بھی باقی رہتا ہے تو چونکہ اس شاعر پر جو احسان ہوا تھا وہ بھی باقی تھا اس لئے یہ اس کے شکریہ میں ایک قصیدہ لکھ کر لے گیا۔ آگے اسی کا قصہ ہے فرماتے ہیں کہ۔

ایں رہا کن زانکہ شاعر برگزر	وام دارست و قوی محتاج زر
اس کو چھوڑ کیونکہ شاعر راستہ پر	مقروض ہے اور سونے کا بہت محتاج ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس (احسان وظلم کے بیان) کو چھوڑ دو کہ وہ شاعر راستہ میں قرضدار اور روپیہ کا بہت محتاج ہے۔ مطلب یہ کہ اس شاعر کا قصہ جلدی سے بیان کر دو اور اس کو بادشاہ تک پہنچا دو۔ تا کہ اس کو روپے مل جاویں۔

برد شاعر شعر سوئے شہر یار	بر امید بخشش و احسان پار
شاعر شعر بادشاہ کے پاس لے گیا	گزشتہ سال کی بخشش اور احسان کی امید پر

یعنی شاعر بادشاہ کے پاس پار سال کے احسان وبخشش کی امید پر قصیدہ لے گیا۔

نازنیں شعرے پر از در درست	برامید و بوئے اکرام نخست
نازک اشعار عمدہ موتیوں سے پر	پہلے جیسے اکرام کی امید اور آرزو پر

یعنی ایک نازک قصیدہ جو کہ در ناسفتہ سے پر تھا پہلے اکرام کی امید اور توقع پر (لے گیا)

شاہ ہم برخوئے خود گفتش ہزار	چوں چنیں بدعادت آں شہر یار
بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے مطابق اس کے لئے ایک ہزار کا حکم دیا	کیونکہ اس بادشاہ کی یہی عادت تھی

یعنی بادشاہ نے بھی اپنی عادت کے موافق اس کو ہزار (روپیہ دینے کو) کہا چونکہ اس بادشاہ کی یہی عادت تھی۔ مطلب یہ کہ بادشاہ کی چونکہ عادت تھی کہ وہ شاعروں کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا کرتا تھا اس لئے اس نے عادت کے موافق کہا کہ ایک ہزار روپیہ اس شاعر کو دیدو۔

لیک ایں بار آں وزیر پر ز جود	بر براق عز دنیا رفتہ بود
لیکن اس بار وہ سخاوت سے پر وزیر	عزت کے براق پر دنیا سے روانہ ہو چکا تھا

یعنی لیکن اس مرتبہ وہ سخی وزیر عزت کے براق پر دنیا سے جا چکا تھا مطلب یہ کہ اس پہلے سخی وزیر کا انتقال ہو چکا تھا۔

بر مقام او وزیر نو رئیس	گشتہ لیکن سخت بے رحم و خسیس
اس کی جگہ پر نیا وزیر حاکم	بن گیا تھا لیکن بہت بے رحم اور کمینہ تھا

یعنی اس وزیر کی جگہ پر ایک نیا وزیر حاکم ہوا تھا لیکن نہایت بے رحم اور خسیس تھا۔ یعنی وہ وزیر سخی تو مر چکا تھا اور ایک دوسرا وزیر اس کی جگہ حاکم ہو گیا تھا۔ مگر یہ دوسرا وزیر بے حد بخیل تھا۔ لہذا اس نے یہ سن کر کہ اس شاعر کو ایک ہزار روپیہ دیدو یہ کہا کہ۔

گفت اے شہ خرجہا داریم ما	شاعرے را نبود ایں بخشش سزا
کہا اے بادشاہ! ہمیں بہت سے اخراجات درپیش ہیں	ایک شاعر کے لئے یہ بخشش مناسب نہیں ہے

یعنی بولا کہ اے بادشاہ ہم کو بہت سے خرچوں کی ضرورت ہے تو ایک شاعر کے لئے یہ بخشش لائق نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ ہم کو بہت سے اخراجات درپیش ہیں اور روپیہ کم ہے ایک شاعر کو جو کسی مصرف کا نہیں ہے اور ملکی کام

www.besturdubooks.wordpress.com

کچھ بھی نہیں کر سکتا اس قدر انعام دینا ٹھیک نہیں ہے۔

من بربع عشر ایں اے مغتنم	مرد شاعر را خوش و راضی کنم
اے مغتنم! میں اس کے چالیسویں (حصہ) پر	شاعر کو خوش اور راضی کر لوں گا

یعنی حضور میں اس انعام کے چالیسویں حصہ پر شاعر کو خوش اور راضی کر دوں گا۔ یعنی اس وزیر نے کہا کہ اس کو میرے سپرد کر دیجئے میں بجائے ایک ہزار کے اس کو کل پچیس روپیہ دیکر خوش کر دوں گا۔

خلق گفتندش کہ او از پیش دست	دہ ہزارے زیں دلاور بردہ است
لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ پہلے	اس دلاور (بادشاہ) سے دس ہزار لے گیا ہے

یعنی لوگوں نے اس وزیر سے کہا کہ وہ شاعر پہلے ظل اللہ سے دس ہزار لے چکا ہے۔

بعد شکر کلک خائی چوں کند	بعد سلطانی گدائی چوں کند
شکر کے بعد نرکل چبانا کیسے (گوارا) کرے گا	شاہی کے بعد فقیری کیسے کرے گا؟

یعنی شکر کھانے کے بعد کلک کس طرح کھاوے۔ اور بادشاہی کے بعد گدائی کس طرح کرے۔ مطلب یہ کہ لوگوں نے اس وزیر سے کہا کہ میاں پہلے اس شاعر کو حضور سے ایک قصیدہ پر دس ہزار انعام مل چکا ہے اور اب کل پچیس روپیہ پر کس طرح خوش ہو جاوے گا۔ کیوں اس کا حق تلف کرتے ہو۔ اس کو سن کر آگے وہ وزیر کہتا ہے کہ۔

گفت بفشارم او را اندر فشار	تا شود زار و نزار از انتظار
اس نے کہا میں اس کو تنگی میں دباؤں گا	تاکہ وہ انتظار سے رونے لگے اور لاغر ہو جائے

یعنی اس وزیر نے کہا کہ میں اس کو دباؤں گا یہاں تک کہ وہ انتظار میں زار و نزار ہو جاوے گا۔

آنگہ از خاکش دہم از راہ من	دار باید ہمچو گلبرگ از چمن
تب اگر میں اس کو راستہ کی خاک بھی دوں گا	چمن سے پھول کی پتیوں کی طرح لے جائے گا

یعنی اس وقت اگر میں اس کو خاک راہ (بھی) دیدوں گا تو (وہ اس کو اس طرح) لے جاوے گا جس طرح کہ چمن سے گلبرگ کو۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ میں اس کو اس قدر ٹال کر دوں گا کہ اس کے بعد اس کو جو کچھ بھی مل جاوے گا وہی غنیمت معلوم ہوگا اور کہتا ہے کہ۔

ایں بمن بگذار کاستادم دریں	گر تقاضا گر بود ہم آتشیں
یہ مجھ پر چھوڑ دے کہ میں اس معاملہ میں استاد ہوں	خواہ تقاضا کرنے والا گرم مزاج بھی ہو

یعنی (اے بادشاہ) اس امر کو میرے سپرد کر دیجئے کہ میں اس میں استاد ہوں اگر چہ تقاضا کرنے والا آتش کا پرکالا ہو۔ مطلب یہ کہ تقاضا کرنے والا خواہ کتنا ہی سخت ہو مگر میں اس کو اس قدر ہوشیاری سے ٹلاؤں گا کہ وہ بہت تھوڑے پر قانع ہو جاوے گا اور کہتا ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از ثریا گر بہ پرد تا ثریٰ	نرم گردد چوں بہ بیند او مرا
اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک پرواز کرے	جب مجھے دیکھ لے گا نرم پڑ جائے گا

یعنی اگر چہ ثریا سے ثریٰ تک اڑے وہ نرم ہو جاوے گا جب مجھے دیکھے گا۔ مطلب یہ کہ اگر چہ وہ تقاضا اس قدر تیز ہو کہ زمین سے آسمان تک اس کی تیزی پہنچتی ہو گر جب وہ مجھے اور میری تیزی کو دیکھے گا تو میرے آگے اسے بھی نرم ہی ہونا پڑے گا۔ آگے بادشاہ جواب دیتا ہے کہ۔

گفت سلطانش بروفرماں تراست	لیک شادش کن کہ نیکو گوئی ماست
بادشاہ نے اس سے کہا جا تجھے اختیار ہے	لیکن اس کو خوش کر دینا کیونکہ وہ ہماری بھلائی بیان کرنے والا ہے

یعنی بادشاہ نے اس سے کہا کہ جا تجھے اختیار ہے لیکن اس کو خوش کر دیجیو کہ ہمارا مداح ہے۔ مطلب یہ کہ بادشاہ نے کہا کہ اچھا میں نے تجھے اختیار دیا جو تیرا دل چاہے اس کو دیدے اور جس طرح چاہے کہ مگر ہاں اس قدر اور کہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے اس کو خوش کر دینا اس لئے کہ وہ ہمارا نام لیوا ہے۔ بددل ہو کر نہ جاوے۔ بادشاہ کی اس بات کو سن کر آپ فرماتے ہیں کہ۔

گفت او رادو وصد چوں او گدا	تو بمن بگذار و فارغ شوشہا
اس نے کہا اس کو اور اس جیسے دو سو فقیروں کو	تو اے شاہ! میرے اوپر چھوڑ دے اور مطمئن ہو جا

یعنی اس وزیر نے کہا کہ اس کو اور اس جیسے دو سو اور فقیروں کو حضور میرے سپرد کر کے بے فکر ہو جایا کریں۔ یعنی اس کو اور اس جیسے لاکھوں کو آپ میرے سپرد کر کے الگ ہو جایا کیجئے۔ مطلب یہ کہ اس وزیر نے کہا کہ حضور ایسوں کو میرے سپرد فرما کر بے فکر ہو جایا کریں میں ایسے لاکھوں کو نبٹا دیا کروں گا اب چونکہ شاہی حکم تو مل ہی چکا تھا بس اب اس نے اپنی تدبیر شروع کر دی۔

پس فگندش صاحب اندر انتظار	شدز مستان و دے و آمد بہار
پھر اس کو وزیر نے انتظار میں مبتلا کر دیا	جاڑا اور موسم خزاں ختم ہوا اور موسم بہار آ گیا

یعنی پس وزیر نے اس کو انتظار میں ڈالا (یہاں تک کہ) جاڑے اور دے کا مہینہ گزر گیا۔ اور (موسم) بہار آ گئی۔ مطلب یہ کہ جب شاعر کو بھی معلوم ہو گیا کہ انعام وزیر صاحب سے ملے گا تو اس نے ان سے عرض کرنا شروع کیا۔ انہوں نے اس کو ٹلانا شروع کیا۔ کبھی کہدیا کل آنا وہ آیا تو مخفی ہو گئے ملتے ہی نہیں ملے بھی تو پھر ٹال دیا۔ غرضکہ کم از کم ایک ششماہی تو اسی طرح گزر گئی۔

شاعرش چندانکہ حاجت مے نمود	صاحبش در وعدہ حیلہ می فزود
شاعر جتنی بھی اس کے سامنے ضرورت پیش کرتا	وزیر اپنے وعدہ میں حیلوں کا اضافہ کر دیتا

یعنی شاعر جتنا اس سے حاجت ظاہر کرتا وزیر اس سے حیلہ میں زیادتی کرتا تھا۔ مطلب یہ کہ شاعر جتنا تقاضا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے اسی قدر ادھر سے وہ وزیر حیلے کرتا تھا۔

شاعر اندر انتظارش پیر شد	پس زبوں ایں غم و تدبیر شد
اس کے انتظار میں شاعر بوڑھا ہو گیا	اس غم اور تدبیر سے بہت عاجز آ گیا

یعنی شاعر اس کے انتظار میں بڈھا ہو گیا اور غم و تدبیر سے عاجز ہو گیا۔ مطلب یہ کہ انتظار کرتے کرتے ایک مدت مدید گزر گئی مگر اس بندۂ خدا نے نہ دینا تھا نہ دیا تو شاعر نے آخر ایک دن جھلا کر کہا کہ۔

گفت اگر زر نہ کہ دشنام دہی	تارہد جانم ترا باشم رہی
اس نے کہا اگر سونا نہیں تو مجھے گالی ہی دے دے	تا کہ میری جان چھوٹے میں تیرا غلام بن جاؤں گا

یعنی اگر روپیہ نہیں تو مجھے گالی دیدے تا کہ میری جان چھوٹے میں تمہارا غلام ہوں۔ مطلب یہ کہ میاں اگر انعام دینا نہیں ہے تو یہی کہدو کہ ہم نہ دیں گے کہ تمہارے اس کہنے سے کچھ آوے ہی گا یعنی وہ الفاظ برے بھلے جو مجھے کہو گے چلو وہی مل جاویں گے تو مجھے اس انتظار کی کوفت تو نہ ہوگی مجھے اس سے چھٹکارا ہو جاوے گا۔ اور مجھ پر آپ کا بڑا احسان ہوگا۔ کہ مجھے ایک طرف کردو کہ الیاس احدی الراحتین

انتظارم کشت بارے گو برو	تارہد ایں جان مسکین ازگرو
مجھے انتظار نے مار ڈالا اب کہہ دے کہ چلا جا	تا کہ یہ مسکین جان قید سے نجات پا لے

یعنی مجھے تو انتظار نے مار ڈالا ذرا یوں ہی کہدے کہ جا تا کہ میری جان مسکیں گروی ہونے سے چھوٹے۔ یعنی میں جو یہیں کا ہو رہا نہ گھر جا سکوں امید انعام میں اور نہ یہاں انعام ملے تو اس سے تو اگر انکار کردے تو چو جان ایک طرف تو ہو۔

بعد ازانش داد ربع عشر آں	ماند شاعر اندر اندیشہ گراں
اس کے بعد اس نے اس کا چالیسواں حصہ دیا	شاعر بھاری فکر میں پڑ گیا

یعنی اس کے بعد اس کو اس (انعام موعود) کا چالیسواں حصہ دیدیا تو شاعر ایک گہری سوچ میں رہ گیا (اور کہنے لگا کہ)

کانچناں نقد و چناں بسیار بود	اینکہ دیرا شگفت دستہ خار بود
کہ وہ ایسا نقد اور اتنا زیادہ تھا	یہ جو دیر میں کھلا کانٹوں کا گٹھا تھا

یعنی کہ وہ ایسا نقد اور اس قدر زیادہ تھا اور یہ کہ دیر میں کھلا ایک کانٹوں کا دستہ تھا۔ مطلب یہ کہ چونکہ امراء کے یہاں انعام وغیرہ ملازمین وغیرہ کی معرفت دلایا جاتا ہے اس لئے اس وزیر اول نے بھی اور اس نے بھی اس کو انعام دلوادیا مگر شاعر نے شاید دونوں میں سے کسی کو دیکھا نہ تھا اور لوگوں سے جن کی رسائی وہاں تک تھی تقاضے کیا کرتا ہوگا۔ اب وہ ان پچیس روپیہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میاں پہلے تو اتنا اتنا ملا تھا اور جلدی مل گیا تھا اور اب کے جو دیر ہو رہی تھی تو میں تو سمجھتا تھا کہ اب کے اور زیادہ ملے گا۔ مگر یہاں تو کچھ بھی نہ ملا۔ آخر اس کا سبب کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ یہ سن کر لوگوں نے اس سے کہا کہ۔

پس بگفتندش کہ آں دستور راد	رفت از دنیا خدا مزدش دہاد
لوگوں نے اس سے کہا وہ عقلمند وزیر	دنیا سے چلا گیا خدا اس کو اجر دے

یعنی لوگوں نے اس شاعر سے کہا کہ وہ جوانمردی دنیا سے چلا گیا خدا اس کو جزاء خیر دے۔

کہ مضاعف زوہمی شد آں عطا	کم ہمی افتاد در بخشش خطا
کہ اس کی وجہ سے عطا دو گنی ہو جاتی تھی	عطا کے معاملہ میں اس سے غلطی نہ ہوتی تھی

یعنی اسی کی وجہ سے وہ انعام دوگنا ہوا تھا اور بخشش میں خطا کم واقع ہوتی تھی۔

ایں زماں اورفت واحساں رابرد	او بمردالحق ولے احساں نمرد
اب وہ چلا گیا اور احسان کو (بھی) لے گیا	وہ یقینا مر گیا لیکن احسان نہیں مرا

یعنی اس وقت وہ تو چلا گیا اور احسان کو نہیں لے گیا وہ تو ضرور مر گیا لیکن احسان نہیں مرا۔

رفت ازما صاحب را دورشید	صاحب سلاخ درویشاں رسید
ہم سے دانا اور نکو کا وزیر رخصت ہو گیا	فقیروں کی کھال کھینچنے والا وزیر آ گیا

یعنی ہمارے پاس سے بخشش والا اور نیک بخت چلا گیا اور فقیروں کی کھال کھینچنے والا آ پہنچا۔ مطلب یہ کہ لوگوں نے اس شاعر سے کہا کہ بھائی پہلے جو تو آیا تھا تو ایک وزیر پرانا بڑا سخی اور نیک بخت تھا اب اس کا تو انتقال ہو گیا مگر اس کے احسان لوگوں پر اب بھی موجود ہیں۔ وہ تو مر گیا مگر احسان نہیں مرے اور اب یہ دوسرا وزیر کنجوس آ گیا ہے اب تو جو مل جاوے غنیمت جان اور بولے کہ

روبگیر ایں راوزینجا شب گریز	تا نگیرد باتو ایں صاحب ستیز
جا یہ لے لے، اور یہاں سے رات میں نکل جا	تاکہ یہ جھگڑالو' تجھے گرفت میں نہ لے لے

یعنی جا اس کو لے لے اور راتوں رات بھاگ جا تاکہ یہ وزیر تجھ سے جھگڑا نہ کرے۔

مابصد حیلت ازو ایں ہدیہ را	بستدیم اے بے خبر از جہدہا
ہم نے سینکڑوں تدبیروں سے یہ بخشش	حاصل کی ہے' اے کوششوں سے بے خبر!

یعنی ہم نے سینکڑوں حیلوں سے اس انعام کو اس سے لے لیا ہے۔ اے ہماری کوشش سے بے خبر۔ یعنی ان لوگوں نے کہا کہ میاں بڑی کوششوں سے اور کہہ سن کر تو یہ انعام بھی تجھے دلوا دیا تجھے کیا خبر کیسی کیسی مشکلوں سے وصول کیا ہے۔ بس اسی کو غنیمت سمجھ اور لے کر بھاگ جا ورنہ ممکن ہے کہ وہ تجھ سے اس کو بھی چھین لے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رو بدیشاں کرد و گفت اے مشفقاں	از کجا آمد بگوئید اے عواں
اس نے ان کی طرف رخ کیا اور کہا اے مشفقو!	بتاؤ یہ سپاہی کہاں سے آیا ہے؟

یعنی اس شاعر نے ان کی طرف توجہ کی اور بولا کہ یارو یہ وزیر کہاں سے آیا ہے ذرا بتاؤ تو۔

چیست نام ایں وزیر جامہ کن	قوم گفتندش کہ نامش ہم حسن
اس کپڑے اتارنے والے وزیر کا نام کیا ہے؟	لوگوں نے کہا اس کا نام بھی حسن ہے

یعنی اس کفن کھسوٹ وزیر کا نام کیا ہے کہا کہ اس کا نام بھی حسن ہی ہے۔ مطلب یہ کہ لوگوں سے اس شاعر نے پوچھا کہ میاں یہ ظالم وزیر کہاں سے آمرا اور اس کا نام کیا ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہاں یہ اسی کا ہم نام ہے یعنی اس کا بھی نام حسن تھا اور اس کا بھی نام حسن ہی ہے تو وہ کہتا ہے کہ۔

گفت یارب نام آں و نام ایں	چوں یکے آمد دریغ اے رب دیں
اس نے کہا اے خدا! اس کا نام اور اس کا نام	ایک کیسے ہوا؟ اے دین کے رب! افسوس ہے

یعنی اس شاعر نے کہا اے اللہ اس کا نام اور اس کا نام کیونکر ایک ہو گیا ہے۔ اے اللہ افسوس ہے۔ مطلب یہ کہ اے اللہ اس کا افسوس ہے کہ اس جیسا بدبخت کنجوس اس کا ہمنام کس طرح ہو گیا۔

آں حسن نامی کہ از یک کلک او	صد وزیر و صاحب آمد جود جو
وہ حسن نام والا کہ اس کے ایک قلم (کی جنبش) سے	سو وزیر اور صاحب، طالب بخشش تھے

یعنی وہ ایک حسن نام والا (تو ایسا تھا) کہ اس کے قلم سے سینکڑوں امیر و وزیر سخاوت کے متلاشی آتے تھے۔

ایں حسن کز ریش رشت ایں حسن	می تواں بافید اے جاں صد رسن
یہ حسن کہ اس حسن کی بدنما داڑھی سے	اے جان! سو رسیاں بٹی جائیں

یعنی یہ حسن اس حسن کی بڑی داڑھی سے اے جان سینکڑوں رسیاں بن سکتی ہیں۔ مطلب یہ کہ ایک تو وہ حسن تھا کہ اس کے دست نگر سینکڑوں امیر و وزیر تھے اور ایک یہ لمڈاڑھیا حسن ہے کہ ڈاڑھی تو اس قدر لمبی کہ چاہے رسی بانٹ لو اور حرکتیں ایسی نالائق اور کہتا ہے کہ

بر چنیں صاحب چو شہ اصغا کند	شاہ و ملکش را ابد رسوا کند
ایسے وزیر (کی بات) پر جب بادشاہ کان دھرتا ہے	وہ ہمیشہ شاہ اور اس کی سلطنت کو رسوا کرتا ہے

یعنی ایسے وزیر کی جب بادشاہ سنے تو بادشاہ کو اور اس کے ملک کو ہمیشہ رسوا کرے مطلب یہ کہ اگر ایسوں کی بادشاہ سنیں گے تو کمبخت بادشاہ کو اور اس کے ملک کو سب کو بدنام کر دے گا۔ اس لئے کہ یہ کنجوسی کرے گا اور وہ منسوب ہوگی بادشاہ کی طرف۔ تو دیکھو اوپر جو مولانا نے فرمایا تھا کہ "درمیاں ہر دو شان فرقیست نیک" وہ ثابت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو گیا۔ کہ دیکھو اس حسن میں اور اس حسن میں کس قدر فرق تھا حالانکہ نام دونوں کے ایک ہی تھے۔ یہاں چونکہ کہا ہے کہ نالائق وزیر کے قول پر عمل کرنے سے بادشاہ بھی بدنام ہوتے ہیں تو آگے اس وزیر کو ہامان وزیر فرعون سے اور اس بادشاہ کو فرعون سے تشبیہ دیتے ہیں کہ دیکھو جس طرح اس بادشاہ نے اس وزیر کا کہا مانا تو یہ بدنام ہوا اسی طرح فرعون نے جو ہامان کا کہا مانا تو وہ بھی خراب اور برباد ہوا۔

بادشاہ کی مروت کے فاسد کرنے میں اس وزیر کی بدرائی کا ہامان وزیر فرعون کے مشابہ ہونا

چند آں فرعون می شد نرم ورام	چوں شنیدے اوز موسیٰ آں کلام
بہت سی مرتبہ فرعون نرم اور مطیع بنا	جب وہ موسیٰ سے وہ کلام سنتا تھا

یعنی فرعون اکثر نرم اور مطیع ہو جایا کرتا تھا جبکہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے اس کلام کو سنتا۔

آں کلامیکہ بدادے سنگ شیر	از خوشی آں کلام بے نظیر
وہ کلام کہ پتھر دودھ دے دیتا	اس بے نظیر کلام کی خوبی سے

یعنی وہ کلام کہ اس کلام بے نظیر کی عمدگی کی وجہ سے پتھر بھی دودھ دینے لگے۔ مطلب یہ کہ جس کلام کی یہ شان ہے کہ اس کو سن کر پتھر بھی نرم ہو جاوے اور اس میں سے بھی دودھ نکل آوے۔ یعنی کلام حق تو اس کو سن کر فرعون تو اکثر نرم ہو جاتا تھا اور ظاہر نظر میں اس کی حالت سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ مسلمان ہو جاویگا مگر۔

چوں بہ ہاماں کہ وزیرش بود او	مشورت کردے کہ کینش بود خو
جب ہامان سے جو کہ اس کا وزیر تھا	وہ مشورہ کرتا جس کی خصلت کینہ پن تھی

یعنی جب ہامان سے جو کہ اس کا وزیر تھا اور جس کی خصلت کینہ وری تھی مشورہ کرتا۔

چوں بہ ہامان مشورت کردے دراں	مانعش گشتے مدام آں سخت جاں
جب وہ اس میں ہامان سے مشورہ کرتا	وہ سخت جان ہمیشہ اس کے لئے مانع بنا

یعنی جب اس میں ہاماں سے مشورہ کرتا تو وہ سخت جان ہمیشہ اس کو مانع ہوا کرتا (اس طرح کہ یوں کہتا کہ)

پس بگفتے تا کنوں بودی خدیو	بندہ گردی ژندہ پوشے را بریو
وہ کہتا کہ آپ اب تک شاہ مصر تھے	مکر سے ایک گدڑی پوش کے غلام بن گئے

یعنی پس اس سے کہتا کہ اب تک تو بادشاہ تھا اور (پھر) ایک کمبل پوش کا دھوکہ سے غلام ہو جاوے گا۔ یعنی اسے یوں سمجھاتا کہ میاں اب تک تو تم بادشاہ ہو اور اگر ان کی مان لوگے تو پھر یہ تم پر حاکم ہو جاویں گے اور تم تابع

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو جاؤ گے اور تابع بھی کسی بھلے آدمی کے نہیں ایک کمبل پوش فقیر کے تابع ہو گے بڑے شرم کی بات ہے۔

ہمچو سنگ منجنیقے آمدے	آں سخن بر شیشہ خانہ اوزدے
گوپھن کے پتھر کی طرح آتی	یہ بات اور اس کے شیش محل پر لگتی

یعنی وہ بات ایک گوپھیہ کے پتھر کی طرح آتی اور اس فرعون کے شیشہ خانہ (دل) پر لگتی۔

ہر چہ صد روز آں کلیم خوش خطاب	ساختے در یکدم او کردے خراب
وہ خوش کلام کلیم (اللہ) جو سو دن میں	بناتے وہ ایک دم میں اس کو برباد کر دیتا

یعنی کہ وہ حکیم خوش خطاب سو دن میں جو بناتے وہ ایک دم میں اس کو خراب کر دیتا۔ مطلب یہ کہ موسیٰ علیہ السلام جو پند و نصائح کر کے ایک مدت میں اس کو کچھ راہ پر لاتے وہ کمبخت ہامان ایک دم میں سارا بنا بنایا گھر بگاڑ دیتا۔ اس لئے کہ وہ تو یہ سمجھاتا تھا کہ ساری عزت اور جاہ برباد ہو جائے گی۔ بس اس کا تصور اس کو ان ساری باتوں سے پھیر دیتا تھا اور اس طرح اس وزیر کا کہنا ماننا فرعون کو خراب و برباد کرتا تھا۔ آگے مولانا خود انسان کے اندر ایک وزیر بتاتے ہیں کہ جس کا کہا ماننے کی وجہ سے یہ حضرت انسان بھی خراب ہو رہے ہیں فرماتے ہیں کہ۔

عقل تو مغلوب دستور ہواست	در وجودت رہزن راہ خداست
تیری عقل خواہش نفسانی کے وزیر سے مغلوب ہے	تیرے وجود میں راہ خدا کا ڈاکو ہے

یعنی تمہاری عقل وزیر خواہش نفسانی کے تابع ہو رہی ہے (اور وہی وزیر یعنی خواہش نفسانی) تیرے وجود میں راہ خدا کے رہزن ہے۔

ناصحے ربانئے پندت دہد	آں سخن را او بفن طرحے نہد
کوئی اللہ والا نصیحت کرنے والا تجھے نصیحت کرتا ہے	وہ اس بات کو چالاکی سے ٹال دیتی ہے

یعنی کوئی اللہ والا ناصح تجھے نصیحت کرتا ہے تو اس بات کو وہ وزیر (خواہش نفسانی) ایک طرف رکھ دیتا ہے۔

کایں نہ برجایست ہیں از جا مشو	نیست چنداں باخود آ شیدا مشو
کہ یہ بات باموقع نہیں ہے خبردار! جگہ سے نہ ٹل	یہ بات ایسی نہیں ہے ہوش میں آ دیوانہ نہ بن

یعنی کہ یہ ٹھیک نہیں ہے ہاں جگہ سے مت جا (یہ بات) اتنی نہیں ہے ہوش میں آ فریفتہ نہ ہو۔ مطلب یہ کہ تیری عقل پر خواہش نفسانی جو کہ وزیر کی طرح ہے غالب ہو رہی ہے اور اس کا غلبہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اگر اب کوئی اللہ والا تم کو نصیحت کرتا ہے تو وہ خواہش نفسانی تم کو اس طرح بہکا دیتی ہے کہ میاں یہ بات تو ٹھیک نہیں ہے اس میں عزت و آبرو کا نقصان ہے۔ مال کا نقصان ہے اس لئے اس ناصح کی نہ سننا چاہئے اور کہتا ہے کہ یہ بات اس قدر اہم تو ہے نہیں مگر اس نے فضول بھی اس کو اس قدر اہم بنا دیا ہے لہذا تم کو چاہئے کہ اس کی پرواہ نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کرو۔ اور اپنی حالت پر قائم رہو۔ کہیں اس کے فریب میں آ کر اور اس پر شیدا ہو کر اس کی مان مت لینا۔ اس طرح تم کو بہکا کر راہ حق سے روکتا ہے۔ تو دیکھو تمہاری عقل جو بادشاہ کی طرح نفس پر حاکم ہونا چاہیے تھی وہ اس سے مغلوب ہو گئی ہے کہ اس کو بہکا کر راہ حق سے دور کر دیتی ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

وائے آن شہ کہ وزیرش ایں بود	جائے ہر دو دوزخ پر کیں بود
اس بادشاہ پر افسوس ہے جس کا ایسا وزیر ہو	دونوں کا مقام غضبناک دوزخ ہے

یعنی اس بادشاہ پر افسوس ہے کہ اس کا یہ وزیر ہو دونوں کی جگہ دوزخ پر کیں ہوتی ہے یعنی جس بادشاہ کا وزیر ایسا بدحواس بادشاہ کی حالت بھی قابل افسوس ہے کہ دونوں دوزخ میں جاویں گے

شاد آں شاہے کہ او را دستگیر	باشد اندر کار چوں آصف وزیر
وہ بادشاہ قابل مبارکباد ہے کہ اس کا مددگار	ہو معاملہ میں آصف جیسا وزیر

یعنی وہ بادشاہ خوش نصیب ہے کہ اس کا دستگیر کام میں آصف وزیر کی طرح ہو۔

شاہ عادل چوں قریں او شود	نام او نور علےٰ نور ایں بود
منصف بادشاہ جب اس کا ساتھی ہو	تو اس کا نام نور علی نور ہو

یعنی جب اس وزیر کا ساتھی عادل بادشاہ ہو تو اس کا نام نور علیٰ نور ہو۔

چو سلیماں شاہ و چوں آصف وزیر	نور بر نورست عنبر بر عبیر
سلیمانؑ جیسا بادشاہ اور آصف جیسا وزیر	نور بالائے نورؔ عبیر پر عنبر ہے

یعنی سلیماں علیہ السلام جیسا بادشاہ ہو اور آصف جیسا وزیر ہو تو نور علیٰ نور ہے اور عنبر پر عبیر ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو سلیمان علیہ السلام تو بادشاہ عادل تھے ہی مگر چونکہ ان کے وزیر آصف رضی اللہ عنہ بھی کامل تھے ملک کا انتظام خوب ہوا اور دونوں مل کر نور علیٰ نور کے مصداق ہو گئے۔

شاہ فرعون و چو ہامانش وزیر	ہر دو را نبود زبد بختی گزیر
شاہ فرعون ہو اور ہامان جیسا اس کا وزیر	(تو) دونوں کے لئے بدبختی کے سوا چارہ نہیں ہے

یعنی فرعون تو بادشاہ اور ہامان جیسا وزیر ہو تو دونوں کو بدبختی سے چارہ نہ ہو۔

پس بود ظلمات بعضے فوق بعض	نے خرد یار و نہ دولت روز عرض
تاریکیاں ہوں گی تہ بہ تہ	قیامت کے روز نہ عقل یار ہو گی نہ دولت

یعنی پس (مصداق) ظلمات بعضھا فوق بعض کے ہوں گے اور قیامت کے دن نہ عقل ساتھی ہو گی

اور نہ دولت۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر فرعون جیسا بادشاہ اور ہامان جیسا وزیر ہو تو پھر دونوں کے دونوں بد بخت اور مصداق ظلمات بعضھا فوق بعض کے ہوں گے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

من ندیدم جز شقاوت در لئام	گر تو دیدستی رساں از من سلام
میں نے کمینوں میں سوائے بدبختی کے کچھ نہ دیکھا	اگر تو نے دیکھا ہے تو ان کو میرا سلام پہنچا دے

یعنی میں نے تو لئیموں میں سوائے شقاوت کے دیکھا نہیں (اے مخاطب) اگر تو نے دیکھا تو میرا اسلام کہہ دینا۔ مطلب یہ کہ میاں ہم نے تو لئیموں میں جن میں سے بعض کا ابھی ذکر ہوا ہے شقاوت ہی دیکھی۔ اور ان لوگوں کو شقی ہی دیکھا اور ان میں سعادت کا تو کہیں نام بھی نہ پایا اور اگر تم نے کہیں ان لئیموں میں سوائے شقاوت کے اور کچھ بھی دیکھا ہو تو ذرا اس سے ہمارا اسلام بھی کہہ دینا اس کہنے سے براہ مذاق یہ بتلانا مقصود ہے کہ میاں اس کے سوا اور کوئی بات ان میں ہوتی ہی نہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو جاں باشد شہ و صاحب چو عقل	عقل فاسد روح را آرد بہ نقل
شاہ بمنزلہ جان کے اور وزیر عقل جیسا ہوتا ہے	خراب عقل، روح کو نکال دیتی ہے

یعنی بادشاہ تو جان کی مثل ہوتا ہے اور وزیر عقل کی طرح تو عقل فاسد تو روح کو (صلاحیت سے) منتقل کر ہی دے گی۔ مطلب یہ کہ بادشاہ وزیر کی مثال روح اور عقل جیسی ہے۔ تو جس طرح عقل فاسد روح کو بھی خراب کر دیتی ہے اسی طرح وزیر بد بادشاہ کو بدبخت اور بدنام کر دیتا ہے اور تمہارا نفس وزیر ہے اور عقل بادشاہ کی طرح۔ تو اس وزیر بد کو بادشاہ پر غالب مت آنے دو اور اس کے کہنے پر مت چلو ورنہ پچھتاؤ گے آگے اس کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

آں فرشتہ عقل چوں ہاروت شد	سحر آموز دو صد طاغوت شد
عقل کا فرشتہ جب ہاروت بن جاتا ہے	دو سو شیطانوں کو جادو سکھانے والا ہو جاتا ہے

یعنی وہ فرشتہ عقل جب ہاروت ہو گیا تو دو سو شیطانوں کے لئے سحر سکھانے والا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو ہاروت ماروت جو فرشتے تھے اور عقل کی طرح پاک وصاف تھے۔ جب ان پر خواہش نفسانی غالب ہوئی تو آخر جو ان کا حشر ہوا معلوم ہے اور وہی فرشتے سحر سکھانے والے ہو گئے جو کہ صریح کفر تھا غرض جو ہوا اس خواہش نفسانی کے غلبہ ہی کی وجہ سے ہوا اور اس سے قبل بھی عرض کر دیا گیا ہے اور اب بھی عرض کیا جاتا ہے کہ ہاروت ماروت کا قصہ مولانا نے جہاں نقل کیا ہے بناءً علی المشہور نقل کیا ہے ورنہ اصل میں یہ قصہ محض غلط ہے اس کی کوئی بھی اصل نہیں جب یہ معلوم ہو گیا کہ خواہش نفسانی کے غلبہ سے یہ خرابی آتی ہے تو آگے نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

عقل جزوی را وزیر خود مگیر	عقل کل را ساز اے سلطاں وزیر
ناقص عقل کو اپنا وزیر نہ بنا	اے شاہ! عقل کل کو اپنا وزیر بنا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے سلطان عقل جزوی کو اپنا وزیر مت بنا۔ عقل کلی کو وزیر بناؤ۔

مر ہوا را تو وزیر خودمساز	کہ برآید جان پاکت از نماز
تو ہوا (وہوس) کو اپنا وزیر نہ بنا	کیونکہ تیری پاک جان عبادت سے خارج ہو جائے گی

یعنی خواہش نفسانی کو اپنا وزیر مت بنا۔ کہ تیری جان پاک نماز سے نکل آوے۔ مطلب یہ کہ تم عقل جزوی کے تابع مت ہو جس کا نام کہ نفس ہے۔ بلکہ عقل کل جو کہ واقعی عقل ہے اس کا کہا مانو ورنہ اگر تم خواہش نفسانی کے تابع ہو گئے تو پھر طاعات سے تم گھبرانے لگو گے اور طاعت میں ہرگز دل نہ لگے گا۔ اور ظاہر ہے کہ طاعات سے بھاگنا محرومی قسمت کی دلیل ہے لہذا اس نفس کے تابع مت ہو اور اس نفس کی طاعت سے اکتانے کی وجہ یہ ہے کہ۔

کایں ہوا پر حرص و حالی بیں بود	عقل را اندیشہ یوم الدین بود
کیونکہ یہ خواہش حرص بھری اور موجود کو دیکھنے والی ہوتی ہے	عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے

یعنی کہ یہ خواہش نفسانی تو پر حرص اور عاجل کی دیکھنے والی ہوتی ہے۔ اور عقل کو قیامت کی فکر ہوتی ہے۔

عقل را دو دیدہ در پایاں کار	بہر آں گل میکشد او رنج خار
عقل کی دونوں آنکھیں انجام کار پر ہوتی ہیں	وہ اس پھول کے لئے کانٹے کی تکلیف برداشت کرتی ہے

یعنی عقل کی دونوں آنکھیں تو انجام کار میں ہیں تو وہ اس پھول کے لئے کانٹوں کی تکلیف برداشت کرتی ہے۔

کہ نہ فرساید نہ ریزد در خزاں	باد ہر خرطوم اخشم دور ازاں
کیونکہ وہ خزاں میں نہ شکستہ ہوتا ہے نہ جھڑتا ہے	خدا کرے نہ سونگھ سکنے والے کی ناک اس سے دور رہے

یعنی وہ پھول خزاں میں نہ گھسے اور نہ گرے ہر اخشم کی ناک کی ہوا اس سے دور ہو۔ (اخشم کہتے ہیں اس شخص کو جس کی قوت شامہ معطل ہو جاوے) مطلب یہ کہ چونکہ نفس کی نظر تو نفع عاجل پر ہوتی ہے اور وہ دنیا ہی کے کاموں میں ملتا ہے۔ اس لئے وہ طاعات سے جو آخرت کے کام ہیں گھبراتا ہے۔ اور عقل کی نظر انجام کار پر ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس میں لگی رہتی ہے اور اس گل آخرت کے لئے دنیا کے خار مصیبت کو برداشت کرتی ہے۔ اور وہ پھول ایسا ہوتا ہے کہ اس کو کبھی زوال نہیں ہے۔ فانی نہیں ہے۔ بلکہ باقی ہے۔ لہذا جو لوگ کہ کور باطن ہیں اور دنیا والے ہیں خدا کرے ان کو اس پھول کی خوشبو ہی نہ پہنچے اور یہ منکرین اسی طرح محروم القسمت ہی رہیں۔ یہاں تک تو خود سالک کو تعلیم ہے کہ تم نفس کا اتباع مت کرو اور عقل کا اتباع کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ اگر چہ تم کو خود بھی عقل ہو مگر اس کو بھی کافی مت جانو بلکہ مرشد کے اتباع سے اس میں مدد لو۔ اور مرشد سے اس کی اصلاح کر لو۔ فرماتے ہیں کہ۔

ورچہ عقلت ہست با عقل دگر	یارباش و مشورت کن اے پدر
اگر چہ تیری (بھی) عقل ہے (لیکن) دوسری عقل کا	دوست بن جا اے بابا! مشورہ کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اور اگرچہ تم کو عقل ہو (مگر) دوسری عقل کے ساتھ یار رہ اور اے بابا مشورہ کر لیا کرو۔

یا دو عقل از بس بلاہا وارہی	پائے خود بر اوج گردونہا نہی
تو دو عقلوں کے ذریعہ بہت سی بلاؤں سے نجات پالے گا	اپنا پاؤں آسمانوں کی بلندی پر رکھے گا

یعنی دو عقلوں سے تو بہت سی بلاؤں سے چھوٹ جاوے گا اور اپنا پاؤں آسمان کی بلندی پر رکھے گا۔ مطلب یہ کہ اگرچہ تم کو خود عقل ہو مگر تم یہ کرو کہ مرشد کا اتباع کرو کہ اب تو ایک صرف تمہاری ہی عقل ہے اور پھر دو عقل مل جاویں گی ایک تمہاری اور ایک مرشد کی تو اس وقت دو آدمی مل کر بلاؤں کا مقابلہ اچھی طرح کر سکو گے لہذا نفس کو چھوڑ کر مرشد کے اتباع سے اپنی عقل کو درست کر لو تو پھر نور علیٰ نور کے مصداق ہو جاؤ گے اوپر مولانا نے فرمایا تھا کہ "دیو ہم وقتے سلیمانی کند" اور پھر اس پر ان دونوں وزیروں کی جن دونوں کا نام حسن تھا حکایت لائے تھے پھر اس کی مناسبت سے یہ مضمون کہ عقل کا اتباع کر و بیان کیا اب پھر اسی کی طرف رجوع ہے۔ وہاں کہا تھا کہ۔

پس سلیمانی کند بر تو مدام دیو باخاتم حذر کن والسلام

تو آگے اس کا قصہ جو مشہور ہے کہ ایک دیو نے خاتم چرالی تھی اور پھر سلطنت کرنے لگا تھا بیان فرماتے ہیں اور یہ قصہ مولانا بناءً علی المشہور بیان فرماتے ہیں ورنہ یہ قصہ بھی مثل قصہ ہاروت ماروت کے محض غلط ہے۔ مولانا تمثیل کے لئے بناءً علی المشہور بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ایک شاعر کو بادشاہ کے صلہ دینے اور وزیر حسن نامی کے اس صلہ کو زیادہ کرنے کا قصہ

ایک شاعر بامید خلعت واعزاز واکرام ایک بادشاہ کی حضور میں ایک قصیدہ لایا۔ بادشاہ چونکہ اہل کمال کا قدر دان تھا اس لئے اس نے حکم دیا کہ ان کو ایک ہزار اشرفیاں دے دی جائیں اور ان کی خوب تعظیم وتکریم کی جائے اور ان پر بکھیر بھی کی جاوے۔ وزیر نے کہا کہ یہ عطیہ بہت تھوڑا ہے دس ہزار دیجئے تاکہ یہ خوش واپس جاوے۔ اس جیسے شاعر اور آپ جیسے سخی کی نسبت سے یہ دس ہزار بھی جو میں نے کہے ہیں کم ہیں۔ القصہ اس فلسفہ کے ماہر حاکم نے بادشاہ سے اس کے متعلق یہاں تک گفتگو کی کہ خرمن کا عشر گھونڈروں میں سے بھی نکل آیا۔ یعنی بادشاہ نے اس کا پورا پورا حق ادا کر دیا اور حکم دے دیا کہ دس ہزار اشرفیاں اور ان کے مناسب خلعت ان کو دیدیا جاوے۔ اس سے شاعر نے بادشاہ کی بہت کچھ ثناء وصفت کی۔ اور اس کا سر گویا کہ بادشاہ کی ثناء وصفت کا گھر ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے بعد اس نے تفتیش کی کہ یہ کس کی کوشش تھی اور میری قابلیت بادشاہ پر کس نے ظاہر کی تھی لوگوں نے کہا کہ فلاں وزیر نے جن کا نام بھی حسن ہے اور خلق بھی اچھا ہے اور طبیعت بھی اچھی ہے۔ اس پر اس نے ایک طویل قصیدہ وزیر کی تعریف میں بھی لکھا اور گھر واپس ہو گیا۔ جب وہ واپس ہوا تو بادشاہ کی عطا کی ہوئی نعمتیں اور خلعتیں بزبان حال بادشاہ کی تعریف کر رہی تھیں۔ چند سال کے بعد فقر و فاقہ کے سبب اس کو پھر رزق اور اس کے لئے سفر کرنے کی ضرورت ہوئی۔ اس وقت اس نے دل میں کہا کہ محتاجی اور تنگ دستی کے وقت اسی کی جستجو بہتر ہے جس کو ایک مرتبہ آزما چکے ہیں اور جس درگاہ کو میں ایک مرتبہ آزما چکا ہوں بہتر ہے کہ اس نئی ضرورت کو بھی اسی کی طرف لے جاؤں۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لفظ اللہ کے معنی سیبویہ نے یہ بیان کئے ہیں کہ لوگ اس کی طرف اپنی ضروریات میں مضطر ہوتے ہیں اور اس نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے ذات پاک ہم اپنی ضروریات میں تیری طرف گھبرا کر آتے ہیں اور تجھ سے ان کو طلب کرتے ہیں اور تیرے پاس ان کو پاتے ہیں پس یہ نام ہی اس کے ملجاو ماویٰ ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ اس کے سینکڑوں اور ہزاروں عاقل تکلیف کے وقت اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور یہ تو کوئی مجنون اور پاگل بھی نہیں کرتا۔ کہ کسی بخیل اور عاجز سے بھیک مانگے پس ثابت ہوا کہ وہ جواد کریم اور قادر مختار ہے کیونکہ اگر عقلاً ہزاروں مرتبہ سے بھی زیادہ اس کے عطایاو انعامات کو نہ دیکھ لیتے تو کاہے کو اپنے کو اس کے سامنے طلب حاجت کے لئے لے جاتے۔ اور کچھ عقلا ہی پر منحصر نہیں بلکہ موجوں میں رہنے والی تمام مچھلیاں اور ہوا پر اڑنے والے تمام پرندے بلکہ وہ تمام موجیں جو کہ اسی کے ذوق وشوق میں نہایت کھلم کھلا کھیل رہی ہیں نیز ہاتھی بھیڑیئے شیر شکار بڑے بڑے اژدھے چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں سانپ بلکہ خاک ہوا پانی آگ بھی سب کے سب اسی سے سامان بقا و وجود پاتے ہیں اور اسی کی طرف سے ان پر تکلیف خزاں آتی ہے اور اسی کی جانب سے بہار عیش نیز یہ بلند اور عالیشان آسمان بھی ہر وقت متضرع رہتا ہے کہ آپ میری امداد تھوڑی دیر کے لئے بھی نہ روکئے میرا استون آپ کی حفاظت اور بچاؤ ہی ہے کیونکہ آپ کے دست قدرت میں لپٹا ہوا ہوں اور زمین کہتی ہے کہ اے وہ ذات جس نے مجھے پانی پر قائم کیا ہے آپ مجھے قائم رکھئے نیز تمام لوگوں نے تھیلیاں اسی سے دولت لے کر سی ہیں اور دوسروں کی ضروریات کا پورا کرنا اسی سے سیکھا ہے اور ہر نبی اس کی طرف سے یہ حکم لایا ہے کہ صبر وصلاۃ کے ذریعہ سے اس سے مدد چاہو ان وجوہ کی بناء پر تم کو جو کچھ مانگنا ہو حق سبحانہ ہی سے مانگو نہ کہ کسی اور سے اور پانی سمندر میں تلاش کرو نہ کہ سوکھی ندی میں۔ سمندر حق سبحانہ ہیں اور سوکھی ندیاں اور لوگ کیونکہ وہ ہالک الذات والصفات ہیں۔ ان کے پاس جو کچھ ہے سب عطائی ہے تو جو خود اس کے محتاج ہیں تم ان کو اپنا محتاج الیہ کیوں بناتے ہو۔ دیکھو اگر تم اوروں سے مانگو گے بھی تب بھی وہی دے گا کیونکہ اس سخاوت کی خواہش ورغبت وہی تو پیدا کرتا ہے پس معلوم ہوا کہ غیر اس کے مشیت کے بغیر تمہارے ساتھ کچھ سلوک نہیں کر سکتا۔ پس تم کو چاہئے کہ اس واسطہ کو درمیان سے اڑا دو اور براہ راست

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے مانگو شاید تم کو خیال ہو کہ وہ دے گا نہیں مگر تم سوچو کہ جو اعراض کرنے والے کو روپیہ دے کر قارون بنا دیتا ہے وہ اس وقت جبکہ تم اس کی طرف مطیعانہ متوجہ ہو گے تمہارے ساتھ کیا کچھ سلوک نہ کرے گا۔

خیر تو وہ شاعر بخیال بخشش اس محسن بادشاہ کی طرف چلا اور اپنے مناسب پیشکش کے لئے ہدیہ لے چلا اور شاعروں کا ہدیہ اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ وہ نیا قصیدہ کہیں اور محسن کے پاس لا کر اسے گروی رکھ دیں یعنی اس کے ذریعہ سے جر منفعت کریں۔ اس لئے اس نے بھی ایسا ہی کیا ادھر تو شاعروں کی یہ حالت ہے کہ وہ قصیدہ کہہ کر جر منفعت کرتے ہیں ادھر محسنوں کی یہ حالت ہے کہ سینکڑوں عطاؤں اور سخاوتوں اور احسانوں کی راہ سے انہوں نے دولت رکھ چھوڑی ہے اور شاعروں کے منتظر ہیں۔ اور شعر کے اتنے قدر دان ہیں کہ ان کے نزدیک ایک شعر پشمینہ کے سو تھانوں سے زیادہ باوقعت ہے بالخصوص وہ شاعر جو پاتال سے مضمون لاتا ہو۔ اس کے شعر کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ راز اس قدر دانی کا یہ ہے کہ آدمی کو سب سے پہلے روٹی کی خواہش ہوتی ہے کیونکہ غذا روح کی بقا کا ذریعہ ہے اس لئے وہ کمائی اور غصب اور دیگر سو تدبیروں کے لئے حرص و امید کے سبب جان ہتھیلی پر لئے ہوتا ہے اور ان کی تحصیل کے لئے انتہائی کوشش کرتا ہے مگر جبکہ وہ اتفاقاً روٹی کی طرف سے بے فکر ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ نام و نمود اور شاعروں پر عاشق ہوتا ہے تا کہ وہ لوگ اس کے آبا و اجداد اور اس کی اولاد کو اپنی تعریف سے نفع پہنچا دیں اور اس کے اظہار فضل کے لئے ممبر قائم کریں تا کہ اس کی شان و شوکت اور زر بخشی ان کی گفتگو سے عنبر کی بو کی طرح منتشر ہو اور اس خواہش کا راز یہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے ہمیں اپنی صفت پر پیدا کیا ہے اور ہماری صفات اس کی صفات کے ظلال و عکوس اور ان سے مستفید ہیں پس چونکہ حق سبحانہ اپنے بندوں سے طالب حمد و ثنا ہیں اس لئے آدمی بھی خواہاں مدح ہے۔ بالخصوص اہل اللہ جو کہ فضل میں کامل ہیں وہ تو تعریف سے یوں پھول جاتے ہیں جیسے صحیح سالم مشک ہوا سے اور یہ اثر طبعی واقتضائے سلامت و لطافت حس ہوتا ہے نہ کہ ازروئے افتخار و خود بینی اور برخلاف ان کے جو لوگ مدح کے اہل نہیں ہیں وہ اس جھوٹی تعریف سے معتد بہ اثر قبول نہیں کرتے کیونکہ ان کی مثال ایسی ہے جیسے پھٹی ہوئی مشک کہ وہ ہوا سے پھول نہیں سکتی۔ یہ صحیح و سالم مشک اور پھٹی ہوئی مشک کی تمثیل میں نے اپنی طرف سے نہیں دی ہے۔ اس لئے اگر تو اہل اور صاحب ہوش ہے تو اس کو معمولی نہ سمجھنا بلکہ یہ تمثیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بیان فرمائی ہے جبکہ آپ نے کسی کا یہ طعن سنا تھا کہ احمد اگر رسول ہیں تو اپنی تعریف سے کیوں خوش ہوتے۔ هذا هو المراد والمحشون خبطوا فی تقریر المقام حیث قالوا المشار الیه فی قوله این مثل الخ قولهٗ ان الله خلق ادم علی صورته وقالوا ایفهم منه ان الحدیث ورد فی جواب طعن الطاعن لانه لیس فی الحدیث مایدل علی فهموا ولافی کلام مولانا بل ظاهر کلامه قدس سره یاباه اباء اظاهرا فان قلت التمثیل لم یثبت من رسول الله صلی الله علیه وسلم فکیف یقال انه قاله رسول الله صلی الله علیه وسلم قلنا هکذالم

www.besturdubooks.wordpress.com

یثبت ان حدیث ان الله خلق آدم علی صورته ورد فی جواب الطعن فاستویافی عدم صحته النقل و ماقلنا مرجح بظاهر کلام مولانا فتعین هو لکونه مرادا۔ فافهم القصہ وہ شاعر بادشاہ کے پاس گیا اوراس کے پاس ایک قصیدہ اس احسان سابق کے شکریہ میں لے گیا جو کہ مرا نہ تھا۔ بلکہ اس کے آثار موجود تھے۔اور چونکہ کسی شے کے آثار کا باقی رہ جانا حکماً اسی شے کا بقاہے اس لئے گو محسن مرجاتے ہیں مگران کا احسان نہیں مرتا۔ارے بڑی چین ہے اس کے لئے جو یہ گھوڑا دوڑائے یعنی احسان کرے علی ہذا ظالم مرجاتے ہیں اوران کے ظلم باقی رہ جاتے ہیں اور خرابی ہے اس شخص کے لئے جو مکراور دغا کرتا ہے۔دیکھو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چین ہے اس کے لئے جو خود دنیا سے چلا جاوے اور کوئی اچھا کام اپنی یادگار چھوڑ جاوے۔ غرض محسن مرجاتا ہے مگراس کا احسان نہیں مرتا کیونکہ خدا کے نزدیک دین اوراحسان کوئی معمولی شے نہیں ہیں کہ وہ انہیں ضائع ہونے دے۔لہٰذا وہ ان کو باقی رکھتا ہے اور فعل نیک کے نہ مرنے کی دلیل یہ ہے کہ نیک نامی اثر ہے فعل نیک کا۔اور نیک نامی موجود ہے۔تو یقیناً ثابت ہوا کہ فعل نیک مرانہیں۔تم اس کا مشاہدہ کرسکتے ہو اور خرابی ہے اس کے لئے جو مرجائے اوراس کے گناہ نہ مریں ایسے شخص کو تم ہرگز نہ سمجھنا کہ وہ مرکر بچ گیا۔توبہ توبہ بھلا کہیں بچ سکتا ہے۔وہ تو اور پھنس گیا کیونکہ اس وقت وہ اس کا خمیازہ بھگتے گا۔اچھا اب اس ذکر کو چھوڑو اس لئے کہ شاعر راہ میں اور قرضدار ہے۔اور روپیہ کی اس کو شدید ضرورت ہے لہٰذا اس کو بادشاہ تک پہنچانا چاہئے خیر تو وہ شاعر بامید عطاواکرام واحسان گذشتہ ایک نازک قصیدہ جو در ناسفتہ سے لبریز تھا۔بادشاہ کی حضور میں لے گیا اور بادشاہ نے بھی حسب عادت اس کو ہزار اشرفیاں دے دینے کا حکم دیدیا۔کیونکہ اس کی عادت یہ ہی تھی کہ وہ ہزار ہی دیتا تھا مگراس مرتبہ وہ سخاوت سے لبالب وزیر براق عزت پر سوار ہوکر دنیا سے رخصت ہو چکا تھا اوراس کی جگہ ایک نیا وزیر حاکم ہوگیا تھا مگر یہ وزیر سخت بخیل اور بے رحم تھا۔اس نے بادشاہ سے کہا کہ حضور ہم کو بہت کام ایسے کرنے ہیں جن میں خرچ کی ضرورت ہوگی۔اس لئے ایک شاعر کو اتنا دینا مناسب نہیں میں اس رقم کے چالیسویں حصہ پر رضامند اور خوشنود کردوں گا۔اس پر لوگوں نے کہا کہ یہ شخص اس سے پیشتر بادشاہ سے دس ہزار اشرفیاں لے جاچکا ہے۔اب یہ شکر کے بعد بانس کیسے چبائے گا۔اور بادشاہی کے بعد گدائی کیونکر کرے گا۔یعنی اتنے بڑے عطیہ کے بعد اس قلیل رقم پر کیونکر رضامند ہوگا۔اس نے کہا کہ میں اسے خوب دباؤں گا تاکہ وہ انتظار سے مجبور ہوجاوے۔اس وقت اگر میں اسے رستہ کی مٹی بھی اٹھا کردے دوں گا تو وہ اس کو ایسا سمجھے گا جیسا کہ باغ میں سے پھول کی پتی مل گئی۔حضور آپ اس کو میرے حوالہ کردیں وہ تقاضا کرنے میں آتش کا پرکالہ ہی کیوں نہ ہو میں خود اس سے سمجھ لوں گا اگر وہ ثریا سے ثریٰ تک اور آسمان سے زمین تک بھی اڑے گا تب بھی جبکہ وہ مجھے دیکھے گا تو فوراً نرم ہوجاوے گا۔بادشاہ نے کہا کہ اچھا جاؤ تم جانو مگر اسے خوش کردینا۔کیونکہ وہ ہمارا ستائش گر ہے اس نے کہا کہ آپ اس کو اوراس جیسے سینکڑوں بھک منگوں کو مجھ پر چھوڑ دیجئے۔اور آپ مطمئن رہئے۔بلکہ ایسوں کو اور ایسے تین لاکھ کو آپ میرے حوالہ کردیجئے اور مجھ پر چھوڑ دیجئے میں آپ دیکھ لوں گا۔آپ بالکل خاطر جمع

رکھئے وہ یہ کہہ کر آیا اور آ کر اسے انتظار میں ڈال دیا۔ گرمیاں بھی گزر گئیں خزاں کا زمانہ بھی ختم ہو گیا اور بہار کا زمانہ آ گیا مگر ہنوز روز اول۔ شاعر اس کو جس قدر اپنی ضرورت دکھلاتا تھا وزیر وعدوں میں اتنی ہی چالاکی کرتا تھا۔ غرض وہ بیچارہ انتظار میں بڈھا ہو گیا۔ اور فکر و تدبیر سے بہت زچ ہو گیا۔ بالآخر اس نے کہا کہ اگر روپیہ نہیں دیتے تو گالی ہی دے دیجئے کچھ تو دیجئے۔ تاکہ میری جان اس بلا سے چھوٹ جاوے۔ اگر آپ ایسا کریں تو میں آپ کا عمر بھر غلام رہوں گا۔ اس انتظار نے تو مجھے مار ڈالا۔ آپ اتنا ہی کہہ دیجئے کہ جا ہم کچھ نہ دیں گے تاکہ مجھ بیچارہ کی جان تو اس قید سے چھوٹ جاوے۔ میں اور ہی کوئی ٹھکانہ ڈھونڈوں اس کے بعد اس نے اس رقم کا چالیسواں حصہ اس کے حوالہ کیا۔ یہ دیکھ کر شاعر کو بہت سوچ ہوئی کہ پہلی رقم تو فوراً ہی مل گئی تھی اور اس قدر زیادہ تھی اور یہ پھول دیر میں کھلا مگر مٹھی بھر کانٹے نکلے اس میں بھید کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ پہلا وزیر خدا اس کو جزا دے دنیا سے سدھار گیا ہے۔ جس کے سبب سے وہ بخشش دہ چند ہو گئی تھی۔ اور جس کے سبب بخشش میں غلطی واقع نہ ہوتی تھی نہ بلحاظ مقدار کے اور نہ باعتبار زمان کے اب وہ وزیر رخصت ہو گیا اور احسان کو بھی اپنے ساتھ ہی لیتا گیا۔ اس لئے یہ صورت پیش آئی۔ دیکھو وہ وزیر تو ضرور مر گیا ہے مگر اس کا احسان نہیں مرا۔ اور اسی طرح اس کی نیک نامی باقی ہے جو ثبوت ہے اس کے احسان کے زندہ ہونے کا۔ ہاں تو انہوں نے کہا کہ ہمارا حکیم اور صحیح الافعال وزیر تو رخصت ہو گیا اور اس کی جگہ یہ فقیروں کی کھال نوچنے والا آ پہنچا اچھا جو یہ دے تم اس سے لے لو اور رات ہی کو روانہ ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ تمہارا دشمن ہو جاوے کہ اس نے ہمارے عطیہ کی قدر نہیں کی۔ ہم نے سو تدبیروں سے اس سے یہ رقم نکالی ہے۔ آپ کو تو خبر نہیں کہ ہم نے کیا کیا کارروائیاں کی ہیں۔ یہ سن کر وہ لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ یہ ظالم کہاں سے آ مرا اور اس کپڑ کھسوٹ وزیر کا نام کیا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس کا نام بھی حسن ہے۔ اس نے کہا کہ اے اللہ اس کا نام ایک کیسے ہو گیا۔ یہ تو بڑے افسوس کی بات ہے وہ تو وہ حسن تھا کہ اس کے قلم کی ایک حرکت سے سینکڑوں وزیر خواہاں سخاوت تھے اور یہ وہ حسن ہے کہ اس کی بڑی ڈاڑھی سے سینکڑوں رسیاں بنائی جا سکتی ہیں کیونکہ یہ اسی قابل ہے۔ اگر بادشاہ سلامت ایسے وزیر کی بات سنیں گے تو بادشاہ کو بھی اور انکے ملک کو بھی ہمیشہ کیلئے بدنام کر دے گا۔ چنانچہ فرعون نے ہامان کی بات سنی تو دیکھو اس کا کیا انجام ہوا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔

بادشاہ کی مروت کے فاسد کرنے میں اس وزیر کی بدرائی کا ہامان وزیر فرعون کے مشابہ ہونا

فرعون جب موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سنتا تھا تو کسی قدر نرم اور منقاد ہوتا تھا مگر جب ہامان کینہ خصلت سے مشورہ کرتا تو ہمیشہ اس کو روکتا اور کہتا کہ اب تک آپ خدا تھے اور اب اس گدڑی والے کے مکر کے سبب اس کے غلام ہو جاؤ گے۔ کیا یہ آپ کو گوارا ہے یہ بات سنگ منجنیق کی طرح آتی اور اس کے قصد و ارادہ کے شیش محل سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ٹکرا کرا سے چکنا چور کر دیتی اور جو عمارت موسیٰ علیہ السلام سو دن میں بناتے وہ ایک دم میں گرا دیتا۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فرعون کی طرح تمہاری عقل بھی خواہش نفسانی سے مغلوب ہے اور تمہارے وجود میں بھی ایک راہ خدا کا رہزن موجود ہے چنانچہ جب کوئی ناصح ربانی تمہیں نصیحت کرتا ہے تو وہ اسباب کو چالاکی سے اڑا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ بات مناسب نہیں تم کو اپنی جگہ سے ہلنا نہ چاہئے اور یہ بات کوئی قابل وقعت نہیں ہے تم کو ہوش میں آنا چاہئے اور اس پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے۔ افسوس ہے اس بادشاہ پر جس کا وزیر ایسا ہو۔ ایسے دونوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور مزہ ہیں اس بادشاہ کے اس کا معین الہام آصف سا وزیر ہو جبکہ عادل بادشاہ کو ایسا وزیر مل جاوے۔ تو وہ نور علیٰ نور کے خطاب کا مستحق ہے اور جبکہ سلیمان سا بادشاہ ہو اور آصف سا وزیر ہو تو یوں کہئے کہ نور علیٰ نور اور عبیر بر عنبر ہے اور اگر فرعون سا بادشاہ اور ہامان سا وزیر ہو تو لامحالہ دونوں بد بخت ہوں گے اور ظلمات بعضھا فوق بعض کا مصداق بنیں گے۔ نہ عقل ان کی معین ہوگی اور نہ قیامت میں دولت ان کے کام آوے گی بات یہ ہے کہ پاجیوں کے اندر تو بدبختی ہی ہوتی ہے میں نے تو ان کے اندر بجز شقاوت کے اور کچھ دیکھا نہیں۔ اگر تم نے دیکھا ہو تو ہمارا بھی سلام کہہ دینا۔ دیکھو بادشاہ جان کے مانند ہوتا ہے اور وزیر عقل کی مثل۔ اور عقل فاسد کا قاعدہ ہے کہ وہ جان کو اس کے اصلی مرکز سے ہٹا دیتی ہے اور یہ عقل جو اصالۃ ملکوتی صفت ہے جب مثل ہاروت بن کر بگڑ جاتی ہے تو جان تو کیا سینکڑوں شیطانوں کی استاد بن جاتی ہے اور ان کو گمراہی کے افسوں سکھاتی ہے۔ پس تم عقل معاش کو اپنا وزیر نہ بنانا بلکہ عقل کل اور عقل معاد کو اپنا مشیر وصلاح کار بنانا اور تم خواہش نفسانی کو اپنا وزیر نہ بنانا کیونکہ اگر تم اسے وزیر بناؤ گے تو تمہاری جان پاک طاعت خداوندی سے نکل جاوے گی کیونکہ ہوائے نفسانی حریص ہے یہ تو وقتی مصلحت کو دیکھتی ہے اور وہی مشورہ دیتی ہے جس میں مصلحت وقت ہو برخلاف عقل معاد کے کہ اس کو روز جزا کا خیال رہتا ہے اور عقل معاد انجام کو دیکھنے والی آنکھیں رکھتی ہے اور اس گل کے لئے تکلیف خار برداشت کرتی ہے۔ جو نہ فرسودہ ہوگا اور نہ خزاں سے کرے گا بلکہ ابداً قائم رہے گا خدا کرے کہ اس کی وہ بو کسی نااہل کو نصیب نہ ہو۔ اور فاقد حس شم کی ناک کا سانس جو اس کی بو کو لے کر قوت شامہ تک پہنچاوے اس کی بو سے دور رہے۔ اب تک ہم نے عقل معاد کو مشیر بنانے کا مشورہ دیا ہے۔ مگر اس وقت ایک اور مفید مشورہ بھی دیتے ہیں وہ یہ کہ اگر چہ تم کو عقل معاد ہو اور تم نے اس عقل معاد کو اپنا مشیر بنالیا ہو مگر عقل شیخ کے ساتھ یہی تعلق رکھو اور اس سے بھی مشورہ کرو ان دو عقلوں کے ذریعہ سے تم بہت سی بلاؤں سے بچ جاؤ گے اور اتنے رفیع المنزلہ ہو گے کہ ساتویں آسمان سے اوپر ہو گے ہاں تو ہم نے اوپر کہا تھا کہ کبھی دیو بھی سلیمانی کرتا ہے مگر اس کی سلیمانی اور سلیمان کی سلیمانی میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔ اب ہم اسی مضمون کو بیان کرنا چاہتے ہیں سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

دیو کا سلیمان علیہ السلام کی جگہ بیٹھ جانا اور سلیمان علیہ السلام کی کاموں میں نقل کرنا اور دیو میں اور سلیمان علیہ السلام میں فرق کا ظاہر ہونا اور دیو کا اپنا نام سلیمان بن داؤد رکھنا

دیو گر خود را سلیمان نام کرد	ملک برد و مملکت را رام کرد
دیو نے اپنا نام سلیمان رکھ لیا	ملک لے اڑا اور سلطنت کو مسخر کر لیا

یعنی دیو نے اگر اپنا نام سلیمان کر لیا اور ملک لے گیا۔ اور رعایا کو مطیع کر لیا (تو اس سے کہیں وہ خود سلیمان تھوڑا ہی بن گیا اسی طرح اگر مکار لوگ شیوخ کی صورت بنا دیں تو کہیں شیوخ تھوڑا ہی ہو سکتے ہیں)

صورت کار سلیماں دیدہ بود	صورت اندر سر دیوی می نمود
اس نے (حضرت) سلیمان کے کام کا ظاہر دیکھا تھا	شیطانی باطن میں صورت رونما تھی

یعنی اس نے سلیمان علیہ السلام کے کام کی صورت دیکھی تھی تو صورت کے اندر دیو ہونے کا راز دکھا رہا تھا۔ مطلب یہ کہ اس نے چونکہ سلیمان علیہ السلام کو کام کرتے دیکھا تھا تو اسی طرح اس نے بھی کام شروع کر دئے مگر اس کی صورت سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ یہ سلیمان نہیں ہیں دیو ہے۔

خلق گفتند ایں سلیماں بے صفا است	از سلیماں تا سلیماں فرقہا است
لوگوں نے کہا یہ سلیمانؑ بے نور ہے	سلیمان سے سلیمان تک بہت فرق ہیں

یعنی لوگوں نے کہا کہ یہ سلیمان بے صفا ہیں اور سلیمان سلیمان میں بہت فرق ہیں مطلب یہ کہ لوگ سب کے سب اس خاتم کی وجہ سے اس دیو کے تابع تو ہو گئے تھے مگر کہتے تھے کہ وہ سلیمان تو با صفا ہیں اور یہ بے صفا ہے اور اس میں اور ان میں تو بہت فرق ہے وہ سلیمان اصل ہیں اور یہ کمبخت دھوکہ دے رہا ہے۔

او چو بیدار یست ایں ہمچوں وسن	ہمچنانکہ آں حسن تا ایں حسن
وہ بیداری کی طرح‘ یہ نیند کی طرح ہے	جیسا کہ اس حسن اور اس حسن میں

یعنی وہ (سلیمان اصل) تو بیداری کی طرح ہیں اور یہ اونگھ کی طرح ہے۔ جیسا کہ وہ حسن اس حسن تک۔ مطلب یہ کہ ان کی مثال تو بیداری جیسی ہے کہ ان کی صحبت میں انوار و برکات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اس نام کے سلیمان کی مثال

www.besturdubooks.wordpress.com

اونگھ جیسی ہے کہ کچھ نور وغیرہ نہیں ہے۔ اور ان دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ ان دونوں حسنین وزیروں میں تھا۔

دیو می گفتے کہ حق بر شکل من	صورتے کردہ ست خوش براہر من
دیو کہتا تھا کہ اللہ (تعالیٰ) نے میری صورت پر	شیطان کی خوبصورت صورت بنا دی ہے

یعنی وہ دیو کہتا کہ حق تعالیٰ نے میری ہمشکل ایک دیو کو کر دیا ہے۔

دیو را حق صورت من دادہ است	تا نیفتد ازد شمارا او بشست
اللہ (تعالیٰ) نے دیو کو میری صورت دیدی ہے	تاکہ وہ تمہیں کمند میں پھنسا لے

یعنی حق تعالیٰ نے دیو کو میری ہمشکل کر دیا تو دیکھو کہیں وہ تم کو جال میں نہ ڈال دے۔ مطلب یہ کہ چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے بقول مشہور سلطنت چھن گئی تھی مگر وہ خود موجود تو تھے تو اس دیو سے کوئی کہہ سکتا تھا کہ تو سلیماں کہاں ہے سلیمان تو وہ ہیں اس شبہ کو دور کرنے کے لئے کہا کرتا تھا کہ دیکھو حق تعالیٰ نے آزمائش کے لئے میری ہمشکل ایک دیو کو کر دیا ہے اور وہ دعویٰ سلیمانی کرتا ہے تم اس کے پھندہ میں مت پھنس جانا اور کہتا تھا کہ۔

گر پدید آید بدعویٰ زینہار	صورت او را مدارید اعتبار
اگر وہ دعوے کے ساتھ نمودار ہو، ہرگز	اس کی صورت کا اعتبار نہ کرنا

یعنی اگر دعویٰ کرے تو اس کی صورت کا ہرگز اعتبار مت کرنا۔ مطلب یہ کہ یہ دیو کہا کرتا تھا کہ دیکھو ایک دیو کو حق تعالیٰ نے تمہارے امتحان کے لئے میری صورت کا بنا دیا ہے تو اگر وہ دعویٰ سلیمانی کرے تو اس کا تم اعتبار مت کرنا اور جن کو وہ دیو کہا کرتا تھا وہ خود سلیمان علیہ السلام ہی تھے جو بقول مشہور بوجہ انگشتری کے پاس نہ ہونے کے سلطنت پر قابض نہ رہے تھے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

دیو شان از مکر ایں می گفت لیک	می نمود آں عکس بر دلہائے نیک
دیو مکاری سے ان سے کہتا تھا لیکن	اس کا نیک دلوں پر عکس ظاہر ہوتا تھا

یعنی دیو ان کو مکر سے یہ کہتا تھا لیکن وہ عکس نیک دلوں پر دکھائی دیتا تھا۔

نیست بازی با ممیّز خاصہ او	کہ بود تمیز عقلش غیب گو
دھوکا تمیز کرنے والے کے ساتھ (ممکن) نہیں ہے خصوصاً وہ	کہ جس کی تمیز اور عقل غیب کو بتا دے

یعنی ممیز کے ساتھ بازی نہیں ہے خاص کر اس کی ساتھ جس کی تمیز عقل غیب گو ہو۔

ہیچ سحر و ہیچ تلبیس و دغل	می نہ بندد پردہ بر اہل دل
کوئی جادو اور کوئی مکاری اور کوئی فریب	پردہ نہیں ڈال سکتا دولت والوں پر

یعنی کوئی سحر اور کوئی تلبیس اور دھوکہ اہل باطن پر پردہ نہیں باندھتے۔ مطلب یہ کہ وہ دیو سارق خاتم اپنے

www.besturdubooks.wordpress.com

ماتحتوں سے جواب اس کے زیر نگیں تھے یہ باتیں کہا کرتا تو جو اہل باطن تھے ان کو صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ غلط ہے اور یہ سلیمان اصل نہیں ہے کیونکہ وہ اہل باطن تھے اور جو اہل باطن ہوتے ہیں ان کے قلب پر حقیقت کا عکس پڑ جاتا ہے وہ صاف سمجھ رہے تھے کہ یہ جھوٹا ہے لہذا کرتے تھے کہ۔

پس ہمی گفتند با خود در جواب	باژ گونہ میروی اے کج خطاب
پھر وہ جواب میں اپنے دل میں کہتے	اے ٹیڑھی بات کرنے والے! تو الٹی چال چل رہا ہے

یعنی پس وہ دل میں جواباً کہا کرتے تھے کہ اے کج خطاب تو الٹا چل رہا ہے۔

باژ گونہ رفت خواہی آنچنیں	سوئے دوزخ اسفل اندر سافلیں
تو اسی طرح الٹا جائے گا	دوزخ کی جانب نیچے طبقوں میں سے نچلے میں

یعنی تو اسی طرح اوندھا دوزخ کی طرف اسفل السافلین میں جاوے گا۔

او اگر معزول گشت است و فقیر	ہست در پیشانیش بدر منیر
وہ (سلیمان) اگرچہ معزول اور فقیر ہو گئے ہیں	ان کی پیشانی میں چودھویں کا چاند ہے

یعنی وہ اگر معزول ہو گئے ہیں اور فقیر ان کی پیشانی میں بدر منیر ہے۔

تو اگر انگشتری را بردۂ	دوزخی چوں ز مہریر افسردۂ
تو نے اگر انگوٹھی اڑا لی ہے	تو دوزخ ہے زمہریر کی طرح ٹھٹھرا ہوا ہے

یعنی تو نے اگر انگشتری کو لے لیا ہے تو دوزخ ہے۔ زمہریر کی طرح ٹھٹھر رہا ہے۔

ما بپوش عارض و طاق طرنب	سر کجا کہ خود ہمی نہ نہیم سنب
ہم کروفر اور لشکر اور شان و شوکت کی وجہ سے	سر کجا ہم پاؤں بھی نہ رکھیں گے

یعنی عارضی کروفر اور دھوم دھام پر خود سر تو کیا ہم سم بھی نہیں رکھتے۔ مطلب یہ کہ وہ لوگ اگرچہ اس انگشتری کی وجہ سے بقول مشہور اس دیو کے تابع ہو گئے تھے مگر دل میں اس کے جواب میں کہا کرتے تھے کہ ارے کمبخت تو دوزخی ہے تو بھلا سلیمان کہاں سے ہو سکتا ہے۔ تیرے اندر صاف طور پر علامت کذب کی ظاہر ہو رہی ہے اور جو سلیمان اصل ہیں وہ اگرچہ بظاہر معزول ہو گئے ہیں مگر پھر بھی ان کے اندر علامت صدق کی موجود ہے اور ہم تیری اس ظاہری دھوم دھام کے دھوکہ میں ہرگز نہ آویں گے اور کہتے ہیں کہ۔

در بغفلت مانہیم او را جبیں	پنجۂ مانع برآید از زمیں
اگر ہم غفلت سے اس کے سامنے پیشانی رکھ دیں	روکنے والا پنجہ زمین سے برآمد ہو گا

یعنی اور اگر غفلت سے ہم اس کے آگے ماتھا رکھ دیں تو ہم کو زمین سے ایک پنجہ مانع ہو جاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ منہ آں سر مرایں سرزیر را	ہیں مکن سجدہ مرایں او بیر را
کہ اس لونڈھے کے لئے سر نہ جھکا	خبردار! اس بدبخت کے لئے سجدہ نہ کر

یعنی کہ اس کمینہ کے آگے وہ سرمت رکھو اور اس مدبر کو سجدہ مت کرو مطلب یہ کہ اگر ہم دھوکہ سے ان کے مطیع ہونے بھی لگیں تو دست غیب مانع ہوتا ہے اور ہم کو اس کاذب کی اطاعت سے روک دیتا ہے تو اسی طرح مکار شیوخ شیوخ صادقین کو برا بھلا کہتے ہیں اور اپنی اطاعت کرانا چاہتے ہیں مگر جو طالب صادق ہوتے ہیں ان کی غیب سے مدد ہوتی ہے اور وہ ان کاذبین سے محفوظ رہتے ہیں آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کردمے من شرح ایں بس جانفزا	گر نبودے غیرت و رشک خدا
میں اس کی پرلطف تشریح کرتا	اگر خدا کی غیرت اور رشک (مانع) نہ ہوتی

یعنی میں اس کی شرح بہت عمدہ (طریقہ سے) کرتا اگر حق تعالیٰ کی غیرت اور رشک نہ ہوتا۔

ہم قناعت کن تو بپذیرایں قدر	تا بگویم شرح ایں وقت دگر
تو بھی قناعت کر اور اس مقدار کو قبول کر لے	جب تک کہ میں اس کی دوسرے وقت شرح کروں

یعنی بس قناعت کر اور اسی قدر کو قبول کر لے تاکہ میں اس کی شرح دوسرے وقت کروں۔ مطلب یہ کہ ان مزورین کی حالت اور ان کے کذب کو خوب اچھی طرح بیان کرتا مگر غیرت حق مجھے بیان نہیں کرنے دیتی کہ۔

با مدعی مگوئید اسرار عشق و مستی   بگذارتا بمیرد در رنج خود پرستی

لہٰذا اب میں چپ رہتا ہوں اور اسرار کو بیان نہیں کرتا اور فرماتے ہیں کہ۔

نام خود کردہ سلیمانؑ نبی	روئے پوشی میکند بر ہر صبی
اپنا نام سلیمان نبی رکھ کر	ہر بچہ کے لئے (اپنی) روپوشی کر لیتا ہے

یعنی اپنا نام سلیمان کئے ہوئے ہے اور ہر بچہ کے سامنے روپوشی کرتا ہے۔

در گذر از صورت و از نام خیز	از لقب وز نام در معنی گریز
صورت سے آگے بڑھ اور (محض) نام سے دستبردار ہو جا	لقب اور نام کی بجائے باطن کی طرف جا

یعنی صورت سے گزر جا اور نام سے اٹھ لقب اور نام سے معنی میں بھاگ۔

پس بپرس از خلق و از افعال او	درمیان خلق و فعل او راجو
اس کے اخلاق اور افعال دریافت کر	اخلاق اور افعال کے درمیان اس کو تلاش کر

یعنی پھر اس کے خلق و افعال سے پوچھو خلق اور فعل کے درمیان میں اس کو تلاش کرو۔ مطلب یہ کہ صرف صوفی اور درویش کی صورت دیکھ کر اس کے معتقد نہ ہو جاؤ بلکہ صورت کو چھوڑ کر اس کی حقیقت پر نظر کرو۔ اور صفت درویشی جس میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا س سے فیض حاصل کرو۔ صورت کو چھوڑ کر اس کے حالات باطنی اور افعال ظاہری کی تحقیق کرو کہ کیسے ہیں اگر یہ دونوں اچھے ہوں تو وہ اچھا ہے اور اگر یہ اچھے نہیں صرف صورت ہی صورت درویشوں کی ہے تو اس کا ہرگز اعتبار مت کرو۔

کار ہر کس نیست ہیں در کش زمام	مسجد اقصےٰ بساز و کن تمام
خبردار! (یہ) ہر شخص کا کام نہیں ہے لگام کھینچ لے	مسجد اقصیٰ تعمیر کر اور مکمل کر

یعنی ہر شخص کا کام نہیں ہے ہاں لگام کھینچ اور مسجد اقصےٰ کو بناؤ اور پورا کرو۔ مطلب یہ کہ شیخ بننا ہر شخص کا کام نہیں ہے اس کو خوب سمجھ لو۔ اور اب اس بیان کو ختم کر کے مسجد اقصےٰ کے پورا ہونے کے قصہ کو بیان کرو آگے اسی کا قصہ ہے۔

شد تمام القصہ مسجد بے فتور	بد سلیماں زائرو مسجد مزور
قصہ مختصر بے عیب مسجد مکمل ہو گئی	(حضرت) سلیمان زیارت کرنے والے اور مسجد زیارت گاہ تھی

یعنی القصہ مسجد بے فتور پوری ہوگئی سلیمان تو زیارت کرنے والے تھے اور مسجد زیارت گاہ تھی مطلب یہ کہ مسجد اقصےٰ جب پوری ہوگئی تو سلیمان علیہ السلام اس کی زیارت کو تشریف لے جایا کرتے تھے تو وہ زائر تھے اور مسجد ان کی زیارت گاہ تھی۔ آگے اس کی پورا ہونے کے بعد کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

دیو کا سلیمان علیہ السلام کی جگہ بیٹھ جانا اور سلیمان علیہ السلام کی کاموں میں نقل کرنا اور دیو میں اور سلیمان علیہ السلام میں فرق کا ظاہر ہونا اور دیو کا اپنا سلیمان بن داؤد رکھنا

ترجمہ وتشریح:۔ ایک دیو انگشتری سلیمان علیہ السلام پر قابض ہو کر اور سلیمانؑ کی شکل بنا کر تخت پر قابض ہو گیا تھا اس نے گو اپنا نام سلیمان مشہور کیا اور ملک بھی حاصل کر لیا اور سلطنت کو بھی مسخر کر لیا۔ لیکن اس نے سلیمان علیہ السلام کے افعال کی صرف صورت دیکھی تھی اس لئے اسی کی نقل کرتا تھا اور معنی سے واقف نہ تھا۔ لہٰذا اس کی صورت میں دیویت کا راز ظاہر تھا جس کو اہل بصیرت لوگ تاڑ گئے تھے اور کہتے تھے کہ یہ سلیمان تو بے صفا ہے اور اس سلیمان میں جو ہم نے پہلے دیکھا تھا اور اس سلیمان میں بہت بڑا فرق ہے وہ مثل بیداری کے تھے یہ مثل نیند کے ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان دونوں سلیمانوں میں واقعی یوں بعد تھا جیسا کہ حسن نام دونوں وزیروں میں جن کا قصہ ہم اوپر بیان کر آئے ہیں خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب سنو کہ وہ دیو پیش بندی کے لئے کہتا تھا کہ حق سبحانہ نے میری شکل ایک دیو کو بھی پہنا دی ہے اور اس کو میری سی صورت عطاء کی ہے تم دھوکہ نہ کھانا۔ مبادا وہ تمہیں جال میں پھانس لے اگر وہ آ کر سلیمان کا دعویٰ دار ہو تو تم ہرگز اس کی بات کا اعتبار نہ کرنا وہ دیو گو مکر سے ان سے یہ باتیں کرتا تھا مگر اہل بصیرت پر اس کا الٹا اثر

پڑتا تھا اور وہ اس کو خلاف واقع سمجھتے تھے۔ اہل بصیرت و تمیز کو دھوکہ دینا کھیل نہیں ہے بالخصوص وہ ممیز جس کی تمیز و عقل راز غیب بیان کرتی ہو اور کوئی منتر کوئی تلبیس اور کوئی فریب ارباب دولت باطنیہ کے لئے پردہ بن کر حقیقت حال کو نہیں چھپا سکتا۔ الا نادر اپس وہ لوگ اس کے جواب میں اپنے دل میں کہتے تھے کہ او غلط گو تو الٹا چل رہا ہے۔ پس تو یوں ہی دوزخ میں اسفل السافلین میں اوندھا گرے گا وہ اگر معزول ہو گیا ہے یا مفلس ہو گیا ہے اور تو نے اس کے تخت حکومت پر قبضہ کر لیا ہے تو کیا مضائقہ ہے۔ اس کی پیشانی میں ایک نور روشن ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سلیمان اصلی وہی ہے اور تو سلیمان نقلی ہے۔ تو نے اگر انگشتری لے لی اور اس کے ذریعہ سے بظاہر سلیمان بن بیٹھا ہے تو تیری ایسی مثال ہے جیسے کوئی چیز بظاہر دوزخ ہو اور بباطن زمہریر کی طرح سرد۔ ہم لوگ تیری شان و شوکت اور سپاہ اور طمطراق کی بناء پر سر تو کیا پاؤں بھی نہ رکھیں گے اور اگر بھول چوک سے ہم اس کے سامنے پیشانی رکھ بھی دیں تو زمین سے ایک ہاتھ نکلے گا جو ہم کو اس سے مانع ہوگا۔ یعنی تائید غیبی ہم کو اس سے روکے گی۔ اور کہے گی کہ تو اس کے سامنے سر نہ رکھنا اور اس بدبخت کے سامنے سجدہ نہ کرنا میں اس مضمون کی نہایت نفیس شرح کرتا اور بتاتا کہ حق کی تائیدان کے لئے کیونکہ ہوتی ہے اور حق سبحانہ کا ان کے ساتھ کیا معاملہ ہے بشرطیکہ حق سبحانہ کی غیرت اور اس کے رشک کا خوف نہ ہوتا۔ کیونکہ وہ اسرار ہیں اور ان کے اظہار سے حق سبحانہ کو غیرت آتی ہے۔ لہذا تو اسی پر قناعت کر اور اتنی ہی قبول کر لے تاکہ میں اس کی شرح کسی دوسرے وقت کر سکوں خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب میں اصل قصہ کی طرف عود کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس نے اپنا نام سلیمان نبی رکھ لیا تھا مگر لونڈوں سے ہی اپنے کو چھپا سکتا تھا۔ نہ کہ اہل بصیرت سے بس جبکہ تم کو معلوم ہو گیا کہ دیو نے گو صورت سلیمان بنالی تھی مگر معنی سلیمان کے نہ ہونے سے وہ سلیمان نہ ہو گیا تھا لہذا تم صورت اور نام کو چھوڑ و کہ وہ بالکل بے سود ہے اور لقب اور نام کو چھوڑ کر معنی کو دیکھو۔ اور مخلوق سے آدمی کے اخلاق و افعال میں اسے ڈھونڈ و مگر یہ ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ ذلک فضل الله یوتیه من یشاء اچھا اب قصہ ختم کرنا چاہئے اور مسجد اقصےٰ بنانا اور اس کو تیار کرنا چاہئے غرض کہ وہ مکمل ہو گئی اور سلیمان اس کے زائر تھے اور مسجد ان کی مزور واللہ اعلم

شرح شبیری

سلیمان علیہ السلام کا ہر روز مسجد اقصےٰ میں اس کے پورا ہونے کے بعد عبادت اور عابدین و معتکفین کو وعظ سنانے کے لئے آنا اور مسجد میں عقاقیر کا اگنا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنا

چوں سلیمان نبی شاہ انام	ساخت مسجد راؤ فارغ شد تمام
جب شاہ عالم سلیمان نبی نے	مسجد بنائی اور بالکل فارغ ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب سلیمان علیہ السلام نے جو خلق کے بادشاہ تھے مسجد کو بنالیا اور بالکل فارغ ہو گئے۔

ہر صباح او را وظیفہ ایں بدے	کامدے در مسجد اقصےٰ شدے
ہر صبح کو ان کا یہ معمول تھا	کہ آتے ' مسجد اقصیٰ میں جاتے

یعنی روزانہ ان کی یہ عادت تھی کہ آ کر مسجد اقصےٰ میں تشریف لے جاتے۔

ہر گیاہے رستہ دیدے اندرو	پس بگفتے نام و نفعے خود بگو
اس میں نیا بوٹا اگا ہوا دیکھتے	تو فرماتے اپنا نام اور فائدہ بتا

یعنی جو گھاس کہ اس میں اگا ہوا دیکھتے تو (اس سے) فرماتے کہ اپنا نام اور نفع بیان کر۔

تو چہ داروئی چہ نامت چہ است	تو زیاں بر کہ و نفعت بر کہ است
تو کس (مرض) کی کیا دوا ہے تیرا کیا نام ہے؟	تو کس کے لئے مضر اور کس کے لئے نفع رساں ہے؟

یعنی تو کیا دوا ہے اور تو کیا ہے اور تیرا نام کیا ہے تو کس کے لئے نقصان ہے اور تیرا نفع کس کے لئے ہے۔

پس بگفتے ہر گیاہے فعل و نام	کہ من آں را جانم و ایں را حمام
تو ہر بوٹی کام اور نام بتاتی	کہ میں اس کے لئے جان اور اس کے لئے موت ہوں

یعنی پس ہر گھاس اپنا اثر اور نام بتا دیتا کہ میں فلاں کے لئے تو باعث زندگی ہوں اور اس کے لئے موت ہوں۔

من مر ایں را زہرم و آنرا شکر	نام من ایں است بر لوح قدر
میں اس کے لئے زہر اور اس کے لئے شکر ہوں	لوح محفوظ میں میرا یہ نام ہے

یعنی میں اس کے لئے تو زہر ہوں اور اس کے لئے شکر ہوں اور میرا نام قضا و قدر میں یہ ہے یعنی وہ گھاس اپنا نام اور نفع وضرر سب ان سے بیان کر دیا کرتا تھا۔

پس سلیماں با حکیماں زاں گیا	شرح کردے نفع وضرش زاں گیا
پھر (حضرت) سلیمانؑ طبیبوں سے اس بوٹی کے	نفع اور نقصان کی شرح کرتے' اے بوے!

یعنی پس سلیمان علیہ السلام حکیموں سے اس گھاس کے نفع وضرر کو شرح بیان فرمادیتے۔

پس طبیباں از سلیماں زاں گیا	عالم و دانا شدند و مقتدا
تو طبیب (حضرت) سلیمانؑ کی وجہ سے اس بوٹی کے بارے میں	عالم اور دانا اور مقتدا بنے

یعنی پس طبیب سلیماں علیہ السلام کی وجہ سے اس گھاس (کے نفع وضرر) سے عالم و دانا و مقتدا ہو جاتے۔

یعنی ان سے سیکھ کر بڑے بڑے حکیم و دانا بن جایا کرتے تھے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کتبہائے طبیبے ساختند	جسم را از رنج می پرداختند
یہاں تک کہ انہوں نے طب کی کتابیں تصنیف کیں	بدن کو مرض سے نجات دلائی

یعنی یہاں تک کہ انہوں نے طب کی کتابیں بنائیں اور جسم کو تکالیف سے خالی کرنے لگے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں نجوم و طب وحی انبیاست	عقل و حس راسوئے بے سوره کجاست
یہ نجوم اور طب نبیوں کی وحی ہے	عقل وحس کے لئے لامکان کی جانب راستہ کہاں ہے؟

یعنی یہ نجوم اور طب انبیاء کی وحی ہیں عقل اور حس کو لامکان کی طرف راہ کب ہے۔ مطلب یہ کہ طب اور نجوم دونوں انبیاء کو وحی کے ذریعہ سے بتائے گئے ہیں طب کے لئے تو ابھی حضرت سلیمان علیہ السلام کا بتانا بیان ہوا اور ممکن ہے کہ نجوم بھی کسی نبی پر نازل ہوئی ہو ورنہ عقل کی رسائی عالم بالا میں اس طرح کس طرح ہوسکتی ہے۔ کہ وہاں کے حالات پر مطلع ہو۔ جب اس کو اس قدر قدرت نہیں ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ ضرور یہ ادھر ہی سے بتلائی گئی ہے۔ اور کچھ بعید بھی نہیں اس لئے کہ یہ دونوں عالم مستقل ہیں مگر ہاں طب کے اصول تو ابھی مدون ہیں اس لئے اس کا اعتبار کرنا تو جائز ہے مگر چونکہ نجوم کے اصول مدون نہیں رہے اور مدون نہ رہنے کی دلیل اس میں خلاف اصول شرع کے ہونا ہے۔ کیونکہ جب کسی نبی پر نازل ہوئی ہوگی تو اصول میں تو سب انبیاء متفق ہی ہیں لہذا اس میں بھی اصول شرع کے موافق اصول کا ہونا ضروری تھا اور جب اس میں اس کے خلاف امور ہیں تو ضرور اس کے اصول مدون نہیں رہے۔ لہذا اس کے اوپر اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ خوب سمجھ لو۔ آگے بھی مولانا ان دونوں چیزوں کا وحی سے معلوم ہونا بیان فرماتے ہیں کہ۔

عقل جزوی عقل استخراج نیست	جز پذیرائے فن و محتاج نیست
ناقص عقل ایجاد کرنیوالی عقل نہیں ہے	ضرور تمند اور فن کو قبول کر لینے والی کے علاوہ کچھ نہیں ہے

یعنی عقل ناقص عقل استخراج نہیں ہے سوائے فن کے قبول کر لینے کے اور محتاج کے نہیں ہے۔

قابل تعلیم و فہم ست ایں خرد	لیک صاحب وحی تعلیمش دہد
یہ عقل تعلیم اور سمجھ کے قابل ہے	لیکن اس کو صاحب وحی تعلیم دیتا ہے

یعنی یہ خرد تعلیم و فہم کے تو قابل ہے لیکن صاحب وحی اس کو تعلیم دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ عقل حیوانی جو کہ عقل ناقص ہے اس میں اس کی تو قابلیت ہے کہ اس کو تعلیم کی جاوے تو یہ تعلیم کو قبول کرلے اور سمجھ لے مگر یہ خود عالم بالا کے امور کو استخراج نہیں کرسکتی۔ ہاں جو انبیاء سمجھاتے ہیں اور بتاتے ہیں اس کو سمجھ ضرور لیتی ہے جب یہ بات ہے تو یہ دونوں علوم مذکورہ بھی اس نے خود استخراج نہیں کئے۔ بلکہ صاحب وحی نے بتادیئے اور اس نے سمجھ لئے اور انہیں پر کیا خاص ہے بلکہ

جملہ حرفتہا یقین از وحی بود	اول او لیک عقل آنرا فزود
یقینا تمام پیشے وحی کے ذریعہ ہوتے ہیں	ان کی ابتداء لیکن عقل نے ان کو بڑھایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمام پیشے کا شروع وحی سے تھا۔ لیکن عقل نے اس کو بڑھالیا۔ مطلب یہ کہ اول تو ہر پیشہ کی تعلیم یعنی اس کے اصول تو اول وحی سے معلوم ہوئے۔ مگر اس عقل نے اس میں ترقی دے لی اصول کو اس نے خود معلوم نہیں کیا۔ آگے مولانا اس کی ایک دلیل بیان فرماتے ہیں کہ۔

ہیچ حرفت را بہ بیں کایں عقل ما	تاندا و آموختن بے اوستا
دیکھو! ہماری یہ عقل کوئی پیشہ	کیا وہ بغیر استاد کے سیکھ سکتی ہے؟

یعنی کسی پیشہ کو دیکھ لو کہ یہ ہماری عقل کیا بے استاد کے سیکھ سکتی ہے۔

گرچہ اندر مکر مواشگاف بد	ہیچ پیشہ رام بے استا نشد
اگرچہ (وہ عقل) تدبیر میں بال کو چیرنے والی تھی	کوئی پیشہ استاد کے بغیر قابو میں نہ آیا

یعنی اگرچہ مکر میں بال کی کھال نکالنے والا ہو (مگر) کوئی پیشہ بے استاد کے رام نہیں ہوا۔

دانش پیشہ ازیں عقل اربدے	پیشۂ بے اوستا حاصل شدے
پیشہ کا علم اگر عقل سے ہوتا	(تو) پیشہ بغیر استاد کے حاصل ہو جاتا

یعنی پیشہ کا جاننا اس عقل سے اگر ہوتا تو کوئی پیشہ تو بے استاد کے حاصل ہو جاتا۔ مطلب یہ کہ کسی پیشہ کو دیکھ لو کہ یہ ہماری عقل بے استاد کے اس کو سیکھ نہیں سکتی۔ اگرچہ دیسے کتنا ہی سمجھدار اور چالاک ہو مگر بے استاد کے کبھی بھی نہیں سیکھ سکتی۔ تو اگر یہ عقل ایجاد حرفت میں کافی ہوتی تو بے استاد کے خود کوئی پیشہ تو سیکھ سکتی۔ جب اس ظاہری استاد کی حاجت فروع کے سیکھنے میں ہوتی ہے تو اصول کے سیکھنے کے لئے تو بدرجہ اولیٰ استاد کی ضرورت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ضرور یہ علوم ثابت بالوحی ہی ہیں۔ آگے قابیل کا ہابیل کو قتل کر کے گورکنی کا پیشہ ایک کوے سے سیکھنے کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو ایک لاش کو کہیں چھپا دینا کوئی بڑا باریک کام نہ تھا مگر قابیل اس عقل سے اس کو بھی نہ سمجھ سکا تو بھلا علوم عالیہ اس عقل سے کس طرح بے بتائے معلوم ہو سکتے ہیں۔ خوب سمجھ لو۔ اب حکایت سنو۔

قابیل کا کوے سے گورکنی کے پیشہ کو سیکھنا قبل اس کے کہ دنیا میں گورکنی کا پیشہ تھا

کندن گورے کہ کمتر پیشہ بود	کے ز فکر حیلہ و اندیشہ بود
قبر کھودنا جو معمولی پیشہ ہے	کب غور اور تدبیر اور خیال سے ہوا؟

یعنی ایک قبر کھودنا جو کہ بہت ہی کم درجہ کا پیشہ تھا کب حیلہ اور اندیشہ کی فکر سے تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بدے ایں فہم مر قابیل را	کے نہادے بر سر او ہابیل را
اگر یہ سمجھ قابیل میں ہوتی	(تو) وہ ہابیل (کی نعش کو) سر پر کب رکھتا؟

یعنی اگر قابیل کو یہ سمجھ ہوتی تو ہابیل کو سر پر کب رکھتا (اور یہ کیوں سوچتا پھرتا کہ)

کہ کجا غائب کنم ایں کشتہ را	ایں بخون و خاک در آغشتہ را
کہ میں اس مقتول کو کہاں چھپاؤں؟	اس خون اور مٹی میں لتھڑے ہوئے کو

یعنی اس مقتول اور خاک وخون میں لتھڑے ہوئے کو کہاں چھپاؤں۔ مطلب یہ کہ دیکھو قبر کھودنا ایک بہت ہی ذلیل اور آسان کام تھا مگر قابیل اپنی اس عقل جزوی سے اس کو نہ جان سکا اور ہابیل کی لاش کو سر پر رکھے پھرتا تھا کہ اسے کہاں چھپاؤں۔

دید زاغے زاغ مردہ در دہاں	بر گرفتہ تیز ے آمد براں
اس نے دیکھا کہ ایک کوا مردہ کوے کو منہ میں	لئے تیزی سے اڑا آ رہا ہے

یعنی ایک کوے کو دیکھا کہ ایک مردہ کو منہ میں پکڑے ہوئے تیزی سے اڑتا ہوا چلا آ رہا ہے۔

از ہوا زیر آمد وشد او بفن	از پئے تعلیم او را گورکن
وہ ہوا سے نیچے اترا اور ہنرمندی سے بنا	قبر کھودنے والا اس کو سکھانے کے لئے

یعنی وہ کوا ہوا سے نیچے آیا اور فن سے وہ قابیل کی تعلیم کے لئے قبر کھودنے لگا۔

پس بچنگال از زمین انگیخت گرد	زود زاغ مردہ را در گور کرد
پھر اس نے زمین سے پنجہ کے ذریعہ مٹی کھودی	جلدی سے مرے ہوئے کوے کو قبر میں رکھ دیا

یعنی پس اس نے پنجہ سے زمین کی گرد اٹھائی اور جلدی سے مردہ کوے کو قبر میں کیا۔

دفن کردش پس بپوشیدش بخاک	زاغ از الہام حق بدعلمناک
اس کو دفن کر دیا پھر اس کو مٹی سے چھپا دیا	کوا اللہ (تعالیٰ) کے الہام سے عالم تھا

یعنی اس کو دفن کیا اور پھر اس کو خاک سے چھپا دیا کوا الہام حق کی وجہ سے علم والا تھا۔ مطلب یہ کہ جب وہ ہابیل کی لاش کو کندھے پر رکھے ہوئے پھر رہا تھا تو حق تعالیٰ نے اس کی تعلیم کے لئے ایک کوے کو بھیجا کہ وہ ایک مردہ کوے کو لایا اور پنجہ سے زمین کھود کر اس مردہ کوے کو داب دیا اب کوئی کہے کہ بھلا کوے کو کہاں سے خبر ہوئی تو فرماتے ہیں کہ کوے کے قلب میں حق تعالیٰ نے ڈال دیا تھا اور وہ اس الہام حق سے عالم گورکنی تھا۔

گفت قابیل آہ شد بر عقل من	کہ بود زاغے زمن افزوں بفن
قابیل نے کہا آہ! میری عقل پر افسوس ہے	کہ کوا ہنر میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو

یعنی قابیل نے کہا کہ افسوس میری عقل پر تف ہے کہ ایک کوا علم میں مجھ سے زیادہ ہے۔ غرضکہ ایک ادنیٰ کام کے لئے بھی اسی کی ضرورت ہوئی کہ کوئی عالم غیب ہی سے آ کر بتادے تو پس ثابت ہو گیا کہ اصول تمام حرف کے وحی سے ہی معلوم ہوئے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

عقل کل را گفت مازاغ البصر	عقل جزوی میکند ہر سو نظر
عقل کل کے لئے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا "نگاہ بھٹکی نہیں"	جزوی عقل ہر جانب نظر دوڑاتی ہے

یعنی عقل کل کو تو مازاغ البصر فرمایا ہے اور عقل جزوی ہر طرف نظر کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو عقل کل کی نسبت تو فرمایا گیا ہے کہ مازاغ البصر و ما طغیٰ اور عقل جزوی تو ہر طرف نظر کرتی ہے اور اس کو ہر گھڑی ایک نئی طرف نگاہ ہوتی ہے اور اسی طرح گمراہ رہتی ہے اور فرماتے ہیں کہ۔

عقل مازاغست نور خاصگان	عقل زاغ استاد گور مردگاں
"مازاغ" والی عقل خاصان (خدا) کا نور ہے	کوے کی عقل مردوں کی قبر کی استاد ہے

یعنی مازاغ والی عقل تو خواص کا نور ہے اور عقل زاغ مردوں کے گور کی استاد ہے۔ مطلب یہ کہ جس عقل کی نسبت ازاغ البصر و ما طغیٰ آیا ہے وہ تو نور خواص ہے کہ یہ آیت بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ہے تو مازاغ والی عقل تو خواص کی عقل ہے۔ جس کو غیب سے امداد ہوتی ہے اور ہماری عقل زاغ کی طرح ہے کہ جس طرح اس زاغ نے قابیل کو گورکنی سکھائی تھی اسی طرح یہ ہماری عقل ہم کو معاش کے ذرائع بہت سکھاتی ہے۔ اور حقیقت کی طرف خود اس بیچاری ہی کی رسائی نہیں ہے تو دوسروں کو یہ کیا سکھا سکے گی آگے فرماتے ہیں کہ۔

جان کہ او دنبالۂ زاغان پرد	زاغ او را سوئے گورستان برد
وہ جان جو کووں کے پیچھے اڑے	کوا اس کو قبرستان کی جانب لے جائے گا

یعنی جو جان کہ وہ کووں کے پیچھے اڑے تو کوا تو اس کو گورستان میں لے جاوے گا۔

ہیں مرواندر پئے نفس چو زاغ	کو بگورستاں بردنے سوئے باغ
خبردار! کوے جیسے نفس کے پیچھے نہ لگ	جو قبرستان کی طرف لے جاتا ہے نہ کہ باغ کی جانب

یعنی ہاں کوے جیسے نفس کے پیچھے مت جاؤ کہ وہ تم کو گورستان میں لے جاوے گا۔ نہ کہ باغ میں مطلب یہ کہ جو روح کہ نفس کی تابع ہو جاوے وہ حقیقت شناس ہو ہی نہیں سکتی۔ کیونکہ دیکھو قابیل کو کوے نے بجز گورکنی کے اور کیا سکھایا اسی طرح یہ نفس بجز معاش کے اور کیا سکھا سکتا ہے یہ باغ غیب کی طرف ہرگز نہ لے جاوے گا لہٰذا اس کے تابع ہو کر مت چلو بلکہ۔

گر روی رو در پئے عنقائے دل	سوئے قاف و مسجد اقصائے دل
اگر لگتا ہے تو دل کے عنقا کے پیچھے لگ	دل کی مسجد اقصیٰ اور (کوہ) قاف کی جانب (جا)

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اگر چلتے ہو تو عنقائے دل کے پیچھے چلو۔ قاف کی طرح اور مسجد اقصائے دل کی طرف مطلب یہ کہ اگر چلنا ہی ہے تو زاغ نفس کو ترک کرو اور عنقائے دل کے تابع ہو تو وہ عنقا تم کو قاف عالم غیب کی طرف لے جاوے گا اور اس وقت تم دل کی مسجد اقصےٰ میں پہنچ جاؤ گے اور دل کے باغ و بہار تک تمہاری رسائی ہو جاوے گی اور پھر یہ ہوگا کہ۔

نو گیاہے ہر دم از سودائے تو	می دمد در مسجد اقصائے تو
تیرے خیال کی نئی گھاس ہر وقت	تیری مسجد اقصیٰ میں اگتی ہے

یعنی ہر دم ایک نیا گھاس تمہارے فکر سے تمہارے مسجد اقصا میں اگے گا۔

تو سلیماں وارداد او بدہ	پے براز وے پائے رو بروے منہ
تو (حضرت) سلیمان کی طرح اس کی قدر کر	اس سے پتہ لگا انکار کا پاؤں اس پر نہ رکھ

یعنی تو سلیمان علیہ السلام کی طرح اس کی داد دے اور اس کے تابع ہو جا ردکا پاؤں اس پر مت رکھ۔ مطلب یہ کہ اگر تم دل کے تابع ہو گے جو کہ مسجد اقصےٰ کی طرح پاک و صاف ہو تو اس میں تمہاری خیالات کا ایک باغ و بہار لگے گا نئے نئے پودے روز پیدا ہوا کریں گے۔ اب تم کو چاہئے کہ جس طرح سلیمان علیہ السلام ہر ہر پودے سے اس کے خواص وغیرہ دریافت کرتے تھے۔ اور پھر دوسرے لوگوں کو بتاتے تھے تو جو مضر ہوتا تھا اس سے بچتے تھے اور مفید کو حاصل کرتے تھے۔ اسی طرح تم بھی دل کے افکار میں غور کرو اور جو مضر ہو اس کو ترک کر کے مفید کو حاصل کرو اور اس کا اتباع کرو۔ اور ان کو پامال مت کئے دو کہ ان کی طرف التفات ہی نہ کرو اور وہ پیدا ہو ہو کر یوں ہی ختم ہو جایا کریں کیونکہ۔

زانکہ حال ایں زمین باثبات	باز گوید با توز انواع نبات
کیونکہ اس پائیدار زمین کی مٹی کا حال	بوٹیوں کی قسمیں تجھ سے پھر کہہ دیں گی

یعنی اس لئے کہ خاک اس زمین باثبات کی تجھ سے انواع نباتات کو بیان کرتی ہے۔

در زمین گر نیشکر ور خود نے است	ترجماں ہر زمیں بنت وی است
زمین میں خواہ گنا ہو خواہ نرکل	ہر زمین کی پیداوار اس کی ترجمان ہے

یعنی زمین میں اگر نیشکر ہے اور اگر خود نے ہے تو ہر زمین کا ترجمان اسی کا گھاس ہے۔

پس زمین دل کو نبتش فکر بود	فکر یا اسرار دلہا را نمود
تو دل کی زمین جس کا بوٹا خیال تھا	خیالات نے دل کے راز ظاہر کر دئے

یعنی پس زمین دل کی کہ اس کا گھاس فکر تھا افکار قلوب کے اسرار کو دکھاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو زمین میں جو پودے اگتے ہیں تو ان کے اگنے سے اس زمین کی حالت معلوم ہوتی ہے کہ اس زمین میں کس قسم کی قابلیت ہے اگر اس میں نیشکر اگی ہے تو وہ زمیں قابل ہے اور اگر بانس اگے ہیں تو معلوم ہو گیا کہ ناقص القابلیت ہے۔ تو اسی طرح دل جو زمین کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح ہے اور اس کے پودے ہیں افکار تو اگر افکار اچھے ہیں تو قلب بھی اچھا ہے ورنہ وہ بھی برا ہے۔ لہذا ان افکار میں غور کر کے ان کی حالت کو معلوم کرو۔ اور ان کو اس طرح ضائع مت ہونے دو خوب سمجھ لو۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

گر سخن کش یابم اندر انجمن	صد ہزاران گل بروئیم در چمن
اگر میں مجلس میں سخن فہم دیکھو	چمن میں لاکھوں پھول اگا دوں

یعنی اگر میں مجلس میں سننے والے کو دیکھ لوں تو میں چمن میں لاکھوں پھول اگاؤں۔

ور سخن کش یابم آندم زن بمزد	می گریزد نکتہا از دل چو دزد
اگر میں اس وقت بھڑوے کو بات نہ سمجھنے والا پاؤں	(تو) چور کی طرح نکتے دل سے بھاگتے ہیں

یعنی اور اگر سننے والا اس وقت کوئی بھڑوا ہو تو نکات دل سے چور کی طرح بھاگتے ہیں۔

مستمع چوں نیست خاموشی بہ است	نکتہ از نااہل گر پوشی بہ است
جب سننے والا نہیں ہے چپ رہنا بہتر ہے	اگر نکتہ کو نااہل سے چھپائے تو بہتر ہے

یعنی سننے والا جب نہیں ہے تو خاموشی بہتر ہے اور نکات کو اگر نااہل سے تو چھپاوے تو بہتر ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ سننے والے نااہل ہیں تو اب نکات بیان نہیں ہوتے۔ ورنہ اگر کوئی اہل سننے والا ہوتا تو لاکھوں نکات بیان کرتا۔ مگر اب تو ان نکات سے خاموشی بہتر ہے کیونکہ

بامدعی مگوئید اسرار عشق و مستی بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

چونکہ یہاں مستمعین کی دو حالتیں بیان کی ہیں ایک اہل ہیں ایک نااہل ہیں تو آگے اس مضمون کو بیان فرمانے لگتے ہیں کہ۔

جنبش ہرکس بسوئے جاذب است	جذب صادق نے چو جذب کاذب است
ہر شخص کی حرکت کھینچنے والے کی طرف ہے	سچی کشش جھوٹی کشش کی طرح نہیں ہے

یعنی ہر شخص کی جنبش ایک جاذب کی طرف ہے تو جذب صادق جذب کاذب کی طرح نہیں ہے مطلب یہ کہ ہر شخص ایک جاذب کی طرح منجذب ہوتا ہے مگر جذب صادق اور جذب کاذب میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور فرماتے ہیں۔

می روی گہ گمرہ و گہ در رشد	رشتہ پیدا نے و آں کت میکشد
تو کبھی گمراہ ہو کر چلتا ہے اور کبھی راہ راست پر	نہ ڈور ظاہر ہے اور نہ وہ جو تجھے کھینچتا ہے

یعنی تو کبھی تو گمراہ چل رہا ہے اور کبھی ہدایت میں تو تاگا ظاہر نہیں ہے اور نہ وہ جو کہ تجھے کھینچ رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اشترے کوری مہارتو رہیں	تو کشش می بین مہارت رامبیں
تو اندھا اونٹ ہے، تیری مہار گروی ہے	تو کشش کو دیکھ، اپنی مہار کو نہ دیکھ

یعنی تو ایک اندھا اونٹ ہے اور تیری مہار (کسی کے ہاتھ میں) گروی ہے تو تو کشش کو دیکھ اپنی مہار کو مت دیکھ مطلب یہ کہ تم کبھی تو مہتدی ہوتے ہو اور کبھی گمراہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم کو ایک جذاب جذب کر رہا ہے اور تم۔

رشتہ در گردنم افگندہ دوست می بروہر جا کہ خاطر خواہ اوست

کا مصداق ہو رہے ہو مگر ظاہر میں نہ وہ جذاب نظر آتا ہے اور نہ وہ رشتہ کیونکہ تم ابھی ایک اندھے اونٹ کی طرح ہو جس کی مہار کسی کے ہاتھ میں ہو۔ لہذا تم کو چاہئے کہ اس ساربان کی معرفت حاصل کرو کہ کون ہے پھر اگر وہ جذاب شر ہے تو اس سے بچو اور اگر جذاب نیک ہے تو اس کے پیچھے پیچھے راہ پر لگے ہوئے چلے جاؤ۔ اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ اگر وہ جذاب نظر آ جایا کرتا تو سب لوگ ہدایت پر ہو جایا کرتے۔ اس پوشیدہ رہنے میں کیا مصلحت ہے آگے اس پوشیدگی کی مصلحت بیان فرماتے ہیں کہ۔

گر شدے محسوس جذاب مہار	پس نماندے ایں جہاں دارالغرار
اگر مہار کھینچنے والا ظاہر ہو جاتا	تو یہ دنیا دھوکے کا گھر نہ رہتی

یعنی اگر مہار کا کھینچنے والا محسوس ہوتا تو یہ جہان دارالامتحان نہ رہتا۔

گبر دیدے کو پئے سگ میرود	سخرۂ دیو سیۂ رو می شود
کافر دیکھ لیتا کہ وہ کتے کے پیچھے جا رہا ہے	سیاہ رو شیطان کا فرمانبردار بن رہا ہے

یعنی کافر دیکھ لیتا کہ وہ ایک کتے کے پیچھے چل رہا ہے اور ایک دیو خبیث کا مسخرہ بن رہا ہے۔

در پئے او کے شدے ہمچوں اسیر	پائے خود را واکشیدے طفل و پیر
قیدی کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟	یہ بوڑھا لڑکا اپنا پاؤں کھینچ لیتا

یعنی اس کے پیچھے قیدی کی طرح کب ہوتا۔ اپنے پاؤں کو ہر بچہ اور بڈھا کھینچتا۔

در پئے او کے شدے مانند حیز	پائے خود را واکشیدے گبر نیز
ہجڑے کی طرح اس کے پیچھے کب جاتا؟	کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا

یعنی اس کے پیچھے نامرد کی طرح کب رہتا کافر بھی اپنا پاؤں کھینچ لیتا۔ مطلب یہ کہ اگر جذاب ظاہر ہوا کرتا اور جذاب خیر و شر معلوم ہو جایا کرتا تو کفار کفار نہ رہتے۔ بلکہ سارے مسلمان ہو جاتے اور

درکارخانۂ عشق از کفر ناگزیرست آتش کرا بسوزد گر بو لہب نباشد

لہذا اس دنیا میں کافر کا وجود ضروری ہوا اس لئے جذاب کی پوشیدگی ہی ضروری ہے ورنہ تمام عالم کا کارخانہ

www.besturdubooks.wordpress.com

درہم برہم ہو جاوے کارخانہ عالم کا قیام ہی اس پوشیدگی سے ہے آگے اس کی اور نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

گاؤ اگر واقف ز قصابان بدے	کے پئے ایشاں بداں دکان شدے
اگر گائے قصائیوں سے واقف ہوتی	(تو) کب ان کے پیچھے اس دکان تک جاتی

یعنی گائے اگر قصائیوں سے واقف ہوتی تو ان کے پیچھے دکان میں کب جاتی۔

یا بخوردے از کف ایشاں سبوس	یا بداوے شیر شان از چاپلوس
یا کب ان کے ہاتھ سے بھوسی کھاتی؟	یا پیار سے' کب ان کو دودھ دیتی؟

یعنی یا ان کے ہاتھ سے بھوسا کھاتی یا ان کو چاپلوسی کی وجہ سے دودھ دیتی۔

ور بخوردے کے علف ہضمش شدے	گر ز مقصود علف واقف شدے
اور اگر کھاتی تو چارہ اس کو کب ہضم ہوتا؟	اگر چارے کے مقصد سے وہ واقف ہوتی؟

یعنی اور گھاس کھا بھی لیتی تو اس کو ہضم کب ہوتا۔ اگر گھاس کے مقصود سے واقف ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ دیکھو گائے کو اگر خبر ہوتی کہ قصائی مجھے ذبح کے لئے لے جا رہا ہے اور یہ گھاس وغیرہ سب کاٹنے کے لئے کھلا رہا ہے تو نہ تو وہ اس کے ہمراہ جاتی اور نہ اس کے ہاتھ سے گھاس وغیرہ کھاتی۔ اور اگر کھا بھی لیتی تو وہ کھایا ہوا اس کو ہضم نہ ہوتا۔ اور وہ اسی فکر میں رہتی اور گھل گھل کر تباہ ہو جاتی۔

پس ستون ایں جہاں خود غفلت است	چیست دولت کایں دوا دو بالت ست
تو اس دنیا کا ستون خود غفلت ہے	دولت کیا ہے؟ یہ بھاگ دوڑ ہے مار پیٹ کیساتھ

یعنی پس اس جہان کا ستون خود غفلت ہے دولت کیا ہے بھاگ دوڑ مع لات کے مطلب یہ کہ غفلت ہی کی وجہ سے اس جہاں کا قیام ہے ورنہ سب کارخانہ درہم برہم ہو جاوے اس لئے کہ دیکھو لوگ مال و دولت پر مرے جاتے ہیں اور اصل اس دولت کی یہ ہے کہ اس میں ایک تو دو بمعنی بھاگنے کی ہے اور ایک ہے لت بمعنی لات کے تو مطلب یہ ہے کہ جس کے پاس دولت ہے وہ بھاگ دوڑ کرتا ہے اور مصیبت بھرتا ہے اور آخر میں لات کھاتا ہے یعنی محروم اس جہان سے چلا جاتا ہے تو بھلا ایسی شے کو کون قبول کرتا اور کون اس کی رغبت کرتا اگر اس جہاں میں غفلت نہ ہوتی یہ ساری خواہش اس ہی کی وجہ سے تو ہے اور اسی سے نظام عالم قائم ہے آگے دولت کے معنی خود واضح طور پر فرماتے ہیں کہ۔

اولش دو دو بآخر لت نجور	جز دریں ویرانہ نبود مرگ خر
اس کی ابتدا بھاگ دوڑ آخر مار کھا ہے	اس ویرانہ میں گدھے کی موت کے سوا نہیں ہے

یعنی اس کے اول میں بھاگ بھاگ اور آخر میں لات کھا اس ویرانہ میں سوائے مرگ خر کے اور کچھ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ بس اس ویرانہ دنیا میں بجز مصیبت کے اور کچھ حاصل نہیں ہے مگر غفلت کی وجہ سے سب

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی میں لگے ہوئے ہیں فرماتے ہیں کہ۔

تو بجد کارے کہ بگرفتی بدست	عیبش ایندم بر تو پوشیدہ شداست
تو نے جس کام کو کوشش سے ہاتھ میں پکڑا ہے	اس وقت تجھ پر اس کا عیب پوشیدہ ہے

یعنی تو نے جو ایک کام کو کوشش سے حاصل کیا ہے تو اس کا عیب اس وقت تجھ پر پوشیدہ ہو گیا ہے۔

زاں ہمی تانی بدادن تن بکار	کہ بپوشید از تو عیبش کردگار
اسی وجہ سے تو اس میں مصروف ہو سکا ہے	کیونکہ اللہ (تعالیٰ) نے تجھ سے اس کا عیب پوشیدہ رکھا ہے

یعنی تو کام میں اس لئے تن دے سکتا ہے کہ اس کے عیب کو حق تعالیٰ نے تجھ سے چھپا دیا ہے۔ مطلب یہ کہ تم جس دنیا کے کام میں لگ رہے ہو اور اس میں کوشش کر رہے ہو اس کی وجہ یہی ہے کہ تم کو اس کام کے عیوب پر نظر نہیں ہے ورنہ اگر عیوب پر نظر ہو جاوے تو تم دنیا کے کوئی کام نہ کر سکو یہ سارا غفلت ہی کا ظہور ہے۔

ہمچنیں ہر فکر کہ گرمی دراں	عیب آں فکرت شدست از تو نہاں
اسی طرح ہر وہ خیال جس میں تو سرگرم ہے	تیرے اس فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہے

یعنی اسی طرح جو فکر کہ تو اس میں سرگرم ہے اس کی فکر کا عیب تجھ سے پوشیدہ ہو رہا ہے۔

بر تو گر پیدا شدے زاں عیب وشین	زو رمیدے جان بعد المشرقین
اگر اس کا عیب اور نقصان تجھ پر عیاں ہو جاتا	تیری جان اس سے مشرق و مغرب کی دوری پر بھاگتی

یعنی اگر تجھ پر اس کا عیب اور برائی ظاہر ہو جاتی تو تیری جان اس سے بمقدار بعد مشرق و مغرب کے دور بھاگتی۔

حال کاخر زو پشیماں می شوی	گر شود ایں حالت اول کے دوی
وہ حال جس سے تو آخر میں شرمندہ ہوتا ہے	اگر تیری یہ حالت شروع میں ہو جاتی تو کب دوڑتا؟

یعنی جو حال کہ اس سے تو پشیمان ہو رہا ہے اگر تیرا یہ حال اول ہوتا تو تو دوڑتا ہی کیوں۔

پس بپوشید اول آں بر جان ما	تا کنیم آں کار بر وفق قضا
(اللہ نے) شروع میں اس کو ہم پر پوشیدہ کر دیا ہے	تاکہ ہم قضا کے مطابق وہ کام کریں

یعنی پس حق تعالیٰ نے اول اس کو ہماری جان پر پوشیدہ کر دیا تاکہ ہم اس کام کو قضا کے موافق کر لیں۔

چوں قضا آورد حکم خود پدید	چشم وا گشت و پشیمانی رسید
جب قضا نے اپنا حکم ظاہر کر دیا	آنکھ کھلی اور شرمندگی ہوئی

یعنی جب قضا اپنا حکم ظاہر لائی تو آنکھ کھل گئی اور پشیمانی پہنچ گئی مطلب یہ کہ تم دنیا کا جو کام کرتے ہو اس کے عیوب سب تم پر اول پوشیدہ ہوتے ہیں اور تم کو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ اس میں کیا کیا خرابی ہے کیونکہ تمہاری تقدیر

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تو یہ تھا کہ تم یہ کام کر دگے اور اگر اس کی برائیوں کا تم کو علم ہو جاتا تو تم اس کام سے کوسوں دور بھاگتے لہذا تم پر اس کے عیوب کو پوشیدہ کر دیا تو اول وہ کام تم کر لیتے ہو اس کے بعد جب وہ مضر ہوتا ہے تو پشیمان ہوتے ہو اور اس وقت آنکھ کھلتی ہے اور چونکہ تمام کاموں میں منافع اور مضار دونوں ہیں لہذا سارے دنیا کے کام ایسے ہی ہیں کہ اگر ان کے انجام کی خبر ہو جاوے تو سب ان کو چھوڑ بیٹھیں لہذا قضاؤ قدر نے ان سب عیوب کو پوشیدہ ہی رکھا ہے۔ آگے ایک مضمون ارشادی فرماتے ہیں کہ۔

ایں پشیمانے قضائے دیگر است	ایں پشیمانی بھل حق را پرست
یہ شرمندگی ایک دوسری قضا ہے	اس شرمندگی کو رہنے دے اللہ کی عبادت کر

یعنی یہ پشیمانی (بھی) ایک دوسری قضا ہے تو اس پشیمانی کو چھوڑ اور حق کی پرستش کر۔

ورکنی عادت پشیمان خورشوی	زاں پشیمانی پشیمان ترشوی
اگر تو عادت ڈال لے گا شرمندگی خور بن جائے گا	اس شرمندگی سے (اور) زیادہ شرمندہ ہو گا

یعنی اور اگر تم عادت کر لوگے اور پشیمانی خور ہو جاؤ گے تو اس پشیمانی سے اور زیادہ پشیمان ہو گے۔

نیم عمرت در پریشانی رود	نیم دیگر در پشیمانی رود
تیری آدھی عمر پریشانی میں (صرف) ہو جائے گی	باقی آدھی شرمندگی میں چلی جائے گی

یعنی تمہاری آدھی عمر تو پریشانی میں گئی اور باقی ماندہ آدھی پشیمانی میں گئی۔

ترک ایں فکر و پشیمانی بگو	حال و یاروکار نیکو تر بجو
اس فکر اور شرمندگی کو چھوڑ	اچھا حال اور یار اور کام تلاش کر

یعنی اس فکر اور پشیمانی کو ترک کر دو اور اچھا حال اور اچھا یار اور اچھا کام تلاش کرو

ورنداری کار نیکو تر بدست	پس پشیمانیت بر فوت چہ است
اگر تیرے پاس کوئی اچھا کام نہیں ہے	تو تیری شرمندگی کس چیز کے کھو جانے پر ہے؟

یعنی اور اگر اچھا کام تمہارے پاس نہیں ہے تو تمہاری پشیمانی کس چیز کی فوت پر ہے۔

گر ہمی دانی رہ نیکو پرست	ورنہ ندانی چوں بدانی کایں بدست
اگر تو اچھا راستہ جانتا ہے عبادت کر	اور اگر نہیں جانتا ہے تو کیسے جانے گا کہ یہ برا ہے؟

یعنی اگر تم راہ نیک کو جانتے ہو تو اتباع کرو اور اگر نہیں جانتے تو یہ کس طرح جانتے ہو کہ یہ برا ہے۔

بدندانی چوں ندانی نیک را	ضد را از ضد توان دیدے افتیٰ
جب تک تو نیکی کو نہیں سمجھے گا، بدی کو نہ سمجھے گا	اے نوجوان! ضد کو ضد سے پہچانا جا سکتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تو بد کو نہ جانے گا جبکہ تو نیک کو نہ جانے گا اے جوان ضد کو ضد سے دیکھ سکتے ہیں مطلب یہ ہے کہ میاں تم جواب برے کام پر پچھتا رہے ہو اور افسوس کر رہے ہو اس افسوس سے کیا ہوتا ہے کیونکہ کچھ عمر تو برے کاموں میں گزری اور کچھ اب ان پر افسوس میں گزار رہے ہو۔ تو بھلا بتاؤ تو کام کا وقت کونسا آوے گا۔ لہٰذا تم کو چاہئے کہ بس برے کام سے توبہ واستغفار کر کے کام میں لگ جاؤ تاکہ منزل تک پہنچو ورنہ ساری عمر جہاں تھے وہیں رہو گے برے کام کو چھوڑا ہے تو بعد توبہ کے اب اس کی پشیمانی کو بھی ترک کرو اور نیک کام یعنی یادِ حق میں مشغول ہو اور اگر تم کہو کہ ہم نیک کام جانتے ہی نہیں تو کس طرح کریں جواب یہ ہے کہ تم کس بات پر پچھتا رہے ہو۔ ظاہر ہے کہ یہی پچھتانا ہے کہ فلاں کام ہم نے برا کیا اگر یہ نہ کرتے فلاں کام اچھا کرتے تو اچھا ہوتا تو بھلا تم کو پشیمان ہونے کے لئے تو اچھے کام کا علم ہو گیا مگر اس کی بجا آوری کے لئے اس کا علم نہیں ہے تعجب کی بات ہے۔ لہٰذا تم کو چاہئے کہ بد کو چھوڑ کر نیک کام میں لگو اس لئے کہ جب برے کو جان لیا تو پھر نیک کا علم نہ ہونا تو ایک عجیب بات ہے۔ اس لئے کہ الاشیاء تعرف باضدادھا ایک چیز یعنی کار بد تو معلوم اور دوسری شے یعنی کار نیک کا علم نہ ہو نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ کار نیک کو بھی جانتے ہو۔ لہٰذا اس میں لگ جاؤ اور اس کار بد اور پشیمانی بد کو ترک کرو اب اگر کوئی کہے کہ صاحب ہم تو اس پشیمانی کے خیال کے ترک سے عاجز ہیں اور ہم سے یہ چھوٹتا ہی نہیں تو آ گیا اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

چوں زترک فکر ایں عاجز شدی	از گناہ آنگاہ ہم عاجز بدی
جبکہ تو اس فکر کے چھوڑنے سے عاجز ہو گیا ہے	اس وقت گناہ (چھوڑنے) سے عاجز تھا

یعنی جب اس فکر کی ترک سے عاجز ہو تو پھر تو گناہ سے بھی تم عاجز تھے۔

چوں بدی عاجز پشیمانی زچیست	عاجزی را باز جو کز جذب کیست
جب تو عاجز تھا تو شرمندگی کا ہے کی ہے؟	عاجزی کی جستجو کر کہ وہ کس کی کشش سے ہے

یعنی جب تم عاجز تھے تو پشیمانی کس چیز کی وجہ سے ہے تو عاجزی کو تلاش کرو کہ کس کے جذب کی وجہ سے ہے مطلب یہ ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم کو تو پشیمانی ہوتی ہے اور اس خیال کے دفع پر ہم قادر نہیں ہیں تو جواب یہ ہے کہ اچھا گناہ جب تم نے کیا تھا اس وقت بھی تو اس کے ترک پر تم قادر نہ تھے بلکہ اس کے فعل پر عاجز تھے جب یہ بات ہے تو پھر اس پر اب پچھتاتے کیوں ہو معلوم ہوا کہ نہیں تم کو قدرت حاصل ہے مگر خود ہی نہیں چھوڑتے تھے تو اسی طرح یہاں بھی قدرت تو ہے مگر اغواء شیطانی کی وجہ سے تم اس میں لگ رہے ہو۔ کیونکہ

عاجزی بے قادری اندر جہاں	کس ندیدست و نباشد ایں بداں
عاجزی بغیر قدرت کے دنیا میں	یہ سمجھ لے کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہو گی

یعنی عاجزی بے قادری کے جہاں میں کسی نے نہیں دیکھی اور نہ ہوتی ہے اس کو جان لو مطلب یہ کہ جب تم کہتے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ہم فلاں کام سے عاجز ہیں اس کہنے کے معنی یہی ہیں کہ کسی درجہ میں ہم کو قدرت بھی ہے ورنہ اگر تم کو قدرت بالکل نہ ہو تو تم پر عاجز کا اطلاق نہ ہوگا جیسے کہ اگر رات نہ ہو تو دن دن نہ رہے دن جو دن ہے بہ سبب رات ہی کے ہے۔ لہذا جب عجز ہے تو ضرور ہے کہ قدرت بھی ہے اور جب قدرت ہے تو بس پشیمانی کو ترک کر کے کام میں لگو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنیں ہر آرزو کہ مے بری	توز عیب آں حجابے اندری
اسی طرح جو آرزو تو کرتا ہے	تو اس کے عیب سے پردہ میں ہے

یعنی اسی طرح جو آرزو تو کرے تو اس کے عیب سے تو ایک حجاب میں ہے۔

ورنمودی علت آں آرزو	خود رمیدے جاں تو از جستجو
اگر اللہ (تعالیٰ) اس آرزو کا عیب نمودار کر دیتا	تو تیری جان جستجو سے خود بھاگتی

یعنی اور اگر اس آرزو کا عیب دکھائی دیتا تب تو تیری جان خود جستجو سے بھاگتی۔

گر نمودے عیب آں کار او ترا	کس نبردے کش کشاں آنسو ترا
اگر اس کام کا عیب وہ (خدا) ظاہر کر دیتا	کوئی کھینچ تان سے تجھے ادھر نہ لے جا سکتا

یعنی اگر اس کام کا عیب حق تعالیٰ تجھے دکھلا دیتے تو تجھے کوئی کشاں کشاں اس طرف نہ لے جاتا۔

واں دگر کارے کزاں ہستی نفور	زاں بود کہ عیبش آمد در ظہور
وہ دوسرا کام جس سے تو متنفر ہے	اس وجہ سے ہے کہ اس کا عیب ظاہر ہو گیا ہے

یعنی اور جس کام سے تم متنفر ہو رہے ہو یہ اس لئے ہے کہ اس کا عیب ظاہر ہو گیا ہے مطلب یہ ہے کہ غرض جس فکر اور آرزو میں اور دنیا کے جس کام میں تم لگے ہوئے ہو اس کی وجہ یہی ہے کہ اس کے عیب کی تم کو اطلاع نہیں ہے اگر عیب کی اطلاع ہو جاوے تو اس سے کوسوں دور بھاگنے لگو اور دیکھو جس کام کے عیوب تم کو معلوم ہو جاتے ہیں اس سے تم خود نفرت کرنے لگتے ہو۔ تو بس دنیا کے کام میں لگنا اور برے کام کو اختیار کرنا غفلت ہی کی وجہ سے ہے۔ اگر غفلت نہ رہے اور حق تعالیٰ چشم بصیرت عطا فرما دے تو پھر یہ بات نہ ہو۔ لہذا آگے حق تعالیٰ سے تعالیٰ کرتے ہیں کہ۔

اے خدائے رازداں خوش سخن	عیب کار بد زما پنہاں مکن
اے رازداں شیریں کلام خدا!	برے کام کا عیب ہم سے پوشیدہ نہ رکھ

یعنی اے خدائے رازداں خوش سخن برے کام کا عیب ہم پر پوشیدہ مت فرمایئے۔

عیب کار نیک را منما بما	تا نگردیم از روش سرد وہبا
ہمیں اچھے کام میں عیب نہ دکھا	تاکہ ہم رفتار میں ٹھنڈے اور ناچیز نہ بنیں

یعنی نیک کام کے عیوب ہم کو دکھایئے مت تاکہ ہم اس کے رد کی وجہ سے سرد اور فضول نہ ہو جاویں مطلب یہ کہ اے

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ برے کاموں کے عیوب تو ہم کو دکھلا دے کہ ہم ان سے بچیں اور نیک کاموں کے عیوب جو ہمارا نفس تراشتا ہے مثلاً سود نہ لینا جو نیک کام ہے اس میں نفس عدم ترقی کا عیب بتلاتا ہے ان عیوب کو ہم سے چھپائے رکھئے تا کہ ہم ان کاموں میں رغبت کریں یہاں تک یہ مضمون کہ ہر کام کے اصول وحی سے معلوم ہوئے ہیں مع اپنے متعلقات کے ثابت ہو گیا تو اب پھر اسی قصۂ سلیمان کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ وہ ان نباتات سے خاصیت دریافت کر کے اطباء کو بتلا دیا کرتے تھے۔

ہم براں عادت سلیمان سنی	رفت در مسجد میان روشنی
بزرگ سلیمان اسی عادت کے مطابق	(صبح کی) روشنی میں مسجد میں گئے

یعنی اسی عادت کے موافق حضرت سلیمان بزرگ (صبح کے وقت) روشنی میں تشریف لے گئے۔

قاعدہ ہر روز را می جست شاہ	کہ بہ بیند مسجد اندر نو گیاہ
روزانہ کا قاعدہ تھا کہ شاہ تلاش کرتے	تاکہ مسجد میں (کوئی) نئی بوٹی دیکھیں

یعنی ہر روز کے قاعدہ کے موافق شاہ (دین) تلاش کر رہے تھے کہ مسجد میں کوئی نیا گھاس دیکھیں۔ آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح سلیمان علیہ السلام مسجد اقصےٰ میں نیا گھاس اور نئی بوٹی تلاش کر رہے تھے اسی طرح عارفین کاملین قلب میں نئے نئے واردات غیبیہ کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور وہ اس میں لگے رہتے ہیں فرماتے ہیں کہ۔

دل بہ بیند سر بداں چشم صفی	آں حشائش کہ شد از عامہ خفی
مصفی آنکھ سے دل دیکھ لیتا ہے راز	ان بوٹیوں کا جو عوام سے پوشیدہ ہیں

یعنی دل پوشیدہ طور پر اس چشم برگزیدہ سے ان بوٹیوں کو دیکھتا ہے جو عوام سے پوشیدہ ہیں (اور وہ علوم و معارف واردات ہیں) کہ وہ ظاہر میں تو ایک ویرانہ میں ہے مگر باطن میں وہ ایک باغ کا مشاہدہ کر رہا ہے اور اس ظاہری باغ و بہار سے اس کو کوئی غرض نہیں ہوتی۔ آگے اس پر ایک حکایت لاتے ہیں۔

قصہ ایک صوفی کا کہ باغ کے اندر مراقبہ میں مشغول تھا تو اس کے دوستوں نے کہا کہ سر اٹھا کر باغ اور خوشبوؤں کی سیر کر کہ قرآن میں آیا ہے انظروا الیٰ اثار رحمة الله

صوفئے در باغ از بہر کشاد	صوفیانہ روئے برزانو نہاد
ایک صوفی نے باغ میں مشاہدہ کے لئے	صوفیوں کے طریقہ پر منہ زانو پر رکھ دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک صوفی نے باغ میں تفریح کے لئے صوفیوں کی طرح منہ گھٹنے پر رکھا۔

پس فرو رفت او بخود اندر نغول	شد ملول از صورت خوابش فضول
وہ گہرائی میں اتر گیا	ایک لغو انسان اس کی نیند کی (سی) صورت سے پریشان ہو گیا

یعنی پس وہ اپنے اندر ایک گہرے گڑھے میں چلا گیا تو اس کی نیند جیسی صورت سے بیکار شخص پریشان ہوا۔ (اور بولا کہ)

کہ چہ خسپی آخر اندر رزنگر	ایں درختاں بین و آثار خضر
کہ کیوں سوتا ہے؟ انگوروں کو دیکھ	ان درختوں اور سبزے کے آثار کو دیکھ

یعنی سو کیا رہا ہے ذرا انگور میں دیکھ ان درختوں کو دیکھ اور سبزی کے آثار کو دیکھ۔

امر حق بشنو کہ گفت است انظروا	سوئے ایں آثار رحمت آر رو
اللہ (تعالیٰ) کا حکم سن اس نے فرمایا ہے اس کو دیکھ	رحمت کے ان آثار کی جانب رخ کر

یعنی حکم حق کو سن کر فرمایا کہ دیکھو اور ان رحمت (بارش) کے آثار کی طرف توجہ کر۔ مطلب یہ کہ ایک صوفی باغ میں جا کر سر جھکا کر مراقب ہو گیا تو اس کے ساتھیوں نے کہا کہ میاں کیا سر جھکا کر بیٹھے ہو ذرا سر اٹھاؤ اور انگور درخت پھول پھلواری دیکھو کیونکہ خود حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انظروا الیٰ آثار رحمة الله تو رحمت سے مراد بارش ہے۔ یہ درخت جو بارش کے آثار ہیں ان میں غور کرو اور ان کے حسن کو دیکھو اور فرحت حاصل کرو اس کو سن کر وہ صوفی صاحب جواب دیتے ہیں کہ۔

گفت آثارش دلست اے بوالہوس	آں بروں آثار آثار است وبس
اس نے کہا اے بوالہوس اس کے آثار دل ہے	وہ باہر فقط آثار کے آثار ہیں

یعنی صوفی نے کہا کہ اے بوالہوس اس (کی رحمت) کے آثار تو دل (مع مافیہ) ہے اور وہ باہر صرف آثار کے آثار ہیں۔

باغہا و سبزہا در عین جاں	بر بروں عکسش چو در آب رواں
باغات اور سبزے جان میں ہیں	باہر اس کا عکس ہے جیسا کہ رواں پانی میں

یعنی باغات اور سبزے جان میں ہیں اور باہر ان کا عکس ہے جیسے کہ چلتے ہوئے پانی میں (باغات وغیرہ کا عکس ہوا کرتا ہے)

آں خیال باغ باشد اندر آب	کہ کند از لطف آب آں اضطراب
پانی میں باغ کا عکس ہوتا ہے	جو پانی کی لطافت کی وجہ سے ہلتا رہتا ہے

یعنی پانی میں وہ باغ کا خیال ہوتا ہے جو کہ پانی کی لطافت کی وجہ سے اضطراب کرتا ہے۔

باغہا و میوہا اندر دل است	عکس لطف او بریں آب وگل است
باغات اور پھل دل کے اندر ہیں	اس کی لطافت کا عکس اس پانی اور مٹی پر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میوے اور باغات دل میں ہیں اور اس (دل) کی لطافت کا عکس آب وگل پر ہے۔ مطلب یہ کہ ان صوفی صاحب نے جواب دیا کہ میاں تم کو خبر تو ہے نہیں اصل باغ و بہار اور میوے تو قلب مومن میں ہیں اور اصل میں وہی آثار رحمۃ اللہ ہیں اور جو میرے وغیرہ ظاہر میں نظر آتے ہیں یہ تو دل کے ثمرات کے جو کہ آثار اصلی ہیں۔ رحمت کے آثار ہیں۔ ان کی ایسی مثال ہے کہ جیسے باغات کا عکس پانی میں پڑا کرتا ہے۔ پانی کی لطافت کی وجہ سے وہ درخت وغیرہ متحرک اور سرسبز وشاداب معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ وہ اصل درخت اور میوے نہیں ہیں بلکہ وہ ان اصلی میووں کا عکس ہیں۔ جو باغ میں لگ رہے ہیں تو اگر کوئی اس پانی والے باغ کا گرویدہ ہو جائے اور اس اصل باغ کو چھوڑ دے تو ظاہر ہے کہ محرومی کے سوا اس کے ہاتھ کیا آوے گا تو اسی طرح باغ و بہار اصل تو دل میں ہے اور یہ ظاہری باغ و بہار دل کے باغ و بہار کی ایسے ہی عکوس ہیں جیسے اس ظاہری باغ و بہار کا عکس پانی میں پڑ رہا تھا آگے وہ صوفی صاحب اس کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ۔

گر نبودے عکس آں سرو سرور	پس نخواندے ایزدش دارالغرور
اگر (یہ) اس سرور کے سرو کا عکس نہ ہوتا	تو اس کو اللہ (تعالیٰ) دھوکے کا گھر نہ فرماتا

یعنی اگر (یہ جہاں) اس سرور کے سرو کا عکس نہ ہوتا تو حق تعالیٰ اس کو دھوکہ کا گھر نہ فرماتے۔ حاصل دلیل کا یہ ہے کہ اگر قلوب اہل اللہ کا جس میں بہت سے درخت اور میوے لگ رہے ہیں مثلاً ان کے قلوب کا سرور جو کہ ان کے باغ قلب کے لئے بمنزلہ سرو کے ہے یہ جہاں عکس نہ ہوتا تو اس کو حق تعالیٰ دھوکا کا گھر نہ فرماتے اور یہ دھوکہ کا گھر نہ ہوتا کیونکہ دھوکہ تو یہی ہے کہ ایک غیر حقیقی شے کو حقیقی سمجھا جاوے تو چونکہ لوگوں نے ان عکوس کو اصل سمجھ لیا تھا اس لئے حق تعالیٰ نے اس کو دارالغرور کہا کہ جو باغ و بہار اور جو آثار اصل ہیں ان کو چھوڑ کر لوگ دھوکہ میں پڑ گئے ہیں اور غیر اصل باغ و بہار کو اصل سمجھ لیا ہے جب یہ دارالغرور ہوا تو بس ان اشیاء کا عکس ہونا بھی ثابت ہو گیا آگے خود بھی فرماتے ہیں کہ۔

ایں غرور آنست یعنی آں خیال	ہست از عکس دل و جان رجال
یہ دھوکہ وہی ہے یعنی وہ عکس	انسانوں کے دل اور جان کا عکس ہے

یعنی یہ دھوکہ وہ ہے یعنی کہ وہ خیال مردان حق کی دل و جان کا عکس ہے۔ مطلب یہ کہ دھوکہ یہی ہے کہ لوگوں کو جو ان اشیاء کا خیال ہے اور ان کو جو اشیاء واقعیہ سمجھتے ہیں یہ حقیقت میں عکوس ہیں اور اصل اشیاء وہ ہیں جو قلب مومن میں ہیں لہذا سراسر دھوکہ ہونا ثابت ہو گیا۔ جب اس عالم کا دھوکہ کا گھر ہونا ثابت ہو گیا تو آگے فرماتے ہیں کہ۔

جملہ مغروراں بریں عکس آمدہ	برگمانے کایں بود جنت کدہ
سب دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں اس عکس پر جمع ہیں	اس گمان سے کہ یہ جنت کدہ ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تمام لوگ اسی عکس پر دھوکہ میں آگئے ہیں ایک گمان پر کہ یہ جنت ہے۔

می گریزند از اصول باغہا	بر خیالے می کنند ایں لاغہا
وہ باغوں کی اصلوں سے بھاگتے ہیں	یہ بکواس عکس پر کر رہے ہیں

یعنی یہ باغات اصلیہ سے بھاگے ہیں اور ایک خیال پر یہ کھیل کر رہے ہیں۔

چونکہ خواب غفلت آید شان بسر	راست بنیند وچہ سودست آں نظر
جب ان کی غفلت کی نیند ختم ہوگی	ٹھیک دیکھ لیں گے (لیکن) وہ دیکھنا کیا مفید ہے

یعنی جب ان کی خواب غفلت ختم ہوگی تو ٹھیک چیز کو دیکھ لیں گے اور (اب) دیکھنے سے کیا فائدہ۔

پس بگورستان غریو افتاد و آہ	تا قیامت زیں غلط و احسرتاہ
قبرستان میں بہت شور اور آہ ہے	قیامت تک اس غلطی سے افسوس

یعنی پھر گورستان میں شور اٹھتا ہے اور افسوس اور قیامت تک اس غلطی کی وجہ سے حسرت (ہوتی ہے)

اے خنک آنکس کہ پیش از مرگ مرد	یعنی او از اصل ایں زر بوئے برد
وہ شخص قابل مبارکباد ہے جو مرنے سے پہلے مر گیا	یعنی اس کو اس انگورستان کی اصل کا پتہ چل گیا

یعنی کیا ہی اچھا ہے وہ شخص جو کہ مرنے سے پہلے مر گیا۔ یعنی وہ اس انگور کی حقیقت سے بو لے گیا۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جتنے آدمی اس عالم کی باغ و بہار پر جان دیئے ہوئے ہیں اور اس میں لگے ہوئے ہیں یہ سارے کے سارے دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں اور ان ہی کو اصل باغ و بہار سمجھ کر حقیقی باغ و بہار سے دور بھاگے جا رہے ہیں اور اس کو حاصل نہیں کرتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب یہ زندگی جو کہ خواب غفلت کی مانند ہے ایک روز ختم ہوگی جب ان کی آنکھیں کھلیں گی مگر جب آنکھ کھلنے ہی سے کیا فائدہ اب کیا ہو پچھتانے سے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ غرضکہ پھر اسی حسرت و افسوس میں قیامت تک رہیں گے اور اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ بس سب سے اچھا وہ ہے کہ جس نے اس جہان کی تمام اشیاء کو ہیچ سمجھا۔ اور ان سب سے قطع تعلق کر کے الگ ہو گیا اور جو دوسرے نے مرنے کے بعد دیکھا اس کو اس نے ابھی سمجھ لیا اور اس پر کاربند ہو گیا۔ اور ان چیزوں میں دل نہ لگایا۔ مقصود مولانا کا اس سے یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ تمام عالم صفات حق کا مظہر ہے اور انسان مظہر اتم ہے اور یہی ایجاد سے مقصود ہے اور پھر انسان کامل مظہر اکمل ہے مقصودیت میں بھی اکمل ہے لہذا یہ مقصود ہوئے اور عالم کی تمام اشیاء تابع ہوئیں۔ جن کو مولانا نے عکس سے تعبیر فرمایا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ انسان کامل جس کی وجہ سے انسان کامل ہوا ہے تم کو وہ باتیں حاصل کرنا چاہئیں اور ان ظلال و عکوس کو ترک کرنا چاہئے اور دل نہ لگانا چاہئے اب آگے پھر مولانا سلیمان علیہ السلام کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سلیمان علیہ السلام کا مسجد اقصےٰ کے گوشہ میں خروب کے اگنے سے غمگین ہونا جبکہ خروب نے اپنی خاصیت بیان کی

ہمچنیں روزے سلیماں از قضا	شد بعادت مسجد اندرا اے فتی
تقدیر سے ایک روز (حضرت) سلیمان	اے نوجوان! عادت کے مطابق مسجد کے اندر گئے

یعنی اسی طرح حسب عادت سلیمان علیہ السلام قضا کی وجہ سے مسجد میں تشریف لے گئے۔اے جوان۔

نو گیاہے دید اندر گوشہ	رستہ بروئے دانہ ہمچوں خوشہ
ایک گوشہ میں ایک نئی بوٹی دیکھی	خوشہ کی طرح اس پر دانے اگے ہوئے تھے

یعنی ایک گوشہ میں ایک نیا گھاس دیکھا۔جس پر خوشہ کی طرح دانے لگ رہے تھے۔

دید بس نادر گیاہے سبز و تر	می ربود آں سبزیش نور از بصر
انہوں نے ایک بہت کامیاب سبز اور تر بوٹی دیکھی	اس کی سبزی آنکھ کی روشنی کو اچک رہی تھی

یعنی ایک عجیب گھاس سبز اور تر وتازہ دیکھا کہ اس کی سبزی آنکھ سے نور کو اچکے لیتی تھی یعنی بہت ہی سرسبز تھا۔

پس سلامش کرد در حال آں حشیش	او جوابش گفت وبشگفت از خوشیش
اس بوٹی نے فوراً ان کو سلام کیا	انہوں نے جواب دیا اور اس کی خوشنمائی سے کھل گئے

یعنی اس گھاس نے سلیمان علیہ السلام کو فوراً سلام کیا تو سلیمان علیہ السلام نے اس کا جواب دیا اور اس کی تر وتازگی کی وجہ سے خوش ہوئے۔

گفت نامت چیست برگوئید ہاں	گفت خروب است اے شاہ جہاں
انہوں نے فرمایا ہاں بتا تیرا کیا نام ہے؟	اس نے کہا اے شاہ جہاں! میرا نام خروب ہے

یعنی آپ نے فرمایا کہ ہاں تیرا نام کیا ہے بتا تو اس نے کہا کہ اے شاہ جہاں (میرا نام) خروب ہے۔

گفت اندر تو چہ خاصیت بود	گفت من رستم مکان ویراں شود
فرمایا تیرے اندر کیا خاصیت ہے	اس نے کہا میں اگوں تو مکاں ویران ہو جائے

یعنی آپ نے فرمایا کہ تیری خاصیت کیا ہے تو اس نے کہا کہ میں اگا اور مکان ویران ہوا۔

من کہ خروبم خراب منزلم	ہادم بنیاد ایں آب و گلم
میں چونکہ خروب ہوں مکان کی خرابی ہوں	میں اس پانی اور مٹی کو ڈھانے والی ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ میں خروب ہوں (باعث) گھر کی ویرانی کا ہوں اور اس آب وگل کی بنیاد کا گرادینے والا ہوں۔

پس سلیماں آں زماں دانست زود	کہ اجل آمد سفر خواہم نمود
تو سلیمان اس وقت جلد سمجھ گئے	کہ موت (قریب) آ گئی وہ سفر آخرت کریں گے

یعنی پس سلیمان علیہ السلام نے فوراً جان لیا کہ موت آ گئی۔ (اب) میں (اس جہان سے) سفر کروں گا۔ (کیونکہ)

گفت تا من ہستم ایں مسجد یقیں	در خلل ناید ز آفات زمیں
انہوں نے (دل میں) کہا جب تک میں (زندہ) ہوں یہ مسجد یقیناً	زمین کی آفتوں سے خلل میں نہ آئے گی

یعنی (دل میں) کہا کہ جب تک میں ہوں یہ مسجد یقیناً آفات زمین سے خلل پذیر نہ ہوگی

تا کہ من باشم وجود من بود	مسجد اقصیٰ مخلل کے شود
جب تک میں ہوں (اور) میرا وجود ہے	مسجد اقصیٰ کب تباہ ہو سکتی ہے؟

یعنی جب تک میں ہوں اور میرا وجود ہے مسجد اقصے خلل پذیر کب ہوگی۔

پس خراب مسجد ما بے گماں	نبود الا بعد مرگ مابداں
تو یقیناً ہماری مسجد کی تباہی	ہمارے مرنے کے بعد ہی ہو گی سمجھ لے

یعنی پس ہماری مسجد کی خرابی بے شک ہماری موت کے بعد کے علاوہ نہ ہوگی۔ مطلب یہ کہ جب خروب نے اپنی خاصیت ویرانی منزل بتائی اور اگا تھا مسجد اقصے میں تو معلوم ہوا کہ یہ مسجد ویران ہونے والی ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام یہ بھی جانتے تھے کہ میری زندگی میں یہ خراب ہوگی نہیں۔ بلکہ میرے بعد ہی اجڑے گی لہذا اس کے اجڑنے کا وقت آنا میری موت کا آنا ہے۔ لہذا اسی سے انہوں نے سمجھا کہ اب سفر آخرت قریب آ گیا ہے۔ آگے مولانا اس مضمون سے انتقال فرما کر فرماتے ہیں کہ۔

مسجد است ایں دل کہ جسمش ساجد است	یار بد خروب ہر جا مسجد است
وہ دل مسجد ہے جس کا جسم نمازی ہے	جس جگہ مسجد ہے برا دوست خروب ہے

یعنی یہ دل مسجد ہے کہ جسم اس کا ساجد (مطیع) ہے اور جہاں کہیں مسجد ہے یار بد خروب ہے۔

یار بد چوں رست در تو مہر او	ہیں ازو بگریز و کم کن گفتگو
تیرے اندر جب برے دوست کی محبت اگی	خبردار! اس سے بھاگ بات نہ کر

یعنی جب یار بد کی محبت تیرے دل میں اگی تو اس سے بھاگ اور گفتگو کو کم کر۔ (یعنی حیلہ بہانے بہت سے مت کرو بلکہ جو کہتے ہیں مان لو)

www.besturdubooks.wordpress.com

برکن از بیخش کہ گر سر برزند	مرترا و مسجدت را برکند
اس کو جڑ سے اکھاڑ دے اس لئے کہ اگر ابھرے گی	تجھے اور تیری مسجد کو اکھاڑ دے گی

یعنی اس کو جڑ سے اکھاڑ ڈال کہ اگر بڑھ گیا تو تجھے اور تیری مسجد کو (دونوں کو) برباد کر دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح وہاں مسجد اقصیٰ تھی اس کے بمنزلہ تمہارا دل ہے اور تمہارا بدن جو دل کا مطیع ہے بجائے ساجد فی المسجد کے ہے اور جس طرح وہاں خروب جما تھا اسی طرح تمہارے قلب میں یاران بد کی محبت جمتی ہے سو اگر خیریت چاہتے ہو تو اس خروب یعنی یار بد کی محبت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکو کہ ابھی تو ذرا سی ہے اس قدر مضر نہیں ہے لیکن اگر کہیں ترقی کر گئی اور تمہارے اندر جڑ پکڑ گئی تو یہ یاد رکھنا کہ تمارے دل کو جو بجائے مسجد کے ہے اور تمہارے بدن کو جو بمنزلہ ساجد کے ہے برباد و تباہ کر کے چھوڑے گی کیونکہ یاراں بد سے جسمانی و روحانی دونوں طرح کے نقصان پہنچتے ہیں۔ جیسا کہ ظاہر ہے۔ اب یہاں مولانا نے جو نصیحت کی تو مخاطب کی طرف سے مولانا کو انکار کا شبہ ہوا جیسا کہ اوپر کے شعر یار بد چوں است در تو" ہیں کم کن گفتگو" سے اس طرف اشارہ بھی کر دیا ہے کہ میاں بہت بہانے مت کرو جو کہتے ہیں سن لو۔ مگر اس کے ماننے میں اس کی طرف سے جو حیلے ہوئے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ ناصح مشفق کی بات کو سن کر اکثر لوگ حیلے تراشا کرتے ہیں اس لئے مولانا آگے اس کو مخاطب فرما کر فرماتے ہیں کہ۔

عاشقا خروب تو آمد کژی	ہمچو طفلاں سوئے کژ چوں می غژی
اے عاشق! کجی تیری خروب ہے	تو کجی کی طرف گھٹنوں کے بل بچوں کی طرح کیوں جا رہا ہے؟

یعنی اے عاشق (یار بد) تیرا (دوسرا) خروب کجی ہے تو بچوں کی طرح کجی کی طرف کس طرح جا رہا ہے۔ مطلب یہ کہ اے یار بد کے عاشق تیرے لئے ایک تو وہ یار بد خود خروب کی طرح ہے اور دوسرا خروب تیری یہ کجی ہے کہ تو ناصح مشفق کی نصیحت کو نہیں سنتا اور حیلے و بہانے کرتا ہے ان حیلوں اور بہانوں کو ترک کر تجھے تو یہ چاہئے کہ۔

خویش را نادان و مجرم گو بترس	تا نہ دزد از تواں استاد درس
اپنے آپ کو نادان اور مجرم کہہ ڈر	تا کہ درس کا استاد تجھ سے (آنکھ) نہ چرائے

یعنی اپنے نادان اور مجرم ہونے کا اقرار کرلے اور ڈرتا رہ کہ کہیں وہ استاد تجھ سے درس کو لے نہ لے۔

چوں بگوئی جاہلم تعلیم دہ	ایں چنیں انصاف از ناموس بہ
جب تو کہے گا میں جاہل ہوں سکھا دے	ایسا انصاف ' بڑائی سے بہتر ہے

یعنی جب تو کہے گا کہ میں جاہل ہوں تعلیم دیجئے تو ایسا انصاف عار سے بہتر ہے۔ مطلب یہ کہ میاں ان حیلوں کو تو ترک کرو اور اپنے جہل کا اور مجرم ہونے کا اعتراف کر کے اس سے تعلیم کی اور نصیحت کی درخواست کرو۔ ورنہ اگر ایسا نہ کیا تو خوف ہے کہ کہیں وہ ناصح تم کو نصیحت کرنا چھوڑ نہ دے اور پھر تم مدت العمر بھٹکتے ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر وہ تم کو جو اعتراف جرم اور جہل سے عار آتی ہے اس عار سے وہ اقرار بدرجہا اولیٰ اور بہتر ہے۔

از پدر آموز اے روشن جبیں	ربنا گفت و ظلمنا پیش ازیں
اے روشن جبیں! باپ سے سیکھ لے	اس نے اس سے پہلے ربنا اور ظلمنا کہا ہے

یعنی اے روشن پیشانی والے باپ سے سیکھ کہ انہوں نے اس سے پہلے ہی ربنا ظلمنا انفسنا الخ

نے بہانہ کرد و نے تزویر ساخت	نے لوائے مکر و حیلت بر فراخت
نہ بہانہ کیا نہ مکر کیا	نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا

یعنی نہ بہانہ کیا اور نہ دھوکہ کیا نہ مکر اور حیلہ کا جھنڈا بلند کیا۔ مطلب یہ کہ میاں اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کی روش پر چلو کہ دیکھو جب ان سے لغزش ہوگئی تو کوئی تاویل وغیرہ اس میں نہیں کی بلکہ فوراً اعتراف کر لیا اور ربنا ظلمنا انفسنا الخ عرض کر دیا پھر جو اس پر نتیجہ ہوا وہ ظاہر ہے کہ ان کے مراتب عالی ہوئے اور وہ جیسے مقبول حق تھے ویسے ہی رہے اور مدارج عالی ہوگئے۔

باز آں ابلیس بحث آغاز کرد	کہ بدم من سرخرو کردیم زرد
پھر اس شیطان نے بحث شروع کر دی	کہ میں سرخرو تھا تو نے مجھے شرمندہ کیا

یعنی پھر اس ابلیس نے بحث شروع کی کہ (اے اللہ) میں تو سرخرو تھا آپ نے ہی تو مجھے زرد (رو) کیا۔

رنگ رنگ تست صباغم توئی	اصل جرم و آفت و داغم توئی
رنگ تیرا ہی رنگ ہے، تو ہی مجھے رنگنے والا ہے	میرے جرم اور آفت اور داغ کی جڑ تو ہے

یعنی (یہ) رنگ آپ ہی کا رنگ ہے اور میرے رنگنے والے تو آپ ہی ہیں میرے جرم کا منشا اور میرے داغ کی آفت تو آپ ہی ہیں۔

ہیں بخواں رب بما اغویتنی	تانگردی جبری و کژ کم تنی
خبردار! رب بما اغویتنی کو پڑھ لے	تاکہ تو جبری نہ بنے اور ٹیڑھا نہ چلے

یعنی ہاں رب بما اغویتنی کو پڑھ تاکہ تو جبری نہ ہو جاوے اور کجی کو کم تنے۔ مطلب یہ کہ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کے اعتراف کا اثر بلندی مدارج ہوا اور شیطان نے جو بحث شروع کر دی اور حق تعالیٰ ہی پر الزام لگانے لگا کہ میں کیا کروں میری اس میں کیا خطا ہے آپ ہی نے مجھے گمراہ کیا ورنہ میں ہرگز گمراہ نہ ہوتا اور میری جو حالت ہے یہ آپ ہی نے کی ہے ورنہ میں تو اچھا خاصہ تھا تو اس کا نتیجہ دیکھ لو کہ مردودیت ابدی ہوا کہ ابدالآباد کے لئے ملعون ہو گیا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ میں یہ باتیں شیطان کی اپنی طرف سے بیان نہیں کرتا بلکہ قرآن شریف سے بیان کرتا ہوں تم آیت قال فبما اغویتنی لاقعدان لھم الخ کو پڑھو تم کو خود معلوم ہو جاوے گا کہ آیا اس نے یہ باتیں کیں یا

نہیں اس کو پڑھ کر اور اس کی حالت اور آدم علیہ السلام کی حالت کو دیکھ کر اب تم کو چاہئے کہ جبری نہ بنو اور سمجھ لو کہ یار بد سے بچنا تمہارے اختیار میں ہے اور جس قدر تم عذر پیش کرتے ہو یہ سارے تمہارے حیلے ہیں اور سب مکر ہیں ان کو چھوڑ دو اور اعتراف جرم کر کے ناصح مشفق کی نصیحت کو سنو اور یاران بد سے اجتناب کرو آگے فرماتے ہیں کہ۔

بر درخت جبرتا کے برجہی	اختیار خویش را یک سونہی
جبر کے درخت پر کب تک کودتا پھرے گا؟	اپنے اختیار کو ایک طرف رکھے گا

یعنی درخت جبر پر کب تک کودتے رہو گے اور اپنے اختیار کو (کب تک) ایک طرف رکھتے رہو گے۔

ہمچو آں ابلیس و ذریات او	باخدا در جنگ و اندر گفتگو
شیطان اور اس کی اولاد کی طرح	اللہ (تعالیٰ) کے ساتھ لڑائی اور گفتگو میں ہے

یعنی اس ابلیس اور اس کے ذریات کی طرح خدا سے جنگ میں اور گفتگو میں (کب تک رہو گے) مطلب یہ کہ جبر کے قائل ہو کر کب تک اپنا تجربہ اور انکار خطا کرتے رہو گے اور کب تک یہ حیلے بہانے شیطان کی طرح کرو گے اب تو اعتراف کر کے رجوع بحق ہونا چاہئے کیونکہ ثابت ہو گیا کہ جبر محض نہیں ہے۔ بلکہ اختیار بھی ہے آگے بھی اسی کو ثابت فرماتے ہیں کہ۔

چوں بود اکراہ باچندیں خوشی	کہ تو در عصیاں ہمی دامن کشی
اتنی خوشی کے ساتھ جبر کیسے ہو سکتا ہے؟	کہ تو گناہوں میں دامن کھینچتا ہے

یعنی باوجود اس قدر خوشی کے کہ تو عصیان میں دامن کھینچتا ہے اکراہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

آنچناں خوش کس دو دور مکرہی	کس چناں رقصاں رود در گمرہی
جبر کی حالت میں اس طرح خوشی سے کون دوڑتا ہے؟	کون ہے جو اس طرح گمراہی میں ناچتا ہوا جائے؟

یعنی اس طرح خوش کوئی زبردستی میں دوڑتا ہے اور کوئی اس طرح گمراہی میں اچھلتا کودتا جاتا ہے۔

بیست مردہ جنگ میکردی دراں	کت ہمی دادند پند آں دیگراں
تو نے اس حالہ میں بیس انسانوں کی طرح جنگ کی	وہ دوسرے جبکہ تجھے نصیحت کرتے تھے

یعنی بیس آدمیوں کی برابر تو جنگ کرتا ہے اس میں کہ وہ دوسرے تجھے نصیحت کرتے ہیں (اور کہتا ہے کہ)

کہ صواب ایں است وراہ ایں است وبس	کہ زند طعنہ مرا جز ہیچکس
کہ صحیح یہی ہے اور بس راستہ یہی ہے	مجھے نالائق کے سوا کون طعنہ دے سکتا ہے؟

یعنی کہ ٹھیک یہی ہے اور راہ (درست) یہی ہے اور بس اور سوائے ذلیل لوگوں کے مجھے کون طعنہ کرے گا۔ مطلب یہ کہ تم جو گناہ کرتے ہو تو دیکھو کیسے اپنی خوشی سے کرتے ہو اور کیسے ناچتے کودتے ہو۔ بھلا جس شخص سے

www.besturdubooks.wordpress.com

زبردستی کام لیا جاتا ہے وہ بھی کہیں اس طرح خوش خوش اس کام کو کیا کرتا ہے اگر اکراہ ہوتا تو تم تو بہت ہی پژمردہ ہوتے اور اس گناہ کے وقت پریشان ہوتے۔ اور اگر ذرا سا سہارا اس کے ترک کا ملتا تو اس کو غنیمت جانتے بخلاف اس کے تمہاری تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی تم کو نصیحت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اس کو ترک کردو یہ بری بات ہے تو تم اس سے لڑنے کو موجود ہو جاتے ہو اور ثابت کرنے لگتے ہو کہ نہیں یہی درست ہے اور ثابت بھی ایسے ویسے نہیں بلکہ اس قدر زور و شور سے ثابت کرتے ہو کہ جیسے وہ ناصح ایک ہے اور اس کے مقابلہ میں بیس آدمی رد کے لئے ہوں اور کہتے ہو کہ میاں جو احمق ہیں وہ اس کو برا بتاتے ہیں ورنہ اصل میں راہ صواب یہی ہے تو بھلا کوئی مکرہ بھی اس طرح کیا کرتا ہے۔ تمہاری اس حالت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تم اس گناہ کو خود اپنے اختیار سے کرتے ہو۔ اور نیک کاموں میں جبری بن جاتے ہو مولانا فرماتے ہیں کہ۔

کے چنیں گوید کسے کو مکرہ است	کے چنیں جنگد کسے کو بے رہ ست
جو مجبور ہے وہ کب اس طرح کہتا ہے؟	ایسی لڑائی کب لڑسکتا ہے وہ جو کہ (جبرا) بے راہ ہے۔

یعنی بھلا جس پر زبردستی کی گئی ہو وہ اس طرح کب کہتا ہے اور جو (اپنے کو) گمراہ (سمجھتا) ہو وہ کہیں اس طرح لڑا بھی کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس سے زبردستی کام لیا جاتا ہے بھلا وہ اس کام پر اس طرح اڑتا بھی ہے ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اپنی جان چھڑا کر بھاگنا چاہتا ہے اور خلاصی کے بہانے تلاش کیا کرتا ہے تو تمہارے اس کہنے سے اور جھگڑنے سے صاف معلوم ہو گیا کہ تم پر کوئی زبردستی نہیں بلکہ تم اپنی خوشی سے سارے کام کرتے ہو۔ بس بات ہے تو یہ ہے کہ۔

ہر چہ نفست خواست داری اختیار	ہر چہ عقلت خواست آری اضطرار
جس چیز کو تیرا جی چاہے تو اس میں اختیار رکھتا ہے	جو تیری عقل چاہتی ہے اس پر مجبوری کو پیش کرتا ہے

یعنی جس بات کو تیرا نفس چاہتا ہے اس میں تو تم اختیار رکھتے ہو اور جس کو تمہاری عقل چاہتی ہے اس میں تم اضطرار کو لاتے ہو یعنی مقتضیات نفس میں تو سارے کام اختیار سے کرتے ہو اور اگر کوئی نیک کام کو کہتا ہے جو مقتضا ہے عقل کا تو اس میں یہ کہہ دیتے ہو کہ ہم کر ہی نہیں سکتے۔ کیونکہ خدا کو یہ منظور نہیں ہے اور اس کی مشیت کے خلاف ہم کچھ کر نہیں سکتے۔ لہذا نیک کام کرنا ہمارے اختیار سے خارج ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

داند آنکو نیک بخت و محرم است	زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است
جو نیک بخت اور دانائے راز ہے وہ جانتا ہے	چالاکی شیطان کا اور عشق (حضرت) آدمؑ کا کام ہے

یعنی جو شخص کہ دانا اور محرم (اسرار) ہے وہ جانتا ہے کہ چالاکی کرنا تو ابلیس کا کام ہے اور عشق آدم علیہ السلام کا کام ہے۔ مطلب یہ کہ زیرکی جس میں اپنی عقل اور سمجھ کو درمیان میں لانا اور حق تعالیٰ سے معارضہ کرنا اور نعوذ باللہ اپنے گناہوں کا الزام حق تعالیٰ پر رکھنا اور اعتراف نہ کرنا اور جبر کے قائل ہونا یہ سب داخل ہے یہ تو کام شیطان کا ہے کہ وہی اس طرح کہا کرتا تھا اور عشق جس میں اطاعت محضہ ہوتی ہے آدم علیہ السلام کا کام ہے پس

www.besturdubooks.wordpress.com

اب تم خود فیصلہ کرلو کہ کونسا قابل حصول ہے اور کون قابل ترک خدا کے لئے اس زیرکی کو ترک کرو اور اطاعت اور اعتراف ذنوب اختیار کرلو اور جبر کو چھوڑ دو۔ آگے زیرکی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

زیرکی آمد سباحت در بحار	کم رہد غرق است او پایان کار
چالاکی سمندروں میں تیرنا ہے	وہ نجات نہیں پاتا آخر کار ڈوبتا ہے

یعنی زیرکی سمندر میں تیرنا ہے تو (سمندر میں تیرنے والا) کم چھوٹتا ہے وہ آخر کار غرق (ہی ہوتا ہے)

ہل سباحت را رہا کن کبر و کیں	نیست جیحوں نیست جو دریاست ایں
تیرنا چھوڑ تکبر اور کینہ ترک کر دے	جیحوں نہیں ہے، نہر نہیں ہے، یہ سمندر ہے

یعنی تیرا کی کو چھوڑ اور کبر و کینہ کو ترک کر یہ کوئی ندی نالہ نہیں ہے سمندر ہے۔

وانگہاں دریائے ژرف و بے پناہ	در رباید ہفت دریا را چو کاہ
اور بحر گہرا اور بے پناہ سمندر	جو ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح بہا لے جائے

یعنی اور وہ بھی ایک دریائے عمیق بے پناہ کہ سات دریا کو تنکے کی طرح بہالے جاوے۔

عشق چوں کشتی بود بہر خواص	کم بود آفت بود اغلب خلاص
خاصان (خدا) کے لئے عشق بحولہ کشتی کے ہے	(جس میں) آفت کم ہوتی ہے عموماً نجات ہوتی ہے

یعنی خواص کے لئے عشق کشتی کی طرح ہے تو آفت کم ہوتی ہے اکثر خلاص ہی ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ احکام حق کے سامنے زیرکی سے کام لینا ایسا ہے جیسا کہ سمندر میں تیرنا اور سمندر بھی ایسا ویسا ندی نالہ جیسا نہیں بلکہ اس قدر گہرا کہ اگر سات سمندر بھی اس کے اندر آ جاویں تو کہیں پتہ نہ چلے تو ظاہر ہے کہ ایسے دریا کا تیرنے والا کنارہ کو نہیں لگ سکتا آخر ایک روز اسی میں غرق ہو کر ہلاک ہوگا۔ اسی طرح اس زیرکی کو اختیار کرنے والا ایک دن ہلاک ہوگا اور روسیاہ ہو کر دربار حق سے نکالا جاوے گا۔ (اللھم احفظنا) لہذا تم کو چاہئے کہ اس کو ترک کر کے عشق و طاعت کو اختیار کرو جس کی مثال کشتی جیسی ہے۔ اس میں بیٹھ کر آرام سے اس سمندر کو عبور کر سکو گے۔ اپنی عقل کو بالائے طاق رکھو اور بس اطاعت محضہ اختیار کرو۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

زیرکی بفروش و حیرانی بخر	زیرکی ظن است و حیرانی نظر
چالاکی فروخت کردے اور حیرانی خرید لے	چالاکی گمان ہے اور حیرانی مشاہدہ ہے

یعنی زیرکی کو فروخت کر کے حیرانی کو خرید لے زیرکی تو ظن ہے اور حیرانی حقیقت ہے۔

عقل قرباں کن بہ پیش مصطفےٰ	حسبی اللہ گو کہ اللہ ام کفے
عقل کو (حضرت) مصطفےٰ پر قربان کر دے	حسبی اللہ کہہ دے کہ اللہ مجھے کافی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی عقل کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قربان کر دے اور حسبی اللہ کہہ دے اور (کہہ دے) کہ اللہ مجھے کافی ہے۔ مطلب یہ کہ اپنی عقل کو جو صرف اکل کے کام کی ہے اور اس زیرکی کو الگ کر کے حیرانی اور عشق کو خرید لے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانشینوں کے سامنے سر اطاعت خم کر کے اپنی رائے اور عقل وغیرہ سب کو فنا کر دے اور خدا پر بھروسہ کر کے ان حضرات کا اتباع کر و بس یہ ہے طریق اسی سے منزل تک رسائی ہوگی ورنہ عمر بھر بھٹکو گے اور راہ کا کہیں پتہ نہ ملے گا۔

ہمچو کنعان سرز کشتی وامکش	کہ غرورش داد نفس زیرکش
کنعان کی طرح کشتی سے [illegible] نہ کر	کیونکہ چالاک نفس نے اس کو دھوکا دیا

یعنی کنعان (پسر نوح علیہ السلام) کی طرح کشتی سے علیحدگی مت اختیار کر کہ اس کو تو اس کے نفس زیرک نے دھوکہ دیا تھا۔

کہ برآیم بر سر کوہ مشید	منت نوحم چرا باید کشید
کہ میں مضبوط پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا	میں (حضرت) نوحؑ کا احسان کیوں اٹھاؤں؟

یعنی کہ میں کسی بلند پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا میں نوحؑ کا احسان کیوں کھینچوں۔ مطلب یہ کہ دیکھو جس طرح کہ کنعان پسر نوح علیہ السلام نے کشتی نوح سے علیحدگی اختیار کی تھی اور اس کے نفس نے اس کو اس طرح بہکایا تھا کہ میاں کیوں ان کا احسان لیا یہ پانی بھلا کہاں تک بڑھے گا میں کسی بلند پہاڑ پر چڑھ کر بچ جاؤں گا۔ جب اس نے اپنی زیرکی اور عقل سے کام لیا اور اس پر عمل کیا تو آخر جو نتیجہ ہوا سب کو معلوم ہے اسی طرح تم بھی اس کشتی عشق سے الگ ہو کر ناصحاں مشفق اور جانشیناں رسول کا اتباع کرتے ہوئے عار سمجھتے ہو اور ان کے احسان سے بچتے ہو تو آخر اس طوفان بلا میں تمہارا بھی وہی حشر ہوگا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چوں رہی از منتش اے بے رشد	کہ خدا ہم منت او می کشد
اے گمراہ! تو اس کے احسان سے کیسے بچ سکتا ہے؟	جبکہ خدا بھی اس کی ناز برداری کرتا ہے

یعنی ارے گمراہ تو بھلا ان کے احسان سے کس طرح چھوٹ سکتا ہے جبکہ حق تعالیٰ بھی ان کے احسان مند (قدرداں) ہیں۔

چوں نباشد منتش برجان ما	چونکہ شکر و منتش گوید خدا
ان کا احسان ہماری جان پر کیوں نہ ہو؟	جبکہ اللہ (تعالیٰ) ان کا شکریہ اور احسان مانتا ہے

یعنی ہماری جان پر ان کا احسان کس طرح نہیں ہے جبکہ ان کا شکر اور احسان حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

تو چہ دانی اے غرارہ پر حسد	منت او را خدا ہم می کشد
اے حاسد مغرور! تو کیا جانتا ہے؟	اس کا احسان خدا بھی مانتا ہے

یعنی اے مغرور حاسد تو کیا جانے کہ ان کی قدر حق تعالیٰ بھی فرماتے ہیں۔ مطلب یہ کہ مولانا اس کنعان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ میاں تم تو کیا ہو جو ان کے احسان سے بچتے ہو اور ان سے عار کرتے ہو ان کی تو وہ شان ہے کہ حق تعالیٰ بھی ان کی قدر و منزلت کرتے ہیں جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کی بابت ہزار ہا جگہ خود قرآن شریف میں موجود ہے تو بھلا تم کس کھیت کے بتھوے ہو تمہاری تو وہاں پوچھ بھی نہیں۔ تو اسی طرح اے مخاطب تو جو اولیاء اللہ جانشینان انبیاء سے عار کرتا ہے اور ان کا بار احسان سر پر لینا نہیں چاہتا اس سے کیا ہوتا ہے حق تعالیٰ ان کے قدر دان ہیں اور ان کی قدر وہ فرماتے ہیں لہذا تیرا احسان نہ ماننے سے ان کا کوئی ضرر نہیں ہے سراسر تیرا ہی ضرر ہے کہ تو ہلاک ہوگا اور خسران ابدی میں جا پڑے گا اور فرماتے ہیں کہ۔

کاشکے او آشنا ناموختے	تا طمع در نوح و کشتی دوختے
کاش کہ وہ تیرنا نہ سیکھتا	تاکہ نوح اور کشتی سے تمنا وابستہ کرتا

یعنی کاش وہ تیرنا نہ سیکھتا تاکہ نوح اور کشتی میں حرص کرتا۔

کاش چوں طفل از حیل جاہل بدے	تا چو طفلاں چنگ در ما در زدے
کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا	تاکہ بچوں کی طرح ماں کا سہارا پکڑتا

یعنی کاش وہ بچوں کی طرح حیلوں سے جاہل ہوتا تاکہ بچوں کی طرح ماں میں چنگل مارتا۔

یا بعلم نقل کم بودے ملی	علم وحی دل ربودے از ولی
یا وہ رسمی علم سے پُر نہ ہوتا	کسی ولی سے دل کی وحی کا علم حاصل کرتا

یعنی یا علم نقل سے کم تو نگر ہوتا کسی ولی سے وحی دل کا علم اڑا لیتا۔

چوں تیمم با وجود آب داں	علم نقلی با دم قطب زماں
پانی ہوتے ہوئے تیمم کی طرح سمجھ	قطب زماں کے قول کے سامنے رسمی علم کو

یعنی قطب زماں کے ہوتے ہوئے علم نقلی کو (ایسا سمجھو جیسے کہ) پانی کے ہوتے ہوئے تیمم۔ مطلب یہ کہ کاش اگر کنعان شناوری نہ سیکھتا اور اس سے جاہل ہی رہتا تو اچھا تھا کہ اس جہل سے بچ تو جاتا اب تو اس تیرنے ہی کے گھمنڈ پر اس نے یہ جرات کی کہ کشتی میں نہ بیٹھا۔ اور کاش تمام علموں سے بچوں کی طرح جاہل ہوتا تو جس طرح بچہ ماں کو لپٹا کرتا ہے اسی طرح وہ کشتی کی طرف توجہ کرتا اور اس جہل اور بے دست و پائی سے بچ جاتا اور خیر اگر علم ہی ہوتا تو یہ علم نقلی تو نہ ہوتا بلکہ علم وحی ہوتا کہ کسی کا اتباع کرتا اور ہلاکت سے بچتا اسی طرح اے مخاطب اگر تو جاہل ہوتا اور تجھے یہ سارے حیلے حوالے نہ آتے اور تو مجبور ہوتا تو اس علم سے اچھا تھا کہ پھر اپنے اوپر گھمنڈ تو نہ ہوتا کہ ہم بھی ہیں پانچویں سواروں میں اس وقت تجھ کو کسی کا اتباع کرتے ہوئے عار نہ ہوتی۔ آج جو یہ عار آ رہی ہے یہ اسی علم کی بدولت تو ہے کہ تو اپنے کو مولوی اور علامہ سمجھے ہوئے ہے اور دوسروں کو جاہل اور حقیر جانتا ہے جو کہ طریق کا سب سے

www.besturdubooks.wordpress.com

بڑا راہزن ہے علم وحی کے سامنے اس علم کی مثال ایسی ہے جیسے وضو اور تیمم اگر کوئی شخص پانی ہوتے ہوئے تیمم کر کے نماز ادا کرے تو ظاہر ہے کہ اس کی نماز ادا نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح اس علم وحی کے ہوتے ہوئے اس علم سے کام لوگے تو آخر سوائے ہلاکت کے مقصود تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ ہاں اگر علم وحی نہ ہوتا تو اس وقت بیشک یہی علم کام دیتا۔ مگر علم وحی کے موجود ہوتے ہوئے تو یہ بالکل بیکار محض ہے لہٰذا اس علم کو اور اپنے دعوے مولویت وغیرہ کو چھوڑ کر یہ کرو کہ۔

خویش ابلہ کن تبع می رو سپس	رستگی زین ابلہی یابی و بس
اپنے آپ کو نادان بنالے تابع بن کر اس کے پیچھے چل	اس حماقت سے بس نجات پالے گا

یعنی اپنے کو بیوقوف بنالے اور تابع ہو کر پیچھے چلا چل تو صرف اس ابلہی ہی کی وجہ سے چھٹکارا پاوے گا مطلب یہ کہ اپنے اس دعوے کو چھوڑ دو اور اپنی رائے کو فنا کر کے مرشد کامل اور جانشین نبی کا اتباع کر کے راہ چلتے رہو کہ اس ترک علم ہی سے اور اس بیوقوفی ہی سے تم کو منزل مقصود تک رسائی ہوگی اور آفتوں سے چھٹکارا ملے گا۔

با چنین نورے چو پیش آری کتاب	جان وحی آسای تو آرد عتاب
ایسے نور کے ہوتے ہوئے جب تو کتاب سامنے لائیگا	تیری وحی سے مانوس جان ناراض ہو گی

یعنی جب تو باوجود ایسے نور کے کتاب کو سامنے لاتا ہے تو تیری جان وحی سے آرام پانے والی عتاب لاتی ہے۔ مطلب یہ کہ جب نور علم وحی کے ہوتے ہوئے تم کتب عقلیہ پر عمل کرنا چاہتے ہو تو تمہاری جان جو علم وحی سے مانوس ہے پریشان ہوتی ہے اور گھبراتی ہے۔ لیکن بعض مرتبہ تو احساس ہوتا ہے مگر تم پرواہ نہیں کرتے اور اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اس لئے آخر ایک روز پریشانی بھی مضمحل ہو جاتی ہے اور پھر غفلت کا پردہ اس درجہ بڑھ جاتا ہے کہ پھر اس کا احساس بھی نہیں رہتا اور پھر آخر ہلاکت ہوتی ہے لہٰذا اپنی اس زیرکی کو آگ دو اور اس کے مقابلہ میں جو ابلہی ہے اس کو اختیار کرو کیونکہ۔

اکثر اہل الجنۃ البلہ اے پدر	بہر ایں گفت است سلطان بشر
اے باوا! جنتی اکثر بھولے ہونگے	سرور عالم نے اسی لئے فرمایا ہے

یعنی اے باوا اسی واسطے سلطان بشر نے اکثر اہل جنۃ کو بلہ فرمایا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو حدیث میں بھی تو ہے۔ "اہل الجنۃ بلہ" تو اگر تم نے اس ابلہی کو اختیار کر لیا تب تو تم بھی اہل جنت میں سے ہو جاؤ گے اور اگر تم نے اس کو اختیار نہ کیا بلکہ اپنی زیرکی ہی میں رہے تو پھر جو نتیجہ ہے وہ ظاہر ہے۔

زیرکی چوں کبر باد انگیز تست	ابلہے شو تا بماند دین درست
چالاکی، تکبر کی طرح تجھ میں ہوا بھرنے والی ہے	نادان بن تاکہ ایمان سلامت رہے

یعنی زیرکی تکبر کی طرح تمہاری پھلانے والی ہے تو ابلہ ہو جا تاکہ دین درست رہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو کبر تو تم

www.besturdubooks.wordpress.com

کو بھی معلوم ہے کہ راہزن طریق ہے اور یہ تمہاری زیرکی بھی کبر ہی کی طرح ہے۔ لہٰذا اس سے بھی بچو تاکہ دین درست رہے ورنہ دین کی خیر نہیں ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ بھلا عقل جیسی شے بھی کہیں برباد کرنے کے قابل اور کھو دینے کے قابل شے ہے اور ابلہی بھی کہیں قابل حصول ہے تو سن لو کہ تم جس کو ابلہی سمجھتے ہو ہماری مراد وہ نہیں ہے ہماری مراد ابلہی سے وہ ہے کہ جس کے حاصل ہونے سے تم صاحب اسرار اور عاقل کامل ہو جاؤ گے۔ اور عقل کے کھونے سے مراد اس عقل ناقص کا کھونا ہے کہ اس کو کھو کر کامل کو حاصل کرو۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

ابلہی نے کو بمسخر دو توست	ابلہی نے کز شقاوت مال جوست
ایسا نادان نہیں جو مسخرہ پنا سے وابستہ ہے	ایسا نادان نہیں بدبختی سے مال کی جستجو میں ہے

یعنی وہ ابلہی نہیں جو کہ مسخرہ پن کے ساتھ ہو اور وہ ابلہی نہیں جو کہ شقاوت کی وجہ سے طالب مال ہو بلکہ۔

ابلہی کو والہ و حیران ہوست	باشد اندر گردن او طوق دوست
ایسا نادان جو اس کا عاشق اور حیران ہے	اس کی گردن میں دوست کا طوق ہے

یعنی وہ ابلہی جو کہ حق تعالیٰ کی شیدا اور حیران ہو اور اس کی گردن میں دوست کا طوق پڑا ہوا ہو۔

ابلہانند آں زنان دست بر	از کف ابلہ ور رخ یوسفؑ نظر
ہاتھ کاٹ لینے والی وہ عورتیں نادان ہیں	جو ہاتھ سے بے خبر اور (حضرت) یوسف کے رخ کی خبر رہنے والی تھیں

یعنی وہ ہاتھ کاٹنے والی عورتیں بیوقوف ہی تھیں کہ ہاتھ سے تو بے خبر تھیں اور رخ یوسف میں نظر تھی۔ مطلب یہ کہ ابلہ سے ہماری مراد وہ ابلہ نہیں جو مسخرہ پن کرتے پھرتے ہیں اور باولے ہوتے ہیں بلکہ ابلہ اور بے عقل سے وہ مراد ہے جس کی عقل پر عشق حق غالب ہو گیا ہو اور وہ اس کے عشق میں حیراں اور سرگرداں ہو گیا ہو اور ایسی بیوقوفی مراد ہے جیسی کہ زنان مصر کو مشاہدہ جمال یوسفی کے وقت ہوئی تھی کہ ان کو اپنے ہاتھ کی تو خبر ہی نہیں صرف مشاہدۂ جمال یوسف میں غرق ہو گئیں۔ اسی طرح ابلہ سے وہ مراد ہے کہ اپنی تو خبر نہ رہے اور مشاہدۂ جمال حق میں مصروف ہو جاوے۔ جب معلوم ہو گیا کہ بے عقل وابلہ سے یہ مراد ہے تو اب بے عقل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ۔

عقل را قرباں کن اندر عشق دوست	عقلہا باری ازاں سویست کوست
دوست کے عشق میں عقل کو قربان کر دے	بہرحال عقلیں بھی اسی جانب کی ہیں جہاں کا وہ ہے

یعنی عشق دوست میں عقل کو قربان کر دے (کیونکہ) عقلیں تو آخر اسی طرف سے ہیں۔ جس طرف سے وہ ہے۔ مطلب یہ کہ عشق حق میں اس عقل ناقص کو قربان کر دو۔ اور اس پر عشق حق کو غالب کر لو کیونکہ آخر یہ عقل بھی تو حق تعالیٰ ہی کے پاس سے آئی ہے اور اسی نے تو دی ہے پھر مالک کے عشق میں اس کو قربان کرتے ہوئے تم کو دریغ کیوں آتا ہے۔ تم کوئی مالک نہیں ہو کچھ نہیں میاں جہاں سے آئی تھی وہیں تو جا رہی ہے پھر مرے کیوں جاتے ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عقلہا آنسو فرستادہ عقول	ماندہ ایں سو آنکہ گول ست وفضول
بڑے عقلمند نے عقلیں اس جانب روانہ کر دیں	اس جانب اس نے باقی رکھیں جو احمق اور بیہودہ ہیں

یعنی عاقلوں نے تو عقلوں کو اس طرف بھیج دیا ہے اور جو بیوقوف اور فضول ہے وہ اسی طرف رہ گیا ہے۔ مطلب یہ کہ جو عاقل تھے انہوں نے اپنی عقلوں کو عشق میں قربان کر دیا ہے اور جدھر سے آئی تھیں ادھر ہی کو روانہ کر دیا ہے اور جو بیوقوف تھے وہ ویسے کے ویسے ہی رہ گئے کیونکہ وہاں تو یہ حالت ہے کہ

زیں سراز حیرت گرایں عقلت رود	ہر سر مویت سر و عقلے شود
اگر تیری عقل اس جانب سے حیرت کی وجہ سے جاتی رہے	تیرا ہر بال سر اور عقل بن جائے

یعنی اس سر سے حیرت (عشق) کی وجہ سے اگر تیری عقل جاتی رہے تو تیرا ہر سر مو ایک سر اور عقل ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ اگر اس عشق کی وجہ سے تمہاری یہ عقل جاتی رہے اور عشق غالب ہو جاوے تب تو تمہارا ہر ہر بال ایک مستقل عقل ہو جاوے اور اس ناقص کے فنا ہونے سے عقل کامل تم کو مل جاوے۔ اسی لئے جو سمجھ دار تھے انہوں نے اس ناقص کو فنا کر کے کامل کو لے لیا اور جو ناسمجھ تھے وہ ویسے کے ویسے ہی رہے اور وہاں کی تو یہ شان ہے کہ۔

نیست آنسو رنج وفکرت بر دماغ	کز دماغ وعقل روید دشت وباغ
اس جانب دماغ پر فکر کی تکلیف نہیں ہے	کیونکہ دماغ اور عقل سے جنگل اور باغ اگتے ہیں

یعنی اس طرف دماغ پر فکر اور تکلیف نہیں ہے کیونکہ دماغ اور عقل سے تو دشت و باغ اگتے ہیں۔

سوئے دشت از دشت نکتہ بشنوی	سوئے باغ آئی شود نخلت روی
تو جنگل کی جانب (آنے) کو جنگل سے نکتہ سنے	باغ کی جانب آئے تو تیرا نخل سیراب ہو جائے

یعنی جنگل کی طرف (جاوے تو) جنگل سے تو نکات سنے اور باغ کی طرف آوے تو تیرا نخل سرسبز ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ وہ عقل کامل میسر ہو جاوے گی تو پھر دماغ پر افکار کا بار نہ رہے گا۔ کہ اب اس عقل کے ہوتے ہوئے تو علوم وغیرہ کو سوچتے ہو اور محنت کرتے ہو تب حاصل ہوتے ہیں اور پھر سب علوم وہبی ہوں گے۔ کسی سوچ بچار کی ضرورت ہی نہ ہوگی اور اب تو دشت و باغ میں جا کر بہار کا مشاہدہ کرتے ہو اور ان میں غور کرنے سے سمجھ میں آتا ہے اور جب وہ عقل کامل میسر ہو جاوے گی تو پھر تو خود دشت و باغ تم سے اسرار کو بیان کرنے لگیں گے۔ اور خود تمہاری عقل و دماغ میں دشت و باغ ہوں گے کہ ان ہی کا مشاہدہ کرتے رہو گے پس جب یہ حالت ہے تو تم کو چاہئے کہ۔

اندریں رہ ترک کن طاق وطرب	تا قلاؤ وزت نجنبد تو مجنب
اس راستہ میں شان و شوکت کو چھوڑ دے	جب تک تیرا رہنما حرکت نہ کرے، حرکت نہ کر

یعنی اس راہ میں ترک بھڑک کو چھوڑ دو اور جب تک تیرا رہبر نہ ملے تو مت چل۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ او بے سر بجنبد دم بود	جنبشش چوں جنبش کژدم بود
جو بے سر کے حرکت کرے وہ دم ہے	اس کی حرکت بچھو کی سی حرکت ہوتی ہے

یعنی جو بے سر کے ہے وہ دم ہوتی ہے اور اس کی جنبش مثل جنبش کژدم کے ہوتی ہے کہ وہ

کژ روست و کور و زشت و زہرناک	پیشۂ او خستن اجسام پاک
ٹیڑھا چلنے والا اور اندھا اور برا اور زہریلا ہے	اس کا پیشہ پاک جسموں کو خستہ کرنا ہے

یعنی کجرو ہے اور اندھا برا اور زہر کا بھرا ہوا ہے اس کی عادت پاک جانوں کو زخمی کرنا ہے۔

سرکوب آنرا کہ سرش ایں بود	خلق و خوئے مستمرش ایں بود
جس کی یہ طبیعت ہو اس کا سر کچل دے	جس کی عادت اور اخلاق ہمیشہ یہ ہوں

یعنی اس کا سر کوٹ دے کہ اس کا سر اسی لائق ہے۔ اس کا خلق و خو ہمیشہ یہی ہے۔

خود صلاح اوست ایں سر کوفتن	تا رہد جاں ریزہ اش زیں شوم تن
یہ سر کچلنا اس کی بھلائی ہے	تاکہ اس کی حقیر جان منحوس جسم سے چھٹکارا پالے

یعنی خود اس کی بھلائی یہ سرکوشای ہے تاکہ اس کی باقی ماندہ جاں اس منحوس تن سے چھوٹ جاوے مطلب یہ ہے کہ راہ حق میں اپنے دعووں کو اور عزت و ناموس کو جس کی وجہ سے اتباع سے عار آتی ہے چھوڑ دو اور شیخ کامل کا ایسا اتباع کرو کہ بے اس کی حرکت کے تم کو حرکت بھی نہ ہو۔ کیونکہ تمہارے لئے وہ بجائے سر کے ہے سو اگر سر نہ ہو صرف دم ہی دم ہو تو ظاہر ہے کہ بیکار ہے اسی طرح اگر شیخ نہ ہو اور اس کا اتباع نہ ہو تو دم کی طرح بیکار اور نالائق ہو گے اور جس طرح بچھو کجرو اور اندھا اور برا ہوتا ہے اور ہمیشہ اچھے لوگوں کو ستاتا ہے اسی طرح بے اتباع مرشد کے تم بھی کجرو اور اندھے ہو گے اور تم سے بھی مقبولان الٰہی کو تکالیف ہوں گی پھر اس بچھو کو اگر مار ڈالو تو اس کے لئے یہی اچھا ہے کہ وہ اس نیش زنی سے چھوٹ جاوے گا۔ اسی طرح اگر تم اپنے اندر سے ان دعووں اور خصلتوں کو نکالڈالو گے جو بچھو کی طرح ہیں اور ان کا سر کچل دو گے تو خیر جو کچھ ایمان باقی رہ گیا ہے وہ تو بچ جاوے گا۔ اور تم مقبولان الٰہی کو ستانے سے تو باز رہو گے لہذا ان باتوں کے لئے بہتری یہی ہے کہ ان کو ترک کیا جاوے اور فنا کر دیا جاوے تاکہ ایمان کی سلامتی ہو خوب سمجھ لو۔ اور فرماتے ہیں کہ۔

واستان از دست دیوانہ سلاح	تاز تو راضی شود عدل و صلاح
دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لے	تاکہ تجھ سے انصاف اور نیکی خوش ہو

یعنی دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لو تاکہ تم سے انصاف اور بھلائی راضی ہو۔

چوں سلاحش ہست و عقلش نے بہ بند	دست او را ورنہ آرد صد گزند
جبکہ اس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل نہیں ہے باندھ دے	اس کا ہاتھ ورنہ وہ سو نقصان پہنچائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب اس کے پاس ہتھیار تو ہیں اور عقل ہے نہیں تو اس کے ہاتھ باندھ دو ورنہ سینکڑوں گزند پہنچاوے گا۔ مطلب یہ کہ تمہارے نفس کے پاس یہ علم وغیرہ جس کا وہ دعویٰ کر رہا ہے ایسے ہیں جیسے کسی دیوانہ کے ہاتھ میں ہتھیار ہوں تو جب اس کو عقل تو ہے نہیں اور ہتھیار ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ جو کچھ نہ کرے کم ہے لہٰذا اس کے ہاتھ سے ہتھیار لے لو۔ اسی طرح اس نفس سرکش کے دعوے علم وغیرہ کو برباد کر دو اور مٹا دو اس طرح کہ اس کو ذلیل کر کے کسی محقق کا اتباع کرو کہ اس سے کام بن جاوے گا غرضکہ اپنی رائے کو آگ لگا دو اور اتباع شیخ کامل شروع کرو بس راستہ صاف ہے ورنہ اگر اپنی رائے سے کام لیا تو پھر ایسے قعر میں گرو گے کہ کہیں پتہ بھی نہ چلے گا حضرت حافظؒ اسی کو فرماتے ہیں۔

عقل خود ورائے خود در عالم رندی نیست کفرست دریں مذہب خود بینی وخود رائی

بس اس راہ میں جو ہوتا ہے اتباع سے ہوتا ہے۔ ورنہ ساری عمر بھٹکتے پھرو کچھ ہاتھ پلے نہیں پڑتا۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

بے قلاؤوز اندریں صحرا مرو

چونکہ یہاں فرمایا تھا کہ دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لو ورنہ وہ خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی ہلاک کرے گا۔ تو آگے اسی مناسبت سے بیان فرماتے ہیں کہ اسی طرح بدگوہر کو علم و مال وجاہ کا حاصل ہونا ایسا ہے جیسا کہ راہزن کے ہاتھ میں تلوار دیدینا۔

بیان اس کا کہ بدگوہر کو علم و مال وجاہ حاصل ہونا اس کیلئے باعث رسوائی ہے اور ایسا ہے جیسے کہ ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دیدی جائے

بدگہر را علم وفن آموختن	دادن تیغے بدست راہزن
بداصل کو علم و فن سکھانا	ڈاکو کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے

یعنی نالائق کو علم وفن سکھانا رہزن کے ہاتھ میں ایک تلوار دیدینا ہے۔

تیغ دادن در کف زنگی مست	بہ کہ آید علم ناکس رابدست
مست حبشی کے ہاتھ میں تلوار دے دینا	اس سے بہتر ہے کہ علم نااہل کے ہاتھ آئے

یعنی زنگی مست کے ہاتھ میں تلوار دے دینا بہتر ہے اس سے کہ نااہل کو علم حاصل ہو جاوے۔ (کیونکہ وہ تلوار کو لے کر تن ہی کو زخمی کرے گا اور یہ علم سیکھ کر تو روح اور ایمان کی خبر لے گا (اللھم احفظنا)

علم و مال ومنصب وجاہ وقراں	فتنہ آمد در کف بدگوہراں
علم اور مال اور عہدہ اور رتبہ اور (ان سے) وابستگی	بداصلوں کے ہاتھ میں فتنہ ثابت ہوئی ہے

یعنی علم اور جاہ اور منصب اور مال اور شوکت بدگوہروں کے ہاتھ میں فتنہ ہے (قراں کہتے ہیں ستاروں کے

جمع ہونے کو اور چونکہ نجومی کواکب سعد کے اجتماع سے ان کی شوکت وجاہ پر استدلال کرتے ہیں اس لئے مجازاً اقران کا اطلاق شوکت وجاہ پر کر دیا گیا) مطلب یہ کہ مال وجاہ وغیرہ کا حصول نااہل کے لئے فتنہ ہے۔

پس غزا زیں فرض شد بر مومناں	تا ستانند از کف مجنوں سناں
مومنوں پر جہاد اسی لئے فرض ہوا ہے	تا کہ وہ پاگل کے ہاتھ سے بھالا چھین لیں

یعنی پس اسی لئے مومنین پر لڑائی فرض ہوئی تا کہ مجنون کے ہاتھ سے بھالا لے لیں۔ (آگے خود اس کی شرح فرماتے ہیں کہ)

جان او مجنون تنش شمشیر او	واستاں شمشیر رازیں زشت خو
اس کی جان پاگل ہے اس کا جسم اس کی تلوار ہے	اس بدعادت سے تلوار چھین لے

یعنی اس کی جان تو مجنون ہے اور اس کا تن تلوار ہے تو اس زشت خو سے تلوار کو لے لے۔ مطلب یہ کہ مومنین پر جو جہاد فرض ہوا ہے اس کی وجہ یہی ہے تا کہ ان کے بدنوں کو ان کی جانوں سے خالی کر دیں کیونکہ ان کی جانوں کی مثال تو مجنون جیسی ہے اور تن شمشیر کی طرح ہے سو اگر شمشیر نہ رہے گی تو یہ خود بھی ضرر سے بچ جاوے گا۔ اور دوسرے بھی اس کے ضرر سے بچ جاویں گے۔

انچہ منصب میکند باجاہلاں	از فضیحت کے کند صد ارسلاں
جاہلوں کے ساتھ عہدہ جو کچھ کرتا ہے	رسوائی میں سو شیر نہیں کرتے ہیں

یعنی منصب جتنا جاہل کو رسوا کر سکتا ہے سو شیر بھی نہیں کر سکتے۔ مطلب یہ کہ جب جاہل کو کوئی منصب اور جاہ نصیب ہو جاتا ہے تو وہ اس کے عیوب کو اس طرح ظاہر کر دیتا ہے کہ اگر بڑے سے بڑا کوئی زبردست ہو وہ بھی اس کو اس طرح رسوا اور ذلیل نہیں کر سکتا کیونکہ۔

عیب او مخفی ست چوں آلت بیافت	مارش از سوراخ بر صحرا شتافت
اس کا عیب پوشیدہ ہے جب اس نے ذریعہ حاصل کر لیا	اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑ پڑا

یعنی اس کا عیب پوشیدہ ہے اور جب آلہ پالیا اور اس کا سانپ سوراخ سے جنگل میں دوڑا۔

جملہ صحرا مار و کژدم پر شود	چونکہ جاہل شاہ حکم مر شود
تمام جنگل سانپ اور بچھو سے بھر جاتا ہے	جب جاہل کردے حکم کا شاہ بن جاتا ہے

یعنی تمام جنگل سانپ بچھوؤں سے پر ہو جاتا ہے جبکہ جاہل حکم قطعی کا مالک ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جاہل کا عیب اول تو پوشیدہ تھا کسی کو خبر نہ تھی کہ یہ ضرر رساں ہے یا نفع رساں۔ جب اس کو قوت اور شوکت میسر ہوگئی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اس نے ضرر رسانی شروع کی تب سب کو اس کا عیب معلوم ہو جاتا ہے اور سب لوگ اس کی حالت کو جان لیتے ہیں اور پھر جو خصلت کہ دبی پڑی تھی اور جس کا ظہور ضرر رسانی نہیں ہوتا تھا آج منصب ملنے سے اس کا خوب ظہور ہو رہا ہے اور تمام عالم اس کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہے جیسے سارے جہان میں مار و کژدم بھر گئے ہیں جس طرح وہ سب ضرر رساں ہوں گے اسی طرح یہ حضرت بھی اس منصب وجاہ کی بدولت ضرر رساں ہو رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ۔

یعنی جب قلم کسی غدار کے ہاتھ میں ہو تو ضرور منصور دار پر ہوگا۔ مطلب یہ کہ جب نااہلوں کے ساتھ حکومت ہوگی تو ایسے ہی ایسے واقعات ہوں گے جیسے کہ حضرت منصور دار پر کھینچ دیئے گئے اگر کوئی اہل ہوتا تو ان کی حالت کو عذر سمجھ کر چھوڑ دیتا۔ بلکہ اور تعظیم و تکریم کرتا مگر نااہلوں کی وجہ سے ان پر یہ گزری آگے فرماتے ہیں کہ۔

مال و منصب ناسکے کارو بدست	طالب رسوائی خویش اوشدہ است
نااہل جو مال اور عہدہ حاصل کرتا ہے	وہ اپنی رسوائی کا طالب بنتا ہے

یعنی مال و منصب جو کوئی نااہل ہاتھ میں لاوے وہ اپنی رسوائی کا خود طالب ہوا ہے (کیونکہ)

یا کند بخل و عطا ہا کم دہد	یا سخا آرو بنا موضع نہد
یا وہ بخل کرے گا اور عطیات نہ دے گا	یا سخاوت کرے گا تو بے موقع کرے گا

یعنی یا تو بخل کرے گا اور عطائیں کم دے گا اور یا سخا کرے گا تو بے جگہ رکھے گا۔

شاہ را در خانہ بیذق نہد	اینچنیں باشد عطا کاحمق دہد
شاہ کو پیدل کے خانہ میں رکھ دے گا	احمق جو عطا دیتا ہے وہ ایسی ہوتی ہے

یعنی شاہ کو پیادہ کے خانہ میں رکھ دے گا اور جو عطا کہ احمق کرتا ہے وہ تو ایسی ہی ہوتی ہے مطلب یہ کہ اگر کوئی جاہل اور نااہل مال و منصب کے حصول کی کوشش میں ہو تو سمجھ لو کہ یہ خود ہی اپنی رسوائی کے در پے ہے۔ اس لئے کہ جب مال و منصب ہاتھ لگ جاوے گا تو دو ہی صورتیں ہیں یا تو بخل کرے گا یا سخاوت اگر بخل کیا تب تو بدنامی اور رسوائی ظاہر ہے اور اگر سخاوت کی تب بھی رسوائی ہی ہوگی اس لئے کہ جب خود نااہل ہے اس کو اہل و نااہل میں بھی تمیز نہ ہوگی تو نااہلوں کو بھر دے گا اور جو عطاء کے اہل ہوں گے وہ محروم رہ جاویں گے اور ایسی مثال ہو جاوے گی جیسے شطرنج میں کوئی پیادہ کے خانہ میں شاہ اور بالعکس رکھ دے بس اسی طرح وہ نااہل عطائیں الٹی الٹی کریگا۔

حکم چوں دردست گمراہی فتاد	جاہ پنداریدو در چاہے فتاد
جب حکومت کسی گمراہ کے ہاتھ میں آ گئی	اس نے اس کو رتبہ سمجھا اور وہ کوئیں میں گرا

یعنی حکم جب کسی گمراہ کے ہاتھ میں پڑ گیا تو تم تو جاہ سمجھ رہے ہو اور وہ چاہ (کنویں) میں گر گیا۔ مطلب یہ کہ نااہل کو جب حکومت ملی تو تم کو تو خیال ہے کہ اس کو جاہ و منصب حاصل ہوا مگر سچ پوچھو تو وہ بجائے جاہ کے چاہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ذلت میں گر پڑا۔ اور اس کی ایسی مثال ہے کہ۔

رہ نمیداند قلاوزی کند	جان زشت او جہاں سوزی کند
راستہ نہیں جانتا رہنمائی کرتا ہے	اس کی بری جان دنیا کو پھونکتی ہے

یعنی راہ تو جانتا نہیں اور رہبری کر رہا ہے تو اس کی جان زشت جہان سوزی کر رہی ہے۔ مطلب یہ کہ جب کوئی خود راستہ نہ جانے اور دوسروں کی رہبری کرنے لگے تو ظاہر ہے کہ وہ قصداً اصلاح کرتا ہے کہ لوگوں کو راستہ دکھا رہا ہے مگر اصل میں وہ اور فساد برپا کر رہا ہے اور ایک عالم کو اس نے آتش ضلالت سے جلا رکھا ہے یہ تو اس کا بیان تھا جو نا اہل صاحب جاہ و منصب ظاہری ہو آگے نا اہلوں کے رہبر باطنی ہونے کی خرابیاں فرماتے ہیں۔

طفل راہ فقر چوں پیری گرفت	پیرواں را غول او بیری گرفت
راہ فقر کے بچہ نے جب پیری اختیار کر لی	پیروکاروں کو نحوست کے بھوت نے پکڑ لیا

یعنی راہ فقر کا طفل جب پیری کرنے لگے تو اس کا بھوت معتقدین کو آ چمٹے۔ مطلب یہ کہ جب راہ سلوک کا طفل کتب اور ناداں پیر اور مقتدا بن بیٹھے تو بس سمجھ لو کہ جو اس کے معتقدین ہیں ان کا تو سب کا ناس ہو گیا گویا کہ ان کو تو بھوت نے آ دبوچا اور وہ پیر تو یہ کہہ رہا ہے کہ۔

کہ بیا تا ماہ بنمایم ترا	ماہ را ہرگز ندیدآں بے ضیا
کہ آ تاکہ تجھے چاند دکھاؤں	(خود) اس بے نور نے چاند کو بھی نہیں دیکھا ہے

یعنی کہ آ میں تجھے چاند دکھلاؤں اور چاند کو اس بے نور نے خود بھی نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ وہ معتقدین کو پکار رہا ہے کہ آؤ میں تم کو ماہ ہدایت دکھلا دوں مگر اس اندھے نے خود تو کبھی چاند کو دیکھا ہی نہیں اوروں کو تو کیا دکھاوے گا بجز اس کے کہ اور گمراہ کرے گا اور نہ معلوم کس کو چاند بتا دے گا مولانا فرماتے ہیں کہ۔

چوں نمائی چوں ندیدستی بعمر	عکس مہ در آب ہم اے خام غمر
تو کیسے دکھائے گا جبکہ تو نے تمام عمر نہیں دیکھا ہے؟	اے کچے نادان! پانی میں بھی چاند کا عکس

یعنی ارے لونڈے تو کیا دکھاوے گا جبکہ تو نے خود عمر بھر چاند کے عکس کو پانی میں بھی نہیں دیکھا مطلب یہ کہ میاں اس راہ میں دودوں کے صاحبزادے ہو۔ بھلا جب تم نے اس چاند کا کوئی اثر تک نہیں دیکھا تو اوروں کو چاند تو کیا دکھا سکتے ہو۔ حاصل یہ کہ او خویشتن گم است کرا رہبری کند

لہذا ایسے لوگوں سے بچنا ضروری ہے اور شیخ کامل کی تلاش (جس کی علامتیں بارہا بتا دی گئی ہیں) کرنی چاہئیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

احمقان سرور شد ستند و زبیم	عاقلاں سرہا کشیدہ در گلیم
بیوقوف سردار ہوتے ہیں اور خوف سے	عقلمندوں نے گدڑی میں منہ چھپا لیا ہے

یعنی احمق لوگ تو سردار ہوگئے تو عاقلوں نے خوف کی وجہ سے سروں کو کمبل میں کر لیا۔ مطلب یہ کہ جب نااہل سردار ہوگئے تو اہل اللہ نے اپنے کو چھپالیا اور منہ چھپا کر بیٹھ گئے کہ اب چونکہ دنیا نا اہلوں سے بھر گئی ہے اس لئے اپنے کمالات کو ظاہر کرتے ہوئے ان کو غیرت آتی ہے کہ نا اہلوں کے آگے کیا اظہار کمال کیا جاوے۔ آگے اس پر مولانا سورۂ مزمل کے ایک معنی بیان فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضور کو مزمل کیوں فرمایا۔ ایک معنی تو وہی ہیں جو اس کا شان نزول ہے مگر مولانا یہاں دوسرے معنی بیان فرماتے ہیں جو کہ قواعد شرعیہ کے بھی خلاف نہیں اور اس تفسیر کے مخالف بھی نہیں۔ بلکہ مطلب مولانا کا یہ ہے کہ ایک معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں جس سے تفسیر بالرائے کا شبہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ مولانا کو اس معنی کا انکار نہیں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح قاعدہ ہے کہ نا اہلوں کے سردار ہوجانے کے وقت اہل اللہ منہ چھپا لیتے ہیں اور اپنے کمالات کو ظاہر نہیں فرماتے اسی طرح حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس وقت کمبل اوڑھ لیا تھا اور منہ چھپا کر لیٹ رہے تھے اس میں اس طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ چونکہ کفار کا غلبہ تھا اس لئے حضور نے منہ لپیٹ لیا لہذا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے کمبل والے اٹھو الخ آخرہ۔ اب اشعار سے سمجھو۔

شرح حبیبی

سلیمان علیہ السلام کا ہر روز مسجد اقصیٰ میں اسکے پورا ہونے کے بعد عبادت اور عابدین و معتکفین کو وعظ سنانے کیلئے آنا اور مسجد میں اقاقیر کا اگنا اور آنحضرت علیہ السلام سے باتیں کرنا

جبکہ سلیمان علیہ السلام مسجد بنا چکے اور اس سے بالکل فراغت ہوگئی تو آپ کا معمول یہ رہا کہ ہر صبح کو آتے اور مسجد اقصیٰ میں داخل ہوتے اور جب اندر جاتے تو اس میں ایک نیا گھاس اگا ہوا دیکھتے۔ آپ اس سے فرماتے کہ تو کیا دوا اور کیا چیز ہے اور تیرا نام کیا ہے اور تو کس کے لئے مضر ہے اور کس کے لئے مفید۔ پس ہر گھاس اپنا فعل اور نام بیان کرتا اور بتلاتا کہ میں اس کے لئے حیات بخش ہوں اور اس کے لئے مہلک اور اس کے لئے زہر ہوں اور اس کے لئے شکر اور لوح قضا وقدر پر میرا یہ نام ثبت ہے۔ اس کا بیان سن کر حضرت سلیمان حکماء سے بیان فرماتے اور اس کا نفع اور نقصان بتلاتے۔ پس طبیب لوگ حضرت سلیمان سے سیکھ کر بوٹیوں کے خواص سے

www.besturdubooks.wordpress.com

واقف ہو گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے کتب طبیہ مرتب کر دیں اور جسم سے امراض دور کرنے لگے اب سنو کہ یہ علم نجوم و علم طب وغیرہ سب ابتداءً باعلام خداوندی انبیاء کو معلوم ہوئے ہیں ورنہ عقل ناقص انسانی اور اس کی حس اس شئے تک کہاں جا سکتی ہے جو کسی جہت ہی میں نہ ہو۔ ہم نے ان کو بے جہت اس واسطے کہا کہ یہ علوم غیبیہ و اسرار الٰہیہ ہیں اور عقل جزوی و ناقص سے ان تک رسائی کی اس لئے نفی کی کہ اس میں حق سبحانہ نے یہ قوت نہیں رکھی ہے کہ وہ اس کے خزانہ غیب سے کوئی شے نکال لے۔ بلکہ اس میں تو صرف یہ قوت رکھی ہے کہ وہ علوم کو جو اس پر فائض کئے جائیں قبول کر لے۔ اس لئے وہ معلم اور مفید کی سراسر محتاج ہے اور یہ عقل قابل تعلیم و فہم ضرور ہے مگر اس شرط سے کہ کوئی صاحب وحی و الہام جو کہ براہ راست حق سبحانہ سے علوم حاصل کرتا ہو اس کو تعلیم دے۔ اس لئے یہ یقینی بات ہے کہ تمام پیشہ اور فن ابتداءً وحی سے ماخوذ ہیں۔ ہاں عقل نے انہیں ترقی دی ہے اور علوم قدیمہ کی مدد سے ان میں علوم جدیدہ کا اضافہ کیا ہے۔ اچھا تم غور کرو کہ ہماری عقول کسی پیشہ اور فن کو بھی بدون استاد کے سیکھ سکتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس یہ بڑی دلیل ہے اس بات کی کہ ہماری عقول میں قوت استخراج نہیں۔ اور اگرچہ کسی کی عقل کتنی ہی بال کی کھال نکالنے والی کیوں نہ ہو مگر کوئی فن بدون استاد کے قابو میں نہیں آتا۔ پس اگر عقل ہی علوم فنون کا منبع ہوتی تو ضرور کوئی فن کسی عقل کو بدون استاد کے حاصل ہو جاتا۔ مگر مشاہدہ اس کے خلاف ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ تمام علوم ابتداءً وحی سے ماخوذ ہیں اور ان کا منبع عقل نہیں۔ دیکھو گور کنی ایک نہایت معمولی کام ہے یہ بھی غور و خوض اور تدبیر عقل سے نہیں نکلا۔ اور نہ عقل اس کے ایجاد پر قادر تھی کیونکہ اگر قابیل کی عقل اس تک پہنچ جاتی اور وہ سمجھ جاتا تو وہ ہابیل کی نعش کو سر پر لئے ہوئے یہ نہ سوچتا کہ میں اس مقتول اور خاک و خون میں آلودہ کو کہاں چھپاؤں۔ بالآخر حق سبحانہ نے کوے پر اس علم کو فائض کیا اور قابیل نے دیکھا کہ وہ دوسرے کوے کو منہ میں لئے ہوئے تیزی کے ساتھ اڑا آ رہا ہے اور جب وہ ان کے قریب پہنچ گیا تو اوپر سے نیچے آیا اور ان کی تعلیم کے لئے وہ اپنی ہنرمندی سے قبر کھودنے لگا۔ اور اول اس نے پنجہ سے زمین کھودی اس کے بعد اس مردہ کوے کو اس قبر میں داخل اور دفن کیا اس کے بعد اسے مٹی سے چھپا دیا کیونکہ اس کو یہ ہنر بالہام خداوندی معلوم ہو چکا تھا یہ دیکھ کر قابیل نے کہا کہ تف ہے میری اس عقل پر کیونکہ مجھ سے تو کوا ہی زیادہ ہنرمند ہے۔

فائدہ:۔ اس مقام پر اس امر پر تنبیہ کر دینا ضروری ہے کہ مولانا نے علم نجوم کو بھی علم الٰہی اور علم انبیاء قرار دیا ہے۔ اس سے کسی کو دھوکہ نہ ہونا چاہئے اور یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ علم نجوم پر اعتماد اور اس کی حقیقت کا اعتقاد جائز ہے کیونکہ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ نجوم جو اس وقت مروج ہے یہ ہی بعینہ علم الٰہی ہے۔ ممکن ہے کہ جس طرح یہ آسمان سے اترا تھا اس طرح نہ ہو۔ بلکہ اس میں تغیر و تبدل ہو گیا ہو اور وہ قواعد صحیحہ اغلاط کے ساتھ مخلوط ہو کر بے اعتبار ہو گئے ہوں اور صرف احتمال ہی نہیں بلکہ واقعہ ہے جس کا مشاہدہ شاہد ہے کیونکہ سینکڑوں خبریں منجمین کی غلط ثابت ہوتی ہیں اور اگر کچھ صحیح بھی ہوتی ہیں تو ان میں صحت اتفاقی کا احتمال ہے اس لئے اس کی صحت قابل اعتماد نہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم کو اس پر اعتماد کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے۔ اس لئے وہ ہرگز قابل اعتماد نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر چونکہ عقل زاغ یعنی کوے کی عقل کا تذکرہ آیا تھا اس مناسبت سے اب مولانا عقل زاغ یعنی چور بھور۔ حریص اور ادھر ادھر بھٹکنے والی عقل کا بیان کرتے ہیں۔ جو ضد ہے عقل مازاغ یعنی صرف مقصود پر نظر رکھنے والی عقل و بضد ہا تبیین الاشیاء اس لئے عقل مازاغ کا بیان بھی کرتے ہیں۔ پس مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عقل کامل و عقل معاد کی نسبت فرمایا ہے مازاغ البصر و ما طغی یعنی عقل کل کی نظر صرف مقصود پر ہوتی ہے اور اس مقصود سے تجاوز نہیں کرتی۔ برخلاف اس کے عقل جزوی و عقل ناقص ہر طرف دیکھتی اور ادھر ادھر بھٹکتی ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ عقل مازاغ کا مصداق تو نور اہل اللہ ہے کہ وہ صرف مطلوب بین ہے اور عقل زاغ وہ ہے جو مردوں کے لئے قبریں کھودنا سکھلادے۔ یعنی مختصر اور دنیاوی امور میں مصروف ہو۔ (چونکہ عقل زاغ دو احتمال رکھتی ہے اول یہ کہ بمعنی عقل زاغ ہو۔ دوسرا یہ کہ بمعنی عقل غراب ہو۔ لہذا مولانا نے معنی اول مراد لے کر اس کو عقل مازاغ کا مقابل بنایا اور معنی ثانی کے ایہام کے لحاظ سے استاد گور مردگان استعمال کیا۔ اور مضمون مابعد بھی اسی ایہام کے لحاظ سے ہے) دیکھو جو شخص کووں کی پیروی کرے گا اس کو کوے قبرستان میں لے جائیں گے کیونکہ ان کا مرجع وہی ہے اس لئے کہ وہاں ان کوان کی غذا ملتی ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سنو کہ سب سے بڑا کوا نفس ہے اس کے پیچھے ہرگز نہ جانا کیونکہ یہ لامحالہ تمہیں ہلاکت کی جگہ لے جاوے گا۔ اور راحت کی جگہ کبھی نہ لے جاوے گا۔ ہاں اگر تمہیں چلنا ہے تو عنقائے دل کے پیچھے پیچھے عالم غیب کی طرف چلو۔ جو اس عنقا کا مقام ہونے کی جہت سے مثل کوہ قاف کے ہے۔ اور اس سلیمان کا مرجع ہونے کے لحاظ سے مثل مسجد اقصیٰ کے۔ یاد رکھ کہ جس طرح عالم غیب مسجد اقصیٰ دل ہے یوں ہی دل خود تیرے لئے مسجد اقصیٰ ہے اور تیری اس مسجد اقصیٰ میں ہر دم تیرے خیال کا ایک نیا گھاس اگتا ہے۔ پس تو سلیمان علیہ السلام کی طرح اس کا پورا حق ادا کر اور تحقیق کر کہ وہ خیال کیا ہے اور اس کی خاصیت کیا ہے اور اس تحقیق پر کاربند ہو۔ اگر برا ہوں کے ازالہ کی تدبیر کر۔ اچھا ہو تو اس کو لے لے اور اس کو پامال اور نظر انداز مت کر۔ ہم نے جو کہا ہے کہ تحقیق کر اور اسے نظر انداز مت کر اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمین متعارف کی حالت اس کے رنگ برنگ کی بوٹیوں سے معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کے ترجمان اس کے نباتات ہوتے ہیں خواہ وہ گنے ہوں یا بانس یعنی اچھے ہوں یا برے۔ جب تمہیں یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ اسی طرح دل کے افکار و خیالات جو اس زمین کے لئے نباتات ہیں اس کے اسرار بیان کرتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ اچھا ہے یا برا۔ پس تم افکار و خیالات کی تحقیق کرو تاکہ اس کے ذریعہ سے تمہیں اپنے دل کی حالت معلوم ہو۔ اچھا اب میں اس بیان کو ختم کرتا ہوں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ میرا قاعدہ ہے کہ اگر مجمع میں کوئی محرک کلام ہوتا ہے جو بات کو کھینچتا ہے تو میں چمن میں ہزاروں پھول کھلا دیتا ہوں۔ اور نہایت عمدہ اور دلکش باتیں کرتا ہوں اور اگر محرک و جاذب سخن کوئی نااہل ہوتا ہے تو میرے دل سے نکتے چور کی طرح بھاگ جاتے ہیں پس چونکہ یہاں کوئی سننے والا نہیں ہے اس لئے خاموشی ہی بہتر ہے اور نااہلوں سے دقیق باتوں کا چھپانا ہی اچھا ہے۔ میں نے جو کہا ہے کہ یہاں کوئی سننے والا نہیں ہے اس کی دلیل یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ میں خاموش ہو گیا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جاذب صادق کی طرف ہر شخص کو حرکت ہوتی ہے اور جذب صادق جذب کاذب کی مثل نہیں ہے۔ جو بدون کھینچے چھوڑ دے۔ پس ثابت ہوا کہ سامعین میں جذب صادق نہیں اور وہ سننے کے اہل نہیں۔ چونکہ مولانا نے فرمایا ہے کہ جاذب کی طرف ہر ایک کو حرکت ہوتی ہے اس لئے اب اس کے مناسب مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو جو کبھی غلط اور کبھی صحیح چال چلتا ہے یہ بھی ایک جاذب کے جذب کا اثر ہے۔ مگر ڈوری کھینچے والا محسوس نہیں اس لئے تو اس ڈوری اور جاذب کا منکر ہے یاد رکھ کہ تو ایک اندھا اونٹ ہے اور تیری مہار دوسرے کے قبضہ میں ہے پس تو مہار کو نہ دیکھ کیونکہ تو اپنے اندھے پن کے سبب اسے دیکھ نہیں سکتا۔ بلکہ کشش کو دیکھ اور سمجھ کہ ضرور میری ڈوری کسی کے ہاتھ میں ہے۔ اب رہی یہ بات کہ وہ ڈوری کھینچنے والا دکھائی کیوں نہیں دیتا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ محسوس ہوتا تو پھر دنیا دھوکہ کا گھر کاہے کو رہتا اور کوئی دھوکہ کاہے کو کھاتا۔ اور معنی امتحان کیونکر متحقق ہوتے۔ مثلاً اگر کافر یہ دیکھتا کہ میری باگ ایک کتے کے قبضہ میں ہے اور میں اس کے پیچھے جا رہا ہوں اور شیطان کا مسخر ہوں تو بھلا وہ قیدیوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے کیسے چلتا۔ ایسی حالت میں ہر شخص بچہ بوڑھا جوان سب کے سب رک جاتے اور کافر بھی رک جاتا اور اس کے پیچھے نامردوں کی طرح کبھی نہ چلتا۔ علیٰ ہذا اگر گائے کو قصائیوں کی حالت معلوم ہوتی تو وہ کہیں ان کے پیچھے پیچھے ان کی دوکان پر جاتی۔ یا ان کے ہاتھ سے بھوسی کھاتی یا ان کے چمکارنے سے انہیں دودھ دیتی۔ ہرگز نہیں اور اگر وہ چارہ کھا لیتی تو اگر اسے اس چارہ کا مقصد معلوم ہوتا تو اسے کہیں یہ چارہ ہضم ہو سکتا تھا کبھی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ یہ جہاں غفلت ہی سے قائم ہے اگر آج حقائق منکشف ہو جائیں تو آج ہی سارا کارخانہ درہم برہم ہو جاوے۔ دیکھو اس وقت جو اکثر لوگ طالب دولت ہیں اگر ان کو دولت کی حقیقت معلوم ہو جائے تو پھر کوئی اس کا نام لے ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اس کے ابتدا میں دوڑ دھوپ ہے اور آخر میں لات پس دولت کا حاصل یہ ہے کہ ابتدا میں دوڑ دھوپ کرو اور آخر میں لات کھاؤ۔ یعنی دنیا میں اس کی تحصیل کیلئے پریشان ہوں اور آخرت میں اس کا خمیازہ بھگتو۔ ایسی حالت میں اس ویرانہ میں کوئی گدھا ہی جان دے سکتا ہے۔ یعنی اس کی تحصیل میں کوئی بیوقوف ہی پھنس سکتا ہے جو اس کی حالت سے واقف نہ ہو ورنہ جاننے والا تو کبھی بھی ایسا نہ کرے گا۔ اور بر تقدیر انکشاف حقائق کے کوئی گدھا اور بیوقوف ہوتا ہی نہیں اس لئے اس کی تحصیل میں کوئی مرتا کھپتا ہی نہیں۔ پس وہ نتائج جو اس کے اشتغال پر مرتب ہوتے ہیں اس وقت وہ بھی مرتب نہ ہوتے۔ اسی پر اور چیزوں کو قیاس کر لو۔ مثلاً تم نے جس کام کو اس وقت ہاتھ میں لے رکھا ہے اس کا عیب تم سے پوشیدہ ہے اور چونکہ حق سبحانہ نے اس کام کے عیب کو تم سے پوشیدہ رکھا ہے اسی وجہ سے تم اپنے کو اس کام کے حوالہ کر سکتے ہو۔ یہ تو کام کے متعلق گفتگو تھی اسی پر خیال کو قیاس کر لو اور سمجھ لو کہ جس خیال میں تم منہمک ہو اس کا عیب تم سے مخفی ہے لیکن اگر اس کا عیب اور اس کی برائی تم پر ظاہر ہو جاتی تو تم اس سے کوسوں دور بھاگتے۔ نیز جس حالت سے تم آخر میں پشیمان ہوتے ہو پس اگر یہ حالت تمہاری جواب ہے پہلے ہوتی اور تم ابتدا ہی میں اس کی برائی سے واقف ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتے۔ جیسے کہ اب ہو تو تم اس کے لئے جدوجہد کیسے کرتے۔ اس وجہ سے حق سبحانہ نے اولاً اس کو ہم سے چھپایا تاکہ تقدیر الٰہی کے موافق ہم اس کام کو کرلیں اور جبکہ قضاء الٰہی اپنا کام کرچکی تو اب آنکھ کھلی۔ اور پشیمانی آ پہنچی۔ ایک قضا تو یہ تھی کہ تم وہ کام باختیار خود کرو دوسری قضا یہ ہے کہ اب تم باختیار خود پشیمان ہو۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اب یہ پشیمانی جس میں مشغول ہو کہ اس کی وجہ سے اور اچھے کاموں میں جی نہیں لگاتے۔ فضول ہے۔ اس کو چھوڑو اور حق سبحانہ کی عبادت کرو۔ اور اس میں مشغول ہو پشیمانی میں مشغول ہونے کا کچھ نتیجہ نہیں۔ بلکہ سراسر مضر ہے۔ کیونکہ اگر تم اس کو عادت بنالو اور پشیمانی کے عادی ہو جاؤ تو اس پشیمانی سے اور زیادہ پشیمان ہو گے۔ کیونکہ آدھی عمر تو تمہاری پریشانی اور معاصی کے لئے سرگردانی میں ضائع ہوئی اور آدھی پشیمانی میں۔ تو ساری عمر مفت ضائع ہوگئی اور سامان آخرت تمہارے پاس کچھ بھی نہ رہا۔ پس تم اس فکر و پشیمانی ممتد کو چھوڑو اور معصیت سے باقاعدہ توبہ واستغفار کر کے اچھی حالت اچھے یار اور اچھے کام کی طلب میں لگ جاؤ۔ اگر تم کہو کہ ہمیں کوئی اچھا کام کرنا ہی نہیں اور ہمیں کسی کام کے اچھا ہونے کا علم ہی نہیں تو پھر پشیمانی تمہیں کس چیز کے ضائع ہونے پر ہے۔ کیونکہ اس پشیمانی کے معنی تو یہ ہیں کہ میں نے برا کام کیا برا کیا۔ اگر اچھا کام کرتا تو اچھا ہوتا۔ پس جبکہ تم کو اچھا کام کرنا ہی نہیں اور تم اسے جانتے ہی نہیں تو اس کے کیا معنی کہ میں نے اس کے بجائے فلاں اچھا کام کیوں نہ کیا۔ پس اگر تم جانتے ہو کہ فلاں راستہ اچھا ہے تو اس میں لگ جاؤ اور اگر تم کسی راستہ اور کسی بات کو بھی اچھا نہیں سمجھتے تو اس کام کو جس پر تم پشیماں ہو برا کیسے سمجھتے ہو۔ نیز اگر تم اچھے کو نہیں جانتے تو لازم ہے کہ برے کو بھی نہ جانو۔ کیونکہ برے کو جاننے کی صورت میں اچھے کام کا جاننا ضروری ہے کیونکہ ایک ضد سے دوسری ضد ضرور معلوم ہوتی ہے۔ مثلاً تم جانتے ہو کہ ظلم بری شے ہے تو لازم ہے کہ تمہیں اس کا علم ہو کہ عدل اچھی چیز ہے واللازم باطل فالملزوم مثلاً اس پر اگر تم یہ کہو کہ میں ترک پشیمانی پر قادر نہیں تو ہم کہتے ہیں کہ جس معنی کر تم ترک پشیمانی سے عاجز ہو اسی معنی کر تم گناہ سے بھی عاجز تھے اور جبکہ ترک گناہ سے عاجز تھے تو اب ندامت کیسی۔ پس ثابت ہوا کہ یہ عجز عارضی منافی اختیار اصلی نہیں۔ اب تم کو چاہئے کہ اس عجز کا مبنی تلاش کرو اور اول اس کا قلع قمع کرو تا کہ یہ عجز عارضی مرتفع ہو۔ خوب سمجھ لو کہ یہ عجز جو ہمارے زیر بحث ہے اور جس کو تم عذر قرار دے رہے ہو نہ بدوں قدرت کے کسی نے دیکھا ہے اور نہ ہوسکتا ہے بلکہ یہ عجز مجتمع مع القدرۃ ومنی عن الاختیار ہے پس یہ ہرگز عذر نہیں ہوسکتا خیر یہ بحث تو استطرادی تھی اب ہم پھر مضمون سابق کو بیان کرتے ہیں سنو تم جو آرزو کرتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اس کا عیب ظاہر نہیں اور اگر اس متمنی کا نقص تمہیں معلوم ہوتا تو تم خود تو کیا اس کام کو کرتے کسی کی زبردستی سے بھی نہ کرتے اور جس کام سے تمہیں نفرت ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ اسکا عیب ظاہر ہو گیا ہے اس گفتگو کو اس جگہ ختم کر کے مولانا مناجات میں مشغول ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے عالم اسرار و خوش کلام خدا تو ہمارے کاموں کی برائیوں کو ہم پر ظاہر کردے اور ان کو ہم سے مت چھپا تا کہ ہم ان سے مجتنب رہیں اور ہمارے اچھے کاموں کے عیوب ہم پر ظاہر نہ کرنا کہ ہم ان کو رد کر کے دلسرد اور محتقر نہ بنیں اب مولانا پھر قصہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سلیمان علیہ السلام کی طرف عود فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں۔

غرضکہ سلیمان علیہ السلام ایک روز حسب معمول روشنی صبح میں مسجد اقصےٰ میں تشریف لے گئے اور ہر روز کے قاعدہ سے آپ اس کے متلاشی تھے کہ کوئی نئی بوٹی نظر آئے۔ اب مولانا یہاں سے عارف کی حالت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس طرح سلیمان علیہ السلام مسجد اقصےٰ میں انواع واقسام کی بوٹیاں مشاہدہ کرتے تھے یوں ہی قلب عارف اپنی برگزیدہ آنکھ سے پوشیدہ طور پر وہ بوٹیاں مشاہدہ کرتا ہے جو عوام سے مخفی ہیں۔ یعنی احوال باطنیہ وواردات غیبیہ۔ چنانچہ ایک صوفی نے باغ کے اندر تفریح کے لئے حسب عادت صوفیاں گھٹنوں پر سر رکھ لیا اور اپنی حالت میں یوں مشغول ہو گیا جیسے کوئی نہایت گہرے گڑھے میں اتر جاتا ہے اس کے اس سونے کی سی حالت کو دیکھ کر ایک بیہودہ شخص دل تنگ ہوا اور کہا کہ میاں سوتے کیا ہو ذرا انگوروں کو دیکھو اور درخت وغیرہ جو رحمت الٰہیہ یعنی باران رحمت کے سرسبز وشاداب آثار ہیں ان کا مشاہدہ کرو۔ اور حق سبحانہ کے حکم کی تعمیل کرو کیونکہ اس نے فرمایا ہے انظروا الیٰ آثار رحمة الله یعنی آثار رحمت خداوندی کی طرف متوجہ ہو کر ان کو دیکھو۔ یہ سن کر اس صوفی نے جواب دیا کہ آثار رحمۃ اللہ کا ابتداء بالذات مصداق دل مع ما فیہ ہے اور یہ آثار جو عالم میں ہیں وہ ان آثار کے آثار اور بواسطہ قلب ان کا مصداق ہیں کیونکہ اصلی باغ اور سبزے تو جان میں ہیں اور عالم میں جو باغ اور سبزے ہیں یہ ان کا عکس ہیں۔ جس طرح کہ پانی میں ظاہری باغوں اور سبزوں کا عکس ہوتا ہے۔ دیکھو جو باغات و سبزے پانی کی لطافت کے سبب اس میں متحرک ہوتے ہیں وہ اصلی باغ اور سبزے نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کا عکس ہوتے ہیں۔ علیٰ ہذا جو باغ اور سبزے دل کے اندر ہوتے ہیں ان کی پاکیزگی کا عکس اس آب وگل پر پڑ گیا ہے۔ اس لئے یہ خوشنما اور دلکش ہیں کیونکہ اگر یہ عالم مثلاً سرور اہل اللہ کا جو کہ ان کے باغ کے لئے مثل سرو کے ہے عکس نہ ہوتا تو حق سبحانہ اس کو دارالغرور یعنی دھوکہ کا گھر نہ فرماتے اس لئے کہ وہ دھوکہ جس کی بناء پر اس کو دارالغرور کہا گیا ہے یہ ہی ہے کہ یہ اشیاء عالم جو درحقیقت بے حقیقت ہیں اہل اللہ کے دل وجان کا عکس ہیں پس اگر یہ تباہی غلط ہے تو اس کو دارالغرور کہنا ہی صحیح نہیں۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ عالم دارالغرور ہے اور دارالغرور ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس عالم کی اشیاء قلوب اہل اللہ کے احوال کا عکس ہیں مگر دیکھنے میں اشیاء واقعیہ معلوم ہوتے ہیں تو اب سمجھو کہ جتنے لوگ دھوکہ میں پڑے ہوئے ہیں وہ ان عکوس ہی کو اصل سمجھتے ہیں اور اسی کو جنت کدہ سمجھ کر اسے لپٹے ہوئے اور اسی کو مطمح نظر بنائے ہوئے ہیں اور جو لوگ ان باغوں کا مبداء ہیں یعنی اہل اللہ ان سے بھاگتے ہیں اور جو چیزیں کہ عکوس ہیں ان میں فضول مصروف ہیں لیکن جب ان کی خواب غفلت ختم ہوگی اس وقت ان کو حقیقت حال معلوم ہوگی مگر اس وقت یہ معلوم ہونا محض بے سود ہوگا۔ کیونکہ علم سے مقصود عمل ہے اور عمل کا وقت اس وقت نکل چکا ہوگا۔ اس لئے اس غلطی کے سبب قیامت تک تمام قبرستان میں ایک شور اور واویلا مچی ہوگی۔ جس کا ہم کو سخت افسوس ہے۔ ارے چین ہے اس کے لئے جو مرنے سے پہلے ہی مر گیا یعنی جو بات کہ وہ مرنے کے بعد معلوم کرتا وہ زندگی ہی میں معلوم کر لی

www.besturdubooks.wordpress.com

اوران انگوروں وغیرہ کی اصل اور حقیقت اسے معلوم ہوگئی۔

فائدہ:۔ تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ تمام عالم مظہر اسماء وصفات الٰہیہ ہے اور انسان کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں سب کسی نہ کسی اسم وصفت کا مظہر ہیں اور انسان تمام اسماء وصفات کا مظہر ہے اس لئے انسان اکمل ہوگا بہ نسبت تمام عالم کے اور انسانوں میں اہل اللہ مظہر اتم واکمل ہیں اس لئے وہ بہ نسبت اور انسانوں کے اکمل ہوں گے۔ پس جبکہ اہل اللہ سب سے اکمل ہیں اس لئے وہی مقصود ہوں گے کیونکہ بناء مقصودیت کمال ہے اور جب وہ مقصود ہوں گے تو وہی متبوع ہوں گے اور دیگر اشیاء تابع اور جبکہ وہ متبوع ہوں گے اور دیگر اشیاء تابع تو وہ مشابہ حقیقت ہوں گے اور دیگر اشیاء شبیہ ظلال وعکوس اس لئے مولانا نے ان کو اصول وحقائق قرار دیا اور دوسروں کو ظلال وعکوس اور ان مختلف عنوانوں سے ظاہر کیا۔ کبھی دل کو اصل کہا کبھی جان کو اور کبھی احوال قلب وغیرہ کو۔ پس مولانا کے ظاہر بیان سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہئے اور اس عالم کو واقع میں خیال اور ایسا عکس نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ درختوں کا سا پانی میں ہوتا ہے) اب مولانا پھر قصہ سلیمان علیہ السلام کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جس طرح وہ ہر روز مسجد اقصیٰ میں جایا کرتے تھے۔ یوں ہی حسب معمول ایک روز اس مسجد میں گئے اور ایک کونہ میں ایک نئی بوٹی اگی ہوئی دیکھی۔ جس پر خوشہ انگور کی طرح دانہ لگے ہوئے تھے اور انہوں نے ایک عجیب اور سرسبز بوٹی دیکھی جس کی سبزی اپنی عمدگی کے سبب آنکھ سے نور اچکتی تھی۔ پس اس بوٹے نے فوراً حضرت سلیمان علیہ السلام کو سلام کیا۔ انہوں نے اس کے سلام کا جواب دیا اور اس کی خوبی کو دیکھ کر کھل گئے پھر فرمایا کہ اے بوٹی تو بتا کہ تیرا نام کیا ہے اس نے عرض کیا کہ میرا نام خروب ہے۔ اس پر انہوں نے دریافت فرمایا کہ تجھ میں کیا خاصیت ہے اس نے عرض کیا کہ جہاں میں پیدا ہوتی ہوں وہ مقام ویران ہو جاتا ہے چونکہ میرا نام خروب ہے اس لئے میں اپنے مقام روئیدگی کی ویرانی کا سبب اور اس کے آب وگل کی بنیاد کو اکھاڑ دینے والی ہوں۔ یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام فوراً سمجھ گئے کہ میرے انتقال کا وقت آ گیا ہے اور اب میں دار البقاء کو رحلت کرنے والا ہوں۔ کیونکہ انہوں نے اپنے دل میں کہا کہ اس مسجد کا ویران ہونا تو یقینی ہے اور جب تک میں ہوں اس وقت تک یہ یقیناً ویراں نہ ہوگی اور آفات ارضیہ سے اس کی عمارت میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا اور جب تک میں ہوں اور میرا وجود ہے اس وقت تک مسجد اقصےٰ میں کوئی خرابی نہیں آ سکتی اس لئے ضرور ہے کہ میں انتقال کر جاؤں اور مسجد اقصیٰ کی ویرانی میرے بعد ہو۔ اب مولانا یہاں سے دوسرے مضمون مناسب کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل ایک مسجد ہے کیونکہ جسم اس کا مطیع ومنقاد ہے اور وہ اس کے لئے بمنزلہ قبلہ کے ہے اور جہاں کہیں یہ مسجد ہو یار بد اس کے لئے بمنزلہ خروب کے ہے جو اس کو ویران کرنے والا ہے۔ پس جب کسی یار بد کی محبت تمہارے دل میں پیدا ہو تم کو اس سے بھاگنا اور احتراز کرنا چاہئے اور کچھ چوں وچرا نہ کرنی چاہئے اور اس خروب کی جڑ اکھیڑ ڈالنا چاہیے کیونکہ جب وہ ظاہر ہوگا تو تم کو اور تمہاری مسجد کو جڑ سے اکھیڑ ڈالے گا یعنی تم کو خسران ابدی میں مبتلا کر دے گا۔ جو بمنزلہ فساد موت وویرانے کے ہے۔ جب مولانا نے یہ نصیحت فرمائی تو گویا کہ اس شخص

www.besturdubooks.wordpress.com

کی طرف سے عدم ترک یار بد کے لئے طرح طرح کے عذر وحیلہ پیش ہوئے جیسا کہ ایسے مواقع پر ہوا کرتا ہے جس کی طرف مولانا نے کم کن گفتگو سے اشارہ کیا۔ اس لئے اب مولانا ان اعذار کا قلع قمع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اس یار بد کے عاشق اور اس کو نہ چھوڑنے کے لئے طرح طرح کے حیلہ بہانے کرنے والے یہ تیری کجروی یعنی نصیحت کو نہ ماننا اور طرح طرح کے حیلہ بہانہ کرنا تیرے لئے دوسرا خروب ہے۔ پس تو کجی کی طرف بچوں کی طرح گھٹنوں کے بل کیوں جاتا ہے ارے اپنے کو جاہل بنالے اور اپنے جرم کا اقرار کر اور اس سے ڈر کہ استاد اور ناصح مشفق تجھ سے سبق نصیحت وتعلیم چھپالے اور تجھے خود تیرے حوالہ کردے۔ جب تم یہ کہو گے کہ میں ناواقف ہوں آپ مجھے تعلیم دیجئے تو یہ انصاف تمہارے اقرار حیل کی عار سے بہتر ہوگا تم اپنے باپ سے سبق حاصل کرو۔ کہ جب ان سے لغزش ہوگئی تو انہوں نے اپنے جرم کا صاف طور پر اقرار کیا اور کہا کہ ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفرلنا و ترحمنا لنکونن من الخاسرین اور کوئی بہانہ اور کوئی تلبیس نہیں کی اور کوئی فریب کوئی حیلہ نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے توبہ کیا برخلاف اس کے کہ ابلیس نے اپنے جرم پر بحث شروع کردی اور کہا کہ میں تو سرخرو تھا آپ ہی نے مجھے زرد رو کیا پس میرا رنگ آپ ہی کا بخشا ہوا ہے اور میرے رنگنے والے آپ ہی ہیں اور میرے جرم کا منشا اور میری اس تکلیف کا سبب آپ ہی ہیں۔ میں ان مضامین کو ابلیس کی طرف اپنی طرف سے منسوب نہیں کرتا بلکہ اس کا یہ بیان خود کلام اللہ میں موجود ہے چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں قال فبما اغویتنی لاقعدن لهم صراطک المستقیم یعنی چونکہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے اس لئے میں یہ کروں گا کہ لوگوں کی رہزنی کے لئے آپ کے صراط مستقیم پر بیٹھ جاؤں گا اس میں اس نے صاف طور پر اپنی گمراہی کا الزام حق سبحانہ پر رکھا ہے۔ پس خبردار تم شیطان کی تقلید کرکے جبری نہ بننا اور کجروی نہ اختیار کرنا۔ دیکھو تم اچھل کر درخت جبر پر کب تک چڑھتے ہوگے اور اختیار کو کب تک چھوڑتے رہو گے۔ بحالیکہ تم ابلیس اور اس کے ذریات کی طرح خدا سے جنگ اور مباحثہ کرتے ہو۔ ذرا تم سوچو تو سہی کہ اس قدر خوشی کے ساتھ جس سے تم گناہ پر مستعد ہوتے ہو۔ اکراہ اور جبر کیونکر جمع ہوسکتا ہے اور غور تو کرو کہ جو شخص کسی فعل پر مجبور کیا گیا ہو وہ اس کی طرف کہیں اس خوشی کے ساتھ دوڑتا ہے جس خوشی کے ساتھ تم دوڑتے ہو اور کوئی گمراہی میں زبردستی سے یوں ذوق وشوق سے بھی جاتا ہے جس طرح تم جاتے ہو جبکہ یہ نہیں تو تم کیسے کہتے ہو کہ ہم مجبور ہیں اور سنو جب تم کو کوئی نصیحت کرتا ہے تو تم ان سے یوں لڑتے ہو جیسے بیس آدمی لڑتے ہوں اور کہتے ہو کہ بیشک وہی ہے اور راہ راست صرف یہی ہے۔ ایسی حالت میں جو مجھ پر طعنہ کرے وہ نالائق اور نااہل ہے۔ کیا اب بھی تم یہی کہو گے کہ میں مجبور ہوں۔ مکرہ ہوں اور بجبر وزبردستی اس کام کو کرتا ہوں۔ بھلا کہیں وہ شخص بھی ایسی باتیں کرتا ہے۔ جو فی الحقیقت مکرہ ہو۔ اور جو اپنی دانست میں غلط راستہ پر چل رہا ہو وہ کیسے یوں لڑسکتا ہے ہرگز نہیں پس معلوم ہوا کہ تم مکرہ نہیں ہو۔ اور نہ اپنی روش کو غلط سمجھتے ہو اصل بات یہ ہے کہ جس چیز کو تمہارا نفس چاہے اس میں تو تم بالکل مختار ہو۔ اور اس وقت تمہیں کوئی عذر وحیلہ نہیں سوجھتا اور عدم قدرت کا وہم بھی نہیں ہوتا۔ اس لئے جھٹ پٹ اس کام

کو کر لیتے ہو اور جس بات کا تمہاری عقل حکم کرے اسی میں تم اضطرار و جبر کا عذر لا کھڑا کرتے ہو۔ یہ کونسی انصاف کی بات ہے۔ دیکھو جو شخص سعادت مند اور عارف حق سبحانہ ہے وہ جانتا ہے اور اگر تم بھی ایسے ہو تو تم بھی جانو کہ ذکاوت محض صفت ابلیس ہے اور عشق صفت آدم کیونکہ شیطان نے خدا کے سامنے اپنی عقل سے کام لیا اور مناظرہ شروع کر دیا اور آدم علیہ السلام نے کچھ بھی چوں و چرا نہ کی اور اپنے جرم کا اقرار کر لیا اور یاد رکھو کہ محض عقل سے کام لینا سمندروں میں تیرنا ہے اور سمندروں میں تیرنے والا آخر میں ضرور ڈوبتا ہے۔ پس تم اس پیراکی اور عقل محض غیر مشوب بعشق حق سے کام لینے کو چھوڑ دو اور تکبر اور مخالفت محققین کو خیر باد کہو۔ کیونکہ معرفت و طاعت حق سبحانہ کوئی جیحوں یا معمولی ندی نہیں ہے جسے تم تیر کر پار کر جاؤ۔ بلکہ یہ ایک سمندر ہے اور سمندر بھی ایسا ویسا نہیں بلکہ اتنا گہرا اور ایسا بے پناہ کہ ساتوں سمندروں کو تنکے کی طرح اڑا لے جائے۔ پس اس سمندر میں عقل سے تیرنے والے کے ہاتھ پاؤں لامحالہ تھک جائیں گے اور وہ ڈوب جاوے گا۔ اس دریا کو پار کرنے کا آلہ تو عشق ہے اس میں ہلاکت نادر اور اغلب نجات ہے۔ پس تم ذکاوت کو دے ڈالو اور اس کے بجائے حیرت عشق لے لو۔ کیونکہ زیرکی تو ایک ظن ہے جس میں صحت و غلطی دونوں کا احتمال ہے۔ پس اگر ظن صحیح ہو گیا تو خیر اور اگر غلط ہو گیا تو مر گئے برخلاف حیرت عشق کے کہ وہ بمنزلہ مشاہدہ کے ہے جس میں غلطی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اس میں تو اطاعت محض اور تسلیم صرف ہوتی ہے پھر غلطی کیونکر ہو سکتی ہے۔ پس تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی برگزیدہ و مقبول حق کے سامنے اپنی عقل کو قربان کر دے اور اسے بالکل چھوڑ دے اور کہہ دے کہ مجھے تیری ضرورت نہیں بلکہ مجھے صرف خدا کافی ہے میں تو وہی کروں گا اور وہی مانوں گا جو وہ کہے گا اور تیری طاعت نہ کروں گا۔ اور یاد رکھ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے جانشینوں کی اطاعت تیرے لئے بمنزلہ کشتی کے ہے جو تجھے اس بحر ناپیدا کنار سے پار کر کے حق سبحانہ تک پہنچائے گی۔ پس تو اس کنعان کی طرح اس کشتی سے سرتابی نہ کرنا۔ جس کو اس کے نفس زیرک نے دھوکا دیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ میں اس مضبوط پہاڑ پر چڑھ کر طوفان سے بچ سکتا ہوں۔ پھر میں نوح کا احسان کیوں لوں۔ اس سے کوئی کہے کہ احمق تو ان کے احسان سے کیوں بچتا ہے جن کے کارناموں کی حق سبحانہ بھی قدر کرتے ہیں۔ پس جبکہ حق سبحانہ سے بے نیاز ان کے افعال کی قدر کرتے ہیں اور ان کی وقعت کرتے ہیں تو ہم ان کا احسان کیوں نہ لیں۔ اور دھوکے میں پڑے ہوئے حاسد تجھے انکار تبہ کیا معلوم وہ تو وہ ہیں جن کے افعال کو حق سبحانہ بھی وقعت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ساری وجہ اس غرور اور گھمنڈ کی یہ تھی کہ وہ تیرنا جانتا تھا۔ پس اے کاش وہ تیرنا نہ جانتا۔ تاکہ وہ نوح اور ان کی کشتی کا خواہاں ہوتا اور اس ذریعہ ہلاکت سے نجات پاتا اور جس طرح کہ کنعان کو اپنے تیرنے پر ناز تھا یوں ہی اس مزاحم اہل اللہ کو اپنی زیرکی اور چالاکی اور علم رسمی پر ناز ہے۔ پس اے کاش وہ بچہ کی طرح تدابیر سے ناواقف ہوتا اور جس طرح بچہ اپنے بچنے کے لئے کوئی تدبیر نہیں کرتا بلکہ ماں کو لپٹتا ہے یوں ہی یہ بھی اہل اللہ کو پکڑتا یا وہ علم رسمی سے پر نہ ہوتا بلکہ علم الہامی اہل اللہ سے حاصل کرتا۔ اس سے کوئی کہے کہ ارے احمق تو جو ایسے نور وحی الہام کے مقابلہ میں کتب عقلیہ کو پیش کرتا ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

ان سے اس کو رد کرتا ہے اس سے تیری روح جو حق سے مانوس ہے غصہ اور ناخوش ہوتی ہے گو تجھے اس کا احساس نہیں ہوتا یا ہوتا ہے مگر تو اس کی پرواہ نہیں کرتا تجھے یاد رکھنا چاہیے کہ علوم و مقالات اہل اللہ کے سامنے علوم نقلی ایسے ہیں جیسے پانی کے سامنے تیمم کہ ہرگز نہیں ٹھہر سکتے اور کچھ بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس تو اپنے کو بیوقوف اور انجان بنالے۔ اور شیخ کے پیچھے پیچھے چلا چل تیری نجات کا ذریعہ یہی ہے۔ اور تو اس سے نجات پاسکتا ہے اور کسی چیز سے نہیں۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اہل جنت میں زیادہ لوگ وہ ہوں گے جو بے عقل ہوں گے۔ دیکھو چونکہ یہ ذکاوت تمہارے بھلانے والے تکبر کا سبب ہے اس لئے تم اسے چھوڑ دو اور بے عقل بن جاؤ تاکہ تمہارا دین بنا رہے بے عقل سے ہماری مراد وہ بے عقل نہیں جو مسخرہ پن پر جھکا ہوا اور مائل ہو ورنہ وہ بے عقل مراد ہے جو اپنی بدبختی سے طالب زر ہو بلکہ وہ بے عقل مراد ہے جس کی عقل پر عشق الٰہی غالب آ گیا ہو اور اس لئے وہ حیرت عشق میں مبتلا ہو۔ اور اس کی گردن میں محبت حق سبحانہ کا طوق پڑا ہوا ہو۔ کہ وہ جو کام کرتا ہو رضائے محبوب کے لئے کرتا ہوں۔ اور ایسا بے عقل مراد ہے جیسے زنان مصر تھیں کہ ہاتھ سے بے خبر تھیں مگر یوسف کے چہرہ پر نظر تھی اور اس سے بے خبر نہ تھیں۔ پس جس طرح زنان مصر نے یوسف کے عشق میں اپنی عقل کھودی تھی یوں ہی تم حق سبحانہ کے عشق میں اپنی عقل کو قربان کردو۔ آخر تم کو دریغ کیوں ہے۔ عقل کچھ تمہاری بنائی ہوئی نہیں تمہاری ملک نہیں بلکہ جہاں حق سبحانہ ہیں وہیں سے تمہارے پاس آئی ہے۔ پھر اس کے لئے اس کو قربان کردینے میں تامل کیوں ہے جو لوگ سراپا عقل تھے وہ تو اپنی عقلوں کو ادھر بھیج چکے اور ان کو حق سبحانہ پر قربان کر چکے۔ یعنی ان کو حق سبحانہ کے تابع کر چکے۔ اور جو بیوقوف اور احمق تھے وہ یوں ہی رہ گئے۔ شاید تم کو اپنی عقل کے قربان کرنے میں اس لئے تکلف ہو کہ ہم کو نقصان ہوگا اور ہم بیوقوف اور بے عقل رہ جائیں گے سو تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے کیونکہ اگر حیرت عشق کے سبب تمہارے سر سے یہ عقل جاتی رہے گی تو اس کے عوض تمہارا بال بال سراور عقل بن جائے گا۔ یعنی تم عقل کل و عقل کامل بن جاؤ گے۔ اور یہ عقل ایسی ہوگی کہ اس کے قبول کے بعد دماغ کو سوچ اور فکر کا تعب برداشت نہ کرنا پڑے گا کیونکہ اس وقت جنگل اور باغ وغیرہ جن کے متعلق تم اب دماغ سوزی کرتے ہو دماغ اور عقل سے خود بخود پیدا ہوں گے یعنی اس وقت ان کا علم وہبی ہوگا جو کہ بدوں اعمال فکر خود بخود تم کو حاصل ہوگا۔ برخلاف موجودہ حالت کے کہ اس وقت ان کا علم کسبی ہے جس کے لئے دماغ سوزی کی ضرورت ہے۔ بلکہ اگر اس وقت تم جنگل میں جاؤ گے تو خود جنگل تم سے حقائق و معارف بیان کرے گا اور اگر باغ میں جاؤ گے تو وہاں بھی تمہاری روح کا نخل چشمہائے معارف سے سیراب ہوگا پس تم اس راہ میں شان و شوکت چھوڑ دو اور جب تک تمہارا رہنما و مرشد حرکت نہ کرے اس وقت تک تم حرکت نہ کرو۔ اور بالکل اس کے تابع ہو جاؤ دیکھو شیخ بمنزلہ سر کے ہے اور جو شخص بدوں سر کے حرکت کرتا ہے وہ نامعقول ہوتا ہے اور اس کی حرکت ایسی ہوتی ہے جیسے بچھو کی حرکت۔ چنانچہ وہ کجرو اور اندھا اور برا اور زہر سے پر ہوتا ہے اور اس کا کام مقدس لوگوں کا زخمی کرنا ہوتا ہے۔ پس ایسے شخص کا جس کی اندرونی حالت اور اس کی دائمی خود خصلت یہ ہو سر کچل ڈالنا چاہیے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ اس کی بہتری اس سر کچلنے ہی میں ہے تا کہ اس کی یہ ضعیف جان اس بد بخت جسم سے رہائی پائے اور جو کچھ ایمان کا حصہ اس میں موجود ہے وہ محفوظ رہے۔ ورنہ اس کے بقاء میں اس کے زوال کا بھی خطرہ ہے وہ ایک دیوانہ ہے اور اس کا جسم اس کے ہاتھ میں ہتھیار ہے۔ پس تم کو دیوانہ کے ہاتھ سے ہتھیار لے لینا چاہئے۔ تا کہ عدل و صلاح تم سے خوش ہو اور جب کہ اس کے پاس ہتھیار ہے اور عقل اس کو ہے نہیں تو اس کو مقید کر دینا چاہئے۔ ورنہ سینکڑوں کو نقصان پہنچاوے گا۔ علی ہذا علم وفن ایک تلوار ہے اور بد طینت شخص رہزن۔ پس بد طینت آدمی کو علم و ہنر سکھلانا گویا ڈکیت کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ زنگی مست کے ہاتھ میں تلوار دینا اچھا ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی نالائق اور نااہل کے ہاتھ میں آ جاوے۔ (اس کی دو وجہ ہیں۔ اول تو یہ کہ زنگی مست کا ضرر حیات جسمانی تک محدود رہے گا اور حیات روحانی پر اس کا کچھ اثر نہ ہوگا۔ برخلاف نااہل عالم کے کہ اس کا زہریلا اثر حیات روحانی پر پڑے گا۔ اور حیات روحانی کو جو صدمہ پہنچے گا وہ زیادہ برا ہے بہ نسبت اس صدمہ کے جو حیات جسمانی کو پہنچے دوم زنگی مست تو دو چار ہی کو نقصان پہنچائے گا اور یہ شخص ہزاروں بلکہ لاکھوں کو) اور یہ بات کچھ علم ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ علم اور جاہ و منصب اور مال اور طالع مندی سب کے سب بد طینت لوگوں کے ہاتھ میں آ کر موجب فتنہ ہو جاتے ہیں۔ جہاد جو مسلمانوں پر فرض ہوا ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ لوگ جہاد کر کے دیوانوں سے نیزہ وغیرہ چھین لیں۔ کیونکہ ان کی جان دیوانہ ہے۔ اور جسم تلوار۔ پس ان بدخصلت دیوانوں سے اس تلوار کا چھیننا ضروری ہے کیونکہ انہوں نے اپنے کو تو نقصان پہنچایا ہی ہے ایسا نہ ہو کہ دوسروں کو بھی ضرر پہنچائیں۔ یاد رکھو کہ جو گت جاہ و منصب جاہلوں اور نااہلوں کی بناتا ہے اور جو ضرر وہ انہیں پہنچاتا ہے۔ سو شیر بھی وہ گت نہیں بنا سکتے۔ اور وہ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے کہ ان کا عیب بے سروسامانی کی حالت میں مخفی ہوتا ہے۔ پس جبکہ ان کو سامان مل جاتا ہے تو ان کا سانپ (نفس) جو سوراخ میں گھسا ہوا تھا نکل پڑتا ہے اور جنگل میں دوڑ جاتا ہے جہاں ان کو ضرر رسانی کا خوب موقع ملتا ہے۔ یعنی پہلے تو بے سروسامانی اس کے لئے مانع تھی اب سامان حاصل ہونے کے بعد اس کو ایذا رسانی کا خوب موقع ملتا ہے اور جبکہ جاہل اور نااہل حکم قطعی کا مالک ہو جاتا ہے تو تمام جنگل سانپوں اور بچھوؤں سے بھر جاتا ہے کیونکہ وہ بحکم الناس علی دین ملوکھم تمام رعایا کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے۔ پس جو شخص نااہل ہو کر مال اور منصب حاصل کرنا چاہے وہ حقیقۃً اپنی رسوائی چاہتا اور اپنی تباہی کا خواستگار ہے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ یا تو بخل کرے گا اور عطیہ نہ دے گا یا سخاوت بے موقع کرے گا۔ اور بادشاہ کو پیادہ کے خانہ میں رکھے گا۔ یعنی مراتب کا لحاظ نہ رکھے گا۔ اس لئے کہ وہ احمق ہے اور احمقوں کی بخشش اسی قسم کی ہوتی ہیں اور جب وہ ایسا کرے گا تو اس کے لئے فضیحت و رسوائی لازم ہے۔ یاد رکھو کہ جب حکومت کسی غلط رو کے ہاتھ لگ جاتی ہے تو وہ اس کے لئے سراسر مضر ہوتی ہے وہ تو اسے چاہ سمجھتا ہے اور جانتا ہے کہ میں صاحب جاہ ہو گیا مگر حقیقت میں وہ کنویں میں گر جاتا ہے یہ شخص ایسا ہوتا ہے جیسے کہ کوئی رلستہ نہ جانتا ہو اور رہبری کرتا ہو اور اس کی بری جان بجائے اصلاح عالم کے جہاں سوز اور مفسد عالم ہوتی ہے۔ علی ہذا جو شخص راہ سلوک میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہنوز طفل مکتب ہو اور پیر بن بیٹھے تو سمجھ لو کہ اس کے مریدوں کو بدبختی کے بھوت نے پکڑ لیا۔ وہ لوگوں سے کہتا ہے کہ آؤ تمہیں چاند دکھلاؤں۔ حالانکہ اس بے نور نے خود بھی کہیں چاند نہیں دیکھا اس سے کوئی کہے کہ ارے احمق جب تو نے خود اپنی تمام عمر میں پانی میں بھی چاند کا عکس نہیں دیکھا تو تو دوسروں کو کیا چاند دکھائے گا۔ خلاصہ یہ کہ وہ مدعی ایصال الی الحق ہے۔ حالانکہ وہ خود واصل نہیں اس لئے یہ دعویٰ غلط ہے ایسے لوگوں کی سرداری و پیشوائی کی اور مضرتیں تو تھیں ہی مگر بڑا نقصان یہ ہوا کہ جب یہ احمق لوگ سردار اور مقتداء و پیشوا بن بیٹھے تو ایسی حالت میں عقلاء کو دعویٰ سرداری و پیشوائی کرتے ہوئے شرم آئی اور وہ ناچار ہو کر چادر میں منہ لپیٹ کر پڑے رہے۔

شرح شبّیری

آیت شریفہ یاایھا المزمل کی تفسیر کا بیان

خواند مزمل نبی را ایں سبب	کہ بروں آ از گلیم اے بوالہرب
اسی سبب سے نبی کو "کملی اوڑھنے والا" کہہ کر پکارا	کہ اے صاحب فرار! کملی سے نکل

یعنی حق تعالیٰ نے نبی کو مزمل اس سبب سے فرمایا کہ اے بوالہرب کمبل سے باہر آؤ۔ (بوالہرب کے لغوی معنی بھاگنے کا باپ یعنی بھاگنے والا اور یہاں مراد بے تعلق) مطلب یہ کہ اے وہ کہ آپ لوگوں سے الگ ہو کر کمبل میں پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ اور اپنے کو چھپا لیا ہے باہر تشریف لائیے۔

سر مکش اندر گلیم و رو مپوش	کہ جہاں جسمے است سرگرداں تو ہوش
کملی کے اندر سر نہ کر اور منہ نہ چھپا	کیونکہ دنیا ایک پریشان جسم ہے (اور) تو ہوش ہے

یعنی کمبل میں تو سر مت کھینچ اور منہ کو مت چھپا کہ جہاں ایک جسم سرگرداں ہے اور آپ ہوش ہیں۔ مطلب یہ کہ سارا جہاں ایک بھٹکے ہوئے جسم کی طرح ہے اور آپ اس کے لئے بمنزلہ ہوش اور عقل کے ہیں تو اگر آپ ان سے الگ ہو جاویں گے تو یہ تو بہ دو برباد ہو جاویں گے لہذا ان سے الگ مت ہو جائیے۔

ہیں مشو پنہاں زننگ مدعی	کہ تو داری شمع وحی شعشعی
مدعی کی عار سے نہ چھپ	کیونکہ تیرے پاس منور وحی کی شمع ہے

یعنی آپ مدعی کے شرم سے ہرگز پوشیدہ نہ ہو جائیے کیونکہ آپ تو وحی کی ایک شمع روشن رکھتے ہیں۔

ہیں قم اللیل کہ شمعی اے ہمام	شمع دائم شب بود اندر قیام
اے سردار! تو رات کو کھڑا رہ کیونکہ تو شمع ہے	شمع رات میں ہمیشہ کھڑی رہتی ہے

یعنی ہاں رات کو کھڑے ہوا کیجئے اے بزرگ کیونکہ شمع تو تمام رات کھڑی ہی رہتی ہے۔ مطلب یہ کہ ان

www.besturdubooks.wordpress.com

مدعیان کفر وضلال کی وجہ سے آپ اپنا منہ نہ چھپائیے اور الگ نہ ہو جائیے اس لئے کہ آپ کے پاس تو وحی کی شمع روشن ہے۔ اور شمع کا قاعدہ ہے کہ رات بھر کھڑی ہو کر محفل میں سب کے سامنے سب پر نور افگنی کرتی ہے پھر آپ کیوں چھپتے ہیں آپ بھی اٹھئے اور لوگوں پر نور ہدایت ڈالئے اور آپ کی تو وہ شان ہے کہ۔

بے فروغت روز روشن ہم شب است	بے پناہت شیر اسیر ارنب است
تیری روشنی کے بغیر روشن دن بھی رات ہے	تیری پناہ کے بغیر شیر خرگوش کا قیدی ہے

یعنی بے آپ کے نور کے روز روشن بھی رات ہے۔ اور بے آپ کی پناہ کے شیر خرگوش کا قیدی ہے۔ مطلب یہ کہ آپ کی تو وہ شان ہے کہ اگر دن میں جو بظاہر روشن ہے آپ کا نور نہ ہو تو وہ اصل میں رات کی طرح ہے کیونکہ رات میں تو صرف ظاہری تاریکی ہوتی ہے اور اس دن میں تو تاریکی باطنی ہے۔ لہذا آپ اپنا نور لوگوں پر ڈالئے تاکہ اس شب مظلم سے نکلیں اس لئے آپ کو شمع سے اوپر تشبیہ دی ہے کہ یہ جو ضلالت کی شب ہے اس میں آپ نور افگنی کیجئے اور یہ کفار خواہ کیسے ہی زبردست ہیں مگر جو آپ کی پناہ میں نہیں ہے وہ ہر وقت خطرہ میں ہے اور بہت ذرا سی بات سے وہ تباہ و برباد ہو سکتا ہے اور شیطان ان کی راہ ایک ادنیٰ بہانہ سے مار سکتا ہے۔ لہذا ان کیلئے پناہ ہو جائیے اور ان کو شمع ہدایت دکھائیے۔

باش کشتیباں دریں بحر صفا	کہ تو نوح ثانئے اے مصطفےٰ
اس بحر صفا میں ملاح بن	اے مصطفیٰ! کیونکہ تو دوسرا نوح ہے

یعنی بحر صفا میں آپ کشتیبان ہو جائیے۔ کیونکہ اے مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم آپ تو نوح ثانی ہیں۔

رہ شناسے می بباید باللباب	ہر رہے را خاصہ اندر راہ آب
عقلمند راہ شناس درکار ہے	ہر راستہ کے لئے خصوصاً پانی کے راستہ کے لئے

یعنی (اول تو) ہر راستہ کے لئے ایک راہ شناس عاقل کی ضرورت ہے۔ اور خاص کر راہ آب ہیں۔ (تو بہت ہی ضروری ہے) مطلب یہ کہ اس دریا میں کشتیبان ہو کر لوگوں کو کشتی ہدایت میں بٹھا کر نکال لے جائیے کیونکہ آپ تو نوح ہیں۔ اس لئے آپ کا کام لوگوں کو ہلاکت سے بچانا ہونا چاہئے۔ اور دیکھئے اول تو ہر راہ میں رہبر کی ضرورت ہوتی ہے مگر خیر راہ خشک میں تو انسان علامات وغیرہ سے بے راہبر کے بھی کچھ چل سکتا ہے لیکن دریا میں تو بے ماہر کشتیبان کے چل ہی نہیں سکتا۔ لہذا۔

خیز و بنگر کاروان رہ زدہ	ہر طرف غول است کشتیبان شدہ
اٹھ! اور لٹے ہوئے قافلہ کو دیکھ	ہر طرف شیطان ملاح بنا ہوا ہے

یعنی اٹھئے اور بھٹکے ہوئے قافلہ کو دیکھئے کہ ہر طرف بھوت کشتیبان ہو رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ اٹھ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھیے تو سہی ایک قافلہ بھٹکا ہوا پھر رہا ہے اور تمام شیاطین کشتیبان ہو رہے ہیں۔ اور اس قافلہ کو اور زیادہ بہکا رہے ہیں آپ اس کی مدد فرمایئے اور اس کو ان شیاطین کے ہاتھ سے بچایئے اس لئے کہ۔

خضر وقتی غوث ہر کشتی توئی	ہمچو روح اللہ مکن تنہا روئی
تو خضر زمانہ ہے ہر کشتی کی تو مدد ہے	(حضرت) عیسیٰ کی طرح تنہا روی (اختیار) نہ کر

یعنی آپ خضر وقت ہیں اور ہر کشتی کے مددگار آپ ہی ہیں تو آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تنہا روی مت کیجئے۔ مطلب یہ کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب لوگوں سے قطع تعلق کئے ہوئے رہتے تھے اور الگ رہتے تھے اس طرح آپ نہ رہیے اس لئے کہ ہر کشتی کے لئے مددگار اور رہنما تو آپ ہی ہیں پھر اگر آپ ہی الگ رہیں گے تو کشتی کی خیریت تو معلوم۔

پیش ایں جمعے چو شمع آسماں	انقطاع و خلوت آری را بہاں
اس مجمع کے آگے تو آسمانی شمع کی طرح ہے	انقطاع اور خلوت نشینی کو ترک کر

یعنی اس جماعت کے سامنے شمع آسمان کی طرح انقطاع اور خلوت آری کو ترک کر دیجئے۔ مطلب یہ کہ جس طرح آفتاب الگ الگ رہتا ہے اس طرح آپ الگ نہ رہیے بلکہ سب میں مل جل کر ان کو چاہ ضلالت سے نکال کر نور ہدایت تک پہنچایئے۔

وقت خلوت نیست اندر جمع آ	اے ہدیٰ چوں کوہ قاف و تو ہما
خلوت کا وقت نہیں ہے مجمع میں آ	اے وہ ذات! کہ ہدایت کوہ قاف ہے اور تو ہما ہے

یعنی خلوت کا وقت نہیں ہے مجمع میں آیئے اے وہ ذات کہ ہدایت مثل کوہ قاف کے ہے اور آپ ہما ہیں۔ مطلب یہ کہ جس طرح ہما کوہ قاف میں رہتا ہے اور اسکا نشیمن وہی ہے اسی طرح آپ صاحب ہدایت ہیں اور آپ کی جگہ ہدایت ہی ہے لہذا آپ اگر چھپ جاویں گے تو ہدایت بھی تو آپ کے ساتھ ہی چھپ جاوے گی پھر یہ لوگ مہتدی کس طرح ہو سکتے ہیں۔

بدر بر صدر فلک شد شب رواں	سیر رانگزارد از بانگ سگاں
چودھویں کا چاند آسمان کے سینہ پر رات کو چلتا ہے	کتوں کے بھونکنے سے چلنا نہیں چھوڑتا ہے

یعنی چاند آسمان کی بلندی پر رات کو چلتا ہے اور کتوں کی آواز سے چلنے کو چھوڑتا نہیں۔

طاعنان ہمچوں سگان بر بدر تو	بانگ می دارند سوئے صدر تو
تیرے بدر پر طعنہ زنی کرنے والے کتوں کی طرح ہیں	جو تیرے رتبہ پر بھونکتے ہیں

یعنی طاعن لوگ کتوں کی طرح ہیں آپ کے بدر پر اور آپ کے مرتبہ کی طرف آواز کر رہے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں سگاں کرند زامر انصتوا	از سفہ وعوع کناں بر بدر تو
یہ کتے "خاموش رہو" کے حکم سے بہرے ہیں	تیرے بدر پر بیوقوفی سے بھوں بھوں کرتے ہیں

یعنی یہ کتے امر انصتوا (چپ رہو) سے بہرے ہیں اور بیوقوفی کی وجہ سے آپ کے بدر پر بھوں بھوں کر رہے ہیں۔

ہیں بمگزار اے شفا رنجور را	توز خشم کر عصائے کور را
خبردار اے شفا! بیمار کو نہ چھوڑ	بہرے پر غصہ اندھے کی لاٹھی (نہ چھوڑ)

یعنی ہاں اے وہ ذات کہ مریض کے لئے آپ شفا ہیں۔ بہرے پر غصہ کی وجہ سے اندھے کی لاٹھی کو مت چھوڑیئے۔ مطلب یہ کہ دیکھئے چاندرات کو نکلتا ہے اور کتے اس کی طرف منہ کر کر کے بھونکتے ہیں گویا کہ اس پر خفگی کا اظہار کر رہے ہیں مگر وہ ان کی اس بیہودہ حرکت سے اپنی چال کو بند نہیں کرتا۔ بلکہ برابر نورافگنی کرتا رہتا ہے پس یہ طاعن تو کتوں کی طرح ہیں اور آپ بدر ہیں اور ان کے طعن کتوں کی بھوں بھوں کی طرح ہیں اور ان کو اس کی خبر نہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کے سامنے رہتے ہوئے انصتوا کا حکم فرمایا ہے جو کہ لاترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی سے صاف ظاہر ہے یہ اس حکم سے بہرے ہیں لہٰذا آپ ان بہروں کی وجہ سے اندھوں کی دستگیری سے تو دست بردار نہ ہو جایئے۔ اس بیچارہ نے کیا خطا کی ہے۔ آپ اس کو سنبھالئے اور چاہ ضلالت میں گرنے سے بچایئے۔

نے تو گفتی قائد اعمیٰ براہ	صد ثواب و اجر یابد از الٰہ
کیا تو نے خود نہیں کہا ہے اندھے کو راستہ پر لے جانے والا؟	اللہ کی جانب سے سو ثواب اور اجر پاتا ہے

یعنی کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا ہے کہ اندھے کا راستہ بتانے والا حق تعالیٰ سے سینکڑوں اجر پاوے گا۔ (اور فرمایا ہے کہ)

ہر کہ او چل گامے کورے را کشد	گشت آمرزیدہ و یابد رشد
جو اندھے کو چالیس قدم لے جائے	وہ بخشا جاتا ہے اور ہدایت پاتا ہے

یعنی جو شخص کہ کسی اندھے کو چالیس قدم تک کھینچے تو وہ بخشا گیا اور ہدایت پاوے گا۔

پس بکش تو زیں جہاں بے قرار	جوق کوران را قطار اندر قطار
پس تو اس زوال پذیر دنیا سے لے جا	اندھوں کے مجمع کو قطار در قطار

یعنی پس آپ اس جہان بے ثبات سے اندھوں کے گروہوں کو قطار در قطار کھینچئے مطلب یہ کہ دیکھئے آپ نے خود فرمایا ہے کہ جو شخص ایک اندھے کو چالیس قدم تک لے جاوے اس کو بے حد ثواب ملتا ہے اور حق تعالیٰ اس کی مغفرت فرمادیں گے تو اب آپ بھی ان کوران باطن کو جو جوق جوق ہیں لے چلئے اور راہ پر لگا دیجئے پھر دیکھئے آپ کے بھی درجے کیسے بلند ہونگے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کار ہادی ایں بود تو ہادئی	ماتم آخر زماں را شادئی
ہدایت دینے والے کا یہی کام ہے تو ہدایت دینے والا ہے	تو آخری زمانے کے سوگ کے لئے خوشی ہے

یعنی ہادی کا کام تو یہی ہوتا ہے اور آپ ہادی ہیں اور آخر زمانہ کے ماتم کے لئے آپ شادی ہیں مطلب یہ کہ آپ ہادی ہیں اور ہادی کا کام یہی ہوتا ہے کہ وہ راستہ دکھا دے لہذا آپ بھی اٹھئے اور سب کو راہ حق دکھا دیجئے آپ کی تو وہ شان ہے کہ جب آخر زمانہ میں فتن اور ماتم ہونگے اس وقت کے لئے خوشی اور راہ حق آپ ہی کی راہ پر چلنا ہے۔ لہذا

ہیں رواں کن اے امام المتقیں	ایں خیال اندیشگان را تا یقیں
ہاں اے متقیوں کے امام! پہنچا دے	ان شک کرنے والوں کو' یقین تک

یعنی ہاں اے امام المتقین ان خیال کے سوچنے والوں کو یقین تک روانہ فرما دیجئے۔ مطلب یہ کہ یہ لوگ جو تخیلات میں پھنسے ہوئے ہیں ان کو درجہ یقین تک پہنچا دیجئے اور اس گمراہی سے نکال لیجئے۔

ہر کہ در مکر تو دارد دل گرو	گردنش را من زنم تو شادرو
جو تیرے مکر میں دل لگائے ہوئے ہے	میں اس کی گردن ماروں گا' تو خوشی سے چل

یعنی جو شخص آپ کے مکر میں دل گرو کرے گا میں اس کی گردن ماروں گا۔ آپ خوش خوش چلئے۔

برسر کوریش کوریہا نہم	او شکر پندارد و زہرش دہم
میں اس کے اندھے پن پر بہت سا اندھا پن رکھ دوں گا	وہ شکر سمجھے گا' میں اس کو زہر دوں گا

یعنی اس کی کوری پر اور کوری رکھ دوں گا وہ شکر سمجھے گا اور میں اس کو زہر دوں گا۔

عقلہا از نور من افروختند	مکرہا از مکر من آموختند
(انہوں نے) عقلیں میرے نور سے روشن کی ہیں	انہوں نے مکر میرے مکر سے سیکھے ہیں

یعنی انہوں نے عقلوں کو میرے ہی نور سے روشن کیا ہے اور مکروں کو میرے ہی مکر سے سیکھا ہے۔

چیست خود الاچق ایں ترکماں	پیش پائے نرہ پیلاں جہاں
اس صحرا نشین کی جھونپڑی خود کیا ہے؟	دنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے

یعنی ان ترکوں کا ذرا سا ڈیڑھ دنیا کے نر ہاتھیوں کے پاؤں کے آگے کیا (حیثیت رکھتا) ہے۔

آں چراغ او بہ پیش صرصرم	خود چہ باشد اے مہیں پیغمبرم
میری آندھی کے سامنے اس کا چراغ	اے میرے بزرگ پیغمبر! خود کیا ہے؟

یعنی اس کا وہ چراغ میری آندھی کے آگے اے میرے بزرگ پیغمبر خود کیا حیثیت رکھتا ہے۔ مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے میرے پیغمبر آپ اٹھئے اور نور ہدایت کو پھیلا یئے۔ اور جو آپ کے مخالف اور طاعین ہیں ان سے کچھ خوف نہ کیجئے ان کو تو میں سمجھ لوں گا اور ان کی گردن زنی تو میں کروں گا۔ آپ خوش خوش کام میں لگے رہئے۔ جیسا کہ ارشاد ہے واللہ یعصمک من الناس اور ارشاد ہے کہ میں ان کو اس طرح گمراہ کروں گا کہ یہ اس کو ہدایت سمجھیں گے اور وہ گمراہی ہوگی۔ اور پھر گمراہی برابر بڑھتی ہی چلی جاوے گی۔ کیونکہ ان کے تمام مکر اور ان کی عقول کو میں نے ہی تو پیدا کیا ہے اور ان کو میں نے ہی تو عطا فرمائی ہیں پھر میرے آگے ان کی کیا چل سکتی ہے۔ ان کی عقول اور مکر میرے آگے ایسے ہیں جیسے ایک مست ہاتھی کے پیر تلے ذرا سا ڈیرہ۔ یا آندھی کے آگے ٹمٹماتا چراغ تو بھلا یہ چیزیں ان کے آگے کب ٹھہر سکتی ہیں اسی طرح آپ ان سے بے فکر رہیں ان کو تو میں نمٹ لوں گا بس آپ تو اٹھئے اور ہدایت پھیلا یئے۔ فرماتے ہیں کہ۔

خیز دردم تو بصور سہمناک	تا ہزاران مردہ بروید زخاک
اٹھ! خوفناک صور میں پھونک مار دے	تاکہ ہزاروں مردے مٹی سے نکل پڑیں

یعنی آپ اٹھئے اور صور سہمناک میں پھونک دیجئے تاکہ ہزاروں مردے خاک سے اگ آویں۔ مطلب یہ کہ آپ ہدایت کو پھیلا کر مردہ دلوں کو حیات جاودانی مرحمت فرمایئے۔

چوں تو اسرافیل وقتی راست خیز	رستخیزے ساز پیش از رستخیز
چونکہ تو وقت کا اسرافیل ہے اٹھ کھڑا ہو	قیامت سے پہلے قیامت برپا کر دے

یعنی جبکہ آپ اسرافیل وقت ہیں تو بس اٹھئے اور قیامت سے پہلے ایک قیامت برپا کر دیجئے مطلب یہ کہ ایک مرتبہ اس طرح ہل چل مچا دیجئے گویا کہ قیامت کے پہلے ہی ایک قیامت قائم فرما دیجئے۔

ہر کہ گوید کو قیامت اے صنم	خویش بنما کہ قیامت نک منم
جو یہ کہے کہ قیامت کہاں ہے اے محبوب!	اپنے آپ کو دکھا دے کہ یہ قیامت میں ہوں

یعنی جو کوئی کہے کہ میاں قیامت کہاں ہے تو اپنے کو دکھلا دیجئے کہ یہ میں قیامت ہوں۔

در نگر اے سائل محنت زدہ	زیں قیامت صد جہاں قائم شدہ
اے مصیبت اٹھانے والے سائل! دیکھ لے	اس قیامت سے سیکڑوں جہان برپا ہو گئے

یعنی اے سائل محنت زدہ دیکھ لے کہ اس قیامت سے سو جہان قائم ہوئے ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص کہے کہ میاں قیامت کہاں ہے قیامت میں تو اول تمام جہان فنا ہوگا پھر سارے جہان کا وجود ہوگا اور حضور کے زمانہ میں تو یہ نہیں ہے تو حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اس شخص سے فرما دیجئے کہ میں ہی تو قیامت ہوں کہ اول سارا جہان مردہ تھا اور اب اس ہدایت کی قیامت سے سیکڑوں جہان پیدا ہوئے ہیں اور سب کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حیات روحانی مل گئی ہے یہ تو جب ہے جبکہ سائل اہل ہو اور اگر نا اہل ہو تو آگے اس کا جواب بھی بتاتے ہیں کہ

ورنہ باشد اہل ایں ذکر وقنوت	پس جواب الاحمق اے سلطان سکوت
اور اگر وہ اس ذکر اور قبولیت کا اہل نہ ہو	تو اے سلطان! احمق کا جواب خاموشی ہے

یعنی اور اگر وہ اس ذکر اور قنوت کا اہل نہ ہو تو اے سلطان (دین) احمق کا جواب سکوت ہے۔

ز آسمان حق سکوت آید جواب	چوں بود جاناں دعا نا مستجاب
اللہ کے آسمان سے خاموشی جواب ہوتی ہے	اے جان! جب دعا نامنظور ہوتی ہے

یعنی آسمان حق سے سکوت جواب آتا ہے جبکہ اے پیارے دعا نامقبول ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جب کوئی دعا استجابت کے اہل نہیں ہوتی تو آسمان سے بھی سکوت ہی جواب میں آتا ہے یعنی اس پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا تو بس اگر کوئی نا اہل یہ سوال کرے تو اس کو جواب دینے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ باشد خموشی پر عمل فرمایئے۔

اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

اے دریغا وقت خرمنگاہ شد	لیک روز از بخت ما بے گاہ شد
ہائے افسوس! کھلیان کا وقت آ گیا	لیکن ہماری قسمت سے دن بے وقت ہو گیا

یعنی افسوس کہ کھلیان کا وقت ہو گیا لیکن دن ہماری قسمت سے بے وقت ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اب جبکہ ارشاد حق کے بعد آپ کام کے لئے اٹھے اور آپ نے کام کئے تو ان کے بیان کا وقت آیا تھا مگر افسوس کہ وقت تنگ ہے اس لئے بیان سے معذور ہیں۔

وقت تنگ است وقضائے ایں کلام	تنگ می آید برو عمر دوام
وقت تنگ ہے اور اس بات کی ادائیگی کے لئے	ابدی زندگی کم ہے

یعنی وقت تو تنگ ہے اور اس کلام کے (یعنی حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے شان کے بیان کے) میدان کی یہ حالت ہے کہ اس پر عمر جاودانی بھی تنگ ہے۔

نیزہ بازی اندریں گوہائے تنگ	نیزہ بازاں را ہمی آرد بہ تنگ
ان تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی	نیزہ بازوں کو شرمندہ کرتی ہے

یعنی ان تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی کرنا نیزہ بازوں کو بھی تنگ کرتی ہے۔ مطلب یہ کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اور آپ کے کارنامے بیان کرنے کے لئے تو عمر جاودانی بھی کافی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ ہماری چند روزہ عمر کا یہ تو ایسا ہے جیسا تنگ گڑھوں میں نیزہ بازی کرنا کہ وہاں بجز اس کے کہ نیزہ باز لوگ بھی تنگ ہوں اور کیا ہو سکتا ہے اسی طرح بیان شان حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑے بڑے بیان کرنے والے تنگ ہو جاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور کوئی بیان نہیں کرتا۔ ایک تو یہ عذر ہے اور دوسرا عذر یہ ہے۔

وقت تنگ و خاطر و فہم عوام	تنگ تر صد رہ ز وقت است اے غلام
وقت تنگ ہے اور عوام کا مزاج اور سمجھ	اے لڑکے! وقت سے سو گنا تنگ ہے

یعنی وقت تو تنگ ہے ہی اور عوام کا قلب اور فہم سو حصہ وقت سے زیادہ تنگ ہے اے صاحبزادے۔ مطلب یہ کہ وقت تو تنگ ہے ہی مگر عوام کے عقول اور ان کے فہم بھی ناقص ہی ہیں ایک دوسرا عذر بیان کرنے سے یہ ہے اب یہاں کوئی کہتا ہے کہ حضرت آپ یہ بھی کہتے جاتے ہیں کہ سننے والے احمق ہیں اور نااہل اس لئے ہم بیان نہیں کرتے اور بیان کو طول بھی دیتے جاتے ہیں اس کا جواب ایک سوال خود ہی قائم کر کے دیتے ہیں کہ۔

چوں جواب احمق آمد خامشی	ایں درازی در سخن چوں می کشی
جبکہ احمق کا جواب خاموشی ہے	بات میں تو یہ طول کیوں دے رہا ہے؟

یعنی جب جواب احمق کا خاموشی ہے تو کلام میں اس قدر درازی کیوں کھینچ رہے ہو۔ یعنی جب جواب الاحمق سکوت تسلیم تو اب یہ طول کلام کیا۔ کہ تمام مثنوی لکھ ڈالی اور آگے کو لکھ رہے ہو آگے اس کی وجہ فرماتے ہیں کہ۔

از کمال رحمت و موج کرم	می دہد ہر شورہ را باران و نم
رحمت کے کمال اور کرم کی موج سے	ہر شور زمین کو بارش اور نمی پہنچاتا ہے

یعنی کمال رحمت اور موج کرم کی وجہ سے کہ وہ ہر شورہ کو بارش اور تری دیتا ہے۔ مطلب یہ کہ میرا یہ لکھنا حکم حق سے ہے چونکہ حق تعالیٰ کی رحمت بہت وسیع ہے کہ وہ ہر شور زمین میں بھی بارش دیتے ہیں اگرچہ وہ نااہل ہی ہے مگر ان کی طرف سے دریغ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگرچہ سامعین اس کے اہل نہ ہوں مگر مجھے حکم بیان ہے کہ میاں پہنچاؤ ان ہی میں منتفع بھی ہوں گے۔ اس لئے یہ سارا طول ہو رہا ہے۔ اب آگے جواب الاحمق سکوت پر ایک قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

آیت شریف یایھا المزمل کی تفسیر کا بیان

ترجمہ و تشریح:۔ چونکہ احمقوں کا ظہور اور ان کی گرم بازاری عقلاء کے اختفا اور ان کی چادر میں منہ لپیٹ لینے کا سبب ہوتا ہے۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احمقوں کی ترقی دیکھ کر چادر میں منہ لپیٹ لیا تھا۔ اسی بناء پر حق سبحانہ نے آپ کو مزمل کہہ کر خطاب فرمایا اور کہا کہ آپ کمبل میں سے باہر نکلئے اور کمبل میں منہ نہ لپیٹئے۔ اور اپنا منہ نہ چھپایئے کیونکہ تمام جہاں ایک سرگشتہ جسم ہے اور آپ اس کے لئے بمنزلہ ہوش کے۔ ایسی حالت میں آپ کا چھپنا مناسب نہیں دیکھئے آپ مدعیان باطل کی شرم سے مخفی نہ ہو جایئے کیونکہ آپ کے پاس

www.besturdubooks.wordpress.com

وحی روشن کی شمع ہے۔ جو ظلمت جہل کو دور کر کے ان مدعیوں کی قلعی کھول دے گی اور ان کی گرم بازاری کو کساد بازاری سے بدل دے گی۔ اچھا تو اب توقف نہ کیجئے اور اس ضلالت کی شب دیجور میں اٹھئے کیونکہ آپ خود بھی ایک شمع ہدایت ہیں اور شمع کا قاعدہ ہے کہ وہ رات بھر کھڑی رہتی ہے۔ جب تک آپ تخت ہدایت پر جلوہ افروز نہ ہوں گے اس وقت تک نہ عالم کو روشنی مل سکتی ہے اور صالح الاستعداد لوگ جو کہ بمنزلہ شیر کے ہیں گمراہوں کے پنجہ سے چھوٹیں گے جو کہ بمنزلہ خرگوش کے ہیں۔ کیونکہ بدوں آپ کی روشنی کے ظلمت جہل کی وجہ سے جس کو لوگ دن کہتے ہیں وہ بھی رات ہی ہے اور بدوں آپ کی پناہ کے شیر یعنی صالح الاستعداد لوگ خرگوشوں یعنی گمراہوں اور مدعیوں کے پنجہ سے نہیں چھوٹ سکتے اور اے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ آپ نوح ثانی ہیں اس لئے آپ بحر معرفت کے جو کہ صاف ہے کشتیبان ہو جایئے اور لوگوں کو اس میں ڈوبنے سے بچایئے کیونکہ یہ لوگ بدوں آپ کے نہیں بچ سکتے۔ اس لئے کہ اول تو ہر راستہ کے طے کرنے کے لئے ایک عاقل واقف راہ کی ضرورت ہے پھر بالخصوص جو راستہ پانی کا ہو وہاں تو اور بھی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ خشکی میں تو کچھ نشانات وامتیازات ہوتے بھی ہیں اور سمندر تو بالکل یکساں ہوتا ہے اس لئے وہاں نہایت ماہر کشتیبان کی ضرورت ہے اچھا اب آپ اٹھئے اور دیکھئے کہ ایک قافلہ عظیم بھٹکا ہوا ہے اور ہر طرف غول دریائے کشتیبان بنے ہوئے ہیں جو ان کو ڈبونا چاہتے ہیں۔ پس آپ ان کی دستگیری فرمایئے اور انہیں ورطۂ ہلاکت سے بچایئے۔ دیکھئے آپ اپنے وقت کے خضر اور ہر کشتی کے کشتیبان ہیں۔ پس آپ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح خلق سے تعلق منقطع نہ کیجئے۔ بلکہ ان میں ملئے اور ان کی دستگیری کیجئے اور اس جماعت کے سامنے دوسری شمع آسمانی یعنی آفتاب کی طرح بے تعلق اور خلوت گزینی کو چھوڑیئے۔ اور ان کو اپنے نور سے ہدایت کیجئے اور اے وہ ذات جس کے لئے ہدایت بمنزلہ کوہ قاف کے ہے اور جو خود بمنزلہ ہمار کے یہ وقت خلوت کا نہیں ہے اس لئے خلوت کو چھوڑیئے۔ اور انجمن میں تشریف لایئے اور ملامت ملامت گراں کی کچھ پرواہ نہ کیجئے۔ دیکھئے چودھویں رات کا چاند آسمان پر چلتا ہے اور گو کتے بھونکتے ہیں مگر وہ ان کی کچھ بھی پرواہ نہیں کرتا اور ان کی وجہ سے اپنی چال نہیں چھوڑتا۔ پس آپ پر جو کہ ہدایت میں چودھویں رات کے چاند کی مانند ہیں طعن کرنے والے لوگ بھی کتوں کی مانند ہیں اور آپ کے رتبہ عالی پر بھونکتے ہیں اور چونکہ یہ کتے حکم انصتوا کو نہیں سنتے اس لئے آپ پر جو کہ مثل بدر ہیں بھوں بھوں کرتے ہیں پس آپ بھی ان کے بھونکنے سے اپنی روش نہ چھوڑیئے اور اے شفائے مریض القلوب آپ ان طاعنوں کی ناخوشی کے خیال سے اندھوں کی لاٹھی یعنی اعانت نہ چھوڑیئے جو حکم انصتوا سے بہرے ہیں۔ دیکھئے خود آپ کا ارشاد ہے کہ جو اندھے کی رہبری کرے اس کو حق سبحانہ بہت سا ثواب دیں گے اور جو اندھے کو پکڑ کر چالیس قدم تک لے جائے حق سبحانہ اسے ہدایت عطا فرماویں گے۔ اور بخش دیں گے۔ پس خود آپ ان دل کے اندھوں کی اعانت ترک نہ کیجئے۔ کیونکہ یہ بہ نسبت ظاہری اندھوں کے زیادہ اعانت کے مستحق ہیں اور اندھوں کی بے انتہا جماعت کو اس جہاں ناپائیدار سے نکالئے اور عالم غیب تک پہنچایئے کیونکہ آپ ہادی کامل ہیں اور ہادی کا کام ہی یہ ہے۔ نیز

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ اس آخر زمانہ کے ماتم کے لئے بمنزلہ خوشی کے ہیں۔ پس اس ماتم کو زائل کیجئے اور یہ لوگ جو مبتلائے خیال باطل ہیں ان کو صد یقین تک پہنچایئے ہم آپ کو اطمینان دلاتے ہیں کہ جو کوئی آپ سے چال کرنے کی فکر میں دل کو پھنسائے گا خود ہم اس کی گردن ماردیں گے۔ اور آپ پر اس کی مدافعت کا بوجھ نہ ڈالیں گے آپ خوش خوش اپنا کام کئے جایئے ہم یہ کریں گے کہ کچھ تو وہ اندھا پہلے ہی سے ہے۔ اب ہم اسے اور اندھا کردیں گے اور جس کام کو وہ اپنے لئے مفید سمجھے گا اسے ہم اس کے لئے مضر بنادیں گے کیونکہ عقلیں جو لوگوں کو حاصل ہیں جن سے وہ منفعت اور مضرت میں تمیز کرتے ہیں وہ ہمارے ہی روشن کرنے سے تو روشن ہیں۔ اور جو تدبیریں کہ وہ جانتے ہیں وہ ہمیں نے تو سکھائی ہیں ایسی حالت میں کوئی بڑی بات نہیں کہ ہم ان کی عقلوں کو نور سے معرا کردیں اور ان کی مفید تدبیروں کو ان کے لئے مضر بنادیں ان کی عقل و تدبیر کی ہمارے علم و تدبیر کے سامنے ایسی مثال ہے جیسے ترکمانوں کے کمبل کے خیموں کی ہاتھی کے پاؤں کے سامنے۔ پس جس طرح ہاتھی کے پاؤں کے سامنے ان خیموں کی کوئی حقیقت نہیں۔ یوں ہی ہمارے علم و تدبیر کے سامنے ان کی عقلوں اور تدبیروں کی بھی کوئی حقیقت نہیں نیز ان کی عقل و تدبیر ہمارے علم و تدبیر کے سامنے ایسی ہے جیسے چراغ آندھی کے سامنے۔ پس جس طرح چراغ کی آندھی کے سامنے کوئی وقعت نہیں یونہی ان کی عقلیں اور تدبیریں ہمارے علم و تدبیر کے سامنے بے وقعت ہیں۔ اچھا تو اب اٹھئے اور توحید کا ایک خوفناک صور پھونکئے تا کہ ہزاروں روحانی مردہ زندۂ جاوید ہو جائیں چونکہ آپ اسرافیل وقت ہیں لہذا اٹھئے اور قیامت معروف کے علاوہ ایک روحانی قیامت قائم کیجئے اور جو شخص کہے کہ قیامت کیا چیز ہے اس سے کہہ دیجئے کہ دیکھ قیامت میں ہوں اور اے مصیبت زدہ سائل تو دیکھ لے کہ اس قیامت سے سینکڑوں روحانی عالم موجود ہو گئے ہیں پس جبکہ قیامت کی ایک نظیر موجود ہے تو تجھے دوسری نظیر سے کیوں انکار ہے اور اگر وہ اس وعظ کا اہل اور قابل اطاعت نہ ہو تو اس کا جواب بھی ہے کہ سکوت اختیار کیا جائے۔ کیونکہ احمقوں کا جواب سکوت ہی ہے واقعی بات ہے کہ احمقوں کا جواب سکوت ہے کیونکہ جب دعا غیر مقبول ہوتی ہے تو اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ داعی احمق ہوتا ہے کہ خلاف حکمت حق سبحانہ دعا مانگتا ہے اس لئے ادھر سے سکوت جواب ہوتا ہے اب کھلیان کا وقت آیا ہے یعنی اس کا وقت آیا ہے کہ یہ بیان کیا جاوے کہ آپ نے اس حکم کی تعمیل میں کیا کارنامے کئے اور ان کے کیا کیا نتائج برآمد ہوئے مگر افسوس کہ وقت نہیں رہا۔ جس قدر وقت باقی ہے وہ نہایت تنگ ہے اور وسعت کلام اتنی بڑھی ہوئی ہے کہ عمر دوام بھی اس کے لئے کم ہے۔ اس لئے اس کے بیان سے معذوری ہے۔ قاعدہ ہے کہ تنگ خندقوں میں نیزہ بازی نیزہ بازوں کو مجبور کردیتی ہے۔ پس میں اس قلیل وقت کی خندق میں اپنی جوانمردی کے کیا جوہر دکھا سکتا ہوں۔ خیر وقت تو تنگ تھا ہی اس سے بڑھ کر مصیبت یہ ہے کہ عوام کی طبیعت اور ان کی فہم وقت سے بھی سوگونہ زیادہ تنگ ہے ایسی حالت میں اور بھی مجبوری ہے۔ اب مولانا اپنی تقریر پر سوال قائم کر کے اس کا جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی کہے کہ جب آپ کو تسلیم ہے کہ احمق کا جواب سکوت ہے تو یہ اتنی طویل مثنوی آپ کیوں کہہ رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بامر

حق سبحانہ ہے اور ان کا قاعدہ ہے کہ وہ اپنے کمال رحمت اور موج کرم کے سبب ہر شورہ زمین پر بارش برساتے اور اسے تر کرتے ہیں خواہ خود اس کی نا قابلیت کی وجہ سے اس میں سبزہ نہ پیدا ہو مگر وہ اپنی طرف سے محروم نہیں کرتے اب جواب الاحمق سکوت کی تائید میں ایک قصہ نقل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

شرح شبیری

بیان میں اس کے کہ جواب نہ دینا بھی ایک جواب ہے اور اثبات میں اس کے کہ احمق کا بھی جواب سکوت ہی ہے اور ان دونوں باتوں کی شرح قصۂ ذیل میں آتی ہے

بادشاہے بود او را بندۂ	مردہ عقلے بود شہوت زندۂ
ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا	جس کی عقل مردہ اور شہوت زندہ تھی

یعنی ایک بادشاہ کا ایک غلام تھا مردہ عقل والا اور زندہ شہوت والا تھا۔ مطلب یہ کہ عقل تو کہیں اس کے پاس بھی نہ پھٹکی تھی ہاں شہوات نفسانیہ سے پر تھا اور اس کی یہ حالت تھی کہ۔

خرد ہائے خدمتش بگذاشتے	بد سگالیدے نکو پنداشتے
اس کی چھوٹی خدمت (بھی) نہ کرتا	بدخواہی کرتا (اس کو) اچھا سمجھتا

یعنی اس بادشاہ کی چھوٹی چھوٹی خدمتیں چھوڑ دیتا برا سوچتا اور اچھا جانتا مطلب یہ کہ اس کے جو کام سپرد تھا ان میں سے ذرا ذرا سے کاموں کو بھی انجام نہ دیتا اکثر چھوڑ دیا کرتا تھا اور ہمیشہ برے کام کرتا اور اس پر طرہ یہ کہ ان کو اچھا بھی سمجھتا۔

گفت شاہنشہ جراتش کم کنید	در بجنگد نامش از خط بر زنید
بادشاہ نے کہا اس کی تنخواہ کم کر دو	اگر لڑے تو اس کا نام فہرست سے کاٹ دو

یعنی بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کا وظیفہ کم کر دو اور اگر لڑے تو اس کا نام دفتر سے کاٹ دو۔ مطلب یہ کہ اس کی یہ حالت دیکھ کر بادشاہ سمجھ گیا کہ کھانے کو جول رہا ہے اس لئے مستا گیا ہے۔ لہذا حکم دیا کہ اس کی روٹی کم کر دو اور اگر اس پر کچھ حیل حجت کرے تو سرے سے نام ہی کاٹ دو اور بالکل ہی وظیفہ بند کر دو۔

عقل او کم بود و حرص او فزوں	چوں جرا کم دید شد تند و حروں
اس کی عقل کم اور لالچ بڑھا ہوا تھا	جب تنخواہ کم دیکھی بدمزاج اور سرکش بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کی عقل تو کم تھی اور حرص زیادہ تھی تو جب وظیفہ کم دیا تیز اور غمگین ہوا۔ مطلب یہ کہ میاں کو عقل تو تھی نہیں جب حکم شاہ سے وظیفہ ہوا کم تو بجائے اس کے کہ اپنی کوتاہی پر نظر کر کے اس کی اصلاح کرتا آپ اور زیادہ تیز ہوئے اور بگڑے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عقل بودے گرد خود کردے طواف	تا بدیدے جرم خود گشتے معاف
(اگر) عقل ہوتی اپنے گرد چکر کاٹتا	تاکہ اپنا قصور دیکھ لیتا (اور) وہ معاف ہو جاتا

یعنی عقل ہوتی تو اپنے گرد طواف کرتا تاکہ اپنے جرم کو دیکھتا اور معاف ہو جاتا۔ مطلب یہ کہ اگر اس کو عقل ہوتی تو وظیفہ کم ہونے سے اپنی کوتاہیوں پر نظر ہوتی۔ اور اپنے جرموں کو دیکھ کر ان کا تدارک کرتا تو بادشاہ کے یہاں سے معافی مل جاتی۔ مگر اس نے بجائے اس کے اور بگڑنا اور بڑبڑانا شروع کر دیا مولانا اس کی ایک مثال فرماتے ہیں کہ۔

چوں خرے پا بستہ تندد از خری	ہر دو پالیش بستہ گردد برسری
ایک پاؤں بندھا ہوا گدھا جب شرارت کرتا ہے	تو پھر اس کے دونوں پاؤں مزید باندھ دیئے جاتے ہیں

یعنی جب کوئی گدھا ایک پاؤں بندھا ہوا گدھے پن سے شرارت کرنے لگے تو اوپر سے اس کے دونوں پاؤں بھی بستہ ہو جاتے ہیں۔

پس بگوید خر کہ یک بندم بس است	خود بداں کاں دو ز فعل آں خس است
پھر گدھا کہتا ہے کہ میرے ایک ایک بند ہی کافی ہے	تو سمجھ لے کہ وہ دو بند اسی کمینہ کے کام کی وجہ سے ہیں

یعنی پھر وہ گدھا کہے گا کہ مجھے تو ایک ہی بند کافی تھا تو تم خود جان لو کہ وہ دونوں اس کمینہ ہی کے فعل کی وجہ سے ہیں۔

گر بدیدے سر بند آں چشم کور	بند بر دستش نہ بستندے بزور
اگر وہ اندھا بند کا راز دیکھ لیتا	تو جبراً اس کے ہاتھ نہ باندھتے

یعنی اگر وہ اندھا (پہلے) بند کا بھید دیکھتا تو اس کے ہاتھ پر زور سے نہ باندھتے۔

ورز جرم بند پا آگہ بدے	خود ز بند دست و پا ایمن شدے
اگر وہ پاؤں کے بند کے جرم سے آگاہ ہوتا	تو ہاتھ اور پاؤں کے بند سے محفوظ ہو جاتا

یعنی اور اگر وہ بیہودہ قید میں شرارت نہ کرتا تو وہ گدھا ہی نہ ہوتا۔ وہ تو شیر نر ہوتا۔ مطلب یہ کہ دیکھو اس غلام کی ایسی مثال ہے جیسے کہ کسی نے ایک گدھے کو گلے میں رسی ڈال کر باندھ رکھا تھا۔ اس گدھے نے کودنا پھاندنا شروع کیا تو اس مالک نے اس کے پچھاڑی بھی لگا دی۔ تو دیکھو اگر وہ یہ سمجھتا کہ میری اگاڑی بھی اسی لئے لگی ہے تاکہ میں شرارت نہ کروں اور یہ سمجھ کر وہ شرارت سے باز رہتا تو پچھاڑی لگنے کی نوبت نہ آتی تو اسی طرح اگر یہ غلام پہلے سے کام کرتا رہتا تو یہ نوبت کی وظیفہ کی کیوں آتی اور اگر آ گئی تھی اور اب بھی سوچ لیتا اور جرم کو معلوم کر

www.besturdubooks.wordpress.com

کے اس کی صفائی کی فکر میں لگتا تو بھی خیر تھی مگر مولانا فرماتے ہیں کہ اگر وہ گدھا یہ باتیں سوچ سمجھ لیتا تو وہ گدھا ہی کیوں ہوتا اسی طرح یہ غلام اگر اتنی باتیں سمجھ لیتا تو بیوقوف ہی کیوں کہا جاتا۔ پھر تو بڑا عاقل اور بلند حوصلہ ہوتا چونکہ مولانا نے اوپر بیان فرمایا ہے کہ اس گدھے نے ایسا کیا تو اپنے آپ ہی قیود کو اپنے اوپر بڑھاتا چلا گیا اور اگر ایسا نہ کرتا تو وہ گدھا گدھا نہ رہتا بلکہ بشر کی طرح ہو جاتا آگے اس کی مناسبت سے مخلوق حساسہ کی تقسیم بیان فرماتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک مخلوق تو محض علم وعقل وغیرہ خوبیوں سے بنائی کہ ان میں رذائل تھے ہی نہیں وہ تو فرشتے ہیں اور دوسری مخلوق محض رذائل سے بنی جس میں علم وعقل کا نام نہیں وہ حیوانات ہیں۔ تیسری مخلوق میں ان دونوں کو ترکیب دیدیا کہ کچھ ان میں عقل وغیرہ ہے اور کچھ رذائل ہیں وہ انسان ہے پھر اس انسان کی تین حالتیں ہیں جس کو قرآن شریف میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ کنتم ازواجاً ثلثة فاصحاب المیمنة ما اصحاب المیمنه و اصحاب المشئمة مااصحاب المشئمة والسابقون السابقون اولئک المقربون ایک تو وہ ہیں کہ ان میں اوصاف حمیدہ کا غلبہ ہے اور رذائل بالکل ہی مغلوب ہیں ایسے حضرات تو سابقون اولون میں داخل ہیں۔ جیسے حضرات انبیاء علیہم السلام یا ان کے سچے جانشین دوسرے وہ کہ ان میں رذائل ہی کا غلبہ ہے اوصاف حمیدہ ہیں ہی نہیں وہ اصحاب مشئمہ میں داخل ہیں جیسے کہ کفار۔ تیسرے وہ لوگ ہیں کہ

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

کہ کبھی ان میں غلبہ رذائل کا ہے اور کبھی اوصاف حمیدہ کا ایسے حضرات اصحاب میمنہ میں داخل ہیں جیسے عوام مسلمین تو دیکھو جو اصحاب مشئمہ ہیں یہ اگر اپنی حالت میں غور کرتے اور سمجھتے کہ کس وجہ سے ہم کفر میں مبتلا ہیں تو وہ ایسے کیوں رہتے بلکہ انسان کامل نہ ہو جاتے مگر اب تو جیسے گدھے تھے ویسے ہی رہے خوب سمجھ لو۔ اب اشعار سے سمجھ لو مولانا اس مضمون کو ایک حدیث کی تفسیر کے پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں اور اس حدیث کی صحت اور عدم صحت کی بابتہ علم نہیں ناظرین خود تحقیق فرمالیں ہاں مضمون بالکل صحیح ہے۔

شرح حبیبی

بیان میں اس کے کہ جواب نہ دینا بھی ایک جواب ہے اور اثبات میں اس کے کہ احمق کا بھی جواب سکوت ہی ہے اور ان دونوں باتوں کی شرح قصۂ ذیل میں آتی ہے

ترجمہ وتشریح:۔ ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک نوکر تھا جس کی عقل مردہ تھی اور نفس زندہ معمولی معمولی خدمتوں بادقائق خدمت کو نظر انداز کرتا تھا۔ وہ کرتا تھا برا اور سمجھتا تھا کہ میں اچھا کر رہا ہوں۔ یہ دیکھ کر بادشاہ نے

www.besturdubooks.wordpress.com

حکم دیا کہ اس کا تنزل کر دیا جائے۔اور وظیفہ گھٹا دیا جاوے۔اور اگر یہ کچھ چوں وچرا کرے تو اس کا نام کاٹ دیا جاوے چنانچہ اس پر عمل کیا گیا۔پس چونکہ اس کی عقل کم تھی اور حرص زیادہ اس لئے جب وظیفہ کم ہوا تو بہت جز بز ہوا لیکن اگر اسے عقل ہوتی تو وہ اپنے کو ٹٹولتا تا کہ اسے اپنا قصور معلوم ہوتا اور وہ اس جرم کا اعتراف کرتا جس سے اس کا قصور معاف ہو جاتا۔اس کی مثال ایسی تھی جیسے کسی گدھے کا ایک پاؤں بندھا ہوا ہو اور وہ شرارت کرے جس کا نتیجہ یہ ہو کہ اس کے دونوں پاؤں بندھ جائیں اس پر وہ یہ کہے گا کہ میرے لئے ایک ہی بیڑی کافی ہے۔دو کیوں ڈال دی گئیں۔لیکن تم کو سمجھنا چاہئے کہ یہ دونوں بیڑیاں اسی کی شرارت کا نتیجہ ہیں اگر اسے ایک بیڑی کی وجہ معلوم ہوتی تو دوسری بیڑی اس کے پاؤں میں زبردستی نہ ڈالی جاتی اور اگر وہ اپنے اس جرم کو جانتا جس کی بناء پر اس کا پاؤں باندھا گیا ہے تو اپنے ہاتھ اور پاؤں دونوں کے بندھنے سے بے کھٹکے ہو جاتا کیونکہ جب اس کا ایک پاؤں باندھا گیا تھا اس وقت اگر وہ سمجھتا کہ یہ میری شرارت کا نتیجہ ہے اور یہ سمجھ کر پھر شرارت نہ کرتا تو دوسرا پاؤں نہ باندھا جاتا۔بلکہ پہلا بندھا ہوا پاؤں بھی کھول دیا جاتا۔اور اگر وہ شرارت نہ کرتا تو وہ گدھا نہ ہوتا۔بلکہ بہادر شیر یعنی عالی حوصلہ ہوتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آرا کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد ۱۵-۱۶ دفتر ۴

مع افادات وارشادات

حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ

از حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ادارۂ تالیفات اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513-519240

www.besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرح شبّیری

الملائکة ورکب فیھم العقل و خلق البہائم ورکب فیھاالشھوة و خلق بنی ادم و رکب فیھم العقل والشھوة فمن غلب عقلہ علیٰ شھوتہ فھو اعلیٰ من الملائکة و من غلبت شھوتہ علیٰ عقلہ فھوادنیٰ من البھائم صدق النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس حدیث نبوی کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے پیدا فرمائے اوران میں عقل رکھی اور چوپایوں کو پیدا فرمایااوران میں شہوت رکھی اوربنی آدم کو پیدافرمایااوران میں عقل اورشہوت (دونوں) رکھی توجس کی عقل شہوت پرغالب آ گئی وہ ملائکہ سے افضل ہےاور جس کی شہوت عقل پر غالب آ گئی وہ چوپایوں سے کمتر ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے

در حدیث آمد کہ یزداں مجید	خلق عالم را سہ گونہ آفرید
حدیث میں آیا ہے کہ اللہ بزرگ نے	عالم کی مخلوق تین قسم کی پیدا فرمائی ہے

یعنی حدیث میں ہے کہ خدائے بزرگ نے عالم کی مخلوقات (حساسہ) کوتین قسم پر پیدافرمایا۔

یک گرہ را جملہ علم وعقل و جود	اں فرشتہ است و نداند جز سجود
ایک گروہ میں علم اور عقل اور سخاوت مکمل ہے	وہ فرشتہ ہے اور سوائے سجدہ کے کچھ نہیں جانتا

یعنی ایک گروہ کوتو محض علم اور عقل اور جود (کے ساتھ پیدا کیا) وہ تو فرشتے ہیں کہ سوائے عبادت کے اور کچھ جانتے ہی نہیں۔

نیست اندر عنصرش حرص و ہوا	نور مطلق زندہ از عشق خدا
اس کی ماہیت میں حرص و ہوا نہیں ہے	وہ نور مطلق ہے خدا کے عشق سے زندہ ہے

یعنی ان کی پیدائش میں حرص وہواوغیرہ ہے ہی نہیں وہ نور مطلق ہیں اور عشق خدا سے زندہ ہیں مطلب یہ کہ بس یہ گروہ تو نور محض ہے۔رذائل کا ان میں پتہ ہی نہیں۔

یک گروہ دیگر از دانش تہی	ہمچو حیواں از علف در فربہی
ایک دوسرا گروہ جو عقل سے خالی ہے	مثل حیوانٔ چارے سے موٹاپے میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک دوسرا گروہ جو کہ عقل سے بالکل خالی ہے جیسے کہ حیوانات کہ گھاس سے موٹے ہو رہے ہیں۔

او نہ بیند جز کہ اصطبل و علف	از شقاوت غافل است و از شرف
وہ سوائے طویلہ اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا ہے	وہ بدبختی اور شرارت سے غافل ہے

یعنی وہ سوائے اصطبل کے اور گھاس کے کچھ نہیں دیکھتا۔ شقاوت سے بھی غافل ہے اور شرف سے بھی مطلب یہ کہ اس قسم کو یعنی حیوانات کو بس کھانے کو مل جاوے اور کھڑے ہونے کی جگہ ہو پھر ان کو نہ شقاوت کی پرواہ اور نہ بلند مرتبہ کی خواہش۔ غرض ان میں اوصاف حمیدہ کا نام نہیں۔

آں سوم ہست آدمی زادہ و بشر	از فرشتہ نیمش و نیمے زخر
تیسرا آدم کی اولاد اور انسان ہے	اس کا آدھا فرشتہ سے اور آدھا گدھے سے ہے

یعنی وہ تیسرا حضرت انسان ہیں کہ آدھا تو فرشتہ میں سے اور آدھا گدھے میں سے ہے۔

نیم خر خود مائل سفلی بود	نیم دیگر مائل علوی بود
گدھے والا آدھا (عالم) سفلی کی طرف مائل ہوتا ہے	دوسرا آدھا (عالم) علوی کی طرف مائل ہوتا ہے

یعنی آدھا گدھے والا تو اسفل کی طرف مائل ہوتا ہے اور دوسرا آدھا اوپر کی طرف مائل ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ تیسری قسم حضرت انسان ہیں کہ یہ ایک معجون مرکب ہیں۔ ان میں اوصاف حمیدہ بھی ہیں اور رذیلہ بھی ہیں اوصاف حمیدہ تو ان کو عالم بالا کی طرف کھینچ رہے ہیں اور رذائل اسفل میں لئے جاتے ہیں۔ بس اب دیکھنا یہ ہے کہ۔

تا کدامین غالب آید در نبرد	زیں دوگانہ تا کدامین برد نرد
دیکھ معرکہ میں کونسا غالب ہوتا ہے؟	ان دونوں میں سے کون سا بازی جیتتا ہے؟

یعنی مقابلہ میں کون غالب آتا ہے اور ان دونوں میں کون بازی لے جاتا ہے۔

عقل گر غالب شود پس شد فزوں	از ملائک ایں بشر در آزموں
اگر عقل غالب ہو جائے تو زیادہ بڑھ گیا	امتحان میں یہ انسان، فرشتوں سے

یعنی اگر عقل غالب ہوگئی تب تو یہ انسان امتحان میں ملائکہ سے بھی بڑھ گیا۔

شہوت از غالب شود پس کمتر است	از بہائم ایں بشر زاں کابتر است
اگر شہوت غالب ہو گئی، تو کم تر ہے	یہ انسان چوپایوں سے، کیونکہ بری حالت میں ہے

یعنی اگر شہوت غالب ہو جاوے تو بس یہ انسان بہائم سے (بھی) گیا گزرا ہے اسی وجہ سے ابتر ہے۔ مطلب یہ کہ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دو صفتوں میں سے کوئی صفت کا غلبہ ہے اگر اوصاف حمیدہ کا غلبہ ہے تب تو یہ حضرت ملائکہ سے بھی برتر ہیں اس لئے کہ ان میں تو تقاضا مخالف کا ہے ہی نہیں لہٰذا ان کو بچنا محل تعجب نہیں جیسا کہ اس میں ہے کہ تقاضا خلاف کا موجود اور پھر بچ رہا ہے اور اگر کہیں شہوت غالب ہوگئی تو پس پھر حیوانات سے بھی بدتر اور گیا گزرا ہو گیا۔ اس لئے کہ حیوانات میں تو داعیہ خیر کا ہے ہی نہیں تو ان کا میلان شر کی طرف زیادہ بعید نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جیسا کہ ان حضرات کا میلان بعید ہے۔ اس لئے کہ باوجود داعیہ خیر کے پھر ادھر جھکا جاتا ہے۔ غرضکہ

آں دو قوم آسودہ از جنگ وحراب	ویں بشر بادو مخالف در عذاب
وہ دونوں قومیں جنگ اور لڑائی سے راحت میں ہیں	اور یہ انسان دو مخالفوں کی وجہ سے عذاب میں ہے

یعنی وہ دونوں قومیں تو لڑائی جھگڑے سے فارغ ہیں اور یہ بشر دو مخالف کی ساتھ ہونے کی وجہ سے عذاب میں ہے۔ مطلب یہ کہ ان دونوں کی تو چونکہ ایک حالت ہے برا یا بھلی تو وہ آرام سے ہیں ایک ایک حالت میں لگا ہوا ہے۔ اور ایک ایک میں۔ مگر یہ حضرت انسان عجب کشمکش میں کبھی داعیہ خیر اپنی طرف بلا رہا ہے تو ادھر شر کا تقاضا ٹھو کے دے دے کر ابھار رہا ہے غرض

دوگونہ رنج و عذابست جاں مجنوں را بلائے فرقت لیلٰے و صحبت لیلٰے

یہ تین قسمیں تو کل مخلوق حساس کی ہوگئیں۔ آگے ان میں سے حضرت انسان کی تین قسمیں بیان فرماتے ہیں جن کو قرآن شریف میں اصحاب میمنہ اور اصحاب مشئمہ اور سابقون کے لقب سے ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ اوپر شرح میں بیان کیا گیا ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ

ویں بشر ہم ز امتحان قسمت شدند	آدمی شکل اندوسہ امت شدند
اور یہ انسان بھی آزمانے سے تقسیم ہو گئے	آدمی کی صورت میں ہیں اور تین گروہ ہو گئے

یعنی اور یہ بشر بھی امتحان کی وجہ سے تین قسم ہو گئے آدمی کی شکل ہیں اور تین طرح کے ہو گئے۔ مطلب یہ کہ پھر انسان بوجہ امتحان کے جو حق تعالیٰ سے ہوا اور جس کی وجہ سے اس دنیا دار الابتلاء میں پہنچ گئے ہیں۔ تین قسم کے ہو گئے شکل تو ایک ہی ہے یعنی سارے انسانی ہی ہیں مگر اوصاف سب کے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ آگے خود بیان فرماتے ہیں کہ۔

یک گرہ مستغرق مطلق شدہ	ہمچو عیسیٰ با ملک ملحق شدہ
ایک گروہ پورا ڈوب چکا	(حضرت) عیسیٰ کی طرح فرشتوں سے جا ملا

یعنی ایک گروہ تو بالکل مستغرق ہو گیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح فرشتوں میں جا ملا۔ (چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت ہی دنیا سے بے تعلق اور زاہد تھے۔ کہ مکان وغیرہ کچھ بھی نہ بنایا جس سے کوئی ظاہری تعلق بھی دنیا سے نہ تھا ورنہ یوں تو سارے ہی انبیاء دنیا سے بے تعلق ہوتے ہیں مگر ان کی بے تعلقی بالکل ہی ظاہر تھی۔ اس لئے ان سے تشبیہ دی اور چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مع جسم عنصری کے فرشتوں کے ساتھ رہتے ہیں اس لئے با ملک ملحق شدہ فرمایا) مطلب یہ کہ بس ایک گروہ تو ایسا ہے کہ وہ بس یاد حق میں ہر وقت مستغرق ہے اور کسی شئے سے اسے تعلق ہی نہیں ہے۔

نقش آدم لیک معنی جبرئیل	رستہ از خشم و ہواؤ قال قیل
صورت انسان کی ہے لیکن باطن جبرائیل کا ہے	وہ غصہ اور خواہش اور قال و قیل سے نجات پا گیا

یعنی صورت تو آدم علیہ السلام کی لیکن باطن جبرئیل علیہ السلام جیسا غصہ سے اور خواہش نفسانی سے اور قال وقیل سے چھوٹے ہوئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

از ریاضت رستہ وز زہد و جہاد	گوئیا از آدمی او خود نزاد
وہ ریاضت اور زہد اور جہاد سے چھوٹ گیا	گویا کہ وہ آدمی سے پیدا نہیں ہوا

یعنی ریاضت سے اور زہد سے اور مجاہدہ سے چھوٹے ہوئے ہیں گویا کہ وہ آدمی سے پیدا ہی نہیں ہوئے۔ مطلب یہ کہ ایک گروہ کی تو یہ حالت ہے کہ بس ان میں اخلاق حمیدہ ہی حمیدہ ہیں رذائل کا پتہ ہی نہیں ہر وقت فرشتوں کی طرح سوائے عبادت کے اور کوئی کام ہی نہیں رہا۔ تمام رذائل سے ایسے پاک وصاف ہیں کہ اب ان کو ازالہ رذائل کے لئے ریاضت و مجاہدہ کی بھی ضرورت نہیں رہی۔ ہاں احکام شرعیہ کو امتثالاً امر بجالاتے ہیں مگر ان مجاہدات کی ضرورت جو ازالہ رذائل کے لئے ہوتے ہیں ان کو نہیں رہی۔ اس سے جاہل صوفی یہ نہ سمجھ لیں کہ ان کا وہ مرتبہ ہوگیا کہ جہاں وہ احکام شرعیہ کے بھی مکلف نہیں رہے۔ یہ درجہ تو جنون کی حالت میں ہوتا ہے اور وہ حضرات تو ایسے عاقل ہیں کہ اور سب کی عقل بھی ان ہی کے فیض سے ہے لہٰذا وہ تمام احکام شرعیہ کے مکلف ہوتے ہیں۔ ہاں ان کو بوجہ رذائل کے رذائل ہوجانے کے ان مجاہدات خاصہ کی حاجت نہیں رہتی خوب سمجھ لو۔ تو ایک قسم تو یہ ہوئی یہ تو السابقون السابقون اولئک المقربون کے مصداق ہیں آگے دوسری قسم بیان فرماتے ہیں کہ

قسم دیگر باخراں ملحق شدند	خشم محض و شہوت مطلق شدند
دوسری قسم گدھوں سے جا ملی	خالص غصہ اور مجسم شہوت بن گئے

یعنی دوسری قسم گدھوں کے ساتھ ملحق ہوگئے ہیں کہ محض غصہ اور شہوت مطلقہ ہوگئے ہیں۔

وصف جبریلی در ایشان بود رفت	تنگ بود آں خانہ و آں وصف رفت
جبرئیل والی صفت ان میں تھی، چلی گئی	وہ گھر تنگ تھا اور وہ صفت سوئی تھی

یعنی وصف جبرئیلی ان میں تھا (مگر) جاتا رہا۔ وہ گھر تنگ تھا اور وہ وصف عظیم الشان تھا۔ مطلب یہ کہ دوسرے وہ لوگ جو بہائم میں جا ملے ہیں اور جن میں سوائے رذائل کے اخلاق حمیدہ کا پتہ نہیں ہے۔ تو ان میں بھی استعداد خیر کی تھی جو کہ وصف جبرئیلی کے مشابہ تھی مگر ان کی بداعمالیوں کی بدولت وہ استعداد مضمحل ہو کر کالعدم ہوگئی۔ آگے ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

مردہ گردد شخص چوں بیجاں شود	خر شود چوں جاں او بے آں شود
جو شخص بے جان ہو جاتا ہے مردہ ہو جاتا ہے	جب اس کی جان اس (جبرئیلی صفت) کے بغیر ہو جاتی ہے گدھا ہو جاتا ہے

یعنی آدمی جب بے جان ہو جاتا ہے تو مردہ ہو جاتا ہے اور جب اس کی جان بے اس (وصف جبرئیلی) کے ہو جاتی ہے تو وہ گدھا ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جب جسم میں سے روح نکل گئی تو جسم مردہ اور بیکار ہو جاتا ہے اسی طرح اگر روح میں سے اوصاف کمال نکل جاویں تو وہ روح بھی بیکار ہو جاتی ہے۔

زاغ گردد چوں پے زاغاں رود	جسم گردد جاں چو او بیجاں شود
(انسان) کوا بن جاتا ہے جب کوؤں کا اتباع کرتا ہے	جان جسم بن جاتی ہے جبکہ وہ بے جان ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کوا ہو جاتا ہے اگر کوے کے پیچھے چلے اور روح جسم ہو جاتی ہے جب بے روح ہو۔ مطلب یہ کہ روح میں اگر روح الروح یعنی اوصاف کمال نہ ہوں تو وہ روح روح نہیں رہی بلکہ وہ بھی جسم کی طرح محجوب اور ظلمانی ہوگئی۔ جیسے کہ اگر کوئی جانور کوؤں کے پیچھے رہے تو اس کے اندر بھی ان ہی جیسے اوصاف آ جاویں گے۔ اسی طرح جب روح تابع جسم کے ہوگئی تو اس کے اندر بھی اوصاف جسم کے آ گئے اور وہ بھی محجوب ہوگئی اور فرماتے ہیں کہ

زانکہ جانے کان ندارد ہست پست	ایں سخن حق است و صوفی گفتہ است
چونکہ وہ جان جو وہ (صفت) نہیں رکھتی پست ہے	یہ بات سچی ہے اور صوفی نے کہی ہے

یعنی اس لئے کہ جو جان کہ وہ (اوصاف کمال) نہ رکھے پست ہے اور یہ بات حق ہے صوفیہ نے ارشاد فرمائی۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ تم اس قول کو صرف میرا ہی قول مت سمجھنا اور یہ سمجھ کر اس کو غیر قابل عمل مت ٹھہرا دینا بلکہ خوب سمجھ لو کہ یہ صوفیہ کرام کا قول ہے جو کہ تمام حقائق اشیاء پر مطلع ہوتے ہیں لہذا بالکل سچا اور مطابق للواقع قول ہے۔ تو وہ انسان انسان نہیں رہتا جانوروں کی طرح ہو جاتا ہے بلکہ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

او ز حیوانہا فزوں تر جاں کند	در جہاں باریک کاریہا کند
وہ حیوانات سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہے	دنیا میں بہت سے نازک کام کرتا ہے

یعنی وہ حیوانات سے زیادہ جان کنی میں ہوتا ہے اور جہان میں بہت سے باریک کام کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ وہ حیوان کی طرح ہو جاتا ہے مگر حیوان کو اتنی مصیبت نہیں ہوتی جتنی کہ اس کو ہوتی ہے اس لئے کہ حیوان کو تصرف اصطبل اور علف کی حاجت ہے بس پھر مگن ہیں اور یہ حضرت انسان دنیا میں بے حد منہمک رہتے ہیں اور جس قدر مل جاوے۔ اس سے زائد ہی کی حرص میں ہر وقت لگے رہتے ہیں اور ایسے ایسے کام کرتے ہیں جو بیچارے حیوان کے کبھی خواب میں بھی نہیں آتے آگے ان کی تفصیل خود فرماتے ہیں کہ۔

مکر و تلبیسے کہ او تاند تنید	آں ز حیوانے دگر ناید پدید
جو مکر اور فریب وہ کر سکتا ہے	وہ دوسرے حیوان سے رونما نہیں ہوتے ہیں

یعنی جو مکر اور تلبیس کہ انسان کر سکتا ہے وہ کسی دوسرے حیوان سے ظاہر نہیں ہو سکتی مطلب یہ کہ کسب دنیا دنیا کے لئے جو جو حیل یہ کر سکتا ہے اور کرتا ہے اور کسی حیوان سے تھوڑا ہی ہو سکتے ہیں۔ آگے ان کی کچھ تفصیل بیان فرماتے ہیں کہ۔

جامہائے زرکشی را بافتن	درہا از قعر دریا یافتن
اور زری کے کپڑے بننا	موتیوں کو دریا کی گہرائی سے پانا

یعنی زری کے کپڑے بننا اور موتی دریا کے قعر سے پانا۔

خردہ کاریہائے علم ہندسہ	یا نجوم و علم طب و فلسفہ
علم ہندسہ کی باریک صنعتیں	یا نجوم اور علم طب اور فلسفہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی علم ہندسہ کی باریکیاں یا علم نجوم یا علم طب یا فلسفہ مطلب یہ کہ دیکھو کیسے کیسے زری کے کپڑے بنتا ہے اور قعر دریا میں سے موتی نکال کر لاتا ہے۔ یہ سارے دھندے دنیا ہی کے لئے کرتا ہے۔ علی ہذا علم ہندسہ کی باریکیوں میں غور کرنا علم طب ونجوم وغیرہ میں غور کرنا یہ سارے کام صرف کسب دنیا ہی کے لئے کرتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور یہ کام حیوانات کر نہیں سکتے۔ تو ان کا انہماک دنیا میں اس سے پھر بھی بہت کم ہوا لہٰذا اس حالت میں وہ اس سے اچھے ہیں اور یہ ان سے بھی گیا گزرا ہوا ہے اور یہ ساری باتیں اس لئے ہیں کہ۔

کہ تعلق با ہمیں دنیستش	رو بہفتم آسماں بر نیستش
کیونکہ ان کا تعلق اسی دنیا سے ہے	ان کا رخ ساتویں آسمان کی طرف نہیں ہے

یعنی کہ وہ تعلق اس کو اس دنیا ہی سے ہے اور ساتویں آسمان پر اس کو راستہ نہیں ہے مطلب یہ کہ ان کے دنیا میں انہماک کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے علوم عالم غیب کو کبھی دیکھا نہیں آنکھ کھول کر دنیا ہی کو دیکھا اور اسی کے علوم کو اسرار و معارف سمجھے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ۔

ایں ہمہ علم بنائے آخر است	کہ عماد بود گاؤ و اشتر است
یہ سب اصطبل کی تعمیر کا علم ہے	جو گائے اور اونٹ کی رہائش کا ستون ہے

یعنی یہ تمام علم آخور کی بنا ہے جو کہ گائے اونٹ وغیرہ کے زندگی کا عماد ہے۔

بہر استبقائے حیواں چند روز	نام آں کردند ایں گیجاں رموز
چندروز حیوان کو زندہ رکھنے کی وجہ سے	ان احمقوں نے ان کا نام رموز رکھ لیا

یعنی حیوان کی چندروزہ زندگی کے واسطے ان کا نام ان بیوقوفوں نے رموز کر لیا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ علوم جن کا اوپر بیان ہوا ہے۔ یہ تو صرف بقائے حیوانی کے لئے ہیں جس طرح کہ آخور ہوتی ہے کہ جانوروں کے کھانے کے لئے بنادی جاتی ہے۔ گویا کہ ان کی مدار حیات وہی ہوتی ہے۔ بس اسی طرح یہ علوم حیوانی بقا کے لئے معین ہیں اب ان بیوقوفوں نے ان کا نام رموز اور علوم رکھ لیا ہے اگر ان کو حقیقی علوم کی ہوا بھی لگ جاتی تو ان کی آنکھیں کھل جاتیں۔ مگر افسوس کہ اس سے یہ بالکل بے بہرہ ہیں۔

علم راہ حق و علم منزلش	صاحب دل داند آں را یا دلش
راہ حق کا علم اور اس کی منازل کا علم	اس کو صاحب دل یا اس کا دل جانتا ہے

یعنی راہ حق کا علم اور اس کی منزل کا صاحب دل جانتا ہے یا اس کا دل جانتا ہے۔ مطلب یہ کہ اسرار و رموز حقیقی کو تو حضرات اولیاء اللہ اور اہل دل ہی خوب جانتے ہیں ورنہ یہ دنیا دار تو اپنے ان ہی علوم ظاہری کو علوم حقیقی سمجھ کر ان میں لگے ہوئے ہیں۔

پس دریں ترکیب حیوان لطیف	آفرید و کرد باد انش الیف
پس اس (حسی اور غیبی) ترکیب سے پاکیزہ حیوان	پیدا کیا اور اس کو عقل سے مانوس کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پس اس ترکیب میں حیوان لطیف کو پیدا فرمایا اور اس کو عقل کے ساتھ مالوف کر دیا۔ مطلب یہ کہ علوم حقیقیہ کو اصل میں تو دل ہی جانتا ہے مگر حق تعالیٰ نے اس دل کو اس ترکیب حیوانی میں پیدا فرمایا ہے۔ کہ ان کی بھی صورت تو دیگر انسانوں جیسی ہی ہے مگر باطن میں وہ سب سے جدا ہیں تو ان کو اس صورت میں پیدا فرما کر عاقل اور صاحب اسرار بنایا ہے لہذا علوم حقیقیہ ان ہی حضرات کو ملے ہیں۔ اور انسان اصل اور انسان کامل یہی حضرات ہیں۔ ورنہ دنیا دار لوگوں پر چونکہ صفت حیوانیت غالب ہو گئی ہے اور ان کی روح بھی اس کے تابع ہو گئی ہے اس لئے ان کی تو صرف صورت انسانی ہے اور اصل میں بالکل حیوانوں ہی کی طرح ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

نام کالانعام کرد آن قوم را	زانکہ نسبت کو بہ یقظہ نوم را
اس (روح سے محروم) قوم کا نام "جانوروں جیسے" کر دیا	کیونکہ بیداری کو نیند سے کیا نسبت ہے؟

یعنی حق تعالیٰ نے اس قوم کا نام کالانعام رکھا ہے اس لئے کہ نیند کو بیداری سے کیا نسبت۔

روح حیوانی ندارد غیر نوم	حسہائے منعکس دارند قوم
حیوانی روح ہونے کے علاوہ کچھ نہیں رکھتی ہے	(یہ) لوگ الٹے حواس رکھتے ہیں

یعنی روح حیوانی تو سوائے نوم کے اور کچھ نہیں رکھتی۔ اور قوم الٹے حواس رکھتی ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے اسی وجہ سے کہ ان پر صفت حیوانیت کا غلبہ ہے ان کو جانوروں کی مثل فرمایا ہے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے۔ کالانعام بل ھم اضل اس لئے کہ ان کی مثال تو نیند جیسی ہے اور حضرات اولیاء اللہ کی مثال بیداری جیسی ہے تو بھلا نیند اور بیداری میں کیا نسبت دونوں میں ظاہر اور بین فرق ہے۔ بس اسی طرح ان حضرات کی حالت میں اور ان کی حالت میں فرق ہے اور بوجہ غلبہ حیوانیت کے ان کے حواس بھی تو معکوس ہی ہو گئے کہ یہ غیر حقیقی کو حقیقی سمجھنے لگے ہیں جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ علوم اصلیہ کو تو چھوڑ رکھا ہے اور علوم دنیا کو جو صرف بقائے روح حیوانی کا سبب ہیں اور علوم حقیقیہ کی ان کو ہوا بھی نہیں لگی ان کو لے کر ان میں منہمک ہو رہے ہیں مگر ان کی بھی یہ حالت جب ہی تک ہے جب تک کہ ان کو وہ بیداری معرفت حاصل نہ ہو اور جب وہ حاصل ہو جاوے اس وقت پھر یہ بھی انسان کامل ہیں۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

یقظہ آمد نوم حیوانی نہ ماند	انعکاس حسن خود از لوح خواند
بیداری آئی "تو" تو حیوانی نیند نہ رہی	تو اس نے تختی سے اپنے حس کو الٹا ہونا پڑھ لیا

یعنی بیداری آئی تو حیوانی نہیں رہی اور اپنے انعکاس حس کو لوح سے پڑھ لیا۔ مطلب یہ کہ جب بیداری معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو نوم حیوانی زائل ہو جاتی ہے اور اس وقت بالکل ظاہر طور پر اپنے حواس کا الٹا اور برعکس ہونا معلوم ہو جاتا ہے اور اس وقت آنکھ کھلتی ہے کہ اب تک جس میں لگے ہوئے تھے وہ حقیقت سے کوسوں دور تھا۔ آگے اس کو ظاہری نوم سے مثال دیتے ہیں کہ۔

ہمچو حس آنکہ خواب او را ربود	چوں شد او بیدار عکسش رو نمود
اس کی حس کی طرح جس کو نیند نے مغلوب کر دیا	جب وہ بیدار ہوا اس کو اس کا الٹا پن واضح ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جیسے کہ حس اس شخص کی کہ جس کو نیند لے گئی ہو جب وہ بیدار ہوا تو عکس نے اس کو منہ دکھایا۔ مطلب یہ کہ دیکھو انسان نیند میں ہوتا ہے اور اس کو اس میں کیسے کیسے عجائبات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور کیسے کیسے اچھے خواب نظر آتے ہیں مگر دیکھو کہ جب آنکھ کھلتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جن اشیاء کو کہ اب تک اصلی اور حقیقی سمجھ رہے تھے یعنی خواب کی باتیں وہ تو بالکل غیر واقعی تھیں۔ تو اسی طرح جب اس نوم باطن سے آنکھ کھلے گی تب معلوم ہوگا کہ۔

جو کہ دیکھا خواب تھا اور جو سنا افسانہ تھا

جب اس شخص کی یہ حالت ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

لاجرم اسفل بود از سافلیں	ترک او کن لا احب الآفلیں
لامحالہ وہ نچلوں میں نچلا ہوگا	اس کو چھوڑ میں غروب ہونے والوں کو پسند نہیں کرتا ہوں

یعنی بالضرور وہ اسفل السافلین سے ہوگا تو تو اس کو (یہ کہتا ہوا) ترک کر دے گا کہ میں فانی اشیاء سے تعلق نہیں رکھتا۔

زانکہ استعداد تبدیل و نبرد	بودش از پستی و آنرا فوت کرد
کیونکہ بدلنے اور مقابلہ کی طاقت	پستی سے اس کو تھی اور اس نے اس کو ختم کر دیا

یعنی اس لئے کہ اس کو پستی سے بچنے کی اور تبدیل کی استعداد تھی اس نے اس کو فوت کر دیا۔

باز حیواں را چو استعداد نیست	عذر او اندر بہیمی روشنے است
پھر حیوان میں چونکہ طاقت ہی نہیں ہے	حیوانیت میں (رہنے کا) اس کا عذر واضح ہے

یعنی پھر حیوان کو جو استعداد نہیں ہے تو اس کا عذر بہیمیت میں روشن ہے۔

زو چو استعداد شد کان رہبر است	ہر غذائے کو خورد مغز خر است
جبکہ اس کی وہ استعداد ختم ہو گئی جو رہنما ہے	جو غذا وہ کھائے گا گدھے کا مغز ہے

یعنی اس سے جب استعداد فوت ہو گئی جو کہ رہبر تھی تو جو غذا کہ وہ کھاوے مغز خر ہے۔

گر بلادر خورد او افیوں شود	سکتہ و بے عقلیش افزوں شود
اگر بھلاواں کھائے گا وہ افیون بن جائے گا	اس کی بے ہوشی اور بے عقلی بڑھ جائے گی

یعنی وہ اگر بھلاواں کھاوے تو افیون ہو جاوے اور سکتہ اس کا اور بے عقلی زیادہ ہو۔ مطلب یہ کہ چونکہ اس کو اس پستی سے نکلنے کی اور عالم غیب کی طرف توجہ کرنے کی استعداد موجود تھی جس کو خود اس نے اپنے ہاتھوں خراب کر لیا ہے۔ اس لئے یہ اسفل السافلین میں سے اور بدتر از حیوان ہو گیا۔ جب پستی کی طرف توجہ کی تو اسفل میں ہونا تو ظاہر اور بدتر از حیوان اس لئے ہے کہ حیوان میں تو اس کی استعداد ہی نہ تھی اور وہ تو ان امور کا مکلف ہی نہ تھا اس لئے اس پر کوئی ملامت نہیں ہو سکتی۔ بخلاف اس کے کہ یہ کر سکتا تھا اور نہ کیا۔ پس اب جبکہ اس نے استعداد کو فوت کر دیا تو یہ حالت ہو گئی کہ اگر کوئی بھلا کام بھی کرتا ہے وہ بھی برا ہی ہو جاتا ہے۔ مثلاً نماز پڑھی اس میں ریا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوئی علی ہذا اور سینکڑوں باتیں۔ اس کی ایسی مثال ہوگئی کہ جیسے کسی کو بھلا واں کھلا و جو کہ بیہوش کو باہوش کر دیتا ہے مگر اس شخص کے لئے وہ افیوں کا کام دے کہ بیہوشی کو اور ترقی دیدے تو جب اس کی توجہ اسفل اور فانی اشیاء کی طرف ہے تو تم کو چاہیے کہ اس سے الگ رہو اور اشیاء فانی سے تعلق نہ پیدا کرو۔ خوب سمجھ لو۔ یہاں تک دو کا بیاں تو ہو چکا۔ ایک تو سابقوں کا اور دوسرے اصحاب مشئمہ کا اب آگے تیسری قسم اصحاب یمین کا بیان فرماتے ہیں کہ۔

ماند یک قسم دگر در اجتہاد	نیم حیوان نیم حے بارشاد
ایک دوسری قسم رہ گئی کوشش کرنے میں	جو آدمی حیوانؔ آدمی با ہدایت زندہ ہے

یعنی ایک قسم بیان کرنے میں اور رہ گئی ہے جو کہ آدمی تو حیواں ہے اور آدمی زندہ یا ہدایت ہے اور ان کی یہ حالت ہے کہ۔

روز و شب در جنگ و اندر کشمکش	کردہ چالش اولش با آخرش
وہ دنؔ رات جنگ اور کشمکش میں ہے	اس کا ایک اس کے دوسرے سے مقابلہ میں ہے

یعنی رات دن لڑائی میں اور کشمکش میں ہیں اور ان کا اول ان کے آخر کے ساتھ جھگڑا کئے ہوئے ہے۔

مطلب یہ کہ ایک اور قسم یہ ہے کہ ان میں دونوں طرف میلان ہے۔ عالم غیب کی طرف بھی اور دنیا کی طرف بھی۔ تو کبھی تو اس کا غلبہ ہو جاتا ہے اور کبھی اس کا بس اسی طرح ساری عمر کشمکش ہی میں گزر جاتی ہے۔ بخلاف ان دو کے کہ ایک کو صرف میلان الی الخیر تھا اور دوسرے کو الی الشر بس ایک کام میں لگے رہے تھے اور ان کو ہر وقت ایک سوہان روح ہوتا ہے یہ لوگ اصحاب یمین ہیں آگے ان کی اس حالت کی ایک مثال قصۂ مجنوں سے بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر چونکہ تقسیم حیوانات کی طرف اشارہ فرمایا تھا اور کہا تھا "ورنہ تندیدے زبند آں بوالفضول، او نہ خر بودے شدے شیر فحول" اس مناسبت سے اب اقسام مخلوقات حساسہ کی تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث شریف میں وارد ہوا ہے کہ حق سبحانہ نے مخلوق کو تین طرح کا پیدا کیا ہے۔ ایک جماعت کو تو سراپا علم و عقل اور سخی فی الطاعۃ بنایا ہے یہ جماعت تو جماعت ملائکہ ہے اور یہ سوائے طاعت و انقیاد کے اور کچھ جانتے ہی نہیں اور ان کی سرشت میں حرص و ہوا کو مطلق دخل نہیں بلکہ یہ سراسر نور ہیں اور محض محبت الٰہیہ سے زندہ ہیں ایک دوسری جماعت ہے جو عقل سے بالکل بے بہرہ ہے جیسے جانور کہ چارہ کھا کھا کر موٹے ہوتے رہتے ہیں۔ اور بجز رہنے کی جگہ اور کھانے کی چیز کے وہ اور کسی شے کو دیکھتے ہی نہیں۔ نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ بدبختی کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ شرف کیا شے ہے۔ تیسری قسم انسان ہیں جو کہ نصف فرشتہ اور نصف حیوان ہیں یعنی ان میں روحانیت اور جسمیت دونوں جمع ہیں ان کا نصف حصہ عالم ناسوت کی طرف مائل ہے یعنی ان کے جسم اور دوسرا نصف عالم بالا کی طرف متوجہ ہے یعنی ارواح اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس کے دونوں حصوں میں بوجہ تخالف اقتضاءات کے جنگ ہے۔ دیکھیے ان دونوں میں کون غالب ہوتا ہے اور کون بازی جیتتا ہے۔ اگر عقل غالب ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے جو کہ روح کی معاون ہے تب تو یوں کہئے کہ وہ اس عالم ابتلاء میں فرشتوں سے بھی سبقت لے گیا اور اگر شہوت غالب ہو جاوے۔ جو جسم کی معین ہے تب وہ چوپاؤں سے بھی کم ہے کیونکہ وہ نہایت ہی خراب ہے۔

فائدہ:۔ جنات کو بیان نہیں کیا اس لئے کہ وہ بھی انسانوں ہی کے حکم میں ہیں۔) الحاصل مخلوقات کی تین قسمیں ہیں۔ ملائکہ حیوانات انسان حقیقۃً یا حکماً سوان میں سے ملائکہ اور حیوانات تو جنگ اور قتال سے بے فکر ہیں۔ مگر آدمی دو مخالف قوتوں عقل و شہوت کے سبب مصیبت میں گرفتار ہے۔ پھر آدمی بھی امتحان کے اعتبار سے منقسم ہو گئے گو سب کے سب صورۃً آدمی ہیں مگر باعتبار اوصاف کے تین جماعتیں ہیں ایک جماعت تو مشاہدۂ جمال حق سبحانہ میں مستغرق اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح فرشتوں کے ساتھ ملحق ہیں۔ (عیسیٰ علیہ السلام کی تخصیص اس سے کی گئی کہ ان کو لحوق بملائکہ میں ایک خاص امتیاز ہے۔ کیونکہ وہ مع جسم بہ تبدیل خصائص جسمانیہ مثل بول وغائط آسمان پر ساکن ہیں) یہ لوگ انسان صورت ہیں مگر صفات ملکیہ رکھتے ہیں اور بے جا غصہ اور خواہش نفسانی اور دیگر فضولیات سے چھوٹ گئے ہیں۔ اب ان کو اس ریاضت اور زہد اور مجاہدہ کی ضرورت نہیں ہے جو اخلاق ذمیمہ کے ازالہ کے لئے کئے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ کچھ عبادت وغیرہ کرتے ہیں محض امتثالاً للامر یا شکر اللنعمہ کرتے ہیں۔ اس لئے ان کی حالت یہ ہو گئی ہے کہ گویا وہ آدمی بھی نہیں دوسرے جماعت حیوانات کے ساتھ ملحق اور سراپا غضب و شہوت ہے ان میں اوصاف ملکیہ تھے مگر قریب قریب معدوم ہو گئے کیونکہ مکان تنگ تھا اور اوصاف عظیم الشان تھے یعنی یہ لوگ کم حوصلہ اور پست ہمت تھے۔ جو ان اوصاف کو اپنے اندر باقی نہ رکھ سکے۔ اور معاصی کا ارتکاب کرتے کرتے رفتہ رفتہ ان میں زائل کر دیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ موت معنوی میں مبتلا ہو گئے کیونکہ وہ اوصاف بمنزلہ روح کے تھے۔ اس لئے انکا زوال جان کا نکلنا ہوا۔ اور قاعدہ ہے کہ جو شخص بے جان ہو جاتا ہے مردہ ہو جاتا ہے۔ نیز وہ ان اوصاف کے زوال کے سبب آدمی سے جانور ہو گئے کیونکہ جب یہ اوصاف جاتے رہتے ہیں جو کہ مدار انسانیت ہیں تو ضرور ہے کہ آدمی جانور ہو جاوے نیز انہوں نے زاغ خصلتوں کا اتباع کیا تو یہ بھی زاغ خصلت حریص و مکار و مردار خوار ہو گئے اس لئے کہ جب کوئی زاغ خصلتوں کی پیروی کرے گا تو خواہ مخواہ زاغ خصلت ہو جائے گا۔ نیز ان کی روح گویا کہ جسم بن گئی کیونکہ جب جان کی جان نکل جاوے اور وہ اوصاف اس سے علیحدہ ہو جاویں جو اس کے لئے بمنزلہ جان کے تھے تو لامحالہ وہ حکم جسم حاصل کرے گی کیونکہ اس کے علو مرتبت کا سبب تو یہی اوصاف تھے۔ اور جب یہ اوصاف نہ رہے تو وہ محقر اور مثل جسم ہو گی تم کو میرے اس بیان میں بالکل شبہ نہ کرنا چاہئے کیونکہ یہ بالکل سچی بات ہے اور عرفاء ارباب باطن جن پر حقائق اشیاء منکشف ہوتی ہیں۔ ایسا ہی کہتے ہیں غرض کہ وہ شخص ان صفات کے زوال سے جانور ہو جاتا ہے بلکہ وہ جانوروں سے زیادہ مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے کیونکہ وہ دنیا میں نہایت منہمک ہوتا ہے اور ایسے دقیق کام کرتا ہے جو اور جانور نہیں کرتے چنانچہ جو مکر اور تلبیس وہ کرتا ہے اس کا ظہور کسی جانور سے نہیں ہو سکتا۔ یا مثلاً زری کے کپڑے بنانا اور دریا میں سے موتی نکالنا یا علم ہندسہ میں دقیقہ سنجیاں۔ یا علم نجوم طب اور فلسفہ میں نازک خیالیاں یہ باتیں ایسی ہیں جن کو کوئی اور جانور نہیں کر سکتا۔ اور ان سب باتوں کی وجہ یہ ہے کہ اس کو اسی عالم ناسوت سے تعلق ہے۔ اور عالم غیب سے اسے کوئی واسطہ نہیں۔ اس لئے ان ہی باتوں کو کمال سمجھتا ہے اور انہیں میں پھنسا ہوا ہے۔ پس ضرور ہے کہ وہ جانوروں سے بدتر ہو۔ کیونکہ صرف انہماک فی الناسوت تو دونوں میں مشترک ہے کمی بیشی کا تفاوت ہے اور اس کا انہماک زیادہ ہے۔ اس لئے یہ بدتر ہو گا یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تمام علوم صلاح دنیا سے متعلق ہیں۔ جو مدار ہے جانور صفت لوگوں کی بقا کا۔ اور جو کہ ان جانوروں کی چند روز باقی رکھنے کے لئے ہیں۔ مگر یہ احمق لوگ انہیں رموز اور اسرار کے لقب سے ملقب کرتے ہیں اور ان پر فخر کرتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ یہ لوگ علوم دنیا ہی جانتے ہیں اور وہ علوم نہیں جانتے جن سے خدا کا راستہ اور اس کی منازل معلوم ہوں۔ اور جو کہ فی الحقیقۃ اسرار اور رموز ہیں اس لئے وہ ان علوم دنیویہ ہی کو اسرار اور رموز جانتے ہیں۔ یہ علوم تو صاحب دل یا دوسرے الفاظ میں یوں کہو کہ اس کا دل جانتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو انسان نہ کہنا چاہئے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حق سبحانہ نے ترکیب و ساخت انسانی میں ایک پاکیزہ جانور پیدا کیا اور اس کو عقل دنیا سے مالوف کیا۔ چنانچہ اس نے لوگوں کو چوپایوں کے مانند کہا بھی ہے کیونکہ ان کی حالت مشابہ نیند کے ہے اور حقیقی انسانوں کی حالت مشابہ بیداری کے پس دونوں کی صفات میں بہت فرق ہوا اس لئے ان کو حقیقۃً انسان نہیں کہا جا سکتا۔ گو بصورت انسان ہیں یاد رکھو کہ روح حیوانی بالکل سوتی ہے اور اسے کچھ بھی بیداری حاصل نہیں اور چونکہ اہل دنیا کی ارواح انسانیہ بھی غلبہ روح حیوانی سے ارواح حیوانیہ ہی بن گئی ہیں اس لئے ان کے حواس معکوس ہو گئے اور ان کی حالت ایسی ہو گئی جیسے کوئی سوتا ہو اور سوتے میں اشیاء کو خلاف واقع مشاہدہ کرے۔ لہذا وہ مرغوبات کو قابل نفرت اور قابل نفرت کو مرغوب سمجھتے ہیں۔ مگر جب بیداری معرفت حاصل ہوتی ہے اس وقت یہ خواب حیوانی نہیں رہتی۔ اور آدمی اپنے حواس کا انعکاس یوں مشاہدہ کرتا ہے جیسے وہ شخص جو سو جاوے اور بیداری کے بعد اپنے حواس کو معکوس پائے (پس انعکاس حس بر لوح خواندان سے مراد مطلق مشاہدۂ انعکاس ہے نہ کہ لوح محفوظ یا لوح دل پر منقش ہونا۔ کما فھم المحشون واللہ اعلم) پس جبکہ اہل دنیا کی یہ حالت ہے جو اب تک مذکور ہوئی تو وہ لامحالہ اسفل السافلین وارذل الاراذل اور فانی ہوں گے۔ لہذا تم کو ان کو چھوڑ دینا چاہئے اور لا احب الآفلین کہنا چاہئے۔ یعنی میں فانیوں سے دل نہیں لگاتا۔ ان کے اسفل السافلین اور ارذل الاراذل ہونے کا منشاء یہ ہے کہ ان کے اندر اپنے کو پستی سے۔ متغیر کرنے اور خواہشات نفسانیہ سے مقابلہ کرنے کی استعداد و قابلیت تھی۔ مگر انہوں نے اسے کھو دیا برخلاف حیوانات کے کہ چونکہ ان میں ابتداء ہی سے یہ استعداد نہ تھی اس لئے ان کا عذر بہیمیت کے بارہ میں صاف اور واضح ہے۔ اب سنو کہ جب تک یہ استعداد باقی ہے اور مضمحل ہو کر بمنزلہ معدوم کے نہیں ہوئی اسی وقت تک غذائے روحانی مفید ہے ورنہ جب یہ استعداد جاتی رہی اس وقت اس کو جو غذائے ہدایت ملے گی مفید ہونے کے بجائے مضر ہو گی (اسی بناء پر حق سبحانہ منافقین کے حق میں فرماتے ہیں فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا) اور اگر اس کے معنوی بے حسی اور بے عقلی کے ازالہ کے لئے کوئی تدبیر کی جائے گی تو اور بے حسی اور بے عقلی بڑھے گی پس اس کی مثال ایسی ہو گی جیسے کوئی سکتہ اور بے عقلی کے دور کرنے کے لئے بھلاواں کھا دے اور وہ اس کے لئے افیون کا کام کرے۔ اور سکتہ اور بے حسی بڑھا دے دو قسمیں تو ہو چکیں اب ایک قسم رہ گئی اور وہ وہ ہے جو نصف جانور ہو اور نصف زندہ یعنی اس میں اخلاق حمیدہ و ذمیمہ دونوں ہوں۔ اور رات دن ان میں آپس میں جنگ اور کھینچا تان ہوں اور ایک دوسرے کے ساتھ مصروف پیکار ہو جیسے مجنوں اور اس کے ناقہ کی حالت تھی کہ ان میں آپس میں کشمکش تھی اور کبھی اونٹنی مجنوں پر غالب آ جاتی تھی اور کبھی مجنوں اونٹنی پر غالب آ جاتا تھا۔ فی الواقع ان دونوں کی حالت ایسی ہی ہے جیسے مجنوں اور اس کی ناقہ کی کہ مجنوں اسے کھینچتا تھا اور ناقہ اسے پیچھے کھینچتی تھی قدرے تفصیل اس کی حسب ذیل ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبیری

چالش عقل بانفس ہمچوں تنازع مجنوں باناقہ ومیل مجنوں سوی حرہ ومیل ناقہ سوی کرہ

چنانچہ مجنوں گفتہ ھویٰ ناقتی خلفي و قدامي الھویٰ و انی و ایاھا لمختلفان

عقل کا نفس سے مقابلہ ایسا ہی ہے جیسا کہ مجنوں کا اونٹنی کے ساتھ جھگڑا اور مجنوں کا میلان شریف زادی کی طرف اور اونٹنی کا میلان بچہ کی جانب چنانچہ مجنوں نے کہا میری اونٹنی کا میلان میرے پیچھے اور میرا میلان آگے میں اور وہ دونوں مختلف ہیں

ہمچو مجنوں در تنازع باشتر	گہ شتر چربید و گہ مجنون حر
جیسا کہ مجنوں اونٹنی کے ساتھ مقابلہ میں تھا	کبھی اونٹنی غالب آ گئی اور کبھی آزاد مجنوں

یعنی جیسے کہ مجنوں اونٹ سے جھگڑے میں تھا کہ کبھی اونٹ غالب آ جاتا تھا اور کبھی مجنوں آزاد۔

ہمچو مجنون اندوچوں ناقہ اش یقیں	می کشد آں پیش وایں واپس بکیں
وہ لوگ یقیناً مجنوں اور اس کی اونٹنی کی طرح ہیں	وہ آگے کو کھینچتا ہے اور یہ ضد سے پیچھے کو

یعنی یہ لوگ یقیناً مجنون اور اس کی ناقہ کی طرح ہیں کہ وہ (مجنوں) تو آگے کو کھینچ رہا ہے اور یہ (ناقہ) کینہ سے پیچھے کو۔ مطلب یہ کہ ان اصحاب بیں کی ایسی مثال ہے کہ جیسے مجنوں اور ناقہ کی کہ میاں مجنوں ناقہ پر سوار ہو کر دیدار لیلیٰ کے لئے چلے۔ اور ناقہ کا بچہ گھر چھوڑتے چلے اور خود تھے مدہوش جب تک ہوش رہا اس وقت تک تو اسے دیار محبوب کی طرف کو ہانکتے رہے اور جب ذرا بیہوشی طاری ہوئی اور مہار ڈھیلی ہوئی ناقہ سمجھ گئی کہ اب غافل ہیں وہ اپنے بچہ کی طرف چل دیتی پھر ان کو ہوش آتا یہ پھر پھیرتے اور آگے کو چلاتے۔ مگر پھر غافل پا کر وہ بچہ کی طرف کو چل دیتی تو اسی طرح یہ حضرات ہیں کہ ان کا روحانی میلان تو عالم بالا کی طرف ہے اور نفسانی میلان دنیا کی طرف لہذا وہ ادھر کھینچتا ہے اور روح ادھر بلاتی ہے تو یہ بیچارے اسی کشمکش میں رہتے ہیں اور اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس مصیبت میں انکو فائدہ ہی کیا ہے ان سے وہ اصحاب مشئمہ ہی اچھے کہ چین سے تو ہیں۔ مگر خوب سمجھ لو کہ ان کو جیسی مصیبت ہے ویسا ہی انکا اجر بھی تو دہرا ہے ایک تو نیک کام کا دوسرا اس مصیبت اور خلاف نفس کرنے کا۔ آگے مجنوں کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

میل مجنون پیش آں لیلیٰ رواں	میل ناقہ پس پے کرہ اش دواں
مجنوں کی خواہش لیلیٰ کی جانب روانہ ہے	اونٹنی کی خواہش پیچھے کو بچہ کے لئے دوڑاتی ہے

یعنی مجنوں کا میلان تو آگے کو لیلیٰ کی طرف کو روانہ تھے اور ناقہ کا میلان پیچھے کو اپنے بچھیری کی طرف دوڑ رہا تھا۔

یکدم از مجنوں زخود غافل بدے	ناقہ گردیدے و واپس آمدے
اگر مجنوں تھوڑی دیر کے لئے اپنے سے غافل ہو جاتا	اونٹنی لوٹ جاتی اور واپس آ جاتی

یعنی مجنوں اگر ایک دم کے لئے بیخود ہو جاتا تو ناقہ لوٹ کر واپس آ جاتی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عشق و سودا چونکہ پربودش بدن	می نبودش چارہ از بیخود شدن
چونکہ اس کا بدن عشق اور دیوانگی سے پر تھا	اس کے لئے بے ہوش ہو جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا

یعنی عشق اور سودا جب اس کا بدن اچک رہے تھے تو اس کو بیخود ہونے سے چارہ نہیں تھا۔ مطلب یہ کہ بوجہ عشق وسودا کے جب وہ بیخود ہو جاتا اور ناقہ کو ہانکنے سے غافل ہو جاتا تو ناقہ صاحب واپس گھر کو چل دیتیں۔

آنکہ او باشد مراقب عقل بود	عقل را سودائے لیلیٰ در ربود
جو نگراں ہوتی وہ عقل تھی	عقل کو لیلیٰ کا عشق لے اڑا تھا

یعنی جو کہ نگہداشت کرنے والی تھی وہ تو عقل تھی اور عقل کو لیلیٰ کا خیال لے جاتا تھا۔

لیک ناقہ بس مراقب بود و چست	چوں بدیدے او مہار خویش سست
لیکن اونٹنی بہت نگراں اور چست تھی	جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلا دیکھتی

یعنی لیکن ناقہ بھی بہت ہوشیار اور چست تھی تو جب وہ اپنی مہار کو ڈھیلی دیکھتی۔

فہم کردے زو کہ غافل گشت و دنگ	رو بپس کردے بکرہ بید رنگ
وہ اس سے سمجھ جاتی کہ وہ غافل اور حیران ہو گیا ہے	بغیر تاخیر کے بچہ کی طرف رخ کر دیتی

یعنی جلدی سے سمجھ جاتی کہ غافل اور ہو گیا ہے تو جلدی سے پیچھے کو بچہ کی طرف منہ کر لیتی۔ مطلب یہ کہ مجنوں کو جو ہوشیار رکھتی تھی اور ناقہ کو جو ہنکاتی تھی وہ عقل تھی مگر جب عقل کو سودائے عشق لے جاتا اور یہ بیہوش رہ جاتا تو ناقہ کی مہار ڈھیلی ہو جاتی وہ ایسی ہوشیار تھی کہ جہاں مہار ڈھیلی ہوئی اور سمجھی کہ اب یہ غافل ہے بس فوراً پیچھے کو منہ کیا اور اپنے بچہ کے پاس جا پہنچی۔

چوں بخود باز آمدے دیدے زجا	کو بپس رفتہ است بس فرسنگہا
جب وہ ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ جگہ سے	وہ میلوں پیچھے لوٹ گئی ہے

یعنی جب مجنوں ہوش میں آتا تو دیکھتا کہ ناقہ تو راستہ سے کوسوں پیچھے چلی گئی۔

در سہ روزہ رہ بدیں احوالہا	ماند مجنون در تردد سالہا
تین روزہ کے راستہ پر ان احوال میں	مجنوں سالوں آنے جانے میں لگا رہا

یعنی تین دن کی راہ میں اس طرح لوٹا پھیری میں مجنوں کئی برس تک رہا۔ مطلب یہ کہ اس طرح ہوتا رہا کہ مجنوں ناقہ کو آگے لے جاتا اور وہ پیچھے لوٹ جاتی تو مجنوں اور لیلیٰ کے مکان میں تین دن کا فاصلہ تھا مگر اس لوٹا پھیری میں ایک مدت ہو گئی۔ اور دیار حبیب تک پہنچنا نصیب نہ ہوا۔

گفت اے ناقہ چو ہر دو عاشقیم	ما دو ضد بس ہمرہ نالائقیم
بولا اے اونٹنی! جبکہ ہم دونوں عاشق ہیں	ہم دو مخالف بہت نامناسب ساتھی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی مجنوں نے کہا کہ اے ناقہ جب ہم دونوں عاشق ہیں تو ہم دو ضد کا نامناسب ہمراہ ہے۔ مطلب یہ کہ مجنون نے ناقہ سے کہا کہ اری ناقہ تو بھی ایک شے پر عاشق ہے اور میں بھی عاشق ہوں۔ تیرا معشوق پیچھے اور میرا آگے تو ہم دونوں آپس میں ضدین ہوئے تو ہمارا ساتھ رہنا بالکل نامناسب ہے۔ ہمارا ساتھ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ۔

نیستت بروفق من مہر و مہار	کرد باید از تو عزلت اختیار
تیری محبت اور مہار میرے موافق نہیں ہے	تجھ سے دوری اختیار کرنی چاہیے

یعنی تجھ کو میرے موافق محبت اور مہار نہیں ہے تو تجھ سے علیحدگی اختیار کرنی چاہئے۔ مطلب یہ کہ مجنوں نے کہا کہ اے ناقہ تیرا عشق میرے موافق نہیں ہے اور نہ تیری مہار میری موافق ہے۔ کیونکہ تو چاہتی ہے کہ میری مہار پیچھے کو رہے اور میں چاہتا ہوں کہ آگے کو رہے تو معلوم ہوا کہ میرا تیرا ساتھ نہ نبھے گا۔ لہٰذا اب تجھ سے علیحدہ ہو کر اپنے محبوب کو تلاش کرنا چاہئے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ایں دو ہمرہ یک دگر را راہزن	گمرہ آں جان کو فروناید زتن
یہ دو راستہ کے ساتھی ایک دوسرے کے رہزن ہیں	وہ جان گمراہ ہے جو جسم سے باہر نہ آئے

یعنی یہ دونوں ہمراہ (بھی) ایک دوسرے کے لئے راہزن ہیں اور وہ جان گمراہ ہے جو بدن سے نیچے نہ آوے۔

جان زہجر عرش اندر ناقہ	تن زعشق خار بن چوں ناقہٗ
جانٗ عرش کی جدائی میں فاقہ میں ہے	جسم جھاڑ کے عشق میں اونٹنی کی طرح ہے

یعنی روح تو عرش کے ہجر کی وجہ سے ناقہ میں ہے۔ اور بدن کانٹوں کے درخت کے عشق میں ناقہ کی طرح ہے۔

جان کشاید سوے بالا بالہا	در زدہ تن در زمین چنگالہا
جانٗ اوپر کی جانب بازو کھولتی ہے	جسم نے زمین میں پنجے گاڑ دیئے ہیں

یعنی جان تو عالم بالا کی طرف پروں کو کھول رہی ہے اور بدن نے زمین میں پنجے گاڑ رکھے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ روح تو بوجہ عشق عالم بالا کے مجنوں کی طرح ہے اور تن بوجہ عشق عالم ناسوت کے ناقہ کی طرح ہے تو یہ دونوں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ہو کر رہزنی کر رہے ہیں۔ کہ نہ تو بدن ہی کے مقتضیات پوری طرح حاصل ہو سکتے ہیں اور نہ روح کے۔ تو وہ روح ہمیشہ گمراہ رہے گی۔ اور مقصود تک نہ پہنچ سکے گی جو اس بدن سے اتر نہ آوے اور اس سے اترنا یہی ہے کہ اس کے مقتضیات پر عمل نہ کیا جائے۔ کیونکہ اگر اس کی مانی گئی تو روح تو عالم بالا کی طرف جانا چاہے گی اور یہ اس دنیا ہی میں رہنا چاہے گا۔ پھر بھلا دونوں کا میل کس طرح ہو سکتا ہے۔ دونوں کے دونوں راستہ ہی میں رہیں گے۔ لہٰذا مقتضیات تن کو ترک کر کے مقتضیات روح کو پورا کرو۔ تو کام چلے آگے پھر قصہ مجنوں ہے۔ مجنوں ناقہ سے کہتا ہے کہ۔

تا تو باشی با من اے مردہ وطن	بس ز لیلیٰ دور ماند جان من
اے وطن کے عاشق! جب تک تو میرے ساتھ رہے گی	تو میری جان لیلیٰ سے دور رہیگی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اے مردہ وطن تو جب تک میرے ساتھ رہے گی میری جان لیلیٰ سے دور ہی رہے گی۔

روزگارم رفت زینگون حالہا	ہمچو تیہ و قوم موسیٰ سالہا
اس قسم کے احوال میں میری عمر گزر گئی	جیسا کہ برسوں تک تیہ اور (حضرت) موسیٰ کی قوم کا (معاملہ)

یعنی میرا زمانہ اسی حال میں گزر گیا جیسے کہ تیہ اور قوم موسیٰ برسوں۔ مطلب یہ کہ اے ناقہ تو جب تک میرے ساتھ ہے مجھ کو دیدار لیلیٰ نصیب نہیں ہو سکتا۔ اور جس طرح کہ وادی تیہ میں قوم موسیٰ علیہ السلام برسوں سرگشتہ پھری تھی اسی طرح میرا بھی بہت سا وقت اسی جنگل میں پھرتے ہوئے گزر گیا۔

خطو تینے بود ایں رہ تا وصال	ماندہ ام دررہ زشت شصت سال
وصال تک یہ راستہ دو قدم کا تھا	میں ساٹھ سال تک تیرے مکر کی وجہ سے راستہ ہی میں رہا

یعنی وصال تک یہ راستہ چند قدم کا تھا اور میں تیرے جال کی وجہ سے ساٹھ برس تک راہ ہی میں رہ گیا ہوں۔ مطلب یہ کہ تیرے اس جال میں پھنس کر وہ راستہ جو کہ بہت ہی ذرا سا تھا اب تک قطع نہیں ہوا ہے۔ اور ایک مدت اسی میں گزر گئی۔

راہ نزدیک و بماندم سخت دیر	سیر گشتم زیں سواری سیر سیر
راستہ نزدیک تھا اور مجھے بہت دیر ہو گئی	اس سواری سے میں بھر پایا بھر پایا

یعنی راستہ نزدیک ہی تھا اور میں بہت زیادہ مدت تک اس میں رہ گیا ہوں تو میں اس سواری سے سیر ہو گیا سیر۔ مطلب یہ کہ اگر یہ سواری نہ ہوتی تو اب تک وصل محبوب ہو بھی جاتا اس کمبخت سواری ہی کی بدولت مجھے اس قدر عرصہ لگا ہے۔ لہٰذا میں ایسی سواری ہی سے باز آیا۔ مجھے ضرورت نہیں بس اتنا کہا اور۔

سرنگوں خود را ز اشتر در فگند	گفت سوزیدم زغم تا چند چند
اس نے اپنے آپ کو اوندھا اونٹنی سے گرا دیا	کہا میں غم سے کتنا کتنا جل رہا ہوں

یعنی اپنے کو اونٹ سے منہ کے بل ڈال دیا اور بولا کہ میں غم سے جل گیا (اب) کب تک (اسی طرح رہوں)

تنگ شد بروئے بیاباں فراخ	خویشتن افگند اندر سنگلاخ
اس پر وسیع جنگل تنگ ہو گیا	اس نے اپنے آپ کو پتھریلی زمین میں گرا دیا

یعنی اس پر بیاباں فراخ تنگ ہو گیا اور اس نے اپنے کو پتھریلی زمین میں پھینک دیا۔ مطلب یہ کہ جلدی کی وجہ سے اس نے اس فراخ جنگل کو بھی اپنے لئے تنگ سمجھا کہ کہیں ایسی جگہ جا کر اترتا جہاں چوٹ نہ آتی بلکہ اس نے پتھریلی زمین میں اپنے کو گرا دیا۔

آنچناں افگند خود را سخت زیر	کہ مخلخل گشت جسم آں دلیر
اس نے اپنے کو اس زور سے نیچے گرایا	کہ اس دلیر کا جسم مخلخل ہو گیا

یعنی اس نے اپنے کو اس زور سے نیچے گرایا کہ اس دلیر کا جسم مخلخل ہو گیا یعنی ہڈیاں ٹوٹ گئیں اور وہ کھال میں ایسی ہو گئیں جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ خالی تھیلے میں کوئی شے بھر دی جاوے اور وہ شے ہلا کرتی ہے غرضکہ بے سوچے سمجھے گر ہی پڑا۔ جس سے چوٹ بے حد آئی۔

آنچناں افگند خود را سوئے پست	از قضا آں لحظہ پایش ہم شکست
نیچے کی جانب اس نے اپنے آپ کو ایسا گرایا	تقدیر سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا

یعنی اس نے اس طرح اپنے کو نیچے کی طرف گرایا کہ قضائے الٰہی سے اس وقت اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا۔
(مگر اس نے ہمت نہیں ہاری بلکہ)

پائے را بر بست و گفتا گو شوم	در خم چوگانش غلطاں می روم
اس نے پاؤں کو باندھا اور بولا گیند بن جاؤں گا	اس کے بلے کے موڑ میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا

یعنی اس نے پاؤں کو باندھا اور بولا کہ میں گیند ہوتا ہوں اور اس کے بلے کے خم میں لڑھک کر جاؤں گا۔ یعنی اس کی محبت میں لڑھکتا ہوا جاؤں گا۔ غرضکہ جس طرح ہو سکے گا پہنچوں گا۔ اب آگے مولانا استقال فرماتے ہیں کہ۔

زیں کند نفریں حکیم خوش دہن	بر سوارے کو فرو ناید ز تن
خوش کلام حکیم اسی لئے نفرت بھیجتا ہے	اس سوار پر جو جسم سے نیچے نہ اترے

یعنی اسی وجہ سے حکیم خوش دہن اس سوار پر نفرین کرتے ہیں جو بدن سے نیچے نہ اترے (حکیم خوش دہن سے مراد حکیم سنائی ہیں)

عشق مولیٰ کے کم از لیلیٰ بود	گوئے گشتن بہر او اولیٰ بود
اللہ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے؟	اس کے لئے گیند بن جانا زیادہ بہتر ہے

یعنی مولیٰ کا عشق لیلیٰ کے عشق سے کب کم ہوتا ہے (بلکہ) اس کے لئے گیند ہو جانا تو زیادہ مناسب ہوتا ہے۔

گوئے شو می گرد بر پہلوئے صدق	غلط غلطاں در خم چوگان عشق
گیند بن جا سچائی کے پہلو پر لڑھک	لڑھکتا لڑھکتا عشق کے بلے کے موڑ میں

یعنی گیند ہو جا اور پہلوئے صدق پر چوگان عشق کے بلے کے خم میں لڑھکتا رہ۔

کایں سفر زیں پس بود جذب خدا	واں سفر برناقہ باشد سیر ما
کیونکہ یہ سفر بعد میں خدا کی کشش سے ہو گا	اور اونٹنی پر سفر ہماری رفتار ہو گی

یعنی کہ یہ سفر ہے اور اس کے بعد حق تعالیٰ کا جذب ہو گا اور وہ سفر ہمارا ناقہ پر چلنا ہے۔

ایں چنیں سیریست مستثنےٰ از جنس	کاں فرود از اجتہاد جن و انس
اس طرح کا سفر اپنی جنس سے جداگانہ ہے	کیونکہ وہ جن و انس کی کوشش سے بڑھا ہوا ہے

یعنی ایسی چال جنس کی چال سے مستثنےٰ ہے کہ وہ جن وانس کی کوشش سے بڑھ گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اینچنیں جذبے است نے بر جذب عام	کہ نہادش فضل احمد والسلام
عام کشش اس طرح کی کشش نہیں ہے	جس کو احمدؐ کے فضل نے قائم کیا ہے والسلام

یعنی ایسا جذب ہے نہ کہ ہر جذب عام کو اس کو فضل احمد صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا ہے۔ والسلام۔ مطلب یہ کہ چونکہ عشاق کا یہ حال ہوتا ہے کہ وہ ہمت نہیں ہارتے اور محبوب کے وصل میں جس طرح ہو سکتا ہے کوشش کرتے ہیں۔ اور موانع کو مرتفع فرماتے ہیں اسی لئے حضرت حکیم سنائیؒ نے فرمایا کہ عاشق حق ہو کر اگر کوئی مقتضیات تن کو ترک نہ کرے اور اس مانع کو دفع کر کے مجنوں کی طرح ہمت نہ کرے تو ضرور قابل ملامت ہے اس لئے کہ عشق مولیٰ کم تو نہیں بلکہ زائد ہی ہے پھر اس کے عشق میں تو وہ ہمت نہ ہارے اور عشق حق میں عاشق حق ہمت ہار دے حیف صد حیف ہرگز ہمت نہ ہارو بلکہ چلتے رہو۔ تو اسی طرح ایک دن ادھر سے جذب ہو جاوے گا اور تمہارا کام بن جاوے گا اور پھر جو سیر الی اللہ تم کو حاصل ہو گی وہ وہ سیر ہو گی جو تمہارے اور ظاہری ہم جنسوں کی چال کی طرح نہ ہو گی بلکہ وہ وہ سیر ہو گی جس کو فضل سے تعبیر لیا جاتا ہے وہ ایسی ہو گی کہ اگر تمام جن وانس مل کر بھی کوشش کریں تو اس کو حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ان موانع کو مرتفع کر کے کام میں لگنا چاہئے تاکہ ادھر سے جذب ہو اور دیدار حبیب میسر ہو جاوے آگے اس غلام کے قصہ کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ۔

قصہ کوتہ کن برائے آں غلام	کہ سوئے شہ بر نبشتست او پیام
اس غلام کی وجہ سے قصہ مختصر کر دے	جس نے بادشاہ کو پیغام لکھا

یعنی (اس) قصہ کو اس غلام کی خاطر مختصر کر دو۔ کہ اس نے بادشاہ کو پیام لکھا ہے یعنی اس بیان کو ختم کر کے اس غلام کا قصہ بیان کرو اس نے ایک رقعہ بادشاہ کو لکھا ہے ذرا اس کا بیان کرو کہ اس نے اس میں کیا لکھا ہے آگے قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: مجنوں اور ناقہ کی کشمکش کا واقعہ یہ ہے کہ مجنوں ناقہ پر سوار ہو کر لیلیٰ کے پاس جا رہا تھا اور اونٹنی نئی بیائی ہوئی تھی۔ پس مجنوں تو لیلیٰ کی طرف جانا چاہتا تھا اور اونٹنی اپنے بچہ کی طرف جانا چاہتی تھی۔ پس اگر ذرا سی دیر کے لئے بھی مجنوں اس کی طرف سے اپنی توجہ ہٹا لیتا تھا تو اونٹنی فوراً گھوم جاتی اور پیچھے لوٹ جاتی تھی۔ غفلت کی وجہ یہ تھی کہ مجنوں کے رگ وپے میں لیلیٰ کی محبت عشق اور اس کی محبت کا جنوں سمایا ہوا تھا۔ اس لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ اس کی طرف سے توجہ نہ ہٹائے کیونکہ نگرانی کرنے والی عقل ہے اور عقل کو لیلیٰ کی محبت کا جنوں کھو چکا تھا تو نگرانی کیسے ہو سکتی تھی۔ لہٰذا غفلت لازم تھی۔ مجنون کی تو یہ حالت تھی مگر ناقہ کی حالت اس لئے خلاف تھی کیونکہ وہ نہایت چوکنی اور مستعد تھی اس لئے جب وہ اپنی مہار کو سست پاتی تو سمجھ جاتی۔ کہ وہ غافل اور متحیر ہو گیا ہے پس وہ فوراً مڑتی اور اپنے بچہ کی طرف رخ کرتی تھی۔ جب مجنوں کو ہوش آتا تھا تو دیکھتا تھا کہ اونٹنی اس مقام سے جہاں وہ پہنچ چکی تھی کوسوں پیچھے نکل گئی ہے غرض کہ ان باتوں کے سبب تین روز کے راستہ میں مجنوں کو برس ہو گئے۔ پس اس نے مجبور ہو کر کہا کہ اے ناقہ میں لیلیٰ پر عاشق ہوں اور تو اپنے

www.besturdubooks.wordpress.com

بچہ پر اس لئے ہم دونوں میں تضاد ہے اور ہم دونوں اس قابل نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں اور چونکہ تیری محبت اور اطاعت میرے موافق نہیں ہے اس لئے تجھ سے جدائی لازم ہے۔ اب مولانا اس قصہ کو یہاں چھوڑتے ہیں اور انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجنوں اور اس کے ناقہ کی طرح جسم اور جان بھی دو بے جوڑ ساتھی اور ایک دوسرے کے لئے راہزن ہیں۔ اس لئے وہ جان سرگشتہ تیہ ضلالت ہوتی ہے جو ناقہ تن سے اتر جائے اور جسم کو نہ چھوڑ دے۔ (جسم سے مراد بدن نہیں بلکہ نفس ہے) ان دونوں کے بے جوڑ اور ایک دوسرے کے لئے راہزن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جان تو عالم بالا کی مفارقت میں مر رہی ہے اور جسم کانٹوں کے درخت یعنی دنیا کی محبت میں اونٹنی کی طرح اس کا مزاحم ہے اور جان تو عالم علوی کی طرف پرواز کرنا چاہتی ہے) اور جسم عالم ناسوت میں پنجے گڑوائے ہوئے ہے اور اسے چھوڑنا ہی نہیں چاہتا۔ اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ مجنوں کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مجنوں بے فاقہ سے کہا کہ اے عاشق وطن اونٹنی جب تک تو میری ساتھ رہے گی اس وقت تک میری جان لیلیٰ سے دور رہے گی۔ تیری اس قسم کی حرکتوں سے میرا وقت برباد ہو گیا۔ اور میری اور اس دشت کی وہ حالت ہوئی جو وادی تیہ اور قوم موسیٰ کی برسوں رہی تھی۔ چنانچہ یہ راستہ وصال تک صرف دو قدم تھا مگر میں اس راہ اور تیرے پھندے میں برسوں سے پھنسا ہوا ہوں۔ راستہ نزدیک ہے مگر مجھے بہت دیر ہو گئی پس میرا تو ایسی سواری سے جی بھر گیا اور مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے کو اونٹنی پر سے اوندھے منہ گرا دیا۔ اور کہا کہ میں تو غم سے جل گیا آخر کوئی حد بھی ہو کہاں تک جلوں غرض کہ اس پر وہ کشادہ بیابان تنگ ہو گیا۔ اور اس نے اپنے کو اس پتھریلی زمین پھینک دیا اور اس سختی سے ٹپکا کہ اس کا جسم پارہ پارہ ہو گیا۔ جبکہ اس نے اپنے کو اس سختی کے ساتھ نیچے گرایا تو تقدیر الٰہی سے اس کا پاؤں بھی ٹوٹ گیا۔ مگر اس نے ہمت نہیں ہاری اور اپنے پاؤں کو باندھا اور کہا کہ میں اس کے چوگاں کے لئے گیند ہو جاؤں گا۔ اور لڑھکتا ہوا جاؤں گا غرض وہاں تک ضرور پہنچوں گا۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ شیخ ثنائی اسی لئے اس سوار کو ملامت کرتے ہیں جو جسم سے نیچے نہیں اترتا۔ یعنی خواہشات نفسانیہ کو نہیں چھوڑتا۔ کیونکہ جب مجنوں کی عشق لیلیٰ میں یہ حالت ہے کہ اس نے اونٹنی کو مانع وصال سمجھ کو چھوڑ دیا اور اس تک وصول کے لئے اپنی مقدور بھر سعی کی۔ تو عشق حق سبحانہ عشق لیلیٰ سے کم نہیں کہ اس کے لئے سواری جسم کو نہ چھوڑا جاوے بلکہ یہ تو اس سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ لہٰذا اس کے لئے گیند بن جانا اس سے کہیں اولیٰ ہے پس تم کو چاہئے کہ گیند بن جاؤ اور چوگان عشق حق سے پہلوئے صدق پر لڑھکتے ہوئے اس کی طرف چلو اس لئے کہ ناقہ تن پر سوار رہ کر سعی خود ہماری رفتار ہے اور اس سواری سے اتر کر اور ہوائے نفسانی سے قطع تعلق کر کے چلنا جذب خداوندی ہے اور ایسی رفتار جنس رفتار سے بالکل جداگانہ ہے۔ کیونکہ یہ کوشش وسعی انسان وجن سے بالاتر ہے (خلاصہ یہ کہ اس اعلیٰ سیر کے حصول کی کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ یہ عجیب رفتار ہے اور انسان وغیرہ کی اختیاری سیر سے اسے کوئی نسبت نہیں۔ گو یہ سیر فی نفسہ اختیاری نہیں مگر اس کے مبادی اختیاری ہیں لہٰذا ان کو اختیار کرنا چاہئے) اور ایسی سیر اثر ہے حق سبحانہ کے جذبہ خاص کا اور اس جذب عام کے مماثل نہیں ہے۔ جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایت نے عام لوگوں کے لئے قائم کیا ہے۔ مراد اس سے شریعت ہے۔ جس کا تعلق افعال اختیاریہ سے ہے اور چونکہ افعال اختیاریہ کا صدور بھی بتوفیق الٰہی ہی ہے اس لئے اس کو بھی جذب کہا ہے مگر یہ جذب عام ہے کیونکہ اس کا تعلق خواص اور عوام دونوں سے ہے۔ برخلاف اس

www.besturdubooks.wordpress.com

جذب خاص کے جس کا تعلق صرف خواص سے ہے۔ اچھا اب اس غلام کی خاطر اس قصہ کو مختصر کرو کیونکہ اس نے بادشاہ کی حضور میں عرض لکھی ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

شرح شبّیری

نبشتن آں غلام قصہ شکایت نقصان اجرے سوی بادشاہ

غلام کا وظیفہ کی کمی کی شکایت۔ شاہ کو لکھنے کا قصہ

رقعۂ پر جنگ و پر ہستی و کیں	می فرستد پیش شاہ نازنیں
ایک رقعہ جنگ اور خود بینی اور کینہ سے بھرا ہوا	نازک مزاج شاہ کی پیشی میں روانہ کرتا ہے

یعنی ایک رقعہ لڑائی اور دعویٰ اور کینہ سے بھرا ہوا (وہ غلام) بادشاہ نازنین کے پاس بھیجتا ہے۔ مطلب یہ کہ اس غلام نے ایک رقعہ جو کہ بہت ہی کینہ اور شکوہ و شکایت سے بھرا ہوا تھا بادشاہ کے پاس بھیجا۔ آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ۔

کالبدمہ است اندر وے نگر	ہست لائق شاہ را آنگہ ببر
جسم رقعہ ہے اس کو دیکھ لے	کہ بادشاہ کے مناسب ہے پھر لے جا

یعنی جسم ایک خط ہے اس کے اندر دیکھ لے کہ بادشاہ کے لائق (بھی) ہے؟ پھر لے جانا۔ جسم سے مراد اخلاق جسمانی۔ مطلب یہ کہ تمہارے جو یہ اخلاق جسمانی ہیں یہ بھی ایک خط کے مشابہ ہیں اور تم ان کو شاہ شاہاں کے آگے پیش کرنے کے لئے لے جا رہے ہو۔ تو پہلے دیکھ لو کہ آیا بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے قابل بھی ہیں یا نہیں۔ اگر قابل ہوں تو لے جاؤ ورنہ کیوں شرمندگی اٹھاتے ہو آگے اس نامہ کے دیکھنے کا اور امتحان کرنے کا طریق بیان فرماتے ہیں کہ۔

گوشۂ رونامہ را بکشا بخواں	بیں کہ حرفش ہست در خورد شہاں
گوشہ میں جا خط کو کھول پڑھ	دیکھ لے کہ اس کی عبارت شاہوں کے مناسب ہے

یعنی ایک کونہ میں جا اور نامہ کو کھول کر پڑھ اور دیکھ کہ اس کے الفاظ بادشاہوں کے لائق ہیں؟ مطلب یہ کہ خط اچھی طرح جب سمجھ میں آیا کرتا ہے کہ جب اس کو علیحدگی میں بیٹھ کر اس کو غور سے دیکھا جاوے اسی طرح تم اس نامۂ اخلاق جسمانی کو علیحدگی میں یعنی خلوت میں جا کر دیکھو اور ان کے اندر غور کرو۔ اور دیکھو کہ یہ اس شاہنشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کی قابل ہیں یا نہیں۔

گر نباشد در خور آنرا پارہ کن	نامۂ دیگر نویس و چارہ کن
اگر مناسب نہ ہو اس کو پھاڑ دے	دوسرا خط لکھ اور تدبیر کر

یعنی اگر لائق نہ ہو تو اس کو پھاڑ ڈال اور دوسرا خط لکھ اور علاج کر۔ مطلب یہ کہ اگر تمہارے اخلاق اس قابل نہ ہوں اور وہ بادشاہ کی خدمت میں پیش ہونے کے قابل نہ ہوں تو ان کو زائل کر دو اور ان کی جگہ اخلاق حمیدہ پیدا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرو۔ اور پھر ان اخلاق حمیدہ کو لے کر جاؤ۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

لیک فتح نامۂ تن زب مداں	ورنہ ہر کس سر دل دیدے عیاں
لیکن جسم کے خط کو کھولنا آسان نہ سمجھ	ورنہ ہر آدمی دل کا راز کھلم کھلا دیکھ لیتا

یعنی لیکن نامۂ تن کا کھولنا آسان مت جانو ورنہ ہر شخص دل کا بھید ظاہر طور پر دیکھ لیا کرتا۔

نامہ بکشادن چہ دشوارست وصعب	کار مردان است نے طفلان لعب
خط کو کھولنا بہت دشوار اور سخت ہے	بہادروں کا کام ہے نہ کہ کھلنڈرے بچوں کا

یعنی خط کو کھولنا کتنا ہی (یعنی بہت زیادہ) دشوار اور سخت ہے (یہ) کام مردوں کا ہے نہ کہ کھیل لڑکوں کا۔ مطلب یہ کہ اس نامہ اخلاق کو دیکھنا اور اس کا امتحان کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے بہت دشوار کام ہے ورنہ اگر آسان ہوتا تو ہر شخص اپنی حالت باطنی کو دیکھ لیا کرتا مگر یہ تو بڑے مردان کار کا کام ہے کوئی لڑکوں کا کھیل نہیں ہے لہذا اچاہئے کہ جب اس کی ضرورت پڑے اور اخلاق لو امتحان کرو تو کسی شیخ مبصر سے مشورہ کرو اور اس سے پوچھ کر کام کرو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

جملہ برفہرست قانع گشتہ ایم	زانکہ در حرص و ہوا آغشتہ ایم
ہم سب فہرست پر قانع ہوگئے ہیں	کیونکہ حرص و خواہش سے آلودہ ہیں

یعنی ہم سب کے سب فہرست پر قانع ہوگئے ہیں اس لئے حرص و ہوا میں طلے ہوئے ہیں۔ (فہرست سے مراد اعمال ظاہرہ ہیں کہ جس طرح فہرست مضامین کتاب کی ایک مجمل اطلاع ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اعمال ظاہرہ سے کچھ تھوڑی سی خبر اخلاق کی ہو جاتی ہے باقی جو امور کہ پوشیدہ ہیں اور جو ان کی حقیقت ہے اس کی اطلاع نہیں ہوتی) مطلب یہ کہ ہم لوگ اعمال ظاہرہ پر قانع ہو گئے ہیں اور ان کی حقیقت پر نظر نہیں کرتے اسی لئے ہم کو اپنے اعمال کی اور اخلاق کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی وہ اعمال بظاہر بہت عمدہ ہیں مگر جب ان کی اصلیت اور حقیقت پر نظر کی جاتی ہے تب حقیقت کھلتی ہے اور اعمال ظاہرہ پر قناعت کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم لوگ حرص و ہوا میں لگے ہوئے ہیں۔ اس لئے ہم کو حقیقت کی خبر نہیں ہوتی۔

باشد آں فہرست دامے عامہ را	تا چناں دانند متن نامہ را
وہ فہرست عوام کے لئے جال ہے	حتیٰ کہ خط کے مضمون کو ایسا ہی سمجھتے ہیں

یعنی وہ فہرست عوام کے لئے ایک جال ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ خط کے متن کو اسی طرح جانتے ہیں۔

مطلب یہ کہ فہرست میں جو سرنامہ اور سرخیاں عمدہ عمدہ لکھ رکھی ہیں اس سے عوام کو دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ کتاب بہت عمدہ ہے مگر مضمون کو جب دیکھا جاوے تو حقیقت کھلتی ہے اسی طرح ظاہر اعمال تو بہت ہی عمدہ ہیں نماز بھی ہے روزہ بھی ہے تمام باتیں ہیں لیکن جب حقیقت میں نظر کی تو کسی میں ریا ہے اور کسی میں عجب و کبر ہے۔ مگر عوام دھوکہ میں آجاتے ہیں اور وہ ظاہر اعمال ہی کو دیکھ کر معتقد ہو جاتے ہیں آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باز کن سرنامہ را گردن متاب	زیں سخن واللہ اعلم بالصواب
خط کے عنوان کو کھول منہ کو نہ موڑ	اس بات سے اور خدا صواب کو زیادہ جانتا ہے

یعنی سرنامہ کو پڑھو اور اس بات سے گردن تابی مت کرو۔ واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ اپنے اخلاق کا امتحان پیش کرنے سے قبل کر لو۔ پھر پیش کرو اور اس ہمارے قول سے گردن تابی مت کرو اور نصیحت مانو۔ آگے حقیقت کی خدا کو خبر ہے آگے اس جانچ کی ترکیب بتاتے ہیں کہ۔

ہست آں عنواں جو اقرار زباں	متن نامہ سینہ را کن امتحاں
وہ عنوان مثلاً زبانی اقرار ہے	سینہ کے خط کے مضمون کو آزما لے
کہ موافق ہست با اقرار تو	تا منافق وار بنود کار تو
کہ وہ تیرے اقرار کے مطابق ہے	تاکہ تیرا کام منافقانہ نہ ہو

یعنی کہ وہ عنوان اقرار زبان کی طرح ہے تو سینہ کے نامہ کے متن کا امتحان کر کہ وہ تیرے اقرار کے موافق ہے؟ تاکہ تیرا کام منافقوں کی طرح نہ ہو۔ مطلب یہ کہ تم جو زبان سے اطاعت حق کا اقرار کر رہے ہو تو اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا وہ اقرار تمہارے قلب کے مطابق ہے یا نہیں اور وہ اقرار صرف زبان ہی سے ہے یا دل سے بھی ہے۔ پس اگر زبان اور دل کی ایک حالت ہے تب تو امتحان صحیح ہوا اور اگر دونوں میں اختلاف ہے اور اقرار لسانی قلب کے موافق نہیں ہے تو تم امتحان میں خام ہوئے اور تم پھر اپنی حالت کو درست کرو۔ آگے اسی کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

چوں جوالے بس گرانے می بری	زاں نباید کم کہ در وے بنگری
جب کہ تو بہت بھاری بورا لے جا رہا ہے	کم از کم یہ ہو کہ اس کو دیکھ لے

یعنی جبکہ تم ایک بہت بھاری گون لے جا رہے ہو تو اس سے تو کم نہ ہونا چاہئے کہ تم اس کے اندر دیکھ لو۔

کہ چہ داری در جوال از تلخ وخوش	گر ہمی ارزد کشیدن را بکش
کہ تو اپنے بورے میں کیا چیز کڑوی اور کیا میٹھی رکھتا ہے	اگر لے جانے کے قابل ہے لے جا

یعنی کہ تو گون میں کیا رکھتا ہے تلخ اور عمدہ سے اگر کھینچنے کے لائق ہو تو کھینچو۔

ورنہ خالی کن جوالت راز سنگ	باز خر خود را ازیں بیگار و ننگ
ورنہ پتھر سے اپنے بورے کو خالی کر لے	اس جھگڑے اور ذلت سے اپنے آپ کو بچا لے

یعنی ورنہ اپنی گون کو پتھروں سے خالی کر لو پھر اپنے کو اس بیگار سے اور شرم سے چھڑا لو۔

در جوال آں کن کہ می باید کشید	سوئے سلطانان و شاہان رشید
بورے میں وہ بھر لے جو جانا چاہیے	بھلے ملوک اور شاہوں کی جانب

یعنی گون میں وہ چیز کر کہ جو بادشاہوں اور سلطانوں کی طرف لے جانے کے قابل ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

زشت نبود کایں جوال پر زریگ	می کشی و باشد آں ہم مردہ ریگ
کیا یہ برا نہیں ہے کہ یہ ریت سے بھرا ہوا	تو لے جائے اور وہ بھی حقیر و ناچیز ہو

یعنی کیا یہ برا نہیں ہے کہ یہ گون ریت سے بھری ہو۔ تم لے جارہے اور وہ بھی مال میراثی ہو۔

چوں نمی تانی کہ پر لعلش کنی	ہم تہی بہتر کہ ہم جنس تنی
اگر تو اس کو لعل سے نہیں بھر سکتا ہے	خالی ہونا بہتر ہے بہ نسبت اس کے تیرے جسم کی ہم جنس ہو

یعنی اگر تم اس کو لعل سے پر نہیں کر سکتے تو جنس تن سے ہونے سے خالی ہونا بہتر ہے (کہ ہم جنس تنی میں کہ بمعنی از اور تنی میں یا نسبت کی ہے عبارت یوں ہوگی کہ چوں پر لعلش نمی توانی کرد پس او از اشیاء ہم جنس تن خالی بہتر است) مطلب یہ کہ اگر تم کوئی گون بھر کر بادشاہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے چلے تو کم از کم یہ تو چاہئے کہ اس کو کھول کر دیکھو کہ اس کے اندر کیا ہے اگر وہ شے بادشاہوں کے پاس لے جانے کی ہو تو لے جاؤ ورنہ اگر اینٹ پتھر ہی بھرے ہوئے ہوں تو اس بیگار سے اور شرمندگی اٹھانے سے کیا فائدہ بہتر ہے کہ گون خالی کر دو اور کچھ بھی نہ لے جاؤ کہ ان اینٹ پتھروں کے لے جانے سے تو یہ بہتر ہے کہ کچھ بھی نہ لے جاؤ۔ اسی طرح اگر تمہارے اخلاق اس قابل نہیں کہ وہ درگاہ خداوندی میں پیش ہو سکیں یعنی اخلاق ذمیمہ ہوں تو اول تو یہ کرو کہ ان کو زائل کر کے اخلاق حمیدہ پیدا کر و اور اگر یہ نہ کر سکو تو بس پھر بالکل خالی ہو جاؤ کہ نہ ذمیمہ ہوں نہ حمیدہ ہوں۔ اور وہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ اخلاق ذمیمہ کو تو دور کر دو مگر ابھی اخلاص حمیدہ راسخ نہ ہوں تو یہی مرتبہ تم کو حاصل ہو جاوے گا۔ لہذا چاہئے کہ اول دیکھ لو اور امتحان کر لو اور پیش کرو آگے اسی پر ایک حکایت لاتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب وہ ایک درخواست بادشاہ کے حضور میں پیش کرتا ہے۔ جو مخالفت اور خود بینی اور مضادت سے پر ہے یہاں تک بیان فرما کر اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح وہ غلام بادشاہ کی حضور میں رقعہ بھیجتا ہے یوں ہی تم بھی شہنشاہ حقیقی کے حضور میں ایک رقعہ لے جارہے ہو اور وہ رقعہ قلب ہے۔ بس اول تم کو دیکھ لینا چاہئے کہ وہ اس شہنشاہ کے حضور میں پیش کرنے کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ اس کے بعد لے جانا چاہئے۔ پس تم گوشۂ خلوت میں جاؤ اور اس رقعہ کو پڑھو اور دیکھو کہ اس کے الفاظ بادشاہوں کے مناسب ہیں یا نہیں۔ یعنی اپنے دل کا مطالعہ کرو اور دیکھو کہ اس کے صفات اس قابل ہیں کہ وہ مقبول و پسندیدہ حق سبحانہ ہوں یا نہیں۔ پس اگر وہ بادشاہوں کے حضور میں پیش کرنے کے قابل نہ ہو تو اسے چاک کر دو اور دوسرا رقعہ لکھو۔ یعنی اگر اس میں صفات ذمیمہ ہوں تو انہیں فنا کرو۔ اور صفات حمیدہ پیدا کرو۔ لیکن واضح رہے کہ اس خط کو کھولنا اور اس کے مضمون پر مطلع ہونا آسان کام نہیں ہے یعنی قلب کی حالت کو کما ہی جان لینا ہر شخص کا کام نہیں ہے ورنہ ہر شخص اسرار قلب کو معلوم کر لیتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس کا کھولنا اور اس کے مضمون و اسرار پر مطلع ہونا نہایت مشکل اور کٹھن ہے اور اہل اللہ کا کام ہے جو دیدۂ بصیرت رکھتے ہیں۔ کھیلنے والے بچوں کا کام نہیں کیونکہ صفات ذمیمہ اور حمیدہ میں بہت سے التباسات ہوتے ہیں جن کے سبب ناواقف لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں اور صفات ذمیمہ کو حمیدہ سمجھ جاتے ہیں۔ پس اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے ضرورت ہے ایک ماہر فن شیخ کی جو اس کی حالت تم کو بتلائے عام لوگوں کی تو یہ حالت ہے کہ وہ فہرست یعنی اعمال ظاہرہ پر قانع ہیں کیونکہ وہ حرص و ہوا میں گرفتار ہیں جو مانع ہے اصلاح قلب سے اور یہ فہرست اعمال ظاہری ان کے لئے پھندا ہوگئی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ حالت قلب سے بالکل ناواقف ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہمارا دل بھی ایسا ہی ہے جیسے ہمارے افعال جب یہ حالت ہے تو ضرور اس خط کو کھولنا چاہئے اور اس بات سے اعراض نہ کرنا چاہئے اور اس کھولنے کا طریق وہ ہے جو اوپر بیان ہو چکا یعنی شیخ کے سامنے پیش کرنا تاکہ وہ پڑھ کر بتلائے ورنہ تم خود نہیں کھول کر پڑھ سکتے۔ یاد رکھو کہ اقرار زبان وغیرہ اصل مقصود نہیں ہیں بلکہ یہ تو اس مقصود کی فہرست اور عنوان ہیں اس لئے مقصود کو معلوم کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ حالت قلبیہ اقرار زبانی وغیرہ کے موافق ہے یا نہیں تاکہ تمہارا معاملہ منافقین کا سا نہ ہو۔ اور تم یقولون بافواھھم مالیس فی قلوبھم کا مصداق نہ بنو۔ اب ہم اسی مضمون کو دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں تاکہ خوب ذہن نشین ہو جاوے۔ اچھا سنو تمہارا دل ایک گون ہے جس کو تم شہنشاہ کی حضور میں ہدیہ لے جا رہے ہو اب جبکہ تم یہ بھاری گون بادشاہ کی حضور میں لے جا رہے ہو تو اور کچھ نہیں تو اتنا تو ضرور ہی ہونا چاہئے کہ تم اسے دیکھ لو کہ اس گون میں کیا چیز ہے۔ آیا کڑوی اور ناپسندیدہ ہے یا خوش مزہ اور پسندیدہ پھر اگر لے جانے کے قابل ہو تو لے جاؤ۔ ورنہ اپنی گون کو ان نکمے اینٹ پتھروں سے خالی کرواور اپنے کو اس بیگار اور شرمناک حرکت سے بچاؤ اور بجائے اس کے گون میں وہ شے بھرو جس کو بادشاہوں کے پاس لے جانا مناسب ہے تم خیال کرو کیا یہ بری بات نہیں ہے کہ تم اس ریت بھری گون کو بادشاہ کے حضور میں لے جا رہے ہو اور ریت بھی کیسا کہ نہایت بے وقعت ضرور بری بات ہے۔ پس تم ایسا ہرگز نہ کرو خلاصہ یہ کہ تمہارا دل ایک گون ہے۔ جس کو تم حق سبحانہ کے پاس ہدیہ لے جا رہے ہو اور اس کے صفات وہ اسباب ہے جو اس میں بھرا ہوا ہے۔ پس تم کو دیکھنا چاہئے کہ اس میں صفات حمیدہ ہیں یا ذمیمہ۔ اگر حمیدہ ہوں تو بہتر ہے اور اگر ذمیمہ ہیں تو ان کا لے جانا ہرگز مناسب نہیں۔ پس ان کو دور کرنا چاہئے اور ان کے بجائے عمدہ صفات پیدا کرنا چاہئیں۔ اچھا اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کو عمدہ صفات سے پر کرو جو بمنزلہ لعل کے ہیں تو خالی ہی رکھو کیونکہ اس کے ان صفات رذیلہ سے پر نہ ہونے سے جو کہ از قسم صفات جسمانیہ ہوں یہ بہتر ہے کہ وہ بالکل خالی ہو کہ نہ اس میں صفات حمیدہ ہوں نہ ذمیمہ۔

فائدہ:۔ اس تقریر پر تنی میں یائے نسبت ہے اور موصوف اس کا صفات ہے)

شرح شبیری

حکایت آں فقیہ با دستار بزرگ و آنکہ دستارش بربود

بانگ و نعرۂ فقیہ کہ بازش کن و ببیں کہ چہ می بری آنگاہ ببر

اس فقیہ کی حکایت جو بڑی پگڑی والا تھا اور اس کی جو پگڑی اچک لے گیا اور فقیہ کا پکارنا اور للکارنا کہ اس کو کھول اور دیکھ کہ کیا لے جا رہا ہے تب لے جا

یک فقیہے ژندہا برچیدہ بود	در عمامہ خویش برپیچیدہ بود
ایک فقیہ نے چیتھڑے چنے تھے	(اور) اپنی پگڑی میں لپیٹ لئے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک فقیہ نے بہت سے چیتھڑے چن لئے تھے اور اپنے عمامہ میں لپیٹ لئے تھے۔

تا شود زفت و نماید آں عظیم	چوں در آید سوئے محفل در حطیم
تاکہ وہ موٹی ہو جائے اور بڑی نظر آئے	جب وہ حطیم میں مجلس میں آئے

یعنی تاکہ وہ عمامہ ڈبل ہو جاوے اور وہ بڑا دکھائی دے جبکہ وہ محفل کی طرف مجمع میں آوے۔ مطلب یہ کہ بہت سے چیتھڑے وغیرہ جمع کر کے پگڑی میں بھر لئے تھے تاکہ عمامہ بڑا سا ہو جاوے اور جب مجمع میں جاویں تو معلوم ہو کہ بہت بڑا عمامہ ہے تو یہ مولوی بھی خوب بڑھیا ہی ہوں گے۔

ژندہا از جامہ ہا پیراستہ	ظاہر دستار ازاں آراستہ
مختلف کپڑوں کے چیتھڑے جوڑے تھے	ان سے بظاہر پگڑی کو سجایا تھا

یعنی چیتھڑوں کو کپڑوں سے سنوارے ہوئے اور پگڑی کے ظاہر کو اس سے سنوارے ہوئے یعنی ان چیتھڑوں کے اوپر سے ایک کپڑا لپیٹ کر سب کو خوبصورت اور عمدہ بنا رکھا تھا۔

ظاہر دستار چوں حلہ بہشت	چوں منافق اندروں رسوا وزشت
پگڑی کا ظاہر بہشت کے جوڑے کی طرح تھا	باطن منافق کی طرح رسوا اور بھدا

یعنی پگڑی اوپر سے تو بہشت کے حلہ کی مانند تھی اور باطن منافق کی طرح رسوا اور برا تھا۔

پارہ پارہ دلق و پنبہ و پوستین	دردروں آں عمامہ بد دفین
ٹکڑے ٹکڑے گدڑی اور روئی اور پوستین	اس پگڑی کے اندر دفن تھے

یعنی گدڑی اور روئی کے اور پوستین کے ٹکڑے ٹکڑے اس عمامہ کے اندر مدفون تھے۔

روئے سوئے مدرسہ کردہ صبوح	تا بدیں ناموس یابد او فتوح
اس نے صبح صبح مدرسہ کا رخ کیا	تاکہ اس میں شان وشوکت کی وجہ سے نذرانے حاصل کرے

یعنی صبح کو مدرسہ کا قصد کئے ہوئے تھا تاکہ اس عزت سے کچھ فتوحات پاوے یعنی اس پگڑی کی عزت سے وہاں تنخواہ وغیرہ ملتی ہوگی صاحب منصب کو ظاہری عزت کی بھی ضرورت ہوتی ہے لہذا یہ بھی اسی لئے صبح ہی مدرسہ کو چلے جا رہے تھے تاکہ تنخواہ وغیرہ جو کچھ ملنا ہو ملے۔

در رہ تاریک مردے جامہ کن	منتظر استادہ بود از بہر فن
اندھیرے راستہ میں ایک کپڑے اتارنے والا شخص	فن دکھانے کے لئے منتظر کھڑا تھا

یعنی راہ تاریک میں ایک آدمی اچکا کام کے لئے منتظر کھڑا ہوا تھا یعنی کسی تاریک راہ میں کوئی اچکا بھی کھڑا تھا کہ کوئی ادھر کو آوے تو میں اس سے کچھ اچک لوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در ربود او از سرش دستار را	پس دواں شد تا بسازد کار را
وہ اس کے سر سے پگڑی لے اڑا	پھر بھاگا تاکہ اپنا کام بنا لے

یعنی وہ ان عالم کے سر پر سے پگڑی کو اچک کر بھاگا تا کہ کام بناوے مطلب یہ کہ وہ اچکا جو تاک میں کھڑا تھا جب یہ اس کے مقابل پہنچے تو ان کی پگڑی کو اس نے اچک لیا اور پھر لے کر بھاگا تا کہ کچھ کام چلاوے کیونکہ اوپر سے تو وہ پگڑی بہت خوبصورت تھی اس نے سمجھا کہ خوب قیمتی ہے لہذا اچک کر لے بھاگا۔

پس فقیہش بانگ برزد کاے پسر	باز کن دستار را آنگہ ببر
فقیہ نے اس کو آواز دی اے بیٹا!	پگڑی کو کھول ' پھر لے جا

یعنی عالم نے اس کو آواز دی کہ اے صاحبزادے پگڑی کو کھول لے اس وقت لے جائیو۔

اینچنیں کہ چار پرہ مے پری	باز کن آں ہدیہ را کہ می بری
تو جو اس طرح چار پروں سے اڑ رہا ہے	اس تحفہ کو کھول جو تو لے جا رہا ہے

یعنی تو جو اس طرح چار پروں سے اڑا جا رہا ہے جس ہدیہ کو تو لے جا رہا ہے ذرا کھول کر تو دیکھ لے۔

باز کن آں را بدست خود بمال	انگہاں خواہی ببر کردم حلال
اس کو کھول اپنے ہاتھ سے ٹٹول	پھر چاہے لے جانا' میں نے معاف کر دیا

یعنی اس کو کھول لے اور ہاتھ سے ٹٹول لے اس وقت تو اگر چاہے تو لے جا۔ میں نے مباح کی۔ مطلب یہ کہ جب وہ اچکا لے کر پگڑی کو بھاگا تو عالم صاحب نے کہا کہ میاں ذرا اس کو کھول کر دیکھ لے پھر بھی اگر تیرے کام کی ہو اور تجھے پسند آوے تو لے جانا میں نے معاف کی مگر تو دیکھ تو لے کہ یہ کیا نور بھری ہے۔

چونکہ بازش کرد آنکو میگریخت	صد ہزارش ژندہ اندر رہ بریخت
جو بھاگ رہا تھا جس اس نے اس کو کھولا	لاکھوں چیتھڑے راستہ میں بکھر گئے

یعنی جب اس شخص نے جو کہ بھاگ رہا تھا اس کو کھولا تو لاکھوں چیتھڑے راہ میں گر پڑے۔

زاں عمامہ زفت نابایست او	ماند یک گز کہنہ در دست او
اس کی اس موٹی نابکار پگڑی سے	ایک گز پرانا (کپڑا) اس کے ہاتھ میں رہ گیا

یعنی اس کے ڈبل نالائق عمامہ میں سے ایک گز پرانا کپڑا اس کے ہاتھ میں رہ گیا۔ مطلب یہ کہ جب اس کو کھولا تو سارے چیتھڑے تو بکھر گئے اور وہ کپڑا جو اس پر لپٹا ہوا تھا ایک آدھ گز کا ٹکڑا اس اچکے کے ہاتھ میں رہ گیا۔

برزمین زد خرقہ را کاے بے عیار	زین دغل مارا بر آوردی زکار
چیتھڑے کو زمین پر پٹخا کہ اے نالائق!	اس فریب سے تو نے ہمیں کام سے روک دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس نے اس کپڑے کو زمین پر دے مارا اور بولا کہ اے مکار تو نے اس دھوکہ سے ہمیں کام سے نکالا مطلب یہ کہ جب اس کی یہ حالت دیکھی تو بہت خفا ہوا اور بولا کہ ارے مکار تو نے مجھے ان چیتھڑوں کو بھر کر دھوکہ دیا۔ اور میں کہیں اور جا کر کچھ مال اچکتا تو نے مجھے اس سے بھی رکھا۔

ایں چہ مکرست و چہ تزویرست و شید	کہ فگندی مرمرا در قید صید
یہ کیا مکر ہے اور کیا فریب ہے اور دغا ہے؟	کہ تو نے مجھے شکار کے پھندے میں پھنسا دیا

یعنی یہ کیا مکر اور دھوکہ اور دغا بازی ہے کہ تو نے مجھے شکار کی قید میں ڈالا۔ یعنی میں نے تجھے شکار کیا تھا مگر تیری اس مکاری نے مجھی کو قید میں ڈال دیا کہ اب میں خود ہی پچھتا رہا ہوں۔

شرم ناید مر ترا زیں ژندہا	از دغل بفگندیم اے پر دغا
ان چیتھڑوں سے تجھے شرم نہ آئی	فریب سے تو نے مجھے پھنسایا اے دغا باز!

یعنی تجھے ان گدڑوں سے شرم نہیں آتی تو نے مجھے دھوکہ میں ڈالا اے مکار۔ مطلب یہ کہ اب وہ اچکے صاحب خفا ہو رہے ہیں کہ ارے مکار تو نے اس کے اندر گودڑ بھر کر مجھے دھوکہ دیا اور مجھے دوسرے کام سے بھی رکھا اس کو سن کر وہ عالم صاحب جواب دیتے ہیں کہ۔

گفت بنمودم دغل لیکن ترا	از نصیحت باز گفتم ماجرا
اس نے کہا میں نے فریب کیا لیکن تجھے	خلوص سے میں نے قصہ بتا دیا

یعنی اس عالم نے کہا کہ لیکن میں نے مکر کو خیر خواہی سے تجھے بتا دیا اور اصلی بات کہہ دی۔ مطلب یہ کہ ان عالم صاحب نے کہا کہ اگرچہ اس سے تجھے دھوکا ہوا مگر میں نے پھر تجھے بتا تو دیا اور آگاہ تو کر دیا۔

بڑا افسوس لوگوں پر ہے کہ دھوکہ دیتے ہیں اور پھر اطلاع بھی نہیں کرتے کہ یہ دھوکہ ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ تم لوگ کسی کے بتانے پر مت رہو بلکہ خود عبرت حاصل کرو کیونکہ تمام چیزیں اپنے تغیرات میں تم کو ہوشیار کر رہی ہیں تم اس کون و فساد سے سبق لو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر چونکہ مولانا نے عوام کے اپنے ظاہری اعمال کی درستی سے اپنی صلاح قلب پر استدلال کرنے کا ذکر فرمایا تھا اس کے بعد اس استدلال کی غلطی ظاہر فرما کر ہدایت فرمائی تھی کہ خود دل کو دیکھنا چاہئے کہ وہ کیسا ہے اس مناسبت سے یہ حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک فقیہہ نے بہت سے چیتھڑے جمع کر کے اپنے عمامہ میں لپیٹ رکھے تھے تاکہ وہ بڑا ہو جائے اور جب وہ حطیم میں آئے تو شاندار معلوم ہو اندرونی حالت تو یہ تھی مگر ظاہر دستار کو اعلیٰ قسم کے کپڑوں کے ٹکڑوں سے آراستہ کر رکھا تھا اس بناء پر ظاہر دستار کی تو ایسی حالت تھی جیسے جگہ بہشت ہو اور باطن میں ایسا برا تھا جیسا منافق کیونکہ اس میں گدڑی روڑا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

پوستین کے ٹکڑے مخفی تھے۔ غرض کہ وہ یہ دستار سر پر رکھ کر مدرسہ کو چلا۔ تاکہ ظاہری ٹیپ ٹاپ کی بدولت ان کے کچھ ہاتھ لگے راستہ میں اندھیرا تھا اور اس میں ایک اچکا کھڑا ہوا تھا کہ وہ آئے تو میں چالاکی سے اس کا عمامہ لے اڑوں۔ جب یہ پہنچے تو اسنے فوراً ان کے سر سے عمامہ اتار اور لے اڑا تا کہ اس سے اپنا کام نکالے جب وہ لے کر چل دیا تو اس فقیہہ نے آواز دی کہ میاں ذرا اسے کھول کر دیکھ لو پھر لے جاؤ۔ تم یوں ہوا کے گھوڑے پر سوار جا رہے ہو ذرا اس ہدیہ کو جس کو تم لئے جا رہے ہو کھول کر تو دیکھ لو۔ میرے کہنے سے ذرا اسے کھولو اور ہاتھ سے مل کر دیکھو پھر اگر تمہارا جی چاہے تو لے جاؤ میری طرف سے اجازت ہے۔ جوں ہی اس بھاگنے والا نے کھولا اس کے کھولتے ہی سینکڑوں چیتھڑے اس میں سے راستہ میں نکل پڑے اور اس کے اتنے بڑے نازیبا عمامہ میں سے صرف ایک گز پرانا کپڑا اس کے ہاتھ میں رہ گیا۔ اس نے اس کپڑے کو زمین پر پٹک دیا اور کہا کہ او نکمے تو نے مجھے اس فریب سے اور کام سے بھی کھو یا ارے یہ کیسا مکر اور دھوکہ اور فریب تھا کہ تو نے مجھے اس شکار کا مقید کیا۔ یعنی اس عمامہ کے اڑانے کی فکر میں ڈالا اور دغا باز تجھے شرم نہیں آتی کہ یہ چیتھڑے جمع کر کے تو نے فریب سے مجھے شکست دی۔ اس نے کہا یہ ضرور ہے کہ میں تیرے دھوکہ کا باعث ہوا مگر خیر خواہی سے تجھ سے اس کی بھی حالت بھی بیان کر دی۔ اب یہاں سے ایک مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

شرح شبیری

نصیحت دنیا مر اہل دنیا را بزبان حال و بیوفائی خود را وانمودن بوفا جویندگاں

زبان حال سے دنیاداروں کو دنیا کی نصیحت اور وفا کی جستجو کرنے والوں کو اپنی بے وفائی دکھانا

ہمچنیں دنیا اگرچہ خوش شگفت	عیب خود را بانگ زد با جملہ گفت
اسی طرح اگرچہ دنیا بہترین شگفتہ ہے	بلند آواز سے اس نے سب کو اپنا عیب بتا دیا

یعنی اسی طرح دنیا نے اگرچہ خوب عمدہ معلوم ہوتی ہے اپنے عیوب کو آواز دہل سب سے کہہ دیا۔ مطلب یہ کہ اگرچہ ظاہر دنیا سے دھوکہ ہوتا ہے اور اس کی ظاہری حالت ایسی ہے کہ اس پر انسان فریفتہ ہو جاتا ہے مگر اس نے اپنی حالت سے اپنے عیوب اور فنا کو بالکل ظاہر کر دیا ہے۔

اندریں کون و فساد اے استاد	آں دغل کون و نصیحت واں فساد
اے استاد! اس بناؤ اور بگاڑ میں	بناؤ فریب ہے اور بگاڑ نصیحت سمجھ

یعنی اے استاد اس وجود و عدم کے اندر وہ دھوکہ تو وجود ہے اور فساد کو نصیحت جانو۔ مطلب یہ کہ دنیا میں جو تغیرات وجود اور عدم کے ہو رہے ہیں ان تغیرات ہی سے دنیا نصیحت کر رہی ہے کہ اس میں وجود بمنزلہ اس دھوکہ کے ہے کہ اس سے آدمی فریب کھا جاتا ہے اور اس کا عدم بجائے نصیحت کے ہے کہ اس وقت اس شے کی اصل حالت معلوم ہوتی ہے اور اس کی ناپائیداری اور فنا آنکھ کے سامنے آ کر اس کی اصلیت کو ظاہر کر دیتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کون میگوید بیا من خوش پیم	واں فسادش گفت رو من لاشیم
بناؤ کہتا ہے آ جا میں مبارک قدم ہوں	اور بگاڑ نے اس سے کہا چلا جا میں کچھ نہیں ہوں

یعنی وجود تو کہتا ہے کہ آ میں خوش قدم ہوں اور وہ اس کا فساد کہتا ہے کہ جا میں لاشے ہوں مطلب یہ کہ وجود شے تو انسان کو اس پر فریفتہ کر دیتا ہے مگر پھر اس کا بگڑنا اور اس کا عدم اس کے لاشے ہونے کو بتلاتا ہے اور وجود کا تقاضا تو اس کی طرف میلان ہے مگر عدم اس کی طرف سے نفرت کو پیدا کرتا ہے۔ جس طرح کہ اس پگڑی کا ظاہر تو خوش رنگ اور دلربا تھا مگر وہ اندر سے جو نور بھری نکلی اس کو سب ناظرین ملاحظہ فرما ہی آئے ہیں پس دنیا بھی ظاہر میں بہت ہی دلفریب ہے مگر آخر میں جب اس کی اصلی حالت دکھلائی دیتی ہے اس وقت اس سے بالکل ہی نفرت ہو جاتی ہے۔ آگے اسی کی مثالیں دیتے ہیں کہ۔

اے زخوبی بہاران لب گزاں	بنگر آں سردی و زردی خزاں
اے بہاروں کی رونق سے ہونٹ کاٹنے والے!	خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ لے

یعنی اے وہ شخص جو کہ بہار کی خوبی کی وجہ سے لب کو کاٹ رہا ہے خزاں کی سردی اور زردی کو دیکھ۔ مطلب یہ کہ اول باغ میں بہار کی موسم میں سب پودے کس قدر خوش رنگ معلوم ہوتے تھے مگر انجام کار دیکھو کہ خزاں میں کس قدر برے ہو گئے ہیں۔

روز دیدی طلعت خورشید خوب	مگر او را یاد کن وقت غروب
تو نے دن میں سورج کا حسین چہرہ دیکھ لیا	غروب کے وقت اس کی موت کو یاد کر لے

یعنی دن کے وقت تو نے خورشید خوب کی چمک دیکھی ہے تو اس کی موت کو غروب کے وقت یاد کر۔ مطلب یہ کہ دیکھو آفتاب دن کو کس قدر خوبصورت ہوتا ہے مگر دیکھ لو آخر شام کو ہم سے غروب وفنا ہو جاتا ہے۔

بدر را دیدی بریں خوش چار طاق	حسرتش را ہم بہ بیں اندر محاق
تو نے حسین خیمہ پر چودھویں کے چاند کو دیکھ لیا	گھناؤ میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ لے

یعنی تم نے بدر کو اس خوبصورت آسمان پر دیکھا ہے تو حالت محاق میں اس کی حسرت کو بھی دیکھ۔ مطلب یہ کہ دیکھو چاند بدر ہونے کی حالت میں آسمان پر کس قدر خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔ مگر آخر دنوں میں جبکہ گھٹنا شروع ہو جاتا ہے اس کی کیا حالت ہو جاتی ہے کہ جسم بھی کم ہو جاتا ہے نور بھی کم ہو جاتا ہے تو دیکھو باوجود اس حسن وخوبی کے انجام یہ ہوا (چار طاق بڑے خیمہ کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے چاروں طرف دروازے ہوتے ہیں اور چونکہ جو خیمہ بڑا ہوتا ہے وہ عادۃً بلند بھی ہوتا ہے لہذا آسمان کو چار طاق کہنے لگے ہیں) آگے اور مثال ہے کہ۔

کودکے از حسن شد مولائے خلق	بعد پیری شد خرف رسوائے خلق
ایک لڑکا حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا بنا	بڑھاپے کے بعد بڈھا بے عقل لوگوں میں ذلیل ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک لڑکا حسن کی وجہ سے لوگوں کا آقا ہو گیا اور بڑھاپے کے بعد بڈھا خرانٹ لوگوں میں رسوا ہو گیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو ایک لڑکا بچپن میں حسن و خوبی کی وجہ سے تمام لوگوں کو اپنے اوپر فریفتہ کئے ہوئے ہوتا ہے مگر انجام کار یہ ہوتا ہے کہ بڈھا ہو جاتا ہے اور پھر کوئی بھی نہیں پوچھتا بلکہ اور نفرت کرتے ہیں۔

گر تن سیمیں بتاں کردت شکار	بعد پیری بیں تنے چوں پنبہ زار
اگر چاندی جیسے بتوں کے جسم نے تیرا شکار کر لیا ہے	بڑھاپے کے بعد جسم کو دیکھ لے جو روئی کا کھیت ہے

یعنی اگر بتوں کے بدن سے میں نے تجھے شکار بنایا ہے تو بڑھاپے کے بعد دیکھ کہ ایک بدن روئی کے ڈھیر کی طرح ہے۔

اے بدیدہ لوتہائے چرب خیز	فضلۂ آنرا بہ بیں در آبریز
اے روغنی غذاؤں کے دیکھنے والے اٹھ	پاخانہ میں ان کا فضلہ دیکھ لے

یعنی اے وہ شخص جس نے کہ عمدہ عمدہ غذاؤں کو دیکھا ہے اٹھو ان کے فضلہ کو طہارت خانہ میں دیکھ (کہ کیسا عمدہ ہے)

مرخبث را گو کہ آں خوبیت کو	آں فریب و حسن و مرغوبیت کو
نجاست سے دریافت کر کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے؟	وہ تیرا فریب اور حسن اور پسندیدگی کہاں ہے؟

یعنی نجاست سے کہہ کہ وہ تیری خوبی کہاں ہے اور وہ فریفتگی اور حسن اور مرغوبی تیری کہاں ہے۔

بر طبق کو عشوۂ و نرمی و خوت	بر سبد کو جلوۂ و لغزی و بوت
طشت پر تیرا ناز و انداز اور نرمی اور عادت کہاں ہے؟	چنگیری پر تیرا جلوہ اور انوکھا پن اور خوشبو کہاں ہے؟

یعنی طبق کے اوپر والا تیرا عشوہ اور نرمی اور خصلت کہاں ہے اور ٹوکرے کے اوپر والا جلوہ اور عمدگی اور خوشبو تیری کہاں ہے۔ مطلب یہ کہ طہارت خانہ میں جو اس عمدہ عمدہ غذا کا فضلہ پڑا ہے اس سے ذرا جا کر پوچھو تو کہ وہ جو تیری عمدگی اور دلفریبی طبق اور ٹوکرے میں رکھے ہوئے ہونے کے وقت تھی وہ اب کہاں گئی۔ اور کیا ہوئی تو وہ جواب دے گا کہ۔

گوید او آں دانہ بد من دام آں	چوں شدی تو صید شد دانہ نہاں
وہ کہتی ہے وہ دانہ تھا میں اس کا جال ہوں	جب تو شکار بن گیا' دانہ چھپ گیا

یعنی وہ کہتا ہے کہ وہ (حسن و خوبی) تو دانہ تھا اور میں اس کا جال تھا۔ جب تو شکار ہو گیا تو دانہ پوشیدہ ہو گیا۔ مطلب یہ کہ وہ کہتا ہے کہ ارے میاں مقصود تو تم کو اس گندگی میں پھنسانا تھا اس پھنسانے کے لئے وہ حسن و خوبی پیدا کر دی گئی تھی جس طرح کہ شکار کے لئے جال میں دانہ ڈال دیا کرتے ہیں تو جب شکار آ جاتا ہے تو دانہ تو اٹھا لیتے ہیں اور جال رہ جاتا ہے۔ بس اسی طرح وہ حسن و خوبی تو جاتی رہی اور میں جو بمنزلہ جال کے تھا رہ گیا ہوں۔ آگے اسی کی اور مثال ہے کہ۔

بس انامل رشک استاداں شدہ	در صناعت عاقبت لرزاں شدہ
بہت سی انگلیاں استادوں کے لئے باعث رشک ہوتی ہیں	دستکاری میں (لیکن) انجام کار وہ کانپتی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی بہت سی انگلیاں صنعت میں رشک استادوں کی ہیں اور انجام کار لرزاں ہو گئی ہیں۔ یعنی دیکھو بہت سی انگلیاں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ایسی ایسی صنعتیں کرتی ہیں کہ بڑے بڑے استاد نہیں کر سکتے مگر آخر پھر بیکار ہو جاتی ہیں۔

نرگس چشم خماری ہمچو جاں	آخرا عمش بین و آب از وے چکاں
جان جیسی مست آنکھ کی نرگس	پھر آخر چندھی دیکھ لے اور ان میں سے پانی بہتا ہوا

یعنی خمار والی جان جیسی آنکھ کی نرگس کو آخر میں چندھا دیکھو کہ اس سے پانی ٹپک رہا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو وہ آنکھ جو کہ نرگس کی طرح تھی اور سینکڑوں کی جان کی برابر تھی اور مخمور رہا کرتی تھی آج چندھی ہو گئی ہے۔ اس میں سے پانی چل رہا ہے۔ خراب ہو گئی ہے۔ (اللھم احفظنا اللھم عافنا).

حیدرے کاندر صف شیراں رود	آخر او مغلوب موشے می شود
وہ بہادر جو شیروں کی صفوں میں جاتا ہے	آخر میں وہ چوہے سے عاجز ہو جاتا ہے

یعنی وہ دلاور کہ جو شیروں کی صفت میں چلا جاوے آخر وہ ایک چوہے سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ یعنی ضعیفی میں کمزور سے کمزور شے سے مغلوب ہو جاتا ہے۔

طبع تیز و دور بیں و محترف	چوں خر پیرش بہ بیں آخر خرف
پیشہ ور کی دور بین تیز طبیعت کو	بوڑھے گدھے کی طرح، بے عقل دیکھ لے

یعنی طبیعت تیز اور دور بیں اور حرفہ والی کو دیکھو اور آخر کار اس کو بڈھے گدھے کی طرح خرانٹ دیکھو۔ یعنی ایسے تیز وطباع لوگ جو مشہور زمانہ ہیں آخر کار ایک روز بڈھے گدھے کی طرح خرانٹ ہو جاتے ہیں۔

زلف و جعد مشکبار عقل بر	آخر او دم زشت پیر خر
مشکبار زلف اور ہوش ربا گھونگروالے بال	انجام میں بوڑھے گدھے کی بھدی دم ہیں

یعنی زلف اور گھونگر والے مشکبار عقل کو اڑانے والے بال آخر میں بڈھے گدھے کی خراب دم ہو جاتی ہے۔ یعنی ایسے ایسے خوبصورت بال آخر میں گدھے کی دم کی طرح لچے کھسٹے ہوئے ہو جاتے ہیں۔

خوش بہ بیں کونش زاول باکشاد	و آخراں رسوائیش بین و فساد
اس کے بناؤ کو شروع میں پرلطف حسین دیکھ لے	اور اس کے آخر میں اس کی رسوائی اور فساد دیکھ لے

یعنی اول اس کے وجود کو جو کہ باکشادگی ہے دیکھو اور آخر میں اس کی رسوائی اور فساد کو دیکھو۔

زانکہ او بنمود پیدا دام را	پیش تو برکند سبلت خام را
کیونکہ اس نے جال کو ظاہر کر کے دکھا دیا	تیرے سامنے کچوں کی مونچھ نوچ دی

یعنی چونکہ اس نے جال کو ظاہر کر دکھایا ہے اور تیرے آگے ہی خام (آدمی) کی مونچھ اکھاڑی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس مگو دنیا بہ تزویرم فریفت	ورنہ عقل من زدامش می شکیفت
پس تو نہ کہہ کہ دنیا نے مکر سے مجھے لبھایا	ورنہ میری عقل اس کے جال سے آرام پاتی!

یعنی پس یہ مت کہو کہ دنیا نے حیلہ بہانہ سے مجھے فریفتہ کرلیا ورنہ میری عقل تو اس کے جال سے صبر کرتی تھی۔ مطلب یہ کہ دیکھو ان مثالوں سے معلوم ہوگیا کہ دنیا نے اپنی حالت کو بالکل صاف طور پر ظاہر کر رکھا ہے تو اب تم یہ مت کہو کہ ہم کو دنیا نے فریفتہ کر رکھا ہے اور ہم مجبوراً اس کی طرف کھنچے جا رہے ہیں۔ کیونکہ اس نے تو صاف صاف حالت کو ظاہر کردیا ہے پھر کیوں دھوکہ میں آتے ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

طوق زریں و حمائل بیں ہلہ	غل و زنجیرے شدست و سلسلہ
خبردار! سونے کے گردن بند اور پرتلوں کو دیکھ	طوق اور زنجیر اور بیڑی بن گیا

یعنی ہاں ذرا سونے کے ہار اور حمائل کو دیکھو کہ طوق و زنجیر ہوگئے ہیں اور سلسلہ مطلب یہ کہ یہ دنیا کی عمدہ عمدہ اشیاء آخر میں دیکھو کہ یہی طوق و زنجیر ہو جاتی ہیں۔

ہمچنیں ہر جزو عالم می شمر	اول و آخر درآرش در نظر
اسی طرح دنیا کے ہر جزو کو گن لے	اس کے اول اور آخر کو نظر میں لے آ

یعنی اسی طرح عالم کے ہر ہر جزو کو گن لو اور اس کے اول و آخر کو نظر میں لاؤ۔

ہر کہ آخر بیں تراو مسعود تر	ہر کہ آخر بیں ترا و مطرود تر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے وہ زیادہ نیک بخت ہے	جو چر کو زیادہ دیکھنے والا ہے' زیادہ مردود بنے

یعنی جو شخص کہ آخر بیں زیادہ ہے وہ نیک بخت زیادہ ہے اور جو آخور بیں زیادہ ہے وہ مردود زیادہ ہے۔

یعنی جو شخص کہ انجام کار دیکھنے والا ہے وہ تو مسعود ہے اور جو انجام بیں نہیں ہے وہ مطرود و مردود ہے۔

روئے ہریک چوں مہ فاخر بہ بیں	چونکہ اول دیدہ شد آخر بہ بیں
فخر بھرے چاند کی طرح ہر ایک کا چہرہ دیکھ لے	جبکہ آغاز دیکھ لیا ہے' انجام (بھی) دیکھ لے

یعنی ہر ایک کے چہرہ کو مہ فاخر کی طرح دیکھو اور جبکہ اول دیکھا گیا تو آخر کو بھی دیکھو۔ مطلب یہ کہ ایک چہرہ جو چاند جیسا تھا اس کو اس حسن و خوبی کے وقت میں تو دیکھا ہی تھا اب اس کے انجام کو بھی ذرا ملاحظہ کرلو۔

تانباشی ہمچو ابلیس اعوری	نیم بیند نیم نے چوں ابتری
تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ بنے	وہ آدھا دیکھتا ہے آدھا نہیں' ناقص کی طرح

یعنی تاکہ تو شیطان کی طرح کانا نہ ہو کہ آدھی چیز کو دیکھے اور آدھی کو ابتر کی طرح نہ دیکھے۔

دیدطیں آدم و دینش ندید	اینجہاں دید آنجہاں بینش ندید
اس نے آدم کی مٹی کو دیکھا ان کے دین کو نہ دیکھا	اس جہان کو دیکھا ان کو اس جہان کا دیکھنے والا نہ سمجھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ابلیس نے آدم علیہ السلام کی مٹی کو دیکھا اور ان کے دین کو نہیں دیکھا۔ اس جہاں کو تو دیکھا اور اس جہاں کے دیکھنے والے کو نہیں دیکھا۔ مطلب یہ کہ جب تم کسی شے کے اول کو دیکھو تو اس کے انجام کو بھی دیکھو تا کہ تم ابلیس کی طرح نہ ہو جاؤ کہ اس نے آدم علیہ السلام میں صرف مٹی ہی دیکھی کہ یوں کہا کہ خلقتہ من طین اور ان کے کمالات پر نظر نہیں کی کہ ان میں دو چیزیں تھیں ایک تو یہ جسم جو کہ اس جہان والا تھا اور ایک شے ایسی تھی کہ وہ اس جہان کو دیکھنے والی تھی تو شیطان نے اس کو نہیں دیکھا۔ آدمی چیز کو دیکھا اور آدمی کو نہیں دیکھا تو اگر تم بھی اول کو دیکھو گے اور انجام نہ دیکھو گے تو تم بھی اسی کی مثل ہو جاؤ گے۔

آگے فرماتے ہیں کہ انجام بینی ایسی شے ہے کہ اسی کی بدولت مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی گئی ہے فرماتے ہیں کہ۔

فضل مرداں برزنان اے بوشجاع	نیست بہر قوت وکسب وضیاع
اے بڑے بہادر! مردوں کی عورتوں پر فضیلت	طاقت اور کمائی اور جائیداد کی وجہ سے نہیں ہے

یعنی اے بوشجاع مردوں کو عورتوں پر جو فضیلت ہے وہ قوت اور کمائی اور کنبہ کی وجہ سے نہیں ہے۔

ورنہ شیر و پیل را بر آدمی	فضل بودے بہر قوت اے عمی
ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر	فضیلت ہوتی ' اے میرے چچا! طاقت کی وجہ سے

یعنی ورنہ شیر اور ہاتھی کو آدمی پر قوت کی وجہ سے فضیلت ہوتی اے چچا۔

فضل مردان برزن اے حالی پرست	زاں بود کہ مرد پایاں بیں تر است
اے موقع پرست! مردوں کی عورتوں پر فضیلت	اس لئے ہے کہ مرد انجام بیں زیادہ ہے

یعنی مردوں کی فضیلت عورتوں پر اے حال پرست اس لئے ہے کہ مرد انجام بیں ہے۔

مرد کاندر عاقبت بینی خم است	اوز اہل عاقبت چوں زن کم است
جو مرد انجام پر نظر رکھنے میں ٹیڑھا ہے	وہ انجام پر نظر رکھنے والوں سے عورت کی طرح کم ہے

یعنی مرد جو کہ انجام بینی میں ٹیڑھا ہے وہ اہل عاقبت سے عورت کی طرح کم ہے۔ مطلب یہ کہ اے شخص مردوں کو جو عورتوں پر فضیلت ہے وہ اسی انجام بینی کی وجہ سے ہے ورنہ اگر قوت کی وجہ سے ہوتی تو آدمی پر ہاتھی گھوڑے وغیرہ کو فضیلت ہوتی حالانکہ نہیں ہے پس معلوم کہ فضیلت اس انجام بینی ہی کی وجہ سے ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

از جہاں دو بانگ می آید بضد	تا کدامی را تو باشی مستعد
دنیا سے دو مختلف آوازیں آتی ہیں	دیکھنا ہے کہ تو کونسی کے لئے مستعد ہوتا ہے؟

یعنی جہان میں دو ضدیں آوازیں آتی ہیں تا کہ (دیکھا جاوے کہ) تو کس کے لئے مستعد ہوتا ہے۔

آں یکے بانگش نشور اتقیا	واں دگر بانگش فریب اشقیا
اس کی ایک آواز متقیوں کو جگانے والی ہے	اس کی دوسری آواز بدبختوں کے لئے فریب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کی وہ ایک آواز تو متقیوں کا نشور ہے اور یہ دوسری اس کی آواز شقی لوگوں کا فریب ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں ضدیں بزبان حال اپنی حالت کے متعلق بیان کر رہی ہیں۔ ایک تو وہ آواز ہے کہ اس سے متقیوں کی ارواح کو تازگی ہوتی ہے اور وہ جو دوسری آواز ہے وہ بد بخت لوگوں کو فریب دینے والی ہے تو اب یہ دیکھا جاتا ہے کہ تم کس کے لئے مستعد ہوتے ہو۔ اور کس کو طلب کرتے ہو۔

بانگ خار و بانگ اشگوفہ شنو	بعد ازاں شو بانگ خارش را گرو
کانٹے کی آواز اور غنچے کی آواز سن	اس کے بعد اس کے کانٹے کی آواز کا گرویدہ ہو جا

یعنی کانٹے کی آواز اور گلدستہ کی آواز سنو اور اس کے بعد اس کے خار کی آواز کا گروی ہو جا۔ مطلب یہ کہ تم دنیا میں برے بھلے سب کی حالت کو دیکھ رہے ہو گل و خار کی حالت کو بھی دیکھ رہے ہو۔ تو تم حالتیں تو دونوں کی دیکھو مگر پھر آخر کی آواز کے تابع ہو جاؤ کہ انجام کار وہی رہ جاوے گا اور گل تو فانی ہے اس کا اول تو خوش رنگ ہے مگر آخر اس کو بقا نہیں ہے اور خار کی جو حالت ہے وہ مستقل ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

من شگوفہ خارم اے فخر کبار	گل بریزد من بمانم شاخ خار
اے بڑوں کے فخر! میں غنچہ کا کانٹا ہوں	پھول جھڑ جاتا ہے میں کانٹوں کی شاخ رہ جاتی ہوں

یعنی (خار کہتا ہے کہ) اے فخر کبار میں گلدستہ کا خار ہوں پھول تو گر جاوے گا اور میں شاخ خار رہ جاؤں گا (شگوفہ خار میں اضافت مقلوبی ہے) مطلب یہ کہ خار کہتا ہے کہ اے لوگو میں پھولوں کا خار ہوں تو یہ پھول تو گر گرا جاویں گے اور انجام کار میں ہی رہ جاؤں گا لہذا اسی سے دل لگانا چاہئے۔

بانگ اشگوفہ اش کہ اینک گلفروش	بانگ خار او کہ سوئے ما مکوش
اس کے غنچے کی آواز ہے کہ یہ گلفروش ہے	اس کے کانٹے کی آواز ہے کہ ہماری جانب (آنے کی) کوشش نہ کر

یعنی اس کے گلدستہ کی آواز یہ ہے کہ یہ گلفروش ہے اور اس کے خار کی آواز ہے کہ ہماری طرف کو مت کوشش کرو۔ مطلب یہ کہ پھول تو اپنی خوشنمائی اور خوش رنگی کی طرف بلا رہا ہے اور کانٹا کہہ رہا ہے۔ کہ ذرا ہماری طرف مت آنا۔

ایں پذیرفتی بماندی زاں دگر	کہ محبّ از ضد محبوب است کر
تو نے اس کو قبول کر لیا یہ دوسری سے رہ گیا	کیونکہ عاشق معشوق کے مخالف سے بہرہ ہے

یعنی تو نے اس کو قبول کر لیا تو اس دوسرے سے رہ گیا کہ محبّ محبوب کی ضد سے بہرا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دو آوازیں ضدیں کی آ رہی ہیں پس اگر تم نے ایک کو قبول کر لیا تو دوسرا تم سے چھوٹ جاوے گا اور تم کو اس دوسرے کی اصلی حالت معلوم نہ ہوگی۔ حبک الشیٔ یعمی و یصم۔

آں یکے بانگ ایں کہ اینک حاضرم	بانگ دیگر بنگر اندر آخرم
ایک آواز یہ ہے کہ یہ میرا فی الحال ہے	دوسری آواز (ہے) میرے انجام کو دیکھ

یعنی ایک آواز تو یہ ہے کہ میں یہ حاضر ہوں اور دوسری آواز یہ ہے کہ میرے انجام میں دیکھ۔ مطلب یہ کہ عالم میں جو ضدین کی آوازیں آ رہی ہیں تو ایک تو اپنے اس وجود موجود کی طرف ہی اشارہ کر رہی ہے اور کہہ رہی ہے کہ جو ہے بس یہی ہے اور دوسری شے انجام کی طرف اشارہ کرتی ہے اور کہتی ہے کہ۔

حاضری ام ہست چوں مکر و کمیں	نقش آخر ز آئینہ اول بہ بیں
میری موجودہ حالت مکر اور کینہ جیسی ہے	آغاز کے آئینہ میں انجام کا نقش دیکھ لے

یعنی کہ میری حاضری تو مکر و کمین کی طرح ہے نقش آخر کو آئینہ اول سے دیکھ لے۔ مطلب یہ کہ وہ شے کہہ رہی ہے کہ میرا یہ وجود تو اس وقت مکر و کمین ہے کہ گھات میں ہے ایک دم آ ہی پڑے گی۔ لہٰذا اسی وقت انجام کو دیکھ لو تو اچھی بات ہے۔

چوں یکے زیں دو جوال اندر شدی	آں دگر را ضد و نادر خور شدی
جب تو نے ان دونوں میں سے ایک کو پسند کر لیا	دوسری کا مخالف اور ناقابل بن گیا

یعنی جبکہ ان دو گونوں میں سے تو ایک کے اندر چلا گیا تو اس دوسری ضد کے تو نامناسب ہو گیا۔ مطلب یہ کہ ان ضدین میں سے اگر تم نے ایک کو لے لیا تو پھر دوسری سے تم کو مناسبت نہ رہے گی بلکہ جس کو اختیار کر لیا ہے اسی کے ہو رہو گے جیسا کہ ظاہر ہے۔

اے خنک آنکو ز اول آں شنید	کش عقول و مسمع مرداں شنید
مبارک ہے وہ کہ جس نے پہلے وہ سن لی	جس کو مردوں کی عقلیں اور کان سن چکے ہیں

یعنی اچھا ہے وہ شخص جس نے کہ اول شے کو سن لیا جس کو کہ مردوں کے کان اور عقلیں سنتی ہیں۔

خانہ خالی یافت جا را او گرفت	غیر آنش کژ نماید یا شگفت
اس نے خالی گھر پایا جگہ پر قبضہ کر لیا	اس کے علاوہ اس کو ٹیڑھی نظر آئے گی یا عجیب

یعنی گھر کو خالی پایا تو اس نے جگہ کو لے لیا اور اس کے علاوہ کج دکھائی دیتا ہے۔ یا عجیب۔ مطلب یہ کہ جبکہ ایک مرتبہ قلب خالی تھا تو اس میں یک شئے نے جگہ پکڑ لی اور وہ ایک شئے اس میں جانشین ہو گئی تو اب اس کے علاوہ جو شے بھی ہے وہ کج معلوم ہوتی ہے۔ اگر پہلے اچھی شے نے جگہ پکڑ لی تو دوسری بری چیزیں بری معلوم ہوتی ہیں اور اگر بری شے نے جگہ پکڑ لی تو اچھی چیزیں بری معلوم ہونے لگیں گی۔ آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

کوزۂ نو کو بخود بولے کشید	آں خبث را آب نتواند برید
وہ کورا پیالہ جس نے پیشاب جذب کر لیا	اس نجاست کو پانی ختم نہیں کر سکتا

یعنی نیا کوزہ جس نے کہ اپنے اندر پیشاب کو کھینچ لیا اس ناپاکی کو پانی قطع نہیں کر سکتا۔ مطلب یہ کہ اگر کسی نئے سکورہ کو پیشاب میں ڈال دو اور وہ پیشاب اس کے اندر خوب بس جاوے پھر اس کو نکالو تو خواہ کتنا ہی دھویا جاوے اس کے اندر سے وہ بدبو وغیرہ زائل نہ ہو گی اسی طرح اگر قلب میں کوئی بری شے جاگزیں ہو گئی تو وہ بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں نکلتی اور اسی طرح ان دونوں میں ان کا عکس سمجھ لیا جاوے۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

درجہاں ہرچیز چیزے می کشد	کفر کافر را و مرشد را رشد
دنیا میں ہر چیز ایک چیز کو کھینچتی ہے	کفر ' کافر کو ہدایت' ہدایت یافتہ کو

یعنی دنیا میں ہرچیز ایک چیز کوکشش کرتی ہے کفرتو کافرکو کھینچتا ہے اور ہدایت والے کو ہدات مطلب یہ کہ دنیا میں ہرشے اپنے مناسب کو جذب کرتی ہے کفر کافرکو اپنی طرف کھینچتا ہے اور ہدایت مومن اور ہدایت والے کو کشش کرتی ہے (مرشد بفتح سوم اسم مفعول)

کہربا ہم ہست ومقناطیس ہست	تا تو آہن یا کہی آئی بہ شست
کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی	تاکہ تو لوہا ہو یا گھاس جال میں آ جائے

یعنی کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی ہے تاکہ (دیکھا جاوے کہ) تو لوہا ہے یا کاہ ہے۔ کہ جال میں آوے گا۔

برد مقناطیس ارتو آہنی	در کہی برکہربا برمی تنی
اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا	اگر تو گھاس ہے تو کہربا پر چکر کاٹتا ہے

یعنی اگر تو لوہا ہے تو مقناطیس لے گیا۔ اور اگر گھاس ہے تو تو کہربا پر تنتا ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا میں دیکھو مقناطیس بھی ہے کہربا بھی ہرایک اپنے مناسب کوکشش کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا میں نیک و بدسب ہیں ہرایک اپنے مناسب کی طرف کھینچ رہا ہے اور اسی کے پاس جارہا ہے۔

آں یکے چوں نیست بااخیار یار	لاجرم شد پہلوئے فجار جار
جو شخص نیکوں کا دوست نہیں ہے	لامحالہ بدکاروں کے پہلو کا پڑوسی بنا

یعنی وہ ایک جوکہ نیکوں کا ساتھی نہیں ہے آخرکار وہ فاجروں کے پہلو کا پڑوسی ہوا۔

آں یکے را صحبت خار اختیار	لاجرم شد پہلوئے ہر خار خوار
ایک کو کانٹے کی صحبت پسند ہے	وہ لامحالہ ہر کانٹے کے پہلو میں ذلیل ہوا

یعنی اس ایک کے لئے کانٹے کی صحبت اختیار ہوئی تو آخرکار ہر ذلیل کانٹے کے پہلو میں ہوا۔
یعنی اگر کسی کو بدوں کی صحبت میسر آئی تو وہ اسی میں خوش ہے اور نیکوں سے وہ بچتا ہے اور اسی طرح اس کا عکس۔

ہست موسیٰ پیش قبطی بس ذمیم	ہست ہامان پیش سبطی بس رجیم
(حضرت) موسیٰ قبطی کے نزدیک برے ہیں	ہامان سبطی کے نزدیک سخت ملعون ہے

یعنی فرعونیوں کے سامنے تو موسیٰ علیہ السلام بہت مذموم ہیں اور موسیٰ والوں کے آگے ہامان قابل رجم ہے۔

جان ہامان جاذب قبطی شدہ	جان موسیٰ جاذب سبطی شدہ
ہامان کی جان قبطی کو کھینچنے والی بنی	(حضرت) موسیٰ کی جان سبطی کو کھینچنے والی بنی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہامان کی جان قبطی کے لئے جاذب ہوئی اور موسیٰ علیہ السلام کی جان سبطی کے لئے جاذب ہوئی۔

معدۂ خر کہ کشد در اجتذاب	معدۂ آدم جذوب گندم آب
گدھے کا معدہ ہضم کرنے میں گھاس کو کھینچتا ہے	آدم کا معدہ گیہوں ' پانی کو کھینچنے والا ہے

یعنی گدھے کا معدہ جذب میں گھاس کو کھینچتا ہے اور آدمی کا معدہ گیہوں اور پانی کا جذب کرنے والا ہے۔
(گندم آب بحذف عاطف)

گر تو نشناشی کسے را از ظلام	بنگر او را کوش سازیدست امام
اگر اندھیرے کی وجہ سے تو کسی کو نہ پہچانے	اس کو دیکھ لے جس کو اس نے پیشوا بنایا ہے

یعنی اگر تو کسی کو ظلمتوں کی وجہ سے پہچان نہ سکے تو اس شخص کو دیکھ جس نے اس کو امام بنا رکھا ہے۔ مطلب یہ کہ جب معلوم ہوا کہ نیک نیکوں کی طرف جاتا ہے اور بد بدوں کی طرف تو اگر تم کسی کامل کو بوجہ ظلمتوں کے جو تمہارے قلب پر پڑی ہوئی ہیں نہ پہچان سکو تو تم یہ کرو کہ اس کے تابعین کو دیکھو کہ ان میں سے اکثر کی کیا حالت ہے جو اکثر حالت ہو بس وہی اس متبوع کی حالت سمجھو آگے اس کی وجہ بیان کرتے ہیں۔

زانکہ ہر کرہ پئے مادر رود	تابداں جنسیتش پیدا شود
کیونکہ جانور کا ہر بچہ ماں کے پیچھے چلتا ہے	حتیٰ کہ اس سے اس کی جنسیت ظاہر ہو جاتی ہے

یعنی اس لئے کہ ہر بچہ ماں کے پیچھے جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی جنسیت اس سے ظاہر ہو جاتی ہے۔
مطلب یہ کہ دیکھو ہر بچہ اپنی ماں کے پیچھے ہو لیتا ہے اور اسی کے پیچھے چلتا ہے کیونکہ اس کی ہمجنس وہی ہے تو اسی طرح جو نیک ہیں ان کے توابع بھی نیک ہی ہوں گے اور اسی مناسبت کی نظیر لاتے ہیں کہ۔

آدمی را شیر از سینہ رسد	شیر خر از نیم زیرینہ رسد
آدمی کو سینہ سے دودھ ملتا ہے	گدھے کا دودھ نچلے آدھے حصہ سے پہنچتا ہے

یعنی آدمی کو تو دودھ سینہ میں سے پہنچتا ہے اور گدھے کو نیچے کے آدھے جسم میں سے پہنچتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو انسان اشرف المخلوقات ہے لہذا اس کا دودھ تو سینہ میں سے آتا ہے اور گدھا جو ارذل ہے اس کو جسم زیرینہ میں سے ملتا ہے یہ بھی مناسبت پر دال ہے۔ آگے اسی مضمون بالا کے متعلق ایک سرخی لکھتے ہیں اس سرخی سے مقصود اسی مضمون کی تائید ہے اور وہ اوپر ہی کے متعلق ہے۔ اس کے آگے جو اشعار ہیں ان کا مضمون اس سرخی سے نہیں ملتا بلکہ وہ بھی اسی مضمون بالا ہی سے متعلق ہیں۔ اگرچہ اس سے قبل بھی مولانا نے ایسا کیا نہیں کہ سرخی کو ماقبل کے متعلق کیا ہو بلکہ حسب عادت مصنفین سرخی مابعد ہی کے متعلق ہوتی ہے۔ لیکن یہاں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ سرخی سے اگلے اشعار میں سرخی کے مضمون سے کوئی ربط سمجھ میں نہیں آتا۔ اگر کسی صاحب کو کوئی اور توجیہ اس سے بہتر سرخی کو مابعد کے متعلق کرنے کی سمجھ میں آوے تو وہ اضافہ فرمادیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان آنکہ عارف راغذائیست از نور حق کہ

ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی و قوله صلی الله علیه وسلم الجوع طعام الله یحیی به ابدان الصدیقین ای فی الجوع یصل طعام الله تعالیٰ عزو جل

اس کا بیان کہ خدا کو پہچاننے والے کی غذا اللہ کا نور ہے کیونکہ (حدیث میں ہے) میں اپنے خدا کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے بھوک خدائی غذا ہے اس سے زندگی پاتے ہیں صدیقین کے بدن یعنی اللہ کا کھانا بھوک میں پہنچتا ہے

مطلب اس کا یہ ہے کہ اوپر جو بیان ہوا ہے وہ اس امر کا ہے ہر شے کو اپنے مناسب غذا ملتی ہے۔ عارف کو نور حق کی غذا ملتی ہے جیسا کہ دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے اور چونکہ اوپر ذکر تھا کہ "آدمی را شیر از سینہ رسد" الخ بس اسی کے مناسب فرماتے ہیں کہ عارف کی غذا نور حق ہے اور اس کے بھی مناسب ہے آگے اشعار میں بھی یہی مضمون ہے۔

عدل قسام است وقسمت کردنیست	اے عجب کہ جبر نے وظلم نیست
تقسیم کرنے والے کا انصاف ہے اور اس کی تقسیم ہے	یہ عجب بات ہے کہ نہ کوئی جبر ہے نہ کوئی ظلم ہے

یعنی عدل تقسیم کرنے والا ہے اور ایسا تقسیم کرتا ہے کہ تعجب ہے کہ نہ جبر ہے اور نہ ظلم ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو عدل نے ہر شے کو اس کے مناسب چیز دی ہے اور پھر عجب یہ کہ نہ جبر ہے نہ ظلم ہے۔ اپنے اختیار سے کوئی اچھی چیز کو لیتا ہے اور کوئی بری شے کو لیتا ہے چونکہ یہاں ممکن تھا کہ کسی کو یہ شبہ ہوتا کہ تمہیں کیا خبر شاید جبر و ظلم ہی ہو اس شبہ کو کس خوبی سے رفع فرماتے ہیں کہ۔

جبر بودے کے پشیمانی بدے	ظلم بودے کے نگہبانی بدے
جبر ہوتا تو شرمندگی کب ہوتی؟	ظلم ہوتا تو حفاظت کہاں ہوتی؟

یعنی جبر ہوتا تو پشیمانی کب ہوتی اور ظلم ہوتا تو نگہبانی کب ہوتی۔ مطلب یہ کہ اگر جبر ہوتا اور کچھ اختیار نہ ہوتا تو پھر مافات پر پشیمانی کیوں ہوتی۔ کہ افسوس یہ کیوں کیا انسان سمجھتا ہے کہ میں تو مجبور محض تھا میں کیا کروں جو ایسا ہو گیا۔ پس اس پشیمان ہونے ہی سے معلوم ہوا کہ جبر نہیں بلکہ اختیار ہے کیونکہ دیکھو اگر کسی کے ہاتھ میں رعشہ ہو اور وہ کسی بڑے آدمی کے آگے ہلے تو کچھ پشیمانی نہیں ہوتی کیونکہ جانتا ہے کہ اس کے ہلنے میں میں مجبور ہوں اور ایک یہ کہ خود کسی بڑے آدمی کے آگے کھڑا ہو کر ہاتھ ہلانے لگے تو پھر پشیمان ہوگا۔ کہ میں نے ایسا کیوں کیا بڑی بے ادبی ہوئی پس اس پشیمان ہونے اور نہ ہونے سے معلوم ہوا کہ اول میں مجبور تھا۔ اور دوسرے میں اختیار سے کیا۔ اسی طرح جب اپنے کاموں پر پشیمانی ہوتی ہے تو پھر جبر محض کہاں ہے۔ علیٰ ہذا اگر ظلم ہوتا تو حق تعالیٰ نگہبانی کیوں فرماتے کہیں فرشتے مقرر ہیں اور کہیں اعضاء نگہبانی کے لئے دیئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ ظلم بھی نہیں ہے۔ بس نہ ظلم ہے اور نہ جبر ہے بلکہ ہر شے کو اس کے مناسب ہی شے دی گئی ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روز آخر شد سبق فردا بود	راز مارا روز کے گنجا بود
شام ہو گئی، سبق کل ہو گا	ہمارے راز کی دن میں گنجائش کہاں ہے؟

یعنی دن آخر ہو گیا سبق کل کو ہو گا اور ہمارے راز کے لئے دن کب گنجائش والا ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ بیان بہت طویل ہے دن اس بیان کے لئے کافی نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کو ترک کرو۔ پھر دیکھا جاوے گا کبھی بیان کریں گے آگے ان سب کا ماحصل بیان کرتے ہیں کہ۔

حاصل آنکہ در دخول و درایاب	در نگر واللہ اعلم بالصواب
خلاصہ یہ ہے کہ جانے اور آنے میں	غور کر لے اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے

یعنی حاصل یہ ہے کہ آنے میں اور جانے میں غور کرو واللہ اعلم بالصواب۔ مطلب یہ کہ ہر شے کے وجود و عدم میں غور کرو۔ اور اس سے عبرت حاصل کرو۔ باقی ٹھیک بات کی اللہ کو خبر ہے آگے مولانا پھر دنیا داروں کو خطاب فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: بیان اس امر کا کہ عارف کو غذا نور حق سے ملتی ہے جیسا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ارشاد نبوی ہے کہ ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی کہ میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں تو وہ مجھے کھلاتے پلاتے ہیں اور قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ بھوک خدا کا کھانا ہے کہ اس سے صدیقین کے ابدان زندہ رہتے ہیں یعنی بھوک میں اللہ کا کھانا پہنچتا ہے۔

جس طرح اس فقیہ نے ایک جہت سے اس اچکے کو دھوکہ میں ڈالا تھا اور ایک جہت سے اسے آگاہ کیا تھا یوں ہی دنیا بھی ہے کہ اگر چہ وہ اپنی خوبی سے دھوکہ دیتی ہے مگر اپنے اپنے عیوب کو آواز بلند لوگوں سے بیان بھی کرتی ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ دنیا کی دو حالتیں ہیں۔ ایک بننا جس کو کون کہتے ہیں۔ دوسرے بگڑنا جسے فساد کہتے ہیں تو اس کا بناؤ تو دھوکا ہے اور بگاڑ نصیحت۔ چنانچہ اس کا بناؤ تو کہتا ہے کہ میں اچھا ہوں۔ تم میری طرف راغب ہو اور بگاڑ کہتا ہے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں تم اس طرح کیوں متوجہ ہوتے ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ جو شخص خوبی بہار پر مٹا ہوا ہے اس سے کہدو کہ اے وہ شخص جو خوبی بہار کو دیکھ کر فرط لذت سے ہونٹ کاٹتا ہے تو دھوکا نہ کھا بلکہ سردی کے زمانہ اور موسم خزاں کی زردی کو بھی پیش نظر رکھ اور سمجھ کہ یہ حالت ہمیشہ نہ رہے گی بلکہ محض چند روزہ ہے علی ہذا جو لوگ حسن آفتاب یا ماہتاب پر فریفتہ ہیں ان سے کہدو کہ تم خوشنما آفتاب کے عمدہ شکل کو دیکھتے ہو۔ مگر تم کو اس کی موت کو بھی یاد رکھنا چاہئے جو غروب کے وقت اسے حاصل ہو گی۔ یا تم نے اس خوشنما آسمان پر چودھویں رات کے چاند کو تو دیکھ لیا لیکن تم کو اس کے اس حسرت کو بھی دیکھنا چاہئے جو اس کو آفتاب کے ساتھ اجتماع کی حالت میں اپنے زوال نور پر ہو گی اور جو لوگ لڑکوں کے حسن پر مائل ہیں ان کو واضح ہو کہ ایک لڑکا جو اپنے حسن کے سبب مخلوق کا آقا اور حاکم بنا ہوا ہے۔ بڑھاپے کے وقت اس کی یہ گت بنے گی کہ اس کے حواس درست نہ رہیں گے اور یہی مخلوق اس کو بے قدر سمجھے گی۔ پس اگر تم کو ان سیم تن بتوں کے تن سیمین

www.besturdubooks.wordpress.com

نے پھانس لیا ہے تو تم کو اس کے آخری حالت پر غور کرنی چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ یہ حسن بالکل ناپائیدار ہے۔ اور بڑھاپے کے بعد اس کی یہ حالت ہوگی کہ وہ روئی کا کھیت معلوم ہوگا اور جو شخص عمدہ غذاؤں پر فریفتہ ہے اس سے کہدو کہ اے وہ شخص جو مرغن غذاؤں کو مطمح نظر بنائے ہوئے ہے تو ذرا اٹھ اور پاخانہ جا کر ذرا ان کا فضلہ دیکھ اور اس پاخانہ سے کہہ کہ وہ تیری خوبی اور فریب اور حسن اور مرغوبی جو پہلے تھی اب کہاں ہے اور طباق میں جو تیرا ناز اور نرمی اور ایک خاص سرشت تھی یا ٹوکرے میں جو تیرا جلوہ اور نفاست اور بو تھی اب کہاں ہے۔ اس کا تجھے وہ یہ جواب دے گا کہ وہ حسن و خوبی ایک دانہ تھی اور میں ایک جال تھا اور مقصود تیرا پھانسنا تھا۔ جب تو پھنس گیا تو وہ دانہ پردہ عدم میں مستور ہوگا۔ جب یہ حالت ہے تو کیا یہ مناسب ہے کہ عمدہ غذاؤں کو مطمح نظر بنایا جاوے ہرگز نہیں۔ اور دیکھو بہت سی ایسی انگلیاں جن پر کاریگری میں استادوں کو رشک ہوتا تھا ان کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ کانپنے لگیں اور کچھ بھی کام نہ دے سکیں۔ علی ہذا بہت سی نشیلی آنکھیں جو نرگس کے مشابہ اور جان کی طرح محبوب تھیں دیکھ لو کہ وہ چندھی ہوگئیں اور ان سے پانی جاری ہوگیا نیز وہ بہادر جو شیروں کی صف میں گھس جانے والے ہیں ضعف سے ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ کمزور انہیں دبا لیتے ہیں نیز ایک پیشہ ور کی تیز اور دور بین طبیعت کی یہ حالت ہوتی ہے کہ بڈھے گدھے کی طرح مسلوب الحواس ہو جاتی ہے۔ ایضاً مشکبار اور عقل چھین لینے والے زلف و گیسو آخر میں بڈھے گدھے کی دم ہو جاتے ہیں۔ اب تم خوب غور کرو کہ ابتداء ان زلفوں اور گیسوؤں وغیرہ کا بناؤ نہایت خوش آئند ہے اور انجام ان کا بگاڑ اور خرابی ہے۔ پس چونکہ دنیا تم کو اپنا جال دکھا چکی ہے اور سینکڑوں ناقصوں کی تمہارے سامنے مونچھیں اکھیڑ چکی یعنی ان کو ذلیل و خوار کر چکی ہے۔ لہذا اب تم یہ نہ کہنا کہ مجھے دنیا نے اپنے مکر سے دھوکا دے لیا ورنہ میری عقل اس کے جال میں نہ آتی کیونکہ جب وہ اپنی حالت ظاہر کر چکی ہے تو پھر دھوکا کیسا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم مضمون سابق کی تکمیل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو لوگوں کو طوق زریں اور بدھیاں اچھی معلوم ہوتی ہیں۔ مگر انجام ان کا یہ ہے کہ طوق و زنجیر ہو جاتے ہیں چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ سیطوقون مابخلوا به یوم القیمة مقصد کوتاہ تم دنیا کی ایک ایک چیز کو فرداً فرداً گن جاؤ اور ان کے ابتدا و انتہا پر نظر کرو۔ ہر ایک کا انجام تمہیں فساد ہی پاوے گا۔ پس جو لوگ آخرت کو دیکھتے ہیں وہ سعادت مند ہیں اور جو لوگ دنیا پر نظر کرتے ہیں اور آخرت سے غافل ہیں وہ مردود ہیں۔ پس تم دنیا کی ہر مرغوب چیز کا منہ ایسا سمجھو جیسے چاند کا لہذا تم اول ہی پر قناعت نہ کرو بلکہ اس کے آخر کو بھی دیکھو یعنی جس طرح چاند کا ایک حصہ منور ہوتا ہے اور دوسرا تاریک یوں ہی مرغوبات دنیویہ کی بھی ابتدا دلکش ہے مگر آخر خراب۔ پس تم صرف اول ہی پر قناعت نہ کرو بلکہ آخر کو بھی دیکھو تا کہ تم ابلیس کی طرح کانے نہ ہو۔ کیونکہ اس کی یہی حالت ہے کہ وہ آدھا حصہ دیکھتا ہے اور آدھے کو نہیں دیکھتا۔ چنانچہ اس نے آدم علیہ السلام کی مٹی تو دیکھی اور دین نہ دیکھا اور انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین کہدیا اور اس نے ان کی ناسوتیت تو دیکھی مگر ان کو غیب میں نہ دیکھا۔ دیکھو مردوں کو جو عورتوں پر فضیلت ہے وہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ ان میں قوت زیادہ ہے یا یہ ان سے زیادہ کما سکتے ہیں اور جائیدادیں پیدا کر سکتے ہیں ورنہ قوت کے اعتبار سے تو ہاتھی اور شیر کو انسان سے افضل ہونا چاہئے تھا بلکہ مردوں کو عورتوں پر اس لحاظ سے فضیلت ہے کہ مرد بہ نسبت عورتوں کے زیادہ انجام بیں ہوتے ہیں۔ پس جو مرد عاقبت بینی میں ناقص ہیں وہ عاقبت بیں لوگوں سے یوں ہی کم ہوں گے جیسے عورتیں مردوں سے۔ الحاصل دنیا سے دو مختلف آوازیں نکلتی ہیں۔ دیکھئے تم کس کو سنتے اور کس

www.besturdubooks.wordpress.com

پرکاربند ہونے کے لئے مستعد ہوتے ہو ان دونوں میں سے ایک آواز کی خاصیت تو یہ ہے کہ پرہیزگار اس سے زندہ ہوتے ہیں اور دوسری آواز سے بدبخت لوگ فریب کھاتے ہیں اور یہ دو آوازیں شگوفوں اور کانٹوں یعنی مطلوبات و مہروب عنہا کی آوازیں ہیں۔ پس تم شگوفہ اور خار دونوں کی آوازیں سنو اسکے بعد خار کی آواز کے تابع ہو جاؤ اور شگوفہ کی آواز کو چھوڑ دو۔ خار تو کہتا ہے کہ خبردار پھول کے پاس نہ پھٹکنا کیونکہ یہ بے وفا ہے اور تھوڑے عرصہ میں گر جائے گا اور میں کانٹوں کی شاخ رہ جاؤں گا۔ اور شگوفہ کہتا ہے کہ دیکھ یہ گلفروش موجود ہے تو مجھے خرید لے مگر کانٹا روکتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھ ہماری طرف رخ نہ کرنا کیونکہ تجھے میں تو مطلوب نہیں بلکہ پھول مطلوب ہے اور پھول تھوڑے عرصہ میں فنا ہو جاوے گا اور میں رہ جاؤں گا پس تجھے خواہ مخواہ حسرت ہوگی۔ پس یہ دو آوازیں مختلف ہیں جن میں سے صرف تم ایک کو قبول کر سکتے ہو۔ اب اگر تم نے شگوفہ کی آواز کو قبول کر لیا تو کانٹے کی آواز کے قبول کرنے سے رہ گئے اور اگر کانٹے کی آواز قبول کر لی تو شگوفہ کی آواز قبول کرنے سے رہ گئے۔ کیونکہ جو آواز تم کو محبوب ہوگی دوسری آواز اس کی ضد ہوگی اور قاعدہ ہے کہ محب اپنے محبوب کی ضد سے بہرا ہوتا ہے لہذا وہ نتیجہ لازم ہے جو بیان کیا گیا ہے۔ جب یہ صورت ہے تو تم کو اس آواز کو قبول کرنا چاہئے جو مفید ہے اور ہم بتلا چکے ہیں کہ وہ کانٹے کی آواز ہے لہذا اسی کو قبول کرنا چاہئے۔ اب ہم اسی مضمون کو دوسرے عنوان سے بیان کرتے ہیں تاکہ خوب ذہن نشین ہو جاوے۔ سنو ہم نے بیان کیا ہے کہ اشیاء دنیویہ کی دو آوازیں ہیں ایک تو یہ کہ میں موجود ہوں اور میری موجودہ حالت لائق قبول ہے اس لئے مجھے قبول کر لو۔ اور دوسری آواز یہ ہے کہ میری موجودہ حالت سے دھوکہ نہ کھاؤ بلکہ میرے نتیجہ اور انجام کو دیکھو اور چونکہ میرا انجام اچھا نہیں ہے اس لئے مجھے قبول نہ کرو۔ میری موجودہ حالت مثل ایک فریب اور گھات کے ہے۔ لہذا تم کو مجھ سے بچتے رہنا چاہئے اور میرے نتیجہ کی صورت کو میری ابتداء کے آئینہ میں دیکھنا چاہئے۔ یہ تو اشیاء دنیویہ کی دو حالتیں تھیں۔ اب سمجھو کہ ابتدا و انتہا کی یہ آوازیں بمنزلہ دو گونوں کے ہیں۔ پس تم جس گون میں داخل ہو جاؤ گے دوسرے کے خلاف اور اس کے نا قابل ہو جاؤ گے۔ پس تم کو چاہئے کہ ان میں سے ایک کو خوب سمجھ کر اختیار کرو اور ہم تم کو بتلاتے ہیں کہ بڑے مزہ میں ہیں اس کے جس نے ابتداہی میں وہ آواز یعنی آواز انجام سن لی جس کو اہل اللہ کی عقول اور کانوں نے سنا ہے اور اس آواز نے خانہ دل کو اپنے مزاحم سے خالی پا کر اس میں گھر کر لیا اور اس کی ضد اس کو نازیبا اور عجیب معلوم ہونے لگی۔ پس تم کو اسی آواز کو سننا چاہئے اور اسی گون میں داخل ہونا چاہئے۔ دیکھو اگر تم اس آواز کو ابتداءً نہ سنو گے اور اس کی ضد کو دل میں جگہ دو گے تو اس کا نکلنا نہایت دشوار ہوگا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب نیا لوٹا پیشاب کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے تو اس ناپاکی کو پانی اس سے جدا نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ اسے آگ میں ڈالا جاوے۔ اس بناء پر اس کے دور کرنے کے لئے تم کو بھی مجاہدات شاقہ کی ضرورت ہوگی چونکہ یہاں کوزہ کے پیشاب کو جذب کر۔ نے کا ذکر آ گیا اس لئے اب مولانا جذب کی بحث کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بیان بالا سے تم کو معلوم ہوا کہ کوزہ پیشاب کو جذب کرتا ہے مگر یہ امر کچھ کوزہ ہی کے ساتھ مختص نہیں بلکہ عالم کی تمام اشیاء میں تجاذب ہے اور عالم میں ہر چیز اپنے مناسب دوسری چیز کو کھینچتی ہے۔ چنانچہ کفر کافر کو کھینچتا ہے اور ہدایت مہتدی کو وھلذا القیاس جب یہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ عالم میں کہربا بھی ہے اور مقناطیس بھی یعنی اچھے اور برے دونوں کے جاذب موجود ہیں اور مقصود اس کا یہ ہے کہ آدمی خواہ گھاس اور متمسکن ہو یا لوہا اور قسی القلب۔ بہرحال پھندے میں پھنس

جاوے پس اگر وہ لوہا ہوگا تو مقناطیس اسے کھینچ لے گا اور اگر گھاس ہوگا تو کہربا کولپٹ جاوے گا چنانچہ دیکھ لو جو شخص کہ اچھے لوگوں کا دوست نہیں وہ بدکاروں کا ہمنشین ہے۔ اور جو شخص کہ کانٹوں یعنی برے لوگوں کی صحبت اختیار کرتا ہے وہ انہیں ذلیل کانٹوں کے پہلو میں جا کر بیٹھتا ہے اور اہل اللہ کے پاس نہیں جاتا برخلاف اس کے جو لوگ فجار سے متنفر ہیں وہ اہل اللہ کی صحبت اختیار کرتے ہیں اور ان کے ندیم اور جلیس ہیں غرض کہ جذب و انجذاب سے کوئی خالی نہیں بلکہ ہر ایک اپنے ہم جنس کو جاذب اور اس کی طرف منجذب ہے۔ نیز موسیٰ علیہ السلام قبطی کی نظر میں مذموم ہیں اس لئے وہ ان سے گریزاں ہے اور ہامان سبطی کی نظر میں نہایت مردود ہے اس لئے وہ اس سے گریزاں ہے اور ہاماں قبطی کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام سبطی کو اپنی جانب کھینچتے ہیں۔ علیٰ ہذا معدۂ خر گھاس کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور معدۂ انسان گیہوں کے عرق کو غرض کہ ہر چیز اپنی مجانس کو جاذب اور متضاد کو دافع ہے۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب ہم تم کو ایک نہایت مفید اصول بتلاتے ہیں خوب غور سے سنو۔ وہ اصول یہ ہے کہ اگر تم کو اپنی تیرہ درونی کے سبب کسی کی حالت نہ معلوم ہو تو یہ دیکھو کہ وہ کس کی طرف مائل ہے اور اس نے کس کو اپنا پیشوا بنا رکھا ہے۔ پس اگر اس نے کسی اچھے کو پیشوا بنا رکھا ہے تو سمجھو کہ وہ طبیعت سلیم رکھتا ہے اور اگر اس نے کسی برے کو پیشوا بنایا ہے تو سمجھو کہ فاسد المزاج ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ بچہ اپنی ماں کے پیچھے چلتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی جنس معلوم ہو جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ پیروی دلیل مجانست ہے پس ہمارا دعویٰ ثابت ہے نیز آدمی چونکہ شریف ہے اس لئے اس کو غذا بھی مقام شریف یعنی سینہ سے ملتی ہے اور گدھا چونکہ خسیس ہے اس لئے اس کو غذا بھی مقام خسیس یعنی نصف اسفل سے ملتی ہے یہ بھی ثبوت ہے ہمارے دعوے کا کیونکہ اس سے ثابت کہ انجذاب ہر شے کا اپنے مجانس اور مناسب کی طرف ہوتا ہے اور ہر شے اپنے مناسب کو جاذب ہے اب سمجھو کہ یہ عجیب بات ہے کہ باوجود اختلاف وتفاوت اغذیہ کے نہ جبر ہے اور نہ ظلم۔ بلکہ تقسیم کرنے والے کا سراسر عدل اور اس کی منصفانہ تقسیم ہے کیونکہ اگر جبر ہوتا تو متغذی کو تقویت غذا پر ندامت کیوں ہوتی۔ پس یہ ندامت خود دلیل ہے اس کی کہ وہ خود اس کا طالب ہے اور اگر ظلم ہوتا تو حفاظت چہ معنی دارد۔ کیونکہ ظلم مقتضی ہے ترک حفاظت کو پس حفاظت کیسی۔ اچھا اب دن ختم ہو گیا آگے کل پڑھنا ہمارے اسرار ایسے کہاں ہیں جو ایک دن میں ختم ہو جائیں۔ خلاصہ تمام گفتگو کا یہ ہے کہ تم کو چاہئے کہ جس چیز کو تم اختیار کرو اور جس کو چھوڑو اس کے نتیجہ کو دیکھ لو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شرح شبّیری

خطاب بامغروران دنیا و گرفتاران نفس

دنیا سے دھوکہ کھانے والوں اور نفس کے قیدیوں سے خطاب

اے بگروہ اعتماد و اتقی	بردم و بر چاپلوسی فاسقی
اے مضبوط بھروسہ کیے ہوئے	ایک فاسق کے فریب اور چاپلوسی پر

یعنی اے وہ شخص جو کہ ایک فاسق کے دھوکہ اور چاپلوسی پر مضبوط بھروسہ کیے ہوئے ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قبۂ برساختستی از حباب	آخر آں خیمہ است برواہی طناب
تو نے بلبلے کا قبہ بنایا ہے	بالآخر وہ خیمہ کمزور رسیوں والا ہے

یعنی تو نے ایک قبہ بلبلے کا بنایا ہے آخر کار وہ خیمہ بہت ہی کمزور طنابوں پر ہے۔ مطلب یہ کہ اے شخص تو نے جو دنیادار فاسق وفاجر کی باتوں پر بھروسہ کر رکھا ہے یہ اعتماد بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی بلبلہ کا خیمہ بناوے تو ظاہر ہے کہ وہ خیمہ بہت ہی کمزور اور واہی ہوگا۔ اسی طرح تمہارا یہ اعتماد بھی واہی اور بے بنیاد ہے۔

رزق چوں برق است اندر نور آں	راہ نتوانند دیدن رہرواں
مکر برق کی طرح ہے اس کی روشنی میں	راستہ چلنے والے راستہ نہیں دیکھ سکتے ہیں

یعنی مکر بجلی کی طرح ہے کہ اس کے نور میں راہ چلنے والے راہ نہیں چل سکتے۔ مطلب یہ کہ اس دنیا کا مکر و فریب ایسا ہے جیسا کہ بجلی کی چمک کہ بجلی کی چمک میں جس طرح کوئی راہرو راہ نہیں چل سکتا۔ اسی طرح اس مکر و فریب کے ذریعہ سے راہ حق طے نہیں ہو سکتی۔

ایں جہاں واہل او بے حاصل اند	ہر دو اندر بیوفائی یک دل اند
یہ دنیا اور دنیا دار بے نتیجہ ہیں	بے وفائی میں دونوں ہم رائے ہیں

یعنی یہ جہان اور اس کے اہل سب بے حاصل ہیں اور دونوں بیوفائی میں ایک دل ہیں یعنی دنیا اور اہل دنیا سب کے سب بیوفا ہیں اور دونوں کی حالت یکساں ہے۔

زادۂ دنیا چو دنیا بیوفاست	گرچہ رو آرد بتو آں رو قفاست
دنیا کی پیداوار دنیا کی طرح بے وفا ہے	اگرچہ وہ تیری طرف رخ کرے وہ چہرہ گدی ہے

یعنی دنیادار دنیا ہی کی طرح بے وفا ہے اگرچہ وہ تیری طرف منہ لاوے وہ منہ گدی ہی ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح دنیا بے وفا ہے اسی طرح اہل دنیا بھی بے وفا ہیں اور اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دنیا میں راہ راست پر چل رہے ہیں مگر جو دنیا میں راہ راست دکھلائی دیتی ہے وہ اصل میں اور حقیقت میں کج ہوتی ہے۔

اہل آں عالم چو آں عالم زبر	تا ابد در عہد و پیماں مستمر
اس جہان والے اس جہان کی طرح نیکی کی وجہ سے	ہمیشہ کے لئے عہد اور پیمان پر قائم ہیں

یعنی اس عالم والے اس عالم ہی کی نیکی کی وجہ سے ہمیشہ تک عہد و پیماں میں مستمر ہیں۔ مطلب یہ کہ اس جہان والے بے وفا نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے عہد و پیماں میں پختہ ہوتے ہیں ان کو کسی سے حسد یا بے وفائی وغیرہ نہیں ہوتا۔ آگے اس کے نظائر فرماتے ہیں کہ۔

خود دو پیغمبر بہم کے ضد شدند	معجزات ہمدگر کے بستدند
دو پیغمبر آپس میں کب مخالف ہوتے ہیں؟	آپس میں ایک دوسرے کے معجزے کب چھینتے ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دو پیغمبر کب آپس میں ضد ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے معجزات کو کب لیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو پیغمبر جو اس جہان والے ہیں ان کو آپس میں ضد نہیں ہوتی۔ اور ایک دوسرے کے معجزات پر حسد نہیں ہوتا کہ ایک یوں سمجھے کہ میں دوسرے کے معجزے لے لوں۔ بلکہ ہر شخص دوسرے کی خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم اور دوسرے کی راحت کو اپنی راحت پر مقدم سمجھتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔

کے شود پژمرده میوه آنجہاں	شادی عقبٰے نگردد اندہاں
اس عالم کا پھل کب خراب ہوتا ہے؟	آخرت کی خوشی غم نہیں بنتی ہے

یعنی اس جہاں کے میوے پژمردہ کب ہوتے ہیں اور آخرت کی شادی غم کب ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ طاعات سے جو ثمرات ملتے ہیں وہ کبھی پژمردہ نہیں ہوتے۔ علیٰ ہذا وہاں کی خوشی کو غم زائل نہیں کر سکتا بلکہ ہمیشہ خوشی ہی رہتی ہے۔

نفس بے عہد است زاں رو کشتنی است	او دنی و قبلہ گاہ او دنی است
نفس بے وفا ہے اس لئے گردن زدنی ہے	وہ کمینہ ہے اور اس کا قبلہ گاہ (بھی) کمینہ ہے

یعنی نفس بے وفا ہے اس لئے قابل مار ڈالنے کے ہے۔ وہ کمینہ ہے اور اس کا قبلہ گاہ (یعنی دنیا) بھی کمینہ ہی ہے۔

نفسہا را لائق است ایں انجمن	مردہ را در خور بود گور و کفن
نفسوں کے لئے یہ انجمن مناسب ہے	گور و کفن مردے کے لئے مناسب ہوتا ہے

یعنی نفوس کیلئے یہی انجمن (یعنی دنیا) لائق ہے کہ گور و کفن مردہ ہی کے مناسب ہوا کرتا ہے۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ گور و کفن مردہ ہی کے مناسب ہے زندہ کو کوئی گور و کفن نہیں دیتا اسی طرح یہ دنیا بھی نفس ہی کے مناسب ہے روح کا مسکن یہ نہیں ہے۔

نفس اگر چہ زیرک است و خوردہ داں	قبلہ اش دنیا است او را مردہ داں
نفس اگرچہ ذہین اور نکتہ داں ہے	اس کا قبلہ دنیا ہے اس کو مردہ سمجھ

یعنی نفس اگر چہ ہوشیار اور باریک باتوں کا جاننے والا ہو (لیکن) اس کا قبلہ (چونکہ) دنیا ہی ہے اس کو مردہ ہی جانو۔ مطلب یہ کہ نفس اگر چہ کتنا ہی ہوشیار اور چالاک ہو مگر چونکہ اس کا قبلہ و کعبہ دنیا ہے اس لئے وہ بمنزلہ مردہ ہی کے ہے۔ اس کی زیرکی اور ہوشیاری کو زندگی نہ کہیں گے کیونکہ اس کو حیات اصلی حاصل نہیں ہے تو وہ بمنزلہ مردہ ہی کے ہے۔ آگے بعض نفوس کو مستثنےٰ فرماتے ہیں کہ۔

آب وحی حق بدیں مردہ رسید	شد ز خاک مردۂ زندہ پدید
اللہ کے الہام کا پانی اس مردے کو پہنچا	مردہ خاک سے زندہ پیدا ہو گیا

یعنی وحی حق کا پانی جو اس مردہ کو پہنچا تو خاک مردہ سے زندہ ظاہر ہو گیا۔ مطلب یہ کہ اگر اس نفس کو وحی حق کا پانی مل گیا تو وہ بھی زندہ ہو گیا اور اس کو حیات ابدی حاصل ہو گئی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا نیاید وحی زوغرہ مباش	تو بداں گلگونہ طال بقاش
جب تک اللہ (تعالیٰ) کا الہام نہ آئے اس سے دھوکہ نہ کھا	"اس کی عمر دراز ہو" کے غازے سے

یعنی جب تک کہ حق تعالیٰ کی طرف سے وحی نہ آوے تو اس طال بقاش کے پوڈر سے مغرور مت ہو۔ (طال بقاش سے مراد نفس دعا ہے) مطلب یہ کہ لوگ جو تم کو دعائیں دیتے ہیں اور تمہاری تعریفیں کرتے ہیں تم اس سے مغرور مت ہو جانا بلکہ اپنی حالت کو وحی حق کے مطابق کرو۔ اگر اس کے مطابق ہے تو ٹھیک ہے اور اگر مطابق نہیں ہے تو بہتر نہیں ہے ان کی تعریفوں سے مغرور مت ہو بلکہ۔

بانگ وصیتے جو کہ آں خامل نشد	تاب خورشیدے کہ آں آفل نشد
وہ آواز اور شہرہ چاہ جو کبھی گمنام نہ ہو	اس سورج کی چمک (چاہ) جو کبھی غروب نہیں ہوتا ہے

یعنی وہ آوازہ اور ذکر خیر ڈھونڈو جو گمنام نہ ہو اور اس خورشید کی چمک (ڈھونڈو) جو کہ غروب نہ ہو۔ مطلب یہ کہ وہ اصلی حالات تلاش کرو جن کو زوال نہ ہو اور وہ ظاہر ہے کہ احوال باطن ہی ہیں آگے اضداد دنیا کی ایک مثال دیتے ہیں کہ۔

آں ہنرہائے دقیق و قال و قیل	قوم فرعون اند اجل چو آب نیل
نازک ہنر اور قیل و قال	فرعون کی قوم ہیں، موت دریائے نیل کی طرح ہے

یعنی دنیا کے دقیق ہنر اور قال و قیل قوم فرعون ہیں اور موت آب نیل کی طرح ہے۔ مطلب یہ کہ دنیا کے بڑے بڑے دقیق ہنروں کی مثال قوم فرعون جیسی ہے کہ گمراہ و گمراہ کن ہیں اور ان کے لئے موت آب نیل کی طرح ہے کہ جس آب نیل نے ان سب کو ہلاک کر دیا تھا اسی طرح موت ان سب کو ہلاک کر دیتی ہے یہاں ایک تاریخی فائدہ بھی معلوم کرنا چاہئے کہ بظاہر آب نیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوم فرعون دریائے نیل میں غرق ہوئے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ نیل تو مصر کے بالکل کنارہ ہی پر تھا اور فرعون نے بنی اسرائیل کو مصر سے بہت آگے نکل کر پایا ہے پھر قرآن شریف میں لفظ یم وغیرہ ہے۔ جس کے معنی دریا کے نہیں ہیں بلکہ فرعون سمندر میں غرق ہوا ہے اور اس کو آب نیل اس لئے کہا کہ قاعدہ ہے کہ جب پانی گہرا ہوتا ہے تو اس کا رنگ نیلا معلوم ہوا کرتا ہے اور اگر بہت ہی زیادہ گہرا ہو تو رنگ سیاہ معلوم ہوا کرتا ہے تو چونکہ جہاں یہ غرق ہوا ہے اس کا رنگ نیلا تھا اس لئے مولانا نے اور ایک جگہ شیخ سعدیؒ نے بھی آب نیل سے اس کو تعبیر کیا ہے۔ خوب سمجھ لو۔ چونکہ یہاں دنیا کے کاموں کو قوم فرعون سے مثال دی ہے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

رونق و طاق و طرنب و سحر شاں	گرچہ خلقاں را کشد گردن کشاں
ان کی رونق اور شان و شوکت اور جادو	اگرچہ لوگوں کو زبردستی کھینچتے ہیں

یعنی ان کے جادو کی رونق اور زرق بھڑک اگرچہ مخلوق کو گردن کشاں کھینچ رہی ہیں۔ (مگر)

سحرہائے ساحراں داں جملہ را	مرگ چوبے داں کہ آں شد اژدہا
سب کو جادو گروں کے جادو سمجھ	موت کو وہ عصا سمجھ جو اژدھا بنا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سب کو جادوگروں کا جادو جانو اور موت ایک لکڑی ہے جو کہ اژدہا ہو گئی۔

جادوئیہا را ہمہ یک لقمہ کرد	یک جہاں پر شب بداں را صبح خورد
(اس نے ان) سب جادوؤں کو ایک لقمہ بنا لیا	ایک دنیا رات سے بھری تھی جس کو صبح نے نگل لیا

یعنی تمام جادوؤں کو ایک لقمہ کر گیا ایک جہاں پر شب تھا اس کو صبح کھا گئی۔ مطلب یہ کہ چونکہ یہ کام قوم فرعون کی طرح ہے تو ان کی چمک دمک کو دیکھ کر تم ان پر فریفتہ مت ہو جانا۔ بلکہ ان کو صرف جادوگروں کا جادو سمجھو کہ انہوں نے نظر بندی کر رکھی ہے اس وجہ سے یہ اشیاء ذیشان اور پر رونق معلوم ہوتی ہیں ورنہ جس طرح وہ لاٹھی اژدہا بن کر سب کو ہضم کر گئی تھی اسی طرح موت ان سب چیزوں کو فنا کر دے گی۔ اور اس کے بعد پھر کوئی چیز باقی نہ رہے گی۔ اور پھر ایسی مثال ہو جاوے گی جیسے کہ رات کے بعد صبح آ دے تو رات کا کہیں نام و نشان نہیں رہتا۔ ایک دم غائب ہو جاتی ہے اسی طرح موت سے یہ سب چیزیں فنا ہو جاتی ہیں آگے ایک فائدہ استطراداً بیان فرماتے ہیں کہ۔

نور ازاں خوردن نشد افزون و بیش	بل ہماں سانست کو بودہ است پیش
اس کھانے سے نور افزوں اور زیادہ نہ ہوا	بلکہ اسی طرح سے ہے جیسا کہ پہلے تھا

یعنی نور اس کھا لینے سے زیادہ نہیں ہوا بلکہ اتنا ہی ہے جتنا کہ پہلے تھا۔

در اثر افزوں شد و در ذات نے	ذات را افزونی و آفات نے
اثر میں اضافہ ہوا ذات میں نہیں	ذات کے لئے بڑھاؤ اور گھٹاؤ نہیں ہے

یعنی اثر میں زیادتی ہوئی ذات میں نہیں ہوئی ذات کے لئے زیادتی کمی نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ نور نے جو صبح کو کھا لیا یا اژدہا نے ان سانپوں کو کھا لیا اس کھا لینے سے ان چیزوں میں کوئی زیادتی نہیں ہوئی اس لئے کہ منطق کا مسئلہ ہے کہ لا تشکیک فی الماھیات تو ذات میں زیادتی کمی نہیں ہوتی۔ یہ تو کل ذوات کے لئے تھا کہ کسی میں زیادتی کمی نہیں ہوتی۔ آگے خاص ذات حق کی نسبت فرماتے ہیں کہ۔

حق ز ایجاد جہاں افزوں نشد	انچہ اول آں نبود اکنوں نشد
دنیا کے پیدا کرنے سے اللہ (تعالیٰ) میں اضافہ نہیں ہوا	جو کچھ پہلے نہ تھا اب (بھی) نہ ہوا

یعنی حق تعالیٰ ایجاد جہان سے زیادہ نہیں ہوئے جو وہ اول نہیں تھے اب نہیں ہوئے۔

لیک افزوں شد اثر ز ایجاد خلق	درمیاں ایں دو افزونیست فرق
دنیا کو پیدا کرنے سے نشان میں اضافہ ہوا	ان دونوں اضافوں میں فرق ہے

یعنی لیکن ایجاد خلق سے اثر میں زیادتی ہوگئی ہے اور ان دونوں زیادتیوں میں بہت فرق ہے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے تمام عالم کو پیدا کیا اس سے ذات حق میں (نعوذ باللہ) کوئی زیادتی نہیں ہوئی اور کوئی بات اس ایجاد خلق سے ذات حق میں ایسی پیدا نہیں ہوگئی کہ جو پہلے نہ تھی۔ بلکہ الآن کما کان اس کی ذات میں کوئی زیادتی یا

www.besturdubooks.wordpress.com

کی ممکن ہی نہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ ہاں ایجاد خلق سے اثر ظاہر ہوا یعنی صفات حق کا ظہور ہو گیا جیسا کہ اظہر ہے اور ظہور اثر وصفات میں اور زیادتی فی الذات میں زمین وآسمان کا فرق ہے کہاں وہ کہاں یہ اور چونکہ یہاں کہا تھا کہ لیک افزوں شد اثر تو آگے خود ہی افزونی اثر کے معنی بیان فرماتے ہیں کہ۔

شد افزونی اثر اظہار او	تا پدید آید صفات وکار او
نشان کی زیادتی اس (ذات) کا اظہار ہوئی	تاکہ اس کی صفت اور صنعت کا ظہور ہوئی

یعنی اثر کی زیادتی اس کا اظہار ہے تاکہ اس کی صفات اور کام ظاہر ہوں۔ مطلب یہ کہ افزونی اثر سے مراد اظہار اثر ہے تاکہ اس اظہار سے صفات حق ظاہر ہوں جیسا کہ ارشاد ہے۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق تو دیکھئے ایجاد خلق سے مقصود معرفت تھی کہ عالم کو دیکھ کر استدلال وجود صانع پر کریں اور پھر معرفت حاصل ہو۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہست افزونی ہر ذات دلیل	کو بود حادث بعلتہا علیل
ہر ذات میں زیادتی دلیل ہے	کہ وہ حادث ہے (اور) علتوں کی وجہ سے ناقص ہے

یعنی ہر ذات کی زیادتی دلیل ہے کہ وہ حادث ہے اور علتوں کے ساتھ علیل ہے۔ مطلب یہ کہ ذات میں جو تغیر تبدل ہوتا ہے یہ تغیر تبدل اس امر پر دال ہے کہ وہ ذات حادث ہے اور معلل بعلت ہے۔ جب تو اس میں یہ تغیر تبدل ہو رہا ہے ورنہ ذات حق جو کہ قدیم ہے اس میں یہ تغیر وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ ظاہر ہے چونکہ یہ مضامین مشکلہ دقیقہ ہو گئے تھے اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نکتہ شد باریک اینجا اے رفیق	لیک بشنو تو مقالات دقیق
اے دوست! اس مقام پر نکتہ باریک ہو گیا	لیکن تو باریک باتیں سنتا رہ

یعنی اس جگہ اے ساتھی نکتے باریک ہو گئے لیکن تو باریک باتوں کو سن۔ مطلب یہ کہ یہ باتیں تو بہت باریک ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتیں۔ تم ان کو تو چھوڑو اور دوسرے نازک اور لطیف مضامین سنو۔ جو سمجھ میں بھی آویں۔ آگے آیت فاوجس فی نفسہ خیفۃ موسی کی تفسیر کرتے ہوئے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب حق آیا تو باطل مٹ گیا اور اس کا ربط اوپر کے مضمون سے ہے کہ اوپر بیان کیا تھا کہ امور دنیا امور آخرت کے آگے بالکل ہیچ ہیں چونکہ مولانا کا ذہن اس مضمون کی طرف منتقل ہوا تھا اسی لئے فرمایا تھا کہ یہ باتیں بہت باریک ہو گئی ہیں ان کو چھوڑ کر اور نازک اور لطیف باتیں سنو ان سے وہی ترجیح لآ خرۃ علی الدنیا کا مضمون بیان کرنا تھا اور اسی کے مناسب آگے مضمون ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ وتشریح: چونکہ مولانا ترک دنیا کی ترغیب دے رہے تھے اور بیچ میں تقسیم طعام وجذب وانجذاب

www.besturdubooks.wordpress.com

کی بحث استطراداً آ گئی تھی۔ اس لئے اس سے فارغ ہو کر پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے وہ شخص جو اہل دنیا کی مکر اور ان کی چکنی چپڑی باتوں پر پورا بھروسہ کیے ہوئے ہے یاد رکھ کہ تو نے اپنے لئے بلبلہ کا خیمہ بنایا ہے اور یہ خیمہ آخر میں نہایت کمزور ثابت ہوگا کیونکہ یہ چاپلوسی محض فریب ہے اور فریب یوں ہی بے سود ہوتا ہے جیسے برق کہ گو وہ روشن ہوتی ہے مگر اس سے چلنے والو کو راستہ نہیں معلوم ہو سکتا۔ تجھے جاننا چاہئے کہ یہ عالم ناسوت اور اس کے وابستگان کسی مصرف کے نہیں اور دونوں بے وفائی میں متفق ہیں اور ابناء دنیا یوں ہی بے وفا ہیں جیسے خود دنیا اگر وہ تیری طرف متوجہ بھی ہوں تو بھی اس توجہ کو اعراض سمجھنا چاہئے کیونکہ یہ محض چند روزہ ہے اور انجام اس کا اعراض ہے برخلاف اہل دنیا کے اہل عقبیٰ اپنی نیکی سے عقبیٰ کی طرح اپنے عہد و پیمان پر ثابت قدم ہیں اور کبھی بیوفائی نہیں کرتے۔ اہل عقبیٰ کی وفاداری کا ثبوت تو یہ ہے کہ دو پیغمبر آپس میں کبھی مخالف نہیں ہوتے اور انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا کہ ایک نے دوسرے کا معجزہ چھینا ہو۔ برخلاف اہل دنیا کے کہ وہ ایک دوسرے کی دولت کے درپے رہتے ہیں اور عقبیٰ کی وفاداری کا ثبوت یہ ہے کہ اس جہاں کے میوے پژمردہ نہیں ہوتے۔ اور اس کی خوشی مبدل بہ غم نہیں ہوتی۔ برخلاف دنیا کے کہ اس کو میووں اور اس کی خوشی میں یہ بات نہیں۔ پس تم دنیا اور اہل دنیا کو چھوڑو اور عقبیٰ اور اہل عقبیٰ سے تعلق پیدا کرو اور یاد رکھو کہ نفس بھی بد عہد اور بے وفا ہے اس لئے یہ بھی مارنے کے قابل ہے۔ پس تم اسے بھی مارو اور اس سے وابستگی نہ پیدا کرو۔ کیونکہ یہ خود بھی خسیس ہے اور اس کا مطمح نظر یعنی دنیا بھی خسیس ہے اس لئے شرفاء کو اس سے تعلق رکھنا اور اس کی اطاعت کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ اور نہ اس کے مطمح نظر یعنی دنیا سے تعلق رکھنا زیبا ہے کیونکہ یہ محفل تو انہیں لوگوں کے مناسب ہے جو غلبہ نفس سے سراپا نفس ہو گئے ہیں کیونکہ وہ مردہ ہیں اور یہ ان کے لئے بمنزلہ گور و کفن کے ہے۔ اور گور و کفن مردہ کے مناسب ہے نہ کہ زندہ کے یاد رکھو کہ نفس کتنا ہی دانا اور باریک بیں ہو۔ لیکن چونکہ اس کا مطمح نظر دنیا ہے اس لئے وہ مردہ ہی ہے ہاں جبکہ وحی حق کا آب حیات اس تک پہنچتا ہے اور وہ مرجع نور الہام حق بنتا ہے اس وقت یہ مردہ مٹی سے زندہ ہو کر نکلتا ہے لیکن جب تک حق سبحانہ کی طرف سے وحی نہ آئے یعنی وہ محل انوار و الہامات نہ بنے اس وقت تک لوگوں کے اس کہنے سے کہ اس شخص کے بقا اور اس کا وجود بہت دنوں سے ہے دھوکہ نہ کھانا چاہئے اور ان لوگوں کے اس کی طرف وجود اور بقا کو منسوب کرنے سے اسے زندہ نہ سمجھنا چاہئے اس لئے کہ یہ حیات ظاہری محض ایک پاؤڈر ہے۔ جو عنقریب فنا ہونے والا ہے جس کے فنا ہونے کے بعد یہ شہرت بھی فنا ہو جائے گی۔ (پس گلگونہ طال بقاش میں اضافت بادنے ملابست ہے اور حاصل گلگونہ کہ منشاء قولہم طال بقاءہٗ ہے اور طال بقاءہ جملہ خبریہ ہے نہ کہ دعائیہ واللہ اعلم) پس تم کو وہ شہرت طلب کرنی چاہئے جو کبھی مضمحل نہ ہوگی اور وہ اسی وقت حاصل ہوگی جبکہ حیات ابدی حاصل ہو۔ لہٰذا حیات ابدی حاصل کرنی چاہئے۔ جو نور حق کے حصول سے حاصل ہوتی ہے پس تم کو اس آفتاب کی روشنی حاصل کرنی چاہئے جو کبھی غروب نہ ہوگا اور اس وجہ سے وہ روشنی بھی دائم رہے گی۔ تاکہ تم کو حیات دائم حاصل ہو اب ہم تم کو ان اشیاء دنیویہ کی حقیقت بتلاتے ہیں جو منشاء ہیں تمہارے دنیا کے ساتھ وابستگی کا سو سنو کہ وہ نازک پیشہ اور تحقیق علوم دنیویہ وغیرہ ہیں۔ نازک پیشوں اور تحقیقات علمیہ کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بمنزلہ قوم فرعون کے ہیں اور موت آب نیل کی طرح ان کو فنا کر دینے والی ہے اور ٹیپ ٹاپ اور شان و شوکت اور ان کا افسوں یہ سب گو لوگوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

خواہی نخواہی اپنی طرف مائل کرتے ہیں لیکن ان سب کی مثال ایسی ہے جیسے ساحران فرعون کی جادوگریاں اور موت ایک لاٹھی ہے جو اژدہا بن کران سب جادوگریوں کو کھا جاتی ہے۔ اور اس کے ان سب کو نگل جانے کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے ایک جہاں تاریکی شب سے پر ہو۔ اور صبح اس تمام تاریکی کو کھا جاوے۔ اب یہاں ہم تم کو ایک فائدہ زائد بتلانا چاہتے ہیں وہ یہ کہ گو نور اس تمام تاریکی کو کھا جاتا ہے جو تمام عالم کو پر کیے ہوئے تھی مگر نور میں اس کھانے سے کچھ بھی زیادتی نہیں ہوتی بلکہ وہ اسی طرح رہتا ہے جیسا کہ پہلے تھا اس کے اثر میں تو زیادتی ہوتی ہے مگر اس کی ذات میں کچھ زیادتی نہیں ہوتی کیونکہ نفس ذات قابل زیادت و نقص نہیں اگر کسی امر خارج کے سبب ذات میں اضافہ ہو تو وہ دوسری بات ہے دیکھو عالم کے پیدا کرنے سے حق سبحانہ کے اندر کوئی اضافہ نہیں ہوا اور جو وہ پہلے نہ تھے اس ایجاد سے وہ نہ ہو گئے مگر ایجاد عالم سے اثر میں بیشک زیادتی ہوئی لیکن اثر ذات کی زیادتی اور چیز ہے اور نفس ذات کی زیادتی اور شے ان دونوں میں بہت فرق ہے۔ پس ایجاد عالم سے نفس ذات حق سبحانہ میں تو کوئی زیادتی نہ ہوئی۔ ہاں اس کے اثر میں زیادتی ہوئی اور وہ زیادتی اثر اس ذات کا ظہور ہے کہ ایجاد عالم سے افعال وصفات ظاہر ہوئیں اور ظہور افعال وصفات ظہور ذات ہے۔ ذات واجب سے ہم نے زیادتی کی اس لئے نفی کی کہ قبول زیارت کی صورت میں اس کا حادث ہونا لازم آوے گا۔ اس لئے کہ ہر ذات کی زیادتی دلیل ہے اس کی کہ وہ حادث اور معلول علل ہے کیونکہ افزونی ذات بحتہ کے یہ معنی ہیں کہ اس کا کوئی جز پہلے معدوم ہوا اور پھر موجود ہو جاوے۔ پس یہ جز لامحالہ حادث ہوگا اور جب ایک جز حادث ہوا تو کل بھی ضرور حادث ہوگا۔ نیز لازم ہے کہ وہ ذات قبل اس جزو کے ناقص ہو اور نقصان منافی ہے وجوب کے اس لئے لازم ہے کہ جس قدر ذات پہلے موجود تھی وہ بھی حادث ہو اور چونکہ ہر حادث معلول ہے اس لئے لازم ہے کہ وہ بھی معلول ہو۔ یہ ایک باریک بات ہے اور کچھ ضروری بھی نہیں اس لئے اس کو چھوڑ دینا چاہئے اور دیگر باریک اور مفید مضامین سننے چاہئیں۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ "ذات را" افزونے وآفات نے" ایک حکم عام ہے جو شامل ہے واجب وممکن دونوں کو اور یہ ایک دلیل مستقل سے ثابت ہے جس کو مولانا نے کسی وجہ سے بیان نہیں فرمایا۔ اور قبول زیارت سے لزوم حدوث یہ دلیل مختص ہے۔ ذات واجب تعالیٰ کے ساتھ اور ذوات ممکنہ کی عدم قبول زیادت سے اسے کوئی تعلق نہیں۔ بلکہ انکا عدم قبول زیادت دوسری دلیل سے ثابت ہے جس کو مولانا نے بیان نہیں فرمایا۔ اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے اور دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔

شرح شبّیری

تفسیر آیہ فاوجس فی نفسه خیفة موسیٰ قلنا لاتخف انک انت الاعلیٰ

"پس موسیٰ اپنے دل میں ڈرے ہم نے کہا تو نہ ڈر یقیناً تو اعلیٰ ہے" آیت کی تفسیر

گفت موسیٰ سحر ہم حیراں کنی است	چوں کنی کایں خلق را تمیز نیست
(حضرت) موسیٰ نے کہا جادو بھی حیران کن ہے	میں کیا کروں ان میں تمیز نہیں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جادو بھی ایک حیران کن چیز ہے۔ تو میں کیونکر کروں کہ مخلوق کو تمیز نہیں ہے۔
مطلب یہ کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے مقابلہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اے اللہ لوگوں کو تمیز تو ہے نہیں اور جس طرح معجزہ ایک حیران کن شے ہے اسی طرح سحر بھی ایک عجیب چیز ہے تو یہ لوگ دونوں کو ایک سمجھیں گے تو اب میں کیا کروں اور کس طرح ان لوگوں کے سامنے معجزہ اور سحر میں فرق دکھلاؤں۔ اس پر ارشاد حق ہوتا ہے۔

گف حق تمیز را پیدا کنم	عقل بے تمیز را بینا کنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں تمیز پیدا کر دوں گا	بے تمیز عقل کو بصارت دے دوں گا

یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمیز کو پیدا کر دوں گا اور بے تمیز کی عقل کو بینا کر دوں گا۔

چونکہ معجزات را ظاہر کنم	عقل را در دیدنش فاخر کنم
جب تمہارے معجزوں کو ظاہر کروں گا	عقل کو ان کے دیکھنے میں قابل فخر بنادوں گا

یعنی میں جب آپ کے معجزات کو ظاہر کروں گا تو عقل کو ان کے دیکھنے کے لئے فخر والی کر دوں گا۔

دیدہ بخشم عقل بے تمیز را	کور سازم جاہل نا چیز را
بے تمیز عقل کو بینائی بخش دوں گا	ناچیز جاہل کو اندھا بنا دوں گا

یعنی میں عقل بے تمیز کو آنکھ بخش دوں گا اور جاہل بے قدر کو اندھا بنادوں گا۔ مطلب یہ کہ حکم حق ہوا کہ اے موسیٰ (علیہ السلام) میں جب آپ کے معجزات کو ظاہر کروں گا تو ان کو جادو سے الگ کرنے اور تمیز دینے کے لئے لوگوں کی عقول کو درست اور بینا کر دوں گا کہ وہ ان میں فرق کرلیں گے ہاں جو بالکل ہی جاہل ہوگا اور وہ اپنی اصلاح چاہے ہی گا نہیں جس کا ہم کو پہلے سے علم ہے تو اس کو ہم ہدایت نہ کریں گے بلکہ اور زیادہ اندھا بنادیں گے اور ارشاد ہے کہ۔

گرچہ چوں دریا برآورند کف	موسیا تو غالب آئی لا تخف
اگرچہ وہ دریا کی طرح جھاگ نکال رہے ہیں	اے موسیٰ! تم غالب آؤ گے خوف نہ کرو

یعنی اگرچہ یہ لوگ دریا کی طرح جھاگ لائے ہیں (مگر) اے موسیٰ تم ہی غالب آؤ گے ڈرو مت۔
مطلب یہ کہ اگرچہ یہ ساحرین بے انتہا ہیں مگر ان سب پر تم اکیلے غالب آجاؤ گے لہٰذا کوئی خوف کی بات نہیں ہے۔

بود اندر عہد خود سحر افتخار	چوں عصا شد مار آنہا گشت عار
جادو اپنے زمانہ میں باعث فخر تھا	جب لاٹھی سانپ بنی وہ ذلت بن گیا

یعنی جادو اپنے زمانہ میں قابل فخر تھا (مگر) جب عصا سانپ ہوا تو وہ سب (سحر) قابل عار ہو گئے یعنی اس کے آگے سب بے قدر اور فضول ہو گئے۔

ہر کسے را دعوے حسن و نمک	سنگ مرگ آمد نمکہا را محک
ہر شخص کو حسن اور ملاحت کا دعویٰ ہے	موت کا پتھر ملاحتوں کی کسوٹی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہر شخص کو حسن و نمک کا دعویٰ ہے اور موت کا پتھر ان نمکوں کے لئے کسوٹی ہے۔ مطلب یہ کہ ہر شخص اپنے حسن و نمک پر فخر کرتا ہے مگر جب موت آتی ہے اس وقت سب کی حالت کھل جاتی ہے کہ کون حسین و نمکین ہے اور کون نہیں ہے۔ تو موت سب کے لئے کسوٹی کی طرح ہے۔

سحر رفت و معجزہ موسیٰ گذشت	ہر دو را از بام بود افتاد طشت
جادو چلا گیا اور (حضرت) موسیٰ کا معجزہ بھی گزر گیا	دونوں وجود میں مشہور ہو گئے

یعنی سحر گیا اور موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ گزر گیا اور دونوں کا طشت کوٹھے پر سے گر چکا تھا۔ یعنی دونوں مشہور ہو چکے تھے۔

بانگ طشت سحر جز و لعنت نماند	بانگ طشت دین بجز رفعت نماند
جادو کے طشت کی آواز لعنت کے سوا نہ رہی	دین کے طشت کی آواز بلندی کے سوا نہ رہی

یعنی جادو کے طشت کی آواز تو بجز لعنت کے نہیں رہی اور دین کے طشت کی آواز بجز رفعت کے نہیں رہی۔ مطلب یہ کہ دونوں مشہور ہوئے مگر جادو کی شہرت کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس پر اور زیادہ لعنت ہوئی اور معجزہ موسوی کا یہ نتیجہ ہوا کہ آج تک دین کی رفعت ہو رہی ہے اور مرتبہ بڑھتا چلا جا رہا ہے تو دیکھو کہ اب دونوں کے فنا ہونے کے بعد موت کی کسوٹی نے دونوں کی اصلی حالت کو ظاہر کر دیا۔ آگے مولانا مدعیان کمال کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ۔

چوں محک پنہاں شد است از مرد و زن	در صف آ اے قلب اکنوں لاف زن
جب مرد و زن سے کسوٹی چھپ گئی ہے	اے کھوٹے! میدان میں آ جا اب شیخی بگھار

یعنی جب مرد و زن سب سے کسوٹی پوشیدہ ہو گئی ہے تو اے کھوٹے صف میں آ اور اب شیخی بگھار۔

وقت لافستت محک چوں غائب است	می برندت از عزیزے دست دست
تیرے لئے شیخی بگھارنے کا وقت ہے جبکہ کسوٹی غائب ہے	تجھے لوگ عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جاتے ہیں

یعنی جبکہ کسوٹی غائب ہے تو تیری شیخی کا وقت ہے کہ لوگ تجھے عزت سے ہاتھوں ہاتھ لے جا رہے ہیں۔

ہر دمت عزے و نازے در فزود	چوں محک آمد چرا گشتی کبود
ہر وقت تیری عزت اور ناز میں اضافہ ہوا	جبکہ کسوٹی آ گئی تو کالا کیوں ہو گیا؟

یعنی ہر دم تیری عزت اور ناز بڑھ رہا تھا۔ جب کسوٹی آ گئی تو تو زرد کیوں ہو گیا۔ (چونکہ موت کو اوپر کسوٹی سے تشبیہ دی تھی تو یہاں مدعی کمال کو زر قلب سے تشبیہ دی ہے اور کامل حقیقی کو زر خالص سے مطلب یہ کہ مولانا خطاب فرماتے ہیں کہ اے مدعی کمال ابھی موت جو تیری قلعی کھول دے گی ظاہر نہیں ہوئی اور ابھی تجھ تک نہیں پہنچی تو ایسے وقت میں تو خوب شیخی بگھار لے کہ اس وقت تو لوگ تجھے خوب عزت کی نظر سے دیکھیں گے اور ہاتھوں ہاتھ لے جاویں گے اس وقت تو یہ حالت ہو گی پھر خطاب فرماتے ہیں کہ میاں کھوٹے کچھ روز ہوئے تو تمہاری عزت و ناز بڑھتا چلا جا رہا تھا اور تم خوب سرخرو رہتے تھے۔ اب جو کسوٹی مرگ آئی تو تم زرد اور بے عزت کیوں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو گئے ہو یعنی وہ تمہارا سارا کمال کہاں جاتا رہا حقیقت کھلتے ہی سارے کمالات دیکھے تو سراسر عیوب تھے۔ آگے کاملین اصلی کا مقولہ بزبان زرخالص نقل فرماتے ہیں کہ۔

قلب می گوید زنخوت ہر دمم	اے زر خالص من از تو کے کمم
کھوٹا تکبر سے ہر وقت مجھ سے کہتا ہے	اے خالص سونے! میں تجھ سے گھٹیا کب ہوں؟

یعنی کھوٹا مجھ سے نخوت کی وجہ سے ہر دم کہہ رہا ہے کہ اے زرخالص میں تجھ سے کب کم ہوں۔ مطلب یہ کہ مدعیان کمال کاملین کی برابری کا دعویٰ کرتے ہیں تو۔

زرہمی گوید بلے اے خواجہ تاش	لیک می آید محک آمادہ باش
سونا کہتا ہے ہاں اے دوست!	لیکن کسوٹی آ رہی ہے تیار ہو جا

یعنی زرخالص کہتا ہے کہ ہاں بھائی (ٹھیک ہے) لیکن کسوٹی آتی ہے (کسے جانے کے لئے) آمادہ رہنا۔ مطلب یہ کہ کاملین اس کے جواب میں یہ فرماتے ہیں کہ ہاں بھائی تم میری بالکل برابر بلکہ مجھ سے بڑھے ہی ہوئے ہو مگر کسوٹی آنے والی ہے اس وقت سب کی حقیقت کھل جاوے گی تو ذرا تیار رہنا تا کہ کسوٹی پر رکھے جانے سے تمہارے کمالات خوب خوب ظاہر ہوں۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

مرگ تن ہدیہ است بر اصحاب راز	زرخالص را چہ نقصان ست گاز
جسم کی موت راز والوں کا تحفہ ہے	خالص سونے کو گاتی سے کیا نقصان؟

یعنی بدن کی موت اصحاب راز کے لئے تو ہدیہ ہے۔ زرخالص کو قینچی سے کیا نقصان۔ مطلب یہ کہ ظاہری تن کی موت اولیاء اللہ کے لئے بطور ہدیہ کے ہے۔ تو بھلا ہدیہ سے کسی کو نقصان بھی پہنچا ہے ان کی مثال زرخالص جیسی ہے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ تو بھلا زرخالص کو اگر کاٹ دیا جاوے تو کیا اس میں کوئی نقصان آوے گا۔ ہرگز نہیں بلکہ اس سے تو اور بھی اس کا کمال ظاہر ہوگا کہ اوپر سے گرد وغیرہ بیٹھ گئی تھی اس لئے وہ چمک باقی نہ رہی تھی اور اب اندر سے چمکتا دمکتا نکل آیا۔ اسی طرح اس تن ظاہر کے ملنے کی وجہ سے کاملین کے نور روحانی پر ایک حجاب پڑ گیا تھا اور گرد بیٹھ گئی تھی موت کے بعد ان کے کمالات ظاہر ہوئے اور وہ نور روحانی چمکا۔ بخلاف کھوٹے سونے کے کہ اگر اس کو کاٹا جاوے تو اندر سے سیاہ نکلے گا اس لئے کہ اس کی ٹیپ ٹاپ تو اوپر ہی اوپر سے ہے اندر تو جیسے ہیں سب جانتے ہیں اسی طرح مدعیان کاذب بھی اول تو اپنے دعاوے باطلہ سے اپنے بازار کمال کو خوب رونق دیتے ہیں مگر جب موت آتی ہے اس وقت تمام کمالات زائل ہو کر اندر سے سیاہ باطن نکل آتے ہیں۔ والعیاذ باللہ اللھم احفظنا منہ آگے فرماتے ہیں کہ۔

قلب اگر در خویش آخر بیں بدے	آں سیہ کاخر شد او اول شدے
کھوٹا اگر اپنا انجام بیں ہوتا	جو سیاہ (روئی) آخر میں ہوئی شروع میں ہو جاتی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کھوٹا اگر اپنی حالت میں آخر میں ہوتا تو جو سیاہ کہ آخر میں ہوا ہے اول ہو جاتا۔

چوں شدے اول سیہ اندر لقا	دور بودے از نفاق و از شقا
اگر شروع میں سیاہ رو ہو جاتا' ملاقات کے وقت	نفاق اور بدبختی سے دور ہو جاتا

یعنی جب اول ہی لقا میں سیاہ ہو جاتا تو نفاق اور شقاوت سے دور ہو جاتا۔

کیمیائے فضل را طالب بدے	عقل او بر زرق او غالب بدے
بزرگی کی کیمیا کا طالب ہوتا	اس کی عقل اس کے مکر پر غالب ہوتی

یعنی کیمیائے فضل کا طالب ہوتا تو اس کی عقل اس کے مکر پر غالب ہوتی۔ مطلب یہ کہ یہ مدعیان کاذب اگر اول ہی اپنے انجام میں نظر کرتے اور یہ جانتے کہ یہ ہمارا کمال ظاہری ایک دن کھلے گا اور پھر سب میں رسوائی ہو گی اور یہ سیاہی باطن ایک دن رنگ لانے والی ہے تو وہ اول ہی مجاہدات و ریاضات کر کے اپنے دعوے کمالات کو فنا کر دیتا تو آج اس نفاق و شقاوت سے چھوٹ کر کیمیائے فضل کا طالب ہوتا۔ تو فضل ہو جاتا اور مکر پر عقل غالب ہو جاتی۔ جیسا کہ زر خالص اول آگ میں پڑتا ہے تو اس پر جو میل کچیل مٹی وغیرہ لگ جاتی ہے وہ سب الگ ہو کر اندر سے چمکتا ہوا سونا نکل آتا ہے۔ اسی طرح کاملین اول میں مجاہدات و ریاضات سے رذائل نفس کو دور فرماتے ہیں جو کہ مٹی وغیرہ کی طرح تھے تب وہ آج کامل ہوتے ہیں۔ اور ان پر فضل حق مبذول ہوتا ہے مگر چوں کہ اس مدعی کاذب نے ایسا نہیں کیا لہذا یہ کورے کے کورے ہی رہے۔

چوں شکستہ دل شدے از حال خویش	جابر اشکستگاں دیدے بہ پیش
جب...... اپنی حالت پر رنجیدہ ہوتا	(دل) ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا' سامنے دیکھ لیتا

یعنی اگر اپنے حال پر شکستہ دل ہوتا تو شکستہ دلوں کے جوڑنے والے کو سامنے دیکھتا۔ مطلب یہ کہ اگر یہ کھوٹا شکستگی اختیار کرتا اور دعوے کو چھوڑتا تو حق تعالیٰ کسی شیخ کامل کو جو شکستہ دلوں کے جوڑنے والا ہوتا اس کے ہدایت کے لئے بھیج دیتے۔ اور یہ بھی کامل اصل ہوتا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عاقبت را دید او اشکستہ شد	از شکستہ بند در دم بستہ شد
اس نے انجام کو دیکھا اور شکستہ (دل) ہوا	ٹوٹے کو جوڑنے والے کی طرف فوراً جڑ گیا

یعنی جس نے کہ انجام پر نظر کی وہ تو شکستہ ہو گیا بند شکستگی سے فوراً بستہ ہوا۔ مطلب یہ کہ جس نے انجام بینی اور شکستگی اختیار کر کے دعوے کو ترک کر دیا تو اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ آج وہ شکستگی سے چھوٹ گیا اور شیخ کامل نے آ کر اس کو بھی کامل بنا دیا۔

فضل مسہا را سوئے اکسیر راند	آں زر اندود از کرم محروم ماند
(اللہ کے) فضل نے تانبے کو کیمیا کی جانب روانہ کر دیا	وہ ملمع شدہ' کرم سے محروم ہو گیا

یعنی فضل نے تانبوں کو اکسیر کی طرف چلایا اور جھول والا کرم سے محروم رہا۔ مطلب یہ کہ جو اپنے کو ناقص کہہ

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے تھے اور دعوے کمال نہ کر رہے تھے فضل حق نے ان کو تو شیوخ کے پاس پہنچا دیا۔ جو اکسیر کی طرح تھے اور یہ تانبے کی طرح تھے لہذا اکسیر سے ملنے سے یہ بھی سونا ہو گئے اور جو اول ہی سے مدعیان کمال تھے وہ ویسے کے ویسے ہی رہے اس لئے کہ جب وہ اول ہی سے مدعی کمال ہیں پھر ان کو کامل بنانے کی کوئی حاجت نہ سمجھی گئی مگر چونکہ اصل میں تو کامل نہ تھے لہذا فضل حق سے محروم رہے اور کوئی شیخ کامل نہ مل سکا جیسے کہ جھول چڑھا ہوا تانبا ہوتا ہے کہ اس کو سونا سمجھ کر کوئی اکسیر کے پاس نہیں لے جاتا کیونکہ سمجھتے ہیں کہ یہ تو خود ہی سونا ہے مگر ایک دن وہ جھول بھی اتر جاتا ہے اور تانبا کا تانبا رہ جاتا ہے لہذا خدا کے لئے دعوے ترک کرو اور انکساری اور تواضع اور شکستگی اختیار کرو کہ فضل و کرم تم پر مبذول ہو۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

اے زراندودہ مکن دعویٰ بہ بیں	کہ نماند مشتریت لے عمے چنیں
اے ملمع شدہ! دعویٰ نہ کر، دیکھ	کہ تیرا خریدار ہمیشہ ایسا اندھا نہ رہے گا

یعنی اے سونے کے جھول والے دیکھ دعویٰ مت کر کیونکہ تیرے خریدار اسی طرح اندھے نہ رہیں گے بلکہ۔

نور محشر چشم شاں بینا کند	چشم بندی ترا رسوا کند
قیامت کا نور ان کی آنکھوں کو بینا کر دے گا	تیری نظر بندی کو رسوا کر دیگا

یعنی نور محشر ان کی آنکھ کو بینا کر دے گا اور تیری نظر بندی کو رسوا کر دے گا۔ مطلب یہ کہ اے مدعی کاذب آج تو ان لوگوں کو بہکا کر اپنے کمالات کا معتقد بنا لے مگر یاد رکھ کہ ایک دن ان کی آنکھ بھی کھلنے والی ہے اور قیامت کے روز اصل حالات منکشف ہونے والے ہیں اس روز تیری اس نظر بندی کی حقیقت اور تیرا یہ دعویٰ کاذب ان کو معلوم ہوگا تو بہت فضیحہ ہوگا۔ اور سب کے سامنے رسوائی ہوگی لہذا تم اول ہی سے اپنے انجام کو سوچ کر ترک دعویٰ کر دو کیونکہ انجام بینی میں بڑے بڑے فائدے ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

بنگر آنہا نرا کہ آخر دیدہ اند	حسرت جانہا و رشک دیدہ اند
ان کو دیکھ لے جنہوں نے آخرت کو مدنظر رکھا ہے	وہ جانوں کے لئے (باعث) حسرت اور آنکھوں کے لئے (باعث) رشک ہیں

یعنی آخر بیں لوگوں کو دیکھو کہ وہ جانوں کے محسود اور آنکھوں کے لئے قابل رشک ہیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو جو حضرات انجام بیں ہیں۔ ان کو دیکھو کہ اس انجام بینی کی بدولت آج محسود ارواح مقدسہ اور قابل رشک ہو گئے ہیں تو اگر تم بھی انجام بیں ہو گے تم کو بھی یہ مرتبہ حاصل ہو جاوے گا۔

منگر آنہارا کہ حالے دیدہ اند	سر فاسد ز اصل سر بریدہ اند
آنکھ نہ دیکھ کہ جنہوں نے موجود کو دیکھا ہے	فاسد راز اصل راز سے کٹ لیا ہے

یعنی ان لوگوں کو مت دیکھو جنہوں نے کہ موجودہ حالت ہی پر نظر کی ہے اور سر فاسد کو اصلی سر سے قطع کر لیا ہے مطلب یہ کہ جو لوگ حالت موجودہ کو دیکھنے والے ہیں اور انہوں نے اس عالم سے قطع تعلق کر لیا ہے اور دنیا ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

میں منہمک ہو گئے ہیں ان کو مت دیکھو اور ان جیسے مت بنو اس لئے کہ۔

پیش حالے ہیں کہ در جہل است وشک	صبح صادق صبح کاذب ہر دو یک
موجود کو دیکھنے والے کے لئے جو نادانی اور شک میں ہے	صبح صادق اور صبح کاذب دونوں ایک ہیں

یعنی دیکھو موجودہ حالت کو دیکھنے والے کے سامنے جو کہ جہل وشک میں مبتلا ہے صبح صادق اور صبح کاذب دونوں ایک ہیں۔ (حالانکہ)

صبح کاذب صد ہزاراں کارواں	داد و برباد ہلاکت اے جواں
صبح کاذب نے لاکھوں قافلوں کو	اے جوان! ہلاکت سے برباد کیا ہے

یعنی اے جوان صبح کاذب نے لاکھوں قافلے برباد کر کے ہلاک کر ڈالے (صبح صادق سے مراد حق اور کاذب سے باطل) مطلب یہ کہ جو شخص انجام بیں نہیں ہے اور اس کی نظر صرف موجودہ حالت ہی پر ہے اس کے نزدیک حق و باطل دونوں ایک ہی ہیں۔ اس کو دونوں میں کچھ بھی تمیز نہیں ہوتی۔ حالانکہ ظاہر ہے کہ باطل نے لاکھوں کو گمراہ کیا ہے جیسے کہ صبح کاذب کو اگر کوئی قافلہ صبح صادق سمجھ کر چل کھڑا ہو تو رہزن اس کو لوٹ لیتے ہیں۔ اور ہلاک ہو جاتا ہے اسی طرح باطل نے لاکھوں کو برباد کیا ہے تو اس کی خطا یہ ہے کہ ان دونوں میں یہ فرق وتمیز نہیں کرتا اور اگر خود تمیز نہیں تھی تو کسی ایسے کی تلاش کرتا جس کو تمیز ہوتی تو وہ تم کو بھی باتمیز کر دیتا لہٰذا اب جس طرح ہو سکے حق کو طلب کرو اور باطل کو ترک کرو اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

صبح صادق را طلب کن اے عزیز	تاز صدق او شوی صاحب تمیز
اے پیارے! صبح صادق کو طلب کر	تاکہ تو اس کی سچائی کے ذریعہ تمیز دار بن جائے

یعنی اے عزیز صبح صادق کو طلب کرتا کہ اس کے صدق کی بدولت تو صاحب تمیز ہو جاوے مطلب یہ کہ جب حق کو تلاش کر لوگے تو اس کی برکت سے تمہارے باطن میں ایک نور پیدا ہوگا اور وہ نور تم کو حق تک رہنما ہو جاوے گا اور جو چیزیں کہ باطل بصورت حق ہیں ان کو پہچان سکو گے ورنہ اگر وہ نور باطن حاصل نہ ہوگا تو ان کی پہچان ہونا بہت مشکل ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

نیست نقدے کش غلط انداز نیست	وائے آں جان کش محک وگاز نیست
کوئی کھرا ایسا نہیں ہے جس کے لئے غلطی میں مبتلا کرنے والا (سکہ) نہ ہو	اس جان پر مصیبت ہے جس کے پاس کسوٹی اور گاز نہیں ہے

یعنی کوئی نقد ایسا نہیں ہے کہ اس کا کوئی غلط انداز نہ ہو تو اس جان پر افسوس ہے جس کے پاس کسوٹی اور قینچی نہ ہو۔ مطلب یہ کہ ہر کھرے کی صورت میں کھوٹے اور حق کی صورت میں باطل ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ پس ضرورت اس کی ہے کہ ان میں پہچان ہو اور شناخت کر کے باطل کو چھوڑا جاوے اور حق کو لیا جاوے مگر وہ شخص بڑا قابل حسرت ہے کہ جس کو اس کی پہچان کی کسوٹی یعنی نور باطن حاصل نہ ہو لہٰذا اول وہ نور حاصل کرو اور وہ حاصل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا ہے اہل نور کی خدمت سے لہذا کسی شیخ کامل کو تلاش کر کے اس کے قدموں میں جا پڑو تا کہ تم کو وہ نور باطن حاصل ہو جاوے اور تم بھی صاحب نور اور صاحب تمیز ہو جاؤ۔ آگے اس غلام کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

باز رو سوئے غلام و کتبتش	کو سوئے شہ می نویسد نامہ خوش
غلام اور اس کے (رقعہ) لکھنے کی طرف واپس چل	کہ وہ عجیب رقعہ شاہ کو لکھتا ہے

یعنی پھر غلام اور اس کے خط (کے قصہ) کی طرف چلو۔ کہ وہ بادشاہ کو ایک خط خوش لکھ رہا ہے (خوش کہہ دینا بطور طعن کے ہے) مطلب یہ کہ اس کے قصہ کو بیان کرو۔ اتنا کہہ کر مولانا کو پھر جوش ہوا اور اوپر جو مدعی کے دعوے کی خرابی بیان فرمائی ہے آگے بھی اس کو زجر کے طور پر فرماتے ہیں کہ میاں اس دعوے کو ترک کرو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ ابھی اس غلام کا قصہ رہ گیا جوش میں اس مضمون کو بیان فرمانے لگے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: چونکہ اوپر عصائے موسیٰ کے سحرہائے فرعون کو نگل جانے کا ذکر تھا اس مناسبت سے مولانا مضمون ذیل تحریر فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے عرض کیا کہ اے اللہ جادو بھی دنگ کر دینے والی شے ہے، جس طرح کہ معجزہ پس ایسی حالت میں نہایت پریشان ہوں کہ کیا کروں جس سے لوگوں کو معجزہ اور جادو میں تمیز ہو جاوے کیونکہ ان لوگوں میں قوت ممیزہ نہیں ہے جو دونوں میں امتیاز کر سکتی ہے۔ اس کے جواب میں حق سبحانہ نے فرمایا کہ میں تمیز کو پیدا کر دوں گا اور ان کی غیر ممیز عقول کو بینا کر دوں گا تاکہ یہ معجزہ اور جادو میں امتیاز کر سکیں اور جبکہ میں آپ کے معجزے ظاہر کروں گا تو اس کے ساتھ عقول کو ان کے دیکھنے کا فخر بھی بخشوں گا اور میں عقول غیر ممیزہ کو چشم بصیرت عطا کروں گا لیکن یہ حکم کلی نہیں بلکہ اکثری ہے کیونکہ معاندوں کو بینا نہ کروں گا بلکہ ان کو اور اندھا کر دوں گا۔ پس آپ مطمئن رہیں اور کچھ خوف نہ کریں کیونکہ اگر یہ لوگ دریا کی طرح جوش زن ہیں مگر غالب آپ ہی ہوں گے جس سے معجزہ اور سحر کا فرق اہل بصیرت کے نزدیک واضح ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور باوجودیکہ جادو اس وقت نہایت قابل فخر چیز تھا مگر جب لاٹھی اژدھا بنی تو وہ سب کا سب بجائے موجب افتخار ہونے کے موجب ننگ وعار ہو گیا۔ اب سمجھو کہ دنیا میں ہر شخص اپنے حسن و خوبی معنوی کا مدعی ہے لیکن موت کی کسوٹی ان کی تمام ادعائی محاسن کی قلعی کھول دینے والی ہے کو لوگوں کے ادعائی محاسن صورت میں محاسن حقیقیہ کے مشابہ ہوں مگر دونوں میں بہت فرق ہے دیکھو سحر فرعونی اور معجزہ موسیٰ متشابہ تھے مگر دونوں میں بہت فرق تھا چنانچہ جادو بھی فنا ہو گیا اور معجزہ موسیٰ بھی گزر گیا اور بام ہستی سے ہر ایک کا طشت گر لیعنی دونوں نے شہرت حاصل کی مگر باوجود اس تشابہ و اشتراک کے دونوں میں ایک بڑا مابہ الامتیاز یہ ہے کہ طشت سحر کی آواز تو لعنت اور پھٹکار رہی اور طشت دین کی آواز رفعت و منزلت رہی غرض کہ ایک نے اپنا برا اثر چھوڑا اور ایک نے اچھا پس اس تفاوت آثار سے تفاوت حقائق ہر دو بخوبی معلوم ہو سکتا ہے اب مولانا غیبت سے خطاب کی طرف التفات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ او کھوٹے سونے یعنی مدعی حسن و کمال موت کی کسوٹی ہنوز مخفی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے تو کھروں کی صف میں کھڑا ہو کر خوب شیخیاں بگھار لے۔ چونکہ ابھی کسوٹی سامنے نہیں ہے۔ اس لئے ابھی وقت ہے کہ تو شیخیاں مار لے اور لوگ تیری قدر کر کے تجھے ہاتھوں ہاتھ لے جائیں اور ہر وقت تیری عزت اور ناز بڑھتا رہے۔ لیکن جب کسوٹی آئے گی اس وقت پوچھا جاوے گا کہ آپ تو کھرے ہونے کے مدعی تھے اب سیاہ کیوں ہو گئے۔ اصلی سونا کہتا ہے کہ کھوٹا سونا مجھ سے ہر دم کہتا ہے کہ زر خالص میں تجھ سے کب کم ہوں۔ تم پوچھو گے کہ خالص سونا اس کا کیا جواب دیتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ اس کا وہ یہ جواب دیتا ہے کہ بجا ارشاد ہے۔ لیکن کسوٹی آتی ہے ذرا اس پر کسے جانے کیلئے تیار رہے۔ اس وقت آپ کو اپنے دعوے کی حقیقت معلوم ہوگی۔ غرض کہ موت ناقصین کے لئے مضر ہے کیونکہ ان کے نقصان کو ظاہر کرتی ہے برخلاف کل اہل اللہ کے کہ ان کے لئے ہدیہ کی طرح نافع ہے اور جس طرح سونے کو قینچی سے کچھ نقصان نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہوتا ہے کہ اس کا کمال ظاہر ہوتا ہے یوں ہی اہل اللہ کو موت سے ضرر نہیں ہوتا بلکہ نفع پہنچتا ہے اس کھوٹے سونے (مدعی کمال) نے سخت غلطی کی کہ انجام کو نہ سوچا اگر وہ اپنے انجام کو دیکھتا تو وہ بجائے آخر میں سیاہ ہونے کے اول ہی سیاہ ہو جاتا یعنی جو کھوٹ اس کا موت کے بعد ظاہر ہوا ہے اس کو اول ہی ظاہر کر دیتا۔ اور جب وہ اپنا کھوٹ اول ہی ظاہر کر دیتا تو نفاق اور محرومی سے دور رہتا اور فضل حق سبحانہ کا طالب ہوتا جو کیمیا کی طرح قلب ماہیت کرنے والا ہے اور اس کی عقل اس کے مکر پر غالب ہوتی اور جب وہ اپنی حالت کی خرابی کو دیکھ کر شکستہ دل ہوتا تو وہ اپنے سامنے کوئی ٹوٹوں کا جوڑنے والا دیکھتا یعنی کوئی شیخ اسے ملتا اور اس کی اصلاح کرتا جو شخص انجام بیں ہوتا ہے وہ شکستگی اور عجز و نیاز اختیار کرتا ہے اور ایسی حالت میں عادت اللہ جاری ہے کہ کوئی ٹوٹے کا درست کرنے والا یعنی شیخ کامل اسے ملتا ہے۔ جو اسکی اصلاح کرتا ہے لہذا وہ شیخ اسے بھی ملتا اور اس کی حالت درست کر دیتا۔ کرم حق سبحانہ تانبے کی مانند ناقصین اور مظہرین نقصان ہی کو شیخ کامل تک پہنچاتا ہے جو کہ بمنزلہ کیمیا کے ہے اور وہ ناقصین جو اس تانبے کی طرح جس پر سونے کا جھول پھرا ہوا ہے۔ مظہر کمال ہیں۔ وہ اس عنایت سے محروم رہتے ہیں۔ پس اے سونے کے جھول والے تانبے کی طرح ناقص مظہر کمال تو یاد رکھ کہ تیرے خریدار اور قدر دان ہمیشہ یوں ہی اندھے نہ رہیں گے۔ جس طرح کہ وہ اب ہیں۔ بلکہ نور محشر ان کی آنکھیں روشن کریگا اور تیری نظر بندی کی قلعی کھولے گا۔ اس لئے تو اپنی اس روش کو چھوڑ اور ان لوگوں پر نظر کر جنہوں نے نتیجہ پر نظر کی ہے اور اس سبب سے ارواح کے لئے موجب حسرت اور آنکھوں کے لئے موجب رشک ہو گئے ہیں۔ اور ان پر نظر مت کر جنہوں نے حالت موجودہ ہی پر نظر کی ہے اور عقل معاش کا تعلق عقل معاد سے منقطع کر دیا ہے اس لئے جو لوگ حالت موجودہ ہی پر نظر کی ہے اور عقل معاش کا تعلق عقل معاد سے منقطع کر دیا ہے۔ اس لئے جو لوگ حالت موجودہ ہی پر نظر کرتے ہیں وہ جہل اور شک میں مبتلا ہیں۔ ان کے نزدیک صبح صادق اور صبح کاذب دونوں یکساں ہیں۔ یعنی حق و باطل مشابہ بحق میں ان کو کوئی امتیاز نہیں پس ایسوں کی تقلید کرنے والے کی بھی یہی حالت ہوگی اور وہ صبح کاذب کو صبح صادق سمجھ جاوے گا یعنی باطل مشابہ بحق کو حق سمجھ جاوے گا جس کا انجام ہلاکت ہوگا۔ یاد رکھو کہ صبح کاذب نے ہزاروں قافلوں کو برباد کر دیا ہے اور باطل مشابہ حق سے دھوکہ کھا کر لاکھوں آدمی تباہ ہو چکے ہیں پس تم اس سے دھوکہ نہ کھانا اور باطل کو حق نہ سمجھنا۔ بلکہ اصلی حق کو طلب کرنا تاکہ اس کی اصلیت کے سبب تم صاحب رشد ہو جاؤ دیکھو جو نقد بھی ہے اس کے لئے اس کا ایک شبیہ بھی ہے جو لوگوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے ظاہر سے دھوکہ دیتا ہے اور ہر حق کے مقابلہ میں ایک باطل بھی ہے جو صورت میں اس کے مشابہ ہے پس ایسی حالت میں سخت ضرورت ہے قوت ممیزہ کی اور بڑی خرابی ہے اس کے لئے جس کے پاس قوت ممیزہ کی کسوٹی اور قینچی نہ ہو کیونکہ وہ ضرور دھوکہ کھا جاوے گا۔ اچھا اب غلام اور اس کی تحریر کی طرف لوٹنا چاہئے۔ اچھا سنو کہ اب وہ بادشاہ کو ایک بظاہر اعلیٰ درجہ کی عرضی لکھ رہا ہے یہاں تک بیان فرما کر مولانا کو پھر جوش ہوتا ہے اور اس قصہ کو چھوڑ کر پھر مدعیان باطل کی خبر لیتے ہیں۔

شرح شبیری

زجر کردن مدعی را از دعویٰ و امر کردن او را بمتابعت انبیاء و اولیاء

جھوٹے مدعی کو دعوے سے باز رکھنا اور انبیاء اور اولیاء کی پیروی کا حکم دینا

بو مسیلم گفت من خود احمدم	دین احمد را بفن برہم زدم
مسیلمہ (کذاب) بولا میں خود پیغمبر ہوں	میں نے احمدؐ کے دین کو تدبیر کے ذریعہ تباہ کر دیا

یعنی بو مسیلم نے کہا کہ میں خود احمد (صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح) ہوں اور میں نے دین احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چالاکی سے درہم برہم کر دیا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو مسیلمہ کذاب نے دعویٰ نبوت کیا اور کہا کہ میں خود پیغمبر ہوں مجھے کسی کی اتباع کی حاجت نہیں ہے اور خاص کر اس دین کا اتباع کو کیا کروں گا جس کو میں نے چالاکی سے بہت سا ضرر پہنچایا ہے کہ ادھر سے لوگوں کو بہکا بہکا کر مرتد کر دیا ہے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بو مسیلم را بگو کم کن بطر	غرۂ اول مشو آخر نگر
مسیلمہ (کذاب) سے کہدے کہ اکڑ نہیں!	ابتداء سے دھوکہ نہ کھا انجام کو دیکھ

یعنی مسیلمہ کذاب سے کہدو کہ اکڑ مت موجودہ حالت پر مغرور مت ہو انجام کو دیکھ۔

ہیں قلاوزی مکن از حرص جمع	پس روے کن تا رود در پیش شمع
(دولت) جمع کرنے کے لالچ سے رہنمائی اختیار نہ کر	اتباع کر تاکہ تو شمع کے آگے چلے

یعنی ہاں جماعت کی بڑھانے کی حرص سے رہبری مت کر اتباع اختیار کر تاکہ شمع کے آگے آگے چلے۔

شمع مقصد را نماید ہمچو ماہ	کایں طرف دانہ است یا خود دامگاہ
شمع، مقصد کو چاند کی طرح روشن کر دیتی ہے	کہ اس جانب دانہ ہے یا جال کی جگہ

یعنی شمع چاند کی طرح مقصود کو دکھلا دیتی ہے کہ اس طرف دانہ ہے یا جال ہے۔

گر بخواہی ور نخواہی با چراغ	دیدہ گردد نقش باز و نقش زاغ
خواہ تو چاہے یا نہ چاہے چراغ کے ہوتے ہوئے	باز کی صورت اور کوے کی صورت نظر آ جاتی ہے

یعنی خواہ تم چاہو یا نہ چاہو چراغ کے ساتھ تو باز کا نقش اور کوے کا نقش ظاہر ہو ہی جاوے گا۔ مطلب یہ کہ مولانا

www.besturdubooks.wordpress.com

فرماتے ہیں کہ بومسلیم جو اتباع احمد صلے اللہ علیہ وسلم سے عار کرتا ہے اسی سے کہہ دو کہ ارے تو اس حالت موجودہ کو مت دیکھ بلکہ انجام پر نظر کر کہ اس وقت تو بے شک تیری قدر ہو رہی ہے اور تیرا بازار خوب گرم ہے مگر انجام کار جو نتیجہ ہوگا وہ ظاہر ہے کہ دین احمد صلے اللہ علیہ وسلم کو عروج اور ترقی ہوگی اور تجھے ذلت وخواری ہوگی لہذا انجام کو سوچ کر اس حرص سے کہ کچھ لوگ اتباع کر لیں گے تو خوب تعریفیں ہوا کریں گی اور ہم بھی بڑے لوگوں میں شمار ہونے لگیں گے۔ متبوع مت بن کہ اس میں بڑی بڑی خرابیاں ہیں تو تو اتباع اختیار کر لے تاکہ شمع ہدایت تیرے آگے آگے ہو اور تو اس کا اتباع کرتا ہوا حق وباطل کو اور نافع ومضر کو دیکھتا ہوا چلا جاوے جیسے کہ شمع ہوتی ہے کہ جب آگے شمع چلتی ہے تو راستہ صاف معلوم ہو جاتا ہے اور ہر چیز متمیز ہوتی ہے تو راستہ کو پہچان کر چلتے ہیں اسی طرح اس شمع ہدایت کے اتباع سے تم بھی بے خوف وخطر راہ حق طے کر سکو گے اور حق وباطل میں تمیز ہو جاوے گی بومسلیمہ سے مراد یہاں مولانا کی مطلق مدعی کاذب ہے تو مقصود مولانا کا یہ ہے کہ اے مدعی کمال اپنے شیخ سے الگ ہو کر مستقلاً اس راہ میں قدم مت رکھو اور ابھی متبوع مت بنے جاؤ۔ بلکہ کچھ روز تابع بن لو اس کے بعد خود ہی متبوع بن جاؤ گے پھر تو تم بچو گے اور لوگ تم کو بڑا مانیں گے اور بے اتباع کے تو یوں ہی رہو گے۔ حضرت حافظؒ اسی کو فرماتے ہیں کہ

در مکتب حقائق پیش ادیب عشق　　ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

مگر ہاں یہ یاد رہے کہ اگر اتباع اس نیت سے ہوا کہ ہم بڑے بن جاویں تب بھی نہ ہوگا بس اتباع محض ہو کہ جس سے مقصود رضائے حق اور کوئی مقصود نہ ہو۔ اور یہ مذہب ہو کہ۔

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب　　کہ حیف باشد ازو غیرہ او تمنائے

بس اتباع شیخ سے مقصود یہی ہو کہ یہ اللہ والے ہیں۔ ان کے اتباع سے خدا راضی ہوگا۔ جب یہ نیت خالص ہوگی بس ایک وہ دن آوے گا کہ تم کامل بن جاؤ گے اور لوگ خود بخود تمہارا اتباع کریں گے اور پھر تم سچے صاحب کمال ہو گے چونکہ مصرع دیدہ گرد نقش باز و نقش زاغ میں حق کو باز سے اور باطل کو زاغ سے تشبیہ دی ہے تو آگے اہل حق اور اہل باطل کو بھی ان ہی باز و زاغ سے تشبیہ دے کر اہل باطل کی قلعی کھولتے ہیں کہ۔

گرچہ ایں زاغاں دغل افروختند	بانگ بازاں سپید آموختند
اگرچہ ان کوؤں نے مکر (کا چراغ) روشن کیا ہے	سفید بازوں کی بولی سیکھ لی ہے

یعنی اگرچہ ان کوؤں نے کھوٹ کو روشن کیا ہے اور سپید بازوں کی آواز انہوں نے سیکھ لی ہے (مگر)

بانگ ہد ہد گر بیاموزد قطا	راز ہد ہد کو و پیغام سبا
کوئی اگر ہدہد کی بولی سیکھ لے	ہد ہد کا راز اور سبا کا پیغام کہاں ہے؟

یعنی اگر قطا ہدہد کی آواز سیکھ لے تو ہدہد والا راز اور سبا کا پیام کہاں ہے۔ (قطا ایک جانور سنگخوار ہوتا ہے)

مطلب یہ کہ اگرچہ ان مدعیان کاذب نے کاملین کی باتیں سیکھ لی ہیں اور ان کے ملفوظات یاد کر کے لوگوں کو بہکاتے ہیں کہ ان باتوں کو سن کر ان کو بھی بزرگ سمجھا جاتا ہے مگر تم یوں تو دیکھو کہ ان کے پاس صرف زبانی جمع خرچ ہی ہے یا کچھ باطن میں بھی رکھتے ہیں اس کی ایسی مثال سمجھو کہ اگر ہدہد کی بولی کی قطا جو سنگخوار جانور ہے نقل

www.besturdubooks.wordpress.com

اتارلے اور اسی طرح بولنے لگے تو اس بولنے سے اس کو ہدہد نہ سمجھنا چاہئے۔ بلکہ یہ دیکھو کہ اس کو پیام سلیمانی بھی یاد ہے یا نہیں جو انہوں نے سبا میں بھیجا تھا پس اگر وہ یاد نہیں ہے تو معلوم ہو گیا کہ یہ ہدہد نہیں۔ اسی طرح اگر ان صاحب ملفوظات میں کچھ باطنی کمال بھی ہو جو پیام سلیمانی کے مشابہ ہے تب تو ان کو اہل اللہ سمجھو ورنہ سمجھ لو کہ مدعی کاذب ہے۔ اور اس سے الگ رہو۔ اور یہ بات کہ ان میں کمال باطنی بھی ہے یا نہیں۔ خود ان کے پاس بیٹھنے سے اور ان کے پاس رہنے والوں کی حالت کو دیکھنے سے صاف معلوم ہو جاوے گا۔ پس تم کو چاہئے کہ۔

بانگ بر رستہ زبر بستہ بداں	تاج شاہان راز تاج ہدہداں
کھلے ہوئے پروں کی آواز کو بندھے ہوئے پروں کی آواز سے پہچان لے	شاہوں کے تاج کو ہدہد کے تاج سے (ممتاز کر لے)

یعنی چھوٹے ہوئے کی آواز میں اور بندھے ہوئے کی آواز میں اور تاج شاہی اور تاج ہدہد میں تمیز کرو۔ مطلب یہ کہ دیکھو جو شخص ہوا و ہوس کا قیدی ہے اور جو اس سے چھوٹا ہوا ہے دونوں کی حالت میں فرق کرو اور پہچانو کہ یہ کیسا ہے۔ علیٰ ہذا ہدہد کا بھی تاج ہوتا ہے اور شاہی تاج بھی ہوتا ہے مگر دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی طرح کاملین اور مدعیان کاذب میں بالکل ظاہر فرق ہے جو اوپر بھی بیان ہوا اور بارہا پہلے بھی بیان ہو چکا ہے لہٰذا ان دونوں میں تمیز پیدا کرو اور حق و باطل کو تمیز کر کے حق کی طرف چلو آگے فرماتے ہیں کہ ہم جو تم کو منع کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ۔

حرف درویشاں و نکتہ عارفاں	بستہ اند ایں بیحیایاں برزباں
فقیروں کے لفظ اور عارفوں کے نکتے	ان بے حیاؤں نے زبان پر باندھ لئے ہیں

یعنی درویشوں کے ملفوظات اور عارفین کے نکتے ان بے حیاؤں نے زبان پر باندھ رکھے ہیں۔

ہر ہلاک امت پیشین کہ بود	زانکہ جندل را گماں بردند عود
پہلی امتوں کی جو تباہی ہوئی	اس لئے ہوئی کہ جندل (پتھر) کو انہوں نے اگر سمجھا

یعنی ہر پہلی امت ہلاک جو ہوئی ہے اسی لئے کہ انہوں نے پتھر کو عود سمجھ لیا مطلب یہ کہ دیکھو ان مدعیان کاذب نے بزرگوں کے ملفوظات اور نکات یاد کر لئے ہیں جس سے یہ بھی کاملین معلوم ہوتے ہیں مگر تم ان میں اور کاملین اصلی میں امتیاز کرو اور ان کو ترک کر کے کاملین اصلی کا اتباع کرو۔ اس لئے کہ پہلی امتیں جس قدر ہلاک ہوئی ہیں وہ اسی لئے ہلاک ہوئی ہیں کہ انہوں نے حق و باطل میں نافع اور مضر میں امتیاز نہ کیا۔ تو اگر تم بھی امتیاز نہ کرو گے تو کہیں تم بھی ہلاک نہ ہو جاؤ اس لئے ہم تم کو روکتے ہیں اور ان کاذبین کے اتباع سے منع کرتے ہیں اب یہاں یہ شبہ ہوا کہ جب ان پہلی امتوں کو دھوکہ ہوا اور وہ سمجھ ہی نہ سکے تو ان کو معذور سمجھنا چاہئے تھا اور معذور سمجھ کر ان کو ہلاک نہ کیا جاتا آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

بود شان تمیز کان مظہر کند	لیک حرص و آز کور و کر کند
ان میں قوت تمیز تھی جو ظاہر کر دیتی ہے	لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے

یعنی ان کو تمیز بھی جو ظاہر کر دیتی لیکن حرص اور لالچ اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کوری کوراں ز رحمت دور نیست	کوری حرص است کان معذور نیست
اندھوں کا اندھاپن رحمت (خداوندی) سے دور نہیں ہے	لالچ کا اندھا پن ہے جو باعث عذر نہیں ہے

یعنی اندھوں کی کوری تو رحمت سے دور نہیں ہے اور جو کوری کہ معذور نہیں ہے وہ کوری حرص ہے مطلب یہ کہ ان لوگوں کو فطرۃً تمیز بین الحق والباطل کی استعداد تھی مگر انہوں نے اس استعداد کو خود خراب کر لیا اور حرص وہوا میں پھنس کر بالکل اندھے اور بہرے بن گئے کہ نہ تو خود دیکھ سکے اور جو کسی دوسرے نے جیسے انبیاء علیہم السلام نے دکھانا چاہا تو ان کے کلام کو سن بھی نہ سکے تو چونکہ اس کوری کو انہوں نے خود اپنے ہاتھوں لیا ہے لہٰذا یہ معذور نہیں ہو سکے اور اس کی مثال ظاہر میں دیکھ لو کہ اگر کوئی شخص قدرۃً اندھا ہو جاوے اس پر تو لوگوں کو ترس آتا ہے اور ہر شخص اس کو ضرر سے بچانے کی فکر میں ہوتا ہے مگر جو کسی کو حرص کی وجہ سے اندھوں کی طرح اپنے ضرر میں جاتے دیکھتے ہیں تو اس پر کسی کو رحم نہیں آتا بلکہ اور غصہ آتا ہے تو اسی طرح اگر ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے فطرۃً بھی استعداد قبول حق اور تمیز بین الحق والباطل کی عطا نہ ہوتی تب تو معذور سمجھے جا سکتے تھے مگر اب تو خود ان ہی کی خطا ہے پھر خود کردہ را علاجے نیست۔ اور ایک مثال ہے کہ۔

چار میخ شہ ز رحمت دور نے	چار میخ حاسدے مغفور نے
بادشاہ کی سزا شفقت سے دور نہیں ہے	حسد کی سزا معافی کے قابل نہیں ہے

یعنی شاہی عقوبت تو رحمت سے دور نہیں ہے اور حاسدی کی عقوبت معاف کی گئی نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر کوئی شخص عقوبت شاہی میں مبتلا ہو اور اس کی وجہ سے اس کو تکلیف ہو تو سب کو اس پر رحم آتا ہے اور اگر کوئی شخص حاسد ہو اور حسد کی وجہ سے اس کو تکلیف ہو تو کسی کو بھی رحم نہیں آتا۔ بلکہ اور غصہ آتا ہے اسی طرح اگر کسی شخص کو حق تعالیٰ ہی کی طرف سے استعداد نہ ملتی وہ تو معذور ہو سکتا تھا مگر ان لوگوں نے تو خود اس استعداد کو خراب کیا ہے لہٰذا بجائے معذور ہونے کے مجرم قرار دیئے جائیں گے اور فرماتے ہیں کہ۔

ماہیا آخر نکو بنگر بہ شست	بدگلوئی چشم آخر بینت بست
اے مچھلی! کانٹے کو اچھی طرح دیکھ لے	حلق کی برائی نے تیری انجام کو دیکھنے والی آنکھ بند کر دی ہے

یعنی اے مچھلی تو آخر شست کو اچھی طرح دیکھ بدگلوئی نے تیری چشم انجام بین کو بند کر دیا ہے۔ (ماہی سے مراد انسان مکلف ہے) مطلب یہ کہ اے انسان مکلف تو جس کام میں لگ رہا ہے اس کو غور سے دیکھ اور سمجھ کہ اس کا انجام کیا ہے۔ کمبخت تیری حرص نے تجھے اندھا کر دیا ہے۔ اس لئے تجھے جال نظر نہیں آتا لہٰذا آنکھ کھول اور جال کو دیکھ کر اس سے بچ اسی کو فرماتے ہیں کہ

با دو دیدہ اول و آخر بہ بیں	ہیں مباش اعور چو ابلیس لعیں
دونوں آنکھوں سے اول اور آخر کو دیکھ لے	خبردار! ملعون شیطان کی طرح کانا نہ بن

یعنی دونوں آنکھوں سے اول اور آخر کو دیکھ ہاں ابلیس لعین کی طرح کانا مت بن۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اعور آں باشد کہ حالے دید و بس	چوں بہائم بے خبر از پیش و پس
کانا وہ ہے جو صرف موجود کو دیکھے	جانوروں کی طرح آگے اور پیچھے سے بے خبر ہو

یعنی کانا تو وہی ہوتا ہے جس نے کہ صرف موجودہ حالت کو دیکھا اور جانوروں کی طرح آگے پیچھے سے بے خبر ہے۔

چوں دو چشم گاؤ در جرم تلف	ہمچو یک چشم ست کش نبود شرف
بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی سزا میں	(انسان کی) ایک آنکھ کی طرح ہیں کیونکہ ان میں شرافت نہیں ہے

یعنی جیسے کہ بیل کی دونوں آنکھیں تلف کے جرم میں بجائے ایک آنکھ کے ہیں کیونکہ اس کو شرف نہیں ہوتا۔

نصف قیمت ارزد آں دو چشم او	کہ دو چشمش راست مسند چشم تو
اس کی وہ دونوں آنکھیں آدھی قیمت کے لائق ہیں	کیونکہ اس کی دونوں آنکھوں کا سہارا تیری آنکھ ہے

یعنی اس کی وہ دونوں آنکھیں نصف قیمت کے برابر ہوتی ہیں کیونکہ اس کی دونوں آنکھوں کے لئے سہارا تیری آنکھ ہے۔

ور کنی یک چشم آدم زادہ	نصف قیمت لازم است از جادۂ
اگر تو انسان کی ایک آنکھ نکال دے	مذہب کی رو سے آدھی قیمت لازم ہے

یعنی اور اگر تو کسی آدمی کی آنکھ پھوڑ دے تو شریعت سے نصف قیمت لازم آوے گی۔

زانکہ چشم آدمی تنہا بخود	بے دو چشم یار کارے می کند
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود	یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے

یعنی اس لئے کہ آدمی کی آنکھ خود مستقلاً بے ساتھی کی دو آنکھوں کے کام کرتی ہے۔

چشم خر چوں اولش بے آخرست	گر دو چشمش یار کارے می کند
کیونکہ انسان کی آنکھ اکیلی خود	یار کی دو آنکھوں کے بغیر کام کرتی ہے
چشم خر چوں اولش بے آخراست	گر دو چشمش ہست حکمش اعوراست
گدھے کی آنکھ کا آغاز چونکہ بغیر انجام (کے دیکھنے کے ہے)	اگرچہ اس کی دونوں آنکھیں ہیں (لیکن) کانے کے حکم میں ہے

یعنی گدھے کی آنکھ جب اس کا اول بے آخر کے ہے تو اگر اس کی دونوں آنکھیں ہوں (تب بھی) وہ حکماً کانا ہی ہے مطلب یہ ہے کہ اے انسان مکلف اپنی دونوں آنکھیں ظاہری اور باطنی کھولو اور موجودہ حالت اور انجام کار دونوں پر نظر کرو۔ ابلیس کی طرح کانے مت ہو جاؤ۔ کیونکہ کانا وہ ہے کہ جو صرف حالت موجودہ پر نظر کرے۔ اور انجام کو نہ دیکھے تو چونکہ ابلیس نے آدم علیہ السلام میں صرف آب و گل پر نظر کی اور ان کے مرتبہ پر نظر نہ کی۔ اس لئے وہ بھی کانا ہی ہوا لہذا تم ایسے کانے مت بنو بلکہ دونوں آنکھوں سے دیکھ کر انجام پر بھی نظر کرو اور دوسری مثال ہے کہ دیکھو بہائم جو کہ انجام بینی سے بے خبر ہوتے ہیں وہ بھی کانے ہی ہیں دلیل اس کی یہ ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مسئلہ ہے کہ اگر کوئی شخص گائے بیل کی دونوں آنکھیں پھوڑ دے تو نصف دیت لازم آتی ہے اور انسان کی ایک آنکھ پھوڑ دے تب بھی نصف دیت لازم آتی ہے تو اس کی دونوں آنکھیں اس کی ایک آنکھ کے برابر ہوئیں اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اپنی دونوں آنکھوں سے بھی بے مدد انسان کے کام نہیں لے سکتا۔ اور انجام کو سوچ کر راستہ نہیں چل سکتا۔ بلکہ جدھر منہ اٹھے گا چل دے گا۔ لہذا اس کی دونوں آنکھیں بمنزلہ ایک کے ہوئیں۔ اور بجائے دوسری آنکھ کے چشم انسان اس کے ساتھ ہے۔ تو بس اسی طرح جب انسان بھی انجام بینی کو ترک کر دے اور صرف حالت موجودہ ہی کو دیکھے تو وہ بہائم کی طرح ہوا اور بہائم باوجود دو آنکھیں ہونے کے کانے ثابت ہو چکے ہیں لہذا اس حالت میں انسان بھی کانا ہی ہوگا تو تم کو چاہئے کہ ایسے کانے نہ بنو بلکہ دونوں آنکھیں کھول کر انجام پر نظر کرو اور حق و باطل میں تمیز کرو۔ اور مولانا نے جو گائے بیل کی آنکھوں میں نصف دیت کی دلیل بیان فرمائی ہے یہ علت نہیں ہے بلکہ محض ایک نکتہ ہے تو پس اب حاصل یہ ہوا کہ تم کو چاہئے کہ انجام بینی اختیار کر کے اپنی حالت میں غور کرو اور پھر حق کو حاصل کر کے باطل پر لات مارو۔ اور حق حاصل ہوتا ہے کسی محقق شیخ کامل کے اتباع سے لہذا اتباع شیخ کرو۔ کہ اسی سے کام بنے گا خوب سمجھ لو۔ آگے پھر قصہ غلام کی طرف رجوع ہے فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایاں ندارد آں خفیف	می نویسد رقعہ در طمع رغیف
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے' وہ بے عقل	روٹی کے لالچ میں رقعہ لکھ رہا ہے

یعنی اس بیان کی تو کہیں انتہا نہیں ہے اور وہ خفیف الحرکات روٹی کی حرص میں خط لکھ رہا ہے۔ مطلب یہ کہ یہ بیان تو ختم نہ ہوگا سلسلہ چلتا ہی رہے گا اور اس کا قصہ رہ جاوے گا۔ لہذا ہم اول اس کے قصہ کو بیان کرتے ہیں۔ آگے قصہ بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: مسیلمہ کذاب نے کہا تھا کہ میں خود احمد یعنی ان کی طرح متبوع ہوں مجھے ان کے اتباع کی ضرورت نہیں اور میں نے دین احمد کو تباہ کر دیا۔ اور بہت سے لوگوں کو اس سے مرتد کر دیا ہے مگر اس سے کہہ دو کہ اکڑ مت اور ابتدا پر مت پھول انجام کو دیکھ یہ تیری تلبیس قائم رہنے والی نہیں ہے۔ دین احمد صلی اللہ علیہ وسلم تو عروج ہی پاوے گا مگر تو خود برباد ہو جائے گا۔ تو جماعت بڑھانے کے لئے رہنما نہ بن بلکہ تو پیچھے چل تاکہ شمع نبوت تیرے آگے آگے چلے اس سے تو بے خطر ہو جاوے گا اور راستہ کے مہالک سے بے تکلف محفوظ رہے گا۔ کیونکہ شمع کی خاصیت ہے کہ وہ چاند کی طرح خود بخود مقصد کو واضح کرتی ہے اور بتلاتی ہے کہ اس طرف دانہ ہے یا جال لگا ہوا ہے۔ یعنی نفع ہے یا ضرر اور چراغ کی خاصیت ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے چار و ناچار باز اور کوے میں امتیاز ہوتا ہے علی ہذا مدعیان کمال کو چاہئے کہ وہ شیخ کا اتباع کریں اور ان کی ہمسری نہ کریں اس سے ان کو فائدہ یہ ہوگا کہ استبداد کے برے نتائج سے محفوظ رہیں گے اور بدوں کاوش کے نفع و ضرر اور خیر و شر پر مطلع ہوں گے اب مدعیان باطل کی قلعی کھولتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگرچہ ان کووں کی طرح حریص مدعیان کمال نے مکر کو رونق دی ہے اور سفید بازوں کی مانند اہل اللہ کی بولی سیکھ کر حقائق و معارف بگھارتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں مگر اس سے وہ اہل اللہ نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں وہ صفات نہیں جو اہل اللہ میں ہوتے ہیں دیکھو اگر مرغ سنگخوار ہدہد کی بولی سیکھ لے تو اس سے وہ ہدہد نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے پاس وہ راز سلیمان کہاں ہے۔ جس کا وہ حامل تھا یعنی وہ پیغام سبا کہاں ہے پس تم کو پابند دام ہوا و ہوس اور اس سے آزاد لوگوں کی آوازوں اور تاج شاہی اور تاج ہدہد میں فرق کرنا چاہئے اور اشتراک اصوات و تیجان فی بعض الصفات سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے دیکھو ان کے پاس کچھ بھی باطنی دولت نہیں بلکہ صرف اتنی بات ہے کہ ان بے حیاؤں نے فقراء و عرفاء کے ملفوظات اور نکتے رٹ رکھے ہیں۔ ہم تم کو ان سے بچنے کی اس لئے ترغیب دیتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے دھوکے میں آ جانا نہایت خطرناک ہے۔ پہلی امتیں جس قدر ہلاک ہوئی ہیں اسی وجہ سے ہوئی ہیں کہ انہوں نے پتھروں کو عود یعنی نااہل کو اہل سمجھ لیا اور ان کا اتباع شروع کر دیا۔ تم کو شاید شبہ ہو کہ جب یہ جرم غلط فہمی سے کیا گیا تو ہلاک کیوں ہوئے اس کا جواب یہ ہے کہ وہ معذور نہ تھے کیونکہ ان کو فطرۃً اس قدر قوت ممیزہ عطا ہوئی تھی کہ وہ انبیا کے کمالات اور مدعیان کمال کے فریب کو ظاہر کر دیتی۔ مگر حرص جاہ و مال وغیرہ کی خاصیت ہے کہ وہ اندھا اور بہرا بنا دیتی ہے نہ حق کو دیکھنے دیتی ہے اور نہ سننے دیتی ہے۔ اس نے ان کو اندھا اور بہرا بنا رکھا تھا اس لئے وہ عفو کے مستحق نہ تھے کیونکہ جو لوگ فطرۃً قوت ممیزہ اور بصیرت نہیں رکھتے وہ بیشک رحمت کے مستحق ہیں۔ مگر جو اندھا پن حرص سے پیدا ہوا ایسا اندھا پن عذر نہیں۔ اور حق سبحانہ کا شکنجہ یعنی فطرۃً قدرت ممیزہ کی کمی تو رحمت حق سے دور نہیں ہے لیکن حسد کا شکنجہ جس میں آدمی باختیار خود پھنستا ہے مستحق معافی نہیں ہے۔ اری مچھلی (مکلف) تو ذرا کانٹے کو بھی غور سے دیکھ لے اور سمجھ لے کہ یہ غذا جس کے حاصل کرنے کے لئے تو جا رہی ہے تیری جان لے کر رہے گی۔ مگر تو دیکھے کیونکر تیری انجام بیں آنکھ کو تیرے چٹور پن نے بند کر رکھا ہے۔ تو اسے چھوڑ اور دونوں آنکھیں کھول اور حالت موجودہ اور انجام دونوں کو دیکھ۔ اور ابلیس ملعون کی طرح کانی نہ بن۔ جو شخص صرف موجودہ حالت پر نظر کرتا ہے اور جانوروں کی طرح آگے پیچھے کی خبر نہیں رکھتا وہ کانا ہے جیسے ابلیس اور اس کے متبعین۔ دیکھو چونکہ بیل کی دو آنکھیں حق وجوب ضمان تلف میں مثل آدمی کے ایک آنکھ کے ہیں (نقلہ القہستانی عن فخر القضاۃ کذا فی الشامیۃ) کیونکہ انہیں شرف استبداد حاصل نہیں جو کہ آدمی کی آنکھ کو ہے اس لئے اس کی دونوں آنکھوں کا معاوضہ اس کی قیمت کا نصف ہے۔ کیونکہ اس کی دونوں آنکھیں راہ بینی میں مستقل نہیں جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں بلکہ ان کا اعتماد آدمی کی آنکھ پر ہے اور وہ محتاج ہیں آدمی کی آنکھ کے (اور وھذا التعلیل صاحب الہدایۃ لوجوب ربع القیمۃ فی فقاعین واحدۃ للبقرۃ والحمار و نحو ھما و قال لانہ انما یمکن اقامۃ العمل بھا باربعۃ اعین و عیناھا عینا المستعمل فکانھا ذوات اعین اربعۃ فیجب الربع بفوات احدھما و مقتضی ھذا التعلیل ان یجب فی العینین نصف القیمۃ کما قال بہ فخر القضاۃ فیمکن ان یکون مولانا رضی اللہ عنہ سلک ھذا المسلک و رجحہ باجتھادہ) اور اگر آدمی کی ایک آنکھ پھوڑ دی جاوے تو بحکم شریعت ایک آنکھ کا معاوضہ نصف قیمت (یعنی دیت) ہوگا کیونکہ آدمی کی آنکھ مستقل بنفسہ ہے۔ اور بدوں معاون کی آنکھوں کے کام کرتی ہے نیز جانوروں کی آنکھیں حالت موجودہ کو دیکھتی ہیں اور انجام کو نہیں دیکھتیں برخلاف آدمی کے اس لئے ان کی دونوں آنکھیں مثل ایک آنکھ کے ہیں۔ اور وہ دو آنکھوں کے باوجود بھی حکم میں کانے کے ہیں۔ (یہ ایک نکتہ ہے نہ کہ علت اس لئے اس کا اطراد ضروری نہیں اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اس تعلیل کا مقتضا تو یہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ سب جانوروں کا حکم ایک ہو۔ حالانکہ ایسا نہیں) خلاصہ یہ ہے کہ گائے بیل اور گدھے کیلئے صرف دو ظاہری آنکھیں ہیں جو انسان کی بمنزلہ ایک ظاہری آنکھ کے ہیں۔ اسلئے وہ انسان کے مقابلہ میں کانے ہیں اور انسان کیلئے دو ظاہری آنکھیں ہیں اور ایک چشم باطنی ہے پس چونکہ اس کی دونوں ظاہری آنکھیں آپس میں تو مقصد میں متحد ہیں اور چشم باطن کے مخالف کیونکہ وہ دونوں اول میں ہیں اور چشم باطن آخر میں۔ اس لئے اس کی دونوں ظاہری آنکھیں حکم میں ایک آنکھ کے ہیں اور دوسری آنکھ اس کی چشم باطن ہے۔ پس جس کی چشم باطن کور ہے وہ کانا ہوگا اس شخص کے مقابلہ میں۔ جس کی دونوں آنکھیں ظاہری و باطنی سالم ہیں۔ خیر یہ گفتگو تو ختم ہی نہ ہوگی اب سنو کہ وہ خفیف الحرکۃ غلام روٹی کی طمع میں عرضی لکھتا ہے۔

شرح شبیری

بقیہ قصہ آں نوشتن غلام رقعہ را بطلب اجرے

روزی کی طلب میں غلام کے رقعہ لکھنے کے قصہ کا بقیہ

رفت پیش از نامہ پیش مطبخی	کاے بخیل از مطبخ شاہ سخی
وہ رقعہ لکھنے سے پہلے داروغۂ مطبخ کے پاس گیا	کہ اے سخی بادشاہ کے مطبخ سے بخل کرنے والے؟

یعنی وہ غلام رقعہ (بھیجنے) سے پہلے داروغۂ باورچی خانہ کے پاس گیا (اور اس سے بولا) کہ اے شاہ سخی کے مطبخ میں بخیل۔

دور از و وز ہمت او کایں قدر	از جرے ام آیدش اندر نظر
اس کی اور اسکی شان سے دور ہے کہ اس قدر	میری روزی پر اس کو دھیان ہو

یعنی اس (بادشاہ) سے اس کی ہمت سے یہ امر بہت بعید ہے کہ میرے وظیفہ میں سے اتنی ہی چیز اس کی نظر میں آوے۔ مطلب یہ کہ اس غلام نے داروغۂ مطبخ سے جا کر کہا کہ ارے یہ سارا تیرا افساد ہے تو ہی بخل کرتا ہے اور تو نے بے حکم شاہی میرا وظیفہ کم کیا ہے ورنہ بادشاہ سلامت سے تو یہ بہت ہی بعید ہے کہ وہ اتنی ذرا سی بات کی طرف نظر کریں کیونکہ کھانے میں انتہائی بات ہے کہ چار پانچ روپیہ صرف ہوتے ہوں گے پھر بادشاہ کو اور چار پانچ روپیہ کی پرواہ ہو ہو نہیں سکتا۔ ضرور اس میں کچھ تیری سازش ہے۔

گفت بہر مصلحت فرمودہ است	نے برائے بخل و نے تنگی دست
اس نے کہا مصلحت کی بناء پر حکم فرمایا ہے	نہ کہ بخل اور تنگدستی کی وجہ سے

یعنی داروغۂ مطبخ نے کہا کہ مصلحت کی وجہ سے (ایسا) حکم دیا ہے۔ نہ بخل اور نہ تنگدستی کی وجہ سے۔

گفت دہلیزیست واللہ ایں سخن	پیش شہ خاکست ہم زر کہن
اس نے کہا خدا کی قسم یہ بات باہری ہے	بادشاہ کے سامنے تو پرانا سونا بھی مٹی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی غلام بولا کہ یہ بات تو واللہ ایک سطحی بات ہے (کیونکہ) بادشاہ کے آگے تو خالص سونا بھی خاک ہے۔ مطلب یہ کہ اس غلام نے کہا کہ میاں مصلحت کا ہونا اور اس وجہ سے میرے وظیفہ میں کمی کرنا یہ تو ایک فضول بات ہے بھلا بادشاہ کو جس کے آگے خزانوں کی بھی کوئی قدر نہیں وہ اتنی ذرا سی بات پر نظر کرے سمجھ میں نہیں آتا۔ ضرور اس میں تمہاری شرارت ہے۔

مطبخی دہ گونہ حجت بر فراشت	او ہمہ رد کرد از حرصے کہ داشت
مطبخ کے داروغہ نے دس دلیلیں اٹھائیں	اس نے اس حرص کی وجہ سے جو اس میں تھی سب کو رد کردیا

یعنی داروغہ مطبخ نے دس طرح پر حجت پیش کی اس نے سب کو رد کر دیا اس حرص کی وجہ سے جو کہ رکھتا تھا۔ مطلب یہ کہ داروغہ مطبخ نے ہر چند چاہا کہ کسی طرح یہ سمجھ جاوے اور مجھ پر الزام نہ رکھے مگر بھلا وہ سمجھنے والا کب تھا اس نے ایک نہ مانی اور داروغہ ہی کی شرارت بتاتا رہا۔

چوں جرے کم آمدش در وقت چاشت	زد بسے تشنیع و او سودے نداشت
ناشتہ کے وقت جب اس کو کم خوراک ملی	اس نے بہت لعن طعن کی کوئی فائدہ نہ ہوا

یعنی جب چاشت کے وقت اس کا ناشتہ کم آیا تو بہت برا بھلا کہا (مگر) کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مطلب یہ کہ چونکہ وہ لوگ تو مامور تھے اس لیے اس کے برا بھلا کہنے سے وہ خلاف ورزی حکم کی نہ کر سکے اور برابر کھانا کم ہی دیتے رہے سو جب چاشت کے وقت ناشتہ بھی اس کو کم ملا تو بہت برا بھلا کہا اور بولا کہ۔

گفت قاصد می کنید اینہا شما	گفت نے کہ بندہ فرمانیم ما
اس نے کہا یہ سب کچھ تم قصداً کرتے ہو	اس نے کہا نہیں ہم حکم کے غلام ہیں

یعنی وہ غلام کہنے لگا کہ تم لوگ یہ باتیں قصداً کرتے ہو تو داروغہ نے کہا کہ نہیں ہم تو حکم کے تابع ہیں۔

ایں مگیر از فرع ایں از اصل گیر	بر کماں کم زن کہ از بازو ست تیر
یہ شاخ کی جانب سے نہ سمجھ جڑ کی جانب سے سمجھ	کمان پر طعنہ زنی نہ کر تیر بازو سے چلا ہے

یعنی اس کو فرع سے مت سمجھو اس کو اصل سے سمجھو کمان پر (طعن) مت مارو کہ تیر بازوں سے ہے۔ مطلب یہ کہ ہماری اور بادشاہ کی مثال تو فرع اور اصل یا کمان اور بازو جیسی ہے۔ تو اس کی کو تم فرع سے یعنی ہماری طرف سے مت سمجھو بلکہ یچ جانو کہ حکم شاہی اسی طرح ہے۔ دیکھو اگر کسی شخص کے تیر لگے اور وہ اس لگنے کا الزام کمان پر رکھے اور اس سے لڑنے لگے تو اس کی سخت غلطی ہے بلکہ تیر جو چلا ہے وہ تو بازو کی وجہ سے چلا ہے لہذا بازو سے کہو جو کہنا ہے اسی طرح خود بادشاہ سے جا کر عرض کرو ہمارے کیوں سر ہوتے ہو یہاں جو کہا ہے کہ "ایں مگیر از فرع الخ" آگے اس سے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ۔

ما رمیت اذ رمیت ابتلا است	بر نبی کم نہ گنہ کاں از خداست
جبکہ تونے پھینکا تونے نہیں پھینکا" آزمائش ہے	نبی پر الزام نہ دھر وہ خدا کی جانب سے ہے

یعنی مارمیت اذرمیت امتحان ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر الزام مت رکھو کیونکہ وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ مطلب یہ کہ حضورؐ نے جو رمی فرمائی تھی اور وہ تمام لشکر کفار میں پہنچ گئی تھی یہ ایک امتحان تھا کہ دیکھیں کون تو حق تعالیٰ کی طرف سے اس کو سمجھتا ہے اور کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منسوب کرتا ہے تو اس رمی کے اصلی رامی تو حق تعالیٰ ہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو محض ایک واسطہ تھے جیسا کہ ظاہر ہے خود ارشاد ہے کہ مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی' غرضکہ جو کام ہو اس میں نظر حق تعالیٰ کی طرف ہونی چاہئے کہ وہی اصل ہیں مخلوق کی طرف جو کہ فرع ہے ہرگز نظر مت کرو۔

آب از سر تیرہ است اے خیرہ چشم	پیشتر بنگر یکے بکشائے چشم
اے اندھے! پانی اصل سے گدلا ہے	آگے کو دیکھ ذرا آنکھ کھول

یعنی پانی منبع ہی سے خراب ہے اے خیرہ چشم تو منبع کو دیکھ ذرا آنکھ کھول۔ مطلب یہ کہ نالوں میں جو پانی آ رہا ہے یہ ایک منبع سے آ رہا ہے اور چونکہ وہیں سے گدلا ہے اس لئے ان نالوں میں بھی گدلا ہی ہے پانی کے گدلا ہونے میں نالوں کا کوئی قصور نہیں ہے لہذا جو کام بھی ہو اس میں نظر کو فروع سے آگے بڑھا کر اصل اور مبدا پر نظر کرنی چاہئے اسی طرح یہاں داروغہ نے کہا کہ ہم تو بندۂ فرمان ہیں ہم کو تو جیسا حکم ملا ہے ویسا کرتے ہیں اس حکم کے ذمہ دار تو حضور بادشاہ سلامت ہیں جو کچھ الزام وغیرہ اگر آ سکتا ہے تو ان ہی پر آ سکتا ہے ہم تو بالکل بری الذمہ ہیں غرضکہ جب اس غلام نے داروغہ کی یہ باتیں سنیں تو بہت جھلایا اور اس جھنجھلاہٹ میں یہ کہا کہ۔

شد ز خشم و غم دروں بقعۂ	سوئے شہ بنوشت خشمیں رقعۂ
غم و غصہ سے وہ گھر میں گیا	غصہ سے بھرا خط بادشاہ کو لکھا

یعنی غصہ اور غم کی وجہ سے ایک کوٹھڑی کے اندر گیا اور بادشاہ کو ایک غصہ کا بھرا ہوا رقعہ لکھا۔

اندراں رقعہ ثنائے شاہ گفت	گوہر جود و ثنائے شاہ سفت
اس نے اس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف کی	بادشاہ کی بخشش اور سخاوت کے موتی پروئے

یعنی اس رقعہ میں بادشاہ کی تعریف لکھی اور بادشاہ کے جود و سخا کے موتی پروئے۔

کائے ز بحر و ابر افزوں کف تو	در قضائے حاجت حاجات جو
اے وہ کہ تیری ہتھیلی سمندر اور ابر سے بڑھی ہوئی ہے	ضرورت پورا کرنے میں ضرورتوں کی جستجو کرنے والا ہے

یعنی کہ اے وہ ذات کہ بحر و ابر سے محتاجوں کی حاجت پوری کرنے میں آپ کا ہاتھ زیادہ ہے۔

زانکہ ابر انچہ دہد گریاں دہد	کف تو خنداں پیاپے خواں دہد
اس لئے کہ ابر جو کچھ دیتا ہے روتے ہوئے دیتا ہے	تیری ہتھیلی مسکراتی ہوئی پے در پے خوان دیتی ہے

یعنی اس لئے کہ ابر تو جو دیتا ہے روتا ہوا دیتا ہے اور آپ کا ہاتھ ہنستا ہوا پے در پے خواں (نعمت) دیتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہر رقعہ اگرچہ مدح بود	بوئے خشم از مدح اثر ہا می نمود
اگرچہ رقعہ بظاہر تعریف تھا	غصہ کی بو تعریف (میں) سے آثار ظاہر کر رہی تھی

یعنی رقعہ ظاہراً تو مدح تھا۔ مگر غصہ کی بو مدح سے بہت سے آثار دکھلا رہی تھی۔ مطلب یہ کہ داروغہ کی باتوں سے جھلا کر اپنی کوٹھڑی میں جہاں رہتا تھا گیا اور وہاں جاکر بادشاہ کو ایک بہت ہی جلا بھنا پرچہ لکھا۔ گو اول اس میں القاب و آداب لکھے اور بادشاہ کی تعریفیں کیں اور خوب ہی خوشامدانہ القاب و آداب لکھے مگر اس مدح میں سے بھی بوئے خشم آ رہی تھی اور صاف معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مدح اور القاب ہرگز دل سے نہیں ہیں بلکہ ان میں غصہ اور حسد وغیرہ پنہاں ہیں کیونکہ کاتب کے مافی الضمیر کا اثر مکتوب میں ضرور آتا ہے۔ جیسا کہ مشاہد ہے آگے مولانا استقلال فرماتے ہیں کہ۔

زاں ہمہ کار تو بے نور ست وزشت	کہ تو دوری دور از نور سرشت
اس لئے تیرے تمام کام بے رونق اور بھدے ہیں	کیونکہ تو فطری نور سے بہت دور ہے

یعنی تیرے سارے کام اسی لئے بے نور اور برے ہیں کہ تو نور ازلی سے بے حد دور ہے۔ مطلب یہ کہ چونکہ تمہارے قلب میں نور نہیں ہے اور تمام کدورات سے تمہارا قلب بھرا ہوا ہے اس لئے تمہارے سارے کام مکدر اور بے نور ہی ہوتے ہیں خواہ تم کتنا ہی اخلاص ظاہر کرو مگر تمہاری اندرونی حالت اور کدورت صاف تمہارے اعمال سے ظاہر ہوتی ہے۔

رونق کار خساں کاسد شود	ہمچو میوہ تازہ زو فاسد شود
کمینوں کے کام کی رونق کھوٹی ہوتی ہے	جس طرح تازہ پھل جلد بگڑ جاتا ہے

یعنی کمینوں کے کام کی رونق بے نور ہوتی ہے جیسے کہ میوہ تازہ کہ جلدی ہی بگڑ جاتا ہے۔

رونق دنیا برآرد زو کساد	زانکہ ہست از عالم کون و فساد
دنیا کی رونق جلد کھوٹ ظاہر کر دیتی ہے	کیونکہ وہ بننے اور بگڑنے والے جہان کی ہے

یعنی دنیا کی رونق اس لئے بے نوری کو نکالتی ہے کہ وہ عالم کون و فساد سے ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ غیر مخلصین کے اعمال بالکل بے رونق اور بے نور ہوتے ہیں کیونکہ ان میں اول ہی سے اخلاص نہیں ہوتا جو بجائے خود ایک بہت بڑا فساد ہے اور اسی سے ساری خرابیاں واقع ہوتی ہیں جیسے کہ تازہ میوہ ہوتا ہے کہ بوجہ مادۂ فساد ہونے کے جلدی ہی بگڑ جاتا ہے اسی طرح بوجہ اخلاص نہ ہونے کے ان اعمال میں بھی رونق نہیں ہوتی اور بالکل بے نور ہوتے ہیں اور کام کرنے میں صاف معلوم ہوتا ہے کہ بالکل بھی اخلاص کا نام نہیں ہے۔ اسی لئے فرماتے ہیں کہ۔

خوش نگردد از مدیح سینہا	چونکہ در مداح باشد کینہا
سینے تعریف سے خوش نہیں ہوتے ہیں	جبکہ تعریف کرنے والے کینے ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس تعریف سے سینے خوش نہیں ہوتے جبکہ مداح میں کینے بھرے ہوں۔ مطلب یہ کہ دیکھو جس طرح اخلاص اور عدم اخلاص کا پتہ لگ جاتا ہے اور جو کام دل سے کیا جاوے اور جو بے دلی سے کیا جاوے ان میں امتیاز ہو جاتا ہے بس اسی طرح اگر کوئی کینہ ور بظاہر مدح بھی کرنے لگے تو اس مدح سے ممدوح کا قلب خوش نہیں ہوتا بلکہ ان کینوں کا اثر صاف اس مدح میں معلوم ہوتا ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

اے دل از کین و کراہت پاک شو	وانگہاں الحمد خواں چالاک شو
اے دل! کینہ اور نفرت سے پاک ہو جا	پھر تعریف کر اور تیز ہو جا

یعنی ارے دل (پہلے) کینوں سے اور کراہت سے تو پاک ہو جا اس وقت الحمد پڑھ اور چالاک ہو۔

بر زباں الحمد و اکراہ دروں	از زباں تلبیس باشد یا فسوں
زبان پر تعریف اور اندر نفرت	زبان کا فریب ہو گا یا مکر

یعنی زباں پر الحمد اور دل میں اکراہ یا تو زباں سے دھوکہ دینا ہے یا کوئی فسون ہے۔ مطلب یہ کہ مولانا عابد اور قاری قرآن کو خطاب فرماتے ہیں کہ میاں تم جو الحمد پڑھ رہے ہو اور تمہارا دل اندر سے گھبرا رہا ہے اور دل نہیں چاہتا تو ایسے وقت الحمد پڑھنے سے بجائے ثواب کے شاید اور الٹا عذاب ہو تو اول اس اکراہ وغیرہ کو قلب سے صاف کرو اور قلب کو ان رذائل سے پاک کرو پھر الحمد پڑھو تب وہ کام کی ہوگی ورنہ صرف زباں سے پڑھنا تو ایسا ہے کہ جیسے کوئی کسی کو دھوکہ دیتا ہے یا کوئی عمل وغیرہ پڑھا کرتے ہیں کہ اس وقت حمد حق منظور نہیں ہوتی بلکہ صرف اس کا وہ خاص اثر جو عمل سے مقصود ہے منظور ہوتا ہے مگر اس وقت تو تم تلاوت کر رہے ہو اور مقصود حمد حق ہے پھر جب دل میں تو اکراہ بھرا ہوا ہے تو وہ حمد کہاں رہی صرف زبانی جمع خرچ ہو گیا۔ لہذا الحمد پڑھتے ہو تو دل سے پڑھو اور جی لگا کرتا کہ کارآمد بھی ہو۔ کیونکہ حق تعالیٰ تو دل کو دیکھتے ہیں ان کے یہاں صرف ظاہر کا عمل معتبر نہیں ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

وانگہاں گفتہ خدا کہ ننگرم	من بظاہر من بباطن ناظرم
تب ہی خدا نے فرمایا ہے کہ میں نہیں دیکھتا ہوں	ظاہر کو میں باطن کو دیکھنے والا ہوں

یعنی اور پھر حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں ظاہر کو نہیں دیکھتا میں باطن کو دیکھتا ہوں۔ مطلب یہ کہ اول تو خود بھی حق تعالیٰ کے سامنے ایسا کرنا عقل سلیم کے خلاف ہے کیونکہ خدا کے ساتھ دھوکہ کرنے کو تو کوئی بھی اچھا نہیں کہہ سکتا اور پھر اوپر سے ایک اور بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ ظاہر کو دیکھتے نہیں صرف باطن پر نظر فرماتے ہیں اور تمہارے باطن کی یہ حالت ہے کہ اس میں اخلاص کا کہیں نام ونشان نہیں ہے۔ صرف زبان ہی سے کلمات حمد نکل رہے ہیں تو بتاؤ کہ پھر بھلا کس طرح تمہارا عمل قبول ہو سکتا ہے۔ جبکہ خود تمہارا عمل ہی تمہارے عدم اخلاص کی گواہی دے رہا ہے تو اسی طرح اس غلام نے جو رقعہ لکھا اور اس میں شروع میں بادشاہ کی جو تعریفیں کیں صاف اس کی ناگواری اور غصہ ٹپک رہا تھا آگے ایک حکایت لاتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص عراق گیا جب وطن واپس آیا تو بہت بری حالت ہو رہی تھی پھٹے کپڑے ٹوٹے ہوئے جوتے غرض ایک عجیب ہیئت کذائی سے وطن تشریف لائے تو دوستوں نے عزیزو

اقارب نے سفر کے حالات دریافت کئے تو آپ فرمانے لگے کہ وہاں جب میں پہنچا تو میں مقرب شاہی ہو گیا۔ اور میری بادشاہ نے بے حد تعظیم و تکریم کی اور بے حد انعامات دیئے اور خلعتیں مرحمت کیں مگر اس کی ظاہری حالت اس کے کذب پر پوری طرح دلالت کر رہی تھی اور معلوم ہو رہا تھا کہ یہ ساری باتیں غلط ہیں۔ تو جس طرح اس کی حالت بالکل صاف طور پر اس کے کذب پر دلالت کر رہی تھی اسی طرح غیر مخلص کی حمد بھی اس کے عدم اخلاص پر پوری طرح دلالت کرتی ہے اور صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ تمام حمد و نعت دل سے نہیں ہے لہذا زبان کے ساتھ دل کو بھی شریک کرنا ضروری ہے تا کہ وہ عمل مقبول ہو سکے خوب سمجھ لو آگے حکایت بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح:۔ قبل اس کے کہ وہ درخواست لکھے داروغہ مطبخ کے پاس گیا اور کہا کہ اے وہ شخص جو بادشاہ کے باورچی خانہ کے متعلق بخل کرتا ہے حاشا کہ بادشاہ اور اس کی ہمت عالی ایسی ہوں کہ ان کی نظر میں میری ذرا سی خوراک آئے اور وہ اس کے کم کرنے کا حکم دیں پس ضرور یہ خود آپ کی کارروائی ہے اس نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے کہ بادشاہ کی نظر میں اس کی کچھ وقعت نہیں مگر اس نے مصلحۃً یہ حکم دیا ہے نہ کہ بخل یا تنگدستی کے سبب۔ اس نے کہا کہ یہ محض آپ کی بناوٹ ہے۔ بادشاہ کے نزدیک تو سونا بھی خاک کی برابر ہے وہ ہرگز ایسا حکم نہیں دے سکتا داروغہ مطبخ نے متعدد دلائل پیش کئے مگر اس نے اپنی حرص کے سبب ایک کو بھی تسلیم نہ کیا۔ اور سب کو رد کر دیا جب چاشت کے وقت اس کو خوراک کم ملی تو اس نے اس وقت بھی بہت برا بھلا کہا۔ مگر اس کا بھی کچھ نتیجہ نہ نکلا۔ اس نے کہا کہ آپ لوگ بقصد و ارادہ خود ایسا کرتے ہیں۔ داروغہ نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ ہم کو حکم ملا ہے اور ہم اس کی تعمیل کرتے ہیں اس کو آپ ہم متبعین کا قصور نہ سمجھیں۔ بلکہ اس کا منشا اصل بادشاہ ہیں اور ہم کو ملامت نہ کیجئے بلکہ جو کچھ کہنا ہو بادشاہ کو کہئے۔ ہماری تو ایسی مثال ہے جیسے تیر اور بادشاہ کی ایسی جیسے بازو۔ پس تیر کو نہ مارے کیونکہ یہ تو بازو کا مقسور ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ رمی جو مارمیت اذ رمیت میں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے ان سے سلب کی گئی یہ ایک آزمائش ہے کہ دیکھیں کون اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سمجھتا ہے اور کون خدا کی طرف سے۔ پس تم کو اس رمی میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قصور نہ بتلانا چاہئے جس طرح اس غلام نے داروغہ مطبخ کو قصوروار ٹھہرایا ہے۔ کیونکہ یہ فعل خدا کی طرف سے ہے۔ جس طرح کہ غلام کا وظیفہ بند کرنا بادشاہ کی طرف سے تھا اور یہ پانی اپنے منبع ہی سے گدلا نکلا ہے اس میں نہر کا قصور نہیں پس اپنی نظر کو نہر ہی تک محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ ذرا آنکھ کھولنی چاہئے۔ اور نظر کو آگے بڑھانا چاہئے اس مضمون استطرادی کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب اس نے داروغہ مطبخ کی یہ گفتگو سنی تو غم و غصہ میں بھرا ہوا مکان پر گیا اور بادشاہ کو ایک غضب آلود رقعہ لکھا۔ اس رقعہ میں اولاً اس نے بادشاہ کی تعریف کی اور بادشاہ کی تعریف اور اس کے سخاوت کے موتی پروئے۔ اور لکھا کہ اے بادشاہ جس کا ہاتھ طالب حاجت کی حاجت برآری میں سمندر اور ابر سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ ابر جو کچھ دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے رد کر دیتا ہے اور آپ کا ہاتھ ہنستا ہوا پیہم خوان نعمت سامنے رکھتا ہے۔ غلام کا مقولہ تو ختم ہو گیا اب مولانا فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ رقعہ سراپا تعریف تھا۔ مگر اس تعریف سے غصہ کے آثار ظاہر ہوتے تھے۔ اس مضمون سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے کام اسی لئے بے رونق اور برے ہیں کہ تم نور باطن سے بہت دور اور ذلیل ہو اور قاعدہ ہے کہ ذلیل اور بے نور لوگوں کے افعال کی رونق بہت جلد بے رونقی سے مبدل ہو جاتی ہے۔ جس طرح کہ تازہ میوہ بہت جلد بگڑ جاتا ہے کیونکہ جس طرح اس میوہ کے اندر مادہ فساد موجود ہوتا ہے اور آخر میں اپنا رنگ لاتا ہے یوں ہی ان میں بھی مادۂ فساد موجود ہوتا ہے اور اپنا اثر دکھلاتا ہے علیٰ ہذا رونق دنیا بھی بہت جلد مبدل بہ بے رونقی ہو جاتی ہے کیونکہ وہ عالم کون وفساد ہے اور ایک روز اس کا بگڑنا لازم ہے۔ اب مولانا پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو وہ رقعہ بظاہر تعریف تھا لیکن چونکہ منشاء اس کا غصہ تھا اس لئے اس سے بادشاہ کو کوئی خوشی حاصل نہ ہو سکتی تھی کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب تعریف کرنے والے کے دل میں عداوت ہو تو اس تعریف سے جی خوش نہیں ہو سکتا اب پھر انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب یہ اصول معلوم ہو گیا تو اے دل اول تجھے اس کینہ اور نفرت کو دور کرنا چاہئے جو تجھے حق سبحانہ اور اس کے افعال سے ہے اس کے بعد الحمد پڑھ اور چست ہو ورنہ زبان پر تو الحمد ہو اور دل میں نفرت تو یہ تو یا زبان کا دھوکہ دینا ہے یا اس کا مسخر ہے۔ جس کا حق سبحانہ پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ وہ کہہ بھی چکا ہے کہ ہم ظاہر کو نہیں دیکھتے بلکہ دل کو دیکھتے ہیں اور پر ہم نے کہا تھا کہ محض زبانی تعریف جب تک وہ دل سے نہ نکلے کوئی شے نہیں اس مضمون کے مناسب اب ہم ایک حکایت سناتے ہیں۔

شرح شبیری

حکایت آں مداح از جہت ناموس شکر ممدوح می کرد و بوئے اندوہ وغم اندرون او از خلاقت دلق او ظاہر می نمود کہ آں شکر ہا ہمہ لافست و دروغ

اس تعریف کرنے والے کی حکایت جو آبرو کی خاطر ممدوح کا شکریہ ادا کرتا تھا اور اس کے باطنی رنج و غم کی بو اس کی گدڑی کے پرانے ہونے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی تھی کہ وہ تمام شکریئے شیخی اور جھوٹ ہیں

آں یکے با دلق آمد از عراق	باز پرسیدند یاران از فراق
ایک شخص عراق سے گدڑی پہنے ہوئے آیا	دوستوں نے جدائی (کے دور) کا حال دریافت کیا

یعنی وہ ایک شخص گدڑی باز عراق سے واپس آیا تو دوستوں نے (زمانہ) فراق کے حالات دریافت کئے یعنی لوگوں نے پوچھا کہ کہو جی سفر میں کیا کیا گزری کس کس طرح رہے۔

گفت آرے بد فراق الاسفر	بود بر من بس مبارک مژدہ ور
اس نے کہا ہاں جدائی تو تھی لیکن سفر	میرے لئے بہت مبارک اور خوشخبری دینے والا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہنے لگا کہ ہاں فراق تو تھا مگر سفر میرے لئے تو بڑا مبارک خوشخبری والا تھا۔ مطلب یہ کہ آپ نے جواب دیا کہ سفر میں صرف ایک امر تو شاق تھا کہ سب سے جدائی تھی بس اس کا تو غم رہتا تھا ورنہ یہ سفر تو میرے لئے بڑا مبارک سفر تھا اس لئے کہ۔

کہ خلیفہ داد دہ خلعت مرا	کہ قرینش باد صد مدح و ثنا
کیونکہ خلیفہ نے دس شاہی جوڑے مجھے عطا کئے	خدا کے سینکڑوں مدح و ثنا اس کی ساتھی بنیں

یعنی کہ خلیفہ نے مجھے دسیوں خلعتیں عطا فرمائیں سینکڑوں مدح وثنا اس کی ساتھی رہے۔

شکر ہاؤ حمد ہا برمے شمرد	تا کہ شکر از حد و اندازہ ببرد
شکریے اور تعریفیں شمار کرتا تھا	حتیٰ کہ شکر حد اور اندازے سے بڑھا دیا

یعنی شکریے اور تعریفیں کرتا رہا یہاں تک کہ شکر کو حد اور اندازہ سے گزار دیا۔ مطلب یہ کہ کہنے لگا کہ میں جو عراق میں پہنچا تو خلیفہ نے مجھے دسیوں تو خلعتیں عطا فرمائیں اور بے حد انعامات عطا کئے اور بڑی عزت ومنزلت کی اور وہ ایسے ہیں اور ایسے ہیں غرض حد سے زیادہ خلیفہ کی تعریف شروع کردی۔ کہ اس نے مجھے یوں انعام دیئے اور یوں خلعتیں عطا کیں۔

پس بگفتندش کہ احوال نژند	بر دروغ تو گواہی می دہند
تو لوگوں نے اس سے کہا کہ تیرے خراب احوال	تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہے ہیں

یعنی اس پر لوگوں نے اس سے کہا کہ گدڑی کی حالت تو تیرے جھوٹ پر گواہی دے رہی ہے۔

تن برہنہ سر برہنہ سوختہ	شکر را دزدیدہ یا آموختہ
بدن ننگا سر ننگا جلا بھنا	تو نے شکر کو چرایا ہے یا سیکھا ہے

یعنی بدن ننگا سر ننگا جلا بھنا تو شکر تو چرالیا ہے یا سیکھ لیا ہے۔

کو نشان شکر و حمد میر تو	بر سر و بر پائے بے توقیر تو
تیرے امیر کے شکر اور تعریف کا نشان کہاں ہے؟	تیرے بے توقیر سر اور پاؤں پر

یعنی تیرے سر اور پائے بے توقیر پر تیرے ممدوح اور حمد کا نشان کہاں ہے۔

گر زبانت حمد آں شہ می تند	ہفت اندامت شکایت میکند
اگر تیری زبان اس بادشاہ کی تعریف کرتی ہے	تیرے ساتوں اعضاء شکایت کر رہے ہیں

یعنی اگر تیری زبان اس بادشاہ کی حمد کرتی ہے تو تیرے ساتوں اعضاء تیرے جسم کی شکایت کرتے ہیں۔

در سخائے آں شہ و سلطان جود	مر ترا کفشے و شلوارے نبود
اس سخاوت کے بادشاہ اور سلطان کی بخشش میں	تیرے لئے جوتا اور شلوار نہ تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس بادشاہ اور سلطان جود کی سخا میں تیرے لئے ایک جوتہ اور ایک پاجامہ نہیں تھا۔ مطلب یہ کہ اس کی باتیں سن کر لوگوں نے کہا کہ میاں تمہاری حالت تو کہ سر ننگے پاؤں وہاں سے آئے ہو تم کو جھوٹا ثابت کر رہی ہے کیونکہ جیسے تم اپنے ممدوح کی تعریف کر رہے ہو اس کا اثر بھی تو کچھ تمہارے اعضاء پر ہونا چاہئے کہ عمدہ عمدہ لباس ہوتے ان خلعتوں میں سے کوئی خلعت پہنے ہوئے ہوتے اب تو تیری زبان تو تعریف کر رہی ہے مگر اور سارے اعضاء انکار کر رہے ہیں بھلا ایسا بھی کیا تھا کہ خزانہ شاہی میں تیرے لئے ایک جوڑا جوتہ اور ایک پائجامہ نہیں تھا کہ جو تجھے دیدیتے۔ اور تو ان کو پہن لیتا۔ تو چیتھڑے لگا کر یہاں نہ آتا مطلب یہ کہ وہاں تو یہ سب چیزیں ہیں مگر حضرت بادشاہ تک تمہاری رسائی ہی نہیں ہوئی ہے اور یہ تمہارے سارے شکریے اور حمد ایسے ہیں جیسے کہ تم نے سبق پڑھ لیا ہے کہ بس آموختہ سا پڑھ دیا ورنہ حقیقت ان کی کچھ بھی نہیں اس کو سن کر وہ بات بناتا ہے کہ۔

گفت من ایثار کردم انچہ داد	میر تقصیرے نکرد از افتقاد
اس نے کہا جو کچھ اس نے دیا میں نے خیرات کر دیا	بادشاہ نے دلجوئی میں کوئی کمی نہیں کی

یعنی کہنے لگا کہ جو کچھ بادشاہ سلامت نے عطا کیا تھا میں نے سب لٹا دیا ورنہ بادشاہ نے خبر گیری میں کمی نہیں کی۔

بستدم جملہ عطا ہا از امیر	بخش کردم بر یتیم و بر فقیر
میں نے بادشاہ سے سب عطیات لے لئے	میں نے یتیم اور فقیر کو بخش دیئے

یعنی میں نے تمام انعامات بادشاہ سے تو لے لئے (مگر) یتیموں اور فقیروں کو بخش دیے۔

مال دادم بستدم عمر دراز	در جزا زیرا کہ بودم پاکباز
میں نے مال دے کر دراز عمر خرید لی	بدلے میں، کیونکہ میں پاکباز ہوں

یعنی میں نے مال تو دیدیا اور بدلے میں عمر دراز لے لی۔ کیونکہ میں ایک پاکباز شخص تھا۔ مطلب یہ کہ ان لوگوں کی باتیں سن کر بولے کہ ہاں بے شک مجھ پر اب تو کوئی اثر نہیں رہا اور میری یہ حالت ہوگئی مگر اس سے یہ نہیں لازم آتا کہ بادشاہ نے انعامات نہیں کئے بلکہ بادشاہ نے تو انعامات کئے تھے مگر چونکہ میں بھی خود سخی تھا (بلکہ بادشاہ سے بھی زیادہ سخی تھے) اس لئے بادشاہ سے لے کر میں نے فقیروں مسکینوں کو بخش دیئے۔ اپنے پاس نہیں رکھے اور بجائے مال و زر کے ان سے دعائیں لے لیں۔ کہ جب ان کو مال ملا تو انہوں نے درازی عمر و ترقی درجات کی دعائیں دیں اس کو سن کر ان لوگوں نے جواب دیا کہ۔

پس بگفتندش مبارک مال رفت	چیست اندر باطنت ایں دود و تفت
تو انہوں نے کہا مبارک ہو مال چلا گیا	یہ دھواں اور شورش تیرے اندر کیسی ہے؟

یعنی پھر اس سے لوگوں نے کہا کہ مبارک ہو کہ مال گیا (مگر) آپ کے باطن میں یہ تیز دھواں کیا ہے۔

صد کراہت در دروں تو چو خار	کے بود اندہ نشاں انتشار
تیرے اندر سینکڑوں ناگواریاں کانٹے کی طرح ہیں	غم، بشارت حاصل کرنے کی نشانی کب ہوتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی سینکڑوں کراہتیں تیرے اندر کانٹے کی طرح بھری ہوئی ہیں تو غم بشاشت کی نشانی کب ہوتا ہے۔

کو نشان عشق و ایثار و رضا	گر درست است انچہ گفتی مامضیٰ
عشق اور ایثار اور رضا کا نشان کہاں ہے؟	اگر وہ قصہ سچا ہے جو تو نے سنایا ہے

یعنی عشق اور ایثار اور رضا کی نشانی کہاں ہے اگر جو تم مامضی (قصہ) کو بیان کر رہے ہو وہ سچ ہے۔

خود گرفتم مال گم شد میل کو	سیل اگر بگذشت جائے سیل کو
میں نے مانا مال چلا گیا (خیرات کرنے کا) میلان کہاں ہے؟	سیلاب اگر گزر گیا ہے، سیلاب کی جگہ کہاں ہے؟

یعنی میں نے مان لیا کہ مال جاتا ہے (مگر) میل کہاں ہے سیل اگر گزر گیا تو جائے سیل کہاں ہے۔

چشم تو گر بد سیاہ و جانفزا	گر نماند او جانفزا ارزق چرا
اگر تیری آنکھ کالی اور جانفزا تھی	اگر وہ جانفزا نہیں رہی تو نیلی کیوں ہے؟

یعنی اگر تیری آنکھ سیاہ اور جانفزا تھی اگر جانفزا نہیں رہی تو کرنجی کیوں ہوگئی۔

کو نشاں پاکبازی اے ترش	بوئے لاف کژ ہمی آید خمش
اے ترشرو! پاکبازی کا نشان کہاں ہے؟	بیہودہ شیخی کی بو آ رہی ہے، چپ رہ

یعنی اے ترش (رو) پاکبازی کی نشانی کہاں ہے۔بس چپ رہ فضول شیخی کی بو آ رہی ہے۔

صد نشاں باشد دروں ایثار را	صد علامت ہست نیکو کار را
باطن میں ایثار کے سینکڑوں نشان ہوتے ہیں	نکوکار کی سینکڑوں علامتیں ہیں

یعنی ایثار کے لئے تو قلب میں سینکڑوں نشانیاں ہوتی ہیں اور نیکو کار کے لئے سو علامتیں ہوتی ہیں۔

مال در ایثار گر گردو تلف	در دروں صد زندگی آید خلف
ایثار کرنے میں اگر مال ختم ہو جائے	(بدلہ میں) باطن میں سینکڑوں زندگیاں آ جاتی ہیں

یعنی مال اگر ایثار میں تلف ہو جاوے تو بدلے میں سینکڑوں زندگی باطن میں آ جاتی ہیں۔

در زمین حق زراعت کردنے	تخمہائے پاک و آنگہ دخل نے
اللہ (تعالیٰ) کی زمین میں کھیتی کرنا	بیج پاک، اور پھر پیداوار نہ ہو؟

یعنی حق تعالیٰ کی زمین میں زراعت کرنا اور تخم عمدہ اور آمدنی نہ ہو (محال ہے)

گر نگردد زرع جاں یک دانہ صد	صحن ارض اللہ واسع کے بود
اگر جان کی کھیتی میں ایک دانہ سو نہ بنیں	(تو) اللہ (تعالیٰ) کی زمین کی فضا وسیع کب نہ ہو

یعنی اگر روحانی کھیتی میں ایک دانہ کے سو دانے نہ ہوں۔تو حق تعالیٰ کی زمین کا صحن واسع کب ہو۔مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جب اس نے بہت شیخی بگھاری کہ مجھے یوں خلعت وغیرہ ملی تھیں مگر میں چونکہ ایک سخی شخص تھا میں نے سب تقسیم کردیں اس لئے میرے پاس کچھ نہ رہا۔ اور میں مفلس کا مفلس ہی رہ گیا۔ تو لوگوں نے اس سے کہا کہ میاں اس طرح مال کا خرچ کردینا اور خیرات کردینا تو مبارک ہو اور خداوند کریم ہمیشہ اس کی توفیق دے مگر یہ تو بتاؤ کہ یہ خیرات کر کے اور کسی کو چیز دیکر تو دل میں خوشی اور بشاشت ہوتی ہے اور ایثار و خیرات سے تو حب حق قلب میں جاگزیں ہوتی ہے اور اگرچہ مال پاس نہیں ہوتا مگر فرحت ایسی ہوتی ہے کہ وہ مال کی موجودگی میں بھی شاید نہ ہوتی۔ اس لئے خدا کی راہ میں خرچ کرنا تو قرب حق اور حب حق کو زیادہ کرتا ہے۔ پھر اس کے سامنے مال و دولت ظاہری کیا چیز ہیں جب دل میں حب حق ہو اس کی فرحت بے حد ہوتی ہے تو ہم نے مانا کہ مال تو نہ رہا مگر ایثار کا جو اثر فرحت ہے وہ تو ہونا چاہیے کہ مثلاً کسی جگہ پانی کی رو آوے تو پھر اگر وہاں رو موجود نہ رہے مگر اس کا نشان اور اثر تو موجود رہتا ہے علی ہذا اگر مثلاً جوانی میں کسی کی آنکھ بہت ہی دلربا اور نفیس ہو اور بڑھاپے میں وہ دلربائی اس میں نہ رہے تو یہ بھی تو نہیں کہ کرنجی ہو جاوے ہاں وہ دلربائی نہ سہی وہ ادائیں نہ سہی مگر پتلی سیاہ تو رہے اسی طرح مال نہیں رہا تو اس کا اثر تو رہے اس لئے کہ مشاہد ہے کہ اگر کسی کو احسان کے طور پر مال دیا جاتا ہے معطی کو بے حد فرحت ہوتی ہے پھر تجھے غم کیوں ہے معلوم ہوتا ہے کہ ساری باتیں تیری شیخی پر مبنی ہیں نہ تجھے کچھ ملا ہے اور نہ تو نے کسی کو کچھ دیا ہے۔ بھلا خدا کی زمین میں کوئی زراعت کرے اور بیج بھی عمدہ ہو اور پھر اس سے آمدنی نہ ہو اور ایک دانہ کے سو دانے نہ ہوں یہ کب ممکن ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں وارض اللہ واسعہ جس کے معنی اعتبار کے طور پر یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ارض سے مراد قلب مومن لیا جاوے تو بھلا قلب میں کھیتی کی جاوے کہ ایثار اور سخاوت کی جاوے اور اعمال حسنہ اس میں تخم ہوں اور پھر اس کا اثر نہ ہو کیسے مان لیا جاوے کیونکہ وہ تو ارض واسعہ ہے پھر اس میں تو ایک ایک دانہ کے سو سو گنا ضروری ہیں اور تیرے اندر سو تو سو ایک بھی موجود نہیں لہذا بس چپ رہو اور بیہودہ مت بکو کہ فضول ہے معلوم ہو گیا کہ آپ کی ساری باتیں غلط ہیں تو دیکھو جس طرح اس کی باتوں سے اور بادشاہ کی تعریف کرنے سے بس صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ جھوٹا ہے اسی طرح اگر حمد حق کی جاوے اور قلب میں کراہت بھری ہوئی ہو تو اس کا بھی کوئی اثر معتد بہ نہیں ہوتا اگرچہ بیکار وہ بھی نہ ہو۔ مگر پوری پوری کار آمد نہیں ہے جیسا کہ ظاہر ہے آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں کہ۔

اصل ارض اللہ قلب عارفست	لا مکانست و ندارد فوق و پست
اللہ (تعالیٰ) کی زمین کی اصل عارف کا دل ہے	جو لامکان ہے اور بلندی و پستی نہیں رکھتا ہے

یعنی اصل خدا کی زمین تو عارف کا قلب ہے جو لامکانی ہے اور اوپر نیچے نہیں رکھتا۔ (قلب سے مراد یہ قلب صنوبری نہیں ہے بلکہ وہ مراد ہے جو لطائف میں سے ہے تو)۔

گر نروید خوشہ از روضات ہو	پس چہ واسع باشد ارض اللہ بگو
اگر اللہ (تعالیٰ) کے باغوں سے کوئی خوشہ نہ پیدا ہو	تو بتا اللہ (تعالیٰ) کی زمین کیا وسیع ہوئی؟

یعنی اگر غیب کے باغوں میں سے خوشہ نہ اگے اللہ کی زمین بتاؤ تو کیا واسع ہوئی۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وارض اللہ واسعہ اور اصل خدا کی زمین قلب عارف ہے جو لامکانی ہے تو اگر اس میں خوشے نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جمیں اور غیب کے باغوں سے اس میں پھل نہ لگیں تو بھلا پھر خدا کی زمین واسع کہاں ہوئی۔ اور حق تعالیٰ واسع فرماتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اگر اس میں کوئی کھیتی کریگا تو ضرور اس میں آمدنی ہوگی اور پھل پھول لگیں گے اس لئے کہ۔

چونکہ ایں ارض فنا بے ریع نیست	چوں بود ارض اللہ آں متوسع است
جبکہ یہ فانی زمین بغیر پیداوار کے نہیں ہے	تو اللہ (تعالیٰ) کی زمین کا کیا حال ہوگا' وہ بہت وسیع ہے

یعنی جبکہ یہ زمین فانی بے پیداوار کے نہیں ہے تو وہ خدا کی زمین جو وسیع ہے کیونکہ (بے پیداوار کے) ہوگی (بلکہ)

ریع آنرا نے حدو نے عد بود	کمتریں دانہ دھد ھفصد بود
اس کی پیداوار کی حد و شمار نہیں ہے	معمولی دانہ ڈالے تو سات سو ہو جائیں

یعنی اس کی آمدنی کی نہ کوئی حد ہے اور نہ گنتی ہے گھٹیا سے گھٹیا دانہ دے اور سات سو ہو جاویں مطلب یہ کہ جب اس زمین فانی میں کاشت کرنے سے آمدنی ہوتی ہے اور ایک ایک دانہ سے بہت سے دانے اگتے ہیں تو بھلا زمین حق یعنی قلب میں کوئی کاشت کرے اور اعمال صالحہ کا بیج ڈالے اور پھر آمدنی نہ ہو غیر ممکن ہے ضرور آمدنی ہوگی بلکہ اس کی آمدنی تو ایسی ہوگی کہ جس کی کچھ انتہا ہی نہیں بے انتہا آمدنی ہے جو عمل صالح کی بادی النظر میں چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے جزا کے اعتبار سے بہت بڑا ہے ہاں اخلاص ضروری ہے اگر اخلاص نہیں ہے تب تو شرط ہی موجود نہیں اور اذا فات الشرط فات المشروط۔ تو عدم اخلاص کے وقت میں اگر نہ ملے تو تعجب نہیں ہے آگے غیر مخلصین کو خطاب فرماتے ہیں کہ۔

حمد گفتی کو نشان حامدوں	نے بروںت ھست اثر نے اندروں
تو نے تعریف کی تعریف کرنے والوں کی علامت کہاں ہے؟	نہ تیرے اندر اثر ہے نہ باہر

یعنی (اے غیر مخلص) تو نے حمد (حق) کہی تو حمد کرنے والوں کی نشانی کہاں ہے نہ تو تیرے ظاہر پر اثر ہے اور نہ باطن میں مطلب یہ کہ اے مخلص تو حمد حق کر رہا ہے مگر اس کا اثر نہ تو تیرے ظاہر اعضاء پر ہے کہ ان کے افعال موافق حکم حق کے ہوتے اور نہ باطن میں اس کا اثر ہے کہ تقویٰ وغیرہ ہوتا غرضکہ جب اثر نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ تیرے تخم ہی میں خرابی تھی اور وہ خرابی عدم اخلاص تھی اسی وجہ سے اس تخم سے پیداوار نہیں ہوئی آگے عارف اور مخلص کی حمد کی حالت کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

حمد عارف مر خدارا راست است	کہ گواہ حمد او شد پاؤ دست
عارف کی حمد' اللہ (تعالیٰ) کے لئے درست ہے	کیونکہ ہاتھ پاؤں اس کی تعریف کے گواہ بن گئے ہیں

یعنی عارف کی حمد حق درست ہے کہ اس کی حمد کے ہاتھ پاؤں گواہ ہیں۔

از چہ تاریک جسمش بر کشید	وز تنگ زندان دنیا اش خرید
اندھیرے کنویں سے اس کے جسم کو نکال لیا	اور دنیا کے قید خانہ کی گہرائی سے اس کو نجات دیدی

یعنی اس حمد نے اس عارف کے جسم کو چاہ تاریک سے نکالا اور زندان دنیا سے اس کو خرید لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اطلس تقوی و نور موتلف	آیت حمدست او را بر کتف
تقوے کا اطلس اور مانوس نور	اس کے کندھے پر تعریف کرنے کی نشانی ہے

یعنی تقویٰ کا اطلس اور نور مجتمع اس کی حمد کی نشانی ہیں کندھے پر۔

وارہیدہ از جہاں عاریہ	ساکن گلزار و عین جاریہ
چند روزہ دنیا سے وہ نجات پا گیا	وہ باغیچہ اور جاری چشمہ کا ساکن ہے

یعنی وہ عارف جہاں مستعار سے چھوٹا ہوا ہے اور گلزار اور چشمہ جاری کا رہنے والا ہے۔

برسریر سرعالی ہمتش	مجلس و جاؤ مقام ورتبتش
اس کی ہمت بلند راز کے تخت پر ہے	وہ اس کی مجلس اور وجہ اور مقام اور مرتبہ ہے

یعنی اس کی مجلس اور جگہ اور مقام اور رتبہ اس کے عالی ہمت قلب کے تخت پر ہوتی ہیں۔

مقعد صدقیکہ صدیقاں درو	جملہ سرسبزند و شاد و تازہ رو
وہ سچائی کی ایسی نشست گاہ ہے کہ صدیق اس میں	سب خوشحال اور خوش اور تازہ رو ہیں

یعنی وہ مقعد صدق کہ اس میں صدیقین سارے سرسبز اور شاد اور تازہ رو رہتے ہیں۔

حمد شان چوں حمد گلشن از بہار	صد نشانے دارد صد گیرو دار
رونق کی جگہ سے ان کی حمد گلشن کی حمد جیسی ہے	سینکڑوں نشان اور سینکڑوں نشان و شوکت رکھتی ہے

یعنی ان کی حمد ایسی ہے جیسی کہ گلشن کی حمد بہار کے ذریعہ سے کہ سو نشانیاں رکھتی ہے اور سو شور وغل۔

بر بہارش چشمہ و نخل و گیاہ	واں گلستان و نگارستان گواہ
اس کی رونق پر چشمہ اور کھجور اور گھاس	اور وہ باغ اور نگارخانہ گواہ ہے

یعنی اس کی بہار پر چشمہ اور نخل اور گھاس اور وہ گلستان اور نگارستان گواہ ہیں۔

شاہد شاہد ہزاران ہر طرف	در گواہی ہمچو گوہر بر صدف
ہر جانب ہزاروں گواہ موجود ہیں	گواہی میں ایسے ہیں جیسے کہ صدف میں موتی

یعنی گواہ کے گواہ بلبلیں ہر طرف ہیں جو گواہی میں مثل گوہر کے ہیں صدف پر۔ مطلب یہ کہ جو عارفین و مخلصین ہوتے ہیں وہ جو حمد حق کرتے ہیں تو ان کی حمد کی نشانیاں صاف طور پر پائی جاتی ہیں مثلاً ان کے اعضاء ظاہری سے مرضی حق کے مطابق افعال کا صدور اور دنیا سے الگ رہنا تقویٰ کا حاصل ہونا اس دنیا فانی سے قطع تعلق کر کے جہان باقی اور گلزار معارف میں قیام کرنا اور انکا رتبہ اور جگہ اور قیام قلب کے تخت پر ہونا یعنی قلب پر ان کا حاکم ہونا اور مقعد صدق میں جو کہ صدیقین کی جگہ ہے ان کی جگہ ہونا تو یہ ساری باتیں ان کی حمد کے بار آور اور مثمر ہونے پر ایسے گواہ ہیں جیسے کہ گلشن کی حمد

www.besturdubooks.wordpress.com

پر بہار گواہ ہوتی ہے کہ اس میں چشموں کا چلنا نخل و گیاہ کا جمنا پھول پھلواری اگنا بتا رہا ہے کہ گلشن حمد میں مشغول ہے اور پھر ان گواہوں پر گواہ بلبلیں ہیں کہ ان کے چہچہانے سے معلوم ہوتا ہے پھول کھل رہے ہیں جب تو یہ بھی بول رہی ہیں غرضکہ عرفاء اور مخلصین کی حمد بار آور ہوتی ہے اور اس پر جزاء مرتب ہوتی ہے کہ جس کا اثر ظاہر میں بھی صاف معلوم ہوتا ہے آگے پھر ان لوگوں کا قول نقل کرتے ہیں کہ جب اس شیخی باز نے شاہ عراق کے کرام وغیرہ کا حال بہت زیادہ بیان کیا اور اس کی حالت سے اس کا کذب معلوم ہو رہا تھا جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے تو اب وہ لوگ اس سے پھر کہتے ہیں کہ۔

بوئے سربد بیاید از دمت	از سرور و تابدائے لافی غمت
تیرے سانس میں سے لہسن کی بدبو آتی ہے	اے شیخی خورے! سر اور چہرے سے تیرا غم چمک رہا ہے

یعنی ارے شیخی باز تیری باتوں سے سربد کی بو آ رہی ہے اور تیرے سر اور منہ سے تیرا غم چمک رہا ہے۔

بو شناسانند حاذق در مصاف	تو بجلدی ہائے وہو کم کن گزاف
میدان جنگ میں ماہر بو سونگھنے والے ہیں	تو بہادری کے نعروں سے شیخی نہ مار

یعنی صف میں کامل بو کے پہچاننے والے موجود ہیں تو تو جلدی سے ہائے وہو اور شیخی مت کر۔ مطلب یہ کہ لوگوں نے کہا کہ میاں کیوں فضول شیخی بگھارتے ہو تمہاری حالت سے صریح معلوم ہو رہا ہے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو اور تمہارے اندر غم والم بھرا پڑا ہے شاید تمہارا یہ خیال ہوگا کہ میں سب کو بہکا لوں گا۔ تو سمجھ لو کہ اس مجمع میں عقلاء ایسے ایسے موجود ہیں کہ جو تمہاری حالت کو خوب پہچان سکتے ہیں تو انہوں نے پہچان لیا ہے کہ تم جھوٹے ہو اور بولے کہ۔

تو ملاف از مشک کان بوئے پیاز	از دم تو می کند مکشوف راز
تو مشک کی گپ نہ مار کیونکہ پیاز کی بدبو	تیرے سانس سے راز ظاہر کر رہی ہے

یعنی تو مشک سے شیخی مت مار کہ پیاز کی بو تیرے سانس سے راز کو کھول رہی ہے یعنی تو جو کہہ رہا ہے کہ میں نے مشک کھائی ہے یہ کہنا تیرا فضول ہے اس لئے کہ سانس کے ساتھ جو منہ میں سے پیاز کی بدبو چلی آ رہی ہے وہ تم کو کاذب بتا رہی ہے۔

گلشکر خوردم ہمی گوئی و بو	می زند از سیر کہ یا وہ مگو
تو کہتا ہے میں نے گلقند کھایا ہے اور بو	لہسن کی پھیلی ہے بکواس نہ کر

یعنی تو کہتا ہے کہ میں نے گلشکر کھائی ہے اور بو سیر کی آ رہی ہے تو بس بک بک مت کر مطلب یہ کہ اے شیخی باز تو جو کہہ رہا ہے کہ میں نے حمد حق کی ہے اور اس میں اخلاص تھا اور یوں عبادت کرتا ہوں وغیرہ وغیرہ تو سمجھ لے کہ عرفاء ایسے بھی موجود ہیں جو تیری چالاکیوں کو خوب جانتے ہیں اور وہ فوراً تیری باتوں ہی سے سمجھ لیتے ہیں کہ تو جھوٹا ہے اس لئے کہ اگر تو حمد حق کرتا تو کیا اس کا کوئی اثر بھی تیرے اندر موجود نہ ہوتا اس کے اثرات جو اوپر بیان کئے گئے ہیں تقویٰ وغیرہ کا ہونا جب یہ نہیں ہیں تو معلوم ہو گیا کہ تیری حمد کام ہی کی نہ تھی۔ جس کو عرفاء نے پہچان لیا آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

ہست دل مانندۂ خانہ کلاں	خانۂ دل را نہاں ہمسائگاں
دل بڑے گھر کے مشابہ ہے دل بڑے گھر کے مشابہ ہے	دل کے گھر کے چھپے ہوئے پڑوسی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دل ایک بڑے گھر کی طرح ہے اور خانہ دل کے ہمسائے پوشیدہ ہیں۔

از شکاف و روزن و دیوارہا	مطلع گردند بر اسرار ہا
روشن دان اور دیواروں کے شگاف سے	رازوں سے واقف ہو جاتے ہیں

یعنی دیواروں سے اور شگاف سے اور روزن سے اسرار پر مطلع ہو جاتے ہیں۔

از شگافے کہ ندارد ہیچ وہم	صاحب خانہ ندارد ہیچ سہم
اس شگاف سے جس کو کوئی وہم (بھی) نہیں جانتا ہے	(جس سے) گھر والے کو کوئی خطرہ نہیں ہے

یعنی ایسے شگاف سے کہ گھر والے کو وہم اور خوف بھی نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ دل ایک بڑے گھر کی طرح ہے اور اس کے ہمسائے پوشیدہ ہیں یعنی اہل اللہ کہ بظاہر تو الگ ہیں مگر جس طرح کہ ہمسایہ کو صاحب خانہ کے اکثر حالات کی خبر ہو جاتی ہے اسی طرح ان حضرات کو بھی اسرار قلوب پر بعض مرتبہ آگاہی خدا کے آگاہ کر دینے سے ہو جاتی ہے اور ہمسایہ جو صاحب خانہ کے حالات کو دیکھتا ہے تو کسی روزن وغیرہ ہی سے دیکھتا ہے اسی طرح ان کے دیکھنے کے لئے بھی روزن ہیں مگر وہ روزن ایسے ہیں کہ ان کی کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ یہ حضرات ان روزنوں کے ذریعہ سے اس طرح اسرار قلوب پر مطلع ہو جاتے ہیں کہ خود صاحب خانہ کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ کہ کدھر سے کس نے میرے گھر میں جھانک لیا اسی لئے کہا ہے کہ۔

پیش اہل دل نگہدارید دل تا نباشید از گماں بد خجل

اور حدیث میں ہے کہ اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله او کماقال آگے اس کی تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ۔

از بنے برخواں کہ دیو و قوم او	میبرند از حال انسی خفیہ بو
قرآن میں پڑھ لے کہ شیطان اور اس کی ذریت	انسان کی حالت کو پوشیدہ طور پر سونگھ لیتی ہے

یعنی قرآن شریف سے پڑھو کہ شیطان اور اس کی قوم انسان کی حالت سے چپکے ہی چپکے بولے جاتے ہیں۔

از رہے کہ انس ازاں آگاہ نیست	زانکہ زیں محسوس وزیں اشباہ نیست
اس راستہ سے جس سے انسان واقف نہیں ہے	کیونکہ ان محسوسات اور ان صورتوں میں سے نہیں ہے

یعنی اس راہ سے کہ انسان اس سے آگاہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ راہ ان محسوسات میں سے اور ان امثال سے نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو قرآن شریف میں حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ انه يراكم هو وقبيله من حيث لا ترونهم تو جب شیاطین اس طرح اسرار قلوب پر مطلع ہو جاتے ہیں کہ انسان کو خبر بھی نہیں ہوتی تو اگر عارفین اور مقبولان حق کو حق تعالیٰ کے اطلاع کر دینے سے اطلاع ہو جاوے تو کیا عجب ہے لہٰذا اے مدعی کاذب تجھے چاہئے کہ۔

درمیان ناقداں زرقے متن	بامحک اے قلب دوں لافے مزن
پرکھنے والوں میں مکاری نہ کر	اے کمینے کھوٹے! کسوٹی سے گپ نہ مار

یعنی پرکھنے والوں کے درمیان میں مکر کومت تن اور اے کمینے کھوٹے کسوٹی کے آگے شیخی مت مار (کیونکہ)

مرمحک را راہ بود در نقد و قلب	کہ خدا لیش کرد امیر جسم و قلب
کسوٹی کے لئے کھرے اور کھوٹے میں راہ ہوتی ہے	کیونکہ خدا نے اس کو جسم اور دل کا حاکم بنایا ہے

یعنی کسوٹی (عارف) کو کھرے کھوٹے میں راہ ہوتی ہے کہ خدا نے اس کو جسم وقلب کا امیر بنایا ہے مطلب یہ کہ کاملین کے سامنے شیخی مارنا بالکل فضول ہے اس لئے کہ یہ کھرے کھوٹے کو خوب پہچانتے ہیں تمہاری فضول کی باتوں سے اور شیخی سے ان کو دھوکہ نہیں ہوسکتا۔ یہ پہچان لیں گے اور پھر مفت میں تمہاری رسوائی ہوگی لہٰذا جو سچی بات ہے اور اصلی حالت ہے اسی کو ان حضرات کے سامنے پیش کردو۔ مکر وتلبیس سے کام مت لو۔ کہ ان کے آگے کچھ نہ چلے گی۔

چوں شیاطین باغلیظہائے خویش	واقف انداز سرما و فکر و کیش
جبکہ شیاطین اپنی گندگیوں کے باوجود	ہمارے راز اور فکر اور مذہب سے واقف ہیں

یعنی جبکہ شیاطین باوجود اپنی غلیظی کے ہمارے اسرار اور افکار اور مذہب پر واقف ہوتے ہیں۔

مسلکے دارند در دیدہ دروں	ماز دزدیہائے ایشان سرنگوں
وہ باطن میں پوشیدہ راستہ رکھتے ہیں	ہم ان کی چوریوں کی وجہ سے اوندھے ہیں

یعنی وہ اندر ہی اندر پوشیدہ ایک راستہ رکھتے ہیں کہ ہم ان کی چوریوں کی وجہ سے سرنگوں ہوتے ہیں۔

دمبدم خبط و زیاں شان میرسد	رنج مے بینند زاں جاں و جسد
ہر گھڑی خبط اور نقصان پہنچتا ہے	اس سے روح اور جسم تکلیف پاتا ہے

یعنی ہر گھڑی ان کا نقصان اور خبط پہنچ رہا ہے کہ اس کی وجہ سے جسم و روح رنج دیکھتے ہیں۔

دمبدم خبط و زیانے می کنند	صاحب نقب و شگاف و روزنند
ہر گھڑی خبط اور نقصان کرتے ہیں	وہ کھڑکی کے سوراخ اور شگاف کے مالک ہیں

یعنی ہر گھڑی ایک خبط اور نقصان کرتے ہیں کہ وہ صاحب نقب و شگاف و روزن ہیں۔

پس چرا جانہائے روشن در جہاں	بے خبر باشند از حال نہاں
تو پھر روشن جانیں دنیا میں کیوں	پوشیدہ حال سے بے خبر ہوں گی؟

یعنی پھر ارواح روشن جہاں میں حال نہاں سے کیوں بے خبر ہوں گے۔

در سرایت کمتر از دیواں شدند	روحہا کہ خیمہ بر گردوں زدند
کیا سرایت کرنے میں شیطانوں سے کم ہوگئیں	وہ روحیں جنہوں نے آسمان پر خیمہ لگایا ہے؟

یعنی وہ ارواح جو کہ آسمان پر خیمہ لگادیں وہ سرایت میں شیاطین سے کم ہوگئیں۔ مطلب یہ کہ دیکھو ابھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر قرآن شریف سے معلوم ہو چکا ہے کہ شیاطین اسرار وقلوب پر آگاہ ہوتے ہیں اور اس طرح ان کو اسرار کی خبر ہو جاتی ہے کہ حضرت انسان کو ان کے خبر ہونے کی بھی خبر نہیں ہوتی اور پھر اس خبر ہونے سے انسان کو کیسے کیسے نقصان پہنچتے ہیں۔ کہ نقصان روحانی بھی ہوتے ہیں اور جسمانی بھی ہوتے ہیں تو بھلا جب شیاطین مطلع ہو سکیں تو وہ ارواح مقدسہ جو منور بنور اللہ ہیں کیوں مطلع نہ ہوں گی۔ ضرور مطلع ہو سکتی ہیں۔ اگر چہ کسی خاص وجہ سے مطلع نہ ہوں لیکن اطلاع ہو جانا بعید نہیں ہے۔ مطلع ہو سکتے ہیں لہذا اس کا یہ اثر ضروری ہے کہ ان کے آگے تلبیس مت کرو کہ ممکن ہے کہ تمہارے ان حالات پر ان کو حق تعالیٰ مطلع فرمادیں تو اس وقت تمہاری کیسی بے عزتی ہوگی لہذا تم پہلے سے کیوں نہ سچ بولو اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ حضرات اولیاء اللہ عالم الغیب ہوتے ہیں اور مولانا اس کے قائل ہیں۔ حاشا وکلا بلکہ مطلب صرف اس قدر ہے کہ ان حضرات میں حق تعالیٰ نے استعداد ایسی رکھی ہے کہ یہ مطلع ہو سکتے ہیں اور مطلع بھی حق تعالیٰ کے مطلع کرنے سے ہوں گے تو اس کا یہ اثر کہ کسی امر میں تلبیس نہ کرے ضروری ہے اس لئے کہ یہ تو خبر نہیں ہے کہ فلاں امر میں تو مطلع ہو جاویں گے اور فلاں میں نہیں۔ بلکہ ہر امر میں وجود وعدم مساوی درجہ میں ہیں لہذا ہر بات میں خوف کرتا ہے اور بچتا ہے خوب سمجھ لو۔ آگے فرماتے ہیں کہ

دیو دزدانہ سوئے گردوں شود	از شہاب محرق او مطعون شود
شیطان چوروں کی طرح آسمان کی جانب جاتا ہے	جلانے والے شہاب سے اس پر نیزہ لگتا ہے

یعنی دیو چوروں کی طرح آسمان کی طرف جاتا ہے تو شہاب جلا دینے والے سے وہ مارا جاتا ہے۔

سرنگوں از چرخ زیر افتد چناں	کہ شقی در جنگ از زخم سناں
آسمان سے ایسا اوندھا ہو کر نیچے گرتا ہے	جس طرح بدبخت جنگ میں نیزے کے زخم سے

یعنی وہ شیطان آسمان سے ایسا اوندھا نیچے کو گرتا ہے جیسا کہ کافر لڑائی میں بھالے کے زخم سے

آں ز رشک روحہائے دل پسند	از فلک شان سرنگوں می افگنند
محبوب روحوں کے رشک کی وجہ سے	ان کو آسمان سے اوندھا پھینک دیتے ہیں

یعنی وہ روحہائے دل پسند کی غیرت کی وجہ سے ان کو فلک سے سرنگوں پھینک دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ شیاطین جب آسمان پر چوری کرنے جاتے ہیں تو ان کو وہاں سے مار کر گرا دیا جاتا ہے یہ اسی لئے کہ ملائک کو غیرت آتی ہے کہ جو اسرار کہ ارواح مقدسہ کا حصہ ہیں۔ وہ ان اشقیا کو کیوں دیا جاوے۔ لہذا وہ سرنگوں نیچے کو پھینک دیتے ہیں تو پھر جب باوجود اس قدر شقاوت کے اور اس طرح پھینکے جانے کے بھی یہ مطلع ہو جاتے ہیں تو ارواح مقدسہ کیوں مطلع نہ ہو سکیں گی خوب سمجھ لو کہ یہاں مولانا کو صرف یہ مقصود ہے کہ حضرات اہل اللہ اسرار وقلوب پر مطلع ہو سکتے ہیں۔ باقی یہ کہ آیا ہر وقت یا ہر شخص مطلع ہو سکتا ہے یہ ہرگز مقصود نہیں ہے اس لئے کہ خود مولانا کے کلام سے جابجا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کے قائل نہیں ہیں اور پھر شریعت بھی اس کے قائل ہونے کی اجازت نہیں دیتی۔ لہذا یہ ہرگز مقصود نہیں کہ جس طرح شیاطین مطلع ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ حضرات بھی مطلع ہو جاتے ہیں اور ان کا کشف بھی اختیاری ہے بلکہ تشبیہ صرف اس امر میں ہے کہ یہ بھی مطلع ہو سکتے ہیں جبکہ اور جس کو خداوند تعالیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلع فرمادے خوب سمجھ لو پہلے بھی لکھا گیا ہے اور یہاں پھر لکھا جاتا ہے کہ مثنوی شریف سے تصوف کے مسائل نکالنا سخت غلطی ہے اس سے مسائل ثابت نہیں ہوتے بلکہ اس کے دیکھنے والے کو چاہئے کہ اول مسائل تصوف کے محققین سے معلوم کرے اس کے بعد مثنوی کو ان پر منطبق کردے۔ سب سے اول شریعت ہے کہ جو امر اس کے خلاف ہوگا اگر اس کی کوئی تاویل نہ ہوسکے گی تو اس کو چھوڑ دیں گے اور شریعت کو لیں گے اسی طرح اگر کہیں اس میں فن کے خلاف کوئی بات ہوگی تو اس کے مضمون کو فن کے مسائل پر منطبق کیا جاوے گا اور اس میں تاویل کی جاوے گی اور یہاں تو تاویل بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ مولانا کا یہ مقصود ہرگز نہیں ہے کیونکہ وہ یہ تو نہیں فرماتے کہ تمام اسرار پر مطلع ہو جاتے ہیں اور ہر وقت مطلع ہو جاتے ہیں اور سب اہل اللہ مطلع ہو جاتے ہیں بلکہ وہ تو صرف اس قدر فرماتے ہیں کہ اہل اللہ اسرار پر مطلع ہو جاتے ہیں لہٰذا ان کے سامنے تلبیس مت کرو یہاں استبعاد ہوا کہ وہ کس طرح مطلع ہو جاتے ہیں تو اس استبعاد کو اس طرح دور فرمایا کہ میاں جب شیاطین تک مطلع ہو جاتے ہیں تو اگر اہل اللہ بھی مطلع ہو جاویں تو کیا عجب ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ کسی بات سے بھی یہ نہیں نکلتا کہ مولانا اہل اللہ میں سے کسی کے بھی عالم غیب ہونے کے قائل ہیں خوب سمجھ لو۔ دھوکہ نہ ہو آگے فرماتے ہیں کہ۔

تو اگر شلی و لنگ و کور و کر	ایں گماں بر روحہائے مہ مبر
اگر تو لنجا اور لنگڑا اور اندھا اور بہرا ہے	تو بزرگ روحوں پر ایسا گمان نہ کر

یعنی تو اگر لنگڑا لنجا بہرا اندھا ہے تو ارواح مقدسہ پر یہ گمان مت لے جا۔

شرم دار و لاف کم زن جان مکن	کہ بسے جاسوس ہست آں سوئے تن
شرم کر اور شیخی نہ مار ہلاک نہ ہو	کیونکہ جسم کے ادھر بہت سے جاسوس ہیں

یعنی شرم کر اور شیخی مت مار اور جان کنی مت کر کہ بہت سے جاسوس تن سے اس طرف ہیں۔ مطلب یہ کہ اگر تم کو اسرار پر اطلاع نہیں ہوتی اور تم اس سے بالکل بے بہرہ ہو تو اولیاء اللہ کو اپنا جیسا کیوں سمجھتے ہو کہ جیسے ہمیں معلوم نہیں ہوسکتا ان کو بھی معلوم نہ ہوگا۔ کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
تجھے چاہئے کہ ان کے آگے شیخی نہ مارے اور شرم کرے اور اس معلوم ہو جانے میں استبعاد ہی کیا ہے دیکھو طبیبان ظاہری جسم کے اندرونی حالات کو صرف نبض دیکھ کر یا صورت دیکھ کر معلوم کر لیتے ہیں۔ تو جب ان کو جسم کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں تو اگر ان حضرات کو قلب کے حالات معلوم ہو جاویں تو کیا عجب ہے خوب سمجھ لو آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: یعنی ایک دلق پوش عراق سے آیا۔ دوستوں نے زمانۂ مفارقت کی حالت پوچھی اس نے کہا کہ جدائی تو بیشک تھی مگر یہ سفر میرے لئے نہایت مبارک اور خوشخبری والا تھا کیونکہ بادشاہ نے مجھے دس خلعت دیئے ہیں خدا اسے مدح وثنا سے مقترن رکھے۔ غرض کہ اس نے اس کا شکر کیا اور تعریفیں کیں۔ یہاں تک کہ اس نے شکر اور تعریفوں کو حد سے بڑھا دیا۔ لوگوں نے کہا کہ آپ تو اس قدر شکر اور تعریفیں کرتے ہیں مگر آپ کی تباہ حالت جھوٹ پر گواہی دیتی ہے کیونکہ بدن پر تمہارے کپڑا نہیں سر پر تمہارے ٹوپی تک نہیں جلے بھنے ہوئے ہو ایسی حالت میں یہ شکر یا تو تم نے کسی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

چرایا ہے یا سیکھا ہے ذرا آپ اپنے سر پر یا پاؤں پر اپنے آقا کی شکر اور تعریف کی نشانی تو دکھایئے کہاں ہے۔ اگر تمہاری زباں بادشاہ کی تعریف کرتی ہے تو تمہارا کل جسم اس کی بزبان حال شکایت کرتا ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ اتنا سخی اور کریم بادشاہ تم پر سخاوت کرے اور نہ تمہارے پاؤں میں جوتہ ہے اور نہ ٹانگوں میں ازار۔ پس معلوم ہوا کہ آپ کا بیان محض غلط ہے اس نے جواب دیا کہ میری خستگی کا باعث یہ ہے کہ جو کچھ مجھے ملا تھا میں دوسروں کو دے چکا ہوں بادشاہ نے اپنی عنایت سے دینے میں کمی نہیں کی ہے بلکہ میں نے بادشاہ سے لے کر یتیموں اور فقیروں کو بانٹ دیا ہے اور میں نے مال دیکر اس کے معاوضہ میں عمر ابد لے لی ہے کیونکہ میں ایک پارسا شخص ہوں لہذا یہی میرے لئے زیبا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ مال کا جانا تو مبارک ہو مگر یہ تو فرمایئے کہ آپ کے اندر یہ غم کا تیر اور گرم دھواں کیسا ہے آپ کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکنے والی سینکڑوں ناخوشیاں ہیں اور ایثار کے لئے بشاشت لازم ہے اور غم بشاشت کی نشانی ہو نہیں سکتا۔ تو کیسے کہا جاوے کہ آپ کو خوشی ہے اور جب خوشی نہیں تو کیسے مانا جاوے کہ آپ نے وہ تمام مال تقسیم کر دیا۔ جو کچھ آپ نے گذشتہ واقعہ کی نسبت بیان کیا ہے اگر وہ فی الحقیقت صحیح ہے تو عشق و رضا جو کہ منشاء پاکبازی ہیں ان کی نشانی اور اثر دکھلایئے کہاں ہے مال کو تو میں نے مان لیا کہ وہ تقسیم کرنے سے گم ہو گیا۔ مگر محبت الٰہی جو اس کا منشاء ہے وہ کہاں ہے اور اگر سیلاب گزر گیا ہے تو اس کا مقام کہاں ہے جس سے سیلاب کا پتہ چل سکے اور اگر تمہاری آنکھ سیاہ اور جانفزا تھی اور اب وہ جانفزا نہ رہی تو نہ سہی لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ کنجی کیوں ہے غرض کہ جب کسی شے کی بابت کوئی دعویٰ کیا جاتا ہے ایسی حالت میں اگر اس شے کے آثار و نشانات نہ موجود ہوں یا اس کی ضد کے نشانات موجود ہوں تو وہ قابل تسلیم نہیں ہوتا۔ پس آپ دکھلایئے کہ پاکبازی کی آپ کے اندر کون سی نشانی ہے۔ پس خاموش رہئے۔ آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غلط ڈینگیں مارتے ہیں۔ جناب آپ نے دو دعوے کئے ہیں ایک ایثار کا اور ایک پاکبازی کا۔ ایثار کی بھی سینکڑوں علامتیں ہیں اور پارسا کی بھی اور ان دونوں کی نشانیوں میں سے آپ میں کوئی نشانی بھی نہیں پائی جاتی۔ پھر آپ کے دعووں کو سچا کیونکر مان لیا جاوے۔ سنئے اگر ایثار کرنے میں مال ضائع ہوتا ہے تو باطن میں سینکڑوں قسم کی زندگیاں اس کی جگہ پیدا ہو جاتی ہیں یعنی سینکڑوں ایسے کمالات باطنی حاصل ہوتے ہیں جن میں سے ہر ایک کو ایک حیات مستقل کہا جا سکتا ہے بھلا خدا کی زمین میں کوئی عمدہ بیج بوئے اور پیداوار نہ ہو اس کے معنی کیا ہیں جو کھیتی جان میں کی جاتی ہے اور اس میں نیکیوں کا بیج بویا جاتا ہے اگر اس میں ایک دانہ کے سو دانے اور ایک نیکی کے سو ثمرے نہ ہوں تو پھر خدا کی زمین وسیع کیونکر ہوگی۔

فائدہ:۔ اس میں اشارہ ہے آیۂ کریمہ وارض اللہ واسعۃ کی طرف۔ گو اس آیۃ میں نہ زمین سے مراد روح یا دل ہے اور نہ وسعت سے وسعت معنوی۔ بلکہ یہاں تو ظاہری ہی معنی مراد ہیں۔ مگر مولانا نے اعتبار کے طور پر ارض سے قلب یا روح مراد لی اور وسعت سے کثرت انبات) یہاں تک تو سائلوں کی گفتگو تھی اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ زمین معروف تو خدا کی زمین ہی ہے اس میں تو کلام ہی نہیں مگر اصل خدا کی زمین قلب عارف ہے جو اس متعارف زمین سے جداگانہ ہے کیونکہ یہ مکان ہے وہ لامکان اور اس میں بلندی و پستی ہے اس میں بلندی و پستی نہیں۔ پس جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ اصل خدا کی زمین قلب عارف ہے تو لازم ہے کہ اس کے باغات یعنی صفات محمودہ حق سبحانہ کے باغات ہوں۔ پس اگر خدا کے ان باغوں میں خوشہائے ثمرات محمودہ نہ پیدا ہوں تو تمہیں بتاؤ خدا کی زمین وسیع کیسے ہوگی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حالانکہ اس کو زمین کی بہ نسبت زیادہ واسع ہونا چاہئے کیونکہ حق سبحانہ اپنی زمین کو واسع فرما رہے ہیں اور ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ زمین ارض اللہ ہی ہے مگر اصل ارض اللہ قلب عارف ہے تو وہ بالا ولیٰ واسع ہوگی۔ اور جبکہ یہ ارض فانی بے خبر نہیں تو خدا کی زمین جو اس سے زیادہ وسیع ہے۔ بنجر کیسے ہوگی جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ اس کی پیداوار بے انتہا اور بے شمار ہے اور معمولی دانہ نیکی بوؤ تو اس کے سات سو ثمرات محمودہ پیدا ہوتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ دانہ اچھا اور جمنے کے قابل ہو۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ جب دل میں نیکی کا بیج بویا جاتا ہے تو اس سے سینکڑوں ثمرات محمودہ روح و قلب کے اندر پیدا ہوتے ہیں۔

تو اے ناقص ہم تجھ سے پوچھتے ہیں کہ تو خدا کی تعریف تو کرتا ہے مگر حامدین کی نشانی یعنی آثار محمودہ تجھ میں کہاں ہیں۔ ہم تو دیکھتے ہیں کہ نہ تیرے دل میں کوئی اثر ہے نہ ظاہر میں پس معلوم ہوا کہ تیری تعریف کا بیج اچھا نہیں۔ اور وہ تعریف باقاعدہ نہیں۔ برخلاف عرفاء کے کہ یہ جو کچھ خدا کی تعریف کرتے ہیں وہ باقاعدہ ہوتی ہے کیونکہ ان کے اجزاء بدن ان کی تعریف کی باقاعدہ ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ تعریف ان کے جسم کے اندھیرے کنویں سے نکالتی ہے اور اس دنیا کے جیل خانہ سے رہائی دیتی ہے اور تقویٰ اور اس نور کا اطلس جو کہ اس کے ساتھ مجتمع اور ان کے رگ و ریشہ میں مخلوط ہو کر ان کے ظاہر جسم پر ظاہر ہوتا ہے ان کے شانہ پر ان کے حمد کی علامت ہوتا ہے یعنی ان کی دنیا سے بے تعلقی ہوا و ہوس سے تجرد تقویٰ اللہ اور نور حق سبحانہ یہ سب دلائل ہیں ان کے خلوص حمد کے۔ یہ لوگ اس جہان فانی سے آزاد اور گلزار معارف و حقائق اور ان کے جاری چشموں میں رہتے ہیں اور ان کی نشست گاہ اور جگہ اور مقام اور رتبہ قلب عالی ہمت کے تخت پر ہوتے ہیں یعنی یہ قلب کے بادشاہ ہوتے ہیں اور اس پر ان کا تسلط ہوتا ہے اور ان کا مقام وہ اعلےٰ مقام ہوتا ہے جس میں صدیق لوگ سرسبز اور شادکام اور ہشاش بشاش رہتے ہیں۔

فائدہ:۔ قولہ مقعد صدقیکہ الخ مقعد صدق کے اندر ولی محمد نے دو احتمال بیان کئے ہیں اول یہ کہ خبر ہو رتجش کی جو بیت سابق میں واقع ہے۔ دوسرے یہ کہ صفت ہو سریر کی احتمال اول تو ایک درجہ میں صحیح ہے۔ مگر احتمال ثانی غلط ہے کیونکہ اگر مقعد صدق سریر کی صفت ہوگا تو لازم آئے گا کہ اسم ظرف صفت ہو حالانکہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہاں بدل یا بیان ہوسکتا ہے مگر اس وقت یہ خرابی ہے کہ تقدیر عبارت یہ ہوگی بر مقعد صدقیکہ صدیقان در وشاد اند ولا یخفی مخالفتہ میرے نزدیک مقعد صدق خبر ہے مبتدا محذوف کی اے مقعد او مقعد صدقیست کہ الخ فتدبر) ان کی حمد خدا ایسی ہوتی ہے جیسے گلشن کی حمد خدا بہار کے ذریعہ سے کہ اس کی سینکڑوں نشانیاں اور شان و شوکت موجود ہیں کیونکہ اس کی بہار پر جو کہ اس کی حمد ہے۔ چشمے' درخت' نباتات پھولوں کے تختے اور مزین باغیچے گواہ ہیں اور صرف یہی نہیں کہ اس کی حمد پر گواہ ہی موجود ہوں بلکہ ان گواہوں کے گواہ بھی ہیں اور وہ گواہوں کے گواہ ہر طرف سینکڑوں بلبلیں ہیں یعنی یہ سب اپنی گواہی میں ایسی ہی سچی ہیں جیسے موتی صدف پر گواہی دیتے ہیں۔

فائدہ:۔ اس تقریر سے معلوم ہوا کہ شاہد شاہد ترکیب اضافی ہے نہ کہ توصیفی اور شاہد ثانی کے معنی گواہ کے ہیں۔ نہ کہ حاضر یا مشاہدہ کرنے والا محبوب۔ اور ہزاراں کے معنی عندلیباں ہے نہ کہ عدد علو کمالھم المحشون) یہاں تک عارفین کی حالت بیان کر کے پھر گفتگو کا رخ بدلتے ہیں اور مدعی ناقص کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اے شیخیاں مارنے والے مدعی گو تیری حالت ظاہری عرفاء کے مشابہ ہے مگر تیری گفتگو سے تیری بدباطنی کی بو آتی ہے اور تیرے چہرہ سے تیرا غم جھلکتا ہے تو یہ نہ سمجھنا کہ میں اپنی گفتگو سے

www.besturdubooks.wordpress.com

سب کو دھوکہ دے لوں گا۔ کیونکہ اس معرکہ میں ایسے ماہر لوگ بھی موجود ہیں جو بو کو پہچانتے ہیں پس جلدی سے فضول ہائے و ہوت کر اور جوش و خروش مت دکھلا۔ اور تو مشک کھانے کا دعویٰ نہ کر کیونکہ تیری سانس سے تیری اندرونی حالت معلوم ہوتی ہے۔ تو مدعی ہے کہ میں نے گلقند کھائی ہے مگر تیرے منہ سے لہسن کی بدبو آ رہی ہے جو کہتی ہے کہ تو فضول بکواس مت کر تو یاد رکھ کہ دل کی ایسی مثال ہے جیسے ایک بڑی حویلی ہو۔ اور اس حویلی کے پاس کچھ پڑوسی رہتے ہیں جو کہ سوراخوں میں سے اور دیواروں پر سے اس کی اندرونی حالت معلوم کر لیتے ہیں اور اس شگاف سے مطلع ہوتے ہیں جس کا کسی کو خیال بھی نہیں ہوتا اور صاحب خانہ اس کو سمجھتا بھی نہیں دیکھو قرآن میں مذکور ہے کہ ابلیس اور اس کی ذریات آدمی کی مخفی حالت کو خفیہ طور پر معلوم کر لیتے ہیں اور اس راہ سے معلوم کرتے ہیں جس کا آدمی کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ راستہ از قبیل محسوسات بحواس ظاہرہ واز قبیل اجسام نہیں ہوتا۔ جس کے احساس کا یہ عادی ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم مبصرین کے درمیان رہ کر قرب مت کرو۔ کیونکہ وہ فریب چلنے والا نہیں ہے اور اے کھوٹے سونے تو کسوٹی کے سامنے شیخی نہ مار کیونکہ یہ کسوٹی کھرے کھوٹے دونوں کی حالت کو جان لیتی ہے کیونکہ خدا نے اس کو جسم اور دل دونوں کا حاکم بنایا ہے کیونکہ جب شیاطین باوجود اپنی کثافت یا خباثت کے آدمی کے اسرار اور افکار وغیرہ معلوم کرتے ہیں اور باطن میں ان کے لئے ایک چور گلی بنی ہوئی ہے۔ جس سے وہ چوری کرتے ہیں اور ہم ان کی چوری سے مغلوب و معکوس ہیں اور ہم کو ان سے ہر دم ایک نیا جنون اور نقصان پہنچتا ہے اور ہمارے اجسام و ارواح کو ان سے ہر دم تکلیف پہنچ رہی ہے اور ہر وقت وہ ہم کو ایک نیا جنون دیتے اور نیا نقصان پہنچاتے ہیں کیونکہ ان کے لئے ہمارے ارواح و اجسام میں ایک مخفی نقب لگی ہوئی ہے اور مخفی روزن کھلا ہوا ہے۔ جس سے وہ یہ کارروائیاں کر سکتے ہیں۔ تو ارواح نورانیہ ہماری حالت مخفیہ سے کیونکر ناواقف رہ سکتی ہیں اگر ایسا ہو تو لازم ہوگا کہ جو ارواح گردوں نشیں ہیں اور رازہائے آسمانی کے جاننے والے ہیں وہ شیاطین سے بھی کم ہو جاویں حالانکہ وہ ہرگز ان سے کم نہیں اور دلیل اس کی یہ ہے کہ شیاطین آسمان پر جاتے ہیں تو وہ جلا دینے والے شہاب سے مارے جاتے ہیں۔ جس سے وہ زمین پر یوں اوندھے منہ گرتے ہیں جیسے ایک بدبخت جنگ میں اپنی کا زخم کھا کر گرے۔ اور فرشتے ان کو ان ارواح طیبہ و مرغوبہ کے رشک کے سبب گراتے ہیں۔ کیونکہ اس سے ان کو غیرت ہوتی ہے کہ جو اسرار حصہ ہیں ارواح طیبہ کا ان میں شیاطین بھی شریک ہوں جب ان کی یہ حالت ہے تو پھر وہ کیونکر شیاطین سے کم ہو سکتے ہیں۔ ہم نے مانا کہ تو لنگڑا لنجا اور اندھا اور بہرا ہے اور تجھے باطن سے کچھ واقفیت نہیں اور تو اس میں گھس نہیں سکتا مگر تجھے عالی مرتبہ ارواح پر ایسا گمان نہ کرنا چاہئے اور شرم کرنی چاہئے اور ان کے سامنے شیخی نہ مارنی چاہئے۔ اور ظاہر کو آراستہ کر کے فضول زحمت میں نہ پڑنا چاہئے۔ کیونکہ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو جسم کے اندر کے حالات کے جاننے والے ہیں۔

فائدہ۔ واضح ہو کہ مولانا نے جو عرفاء کے جواسیس القلوب ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ شیاطین جب اسرار قلوب پر مطلع ہو جاتے ہیں تو اہل اللہ کیوں نہ ہوں گے۔ اس سے مقصود محض دفع استبعاد ہے اہل اللہ کی اطلاع یابی سے اور یہ مقصود نہیں کہ جس طرح شیاطین کو بوجہ ایک خاص غرض یعنی امتحان عباد کے اختیار دیا گیا ہے کہ جب چاہیں مطلع ہو جائیں یوں ہی اہل اللہ کو بھی اختیار ہے کیونکہ یہ اہل فن کا مسلم مسئلہ ہے کہ کشف اہل اللہ اختیاری نہیں بلکہ جس وقت حق سبحانہ چاہتے ہیں اس وقت ان کو مطلع کر دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں اسے مطلع کرتے ہیں۔ پس نہ کشف حالات کے لحاظ سے عام ہے اور نہ افراد کے لحاظ سے یعنی نہ یہی ہے کہ ہر کسی کو کشف ہو اور نہ یہی کہ جسے کشف ہو اسے ہر حالت میں ہو اگر تم کو ہمارے اس بیان کی تائید خود مولانا ہی کے کلام سے مطلوب ہو تو سنو دفتر سوئم میں مولانا نے دقوقی کا قصہ لکھا ہے اس میں بیان کیا ہے کہ دقوقی نے اہل کشتی کے لئے اثنائے نماز میں دعا کی مقتدین کو جو عارفین کامل تھے اتنا تو مکشوف ہو گیا کہ کسی نے

www.besturdubooks.wordpress.com

دعا کی ہے مگر یہ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ دعا کرنے والا کون ہے چنانچہ نماز کے بعد انہوں نے آپس میں گفتگو کی اور ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ تم نے دعا کی تھی۔ ان سب نے انکار کیا اس وقت انہوں نے سمجھا کہ دعا کرنے والے دقوقی ہیں۔ نیز دقوقی کو اتنا بھی معلوم نہ ہوا کہ یہ کون لوگ ہیں علی ہذا مثنوی کے تتبع سے اور بھی اس کے نظائر ملیں گے۔ پس ناظر مثنوی کو چاہئے کہ مولانا کے ظاہر کلام سے دھوکہ نہ کھاوے۔ کیونکہ کبھی ان کے کلام سے وہ معنی مفہوم ہوتے ہیں جو ان کی مراد نہیں ہوتی۔ ایسے مقام پر قواعد شرعیہ اور اصول اہل فن اور خود مولانا کے دوسرے کلام کو پیش نظر رکھ کر معنی سمجھے ورنہ گمراہی کا اندیشہ ہے۔

شرح شبّیری

دریافتن طبیبان الٰہی امراض دل و دین را در سیمائے مرید و بیگانہ از لحن گفتار او ورنگ چشم او وبے اینہمہ نیز از راہ دل کہ انہم جواسیس القلوب فجالسوھم بالصدق

خدائی طبیبوں کا معلوم کر لینا دل اور دین کی بیماریوں کو مرید اور اجنبی کے چہرے سے اس کی بات کے لہجے اور آنکھوں کی رنگت سے اور اس کے بغیر بھی دل کے راستہ سے کیونکہ وہ دل کے جاسوس ہیں ان کی ہم نشینی سچائی سے کرو

ایں طبیبان بدن و انشور اند	بر سقام تو ز تو واقف تر اند
یہ بدن کے طبیب دانش مند ہیں	تیری بیماری پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں

یعنی یہ طبیبان بدن عقلاء ہیں کہ تیری بیماریوں پر تجھ سے زیادہ واقف ہیں۔

تاز قارورہ ہمی بینند حال	کہ ندانی تو ازاں رو اعتلال
حتیٰ کہ وہ قارورہ سے حال معلوم کر لیتے ہیں	کہ تو اس طریقہ سے بیماری کو نہیں سمجھ سکتا

یعنی یہاں تک کہ قارورہ سے حال کو دیکھ لیتے ہیں کہ تو اس طرح بیماری کو نہیں جانتا۔

ہم ز رنگ و ہم زنبض و ہم زدم	بو برند از تو بصد گونہ سقم
نبض سے بھی اور رنگت سے بھی اور سانس سے بھی	تیری ہر قسم کی بیماری کا پتہ لگا لیتے ہیں

یعنی رنگ سے بھی اور نبض سے بھی اور سانس سے بھی سینکڑوں قسم کی بیماریوں کو معلوم کر لیتے ہیں۔

پس طبیبان الٰہی در جہاں	چوں ندانند از تو اسرار نہاں
تو دنیا میں خدائی طبیب	منہ کی گفتگو کے بغیر تیری بیماری کو کیسے نہ جان جائیں گے؟

یعنی پس طبیبان الٰہی جہاں میں تیرے اسرار نہانی کو کیوں نہ جانیں گے مطلب یہ کہ جب طبیبان ظاہری تمہارا صرف قارورہ دیکھ کر یا نبض دیکھ کر تمہاری اندرونی حالت تک بتا دیتے ہیں جس کی خود تم کو بھی اکثر خبر نہیں ہوتی کہ ہم کو فلاں مرض ہے اور وہ صرف قارورہ سے بتا دیتے ہیں تو جو طبیبان الٰہی اولیاء اللہ اور عرفاء ہیں کیا وہ تمہارے اسرار نہانی پر مطلع نہیں ہو سکتے ہیں لیکن بعض مرتبہ کسی مصلحت خداوندی کے سبب مطلع نہیں ہوتے ورنہ ان میں استعداد اس کی ضرور ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم زنبضت ہم زچشمت ہم زرنگ	صد سقم بینند در تو بید رنگ
(وہ) تیری نبض سے بھی تیری آنکھوں سے بھی رنگ سے بھی	بلاتوقف سینکڑوں بیماریاں دیکھ لیتے ہیں

یعنی تیری نبض سے اور تیری آنکھ اور رنگ سے (طبیبان ظاہری) سینکڑوں مرض غور او دیکھ لیتے ہیں۔

ایں طبیبان نو اموزند خود	کہ بدیں آیات شان حاجت بود
یہ طبیب خود نو آموز ہیں	کیونکہ ان کو ان علامتوں کی ضرورت ہوتی ہے

یعنی یہ طبیب خود نو آموز ہیں۔ کہ ان کو ان علامات کی حاجت ہوتی ہے (ورنہ)

کاملان از دور نامت بشنوند	تا بقعر تارو پودت در روند
کامل لوگ دور سے تیرا نام سنتے ہیں	تیرے تانے بانے کی گہرائی میں اتر جاتے ہیں

یعنی کاملین تو دور سے تیرا نام سن لیں تو تمہاری اندرونی حالت تک پہنچ جاتے ہیں۔

بلکہ پیش از زادن تو سالہا	دیدہ باشندت ترابا حالہا
بلکہ تیری پیدائش سے سالوں پہلے	تجھے حالات میں دیکھتے رہے ہیں

یعنی بلکہ تمہاری پیدائش سے برسوں پہلے تجھے مع تیرے احوال کے دیکھے ہوئے ہوتے ہیں۔

حال تو دانند یک یک موبمو	زانکہ پر بودند از اسرار ہو
وہ تیرا حال ایک ایک بال بال جانتے ہیں	کیونکہ ذات حق کے رازوں سے پر ہیں

یعنی تیرا حال ایک ایک ذرا ذرا جانتے ہیں اس لئے کہ اسرار حق سے پر ہوتے ہیں۔ مطلب یہ کہ طبیبان ظاہری جو ان اولیاء اللہ کے آگے بالکل نوآموز اور طفل کتب ہیں۔ جب یہ لوگ صرف نبض وغیرہ دیکھ کر اور چہرہ کا رنگ دیکھ کر اسرار اندرونی اور امراض اندرونی کو معلوم کر لیتے ہیں تو جو کاملین ہیں وہ تو اسرار پر کیوں نہ مطلع ہوں گے ان کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ بے کسی علامت نبض وغیرہ کے صرف نام سن کر معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ شخص ایسا ہے اور اس کے اخلاق باطنی ایسے ہیں جیسا کہ بزرگوں کے قصص سے معلوم بھی ہوتا ہے کہ بعض بزرگوں نے صرف نام سن کر اخلاق بتا دیے ہیں بلکہ نام سننا تو الگ رہا بعض حضرات تو ایسے ہوئے ہیں کہ انہوں نے پیدائش سے پہلے ہی سب حالات بتا دیے ہیں نام بھی صورت شکل بھی اخلاق بھی حالات بھی تو دیکھو بعض مرتبہ بعض بزرگوں کا کشف اس درجہ بڑھ گیا ہے کہ ان کو پیدائش سے قبل ہی تمام حالات کی اطلاع ہو گئی اور یہاں بھی تقریر بالا ہی سمجھ لینی چاہئے کہ یہ کشف نہ ہر وقت ہوتا ہے اور نہ ہر کسی کو ہوتا ہے۔ اور نہ ہر بات کا ہوتا ہے بلکہ جس کو خدا تعالیٰ چاہیں جس وقت چاہیں جس قدر چاہیں مطلع فرما دیں خوب سمجھ لو آگے مولانا حضرت بایزید کا حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی نسبت کشف کا قصہ بیان فرماتے ہیں یہاں جو کہا ہے کہ بلکہ پیش از زادن تو سالہا الخ اسی پر یہ قصہ لاتے ہیں کہ دیکھو حضرت بایزید بسطامیؒ نے حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی پیدائش سے سالہا سال قبل ان کی پیدائش کی خبر دی تھی اور ان کے حالات بھی بتلائے تھے کہ وہ ایسے ہوں گے اور ایک ان ہی کا کیا سینکڑوں

www.besturdubooks.wordpress.com

قصے ایسے ہوئے ہیں کہ بزرگوں نے پیدائش سے قبل بتادیا ہے کہ اس طرح فلاں شخص ہوگا کیونکہ ان حضرات کو کہیں سے خود اطلاع تو نہیں ہوتی بلکہ حق تعالیٰ کے اطلاع کرنے سے اطلاع ہوتی ہے تو پس حق تعالیٰ کو جب کل علم ہے تو اس میں سے وہ جس قدر علم چاہیں ان حضرات کو عنایت کردیں اس میں استبعاد اور استحالہ ہی کیا ہے خوب سمجھ لو اب قصہ سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اب ہم تمہیں مضمون بالا دوسرے عنوان سے سمجھاتے ہیں سنو یہ طبیبان ظاہری صرف اہل علم ہیں اس پر ان کی یہ حالت ہے کہ تمہارے مرض سے تم سے زیادہ واقف ہیں کہ وہ لوگ قارورے سے حالت معلوم کرلیتے ہیں۔ اور تم سے زیادہ واقف اس لئے ہیں کہ تم اپنے مرض کو اس جہت سے معلوم کرلیتے ہیں۔ اور تم سے زیادہ واقف اس لئے ہیں کہ تم اپنے مرض کو اس جہت سے معلوم نہیں کرسکتے نیز یہ لوگ نبض سے رنگ سے سانس سے تمہارے ہر قسم کے مرض کا پتہ لگالیتے ہیں پس جب ان اطباء کی یہ حالت ہے تو طبیبان روحانی تمہاری حالت بدون بیان کئے کیوں نہ معلوم کرلیں گے یہ لوگ بھی تمہاری نبض سے آنکھ سے رنگ سے یعنی علامت و آثار ظاہرہ سے تمہارے سینکڑوں قسم کے امراض کو فوراً معلوم کرلیتے ہیں اور یہ حالت تو کشف کے لحاظ سے معمولی درجہ کے طبیبان روحانی کی ہے کہ ان کو علامت و آثار کی ضرورت ہے اور جو کشف میں کامل ہیں ان کی تو یہ حالت ہے کہ تمہارا نام سن کر تمہارا کچا چٹھا معلوم کرلیتے ہیں بلکہ تمہاری پیدائش سے برسوں پہلے سے تم کو تمہارے احوال کے ساتھ متصف دیکھتے ہیں اور تمہاری ذرا ذرا حالت جان لیتے ہیں کیونکہ وہ اسرار الٰہیہ سے پر ہوتے ہیں۔

فائدہ:۔ مولانا کے اس کلام کو بھی ان کے کلام سابق کے مطابق سمجھنا چاہئے اور دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔

شرح شبّیری

مژدہ دادن بایزید قدس سرہٗ از زادن ابوالحسن خرقانیؒ پیش از سالہا ونشان دادن صورت وسیرت او یک بیک ونوشتن تاریخ نویساں آں راجہت صدق او

(حضرت) بایزید قدس سرہٗ کا (حضرت) ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش کے بارے میں سالوں قبل خوشخبری دے دینا اور ان کی صورت اور سیرت کا پوری طرح نشان دے دینا اور ان کی تصدیق کے لئے تاریخ نویسوں کا اس کو لکھ لینا

آں شنیدی داستان بایزید	کوز حال بوالحسن پیشین چہ دید
تو نے (حضرت) بایزیدؒ کا وہ قصہ سنا ہے	کہ انہوں نے (حضرت) ابوالحسن کا حال پہلے ہی کیا دیکھ لیا تھا؟

یعنی تم نے وہ بایزید کا قصہ بھی سنا ہے کہ انہوں نے حضرت ابوالحسن کے حالات پہلے ہی کیا دیکھ لئے تھے (یہاں ایک سوال کرکے کہ جس سے مخاطب کو توجہ قصہ کی طرف ہو جاوے آگے قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔)

روزے آں سلطان تقوی می گذشت	بامریداں جانب صحرا و دشت
ایک دن وہ شاہ تقویٰ جا رہے تھے	جنگل اور بیابان کی طرف مریدوں کے ساتھ

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ایک دن وہ سلطان تقویٰ مریدوں کے ساتھ جنگل میں جا رہے تھے۔

بوئے خوش آمد مر او را ناگہاں	در سوا درِ رے ز سوئے خارقاں
اچانک ان کو ایک خوشبو آئی	رے کے اطراف میں خارقان کی جانب سے

یعنی ان کو اچانک رے کے علاقہ میں خارقان کی جانب سے ایک نہایت عمدہ خوشبو آئی۔

ہم بدانجا نالۂ مشتاق کرد	بوئے را از باد استنشاق کرد
اسی جگہ انہوں نے مشتاقانہ نالہ کیا	ہوا سے خوشبو کو سونگھا

یعنی انہوں نے اسی جگہ ایک مشتاقانہ نالہ کیا۔ اور خوشبو کو ہوا سے سونگھا۔

بوئے خوش را عاشقانہ می کشید	جاں او از بادہ بادہ می چشید
خوشبو کو عاشقوں کی طرح سونگھتے تھے	ان کی جان ہوا میں سے شراب پی رہی تھی

یعنی (اس) عمدہ خوشبو کو عاشقوں کی طرح کھینچ رہے تھے اور ان کی جاں ہوا سے شراب چکھ رہی تھی مطلب یہ کہ ایک مرتبہ حضرت بایزید بسطامیؒ جنگل میں مریدوں کے ساتھ جا رہے تھے کہ یکا یک ان کو خارقان کی طرف سے ایک خوشبو نفیس آئی بس اس کو سونگھ کر ان کی یہ حالت ہوئی کہ جیسا کوئی کسی کا مشتاق لقا ہوتا ہے اور اس اشتیاق میں نالہ و فغاں کیا کرتا ہے ایسے ہی وہ بھی نالہ و فریاد کرنے لگے اور جیسا کوئی عاشق محبوب کی خوشبو کو سونگھا کرتا ہے اسی طرح وہ اس کو خوب زور زور سے سونگھتے تھے اور اس سونگھنے سے ان کی روح اس طرح مست ہوتی تھی جیسے کہ شراب پی کر انسان مست ہو جاتا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا کہ اس ہوا میں شراب ہے جس کو حضرت بایزیدؒ پی رہے ہیں اور مست ہو رہے ہیں۔ اب یہاں شبہ ہوا کہ بھلا تم جو کہتے ہو کہ جان او از باد بادہ می چشید تو بھلا کہیں ہوا میں بھی شراب ہوئی ہے۔ آگے ایک مثال سے اس کا جواب دیتے ہیں کہ۔

کوزۂ کو از یخ آبہ پر بود	چوں عرق بر ظاہرش پیدا شود
وہ پیالہ جو برف کے پانی سے بھرا ہو	جب بوندیں اس کے باہر نظر آتی ہیں

یعنی جو برتن کہ برف کے پانی سے بھرا ہو تو اس کے اوپر کس طرح پسینہ ظاہر ہوتا ہے۔

آں ز سردی باد آبے گشتہ است	از درون کوزہ نم بیروں نجست
تو ہوا ٹھنڈک سے پانی بن گئی ہے	پیالہ کے اندر سے نمی باہر نہیں آتی ہے

یعنی وہ سردی کی وجہ سے ہوا پانی ہو گئی ہے۔ برتن کے اندر سے نمی باہر نہیں آئی۔

باد بوی آور مر او را آب گشت	آب ہم او را شراب ناب گشت
خوشبو لانے والی ہوا ان کے لئے پانی بن گئی	پانی ان کے لئے خالص شراب بن گیا

یعنی خوشبو لانے والی ہوا ان کے لئے پانی ہو گئی تھی اور پانی ہی ان کے لئے شراب ناب ہو گیا تھا۔ مطلب یہ کہ دیکھو اگر کسی لوٹے وغیرہ میں برف کا پانی رکھا ہو تو اس برتن کے اوپر پسینہ سا آ جاتا ہے تو وہ پسینہ کیا ہوتا ہے اس لوٹے کے پاس جو ہوا تھی وہ سردی کی وجہ سے پانی ہو گئی ہے وہ پسینہ سا معلوم ہونے لگا ہے تو جس طرح یہاں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا پانی ہوگئی اسی طرح اگر وہ ہوا جس میں سے ان کو خوشبو آ رہی تھی ان کے لئے قدرت حق سے پانی ہوگئی ہو اور پھر اس پانی میں شراب جیسی مستی آ گئی ہو تو تعجب ہی کیا ہے لہٰذا ہمارا یہ کہنا کہ جان او از بادِ بادہ می چشید بالکل درست ہو گیا۔ غرضکہ حضرت بایزیدؒ اس خوشبو کو سونگھ سونگھ کر مست ہو رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔

چوں درو آثار مستی شد پدید	یک مرید او را ازاں دم بر رسید
جب ان میں مستی کے آثار ظاہر ہوئے	ان کا ایک مرید اسی وقت پہنچا

یعنی جب ان میں مستی کے آثار ظاہر ہونے لگے تو ان کا ایک مرید اسی وقت پہنچا۔

پس پرسیدش کہ ایں احوال خوش	کہ برونست از حساب پنج و شش
تو اس نے دریافت کیا کہ یہ بہترین احوال	جو پانچ (حواس) اور چھ (جہات) کے حساب سے باہر ہیں

یعنی پوچھا کہ یہ عمدہ احوال جو کہ حواس خمسہ سے اور شش جہات سے باہر ہیں۔

گاہ سرخ و گاہ زرد و گہ سپید	می شود رویت چہ حالست و نوید
کبھی سرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید	آپ کا چہرہ ہو رہا ہے کیا حال اور کیا خوشخبری ہے؟

یعنی آپ کا چہرہ کبھی تو سرخ اور کبھی زرد اور کبھی سفید ہوتا ہے یہ کیا حال ہے اور کیا خبر ہے یعنی ان کی اس حالت میں ایک مرید بھی ان کے پاس جا پہنچا اور اس نے اس حالت کو دیکھ کر عرض کیا کہ حضرت یہ احوال خوش جو اسباب طبعیہ سے باہر ہیں اور جن کی وجہ سے آپ کے چہرہ کا رنگ تک متغیر ہو رہا ہے۔ آخر کیا حالات ہیں اور کیا بات ہے جس کی وجہ سے آپ کی یہ حالت ہو رہی ہے اور عرض کیا کہ۔

می کشی بوی و بظاہر نیست گل	بیشک از غیب ست و از گلزار کل
آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور بظاہر پھول نہیں ہے	بیشک وہ غیب سے ہے اور (ذات) کل کے گلزار سے ہے

یعنی آپ خوشبو سونگھ رہے ہیں اور ظاہر میں کوئی پھول وغیرہ نہیں ہے تو ضرور گلزار غیب سے کوئی پھول ہے۔ مطلب یہ کہ آپ جو خوشبو سونگھ رہے ہیں تو ظاہر میں تو کوئی پھول وغیرہ ہے نہیں معلوم ہوتا ہے کہ گلزار غیب میں سے آپ کو خوشبو آ رہی ہے اور وہاں کے پھولوں کو سونگھ رہے ہیں اور عرض کیا کہ۔

اے تو کام جان ہر خود کامۂ	ہر دم از غیبت پیام و نامۂ
اے وہ کہ آپ ہر حاجت مند کی جان کا مقصود ہیں	آپ کے لئے ہر وقت غیب سے نامہ اور پیام ہے

یعنی اے وہ ذات کہ ہر طالب کے آپ مقصود ہیں اور آپ کے پاس غیب سے ہر دم پیام و نامہ آتے ہیں۔

ہر دمے یعقوب دار از یوسفے	می رسد اندر مشام توسفے
(حضرت) یعقوب کی طرح ہر وقت ایک یوسف ہے	آپ کے دماغ میں راحت پہنچتی ہے

یعنی وہ ہر دم یعقوب علیہ السلام کی طرح ایک یوسف سے تمہاری قوت شامہ میں ایک خوشبو آتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قطرۂ بریز برمازاں سبو	شمہ زاں گلستاں باما بگو
اس ٹھلیا سے ایک قطرہ ہم پر گرا دیجئے	اس گلستان کا تھوڑا سا حال ہم سے کہہ دیجئے

یعنی ایک قطرہ اس گھڑے میں سے ہم پر ڈال لئے اور اس گلستان کا کچھ (حال) ہم سے بیان کیجئے۔

خونداریم اے جمال مہتری	کہ لب ما خشک و تو تنہا خوری
اے بزرگی کے حسن! ہماری عادت نہیں ہے	کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ تنہا پئیں

یعنی ہم اس کے عادی نہیں ہیں اے زینت سرداری کے کہ ہمارے لب خشک ہوں اور آپ اکیلے ہی اکیلے کھاویں۔

اے فلک پیمائے چست وچست خیز	زانچہ خور دی جرعۂ ما بریز
اے آسمان کو ناپنے والے چالاک اور سبک پرواز!	جو آپ نے پیا ہے (اس کا) ایک گھونٹ ہمیں دیدیجئے

یعنی اے فلک کے جلدی سے ناپنے والے اٹھئے اور جو کچھ آپ نے کھایا ہے اس میں کا ایک گھونٹ ہم پر ڈالئے۔ مطلب یہ کہ اس مرید نے عرض کیا کہ حضرت آپ کی تو وہ شان ہے کہ طالبین کے آپ ہی مقصود ہیں اور غیب سے آپ کو ہر دم نامہ و پیام آتے رہتے ہیں اور ہر دم آپ کو فیوض و برکات غیب سے پہنچتے ہیں۔ اور ہم لوگ اس کے عادی نہیں ہیں کہ آپ کو تو وہ فیوض ملیں اور ہم محروم رہیں بلکہ جناب کی عادت ہے کہ ہم کو بھی اس میں سے عطا ہوتے ہیں تو بس اس وقت بھی جو فیوض و برکات آپ پر فائض ہو رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا بہت حصہ تو غریبوں کو بھی عنایت ہو۔ کیونکہ آپ کی تو وہ شان ہے کہ۔

میر مجلس نیست در دوراں دگر	جز تو اے شہ در حریفاں درنگر
زمانہ میں کوئی دوسرا صدر محفل نہیں ہے	اے شاہ! آپ کے سوا دوستوں میں نظر فرمایئے

یعنی اے شاہ (دین) سوا آپ کے دنیا میں کوئی دوسرا میر مجلس نہیں ہے تو ذرا ساتھیوں میں نظر فرمائے۔ مطلب یہ کہ حضرت ہمارے لئے تو اب جہان میں کوئی کامل ہی نہیں ہے کہ اگر آپ سے نہ ملے گا تو اسی سے لے لیں گے۔ اس لئے آپ ہی سے مناسبت ہے۔ لہذا آپ ہی عنایت کیجئے اور عرض کیا کہ۔

کے تواں نوشید ایں مے زیر دست	مے یقیں مر مرد را رسوا گرست
یہ شراب چھپا کر کب پی جا سکتی ہے؟	شراب یقیناً انسان کو رسوا کرنے والی ہے

یعنی اس شراب کو چھپا کر کب پی سکتے ہیں۔ شراب تو انسان کو یقیناً رسوا کرنے والی ہے۔

بوئے را پوشیدہ و مکنوں کند	چشم مست خویشتن را چوں کند
اپنی بو کو پوشیدہ اور مخفی کر لیتا ہے	اپنی مست آنکھ کا کیا کرے؟

یعنی بو کو پوشیدہ اور مکنون کر لے گا (مگر) اپنی چشم مست کو کیا کرے گا۔ مطلب یہ کہ اس مرید نے عرض کیا کہ حضرت یہ شراب عشق حق ایسی تو ہے نہیں کہ جس کو آپ پی لیں اور کسی کو خبر نہ ہو۔ کیونکہ شراب تو پینے والے کو رسوا کر ہی دیتی ہے کیونکہ

اگر اس کی بو کو منہ صاف کر کرا کے چھپا لیا مگر آنکھوں میں جو مستی بھری ہوئی اور قدم قدم پر جو گرے جاتے ہیں اس کو کہاں سے چھپاؤ گے علیٰ ہذا ہم نے مانا کہ آپ نے اس شراب حب حق کو کسی سے بیان نہ کیا کہ ہم پر کیا حالات ہیں مگر جو آثار کہ ظاہر و باہر ہیں ان کو کہاں سے چھپائیے گا اور شراب ظاہر کی بو تو چھپ بھی سکتی ہے اس کو تو صرف آثار ہی سے معلوم کریں گے مگر یہ تو وہ شراب ہے کہ اس کی تو بو بھی نہیں چھپتی بو سے بھی اور آثار سے بھی معلوم ہوی جاتا ہے اس کو فرماتے ہیں کہ۔

خود نہ آں بو یست ایں کاندر جہاں	صد ہزاراں پردہ اش دارد نہاں
یہ وہ خوشبو بھی نہیں ہے کہ دنیا میں	لاکھوں پردے اس کو چھپا سکیں

یعنی یہ بو وہ نہیں ہے کہ دنیا میں اس کو لاکھوں پردے بھی چھپا سکیں۔ (بلکہ اس کی تو یہ حالت ہے کہ)

پر شد از تیزی او صحرا و دشت	دشت چہ کز نہ فلک ہم در گذشت
اس کی تیزی سے صحرا اور جنگل بھر گئے ہیں	جنگل کیا وہ تو نو آسمانوں سے گزر گئی ہے

یعنی اس کی تیزی سے جنگل اور میدان پر ہو گئے ہیں۔ اور جنگل تو کیا نو آسمانوں سے نکل گئی۔

ایں سرخم را بہ کہگل در مگیر	کایں برہنہ نیست خود پوشش پذیر
اس مٹکے کے سر کو کہگل سے بند کیجئے	یہ ننگا ڈھکے جانے کے قابل نہیں ہے

یعنی اس مٹکے کے سر کو کہگل سے مت بند کرو کہ یہ برہنہ کپڑے کو قبول کرنے والا نہیں ہے۔

مطلب یہ کہ حضرت یہ وہ شراب نہیں ہے کہ جس کی کسی شے کو بھی آپ چھپا سکیں اس کے تو آثار بھی اور بو بھی سب ظاہر ہو رہے ہیں۔ اور صاف معلوم ہو گیا کہ اس وقت کوئی خاص حالت ہے اور خاص واردات جناب پر ہو رہے ہیں۔ اس کو پوشیدہ کرنے کی آپ کوشش نہ کریں کہ یہ چھپنے والی چیز نہیں ہے۔ لہٰذا خدا کے لئے۔

لطف کن اے راز داں راز گو	انچہ بازت صد کردش باز گو
اے راز کو جاننے والے راز کو بتانے والے مہربانی کیجئے	جو آپ کے باز نے شکار کیا ہے بتا دیجئے

یعنی اے راز (حق) کے جاننے والے مہربانی فرما کر راز کو بیان کر دیجئے اور آپ کے باز نے جو شے شکار کی ہے اس کو بتا دیجئے۔ مطلب یہ کہ عالم غیب سے جو فیض آپ کو ملے ہیں جنہوں نے آپ کو مست کر دیا ہے وہ ہم کو بھی بتا دیجئے کہ ہم بھی تو سنیں اور فیضیاب ہوں جب اس مرید نے اس قدر اصرار کیا تو حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ۔

گفت بوئے بوالعجب آمد بمن	ہمچنانکہ مر نبی را از یمن
(انہوں نے) فرمایا مجھے ایک عجیب خوشبو محسوس ہوئی ہے	جیسے کہ نبیؐ کو یمن سے (محسوس ہوئی تھی)

یعنی حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ ایک عجیب خوشبو مجھے آئی جیسی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن سے آئی تھی۔

کہ محمدؐ گفت بر دست صبا	از یمن می آیدم بوئے خدا
کہ محمدؐ نے فرمایا صبا کے ذریعہ	مجھے یمن سے خدا کی خوشبو آ رہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صبا کی معرفت مجھے یمن سے بوئے حق آ رہی ہے۔ مطلب یہ کہ حضرت نے جواب دیا کہ مجھے ایک عجیب طرح کی خوشبو آئی ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئی تھی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے یمن کی طرف سے بوئے رحمٰن آ رہی ہے۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ تو جیسی خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئی تھی ویسی ہی مجھے ایک خوشبو آ رہی ہے۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بوئے رامیں میرسد از جان ویس	بوئے رحمٰن میرسد ہم از اویسؓ
ویس کی جان سے رامین کی خوشبو آ رہی ہے	اویسؓ میں سے بھی خدا کی خوشبو آ رہی ہے

یعنی ویس کی جان سے رامین کی بو آ رہی تھی اور اویس سے بھی بوئے رحمٰن آ رہی تھی۔ یعنی اویسؓ سے اور (ان کے شہر) قرن سے ایک عجیب بو نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مست اور پر طرب کر دیا۔

از اویسؓ و از قرن بوی عجب	آں نبیؐ را مست کرد و پر طرب
اویسؓ اور قرن کی عجیب خوشبو نے	نبیؐ کو مست اور مسرور کر دیا

(رامین ایک عاشق کا نام ہے اور ویس معشوقہ کا نام مؤرخین نے لکھا ہے کہ اول رامین ویس پر عاشق ہو گیا تھا پھر جب ویس نے رامین کو دیکھا تو وہ بھی عاشق ہو گئی اسی لئے فرمایا ہے کہ بوئے رامین میرسد از جان ویس کیونکہ وہ بھی تو عاشق ہو گئی تھی) مطلب یہ کہ جس طرح کہ رامین کے جذب الفت کا اثر ویس میں ہوا تھا کہ اس میں سے رامین کے عشق کی خوشبو آنے لگی اور پھر وہ بھی عاشق ہو گئی۔ ایسے ہی حضرت اویس قرنیؓ کی حب حق کی خوشبو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے شہر کی طرف سے آئی تھی آگے حضرت اویس قرنیؓ کی خوشبو آنے کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

چوں اویس از خویش فانی گشتہ بود	آں زمینی آسمانی گشتہ بود
چونکہ اویسؓ اپنے آپ سے فانی ہو گئے تھے	وہ زمین آسمان بن گئی تھی

یعنی جبکہ حضرت اویسؓ اپنے سے فانی ہو گئے تھے تو وہ زمینی آسمانی ہو گئے تھے۔ مطلب یہ کہ چونکہ حضرت اویس قرنیؓ حب حق میں بالکل فنا ہو چکے تھے اور اپنے تمام ارادوں وغیرہ کو فنا کر کے چکے تھے اور عین مصطلحہ باری تعالیٰ کے ہو گئے تھے اس سے وہ بھی عالم بالا ہی میں سے ہو گئے تھے اور اس فنا کی وجہ سے ان میں سے بوئے حق آئی کہ وہ عین مصطلحہ ہو گئے تھے آگے اس کی ایک مثال بیان فرماتے ہیں کہ۔

آں ہلیلہ پروریدہ در شکر	چاشنی تلخیش نبود دگر
ہڑ شکر میں مربیٰ بنائی ہوئی	اس میں پھر تلخی کا مزا نہیں ہوتا ہے

یعنی وہ ہلیلہ جو شکر میں مربیٰ بنائی جاوے اس کی تلخی کا مزہ پھر نہیں ہوتا۔

آں ہلیلہ رستہ از مادمنے	نقش دارد از ہلیلہ طعم نے
کیونکہ وہ ہڑ خودی اور انانیت سے نجات پا گئی ہے	صورت ہڑ کی مزا (ہڑ کا) نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ ہلیلہ اپنے وجود سے چھوٹ جاتا ہے تو ہلیلہ کی صورت تو رکھتا ہے مگر مزا نہیں (اسی طرح)

آں کسے کز خود بکلی در گذشت	ایں منی و مائی خود در نوشت
وہ شخص جو خودی سے پوری طرح گزر گیا	اس نے خودی اور انانیت کو لپیٹ دیا ہے

یعنی جو شخص کہ بالکل اپنے سے گزر گیا اپنی اس مستی کو اس نے لپیٹ دیا۔ مطلب یہ کہ دیکھو ہلیلہ اول کیسا کڑوا ہوتا ہے مگر جب اس کو شکر میں ڈال کر اس کا مربیٰ بناتے ہیں تو اس کی وہ تلخی کافور ہو جاتی ہے اور بوجہ شکر کے عین ہو جانے کے وہ بھی شیریں ہو جاتا ہے تو بس اسی طرح جو شخص کہ اپنی مرضیات کو اور ارادوں کو حق تعالیٰ کے ارادوں میں فنا کر دیتا ہے اور عین مصطلحہ ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی وہ اور دوسرے آثار پیدا ہو جاتے ہیں تو بس حضرت اویس چونکہ فانی ہو چکے تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان میں سے بوئے حق آئی۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	تا چہ گفت از وحی غیب آں شیر مرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ	(بتا) اس شیر مرد نے غیبی وحی کے بارے میں کیا کہا!

یعنی اس مضمون کی تو کہیں انتہا نہیں ہے اب تم واپس ہو کر یہ بیان کرو کہ الہام غیب سے اس شیر مرد نے کیا بیان کیا۔ مطلب یہ کہ عین مصطلحہ کا بیان اور فنا کا بیان کرنے کی تو کہیں انتہا نہیں ہے۔ لہذا اس مضمون کو تو یہیں چھوڑو اب حضرت بایزید کا قصہ بیان کرو کہ آگے انہوں نے الہام غیب میں سے کیا کیا باتیں بیان فرمائیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: کیا تم نے شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ سنا ہے کہ انہوں نے شیخ ابوالحسن خرقانی کی ولادت سے پہلے ان کا کیا حال دیکھا تھا اگر نہیں سنا تو اب سنو۔ واقعہ یہ ہے کہ سلطان التقوی بایزید علیہ الرحمۃ ایک مرتبہ اپنے مریدوں کے ساتھ جنگل کو جا رہے تھے۔ اتفاقاً ان کو رے کے علاقہ میں خارقان کی جانب سے ایک نہایت عمدہ خوشبو آئی اس کو سونگھتے ہی انہوں نے ایک مشتاقانہ نالہ کیا اور ہوا میں سے خوشبو کو سونگھنا شروع کی۔ اور وہ اس بو کو عاشقوں کی طرح سونگھتے تھے اور ان کی جان ہوا میں شراب الٰہی پی رہی تھی۔ تم کو شاید تعجب ہو کہ ہوا میں سے شراب الٰہی پینا چہ معنی دارد۔ اس لئے ہم اس استبعاد کو دور کرتے ہیں سنو جس لوٹے میں برف کا پانی بھرا ہو اس کے اوپر کچھ قطرات پسینہ کی طرح نمودار ہو جاتے ہیں۔ ان کو جانتے ہو یہ کیا ہیں۔ سنو برف کی سردی سے وہ ہوا جو لوٹے کو محیط تھی پانی ہو گئی ہے۔ یہ اس کے قطرات ہیں اور یہ نہیں ہے کہ لوٹے کی تری باہر آگئی ہو بس جب ہوا سردی پا کر پانی بن سکتی ہے تو ہم کہتے ہیں کہ جو ہوا خوشبو کی حامل تھی وہ پانی ہو گئی پس وہ پانی ایک خاص کیفیت سرور پیدا کرنے کے اعتبار سے شراب کا کام دیتا تھا اب کچھ استبعاد نہ رہا۔ خیر تو جبکہ ان کے اندر مستی ذوق و شوق پیدا ہوئی تو ایک مرید خدمت میں پہنچ گیا اور پہنچ کر دریافت کیا کہ یہ آپ کی عمدہ حالت جو کہ حواس پنجگانہ اور جہات ستہ سے بالاتر ہے اور جس کے اثر سے آپ کا چہرہ کبھی سرخ ہوتا ہے اور کبھی زرد کبھی سفید کیا حالت اور کیا خوشخبری ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ ایں احوال خوش مبتدا ہے اور کہ برد نست الخ اس کی صفت اولیٰ اور گاہ سرخ الخ بحذف عاطف صفت ثانیہ ہے اور چہ حالتست الخ خبر ہے مبتدا کی) آپ بو سونگھتے ہیں اور بظاہر یہاں کوئی پھول یا کوئی اور خوشبودار شے بھی نہیں تو یقیناً یہ خوشبو غیبی اور اسی گلزار کی ہے جو اصل ہے تمام گلزاروں کی اور جس کو گلزار کل کہنا چاہئے پس اے وہ شخص جو ہر عاشق کی جان کا مقصود ہے اور جس کے پاس ہر دم غیب سے ایک نیا پیام اور نیا رقعہ پہنچتا ہے یعنی جو ہر دم حق سبحانہ سے تلقی فیض کرتا ہے اور جس کی مشام جان میں یعقوب کی طرح ایک عجیب و غریب یوسف یعنی مطلوب حقیقی کی بو پہنچ کر موجب سفائے امراض روحانیہ ہوتی ہے۔ آپ جس سبو سے شراب پی رہے ہیں اس کا کوئی قطرہ ہم پر بھی ڈال دیجئے اور اس گلستان کی کچھ حالت ہم سے بھی بیان فرما دیجئے کیونکہ اے سرداری کے شان و شوکت والے ہم اس کے عادی نہیں ہیں کہ ہم پیاسے ہوں اور آپ تنہا یہ شراب پئیں بلکہ ہمیشہ سے آپ ہمیں شریک کرتے آئے ہیں۔ لہٰذا ابھی شریک کیجئے۔ ہاں اے تیزی کے ساتھ اپنے عروج روحانی سے فلک کو طے کرنے والے آپ جلد اٹھیں اور جو شراب آپ نے پی ہے اس کا ایک گھونٹ ہم پر بھی ڈال دیں۔ اس زمانہ میں آپ کا سا کوئی اس بزم شراب کی مہتمم نہیں ہے۔ پس اے بادشاہ آپ ہم بادہ خواروں پر بھی نظر عنایت کیجئے آپ ہم سے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں مگر شراب کو کوئی چھپا نہیں سکتا۔ بلکہ شراب آدمی کو یقیناً مشہور کر دیتی ہے۔ فرض کرو کہ اگر شراب خوار بو چھپا بھی لے اور پوشیدہ بھی کر لے لیکن اپنی چشم مست کو کیا کریگا وہ تو ظاہر کر ہی دے گی۔ آپ ہم سے چھپانے کی ناحق کوشش کرتے ہیں یہ تو وہ بو نہیں ہے جسے ہزاروں پردے بھی چھپا سکیں کیونکہ اس کی تیزی سے دشت و بیابان پر ہیں۔ دشت و بیابان کیا چیز ہیں بلکہ یوں کہئے کہ فلک نہم سے تجاوز کر گئی ہے پس آپ اس خم کے منہ پر گارا نہ لگائیے کیونکہ یہ برہنہ لباس ہیں چھپنے کے قابل نہیں ہے۔ آپ خواہ اسے کتنے ہی لباس پہنائیں مگر یہ ننگی ہی رہے گی یعنی خواہ آپ اسے کتنا ہی چھپائیں مگر ظاہر ہی ہو گی پس اے محرم راز خداوند اور اپنی تحقیق سے راز بیان کرنے والے جس راز کو آپ کے شہباز روح نے شکار کیا ہے" اس کو ہم سے بیان فرما دیجئے۔ بایزید علیہ الرحمۃ نے اس درخواست کے جواب میں فرمایا کہ مجھے یوں ہی ایک عجیب خوشبو آئی ہے۔ جس طرح کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یمن کی جانب سے چنانچہ آپ نے فرمایا تھا کہ بذریعہ صبا کے مجھے یمن سے حق سبحانہ کی بو آئی ہے۔ بات یہ ہے کہ جس طرح رامیں کی بو ویس سے آئی تھی یوں ہی حق سبحانہ کی بو اویس سے آتی تھی اور اس عجیب بو نے جو اویس اور ان کے وطن قرن سے آتی تھی۔ روح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مست اور پر جوش کر دیا تھا اور اویس سے بو آنے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے کو ذات حق میں فنا کر دیا تھا (جس طرح کہ ویس نے جو اول رامیں کا معشوقہ تھی رامیں پر عاشق ہو کر اپنے کو فنا کر دیا تھا) اور چونکہ وہ فانی ہو چکے تھے اس لئے وہ زمینی یعنی غیر حق سبحانہ سے آسمانی یعنی متحد مع الحق ہو گئے تھے۔ شاید اس انقلاب کے سمجھنے میں تمہیں کچھ دقت ہو اس لئے ہم ایک محسوس مثال سے سمجھاتے ہیں جب ہلیلہ کو شکر میں مربی کر لیا جاتا ہے تو اس کی صفت رذیلہ یعنی تلخی دور ہو جاتی ہے اور شیرینی کی صفت شریف اس میں سرایت کر جاتی ہے اس وقت وہ ہلیلہ جو وصف ہلیلویت سے الگ ہو چکی ہے صورۃً ہلیلہ ہوتی ہے مگر مزہ ہلیلہ کا اس میں نہیں ہوتا۔ پس یونہی جو آدمی اپنے کو فنا کر دیتا ہے اور خودی کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ بایں معنی اپنی حقیقت سے خارج ہو کر حق سبحانہ کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے کہ گو اس کی صورت باقی رہتی ہے مگر صفات رذیلہ اس سے دور ہو جاتی ہیں جو منشاء تھیں حق سبحانہ سے مغائرت کا اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے یہ حقیقت ہے اس انقلاب کی اور یہ معنی ہیں فنا فی اللہ اور اتحاد مع اللہ کے۔ اچھا یہ گفتگو تو کبھی ختم ہی نہ ہو گی۔ اب لوٹنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ اس بہادر نے الہام غیبی کے متعلق کیا بیان کیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح شبّیری

جواب سلطان بایزید قدس سرہٗ در معنیٰ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ

انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن

شاہ بایزید قدس سرہ کا جواب آنحضورؐ کے قول کے ہم معنیٰ کہ میں یمن کی جانب سے خدائی سانس محسوس کر رہا ہوں

گفت زیں سو بوئے یارے میرسد	کاندریں دہ شہر یارے میرسد
فرمایا اس طرف سے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے	کیونکہ اس گاؤں میں ایک شاہ آئے گا

یعنی حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ اس طرف سے ایک یار کی بو آ رہی ہے کہ اس گاؤں میں ایک بادشاہ آوے گا۔

بعد چندیں سال میزاید شہے	میزند بر آسمانہا خر گہے
کچھ سال کے بعد ایک شاہ پیدا ہو گا	جو آسمانوں پر خیمہ زن ہو گا

یعنی اتنے سال کے بعد ایک شاہ صاحب پیدا ہوں گے جو کہ آسمانوں پر جائے قیام بنادیں گے۔

رویش از گلزار حق گلگوں بود	از من او اندر مقام افزوں بود
اس کا چہرہ اللہ کے چمن کے پھول کی طرح ہو گا	وہ مرتبہ میں مجھ سے بڑھا ہوا ہو گا

یعنی ان کا چہرہ گلزار حق سے گلگوں ہوگا اور رتبہ میں وہ مجھ سے بھی زیادہ ہوں گے۔ مطلب یہ کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا کہ میاں اس گاؤں میں سے یعنی خارقان میں سے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس گاؤں میں سے یعنی خارقان میں سے ایک دوسرے کی خوشبو آ رہی ہے اور مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس گاؤں میں اتنے برس کے بعد ایک شاہ دین پیدا ہوگا جو کہ عالم بالا میں اپنی جائے قیام بنادے گا یعنی بہت بڑے بزرگ ہوں گے جن کے چہرہ پر نور حق ظاہر ہوگا۔ ان کا مرتبہ اور مقام میرے مرتبہ اور مقام سے بھی عالی ہوگا۔

چیست نامش گفت نامش بوالحسن	حلیہ اش واگفت زابرو تا ذقن
اس کا نام کیا ہے؟ فرمایا اس کا نام ابوالحسن ہے	ان کا حلیہ ابرو سے ٹھوڑی تک صاف بتا دیا

یعنی (مرید نے عرض کیا کہ) ان کا اسم گرامی کیا ہے تو حضرت بایزیدؒ نے فرمایا کہ ان کا نام نامی ابوالحسن ہے اور حضرت بایزیدؒ نے ان کا حلیہ ابرو اور ٹھوڑی تک بیان کر دیا۔ (زابرو تا ذقن سے مراد یہ کہ تمام حلیہ ذرا ذرا کر کے بیان فرمادیا)۔

خداو و رنگ او و شکل او	یک بیک واگفت از گیسو و رو
ان کا رخسار اور رنگ اور شکل	ایک ایک کر کے گیسو اور چہرے کے بارے میں بتا دیا

یعنی ان کا رخسار اور ان کا رنگ اور ان کی شکل ایک ایک کر کے ان کے گیسو اور رو کی حالت بیان فرمادی۔

حلیہائے روح او را ہم نمود	از صفات واز طریق و جائے بود
انہوں نے روح کے حالات بھی بتا دیئے	منتوں اور راستہ اور جگہ اور رہائش کے اعتبار سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان کی روح کا حلیہ بھی دکھلایا صفات سے اور طریقہ سے اور جگہ سے اور بود و باش سے مطلب یہ کہ ان کے بدن کا سارا حلیہ بیان فرمایا کہ ایسے رخسار ہوں گے۔ ایسی آنکھ ناک ہوگی ایسے گیسو ہوں گے علی ہذا اور ان کی روح کا حلیہ بھی بیان فرمایا کہ ان میں اس قدر قوت روحانی ہوگی فلاں مرتبہ ولایت وغیرہ پر ان کا مقام ہوگا۔ غرض سارے حلیے بیان فرما دیئے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

حلیۂ تن ہمچو تن عاریت است	دل بر آں کم نہ کہ آں یک ساعت است
جسم کا حلیہ جسم کی طرح عارضی ہے	اس سے دل نہ لگا کیونکہ وہ تھوڑی دیر کا ہے

یعنی تن کا حلیہ تو تن کی طرح عاریتی ہے اس پر دل کو کم رکھ کہ وہ تو ایک گھڑی کا ہے۔

حلیۂ روح طبیعی ہم فناست	حلیۂ آن جاں طلب کاں بر سماست
طبعی روح کا حلیہ بھی فانی ہے	اس جان کا حلیہ طلب کر جو آسمان پر ہے

یعنی روح طبعی کا حلیہ بھی فانی ہے اس روح کا حلیہ طلب کرو جو آسمان پر ہے۔ مطلب یہ کہ تم نے جوان کے حلیہ تن کو سنا ہے اور ان کی روح طبعی کے حلیے سن کر خوش ہو رہے ہو۔ اسی میں مت لگ جانا کہ یہ تو فانی چیزیں ہیں اس روح مجرد کا حلیہ دیکھو کہ جو باقی ہے جس کا مرتبہ عالی اور مقام عالم بالا اور عالم غیب سے غرض کہ ان اشیاء فانی میں مت لگو عالم غیب اور عالم بالا کی طرف متوجہ ہو۔ آگے پھر ان ہی کا قصہ بیاں فرماتے ہیں کہ۔

جسم او ہمچوں چراغے بر زمیں	نور او بالائے سقف ہفتمیں
اس کا وجود چراغ کی طرح زمین پر ہے	اس کی روشنی ساتویں چھت سے اوپر ہے

یعنی ان کا جسم تو چراغ کی طرح زمین پر ہوگا مگر ان کا نور ساتویں چھت کے اوپر ہوگا۔ مطلب یہ کہ ان کا جسم ظاہری تو زمیں پر ہوگا مگر ان کا نور باطن ساتویں آسمان سے بھی بالا ہوگا۔ جیسا کہ چراغ ہوتا ہے کہ وہ تو ایک جگہ رکھا رہتا ہے مگر اس کا نور تمام مکان کو روشن کیے ہوتا ہے۔ آگے اور اسی کے نظائر بیان فرماتے ہیں کہ۔

آں شعاع آفتاب اندر وثاق	قرص او اندر جہاں چار طاق
سورج کی شعاع گھر میں ہے	اس کی ٹکیہ آسمان کے جہان میں ہے

یعنی وہ آفتاب کی شعاع تو گھر میں ہے اور اس کی ٹکیہ جہاں چار طاق میں ہے (جہاں چار طاق سے مراد آسماں) مطلب یہ کہ دیکھو آفتاب کا نور تو کس قدر پھیلا ہوا ہوتا ہے مگر اس کا جسم ایک جگہ ہی ہوتا ہے۔

نقش گل در زیر بینی بہر لاغ	بوئے گل بر سقف و ایوان دماغ
پھول کا جسم تفریح کے لئے ناک کے نیچے ہے	پھول کی خوشبو دماغ کے محل اور چھت پر ہے

یعنی پھول کا نقش تو ناک کے نیچے ہوتا ہے اور پھول کی خوشبو محل دماغ کی چھت پر ہوتی ہے۔

مرد خفتہ در عدن دیدہ فرق	عکس آں بر جسم افتادہ عرق
(گھر میں) سویا ہوا عدن میں خوف دیکھتا ہے	اس (خوف) کے پرتو سے جسم کو پسینہ آتا ہے

یعنی انسان عدم میں سوتا ہوا ہوتا ہے تو خوف دیکھتا ہے اس کا عکس اس کے جسم پر پسینہ آجاتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیرہن در مصر رہن یک حریص	پر شدہ کنعاں زبوئے آں قمیص
لباس مصر میں ایک لالچی کے قبضہ میں ہے	اس قمیص کی خوشبو سے کنعان بھر گیا ہے

یعنی مصر میں لباس (یوسفی) ایک حریص (برادر یوسف) کے پاس تھا اور اس کرتہ کی خوشبو سے کنعاں بھرا ہوا تھا۔ مطلب یہ کہ دیکھو آفتاب کا جسم ایک جگہ ہے اور نور تمام عالم میں پھیلا ہوا ہے۔ علی ہذا پھول کو ناک کے نیچے رکھ کر سونگھتے ہیں اور اس کی خوشبو دماغ کے اعلیٰ حصہ تک پہنچتی ہے اور لیجئے ایک شخص سو رہا ہے اور خواب میں کوئی خوفناک واقعہ دیکھتا ہے تو جسم پر اس کے پسینہ آ جاتا ہے حالانکہ ظاہر جسم پر کوئی خوف وغیرہ نہیں ہے مگر خواب کا یہ اثر ہوتا ہے اور سنئے کہ پیراہن یوسفی (بھی مصر میں برادران یوسف علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام نے عنایت ہی کیا تھا مگر اس کی خوشبو کنعان میں پہنچ گئی۔ اسی طرح حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا جسم اگرچہ خاک پر اور اس دنیا فانی میں ہوگا مگر ان کا نور روحانی ساتوں آسمان سے بھی بلند ہوگا غرض کہ ان کی پوری حالت کو بیان فرما دیا۔

بر بشتند آں زماں تاریخ را	از کباب آراستند آں سیخ را
اس وقت انہوں نے تاریخ لکھ لی	اس سیخ کو کباب سے آراستہ کر لیا

یعنی لوگوں نے اسی وقت تاریخ لکھ لی۔ اور کباب سے اس سیخ کو سنوار لیا۔ (سیخ را از کباب آراستن اے کار را بانجام رسانیدن) مطلب یہ کہ انہوں نے اسی وقت تاریخ وغیرہ لکھ لی اور کام بالکل ٹھیک کر لیا کہ کوئی کسر باقی نہ رہی تاریخ سنہ حلیہ حالات واقعات وغیرہ جو بیان کیے تھے سب لکھ کر رکھ لئے۔

چوں رسید آں وقت و آں تاریخ راست	زاں زمین آں شاہ پیدا گشت خاست
جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ آئی	اس زمین سے وہ شاہ پیدا ہو گئے اور اٹھے

یعنی جب ٹھیک وہ وقت اور تاریخ پہنچی تو اس زمیں سے وہ شاہ (دین) پیدا ہوئے اور اٹھے مطلب یہ کہ جب وہ تاریخ جس کو حضرت بایزیدؒ نے لکھوایا تھا پہنچی تو حضرت ابوالحسن خرقانی پیدا ہو گئے آگے ان کی پیدائش کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں۔

ترجمہ تشریح: غرض تو بایزید علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اس طرف میرے محبوب (حق سبحانہ) کی بو آتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گاؤں میں ایک جلیل القدر ولی اللہ پیدا ہونے والے ہیں اتنے سال کے بعد ایک بزرگ پیدا ہوں گے اور آسماں پر خیمہ زن ہوں گے یعنی نہایت عالی مرتبت ہوں گے اور ان کا چہرہ گلزار حق سبحانہ سے گلگوں ہوگا۔ اور مجھ سے مقام میں بڑھ کر ہوں گے۔ کسی نے پوچھا کہ ان کا نام کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ابوالحسن نام بتلا کر آپ نے ابرو سے ٹھوڑی تک پورا حلیہ بھی بیان کر دیا اور ان کے رخسار رنگ شکل گیسو اور چہرہ کی تفصیلی کیفیت بیان کر دی۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی روح کا حلیہ بھی بتلا دیا۔ یعنی اس کے صفات اور اس کا مسلک اور مقام بھی بیان کر دیا۔ یہاں سے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے اس بیان سے معلوم ہوا کہ نقشہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک جسم کا نقشہ دوسرا روح کا نقشہ۔ پس تم سمجھو کہ جس طرح جسم چندروزہ ہے یوں ہی اس کا نقشہ (حسن وغیرہ) بھی چندروزہ ہے۔ پس اس سے دل نہ لگاؤ۔ کیونکہ یہ تھوڑی دیر کا

www.besturdubooks.wordpress.com

مہمان ہے اور روحیں دو قسم کی ہیں ایک روح حیوانی دوسری روح انسانی۔ سو روح حیوانی کا نقشہ بھی فانی ہے اس سے بھی دل نہ لگانا چاہیے ہاں اس روح انسانی کا حلیہ باقی ہے جو آسمان پر ہے اور جس کو عالم بالا سے تعلق ہے لہذا اس جان کا حلیہ مطلوب ہونا چاہیے۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو کہ بایزید علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ابوالحسن کا جسم تو چراغ کی طرح زمین پر ہوگا۔ اور اس کا نور ساتویں آسمان سے اوپر اس مضمون کو ہم دیگر چند مثالوں سے سمجھاتے ہیں۔ سنو قرص آفتاب آسمان پر ہوتی ہے مگر اس کی شعاعیں لوگوں کے گھروں میں۔ نیز صورت گل ناک سے نیچے ہوتی ہے مگر بو دماغ میں ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک شخص سوتا ہوتا ہے اور عدن میں وہ ایک خوفناک منظر دیکھتا ہے مگر اس کے جسم پر پسینہ آجاتا ہے اور دیکھو پیرہن یوسفی مصر میں ایک شخص کے قبضہ میں تھا مگر کنعان اس کی بو سے مالا مال تھا ان تمام مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ذات شے کہیں اور ہو اور اس کا اثر کہیں اور یہ ممکن بلکہ واقع ہے۔ پس یہی حالت ابوالحسن کی ہوگی کہ گو وہ خود زمین پر ہوں گے مگر ان کے انوار عالم بالا پر ہوں گے۔ خیر تو جب انہوں نے ان کی تفصیل حال بیان کر دی تو لوگوں نے ان کی تاریخ ولادت لکھ لی۔ جو شیخ کی زبان سے سنی تھی پس جب وہ وقت اور تاریخ آئی تو اسی سرزمین سے جس سے شیخ نے ان کا پیدا ہونا بیان کیا تھا۔ ابوالحسن ظاہر ہوئے۔

شرح شبیری

زادن شیخ ابوالحسن قدس سرہٗ خرقانی بعد از وفات شیخ بایزید روح اللہ روحہ بہماں تاریخ

حضرت ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کا شیخ بایزیدؒ کی وفات کے بعد
اسی تاریخ کو پیدا ہونا اللہ تعالیٰ ان کی روح کو راحت پہنچائے

زادہ شد آں و نرد ملک باخت	از عدم پیدا شد و مرکب بتاخت
وہ شاہ پیدا ہو گئے اور سلطنت کی بازی کھیلی	عدم سے پیدا ہوئے اور سواری دوڑا دی

یعنی وہ شاہ (دین) پیدا ہوئے اور ملک کی بازی کھیلی عدم سے پیدا ہو کر مرکب کو چلایا۔ مطلب یہ کہ حضرت پیدا ہوئے اور ملک دین کے بادشاہ ہوئے یعنی شیخ طریقت ہوئے۔

از پس آں سالہا آمد پدید	بوالحسن بعد از وفات بایزید
اس کے سالوں بعد پیدا ہوئے	ابوالحسن بایزیدؒ کی وفات کے بعد

یعنی ان برسوں کے بعد (جن کو حضرت بایزید نے فرمایا تھا) حضرت ابوالحسنؒ بعد وفات حضرت بایزیدؒ کے ظاہر ہوئے یعنی حضرت بایزیدؒ کی وفات کے اسی قدر مدت بعد جتنی کہ وہ بتلا گئے تھے حضرت ابوالحسنؒ پیدا ہوئے۔

جملۂ خوہائے او زامساک و جود	آنچناں آمد کہ آں شہ گفتہ بود
ان کی تمام عادتیں نہ دینے اور دینے میں	اسی طرح ثابت ہوئیں جیسا کہ ان شاہ نے فرمایا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ان کی تمام خصلتیں سخاوت کی اور امساک کی اس طرح آئیں جیسی کہ اس شاہ (دین) نے بنائی تھیں۔ اب یہاں کسی کو شبہ ہوسکتا تھا کہ انہوں نے اس طرح کیسے بنادیا اس شبہ زائل فرماتے ہیں کہ۔

لوح محفوظ است او را پیشوا	از چہ محفوظ است محفوظ از خطا
لوح محفوظ ان کی پیشوا ہے	کس چیز سے محفوظ؟ غلطی سے محفوظ ہے

یعنی لوح محفوظ ان کی پیشوا تھی اور محفوظ کس شے سے تھی خطا۔ محفوظ تھی۔

نے نجوم ست و نہ رمل ست و نہ خواب	وحی حق واللہ اعلم بالصواب
نہ نجوم ہے نہ رمل ہے اور نہ خواب	اللہ کا الہام ہے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

یعنی نہ کوئی نجوم تھا اور نہ رمل تھا اور نہ خواب تھا۔ (بلکہ) الہام حق تھا واللہ اعلم بالصواب مطلب یہ کہ انہوں نے ان کے قصہ کو نہ تو کسی رمل سے نہ نجوم سے نہ خواب وغیرہ کسی شے سے معلوم کیا تھا۔ بلکہ لوح محفوظ پر سے حق تعالیٰ نے ان کو بذریعہ الہام کے بتادیا تھا۔ اس لئے ان کو معلوم ہوگیا تھا۔ اور مصرعہ از چہ محفوظ الخ جملہ معترضہ کے طور پر ہے کہ لوح محفوظ کو لوح محفوظ کیوں کہتے ہیں فرماتے ہیں کہ وہ خطا سے چونکہ محفوظ ہے اس لئے لوح محفوظ کہتے ہیں۔ غرض الہام حق سے ان کو معلوم ہوگیا تھا۔ باقی اگر اور کوئی بات ہو اس کو اللہ جانے ہمیں تو جس قدر معلوم تھا بیان کردیا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

از پئے روپوش عامہ در بیان	وحی دل گویند آں را صوفیاں
عوام سے روپوشی کے لئے بیان میں	اس کو صوفی دل کی وحی کہہ دیتے ہیں

یعنی عوام کے بتلانے کے لئے بیان میں صوفیہ اس کو وحی دل کہہ دیتے ہیں۔

وحی دل گیرش کہ منظرگاہ اوست	چوں خطا باشد کہ دل آگاہ اوست
اس کو دل کی وحی تسلیم کرلے کیونکہ وہ اس (خدا) کی نظرگاہ ہے	غلطی کیسے ہوگی کیونکہ دل اس سے باخبر ہے

یعنی اس کے دل کی لینے والی وحی جو اس کی منظرگاہ ہے۔ کیونکر غلط ہوسکتی ہے کہ دل اس سے آگاہ ہے۔

مومنا ینظر بنور اللہ شدی	از خطا و سہو ایمن آمدی
اے مومن! تو "وہ دیکھتا ہے اللہ کے نور سے" بن گیا ہے	تو غلطی اور بھول سے محفوظ ہو گیا ہے

یعنی اے مومن تو ینظر بنور اللہ ہوگیا ہے اور خطا اور سہو سے بے خوف ہوگیا ہے۔ مطلب یہ کہ اس الہام حق کو عوام کے سمجھانے کے لئے حضرات صوفیہ الہام قلب کہہ دیتے ہیں ورنہ اصل میں یہ الہام حق ہی ہوتا ہے جس میں کہ اگر کوئی مانع اور عارض نہ ہو تو خطا نہیں ہوسکتی اور سہو نہیں ہوسکتا ہاں عارض کے ہوتے ہوئے اگر خطا و سہو ہو وہ اور بات ہے ورنہ اس میں خطا و سہو ہرگز نہیں ہوتا۔ اس کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے حواس ظاہری کہ آنکھ دیکھتی ہے اور اگر کوئی عارض اور مانع نہ ہو تو عادت یہ ہے کہ اس کے دیکھنے میں خطا نہیں ہوتی لیکن اس میں بھی عارض ہو تو خطا ہو جاتی ہے مگر اس خطا کے ہوجانے سے کوئی اس کے ادراکات

www.besturdubooks.wordpress.com

کو غیر یقینی نہیں کہتا۔ بلکہ ادراکات یقینی ہی ہیں اور اس کا غلط ہو جانا عارض کے سبب سے کہا جاوے گا۔ اسی طرح ان حواس باطن میں بھی ہے کہ اگر عارض پیش نہ آوے تو بے شک ان میں غلطی نہیں ہوتی اسی لئے بعض صوفیہ نے ان کے ادراکات کو یقینی قرار دیا ہے مگر محققین صوفیان کے ادراکات کو ظنی ہی کہتے ہیں کہ ان پر یقین کر کے کسی سے بدگمان ہو جانا یا کسی پر تہمت لگا دینا جائز نہیں فرماتے۔ خوب سمجھ لو۔ آگے اس غلام کے وظیفہ کم ہو جانے کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور اسی کے ذیل میں یہ مضمون بھی بیان فرماویں گے کہ حضرات اہل اللہ کا وظیفہ اور ان کا کھانا دل و جان سے ہوتا ہے اور ان کی اصل غذا غیب سے ہوتی ہے۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: وہ پیدا ہوئے اور پیدا ہو کر سلطان طریقت ہو گئے وہ عدم سے وجود میں آئے اور موجود ہو کر راہ سلوک کو طے کرنا شروع کر دیا۔ وہ بایزید علیہ الرحمہ کی وفات کے بھی چند سال بعد پیدا ہوئے مگر جو صفات شیخ نے بیان کی تھیں کہ ان میں اپنے محل پر بخل ہوگا جو محمود ہے اور اپنے موقع پر سخاوت ہوگی وہ سب اسی طرح ظاہر ہوئیں جس طرح انہوں نے بیان کی تھیں اور کیوں نہ ہوتیں وہ تو لوح محفوظ کے مطالعہ سے کہہ رہے تھے اور لوح محفوظ کو محفوظ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں غلطی نہیں ہو سکتی۔ تو ان کا بیان کیونکر غلط ہو سکتا تھا اور ان کا بیان وحی حق سبحانہ پر مبنی تھا نہ کہ نجوم یا رمل یا خواب پر پھر غلطی کیسے ہو سکتی تھی اس مقام پر ہم تمہیں ایک باریک بات پر مطلع کرتے ہیں وہ یہ کہ کشف و الہام بھی وحی ہے مگر عوام سے مخفی رکھنے کیلئے صوفیہ اس کو مطلق استعمال نہیں کرتے۔ بلکہ وحی دل کہتے ہیں تا کہ عوام دھوکہ میں نہ پڑ جائیں اور اس سے وہ وحی نہ سمجھ جائیں جو مخصوص ہے انبیاء کے ساتھ اور اہل اللہ کو نبی نہ سمجھ بیٹھیں یا ان سے بدظن نہ ہو جائیں۔ خیر تم اسے اس دل کی وحی مانو جو محل نظر حق سبحانہ ہے اور مطلق وحی نہ کہو۔ مگر اس سے اصل مقصود پر کچھ اثر نہیں پڑتا کیونکہ اس وقت بھی یہ یقینی ہی رہے گی کیونکہ وہ قلب عارف باللہ ہے اور صاحب قلب مومن ہے اور مومن ناظر بنور اللہ اور نظر بنور اللہ خطا و سہو سے مامون ہے۔ اس لئے عارف خطا و سہو سے مامون ہے پھر غلطی کیونکر ہو سکتی ہے۔

فائدہ: تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ یقینیت وعدم یقینیت کشف و الہام غیر نبی اہل فن کے درمیان مختلف فیہ ہے کچھ لوگ انہیں یقینی کہتے ہیں اور کچھ لوگ یقینیت کا انکار کرتے ہیں۔ مولانا کی تحقیق مسلک اول کے موافق ہے اور وہ بھی یقینیت کا دعویٰ کرتے ہیں اس بناء پر وہ کہتے ہیں کہ کشف و الہام بھی حقیقۃً اقسام ہیں وحی کے۔ اس لئے ان پر وحی کا اطلاق فی نفسہ صحیح ہے۔ مگر صوفیہ لوگوں کو غلطی سے بچانے کے لئے اس کو مطلق استعمال نہیں کرتے۔ اور وحی دل کہتے ہیں جس سے وحی انبیاء اور وحی اہل اللہ میں تغایر نوعی مفہوم ہوتا ہے اور اہل اللہ پر دعویٰ نبوت کا شبہ نہیں ہوتا اس کے بعد فرماتے ہیں کہ اچھا تم اس کو مطلق وحی نہ کہو بلکہ وحی دل ہی مانو۔ مگر یقینیت اس کی اس وقت بھی ہاتھ سے نہیں جاتی کیونکہ قلب عارف باللہ ہے اور صاحب قلب مومن اور مومن ناظر بنور اللہ اور نظر بنور اللہ میں خطا و سہو واقع نہیں ہو سکتے تو ہمارا مدعا ثابت ہے یہ تو حاصل ہے اس کلام کا اب ہم اس شبہ کو دفع کرنا مناسب سمجھتے ہیں جو سالکین مسلک یقینیت کشف و الہام پر وارد ہوتا ہے ان پر شبہ یہ ہوتا ہے کہ اس صورت میں ان کا نبی ہونا لازم آئے گا۔ اور لازم ہے کہ ان کے الہام و

www.besturdubooks.wordpress.com

کشف کا منکر کافر ہو جواب اس کا یہ ہے کہ الہام و کشف کا یقینی ہونا اور ان کا وحی حق ہونا نبوت کو مستلزم نہیں ہے نبوت ایک خاص منصب ہے۔ پس یہ ضروری نہیں کہ جس کو کشف والہام یقینی ہو اس کو یہ خاص منصب بھی عطا ہو۔ مثلاً بادشاہ اپنے وزیر سے بھی خطاب کرتا ہے اور ایک خادم سے بھی اور باوجودیکہ وہ خطاب دونوں کے لئے قطعی ہوتا ہے مگر اس سے وہ خادم وزیر نہیں ہو جاتا اور اس الہام و کشف کا منکر کافر اس لئے نہیں ہوتا کہ ان کے یقینیت کسی دلیل قطعی سے ثابت نہیں۔ چنانچہ مولانا نے جو دلیل بیان فرمائی ہے وہ بھی خطابی ہے نہ کہ برہانی۔ نیز خود ان قائلین کے فہم میں بھی نفس الامر میں غلطی کا احتمال موجود ہے اس لئے نہ دوسرے لوگ کشف والہام اہل اللہ کے انکار سے نفس الامر میں کافر ہو سکتے ہیں اور نہ قائلین بہ یقینیت کشف والہام کے نزدیک اور نہ وہ لوگ خود اپنے کشف والہام کے انکار سے کافر ہو سکتے ہیں) خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اور وہ جوان روٹی کی کمی سے کمزور ہو گیا ہے اس لئے اس گفتگو کو چھوڑ کر اس کی خبر لینی چاہئے۔

ف: واضح ہو کہ این سخن پایاں ندارد اور نسخۂ موجودہ میں سرخی آئندہ کے تحت میں تین شعروں کے بعد واقع ہے لیکن چونکہ مضمون کے لحاظ سے اس کا مقام پر ہونا مناسب نہیں تھا اس لئے اس مقام پر نقل کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم بالسرار خلص عبادہ)

شرح شبّیری

رجوع بحکایت کمی اجرائے آں غلام و در بیان اجرائے دل و جان صوفی از طعام اللہ تعالیٰ

اس غلام کی روزی کی کمی کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا بیان

کہ صوفی کے دل و جان کی روزی خدائی کھانے سے ہوتی ہے

صوفیے از فقر چوں در غم شود	عین فقرش دایہ و مطعم شود
کوئی صوفی جب فقر سے رنجیدہ ہوتا ہے	اس کیلئے خود فقر دایہ اور کھانا کھلانے والا بن جاتا ہے

یعنی صوفی فقر سے کیوں غم میں ہو اس لئے کہ عین فقر اس کے لئے مربی اور کھانا کھلانے والا ہوتا ہے۔

زانکہ جنت از مکارہ رستہ است	رحم عاجز و اشکستہ است
کیونکہ بہشت تکالیف سے بنی ہے	رحم عاجز اور شکستہ (دل) کا حصہ ہے

یعنی چونکہ جنت ناگوار چیزوں سے بنی ہے تو رحم عاجز اور شکستہ حال کا حصہ ہوتا ہے۔

آنکہ سرہا بشکند او از علو	رحم حق و خلق ناید سوی او
وہ شخص جو تکبر سے سروں کو کچلتا ہے	اللہ اور مخلوق کا رحم اس کی جانب نہیں آتا ہے

یعنی جو شخص کہ سر کو غلو کی وجہ سے توڑے تو حق تعالیٰ کا اور مخلوق کا رحم اس کی طرف نہیں آتا مطلب یہ کہ اہل اللہ کو فقر سے اور دنیا کی کمی سے کچھ غم نہیں ہوتا بلکہ وہ فقر وغیرہ میں خوش رہتے ہیں کیونکہ حدیث میں ہے کہ حفت الجنة بالمکارہ کہ جنت کے چاروں طرف ناگوار اشیاء کی باڑ لگی ہوئی ہے کہ جو جنت میں جاوے اول ناگواریوں کو برداشت کرے تو جنت میں جانے کے لئے ان اشیاء کا گوارا کرنا شرط ہوا تو اہل اللہ کو دنیا کی کمی سے کیوں غم ہوگا وہ تو

www.besturdubooks.wordpress.com

جانتا ہے کہ اس کی کمی سے خدا کے یہاں کی نعمتیں نصیب ہوں گی لہذا یہ کمی اس کے لئے موجب فرح ہوتی ہے اور بجائے اس دنیوی فرحت کے یہ فرحت اس کو بے حد خوش کن ہوتی ہے مگر یہ تو اس کے لئے ہے جو اللہ والا ہو اور جس میں یہ صفت نہ ہو اس کو تو بس یہ دنیا ہی کی نعمتیں مایہ زندگی ہوں گی اور ان ہی کے پیچھے جان دے گا جیسا کہ وہ غلام تھا کہ ذرا سے وظیفہ کی کمی سے گھبرا گیا اور بادشاہ کو شکایت لکھی آگے اسی کے قصہ کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

ایں سخن پایاں ندارد واں جواں	از کم اجرائے نان شد ناتواں
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اور وہ جوان	روزی کے کم ہو جانے سے کمزور ہو گیا ہے

یعنی یہ باتیں تو انتہا نہیں رکھتیں اور وہ جوان وظیفہ کی کمی کی وجہ سے ناتواں ہو رہا ہے مطلب یہ کہ اس مضمون کی اور اولیاء اللہ کے طعام غیب سے کھانے کے مضمون کی تو کہیں انتہا نہیں ہے اس کو ترک کرو کہ وہ غلام وظیفہ کی کمی کی وجہ سے مرا جا رہا ہے اس کا قصہ بیان کرو۔ اتنا فرما کر آگے پھر وہی مضمون ارشاد فرماتے ہیں کہ۔

شاد آں صوفی کہ رزقش کم شود	آں شبہ در گردد و اویم شود
وہ صوفی خوش نصیب ہے جس کا رزق کم ہو جائے	وہ پوتھ موتی بن جائے اور وہ دریا ہو جائے

یعنی کیا اچھا ہے وہ صوفی کہ اس کا رزق کم ہو تو وہ پوتھ موتی ہو جاوے اور وہ شخص دریا ہو جاوے مطلب یہ کہ وہ اہل اللہ کیسے اچھے ہیں کہ ان کا اگر رزق دنیوی کم بھی ہو جاتا ہے تو ان کو کوئی غم نہیں ہوتا بلکہ ان کی وہ حالت جو مشابہ پوتھ کے تھی جو ایک سب سے ادنیٰ درجہ کی قسم موتیوں میں سے ہے مشابہ در اعلیٰ قسم کے موتی کے ہو جاتی ہے اور یہ شخص بوجہ اس کے کہ اس کے اندر وہ صفت ہوتی ہے دریا کے مشابہ ہو جاتا ہے کہ جیسے دریا میں موتی ہوتا ہے غرض کہ اس دنیوی رزق کی کمی سے اس کے مراتب اور عالی ہوتے ہیں کیونکہ یہ شخص ان پر صبر کرتا ہے ان کا حق ادا کرتا ہے اس کے درجے رہتے ہیں اور اس کے بدلہ میں رزق حقیقی اور رزق ابدی عالم غیب کا اور قرب حق تعالیٰ کا نصیب ہوتا ہے اور پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

زاں جرائے خاص ہر کہ آگاہ شد	او سزائے قرب و اجرے گاہ شد
جو شخص اس خاص روزی سے واقف ہو گیا	وہ قرب کا مستحق اور روزی کا مقام بن گیا

یعنی اس خاص وظیفہ سے جو آگاہ ہوا وہ قرب (حق) کے لائق اور وظیفہ ملنے کی جگہ کے لائق ہو گیا۔ مطلب یہ کہ جو اس حق تعالیٰ کے جرا سے آگاہ ہو گیا اور جس کو وہ مل گئی اس کو تو قرب حق نصیب ہو گیا اور عالم غیب میں اس کا مقام ہو جاتا ہے۔

زاں جرائے روح چوں نقصاں شود	جانش از نقصان او لرزاں شود
جب روح کی روزی میں کمی آئے	اس کی کمی سے اس کی جان لرزنے لگے

یعنی اس روحانی وظیفہ میں سے اگر کم ہو جاوے تو اس کی جان اس کی کمی کی وجہ سے کانپ اٹھتی ہے۔

پس بداند کہ خطائے رفتہ است	کہ سمن زار رضا نشگفتہ است
وہ جانتا ہے کہ کوئی گناہ ہوا ہے	جس کی وجہ سے رضا کا باغیچہ نہیں کھلا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی وہ سمجھتا ہے کہ کوئی خطا ہوئی ہے کہ رضائے (حق) کا گلزار شگفتہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ جب کسی شخص کو روحانی وظیفہ مل جاتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کو قرب نصیب ہو جاتا ہے پھر اگر اس میں ذرا سی بھی کمی آتی ہے تو یہ شخص کانپ اٹھتا ہے اور سمجھتا ہے کہ ضرور مجھ سے کوئی خطا ایسی سرزد ہوئی ہے کہ جس کی وجہ سے اس میں کمی آئی۔ بس یہ سمجھ کر اپنی خطا کی معافی میں لگتا ہے اور اس کا تدارک کرتا ہے اسی کو ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ۔

بار دل سالک ہزاراں غم شود گرز باغ دل خلالے کم بود

ہمچناں کاں شخص از نقصان کشت	رقعہ سوئے صاحب خرمن نوشت
جیسے کہ اس شخص نے کھیتی کی کمی کی وجہ سے	کھلیان کے مالک کو رقعہ لکھا

یعنی اسی طرح اس شخص نے وظیفہ کی کمی کی وجہ سے صاحب خرمن کو رقعہ لکھا تھا۔ مطلب یہ کہ جس طرح یہ شخص روحانی وظیفہ کی کمی کی وجہ سے کانپ جاتا ہے اور اپنی خطا پر نادم ہوتا ہے اسی طرح اس غلام نے بھی بادشاہ کو رقعہ لکھا جس میں اپنی حالت کا اظہار تھا اگرچہ وہ پشیمانی اور اپنی حالت کا مشاہدہ اس کو نہ تھا مگر خیر ادھر توجہ کرنے میں اس صوفی اور اللہ والے کے مشابہ ہو گیا آگے اس کے قصہ کی طرف رجوع فرما کر اس کو ختم فرماتے ہیں کہ۔

رقعہ اش بردند پیش میر راد	خواند او رقعہ جوابے وانداد
داتا حاکم کے پاس رقعہ لے گئے	اس نے رقعہ پڑھا کوئی جواب نہ دیا

یعنی اس کا رقعہ امیر سخی کے آگے لے گئے تو اس نے رقعہ کو پڑھا اور کوئی جواب نہیں دیا۔

گفت او را نیست الا درد قوت	پس جواب احمق اولیٰ تر سکوت
کہا اس کو تحض روزی کا رنج ہے	تو خاموشی بیوقوف کے جواب میں زیادہ اچھی ہے

یعنی کہنے لگا کہ اس کو سوائے روزی کے غم کے اور کچھ نہیں ہے تو احمق کے جواب میں سکوت بہتر ہے۔ مطلب یہ کہ جب اس نے رقعہ لکھا تو اس کا رقعہ لوگ بادشاہ کی خدمت میں لے گئے بادشاہ نے رقعہ کو پڑھ کر اس کو تو کوئی جواب نہیں دیا ہاں اور لوگوں سے فرمایا کہ میاں دیکھو اس کو سوائے اپنی تنخواہ کے غم کے اور کوئی فکر ہی نہیں اس کو اس کا غم نہیں کہ ہم اس سے خفا ہیں عتاب شاہی کا خوف نہیں ذرا سی کمی روٹی میں آ گئی تو مرا جاتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بالکل بے وقوف اور احمق ہے۔ لہذا جواب الاحمق سکوت جواب جاہلاں باشد خموشی یہی بہتر ہے کہ اس نامعقول کو جواب ہی نہ دیا جاوے اسی لئے کوئی جواب اس کو نہیں دیا گیا۔ اور بادشاہ نے کہا کہ۔

نیستش درد فراق و وصل ہیچ	بند فرع است و نجوید اصل ہیچ
اس کو فراق اور وصل کا درد بالکل نہیں ہے	وہ شاخ کا پابند ہے جڑ کی تلاش بالکل نہیں کرتا ہے

یعنی اس کو (ہمارے) فراق و وصل کا بالکل غم نہیں فرع میں لگا ہوا ہے اصل کو تلاش نہیں کرتا۔

احمق است و مردہ ما و منے	کز غم فرعش فراغ اصل نے
بیوقوف ہے اور خودی اور انانیت کا مردہ ہے	کہ اس کو شاخ کے غم کی وجہ سے جڑ کی فرصت نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی احمق ہے اور اپنی خودی میں مرا ہوا ہے کہ فرع کے غم کی وجہ سے اس کو اصل کی فراغت ہی نہیں۔ مطلب یہ کہ بادشاہ نے کہا کہ اس نالائق کو یہ فکر نہیں کہ مجھ پر عتاب شاہی ہو رہا ہے اس کی فکر کروں جو اصل ہے اگر بادشاہ راضی ہیں تو سب کچھ موجود ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ مگر یہ اس قدر احمق ہے کہ فرع میں ایسا لگ گیا کہ اصل کی اسے خبر ہی نہ رہی اور اس کو اتنی فرصت ہی نہیں جو اصل کی طرف توجہ کرے یہ ساری باتیں اس کو مقتضی ہیں کہ اس کو جواب نہ دیا جاوے مولانا نے اس قصہ کو اس پر شروع فرمایا تھا کہ حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کو میں اور بیان کرتا مگر چونکہ عوام کا فہم کم ہے اس لئے میں اور بیان نہیں کرتا احمقوں کے سامنے تو چپ رہنا ہی بہتر ہے۔ آگے یہ قصہ شروع فرمایا تھا یہاں آ کر مولانا کا مقصود قصہ سے حاصل ہو گیا کہ بے شک احمق کا جواب سکوت ہی ہے۔ آگے اس کا جو قصہ آوے گا وہ تتمیم قصہ ہوگا۔ اور دیگر فوائد اس میں ہوں گے۔ یہ مقصود یہاں تک ختم ہوا چونکہ یہاں فرمایا ہے کہ وہ غلام فرع میں لگا ہوا تھا اور اصل سے غافل تھا۔ اس پر آگے ایک مضمون بیان فرماتے ہیں کہ اہل دنیا بھی اصل کو چھوڑ کر فروع میں لگے ہوئے ہیں۔ اصل یعنی حق تعالیٰ کی طرف تو توجہ کرتے نہیں اس دنیا میں جو فرع ہے منہمک ہو رہے ہیں اس کو ایک مثال دیکر بیان فرماتے ہیں کہ۔

آسمانہا و زمیں یک سیب داں	کز درخت قدرت حق شد عیاں
آسمانوں اور زمین کو ایک سیب سمجھ	جو اللہ (تعالیٰ) کی قدرت کے درخت سے پیدا ہوا ہے

یعنی آسمانوں کو اور زمین کو ایک سیب (کی طرح) جانو جو کہ قدرت حق کے درخت سے ظاہر ہوا ہے۔

تو چو کرمے درمیاں سیب در	وز درخت و باغبانے بے خبر
تو کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے	درخت اور باغبان سے لاعلم ہے

یعنی تو ایک کیڑے کی طرح سیب کے اندر ہے اور درخت اور باغبان سے بے خبر ہے۔

آں یکے کرمے دگر در سیب ہم	لیک جانش از بروں صاحب علم
دوسرا کیڑا بھی سیب ہی میں ہے	لیکن اس کی جان باہر کی علم بردار ہے

یعنی ایک دوسرا کیڑا بھی سیب کے اندر ہی ہے لیکن اس کی جان باہر سے صاحب علم ہے۔

جنبش او واشگافد سیب را	بر نتابد سیب آں آسیب را
اس کی حرکت سیب کو پھاڑ دیتی ہے	سیب اس صدمہ کو برداشت نہیں کر سکتا

یعنی اس کی جنبش سیب کو پھاڑ دیتی ہے اور سیب اس قوت کی برداشت نہیں لا سکتا۔

بر دریده جنبش اوپر دہا	صورتش کرم است و معنی اژدہا
اس کی حرکت نے پردوں کو پھاڑ دیا	اس کی صورت کیڑے کی ہے اور باطن اژدہا ہے

یعنی اس کی جنبش نے پردوں کو پھاڑ دیا ہے۔ اس کی صورت تو کیڑے کی ہے اور حقیقۃً ایک اژدہا ہے۔ مطلب یہ کہ اس دنیا کی اور تمہاری اس میں انہماک کی اور غفلت عن الحق کی اور اہل اللہ کے اس سے الگ رہنے کی اور تعلق مع الحق کی ایسی

www.besturdubooks.wordpress.com

مثال ہے کہ جیسے ایک سیب ہے جو کسی باغبان کے لگائے ہوئے درخت میں سے گرا ہے۔ اس میں دو کیڑے ہیں ایک کی تو یہ حالت ہے کہ اس کو باہر کی کچھ خبر نہیں بس وہ اپنا عالم اور مقصود سب کچھ اس سیب ہی کو سمجھے ہوئے ہے۔ نہ اسے یہ خبر کہ یہ سیب کس درخت پر سے گرا ہے تو وہ درخت کیسا ہے اور نہ اسے یہ خبر کہ وہ درخت کسی کے لگانے سے لگا ہے تو اس لگانے والے کی تلاش ضروری ہے۔ غرض اس کو سوائے سیب کے اور کسی کی خبر نہیں اور دوسرا کیڑا بھی صورت میں تو ویسا ہی اور اسی کا ہم جنس ہے مگر حالت اس کی یہ ہے کہ وہ درخت سیب سے واقف ہے اور اس درخت کے لگانے والے سے بھی اپنی استعداد کے موافق واقف ہے اور اسی وجہ سے اس کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ ذرا سی جنبش بھی کرے تو سیب وغیرہ سب ہلاک ہو جاویں اور اس کی جنبش کی برداشت نہ کر سکیں۔ یہ قوت اس میں درخت سیب اور اس کے لگانے والے کی واقفیت ہی کی بدولت پیدا ہوئی ہے۔ بس اسی طرح یہ دنیا ایک سیب ہے اور اس کا درخت قدرت حق ہے اور اس درخت کا لگانے والا یعنی قدرت کا جاری کرنے والا حق تعالیٰ جل شانہ ہے اور اہل دنیا اور اہل اللہ دو کیڑوں کے مانند ہیں تو اہل دنیا نے تو صرف اس سیب ہی کو ماویٰ و ملجا قرار دے رکھا ہے اور اسی میں منہمک ہو کر اصل کو یعنی حق تعالیٰ کو چھوڑ رکھا ہے جس کا یہ سارا کرشمہ ہے ورنہ اگر وہ درخت نہ لگاتا یعنی قدرت کو ظاہر نہ فرماتے تو یہ سیب ہی کہاں سے لگتا۔ غرض وہ تو اصل سے غافل اور فرع میں لگا ہوا ہے اور حضرات اہل اللہ رہتے تو ہیں اسی دنیا میں مگر انہوں نے قدرت حق کا بھی مشاہدہ کیا ہے اور بقدر اپنی طاقت کے معرفت حق بھی حاصل کی ہے اس کی بدولت آج ان کی یہ شان ہے کہ تمام زمین و آسمان ان کی ایک حرکت کی تاب نہیں لا سکتے۔ بلکہ خود ان زمین و آسمان کا وجود ہی ان کی بدولت ہے۔ تو انہوں نے اصل کو لیا ہے اور فروع کو ترک کیا۔ اس کی برکت دیکھ لو یہ ہے کہ وہ ان فروع کو ترک کرتے ہیں اور یہ اور ان کو لپٹی جاتی ہیں۔ اور جو خود ان فروع ہی کی طرف رغبت کرتے ہیں ان کو اصل تو بوجہ ان کی غفلت کے ملتی ہی نہیں مگر جن کی طرف توجہ کی تھی یعنی فروع وہ بھی ڈھنگ سے نہیں ملتیں۔ بس لا الیٰ ھٰؤلاء ولا الیٰ ھٰؤلاء کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اگر یہ غلام بادشاہ کو راضی کر لیتا تو ساری چیزیں اس کی تھیں کہ اس کی رضا ہی اصل تھی مگر یہ فروع میں لگ گیا اور روٹی کے کم ہو جانے کے غم میں مرنے لگا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عتاب شاہی سے بھی رہائی نہ ہوئی اور جس کی طلب میں لگا تھا وہ مقصود بھی پورا نہ ہوا لہذا۔ چاہئے کہ فروع کو ترک کر کے اور انہماک دنیا سے الگ ہو کر متوجہ بحق ہو اور حق تعالیٰ کو راضی کرو کہ پھر سب کچھ تمہارا ہے چونکہ بیان کیا تھا کہ دونوں کرم صورۃً ایک سے ہوتے ہیں مگر معنیً ایک ان میں سے اژدہا ہوتا ہے جس سے مقصود یہ تھا کہ حضرات اہل اللہ بظاہر صورت تو مثل دیگر انسان کے ہوتے ہیں مگر قوت روحانی کے اعتبار سے ان سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ آگے اسی کو ایک اور مثال سے واضح فرماتے ہیں کہ۔

اتشے کاول ز آہن می جہد	او قدم بس ست بیروں می نہد
وہ چنگاری جو شروع میں لوہے سے نکلتی ہے	وہ باہر کو بہت سست قدم رکھتی ہے

یعنی جو آگ کہ اول لوہے سے نکلتی ہے وہ بہت ہی سست قدم باہر رکھتی ہے۔

دایہ اش پنبہ است اول لیک اخیر	میرساند شعلہا را تا اثیر
اس کی دایہ شروع میں روئی ہے لیکن آخر میں	وہ اپنے شعلے آسمان تک پہنچا رہی ہے

یعنی اس کی مربی اول تو روئی ہوتی ہے مگر آخر میں وہ (اپنے) شعلوں کو آسمان تک پہنچاتی ہے مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو کہ جب چقماق کو لوہے پر مارتے ہیں تو اس سے کس قدر ضعیف اور ذرا سی چنگاری نکلتی ہے اس چنگاری کو روئی میں رکھ لیتے ہیں تو وہ روئی اس کو بڑھاتی ہے اور پالتی ہے یہاں تک کہ پھر اسی ذرا سی چنگاری کے شعلہ آسمان تک پہنچتے ہیں اور کسی کے روکے رک نہیں سکتے بس اسی طرح سمجھو کہ۔

مرد اول بستۂ خواب و خوراست	آخر الامر از ملائک برتراست
انسان شروع میں سونے اور کھانے کا پابند ہے	آخر میں وہ ملائکہ سے برتر ہے

یعنی انسان اول خواب وخور کا مقید ہوتا ہے اور آخر میں فرشتوں سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

در پناہ پنبہ و کبریتہا	شعلۂ و نورش برآید تا سہا
روئی اور گندھک کی پناہ میں	اس کا شعلہ اور نور سہا تک پہنچتا ہے

یعنی روئی کی اور گندھک کی پناہ میں اس کا شعلہ اور نور سہا تک پہنچ جاتا ہے۔

عالم تاریک روشن میکند	کندۂ آہن بسوزن میکند
تاریک جہان کو روشن کر دیتا ہے	لوہے کے گاڈر کو سوئی سے اکھاڑ دیتا ہے

یعنی عالم تاریک کو روشن کر دیتا ہے اور ایک لوہے کے ستون کو سوئی سے کھودتا ہے مطلب یہ کہ جس طرح وہ آگ روئی اور گندھک کی پرورش کرنے سے بڑھ گئی تھی اسی طرح انسان اول مقید خواب وخور کا ہوتا ہے اور دنیا ہی میں لگا ہوا ہوتا ہے مگر شیوخ اس کی تربیت کرتے ہیں اور اس کی روح کی پرورش کرتے ہیں اس کے بعد اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہی شخص قرب حق میں ملائک سے بھی بڑھ جاتا ہے اور ایک عالم اس کے نور سے روشن ہوتا ہے اور انسان ہو کر جو کہ ایک بہت ہی ضعیف شے ہے بڑے بڑے کام کرتا ہے جیسا کہ کوئی لوہے کے ستون میں سوئی سے سوراخ کرے تو بالکل خلاف قیاس بات ہے اسی طرح وہ بھی ایسے ایسے کام کرتا ہے کہ گمان میں بھی نہیں آسکتے جیسے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کا اس کا مصداق ہونا ظاہر ہے اور حضرات اولیاء اللہ سے بھی ایسے ایسے کام ہونا مشاہد ہیں غرض کہ تربیت کے بعد حضرت انسان ہی جو بالکل ضعیف اور کمزور تھے ایسے ہو جاتے ہیں کہ پھر ان کا ہم پلہ کوئی نہیں رہتا۔ حالانکہ ان کا جسم بالکل اور لوگوں کی طرح ہوتا ہے صرف ان کو روحانی ترقی ہوتی ہے کہ اس کی برکت سے آج ان میں اس قدر قوت آجاتی ہے اسی لئے آگے روح اور جسم میں جو نسبت ہے اس کو بیان فرماتے ہیں تا کہ جسم کی تربیت کے انہماک سے الگ ہو کر روح کی تربیت کریں۔ فرماتے ہیں کہ۔

گرچہ آتش تیرہم جسمانی است	نے زروح است ونہ از روحانی است
اگرچہ آگ بھی جسمانی ہے	وہ نہ روح ہے اور نہ روحانی ہے

یعنی اگرچہ تیز آگ بھی جسمانی ہے نہ روح سے ہے اور نہ روحانی سے ہے۔ (مگر)

جسم را نبود ازاں عز بہرۂ	جسم پیش بحر جاں چوں قطرۂ
جسم کے لئے اس عزت میں کوئی حصہ نہیں ہے	جسم روح کے سمندر کے آگے قطرہ جیسا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جسم کو اس عزت سے کوئی حصہ نہیں ہوتا اور جسم بحر جان کے آگے ایک قطرہ کی طرح ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو آگ بھی ایک جسم ہی ہے کوئی روح وغیرہ نہیں ہے مگر اس کو جو عروج اور قوت اور عزت حاصل ہے جسم انسانی کو اتنی بھی قوت نہیں ہے بالکل ہی کمزور واقع ہوا ہے اور روح کے مقابلہ میں بالکل ایسا ہے جیسا کہ دریا کے آگے قطرہ پھر اس جسم کی پرورش میں لگنا اور روح کو ویسے ہی چھوڑ دینا کس قدر سخت غلطی ہے حالانکہ۔

چوں رود جان جسم بیں چوں می شود	جسم از جان روز افزوں می شود
جب جان نکل جاتی ہے دیکھ جسم کیسا ہو جاتا ہے؟	جسم جان سے روزانہ بڑھوتری پاتا ہے

یعنی جسم جان ہی سے بڑھتا ہے اور جب جان جاتی رہتی ہے تو جسم کو دیکھ لو کہ کس طرح ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ جسم کی ترقی روح ہی سے ہے اگر روح نہ ہو تو جسم بھی بیکار محض ہے مگر تم ہو کہ اس اصل شے ہی کو چھوڑے ہوئے ہو اور اس جسم کی آرائش و زینت میں لگ رہے ہو سخت افسوس ہے اور ضعف جسم ہی کو بیان فرماتے ہیں کہ۔

جان تو تا آسماں جولاں کنیست	حد جسمت یکدو گز خود بیش نیست
تیری جان آسمان تک چکر لگاتی ہے	تیرے جسم کی حد ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے

یعنی تمہارے جسم کی مقدار ایک دو گز سے زیادہ نہیں ہے اور تمہاری جان آسمان تک جولانی کرنے والی ہے۔

روح را اندر تصور نیم گام	تا بہ بغداد و سمرقند اے ہمام
روح کے لئے تصور میں آدھا قدم ہے	اے بزرگ! بغداد اور سمرقند تک

یعنی اجی حضرت بغداد اور سمرقند تک روح کے لئے تصور میں آدھا قدم ہے مطلب یہ کہ دیکھو تمہارا جسم تو زیادہ سے زیادہ ایک دو گز کا ہوتا ہے۔ تو زمین سے ایک دو گز تک اس کا عروج ہے بخلاف روح کے کہ اس کا عروج آسمانوں تک ہے دیکھو تصور اشیاء بذریعہ روح کے ہی ہوتا ہے پھر لاکھوں کوس کا تصور ایک ذرا سی دیر میں ہو جاتا ہے اور روح ایک آدھے قدم میں لاکھوں کوس پہنچ جاتی ہے اور جسم کو ہرگز یہ قدرت نہیں اور سنو کہ۔

نور روحش تا عنان آسمان	دو درم سنگ است پیہ چشم تاں
اس کی روح کا نور آسمان کی فضا تک ہے	تمہاری آنکھ کی چربی سات ماشے وزن کی ہے

یعنی تمہاری آنکھ کی چربی دو درم کی برابر وزنی ہوگی اور اس کی روح کا نور آسمان تک ہے۔

چشم بے ایں نور چہ بود جز خراب	نور بے ایں چشم می بیند بخواب
آنکھ اس نور کے بغیر سوائے خراب کے کچھ نہیں ہے	نور اس آنکھ کے بغیر خواب دیکھتا ہے

یعنی نور تو بے اس آنکھ کے بھی خواب میں دیکھ لیتا ہے اور آنکھ بے اس نور کے سوائے خراب کے اور کیا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو تمہاری آنکھ کی چربی جو کہ جسم ہے چار پانچ ماشہ کی ہوگی مگر اس کی روح کا نور دیکھو کہاں کہاں تک پہنچ رہا ہے۔ تو وہ جسم ضعیف اور روح قوی ہوئی۔ پھر اگر کہو کہ اچھا وہ نور روح کسی درجہ میں اس جسم کا محتاج

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اس کو بھی دیکھ لو کہ خواب میں وہ نور ہے اس آنکھ کے اشیاء کا ادراک کرتا ہے تو جس درجہ میں یہ اس نور روح کی محتاج ہوئی وہ نور اس کا محتاج نہیں ہے۔ اور اگر یہ نور نہ ہو تو آنکھ بیکار محض ہے اور سنو کہ۔

جان ز ریش و سبلت تن فارغ است	لیک تن بے جان بود مردار و پست
جانؐ جسم کی داڑھی اور مونچھ سے بے نیاز ہے	لیکن جسمؐ جان کے بغیر مردار اور ذلیل ہوتا ہے

یعنی جان بدن کی داڑھی مونچھ سے فارغ ہے۔ لیکن تن بے جان کے مردار اور ذلیل ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ جان کو بدن کی ضرورت نہیں اور جو چیزیں بدن کو زینت دینے والی ہیں ان کی روح کو ضرورت نہیں ہے مگر جان نہ ہو تو بدن بالکل بیکار ہوتا ہے اور ساری زینت و آرائش کی چیزیں موجود مگر ایک روح کے نہ ہونے سے وہ ساری چیزیں بیکار ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ جسم و روح میں جسم فرع ہے اور روح اصل ہے۔

بارنامہ روح حیوانی است ایں	پیشتر رو روح انسانی بہ بیں
یہ روح حیوانی کی شان و شوکت ہے	آگے بڑھ روح انسانی کو دیکھ

یعنی یہ تو روح حیوانی کا ساز و سامان ہے آگے چل کر روح انسانی کو دیکھو۔ مطلب یہ کہ یہ جس قدر باتیں ہم نے بیان کی ہیں یہ تو ساری روح حیوانی اور روح طبی کی ہیں کہ اس کو جسم پر اس طرح فوقیت ہے پھر آگے چل کر ذرا روح انسانی کو دیکھو اور اس کی تربیت کسی شیخ کامل سے کراؤ تا کہ تم انسان کامل بن جاؤ اس طرح کی آرائش و آسائش کو چھوڑو۔ اور روح انسانی کی تربیت کرو۔

بگذر از انسان و ہم از قال و قیل	تالب دریائے جان جبرئیل
انسان سے اور قال و قیل سے بھی آگے بڑھ	جبرئیلؑ کی جان کے دریا کے کنارے تک

یعنی انسان سے اور قیل و قال سے بھی گزر کر دریائے جان جبرئیل علیہ السلام کے کنارہ تک پہنچو۔

بعد ازانت جان احمدؐ لب گزد	جبرئیل از بیم تو واپس خزد
اس کے بعد احمدؐ کی روح تجھ پر تعجب کرے گی	جبرئیل تیری ہیبت سے پیچھے ہٹیں گے

یعنی اس کے بعد احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان تم کو بوسہ دے گی اور جبرئیل علیہ السلام تمہارے خوف سے واپس ہٹیں گے۔

گوید ار آیم بقدر یک کماں	من بسوئے تو بسوزم در زماں
(جبرئیل) کہیں گے اگر میں ایک کمان کی بقدر آؤں	تیری جانب تو فوراً جل جاؤں

یعنی جبرئیل علیہ السلام کہیں گے کہ اگر میں بقدر ایک کمان کے تمہاری طرف آؤں تو فوراً جل جاؤں۔ مطلب یہ کہ پھر روح انسانی کی تربیت کر کے تم ترقی کرو اور مرتبہ جبرئیل تک پہنچو اس وقت تم کو روح پر فتوح حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کرے گی اور اس تربیت سے تمہارے مرتبہ اس درجہ کو پہنچ جاوے گا۔ جہاں تک ملائک کی بھی رسائی نہیں جس طرح کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان تھے کہ انما انا بشر مثلکم ارشاد حق ہے مگر چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ نے ترقی فرمائی تھی اس لئے آپ کو ایک درجہ ایسا ملا کہ جہاں جبرئیل علیہ السلام کو بھی یہی کہتے بنا۔

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

تو اسی طرح تمہارا مرتبہ بھی ملائکہ سے بڑھ جاوے گا اور تم کو بھی قرب حق نصیب ہوگا غرض کہ ان فروع کو ترک کرو اور اصول کو حاصل کرو آگے پھر اسی غلام کے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں کہ۔

ایں بیاباں خود ندارد پاؤ سر	بے جواب نامہ خستہ است آں پسر
اس جنگل کا سر اور پاؤں نہیں ہے	وہ لڑکا بغیر جواب کے رنجیدہ ہے

یعنی یہ بیاباں تو نہ ابتدا اور کھتا ہے نہ انتہا اور بے جواب خط کے وہ صاحبزادے صاحب ملول ہو رہے ہیں۔ مطلب یہ کہ میاں ارواح اور ان کی تربیت کا حال بیان کرنے کی تو کہیں انتہا نہیں۔ اور وہ غلام بادشاہ کے پاس سے جواب نہ آنے کی وجہ سے گھبرا رہا ہے۔ لہذا اس مضمون کو یہیں تک بیان کر کے کہ بقدر کافی بیان ہوگیا ہے اس غلام کا قصہ بیان کرو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح۔ وہ غلام تو روٹی کی کمی سے ناتواں ہوگیا تھا مگر صوفیہ کرام کی حالت اس کے خلاف ہے کیونکہ صوفی فقر و فاقہ کی وجہ سے مغموم ہوتا ہے تو اس کا یہ فقر و فاقہ ہی اس کا مربی اور اس کے لئے غذائے روحانی کا سبب بن جاتے ہیں کیونکہ قاعدہ ہے کہ جنت عیش و راحت تکالیف ہی سے پیدا ہوتی ہے اور رحم عاجز اور مسکین ہی کا حصہ ہے اور جو لوگ کہ سرکش ہیں اور اپنی سرکشی سے لوگوں کے سر پھوڑتے ہیں ان پر نہ خدا کو رحم آتا ہے اور نہ مخلوق کو پس مزہ میں ہے وہ صوفی جس کا رزق کم ہو جاوے اور اس کی رزق کے سبب وہ بوجھ سے موتی اور قطرہ سے دریا یعنی ناقص سے کامل ہو جاوے۔ یاد رکھو کہ یہ کمی رزق وہ وظیفہ ہے کہ جو اس کی خاصیت اور اثر سے واقف ہو جاتا ہے وہ مستحق قرب الٰہی اور محل ثواب ہو جاتا ہے اور جب اس کے اس وظیفہ روحانی میں کمی ہو جاتی ہے اور اس کو روٹی زیادہ ملنے لگتی ہے تو اس کی جاں کانپ جاتی ہے اور سمجھتا ہے کہ ضرور مجھ سے کوئی قصور ہوا ہے جس کے سبب خوشنودی کا چمن زار نہیں کھلا ہے اور مجھ پر یہ عتاب ہوا ہے اور اس رزق کے اجراء کی یوں ہی درخواست کرتا ہے جس طرح اس غلام نے اپنے رزق کے کم ہونے کے سبب بادشاہ کو رقعہ لکھا تھا اب اس غلام کے قصہ کی طرف عود کرتے ہیں سنو جب اس نے بادشاہ کو رقعہ لکھا تو لوگ اس کا رقعہ بادشاہ کے پاس لے گئے اس نے رقعہ لے کر پڑھا اور خاموش ہو رہا اور یہ کہا کہ اس کو تو صرف روٹی کا غم ہے اس لئے یہ احمق ہے اور احمق کا جواب خاموشی ہی بہتر ہے اس کو فراق اور انقطاع وصل کا کچھ بھی خیال نہیں۔ اور یہ فرع میں الجھا ہوا ہے اور اصل کا طالب نہیں اس لئے یہ احمق ہے اور خودی سے مردہ ہے کیونکہ یہ فرع میں ایسا منہمک ہے کہ اصل کی طلب کی اسے فرصت ہی نہیں۔

اوپر چونکہ بیان کیا تھا کہ وہ غلام فرع میں منہمک ہے اور اصل کی خبر نہیں اس مناسبت سے فرماتے ہیں کہ عالم کو ایک سیب سمجھو جو کہ درخت قدرت حق سبحانہ سے پیدا ہوا ہے اور آدمی کو اس کے اندر ایک کیڑا تصور کرو۔ اب سمجھو کہ یہ کیڑے دو قسم کے ہیں ایک تو وہ ہیں جو ہمہ تن اس سیب (عالم) میں ہی مشغول ہیں اور ان کو درخت (قدرت حق سبحانہ) اور باغبان (حق سبحانہ) کی کچھ بھی خبر نہیں۔ اور دوسرے وہ ہیں جو ہیں تو سیب کے اندر مگر ان کی جان کو سیب سے باہر یعنی عالم غیب میں نہایت شان و

www.besturdubooks.wordpress.com

شوکت حاصل ہے اور وہ اسقدر عالی حوصلہ ہیں کہ ان کی حرکت سیب کو پھاڑے دیتی ہے اور سیب اس کے صدمہ کو دفع نہیں کر سکتا۔ بالآخر اس کی حرکت تمام پردوں کو پھاڑ ڈالتی ہے۔ اور وہ باہر نکل آتا ہے ایسا کیڑا اگرچہ صورت میں کیڑا ہے مگر ہمت و قوت کے لحاظ سے اژدہا ہے دیکھو جس طرح آگ جبکہ لوہے سے نکلتی ہے تو کمزور نکلتی ہے اور اولاً روئی اس کی تربیت کرتی ہے مگر آخر میں اپنے شعلوں کو آسمان تک پہنچا دیتی ہے یونہی آدمی بھی ابتداء خواب و خور میں محبوس ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ ترقی کر کے آخر میں فرشتوں سے بڑھ جاتا ہے اور روئی اور گندھک (یعنی مشائخ) کی حمایت و تربیت میں اس کا شعلہ اور نور آسمان تک پہنچتا ہے اور اس عالم تاریک سے ظلمت جہل و ضلالت کو دور کر کے اس کو نور ہدایت سے منور کر دیتا ہے اور وہ کام کرتا ہے جو قیاس سے باہر ہیں گویا کہ لوہے کے ستون کو سوئی سے اکھیڑ ڈالتا ہے۔ اب سمجھو کہ روح سے جسم کو کیا نسبت ہے۔ سنو آگ اگرچہ ایک جسمانی شے ہے نہ روح ہے اور نہ روحانی مگر جو شان و شوکت اس کو حاصل ہے وہ بدن کو نہیں۔ تو اس کو روح سے کیا نسبت ہو سکتی ہے اس کے سامنے تو اس کی ایسی مثال ہے جیسے سمندر کے سامنے ایک قطرہ۔ نیز جسم کو جان سے ترقی ہوتی ہے اور جب جان نکل جاتی ہے تو دیکھو اس کی کیا حالت ہوتی ہے۔ برخلاف روح کے کہ وہ جسم کی اس درجہ محتاج نہیں ہے۔ اور دیکھو جسم زیادہ سے زیادہ ایک دو گز کا ہوتا ہے لیکن اس کی روح زمین سے آسمان تک جولانی کرتی ہے اور بغداد اور سمرقند تک کی مسافت اس کے لئے بمنزلہ نصف قدم کے ہے اور دیکھو تمہاری آنکھ کی چربی زیادہ سے زیادہ ۵ ماشہ کی ہوگی لیکن اس کی روح کا نور آسمان تک پہنچتا ہے پھر اس نور کو آنکھ کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ خواب میں اشیاء کا احساس بدوں آنکھ کے کرتا ہے۔ برخلاف آنکھ کے کہ اگر نور نہ ہو تو کسی کام کی بھی نہیں اور سنو جان کو جسم کی داڑھی مونچھ اور شان و شوکت کی کچھ حاجت نہیں برخلاف جسم کے کہ وہ بدوں جان کے مردہ اور محتقر ہے۔ یہ ڈاڑھی مونچھ وغیرہ اگر ساز و سامان ہے تو روح حیوانی کا اور روح انسانی کو اس سے کوئی تعلق نہیں پس جبکہ روح کا تفوق جسم پر ان وجوہ سے ثابت ہو گیا تو تم کو جسم کی فکر میں نہ پڑا رہنا چاہئے بلکہ اس کو چھوڑ کر روح انسانی کو مطمح نظر بنانا چاہئے اسی کی اصلاح کی فکر ہونی چاہئے اور اسی کی تربیت کی اور انسانیت اور قیل و قال سے ترقی کر کے جان جبرئیلی تک پہنچنا چاہئے۔ یعنی کمالات جبرئیلی حاصل کرنی چاہئیں جب تک اس مرتبہ پر پہنچ جاؤ گے تو اس وقت تم کو روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیار کرے گی اور اس مرتبہ پر پہنچا دے گی کہ جبرئیل تم سے خوف کریں گے اور تمہاری معیت فی السیر معنوی سے دست بردار ہو جاویں گے اور فرماویں گے کہ اگر میں تمہارے ساتھ ایک کمان کے برابر آگے چلوں تو تجلی حق سبحانہ مجھے فوراً جلا دے گی کیونکہ میری ترقی کے مدارج یہاں ختم ہو گئے ہیں اور اس مقام سے آگے بڑھنے کی مجھ میں استعداد نہیں۔ اچھا اس بیان کی نہ تو ابتداء ہے نہ انتہا سے چھوڑنا چاہئے کیونکہ وہ غلام بدوں جواب کے بہت پریشان ہے۔

شرح شبیری

آشفتن آں غلام از نارسیدن جواب نامہ از قبل شاہ

بادشاہ کی جانب سے رقعہ کا جواب نہ آنے سے اس غلام کا پریشان ہونا

چوں جواب نامہ نامد خیرہ گشت	وز غم او آب صافی تیرہ گشت
چونکہ رقعہ کا جواب نہ آیا وہ حیران ہو گیا	غم سے اس کا صاف پانی گدلا ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی جب پرچہ کا جواب نہ آیا پریشان ہوا اور اس کے غم کی وجہ سے آب صافی سیاہ ہوگیا۔ مطلب یہ کہ اس کے جواب کی فکر میں اس کا عیش مکدر ہوگیا۔

نے قرار ماندو نے خواب از جنوں	روز و شب بد در تفکر سرنگوں
پاگل پن سے نہ اس کے لئے سکون رہا اور نہ نیند	دن رات فکر میں اندھا تھا

یعنی پگلے پن سے نہ اس کو چین رہی اور نہ نیند رہی رات دن سوچ میں سرنگوں رہتا تھا (اور وہ سوچ یہ تھی کہ)

کاے عجب چونم نداد آں شہ جواب	یا خیانت کرد رقعہ بر زتاب
کہ تعجب ہے شاہ نے مجھے جواب کیوں نہیں دیا	یا غصہ کی وجہ سے رقعہ لے جانے والے نے خیانت کی ہے

یعنی کہ تعجب ہے کہ بادشاہ نے جواب نہیں دیا (پھر خیال ہوتا کہ) یا نامہ بر نے حسد کی وجہ سے خیانت کی ہو۔

رقعہ پنہاں کرد و ننمود او بشاہ	کو منافق بود و آبے زیر کاہ
اس نے رقعہ چھپا لیا اور شاہ کو نہ دکھایا	کیونکہ وہ منافق تھا اور گھاس کے تلے کا پانی

یعنی اس نامہ بر نے پرچہ چھپا لیا ہو اور بادشاہ کی حضور میں پیش نہ کیا ہو کیونکہ وہ منافق اور چاہ حس پوش (مکار) تھا۔ یعنی کبھی بادشاہ کے جواب نہ دینے پر تعجب ہوتا پھر خیال ہوتا کہ بادشاہ تو ضرور جواب دیتا اس پرچہ لے جانے والے معلوم ہوتا ہے پرچہ ہی پیش نہیں کیا۔ پھر یہ خیال کرتا کہ۔

رقعۂ دیگر نویسم ز آزموں	دیگرے جویم رسول ذوفنوں
آزمائش کے لئے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں	دوسرا ہنر مند قاصد تلاش کرتا ہوں

یعنی امتحاناً ایک دوسرا پرچہ لکھوں اور ایک دوسرا ہوشیار قاصد تلاش کروں۔ مطلب یہ کہ پھر یوں سوچتا کہ اچھا میں دوسرا پرچہ لکھ کر ایک اور قاصد کے ہاتھ بھیجوں تو معلوم ہو جائے گا کہ اگر اب جواب دیدیا تو اس نامہ بر نے پرچہ ہی نہ پہنچایا تھا اور اگر اب بھی جواب نہ دیا تو معلوم ہوگا کہ بادشاہ کو جواب دینا ہی منظور نہیں ہے امتحان ہی ہو جائے گا۔ مولانا فرماتے ہیں کہ۔

بر امیر و مطبخی و نامہ بر	عیب بنہادہ ز جہل آں بے خبر
بادشاہ پر اور داروغۂ مطبخ پر اور رقعہ لے جانے والے پر	اس جاہل نے نادانی سے عیب دھرے

یعنی بادشاہ پر اور داروغہ مطبخ پر اور قاصد پر وہ بے خبر جہالت سے عیب لگا رہا تھا۔

ہیچ گرد خود نمی گردد کہ من	کژ روی کردم چو اندر دیں شمن
اپنی کچھ خبر نہیں لیتا کہ میں نے	ٹیڑھی چال چلی ہے جیسے کہ بت پرست دین میں

یعنی اپنے گرد بالکل نہیں پھرتا کہ میں نے ہی کجروی کی ہے جیسے کہ دین میں بت پرست (کجروی کرتا ہے) مطلب یہ کہ وہ سب کو الزام لگا رہا تھا کہ داروغہ نے خود بے حکم شاہی روٹی کم کردی اور نامہ بر نے پرچہ نہیں پہنچایا اور بادشاہ نے جواب نہیں دیا۔ غرض کہ ساری دنیا ملزم تھی مگر کمبخت خود اپنے اندر کی حالت کو نہ دیکھتا تھا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ہی کجی کر رہا ہوں۔ اور یہ ساری میری ہی خطا ہے۔ آگے ایک عجیب قصہ بیان فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ہوا جو تخت سلیمانی کو اڑایا کرتی تھی۔ ٹیڑھی چلی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کو کجروی سے روکا تو اس نے جواب دیا کہ حضرت آپ بھی کجروی نہ کریں۔ اگر آپ کجروی کرتے ہیں تو مجھ سے کیوں شکایت کرتے ہیں۔ پھر تاج ٹیڑھا ہو گیا۔ اس کو بار بار سیدھا کرتے تھے مگر وہ ٹیڑھا ہی ہو جاتا تھا اس سے جو کہا تو اس نے بھی وہی جواب دیا جو ہوا نے دیا تھا۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے باطن کی طرف نگاہ کی تو ایک ایسا خیال دل میں پایا جو ان کے شایان شان نہ تھا۔ اگر چہ واقعہ میں خدانخواستہ گناہ نہ تھا مگر حسنات الابرار سیئات المقربین کا مصداق تھا۔ پس حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس وسوسہ کو قلب سے نکال دیا فوراً سب چیزیں درست ہو گئیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام کو قلب سے نکال دیا۔ فوراً سب چیزیں درست ہو گئیں تو مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو حضرت سلیمان علیہ السلام نے خود اپنے اندر نظر کی تو اس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اپنی اندرونی حالت پر خبر پا کر اس کو دفع کر دیا اور سب کام بن گیا اسی طرح اس غلام کو چاہئے تھا بلکہ ہر انسان کو چاہئے کہ جب کوئی آفت آوے اپنے اندر نظر کر کے اپنی حالت کو دریافت کرے۔ حق تعالیٰ اس مصیبت کو بھی اکثر دور فرما دیتے ہیں مولانا ہی ایک دوسری جگہ اس مضمون کو فرماتے ہیں کہ۔

غم چو بینی زود استغفار کن غم بامر خالق آمد کارکن

غرضکہ جب کوئی امر کسی کی طرف سے پیش آوے انسان خود اپنی حالت میں غور کر کے اپنی باطنی حالت کو درست کر لے۔ ان شاء اللہ وہ مصیبت بھی جاتی رہے گی اور اگر بظاہر وہ مصیبت نہ بھی ٹلے تو یاد رکھو کہ اس طریقہ سے مصیبت مصیبت نہ رہے گی کیونکہ مصیبت جو مصیبت ہوتی ہے وہ قلب کی پریشانی کی وجہ سے ہوتی ہے اور اگر مصیبت میں بھی قلب مطمئن رہے تو وہ مصیبت ہی نہیں رہتی بلکہ اس میں بھی ایک قسم کی راحت ہوتی ہے اور یہ امر مشاہدہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اگر مصیبت کے وقت کسی وجہ سے قلب کو اطمینان ہو تو وہ مصیبت مصیبت ہی نہیں رہتی اس کی ایسی مثال سمجھو کہ ایک شخص کے زخم میں جراح شفیق نشتر لگا رہا ہے اور اس مریض کو اطمینان ہے کہ اس کے بعد مجھے صحت حاصل ہو جاوے گی تو طبعی کلفت کی تو اور بات ہے اس کا تو انکار نہیں اور نہ وہ مصیبت ہے باقی اس اطمینان کی وجہ سے وہ نشتر لگانا اس مریض کے لئے مصیبت نہ ہو گا بلکہ سبب راحت ہے کیونکہ اس کو ایک اطمینان حاصل ہے۔ بخلاف اس شخص کے کہ وہ زخمی ہے اور اس کے پھوڑے میں ایک دشمن نے آ کر چھری مار دی تو اس وقت بھی وہ زخم کٹ گیا اور پہلے شخص کا زخم بھی کٹا ہی تھا مگر اس کو اس کٹنے سے فرحت اور راحت ہوئی تھی اور یہ دوسرا اس کٹنے سے مصیبت میں مبتلا ہو گیا۔ بس فرق صرف اطمینان اور غیر اطمینان کا ہے۔ خوب سمجھ لو لہذا جب کوئی مصیبت آوے پس متوجہ بحق ہو جاؤ کہ اس کے بعد وہ مصیبت ان شاء اللہ مبدل بہ راحت ہو جائے گی اسی لئے کہتے ہیں کہ اہل اللہ پر مصیبت نہیں آتی اس کے یہی معنی ہیں کہ ان پر جو جسمانی تکالیف اور ظاہری مصائب آتے ہیں ان میں چونکہ ان کو تعلق حق کی وجہ سے اطمینان ہوتا ہے لہذا ان کے لئے وہ مصیبت نہیں ہوتی ہاں طبعی اثر ضرور ہوتا ہے لہذا ان کے لئے وہ مصیبت نہیں ہوتی ہاں طبعی اثر ضرور ہوتا ہے سو وہ مصیبت نہیں ہے جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا ہے۔ مضمون دور چلا گیا مقصود یہ ہے کہ جب کوئی ایذا کسی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو یا کوئی مصیبت آوے پس متوجہ بحق ہو جاؤ اور اپنی کوتاہیوں سے استغفار کرو۔ اور ان کا تدارک کرو کہ پھر انشاء اللہ اس سے چھوٹ جاؤ گے جیسا کہ اس حکایت سلیمانؑ سے معلوم ہوتا ہے اب حکایت سنو۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جب اس کے خط کا جواب نہ آیا تو متحیر ہوا اور غم سے اس کی آنکھوں کے سامنے یہ اندھیرا چھایا کہ صاف پانی مکدر معلوم ہونے لگا نہ اس کو چین تھا نہ نیند اور جنون سے رات دن متفکر رہتا تھا اور سوچتا تھا کہ تعجب ہے بادشاہ نے جواب کیوں نہ دیا پھر کہتا تھا کہ شاید غصہ سے نامہ برنے خیانت کی ہو۔ اور رقعہ کو چھپا لیا ہو اور بادشاہ کو نہ دکھلایا ہو اس وجہ سے کہ وہ منافق اور مکار تھا۔ اچھا اب امتحان کے لئے دوسرا رقعہ لکھتا ہوں اور کوئی اور ہوشیار نامہ بر تلاش کرتا ہوں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس احمق کو دیکھو کہ اپنی حماقت سے کبھی بادشاہ پر عیب لگاتا ہے کبھی داروغہ مطبخ پر کبھی نامہ بر اور اپنی خبر نہیں لیتا اور یہ نہیں سمجھتا کہ میں نے دنیاوی لحاظ سے ٹیڑھی چال چلی تھی جیسے بت پرست دین کے اعتبار سے ٹیڑھی چال چلتا ہے اور یہ جو کچھ ہو رہا ہے اسی کا نتیجہ ہے۔ اب ہم اس موقعہ پر تمہیں ایک عبرت خیز قصہ سناتے ہیں۔

شرح شبیری

کژ وزیدن باد بر تخت سلیمان علیہ السلام بسبب زلت او

ہوا کا تخت سلیمانی پر کج چلنا بسبب حضرت سلیمان علیہ السلام کی لغزش کے لغزش سے میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ یہ مراد ہے کہ وہ ان کے شایان شان نہ تھی کوئی معصیت نہ تھی خوب سمجھ لو

باد بر تخت سلیمانؑ رفت کژ	پس سلیمانؑ گفت بادا کژ مغژ
(حضرت) سلیمانؑ کے تخت پر ہوا ٹیڑھی چلی	(حضرت) سلیمانؑ نے فرمایا اے ہوا ٹیڑھی نہ چل

یعنی ہوا تخت سلیمانی پر کج چلی تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ہوا کج مت چل۔

باد ہم گفت اے سلیمانؑ کژ مرو	ور روی کژ از کژم خشمیں مشو
ہوا نے بھی کہا اے سلیمان آپ ٹیڑھا نہ چلیں	اگر ٹیڑھا چلتے ہیں تو میرے ٹیڑھے پن پر غصہ نہ کریں

یعنی ہوا نے بھی کہا کہ اے سلیمان (علیک السلام) آپ بھی کج نہ چلئے اور اگر آپ کج چلتے ہیں تو میری کجی سے خفا نہ ہو جئے۔ مطلب یہ کہ ہوا ایک مرتبہ تخت سلیمانی کو اڑاتے وقت ٹیڑھی چلنے لگی تو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اری ہوا کج کیوں چلتی ہے تو ہوا نے جواب دیا کہ حضرت آپ نے کیوں کجروی اختیار کر رکھی ہے۔ آپ بھی اس کو ترک کیجئے ورنہ میری کجی سے خفا کیوں ہوتے ہیں اور کہنے لگی کہ۔

ایں ترازو بہر ایں بنہاد حق	تا رود انصاف مارا در سبق
اللہ (تعالیٰ) نے یہ ترازو اسی لئے پیدا کی ہے	تاکہ ہمارا انصاف جاری رہے

یعنی حق تعالیٰ نے یہ ترازو اسی لئے رکھی ہے تاکہ سبقت میں ہمارا انصاف چلے۔ مطلب یہ کہ مکافات و مجازات کی جو حق تعالیٰ نے ترازو دنیا میں رکھی ہے یہ اسی لئے ہے تاکہ جو شخص جیسا کرے ویسا بھرے اور انصاف سے سب کام ہوتے رہیں۔ اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ۔

از ترازو کم کنی من کم کنم	تا تو با من روشنی من روشنم
تو ترازو سے کم کرے گا میں (بھی) کم کروں گا	جب تک تو میرے ساتھ روشن ہے میں (بھی) روشن ہوں

یعنی اگر تم ترازو سے کم کرو گے میں بھی کم کروں گا اور جب تک تم میرے ساتھ روشن ہو میں تم سے روشن ہوں۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تم میرے کام کرنے میں اور میری طاعت میں کمی کرو گے میں بھی تمہارے کام کرنے میں اور تم کو بدلا دینے میں کمی کروں گا۔ اسی لئے اے سلیمان علیہ السلام چونکہ آپ کے قلب میں ایک ایسی بات ہے جو آپ کی شان کے لائق نہیں ہے اس لئے حق تعالیٰ نے مجھے بھی ٹیڑھا کر دیا ہے۔ یہ تو ہوا کا قصہ ہوا آگے تاج کا قصہ فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنیں تاج سلیمانؑ میل کرد	روز روشن را برو چوں لیل کرد
اسی طرح (حضرت) سلیمانؑ کا تاج ٹیڑھا ہو گیا	اس نے روشن دن کو ان پر رات بنا دیا

یعنی اسی طرح تاج سلیمانی ٹیڑھا ہو گیا تو روز روشن کو ان پر رات کی طرح کر دیا۔ مطلب یہ کہ ایک مرتبہ اسی طرح تاج کج ہو گیا تو اس وجہ سے ان کا عیش مکدر ہو گیا اور انہیں فکر ہوئی کہ کیا بات ہے۔

گفت تاجا کژ مشو برفرق من	آفتابا گم مشو از شرق من
انہوں نے کہا اے تاج! میرے سر پر ٹیڑھا نہ ہو	اے آفتاب! میرے مشرق سے گم نہ ہو

یعنی آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے تاج میرے سر پر کج مت ہو اور اے آفتاب میرے مشرق سے گم مت ہو۔ مطلب یہ کہ آپ نے تاج کو حکم دیا کہ تو میرے سر پر ٹیڑھا مت ہوا جا اور اے راستی تو مجھے گم مت ہو۔ بلکہ میرے پاس رہ راستی کو آفتاب سے تشبیہ دیدی مگر یہ حالت تھی کہ۔

راست می کرد او بدست آں تاج را	باز کج می شد برو تاج اے فتیٰ
وہ ہاتھ سے اس تاج کو سیدھا کرتے تھے	اے نوجوان! تاج ان پر پھر ٹیڑھا ہو جاتا تھا

یعنی آپ اس تاج کو ہاتھ سے سیدھا فرماتے تھے مگر اے میاں وہ تاج پھر ٹیڑھا ہو جاتا تھا۔

ہشت بارش راست کرد و گشت کژ	گفت تاجا چیست آخر کژ مغژ
انہوں نے آٹھ مرتبہ سیدھا کیا وہ ٹیڑھا ہو گیا	انہوں نے کہا اے تاج! آخر کیا ہوا ہے؟ کجروی نہ کر

یعنی آپ نے اس کو آٹھ مرتبہ سیدھا کیا مگر وہ ٹیڑھا ہو گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے تاج آخر بات کیا ہے کج مت ہو۔ مطلب یہ کہ آپ بار بار اس کو سیدھا کرتے تھے مگر وہ ٹیڑھا ہی ہو جاتا تھا۔ تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ میاں کج مت ہو آخر تو جو کج ہوتا ہے اس کی وجہ کیا ہے اس کو سن کر وہ تاج جواب دیتا ہے کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اگر صد رہ کنی تو راست من	کژ شوم چوں کژ روی اے موتمن
اس نے کہا کہ آپ مجھے سو بار سیدھا کریں گے	میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا اے امانتدار! جب آپ کجروی کریں گے

یعنی تاج نے کہا کہ اگر تم مجھے سو مرتبہ بھی سیدھا کرو گے تو میں کج ہو جاؤں گا جبکہ آپ کج چلیں گے اے امانت دار مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ حضرت جب تک آپ کی اندرونی کجی نہ جاوے گی اس وقت تک اگر آپ مجھے سو مرتبہ بھی سیدھا کریں گے میں کج ہی ہو جاؤں گا یہ سن کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو فکر ہوئی اور انہوں نے باطن پر غور کیا اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

پس سلیمانؑ اندرونہ راست کرد	دل بر اں شہوت کہ بودش گشت سرد
تو (حضرت) سلیمانؑ نے باطن کو ٹھیک کر لیا	دل میں جو خواہش تھی دل اس سے ست پڑ گیا

یعنی پس سلیمان علیہ السلام نے باطنی حالت کو درست کیا تو جس خواہش پر کہ ان کا دل تھا سرد ہو گیا۔ مطلب یہ کہ انہوں نے اپنے باطن میں جو نظر کی تو ایک خواہش جو ان کے خلاف شان تھی اس کو انہوں نے درست کر لیا اور اس سے دستبردار ہو گئے اور دل سے اس کا خیال نکال دیا۔ پس اس کا یہ اثر ہوا کہ۔

بعد ازاں تاجش ہماں دم راست شد	آنچناں کہ تاج را می خواست شد
اس کے بعد ان کا تاج فوراً سیدھا ہو گیا	وہ جس طرح تاج چاہتے تھے ویسا ہو گیا

یعنی اس کے بعد ان کا تاج فوراً سیدھا ہو گیا اور جس طرح کہ آپ تاج کو چاہتے تھے (اسی طرح) ہو گیا۔

بعد ازانش کژ ہمی کرد او بقصد	تاج او می گشت تارک جو بقصد
اس کے بعد انہوں نے اس کو قصداً ٹیڑھا کیا	ان کا تاج قصداً سر کو تلاش کر لینے والا بن گیا

یعنی اس کے بعد اس کو آپ قصداً کج کرتے تھے (مگر) آپ کا تاج سر کا متلاشی قصداً ہو جاتا تھا۔ مطلب یہ کہ بعد اس وسوسہ کے نکل جانے کے پھر یہ حالت تھی کہ آپ تاج کو کج کرتے تھے۔ مگر وہ پھر سر پر سیدھا رکھا جاتا تھا اور ٹیڑھا نہ رہتا تھا۔

ہشت کرت کژ نہاد آں مہترش	راست می شد تاج بر فرق سرش
ان سردار نے اس کو آٹھ مرتبہ ٹیڑھا کیا	ان کے سر کی مانگ پر تاج سیدھا ہو جاتا تھا

یعنی ان حضرت نے اس کو آٹھ ہی مرتبہ کج رکھا (مگر) تاج ان کے سر کی مانگ پر سیدھا ہی ہو جاتا تھا۔ مطلب یہ کہ جس طرح بار بار وہ سیدھا کر رہے تھے اور وہ ٹیڑھا ہو جاتا تھا اسی طرح آپ نے پھر اس کو بار بار ٹیڑھا رکھ کر دیکھا مگر اب وہ باوجود ٹیڑھا رکھنے کے سیدھا ہو جاتا تھا۔

شاہ گفت اے تاج چونست ایں زماں	کژ کنم تو راست گردی ز امتحاں
شاہ نے فرمایا اے تاج! اس وقت کیا بات ہے؟	میں آزمائش کے لئے تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں تو سیدھا ہو جاتا ہے

یعنی حضرت نے فرمایا کہ اے تاج اس وقت کیا (بات) ہے کہ میں تو کج کرتا ہوں اور تو آزمائش کے لئے سیدھا ہوتا ہے۔

تاج ناطق گشت اے شہ ناز کن	چوں فشاندی پر زگل پرواز کن
تاج نے کہا ہے شاہا ناز کیجئے	جبکہ آپ نے پروں کو مٹی سے صاف کر لیا ہے پرواز کیجئے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تاج گویا ہوا کہ حضرت اب ناز کیجئے اور جب آپ نے پروں کو مٹی سے صاف کرلیا تو پرواز کیجئے۔ مطلب یہ کہ جب باوجود ٹیڑھا کرنے کے وہ تاج سیدھا ہو جاتا تھا تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے دریافت فرمایا کہ میاں یہ کیا بات ہے کہ میں تو تجھے ٹیڑھا کر رہا ہوں اور تو اب سیدھا ہو جاتا ہے اس پر تاج حکم حق سے گویا ہوا کہ حضرت اب وہ وقت ہے کہ جس قدر آپ ناز کریں بجا ہے۔ اس لئے کہ اب وہ حالت تو جاتی رہی ہے جس کی وجہ سے یہ کجی ہمارے اندر پیدا ہوئی تھی اب تو پھر آپ کی وہی شان موجود ہے۔ لہذا اب آپ عروج کیجئے۔ اور ترقی فرمایئے اب آپ کی وہی حالت پہلی ہوگئی ہے۔ لہذا اب کوئی فکر کی بات نہیں ہے تو دیکھو کہ ایک ذراسی بات جو فی نفسہ مباح تھی مگر شان نبوی کے شایاں نہ تھی اس لئے تمام چیزیں ان سے بدل گئیں پھر جو انہوں نے اندر نگاہ کی اور اس کا تدارک کر کے متوجہ بحق ہوئے تو پھر ساری چیزیں تابع ہو گئیں ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جس روز میرا گھوڑا سواری دینے میں سرکشی کرتا ہے یا گھر کے لوگ میرے کام میں سستی کرتے ہیں تو میں سمجھ لیتا ہوں کہ ضرور مجھ سے کوئی حق تعالیٰ کی نافرمانی ہوئی ہے پھر جو غور کرتا ہوں تو ایسا ہی ہوتا ہے جب اس سے توبہ کر لیتا ہوں تو پھر ساری چیزیں تابع ہو جاتی ہیں لہذا چاہئے کہ جب کوئی امر ناگوار پیش آوے فوراً اپنے نفس کی حالت کا تدارک کر کے متوجہ بحق ہو جاوے خوب سمجھ لو۔ چونکہ مولانا نے یہاں یہ تو فرمادیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے ایک لغزش جوان کی شان کے مناسب نہ تھی ہوگئی تھی اس لئے یہ سارا قصہ ہوا مگر اس لغزش کو بتلایا نہیں کہ کیا تھی اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست دستوری کزیں من بگذرم	پردہائے غیب ایں برہم درم
اجازت نہیں ہے میں اس سے آگے بڑھوں	اس کے غیب کے پردوں کو چاک کروں

یعنی مجھے اجازت نہیں ہے کہ میں اس سے آگے بڑھوں اور اس کے پردہائے غیب کو پھاڑوں۔ مطلب یہ کہ آگے اس بیان کرنے کی کہ وہ کیا بات تھی مجھے اجازت نہیں ہے اس لئے کہ انبیاء علیہم السلام کا واقعہ ہے اس میں اجازت حق نہیں ہے کہ اس سے زیادہ کہا جاوے۔ لہذا ہم اسی قدر بتاتے ہیں۔ آگے حق تعالیٰ سے دعا فرماتے ہیں کہ۔

بردہانم نہ تو دست خود بہ بند	مردہانم راز گفت ناپسند
میرے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیجئے بند کر دیجئے	میرے منہ کو ناپسندیدہ بات سے

یعنی اے اللہ میرے منہ پر آپ اپنا ہاتھ رکھ لیجئے اور میرے منہ کو ناپسندیدہ گفتگو سے بند کر دیجئے۔ مطلب یہ کہ اے اللہ جو بات کہ آپ کے نزدیک ناپسندیدہ ہو اگر کہیں وہ میرے منہ سے نکلنے لگے تو آپ کوئی بند تکوینی ایسا لگا دیجئے کہ میں اس کو بیان ہی نہ کرسکوں۔ اب آگے مولانا تفریع فرماتے ہیں کہ اے مخاطب جب تم کو یہ معلوم ہوگیا کہ اکثر آفات خود ہمارے نفس کے اعمال ہی کی بدولت پیدا ہوتی ہیں اور اکثر مصائب توجہ بحق سے دفع ہو جاتے ہیں تو اب تم کو چاہئے کہ۔

پس ترا ہم غم کہ پیش آید ز درد	بر کسے تہمت منہ بر خویش گرد
لہذا تجھے تکلیف سے جو بھی غم پیش آئے	کسی پر تہمت نہ رکھ اپنی پڑتال کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی پس تم کو جو غم کہ تکلیف کی وجہ سے پیش آوے تو کسی پر تہمت مت رکھو اپنے ہی اوپر پھرو۔

ظن مبر بر دیگرے اے دوست کام	آں مکن کہ می سگالید آں غلام
اے دوستوں کے ہمنوا! دوسرے پر بدگمانی نہ کر	وہ بدگمانی نہ کر جو اس غلام نے کی

یعنی کسی پر بدگمانی مت کرو اے طالب وہ مت کر جو وہ غلام سوچ رہا تھا۔

گاہ جنگش بارسول و مطبخی	گاہ خشمش با شہنشاہ سخی
کبھی اس کی قاصد اور داروغہ مطبخ سے لڑائی (ہوتی)	کبھی سخی بادشاہ پر اس کا غصہ (ہوتا)

یعنی کبھی تو اس کی لڑائی قاصد سے اور کبھی داروغہ سے اور کبھی شاہ سخی پر غصہ ہوتا تھا۔ مطلب یہ کہ جو مصیبت بھی پیش آوے اس میں اوروں کو الزام مت دو کہ تو نے کیا اور تیری وجہ سے ہوا بلکہ خود اپنی حالت میں غور کرو کہ ہم نے خدا کی کونسی نافرمانی کی ہے جس کی یہ سزا ملی ہے اور اس غلام کی طرح مت بنو کہ جس طرح اپنی خطا کو تو دیکھتا نہ تھا اور لوگوں پر الزام رکھتا تھا کہ اس نے یہ کیا اس نے وہ کیا حالانکہ ساری خطا خود اسی کی تھی ورنہ اگر خود اپنے اندر غور نہ کرو گے اور دوسروں کو الزام دیتے رہو گے تو تمہاری مثال فرعون جیسی ہو جاوے گی کہ اس نے اپنے گھر کے اندر کی تو خبر نہ لی کہ موسیٰ علیہ السلام کو خود میں اپنے ہی گھر میں پال رہا ہوں۔ اور دوسرے لوگوں پر الزام رکھتا تھا کہ یہ سب لوگ میرے دشمن کو پالتے ہیں اور اسی وجہ سے ان پر ظلم کرتا تھا اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

ہمچو فرعونے کہ موسیٰ ہشتہ بود	طفلگان خلق را سر می ربود
فرعون کی طرح کہ (حضرت) موسیٰ کو چھوڑ رکھا تھا	(اور) لوگوں کے بچوں کے سر کاٹتا تھا

یعنی جیسے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو تو چھوڑ رکھا تھا اور ساری دنیا کے بچوں کے سر لیتا تھا۔

آں عدو در خانۂ آں کور دل	او شدہ اطفال را گردن گسل
دشمن اس دل کے اندھے کے گھر میں ہے	وہ بچوں کی گردن کاٹنے والا بنا

یعنی وہ دشمن (موسیٰ علیہ السلام) تو اس کور دل کے گھر میں (موجود تھے) اور وہ (دوسرے) بچوں کی گردن توڑتا تھا۔

تو ہم از بیروں بدی بار دیگراں	واندروں خویش گشتہ بانفس گراں
تو بھی باہر سے دوسروں کے ساتھ بد بنا ہوا ہے	اور اندر مکروہ نفس سے خوش ہے

یعنی تو بھی باہر دوسروں کے ساتھ برا ہے اور اندر سے نفس گراں کے ساتھ خوش ہے۔

خود عدوت اوست قندش می دہی	وز بروں تہمت بہر کس می نہی
تیرا دشمن وہی ہے، تو اس کو شکر کھلا رہا ہے	اور باہر ہر شخص پر تہمت رکھتا ہے

یعنی تیرا دشمن خود (وہ) نفس ہی ہے تو اس کو شکر دے رہا ہے اور باہر سے ہر شخص پر تہمت رکھ رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو فرعونے تو کور و کور دل	با عدو خوش بیگناہاں را مذل
تو فرعون کی طرح اندھا اور اندھے دل والا ہے	دشمن سے خوش' بے قصوروں کو ذلیل کرنے والا ہے

یعنی تو فرعون کی طرح اندھا اور کور دل ہے کہ دشمن کے ساتھ خوش ہے اور بیگناہوں کو ذلیل کرنے والا ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھو جیسے فرعون نے خود اپنے دشمن کو یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے گھر میں پال رکھا تھا اور ان کی پرورش کر رہا تھا اور دوسرے لوگوں کے بچوں کو قتل کرتا تھا اسی طرح اے طالب تیری حالت ہے کہ تو نے اپنے نفس کو تو خوب کھلا پلا کر پھلا رکھا ہے اور اس کو خوب پال رہا ہے اس کی حرکتوں پر اس کو بالکل بھی سرزنش نہیں کرتا بلکہ دوسروں پر الزام لگاتا ہے کہ تو نے یہ کیا اور تو نے مجھے اس مصیبت میں پھنسایا حالانکہ جس قدر نقصانات ہیں وہ سارے تیرے نفس سے تجھے پہنچ رہے ہیں اور اس حالت میں تو بالکل فرعون کی طرح ہے آگے فرعون کو خطاب کر کے سالک کو سناتے ہیں کہ۔

چند فرعونا کشی بے جرم را	می نوازی مرتن پر عزم را
اے فرعون! بے قصوروں کو کب تک قتل کریگا؟	تاوانوں بھرے جسم کو نوازتا رہے گا

یعنی اے فرعون بے جرموں کو کب تک قتل کرے گا اور اس تن کو جو تاوانوں سے بھرا ہوا ہے کب تک نوازے گا۔ مطلب یہ کہ میاں کب تک اوروں کو الزام دیتے رہو گے اور اس نفس کو جس کے ذمہ لاکھوں تاوان ہیں اور سینکڑوں الزام اس پر عائد ہیں کب تک بغل میں لئے پرورش کرتے رہو گے۔ چونکہ یہاں اس حالت کو حالت فرعون سے تشبیہ دی تھی اس لئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

عقل او عقل بر عقل شاہاں می فزود	حکم حق بے عقل و کورش کردہ بود
اس کی عقل بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی	خدا کے حکم نے اس کو بے عقل اور اندھا کر دیا تھا

یعنی اس کی عقل بادشاہوں کی عقل سے (بھی) زائد تھی (مگر) حکم حق نے اس کو بے عقل اور اندھا کر رکھا تھا۔

مہر حق بر چشم و بر گوش و خرد	گر فلاطونست حیوانش کند
اللہ (تعالیٰ) کی مہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر	خواہ افلاطون ہو اس کو جانور بنا دیتی ہے

یعنی حق تعالیٰ کی مہر آنکھ پر اور کان پر اور عقل پر اگر افلاطون ہو تو اس کو حیوان کر دیتی ہے۔ مطلب یہ کہ دیکھ فرعون جو اس قدر عاقل تھا کہ کوئی دوسرا اس کے مقابل کا عاقل نہ تھا تمام شاہان وقت سے زیادہ اس کو عقل تھی مگر اس معاملہ میں آ کر ایسا بے عقل ہو گیا تھا کہ اپنے دشمن کو خود پال رہا ہے اور خبر نہیں۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے اس کے دل پر مہر فرما دی تھی کہ جس کی وجہ سے اسے اچھے برے کی بالکل بھی تمیز نہ رہی تھی۔ اور بالکل اندھا ہو گیا تھا اور وہ تو وہ حق تعالیٰ تو جس کے قلب پر مہر فرما دیں افلاطون بھی ہو تو جانور کی طرح بے عقل اور نا سمجھ ہو جاتا ہے۔ اللھم احفظنا ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا و ھب لنا من لدنک رحمہ انک انت الوھاب غرضکہ تم کو چاہئے کہ اور لوگوں پر الزام نہ رکھو بلکہ خود اپنے نفس کی حالت کا تدارک کرو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حکم حق بر لوح مے آید پدید	آنچنانکہ حکم غیبی بایزید
اللہ (تعالیٰ) کا حکم لوح پر ظاہر ہو جاتا ہے	جس طرح کہ غیب کا حکم بایزیدؒ پر (ظاہر ہوا)

یعنی حق تعالیٰ کا حکم لوح پر اس طرح ظاہر ہوتا ہے جیسا کہ حضرت بایزیدؒ کا حکم غیب۔ مطلب یہ کہ جس طرح کہ حق تعالیٰ نے ایک اپنا حکم حضرت بایزیدؒ کی زبانی ظاہر فرمایا اور وہ اسی طرح ہوا جس طرح کہ انہوں نے فرمایا تھا سرمو فرق نہ ہوا اسی طرح حق تعالیٰ کے تمام احکام بالکل صاف طور پر اور پورے پورے ظاہر ہوتے ہیں اور اسی لئے فرعون بھی موسیٰ علیہ السلام کو نہ پہچان سکا کیونکہ حکم حق یہی تھا کہ وہ نہ پہچان سکے آگے حضرت بایزیدؒ اور حضرت ابوالحسنؒ کا قصہ بیان فرماتے ہیں کہ۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: ایک مرتبہ ہوا سلیمان علیہ السلام کے تخت پر ٹیڑھی چلی تو آپ نے فرمایا کہ اے ہوا ٹیڑھی مت چل ہوا نے جواب دیا کہ اے سلیمان آپ بھی اپنی روش کو ٹھیک رکھئے اور اگر آپ اپنی روش ٹھیک نہ کریں تو میری کجروی کی بھی شکایت نہ کریں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے یہ میزان مجازات اس لئے قائم کی ہے تا کہ ہمارے لئے انصاف جاری رہے اور فرمایا ہے کہ اگر تم اس ترازو میں کمی کرو گے تو جس قدر تم کمی کرو گے اتنی ہی ہم کمی کردیں گے۔ اور جب تک تم ہم سے صاف رہو گے ہم تم سے صاف رہیں گے۔ علی ہذا ایک مرتبہ سلیمان علیہ السلام کا تاج ٹیڑھا ہو گیا اور غم نے روز روشن کو ان کے لئے رات کردیا۔ انہوں نے حکم دیا کہ اے تاج تو میرے سر پر ٹیڑھا مت ہو اور اے آفتاب راستی تو میری مشرق سے غروب مت ہو یہ کہہ کر انہوں نے اسے سیدھا کیا مگر وہ پھر ٹیڑھا ہو گیا پس یہ تو اسے سیدھا کرتے تھے اور وہ ٹیڑھا ہو جاتا تھا۔ غرض کہ آٹھ مرتبہ انہوں نے اسے سیدھا کیا مگر وہ ہر مرتبہ ٹیڑھا ہو گیا۔ بالآخر انہوں نے پھر کہا کہ آخر کیا بات ہے جو تو ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ اب ٹیڑھا نہ ہونا۔ تاج نے جواب دیا کہ حضور والا جبکہ آپ ٹیڑھے چلیں گے تو اگر آپ سو مرتبہ سیدھا کریں گے تو میں ٹیڑھا ہو جاؤں گا۔ اس پر سلیمان علیہ السلام نے اپنے باطن کو درست کیا اور جو فی نفسہ مباح مگر ان کی شان کے خلاف خواہش ان کو تھی اس سے ان کا دل سرد ہو گیا۔ اس کے بعد فوراً ہی تاج سیدھا ہو گیا۔ اور جس طرح چاہتے تھے اسی طرح ہو گیا۔ اس کے بعد اس کی یہ حالت تھی کہ وہ قصداً اسے ٹیڑھا کرتے تھے مگر وہ سیدھا ہو ہی جاتا تھا۔ غرضکہ آٹھ مرتبہ اسے ٹیڑھا کیا مگر ہر مرتبہ وہ ان کے سر پر سیدھا ہو گیا۔ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ اے تاج کیا بات ہے کہ میں امتحاناً تجھے ٹیڑھا کرتا ہوں اور تو سیدھا ہو جاتا ہے۔ تاج نے کہا کہ اس وقت حضور والا کو ناز کا حق حاصل ہے۔ آپ جس قدر چاہیں ناز کریں اور جبکہ آپ اپنے روحانی پروں سے مٹی علیحدہ کر چکے ہیں۔ تو جس طرح چاہیں اڑیں اب مولانا فرماتے ہیں کہ مجھے اجازت نہیں ہے کہ میں اس سے آگے بڑھوں۔ اور اسرار بیان کر کے پردہائے غیب کو چاک کروں۔ اے اللہ تو میرے منہ پر ہاتھ رکھ دے اور میرے منہ کو اس گفتگو سے روک دے جو تجھے ناپسند ہو۔ یعنی اگر میں غلطی سے کوئی ایسی بات کہنے لگوں جو تیری مرضی کے خلاف ہو تو تو مجھے باز رہنے کی توفیق دے اور میری اس خواہش میں مزاحمت کر۔ یہ فرما کر اب مضمون ارشادی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تمہیں یہ واقعہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو جس تکلیف سے کوئی رنج پہنچے تو اپنے اوپر نظر کرو اور دوسروں کو الزام نہ دو۔ کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم اور دوسروں پر بدگمانی نہ کرو۔ جس طرح کہ وہ غلام کرتا تھا کہ کبھی قاصد سے لڑتا تھا کبھی داروغہ باورچی خانہ سے اور کبھی بادشاہ پر غضبناک ہوتا تھا۔ دیکھو جس طرح کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کو تو گھر میں چھوڑ رکھا تھا اور دوسرے بچوں کے گلے کاٹتا تھا۔ دشمن تو اس بے بصیرت کے گھر میں موجود تھا اور دوسرے بچوں کی گردنیں توڑتا تھا۔ یوں ہی تم بھی دوسروں کے ساتھ تو بدسلوکی کرتے ہو اور نفس سے خوش ہو جو تمہارا اصلی دشمن ہے۔ دشمن تو تمہارا وہ ہے اسے تو تم اس کے مرغوبات عطا کرتے ہو اور باہر ہر شخص پر الزام لگاتے ہو۔ کہ اس نے میرے ساتھ یہ کیا وہ کیا۔ بس تم فرعون کی طرح اندھے اور بے بصیرت ہو کہ دشمن سے خوش ہو اور بے گناہوں کی تذلیل اور توہین کرتے ہو۔ فرعون سے کوئی کہے کہ ظالم تو بے گناہوں کو کب تک مارے گا اور کب تک اپنے قصور وار جسم کی خاطر کرے گا تو اس بے انصافی کو چھوڑ اور جو تیرا حقیقی دشمن ہے یعنی نفس اسے مار اب مولانا فرماتے ہیں کہ فرعون جو یہ حرکت کرتا تھا تو وہ دیوانہ نہ تھا بلکہ اس کی عقل اور بادشاہوں کی عقل سے بڑھی ہوئی تھی مگر تقدیر الٰہی نے اسے اندھا اور پاگل بنا رکھا تھا۔ اور اس کے دل پر مہر خدا لگی ہوئی تھی اور مہر حق کا قاعدہ ہے کہ جب یہ آنکھوں اور کانوں اور عقل پر لگ جاتی ہے تو افلاطون سے عاقل کو بھی جانور بنا دیتی ہے۔ (اللھم حفظنا منه) اور حکم الٰہی ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ جس طرح کہ بایزید علیہ الرحمہ کا حکم غیبی ظاہر ہوا۔

شرح شبّیری

شنیدن شیخ ابوالحسنؒ خرقانی خبر دادن بایزیدؒ را از بودن او و احوال او پیش از زادن او

حضرت ابوالحسنؒ کا حضرت بایزید کی پیشین گوئی کو سننا

ہمچناں آمد کہ او فرمودہ بود	بوالحسنؒ از مردماں آں را شنود
ایسا ہی ہوا جیسا کہ انہوں نے فرمایا تھا	ابوالحسنؒ نے لوگوں سے یہ سنا

یعنی جس طرح کہ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا تھا اسی طرح ہوا اور حضرت ابوالحسنؒ نے لوگوں سے اس کو سنا (کہ حضرت بایزیدؒ نے فرمایا تھا کہ)

کہ حسن باشد مرید و امتم	درس گیرد ہر صباح از تربتم
کہ ابوالحسنؒ میرا مرید و میرا امتی ہو گا	ہر صبح کو میری قبر سے تعلیم حاصل کرے گا

یعنی کہ حضرت حسن میرے مرید اور تابع ہوں گے اور میری قبر سے ہر روز فیض لیا کریں گے۔

ہر صباحے آید و خواند سبق	بر سر خاکم شود پیرے بحق
وہ ہر صبح کو آئے گا اور سبق حاصل کرے گا	میری قبر پر، باخدا شیخ بن جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہر روز اگر فیض حاصل کریں گے اور میری خاک پر وہ ایک باخدا پیر ہوں گے۔ مطلب یہ کہ جب حضرت ابوالحسنؒ خرقانی پیدا ہوئے تو انہوں نے لوگوں سے سنا کہ حضرت بایزیدؒ یہ فرما گئے تھے کہ ابوالحسنؒ پیدا ہوں گے اور میری قبر سے فیض حاصل کیا کریں گے اور اسی طرح قبر ہی سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔ ایک روز بڑے پایہ کے بزرگ اور شیخ طریقت ہو جاویں گے اس کو سن کر حضرت ابوالحسنؒ نے فرمایا کہ۔

گفت من ہم نیز خوابے دیدہ ام	وز روان شیخ ایں بشنیدہ ام
انہوں نے فرمایا میں نے بھی ایک خواب دیکھا ہے	اور شیخ کی روح سے یہ سنا ہے

یعنی حضرت ابوالحسنؒ نے فرمایا کہ میں نے بھی ان کو خواب میں دیکھا ہے اور حضرت شیخ کی روح سے میں نے یہی سنا ہے۔ مطلب یہ کہ حضرت ابوالحسنؒ نے فرمایا کہ ہاں میں نے بھی خواب دیکھا ہے کہ حضرت بایزیدؒ مجھ سے فرما رہے ہیں کہ ہماری قبر پر آ کر فیض حاصل کرو تو دیکھو جس طرح حضرت بایزیدؒ نے فرمایا تھا کہ وہ پیدا ہوں گے اسی طرح سب ہوا۔ آگے حضرت ابوالحسنؒ کی حالت بیان فرماتے ہیں کہ جب انہوں نے لوگوں سے سنا اور خود بھی خواب میں دیکھا تو ان کی یہ حالت تھی کہ۔

ہر صباحے تیز رفتے بے فتور	بر سر گورش نشستے با حضور
بلاناغہ ہر صبح کو تیزی سے جاتے	دل جمعی کے ساتھ ان کی قبر کے سرہانے بیٹھتے

یعنی بلاناغہ روزانہ جلدی سے تشریف لے جاتے اور ان کی قبر پر متوجہ ہو کر بیٹھتے۔

ہر صباحے رونہادے سوی گور	ایستادے تا ضحیٰ اندر حضور
ہر صبح قبر کی جانب روانہ ہوتے	حاضری میں چاشت تک کھڑے رہتے

یعنی ہر روز قبر کی طرف جاتے اور چاشت کے وقت تک حضور میں کھڑے رہتے۔

تا مثال شیخ پیشش آمدے	یا کہ بے گفتے شکالش حل شدے
حتیٰ کہ شیخ کی مثالی (صورت) ان کے سامنے آ جاتی	یا بغیر بات کے ان کا اشکال حل ہو جاتا

یعنی یہاں تک کہ شیخ کی صورت مثالیہ ان کے سامنے آتی اور بے گفتگو کے ان کے اشکالات حل ہو جاتے۔ مطلب یہ کہ ان کا یہ معمول ہو گیا کہ روزانہ بلاناغہ قبر پر تشریف لے جاتے اور وہاں دن چڑھے تک مراقب رہتے اس کے بعد شیخ کی صورت مثالیہ ان کے سامنے آتی اور اس وقت بلا گفتگو ظاہری کے ان کو فیض ہوتا اور جس قدر ان کو طریق میں اشکالات ہوتے سب بلا بولے چالے صورت دیکھ لینے سے ہی حل ہو جاتے۔ بس یہ حالت تھی کہ۔

اے لقائے تو جواب ہر سوال　　از تو مشکل حل شود بے قیل و قال

غرضکہ اسی طرح وہ فیض حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ ایک دن یہ ہوا کہ۔

تا یکے روزے بیامد با سعود	گورہا را برف نو پوشیدہ بود
یہاں تک کہ ایک روز وہ سعادتمندی سے آئے	قبروں کو نئے برف نے چھپا رکھا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی یہاں تک کہ ایک دن حضرت ابو سعودؒ تشریف لائے تو تمام قبروں کو تازہ برف سے ڈھکے ہوئے پایا۔

توئے بر تو برفہا ہمچوں علم	قبہ قبہ دید و شد جانش بہ غم
تہ بہ تہ پہاڑ جیسے برف کے	تودے دیکھے اور غم سے ان کی جان غمگین ہو گئی

یعنی برف کے تودے کے تودے جھنڈوں کی طرح قبہ قبہ دیکھے۔ تو ان کی جان غمگین ہوئی۔ مطلب یہ کہ ایک دن جو تشریف لے گئے تو دیکھا کہ تمام قبروں پر برف جم رہا ہے اب جو ساری قبریں یکساں ہو گئیں تو شیخ کی قبر کو پہچان نہ سکے اب ان کو بڑی فکر ہوئی اور غم ہوا کہ اب کس طرح فیض حاصل کروں گا۔ قبر ہی کا پتہ نہیں یہ اسی فکر و غم میں تھے کہ۔

بانگش آمد از حظیرہ شیخ حی	ھا انا ادعوک کی تسعیٰ الی
ان کو زندہ شیخ کے حظیرے سے آواز آئی	ہاں میں تجھے پکار رہا ہوں تاکہ دوڑ کر میرے پاس آئے

یعنی شیخ زندہ کے مقبرہ سے ان کو آواز آئی ارے میں تم کو بلا رہا ہوں تاکہ تم میری طرف آؤ۔ (اور آواز آئی کہ)

ہیں بیا ایں سو بر آوازم شتاب	عالم ار برفست روی از من متاب
ہاں، میری آواز پر جلد ادھر آ جا	دنیا اگرچہ برف ہے مجھ سے منہ نہ موڑ

یعنی ہاں اس طرف آؤ میری آواز پر دوڑو اگر تمام عالم پر از برف ہو جاوے تم مجھ سے روگردانی مت کرو۔
مطلب یہ کہ جب یہ حیرت میں تھے اور سوچ رہے تھے کہ شیخ کی قبر کونسی ہے۔ عین اسی حالت میں ان کو حضرت شیخ کے مقبرہ میں سے آواز آئی وہ شیخ جو کہ حیات روحانی سے زندہ تھے انہوں نے آواز دی کہ میاں اگر تمام عالم میں برف ہی برف ہو اور سارا عالم ظاہر میں یکساں ہو جاوے تو تم کو کیا پرواہ ہے تم نور بصیرت سے میری قبر کو پہچان کر اس کے پاس آ جاؤ اور مجھ سے فیض حاصل کرو اب تم میری آواز پر چلے آؤ کہ میری قبر تک پہنچ جاؤ گے۔ بس اس آواز کو سننا تھا کہ ان کی حالت ہی بدل گئی اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

حال اوزاں روز شد خوب و بدید	آں عجائب را کہ اول می شنید
اس روز سے ان کی حالت خوب ہو گئی اور انہوں نے دیکھے	وہ عجائب، جو پہلے سنے تھے

یعنی ان کی حالت اسی روز سے اچھی ہو گئی اور انہوں نے ان عجائب کو دیکھ لیا جن کو کہ اول سنتے تھے۔
مطلب یہ کہ اس روز کچھ ایسا فیض تھا کہ جس سے ان کو وہ نور بصیرت حاصل ہوا کہ جو باتیں اب تک شیخ سے سنا کرتے تھے آج خود ان کی آنکھوں کے سامنے موجود تھیں اور یہ خود ان باتوں کو دیکھ رہے تھے۔ یعنی بس اسی روز سے کامل ہو گئے۔ آگے اس غلام کے قصہ کی طرف رجوع فرما کر اس کو پورا ہی فرماتے ہیں کہ۔

باز باید گشت سوی آں غلام	کرد باید آں حکایت را تمام
اس غلام کی طرف لوٹنا چاہیے	اس حکایت کو پورا کرنا چاہیے

یعنی پھر اس غلام کی طرف واپس ہونا چاہئے اور اس حکایت کو پورا کر دینا چاہئے (آگے حکایت کو پورا فرماتے ہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: اوپر مولانا نے فرمایا تھا "آنچناں کہ حکم غیبی بایزید" اس مناسبت سے پھر قصہ بایزید رحمۃ اللہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہی ہوا جو انہوں نے کہا تھا اور ابوالحسنؒ نے بھی لوگوں سے اس قصہ کو سنا کہ شیخ نے فرمایا تھا کہ ابوالحسنؒ پیدا ہوں گے اور ہمارے مرید اور ہماری جماعت کے آدمی ہوں گے اور ہماری قبر سے ہر روز تعلیم حاصل کریں گے وہ ہر روز ہماری قبر پر آ کر سبق لیں گے۔ اور بالآخر شیخ باخدا ہوں گے۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ میں نے بھی ان کو خواب میں دیکھا ہے اور شیخ کی روح سے یہ بھی سنا ہے جو تم کہتے ہو الغصہ وہ ہر صبح کو قبر پر بلا ناغہ جاتے اور قبر کے پاس باحضور قلب بیٹھ جاتے اور ہر صبح کو قبر کی طرف جاتے اور دن چڑھے تک ان کی حضور میں کھڑے رہتے یہاں تک کہ شیخ کی صورت مثالیہ ان کے سامنے آتی اور تعلیم دیتی۔ یا بدوں گفتگو ہی کے ان کی مشکلیں حل ہو جاتیں۔ یعنی افاضہ کی صورتیں مختلف تھیں کبھی بتوسط صورت مثالیہ افاضہ ہوتا تھا اور کبھی بلا توسط یہ ہی طریقہ جاری رہا۔ یہاں تک کہ وہ ایک روز بہت سے خوش نصیبوں کے ساتھ متلبس آئے اور قبروں کو تازہ برف سے چھپا ہوا پایا اور دیکھا کہ پہاڑ کی مثل برف کے تودے لگے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر ان کی جان غمگین ہو گئی کیونکہ شیخ کی قبر ان کو معلوم نہ ہو سکی کہ آخر شیخ زندہ بحیات روحانی کے مقبرہ سے آواز آئی کہ ارے میں تجھے بلاتا ہوں تا کہ تو میری طرف چلا آئے۔ تو میری آواز پر چلا آ اور دنیا اگر پر برف ہو جاوے تو تو مجھ سے نہ پھر اس روز سے ان کی حالت اچھی ہو گئی اور انہوں نے وہ عجائب دیکھ لئے جن کو پہلے سنا کرتے تھے۔ اچھا اب اس غلام کی طرف لوٹنا چاہئے اور اس حکایت کو پورا کرنا چاہئے۔

شرح شبیری

رقعہ دیگر نوشتن آں غلام پیش شاہ چوں جواب رقعہ اول نیامد

جبکہ پہلے رقعہ کا جواب نہ آیا اس غلام کا بادشاہ کو پیش کرنے کیلئے دوسرا رقعہ لکھنا

نامہ دیگر نوشت آں بدگماں	پر ز تشنیع و نفیر و پر فغاں
اس بدگمان نے دوسرا رقعہ لکھا	ملامت اور فریاد اور شور سے بھرا ہوا

یعنی اس بدگماں نے ایک دوسرا پرچہ لکھا جو کہ طعن و تشنیع سے اور نالہ و زاری سے بھرا ہوا تھا (اور اس میں یہ لکھا کہ)

کہ یکے رقعہ نوشتم پیش شاہ	اے عجب آنجا رسید و یافت راہ
کہ میں نے بادشاہ کے حضور میں ایک رقعہ لکھا	تعجب ہے' وہ وہاں پہنچا اور باریاب ہوا

یعنی میں نے ایک رقعہ حضور شاہی میں (پہلے بھی) لکھا تھا (مگر) تعجب ہے کہ وہ وہاں پہنچا اور اس نے راہ پائی (لیکن جواب نہیں ملا) مطلب یہ کہ آپ نے لکھا کہ حضور میں ایک رقعہ اس سے قبل بھی لکھ چکا ہوں اور یقین

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ وہ ضرور پہنچا ہوگا مگر تعجب ہے جواب سے محروم ہوں۔

آں دگر را خواند ہم آں خوب خد	ہم نداداو را جواب و تن بزد
اس حسین چہرے والے نے دوسرا بھی پڑھا	اس کا بھی جواب نہ دیا اور چپ رہا

یعنی اس خوب خد نے اس دوسرے کو بھی پڑھ لیا اور جواب نہ دیا (بلکہ) چپ ہو رہا۔

خشک می آورد او راشہر یار	او مکرر کرد رقعہ پنج بار
اس کے ساتھ شاہ نے خشکی برتی	اس نے پانچ مرتبہ رقعے کرر کئے

یعنی بادشاہ اس کو سکھا رہا تھا اور اس نے پانچ مرتبہ رقعہ بھیجا۔ مطلب یہ کہ اس بادشاہ نے اس دوسرے رقعہ کو بھی پڑھ کر رکھ دیا اور چپ ہو رہا اس غلام نے یکے بعد دیگرے پانچ رقعے بھیجے مگر بادشاہ نے بھی جواب ہی نہ دیا۔ یوں ہی انتظار میں اس کو سکھاتا رہا۔

گفت حاجب آخر او بندہ شماست	گر جوابش بر نویسی ہم رواست
حاجب نے کہا آخر وہ آپ کا غلام ہے	اگر اس کو جواب لکھ دیں تو بھی مناسب ہے

یعنی دربان نے عرض کیا کہ آخر وہ غلام شاہی ہی ہے اگر آپ اس کا جواب لکھ دیں تو کچھ حرج تو نہیں ہے۔

از شہی تو چہ کم گردد اگر	برغلام و بندہ اندازی نظر
آپ کی بادشاہی میں کیا کمی آ جائے گی اگر	غلام اور بندہ پر آپ نظر (کرم) کریں

یعنی آپ کی بادشاہت میں سے کیا کم ہو جاوے گا۔ اگر آپ اپنے غلام اور سیوک پر نظر ڈال دیں گے مطلب یہ کہ خادم خاص نے عرض کیا کہ حضور اگر اس کے رقعہ کا جواب دیدیں تو کیا حرج ہے۔ آخر تو حضور کا غلام ہی ہے خواہ وظیفہ پورا نہ کیا جاوے۔ مگر جواب تو دیدیا جاوے اس پر بادشاہ نے جواب دیا کہ۔

گفت ایں سہل ست اما احمق ست	مرد احمق زشت و مردود حق ست
اس نے کہا یہ آسان ہے لیکن وہ احمق ہے	احمق انسان برا اور خدا کا مردود ہے

یعنی بادشاہ نے کہا کہ یہ تو آسان بات ہے لیکن وہ احمق ہے اور احمق آدمی برا اور حق تعالیٰ کے نزدیک مردود ہے۔ مطلب یہ کہ بادشاہ نے کہا کہ یہ بات تو کچھ بھی نہیں ذرا سی بات ہے مگر وہ ہے احمق۔ مولانا دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ احمق آدمی تو خدا کے نزدیک بھی مردود ہوتا ہے کیونکہ جو احمق ہوگا۔ وہ حق تعالیٰ کو چھوڑ کر غیر میں لگے گا۔ تو ظاہر ہے کہ مردود ہوگا۔ غرض کہ بادشاہ نے کہا کہ وہ ہے احمق اور۔

گرچہ آمرزم گناہ و زلتش	ہم کند در من سرایت علتش
اگر میں اس کی خطا اور لغزش معاف کروں گا	مجھ میں بھی اس کی بیماری سرایت کر جائے گی

یعنی اگرچہ میں اس کی خطا اور لغزش کو معاف کر دوں (مگر) اس کی بیماری مجھ میں سرایت کر جاوے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب یہ کہ یہ بہت آسان بات ہے کہ میں اس کی خطا معاف کر کے پھر اس کو مقرب بنالوں مگر مجھے خوف ہے کہ اس کی یہ حماقت کہیں میرے اندر سرایت نہ کر جاوے اس لئے کہ۔

صد کس از گرگیں ہمہ گرگیں شوند	خاصہ ایں گر خبیث عقل بند
خارشی سے سو شخص سب خارشی ہو جاتے ہیں	خصوصا بے عقل خبیث کی خارش

یعنی ایک خارشی سے سو آدمی سارے خارشی ہو جاتے ہیں۔ خاص کر یہ خبیث خارشت جو عقل کو بند کر دینے والی ہے۔ مطلب یہ کہ بادشاہ نے کہا کہ دیکھو ایک آدمی خارشتی آ جاوے تو اگر وہاں اور سو تندرست ہوں گے۔ سب اس ایک کی وجہ سے خارشتی ہو جاویں گے۔ اسی طرح مجھے خوف ہے کہ اس کی یہ حماقت کہیں مجھے نہ لگ جاوے۔ مولانا دوسرے مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ وہ خارشت ظاہری تو لگتی ہی ہے مگر خاص کر یہ خارشت بے عقلی کی تو بہت ہی جلدی لگتی ہے اس سے تو بہت ہی بچنا چاہئے اور فرماتے ہیں کہ۔

گر کم عقلی مبادا گبر را	شومیش بے آب دارد ابر را
بے عقل کی خارش خدا کرے کافر کو (بھی) نہ ہو	اس کی نحوست ابر کو بے پانی کا بنا دیتی ہے

یعنی کم عقل کی خارشت تو خدا کرے کافر کو بھی نہ ہو کہ اس کی نحوست ابر کو بھی خشک کر دیتی ہے۔

نم نبارد ابر از شومی او	شہر شد ویرانہ از بومی او
اس کی بدبختی سے ابر بارش نہیں برساتا ہے	اس کے الو پن سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے

یعنی ابر سے پانی اس کی نحوست کی وجہ سے نہیں برستا اور اس کی نحوست سے شہر ویرانہ ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ یہ حماقت کی خارشت تو خدا کسی دشمن کو بھی نہ دے کیونکہ اس کی وہ نحوست ہے کہ ابر میں پانی نہ رہے اور آبادیاں ویران ہو جاویں اب کوئی کہتا ہے کہ بھلا آبادیاں ویران کہاں ہوتی ہیں تو آگے اس کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ۔

از گر آں احمقاں طوفان نوحؑ	کرد ویراں عالمے رادر فضوح
ان احمقوں کی خارش کی وجہ سے (حضرت) نوحؑ کے طوفان نے	رسوائی میں ایک جہان کو ویران کر دیا

یعنی ان احمقوں کی خارشت سے طوفان نوح آیا کہ اس نے ایک عالم کو رسوائی میں تباہ کر دیا۔ مطلب یہ کہ قوم نوح کی حماقت ہی کی بدولت طوفان آیا کہ اس نے ایک عالم کو برباد اور تباہ کر دیا۔ تو دیکھو اس حماقت ہی نے شہروں کو برباد کیا یا نہیں۔ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عاقل کی تعریف فرمانا اور احمق کی برائی فرمانے کو بیان فرماتے ہیں۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: خیر تو اس بدگمان نے دوسرا رقعہ لکھا جو کہ طعن و تشنیع اور نالہ و زاری سے لبریز تھا اور یہ لکھا کہ اس سے پیشتر بھی میں نے ایک رقعہ لکھا تھا لیکن یقین ہے کہ وہ حضور تک نہیں پہنچا۔ اگر پہنچ گیا ہو تو سخت حیرت ہے کہ جواب کیوں نہیں ملا۔ یہ رقعہ لکھ کر اس نے دوسرے نامہ بر کو بلایا۔ اس نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ اس نے پانچ رقعے یکے بعد دیگرے لکھے مگر بادشاہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے رکھائی ہی برتتے رہے۔ دربان نے عرض کیا کہ آخر تو وہ حضور کا غلام ہی ہے اگر آپ جواب لکھ دیں تو کیا مضائقہ ہے اور اگر حضور اپنے غلام پر نظر عنایت فرماویں تو حضور کے مرتبہ عالی میں کیا کمی آ جائے گی۔ بادشاہ نے کہا کہ بات تو کچھ بھی نہیں مگر وہ احمق ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ احمق برا شخص اور مردود حق سبحانہ ہے (یہ مصرع جملہ معترضہ ہے اور بادشاہ کا مقولہ نہیں کیونکہ یہ شخص بدیں معنی احمق تھا کہ بادشاہ سے غافل اور روٹی کی فکر میں تھا اور مردود حق وہ احمق ہے جو خدا سے غافل اور دنیا میں منہمک ہو۔ ہاں اگر یوں کہا جاوے کہ یہ احمق ہے اس لئے کہ شاکر نعمت نہیں۔ اور جو بندوں کا شکر نہ کرے وہ خدا کا شکر نہیں کر سکتا اس لئے یہ احمق اور مردود حق ہے تو گنجائش ہے واللہ اعلم۔ اس کے بعد مولانا بادشاہ کی گفتگو کا سلسلہ شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس نے کہا کہ) اگر میں اس کا قصور اور اس کی لغزش معاف کرتا ہوں اور پھر اس کو مقرب بناتا ہوں تو اس کی حماقت مجھ میں اثر کر جائے گی۔ کیونکہ ایک خارشتی اونٹ سب کو خارشتی کر دیتا ہے۔ لہٰذا اس سے بچنا چاہئے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ خاص کر یہ خبیث مرض خارش احمقی جو کہ عقل کو قید کر دیتا ہے یہ تو بالا ولی خارشتی بنا دے گا اور اس سے تو بالا ولی بچنا چاہئے۔ یہ حماقت کی کھجلی تو وہ بلا ہے کہ خدا کا فر کو بھی نہ دے۔ اس کی نحوست سے ابر کا پانی خشک ہو جاتا ہے اور اس کی نحوست سے ابر سے پانی نہیں برستا اور اس کے الو پن سے شہر در ملک ویران ہو جاتے ہیں۔ دیکھو احمقوں ہی کی کھجلی کی وجہ سے طوفان نوح نے دنیا کو اجاڑ دیا تھا۔

ستودن پیغمبر علیہ السلام عاقل را و نکوہیدن احمق را

پیغمبر علیہ السلام کا عقلمند کی تعریف کرنا اور احمق کی مذمت کرنا

گفت پیغمبر کہ احمق ہر کہ ہست	او عدو ما و غول رہزن ست
پیغمبرؐ نے فرمایا احمق جو بھی ہے	وہ ہمارا دشمن اور بھٹکانے والا چھلاوا ہے

یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص احمق ہے وہ ہمارا دشمن اور شیطان راہزن ہے۔

ہر کہ او عاقل بود او جان ماست	روح او و ریح او ریحان ماست
جو بھی عقلمند ہے وہ ہماری جان ہے	اس کی روح اور اس کی ہوا ہماری خوشبو ہے

یعنی جو شخص کہ عاقل ہے وہ ہمارا پیارا ہے اس کی روح و ریح ہمارے لئے خوشبو ہے مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ احمق تو شیطان اور ہمارا دشمن ہے اور عاقل ہمارا دوست ہے۔ اور وہ ہمارے لئے موجب فرحت ہے یہ مضمون احادیث کے مضامین سے تو نکلتا ہے ورنہ حدیث میں یہ الفاظ کہیں نظر سے نہیں گزرے اور فرماتے ہیں کہ۔

عقل دشنام دہد من راضیم	زانکہ فیضے دارد از فیاضیم
عقل مجھے گالی دے میں خوش ہوں	کیونکہ میری فیاضی سے فیض پا چکی ہے

یعنی عاقل مجھے برا کہے تب بھی میں راضی ہوں اس لئے کہ وہ میری فیاضی میں سے ایک فیض رکھتا ہے۔

نبود آں دشنام او بے فائدہ	نبود آں مہمانیش بے مائدہ
اس کی وہ گالی بے فائدہ نہ ہو گی	اس کی وہ مہمانی بغیر دستر خوان کے نہ ہو گی

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس کا وہ برا کہنا بھی بے مصلحت کے نہ ہوگا۔ اور اس کی وہ مہمانی بھی بے مائدہ کے نہ ہوگی۔ مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر عاقل آدمی بظاہر کوئی کلمہ خلاف ادب بھی کہہ دے گا تب بھی مجھے وہ ناگوار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں بھی مصلحت ہوتی ہے۔ جیسے کہ حضرات اہل اللہ کے بعض کلمات ظاہر میں خلاف ادب ہیں مگر ان کی حقیقت ادب محض ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ۔

گفتگوئے عاشقاں در کار رب جوشش عشق است نے ترک ادب

تو دیکھو چونکہ عاقل اگر بظاہر بے ادبی بھی کرے تو وہ بھی ناگوار نہیں ہوتی جبکہ اس کا عاقل ہونا مسلم ہو جاوے اور وجہ اس کی یہ فرماتے ہیں کہ چونکہ وہ ہمارے فیض سے مستفیض ہوتا ہے اس لئے وہ جو کلمہ بظاہر خلاف بھی کہتا ہے وہ بھی حقیقت میں ادب ہی ہوتا ہے اور اس میں بھی کوئی مصلحت ہوتی ہے جیسا کہ حضرات اہل اللہ کے تذکروں سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ خوب سمجھ لو۔ یہ تو عاقل کی حالت ہوئی۔

احمق ار حلوانہد اندر لبم	من ازاں حلوای او اندر تبم
احمق اگر میرے ہونٹوں پر حلوہ رکھے	میں اس کے حلوے سے بخار میں ہوں

یعنی (اور فرمایا کہ) احمق آدمی اگر حلوا کھلاوے تو میں اس کے حلوے کی وجہ سے بخار میں ہوں۔ مطلب یہ کہ اگر احمق تعریف بھی کرے تو اس کی تعریف بھی قابل اعتبار نہیں جیسا کہ سب جانتے ہیں کہ جاہل کی تعریف سے بھی اللہ بچاوے تو دیکھو احمق تعریف بھی کرتا ہے اور ادب بھی کرے تو وہ بھی الٹا ہی ہوتا ہے۔ آگے احمق کے ادب اور تعریف کی مثال دیتے ہیں کہ۔

ایں یقیں داں گر لطیف و روشنی	نیست بوس کون خررا چاشنی
اگر تو پاکیزہ اور روشن ہے تو یقین کر	گدھے کی مقعد کو بوسہ دینے میں کوئی لطف نہیں ہے

یعنی اگر تم نفیس الطبع اور روشن ضمیر ہو تو یقین جانو کہ کون خر کے بوسہ دینے میں کوئی مزا نہیں ہے (بلکہ)

سبلتت گندہ کند بے فائدہ	جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ
بے فائدہ تیری موچھوں کو گندہ کر دے گا	بغیر دسترخوان کے اس کی دیگ سے تیرے کپڑے سیاہ ہو جائیں گے

یعنی تیری موچھوں کو فضول گندی کر دے گی (تو اسی طرح) اس (احمق) کی ہنڈیا سے کپڑے ہی سیاہ ہوں گے۔ بے کھانے کے۔ مطلب یہ کہ میاں دیکھو اگر کوئی گدھے کی کون کا بوسہ لے تو کیا حاصل ہوگا۔ بس سمجھ لو کہ کیا مزا آدے گا۔ (لاحول ولا قوۃ الا باللہ) فرماتے ہیں کہ تمہاری موچھیں خراب ہو جاویں گی۔ اور تو کچھ مزا آدے گا نہیں تو بس اسی طرح جاہل کے ادب سے بھی کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ اس کے ادب سے جو ہنڈیا کی طرح کچھ راحت تو جو کھانے کی طرح سے ملے گی نہیں بجز کلفت کے جو ہنڈیا کی سیاہی کی طرح ہے۔ غرض کہ کوئی حاصل نہ ہوگا چونکہ یہاں کہا تھا کہ جاہل کا ادب بے مائدہ ہے تو کسی حریص کو شبہ ہوا کہ عاقل کے ادب میں خوب پلاؤ زردے ملتے ہوں گے اس لئے آگے مائدے سے مراد متعین فرماتے ہیں کہ۔

مائدہ عقلست نے نان و کباب	نور عقل ست اے پسر جاں راشراب
دستر خوان عقل ہے نہ روٹی اور کباب	اے بیٹا! جان کی شراب عقل کا نور ہے

یعنی مائدہ سے مراد عقل ہے نہ کہ کباب اور روٹی اور اے صاحبزادے نور عقل کا جان کے لئے بمنزلہ پانی کے ہے مطلب یہ کہ مائدہ سے مراد تو عقل ہے اور اس کا نور بمنزلہ پانی کے ہے تو مطلب یہ ہے کہ احمق کا ادب بے فائدہ اور بے عقلی سے ہوگا اور اس کا تکلیف دہ ہونا ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں کہ۔

نیست غیر نور آدم را خورش	از جزآں جاں نیابد پرورش
انسان کی خوراک نور کے سوا نہیں ہے	اس کے سوا سے جان پرورش نہیں پاتی ہے

یعنی انسان کے لئے تو سوائے نور عقل کے اور کوئی غذا ہی نہیں اس کے علاوہ اور کسی شے سے روح پرورش نہیں پاتی۔ مطلب یہ کہ انسان کے لئے اصلی غذا جو کہ اس کی روح کو تروتازہ رکھتی ہے وہ غذا نور عقل ہی ہے کہ اس کی روح اس سے تروتازہ رہتی ہے۔ روحانی غذا یہی ہے اور غذائے ظاہری تو خود فانی ہے۔ باقی غذا جو ہمیشہ کام آوے گی اور وہی قابل اعتبار ہے غذائے روحانی ہی ہے۔ بس جب اصل غذا یہ ہے تو فرماتے ہیں کہ۔

زیں خورشہا اندک اندک باز بر	کایں غذای خر بود نے آن حر
ان کھانوں سے آہستہ آہستہ جدا ہو جا	کیونکہ یہ گدھے کی خوراک ہیں نہ کہ شریف کی ملکیت

یعنی ان (دنیوی) غذاؤں سے رفتہ رفتہ قطع تعلق کرد۔ کہ یہ تو گدھوں کی غذا ہے نہ آزاد انسان کی۔

تا غذای اصل را قابل شوی	لقمہای نور را آکل شوی
تاکہ تو اصلی غذا کے قابل ہو جائے	نور کے لقمے کھانے والا بن جائے

یعنی تاکہ تم اصلی غذا کے قابل ہو جاؤ اور نور کے لقموں کے کھانے والے ہو جاؤ۔ مطلب یہ کہ ان لذات دنیویہ میں انہماک کو آہستہ آہستہ ترک کردو کیونکہ اس میں انہماک اور اسی کو مقصود سمجھ لینا تو حیوانات کا کام ہے۔ انسان کی اصلی غذا تو نور ہے لہذا تم جب اس میں انہماک کو ترک کردو گے تو تم اس نور کے قابل ہو جاؤ گے اور اس لائق ہو جاؤ گے کہ وہ نور تم کو مل سکے اور تم اس سے فیض حاصل کرسکو اور فرماتے ہیں کہ۔

عکس آں نورست کایں ناں ناں شدہ است	فیض آں جانست کایں جاں جاں شدہ است
اسی نور کا پرتو ہے کہ یہ روٹی روٹی بنی ہے	اسی جان کا فیض ہے کہ یہ جان، جان بنی ہے

یعنی یہ روٹی جو روٹی ہوئی ہے یہ اسی نور کا عکس ہے اور یہ جان جو جان ہوئی ہے یہ اسی جان کا پرتو ہے مطلب یہ کہ میاں لذات دنیویہ جو لذیذ معلوم ہو رہی ہیں۔ یہ اسی نور کا عکس ہے۔ ورنہ ان میں مقبولیت ذاتی نہیں ہے اور یہ روح طبی جو روح بنی ہے یہ اسی اصل کا سایہ ہے جو اس پر پڑا ہے ورنہ نہ یہ روح اصلی ہے اور نہ یہ لذات اصلی لذات ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ لہذا ان میں انہماک کو ترک کر کے ان کو حاصل کرو تو پھر یہ ہوگا کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں خوری یکبار از ماکول نور	خاک ریزی برسر نان تنور
اگر تو ایک بار نور کی غذا کھا لے گا	تنور کی روٹی پر خاک ڈال دے گا

یعنی جب تم ایک مرتبہ غذائے نور میں سے کھالو گے تو تنور کی روٹی پر خاک ڈال دو گے۔ مطلب یہ کہ اگر ایک مرتبہ بھی اس اصل غذا کا۔ تو پھر تو تم ان لذات دنیا پر لات مارو گے اور یہ تمہاری نظر میں بالکل ہیچ ہو جاویں گی۔ اور بزبان حال ان لذات دنیویہ سے تم یہ کہو گے کہ۔

عقل شیدا شد چہ خوانی تر ہات	راہ پیدا شد چہ پائے بے ثبات
(تو کہے گا) عقل عاشق ہو گئی ہے' تو کیا بکواس کرتا ہے؟	راستہ پیدا ہو گیا تو کمزور پاؤں کیا ہے؟

یعنی عقل شیدا ہو چکی ہے (اے لذات دنیا) اب تم کیا بیہودہ بکتی ہو اور راستہ ظاہر ہو چکا ہے۔ اب تو اے بے ثبات کیا قائم ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ تم کو جب اس کا چسکا پڑ جاوے گا اور ایک مرتبہ مزا چکھ لو گے تو پھر تو ان لذات کو کہو گے کہ اب تو ہم کو راستہ مل گیا ہے اور ہمیں اصل شے مل گئی اب اپنی اس ملمع سازی کو الگ ہی رکھو پھر تو اگر کوئی تم سے کہے بھی کہ اس میں لگو تب بھی انکار ہی کرو گے۔ پس ایک دفعہ مزا چکھ لو پھر دیکھو کیا لطیف رہتے ہیں۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

عقل دو عقل است اول مکسبی	کہ درآموزی چو در مکتب صبی
عقل کی دو قسمیں ہیں ایک کسبی	جو کہ مکتب میں بچوں کی طرح تو سیکھتا ہے

یعنی عقل کی دو قسمیں ہیں ایک تو عقل مکتسب جس کو کہ تم مکتب میں بچہ کی طرح سیکھتے ہو۔

از کتاب و اوستا و فکر و ذکر	از معانی و زعلوم خوب و بکر
کتاب اور استاد اور غور اور یاد سے	معانی سے اور عمدہ اور تازہ علوم سے

یعنی کتاب سے اور استاد سے اور یاد کرنے سے اور سوچنے سے اور نئے اور عمدہ معانی اور علوم سے۔

عقل تو افزوں شود بر دیگراں	لیک تو باشی زحفظ آں گراں
تیری عقل دوسروں سے بڑھ جاتی ہے	لیکن تو ان کو یاد کرنے سے بوجھل ہو جاتا ہے

یعنی تمہاری عقل دوسرے لوگوں پر زیادہ ہو جاتی ہے۔ لیکن تم اس کی حفاظت سے مصیبت میں رہتے ہو۔

لوح حافظ باشی اندر دور وگشت	لوح محفوظ اوست کوزیں درگذشت
دور اور گشت میں تو حفاظت کرنے والی تختی ہو گا	لوح محفوظ وہ ہے جو اس سے گزر گیا

یعنی تو ایک حفاظت کرنے والی تختی (کی طرح) چلنے پھرنے میں رہتا ہے اور لوح محفوظ وہ ہے جو اس سے گزر گیا۔

عقل دیگر بخشش یزداں بود	چشمہ آں درمیان جاں بود
دوسری عقل اللہ (تعالیٰ) کی بخشش ہوتی ہے	اس کا سرچشمہ جان کے اندر ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی دوسری عقل وہی ہوتی ہے کہ اس کا چشمہ جان کے اندر ہوتا ہے۔

چوں ز سینہ آب دانش جوش کرد	نے شود گندہ نہ دیرینہ نہ زرد
جب سینہ سے عقل کا پانی جوش مارتا ہے	نہ گندہ ہوتا ہے نہ پرانا نہ زرد

یعنی جب سینہ میں سے پانی نے اور عقل نے جوش کیا تو نہ تو وہ گندہ ہوا اور نہ پرانا ہوا اور نہ خراب ہو۔

ور رہ نبعش بود بستہ چہ غم	کو ہمی جوشد ز خانہ دمبدم
اگر اس کے ابلنے کا راستہ بند ہو جائے تو کیا فکر ہے؟	کیونکہ وہ گھر (دل) میں سے ہر وقت جوش مار رہا ہے

یعنی اگر اس کے ابلنے کے راستہ بند ہو جاویں تو کیا غم ہے کیونکہ وہ تو گھر میں ہی سے ہر گھڑی جوش مارتا ہے۔

عقل تحصیلی مثال جویہا	کاں رود در خانہ از کویہا
تحصیلی عقل نہروں کی طرح ہے	جو گھر (دل) تالابوں میں سے پہنچتی ہے

یعنی عقل مکتسب تو ان ندیوں کی مثل ہے جو کسی گڑھے میں سے گھروں میں جاری ہوں۔

راہ آبش بستہ شد شد بینوا	از درون چشمہ کے بند دورا
اگر اس کے پانی کا راستہ بند ہو جائے تو وہ مفلس بن جاتا ہے	چشمہ کے اندر سے اس کو کون بند کر سکتا ہے؟

یعنی اس کے پانی کا راستہ بند ہو گیا تو وہ مفلس اور پیاسی اور خراب اور بے نوا رہ گی۔

از درون خویشتن جو چشمہ را	تا رہی از منت ہر نا سزا
اپنے اندر چشمہ کی تلاش کر	تاکہ تو ہر نالائق کے احسان سے نجات پالے

یعنی اپنے اندر سے چشمہ کو تلاش کرتا کہ ہر نالائق کی خوشامد سے چھوٹ جاوے۔ مطلب یہ کہ مولانا فرماتے ہیں کہ عقل کی جو ہم نے مدح کی ہے اور عاقل کی تعریف خود حضور ؐ نے بھی کی ہے تو سمجھو کہ عقل کی بھی دو قسمیں ہیں ایک تو عقل کسبی اور ایک عقل وہبی عقل کسبی تو وہ ہے جو کہ کتابیں پڑھنے سے مولوی صاحب سے سبق پڑھ کر مکتب میں قاعدہ یاد کر کے مطالب و معانی کو سوچ کر حاصل کی جاوے۔ اور پھر دوسروں پر اس مشقت اور محنت سے بڑھ جاوے کہ لوگ کہیں کہ فلاں مولوی صاحب اچھے ہیں اور ان کی استعداد اچھی ہے وغیرہ ذلک تو یہ شخص تو لوح حافظ ہے کہ اس کا جو علم ہے اس کا خود حافظ ہے کہ کتابیں دیکھتے رہو اور دوں کو پڑھاتے رہو۔ تب تو یہ موجود ہے اور علم ہے ورنہ اگر ذرا اس کی حفاظت سے غافل ہوئے اور بے پروانہ ہوا تو اس کی حفاظت کی وجہ سے تو انسان کو بڑی بڑی دقتیں اٹھانا پڑتی ہیں تب یہ رہتا ہے اور اسی سے وہ عقل کسبی بھی رہتی ہے اور جب یہ جاتا رہا تو وہ بھی روانہ ہو گئی۔ دوسری عقل وہبی ہے جو کہ بذریعہ علوم وہبیہ کے حاصل ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ کی عطاء ہوتی ہے اور کسب وغیرہ کو اس میں مطلق دخل نہیں ہوتا۔ اس کی یہ حالت ہے کہ ہر دم قلب کے اندر سے چشمہ کی طرح ابلتے رہتے ہیں اور اگر ظاہری ذرائع تحصیل علوم کے مفقود بھی ہو جاویں تب بھی وہ علوم وہبیہ زائل نہیں ہوتے اور ان کی وجہ سے جو عقل حاصل ہوئی تھی وہ بھی زائل نہیں ہوتی بلکہ ہر دم اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تو ترقی ہی ہوتی رہتی ہے۔ علم مکتب اور عقل مکتب کی تو ایسی مثال ہے کہ جیسے ایک ندی میں سے نالہ وغیرہ کا پانی لایا جاوے سو اگر اس ندی اور نالہ کے درمیان میں کوئی حائل آ جاوے اور وہ نالہ جس میں سے پانی آتا تھا بند ہو جاوے تو وہ نالہ خشک رہ جاوے۔ اور پانی کا اس میں ایک قطرہ بھی نہ رہے اسی طرح اگر علوم ظاہری کے تحصیل کے ظاہری ذرائع بند ہو جاویں تو یہ بھی روانہ ہو جاوے اور عقل وہبی اور علم وہبی کی مثال چشمہ جیسی ہے کہ جو زمین میں سے ابل رہا ہے اس کا پانی نہ کبھی ختم ہوتا ہے اور نہ خراب ہوتا ہے۔ اگر اس کو پڑھانے والے میسر نہ ہوں اور کتب بینی کا وقت نہ ملے تب بھی اس میں کمی نہیں آتی۔ کیونکہ نہ وہ ظاہری ذرائع سے حاصل ہوا اور نہ ان کے مفقود ہونے سے وہ کم ہو سکتا ہے لہذا اب تم کو چاہئے کہ کوشش کر کے اس عقل وہبی اور علم وہبی کو حاصل کرو اور وہ حاصل ہوتا ہے ذکر اللہ سے اور صحبت شیخ سے۔ لہذا کسی شیخ کامل محقق متبع سنت کی صحبت اختیار کرو اور اس سے فیض حاصل کر کے ان علوم کو حاصل کرو تا کہ پھر ہمیشہ خوش و خرم رہو اور حیات ابدی اور غذائے روحانی تم کو مل جاوے خوب سمجھ لو۔ اوپر عقل کی مدح اور بے عقلی کی مذمت کی ہے۔ تو آگے ایک عاقل شخص کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس سے عقل کی خوبی کا اندازہ ہوتا ہے۔

قصہ شخصیکہ با شخصے مشورت می کرد او گفت مشروت با دیگرے کن کہ من عدو توام

اس شخص کا قصہ جو ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا اس نے کہا کہ کسی دوسرے سے مشورہ کر کیونکہ میں تیرا دشمن ہوں

مشورت می کرد شخصے با کسے	کز تردد وا رہد و ز حبسے
ایک شخص ایک شخص سے مشورہ کرتا تھا	تا کہ تردد اور بندش سے چھوٹ جائے

یعنی ایک شخص دوسرے سے مشورہ کرتا تھا تا کہ تردد اور قید (فکر) سے چھوٹ جاوے۔

گفت اے خوش نام غیر من بجو	ماجرائے مشورت با او بگو
اس نے کہا اے نیک نام میرے غیر کو تلاش کر	مشورے کا معاملہ اس سے کہہ

یعنی اس مشیر نے کہا کہ اے اچھے نام والے میرے سوا کسی کو ڈھونڈھ اور مشورہ کا قصہ اس سے بیان کر

من عدوم مر ترا با من مپیچ	نبود از رای عدو پیروز ہیچ
میں تیرا دشمن ہوں مجھ سے نہ الجھ	دشمن کی رائے سے کوئی کامیاب نہیں ہوا ہے

یعنی میں تیرا دشمن ہوں میرے ساتھ مت لپٹ (کیونکہ) دشمن کی رائے سے کوئی فلاح نہیں ہوتا۔

رو کسے جو کہ ترا او ہست دوست	دوست بہر دوست لاشک خیر جوست
جا کسی ایسے کو تلاش کر جو تیرا دوست ہو	بے شبہ دوست، دوست کا خیر خواہ ہے

یعنی جا اس شخص کو تلاش کر جو کہ تیرا دوست ہو (کیونکہ) دوست دوست کا بے شک خیر خواہ ہوتا ہے۔

من عدوم چارہ نبود کز منی	کژ روم با تو نمایم دشمنی
میں دشمن ہوں لامحالہ میں خودی کی وجہ سے	ٹیڑھا چلوں گا، تجھ سے دشمنی کروں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں تو دشمن ہوں تو مجھ سے کچھ بعید نہیں ہے کہ نفسانیت کی وجہ سے تیرے ساتھ کج روی اور دشمنی کروں۔

حارسی از گرگ جستن شرط نیست	جستن از غیر محل نا جستنی ست
بھیڑیے سے رکھوالی چاہنا مناسب نہیں ہے	بے موقع تلاش کرنا تلاش نہ کرنا ہے

یعنی بھیڑیے سے نگہبانی کو تلاش کرنا مناسب نہیں ہے اور غیر محل سے ڈھونڈھنا (گویا کہ) نہ ڈھونڈھنا ہے۔ مطلب یہ کہ اس نے کہا کہ تم اگر یہ چاہو کہ گرگ پاسبانی کرے تو اس سے یہ امید رکھنا بالکل فضول ہے۔ اسی طرح جس چیز کا جو محل ہے اس کو علاوہ اور کہیں سے اس کو طلب کرنا ایسا ہے کہ گویا بالکل تلاش ہی نہیں کیا۔ تو چونکہ میں تیرا دشمن ہوں میں تیرے لئے محل خیر خواہی نہیں ہوں۔ مجھ سے خیر خواہی کا امیدوار ہونا سخت غلطی ہے اور اس نے کہا کہ۔

من ترا بے ہیچ شکے دشمنم	من ترا کے رہ نمایم رہزنم
میں بلاشبہ تیرا دشمن ہوں	میں کب تیری رہنمائی کروں گا میں رہزن ہوں

یعنی میں تیرا بلاشبہ وشک دشمن ہوں۔ میں تجھے راہ کب دکھلاؤں گا میں تو رہزنی کروں گا۔ آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

ہر کہ باشد ہمنشین دوستاں	ہست در گلخن میان بوستاں
جو دوستوں کا ہم نشین ہو	بھٹی میں (بھی) باغ میں ہے

یعنی جو شخص کہ دوستوں کا ہم نشین ہو وہ بھاڑ میں باغ کے اندر ہے مطلب یہ کہ جو دوستوں میں بیٹھنے والا اور ان کا ہمنشین ہے وہ اگر بظاہر کلفت میں بھی ہے تب بھی اس کو اطمینان باطن ایسا حاصل ہے کہ گویا کہ وہ باغ میں موجود ہے۔

ہر کہ با دشمن نشیند در زمن	ہست او در بوستاں در گولخن
جو زمانہ میں دشمن کا ہم نشین ہو	وہ باغ میں (بھی) بھٹی میں ہے

یعنی جو شخص کہ زمانہ میں دشمن کے ساتھ بیٹھے وہ باغ میں ہوتے ہوئے بھاڑ میں ہے۔ مطلب یہ کہ جس کے ہمنشین اس کے دشمن ہوں اس کو بظاہر اگر اطمینان بھی حاصل ہو تب بھی وہ گویا کہ مصیبت ہی میں ہے۔

آگے نصیحت فرماتے ہیں کہ۔

دوست را ما زار از ما و منت	تا نگردد دوست خصم و دشمنت
دوست کو تو تو میں میں سے نہ ستا	تاکہ دوست تیرا مخالف اور دشمن نہ بنے

یعنی دوست کو بوجہ کبر و منی کے ستاؤ مت تاکہ دوست تمہارا مقابل اور دشمن نہ ہو جاوے۔

خیر کن با خلق از بہر ایزدت	یا برائے راحت جان خودت
اپنے خدا کے لئے لوگوں سے بھلائی کر	یا خود اپنی جان کے آرام کے لئے

یعنی مخلوق کے ساتھ اپنے خدا کے واسطے بھلائی کر یا اپنی جان کی راحت کے لئے کر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تا ہمہ را دوست بینی در نظر	در دلت ناید ز کیں ناخوش صور
تاکہ تو نگاہ سے سب کو دوست دیکھے	تاکہ تیرے دل میں کینہ سے برے خیالات نہ آئیں

یعنی تاکہ تو نظیر میں سب کو دوست دیکھے اور تیرے دل میں کینہ کی وجہ سے کوئی بری صورت نہ آوے۔ مطلب یہ کہ لوگوں کے ساتھ بھلائی کر دیا تو یہ سمجھ کر کہ ثواب ملے گا اور خدا راضی ہوگا یا یہ سمجھ کر کہ اگر ہم بھلائی کریں گے تو لوگ ہمارے دوست رہیں گے اور ہمیں راحت رہے گی۔ غرض ہر طرح بھلائی کرنا ضروری ہے پھر جب بھلائی کرو گے تو سب کے سب تم کو دوست ہی دوست نظر آویں گے اور کوئی بھی دشمن نہ رہے گا۔

چونکہ کردی دشمنی پرہیز کن	مشورت با یار مہر انگیز کن
جب تو نے دشمنی کی تو احتیاط برت	مشورہ محبت بھرے دوست سے کر

یعنی جبکہ تو نے دشمنی کر لی تو بچ اور مشورہ کسی محبت والے دوست سے کر (ان سب باتوں کو سن کر وہ مستشیر بولا کہ)

گفت من دانم ترا اے بوالحسن	کہ توئی دیرینہ دشمن دار من
اس نے کہا اے بوالحسن میں تجھے جانتا ہوں	کہ تو میرا پرانا دشمن ہے

یعنی اس مستشیر نے کہا کہ اے بوالحسن میں جانتا ہوں کہ تو مجھ کو پرانا دشمن رکھنے والا ہے۔

لیک مرد عاقلی و معنوی	عقل تو نگذاردت کہ کجروی
لیکن تو عقلمند آدمی ہے اور بامعنی ہے	تیری عقل تجھے اجازت نہ دیگی کہ تو ٹیڑھا چلے

یعنی لیکن تو ایک عاقل اور صاحب باطن آدمی ہے تو عقل تجھے نہیں چھوڑتی ہے کہ تو کج چلے۔

طبع خواہد تا کشد از خصم کیں	عقل بر نفس ست بند آہنیں
طبیعت کا تقاضہ ہے کہ دشمن سے بدلہ لے	(لیکن) عقل نفس پر لوہے کی زنجیر ہے

یعنی طبیعت چاہتی ہے کہ مقابل سے کینہ نکالے (مگر) عقل نفس پر ایک قید سخت ہے۔

آید و منعش کند دادا ردش	عقل چوں شحنہ است در نیک و بدش
وہ (عقل) آتی ہے اور اس کو منع کرتی ہے اس کو روکتی ہے	عقل اس کیلئے اچھے اور برے میں کوتوال کی طرح ہے

یعنی آتی ہے اور اس کو روکتی ہے اور باز رکھتی ہے اور عقل نفس کے نیک و بد میں کوتوال کی طرح ہے۔ مطلب یہ کہ اس مستشیر نے کہا کہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ تو میرا ایک "مدت سے دشمن ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی جانتا ہوں کہ تو ایک عاقل شخص ہے طبعی تقاضا تو تجھے بھی ضرر رسانی کا ہوتا ہے مگر تیری عقل اس تقاضا پر نفس کو عمل نہیں کرنے دیتی اور روک لیتی ہے۔ لہٰذا اگر تو مجھے مشورہ دے گا تو باوجود دشمن ہونے کے اس میں کوئی ایسی بات عمداً نہیں کہہ سکتا جو مجھے ضرر رساں ہو تیری عقل جو نفس پر حاکم ہے وہ تجھے ہرگز ایسا نہ کرنے دے گی۔ قصہ تو ختم ہوا اب آگے مولانا فرماتے ہیں کہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل ایمانی چو شحنہ عادل ست	پاسبان و حاکم شہر دل ست
ایمانی عقل: منصف کوتوال کی طرح ہے	دل کے شہر کی محافظ اور حاکم ہے

یعنی عقل ایمانی عادل کوتوال کی طرح ہے کہ شہر دل کی حاکم اور پاسبان ہے۔

ہمچو گربہ باشد او بیدار ہوش	دزد در سوراخ ماند ہمچو موش
وہ بلی کی طرح ہوشیار رہتی ہے	چور سوراخ میں چوہے کی طرح گھسا رہتا ہے

یعنی بلی کی طرح وہ بیدار ہوش رہتی ہے اور چور چوہے کی طرح سوراخ میں رہتا ہے۔ مطلب یہ کہ عقل ایمانی دل کی حاکم اور اس کو بری باتوں سے روکنے والی ہے جیسا کہ حاکم عادل ہوتا ہے کہ وہ سب کو برے کاموں سے باز رکھتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ بلی جس طرح بلی کے ڈر کے مارے چوہے نہیں نکلتے۔ بلکہ سوراخ کے اندر ہی گھسے رہتے ہیں اسی طرح عقل ایمانی کے ہوتے ہوئے ملکات ذمیمہ سب مضمحل اور مثل فانی کے ہوجاتے ہیں اور ان میں کوئی زور نہیں رہتا۔

در ہر آنجا کہ برآرد موش دست	نیست گربہ در بود او مردہ است
جس جگہ چوہا پنجہ نکالے	(وہاں) بلی نہیں ہے، اگر ہو تو وہ مردہ ہے

یعنی جس جگہ کہ چوہے ہاتھ نکالیں تو (معلوم ہوا کہ وہاں) بلی نہیں ہے اور اگر ہے تو وہ مردہ ہے۔ مطلب یہ کہ جہاں دیکھو کہ اخلاق ذمیمہ کا غلبہ ہے وہاں سمجھ لو کہ یا تو عقل ایمانی اور نور ایمانی بالکل ہی نہیں ہے اور اگر ہوگی بھی تو سمجھ لو کہ بالکل مردہ اور مضمحل اور کمزور ہے کہ جس کا کوئی اثر ہی نہیں ہے۔ یہاں تو عقل ایمانی کو گربہ سے تشبیہ دی تھی آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ۔

گربہ چہ شیر و شیر افگن بود	عقل ایمانی کہ اندر تن بود
بلی کیسی، شیر اور شیر کو پچھاڑنے والی ہوتی ہے	وہ ایمانی عقل جو جسم میں ہوتی ہے

یعنی بلی کیا وہ تو شیر شیر کو کو پچھاڑنے والی وہی ہے وہ عقل ایمانی جو کہ بدن کے اندر ہو۔ مطلب یہ کہ اگر انسان کے اندر عقل ایمانی اور نور ایمانی ہو تو اس کی تو مثال شیر جیسی ہے اور شیر بھی ایسا قوی کہ جو شیروں کو پچھاڑ دے تو عقل ایمانی اور نور ایمانی کے آگے بڑے بڑے رذیلہ کی بھی کوئی حقیقت نہیں ہے اس کے ہوتے ہوئے ان چیزوں کا تو کہیں پتہ ہی نہیں رہتا۔ اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ۔

غرہ او حاکم درندگاں	نعرہ او مانع چرندگاں
اس کی غراہٹ درندوں کی حاکم ہے	اس کا نعرہ چرندوں کے لئے مانع ہے

یعنی اس کی غرغراہٹ درندوں کی حاکم ہوتی ہے اور اس کا نعرہ چرندوں کو روکنے والا ہوتا ہے (درندگان سے مراد قوئ غضبیہ ہیں اور چرندگان سے مراد قوئ شہویہ ہیں) مطلب یہ کہ اس عقل ایمانی کی یہ شان ہوتی ہے کہ اس کے آگے نہ قوئ غضبیہ کا زور چلتا ہے اور نہ قوئ شہویہ کوئی چیز رہتے ہیں بلکہ سب مضمحل الوجود اور فانی ہوجاتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شہر پر دزد است و پر جامہ کنے	خواہ شحنہ باش گو و خواہ نے
شہر چوروں اور کپڑے اتارنے والوں سے بھرا ہے	کہہ دو خواہ کوتوال ہو یا نہ ہو

یعنی شہر چوروں اور اچکوں سے بھرا ہوا ہے خواہ کوتوال ہو اور خواہ نہ ہو۔ مطلب یہ کہ اخلاق ذمیمہ ہر شخص کے اندر موجود ہیں۔ خواہ نور ایمانی اور عقل ایمانی اس کے اندر ہو یا نہ ہو۔ ہاں اس قدر فرق ہے کہ اگر نور و عقل ایمانی ہوگا تو وہ اخلاق ذمیمہ سب دبے رہیں گے اور اگر نہ ہوگا تو شور کریں گے ورنہ کوئی اس سے خالی نہیں ہے۔

عقل درتن حاکم ایماں بود	کہ زبیمش نفس در زنداں بود
عقل بدن میں ایمان کا حکم دینے والی ہے	جس کے ڈر سے نفس قید خانہ میں ہوتا ہے

یعنی عقل بدن میں حاکم ایمانی ہوتا ہے کہ اس کے خوف کی وجہ سے نفس قید خانہ میں ہوتا ہے۔ مطلب یہ کہ اگر عقل ہے تو پھر نفس کا قابو اور زور نہیں چل سکتا۔ بالکل مغلوب اور مضمحل رہتا ہے اب چونکہ عقل کی تعریف کی تھی اور نفس کشی کے لئے عقل کی ضرورت تھی اور وہ بدوں اذن و مدد حق کے چل نہیں سکتی تو اب آگے مضطر ہو کر مناجات کرنے لگے کہ۔

عقل عقل و جان جاں اے جاں توئی	عقل و جان خلق را سلطاں توئی
اے جان! عقل کی عقل اور جان کی جان تو ہے	تو ہی مخلوق کی عقل اور جان کا بادشاہ ہے

یعنی اے جان عقل العقل اور روح الروح آپ ہی ہیں اور مخلوق کی عقل اور جان کے آپ ہی سلطان ہیں۔

عقل کل سرگشتۂ و حیران تست	کل موجودات در فرمان تست
عقل کل تیرے بارے میں حیران اور پریشان ہے	تمام موجودات تیرے حکم میں ہیں

یعنی عقل کل آپ ہی کی سرگشتہ اور حیران ہے اور کل موجودات آپ ہی کے حکم میں ہیں۔ مطلب یہ کہ اے الٰہ العالمین آپ ہی عقل العقل ہیں اور آپ ہی روح الروح ہیں آپ کے آگے یہ تمام عقول اور مخلوقات بالکل ہیچ ہیں۔ آپ کی مدد سے کچھ ہو سکتا ہے ورنہ ہم تو بالکل بیکار اور محض فضول ہیں آپ مدد فرمایئے اور عقل ایمانی نصیب فرمایئے۔ تاکہ نفس سرکش کچھ زیر ہو۔ والسلام۔

شرح حبیبی

ترجمہ و تشریح: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص احمق ہو وہ ہمارا دشمن اور شیطان مضل ہے اور جو عاقل ہو وہ ہمارا پیارا ہے اس کی بو ہمارے لئے شراب کی طرح سرور پیدا کرنے والی ہے عاقل اگر بالفرض محال مجھے گالی بھی دے تو میں اس سے بھی خوش ہوں۔ کیونکہ وہ میرے فیض سے مستفیض ہے اس لئے اس کی گالی میں بھی کوئی مصلحت ہوگی اور یہ دعوت اس کی بدوں کھانے کے نہیں ہوگی۔ اور احمق اگر مجھے حلوا بھی کھلائے تو مجھے حلوے سے بھی بخار چڑھتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ عاقل کی ظاہری مضرت میں بھی نفع ہے اور احمق کے ظاہری نفع میں بھی نقصان ہے احمق کے نفع ظاہری سے خوش ہونا ایسا ہے جیسا کہ بوسہ کون خرے استلذاذ اور اگر تم پاک طبع اور صاف باطن ہو تو سمجھ لو کہ بوسہ کون خر میں کوئی لذت نہیں۔ بلکہ فضول تمہاری مونچھیں نجاست آلود ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ اور اس دیگ سے تمہارے کپڑے ہی سیاہ ہوتے ہیں۔ کھانا نہیں ملتا۔ پس یہی حالت احمق کی ہے کہ اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔ بلکہ نقصان ہوتا ہے۔ ہمارے قول "جامہ از دیگش سیہ بے مائدہ کو دیکھ کر شاید کوئی سطحی نظر والا یوں کہے کہ احمق تو لوگوں کو خوب کھلاتے پلاتے ہیں۔ پھر آپ کا یہ قول کیونکر صحیح ہے۔ اس لئے ہم اس کا جواب دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جناب روٹی اور کباب وغیرہ غذا نہیں ہے۔ اصل غذا تو عقل ہے اور جان کی شراب تو نور عقل ہے نہ کہ شربت متعارفہ۔ پس اگر یہ ملے بھی تو کیا ہوا کیونکہ آدمی کی غذا تو نور عقل ہی ہے اور وہ اسی سے پرورش پاتا ہے نہ کہ کسی اور شے سے۔ پس روٹی و کباب وغیرہ کا ملنا غذا کا ملنا نہ ہوگا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ جب تمہیں معلوم ہوگیا کہ آدمی کا کھانا پینا اور عقل نور عقل ہے تو ان حسی غذاؤں کو رفتہ رفتہ کم کرو۔ کیونکہ یہ انسانوں کی غذائیں نہیں ہیں۔ بلکہ یہ تو جانوروں کی غذائیں ہیں تا کہ تم اصلی غذا کے قابل ہو جاؤ اور نور کے لقمے کھانے لگو دیکھو روٹی جو روٹی ہوتی ہے یہ بھی اسی نور کا پرتو ہے اور یہ روٹی جو جان کی طرح مرغوب ہوتی ہے یہ بھی اسی نور کا فیض ہے جو کہ بمنزلہ جان کے ہے۔ تم اب تک اس غذا کی اس لئے قدر کرتے ہو کہ تم نے وہ غذا نہیں کھائی۔ لیکن اگر ایک مرتبہ نور کا لقمہ کھالو تو نان تنوری پر خاک ڈال دو اور کہو کہ اب مجھ پر عقل عاشق ہوگئی ہے تو کیا چکنی چپڑی باتیں بنا کر مجھے دھوکہ دیتی ہے اور مجھے راستہ مل گیا ہے اب میرے سامنے تجھ کمزور پاؤں کی کیا حقیقت ہے۔ لیکن اس مقام پر تم کو یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ یہ تعریف مطلق عقل کی نہیں ہے بلکہ عقلیں دو قسم کی ہیں ایک تو کسبی جس کو تم مدارس میں بچوں کی طرح حاصل کرتے ہو۔ پس کتاب سے استاد سے غور وخوض سے اچھوتے اور نادر مضامین اور علوم سے تم کو اوروں سے زیادہ عقل حاصل ہو جاتی ہے لیکن تم کو اس کا محفوظ رکھنا مشکل ہوتا ہے (کیونکہ اگر وہ اسباب نہ رہیں جن سے یہ عقل حاصل ہوتی ہے تو وہ بھی نہ رہے گی اس لئے ان اسباب کے محفوظ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ان کا محفوظ رکھنا دشوار ہے اس لئے عقل کا محفوظ رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے) اور اس وقت تم لوح حافظ ہوتے ہو اور وہ لوح نہیں ہوتی جس کے علوم کا خدا حافظ ہے۔ کیونکہ لوح محفوظ وہ ہے جس نے ان علوم کو چھوڑ دیا ہو۔ بایں معنی کہ ان کو درجہ مقصودیت میں نہ رکھا ہو۔ خواہ دوسرے مقصد کے حاصل کرنے کے لئے ان میں مشغول ہو۔ جیسے علوم شرعیہ کہ اہل اللہ ان میں طلب رضائے حق سبحانہ کے لئے مشغول رہتے ہیں۔ ایک عقل تو یہ تھی دوسری عقل وہ ہے جو موہوب من اللہ ہو۔ اور اس کا چشمہ روح کے اندر ہو۔ اس کی حالت یہ ہے کہ جب دوسری عقل وہ ہے جو موہوب من اللہ ہو۔ اور اس کا چشمہ روح کے اندر ہو۔ اس کی حالت یہ ہے کہ جب سینہ سے یہ چشمہ علوم جوش زن ہوتا ہے تو اس میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ نہ وہ سڑتا ہے نہ کہنہ ہوتا ہے نہ زرد ہوتا ہے اور اگر دیگر علوم کے حصول کے ذرائع بند ہو جائیں تو اسے کچھ فکر نہیں ہوتی کیونکہ علوم کا چشمہ تو خود اس کے گھر میں موجود ہے۔ جو ہر وقت ابلتا رہتا ہے جب دونوں عقلوں کی تفصیل معلوم ہوگئی تو اب سمجھو کہ وہ تعریف عقل کسبی کی نہ تھی بلکہ عقل وہبی کی تھی عقل کسبی تو ایسی ہے جیسے ندیاں جو گھروں میں خارجی گڑھوں سے آتی ہیں۔ اب اگر آمد کا راستہ بند ہو جاوے تو گھر بے سامان رہ جاتا ہے اور پیاسا سخت خستہ اور سینکڑوں پریشانیوں میں مبتلا رہ جاتا ہے۔ برخلاف عقل وہبی کے کہ چونکہ اس کا چشمہ خود اپنے ہی اندر سے نکلتا ہے۔ اس لئے وہ مسدود نہیں ہو سکتا۔ پس تم اس چشمہ کو اپنے اندر تلاش کرو تا کہ ان نالائقوں کے احسان سے بچ جاؤ۔ جن کا تم کو عقل کسبی کی تحصیل کے لئے ممنون ہونا پڑتا ہے۔ اب مولانا دوسرے عنوان سے عقل کی فضیلت بیان فرماتے ہیں۔

ایک شخص دوسرے شخص سے اس لئے مشورہ کرنا چاہتا تھا کہ تردد اور اس کی قید سے آزاد ہو جاوے اس نے کہا کہ آپ مشورہ کا قصہ مجھ سے نہ کہیں بلکہ کسی اور سے مشورہ کریں میں تمہارا دشمن ہوں مجھے نہ لپٹو۔ کیونکہ دشمن کی رائے سے کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی اور اسے تلاش کرو جو تمہارا دوست ہو کیونکہ دوست بیشک دوست کا خیر خواہ ہوتا ہے نہ کہ دشمن۔ میں دشمن ہوں اس لئے میں مجبور ہوں گا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

نفسانیت سے غلط روش اختیار کروں اور تم سے دشمنی کروں۔ بھیڑیے کو چوپان بنانا نامناسب ہے اور بے موقع کسی شے کو تلاش کرنا بمنزلہ نہ تلاش کرنے کے ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میں تمہارا دشمن ہوں۔ پس میں تو تمہارا راہزن ہوں رہنما کیسے ہو سکتا ہوں۔ اب میں تم کو ایک مفید نصیحت کرتا ہوں۔ سنو۔ قاعدہ ہے کہ جو شخص دوستوں میں ہوتا ہے وہ تکلیف میں بھی راحت میں ہوتا ہے اور جو دشمنوں میں پھنسا ہوا ہے وہ راحت میں بھی تکلیف میں ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہئے کہ اول تو غرض نفسانی سے دوست کو تکلیف نہ پہنچاؤ تا کہ وہ تمہارا دشمن نہ ہو جاوے۔ اور جہاں تک ہو سکے لوگوں کے ساتھ احسان کرو۔ خواہ خدا کے لئے خواہ خود اپنی راحت کے لئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ سب تمہیں دوست نظر آئیں گے اور کسی کی دشمنی کے ناخوش خیالات تمہارے دل میں نہ آئیں گے۔ لیکن جبکہ تم ایسا نہ کرو اور لوگوں سے دشمنی پیدا کر لو تو اب تمہارا فرض ہے کہ دوستوں سے مشورہ کرو اور دشمن سے بچو یہ سن کر اس نے جواب دیا کہ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ آپ میرے پرانے دشمن ہیں مگر اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ عاقل اور حقیقت شناس ہیں۔ اس لئے اگر تم غلط روی کرنا بھی چاہو گے تو تمہاری عقل مانع ہوگی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ نفس چاہتا ہے کہ دشمن سے دشمنی نکالے۔ لیکن عقل اس کے لئے ایک سخت مزاحم ہے وہ آ کر اسے روکتی اور اس فعل سے باز رکھتی ہے کیونکہ وہ بھلائی برائی میں بمنزلہ کوتوال کے ہے جس کا کام شریروں کو شرارت سے روکنا ہے۔ ہم اس مضمون کو کسی قدر وضاحت کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں۔ سنو عقل سے مراد ہماری وہ عقل ہے جو منور بنور ایمان ہو اور کوتوال سے مراد منصف کوتوال ہے تو حاصل یہ ہوا کہ عقل ایمانی ایک منصف کوتوال ہے جو کہ شہر قلب کا حاکم اور اس کا محافظ ہے اور یہ کوتوال بلی کی طرح چوکنا رہتا ہے اس لئے چور (نفس) اس کے سامنے چوہے کی طرح بل میں گھسا رہتا ہے بس اگر کسی جگہ یہ چوہا (نفس) دست درازی کرے اور شورش کرے تو سمجھ لو کہ وہاں بلی (عقل ایمانی) نہیں ہے یا ہے مگر وہ ہے۔ ہم نے عقل ایمانی کو جو کہ انسان کے اندر ہے بلی کہا ہے مگر اس کے سامنے بلی کی کیا حقیقت ہے وہ تو ایک شیر ہے اور شیر بھی ایسا جو اور شیروں پر غالب ہے۔ ان کی غرش درندوں (قویٰ غضبیہ) پر حاکم ہے اور اس کا نعرہ چرندوں (قوائے شہوانیہ) کو چرنے سے روکنے والا ہے۔ لیکن اے سالک تو ہمارے اس بیان سے دھوکہ نہ کھانا اور یاد رکھنا کہ خواہ اس شہر باطن میں کوتوال عقل ایمانی ہو یا نہ ہو۔ یہ شہر چوروں اور کپڑے اتارنے والوں سے ہر حالت میں بھرا ہوتا ہے اور ان سے خالی نہیں ہوتا۔ ہاں اتنی بات ہے کہ عقل سلطان ایمان کی طرح سے جسم میں حاکم ہوتی ہے جس کے خوف سے نفس محبوس ہوتا ہے مگر مرتا نہیں اس لئے ان چوروں سے کبھی غافل نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ کبھی کبھی غفلت کے سبب چور جیل خانہ میں سے نکل جاتے ہیں اور نکل کر نقصان پہنچاتے ہیں۔ اب مولانا مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ عقل بھی بدوں تیری اعانت کے کچھ نہیں کر سکتی۔ اور نہ روح ہی کچھ کر سکتی ہے۔ پس تو عقل کی عقل اور روح کی روح ہے۔ یعنی مخلوق کی عقول اور ان کی ارواح پر تو حاکم ہے اور عقل کل یعنی عقل ایمانی بھی تیری عظمت وجلال کے سامنے سرگشتہ اور متحیر ہے خلاصہ یہ ہے کہ تمام مخلوقات تیری ہی محکوم ہیں۔ تو جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔

تم النصف الاول من السفر الرابع للکتاب واللہ اعلم بالصواب

تمام شد ربع ثانی از کلید مثنوی دفتر چہارم

فالحمد للہ ثم الحمد للہ

احقر شبیر علی عفی عنہ تقبل اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کلید مثنوی ربع ثالث شرح دفتر چہارم

شرح حبیبی

میر گردانیدن رسول علیہ السلام جوان ہذیلی را بر سریہ کہ دراں پیراں و جنگ آموزدگان بودند

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بنی ہذیل کے ایک نوجوان کو اس لشکر کا سردار بنانا جس میں بوڑھے اور جنگ آزمودہ تھے

یک سریہ می فرستادے رسولؐ	بہر جنگ کافرو دفع فضول
آنحضورؐ ایک لشکر بھیج رہے تھے	کافر (لوگوں) سے جنگ اور فضول (لوگوں) کو دفع کرنے کے لئے
یک جوانے راگزید او از ہذیل	میر لشکر کردش و سالار خیل
آپ نے (بنی) ہذیل کے ایک جوان کو منتخب فرمایا	اس کو لشکر کا امیر اور لشکر کا سپہ سالار بنا دیا
اصل لشکر بیگماں سرور بود	قوم بے سر در تن بے سر بود
یقیناً سردار لشکر کی بنیاد ہوتا ہے	بغیر سردار کی قوم بے سر کا جسم ہوتی ہے
ایں ہمہ کہ مردہ و پژمردۂ	زاں بود کہ ترک سرور کردۂ
یہ جو تو بالکل مردہ اور پژمردہ ہے	اس لئے ہے کہ تو نے سردار کو چھوڑ دیا ہے
از کسل و ز بخل و زما و منی	می کشی سر خویش را سر میکنی
سستی اور بخل اور خودی و انانیت کی وجہ سے	تو سرکشی کرتا ہے اپنے آپ کو سردار بناتا ہے
ہمچو استورے کہ بگیریزد زبار	او سر خود گیرد اندر کوہسار
اس گدھے کی طرح جو بوجھ سے بھاگے	اور پہاڑ کا راستہ لے لے
صاحبش در پے دواں کاے خیرہ سر	ہر طرف گرگے ست اندر قصد خر
اس کا مالک پیچھے دوڑے کہ اے سرکش!	ہر طرف گدھے کی تلاش میں بھیڑیے ہیں

یہ ربع ثالث کلید مثنوی دفتر چہارم کا شرح شبیری سے خالی ہے۔ اسی طرح ربع رابع بھی۔ ان دونوں ربع میں صرف شرح حبیبی ہے اسی طرح دفتر پنجم کا ربع ثانی وثالث ورابع۔ اس کا صرف ربع اول دونوں شرحوں پر مشتمل ہے جس کی وجہ یہ ہوئی کہ دفتر چہارم کے ربع ثالث ورابع کے اور اسی طرح دفتر پنجم کے ربع ثانی وثالث ورابع کے درس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

اتفاق نہیں ہوا۔ چنانچہ یہ امر تمہید کلید مثنوی دفتر خامس کے ایک منبہیہ سے اجمالاً ظاہر ہے اور شرح شبیری درس ہی کے تابع تھی۔ اسی بناء پر تناسب حجم کے لحاظ سے میں مہتمان طبع کو مشورہ دیتا ہوں کہ چہارم کے ان دونوں ربع کو اور اسی طرح

گرز چشمم ایں زماں غائب شوی	پیشت آید ہر طرف گرگ قوی
اگر تو اس وقت میری نظر سے غائب ہو گا	ہر جانب قوی بھیڑیا تیرے سامنے آئے گا
استخوانت رابخاید چوں شکر	کہ نہ بینی زندگانی را دگر
شکر کی طرح تیری ہڈیاں چبا لے گا	حتیٰ کہ تو دوبارہ زندگی نہ دیکھے گا
آں مکن آخر بمانی از علف	آتش از بے ہیزمی گردد تلف
وہ نہ کر بالآخر تو گھاس سے (محروم) رہ جائے گا	بغیر ایندھن کے آگ جا ہو جاتی ہے
ہیں بمگریز از تصرف کردنم	وزگراں باری کہ جان تو منم
خبردار! میرے کام میں لگانے سے نہ بھاگ	اور بوجھ لادنے سے کیونکہ میں تیری جان ہوں
تو ستوری ہم کہ نفست غالب ست	حکم غالب را بود اے خود پرست
تو بھی گدھا ہے کیونکہ تیرا نفس غالب ہے	اے نفس پرست! حکم غالب پر لگتا ہے
خرنخواندت اسپ خواندت ذوالجلال	اسپ تازی راعرب گوید تعال
اللہ تعالیٰ نے تجھے گھوڑا کہا ہے گدھا نہیں کہا	عربی گھوڑے کو عرب "تعال" کہتے ہیں
میر آخر بود حق را مصطفیٰ	بہر استوران نفس پر جفا
آنحضورؐ اللہ (تعالیٰ) کے میر اصطبل ہیں	ظالم نفس کے گھوڑوں کے لئے
قل تعالوا گفت از جذب کرم	تا ریاضت تاں دہم من رائضم
کرم کے جذبہ سے (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہہ دے کہ "آؤ"	تاکہ میں تم سے ریاضت کراؤں میں ریاضت کرانے والا ہوں
نفسہا را تا مروض کردہ ام	زیں ستوراں بس لگدہا خوردہ ام
میں نے جب سے نفسوں کو مرتاض بنایا ہے	ان گھوڑوں کی بہت سی دولتیاں کھائی ہیں
ہر کجا باشد ریاضت بارۂ	از لگدہایش نباشد چارۂ
جہاں کہیں ریاضت کرانے والا ہوا ہے	اس کے لئے دولتیوں سے مفر نہیں ہے
لاجرم اغلب بلا بر انبیاست	کہ ریاضت دادن خاماں بلاست
لامحالہ کڑی آزمائش نبیوں کی ہے	کیونکہ اناڑیوں کو ریاضت کرانا ہی مصیبت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سکسکانید از دم یرغا روید	تاپواش مرکب سلطاں شوید
تم سست رفتار گھوڑے ہو میری تعلیم سے تیز چلو	تاکہ نرم رفتار اور شاہ کی سواری بن جاؤ
قل تعالوا قل تعالوا گفت حق	اے ستوران ملول اندر سبق
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہہ دے آ جاؤ کہہ دے آ جاؤ	اے گھڑ دوڑ میں عاجز گھوڑو!
قل تعالوا قل تعالوا گفت رب	اے ستوران رمیدہ از ادب
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہہ دے آ جاؤ کہہ دے آ جاؤ	اے ادب سے بھاگے ہوئے گھوڑو!
قل تعالوا قل تعالوا گفت ے	اے ستوران فسردہ رگ و پے
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا کہہ دے آ جاؤ کہہ دے آ جاؤ	اے سست رگ اور پٹھوں والے گھوڑو!
گر نیایند اے نبیؐ غمگیں مشو	زاں دو بے تمکیں تو پر از کیں مشو
اے نبیؐ! اگر وہ نہ آئیں تو غم زدہ نہ ہو	ان دو (چار) بے وقعت کی وجہ سے غصہ میں نہ بھر
گوش بعضے زیں تعالوا ہا کرست	ہر ستورے را طویلے دیگرست
بعض لوگ ان آ جاؤ (کی آوازوں) سے بہرے ہیں	ہر گھوڑے کا دوسرا اصطبل ہے
منہزم گردند بعضے زیں ندا	ہست ہر اسپے طویلہ او جدا
بعض لوگ اس آواز سے پیچھے ہٹ گئے	ہر گھوڑے کا اصطبل جدا ہے
منقبض گردند بعضے زیں قصص	زانکہ ہر مرغے جدا دارد قفص
بعض لوگ ان قصوں سے تنگدل ہوئے	کیونکہ ہر پرند کا پنجرہ علیحدہ ہے
خود ملائک نیز ناہمتا بدند	زیں سبب بر آسماں صف صف شدند
ملائک بھی (رتبہ میں) یکساں نہیں تھے	اسی وجہ سے آسمان پر صف صف ہو گئے
کودکاں گرچہ بیک مکتب دراند	در سبق ہر یک زیک بالاتراند
بچے اگرچہ ایک ہی مکتب میں ہیں	مقابلہ میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے ہیں
مشرقی و مغربی را حسہاست	منصب دیدار حس چشم راست
مشرق اور مغرب والوں کی (مختلف) حسیں ہیں	دیکھنے کی حس کا مقام آنکھ کا ہے
صد ہزاراں گوشہا گر صف زنند	جملہ محتاجاں چشم روشن اند
اگر لاکھوں کان صف باندھیں	سب روشن آنکھ کے محتاج ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بازصف گوشہارا منصبے	درسماع جاں و اخبار نبے
پھر کانوں کی صف کا ایک مقام ہے	قرآن کی روح اور قصوں کے سننے کے لئے
صد ہزاراں چشم را آں راہ نیست	ہیچ چشمے از سماع آگاہ نیست
لاکھوں آنکھوں کو وہ راستہ (حاصل) نہیں ہے	کوئی آنکھ سننے سے واقف نہیں ہے
ہمچنیں ہر حس یک یک می شمر	ہر یکے معزول ازاں کار دگر
اسی طرح ایک ایک حس کو گن لے	ہر ایک دوسرے کے کام سے جدا ہے
پنج حس ظاہر و پنج اندرون	درصف اند اندر مقام الصافون
پانچ ظاہری حواس اور پانچ باطنی	صف باندھنے والے فرشتوں کے قیام میں صف بستہ ہیں
ہر کسے کو از صف دیں سرکش ست	میرود سوی صفے کاں ناخوش ست
جو شخص دین کی صف سے سرکشی کرتا ہے	وہ بری صف کی جانب چلا جاتا ہے
تو ز گفتار تعالوا کم مکن	کیمیای بس شگرف ست ایں سخن
آپ "آ جاؤ" کہنے میں کمی نہ کریں	یہ کلمہ بہت عجیب کیمیاء ہے
گر مسے گردد ز گفتارت نفیر	کیمیا راہیچ ازوے وامگیر
اگر کوئی تانبا آپ کے قول سے متنفر ہو	کیمیاء کو اس سے نہ ہٹایئے
ایں زماں کر ست نفس ساحرش	گفت تو سودش کند در آخرش
اس وقت اس کا جادو اگر نفس بہرا ہے	اس کے آخر میں آپ کی گفتگو اس کو فائدہ دے گی
قل تعالوا قل تعالوا اے غلام	ہیں کہ ان اللہ یدعوا بالسلام
آپ آ جاؤ آ جاؤ کہیے! اے لڑکے!	آگاہ کہ بیشک اللہ (تعالیٰ) سلامتی کی طرف بلاتا ہے
خواجہ باز آ ازمنی و ازسری	سرورے جو کم طلب کن سروری
اے صاحب! خودی اور سرداری سے باز آ جا	کوئی سردار تلاش کر لے سرداری کا طالب نہ بن

اوپر سے مولانا فضیلت عقل بیان فرما رہے تھے۔اس بیان سے بھی یہی مقصود ہے جب مقصود کلام معلوم ہو گیا تو اب حل کلام سنو۔مولانا فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کفار کی سرکوبی اوران کی بیہودگی دفع کرنے کے لئے ایک دستہ فوج روانہ فرمانا چاہتے تھے۔اس کی افسری کے لئے آپ نے قبیلہ ہذیل کے ایک جوان کو منتخب کیا اور اس کو اس لشکر کا افسر اور اس گروہ کا سردار مقرر فرمایا اور سردار مقرر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ لشکر کی قوت کا مدار افسر ہی پر ہوتا ہے اور جو جماعت بے سردار ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ ایسی ہے جیسے بے سر کا جسم جو کسی کام کا نہیں ہوتا۔ یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے مخاطب کا نا سن کان تو جو مردہ اور پژمردہ ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ تو کسی سردار کا ماتحت اور کسی شیخ کا دامن تھامے ہوئے نہیں ہے بلکہ کاہلی اور بخل اور نفسانیت کے سبب سرکشی کرتا ہے اور خود اپنے کو اپنا ہی یا دوسروں کا بھی سردار بناتا ہے۔ یعنی تیری خودسری کا منشاء تین امور ہیں اول کاہلی کیونکہ کسی کا مطیع ہو کر کام کرنا پڑے گا جو کہ عدم اطاعت کی حالت میں نہیں کرنا پڑتا۔ دوم بخل کیونکہ اطاعت کی صورت میں مطلوبات حسیہ کو چھوڑنا پڑے گا۔ جن کو عدم اطاعت کی صورت میں نہیں چھوڑنا پڑتا۔ تیسری خودی کیونکہ اطاعت کی صورت میں اپنے کو مٹانا پڑے گا جو کہ عدم اطاعت کی صورت میں نہیں کرنا پڑتا) پس تیری ایسی مثال ہے جیسے ایک گھوڑا بوجھ کے خوف سے پہاڑوں میں بھاگ جاوے اور خودسر ہو جاوے اور اسکا مالک اس کے پیچھے دوڑتا ہو اور کہتا ہو کہ ارے دیوانہ پہاڑوں میں ہر طرف بھیڑیے ہیں۔ جو تجھ سے گدھوں کے فکر میں ہیں پس اگر تو اس وقت میری نظر سے غائب ہو جاوے گا تو ہر طرف تجھے ایک مضبوط بھیڑیئے کا سامنا ہوگا اور وہ تجھے شکر کی طرح سے یوں مزہ لے لے کر کھاوے گا کہ پھر تجھے زندگی کی صورت نظر نہ آوے گی اگر یہ بھی نہ ہو تو کم سے کم یہ تو ہوگا کہ تجھے چارہ نہ ملے گا اور تو بدوں غذا کے مر جاوے گا۔ جیسے بے ایندھن کے آگ فنا ہو جاتی ہے۔ دیکھ تو میرے تصرف کرنے سے اور بوجھ کی گرانی سے نہ بھاگ۔ کیونکہ میں تیری جان کا محافظ ہوں۔ اس لئے گویا کہ تیری جان ہوں اور میرا تصرف تیرے اندر ایسا ہے جیسا جان کا تصرف جسم میں اس لئے مجھ سے بھاگنا گویا کہ اپنی جان سے بھاگنا ہے۔ پس تو بھی ایک گھوڑا ہے کیونکہ تیرا نفس تجھ پر غالب ہے جو کہ سرکشی اور قابلیت تربیت واصلاح میں گھوڑے کے مشابہ ہے اور حکم غالب پر ہوتا ہے اس لئے تو گھوڑا ہی ہے ہم نے تجھے گھوڑا کہا اور گدھا نہیں کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ نے تجھے گدھا نہیں کہا بلکہ گھوڑا کہا ہے۔ (اور منشاء اس کا وہی ہے جو ہم بیان کر چکے ہیں کہ گھوڑا گو سرکش ہوتا ہے مگر قابل تربیت واصلاح ہوتا ہے برخلاف گدھے کے) رہی یہ بات کہ حق سبحانہ نے تجھے گھوڑا کیسے کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عرب جب عربی گھوڑے کو بلاتے ہیں تو کہتے ہیں تعال تعال اور حق سبحانہ نے جب تجھ کو بلایا ہے تو لفظ تعال استعمال کیا ہے اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان گھوڑوں یعنی نفوس ظالمہ کے سدھانے کے لئے سردار مقرر کئے گیے ہیں اس لئے اس نے جذب کے سبب جس کا منشا فضل محض ہے۔ ان سے فرمایا ہے کہ اپنے گھوڑوں سے کہہ دو تعالوا اتل ما حرم علیکم جس کا حاصل یہ ہے کہ تم میری طرف آؤ تاکہ میں تمہیں سدھاؤں کیونکہ میں تمہارا سدھانے والا ہوں چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان گھوڑوں کے سدھانے کی خدمت تفویض ہوئی تھی۔ اس لئے آپ نے انہیں مہما امکن سدھایا اور یہ فرمایا کہ جس وقت سے میں نے اصلاح نفوس اور ان کو شائستہ کرنے کی خدمت انجام دینی شروع کی ہے۔ اس وقت سے اس وقت تک میں ان گھوڑوں کی بہت سی لاتیں کھا چکا ہوں۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیے تھا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جہاں کہیں زیر تربیت گھوڑا ہوتا ہے اس کی لاتیں کھانی پڑتی ہیں۔

فائدہ:۔ ریاضت بارہ بمعنی بارۂ ریاضت۔ اے اسپیکہ مروض کردہ میشود پس بارہ بمعنی اسپ ہے اور اضافت مقلوبی یا دنی ملابست ہے۔ اور محشین نے بارہ کے معنی خو خصلت یا دوست یا طرز وروش کے لئے ہیں اے کسیکہ دوست ریاضت کردن یا خو خصلت اور ریاضت کردن یا طرز وروش او ریاضت کردن باشد واللہ اعلم) یہی وجہ ہے کہ زیادہ مصیبت انبیاء کو ہے کیونکہ ان کو ناقصین کے شائستہ کرنے کی خدمت سپرد ہوتی ہے اور ناقصین کو شائستہ کرنا ایک مصیبت ہے نیز آپ نے فرمایا ہے کہ اے

www.besturdubooks.wordpress.com

گھوڑو تم بے راہ ہو آؤ مجھ سے تعلیم حاصل کرو۔ تا کہ اول تم رہوار ہو جاؤ اور اس کے بعد شاہی سواری کے لائق ہو جاؤ یعنی اس وقت تم گمراہ ہو۔ میری تعلیم سے اول تم مطلق مومن یا مومن کامل ہو گے اس کے بعد تم مومن کامل یا اکمل ہو جاؤ گے۔

فائدہ:۔ تشقیق اختلاف احوال پر مبنی ہے اور مرکب سلطان عطف تفسیری ہے۔ یواش کے لئے) اے سبقت الی العاقبۃ سے دل تنگ گھوڑو۔ اور اے شائستگی سے بھاگے ہوئے گھوڑو اور اے رگ دبے ٹھہرے ہوئے گھوڑو میں تمہیں اس لئے بلاتا ہوں کہ حق سبحانہ نے مجھے حکم دیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم ان سے کہو کہ آؤ اور شائستگی سیکھو۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ اگر یہ نہ آئیں تو آپ رنج نہ کریں اور ان چند بیہودہ لوگوں کے نہ آنے سے مکدر نہ ہوں اور یہ نہ آنے والے تین قسم کے لوگ ہیں۔ کچھ تو بہرے ہیں اس لئے وہ سنتے ہی نہیں اور کچھ سنتے ہیں مگر سن کر بھاگتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو بھاگتے تو نہیں مگر منقبض ہوتے ہیں۔ اور بشاشت کے ساتھ آپ کی دعوت کو قبول نہیں کرتے۔ (میرے نزدیک بہرے لوگ تو وہ ہیں جو نہ آپ کی موافقت کرتے ہیں اور نہ مخالفت اور بھاگنے والے وہ ہیں جو مزاحمت کرتے ہیں اور منقبض وہ لوگ ہیں جو کسی غرض دنیوی سے آپ کی دعوت کو قبول فرماتے ہیں) اور وجہ اس اختلاف کی یہ ہے کہ ان گھوڑوں میں سے ہر ایک کے لئے جدا اصطبل اور ان جانوروں میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ پنجرہ ہے۔ یعنی ہر ایک کے لئے ایک جداگانہ حالت مقدر ہے جس پر وہ بااختیار خود قائم رہے گا۔ اور اس سے آگے نہ بڑھے گا اور یہ اختلاف احوال کچھ انسانوں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ فرشتے بھی سب یکساں نہیں ہیں۔ اسی سبب سے ان کے مراتب میں بھی اختلاف ہے کہ کچھ اگلی صف میں ہیں اور کچھ اس سے پچھلی میں وھکلا۔ ہم اس مضمون کو ایک مثال حسی سے ثابت کرتے ہیں۔ دیکھو لڑکے ایک مکتب میں ہوتے ہیں اور سب تحصیل علم میں مشغول ہوتے ہیں اور اپنی مقدور بھر اس میں کمی نہیں کرتے۔ مگر سبق میں پھر بھی ایک دوسرے سے آگے پیچھے ہوتے ہیں اس کی وجہ نقصان وکمال استعداد فطری ہی ہے۔ علی ہذا تمام اہل مشرق و مغرب متعدد حواس رکھتے ہیں مگر دیکھنا آنکھ ہی کا کام ہے چنانچہ اگر لاکھوں کان بھی مجتمع ہو جاویں تو یکام نہ دے سکیں گے اور اس میں آنکھ ہی کے محتاج رہیں گے۔ علی ہذا کانوں کی صف کا استماع حال واخبار قرآنیہ کے بارہ میں ایک خاص منصب ہے۔ جس تک لاکھوں آنکھوں کی رسائی نہیں۔ کیونکہ کوئی آنکھ سننا نہیں جانتی پس تم اسی طرح ایک ایک حس کو گن جاؤ اور اس کو دوسری حس کے کام سے معزول سمجھو غرض کہ پانچ حواس ظاہری ہیں اور پانچ باطنی اور سب کے سب ایک ایک صف میں صف بستہ کھڑے ہیں۔ یہ تفاوت واختلاف کیوں ہے محض اختلاف استعدادات کے سبب بس یہی حالت لوگوں کی ہے اور وہ مختلف صفوں میں کھڑے ہیں اور اپنی صف کے علاوہ دوسری صف سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے اسی لئے جو شخص صف اہل دین سے برگشتہ ہے وہ اسی صف میں جائے گا جو اچھی نہیں ہے۔ یعنی صف اہل دنیا میں مگر تم بلانے میں کمی نہ کرو اور آؤ آؤ کہے جاؤ کہ یہ کلام عجیب کیمیا اثر ہے۔ پس اگر تا نبا (ناقصین) آپ کے اس قول سے بھاگے تو آپ اس کیمیا اثر کلام سے اس سے دریغ نہ کریں کیونکہ گو اس کا نفس جادو گر اس وقت بھرا ہے۔ لیکن ایک وقت میں اسے فائدہ دے گا۔ (خواہ اس کے بعض افراد ہی کو دے مگر دے گا ضرور یہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے کسی فرد کو بھی مفید نہ ہو) پس آپ انہیں ہدایت کی طرف بلایئے۔ دیکھئے ہم انہیں سلامتی کے ساتھ بلاتے ہیں اس لئے آپ بھی ہمارا اتباع کیجئے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے شخص جب تجھے یہ مضمون معلوم ہو گیا تو تو خودی اور سرداری سے باز آ اور سرداری طلب مت کر بلکہ کوئی سردار ڈھونڈ اور اس کا اتباع کر خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب اصل قصہ سنو۔

اعتراض کردن معترضے بر رسول صلی اللہ علیہ وسلم بر امیر گردانیدن آں ہذیلی را بر سریہ

ایک معترض کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ان ہذیلی کو لشکر کا سردار بنانے پر اعتراض کرنا

چوں پیغمبرؐ سرورے کرد از ہذیل	از برائے لشکر منصور خیل
جب پیغمبرؐ نے ہذیل میں کا سردار بنایا	فتح مند گروہ کے لشکر کے لئے
بوالفضولے از حسد طاقت نداشت	اعتراض ولانسلم برفراشت
ایک بیہودہ حسد کی وجہ سے برداشت نہ کر سکا	اعتراض اور" ہم نہیں مانتے" کا اعلان کیا
خلق را بنگر کہ چوں ظلمانی اند	در متاع فانیے چوں فانی اند
لوگوں کو دیکھ کس قدر اندھیرے میں ہیں	فانی اسباب پر کس قدر مرمٹنے والے ہیں
از تکبر جملہ اندر تفرقہ	مردہ از جاں زندہ اندر محرقہ
تکبر کی وجہ سے سب تفرقہ میں ہیں	روح کے اعتبار سے مردہ ہیں جلانے والی (چیز) کے بارے میں زندہ ہیں
ایں عجب کہ جاں بزنداں اندرست	وانگہے مفتاح زندانش بدست
یہ تعجب ہے کہ جان قید خانہ میں ہے	جبکہ قید خانہ کی کنجی اس کے ہاتھ میں ہے
پای تا سر غرق سرگیں آنجواں	می زند بر دامنش جوی رواں
وہ جوان سر سے پاؤں تک گوبر میں غرق ہے	(حالانکہ) جاری نہر اس کے دامن سے ٹکرا رہی ہے
دائماً پہلو بہ پہلو بے قرار	پہلوی آرامگاہ و پشت وار
ہمیشہ ہر کروٹ پر بیقرار ہے	(حالانکہ) آرام کی جگہ اور سہارے کے پہلو میں ہے
نور پنہان ست وجست وجو گواہ	کز گزافہ دل نمی جوید پناہ
نور پوشیدہ ہے اور جستجو گواہ ہے	کیونکہ دل خواہ مخواہ پناہ کا جویاں نہیں ہے
گر نبودے حبس دنیا را مناص	نے بدے وحشت نہ دل جستے خلاص
اگر دنیا کی قید سے بچاؤ کا راستہ نہ ہوتا	نہ (دنیا سے) وحشت ہوتی نہ دل نجات چاہتا
وحشتت ہمچوں موکل می کشد	کہ بجوائے ضال منہاج رشد
وحشت تجھے سپاہی کی طرح کھینچتی ہے	کہ اے گمراہ! ہدایت کا راستہ تلاش کر لے
ہست منہاج و نہاں در مکمن ست	یافتش رہن گزافہ جستن ست
راستہ موجود ہے اور چھپنے کی جگہ میں پوشیدہ ہے	اس کا حصول الکل پچو تلاش پر موقوف ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تفرقہ جویای جمع اندر کمیں	تو دریں طالب رخ مطلوب بیں
پھوٹ مخفی طور پر اتحاد کی جویاں ہے	تو اس طالب میں مطلوب کا چہرہ دیکھ لے
مردگان باغ برجستہ زبن	کاں دہندہ زندگی را فہم کن
باغ کے مردہ (بیج) جڑ سے اگ پڑتے ہیں	کہ اس زندگی بخشنے والے کو سمجھ لے
چشم ایں زندانیاں ہردم بدر	کے بدے گر نیستے کس مژدہ در
ان قیدیوں کی نگاہ ہر وقت دروازے پر	کیوں ہوتی' اگر کوئی خوشخبری دینے والا نہ ہوتا؟
صد ہزار آلودگان آب جو	کے بدندے گر نبودے آب جو
لاکھوں آلودہ' پانی تلاش کرنے والے	کب ہوتے' اگر نہر کا پانی نہ ہوتا
برزمیں پہلوت را آرام نیست	زانکہ در خانہ لحاف و بستریست
زمین پر تیرے پہلو کو آرام نہیں ہے	کیونکہ گھر میں لحاف اور بستر ہے
بے مقر گاہے نباشد بے قرار	بے خمار اشکن نباشد ایں خمار
سکون کی جگہ کے بغیر' کوئی بے قرار نہیں ہوتا ہے	یہ خمار' بغیر خمار اتارنے والی چیزوں کے نہیں ہوتا ہے
گفت نے نے یارسول اللہ مکن	سرور لشکر مگر شیخ کہن
اس نے کہا نہیں' نہیں اے اللہ کے رسول نہ بنایئے	لشکر کا سردار سوائے پرانے بوڑھے کے
یا رسول اللہ جواں ار شیر زاد	غیر مرد پیر سر لشکر مباد
اے رسول اللہ' جوان خواہ شیر کا بچہ ہو	بوڑھے شخص کے سوا لشکر کا سردار نہ ہونا چاہیے
ہم تو گفتستی و گفت تو گوا	پیر باید پیر باید پیشوا
آپ ہی نے یہ کہا ہے اور آپ کا فرمانا گواہ ہے	(کہ) پیشوا' بوڑھا چاہیے' بوڑھا
یا رسول اللہ دریں لشکر نگر	ہست چندیں پیر واز وے پیشتر
اے رسول اللہ! اس لشکر کو دیکھئے	بہت سے بوڑھے ہیں اور اس سے بڑھ کر (ہیں)
زیں درخت آں برگ زردش را مبیں	سیبہائے پختۂ او را بچیں
اس درخت کو اس کے زرد پتوں سے نہ دیکھئے	اس کے پختہ سیب چن لیجئے
برگہای زرد او خود کے تہی ست	ایں نشان پختگی و کاملی ست
اس کے زرد پتے بھی کب بیکار ہیں؟	یہ پختگی اور کمال کی علامت ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

برگ زرد ریش و آں موی سپید	بہر عقل پختہ می آرد نوید
داڑھی کے پیلے پتے اور وہ سفید بال	عقل کے پختہ ہونے کی بشارت دیتے ہیں
برگہائے نورسیدہ سبز فام	شد نشان آنکہ آں میوہ است خام
نئے اگے ہوئے سبز پتے	اس کی نشانی ہیں کہ پھل کچا ہے
برگ بے برگی نشان عارفی ست	زردی زر سرخروئی صیرفی ست
بے سروسامانی کا سامان شناسائی کی نشانی ہے	سونے کی زردی صراف کی سرخروئی ہے
آنکہ او گل عارض ست و نوخط ست	او بمکتب گاہ مخبر نوخط ست
وہ شخص جو پھول کے سے رخسار والا اور سبزہ آغاز ہے	وہ درسگاہ میں نوآموز ہونے کی خبر دینے والا ہے
حرفہای خط او کژمژ بود	مزمن عقل ست اگر تن می دود
اس کی تحریر کے حروف ٹیڑھے میڑھے ہونگے	عقل کا اپاہج ہے اگرچہ جسم دوڑ رہا ہے
پای پیر از سرعت ارچہ باز ماند	یافت عقل او دو پر بر اوج راند
بوڑھے کے پاؤں اگرچہ تیز روی سے عاجز ہیں	اس کو عقل کے دو پر حاصل ہوگئے ہیں بلندی پر اڑتا ہے
گر مثل خواہی بجعفرؓ در نگر	داد حق برجای دست و پاش پر
اگر تو مثال چاہتا ہے جعفرؓ کو دیکھ لے	اللہ (تعالیٰ) نے ان کو ہاتھ پاؤں کی بجائے پر دیدیے ہیں
گرز اسرار سخن بوے بری	من سخن گویم چو زر جعفری
اگر تو کلام کے راز سمجھ سکے	(تو) میں جعفری سونے کی سی بات کروں
بگذر از زر کایں سخن شد محتجب	ہمچو سیماب ایں دلم شد مضطرب
سونے کی بات چھوڑ کیونکہ یہ بات چھپ گئی	میرا یہ دل پارے کی طرح بے قرار ہو گیا
زاندرونم صد خموشی خوش نفس	دست برلب می زند یعنی کہ بس
میرے اندر سے سو خاموشیاں' خوشبودار	ہونٹ پر ہاتھ رکھتی ہیں' یعنی کہ بس
خامشی بحر ست و گفتن ہمچو جو	بحر می جوید ترا جو را مجو
خاموشی سمندر ہے اور گفتگو نہر کی طرح ہے	تجھے سمندر تلاش کر رہا ہے" تو نہر کی تلاش نہ کر
از اشارتہای دریا سر متاب	ختم کن واللہ اعلم بالصواب
دریا کے اشاروں سے منہ نہ موڑ	ختم کر دے اور خدا بہتر جانتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچنیں پیوستہ کرد آں بے ادب	پیش پیغمبر سخن زاں سر دلب
اسی طرح مسلسل وہ بے ادب کرتا رہا	بات پیغمبرؐ کے سامنے ٹھنڈے ہونٹوں سے
دست می دادش سخن او بے خبر	کہ خبر ہرزہ بود پیش نظر
باتیں اس کے ہاتھ آتی رہیں وہ بے خبر تھا	کہ مشاہدہ کے سامنے خبر بیکار ہوتی ہے
ایں خبرہا از نظرہا نائب ست	بہر حاضر نیست بہر غائب ست
یہ خبریں مشاہدوں کے بعد ہیں	یہ مشاہدہ کے لئے نہیں ہیں غائب کے لئے ہیں
ہر کہ او اندر نظر موصول شد	ایں خبرہا پیش او معزول شد
جو شخص مشاہدہ میں پہنچ گیا	یہ خبریں اس کے لئے بیکار ہو گئیں
چونکہ با معشوق گشتی ہم نشیں	دفع کن دلالگاں را بعد ازیں
جب تو معشوق کا ہم نشین بن گیا	اس کے بعد دلالہ (عورتوں) کو دفع کر
ہر کہ از طفلی گذشتہ و مرد شد	نامہ و دلالہ بروے سرد شد
جو شخص بچپنے سے نکل گیا اور جوان ہو گیا	خط اور دلالہ اس کے لئے بے ضرورت بن گئے
نامہ خواند از پے تعلیم را	حرف گوید از پئے تفہیم را
خط پڑھتا ہے سکھانے کے لئے	بات کرتا ہے سمجھانے کے لئے
پیش بینایاں خبر گفتن خطاست	کاں دلیل غفلت و نقصان ماست
دیکھنے والوں کو خبر سنانا غلطی ہے	کیونکہ وہ ہماری جہالت اور کمی کی دلیل ہے
پیش بینا شد خموشی نفع تو	بہر ایں آمد خطاب انصتوا
صاحب بصیرت کے سامنے چپ رہنا تیرے لئے مفید ہے	اسی لئے حکم ہوا ہے خاموش رہو
گر بفرماید بگو بر گوئی خوش	لیک اندک گو دراز اندر مکش
اگر وہ حکم دے کہ بول (تو) اچھی بات کر	لیکن بات کو طول نہ دے
ور بفرماید کہ اندر کش دراز	ہمچناں شیریں بگو با امر ساز
اگر وہ حکم دے کہ تفصیل کر	اسی طرح عمدہ بات کر، حکم مان
ہمچناں کہ من دریں زیبا فسوں	با ضیاء الحق حسام الدین کنوں
جیسا کہ میں اس حسین کلام کے معاملہ میں	اب ضیاء الحق حسام الدین کے ساتھ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ کوتہ می کنم من از رشد	او بصد نوعم بگفتن می کشد
جب میں بھلائی کے ساتھ مختصر کرتا ہوں	وہ سینکڑوں طرح سے بولنے پر مجبور کرتے ہیں
اے حسام الدین ضیاء ذوالجلال	چونکہ می بینی چہ می جوئی مقال
اے حسام الدین آپ اللہ (تعالیٰ) کا نور ہیں	جبکہ آپ مشاہدہ کرتے ہیں بات کی جستجو کیوں کرتے ہیں؟
ایں مگر باشد زحب مشتہیٰ	اسقنی خمراً و قل لی انہا
یہ شاید محبوب کی محبت کی وجہ سے ہے	مجھے شراب پلا اور مجھ سے کہہ کہ یہ ہے
بر دہان تست ایں دم جام او	گوش می گوید کہ قسم گوش کو
اس وقت آپ کے منہ سے اس کا جام لگا ہے	کان کہتا ہے کہ کان کا حصہ کہاں ہے؟
قسم تو گرمی ست نک گرمیت ہست	گفت حرص من ازیں افزوں ترست
تیرا حصہ گرمی ہے یہ تجھ میں گرمی ہے	اس نے کہا میری حرص اس سے بڑھی ہوئی ہے

غرض کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ہذیلی کو اپنے مظفر و منصور لشکر کا سپہ سالار بنایا تو ایک بیہودہ کو مارے حسد کے تاب نہ رہی اور اس نے آپ کی مزاحمت اور سرکشی کا جھنڈا بلند کیا یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگوں کو کہ چونکہ یہ بے نور ہیں اس لئے ایک فانی سامان (جاہ) پر کیسے مٹے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ تکبر کے سبب آپس میں ایک دوسرے سے جدا ہیں اور ہر شخص اپنے نفع کا خواہاں ہے اور دوسرے کے فائدہ کو نہیں دیکھ سکتا۔ اور جو حقیقت میں جان ہے یعنی ہدایت اس سے انہیں موت آتی ہے اور جو آگ انہیں جلا کر خاک کر دینے والی ہے یعنی ضلالت اس میں یہ لوگ زندہ اور خوش و خرم ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ تعجب ہے کہ اس جیل خانہ کی کنجی ان کے قبضہ میں ہے مگر یہ اس جیل خانہ ضلالت میں محبوس ہیں اور ہدایت کی ندی ان سے ملی ہوئی چل رہی ہے مگر یہ نجاست ضلالت میں سرتاپا غرق ہیں اور بے چینی سے کروٹیں بدلتے ہیں حالانکہ آرامگاہ اور گاؤ تکیہ ان کے پاس موجود ہے کیونکہ نور ہدایت جو کہ آرام گاہ ہے فی نفسہ موجود اور تیسیر الحصول ہے مگر مخفی ہے اور دلیل اس کے وجود کی اس کی جستجو و طلب قلب ہے کیونکہ اگر دل کا مزاج فاسد نہ ہو گیا ہو بلکہ ضرور کوئی ایسی شئے ہے جو اس کو اس تکلیف سے بچا سکتی ہے کیونکہ اگر اس قید سے رہائی کی کوئی صورت نہ ہوتی تو نہ دل اس سے متوحش ہوتا اور نہ چھوٹنے کی خواہش کرتا۔ پس ثابت ہوا کہ کوئی ایسی شئے ضرور ہے جو اسے اس قید سے چھڑا سکتی ہے اور وہ راہ ہدایت ہے اور یہ تیری وحشت تجھ پر حق سبحانہ کی طرف سے مسلط کی گئی ہے تاکہ تقاضا کرے کہ اے گمراہ راہ ہدایت تلاش کر۔ پس یہ راہ ضرور موجود ہے مگر مخفی ہے اور اس کے پانے کا طریقہ یہ ہے کہ اٹکل پچو ڈھونڈنا شروع کر دیا جاوے۔ اس طرح وہ ضرور مل جاوے گا۔

گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف وار می باید دوید

تمہارا توحش طالب جمعیت ہے پس تم کو اس طالب (توحش) میں اس کے (مطلوب جمعیت) کا مشاہدہ کرنا

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہئے اور اس کے وجود سے اس کے وجود پر استدلال کرنا چاہئے۔ نیز باغ کے خشک درخت جڑوں سے پھوٹ کر کہتے ہیں کہ تم اس سے زندگی عطا کرنے والے کا پتہ چلاؤ۔ کیونکہ کوئے حیات بخش تھا تو ہم زندہ ہوئے ورنہ ہم زندہ کیونکر ہو سکتے تھے۔ اسی طرح توقع رہائی وجود رہائی پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ اگر رہائی کا وجود ہی نہ ہوتا اور رہائی کی خوشخبری دینے والے کے آنے کی امید ہی نہ ہوتی تو بھلا کہیں قیدیوں کی آنکھیں دروازہ کو لگی ہوتیں کبھی نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ دل کی توقع ہدالت کی دلیل ہے۔ اس کے وجود کی اور اس کی توقع کی دلیل اس کی بے چینی ہے کیونکہ جب تک کسی شئے کی توقع نہیں ہوتی اس وقت تک اس کے لئے بے چینی بھی نہیں ہوتی۔ چنانچہ تم کو زمین میں چین اسی لئے نہیں آتا کہ تمہارے گھر میں لحاف اور بستر موجود ہے اور تمہیں ان سے تمتع کی امید ہے ورنہ تمہاری یہ حالت نہ ہوتی۔ کیونکہ کوئی شخص بدوں آرام دہ شئے کے توقع کے بے قرار نہیں ہوتا۔ اور یہ نشہ بدوں اس کے آثار کے امید کے نہیں ہوتا خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں سنو۔ اس نے کہا ہرگز ایسا نہ ہونا چاہئے اور کسی سن رسیدہ شخص کے سوا آپ کسی کو سپہ سالار نہ بنائیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر جوان شیر کا بچہ بھی ہو تب بھی سپہ سالار بوڑھا ہی ہونا چاہئے میں اپنے بیان کی تائید میں خود حضورؐ ہی کا ارشاد پیش کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا ہے کہ مقتدا بوڑھا ہونا چاہئے پس آپ اس لشکر کو ملاحظہ فرمایئے۔ اس میں اتنے بوڑھے لوگ موجود ہیں ان میں سے جس کو حضورؐ چاہیں سپہ سالار بنا دیں۔ آپ ان درختوں کے زرد پتے نہ دیکھئے بلکہ ان کے پختہ سیبوں سے متمتع ہو جئے۔ نیز ان کے زرد پتے بھی میرے دعویٰ پر دلالت سے خالی نہیں ہیں کیونکہ یہ دلیل ہیں ان کی پختگی اور کمال کی یعنی ان کی داڑھی اور سر کے سفید بال ان کی عقلوں کی دلیل ہیں۔ برخلاف اس کے سبز رنگ اور نئے پتے یعنی سیاہ بال اور خط نو دلیل ہے اس بات کی کہ میوۂ عقل خام ہے اور گو وہ بے سروسامان ہیں کیونکہ ان میں لطافت وغیرہ کچھ نہیں مگر ان کا یہ سامان بے سامانی ہے ان کے عاقل و عارف با حوال امور ہونے کی علامت ہے اور گو ان کے پتے زرد ہیں مگر یہ زردی خود حضور کی سرخروئی کا سبب ہے جس طرح کہ سونے کی زردی صراف کی سرخروئی کا سبب ہوتی ہے کیونکہ وہ شاہد ہے اس کے تبصر اور تنقید کے صواب ہونے پر۔

فائدہ:۔ ولی محمد نے برگ بے برگی کو انتقال قرار دیا ہے اور مطلب کی تقریر یوں کی ہے "عارف کامل آنست کہ از ہمہ رنگہا بیرنگ بود و ہیچ وصفے و کمالے مقید نباشد چنانچہ گفتہ اند کہ بعضے بصفات چوں توکل و تسلیم و عشق و محبت نشان نداند و بعضے بے نشان اند و کمال در بے نشانی است اھ" لیکن میں اس مضمون کو نہیں سمجھ سکا و مع ھذا دوسرے مصرع کی تقریر نہیں کی اور نہ اس کا پہلے مصرع کے ساتھ ربط بتلایا) اور جو لوگ گل رخسار ہیں اور ابھی سبزہ آغاز ہوا ہے وہ واقفیت اور دانش کے لحاظ سے طفل کتب اور نو آموز ہے۔ اس کے حروف (تدابیر) ٹیڑھے ویڑھے ہوں گے اور اگرچہ اس کا جسم دوڑا کرتا ہے مگر اس کی عقل اپاہج ہے اور کچھ کام نہیں کر سکتی اور بڈھے کے پاؤں تو ضرور رہ جاتے ہیں اور وہ بخوبی حرکت نہیں کر سکتا۔ لیکن ان کے معاوضہ میں اس کی عقل کو دو پر مل جاتے ہیں اور وہ بلند پرواز ہو جاتی ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں اگر تم اس کی نظیر چاہتے ہو تو جعفر بن ابی طالبؓ کو دیکھو کہ جب غزوۂ موتہ میں ان کے ہاتھ پاؤں کٹ گئے اور وہ شہید ہو گئے تو حق سبحانہ نے جنت میں ان کو ان کے ہاتھ پاؤں کے معاوضہ میں پر عطا فرمائے۔

فائدہ:۔ پاؤں کٹنے کا ثبوت نہیں ہے غالباً مولانا نے پاؤں کو استطراداً اور عرف کے طور پر ذکر کر دیا ہے واللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اعلم) اگر تم کچھ بھی رمز شناس ہوتو میں تم سے ایسی کھری کھری باتیں بیان کروں جیسا کھرا سونا جو جعفر بن یحییٰ برمکی کی طرف منسوب ہے۔ اچھا اس زر جعفری کی کھری بات کو چھوڑ دو کیونکہ وہ میری زبان پر آ کر پھر دل میں چھپ گئی اور میرا دل قصداً اظہار اسرار الٰہیہ سے پارہ کی طرح مضطرب ہو گیا اور بہت سے خوش کلام تقاضائے خموشی میرے منہ پر ہاتھ رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آگے نہ بولنا اب مولانا خود اپنے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ دیکھ خاموشی ایک دریا ہے اور تکلم اس کی ندی (کیونکہ تکلم خاموشی سے یوں ہی پیدا ہوتا ہے جس طرح دریا سے ندی۔ کیونکہ خاموشی کی حالت میں گویائی کا ذخیرہ جمع ہوتا ہے اس کے بعد تکلم کی نوبت آتی ہے) اور جبکہ خود بحر تیرا طالب ہے تو تو ندی کا طالب نہ ہو اور اس بحر خاموشی کے اشاروں سے سرکشی مت کر اور گفتگو کو ختم کر۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب اصل قصہ سنو وہ بے ادب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے برابر ایسی ہی باتیں کرتا رہا اور یہ باتیں برابر اس کی زبان سے نکلتی رہیں۔ مگر اسے یہ خبر نہ تھی کہ آپ حقائق کا مشاہدہ فرما رہے تھے اور مشاہدہ کے مقابلہ میں خبر محض فضول ہے۔ خبریں تو مشاہدہ کے قائم مقام ہیں۔ اور حاضر کے لئے نہیں بلکہ غائب کے لئے ہیں اور جو شخص مشاہدہ تک پہنچ جاتا ہے اس کے سامنے خبریں اپنے منصب سے علیحدہ ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ ان کا منصب تو ناواقف کو واقف کرنا ہے اور وہ خود واقف ہے اسے یہ کیا واقف کر سکتی ہیں نیز مخبر عنہ کی ایسی مثال ہے جیسے معشوق اور خبر کی ایسی مثال ہے جیسے دلالہ۔ پس جبکہ تم معشوق کے ساتھ ہمنشیں ہو تو کٹنیوں کو الگ کر دو کیونکہ اب وہ بیکار ہیں۔ یعنی جب تم مشاہدہ حاصل کر لو تو خبروں کو چھوڑ دو۔ اس لئے کہ اس وقت وہ کچھ کارآمد نہیں ہیں۔ نیز جو شخص بچپن سے گزر کر مرد ہو جاتا ہے نامہ اور دلالہ اس کی نظر میں بے وقعت ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ محبوب اس سے خود ملتے ہیں اور اسے وسائط کی ضرورت نہیں ہوتی۔ چنانچہ مولانا فرماتے ہیں۔

داروے مردی کن وانگہ بجو تابروں آیند صد گون خوبرو

نیز جو شخص نامہ پڑھتا ہے وہ تحصیل علم کے لئے پڑھتا ہے اور جو شخص بات کہتا ہے وہ سمجھانے کے لئے کہتا ہے۔ پس اگر علم وفہم کا مضمون پیشتر سے حاصل ہو تو لامحالہ وہ نامہ اور سخن فضول ہوں گے پس یہی حالت خبر اور مشاہدہ کی ہے ان وجوہ سے حقائق کے مشاہدہ کرنے والوں کے سامنے خبریں بیان کرنا بڑی غلطی ہے کیونکہ یہ ہماری غفلت اور نقصان کی دلیل ہے۔ بلکہ مشاہدہ کرنے والوں کے سامنے تو چپ ہی رہنے میں فائدہ ہے اسی لئے حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ اذا قرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا لعلکم ترحمون وجہ استدلال بآیۂ کریمہ یہ ہے کہ مقصود امر یہ ہے کہ جب ہمارے رسول تبلیغ کریں تو تم لوگ چپکے رہو اور سنو کیونکہ واقف کا منصب بولنا ہے اور ناواقف کا منصب سننا اور صاحب نظر واقف ہوتا ہے اور غیر صاحب نظر اس کے مقابلہ میں ناواقف لہذا بولنا صاحب نظر کا کام ہوگا اور دوسروں کا کام سننا اور خاموش رہنا وھو المدعیٰ۔ ہاں اگر بینا خود حکم دے تو بولو لیکن اس وقت بھی زیادہ گفتگو نہ کرو بلکہ مختصر کلام کرو لیکن اگر وہ تطویل کلام کا بھی حکم دے تو اس کی تعمیل کرو۔ اور خوب بیان کرو جیسا کہ ضیاء الحق حسام الدین کے ساتھ میرا معاملہ ہے۔ کیونکہ جب میں اپنی سلامتی طبع کی بنا پر گفتگو کو مختصر کرنا چاہتا ہوں تو وہ مجھے سینکڑوں طرح سے تطویل کلام پر مجبور کرتے ہیں اور میں تطویل کلام کرتا ہوں اب حسام الدین کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ جو مجھے کلام پر مجبور کرتے ہیں اس کی وجہ کیا ہے کیونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ تو حقائق کا مشاہدہ فرماتے ہیں پھر کلام کی آپ کو کیا ضرورت ہے۔ ہاں میں سمجھا معلوم ہوتا ہے کہ مطلوب کی محبت اس کا منشا ہے اور یہ ایسا ہے کسی شاعر نے کہا ہے کہ اسقنی خمرا وقل لی انها الخمر یعنی مجھے شراب پلا بھی اور یہ بھی کہہ کہ شراب کا پیالہ تیرے منہ سے لگا ہوا ہے کیونکہ کان کہتے ہیں کہ ہمارا حصہ کہاں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ تیرا حصہ گرمی شراب ہے اور گرمی شراب تجھ تک بھی پہنچے گی تو وہ کہتا ہے کہ میں صرف اتنی ہی پر قناعت نہیں کرتا بلکہ میں تو اپنا مخصوص حصہ یعنی سماع ذکر محبوب لینا چاہتا ہوں۔

فائدہ:۔ مولانا نے وصول مطلوب کے بعد وسائل کو بیکار قرار دیا ہے بعض ناقصین مدعیان کو ایسے مضامین سے دھوکہ ہوگیا ہے اور انہوں نے ان مضامین سے نتیجہ نکالا ہے کہ اہل اللہ سے تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور اتباع انبیاء کی ان کو حاجت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ نامہ ودلالہ کی طرح وسائل ہیں اور وصول الی المطلوب کے بعد وسائل ناقابل التفات ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس غلطی کا دفع کرنا ضروری ہے۔ تکالیف شرعیہ وطاعت انبیاء کو نامہ ودلالہ کی طرح وسائل غیر مقصودہ سمجھنا سخت غلطی ہے بلکہ یہ خود مقصود ہیں اور وسائل ہونے کی جہت ان میں اس قدر مضمحل ہے کہ گویا کہ ہے ہی نہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ استرضاء وطاعت مطلوب عین مطلوب ہے۔ اور تکالیف شرعیہ مطلوب حقیقی کے احکام ہیں پس ان پر کار بند ہونا عینہ استرضاء وطاعت مطلوب ہوگا جو کہ عین مطلوب ہے۔ رہی یہ بات کہ یہ وسائل قرب ہیں۔ سو وسیلہ ہونا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک مطلوب دوسرے مطلوب کا وسیلہ ہو جائے۔ مثلاً معشوق کی باتیں سننا ایک مقصود ہے اس کو دیکھنا دوسرا مطلوب ہے۔ اور ہمنشینی ان دونوں کا وسیلہ ہے مگر فی نفسہ مقصود بھی ہے اور چونکہ اطاعت انبیاء بھی تکلیف شرعی ہے کیونکہ حق سبحانہ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول الخ فرماتے ہیں لہٰذا وہ بھی عین مقصود ہوگی اور وسیلہ ہونے کے سبب محتمل السقوط نہ ہوگی۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ ایسے مضامین سے سقوط تکالیف شرعیہ پر جن میں اطاعت انبیاء بھی داخل ہے۔ استدلال صحیح نہیں بلکہ ان سے بعض احوال ومواجید غیر مقصودہ کے ناقابل التفات ہونے پر استدلال ہو سکتا ہے اور یہ استدلال بیشک صحیح ہے واللہ اعلم۔

ف ۲: پیش بینایاں خبر گفتن خطاست الخ سے مولانا کا مقصود تعلیم ادب مع الشیخ ہے اور یہ بتلانا مقصود ہے کہ شیخ کے ساتھ مرید کو کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔

جواب گفتن پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آں اعتراض کنندرا

اس اعتراض کرنے والے کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب دینا

در حضور مصطفائی قند خو	چوں ز حد برد آں عرب آں گفتگو
شیریں مزاج مصطفیٰ کے دربار میں	جب اس عرب نے وہ گفتگو حد سے بڑھا دی
آں شہ و النجم و سلطان عبس	لب گزید آں سردم را گفت بس
والنجم کے شاہ اور عبس کے سلطان نے	ہونٹ دبایا اس سرد لب سے کہا کہ بس

دست می زد بہر منعش بردہاں	چند گوئی پیش دانای نہاں
اس کو روکنے کے لئے منہ پر ہاتھ رکھا	واقف اسرار کے سامنے کتنا بولے گا؟
پیش بینا بردۂ سرگین خشک	کہ بخر ایں رابجای ناف مشک
تو خشک گوبر صاحب بصیرت کے سامنے لے جاتا ہے	کہ اس کو مشک کے نافہ کی جگہ خرید لے
بعر را اے گندہ مغز گندہ مخ	زیر بینی بنہی و گوئی کہ اخ
اے بدماغ گندہ مغز مینگنی کو	ناک کے نیچے رکھتا ہے اور کہتا ہے آ خاخا
اخ اخے برداشتی اے گیج وکاج	تاکہ کالای بدت یابد رواج
اے احمق بھینگے! تو آخا خا کرتا ہے	تاکہ تیرا خراب مال چالو ہو جائے
اخ اخے برداشتی اے خشک مغز	تانمائی پشک دوں را مشک نغز
اے خشک دماغ تو آخا خا کرتا ہے	تاکہ تو کمتر مینگنی کو عمدہ مشک ظاہر کرے
تا فریبی آں مشام پاک را	آں چرندہ گلشن افلاک را
تو پاک دماغ کو کب تک دھوکا دیگا؟	آسمانوں کے گلشن کے چرنے والے کو
حلم او خود را اگرچہ گول ساخت	خویشتن را اندکے باید شناخت
اس کی بردباری نے اگرچہ اپنے آپ کو بھولا بنا لیا ہے	(مگر) تھوڑا اپنے آپ کو پہچاننا چاہیے
دیگ را گر باز ماند امشب دہن	گربہ را ہم شرم باید داشتن
اگر آج کی رات دیگ کا منہ کھلا رہ گیا ہے	بلی کو بھی شرم کرنی چاہیے
خویشتن گر خفتہ کرد آں خوب فر	سخت بیدار ست دستارش مبر
اگر اس عالیشان نے اپنے آپ کو سویا ہوا بنا لیا ہے	وہ خوب بیدار ہے اس کی پگڑی نہ اتار
چند گوئی اے لجوج بے صفا	ایں فسون دیو پیش مصطفےٰ
اے بدباطن جھگڑالو! تو کب تک پڑھے گا؟	یہ شیطانی منتر مصطفےٰ کے روبرو
صد ہزاراں حلم دارند ایں گروہ	ہر یکے حملے ازانہا صد چوکوہ
یہ لوگ لاکھوں بردباریاں رکھتے ہیں	ان میں سے ہر بردباری سو پہاڑوں جیسی ہے
حلم شاں بیدار را ابلہ کند	زیرک صد چشم را اکمہ کند
ان کی بردباری بیدار (مغز) کو بیوقوف بنا دیتی ہے	سو آنکھوں والے ہوشیار کو اندھا کر دیتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حلم شاں ہمچوں شراب خوب و نغز	نغز نغزک بررود بالای مغز
ان کی بردباری عمدہ اور بہتر شراب کی طرح ہے	جو عمدگی عمدگی میں دماغ پر چڑھ جاتی ہے
مست رابیں زاں شراب پر شگفت	ہمچوں فرزیں مست کژ رفتن گرفت
اس عجیب شراب سے مست کو دیکھ	فرزین کی طرح مست اور ٹیڑھا چلنا شروع کر دیا
مرد برنا زاں شراب زود گیر	درمیان راہ می افتد چو پیر
اس زود اثر شراب سے جوان انسان	بوڑھے کی طرح راستہ میں گر پڑتا ہے
خاصہ ایں بادہ کہ از خم نبیؑ ست	نے مئی کہ مستی او یک شبی ست
خصوصاً یہ شراب جو کہ نبیؑ کے مٹکے کی ہے	نہ کہ وہ شراب جس کا نشہ ایک رات کا ہے
آنکہ اصحاب کہف از نقل و نقل	سہ صد و نہ سال گم کردند عقل
وہ (شراب) کہ اصحاب کہف نقل اور سفر سے	تین سو نو سال تک اپنی عقل کھو بیٹھے
زاں زنان مصر جامے خوردہ اند	دستہارا شرحہ شرحہ کردہ اند
اسی (شراب) سے مصری عورتوں نے ایک جام پیا ہے	انہوں نے ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا ہے
ساحراں ہم سکر موسیٰ داشتند	دار را دلدار می پنداشتند
جادو گر بھی (حضرت) موسیٰ کا نشہ رکھتے تھے	انہوں نے سولی کو پیارا سمجھا
جعفرؓ طیار زاں مے بود مست	زاں گروی کرد بیخود پا و دست
(حضرت) جعفر طیارؓ اسی شراب سے مست تھے	اسی لئے بیخودی سے ہاتھ پاؤں قربان کرتے تھے

جبکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں اس عرب نے گفتگو کو حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ تو اس شہ والنجم اور سلطان عبس نے دانتوں کے تلے ہونٹ دبا لیا جس میں اشارہ تھا کہ بس گفتگو کو ختم کرو۔ نیز آپ نے اس کے روکنے کے لئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ اب مولانا کی اس کی گستاخی پر غصہ آتا ہے اور اسے مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ آخر تو واقف اسرار کے سامنے کب تک بولے جاوے گا۔ بس چپ رہ تو ایک صاحب بصیرت کے سامنے خشک مینگنی لایا ہے اور کہتا ہے کہ یہ مشک ہے اسے خرید لو اور اے گندہ مغز تو مینگنی کو ناک سے لگا کر چھینکتا ہے تا کہ یہ تیرا برا سودا مشک کے دھوکے میں نکل جاوے آخر تو ایک مشام صحیح کو اور گلشن افلاک یعنی باغ غیبی کے گل وریحاں چرنے والے کو کب تک دھوکہ دے گا۔ خلاصہ یہ کہ تیری باتیں واقع میں اچھی نہیں ہیں مگر تو انہیں ایک عمدہ عنوان سے بیان کر کے دھوکہ دینا اور تلبیس کرنا چاہتا ہے۔ لیکن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاحب بصیرت ہیں وہ تیرے دھوکہ کو سمجھتے ہیں اس لئے دھوکہ نہ کھاویں گے۔ پس تو ان کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کر اور اگر انہوں نے اپنے کو حلم سے بھولا

www.besturdubooks.wordpress.com

بنالیا ہے اور تجھ پر ظاہر نہیں کرتے کہ ہم تیری چالاکیوں کو سمجھتے ہیں تو تجھے یہ نہ چاہئے کہ یوں بیبا کانہ اور فریب آمیز گفتگو کرے بلکہ اپنے کو سمجھنا چاہئے اور جاننا چاہئے کہ ان کے سامنے میری کیا حیثیت اور میرا کیا فرض ہے اگر ہانڈی کا منہ کھلا ہوا ہے تو بلی کو شرم کرنی چاہئے اور بیبا کانہ اس میں منہ نہ ڈال دینا چاہئے اور اگر انہوں نے اپنے کو سوتا بنالیا ہے تو اس سے دھوکہ کھا کر ان کی پگڑی نہ اتارنی چاہئے کیونکہ وہ بالکل جاگتے ہیں اور وہاں نیند کا نام بھی نہیں ہے۔

بس تو اے تیرہ باطن جھگڑالو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شیطانی منتر پھونک کر ان کو شیشے میں اتارنے کی کب تک کوشش کرتا رہے گا۔ بس ختم کر اور یہ نہ سمجھ کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری بناوٹ کو سمجھتے نہیں وہ ضرور سمجھتے ہیں مگر اپنے حلم سے تجھ پر ظاہر نہیں کرتے کیونکہ یہ حضرات نہایت حلیم ہوتے ہیں اور لاکھوں ایسے حلم رکھتے ہیں جن میں کا ہر حلم سو پہاڑوں سے زیادہ باوقار اور غیر متزلزل ہے اور اس درجہ حلیم ہوتے ہیں کہ ان کا حلم ایک بیدار مغز کو احمق بنا دیتا ہے اور اعلیٰ درجہ کے مردم شناس کو مادرزاد اندھا کر دیتا ہے یعنی یہ لوگ اس قدر حلیم ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے عقلاء کو ان کے بھولے پن کا یقین ہو جاتا ہے اور وہ نہیں سمجھ سکتے کہ یہ فی الواقع بھولے نہیں ہیں بلکہ غایت حلم سے انہوں نے اپنے کو بھولا بنا رکھا ہے اس لئے ان کا حلم دوسروں کے حق میں ایسا ہوتا ہے جیسی اعلیٰ درجہ کی شراب معروف جو رفتہ رفتہ دماغ میں اپنا اثر کرتی ہے دیکھو جو شخص اس شراب متعارف سے مست ہوتا ہے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ اس عجیب شراب کے اثر سے فرازین کی طرح مست ہو جاتا ہے اور ٹیڑھی چال چلتا ہے اور ایک جوان آدمی اس تیز شراب سے بڈھوں کی طرح راستہ میں گر جاتا ہے۔ پس جبکہ عام شراب یہ حالت کر دیتی ہے تو خاص کر وہ شراب جس کا خم نبی ہو۔ (یعنی شراب کمالات نبویہ خواہ وہ کمالات ظاہری ہوں جیسے حسن یوسف وغیرہ یا باطنی جیسے حلم وغیرہ) اور وہ عام شراب نہ ہو جس کی مستی صرف ایک رات رہتی ہے۔ اس کی مستی کا تو کہنا ہی کیا ہے وہ وہ شراب ہے جس کو پی کر اصحاب کہف کھانے پینے چلنے پھرنے وغیرہ سے تین سو برس تک بے خبر رہے تھے۔ اور اس شراب کا ایک جام زنان مصر نے پی لیا تھا تو ہاتھوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا اور ساحروں نے موسیٰ علیہ السلام کے کمالات کی شراب پی تھی تو اتنے مست ہوئے تھے کہ سولی ان کی نظروں میں محبوب ہو گئی تھی اور جعفر رضی اللہ عنہ طیار شراب کمالات مصطفوی سے مست تھے تو انہوں نے اپنے ہاتھ پاؤں کٹوا دئے تھے اور کفار کے پاس ان کو محبوس کر دیا تھا۔

فائدہ:۔ ہماری اس تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ مولانا کا کلام اول سے آخر تک متسق الانتظام ہے اور ان تکلفات کی حاجت نہیں جو محشین نے مغز سخن تک نہ پہنچنے کے سبب کئی ہیں۔

(تنبیہ) زنان مصر بادۂ حسن یوسف سے مست تھیں مگر وہ حسن بازاری حسن نہ تھا بلکہ کمالات نبوۃ میں سے تھا کیونکہ اول تو خود حسن ظاہری ہی خوارق میں سے تھا۔ دوسرے کمالات باطنیہ نے اسے اور بھی دلکش بنا دیا تھا اور اس کی حالت ایسی تھی جیسے حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

روئے خوب ست و کمال ہنر و دامن پاک لاجرم ہمت پاکاں دو عالم با اوست

پس اب زنان مصر کے بادۂ خم نبی سے مست ہونے پر کوئی شبہ نہ رہا۔ واللہ اعلم)

www.besturdubooks.wordpress.com

قصہ سبحانی ما اعظم شانی گفتن بایزید قدس سرہ واعتراض مریدان

وجواب او مرایشاں رانہ بطریق گفت زباں بلکہ از راہ عیاں

حضرت بایزید قدس سرہ کے سبحانی ما اعظم شانی کہنے کے قصہ اور مریدوں کا

اعتراض اور ان کو ان کا جواب زبانی گفتگو سے نہیں بلکہ مشاہدہ کے راستہ سے

با مریداں آں فقیر محتشم	بایزیدؒ آمد کہ نک یزداں منم
وہ معزز درویش مریدوں کے سامنے	بایزیدؒ آئے کہ یہ میں خدا ہوں
گفت مستانہ عیاں آں ذوفنوں	لا الٰہ الا انا ھا فاعبدون
اس صاحب کمالات نے مستی کی حالت میں کھلم کھلا کہا	کوئی معبود نہیں مگر میں خبردار! پس میری عبادت کرو
چوں گذشت آنحال گفتندش صباح	تو چنیں گفتی و ایں نبود صلاح
جب وہ حالت گزر گئی، صبح کو انہوں نے ان سے کہا	آپ نے ایسا کہا ہے اور یہ ٹھیک نہیں ہے
گفت ایں بار ار کنم ایں مشغلہ	کاردہا درمن زنند آں دم ہلہ
فرمایا اب کی بار اگر میں یہ کام کروں	خبردار! فوراً میرے چھریاں گھونپ دینا
حق منزہ از تن و من باتنم	چوں چنیں گویم بباید کشتنم
اللہ تعالیٰ جسم سے پاک ہے اور میں مجسم ہوں	جب میں ایسا کہوں مجھے قتل کر دینا چاہیے
چوں وصیت کرد آں آزاد مرد	ہر مریدے کاردے آمادہ کرد
جب اس آزاد مرد نے (یہ) وصیت کی	ہر مرید نے ایک چھری تیار کر لی
مست گشت او باز ز استغراق زفت	آں وصیتہاش از خاطر برفت
وہ پھر بھاری استغراق سے مست ہو گئے	وہ وصیتیں دل سے نکل گئیں
عشق آمد عقل او آوارہ شد	صبح آمد شمع او بیچارہ شد
عشق آیا تو ان کی عقل بھاگ گئی	صبح ہو گئی تو ان کی شمع بے کار ہو گئی
عقل چوں شحنہ است چوں سلطاں رسید	شحنۂ بے چارہ در کنجے خزید
عقل کوتوال ہے جب شاہ آیا	بے چارہ کوتوال کونے میں جا گھسا

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل سایہ حق بود حق آفتاب	سایہ را با آفتاب اوچہ تاب
عقل اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے اللہ سورج ہے	سایہ کی اس کے سورج کے سامنے کیا مجال ہے
چوں پری غالب شود برآدمی	گم شود از مرد وصف مردمی
جب جن کسی آدمی پر چڑھ جاتا ہے	آدمی سے آدمیت کی صفت گم ہو جاتی ہے
ہرچہ گوید آں پری گفتہ بود	زیں سری ورزاں سری گفتہ بود
وہ جو کچھ کہتا ہے، جن کی گفتگو ہوتی ہے	اس جانب کی اگرچہ اس جانب سے کہا گیا ہو
چوں پری راایں دم وقانوں بود	کردگار آں پری خود چوں بود
جب پری کو یہ طاقت اور قاعدہ حاصل ہے	(تو) اس جن کا خدا خود کیسا ہو گا؟
اوی او رفتہ پری خود او شدہ	ترک بے الہام تازی گوشدہ
اس کی ماہیت چلی گئی وہ خود جن بن گیا	ترک بغیر الہام کے عربی بولنے والا بن گیا
چوں بخود آید نداند یک لغت	چوں پری راہست ایں ذات وصفت
جب وہ ہوش میں آتا ہے ایک لغت نہیں جانتا	جبکہ یہ ذات اور صفت جن کی تھی
پس خداوندی پری و آدمی	از پری کے باشدش آخرکمی
تو جن و انس کا خدا	آخر وہ جن سے کب کم ہو گا؟
شیرگیر از شیر کے ترسد بگو	شرح راہ از کور کے پرسد بگو
بتا، نیم مست شیر سے کب ڈرتا ہے؟	بتا راستہ کی تفصیل اندھے سے کون پوچھتا ہے؟
شیر گیر ار خون نر شیر خورد	تو بگوئی اونکرد آں بادہ کرد
نیم مست اگر نر شیر کا خون پی جائے	تو کہے گا (یہ کام) اس نے نہیں کیا، شراب نے کیا ہے
ور سخن پردازد از راز کہن	تو بگوئی بادہ گفتہ است ایں سخن
اگر وہ پرانے راز کی بات کہے	تو کہے گا یہ بات شراب نے کہی ہے
بادہ رامی بود گر ایں شر و شور	نور حق رانیست آں فرہنگ وزور
اگر شراب میں یہ شور و شر ہوتا ہے	تو کیا اللہ (تعالیٰ) کے نور میں یہ لیاقت اور طاقت نہ ہوگی؟
کہ ترا از تو بکل خالی کند	تو شوی پست او سخن عالی کند
کہ وہ تجھے تجھ سے بالکل خالی کر دے	تو مغلوب ہو جائے (اور) وہ بلند بات کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ قرآں از لب پیغمبر است	ہر کہ گوید حق نگفت او کافر است
قرآن اگرچہ پیغمبر کے لبوں سے ہے	(لیکن) جو یہ کہے کہ اللہ (تعالیٰ) نے نہیں فرمایا وہ کافر ہے
چوں ہمای بے خودی پرواز کرد	کرد آں سخن را بایزیدؒ آغاز کرد
جب بیخودی کے ہما نے پرواز کی	وہ بات بایزیدؒ نے شروع کر دی
عقل را سیل تحیر در ربود	زاں قوی تر گفت کاول گفتہ بود
عقل کو تحیر کا سیلاب بہالے گیا	اس سے زیادہ سخت بات کہی جو پہلے کہی تھی
نیست اندر جبہ ام الا خدا	چند جوئی بر زمین و بر سما
(کہا) میرے جبہ میں خدا کے سوا (کوئی) نہیں ہے	تو آسمان اور زمین میں کب تک تلاش کرے گا؟
آں مریداں جملہ دیوانہ شدند	کاردہا بر جسم پاکش می زدند
وہ سب مرید پاگل بن گئے	ان کے پاک جسم میں چھریاں گھونپ رہے تھے
ہر یکے چوں ملحدان گرد کوہ	کارد می زد پیر خود را بے ستوہ
گرد کوہ کے بے دینوں کی طرح ہر ایک	اپنے پیر کے بے دھڑک چھری گھونپتا تھا
ہر کہ اندر شیخ تیغے می خلید	باز گونہ از تن خود می درید
جو شخص شیخ کے اندر تلوار گھساتا تھا	وہ الٹا اپنے جسم کو پھاڑتا تھا
یک اثر نے بر تن آں ذوفنوں	واں مریداں خستہ و غرقاب خوں
اس ہنر مند کے جسم پر ایک نشان نہ تھا	اور وہ مرید زخمی اور خون میں غرق تھے
ہر کہ او سوی گلویش زخم برد	حلق خود ببریدہ دید و زار مرد
جس نے ان کے گلے پر زخم لگایا	اس نے اپنا گلا کٹا ہوا پایا اور بری طرح مرا
وانکہ او را زخم اندر سینہ زد	سینہ اش بشگافت و شد مردہ ابد
اور جس نے ان کے سینہ پر زخم لگایا	اس کا سینہ چرا اور ہمیشہ کے لئے مردہ ہو گیا
وانکہ آگہ بود زاں صاحبقراں	دل ندادش کہ زند زخم گراں
اور جو شخص اس اقبال مند سے واقف تھا	اس کے دل نے اس کو اجازت نہ دی کہ کاری زخم لگائے
نیم دانش دست او رابستہ کرد	جاں ببرد الا کہ خود را خستہ کرد
تھوڑی سی عقل نے اس کے ہاتھ باندھ دیئے	اس نے جان بچا لی مگر اپنے آپ کو زخمی کر لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

روز گشت و آں مریداں کاستہ	نوحہا از جان شاں برخاستہ
دن نکل آیا اور وہ نیم مردہ مرید	ان کی جان سے نوحے بلند ہوئے
پیش او آمد ہزاراں مرد و زن	کاے دو عالم درج در یک پیرہن
ہزاروں مرد و زن ان (شیخ) کے پاس آئے	کہ اے (وہ شیخ) کہ دونوں جہان ایک لباس میں ہیں
ایں تن تو گر تن مردم بدے	چوں تن مردم زخنجر گم شدے
اگر یہ آپ کا جسم انسان کا جسم ہوتا	انسانوں کے جسم کی طرح خنجر سے فنا ہو جاتا
باخودے با بے خودے دو چار زد	باخود اندر دیدۂ خود خار زد
خودی والے نے جب فانی کا مقابلہ کیا	تو اس نے خود اپنی آنکھ میں کانٹا چبھویا
اے زدہ بر بے خوداں تو ذوالفقار	برتن خود می زنی آں ہوشدار
اے وہ کہ تو نے فانیوں پر تلوار چلائی	سمجھ لے تو اپنے جسم پر مار رہا ہے
زانکہ بے خود فانی ست و ایمن ست	تا ابد در ایمنی او ساکن ست
کیونکہ بے خود فانی ہے اور محفوظ ہے	وہ ہمیشہ کے لئے امن میں مقیم ہے
نقش او فانی و او شد آئینہ	غیر نقش روی غیر آنجای نہ
اس کی صورت فنا ہو گئی ہے اور وہ آئینہ بن گیا ہے	سوائے غیر کی صورت کے اس میں کچھ نہیں ہے
گر کنی تف سوی روی خود کنی	ور زنی بر آئینہ بر خود زنی
اگر تو تھوکے گا تو اپنے منہ پر تھوکے گا	اگر آئینہ پر حملہ کرے گا اپنے اوپر کرے گا
ور بہ بینی روی زشت آنہم توئی	ور بہ بینی عیسیٰؑ مریم توئی
اگر تو نے بھدا چہرہ دیکھے گا وہ بھی تو ہی ہے	اگر تو عیسیٰ ابن مریم کو دیکھے گا تو ہی ہے
او نہ اینست و نہ آں او سادہ است	نقش تو در پیش تو بنہادہ است
وہ نہ یہ ہے نہ وہ ہے وہ صاف ہے	اس نے تیری صورت تیرے سامنے کر دی ہے
چوں رسید اینجا سخن لب در بہ بست	چوں رسید اینجا قلم درہم شکست
جب بات یہاں پہنچی ہونٹوں نے دروازہ بند کر دیا	جب قلم یہاں پہنچا ٹوٹ گیا
لب بہ بند ارچہ فصاحت دست داد	دم مزن واللہ اعلم بالرشاد
ہونٹ بند کر لے اگرچہ فصاحت حاصل ہو	دم نہ مار اور اللہ بھلائی کو زیادہ جانتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برکنار بامی اے مست مدام	پست بنشیں یا فرود آ والسلام
اے شراب سے مست! تو بالاخانہ کے کنارے پر ہے	نیچے ہو کر بیٹھ یا نیچے اتر آ والسلام
ہر زمانیکہ شدی تو کامراں	آں دم خوش را کنار بام داں
جس وقت تو کامیاب ہو	اس اچھے وقت کو بالاخانہ کا کنارہ سمجھ
برزمان خوش ہراساں باش تو	ہمچو گنجش خفیہ کن نے فاش تو
تو اچھے وقت پر خوفزدہ رہ	اس کو خزانہ کی طرح چھپا' ظاہر نہ کر
تانیاید بر ولا ناگہ بلا	ترس ترساں رود راں مکمن ہلا
تاکہ دوستی پر اچانک کوئی بلا نازل نہ ہو جائے	خبردار! اس مخفی مقام پر ڈرتا ڈرتا چل
ترس جاں در وقت شادی از زوال	زاں کنار بام غیب ست ارتحال
خوشی کے وقت زوال کی وجہ سے جان کا خوف	اس غیب کے بالاخانہ کے کنارے سے ہٹ جاتا ہے
گرنمی بینی کنار بام راز	روح می بیند کہ ہستش اہتزاز
اگر تو اسرار کے بالاخانہ کا کنارہ نہیں دیکھ رہا ہے	روح دیکھتی ہے' کیونکہ اسی کو خوشی ہے
ہر نکالے ناگہاں کاں آمدہ ست	برکنار کنگرہ شادی بدست
جو عذاب اچانک آیا ہے	وہ خوشی کے کنگرے کے کنارے سے آیا ہے
جز کنار بام خود نبود سقوط	اعتبار از قوم نوحؑ و قوم لوطؑ
گرنا' بالاخانہ کے کنارے سے ہی ہوتا ہے	قوم نوحؑ اور قوم لوطؑ سے عبرت حاصل کر لے
اعتبارے گیرتا یابی صفا	از درون انبیا و اولیا
تاکہ تجھے (باطن) کی صفائی حاصل ہو عبرت حاصل کر لے	انبیاء اور اولیاء کے باطن سے

مولانا مضمون بالا کی مناسبت سے جس میں مستی بادۂ خم نبی کا ذکر تھا بایزید بسطامی قدس سرہٗ کے سکر کا تذکرہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک روز اس باشوکت فقیر بایزید نے اپنے مریدوں سے کہا کہ میں خدا ہوں اور فرط مستی میں انہوں نے صاف طور پر فرمایا کہ دیکھو خدا میں ہی ہوں پس تم میری عبادت کرو (یہ تحصیل ہے ان کے الفاظ کا اور اصل الفاظ ان کے سبحانی ما اعظم شانی تھے) خیر جب یہ حالت گزر گئی تو مریدوں نے صبح کے وقت کہا آپ ایسا فرماتے تھے اور یہ ٹھیک نہیں ہے (اس سے اس زمانہ کے صوفیہ کا مذاق معلوم ہو سکتا ہے کہ کس قدر متبع شریعت تھے) یہ سن کر انہوں نے فرمایا کہ اگر اب کے میں ایسے الفاظ کہوں تو تم میرے چھریاں مارنا اور مجھے مار ڈالنا۔ واقعی میری یہ حرکت نہایت بری ہے

بھلا کجا میں اور کجا حق سبحانہ میں مجسم ہوں اور خدا جسم سے منزہ۔ یہ کھلی دلیل ہے میرے دعوے کے بطلان کی پس اگر میں اب کے یہ دعویٰ کروں تو مجھے فوراً مار ڈالنا چاہئے۔ (چہ منصف بزرگان دین بودہ اند۔ صوفیہ حال کے غور کرنے کا مقام ہے) پس جبکہ انہوں نے یہ ہدایت فرمادی تو مریدوں نے چھریاں تیار رکھیں اس کے بعد وہ استغراق و بیخودی سے دوبارہ مست ہوئے اور بہت مست ہوئے اور وہ ہدایتیں سب بھول گئے کیونکہ عشق کا غلبہ ہوا تو عقل کھوئی گئی اور صبح عشق کے سامنے شمع عقل مغلوب ہوگئی اور کیوں نہ ہوتی بات یہ ہے کہ عقل بمنزلہ کوتوال کے ہے اور عشق بمنزلہ بادشاہ کے اور قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ آتا ہے تو کوتوال کونوں میں چھپتا پھرتا ہے اس لئے عقل کے لئے اختفا لازم تھا نیز عقل حق سبحانہ کے لئے مثل سایہ ہے اور حق سبحانہ اس کے لئے مثل آفتاب ہیں۔ کیونکہ جس طرح سایہ کے وجود میں آفتاب کو دخل ہے بایں معنی کہ اس کی بقا موقوف ہے احتجاب شمس پر یوں ہی عقل کی بقا بھی موقوف ہے احتجاب حق سبحانہ پر کما یدل علیہ قولہ صلی اللہ علیہ وسلم حجابہ النور لو کشفہ لاحرقت سبحات وجھہ ما انتھی الیہ بصرہ من خلقہ پس جبکہ عقل مثل سایہ کے ہے اور حق سبحانہ اس کے لئے مثل آفتاب کے۔ تو تجلیات ربانیہ کے سامنے عقل کی بقا ناممکن ہے کیونکہ سایہ کی کیا تاب ہے کہ آفتاب کے سامنے باقی رہ سکے۔ (ھذا ما افادشیخنا و مولانا مجدد الملۃ والدین فاضت انھار فیوضھم وللہ درہ) یہاں تک مولانا نے شیخ رحمہ اللہ سے ان الفاظ کے صادر ہونے کا عذر بیان کیا تھا۔ اب ترقی فرماتے ہیں اور یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ وہ ان کے الفاظ کے قائل ہی نہ تھے اور قائل ان کے فی الحقیقت حق سبحانہ تھے اور حضرت شیخ ایسے تھے جیسے فونوگراف ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں دیکھو جب آدمی پر جن چڑھ جاتا ہے تو اس سے آدمیت کی صفت جاتی رہتی ہے اور اس وقت جو افعال اس سے صادر ہوتے ہیں وہ اس آدمی کے نہیں ہوتے بلکہ اس جن کے ہوتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتا ہے وہ حقیقت میں وہ نہیں کہتا بلکہ جن کہتا ہے چنانچہ وہ عالم شہادت و عالم غیب دونوں کی باتیں کرتا ہے جو یہ نہیں کرسکتا۔ پس جب جن میں یہ قوت اور اس کا یہ قاعدہ ہے کہ جب وہ سوار ہوتا ہے تو آدمی کو کالعدم کردیتا ہے تو حق سبحانہ جو کہ خالق جن و پری ہیں ان کی کیا حالت ہوگی اور ان کے متجلی ہونے کے وقت آدمی اپنی حالت پر کیونکر قائم رہ سکتا ہے اور ان افعال کو جو اس وقت اس سے صادر ہوں کیسے اس کی طرف منسوب کیا جاسکتا ہے۔ دیکھو جب جن کا غلبہ ہوتا ہے آدمی سے آدمیت جاتی رہتی ہے اور وہ جن ہوجاتا ہے چنانچہ ایک ترکی بدوں الہام کے عربی بولنے لگتا ہے اور یہ صاف دلیل ہے اس بات کی کہ وہ ترک ترک نہیں رہا۔ بلکہ جن ہوگیا۔ کیونکہ جب وہ ہوش میں آتا ہے تو ایک لفظ بھی نہیں جانتا ہوتا۔ پس اگر یہ ترک بھی عربی بولتا ہوتا تو اب کیوں نہ بولتا تو معلوم ہوا کہ اس وقت وہ ترک نہ رہا تھا بلکہ جن ہوگیا تھا (اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کی حقیقت بدل گئی تھی بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ اپنی حالت پر باقی نہ رہا تھا بلکہ افعال کے صدور میں جن کا آلہ ہوگیا تھا) پس جبکہ پری کی ایسی ذات ہے اور اس کی یہ صفت ہے جو ابھی بیان کی گئی تو رب الجنۃ والناس جنات سے کیسے کم ہوسکتا ہے اور وہ اپنی تجلی سے آدمی کو معطل اور اپنے افعال کا آلہ کیوں نہیں بنا سکتا۔ اب ہم اس مضمون کو ایک اور عنوان سے سمجھاتے ہیں سنو دیکھو مست شیر سے نہیں ڈرتا اس کی وجہ کیا ہے وہ ہی نشہ پس یہ نہ ڈرنا منسوب ہوگا نشہ کی طرف نہ کہ اس شخص کی طرف۔ علیٰ ہذا اندھے سے کوئی رستہ نہیں پوچھتا بلکہ بینا سے پوچھتا ہے حالانکہ دونوں میں کچھ فرق نہیں بجز بینائی و عدم بینائی کے تو معلوم ہوا کہ سوال سائل

www.besturdubooks.wordpress.com

ذات سے نہیں ہے بلکہ صفت بینائی سے ہے۔ گو بظاہر اس شخص سے ہے۔ نیز اگر کوئی شیر نر کو مار ڈالے تو تم کہتے ہو کہ یہ اس کا فعل نہیں بلکہ شراب کا فعل ہے اور اگر وہ اپنے پرانے راز بیان کرنا شروع کرتا ہے جیسا کہ مستوں کا قاعدہ ہے کہ نشہ کی حالت میں دل کا بھید کہہ دیتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ یہ شخص باتیں نہیں کرتا بلکہ شراب کر رہی ہے پس جبکہ شراب میں یہ شور وشر ہے تو نور حق سبحانہ میں اتنی دانائی اور قوت کیوں نہ ہوگی کہ تجھے تجھ سے خالی اور معطل کر دے خود او نچے درجہ کی باتیں کرے جیسے سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ شاید تم کو شبہ ہو کہ گو منشا اس کے صدور کا حق سبحانہ ہوں مگر جبکہ ان کا صدور ان کی زبان سے ہے تو اس کو حق سبحانہ کا کلام کیونکر کہہ سکتے ہیں اس لئے اس کا جواب یہ ہے کہ پھر قرآن کا ظہور بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہوا ہے اس کو بھی کلام اللہ نہ کہو۔ حالانکہ اگر کوئی کہے کہ یہ خدا کا کلام نہیں تو وہ کافر ہو جاتا ہے۔ پس ان الفاظ کا ظہور شیخ کی زبان سے ان کے حق سبحانہ کی طرف نسبت کرنے سے کیسے مانع ہو جاوے گا۔

خیر تو جبکہ ہمارے بیخودی اپنے آشیانہ سے اڑ کر بایزید علیہ الرحمۃ کے سر پر بیٹھا یعنی۔ آخری ہوئی تو انہوں نے پھر وہی باتیں کرنی شروع کیں اور چونکہ ان کی عقل کو حیرت عشق کا سیلاب بہالے گیا تھا اس لئے پہلے سے زیادہ زور سے کہیں اور کہا کہ میرے جبہ میں بجز خدا کے اور کوئی نہیں پس تم خدا کو اس جبکہ میں ڈھونڈو زمین وآسمان میں کہاں تک ڈھونڈو گے یہ سن کر تمام مرید دیوانہ ہو گئے اور ان کے جسم پاک پر چھریاں مارنے لگے اور ہر ایک اپنے پیر کو یوں بے خوف چھرے مارتا تھا جیسے گردکوہ (نام پہاڑ) کے بددین بے دردی کے ساتھ مسلمانوں پر چھری چلاتے ہیں مگر جو شخص شیخ کے جسم میں تلوار وغیرہ چبھوتا تھا وہ الٹا اپنا ہی جسم پھاڑتا تھا بایزیدؒ کے جسم پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا اور مرید زخمی اور خوں میں شرابور ہو رہے تھے اور جس نے ان کے گلے پر زخم لگانا چاہا اس نے اپنا ہی گلا کاٹ لیا اور مر گیا۔ اور جس نے ان کے سینہ میں زخم لگایا خود اس کا سینہ چاک ہو گیا۔ اور مردۂ ابدی ہو گیا۔ اور جو لوگ اس اقبال مند سے واقف تھے ان کے دل نے گوارا نہ کیا کہ کوئی کاری زخم لگائیں بلکہ صرف خفیف زخموں پر اکتفا کیا ان کی ادھوری عقل نے ان کے ہاتھ کو باندھ دیا اس لئے ان کی جان تو بچ گئی مگر اپنے کو زخمی کر لیا۔ (ادھوری عقل اس واسطے کہا کہ عقل کامل کا مقتضا تو یہ تھا کہ بالکل تعرض نہ کرتے اور انہیں غیر مکلف سمجھ کر معذور قرار دیتے اور نرا جنون یہ تھا کہ کاری زخم لگاتے مگر انہوں نے بین بین ایک روش اختیار کی اس لئے نہ وہ پورے عاقل تھے اور نہ پورے دیوانے) القصہ دن ہوا اور غم سے گھلے ہوئے مریدوں کی جان سے گریہ وزاری کا شور بلند تھا۔ اسی حالت میں ہزاروں آدمی ٹوٹ پڑے اور آ کر یوں خطاب کیا کہ اے مجمع کمالات آج معلوم ہوا کہ آپ عام آدمیوں کا سا جسم نہیں رکھتے اس لئے کہ اگر آپ کا جسم عام آدمیوں کا سا ہوتا تو اوروں کی طرح آپ کا جسم بھی خنجر سے معدوم ہو جاتا اب مولانا فرماتے ہیں کہ جب کوئی ہوشیار کسی مست سے بھڑتا ہے تو وہ اپنی آنکھ میں کانٹا چبھوتا اور اپنے کو ضرر پہنچاتا ہے پس اے وہ شخص جو سر مستان بادۂ عشق الٰہی پر تلوار چلاتا ہے یاد رکھ کہ یہ تلوار تو خود اپنے مارتا ہے کیونکہ بدمست تو فانی فی اللہ ہے اس لئے وہ لوگوں کے ضرر سے محفوظ اور ہمیشہ بے خوفی میں سکونت پذیر ہے اس کی ہستی فنا ہو چکی ہے اور اب وہ آئینہ بن گیا ہے۔ پس جو کچھ تجھے دکھلائی دیتا ہے وہ خود تیری تصویر ہے اور کچھ نہیں۔ پس اگر تو پھونک مارے گا تو خود اپنے اوپر مارے گا اور اگر آئینہ کو مارے گا تو خود اپنے کو مارے گا اور اگر اس کو برا سمجھے گا تو اپنی ہی تصویر کو برا سمجھے گا اور اگر عیسیٰ مریم کی مثل سمجھے گا تو وہ بھی خود تو ہی ہوگا۔ کیونکہ وہ ان نقوش برائی و بھلائی سے سادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جن کا تجھے احساس ہوتا ہے۔ اور جو نقش برا یا بھلا اس میں تجھے دکھلائی دیتا ہے وہ خود تیری تصویر ہے جس کو اس نے تیرے سامنے پیش کر دیا ہے۔ رہی اس کی ذاتی خوبی سو وہ تیرے احاطہ ادراک سے خارج ہے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ مریدوں کے حملوں کا خود ان پر منعکس ہو جانا یہ جناب شیخ کی کرامت تھی اور حق سبحانہ کی جانب سے تنبیہ تھی اس امر پر کہ اہل اللہ کو نقصان پہنچانے سے ان کا ضرر نہیں ہوتا بلکہ خود ضرر پہنچانے والے کا ضرر ہوتا ہے اور اس واقعہ سے اس امر معنوی کو حسی کر کے دکھلانا مقصود تھا اور یہ مقصود نہیں کہ اہل اللہ کہ جسمانی ضرر پہنچ ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ تو نصوص قطعیہ اور اخبار متواترہ کے خلاف ہے) جب گفتگو یہاں تک پہنچ گئی تو منہ بند ہو گیا اور جب قلم یہاں تک پہنچ گیا تو ٹوٹ گیا۔ اور یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ گو تم کو فصاحت حاصل ہے مگر منہ بند کرو اور دم نہ مارو کیونکہ اسرار الہیہ کا افشا مناسب نہیں واللہ اعلم بالصواب۔ چونکہ مولانا شیخ ہیں اس لئے اب تربیت سالک کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ گو شیخ بایزید سے سکر اور غلبہ حال میں وہ کلمات صادر ہوئے جن کا صدور بالاختیار جائز نہیں مگر تم دھوکہ نہ کھانا اور ان کی تقلید نہ کرنا اور تم کو اگر قدرے ذوق وشوق ومستی حاصل ہو تو خوشی میں آپے سے باہر نہ ہو جانا اور شطحیات وغیرہ زبان سے نہ نکالنے لگنا۔ دیکھو تو لب بام پر ہے۔ پس اس حالت میں تجھے نہایت احتیاط رکھنی چاہئے۔ اور یا تو منڈیر سے نیچے بیٹھنا چاہئے یا کوٹھے پر سے اتر آنا چاہئے۔ ان ہی دو صورتوں میں سلامتی ہے ورنہ گر پڑنے کا اندیشہ ہے خلاصہ یہ کہ سالک کے لئے دو صورتیں حفاظت کی ہیں۔ تو ذوق ومستی کی حالت میں احتیاط تام رکھے اور کوئی ایسی بات نہ کرے جو نازیبا ہو اور اس میں کے اختیار کو دخل ہو۔ اور یا اس طریق ہی کو چھوڑ دے اور عامیانہ اسلام پر قناعت کرے کیونکہ اس میں تو عنادی کا خطرہ ہے اور سلوک میں بے احتیاطی کا انجام کفر ہے اسی لئے کسی بزرگ نے فرمایا ہے۔ انتم تخشون المعصیۃ و نحن نخشی الکفر دیکھو جب تم کو دولت باطنی حاصل ہو جاوے تو اس عمدہ حالت کو اب بام سمجھو اور اس عمدہ وقت کی طرف سے ہر وقت کھٹکتے رہو۔ کہ ایسا نہ ہو یہ زائل ہو جاوے۔ اور خزانہ کی طرح اسے مخفی رکھو اور اسرار الہیہ کو شطحیات سے ظاہر نہ کرو تا کہ تمہاری محبت حق سبحانہ پر کوئی آفت نہ آ جاوے اور تم مردود نہ ہو جاؤ اس خطرہ کے مقام میں تمہیں ڈرتے ڈرتے چلنا چاہئے اور اپنی زبان اور دیگر افعال کی سخت حفاظت کرنی چاہئے یہ تمہارا خوشی کے وقت اس کے زوال سے ڈرنا اور اس کی حفاظت کی امکانی تدبیر کرنا یہ اس مخفی لب بام سے الگ ہونا ہے تم یہ نہ کہنا کہ ہم کو تو کنارۂ بام نظر نہیں آتا تو بچیں کیونکر اس لئے کہ یہ مسلم ہے کہ تم اس مخفی بام کے کنارہ کو نہیں دیکھتے مگر تمہاری روح دیکھتی ہے اور خوشی اسی کو حاصل ہے۔ اس لئے اسی کے دیکھنے کی ضرورت ہے اور اسی کے بچنے کی ہم تمہیں اس لئے متنبہ کرتے ہیں کہ خوشی بہت خطرناک چیز ہے اور جب یہ حاصل ہوتی ہے تو آدمی سے انجام بینی کی صفت جاتی رہتی ہے۔ دیکھ لو جتنی پہلے امتیں غارت ہوئی ہیں سب اسی لئے غارت ہوئی ہیں کہ وہ خوشی کے لب بام پر کھڑی تھیں اور کنار بام پر سے آدمی ضرور گرتا ہے اگر باور نہ ہو تو قوم نوح علیہ السلام اور قوم لوط علیہ السلام کی حالت کو دیکھ لو اور ان سے عبرت پکڑو اور ضرور عبرت پکڑو تا کہ انبیاء واولیاء کے قلوب صافیہ سے صفائی کا کچھ حصہ تم کو بھی مل جاوے اب مولانا پھر اصل قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سبب فصاحت و بسیار گفتن آں فضول نزد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس بیہودہ کے بہت بولنے اور زبان درازی کا سبب

پیر تو مستی بیحد نبیؐ	چوں بزد ہم مست و خوش گفت آں غبی
نبی کی لامحدود مستی کا عکس	جب پڑا وہ غبی بھی مست اور خوش (گفتار) بن گیا
لاجرم بسیار گوشد از نشاط	مست ادب بگذاشت و آمد در خباط
لامحالہ وہ سرور کی وجہ سے بہت بولنے والا بن گیا	مست نے ادب (کا دامن) چھوڑ دیا دیوانگی میں مبتلا ہو گیا
نے ہمہ جا بے خودی شر می کند	بے ادب را بے ادب تر می کند
مستی ہر جگہ شر (پیدا) نہیں کرتی ہے	بے ادب کو زیادہ بے ادب بنا دیتی ہے
گر بود عاقل نکو فر می شود	ور بود بدخوی بد تر می شود
اگر وہ سمجھدار ہو تو اچھی شان و شوکت والا بن جاتا ہے	اگر وہ بدعادت ہوتا ہے تو اور زیادہ برا بن جاتا ہے
بر لبیب آید لباب کاس او	وز غبی کم گردد استیناس او
اس کا جام سمجھدار کے لئے مغز ہے	اگر غبی ہے تو اس کی محبت کم ہو جاتی ہے
بے خود از مے با ادب گردد تمام	با خود از مے بے ادب گردد مدام
فانی ، شراب سے مکمل باادب بن جاتا ہے	خودی والا شراب سے ہمیشہ بے ادب بنتا ہے
لیک اغلب چوں بدند و ناپسند	بر ہمہ مے را محرم کردہ اند
لیکن اکثر لوگ برے اور ناپسند ہیں	(اس لئے) سب پر ہی شراب کو حرام کر دیا ہے
حکم غالب راست چوں اغلب بدند	تیغ را از دست رہزن بستد ند
حکم اکثریت پر لگتا ہے چونکہ اکثر بد ہیں	انہوں نے تلوار ڈاکو کے ہاتھ سے لے لی ہے

منشا اس کی گستاخی کا یہ تھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستی کا پرتو اس پر پڑا تو وہ بھی مست ہو گیا اس لئے لامحالہ اس نے فرط نشاط سے بکواس شروع کر دی اور ادب کو چھوڑ دیا اور لڑکھڑانے لگا اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ اس سے معلوم ہوا کہ مستی بری چیز ہے اور جب بری چیز ہے تو انبیاء و اولیاء کو کیوں ہوتی ہے۔ اس لئے کہ مستی خود بری چیز نہیں اور وہ ہر جگہ برا اثر پیدا نہیں کرتی۔ بلکہ جو طبعاً بے ادب ہوتا ہے اس کی اس صفت کو خوب ظاہر کر دیتی ہے۔ پس اگر کوئی عاقل ہو تو اس کو بہت اچھا بنا دیتی ہے۔ اور اگر کوئی بد خصلت ہو تو اس کی بدخوئی ظاہر کر دیتی ہے۔ اور اس کے ساغر کا جوہر اور وصف اعلیٰ دانا ہی کو ملتا ہے اور وہ کودن سے وحشت کرتی ہے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے اس کو اپنا جوہر نہیں دیتی۔ اور یہ شراب باطنی ایسی ہی ہے جیسے شراب ظاہری چنانچہ جو بے نفس اور شائستہ و مہذب ہوتے ہیں وہ اس سے اور شائستہ ہو جاتے ہیں اور جو شریر اور اوباش ہوتے ہیں وہ ہمیشہ بیہودہ ہو جاتے ہیں اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ شائستہ لوگوں کے لئے شراب پینا جائز ہونا چاہئے کیونکہ ان کے پینے میں کوئی مفسدہ نہیں کیونکہ عام حالت یہ ہے کہ لوگ برے اور نا مرضی الاخلاق ہیں۔ اس لئے شریعت نے حرمت کے قانون کو عام کر دیا۔ اور مہذب اور غیر مہذب سب کے لئے ناجائز کر دیا کیونکہ اعتبار اکثر کا ہوتا ہے اور اکثر لوگ برے ہیں۔ اس لئے ان ڈکیتوں کے ہاتھ سے یہ تلوار لے لی گئی اور شراب کو ان کے لئے ناجائز کیا گیا۔ اور اچھے لوگ چونکہ کم تھے والنادر کالمعدوم اس لئے قانون کو عام رکھا گیا اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

فائدہ: بے خود از مے الخ اور بر ہمہ مے را محرم کردہ اند میں علامہ بحر العلوم نے مے عشق و مستی عشق مراد لی ہے اور اس کے حرام کرنے کے معنی یہ بتلائے ہیں کہ صوفیہ اسے نقص اور عیب سمجھتے ہیں لیکن صاحب ذوق سلیم جانتا ہے کہ یہ بیان بالکل خلاف تحقیق ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ مستی عشق کے اندر چار احتمال ہیں یا تو خود عشق مراد ہو یا اس کا سرور یا وہ بے خودی جو شطحیات سے خالی ہو۔ یا وہ بے خودی جس سے شطحیات صادر ہوں۔ اول و ثانی تو یقیناً مراد نہیں ہو سکتے رہے ثالث و رابع سو وہ بھی مراد نہیں ہو سکتے کیونکہ مولانا مے کو حرام بتا رہے ہیں اور بے خودی خواہ اس سے شطحیات صادر ہوں یا نہ ہوں مے نہیں بلکہ اثر مے ہے دوسرے گو سکر باضافت فی الصحو نقص ہو لیکن وہ بھی کمال ہے نہ کہ عیب لہذا اسے عیب کہنا ٹھیک نہیں۔ تیسرے محرم کردہ اند بمعنی عیب میگویند ایک ایسا استعمال ہے جس سے معنی مقصود کی طرف ذہن منتقل نہیں ہو سکتا۔ پھر وجہ اس کی مولانا نے یہ بیان کی ہے کہ اغلب بد و ناپسند مستند اور قلت و کثرت اس شراب کے پینے والوں میں دیکھی جائے گی۔ نہ کہ مجموعہ شاربین و غیر شاربین میں اور شراب عشق کے پینے والے اہل اللہ ہی ہیں پس ان کی نسبت یہ کہنا کہ اغلب بد و ناپسند مستند کیسے صحیح ہو سکتا ہے اور ان کو رہزن کیسے کہا جا سکتا ہے۔ و ان تامّلت فی سباق الکلام ظهر لک وجوه آخر فتامل

فائدہ ۲: شراب ظاہری کی حرمت سے کسی کو شراب باطنی کی حرمت کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اسکے پینے والے کل مہذب ہوتے ہیں۔

بیان کردن رسول علیہ السلام سبب تفضیل و اختیار کردن او آں ہذیلی را بامیری و سرلشکری بر پیران کاردیدہ و کار آزمودہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ہذیلی کو امیری اور سرداری کے لئے ماہر اور تجربہ کار بوڑھوں پر فضیلت دینے اور چن لینے کے سبب کا بیان کرنا

گفت پیغمبرؐ کہ اے ظاہر نگر	تو مبیں او را جوان و بے ہنر
پیغمبرؐ نے فرمایا اے ظاہر بیں!	تو اس کو جوان اور بے ہنر نہ سمجھ

اے بسا ریش سیاہ و مرد پیر	وے بسا ریش سفید و دل چو قیر
بہت سے کالی داڑھی والے ہیں اور بوڑھے ہیں	بہت سے سفید داڑھی والے ہیں اور سیاہ دل ہیں
عقل او را آموز دم بارہا	کرد پیری آں جواں در کار ہا
میں نے بارہا اس کی عقل آزمائی ہے	کاموں میں اس جوان نے بوڑھا پن دکھایا ہے
پیر پیر عقل باشد اے پسر	نے سفیدی موی اندر ریش و سر
اے بیٹا! بوڑھا عقل کا بوڑھا ہوتا ہے	نہ کہ سر اور داڑھی کے بالوں میں سفیدی
از بلیس او پیر تر خود کے بود	چونکہ عقلش نیست او لاشی بود
وہ (نوجوان) شیطان سے زیادہ بوڑھا کب ہو سکتا تھا؟	چونکہ اس میں عقل نہیں ہے وہ لاشی ہے
طفل گیرش چوں بود صاحب کمال	پیر باشد در ہنر آں خوشخصال
اس کو بچہ سمجھ جب وہ صاحب کمال ہو	وہ خوش خصلت ہنر میں بوڑھا ہوگا
طفل گیرش چوں بود عیسیٰ نفس	پاک باشد از غرور و از ہوس
اس کو بچہ سمجھ جب وہ (حضرت) عیسیٰ والی باتوں والا ہو	تو وہ غرور اور ہوس سے پاک ہو گا
آں سفیدی مو دلیل پختگی ست	پیش چشم بستہ کش کوتہ تگی ست
بالوں کی سفیدی پختگی کی دلیل ہے	بند آنکھ کے لئے جو کوتاہ رفتار ہے
آں مقلد چوں نداند جز دلیل	در علامت جوید او دائم سبیل
وہ مقلد چونکہ دلیل کے علاوہ کچھ نہیں جانتا	تو وہ ہمیشہ علامتوں میں راستہ تلاش کرتا ہے
بہر او گفتیم کایں تدبیر را	چونکہ خواہی کرد بگزیں پیر را
اس کے لئے ہم نے کہا ہے کہ اس تدبیر کو	جب تو اختیار کرے، بوڑھے کو منتخب کر
لیک پیر عقل نے پیر مسن	می نداند ممتحن از ممتحن
لیکن عقل کا بوڑھا نہ کہ عمر کا بوڑھا	جو امتحان دینے والے اور امتحان لینے والے میں امتیاز نہ کر سکے
آنکہ او از پردۂ تقلید جست	او بنور حق بہ بیند ہرچہ ہست
وہ شخص جو تقلید کے پردے سے نکل گیا	وہ ہر موجود کو اللہ کے نور سے دیکھتا ہے
نور پاکش بے دلیل و بے بیاں	پوست بشگافد درآید درمیاں
اس کا پاک نور بغیر دلیل اور بغیر بیان کے	کھال پھاڑتا ہے اور اندر گھس جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش ظاہر بیں چہ قلب و چہ سرہ — اوچہ داند چیست اندر قوصرہ

ظاہر بیں کے سامنے کیا کھوٹا اور کیا کھرا — وہ کیا جانے ٹوکری میں کیا ہے؟

اے بسا زر سیہ کردہ بدود — تا رہد از دست ہر دزد حسود

بعض اوقات سونا دھویں سے سیاہ کیا ہوا ہوتا ہے — تاکہ ہر حاسد چور کے ہاتھ سے محفوظ رہے

اے بسا مسہائے اندودہ بزر — تا فروشد آں بعقل مختصر

بہت سے سونے کا ملمع کئے ہوئے تانبے ہیں — تاکہ ان کو کوتاہ عقل کے ہاتھ فروخت کر دے

ما کہ باطن بین جملہ کشوریم — دل بہ بینیم و بظاہر ننگریم

ہم جو کہ تمام عالم کے باطن کے دیکھنے والے ہیں — ہم دل کو دیکھتے ہیں ظاہر کو نہیں دیکھتے ہیں

قاضیانے کہ بظاہر می تنند — حکم براشکال ظاہری کنند

وہ قاضی جو ظاہر پر نظر رکھتے ہیں — وہ ظاہری شکلوں پر حکم لگاتے ہیں

چوں شہادت گفت و ایمانش نبود — حکم او مومن کنند ایں قوم زود

جب (کلمہ) شہادت پڑھ لیا اور اس میں ایمان نہ تھا — یہ لوگ بہت جلد اس پر مومن (ہونے کا) حکم لگا دیتے ہیں

بس منافق کاندریں ظاہر گریخت — خون صد مومن بہ پنہانی بریخت

بہت سے منافق ہیں جنہوں نے اس ظاہر میں پناہ پکڑ لی — درپردہ انہوں نے سینکڑوں مسلمانوں کی خونریزی کی

جہد کن تا پیر عقل و دیں شوی — تا چو عقل کل تو باطن بیں شوی

کوشش کرتا کہ عقل اور دین کا بوڑھا بنے — تاکہ تو عقل کل کی طرح باطن بیں بن جائے

از عدم چوں عقل زیبا روکشاد — خلعتش داد و ہزاراں نام داد

جب حسین عقل عدم سے رونما ہوئی — (قدرت) نے اس کو خلعت بخشی اور ہزاروں نام دیئے

کمتریں زاں نامہائے خوش نفس — اینکہ نبود ہیچ او محتاج کس

ان بہترین ناموں میں سے کمترین نام — یہ ہے کہ وہ کسی کی محتاج نہ ہو گی

گر بصورت وانماید عقل رو — تیرہ باشد روز پیش او روشن بود

اگر حماقت کی تصویر پیدا ہو جائے — رات کی تاریکی اس کے مقابلہ میں روشن ہو گی

کوز شب مظلم تر و تاری ترست — لیک خفاش شقی ظلمت خورست

کیونکہ وہ رات سے زیادہ تاریک اور کالی ہے — لیکن بدبخت چمگادڑ تاریکی خور ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندک اندک خوی کن بانور روز	ورنہ خفاشے بمانی بے فروز
دن کے نور کی آہستہ آہستہ عادت ڈال	ورنہ تو نور سے محروم چگادڑ بنا رہے گا
عاشق ہر جا شکال و مشکلے ست	دشمن ہر جا چراغ مقبلے ست
وہ ہر ایسی جگہ کا عاشق ہے جہاں اشکال اور مشکل ہے	اس جگہ کی دشمن ہے جہاں کسی بختاور کا چراغ ہے
ظلمت اشکال ازاں جو دیدلیش	تا کہ افزوں تر نماید حاصلش
اسکا دل اندھیرے کے اشکال کی جستجو میں اس لئے ہے	تا کہ اس کی آمدنی زیادہ رونما ہو
تاترا مشغول آں مشکل کند	وزنہاد زشت خود غافل کند
تاکہ تجھے اس مشکل میں مشغول کر دے	اور اپنی بری فطرت سے غافل کر دے

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ظاہر بیں تو اس کو جوان اور بے ہنر نہ سمجھ کیونکہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ داڑھی سیاہ ہوتی ہے اور آدمی بڈھا ہوتا ہے اور ایسا بھی بہت ہوتا ہے کہ ڈاڑھی سفید ہوتی ہے اور دل قیر کی طرح سیاہ ہوتا ہے اور نور باطن حاصل نہیں ہوتا ہے۔ جو کمال عقل کا سبب ہے۔ پس ڈاڑھی کی سفیدی اور سیاہی نقصان وکمال عقل کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ میں نے اس جوان کو بارہا آزمایا ہے اور دیکھا ہے کہ اس نے بہت سے کاموں میں بوڑھا پن کیا ہے۔ تو جو معمر شخص کو پسند کرتا ہے یہ تیری غلطی ہے کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے اور ہر معمر کارآمد اور مفید نہیں ہوتا۔ دیکھ لے ابلیس سب سے زیادہ معمر ہے اور کوئی اس سے زیادہ معمر نہیں ہو سکتا مگر چونکہ عاقل نہیں اس لئے کسی کام کا بھی نہیں پس معلوم ہوا کہ فی نفسہ معمر ہونا کوئی چیز نہیں بلکہ عاقل ہونے کی ضرورت ہے تو اس بذلی کو جوان کہتا ہے ہم کہتے ہیں کہ یہ جوان بھی نہ سہی بلکہ بچہ سہی لیکن چونکہ صاحب کمال ہے اس لئے وصف وکمال کے لحاظ سے بڈھا ہے اور اگر یہ بچہ بھی ہو تو چونکہ مسیح دم ہے اس لئے غرور اور ہوا و ہوس سے پاک ہوگا اور یہ عین عقل ہے لہٰذا عاقل ہوگا پس ثابت ہوا کہ ڈاڑھی کی سفیدی کوئی چیز نہیں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یہ شخص کے لئے جس آنکھیں بند ہوں اور جو کہ دور بیں نہ ہو کمال کی دلیل ہے اور چونکہ ایسا شخص مقلد ہے اور مقلد کا سہارا رہ نمائی ہے اس لئے اسے ہمیشہ علامت کی ضرورت ہوتی ہے اس کے لئے ہم نے کہا تھا کہ جب تم کو پیشوا کرنا ہو تو بڈھے کو کرو مگر مراد ہماری پیر عقل ہے نہ کہ پیر سال لیکن مقلد کو ناقص اور کامل میں امتیاز نہیں ہوتا اس لئے اس کے واسطے تو یہی ہے کہ وہ معمر کو اختیار کرے کیونکہ پختگی عقل کا بصیرت سے تو اس کو جوان کی نسبت علم ہے نہ بڈھے کی رہی علامت پختگی سو وہ بڈھے میں موجود ہے نہ کہ جوان میں اس لئے اس کے لحاظ سے بڈھے کو ترجیح ہے اور جو لوگ حجاب تقلید سے نکل کر محقق و صاحب بصیرت ہو گئے ہیں وہ حق سبحانہ کے نور سے جو کہ ان کو حاصل ہے امر واقعی کو معلوم کر لیتے ہیں۔ ان کے لئے علامت کی ضرورت نہیں کیونکہ نور حق سبحانہ کی یہ خاصیت ہے کہ وہ بدوں دلیل اور بیان کے کھال کے اندر گھس کر باطنی حالت معلوم کر لیتا ہے۔ برخلاف ظاہر بیں کے کہ اس کے نزدیک کھوٹا اور کھرا دونوں برابر ہیں وہ کیا جانے کہ بھید جسم کے اندر کیا ہے اس لئے اس کے واسطے دلیل و

علامت کی ضرورت ہے دیکھو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی مصلحت سے آدمی کے ظاہر و باطن میں مخالفت ہوتی ہے کبھی باطن اچھا ہوتا ہے اور ظاہر برا اور اس کی مثال تو ایسی ہوئی ہے جیسے کوئی شخص سونے کو چوروں سے بچانے کے لئے دھوئیں میں رنگ لے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ظاہر اچھا ہوتا ہے اور باطن برا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص تانبے پر سونے کا ملمع کردے تا کہ وہ اس کو کسی کم علم کے ہاتھ بیچ دے۔ پس ہم لوگ جو تمام عالم کی باطنی حالت باعلام الٰہی جان سکتے ہیں دل کو دیکھتے ہیں اور ظاہر کو نہیں دیکھتے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ قضاۃ چونکہ باطنی حالت کے معلوم کرنے سے عاجز ہیں اس لئے ظاہر کو دیکھتے ہیں اور شکل ظاہری پر حکم لگاتے ہیں چنانچہ جب کسی نے کلمۂ شہادت پڑھ لیا اور اپنا ایمان ظاہر کر دیا تو اس پر مومن کا حکم کرتے ہیں اور اس کو ظاہر و باطن میں مسلمان سمجھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے ایسے منافقوں نے جو کسی مصلحت دنیوی کے بناء پر ظاہری کفر سے بھاگ کر ظاہر اسلام میں داخل ہو گئے ہیں مخفی طور پر سینکڑوں مسلمانوں کا خون کر دیا ہے۔ خواہ انہیں قتل کر کے خواہ ان کو دین سے برگشتہ کر کے۔ جیسا کہ عبداللہ بن سبا اور اس کے متبعین نے کیا۔ بس تم کوشش کرو کہ شیخ عقل و دین ہو جاؤ۔ تا کہ اہل اللہ کی طرح باطن بین ہو جاؤ۔ اور منافقین کے ضرر سے محفوظ ہو جاؤ۔ دیکھو جب عقل جمیل پردۂ غیب سے جلوہ نما ہوتی ہے تو آدمی کو معزز و ممتاز کرتی اور اسے نہایت نامور کر دیتی ہے۔ معمولی حالت اس کی یہ ہوتی ہے کہ وہ شخص بینا ہو جاتا ہے اور اندھوں کی طرح دوسروں کا محتاج نہیں ہوتا۔ عقل کی تو یہ شان ہے کہ اگر وہ متشکل اور ظاہر ہو تو اس کے نور کے مقابلہ میں روز روشن تاریک معلوم ہو اور احمقی اور بے عقلی کی حالت یہ ہے کہ اگر اس کی صورت ظاہر ہو تو تاریکی شب اس کے سامنے منور معلوم ہو کیونکہ وہ رات سے بھی زیادہ تاریک اور مظلم ہے۔ شاید کوئی سوال کرے کہ پھر آدمی اسے کیوں پسند کرتے ہیں۔ اور اسے کیوں نہیں چھوڑنا چاہتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ خفاش ہیں اور بد بخت خفاش ظلمت خوار ہی ہوتا ہے اور ظلمت ہی اس کی غذا ہوتی ہے پھر اسے کیسے چھوڑ دے۔ اب فرماتے ہیں کہ اے خفاش صفت تو نور عقل سے جو کہ نور روز سے مشابہ ہے رفتہ رفتہ مناسبت پیدا کر لے ورنہ تو خفاش صفت ہی رہے گا اور جہاں کوئی اشکال اور مشکل ہوگی تو اسی کا عاشق رہے گا۔ اور جہاں چراغ ولایت ہوگا تو اس کا دشمن ہوگا کیونکہ اشکال و مشکل میں تو ظلمت جہل ہے اور تو ظلمت پر عاشق ہے اس لئے تو اشکال کا عاشق ہوگا اور چراغ ولایت میں روشنی علم ہے اور تو روشنی کا دشمن ہے اس لئے اس چراغ سے متنفر ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ تو استدلالیات ہی میں گرفتار رہے گا اور کشفیات سے تجھے بے مناسبتی رہے گی۔ اب ہم تم کو اسکا راز بتلاتے ہیں کہ وہ ظلمت اشکال پر کیوں عاشق ہے سنو اس کا دل ظلمت اشکال کا اس لئے طالب ہے کہ اس کو اس کا مایۂ علم و عقل زیادہ معلوم ہو کیونکہ جب وہ کسی بات میں اشکال یا اس کا جواب پیدا کریگا تو لوگ سمجھیں گے کہ بڑا عاقل اور فہیم ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تم کو سوال و جواب میں الجھا کر اپنی سرشت بد سے غافل کر دے اور تم اس کی باطنی حالت میں غور نہ کر سکو۔

علامت عاقل تام و نیم عاقل و مرد تمام و نیم مرد و علامت شقی مغرور لاشیئ

کمل عاقل اور آدھے عقلمند اور کمل انسان اور آدھے انسان کی علامت اور بے وجود مغرور بدبخت کی علامت

عاقل آں باشد کہ با او مشغلہ است	او دلیل و پیشوای قافلہ است
عقلمند وہ ہے جس کے پاس مشعل ہے	وہ قافلہ کا رہنما اور پیشوا ہے

پیرو نور خودست آں پیش رو	تابع خویش ست آں بیخویش رو
وہ پیشوا اپنے نور کا پیرو ہے	وہ بے اختیار چلنے والا اپنے نور کا تابع ہے
مومن خویش ست وایماں آورید	ہم بداں نورے کہ جانش زاں چرید
وہ اپنے اوپر ایمان رکھتا ہے اور ایمان لایا ہے	اس نور پر جس سے اس کی روح نے غذا حاصل کی ہے
دیگرے کہ نیم عاقل آمد او	عاقلے رادیدہ خود داند او
دوسرا وہ جو آدھا عقلمند ہے	(اور) کسی عقلمند کو اپنی آنکھ سمجھتا ہے
دست دروے زد چو کور اندر دلیل	تابدو بینا شد و چست و جلیل
اس نے اس پر اس طرح ہاتھ رکھا ہے جیسا کہ اندھا راہبر پر رکھتا ہے	حتیٰ کہ وہ اس کے ذریعہ بینا اور چست اور بڑا بن گیا ہے
واں خرے کز عقل جو سنگے نداشت	خود نبودش عقل و عاقل را گذاشت
وہ گدھا جو ایک جو برابر عقل نہیں رکھتا	اس میں خود عقل نہ تھی اور عقلمند کو بھی چھوڑ دیا
رہ نداند نے قلیل و نے کثیر	می نجوید ہم نذیر وہم بشیر
وہ راستہ نہیں جانتا ہے نہ تھوڑا نہ بہت	نذیر اور بشیر کو بھی نہیں تلاش کرتا ہے
غرقہ اندر غفلت و در قال و قیل	ننگش آید آمدن خلف دلیل
غفلت اور بحث و مباحثہ میں غرق ہے	اس کو راہنما کے پیچھے چلنے میں شرم آتی ہے
می رود اندر بیابان دراز	گاہ لنگاں آئس و گاہے بتاز
وہ لمبے جنگل میں چلا جا رہا ہے	کبھی مایوس لنگڑاتا ہوا اور کبھی دوڑتا ہوا
شمع نے تا پیشوای خود کند	نیم شمعے نے کہ نورے گد کند
شمع نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیشوا بنا لے	آدھی شمع (بھی) نہیں ہے کہ نور مانگ لے
نیست عقلش تادم زندہ زند	نیم عقلے نے کہ خود مردہ کند
اس میں عقل نہیں ہے کہ زندہ ہونے کا دم بھرے	آدھی عقل (بھی) نہیں ہے کہ اپنے آپ کو مردہ بنا لے
مردۂ آں عاقل آید او تمام	تا بر آید از نشیب خود بہام
وہ بالکلیہ اس عقلمند کا مردہ بن جائے	تاکہ اپنی پستی سے بالاخانہ پر پہنچ جائے
عقل کامل نیست خود را مردہ کن	در پناہ عاقل زندہ سخن
پوری عقل نہیں ہے (تو) اپنے آپ کو مردہ بنا لے	زندہ دم عقلمند کی پناہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

زندہ نے تاہمدم عیسیٰ بود	مردہ نے تادمگہ عیسیٰ شود
نہ وہ زندہ ہے کہ (حضرت) عیسیٰ کا ہم مشرب ہو	مردہ (بھی) نہیں ہے کہ (حضرت) عیسیٰ کی پھونک کا اہل ہو
زندہ نے ومردہ نے لاشیٔ بود	غورہ باشد نے عنب نے مے بوذ
نہ زندہ ہے نہ مردہ وہ کچھ نہیں ہے	کچا انگور ہے نہ انگور ہے نہ شراب
غورۂ کز غورگی در نگذرد	سنگ بست وخام وترش ورد بود
کچا انگور جو کچے پن سے آگے نہ بڑھے	وہ پتھرا گیا ہے اور کچا اور کھٹا اور مردود ہوتا ہے
جان کورش گام ہر سوی نہد	عاقبت نجہد و لے برمی جہد
اس کی اندھی روح ہر جانب قدم بڑھاتی ہے	عاقبت کی کوشش نہیں کرتی ہے لیکن تڑپتی رہتی ہے
سود ندہد برجہیدن آں زماں	زانکہ نازل شد بلا از آسماں
اس وقت اچھلنا کودنا فائدہ نہیں دیتا ہے	کیونکہ آسمان سے بلا اتر چکی ہے

یہاں سے مولانا عاقل کامل اور عاقل ناقص اور احمق کی حالت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عاقل کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی مشعل لئے ہوئے ہو کیونکہ وہ اپنا رہبر خود ہوتا ہے اور دوسروں کا مقتدا اور پیشوا ہوتا ہے اور دوسرے لوگ اس کے سہارے پر چلتے ہیں یہ پیشرو خود اپنے نور کا پیرو ہوتا ہے اور یہ خودی کو چھوڑ کر چلنے والا خود اپنا تابع ہوتا ہے اس لئے گویا کہ وہ خود اپنے اوپر ایمان لاتا اور اسی نور پر ایمان رکھتا ہے جس سے اس کی جان مغتذی ہے (یہ شان اصالۃً تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور ان کے توسط سے اولیاء اللہ کو بھی اس کا ایک معتدبہ حصہ حاصل ہو جاتا ہے اس لئے وہ بھی ان ہی کے ساتھ ملحق ہیں اور چونکہ انبیاء کی طرح اولیاء اپنے اوپر ایمان نہیں رکھتے بلکہ ان کا ایمان انبیاء ہی پر ہوتا ہے اس لئے ہم نے مومن خویش ست الخ کو حقیقت پر محمول نہیں کیا بلکہ تشبیہ پر محمول کیا اور مقصود یہ ہے کہ ان کو استقلالی شان حاصل ہوتی ہے۔ جیسے مومن بنفسہ کو ہوتی ہے مگر علی تفاوت درجات کمال العقل۔ پس انبیاء کو استقلال اتم واکمل حاصل ہوگا اور اولیاء کو اس سے کم اور جبکہ یہ معلوم ہو گیا کہ مومن خویش ست سے بیان استقلال مقصود ہے نہ کہ معنی حقیقی تو معنی حقیقی سے سکوت ہوگا اور یہ شبہ نہ واقع ہوگا کہ اس سے لازم ہے کہ یا تو انبیاء بھی مومن بنفسہ نہ ہوں یا اولیاء بھی مومن بنفسہ ہوں کیونکہ عاقل دونوں ہیں اور دونوں کو مومن خویش است کہا ہے پس اگر مومن خویش است الخ کے یہ معنی ہیں کہ وہ حقیقۃً اپنے اوپر ایمان رکھتے ہیں تو لازم ہے کہ اولیاء بھی مومن بانفسہم ہوں اور اگر یہ معنی ہیں کہ وہ مجازاً اپنے اوپر ایمان رکھتے ہیں تو لازم کہ انبیا بھی مومن بانفسہم نہ ہوں اور محصل دفع شبہ یہ ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ علی تفاوت درجات الاستقلال مستقل ہیں جیسے کہ مومن بنفسہ مستقل ہوتا ہے گو دونوں استقلالوں میں فی الجملہ فرق بھی ہے کہ اول کیلئے آمیت لازم نہیں اور دوسرے کے لئے لازم ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ حقیقۃً کس پر ایمان رکھتے ہیں اس سے کوئی بحث نہیں خواہ اپنے اوپر ایمان رکھتے ہوں یا دوسرے پر اب شبہ نہ رہا۔ خود اپنے اوپر ایمان لانے کی ایک مختصر اور واضح توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انبیاء کا اپنے اوپر ایمان

www.besturdubooks.wordpress.com

لانا تو ظاہر ہے مد ہے اولیاء سوان کا ایمان انبیاء پر ہے اور مولانا نے ارواح انسانیہ کا اتحاد ثابت کیا ہے جس کی تفصیل گزر چکی تو ان کا انبیاء پر ایمان لانا اتحاد کی بناء پر گویا کہ خود اپنے ہی اوپر ایمان لانا ہے) اور دوسرا شخص جو نیم عاقل ہے اس کی حالت یہ ہے کہ وہ عاقل کو اپنی آنکھ جانتا ہے اور اس کے سہارے پر چلتا ہے اور اس کو یوں پکڑ لیتا ہے جیسے اندھا اپنے رہبر کو پکڑ لیتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اس کی بینائی سے بینا ہو جاتا ہے۔ اور تیز رو اور بڑا شخص ہو جاتا ہے اور تیسرا شخص وہ ہے جو احمق ہو اور عقل بالکل نہ رکھتا ہو اور باوجود ذاتی عقل نہ ہونے کے عاقل کو بھی چھوڑ دیتا ہو اس کی حالت یہ ہے کہ وہ بالکل راستہ نہیں جانتا اور اس بشیر و نذیر (شیخ) کو نہیں ڈھونڈتا۔ جو اس کو منافع سے مطلع کرے اور مضار سے ڈرائے بلکہ وہ غفلت اور فضولیات میں منہمک ہوتا ہے اس کو شرم آتی ہے کہ کسی رہبر کے پیچھے چلے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ مسافت طویلہ راہ خدا میں کبھی تو لنگڑا اور مایوس چلتا ہے اور کبھی دوڑ کر یعنی وہ خود رائی سے اس کو طے کرنا چاہتا ہے پس کبھی تو بے قاعدہ چلتا ہے اور کبھی باقاعدہ نہ اس کے پاس شمع عقل کامل ہوتی ہے کہ اسے پیشوا بنائے اور نہ نیم شمع یعنی نیم عقل کہ وہ صاحب شمع یعنی شیخ عاقل کو رہبر بنائے اور اس سے نور حاصل کرے۔ اور نہ تو اس کو عقل کامل ہوتی ہے کہ وہ زندوں کی سی پھونک مارے اور عیسیٰ علیہ السلام کی طرح روحانی مردوں کو زندہ کردے۔ اور نہ عقل ناقص ہوتی ہے کہ اپنے کو مردہ کرلے اور شیخ عاقل کے سامنے اپنے کو کامل مردہ بنا لے تا کہ وہ حضیض ناسوت سے اوج ملکوت تک پہنچ جاوے پس اگر تم کو عقل کامل حاصل نہ ہو تو اپنے کو ایک زندہ سخن عاقل کی پناہ میں مردہ کرلو خیر یہ مضمون تو جملہ معترضہ کے طور پر تھا اب ہم احمق کی حالت بیان کرتے ہیں سنو وہ نہ تو زندہ بحیات روحانی ہے کہ اس کی پھونک میں بھی دم عیسیٰ کا اثر ہو اور وہ روحانی مردوں کو جلا سکے اور نہ مردہ ہی ہے کہ کوئی عیسیٰ نفس شیخ کامل اسے پھونک مار کر زندہ کردے اور وہ اس کی پھونک کا محل بن جاوے۔ (پھونک سے مراد فیض تعلیم و صحبت ہے) غرضکہ نہ وہ زندہ ہے اور نہ مردہ بلکہ محض بیچ ہے اور وہ ایک کچا انگور ہے نہ پختہ ہے جو مے یعنی کامل بن سکے اور نہ خود مے یعنی کامل ہے اور قاعدہ ہے کہ جو کچا انگور ایسا ہو کہ وہ اپنے غورہ پن کو نہ چھوڑے تو وہ ٹھٹھرا ہوا اور کچا اور کھٹا اور نکما پھینکنے کے قابل ہوتا ہے لہذا ایسا احمق بھی محض نکما ہے۔ نیز اس کی یہ حالت ہے کہ وہ اٹکل پچو ہر طرف چلتا ہے مگر وہ اس دام ضلالت سے نکل نہیں سکتا۔ ہاں کودتا پھاندتا بہت ہے مگر اس وقت اس کا یہ کودنا پھاندنا کچھ کام نہیں آتا کیونکہ آسمان سے بلا نازل ہو چکی ہے یعنی وہ بلائے حماقت میں گرفتار ہوتا ہے (گو یہ بلائے احمقی اختیاری ہے مگر اس کو آسمان سے نازل ہونے والا اس لئے کہا گیا کہ قضائے آسمانی کو بھی اس میں گونہ دخل ہے۔)

قصۂ آبگیر و صیاداں و آں سہ ماہی یکے عاقل و یکے نیم عاقل و آں دیگر مغرور ابلہ مغفل لاشئ و عاقبت ایشان

تالاب اور شکاریوں اور تین مچھلیوں کا قصہ جو ایک عقلمند اور ایک ناقص العقل اور ایک دوسری مغرور، بے وقوف غافل لاشئ تھی اور ان کا انجام

قصہ آں آبگیرست اے عنود	کہ درو سہ ماہی اشگرف بود
اے سرکش! اس تالاب کا قصہ ہے	جس میں تین بڑی مچھلیاں تھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

در کلیلہ خواندہ باشی لیک آں	قشر افسانہ بود ویں مغز جاں
تو نے کلیلہ میں پڑھا ہو گا لیکن وہ	قصہ کا چھلکا تھا اور یہ روح کا مغز ہے
چند صیادے سوی آں آبگیر	برگذشتند و بدیدند آں ضمیر
اس تالاب کی جانب چند شکاری	گزرے اور اس راز کو سمجھ گئے
پس شتابیدند تادام آورند	ماہیاں واقف شدند و ہوشمند
وہ دوڑے تاکہ جال لائیں	مچھلیاں باخبر اور آگاہ ہو گئیں
آنکہ عاقل بود عزم راہ کرد	عزم راہ مشکل ناخواہ کرد
جو سمجھدار تھی اس نے سفر کی ٹھانی	ناپسند مشکل راستہ کا ارادہ کر لیا
گفت با انہا ندارم مشورت	کہ یقیں سستم کنند از مقدرت
کہنے لگی میں ان سے مشورہ نہ کروں گی	کیونکہ وہ یقینا طاقت میں مجھے ست کر دیں گی
مہرزاد و بود شاں برجاں زند	کاہلی و جہل شاں برمن زند
جائے پیدائش اور قیام کی محبت ان کی جان پر اثر کریگی	ان کی سستی اور نادانی مجھ پر اثر کریگی
مشورت بازندۂ باید نکو	کہ ترا زندہ کند آں زندہ کو
مشورے کے لئے نیک اور زندہ (دل) چاہیے	کہ تجھے زندہ کردے وہ زندہ کہاں ہے؟
اے مسافر با مسافر رائے زن	زانکہ پایت لنگ دارد رائے زن
اے مسافر! مسافر سے مشورہ کر	عورت کی رائے تیرا پاؤں لنگڑا کر دے گی
ازدم حب الوطن بگذر مایست	کہ وطن آنسوست جاں ایں سوی نیست
وطن کی محبت کے دھوکے سے نکل جا نہ ٹھہر	اے جان! وطن ادھر ہے ادھر نہیں ہے
گروطن خواہی گزر آں سوی شط	ایں حدیث راست راکم خواں غلط
اگر تو وطن چاہتا ہے (نہر کے) اس کنارے پر چلا جا	اس صحیح حدیث کو غلط نہ پڑھ

چونکہ اوپر نزول بلائے آسمانی کے وقت سعی کا بیکار ہونا بیان فرمایا تھا اس لئے اب اس کے مناسب ایک قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک تالاب کا قصہ ہے کہ اس میں تین عجیب مچھلیاں تھیں۔ تم نے اس قصہ کو کلیلہ دمنہ میں پڑھا ہوگا لیکن وہ قصہ کا پوست ہے جس عنوان سے ہم بیان کرتے ہیں وہ مغز جان ہے اس لئے اس مقام پر اس کا ذکر لغو نہیں ہے۔ پس تم اسے غور سے سنو اور کلیلہ دمنہ میں پڑھ لینے کی بناء پر بے توجہی نہ کرو۔ خیر قصہ یہ ہے کہ چند شکاری اس تالاب کی طرف آ نکلے اور اس کے پانی میں مخفی مچھلیوں کو دیکھا۔ یہ دیکھ کر وہ جال لینے دوڑے۔

مچھلیاں ان کے اس ارادہ پر مطلع اور خبردار ہوگئیں پس ان میں جو مچھلی عاقل تھی اس نے تو وہاں سے چل دینے کا پختہ ارادہ کر لیا یعنی اس راستہ کا قصد کر لیا جو کٹھن تھا اور جس پر چلنے کی خواہش نہ ہوتی تھی اور دل میں کہا کہ میں ان مچھلیوں سے اس معاملہ میں مشورہ نہیں کرتی کیونکہ یہ امر یقینی ہے کہ یہ مجھے اپنی مقدور بھر ڈھل بل کریں گی۔ اور پیدائش وسکونت کی محبت ان کے دل میں اثر کرے گی۔ اور وہ مجھے سفر سے مانع ہوں گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کی کاہلی اور جہالت کا اثر مجھ پر پڑے گا اب مولانا انتقال فرماتے اور مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مشورہ کے لئے زندہ دل اور اچھے شخص کی ضرورت ہے جو کہ تمہیں زندہ کردے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسے لوگ کہاں ہیں یعنی بہت کم ہیں اور عام حالت تو خراب ہی ہے خیر تم چونکہ عالم ناسوت سے عالم ملکوت کا سفر کرنا چاہتے ہو۔ اس لئے ایسے ہی لوگوں سے مشورہ کرو کیونکہ جو لوگ عورتوں کی طرح خانہ ناسوت میں محبوس ہیں ان کی رائے تمہارے پاؤں توڑ دے گی۔ یعنی اس سے مانع ہوگی۔ دیکھو تم حب الوطن من الایمان کے فریب میں نہ آجانا اور عالم ناسوت کو وطن سمجھ کر اس میں نہ رہ پڑنا۔ بلکہ اس سے گزر جانا۔ کیونکہ وطن اصلی تو عالم غیب ہے کیونکہ تمہاری حقیقت روح ہے اور روح ناسوتی نہیں ہے پس اگر وطن مطلوب ہے تو دریائے ناسوت کے اس پار پہنچ جاؤ اور اس صحیح حدیث حب الوطن من الایمان کو غلط مت پڑھو۔ یعنی اس کو عالم ناسوت پر محمول نہ کرو۔

سرحدیث حب الوطن من الایمان و کژ خواندن شخصے دعای استنشاق را که اللهم ارحنی رائحة الجنة بجائے ورد استنجا که اللهم اجعلنی من التوابین و اجعلنی من المتطهرین وشنیدن عزیزے وطاقت نیاوردن وبازنمودن

اس حدیث کا راز کہ وطن کی محبت ایمان سے ہے اور ایک شخص کا ناک میں پانی دینے کے وقت کی دعا کو بے موقع پڑھنا جو کہ اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سونگھادے استنجے کی دعا کی جگہ جو کہ "اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں میں سے کردے اور مجھے پاکی حاصل کرنے والوں میں سے کردے" ہے اور ایک دوست کا سننا اور صبر نہ کرسکنا اور بتانا

در وضو ہر عضو را وردے جدا	آمده است اندر خبر بہر دعا
وضو کرنے میں ہر عضو کا جدا وظیفہ	حدیث میں دعا کے لئے آیا ہے
چونکہ استنشاق بینی می کنی	بوی جنت خواہ از رب غنی
جب تو ناک میں پانی دے	بے نیاز رب سے جنت کی خوشبو چاہ
تا ترا آں بو کشد سوی جناں	بوی گل باشد دلیل گلستاں
تاکہ وہ خوشبو تجھے جنتوں کی طرف کھینچے	پھول کی خوشبو چمن کی رہنما ہوتی ہے
چونکہ استنجا کنی ورد و سخن	ایں بود یارب تو زینم پاک کن
جب تو استنجا کرے وظیفہ اور کلام	یہ ہوگا کہ اے خدا تو مجھے اس سے پاک کر

دست من اینجا رسید ایں بشست را	دستم اندر شستن جانست ست
میرا ہاتھ یہاں پہنچا اس کو دھو دیا	روح کے دھونے میں میرا ہاتھ کوتاہ ہے
اے زتو کس گشتہ جان ناکساں	دست فضل تست در جانہا رساں
اے (خدا) تجھ سے نالائقوں کی جان لائق بن گئی ہے	تیرے کرم کا ہاتھ روحوں تک پہنچنے والا ہے
حد من ایں بود کردم من لئیم	زاں سوی حد را نقی کن اے کریم
مجھ کمینے کی یہی حد تھی جو کر لی	حد کی اس جانب کو اے کریم تو پاک کر دے
از حدث شستم خدایا پوست را	از حوادث تو بشو ایں دوست را
اے خدا میں نے ناپاکی سے کھال کو دھو لیا	تو اس دوست کو حوادث (زمانہ) سے دھو دے
آں یکے در وقت استنجا بگفت	کہ مرا بابوی جنت دار جفت
ایک شخص نے استنجے کے وقت کہا	مجھے جنت کی خوشبو کا جوڑی دار بنا دے
گفت شخصے خوب ورد آوردۂ	لیک سوراخ دعا گم کردۂ
ایک شخص نے کہا تو نے بہت اچھا وظیفہ پڑھا	لیکن تو نے دعا کے سوراخ کو گم کر دیا ہے
ایں دعا چوں ورد بینی بود چوں	ورد بینی راتو آوردی بکوں
یہ دعا جبکہ ناک کا وظیفہ تھا' کیوں	تو ناک کے وظیفہ کو مقعد میں لے آیا؟
رائحہ جنت زبینی یافت حر	رائحہ جنت کے آید از دبر
آزاد آدمی جنت کی خوشبو ناک کے ذریعہ پاتا ہے	مقعد سے جنت کی خوشبو کب آتی ہے؟
اے تواضع بردہ پیش ابلہاں	وے تکبر کردہ تو پیش شہاں
اے بے وقوفوں کے سامنے تواضع کرنے والے!	اے شاہوں کے سامنے تکبر کرنے والے!
آں تکبر بر خساں خوب ست وچست	ہیں مرو معکوس عکسش بند تست
تکبر کمینوں کے ساتھ اچھا اور بھلا ہے	خبردار! الٹا نہ چل! اس کا الٹا تیری بیڑی ہے
از پئے سوراخ بینی رست گل	بو وظیفہ بینی آمد اے عتل
پھول' ناک کے سوراخ کے لئے اگا ہے	اے بدخو! سونگھنا ناک کا کام ہے
بوی گل بہر مشام ست اے دلیر	جای آں بو نیست ایں سوراخ زیر
اے دلیر! پھول کی خوشبو دماغ کے لئے ہے	یہ نچلا سوراخ اس خوشبو کی جگہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ازینجا بوی خلد آید ترا	بوز موضع جو اگر باید ترا
تجھے جنت کی خوشبو اس جگہ سے کب آئے گی؟	اگر تجھے (خوشبو) چاہیے تو اس کو جگہ سے تلاش کر
ہمچنیں حب الوطن باشد درست	تو وطن بشناس اے خواجہ نخست
اسی طرح سے وطن کی محبت درست ہے	اے خواجہ! تو پہلے وطن کو پہچان

چونکہ اوپر حدیث حب الوطن من الایمان کے غیر محل سے متعلق کرنے کی ممانعت کی تھی اور محل سے متعلق کرنے کی ترغیب دی تھی اس لئے اب اس مضمون کو ایک قصہ سے واضح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اولاً یہ سمجھ لو کہ وضو میں ہر عضو کے لئے ایک جداگانہ وظیفہ دعا کے لئے۔ حدیث میں آیا ہے چنانچہ حکم ہے کہ جب تم ناک میں پانی دو تو حق سبحانہ سے بوئے جنت کی درخواست کرو اور کہو اللھم ارحنی من رائحة الجنة تاکہ حق سبحانہ تم کو جنت کی بوسنگھادیں اور وہ بو تمہیں جنت میں لے جاوے کیونکہ قاعدہ ہے کہ بوئے گل گلستاں کی طرف رہبر ہوتی ہے۔ اسی طرح بوئے جنت کی طرف رہنمائی کرے گی۔ اور حکم ہے کہ جب استنجا کرو تو تمہارا وظیفہ اور کلام یہ ہونا چاہئے کہ اے اللہ تو مجھے نجاست سے پاک کر۔ میرا ہاتھ تو یہیں تک پہنچا ہے۔ سو اس نے اس مقام کو دھو ڈالا لیکن میرا ہاتھ میری جان کو دھونے سے عاجز ہے۔ پس اے وہ ذات جو نالائقوں کو لائق بناتی ہے۔ تیرا دست قدرت جانوں تک پہنچتا ہے پس تو میری جان کو پاک کردے مجھ نالائق کی رسائی تو یہیں تک تھی اس لئے میں نے اسی کو پاک کرلیا۔ پس اس مقام سے ادھر جو شے ہے یعنی روح تو اسے پاک کردے اور اے اللہ میں کھال کو تو دھو چکا ہوں۔ مگر تو میرے دل و جان کو دھودے۔ جو میرے دوست ہیں خیر یہ تو تمہید تھی اب اصل مطلب سنو۔ ایک شخص استنجے کے وقت کہہ رہا تھا کہ اے اللہ تو مجھے بوئے جنت سے پیوستہ رکھ۔ کسی شخص نے اس دعا کو سن کر کہا کہ میاں دعا تو تم نے اچھی کی۔ لیکن اس دعا کا سوراخ بھول گئے بھائی یہ دعا تو سوراخ بینی کی تھی۔ تم نے سوراخ مقعد پر اسے کیوں پڑھا جنت کی بو تو ناک سے محسوس ہوتی ہے پاخانہ کے مقام سے تو جنت کی بو نہیں آتی۔ اب مولانا یہاں سے ایک استطرادی مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو احمقوں کے سامنے تواضع کرتا ہے اور اہل اللہ سے تکبر کرتا ہے تو محل تواضع و تکبر بھول گیا۔ تکبر تو کمینوں کے مقابلہ میں عمدہ اور موزوں ہے تو ٹیڑھا مت چل یہ تیرا ٹیڑھا چلنا تیرے لئے بیڑی ہے جو تجھے نفس کے قبضہ سے نہ نکلنے دے گی۔ اس مضمون استطرادی کو ختم کر کے پھر اصل قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس شخص نے کہا کہ پھول تو سوراخ بینی کے لئے اگا ہے اور بو تو ناک کا حق ہے اور بوئے گل تو قوت شامہ کے لئے ہے یہ نیچے کا سوراخ اس بو کا محل نہیں تو سوچ تو سہی کہیں جنت کی بو تجھے پاخانہ کے مقام سے آسکتی ہے ہرگز نہیں۔ پس تو اس بو کو اس کے محل سے طلب کر اب مولانا فرماتے ہیں کہ یوں ہی حب الوطن من الایمان نہایت صحیح ہے مگر تم کو پہلے وطن کو پہچاننا چاہئے کہ کون ہے اور پھر وطن کی محبت کرنی چاہئے۔

besturdubooks.wordpress.com

واقف شدن آں ماہی عاقل وسفر پیش گرفتن بے مشورت بادیگراں از حکمت

عقلمند مچھلی کا واقف ہو جانا اور دانائی سے دوسروں کے مشورے بغیر روانہ ہو جانا

گفت آں ماہی زیرک رہ کنم	دل زرای و مشورت شاں برکنم
اس عقلمند مچھلی نے کہا میں سفر کر جاؤں	ان کے مشورے اور رائے پر دل نہ جماؤں
نیست وقت مشورت ہیں راہ کن	چوں علیؓ تو آہ اندر چاہ کن
خبردار! مشورے کا وقت نہیں ہے سفر کر جا	(حضرت) علیؓ کی طرح تو کنویں میں آہ کر
محرم آں راہ کمیاب ست وبس	شب روی پنہاں روی کن چوں عسس
اس راستہ کا محرم بالکل نایاب ہے	رات کو چلنا اور پوشیدہ چلنا کوتوال کی طرح (اختیار) کر
سوی دریا عزم کن زیں آبگیر	بحر جو و ترک ایں گرداب گیر
اس تالاب سے دریا کی جانب ارادہ کر	سمندر کی تلاش کر اور اس بھنور کو چھوڑ دے
سینہ را پا ساخت وی رفت آں حذور	از مقام باخطر تا بحر نور
وہ محتاط سینہ کو پاؤں بنا کر جا رہی تھی	پرخطر مقام سے نور کے سمندر کی جانب
ہمچو آہو کز پئے او سگ بود	می دود تا در تنش یک رگ بود
اس ہرن کی طرح کتا جس کے درپے ہو	وہ دوڑتا ہے جب تک اس کے بدن میں ایک رگ ہو
خواب خرگوش وسگ اندر پے خطاست	خواب خود در چشم ترسندہ کجاست
خرگوش کی نیند اور کتا درپئے غلط ہے	ڈرنے والے کی آنکھ میں نیند کہاں ہوتی ہے؟
رفت آں ماہی رہ دریا گرفت	راہ دور وپہنہ پہنا گرفت
وہ مچھلی چلی گئی، دریا کی راہ لی	دراز اور چوڑے سے چوڑا راستہ اختیار کیا
رنجہا بسیار دید و عاقبت	رفت آخر سوی امن و عافیت
وہ بہت سی تکلیفوں سے دوچار ہوئی، انجام کار	امن اور عافیت کی جانب چلی گئی
خویشتن افگند در دریای ژرف	کہ نیابد حد آں را ہیچ طرف
اس نے اپنے آپ کو گہرے دریا میں ڈال دیا	جس کے کنارے کو کوئی آنکھ نہیں پاتی ہے
پس چو صیاداں بیاورند دام	نیم عاقل را ازاں شد تلخ کام
پھر جب شکاری جال لے آئے	اس سے نیم عاقل کو ناگواری ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آہ من فوت کردم وقت را	چوں نگشتم ہمرہ آں رہنما
بولی ہائے میں نے وقت گنوا دیا	میں اس رہنما کی ساتھی کیوں نہ بنی؟
ناگہاں رفت او ولیکن چوں برفت	می ببایستم شدن درپے بہ تفت
وہ اچانک چلی گئی، لیکن چونکہ وہ چلی گئی ہے	مجھے (بھی) جلد اس کے پیچھے جانا چاہیے تھا
ایں زماں سودے ندارد حسرتم	چوں کنی چوں فوت شد آں فرصتم
اب میری حسرت مفید نہیں ہے	کیا کروں جب کہ وہ موقع جاتا رہا؟
برگذشتہ حسرت آوردن خطاست	بازناید رفتہ یاد آں ہباست
گذشتہ پر حسرت کرنا غلطی ہے	گیا (وقت) نہیں لوٹتا ہے اس کی یاد بیکار ہے

اب مولانا مچھلیوں کے قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عاقل مچھلی نے کہا کہ مجھے چل دینا چاہیے اور ان سے مشورہ اور رائے لینے کا خیال چھوڑ دینا چاہیے اور اپنے نفس سے خطاب کر کے کہا کہ اب مشورہ کا وقت نہیں ہے بس تھے راستہ پر پڑ لینا چاہیے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح کنوئیں میں اظہار غم کرنا چاہیے (مشہور ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسرار بیان فرماتے تھے تو وہ نہ ضبط کر سکتے تھے اور نہ کسی سے کہہ سکتے تھے اس لئے کنوئیں میں منہ ڈال کر اپنے دل کا بخار نکالتے تھے مگر یہ واقعہ ثابت نہیں۔ مولانا نے بناء بر شہرت لکھ دیا ہے دھوکہ نہ کھانا چاہیے) کیونکہ اس اظہار غم کے محرم کمیاب ہیں اور اب تجھ کو صرف یہ چاہیے کہ کسی کو رازدار نہ بنائے اور کوتوال کی طرح رات کو اور تنہا چلے یعنی سفر مخفی اور بلا مشورہ اختیار کرے تاکہ کوئی مزاحم نہ ہو اور چاہیے کہ اس تالاب کو چھوڑ کر دریا کا عزم کرے اور اس گرداب کو چھوڑے اور دریا کو طلب کرے یہ سوچ کر اس ہوشیار مچھلی نے اپنے سینہ کو پاؤں بنایا اور سینہ کے بل اس خوفناک مقام سے بحر نور میں چل دی۔ (بحر نور سے مراد بحر حقیقت و معرفت نہیں ہے کما وہم بلکہ دریائے متعارف ہے اور توجیہ اضافت یہ ہے کہ مصائب وبلایا کو ظلمت سے تشبیہ دی جاتی ہے اس کے مقابلہ میں راحت و آسائش نور سے مشابہ ہوں گے اور معنی بحر نور دریائے موجب راحت ہوں گے واللہ اعلم) اور وہ یوں دوڑی جس طرح وہ ہرن جس کے پیچھے کتا لگا ہوا ہو اس وقت تک دوڑتا ہے جب تک کہ اس میں ذرا سی بھی قوت باقی ہوتی ہے اور دوڑنا بھی چاہیے کیونکہ ایسی حالت میں غفلت کی نیند سونا جبکہ کتا پیچھے لگا ہو سخت غلطی ہے اس کے علاوہ دوڑنے والے کو نیند آ بھی تو نہیں سکتی۔ پھر سو کیونکر سکتا ہے خیر تو وہ مچھلی چل دی اور دریا کا راستہ لیا اور بہت لمبا چوڑا راستہ اختیار کیا۔ گو اسے راستے میں بہت کچھ تکلیفیں ہوئیں مگر بالآخر وہ امن و عافیت کے مقام پر پہنچ گئی۔ اس نے اپنے کو ایسے گہرے سمندر میں ڈال دیا جس کے کنارہ کو کوئی نظر نہیں محسوس کر سکتی تھی۔ پس جبکہ شکاری لوگ جال لے آئے تو نیم عاقل مچھلی کی زندگی تلخ ہوگئی اور اس نے کہا کہ افسوس میں نے وقت کھو دیا میں اس راہبر کے ہمراہ کیوں نہ چلی گئی یہ مسلم ہے۔ وہ بدوں کہے اچانک چلی گئی لیکن جب وہ چلی گئی تھی اور مجھے معلوم ہو گیا تھا تو فوراً ہی مجھے بھی اس کے پیچھے چل دینا چاہیے تھا۔ خیر اب پچھتانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ جب وقت نکل گیا تو اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گذشتہ پر

www.besturdubooks.wordpress.com

پچھتانا سخت غلطی ہے کیونکہ وہ تو اب واپس ہو نہیں سکتا۔ اس لئے کہ وہ تو اب معدوم ہو چکا پھر لوٹ کیسے سکتا ہے لہٰذا اس پچھتاوے کو چھوڑنا چاہئے اور آئندہ کی فکر کرنی چاہئے اس کے بعد مولانا اس کے متعلق ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں۔

قصہ آں مرغ گرفتہ کہ وصیت کرد کہ بر گذشتہ پشیمانی مخور و سخن محال باور مکن و در تدارک وقت اندیش و روزگار مبر در پشیمانی

اس پھنسے ہوئے پرند کا قصہ جس نے وصیت کی کہ گذشتہ پر پشیمان نہ ہو اور ناممکن بات کا یقین نہ کر اور موجود وقت کی اصلاح کر اور پشیمانی میں وقت ضائع نہ کر

آں یکے مرغے گرفت از مکر و دام	مرغ او را گفت کاے خواجہ ہمام
ایک شخص نے ایک پرند مکر اور جال سے پکڑ لیا	اس سے پرند نے کہا اے خواجہ بزرگ!
تو یکے مرغے ضعیفے ہمچو من	صید کردہ خوردہ گیر اے نیک ظن
تو نے مجھ جیسے ایک کمزور پرند کو	شکار کر لیا' فرض کر کھا لیا' اے نیک گمان!
تو بسے گاواں و میشاں خوردۂ	تو بسے اشتر بقرباں کردۂ
تو نے بہت سی گائیں اور بھیڑیں کھائی ہیں	تو نے بہت سے اونٹ قربان کئے ہیں
تو نگشتی سیر زانہا در زمن	ہم نگردی سیر از اجزای من
تو زمانہ میں ان سے پیٹ بھرا نہ بنا	میرے اجزاء سے بھی تیرا پیٹ نہ بھرے گا
مر مرا آزاد گرداں از کرم	اے جواں مرد کریم محتشم
کرم کر کے مجھے آزاد کر دے	اے شریف! معزز جوان شخص!
ہل مرا تا کہ سہ پندت بردہم	تا بدانی زیرکم یا ابلہم
مجھے چھوڑ دے تاکہ تجھے تین نصیحتیں کر دوں	حتیٰ کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ میں عقلمند ہوں یا بیوقوف ہوں
اول آں پندے دہم بر دست تو	بد ہمت اے جان و دل سرمست تو
ان میں کی پہلی نصیحت میں تیرے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے)	تجھے کروں گا اے وہ کہ دل و جان تیرے شیدائی ہیں
بر سر دیوار بدہم ثانیش	تا شوی زاں پند شاد و خوب و کش
ان میں سے دوسری دیوار پر (بیٹھ کر) کروں گا	تاکہ تو اس نصیحت سے خوش اور بھلا اور نازاں ہو
واں سوم پندت دہم من بر درخت	کہ ازیں سہ پند گردی نیک بخت
میں تیسری نصیحت تجھے درخت پر پہنچ کر کروں گا	تاکہ تو ان تینوں نصیحتوں سے نیک بخت بن جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

انچہ بردست ست اینست آں سخن	کہ محالے راز کس باور مکن
جو ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے کرتی ہے) وہ یہ بات ہے	کہ ناممکن (بات) پر کسی کا یقین نہ کر
برکفش چوں گفت اول پندرفت	گشت آزاد و برآں دیوار رفت
اس کے ہاتھ پر (بیٹھے ہوئے) جب پہلی (نصیحت) کہہ دی اڑگیا	آزاد ہوگیا اور دیوار پر جا بیٹھا
گفت دیگر برگذشتہ غم مخور	چوں زتو بگذشت زاں حسرت مبر
دوسری نصیحت کی کہ گزری ہوئی (بات) پر غم نہ کر	جب تجھ سے گزر گئی' اس پر حسرت نہ کر
بعدازاں گفتش کہ در جسم کتیم	دہ درم سنگ ست یک در یتیم
اس کے بعد اس نے اس سے کہا کہ میرے جسم میں چھپا ہوا	دس درہم کے وزن کا ایک نادر موتی ہے
دولت تو بخت فرزندان تو	بود آں گوہر بحق جان تو
تیری دولت تیری اولاد کا نصیبہ	تھا وہ موتی تیری جان کی قسم!
فوت کردی در کہ روزیت نبود	کہ نباشد مثل آں در در وجود
تو نے وہ موتی کھو دیا چونکہ تیرے مقدر میں نہ تھا	کہ جس موتی کی مثال وجود میں نہ ہوگی
آنچناں کہ وقت زادن حاملہ	نالہ دارد خواجہ شد در غلغلہ
جس طرح حاملہ (عورت) جننے کے وقت	فریاد کرتی ہے (وہ شکاری) خواجہ شور کرنے لگا
گشت غمناک و ہمی گفت آہ آہ	ایں چرا کردم کہ شد کارم تباہ
غمگین ہو گیا اور کہتا تھا' ہائے ہائے	یہ میں نے کیوں کیا؟ کہ میرا کام برباد ہوگیا
من چرا آزاد کردم مر ترا	زیں حیل از راہ بردی مر مرا
میں نے تجھے کیوں آزاد کیا؟	تو نے ان حیلوں سے مجھے گمراہ کر دیا
مرغ گفتش نے نصیحت کردمت	کہ مبادا برگذشتہ دی غمت
پرندے نے اس سے کہا کہ میں نے تجھے نصیحت نہیں کر دی؟	کہ کل کی گزشتہ (بات) پر غمگین نہ ہو
چوں گذشت و رفت غم چوں میخوری	یا نکردی فہم پندم یا کری
جبکہ رفت و گزشت ہو گئی تو کیوں غم کرتا ہے؟	یا تو میری نصیحت نہیں سمجھا ہے' یا تو بہرا ہے
واں دوم پندت بگفتم کز ضلال	ہیچ تو باور مکن قول محال
میں نے دوسری نصیحت تجھے کی کہ گمراہی سے	تو کبھی ناممکن (بات) کا یقین نہ کرنا

www.besturdubooks.wordpress.com

من نیم خود سہ درم سنگ اے اسد	دہ درم سنگ اندر دنم چوں بود
میں خود تین درہم بھر نہیں ہوں اے شیر!	دس درہم کا وزن میرے اندر کیسے ہوگا؟
خواجہ باز آمد بخود گفتا کہ ہیں	باز گو پند سوم اے نازنیں
خواجہ ہوش میں آیا بولا کہ ہاں	اے نازنیں! تیسری نصیحت کر
گفت آرے خوش عمل کردی بداں	تا بگویم پند ثالث رائگاں
اس نے کہا ہاں تونے ان (دو) پر اچھا عمل کیا	تاکہ میں فضول تیسری نصیحت کروں
ایں بگفت و برپرید و شاد رفت	سوی صحرا سرخوش و آزاد رفت
اس نے یہ کہا اور اڑ گیا اور خوش (ہو کر) چل دیا	مست اور آزاد جنگل کی جانب چلا گیا
پند گفتن باجہول خوابناک	تخم افگندن بود در شورہ خاک
نادان جاہل کو نصیحت کرنا	شوری زمین میں بیج بونا ہوتا ہے
چاک حمق و جہل نہ پذیرد رفو	تخم حکمت کم دہش اے پند گو
حماقت اور نادانی کا چاک رفو کے قابل نہیں ہے	اے نصیحت کرنے والے! اس میں دانائی کا بیج نہ بو
زانکہ جاہل جہل را بندہ بود	چونکہ تو پندش دہی او نشود
کیونکہ جاہل جہل کا غلام ہوتا ہے	جب تو اسے نصیحت کرے گا وہ نہ سنے گا

ایک شکاری نے فریب اور جال سے ایک پرندہ پکڑا اس پرندہ نے اس سے کہا کہ جناب میں نے مانا کہ آپ نے مجھ سے کمزور جانور کو پکڑ کر کھا لیا لیکن آپ خیال فرمائیں کہ آپ نے بہت سی گائیں اور بہت سے بھیڑیں چٹ کر لی ہیں۔ مگر ہنوز آپ کا پیٹ نہیں بھرا۔ پس ضرور ہے کہ مجھے کھا کر بھی آپ کا پیٹ نہ بھرے گا۔ پس میرے نزدیک بہتر رائے یہ ہے کہ آپ مجھے براہ کرم آزاد کر دیں اور چھوڑ دیں تاکہ میں آپ کو تین نصیحتیں کروں اور اس سے آپ کو معلوم ہو جاوے کہ میں دانا ہوں یا بیوقوف۔ لیکن شرط یہ ہے کہ پہلی نصیحت تو آپ کے ہاتھ پر بیٹھا ہوا کروں گا اور دوسری دیوار پر تاکہ آپ اس سے شاداں و فرحاں ہوں اور تیسری نصیحت میں آپ کو درخت پر بیٹھ کر کروں گا۔ ان تین نصیحتوں سے آپ خوش اقبال ہو جاویں گے اس رائے کو شکاری نے منظور کر لیا اور پرندہ نے کہا کہ پہلی نصیحت جو آپ کے ہاتھ پر بیٹھے ہوئے ہے یہ ہے کہ محال بات کوئی کہے تم اس کا یقین نہ کرنا۔ جبکہ اس نے اس کے ہاتھ پر بیٹھ کر یہ پہلی نصیحت کر دی تو اب وہ حسب الشرط آزاد ہو گیا۔ اور دیوار پر جا بیٹھا اور وہاں بیٹھ کر کہا کہ دوسری نصیحت یہ ہے کہ گذشتہ پر افسوس نہ کرنا اور جو بات تمہارے ہاتھ سے نکل جاوے اس پر پچھتانا مت۔ یہ کہہ کر اس نے کہا کہ میرے پیٹ میں دس درم وزن کا ایک موتی پوشیدہ ہے اور تمہاری جان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی قسم وہ تمہاری دولت اور تمہارے بال بچوں کی خوش اقبالی کا ذریعہ تھا مگر افسوس کہ تمہارے ہاتھ سے وہ موتی نکل گیا کیونکہ تمہاری قسمت ہی میں نہ تھا۔ جو کہ عالم وجود میں اپنا نظیر نہیں رکھتا۔ یہ سنتے ہی اس شکاری نے یوں آہ وزاری شروع کی جیسے دردزہ کے وقت حاملہ عورت کیا کرتی ہے اور بہت غمگین ہوا اور کہا کہ ہائے ہائے میں نے یہ کام کیوں کیا۔ جس سے میرا کام بگڑ گیا اور میں نے تجھے کیوں آزاد کردیا۔ کمبخت تو نے مجھے چال کر کے راہ راست سے بھٹکا دیا۔ پرندہ نے کہا کہ کیا میں نے آپ کو نصیحت نہ کی تھی کہ گزشتہ کام کو افسوس نہ کرنا چاہئے جبکہ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا تو اب کیوں غم کرتے ہو۔ اب دو حالتیں ہیں یا تو تم نے میری نصیحت کو سمجھا نہیں یا تم بہرے ہو۔ خیر دوسری نصیحت میں نے آپ کو یہ کی تھی کہ اپنی غلطی سے تم محال بات کبھی نہ ماننا مگر تم نے اس کے بھی خلاف کیا کیونکہ میرا کل وزن تین درم نہیں تو دس درم وزن کا موتی میرے اندر کیسے ہوسکتا ہے یہ سن کر اس کو ہوش آیا اس نے کہا کہ اچھا اب تیسری نصیحت بھی کردے اس نے کہا کہ بجا ہے۔ آپ نے ان دو نصیحتوں پر خوب عمل کیا ہے کہ میں تیسری نصیحت کر کے کھوؤں۔ یہ کہہ کر خوش خوش اڑ گیا اور مزہ سے آزادانہ جنگل کی طرف چل دیا۔
اب مولانا فرماتے ہیں کہ جاہل اور اونگھنے والے (بے رغبت) آدمی کو نصیحت کرنا شورہ خاک میں بیج ڈالنا یعنی فضول ہے۔ حماقت اور جہالت کا چاک رفو نہیں کیا جاسکتا اور وہ شورہ زمین ہے اس لئے اے نصیحت گر ایسے کو نصیحت کا بیج نہ دے کیونکہ جاہل آدمی جہل کا غلام ہوتا ہے اور جب تم اسے نصیحت کرتے ہو تو وہ اسے نہیں سنتا۔

چارہ اندیشیدن آں ماہی نیم عاقل وخود را مردہ کردن

اس ناقص عقل والی مچھلی کا تدبیر سوچنا اور خود کو مردہ بنالینا

نیم عاقل گفت دروقت بلا	چونکہ ماند از سایۂ عاقل جدا
مصیبت کے وقت نیم عاقل نے کہا	چونکہ وہ عقلمند کے سایہ سے جدا ہو گئی تھی
کو سوی دریا شد و از غم عتیق	فوت شد از من چناں نیکو رفیق
کہ وہ دریا کی جانب چلی گئی اور غم سے آزاد ہو گئی	مجھ سے ایسا اچھا ساتھی چھوٹ گیا
لیک زاں نندیشم و برخود زنم	خویشتن را ایں زماں مردہ کنم
لیکن میں اس میں نہیں پڑتی ہوں اور خود تکلیف برداشت کرتی ہوں	اس وقت اپنے آپ کو مردہ بناتی ہوں
پس برآرم اشکم خود بر زبر	پشت زیر می روم برآب بر
پس میں اپنا پیٹ اوپر کو کرتی ہوں	پشت نیچے کو اور پانی کے اوپر آجاتی ہوں
می روم بروے چنانکہ خس رود	نے بسباحی چنانکہ کس رود
اس پر اس طرح چلوں جیسے کہ تنکا چلتا ہے	نہ کہ تیراکی سے جیسے کہ انسان چلتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مردہ گردم خویش بسپارم بآب	مرگ پیش از مرگ امن ست از عذاب
میں اپنے آپ کو مردہ بناتی ہوں اور پانی کے سپرد کرتی ہوں	مرنے سے پہلے مر جانا عذاب سے امن ہے
مرگ پیش از مرگ امن ست اے فتیٰ	اینچنیں فرمودہ مارا مصطفیٰ
اے نوجوان! مرنے سے پہلے مر جانا امن ہے	مصطفیٰ نے ہم سے ایسا ہی فرمایا ہے
گفت موتوا کلکم من قبل ان	یاتی الموت بموتوا بالفتن
فرمایا تم سب مر جاؤ اس سے پہلے کہ	موت آئے (اور) فتنوں سے مرو
ہمچناں مرد و شکم بالا فگند	آب گہ بردش نشیب و گہ بلند
اسی طرح مردہ ہو گئی اور پیٹ اوپر کر لیا	پانی کبھی اس کو نیچے لے جاتا کبھی اوپر
ہر یکے زاں قاصداں بس غصہ خورد	کہ دریغا ماہی مہتر بمرد
ان ارادہ کرنے والوں میں سے ہر ایک بہت رنج کرتا تھا	کہ افسوس بڑی مچھلی مر گئی
شادی شد اوازاں گفت دریغ	پیش رفت ایں بازیم رستم ز تیغ
اس افسوس کی گفتگو سے وہ خوش ہوتی تھی	میری یہ چال چل گئی میں تلوار سے بچ گئی
پس گرفتش یک صیاد ارجمند	پس بروتف کرد و بر خاکش فگند
پھر اس کو ایک بڑے شکاری نے پکڑ لیا	پھر اس پر تھوکا اور زمین پر پھینک دیا
غلط غلطاں رفت پنہاں اندر آب	ماند آں احمق ہمی کرد اضطراب
وہ لوٹتی پوٹتی چپکے سے پانی میں چلی گئی	وہ احمق رہ گئی جو تڑپتی تھی
از چپ و از راست می جست آں سلیم	تا کہ بجہد خویش برہاند گلیم
وہ بیوقوف دائیں اور بائیں سے کودتی تھی	تاکہ (دریا میں) کود پڑے اپنی گدڑی چھڑا لے
دام افگندند و اندر دام ماند	احمقی اور اوراں آتش نشاند
انہوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں رہ گئی	بیوقوفی نے اس کو اس آگ میں بٹھا دیا
بر سر آتش بہ پشت تابہٗ	با حماقت گشت او ہمخوابہٗ
آگ پر توے کی پشت پر	وہ حماقت سے ہمخواب ہو گئی
او ہمی جوشید از تف سعیر	عقل می گفتش الم یاتک نذیر
وہ آگ کی گرمی سے ابل رہی تھی	عقل اس سے کہتی تھی کیا تیرے پاس کوئی ڈرانے والا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

او ہمی گفت از شکنجہ وزلا	ہمچو جان کافراں قالوا بلیٰ
وہ شکنجہ اور بلا میں سے کہتی تھی	کافروں کی روح کی طرح "کیوں نہیں"
باز می گفت او کہ گر ایں بار من	وارہم از محنت گردن شکن
پھر وہ کہتی تھی کہ اگر اب کی بار میں	گردن توڑ مصیبت سے چھوٹ جاؤں
من نسازم جز بدریائی وطن	آبگیرے رانسازم من سکن
میں دریا کے سوا وطن نہ بناؤں گی	میں کسی تالاب کو آرام گاہ نہ بناؤں گی
آب بیحد جویم و ایمن شوم	تاابد درامن ودر صحت روم
لامحدود پانی تلاش کروں گی' امن سے ہو جاؤں گی	ہمیشہ کے لئے امن اور صحت میں چلی جاؤں گی
ہمچنیں می کرد باخود عہد ہا	کز چنیں ورطہ اگر گردم رہا
وہ اپنے آپ سے ایسے عہد کرتی تھی	کہ اگر اس ہلاکت سے میں رہا ہو جاؤں
دامن عاقل بگیرم روز و شب	تانیفتم در چنیں رنج و تعب
دن رات عقلمند کا دامن پکڑے رہوں گی	تاکہ ایسی تکلیف اور مصیبت میں نہ پھنسوں

اب مولانا پھر قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ جب وہ نیم عاقل مچھلی سایہ عاقل سے جدا رہ گئی تو اس نے مصیبت کے وقت کہا کہ وہ تو دریا کی طرف چل دی اور غم سے آزاد ہو گئی اس لئے اسے تو فائدہ ہوا مگر میرا یہ نقصان ہوا کہ میرا ایک بہتر ساتھی جاتا رہا لیکن اب میں اس کا خیال ہی چھوڑتی ہوں اور بطور خودی کوئی تدبیر کرتی ہوں خیر اس وقت رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ میں اپنے کو مردہ کرلوں اور صورت اس کی یہ ہے کہ اپنا پیٹ اوپر کرلوں اور کمرے نیچے اور پانی پر تیرنے لگوں اور اس پر یوں تیروں جیسا کہ تنکا بلا اختیار و شعور تیرتا ہے نہ کہ ایسا تیرنا جیسا کہ آدمی تیرتا ہے۔ غرضکہ میں مردہ ہو جاؤں اور اپنے کو پانی کے حوالہ کردوں اور اپنی حس و حرکت سے کچھ کام نہ لوں۔ بلکہ محض اس کے تابع ہو جاؤں کیونکہ مرنے سے پہلے مرنا عذاب سے نجات دینے والا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی مرنے سے پہلے مرنا موجب امن ہے اس لئے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے اور کہا ہے کہ تم سب اس سے پہلے مر جاؤ کہ تمہیں موت آئے۔ یعنی تم فتنوں میں مبتلا ہو کر مرو۔ یعنی تم اپنی زندگی ہی میں اپنی خواہشات کو فنا کردو اور مرضی حق سبحانہ کے تابع ہو جاؤ ورنہ فتنوں میں مبتلا ہو کر مرو گے۔ غرضکہ وہ یوں ہی مر گئی اور اپنا پیٹ اوپر کر لیا اور بالکل بے حس و حرکت ہو گئی پس کبھی پانی اس کو نیچے لے جاتا کبھی اوپر لاتا تھا۔ یہ دیکھ کر ان شکاریوں کو بہت رنج ہوا اور کہا کہ ہائے افسوس بڑی اعلیٰ درجہ کی مچھلی مر گئی۔ وہ مچھلی اس افسوسناک گفتگو سے خوش ہوتی تھی اور کہتی تھی کہ میری چال چل گئی اور میں خنجر سے بچ گئی۔ اس کے بعد ایک شکاری نے اسے اٹھایا اور تھوک کر اسے زمین پر پھینک دیا۔ پس وہ تو چپکے چپکے لڑھکتی ہوئی پانی میں پہنچ گئی مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

جو مچھلی احمق تھی وہ تڑپتی رہی وہ احمق کبھی ادھر اچھلتی تھی اور کبھی ادھر اور مقصود یہ تھا کہ اس مصیبت سے نکل جاوے اور اپنا کمل چھڑالے مگر کہاں نکل سکتی تھی آخر انہوں نے جال پھینکا اور وہ جال میں آ گئی۔ دیکھو احمق نے اسے اس مصیبت میں پھنسایا اگر وہ بھی اپنے ساتھیوں کی موافقت کرتی تو کبھی مصیبت میں نہ پھنستی اور حماقت ہی کے سبب آگ کے اوپر توے کی پشت سے ہم خواب ہوئی یعنی بھونی گئی وہ آگ کی گرمی سے جوش کھاتی تھی مگر عقل اس سے کہتی تھی کہ تیرے پاس کوئی ڈرانے والا نہ پہنچا تھا یعنی کیا ایسے واقعات نہ پیش آئے تھے جن سے تو متنبہ ہوتی اس کا جواب وہ اس شکنجہ اور اس مصیبت میں سے وہ دیتی تھی جو کفار دیں گے یعنی کیوں نہیں ضرور آیا تھا خیر تو وہ کہتی تھی کہ اگر میں اب کے اس گردن شکن تکلیف سے بچ جاؤں تو اب دریا ہی میں رہوں گی اور تالاب میں کبھی نہ رہوں گی اور بہت سا پانی تلاش کر کے بے کھٹکے ہو جاؤں گی اور ہمیشہ کے لئے چین اور سکھ میں چلی جاؤں گی غرضکہ وہ اسی قسم کی اپنے سے عہد کر رہی تھی کہ اگر اب کے اس بھنور سے نکل جاؤں تو رات دن عاقل کا دامن تھامے رہوں گی تا کہ میں اس کو چھوڑ کر پھر مصیبت میں نہ پڑ جاؤں۔

بیان آنکہ عہد کردن احمق وقت گرفتار و ندم ہیچ سود ندارد کہ ولو ردوا لعادوا لما نھوا عنہ و انھم لکاذبون ہیچ کاذب وفا ندارد

اس کا بیان کہ احمق کا گرفتاری کے وقت عہد کرنا اور نادم ہونا کچھ مفید نہیں ہوتا کیونکہ وہ اگر واپس بھیج دیے جائیں تو وہ ممنوعات کو دوبارہ عمل میں لائیں گے اور وہ بیشک جھوٹے ہیں" کوئی جھوٹا وفا نہیں کرتا ہے

عقل می گفتش حماقت باتواست	با حماقت عہد را آید شکست
عقل اس سے کہتی تھی حماقت تیرے ساتھ ہے	حماقت کے ہوتے ہوئے عہد ٹوٹ جاتا ہے
عقل را باشد وفای عہد ہا	تو نداری عقل ردائے خربہا
عہدوں کی وفا عقل کے لئے ہے	تجھ میں عقل نہیں ہے اے گدھے کی قیمت بھرا! تو جا
چونکہ عقلت نیست نسیاں میر تست	دشمن و باطل کن تدبیر تست
چونکہ تجھے عقل نہیں ہے، بھول تیرے اوپر حکمراں ہے	وہ تیری تدبیر کو باطل کرنے والی اور دشمن ہے
از کمی عقل پروانہ خسیس	یاد نارد ز آتش و سوز و حسیس
کمینہ پروانہ عقل کی کمی کی وجہ سے	آگ اور سوزش اور آگ بھڑکنے کی آواز کو یاد نہیں کرتا ہے
چونکہ پرش سوخت توبہ می کند	آز و نسیانش بر آتش می زند
جب اس کے پر جلے توبہ کرتا ہے	حرص اور اس کی بھول آگ میں جھونک دیتی ہے
ضبط و درک و حافظی و یادداشت	عقل را باشد کہ عقل آن را فراشت
ضبط اور سمجھ اور نگہداشت اور یاد داشت	عقل میں ہوتی ہے کیونکہ عقل نے ان کو بلند کیا ہے

چونکہ گوہر نیست تابش چوں بود	چوں مذکر نے ایابش چوں بود
جب جوہر نہیں ہے تو چمک کیسے ہو؟	جبکہ یاد دلانے والا نہیں ہے اس کی واپسی کیسے ہو؟
ایں تمنا ہم ز بے عقلی اوست	کہ نہ بیند کاں حماقت راچہ خوست
یہ تمنا بھی اس کی بے عقلی سے ہے	کیونکہ وہ نہیں دیکھتا کہ حماقت کی خصلت کیا ہے؟
آں ندامت از نتیجہ رنج بود	نے ز عقل روشن چوں گنج بود
وہ ندامت تکلیف کا نتیجہ تھی	نہ کہ روشن عقل کی وجہ سے جو خزانہ ہوتی ہے
چونکہ شد رنج آں ندامت شد عدم	می نیرزد خاک آں توبہ و ندم
جب تکلیف ختم ہوئی وہ ندامت ختم ہوگئی	وہ توبہ اور ندامت خاک کے برابر بھی نہیں ہے
آں ندم از ظلمت غم بست بار	پس کلام اللیل یمحوہ النہار
اس ندامت نے اس غم کی تاریکی کی وجہ سے بوجھ اٹھایا ہے	تو رات کی بات کو دن مٹا دیتا ہے
چوں برفت آں ظلمت و غم گشت خوش	ہم رود از دل نتیجہ و زادہ اش
جب وہ تاریکی ختم ہوئی اور غم خوشی بن گیا	دل سے اس کا نتیجہ اور پیداوار بھی چلی جاتی ہے
می کند او توبہ و پیر خرد	بانگ لورد و لعاد و امی زند
وہ توبہ کرتا ہے اور بوڑھی عقل	پکارتی ہے اگر وہ لوٹائے گئے تو پھر وہی کریں گے"

وہ مچھلی نادم ہورہی تھی مگر عقل اس سے کہہ رہی تھی کہ حماقت تیرے ساتھ ہے اور حماقت کے ساتھ عہد کا ٹوٹنا لازم ہے۔ پس تیری یہ ندامت قائم رہنے والی نہیں ہے۔ وفائے عہد تو عقل کا کام ہے اور عقل تجھے ہے نہیں تو وفائے عہد کیونکر ممکن ہے اور عقل ہی کو اپنے پیمان یاد رہتے ہیں اور وہی پردۂ نسیان کو چاک کرتی ہے نہ کہ حماقت۔ پس چونکہ تجھے عقل نہیں ہے اس لئے نسیان تجھ پر حاکم اور تیری تدبیر کا باطل کرنے والا اور اس کا دشمن ہے۔ دیکھو عقل کے نہ ہونے سے پروانہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کو آگ اور اس کی سوزش اور اس کی آواز یاد نہیں رہتی۔ جب اس کے پر جلتے ہیں اس وقت وہ توبہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اب اس کے پاس نہ پھٹکوں گا مگر نسیان اسے پھر آگ سے بھڑا دیتا ہے اور وجہ اس کی یہی ہے کہ ضبط اور ادراک محفوظ رکھنا اور یادداشت عقل کا کام ہے کیونکہ عقل ہی ان کو رفعت دیتی ہے اور عقل ہے نہیں تو یہ باتیں کیونکر ہوسکتی ہیں۔ اس لئے کہ یہ امور تو عقل کے تابع ہیں پس جبکہ متبوع ہی نہ ہو تو توابع کیونکر ہوسکتے ہیں۔ مثلاً جب موتی ہی نہ ہو تو اس کی چمک کیسے ہوسکتی ہے۔ اسی طرح جبکہ عقل نہ ہو جو یاد دلانے والی ہے تو اس کا اس فعل سے رجوع کیونکر ہوسکتا ہے۔ خیر تو اس مچھلی کی یہ تمنا بھی اس کی بے عقلی سے ناشی ہے کیونکہ وہ نہیں جانتی کہ حماقت کی عادت کیا ہے۔ حماقت کی عادت یہ ہے کہ وہ عہد کو بھلا دیتی ہے پس اگر وہ یہ جانتی تو عہد بھی نہ کرتی کیونکہ سمجھتی کہ ایسی حالت میں عہد کرنا فضول ہے۔ رہی یہ بات کہ

ندامت کیوں نہیں رہتی سو اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ندامت اثر ہے تکلیف کا اور روشن اور خزانہ کی طرح قابل قدر عقل کا نتیجہ نہیں ہے۔ لہذا جبکہ تکلیف نہیں رہتی تو ندامت بھی نہیں رہتی۔ پس ایسی توبہ اور ندامت خاک کی برابر بھی نہیں ظلمت غم سے بیس مرتبہ ندامت ہوتی ہے لیکن جب وہ ظلمت نہیں رہتی تو وہ ندامت بھی نہیں رہتی۔ اور اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے ہارون الرشید کی کنیزک نے کہا تھا کہ رات کی بات رات گئی اس لئے کہ قاعدہ ہے کہ دن رات کی بات کو مٹا دیتا ہے اور جبکہ ظلمت غم جاتی رہی اور خوشی حاصل ہوگئی تو دل سے اس کا اثر جو اس سے پیدا ہوا تھا یعنی ندامت وہ بھی جاتا رہتا ہے۔ پس وہ مچھلی توبہ کرتی ہے مگر عقل تجربہ کار کہتی ہے کہ اگر پھر اس کو راحت ہو جاوے تو یہ پھر غافل ہو جاوے گی جیسے کہ حق سبحانہ کفار کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ دوزخ میں اپنے ناشائستہ افعال سے توبہ کریں گے اور کہیں گے کہ اگر ہم کو دنیا میں بھیج دیا جاوے تو ہم معاصی کا ارتکاب نہ کریں گے لیکن ان کا یہ بیان بالکل غلط ہے اگر ان کو پھر دنیا میں بھیج دیا جاوے تو یہ پھر معاصی کا ارتکاب کریں گے۔

دربیان آنکہ وہم قلب عقل ست وستیزۂ اوست وبا او ماند و او نیست

اس کا بیان کہ وہم عقل کا کھوٹا سکہ اور اس کا مخالف ہے اور اس کے مشابہ ہے اور وہ نہیں ہے

عقل ضد شہوت ست اے پہلواں	آنکہ شہوت می تند عقلش مخواں
اے بہادر! عقل شہوت کی ضد ہے	جو شہوت کا چکر کاٹے اس کو عقل نہ کہہ
وہم خوانش آنکہ شہوت را گداست	وہم قلب و نقد زر عقلہاست
اس کو وہم کہہ جو شہوت کا بھکاری ہے	وہم کھوٹا ہے اور عقلیں خالص سونا ہیں
بے محک پیدا نگردد وہم و عقل	ہر دو را سوی محک کن زود نقل
وہم اور عقل میں بغیر کسوٹی کے امتیاز نہیں ہوتا ہے	دونوں کو بہت جلد کسوٹی کی طرف نقل کر
ایں محک قرآن و حال انبیا	چوں محک مر قلب را گوید بیا
یہ کسوٹی قرآن اور انبیا کی سیرت ہے	کیونکہ کسوٹی کھوٹے کو کہتی ہے' آ جا
تا بہ بینی خویش راز آسیب من	کہ نۂ اہل فراز و شیب من
تاکہ میری ضرب سے تو اپنے آپ کو دیکھ لے	کہ تو میرے نشیب و فراز کا اہل نہیں ہے
عقل را گر ارہ سازد دو نیم	ہمچو زر باشد در آتش او بسیم
اگر آرہ عقل کے دو ٹکڑے کر دے	وہ سونے کی طرح آگ میں مسکرانے والی ہوگی

اوپر چونکہ بیان کیا تھا کہ عقل یہ کہتی وہ کہتی ہے اس لئے اب عقل کی حالت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم جانتے ہو عقل کیا چیز ہے۔ عقل مخالف ہے خواہشات نفسانیہ کی پس جو قوت مدرکہ خواہشات نفسانیہ کے تابع ہوا سے عقل نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ جو شہوات کی مزاحمت نہ کرے اور ان کو آزاد چھوڑ دے اسے وہم کہنا چاہئے اب سمجھو کہ وہم ایک کھوٹا سونا ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

کھرا سونا زرِ عقول ہے۔ رہی یہ بات کہ کھرا کھوٹا کیونکر معلوم ہو اس کے لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ بات بدوں کسوٹی کے نہیں معلوم ہو سکتی۔ اور بدوں کسوٹی کے وہم و عقل میں امتیاز نہیں ہو سکتا۔ پس تم کو چاہئے کہ دونوں کو کسوٹی کے پاس لے جاؤ اور اس سے جانچو شاید تم کہو کہ کسوٹی کیا چیز ہے اس لئے ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں سنو۔ کسوٹی قرآن اور احوال انبیاء ہیں پس دونوں کے اقتضاءات کو ان سے ملا کر دیکھو جس کے اقتضاءات ان سے مل جاویں وہ عقل ہے اور جس کے نہ ملیں وہ وہم ہے یہ کسوٹی معروف کسوٹی کی طرح کھوٹے سونے (وہم) کو دعوت دیتی ہے کہ تو آ تا کہ تجھے میری تاثیر سے معلوم ہو کہ تیرا دعویٰ زری جھوٹا ہے اور تو میری جانچ کے قابل نہیں اور تو میرے امتحان میں پورا نہیں اتر سکتا۔ رہی عقل سو اس کی یہ حالت ہے کہ کسوٹی تو کسوٹی اگر اسے آرہ سے بھی دو ٹکڑے کر دیا جاوے تو وہ یوں ہی خنداں رہے گی جیسے آگ میں سونا۔

مجاوبات موسیٰ کہ صاحب عقل بود با فرعون کہ صاحب وہم بود

(حضرت) موسیٰ کے جو عقلمند تھے فرعون کے ساتھ سوال و جواب جو وہمی تھا

وہم مر فرعون عالم سوز را	عقل مر موسیٰ جان افروز را
عالم سوز فرعون کے لئے وہم ہے	جان کو منور کرنے والے موسیٰ کے لئے عقل ہے
رفت موسیٰ بر طریق نیستی	گفت فرعونش بگو تو کیستی
(حضرت) موسیٰ فنا (کے مقام) کے طریقہ پر روانہ ہوئے	فرعون نے ان سے کہا، بتا تو کون ہے؟
گفت من عقلم رسول ذوالجلال	حجۃ اللہ ام امانم از ضلال
انہوں نے کہا میں عقل ہوں، ذوالجلال کا رسول ہوں	میں اللہ کی حجت ہوں، گمراہی سے امن (دلانے والا ہوں)
گفت نے خامش رہا کن ہائے وہوی	نسبت و نام قدیمت را بگوی
اس نے کہا چپ، ہائے و ہو ختم کر	اپنا پہلا نام اور نسبت بتا
گفت کہ نسبت مرا از خاکدانش	نام اصلم کمترین بندگانش
فرمایا میری نسبت اس کے خاکداں سے ہے	میرا اصلی نام "اس کا کمترین بندہ" ہے
بندہ زادہ آں خداوند وحید	زادہ از پشت جواری و عبید
اس خدائے واحد کا غلام زادہ ہوں	لونڈیوں اور غلاموں کی پشت سے پیدا ہوا ہوں
نسبت اصلم زخاک و آب و گل	آب و گل را دادیزداں جان و دل
میری اصل کی نسبت خاک اور پانی اور مٹی سے ہے	پانی اور مٹی کو خدا نے جان و دل عطا فرما دیا ہے
مرجع ایں جسم خاکم ہم بخاک	مرجع تو ہم بخاک اے سہمناک
میرے اس خاکی جسم کا مرجع خاک ہے	اے ظالم! تیرا مرجع بھی خاک ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اصل ما و اصل جملہ سرکشاں	ہست از خاکے و آنرا صد نشاں
ہماری اصل اور سب متکبروں کی اصل	خاک سے ہے اور اس کی سو نشانیاں ہیں
نے مدد از خاک می گیرد تنت	از غذای خاک فربہ گردنت
کیا تیرا جسم خاک سے مدد حاصل نہیں کرتا ہے؟	خاکی غذا سے تیری گردن موٹی ہے
چوں رود جاں می شود او باز خاک	اندراں گور مخوف سہمناک
جب روح نکل جائے گی وہ پھر خاک ہو جائے گا	خوفناک ڈراؤنی قبر میں
ہم تو وہم ما وہم اشباہ تو	خاک گردند و نماند جاہ تو
تو بھی اور ہم بھی اور تجھ جیسے بھی	خاک ہو جائیں گے اور تیرا رتبہ نہ رہے گا
گفت غیر ایں نسبت نامیت ہست	مرترا آں نام خود اولیٰ ترست
اس نے کہا اس نسب کے علاوہ تیرا ایک اور نام ہے	وہ نام تیرے لئے زیادہ بہتر ہے
بندۂ فرعون و بندۂ بندگانش	کہ ازو پرورد اول جسم و جانش
فرعون کا غلام اور اس کے غلاموں کا غلام	جس سے شروع میں اس کے جسم و جان نے پرورش پائی
بندۂ باغی و طاغی و ظلوم	زیں وطن بگریختہ از فعل شوم
تو ظالم اور سرکش باغی غلام ہے	برے کام کی وجہ سے تو اس وطن سے بھاگا ہے
خونی و غداری و حق ناشناس	ہم بریں اوصاف خود می کن قیاس
تو خونی ہے اور غدار ہے اور حق کو نہ پہچاننے والا ہے	اسی پر اپنے اوصاف کو قیاس کر لے
در غریبی خوار و درویش و خلق	کہ ندانستی سپاس ما و حق
تو پردیس میں ذلیل اور محتاج اور شکستہ حال رہا	کیونکہ تو حق اور ہماری شکر گزاری کو نہ سمجھا
گفت حاشا کہ بود با آں ملیک	در خداوندی کس دیگر شریک
انہوں نے فرمایا خدا بچائے کہ اس مالک کے ساتھ ہو	کوئی دوسرا شریک خدائی میں
واحد اندر ملک اورا یار نے	بندگانش را جز او سالار نے
وہ سلطنت میں اکیلا ہے اور اس کا کوئی مددگار نہیں ہے	اس کے بندوں کا اس کے علاوہ سردار نہیں ہے
نیست خلقش را دگر کس مالکے	شرکتش دعویٰ کند جز ہالکے
اس کی مخلوق کا کوئی دوسرا شخص مالک نہیں ہے	اس کی شرکت کا (کون) دعویٰ کرے سوائے برباد ہونے والے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

نقش او کردہ است و نقاش من اوست	غیر اگر دعویٰ کند او ظلم جوست
اس نے صورت بنائی ہے اور میرا صورتگر وہی ہے	غیر اگر دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے
تو نتانی ابروئے من ساختن	چوں توانی جان من بشناختن
تو میری ابرو (بھی) نہیں بنا سکتا	تو میری جان کو کیسے پہچان سکتا ہے؟
بلکہ آں غدارو آں طاغی توئی	کہ کنی با حق تو دعویٰ دوئی
بلکہ تو وہ غدار اور سرکش ہے	جو خدا کے ساتھ دوئی کا دعویٰ کرتا ہے
گر بکشتم من عوانے را بسہو	نے برای نفس کشتم نے بلہو
اگر میں نے ایک ظالم کو بھولے سے مار ڈالا	تو نفس کے لئے نہیں مارا نہ کھیل سے
من زدم مشتے ورنا گہ اوفتاد	آنکہ جانش خود نہ بد جانے بداد
میں نے ایک مکا مارا اچانک گر پڑا	جس میں خود جان نہ تھی اس نے جان دیدی
من سگے کشتم تو مرسل زادگاں	صد ہزاراں طفل بے جرم و زیاں
میں نے ایک کتے کو مارا، تو نے رسول کی اولاد کے	لاکھوں بے خطا اور بے قصور بچے
کشتۂ و خون شاں در گردنت	تاچہ آید بر تو زیں خود خوردنت
قتل کئے ہیں اور ان کا خون تیری گردن پر ہے	دیکھ تیری خون آشامی کا کیا وبال تجھ پر آئے گا؟
کشتہ ذریت یعقوبؑ را	بر امید قتل من مطلوب را
تو نے (حضرت) یعقوبؑ کی اولاد کو قتل کیا ہے	میرے قتل کی امید پر جو (تیرا) مقصود تھا
کوری تو حق مرا خود برگزید	سرنگوں شد آنچہ نفست می پزید
تیرے اندھے پن کے لئے خدا نے مجھے چن لیا	تیرا نفس جو (خیال) پکا رہا تھا وہ اندھا ہو گیا
گفت اینہا را بہل بے ہیچ شک	ایں بود حق من و نان و نمک
اس (فرعون) نے کہا ان (باتوں) کو چھوڑ، بلاشک	میرا اور نان و نمک کا یہی حق تھا
کہ مرا پیش حشر خواری کنی	روز روشن بر دلم تاری کنی
کہ تو مجمع کے سامنے میری توہین کرے	اور روشن دن کو میرے دل پر تاریک کر دے
گفت خواری قیامت صعب تر	گر نداری پاس من در خیر و شر
(موسیٰ نے) فرمایا کہ قیامت کی ذلت بہت سخت ہے	اگر تو اچھائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ کریگا

www.besturdubooks.wordpress.com

زخم کیکے رانمی تانی کشید	زہر مارے را تو چوں خواہی چشید
جب تو ایک مچھر کا زخم برداشت نہیں کر سکتا	سانپ کے زہر کو کیسے چکھے گا؟
ظاہرا کار تو ویراں می کنم	لیک خارے را گلستان
میں بظاہر تیرا کام تباہ کر رہا ہوں	لیکن میں کانٹے کو گلستان بنا رہا ہوں

مولانا نے اوپر عقل اور وہم کا تشابہ بیان کیا تھا اور امتیاز کے لئے کسوٹی کی ضرورت بتلائی تھی اب دونوں کے امتیاز کو ایک مثال سے ظاہر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہم تو فرعون عالم سوز کے لئے حاصل تھا اور عقل موسیٰ علیہ السلام کے لئے جو کہ جان کو منور کرنے والے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا اور کہا کہ بتلاؤ تم کون ہو اس پر انہوں نے طریق فنا اختیار کیا کہا میں اپنی ذات سے کچھ نہیں ہوں۔ ہاں حق سبحانہ کا صاحب عقل رسول اور اس کے بندوں پر اس کی حجت اور ان کے لئے گمراہی سے امان ہوں یہ سن کر فرعون نے کہا کہ بس چپ رہو اور ان فضولیات کو ختم کرو۔ اور اپنا پرانا نسب اور نام بیان کرو۔ اس پر انہوں نے فرمایا کہ آپ بڑا نسب یہ سمجھیں کہ میں خاک سے پیدا ہوا ہوں اور میرا اصلی نام خدا کا ایک ادنیٰ غلام ہے میں اس خدائے یکتا کے بندہ کا بیٹا ہوں اور اس کے غلاموں اور لونڈیوں سے پیدا ہوا ہوں۔ اصل نسب یہ ہے کہ میں خاک اور آب وگل سے پیدا ہوا ہوں اور حق سبحانہ نے آب وگل کو دل وجان عطا فرمائے ہیں یہ تو میری ابتدائی حالت تھی اب انتہائی حالت بتاتا ہوں میرا یہ جسم خاکی خاک ہی میں لوٹ بھی جاوے گا۔ اور صرف میں ہی نہیں بلکہ تو بھی خاک ہی میں لوٹے گا۔ غرض کہ ہم مطیعین حق سبحانہ اور تم سب سرکشوں کی اصل خاک ہے اور اس کی سینکڑوں علامتیں ہیں۔ دیکھو کیا تمہارا جسم خاک سے مدد نہیں لیتا اور غذائے خاکی سے تمہاری گردن موٹی نہیں ہوتی ضرور ہوتی ہے پس یہ کھلی علامت ہے تمہارے خاکی ہونے کی۔ جب تمہارا خاکی ہونا ظاہر ہو گیا تو اب میں کہتا ہوں کہ وہ روح ہے جس نے اس کو خاک سے علیحدہ کر رکھا ہے۔ جب وہ چلی جائے گی تو پھر یہ جسم ڈراؤنی قبر میں جا کر خاک میں مل جاوے گا اور ہم کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔ پس ثابت ہوا کہ تو اور ہم اور تیرے تمام اشباہ و امثال خاک ہو جائیں گے اور تیرا جاہ قائم نہ رہے گا۔ یہ سن کر فرعون نے کہا کہ نہیں اس نسب کے علاوہ تمہارا ایک اور نام بھی ہے اور تمہارے لئے اس نام کا لینا زیادہ اولیٰ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تو وہ عبد فرعون اور اس کے غلاموں کا غلام ہے جس نے اس (فرعون) کے ذریعہ سے ابتداء سے اپنے جسم و جان کو پالا ہے اور تو اس کا ایک باغی اور سرکش اور ظالم غلام ہے جو اپنے منحوس فعل کے سبب اس کے پاس سے بھاگ گیا ہے اور بے وفا اور ناحق شناس ہے۔ یہ تیرے مختصر اوصاف ہیں تو اپنے دیگر اوصاف کو بھی انہیں پر قیاس کر لے۔ مثلاً تو غریب الوطنی میں ذلیل اور محتاج اور چیتھڑوں لگا ہے جس نے ہمارا شکر اور حق نہیں پہچانا اور اس کی بدولت اس حال کو پہنچا۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا حاشاہ کہ اس شہنشاہ حقیقی کے ساتھ اس کی خدائی میں کوئی اور شریک ہو وہ اپنے ملک میں یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور وہی اپنے بندوں کا حاکم ہے اس کے سوا کوئی اور حاکم نہیں اپنی مخلوق کا وہی مالک ہے اس کے سوا کوئی مالک نہیں اس کی شرکت کا کون دعویٰ کر سکتا ہے۔ بجز اس کے جو تباہ اور برباد ہونے والا ہو

میری تصویر اسی نے بنائی ہے اور میرا مصور وہی ہے اگر کوئی اور اس امر کا دعویٰ کرے تو وہ ظالم ہے تو میرا ایک ابرو نہیں بنا سکتا۔ پھر تو میری جان کا پیدا کرنا کیا جانے اور تو جو مجھے غدار وغیرہ کہتا ہے تو میری نسبت تو یہ الزام غلط ہے ہاں تو خود غدار اور سرکش ہے کہ حق سبحانہ کے ساتھ مشارکت کا مدعی ہے رہا یہ الزام کہ میں نے ایک پولیس مین کو قتل کیا یہ الزام ایک حد تک صحیح ہے۔ لیکن مجھ سے زیادہ اس جرم کا تو مجرم ہے کیونکہ اگر میں نے ایک پولیس میں کو خطاءً مار ڈالا ہے تو در حقیقت میں نے کوئی جرم نہیں کیا کیونکہ میں نے اسے نہ کسی خواہش نفسانی کی بناء پر مارا ہے اور نہ فضول مارا ہے۔ بلکہ حقیقت اس کی یہ ہے کہ میں نے اس کے ایک گھونسہ مارا تھا اس سے وہ دفعۃً گر گیا۔ اور جس میں خود ہی جان نہ تھی۔ اس مردہ (روحانی) نے جان دیدی۔ خلاصہ یہ کہ میرا قصد اس کے قتل کا نہ تھا لکہ وہ قتل اتفاقی تھا۔ پھر وہ چنداں معصوم الدم بھی نہ تھا کیونکہ کافر تھا۔ پس اگر میں نے ایک کتے کو خطاءً مار ڈالا تو کوئی جرم نہیں کیا۔ تو نے تو لاکھوں پیغمبر زادوں کو بے جرم اور بے قصور قتل کیا ہے اور تیری گردن پر ان کا خون ہے دیکھیے اس قدر خونخواری کا تجھ پر کیا وبال پڑتا ہے۔ تو نے اولاد یعقوب علیہ السلام کو قتل کیا ہے اس امید پر کہ تو مجھے جس کا قتل تجھے مقصود بالذات ہے قتل کر دے لیکن تیری آنکھوں میں خاک جھونک کر حق سبحانہ نے محفوظ رکھا اور برگزیدہ کیا اور جو خیالات تیرا نفس پکار رہا تھا ان کو منقلب کر دیا اس پر فرعون نے جواب دیا کہ ان باتوں کو چھوڑ اور یہ بتا کہ کیا میرا اور میرے نان ونمک کا یہی حق ہے کہ تو مجھے میری جماعت کے روبرو ذلیل کرتا ہے اور روز روشن کو مجھ پر تاریک کرتا ہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ اس ذلت سے کیا ڈرتا ہے قیامت کی رسوائی سے ڈر وہ زیادہ سخت ہے۔ جو تجھے لامحالہ حاصل ہوگی۔ اگر تو بھلائی اور برائی میں میرا لحاظ نہ رکھے گا۔ اور میری اطاعت نہ کرے گا تو غور تو کر کہ جب تو ایک پسو کے ڈنک کی تکلیف یعنی معمولی ذلت نہیں برداشت کر سکتا تو سانپ کا زہر (اتنی بڑی رسوائی) کیونکر پی سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ میں بظاہر تیرا اپنا بنایا کھیل بگاڑ رہا ہوں لیکن حقیقت میں کانٹے کو گلستاں اور تجھ نا قابل کو قابل بنا رہا ہوں۔

بیان آنکہ عمارت در ویرانی است وجمعیت در پریشانی ودرستی در شکستی

ومراد در بے مرادی ووجود در عدم وعلیٰ ھذا البقیۃ الاضداد والازواج

اس کا بیان کہ تعمیر تخریب میں اور دل جمعی پریشانی میں اور درستی شکستگی میں اور
مراد بے مرادی میں اور وجود عدم میں ہے اسی پر بقیہ ضدوں اور جوڑوں کو قیاس کر

آں یکے آمد زمیں رامی شگافت	ابلہے فریاد کرد و بر نتافت
ایک شخص آیا زمین کھودنے لگا	ایک احمق نے شور کیا اور برداشت نہ کر سکا
کایں زمیں را از چہ ویراں می کنی	می شگافی و پریشاں می کنی
کہ تو اس زمین کو کیوں ویران کرتا ہے؟	کھود رہا ہے اور بکھیر رہا ہے
گفت اے ابلہ برو بر من مراں	تو عمارت از خرابی بازداں
اس نے کہا اے احمق! جا مجھ پر (حکم) نہ چلا	(پہلے) تعمیر اور تخریب کے فرق کو سمجھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

کے شود گلزار و گندم زار ایں	تا نگردد زشت و ویراں ایں زمیں
یہ چمن اور گیہوں کا کھیت کب بن سکتی ہے؟	جب تک یہ زمین بدنما اور ویران نہ ہو
کے شود بستان وکشت و برگ و بر	تا نگردد نظم او زیر و زبر
باغ اور کھیتی اور پتے اور پھل کیونکر ہوں	جب تک اس کی ترتیب زیر و زبر نہ ہو
تا نہ بشگافی بہ نشتر ریش چغز	کے شود نیکو و کے گردید نغز
جب تک تو نشتر سے بندزخم کو نہ چیرے	وہ اچھا اور شفایاب کب ہو سکتا ہے؟
تا نسوزد خلطہایت از دوا	کے رود سودش کجا یابد شفا
جب تک دوا سے تیری رطوبتیں نہ جلیں	اس کو فائدہ کب ہو سکتا ہے اور شفایاب کب ہو سکتا ہے؟
پارہ پارہ کردہ درزی جامہ را	کس زند آں درزی علامہ را
درزی نے کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا	اس ماہر درزی کو کون مارتا ہے؟
کہ چرا ایں اطلس برگزیدہ را	بر دریدی چہ کنم بدریدہ را
کہ اس منتخب اطلس کو کیوں	تو نے پھاڑا میں پھٹے ہوئے کا کیا کروں؟
ہر بنائے کہنہ کا باداں کنند	نے کہ اول کہنہ را ویراں کنند
جس پرانی بنیاد کو آباد کرتے ہیں	کیا پہلے پرانے کو ویران نہیں کرتے ہیں؟
ہمچنیں نجار و حداد و قصاب	ہستشاں پیش از عمارتہا خراب
اسی طرح بڑھئی اور لوہار اور قصائی	تعمیرات سے پہلے ان کی تخریب ہے
آں ہلیلہ واں بلیلہ کوفتن	زاں تلف کردند معموری تن
ہیڑ اور بہیڑے کا کوٹنا	اس بربادی سے (لوگوں نے) جسم کی تعمیر کی ہے
تا نکوبی گندم اندر آسیا	کے شود آراستہ زاں خوان ما
جب تک تو گیہوں کو چکی میں نہ پیسے گا	اس سے ہمارا دستر خوان کب آراستہ ہو گا

اب مولانا مضمون سابق کو امثلہ سے واضح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک شخص زمین کو (ہل وغیرہ سے) پھاڑ رہا تھا ایک احمق کو دیکھ کر تاب نہ رہی اور چلا اٹھا کہ ارے زمین کو کیوں خراب کر رہا ہے اور اسے کیوں پھاڑتا اور پراگندہ کرتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ او بیوقوف جا اپنا کام کر اور مجھ سے مت الجھ پہلے تو یہ سیکھ کہ سنوارنا کسے کہتے ہیں اور بگاڑنا کسے۔ بھلا تو یہ تو بتا کہ جب تک یہ زمین خراب اور ویران نہ ہوگی اس وقت تک باغ اور گیہوں کا کھیت کیسے بن سکتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور جب تک یہ زمین تلپٹ نہ ہوگی اس وقت تک اس سے باغ اور کھیتی اور پتے اور پھل کیسے پیدا ہو سکتے ہیں اور جب تک تو نشتر سے منہ بند زخم کو نہ چیرے گا اس وقت تک وہ کیسے اچھا ہو سکتا ہے۔ اور جب تک دوا سے تیری اخلاط فاسدہ فنا نہ ہوں گی اس وقت تک تیری تکلیف کیونکر دور ہوگی اور تجھے شفا کیسے حاصل ہوگی دیکھ درزی کپڑے کو ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے لیکن کبھی کوئی شخص اس درزی کامل سے یہ کہتا ہے کہ تو نے اس اعلیٰ درجہ کے اطلس کو کیوں پھاڑا اب میں اس پھٹے ہوئے کو کیا کروں اور دیکھ جس پرانی عمارت کو تعمیر کرتے ہیں کیا اول اسے گراتے نہیں ہیں ضرور گراتے ہیں علیٰ ہذا بڑھئی لوہار قصاب سب یہی کرتے ہیں کہ اصلاح سے پہلے افساد کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا ہلیلہ و بلیلہ کو کوٹ کر ان کے جسم کو خراب کرتے ہیں اور پھر ان کو تلف کر کے جسم کی اصلاح کرتے ہیں اور دیکھ جب تک گیہوں کو چکی میں نہ پیسا جاوے اس وقت تک ہمارا دستر خوان کھانوں سے کیونکر مالا مال ہو سکتا ہے۔ ان تمام وجوہ سے معلوم ہوا کہ اصلاح سے پہلے افساد ہوتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ارشاد ظاہر اکار تو ویران میکنم الخ نہایت درست ہے۔

جواب دادن موسیٰ علیہ السلام فرعون را در تہدید او

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کو جواب دینا اس کی دھمکی کے بارے میں

ایں تقاضا کرد آں نان و نمک	کہ ز شستت وا رہانم اے سمک
اس نان و نمک نے یہ چاہا	کہ اے مچھلی! تجھے میں کانٹے سے بچا دوں
گر پذیری پند موسیٰ وارہی	از چنیں شست بدنا منتہی
اگر تو موسیٰ کی نصیحت کو قبول کرے گا تو نجات پا جائیگا	ایسے برے ختم نہ ہونے والے کانٹے سے
بسکہ خود را کردۂ بندہ ہوا	کرمکے را کردۂ تو اژدھا
تو نے اپنے آپ کو خواہش کا ایسا غلام بنا لیا ہے	(کہ) تو نے کیڑے کو اژدھا بنا لیا ہے
اژدہا را اژدہا آوردہ ام	تا باصلاح آورم من دمبدم
میں اژدہے کے لئے اژدہا لایا ہوں	تاکہ میں اصلاح کے لئے ہر وقت کام میں لاؤں
تادم آں ازدم ایں بشکند	مار من آں اژدہا را برکند
تاکہ اس کی پھنکار کو اس کی پھنکار دبا دے	میرا سانپ اس اژدہے کو برباد کر دے
گر رضا دادی رہیدی از دو مار	ورنہ از جانت برآرد آں دمار
اگر تو راضی ہو گیا' تو دونوں سانپوں سے بچ گیا	ورنہ وہ تیری جان کو ہلاک کر دے گا

اب پھر موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ تو جو مجھے اپنے احسانات یاد دلاتا ہے اس کے متعلق یہ ہے کہ تیرے احسانات ہی کا سبب ہے کہ میں تجھے اس پھندے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

چھڑانا چاہتا ہوں۔ پس اگر تو میری نصیحت مان لے گا تو اس لانہایت اور برے پھندے سے نجات پا جاوے گا۔ ورنہ ہمیشہ اس میں محبوس رہے گا۔ چونکہ تو نے اپنے کو اپنی خواہشات نفسانیہ کا غلام بنا دیا ہے اور اپنے کیڑے کی طرح ضعیف نفس اژدہا بنا لیا ہے اس لئے میں بھی اس اژدہائے نفس کے مقابلہ کے لئے ایک اژدہائے عصا لایا ہوں تاکہ میں ہر وقت اس کی اصلاح کرتا رہوں۔ اور اس کی شوکت وقوت کو اس کے ذریعہ سے توڑتا رہوں۔ اس وقت تو دو اژدھوں کے درمیان میں پھنسا ہوا ہے۔ ایک اژدہائے نفس ہے اور دوسرا اژدہا عصا پس اگر تو میری اطاعت پر رضامند ہو جاوے تو تو ان دونوں سے بچ جاوے گا۔ ورنہ یہ دونوں تجھے ہلاک کر ڈالیں گے۔

جواب فرعون موسیٰ علیہ السلام را و تہدید او

فرعون کا حضرت موسیٰ کو جواب دینا اور اس کی دھمکی

گفت الحق سخت استا جادوئی	کہ درافگندی بمکر اینجا دوئی
اس نے کہا یقینا تو جادو کا بڑا استاد ہے	کہ تو نے مکر سے یہاں اختلاف پیدا کر دیا
خلق یک دلرا تو کردی دو گروہ	جادوئی رخنہ کند در سنگ وہ کوہ
تو نے ایک دل مخلوق کو دو گروہ کر دیا	تیری جادوگری پتھر اور پہاڑ میں شگاف ڈالتی ہے

نفی کردن موسیٰ علیہ السلام جادوئی و سحر را از خود

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بارے میں سحر اور جادوگری کا انکار کرنا

گفت ہستم غرق پیغام خدا	جادوئی کہ دید با نام خدا
انہوں نے فرمایا میں خدا کے پیغام میں مستغرق ہوں	خدا کے نام کے ساتھ جادوگری کس نے دیکھی ہے؟
غفلت و کفرست مایہ جادوئی	مشعلہ دینست جان موسوئی
جادوگری کا (اللہ سے) غفلت اور کفر پر ہے	موسیٰ کی جان دین کی مشعل ہے
من بجادویاں چہ مانم اے وقیح	کز دمم پر رشک می گردد مسیح
اے بے شرم! میں جادوگروں سے کیسے مشابہ ہوں؟	کہ میرے دم سے مسیح پر رشک بنتے ہیں
من بجادویاں چہ مانم اے جنب	کہ ز جانم نور می گیرد کتب
اے ناپاک! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟	میری جان سے کتابیں نور حاصل کرتی ہیں
من بجادویاں چہ مانم اے خبیث	کز خدا نازل شود برمن حدیث
اے خبیث! مجھے جادوگروں سے کیا مشابہت ہے؟	کیونکہ خدا کی جانب سے مجھ پر کلام نازل ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں تو باپر ہوا بری پری	لاجرم برمن گماں آں می بری
تو چونکہ ہوس کے پروں سے اڑتا ہے	لامحالہ مجھ پر بھی وہی گمان کرتا ہے
ہر کرا افعال دام و دد بود	برکریمانش گمان بدبود
جس کے چرندوں اور درندوں کے کام ہوں	اس کا بھلوں کے بارے میں برا گمان ہوتا ہے
چوں تو جزو عالمی پس اے مہیں	کل رابر وصف خود بینی غوی
چونکہ تو دنیا کا جزو ہے اس لئے اے ذلیل!	تو مجموعہ کو اپنی صفت کے مطابق گمراہ سمجھتا ہے
گر تو برگردی و برگردد سرت	خانہ را گردندہ بیند منظرت
اگر تو چکر کاٹے اور تیرا سر چکرائے	تیری آنکھ، گھر کو گھومنے والا دیکھے گی
ورتو در کشتی روی بریم رواں	ساحل یم راہمی بینی دواں
اگر چلتے دریا پر تو کشتی میں چلے	دریا کے کنارے کو دوڑتا ہوا دیکھے گا
گر تو باشی تنگدل از ملحمہ	تنگ بینی جملہ دنیا راہمہ
اگر تو جنگ سے تنگدل ہے	تو پوری دنیا کی فضا کو تنگ سمجھے گا
ورتو خوش باشی بکام دوستاں	اینجہاں بنمایدت چوں گلستاں
اگر تو دوستوں کے مقصد کے مطابق خوش ہے	یہ دنیا تجھے چمن جیسی نظر آئے گی
اے بساکس رفتہ تاشام و عراق	او ندیدہ ہیچ جز کفر و نفاق
بہت سے انسان شام اور عراق گئے	انہوں نے کفر اور نفاق کے سوا کچھ نہ دیکھا
وے بساکس رفتہ تاہند و ہرے	او ندیدہ جز مگر بیع و شرے
بہت سے لوگ ہندوستان اور ہرات تک گئے	انہوں نے سوائے خرید و فروخت کے کچھ نہ دیکھا
وے بساکس رفتہ ترکستان وچیں	او ندیدہ ہیچ جز مکر و کمیں
بہت سے لوگ چین اور ترکستان گئے	انہوں نے مکر اور گھات کی جگہ کے علاوہ کچھ نہ دیکھا
طالب ہر چیز اے یار رشید	جز ہماں چیزے کہ میجوید ندید
اے بھلے دوست! ہر چیز کے طلبگار نے	اسی چیز کو دیکھا جس کو وہ تلاش کرتا تھا
چوں ندارد مدر کے جز رنگ و بو	جملۂ اقلیمہا راگو بجو
جبکہ اس کا محسوس سوائے رنگ و بو کے کچھ نہیں ہے	کہہ دے کہ سارے ممالک ڈھونڈ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

گاو در بغداد آمد ناگہاں	بگذرد او زیں سراں تا آں سراں
بیل اچانک بغداد میں آ گیا	اس جانب سے اس جانب گزر گیا
از ہمہ عیش و خوشیہا و مزہ	او نہ بیند جز کہ قشر خربزہ
تمام عیش اور خوشیوں اور مزے میں	وہ سوائے خربوزے کے چھلکے کے نہیں دیکھتا ہے
کہ بود افتادہ در راہ یا حشیش	لائق سیران گاوی یا خریش
جو راستہ میں پڑا ہو یا گھاس	جو گائے کی رفتار اور اس کی حماقت کے لائق ہے
خشک بر میخ طبیعت چوں قدید	بستہ اسباب و جانش لا یزید
وہ طبیعت کی میخ پر گوشت کے ٹکڑے کی طرح خشک ہے	وہ اسباب سے وابستہ ہے اس کی جان میں اضافہ نہیں ہوتا ہے
واں فضای خرق اسباب و علل	ہست ارض اللہ اے صدر اجل
اسباب اور علتوں کی شکست کی فضا	اے صدر اعظم! اللہ کی زمین ہے
ہر زماں مبدل شود چوں نقش جاں	نو بنو بیند جہانے در عیاں
جبکہ روح کا نقش ہر وقت تبدیل ہوتا رہتا ہے	تو وہ مشاہدہ میں ایک تازہ بتازہ جہان دیکھتا ہے
گر بود فردوس و انہار بہشت	چوں فسردہ یک صفت شد گشت زشت
خواہ فردوس اور جنت کی نہریں ہوں	جب ٹھٹھر کر ایک صفت بن جائیں تو بری ہیں
اے ز غفلت از مسبب بے خبر	بندۂ اسباب گشتی ہمچو خر
اے وہ کہ غفلت کی وجہ سے سبب پیدا کرنے والے سے بے خبر ہے	تو گدھے کی طرح اسباب کا بندہ بن گیا ہے
لاجرم اعمیٰ دل و سرگشتۂ	مضطرب احوال و مضطر گشتۂ
لامحالہ تو دل کا اندھا اور دیوانہ ہو گیا ہے	پریشان حال اور مجبور ہو گیا ہے
چشم بکشا و مسبب را نگر	تا شوی فارغ ز اسباب
آنکھ کھول اور سبب پیدا کرنے والے کو دیکھ	تاکہ تو نقصان کے اسباب سے نجات پا جائے

یہ سن کر فرعون نے کہا کہ واقعی بات یہ ہے کہ تو نہایت کامل جادوگر ہے تو نے اپنے مکر سے ہمارے لوگوں میں تفرقہ ڈال دیا۔ لوگ متحد و متفق تھے تو نے ان کو دو گروہ کر دیا اور تجھ سے یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ جادوگر تو پتھر اور پہاڑ میں روزن کر دیتا ہے اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں پیغام خداوندی میں غرق ہوں اور ہر دم مجھ پر وحی آتی رہتی ہے ایسی حالت میں جادوگر کیسے ہو سکتا ہوں کیونکہ جادوگری تو نام خدا سے بھی ضد ہے چہ جائیکہ پیغام خدا کے ساتھ جمع ہو جادوگری کا مادہ تو

www.besturdubooks.wordpress.com

غفلت از خدا اور کفر ہے۔ پس میں جادوگر کیسے ہو سکتا ہوں کیونکہ میری جان تو مشعل دین ہے او بے شرم تو سوچ تو سہی کہ میں جادوگروں سے کیا مناسبت رکھتا ہوں۔ کیونکہ میری شان تو احیائے ارواح میں ایسی ہے کہ اس پر دیگر کاملین کو جو اپنے اندر صفت احیاء ارواح رکھتے ہیں رشک ہوتا ہے اور او ناپاک میں جادوگروں سے کیا مشابہ ہو سکتا ہوں۔ کیونکہ میری جان سے تو آسمانی کتابوں کو نور حاصل ہوتا ہے۔ یعنی میری جان ہی ان کے نزول اور ان کی رونق و رواج کا سبب ہے اور او خبیث مجھ میں جادوگروں کی کیا بات ہو سکتی ہے کیونکہ مجھ پر تو خدا کا کلام نازل ہوتا ہے جو منافی ہے جادوگری کے۔ بات یہ ہے کہ چونکہ تو خواہشات نفسانیہ کے پروں سے اڑتا ہے اس لئے تو مجھ پر بھی یہ گمان کر ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس کسی کے افعال چوپایوں اور درندوں کے سے ہوتے ہیں وہ اچھے لوگوں پر بھی بدگمانی کرتا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ تو عالم کا ایک جزو ہے اس لئے جو صفت تیری ہوتی ہے تو بقیہ عالم کو بھی اسی صفت پر سمجھتا ہے کیونکہ تو سمجھتا ہے کہ ایک شے کے تمام اجزاء میں آپس میں تشابہ ہوتا ہے اب ہم مضمون بالا کو دوسری مثالوں سے سمجھانا چاہتے ہیں۔ دیکھ جب تو گھومتا ہے یا تیرا سر چکراتا ہے تو تجھے گھر گھومتا دکھائی دیتا ہے۔ اور اگر کشتی میں سوار ہو کر دریا پر چلتا ہے تو دریا کے کنارہ کو دوڑتا ہوا دیکھتا ہے اور اگر تو کسی سخت مصیبت سے تنگ دل ہوتا ہے تو تجھے تمام دنیا تنگ نظر آتی ہے کما قال سبحانہ تعالیٰ وضاقت علیهم الارض بما رحبت علیٰ ہذا اگر تو خوش ہوتا ہے جیسا کہ تیرے دوست تیرے لئے چاہتے ہیں تو یہ تمام دنیا تجھے گلزار معلوم ہوتی ہے علیٰ ہذا بہت سے لوگ شام و عراق تک کا دور و دراز سفر کرتے ہیں مگر اس طویل سفر میں انہیں بجز کفر و نفاق کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اور بہت سے لوگ ہندو ہرات کی مسافت طویلہ قطع کرتے ہیں مگر انہیں صرف بیچ و شری ہی دکھائی دیتی ہے اور کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ اور بہت سے لوگ ترکستان اور چین کا سفر کرتے ہیں مگر انہیں بجز مکر و فریب کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ کیونکہ وہ خود ان صفات کے ساتھ موصوف ہوتا ہے اور ان ہی کو طلب کرتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جو شخص جس چیز کا طالب ہوتا ہے وہ اپنے مطلوب ہی کو دیکھتا ہے اور اس کے سوا اسے کچھ نظر نہیں آتا۔ چنانچہ جو شخص صرف رنگ و بو کا ادراک کرتا ہے خواہ وہ تمام دنیا میں گھوم جاوے مگر اسے وہی دکھلائی دے گا۔ دیکھو ایک گائے بغداد سے پر از عجائب و غرائب شہر میں آتی ہے اور اس سرے سے اس سرے تک چلی جاتی ہے لیکن تمام عیشوں اور خوشیوں اور مزوں وغیرہ کو چھوڑ کر اس کی نظر صرف خربوزہ کے چھلکوں پر پڑتی ہے جو کہ راستہ میں پڑے ہوتے ہیں یا گھاس وغیرہ پر پڑتی ہے جو کہ گائے یا اس کی حماقت کی رفتار کے مناسب ہے۔ یعنی جس کے لئے اس کی رفتار ہوتی ہے اور مولانا نے بیان فرمایا تھا کہ جب کوئی ایک مطلوب کو مطمح نظر بنا لیتا اور اس کا پابند ہو جاتا ہے تو اس کی نظر سے مطلوب کے علاوہ اور اشیاء غائب ہو جاتے ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جب کوئی اسباب کو اپنا مطمح نظر بنا لے تو مسبب سے غافل ہو جائے اس لئے مولانا یہاں سے اسباب کو مطمح نظر بنا لینے کی مذمت کرتے ہیں اور مسبب کو مطمح نظر بنانے کی ترغیب دیتے ہیں۔ آدمی صور نوعیہ کی کھونٹی پر لٹکا ہوا خشک گوشت کی طرح سوکھ جاتا ہے اور پابند اسباب ہوتا ہے اور اس کی جان کوئی ترقی نہیں کرتی۔ حالانکہ خرق اسباب و علل کا میدان خدا کی ایک کشادہ زمین ہے جس میں وہ غیر متناہی یعنی لاتقف عند حد ترقی کر سکتی ہے اس لئے اس کو ترقی کرنی چاہئے کیونکہ جس وقت جان کی صورت ہر وقت بدلتی رہتی ہے اور وہ ہر آن ترقی کرتی رہتی ہے اس وقت اس کو ہر دم ایک نیا عالم نظر آتا ہے۔ یعنی علوم جدیدہ اور واردات غریبہ اس پر فائض ہوتے ہیں اور یہ حالت اس کی نہایت اچھی ہوتی ہے لیکن اگر وہ ایک ہی صفت پر جم کر رہ جاوے اور ترقی نہ کرے تو کسی کام کی بھی نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر فردوس بریں اور جنت کی نہریں بھی ایک صفت پر جم کر رہ جاویں تو ان سے بھی جی بھر جاتا ہے اور بری معلوم ہونے لگتی ہیں۔ پس اے وہ شخص جو اپنی غفلت کے سبب مسبب سے غافل ہو گیا ہے اور بندۂ اسباب ہو گیا ہے جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ کور دل، حیران اور پراگندہ حال اور بے چین ہو گیا ہے اور سکون قلب تیرا جاتا رہا ہے۔ تو آنکھ کھول اور مسبب کو دیکھ تا کہ تو اسباب ضرر سے مطمئن رہے اور کوئی مضرت دینی مجھے لاحق نہ ہو۔

بیان آنکہ ہر حس مدرک را از آدمی نیز مدرکاتے دیگرست کہ از مدرکات آں حس دیگر بے خبرست چنانکہ ہر پیشہ ور استاد اعجمی از کار اوستاد دیگرے بے خبرست و بے خبری او ازانکہ وظیفۂ او نیست، دلیل نبود کہ آں مدرکات نیست

اس کا بیان کہ انسان کی ہر ادراک کرنے والی حس کے معلومات دوسرے ہیں جن کی دوسری حس کو خبر نہیں ہے جیسا کہ ہر عجمی پیشہ ور استاد دوسرے استاد کے کام سے بے خبر ہے اور اس کی بے خبری اس لئے ہے کہ یہ اس کا کام نہیں ہے اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ وہ مدرکات نہیں ہیں

چنبرہ دید جہاں ادراک تست	پردۂ پاکاں حس ناپاک تست
دنیا کو دیکھنے کا دائرہ تیرا ادراک ہے	تیری ناپاک حس، پاک لوگوں کا پردہ ہے
مدتے حس را بشوز آب عیاں	اینچنیں داں جامہ شوی صوفیاں
مشاہدہ کے پانی سے حس کو ایک مدت تک دھوتا رہ	صوفیوں کی جامہ شوئی اسی طرح کی سمجھ
چوں شدی تو پاک پردہ برکند	جان پاکاں خویش را بر تو زند
جب تو پاک ہو جائے گا پردہ اٹھ جائے گا	پاک لوگوں کی جان اپنے آپ کو تجھ پر نمایاں کردیگی
جملہ عالم گر بود نور و صور	چشم را باشد ازاں خوبی خبر
تمام عالم اگر نور اور صورتیں ہو گا	آنکھ کو اس خوبی کی خبر ہو جائے گی
چشم بستی گوش می آری بہ پیش	تا نمائی زلف و رخسارہ بتیش
(اگر) تو آنکھ بند کر لے دکان کو سامنے لائے	تا کہ تو اس کو کسی بت کی زلف اور رخسارہ دکھائے
گوش گوید من بصورت نگروم	صورت ار بانگے زند من بشنوم
کان کہے گا میں صورت پر مائل نہیں ہوتا ہوں	صورت اگر پکارے میں سنوں گا
گوش گوید من بصورت ننگرم	حس چشم ست آں ز دیدن قاصرم
کان کہے گا میں صورت کو نہیں دیکھتا ہوں	وہ آنکھ کی حس ہے، میں دیکھنے سے قاصر ہوں
عالم من لیک اندر فن خویش	فن من جز حرف و صوتے نیست بیش
میں عالم ہوں، لیکن اپنے فن میں	میرا فن، حرف اور آواز سے زیادہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں بیانئی ببیں ایں خوب را	نیست بینی درخور ایں مطلوب را
[illegible] ناک تو آ اس حسین کو دیکھ	ناک (بھی) اس مقصد کے لائق نہیں ہے
گر بود مشک و گلابے بو برم	فن من اینست و علم و مجرم
اگر مشک اور گلاب ہو میں سونگھ لوں گی	میرا فن اور علم اور تجربہ یہ ہے
کے بہ بینم من رخ آں سیم ساق	ہیں مکن تکلیف مالیس یطاق
میں اس چاندی کی سی پنڈلی والے کا چہرہ کب دیکھ سکتی ہوں؟	خبردار! جس چیز کی طاقت نہ ہو اس کی تکلیف نہ دے
باز حس کژ نہ بیند غیر کژ	خواہ کژ غو پیش او یا راست غو
پھر ٹیڑھی حس سوائے ٹیڑھے کے نہ دیکھے گی	خواہ تو اس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا چلے
چشم احول از یکے دیدن یقیں	ناظر شرک است نہ توحید بیں
بھینگے کی آنکھ ایک دیکھنے سے یقینا (قاصر ہے)	وہ شرک کو دیکھنے والی ہے، نہ کہ توحید کو
تو کہ فرعونی ہمہ مکری و زرق	مر مرا از خود نمیدانی تو فرق
تو جو فرعون ہے مجسم مکر اور فریب ہے	تو مجھ میں اور اپنے آپ میں فرق نہیں سمجھتا ہے
منگر از خود در من اے کژ باز تو	تا یکے تو را نہ بینی تو دو تو
اے ٹیڑھے کام والے! مجھے اپنی ذات سے نہ دیکھ	تاکہ تو ایک کو دو نہ دیکھے
بنگر اندر من زمن یک ساعتے	تا ورای کون بینی ساحتے
تھوڑی دیر کے لئے مجھے میری ذات سے دیکھ	تاکہ تو دنیا سے آگے ایک میدان دیکھے
وارہی از تنگی وازننگ و نام	عشق اندر عشق بینی والسلام
تو تنگی اور ننگ و نام سے نجات پا جائے گا	عشق میں عشق دیکھے گا والسلام
پس بدانی چونکہ رستی از بدن	گوش و بینی چشم می تاند شدن
جب تو جسم سے نجات پا جائے گا تو جان لے گا	کہ کان اور ناک، آنکھ بن سکتے ہیں
راست گفتست آں شہ شیریں زباں	چشم گردد موبموی عارفاں
اس شیریں زبان شاہ نے سچ فرمایا ہے	عارفوں کا بال بال، آنکھ بن جاتا ہے
جسم را چشمے نبود اول یقیں	در رحم بود او جنین گوشتیں
یقینا شروع میں جسم میں آنکھ نہ تھی	وہ رحم (مادر) میں گوشت کا لوتھڑا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

علت دیدن مداں پیہ اے پسر	ورنہ خواب اندر ندیدے کس صور
اے بیٹا! آنکھ کی چربی کو دیکھنے کا سبب نہ سمجھ	ورنہ خواب میں کوئی شخص صورتیں نہ دیکھتا
آں پری ودیوی بیند شبیہ	نیست اندر دیدگان ہر دو پیہ
پری اور دیو صورت دیکھتے ہیں	دونوں کی آنکھوں میں چربی نہیں ہے
نور را باپیہ خود نسبت نبود	نسبتش بخشید خلاق ودود
روشنی کو چربی سے کوئی نسبت نہ تھی	خلاق ودود نے اس کو نسبت عطا کی ہے
آدم ست از خاک کے ماند بخاک	جنی است از نار بے ہیچ اشتراک
آدم خاک سے (بنے) ہیں خاک سے مشابہ کہاں ہیں؟	بغیر مناسبت کے جن آگ سے (پیدا ہوئے) ہیں
نیست خود مانند آتش آں پری	گرچہ اصلش اوست چوں می بنگری
پری، آگ کے مشابہ نہیں ہے	اگرچہ اس کی اصل وہ ہے جب تو غور کرے گا
مرغ از بادست کے ماند بباد	نامناسب راخدا نسبت بداد
پرندہ ہوا سے (پیدا ہوا) ہے وہ کب ہوا سے مشابہ ہے؟	غیر مناسب کو خدا نے نسبت عطا کر دی ہے
نسبت ایں فرعہا با اصلہا	ہست بیچوں ارچہ دادش وصلہا
ان فروع کی اصول سے نسبت	بے نظیر ہے اگرچہ (خدا نے) جوڑ ملا دیئے ہیں
آدمی چوں زادۂ خاک وہباست	ایں پسر را باپدر نسبت کجاست
آدمی خاک اور ذروں سے پیدا ہوا ہے	اس بیٹے کو باپ سے کہاں مناسبت ہے؟
نسبتے گر ہست مخفی از خرد	ہست بیچون وخرد کے پے برد
اگر کوئی مناسبت ہے تو عقل سے مخفی ہے	وہ بے کیفیت ہے اور عقل اس کو کب پا سکتی ہے؟
بادرا بے چشم اگر بینش نداد	فرق چوں میکرد اندر قوم عاد
اگر اس نے ہوا کو بغیر آنکھ کے بینائی عطا نہیں کی ہے	تو اس نے قوم عاد میں فرق کیسے کیا؟
چوں ہمی دانست مومن از عدو	چوں ہمی دانست مے را از کدو
اس نے مومن کو دشمن سے کیسے ممتاز کر لیا؟	اس نے شراب اور کدو میں فرق کیسے کر لیا؟
آتش نمرود را گر چشم نیست	باخلیلش چوں تجشم کردنی ست
نمرود کی آگ میں اگر آنکھ نہیں ہے	اس کے خلیل کے ساتھ اس کو کیوں تکلف ہوا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودے نیل را آں نور دید	از چہ قبطی راز سبطی می گزید
اگر دریائے نیل میں دیکھنے کی روشنی نہ ہوتی	تو قبطی کو سبطی سے کیسے منتخب کرتی؟
گر نہ کوہ و سنگ با دیدار شد	پس چرا داؤدؑ را او یار شد
اگر پہاڑ اور پتھر دیکھنے والے نہ تھے	تو وہ (حضرت) داؤدؑ کے دوست کیوں ہے؟
ایں زمیں را گر نبودے چشم جاں	از چہ قاروں را فرو خورد آنچناں
اگر اس زمین کے جان کی آنکھ نہ ہوتی	تو قارون کو اس طرح کس وجہ سے نگل گئی؟
گر نبودے چشم دل حنانہ را	چوں بدیدے ہجر آں فرزانہ را
اگر (اسطوانہ) حنانہ کے دل کی آنکھ نہ ہوتی	تو ان عقلمند کے ہجر کو کیسے دیکھ لیتی؟
سنگریزہ گر نبودے دیدہ ور	چوں گواہی دادے اندر مشت در
اگر پتھر کے ٹکڑے بینا نہ ہوتے	تو مٹھی میں گواہی کیسے دیتے؟
اے خرد برکش تو پر و بالہا	سورہ برخواں زلزلت زلزالہا
اے عقل تو بال و پر کھول لے	سورۂ زلزلت زلزالہا پڑھ
در قیامت ایں زمیں بر نیک و بد	کے ز نادیدہ گواہیہا دہد
نیک اور بد پر یہ زمین قیامت میں	بغیر دیکھے گواہی کب دے گی؟
کہ تحدث حالہا و اخبارہا	تظہر الارض لنا اسرارہا
کیونکہ وہ اپنی حالت اور خبریں بتائے گی	زمین ہمارے لئے اپنے راز ظاہر کرے گی
ایں فرستادن مرا پیش تو میر	ہست برہانے کہ بد مرسل خبیر
تجھ حاکم کے سامنے مجھے بھیجنا	اس کی دلیل ہے کہ بھیجنے والا باخبر ہے
کہ چنیں دارو چناں ناسور را	ہست در خوراز پے تیسور را
کیونکہ ایسے زخم کے لئے ایسی ہی دوا	سہولت کے لئے مناسب ہے
واقعاتے دیدہ بودی پیش ازیں	کہ خدا خواہد مرا کردن گزیں
تو نے اس سے پہلے واقعات دیکھ لئے تھے	کہ خدا مجھے برگزیدہ بنائے گا
من عصا و نور بگرفتہ بدست	شاخ گستاخ ترا خواہم شکست
میں لاٹھی اور نور کو ہاتھ میں لے کر	تیرے گستاخ سینگ کو توڑ ڈالوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

واقعاتے سہمگیں از بہرایں	گونہ گونہ می نمودت رب دیں
اس لئے خوفناک واقعات	دین کے رب نے طرح طرح کے تجھے دکھائے
درخورسر بد و طغیان تو	تابدانی کوست در خوردان تو
تیرے بڑے عقیدے اور سرکشی کے مناسب	تاکہ تو سمجھ جائے کہ وہ تیرے مناسب ہیں
تابدانی کو حکیم ست و خبیر	مصلح امراض درماں ناپذیر
تاکہ تو سمجھ لے کہ وہ دانا اور باخبر ہے	ناقابل علاج مرضوں کا مصلح ہے
تو بتاویلات می گشتی ازاں	کورو کر کایں ہست از خواب گراں
تو تاویلوں کے ذریعہ ان سے ہٹتا تھا	اندھا اور بہرا، کہ یہ گہری نیند کی وجہ سے ہیں
واں طبیب و آں منجم در لمع	دید تعبیرش بپوشید از طمع
اور اس طبیب اور نجومی نے روشنی میں	اس کی تعبیر دیکھ لی (اور) لالچ کی وجہ سے چھپائی
گفت دور از دولت واز شاہیت	کہ درآید غصہ درآگاہیت
اس نے کہا کہ تیری حکومت اور شاہی سے دور	کہ کوئی ناگواری تیرے علم میں آئے
از غذای مختلف یا از طعام	طبع شوریدہ ہمی بیند منام
مختلف غذا یا. کھانے کی وجہ سے	پریشان طبیعت خواب دیکھتی ہے
زانکہ دیداو کہ نصیحت جو نہ	تند و خونخواری و مسکیں خو نہ
کیونکہ اس نے دیکھا کہ تو نصیحت کا جویاں نہیں ہے	تو بدمزاج اور خونخوار ہے مسکین طبیعت نہیں ہے
پادشاہاں خوں کنند از مصلحت	لیک رحمت شاں فزونست از عنت
بادشاہ کسی مصلحت سے خون کر دیتے ہیں	لیکن ان کی محبت، غصہ سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے
شاہ راباید کہ باشد خوی رب	رحمت او سبق گیرد بر غضب
بادشاہ کو چاہیے کہ خدائی کا مزاج کا ہو	اس کی رحمت غصہ پر سبقت کرے
نے غضب غالب بود مانند دیو	بے ضرورت خوں کند از بہر ریو
نہ دیو کی طرح اس پر غصہ غالب ہو	(اور) مکر کے لئے بے ضرورت خون بہائے
نے حلیمی مخنث وار نیز	کہ شود زن روسپی زان و کنیز
ہیجڑے کی سی بردباری بھی نہ ہو	کہ اس سے بیوی اور باندی بدکار ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دیو خانہ کردہ بودی سینہ را	قبلۂ سا زیدہ بودی کینہ را
تو نے سینہ کو شیطان کا گھر بنا لیا تھا	تو نے کینہ کو قبلہ بنا لیا تھا
شاخ تیزت بس جگر ہارا کہ خست	تک عصایم شاخ شوخت را شکست
تیرے تیز سینگ نے بہت سے جگروں کو خستہ کیا ہے	اب میری لاٹھی نے تیرے شوخ سینگ کو توڑا ہے

چشم دید جہاں الخ سے چشم احوال از یکے دیدن الخ تک دونوں احتمال رکھتا ہے۔ یہ بھی کہ مولانا کا مقولہ ہو اور یہ بھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا خطاب ہو فرعون کو۔ دوسری صورت میں آنچنیں داں جامہ شوئی صوفیاں مولانا کا مقولہ اور جملہ معترضہ ہوگا۔ میرے نزدیک شق ثانی راجح ہے۔ اس لئے میں اسی کو اختیار کرتا ہوں اب حل سنو۔ اوپر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو غلط بینی میں مبتلا بتلایا تھا اب اس غلط بینی کے منشاء کو متعین فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرے عالم کو علی ما ہو علیہ دیکھنے سے مانع تیری حس جسمانی ہے اور تو جو پاکوں کو علی ما ہم علیہ نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ ان کو اپنا ہی سا جانتا ہے اس کی وجہ بھی تیری یہ ناپاک حس ہی ہے۔ پس کچھ دنوں تو اپنے کو مشاہدہ کا خوگر بنا اور چشم باطن سے کام لینے کی کوشش کر اس پانی سے تیرے حواس جسمانیہ دھل کر پاک صاف ہو جائیں گے اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ صوفی لوگ اپنا جامۂ حس اسی طرح دھوتے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو ہدایت کی تھی۔ اس کے بعد پھر مضمون سابق کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں جب یہ پاک صاف ہو جائیں گے تو جو حجاب اس وقت تیرے اور پاکوں کے درمیان حائل ہے جو تجھے ان کو دیکھنے سے مانع ہے وہ اٹھ جاوے گا اور ارواح پاکاں اپنے کو تیرے سامنے کر دیں گی اور تو ان کو دیکھ سکے گا۔ موجودہ حالت میں جو تو عالم کو علی ما ہو علیہ نہیں دیکھ سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ تو تمام عالم کو ایسے حواس سے محسوس کرنا چاہتا ہے جن سے اس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ مثلاً تو اس کو چشم ظاہر سے دیکھنا چاہتا ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کیونکہ چشم ظاہر سے تو عالم کی خوبی وغیرہ اس وقت معلوم ہو سکتی ہے جبکہ وہ سب نور اور صور بن جاوے۔ کیونکہ آنکھ انہی کا ادراک کرتی ہے اور یہ ہو نہیں سکتا تو تمام عالم تجھے دکھلائی بھی نہیں دے سکتا۔ ایسی حالت میں تیری ایسی مثال ہے جیسے کوئی آنکھ بند کر کے کان سامنے کر دے تاکہ اس کو زلف اور رخسارہ بت کا دکھلا دے (کیونکہ چشم ظاہر سے چشم باطن کی مدرکات کو دیکھنے کی کوشش کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ مبصرات کو کان سے معلوم کرنا) اور اس وقت کان اس کو یہ جواب دے کہ مجھے صورت کی طرف کوئی میلان نہیں اس لئے میں اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر صورت کوئی آواز نکالے تو میں سن سکتا ہوں رہا دیکھنا سو وہ آنکھ کا کام ہے میں اس سے قاصر ہوں میں جاننے والا ہوں لیکن اپنے کام کا اور میرا کام حروف اور آوازوں کا سننا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں اس پر وہ ناک کو پکارے اور کہے کہ اے ناک تو آ اور اس حسین کو دیکھ حالانکہ ناک بھی اس مطلوب سے مناسبت نہیں رکھتی۔ اس لئے وہ یہ جواب دے کہ میں یہ کام نہیں کر سکتی ہاں اگر مشک اور گلاب ہو تو میں اسے سونگھ سکتی ہوں کیونکہ میرا کام اور میرا فن اور میری صفت باطنیہ یہ ہی ہے میں اس حسین کا چہرہ کیسے دیکھ سکتی ہوں۔ آپ مجھے اس کام کا مکلف نہ بنائیے جس کی مجھ میں طاقت نہیں خلاصہ یہ کہ ہر چیز کا ادراک کرنے کے لئے اس حالت کی ضرورت ہے جو اس کے مناسب ہو۔ لیکن اتنی بات بھی کافی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس کی ضرورت ہے کہ وہ سالم من الآفۃ ہو کیونکہ بھینگی آنکھ ضرور غلط بین ہوگی۔ خواہ مبصر اس کے سامنے ٹیڑھا چلے یا سیدھا اور بھینگی آنکھ بالیقین

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک نہیں دیکھ سکتی بلکہ وہ ایک سے زائد دیکھے گی اور ایک نہ دیکھے گی جب یہ معلوم ہو گیا تو اے فرعون چونکہ تو سراپا مکر اور فریب ہے اور اس لئے تیری حس باطن ماؤف ہے لہٰذا تو مجھے بھی اپنا ہی سا جانتا ہے اور مجھ میں اور اپنے میں فرق نہیں کرتا پس تجھے راست بینی درکار ہے تو اے غلط رو تو مجھے اپنی خودی کو قائم رکھ کر مت دیکھ تا کہ تو غلط بینی سے محفوظ رہے اور اکہرے کو دوہرا نہ دیکھے بلکہ اپنے کو مجھ میں فنا کر اور پھر مجھے دیکھ اس وقت تجھے میری حقیقت بھی معلوم ہو گی اور تو اس عالم کے علاوہ جس کو تو اب دیکھ رہا ہے ایک نہایت فراخ میدان (عالم غیب) دیکھے گا اور اس وقت تو اس عالم ناسوت سے جو کہ تنگ ہے اور ننگ و نام سے چھوٹ جاوے گا۔ اور عشق ہی عشق تجھے نظر آئے گا اور تو علائق جسمانیہ سے علیحدہ ہو جاوے گا۔ پس جبکہ تو علائق جسمانیہ سے آزاد ہو جاوے گا اس وقت تو دیکھے گا کہ کان اور ناک کا آنکھ بن جانا ممکن ہے اور یہ ممکن ہے کہ کان اور ناک وہ کام دیں جو آنکھ دیتی ہے اور جن حواس سے تو اس وقت عالم کو دیکھنا چاہتا ہے مگر نہیں دیکھ سکتا۔ اس وقت تو انہیں حواس سے اسے دیکھ سکے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جو فرمایا ہے کہ گوش و بینی چشم می تاند شدن یہ نہایت صحیح ارشاد ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ عارفوں کا بال بال آنکھ کا کام دیتا ہے۔ (مگر ہر وقت اور ہر حال میں نہیں بلکہ جب حق سبحانہ چاہتے ہیں کیونکہ یہ ایک کرامت ہے اور کرامت اہل اللہ کی اختیاری نہیں ہوتی) اگر کسی عقل پرست کو یہ امر مستبعد معلوم ہو تو ہم اس کو دلیل سے بھی ثابت کرتے ہیں دیکھو یہ بات یقینی ہے کہ ابتداءً جسم کے لئے آنکھیں نہ تھیں بلکہ وہ رحم کے اندر ایک مضغۂ گوشت تھا اس کی نسبت کوئی عاقل محض اپنی عقل سے اور مشاہدہ سے قطع نظر کر کے یہ حکم نہیں لگا سکتا تھا کہ یہ دیکھ سکتا ہے مگر قدرت حق سبحانہ سے وہ بینا ہو گیا۔ اگر کوئی یہ کہے کہ وہ دیکھنے ضرور لگا مگر آنکھوں ہی سے تو دیکھتا ہے اور کسی جزو سے تو نہیں دیکھتا۔ پس اہل اللہ بدوں آنکھوں کے کیسے دیکھ سکتے ہیں تو اس کا جواب ہے کہ رطوبت چشم علت ابصار نہیں علت ابصار تو قدرت و مشیت حق سبحانہ ہے اور یہ ایک طریق عادی ہے۔ پس حق سبحانہ قادر ہیں کہ اس کے لئے دوسرا طریق بھی تجویز کر دیں۔ جس طرح یہ طریق تجویز کیا تھا۔ رہی یہ بات کہ رطوبت چشم علت نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر علت ہوتی تو کوئی شخص خواب میں صور اشیاء کو نہ دیکھ سکتا۔ کیونکہ یہ ابصار بالضرورۃ رطوبت چشم کے ذریعہ سے نہیں ہوتا اور دیکھو جنات اور شیاطین مبصرات کو دیکھتے ہیں لیکن ان کی آنکھوں میں رطوبت معلومہ نہیں ہے جس کو علت ابصار سمجھا جاتا ہے اچھا اسے بھی چھوڑو ہم کہتے ہیں کہ رطوبت اور نور میں کونسا علاقہ ذاتیہ ہے جس کی بناء پر یہ رطوبت بالذات اس نور کو مقتضی ہے۔ یقیناً کوئی نہیں پس لامحالہ یہی کہا جاوے گا کہ حق سبحانہ نے ان میں علاقہ پیدا کیا پس جس نے نور اور رطوبت میں محض اپنی قدرت و مشیت سے بلا رطوبت کے اقتضائے ذاتی کے یہ علاقہ پیدا کیا وہ اس نور اور دیگر اشیاء میں بھی علاقہ پیدا کر سکتا ہے پھر استبعاد کیوں ہے اور یہ کچھ نور اور رطوبت ہی پر منحصر نہیں بلکہ جو چیز جس چیز سے مناسبت اور تعلق رکھتی ہے اس کو اس سے ذاتی کوئی بھی مناسبت نہیں بلکہ محض عطائی اور وہبی ہے دیکھو بنی آدم منی سے پیدا ہوئے مگر ان میں اور منی میں کیا مناسبت ہے اور کون عاقل حکم کر سکتا ہے کہ اس سے بنی آدم پیدا ہو سکتے ہیں۔ علیٰ ہذا جنات آگ سے پیدا ہوئے مگر ان میں کوئی ایسا اشتراک نہیں جس کی بناء پر عقل حکم لگا سکے کہ اس سے جنات پیدا ہو سکتے ہیں کیونکہ جن آگ سے کچھ بھی میل نہیں کھاتے حالانکہ اگر تم دیکھو گے تو تمہیں معلوم ہو گا کہ وہ آگ سے ہی پیدا ہوئے ہیں علیٰ ہذا پرندے ہوا سے پیدا ہوئے ہیں لیکن بھلا ان میں اور ہوا میں کونسی مشابہت ہے۔ پس معلوم ہوا کہ باوجودیکہ ان میں کوئی مناسبت نہیں تھی مگر خدائے تعالیٰ نے ان میں تعلق پیدا کر

www.besturdubooks.wordpress.com

دیا۔ پس ان فروع کو اپنے اصول کے ساتھ یہ تعلق کسی ایسی علت پر مبنی نہیں جو اصول کی ذات میں موجود اور اس تعلق کو مقتضی ہو بلکہ محض وہب وعطائے حق سبحانہ ہے اگر چہ یہ تعلق فروع کو ان کے اصول کے ساتھ جوڑتا ہے۔ اگر ہمارا یہ بیان صحیح نہیں تو بتلاؤ کہ آدمی جو خاک سے پیدا ہوا ہے ان دونوں باپ بیٹوں یعنی خاک اور انسان میں کونسی نسبت ہے اور اگر واقع میں کوئی ایسی نسبت ہو بھی جو عقول سے مخفی ہے تو اس کا وجود ہمیں مضر نہیں۔ کیونکہ عقل اس کی کیفیت نہیں معلوم کر سکتی۔ اور اس کا پتہ نہیں چلا سکتی۔ جب یہ صورت ہے تو ممکن ہے کہ جو نسبت ذاتیہ رطوبت چشم اور نور میں ہے ممکن ہے کہ وہ نسبت اوروں میں بھی ہو گو ہم نہیں جانتے پس بدوں آنکھ کے ابصار کے انکار کی کون سی وجہ ہے۔ اور صرف ممکن ہی نہیں بلکہ واقع بھی ہے کیونکہ ہوا آگ پانی مٹی بدوں آنکھ کے دیکھتے ہیں چنانچہ اس دعوے کو ہم دلیل سے ثابت کریں گے اور یہ تم کو مسلم ہے کہ ابصار چشم بینی ہے اس مناسبت ذاتیہ پر جو رطوبت اور ابصار کے درمیان میں ہے اور بدوں اس مناسبت کے ابصار نہیں ہو سکتا تو لازم ہے کہ اشیاء مذکورہ اور ابصار میں بھی وہ مناسبت موجود ہو وھوالمدعیٰ۔ اب سنو اشیاء مذکورہ بدوں آنکھ کے کیونکر دیکھتی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہوا بدوں آنکھ کے نہ دیکھتی ہوتی تو قوم عاد کے افراد میں کیونکر امتیاز کرتی اور مومن وکافر میں کیسے امتیاز کرتی اور بھلے برے کو کیونکر پہچانتی۔ علیٰ ہذا اگر آگ نہ دیکھتی ہوتی تو آتش نمرود کے حضرت ابراہیم کو جلانے میں کیوں تکلف ہوتا اور اگر پانی بدوں آنکھ کے نہ دیکھتا تو آب نیل قبطی اور سبطی میں کیونکر تمیز کرتا اور اگر مٹی بدوں آنکھ کے نہ دیکھتی تو پہاڑ اور پتھر داؤد علیہ السلام کے دوست کیوں ہوتے۔ علیٰ ہذا اگر زمین کی باطنی آنکھیں نہ ہوتیں تو قارون کو کیسے نگل لیتی اور اگر ستون حنانہ کے آنکھ نہ ہوتی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت کو کیونکر دیکھتا۔ علیٰ ہذا اگر کنکریوں کے آنکھیں نہ ہوتیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مٹھی میں ان کے صدق کی گواہی کیونکر دیتیں۔ پس اے عقل محجوب تو اپنے پروبال سمیٹ لے اور اپنی ذاتی پرواز کو چھوڑ کر سورۂ اذازلزلت الارض زلزالها پڑھ اور اس سے معلوم کر کہ زمین قیامت میں اچھی بری باتوں کی شہادت دے گی اور بدوں دیکھے کیسے شہادت دے سکتی ہے اس لئے معلوم ہوا کہ وہ بدوں آنکھ کے دیکھتی ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ زمین اپنے حالات اور اپنے واقعات بیان کرے گی اور ہم سے اپنے اسرار ظاہر کرے گی۔

فائدہ:۔ بحر العلوم نے "اے خرد بر کش تو پروبال نغ" کے معنی ان الفاظ سے بیان کئے ہیں اے خرد ناقص اگر تر اور ادراک زمین خلجان روئماید زود پرواز نمودہ سورۂ زلزال بخواں مگر مجھے یہ توجیہ اچھی نہ معلوم ہوئی اس لئے میں نے مذکورہ بالا توجیہ اختیار کی۔ واللہ اعلم) یہاں تک مولانا اپنے تائیدی مضمون کو ختم کر کے پھر گفتگوئے موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میرا تجھ سردار کے پاس رسول بنا کر بھیجنا خود دلیل ہے اس بات کی کہ بھیجنے والا اس سے خوب واقف ہے کہ ایسی دوا ایسے ناسور کے شفا کے لئے نہایت مناسب ہے۔ اور مجھ سے قاہر تجھ سے شریر کے لئے نہایت موزوں ہے اور یہ امر خود ایک بھاری دلیل ہے میرے دعویٰ رسالت کے صدق اور تیرے دعویٰ جادوگری کے کذب کی نیز اس سے پہلے تو نے ایسے واقعات دیکھے تھے کہ جو دلیل تھے اس امر کی کہ خدا مجھے اپنے تقرب و رسالت کے لئے منتخب کرے گا۔ اور میں عصا اور نور ہاتھ میں لے کر تیری شاخ گستاخ کو توڑوں گا یعنی تجھ شریر و مفسد کو تباہ و برباد کروں گا۔ یہ بھی دلیل ہے میرے صدق اور تیرے کذب کی اور یہ خوفناک واقعات حق سبحانہ نے طرح طرح سے اور تیری خوئے بد اور سرکشی کے مناسب اس لئے بھی دکھلائے تھے تاکہ تجھے معلوم ہو جاوے کہ وہ تیرے مناسب امر کو خوب جانتا ہے اور تاکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تجھے معلوم ہو جاوے کہ وہ حکیم اور خبیر اور ان امراض کا مصلح ہے جو نا قابل علاج ہیں لیکن تو ان میں تاویلیں کر کے ان سے اندھا بہرا بنتا تھا اور سمجھتا تھا کہ یہ نیند کا اثر ہے اور واقعات مذکورہ اضغاث احلام ہیں۔ اور طبیب اور منجم بھی واضح طور پر ان کی تعبیر جانتے تھے مگر طمع جان کی وجہ سے چھپاتے تھے اور کہتے تھے کہ حضور کی دولت اور حکومت یعنی خود حضور سے یہ بات دور رہے کہ کوئی رنج وہ بات حضور کے علم میں آوے۔ بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مختلف غذاؤں یا کھانوں سے طبیعت پراگندہ ہو کر خواب پراگندہ دکھتی ہے اور یہ وہ اس لئے کہتے تھے کہ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ تو طالب نصیحت نہیں ہے بلکہ تند خو اور خونخوار ہے اور مسکین خصلت نہیں ہے یہ ضرور ہے کہ بادشاہ بمصلحت خون کرتے ہیں لیکن ان کی رحمت ان کی سرکشی پر غالب ہوتی ہے اور بادشاہ کو ایسا ہی ہونا چاہئے کہ خدا کی خصلت اپنے اندر رکھتا ہو یعنی اس کی رحمت اس کے غضب سے زائد ہو۔ اور شیاطین و جنات کی طرح اس کا غصہ غالب نہ ہو کہ ناحق خون کرے اور نہ اس کے اندر مخنث کا سا حلم ہو کہ بیوی اور لونڈی فاحشہ ہو جاوے مگر اسے پرواہ نہ ہو خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب سن کہ تو نے اپنے سینہ کو شیطان خانہ بنا رکھا تھا اور کینہ کو اپنا مطمح نظر بنا رکھا تھا تیرے نیزہ کی انی نے بہت سے جگروں کو زخمی کر رکھا تھا اس لئے میرے عصا نے تیری شاخ گستاخ کو توڑا۔

حملہ آوردن ایں جہانیان و تاختن بردن بر آں جہانیاں تا سنور دژ کہ سرحد غیب ست و غفلت ایشاں از کمین کہ چوں غازی بغزا نرود کافر تاخت آرد

اس دنیا والوں کا حملہ کرنا اور غارتگری کرنا اس جہان والوں پر قلعہ کی سرحد تک جو کہ غیب کی سرحد ہے اور ان کا کمین گاہ سے غافل ہونا کیونکہ غازی جب جہاد نہیں کرتا ہے کافر حملہ کر دیتا ہے

حملہ بردند اسپہ جسمانیاں	جانب قلعہ و دژ روحانیاں
جسم والوں کی فوج نے حملہ کیا	روحانیوں کے قلعہ کی جانب
تا فرو گیرند در بندان غیب	تا کسے ناید ازاں سو پاک جیب
تا کہ غیب کے دروازوں پر قبضہ کر لیں	تا کہ کوئی پاک دل اس جانب سے نہ آئے
غازیاں حملہ غزا چوں کم برند	کافراں بر عکس حملہ آورند
غازی جب جہاد کا حملہ نہیں کرتے ہیں	تو کافر پلٹ کر حملہ کرتے ہیں
غازیان غیب چوں از حلم خویش	حملہ ناوردند بر تو زشت کیش
غیب کے غازیوں نے جب اپنی بردباری کی وجہ سے	تجھ بد مذہب پر حملہ نہیں کیا
حملہ بردی سوی در بندان غیب	تا نیایند ایں طرف مردان غیب
تو نے غیب کے دروازوں پر حملہ کیا	تا کہ غیب کے جوانمرد ادھر نہ آئیں
چنگ در صلب و رحمہا در زدی	تا کہ شارع راگیری از بدی
تو نے پشتوں اور رحموں پر دست درازی کی	تا کہ شرارت سے راستہ روک دے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بگیری شہرہے کہ ذوالجلال	برکشادست از برای انتسال
تو اس شاہراہ کو کیسے بند کر سکتا ہے جس کو خدا نے	نسل بڑھانے کیلئے کھولا ہے؟
سد شدی در بند ہارا اے لجوج	کوری تو کرد سر ہنگے خروج
اے جھگڑالو! تو دروازے کی بندش بنا	تیرے اندھے پن سے ایک سپاہی نکل آیا
نک منم سرہنگ وہنگت بشکنم	نک بنامش نام وننگت بشکنم
اب میں سپاہی ہوں اور تیرے ارادہ کو شکست دوں گا	اب اس کے نام پر تیرے نام وننگ کو شکست دوں گا
تو ہلا در بند ہارا سخت بند	چندگاہے برسبال . خود بخند
خبردار! تو دروازوں کو سخت بند کر دے	تھوڑی دیر اپنی مونچھوں پر ہنس لے
سبلت رابرکند یک یک قدر	تابدانی کالقدر یعمی البصر
تقدیر تیری مونچھ کو ایک ایک کر کے اکھاڑ دے گی	تاکہ تو جان لے کہ تقدیر آنکھوں کو اندھا کر دیتی ہے
سبلت تو تیز تریا آن عاد	کہ ہمی لرزید از دم شاں بلاد
تیری مونچھ زیادہ نوکیلی ہے یا (قوم) عاد کی	جن کے دم سے شہر لرزاں تھے
توستیزہ روتری یاآں ثمود	کہ نیامد مثل ایشاں در وجود
تو زیادہ لڑاکو ہے یا ثمود	کہ ان جیسا پیدا نہ ہوا
صد ازینہا گربگویم تو کری	بشنوی و ناشنودہ آوری
اگر اس قسم کی سینکڑوں باتیں کہوں گا تو بہرا ہے	تو سنی ہوئی (بات) کو ان سنی کر دے گا
توبہ کردم از سخن کانگیختم	بے سخن من داروبت آمیختم
جو باتیں میں نے اٹھائیں ان سے توبہ کرتا ہوں	بغیر کہے ہوئے میں تیری دوا گھولتا ہوں
کہ نہم برریش خامت تا پزد	تابسوز درلیش وریشت تاابد
تیرے کچے زخم پر رکھوں تاکہ وہ پک جائے	تاکہ ہمیشہ کیلئے زخم اور تیری داڑھی جل جائے
تابدانی کو خبیرست اے عدو	می دہد ہر چیز را در خورد او
اے دشمن! تاکہ تو جان لے کہ وہ جانکار ہے	ہر چیز کو اس کے مناسب حال عطا کرتا ہے
کے کژی کردی وکے کردی تو شر	کہ ندیدی لائقش درپے اثر
تو نے کب کجی برتی ہے اور تو نے کب شر پھیلایا ہے؟	کہ اس کے مناسب اس کے بعد تو نے اثر نہ دیکھا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

کے فرستادی دمے بر آسماں	نیکیے کز پے نیامد مثل آں
تھوڑی دیر کے لئے تو نے آسمان پر کب بھیجی ہے؟	نیکی کہ اس کے بعد اس جیسی نہ آئی ہو
گر مراقب باشی و بیدار تو	ہر دمے بینی جزای کار تو
اگر تو نگراں اور بیدار ہو جائے	ہر وقت اپنے کام کا بدلہ دیکھے
چوں مراقب باشی و گیری رسن	حاجتت ناید قیامت آمدن
جب تو نگراں ہو گا اور رسی کو پکڑ لے گا	تجھے قیامت کے آنے کی ضرورت نہ رہے گی
آنکہ رمزے رابد اند او صحیح	حاجتش ناید کہ گویندش صریح
جو اشارے کو صحیح سمجھ لے	اس سے صاف کہنے کی ضرورت نہیں ہے
ایں بلا از کودنی آید ترا	کہ نکردی فہم نکتہ و رمز را
یہ مصیبت بیوقوفی سے تجھ پر آئی ہے	کیونکہ تو اشارے اور نکتہ کو نہ سمجھا
از بدی چوں دل سیاہ و تیرہ شد	فہم کن اینجا نشاید خیرہ شد
جب گناہ کی وجہ سے دل سیاہ اور کالا ہو گیا	سمجھ لے اس جگہ بے باکی مناسب نہیں ہے
ورنہ خود تیرے شود آں تیرگی	در رسد در تو جزای خیرگی
ورنہ وہ سیاہی خود تیر بن جائے گی	تجھے بے باکی کی سزا ملے گی
ور نیاید تیرت از بخشایش ست	نے پے نادیدن آلایش ست
اگر تجھے تیر نہ لگے تو یہ بخشش ہے	نہ کہ گناہ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے ہے
پس مراقب باش گر دل بایدت	کز پے ہر فعل چیزے زایدت
اگر تجھے دل (کی سلامتی) چاہیے تو نگراں بن	اس لئے کہ ہر کام کے بعد تجھ میں کچھ پیدا ہوتا ہے
ور ازیں افزوں ترا ہمت بود	از مراقب کار بالاتر رود
اگر تجھ میں اس سے زیادہ ہمت ہے	نگرانی کرنے والے سے کام بالاتر ہو جائے گا

موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ دیکھ میں تیری سرکوبی کے لئے موجود ہوں گو تم لوگوں نے قلعۂ عالم غیب پر حملہ کیا تھا تا کہ تم اس پر قبضہ کرلو اور وہاں سے کوئی مقدس شخص تمہاری سرکوبی کے لئے نہ آسکے۔ اور وجہ اس جرأت کی یہ تھی کہ قاعدہ ہے کہ جب غازی لوگ حملہ غازیانہ کم کر دیتے ہیں تو الٹے کافران پر حملہ کرتے ہیں اسی طرح چونکہ غازیاں ربانی نے اپنے حلم سے تجھ بدکیش پر حملہ چھوڑ رکھا تھا اور کوئی نبی تیری سرکوبی کے لئے نہیں آیا تھا۔ لہذا تو نے قلعۂ غیبی پر حملہ کیا تا کہ اہل اللہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

جماعت تیری سرکوبی کے لئے نہ آ سکے یعنی تو نے صلب آبا اور رحم امہات پر تسلط کرنا چاہا تا کہ تو اپنی شرارت سے اس راہ پر قبضہ کر لے اور تو نے مردوں کو عورتوں سے مقاربت کرنے کی ممانعت کر دی اور جو بچے پیدا ہو چکے تھے ان کو قتل کرانا شروع کیا۔ لیکن تو اس راہ پر کیسے تسلط کر سکتا تھا جس کو اس عظیم الشان شہنشاہ نے افزائش نسل آدم کے لئے کھول رکھا ہے گو تو ان قلعوں کی دیوار بن گیا اور ان کے سپاہیوں کی مزاحمت کی مگر تیری آنکھوں میں خاک جھونک کر ایک سپاہی نکل ہی آیا۔ دیکھ وہ سپاہی میں ہوں اور تیری شوکت وقوت کو توڑ پھوڑ کر رکھ دوں گا اور خدا کا نام لے کر تیرے نام ونگ کے پرزے اڑا دوں گا دیکھ جہاں تک تجھ سے ہو سکے تو اپنی حفاظت کے لئے قلعوں کو بند کر لے اور جتنی تدبیریں تجھ سے اپنے بچاؤ اور میری مدافعت کی ہو سکیں کر لے۔ اور کچھ دنوں تک اپنے ساتھ تمسخر کر لے تو کیا مونچھوں پر تاؤ دیتا ہے تقدیر الٰہی تیری مونچھ کا ایک ایک بال اکھاڑ ڈالے گی۔ یہاں تک کہ تجھے معلوم ہو جائے گا کہ تقدیر الٰہی اندھا کر دیتی ہے تیری مونچھیں کچھ قوم عاد کی مونچھوں سے تیز نہیں ہیں۔ جس کے سانس سے شہر تھرا جاتے تھے۔ (مبالغہ ہے قوت وشوکت میں حقیقت مراد نہیں) پس جب وہ ہلاک ہو گئی تو تو کیا ہے اور تو بتلا کہ تو لڑا کا ہے یا قوم ثمود زیادہ لڑا کا تھی۔ جس کے مثل کوئی قوم عالم وجود میں نہیں آئی یقیناً وہی زیادہ لڑکا ہے تو جب وہ ہلاک کر دی گئی تو تیری کیا ہستی ہے خیر مجھے اس گفتگو ناصحانہ کو چھوڑنا چاہئے کیونکہ بیکار ہے یہ تو کیا اگر سینکڑوں ایسی باتیں بیان کروں گا تب بھی تو بہرا ہی رہے گا۔ یعنی سنے کا مگر ان کو یوں اڑا دے گا جیسا کہ سنا ہی نہیں اچھا اب تک جو گفتگو میں نے کی ہے اس سے توبہ کرتا ہوں اور بلا کچھ کہے سنے تیرے لئے دوا تیار کرتا ہوں تا کہ اس کو تیرے کچے پھوڑے پر لگاؤں تا کہ وہ پک جاوے اور تا کہ وہ پھوڑا اور تیری داڑھی دونوں ہمیشہ کے لئے جل جاویں یعنی تو ہمیشہ کے لئے ملیامیٹ ہو جاوے اور یہ تدبیر اس لئے کرتا ہوں تا کہ تجھے معلوم ہو جاوے کہ حق سبحانہ واقف امور ہیں اور ہر چیز کو وہی عطا کرتے ہیں جو اس کے مناسب ہے اور چونکہ تیری سرکشی اور طغیانی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ اس کا اس کے سوا کوئی علاج ہی نہ تھا اس لئے اس طرح اس کا علاج کیا گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ حق سبحانہ ہر چیز کو وہی عطا کرتے ہیں جو اس کے مناسب ہے ورنہ سوچ کر بتاؤ کہ تم نے کب کجی اور شرارت کی ہے کہ اس کے مناسب اثر تم نے نہیں دیکھا۔ اور کون سی نیکی تم نے آسمان پر بھیجی ہے جس کے بعد کوئی اچھا اثر آسمان سے نہیں آیا اگر تم اپنے افعال کی نگرانی کرو گے اور متنبہ رہو گے تو ہر وقت تم اپنے کام کا خواہ اچھا ہو یا برا بدلہ دیکھو گے۔ اور جب تم اپنے افعال کی نگرانی اور اپنی حالت پر غور کرو گے اور اس رسی کو مضبوط پکڑے رہو گے تو تمہیں اپنے افعال کے بدلے معلوم کرنے کے لئے قیامت کی ضرورت نہ ہو گی۔ بلکہ دنیا ہی میں معلوم ہو جاوے گا اور ضرورت قیامت کی ہم نے اس لئے نفی کی ہے کہ یہاں تو افعال کی جزائیں اشارۃً معلوم کرائی جاتی ہیں اور قیامت میں صراحۃً دکھلائی جاویں گی اور قاعدہ ہے کہ جو اشارہ کو سمجھ سکے اس کے لئے صریح کی ضرورت نہیں ہوتی۔ لہذا جب جزاؤں کو یہاں سمجھ جاوے تو اس کو اس کام کے لئے قیامت کی ضرورت نہ رہے گی۔ گو اور وجوہ سے ضرورت ہو یہ مصیبت جو تجھ پر پڑتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ تو نکتہ اور رمز کو نہیں سمجھتا۔ اور اپنے افعال ناشائستہ نہیں چھوڑتا ورنہ کوئی مصیبت نازل نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں ما اصابکم من مصیبة فبما کسبت ایدیکم و یعفو عن کثیر۔ لیکن اگر کسی کو مصائب انبیاء سے شبہ ہو تو اس کا جواب

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہے کہ انبیاء سے گناہ تو نہیں ہوتے مگر لغزشیں جن کو خطا اجتہادی کہتے ہیں ان سے بھی صادر ہوتی ہیں اور ان پر خطاء اجتہادی پر بھی تنبیہ ہوتی ہے پس نہ ان کے عصمت پر حرف آیا اور نہ آیت کے عموم میں خلل آیا اور جن مصائب کا منشا خطاء اجتہادی بھی نہیں ہے وہ گو بصورت مصیبت ہی ہیں مگر بمعنی رحمت ہیں لہٰذا آیت میں داخل ہی نہیں۔ برائی کا چونکہ خاصہ ہے کہ اس سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اس لئے اپنے افعال کی جزا کو سمجھنا چاہئے اور گستاخ نہ ہونا چاہئے ورنہ یہ تیرہ درونی خود ایک تیر بلا ہو کر تیرے لگے گی۔ اور تجھ کو اس بے باکی کا بدلا ملے گا۔ لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ گناہ پر تیر بلا نہیں لگتا اس کی وجہ یہ نہیں ہوتی کہ وہ گناہ حق سبحانہ کی نظر سے مخفی ہو جاتا ہے بلکہ اس کی وجہ محض لطف اور فضل ہوتا ہے۔ اسی لئے یعفو عن کثیر فرمادیا ہے اور تم چاہتے ہو کہ تم اہل دل ہو جاؤ تو تم کو اپنے افعال کی نگرانی کرنی چاہئے اس سے تم اہل دل ہو جاؤ گے کیونکہ ہر فعل سے ایک نتیجہ پیدا ہوتا ہے اور اس فعل کا نتیجہ یہ ہی ہے اور اگر مزید ترقی کا ارادہ ہو تو اس واقعہ ہی سے تم کو ترقی بھی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ اصل الاصول ہے تمام ترقیات اور مدارج عالیہ کا۔

بیان آنکہ تن خاکی آدمی زاد ہمچو آہن نیکو جوہر قابل آئینہ شدن ست تا در دنیا بہشت و دوزخ و قیامت وغیرہا معائنہ بنماید نہ بطریق خیال بل بعیاں

اس کا بیان کہ آدمی کا خاکی جسم اس لوہے کی طرح ہے جو عمدہ جوہر والا آئینہ بننے کے قابل ہے تا کہ دنیا میں بہشت اور دوزخ اور قیامت وغیرہ کا معائنہ کرلے محض خیالی طریقہ پر نہیں بلکہ مشاہدہ کے طریقہ پر

پس چو آہن گرچہ تیرہ ہیکلی	صیقلی کن صیقلی کن صیقلی
پس اگرچہ تو لوہے کی طرح کالی شکل والا ہے	صیقل کر، صیقل کر، صیقل
تا دلت آئینہ گردد پر صور	اندر و ہر سو ملیحے سیم بر
تاکہ تیرا دل صورتوں بھرا آئینہ بن جائے	جس میں ہر جانب چاندی کے جسم کا حسین ہو
آہن ارچہ تیرہ و بے نور بود	صیقلی آں تیرگی از وے زدود
لوہا اگرچہ کالا اور بے نور تھا	صیقل کرنے نے اس کی کالک صاف کر دی
صیقلی دید آہن و خوش کرد رو	تا کہ صورتہا تواں دید اندر و
لوہے نے صیقل حاصل کی اور چہرہ حسین کر لیا	یہاں تک کہ اس میں صورتیں دیکھی جا سکتی ہیں
گر تن خاکی غلیظ و تیرہ است	صیقلش کن زانکہ صیقل گیرہ است
اگر خاکی جسم غلیظ اور کالا ہے	اس کو صیقل کر وہ صیقل کو قبول کر لینے والا ہے
تا در و اشکال غیبی رو دہد	عکس حورے و ملک در وے جہد
تاکہ اس میں غیبی صورتیں نظر آئیں	حور اور فرشتے کا عکس اس میں جھلکے

www.besturdubooks.wordpress.com

صیقل عقلت بداں دادست حق	کہ بدو روشن شود دل را ورق
تجھے اللہ (تعالیٰ) نے عقل کا صیقل اسی لئے دیا ہے	تاکہ اس کے ذریعہ دل کا ورق روشن ہو
صیقلی رابستہ اے بے نیاز	واں ھوا را کردۂ دو دست باز
اے لاپروا! تو نے صیقل کو بند کر دیا ہے	اور خواہش کے دونوں ہاتھ کھول دیئے ہیں
گرھوا رابند بنہادہ شود	صیقلے رادست بکشادہ شود
اگر خواہش پر بند باندھ دیا جائے	صیقل کے ہاتھ کھل جائیں گے
آہنے کائینہ غیبی بدے	جملہ صورتہادر و مرسل شدے
جو لوہا غیب کا آئینہ بن جائے	تمام صورتیں اس میں بھیج دی جاتی ہیں
تیرہ کردی زنگ دادی در نہاد	ایں بود یسعون فی الارض الفساد
تو نے کالا کر لیا طبیعت پر زنگ چڑھا دیا	"وہ زمین میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں" کے یہی معنی ہیں
تاکنوں کردی چنیں اکنوں مکن	تیرہ کردی آب را افزوں مکن
تو نے اب تک ایسا کیا' اب نہ کر	تو نے پانی کو گدلا کر دیا' زیادہ نہ کر
برمشوراں تاشود ایں آب صاف	و اندرو بیں ماہ و اختر درطواف
اس کو نہ ہلا تاکہ پانی صاف ہو جائے	اور اس میں تو چاند اور ستارے گھومتے دیکھے
زانکہ مردم ہست ہمچوں آبجو	چوں شود تیرہ نہ بینی قعر او
کیونکہ انسان نہر کے پانی کی طرح ہے	جب وہ گدلا ہو جاتا ہے تو تہ نہیں دیکھتا ہے
قعر جو پرگوہر ست و پرزدر	ہیں مکن تیرہ کہ ہست آں صاف وحر
نہر کی تہ موتیوں اور گوہر بھری ہے	خبردار اس کو گدلا نہ کر وہ صاف اور پاک ہے
جان مردم ہست مانند ھوا	چوں بگرد آمیخت شد پردہ سما
انسانوں کی جان ہوا کی طرح ہے	جب وہ گرد آلود ہو گی تو آسمان کا پردہ بن گئی
مانع آید او زدید آفتاب	چونکہ گردش رفت شد صافی وناب
وہ سورج کو دیکھنے سے مانع ہوتی ہے	جب اس کی گرد جاتی رہی اور صاف اور خالص بن گئی
حاصل آنکہ کم مکن اے بے سرور	صیقلی واللہ اعلم بالصدور
اے ناخوش! خلاصہ یہ ہے کہ کم نہ کر	صیقل کو اور خدا سینوں کو زیادہ جانتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ مضمون بھی تتمہ ہے ماقبل کا چنانچہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ تو لوہے کی طرح سیاہ ہے لیکن تجھے چاہئے کہ اپنے کو خوب صیقل کرے تاکہ تیرا دل صورتوں سے لبریز آئینہ ہو جاوے اور اس میں ہر طرف واردات غیبیہ جو بانمک حسینوں کی طرح محبوب ومرغوب ہیں جلوہ گر ہوں۔ تو لوہے کی حالت سے عبرت پکڑ اور سمجھ کہ گو وہ پہلے سیاہ اور بے نور تھا مگر صیقلی نے اس کو صاف اور شفاف کر دیا اور وہ لوہا صیقل ہو کر خوبصورت ہو گیا اور یہ حالت ہو گئی کہ اس میں صورتیں دیکھ سکتے ہیں پس یوں ہی اگر تیرا جسم خاکی بھی کثیف اور تاریک ہے تو تو اسے صیقل کر کے صاف کر لے کیونکہ وہ صیقل ہونے کے قابل ہے اور صیقل ہو سکتا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس میں اشکال غیبی ظاہر ہوں گی۔ اور حوروں اور فرشتوں کی صورتیں اس میں منعکس ہوں گی کیونکہ جنت اور عالم ملکوت تجھ پر منکشف ہوگا حق سبحانہ نے تجھے عقل جو آئینہ جسم وقلب کا صیقل گر ہے اس لئے دی تھی کہ وہ ورق دل کو صیقل کرے اور وہ صاف وشفاف ہو جاوے لیکن تو نے یہ کیا کہ اس صیقل گر کو باندھ دیا اور ہوا جو کہ اس آئینہ کو اور زنگ آلود کرنے والی ہے اس کے ہاتھ کھول دیئے اب تو ہی انصاف کر کہ تیرا یہ فعل کہاں تک مناسب ہے۔ پس ضرورت ہے کہ صیقل گر کے ہاتھ کھولے جائیں اور اگر ہوائے نفسانی کے ہاتھ بند ہیں تو اس صیقل گر کے ہاتھ کھل سکتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ہوا کے ہاتھ باندھے جائیں تو غور کر کہ وہ لوہا جو صورت غیبیہ کا آئینہ ہوتا اور تمام صورتیں اس میں آتیں بشرطیکہ وہ صاف ہوتا تو نے اسے مکدر کر دیا اور مکدر بھی ایسا کہ زنگ کو اس کی ذات میں داخل کر دیا۔ بڑے غضب کی بات ہے اور یہ حقیقی مصداق ہے یسعون فی الارض فسادا کا (گو آیت کریمہ میں یہ معنی مراد نہیں) کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ "اصل "ارض اللہ قلب عارفست" اور اس کا سیاہ کرنا اس کا فساد ہے۔ پس جو لوگ دل کو سیاہ کرتے ہیں وہ بہت بڑے ساعی فی الارض بالفساد ہیں۔ خیر گذشتہ را صلوات۔ گو اب تک تو نے اسے سیاہ کیا مگر اب ایسا مت کر اور گو تو نے اس وقت تک اس آب صاف کو مکدر کیا مگر اس سے زیادہ نہ کر۔ اور اب اسے مت ہلا بلکہ چھوڑ دے تاکہ گرد وغبار تہ نشین ہو جاوے اور وہ پانی صاف ہو جاوے۔ یعنی اب کوئی ایسی حرکت نہ کر جس سے اس کی تیرگی بڑھے بلکہ وہ تدبیر کر جس سے یہ تیرگی دفع ہو پس تو یہ کر اور اس میں صور غیبیہ کے چاند تارے دیکھ لے ہم تجھے قلب کے مکدر کرنے سے اس لئے روکتے ہیں کہ قلوب انسانیہ ایسے ہیں جیسے ندی کا پانی جس کا قاعدہ ہے کہ جب وہ تاریک ہو جاتا ہے تو اس کی تہ نہیں دکھلائی دیتی اور اس کی تہ میں جواہر اور موتی بھرے پڑے ہیں۔ پس اس کو مکدر نہ کرنا چاہئے کیونکہ اب تک وہ صاف وشفاف ہے اس کے مکدر کرنے سے وہ جواہر مخفی ہو جاویں گے اسی طرح دل جواہر کمالات سے پر ہیں پس انہیں سیاہ نہ کرنا چاہئے ورنہ وہ کمالات مخفی ہو جاویں گے۔ علیٰ ہذا جان انسانی ہوا کے مشابہ ہے اور ہوا جبکہ گرد کے ساتھ مخلوط ہو جاتی ہے تو آسمان کا پردہ بن جاتی ہے اور آفتاب کے دیکھنے سے مانع ہوتی ہے لیکن جبکہ اس کی گرد فنا ہو جاتی ہے تو وہ صاف اور خالص ہو جاتی ہے پس یہی حالت روح کی ہے کہ جب وہ ظلمات معاصی سے تاریک ہو جاتی ہے تو آفتاب حقیقی کے لئے پردہ ہو جاتی ہے اور علی حسب تفاوت مراتب ظلمات معرفت الٰہی سے مانع ہوتی ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ جہاں تک ممکن ہو صیقلی میں کمی نہیں کرنی چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو تصفیۂ باطن میں جدوجہد کرنی چاہئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باز گفتن موسیٰ اسرار فرعون را واقعات او بظہر الغیب تا بخبیری حق ایمان آورد و قصہ آں زنگی کہ بر آئینہ رید

حضرت موسیٰ کا فرعون کے راز اور واقعات کو غائبانہ بتا دینا تاکہ اللہ کے باخبر ہونے پر ایمان لے آئے اور اس حبشی کا قصہ جس نے آئینہ پر پاخانہ پھیر دیا

باکمال تیرگی حق واقعات	می نمودت تا روی راه نجات
باوجود مکمل کالے پن کے اللہ (تعالیٰ) واقعات	تیرے لئے رونما کرتا ہے تاکہ تو نجات کا راستہ چلے
ز آہن تیره بقدرت می نمود	واقعاتے کہ در آخر خواست بود
قدرت کے ذریعہ کالے لوہے سے رونما کئے	وہ واقعات جو آخیر میں ہونے والے تھے
تا کنی کم تر تو آں ظلم و بدی	آں ہمی دیدی و بدتر می شدی
تاکہ تو ظلم اور برائی نہ کرے	تو نے وہ دیکھے اور بدتر ہو گیا
نقشہائے زشت خوابت می نمود	می رمیدی زاں و آں نقش تو بود
خواب تجھے بری صورتیں دکھاتے تھے	تو ان سے نفرت کرتا تھا اور وہ تیری حالت تھے
ہمچو آں زنگی کہ در آئینہ دید	روی خود را زشت و بر آئینہ رید
اس حبشی کی طرح جس نے آئینہ میں دیکھا	اپنا بدنما چہرہ اور آئینہ پر پاخانہ پھر دیا
کہ چہ زشتی لائق اینی و بس	زشتیم آن تو است اے کور خس
کہ تو کیا بدنما ہے؟ تو بس اسی کے لائق ہے	اے اندھے کمینے! میری بدنمائی تیری ملک ہے
ایں جفا بر روی زشتت می کنی	نیست بر من زانکہ ہستم روشنی
یہ ظلم تو اپنے بدنما چہرے پر کر رہا ہے	مجھ پر نہیں ہے کیونکہ میں تو روشن ہوں
گاہ می دیدی لباست سوختہ	گہ دہان و چشم تو بر دوختہ
کبھی تو نے اپنا لباس جلا ہوا دیکھا	کبھی اپنا منہ اور آنکھیں سلی ہوئی
گاہ حیواں قاصد خونت شده	گہ سر خود را بدندان دده
کبھی جانور تیرے خون کے درپے ہوا	کبھی اپنے سر کو درندہ کے دانتوں میں (دیکھا)
گہ نگوں اندر میان آب ریز	گہ غریق سیل خوں آمیز تیز
کبھی بیت الخلا میں اوندھا	کبھی خون ملے ہوئے تیز بہاؤ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

گہ زبامے اوفتادہ گشتہ پست	گاہ در اشکنجہ و بستہ دو دست
کبھی بالا خانہ سے گرا ہوا دبا ہوا	کبھی شکنجے میں دونوں ہاتھ بندھے ہوئے
گا ہدیدہ خویش در زنجیر و غل	گاہ مغزت راز دندے چوں دہل
کبھی اپنے آپ کو زنجیر اور طوق میں دیکھا	کبھی تیرے سر کو ڈھول کی طرح پیٹتے تھے
گہ ندات آمد ازیں چرخ نقی	کہ شقی و کہ شقی و کہ شقی
کبھی اس صاف آسمان سے آواز آئی	کہ تو بدبخت ہے تو بدبخت ہے تو بدبخت ہے
گہ ندات آمد صریحا از جبال	کہ برو ہستی زاصحاب شمال
کبھی تجھے پہاڑوں سے صاف آواز آئی	کہ جا تو بائیں جانب والوں میں سے ہے
گہ ندامی آمدت از ہر جماد	تابد فرعون در دوزخ فتاد
کبھی تجھے ہر بے جان کی جانب سے آواز آئی	کہ فرعون ہمیشہ کیلئے دوزخ میں گر گیا
گہ خطاب آمد ترا از ہر نبات	گشت مطرود ابد فرعون و مات
کبھی تجھے ہر پودے سے آواز آتی تھی	کہ فرعون ہمیشہ کے لئے مردود ہوگیا اور مر گیا
زیں بترہا کہ نمی گویم زشرم	تانگردد طبع معکوس تو گرم
اس سے بھی بدتر جو کہ میں شرم سے نہیں کہتا ہوں	تاکہ تیری اوندھی طبیعت غضبناک نہ ہو
اند کے گفتم بتو اے ناپذیر	زاند کے دانی کہ ہستم من خبیر
اے نہ قبول کرنے والے! میں نے تھوڑی باتیں کہی ہیں	تھوڑی باتوں سے تو جان لے کہ میں باخبر ہوں
خویشتن را کور کردتی و مات	تانیندیشی زخواب و واقعات
تو نے اپنے آپ کو اندھا اور مردہ بنا لیا	تاکہ خواب اور واقعات کو نہ سوچے
چند بگریزی نک آمد پیش تو	کوری ادراک مکر اندیش تو
تو کتنا گریز کرے گا اب تیرے آگے آگئی	تیرے مکر کے منصوبے باندھنے والے ذہن کی بے بصیرتی

یہاں سے پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ حق سبحانہ باوجود تیرے کمال سیاہ دلی کے تجھے واقعات دکھلاتے تھے تاکہ تو راہ نجات پر چلے۔ اور تجھے تیرے غیر مصفا لوہے یعنی سیاہ دل سے اپنی قدرت کاملہ سے وہ واقعات دکھلاتے تھے جو آخر میں ہونے

www.besturdubooks.wordpress.com

والے ہیں تا کہ تو متنبہ ہو کر ظلم اور برائی کو کم کرے مگر تو دیکھتا تھا اور بگڑتا تھا تیرے خواب تجھے بری بری شکلیں دکھلاتے تھے مگر تو ان سے بھاگتا تھا حالانکہ وہ خود تیری ہی صورتیں تھیں اس لئے تیری مثال ایسی تھی جیسے زنگی جس نے آئینہ میں اپنا منہ برا دیکھا اور آئینہ پر تھوک دیا۔ اور کہا کہ تو نہایت برا ہے لہذا اسی کے لائق ہے مگر آئینہ کہتا تھا کہ میری برائی حقیقت میں میری نہیں بلکہ تیری ہے اس لئے یہ ظلم تو خود اپنے منہ پر کرتا ہے اور مجھ پر نہیں کرتا۔ کیونکہ میں تو روشن ہوں کبھی تو اپنے لباس کو جلا ہوا دیکھتا تھا جس میں اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ تیرا لباس تقویٰ فنا ہو چکا ہے۔ کبھی تو اپنے منہ اور آنکھ کو سلا ہوا دیکھتا تھا جس میں اشارہ تھا اس طرف کہ تو حق گو اور حق بین نہیں۔ کبھی دیکھتا تھا کہ کوئی جانور تیرے خون کے درپے ہے اور کبھی دیکھتا تھا کہ تیرا سر ایک درندہ کے منہ میں ہے یہ جانور اور درندہ خوئی بہیمیہ وسبعیہ تھیں کبھی دیکھتا تھا کہ میں پاخانہ کے چوبچہ میں پڑا ہوں۔ جس میں اشارہ تھا اس طرف کہ تو نجاسات معاصی میں آلودہ ہے اور کبھی دیکھتا تھا کہ میں ایک تیز خون آمیز سیلاب میں ڈوب گیا ہوں۔ جس میں اشارہ تھا اس طرف کہ تیرا خون ناحق تیری ہلاکت کا سبب ہے کبھی دیکھتا تھا کہ میں نے کوٹھے سے گر کر نیچے آ گیا ہوں جس میں اشارہ تھا اس طرف کہ تو عالم بالا کو چھوڑ کر دنیا میں پھنس گیا ہے کبھی دیکھتا تھا کہ شکنجہ میں تیرے ہاتھ پاؤں پھنسے ہوئے ہیں اور کبھی دیکھتا تھا کہ میں طوق وزنجیر پہنے ہوئے ہوں کبھی دیکھتا تھا کہ میرا سر ڈھول کی طرح کوٹا جا رہا ہے ان امور میں اشارہ تھا تیرے افعال کی جزا کی طرف یہ تو خواب کے واقعات تھے مگر صرف انہی پر اکتفا نہیں کیا گیا۔ بلکہ واقعات بیداری کے ذریعہ سے بھی متنبہ کیا گیا۔ چنانچہ کبھی آسمان سے ندا آتی تھی کہ تو شقی ہے کبھی پہاڑوں سے صاف آواز آتی تھی کہ تو دوزخی ہے کبھی دیگر جمادات سے ندا آتی تھی کہ اے فرعون تو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جا گرا۔ کبھی نباتات کہتے تھے کہ فرعون ہمیشہ کے لئے درگاہ الٰہی سے مردود ہو گیا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ان سے بڑے بڑے اور واقعات ہیں جن کو میں شرم کی بنا پر اور اس لئے نہیں کہتا کہ تیری اوندھی طبیعت تیز نہ ہو جاوے اور تجھے غصہ نہ آ جاوے تو میری نصیحت کو بالکل ہی سننا چھوڑ دے مختصر طور پر اس لئے بیان کر دیا ہے تا کہ اس مختصر بیان سے تجھے معلوم ہو جاوے کہ میں تیرے واقعات کو جانتا ہوں اور اس سے تجھے معلوم ہو جاوے کہ میں نبی ہوں۔ خیر یہ سب واقعات تجھ پر گزرتے تھے مگر تو اندھا بن جاتا تھا اور اپنے کو مغلوب کر لیتا تھا تا کہ تو خواب اور واقعات بیداری سے سوچ میں نہ پڑ جاوے لیکن تو کب تک بھاگ سکتا تھا آخر وہ واقعات تیرے مکار ادراک کے منشا کے خلاف تیرے سامنے آ گئے۔

در بیان آنکہ در توبہ واستغفار بازست از کرم حق

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے کرم سے توبہ اور معافی کا دروازہ کھلا ہوا ہے

ہیں مکن زیں پس فرا گیر احتراز	کہ ز بخشایش در توبہ است باز
خبردار اس کے بعد نہ کر بچاؤ اختیار کر	کیونکہ بخشش سے توبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے
توبہ را از جانب مغرب درے	باز باشد تا قیامت بر ورے
مغرب کی جانب سے توبہ کا دروازہ	کھلا ہوا ہے مخلوق پر قیامت تک

تاز مغرب برزند سر آفتاب	باز باشد آں درازوے رومتاب
جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع کرے	وہ دروازہ کھلا ہوا ہے اس سے رو گردانی نہ کر
ہست جنت راز رحمت ہشت در	یک در توبہ است زاں ہشت اے پسر
(خدا کی) رحمت سے جنت کے آٹھ دروازے ہیں	ان آٹھ میں سے اے بیٹا! ایک توبہ کا دروازہ ہے
آں ہمہ گہ باز باشد گہ فراز	واں در توبہ نباشد جز کہ باز
وہ سب کبھی کھلتے ہیں کبھی بند ہوتے ہیں	اور توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے
ہیں غنیمت دار در بازست زود	رخت آنجاکش بکوری حسود
خبردار! غنیمت سمجھ دروازہ کھلا ہوا ہے جلد	سامان وہاں لے جا حاسد کی آنکھ میں دھول جھونک کر
پیش ازاں کز قہر در بستہ شود	بعد ازاں زاری تو کس نشنود
اس سے پہلے کہ قہر کی وجہ سے دروازہ بند ہو جائے	اس کے بعد تیری (آہ و) زاری کوئی نہ سنے گا
بازگرد از کفر و ایں در بازیاب	تانگردی از شقاوت ردباب
کفر سے پلٹ جا اور اس دروازہ کو حاصل کر لے	تاکہ تو بدبختی سے مردود بارگاہ نہ بنے

خیر جو کچھ ہو چکا وہ تو ہو چکا اب ایسی باتیں مت کر اور ان سے بچ۔ کیونکہ بخشش خداوندی سے ہنوز در توبہ کھلا ہوا ہے اور مغرب کی جانب سے یہ توبہ کا دروازہ مخلوق کے لئے قیامت تک کھلا رہے گا یعنی جب تک کہ آفتاب مغرب سے نکلے اس وقت تک کھلا رہے گا تو اس سے اعراض مت کر بلکہ اس سے فائدہ اٹھا۔ دیکھ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ان آٹھ میں سے ایک در توبہ ہے پس بقیہ سات کبھی بند ہوتے ہیں اور کبھی کھلے ہوئے لیکن در توبہ ہمیشہ کھلا ہوا ہوتا ہے پس چونکہ یہ دروازہ کھلا ہوا ہے اس لئے اس کو غنیمت جان اور اس کے ذریعہ سے جنت میں پہنچ جا۔ گو حاسدوں یعنی نفس وشیطان کو ناپسند ہو اور یہ کام اس کے بند ہونے سے پہلے ہی ہو جانا چاہئے کیونکہ اس کے بعد تیری آہ وزاری کوئی نہ سنے گا اور وہ دروازہ نہ کھل سکے گا۔ پس تو کفر سے باز آ اور اس کھلے ہوئے دروازہ سے فائدہ اٹھا تاکہ تو اس کے بند ہونے کے بعد اپنی بدبختی کے سبب اس دروازہ سے واپس نہ لوٹا دیا جاوے یا مردود درگاہ حق سبحانہ نہ ہو جاوے۔

فائدہ:۔ مولانا کے ظاہر بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ باب توبہ جس کے کھلے ہونے تک توبہ قبول ہوتی ہے اور وہ در توبہ جو جنت کا دروازہ ہے دونوں ایک ہیں۔ دو نہیں ہیں لیکن حدیث ان اللہ جعل بالمغرب بابا عرضہ مسیرۃ سبعین عاما للتوبۃ لا مالم تطلع الشمس من قبلہ الخ کے ظاہر سے اس کا باب جنت کے مغائر ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ فتدبر واللہ اعلم۔

فائدہ ۲:" توبہ را از جانب مغرب درے الخ" سے آخر ابیات تک ممکن ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہو۔ اور مخاطب فرعون ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا کا مقولہ ہو اور مخاطب عام ہو واللہ اعلم۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتن موسیٰ علیہ السلام مر فرعون را کہ از من یک پند قبول کن و چہار فضیلت عوض بستان و پرسیدن فرعون کہ آں چہار کدام ست

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا فرعون سے کہنا کہ میری ایک نصیحت مان لے اور بدلے میں چار فضیلتیں حاصل کرلے اور فرعون کا دریافت کرنا کہ وہ چار کیا ہیں؟

ہیں زمن بپذیر یک چیز و بیار	پس زمن بستاں عوض آں را چہار
آگاہ! میری ایک بات مان لے اور بجا لا	پھر مجھ سے اس کے بدلے میں چار لے لے
گفت اے موسیٰ کدام ست آں یکے	شرح کن با من ازاں یک اندکے
اس نے کہا اے موسیٰ! وہ ایک کیا ہے؟	اس ایک کی میرے لئے تھوڑی سی تشریح کر دے
گفت آں یک کہ بگوئی آشکار	کہ خدائی نیست جز از کردگار
فرمایا وہ ایک یہ ہے کہ تو علی الاعلان کہہ دے	کہ اللہ کے علاوہ اور کوئی خدا نہیں ہے
خالق افلاک و انجم بر علا	مردم و دیو و پری و مرغ را
جو آسمانوں کو اور بلندی پر ستاروں کو پیدا کرنے والا ہے	اور انسانوں اور دیو اور پری اور پرندوں کو
الق دریا و کوہ و دشت و تیہ	ملکت او بے حد و او بے شبیہ
دریا اور پہاڑ اور جنگل اور میدان کا پیدا کرنے والا ہے	اس کی سلطنت لامحدود ہے اور وہ بے مثال ہے
حافظ ہر چیز و ہر کس ہر مکاں	رازق ہر جانور اندر جہاں
وہ ہر چیز اور ہر شخص اور ہر جگہ کا نگہبان ہے	دنیا میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے
ہم نگہدارندۂ ارض و سما	ہم پدید آرندۂ گل از گیا
زمین اور آسمان کا محافظ بھی ہے	گھاس سے پھول پیدا کرنے والا بھی ہے
مطلع او بر ضمیر بندگاں	حاکم و جبار بر گردن کشاں
وہ بندوں کے دل کی بات سے باخبر ہے	وہ متکبروں پر حاکم اور زبردست ہے
اوست بر ہر بادشاہے بادشاہ	حکم اورا یفعل اللہ ما یشاء
وہی ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے	اس کا حکم ہے' اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے
گفت اے موسیٰ کدام ست آنچہار	کہ عوض بدہی مرا بر گو بیار
اس نے کہا اے موسیٰ! وہ چار کیا ہیں؟	کہ تو بدلے میں دے گا مجھے بتا لا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بود کز لطف آں وعدہ حسن	ست گردد چار میخ کفر من
ہو سکتا ہے کہ اس اچھے وعدے کی خوبی سے	میرے کفر کی سزا سست پڑ جائے
بو کہ زاں خوش وعدہائے مغتنم	بر کشاید قفل کفر صدمنم
ہو سکتا ہے کہ اچھے مغتنم وعدوں کی وجہ سے	میرے کفر کا سینکڑوں من کا قفل کھل جائے
بو کہ از تاثیر جوی انگبیں	شہد گردد در تنم ایں زہر کیں
ہو سکتا ہے کہ شہد کی نہر کی تاثیر سے	یہ کینہ کا زہر میرے جسم میں شہد بن جائے
یا زعکس جوی آں پاکیزہ شیر	پرورش یابد دمے عقل اسیر
یا اس دودھ کی پاکیزہ نہر کے عکس سے	تھوڑی دیر کے لئے قیدی عقل پرورش پا لے
یا بود کز عکس آں جوہائے خمر	مست گردم بو برم از ذوق امر
یا شاید شراب کی ان نہروں کے پرتو سے	میں مست ہو جاؤں حکم خداوندی کا ذوق حاصل کر لوں
یا بود کز لطف آں جوہائے آب	تازگی یابد تن شورہ خراب
یا شاید ان پانی کی نہروں کی لطافت سے	برباد بنجر جسم تازگی حاصل کر لے
شورہ ام را سبزۂ پیدا شود	خار زارم جنۃ الماویٰ شود
میری شور زمین میں سبزہ پیدا ہو جائے	میرا کانٹوں کا کھیت جنت الماویٰ بن جائے
بو کہ از عکس بہشت و چار جو	جاں شود از یاری حق یار جو
ہو سکتا ہے کہ بہشت اور چاروں نہروں کے پرتو سے	جان اللہ کی مدد کی خواستگار بن جائے
آنچناں کز عکس دوزخ گشتہ ام	آتش و در قہر حق آغشتہ ام
جیسا کہ میں دوزخ کے عکس سے بن گیا ہوں	آگ اور اللہ (تعالیٰ) کے قہر میں ڈوبا ہوا ہوں
کہ زعکس نار دوزخ ہمچو مار	گشتہ ام بر اہل جنت زہر بار
کہ دوزخ کی آگ کے عکس سے سانپ کی طرح	جنتیوں پر زہر برسانے والا بن گیا ہوں
کہ زعکس جوشش آب حمیم	آب ظلمم کرد خلقاں را رمیم
کہ گرم پانی کے جوش کے عکس سے	میرے ظلم کے پانی نے مخلوق کو بوسیدہ بنا دیا ہے
من زعکس زمہریرم زمہریر	یا زعکس آں سعیرم چوں سعیر
میں زمہریر کے عکس سے زمہریر ہوں	یا دوزخ کے عکس سے دوزخ جیسا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخ درویش مظلوم کنوں	وای آنکہ یابمش ناگہ زبوں
میں اب مظلوم فقیر کی دوزخ ہوں	اس پر افسوس ہے جس کو میں کمزور پاؤں
موسیاً باشد کہ بکشائیم در	وز فضیلتہات گردم باخبر
اے موسیٰ! ہو سکتا ہے کہ تو مجھ پر دروازہ کھول دے	اور تیری فضیلتوں سے میں باخبر ہو جاؤں
موسیا باشد کہ یابم مامنے	وارہم از کثرت ماومنے
اے موسیٰ! ہو سکتا ہے کہ میں امن کی جگہ پالوں	میں تکبر اور خودی کی کثرت سے چھوٹ جاؤں
ہیں بگو با من کدامست آں چہار	کہ عوض خواہیم دادن برشمار
ہاں بتا مجھے وہ چار کیا ہیں؟	جو مجھے تو بدلے میں دے گا شمار کر

موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا کہ تو میری ایک بات مان لے اور اس کو عمل میں لا۔ اس کے بعد اس کے عوض میں مجھ سے چار چیزیں لے لے۔ اس پر اس نے کہا کہ وہ ایک چیز کیا ہے اس کی کسی قدر تفصیل بیان کر آپ نے فرمایا کہ وہ ایک بات یہ ہے کہ تو علی الاعلان اس کا اقرار کر کہ خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں۔ وہ بلندی پر افلاک اور ستاروں اور پستی میں انسانوں' شیاطین' جنات اور جانوروں کا پیدا کرنے والا ہے نیز دریاؤں پہاڑوں اور جنگلوں اور بیابانوں کا بھی خالق ہے۔ اس کی سلطنت غیر محدود ہے اور وہ بے نظیر و بے مثل ہے وہ ہر شخص اور ہر مکان کا نگہبان ہے اور عالم میں ہر جاندار کو رزق دینے والا ہے۔ نیز وہ آسمانوں اور زمینوں کا محافظ ہے اور نباتات میں پھول پیدا کرنے والا ہے۔ اپنے بندوں کے دلوں کی باتوں پر مطلع ہے۔ سرکشوں پر حاکم اور ان کی سرکوبی کرنے والا ہے وہ ہر بادشاہ کا بادشاہ ہے حکم اسی کا ہے اور وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی اس کی مزاحمت نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ اچھا وہ چار چیزیں بھی بیان کر جو مجھے معاوضہ میں ملیں گی تاکہ شاید اس عمدہ وعدہ کے سبب میرے کفر کا شکنجہ ڈھیلا ہو جاوے۔ اور میں اس سے نکل سکوں اور ممکن ہے کہ ان اچھے اور مغتنم وعدوں کے سبب مجھ سے اور سینکڑوں کے کفر کا قفل بھی کھل جاوے۔ اور وہ مسلمان ہو جائیں اور ممکن ہے کہ جنت کی جوئے شہد سے یہ عداوت کا زہر میرے جسم میں شہید ہو جاوے۔ اور میں تیرا دوست ہو جاؤں یا اس کی جوہائے شیر کے پرتو سے میری پابند نفس عقل پرورش پائے یا اس کی جوہائے شراب کے پرتو سے میں مست ہو جاؤں۔ اور حکم حق کی چاشنی سے واقف ہو جاؤں۔ یا ممکن ہے کہ اس کی پانی کی ندیوں کے لطف سے میرا تن جو شور زمین کی مانند اور ویران ہے تازگی حاصل کرلے اور میری اس زمین شور میں سبزۂ معرفت حق سبحانہ پیدا ہو جاوے۔ اور میرا یہ کانٹوں کا کھیت یعنی جسم جنت الماوی بن جاوے۔ اور ممکن ہے کہ اس بہشت اور اس کی چاروں مذکورہ بالا نہروں کے پرتو سے جان اعانت حق سبحانہ کو اپنا معین بنانے کی طالب ہو جس طرح کہ اب میں دوزخ کے عکس سے آگ بن رہا ہوں اور قہر سے مخلوط ہوں اور جیسا کہ آتش دوزخ کے پرتو سے سانپ کی طرح مستحقین جنت پر زہر اگل رہا ہوں اور جیسا کہ دوزخ کے گرم پانی کے جوش کے اثر سے میرے آب ظلم نے مخلوق کو غرق کر کے بہیدہ کر دیا ہے یا جس طرح کہ دوزخ کے طبقۂ زمہریر کے اثر سے کرۂ زمہریر اور دل سرد ہو رہا ہوں یا جیسا کہ دوزخ کے اثر سے دوزخ کی مانند ہو رہا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوں اور مظلوم غریبوں کے لئے دوزخ بن رہا ہوں اور بزبان حال کہتا ہوں کہ خرابی ہے اس کے لئے جس کو میں مغلوب پاؤں کیونکہ وہ میرے پنجہ قہر سے بچ نہیں سکتا اور اے موسیٰؑ ممکن ہے کہ تو وعدوں کی تفصیل سے میرے لئے ہدایت کا دروازہ کھول دے۔ اور میں تیری فضیلتوں سے واقف ہو جاؤں اور ممکن ہے کہ مجھے جائے امن مل جاوے اور میں اپنی کثرت نفسانیت سے نجات پاؤں۔ اچھا تو اب بیان کردے کہ وہ چار لباس جو تو مجھے معاوضہ میں دے گا وہ کیا ہیں اور انہیں گن۔

شرح کردن موسیٰؑ آں چار فضیلت را جہت پا مردی ایمان فرعون

حضرت موسیٰؑ کا ان چار فضیلتوں کی تشریح کرنا جو فرعون کے ایمان کا بدلہ ہوں گی

گفت موسیٰؑ کاولین آں چہار	صحتے باشد تنت را پائیدار
(حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا ان چاروں میں سے پہلی یہ ہے	کہ تیرے جسم کو پائیدار صحت حاصل ہو گی
ایں عللہائی کہ در طب گفتہ اند	دور باشد از تنت اے ارجمند
وہ بیماریاں جو طب میں مذکور ہیں	اے باقبال! تیرے جسم سے دور ہوں گی
ثانیاً باشد ترا عمر دراز	کہ اجل دارد ز عمرت احتراز
دوسرے تیری عمر دراز ہو گی	کیونکہ موت تیری عمر سے احتراز کرے گی
ویں نباشد بعد عمر مستوی	کہ بناکام از جہاں بیروں روی
ایک ہموار عمر کے بعد یہ نہ ہو گا	کہ تو دنیا سے ناکام جائے
بلکہ خواہان اجل چوں طفل شیر	نے ز رنجے کہ ترا دارد اسیر
بلکہ موت کا خواہاں ہو کر جس طرح دودھ پیتا بچہ	نہ کہ کسی بیماری کی وجہ سے جس نے تجھے قیدی بنا لیا ہو
مرگ جو باشی و لے نز عجز و رنج	بلکہ بینی در خراب خانہ گنج
تو موت کا جویاں ہو گا لیکن عجز اور تکلف کی وجہ سے نہیں	بلکہ تو گھر کی ویرانی میں خزانہ دیکھے گا
پس بدست خویش گیری تیشۂ	می زنی بر خانہ بے اندیشۂ
تو اپنے ہاتھ میں کدال لے گا	بے تامل گھر پر مارے گا
کہ حجاب گنج بینی خانہ را	مانع صد خرمن ایں یک دانہ را
کیونکہ تو گھر کو خزانہ کا پردہ سمجھے گا	ایک دانہ کو سو کھلیانوں کا مانع (سمجھے گا)
پس در آتش افگنی ایں دانہ را	پیش گیری تیشۂ مردانہ را
تو اس دانہ کو آگ میں پھینک دے گا	مردانہ کدال کو سامنے رکھے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

برکنی ایں خانۂ تن بے دریغ	تابروں آید مہت از زیر میغ
بے تامل اس جسم کے گھر کو اکھاڑ دے گا	تا کہ تیرا چاند ابر کے نیچے سے نکل آئے
اے بیک برگے زباغے ماندۂ	ہچو کرمے برگش از رز راندۂ
اے وہ! جو ایک پتے کی وجہ سے ایک باغ سے محروم ہو گیا ہے	اس کیڑے کی طرح جس کو ایک پتے نے انگور سے ہٹا دیا ہے
چوں کرم ایں کرم رابیدار کرد	اژدہای جہل را ایں کرم خورد
جب اللہ کے کرم نے اس کیڑے کو بیدار کر دیا	اس کیڑے نے جہل کے اژدھے کو نگل لیا
کرم کرمے شد پراز میوہ درخت	ایں چنیں تبدیل کرداو نیک بخت
کیڑا انگور کی بیل میوہ بڑا درخت بن گیا	اس نیک بخت نے اس طرح تبدیلی کر لی

تفسیر کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لاعرف

میں چھپا ہوا خزانہ تھا تو میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق پیدا کی تا کہ میں پہچانا جاؤں کی تفسیر

خانہ برکن کز عقیق ایں یمن	صد ہزاراں خانہ شاید ساختن
گھر کھود ڈال یمن کے اس عقیق	لاکھوں گھر بنائے جا سکتے ہیں
گنج زیر خانہ است و چارہ نیست	از خرابی ہیں میندیش و مایست
خزانہ گھر کے نیچے ہے اور کوئی تدبیر نہیں ہے	ویرانی کی فکر نہ کر اور نہ ٹھہر
کہ ہزاراں خانہ از یک نقد گنج	می تواں کردن عمارت نے زرنج
ایک نقد خزانے سے ہزاروں گھر	تکلیف کے بغیر تعمیر کیے جا سکتے ہیں
عاقبت ایں خانہ خود ویراں شود	گنج از زیرش یقیں عریاں شود
انجام کار یہ گھر خود ویران ہو گا	خزانہ یقیناً اس کے نیچے سے ظاہر ہو گا
لیک آں تو نباشدزانکہ روح	مزد ویراں کردنستش آں فتوح
لیکن وہ تیری ملکیت نہ ہو گا کیونکہ روح کے لئے	وہ نذرانہ اس (جسم) کو ویران کرنے کی مزدوری ہے
چوں نکرد آنکار مزدش ہست لا	لیس للانسان الاماسعیٰ
جب وہ کام نہ کیا' اس کی مزدوری معدوم ہے	انسان کے لئے وہی ہے جو اس نے کوشش کی
دست خائی بعدازاں تو کاے دریغ	ایں چنیں ماہے بد اندر زیر میغ
اس کے بعد تو ہاتھ کاٹے گا کہ ہائے افسوس	ابر کے نیچے ایسا عمدہ چاند تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

من نکردم انچہ گفتند از بہی	گنج رفت و خانہ و دستم تہی
جو بھلائی کی بات انہوں نے کہی میں نے نہ کی	خزانہ گیا اور گھر (بھی) اور میرا ہاتھ خالی ہے
مانع صد خرمن ایں یک دانہ بود	حائل گنج وحجاب ایں خانہ بود
سینکڑوں کھلیانوں کے لئے ایک دانہ مانع تھا	خزانہ میں حائل اور پردہ یہ گھر تھا
خانہ را اجرت گرفتی وکرے	نیست ملک تو بہ بیعے یا شرے
تونے گھر اجرت اور کرایہ پر لیا ہے	خرید و فروخت کے ذریعہ تیری ملکیت نہیں ہے
ایں کرے را مدتے اوتا اجل	تا دریں مدت کنی دروے عمل
اس کرایہ کی مدت موت تک ہے	تاکہ تو اس مدت میں اس میں کام کرے
پارہ و وزی میکنی اندر دکاں	زیر ایں دکان تو مدفوں دوکاں
تو دکان میں چیتھڑے سی رہا ہے	اس دوکان کے نیچے دوکانیں مدفون ہیں
ہست ایں دکاں کرائی زود باش	تیشہ بستان و تکش رامی تراش
یہ دوکان کرایہ کی ہے جلدی کر	کدال لے اور اس کی تہ کو کھود
تاکہ تیشہ ناگہاں برکاں نہی	از دکان و پارہ دوزی وارہی
تاکہ تو کدال اچانک کان پر رکھدے	دکان اور چیتھڑے سینے سے نجات پا جائے
پارہ دوزی چیست خورد آب دناں	میزنی ایں پارہ بردلق گراں
چیتھڑے سینا کیا ہے؟ روٹی پانی کی خوراک	بھاری گدڑی پر تو یہ پیوند لگا رہا ہے
ہر زماں می درد ایں دلق تنت	پارہ بروے می زنی زیں خوردنت
یہ تیرے جسم کی گدڑی ہر وقت پھٹی رہتی ہے	تو اس خوراک سے اس پر پیوند لگاتا ہے
اے زنسل بادشاہ کام یار	باخود آزیں پارہ دوزی ننگ دار
اے بامقصد بادشاہ کی نسل سے	ہوش میں آ اس چیتھڑے سینے سے شرم کر
پارۂ برکن ازیں قعر دوکاں	تابر آرد سر بہ پیش تو دوکاں
اس دکان کی تہ سے ٹکڑا ہٹا	تاکہ تیرے سامنے دوکانیں رونما ہوں
پیش ازاں کایں مہلت خانہ کرے	آخر آید تو نخوردہ زو برے
اس سے قبل کہ گھر کی کرایہ داری کا وقت	ختم ہو (اور) تونے اس سے کوئی پھل نہ کھایا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

پس ترا بیروں کند صاحب دکاں	ایں دکان را بر کند از روی کاں
پس تجھے دکان کا مالک نکال دے	اس دکان کو کان کے منہ پر سے اکھاڑ دے
توز حسرت گاہ برسری زنی	گاہ ریش خام خود بر می کنی
تو کبھی حسرت سے سر پیٹے گا	کبھی اپنی بیوقوفی کی داڑھی نوچے گا
کاے دریغا آن من بود ایں دکاں	کور بودم برنخوردم زیں مکاں
کہ ہائے افسوس! یہ دکان میرے قبضہ میں تھی	میں اندھا تھا میں نے اس جگہ سے نفع حاصل نہ کیا
اے دریغا گنج را بگذاشتم	آب حیواں را بخاک انباشتم
ہائے افسوس! میں نے خزانہ ضائع کر دیا	آب حیات کو مٹی سے ڈھک دیا
اے دریغا بود مارا بردباد	تا ابد یا حسرتا شد للعباد
ہائے افسوس! ہمارا وجود برباد ہو گیا	قیامت تک "بندوں کے لئے حسرت ہے" رہ گیا

غرہ شدن آدمی بہ ذکاوت وتصورات طبع خویش و طلب ناکردن غیب کہ علم انبیاست علیہم السلام

انسان کا اپنی ذہانت اور اپنے طبعی تصورات سے دھوکے میں پڑنا اور علم غیب طلب نہ کرنا جو انبیاء علیہم السلام کا علم ہے

دیدم اندر خانہ من نقش و نگار	بودم اندر عشق خانہ بے قرار
میں نے گھر میں نقش و نگار دیکھے	میں گھر کے عشق میں بے قرار تھا
ماندہ ام درخانہ حیران و نزار	لابد از معنی شدم من عور و زار
میں گھر (کے معاملہ) میں حیران اور کمزور بن گیا	لامحالہ میں حقیقت سے خالی اور بدحال رہ گیا
عشق خانہ دردل من کارکرد	لاجرم از گنج ماندم دور و فرد
گھر کی محبت میرے دل میں کام کر گئی	میں لامحالہ خزانہ سے دور اور تنہا رہ گیا
بودم از گنج نہانی بے بر	ورنہ دستنبوی من بودے تبر
میں پوشیدہ خزانے سے بے خبر تھا	ورنہ تبر میرے ہاتھ کا گلدستہ ہوتا
آہ اگر داد تبر را دادمے	ایں زماں غم را تبرا دادمے
افسوس! اگر میں تبر کی قدر کر لیتا	اس وقت میں غم پر تبرا پڑھ دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم رابر نقش می انداختم	ہمچو طفلاں عشقہامی باختم
میں نے نقش (و نگار) پر آنکھ جما دی	بچوں کی طرح محبت کرنے لگا
بس نکو گفت آں حکیم کامیار	کہ تو طفلی خانہ پر نقش و نگار
اس ماہر اور دانا نے بہت اچھا کہا ہے	کہ تو بچہ ہے (اور) گھر نقش و نگار سے بھرا ہوا ہے
در الٰہی نامہ بس اندرز کرد	کہ برآر از دودمان خویش گرد
الٰہی نامہ میں اس نے نصیحت کی ہے	کہ اپنے خاندان کو برباد کر

اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ چاروں میں پہلی چیز یہ ہے کہ تو ہمیشہ تندرست رہے گا اور تیرے جسم سے وہ تمام بیماریاں دور رہیں گی جو طب میں بیان کی گئی ہیں۔ دوسرے تیری عمر نہایت دراز ہوگی۔ کیونکہ موت کو تیری عمر کے فنا کرنے سے اس عرصۂ دراز تک احتراز ہوگا۔ اور جب یہ عمر مستوی (یعنی وہ عمر جس کے اجزاء راحت میں تمام یکساں ہیں اور جس میں یہ بات نہیں کہ کبھی تکلیف ہو کبھی راحت) ختم ہو جاوے گی تو یہ نہ ہوگا کہ تو اس جہاں سے ناخوش جاوے بلکہ تو موت کا یوں ہی طالب ہوگا جس طرح بچہ دودھ کا ہوتا ہے مگر یہ خواہش کسی ایسی تکلیف کی بناء پر نہ ہوگی جس نے تجھے متقید کر رکھا ہو۔ اور تو موت کا خواہاں ہوگا مگر مجبوری اور تکلیف سے نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ تو اپنے خانہ تن کی ویرانی میں ایک خزانہ دیکھے گا پس اس خزانہ کے ملنے کی توقع میں اس کی ویرانی کا خواہاں ہوگا اور اپنے ہاتھ میں تبر لے کر اس گھر پر بے کھٹکے بجانا شروع کرے گا۔ (مقصود یہ ہے کہ تو اس کی ویرانی کا بخوشی خواہاں ہوگا یعنی موت کا متمنی ہوگا۔ جیسا کہ وہ صاحب خانہ اپنے گھر کی تباہی کا بخوشی خواہاں ہوتا ہے جس کے گھر میں خزانہ ہوتا ہے اور خود اپنی خوشی سے اسے ویران کرتا ہے اور یہ معنی نہیں کہ تو خودکشی کرے گا کما یتوھم من الظاھر الکلام یا تیشہ مجاہدات و ریاضات سے اپنے خانہ ہوائے نفس کو ویران کرے گا۔ کما توھم فافھم) کیونکہ تو اس گھر کو اس گنج یعنی حق سبحانہ کا پردہ دیکھے گا اور اس معمولی شے کو ایک نہایت عظیم الشان دولت کا مانع سمجھے گا۔ اس لئے تو اس معمولی شے (تن) کو چولہے میں ڈالے گا اور تیشہ مردانہ لے کر اس مکان کی تخریب کے لئے آگے بڑھے گا۔ اور اس کو بلا کسی پچھتاوے کے کھود ڈالے گا۔ یعنی اس کے فنا ہونے کو بخوشی منظور کرے گا۔ جس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اس ابر کے نیچے سے تیرا چاند نکلے گا اور تجھے مطلوب حقیقی کا وصل عریاں حاصل ہوگا۔ یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔ اے وہ شخص جو ایک پتے (جسم) میں مشغول ہو کر ایک باغ (حق سبحانہ) سے غافل ہے۔ تیری ایسی مثال ہے جیسے ایک کیڑا جس کو ایک پتے نے اپنے اندر مشغول کر کے انگور سے دور کر دیا ہو اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں لیکن کرم حق سبحانہ اس کیڑے کو ہوشیار کر دیتا ہے تو یہ کیڑا اپنے جہل کے اژدھے کو کھا جاتا ہے۔ یعنی اس کا جہل فنا ہو جاتا ہے اور اس وقت وہ کیڑا وہ کیڑا ہو جاتا ہے جو میوۂ درخت سے سیر ہوتا ہے اور وہ خوش نصیب اس طرح پتے کو میوہ سے بدل دیتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ گو آدمی کیڑے کی مانند ہے اور لذائذ جسمانیہ میں معروف ہے لیکن جب فضل حق سبحانہ شامل حال ہوتا ہے تو وہ متنبہ ہو کر ان کو چھوڑتا اور مشغول بحق سبحانہ ہوتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے رگ و ریشہ میں ذکر حق سما جاتا ہے اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے خیر یہ تو جملہ معترضہ

تھا اب ہم مضمون سابق کو تمام کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے منہمک فی اللذات الجسمانیہ تو اس خانۂ جسم کو ویران کر اور عقیق یمنی کا خزانہ جو اس میں مستور ہے اسے نکال لے اور گھر کی بربادی کا کچھ خیال نہ کر کیونکہ اس عقیق یمنی کے خزانہ (حق سبحانہ) کے ذریعہ سے ایسے لاکھوں گھر بن سکتے ہیں۔ دیکھ خزانہ اس گھر کے نیچے مدفون ہے اور گھر ایک دن لامحالہ برباد ہو گا۔ پس تو اس کے ڈھانے میں سوچ بچار اور توقف مت کر۔ کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ اس ایک خزانہ کے مل جانے سے بے زحمت ایسے سینکڑوں مکان بنائے جا سکتے ہیں۔ (مقصود یہ ہے کہ جب حق سبحانہ تجھے مل جاویں گے تو وہ تیرے لئے ایسے سینکڑوں جسم بنا سکتے ہیں گو بوجہ ضرورت نہ ہونے کے نہ بناویں اس کے یہ معنی نہیں کہ تجھے قدرت حاصل ہو جاوے گی کہ تو جس تن مثالی کو چاہے اختیار کر لے اور اس میں متمثل ہو جائے۔ کما توھم) آخر یہ گھر جس کو تو بچانا چاہتا ہے ایک روز ضرور ویران ہوگا۔ اور اس کے نیچے سے وہ خزانہ ضرور نکلے گا۔ لیکن اگر خود تو نے اسے ویران نہ کیا تو تجھے وہ خزانہ نہ مل سکے گا کیونکہ یہ دولت تو روح کے لئے اس کے اس گھر کو ویران کرنے کا معاوضہ ہے اور جبکہ اس نے وہ کام نہیں کیا تو اجرت بھی اس کو نہ ملے گی اس لئے کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جس کے لئے وہ کوشش کرتا ہے۔ پس اس وقت تو غم و غصہ سے ہاتھ کاٹے گا اور کہے گا کہ ہائے افسوس ایسا چاند اس ابر کے نیچے تھا اور لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اس ابر میں ایک چاند مستور ہے پس تو اس ابر کو الگ کر تا کہ چاند نکل آئے۔ لیکن جو بھلائی کی بات انہوں نے مجھ سے بیان کی تھی وہ میں نے نہیں کی اور خزانہ بھی جاتا رہا اور میرا گھر بھی گیا اور میں بالکل خالی ہاتھ رہ گیا۔ ہائے افسوس کہ ایک معمولی شے اتنی بڑی دولت سے مانع ہو گئی تھی اور خزانہ کا پردہ اور اس کے اور میرے درمیان حائل یہ گھر ہو گیا تھا اب مولانا اس کا افسوس نقل کر کے دوسرے عنوان سے نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے شخص یہ گھر خرید فروخت وغیرہ کے ذریعہ سے تیری ملک نہیں ہے بلکہ تو نے کرایہ پر لے رکھا ہے اور اس اجارہ کی ایک مدت ہے اور وہ مدت موت تک ہے اور مقصود اس کرایہ پر دینے کا یہ ہے کہ تو کام کرے۔ مگر تو بجائے کام کے اس دوکان میں بیٹھا ہوا گدڑی میں پیوند لگا رہا ہے۔ حالانکہ اس مکان کے اندر ایک خزانہ بھی مستور ہے۔ ارے بے خبر یہ دوکان کرایہ کی ہے تو جلدی کر اور تیشہ لے کر اس دوکان کو کھود ڈال یعنی مجاہدات و ریاضات سے ہوائے نفسانی کو فنا کر دے تا کہ تیرا یہ تیشہ کان نقد تک پہنچے۔ اور دولت باطنی تجھے نصیب ہو اور تو اس پارہ دوزی سے نجات پاوے جانتے ہو کہ پارہ دوزی (یعنی پیوند لگانا) کیا چیز ہے۔ ضرورت سے زیادہ کھانا پینا جسے تن پروری کہتے ہیں پس تو جسم کی بھاری گدڑی پر غذائے زائد کے پیوند لگا رہا ہے اور ہر وقت تیری یہ گدڑی پھٹتی ہے اور جسم تحلیل ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے قوائے شہوانیہ و غضبیہ میں فتور آتا ہے مگر تو کھانا کھا کر پھر اس کی تکمیل کر دیتا ہے اور اس میں پیوند لگا دیتا ہے اور شکست نہیں ہونے دیتا۔ ارے بھلے مانس تجھے معلوم بھی ہے کہ تو کون ہے تو ایک فیروز مند روحانی بادشاہ آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے اور ایک شاہزادہ ہے پس تو ہوش میں آ اور عالی ہمتی اختیار کر اور اس پیوند لگانے یعنی تن پروری سے شرم کر تو اس دوکان جسم کی تہہ کا ایک ٹکڑا اڑا دے تا کہ سونے چاندی کی کانیں تیرے لئے ظاہر ہوں اور یہ کام اس وقت سے پہلے کر لے کہ اس کرایہ کے مکان کی میعاد ختم ہو اور مالک دوکان تجھ کو نکال باہر کرے اور دوکان کو کھود کر وہ اس خزانہ کو جو اس میں مدفون ہے نکال لے اور تو حسرت سے کبھی اپنا سر پیٹے اور کبھی داڑھی نوچے اور کہے کہ ہائے افسوس یہ دوکان میرے قبضہ میں تھی مگر میں اندھا تھا اس لئے اس سے فائدہ نہ اٹھا سکا۔ ہائے افسوس کہ میں نے اتنا عظیم الشان خزانہ چھوڑ دیا۔ اور گویا کہ آب

www.besturdubooks.wordpress.com

حیات کو خاک سے پر کر دیا۔ ہائے افسوس ہماری ہستی برباد ہو گئی اور ہم لوگوں کے لئے قیامت کے لئے پچھتاوا باقی رہ گیا۔ میں نے اس مکان کو نقش و نگار سے آراستہ دیکھا اور اس کے عشق میں بے قرار ہو گیا اور اس کی خوبی میں متحیر رہ گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی حقیقت اور باطن کے علم سے معرا رہا۔ اور اس کے عشق نے میرے دل پر اثر کیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میں خزانہ سے دور اور جدا رہ گیا۔ مجھے خبر نہ تھی کہ اس میں ایسا خزانہ مستور ہے ورنہ کلہاڑا میرے ہاتھ میں ہوتا اور میں اسے کھود ڈالتا۔ افسوس اگر میں اس پر خوب کلہاڑا بجاتا تو اس وقت غم پر لعنت بھیجتا مگر میں تو اس کے نقش و نگاری کو دیکھتا تھا اور بچوں کی طرح ان پر عاشق تھا۔ اسے کھودتا کیونکر افسوس صد افسوس اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے کہ اے شخص تو بچہ ہے اور مکان جسم مزین ہے مجھے اندیشہ ہے کہ تو اس پر فریفتہ نہ ہو جاوے اس لئے انہوں نے الٰہی نامہ میں بہت نصیحت کی ہے اور فرمایا ہے کہ اپنے کو مٹا دے۔

تمامی شرح کردن موسیٰ علیہ السلام با فرعون فضیلت چہارگانہ

حضرت موسیٰؑ کا فرعون سے چاروں فضیلتوں کی تشریح کو مکمل کرنا

بس کن اے موسیٰ بگو وعدہ سوم	کہ دل من زاضطرابش گشت گم
اے موسیٰ بس کر، تیسرا وعدہ بتا	کیونکہ میرا دل اس کی پریشانی سے گم ہو گیا ہے
گفت موسیٰ آں سوم ملک دوتو	دو جہانے خالص از خصم و عدو
حضرت موسیٰ نے فرمایا وہ تیسری دوہری حکومت ہے	دو جہان کی، جو دشمن اور مخالف سے خالی ہے
بیشتر زاں ملک کا کنوں داشتی	کاں بد اندر جنگ وایں در آشتی
اس سلطنت سے بڑھ کر جو تو اس وقت رکھتا ہے	کیونکہ وہ جنگ میں ہے اور یہ صلح میں ہے
آنکہ در جنگت چناں ملکے دہد	بنگر اندر صلح خوانت چوں نہد
وہ خدا جو جنگ میں تجھے ایسا ملک عطا کر دیتا ہے	غور کر کے صلح میں تیرے سامنے کیسا دستر خوان بچھائے گا؟
آں کرم کاندر جفا آنہات داد	در وفا بنگر چہ باشد افتقاد
جس کرم نے ظلم میں تجھے وہ کچھ دیا	غور کر وفاداری میں اس کی دلجوئی کیسی ہو گی؟
گفت اے موسیٰ چہارم چیست زود	باز گو صبرم شد و حرصم فزود
اس نے کہا اے موسیٰ! چوتھی کیا ہے؟ جلد	کہہ دے میرا صبر جاتا رہا اور حرص بڑھ گئی ہے
گفت چارم آنکہ مانی تو جواں	موی ہمچوں قیر ورخ چوں ارغواں
فرمایا چوتھی یہ ہے کہ تو جوان رہے گا	بال تارکول کی طرح اور چہرہ گل بابونہ کی طرح (رہے گا)

www.besturdubooks.wordpress.com

رنگ و بو در پیش ما بس کاسد است	لیک تو پستی سخن کردیم پست
رنگ و بو ہمارے سامنے بہت بے قیمت ہیں	لیکن تو گھٹیا ہے (اس لئے) ہم نے گھٹیا بات کی
افتخار از رنگ و بو و از مکاں	ہست شادی و فریب کودکاں
رنگ و بو اور مکان پر فخر کرنا	بچوں کی خوشی اور دھوکا ہے

بیان ایں خبر کہ کلموا الناس علیٰ قدر عقولھم لا علیٰ قدر عقولکم حتیٰ لا یکذب اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اس حدیث کی تفصیل کہ لوگوں سے ان کی عقلوں کے انداز سے بات کیا کرو نہ کہ اپنی عقلوں کے انداز سے تاکہ اللہ اور اس کا رسول جھٹلانہ دیا جائے

چونکہ با کودک سروکارم فتاد	ہم زبان کودکاں باید کشاد
چونکہ میرا واسطہ بچے سے پڑ گیا	مجھے بھی بچوں کی زبان کھولنی چاہیے
کہ برو کتاب تا مرغت خرم	یا مویز و جوز و فستق آورم
کہ مدرسہ جا تیرے لئے پرند خرید دوں گا	یا منقیٰ یا اخروٹ یا پستہ لا دوں گا
جز شباب تن نمیدانی بگیر	ایں جوانی را بگیر اے خر شعیر
جسم کی جوانی کے علاوہ تو کچھ نہیں سمجھتا ہے' لے لے	اس جوانی کو' اے گدھے! جو لے لے
ہیچ آژنگے نیفتد بر رخت	تازہ ماند ایں شباب فرخت
تیرے چہرے پر کوئی جھری نہ پڑے گی	یہ تیری مبارک جوانی تازہ رہے گی
نے نژند پیریت آید برو	نے قدچوں سرد تو گردد دوتو
نہ اس پر تیرے بڑھاپے کی ذلت آئے گی	نہ تیرا سرو جیسا قد ٹیڑھا ہو گا
نے شود زور جوانی از تو کم	نے بدندانہا خللہا یا الم
تجھ میں سے جوانی کا زور نہ گھٹے گا	نہ دانتوں میں کوئی خرابی اور تکلیف (آئیگی)
نہ کمی در شہوت و طمث و بعال	کہ زناں را آید از ضعفت ملال
نہ شہوت اور جماع اور ملاعبت میں کمی آئے گی	کہ عورتوں کو تیری کمزوری سے تکلیف ہو
نے شود مویت سفید و پشت خم	لیک خوشتر لحظہ لحظہ دم بدم
نہ تیرے بال سفید ہوں گے اور نہ کمر جھکے گی	بلکہ لحظہ بہ لحظہ اور دم بدم بہتر ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچنا بکشایدت فرشباب	کہ کشود آں مژدہ بر عکاشہ باب
تجھ پر جوانی کی شان و شوکت اس طرح کشادہ ہوگی	جس طرح (خدمت) عکاشہ پر اس خوشخبری نے دروازہ کھولا تھا

معنی حدیث من بشرنی بخروج الصفر بشرتہ بدخول الجنۃ و لسبق عکاشت

اس حدیث کا مطلب کہ جو مجھے صفر کے نکل جانے کی خوشخبری دے

گا میں اس کو جنت کی خوشخبری دے دوں گا اور حضرت عکاشہ کی پہل

احمدؐ آخر زماں را انتقال	در ربیع الاول آمد بے جدال
(نبی) آخر الزماں احمد کا انتقال	بلا اختلاف ربیع الاول میں ہوا ہے
چوں خبر یابد دلش زیں وقت نقل	عاشق آں وقت گردد او بعقل
جب آپ کا دل انتقال کے وقت سے باخبر ہو گیا	آپ دل و جان سے اس وقت کے مشتاق ہو گئے
چوں صفر آمد شود شاد از صفر	کز پس ایں ماہ می سازم سفر
جب (ماہ) صفر آیا آپ صفر سے خوش ہوئے	کہ اس مہینہ کے بعد میں سفر کروں گا
ہر شبے تا روز از شوق ھدے	او رفیق راہ اعلیٰ می زدے
راہ یابی کے شوق سے ہر شب کو دن نکلنے تک	آپ راہ اعلیٰ کے رفیق کا نعرہ لگاتے تھے
گفت ہر کس کہ مرا مژدہ دہد	چوں صفر پای از جہاں بیروں نہد
فرمایا جو شخص مجھے خوشخبری دے گا	جب صفر (کا مہینہ) دنیا سے باہر پاؤں نکالے گا
کہ صفر بگذشت و شد ماہ ربیع	مژدہ در باشم مر او را و شفیع
کہ صفر گزر گیا اور ربیع کا مہینہ ہو گیا	میں اس کو خوشخبری دینے والا اور سفارش کرنے والا بنوں گا
چوں صفر بربست رخت و ماہ نو	گشت پیدا برفلک باتاب وضو
جب صفر نے سامان باندھ لیا اور نیا چاند	رونق اور نور کے ساتھ آسمان پر نمودار ہو گیا
گفت عکاشہ صفر بگذشتہ و رفت	گفت جنت مرترا اے شیر زفت
(حضرت) عکاشہ نے عرض کیا صفر گزر گیا اور چلا گیا	(آنحضور نے) فرمایا اے بہادر شیر! تیرے لئے جنت ہے
دیگرے آمد کہ بگذشت آں صفر	گفت عکاشہ ببرد از مژدہ بر
دوسرے آئے کہ صفر گزر گیا	فرمایا عکاشہ خوشخبری کا پھل لے گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بس رجال از نقل عالم شادماں	وز بقایش شادماں ایں کودکاں
بہت سے انسان دنیا سے انتقال کرنے پر خوش ہیں	اور اس میں باقی رہنے سے یہ بچے خوش ہیں
چونکہ آب خوش ندید آں مرغ کور	پیش او کوثر نماید آب شور
چونکہ اس اندھے پرند نے عمدہ پانی نہیں دیکھا ہے	اس کو کوثر کھاری پانی نظر آتا ہے
ہمچنیں موسیٰ کرامت می شمرد	ہم بدنیسار بے قدم رہ می سپرد
(حضرت) موسیٰ اس طرح سے انعام شمار کر رہے تھے	اسی طرح بغیر قدم کے راستہ طے کر رہے تھے
کہ نہ گردد وصاف اقبال تو درد	ہم نگردد اطلس بخت تو برد
کہ تیرا صاف اقبال، تلچھٹ نہ بنے گا	تیرے نصیب کا اطلس، برد نہ بنے گا
ہرچہ خواہی یابی از بخت جواں	شادماں مانی نگردی ناتواں
تو اپنے نصیبہ سے تو جو چاہے گا، پائے گا	تو خوش رہے گا، کمزور نہ بنے گا
گفت احسنت نکو گفتی و لیک	تا کنم من مشورت با یارک نیک
فرعون نے کہا بہت اچھا، تو نے عمدہ بات کہی لیکن	میں اچھے دوست سے مشورہ کر لوں

فرعون نے کہا کہ خیر تقریر کو طول نہ دے اور تیسرا وعدہ بیان کر کیونکہ اضطراب شوق سے میرے حواس ٹھکانے نہیں اس پر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تیسری چیز دوہرا ملک ہے۔ یعنی دونوں جہانوں دنیا و عقبیٰ کی شاہی تجھ کو دی جائے گی جس میں کسی مخالف اور دشمن کی مزاحمت کا اندیشہ نہ ہوگا اور یہ ملک اس ملک سے کہیں زیادہ ہوگا جو کہ اب تک تجھ کو حاصل تھا کیونکہ یہ تو جنگ کی حالت میں ملا ہے اور وہ صلح کی حالت میں ملے گا۔ پس تو غور کر کہ جو جنگ کی حالت میں تجھے اتنا ملک دے دے وہ صلح کی حالت میں کس قدر انعام کرے گا اور جس کے فضل نے تیرے ظلم کی حالت میں تجھے اس قدر دیا اس کی عنایت وفا کی حالت میں کس درجہ ہوگی یہ سن کر اس نے کہا کہ اب چوتھی شے بھی جلدی سے بتلا دے کیونکہ اب مجھے تاب نہیں اور میری حرص بڑھ گئی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ چوتھی چیز یہ ہے کہ تو جواں رہے گا اور تیرے بال قیر کی طرح کالے رہیں گے اور رخ ارغوان کی طرح سرخ رہے گا گو رنگ و بو ہمارے نزدیک نہایت حقیر ہے اس لئے محل انعام میں اس کا ذکر میں علو ہمت کے خلاف سمجھتا ہوں۔ مگر چونکہ تو پست حوصلہ ہے اس لئے گفتگو بھی میں نے عالی نہیں کی۔ رنگ و بو اور مکان پر فخر تو بچوں کی خوشی اور ان کا بہکانا ہے۔ لیکن چونکہ مجھے ایک نادان سے پالا پڑا ہے اس لئے باتیں بھی اسی ڈھب کی کرتا ہوں اور جبکہ بچوں سے کہتے ہیں کہ تو مکتب میں جا میں تجھے مرغی لے دوں گا یا مویز اور اخروٹ اور پستہ لا دوں گا کیونکہ وہ انہیں چیزوں کو پسند کرتا ہے۔ اسی طرح چونکہ تو شباب جسمانی کے سوا دوسرا شباب روحانی جانتا ہی نہیں اس لئے میں کہتا ہوں کہ یہی جوانی لے اس سے تیرے چہرے پر کوئی جھری نہ پڑے گی۔ اور یہ شباب تر و تازہ رہے گا۔ اور جاڑے بڑھاپے کی خستگی تجھ پر واقع نہ ہوگی اور نہ تیرا سرو کا سا قد دوہرا ہوگا۔ اور نہ قوت جوانی کم ہوگی نہ تیرے دانتوں میں کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

نقص یا درد ہوگا اور نہ قوت باہ اور قوت مجامعت میں کمی ہوگی کہ تیری کمزوری سے عورتوں کو دل تنگی پیش آئے۔ نہ تیرے بال سفید ہونگے اور نہ کمر جھکے گی بلکہ دمبدم تیری حالت بہتر ہوگی اور شوکت جوانی تجھ پر فرحت کا دروازہ یونہی کھول دے گی جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری نے عکاشہ پر کھولدیا تھا۔(یہ نقل بالمعنے ہے لہذا اس تاویل کی ضرورت نہیں جو ایوب نے کی ہے کہ حضرت موسیٰ کو یہ واقعہ وحی کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا تھا) اب مولانا فرماتے ہیں کہ جس واقعہ کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس میں کسی کا نزاع نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ربیع الاول میں ہوا ہے۔ پس جبکہ آپ کو اس وقت انتقال کی خبر ہوئی ہے تو آپ بحکم عقل اس وقت پر عاشق ہو گئے اور جب ماہ صفر آیا تو آپ اس کے آنے سے بہت خوش ہوئے۔ بدیں خیال کہ اب زمانہ انتقال قریب آ گیا ہے اور اس مہینے کے بعد جہاں سے سفر کروں گا۔ آپ برات کو شوق راہ اپنی راہ عالم بالا سے اللھم الرفیق الاعلیٰ کا نعرہ لگاتے تھے چونکہ آپ کے شوق وذوق کی یہ حالت تھی اس لئے آپ نے فرمایا کہ جو شخص مجھے اس وقت جبکہ صفر رخصت ہو جاوے گا۔ یہ خوشخبری دے گا کہ ماہ صفر گزر گیا اور ربیع الاول آ گیا تو میں اس کو جنت کی خوشخبری دوں گا۔ اور حق سبحانہ سے اس کی شفاعت کروں گا۔ پس جبکہ ماہ صفر کا ٹانڈا بھانڈا لدگیا اور نیا چاند آسمان پر باآب وتاب ظاہر ہوا اس وقت عکاشہ نے کہا کہ حضور صفر گزر گیا اور رخصت ہو گیا آپ نے فرمایا کہ تجھے جنت ملے گی۔ ایک دوسرا آیا اس نے بھی کہا کہ وہ صفر گزر گیا آپ نے فرمایا کہ وہ خوشخبری عکاشہ لے گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دیکھو بہت سے مردان خدا ہیں کہ اس عالم کے انتقال سے خوش ہوتے ہیں اور ایک یہ لونڈے اہل دنیا ہیں کہ اس کی بقا سے خوش ہوتے ہیں۔ ببیں تفاوت رواز کجاست تا بکجا۔ اور راز اس کا یہ ہے کہ ان اندھے جانوروں کو آب شیریں نصیب نہیں ہوا۔ اس لئے ان کو کھارا پانی ہی آب کوثر معلوم ہوتا ہے یعنی چونکہ ان کو اس عالم کی لذات نصیب ہی نہیں ہوئیں۔ اس لئے یہ لذات دنیویہ ہی کو لذات جانتے ہیں۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو کہ موسیٰ علیہ السلام یوں ہی انعامات بیان فرماتے رہے اور راہ ہدایت کو بدوں اقدام معروف کے طے کرتے رہے۔ اور فرماتے رہے کہ تیرے اقبال کی شراب صاف تلچھٹ نہ بنے گی۔ اور تیرے بخت کا اطلس چادر نہ ہوگا یعنی تیرے اقبال میں کبھی کمی نہ آنے گی۔ بلکہ تو جو چاہے گا تیرا بخت جوان تجھے دے گا اور تو ہمیشہ خوش وخرم رہے گا اور کبھی مضمحل نہ ہوگا۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ یہ تو تو نے بہت اچھی باتیں کیں اور میں ماننے کے لئے تیار ہوں مگر اتنی مہلت چاہتا ہوں کہ اپنے دوست سے مشورہ کرلوں۔

مشورت کردن فرعون با آسیہ خاتون در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام وفرمودن آسیہ اورا بایمان آوردن

حضرت موسیٰ پر ایمان لانے میں حضرت آسیہ خاتون سے فرعون کا مشورہ کرنا اور حضرت آسیہ کا اس کو ایمان لانے کو کہنا

باز گفت او ایں سخن با آسیہ	گفت جاں افشاں بریں اے دل سیہ
پھر اس نے یہ باتیں (حضرت) آسیہ سے کہیں	انہوں نے فرمایا اے سیاہ دل! ان پر جان چھڑک دے

www.besturdubooks.wordpress.com

بس عنایتہاست متن ایں مقال	زود دریاب اے شہ نیکو خصال
اس گفتگو کا متن بہت سی عنایتیں ہیں	اے نیک خصلت شاہ! جلد حاصل کر لے
وقت کشت آمد زہے پر سود کشت	ایں بگفت و گریہ کرد و گرم گشت
کھیتی کا وقت آ گیا واہ واہ کس قدر نفع بھری کھیتی	یہ کہا اور رونے لگیں اور گرم ہو گئیں
برجہید از جا و گفتا بخ لک	آفتابے تاج گشتت اے کلک
جگہ سے کودیں اور کہا تجھے مبارک	اے گنجے! سورج تیرا تاج بن گیا ہے
عیب کل را خود بپوشاند کلاہ	خاصہ چوں باشد کلہ خورشید و ماہ
عیب! خود گنجے کو ٹوپی پہناتا ہے	خصوصاً جبکہ سورج اور چاند ٹوپی ہو
ہمدراں مجلس کہ بشنیدی تو ایں	چوں نگفتی آرے و صد آفریں
اسی مجلس میں جس میں تو نے یہ سنا تھا	تو نے ہاں اور صد آفریں کیوں نہ کہا؟
ایں سخن در گوش خورشید ار شدے	سرنگوں بر بوی آں زیر آمدے
یہ بات اگر سورج کے کان میں پڑتی	اس کی تمنا میں اوندھا نیچے آ جاتا
ہیچ میدانی چہ وعدہ است و چہ داد	می کند ابلیس را حق افتقاد
تو کچھ جانتا ہے کہ کیسا وعدہ اور کس قدر سخاوت ہے	اللہ تعالیٰ شیطان کی دلجوئی کر رہا ہے
چوں بدیں لطف آں کریمت باز خواند	اے عجب چوں زہرہ ات بر جائے ماند
جب اس کریم نے اس مہربانی سے تجھے بلایا ہے	تعجب ہے تیرا پتہ کس طرح جگہ پر رہا؟
زہرہ ات ندرید تا زاں زہرہ ات	بودے اندر ہر دو عالم بہرہ ات
تیرا پتہ نہ پھٹا تاکہ تیرے اس پتے سے	دونوں جہان میں تیرا حصہ ہوتا
زہرۂ کز بہر حق او بردرد	چوں شہیداں از دو عالم برخورد
وہ پتہ جو خدا کے لئے پھٹ جائے	وہ شہیدوں کی طرح دونوں جہان سے فائدہ اٹھاتا ہے
غافلی ہم حکمت ست و ایں عمیٰ	تا بماند لیک تا ایں حد چرا
غفلت اور یہ اندھا پن بھی حکمت ہے	تاکہ اس کا وجود رہے لیکن اس حد تک کیوں ہے؟
غافلی ہم حکمت ست و نعمت ست	تا نپرد زود سرمایہ ز دست
غفلت بھی حکمت اور نعمت ہے	تاکہ ہاتھ سے سرمایہ جلد نکل جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک نے چنداں کہ ناسورے شود	زہر جان و عقل رنجورے شود
لیکن نہ اس قدر کہ ناسور بن جائے	ایک بیماری کی جان اور عقل کا زہر بن جائے
خود کہ یابد ایں چنیں بازار را	کہ بیک گل می خری گلزار را
ایسے بازار کو خود کون حاصل کر سکتا ہے؟	کہ تو ایک پھول کے بدلے میں چمن کو خرید لے
دانۂ را صد درختانت عوض	حبۂ را آیدت صد کاں عوض
ایک دانہ کا سو باغ تیرے لئے بدلہ ہوں	ایک رتی کا تیرے لئے سو کانیں بدلہ ہوں
کان للہ دادن آں حبہ است	تاکہ کان اللہ لہٗ آید بدست
اس رتی کا دینا ' اللہ کا ہو جانا ہے	تاکہ "اللہ اس کا ہو گیا" ہاتھ آ جائے
زانکہ ایں ہوی ضعیف بیقرار	ہست شدزاں ہوی رب پائدار
کیونکہ یہ کمزور بے قرار شخصیت	اللہ کی پائیدار شخصیت سے وجود میں آئی ہے
ہوی فانی چونکہ خود با اوسپرد	گشت باقی دائم و ہرگز نمرد۔
جب فانی شخصیت نے اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دیا	وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہو گئی اور ہرگز نہ مرے گی
ہمچو قطرہ خائف از باد و ز خاک	کہ فنا گردد بدیں ہر دو ہلاک
اس قطرے کی طرح جو ہوا اور مٹی سے خائف ہے	کہ ان دونوں سے فنا (اور) ہلاک ہو جائے گا
چوں باصل خود کہ دریا بود جست	از تف خورشید و باد و خاک رست
جب وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا تھی کود گیا	(تو) اس نے سورج کی گرمی اور ہوا اور خاک سے نجات پالی
ظاہرش گم گشت در دریا و لیک	ذات او معصوم و پابرجا و نیک
اس کا ظاہر دریا میں گم ہوگیا لیکن	اس کی ذات محفوظ اور قائم اور خوب ہے
ہیں بدہ اے قطرہ خود را بے ندم	تابیابی در بہای قطرہ یم
اے قطرے! خود کو بغیر شرمندگی کے دیدے	تاکہ تو قطرے کے عوض سمندر حاصل کر لے
ہیں بدہ اے قطرہ خود را ایں شرف	در کف دریا شو ایمن از تلف
ہاں اے قطرے! اپنے آپ کو یہ شرف بخش	دریا کے ہاتھ میں پہنچ کر ہلاکت سے محفوظ ہو جا
خود کرا آید چنیں دولت بدست	قطرہ را بحرے تقاضا گر شدست
یہ دولت خود کس کو ہاتھ آتی ہے؟	کہ قطرے کے لئے سمندر تقاضا کرنے والا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں تقاضا می کند دریا ترا	پس چہ استادی و درمادی ہلا
جب دریا تجھ پر تقاضا کر رہا ہے	تو پھر خبردار! تو کیوں کھڑا ہے اور عاجز ہے؟
اللہ اللہ زود بفروش و بخر	قطرۂ دہ بحر پر گوہر ببر
خدا کے لئے جلد بیچ اور خرید	قطرہ دیدے جواہر بھرا سمندر لے جا
اللہ اللہ ہیچ تاخیرے مکن	کہ ز بحر لطف آمد ایں سخن
خدا کے لئے' بالکل تاخیر نہ کر	کیونکہ مہربانی کے سمندر سے یہ پیغام آیا ہے
اللہ اللہ زود بشتاب و بجو	چونکہ بحر رحمت ست ایں نیست جو
خدا کے لئے جلد دوڑ اور تلاش کر	کیونکہ یہ رحمت کا سمندر ہے' نہر نہیں ہے
اللہ اللہ گوی شو بیدست و پا	تا شود چوگان موسیٰ پا ترا
خدا کے لئے بغیر ہاتھ پاؤں کی گیند بن جا	تاکہ موسیٰ کا بلا تیرا پاؤں بن جائے
اللہ اللہ تو گمان بد مبر	بر چنیں انعام عام اے بے خبر
خدا کے لئے تو بدگمانی نہ کر	اے بے خبر! ایسے عام انعام پر
اللہ اللہ زود دریاب اے فتا	تا نگردی در غلط بینی فنا
خدا کے لئے' اے نوجوان! جلد حاصل کر لے	تاکہ تو غلط بینی سے فنا نہ ہو جائے
اللہ اللہ ترک کن ہستی خود	چونکہ خواند ستت برو اے معتمد
خدا کے لئے' اپنی ہستی کو چھوڑ دے	جب اس نے بلایا ہے اے معتمدؔ چلا جا
اللہ اللہ زود تر تعجیل کن	برفروز از ایں اشارت بے سخن
خدا کے لئے بہت جلد عجلت کر	اس بغیر کلام کے اشارے سے منور ہو جا
اللہ اللہ تاکنوں کژ باختی	گردن اندر معصیت افراختی
خدا سے ڈر' اب تک تو نے ٹیڑھی بازی چلی	تو نے گردن کو گناہ میں ابھارا
اللہ اللہ چوں عنایت در رسید	بے توقف در وے آمیز اے عنید
سبحان اللہ' جب اللہ کی مہربانی ہو گی	اے سرکش! بغیر تاخیر کے اس سے وابستہ ہو جا
اللہ اللہ چونکہ عصیانات تو	در نمی نالد بر دیت شکر گو
خدا کے لئے' جب تک تیرے گناہ	تیری رسوائی کا باعث نہیں بنے ہیں' شکر ادا کر

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ اللہ چوں ز فضلت راہ داد	سر بخاک پای او باید نہاد
خدا کے لئے جبکہ اس نے فضل کرکے تجھے راستہ دیا ہے	اس کی خاک پا پر سر رکھ دینا چاہیے
اللہ اللہ باچنیں کفر دو تو	چوں قبولت می کند اکرام او
تعجب ہے ایسے دوہرے کفر کے ہوتے ہوئے	اس کا کرم تجھے کیوں قبول کر رہا ہے؟
لطف اندر لطف او گم می شود	کاسفلے بر چرخ ہفتم می شود
مہربانی اس کی مہربانی میں گم ہو رہی ہے	کہ ایک فرومایہ ساتویں آسمان پر جا رہا ہے
ہیں کہ یک بازے فتادت بوالعجب	ہیچ طالب ایں نیابد در طلب
آگاہ! ایک عجیب باز تیرے ہاتھ آ گیا ہے	اس کو کوئی طلب کرنے والا طلب سے نہیں پا سکتا
در پذیر ایں چار خلعت زود زود	تا بہ بینی در عوض صد عز و سود
ان چاروں خلعتوں کو جلد از جلد قبول کر لے	تاکہ تو بدلہ میں سینکڑوں عزتیں اور فائدے دیکھے
گفت باہاماں بگویم اے ستیر	شاہ را لازم بود رای وزیر
اس نے کہا اے پردہ نشین! میں ہامان سے گفتگو کروں گا	کیونکہ بادشاہ کے لئے وزیر کی رائے ضروری ہے
گفت باہاماں مگو ایں راز را	کوز کم پیرے چہ داند باز را
اس نے کہا ہامان سے یہ راز نہ کہنا	کبڑی بڑھیا باز کو کیا جانے؟

قصہ باز بادشاہ و کم پیرزن کہ در خانہ او بود

بادشاہ کے باز اور اس بڑھیا کا قصہ جس کے گھر میں وہ باز تھا

باز اسپیدے بکم پیرے دہی	او ببرد ناخنش بہر بہی
ایک سفید باز تو ایک بڑھیا کو دے رہا ہے	وہ بھلائی کے لئے اس کے ناخن تراش دے گی
ناخنے کہ اصل کار ست و شکار	کوژ کم پیرے ببرد کور وار
وہ ناخن جو اصل کام اور (ذریعہ) شکار ہیں	کبڑی بڑھیا اندھے پن سے کاٹ دے
کہ کجا بودست مادر تا ترا	ناخناں زینساں دراز ست اے کیا
کہ (تیری) ماں کہاں تھی کہ تیرے	ناخن اتنے لمبے ہیں اے بھلے مانس!
ناخن و منقار و پرش را برید	وقت مہر ایں می کند زال پلید
ناخن اور اس کی چونچ اور اس کے پر کاٹ ڈالے	ناپاک بڑھیا محبت کے وقت ایسا ہی کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ تتماجش دہد او کم خورد	خشم گیرد مہر ہارا بردرد
جب وہ اس کو دلیا دیتی وہ نہ کھاتا	غصہ میں بھر جاتی ہے محبتوں کو چاک کر دیتی ہے
کہ چنیں تتماج پختم بہر تو	تو تکبر می نمائی و عتو
کہ میں نے تیرے لئے ایسا دلیا پکایا	تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے
تو سزائی. مرہماں ادبار را	نعمت و اقبال کے سازد ترا
تو اس بدبختی کے لائق ہے	نعمت اور خوش نصیبی تجھے کب موافق آ سکتی ہے؟
آب تتماجش دہد کایں را بگیر	گرنمی خواہی کو نوشی زاں فطیر
اس کو دلیے کا پانی دیتی ہے کہ یہ لے لے	اگر بے خمیر کی روٹی کھانا نہیں چاہتا ہے
آب تتماجش نگیرد طبع باز	زاں بتر رنجد شود خشمش دراز
باز کی طبیعت اس دلیے کے پانی کو قبول نہیں کرتی ہے	اس سے وہ اور زیادہ رنجیدہ ہوتی ہے اور اس کا غصہ بڑھ جاتا ہے
از غضب آں آش سوزاں برسرش	زن فرو ریزد شود کل مغفرش
غصہ سے وہ جلتا ہوا دلیہ اس کے سر پر	عورت ڈال دیتی ہے' اس کی کھوپڑی گنجی ہو جاتی ہے
اشک ازاں چشمش فرو ریزد ز سوز	یاد آرد لطف شاہ دل فروز
سوزش سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے ہیں	دل کو منور کرنے والے بادشاہ کی مہربانی اس کو یاد آتی ہے
زاں دو چشم نازنین بادلال	کہ ز چہرہ شاہ دارد صد کمال
ان نازنین پُر غمزہ آنکھوں سے	جو شاہ کے چہرے کی وجہ سے سینکڑوں کمالات رکھتی تھیں
چشم مازاغش شدہ پر زخم زاغ	چشم نیک از چشم بد با درد و داغ
اس کی کج نہ ہونے والی آنکھ کوے کے زخم سے پر ہو گئی	اچھی آنکھ' بدنظر سے درد اور داغ والی (ہو گئی)
چشم دریا بسطے کز بسط او	ہر دو عالم می نماید تار مو
سمندر کی وسعت والی آنکھ جس کی کشادگی سے	دونوں جہاں ایک بال نظر آتے تھے
گر ہزاراں چرخ در چشمش رود	ہمچو چشمہ پیش قلزم گم شود
اگر ہزاروں آسمان اس کی آنکھ میں آئیں	چشمہ کی طرح سمندر میں گم ہو جائیں
چشم بگذشتہ ازیں محسوسہا	یافتہ از غیب بینی بوسہا
وہ آنکھ جو ان محسوسات سے آگے بڑھی ہوئی ہے	غیب بینی سے لذتیں محسوس کئے ہوئے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خود نمی یابم یکے گوشے کہ من	نکتۂ گویم ازاں چشم حسن
میں خود ایسا کان نہیں پاتا ہوں	کہ اس حسین آنکھ کا ایک نکتہ کہہ سکوں
می چکید آں آب محمود جلیل	می ربودے قطرہ اش راجبرئیلؑ
اس سے وہ قابل تعریف عظیم آنسو ٹپکتے	کہ جبرئیلؑ اس کے قطرے کو لے اڑتے
تا بمالد در برو منقار خویش	گر دہد دستوریش آں خوب کیش
تاکہ اپنی چونچ اور پروں پر ملیں	اگر وہ پاک خصلت ان کو اجازت دے
باز گوید خشم کم پیر ار فروخت	فر و نور و صبر و حلم رانسوخت
باز کہتا اگرچہ بوڑھی کا غصہ بھڑک اٹھا ہے	میری شان وشوکت، نور اور صبر و حلم کو نہیں جلا سکا
باز جانم باز صد صورت تند	زخم برناقہ نہ بر صالحؑ زند
میری جان کا باز پھر سینکڑوں صورتیں حاصل کرلے گا	وہ اونٹنی پر نہ (حضرت) صالحؑ پر زخم لگاتی ہے
صالحؑ اریکدم کہ آرد باشکوہ	صد چناں ناقہ بزاید متن کوہ
(حضرت) صالحؑ اگر ایک پرشوکت پھونک ماردیں	پہاڑ کی چٹان ایسی سینکڑوں اونٹنیاں جن دے
دل ہمی گوید خموش و ہوشدار	ورنہ درانید غیرت پود و تار
دل کہتا ہے کہ چپ اور ہوش میں آ	ورنہ غیرت (خداوندی) تانا بانا ادھیڑ دے گی
غیرتش راہست صد حلم نہاں	ورنہ سوزیدے بیک دم صد جہاں
اس کی غیرت میں سینکڑوں علم پوشیدہ ہیں	ورنہ ایک دم سے سینکڑوں جہان پھونکدے
نخوتشاہی گرفتش جای پند	تادل خود راز پند او کرد بند
شاہی تکبر نے اس کی نصیحت کے مقام پر قبضہ کرلیا	حتیٰ کہ اس نے نصیحت کی جانب سے دل کو روک دیا
کہ کنم با رائے ہاماں مشورت	کوست پشت ملک و قطب مقدرت
کہ میں ہامان کی رائے سے مشورہ کروں گا	کیونکہ وہ سلطنت کی پشت اور اقتدار کا مدار ہے
مصطفیٰؐ رارای زن صدیق رب	رای زن بوجہل راشد بولہب
(حضرت) مصطفیٰؐ کے مشیر اللہ کے صدیق ہیں	ابوجہل کا مشیر ابولہب ہوا
عرق جنسیت چنانش جذب کرد	کاں نصیحتہا بہ پیشش گشت سرد
ہم جنس ہونے کی رگ نے اس کو ایسا کھینچا	کہ وہ نصیحتیں اس کے لئے ٹھنڈی پڑ گئیں

www.besturdubooks.wordpress.com

جنس سوی جنس صد پرہ پرد	برخیالش پردہ ہا را بردرد
جنس جنس کی جانب سیکڑوں پروں سے اڑتی ہے	اس کے خیال پر سے پردے ہٹا دیتی ہے

قصۂ آں زن کہ طفل او بر سر ناوداں غو یدہ بود و خطر افتادن داشت و از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سوال کردن و چارہ جستن مادر او

اس عورت کا قصہ جس کا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا تھا اور گرنے کا خطرہ رکھتا تھا اور اس کی ماں کا حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے سوال کرنا اور تدبیر چاہنا

یک زنے آمد بہ پیش مرتضیٰ	گفت شد بر ناوداں طفلے مرا
ایک عورت (حضرت) مرتضیٰ کے پاس آئی	بولی میرا بچہ پرنالے پر چڑھ گیا ہے
گرش میخوانم نمی آید بدست	ور ہلم ترسم کہ افتد او بہ پست
(اگر میں) اس کو بلاتی ہوں ہاتھ نہیں آتا ہے	اگر چھوڑتی ہوں ڈرتی ہوں کہ نیچے نہ گر پڑے
نیست عاقل تا کہ دریا بد چو ما	گر بگویم کز خطر سوی من آ
وہ سمجھدار نہیں ہے کہ ہماری طرح سمجھ جائے	اگر میں کہوں کہ خطرے سے میرے پاس آ جا
ہم اشارت را نمی داند بدست	ور بداند نشنود ایں ہم بدست
وہ ہاتھ کے اشارے کو بھی نہیں سمجھتا ہے	اگر جانتا بھی ہے نہیں سنتا ہے یہ بھی برا ہے
بس نمودم شیر و پستاں را بدو	او ہمی گرداند از من چشم و رو
میں نے اس کو دودھ اور چھاتی بہت دکھائی	وہ مجھ سے آنکھ اور منہ پھیر لیتا ہے
از برائے حق شمائید اے مہاں	دستگیر ایں جہان و آں جہاں
اے بزرگ! خدا کے لئے آپ ہیں	اس جہان اور اس جہان کے دستگیر
زود درماں کن کہ می لرزد دلم	کہ بدرد از میوۂ دل بگسلم
جلد تدبیر کیجئے کیونکہ میرا دل لرز رہا ہے	کہ تکلیف کے ساتھ میں دل کے میوے سے جدا ہو جاؤں
گفت طفلے را بر آور ہم زبام	تا بہ بیند جنس خود را آں غلام
فرمایا ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جا	تاکہ وہ بچہ اپنے ہم جنس کو دیکھے
سوی جنس آید سبک زاں ناوداں	جنس بر جنس ست عاشق جاوداں
وہ فوراً پرنالہ سے اپنے ہم جنس کی طرف آ جائے گا	ہم جنس ہمیشہ ہم جنس پر عاشق ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زن چناں کرد و چو دید آں طفل او	جنس خود خوش خوش بدو آورد رو
عورت نے ایسا ہی کیا اور جب اس بچہ نے اس کو دیکھا	اس نے خوشی خوشی اپنے ہم جنس کی طرف رخ کر دیا
سوی بام آمد زمتن ناوداں	جاذب ہر جنس را ہم جنس داں
پرنالہ پر سے کوٹھے پر آ گیا	ہر جنس کو ہم جنس کا کھینچنے والا سمجھ
غژ غژاں آمد بسوی طفل طفل	وار ہید از اوفتادن سوی سفل
کھسکتا کھسکتا بچہ بچہ کی طرف آ گیا	نیچے گرنے سے نجات پا گیا
زاں بود جنس بشر پیغمبراںؑ	تا بجنسیت رہند از ناوداں
اسی لئے پیغمبر انسان کی جنس کے ہوتے ہیں	تاکہ جنسیت کی وجہ سے پرنالہ سے نجات پا جائیں
پس بشر فرمود خود را مثلکم	تا بجنس آیند و کم گردند گم
پس انہوں نے اپنے آپ کو تم جیسا انسان کہا	تاکہ ہم جنس کی طرف آ جائیں اور گم نہ ہوں
زانکہ جنسیت عجائب جاذب ست	جاذبش جنس ست ہر جا طالب ست
کیونکہ جنسیت عجیب جاذب ہے	جس جگہ کوئی طلبگار ہے جنس اس کی جاذب ہے
عیسیٰؑ و ادریسؑ برگردوں شدند	با ملائک چونکہ ہم جنس آمدند
حضرت عیسیٰؑ اور ادریسؑ آسمان پر چلے گئے	چونکہ وہ فرشتوں کے ہم جنس تھے
باز آں ہاروت و ماروت از بلند	جنس تن بودند ازاں زیر آمدند
پھر وہ ہاروت و ماروت بلندی سے	(چونکہ) جسم کے ہم جنس تھے نیچے آ گئے
کافراں ہم جنس شیطاں آمدہ	جان شاں شاگرد شیطاناں شدہ
کافر شیطان کے ہم جنس ہیں	ان کی جان شیطانوں کی شاگرد بن گئی
صد ہزاراں خوی بد آموختہ	دیدہائے عقل و دل بردوختہ
انہوں نے لاکھوں بری عادتیں سیکھ لیں	عقل اور دل کی آنکھیں بند کر لیں
کمتریں خوشاں بدستے ایں حسد	آں حسد کہ گردن ابلیس زد
حسد ان کی کم از کم عادت ہے	وہ حسد جس نے شیطان کی گردن مار دی
زاں سگاں آموختہ حقد و حسد	کہ نخواہد خلق را ملک ابد
انہوں نے ان کتوں سے کینہ اور حسد سیکھا	جو مخلوق کے لئے ابدی سلطنت نہیں چاہتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کرا دید او کمال از چپ و راست	از حسد قولنجش آمد درد خاست
وہ دائیں بائیں سے کسی کو صاحب کمال دیکھتا ہے	تو حسد کی وجہ سے اس کو قولنج کا درد ہوتا ہے
زانکہ ہر بدبخت خرمن سوختہ	می نخواہد شمع کس افروختہ
کیونکہ جس بدبخت کا کھلیان جل گیا ہو	وہ نہیں چاہتا ہے کہ کسی کی شمع روشن ہو
ہیں کمالے دست آور تا تو ہم	از کمال دیگراں نفتی بغم
خبردار! کمال حاصل کر تاکہ تو بھی	دوسروں کے کمال غم میں جتلا نہ ہو
از خدای خواہ دفع ایں حسد	تا خدایت وا رہاند زیں حسد
اس حسد کا دفعیہ خدا سے چاہ	تاکہ خدا تجھے اس حسد سے نجات دیدے
مر ترا مشغولیے بخشد دروں	کہ نہ پردازی ازاں سوی بروں
تجھے (اپنے) باطن کی معروفیت عطا کر دے	تاکہ تو اس جانب سے باہر مشغول نہ ہو
جرعۂ مے را خدا آں می دہد	کہ بدو مست از دو عالم می رہد
خدا اس گھونٹ بھر شراب کو وہ عطا کر دیتا ہے	کہ اس کا مست دونوں عالم سے نجات پا جاتا ہے
خاصیت بنہادہ در کف حشیش	کو زمانے می رہاند از خودیش
ایک مٹھی بھنگ میں اس نے خاصیت رکھی ہے	کہ وہ اس کو تھوڑی دیر کے لئے خودی سے چھڑا دیتی ہے
خواب را یزداں بدانساں میکند	کز دو عالم فکر را بر می کند
نیند کو خدا ایسا کر دیتا ہے	کہ دونوں جہان کے فکر سے برطرف کر دیتا ہے
کرد مجنوں را ز عشق پوستے	کو نہ بشناسد عدو از دوستے
مجنوں کو کمال کے عشق سے ایسا کر دیا	کہ وہ دوست اور دشمن میں امتیاز نہیں کر سکتا
صد ہزاراں ایں چنیں می دارد او	کہ بر ادراکات تو بگمارد او
وہ اس طرح کی لاکھوں (بے خودیاں) رکھتا ہے	جو وہ تیرے محسوسات پر مسلط کر دیتا ہے
ہست میہای شقاوت نفس را	کہ ز رہ بیروں برد آں نحس را
بدبختی کی شرابیں نفس کے لئے ہیں	جو اس منحوس کو گمراہ کر دیتی ہیں
ہست میہای سعادت عقل را	کہ بیابد منزل بے نقل را
نیک بختی کی شرابیں عقل کے لئے ہیں	کہ وہ منتقل نہ ہونے والی منزل کو حاصل کر لیتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خیمۂ گردوں ز سرمستی خویش	برکند زاں سو بگیرد راہ پیش
وہ اپنی سرمستی سے آسمان کے خیمہ کو	اکھاڑ دیتی ہے اور اس جانب آگے راستہ اختیار کرلیتی ہے
ہیں بہر مستی دلا غرہ مشو	ہست عیسیٰؑ مست حق خر مست جو
خبردار! اے دل ہر مستی سے دھوکا نہ کھا	(حضرت) عیسیٰ اللہ کے مست اور گدھا جو کا مست ہے
ایں چنیں مے را بجو زیں خنبہا	مستیش نبود ز کوتہ دنبہا
ان مٹکوں سے ایسی شراب پی	اس کی مستی کوتاہ دم والوں کے لئے نہیں ہے
زانکہ ہر معشوق چوں خب ست پر	آں یکے دردو دگر صافی چو در
کیونکہ ہر معشوق مٹکے کی طرح پر ہے	ایک تلچھٹ دوسرا موتی کی طرح صاف ہے
مے شناسا ہیں بچش با احتیاط	تا مئے یابی منزہ ز اختلاط
اے شراب کے پہچاننے والے! احتیاط سے چکھ	تاکہ تو میل سے پاک شراب حاصل کرلے
مے شناسا ہیں بچش از روی ترش	آں مئے صافی کز گردی خمش
اے شراب کو پہچاننے والے! ترشروئی سے چکھ	اس صاف شراب کو جس سے تو خاموش ہو جائے
ہر دو مستی می دہندت لیک ایں	مستیت آرد کشاں تا رب دیں
تجھے دونوں مست کرتی ہیں لیکن یہ	مستی تجھے دین کے رب کی طرف کھینچ کر لاتی ہے
تا رہی از مکر و وسواس و حیل	بے عقال عقل در رقص الجمل
تاکہ تو مکر اور وسوسوں اور حیلوں سے نجات پا جائے	وہ عقل کی رسی کے بغیر اچھل کود میں ہے
انبیاء چوں جنس روح اند و ملک	مر ملک را جذب کردند از فلک
انبیاء چونکہ روح اور فرشتہ کے ہم جنس ہیں	فرشتہ کو آسمان سے کھینچ لیا
باد جنس آتش ست و یار او	کہ بود آہنگ ہر دو بر علو
ہوا آگ کی جنس اور اس کی یار ہے	کیونکہ دونوں کا قصد اوپر کی جانب ہے
چوں بہ بندی تو سر کوزہ تہی	درمیان حوض یا جوئے نہی
اگر تو خالی پیالہ کے سر کو باندھ دے	حوض یا نہر میں اس کو رکھے
تا قیامت او فرو ناید بہ پست	کہ دلش خالی ست در وے باد ہست
وہ قیامت تک نیچے کی جانب رخ نہ کرے گا	کیونکہ اس کا پیٹ خالی ہے اس میں ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

میل بادش چوں سوی بالا بود	ظرف خود را ہم سوی بالا کشد
چونکہ اس کی ہوا کا میلان اوپر ہے	وہ اپنے برتن کو بھی اوپر کی جانب کھینچے گی
باز آں جانہا کہ جنس انبیاست	سوی ایشاں کش کشاں چوں سایہاست
پھر وہ جانیں جو انبیاء کی ہم جنس ہیں	وہ سایوں کی طرح ان کی جانب کشش میں ہیں
زانکہ عقلش غالب ست و بے زشک	عقل جنس آمد بخلقت با ملک
کیونکہ اس پر عقل غالب ہے اور بغیر شک کے	عقل خلقت میں فرشتے کی ہم جنس ہے
واں ہوای نفس غالب بر عدو	نفس جنس اسفل آمد شہ بدو
خواہش نفسانی دشمن پر غالب ہے	نفس اسفل کا ہم جنس ہے اس پر تف ہے
بود قبطی جنس فرعون ذمیم	بود سبطی جنس موسیٰ کلیم
قبطی برے فرعون کا ہم جنس تھا	سبطی موسیٰ کلیم (اللہ) کا ہم جنس تھا
بود ہاماں جنس مر فرعون را	برگزیدش بردتا صدر سرا
ہامان فرعون کا ہم جنس تھا	اس نے اس کو منتخب کیا گھر کے بالانشین تک لے گیا
لاجرم از صدر در قعرش کشید	کہ ز جنس دوزخ اند آں دو پلید
لامحالہ اس نے اس کو بلندی سے گہرائی کی طرف کھینچا	کیونکہ وہ دونوں پلید دوزخ کے ہم جنس تھے
ہر دو سوزندہ چوں دوزخ ضد نور	ہر دو چوں دوزخ ز نور دل نفور
دونوں جلتے ہوئے دوزخ کی طرح نور کی ضد ہیں	دونوں دوزخ کی طرح دل کے نور سے متنفر ہیں
زانکہ دوزخ گوید اے مومن تو زود	برگذر کہ نورت آتش را ربود
کیونکہ دوزخ کہتی ہے اے مومن! جلد	گزر جا کیونکہ تیرے نور نے آگ کو ختم کر دیا

دربیان حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جز یا مومن فان نورک اطفاء ناری

آنحضور ﷺ کی حدیث کے بیان میں کہ اے مومن گزر جا کیونکہ تیرے نور نے میری آگ بجھا دی

بگذر اے مومن کہ نورت می کشد	آتشم را چوں کہ دامن می کشد
اے مومن! گزر جا کیونکہ تیرا نور بجھاتا ہے	میری آگ کو جب وہ ناز سے چلتا ہے
می رمد آں دوزخی از نور ہم	زانکہ طبع دوزخستش اے صنم
وہ دوزخی بھی نور سے بھاگتا ہے	اے پیارے! کیونکہ اس کا مزاج دوزخی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخ از مومن گریزد آنچناں	کہ گریزد مومن از دوزخ بجاں
دوزخ' مومن سے اسی طرح بھاگتی ہے جس طرح	مومن دوزخ سے جان بچا کر بھاگتا ہے
زانکہ جنس نار نبود نور او	ضد نار آمد حقیقت نور جو
اس کا نور نار کا ہم جنس نہیں ہے	نور کے طالب کی حقیقت آگ کی ضد ہے
در حدیث آمد کہ مومن در دعا	چوں اماں خواہد ز دوزخ از خدا
حدیث (شریف) میں آیا ہے جبکہ مومن دعا میں	خدا سے دوزخ سے پناہ چاہتا ہے
دوزخ از وے ہم اماں خواہد بجاں	کہ خدایا دور دارم از فلاں
دوزخ اس سے (دل و) جان سے پناہ چاہتی ہے	کہ اے خدا! مجھے فلانے سے دور رکھ
جاذبہ جنسیت ست اکنوں بہ بیں	کہ تو جنس کیستی از کفر و دیں
جنسیت کی کشش ہے اب تو دیکھ لے	کہ تو کفر اور دین میں سے کس کا ہم جنس ہے؟
گر بہاماں مائلی ہامانیی	ور بموسیٰ مائلی سبحانیی
اگر تو ہامان کی طرف مائل ہے ہامانی ہے	اگر تو موسیٰ کی طرف مائل ہے تو للہی ہے
ور بہر دو مائلی انگیختہ	نفس و عقلی ہر دوآں آمیختہ
اگر تو دونوں کی طرف مائل ہے' اکسایا ہوا ہے	تجھ میں نفس اور عقل دونوں ملے ہوئے ہیں
ہر دو در جنگند ہان وہاں بکوش	تا شود بر نفس غالب عقل و ہوش
دونوں برسرپیکار ہیں ہاں ہاں کوشش کر	تاکہ عقل اور ہوش نفس پر غالب آ جائے
ساغر صدق از کف موسیٰ بنوش	تا شود غالب معانی بر نقوش
(حضرت) موسیٰ کے ہاتھ سے سچائی کا پیالہ پی	تاکہ معانی' نقوش پر غالب آ جائیں
در جہان جنگ شادی ایں بس ست	کہ بہ بینی بر عدو ہر دم شکست
لڑائی کی دنیا میں یہ خوشی کافی ہے	کہ تو ہر وقت دشمن پر شکست دیکھے
جہد کن تا خصمت اشکستہ شود	گرچہ فرعون دنی ایں نشود
کوشش کر تاکہ تیرا دشمن شکست کھا جائے	خواہ کمینہ فرعون یہ نہ سنے
ایں حدیث آمد دراز اے ناگزیر	بازگو اضلال فرعون مشیر
یہ بات لمبی ہو گئی مجبوری' تھی	فرعون کے مشیر کو گمراہ کرنے کی بات کر

www.besturdubooks.wordpress.com

غرض کہ فرعون گھر گیا اور اپنی بیوی آسیہ سے یہ ماجرا بیان کیا اس نے کہا کہ ارے اس وعدہ پر جان قربان کردے۔ یہ گفتگو بہت سی عنایات کی شرح ہے اور وہ عنایات اس کے واسطے بمنزلہ متن کے ہیں۔ پس تو ان کو جلدی سے حاصل کر لے اور ہرگز مت چھوڑ اب زراعت آخرت کا وقت آیا ہے اور یہ زراعت نہایت ہی فائدہ مند ہے۔ اب تک جو وقت گزرا ہے سب بے سود گزرا ہے یہ کہا اور کہہ کر زار زار رونے لگی اور ایک جوش آ گیا۔ اس جوش میں اپنے مقام سے اچھل پڑی اور کہا کہ تجھے مبارک ہو۔ اے گنجے آفتاب۔ تیرا تاج ہو گیا یعنی اتنی بڑی دولت باطنی یا موسیٰ علیہ السلام نے تیری برائیوں کی پردہ پوشی کر لی۔ گنجے کے عیب تو ایک معمولی ٹوپی بھی چھپا سکتی ہے چہ جائیکہ وہ ٹوپی جو چاند سورج ہو۔ یعنی معمولی دولت باطنی یا شیخ بھی برائیوں کو ڈھک لیتی ہیں۔ چہ جائیکہ وہ دولت جو تجھے ملنے والی ہے یا خود موسیٰ علیہ السلام میں تو یہ کہتی ہوں کہ تو نے قبول دعوت کو مشورہ پر کیوں موقوف رکھا۔ اسی مجلس میں جس میں یہ بات سنی تھی خوشی سے اسے کیوں نہ قبول کر لیا۔ یہ بات کچھ ایسی ویسی تھی۔ یہ تو ایسی تھی کہ اگر سورج سی رفیع المرتبت مخلوق کے کان میں پڑتی تو سر کے بل اس کے قبول کے لئے آسمان سے زمین پر آ جاتا۔ تجھے معلوم ہے کہ یہ کیا وعدہ اور کیا عطا ہے۔ یوں کہئے کہ ابلیس پر حق سبحانہ رحمت فرما رہے ہیں۔ اور یہ کوئی معمولی کرم نہیں ہے مجھے تو حیرت یہ ہے کہ جب اس کریم نے غایت رحمت سے تجھے دعوت دی تھی تو خوشی سے تیرا پتا پھٹ کیوں نہ گیا۔ اور وہ برقرار کیسے رہا۔ تاکہ اس کے پھٹنے سے دونوں عالم کی دولت سے تجھے حصہ ملتا کہ دنیا میں نیک نامی ہوتی اور عقبیٰ میں نجات۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ جس کا پتا خدا کے لئے یعنی اس کی طلب میں مارے غم کے پھٹتا ہے وہ شہیدوں کی طرح دونوں عالم کے منافع سے متمتع ہوتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں نیک نامی ہوتی ہے اور عقبیٰ میں نجات۔ لیکن غفلت اور نابینائی میں بھی ایک حکمت ہے اور وہ یہ ہے کہ آدمی باقی رہ سکے اور باقی رہ کر کسب معانی کر سکے۔ پس مطلق غفلت کی تو شکایت نہیں شکایت تو اس کی ہے کہ اتنی غفلت کیوں ہو۔ کہ ہزار تنبیہ کیا جائے تنبہ ہی نہ ہو۔ یہ مسلم ہے کہ غفلت میں حکمت بھی ہے اور وہ ایک اعتبار سے نعمت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ سرمایہ وجود جس سے منافع اخرویہ حاصل کئے جا سکتے ہیں بہت جلد ہاتھ سے نہ جاتا رہے۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ناسور کی طرح ناقابل زوال ہو جاوے۔ اور روح و عقل بیمار کے لئے زہر ہو کر انہیں ہلاک کر دے۔ اس استطرادی مضمون کو ختم کر کے پھر گفتگوئے آسیہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آسیہ نے کہا کہ ایسا بازار کسے نصیب ہوتا ہے کہ ایک گل دے کر گلستان خرید لے تجھے تو ایک دانہ کے معاوضہ میں سو باغ اور ذرا سے سونے کے بدلے میں سو کانیں ملتی تھیں۔ ظالم تو نے لے کیوں نہ لیں۔ شاید تم کو تشبیہ گل و گلستاں و حبہ و کان و دانہ و باغات میں الجھن ہو اس لئے ہم کہتے ہیں کہ حبہ زر وغیرہ دینا اپنے کو خدا کے ہاتھ بیچ دینا اور اس کا ہو جانا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کو اس کا معاوضہ ملتا ہے اور وہ معاوضہ یہ ہوتا ہے کہ خدا اس کا ہو جاتا ہے۔ اور خدا کا اس کا ہو جانا سینکڑوں باغوں وغیرہ کا ملنا ہے اور وجہ اس تشبیہ کی یہ ہے کہ جس طرح گل گلستان سے پیدا ہوتا ہے اور دانہ نخلستان سے اور حبہ زر کان سے یوں ہی یہ کمزور اور ناپائیدار ذات بھی اسی پروردگار کی باقی رہنے والی ذات سے موجود ہوتی ہے یہ تو وجہ تشبیہ تھی۔ اب خدا کا ہو جانے کا فائدہ سنو سو بات یہ ہے کہ جب آدمی اپنے کو خدا کے حوالہ کر دیتا ہے اور سراسر اس کا مطیع ہو جاتا ہے تو اب اس کو بقاء روحانی ابدی حاصل ہو جاتی ہے اور موت روحانی اس پر طاری نہیں ہوتی۔ اس وقت اس کی ایسی حالت ہوتی ہے جیسے ایک قطرہ کہ وہ ہوا اور خاک سے ڈرتا ہو کہ ایسا نہ ہو کہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ان سے فنا اور ہلاک ہو جاویں۔ لیکن جبکہ وہ اپنی اصل میں جو کہ دریا ہے مل جاتا ہے تو حرارت آفتاب اور ہوا اور خاک کی ضرر رسانی کے خوف سے نجات پا جاتا ہے اور گو اس کی صورت مٹ جاتی ہے لیکن اس کی ذات محفوظ اور برقرار اور اچھی حالت میں ہوتی ہے اب مولانا گفتگوئے آسیہ کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آسیہ نے کہا کہ اے قطرہ (فرعون) تو اپنے کو بدوں کسی پشیمانی کے دے ڈال تا کہ تو اس قطرہ کے معاوضہ میں دریا پائے یعنی اپنے کو فنا کر دے تا کہ خدا تجھے مل جاوے۔ اور اے قطرہ تو اپنے کو اس شرف یعنی فنائی الحق سے مشرف کرتا کہ تو دریا (حق سبحانہ) کے ہاتھ میں جا کر فنائے روحانی سے محفوظ اور بے خوف ہو جائے ارے ایسی دولت عظمیٰ کس قطرہ کے ہاتھ آتی ہے کہ اس کا بحر طالب ہو یہ تجھ پر نہایت ہی شفقت ہے کہ تجھے اس اصرار کے ساتھ بلایا جا رہا ہے۔ پس جبکہ دریا خود تجھے طلب کرتا ہے پس تو کیا ٹھہرتا اور کیا عاجز ہوتا ہے۔ ارے اپنے کو جلدی بیچ دے۔ اور خدا کو اس کے معاوضہ میں لے لے۔ اور ایک قطرہ دیکر موتیوں سے بھرا ہوا صدر لے لے۔ ارے دیر مت کر کیونکہ دریائے لطف کی طرف سے تجھے دعوت دی جاتی ہے۔ ارے جلدی دوڑ اور اس دریا کو طلب کر کیونکہ وہ رحمت کا سمندر ہے اور کوئی معمولی ندی نہیں ہے ارے اگر تیرے ہاتھ پاؤں نہیں ہیں اور تو اپنی ذاتی سعی سے اس تک نہیں پہنچ سکتا تو تو چوگان موسوی کے لئے گیند ہو جا۔ وہ تیرا پاؤں ہو جاوے گا۔ یعنی اپنے کو حکم موسیٰ کا بالکل مطیع کر دے اور جو وہ کہیں وہ کر اس ذریعہ سے تجھے اس دریائے رحمت تک وصول ہو جاوے گا۔ ارے جن انعامات کا تجھ سے وعدہ کیا جاتا ہے تو ان پر بدگمانی مت کر اور انہیں فریب اور دھوکہ مت سمجھ۔ ارے ان انعامات کو جلد حاصل کرتا کہ تو غلط بینی اور ان کو دھوکہ سمجھنے سے برباد نہ ہو جاوے ارے تو خودی کو چھوڑ دے اور جب حق سبحانہ تجھے بلاتے ہیں تو تو ضرور جا۔ ارے دیر مت کر اور جہاں تک ممکن ہو جلدی کر۔ اور اس بشارت سے خوش ہو اور کچھ چوں و چرا نہ کر۔ ارے اب تک تو تو نے غلط روی اختیار کی ہے اور معصیت حق سبحانہ کے لئے گردن بلند کی ہے مگر اب نہ کر۔ ارے چونکہ عنایت حق سبحانہ آ پہنچی ہے پس تو توقف مت کر اور اس سے مل جا۔ ارے جبکہ وہ تیری نافرمانیوں سے تجھے شرمندہ نہیں کرتا تو تو اس کا شکر کر۔ ارے جبکہ وہ اپنے فضل سے تجھے اپنے تک رسائی کا راستہ دیتا ہے تو تو اس کے سامنے تذلل اور تمسکن اختیار کر۔ ارے تو دیکھ تو سہی کہ اس کا اکرام اس قدر کفر عظیم کے باوجود بھی تجھے کیونکر قبول کرتا ہے کیا یہ انعام قابل قدر نہیں۔ اب مولانا جوش میں آ کر فرماتے ہیں کہ تمام الطاف اس کے لطف کے سامنے ہیچ ہیں کیونکہ ایک خاکی فلک ہفتم پر پہنچ جاتا ہے اور ایک ناسوتی ملکوتی بن جاتا ہے۔ حالانکہ

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اس عنایت سے بڑھ کر اور کیا عنایت ہو سکتی ہے اس جملہ معترضہ سے فارغ ہو کر پھر گفتگوئے آسیہ کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آسیہ نے کہا کہ ارے ایک عجیب باز (یعنی انعامات عجیبہ) تیرے ہاتھ میں آ گیا ہے۔ پس تو اس باز یعنی ان چار خلعتوں کو جن کا تجھ سے وعدہ کیا جا رہا ہے جلد سے جلد قبول کر لے۔ تا کہ تجھے قبول کرنے کے معاوضہ میں اور سینکڑوں عزتیں اور منافع ملیں۔ یہ ساری تقریر سن کر اس نے کہا کہ اچھا میں یہ واقعہ ہامان سے بیان کروں گا۔ کیونکہ بادشاہ کے لئے وزیر سے مشورہ لے لینا ضروری ہے اس پر آسیہ نے کہا کہ اس راز کو ہامان سے بیان نہ کر۔ کیونکہ وہ اس کا اہل نہیں بھلا اندھی بڑھیا باز کی قدر کیا جانے چونکہ اس راز کا ہامان سے پالا پڑنے والا ہے جو کہ اس کا اہل نہیں اس لئے اس کی قدر

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ کرے گا اس مناسبت سے مولانا ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب اہل اللہ کو نااہلوں سے پالا پڑتا ہے تو ان کو اپنے مذاق کے موافق بنانا چاہتے ہیں اور جبکہ وہ ان کے مذاق کے موافق نہیں بننا چاہتے تو انہیں اذیتیں دیتے ہیں جب یہ معلوم ہو چکا تو اب تفصیل سنو۔ مولانا اس مضمون کو ایک تمثیل کے پیرایہ میں بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر تم ایک سپید باز کو بڑھیا کے حوالہ کر دو تو وہ اس کے فائدہ کے زعم میں اس کے ناخن کاٹ ڈالے گی اور ان ناخنوں کو جو اس کے کام یعنی شکار کا مدار ہیں وہ کبڑی بڑھیا اندھوں کی طرح کاٹ دے گی اور یہ کہے گی۔ ارے تیری ماں کہاں تھی کہ تیرے ناخن اس قدر بڑھ گئے ہیں یہ کہہ کر وہ اس کے ناخن اور چونچ او کاٹ ڈالے گی اور وہ ناپاک بڑھیا محبت کے وقت یہ برتاؤ کرے گی (بس یہی حالت اہل اللہ کی ہے کہ جب وہ نااہلوں میں پھنس جاتے ہیں تو وہ نااہل ان کو اپنے مذاق کے موافق بنانا چاہتے ہیں اور اس کو خیر خواہی سمجھتے ہیں) اور جبکہ وہ بڑھیا اس باز کو روٹی کے ٹکڑے ملا ہوا شوربا دے گی تو وہ نہ کھائے گا۔ اس پر وہ غصہ ہو گی اور اپنی تمام محبتوں کو بالائے طاق رکھ دے گی۔ اور کہے گی کہ میں نے تو تیرے لئے شوق سے یہ کھانا پکایا تھا تو تکبر اور سرکشی کرتا ہے۔ اور میری محبت کی قدر نہیں کرتا۔ پس تو اسی بدحالی کے مناسب ہے۔ اور تجھے نعمت اور خوش نصیبی راس نہیں۔ یہ کہہ کر وہ اس کو فقط شوربا دے گی۔ اور کہے گی کہ اچھا ٹکڑے نہیں کھاتا تو یہ ہی پی لے۔ مگر وہ باز اس کے شوربے کو بھی نہ پئے گا اس سے وہ اور بھی غصہ ہو گی اور اس کی خفگی بڑھ جائے گی۔ اور غصہ سے وہ جلتا ہوا کھانا اس کے سر پر ڈال دے گی جس سے اس کا سر گنجا ہو جائے گا۔ (اسی طرح جب اہل اللہ نااہلوں کی موافقت نہیں کرتے تو یہ لوگ ان کو ستاتے اور تکلیف دیتے ہیں) اس برتاؤ پر اس باز یعنی اہل اللہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جائیں گے۔ اور وہ اپنے بادشاہ کی عنایات کو یاد کرے گا۔ کن آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے ان نازک اور پرناز آنکھوں سے جو کہ مشاہدہ شہنشاہ حقیقی سے سینکڑوں کمال اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس کی نہ بھٹکنے والی آنکھ کو دن (اہل دنیا) کی چونچوں کے زخموں سے لبریز ہو گئے اور ان کی اچھی آنکھ یعنی اس کی وہ دریا کی مانند فراخ آنکھ جس کی فراخی کے مقابلہ میں دونوں عالم ایک بال معلوم ہوتے ہیں ان کی نظر بد سے مبتلائے تکلیف ہو گی اس باز کی یہ حالت ہے کہ اگر اس کی دونوں آنکھوں میں ہزاروں سمندر سما جائیں تو یوں ہی گم ہو جائیں جیسے ایک چشمہ قلزم کے اندر اور اس کی آنکھ کی یہ حالت ہے کہ وہ ان محسوسات سے تجاوز کر کے غیب بینی کے بوسے لیتی ہے یعنی غیب بیں ہے یہ تو اس آنکھ کی سطحی تعریف ہے اور اس کی تعریف میں دقیق گفتگو اس لئے نہیں کرتا کہ مجھے کوئی شخص ایسا نہیں ملتا جس کو میں اس اچھی آنکھ کی ایک باریکی سنا سکوں پس وہ آنکھ جس کی یہ حالت ہے اس سے ستودہ صفت اور جلیل القدر آنسو ٹپکیں گے اور اس کو جبرئیل لے جائیں گے تا کہ اپنے پروں اور منہ پر ملیں۔ بشرطیکہ وہ باز اجازت دے (یہ عنوان ہے اور مقصود صرف اس کی عظمت کا اظہار ہے اور حقیقت مقصود نہیں) خیر جب کہ اس باز (اہل اللہ) کو اس قدر ستایا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اگر بڑی بی (نااہلوں) کا غصہ بھڑکا ہوا ہے تو کیا مضائقہ ہے اس نے میرے صبر و حلم کے شاندار نور کو تو نہیں جلا دیا۔ میں صبر اور حلم اختیار کروں گا۔ اور یہ میرے جسم کو ضرر پہنچاتی ہے تو پہنچانے دو۔ کیونکہ میری جان کا باز پھر سینکڑوں جسم حاصل کر لے گا۔ (یعنی اگر مجھے ضرورت ہو گی تو حق سبحانہ مجھے سینکڑوں جسم دے سکتے ہیں) آخر یہ بڑی بی تن (جسم) تو زخمی کرتی ہے۔ صالح (روح) کو تو ضرر نہیں پہنچاتی۔ پس صالح اگر ایک باشوکت لفظ (دعا) منہ سے نکال دیں گے تو پہاڑ سے سینکڑوں اونٹنیاں پیدا ہو جاویں گی یعنی روح اگر حق سبحانہ سے طالب جسم ہو گی تو اسے سینکڑوں جسم مل سکتے ہیں (مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

بشرطیکہ کوئی حکمت مانع نہ ہو) مولانا یہاں تک پہنچ کر فرماتے ہیں کہ میرا دل کہتا ہے کہ چپ ہو اور ہوش میں آ ورنہ غیرت خداوندی تیرے پرزے اڑا دے گی اس کی غیرت اپنے اندر بہت سے تحمل حلم رکھتی ہے ورنہ اب تک کیا تھا ایک دم میں سینکڑوں جہاں جل گئے ہوتے کیونکہ بہت سی ایسی باتیں ہو جاتی ہیں جو غیرت خداوندی کے خلاف ہوتی ہیں۔اس مضمون کو ختم کر کے پھر قصۂ فرعون کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس کے دل کی اس جگہ کو جس میں نصیحت جاگزیں ہوتی نخوت شاہی نے گھیر لیا تھا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ اس نے اپنے گوش دل کو نصیحت کے سننے سے بند کر لیا تھا اور اس کو اپنے دل میں جگہ نہ دیتا تھا اور یہ ہی کہتا تھا کہ میں ہامان سے مشورہ کر لوں کیونکہ وہ میری سلطنت کا پشت و پناہ اور میری قدرت کا دارومدار ہے۔اس نے ہامان کو مشورہ کے لئے منتخب کیا تھا اور ہونا بھی یہی چاہئے تھا کیونکہ آدمی جیسا خود ہوتا ہے ویسا ہی مشیر تلاش کرتا ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشیر صدیق اکبر تھے اور ابوجہل کا مشیر ابولہب تھا۔اور راز اس کے اس نصیحت آسیہ کو نہ سننے کا یہ تھا کہ ہامان اس کا ہم جنس تھا۔اور رگ جنسیت اس کو یوں کھینچ رہی تھی کہ تمام نصیحتیں اس کی نظر میں بے وقعت تھیں کیونکہ قاعدہ ہے ایک جنس دوسری جنس کی طرف نہایت تیز دوڑتی ہے اور محض اس کے تصور سے یہ حالت ہوتی ہے کہ اس کے ملنے کے لئے سینکڑوں بیڑیوں کو توڑ کر نکل جاتا ہے اب ہم جذب جنس تجنس کے متعلق قصہ سناتے ہیں جس سے ہمارے بیان کی تائید ہوتی ہے۔حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں ایک عورت آئی اور آ کر کہا کہ چھت کے پرنالہ پر میرا بچہ چلا گیا ہے اب اگر میں اسے بلاتی ہوں تو وہ میرے پاس نہیں آتا۔اور اگر وہیں چھوڑتی ہوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں نیچے نہ گر جائے۔اگر میں اس سے زبان سے کہتی ہوں کہ مقام خطر ہے ہٹ اور میری طرف آ۔تو وہ ہماری آپ کی طرح سمجھدار نہیں کہ سمجھ کر چلا آئے۔نیز وہ ہاتھ کے اشارہ کو بھی نہیں سمجھتا۔کہ اشارہ ہی کر کے بلا لیا جاوے۔اور اگر سمجھتا بھی ہو اور نہ آئے تب بھی برا ہے۔میں نے اسے دودھ اور پستان بھی بہت دکھلائے۔مگر وہ دیکھتا ہی نہیں بلکہ منہ موڑ لیتا ہے۔ایسی حالت میں نہایت پریشان ہوں اور سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔آپ دین و دنیا میں خدا کے لئے ہمارے دستگیر ہیں۔پس آپ ہی کوئی فوری تدبیر کیجئے۔کیونکہ میرا کلیجہ کانپ رہا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اس تکلیف سے میری جان نکل جاوے۔اور میں اپنے میوۂ دل یعنی اپنے بچہ سے جدا ہو جاؤں۔(یا یہ معنی ہوں کہ تکلیف کے ساتھ میں اپنے بچہ سے قطع تعلق کروں یعنی وہ گر کر مر جاوے اور مجھ سے جدا ہو جاوے اور میں تکلیف میں مبتلا ہو جاؤں۔واللہ اعلم) آپ نے فرمایا کہ اچھا یہ کرو۔کہ ایک بچہ کو کوٹھے پر لے جاؤ تا کہ وہ اپنے ہم جنس کو دیکھے اور فوراً پرنالہ سے اپنے ہم جنس کی طرف چلا آئے۔کیونکہ ایک جنس دوسری جنس پر عاشق ہے۔چنانچہ عورت نے ایسا ہی کیا اور جبکہ لڑکے نے اپنا ہم جنس دیکھا تو خوشی خوشی اس کی طرف چلا آیا۔اور پرنالہ پر سے کوٹھے پر آ گیا۔اس سے تم سمجھ لو کہ ہر جنس کو اس کی جنس اپنی طرف جذب کرتی ہے۔چنانچہ وہ لڑکا گڈلیوں چلتا ہوا دوسرے بچہ کی طرف چلا آیا اور نیچے گرنے سے بچ گیا۔یہی وجہ ہے کہ پیغمبر آدمی ہوتے ہیں تا کہ لوگ مجانست کے سبب ان کی طرف کھنچیں اور نادواں ضلالت سے رہائی پائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انما بشر مثلکم اسی لئے فرمایا ہے تا کہ لوگ متنبہ ہوں اور اپنا ہم جنس سمجھ کر آ گئیں۔اور تیہ ضلالت میں گم نہ ہوں (اس کا مطلب یہ نہیں کہ آیت قرآنی کا مقصود یہ ہے کیونکہ مقصود تو کفار کی ان ہی درخواستوں کا جواب ہے جو وہ آپ کا دعویٰ نبوت سن کر آپ سے کہا کرتے تھے اور اس طرح ان کو نبوت کی حقیقت سمجھانا اور ان کے اس خیال کی تردید ہے کہ وہ نبوت کو منافی بشریت سمجھتے تھے بلکہ مقصود مولانا

www.besturdubooks.wordpress.com

کا یہ ہے کہ اس عنوان میں یہ بھی ایک نکتہ ہے) کیونکہ مجانست ایک عجیب جذب کرنے والی شئے ہے اور جہاں کہیں بھی کوئی کسی چیز کا طالب ہے وہاں یہ مجانست ہی اس کی جاذب ہے۔ اسی لئے چونکہ عیسیٰ اور ادریس علیہما السلام وصفا ہم جنس ملائکہ تھے اس لئے آسمان پر گئے اور چونکہ ہاروت وماروت اجسام اور نفوس کے ساتھ مجانست ومثلی رکھتے تھے اس لئے اوپر سے نیچے آئے اور کافر چونکہ شیاطین سے مجانست ومثلی رکھتے تھے اس لئے وہ شیاطین کے شاگرد ہوئے اور ہزاروں بری خصلتیں سیکھ لیں اور عقل اور دل کی آنکھیں بالکل بند کرلیں ان کی جو سب سے معمولی خصلت بد ہے وہ حسد ہے مگر یہ کمتری اضافی ہے نہ کہ حقیقی اس لئے کہ فی نفسہ تو وہ اتنی بڑی شئے ہے کہ اس نے ابلیس سے زہد کی گردن ماردی ہے۔ پس اولاً حسد ابلیس نے کیا تھا اور اس حاسد سے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ کسی کے لئے ملک ابدی نہیں چاہتا اس لئے جدھر بھی وہ کسی کے اندر کوئی کمال دیکھتا ہے حسد سے اس پر قولنج کا دورہ پڑجاتا ہے اور پیٹ میں درد اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ ان کتے حاسدوں نے یہ خصلت سیکھ لی اور وہ کسی کے لئے ملک ابدی کیوں نہیں چاہتا اور کسی کا کمال کیوں نہیں دیکھ سکتا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود بدقسمت اور محروم ہے اور قاعدہ ہے کہ کوئی بدنصیب خرمن سوختہ کسی کی شمع جلتی نہیں دیکھ سکتا۔ بلکہ چاہتا ہے کہ جس طرح میں غمگین ہوں یوں ہی اور بھی ہوں اور کوئی خوش نہ ہو۔ لیکن جو کوئی حسد کرے اس سے کہنا چاہئے کہ کمبخت تو کیوں حسد کرتا ہے تو بھی کمال حاصل کرتا کہ تو ان سا ہو جاوے۔ اور وہ تجھ سے۔ اور دوسروں کے کمال سے تجھے رنج نہ ہو ایک صورت تو دفع حسد کی یہ ہے مگر یہ مخصوص ہے اسی صورت کے ساتھ جہاں وہ کمال اختیاری ہو۔ اور اس کی تحصیل سے کوئی مانع بھی نہ ہو۔ اور دوسری تدبیر جو سب صورتوں کو شامل ہے وہ یہ ہے کہ خدا سے دعا مانگ کہ اے اللہ مجھ سے حسد کو دور کردے اور یہ دعا اس وقت تک کرکہ جب تک کہ خدا تجھے اس سے چھڑا دے اور تجھے باطنی مشغولی عطا فرمادے جس سے تو پرائی جانب مشغول ہی نہ ہو اس وقت حسد کا عادۃً اندیشہ نہ رہے گا اور جب تک یہ بات پیدا نہ ہو اس وقت تک بے فکر نہ ہونا چاہئے۔ (یہ تحدید وقت اس بناء پر نہیں کہ اس کے بعد اطمینان کامل ہو جاتا ہے اور حسد کا اندیشہ بالکل نہیں رہتا۔ بلکہ اس بناء پر ہے کہ اس وقت تک حسد کا احتمال غالب ہے اور بعد کو مغلوب ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسی وقت اہتمام دعا کی زیادہ ضرورت ہے واللہ اعلم) چونکہ یہاں ضمناً مستی باطنی کا ذکر آ گیا تھا اس لئے اب مولانا یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ یہ مستی کہاں سے مل سکتی ہے۔ پس اولاً اس کے لئے ایک مضمون تمہیدی بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے شراب کے اندر خاصیت رکھی ہے کہ اس سے مست ہو کر آدمی کو دین ودنیا کی خبر نہیں رہتی۔ علی ہذا ایک مٹھی بھنگ میں یہ اثر رکھا ہے کہ وہ ایک وقت محدود تک آدمی کو خود اس کے نفس سے بھی غافل کردیتی ہے اور اسے اپنی بھی خبر نہیں رہتی۔ اسی طرح نیند کو حق سبحانہ نے ایسا بنایا ہے کہ وہ آدمی کو دین ودنیا کی فکر سے چھڑا دیتی ہے اور مجنوں کو عشق لیلیٰ کے ذریعہ سے ایسا بنادیا کہ اس کو دوست دشمن میں امتیاز نہ رہا۔ ایک یہ کیا اس کے پاس ایسے سینکڑوں نسخے ہیں جن کو وہ تمہارے حواس پر مسلط کر کے تمہیں بے خود کرتا ہے۔ خیر یہ تو مستی ظاہری تھی اب سمجھو کہ مستی باطنی کی بھی یہ ہی حالت ہے کہ وہ آدمی کو بے ہوش کردیتی ہے مگر دو قسمیں ہیں ایک مستی شقاوت دوسری مستی سعادت۔ مستی شقاوت تو نفس کے لئے ہوتی ہے جو کہ اس منحوس کو راہ راست سے بھٹکا دیتی اور اس کو اس سے بے خبر کردیتی ہے اور مستی سعادت عقل کے لئے ہوتی ہے جس کے ذریعہ سے آدمی مقام خلد کو حاصل کرلیتا ہے اور خیمہ گردوں کو اپنی مستی سے اکھاڑ کر دوسری طرف پہنچ جاتا ہے (یہ ایک عنوان ہے اور مقصود عروج روحانی اور تصرف حق کا بیان ہے یعنی اس کے ذریعہ سے آدمی نہایت عالی مرتبہ اور

www.besturdubooks.wordpress.com

مقرب عنداللہ ہو جاتا ہے) جب یہ معلوم ہو گیا کہ مستی باطنی بھی دو قسم کی ہوتی ہے۔ایک مستی نفسانی و مستی شقاوت دوسری مستی عقل و مستی سعادت تو اے دل تو ہر مستی سے دھوکہ نہ کھانا۔اور اسے کمال یہ سمجھنا کیونکہ دونوں مستیوں میں بہت فرق ہے۔دیکھو عیسیٰ بھی مست ہیں اور ان کا گدھا بھی۔مگر دونوں کی مستی میں بہت فرق ہے حضرت عیسیٰ شراب حب حق سبحانہ سے مست ہیں اور گدھا شراب عشق جو سے۔پس یہی حالت عقل اور نفس کی اور اہل اللہ اور اہل دنیا کی ہے جب یہ مضمون تمہیدی معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ایسی مستی جس کی صفت ہم نے "ہست میہائے سعادت" الخ میں بیان کی ہے اور جس کی طرف ہم نے "مرترا مشغولے بخشد وروں" الخ میں اشارہ کیا ہے تم کو اہل اللہ سے مل سکتی ہے۔پس تم اس مستی کو ان خموں سے ڈھونڈو۔ اور لنڈوروں یعنی ناقصین واہل دنیا سے یہ مستی عقل حاصل نہیں ہو سکتی۔اس لئے ان سے نہ طلب کرو۔ہم نے تم کو اس لئے متنبہ کیا ہے کہ مستی دونوں میں ہے کیونکہ فی الجملہ دونوں مطلوب و معشوق ہیں اور ہر معشوق خم کی طرح شراب سے پر ہوتا ہے اس لئے التباس کا احتمال تھا پس تو دھوکہ نہ کھانا۔اور دونوں کو ایک نہ سمجھنا۔کیونکہ دونوں میں فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے کہ ایک درد سے پر ہے اور دوسرا موتی کی طرح صاف شراب سے اور دونوں کو احتیاط سے چکھنا تاکہ تجھے ایسی شراب مل جاوے جو خالص ہو اور جس میں تلچھٹ یعنی شراب نفسانی کی آمیزش نہ ہو۔یہ تو اجمالی تنبیہ تھی اب ہم کسی قدر تفصیلی تنبیہ کرتے ہیں۔ سن اس صاف شراب کو جس کو پی کر تو بالکل مدہوش ہو جاوے اس شخص سے چکھنا جو ترش رو یعنی ماسوی اللہ سے اعراض کئے ہوئے ہو اور کسی کو منہ نہ لگاتا ہو (الالحق) یہ مسلم ہے کہ دونوں شرابیں خواہ شراب نفس ہو یا شراب عقل تجھے مست کر دیں گی مگر پھر بھی دونوں کی مستی میں فرق ہے۔شراب عقل کی مستی تجھے کھینچ کر حق سبحانہ تک پہنچا دے گی جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تو فکر اور وسواس اور تدبیروں کی پریشانی سے بچ جاوے گا اور تفویض کی شان تجھ پر غالب ہو گی اور تو بند عقل دنیوی سے آزاد ہو کر رقص جمل کرے گا۔یعنی لذت روحانی سے مست ہو گا یہاں تک اس مضمون استطرادی کو ختم کر کے پھر مضمون جذب جنس متجنس کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چونکہ انبیاء و صفا روح الامین اور فرشتہ یعنی جبرئیل کے ہم جنس ہوتے ہیں اس لئے اسے آسمان سے کھینچ لیتے ہیں۔یعنی جبرئیل علیہ السلام کا ان کے پاس وحی لے کر آنا یہ نتیجہ ہے اس مجانست کا جو ان دونوں میں ہے (یہ ایک نکتہ ہے علت نہیں) انبیاء کے عالم سفلی ہونے سے کسی کو ان کے سفلیات کا ہم جنس ہونے کا شبہ نہ ہو۔اس لئے کہ دیکھو ہوا چونکہ آگ کی جنس سے ہے۔کیونکہ دونوں کا میلان اوپر کی جانب ہے۔اس لئے جب تم کسی خالی لوٹے کا منہ بند کر کے حوض یا ندی میں رکھو گے تو وہ قیامت تک طبعاً نیچے نہ جائے گا۔کیونکہ اس کا اندرون خالی ہے اور اس میں ہوا بھری ہے۔اور وہ ہوا طبعاً اوپر کی طرف مائل ہے اور اپنے ساتھ اپنے ظرف کو بھی اوپر کی جانب لے جانا چاہتی ہے پس اسی طرح ارواح انبیاء گو قسراً و ضرورۃً عالم سفلی سے تعلق رکھتی ہیں مگر ہر وقت ان کی توجہ عالم بالا ہی کی طرف ہے اور وہ اپنے جسم کو بھی جو کہ ان کے لئے بمنزلہ ظرف کے ہے عالم بالا ہی کی طرف متوجہ کئے ہوئے ہوتے ہیں یعنی ان کا نفس بھی روح کا تابع ہوتا ہے اور ناسوت کی طرف ان کو بالذات توجہ نہیں ہوتی۔اس شبہ کو دفع کر کے پھر اصل مضمون جذب کو بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ انبیاء کی حالت تو سن چکے۔اب سنو کہ جو ارواح انبیاء سے مناسبت رکھتی ہیں وہ ان کی طرف یوں ہی کھنچتی ہیں جیسے اجسام کی طرف ان کے ظلال۔ہم نے دیگر اشخاص کو جو انبیاء کی طرف کھنچتے ہیں۔انبیاء کا ہم جنس اس لئے کہا ہے کہ ان کی عقول غالب ہیں۔نفس پر اور اعتبار غالب کا ہے۔لہذا وہ عقل ہوئے اور عقل فطرۃً جنس ملائک سے ہے اور ملائک جنس انبیاء

www.besturdubooks.wordpress.com

سے۔اس لئے وہ جنس انبیاء سے ہے برخلاف کفار کے کہ ان پر ہوائے نفس غالب ہے اس لئے وہ سراپا نفس ہیں اور نفس جنس سفلیات سے ہے تف ہے اس پر (یہ جملہ معترضہ ہے اظہار نفرت کے لئے) اس لئے وہ بھی سفلی ہیں۔اور جنس انبیاء وملائکہ سے نہیں اور قبطی فرعون کا ہم جنس ہے لہٰذا اس کی طرف منجذب ہے اور سبطی موسیٰ کا ہم جنس۔اس لئے ان کی طرف منجذب ہے اور ہامان چونکہ فرعون کا ہم جنس تھا اس لئے فرعون نے اسے مشورہ کے لئے منتخب کیا اور اپنے قصر میں لے جا کر مسند وزارت پر بٹھلایا۔ایک اثر تو مجانست کا یہ تھا دوسرا اثر یہ ہوا کہ وہ اس کو مسند وزارت سے قعر دوزخ میں لے گرا اور یہ قعر دوزخ میں کیوں گرے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ دونوں دوزخ کے جنس سے تھے۔پس دونوں اپنے ہم جنس کی طرف منجذب ہو گئے یہ دوزخ کے ہم جنس اس لئے تھے کہ دونوں عالم سوز تھے جیسے دوزخ کفار سوز ہے اور دونوں نور ایمان کے یوں ہی مخالف تھے جیسے کہ دوزخ نور قلب سے بھاگتی ہے اور دوزخ کے نور قلب سے بھاگنے کی دلیل یہ ہے کہ وہ قیامت میں مومن سے کہے گی کہ اے مومن تو جلدی سے گزر جا کیونکہ تیرا نور میری آگ کو فنا کئے دیتا ہے ارے مومن جلدی گزر جا۔کیونکہ جب تیرا نور چلتا ہے تو وہ میری آگ کو بجھائے دیتا ہے۔پس جس طرح دوزخ نور سے بھاگتی ہے یوں ہی دوزخی (خواہ فرعون ہو یا ہامان یا کوئی اور) بھی اس سے بھاگتا ہے کیونکہ اس کی طبیعت دوزخ ہی کی سی ہے اور دوزخ مومن سے یوں ہی بھاگتی ہے جس طرح مومن دوزخ سے بھاگتا ہے۔لہٰذا دوزخی بھی بھاگتا ہے۔اب رہی یہ بات کہ مومن دوزخ سے کیوں بھاگتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا نور مخالف ہے نار دوزخ کے لہٰذا وہ اس سے بھاگتا ہے اور بھاگنا بھی چاہئے کیونکہ مومن طالب نور ہے اور طالب نور لامحالہ ہارب عن النار ہوگا۔کیونکہ جس طرح مجانست مقتضی ہے تجاذب کو یوں ہی مضادت مقتضی ہے تنافر کو اور یہ ہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب مومن خدا سے دوزخ سے امان مانگتا ہے تو دوزخ اس سے امان مانگتی ہے اور کہتی ہے کہ اے اللہ تو مجھے اس شخص سے دور رکھنا۔خلاصہ یہ کہ جاذب مجانست ہے اب تم یہ دیکھو کہ تم کفر و ایمان میں سے کس کے ہم جنس ہو۔اگر بددینوں کی طرف مائل ہو تو بددین ہو اور اگر دینداروں کی طرف مائل ہو تو اللہ والے ہو اور اگر دونوں کی طرف مائل ہو تو معلوم ہوتا ہے کہ نفس وعقل دونوں ملے ہوئے ہیں اور دونوں جنگ میں مصروف ہیں۔جب عقل غالب ہوتی ہے تو دینداروں کی طرف میلان ہوتا ہے اور جب نفس غالب ہوتا ہے تو بددینوں کی طرف جھکتے ہو ایسی حالت میں تم کو کوشش کرنی چاہئے کہ عقل نفس پر غالب ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ شراب صدق کا پیالہ کسی شیخ کے ہاتھ سے پیو اور اخلاص حاصل کرو تا کہ تمہارا مقصود حاصل ہو اور معانی (اوصاف روح) کو نقوش (صفات جسم) پر غلبہ ہو۔اگر نفس بالکل مغلوب نہ ہو نہ سہی حالت جنگ میں یہ خوشی بھی کافی ہے کہ دشمن کو ہر وقت نئی شکست ہو۔پس تم کو شش کرو تا کہ تمہارا دشمن شکست کھاوے۔اگرچہ فرعون اس نصیحت کو نہیں سنتا اور اپنی شرارت سے باز نہیں آتا بلکہ نفس ہی کو عقل پر غالب رکھنا چاہتا ہے۔مگر تم سنو کیونکہ تم بہت لائق ہو۔فرعون نالائق ہے۔(اس عنوان میں عجیب لطافت ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا بمنزلہ پدر مشفق کے ہیں اور اہل دنیا بمنزلہ اطفال کے۔پس جس طرح باپ اپنے بچہ کو کسی کام کی ترغیب دیتا ہے تو کہتا ہے کہ تو بہت لائق ہے کہ کہنا مان لیتا ہے اور فلاں بچہ برا ہے کہ وہ کہنا نہیں سنتا اور یہ عنوان بہت موثر ہوتا ہے۔اسی طرح مولانا نے بھی وہی عنوان اختیار کیا ہے) خیر یہ قصہ تو خوامخواہ طویل ہو گیا۔

اب ایک دوسرے فرعون کے گمراہ کرنے کا قصہ بیان کرنا چاہئے جو کہ مشورہ دینے والا ہے یعنی ہامان کا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مشورت کردن فرعون با وزیرش هامان در ایمان آوردن بموسیٰ علیہ السلام

فرعون کا حضرت موسیٰؑ پر ایمان لانے کے بارے میں اپنے وزیر ہامان سے مشورہ کرنا

آں ستیزہ رو بسختی عاقبت	گفت با هاماں برای مشورت
بالآخر اس سختی سے جھگڑا کرنے والے نے	مشورے کی غرض سے' ہامان سے کہا
وعدہای آں کلیم اللہؑ را	گفت و محرم ساخت آں گمراہ را
کلیم اللہؑ کے وعدوں کو	اس گمراہ سے کہا اور اس کو راز دار بنا لیا
گفت باهاماں چو تنہالیش بدید	جست هامان و گریباں را درید
جب ہامان کو تنہا دیکھا اس سے کہا	ہامان اچھل پڑا اور گریبان پھاڑ لیا
بانگہا زد گریہ ہا کرد آں لعیں	کوفت دستار و کلہ را بر زمیں
اس لعین نے نعرے لگائے اور رونے لگا	ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹخ دیا
کہ چگونہ گفت اندر روی شاہ	اینچنیں گستاخ آں حرف شاہ
کہ بادشاہ کے سامنے کیسے کہی؟	وہ بری بات ایسے گستاخ نے
جملہ عالم را مسخر کردہ تو	کار را با بخت چوں زر کردہ تو
تو نے تمام دنیا کو تابع فرمان بنا لیا ہے	تو نے اقبال مندی سے کام کو سونے کی طرح کر لیا ہے
از مشارق وز مغارب بے لجاج	سوی تو آرند سلطاناں خراج
مشرقوں اور مغربوں سے بلا جھگڑے کے	بادشاہ تیرے پاس خراج لاتے ہیں
بادشاہاں لب همی مالند شاد	بر ستانہ خاک تو اے کیقباد
سب بادشاہ خوشی سے ہونٹ ملتے ہیں	اے عالی مقام! تیرے آستانہ کی خاک پر
اسپ باغی چوں بہ بیند اسپ ما	روبگر داند گریز و بے عصا
باغی گھوڑا' جب ہمارے گھوڑے کو دیکھتا ہے	بغیر ڈنڈے کے رخ پھیر لیتا ہے' بھاگ جاتا ہے
تاکنوں معبود و مسجود جہاں	بودۂ گردی کمینہ بندگاں
اب تک تو عالم کا معبود اور مسجود	رہا ہے' (اب) حقیر ترین بندہ بنے گا
در ہزار آتش شدن زیں خوشتر ست	کہ خداوندے شود بندہ پرست
ہزار آگوں میں ہونا اس سے بہتر ہے	کہ ایک آقا غلام پرست بنے

www.besturdubooks.wordpress.com

نے بکش اول مرا اے شاہ ہیں	تا نہ بیند چشم من بر شاہ ایں
نہیں اے بادشاہ! خبردار پہلے مجھے قتل کر دے	تاکہ میری آنکھ بادشاہ کی یہ حالت نہ دیکھے
خسروا اول مرا گردن بزن	تا نہ بیند ایں مذلت چشم من
اے شاہ! پہلے مجھے قتل کر دے	تاکہ میری آنکھ یہ ذلت نہ دیکھے
خود نبودست و مبادا ایں چنیں	کہ زمیں گردوں شود گردوں زمیں
ہرگز ایسا نہیں ہوا ہے اور نہ ہو	کہ زمین آسمان بنے اور آسمان زمین
بندگانماں خواجہ تاش ماشوند	بیدلاماں دلخراش ماشوند
ہمارے غلام ' ہمارے ہمسر بنیں	ہم سے ڈرنے والے ہمارے دل کو چھیلنے والے بنیں
چشم روشن دشمنان و دوست کور	گشت مار اپس گلستاں قعر گور
دشمنوں کی آنکھ روشن ہو اور دوست اندھا ہو	تو ہمارے لئے چمن قبر کا گڑھا بن جائے

خیر تو اس شدت سے جھگڑالو اور سخت معاند نے انجام کار مشورہ کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وعدوں کو بیان کر دیا اور کہہ دیا اور اس گمراہ کو راز دار بنالیا اور جبکہ اس کو تنہا پایا تو اس سے سارا واقعہ کہہ دیا۔ یہ سن کر ہامان اچھلا کودا اور غم سے اپنا گریبان چاک کر لیا اور شور مچایا اور رونا دھونا شروع کر دیا اور ٹوپی اور عمامہ کو زمین پر پٹک دیا اور کہا کہ اس نے یہ بے ہودہ بات یوں گستاخانہ حضور کے سامنے کہی کیونکر مجھے تو اس کا ملال ہے۔ کیونکہ آپ کی تو یہ شان ہے کہ آپ نے تمام عالم کو مسخر کر لیا ہے اور اپنی خوش اقبالی سے ہر معاملہ کو اپنے لئے عمدہ اور مفید بنالیا ہے اور بادشاہ مشرق و مغرب سے بلا کسی حیل و حجت کے آپ کے پاس خراج لاتے ہیں اور سلاطین آپ کے آستانہ کی خاک کو بخوشی چومتے ہیں اور رعب کی یہ حالت ہے کہ اگر کوئی بغاوت کرتا ہے اور ہمارے مقابلہ کے لئے آتا ہے تو اس کا گھوڑا ہمارے کو دیکھتے ہی مڑ جاتا ہے اور ہم کو ڈنڈا لگانے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں تو اس کا حضور کے سامنے یہ الفاظ زبان سے نکالنا ہی آپ کی سخت توہین ہے۔ چہ جائیکہ آپ اس کو مان لیں۔ میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ اب تک آپ ایک عالم کے معبود اور مسجود تھے پس کیا ایسی حالت میں آپ ایک ادنیٰ غلام بن سکتے ہیں۔ میرے نزدیک تو ہزار آتشوں میں چلا جانا اس سے بہتر ہے کہ ایک خدا اپنے بندہ کا بندہ ہو جاوے۔ پس میری رائے تو یہ ہے کہ آپ اس کی درخواست کو قبول نہ کریں اور اگر قبول کرنا ہی ہے تو پہلے مجھے مار ڈالئے تاکہ میں حضور کی یہ توہین اپنی آنکھ سے نہ دیکھوں اور اے بادشاہ آپ ضرور میری گردن ماردیں تاکہ میں بچشم خود یہ ذلت نہ دیکھ سکوں۔ یہ کبھی نہیں ہوا اور نوبت نہ ہو کہ زمین آسمان ہو جاوے اور آسمان زمین بن جاوے۔ یعنی ہمارے غلام ہمارے آقا ہو جائیں اور ہم ان کے غلام اور ہمارے دلدادہ ہمیں ستائیں اور ہم ستائے جائیں۔ اور ہمارے دشمنوں کی آنکھیں روشن ہوں اور دوست اندھے ہوں۔ ایسی حالت میں تو ہمارے لئے مرجانا ہی بہتر ہے اور گور کا گڑھا ہمارے لئے باغ کی طرح عمدہ مقام ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تزییف سخن ہامان با فرعون علیہ اللعنۃ

فرعون علیہ اللعنۃ کے ساتھ ہامان کی باتوں کی کمزوری

دوست از دشمن ہمی نشاخت او	نرد را کورانہ کژمی باخت او
وہ دوست کو دشمن سے نہ پہچانتا تھا	اس نے اندھے پن سے بازی الٹی چلی
دشمن تو جز تو نبود اے لعیں	بیگناہاں رامگو دشمن بکیں
اے ملعون! تیرا دشمن تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے	کینہ سے بے قصوروں کو دشمن نہ کہہ
پیش تو ایں حالت بد دولت ست	کہ دوا دو اول و آخر لت ست
تیرے لئے یہ بری حالت دولت ہے	کہ جس کی ابتداء بھاگ دوڑ اور آخر لات ہے
گر ازیں دولت نتازی خز خزاں	ایں بہارت راہمی آید خزاں
اگر تو اس دولت سے آہستہ آہستہ نہ بھاگے گا	تیری اس بہار پر خزاں آ جائے گی
مشرق و مغرب چو تو بس دیدہ اند	کہ سرایشاں زتن ببریدہ اند
مشرق و مغرب نے تجھ جیسے بہت دیکھے ہیں	جن کے سر دھڑ سے جدا کر دیئے ہیں
مشرق و مغرب کہ نبود برقرار	چوں کنند آخر کسے راپائیدار
مشرق و مغرب جو پائیدار نہیں ہیں	وہ کسی کو کیسے پائیدار بنا سکتے ہیں؟
تو بداں فخر آوری کز ترس و بند	چاپلوست گشت مردم روز چند
تو اس پر فخر کرتا ہے کہ خوف اور بندش سے	چند روز کے لئے انسان تیرے خوشامدی بن گئے ہیں
ہر کرا مردم سجودے می کنند	زہر اندر جان او می آگنند
جس شخص کو لوگ سجدے کرتے ہیں	اس کی جان میں زہر بھرتے ہیں
چونکہ برگردد ازو آں ساجدش	داند او کاں زہر بود و موبدش
جب وہ سجدہ کرنے والا اس سے روگردانی کرتا ہے	وہ جان جاتا ہے کہ وہ اور اس کا سردار زہر تھا
اے خنک آں را کہ ذلت نفسہ	وای آں کز سرکشی شد چوں کہ او
مبارک باد ہے اس کے لئے جس کا نفس خاکسار بنا	اس پر افسوس جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح بن گیا
ایں تکبر زہر قاتل داں کہ ہست	از مئے پر زہر گشت آں گیج و مست
اس تکبر کو زہر قاتل سمجھ کہ جو ہے	زہر بھری شراب (کی قسم) ہے (جس سے) وہ احمق اور مست بنا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں مئے پر زہر نوشد مد برے	از طرب یک دم بجنباند سرے
جب کوئی بدنصیب زہریلی ہوئی شراب پیتا ہے	تھوڑی دیر مستی سے جھومتا ہے
بعد یک دم زہر در جانش فتد	زہر در جانش کند داد و ستد
تھوڑی دیر کے بعد زہر اس کی جان میں اثر کرتا ہے	زہر اس کی جان میں لین دین شروع کر دیتا ہے
گر نداری زہریش را اعتقاد	گرچہ زہر آمد نگر در قوم عاد
اگر تو اس کے زہر پر اعتقاد نہیں رکھتا ہے	اگرچہ وہ زہر ہے قوم عاد کو دیکھ لے
چونکہ شاہے دست یابد بر شہے	بکشدش یا باز دارد در چہے
جب کوئی بادشاہ کسی بادشاہ پر قابو پا لیتا ہے	اس کو قتل کر دیتا ہے یا اس کو کنویں میں قید کر دیتا ہے
ور بیابد خستہ افتادہ راہ	مرہمش سازد شہ و بدہد عطا
اور اگر کسی زخمی کو راستہ میں پڑا ہوا دیکھتا ہے	بادشاہ اس کی مرہم (پٹی) کرتا ہے اور عطا کرتا ہے
گر نہ زہرست آں تکبر پس چرا	کشت شہ را بیگناہ و بے خطا
اگر وہ تکبر زہر نہیں ہے تو کیوں؟	اس نے بادشاہ کو بے گناہ اور بے قصور مارا
ویں دگر را بے ز خدمت چوں نواخت	زیں دو جنس زہر را باید شناخت
اس دوسرے کو بغیر کسی خدمت کے کیوں نوازا؟	زہر کی ان دونوں قسموں کو پہچان لینا چاہیے
راہزن ہرگز گدائے را نزد	گرگ گرگ مردہ را ہرگز گزد
کسی ڈاکو نے کبھی کسی فقیر کو نہیں مارا	بھیڑیے نے کسی مردہ بھیڑیے کو کبھی نہیں پھاڑا
خضر کشتی را برائے آں شکست	تا تواند کشتی از فجار رست
(حضرت) خضر نے کشتی اسی لئے توڑی	تاکہ کشتی ظالموں سے بچ جائے
چوں شکستہ می رہد اشکستہ شو	امن در فقرست اندر فقر رو
جبکہ شکستہ کو نجات ملتی ہے شکستہ ہو جا	امن فقر میں ہے فقر اختیار کر
آں کہے کو داشت از کاں نقد چند	گشت پارہ پارہ از زخم کلند
وہ پہاڑ جو نقدی کی چند کانیں رکھتا تھا	وہ کدال کی مار سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا
تیغ بہر اوست کو را گرد نیست	سایہ کافگندست بروئے زخم نیست
تلوار اس کے لئے ہے جس کی (اونچی) گردن ہے	وہ سایہ جو پڑا ہوا ہے اس پر وار نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مہتری نفط ست و آتش اے غوی	اے برادر چوں آذری روی
اے گمراہ! سرداری مٹی کا تیل اور آگ ہے	اے بھائی! تو آگ پر کیوں چلتا ہے؟
ہرچہ او ہموار باشد باز میں	تیر ہارا کے ہدف گردد ببیں
جو چیز زمین سے ہموار ہو	وہ تیروں کا نشانہ کب بنتی ہے دیکھ لے
سر برآرد از زمیں آنگاہ او	چوں ہد فہا زخم یا بدبے رفو
وہ زمین سے سر ابھارتی ہے تب وہ	نشانوں کی طرح نہ سلنے والے زخم پاتی ہے
نردبان خلق ایں ما و منی ست	عاقبت زیں نردباں افتادنی ست
یہ خودی اور تکبر مخلوق کے لئے سیڑھی ہے	انجام کار اس سیڑھی سے گر پڑنا ہے
ایں فروع ست و اصولش آں بود	کہ ترفع شرکت یزداں بود
یہ فروعی باتیں ہیں اور اس کی اصل یہ ہے	کہ تکبر اللہ کے ساتھ شرکت ہے
چوں نہ مردی و نہ گشتی زندہ زو	باغیی باشی بشرکت ملک جو
جبکہ تو فنا نہ ہوا اور اس کے ذریعہ زندہ نہ ہوا	تو باغی ہوگا' شرکت کے ذریعہ ملک کا جویاں ہوگا
چوں بدو زندہ شدی آں خود ویست	وحدت محض ست آں شرکت کے ست
جب تو اس کے ذریعہ زندہ ہوگیا وہ خود وہ ہے	خالص وحدت ہے یہ شرکت کب ہے؟
شرح ایں در آئینہ اعمال جو	کہ نیابی فہم ایں از گفتگو
اس کی تشریح اعمال کے آئینہ میں تلاش کر	کیونکہ گفتگو سے یہ سمجھ میں نہ آئے گا
گر بگویم آنچہ دارم در دروں	بس جگرہا گردد اندر حال خوں
اگر میں وہ کہدوں جو دل میں رکھتا ہوں	تو بہت سے جگر فوراً خون ہو جائیں گے
بس کنم خود زیرکاں را ایں بس ست	بانگ دو کردم اگر در دہ کس ست
بس کرتا ہوں' عقلمندوں کے لئے یہ کافی ہے	میں نے دو صدائیں دیدیں اگر گاؤں میں کوئی ہے
حاصل آں ہاماں بداں گفتار بد	ایں چنیں راہے براں فرعون زد
خلاصہ یہ ہے کہ اس ہامان نے بری گفتگو کے ذریعہ	ایسا راستہ فرعون پر بند کر دیا
لقمۂ دولت رسیدہ تا دہاں	از گلوی او بریدہ ناگہاں
دولت کا لقمہ منہ تک پہنچ چکا تھا	اچانک اس کے گلے سے جدا کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

خرمن فرعون را داد او بباد	ہیچ شہ را ایں چنیں صاحب مباد
اس نے فرعون کا کھلیان برباد کر دیا	(خدا کرے) ایسا وزیر کسی بادشاہ کا نہ ہو
از چنیں ہمراہ بد دوری گزیں	زینہار اللہ اعلم بالیقیں
ایسے برے ساتھی سے دوری اختیار کر	خبردار! اللہ یقینی باتوں کو زیادہ جانتا ہے

یہاں سے مولانا ہامان پر عتاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے جو موسیٰ علیہ السلام کو دشمن کہا ہے یہ اس کی غلطی ہے اور وہ دوست دشمن میں امتیاز نہیں کرتا۔ اس لئے اندھوں کی طرح غلط مہرے چل رہا ہے اور اوٹ پٹانگ باتیں کر رہا ہے۔ اس سے کوئی کہے کہ او ملعون تیرے سوا تیرا کوئی دشمن نہیں۔ پس تو عداوت سے اوروں کو دشمن نہ بتا تو اپنی اس بری حالت کو دوست سمجھتا ہے جس کے اول میں دوڑ دھوپ اور جانکاہی ہے اور آخر میں لاتمیں تیری غلطی ہے۔ پس اگر تو اس دولت سے نہ بھاگے گا تو یاد رکھ کہ ایک دن تیری اس فرعونی بہار پر خزاں آئے گی۔ اور تو برباد ہوگا۔ اور تو مشرق و مغرب کے تسلط پر کیا نازاں ہے تجھ سے بہت سے لوگوں نے مشرق و مغرب کو حاکمانہ طور پر دیکھا ہے جن کا قضا و قدر نے سر اڑا دیا۔ اور آج ان کا نام و نشان بھی نہیں اور وہ باقی رہ بھی کیسے سکتے تھے کیونکہ مشرق و مغرب خود تو باقی رہنے والے ہیں ہی نہیں پھر وہ کسی کو قائم کیسے رکھ سکتے ہیں۔ نیز تو اس پر ناز کرتا ہے کہ لوگ تیرے خوف اور ضرر رسانی سے چند روز کے لئے تیری خوشامد کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھی تیری غلطی ہے بلکہ اگر دل سے ہی کریں تب بھی کوئی قابل فخر بات نہیں کیونکہ لوگ جس کسی کو سجدہ کرتے ہیں وہ حقیقت میں اس کی تعظیم نہیں کرتے۔ بلکہ اس کو زہر دیتے ہیں۔ اور گو مسجود کو اس وقت اس کا پتہ نہیں چلتا لیکن جب اس کو سجدہ کرنے والے اس سے پھر جاتے اور الگ ہو جاتے ہیں خواہ دنیا میں اس سے متنفر ہو کر یا فر کر یا عقبے میں اس کا ساتھ چھوڑ کر اس وقت اسے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی یہ لوگ میرے لئے سم قاتل اور مجھے تنہا چھوڑ دینے والے تھے۔ اب مولانا یہاں سے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارے نہایت مزہ میں ہے وہ شخص جس کی طبیعت میں تکبر اور انقیاد ملحق ہو اور خرابی ہے اس کے لئے جو سرکشی سے پہاڑ کی طرح گردن بلند اور سخت ہو کہ اس پر اوامر الٰہیہ کا کچھ بھی اثر نہ ہوتا ہو۔ تم سمجھو کہ تکبر سم قاتل ہے اور ہامان اس زہر آلود شراب سے احمق اور مست بنا ہوا ہے لہٰذا گو اس وقت وہ خوش ہے اور اس کی ترنگ میں اسے آگا پیچھا کچھ نہیں سوجھتا مگر انجام اس کا ہلاکت ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب کوئی بدنصیب زہر آلود شراب سے مست ہوتا ہے تو کچھ دیر وہ مزہ میں سر ہلاتا اور جھومتا ہے مگر تھوڑی ہی دیر میں وہ زہر اس کی جان میں پھیل جاتا ہے اور لے دے شروع کر دیتا ہے۔ ہم نے تکبر کو زہر کہا ہے اگر تم کو باور نہیں تو ہم پوچھتے ہیں کہ اس نے قوم عاد میں زہریلا اثر کیوں دکھلایا اور اسے کیوں تباہ کیا اور تم کو معلوم ہے کہ جب ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر تسلط حاصل کرتا ہے تو اس کو یا قتل کرتا ہے یا قید کرتا ہے لیکن جب کسی زخمی اور شکستہ کو پاتا ہے تو اس کے زخموں کا علاج کرتا ہے اور داد و دہش کرتا ہے۔ پس اگر تکبر زہر نہیں ہے تو وہ کیوں مارا جاتا ہے اور بادشاہ اس کو بے قصور کیوں مارتا ہے اور بدوں کسی خدمت کے دوسرے کی کیوں عزت افزائی کرتا ہے۔ پس ان دو فعلوں سے تم معلوم کر سکتے ہو کہ تکبر زہر ہے اور حقیقت میں قاتل شاہ وہی ہے گو صورۃً قاتل بادشاہ ہو اور دیکھو کوئی ڈکیت کسی فقیر کو نہیں مارتا اور بھیڑیا دوسرے مردہ بھیڑیے کو نہیں کاٹتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شکستگی و فقر سبب نجات ہے۔ پس اس کی ضد تکبر و دولت ضرور ہو جب

www.besturdubooks.wordpress.com

ہلاکت ہوگی۔ علیٰ ہذا خضر علیہ السلام نے کشتی کو شکستہ کیا تھا تا کہ وہ فاسقوں اور بدکاروں کے پنجہ سے چھوٹ سکے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ شکستگی رہائی کا سبب ہے۔ پس جبکہ تم کو مذکورۂ بالا امثلہ ونظائر سے معلوم ہو گیا کہ شکستہ نجات پاتا ہے پس تم سمجھو کہ راحت فقر میں ہے نہ کہ دولت میں اور چین شکستگی میں ہے نہ کہ تجبر میں لہذا دولت کو چھوڑ و اور فقر میں پناہ لو اور دیکھو پہاڑ جس میں مختلف قسم کی دولت ہوتی ہے چاندی سونا لعل وغیرہ کسی کے صدمات سے پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ اس سے تم دولت مندوں کی حالت سمجھ سکتے ہو اور دیکھو تلوار اسی کے لئے ہے جو گردن کش ہے اور سایہ چونکہ خاکسار ہے اس لئے اسے کوئی ضرر نہیں۔ اس سے تم کو خاکساری کی فضیلت اور تکبر کی شامت معلوم ہو سکتی ہے۔ پس اے سردار تو یاد رکھ کہ سرداری لفظ اور آگ ہے پس تو آگ پر کیوں چلتا ہے اس سے بچ ورنہ جل جائے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اور تذلل اور تمسکن اختیار کر اس کے ذریعہ سے تو بلاؤں سے نجات پائے گا۔ تو دیکھ کہ اگر کوئی تیر انداز تیر مارنا چاہے تو جو چیز زمین سے ملی ہوئی اور اس کے برابر ہوگی تیروں کا نشانہ نہیں بن سکتی۔ لیکن اگر وہ ذرا زمین سے سر اٹھاوے تو فوراً اس کے تیر لگے گا یہ بھی دلیل ہے اس کی کہ خاکساری مفید ہے اور گردن کشی مضر۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ اور تکبر اور تجبر مضر ہے تو اب اس کو ایک سیڑھی فرض کرو اور سمجھو کہ انجام کار اس سے گرنا لازم ہے پس ایسی حالت میں جو زیادہ اونچے چڑھے گا اور زیادہ تکبر کرے گا وہ زیادہ احمق ہوگا کیونکہ اس کی ہڈیاں اوروں سے زیادہ ٹوٹیں گی۔ جو وجہ ہم تکبر کی برائی کی بیان کر چکے ہیں یعنی اس کا مضر ہونا سو وہ تو اس کا نتیجہ ہے اور ہمارا اس کی برائی پر اس کے مضرت سے استدلال اس کے نتیجہ کی برائی سے استدلال ہے۔ لیکن اصل اور منشاء اس کی برائی کا یہ ہے کہ تکبر کرنا اور عالی مرتبہ بننا اپنے کو خدا کا شریک بنانا ہے اور جبکہ تم اپنے کو مٹا نہ دو اور حق سبحانہ کی حیات سے زندہ نہ ہو جاؤ۔ یعنی اپنے کو اس کی رضا کا بالکل تابع اور اس کے افعال کا آلہ نہ بنا دو اس وقت تک تم ایک باغی ہو جو کہ دعوئ شرکت حق سبحانہ کی بناء پر طالب ملک ہے۔ لیکن جبکہ تم اپنے کو اس کی رضا کا بالکل تابع بنا دو اور تمہاری یہ حالت ہو جاوے کہ گویا کہ تم اس کی حیات سے زندہ ہو اس وقت تم کچھ نہ ہو گے بلکہ وہی وہ ہو گا اور وحدت محضہ ہوگی دوئی ہوہی گی نہیں پھر شرکت کیونکر ہو سکتی ہے۔ یہ مضمون باریک ہے اس لئے میں اس مضمون کو تمہیں الفاظ سے نہیں سمجھا سکتا۔ پس اگر تم کو اس کی شرح کی ضرورت ہو تو اعمال حسنہ کرو اور اپنے کو اس قابل بناؤ کہ حق سبحانہ بذریعہ کشف کے اس مسئلہ کی حقیقت تم پر منکشف کریں اور بدوں تحصیل ذوق ووجدان کے اس بحث میں نہ پڑنا ورنہ گمراہی کا اندیشہ ہے اس مضمون استطرادی کو بیان کر کے مولانا پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ گو میرے دل میں مذمت ہستی کی تفصیل بہت کچھ ہے لیکن اگر میں اسے بیان کروں تو بہت سے جگر خون ہو جائیں اور کلیجے پھٹ جائیں۔ اس لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ عاقلوں کے لئے اتنا بھی کافی ہے اور میں متنبہ کر چکا ہوں اگر کوئی سمجھدار ہو تو سمجھ لے۔ (بانگ وہ اس آواز کو کہتے ہیں جو اہل قریہ کو متنبہ کرنے کے لئے اس وقت کی جاتی ہے جب کہ دشمن ان پر حملہ آور ہو) غرضکہ کہ ہامان شریر نے اس بیہودہ تقریر سے یوں فرعون کا راہ مارا جس کی تفصیل تم سن چکے ہو اور جو لقمہ دولت ایمان اس کے منہ تک پہنچ گیا تھا اس کو اس کے حلق میں سے نکال لیا اور خرمن فرعون کو ملیامیٹ کر دیا۔ خدا کرے کسی بادشاہ کا ایسا بدخواہ وزیر نہ ہو۔ پس تم کو اس قصہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور برے رفیق سے دور رہنا چاہئے۔ دیکھنا میری نصیحت کو بھولنا مت اور خبردار اس کے پاس نہ پھٹکنا۔ خیر فرعون کا واقعہ جس طرح ہم کو پہنچا تھا اس کو ہم نے بیان کر دیا۔ اور یقینی بات خدا ہی زیادہ جانتا ہے کہ واقعہ کیونکر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نومید شدن موسیٰ از ایمان آوردن فرعون وجایافتن سخن ہامان لعین در دل فرعون

حضرت موسیٰ کا فرعون کے ایمان لانے سے مایوس ہو جانا اور ملعون ہامان کی باتوں کا فرعون کے دل میں گھر کر لینا

گفت موسیٰ لطف بنمودیم و جود	خود خداوندیت راروزی نبود
(حضرت) موسیٰ نے فرمایا ہم نے مہربانی اور سخاوت کی	آقائی خود تیرے مقدر میں نہ تھی
آں خداوندی کہ نبود راستیں	مرورانے دست داں نے آستیں
وہ آقائی جو سچی نہ ہو	سمجھ لے اس کے نہ ہاتھ ہوتا ہے نہ آستین
آں خداوندی کہ دزدیدہ بود	بے دل و بے جان و بے دیدہ بود
وہ آقائی جو چرائی ہوئی ہو	وہ بے دل اور بے جان اور بے آنکھ کی ہوتی ہے
آں خداوندی کہ دادندت عوام	بازبستانند از تو ہمچو وام
وہ آقائی جو تجھے عوام نے دی ہے	قرض کی طرح وہ تجھ سے واپس لے لیں گے
آں خداوندی تو از بندگی	کمترست ارباز دانی اندکی
تیری وہ آقائی غلامی سے	کمتر ہے اگر تھوڑا سا سمجھ لے
وہ خداوندی عاریت بجق	تاخداوندیت بخشد متفق
عارضی آقائی خدا کے سپرد کر دے	تاکہ وہ تجھے متفق آقائی عنایت کر دے

جب فرعون ہامان کے بہکانے میں آ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بات ماننے سے انکار کر دیا تو آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو بہت عنایت اور بہت کچھ سخاوت کی تھی مگر تیری قسمت ہی میں نہ تھی ہم کیا کریں۔ دیکھ میں پھر کہتا ہوں کہ جھوٹی حکومت بالکل بے تکی ہے اور جو حکومت محض عارضی ہو اور اس لئے ایسی ہو جیسے چرائی ہوئی چیز کہ مالک اس کو چور سے واپس لے لیتا ہے۔ صورت حکومت ہے اور معنی حکومت اس میں بالکل نہیں تو اس حکومت پر مغرور نہ ہو جو تجھ کو عوام نے دے رکھی ہے۔ اس لئے کہ وہ تیرے مرنے کے وقت تجھ سے یوں واپس لے لیں گے جیسے قرض کو واپس لیتے ہیں پس اگر تو ذرا بھی سمجھے تو تجھے معلوم ہو گا کہ یہ تیری حکومت اس غلامی سے بھی کہیں کم ہے جس سے تو عار کرتا ہے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ معزولی ہے اور اس کا نتیجہ شاہی لہذا تو غلامی اختیار کر اور اس عارضی حکومت کو خدا کے حوالہ کرتا کہ حق سبحانہ تجھے وہ حکومت عطا فرماویں جو متفق علیہ ہو اور کسی کو اس سے سرتابی کی گنجائش نہ ہو

منازعت کردن امیران عرب بارسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کہ ملک رامقاسمہ کن تا نزاعے نباشد وجواب رسول ایشاں راکہ من ماموروم دریں امارت وبحث ایشاں از طرفین

عرب کے سرداروں کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑنا کہ ملک بانٹ لیجئے تاکہ جھگڑا نہ ہو اور آنحضور کا ان کو جواب دینا کہ میں اس حکومت میں اللہ کی جانب سے مقرر کیا گیا ہوں اور جانبین سے ان کی بحث

www.besturdubooks.wordpress.com

آں امیران عرب گرد آمدند	نزد پیغمبرؐ منازع می شدند
عرب کے سردار جمع ہوگئے	پیغمبرؐ کے پاس جھگڑا کرتے ہوئے آئے
کہ تو میری ہر یک از ما ہم امیر	بخش کن ایں ملک و بخش خود بگیر
کہ آپ بھی سردار ہیں اور ہم میں سے بھی ہر ایک امیر ہے	اس ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے
ہر یکے در بخش خود انصاف جو	تو ز بخش ما دو دست خود بشو
ہر ایک اپنے حصہ میں انصاف چاہتا ہے	آپ ہمارے حصہ سے اپنے دونوں ہاتھ دھو لیجئے
گفت میری مر مرا حق دادہ است	سروری و امر مطلق دادہ است
آپ نے فرمایا مجھے سرداری خدا نے عطا کی ہے	(اس نے) عام سرداری اور حکم عطا فرما دیا ہے
کایں قران احمدؐ ست و دور او	ہیں بگیرید امر او را اتقوا
کیونکہ (فرمایا ہے) یہ احمدؐ کا زمانہ اور دور ہے	خبردار! اس کا حکم مانو اور تقویٰ اختیار کرو
قوم گفتندش کہ ما ہم زاں قضا	حاکمیم و دادا میری ماخدا
قوم نے ان سے کہا کہ ہم بھی تقدیر سے	حاکم ہیں اور خدا نے ہمیں حکومت دی ہے
گفت لیکن مر مرا حق ملک داد	مر شما را عاریہ از بہر زاد
آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ (تعالیٰ) (نے) حکومت دی ہے	تمہارے پاس کھانے پینے کے لئے عارضی ہے
میری من تا قیامت باقی ست	میری عاریتی خواہد شکست
میری حکومت قیامت تک باقی رہنے والی ہے	عارضی حکومت ٹوٹ جائے گی
قوم گفتند اے امیر افزوں مگو	چیست حجت بر فزوں جوئی تو
لوگوں نے کہا اے امیر! زیادہ نہ کہہ	آپ کی بڑائی پر دلیل کیا ہے؟

سیل آمدن و قضیب انداختن امراء جہت دفع شدن

سیل و غالب شدن مصطفیٰ علیہ السلام بر امیراں

سیلاب کا آنا اور سیلاب روکنے کے لئے سرداروں اور لکڑی ڈالنا اور مصطفیٰ علیہ السلام کا سرداروں پر غالب آ جانا

در زماں ابرے بر آمد ز امر مر	سیل آمد گشت آں اطراف پر
فوراً سخت حکم سے ایک ابر آیا	سیلاب آیا اور اطراف (پانی سے) پر ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

رو بشہر آورد سیلے بس مہیب	اہل شہر افغاں کناں جملہ رعیب
ایک بہت خوفناک سیلاب نے شہر کا رخ کیا	شہر والے خوفزدہ ہو کر فریاد کرنے لگے
گفت پیغمبرؐ کہ وقت امتحاں	آمد اکنوں تانہاں گردد عیاں
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ امتحان کا وقت	اب آ گیا تاکہ پوشیدہ (راز) ظاہر ہو جائے
ہر امیرے نیزۂ خود درفگند	تا شود در امتحاں آں سیل بند
ہر سردار نے اپنا نیزہ ڈال دیا	تاکہ آزمائش (کے وقت) میں سیلاب رک جائے
نیز ہارا ہمچو خاشا کے ربود	آب تیز سیل پرجوش و عنود
نیزوں کو تنکوں کی طرح (بہا) لے گیا	جوشیلے اور سرکش سیلاب کا تیز پانی
پس قضیب انداخت در وے مصطفیٰ	آں قضیب معجز فرماں رواں
پھر مصطفیٰ نے ایک شاخ اس میں ڈال دی	وہ شاخ جو (سیلاب کو) عاجز کرنے والی اور حاکم تھی
نیز ہا گم گشت جملہ و آں قضیب	بر سر آب ایستادہ چوں رقیب
سب نیزے گم ہو گئے اور وہ شاخ	نگراں کی طرح پانی پر کھڑی رہی
ز اہتمام آں قضیب آں سیل رفت	رو بگرد انید و سوی بحر رفت
اس شاخ کے بندوبست سے وہ سیلاب روانہ ہو گیا	اس نے رخ موڑا اور سمندر کی طرف چلا گیا
چوں بدیدند از وے آں امر عظیم	پس مقر گشتند آں میراں زبیم
جب انہوں نے ان سے وہ بڑا کارنامہ دیکھا	وہ سردار ڈر سے اقرار کرنے والے بن گئے
جز سہ کس کہ حقد ایشاں چیرہ بود	ساحرش گفتند و کاہن از جحود
سوائے تین شخصوں کے جن کا کینہ غالب تھا	انہوں نے انکار سے ان کو جادوگر اور کاہن کہا
بود بوجہل لعیں و بولہب	واں سوم ہم بود بوسفیان حرب
ملعون ابوجہل تھا اور ابولہب	اور وہ تیسرا ابوسفیان بن حرب تھا
ملک بربستہ چناں باشد ضعیف	ملک بر رستہ چناں باشد شریف
مارے باندھے کی سلطنت ایسی کمزور ہوتی ہے	آزاد سلطنت ایسی شریف ہوتی ہے
نیز ہا را گر ندیدی یا قضیب	نام شاں بیں نام او بیں اے نجیب
اگر تو نے نیزے یا شاخ نہیں دیکھی ہے	اے شریف! ان کا نام اور ان کا نام دیکھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

نام شاں را سیل تیز مرگ برد	نام او و دولت تیزش نمرد
ان کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہا لے گیا	اس کا نام اور ان کی تیز حکومت نہیں مری ہے
پنج نوبت می زنندش بردوام	ہم چنیں ہر روزتار و ز قیام
ہمیشہ پانچ وقت ان کے نام پر نوبت بجتی ہے	اسی طرح قیامت تک ہر روز

چونکہ مولانا نے اوپر فرمایا تھا کہ فانی فی الحق کو ایسی حکومت ملتی ہے جس سے سرتابی کی کسی کو مجال نہیں ہوسکتی اس لئے مولانا اس کی تائید میں ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امراء ورؤساء عرب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں جمع ہوئے اور یوں جھگڑنا شروع کیا کہ آپ بھی ایک امیر ہیں اور ہم بھی۔ لہذا ملک کو تقسیم کر لیجئے اور اپنا حصہ لے لیجئے ہم میں سے ہر ایک اپنے حصہ کے متعلق انصاف کا خواہاں ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا حصہ اسے مل جاوے۔ پس آپ ہمارے حصوں سے دست بردار ہو جایئے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہارا دعوٰی غلط ہے حق سبحانہ کی جانب سے مجھے افسری اور سرداری وحکومت مطلقہ عطا ہوئی ہے اور فرما دیا ہے کہ یہ احمد کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں بجز ان کے کسی کی حکومت نہیں ہوسکتی۔ پس تم اس حکم کو قبول کرو۔ اور اس کی مخالفت سے بچو ان لوگوں نے کہا کہ ہم بھی تو بحکم الٰہی ہی حاکم ہیں اور ہم کو بھی تو خدا ہی نے حکومت دی ہے پھر آپ ہماری حکومت کی نفی کیسے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بجا ہے لیکن مجھ میں اور تم میں اتنا فرق ہے کہ میری حکومت تو پائیدار اور ایسی ہے جیسے کسی کو کوئی شے ہبہ کر دی جائے اور تمہاری حکومت عارضی ہے تاکہ چند روز اس سے متمتع ہو لو۔ لہذا میری حکومت تو قیامت تک باقی رہے گی اور تمہاری ٹوٹ جائے گی۔ یہ سن کر لوگوں نے کہا کہ اچھا زیادہ باتیں نہ بنایئے کوئی واضح دلیل بیان کیجئے کہ آپ کو ہم سے زیادہ لینے کا کیا حق ہے۔ اتنے میں بقضائے الٰہی ایک ابر اٹھا اور برسنے لگا جس سے ایک ایسی رو آئی کہ آس پاس کے سارے مقامات میں پھیل گئی اور وہ نہایت خوفناک رو شہر کی جانب بڑھی یہ دیکھ کر تمام اہل شہر ڈر گئے اور آہ وزاری شروع کی۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اب امتحان کا وقت آ گیا ہے پس اب اپنی اپنی حکومت کے جوہر دکھلانے چاہئیں تاکہ حقیقت مخفیہ کا ظہور ہو۔ سن کر سب امیروں نے اپنے اپنے نیزے اس رو میں ڈال دیئے تاکہ اس معرکہ امتحان میں ان کو کامیابی ہو اور سیل بند ہو جاوے۔ لیکن اس پر جوش اور معاند سیلاب کا تیز پانی ان سب نیزوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے گیا۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں ایک کھجور کی شاخ ڈالی یعنی وہ شاخ جو سیلاب کو عاجز کر دینے والی اور اس پر حاکم تھی۔ پس نیزے تو سارے گم ہو گئے اور وہ شاخ محافظ کی طرح پانی پر کھڑی رہی اور اس کے اہتمام سے اس عظیم الشان سیلاب نے اپنا رخ بدل دیا اور دریا کی طرف چلا گیا پس جبکہ ان لوگوں نے آپ کا اتنا بڑا تصرف دیکھا تو ڈر کے مارے سب کے سب مان گئے اور ایمان لے آئے۔ بجز تین شخصوں کے جن پر کینہ غالب تھا۔ ان لوگوں نے انکار کیا اور آپ کو کاہن اور ساحر کہا۔ ان تین میں ایک ابوجہل تھا دوسرا ابولہب (یہ دونوں تو کافر ہی رہے) اور تیسرے ابوسفیان بن حرب (یہ فتح مکہ میں مشرف باسلام ہو گئے تھے) اس سے آپ لوگوں کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ پابند ہوا لوگوں کی حکومت کس قدر کمزور ہے اور ہوا سے

www.besturdubooks.wordpress.com

آزاد لوگوں کی حکومت کس قدر اعلیٰ ہے۔ اگر کسی کو خلجان ہو کہ نہ ہم نے نیزے دیکھے اور نہ شاخ پھر ہم کو کیونکر اعتبار ہو۔ پس ہم ان سے کہیں گے کہ اگر تم نے نیزے اور شاخ نہیں دیکھے تو نہ سہی۔ ہم تمہارے لئے دوسرا معیار قائم کرتے ہیں۔ اچھا ان کا نام بھی دیکھ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاحم تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی پس تمہیں معلوم ہوگا کہ ان کے نام کو موت کا تیز سیلاب بہالے گیا۔ اور آپ کا نام اور آپ کی دولت تو یہ فنا نہیں ہوئی۔ چنانچہ اب تک آپ کی پنج وقتی نوبت بجتی ہے اور موذن پانچوں وقت اذان میں آپ کا نام لیتا ہے اور قیامت تک ہر روز یوں ہی بجتی رہے گی۔ پس اس واقعہ سے تم دونوں کی حکومتوں کا موازنہ کر سکتے ہو۔

فائدہ:۔ اس قسم کے بیانات سے ہمارے زمانہ کے مبتدعین کو دھوکہ ہو گیا ہے اور انہوں نے اہل اللہ کے لئے حکومت عامہ بدین نہج ثابت کی ہے کہ یہ حضرات تمام عالم میں بااختیار خود متصرف ہیں اور اس طرح ان لوگوں نے اہل اللہ کو متبوع اور حق سبحانہ کو ان کا تابع کر دیا ہے مگر یہ ان کی غلطی اور حقیقت ان کی حکومت عامہ کی یہ ہے کہ یہ حضرات فانی فی الحق اور اس کے تابع محض ہیں اور اپنی خواہش کو حق سبحانہ کی خواہش میں اور اپنے اختیار کو اس کے اختیار میں فنا کر چکے ہیں۔ لہٰذا حق سبحانہ کے لئے جو حکومت حقیقۃً حاصل ہے وہی حکومت ان کی طرف مجازاً منسوب ہے اور یہ نہیں کہ ان کے لئے حقیقۃً ایسی حکومت حاصل ہو کہ جو کچھ یہ چاہیں بااختیار خود کر لیں۔ فتدبر ولا تزل

در تمامی حدیث موسیٰ علیہ السلام و تقریع و توبیخ فرعون

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کی تکمیل اور فرعون کو ڈرانا اور دھمکانا

گر ترا عقل ست کردم لطفہا	ور خری آوردہ ام خر را عصا
اگر تجھ میں عقل ہے تو میں نے تجھ پر مہربانیاں کی ہیں	اور اگر تو گدھا ہے تو میں لاٹھی لایا ہوں
آنچناں زیں آخرت بیروں کنم	کز عصا گوش و سرت پر خوں کنم
تجھے اصطبل سے اس طرح نکالوں گا	کہ لاٹھی سے تیرے کان اور سر زخمی کر دوں گا
اندریں آخر خران و مرد ماں	می نیابند از جفای تو اماں
اس اصطبل میں گدھے اور انسان	تیرے ظلم سے امان نہیں پاتے ہیں
یک عصا آوردہ ام بہر ادب	ہر خرے را کو نباشد مستجب
سزا دینے کے لئے میں ایک لاٹھی لایا ہوں	ہر اس گدھے کے لئے جو کہنا نہ مانے
اژدہائے می شود در قہر تو	کاژدہائے گشتۂ در فعل و خو
تجھے مغلوب کرنے میں ایسا اژدہا بنے گی	جیسا کہ تو کام اور عادت میں اژدہا بن گیا ہے
اژدہائے کوہی تو بے اماں	لیک بنگر اژدہائے آسماں
تو بے امان پہاڑی سانپ ہے	لیکن آسمانی اژدھے کو دیکھ

ایں عصا از دوزخ آمد چاشنی	بر تو و بر مومن آمد روشنی
یہ لاٹھی دوزخ کا مزا بنی ہے	تیرے لئے اور مومن کے لئے روشنی ہے
مرترا گوید کہ اے گبر دنی	کہ ہلا بگریز اندر روشنی
تجھ سے کہتی ہے کہ اے کمینے کافر	خبردارا روشنی میں بھاگ آ
ورنہ در مانی تو در زندان من	مخلصت نبود زدر بندان من
ورنہ تو میری قید میں رہے گا	تیرے لئے میری قید سے چھٹکارا نہیں ہے
بازگرد از کفر سوی دین حق	ورنہ در نار ابد مانی خلق
کفر سے دین حق کی طرف آ جا	ورنہ ابدی آگ میں بدحال ہو گا
بازگرد اے گمرہ بدبخت دوں	ورنہ در دوزخ در افتی سرنگوں
اے کمینے بدبخت گمراہ! باز آ	ورنہ تو اندھا دوزخ میں گرے گا
ایں عصائے بود ایندم اژدہاست	تانگوئی دوزخ یزداں کجاست
یہ لاٹھی تھی اب اژدہا ہے	تاکہ تو نہ کہہ سکے کہ اللہ (تعالیٰ) کی دوزخ کہاں ہے؟

یہاں سے پھر قصہ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو عقلمند ہے یا گدھا۔ پس میں دونوں شقوں پر کلام کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اگر تو عقل رکھتا ہے تو میں نے تجھ پر عنایتیں کی ہیں اور چار وعدے کئے ہیں ان کو قبول کر اور اگر تو گدھا ہے تو گدھے کے لئے میرے پاس لاٹھی ہے اس کے ذریعہ سے میں تجھے اس آخور یعنی دنیا سے یوں مار کر نکال دوں گا کہ تیرا سر اور کان لہولہان کر دوں گا۔ چونکہ اس آخور میں گدھے اور آدمی یعنی اہل دنیا و اہل عقبیٰ دونوں تیرے ظلم سے مامون نہیں ہیں لہذا میں ایسے گدھے کی تادیب کے لئے جو کہ اچھا نہ ہو یہ لاٹھی لایا ہوں۔ یہ لاٹھی تجھے مغلوب کرنے کے لئے اژدہا بن جاوے گی کیونکہ تو افعال و اخلاق میں اژدہا ہے اور قاعدہ ہے کہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے یہ مسلم ہے کہ تو پہاڑی اور بہت بڑا اژدہا ہے جس سے پناہ نہیں مل سکتی۔ لیکن تو ذرا آسمانی اژدہے کے جوہر بھی دیکھ۔ یہ عصا تیرے لئے نمونہ دوزخ ہے اور مسلمانوں کے لئے راحت بخش یہ اژدہا تجھ سے بزبان حال کہتا ہے کہ او کافر دیکھ تو نور ایمان میں پناہ لے ورنہ تو میرے قید خانہ میں رہے گا اور اس قلعہ سے رہائی نہ پا سکے گا (مولانا نے اژدہے کے تسلط کو اس کا قید خانہ اور قلعہ قرار دیا ہے) پس اے فرعون تو کفر سے پھر کر دین حق سبحانہ کی طرف آ ورنہ تو آتش دوزخ میں ذلیل رہے گا اور اے بے نصیب کہنا مان۔ اور کفر سے پھر جا۔ ورنہ تو دوزخ میں سر کے بل گرے گا۔ تو یہ نہ سمجھنا کہ دوزخ کہاں ہے کیونکہ حق سبحانہ کی قدرت بہت وسیع ہے اس کے لحاظ سے دوزخ کا ہونا کچھ بھی مستبعد نہیں دیکھ یہ پہلے لکڑی تھی مگر اب اژدہا ہے جو کہ اپنی خونخواری اور آتش فشانی کے لحاظ سے دوزخ کا نمونہ ہے اور یہ انقلاب اسی لئے واقعہ ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ تو حق سبحانہ کی قدرت پر مطلع ہو اور دوزخ کے نمونہ کو آنکھ سے دیکھ لے اور یہ نہ کہے کہ دوزخ کہاں ہے۔

دربیان آنکہ شناسائے قدرت حق تعالیٰ انپرسد کہ بہشت کجاست و دوزخ چہ جاست؟

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچاننے والا یہ نہیں دریافت کرتا ہے کہ بہشت کہاں ہے اور دوزخ کس جگہ ہے؟

ظاہرست ایں دوزخ اما بردلت	ہست پوشیدہ یقیں زآب وگلت
یہ دوزخ ظاہر ہے لیکن تیرے دل پر	یقینا تیرے آب و گل کی وجہ سے پوشیدہ ہے
ہرکجا خواہد خدا دوزخ کند	اوج رابر مرغ دام و فخ کند
خدا جس جگہ چاہے دوزخ (پیدا) کر دے	بلندی کو پرند کے لئے جال اور پھندا بنا دے
ہم زدند انت برآرد درد ہا	تابگوئی دوزخ ست و اژدہا
تیرے دانتوں میں درد پیدا کر دے	حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ دوزخ اور اژدہا ہے
یاکند آب دہانت راعسل	تابگوئی کہ بہشت است وحلل
یا تیرے لعاب دہن کو شہد بنا دے	حتیٰ کہ تو کہنے لگے کہ بہشت اور جوڑے ہیں
ازبن دنداں بردیاند شکر	تابدانی قوت حکم و قدر
دانتوں کی جڑ سے شکر پیدا فرما دے	تاکہ تو تقدیر اور حکم کی طاقت کو سمجھے
پس بدنداں بیگناہاں رامگز	فکر کن از ضربت نا محترز
پس بے گناہوں کو دانتوں سے نہ کاٹ	ناقابل بچاؤ ضرب کی فکر کر
نیل رابر قبطیاں حق خود کند	سبطیاں را از بلا محصوں کند
(دریا) نیل کو اللہ تعالیٰ قبطیوں کے لئے خون کر دیتا ہے	سبطیوں کو مصیبت سے بچا دیتا ہے
آب فرعون دردم خوں شود	برکلیمے قند ناممنوں شود
پانی فورا فرعون پر خون ہو جاتا ہے	کلیم (اللہ) پر بغیر منت شکر بن جاتا ہے
تابدانی پیش حق تمیز ہست	درمیان ہوشیار راہ و مست
تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں امتیاز ہے	راستہ کے ہوشیار اور مست کے درمیان
نیل تمیز از خدا آموختہ است	کہ کشاد آں راداں راسخت بست
(دریا) نیل نے تمیز خدا سے سیکھی ہے	کہ اس نے اس کو کھول دیا اور اس کو مضبوط باندھ دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

لطف او عاقل کند مر نیل را	قہر او ابلہ کند قابیل را
اس کی مہربانی نیل کو سمجھدار بنا دیتی ہے	اس کا غصہ قابیل کو احمق بنا دیتا ہے
در جمادات از کرم عقل آفرید	عقل از عاقل بقہر خود برید
کرم سے جمادات میں عقل پیدا فرما دی	قہر سے عقلمند سے عقل منقطع کر دی
در جماد از لطف عقلے شد پدید	وز نکال از عاقلاں دانش رمید
جماد میں مہربانی سے عقل پیدا ہو گئی	عذاب سے عقلمندوں سے عقل بھاگ گئی
عقل چوں باراں بامر آنجا بر بخت	عقل ایں سو خشم حق دید و گریخت
عقل حکم سے اس جگہ بارش کی طرح برسی	عقل نے اس جانب اللہ کی ناراضگی دیکھی اور بھاگ گئی
ابر و خورشید و مہ و انجم بلند	جملہ بر ترتیب آیند دروند
ابر اور سورج اور چاند اور تارے بلندی پر	سب ترتیب سے آتے جاتے ہیں
ہر یکے ناید مگر در وقت خویش	کہ نہ پس ماند ز ہنگام و نہ پیش
کوئی طلوع نہیں کرتا مگر اپنے وقت میں	کہ وقت سے نہ پیچھے رہتا ہے' نہ آگے
چوں نکردی فہم ایں را ز انبیا	دانش آوردند در سنگ و عصا
جب تو انبیا کے ذریعہ اس کو نہ سمجھا	انہوں نے پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کر دی
تا جمادات دگر را بے لباس	چوں عصا و سنگ دانی از قیاس
تاکہ دوسرے جمادات کو بلاشبہ	قیاس سے لاٹھی اور پتھر کی طرح سمجھ لے
طاعت سنگ و عصا ظاہر شود	وز جمادات دگر مخبر شود
پتھر اور لاٹھی سے فرمانبرداری ظاہر ہو	تو وہ دوسرے جمادات کے بارے میں مخبر ہوتا ہے
کہ ز یزداں آگہیم و طائعیم	ما ہمہ بے اتفاقی ضائعیم
کہ ہم خدا سے واقف اور فرمانبردار ہیں	موافقت کے بغیر ہم سب تباہ ہیں
ہمچو آب نیل دانی وقت غرق	کو میان ہر دو امت کرد فرق
نیل کے پانی کی طرح سمجھ لے غرق کرنے کے وقت	کہ اس نے دونوں گروہوں میں فرق کیا
چوں زمیں کش دانش آمد وقت خسف	در حق قاروں کہ قہرش کرد نسف
زمین کی طرح جس کو دھنسانے کے وقت عقل آ گئی	قارون کے بارے میں کہ اس کے قہر نے اس کو ہلاک کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں قمر کہ امر بشنید و شتافت	پس دو نیمہ گشت بر چرخ و شگافت
چاند کی طرح کہ اس نے حکم سنا اور دوڑا	پھر آسمان پر دو ٹکڑے ہو گیا اور شق ہو گیا
چوں ستوں نالید از ہجر نبیؐ	باخبر گشتہ ازاں شیخ و صبی
جس طرح ستون نبیؐ کے فراق میں رویا	جس سے بوڑھے اور بچے باخبر ہو گئے
چوں درخت و سنگ کاندر ہر مقام	مصطفیؐ راگفت ظاہر والسلام
جس طرح درخت اور پتھر نے ہر جگہ پر	مصطفیؐ کو واضح طور پر سلام کیا

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو دوزخ کا وجود تو بالکل ظاہر ہے مگر تم پر جسمانیت غالب ہے اور تم منہمک فی الناسوت ہو اور عالم غیب سے تمہیں کچھ بھی واسطہ نہیں اس لئے تمہیں محسوس نہیں ہوتی۔ پس یہ دوزخ کا انتفا نہیں ہے بلکہ تمہارا اندھا پن ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے آفتاب نکلا ہو مگر اندھے کو دکھلائی نہ دے اور ایک وہ دوزخ کیا میں تو کہتا ہوں کہ حق سبحانہ جس جگہ چاہیں دوزخ پیدا کر سکتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ دوزخ کی حقیقت آلۂ تعذیب ہے اور حق سبحانہ جہاں چاہیں آلۂ تعذیب پیدا کر سکتے ہیں) اور وہ اوج کو جو کہ پرندوں کے لئے محل راحت ہے کہ وہ وہاں پہنچ کر جال سے بچ جاتے ہیں ان کے لئے جال اور موجب تکلیف بنا سکتے ہیں۔ نیز وہ دانتوں میں اس قدر تکلیف پیدا کر سکتے ہیں کہ آدمی بے ساختہ کہہ اٹھے کہ یہ تو دوزخ اور اژدہا ہے یا وہ تھوک کو شہد بنا سکتے ہیں جس سے آدمی کہہ اٹھے کہ یہ تو جنت دحلہائے بہشت یعنی ان کی طرح موجب راحت ہے اور وہ دانتوں میں سے شکر پیدا کر سکتے ہیں تاکہ تم کو حکم الٰہی کی قوت معلوم ہو اور تم جان لو کہ وہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے پس تم کو دوزخ کے بارہ میں شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ اول تو صورت دوزخ بھی موجود ہے گو تم وجود مانع کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتے اور اگر وہ نہ ہو تو اس کی حقیقت یعنی تفسل یلام کے وجود اور اس پر قدرت میں تو کچھ شبہ ہی نہیں اور تم کو چاہئے کہ بیگناہوں کو ایذا نہ پہنچاؤ اور اس سزا کا خیال رکھو جس سے بچنا ناممکن ہے اور تم یہ نہ سمجھنا کہ ہمارے مظالم کی حق سبحانہ کو کیا اطلاع ہوگی کیونکہ اس کی شان یہ ہے کہ نیل کو قبطیوں کے لئے خون کر دیتا ہے اور سبطیوں کو اس بلا اور دیگر بلاؤں سے محفوظ رکھا ہے اور اس کے حکم سے پانی فرعون کے لئے ذرا سی دیر میں خون ہو جاتا ہے اور موسیٰ کے لئے قند کامل بن جاتا ہے۔ یہ اسی لئے ہے تاکہ تجھے معلوم ہو جاوے کہ حق سبحانہ نیکوں اور بدوں کے درمیان تمیز رکھتے ہیں اور ان کو جانتے ہیں وہ تو اتنے ممیز ہیں کہ تمیز نہ رکھنے والوں کو تمیز رکھنے والا بنا دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ تمیز کہ نیل نے ایک گروہ کو راستہ دیدیا اور دوسرے کو پکڑ لیا۔ اس کو خدا ہی نے دی ہے۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور حق سبحانہ کی قدرت اور اس کے لطف وقہر کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی عجیب شان ہے کہ جب وہ مہربانی کرتا ہے تو اپنی مہربانی سے دریائے نیل کو عاقل بنا دیتا ہے اور جب وہ قہر کرتا ہے تو اس کا قہر قابیل کو احمق بنا دیتا ہے اور اس سے عقل چھین لیتا ہے اور وہ اپنے کرم سے جمادات میں عقل پیدا کرتا ہے اور اپنے قہر سے عاقلوں سے عقل کا تعلق منقطع کر دیتا ہے اور جمادات میں اس کی مہربانی سے عقل نمودار ہو جاتی ہے اور اسی کے غضب سے عقلاء سے عقل رفو چکر ہو جاتی ہے کیونکہ تابع محض ہے جب اس کو حکم ہوتا ہے کہ کسی کو اپنے فیض سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مالا مال کرے۔ تو اس پر مینہ کی طرح برس پڑتی ہے اور جبکہ کسی پر حق سبحانہ کا قہر دیکھتی ہے تو ڈر کے بھاگ جاتی ہے۔ اب ہم تم کو عقل جمادات کی دیگر مثالیں سناتے ہیں۔ دیکھو ابر اور خورشید اور ستارہ سب کی آمد و رفت ایک خاص قاعدہ اور تربیت کے اندر ہے اور ہر ایک اپنے ٹھیک وقت پر آتا ہے کہ نہ اپنے وقت مقرر سے پیچھے رہتا ہے اور نہ آگے آتا ہے۔ یہ کھلی دلیل ہے ان کی عقل کی لیکن جب تعقل جمادات کو تم نے انبیاءؑ کے کہنے سے نہ سمجھا۔ تو اس کے لئے دوسری تدبیر کی گئی اور پتھر اور لاٹھی میں عقل پیدا کی گئی۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کنکریوں نے توحید اور نبوت کی شہادت دی اور داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ ہمکلام ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اژدہا بنی اور مقصود یہ تھا کہ ان پر تم اور جمادات کو قیاس کر لو اور ان کی عقل و ادراک کا اعتراف کرو۔ اور پتھر اور عصا کی اطاعت ظاہر ہو کر دوسرے جمادات کی حالت کا پتہ دیدے۔ کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم حق سبحانہ سے واقف اور اس کے مطیع ہیں اور بدوں اس کی موافقت کے ہم محض ناکارہ اور بے پناہ ہیں اور تم دیگر جمادات کو بھی آب نیل کی مانند سمجھو۔ جس نے غرق کرنے کے وقت اتباع موسیٰ اور متبعین فرعون میں فرق کیا تھا۔ نیز تم ان کو اس زمین کی طرح جانو جس نے دھنسانے کے وقت قارون کے حق میں سمجھ سے کام لیا تھا جس کو اس کے قہر نے فنا کیا تھا نیز تم ان کو چاند کی مثل سمجھو جس نے امر حق سبحانہ سنا اور اس کی فوری اطاعت کی اور انگلی کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہو گیا اور پھٹ گیا نیز تم ان کو ستون کی مانند سمجھو جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت میں رو دیا۔ جس سے بوڑھے اور بچے سب واقف ہو گئے۔ نیز تم ان کو درخت اور پتھر کی مانند جانو جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلم کھلا سلام کیا۔

فائدہ:۔ ہمچو آب نیل الی آخر الابیات معطوف ہے چوں عصا و سنگ داری الخ پر۔

بحث کردن سنی و فلسفی و جواب دہری کہ منکر الوہیت است و عالم را قدیم داند

سنی اور فلسفی کا بحث کرنا اور اس دہریہ کا جواب دینا جو خدا کا منکر ہے اور عالم کو قدیم جانتا ہے

دی یکے می گفت عالم حادث است	فانی ست ایں چرخ وحقش وارث ست
کل ایک شخص کہتا تھا عالم تو پیدا ہے	یہ آسمان فانی ہے اور اللہ (تعالیٰ) اس کا مالک ہے
فلسفی گفتہ کہ چوں دانی حدوث	حادثی ار چوں داند غیوث
فلسفی نے کہا تو نے اس کے تو پیدا ہونے کو کیسے جانا	بارشوں کو ابر کے حادث ہونے کا کیا علم؟
ذرۂ خود نیستی از انقلاب	تو چہ میدانی حدوث آفتاب
تو (اس) انقلاب کا ایک ذرہ (بھی) نہیں ہے	تو سورج کے پیدا ہونے کو کیا جانے؟
کرمکے کاندر حدث باشد دفیں	کے بداند آخر و بدو زمیں
وہ کیڑا جو غلاظت میں دفن ہے	وہ زمین کے انجام اور آغاز کو کیا جان سکتا ہے؟
ایں بتقلید از پدر بشنیدۂ	از حماقت اندریں پیچیدۂ
تو نے یہ باپ سے تقلیداً سنا ہے	بیوقوفی سے اس میں پھنسا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چیست برہاں بر حدوث ایں بگو	ورنہ خامش کن فزوں گوئی مجو
یہ بتا! اس کے نو پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے؟	ورنہ چپ ہو جا زیادہ باتیں نہ بنا
گفت دیدم اندریں بحر عمیق	بحث می کردند روزے دو فریق
اس نے کہا میں نے دیکھا اس گہرے سمندر میں	ایک روز دو فریق بحث کر رہے تھے
در جدال و در خصام و در شکوہ	گشتہ ہنگامہ براں دو کس گروہ
لڑائی اور جھگڑے اور شور میں	(اور) اس ہنگامہ میں ان دونوں پر مجمع ہو گیا تھا
سوی آں ہنگامہ گشتم من رواں	تا بیابم اطلاع از حال شاں
اس ہنگامہ کی طرف میں (بھی) روانہ ہو گیا	تاکہ ان کی حالت سے باخبر ہو سکوں
من بسوی جمع ہنگامہ شدم	اطلاع از حال ایشاں بستدم
میں ہنگامہ کے مجمع کی جانب چلا گیا	(اور) ان کے حال کی معلومات حاصل کیں
آں یکے می گفت گردوں فانی ست	بے گمانے ایں بنا را بانی ست
ایک کہتا تھا کہ آسمان فنا ہونے والا ہے	بلاشبہ اس بنا کا کوئی بنانے والا ہے
واں دگر گفت ایں قدیم و بے کیست	نیستش بانی و یا بانی ویست
دوسرے نے کہا یہ قدیم اور "کب سے ہے" کے بغیر ہے	اس کو کوئی بنانے والا نہیں ہے اور یا وہ خود بنانے والا ہے
گفت منکر گشتۂ خلاق را	روز و شب آرندہ ورزاق را
اس نے کہا تو پیدا کرنے والے کا منکر بن گیا	دن اور رات کو لانے والے اور رزق دینے والا کا
گفت بے برہاں نخواہم من شنید	انچہ گوئی آں بہ تقلیدے گزید
اس نے کہا میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا	تو جو کچھ کہتا ہے تو نے تقلید میں اختیار کیا ہے
ہیں بیادر حجت و برہاں کہ من	نشنوم بے حجت ایں را در زمن
خبردار حجت اور دلیل لا کیونکہ میں	اس کو زمان میں بغیر دلیل کے نہ سنوں گا
گفت حجت در درون جانم ست	در درون جاں نہاں برہانم ست
اس نے کہا دلیل میری جان کے اندر ہے	جان کے اندر میری دلیل چھپی ہوئی ہے
تو نمی بینی ہلال از ضعف چشم	من ہمی بینم مکن بر من تو خشم
آنکھ کی کمزوری سے تو چاند کو نہیں دیکھتا ہے	میں دیکھ رہا ہوں تو مجھ پر غصہ نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتگو بسیار گشت و خلق گیج	در سرو پایان ایں چرخ پیچ
بات لمبی ہو گئی اور لوگ حیران ہو گئے	اس بار ارادہ آسمان کی ابتداء اور انتہا میں
گفت یارا در درونم حجتے ست	بر حدوث آسمانم آیتے ست
اس نے کہا اے دوست' میرے دل میں ایک دلیل ہے	جو آسمان کے نو پیدا ہونے کی نشانی ہے
من یقیں دانم نشانش آں بود	مر یقیں داں را کہ در آتش رود
مجھے یقین ہے' اس کی علامت یہ ہے	کہ یقین رکھنے والا آگ میں گھسے
در زباں می ناید ایں حجت بداں	ہمچو حال و سر عشق عاشقاں
سمجھ لے یہ دلیل زبان پر نہیں آتی ہے	جیسے کہ عاشقوں کا حال ہے اور راز
نیست پیدا سر گفت و گوی من	جز کہ زردی و نزاری روی من
میری گفتگو کا راز ظاہر نہیں ہے	سوائے میرے چہرے کی زردی اور لاغری کے
اشک چوں بر رخ روانہ می رود	حجت حسن و جمالش می شود
جب آنسو رخ پر بہتے ہیں	اس کے حسن اور خوبصورتی کی دلیل ہوتے ہیں
گفت من اینہا ندانم حجتے	کہ بود در پیش عامہ آیتے
اس نے کہا میں اس کو ایسی دلیل نہیں سمجھتا ہوں	جو عوام کے سامنے علامت بنے
گر بیاری من کنم آنرا قبول	ورنہ کوتاہ کن حدیث عرض وطول
اگر وہ تو بیان کرے تو میں مان جاؤں گا	ورنہ لمبی چوڑی بات کو مختصر کر
گفت چوں قلبے و نقدے دم زنند	کہ تو قلبی من نکویم وار جمند
اس نے کہا جب کھوٹا اور کھرا دعوٰی کریں	کہ تو کھوٹا اور میں اچھا اور مبارک ہوں
ہست آتش امتحان آخریں	کاندر آتش در فتند آں دو قریں
تو آخری آزمائش آگ ہے	کہ دونوں ساتھی آگ میں گریں
عام و خاص از حال شاں عالم شوند	از گمان و شک سوی ایقاں روند
عوام اور خواص ان کے حال سے باخبر ہو جائیں گے	گمان اور شک سے یقین کی جانب چلے جائیں گے
آب و آتش آمد اے جاں امتحاں	نقد و قلبے را کہ آں باشد نہاں
اے دوست! پانی اور آگ آزمائش ہیں	اس کھرے اور کھوٹے کے لئے جو پوشیدہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

تا من و تو ہر دو در آتش رویم	حجت باقی حیراناں شویم
میں اور تو دونوں آگ میں گھسیں	باقی حیران لوگوں کے لئے دلیل بن جائیں
یا من و تو ہر دو در بحر اوفتیم	کیں در دعویٰ من و تو کوفتیم
یا میں اور تو دونوں دریا میں کودیں	کیونکہ میں نے اور تو نے دعویٰ کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے
ہمچناں کردند در آتش شدند	ہر دو خود را برتف آتش زدند
انہوں نے ایسا ہی کیا اور آگ میں چلے گئے	دونوں نے اپنے آپ کو آگ کے شعلوں میں ڈال دیا
فلسفی را سوخت خاکستر بکرد	متقی را ساخت تازہ تر بکرد
اس نے فلسفی کو جلا دیا راکھ بنا دیا	متقی کو سنوار دیا' تروتازہ کر دیا
آں خدا گوینده مرد مدعی	رست و سوزید اندر آتش آں دعی
وہ مرد مدعی خدا کا ماننے والا	بچ گیا اور وہ حرامزادہ آگ میں جل گیا
آزموده بشنو ایں اعلام را	کوری افزوں روان خام را
اس آزمائے ہوئے اعلان کو سن	جو کچی روحوں کے اندھے پن کو بڑھانے والا ہے
کہ نسوزیدست ایں نام از اجل	کش مسمیٰ صدر بوده است و اجل
کہ موت سے یہ نام نہ جلا	کیونکہ وہ نام والا صدر تھا اور بزرگ تھا
صد ہزاراں روح شد دلدادۂ	در ره او سربسر اوفتادۂ
لاکھوں روحیں دل دادہ ہیں	اس کے راستہ میں سر کے بل پڑی ہیں
صد ہزاراں خلق را در بادیہ	سرگروه و بے عصا زاراد یہ
جنگل میں لاکھوں انسانوں کا	سرگروہ (بنا) اور بے سہارے کے لئے سیراب کرنے والا (بنا)
صد ہزاراں زیں رہاں اندر قرآں	بردریده پرده‌ای منکراں
قرآن میں اس طرح کی لاکھوں بازیاں (مذکور) ہیں	جنہوں نے منکروں کے پردے چاک کئے ہیں
چوں گرو بستند غالب شد صواب	در دوام معجزات و در جواب
جب انہوں نے بازی لگائی' صحیح بات غالب آئی	معجزوں کے دوام اور جواب (کے بارے) میں
فہم کردم کانکہ دم زد از سبق	در حدوث چرخ پیروزست و حق
میں سمجھ گیا کہ جس نے پہلے دعویٰ کیا	آسمان کے نو پیدا ہونے میں وہ کامیاب اور صحیح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حجت منکر ہمارہ زرد رو	یک نشاں برصدق ایں انکار کو
منکر کی دلیل ہمیشہ شرمندہ ہے	اس کے انکار کی سچائی پر ایک علامت بھی کہاں ہے؟
یک منارہ در ثنای منکراں	کو دریں عالم کہ تا باشد عیاں
منکروں کی تعریف میں ایک منارہ (بھی)	دنیا میں کہاں ہے؟ تاکہ بات واضح ہو
منبرے کو کہ در آنجا مخبرے	یاد آرد روزگار منکرے
کوئی منبر کہاں ہے کہ اس پر کوئی خبر دینے والا	منکر کے زمانے کو یاد کرے؟
روئے دینار و درم از نام شاں	تا قیامت می دہد از حق نشاں
دینار اور درہم کا رخ ان کے نام سے	قیامت تک حق کا نشان دے گا
سکۂ شاہاں ہمی گردد دگر	سکہ احمد بہ بیں تا مستقر
بادشاہوں کا سکہ بدل جاتا ہے	احمدؐ کے سکہ کو قیامت تک دیکھ
بررخ نقرہ دیا روی زرے	وانما بر سکہ نام منکر
چاندی پر یا سونے پر	سکہ پر کسی منکر کا نام دکھا
بررخ سیم و زرے اندر جہاں	سکۂ بنما بنام منکراں
دنیا میں چاندی اور سونے پر	منکروں کے نام کا سکہ دکھا
خود بگیر ایں معجزہ چوں آفتاب	صد زبان و نام او ام الکتاب
اس سورج جیسے معجزے کو لے	جو سو زبانوں والا ہے اور اس کا نام قرآن ہے
زہرہ نے کس را کہ یک حرفے ازاں	یا بدزود یا فزاید درمیاں
کسی کی مجال نہیں ہے کہ اس میں سے ایک حرف	چرائے یا درمیان میں بڑھائے
یار غالب شو کہ تا غالب شوی	یار مغلوباں مشو ہیں اے غوی
غالب کا دوست بن تاکہ تو (بھی) غالب بن جائے	خبردار! اے گمراہ مغلوبوں کا یار نہ بن
حجت منکر ہمی آمد کہ من	غیر ایں ظاہر نمی بینم وطن
منکر کی دلیل یہ ہوئی کہ میں	اس ظاہر کے سوا میں اپنا وطن نہ دیکھتا ہوں
ہیچ نندیشد کہ ہر جا ظاہریست	آں زحکمتہای پنہاں مخبریست
اس نے نہ سوچا کہ جہاں کہیں ظاہر ہے	وہ پوشیدہ حکمتوں سے آگاہ کرنے والا ہے

فائدہ ہر ظاہرے خود باطن ست	ہمچو نفع اندر دوا ہا کامن ست
ہر ظاہر کا فائدہ خود پوشیدہ ہے	جس طرح دواؤں کا فائدہ پوشیدہ ہے
ایں تفاوت حق نہاد اندر زماں	تابد انند اہل عرفاں در جہاں
زمانہ میں یہ فرق اللہ (تعالیٰ) نے رکھا ہے	تاکہ اہل عرفان دنیا میں سمجھ لیں
عمر کرگس سہ ہزار و پانصد ست	مر کبوتر راچہ باشد زاں بدست
گدھ کی عمر ساڑھے تین ہزار (سال) ہے	کبوتر کو اس سے کیا ہاتھ آیا
می بمیرند از کبوتر صد ہزار	مرگ کرگس می نہ بینند آشکار
لاکھوں کبوتر مرتے ہیں	گدھ کی موت کو نہیں دیکھ سکتے ہیں
جملہ پندارند کرگس باقیست	نے غلط کردند یک کس باقیست
سب یقین کرتے ہیں کہ گدھ باقی ہے	نہیں! انہوں نے غلطی کی ایک ذات باقی ہے
چونکہ ظاہر بیں شدند از جہل خویش	می نہ بینند از عمی نے پس نہ پیش
وہ چونکہ اپنی نادانی سے ظاہر بیں بنے	اندھے پن سے نہ آگا دیکھتے ہیں نہ پیچھا
می نماند در جہاں یک تار مو	کل شی ھالک الا وجھہٗ
دنیا میں ایک بال بھی (باقی) نہ رہے گا	سوائے اس کی ذات کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے
ہر چہ پیدا کرد بہر معنی ست	باطنش بنگر بریں ظاہر مایست
اس نے جو کچھ پیدا کیا کسی حکمت کے لئے ہے	اس کے باطن کو دیکھ ظاہر پر نہ ٹھہر

تفسیر آیہ کریمہ ماخلقنا السموٰات والارض و ما بینھما الا بالحق نیافریدشاں از بہر ہمیں کہ شما می بینید بلکہ بر معنیٰ وحکمتے باقیہ کہ شما نمی بینید آں را

تفسیر آیت کریمہ "آسمانوں اور زمین اور ان دونوں میں جو کچھ ہے ہم نے نہیں پیدا کیا مگر حق کے ساتھ" ان کو صرف اسی لئے نہیں پیدا کیا جو کہ تم دیکھتے ہو بلکہ ایک معنیٰ اور باقی رہنے والی حکمت کی بنیاد پر جس کو تم نہیں دیکھتے ہو

ہیچ نقاشے نگارد زیں نقش	بے امید نفع بہر عین نقش
کوئی مصور عمدہ تصویر بناتا ہے	نفع کی امید کے بغیر محض تصویر کے لئے؟
بلکہ بہر میہمانان و کیاں	کہ بفرجہ وارہند از انداہاں
بلکہ مہمانوں اور بڑوں کے لئے	تاکہ مسرت کی وجہ سے غموں سے نجات پائیں

www.besturdubooks.wordpress.com

شادی بچگان و یاد دوستاں	دوستان رفتہ را از نقش آں
بچوں کی خوشی یا دوستوں کی یاد کے لئے	گزرے ہوئے دوستوں کو ان کی تصویر سے
ہیچ کوزہ گر کند کوزہ شتاب	بہر عین کوزہ نے از بہر آب
کوئی کمہار جلد سکورا بناتا ہے	محض سکورے کے لئے نہ کہ پانی کے لئے؟
ہیچ کاسہ گر کند کاسہ تمام	بہر عین کاسہ نے بہر طعام
کوئی پیالہ بنانے والا پیالہ مکمل کرتا ہے	محض پیالہ کی خاطر نہ کہ کھانے کیلئے؟
ہیچ خطاطے نویسد خط بفن	بہر عین خط نہ بہر خواندان
کوئی خوشنویس ہنرمندی سے خط لکھتا ہے	محض خط کی خاطر نہ کہ پڑھنے کے لئے؟
نقش ظاہر بہر نقش غائب است	واں برای غائب دیگر بہ بست
ظاہری نقش پوشیدہ نقش کے لئے ہے	وہ کسی دوسرے غائب کے لئے بنا ہے
تا سوم چارم دہم بری شمر	ایں فوائد رابمقدار نظر
تیسرے چوتھے دسویں تک شمار کر لے	ان فوائد کو نظر کے انداز کے مطابق
ہمچو بازیہای شطرنج اے پسر	فائدہ ہر لعب درثانی نگر
اے بیٹا! شطرنج کی بازیوں کی طرح	ہر چال کا فائدہ دوسری (چال) میں دیکھ
ایں نہادہ بہر آں لعب نہاں	واں برای آن وآں بہر فلاں
اس نے اس کے لئے پوشیدہ چال چلی	وہ اس کے لئے اور وہ فلاں کے لئے
ہمچنیں دیدہ جہات اندر جہات	درپے ہم تا رسی در بردو مات
اسی طرح غرضوں میں غرضیں	پے در پے یہاں تک کہ تو بازی جیت لے
اول از بہر دوم باشد چناں	کہ شدن برپا یہای نردباں
پہلی (چال) دوسری کے لئے ایسی ہے جیسا کہ	سیڑھی کے درجوں پر چڑھنا
واں دوم بہر سوم می داں تمام	تارسی تو پایہ پایہ تا بام
دوسری کو تیسری کے لئے پورا سمجھ لے	تاکہ تو سیڑھی بہ سیڑھی بالا خانہ تک پہنچ جائے
شہوت خوردن زبہر آں منی	واں منی از بہر نسل و روشنی
کھانے کی خواہش منی کے لئے ہے	اور منی نسل اور روشنی کے لئے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کند بینش می نہ بیند غیر ایں	عقل او بے سیر چوں نبت زمیں
ناقص نظر اس کے سوا نہیں دیکھتی ہے	اس کی عقل زمین کی گھاس کی طرح ساکن ہے
بنت راچہ خوانده چہ ناخواندۂ	ہست پای او بگل درماندۂ
گھاس کا بلایا ہوا کیا نہ بلایا ہوا	اس کا پاؤں مٹی میں پھنسا ہے
گرسرش جنبد بباد تیز رو	تو بسر جنبانیش غره مشو
اگر تیز چلنے والی ہوا سے اس کا سر ہلے	تو اس کے سر ہلانے سے دھوکا نہ کھا
آں سرش گوید سمعنا یا صبا	پای او گوید عصینا خلنا
اس کا سر کہتا ہے ہم نے (اے) صبا کی اطاعت کی	اس کا پاؤں کہتا ہے ہم نے نافرمانی کی ہے ہمیں چھوڑ
چوں ندارد سیر میراند چو عام	برتوکل می نہد چوں کور گام
چونکہ چلنا نہیں جانتا ہے عوام کی طرح چلتا ہے	اندھے کی طرح توکل پر قدم رکھتا ہے
برتوکل تاچہ آید در نبرد	چوں توکل کردن اصحاب نرد
جنگ میں توکل سے کیا حاصل ہوتا ہے؟	جیسا کہ چوسر باز کا توکل کرنا
واں نظرہای کہ آں افسرده نیست	جز رونده جز درنده پرده نیست
وہ نگاہیں جو ٹھٹھری ہوئی نہیں ہیں	وہی چلنے والی پردہ چاک کرنے والی ہیں
انچہ درده سال خواہد آمدن	ایں زماں بیند بچشم خویشتن
جو کچھ دس سال میں آئے گا	وہ اس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے
ہمچنیں ہرکس باندازِ نظر	غیب و مستقبل بہ بیند خیر و شر
اسی طرح ہر شخص نظر کے اندازے کے مطابق	غائب اور آنے والے خیر و شر کو دیکھ لیتا ہے
چونکہ سد پیش و سد پس نماند	شد گزاره چشم و لوح غیب خواند
چونکہ آگے کی آڑ اور پیچھے کی آڑ نہیں رہی	وہ گزر جانے والی آنکھ بن گیا اور اس نے غیب کی تختی پڑھ لی
چوں نظر پس کرد تا بدو وجود	آخر و آغاز ہستی رونمود
جب اس نے پیچھے نظر کی وجود کی ابتداء تک	وجود کا آخر اور آغاز رونما ہو گیا
بحث املاک و زمیں باکبریا	در خلیفہ کردن بابای ما
خدا کے ساتھ ملکیتوں اور زمین کی بحث	ہمارے ابا جان کو خلیفہ بنانے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نظر درپیش افگند او بدید	انچہ خواہد بود تا محشر پدید
اس نے جب نگاہ آگے ڈالی تو دیکھ لیا	ہر اس چیز کو جو حشر تک رونما ہو گی
پس زپس می بیند او تا اصل اصل	پیش می بیند عیاں تا رد زفصل
پس وہ پیچھے کی جانب اصل کی اصل تک دیکھتا ہے	سامنے (کی) جانب قیامت تک واضح طور پر دیکھ لیتا ہے
ہر کسے اندازۂ روشندلی	غیب رابیند بقدر صیقلی
ہر شخص دل کے روشن ہونے کے اندازہ سے	صیقل کے بقدر غیب کو دیکھتا ہے
ہر کہ صیقل بیش کرد او بیش دید	بیشتر آمد بروصورت پدید
جس نے زیادہ صیقل کر لی اس نے زیادہ دیکھا	اس پر صورتیں زیادہ ظاہر ہوئیں
گرتو گوئی کاں صفا فضل خداست	نیزایں توفیق صیقل زاں عطاست
اگر تو کہے کہ وہ (دل کی) صفائی خدا کی دین ہے	نیز اس صیقل کی توفیق اس کی عطا ہے
قدر ہمت باشد آں جہد و دعا	لیس للانسان الا ماسعیٰ
وہ کوشش اور دعا ہمت کے اندازے سے ہے	نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہ جس کی وہ کوشش کرے
واھب ہمت خداوندست وبس	ہمت شاہی ندارد ہیچ خس
ہمت کا عطا کرنے والا صرف خدا ہے	کوئی ناچیز (انسان) شاہی کی ہمت نہیں رکھتا ہے
نیست تخصیص خدا کس رابکار	مانع طوع و مراد و اختیار
اللہ (تعالیٰ) کا کسی کو کسی کام کے لئے مخصوص کرنا	اطاعت اور مقصد اور اختیار کے لئے مانع نہیں ہے
لیک چوں رنجے دہد بد بخت را	اوبگزور اند بکفراں رخت را
لیکن جب وہ (اللہ تعالیٰ) کسی بدنصیب کو تکلیف دیتا ہے	تو وہ ناشکری کا راستہ اختیار کر لیتا ہے
نیک بختے راچو حق رنجے دہد	رخت را نزدیک تروامے نہد
جب اللہ کسی نیک بخت کو تکلیف دیتا ہے	وہ زیادہ نزدیک پڑاؤ کرتا ہے
بددلاں از بیم جاں درکار زار	کردہ اسباب ہزیمت اختیار
بزدلوں نے جنگ میں جان کے خوف سے	پسپائی کے اسباب اختیار کر لئے
پردلاں در جنگ ہم از بیم جاں	حملہ کردہ سوی صف دشمناں
بہادروں نے جنگ میں بھی جان کے خوف سے	دشمنوں کی صف پر حملہ کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

رستماں را ترس و غم وا پیش برد	ہم ز ترس آں بد دل اندر خویش مرد
بہادروں کو خوف اور غم نے آگے بڑھایا	بزدل خوف سے خود بخود مر گیا
چوں محک آمد بلا و بیم جاں	زاں پدید آمد شجاع از ہر جباں
جبکہ مصیبت اور جان کا خوف کسوٹی بنا	اس کی وجہ سے بہادر ہر بزدل سے عیاں ہو گیا
حاصل آں کز وسوسہ ہر سو گسیخت	از نما ہم در قضا باید گریخت
خلاصہ یہ ہے کہ جو (شیطانی) وسوسے ہر جانب سے جدا ہو گیا	اس کو قضا (خداوندی) سے قضا کی جانب بھاگنا چاہیے

اب مولانا تعقل جمادات کی تائید کے لئے ایک حکایت بیان کرتے ہیں جس سے آگ کا محق و مبطل کو پہچاننا ظاہر ہوتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب حل سنو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ کل ایک شخص کہہ رہا تھا کہ عالم حادث اور یہ آسمان مع ما فیہا فنا ہو جاوے گا اور اس کے فنا کے بعد ایک خدا باقی رہ جاوے گا۔ جس طرح کہ وارث اپنے مورث کی موت کے بعد باقی رہتا ہے۔ یہ سن کر ایک فلسفی دہریئے نے کہا کہ تجھے اس کا حدوث کیونکر معلوم ہوا تو تو اسی سے پیدا ہوا ہے اور یہ تو تجھ سے پہلے سے ہے پھر تو کیسے کہہ سکتا ہے کہ یہ حادث ہے اور ایک وقت میں معدوم تھا بعد کو موجود ہوا ہے۔ بھلا کہیں ابر کے حدوث کو بارشیں بھی جان سکتی ہیں اور تو اپنے تقلب احوال کے سبب (مثلاً یہ کہ پہلے معدوم تھا اب موجود ہے پھر معدوم ہو جائے گا وغیرہ وغیرہ) ایک ذرہ کی مثل بھی نہیں۔ پس تو اس عالم کے حدوث کو کیا جان سکتا ہے۔ جس سے تجھ کو اس سے بھی کم نسبت ہے جو ذرہ کو آفتاب سے اور جو کیڑا پاخانہ میں رہتا ہو وہ زمین کی ابتدا و انتہا کو کیا جان سکتا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ تو نے مقلدانہ اپنے باپ سے سنا ہے اور اپنی نادانی سے اس کا معتقد ہو گیا ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس عالم کے حدوث کی دلیل بیان کر اور اگر دلیل بیان نہیں کر سکتا تو چپ رہ اور فضول باتیں نہ کر۔ اس نے کہا کہ اور تو میں کچھ جانتا نہیں۔ اتنا جانتا ہوں کہ اس گہرے سمندر (مسئلہ حدوث و قدم عالم) میں ایک روز دو شخصوں سے مباحثہ ہو رہا تھا اور دونوں لڑ جھگڑ رہے تھے اور ہر ایک دوسرے پر غالب آنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور ان دونوں کے گرد بہت سے لوگوں کا جمگھٹ تھا۔ میں نے یہ ہنگامہ دیکھا تو میں بھی اس طرف چلا کہ دیکھوں کیا قصہ ہے۔ پس میں نے وہاں جا کر واقعہ معلوم کیا تو معلوم ہوا کہ ایک کہہ رہا ہے کہ آسمان مع ما فیہا ایک روز فنا ہونے والا ہے اور یہ بنفسہ موجود نہیں ہے بلکہ اس عمارت کا ایک بنانے والا ہے جس نے اسے بنایا ہے دوسرا کہہ رہا تھا کہ نہیں بلکہ یہ قدیم ہے اور اس کی کوئی ابتداء یا انتہا نہیں نہ اس کا کوئی بانی ہے۔ اور اگر کوئی بانی ہے تو خود وہی ہے۔ (حاصل یہ کہ یہ بنفسہ موجود ہے نہ کہ بغیرہ) اس نے کہا کہ کیا غضب کرتا ہے کہ خالق عالم اور مصرف اللیل والنہار اور رزاق عالم کا انکار کرتا ہے۔ اس نے کہا کہ اگر تم خالق و مصرف زماں و رزاق عالم کے وجود کے مدعی ہو تو اس کی دلیل بیان کرو۔ کیونکہ میں بدوں دلیل کے تمہارا بیان نہیں بن سکتا۔ اور اس کو تقلیداً قبول نہیں کر سکتا۔ اگر تم کو مجھے اپنا ہم خیال بنانا ہے تو اس کی صرف یہ صورت ہے کہ اپنے دعوے کو دلیل سے ثابت کرو۔ کیونکہ میں کہہ چکا کہ میں بلا دلیل نہ مانوں گا۔ اس نے کہا کہ میرے دعوے کی دلیل میری جان میں ہے اور اس جان کے اندر وہ برہان مخفی ہے یعنی میں اس کے حدوث کو وجداناً و ذوقاً جانتا ہوں اور تیری چشم باطن کمزور ہے اس لئے تو اس کے حدوث کو نہیں دیکھ سکتا مگر میں دیکھتا ہوں۔ پس تو مجھ پر غصہ نہ کر اور

www.besturdubooks.wordpress.com

خود اپنا قصور سمجھ۔ غرضکہ بہت دیر تک اسی قسم کی گفتگو ہوتی رہی اور مخلوق اس فرمانبردار آسمان کی ابتداء و انتہا کے بارہ میں متحیر تھی اور کوئی فیصلہ نہ کر سکتی تھی۔ بالآخر اس نے پھر کہا کہ اگر تو نہیں مانتا تو نہ مان مگر میں سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں اس کی دلیل موجود ہے جو مجھ پر آسمان کے حدوث کو واضح کرتی ہے۔ اور مجھے اس کے حدوث کا پورا پورا یقین ہے اور جو اس کو یقینی طور پر جانتا ہو اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ آگ میں چلا جاوے پس میں آگ میں گھس سکتا ہوں۔ میں یہ تو کر سکتا ہوں لیکن دلیل حدوث زبان سے ادا نہیں ہو سکتی۔ جس طرح کہ عاشقوں کے عشق کا راز اور ان کی حالت بیان میں نہیں آ سکتی۔ چنانچہ اگر کوئی عاشق سے کہے کہ تو اپنے عشق کا ثبوت دے اور ثابت کر کہ تیرا معشوق حسین ہے تو وہ کہے گا کہ میرے دعوے کی حقیقت صرف میرے چہرہ کی زردی اور اس کے اترا ہونے سے ظاہر ہو سکتی ہے اور دلیل سے ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اور میرے اشک خونی جو میرے چہرہ پر جاری ہیں یہ ہی اس کے حسن و جمال کی دلیل ہیں اور لفظی دلیل کوئی نہیں۔ اس نے کہا جناب میں ان باتوں کو تو جانتا نہیں ہاں اگر کوئی ایسی دلیل پیش کرو جس کو سب لوگ مان لیں تو میں تمہارا دعویٰ مان لوں گا ورنہ ان لمبی چوڑی باتوں کو ختم کرو ان سے تمہارا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس نے کہا اچھا سنو۔ جب کھوٹا اور کھرا سونا آپس میں مباحثہ کریں اور ہر ایک دوسرے سے کہے کہ تو کھوٹا ہے اور میں کھرا ہوں تو آخر امتحان یہ ہے کہ دونوں آگ میں داخل ہوں۔ اس سے ان کا کھوٹا اور کھرا ہونا کھل جاوے گا اور عوام و خواص سب ان کی حالت سے واقف ہو جائیں گے اور گمان و شک کی حد سے نکل کر سرحد یقین تک پہنچ جاویں گے پس ہم دونوں کا کھوٹ اور کھرا پن مخفی ہے اس کے امتحان کے لئے آگ اور پانی ہیں اب یا تو یہ صورت کرو کہ ہم دونوں آگ میں داخل ہوں اور جو لوگ متحیر ہیں ان کے لئے دلیل بن جاویں یا دونوں سمندر میں کود پڑیں اس لئے کہ ہم دونوں مدعی ہیں میں کہتا ہوں کہ میں سچا ہوں اور تم کہتے ہو کہ میں سچا ہوں۔ الغرض آگ میں داخل ہونا قرار پا گیا۔ اور دونوں آگ میں گھس گئے اور اپنے کو سوزش آتش کے حوالہ کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ آگ نے فلسفی کو تو جلا کر خاکستر کر دیا اور مومن کو راس آئی۔ اور اس کو اور تر و تازہ کر دیا۔ پس وہ خدا کا قائل مدعی حدوث بچ گیا۔ اور فلسفی حرام زادہ جل گیا۔ وہ تو کیا جلتا تم میری اس بات کو سچ سمجھو کیونکہ میں یہ بات تجربہ کی بناء پر کہتا ہوں (جو ناقص ہو اور میری بات کو غلط کہے وہ خدا کرے اور زیادہ اندھا ہو) کہ جس کا نام کا مسمّی مکرم عند اللہ اور بزرگ ہوتا ہے جیسا کہ یہ مدعی حدوث عالم تھا اس کا نام بھی موت سے نہیں مٹتا خود اس کا جلنا تو در کنار۔ پس وہ بچ گیا۔ اور ہزاروں جانیں اس کی دلدادہ اور مطیع ہو گئیں اور وہ صحرائے تحیر میں لاکھوں مخلوق کا سردار بن کر ان کو اس جنگل سے نکال لے گیا۔ اور لاکھوں بے عصاؤں کے لئے موجب عافیت بن گیا۔ اور اس طرح اس کو اس معرکہ میں نمایاں فتح حاصل ہوئی اور ایک یہ کیا لاکھوں اس قسم کے شرطیں قرآن میں ہیں۔ جن میں حق سبحانہ نے منکروں کی پردہ دری کی ہے اور جب کفار نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی شرط کی ہے حق ہی غالب آیا۔ اس طرح بھی کہ آپ کے معجزات دائم رہے اور مخالفین کی کارروائیاں فنا ہو گئیں اور اس طرح بھی کہ ان کو دندان شکن جواب مل گیا۔ خیر تو جب میں نے یہ واقعہ دیکھا تو میں سمجھ گیا کہ جس نے پیشتر یہ کہا تھا کہ آسمان مع مافیہا حادث ہے وہ غالب اور حق پر تھا۔ یہاں تک اس مدعی حدوث کی گفتگو کو ختم کر کے مولانا اپنے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ فلسفی مغلوب ہو گیا اور اس کی حجت رسوا ہو گئی۔ اور منکر حق کی حجت تو ہمیشہ مغلوب ہی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس کے انکار کے سچے ہونے کی کوئی دلیل ہی نہیں۔ جو سر سبز ہو۔ دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان کے

www.besturdubooks.wordpress.com

مخالفین مثل ابوجہل وابولہب وغیرہ کی تعریف میں کونسا منارہ ہے تاکہ ان کی سچائی ظاہر ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح کونسا منبر ہے جس پر کوئی واقعات بیان کرنے والا منکرین کے زمانہ کو بھلائی سے یاد کرتا ہو۔ آنحضرتؐ اور آپ کے موافقین انبیاء وغیرہم کے نام کا رخ دینار و درہم قیامت تک پتہ دے گا۔ برخلاف منکرین کے کہ ان کا نام ونشان بھی نہیں۔ اور بادشاہوں کا سکہ تو بدل بھی جاتا ہے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سکہ قیامت تک کبھی نہ بدلے گا۔ بھلا تم چاندی یا سونے کے سکہ پر کسی منکر کا نام تو دکھادو۔ برخلاف جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے۔

فائدہ:۔ مولانا نے انبیاء کی صدق پر ان کے ذکر حسن کے بقا اور قیامت تک ان کا سکہ جاری رہنے اور منکروں کا نام ونشان مٹ جانے سے احتجاج کیا ہے اس پر شبہ یہ ہوتا ہے کہ کفار اپنے پیشواؤں کی بھی یوں ہی تعریف کرتے ہیں کہ جس طرح مسلمان اپنے انبیاء کی اور جس طرح اور بادشاہوں کا سکہ پر نام باقی نہیں رہتا یوں ہی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی باقی نہ رہا۔ پس فرق کیا ہے اور استدلال کیونکر صحیح ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ مولانا کا مقصود یہ ہے کہ جن لوگوں نے انبیاء کا مقابلہ اور معارضہ کیا ان کا ذکر حسن من حیث انہم معارضون للانبیاء باقی نہیں۔ پس اول تو کوئی فرقہ کفار کا ایسا نہیں جو ان لوگوں کا متبع ہو۔ جنہوں نے انبیاء کا معارضہ و مقابلہ کیا۔ مثلاً یہود و نصاریٰ کفار ہیں مگر ابوجہل یا ابولہب یا قارون وغیرہ کے متبع نہیں اور ان کا ذکر نہیں کرتے بلکہ انبیاء کا ذکر کرتے ہیں۔ خواہ بے قاعدہ کرتے ہوں اور ہنود وغیرہ اپنے پیشواؤں کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر ان کے پیشواؤں کی نسبت یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ انبیاء کے معارض تھے ممکن ہے کہ وہ اہل حق ہوں اور یہ خرابیاں جو ان فرقوں میں اعتقاداً وعملاً ہیں بعد کے لوگوں کی تحریفیں ہوں جیسے یہود و نصاریٰ کی حالت ہے اور اگر کوئی ایسا فرد ہو جس نے انبیاء کا معارضہ کیا ہو اور مشہور بھی ہو تو یہ ضرور نہیں کہ وہ منکر ہونے کی حیثیت سے معروف وثنی علیہ ہو بلکہ ضرور وہ کسی ایسی صفت کی بناء پر مشہور ہوگا جو مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہے۔ پس یہ نیک نامی اور بقا نام فی الحقیقت انبیاء ہی کی نیک نامی اور انہیں کے نام کا بقاء ہے رہا عدم بقاء سکہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق شبہ سو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمانوں کے نام کا سکہ خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کا سکہ ہے اور اگر کوئی معارضہ کرے کہ پھر کفار کے نام کا سکہ ان کے متبوعین کے نام کا سکہ ہوگا۔ اس لئے ان کا سکہ بھی باقی ہوگا۔ تو اس کا جواب بیان سابق سے معلوم ہوگیا۔ اور حاصل اس کا یہ ہے کہ اول تو وہ معارضین انبیاء نہ تھے اور اگر ہوں بھی تو بحیثیت معارض ہونے کے یہ بقاء نہیں بلکہ ان صفات کی وجہ سے ہے جو مشکوٰۃ نبوت سے ماخوذ ہیں) اچھا اگر اس بیان سے تشفی نہ ہوئی ہو تو یہ آفتاب کی طرح روشن اور بصد زبان اپنے اعجاز کو ظاہر کرنے والا معجزہ جس کا نام قرآن ہے اسی کو لے لو اور سوچو کہ کتنی بڑی بات ہے کہ کسی کی طاقت نہیں کہ اس کا کوئی حرف اڑالے اور اس میں سے کم کردے۔ یا اس میں کسی حرف کا اضافہ کردے۔ (چنانچہ شیعوں نے اسلام میں ہزاروں طرح سے رخنہ اندازیاں کیں اور سینکڑوں حدیثیں گھڑ کر اور سنی بن کر محدثین کی کتابوں میں درج کرادیں۔ گو دوسرے محدثین کو ان کی جلسازی کا پتہ لگ گیا۔ اور انہوں نے بتلادیا کہ فلاں راوی کذاب اور فلاں حدیث موضوع ہے۔ جس سے حق وباطل میں امتیاز ہوگا اور گو وہ حدیثیں ان کتابوں سے بوجہ ان کے اطراف عالم میں شائع ہو جانے یا ان کے مصنفین کی وفات پاجانے وغیرہ معذوریوں کے نکالی نہیں گئیں اور طالب حق کے لئے اشتباہ نہیں رہا۔ مگر انہوں نے اپنا کام کردیا اور انہوں نے اس قرآن کو بھی محرف بتا کر عوام کو بدظن کرنا چاہا۔ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

قرآں کے علاوہ ایک اور قرآن بھی مانا اور کہا کہ وہ اصلی قرآن ائمہ کے پاس ہے اور اس قرآن میں تحریف کی کوششیں بھی کیں اور اس کے لئے لہو پسینہ یک کر دیا مگر بحمد اللہ یہ قرآن اسی طرح محفوظ ہے جیسا کہ تھا) پس جبکہ تم کو معلوم ہو گیا کہ اہل حق غالب ہیں اور منکرین مغلوب تو تم کو غالب کا ساتھ دینا چاہئے نہ کہ مغلوبیں کا ورنہ ان کے ساتھ تم بھی تباہ ہو گے۔ دیکھو مخالف حق کے پاس اس انکار کی کوئی دلیل نہیں۔ بجز اس کے کہ میں ظاہر کو دیکھتا ہوں اور کچھ نہیں دیکھتا۔ لیکن وہ اتنا نہیں سوچتا کہ مخفیات کا انکار مطلقاً صحیح نہیں۔ بلکہ ظاہر کا وجود خود مخفی کے وجود کی دلیل ہے۔ کیونکہ جہاں کہیں بھی کوئی ظاہر ہے وہ ان مخفی اور باطن حکمتوں کا پتہ دیتا ہے جو اس کے وجود میں مخفی ہیں اور ہر ظاہر میں ایک فائدہ ہوتا ہے اور وہ فائدہ خود مخفی اور ظاہر میں یوں مستور ہوتا ہے جس طرح کہ دوا کا نفع اس میں مستتر ہوتا ہے۔ پس یہ کہنا کیسے صحیح ہوگا کہ غیر ایں ظاہر نبی ہیئم وطن۔ اور جبکہ یہ کلیہ غلط ہو گیا تو ان مخفی امور کے انکار کی کوئی وجہ نہیں جن کا اہل حق اثبات کرتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ اس اختلاف یعنی ظہور بعض و بطون بعض میں کیا حکمت ہے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے جو لوگ معرفت حق سبحانہ کی اہلیت رکھتے ہیں وہ معرفت حاصل کریں (تفصیل آئندہ آنے والی ہے) خیر تم کو اس منکر کی غلطی تو معلوم ہو گئی۔ اب منشاء غلطی سنو تفصیل اس کی یہ ہے کہ بنا بر مشہور کرگس کی عمر ساڑھے تین ہزار برس کی ہوتی ہے۔ لیکن سنو چوکہ کبوتر کے لئے اس عمر کا کونسا حصہ حاصل ہے۔ وہ حصہ حاصل ہے جس کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ کچھ بھی نہیں۔ اس بناء پر اگر ایک لاکھ کبوتر بھی مر جائیں تو وہ کرگس کی موت نہیں دیکھ سکتے اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ کرگس باقی اور غیر فانی ہے بس یہی حالت منکرین حدوث و فنائے چرخ کی ہے کہ ان کی عمریں چرخ کی عمر سے کوئی مناسبت نہیں رکھتیں۔ اس لئے وہ اس کو باقی سمجھتے ہیں مگر یہ ان کی غلطی ہے۔ کیونکہ صرف ایک ذات باقی ہے اور کوئی باقی نہیں۔ لیکن چونکہ وہ اپنی جہالت کے سبب صرف ظاہر کو دیکھتے ہیں اس لئے وہ اپنے اندھے پن سے نہ آسمان کی ابتدائی حالت دیکھتے ہیں اور نہ انتہائی کیونکہ وہ مخفی ہے اور مخفیات کا ان کو احساس ہی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ عالم میں ایک بال بھی باقی رہنے والا نہیں اور بجز ذات حق سبحانہ کے ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ ہاں تو ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ جس چیز کو حق سبحانہ نے ظاہر فرمایا ہے اس کو ایک حکمت مخفی کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ پس تم کو ظاہر ہی تک نہ رہ جانا چاہئے بلکہ اس کے باطن پر بھی نظر کرنی چاہئے اور اس کے حکم اور مصالح میں غور کرنی چاہئے۔ تا کہ تم کو حق سبحانہ کی معرفت حاصل ہو۔

فائدہ:۔ یہ حکم غور و خوض امور تکوینیہ سے یا تشریعیہ و تکوینیہ دونوں سے متعلق ہے۔ مگر تحصیل معرفت کے لئے اور اس لئے نہیں کہ اپنی عقل کو معیار بنا کر امور تشریعیہ پر تنقید کی جاوے اور جس کی حکمت سمجھ میں آ جاوے اسے مان لیا جاوے اور جس کی علت سمجھ میں نہ آوے رد کر دیا جاوے جیسا کہ بعض گمراہ فرقے کرتے ہیں خوب سمجھ لو) تم غور تو کرو کیا کوئی مصور بلا کسی فائدہ کی توقع کے اور خود تصویر ہی کو مقصود سمجھ کر تصویر بناتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اس میں یہ مصلحت مد نظر رکھتا ہے کہ میرے مہمان اور دیگر معززین ان سے دل بہلاویں گے اور اس طرح سے غم سے نجات پاویں گے۔ بچے خوش ہوں گے اور گذشتہ دوستوں کی تصویر سے ان کی یاد تازہ ہوگی۔ وغیرہ وغیرہ علیٰ ہذا کوئی کوزہ گر محض لوٹے کو مقصود سمجھ کر اور بدوں اس فائدہ کے کہ اس میں پانی رکھا جاوے گا لوٹا بناتا ہے ہرگز نہیں۔ اور کیا کوئی کاسہ گر پیالہ کو مقصود سمجھ کر اور بدوں اس فائدہ کے کہ اس میں پانی رکھا جاوے گا لوٹا بناتا ہے ہرگز نہیں اور کیا کوئی کاسہ گر پیالہ کو مقصود سمجھ کر اور بدوں اس خیال کے کہ اس میں

www.besturdubooks.wordpress.com

کھانا کھایا جاوے گا پیالہ بناتا ہے ہرگز نہیں۔ نیز کوئی لکھنے والا کوئی تحریر صرف اس کو مقصود سمجھ کر اور بدوں اس خیال کے کہ اس کو پڑھا جاوے لکھتا ہے کبھی نہیں۔ پس جبکہ حالت یہ ہے انسان کو بھی ظاہر سے ظاہر مقصود نہیں ہوتا بلکہ ایک مصلحت باطنہ مدنظر ہوتی ہے تو حق سبحانہ کو آسمان وغیرہ ظواہر سے خود وہی کیونکر مقصود ہوں گے پس ثابت ہوا کہ ہر نقش ظاہر کسی صورت کا منہ کے لئے مقصود ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ خود یہ صورت کا منہ بھی مقصود نہیں بلکہ اس سے ایک اور فائدہ مقصود ہے۔ پس تم ان فوائد کو تین چار پانچ چھ سات آٹھ نو دس غرض کہ جہاں تک تمہاری نظر پہنچ گنتے جاؤ اور ایک فائدہ پر بس نہ کرو۔ کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے بازی شطرنج۔ کہ ہر چال دوسری کے لئے مقصود ہوتی ہے اور اس کا فائدہ دوسری چال ہوتی ہے اور ایک مہرہ ایک گھر میں دوسری چال کے لئے رکھا جاتا ہے جو ہنوز مخفی ہوتی ہے اور وہ چال ایک تیسری چال کے لئے اور وہ چوتھی چال کے لئے پس تم اسی طرح ایک وجہ میں دوسری وجہ دیکھتے چلے جاؤ یہاں تک کہ تم بازی کو ختم کر دو اور بازی جیت لو یا ہار جاؤ نیز معنی اول کے دوسرے کے لئے ہونے کی ایسی ہی مثال ہے جیسے تدریجاً سیڑھی پر چڑھنا کہ ایک ڈنڈے پر چڑھنے کا فائدہ دوسرے ڈنڈے پر چڑھنا ہے اور دوسرے پر چڑھنے کا تیسرے پر چڑھنا اسی طرح تمام ڈنڈوں کو سمجھ لو۔ یہاں تک کہ تم کوٹھے پر پہنچ جاؤ۔ نیز اس کی ایسی مثال ہے جیسے کھانے کی خواہش جماع کے لئے مقصود ہے۔ اور جماع اولاد اور روشنی چشم کے لئے (روشنی چشم اولاد کا عطف تفسیری ہے) یہاں تک یہ امر معلوم ہوا کہ صورت خود مقصود نہیں بلکہ اس سے کوئی معنی مقصود ہیں مگر کند نظر شخص صرف ظاہر کو دیکھتا ہے اور اس سے آگے نہیں بڑھتا۔ اور اس کی عقل رواں نہیں ہوتی بلکہ سبزہ زمین کی طرح ایک جگہ جم کر رہ جاتی ہے اور جس طرح سبزہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اسے ہلایا جاوے یا نہ ہلایا جاوے مگر وہ ایک ہی جگہ جما ہوتا ہے یوں ہی عقل بھی ظاہر پر جم کر رہ جاتی ہے لیکن اگر سبزہ کا سر ہلتا ہو تو تم دھوکہ نہ کھانا کیونکہ اس کا سر تو باد صبا کی اطاعت کرتا ہے اور حرکت کرتا ہے مگر پاؤں اس کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نہ مانیں گے ہمیں حرکت سے معاف رکھو بس یہی حالت عقل کی ہے کہ گو وہ ایک صورت سے دوسری صورت کی طرف حرکت کرتی ہے مگر یہ حرکت کرنا سبز لگھاس کے سر ہلانے کے ہے اور آگے بڑھنا نہیں ہے اس لئے کہ وہ صورت پر جم کر رہ گئی ہے۔ اور اس سے آگے نہیں بڑھتی اور چونکہ کند نظر شخص اوپر کی جانب نہیں چلتا اور حکم و مصالح مخلوقات الٰہیہ کو نہیں سمجھتا اس لئے اپنے افعال کے نتائج میں بھی غور نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ بھی شعبہ میں انہیں حکم و مصالح کا اور جبکہ ان نتائج میں غور نہیں کرتا۔ اس لئے وہ محض عامیانہ کوشش کرتا ہے اور توکل کر کے اندھوں کی طرح غلط روی اختیار کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کوشش فضول ہے جو ہونا ہوگا ہو رہے گا۔ لیکن یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ اس کے اور نفس و شیطان کے درمیان جنگ ہے اور جنگ میں کوشش کی ضرورت ہوتی ہے توکل سے کام نہیں چلتا۔ جیسے چوسر باز توکل کرے اور اندھا دھند مہرے چلنے لگے تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا کہ حریف غالب ہوگا۔ اور یہ شکست کھا جاوے گا۔ برخلاف اس کے جن کی نظریں جامد نہیں ہیں وہ ترقی باطنی کرتے ہیں۔ اور حجابات کو پھاڑتے جاتے ہیں اور اپنے تقرب بحق سبحانہ کو بڑھاتے رہتے ہیں ان کی انجام بینی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ دس سال بعد آنے والی بات کو اس وقت اپنی آنکھ سے دیکھ لیتی ہیں اور اس کا انتظام شروع کر دیتے ہیں۔ یہاں تک تو انجام بینی و عدم انجام بینی متعلق بآخرت کا ذکر تھا۔ اب مولانا عام غیب بینی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علیٰ ہذا ہر شخص اپنی چشم باطن کی قوت کے موافق امر غیبی یعنی آئندہ واقعات و نتائج دنیویہ یا اخرویہ کہ خواہ وہ بھلے

ہوں یا برے دیکھ لیتا ہے۔ لیکن جب آدمی تصفیہ باطن کر لیتا ہے اور آگے پیچھے کی دیواریں یعنی تعلقات ناسوتیہ جو مانع غیب بینی ہیں مرتفع ہو جاتے ہیں تو آدمی کی نظر ثاقب و نافذ ہو جاتی ہے اور اس وقت وہ لوح غیبی کو پڑھنے لگتا ہے اور امور مغیبہ پر بخوبی مطلع ہونے لگتا ہے اس کی نظر کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب وہ ابتداء ہستی تک نظر دوڑاتا ہے تو واقعات پیشین ابتداء ہستی اس پر روشن ہو جاتے ہیں اور وہ خلقت آدم کے وقت اس گفتگو کو دیکھتا ہے جو حق سبحانہ اور زمین کے فرشتوں کے درمیان خلافت حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ہوئی تھی یہ حالت تو اس کی پس بینی کی ہوتی ہے اب پیش بینی کی کیفیت سنو۔ جبکہ وہ آگے نظر ڈالتا ہے تو ان واقعات کو دیکھ لیتا ہے جو قیامت تک ہوں گے۔ تو خلاصہ یہ نکلا کہ پیچھے کی جانب وہ اصل الاصل یعنی ابتداء خلقت تک دیکھ لیتا ہے اور آگے کی جانب قیامت تک دیکھ لیتا ہے۔

فائدہ:۔ اس سے کسی کو اولیاء اللہ کے علم ما کان و ما یکون کا شبہ نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ مولانا کا مقصود احاطہ کلی نہیں ہے بلکہ مقصود صرف ان کے علم کی وسعت دکھلانا ہے نہ کہ ہر ہر چیز کے علم کا احاطہ تفصیلی۔ نیز یہ بھی شبہ نہ ہونا چاہئے کہ کشف ان کا اختیاری ہے۔ کیونکہ مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہ ان کو علم کثیر عطا فرماتے ہیں نہ یہ کہ وہ جس کو چاہتے ہیں جان لیتے ہیں) غرض کہ ہر شخص اپنی روشن دلی اور صیقل کی مقدار اور اندازہ سے امور غیبیہ کا مشاہدہ کرتا ہے پس جو صیقل زیادہ کرے گا وہ زیادہ دیکھے گا اور صور مغیبہ اس پر زیادہ منکشف ہوں گے اور جو کم کرے گا اس کی حالت برعکس ہوگی (یاد رکھو کہ روشن دلی اضافہ حق سبحانہ کے لئے شرط عادی ہے نہ کہ علت موجبہ بذاتہا اور یہ غیب بینی و کشف عام ہے خواہ متعلق بالٰہیات ہو یا متعلق بکونیات اس تقریر سے یہ شبہ مندفع ہو گیا کہ جس کا رتبہ و صفائی باطن زیادہ ہے اس کو کشف زیادہ ہونا چاہئے اور جس کو کم ہے اس کو کم۔ حالانکہ یہ کلیہ بمشاہدہ غلط ہے وجہ اندفاع یہ ہے کہ صاحب اشکال نے غیب بینی کو کشف کونی کے ساتھ مخصوص سمجھ لیا ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ عام ہے پس یہ کہا جاوے گا کہ جن بڑے رتبہ کے لوگوں کو کشف کونی زیادہ نہیں ہے ان کو کشف الٰہی زیادہ ہے اب کوئی اشکال نہ رہا) جب تم کو تصفیہ باطن کی عظمت معلوم ہوگئی تو اب تم کو چاہئے کہ اس میں کوشش کرو لیکن اگر یہ شبہ کرو کہ حصول صفا موقوف ہے فضل حق سبحانہ پر اور توفیق تصفیہ بھی خدا ہی کی دین ہے رہی ہماری کوشش اور دعا سو وہ موقوف ہے ہمت و عزم مصمم پر اور یہ معلوم ہے کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جس کے لئے وہ سعی کرتا ہے اور سعی موقوف ہے ہمت پر اور ہمت کا دینے والا بھی خدا ہی ہے۔ ورنہ ناچیز انسان ایسے بڑے مقصد کی ہمت نہیں کر سکتا۔ تو ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہم کچھ نہیں کر سکتے پھر ہم سے کہنا کہ تم صفائی حاصل کرو فضول ہے تو اس کا جواب ہم یہ دینگے کہ تقدیر الٰہی بیشک حق ہے لیکن حق سبحانہ کا کسی کام کو کسی کے لئے مقدر کر دینا مانع طاعت انقیاد و اختیار نہیں بلکہ یہ امور تقدیر کے ساتھ بھی جمع ہو سکتے ہیں۔ لیکن حق سبحانہ جب کسی شے کو لوگوں کے لئے مقدر کرتے ہیں تو اس وقت ان کی دو حالتیں ہوتی ہیں کبھی تو وہ اپنے اختیار کو سبب قرب بناتے ہیں اور کبھی سبب بعد مثلاً جب حق سبحانہ کسی بد بخت اور محروم کو تکلیف میں مبتلا کرتے ہیں تو وہ اپنے اختیار کو یوں کام میں لاتا ہے کہ ناشکری میں اقامت گزیں ہوتا ہے اور ناشکری کر کے حق سبحانہ سے دور ہوتا ہے اور جب کسی سعادتمند کو مبتلائے مصائب کرتے ہیں تو وہ بذریعہ شکر و صبر کے مزید قریب حاصل کرتا ہے تو دیکھو تقدیر الٰہی دونوں کے لئے ایک ہی قسم کی ہے مگر آثار میں فرق ہے۔ اور یہ فرق کیوں ہے محض اختیار کے سبب پس معلوم ہوا کہ آدمی مختار ہے نہ کہ مجبور اب ہم اس مدعا کو ایک اور نظیر سے ثابت کرتے ہیں۔ دیکھو بزدل لوگوں کو بھی جان کا خوف ہوتا ہے اور بہادروں کو بھی لیکن پھر دونوں پر اختلاف اختیار کے سبب آثار مختلفہ مرتب ہوتے ہیں چنانچہ جو

www.besturdubooks.wordpress.com

لوگ بزدل ہیں وہ جان کے خوف سے جنگ میں ہزیمت اختیار کرتے ہیں اور بہادر اسی خوف کے سبب صف دشمن پر حملہ آور ہوتے ہیں تاکہ ان کو نیست و نابود کر کے اپنی جان کو ان سے بچائیں نیز بہادر لوگوں کو خوف اور غم آگے کی جانب بڑھاتا ہے اور بزدل لوگ بے مارے ہی مرجاتے ہیں۔ دیکھو سبب ایک تھا مگر اختلاف اختیار کے سبب نتائج مختلفہ مرتب ہوئے۔ لہٰذا سمجھنا چاہئے کہ تکالیف و دیگر امور تقدیریہ ایک کسوٹی ہیں۔ جن سے بہادر اور بزدل میں امتیاز ہوتا ہے اور ان کو منافی اختیار نہ سمجھنا چاہئے اور ہمت سے کام لے کر اپنے کو بہادر ثابت کرنا چاہئے خلاصہ کلام یہ کہ ہر قسم کے وساوس سے قطع تعلق کر کے تقدیر سے بھاگ کر تقدیر الٰہی ہی میں پناہ لینی چاہئے یعنی اپنے تمام کاموں میں حق سبحانہ کو مطمح نظر بنانا چاہئے اور اسی سے طالب امداد ہونا چاہئے اور تمہاری حالت ایسی ہونی چاہئے جیسی موسیٰ علیہ السلام کی بیان کی گئی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

وحی کردن حق تعالیٰ بموسیٰ علیہ السلام کہ اے موسیٰ من کہ خالق ام ترا دوست دارم

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کرنا کہ اے موسیٰ میں جو کہ پیدا کرنے والا ہوں تجھے دوست رکھتا ہوں

گفت موسیٰ را بوحی دل خدا	کاے گزیدہ دوست می دارم ترا
اللہ (تعالیٰ) نے دل کی وحی کے ذریعہ موسیٰ سے کہا	کہ اے برگزیدہ! میں تجھے دوست رکھتا ہوں
گفت چہ خصلت بود اے ذوالکرم	موجب آں تامن آں افزوں کنم
(حضرت موسیٰ نے) عرض کیا اے صاحب کرم! کونسی عادت ہے	اس کا سبب تاکہ میں اس کو بڑھاؤں
گفت چوں طفلے بہ پیش والدہ	وقت قہرش دست ہم بروے زدہ
فرمایا (تو) ماں کے سامنے کے بچہ کی طرح ہے	جو اس کے غصہ کے وقت (بھی) اس سے چپٹا ہوا ہے
خود نہ داند کہ جز او دیار ہست	ہم از و مخمور وہم از اوست مست
وہ (بچہ) نہیں جانتا کہ گھر میں اس (ماں) کے سوا کوئی اور ہے	اسی سے وہ مخمور ہے اور اسی سے وہ مست ہے
مادرش گر سیلیے بروے زند	ہم بمادر آید و بروے تند
اگر اس کی ماں اس کے طمانچہ مارے	ماں کے پاس آتا ہے اس کا چکر کاٹتا ہے
از کسے یاری نخواہد غیر او	اوست جملہ شر او و خیر او
اس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا	اس کا اچھا برا سب کچھ وہی ہے
خاطر تو ہم زمادر خیر و شر	التفاتش نیست جاہائے دگر
بھلائی اور برائی میں تیری طبیعت بھی ہم سے ہے	اس کی توجہ دوسری جگہوں پر نہیں ہے
غیر من پیشت چو سنگ ست و کلو	گر صبی و گر جوان و گر شیو
میرے سوا تیرے لئے پتھر اور ڈھیلے کی طرح ہے	خواہ بچہ ہو اور خواہ جوان اور خواہ بوڑھے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچناں کہ ایاک نعبد در حنیں	در بلا از غیر تو لانستعین
جس طرح کہ "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" رونے میں ہے	مصیبت میں تیرے غیر سے "ہم مدد نہیں چاہتے ہیں" ہے
ہست ایں ایاک نعبد حصر را	در لغت واں از پئے نفی ریا
ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یہ حصر کے لئے ہے	عربی میں مجھ لے' ریا کی نفی کے لئے ہے
ہست ایاک نستعین ہم بہر حصر	حصر کردہ استعانت را و قصر
"تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں" بھی حصر کے لئے ہے	جس سے مدد مانگنے کو (اللہ کی ذات کیساتھ) محصور اور مخصوص کر دیا ہے
کہ عبادت مرترا آریم و بس	طمع یاری ہم زتو داریم و بس
کہ ہم خاص تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور بس	مدد کی امید بھی تجھی سے رکھتے ہیں اور بس

یعنی حق سبحانہ نے موسیٰ علیہ السلام سے بذریعہ وحی دل یعنی الہام کہا کہ اے ہمارے برگزیدہ نبی ہم تم سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے کریم مجھے اس محبت کا سبب بتلا دیجئے تا کہ میں اس میں اور زیادہ کوشش کروں اور اس کے ذریعہ سے آپ کا اور زیادہ محبوب ہوں۔ اس پر حق سبحانہ نے فرمایا کہ تمہاری میرے سامنے ایسی حالت ہے جیسے ماں کے سامنے بچہ کی کہ وہ اس کے غصہ کے وقت بھی اسی کو لپٹتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ اس کے سوا بھی کوئی انسان دنیا میں ہے بلکہ وہ اسی سے مخمور اور مست ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر اس کی ماں اس کے تھپڑ مارتی ہے تو وہ اسی کی طرف چلتا اور اسی کو لپٹتا ہے اور اس کے سوا کسی سے مدد نہیں چاہتا اس کے حق میں اگر بری ہے تو وہ ہے اور بھلی ہے تو وہ ہے غرض جو کچھ ہے وہ ہے۔ اسی طرح تمہاری بھی حالت ہے کہ ہماری طرف سے اگر کوئی ناگواری تم کو لاحق ہوتی ہے تو بھی تمہاری طبیعت ہم کو چھوڑ کر کسی اور طرف ملتفت نہیں ہوتی اور کوئی خوشی پیش آتی ہے تو بھی وہ ہماری ہی طرف ملتفت ہوتی ہے۔ اور ہمارے سوا جو کچھ بھی ہے خواہ بچہ ہو یا جوان یا بڈھا سب مثل ڈھیلے اور پتھر کے ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو جس طرح تم کو ایاک نعبد کی ہدایت کی گئی ہے یوں ہی ایاک نستعین بھی بتلایا گیا ہے پس جس طرح تم کہتے ہو کہ ہم گریہ وزاری کی حالت میں صرف آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں یوں ہی یہ بھی کہو کہ بلاؤں میں آپ کے سوا کسی سے مدد بھی نہیں چاہتے اور جس طرح تم ایاک نعبد پر عمل کرتے ہو یوں ہی ایاک نستعین پر بھی عمل کرو کیونکہ جس طرح زبان عربی میں ترکیب ایاک نعبد حصر کا فائدہ دیتی ہے اور مقصود یہ ہے کہ عبادت میں ریا بھی نہ ہونی چاہئے شرک صریح تو در کناریوں ہی ایاک نستعین کی ترکیب بھی حصر کے لئے ہے اور استعانت کو حق سبحانہ میں محصور اور اسی پر مقصور کرتی ہے اور دونوں ترکیبوں کا حاصل یہ ہے کہ عبادت بھی ہم صرف تیری ہی کرتے ہیں اور مدد بھی ہم تجھ ہی سے چاہتے ہیں پس تم کو دونوں ترکیبوں کے مفاد کو مدنظر رکھنا چاہئے اور عبادت کی طرح استعانت کو بھی حق سبحانہ کے ساتھ مخصوص کرنا چاہئے۔

فائدہ:۔ یاد رکھو کہ استعانت بالغیر باذن شرع حصر استعانت فی الحق کے منافی نہیں۔ مثلاً کوئی شخص کسی امیر سے دس روپے مانگے اور وہ کہے کہ ہمارے خزانہ سے لے لو اور اس حکم کی بناء پر وہ خزانچی سے مانگے تو یہ در حقیقت اس امیر ہی سے مانگنا ہے نہ کہ خزانچی سے۔ پس اگر اسباب عادیہ سے استمداد کے وقت یہ ملحوظ رہے کہ میں باذن حق سبحانہ ان سے مدد لیتا ہوں تو یہ استمداد فی الحقیقت حق سبحانہ ہی سے ہے نہ کہ غیر سے۔ واللہ اعلم۔

قد تم الربع الثالث من الدفتر الرابع من المثنوی وللہ الحمد

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

خشم کردن پادشاہ بر ندیم خود و شفاعت کردن شفیع مغضوب علیہ را واز پادشاہ درخواستن وقبول کردن پادشاہ درخواست وشفاعت کردن شفیع را و رنجیدن ندیم از شفیع کہ چرا شفاعت کردی

بادشاہ کا اپنے مصاحب پر غصہ کرنا اور مجرم کی بادشاہ سے ایک سفارشی کا سفارش کرنا اور بادشاہ کا سفارش اور درخواست کو قبول کر لینا اور مصاحب کا سفارشی سے رنجیدہ ہو جانا کہ تو نے سفارش کیوں کی؟

پادشاہے بر ندیے خشم کرد	خواست تا از وے برآرد دود و گرد
ایک بادشاہ نے ایک مصاحب پر عتاب کیا	چاہا کہ اس میں سے دھواں اور گرد نکالے
کرد شہ شمشیر بیروں از غلاف	تا زندے بر وے جزای آں خلاف
بادشاہ نے نیام سے تلوار نکال لی	تاکہ اس خلاف کی سزا میں اس کو مارے
ہیچکس را زہرہ نے تا دم زند	یا شفیعے بر شفاعت برتند
کسی کی جرأت نہ تھی کہ دم مارے	یا کوئی سفارشی سفارش پر آمادہ ہو
جز عماد الملک نامی از خواص	در شفاعت مصطفیٰؐ وارانہ خاص
سوائے عماد الملک نام والے کے جو خواص میں تھا	اور (حضرت) مصطفیٰؐ کی طرح سفارش میں مخصوص تھا
بر جہید و زود در سجدہ فتاد	در زماں شہ تیغ قہر از کف نہاد
وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا	بادشاہ نے فوراً غصہ کی تلوار ہاتھ سے رکھ دی
گفت اگر دیوست من بخشیدمش	ور بلیسی کرد من پوشیدمش
اس (بادشاہ) نے کہا اگر وہ شیطان (بھی) ہو تو میں نے اس کو معاف کر دیا	اگرچہ اس نے شیطنت کی میں نے اس کی پردہ پوشی کر دی
چونکہ آمد پای تو اندر میاں	راضیم گر کرد مجرم صد زیاں
چونکہ تیرا قدم بیچ میں آ گیا ہے	میں راضی ہوں اگر مجرم نے سینکڑوں نقصان کئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزاراں خشم را تانم شکست	کہ ترا آں فضل و آں مقدار ہست
میں لاکھوں غصوں کو پی سکتا ہوں	کیونکہ تیری بزرگی اور رتبہ ایسا ہے
لابہ ات را ہیچ نتوانم شکست	زانکہ لابہ تو یقیں لابہ من ست
تیری خوشامد کو میں رد نہیں کر سکتا ہوں	کیونکہ تیری خوشامد خود میری خوشامد ہے
گر زمین و آسماں را برہم زدے	زانتقام ایں مرد بیروں نامدے
خواہ زمین و آسمان تہ و بالا ہو جاتے	یہ شخص سزا سے نہ بچ سکتا
ور شدے ذرہ بذرہ لابہ گر	او نبردے ایں زماں از تیغ سر
اگر ذرہ ذرہ خوشامدی بنتا	وہ تلوار سے اس وقت سر نہ بچا سکتا
بر تو می نہیم منت اے کریم	لیک شرح عزت تست اے ندیم
اے شریف! میں تجھ پر احسان نہیں جتاتا ہوں	ہاں اے مصاحب ! (یہ) تیری عزت کی تشریح ہے
ایں نکردی تو کہ من کردم یقیں	اے صفاتت در صفات ما دفیں
یہ (سفارش) تو نے نہیں کی یقینا میں نے کی ہے	اے وہ کہ تیری صفات ہماری صفات میں مدغم ہو گئی ہیں
تو دریں مستعملی نے عاملی	زانکہ محمول منی نے حاملی
تو اس (سفارش) میں مستعمل ہوا ہے تو کرنیوالا نہیں ہے	کیونکہ تو میرا محمول ہے نہ کہ حامل
ما رمیت از رمیت گشتۂ	خویشتن در موج چوں کف ہشتۂ
تو "تو نے نہیں پھینکا جبکہ پھینکا" بن گیا ہے	تو نے اپنے آپ کو جھاگ کی طرح موج کے سپرد کر دیا ہے
لاشدی ' پہلوی الا خانہ گیر	اے عجب کہ ہم اسیری ہم امیر
تو لا بن گیا' الا کے پہلو میں مقیم ہو گیا	تعجب ہے کہ تو قیدی بھی ہے اور حاکم بھی
انچہ دادی تو ندادی شاہ داد	اوست بس واللہ اعلم بالرشاد
جو تو نے دیا تو نے نہیں دیا' شاہ نے دیا ہے	بس وہی ہے اور خدا بھلائی کو زیادہ جانتا ہے
واں ندیم رستہ از زخم وبلا	زیں شفیع آزرد و برگشت از ولا
وہ مصاحب ہلاکت اور مصیبت سے چھوٹ کر	اس سفارش سے ناراض ہو گیا اور دوستی سے منحرف ہو گیا
دوستی ببرید زاں مخلص تمام	رو بحائط کرد تا نارد سلام
اس مخلص سے بالکل دوستی توڑ دی	دیوار کی طرح کو منہ کر لیا تا کہ وہ سلام نہ کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

زیں شفیع خویشتن بیگانہ شد	زیں تعجب خلق در افسانہ شد
اپنے اس سفارشی سے بیگانہ بن گیا	اس عجیب بات سے لوگ چہ میگوئیوں میں لگ گئے
گر نہ مجنون ست یاری چوں برید	از کسے کہ جان او راوا خرید
اگر وہ پاگل نہیں ہے تو اس نے دوستی کیوں توڑی؟	ایسے شخص سے جس نے اس کی جان دوبارہ خریدی
واخریدش آں دم از گردن زدن	خاک نعل پاش بایستے شدن
اس وقت اس نے اس کو گردن کٹنے سے بچا لیا	اس کو تو اس کے پاؤں کے جوتے کی خاک ہو جانا چاہیے
بازگونہ رفت و بیزاری گرفت	با چنیں دلدار کیں داری گرفت
اس نے الٹی چال چلی اور بیزاری اختیار کر لی	ایسے دوست سے کینہ وری شروع کر دی
بس ملامت کرد او را ناصحے	کیں جفا چوں میکنی با مصلحے
اس کو ایک نصیحت کرنے والے نے بہت ملامت کی	کہ ایسی نیکی کرنے والے پر تو ظلم کیوں کرتا ہے؟
جان تو بخرید آں دلدار خاص	آں دم از گردن زدن کردت خلاص
اس خاص دوست نے تیری جان خریدی	اس وقت تجھے گردن کٹنے سے بچایا
گر جفا کردے نبایستے رمید	خاصہ نیکی کرد آں یار حمید
اگر وہ ظلم (بھی) کرتا تجھے بھاگنا نہیں چاہیے تھا	خصوصاً جبکہ اس قابل تعریف دوست نے بھلائی کی ہے
گفت بہر شاہ مبذول ست جاں	او چرا آید شفیع اندر میاں
اس نے کہا جان بادشاہ کے لئے ہے	وہ سفارشی بن کر بیچ میں کیوں آیا؟
لی مع اللہ وقت بود آں دم مرا	لا یسع فیہ نبی مجتبیٰ
اس وقت مجھے لی مع اللہ وقت (کا مقام حاصل) تھا	جس میں کسی منتخب نبی کی (بھی) گنجائش نہیں ہے
من نخواہم رحمتے جز رحم شاہ	من نخواہم غیر آں شہ را پناہ
میں بادشاہ کے رحم کے علاوہ کسی کے رحم کا خواہاں نہیں ہوں	میں اس بادشاہ کے علاوہ کسی کی پناہ کا خواہاں نہیں ہوں
غیر شہ را بہر آں لا کردہ ام	کہ بسوی شہ تولا کردہ ام
بادشاہ کے غیر کی میں نے اسی لئے نفی کی ہے	کیونکہ میں نے بادشاہ سے دوستی کر لی ہے
گر ببرد او بقہر خود سرم	شاہ بخشد شصت جان دیگرم
اگر وہ (شاہ) اپنے غصہ سے میرا سر قلم کرے گا	شاہ مجھے دوسری ساٹھ جانیں عطا کر دے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

کار من سربازی و بیخویشی است	کار شاہنشاہ ما سر بخشی است
میرا کام سر دے دینا اور اپنائیت چھوڑنا ہے	ہمارے شہنشاہ کا کام سر عطا کرنا ہے
فخر آں سر کہ کف شاہش برد	ننگ آں سر کہ بغیرے سر برد
وہ سر قابل فخر ہے جس کو شاہ کا ہاتھ کاٹے	وہ سر (باعث) ذلت ہے جو اس کے غیر کے آگے جھکے
شب کہ شاہ از قہر در قیرش کشید	ننگ دارد از ہزاراں روز عید
وہ رات جس کو شاہ نے قہر سے تارکول میں ڈالا	عید کے ہزاروں دنوں سے ذلت محسوس کرتی ہے
خود طواف آنکہ او شہ بیں بود	فوق قہر و لطف و کفر و دیں بود
جو شخص شاہ کا دیکھنے والا ہوتا ہے اس کا چکر تو	غصہ اور مہربانی اور کفر اور دین سے بالاتر ہوتا ہے
زاں نیامد یک عبارت در جہاں	کہ نہانست و نہانست و نہاں
اس کو دنیا میں کوئی عبارت بیان نہیں کر سکتی ہے	کیونکہ وہ پوشیدہ ہے پوشیدہ ہے پوشیدہ
زانکہ ایں اسما و الفاظ حمید	از گلابہ آدمی آمد پدید
اس لئے کہ یہ اسماء اور اچھے الفاظ	انسان کے جسم سے نکلے ہیں
علم الاسماء بد آدمؑ را امام	لیک نے بد در لباس عین ولام
علم للاسماء آدمؑ کا امام تھا	لیکن عین اور لام کے لباس میں نہ تھا
چوں نہاد از آب و گل بر سر کلاہ	گشت آں اسمای جانی روسیاہ
جب اس نے پانی اور مٹی کی سر پر ٹوپی رکھی	وہ روحانی اسماء کالے پڑ گئے
کہ نقاب حرف و دم در خود کشید	تا شود بر آب و گل معنیٰ پدید
کیونکہ ان (اسماء) نے حروف اور آواز کا نقاب اوڑھا	تاکہ پانی اور مٹی پر معنیٰ واضح ہو جائیں
گرچہ از خشم شہم کرد او خلاص	لیک ہم شہ شد مرا حقا مناص
اس نے اگرچہ مجھے بادشاہ کے غصہ سے چھڑایا	لیکن واقعۃً شاہ چھٹکارے کی جگہ بنا
گرچہ از یک وجہ منطق کاشف ست	لیک از دہ وجہ دیگر مکنف ست
گفتگو اگرچہ ایک حیثیت سے (حقیقت کو) ظاہر کرنے والی ہے	لیکن دس دوسری حیثیتوں سے چھپانے والی ہے

تمہاری ایسی حالت ہونی چاہئے جیسے بادشاہ کے اس مصاحب کی جس کا قصہ ہم اس وقت بیان کرتے ہیں وہ قصہ یہ ہے کہ ایک بادشاہ نے اپنے ایک ندیم پر عتاب کیا اور چاہا کہ اس کو نیست و نابود کر دے اور اس کام کے لئے اس نے تلوار

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی میان سے نکال لی تاکہ وہ اس کے اس مخالفت کی عوض مارے جو اس سے سرزد ہوئی تھی اس وقت کسی کی تاب نہ تھی کہ دم مار سکے اور کسی سفارشی کی طاقت نہ تھی کہ سفارش کر سکے بجز بادشاہ کے ایک خاص آدمی عماد الملک نامی کے جو کہ سفارش کے لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مخصوص تھا۔ وہ اٹھا اور فوراً سجدہ میں گر گیا یہ دیکھ کر بادشاہ نے فوراً تلوار ہاتھ سے رکھ دی اور کہا کہ اگر یہ شیطان کی طرح بھی نافرمان ہے تب بھی ہم نے اس کی جان بخشی کی اور اگر اس نے شیطانانہ مخالفت بھی کی ہے تب بھی ہم نے اپنے کرم سے اس کی پردہ پوشی کی چونکہ تم بیچ میں پڑ گئے ہو اس لئے اگر یہ مجرم سو قصور بھی کرے تب بھی میں رضامند ہوں تمہاری میری نظر میں وہ عظمت وجلالت ہے کہ سینکڑوں غصوں کو اس کے سبب فنا کر سکتا ہوں لیکن تمہاری خوشامد کو نہیں توڑ سکتا۔ کیونکہ تم اور میں ایک جان دو قالب ہیں اس لئے تمہاری خوشامد گویا کہ خود میری خوشامد ہے اگر زمین و آسمان بھی تلپٹ ہو جاتے تب بھی میں اس سے انتقام لینے سے باز نہ آتا۔ اور اگر ذرات جہان تمام مل کر سفارش کرتے تب بھی وہ میری تلوار سے سر سلامت نہ لے جا سکتا تھا۔ مگر تمہاری سفارش سے میں نے اس کی جان بخشی کر دی اور یہ میں تم پر احسان نہیں رکھتا بلکہ تمہاری اس وقعت کو ظاہر کرتا ہوں جو میرے دل میں ہے اور تم پر احسان رکھ کیسے سکتا ہوں کیونکہ یہ تم نے نہیں کیا بلکہ خود میں نے کیا ہے کیونکہ تمہاری صفات میری صفات میں مدفون ہیں اور تم مجھ میں فنا ہو اس لئے تمہارے افعال خود میرے ہی افعال ہیں کیونکہ تم اس فعل میں میرا ایک آلہ ہو جس سے کہ میں نے کام لیا ہے اور خود اس کے کرنے والے نہیں ہو۔ اس لئے کہ یہ بار شفاعت میں نے تم پر لادا ہے اور تم نے خود نہیں اٹھایا۔ پس تمہارے اس فعل میں ایسی مثال ہے جیسے حق سبحانہ اپنے رسولؐ کی نسبت فرماتے ہیں۔ مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ کیونکہ تم نے اپنے کو ہماری رضا کے یوں تابع کر دیا ہے جیسے موج کے قبضہ میں کف ہو۔ اور ہماری رضا میں فانی ہو چکے ہو۔ اسی لئے تم کو ہماری ذات کے ساتھ بقا حاصل ہو گئی ہے۔ اب تم چمن سے باقی بذات مارہو۔ اور چونکہ تم ہمارے اسیر ہو اس لئے گویا کہ خود امیر ہو پس یہ ایک عجیب بات ہے کہ تم اسیر بھی ہو اور امیر بھی۔ القصہ جو کچھ تم نے اس کے ساتھ سلوک کیا ہے یہ تم نے نہیں کیا بلکہ خود ہم نے کیا ہے کیونکہ تم اب تم نہیں رہے بلکہ اب جو کچھ ہیں ہم ہیں۔

فائدہ:۔ اوست بس کو ہم نے بطریق التفات مقولہ شاہ قرار دیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ مقولہ مولانا ہو اور تعلیل ہو مصرعہ اولیٰ کی مگر مصرعہ اولیٰ دونوں صورتوں میں مقولہ شاہ ہی ہے بطور التفات کے واللہ اعلم) عماد الملک نے تو اس ندیم کے ساتھ یہ سلوک کیا اور وہ ندیم جو اس کی سفارش سے ہلاکت سے بچا تھا اس کی یہ حالت ہوئی کہ اس سے ناخوش ہو گیا اور دوستی سے پھر گیا اور اس مخلص کامل سے دوستی کا تعلق منقطع کر دیا اور دیوار کی طرف منہ کر لیا تاکہ وہ سلام نہ کر سکے اور اس اپنے سفارش گر سے بالکل اجنبی بن گیا۔ اس حیرت انگیز واقعہ کو دیکھ کر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور وہ کہنے لگے کہ یہ ندیم دیوانہ ہو گیا۔ کیونکہ اگر دیوانہ نہیں ہوا تو کیا وجہ ہے کہ ایسے شخص سے اس نے بگاڑ لی جس نے اس کی جان بچائی۔ اس نے تو اسے گردن زنی سے بچایا تھا اس لئے اس کو چاہئے تھا کہ اس کی جوتیوں کی خاک ہو جاتا۔ نہ کہ الٹی چال چلا اور اس سے بگاڑ لی۔ اور ایسے دوست کا دشمن ہو گیا۔ یہ چہ میگوئیاں تو لوگوں میں آپس میں ہوتی تھیں لیکن ایک خیر خواہ نے خود اس کو بھی ملامت کی اور کہا کہ تم ایک مصلح پر یہ زیادتی کیوں کرتے ہو۔ اس محب خاص نے تو تمہاری جان بچائی ہے اور اس نازک وقت میں تمہیں گردن زنی سے بچایا ہے۔ ایسی حالت میں تو اگر وہ تم پر کوئی زیادتی بھی کر لیتا تو

www.besturdubooks.wordpress.com

تم کو اس سے نفور نہ ہونا چاہئے تھا۔ بالخصوص اس وقت جبکہ اس نے بھلائی ہی کی ہے اور کوئی برائی نہیں کی۔ ایسی حالت میں تو تم کو نفور ہونا بالکل ہی زیبا نہیں۔ اس نے کہا کہ میں تو بادشاہ کے لئے جان دے رہا تھا وہ کون ہوتا تھا کہ سفارشی بنکر بیچ میں کود پڑا۔ میری تو اس وقت بادشاہ کے ساتھ یہ حالت تھی جیسے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل پھر ایسی حالت میں اس نے دخل کیوں دیا۔

فائدہ:۔ علامہ بحر العلوم سے تعجب ہے کہ باوجود مثنوی کے ایسے عنوانات بیان سے پرہونے کے انہوں نے اس تعبیر کو سوء ادب قرار دے کر تاویل کی اور اس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقولہ قرار دیا۔ حالانکہ اس کو اس مقام سے کوئی تعلق نہیں اور لی مع اللہ وقت بود آندم مرا میں فقرہ بود آندم مرا۔ اس توجیہ کو نہایت واضح طور پر رد کرتا ہے۔ کاش وہ اسی سرخی کے اندر مولانا کا یہ شعر دیکھ لیتے۔

جز عماد الملک نامے از خواص   در شفاعت مصطفٰے وارانہ خاص

تو ہرگز ایسی بات نہ کہتے علامہ موصوف کے اس کو سوء ادب کہنے کا منشاء یہ ہے کہ انہوں نے مشبہ کے اجزا کو مشبہ بہ کے اجزاء سے تشبیہ دینا سمجھا۔ حالانکہ ایسا نہیں بلکہ صرف ایک ہیئت ترکیبیہ کو دوسری ہیئت ترکیبیہ سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔ اب کچھ سوء ادب نہ رہا واللہ اعلم) میں سوائے بادشاہ کے رحم کے کسی کا رحم نہیں چاہتا۔ اور میں بجز بادشاہ کی پناہ کے کسی کی پناہ نہیں چاہتا۔ کیونکہ میں بادشاہ سے محبت کرتا ہوں اس لئے اس کے اتمام کو معدوم سمجھتا ہوں۔ پس اس نے مجھ پر کیوں رحم کیا اور مجھے کیوں پناہ دی۔ بادشاہ اگر مجھے مار بھی ڈالے گا تو ایسا کرنے سے وہ مجھے گویا کہ بہت سی جانیں عطا کرے گا۔ کیونکہ دشمنی بھی تعلق کی ایک شان ہے اس لئے میں کہتا ہوں۔

قطع کیجئے نہ تعلق ہم سے   کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی

اور

گو دشمنی سے دیکھتے ہیں دیکھتے تو ہیں   میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

میرا کام سر دے دینا ہے اور اپنے کو رضائے شاہ کے تابع کر دینا ہے اور بادشاہ کا کام لطف محض۔ یا لطف بصورت قہر سے جان دینا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ جو سر بادشاہ کے ہاتھ سے کٹ جاوے اس کے لئے یہ کٹ جانا موجب فخر ہے اور جو سر دوسروں کے آگے جھکے تا کہ بادشاہ کے قہر سے بچ جاوے اس کے لئے ایسا کرنا موجب ننگ ہے۔ جس رات وہ سر بادشاہ کے قہر سے قبر میں پہنچ جاوے وہ رات ہزاروں عیدوں سے بڑھ کر ہے اور ان کی ہمسری سے ننگ و عار رکھتی ہے۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو لوگ ذات حق کا مشاہدہ کرتے ہیں ان کا قرب من الذات جس کو ہم نے طواف سے تعبیر کیا ہے۔ لاتنزاممد ایاہ۔ لطف وقہر اور کفر ودین رنگی سے بالاتر ہے کیونکہ ان کو ایمان حقیقی حاصل ہے اور وہ بمصداق ہر چہ از دوست میرسد نیکوست قہر کو بھی لطف ہی سمجھتے ہیں۔ ان کی حالت کی کوئی عبارت تعبیر نہیں کر سکتی۔ اس لئے کہ وہ نہایت ہی مخفی ہے اور الفاظ جسم انسانی سے سرزد ہوئے ہیں جو کہ ان کی تعبیر سے قاصر ہیں اس سے شاید کسی کو شبہ ہو کہ جسم انسانی سے کیونکر نکلے ہیں ان کا منشاء تو خود حق سبحانہ ہیں کیونکہ انہوں نے آدم علیہ السلام کو سکھلائے ہیں اور وہی ان کے واضع ہیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کو اسماء کی تعلیم ضرور کی گئی۔ لیکن وہ تعلیم حروف کے لباس میں نہ تھی۔ لیکن ان اسماء نے آب وگل کی ٹوپی اوڑھی اور ناسوتیت کا لباس پہنا۔ تو اب ان اسماء کی جو کہ اب تک روحانی تھے صورت بدل گئی اور ان میں ظلمانیت آ گئی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ نورانیت نہ رہی جس سے وہ اشیاء کو علی ما ہی علیہ واضح کر سکتے تھے۔ کیونکہ اب انہوں نے اس غرض سے حرف وصوت کا نقاب اوڑھ لیا تا کہ مغلوب الناسوتیت اشخاص پر معنی واضح ہو جاویں جو کہ بدوں اس صورت کے واضح نہ ہو سکتے تھے۔ پس جبکہ وہ اس نقاب میں چھپ گئے تو ظلمت اور استتار نورانیت ہونا ہی تھا۔ خیر یہ گفتگو تو استطرادی تھی اب سنو کہ اس ندیم نے کہا کہ اگر چہ اس نے مجھے بادشاہ کے غصہ سے نجات دلائی لیکن میں اس کا ممنون نہیں ہو سکتا کیونکہ میری گریز گاہ و جائے پناہ تو بادشاہ ہے میں اپنا اصلی مقصود الفاظ سے ظاہر نہیں کر سکتا کیونکہ گفتگو اگر ایک طرح سے حقیقت کو ظاہر کرتی ہے تو دوسری طرح سے اس کو چھپاتی ہے یعنی اس کے کشف سے ستر اور حجب زائد ہے اس لئے کہ عدم اظہار کی صورت میں تو صرف اتنی ہی بات ہوتی ہے کہ مخاطب کو حقیقت کا علم نہیں ہوتا جو کہ جہل بسیط ہے اور بیان کی صورت میں بوجہ قصور عبارت کے مخاطب کچھ کا کچھ سمجھ جاتا ہے جو کہ جہل مرکب ہے۔ وفیه استارزائد علی الجهل البسیط والله اعلم

گفتن جبرئیل علیہ السلام خلیل علیہ السلام را کہ

هل لک حاجة قال بلیٰ اما الیک فلا

(حضرت) جبرئیل علیہ السلام کا (حضرت ابراہیم) خلیل علیہ السلام سے کہنا کہ تیری کوئی حاجت ہے؟ اس نے کہا ہاں لیکن تجھ سے نہیں ہے

من خلیل وقتم و او جبرئیل	من نخواہم در بلا او را دلیل
میں (اپنے) زمانہ کا خلیل (اللہ) ہوں وہ (محض) جبرئیل ہے	میں مصیبت میں اس کو راہنما بنانا نہیں چاہتا ہوں
او ادب ناموخت از جبرئیل راد	کہ بپرسید از خلیل حق مراد
اس نے عقلمند جبرئیل سے ادب نہ سیکھا	کہ اس نے خلیل اللہ سے حاجت پوچھی
کہ مرادت ہست تا یاری کنم	ورنہ بگریزم سبکباری کنم
کہ تیری کوئی مراد ہے تاکہ میں مدد کروں	ورنہ میں جاؤں بوجھ نہ بنوں
گفت ابراہیم نے رو از میاں	واسطہ زحمت بود بعد العیاں
ابراہیم نے کہا نہیں درمیان سے ہٹ جا	کیونکہ مشاہدہ کے بعد واسطہ تکلیف بنتا ہے
بہر ایں دنیاست مرسل رابطہ	مومناں راز انکہ ہست او واسطہ
اس جہان کے لئے رسول رابطہ ہے	مومنوں کے لئے کیونکہ وہ واسطہ ہے
ہر دل ار سامع بدے وحی نہاں	حرف وصوتے کے بدے اندر جہاں
اگر ہر دل مخفی وحی کا سننے والا ہوتا	تو دنیا میں حرف اور آواز کب ہوتے؟
گرچہ او محو حق ست و بے سراست	لیک کار من ازاں نازکتر است
اگرچہ وہ (جبرئیل) اللہ (تعالیٰ) میں فنا اور بے خود ہے	لیکن میرا کام اس سے زیادہ نازک ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کردهٔ او کردهٔ شاہ است لیک	پیش چشم بدنماینده است نیک
اگرچہ اس کا کام شاہ کا کام ہے لیکن	لیکن میری نظروں میں بہت بدنما ہے
آنچہ عین لطف باشد بر عوام	قہر شد بر عشق کیشان کرام
جو عوام کے لئے عین مہربانی ہوتی ہے	شریف عاشقوں پر ظلم ہوتا ہے
بس بلاو رنج می باید کشید	عامہ راتا فرق راتا نندید
بہت سی مصیبتیں اور تکلیفیں برداشت کرنی چاہئیں	عوام کو تاکہ فرق کو دیکھ سکیں
کایں حروف واسطہ اے یار غار	پیش واصل خار باشد خار خار
اے یار غار! یہ واسطہ کے حروف	واصل (بحق) کے لئے کانٹا ہیں کانٹا ہی کانٹا
بس بلا و رنج بالیست و وقوف	تا دمد آں روح صافی از حروف
بہت سی بلائیں اور رنج اور (ان میں) لگاؤ چاہئے	تاکہ وہ صاف روح حروف سے چمک اٹھے
لیک بعضے زیں بلا کرتر شدند	باز بعضے صافی و برتر شدند
لیکن بعض اس بلا سے (اور) زیادہ ٹیڑھے ہو گئے	بعض صاف اور زیادہ بلند ہو گئے
ہمچو آب نیل آمد ایں بلا	سعد را آبست و خوں برا شقیا
یہ بلا (دریائے) نیل کے پانی کی طرح ہے	جو نیک کے لئے پانی ہے اور بدبختوں کے لئے خون ہے
ہر کہ پایاں بیں تر او مسعود تر	جد تر او کارد کہ افزوں دید بر
جو انجام کو زیادہ دیکھنے والا ہے زیادہ نیک بخت ہے	زیادہ محنت سے وہ بوئے گا جس نے پھل زیادہ دیکھا ہو
زانکہ داند کایں جہان کاشتن	ہست بہر محشر و برداشتن
کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ کھیتی کرنے کی دنیا	محشر کے لئے اور (پیداوار) حاصل کرنے کے لئے ہے
ہیچ عقدے بہر عین خود نبود	بلکہ از بہر مقام رنج و سود
کوئی معاملہ بعینہ معاملہ کے لئے نہیں ہوتا ہے	بلکہ نفع اور فائدہ کے مقام کے لئے ہوتا ہے
ہیچ نبود منکرے گر بنگری	منکریش بہر عین منکری
اگر تو دیکھے تو کوئی منکر نہیں ہوتا ہے	(کہ) اس کا انکار محض انکار کے لئے ہو
بل برای قہر خصم اندر حسد	یا فزونی جستن و اظہار خود
بلکہ حسد میں دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے ہوتا ہے	یا اپنے اظہار اور برتری کی جستجو کے لئے ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

واں فزونی ہم پے طمع دگر	بے معانی چاشنی ندہد صور
وہ برتری بھی کسی دوسرے لالچ میں ہوتی ہے	(محض) صورتیں بلامعانی کے لطف نہیں دیتی ہیں
زاں ہمی پرسی چرا ایں میکنی	کہ صورزیت است و معنیٰ روشنی
اسی لئے تو دریافت کرتا ہے (کہ) تو یہ کیوں کرتا ہے؟	کیونکہ صورتیں تیل ہیں اور معنیٰ روشنی ہیں
ورنہ ایں گفتن چرا از بہر چیست	چونکہ صورت بہر عین صورتیست
ورنہ یہ "کیوں" کہنا کاہے کے لئے ہے	جبکہ صورت محض صورت کے لئے ہے
ایں چرا گفتن سوال از فائدہ ست	جز برای ایں چرا گفتن بدست
یہ "کیوں" کہنا فائدہ کے بارے میں سوال ہے	اس کے سوا کے لئے "کیوں" کہنا برا ہے
از چہ رو فائیدہ جوئی اے امیں	چوں بود فائیدۂ ایں خود ہمیں
اے امین! تو فائدہ کیوں تلاش کرتا ہے؟	جبکہ یہ (نقل) خود فائدہ ہو
پس نقوش آسماں و اہل زمیں	نیست حکمت کاں بود بہر ہمیں
تو آسمان اور زمین والوں کی صورتیں	(اس میں) کوئی حکمت نہیں ہے کہ وہ صورتیں محض صورتوں کیلئے ہوں
گر حکیمے نیست ایں ترتیب چیست	ور حکیمے ہست چوں فعلش تہی ست
اگر وہ (خالق) صاحب حکمت نہیں ہوتو (یہ کائنات کی) ترتیب	اور اگر وہ حکمت والا ہے تو اس کا فعل حکمت سے کب خالی ہے؟
کس نسازد نقش گرما بہ خضاب	جز پئے قصد صواب و ناصواب
کوئی شخص حمام کی تصویر کو رنگین نہیں بناتا ہے	کسی مقصد کے بغیر خواہ وہ مقصد درست ہو یا درست نہ ہو
ہر چہ بینی در جہاں از آیتے	ہست بہر معنیٰ و حکمتے
دنیا میں تو جو بھی کوئی نشانی دیکھے گا	وہ کسی معنیٰ اور حکمت کے لئے ہے

اس ندیم نے اپنی اثنائے گفتگو میں کہا کہ مجھ کو بادشاہ سے وہی نسبت تھی جو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو حق سبحانہ سے اور عماد الملک کو ہم سے وہ نسبت تھی جو جبرئیل علیہ السلام کو ان دونوں سے لہذا اس نسبت کے اقتضا کی بناء پر حضرت ابراہیم کی طرح میں بھی اس مصیبت میں اس کو اپنا رہنما بنانا نہیں چاہتا تھا پس اس نے کیوں دخل دیا اور حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ادب کیوں نہ سیکھا۔ جنہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس وقت جبکہ ان کو نمرود نے آگ میں ڈالا تھا۔ دریافت کیا تھا کہ کیا آپ کی کوئی خواہش ہے تا کہ میں آپ کی اعانت کروں ورنہ تخفیف تصدیع کروں اور رخصت ہو جاؤں اور مجھ سے کیوں نہ پوچھا کہ میں سفارش کروں یا نہیں۔ اور بدوں مجھ سے پوچھے کیوں سفارش کی۔ اگر وہ مجھ سے دریافت کرتا تو میں وہی جواب دیتا۔ جو حضرت خلیل اللہ نے دیا تھا چنانچہ انہوں نے

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمایا تھا کہ آپ دخل نہ دیں۔ مجھے آپ کی اعانت کی ضرورت نہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ راز اس کا یہ ہے کہ ان کی نظر ذات حق سبحانہ پر تھی اور وہ مشاہدہ حق سبحانہ میں مصروف اور براہ راست حق سبحانہ سے تعلق رکھتے تھے اور قاعدہ ہے کہ ایسی صورت میں واسطہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس مقام پر استطرادا ہم یہ بھی بتلائے دیتے ہیں کہ پیغمبران علیہم السلام اہل جہاں کا حق سبحانہ کے ساتھ اسی لئے تعلق پیدا کرنے والے ہوتے ہیں کہ یہ لوگ محجوب ہوتے ہیں اور وہ محجوبین اور حق سبحانہ کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں۔ (اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ جب تعلق پیدا ہو گیا تو اب انبیاء کی پیروی کی ضرورت نہ ہوگی۔ کیونکہ درجات تعلق متفاوت ہیں پس غیر نبی کو وہ تعلق پیدا ہی ہونا ناممکن ہے۔ جس کی بناء پر یہ کہا جاوے کہ اب اس کو نبی کی پیروی کی ضرورت نہیں اس لئے کہ تعلق کا ذریعہ یہ پیروی ہی ہے جس وقت یہ نہ رہے گی تعلق بھی نہ رہے گا۔ پس اب شبہ نہ رہا) اب اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ آخر حجاب ہی کی کیا ضرورت تھی جس کے لئے واسطہ کی ضرورت ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہر شخص کو بلاواسطہ حق سبحانہ سے واسطہ ہوتا اور وہ بلاواسطہ کلام الٰہی سن سکتا جو کہ حرف وصوت سے منزہ ہے تو پھر حرف وصوت کا وجود ہی دنیا میں کاہے کو ہوتا۔ کیونکہ جس طرح تخلیق انسان سے مقصود اصلی عبادت ہے یوں ہی خلق اصوات وحروف سے مقصود اوامر و نواہی حق سبحانہ پر مطلع ہوتا ہے اور دیگر منافع اس کے تابع ہیں۔ پس جبکہ اصل مقصود ہی بدوں ان کے حاصل ہو جاتا تو ان کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔ ونظر هذا الاستلزام ما قال الله عزوجل ولو يواخذ الله الناس بظلمهم ماترک علیٰ ظهرها من دابة یہاں تک اس استطرادی مضمون کو ختم کر کے پھر مقولہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ اگرچہ وہ فانی فی الحق اور بے خود ہیں لیکن میرا معاملہ اس سے زیادہ نازک ہے۔ اس لئے میں باوجود اس اتحاد کے بھی ان سے اعانت نہیں چاہ سکتا۔ اور یہ مسلم ہے کہ ان کا فعل گویا کہ خدا ہی کا فعل ہے لیکن تاہم وہ میری نظر میں پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ یہ درخواست ان کی بحیثیت واسطہ محض ہونے کے نہیں ہے بلکہ اس میں گونہ استقلال کی شان ہے کیونکہ وہ یہ نہیں کہتے کہ حق سبحانہ نے مجھے حکم دیا ہے اگر ابراہیم چاہیں تو تم ان کی اعانت کرو اور میں اس میں واسطہ محضہ ہوں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اگر تم مجھ سے اعانت چاہو تو اعانت کروں گو وہ اس درخواست اور اعانت میں ماذون من اللہ ہیں۔ مگر ماذون ہونا دوسری شئے ہے اھ۔ امور ہونا اور چیز۔ اول میں وساطتہ وآلیت محضہ ہے اور ثانی میں گونہ استقلال کی شان ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو شاید تمہیں شبہ ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حق سبحانہ کی اتنی بڑی نعمت کی قدر نہیں کی لیکن تمہیں واضح ہو کہ عوام اور عشاق میں زمین وآسمان کا تفاوت ہوتا ہے چنانچہ جو چیز عوام کے حق میں سراسر عنایت ہوتی ہے وہ عشاق کے حق میں قہر ہوتی ہے۔ یہ فرق آسانی سے سمجھ میں نہیں آسکتا بلکہ اس کے لئے بہت سے ریاضات ومجاہدات کی اور بہت سی تکلیفیں اٹھانے اور مصائب جھیلنے کی ضرورت ہے تاکہ یہ فرق سمجھ میں آسکے اور تم جان سکو کہ واقعی اس واسطہ کا کلام جو گونہ استقلالی شان رکھتا ہو جیسے قصہ ندیم میں عماد الملک اور قصہ حضرت ابراہیمؑ میں حضرت جبرئیل کما اوضحناہ۔ واصل الی المطلوب کے لئے نہایت ہی ناگوار ہوتا ہے اگر ہم اس مضمون کو الفاظ میں بیان بھی کریں تب بھی تم نہیں سمجھ سکتے کیونکہ اس روح صافی (یعنی حقیقت واقعیہ) کے حروف

www.besturdubooks.wordpress.com

سے پیدا یعنی ظاہر ہونے کے لئے بھی بہت سے مصائب اور تکالیف جھیلنے اور ان پر صبر کرنے کی ضرورت ہے اس سے تم کو بلاؤں اور مصیبتوں کا مفید اور نافع ہونا ظاہر ہو گیا لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ بلائیں ہر ایک کے لئے مفید نہیں ہوتیں۔ بلکہ بعضے تو بوجہ صبر نہ کرنے اور شکوہ وشکایت کے پہلے سے بھی زیادہ بگڑ جاتے ہیں اور بعضے صبر وشکر کی بدولت پہلے سے زیادہ صاف ہو جاتے ہیں اس لئے بلاؤں اور مصائب کی ایسی مثال ہے جیسے آب نیل کہ وہ نیک بختوں کے لئے پانی ہے اور بد بختوں کے لئے خون۔ پس جو شخص جس قدر زیادہ انجام بیں ہوگا وہی مصائب میں زیادہ نیک بخت ہوگا کیونکہ قاعدہ ہے کہ منافع سے جس قدر زیادہ واقف ہوتا ہے اتنا ہی زیادہ کام میں کوشش کرتا ہے۔ پس جس قدر کوئی شخص انجام بیں ہوگا اتنا ہی وہ بلاؤں پر صبر کرنے کے منافع اور نہ صبر کرنے کے مضرتوں سے زیادہ واقف ہوگا اور اسی قدر وہ صبر اور احتراز عن الجزع والفزع میں زیادہ سرگرم ہوگا۔ لہذا اتنا ہی وہ زیادہ نیک بخت ہوگا۔ نیز وہ اس لئے بھی زیادہ نیک بخت ہوگا کہ دنیا مزرع آخرت ہے اور محل عمل ہے اور محشر منافع حاصل کرنے کا مقام ہے۔ پس وہ دنیاوی مصالح پر منافع اخرویہ کو مقدم سمجھے گا اور یہ ہم نے کیوں کہا کہ دنیا مزرع آخرت ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی عقد خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ بخیال منفعت ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا کوئی منکر اس لئے منکر نہیں ہوتا کہ یہ منکری ہی مقصود ہو بلکہ اس سے مقصود اس کو کوئی اور شئے ہوتی ہے۔ کبھی تو بناء بر حسد اپنے مخالف کو مغلوب کرنا ہوتا ہے کبھی اپنا تفوق اور اپنا اظہار مدنظر ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ اور یہ تفوق وغیرہ بھی خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس میں اور اغراض مستتر ہوتے ہیں کیونکہ صورتیں اور ظواہر بدوں معانی اور مصالح کے لذت بخش نہیں ہوتیں اس لئے مقصودیت صور کے لئے ضرورت ہے کہ ان میں کچھ معانی ومصالح ہوں جو ان سے مقصود ہوں۔ چونکہ صورتیں تیل کی طرح غیر مقصود لذاتہا اور مقصود لغیرہا ہیں اور معانی روشنی کی طرح خود مقصود ہیں اسی لئے جب کوئی شخص کام کرتا ہے تو تم کہتے ہو کہ یہ کام کیوں کرتے ہو۔ اور تمہارا یہ سوال اس کے فائدہ کے دریافت کرنے کے لئے ہوتا ہے کیونکہ بدوں اس غرض کے یہ سوال بالکل بیہودہ ہے۔ اب اگر وہ فعل خود مقصود ہوا اور اپنا فائدہ وہ ہی ہو تو تم فائدہ کیوں ڈھونڈھتے ہو۔ پس جب یہ معلوم ہو گیا تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ یہ حکمت نہیں ہے کہ آسمان و اہل زمین خود مقصود ہوں بلکہ ان کی خلقت سے مقصود کچھ اور ہے کیونکہ ان کا بنانے والا حکیم ہے۔ کیونکہ اگر وہ حکیم نہ ہو تو یہ عجیب ترتیب اور ہر چیز کا ایک ضابطہ کے تحت داخل ہونا کیسا اور اگر حکیم ہے تو فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ پس اس کا فعل منافع وحکم سے کیسے خالی ہو سکتا ہے۔ دیکھو کوئی شخص نقش حمام کو بھی بدوں کسی مقصد کے رنگین نہیں کرتا خواہ وہ مقصد درست ہو یا نادرست تو حق سبحانہ کی یہ تصویریں منافع ومقاصد سے کیسے خالی ہو سکتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اس عالم میں جو چیز بھی تم دیکھو وہ ایک معنی وحکمت کے لئے ہے اور بیان اجمالی اس کا یہ ہے کہ آسمان وغیرہ سے انسان متمتع ہو اور انسان حق سبحانہ کی اطاعت کرے اور اس کی جزا پائے اور بصورت عصیان سزا پائے اور اس مقصد کی تکمیل کے لئے حق سبحانہ نے اپنی حکمت کے اقتضاء سے عالم وجود کو دو حصوں پر منقسم کیا۔ ایک کو ان میں سے دار الامتحان بنایا اور دوسرے کو دار الجزاء۔ اول دنیا ہے۔ دوسرا آخرۃ۔ اس تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ دنیا مزرع آخرت ہے۔ وھو المدعی

www.besturdubooks.wordpress.com

مطالبت کردن موسیٰ از حضرت عزت کہ لم خلقت خلقا فاھلکتہ' و احترقتہ' وجواب آمدن از حضرت عزت

حضرت موسیٰ کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا کہ تو کیوں ایک مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر تو اس کو اور تباہ کر دیتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کی جانب سے جواب آنا

گفت موسیٰ اے خداوند حساب	نقش کردی باز چوں کردی خراب
(حضرت) موسیٰ نے عرض کیا اے محاسبہ کے مالک	تو نے صورت بنائی پھر اس کو کیوں تباہ کیا؟
نر و مادہ نقش کردی جانفزا	وانگہے ویراں کنی ایں راچرا
تو نے حسین نر اور مادہ بنائے	پھر تو ویران کردیتا ہے یہ کیوں ہے؟
گفت حق دانم کہ ایں پرسش ترا	نیست از انکار و غفلت و زہوا
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا میں جانتا ہوں کہ تیرا یہ سوال	انکار اور غفلت اور نفسانی خواہش کی وجہ سے نہیں ہے
ورنہ تادیب و عتابت کردمے	بہر ایں پرسش ترا آزردمے
ورنہ تجھے سزا دیتا اور غصہ کرتا	اس سوال پر تجھے تکلیف پہنچاتا
لیک می خواہی کہ درافعال ما	باز جوئی حکمت و سر قضا
لیکن تو چاہتا ہے کہ ہمارے کاموں میں	حکمت اور فیصلہ کا راز معلوم کرے
تا ازاں واقف کنی مر عام را	پختہ گردانی بدیں ہر خام را
تاکہ تو اس سے عوام کو باخبر کرے	اس سے ہر کچے کو پکا بنائے
قاصداً سائل شدی در کاشفی	بہر عامہ ارچہ تو زاں واقفی
وضاحت کے لئے تو قصداً سائل بنا ہے	عوام کے لئے اگرچہ تو اس سے واقف ہے
زانکہ نیم علم آمد ایں سوال	ہر برونے را نباشد ایں مجال
یہ سوال نصف علم ہے	ہر باہری شخص کی یہ مجال نہیں ہے
ہم سوال از علم خیزد ہم جواب	ہمچنانکہ خار و گل از خاک و آب
سوال بھی اور جواب بھی علم سے پیدا ہوتا ہے	جس طرح مٹی اور پانی سے کانٹا اور پھول
ہم ضلال از علم خیزد ہم ہدے	ہمچنانکہ تلخ و شیریں از ندے
گمراہی بھی علم سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی	جیسا کہ تری سے تلخ اور شیریں

www.besturdubooks.wordpress.com

زآشنائی خیزد ایں بغض و ولا	وزغذائے خوش بود سقم و شفا
یہ بغض اور دوستی تعارف سے پیدا ہوتی ہے	بیماری اور شفا اچھی غذا سے (پیدا) ہوتی ہے
مستفید اعجمی شد آں کلیم	تا عجمیاں را کند زیں سر علیم
وہ کلیم (اللہ) ناواقف کو فائدہ حاصل کرنے والا بنانے والے بنے	تاکہ ناواقفوں کو اس راز سے باخبر کریں
ما ہم از وے اعجمی سازیم خویش	پاسخش آریم چوں بیگانہ پیش
ہم بھی اپنے آپ کو اس سے ناواقف بناتے ہیں	بیگانوں کی طرح اس کا جواب پیش کرتے ہیں
خر فروشاں خصم یکدیگر شدند	تا کلید قفل آں عقد آمدند
گدھا بیچنے والے ایک دوسرے کے مقابل بنے	یہاں تک کہ اس معاملہ کے قفل کے لئے کنجی بن گئے
پس بفرمودش خدا اے ذوالباب	چوں پرسیدی بیا بشنو جواب
پھر ان سے خدا نے فرمایا اے عقلمند	جبکہ تو نے سوال کیا ہے آ جواب سن
موسیا تخمے بکار اندر زمیں	تا کہ تو خود وادہی انصاف ایں
اے موسیٰ! زمین میں بیج بودے	تاکہ تو خود اس کا انصاف کرے
چونکہ موسیٰ کشت شد کشتش تمام	خوشہایش یافت خوبی و نظام
جب (حضرت) موسیٰ نے کھیتی بوئی ان کی کھیتی پوری ہوگئی	اس کے خوشوں نے اچھائی اور عمدگی حاصل کر لی
داس بگرفت و مر آں را می برید	پس ندا از غیب در گوشش رسید
انہوں نے درانتی لی اور اس کو کاٹ لیا	تو ان کے کان میں غیب سے آواز آئی
کہ چرا کشتے کنی و پروری	چوں کمالے یافت آں را می بری
کہ تو کیوں بوتا ہے اور پرورش کرتا ہے؟	جب وہ مکمل ہو جاتی ہے تو اس کو کاٹتا ہے
گفت یارب زاں کنم ویران و پست	کہ دریں جا دانہ ہست و کاہ ہست
(موسیٰ نے) عرض کیا اے خداوند! (کھیت کو) ویران اور پست اسلئے کرتا ہوں	کہ اس میں دانہ بھی ہے اور بھوسا بھی ہے
دانہ لائق نیست در انبار کاہ	کاہ در انبار گندم ہم تباہ
دانہ کا بھوسے کے انبار میں رہنا مناسب نہیں ہے	بھوسا بھی گیہوں کے ڈھیر میں برباد ہوتا ہے
نیست حکمت ایں دو را آمیختن	فرق واجب می کند در بیختن
ان دونوں کو ملائے رکھنا دانائی نہیں ہے	وہ (دانائی) چھاننے میں جدا کر دینا ضروری بتاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت ایں دانش تو از کہ یافتی	کہ بدانش بیدرے بر ساختی
(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا کہ یہ سمجھ تو نے کس سے حاصل کی؟	کہ عقل کی وجہ سے تو نے کھلیان بنایا
گفت تمیزم تو دادی اے خدا	گفت پس تمیز چوں نبود مرا
(حضرت موسیٰ نے) عرض کیا اے خدا تو نے مجھے سمجھ عطا کی	(اللہ تعالیٰ نے) فرمایا تو پھر مجھ میں سمجھ کیوں نہ ہوگی؟
در خلائق روحہای پاک ہست	روحہای تیرہ و گلناک ہست
مخلوق میں پاک روحیں ہیں	کالی اور مٹی میں سنی ہوئی روحیں ہیں
ایں صدفہا نیست دریک مرتبہ	دریکے درست و در دیگر شبہ
یہ سیپیاں ایک طرح کی نہیں ہیں	ایک میں موتی ہے دوسری میں پوتھ ہے
واجب ست اظہار ایں نیک وتباہ	ہمچناں کاظہار گندمہاز کاہ
نیک اور برباد کا واضح کرنا ضروری ہے	جس طرح گیہوں کا بھوسے سے الگ کرنا
بہر اظہارست ایں خلق جہاں	تانماند گنج حکمتہا نہاں
دنیا کا پیدا کرنا ظاہر کرنے کے لئے ہے	تاکہ حکمتوں کا خزانہ پوشیدہ نہ رہے
کنت کنزاً گفت مخفیاً شنو	جوہر خود گم مکن اظہار شو
سن (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا میں چھپا ہوا خزانہ تھا	تو اپنے جوہر کو برباد نہ کر اس کو ظاہر کر

اب ہم تمہیں ایک قصہ سناتے ہیں جس سے مخلوقات الٰہیہ میں حکمت کا ہونا معلوم ہو۔ وہ قصہ یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ سے عرض کیا کہ اے اللہ تو نے اول ایک مخلوق کو پیدا کیا اور پھر اسے ہلاک کیا اس میں کیا راز ہے۔ آپ نے نہایت نفیس نفیس مرد اور عورتیں بنائے پھر آپ ان کو کیوں ہلاک کرتے ہیں۔ حق سبحانہ نے اس کا جواب دیا کہ میں جانتا ہوں کہ تمہارا یہ سوال اعتراض اور جہالت اور ہوائے نفسانی کی بناء پر نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو بجائے جواب کے میں تمہیں سزا دیتا اور تم پر عتاب کرتا اور اس سوال کے جواب میں تمہیں سخت تکلیف پہنچاتا۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ تم ہمارے افعال کی حکمتیں اور ہماری قضا کا راز تفصیلی طور پر اس لئے دریافت کرتے ہو تاکہ تم عوام کو معلوم کراؤ جو کہ ناواقف ہیں۔ اور اپنی جہالت کے سبب ہمارے افعال میں بیہودہ شکوک اور اوہام پیدا کرتے ہیں۔ اور اس ذریعہ سے تم ان ناقصوں کو کامل کر دو اور اگرچہ تم اجمالاً ان حکمتوں سے واقف ہو اور تم کو یقین ہے کہ ہمارا ہر فعل حکم و مصالح پر مشتمل ہے لیکن تم نے جان کر یہ سوال متعلق بہ کشف سر قضا عوام کی خاطر کیا ہے تمہارے واقف ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خود تمہارا یہ سوال نصف علم ہے کیونکہ یہ ناشی ہے حکمتوں کے علم اجمالی سے اور جو بالکل ہی ناواقف ہو وہ ایسا سوال نہیں کر سکتا اب مولانا فرماتے ہیں کہ شاید کسی کو شبہ ہو کہ جب علم تھا تو سوال کیوں کیا اس کا جواب یہ ہے کہ سوال علم کے منافی نہیں ہے بلکہ سوال بھی علم ہی سے پیدا ہوتا ہے کیونکہ طلب مجہول مطلق محال ہے اور جواب بھی علم ہی سے پیدا ہوتا ہے پس ہر سوال مطلق علم کے منافی نہ ہوا۔ بلکہ وہ سوال علم کے منافی ہے جو کہ اس علم کی تحصیل

www.besturdubooks.wordpress.com

کے لئے ہو جو حاصل ہے اور یہاں ایسا نہیں بلکہ علم متعلق ہے اجمالی حکم سے اور سوال ہے تفصیلی حکم کا اور علم ہی سے سوال و جواب دونوں کا پیدا ہونا ایسا ہے جیسا کہ مٹی اور پانی سے خار بھی ہوتے ہیں اور گل بھی حالانکہ دونوں متضاد ہیں اور گمراہی بھی علم ہی سے پیدا ہوتی ہے اور ہدایت بھی مگر فرق اتنا ہے کہ اول کا منشاء جہل مرکب ہوتا ہے اور دوسرے کا یقین اور ہیں دونوں علم ہی کی قسمیں۔ اور یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے تری ہی سے میوں میں تلخی بھی پیدا ہوتی ہے اور شیرینی بھی۔ نیز شناسائی ہی سے عداوت بھی پیدا ہوتی ہے اور محبت بھی۔ اور عمدہ غذا ہی سے مرض بھی پیدا ہوتا ہے اور شفا بھی ان نظائر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ایک شئے منشاء ضدین ہو سکتی ہے پس اب یہ شبہ نہ رہا کہ علم تھا تو سوال کیوں کیا۔ یہاں تک اس مضمون کو ختم کر کے پھر مضمون سابق بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق سبحانہ نے فرمایا کہ ہمارے کلیم اس وقت ناواقف بن کر اس لئے حکم و مصالح دریافت کرتے ہیں تاکہ ناواقفوں کو اس راز سے آگاہ کریں۔ اچھا تو ہم بھی اپنے کو انجان بنائے لیتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں جیسا کہ کوئی سائل کو ناواقف سمجھ کر اسے جواب دیتا ہے اور سائل کے علم سے ناواقف مجیب کی طرح جواب دیتے ہیں۔ یہ کہہ کر فرمایا کہ اچھا جب تم نے سوال کیا ہے تو اس کا جواب سنو۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم جواب دیں ایک کام کر وہ یہ کہ کھیتی کرو تاکہ تم اپنے دل میں خود انصاف کر سکو کہ ہمارا یہ فعل بجا ہے یا بے جا۔ گو تم کو ہمارے جواب سے اس کے بدوں بھی اطمینان ہو جائے گا۔ مگر وہ اطمینان جو اس طریق سے ہو گا جو ہم نے تجویز کیا ہے اطمینان اول سے بڑھ کر ہو گا۔ غرض کہ موسیٰ علیہ السلام نے کھیتی کی اور جب وہ مکمل ہو گئی اور اس کے خوشے اچھے اور درست ہو گئے۔ اس وقت انہوں نے درانتی (ہنسیا) لی اور اس کو کاٹ ڈالا اس پر غیب سے ندا آئی کہ اے موسیٰ کیا وجہ ہے کہ تم اول بوتے ہو اور اس کی پرورش کرتے ہو لیکن جب وہ کامل ہو جاتی ہے تو اسے کاٹ ڈالتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اسے اس لئے اجاڑتا اور زمین پر گراتا ہوں کہ اس میں دانہ بھی ہے اور بھوسا بھی اور دانہ کا بھوسے میں رہنا نامناسب ہے۔ علیٰ ہذا بھوسہ بھی جب تک دانوں میں ملا ہوا ہے بیکار ہے اس لئے ان دونوں کا یکجا رہنا خلاف حکمت ہے۔ اس لئے بمقتضائے حکمت واجب ہے کہ ان کو چھان کر جدا جدا کر دیا جاوے۔ اس پر حق سبحانہ نے دریافت کیا کہ یہ سمجھ تمہیں کس نے دی ہے۔ جس کے ذریعہ سے تم نے کھلیان تیار کر لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تمیز مجھے آپ ہی نے بخشی ہے۔ اس پر ارشاد ہوا کہ پھر یہ تمیز ہمیں کیوں نہ ہو گی اور جبکہ ہمیں تمیز ہے اور ہم نے دیکھا کہ مخلوق میں دو قسم کی روحیں ہیں کچھ پاک ہیں اور کچھ مکدر اور آلودہ گل و منہمک فی الناسوت اور یہ سیپیاں ایک درجہ کی نہیں ہیں بلکہ کسی میں موتی ہے کسی میں پوتھ تو لازم ہوا کہ یہ بھلے برے جو اس دنیا میں مخلوط ہیں ان کو جدا جدا کیا جاوے اور بھلوں کی بھلائی کو ظاہر کیا جاوے اور بروں کی برائی کو۔ جس طرح کہ گیہوؤں کو بھوسے سے جدا کیا جاتا ہے۔ اور اس غرض سے ہم نے انہیں ہلاک کیا۔ تاکہ ہم ایک گروہ کو دوزخ میں بھیج کر ان کا نقصان ظاہر کریں اور دوسرے کو جنت میں داخل کر کے اس کا کمال واضح کریں اور جس طرح افناء و اہلاک اظہار کے لئے ہے یوں ہی پیدائش بھی اظہار ہی کے لئے ہے۔ گو دونوں اظہاروں میں یہ فرق ہے کہ صورت اول میں اظہار کمال کاملین اور نقصان ناقصین ہے۔ اور دوسری صورت میں اظہار خود اپنی اسماء و صفات کا ہے اور فرمایا کہ تم کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق کو سنو۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ میں اسماء و صفات کا ایک مخفی خزانہ تھا اس لئے میں نے چاہا کہ میں جانا جاؤں اور ظاہر ہوں۔ اس کے لئے میں نے مخلوق کو پیدا کیا اور اس سے سبق لو۔ اور تمہارے اندر جو کمالات کا منہ ہیں انہیں گم نہ کرو بلکہ ظاہر کرو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان آنکہ روح حیوانی و عقل جزوی و وہم و خیال بر مثال دوغند و روح وحی کہ باقی ست دریں دوغ ہمچوں روغن پنہاں

اس کا بیان کہ حیوانی روح اور جزوی عقل اور وہم اور خیال چھاچھ جیسے ہیں اور وحی کی روح جو باقی رہنے والی ہے اس چھاچھ میں پوشیدہ گھی کی طرح ہے

جوہر صدقت خفی شد در دروغ	ہمچو طعم روغن اندر طعم دوغ
تیری سچائی کا جوہر جھوٹ میں چھپ گیا	جس طرح گھی کا مزا چھاچھ کے مزے میں
آں دروغت ایں تن فانی بود	راستت آں جان ربانی بود
وہ تیرا جھوٹ، یہ فنا ہونے والا جسم ہے	تیری سچائی، خدائی روح ہے
سالہا ایں دوغ تن پیدا و فاش	روغن جاں اندر و فانی و لاش
برسوں یہ جسم کی چھاچھ ظاہر اور کھلی رہتی ہے	روح کا روغن اس میں فنا اور معدوم ہوتا ہے
تا فرستد حق رسول بندۂ	دوغ را در خمرہ جنبانندۂ
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کسی رسول بندہ کو بھیجتا ہے	چھاچھ کو مٹکی میں بلونے والے کو
تا بجنباند بہنجار و بفن	تا بدانم من کہ پنہاں بود من
یہاں تک کہ وہ طریقے اور تدبیر سے بلوئے	تاکہ میں جان لوں کہ شہد پوشیدہ تھا
یا کلام بندۂ کاں جزو اوست	در رود در گوش آنکو وحی جوست
یا اس بندہ کا کلام جو اس (نبی) کا جزو ہے	اس کان میں پہنچے جو وحی کا طالب ہے
اذن مومن وحی ما را داعی است	آنچناں گوشے قرین داعی است
مومن کا کان ہماری وحی کی حفاظت کرنے والا ہے	ایسا کان نبی کا ساتھی ہوتا ہے
آنچناں کہ گوش طفل از گفت مام	پر شود ناطق شود او در کلام
جیسے کہ بچہ کا کان ماں کی باتوں سے	بھرتا ہے تو وہ بات چیت میں بول پڑتا ہے
ور نباشد طفل را گوش رشد	گفت مادر نشنود گنگے شود
اگر بچے کے صحیح کان نہ ہوں	وہ ماں کی بات نہیں سنتا گونگا ہو جاتا ہے
دائماً ہر کر اصلے گنگ بود	ناطق آں کس شد کہ از مادر شنود
اصلی بہرا ہمیشہ گونگا ہوتا ہے	بولنے والا وہ شخص ہوتا ہے جو ماں سے (بات) سنتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

وانکہ گوش کر و گنگ از آفتے ست	زانکہ در گوشش رسیدہ علتے ست
وہ شخص جو بہرا اور گونگا ہے کسی آفت کی وجہ سے	کیونکہ اس کے کان میں کوئی بیماری پیدا ہو گئی ہے
کہ پذیرائی دم و تعلیم نیست	لاجرم مرنطق را تسلیم نیست
جو آواز اور تعلیم کو قبول کرنے والی نہیں ہے	(تو) لامحالہ وہ بولنے کے قابل نہیں ہے
آنکہ بے تعلیم بدناطق خداست	کہ صفات اوز علتہا جداست
جو بغیر تعلیم کے بولنے والا ہے وہ خدا ہے	کیونکہ اس صفات علتوں سے پاک ہیں
یاچو آدمؑ کردہ تلقینش خدا	بے حجاب مادر و دایہ و را
یا آدمؑ جیسا' جس کو خدا نے پڑھایا	اس کی ماں اور دایہ کے واسطہ کے بغیر
یا مسیحؑ کو بہ تعلیم و دود	درولادت ناطق آمد در وجود
یا مسیحؑ کہ وہ خدا کی تعلیم سے	پیدائش کے وقت بولنے لگے
از برای دفع تہمت در ولاد	کہ نہ زادست از زنا و از فساد
پیدائش کی تہمت کو دفع کرنے کے لئے	کہ وہ زنا اور خرابی سے پیدا نہیں ہوئے ہیں
جنبشے بایست اندر اجتہاد	تا کہ دوغ آں روغن از دل بازداد
کوشش میں حرکت چاہیے	تاکہ چھاچھ مکھے کو اندر سے واپس دیدے
روغن اندر دوغ باشد چوں عدم	دوغ در ہستی برآوردہ علم
مسکہ' چھاچھ میں معدوم جیسا ہوتا ہے	چاچھ' وجود میں جھنڈا بلند کئے ہوئے ہے
آنکہ ہستت می نماید ہست پوست	وانکہ فانی می نماید اصل اوست
جو تجھے موجود نظر آتا ہے وہ چھلکا ہے	جو معدوم نظر آتا ہے وہ اصل ہے
دوغ روغن ناگرفت ست وکہن	تانہ بگزینی بنہ خرجش مکن
مسکہ' نہ نکالی ہوئی اور پرانی چھاچھ	جب تک تو نکال نہ لے اس کو رکھ چھوڑ خرچ نہ کر
ہیں بگرداں بدانش دست دست	تانماید انچہ پنہاں کردہ است
خبردار' سمجھداری سے اس کو ہاتھ سے خوب چلا	تاکہ وہ اس کو نمایاں کردے جو اس نے چھپایا ہے
زانکہ ایں فانی دلیل باقی است	لابۂ مستاں دلیل ساقی ست
کیونکہ یہ فانی' باقی کی دلیل ہے	مستوں کی خوشامد ساقی کی دلیل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

روغن اندر دوغ پنہاں میشود	ہر چہ می سازی تو اش آں میشود
مسکا چھاچھ میں چھپ جاتا ہے	تو جو اس کا بنائے گا وہ بن جائے گا

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تیرا جوہر صدق دروغ میں یوں مخفی ہے جس طرح کہ دہی میں گھی مخفی ہوتا ہے۔ دروغ سے ہماری مراد تمہارا تن فانی ہے۔ اور صدق سے مراد جان ربانی یعنی روح جس کو حق سبحانہ نے روحی یا من امر ربی فرمایا ہے یا جو اصالۃً متوجہ الی الحق ہے یہ دوغ تن بر سوں ظاہر رہتا ہے اور روغن جان اس میں بمنزلہ فانی اور لاشئے کے مستور رہتی ہے یعنی احکام جسم غالب اور احکام روح مغلوب رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ حق سبحانہ اپنے رسول کو بھیجتے ہیں جو اس کا مخلص بندہ ہوتا ہے اور جو کہ اس دہی کو بلو سکتا ہے تا کہ وہ اپنی قابلیت اور ہنر سے اسے یہاں تک بلوئے یعنی وعظ و تلقین وغیرہ سے روح کو قوت دے کر غالب اور نفس کو مغلوب کرے کہ آدمی جان لے کہ جو کلمہ ترکلم میں کا مصداق ہے (یعنی روح) وہ ہنوز مخفی تھا اور اب ظاہر ہوا۔ ایک تو یہ صورت تھی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کسی ایسے بندہ کا کلام اس کے دل جو اور قابل استماع للحق کان میں پہنچے جو اس نبی کے ساتھ اس قدر ارتباط رکھتا ہے جیسا کل سے جز ان دونوں صورتوں سے جسم مغلوب ہوتا ہے اور روح غالب۔ اب سنو کہ وہ گوش دل جو کس کا ہے اس کے متعلق حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ وتعیھا اذن و اعیہ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہماری وحی کو اسی شخص کا کان سنتا ہے اور محفوظ رکھتا ہے جو مقدر الایمان ہے۔ پس ایسا کان جیسا کہ حق سبحانہ کے کلام میں مراد ہے۔ داعی الی الحق سے متصل ہوتا اور اس کے کلام کو بسمع قبول سنتا ہے۔ (هذا هو المراد ولا تلتفت الی ماقال المحشون من غیر تدبر فی اسلوب الکلام) آدمی کی ایسی مثال ہے جیسے بچہ کے کان میں ماں کی گفتگو پہنچتی ہے تو وہ گویا ہوتا ہے اور اگر بچہ کے کان سالم عن الافۃ نہیں ہوتے تو وہ ماں کی گفتگو نہیں سنتا اور گونگا ہوتا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر مادر زاد بہرا گونگا ہوتا ہے اور بولتا وہی ہے جو ماں کا کلام سنتا ہے اور جس کے کان کسی آفت سے کسی آفت کے سبب بہرے ہیں اور وہ گونگا ہے اس لئے کہ اس کے کان کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو گیا ہے جس کے سبب وہ کلام اور تعلیم کو قبول نہیں کر سکتا ایسا شخص لامحالہ قابل گویائی نہ ہوگا (وہذا اوجہ بما قال ولی محمد) پس اگر انسان فطرت سلیمہ رکھتا ہے تو وہ اپنے معلموں (انبیاء و اولیا) کی بات سنتا ہے اور اس میں اس تعلیم کا اثر ظاہر ہوتا ہے اور اگر فطرت سلیمہ نہیں رکھتا تو وہ نا قابل تعلیم ہوتا ہے اور اس میں اس تعلیم کا کچھ اثر ظاہر نہیں ہوتا۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ جس طرح بچہ بدوں ماں کی تعلیم کے گویا نہیں ہو سکتا یوں ہی آدمی بدوں ہادی یعنی رسول یا اس کے نائب کے تعلیم کے حق نہیں معلوم کر سکتا۔ پس ہر شخص کو قبول حق کے لئے ایک ہادی کی ضرورت ہے کیونکہ ہر بچہ کو ناطق ہونے کے لئے تعلیم مادر کی ضرورت ہے اور بدوں تعلیم مادر کے جو ناطق ہے وہ یا تو خدا ہے کیونکہ اس کی صفات ذاتی ہیں اور کسی علت کی معلول نہیں ہیں یا آدم علیہ السلام ہیں جن کے معلم بلا توسط مادر و دایہ خود حق سبحانہ ہیں یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں جو کہ حق سبحانہ کی تعلیم سے پیدا ہوتے ہی بولنے لگے تھے۔ جس سے ان کی پیدائش کے متعلق تہمت کا دفع کرنا اور یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ یہ زنا سے پیدا نہیں ہوئے۔ علیٰ ہذا سب کو تعلیم ہادی کی ضرورت ہے اور جو تعلیم سے منزہ ہے وہ حق سبحانہ ہے یا اس کے برگزیدہ انبیاء جن کو وہ جو بلا توسط انبیاء تعلیم دیتا ہے خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ تمہارا تن دہی ہے اور روح روغن اور یہ روغن اس دہی میں مخفی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی غلبۂ آثار جسم سے آثار روح مغلوب ہو گئے ہیں پس تم کو چاہئے کہ اس روغن کو دہی سے جدا کرنے کی کوشش کرو۔ کیونکہ اس دہی کے روغن چھوڑنے کے لئے اور جسم پر روح کے غلبہ کے واسطے مجاہدات میں بہت بڑی سعی کی ضرورت ہے۔ دیکھو تم دھوکہ نہ کھانا اور یہ نہ سمجھنا کہ روح کوئی چیز نہیں فقط جسم ہی جسم ہے۔ اس لئے کہ دہی میں گھی معدوم ہی معلوم ہوتا اور وجود دہی کا ظاہر ہوتا ہے لیکن وہ واقع میں معدوم نہیں ہوتا بلکہ جو تم کو موجود معلوم ہوتا ہے یعنی دہی وہ پوست ہے اور جو معدوم معلوم ہوتا ہے اصل وہی ہے۔ پس یہی حالت روح اور جسم کی ہے دیکھو ہم تمہیں متنبہ کرتے ہیں کہ اس دہی (جسم) میں روغن (روح) موجود ہے اور اس سے نکالا نہیں گیا۔ پس جب تک تم اس میں سے روغن نہ نکال لو اسے رکھے رکھو اور خرچ مت کرو۔ یعنی جب تک روح کو غالب نہ کر لو۔ اس وقت تک نہ مرو لیکن نہ مرنا تو اختیار میں نہیں اور موت کا کوئی وقت معین نہیں تو تم حتی الامکان اس کو غالب کرنے کی کوشش کرو اور اس سے غافل نہ ہو۔ بلکہ اسے مجاہدات و ریاضات سے خوب ہوشیاری سے بلوؤ تا کہ یہ دہی جو جوہر اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے اسے ظاہر کر دے کیونکہ اس میں یہ روغن موجود ہے مگر مخفی ہے۔ یہ دوغ فانی جسم اس روغن باقی روح کا پتہ دیتی ہے۔ جس طرح مستوں کی التجائیں ساقی کا پتہ دیتی ہیں۔ (اور وجہ دلالت یہ ہے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حالت زندگی میں ان اجسام سے وہ آثار صادر ہوتے ہیں جو انسانوں کے علاوہ اور موجودات سے صادر نہیں ہوتے اور یہ آثار مرنے کے بعد صادر نہیں ہوتے حالانکہ جسم موجود ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ جسم کے علاوہ کوئی اور شے ہے جو ان آثار کا منشا اور وہ روح انسانی ہے۔ وھذا وجه بماقال بحر العلوم وولی محمدؒ فانه یدل علی مطلق الروح الاالروح لانسانی) اور اس روح میں استعداد کمال بوجہ اتم موجود ہے جیسے گھی دہی میں مخفی ہوتا ہے اور تم اس کو جو غذا بنانا چاہو بن سکتا ہے۔

فائدہ:۔ روغن اندر دوغ الخ کو بعض محشین نے ملحقات سے لکھا ہے اور میرا ذوق بھی یہی کہتا ہے کہ یہ ملحق ہے واللہ اعلم۔

مثال دیگر ہمدریں معنیٰ

دوسری مثال اسی معنیٰ میں

ہست بازیہای آں شیر علم	مخبرے از باد ہای مکتتم
جھنڈے کے شیر کے کھیل کود	چھپی ہوئی ہواؤں کی خبر دینے والے ہیں
گر نبودے جنبش آں بادہا	شیر مردہ کے بجستے در ہوا
اگر ان ہواؤں کی حرکت نہ ہوتی	بے جان شیر ہوا میں کب کودتا ؟
زاں شناسی باد را کہ آں صباست	یاد بورست ایں بیان آں خفاست
اس سے تو ہوا کو پہچان لیتا ہے کہ وہ پروا ہے	یا پچھوا ہے ' یہ اس پوشیدہ کا اظہار ہے
ایں بدن مانند آں شیر علم	فکر می جنباند او را دمبدم
یہ بدن جھنڈے کے شیر کی طرح ہے	فکر اس کو لمحہ بہ لمحہ حرکت دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فکرکاں از مشرق آمد آں صباست	وانکہ از مغرب دبور باد باست
جو فکر مشرق کی جانب سے آئے وہ پروا ہے	اور جو مغرب کی جانب سے وہ بھاری بھری پچھوا ہے
مشرق ایں باد فکرت دیگرست	مغرب ایں باد فکرت زاں سرست
تیرے فکر کی اس ہوا کی مشرق دوسری ہے	تیرے اس فکر کی ہوا کی مغرب اس جانب ہے
خور جمادست و بود شرقش جماد	جان جان جاں بود شرقش فواد
سورج جماد ہے اس کی مشرق جماد ہے	جان کی جان کی جان کا مشرق دل ہے
شرق خورشیدے کہ شد باطن فروز	قشر و عکس آں بود خورشید روز
اس سورج کی مشرق جو دل کو روشن کرنے والا ہے	دن کا سورج اس کا چھلکا اور عکس ہے
زانکہ چوں مردہ بود تن بے لہب	پیش او نے روز بنماید نہ شب
اس لئے کہ جب بے نور جسم مردہ ہو جاتا ہے	اس کے سامنے نہ دن رونما ہوتا ہے نہ رات
ورنہ باشد آں چو باشد ایں تمام	بے شب و بے روز دارد انتظام
اگر وہ نہ رہے اور یہ مکمل ہو	تو بغیر شب و روز وہ منتظم رہے گا
ہمچنانکہ چشم می بیند بخواب	بے مہ و خورشید و ماہ و آفتاب
جیسا کہ نیند میں آنکھ دیکھتی ہے	چاند اور سورج کے بغیر چاند اور سورج کو
نوم ما چوں شد اخ الموت اے فلاں	زیں برادر آں برادر را بداں
اے فلاں! جبکہ ہماری نیند موت کی بہن ہے	اس بھائی کو اس بھائی سے سمجھ لے
ور بگویندت کہ ہست آں فرع ایں	مشنو آں را اے مقلد بے یقیں
اگر وہ تجھ سے کہیں کہ وہ اس کی فرع ہے	اے بے یقین مقلد اس کو نہ سن
می بہ بیند خواب جانت وصف حال	کہ بہ بیداری نہ بینی بیست سال
تیری روح نیند میں اس حالت کے اوصاف دیکھتی ہے	کہ تو بیداری میں بیس سال بھی نہیں دیکھ سکتا
در پئے تعبیر آں تو عمرہا	میدوی سوی شہان بادہا
تو اس کی تعبیر کے لئے سالوں	عقلمند شاہوں کے پاس دوڑتا (پھرتا) ہے
کہ بگو آں خواب را تعبیر چیست	فرع گفتن اینچنیں سر راسگی ست
کہ بتایئے اس خواب کی کیا تعبیر ہے؟	اس طرح کے راز کو فرع کہنا کتا پن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خواب عام ست این وخود خواب خواص	باشد اصل اجتبا و اختصاص
یہ عوام کا خواب ہے اور خود خواص کا خواب	برگزیدگی اور خصوصیت کی اصل ہے
پیل باید تا چو خسپد اوستاں	خواب بیند خطۂ ہندوستاں
ہاتھی ہونا چاہیے تاکہ جب وہ چت سوئے	ہندوستان کے خطہ کو خواب میں دیکھے
خر نہ بیند ہیچ ہندوستاں بخواب	خر ز ہندوستاں نکردہ است اغتراب
گدھا خواب میں بھی ہندوستان کو نہیں دیکھتا ہے	گدھے نے ہندوستان سے سفر نہیں کیا ہے
جان ہمچو پیل باید نیک و زفت	تا بخواب او ہند تاند رفت تفت
روح ہاتھی جیسی اچھی اور بھاری چاہیے	تاکہ وہ خواب میں تیزی سے ہندوستان جا سکے
ذکر ہندستاں کند پیل از طلب	پس مصور گردد آں ذکرش بشب
ہاتھی طلب میں ہندوستان کی یاد کرتا ہے	تو اس کی یاد شب میں مصور ہو جاتی ہے
اذکروا اللہ کار ہر اوباش نیست	ارجعی بر پای ہر قلاش نیست
"اللہ کی یاد کرو" ہر آوارہ کا کام نہیں ہے	"تو لوٹ جا" ہر مفلس کے پاؤں کے لئے نہیں ہے
لیک تو آیس مشو ہم پیل باش	ورنہ پیلی درپئے تبدیل باش
لیکن تو مایوس نہ ہو، ہاتھی بن	اگر تو ہاتھی نہیں ہے، تبدیل کے درپے ہو
کیمیا سازان گردوں را بہ بیں	بشنو از مینا گراں ہر دم طنیں
آسمان کے کیمیا گروں کو دیکھ	ہر وقت صناعوں کی آواز سن
نقشبند انند در جو فلک	کارساز انند بہر لی ولک
آسمان کی فضا میں نقاش موجود ہیں	وہ میرے اور تیرے لئے کاریگری کر رہے ہیں
گر نہ بینی خلق مشکیں جیب را	بنگر اے شب کور ایں آسیب را
اگر تو مشکیں گریبان والوں کو نہیں دیکھتا ہے	تو اے رات کے اندھے اس اثر کو دیکھ لے
ہر دم آسیب ست بر ادراک تو	نبت نو نو رستہ بیں از خاک تو
تیرے احساس پر ہر وقت اثر ہے	مٹی میں سے نئی گھاس کو اگا ہوا دیکھ لے
زیں بدا ابراہیم ادہمؒ دید خواب	بسط ہندوستان دل را بے حجاب
یہی ہوا (حضرت) ابراہیم ادہمؒ نے خواب دیکھا	دل کے ہندوستان کی وسعت کا بغیر حجاب کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لاجرم زنجیر ہا رابر درید	مملکت برہم زد و شدناپدید
لامحالہ انہوں نے زنجیریں توڑ دیں	سلطنت کو چھوڑا اور گم ہو گئے
آں نشان دید ہندوستاں بود	کہ جہد از خواب و دیوانہ شود
یہ ہندوستان کے دیکھنے کی علامت ہوتی ہے	کہ وہ نیند سے اٹھے اور دیوانہ بن جائے
می فشاند خاک برتدبیر ہا	می دراند حلقہ و زنجیرہا
تدبیروں پر خاک ڈال دیتا ہے	حلقے اور زنجیریں توڑ ڈالتا ہے
ترک گیرد ملک دنیا سربسر	جملگی برہم زند بے درد سر
دنیا کی سلطنت بالکل چھوڑ دیتا ہے	بغیر درد سر کے سب کو برباد کر دیتا ہے
آنچناں کہ گفت پیغمبرؐ زنور	کہ نشانش آں بود اندر صدور
جیسا کہ پیغمبرؐ نے نور کے بارے میں فرمایا ہے	کہ سینوں میں اس کی علامت یہ ہوتی ہے
کہ تجافی جوید از دارالغرور	ہم انابت آرد از دارالسرور
کہ وہ دنیا سے دور ہی چاہتا ہے	آخرت کی طرف رجوع بھی کرتا ہے
بہر شرح ایں حدیث مصطفیؐ	داستانے بشنو اے یار صفا
آنحضورؐ کی اس حدیث کی تشریح میں	اے مخلص یار! ایک قصہ سن لے

اب ہم دلالت جسم بروجود روح کو تمہیں دوسری مثال سے سمجھاتے ہیں دیکھو شیر علم (جو کہ فقرا کے جھنڈوں پر بنا ہوتا ہے) اس کی حرکات ہوائے غیر محسوس کا پتہ دیتی ہیں۔ کیونکہ اگر ہوا کی حرکت نہ ہوتی تو بے جان شیر ہوا میں کیسے اچھلتا۔ پس اس سے تم ہوا کا وجود بھی جان لیتے ہو اور یہ بھی جان لیتے ہو کہ وہ ہوا پروا ہے یا پچھوا۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ یہ بدن بمنزلہ شیر علم کے ہے اور افکار مختصرہ بانسان اسے دمبدم حرکت دیتے ہیں پس اس کی حرکت دلیل وجود افکار ہوئی اور افکار دلیل روح انسانی ہوئی۔ کیونکہ مبدا ان کا روح ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جو فکر مشرق سے آتا ہے وہ صبا ہے اور جو مغرب سے آتا ہے وہ مہلک دبور ہے۔ جبکہ ہم نے افکار کے لئے مشرق و مغرب ثابت کی تو اب یہ بھی بتلا دینا ضرور ہے کہ اس ہوائے فکر کی مشرق وہ نہیں ہیں جو آفتاب حسی کی ہیں۔ بلکہ ان کی مشرق و مغرب عالم غیب سے تعلق رکھتی ہیں۔ (کیونکہ صبا کی مشرق قلب سلیم ہے اور دبور کی مغرب قلب سقیم۔ یا یوں کہو کہ مشرق سعادت ہے اور مغرب شقاوت یا یوں کہو کہ مشرق وحی ہے اور مغرب نفس و جسم۔ وھو ضیف بل باطل لانہ قال رضی اللہ عنہ "مغرب ایں باد فکرت زاں سرست" مجھے مشرق و مغرب باد فکر کی تعیین میں شرح صدر نہیں ہوا) جبکہ سلسلۂ گفتگو بیان مشرق و مغرب خیالات تک پہنچا تو اب مولانا

www.besturdubooks.wordpress.com

روح کی مشرق بیان فرماتے ہیں جو کہ مبدأ خیالات ہے اور فرماتے ہیں کہ آفتاب حسی کی مشرق تو جماد ہے۔ مگر روح جو کہ نہایت ہی عزیز ہے اس کی مشرق قلب ہے کیونکہ اس کا نور قلب میں ظاہر ہوتا ہے اور اس آفتاب باطن افروز یعنی روح کی تو شان نہایت ارفع ہے جو اس کی مشرق ہے یعنی قلب اس کا یہ آفتاب حسی عکس اور پوست ہے۔

فائدہ۔ شرق خورشیدے کہ الخ کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ شرق الخ مبتدا ہو اور قشر الخ خبر اور ضمیر آں کا مرجع ہو شرق کی طرف جو شرق خورشیدے کی الی آخر البیت خبر مبتدا محذوف ہو اور تقدیر فواد شرق خورشیدے کہ الخ کی ترکیب میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ کہ شرق الخ مبتدا ہو اور قشر الخ خبر اور ضمیر آں کا مرجع ہو شرق کی طرف یا شرق خورشیدے کی الی آخر البیت خبر مبتدا محذوف ہو اور تقدیر فواد شرق خورشیدے است کہ الخ یا بدل ہو۔ شرق یا فواد سے جو کہ بیت سابق میں واقع ہے ان تمام صورتوں میں قشر الخ صفت ثانیہ ہوگی خورشید کی وھذا التوجیہ الصق بالسیاق) مضمون سابق سے تفوق روح بر خورشید حسی مفہوم ہوا۔ سو وجہ اس کی یہ ہے کہ جب یہ جسم بے نور مردہ ہو جاتا ہے تو اس کو نہ رات معلوم ہوتی ہے نہ دن۔ اس لئے اس کے حق میں ان کا وجود و عدم برابر ہوتا ہے۔ کیونکہ آفتاب و ماہتاب کا وجود اس حالت میں اس کے لئے کچھ مفید نہیں ہوتا۔ لیکن اگر آفتاب حسی نہ ہو اور خورشید باطن یعنی روح اپنے کمال نور کے ساتھ طالع ہو تو بدوں چاند سورج کے اس کے افعال منتظم ہوں گے۔ مثلاً خواب میں روح دیکھتی ہے حالانکہ وہاں سورج اور چاند کو کچھ دخل نہیں ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ روح بدوں چاند اور سورج کے مفید ہے اور چاند اور سورج بدوں روح کے غیر مفید۔ پس تفوق ظاہر ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ مشہور ہے النوم اخ الموت ۔ پس نیند کا حال تمہیں معلوم ہے کہ اس میں روح بدون آفتاب و ماہتاب حسی کے کام کرتی ہے۔ اسی سے تم سمجھ سکتے ہو کہ مرنے کے بعد بھی ان کے بدوں کام کرے گی۔ اس کے بعد مولانا ایک اشکال کو دفع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اگر لوگ تمہیں دھوکہ دیں اور کہیں کہ خواب میں اشیاء کو دیکھنا فرع ہے بیداری میں دیکھنے کی یعنی جو صورتیں بیداری میں معلوم ہوتی ہیں وہی خواب میں دکھائی دیتی ہیں۔ پس روح کا بدوں آفتاب و ماہتاب کے کام کرنا ثابت نہ ہوا تو تم ان کی اس تلبیس کو نہ سننا۔ کیونکہ خواب میں تم ان اشیاء کا بھی مشاہدہ کرتے ہو جن کو بیس برس کوشش کر کے بھی نہیں دیکھ سکتے اور ان کی غرابت کی وجہ سے تم اہل علم و کمال کے پاس برسوں دوڑتے ہو اور کہتے ہو کہ حضرت اس کی تعبیر بتلا دیجئے یہ تو نہایت ہی عجیب خواب ہے پس اس کو بیداری کے مشاہدہ کی فرع کہنا محض بکواس ہے یہ تو عوام کے خواب کی حالت ہے۔ رہا خواص کا خواب اس کا تو کہنا ہی کیا ہے وہ تو سراسر برگزیدگی اور اختصاص و تقرب حق ہوتا ہے اور اس میں اس کو وہ مخزونات اسرار معلوم ہوتے ہیں جن کا بیان نہیں ہو سکتا چونکہ اوپر خواص کے خواب کا ذکر آیا تھا اس لئے فرماتے ہیں کہ خوابہائے عالیہ دیکھنا اور عالم غیب و اسرار غیب کا مشاہدہ کرنا ہر شخص کا کام نہیں۔ بلکہ اس کے لئے پیل خصلت شخص ہونے کی ضرورت ہے اور ہاتھی ہونا چاہئے تاکہ جب وہ چت سوئے تو اسے خواب میں ہندوستان دکھلائی دے کیونکہ گدھا خواب میں ہندوستان نہیں دیکھتا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ ہندوستان سے غائب ہی نہیں ہوتا جو اسے ہندوستان یاد آئے اور اسے اس کا شوق ہو اور اس کی صورت اس کے ذہن میں اس طرح مرتسم ہو کہ سوتے میں وہ اسے دکھائی دے۔ یعنی عالم غیب کے مشاہدہ کے لئے ضرورت ہے اس کی کہ ہاتھی خصلت روح ہو۔ جو بیداری میں اپنے وطن اصلی یعنی عالم غیب کا دھیان رکھتی ہوتا کہ خواب میں اس پر عالم غیب منکشف ہو اور وہ اس کے اسرار کا مشاہدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے۔ ورنہ جو روح خر خصلت ہے اور عالم غیب کو یاد ہی نہیں کرتی وہ اس کا مشاہدہ نہیں کر سکتی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو روح کا پیل خصلت بن جانا کوئی آسان کام نہیں کیونکہ ذکر الٰہی اور رجوع الی الحق جس سے روح پیل خصلت بن سکتی ہے ہر آوارہ اور شہدہ کا کام نہیں ہے۔ لیکن تم نا امید نہ ہو اور ہاتھی بنو اور اگر خود ہاتھی نہ ہو سکو نہ سہی تم اپنے کو بدلنے کی کوشش کرتے رہو جو لوگ قلب ماہیت روح میں جس کو کیمیائے سعادی کہنا چاہئے مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ تم ان کو دیکھو اور ان صناعوں کی آواز سنو۔ کیونکہ یہ نقاش جوف آسمان میں موجود ہیں۔ اور ہمارے تمہارے کارساز ہیں۔ یہ لوگ تمہاری قلب ماہیت کر کے تم کو ہاتھی یعنی پیل خصلت شخص بنا دیں گے لیکن اگر تم ان مشکیں جیب مخلوق (اہل اللہ) کو نہیں دیکھ سکتے تو ان کے اس تصرف کو دیکھو کہ ان کی صحبت میں تمہارے ادراک پر ہر دم ایک نیا اثر ہوتا ہے اور تمہارے خیالات میں انقلاب عظیم واقع ہوتا ہے کہ تمہارے اندر نئے نئے دینی خیالات پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ اذا رؤوا ذکر اللہ ان کی شان ہوتی ہے۔ پس تم اس ذریعہ سے ان کو پہچانو۔ خیر تو اور تم کو معلوم ہوا ہے کہ روح کو ہاتھی بنانے والا ذکر اللہ ہے اب سمجھو کہ اسی ذکر اللہ کے سبب ابراہیم بن ادہم ہاتھی بنے اور خواب میں انہوں نے فراخی دل کے ہندوستان یعنی عالم غیب کی فراخی و وسعت کو بے حجاب دیکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زنجیروں کو توڑ ڈالا اور سلطنت کو تلپٹ کر کے غائب ہو گئے اس سے تم سمجھو کہ ہندوستان یعنی عالم غیب کے دیکھنے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر دیوانہ ہو جاتا ہے اور تدابیر محضہ پر خاک ڈال کر توکل و تفویض جائز اختیار کرتا ہے اور سلاسل تعلقات دنیویہ کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیتا ہے اور اگر تمام دنیا کا بادشاہ بھی ہوتا ہے تو اس پر بھی لات مارتا ہے۔ اور بے زحمت سب کو تلپٹ کر دیتا ہے اس کی حالت ویسی ہی ہوتی ہے جیسی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نور کی حالت بیان فرمائی ہے کہ اس کی نشانی سینوں کے اندر یہ ہوتی ہے کہ دنیا سے بعد چاہتا ہے اور عالم بقا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اچھا اس حدیث کی تشریح کے لئے ایک قصہ سنو۔

حکایت آں بادشاہ زادہ کہ بادشاہی حقیقی بوے رو نمود و یوم یفر المرء من اخیہ وامہ وابیہ نقد وقت او شدہ بادشاہی ایں خاک تودہ کہ کودک طبعاں قلعہ گیری نام کنند آں کودکے کہ خیرہ آید بر سر خاک تودہ بر آید ولاف زند کہ قلعہ مراست کودکان دیگر بروے رشک برند کہ التراب ربیع الصبیان آں بادشاہزادہ چوں از قید رنگہا برست گفت من ایں خاکہای رنگیں راہماں تودۂ خاک دوں میگویم وزر و اطلس و اکسوں نمیگویم من از یں اکسون رہزن رستم و بیک سو جستم و آتیناہ الحکم صبیا ارشاد حق را مرور سالہا حاجت نیست در قدرت کن فیکون کس سخن قابلیت نگوید

اس شہزادے کی حکایت جس کو حقیقی بادشاہی نظر آ گئی "اور جس دن انسان بھاگے گا اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے" اس کے سامنے آ گیا اس خاک کے ڈھیر کی بادشاہی جس کو بچوں کی سی طبیعت والے قلعہ فتح کرنا کہتے ہیں وہ بچہ جو غالب آ جائے مٹی کے ڈھیر پر چڑھتا ہے اور شیخی بگھارتا ہے کہ قلعہ میرا ہے دوسرے بچے اس پر رشک کرتے ہیں کیونکہ مٹی بچوں کا موسم بہار ہے وہ شہزادہ جب رنگوں کی قید سے چھوٹ گیا تو اس نے کہا کہ میں اس رنگ برنگ خاک کو وہی بے غنیمت مٹی کا ڈھیر کہتا ہوں'

اور سونا اور اطلس اور اکسوں نہیں کہتا ہوں میں اس راہزن اکسوں سے نجات پا گیا اور ایک دم کود گیا اور ہم نے اسکو بچپن میں حکم عنایت کر دیا اللہ کی رہنمائی کیلئے سالوں کی ضرورت نہیں "ہو جا بس ہو گیا" والی قدرت میں کوئی شخص قابلیت کی بات نہیں کرتا ہے۔

بادشاہے داشت یک زیبا پسر	ظاہر و باطن مزین از ہنر
ایک بادشاہ کے ایک حسین لڑکا تھا	جس کا ظاہر اور باطن ہنر سے آراستہ تھا
خواب دید او کاں پسر ناگاہ بمرد	صافی عالم برآں شہ گشت درد
اس نے خواب دیکھا کہ اس کا لڑکا اچانک مر گیا ہے	اس بادشاہ پر صاف دنیا مکدر ہو گئی
خشک شد از تاب آتش مشک او	کہ نماند از تف آتش اشک او
آگ کی گرمی سے اس کی مشک (آنکھ) خشک ہو گئی	آگ کی سوزش سے اس کے آنسو نہ رہے
آنچناں پر شد ز دود درد شاہ	کہ نمی یابید در وے راہ آہ
بادشاہ درد کے دھوئیں سے ایسا پر ہو گیا	کہ اس میں آہ کو راستہ نہ ملتا تھا
خواست مردن قالبش بیکار شد	عمر مانده بود شہ بیدار شد
وہ مرنے لگا اس کا جسم بیکار ہو گیا	کچھ عمر باقی رہ گئی تھی شاہ بیدار ہو گیا
شادیے آمد ز بیداریش پیش	کو ندیده بود اندر عمر خویش
بیداری سے اس میں ایسی خوشی پیدا ہوئی	کہ اس نے عمر بھر نہ دیکھی تھی
کہ ز شادی خواست ہم فانی شدن	پس مطوق آمد ایں جاں بابدن
وہ خوشی سے مرنے کو تھا	(لیکن) یہ جان بدن سے لپٹی رہی
از دم غم می بمیرد ایں چراغ	وز دم شادی بمیرد اینت لاغ
یہ چراغ، غم کی پھونک سے بجھ جاتا ہے	اور خوشی کی پھونک سے (بھی) بجھتا ہی یہ کھیل ہے
درمیان ایں دو مرگ او زنده است	ایں مطوق شکل جای خنده است
وہ ان دو موتوں کے درمیان زندہ ہے	یہ طوق بنی ہوئی شکل ہنسنے کا مقام ہے
شاہ با خود گفت شادی را سبب	آنچناں غم بود از تسبیب رب
بادشاہ نے سوچا خوشی کا سبب	ایسا غم اللہ (تعالیٰ) کے سبب بنانے سے تھا
ایں عجب یک جزو از یک روی مرگ	واں ز یک روی دگر احیا و برگ
یہ تعجب ہے ایک جز ایک حیثیت سے موت ہے	وہی دوسری حیثیت سے زندہ کرنا اور سرسبزی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں یکے نسبت بداں حالت ہلاک — باز ہم از سوی دیگر امتساک

ایک کی نسبت سے وہ ہلاکت ہے — پھر دوسرے کی نسبت سے زندگی ہے

شادی تن سوی دنیاوی کمال — سوی روز عاقبت نقص و زوال

جسم کی خوشی دنیاوی اعتبار سے کمال ہے — آخرت کے دن کے اعتبار سے نقص اور زوال ہے

خندہ را در خواب ہم تعبیر داں — گریہ گوید با دریغ و اندہاں

خواب میں ہنسی کی تعبیر سمجھ لے — افسوس اور غم کے ساتھ رونا کہتا ہے

گریہ را در خواب شادی و فرح — ہست در تعبیر اے صاحب مرح

خواب میں رونے کی، خوشی اور مسرت — تعبیر ہے اے خوشی والے!

شاہ اندیشید کایں غم خود گذشت — لیک جاں از جنس ایں بدظن بگشت

شاہ نے سوچا کہ یہ غم گزر گیا — لیکن اس جیسی چیز سے جان بدگمان ہوگئی ہے

ور رسد خارے چنیں اندر قدم — گر رود گل، یادگارے بایدم

اور اگر ایسا کانٹا پاؤں میں چبھے — اگر پھول جاتا رہے، میرے لئے کوئی یادگار چاہیے

چشم زخمے زیں مبادا کہ شود — یادگارے بایدم گر او رود

خدا کرے اس قسم کا کوئی صدمہ نہ پہنچے — اگر وہ مر جائے تو میرے لئے کوئی یادگار چاہیے

چوں فنا راشد سبب بے منتہا — پس کدامیں راہ را بندیم ما

جبکہ موت کے بے انتہا سبب ہیں — تو ہم کونسے راستہ کو بند کریں گے؟

صد دریچہ و در سوی مرگ لدیغ — می کند اندر کشادن ژیغ ژیغ

ڈسنے والی موت کے لئے سیکڑوں کھڑکیاں اور در ہیں — جو کھولنے میں چوں چوں کرتے ہیں

ژیغ ژیغ تلخ آں درہای مرگ — نشنود گوش حریص از حرص برگ

موت کے دروازوں کی کڑوی چوں چوں — ساز و سامان کے لالچ کی وجہ سے لالچی کا کان نہیں سنتا ہے

از سوی تن دردہا بانگ درست — وز سوی خصماں جفا بانگ درست

جسم کی جانب سے درد، دروازے کی آواز ہیں — مخالفوں کی جانب سے، ظلم دروازے کی آواز ہے

ہیں برو برخواں کتاب طب را — تا شمار ریگ بینی رنجہا

خبردار! جا طب کی کتاب پڑھ — تاکہ تو ریت کی شمار کے امراض دیکھے

www.besturdubooks.wordpress.com

اے پسر برخواں دمے فہرست طب	نار علتہا نظر کن ملتہب
اے بیٹا! تھوڑی دیر کے لئے طب کی فہرست پڑھ لے	بیماریوں کی آگ کو شعلہ زن دیکھ
زاں ہمہ برمن دریں خانہ رہ است	ہر دو گامے پرزگژدمہا چہ است
اس گھر میں ان سب کا میری جانب راستہ ہے	ہر دو قدم پر بچھوؤں سے بھرا ہوا کنواں ہے
باد تندست و چراغم ابترے	زو بگیرانم چراغ دیگرے
ہوا تیز ہے اور میرا چراغ ناقص ہے	میں اس سے ایک دوسرا چراغ حاصل کر لوں
تا بود کز ہر دو یک وافی شود	گر بباد آں یک چراغ از جا رود
تاکہ دونوں میں سے ایک باقی رہے	اگر ہوا سے ایک چراغ بجھ جائے
ہمچو عارف کز تن ناقص چراغ	شمع دل افروخت از بہر فراغ
جیسا کہ عارف (باللہ) نے جسم کے ناقص چراغ سے	فراغت کے لئے دل کی شمع روشن کر لی ہے
تاکہ روزے کایں بمیرد ناگہاں	پیش چشم خود نہد او شمع جاں
تاکہ اگر یہ کسی دن اچانک مر جائے	وہ اپنے سامنے روح کی شمع رکھ لے
او نگرد ایں فہم پس داد از غرر	شمع فانی را بفانی دگر
وہ یہ نہ سمجھا اس نے دھوکے سے دیدیا	فنا ہونے والی شمع کو دوسری فنا ہونے والی کے بدلے میں
چارہ اندیشید لیکن چارہ نے	گفت باخود نیست بیروں رفتنے
اس نے تدبیر سوچی لیکن تدبیر نہیں ہے	خودی والے کی گفتگو باہر نکلنے کی نہیں ہے

ایک بادشاہ کے ایک نہایت حسین لڑکا تھا جس کا ظاہر و باطن کمال سے لبریز تھا۔ ایک روز اس بادشاہ نے خواب دیکھا کہ شہزادہ دفعۃً مر گیا۔ یہ دیکھ کر یہ صاف عالم اس کی نظر میں مکدر ہو گیا۔ اور آتش غم کی گرمی سے اس کی آنکھیں خشک ہو گئیں۔ یعنی اس گرمی کے سبب اس کی آنکھوں میں سے آنسو خشک ہو گئے اور یہ حالت ہو گئی کہ وہ رونا چاہتا تھا مگر آنسو نہ نکلتے تھے اور درد و غم سے وہ بادشاہ یوں پر ہو گیا کہ آہ کے نکلنے کو راستہ نہ رہا اس کا جسم معطل ہو گیا اور وہ مرنے کو ہو گیا۔ لیکن ابھی عمر باقی تھی اس لئے آنکھ کھل گئی جب وہ بیدار ہوا اور اپنے بچہ کو صحیح و سالم دیکھا تو اسے اتنی خوشی ہوئی کہ عمر بھر میں کبھی نہ ہوئی تھی۔ یعنی مارے خوشی کے مرنے کو ہو گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ جسم تو روح کے لئے طوق یعنی وبال جان ہو گیا کہ اس بے چاری کو کسی حالت میں بھی چین نہیں کیونکہ یہ چراغ خوشی کی پھونک سے بھی گل ہو جاتا ہے اور رنج کی پھونک سے بھی یہ عجیب دل لگی ہے اور دونوں میں گھر کر زندہ ہے اس گھیرے دار شکل پر اور بھی ہنسی آتی ہے خیر یہ تو ہو چکا اب سنو کہ بادشاہ نے اپنے دل میں کہا کہ حق سبحانہ کی بھی عجیب قدرت ہے کہ اس نے غم کو جو موت کے سبب خواب میں ہوا تھا اس خوشی کا سبب بنا دیا جو

www.besturdubooks.wordpress.com

بیداری کے بعد ہوئی اور وہ اس کا سبب ہو گیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ ایک ہی شئے ایک جہت سے موجب فنا ہے اور دوسری جہت سے موجب زندگی کیونکہ وہ غم خواب حالاً موجب موت تھا اور مآلاً سبب حیات ہو گیا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہی حالت فرحت نفسانی کی ہے کہ دنیاوی لحاظ سے موجب کمال ہے اور آخرت کے اعتبار سے موجب نقصان و زوال۔ اور یہ کچھ بعید نہیں کہ دنیا خواب ہے۔ اور خواب کی الٹی کی تعبیر معبرین نہایت رنج اور افسوس کے ساتھ رونا دیتے ہیں اور اس کے برعکس غم نفسانی کی یہ حالت ہے کہ وہ دنیاوی لحاظ سے نقصان ہوتا ہے اور اخروی اعتبار سے کمال۔ چنانچہ معبرین گریہ خواب کی تعبیر خوشی دیتے ہیں۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ بادشاہ نے سوچا کہ یہ واقعہ تو ہو چکا۔ لیکن اس واقعہ سے میرا دل بدظن ہو گیا اور خیال ہوتا ہے کہ اگر ایسا کانٹا کبھی پاؤں میں چبھ جائے اور میرا پھول ضائع ہو جاوے تو کیا بعید ہے اس لئے مجھے کوئی یادگار ضرور چاہئے۔ خدا نہ کرے کہ میری آنکھ اس خار سے زخمی ہو گر یادگار کوئی حاصل ضرور کر لینی چاہئے۔ کیونکہ موت کے اسباب تو بے حد ہیں پھر ہم کس کس راستہ کو بند کریں گے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ڈنک مارنے والی موت کے سینکڑوں دروازے اور کھڑکیاں ہیں جو کہ کھولنے میں چوں چوں بولتی ہیں لیکن جو لوگ حریص ساز و سامان دنیا ہیں وہ اپنے حرص کی وجہ سے اس چوں چوں کو سن نہیں سکتے۔ تم جانتے ہو کہ وہ چوں چوں کیا ہے۔ جہت جسم سے تو تکالیف جسمانیہ وہ چوں چوں ہیں اور دشمنوں کی جانب سے ظلم چوں چوں ہے۔ اب اگر تمہیں جسمانی چوں چوں کی مقدار دیکھنی ہو تو جا کر کتب طبیہ کو پڑھو۔ اس سے تم کو اتنی بیماریاں معلوم ہوں گی جتنے ریت کے ذرے (مراد محض کثرت ہے) دیکھو تم کتب طبیہ میں بیماریوں کی فہرست پڑھو اور دیکھو کتنی بیماریوں کی آگ مشتعل ہے اور یاد رکھو کہ ان تمام امراض سے موت کے لئے آدمی تک پہنچنے کا خانہ تن میں راستہ ہے اور ہر دو قدم پر بچھوؤں سے لباب کنواں ہے۔ یہاں تک اس مضمون کو ختم کر کے پھر مقولہ شاہ کی طرف عود کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بادشاہ نے کہا کہ آندھی تیز ہے یعنی حوادث بکثرت ہیں اور میرا چراغ (بیٹا) ہنوز منقطع النسل ہے اس لئے چاہئے کہ میں اس سے ایک اور چراغ روشن کر لوں۔ تا کہ اگر صرصر حوادث سے یہ چراغ گل ہو جاوے تو دونوں چراغوں میں سے ایک چراغ کافی ہو۔ اس بادشاہ کی یہ تدبیر ایسی ہی تھی جیسے عارف کی کہ اپنے تن ناقص اور فانی چراغ سے اپنی طمانیت اور دلجمعی کے لئے شمع دل روشن کر لیتا ہے تا کہ اگر یہ اچانک مر جاوے تو وہ شمع جان اپنے سامنے رکھ لے۔ لیکن اس نے یہ نکتہ نہیں سمجھا اور ایک فانی کو دوسرے فانی کے معاوضہ میں بیچ ڈالا اور بیٹے کے بدلہ میں پوتے کے رکھنے کی تدبیر جو کہ خود بھی فانی ہے اس لئے اس نے تدبیر تو سوچی لیکن جو تدبیر اس نے سوچی وہ تدبیر نہ تھی اور ہوتی کیونکر اس لئے کہ وہ خودی میں مبتلا تھا اور جو خودی میں مبتلا ہو اس کا یہاں پیچ سے نکلنے کا ذریعہ نہیں ہو سکتا۔

عروس خواستن بادشاہ از بہر پسر از خوف انقطاع نسل

نسل کے منقطع ہونے کے ڈر سے بادشاہ کا اپنے لڑکے کے لئے دلہن کا چاہنا

پس عروسے خواست باید بہر او	تا بماند زیں تزوج نسل او
اس کے لئے ایک دلہن تلاش کرنی چاہئے	تاکہ اس نکاح سے اس کی نسل باقی رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر رود سوی فنا ایں باز باز	فرخ او گردد زبعد باز باز
اگر یہ باز فنا کی جانب چلا جائے پھر	اس کا بچہ باز کے بعد باز بن جائے
صورت ایں باز گر زینجا رود	معنی او در ولد باقی بود
اس باز کی صورت اگر اس جگہ سے چلی جائے	اس کی معنویت بچہ میں باقی رہے
بہر ایں فرمود آں شاہ نبیہ	مصطفیؐ کہ الولد سر ابیہ
اسی لئے فرمایا ہے اس شریف شاہ	مصطفیؐ نے کہ بچہ باپ کا راز ہے
بہر ایں معنیٰ ہمہ خلق از شغف	می بیاموزند طفلاں را حرف
اسی لئے تمام لوگ شوق سے	بچوں کو ہنر سکھاتے ہیں
تا بماند آں معانی در جہاں	چوں شود آں قالب ایشاں نہاں
تاکہ دنیا میں وہ خوبیاں باقی رہیں	جب ان کا جسم چھپ جائے
حق بحکمت حرص شاں داد ست وجد	بہر رشد ہر صغیر مستعد
اللہ (تعالیٰ) نے دانائی سے ان کو حرص اور کوشش عطا کر دی ہے	ہر صاحب استعداد بچے کی رہنمائی کے لئے
من ہم از بہر دوام نسل خویش	جفت خواہم پور خود را خوب کیش
میں بھی اپنی نسل کی ہمیشگی کے لئے	اپنے لڑکے کے لئے خوبصورت بیوی لاؤں گا
دخترے خواہم ز نسل صالحے	نے ز نسل بادشاہے طالحے
کسی نیک کی نسل کی لڑکی چاہوں گا	نہ کسی بدمعاش بادشاہ کی نسل کی
شاہ خود آں صالح ست آزاد اوست	نے اسیر حرص فرج ست و گلوست
بادشاہ وہ ہے جو نیک اور آزاد ہے	نہ وہ جو شرمگاہ اور حلق کی حرص کا قیدی ہے
مر اسیراں را لقب کردند شاہ	عکس چوں کافور نام آں سیاہ
لوگوں نے قیدی کو شاہ کا لقب دیا ہے	بالعکس، جیسا کہ حبشی کا نام کافور
شد مفازہ بادیہ خونخوارہ نام	نیک بخت آں پیس را گویند عام
خونخوار جنگل کا نام مفازہ بنا	کوڑھی کو عوام نیک بخت کہتے ہیں
ہر اسیر شہوت و حرص و امل	برنوشتہ میر یا صدر اجل
ہر شہوت اور لالچ اور آرزو کے قیدی کو	میر یا بڑا صدر لکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں اسیران اجل را عام داد	نام میران اجل اندر بلاد
ان موت کے قیدیوں کو عوام نے دیدیا ہے	شہروں میں بڑے حاکموں کا نام
صدر خوانندش کہ در صف نعال	جان او بستہ است یعنی جاہ و مال
اس کو صدر کہتے ہیں جس کے جوتوں کی صف میں	جان بندھی ہے یعنی جاہ و مال میں

خیر تو بادشاہ نے یہ تجویز کی کہ اس کے لئے کوئی دلہن تلاش کرنی چاہئے تاکہ اس شادی سے اس کی نسل باقی رہے اور اگر یہ باز (شہزادہ) مر بھی جائے تو اس کا بچہ اس کی جگہ باز ہو اور اگر اس باز کی صورت دنیا سے اٹھ جائے تو بچہ کے ضمن میں اس کے معنے باقی رہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الولد سر لابیہ اور اسی لئے لوگ فرط شوق سے بچوں کو پیشہ سکھاتے ہیں تاکہ جب ان کی صورت تم عدم میں مخفی ہو جاوے تو وہ کمال ان کا دنیا میں باقی رہے اور یہ حرص حق سبحانہ نے ان کو اپنی حکمت سے اس لئے دی ہے کہ قابلیت رکھنے والے بچے ٹھیک ہو جاویں کیونکہ اگر یہ بات نہ ہوتی تو لوگ تعلیم میں نہایت بخل کرتے اور ہرگز اسے گوارا نہ کرتے کہ مشقت اٹھا کر اس کمال میں اپنا شریک تیار کریں۔ خیر تو یہ سوچ کر بادشاہ نے کہا کہ میں بھی اپنی نسل کے بقا کے لئے کوئی نیک سیرت بیوی تلاش کروں گا اور لڑکی کسی بزرگ کی اولاد سے لوں گا نہ کہ کسی بدکار بادشاہ کی نسل سے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ بادشاہ اور آزاد تو بزرگ ہے نہ کہ وہ جو خواہشات نفسانیہ مثل شہوت اور اکل و شرب کا پابند ہو لوگوں نے برعکس نہند نام زنگی کافور قیدیوں کا نام بادشاہ رکھ لیا ہے جیسا کہ خونخوار جنگل کا نام مفازہ یعنی مقام کامیابی وحصول مراد ہو گیا ہے۔ یا بد بخت دینار کا نام خوش نصیب اور صاحب اقبال رکھ لیا گیا ہے۔ اسی طرح شہوت وحرص و مال کے پابند کو امیر یا صدر اعظم لکھتے ہیں اور ان موت کے قیدیوں کو عوام نے امیراں اعظم لقب دیا ہے اور اسے صدر انجمن کہتے ہیں جس کی جان جوتیوں کی صف یعنی جاہ و مال میں محبوس ہے۔

اختیار کردن پادشاہ دختر زاہد را از جہت پسر و اعتراض کردن اہل بیت و ننگ داشتن ایشاں از پیوند درویشاں

بادشاہ کا لڑکے کے لئے ایک زاہد کی لڑکی کو منتخب کرنا اور گھر والوں کا اعتراض کرنا اور درویشوں کے ساتھ رشتے سے ذلت محسوس کرنا

ایں سخن را نیست پایاں خواست جفت	بہر پور خویشتن شاہ از نہفت
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے بیوی مانگ لی	بادشاہ نے چپکے چپکے اپنے لڑکے کیلئے
شاہ چوں باز اہدے خویشی گزید	ایں خبر در گوش خاتوناں رسید
بادشاہ نے جب ایک زاہد کے یہاں رشتہ پسند کیا	یہ خبر عورتوں کے کان میں پہنچی

www.besturdubooks.wordpress.com

مادر شہزادہ گفت از نقص عقل	شرط کفویت بود در عقل و نقل
عقل کی کمی کی وجہ سے شہزادے کی ماں نے کہا	عقل اور نقل میں جوڑ شرط ہے
تو زشح و بخل خواہی وزدہا	تابہ بندی پور مارا بر گدا
تو کنجوسی اور بخل اور مکاری سے چاہتا ہے	کہ میرے بچے کو فقیر کے ساتھ باندھ دے
گفت صالح را گدا گفتن خطاست	کو غنی القلب از داد خداست
اس نے کہا نیک شخص کو فقیر کہنا غلطی ہے	کیونکہ وہ خدا کی دین سے دل کا مالدار ہے
در قناعت میگریزد از تقیٰ	نز لئیمی و کسل ہمچوں گدا
پرہیزگاری کی وجہ سے وہ قناعت اختیار کرتا ہے	نہ کہ فقیر کی طرح کاہلی اور کمینہ پن سے
قلتے کاں از قناعت وز تقاست	آں ز فقر و قلت دوناں جداست
وہ کمی جو قناعت اور پرہیزگاری کی وجہ سے ہے	وہ کمینوں کی کمی اور فقر سے جداگانہ ہے
حبہ آں گر بیابد سر نہد	ویں ز گنج زر بہمت مے جہد
وہ اگر ایک حبہ بھی پاتا ہے سر جھکا دیتا ہے	یہ سونے کے خزانے سے ہمت کی وجہ سے بھاگتا ہے
شہ کہ او از حرص قصد ہر حرام	میکند او را گدا گوید ہمام
وہ بادشاہ جو حرص کی وجہ سے حرام کا ارادہ	کرتا ہے اس کو بڑا انسان فقیر کہتا ہے
گفت کو شہر و قلاع او را جہیز	یا نثار گوہر و دینار ریز
اس نے کہا شہر اور قلعے اس کے پاس جہیز میں دینے کو کہاں؟	یا نچھاور کرنے اور بکھیرنے کے لئے موتی اور دینار (کہاں ہیں)
گفت رو ہر کو غم دیں برگزید	باقی غمہا خدا ازوے برید
اس نے کہا جا جس نے دین کا غم اختیار کر لیا	باقی غموں کو خدا نے اس سے جدا کر دیا ہے
غالب آمد شاہ و پسندید دخترے	از نژاد صالحے خوش جوہرے
بادشاہ غالب آ گیا اور اس نے ایک لڑکی پسند کر لی	عمدہ مزاج والے ایک نیک شخص کی نسل سے
در ملاحت خود نظیر خود نداشت	چہرہ اش تاباں تر از خورشید چاشت
حسن میں وہ اپنا ثانی نہ رکھتی تھی	چار گھڑی دن کے سورج سے زیادہ روشن چہرے والی
حسن دختر ایں خصالش آنچناں	کز نکوئی می نگنجد در بیاں
لڑکی کا حسن (اور) اس کی یہ خصلتیں ایسی تھیں	کہ خوبی کی وجہ سے بیان نہیں ہو سکتی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

صید دیں کن تا رسد اندر تبع	حسن و مال و جاہ و بخت منتفع
دین کا شکار کر تاکہ تابع بن کر آئے	حسن اور مال اور رتبہ اور نفع کے قابل نصیبہ
آخرت قطار اشترداں عمو	در تبع دنیاش ہمچوں پشک و مو
اے چچا! آخرت کو اونٹ کی قطار سمجھ	اس کے پیچھے دنیا کو مینگنی اور بال (سمجھ)
پشم بگزینی شتر نبود ترا	ور بود اشتر چہ قیمت پشم را
اگر تو اون پسند کریگا' اونٹ تیرے نہ ہوں گے	اور اگر اونٹ ہیں تو اون کی کیا قیمت؟

خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اب تم قصہ سنو بادشاہ نے شہزادہ کا خفیہ ہی خفیہ ایک بزرگ کے یہاں رشتہ کردیا جبکہ بادشاہ نے ایک فقیر رشتہ داری قائم کرلی تو یہ خبر شدہ شدہ بیگموں کے کانوں میں پہنچی شہزادہ کی ماں نے نقصان عقل کے سبب بادشاہ سے کہا کہ کفویت عقلاً بھی شرط ہے اور نقلاً بھی لیکن تم اپنی کنجوسی اور بخل اور سیانے پن سے چاہتے ہو کہ میرے بچہ کو ایک گدا کے سر منڈھ دو۔ اس پر بادشاہ نے کہا کہ ایسا نہ کہو ایک بزرگ شخص کو گدا کہنا غلطی کی بات ہے۔ کیونکہ وہ تو بخشش حق سبحانہ کی وجہ سے غنی القلب ہوتا ہے اور وہ پرہیزگاری کے سبب قناعت اختیار کرتا ہے نہ کہ گداؤں کی طرح قناعت و دنائت طمع اور کاہلی سے اور جو مال کی کمی قناعت اور تقویٰ کے سبب ہے وہ کمینوں کے فقر اور قناعت سے جداگانہ ہے کیونکہ ایک منشا تقویٰ ہے اور دوسرے کا کسل اور دنائت۔ اسی لئے گدا کو اگر ایک حبہ بھی مل جاتا ہے تو وہ دینے والے کو سجدہ کرتا ہے اور صالح اپنی عالی ہمتی سے خزانہ پر لات مار کر الگ ہو جاتا ہے اور بادشاہ جو کہ حرص کے سبب کسی حرام مال کو نہیں چھوڑتا عالی حوصلہ اشخاص اس کو بھی گداہی کہتے ہیں۔ اس پر بیوی نے کہا کہ اس کے پاس کون سے شہر اور قلعے ہیں جو وہ لڑکی کو جہیز میں دے گا اور کون سے موتی اور اشرفیاں ہیں جن کو شادی کے وقت نچھاور کرے گا اور بکھیرے گا۔ اس پر بادشاہ نے کہا جاؤ بھی جس نے غم دین اختیار کرلیا حق سبحانہ اس سے تمام افکار کو چھڑا دیتے ہیں اور چونکہ مجھے دین کی فکر ہے اس لئے مجھے نہ دولت کی جستجو ہے نہ جاہ کی۔ الغرض بادشاہ غالب رہا اور اس نے اس بزرگ اور شریف آدمی کی لڑکی لے لی یہ لڑکی نمکینی میں اپنا جواب نہ رکھتی تھی اور اس کا چہرہ حسن کے سبب شمس الضحیٰ سے زیادہ روشن تھا۔ غرض کہ اس لڑکی کے حسن کی تو یہ حالت تھی اور خصائل حمیدہ ایسے تھے کہ ان کی خوبی بیان سے باہر ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ دین حاصل کرنا چاہئے تاکہ حسن اور مال اور جاہ اور خوش اقبالی جس سے نفع اٹھاؤ اس کے تابع ہو کر حاصل ہو جاویں اور آخرت کو ایسا سمجھو جیسے اونٹوں کی قطار۔ اور دنیا اس کے پیچھے ایسی ہے جیسے مینگنیاں اور بال۔ پس اگر تم ان کو لے لو تو اونٹ تمہیں نہ ملیں گے۔ اور اگر اونٹ لے لو تو پھر ان کی کچھ بھی وقعت نہیں۔

جادوئی کردن کمپیر کابلی شاہزادہ را و فریفتہ شدن شاہزادہ

ایک کابلی بڑھیا کا شہزادے پر جادو کردینا اور شہزادے کا عاشق ہو جانا

چوں برآمد ایں نکاح آں شاہ را	بانژاد صالحان و اولیا
جب اس شہزادے کا نکاح ہو گیا	نیکوں اور ولیوں کی نسل سے

از قضا کمپیرک جادو کہ بود	عاشق شہزادہ با حسن وجود
قضائے (خداوندی) سے جادو گرنی بڑھیا جو کہ تھی	حسین شہزادے پے عاشق
جادوئی کردش عجوز کابلی	کہ برد زاں رشک سحر بابلی
اس پر کابلی بڑھیا نے ایسا جادو کر دیا	کہ (چاہ) بابل کا جادو (بھی) اس پر رشک کرے
شہ بچہ شد عاشق کمپیر زشت	تا عروس و آں عروسی را بہشت
شہزادہ بدصورت بڑھیا پر عاشق ہوگیا	یہاں تک کہ اس نے دلہن اور شادی سے کنارہ کر لیا
یک سیہ دیوے و کابولی زنے	گشت بر شہزادہ ناگہ رہزنے
ایک کالا بھوت اور کابلی عورت	اچانک شہزادے کی ڈاکو بن گئی
زاں سیہ روئے خبیث نابکار	گشت آں شہزادہ مدہوش و نزار
اس کلموئی خبیث نابکار کی وجہ سے	شہزادہ مدہوش اور لاغر ہو گیا
آں نود سالہ عجوز گندہ پیر	نے خرد ہشت آں ملک را نے ضمیر
اس نوے سالہ بڑھیا کھوسٹ نے	اس شہزادے کی نہ عقل چھوڑی، نہ دل
تابسالے بود شہزادہ اسیر	بوسہ جائش نعل کفش گندہ پیر
یہاں تک کہ شہزادہ ایک سال قیدی رہا	بڑھیا کی جوتی کا تلا اس کی بوسہ گاہ تھی
صحبت کمپیر او رامی ربود	تازکاہش نیم جانے ماندہ بود
بڑھیا کی صحبت اس کو تباہ کر رہی تھی	یہاں تک کہ گھلاؤ کی وجہ سے آدھی جان رہ گئی تھی
دیگراں از ضعف وے بر دردسر	او ز سکر سحر از خود بے خبر
دوسرے اس کی کمزوری سے درد سر میں تھے	وہ جادو کے نشہ سے اپنے آپ سے غافل تھا
ایں جہاں برشاہ چوں زنداں شدہ	ویں پسر برگریہ شاں خنداں شدہ
بادشاہ پر یہ دنیا قید خانہ کی طرح ہو گئی تھی	یہ لڑکا ان کے رونے پر ہنستا تھا
شاہ بس بیچارہ شد در برد و مات	روز و شب می کرد قربان و زکات
اس بازی میں بادشاہ لاچار ہو گیا	دن رات قربانی اور خیرات کرتا تھا
زانکہ ہر چارہ کہ می کرد آں پدر	عشق کمپیرک ہمی شد بیشتر
باپ جس قدر بھی تدبیر کرتا تھا	بڑھیا کا عشق بڑھتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس یقیں گشتش کہ مطلق آں یست سر	چارہ او رابعد ازیں لابہ گریست
تو اس کو یقین ہو گیا کہ (یہ) مطلقاً اس (اللہ) کی جانب سے ہے	اس کے بعد اس کی تدبیر (اللہ کے سامنے) خوشامد ہے
سجدہ می کرد او کہ ہم فرماں تراست	غیر حق بر ملک حق فرماں کراست
وہ سجدے کرتا کہ تیرا ہی حکم ہے	اللہ (تعالیٰ) کی سلطنت میں اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ کس کا حکم ہے؟
لیکن ایں مسکیں ہمی سوزد چو عود	دست گیرش اے رحیم واے ودود
لیکن یہ مسکین اگر کی طرح جل رہا ہے	اے رحم کرنے والے! اے محبوب! اس کی دستگیری کر

جب شہزادہ کا عقد دختر صلحا و اولیا کے ساتھ ہو گیا تو اتفاق یہ ہوا کہ ایک بڑھیا جادوگرنی جو اس حسین شہزادہ پر عاشق تھی اس نے اس پر ایسا سخت جادو کیا کہ سحر بابل بھی جس پر رشک کرے۔ اس کے ایسا کرنے سے شہزادہ اس بدصورت بڑھیا پر عاشق ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے دلہن اور شادی سب کو بالائے طاق رکھ دیا۔ غضب ہے کہ ایک کالی دیونی اور کابلی عورت نے شہزادہ کا راہ مار دیا۔ اور اس سیہ رو خبیث اور نابکار کے سبب شہزادہ مدہوش اور نزار ہو گیا۔ اور اس نوے برس کی بڑھیا نے شہزادہ کی عقل چھوڑی نہ دل بلکہ دونوں اڑا لے گئی۔ القصہ شہزادہ ایک سال تک اس کے پھندے میں پھنسا رہا اور حالت یہ تھی کہ اس کی جوتیاں چوستا تھا اور اس بڑھیا کی محبت اسے فنا کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ گھٹتے گھٹتے نیم جان ہو گیا تھا۔ دوسرے لوگوں کو تو اس کے ضعف سے تکلیف تھی مگر اس کو جادو کے نشہ سے اپنی بھی خبر نہ تھی۔ یہ حالت دیکھ کر بادشاہ پر دنیا جیل خانہ ہو گئی تھی اور شہزادہ کو اس کے رونے پر ہنسی آتی تھی۔ بادشاہ اس بر دوامات میں بہت زچ ہو گیا تھا اور رات دن شہزادہ کی خلاصی کے لئے قربانیاں کیا کرتا تھا اور صدقے دیا کرتا تھا اور وجہ یہ تھی کہ وہ جو تدبیر عشق کے دور کرنے کی کرتا تھا اس سے شہزادہ کا عشق اس بڑھیا پر اور بڑھتا تھا۔ بالآخر اسے یقین ہو گیا کہ یہ محض خدا کی طرف سے ہے اور اس کا علاج بجز اس کے کچھ نہیں کہ حق سبحانہ کی درگاہ میں دعا کی جاوے جب وہ یہ سمجھ گیا تو وہ سجدہ میں پڑ کر کہتا تھا کہ آپ حاکم ہیں اور آپ کے سوا آپ کے ملک میں کس کا حکم چل سکتا ہے لیکن یہ خاکسار عود کی طرح جلتا ہے۔ پس اے رحیم اور اے ودود آپ اس بیچارہ کی دستگیری فرمایئے۔

مستجاب شدن دعای بادشاہ در خلاص پسر از جادوئی کابلی

کابلی کی جادوگری سے چھٹکارے کے بارے میں بادشاہ کی دعا قبول ہونا

تا زیارب یارب و افغان شاہ	ساحرے استاد پیش آمد زراہ
یہاں تک کہ بادشاہ کی یارب یارب اور فریاد کی وجہ سے	ایک استاد جادوگر سفر سے سامنے آ گیا
او شنیدہ بود از دور ایں خبر	کہ اسیر پیرہ زن شد آں پسر
اس نے دور سے یہ بات سنی تھی	کہ وہ لڑکا بڑھیا کا قیدی بن گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کاں عجوزہ بود اندر جادوئی	بے نظیر و ایمن از مثل و دوئی
کیونکہ وہ بڑھیا جادوگری میں	بے نظیر اور مثل اور دوئی سے مطمئن تھی
دست بر بالای دستست اے فتیٰ	در فن و درز و رتا ذات خدا
اے نوجوان! ہاتھ سے بڑھ کر ہاتھ ہے	ہنر اور طاقت میں اللہ (تعالیٰ) کی ذات تک
منتہای دستہا دست خداست	بحر بیشک منتہای جو یہاست
تمام ہاتھوں کا آخر خدا کا ہاتھ ہے	یقینا دریاؤں کا آخر سمندر ہے
ہم ازو گیرند مایہ ابرہا	ہم بدو باشد نہایت سیل را
ابر اسی سے سرمایہ حاصل کرتے ہیں	اسی پر سیلاب کی انتہا ہوتی ہے
گفت شاہش کایں پسر از دست رفت	گفت اینک آمدم درمان زفت
بادشاہ نے اس سے کہا یہ لڑکا ہاتھ سے گیا	اس نے کہا اب میں زبردست علاج آ گیا ہوں
نیست ہمتا زال را ایں ساحراں	جز من داہی رسیدہ زاں کراں
ان جادوگروں میں کوئی بڑھیا جیسا نہیں ہے	سوائے مجھ ہوشیار کے جو اس جانب سے آ گیا ہے
چوں کف موسیٰ بہ امر کردگار	نک برآرم من ز سحر او دمار
اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے (حضرت) موسیٰ کے ہاتھ کی طرح	اب میں اس کے جادو کی تباہی مچا دوں گا
کہ مرا ایں علم آمد زاں طرف	نے ز شاگردی سحر مستخف
کیونکہ میرا یہ علم اس (اللہ تعالیٰ) کی طرف سے آیا ہے	ذلیل جادو کی شاگردی سے نہیں ہے
آمدم تا بر کشایم سحر او	تا نماند شاہزادہ زرد رو
میں آیا ہوں تاکہ اس کا جادو کھول دوں	تاکہ شہزادہ پیلے چہرے کا نہ رہے
سوئے گورستاں برو وقت سحور	پہلوی دیوار ہست اسپید گور
صبح کے وقت قبرستان کی جانب جا	ایک دیوار کے پہلو میں سفید قبر ہے
سوی قبلہ بازکاو آں جای را	تا بہ بینی قدرت و صنع خدا
اس جگہ کو قبلہ کی جانب کھود	تاکہ تو خدا کی قدرت اور کاریگری دیکھے
پس دراز ست ایں حکایت تو ملول	زبدہ را گویم رہا کردم فضول
یہ قصہ لمبا ہے (اور) تو درماندہ ہے	خلاصہ بتاتا ہوں، زاید کو چھوڑتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

سوی گورستان رفت آں شاہ زود	گور را آں شاہ آں دم برکشود
وہ بادشاہ فوراً قبرستان کی جانب گیا	بادشاہ نے فوراً قبر کو کھولا
جادو یہادید پنہاں اندرو	صد گرہ بربستہ بریک تارمو
بڑا جادو اس میں دبا ہوا دیکھا	ایک بال پر سینکڑوں گرہیں لگی ہوئی تھیں
واں گرہ ہای گراں رابرکشاد	پس زحت پورشہ را راہ داد
اس (جادوگر) نے ان مضبوط گرہوں کو کھولا	شہزادہ کو مصیبت سے نجات دی
آں پسر باخویش آمد شدد واں	سوی تخت شاہ باصد امتحاں
وہ شہزادہ ہوش میں آ گیا (اور) دوڑا	بہت محنت سے بادشاہ کے تخت کی جانب
سجدہ کرد و برزمیں می زد ذقن	در بغل کردہ پسر تیغ و کفن
سجدہ کیا اور زمین پر ٹھوڑی رگڑی	لڑکے نے بغل میں تلوار اور کفن لئے ہوئے
شاہ آئیں بست و اہل شہر شاد	واں عروس نامید و بے مراد
شاہ نے جشن منایا اور شہر والے خوش ہو گئے	اور وہ مایوس اور نامراد دلہن
عالم از سرزندہ گشت و بافروز	اے عجب آں روز رزو امروز روز
دنیا از سر نو زندہ اور پررونق ہو گئی	تعجب ہے وہ بھی ایک دن تھا اور آج بھی ایک دن ہے
یک عروسی کردشاہ او را چناں	کہ جلاب و قند بد پیش سگاں
بادشاہ نے اس کی شادی کی دعوت ایسی کی	کہ گلاب اور شکر کتوں کے سامنے تھا
جادوی کمپیر از غصہ بمرد	روی وخوی زشت با مالک سپرد
جادو گرنی بڑھیا رنج سے مر گئی	چہرہ اور بری عادت مالک کے سپرد کر دی
شاہ آئیں بست و آمد در نیاز	راز گفتے باخدای کار ساز
شاہ نے جشن منایا اور نیاز مندی اختیار کی	خدائے کارساز سے دل کی بات کہتا تھا
شاہزادہ در تعجب ماند بود	کز من او عقل ونظر چوں درربود
شہزادہ تعجب میں پھنسا تھا	کہ وہ (بڑھیا) میری عقل ونظر کس طرح اچک لے گئی
نو عروسے دید ہمچوں ماہ حسن	کہ ہمی زد بر ملیحاں راہ حسن
اس نے حسن کا چاند جیسی دلہن دیکھی	جو حسینوں پر حسن کی راہ مسدود کرتی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

گشت بیہوش و برو اندر فتاد	تا سہ روز از صدر او گم شد فواد
وہ بیہوش ہو گیا اور منہ کے بل گر پڑا	تین دن تک اس کا دل سینے سے غائب رہا
سہ شبانہ روز او بیہوش گشت	تا کہ خلق از غشی او پر جوش گشت
تین دن رات وہ بے ہوش رہا	یہاں تک کہ مخلوق اس کی بیہوشی سے مضطرب ہو گئی
از گلاب و از علاج آمد بخود	اندک اندک فہم گشتش نیک و بد
وہ گلاب اور علاج سے ہوش میں آیا	رفتہ رفتہ وہ اچھے برے کو سمجھنے لگا
بعد سالے شاہ گفتش در سخن	کاے پسر یاد آر ازاں یار کہن
ایک سال کے بعد گفتگو کے دوران میں بادشاہ نے اس سے کہا	کہ اے بیٹا! پرانے دوست کو (بھی) یاد کر لیا کر
یاد آور زاں ضجیع و زاں فراش	تا بدیں حد بیوفا و مرمباش
اس ہمبستر اور بیوی کو یاد کر	اس حد تک بے وفا اور کڑوا نہ بن
گفت رو من یافتم دراز السرور	وارہیدم از چہ دار الغرور
اس نے کہا جایئے میں نے خوشی کا گھر پا لیا	میں دھوکے کے گھر کے کنویں سے نجات پا گیا
ہمچناں باشد چو مومن راہ یافت	سوی نور حق ز ظلمت روی تافت
ایسا ہی ہوتا ہے جب مومن نے راستہ پا لیا	اللہ (تعالیٰ) کے نور کی جانب اس نے تاریکی سے منہ موڑا
مخلص ایں قصہ بر گفتم تمام	تا بدانی مقصد خود والسلام
میں نے اس قصہ کا پورا خلاصہ بتا دیا	تاکہ تو اپنا مقصود سمجھ لے والسلام

اس کی دعاؤں اور نالہ وزاری کا یہ نتیجہ ہوا کہ ایک جادوگر کہیں سے آ نکلا۔ اس نے دور سے یہ خبر سنی تھی کہ شہزادہ ایک بڑھیا کے پھندے میں پھنس گیا ہے کیونکہ وہ بڑھیا بے نظیر جادوگرنی ہے اور اپنا جواب نہیں رکھتی لیکن یہ شخص اس سے بھی بڑھ کر تھا کیونکہ ممکنات میں ایک کی قوت ایک سے بڑھی ہوئی ہے۔ کمال میں بھی اور زور میں بھی اور یہ ہی سلسلہ خدا تک پہنچ جاتا ہے اور خدا کی قوت تمام قوتوں کا منتہا ہے کیونکہ تمام قوتیں ندیاں ہیں اور حق سبحانہ کی قدرت بحر اور قاعدہ ہے کہ تمام ندیوں کا منتہا بحر ہوتا ہے اس کی قدرت تمام قوتوں کا منتہیٰ ہے۔ اسی بحر سے تمام ابر ہائے قوت کو سامان ملتا ہے اور ان سیلابوں کا وہی منتہا ہے خیر بادشاہ نے اس سے کہا کہ یہ لڑکا تو ہاتھ سے نکل گیا۔ کیا کیا جاوے اس نے کہا کہ میں اس کا بہت بڑا علاج ہوں۔ آپ اطمینان رکھیں ان جادوگروں میں بجز مجھ عاقل اور خدا کی طرف سے یا دور سے آنے والے کے کوئی اس کی مثل نہیں ایک میں ہی ہوں کہ اس کا مقابلہ کر سکتا ہوں آپ دیکھتے جایئے میں دست موسیٰ علیہ السلام کی طرح خدا کے حکم سے اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

جادو کا ستیاناس کردوں گا۔ کیونکہ یہ علم مجھے بالہام خداوندی حاصل ہوا ہے اور ذلیل جادو کی شاگردی سے حاصل نہیں ہوا۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ اس کا جادو کھول دوں تا کہ شہزادہ کی چہرہ کی رنگت زرد نہ رہے۔ پس آپ پچھلی رات میں فلاں قبرستان جائیں وہاں کی فلاں دیوار کی برابر ایک سفید قبر ہے قبلہ کی جانب پس اس مقام کو کھو دیئے۔ اس سے آپ کو قدرت وکارسازی خدا کا تماشہ نظر آ جائے گا۔ خیر یہ حکایت تو بہت لمبی ہے اور تم اکتا گئے ہو۔ اس لئے زوائد کو چھوڑ کر خلاصہ پر اکتفا کرتا ہوں وہ بادشاہ فوراً قبرستان گیا اور جا کر اس قبر کو کھولا اور جادو کو اس میں مخفی پایا اور دیکھا کہ ایک بال کے تار میں سو گرہیں لگی ہوئی ہیں وہ ان کو لے آیا اور اس صاحب کمال نے اس کی گرہوں کو کھولا اس سے وہ شہزادہ اس تکلیف سے نجات پا گیا اور ہوش میں آ کر بصد کوشش بادشاہ کے تخت کی جانب دوڑا اور جا کر سجدۂ تعظیمی کیا اور زمین پر ٹھوڑی ملتا تھا اور بغل میں تیغ وکفن لئے ہوئے تھا جس کا مطلب یہ تھا کہ میں مجرم ہوں آپ مجھے مار ڈالئے۔ بادشاہ اور اہل شہر اور اس نامراد اور بے مراد بیوی نے شہر اور مکانات کو اس خوشی میں خوب سجایا اور عالم نئے سرے سے زندہ اور بارونق ہو گیا۔ اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ عجب بات ہے ایک دن وہ تھا کہ شہزادہ بڑھیا کا غلام تھا اور لوگ مغموم تھے۔ شہر پر اداسی چھائی ہوئی تھی اور ایک یہ دن ہے کہ شہزادہ اس کی پرواہ نہیں کرتا اور سب لوگ خوش ہیں اور شہر گلزار بنا ہوا ہے۔ بادشاہ نے اس کی شادی کی ایک ایسی دھوم دھام سے دعوت کی کہ شربت اور قندکتوں کے سامنے تھا آدمیوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ وہ بڑھیا جادوگرنی یہ حالت دیکھ کر غم سے مر گئی اور اپنے منہ اور خصلت زشت کو مالک دوزخ کے حوالہ کیا۔ بادشاہ نے شہر کو آراستہ کیا اور عاجزانہ حق سبحانہ سے مناجات کرنے لگا اور اس کا خوب ہی شکر ادا کیا۔ شہزادہ کو حیرت تھی کہ اس نے مجھ سے عقل اور نظر کیسے اڑا لی تھی کہ میں نہ اس کی برائی سمجھ سکا اور نہ دیکھ سکا۔ خیر اس نے دلہن کو جب دیکھا تو حسن کا ماہتاب پایا۔ جو کہ حسینوں کے حسن کی راہ مارتی تھی۔ یہ دیکھ کر بیہوش ہو کر منہ کے بل گر گیا اور تین دن تک اس کے سینہ سے دل غائب رہا۔ یعنی تین رات دن تک برابر بے ہوش رہا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو اس کی غشی سے جوش وخروش اور اضطراب وپریشانی لاحق ہو گئی کہ دیکھئے بچتا بھی ہے یا نہیں۔ غرضکہ جب خوب گلاب چھڑکا گیا اور خوب علاج کیا گیا اس وقت ہوش آیا اور بھلے برے کو کچھ کچھ سمجھنے لگا۔ ایک سال کے بعد بادشاہ نے اثنائے گفتگو میں کہا کہ بیٹا کبھی اپنی پرانی آشنا اور ہم خواب اور فراش (وہ عورت جس سے صحبت کی جاتی ہو) کو بھی تو یاد کر لیا کرو۔ اس قدر بے وفا اور تلخ نہ بنو۔ اس نے جواب دیا کہ جائیے اب میں کیا یاد کروں گا اب تو مجھے جنت مل گئی ہے اور میں اس دھوکے کے گھر کے کنویں سے نجات پا گیا ہوں۔ یہ تو قصہ تھا اب سنو جب مومن کی نور حق سبحانہ تک رسائی ہو جاتی ہے تو وہ تاریکی ناسوت سے منہ پھیر لیتا ہے۔ یہ حقیقت تھی اس قصہ کی۔ اب میں اس قصہ کا تخلص (یعنی اس قصہ کا باطن اور اس کی حقیقت) بیان کرتا ہوں تا کہ تم کو اپنا مقصد اچھی طرح معلوم ہو جائے۔

فائدہ:۔ گفت رومن یا ختم دار السرور الخ اور اس سے اگلے شعر میں شرح ہے۔ اس مضمون حدیث کی جس کی شرح کے لئے یہ حکایت لائی گئی تھی)

www.besturdubooks.wordpress.com

دربیان آنکہ شاہزادہ آدمی زادہ است پدرش آدم صفی خلیفۂ حق مسجود ملائکہ و آں کمپیر کابلی دنیا است کہ آدمی بچہ را از پدر ببرید بسحر و انبیا و اولیا آں طبیب تدارک کنندہ اند

اس کا بیان کہ شہزادے (سے) انسان (مراد) ہے اور اس (شہزادے) کا باپ حضرت آدم برگزیدہ اللہ (تعالیٰ) کے خلیفۂ ملائکہ کے مسجود ہیں اور کابلی بڑھیا دنیا ہے جس نے آدم کی اولاد کو جادو کے ذریعہ باپ سے جدا کر دیا ہے اور نبی اور ولی وہ علاج کرنے والے طبیب ہیں

اے برادر داں کہ شہزادہ توئی	در جہان کہنہ زادہ از نوی
اے بھائی! جان لے کہ شہزادہ تو ہے	پرانی دنیا میں تو نیا پیدا ہوا ہے
کابلی جادو ایں دنیا ست کو	کردہ مرداں را اسیر رنگ و بو
کابلی جادوگرنی یہ دنیا ہے جس نے	انسانوں کو (اپنے) رنگ و بو کا قیدی بنا لیا ہے
چوں درافگندت دریں آلودہ زوذ	دمبدم میخواں و میدم قل اعوذ
جبکہ اس نے فوراً تجھے اس گندگی میں ڈال دیا ہے	ہر وقت قل اعوذ پڑھ اور دم کرتا رہ
تارہی زیں جادوئی وزیں قلق	استعانت خواہ از رب الفلق
تاکہ اس جادو اور پریشانی سے نجات پا لے	صبح کے سفیدے کے رب سے مدد چاہ
زاں نبی دنیات را سحارہ خواند	کو بافسوں خلق را درچہ نشاند
اسی لئے نبیؐ نے تیری دنیا کو جادوگرنی کہا ہے	کیونکہ اس نے جادو کے ذریعہ مخلوق کو کنویں میں ڈال دیا ہے
ہیں فسون گرم دارد گندہ پیر	کردہ شاہاں رادم گرمش اسیر
خبردار! بڑھیا تیز جادو رکھتی ہے	بادشاہوں کو اس کے گرم دم نے قیدی بنا لیا ہے
در درون سینہ نفاثات اوست	عقد ہای سحر را اثبات اوست
وہ سینہ میں (منتر پڑھ کر) پھونکیں مارنے والی ہے	وہ جادو کی گرہوں کو باندھنے والی ہے
ساحرہ دنیا قوی دانا زنے ست	حل سحر او بپائے عامہ نیست
جادوگرنی دنیا' بہت عقلمند عورت ہے	اس کے جادو کا توڑ عوام کے بس کا نہیں ہے
ورکشادے عقدہ او را عقلہا	انبیا را کے فرستادے خدا
اگر عقلیں اس کی گرہیں کھول سکتیں	اللہ تعالیٰ نبیوں کو کب بھیجتا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں طلب کن خوش دمے عقدہ کشا	راز دان یفعل اللہ مایشا
آگاہ! گرہ کھولنے والا اچھا دم کرنے والا تلاش کر لے	جو یفعل اللہ مایشاء کا رازداں ہو
ہمچو ماہی بستہ است او بہ شست	شاہزادہ ماندہ سالے وتو شصت
اس نے تجھے مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا لیا ہے	شہزادہ ایک سال (پھنسا) رہا تو ساٹھ سال
شصت سال از شست او در محنتی	نے خوشی نے بر طریق سنتی
تو ساٹھ سال سے اس کے کانٹے میں مصیبت میں ہے	تو نہ خوش ہے' نہ سنت کے راستہ پر ہے
فاسقی بدبخت نے دنیات خوب	نے رہیدہ از وبال واز ذنوب
وہ بدبخت فاسق ہے' نہ تیری دنیا ہی اچھی ہے	نہ وبال اور گناہوں سے بچا ہوا ہے
نفخ او ایں عقد ہارا سخت کرد	پس طلب کن نفخۂ خلاق فرد
اس کے پھونکنے نے ان گرہوں کو مضبوط کر دیا ہے	خالق احد کی پھونک کا طلبگار بن
تا نفخت فیہ من روحی ترا	وارہاند زین و گوید برتر آ
تاکہ نفخت فیہ من روحی تجھے	اس سے چھڑا دے اور کہہ دے آگے آ جا
جز بنفخ حق نسوزد نفخ سحر	نفخ قہرست این وآں دم نفخ مہر
جادو کی پھونک' اللہ کی پھونک ہی سے جلتی ہے	یہ ظلم کی پھونک ہے اور وہ محبت کی پھونک ہے
رحمت او سابق ست از قہر او	سابقی خواہی برو سابق بجو
اس کی رحمت اس کے قہر سے پہلے ہے	تو آگے بڑھنا چاہتا ہے تو جا سابق کی تلاش کر
تارسی اندر نفوس زوجت	کاے شہ مسحور اینک مخرجت
تاکہ تو زوجت والے نفسوں میں داخل ہو جائے	کیونکہ اے جادو میں مبتلا شہزادے یہ تیرے نکلنے کی جگہ ہے
باوجود زال ناید انحلال	درشبیکہ دربرآں پیر دلال
بڑھیا کے ہوتے ہوئے (جادو کی گرہوں کا) کھلنا حاصل نہ ہوگا	(اور) وہ نازوں بھری' جال اور بغل میں (نہ آئیگی)
نے کہ فرمود آں سراج امتاں	ایں جہان و آنجہاں را ضرتاں
کیا امتوں کے چراغ نے نہیں فرمایا	اس دنیا اور اس جہان کو دو سوتیں
پس وصال ایں فراق آن بود	صحت ایں تن سقام جاں بود
تو اس کا وصال اس کا فراق ہے	اس جسم کی تندرستی جان کی بیماری ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سخت می آید فراق ایں ممر	پس فراق آں مقرداں سخت تر
اس گزرگاہ کی جدائی سخت لگتی ہے	تو اس قیامگاہ کی جدائی زیادہ سخت ہے
چوں فراق نقش سخت آید ترا	تاچہ سخت آید زنقاشش جدا
جب تجھے نقش کی جدائی سخت لگتی ہے	تو اس کے نقاش کی جدائی کہ قدر سخت ہوگی؟
اے کہ صبرت نیست از دنیای دوں	چونت صبر ست از خدا ای دوست چوں
اے وہ کہ تجھے اس کمینی دنیا سے صبر میسر نہیں	اے دوست! تجھے خدا کی جدائی پر کس طرح صبر آ گیا ہے؟
چونکہ صبرت نیست زیں آب سیاہ	چوں صبوری داری از چشمہ الہ
جبکہ اس کالے پانی تجھ میں صبر نہیں ہے	خدائی چشمہ سے تجھ میں کیسے صبر ہے؟
چونکہ بے ایں شرب کم داری سکون	چوں زابراری جدا و زیشربون
جبکہ اس کو پئے بغیر تجھے سکون نہیں ہے	تو یشربون اور نیکوں سے کیسے جدا ہے
گر بہ بینی یک نفس حسن ودود	اندر آتش افگنی جان و وجود
اگر تو ایک لمحہ کے لئے خدا کا حسن دیکھ لے	جان اور جسم کو آگ میں ڈال دے
جیفہ بینی بعد ازاں ایں شرب را	چوں بہ بینی کرو فرو قرب را
اس کے بعد تو اس پینے کو مردار سمجھے گا	جب تو (خدا کی) شان وشوکت اور قرب کو دیکھ لے گا
ہمچو شہزادہ رسی دریا خویش	پس بروں آری زپا تو خار خویش
تو شہزادے کی طرح اپنے دوست تک پہنچ جائے	تو اپنے کانٹے کو پاؤں سے نکال دے
جہد کن در بیخودی خود را بیاب	زود تر واللہ اعلم بالصواب
اپنی فنائیت کی کوشش کر، خود کو پالے	بہت جلد اور اللہ بہتر کو زیادہ جانتا ہے
ہر زمانے ہیں مشو باخویش جفت	ہر زماں چوں خر درآب وگل میفت
ہر وقت خودی میں مبتلا نہ ہو	ہر وقت گدھے کی طرح پانی اور مٹی میں نہ گر
از قصور چشم باشد آں عثور	کہ نہ بیند شیب و بالا را از دور
وہ لغزش آنکھ کے قصور سے ہوتی ہے	کیونکہ وہ دور سے نشیب و فراز کو نہیں دیکھتی ہے
بوی پیراہان یوسف کن سند	زانکہ بویش چشم روشن می کند
(حضرت) یوسف کے لباس کی خوشبو کا سہارا پکڑ	کیونکہ اس کی خوشبو آنکھ کو روشن کرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت پنہاں و آں نور جبیں	کردہ چشم انبیا را دور بیں
پوشیدہ صورت اور پیشانی کے نور نے	نبیوں کی آنکھ کو دور بین بنا دیا ہے
نور آں رخسار برہاند ز نار	ہیں مشو قانع بنور مستعار
اس رخسار کا نور نار سے نجات دلاتا ہے	خبردار! عارضی نور پر قانع نہ بن
چشم را ایں نور حالی بیں کند	چشم عقل و روح را گریں کند
یہ نور آنکھ کو حال کو دیکھنے والا بنا دیتا ہے	روح اور عقل کے چشم کو خارشی بنا دیتا ہے
صورتش نورست و در تحقیق نار	گر ضیا خواہی دو دست از وے بدار
اس کا ظاہر نور ہے حقیقتاً نار ہے	اگر (حقیقی) روشنی چاہتا ہے اس سے دستبردار ہو جا
دمبدم در روفتد ہر جارود	دیدہ و جانے کہ حالی بیں بود
جس جگہ جاتی ہے لحہ بہ لحہ اندھی گرتی ہے	وہ آنکھ اور جان و حال کو دیکھنے والی ہوتی ہے
دور بیند دور بین بے ہنر	ہمچناں کہ دور دیدن خواب در
بے ہنر دور بین ایسا ہی دور بین ہے	جیسا کہ خواب میں دور دیکھنا
خفتہ باشی برلب جو خشک لب	می دوی سوی سراب اندر طلب
تو دریا کے کنارے خشک ہونٹ سویا ہوا ہے	جستجو میں سراب کی جانب دوڑتا ہے
دور می بینی سراب و می دوی	عاشق آں بینش خودی شوی
تو سراب کو دور دیکھتا ہے اور دوڑتا ہے	اپنے اس دیکھنے کا تو عاشق ملتا ہے
میزنی در خواب با یاراں تو لاف	کہ منم بینا دل و پردہ شگاف
تو خواب میں دوستوں سے شیخی بگھارتا ہے	کہ میں روشن ضمیر اور پردہ چاک کرنے والا ہوں
نک بداں سو آب دیدم ہیں شتاب	تا رویم آنجا و آں باشد سراب
یہ میں نے اس جانب پانی دیکھا ہے خبردار! جلدی کرو	تاکہ ہم وہاں چلیں اور وہ سراب ہوتا ہے
ہر قدم زیں آب تازی دور تر	دو دواں سوی سراب باغرر
تو ہر قدم پر اس پانی سے زیادہ دور بھاگتا ہے	دھوکے والے سراب کی جانب دوڑتے ہوئے
عین آں عزمت حجاب آں شدہ	کہ بتو پیوستہ است و آمدہ
تیرا پختہ ارادہ خود اس کا حجاب بن گیا	جو تجھ سے ملا ہوا ہے اور آیا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بس کسا عزمے بجائے می کند	از مقامے کاں غر دروے بود
بہت سے لوگ ہیں جن کو ارادہ (دوسری) جگہ لے جاتا ہے	اس مقام سے جس میں مقصد ہوتا ہے
دید و لاف خفتہ می ناید بکار	جز خیالے نیست دست از وے بدار
سوئے ہوئے کا دیکھنا اور شیخی بگھارنا کارآمد نہیں ہے	وہ صرف خیال ہے اس سے دستبردار ہو جا
خوابناکی لیک ہم بر راہ خسپ	اللہ اللہ بررہ اللہ خسپ
تو نیند کا متوالا ہے پھر بھی راستہ پر سو	خدا کے لئے اللہ کے راستہ پر سو
تابود کہ سالکے برتو زند	از خیالات نعاست برکند
ہو سکتا ہے کہ کوئی راہرو تجھ سے بھڑ جائے	نیند کے خیالات سے تجھے جدا کر دے
خفتہ را فکر گرود ہمچو موی	او ازاں دقت نیابد راہ کوی
سوئے ہوئے کا فکر اگرچہ بال جیسا ہو	وہ اس باریکی سے (بھی) کوچہ کا راستہ نہیں پا سکتا
فکر خفتہ گرد و تاو گرسہ تاست	ہم خطا اندر خطا اندر خطاست
سوئے ہوئے کا فکر خواہ دہرا ہو یا تہرا	غلط در غلط در غلط ہی ہے
گرچہ چشمش تیز بین و باضیاست	ہم ہبا اندر ہبا اندر ہباست
اگرچہ اس کی آنکھ تیز بین اور روشن ہے	خاکٗ در خاکٗ در خاک ہی ہے
موج بروے می زند بے احتراز	خفتہ پویاں در بیابان دراز
بغیر بچاؤ کے موج اس پر پڑ رہی ہے	سویا ہواٗ دراز بیابان میں دوڑ رہا ہے
خفتہ می بیند عطشہای شدید	آب اقرب منہٗ من حبل الورید
سویا ہوا سخت پیاسیں محسوس کرتا ہے	پانی اس کی شہ رگ سے زیادہ اس سے قریب ہے

یہاں سے مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم سمجھو کہ شہزادہ تم ہو اور اس عالم کہنہ میں نو پیدا ہو۔ اور کابلی جادوگرنی دنیا ہے جس نے کہ مردوں کو نمائش ظاہری میں پھانس رکھا ہے جبکہ اس نے اپنے افسوں سے تمہیں آلودگیوں یعنی لذات و شہوات میں ڈال دیا ہے تو ہر دم تم کو اس کے سحر کے باطل کرنے کے لئے قل اعوذ پڑھ کر دم کرنا چاہئے۔ یعنی وہ تدابیر کرنی چاہئیں جن سے تم اس کے پھندے سے نکلو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو اس لئے جادوگرنی کہا ہے کہ اس نے اپنے جادو سے لوگوں کو چاہ ناسوت میں قید کر دیا ہے۔ دیکھنا اس سے بچتے رہنا کیونکہ اس کا منتر بہت تیز ہے اور اس نے اپنی موثر پھونک سے بادشاہوں کو قید کر لیا ہے یہ سینہ میں منتر پڑھ پڑھ کر پھونکتی ہے اور جادوگری کی گرہیں قائم کرتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ سینہ میں منتر پھونکنے سے مراد شہوات کے خیالات وغیرہ دل میں پیدا کرنا ہے) یہ جادوگرنی دنیا بڑی چالاک عورت ہے اس کے جادو کا کھولنا عوام کی قدرت سے باہر ہے کیونکہ اگر عقول عوام اس کی گرہوں کو کھول سکتیں تو خدا تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو کاہے کو بھیجتا۔ پس تمہیں چاہئے کہ کوئی خوش دم عقدہ کشا اور اسرار قضا کا جاننے والا تلاش کر وہ تم کو اس جادو سے چھڑائے گا۔ دیکھو تو سہی اس نے تمہیں مچھلی کی طرح کانٹے میں پھانس رکھا ہے اور شاہزادہ تو زن کابلی کے پھندے میں ایک ہی سال رہا تھا اور تم کو ساٹھ برس ہوگئے اور تم ساٹھ برس سے اس کانٹے میں پھنسے ہوئے مبتلائے تکلیف ہو کہ نہ تمہیں چین ہے اور نہ تم راہ سنت پر چلتے ہو بلکہ بدنصیب فاسق ہو نہ دنیا ہی تمہاری درست ہے اور نہ وبال اخروی اور گناہوں سے محفوظ ہو۔ اس کے چھوکرنے یعنی فریب وہی نے تمہارے گرہوں کو مضبوط کر دیا ہے۔ پس تمہیں حق سبحانہ کی چھو یعنی تاثیر تلاش کرنی چاہئے۔ تاکہ وہ تم میں روح پھونک دے اور یہ نفخ روح تم کو اس کے پھندے سے چھڑا دے اور کہدے کہ اوپر چلے آؤ۔ اس چاہ ناسوت میں مقید نہ رہو دیکھو دم افسوں یعنی اثر جادو دم حق سبحانہ یعنی تاثیر حق سبحانہ ہی سے جل سکتا ہے اور کسی سے نہیں۔ کیونکہ نفخ سحر دم قہر ہے اور دم مبطل سحر نفخ رحمت اور رحمت حق سبحانہ اس کے قہر پر سبقت لے گئی ہے اس لئے وہی اس کو فنا کر سکتی ہے اور کوئی نہیں۔ پس تم رحمت کو طلب کرو اور اگر رحمت کے طالب ہو جو کہ غضب سے سبقت لے گئی ہے تو اس کا طریق یہ ہے کہ کسی عالی مرتبہ شخص کو طلب کرو تا کہ تم بھی اہل اللہ میں داخل ہو جاؤ۔ اور رحمت الٰہی کے مستحق ہو جاؤ اور اے جادو کئے ہوئے شہزادو یاد رکھو کہ تمہارے اس پھندے سے نکلنے کی یہی تدبیر ہے۔

فائدہ:۔ نفوس زوجت سے یا تو یہ مراد ہو کہ وہ لوگ جن کی شادی حور العین سے ہوگئی ہے یا یہ کہ وہ لوگ جن کی شادی آخرت سے ہو چکی ہے اور دنیائے ساحرہ کے پھندے سے نکل چکے ہیں۔ وھذا ھو الانسب کما لایخفیٰ اور مصداق اس کا بہر صورت اہل اللہ ہیں۔ اس لئے ہم نے اہل اللہ سے ترجمہ کر دیا) اور جب تک یہ زال دنیا تمہارے پاس رہے گی اس وقت تک یہ جال نہ کھلے گا اور وہ ناز و ادا والی زوجہ یعنی آخرت تمہارے پہلو میں نہ آئے گی۔

فائدہ:۔ نایدالحلال الخ کی تقدیر نایدالحلال درشبیکہ ونایدآن زوو لال دربرت ہے من قبیل ضرب زید عمراً و خالد بکراً) کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ الدنیا و الآخرۃ لضرتان ان رضیت احداھما سخطت الاخری.

اس لئے ایک کا وصال دوسرے کی مفارقت کا موجب ہوگا۔ جس طرح کہ اس جسم کی تندرستی روح کی بیماری کا سبب ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب اس گزرگاہ یعنی دنیا کی مفارقت سخت ہے تو عقبیٰ جو کہ ہمیشہ کا ٹھکانہ ہے اس کی مفارقت تو اور بھی سخت ہوگی اور جبکہ تمہیں اس تصویر یعنی دنیا کی جدائی اتنی ناگوار ہے تو تم کو اندازہ کرنا چاہئے کہ نقاش یعنی خدا کی جدائی کس قدر ناگوار ہونی چاہئے۔ پس اے وہ شخص جو کہ دنیا کے بغیر صبر نہیں کر سکتا۔ تجھے حق سبحانہ کے بغیر کیسے کل پڑتی ہے اور جبکہ اس چوڑے کے بغیر تجھے چین نہیں آتا تو حق سبحانہ کے بغیر کیونکر چین آتا ہے جو کہ منبع فیوض و برکات ہیں اور جبکہ بدوں اس پانی کے پئے تجھے قرار نہیں ہوتا تو ابر رحمت اور شرب ماء رحمت سے کیونکر جدا رہتا ہے۔ ارے غافل تو کس غلطی میں پڑا ہوا ہے۔ اسے چھوڑ اور حق سبحانہ کو طلب کر۔ تجھے ان کی قدر اس لئے نہیں ہے کہ تو نے انہیں دیکھا نہیں لیکن اگر ذرا سی دیر کے لئے بھی تو ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کا حسن دیکھ لے تو تیری حالت یہ ہو کہ تیرا جسم اور تیری جان اس کی تابش سے جل جاوے (یا یہ کہ تو اس کی طلب میں تمام راحتوں کو بھول جاوے اور آگ میں گرنے سے بھی نہ ڈرے) اور جبکہ تجھے حق سبحانہ کی شان وشوکت اور اس کے قرب کی لذت کی خبر ہو تو تو اس کے بعد اس آب دنیا کو مردار کے مانند مکروہ سمجھے اور اگر شہزادہ کی طرح تو اپنے مطلوب تک پہنچ جاوے تو اپنے پاؤں سے اس کانٹے یعنی حب دنیا کو بالکل نکال ڈالے دیکھ تو جلدی سے ہوش میں آجا اور فنا فی الحق کی کوشش کر اور ہر وقت خودی میں مبتلا نہ رہ اور ہر دم گدھے کی طرح دلدل میں مت گر یعنی دنیا میں نہ پھنس اور نظر کو تیز کر کیونکہ یہ لغزش قصور نظر سے ہوتی ہے کیونکہ کم نظری کے سبب آدمی اونچ نیچ نہیں دیکھ سکتا اور پیراہن یوسف کی بو یعنی آثار قدرت الٰہیہ کے سہارے پر چل۔ کیونکہ اس بو میں نظر کے تیز کرنے کی خاصیت ہے اس سے تمہاری نظر تیز ہوگی اور نظر تیز ہو کر مشاہدہ حق سبحانہ حاصل ہوگا اور اس سے تمہاری نظر اور تیز ہوگی۔ کیونکہ اس صورت مخفیہ اور نور جبیں نے انبیاء کی آنکھوں کو وہ دوربین بنایا ہے اور یہی نور تجھے آتش دوزخ یا آتش شہوت وغیرہ سے چھڑا سکتا ہے پس تو اس نور کو حاصل کر اور عاریتی نور یعنی دنیا واہل دنیا کے نور پر قناعت نہ کر کیونکہ اس کی خاصیت اس نور کے برعکس ہے کہ یہ نور حال بین کرتا ہے اور چشم دعقل وروح کو خارش کا روگ لگا دیتا ہے یہ دیکھنے میں تو نور ہے مگر حقیقت میں نار ہے۔ پس اگر تجھے حقیقی نور کی ضرورت ہو تو اس نور ظاہر کو چھوڑ دیکھو حال بینی نہایت مضر شے ہے کیونکہ جو چشم بصیرت اور روح حال میں ہوتی ہے وہ ہر دم ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرتی ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ کیا اہل دنیا دوربین نہیں ہوتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی دوربینی ایسی ہی ہے جیسے کوئی خواب میں دور کی شئے دیکھے سو یہ حقیقۃً دوربینی نہیں ہے اور نہ مفید ہے۔ فرض کرو کہ تم ایک ندی کے کنارے پیاسے سو رہے ہو اور خواب میں بے حقیقت پانی کی طرف اس کی طلب میں دوڑ رہے ہو اور حالانکہ تم سراب کو دور سے دیکھ رہے ہو مگر تم اس اپنی نظر دوربین پر عاشق ہو اور خواب ہی میں یاروں سے شیخیاں مار رہے ہو کہ میں بینا دل اور پردہ شگاف ہوں۔ چلو تاکہ وہاں پہنچیں کیونکہ مجھے پانی نظر آتا ہے حالانکہ وہاں پانی وانی کچھ نہیں ہوتا بلکہ محض دھوکہ ہوتا ہے اور تم اس دھوکہ دینے والے بے حقیقت پانی کی طرف دوڑتے ہوئے ہر قدم پر اصلی پانی سے دور ہو رہے ہو اور یہ تمہارا پانی حاصل کرنے کا پختہ ارادہ تمہارے لئے اس اصلی پانی کا پردہ بن گیا ہے جو کہ تم سے ملا ہوا اور قریب ہے اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ بہت سے لوگ ایک ایسے مقام سے جس میں ان کا مطلوب ہوتا ہے طلب مطلوب میں دوسری جگہ جاتے ہیں اس سے معلوم ہو گیا کہ سونے والے کی دوربینی کسی کام کی نہیں اور وہ محض ایک خیال ہے اس لئے اس سے ہاتھ اٹھا لینا چاہئے اور اسے چھوڑ دینا چاہئے۔ بس یہی حالت اہل دنیا کی ہے کہ وہ سو رہے ہیں اور خیالات کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم دوربین ہیں۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مانا کہ تم سو رہے ہو مگر تم کو چاہئے کہ راستہ پر سوو۔ دیکھو ہم تم سے باصرار کہتے ہیں کہ سونا ہی ہے تو خدا کے رستہ پر سوو تاکہ کوئی راہ گیر صاحب دل آپہنچے اور وہ تم کو خواب غفلت سے بیدار کر کے راہ پر لگالے۔ (مقصود یہ ہے کہ اگر تم راہ دین میں سعی بھی نہ کرو تو اہل اللہ کی خدمت میں رہو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی برکت سے کسی وقت تم کو ہدایت ہو جاوے) اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر مضمون سابق کو تمام کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سونے والے کا فکر اگر بال سے بھی زیادہ باریک ہو تب بھی اسے اس وقت فکر

www.besturdubooks.wordpress.com

کے سبب گلے کا راستہ نہیں معلوم ہو سکتا۔ تیز سونے والے کا فکر اگر دوہرا اور تہرا بھی ہو جاوے تب بھی وہ غلط در غلط در غلط ہی ہے اور اگر اس کی نظر تیز بین اور روشن ہو تو بھی لاشے محض ہے کیونکہ اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ آب مطلوب کی موجیں اس سے ٹکراتی ہیں مگر وہ اس کی طلب میں لق ودق بیابان میں دوڑتا ہوتا ہے اور وہ نہایت سخت پیاسا ہوتا ہے مگر پانی اس کی رگ گردن سے زیادہ قریب ہوتا ہے اور وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ بس یہی حالت اہل دنیا کی ہے کہ حق سبحانہ ان سے رگ گردن سے زیادہ قریب بقرب بے کیف ہیں مگر وہ ان تک نہیں پہنچ سکتے اور مساعی بیہودہ میں منہمک ہیں ایسی حالت میں ان کی دقت نظر اور ذہانت وفطانت بالکل بے سود ہے۔

حکایت آں زاہد کہ در سال قحط خنداں وشاد بود با مفلسی وبسیاری عیال وخلق می مردند از گرسنگی، باو گفتند کہ ہنگام تعزیت ست نہ شادی گفت مرا باکے نیست

اس زاہد کی حکایت جو قحط کے سال میں باوجود مفلسی اور بہت عیالداری کے مسکرانے والا اور خوش تھا اور لوگ بھوک سے مر رہے تھے لوگوں نے اس سے کہا کہ تعزیت کا وقت ہے نہ کہ خوشی کا اس نے کہا مجھے کوئی پروا نہیں ہے

ہمچناں کاں زاہد اندر سال قحط	بود او خنداں وگریاں جملہ رہط
اسی طرح وہ زاہد جو کہ قحط کے سال	مسکراتا تھا اور تمام قبیلہ روتا تھا
پس بگفتندش چہ جای خندہ است	قحط بیخ مومناں برکندہ است
تو لوگوں نے اس سے کہا ہنسنے کا کیا موقع ہے؟	قحط نے مسلمانوں کی بیخ کنی کر دی ہے
رحمت از ما چشم خود بردوختہ است	ز آفتاب تیز صحرا سوختہ است
رحمت نے ہم سے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں	تیز سورج سے جنگل جل گیا ہے
کشت و باغ ورز سیہ افتادہ است	در زمیں نم نیست نے بالا نہ پست
کھیتی اور باغ اور انگور کالے پڑ گئے ہیں	زمین میں نمی نہیں ہے نہ اوپر نہ نیچے
خلق می میرند زیں قحط و عذاب	دہ دہ وصد صد چو ماہی دور ز آب
اس قحط اور عذاب سے لوگ مر رہے ہیں	دس دس اور سو سو جس طرح مچھلی پانی سے دور
بر مسلماناں نمی آری تو رحم	مومناں خویشند یک تن شحم ولحم
تجھے مسلمانوں پر رحم نہیں آتا	(حالانکہ) مومن باہم چربی اور گوشت کا ایک جسم ہیں
رنج یک جزوے ز تن رنج ہمہ است	گردم صلح ست ست یا خود ملحمہ است
جسم کے ایک جزو کی تکلیف سب کی تکلیف ہے	خواہ صلح کا وقت ہے یا جنگ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت در چشم شما قحط ست ایں	پیش چشم چوں بہشت ست ایں زمیں
اس نے کہا تمہاری نظر میں یہ قحط ہے	میری نگاہ میں یہ زمین بہشت جیسی ہے
من ہمی بینم بہر دشت و مکاں	خوشہا انبہ رسیدہ تا میاں
میں ہر جنگل اور جگہ میں دیکھ رہا ہوں	بکثرت (کھیتی کی) بالیں کمر تک
خوشہا در موج از باد صبا	پر بیاباں سبز تر از گندنا
بالیں پروا ہوا سے لہلہا رہی ہیں	جنگل بھرا ہوا ہے گندنے سے زیادہ سرسبز ہے
ز آزموں من دست بروے میزنم	دست و چشم خویش را چوں بر کنم
آزمانے کے لئے میں ان کو چھوتا ہوں	اپنے ہاتھ اور نگاہ کو کیسے ہٹا لوں؟
یار فرعون تنید اے قوم دوں	زاں نماید مر شما را نیل خوں
اے کمینہ قوم! تم فرعونی جسم کے یار ہو	اس لئے تمہیں (دریائے) نیل خون نظر آتا ہے
یار موسیٰ خرد گر دید زود	تا نماند خون و بینید آب رود
جلد عقل موسوی کے یار بن جاؤ	تاکہ خون نہ رہے اور تم دریا کا پانی دیکھ لو
از پدر برتو جفائے چوں رود	آں پدر در چشم تو سگ می شود
جب باپ کی جانب سے تجھ پر ظلم ہو	وہ باپ تیری نگاہ میں کتا ہو جاتا ہے
آں پدر سگ نیست تاثیر جفاست	کہ چناں رحمت نظر را سگ نماست
باپ کتا نہیں ہے ظلم کی تاثیر ہے	کہ ایسی رحمت نگاہ میں کتا جیسی ہے
گرگ می دیدند یوسف را بچشم	چوں کہ اخواں را حسودی بود و خشم
(حضرت) یوسف کو آنکھ سے بھیڑیا دیکھا	چونکہ بھائیوں میں حسد اور غصہ تھا
با پدر چوں صلح کردی خشم رفت	آں سگی شد گشت بابا یار زفت
جب تونے باپ سے صلح کرلی غصہ ختم ہوا	وہ کتا پن (بھی) ختم ہوا باپ گہرا دوست بن گیا

سونے والے کی حالت ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کہ ان لوگوں کی جنہوں نے ایک بزرگ پر اعتراض کیا تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ قحط سالی میں سب لوگ روتے تھے اور ایک زاہد ہنستا تھا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ صاحب یہ ہنسی کا کیا موقع ہے۔ قحط نے مسلمانوں کی جڑ اکھیڑ ڈالی ہے اور رحمت الٰہی نے ہماری طرف سے آنکھ بند کرلی ہے تیز دھوپ سے جنگل بھسم ہوگیا ہے۔ کھیتی اور باغ اور انگور سیاہ پڑ گئے ہیں۔ زمین میں نام کو تری نہیں رہی نہ اوپر نہ نیچے۔ لوگ اس قحط اور عذاب سے دس دس اور سو سو یوں مر رہے ہیں جیسے مچھلیاں پانی سے دور ہو کر۔ تعجب ہے کہ تم کو مسلمانوں پر رحم نہیں آتا حالانکہ سب

www.besturdubooks.wordpress.com

مسلمان بھائی بھائی ہیں اور گویا کہ سب کے اجسام اور چربی اور گوشت سب ایک ہیں اور قاعدہ ہے کہ جسم کے ایک حصہ میں تکلیف ہوتی ہے تو تمام اعضاء کو تکلیف ہوتی ہے خواہ صلح کا وقت ہو یا جنگ کا (صلح کی حالت میں ایک کی تکلیف سے دوسرے کا متاثر ہونا تو بعید نہیں مگر جنگ کی حالت میں بظاہر بعید معلوم ہوتا ہے لیکن یہ بھی بعید نہیں کیونکہ یہاں گفتگو مومنین من حیث الایمان میں ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اس حالت میں اگر ان میں جنگ ہوگی تو اس میں ہر دو فریق کی نیت خیر ہوگی اور مقصد ان کا دفع مفسدہ واقعی یا اجتہادی ہوگا اور جنگ بقصد خیر خواہی و نیک نیتی منافی تاذی نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ماں باپ اپنے بچہ کو مارتے ہیں پس گو وہ بضرورت مارتے ہیں مگر اس مارسے ان کو خود ایذاء ہوتی ہے یا آدمی اپنے کسی عضو فاسد کو کاٹتا ہے مگر اس کو اس کا صدمہ بھی ہوتا ہے اور اس سے تکلیف بھی ہوتی ہے۔ (فلا یجعل) ان کی گفتگو کے جواب میں ان بزرگ نے کہا کہ صاحبو! تمہاری نظر میں یہ قحط ہے مگر مجھے تو یہ زمین بہشت معلوم ہوتی ہے اور میں تو ہر جنگل میں اور ہر مقام پر خوشہائے گندم کمر کمر تک بکثرت دیکھ رہا ہوں۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ خوشے باد صبا سے لہلہا رہے ہیں اور جنگل بھر پور اور گندنے سے زیادہ سرسبز ہے۔ میں امتحاناً ہاتھ بڑھاتا ہوں اور انہیں چھوتا ہوں تو اپنی نظر کو صحیح پاتا ہوں۔ پھر میں اپنے ہاتھ اور اپنی آنکھ کو کیا اکھاڑ ڈالوں اور کیسے سمجھوں کہ قحط ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ تم نفس فرعون کے تبع ہو اس لئے تمہیں آب نیل خون معلوم ہوتا ہے پس تم موسیٰ خرد کے یار ہو جاؤ تاکہ وہ تمہاری نظر میں بھی خون نہ رہے اور اور پانی دکھلائی دے۔ دیکھو قاعدہ ہے کہ جب باپ کی جانب سے تم پر سختی ہوتی ہے تو وہ باپ تمہاری نظر میں کتا معلوم ہوتا ہے مگر وہ باپ کتا نہیں ہوتا بلکہ یہ سختی کا اثر ہے کہ تم کو وہ رحمت مجسم کتا معلوم ہوتی ہے چنانچہ بھائیوں کو یوسفؑ بھیڑیا نظر آتے تھے کیونکہ ان کو ان پر حسد تھا اور اس لئے وہ ان پر غصہ تھے لیکن جب باپ سے تمہاری صلح ہو جاتی ہے تو وہ اس کا کتا پن زائل ہو جاتا ہے اور وہ بہت بڑا دوست ہو جاتا ہے۔ یہ کھلی دلیل ہے اس کی کہ وہ محض سختی کا اثر تھا اور خود باپ ایسا نہ تھا۔

فائدہ:۔ ان بزرگ نے جو جہان کو سرسبز بتایا ہے اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ سبزہ معروفہ اور خوشہائی متعارفہ وہاں موجود تھے بلکہ مقصود ان کا یہ تھا کہ اغذیہ دو قسم کی ہیں ایک غذائے روحانی دوسری جسمانی۔ غذائے روحانی تو کائنات میں حق سبحانہ کا مشاہدہ اور اس کے فیوض و برکات ہیں اور غذائے جسمانی یہ متعارف اغذیہ ہیں اور چونکہ اہل اللہ اغذیہ جسمانی بلکہ خود جسم کو حقیر محض اور ناقابل التفات سمجھتے ہیں اس لئے شیخ نے ان کی شکایت قحط کا اثبات غذائے روحانی سے جواب دیا۔ اور جواب کا حاصل یہ ہے کہ میں تو اغذیہ جسمانیہ کو کوئی چیز نہیں سمجھتا بلکہ اصل غذا میرے نزدیک غذائے روحانی ہے سو میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اس قحط میں بھی بوجہ اتم موجود ہے گو تمہیں نظر نہیں آتی۔ پس میں کیوں نہ خوش ہوں۔)

در بیان آنکہ مجموعہ عالم صورت عقل کل است چوں با عقل کل بکوروی جفا کردی صورت عالم ترا غم فزاید اغلب احوال چنانکہ با پدر بد کردی صورت پدر ترا غم فزاید و نتوانی او را دیدن اگرچہ پیش ازاں نور دیدہ بودہ باشد و راحت جاں

اس کا بیان کہ عالم کا مجموعہ عقل کل کی صورت ہے جب تو عقل کل کے ساتھ ٹیڑھا چلے گا تو نے ظلم کیا'

عالم کی صورت عموماً تیرا غم بڑھائے گی جیسے کہ باپ کے ساتھ تو نے برائی کی باپ کی صورت تیرا غم بڑھائے گی اور اس کو دیکھ نہ سکے گا اگرچہ اس سے پہلے آنکھوں کا نور اور جان کی راحت رہا ہو

کل عالم صورت عقل کل ست	کوست بابای ہر آں کاہل قل ست
پورا عالم عقل کل کی صورت ہے	وہ ہر اس شخص کا بابا ہے جو قول والا ہے
چوں کسے با عقل کل کفراں فزود	صورت کل پیش او ہم سگ نمود
جب کوئی عقل کل کی نافرمانی کرے	کل کی صورت اس کو کتا نظر آتی ہے
صلح کن با ایں پدر عاقی بہل	تا کہ فرش رز نماید آب و گل
اس باپ سے صلح کرلے نافرمانی کو چھوڑ دے	تاکہ تجھے زمین انگور کا فرش نظر آئے
پس قیامت نقد حال تو بود	پیش تو چرخ و زمیں مبدل شود
پھر قیامت تیری نظر کے سامنے ہو	تیرے آسمان اور زمین بدل جائیں
منکہ صلح دائما بایں پدر	ایں جہاں چوں جنتستم در نظر
میری ہمیشہ (اس باپ) سے صلح ہے	یہ دنیا میری نگاہ میں جنت کی طرح ہے
ہر زماں نو صورتے و نو جمال	تا ز نو دیدن فرو میرد ملال
ہر وقت نئی صورت ہے اور نیا حسن ہے	حتیٰ کہ نئے مشاہدے سے غم زائل ہو جاتا ہے
من ہمی بینم جہاں را پر نعیم	آبہا از چشمہا جوشاں مقیم
میں دنیا کو نعمتوں سے بھرا دیکھتا ہوں	چشموں سے ہمیشہ پانی جوش مار رہا ہے
بانگ آبش می رسد در گوش من	مست می گردد ضمیر و ہوش من
پانی کی آواز میرے کان میں پہنچتی ہے	میرا دل اور حواس مست ہو جاتے ہیں
شاخہا رقصاں شدہ چوں تائباں	برگہا کف زن مثال مطرباں
شاخیں صوفیوں کی طرح رقص کر رہی ہیں	پتے گویوں کی طرح تالیاں بجا رہے ہیں
برق آئینہ است لامع از نمد	گر نماید آئینہ تا چوں بود
آئینہ کی چمک نمدے میں سے چمکتی ہے	اگر آئینہ نظر آ جائے تو کیا ہو گا؟
از ہزاراں من نمی گویم یکے	زانکہ آگندہ است ہر گوش از شکے
میں ہزار (باتوں) میں سے ایک (بھی) نہیں کہتا ہوں	کیونکہ ہر کان شک سے پُر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش وہم ایں گفت مژدہ دادنست	عقل گوید مژدہ چہ نقد من ست
وہم کے لئے یہ بات خوشخبری ہے	عقل کہتی ہے کہ خوشخبری کیا ہوتی ہے یہ میری حالت ہے

یہاں سے وہ بزرگ اپنے کلام کی کسی قدر شرح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمام عالم مظہر ہے حق سبحانہ کا۔ کیونکہ تمام عالم اسی سے پیدا ہوا ہے اس لئے گویا کہ وہ تمام عالم کا باپ ہے۔

فائدہ:۔ اہل قل سے مراد ارواح ہیں اور قل مخفف ہے قول کا اور قول سے مراد کلمہ بلیٰ ہے جو الست بربکم کے جواب میں کہا گیا تھا۔ ہٰذا ما قال ولی محمد واللہ اعلم۔ اور ذکر اہل قل بنا پر تخصیص نہیں بلکہ بنا بر شرف ہے۔ نیز زیر بحث اس وقت ذوی العقول مکلفین ہی ہیں نہ کہ تمام عالم اس لئے انہیں کا ذکر کیا گیا واللہ اعلم) پس جب کوئی حق سبحانہ کی مخالفت کرتا ہے تو تمام اشیاء اس کی نظر میں اصلی صورت کے خلاف دکھائی دیتی ہیں اور وہ صورت اصلی صورت سے بدتر ہوتی ہے خواہ کسی وجہ سے اس دیکھنے والے کو بری نہ معلوم ہو۔ پس تم حق سبحانہ سے میل کرلو۔ اور نافرمانی چھوڑ دو تاکہ تمام زمین تمہیں انگوروں (غذائے روحانی) کا بستر معلوم ہو اور قیامت تم کو اس وقت نظر آ جاوے بایں معنی کہ تمام عالم بدل جاوے اور اس صورت پر نہ دکھلائی دے جس صورت پر کہ تم اسے پہلے دیکھتے تھے میں چونکہ حق سبحانہ سے صلح رکھتا ہوں اس لئے یہ جہاں میری نظر میں جنت ہے اور ہر وقت ایک نئی صورت اور نیا حسن مشاہدہ کرتا ہوں جس کے دیکھنے سے غم دور ہو جاتا ہے اور میں اس عالم کو نعمائے الٰہیہ سے لبریز پاتا ہوں اور پانی چشموں سے ہر وقت ابلتے رہتے ہیں اور ان پانیوں کی آوازیں میرے کانوں میں آتی ہیں جن سے میرا دل اور میری عقل مست ہو جاتی ہے۔ شاخیں صوفیوں کی طرح وجد میں مصروف ہیں اور پتے قوالوں کی طرح تالیاں بجاتے ہیں۔ غرضکہ میں انواع واقسام کی اغذیہ روحانیہ میں اس عالم میں مشاہدہ کرتا ہوں اور یہ تو اس وقت ہے جبکہ حق سبحانہ کی روشنی اشیاء ناسوتیہ سے جھلکتی ہے لیکن اگر حق سبحانہ بے حجاب تجلی فرمائیں تو نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت کیا حال ہو۔ خیر میں گفتگو مختصر کرتا ہوں اور ہزاروں باتوں میں سے ایک بھی پوری نہیں کہتا کیونکہ قریب قریب تمام سامعین محجوب اور جتلائے شک ہیں۔ اس لئے میری باتوں کو نہ مانیں گے اوہام یعنی عقول ناقصہ کے نزدیک تو یہ مضمون محض اخبار کے درجہ میں ہے مگر عقل کہتی ہے کہ کیسی خبر میں تو خود دیکھ رہی ہوں اور اس لئے وہم وعقل کی ایسی مثال ہے جیسے فرزنداں عزیر علیہ السلام کی۔

قصہ فرزندان عزیز علیہ السلام کہ از پدر احوال پدری پرسیدند پدر گفت آرے دیدمش از عقب می آید بعضے کہ شناختندش بیہوش شدند وآنانکہ نشناختندش می گفتند ایں شخص خوش مژدہ دادہ ایں بیہوشی از چیست وایں حالت

(حضرت) عزیز علیہ السلام کی اولاد کا قصہ کہ باپ سے (ہی) باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے باپ نے کہا ہاں میں نے اس کو دیکھا ہے پیچھے آ رہا ہے جن بعض نے پہچان لیا وہ بیہوش ہو گئے اور جنہوں نے

نہ پہچانا وہ کہہ رہے تھے کہ اس شخص نے اچھی خوشخبری دی ہے یہ حالت اور یہ بے ہوشی کس وجہ سے ہے؟

ہمچو پوران عزیزؑ اندر گزر	آمدہ پرساں زاحوال پدر
(حضرت) عزیر کی اولاد کی طرح راستہ میں	آ کر باپ کے احوال دریافت کر رہے تھے
گشتہ ایشاں پیرو باباشاں جواں	پس پدر شاں پیش آمد ناگہاں
وہ بوڑھے ہو گئے تھے اور ان کے والد جوان تھے	تو ان کے والد اچانک سامنے آ گئے
پس بپرسید ندازو کاے رہگزر	از عزیر ما عجب داری خبر
تو انہوں نے ان سے دریافت کیا اے مسافر!	ہمارے عجیب عزیر کا تجھے علم ہے
کہ کسے ماں گفت کامروز آں سند	بعد نومیدی زبیروں می رسد
کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج وہ سہارا	مایوسی کے بعد باہر سے آ جائے گا
گفت آرے بعد من خواہد رسید	آں یکے خوش شد چوایں مژدہ شنید
ان (عزیر) نے کہا میرے بعد وہ آئے گا	ان میں سے ایک نے جب یہ خوشخبری سنی خوش ہوا
بانگ می زد کاے مبشر باش شاد	واں دگر بشناخت بیہوش اوفتاد
شور مچاتا تھا کہ اے خوشخبری دینے والے خوش رہ	دوسرے نے پہچان لیا بیہوش ہو کر گر گیا
کہ چہ جای مژدہ است اے خیرہ سر	کہ در افتادیم در کان شکر
کہ اے احمق! خوشخبری کا کیا موقع ہے؟	ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے ہیں
وہم را مژدہ است پیش عقل نقد	زانکہ چشم وہم شد محجوب فقد
وہم کے لئے خوشخبری ہے عقل کے لئے مشاہدہ	کیونکہ وہم کی آنکھ گمشدگی سے ڈھکی ہوئی ہے
کافراں را درد و مومن را بشیر	لیک نقد حال در چشم بصیر
کافروں کے لئے درد اور مومن کے لئے خوشخبری دینے والی ہے	لیکن بینا کی آنکھ میں نقد حال ہے
زانکہ عاشق دردم نقدست مست	لاجرم از کفر و ایماں برترست
کیونکہ عاشق مشاہدہ میں مست ہے	لامحالہ وہ کفر اور ایمان سے بالا ہے
کفر و ایماں ہر دو خود دربان اوست	کوست مغز و کفر و دیں اورا دو پوست
کفر اور ایمان دونوں اس کے دربان ہیں	کیونکہ وہ مغز ہے اور کفر اور دین اس کے دو چھلکے ہیں
کفر قشر خشک رو برتافتہ	باز ایماں قشر لذت یافتہ
کفر خشک چھلکا منہ پھیرے ہوئے ہے	پھر ایمان لذت پایا ہوا چھلکا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قشرہای خشک را جا آتش ست	قشر پیوستہ بمغز جاں خوش ست
خشک چھلکوں کی جگہ آگ ہے	چھلکا جو جان کے مغز سے وابستہ ہے وہ اچھا ہے
مغز خود از مرتبہ خوش برترست	برترست از خوش کہ لذت گسترست
مغز "اچھے" رتبہ کی وجہ سے بالا ہے	(بلکہ) "اچھے" سے بڑھ کر ہے کیونکہ لذت بخش ہے
ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	تا برآرد موسیم از بحر گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس لوٹ	تاکہ میرا موسیٰ سمندر سے گرد اڑائے
در خور عقل عوام ایں گفتہ شد	از سخن باقی آں بنہفتہ شد
عوام کی عقل کے بقدر یہ کہہ دیا گیا	اس کی بقیہ بات پوشیدہ کر دی گئی ہے
زر عقلت ریزہ است اے متہم	بر قراضہ مہر سکہ چوں نہم
اے تہمت زدہ! تیری عقل کا سونا ریزہ ریزہ ہے	برادے پر سکہ کی مہر کیسے لگاؤں؟
عقل تو قسمت شدہ برصد مہم	بر ہزاراں آرزوی و طم ورم
تیری عقل سیکڑوں معاملوں میں بٹی ہوئی ہے	ہزاروں آرزوؤں اور بہت مال پر
جمع باید کرد اجزا را بعشق	تا شوی خوش چوں سمرقند و دمشق
عشق کے ذریعہ اجزاء کو جمع کرنا چاہیے	تاکہ تو سمرقند اور دمشق کی طرح حسین بن جائے
جو جوے چوں جمع کردی ز اشتباہ	پس تواں زد سکہ برتو بادشاہ
وہم کو اگر جو جو کر کے تو جمع کر لے	تو بادشاہ تجھ پر ٹھپہ لگا سکے گا
ور ز مثقالے شوی افزوں تو خام	از تو سازد شہ یکے زرینہ جام
اے کچے! اگر تو ایک مثقال سے بڑھ جائے گا	تو بادشاہ تیرا زریں جام بنا لے گا
پس بروہم نام و ہم القاب شاہ	باشد وہم صورتش اے وصل خواہ
تو اس پر بادشاہ کا نام بھی اور القاب بھی	ہوگا اور اس کی تصویر بھی اے وصل کے خواہشمند
تاکہ معشوقت بود ہم ناں ہم آب	ہم چراغ و شاہد و نقل و شراب
تاکہ روٹی اور پانی بھی تیرا معشوق ہو	چراغ بھی اور شاہد بھی نقل اور شراب بھی
جمع کن خود را جماعت رحمت است	تا توانم با تو گفتن آنچہ ہست
اپنے آپ کو جمع کر لے، جماعت رحمت ہے	تاکہ میں تجھ سے جو حقیقت ہے وہ کہہ سکوں

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ گفتن از برای باوریست	جان شرک از باوری حق بریست
اس لئے کہ کہنا یقین کے لئے ہے	شرک کی جان حق کو پہچاننے سے خالی ہے
جان قسمت گشتہ در جو فلک	درمیان شصت سودا مشترک
(شرک کی) جان آسمان کی فضا میں تقسیم ہو گئی ہے	بہت سے معاملوں میں مشترک ہے
پس خموشی بہ دہد اور اثبوت	پس جواب احمقاں آمد سکوت
خاموشی اس کے لئے اچھا ثبوت مہیا کرتی ہے	احمقوں کے لئے جواب خاموشی ہے
ایں ہمی دانم و لے مستی تن	می کشاید بے مراد من دہن
یہ میں جانتا ہوں لیکن جسم کی مستی	بغیر ارادے کے میرا منہ کھول دیتی ہے
آنچناں کز عطسہ و از خامیاز	ایں دہاں گردد بنا خواہ تو باز
جیسا کہ چھینک اور انگڑائی سے	تیرے ارادے کے بغیر منہ کھل جاتا ہے

درتفسیر حدیث انی لاستغفر الله ربی فی کل یوم سبعین مرة

حدیث کی تفسیر کہ میں اللہ اپنے رب سے ہر روز ستر مرتبہ مغفرت چاہتا ہوں

ہمچو پیغمبرؐ زگفت و از نثار	توبہ آرم روز من ہفتاد بار
پیغمبرؐ کی طرح گفتگو اور (اسرار) نچھاور کرنے سے	میں دن میں ستر بار توبہ کرتا ہوں
لیک آں مستی بود توبہ شکن	منسی ست ایں مستی تن جامہ کن
لیکن وہ مستی توبہ شکن بنی ہے	یہ کپڑے چاک کرنے والی جسم کی مستی بھلا دینے والی ہے
حکمت اظہار تاریخ دراز	مستی انداخت بردانای راز
دراز تاریخ کے اظہار کی حکمت	ایک راز داں پر مستی طاری کر دیتی ہے
راز پنہاں باچنیں طبل و علم	آب جوشاں گشتہ از جف القلم
پوشیدہ راز ایسے نقارے اور جھنڈے کے ساتھ	جف القلم سے پانی جوش مارتا ہے
رحمت بیحد روانہ ہر زماں	خفتہ اید از درک آں اے مرداں
لامحدود رحمت ہر زمانہ میں جاری ہے	اے انسانو! تم اس کے علم سے سوئے ہوئے ہو
جامۂ خفتہ خورد از جوی آب	خفتہ اندر آب جویای سراب
سوئے ہوئے کا کپڑا نہر کا پانی پی رہا ہے	پانی میں سویا ہوا، سراب کا جویاں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

میرود آنجای بوی آب ہست	زیں تفکر راہ رابر خویش بست
وہاں جاتا ہے جہاں پانی کی امید ہے	اس خیال سے اس نے اپنا راستہ مسدود کر دیا
چونکہ آنجا گفت زینجا دور شد	برخیالے اوز حق مہجور شد
جبکہ اس نے اس جگہ کی سوچی اس جگہ سے دور ہو گیا	ایک خیال (کی بنیاد) پر وہ سچ واقعہ سے دور ہو گیا
دور بینانند و بس خفتہ رواں	رحمتے آرید شاں اے رہرواں
سوئی ہوئی روح والے فقط دور بیں ہیں	اے سالکو! ان پر رحم کرو
من ندیدم تشنگی خواب آورد	خواب آرد تشنگی بے خرد
میں نے نہیں دیکھا کہ پیاس سلائے	بے عقل کی پیاس سلاتی ہے
خود خرد آنست کو از حق چرید	نے خرد کاں را عطارد آورید
عقل وہی ہے جو اللہ (تعالیٰ) سے فیضیاب ہو	نہ وہ عقل جو عطارد (ستارے) سے تم لائے ہو

بیان آنکہ عقل جزوی تا بگور پیش نہ بیند ودر باقی مقلد انبیا و اولیاست

اس کا بیان کہ ناقص عقل قبر سے آگے نہیں دیکھتی ہے اور باقی معاملات میں انبیاء اور اولیاء کی مقلد ہے

پیش بینی ایں خرد تا گور بود	وان صاحبدل بنفخ صور بود
اس عقل کی دور بینی قبر تک ہے	صاحبدل کی ملکیت صور پھونکنے تک ہے
ایں خرد از گور وخاکے نگذرد	ویں قدم عرصہ عجائب نسپرد
یہ عقل قبر اور مٹی سے آگے نہیں جاتی ہے	یہ قدم عجائب کے میدان کو طے نہیں کرتا ہے
زیں قدم زیں عقل رو بیزار شو	چشم غیبی جوی و برخوردار شو
اس قدم اور اس عقل سے (ہٹ) جا بیزار ہو جا	غیبی آنکھ تلاش کر اور نفع اٹھا
ہمچو موسیٰ نور کے یابد ز جیب	سخرۂ استاد و شگرد کتیب
(حضرت) موسیٰ کی طرح گریبان سے نور کب حاصل کرتا ہے؟	استاد کا تابع اور کتاب کا شاگرد
زیں نظر ویں عقل ناید جز دوار	پس نظر بگزار و بگزیں انتظار
اس غور وفکر اور اس عقل سے سوائے دودسر کے کچھ حاصل نہیں ہوتا	تو غور و فکر چھوڑ اور انتظار اختیار کر
از سخن گوئی مجوئید ارتفاع	منتظر رابہ زگفتن استماع
باتیں بنانے سے بلندی نہ چاہو	منتظر کے لئے کہنے سے سننا بہتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

منصب تعلیم نوعے شہوتست	ہر خیال شہوتی در رہ بت است
تعلیم کا مقام ایک قسم کی خواہش نفسانی ہے	نفسانی ہر خیال راستہ کا بت ہے
گر بفضلش پے ببردے ہر فضول	کے فرستادے خدا ایں چندیں رسول
اگر ہر بیہودہ اپنی بڑائی کی وجہ سے پتہ پا لیتا	تو خدا اتنے رسول کب بھیجتا
عقل جزوی ہمچو برق ست و درخش	در درخشی کے تواں شد سوی وخش
ناقص عقل بجلی اور چمک کی طرح ہے	چمک میں وخش تک کہاں جایا جا سکتا ہے
نیست نور برق بہر رہبری	بلکہ امرست ابر راکہ می گری
بجلی کی چمک راستہ طے کرنے کے لئے نہیں ہے	بلکہ وہ ابر کو حکم ہے کہ تو رو
برق عقل ما برای گریہ است	تا بگرید نیستی در شوق ہست
ہماری عقل کی چمک رونے کے لئے ہے	تاکہ روئے فنا عشق میں ہے
عقل کودک گفت بر کتاب تن	لیک نتواند بخود آموختن
بچہ کی عقل نے کہا کتب میں جا	لیکن اس کو وہ خود سکھا نہیں سکتی
عقل رنجور آردش سوی طبیب	لیک نبود در دوا عقلش مصیب
بیمار کی عقل اس کو طبیب کے پاس لاتی ہے	لیکن دوا (تجویز کرنے) میں اس کی عقل صحیح پہنچنے والی نہیں ہے
تک شیاطیں سوی گردوں می شدند	گوش بر اسرار بالا می زدند
یہ شیطان آسمان کی جانب گئے	(عالم) بالا کے رازوں پر کان لگایا
می ربودند اندکے زاں رازہا	تا شہب می راندشاں زود از سما
ان رازوں میں سے کچھ اچک لے گئے	تو شہابوں نے فورا انہیں آسمان سے بھگا دیا
کہ روید آنجا رسولے آمدہ است	ہر چہ می خواہید از و آید بدست
کہ جاؤ وہاں ایک رسول آ گیا ہے	تم جو چاہتے ہو اس سے ہاتھ آئے گا
گر ہمی جوئید در بے بہا	ادخلوا الابیات من ابوابہا
اگر تم گراں قدر موتی تلاش کرتے ہو	گھروں میں ان کے دروازوں سے داخل ہو
می زن آں حلقہ در و در بر بایست	کز سوی بام فلک تاں راہ نیست
دروازے کی کنڈی بجا اور دروازے پر ٹھہر	اس لئے کہ آسمان کے بالا خانہ کی جانب تمہارے لئے راستہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست حاجت تا بدیں راہ دراز	خاکیئے را دادہ ایم اسرار راز
اس دراز راستہ کی ضرورت نہیں ہے	ہم نے ایک خاکی کو راز کے بھید دے دیئے ہیں
پیش او آئید اگر خائن نہ اید	نیشکر گردید ازو گرچہ نے اید
اگر تم خائن نہیں ہو تو اس کے سامنے آؤ	اس سے گنا بن جاؤ گے اگرچہ تم نرکل ہو
سبزہ رویاند زخاکت آں دلیل	نیست کم از سم اسپ جبرئیل
وہ رہنما تیری خاک سے سبزہ اگا دے گا	وہ جبرئیل کے گھوڑے کے سم سے کم نہیں ہے
سبزہ گردی تازہ گردی از نوی	گر تو خاک اسپ جبرئیلے شوی
تو از سر نو سبزہ بن جائے گا تازہ بن جائے گا	اگر تو کسی جبرئیل کے گھوڑے کی خاک بن جائے گا
سبزۂ جاں بخش کاں را سامری	کرد در گو سالہ تا شدی گوہری
جان عطا کرنے والا سبزہ جس کو سامری نے	بچھڑے میں رکھ دیا یہاں تک کہ وہ جوہر والا ہو گیا
جاں گرفت و بانگ زد زاں سبزہ او	آنچناں بانگے کہ شد فتنہ عدو
اس سبزہ سے وہ جاندار ہو گیا اور بولنے لگا	اس طرح بولا کہ وہ دشمن کے لئے فتنہ بن گیا
گر امیں آئید سوی اہل راز	وارہید از سر کلہ مانند باز
اگر تم راز دار کی جانب امانتدار بن کر آؤ گے	تو باز کی طرح سر کی ٹوپی سے نجات پا جاؤ گے
سر کلاہ چشم بند و گوش بند	کہ ازو باز ست مسکین و نژند
وہ سر کی ٹوپی جو آنکھ کی بندش اور کان کی بندش ہے	جس کی وجہ سے باز مسکین اور خستہ ہے
زاں کلہ بر چشم باز اول شدست	کہ ہمہ میلش سوی جنس خودست
وہ ٹوپی باز کی آنکھوں پر ابتداءً اس لئے آئی ہے	کہ اس کا تمام میلان اپنی جنس کی طرف ہے
چوں برید از جنس با شہ گشت یار	بر کشاید چشم او را باز وار
جب وہ اپنی ہم جنس سے کٹا شاہ کا دوست ہو گیا	تو باز کی طرح اس کی آنکھیں کھول دے گا
ارندہ دیواں را حق از مرصاد خویش	عقل جزوی را ز استبداد خویش
اللہ (تعالیٰ) نے شیطانوں کو اپنی گھات سے بھگا دیا	ناقص عقل کو اپنے مستقل ہونے سے (بھگا دیا)
کہ سری کم کن نہ تو مستبد	بلکہ شاگرد ولی و مستعد
کہ خود سری نہ کر تو مستقل نہیں ہے	بلکہ تو ولی کا شاگرد اور صاحب استعداد ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زو بر دل رو کہ تو جزو ولی	ہیں کہ بندہ بادشاہ عادلی
جلد دل کے پاس جا' کیونکہ تو ولی کا جز ہے	خبردار! تو منصف بادشاہ کا غلام ہے
بندگی او بہ از سلطانی است	کہ انا خیردم شیطانی است
اس کی غلامی بادشاہت سے بہتر ہے	"میں بہتر ہوں" کا دعویٰ شیطانی ہے
فرق بین و برگزیں تو اے خسیس	بندگی آدمؑ از کبر جلیس
اے کمینے! تو فرق سمجھ لے اور اختیار کر	آدمؑ کی بندگی' شیطان کے تکبر کے بجائے
گفت آنکہ ہست خورشید رہ او	حرف طوبیٰ ہر کہ ذلت نفسہ'
جو راہ کا سورج ہے اس نے کہا ہے	وہ طوبیٰ کا لفظ ہر اس شخص کے لئے ہے جس کا نفس ذلیل ہوا
سایہ طوبیٰ ببین و خوش بخسپ	سر بنہ در سایۂ سرکش نخسپ
طوبیٰ کا سایہ دیکھ لے اور آرام سے سو	سر رکھ دے' سرکش کے سایہ میں نہ سو
ظل ذلت نفسہ خوش مضجعے ست	مستعد ان صفارا مہجعے ست
"ذلت نفسہ" کا سایہ بہترین خواب گاہ ہے	صفائی کی استعداد رکھنے والوں کے لئے خوابگاہ ہے
گر ازیں سایہ روی سوی منی	زود طاغی گردی ورہ گم کنی
اگر تو اس سایہ سے خودی کی طرف جائے گا	فوراً سرکش بن جائے گا اور راستہ گم کر دے گا

بیان آیۂ کریمہ یایھا الذین امنو الا تقدموا بین یدی اللہ و رسولہ واتقوا اللہ

آیت کریمہ کا بیان اے مومنو! پیش قدمی نہ کرو اللہ اور اس کے رسول کے سامنے اور اللہ سے ڈرو

از حکیم سنائی ست

حکیم سنائی نے کہا ہے

چوں نبی نیستی زامت باش	چونکہ سلطاں نہ رعیت باش
جب تو نبی نہیں ہے' امتی بن	جبکہ تو بادشاہ نہیں ہے' رعیت بن
پس رو خامشا و خامش باش	وزخودی رای زحمتی متراش
تو خاموشوں کا پیرو اور خاموش بن	اور خودی سے تکلیف کی رائے نہ اختیار کر
پس روی خاموش باش از انقیاد	زیر ظل امر شیخ و اوستاد
تو پیرو بنے' فرمانبرداری سے چپ رہ	استاد اور شیخ کے حکم کے سایہ تلے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس رو صامت شو خاموش باش	از وجود خویش والی کمتراش
تو پیرو بن چپ ہو جا اور خاموش رہ	اپنے وجود کو والی (حاکم) نہ بنا
ورنہ گرچہ مستعدی و قابلی	مسخ گردی تو زلاف کاملی
ورنہ اگرچہ تو صاحب استعداد و قابلیت ہے	تو کمال کی شیخی بگھارنے سے مسخ ہو جائے گا
ہم زاستعداد و آمانی اگر	سرکشی زاستاد راد باخبر
استعداد اور تمناؤں سے بھی اگر	تو عقلمند، باخبر استاد سے سرکشی کرے گا
صبر کن در موزه دوزی و بسوز	ور شوی بے صبر مانی پاره دوز
موزہ سینے اور مشقت پر صبر کر	اگر تو بے صبر بنے گا پیوند لگانے والا رہ جائے گا
کہنہ دوزاں گر بدے شاں صبر و حلم	جملہ نو دوزاں شدندے ہم بعلم
پرانے جوتے گانٹھنے والوں کو اگر صبر اور بردباری حاصل ہوتی	ہنر کے ذریعہ سب نیا (موزہ) سینے والے بن جاتے
پس بکوشی و بآخر از کلال	خود بخود گوئی کہ العقل عقال
پھر تو کوشش کرے گا اور بالآخر تھک کر	خود کہے گا کہ عقل بندھن ہے
ہمچوں مرد مفلست روز مرگ	عقل را می دید بس بے بال و برگ
اس فلسفی کی طرح جس نے موت کے دن	عقل کو بہت بے ساز و سامان دیکھا
بے غرض می کرد آندم اعتراف	کز ذکاوت راندیم اسپ از گزاف
اس وقت اس نے اخلاص سے اقرار کیا	کہ ہم نے ذہانت کے گھوڑے بیکار دوڑائے
از غروری سرکشیدم از رجال	آشنا کردیم در بحر خیال
میں نے تکبر کی وجہ سے (باخدا) لوگوں سے سرکشی کی	خیال کے سمندر میں تیراکی کی
آشنا ہیچ ست اندر بحر روح	نیست آنجا چاره جز کشتی نوحؑ
روح کے سمندر میں تیراکی بیکار ہے	وہاں نوحؑ کی کشتی کے سوا چارہ نہیں ہے
کاشکے او آشنا ناموختے	تا طمع در نوحؑ و کشتی دوختے
کاش وہ تیراکی نہ سیکھتا	تاکہ تمنا کو نوحؑ اور کشتی سے وابستہ کر دیتا
اینچنیں فرمود آں شاہ رسل	کہ منم کشتی دریں دریای کل
رسولوں کے شاہ نے اسی لئے فرمایا ہے	کہ اس عظیم دریا میں کشتی میں ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

یا کسے کو در بصیر تہای من	شد خلیفہ راستیں برجای من
یا وہ ہے جو میری بصیرتوں میں	میری جگہ سچا قائم مقام بنا ہے
کشتی نوحیم در دریا کہ تا	رو نگردانی ز کشتی اے فتیٰ
میں دریا میں نوح والی کشتی ہوں، ہرگز	اے نوجوان! تو کشتی سے رو گردانی نہ کر
ہمچو کنعاں سوی ہر کوہے مرو	از نبے لاعاصم الیوم شنو
کنعان کی طرح ہر پہاڑی کی جانب نہ جا	قرآن سے "آج کوئی بچانے والا نہیں" سن لے
می نماید پست ایں کشتی زبند	می نماید کوہ فکرت بس بلند
پردے کی وجہ سے یہ کشتی پست نظر آتی ہے	تجھے عقل کا پہاڑ بلند نظر آتا ہے
پست منگرہاں وہاں ایں پست را	بنگر آں فضل خدا پیوست را
خبردار خبردار! اس نیچی (کشتی) کو نیچا نہ سمجھ	خدا سے جڑے ہوئے اس فضل کو دیکھ
در بلندی کوہ فکرت کم نگر	کہ یکے موجش کند زیرو زبر
اپنی عقل کے پہاڑ کو بلند نہ سمجھ	کیونکہ اس کو ایک موج تہ و بالا کر دے گی
گر تو کنعانی نداری باورم	گر دو صد چندیں نصیحت آورم
اگر تو کنعان (صفت) ہے میرا یقین نہ کرے گا	خواہ میں اس جیسی دو سو نصیحتیں کروں
گوش کنعاں کے پذیرد ایں کلام	کہ برو مہر خدالیست و ختام
اس بات کو کنعان کا کان کب قبول کرتا ہے؟	کیونکہ اس پر خدا کی مہر (لگی ہوئی) ہے
کے گزارد موعظت بر مہر حق	کے بگرداند حدث حکم سبق
نصیحت اللہ (تعالیٰ) کی مہر سے آگے کب بڑھ سکتی ہے؟	نئی بات ازلی حکم کب بدل سکتی ہے؟
لیک می گویم حدیث خوش پی	برامید آنکہ تو کنعاں نہ
لیکن میں خوشگوار بات سناتا ہوں	اس امید پر کہ تو کنعان نہیں ہے
آخر ایں اقرار خواہی کرد ہیں	ہم ز اول روز آخر را ببیں
خبردار! بالآخر تو یہ اقرار کرے گا	پہلے ہی دن سے انجام میں بن جا
می توانی دید آخر را مکن	چشم آخر بینت را کور و کہن
تو انجام کو دیکھ سکتا ہے، نہ بنا	اپنی انجام بیں آنکھ کو اندھا اور پرانا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ آخر بیں بود مسعود وار	نبودش ہر دم برہ رفتن عثار
جو نیک بخت کی طرح انجام بیں ہوتا ہے	اس کو راستہ چلنے میں ہر وقت ٹھوکر نہیں لگتی ہے
گر نخواہی ہر دمے ایں خفت وخیز	کن زخاک پای مردے چشم تیز
اگر تو ہر وقت گرنا اور سنبھلنا نہیں چاہتا	کسی مرد (خدا) کے پاؤں کی خاک سے آنکھ کو تیز کرلے
کحل دیدہ ساز خاک پاش را	تا نیند ازی سر اوباش را
اس کے پاؤں کی خاک کو آنکھ کا سرمہ بنالے	تاکہ بیہودہ سر کو نہ ٹکرائے
کہ ازیں شاگردی وزیں افتقار	سوزنے باشی شوی تو ذوالفقار
کیونکہ اس شاگردی اور اس احتیاج سے	اگر تو سوئی (بھی) ہے ذوالفقار (تلوار) بن جائے گا
سرمہ کن تو خاک ہر بگزیدہ را	ہم بسوزد ہم بسازد دیدہ را
ہر برگزیدہ کی خاک کو سرمہ بنالے	وہ جلتی بھی ہے آنکھ کو بناتی (بھی) ہے
چشم روشن کن زخاک اولیا	تا بہ بینی زابتدا تا انتہا
اولیاء کی خاک سے آنکھ روشن کرلے	تاکہ تو آغاز سے انجام تک دیکھ لے
چشم اشتر زاں بود بش نور بار	کو خورد از بہر نور چشم خار
اونٹ کی آنکھ اسی لئے زیادہ روشن ہوتی ہے	کہ وہ آنکھ کی روشنی کے لئے کانٹا کھاتا ہے
خار خورتا گل برویاند ترا	چشم تو روشن شود جاں باصفا
کانٹا چبا تاکہ وہ تجھ میں پھول اگائے	تیری آنکھ روشن اور روح صاف ہو جائیگی
خار را از چشم دل گر برکنی	چشم جاں راحق بخشد روشنی
اگر تو دل کی آنکھ سے کانٹا نکال دے گا	اللہ (تعالیٰ) جان کی آنکھ کو روشنی عطا فرما دے گا

قصۂ شکایت استر بہ اشتر کہ من بسیار در روی افتم در راہ رفتن وتو کم می افتی چون است وجواب گفتن شتر مر استر را

خچر کی اونٹ سے شکایت کا قصہ کہ میں راستہ چلنے میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں اور تو نہیں گرتا (یہ) کیوں ہے؟ اور اونٹ کا خچر کو جواب دینا

اشترے را دید روزے استرے	چونکہ با او جمع شد در آخرے
ایک خچر نے ایک روز ایک اونٹ کو دیکھا	جبکہ وہ ایک اصطبل میں اس کے ساتھ جمع ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت من بسیاری افتم برو	درگریوه و راه و در بازار و کو
اس نے کہا میں منہ کے بل بہت گرتا ہوں	ٹیلے اور راستہ میں اور بازار و کوچہ میں
کز چہ در روی فتم بسار من	در رہ ہموار و ناہموار من
میں منہ کے بل اکثر کیوں گرتا ہوں؟	ہموار اور ناہموار راستہ میں
خاصہ از بالای کہ تا زیر کوہ	دوسرآیم ہر زمانے از شکوہ
خصوصاً پہاڑ کے اوپر سے پہاڑ کے نیچے تک	ہر وقت خوف سے میں منہ کے بل گر جاتا ہوں
کم ہمی افتی تو در رو بہر چیست	یا مگر خود جان پاک دولتیست
کیا سبب ہے؟ تو منہ کے بل نہیں گرتا ہے	شاید تیری پاک جان (غیب سے) مالا مال ہے
درسرآیم ہر دم و زانو زنم	پوز و زانو زاں خطا پرخوں کنم
میں ہر وقت سر کے بل گرتا ہوں اور گھٹنے رگڑ لیتا ہوں	اس غلطی سے تھوتھنی اور گھٹنے، زخمی کر لیتا ہوں
کژ شود پالاں ورختم برسرم	وز مکاری ہر زماں زخمے خورم
میرا پالان اور میرا بوجھ میرے سر پر الٹا ہو جاتا ہے	اور گدھے والے سے میں ہر وقت پٹتا ہوں
ہمچو کم عقلے کہ از عقل تباہ	بشکند توبہ بہر دم از گناہ
اس بیوقوف کی طرح جو برباد شدہ عقل کی وجہ سے	گناہ کر کے ہر وقت توبہ توڑ دیتا ہے
سخرۂ ابلیس گردد در زمن	از ضعیفی رای آں توبہ شکن
زمانے میں شیطان کے تابع بنتی ہے	کمزوری کی وجہ سے اس توبہ شکن کی رائے
درسرآید ہر زماں چوں اسپ لنگ	کہ بود بارش گران و راہ سنگ
وہ لنگڑے گھوڑے کی طرح ہر وقت منہ کے بل گرتا ہے	جس پر بھاری بوجھ ہو اور سنگلاخ راستہ ہو
می خورد از غیب برسر زخم او	از شکست توبہ آں ادبار خو
غیب سے وہ سر پر چوٹ کھاتا ہے	وہ منحوس توبہ کے ٹوٹنے سے
باز توبہ می کند بارای ست	دیو یک پف کرد توبہ را شکست
پھر کمزور ارادے سے توبہ کرتا ہے	شیطان نے ایک پھونک ماری، توبہ کو توڑ دیا
ضعف اندر ضعف و کبرش آنچناں	کہ بخواری بنگرد در و اصلاں
کمزوری در کمزوری اور اس کا تکبر اس قدر	کہ اولیاء کو ذلت سے دیکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اے شتر کہ تو مثال مومنی	کم فتی در رو و کم بینی زنی
اے اونٹ! تو مومن کی طرح ہے	منہ کے بل نہیں گرتا ہے اور مار نہیں کھاتا ہے
تو چہ داری کہ چنیں بے آفتی	بے عثاری و کم اندر روفتی
تیرے پاس کیا ہے کہ تو ایسا بے مصیبت ہے	بغیر لغزش کے ہے اور منہ کے بل نہیں گرتا ہے
گفت گرچہ ہر سعادت از خداست	درمیان ماوتو بس فرقہاست
اس نے کہا اگرچہ ہر نیک بختی اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے ہے	ہم میں اور تجھ میں بہت فرق ہیں
سر بلندم من دو چشم من بلند	بینش عالی امان ست از گزند
میرا سر بلند ہے میری دونوں آنکھیں بلند ہیں	بلندی سے دیکھنا تکلیف سے امن (کا سبب) ہے
از سر کہ من بہ بینم پای کوہ	ہر گو و ہموارہ را من توہ توہ
میں پہاڑ کی چوٹی سے، پہاڑ کی جڑ تک دیکھ لیتا ہوں	تہ بہ تہ ہر گڑھے اور ہموار کو
ہمچناں کہ دید آں صدر اجل	پیش کار خویش تا روز اجل
جس طرح اس بزرگ نے دیکھ لیا	پہلے سے اپنے معاملہ کو موت کے دن تک
انچہ خواہد بود بعد بست سال	داند اندر حال آں نیکو خصال
جو بات بیس سال بعد ہوگی	وہ نیک خصلت اس کو اسی وقت جانتے تھے
حال خود تنہا ندید آں متقی	بلکہ حال مغربی و مشرقی
اس متقی نے صرف اپنا حال ہی نہیں دیکھا	بلکہ مغربی اور مشرقی کا (بھی دیکھا)
نور در چشم و دلش سازد سکن	بہر چہ سازد پئے حب الوطن
نورؔ اس کی آنکھ اور دل کو مسکن بناتا ہے	کیوں بناتا ہے؟ وطن کی محبت کی خاطر
ہمچو یوسف کو بدید اول بخواب	کہ سجودش کرد ماہ و آفتاب
جس طرح (حضرت) یوسف کہ انہوں نے شروع ہی میں خواب میں دیکھ لیا تھا	کہ ان کو چاند اور سورج نے سجدہ کیا
از پس دہ سال بلکہ بیشتر	انچہ یوسف دیدہ بد بر کرد سر
دس سال کے بعد بلکہ اس سے بھی زیادہ میں	جو کچھ یوسف نے دیکھا تھا، وہ ظاہر ہوا
نیست آں ینظر بنور اللہ گزاف	نور ربانی بود گردوں شکاف
"وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے" لغو نہیں ہے	خدائی نور آسمان کو پھاڑنے والا ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست اندر چشم تو آں نور رو	ہستی اندر حس حیوانی گرو
جا! تیری آنکھ میں وہ نور نہیں ہے	تو حیوانی حس میں پھنسا ہے
توز ضعف چشم بینی پیش پا	تو ضعیف وہم ضعیف پیشوا
تو آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے (صرف) پاؤں کے آگے دیکھتا ہے	تو کمزور ہے اور تیرا پیشوا بھی کمزور ہے
پیشوا چشم ست دست و پای را	کو بہ بیند جای رانا جای را
ہاتھ اور پاؤں کا پیشوا آنکھ ہے	کیونکہ وہ صحیح اور غلط جگہ کو دیکھتی ہے
دیگر آنکہ چشم من روشن ترست	دیگر آنکہ خلقت من اطہرست
علاوہ ازیں میری آنکھ زیادہ روشن ہے	علاوہ ازیں میری پیدائش پاک ہے
زانکہ ہستم من ز اولاد حلال	نے ز اولاد زنا و اہل ضلال
کیونکہ میں حلال اولاد میں سے ہوں	نہ کہ زنا اور گمراہوں کی اولاد
توز اولاد زنائی بے گماں	تیر کژ پرد چوکژ باشد کماں
تو یقیناً زنا کی اولاد ہے	تیر ٹیڑھا اڑتا ہے جبکہ کمان ٹیڑھی ہو

تصدیق کردن استر جوابہای اشتر را و اقرار آوردن بفضل او بر خود واز و استعانت خواستن و بدو پناہ گرفتن بصدق ونواختن شتر او را و راہ نمودن و یاری دادن پدرانہ وشاہانہ

خچر کا اونٹ کے جوابوں کی تصدیق کرنا اور اپنے اوپر اس کی بڑائی کا اقرار کرنا اور اس سے مدد مانگنا اور سچائی سے اس کی پناہ پکڑنا اور اونٹ کا اس کو نوازنا اور پدرانہ اور شاہانہ طریقہ پر اس کی رہنمائی اور مدد کرنا

گفت استر راست گفتی اے شتر	ایں بگفت و کرد چشم از اشک پر
خچر نے کہا اے اونٹ! تو نے سچ کہا	یہ کہا اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا
ساعتے بگریست در پایش فتاد	گفت اے بگزیدۂ رب العباد
تھوڑی دیر رویا اس کے پاؤں پڑا	کہا اے بندوں کے رب کے برگزیدہ!
چہ زیاں دارد کہ از فرخندگی	در پذیری تو مرا در بندگی
کیا نقصان ہوگا کہ (اگر) برکت کی وجہ سے	تو مجھے غلامی میں قبول کر لے؟
فضل تو بر من فزونست از شمار	ہم ز فضل خود مرا معذور دار
تیری بزرگی بے شمار مجھ سے بڑھی ہوئی ہے	اپنی بڑائی کی وجہ سے میرا عذر قبول کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت چوں اقرار کردی پیش من	رو کہ رستی توز آفات زمن
اس نے کہا جب تو نے میرے سامنے اقرار کرلیا ہے	جا تو زمانے کے مصائب سے نجات پا گیا
دادی انصاف و رہیدی از بلا	تو عدو بودی شدی زاہل ولا
تو نے انصاف کیا اور مصیبت سے چھوٹ گیا	تو دشمن تھا دوستوں میں سے ہوگیا
خوی بد در ذات تو اصلی نبود	کزبد اصلی نیاید جز جحود
تیری ذات میں بدعادت اصلی نہ تھی	کیونکہ اصلی بد سے صرف انکار (سرزد) ہوتا ہے
آں بدعاریتی باشد کہ او	آرد اقرار و شود او توبہ جو
وہ عارضی بد ہوتا ہے کہ جو	(خطا کا) اقرار کر لے اور توبہ کی جستجو کر
ہمچو آدمؑ زلتش عاریہ بود	لاجرم اندر زماں توبہ نمود
جیسے کہ (حضرت) آدم ان کی لغزش عارضی تھی	لامحالہ (انہوں نے) فوراً توبہ کر لی
چونکہ اصلی بود جرم آں ابلیس	رہ نبودش جانب توبہ نفیس
چونکہ شیطان کی خطا اصلی تھی	(اس لئے) عمدہ توبہ کی طرف اس کا راستہ نہ تھا
رو کہ رستی از خودی و از خوی بد	وز زبانہ نار وز دندان دد
جا کہ تو خودی اور بدعادت سے نجات پا گیا	آگ کے شعلے اور درندوں کے دانت سے
رو کہ اکنوں دست در دولت زدی	درفگندی خود بخت سرمدی
جا کہ اب دولت تیرے ہاتھ آ گئی ہے	تو نے اپنے آپ کو دائمی خوش نصیبی سے وابستہ کردیا ہے
ادخلی چوں فی عبادی یافتی	ادخلی فی جنتی دریافتی
جب تو نے "میرے بندوں میں داخل ہو جا" کو پالیا	تو نے "داخل ہو جا میری جنت میں" کو حاصل کرلیا ہے
درعبادش راہ کردی خویش را	رفتی اندر خلد از راہ خفا
(جب) تو نے اپنا راستہ اس کے بندوں میں بنا لیا ہے	تو غیر محسوس طریقہ پر جنت میں چلا گیا ہے
اھدنا گفتی صراط المستقیم	دست تو بگرفت بردت تا نعیم
تو نے ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت دے' کہا	اس نے تیرا ہاتھ پکڑا اور جنت میں لے گیا
نار بودی نور گشتی اے عزیز	غورہ بودی گشتی انور و مویز
اے پیارے! تو آگ تھا نور بن گیا	تو کچا خوشہ تھا' انگور اور منقیٰ بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

اخترے بودی شدی تو آفتاب	شاد باش واللہ اعلم بالصواب
تو تارا تھا سورج بن گیا	خوش رہو' اور بہتر تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے
اے ضیاء الحق حسام الدین بگیر	شہد خویش اندر فگن در جوی شیر
اے ضیاء الحق حسام الدین! تو لے	اپنا شہد دودھ کی نہر میں ملا دے
تارہد آں شیر از تغییر طعم	یا بداز بحر مزہ تکثیر طعم
تاکہ وہ دودھ مزہ بدلنے سے محفوظ ہو جائے	اور مزے کے سمندر سے مزید ذائقہ حاصل کرے
متصل گردد بداں بحر الست	چونکہ شد دریا زہر تغییر رست
وہ "الست" کے سمندر سے مل جائے گا	جب وہ دریا بن جائے گا' ہر تغیر سے بچ جائے گا
منفذے یا بدد راں بحر عسل	آفتے رانبود اندر وے عمل
اس شہد کے دریا میں راستہ پا لے گا	اس میں کسی آفت کا عمل نہ ہو سکے گا
غرہ کن شیر وار اے شیر حق	تارود آں غرہ برہفتم طبق
اے اللہ کے شیر! شیر کی طرح غرا	تاکہ وہ دہاڑ ساتویں آسمان پر پہنچے
چہ خبر جان ملول سیر را	کے شناسد موش غرہ شیر را
کاہل سست کی جانب کو کیا خبر؟	چوہا شیر کی دہاڑ کو کہاں پہچانتا ہے؟
بر نویس احوال خود باآب زر	بہر ہر دریا دلے نیکو گہر
اپنے احوال سونے کے پانی سے لکھ دے	ہر دریا دل نیک فطرت کے لئے
آب نیل ست ایں حدیث جانفزا	یاربش در چشم قبطی خوں نما
یہ روح کو بڑھانے والی بات (دریائے) نیل کا پانی ہے	اے خدا اسے قبطی کی نظر میں خون بنا دے

عقل ووہم کی حالت ایسی ہے جیسے کہ حضرت عزیر کے لڑکوں کی۔ قصہ ان کا یہ ہے کہ وہ تلاش پدر میں جاتے ہوئے لوگوں سے حضرت عزیر کی حالت دریافت کرتے تھے وہ بڈھے ہو گئے تھے اور ان کے باپ جوان تھے کیونکہ جوانی میں انتقال فرمایا تھا اور سو برس تک مردہ رہے تھے اور سو برس کے بعد حق سبحانہ نے ان کو دوبارہ اسی حالت پر زندہ کیا تھا جس پر انہوں نے انتقال فرمایا تھا پس ایسی حالت میں حضرت عزیر دفعتہ ان کے سامنے آ گئے چونکہ یہ بڈھے تھے اور وہ جوان اس لئے یہ اپنے باپ کو نہ پہچان سکے اور دریافت کیا کہ اے مسافر ہمارے عجیب وغریب باپ عزیر کی بھی تجھے کچھ خبر ہے کیونکہ کسی نے ہم سے کہا ہے کہ آج ناامیدی کے بعد عزیر باہر سے آئیں گے انہوں نے (توبیجا) فرمایا جی ہاں میرے بعد آئیں گے (جس کا مطلب یہ تھا کہ گفتگو میں تمہارے سامنے موجود ہوں اور تم مجھے نہیں پہچانتے اور سمجھتے ہو کہ عزیر کوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ہیں جو میرے بعد آئیں گے۔ فاندفع شبهة الکذب عن کلام عزیر علیه السلام) پس ایک لڑکے کو تو ان کے لہجہ کی طرف التفات نہ ہوا اور اس کو خبر پر محمول کیا اور یہ خبر سن کر خوش ہوا اور جوش میں کہا کہ اے خوشخبر دینے والے خدا کرے تو خوش رہے کہ تو نے ہمیں خوشخبری سنائی۔ دوسرے نے ان کے طرز ادائے مضمون کو سمجھ لیا اور پہچان لیا کہ یہ عزیر ہیں اور بے ہوش ہو کر گر پڑا اور بزبان حال کہا کہ ارے یہ خبر کا کیا موقع ہے ہم تو شکر کی کان میں پہنچ گئے اور ہمیں تو ہمارا مطلوب مل گیا۔ بس یہی حالت عقل و وہم کی ہے کہ وہم کے لئے ایک شئے خبر ہوتی ہے اور عقل کے نزدیک مشاہد اور وہم کے نزدیک خبر ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہم ظاہر بیں ہے اور ظاہر میں وہ شئے موجود نہیں ہوتی۔ پس یہ فقدان کا پردہ اس پر پڑا ہوتا ہے اور اس لئے وہ اسے نہیں دیکھ سکتا۔ پھر اس خبر کی دو شانیں ہوتی ہیں کہ کافروں کے لئے تکلیف دہ ہے اور مومنین کے لئے خوش کن مگر بینا کے نزدیک وہ مشاہد ہے کیونکہ وہ عاشق ہوتا ہے اور عاشق مشاہدہ میں مستغرق ہوتا ہے اسی لئے اس کا مرتبہ کفر و ایمان تقلیدی سے بالاتر ہوتا ہے۔ کفر سے بالاتر تو اس لئے کہ کفر جہل ہے اور اس کو علم کا اعلیٰ درجہ حاصل ہے اور ایمان تقلیدی سے اس لئے کہ وہ تصدیق بدوں مشاہدہ ہے اور یہ تصدیق مع المشاہدہ اس لئے کفر و ایمان تقلیدی گویا کہ اس عاشق کی حالت کے دربان ہیں کیونکہ مغز در حقیقت وہ ہے اور کفر و ایمان اس کے دو پوست ہیں۔

فائدہ:۔ مولانا نے کفر و ایمان کو حالت عاشق کا دربان قرار دیا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جس طرح وہ شخص جو کسی امیر تک پہنچنا چاہتا ہے اس کو اول مختلف ڈیوڑھیوں کے دربانوں سے واسطہ پڑتا ہے اور دربانوں سے گزر کر امیر تک پہنچتا ہے یوں ہی مشاہدہ حق سبحانہ تک پہنچنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ دل آدمی کفر سے نجات پائے اور اس کے بعد ایمان تقلیدی سے آگے بڑھے تب مشاہدہ تک رسائی ہوتی ہے اس مناسبت کے سبب کفر و ایمان کو مشاہدہ کا دربان کہا اور پوست دونوں کو اس لئے کہا کہ یہ دونوں مشاہدہ سے ادنیٰ اور غیر مقصود ہیں اور مقصود اصلی مشاہدہ ہے کفر کا غیر مقصود ہونا تو ظاہر ہے رہا ایمان تقلیدی سو گو وہ ایک درجہ میں مقصود ہے لیکن مشاہدہ کے درجہ میں مقصود نہیں اس لئے اس کے لحاظ سے گویا کہ غیر مقصود ہے ایک وجہ تو پوست ہونے کی یہ ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بعض مغز متعدد پوستوں میں مخفی ہوتے ہیں اور مغز کو حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہوتی ہے کہ اول ایک پوست کو الگ کیا جاوے۔ پھر دوسرے پوست کو یوں ہی تحصیل مشاہدہ کے لئے ضرورت ہے کہ اول کفر سے نجات پائی جاوے۔ پھر ایمان تقلیدی سے آگے بڑھا جاوے تب مشاہدہ حاصل ہوگا۔ هذا ما عندنا واللہ اعلم بالصواب و ما قال المحشون فی تقریرہ فغیر صحیح عندی ولا کاف للحل) اس مقام پر ایک شبہ ہوتا تھا وہ یہ کہ آپ نے کفر و ایمان تقلیدی کو پوست کہہ کر دونوں کو یکساں کر دیا۔ حالانکہ ایسا نہیں۔ اس کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ گو ہم نے دونوں کو پوست کہا ہے مگر پوستوں میں بھی آپس میں فرق ہوتا ہے اس لئے کفر و ایمان میں بھی فرق ہے کیونکہ کفر ایک قشر خشک ہے جو کہ مغز مشاہدہ حق سبحانہ سے روگردان ہے اور ایمان ایک ایسا قشر ہے جو کہ مغز سے لذت حاصل کئے ہوئے ہے۔ اس لئے کفر چولھے میں ڈالنے کے قابل ہے اور ایمان تقلیدی قابل اختیار ہے کیونکہ قشر خشک جلانے کے قابل ہیں اور جلائے جاتے ہیں اور جو قشر مغز سے ملے ہوتے ہیں وہ اچھے ہوتے ہیں لیکن مغز ان سے بھی اچھا ہوتا ہے کیونکہ وہ بالذات لذت بخش ہوتا ہے اور قشر میں جو لذت ہوتی ہے وہ مغز ہی کی ہوتی ہے جو اس نے اتصال کے سبب حاصل کر لی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ کفر مردود ہے اور ایمان تقلیدی پسندیدہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور مشاہدہ مقصود اصلی ہے۔ خیر یہ گفتگو تو ختم ہی نہ ہوگی اس لئے لوٹنا چاہئے تاکہ میرا موسے بحر کے دھوئیں اڑا دے۔

فائدہ:۔ اس شعر کے حل میں ولی محمد نے کہا ہے کہ یہ انتقال ہے قصہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف جو متفرق طور پر سابق میں گزر چکا ہے۔ لیکن مولانا کو پھر کچھ یاد آ گیا اس لئے اس قصہ کو چھوڑ دیا اور مضمون زاہد کو بیان کرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد پھر اس قصہ کو ودکا مدش پیغام ازوی مہم" سے شروع کیا اور کہا ہے کہ از بحر گرد برآوردن سے مراد اس کو خون کر دینا ہے مگر میرے نزدیک یہ رائے صحیح نہیں۔ کما سیجیی تفصیلہ بلکہ میرے نزدیک موسیٰ سے مراد حق سبحانہ یا حسام الدین ہیں اور بحر سے مراد بحر معارف ہے اور گرد برآوردن سے مراد استقصار بیان معارف ہے اور باز گردے مقصود" از ہزاران من نمی گویم یکے الخ کی طرف لوٹنا ہے) اچھا ستون بزرگ نے کہا کہ یہ مضمون عوام کی سمجھ کے مطابق بیان کیا گیا ہے اور جو مضمون کہ ان کی سمجھ سے باہر تھا اس کو چھپا لیا گیا ہے۔ یہاں سے مولانا مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور قصور فہم عوام کا منشا متعین فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ تمہاری عقل کا سونا برادہ کیا ہوا ہے پس برادہ پر میں سکہ کیونکر قائم کر سکتا ہوں۔ یعنی تمہاری عقل سینکڑوں ضروریات زائدہ اور ہزاروں آرزوؤں اور جمع مال کثیر پر منقسم ہے اور ہزاروں فکریں تمہیں لاحق ہیں اس لئے اول تمہیں اپنی پراگندہ عقل کو عشق کے ذریعہ سے جمع کرنا چاہئے کیونکہ عشق کا قاعدہ ہے کہ طبیعت جو چاروں طرف بٹی ہوتی ہے اس کو ایک مرکز پر لا کر جمع کر دیتا ہے اس سے تم کو یہ فائدہ ہوگا کہ تم معارف کے سمجھنے کے قابل ہو جاؤ گے اور تمہارا باطن ان سے سمرقند اور دمشق کی طرح گلزار ہو جائے گا اور اگر تم اپنی عقل جزوی کو جس کو اشتباہ اور وہم کہنا زیبا ہے ایک جو کی برابر جمع کر لو گے تو تم پر بادشاہ کا سکہ قائم کیا جا سکتا ہے جس سے تم ٹکسال ہو جاؤ گے اور اگر ایک مثقال سے زیادہ جمع کر لو گے تو بادشاہ تم سے ایک زرینہ جام بنائے گا۔ جو بادشاہ کی حضوری میں رہے گا۔ اور اس پر بادشاہ کا نام اور القاب اور صورت چھاپی جاوے گی۔ خلاصہ یہ کہ اجتماع خیالات بعشق سبحانہ کے بعد تم مقبول حق سبحانہ اور اس کی حضوری کے قابل ہو جاؤ گے اور عقل کو بذریعہ عشق کے اس درجہ مجتمع کرنا چاہئے کہ وہ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے" صادق ہو جاوے۔ روٹی بھی معشوق ہو جاوے پانی بھی چراغ بھی۔ حسین بھی نقل و شراب بھی۔

فائدہ:۔ تا کہ الخ جمع باید کرد سے متعلق ہے اور جو جوئے چون الی آخر البیت الثالث جملہ معترضہ ہے)

ہم پھر کہتے ہیں کہ جمعیت خاطر حاصل کر کیونکہ اجتماع خواطر موجب رحمت ہے (اس میں تلمیح ہے قول جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ید اللہ علی الجماعۃ کی طرف) اور جمعیت خاطر اس لئے حاصل کرتا کہ میں تجھ سے حقیقت حال بیان کر سکوں اس لئے کہ کہنے کا مقصود تو یہ ہے کہ سننے والا یقین کر لے اور جان شرک حقائق واقعیہ کے یقین سے آتی ہے۔ جان شرک سے وہ جان مراد ہے جو اشیاء داخلہ فی جو الفلک میں منقسم ہے اور بہت سے خیالات میں مشترک ہے۔ ایسی حالت میں اس مطالب ثبوت کے لئے ہماری خموشی ہی ہمارے بیان کا بہتر ثبوت ہے۔ اس لئے کہ وہ احمق ہے اور احمقوں کا جواب خاموشی ہے۔ اب فرماتے ہیں کہ میں یہ سب کچھ جانتا ہوں کہ مخاطب نااہل اور احمق ہیں اور احمقوں کا جواب خاموشی ہے لیکن کیا کروں میرا سکر اور بے خودی یوں ہی بلا قصد میرا منہ کھول دیتی ہے جس طرح کہ چھینک اور جمائی تمہارا منہ بلا ارادہ کھول دیتی ہے۔

فائدہ:۔ مستی تن سے مراد مستی روحانی ہے نہ کہ جسمانی اور اضافت بسوئے تن بادنی ملابست ہے اور بعض نسخوں

www.besturdubooks.wordpress.com

میں مستی من واقع ہے۔ یہ انسب اور بے تکلف ہے) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح میں بھی اپنی گفتگو اور درہائے معارف بکھیرنے کے سبب ہر روز ستر دفعہ توبہ کرتا ہوں لیکن میری بے خودی پھر توبہ توڑ ڈالتی ہے کیوں نہ ہو یہ مستی جسمانی جو آدمی کو ننگا کر دیتی ہے یعنی مستی شراب وغیرہ یہ بھلا دینے والی ہے۔ پھر مستی روحانی تو اس سے ہزاروں درجہ بڑھی ہوئی ہے وہ کیوں نہ بھلا دے گی اور اصل منشا ان اسرار کے فاش ہونے کا یہ ہے کہ حق سبحانہ کی حکمت اس لمبی تاریخ اسرار کا اظہار چاہتی ہے۔ اس لئے اس نے راز دانوں پر بے خودی طاری کر دی ہے اور اسرار مخفیہ جو اس قدر مشہور ہو گئے اس کی وجہ بھی ہے کہ بتقدیر الٰہی چشمہ معارف ابلنے لگا۔ پس حق سبحانہ کی رحمت بے حد ہر وقت ہر طرف جاری ہے۔ مگر اے لوگو تم سو رہے ہو اور تمہیں اس کا احساس نہیں اور احساس نہ ہونا بھی چاہئے کیونکہ سونے والے کی حالت یہ ہوتی ہے کہ اس کا کپڑا ندی میں پڑا ہوا پانی پیتا ہوتا ہے اور وہ خواب میں سراب کا طالب ہوتا ہے۔ اور پانی کو چھوڑ کر وہاں جاتا ہے جہاں پانی کی امید ہوتی ہے اور اس غلط خیال سے وہ اپنے اوپر اصلی پانی کا راستہ بند کر لیتا ہے کیونکہ جب اس نے کہا پانی وہاں ہے تو وہ اس کی تلاش میں وہاں جاتا ہے اور اس جگہ سے جہاں پانی ہوتا ہے دور ہو جاتا ہے اور وہ ایک خیال محض کے لئے واقعی پانی سے جدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے اسے پانی نہیں مل سکتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ اہل دنیا دور بیں ہیں اور ان کی ارواح خواب غفلت میں سو رہی ہیں۔ پس اے سالکین راہ حق آپ حضرات ان لوگوں پر رحم فرما دیں اور انہیں اس خواب خرگوش سے جگا دیں۔ ہاں تو میں نے کہا تھا کہ تم لوگ آب رحمت الٰہی کا احساس نہیں کرتے اور سو رہے ہو اب کہتا ہوں کہ میں نے تو نہیں دیکھا کہ پیاس کے ہوتے نیند آئے ہاں احمق کی پیاس ضرور سو سکتی ہے۔ پس تم جو پیاسے ہو کر سو رہے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم احمق ہو۔ اس پر کوئی یہ شبہ نہ کرے کہ ان کی عقل پر تو وہ دلائل موجود ہیں جن کا انکار نہیں کیا جا سکتا ہے جیسے علوم غریبہ وایجادات عجیبہ وغیرہ پس ان کو بے عقل کیونکر کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ یہ نتائج اس عقل کے ہیں جو عطارد کے اثر سے پیدا ہوتی ہے اور وہ حقیقۃً عقل نہیں ہے۔ حقیقۃً عقل وہ عقل ہے جو حق سبحانہ سے فیضیاب ہو۔ اس لئے کہ اس دنیاوی عقل کی پیش بینی تو زیادہ سے زیادہ قبر تک ہوتی ہے اور اہل اللہ جن کی عقول حق سبحانہ سے مستفیض ہوتی ہیں ان کی دور بینی قیامت تک ہوتی ہے۔ پس تم کو واضح ہو کہ یہ عقل قبر کی مٹی سے آگے نہیں چلتی اور یہ قدم متعارف میدان ہائے ظاہر کو تو طے کرتا ہے مگر میدان کو جو کہ محل عجائب ہے نہیں طے کر سکتا۔ اس لئے اس کو اس قدم اور اس عقل سے بیزار ہونا چاہئے اور چشم غیب بین طلب کر کے اس سے متمتع ہونا چاہئے۔ تم عقل کسبی کو کافی سمجھتے ہو۔ لیکن یاد رکھو کہ جو شخص مطیع استاد اور شاگرد کتاب ہے اور اس ذریعہ سے عاقل بنتا ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کی طرح جیب سے نور نہیں حاصل کر سکتا۔ اور اس نظر وفکر اور عقل مکسوب سے بجز سر چکرانے کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اس لئے نظر وفکر کو چھوڑ کر انتظار رحمت حق سبحانہ اختیار کرنا چاہئے دیکھو معلمی سے شان نہیں بڑھتی اس لئے اس رفعت کا طالب نہ ہونا چاہئے بلکہ انتظار رحمت کرنا چاہئے اور تعلیم کو چھوڑنا چاہئے کیونکہ منتظر رحمت کے لئے سننا کہنے سے زیادہ اچھا ہے کیونکہ منصب تعلیم کی خواہش ایک قسم کی ہوائے نفسانی ہے اور راہ حق میں ہر وہ خیال جس کا منشا ہوائے نفس ہو گویا کہ ایک بت ہے اور اس کا اتباع گویا کہ پرستش ہے۔ غیر معبود کی اور پرستش غیر کا مانع از وصول الی الحق ہونا ظاہر ہے اسی لئے یہ خیال مذکور سلوک راہ حق سے مانع ہے۔ ہم نے تعلیم کی ممانعت کر کے تعلم کی اس لئے ترغیب دی ہے کہ بدوں تعلم کے راہ یابی ناممکن ہے کیونکہ اگر ہر بے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتہ محض اپنی عقل سے حق سبحانہ کے فضل کا پتہ لگا لیتا تو حق سبحانہ اتنے انبیاء کاہے کو بھیجتے۔ بس ان کا بھیجنا خود دلیل ہے عقول ناقصہ کی ناکافی ہونے کی عقل جزوی (ناقص) کی تو ایسی مثال ہے جیسے بجلی اور اس کی چمک کہ اس کی چمک سے وخش وغیرہ مقامات کی طرف نہیں چل سکتے۔ اس لئے کہ بجلی کی چمک رہنمائی کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ تو حکم ہے ابر کے لئے رونے اور برسنے کا۔ علیٰ ہذا ہماری عقل کی بجلی بھی رونے کے لئے ہے تاکہ آدمی شوق ومحبت حق میں روئے کیونکہ فنا مطلوب ہے اور فنا شوق وذوق ہی میں ہے۔ نیز اہل دنیا بچے ہیں اور بچوں کی عقل یہ تو حکم کر سکتی ہے کہ مکتب چلو پڑھنا اچھی چیز ہے لیکن یہ نہیں کر سکتی کہ خود بخود علم حاصل کر لے۔ علیٰ ہذا اہل دنیا کی عقول یہ تو بتا سکتی ہیں کہ اہل اللہ معلم ہیں ان سے علم حاصل کرنا چاہئے لیکن یہ نہیں کر سکتے کہ خود بخود معرفت حاصل کر لیں نیز اہل دنیا بیمار ہیں اور بیماروں کی عقلیں یہ تو کہہ سکتی ہیں کہ چل کر طبیب سے علاج کرانا چاہئے۔ لیکن وہ صحیح معالجہ نہیں کر سکتیں۔ علیٰ ہذا اہل دنیا کی عقول اطباء روحانی کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت کر سکتے ہیں۔ مگر خود معالجہ نہیں کر سکتے۔ شیاطین کو دیکھو کہ یہ آسمان پر جاتے تھے اور اسرار کو کان لگا کر سنتے تھے اور کسی قدر اسرار اڑا بھی لیتے تھے مگر نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ شہابوں کی مار پڑی اور ان کو آسمانوں سے ہٹا دیا گیا اور یہ حکم ہوا کہ جاؤ ایک رسول آئے ہیں جو کچھ تم کو لینا ہو ان سے تم کو ملے گا۔ براہ راست حاصل کرنے کی سعی فضول ہے۔ اگر تم کو ان بیش بہا موتیوں کی ضرورت ہے تو ان کو باقاعدہ حاصل کرو اور گھروں میں دروازوں سے آؤ جس کا مطلب یہ ہے کہ دروازے پر کھڑے ہو کر زنجیر کھٹکھٹاؤ اور جب صاحب خانہ اجازت دے تب اندر جاؤ اور یہ حکم ہم تم کو اس لئے دیتے ہیں کہ بام فلک کی جانب سے تمہارے لئے وصول الی اسرار الحق کی طرف راہ نہیں ہے نیز تمہیں اتنے لمبے راستہ کی قطع کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے کیونکہ ہم نے ایک خاکی کو اسرار تفویض کر دیئے ہیں جن سے تم بھی لے سکتے ہو اگر تم خائن نہیں ہو تو ان کے پاس آؤ۔ اور ان سے اسرار حاصل کر کے نیشکر اور بامعنی بن جاؤ اگرچہ اب تم محض بانس اور بے معنی ہو۔ خلاصہ یہ کہ تم لوگ خود تعلیم حاصل کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ ایک رہنما تلاش کرو۔ یہ رہنما ہماری خاک سے سبزہ پیدا کرے گا اور تم کو علوم ومعارف کا ایک چمن بنا دے گا کیونکہ وہ سم اسپ جبریل سے کم نہیں ہے۔ پس جبکہ سم اسپ جبریل سبزہ اگا سکتا ہے تو وہ رہنما کیوں نہیں اگا سکتا۔ پس اگر تم کسی جبریل کے گھوڑے کی خاک ہو جاؤ یعنی کسی صاحب دل کے منقاد بن جاؤ تو وہ نئے سرے سے تمہیں سرسبز اور تروتازہ کر دے گا اور جو سبزہ کہ وہ رہنما اگائے گا وہ اسی قسم کا سبزہ جان بخش ہو گا جس کو سامری نے گوسالہ میں داخل کیا تھا جس سے وہ جوہر حیات سے آراستہ ہو گیا تھا اور اس سبزہ سے زندہ ہو گیا تھا اور یوں بولنے لگا تھا کہ کفار کے لئے موجب فتنہ ہو گیا تھا۔

فائدہ:۔ عدو اور کافران لوگوں کو باعتبار مایؤل کے کہا ہے ورنہ وہ پہلے مسلمان تھے) دیکھو اگر تم واقفان اسرار کے پاس امین ہو کر جاؤ گے یعنی باقاعدہ تعلیم حاصل کرو گے تو ایک روز تم باز کی طرح سر کی ٹوپی سے چھوٹ جاؤ گے۔ یعنی اس سر کی ٹوپی سے جس نے تمہاری آنکھیں اور کان بند کر رکھے ہیں کہ نہ تم حق سنتے ہو نہ اسرار دیکھتے ہو اور جس سے تمہاری روح بہت مغلوب اور خستہ ہو گئی ہے (سر کی ٹوپی سے مراد ہوائے نفس ہے) اور چھوٹ جانے کی وجہ یہ ہے کہ مجوبین کی آنکھوں پر ٹوپی اس لئے ہوتی ہے کہ ان کا پورا میل بازوں کی طرح اپنی جنس کی طرف ہوتا ہے۔ پس جبکہ وہ اپنے ہمجنسوں سے قطع تعلق کر کے بادشاہ کے دوست بن جائیں گے تو باز کی طرح ان کی آنکھیں کھول دی جائیں گی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ اسرار کا مشاہدہ کر سکیں گے۔ غرضکہ حق سبحانہ نے شیاطین کو ان کی گھات سے نکال دیا ہے اور عقل ناقص کو استقلال اور خودسری سے نکال دیا ہے بایں معنی کہ اس کو نہایت کمزور بنایا ہے جس میں اشارہ ہے اس طرف کہ تم خودسری نہ کرو کیونکہ تم خودسر نہیں بنائے گئے ہو بلکہ تم اہل دل کے شاگرد اور صالح الاستقلال ہو۔ پس تم اہل دل کے پاس جاؤ کیونکہ تم ان کے تابع ہو نہ کہ مستقل اور تم کو واضح ہو کہ تم اس بادشاہ عادل (صاحب دل) کے غلام ہو نہ کہ خود بادشاہ۔ اور یہ بندگی تمہارے لئے بادشاہ بننے سے بہتر ہے کیونکہ بندہ بننا تذلل اور تمسکن ہے اور بادشاہ بننا تکبر و تجبر اول صفت آدم ہے اور دوسری صفت ابلیس۔ کیونکہ اس نے کہا تھا انا خیر منہ یعنی میں آدم سے بہتر ہوں اس لئے میں ان کے سامنے تذلل کیوں اختیار کروں۔ پس تم بندگی اور بادشاہی دونوں کے فرق کو دیکھو اور ابلیس کے تکبر کو چھوڑ کر بندگی جو صفت ہے آدم علیہ السلام کی اسے اختیار کرو دیکھو جو راہ حق کے آفتاب ہیں انہوں نے فرمایا ہے۔ طوبیٰ لمن ذلت نفسہ یعنی بڑی اچھی حالت ہے اس کی جو منکسر المزاج اور مسکین طبع ہو۔ پس تم کسی طوبیٰ کا سایہ دیکھ کر اس میں چین سے ہو جاؤ اور سر رکھ دو اور اس سر بلند کے سایہ میں سو جاؤ یعنی کسی عالی مقدار صاحب کمال کی خدمت میں اس کے مطیع ہو کر رہو۔ دیکھو یہ تمسکن طبع اور انقیاد کا سایہ نہایت اچھی خواب گاہ ہے کیونکہ یہاں لوگوں کی خواب گاہ ہے جو صفائی باطن کی استعداد رکھتے ہیں۔ پس تم اسے نہ چھوڑنا کیونکہ اگر تم اس سایہ کو چھوڑ کر تکبر کی طرف چل دیئے تو بہت جلد گمراہ ہو جاؤ گے اور راہ حق بھول جاؤ گے۔ دیکھو تم تابع ہو نہ متبوع اس لئے تم کو چاہئے کہ اطاعت سے شیخ اور استاد علم باطن کے امر کے سایہ میں تربیت پاتے ہوئے خاموش رہو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ تم تابع ہو اور تمہارا کام اطاعت ہے اس لئے خود خاموش رہو اور ان کا حکم مانو۔ اور خواہ مخواہ اپنے کو حاکم نہ بناؤ ورنہ اگرچہ تم استعداد اور قابلیت معرفت رکھتے ہو مگر لاف کمال سے مسخ ہو جاؤ گے اور قابلیت قریبہ جاتی رہے گی اور اگر تم استاد واقف کار سے سرکشی کرو گے تو استعداد قریب سے بھی ہاتھ دھو بیٹھو گے۔

فائدہ:۔ اس کی وجہ ایک تو شامت عصیان ہے اور دوسری وجہ عقلی یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ آدمی جتنا جس قوت سے کام لیتا ہے اتنی ہی اس قوت کو تقویت ہوتی ہے اور اسی قدر اس کی ضد ضعیف ہوتی ہے۔ پس جبکہ یہ عصیان امر شیخ پر اصرار کرے گا تو جس قدر اصرار کرے گا اتنی ہی قوت عصیان بڑھے گی اور قوت انقیاد مضمحل ہوگی اور جس قدر قوت انقیاد مضمحل ہوگی اتنی ہی استعداد معرفت کم ہوگی کیونکہ حصول معرفت مبنی ہے انقیاد پر اور قوت انقیاد ضعیف اور مغلوب ہے تو لامحالہ استعداد معرفت کمزور ہوگی اور گھٹتے گھٹتے معدوم کے درجہ پر پہنچ جاوے گی اور بمنزلہ معدوم کے ہو جائیگی لہذا تم موزہ دوزی کی مشقت پر صبر کرو اور اس میں تکلیف اٹھاؤ ورنہ صرف جوتیاں گانٹھنے والے رہو گے یہ لوگ جو اس وقت جوتیاں گانٹھتے ہیں اگر ان میں صبر اور تحمل ہوتا تو یہ لوگ علم کی بدولت آج نئے موزہ بنانے والے کاریگر ہوتے۔ خلاصہ یہ کہ اگر اطاعت مشائخ سے جی چراؤ گے تو ہمیشہ ناقص رہو گے اور کمال نصیب نہ ہوگا۔ یہ لوگ جو اس وقت ناقص ہیں اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے کاملین کی اطاعت نہیں کی ورنہ یہ بھی اس وقت کامل ہوتے۔ خیر تو ہم نے کہا تھا کہ اگر تم موزہ دوزی سے جی چراؤ گے تو ہمیشہ پارہ دوز رہو گے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ تم پارہ دوزی میں عمر بھر کوشش کرو گے مگر آخر میں تمہیں اپنی غلطی کا اقرار کرنا پڑے گا اور کہو گے کہ واقعی عقل ایک زانو بند ہے جو کہ سلوک طریق معرفت سے روک دیتی ہے جس طرح کہ وہ فلسفی شخص (بوعلی سینا شیخ

www.besturdubooks.wordpress.com

الفلاسفہ) موت کے وقت عقل کو بے ساز وسامان دیکھتا تھا اور محض بے نتیجہ و فائدہ اقرار کرتا تھا کہ ہم نے ذکاوت کا گھوڑا فضول دوڑایا اور ذکاوت کے دھوکے میں آکر اہل اللہ کی اطاعت نہ کی اور خیالی سمندر میں تیرتے رہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ یاد رکھو کہ بحر روح یعنی بحر معرفت میں تیرنا یعنی ذکاوت سے کام لینا بالکل بیکار ہے۔ وہاں تو کشتی نوح یعنی اعانت اہل اللہ کی ضرورت ہے۔ اے کاش یہ شخص تیرنا نہ جانتا اور علوم رسمیہ وذکاوت وذہانت سے عاری ہوتا تاکہ نوح اور ان کی کشتی کی خواہش ہوتی یعنی وہ اہل اللہ سے طالب امداد ہوتا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس بحر بے پایان میں کشتی یا تو میں ہوں یا وہ لوگ جو میرے بصیرتوں میں تربیت پا کر میرے جانشین ہوئے ہیں۔ پس ہم دونوں کشتی ہیں دیکھنا تم اس کشتی سے منہ نہ موڑنا اور کنعان کی طرح پہاڑوں (یعنی عقول دنیویہ) کی طرف نہ جانا اور قرآن سے ارشاد لاعاصم الیوم من امر اللہ الامن رحم سن لینا جو کنعان کی پناہ گزینی بکوہ کے متعلق فرمایا گیا ہے۔ تم چونکہ نظر بندی میں محبوس ہو اس لئے تمہیں یہ کشتی معمولی شے معلوم ہوتی ہے اور اپنی عقل کے پہاڑ کو بڑا سمجھتے ہو لیکن خبردار اور پھر خبردار اس بظاہر حقیر کشتی کو واقع میں حقیر نہ سمجھنا اور حق سبحانہ کے اس فضل کو دیکھنا جو اس سے پیوستہ اور اس حقیر کشتی کے شامل حال ہے (یا یہ کہ تم اس کے ظاہر حقارت پر نظر کر کے اسے حقیر نہ سمجھنا بلکہ اس واصل بحق کشتی کی جلالت واقعیہ کو دیکھنا) اور اپنی کوہ عقل کی بلندی پر نظر نہ کرنا۔ کیونکہ ایک موج قہر اس کو زیروزبر کر سکتی ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں کہتا تو ہوں لیکن اگر تم کنعان ہو تو خواہ میں کتنی ہی نصیحت کروں مگر تم ہرگز نہ مانو گے۔ اس لئے کہ کنعان ان باتوں کو بسمع قبول نہیں سن سکتا۔ کیونکہ اس پر خدا کی مہر لگی ہوئی ہے اور نصیحت مہر حق کو توڑ کر آگے نہیں بڑھ سکتی اور یہ حادث حکم ازلی کو نہیں بدل سکتا لیکن یہ خوش اثر گفتگو میں اس امید پر کرتا ہوں کہ تم کنعان نہیں ہو۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب وہی مضمون سابق سنو دیکھو آخر میں تمہیں اپنے قصور عقل کا اقرار کرنا پڑے گا۔ پھر ابتداء ہی میں نتیجہ کیوں نہ دیکھ لو تم نتیجہ کو اگر دیکھنا چاہو تو دیکھ سکتے ہو۔ یہ دوسری بات ہے کہ تم اپنی چشم آخر بین کو اندھا کر لو پس تم ایسا نہ کرو اور اس سے کام لے کر نتیجہ پر ضرور نظر کرو۔ دیکھو جو شخص سعید اشخاص کی طرح آخر بین ہوتا ہے جا سے راہ چلنے میں ہر دم لغزش نہیں ہوتی۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ ہر (وقت یہ خفت وخیز (گرنا اور گر کر اٹھنا) نہ ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ نظر کو تیز کرو اور اس کی تدبیر یہ ہے کہ اہل اللہ کی خاک پا کا سرمہ آنکھوں میں لگاؤ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ٹھوکر نہ کھاؤ گے اور تمہارا بے ہودہ سر زمین سے نہ ٹکرائے گا۔ کیونکہ اگر تم سوئی کی طرح ضعیف ہو گئے تو بھی اس شاگردی اور تذلل کے سبب تم ذوالفقار کی طرح قوی ہو جاؤ گے۔ پس تمہیں چاہئے کہ ہر مقبول حق سبحانہ کی خاک پا کو سرمہ بناؤ۔ یہ خاک لگتی تو ضرور ہے مگر آنکھ کے موافق ہے اس لئے اسے ٹھیک کر دیتی ہے یعنی اطاعت وانقیاد اہل اللہ ناگوار تو ضرور ہے مگر آدمی کو کندن کر دیتا ہے۔ پس تو ضرور بالضرور خاک پائے اولیاء اللہ سے اپنی آنکھ روشن کر۔ تاکہ ابتداء سے انتہا تک تجھے نظر آنے لگے۔ یعنی جس طرح ابتداء کار نظر آتی ہے یوں ہی اس کا انجام بھی معلوم ہونے لگے۔ دیکھو اونٹ کی آنکھ اسی لئے نور بار ہوتی ہے کہ وہ نور چشم حاصل کرنے کے لئے کانٹے کھاتا ہے۔

فائدہ:۔ نور حاصل کرنے کے لئے کانٹے کھانا اس لئے ہے کہ ان سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اس چشم وروح کو قوت ہوتی ہے اور یہ قوت ابصار میں معین ہوتی ہے واللہ اعلم) پس تم بھی کانٹے کھاؤ یعنی تکلیف تعمیل حکم شیخ برداشت کرو تاکہ اس سے تمہارے اندر گلشن معرفت کھلے اور تمہاری آنکھوں میں نور بڑھے اور روح کدورت نفسانیہ سے پاک ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو اگر تم خارجت جاہ کو چشم دل سے نکال ڈالو تو حق سبحانہ تمہاری چشم روح کو روشنی عطا فرماویں گے جس سے تم میں حقیقی دور بینی کی صفت پیدا ہو جاوے گی۔ اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تم کو دور بینی کے فوائد اور اطاعت دور بین کے منافع معلوم ہوں۔ سنو ایک خچر اور ایک اونٹ ایک آخور پر جمع ہو گئے تو خچر نے اونٹ سے کہا کہ میں گڑھے میں راستہ میں بازار میں گلی میں غرض ہر مقام پر گر پڑتا ہوں۔ پس سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس قدر کثرت سے ہموار اور ناہموار زمین میں کیوں گرتا ہوں بالخصوص پہاڑ کے اوپر سے اس کے نیچے بباعث خوف گر گر آجاتا ہوں لیکن تم نہیں گرتے یہ کیا بات ہے۔ شاید تمہاری جان پاک دولت اعانت خدا تعالیٰ رکھتی ہو۔ میں تو ہر دم سر کے بل گر جاتا ہوں اور گھٹنوں کو زمین پر مارتا ہوں اور منہ اور گھٹنوں کو غلطی سے خون میں شرابور کر لیتا ہوں۔ میرا پالان اور سامان بھی ٹیڑھا ہو کر میرے سر پر آپڑتا ہے اور کرایہ لینے والا بھی اس وجہ سے ہر دم مجھے مارتا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس خچر کی حالت ایسی ہی ہے جیسے کم عقل آدمی کی کہ اپنی کم عقلی سے ہر مرتبہ گناہ کر کے توبہ توڑ دیتا ہے اور اپنی عقل کی کمزوری کے سبب وہ توبہ شکن اس وقت ابلیس کا مطیع ہو جاتا ہے اور ہر وقت وہ اس لنگڑے گھوڑے کی طرح سر کے بل گرتا ہے جس کا بوجھ بھاری ہو اور راستہ میں پتھر پڑے ہوں وہ اد بار خصلت غیب سے توبہ شکنی کے سبب اپنے سر پر زخم بھی کھاتا ہے مگر پھر بھی اپنی کمزوری عقل کے سبب توبہ توڑ ڈالتا ہے۔ اس کی توبہ کی حالت یہ ہوتی ہے کہ شیطان نے ایک پھونک ماری اور اس کی توبہ ٹوٹی اس قدر تو کمزور ہوتا ہے لیکن اس کے تکبر کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اہل اللہ کو بنظر حقارت دیکھتا ہے۔ اس مضمون استطرادی کو ختم کر کے فرماتے ہیں کہ خچر نے اونٹ سے کہا کہ اے مومن کی مانند اونٹ تو منہ کے بل کم گرتا ہے اور کم ناک کو زمین پر مارتا ہے تجھ میں کیا وصف ہے کہ تو آفات سے اس قدر محفوظ ہے کہ نہ تجھے لغزش ہوتی ہے اور نہ تو منہ کے بل گرتا ہے۔ اونٹ نے جواب دیا کہ یوں خوش قسمتی خدا کی دین ہے لیکن اسباب ظاہرہ کے لحاظ سے بھی مجھ میں اور تجھ میں بہت فرق ہے اول تو میرا سر اونچا ہے اور اس وجہ سے میری آنکھیں اونچی ہیں اور میری عالی نظر مجھے ضرر سے محفوظ رکھتی ہے۔ میری یہ حالت ہے کہ میں پہاڑ کے اوپر سے اس کے نیچے تک گڑھے اور ہموار مقامات جو بکثرت ہوتے ہیں دیکھ لیتا ہوں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اونٹ کی یہ حالت ایسی ہی ہے جیسی کہ ایک عارف کامل اپنے کام کرنے سے پہلے اس کے ان نتائج کو دیکھ لیتا ہے جو اس پر قیامت تک مرتب ہونے والے ہیں اور جس طرح سے کہ وہ بیس برس بعد ہونے والی بات کو فی الحال جان لیتا ہے اور وہ صرف اپنی ہی حالت نہیں دیکھتا بلکہ ایک مغربی و مشرقی کی حالت بھی دیکھ لیتا ہے۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ اس سے کشف کا اختیاری ہونا اور اس کا ہر وقت اور ہر حال میں اور ہر شخص اور ہر چیز کے متعلق ہونا مراد نہیں بلکہ فی الجملہ اس کا تحقق مراد ہے خواہ فی بعض الاحیان و بعض الاحوال متعلقا ببعض الاشیاء ہو اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے اور ہم دیگر مقامات پر بھی اس پر متنبہ کر چکے ہیں) اور وجہ اس کی یہ ہوتی ہے کہ نور اس کی آنکھ اور اس کے دل میں گھر کر لیتا ہے اور کیوں کر لیتا ہے اس لئے کہ وہ عالم ناسوت سے تعلق چھوڑ دیتا ہے اور عالم غیب پر عاشق ہوتا ہے اور عشق عالم غیب اور ترک ناسوت کا خاصہ ہے اس سے نور پیدا ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ ھذا ھو المراد و لا تلتفت الی ما قال بحر العلوم) اہل اللہ کی پیش بینی کی ہم تمہیں ایک مثال سناتے ہیں۔ سنو حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب میں دیکھا تھا کہ مجھے چاند سورج اور دیگر ستارے سجدہ کر رہے ہیں۔ چنانچہ دس سال بلکہ زیادہ کے بعد اس کا ظہور ہو گیا جو انہوں نے اتنی مدت پیشتر دیکھا تھا اور کیوں نہ ہوتا یہ ناظر

www.besturdubooks.wordpress.com

بنور اللہ تھے اور نظر بنور اللہ غلط نہیں ہو سکتی کیونکہ حق سبحانہ کا نور تو آسمانوں سے پار ہو جانے والا ہے اور تم جو اس قدر پہلے سے نہیں دیکھ سکتے اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہاری آنکھ میں وہ نور ربانی نہیں ہے بلکہ تم حس حیوانی میں محبوس ہو جو کہ ضعیف ہے اور ضعف بصر کے سبب بالکل قریب کی شے دیکھ سکتے ہو نہ کہ دور کی لہذا تم بھی ضعیف ہو اور تمہارا پیشوا بھی ضعیف ہے۔ تمہارے پیشوا کو ہم نے اس لئے ضعیف کہا ہے کہ آنکھ پیشوا ہے ہاتھ اور پاؤں کا کیونکہ محل مناسب اور غیر مناسب کو وہی دیکھتی ہے اور ہاتھ پاؤں اس کا اتباع کرتے ہیں اور ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ آنکھ کمزور ہے۔ پس ضعف پیشوا ثابت ہو گیا۔ (ھذا ھو الحق و ما قال بعض المحشین ان قولہ نیست اندر چشم تو آخ مقولۃ للجمل فخطأ محض کما لا یخفی علی المتدبر فی قولہ مستی اندر چشم حیوانی کرد۔ واللہ اعلم) خیر تو اونٹ نے کہا کہ ایک تو یہ وجہ تھی جو ابھی بیان کر چکا ہوں دوسری وجہ یہ ہے کہ میری آنکھ میں نور زیادہ ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ میں طیب الولادت ہوں کیونکہ میں حلال سے پیدا ہوا ہوں اور زنازادہ اور گمراہوں کی اولاد نہیں ہوں۔ برخلاف تیرے کہ تو ولد الزنا ہے اور قاعدہ ہے کہ جب کمان ٹیڑھی ہوتی ہے تو تیر بھی ٹیڑھا ہی چلتا ہے۔ لہذا چونکہ وہ فعل جس سے تو پیدا ہوا تھا خود غلط تھا اس لئے اس کا اثر تجھ میں بھی ہونا چاہئے اور تجھ کو غلطیاں کرنی چاہئیں۔ یہ سن کر خچر نے کہا کہ یہ آپ نے بہت صحیح فرمایا یہ کہہ کر رونے لگا۔ کچھ دیر تک رویا کیا اور اس کے پاؤں میں پڑا رہا اس کے بعد کہا کہ اے برگزیدہ حق سبحانہ اگر آپ مجھے اپنی غلامی میں لے لیں تو آپ کا کیا نقصان ہے آپ مجھ سے بہت بڑھ کر ہیں پس آپ اپنی عنایت سے مجھے اس غلطی میں کہ اب تک میں خود مر رہا اور آپ کی اطاعت نہ کی معذور سمجھیں اور اپنی خدمت میں قبول کر لیں اس پر اونٹ نے کہا کہ جب تم نے میرے سامنے اپنے نقص کا اقرار کر لیا تو اب تم بلیات زمانہ سے نجات پا گئے۔ اب تم نے انصاف کیا اور بلا سے چھوٹ گئے۔ پہلے تم دشمن تھے اور اب دوست ہو گئے ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ بری خصلت تمہاری ذات میں اصلی نہ تھی کیونکہ جس میں فطری برائی ہو وہ تو لامحالہ انکار ہی کرے گا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ وہ عارضی برا ہوتا ہے جو اپنے قصور کا اقرار کر لے اور تائب ہو جاوے۔ جیسے کہ حضرت آدم علیہ السلام کہ وہ ان کی لغزش عارضی تھی اس لئے فوراً توبہ کر لی اور چونکہ شیطان کا جرم فطری تھا اس لئے وہ توبہ نہ کر سکا۔ اس کے بعد اونٹ نے کہا اچھا جاؤ اب تم کو ایک بڑی دولت مل گئی ہے اور تم نے اپنے کو لازوال خوش قسمتی میں ڈال دیا ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اسی طرح جب تم حق سبحانہ کے بندوں میں داخل ہو گئے تو جنت میں داخل ہو گئے اور جبکہ تم نے اس کے بندوں میں اپنی راہ کر لی تو غیر محسوس راستہ سے تم جنت میں پہنچ گئے اور جب تم نے اھدنا الصراط المستقیم بصدق نیت کہا تو حق سبحانہ نے تمہارا ہاتھ پکڑ لیا اور تم کو جنت میں پہنچا دیا۔ اس کے بعد اونٹ نے کہا کہ اول تم نار تھے اور اب نور ہو گئے۔ اور پہلے تم انگور خام تھے اس کے بعد پختہ ہو گئے اور پھر مویز بن گئے اور پہلے تم ستارے تھے۔ اب آفتاب ہو گئے۔ لہذا خوش رہو چین کرد۔ خلاصہ یہ کہ تم پہلے ناقص تھے اب کامل ہو گئے۔

فائدہ:۔ ہم نے "نار بودی" کو اونٹ کا مقولہ کہا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ خود مولانا ہی کے کلام کا تتمہ ہو)

چونکہ اوپر نقصان سے مبدل بہ کمال ہونے کا بیان ہے۔ اس لئے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے ضیاء الحق حسام الدین آپ جوئے شیر میں شہد ملا دیں تا کہ وہ جوئے شیر مزہ بدلنے سے نجات پا جاوے اور مزہ کے سمندر سے مزید مزہ اسے حاصل ہو جاوے۔ یعنی آپ ناقصین کو کامل کر دیں تا کہ وہ بحر الست یعنی حق سبحانہ میں فنا ہو کر اس میں مل جائیں۔ اور اس ذریعہ سے نکس سے نجات پا جاویں کیونکہ جس طرح آب قلیل دریا میں مل کر ہر قسم کے تغیر

www.besturdubooks.wordpress.com

سے محفوظ ہو جاتا ہے یوں ہی آدمی حق سبحانہ میں فنا ہو کر نکس سے مامون ہو جاتا ہے۔ پس آپ اسے اس شہد کے سمندر سے ملا دیجئے تا کہ اس کو اس سے تعلق ہو جاوے اور کوئی آفت اس میں اثر نہ کرے اور اے شیر حق آپ یوں ڈکارئے کہ اس کی ڈکار ساتویں آسمان پر پہنچے۔ اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ ناقصین اس غرہ سے متاثر نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ چوہا شیر کی ڈکار کو نہیں پہچان سکتا۔ اس کے بعد غرہ کن الخ کی تشریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ اپنے حالات آب زر سے لکھئے تا کہ ہر دریا دل اور نیک ذات شخص کو نفع ہو۔ اس کے بعد مولانا نا اہلوں اور حاسدوں کے لئے بددعا فرماتے ہیں کہ اے اللہ مولانا حسام الدین کے احوال آب نیل کی طرح جانفزا ہیں مگر تو ان کو حاسدوں کے لئے ناقابل انتفاع بنا دیجئے۔ اچھا اب اس کے متعلق ایک قصہ سنو۔

لابہ کردن قبطی مر سبطی را کہ یک ظرف بہ نیت خویش از نیل پر کن و برلب من نہ تا بخورم بحق دوستی و برادری سبو کہ شما سبطیاں بہر خود پر می کنید از نیل آب صاف ست و سبو کہ ما قبطیاں پر می کنیم خون صاف ست

اے قبطی کی سبطی کی خوشامد کرنا کہ ایک برتن اپنی نیت سے دریائے نیل سے بھر لے اور دوستی اور بھائی بندی کی بناء پر میرے منہ سے لگا دے تا کہ میں پی لوں وہ ٹھلیا کہ تم سبطی دریائے نیل سے اپنے لئے بھرتے ہو صاف پانی ہے اور وہ ٹھلیا کہ ہم قبطی بھرتے ہیں بالکل خون ہے

من شنیدم کہ درآمد قبطیے	از عطش اندر وثاق سبطیے
میں نے سنا ہے کہ ایک قبطی آیا	پیاس کی وجہ سے ایک سبطی کے گھر
گفت ہستم یار و خویشاوند تو	گشتہ ام امروز حاجتمند تو
کہنے لگا کہ میں تیرا دوست اور رشتہ دار ہوں	میں آج تیرا محتاج ہوں
زانکہ موسیٰ جادوئی کرد و فسوں	تا کہ آب نیل مارا کرد خوں
کیونکہ موسیٰ نے جادو ٹونا کر دیا ہے	یہاں تک کہ اس نے ہمارے لئے (دریائے) نیل کو خون بنا دیا ہے
سبطیاں زاں آب صافی می خورند	پیش قبطی خوں شد آب از چشم بند
سبطی اسی سے صاف پانی پیتے ہیں	نظر بندی کی وجہ سے قبطی کیلئے خون بن گیا ہے
قبطیاں تک می مرند از تشنگی	از پئے ادبار خود یا بدرگی
اب قبطی پیاس سے مر رہے ہیں	اپنی نحوست یا بدفطرتی کی وجہ سے
بہر خود یک طاس را پر آب کن	تا خورد از آبت ایں یار کہن
ایک طلا اپنے لئے پانی سے بھر لے	تا کہ تیرے پانی میں سے یہ پرانا دوست پی لے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں برای خود کنی ایں طاس پر	خوں نباشد آب باشد پاک و حر
جب تو یہ طشلا اپنے لئے بھرے گا	وہ خون نہ ہوگا' پاک و صاف پانی ہوگا
من طفیل تو بنوشم آب ہم	کہ طفیلی در تبع بجہد زغم
میں بھی تیرے طفیل میں پانی پی لوں گا	کیونکہ طفیلی تابع بن کر غم سے چھوٹ جاتا ہے
گفت اے جان جہاں خدمت کنم	پاس دارم اے دو چشم روشنم
اس نے کہا اے جان جہاں! میں خدمت کروں گا	اے میری دونوں آنکھوں کی روشنی میں لحاظ برتوں گا
بر مراد تو روم شادی کنم	بندۂ تو باشم و آزادی کنم
تیری مراد پوری کروں گا' خوش ہوں گا	تیرا غلام بنوں گا اور آزادی سمجھوں گا
طاس را از نیل او پر آب کرد	بر دہاں بنہاد و نیمے را بخورد
اس نے طشلے کو نیل میں سے پانی سے بھرا	منہ پر رکھا اور آدھا پیا
طاس را کژ کرد سوی آب خواہ	کہ بخور تو ہم شد آں خون سیاہ
طشلے کو پانی چاہنے والے کی طرف جھکایا	کہ تو بھی پی لے وہ کالا خون بن گیا
باز ازیں سو کرد کژ خوں آب شد	قبطی اندر خشم و اندر تاب شد
پھر اس طرف جھکایا' خون پانی بن گیا	قبطی غصہ اور (پیچ و) تاب میں پڑ گیا
ساعتے بنشست تا خشمش برفت	بعد ازاں گفتش کہ اے صمصام زفت
تھوڑی دیر بیٹھا رہا یہاں تک کہ اس کا غصہ جاتا رہا	اس کے بعد اس نے کہا اے بھاری تلوار!
اے برادر ایں گرہ را چارہ چیست	گفت ایں را آں خورد کہ متقی ست
اے بھائی! اس عقدہ کا کیا حل ہے؟	اس نے کہا اس کو وہ پیتا ہے جو پرہیز گار ہے
متقی آنست کو بیزار شد	از رہ فرعون و موسیٰ وار شد
پرہیز گار وہ ہے جو بیزار ہوا	فرعون کے راستہ سے' اور موسیٰ جیسا بن گیا
قوم موسیٰ شو بخور ایں آب را	صلح کن با مہ ببیں مہتاب را
موسیٰ کی قوم بن جا یہ پانی پی لے	چاند سے صلح کر لے' چاندنی دیکھ لے
صد ہزاراں ظلمت ست از خشم تو	بر عباداللہ اندر چشم تو
لاکھوں اندھیریاں ہیں تیرے غصہ کی وجہ سے	اللہ (تعالیٰ) کے بندوں پر' تیری آنکھ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

خشم بنشاں چشم بکشا شاد شو	عبرت از یاراں بگیر استاد شو
غصہ فرو کر، آنکھ کھول، خوش ہو جا	دوستوں سے عبرت پکڑ، استاد بن جا
کے طفیل من شوی در اغتراف	چوں ترا کفریست ہمچوں کوہ قاف
پانی پینے میں تو میرا طفیلی کب ہو سکتا ہے؟	جبکہ تیرا کفر کوہ قاف کی طرح ہے
کوہ در سوراخ سوزن کے رود	جز مگر آں کوہ برگ کہ شود
پہاڑ سوئی کے ناکے میں کہاں گھس سکتا ہے؟	سوائے اس کے کہ پہاڑ گھاس کا تنکا بن جائے
کوہ را کہ کن باستغفار خوش	جام مغفوراں بگیر و خوش بکش
عمدہ توبہ سے پہاڑ کو تنکا بنا لے	بخشے ہوؤں کا جام لے کر اور اچھی طرح پی
تو بدیں تزویر چوں نوشی ازاں	چوں حرامش کرد حق بر کافراں
تو اس دھوکے بازی سے اس کو کیسے پی سکتا ہے؟	جبکہ اللہ (تعالیٰ) نے اُسکو کافروں پر حرام کر دیا ہے
خالق تزویر تزویر ترا	کے خرد اے مفتری مفتریٰ
چالبازی کا خالق تیری چالبازی	میں کب آ سکتا ہے اے جھوٹوں کے جھوٹے!
آل موسیٰ شو کہ حیلت سود نیست	حیلہ ات باد تہی پیمود نیست
موسیٰ کی امت بن کیونکہ چالبازی سے فائدہ نہیں ہے	تیری چالبازی خالی ہوا کو ناپنا ہے
زہرہ دارد آب کز امر صمد	گردد دبا کافراں آبی کند
پانی کا جگر ہے کہ خدا کے حکم سے	روگردانی کرے اور کافروں کے لئے پانی کا کام کرے؟
یا تو پنداری کہ تو ناں می خوری	زہر مارو کاہش جاں می خوری
یا تو سمجھتا ہے کہ تو روٹی کھاتا ہے؟	سانپ کا زہر اور جان کا گھٹاؤ کھا رہا ہے
ناں کجا اصلاح آں جانے کند	کو دل از فرمان ناں دہ بر کند
روٹی اس جان کی اصلاح کہاں کرتی ہے؟	جو روٹی دینے والے کے حکم سے دل اکھاڑ لے
یا تو پنداری کہ حرف مثنوی	چوں بخوانی رائگانش بشنوی
یا تو سمجھتا ہے کہ مثنوی کے حرف	جب تو بیکار کر کے پڑھے گا، سمجھ سکے گا؟
یا کلام حکمت و سر نہاں	اندر آید سہل در گوش کہاں
یا دانائی کا کلام اور پوشیدہ راز	آسانی سے ناقصوں کے کان میں آ جائے گا
اندر آید لیک چوں افسانہا	پوست بنماید نہ مغز و دانہا
اندر آتا ہے لیکن افسانوں کی طرح	چھلکا نظر آتا ہے نہ مغز اور دانے

www.besturdubooks.wordpress.com

درسرور و درکشیدہ چادرے	رونہاں کردہ زچشمت دلبرے
سرِاور منہ پر چادر تانے ہوئے	دلبر نے تیری آنکھ سے منہ چھپا رکھا ہے
شاہنامہ یا کلیلہ پیش تو	ہمچناں باشد کہ قرآں از عتو
شاہنامہ یا کلیلہ تیرے لئے	ایسا ہی ہے جیسے کہ قرآن سرکشی کی وجہ سے
فرق آنگہ باشداز حق و مجاز	کت کند کحل عنایت چشم باز
حقیقت اور مجاز میں فرق جب ہوتا ہے	کہ مہربانی کا سرمہ تیری آنکھ کھول دے
ورنہ پشک و مشک پیش اخشمے	ہر دو یکسانست چوں نبود شمے
ورنہ بیکار ناک والے کے لئے مینگنی اور مشک	جبکہ سونگھنے کی طاقت نہیں ہے دونوں یکساں ہیں
خویشتن مشغول کردن از ملال	باشد قصد از کلام ذوالجلال
تھکن سے اپنے آپ کو بے نیاز کرنا	اللہ (تعالیٰ) کے کلام سے اس کا مقصد ہوتا ہے
کاتش وسواس را و غصہ را	زاں سخن بنشاند و سازد دوا
کہ وسوسوں اور رنج کی آگ کو	اس کلام سے بجھائے اور علاج کرے
بہر ایں مقدار آتش شاندن	آب پاک و بول یکساں شد بفن
آگ کی اس مقدار کو بجھانے کے لئے	پاک پانی اور پیشاب تدبیر سے یکساں ہو گئے
آتش وسواس را ایں بول و آب	ہر دو بنشانند ہمچوں خمر و خواب
وسوسوں کی آگ کو یہ پیشاب اور پانی	دونوں بجھاتے ہیں شراب اور نیند کی طرح
لیک اگر واقف شوی زیں آب پاک	کہ کلام ایزدست و روحناک
لیکن اگر تو اس پاک پانی سے واقف ہو جائے	کہ وہ خدا کا کلام ہے اور روح پرور ہے
نیست گردو وسوسہ کلی زجاں	دل بیابد رہ بسوی گلستاں
وسوسہ بالکلیہ جان سے معدوم ہو جائے	(اور) دل گلستاں کا راستہ پا لے
زانکہ در باغے و در جوئے پرد	ہر کہ از سر صحف بوئے برد
کیونکہ باغ اور نہر میں اڑنے لگتا ہے	جو صحیفوں کے راز کا پتہ لگا لیتا ہے
یا تو پنداری کہ روی اولیا	آنچنانکہ ہست می بینیم ما
یا تو یہ خیال کرتا ہے کہ اولیاء کا چہرہ	جیسا کہ (واقعی) ہے ہم دیکھتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

درتعجب مانده پیغمبر ازاں	چوں نمی بینند رویم موناں
پیغمبر اس سے تعجب میں تھے	کہ ایمان لانے والے میرا چہرہ کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟
چوں نمی بینند نور روم خلق	کہ سبق بردست برخورشید شرق
لوگ میرے چہرے کا نور کیوں نہیں دیکھتے ہیں؟	جبکہ وہ مشرق کے سورج سے بازی لے گیا ہے
ورہمی بینند ایں حیرت چراست	تا کہ وحی آمد کہ آں رو در خفاست
اگر دیکھتے ہیں تو یہ حیرت کیوں ہے؟	یہاں تک کہ وحی آئی کہ وہ چہرہ پوشیدہ ہے
سوی تو ماہ است و سوی خلق ابر	تا نہ بیند رائگاں روی تو گبر
آپ کی جانب چاند ہے اور مخلوق کی جانب ابر ہے	تاکہ آپ کے چہرے کو کافر بے فائدہ نہ دیکھے
سوی تو دانہ است و سوی خلق دام	تا ننوشد زیں شراب خاص، عام
آپ کی جانب دانہ ہے، مخلوق کی جانب جال	تاکہ اس خاص شراب کو عوام نہ چکھیں
گفت یزداں کہ تراھم ینظرون	نقش حمام اندھم لا یبصرون
خدا نے فرمایا کہ تو ان کے بارے میں خیال کرتا ہے کہ وہ دیکھتے ہیں	وہ تو حمام کی تصویر ہیں، وہ نہیں دیکھتے ہیں
می نماید صورت اے صورت پرست	کاں دو چشم مردہ او ناظرست
اے صورت پرست! صورت ظاہر کرتی ہے	کہ اس کی دو مردہ آنکھیں دیکھنے والی ہیں
پیش چشم نقش می آری ادب	کہ چرا پاسم نمی دارد عجب
تصویر کی آنکھ کے سامنے تو ادب بجا لاتا ہے	تعجب ہے وہ میرا لحاظ کیوں نہیں کرتی ہے؟
از چہ بس بے پاسخست ایں نقش نیک	کہ نمی گوید سلامم را علیک
یہ بھلی تصویر کیوں خاموش ہے	کہ میرے سلام پر علیک نہیں کہتی ہے
می نجنباند سر و سبلت زجود	پاس آنکہ کردمش من صد سجود
مہربانی سے وہ سر اور مونچھ بھی نہیں ہلاتی ہے	اس لحاظ سے کہ میں نے اس کو سو سجدے کئے ہیں
حق اگرچہ سر نجنباند بروں	پاس آں ذوقے دہد در اندروں
اللہ تعالیٰ اگرچہ ظاہر میں سر نہیں ہلاتا ہے	اس کے لحاظ سے باطن میں چاشنی عطا فرما دیتا ہے
کہ دو صد جنبیدن سر آرزد آں	سر چنیں جنباند آخر عقل و جاں
کہ وہ سو سر ہلانا اس کی قیمت ہے	عقل اور جان اس طرح سر ہلاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل را خدمت کنی در اجتہاد	پاس عقل آنست کافزاید رشاد
تو کوشش سے عقل کی خدمت کرتا ہے	عقل کا لحاظ یہ ہے کہ وہ ہدایت بڑھا دیتی ہے
حق نجنباند بظاہر سر ترا	لیک سازد بسراں سرور ترا
اللہ (تعالیٰ) بظاہر تیرے لئے سر نہیں ہلاتا ہے	لیکن تجھے سرداروں کا سردار بنا دیتا ہے
مر ترا چیزے دہد یزداں نہاں	کہ سجود تو کنند اہل جہاں
خدا تجھے مخفی طور پر ایسی چیز عطا کر دیتا ہے	کہ دنیا والے تجھے سجدے کرتے ہیں
آنچناں کہ داد سنگے را ہنر	تا عزیز خلق شد یعنی کہ زر
جیسا کہ اس نے پتھر کو وہ ہنر عطا کر دیا	کہ وہ لوگوں کا پیارا ہو گیا یعنی سونا
قطرۂ آبے بیابد لطف حق	گوہرے گردد برداز زر سبق
پانی کا قطرہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایت پا جاتا ہے	موتی بن جاتا ہے، سونے سے بازی لے جاتا ہے
جسم خاک ست وچو حق تابیش داد	در جہانگیری چو مہ شد اوستاد
وہ خاکی جسم ہے اور جب خدا نے اس میں چمک دیدی	دنیا کو فتح کرنے میں چاند کی طرح استاد ہو گیا
ہیں طلسم ست ایں و نقش مردہ است	احمقاں را چشمش از رہ بردہ است
خبردار! یہ طلسم ہے اور مردہ تصویر ہے	اس کی آنکھوں نے بیوقوفوں کو راستہ سے ہٹا دیا ہے
می نماید او کہ چشمے می زند	ابلہاں سازیدہ اند آں را سند
وہ نظر آتا ہے کہ پلک جھپکا رہا ہے	بیوقوفوں نے اس کو دلیل بنایا ہے

درخواستن قبطی دعای خیر وہدایت از سبطی ودعا کردن سبطی قبطی را بخیر ومستجاب شدن آں دعا از اکرام الاکرمین حق تعالیٰ

قبطی کا سبطی سے دعائے خیر اور رہنمائی کی درخواست کرنا اور سبطی کا قبطی کیلئے دعائے خیر کرنا اور اکرم الاکرمین حق تعالیٰ کی جانب سے اس دعا کا مقبول ہونا

گفت قبطی تو دعای کن کہ من	از سیاہی دل ندارم آں دہن
قبطی نے کہا تو دعا کردے کیوں کہ میں	دل کی سیاہی کی وجہ سے وہ منہ نہیں رکھتا ہوں
تا بود کہ قفل ایں دل واشود	زشت را در بزم خوباں جا شود
ہو سکتا ہے کہ اس دل کا قفل کھل جائے	بدصورت کی حسینوں کی محفل میں جگہ ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

از تو مسخ صاحب خوبی شود	یا بلیسے باز کروبی شود
تیری (دعا کی وجہ) سے مسخ شدہ خوبی والا بن جائے	یا شیطان پھر فرشتہ بن جائے
یا بفر دست مریم بوی مشک	یا بدو تری و میوہ شاخ خشک
یا (حضرت) مریم کے (جیسے) ہاتھ سے مشک کی خوشبو	اور تری اور میوہ' خشک شاخ حاصل کر سکتی ہے
سبطی آں دم در سجود افتاد و گفت	کاے خدای عالم جہر و نہفت
سبطی اس وقت سجدے میں گر گیا اور کہا	کہ اے غیب اور شہادت کے جاننے والے خدا!
سبطی و قبطی ہمہ بندہ تواند	عاجز امر تو اند و مستمند
سبطی اور قبطی سب تیرے بندے ہیں	تیرے حکم کے سامنے عاجز اور محتاج ہیں
جز تو پیش کہ بر آرد بندہ دست	ہم دعا و ہم اجابت از تو است
تیرے سوا بندہ کس کے سامنے ہاتھ اٹھائے؟	دعا بھی تیری جانب سے ہے اور قبول کرنا بھی (تیری جانب سے ہے)
ہم ز اول تو دہی میل دعا	تو دہی آخر دعا ہار اجزا
ابتداء' تو ہی دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے	بالآخر تو ہی دعاؤں کا بدلہ عطا کرتا ہے
اول و آخر توئی ما در میاں	ہیچ ہیچے کہ نیاید در بیاں
اول و آخر تو ہی ہے' ہم درمیان میں	ایسے ناچیز ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتا
ایں چنیں می گفت تا افتاد طشت	از سر بام و دلش بیہوش گشت
وہ یہ کہہ رہا تھا یہاں تک کہ سورج گر پڑا	بالاخانہ پر سے اور اس کا دل بے ہوش ہو گیا
باز آمد او بہوش اندر دعا	لیس للانسان الا ما سعیٰ
پھر وہ ہوش میں آکر دعا میں مصروف ہو گیا	نہیں ہے انسان کے لئے مگر وہی جس کی اس نے کوشش کی
در دعا بود او و ناگہ نعرۂ	از دل قبطی بجست و غرۂ
وہ دعا میں (مصروف) تھا یہاں تک کہ ایک نعرہ	اور شور قبطی کے دل سے نکلا
کہ ہلا بشتاب و ایماں عرضہ کن	تا ببرم زود زنار کہن
کہ آگاہ! جلدی کر اور ایمان پیش کر	تاکہ پرانا زنار جلد کاٹ دوں
آتشے در جان من انداختند	مر بلیسے را بجاں بنواختند
انھوں نے میری جان میں آگ لگا دی ہے	(مجھ) شیطان کو جان سے نوازا

www.besturdubooks.wordpress.com

دوستی تو ز حب ناشگفت	حمد لله عاقبت دستم گرفت
تیری دوستی نے محبت کے ناشگفتہ (غنچے) سے	الحمد للہ انجام کار میری دستگیری کی
کیمیای بود صحبتهای تو	کم مباد از خانۂ دل پای تو
تیری صحبتیں کیمیا تھیں	خدا کرے دل کے گھر سے تیرا قدم نہ نکلے
تو یکے شاخے بدی از نخل خلد	چوں گرفتم او مرا تا خلد برد
تو جنت کی کھجور کی ایک شاخ تھا	جب میں نے اس کو پکڑ لیا وہ مجھے جنت میں لے گئی
سیل بود آنکہ تنم را در ربود	برد سیلم تا لب دریای جود
بہاؤ تھا جو میرے جسم کو بہا لے گیا	مجھے بہاؤ سخاوت کے دریا کے کنارے لے گیا
من ببوی آب رفتم سوی سیل	بحر دیدم در گرفتم کیل کیل
میں پانی کی تمنا میں بہاؤ کی جانب گیا	میں نے سمندر دیکھ لیا میں نے پیمانے بھر لئے
طاس آوردش کہ اکنوں آب گیر	گفت روشد آبہا پیشم حقیر
وہ (سلمیٰ) اس کے پاس طشتلا لایا کہ اب پانی لے لے	اس نے کہا جائیے پانی میرے لئے حقیر ہو گئے ہیں
شربتے خوردم ز اللہ اشتریٰ	تا بہ محشر تشنگی ناید مرا
میں نے "اللہ نے خرید لیا" کا شربت پی لیا ہے	قیامت تک مجھے پیاس نہ لگے گی
آنکہ جوی و چشمہا را آب داد	چشمۂ اندر درون من کشاد
وہ ذات جس نے نہروں اور چشموں کو پانی عنایت کیا ہے	اس نے میرے دل کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے
ایں جگر کہ بود گرم و آب خوار	گشت پیش ہمت او آب خوار
یہ جگر جو گرم اور پیارا تھا	اس کی ہمت کے آگے پانی حقیر ہو گیا
کاف کافی آمدہ بہر عباد	صدق وعدہ کھیعص
بندوں کے لئے کافی کا کاف آیا ہے	(کھیعص کا سچا وعدہ آیا ہے)
کافیم بدہم ترا من جملہ خیر	بے سبب بے واسطہ یاری غیر
میں کافی ہوں میں تجھے تمام عمدہ چیزیں دے سکتا ہوں	بغیر کسی سبب کے اور غیر کی مدد کے واسطہ کے بغیر
کافیم بے ناں ترا سیری دہم	بے سپاہ و لشکرت میری دہم
میں کافی ہوں روٹی کے بغیر تیرا پیٹ بھر سکتا ہوں	بغیر سپاہیوں اور لشکر کے تجھے سرداری دیتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

کافیم بے داریت درماں کنم	کوہ را وچاہ را میداں کنم
میں کافی ہوں بغیر دوا کے تیرا علاج کر دیتا ہوں	پہاڑ کو اور کنویں کو میدان بنا دیتا ہوں
بے بہارت نرگس ونسریں دہم	بے کتاب و اوستا تلقیں دہم
بغیر (موسم) بہار کے تجھے نرگس اور نسرین دیتا ہوں	بغیر کتاب اور استاد کے تعلیم دیتا ہوں
موسیٰؑ رادل دہم بایک عصا	تازند برعالمے شمشیر ہا
میں موسیٰ کو دل مع ایک لاٹھی کے دیتا ہوں	تاکہ وہ دنیا میں تلواریں چلا دیں
دست موسیٰؑ راوہم یک نوروتاب	کہ طپانچہ میزند بر آفتاب
میں موسیٰ کے ہاتھ کو ایک نور اور چمک دیتا ہوں	جو سورج کے طمانچہ لگا دیتا ہے
چوب رامارے کنم من ہفت سر	کہ نہ زاید مادہ مار او را نہ نر
میں لکڑی کو سات سروں کا سانپ بنا دیتا ہوں	جس کو نہ مادہ سانپ جن سکے نہ نر
خوں نیا میزم درآب نیل من	خود کنم خوں عین آبش را بفن
میں (دریائے) نیل کے پانی میں خون نہیں ملاتا ہوں	میں حکمت سے بعینہ اس کے پانی کو خون بنا دیتا ہوں
شادیت راغم کنم چوں آب نیل	کہ نیابی سوی شادیہا سبیل
نیل کے پانی کی طرح تیری خوشی کو ایسا غم بنا دیتا ہوں	کہ تو خوشیوں کی جانب راستہ نہیں پاتا ہے
باز چوں تجدید ایماں برتنی	از از فرعون بیزاری کنی
پھر جب تو ایمان از سر نو لے آتا ہے	پھر فرعون سے بیزار ہو جاتا ہے
موسیٔ رحمت بہ بینی آمدہ	نیل خوں بینی ازو آبے شدہ
تو دیکھتا ہے کہ رحمت والا موسیٰ آ گیا ہے	خون کا (دریائے) نیل اس کی وجہ سے پانی بن گیا ہے
چوں سررشتہ نگہداری دروں	نیل ذوق تو نگردد ہیچ خوں
تو جب (ہمارے تعلق کا) سررشتہ باطن میں محفوظ کر لیتا ہے	تیرے ذوق کا (دریائے) نیل بھی خون نہیں بنتا ہے
من گماں بردم کہ ایماں آورم	تا ازیں طوفان خوں آبے خورم
میں نے سوچا کہ ایمان لے آؤں	تاکہ خون کے اس طوفان میں سے پانی پی لوں
من چہ دانستم کہ تبدیلی کند	درنہاد من مرا نیلے کند
مجھے کیا معلوم تھا کہ وہ تبدیلی کر دے گا	میرے اندر مجھے (دریائی) نیل بنا دے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

سوی چشم خود یکے نیلم رواں	برقرارم پیش چشم دیگراں
(اب) میں اپنی نظر میں ایک رواں نیل ہوں	دوسرے کی نگاہ میں (پہلی حالت پر) برقرار ہوں
ہمچنانکہ ایں جہاں پیش نبیؐ	غرق تسبیح ست و پیش ما ابی
جس طرح کہ یہ دنیا نبیؐ کے سامنے	تسبیح میں غرق ہے اور ہمارے سامنے سرکش ہے
پیش چشمش ایں جہاں پرعشق و داد	پیش چشم دیگراں مردہٗ جماد
اس کی نظر میں یہ دنیا عشق و سخاوت سے بھری ہے	دوسرے کی نگاہ کے سامنے مردہ اور جماد ہے
پست و بالا پیش چشمش تیز رو	از کلوخ و سنگ او نکتہ شنو
نشیب و فراز اس کی نگاہ کے سامنے تیز رو ہے	وہ ڈھیلے اور پتھر سے نکتہ سننے والا ہے
باعوام ایں جملہ پست و مردہٗ	زیں عجب تر من ندیدم پردہٗ
عوام کے لئے یہ سب پست اور مردہ ہیں	میں نے اس سے زیادہ عجیب پردہ نہیں دیکھا
گورہا یکساں بہ پیش چشم ما	روضہ و حفرہ بہ پیش اولیا
ہماری نگاہ کے سامنے ساری قبریں یکساں ہیں	اولیاء کے سامنے باغ اور گڑھے ہیں
عامہ گفتندے کہ پیغمبر ترش	ازچہ گشتہ است وشدست اوذوق کش
عوام نے کہا کہ پیغمبر رنجیدہ	کیوں ہیں اور وہ ذوق کو ختم کردینے والے (بن گئے) ہیں
خاصہ گفتندے کہ پیش چشم تاں	می نماید او ترش اے امتاں
خواص نے کہا کہ تمہاری نظر میں	اے امت والو! وہ رنجیدہ نظر آتے ہیں
یک زماں در چشم ما آئید تا	خندہا بینید اندر ہل اتی
تھوڑی دیر کے لئے ہماری آنکھوں میں آ جاؤ تاکہ	ہل اتی کے اندر مسکراہٹیں دیکھو
از سر امرود بن بنماید آں	منعکس صورت بزیر آ اے جواں
امرود کے درخت سے وہ نظر آتا ہے	الٹی صورت اے جوان! نیچے اتر آ
آں درخت ہستیت امرود بن	تابر آنجای نماید نو کہن
تیرے وجود کا درخت امرود کا درخت ہے	جب تک تو وہاں ہے نیا ' پرانا نظر آتا ہے
تابر آنجائیٔ بہ بینی خار زار	پرزکژدمہای خشم و پرزمار
جب تک تو اس جگہ ہے کانٹوں کا جنگل دیکھے گا	غصہ کے بچھوؤں اور سانپ سے بھرا ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں فرود آئی بہ بینی رائگاں	یک جہاں پر گلرخاں و دایگاں
جب تو نیچے اتر آئے گا تو دیکھے گا کہ مفت میں	ایک دنیا حسینوں اور پالنے والوں سے بھری ہوئی
چوں فرود آئی فرود آید ترا	در دروں اسرار فیض کبریا
جب تو نیچے اتر آئے گا اتر آئیں گے تیرے	اندر اللہ (تعالیٰ) کے فیض کے اسرار

میں نے سنا ہے کہ ایک قبطی پیاس کے سبب ایک سبطی کے گھر آیا اور کہا کہ میں تمہارا دوست اور عزیز ہوں آج مجھے تم سے کام پڑا ہے کیونکہ موسیٰ نے سخت جادو کیا ہے حتیٰ کہ ہمارے لئے آب نیل کو خون بنا دیا ہے۔ سبطی لوگ اس سے صاف پانی پیتے ہیں اور قبطی کیلئے اس کی نظر بندی سے وہ پانی خون ہو گیا۔ اس لئے قبطی لوگ پیاسے مر رہے ہیں خواہ اپنی بدنصیبی سے جیسا کہ ہمارا خیال ہے یا اپنی شرارت سے جیسا کہ موسیٰ کا دعویٰ ہے۔ لہٰذا اس وقت تم سے یہ کہنا ہے کہ تم اپنے لئے پانی کا ایک طشت بھر لاؤ۔ اس وقت وہ خون نہ ہو سکے گا۔ میں بھی تمہارے طفیل میں پانی پی لوں گا کیونکہ طفیلی اصل شخص کے تابع ہو کر غم سے چھوٹ جایا کرتا ہے۔ سبطی نے کہا کہ میں آپ کی خدمت کے واسطے موجود ہوں اور میں آپ کا آپ کی قرابت اور دوستی کے سبب لحاظ کروں گا اور آپ کی خواہش کے موافق کام کروں گا اور خوش ہوں گا اور آپ کی غلامی کروں گا۔ اور اسے آزادی سمجھوں گا۔ یہ کہہ کر وہ گیا اور طشت کو پانی سے بھرا اور منہ سے لگا کر آدھا پانی پی لیا اس کے بعد اس شخص کی طرف جھکایا اور کہا کہ لو پیو اس کی طرف جھکاتے ہی وہ خون سیاہ بن گیا اس کے بعد پھر اپنی طرف جھکایا تو وہ خون پھر پانی ہو گیا۔ قبطی نے یہ حالت دیکھ کر بہت پیچ و تاب کھایا اور تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا۔ یہاں تک کہ اس کا غصہ فرو ہو گیا۔ اس کے بعد اس نے کہا کہ بھائی جان یہ تو بتاؤ کہ آخر یہ عقیدہ کیونکر حل ہو۔ سبطی نے کہا اصل بات یہ ہے کہ اس پانی کو پرہیزگار شخص پی سکتا ہے اور پرہیزگار وہ ہے جو فرعون کے طریق سے بیزار ہو جاوے اور موسیٰ جیسا بن جاوے۔ پس تم موسیٰ کا اتباع کر کے ان کے گروہ میں داخل ہو جاؤ اور مزہ سے پانی پیو اور چاند سے صلح کر کے چاندنی دیکھ لو۔ یعنی موسیٰ علیہ السلام سے صلح کر کے ان کی برکت دیکھ لو۔ اب تک تمہاری محرومی کی وجہ یہ ہے کہ تم کو بندگان خدا پر غصہ ہے اور اس سے تمہاری آنکھوں میں سینکڑوں تاریکیاں پیدا ہو گئی ہیں جن کے سبب تم موسیٰ علیہ السلام کی برکات کو نہیں دیکھ سکتے۔ پس تم غصہ کو دور کر دو اور آنکھ کھولو اور برکات موسیٰ علیہ السلام دیکھ کر خوش ہو۔ اور اپنے دوستوں یعنی ہم لوگوں کی حالت سے عبرت حاصل کر کے کامل بن جاؤ۔

فائدہ: سو ما قال ولی محمد یعنی از آنکہ بسبب خشم بر عباد اللہ چشم شان تاریک شدہ است چندے بگیر وھو وھم منہ منشاہ لفظ العبرۃ او لفظ یاران واللہ اعلم) جبکہ تمہارا کفر ایسا عظیم الشان ہے جیسا کوہ قاف تو پھر تم پانی پینے میں میرے طفیلی کیسے ہو سکتے ہو۔ کیونکہ طفیلی بننے سے اسی وقت کام چل سکتا ہے جبکہ گنجائش ہو ورنہ پہاڑ سوئی کے سوراخ میں نہیں گھس سکتا۔ الا وہ پہاڑ جو برگ کاہ بن جاوے۔ پس تم اپنے کوہ کفر کو استغفار سے برگ کاہ بنا لو اور مغفوران کا جام لے کر مزہ سے پیو۔ تم چاہتے ہو کہ دھوکہ سے پی لو۔ لیکن جبکہ حق سبحانہ نے اسے کافروں پر حرام کر دیا ہے تو تم چال سے اسے کیسے پی سکتے ہو۔ اور جس نے کہ چالبازی کو پیدا کیا ہے وہ چال میں کیسے آ جائے گا اور تمہاری چال کیسے قبول کرے گا۔ پس اگر تمہیں پانی پینا ہے تو چال نہ کرو کیونکہ چال بالکل بے سود ہے اور سچے دل

www.besturdubooks.wordpress.com

سے موسیٰ کے متبع ہو جاؤ تمہارا چال کرنا فضول کوشش ہے۔ اور اس کا کچھ نتیجہ نہیں۔ کیونکہ پانی کی طاقت نہیں ہے کہ وہ حق سبحانہ کے حکم سے پھر جاوے اور کافروں کے حق میں پانی بن جاوے۔ اب مولانا خطاب کو عام کر کے فرماتے ہیں کہ کچھ پانی ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہر چیز کی یہی حالت ہے چنانچہ تم روٹی کھاتے ہو تو کیا تم سمجھتے ہو کہ روٹی کھاتے ہو ہرگز نہیں۔ بلکہ سانپ کا زہر اور موجب کاہش جان شے کھا رہے ہو۔ کیونکہ روٹی بھی اس شخص کی اصلاح نہیں کر سکتی جو کہ دل کو حق سبحانہ کے فرمان سے ہٹا لے۔ بلکہ اس کو بجائے نفع کے نقصان پہنچاتی ہے کہ شہوت وغضب وغیرہ بڑھاتی ہے جو اس کے لئے مہلک ہیں یا تم سمجھتے ہو کہ جب تم مثنوی کو فضول پڑھو گے تو تم اس کو سن سکتے ہو اور اس سے فائدہ مقصود حاصل کر سکتے ہو ہرگز نہیں یا تم خیال کرتے ہو کہ کوئی کلام مشتمل بر حکمت واسرار ذلیل لوگوں کے کانوں میں آسانی سے پہنچ سکتا ہے ہرگز نہیں۔ وہ ضرور کانوں میں پہنچتا ہے لیکن محض انسانوں کی طرح اور اس کا پوست دکھلائی دیتا ہے اور مغز ودانہ نہیں دکھلائی دیتے۔ اس لئے اس مغز کی یہ حالت ہوتی ہے جیسے کوئی دلبر چادر میں سر اور چہرہ تمہاری نظر سے چھپا لے اور ایسی حالت میں شاہنامہ وکلیلہ اور قرآن تمہاری سرکشی کی وجہ سے تمہارے حق میں دونوں یکساں ہوتے ہیں ان کے حقیقت اور مجاز ہونے کا فرق تم کو اس وقت محسوس ہو سکتا ہے جبکہ عنایت وفضل ایزدی تمہاری آنکھیں کھول دے۔ ورنہ فاقد حس شامہ کے نزدیک مینگنی اور مشک دونوں برابر ہیں کیونکہ قوت شامہ تو ہے نہیں جو ممیز ہے پھر تمیز کیونکر ہو۔ ہم نے کلام اللہ اور شاہنامہ وغیرہ کو اس لئے یکساں کہا ہے کہ جس طرح شاہنامہ پڑھنے سے مطلوب جی بہلانا ہے یوں ہی محبوب قاری قرآن کا مقصود ملال کی طرف سے اپنی طبیعت کو ہٹانا ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ آتش خیالات پراگندہ وغم وغصہ کو بجھا دے اور اس کا علاج کرے سو اتنی بات یعنی صرف آگ بجھانے کیلئے تو پانی (کلام اللہ) اور پیشاب (شاہنامہ وغیرہ) دونوں بجھا دیتے ہیں جس طرح کہ شراب بھی غم وغصہ و خیالات پراگندہ کی آگ کو بجھا دیتی ہے اور نیند بھی حالانکہ نیند پانی ہے اور شراب پیشاب۔ افسوس کہ تمہیں کلام اللہ کی حقیقت معلوم نہیں اس لئے تم اسے جی بہلانے کے لئے پڑھتے ہو۔ لیکن اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ کلام پاک خدا کا کلام ہے اور سراسر روحانیت سے لبریز ہے تو تمہاری جان میں وساوس کا نام بھی نہ رہے اور تمہارا دل گلستان غیب کی سیر کرنے لگے۔ کیونکہ جو شخص اسرار صحف منزلہ وکتب سماویہ پر مطلع ہو جاتا ہے وہ باغ غیب اور اس کی نہر میں پہنچ جاتا ہے۔ خیر یہ تو ہو چکا اب تم یہ بتلاؤ کہ کیا ہم لوگ اولیاء اللہ کی وہ صورت دیکھ سکتے ہیں جو کہ ان کی واقع میں ہے ہرگز نہیں۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا تھا کہ یہ لوگ میری صورت کیوں نہیں دیکھتے اور کیوں نہیں دیکھتے کہ میرا چہرہ تنور میں آفتاب مشرق سے زیادہ ہے اور اگر دیکھتے ہیں تو پھر متحیر کیوں ہیں۔ اور میری تصدیق کیوں نہیں کرتے اس پر وحی آئی تھی کہ آپ کے تعجب کا منشا یہ ہے کہ آپ اپنے چہرہ کو ظاہر خیال فرماتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ وہ چاند ابر میں مستور ہے اور وہ چاند آپ کی طرف ہے اس لئے آپ اسے دیکھتے ہیں اور ابر لوگوں کی طرف اس لئے وہ اس چاند کو نہیں دیکھ سکتے اور مقصود اس اخفا کا یہ ہے کہ ناقدردان کفار بے فائدہ اسے نہ دیکھ سکیں اور آپ کی طرف دانہ ہے اور ان کی طرف جال۔ اس لئے آپ اس دانہ سے منتفع ہو سکتے ہیں اور وہ لوگ منتفع نہیں ہو سکتے اور مقصود اس سے یہ ہے کہ اس طعام خاص کو عام نہ کھا سکیں (کھانے سے مراد تمتع بالنظر ہے نہ کہ تمتع بالایمان و التصدیق)۔ اور خواص مومنین ہیں اور عوام کفار اور مقصود وہی ہے جو پہلے شعر کا تھا۔ یعنی حکمت اس میں یہ ہے کہ کفار

www.besturdubooks.wordpress.com

بے فائدہ اسے نہ دیکھ سکیں کیونکہ بہرحال ایمان تو یہ لوگ نہ لائیں گے تو ان کو کیوں اس دولت سے متمتع کیا جاوے جو مومنین کا حصہ ہے) اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کفار کی وہی حالت ہے جو حق سبحانہ نے بتوں کی بیان فرمائی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وتراهم ينظرون اليک و هم لا يبصرون یعنی یہ بت محض تصویر ہائے بے جان ہیں۔ لیکن اے بت پرستو وہ تمہیں ایسے معلوم ہوتے ہیں جیسے کہ ان کی دونوں واقع میں بے حس آنکھیں دیکھنے والی ہوں اور اسی لئے تم ان کے سامنے تعظیم کرتے ہو۔ اور جب اس کا ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا تو متعجب ہو کر کہتے ہو کہ آخر یہ میرا کیوں نہیں خیال کرتا اور یہ بت اتنا بے جواب کیوں ہے کہ میرے سلام کا جواب بھی نہیں دیتا۔ اور نہ یہی کرتا ہے کہ میرے اس قدر سجدوں کا لحاظ کر کے سر یا ہونٹ ہی ہلا دے اب مولانا ایک شبہ کا جواب دیتے ہیں جو اس گفتگو سے پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ بتوں کے بے جان ہونے کو اس قرینہ سے ثابت کیا ہے کہ وہ اپنے پوجنے والے کو جواب نہیں دیتے اور سر بھی نہیں ہلاتے۔ سو یہی قرینہ بعینہ خدا کے بے جان ہونے کا ہو سکتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بھی جواب نہیں دیتا اور سر نہیں ہلاتا۔ پس فرماتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ حق سبحانہ بھی اپنے عبادت کرنے والے کی عبادت کا لحاظ کر کے سر نہیں ہلاتے لیکن وہ اس سے بڑا کام کرتے ہیں وہ یہ کہ باطن عابد میں ایک خاص حلاوت پیدا کر دیتے ہیں جس کی قیمت سینکڑوں سر ہلانا ہیں اور جس کا اثر یہ ہے کہ عقل و جان جھومنے لگتی ہیں۔ پس یہ دلیل ہے حق سبحانہ کے ادراک عبادت عابد اور اس کی قدر کی۔ دیکھو تم عقل کی بے حد خدمت کرتے ہو تو وہ اس کی قدر کیا کرتی ہے یہی کہ ہدایت بڑھا دے اور سر نہیں ہلاتی حالانکہ مدرک ہے۔ پس ایسا ہی حق سبحانہ کو سمجھو کہ وہ بھی سر نہیں ہلاتے مگر تمہارے اندر ایک ایسی بات پیدا کرتے ہیں کہ اس کے سبب اہل جہان تمہیں سجدہ کرتے ہیں جیسے کہ اس نے ایک جماد کو یہ صفت دیدی کہ لوگ اسے بے حد عزیز رکھتے ہیں اور وہ جماد کون ہے سونا۔ علیٰ ہذا پانی کے ایک قطرہ پر عنایت حق سبحانہ ہوتی ہے تو وہ موتی ہو جاتا ہے اور سونے سے بھی بڑھ جاتا ہے ایسے ہی جسم انسانی فی نفسہ خاک ہے لیکن جبکہ حق سبحانہ نے اسے ادراک وغیرہ کی چمک عطا فرمادی تو چاند کی طرح جہانگیری میں کامل ہو گیا۔ اب مولانا نصیحت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو خبردار تم دھوکہ نہ کھانا اور اس کو بذاتہ مدرک و قادر و نافع و ضار وغیرہ نہ سمجھ جانا بلکہ یہ حق سبحانہ کا بنایا ہوا ایک طلسم ہے اور فی نفسہ ایک بے جان تصویر ہے مگر اس ظاہری حالت نے بیوقوفوں کو مغالطہ میں ڈال دیا ہے اور چونکہ وہ بظاہر متصرف قادر و نافع و ضار وغیرہ معلوم ہوتا ہے اس لئے ان بیوقوفوں نے اس پر اعتماد کر لیا ہے اور خدا کو بھول گئے ہیں۔ جس نے اس میں یہ صفات پیدا کی ہیں۔ (هذا هو المرام وزلت اقدام المحشين فى حل هذا المقام والله اعلم) خیر یہ گفتگو تو استطرادی تھی اب سنو کہ قبطی نے سبطی کی نصیحت سن کر کہا کہ میں تو اپنی سیاہی قلب کے سبب وہ منہ نہیں رکھتا جس کی دعا مقبول ہو اس لئے تم میرے لئے دعا کر دو تا کہ شاید میرے دل کا قفل کھل جاوے اور ہدایت اس میں داخل ہو سکے اور میں گمراہ ہدایت یافتہ لوگوں کے گروہ میں شامل ہو جاؤں۔ آپ کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کی صورت مسخ ہو گئی ہو تو تمہاری برکت سے وہ صاحب خوبی ہو سکتا ہے یا اگر شیطان بھی ہو تو وہ بھی نئے سرے سے مقرب فرشتہ ہو سکتا ہے یا یوں کہوں کہ آپ کے مریم علیہا السلام کی طرح مبارک ہاتھ سے ایک شاخ خشک تری اور میوہ اور بوئے مشک پا سکتی ہے یہ سن کر سبطی زمین میں گر پڑا اور یوں دعا شروع کی۔ اے خدائے عالم الغیب والشہادہ سبطی و قبطی یعنی مومن و کافر سب تیرے بندے ہیں اور تیرے حکم قضا کے سامنے سب عاجز و مقہور ہیں۔ پس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تیرے سوا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلا سکتا ہوں دعا بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اور اس کا قبول کرنا بھی آپ ہی کی جانب سے ہے اور ابتدا میں دعا کی خواہش بھی آپ ہی پیدا کرتے ہیں اور آخر میں دعاؤں پر نتیجہ بھی آپ ہی مرتب کرتے ہیں۔ اس لئے اول بھی آپ ہی ہیں اور آخر بھی آپ ہی اور ہم درمیان میں یوں ہیں بیچ ہیں کہ بیان نہیں ہوسکتا۔ غرضکہ وہ اسی طرح دعا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوگیا اور اس پر بیہوشی طاری ہوگئی۔ پھر ہوش میں آ کر اس نے دعا شروع کی۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ جس قدر زیادہ جد و جہد کروں گا اتنا ہی مجھے اس کا نتیجہ ملے گا۔ کیونکہ آدمی کو وہی ملتا ہے جس کے لئے وہ سعی کرتا ہے۔ بالآخر اسے اس جد و جہد کا نتیجہ مل گیا اور وہ دعا ہی میں مصروف تھا کہ یکا یک قبطی کے دل سے ایک نعرہ اور ایک شور نکلا یعنی یہ کہ جلدی آ کر مجھے ایمان کی تلقین کیجئے تا کہ میں اپنا کفر کا پرانا جنیو توڑ دوں اور مسلمان ہو جاؤں۔ قضا و قدر نے میری جان میں آگ لگا دی اور عنایت کرم سے مجھ ابلیس کی عزت افزائی فرمائی۔ خیر خدا کا شکر ہے کہ آپ کی دوستی نے جس کا منشا ایک عجیب و غریب محبت تھی انجام کار میری دستگیری فرمائی۔ آپ کی محبتیں میرے لئے کیمیا تھیں۔ خدا کرے آپ کا میرے خانۂ دل میں آنا ہمیشہ رہے آپ میرے لئے جنت کے درخت کے ایک شاخ تھے جس کو میں نے پکڑ لیا تو اس نے مجھے جنت میں پہنچا دیا۔ اور وہ ایک سیلاب تھا جو مجھے بہالے گیا اور مجھے دریا جو (حق سبحانہ) تک پہنچا دیا۔ (سیلاب سے مراد خود سبطی ہے) میں تو پانی کی توقع میں سیل کی طرف بڑھا تھا یعنی تمہاری طرف آیا تھا مگر اس تک پہنچ کر مجھے دریا (حق سبحانہ) مل گیا۔ جس سے میں نے آب معارف کے خوب پیالے بھرے۔ خیر جب وہ قبطی ایمان لے آیا تو سبطی ایک طشت پر آب لایا اور کہا کہ اب پانی پیو۔ اس پر اس نے کہا کہ بس اب میرے نزدیک پانی کی کوئی وقعت نہیں رہی۔ اب میں حق سبحانہ کی عبدیت کا شربت پی چکا ہوں جس سے مجھے قیامت تک پیاس نہ لگے گی۔ کیونکہ جس نے ندیوں اور چشموں کو پانی عطا کیا ہے اس نے میرے اندر ایک چشمہ معارف کھول دیا ہے اور یہ جگر جو پہلے آتش تشنگی سے گرم اور پانی کا طالب تھا اب اس کی ہمت کے آگے پانی بے وقعت ہوگیا ہے اور وہ آب رحمت کا طالب بن گیا ہے۔ اب مولانا اس دعوے کو مدلل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ امر کچھ بعید نہیں کیونکہ حق سبحانہ بصدق وعدہ اپنے بندوں کے لئے کافی ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔ کھیعص جس کا مطلب یہ ہے کاف ھو لکم یا عبداللہ صدقا۔ یعنی میں تمہارے لئے کافی ہوں اور میں تم کو بدوں اسباب وسائط اور امداد غیر کے ہر بہتری عطا کر سکتا ہوں۔ اور میں تمہارے لئے کافی ہوں اس لئے تمہارا پیٹ بدوں روٹی کے بھر سکتا ہوں اور تمہیں بدوں لشکر کے سرداری عطا کر سکتا ہوں اور میں کافی ہوں اس لئے بدوں دوا کے تمہارا علاج کر سکتا ہوں اور پہاڑوں اور کنوؤں کو میدان بنا سکتا ہوں یعنی تمہاری تمام مشکلات کو آسان کر سکتا ہوں اور میں بدوں بہار کے تمہیں نسرین و نرگس عطا کر سکتا ہوں اور بدوں کتاب و استاد کے تعلیم کر سکتا ہوں۔ پس اگر میری حکمت مقتضی ہوگی تو میں ایسا کروں گا پس تم کو اسباب کے پیچھے نہ پڑنا چاہئے۔ اور مجھ پر نظر رکھنی چاہئے۔ میری یہ شان ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو ایک مضبوط دل اور ایک لاٹھی عطا کرتا ہوں جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ ایک عالم کو تہ تیغ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات اسباب عادیہ کے بالکل خلاف ہے اور میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ کو ایک ایسی چمک اور روشنی عطا کرتا ہوں جو آفتاب کے طمانچہ لگاتی اور اس پر غالب آجاتی ہے حالانکہ اس میں کسی سبب ظاہری کو دخل نہیں۔ نیز میں لکڑی کو سات منہ والا سانپ بنا دیتا ہوں جو نر و مادہ سے پیدا نہیں ہوتا۔ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی سبب عادی کے خلاف ہے اور میں دریائے نیل میں خون نہیں ملاتا بلکہ خود اس پانی ہی کو خون بنا دیتا ہوں یہ بھی کسی سبب عادی کا نتیجہ نہیں ہے۔ نیز میں تمہاری خوشی کو آب نیل کی طرح سے وہ غم بنا دیتا ہوں کہ اس کے ہوتے ہوئے تم کو کوئی خوشی نہیں ہوسکتی۔ لیکن جب تم پھر تجدید ایمان کر لیتے ہو اور فرعون نفس سے بیزار ہو جاتے ہو تو پھر دیکھتے ہو کہ ہمارا موسیٰ رحمت آتا ہے اور وہ نیل خون (غم) پھر اس کی برکت سے پانی (خوشی) بن جاتا ہے۔ لیکن اگر تم رشتہ تعلقات کو اپنے باطن میں محفوظ رکھو اور ہم سے قطع تعلق نہ کرو تو تمہارا نیل ذوق باطنی کبھی خون نہ ہو اور تم ہمیشہ مزہ میں رہو۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ اس قبطی نے یہ بھی کہا کہ میں تو سمجھتا تھا کہ ایمان میں اس غرض سے لاتا ہوں کہ اس طوفان خون یعنی دریائے نیل سے پانی پی سکوں یعنی میں ایمان کا صرف یہ ہی فائدہ سمجھتا تھا۔ لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ ایمان میری قلب ماہیت کر دے گا اور خود میری ذات میں میرے لئے ایک رود نیل بنا دے گا۔ اب میری یہ حالت ہے کہ اپنی نظر میں میں خود ایک بہنے والا رود نیل ہوں۔ گو اوروں کی نظر میں ویسا ہی ہوں جیسا کہ تھا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ تم کو اس حالت سے تعجب نہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کی نظائر اور بھی موجود ہیں۔ مثلاً یہ جہان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں تسبیح خوان ہے اور ہم محجوبین کی نظر میں غیر تسبیح خواں اور انبیا کی نظر میں وہ عشق اور انصاف سے لبریز ہے اور دوسروں کی نظروں میں بے حس اور جماد محض ہے۔

فائدہ:۔ داد سے مراد انصاف مع اللہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس سے محبت اور اس کی اطاعت کی جاوے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ وداد بواو ہو اور ود بمعنی حب سے مشتق ہو اس وقت یہ تفسیر ہوگی۔ لفظ پر عشق کی واللہ اعلم) اور ان کی نظر میں آسمان وزمین امتثال اوامر حق سبحانہ اور اس کی تسبیح میں سرگرم ہیں اور وہ ڈھیلے اور پتھروں سے نکتہ سنتے ہیں۔ یعنی عوام کے ساتھ ان کا یہ معاملہ ہے کہ ان کے لئے وہ محض حقیر اور بے حس ہیں۔ میں نے اس سے زیادہ عجیب پردہ ہی نہیں دیکھا کہ ایک ہی شے ہے اور ایک کے لئے ذی شعور ہے اور دوسرے کے لئے محض بے جان۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب دوسری نظیر سنو۔ قبریں ہم کو یکساں معلوم ہوتی ہیں لیکن انبیاء کی نظر میں ان میں امتیاز ہوتا ہے کہ کوئی جنت کا باغیچہ ہوتی ہے اور کوئی آگ کا گڑھا۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ عام لوگ ان کی حالت سے تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ تو بہت محبت کے آدمی تھے اب بدمزاج کیونکر ہو گئے۔ اور خاص لوگ کہتے تھے کہ، ہم تم کو بدمزاج معلوم ہوتے ہیں تھوڑی دیر کیلئے ہماری نظر حاصل کر لو۔ اس وقت تمہیں اس انسان کامل کے اندر بہت سی ہنسیاں نظر آئیں گی اور وہ تم کو نہایت خوش مزاج معلوم ہوں گے۔

فائدہ:۔ میرے نزدیک ھل اتی سے مراد انسان کامل ہے کیونکہ اس میں انسان کی حالتوں سے بحث کی گئی ہے اور آپ اس کا فرد کامل ہیں۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ھل اتی سے مراد من انزل علیه ذلک ہو واللہ اعلم) اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ الٹی صورتیں تمہیں امرود کے درخت پر سے دکھائی دیتی ہیں۔ پس اگر تم ان کو واقعی حالت پر دیکھنا چاہو تو نیچے اتر آؤ اس وقت وہ اشیاء تم کو اسی طرح نظر آئیں گی جس طرح کہ وہ ہیں امرود کے درخت سے ہماری مراد تمہاری خودی اور ہستی کا درخت ہے۔ پس اس سے نیچے اتر آؤ یعنی اس کو چھوڑ دو اور خودی کو فنا کر دو ورنہ جب تک تم اس پر چڑھے رہو گے اور خودی کو نہ چھوڑو گے اس وقت تک تم الٹا ہی دیکھو گے۔ اور نئی شے پرانی معلوم ہوگی اور پرانی نئی وھکذا۔ اور جب تک تم

www.besturdubooks.wordpress.com

وہاں رہو گے اس وقت تک تم کو ایک عالم خارزار اور غصہ ور بچھوؤں اور سانپوں سے بھرا ہوا معلوم ہو گا اور جب اس درخت سے نیچے اتر آؤ گے اس وقت تم بے تکلف عالم کو حسینوں اور مربیوں سے پر پاؤ گے۔ نیز جبکہ تم اس درخت پر سے اتر آؤ گے تو تم اپنے باطن کو اسرار خداوندی سے لبریز پاؤ گے۔

فائدہ:۔ خار اور سانپوں اور بچھوؤں سے مراد اشیاء ناسوتیہ مضرہ و مانعہ من الوصول الی الحق ہیں۔ اور گلرخون اور دانوں سے مقصود اسماء وصفات حق سبحانہ ہیں جو کہ فی نفسہ حسن اور مربی عالم ہیں۔ واللہ اعلم)

حکایت آں زن پلید کار کہ شوہر را گفت کہ ایں خیالات از سر امرود بن می نماید چشم آدمی را' از سر امرو بن فرود آ تا آں خیالات برود واگر کسے گوید کہ آنچہ مردمی دید خیال نبود جواب آنست کہ ایں مثال است نہ مثل در مثال ہمیں قدر بس بود کہ اگر او بر سر امرود بن نمی رفت آں را نمی دید خواہ حقیقت بود خواہ خیال

اس بدکار عورت کی حکایت جس نے شوہر سے کہا کہ یہ خیالات امرود کے درخت پر سے انسان کی آنکھ کو نظر آتے ہیں امرود کے درخت سے اتر آ تا کہ وہ خیالات دور ہو جائیں اور اگر کوئی کہے کہ جو کچھ مرد نے دیکھا تھا وہ خیال نہ تھا تو جواب یہ ہے کہ یہ مثال ہے مثل نہیں ہے اور مثال میں یہی کافی ہے کہ اگر وہ امرود کے درخت پر نہ چڑھتا تو اس کو نہ دیکھتا خواہ وہ حقیقت تھی خواہ خیال تھا

آں زنے میخواست تا با مول خود	برزند در پیش شوی گول خود
ایک عورت نے چاہا کہ اپنے یار سے	لگے اپنے احمق شوہر کے سامنے
پس بشوہر گفت زن کاے نیک بخت	من برآیم میوہ چیدن بر درخت
تو بیوی نے شوہر سے کہا کہ اے نیک بخت!	میں پھل توڑنے درخت پر چڑھتی ہوں
چوں برآمد بر درخست آں زن گریست	چوں زبالا سوی شوہر بنگریست
جب درخت پر چڑھ گئی وہ عورت رونے لگی	جب اس نے اوپر سے شوہر کی جانب دیکھا
گفت شوہر را کہ اے مابون رد	کیست آں لوطی کہ بر تو می فتد
شوہر سے بولی کہ اے مفعول مردود!	یہ لوطی کون ہے جو تیرے اوپر پڑا ہے؟
تو بزیر او چوزن بغنودۂ	اے بغا تو خود مخنث بودۂ
تو اس کے نیچے عورت کی طرح اونگھ رہا ہے	اے نامرد! تو ہیجڑا ہے
گفت شوہر نے سرت گوی بگشت	ورنہ اینجا نیست غیر من بدشت
شوہر نے کہا نہیں! گویا تیرا سر چکرا رہا ہے	ورنہ یہاں جنگل میں میرے سوا کوئی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زن مکرر کرد کاے بابر طلہ	کیست، بر پشتت فرو خفتہ ہلہ
عورت نے مکرر کہا اے الٹی ٹوپی والے!	خبردار! تیری پشت پر کون سویا ہوا ہے؟
گفت اے زن ہیں فرود آ از درخت	کہ سرت گشت و خرف گشتی تو سخت
اس نے کہا اے بیوی! درخت سے نیچے آ جا	کیونکہ تیرا سر چکرا گیا ہے اور تو بہت بے عقل ہو گئی ہے
چوں فرود آمد برآمد شوہرش	زن کشید آں مول را اندر برش
جب وہ نیچے آ گئی اس کا شوہر چڑھ گیا	عورت نے اس یار کو بغل میں دبا لیا
گفت شوہر کیست ایں اے روسپی	کہ بہ بالائے تو آمد چوں کپی
شوہر نے کہا او رنڈی! یہ کون ہے؟	جو بندر کی طرح تیرے اوپر چڑھ گیا ہے
گفت زن نے نیست اینجا غیر من	ہیں سرت برگشتہ شد ہرزہ متن
عورت نے کہا نہیں، یہاں میرے سوا کوئی نہیں ہے	خبردار! تیرا سر چکرا رہا ہے، بکواس نہ کر
او مکرر کرد برزن آں سخن	گفت زن ایں ست از امرود بن
اس نے عورت سے وہ بات مکرر کہی	عورت نے کہا یہ امرود کے درخت (کے اثر) سے ہے
از سر امرود بن من ہمچناں	کژ ہمی دیدم کہ تو اے قلتباں
میں نے بھی امرود کے درخت سے ایسا ہی	الٹا دیکھا جیسا کہ تو نے اے دیوث!
ہیں فرود آ تا بہ بینی ہیچ نیست	ایں ہمہ تخییل از امرود بے ست
نیچے اتر آ تاکہ تو دیکھ لے کہ کوئی نہیں ہے	یہ سب خیال امرود کے درخت (کی وجہ) سے ہے
ہزل تعلیم ست آں راجد شنو	تو مشو بر ظاہر ہزلش گرو
سکھانے کے لئے مذاق ہے تو اس کو حقیقت سمجھ	تو اس کے ظاہری مذاق کا پابند نہ بن
ہر جدے ہزلست پیش ہازلاں	ہزلہا جدست پیش عاقلاں
مسخروں کے سامنے ہر واقعہ مذاق ہے	عقلمندوں کے لئے ہر مذاق حقیقت ہے
کاہلاں امرود بن جویند لیک	تا بداں امرود بن راہیست نیک
سست لوگ امرود کا درخت تلاش کرتے ہیں لیکن	اس امرود کے درخت کا فاصلہ بہت ہے
نقل کن از امرود بن اکنوں برو	گشتۂ تو خیرہ چشم و خیرہ رو
امرود کے درخت سے منتقل ہو جا اب چلا جا	تو پریشان نظر اور پریشان ہو گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں منی و ہستی اول بود	کہ ازو دیدہ کژو احول بود
یہ خودی اور ابتدائی وجود ہوتا ہے	جس سے آنکھ ٹیڑھی اور بھینگی بن جاتی ہے
چوں فرود آئی ازیں امرود بن	کژ نماند فکرت و چشم و سخن
جب تو اس امرود کے درخت سے نیچے اتر آئے گا	تیری فکر اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی نہ رہے گی
یک درخت سخت بینی گشتہ ایں	شاخ او بر آسمان ہفتمیں
تو دیکھے گا کہ یہ ایک سخت درخت بن گیا ہے	جس کی شاخ ساتویں آسمان پر ہے
چوں فرود آئی ازو گروی جدا	مبدلش گرداند از رحمت خدا
جب تو نیچے اتر آئے گا اس میں علیحدہ ہو جائے گا	خدا رحمت سے اس کو بدل دے گا
زیں تواضع گر فرود آئی، خدا	راست بینی بخشد آں چشم ترا
اس تواضع کے ذریعہ اگر تو نیچے اتر آئے گا، خدا	تیری اس نظر کو صحیح دیکھنا عطا فرما دے گا
راست بینی گر بدے آساں چنیں	مصطفیؐ کے خواستے از رب دیں
صحیح دیکھنا اگر ایسا آسان ہوتا	تو دین کے رب سے آنحضورؐ کب دعا مانگتے؟
گفت بنما جزو جزو از فوق و پست	آنچنانکہ پیش تو آں جزو ہست
کہا، اوپر اور نیچے سے جزو جزو دکھا	جیسا کہ وہ جز تیرے سامنے ہے
بعد ازاں بر درو براں امرود بن	کہ مبدل گشت و سبز از امر کن
اس کے بعد اس امرود کے درخت پر چڑھ جا	کیونکہ کن کے حکم سے تبدیل اور سبز ہو گیا ہے
چوں درخت موسویؑ شد آں درخت	چوں سوی موسیٰؑ کشانیدی تو رخت
جب وہ درخت (حضرت) موسیٰؑ والا درخت بن گیا	جب تو نے موسیٰؑ کی جانب سفر اختیار کر لیا
آتش او را سبز و خرم می کند	شاخ او انی انا اللہ می زند
آگ، اس کو سبز اور بھلا بنانے گی	اس کی شاخ "انی انا اللہ" کا نعرہ لگائے گی
زیر ظلش جملہ حاجات روا	ایں چنیں باشد الٰہی کیمیا
تیری ساری حاجتیں اس کے سایہ کے نیچے پوری ہوں گی	خدائی کیمیا ایسی ہی ہوتی ہے
آں منی و ہستیت باشد حلال	کہ درو بینی صفات ذوالجلال
تیری وہ خودی اور وجود جائز ہے	جس میں تو اللہ (تعالیٰ) کی صفات دیکھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

شد درخت کج مقوم حق نما	اصلہٗ ثابت و فرعہٗ فی السما
ٹیڑھا درخت سیدھا حق نما بن گیا	اس کی جڑ (زمین میں) ثابت ہے اور اس کی شاخ آسمان میں ہے

تمہارے درخت ہستی کی ایسی مثال ہے جیسے آس امرود کے درخت کی جس کی حالت قصۂ ذیل میں مذکور ہے اور وہ قصہ یہ ہے کہ ایک عورت چاہتی تھی کہ اپنے احمق شوہر کے سامنے اپنے آشنا کے ساتھ ہم صحبت ہو پس اس نے شوہر سے کہا کہ میں امرود توڑنے کے لئے درخت پر چڑھتی ہوں اس نے اجازت دیدی اور وہ درخت پر چڑھ گئی۔ جب درخت پر چڑھ گئی تو شوہر کو دیکھ کر رونے لگی اور کہا کہ او مردود...... یوں یہ کون لوطی ہے جو تجھ پر سوار ہے اور تو عورت کی طرح اس کے نیچے پڑا ہے۔ ارے نامردود تو تو مخنث ہے۔ شوہر نے یہ سن کر جواب دیا کہ ایسا نہیں تیرا سر چکرا گیا ہوگا اس سے تجھے ایسا معلوم ہوتا ہوگا ورنہ جنگل میں میرے سوا کوئی ہے ہی نہیں۔ پھر میں یہ فعل کس سے کراتا۔ عورت نے دوبارہ پھر کہا کہ او بے حوصلہ یہ تیری پیٹھ پر کون پڑا ہے اس پر اس نے کہا کہ بیوی تم نیچے آ کر دیکھ لو یہاں کوئی نہیں ہے۔ اور مجھ کو تمہارا سر پھر گیا ہے اور تمہارے حواس درست نہیں رہے ہیں۔ خیر وہ تو نیچے اتر آئی اور اس کا شوہر اس درخت پر چڑھا اب وہ عورت اپنے آشنا سے ہم آغوش ہوگئی۔ یہ دیکھ کر خاوند نے کہا کہ او فاحشہ یہ کون ہے جو تجھ پر بندر کی طرح چڑھا ہوا ہے۔ اس نے کہا غلط ہے یہاں میرے سوا کوئی نہیں تمہارا سر پھر گیا ہے۔ بے ہودہ باتیں نہ کر اس نے پھر عورت سے یہی کہا۔ اس پر عورت نے کہا کہ یہ اس امرود کے درخت کا اثر ہے میں بھی تو درخت کے اوپر سے ایسا ہی دیکھتی تھی۔ آپ نیچے اتر آیئے اور دیکھ لیجئے۔ یہاں کچھ نہیں ہے۔ یہ سب تخیلات اس درخت کا اثر ہیں۔ اب مولانا اس شبہ کو دفع کرتے ہیں جو اس فحش قصہ کے بیان کرنے پر عام طور پر دل میں پیدا ہوتا۔ یعنی مولانا نے بزرگ ہو کر یہ فحش قصہ کیوں بیان کیا اور تقریر جواب یہ ہے کہ یہ فحش قصہ محض تعلیم کے لئے ہے تم اس سے نصیحت حاصل کرو اور اس ہزل کو جد سمجھو اور یہ جو بظاہر ہزل ہے تو تم اس کے ظاہر ہی کے پابند نہ رہو۔ رہی یہ بات کہ آخر نصیحت کے لئے ہزل ہی کو کیوں اختیار کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو دل لگی باز ہیں ان کے نزدیک تو سچی بات بھی دل لگی ہی ہے۔ پس ان کو ترک ہزل سے بھی فائدہ نہ ہوتا۔ اور جو عاقل ہیں ان کے نزدیک ہزل بھی جد ہے اور دل لگی بات بھی سچی بات ہے اس لئے ہزل سے ان کو کوئی ضرر نہ ہوا۔ پس جبکہ اس کے ترک سے کوئی معتد بہ فائدہ نہ تھا اور اس کے لانے سے کوئی نقصان نہ ہوا تو ہم نے اسی قصہ کو بیان کر دیا اور کوئی اور عنوان اختیار کرنے کے لئے کاوش نہ کی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ کامل لوگ امرود کے اس ۔ خت کو طلب کرتے ہیں جو صحیح النظر بناتا ہے مگر اس عظیم الشان درخت تک اس مقام سے جہاں وہ ہیں بہت فاصلہ ہے جس کو یہ لوگ کامل رہ کر طے نہیں کر سکتے۔ (وھذا ھو المراد و زل قدم المحشین فقالوا ماہ قالوا) پس اے کامل کا بنا من کان ہم تجھ سے اس کی تحصیل کا طریقہ بیان

ے گو دونوں میں اس جہت سے فرق ہے کہ درخت ہستی پر سے جو چیزیں نظر آتی ہیں وہ تو واقع میں معکوس ہیں اور درخت امرود پر سے جو واقعہ مرد نے دیکھا وہ خلاف واقعہ نہ تھا لیکن دونوں میں اتنی بات میں اشتراک ہے کہ درخت ہستی پر سے بھی وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو اس سے نیچے اترنے کی حالت میں نظر نہیں آتیں اور درخت امرود پر سے بھی مرد کو وہ واقعہ نظر آیا تھا جو اس نے نیچے اتر کر نہ دیکھا اور یہی مناسب تمثیل کے لئے کافی ہے۔ ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کرتے ہیں تو کاہلی کو چھوڑ کر اس طریق سے اسے طلب کر اس صورت سے وہ تجھے مل جاوے گا اور وہ طریقہ یہ ہے کہ کوشش اور سعی کر کے اس امرود کے درخت سے منتقل ہو جا۔ جس پر چڑھ کر تو خیرہ چشم اور خیرہ رو ہوا ہے۔

فائدہ:۔ خیرہ رو بے ہودہ گرد ملبوس و پریشان و سرکش والکل محتمل) اور وہ ہستی اول اور خودی ہے جس سے آدمی غلط بین ہوتا ہے۔ اس لئے ہماری مراد اس امرود کے درخت سے۔ جس کے چھوڑنے کی ہم نے رائے دی ہے یہی خودی اور ہستی ہے۔ پس جب تو بعد جدوجہد کے اس درخت سے اتر آئے گا اس وقت تیری عقل اور آنکھ اور گفتگو ٹیڑھی ہی نہ رہے گی اور تو اس درخت امرود کو سخت سدرہ دیکھے گا اور تو دیکھے گا کہ اس کی شاخیں ساتویں آسمان پر پہنچ گئی ہیں اور جبکہ تو اس غلطی میں ڈالنے والے درخت سے نیچے اتر آوے گا اور اس سے جدا ہو جاوے گا۔ یعنی مرتبہ فنا فی اللہ حاصل کرلے گا تو حق سبحانہ اپنی رحمت سے اس کو بدل دیں گے اور پائیدار اور صحیح النظر بنانے والا کر دیں گے اور اگر تو اس مقام یعنی غلطی میں ڈالنے والے درخت سے اتر آوے گا تو خدائے تعالیٰ تجھ کو صحیح النظر بنا دیں گے۔ اس مقام پر جملہ معترضہ کے طور پر یہ بتلا دینا بھی ضرور ہے کہ راست بینی کوئی آسان کام اور معمولی بات نہیں ہے کہ اس کی تحصیل کی ضرورت نہ ہو کیونکہ اگر وہ ایسے ہوتے تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ سے اس کی درخواست کیوں کرتے۔ حالانکہ انہوں نے فرمایا ہے۔ اللھم ارنا الاشیاء کما ھی یعنی اے اللہ آسمان وزمین وما یتعلقہما کے ہر ہر جز کو ہم کو اسی طرح دکھلا جس طرح کہ وہ جز و تیری نظر میں ہے۔ خیر یہ جملہ معترضہ تو ختم ہوا اب سن کہ جب تو اس غلطی میں ڈالنے والے درخت سے اتر آوے گا اس وقت تیرا مطلوب درخت تجھ کو مل جاوے گا۔ پس تو اس مطلوب امرود پر شوق سے چڑھ کیونکہ وہ بحکم الٰہی اب پہلا درخت نہیں رہا بلکہ اب وہ اور ہی کچھ ہو گیا ہے اور پہلے خشک تھا اب سرسبز ہو گیا ہے۔ اور جبکہ تو موسیٰ وقت یعنی شیخ کامل کی خدمت میں پہنچ گیا تو یہ غلطی میں ڈالنے والا درخت درخت موسوی بن گیا کہ اب یہ درخت موسوی کی طرح آگ سے اور سرسبز اور شاداب ہوتا ہے اور اس کی شاخ سے انی انا اللہ کی آواز نکلتی ہے (درخت موسوی سے وہ درخت مراد ہے جس کو روشن دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آگ کا گمان کیا تھا اور جس سے ان کو انی انا اللہ رب العلمین کی آواز آئی تھی اور مشبہ بہ میں آگ سے مراد وہ نور ہے جو آگ کی صورت میں دکھلائی دیا تھا اور مشبہ میں آتش مجاہدات و آلام وغموم واشواق اور درخت سرسبز وشاداب یعنی ہستی ثانی حاصل بعد فنا کے نعرۂ انی انا اللہ لگانے کا منشاء وہ توافق ہے جس کی بنا پر ایک کے آثار وافعال کو دوسرے کی طرف بنا بر مجاز متعارف منسوب کیا جا سکتا ہے نہ کہ اتحاد وعینیت فافہم ولا تزل) اس درخت کے سایہ میں تیری تمام حاجتیں روا ہوں گی۔ دیکھ خدائی قلب ماہیت اسے کہتے ہیں کہ کس شے کو کیا بنا دیا اس وقت خودی اور ہستی تیرے لئے حلال ہے کیونکہ اس میں تو صفات حق سبحانہ کا مشاہدہ کرتا ہے برخلاف ہستی اول کے کہ وہ مشاہدہ حق سبحانہ سے مانع تھی اس لئے حرام تھی۔ القصہ اب یہ درخت کج سیدھا اور حق نما بن گیا ہے اور اس قدر مستحکم ہو گیا ہے کہ اس کی جڑ زمین میں ہے اور شاخیں آسمان میں۔ یعنی فنا کے بعد بقا باللہ حاصل ہو گئی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باقی قصہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا باقی قصہ

کامدش پیغام از وحی مہم	کہ کژی بگزار اکنوں فاستقم
ان (موسیٰ) کو عظیم بالشان وحی کے ذریعہ سے پیغام آیا	کہ اب کجی کو چھوڑ دے اور سیدھا ہو جا
ایں درخت تن عصای موسیٰ است	کارش آمد کہ بیندازش ز دست
یہ جسم کا درخت (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی ہے	اس کا موقع آ گیا کہ تو اس کو ہاتھ سے زمین پر ڈال دے
تا بہ بینی خیر او و شر او	بعد ازاں برگیر او را از امر ہو
تاکہ تو اس کی بھلائی اور اس کی برائی دیکھ لے	پھر اس کو اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے ہاتھ میں پکڑ لے
پیش زافگندن نبود او غیر چوب	چوں بامرش برگرفتی شد جذوب
ڈالنے سے پہلے وہ لکڑی کے سوا کچھ نہ تھی	جب تو نے اس کے حکم سے پکڑا وہ نگلنے والی بن گئی
اول او بد برگ افشاں برہ را	گشت معجز آں گروہ غرہ را
پہلے وہ بکری کے بچہ کے لئے پتے جھاڑنے والی تھی	وہ غافل جماعت کے لئے معجزہ بن گئی
گشت حاکم برسر فرعونیاں	آب شاں خوں کرد کف بر سر زناں
وہ فرعونیوں پر حاکم بن گئی	سر پیٹنے والوں پر اس کا پانی خون بنا دیا
از مزارع شاں برآمد قحط و مرگ	از ملخہای کہ آں خوردند برگ
ان کے کھیتوں سے قحط اور موت برآمد ہو گئی	ان ٹڈیوں کی وجہ سے جنھوں نے پتے کھا لئے
تا برآمد بیخود از موسیٰ دعا	چوں نظر افتادش اندر منتہا
یہاں تک کہ بیخودی میں (حضرت) موسیٰ سے دعا نکلی	جبکہ ان کی نظر انجام پر پڑی
ایں ہمہ اعجاز و کوشیدن چراست	چوں نخواہند ایں جماعت گشت راست
یہ معجزے اور کوششیں کیوں ہیں؟	جبکہ یہ لوگ سیدھے نہ ہوں گے
امر آمد کہ اتباع نوحؑ کن	ترک پایاں بینی و مشروح کن
حکم ہوا کہ (حضرت) نوحؑ کی پیروی کر	انجام بینی اور تشریح کو چھوڑ
منگر آخر کہ تو داعی رہی	امر بلغ ہست نبود آں تہی
تم انجام کو نہ دیکھو اس لئے کہ تم راہ (حق) کی طرف بلانے والے ہو	بلغ کا حکم ہے (اور) وہ خالی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کمتریں حکمت کزیں الحاح تو	جلوہ گردد آں لجاج و آں عتو
معمولی حکمت یہ ہے کہ تیرے اس اصرار سے	وہ جھگڑالو پن اور سرکشی ظاہر ہو جائے گی
تاکہ رہ بنمودن و اضلال حق	فاش گردد برہمہ اہل فرق
یہاں تک کہ اللہ (تعالیٰ) کی رہنمائی اور اللہ کا گمراہ کرنا	تمام فرقوں پر واضح ہو جائے گا
چونکہ مقصوداز وجود اظہار بود	بایدش از پند و اغوا آزمود
چونکہ موجودات سے مقصود اظہار تھا	تو اس کو نصیحت اور بہکانے سے آزمانا چاہیے
دیو الحاح غوایت می کند	شیخ الحاح ہدایت می کند
شیطانؑ گمراہی پر اصرار کرتا ہے	شیخؒ ہدایت پر اصرار کرتا ہے
باز گرد و قصۂ قبطی بگو	گرد کفر از باطن خود زود شو
واپس لوٹ اور قبطی کا قصہ کہہ	اپنے باطن سے کفر کے غبار کو جلد دھو دے

اس مضمون کی سرخی "باقی قصہ موسیٰ علیہ السلام" قائم کی گئی ہے اور شیخ ولی محمد نے اس قصہ کے ارتباط کے متعلق لکھا ہے (ایں سرخی در حقیقت تحت آن بیت ست کہ در سرخی قصہ فرزندان عزیر گذشت کہ

ایں سخن پایان ندارد باز گرد تا برآرد موسیم از بحر گرد

و دور افتادن ایں سرخی از بیت مذکور بہ سبب جر کلام بود بہ سرخیہائے دیگر چنانچہ در آنجا نیز آگاہ کردہ شد) اور ایں سخن پایاں ندارد کے متعلق لکھا ہے کہ یہ رجوع ہے اس قصہ موسیٰ و فرعون کی طرف جس کو مولانا نے سرخی تمامی حدیث موسیٰ علیہ السلام و تفریع و توبیخ فرعون کے تحت میں

ایں عصائے بود اینم اژدہاست الخ پر چھوڑا ہے اور شاہد اس بیان کا ایں سخن پایان ندارد یعنی مصرع اول بیت مذکور کو قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ یہ عنوان جہاں آیا ہے وہاں مضمون گذشتہ کی طرف رجوع مقصود ہوتا ہے اور اس توجیہ کے بعد کہا ہے (اگر مدد روحانیت حضرت مولوی نبودے فقیر نیز ربط ایں بیت نیافتے و مثل دیگراں در راہ ضلالت شتافتے) اور کامدش پیغام از وحی مہم کی شرح میں لکھا ہے (کاف تعلیلہ در مصرع اول برائے بیان علت برآوردن موسے ست گرد از بحر کہ در مصرع ثانی بیت بالا گذشت تا برآورد موسیم از بحر گرد۔ یعنی گرد برآوردن موسے از بحر روئے آنست کہ ویرا پیغام از وحی در رسیدہ است کہ عصا را از دست بینداز تا اژدہا شود و کار را بر فرعون و قوم او تنگ کن پس کڑی عبارت از کیفیت و نرمی باشد در دعوت چہ کسیکہ مستحق درشتی و سختی ست نرمی کردن باوکڑ رویست و بیت ثانی کہ مقولہ مولویست صریح دال ست برآنکہ پیغام الٰہی کہ مصرع ثانی بیان اوست ہمیں حکم باژدہا کردن عصا بود چنانکہ از تقریر فقیر دریافتی) یہ خلاصہ ہے اس گفتگو کا جو ولی محمد نے ربط سرخی و حل بیت کامدش پیغام الخ و ایں سخن پایان ندارد کے متعلق کی ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ توجیہ ان کی درست نہیں ہے۔ اولاً اس لئے کہ سرخی تمامی حدیث موسے الخ صریح دال ہے اس پر کہ اس قصہ کو مولانا ختم کر چکے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور باقی قصہ موسیٰ اس کا تتمہ نہیں ہے۔ اور نہ ایں سخن پایان ندارد الخ اس کی طرف عود ہے۔ ثانیاً مولانا نے اس قصہ کو تفریع و توبیخ فرعون پر چھوڑا تھا پھر کامدش پیغام از وحی مہم الخ کو اس سے کیونکر تعلق ہو سکتا ہے اس لئے کہ یہ وحی حسب بیان شیخ اختیار لینت وزمی در دعوت پر آئی ہے۔ پس کجا تفریع و توبیخ و کجا لینت و زمی۔ ثالثاً ایں سخن پایان ندارد باز گرد۔ اس پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ قصہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف رجوع ہے بلکہ مطلق رجوع پر دلالت کرتا ہے سو ممکن کیا بلکہ اغلب ہے کہ یہ رجوع ہے از ہزاران من نمی گویم یکے + زانکہ آ گندہ است ہر گوش از شکے کی طرف۔ رابعاً دلالت بیت ایں درخت تن عصائی موسے است آہ کی دلالت اس مدعا پر کہ کژی بگزار میں حکم بالقاء عصا ہے ہمیں تسلیم نہیں۔ کما سیظھر لک عن قریب . پس ظاہر شد کہ شیخ ربط ایں سرخی و بیت ایں سخن پایان ندارد الخ نیافتہ است و در بادیہ ضلالت شتافتہ است۔ میرے نزدیک باقی قصہ موسیٰ علیہ السلام سے مراد یہ ہے کہ جس قدر قصہ موسیٰ علیہ السلام کا اس دفتر میں بیان کرنا مقصود ہے وہ کچھ تو متفرق طور پر گزر چکا اور باقی یہ ہے اس تقدیر پر اس کو موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کے کسی گذشتہ قصہ سے ربط دینے کی ضرورت نہ ہوگی اور کامدش پیغام الخ۔ کاف بیانیہ ہے اور بیان ہے سرخی کا کہ ضمیر شین راجع ہے۔ طرف موسےٰ کے جو سرخی میں مذکور ہے اور کژی بگزار اکنوں فاستقم سے اشارہ ہے حق سبحانہ کے قول۔ قد اجیبت دعوتکما فاستقیما و لا تتبعان سبیل الذین لایعلمون کی طرف جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ربنا انک اتیت فرعون وملاہ زینۃ واموالا فی الحیوۃ الدنیا ربنا لیضلوا عن سبیلک ربنا اطمس علی اموالھم واشدد علی قلوبھم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم کے جواب میں ارشاد ہوا تھا اور کژی سے مراد یا تو یہ ہے کہ ہم تمہاری دعا قبول کر چکے ہیں لیکن اس کا ظہور بحکمت دیر میں ہوگا اس بناء پر طبعاً وسوسہ بد ہو سکتا ہے کہ دیکھو ہم سے کہا تھا کہ ہم نے تمہاری دعا قبول کر لی لیکن کہیں بھی قبول نہیں کی۔ پس تم اس کا خیال رکھنا اور ایسے وساوس سے بچتے رہنا یا یہ مراد ہو کہ ہم تم کو قبولیت دعا کا اطمینان دلا چکے ہیں۔ اب تم بار بار تقاضا نہ کرنا۔ واللہ اعلم بمرادہ و مراد عبادہ اور ربط اس قصہ کو ماقبل سے یہ ہے کہ اوپر ترغیب دی تھی ترک ہستی و خودی کی جو منشا ہے کجی کا۔ اب اس کی قصہ موسیٰ علیہ السلام سے تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کو سیدھا رہنے اور کجی کو چھوڑنے کا حکم ہوا تھا جس کے معنے یہ ہیں کہ تم ہستی کو ترک کرو اور خودی کو چھوڑ دو کیونکہ ترک کجی و تحصیل استقامت بدوں ترک خودی ناممکن ہے اور ترک ہستی بدوں ترک تن کے نہیں ہو سکتی۔ اس لئے مولانا اس قصہ سے ترغیب ترک تن یعنی ہستی اول کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ جب یہ مضمون تمہیدی جس کے حل ابیات کے لئے ضرورت تھی معلوم ہو چکا تو اب حل سنو وہ قصہ یہ ہے کہ ان کو بذریعہ وحی کے ایک ضروری پیغام آیا اور وہ یہ تھا کہ کجی کو چھوڑ دو اور سیدھے رہو اور صورت اس کی یہ ہے کہ ہستی اور تعلق با جسم کو چھوڑ دو کیونکہ یہی منشا ہیں کجی کا۔

فائدہ:۔ اس سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ موسیٰ علیہ السلام کو استقامت اور فنا فی اللہ حاصل نہ تھی کیونکہ استقامت اور فناء کے مراتب متفاوت ہیں۔ بعض لازم نبوت ہیں اور بعض نہیں لہذا کہا جاوے گا کہ وہ فنا و استقامت جو نبی کے لئے لازم ہے وہ حاصل تھی لیکن چونکہ وہ قابل زیادت تھی اس لئے تحصیل زیادت کا حکم دیا گیا اور مطلق کجی و خودی منافی نبوت نہیں ہے ورنہ باب ترقی مسدود ہو جاوے۔ وھو خلاف المعلوم من الدین لان اللہ تعالیٰ یودب انبیائہ ویعاتبھم علی تقصیراتھم و ان کانت تلک التقصیرات غیر منافیہ للنبوۃ والرسالۃ) اب مولانا اس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور ترک تعلق بالجسم و ہستی اول کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تم تعلق بالجسم کو چھوڑ دو کیونکہ اس میں بہت سے منافع مخفی ہیں جن کا ظہور موقوف ہے اس کے چھوڑنے پر۔ پس جب تم اولاً اسے چھوڑ دو گے اور پھر بحکم حق سبحانہ حاصل کرو گے تو وہ تمہارے لئے نافع ہو جاوے گا اور تم اس درخت جسم کو ایسا سمجھو جیسا عصائے موسیٰ جس کے متعلق حکم ہوا تھا کہ اسے ہاتھ سے چھوڑ دو تا کہ اس کی تمہارے حق میں منفعت اور تمہارے دشمنوں کے حق میں مضرت جو کہ خود تمہاری منفعت ہے ظاہر ہو جاوے اور جبکہ یہ تمہارے لئے سراسر نافع ہو جاوے۔ اس وقت تم اس کو ہمارے حکم سے اٹھالو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور وہ لاٹھی اژدہا بن گئی۔ اب حکم ہوا کہ دیکھو یہ لاٹھی ڈالنے سے پہلے جماد محض تھی اور وہ منافع عالیہ جو اس میں مستتر تھے۔ ظاہر نہ تھے اب جبکہ تم نے اس کو ہمارے حکم سے ڈالا اور پھر اٹھایا تو اب یہ اژدہا بن گئی جو کہ دشمنوں کو سانس سے کھینچ لیتا ہے اور اول وہ بکریوں کے لئے پتے جھاڑنے کا آلہ تھا۔ مگر اب اس مغرور قوم کو عاجز کرنے والا ہو گیا اور قبطیین فرعون پر حاکم ہو گیا اور ان کے پانی کو خون بنا دیا (یعنی وہ سبب ہو گیا ان کے خون پینے کا بایں طور پر کہ اس کے اژدہا بننے سے نبوت موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہوئی اور منکرین پر حجت اللہ تمام ہو گئی پس جبکہ وہ تمامی حجت کے بعد بھی منکر ہی رہے تو مستحق عذاب ہوئے اور عذاب یوں ہوا کہ دریا خون بن گیا) اور اس کے سبب سے ٹڈیاں ان پر مسلط ہو گئیں جو کہ ان کی کھیتیاں کھا گئیں اور اس وجہ سے ان کھیتیوں سے بجائے غلہ اور حیات کے قحط اور موت پیدا ہوئی جب موسیٰ علیہ السلام نے ان واقعات کے انجام کو دیکھا تو بمقتضائے شفقت و رحمت بے اختیار ان کے منہ سے یہ دعا نکل گئی کہ اے اللہ جب یہ لوگ ٹھیک ہی نہ ہوں گے تو پھر ان کو اس قدر مجبور کرنا اور ان کی ہدایت میں اس قدر کوشش کرنا کس لئے ہے ان کو ہلاک ہی کر دیجئے۔ اس پر حکم ہوا کہ آپ تبلیغ سے اکتایئے نہیں اور نوح کا ارتباع کیجئے کہ انہوں نے سینکڑوں برس دعوت اور نتیجہ کا خیال نہیں کیا۔ پس آپ بھی نتیجہ کے معلوم کرنے کو چھوڑیئے اور یہ نہ دیکھئے کہ ان کا کیا نتیجہ ہوگا کیونکہ آپ داعی الی اللہ ہیں اور آپ کو تبلیغ کا حکم ہے۔ پس آپ اجمالاً اتنا سمجھ لیجئے کہ یہ ایک حکیم کا فعل ہے لہذا حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا چنانچہ اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں اور ادنیٰ درجہ کی حکمت اس تبلیغ کے جاری رکھنے میں یہ ہے کہ آپ کے اصرار تبلیغ سے ان کا عناد اور سرکشی ظاہر ہوتا کہ ہماری صفت اضلال و ہدایت تمام لوگوں پر ظاہر ہو جاوے۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ حق سبحانہ کا مقصود تخلیق عالم سے اظہار ما ہو المکنون ہے اس لئے ضرورت ہے کہ آدمی کو نصیحت اور بہکانے غرض دونوں طرح سے جانچا جاوے تا کہ اس کی حالت مخفیہ ضلالت یا ہدایت ظاہر ہو جاوے۔ پس یہ دو کام دو شخصوں کے متعلق ہیں۔ شیطان تو اغوا پر اصرار کرتا ہے اور شیخ ہدایت پر پس جو غالب آ جائے گا اسی کے موافق صفت کا اظہار ہو جاوے گا۔ اچھا اب لوٹنا چاہئے اور قبطیوں کے قصہ کو بیان کر کے ذکر معجزات موسیٰ علیہ السلام سے ایمان کو تازہ کرنا چاہئے اور اپنے باطن سے غبار کفر کو دور کرنا چاہئے۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ ہم نے اوپر امر کرثی بگذار کو دعائے عذاب برائے فرعون و قوم فرعون سے متعلق کہا تھا لیکن یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا تعلق دعائے دفع عذاب و طلب ترک تبلیغ سے ہو۔ اس وقت کا مدش پیغام الخ اجمال ہوگا اور مضمون آئندہ اس کی تفصیل والراجع عندی ہو الاول فتدبر)

www.besturdubooks.wordpress.com

سخت شدن کار بر قبطیاں و شفاعت طلب کردن فرعون از موسیٰ

قبطیوں پر معاملہ کا سخت ہو جانا اور فرعون کا موسیٰ سے سفارش چاہنا

چوں پیاپے گشت آں امر شجوں	نیل می آمد سراسر جملہ خوں
جب قوی حکم پے در پے ہوا	(دریائے) نیل سراسر سب خون ہو کر بہتا تھا
تا بنفس خویش فرعوں آمدش	لابہ می کردو دو تا گشتہ قدش
یہاں تک کہ فرعون بذات خود ان کے پاس آیا	خوشامد کرتا تھا اور اس کا قد دہرا ہو گیا تھا
انچہ ما کردیم اے سلطاں مکن	نیست مارا روی ایراد سخن
اے شاہ! جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے	ہمارا منہ بات کرنے کے قابل نہیں ہے
پارہ پارہ کردمت فرماں پذیر	من بعزت خو گرم سختم مگیر
میں نے (بدن کے) ٹکڑے ٹکڑے کو تیرا کہنا ماننے والا بنا لیا ہے	میں عزت کا عادی ہوں میری سخت پکڑ نہ کیجئے
ہیں بجنباں لب برحمت اے امیں	تا بہ بندد ایں دہان آتشیں
آگاہ اے امین! رحمت (کی دعا) کے لئے ہونٹ ہلائے	تاکہ یہ آتشیں دہانہ بند ہو جائے
گفت یارب می فریبد او مرا	می فریبد او فریبیدہ ترا
(حضرت موسیٰ نے) کہا اے خدا! وہ مجھے فریب دے رہا ہے	(آپ کے) فریفتہ کو فریب دے رہا ہے
بشنوم یا من دہم ہم خدعہ اش	تا بداند اصل را! آں فرع کش
میں مان جاؤں یا میں بھی اس کو دھوکا دیدوں	تاکہ وہ شاخ کو پکڑنے والا جڑ کو جان جائے
کاصل ہر مکرے و حیلت پیش ماست	ہر چہ بر خاکست اصلش بر سماست
ہر مکر اور حیلہ کی اصل ہمارے سامنے ہے	جو کچھ زمین پر ہے اس کی اصل آسمان پر ہے
گفت حق آں سگ نیرزد ہم باآں	پیش سگ انداز از دور استخواں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا وہ کتا اس کے بھی لائق نہیں ہے	کتے کے سامنے دور سے ہڈی ڈال دے
ہیں بجنباں آں عصا تا خاکہا	وادہد ہر چہ ملخ کردش فنا
ہاں وہ عصا ہلا دے تاکہ زمینیں	وہ واپس کر دیں جس کو ٹڈیوں نے فنا کیا ہے
واں ملخہا در زماں گردد تباہ	تا بہ بیند خلق تبدیل الٰہ
وہ ٹڈیاں فوراً تباہ ہو جائیں گی	تاکہ لوگ اللہ (تعالیٰ) کے بدل دینے کو دیکھ لیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ سببہا نیست حاجت مر مرا	آں سبب بہر حجابست و عطا
کہ ہمیں اسباب کی ضرورت نہیں ہے	یہ سبب تو حجاب اور پردے کے لئے ہے
تا طبیبے خویش بردار و زند	تا منجم رو با ستارہ کند
تا کہ طبیب اپنے آپ کو دوا میں مصروف کر دے	تا کہ نجومی ستاروں کی جانب منہ کرے
تا منافق از حریفی بامداد	سوی بازار آید از بیم کساد
تا کہ منافق چالاکی سے صبح صبح	بازار کی جانب آئے کساد (بازاری) کے ڈر سے
بندگی ناکرد و ناشستہ رو	لقمۂ دوزخ بگشتہ لقمہ جو
عبادت کئے بغیر اور منہ دھوئے بغیر	لقمہ کا جویاں دوزخ کا لقمہ بنا ہوا ہے
آکل و ماکول آمد جان عام	ہمچو آں برہ چرندہ از حطام
عوام کی جان کھانے والی ہے اور غذا (بھی) ہے	اس بکری کے بچے کی طرح جو چارہ چرنے والا ہے
می چرد آں برہ و قصاب شاد	کہ برای ماچرد برگ مراد
وہ بکری کا بچہ چرتا ہے اور قصائی خوش ہے	کہ مقصد کے پتے ہمارے لئے چر رہا ہے
کار دوزخ میکنی درخوردنی	بہر او خود را تو فربہ میکنی
تو کھانے میں دوزخ کا کام کر رہا ہے	تو اپنے آپ کو اس کے لئے موٹا کر رہا ہے
کار خود کن روزی حکمت بچر	تا شود فربہ دل باکر و فر
اپنا کام کر دانائی کی خوراک کھا	تا کہ شان و شوکت سے دل فربہ ہو جائے
خوردن تن مانع ایں خوردنست	جاں چو بازرگان وتن چوں رہزنست
جسم کا کھانا اس کھانے سے مانع ہے	جان تاجر کی طرح ہے اور جسم ڈاکو کی طرح ہے
شمع تاجر آنگہ ہست افروختہ	کہ بود رہزن چو ہیزم سوختہ
تاجر کی شمع اس وقت روشن ہے	جبکہ ڈاکو جلی ہوئی لکڑی کی طرح ہو
خویشتن را گم مکن یا وہ مکوش	کہ تو آں ہوشی و باقی ہوش پوش
اے آپ کو گم نہ کر، بیہودہ کوشش نہ کر	کیونکہ تو ہوش اور باقی ہوش چھپا دینے والے ہیں
دانکہ ہر شہوت چو خمرست و چو بنگ	پردۂ ہوش ست و عاقل زوست دنگ
سمجھ لے کہ ہر شہوت شراب اور بھنگ کی طرح ہے	ہوش کے لئے پردہ ہے اور عقلمند اس سے حیران ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

49

خمر تنہا نیست سرمستی ہوش	ہر چہ شہوانی ست بندد چشم و گوش
شراب تنہا ہوش کی سرمستی نہیں ہے	جو چیز بھی نفسانی ہے وہ آنکھ اور کان کو بند کر دیتی ہے
ترک شہوت کن اگر خواہی تو ہوش	دانکہ شہوت بندت دہم چشم و گوش
اگر تو ہوش چاہتا ہے، شہوت کو ترک کر دے	سمجھ لے کہ شہوت تیری آنکھ اور کان بھی بند کر دے گی
آں بلیس از خمر خوردن دور بود	مست بود او از تکبر و زجحود
وہ شیطان شراب پینے سے دور تھا	وہ تکبر اور انکار سے مست تھا
مست آں باشد کہ آں بیند کہ نیست	زر نماید انچہ مس و آہنیست
مست وہ ہے جو وہ دیکھے جو نہیں ہے	سونا نظر آئے جو کہ تانبا اور لوہا ہے
ایں سخن پایاں ندارد موسیا	لب بجنباں تا بروں آید گیا
اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	ہونٹ ہلا تا کہ گھاس اگ آئے

القصہ جب موسیٰ علیہ السلام کو تبلیغ جاری رکھنے کا زبردست حکم تاکید کے لئے پے در پے ہوا تو انہوں نے تبلیغ جاری رکھی اور چونکہ فرعون اور اس کی قوم کی طرف سے کفر پر اصرار رہا اس لئے نیل برابر خون ہو کر بہتا رہا۔ اور نوبت بایں جا رسید کہ فرعون بذات خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جھک کر خوشامد کرنے لگا اور کہا کہ میرا منہ تو نہیں ہے کہ میں عرض کروں لیکن بضرورت اتنا عرض کرتا ہوں کہ جو ہم نے کیا وہ آپ نہ کیجئے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیجئے۔ اگر آپ ہمارے ساتھ سلوک کریں گے تو میرا بال بال آپ کا مطیع ہو جاوے گا۔ دیکھئے اس سے زیادہ مجھے ذلیل نہ کیجئے کیونکہ میں ہمیشہ سے عزت کا عادی رہا ہوں اور کبھی میں نے ذلت نہیں اٹھائی ہے۔ اس لئے میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ اچھا اب آپ اپنی مہربانی سے دعا کر دیجئے کہ یہ آگ جو آسمان سے برس رہی ہے اس کا دہانہ بند ہو جاوے۔ اور باران رحمت نازل ہو کر قحط کو دفع کرے یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق سبحانہ کی جناب میں عرض کیا کہ اے اللہ یہ مجھے دھوکہ دیتا ہے اور آپ کے فریفتہ کو بہکاتا ہے۔ ایسی حالت میں آپ کا کیا حکم ہے آیا میں اس کی درخواست کو قبول کر لوں یا میں بھی اس سے دھوکہ کروں تاکہ یہ متمسک بفرع اصل تدبیر کو جان لے اور اسے معلوم ہو جاوے کہ اصل تدبیر تو خدا کی ہے۔ باقی تمام تدابیر اس کی فرع ہیں اور ایک تدبیر بھی نہیں بلکہ جو کچھ بھی زمین میں ہے اس کی اصل حق سبحانہ کے یہاں ہے کیونکہ سب عالم مظہر ہے اس کے اسماء و صفات کا حق سبحانہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ نالائق تو اس قابل بھی نہیں ہے کہ ہم اس کے بدلہ کا خیال کریں اور اس کے فریب کا جواب فریب سے دیں بس آپ اس کتے کے سامنے ہڈی ڈال دیجئے اور وہ جو کچھ درخواست کرتا ہے اس کو قبول کر لیجئے اور اپنا عصا ہلایئے تاکہ ٹڈیاں جو کچھ کھا چکی ہیں زمین سب واپس کر دے اور ٹڈیاں سب دفعۃً مر جائیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ حق سبحانہ حالت کو یوں بدل دیتے ہیں اور جان لیں کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمیں اپنے افعال میں اسباب درکار نہیں بلکہ اسباب تو محض حجاب کے طور پر ہیں تاکہ طبیب دوا کو لپٹ جاوے اور منجم ستاروں کی طرف متوجہ ہو جاوے اور دنیا دار اپنی چالاکی سے صبح ہی سے بخوف کساد بازاری بلا عبادت کئے اور بلا منہ ہاتھ دھوئے بازار میں آ جائے اور معنی امتحان متحقق ہو سکیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ دنیا دار خود دوزخ کی غذا ہے اور اپنے لئے غذا تلاش کرتا ہے علیٰ ہذا تمام عوام اور محجوبین آکل بھی ہیں اور ماکول بھی۔ آکل غذا کے لحاظ سے ہیں اور ماکول دوزخ کے اعتبار سے۔ اس لئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے بکری کا بچہ چارہ وغیرہ کھاتا ہے اور آکل بھی ہے اور ماکول بھی چنانچہ وہ چارہ کھاتا ہے اور قصاب خوش ہوتا ہے کہ یہ ہمارے لئے چر رہا ہے۔ اب مولانا مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے محجوب تو جو کھاتا ہے تو اس میں تو اپنا کام نہیں کرتا بلکہ دوزخ کا کام کر رہا ہے اور اس کو فائدہ پہنچا رہا ہے کیونکہ تو اپنے کو اسی کے لئے موٹا کر رہا ہے۔ پس تو اس بیگار کو چھوڑ۔ اور اپنا کام کر۔ اور وہ یہ ہے کہ غذائے علوم و معارف کھا۔ تاکہ تیرا باشان و شوکت دل موٹا ہو اور یاد رکھ کہ غذائے جسمانی (اس حیثیت سے کہ وہ جسمانی ہے یعنی نفس کو قوت پہنچانے والی ہے) غذائے روحانی سے مانع ہے۔

فائدہ:۔ قید حیثیت اس لئے لگائی ہے کہ جو غذائے جسمانی حکم شریعت کے مطابق کھائی جاتی ہے وہ مانع نہیں ہے کیونکہ ایسی غذا حکم میں غذائے روحانی کے ہے) کیونکہ جان بمنزلہ سوداگر کے ہے اور جسم بمنزلہ رہزن کے اور تاجر کا فائدہ اسی میں ہے کہ رہزن ہلاک ہو اور جس قدر رہزن کو قوت ہو گی اسی قدر سوداگر کو نقصان ہو گا۔ پس جو غذا جسم (النفس) کو قوت پہنچائے گی وہ لامحالہ روح کو کمزور کرے گی۔ پس تو بے ہوش نہ بن اور فضول کوشش نہ کر کیونکہ تو ہوش ہے اور باقی سب اس ہوش کو چھپانے والے۔ پس تو اپنی خبر لے۔ اور سمجھ کہ تو کیا ہے اور سب کی فکر چھوڑ۔ کیونکہ جس قدر تو اور چیزوں میں مشغول ہو گا اتنا ہی اپنے سے غافل ہو گا۔ اور یہ بھی یاد رکھ کہ ہر خواہش نفسانی شراب اور بھنگ کا اثر رکھتی ہے اور عقل و ہوش کے لئے پردہ ہے اور عاقل اس سے متحیر ہو جاتا ہے۔ پس شراب اور دیگر مسکرات متعارفہ ہی عقل کو بے خود کرنے والے نہیں ہیں بلکہ جس قدر بھی نفسانی چیزیں ہیں۔ سب آنکھ اور کان کو بند کرنے والی ہیں۔ لہٰذا اگر تجھے عقل کی ضرورت ہے تو تو خواہش نفسانی کو چھوڑ کیونکہ یاد رکھ کہ خواہش نفسانی آنکھ اور کان وغیرہ پر قبضہ کر لیتی ہے اور ان کو ادراک حقیقت سے روک دیتی ہے۔ دیکھو ابلیس نے شراب نہیں پی تھی پھر وہ کاہے سے مست تھا وہ تکبر اور انکار سے مست تھا جو کہ شہوات نفسانیہ میں سے ہیں۔ اگر تم کہو کہ ابلیس مست ہی نہ تھا تو ہم کہیں گے کہ مست کی صفت یہ بھی تو ہے کہ وہ غیر واقعی امور کو دیکھے اور لوہے اور تانبے کو سونا سمجھے سو یہ بات ابلیس میں بوجہ اکمل موجود تھی کیونکہ اس نے اپنے کو آدم سے بہتر سمجھا حالانکہ وہ بہتر نہ تھا اور آدم علیہ السلام کو حقیر سمجھا حالانکہ وہ حقیر نہ تھے اور مست کسے کہتے ہیں اچھا یہ گفتگو تو ختم نہ ہو گی۔ ہاں موسیٰ علیہ السلام آپ دعا فرمایئے تاکہ سبزہ اگے۔

دعا کردن موسیٰ علیہ السلام و سبز شدن کشت زارہا و باراں آمدن

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دعا کرنا اور کھیتوں کا سرسبز ہو جانا اور بارش کا آ جانا

ہمچناں کرد و ہم اندر دم زمیں	سبز گشت از سنبل و حب ثمیں
انہوں نے ایسا ہی کیا اور زمین فوراً	سنبل اور قیمتی غلہ سے سرسبز ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

اندر افتادند درلوت آں نفر	قحط دیدہ مردہ از جوع البقر
لذیذ غذاؤں میں لگ گئے وہ لوگ	جو قحط زدہ جوع البقر سے مرے ہوئے
چند روزے سیر خوردند از عطا	آں دمی و آدمی و چار پا
عطا (غذا وغیرہ) کو چند روز پیٹ بھر کر کھایا	پرندوں نے اور آدمیوں نے اور چوپایوں نے
چوں شکم پرگشت و برنعمت زدند	واں ضرورت رفت پس طاغی شدند
جب پیٹ بھر گیا اور نعمت مل گئی	وہ ضرورت ختم ہو گئی پھر سرکش ہو گئے
نفس فرعونیست ہاں سیرش مکن	تانیارد یادزاں کفر کہن
نفس فرعون ہے خبردار! اس کا پیٹ نہ بھر	تاکہ وہ پرانے کفر کو یاد نہ کرے
بے تف آتش نگردد نفس خوب	تانشد آہن چو اخگر ہیں مکوب
آگ کی گرمی کے بغیر نفس بھلا نہیں بنتا ہے	خبردار! جب تک لوہا انگارے کی طرح نہ ہو جائے اس کو نہ کوٹ
بے مجاعت نیست تن جنبش کناں	آہن سردست میکوبی بداں
بغیر بھوک کے جسم حرکت کرنے والا نہیں ہے	ٹھنڈا لوہا ہے سمجھ لے تو کوٹ رہا ہے
گر بگرید ور بنالد زار زار	اونخواہد شد مسلماں ہوشدار
اگر وہ روئے اور زار زار نالہ کرے	وہ مسلمان نہ ہوگا سمجھ لے
او چو فرعون ست در قحط آنچناں	پیش موسیٰؑ سرنہد لابہ کناں
وہ قحط میں فرعون کی طرح ہے	(جو) موسیٰؑ کے سامنے خوشامد میں سر جھکاتا ہے
چونکہ مستغنی شداو طاغی شود	خرچو بار انداخت اسکیزہ زند
جب وہ بے نیاز ہوا سرکشی کرتا ہے	گدھے نے جب بوجھ اتار دیا دولتی پھینکتا ہے
پس فراموشش شود چوں رفت پیش	کار او از آہ و زاریہای خیش
پھر وہ بھول جاتا ہے جب آگے بڑھ جاتا ہے	اس کا کام اپنی آہ و زاریوں کو
سالہا مردے کہ درشہرے بود	یک زماں کش چشم درخوابے شود
سالوں تک ایک انسان ایک شہر میں رہتا ہے	تھوڑی دیر جب اس کی آنکھ سو جاتی ہے
شہر دیگر بیند او پر نیک و بد	ہیچ دریادش نہ آید شہر خود
وہ دوسرا شہر بھلے اور برے سے بھرا دیکھے گا	اس کو اپنا شہر بھی یاد نہ آئے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ من آنجا بودہ ام ایں شہر نو	نیست آن من درینجا ام گرو
میں وہاں رہا ہوں یہ نیا شہر	میرا نہیں ہے میں یہاں پھنس گیا ہوں
بل چناں داند کہ خود پیوستہ او	ہمدریں شہرش بود ابداع و خو
بلکہ ایسا سمجھے گا کہ وہ اس سے وابستہ ہے	اسی شہر میں اس کی پیدائش اور (رہائش کی) عادت تھی
چہ عجب گر روح موطنہای خویش	کہ بدستش مسکن و میلاد پیش
کیا تعجب ہے اگر روح اپنے وطنوں کو	جو پہلے اس کا مسکن اور جائے پیدائش تھی
می نیارد یاد کایں دنیا چوب خواب	می فروپوشد چو اختر را سحاب
یاد نہ کرے کیونکہ یہ دنیا نیند کی طرح ہے	(اس کو) ڈھانپ لیتی ہے جس طرح کہ ستارے کو ابر
چند نوبت آزمودی خواب را	خواب دنیا را ہماں بیں زابتلا
تو نے نیند کو کئی بار آزما لیا ہے	آزمائش سے دنیا کی نیند کو ایسا ہی سمجھ
خاصہ چندیں شہر ہارا کوفتہ	گردہا ازدر گہ او ناروفتہ
خصوصاً (جبکہ اس نے) بہت سے شہروں کو روندا ہے	اس کے مقام (دل) سے گرد صاف نہیں ہوئی ہے
اجتہاد گرم ناکردہ کہ تا	دل شود صافی و بیند ماجرا
سخت کوشش نہ کئے ہوئے ہے کہ	دل صاف ہو جائے اور گذشتہ واقعات دیکھ لے
سر بروں آرد دلش از بحر راز	اول و آخر بہ بیند چشم باز
راز کے سمندر سے اس کا دل سر ابھارے	کھلی آنکھ اول اور آخر کو دیکھ لے

بیان اطوار و منازل خلقت آدمی از ابتداء خلقت

ابتدائے پیدائش سے آدمی کی پیدائش کے مراتب اور حالات کا بیان

آمدہ اول باقلیم جماد	وز جمادی در نباتی اوفتاد
پہلے وہ (روح) جماد کی اقلیم میں آئی	اور جمادی (اقلیم) سے نباتی (اقلیم) میں آئی
سالہا اندر نباتی عمر کرد	وز جمادی یاد ناورد از نبرد
سالوں نباتی (اقلیم) میں عمر بسر کی	اور سرکشی کی وجہ سے اپنی جمادی (زندگی) کو بھلا دیا
وز نباتی چوں بحیوانی فتاد	نامدش حال نباتی ہیچ یاد
اور نباتی (اقلیم) جب حیوانی (اقلیم) میں آئی	اس کو نباتی (اقلیم) کا حال بھی یاد نہ آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جز ہماں میلے کہ دارد سوی آں	خاصہ در وقت بہار و ضیمراں
سوائے اس میلان کے جو اس کی جانب ہے	خصوصاً بہار اور ضیمران کے موسم میں
ہمچو میل کودکاں با مادراں	سر میل خود نداند در لباں
جیسا کہ بچوں کا ماؤں کی طرف میلان	کہ وہ دودھ پینے میں اپنے میلان کا خود راز نہیں جانتے ہیں
ہمچو میل مفرط ہر نو مرید	سوی آں پیر جواں بخت مجید
جیسا کہ ہر نئے مرید کا بڑھا ہوا میلان	بزرگ جواں نصیبہ والے پیر کی جانب
جزو عقل ایں ازاں عقل کل ست	جنبش ایں سایہ زاں شاخ گل ست
اس کی جزوی عقل اسی کلی عقل سے ہے	اس سایہ کی حرکت اسی پھول کی شاخ سے ہے
سایہ اش فانی شود آخر دروش	پس بداند سر میل و جستجو
اس کا سایہ بالآخر اس میں فنا ہو جاتا ہے	تب میلان اور جستجو کا راز جان لیتا ہے
سایۂ شاخ درخت اے نیک بخت	کے بجنبد گر نجنبد ایں درخت
اے نیک بخت! درخت کی شاخ کا سایہ	کب حرکت کر سکتا ہے اگر یہ درخت نہ ہلے؟
باز از حیواں سوی انسانیش	می کشد آں خالقے کہ دانیش
پھر اس کو حیوان (کی اقلیم) سے انسان کی جانب	وہ اللہ (تعالیٰ) اس کو کھینچتا ہے جس سے تو واقف ہے
ہمچنیں اقلیم تا اقلیم رفت	تا شد اکنوں عاقل و دانا و زفت
وہ اسی طرح (ایک) اقلیم سے دوسری اقلیم تک چلتی رہی	یہاں تک کہ وہ اب عقلمند اور دانا اور قوی ہو گئی
عقلہای اولینش یاد نیست	ہم ازیں عقلش تحول کردنیست
اس کو پہلی عقلیں یاد نہیں ہیں	اس عقل سے بھی اس کو نقل ہونا ہے
تا رہد زیں عقل پر حرص و طلب	صد ہزاراں عقل بیند بوالعجب
تاکہ اس حرص اور طلب بھری عقل سے نجات پا جائے	وہ عجب قسم کی لاکھوں عقلیں دیکھے
گرچہ خفتہ گشت و شد ناسی ز پیش	کے گزارندش دراں نسیان خویش
اگرچہ وہ سو گئی ہے اور پہلے کو بھول گئی ہے	وہ اس کو اس کی بھول میں کب رہنے دیں گے؟
باز ازاں خوابش بہ بیداری کشند	تا کند بر حالت خود ریشخند
اس کو پھر اس کی نیند سے بیدار کریں گے	تاکہ وہ اپنی حالت پر مذاق اڑائے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ غم بود آنکہ می خوردم بخواب	چوں فراموشم شد احوال صواب
اگرچہ وہ غم تھا جو میں نے خواب میں اٹھایا	مجھ سے سچے احوال کیوں فراموش ہوئے؟
چوں ندانستم کہ آں غم و اعتلال	فعل خوابست و فریب ست و خیال
میں کیوں نہ سمجھا کہ وہ غم اور بیمار ہونا؟	خواب کا کام ہے اور فریب اور خیال ہے
ہمچنیں دنیا کہ حلم نائم ست	خفتہ پندارد کہ ایں خود دائم ست
اسی طرح دنیا جو کہ ایک سونے والے کا خواب ہے	سویا ہوا سمجھتا ہے کہ یہ خود ہمیشہ رہنے والی ہے
تا برآید ناگہاں صبح اجل	وارہد از ظلمت ظن و دغل
یہاں تک کہ اچانک موت کی صبح آ جاتی ہے	اور وہ گمان اور فریب کی تاریکی سے نکل جاتا ہے
خندہ اش گیرد ازیں غمہای خویش	چوں بہ بیند مستقر و جاوی خویش
اس کو اپنے غموں پر ہنسی آتی ہے	جب وہ اپنے ٹھہرنے کا مقام اور جگہ دیکھتا ہے
ہرچہ اندر خواب بینی نیک و بد	روز محشر یک بیک پیدا شود
تو جو کچھ بھی خواب میں اچھا اور برا دیکھتا ہے	قیامت کے دن ایک ایک ظاہر ہو جائے گا
آنچہ کردی اندریں خواب جہاں	گرددت ہنگام بیداری عیاں
تو نے دنیا کی نیند میں جو کچھ کیا ہے	تیرے لئے بیداری کے وقت ظاہر ہو جائے گا
تا نہ پنداری کہ ایں بد کردنیست	اندریں خواب و ترا تعبیر نیست
تو ہرگز نہ سمجھ کہ یہ بد کرداری	خواب میں ہے اور تیرے لئے تعبیر نہیں ہے
بلکہ ایں خندہ بود گریہ و نفیر	روز تعبیر اے ستمگر بر اسیر
بلکہ یہ ہنسی رونا اور فریاد ہوگی	تعبیر کے دن، اے قیدی پر ظلم کرنے والے!
گریہ و درد و غم و زاری خود	شادمانی داں بہ بیداری خود
اپنے رونے اور درد اور غم اور عاجزی کرنے کو	اپنی بیداری (کے وقت) میں خوشی سمجھ
اے دریدہ پوستین یوسفاں	گرگ برخیزی ازیں خواب گراں
اے یوسفوں کے پوستین کو پھاڑنے والے!	اس بھاری نیند سے تو بھیڑیا بن کر اٹھے گا
گشتہ گرگاں یک بیک خوہائے تو	می درانند از غضب اعضائے تو
تیری ایک ایک عادت بھیڑیا بن کر	غصہ سے تیرے اعضاء کو پھاڑے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

خوں نخسپد بعد مرگت در قصاص	تو مگو کہ میرم و یابم خلاص
قصاص (کے معاملہ) میں تیرے مرنے کے بعد خون سونہ جائیگا	تو نہ کہہ کہ مر جاؤں گا اور بچ جاؤں گا
ایں قصاص نقد حیلت ازیست	پیش زخم آں قصاص ایں بازیست
یہ فوری قصاص ایک تدبیر ہے	اس قصاص کے عذاب کے آگے یہ کھیل ہے
زیں لعب خواندست دنیا را خدا	کایں جزا لعبست پیش آں جزا
خدا نے دنیا کو کھیل کہا ہے	کیونکہ یہ بدلہ اس بدلہ کے مقابلہ میں کھیل ہے
ایں جزا تسکین جنگ و فتنہ است	آں چو اخصاءست ویں چوں ختنہ است
یہ بدلہ لڑائی اور فتنہ کو دباتا ہے	وہ خصی کرنے کی طرح اور یہ ختنہ کی طرح ہے
ایں سخن پایاں ندارد موسیا	ہیں رہا کن آں خراں را در گیا
اے موسیٰ! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	ہاں ان گدھوں کو گھاس میں چھوڑ دے
تا ہمہ زاں خوش علف فربہ شوند	ہیں کہ گرگانند مارا خشم مند
تاکہ سب اس عمدہ گھاس سے موٹے ہو جائیں	خبردار! ہمارے بھیڑیے غصہ میں ہیں

بیان آنکہ خلق دوزخ گرسنگاں اندو نالاں اندو از حق خواہاں کہ روزیہای مارا فربہ گرداں وزود بمارساں کہ مارا صبر نماند

اس کا بیان کہ دوزخ کی مخلوق بھوکی اور نالاں ہے اور اللہ تعالیٰ سے چاہتی ہے کہ ہماری خوراک کو موٹا بنادے اور جلد ہمارے پاس پہنچادے کیونکہ ہمارا صبر ختم ہوگیا ہے

نالۂ گرگان خود را موقنیم	ایں خراں را طعمۂ ایشاں کنیم
ہمیں اپنے بھیڑیوں کے رونے کا یقین ہے	ہم ان گدھوں کو ان کی خوراک بنائیں گے
ایں خراں را کیمیائی خوش دمی	از لب تو خواست کردن آدمی
ان گدھوں کو خوش کلامی کی کیمیا نے	تیرے ہونٹ سے ان کو آدمی بنانا چاہا
تو بسے کردی بدعوت لطف و جود	آں خراں را طالع و روزی نبود
تو نے دعوت (دینے) میں بہت مہربانی اور سخاوت کی	ان گدھوں کا نصیبہ اور مقدر نہ تھا
پس فرو پوشاں لحاف نعمتی	تا برد شاں زود خواب غفلتی
تو ان کو اپنے انعام کا لحاف اوڑھا دے	تاکہ غفلت کی نیند ان کو جلد سلا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

تاچو بجہند از چنیں خواب ایں رده	شمع مرده بادشہ و ساقی شده
تاکہ یہ گروه جب اپنی نیند سے بیدار ہوں	شمع گل ہو چکی ہو اور ساقی روانہ ہو چکا ہو
داشت طغیاں شاں ترا در حیرتے	پس نبوشند از جزا ہم حسرتے
ان کی سرکشی نے تجھے حیرانی میں جتلا کر دیا ہے	تو بدلے میں وه حسرت چکھیں گے
تاکہ عدل ما قدم بیروں نہد	در جزا ہر زشت را درخورد ہد
تاکہ ہمارا انصاف ظاہر ہو جائے	ہر برے کو مناسب بدلہ دے
کاں شہے کہ می ندیدندیش فاش	بود باایشاں نہاں اندر معاش
کیونکہ وه شاه جس کو وه ظاہر میں نہیں دیکھتے	وه زندگی میں ان کے ساتھ پوشیده تھا
چوں خرد باتست مشرف برتنت	گرچہ زو قاصر بود ایں دیدنت
جیسا کہ عقل تیرے ساتھ تیرے جسم کی نگراں ہے	اگرچہ تیرا یہ دیکھنا اس سے عاجز ہے
نیست قاصر دیدن او اے فلاں	از سکون و جنبشت در امتحاں
اے فلاں! اس (عقل) کا دیکھنا قاصر نہیں ہے	تیرے سکون اور حرکت سے آزمائش میں
چہ عجب گر خالق آں عقل نیز	باتو باشد در سکون و نقل نیز
تو تعجب کیا ہے؟ اگر اس عقل کا پیدا کرنے والا بھی	تیرے ساتھ ہو سکون اور نقل ہونے میں بھی
از خرد غافل شود بدتند	بعد ازاں عقلش ملامت میکند
عقل سے غافل ہوتا ہے اور برائی کرتا ہے	اس کے بعد اس کو عقل ملامت کرتی ہے
توشدی غافل زعقلت عقل نے	کز حضورستش ملامت کردنے
تو اپنی عقل سے غافل بنا عقل نہ بنی	کیونکہ اس کا ملامت کرنا اس کی موجودگی (کی دلیل) ہے
گر نبودے حاضر و غافل بدے	در ملامت کے ترا سیلی زدے
اگر وه حاضر نہ ہوتی اور غافل ہوتی	ملامت میں کب تیرے طمانچہ مارتی؟
ورازو غافل نبودے نفس تو	کے چناں کردے جنون و تفس تو
اگر تیرا نفس اس سے غافل نہ ہوتا	تو تیرا پاگل پن اور گرمی کب ایسا کرتی؟
پس ترا غفلت چو اصطرلاب بود	زاں بدانی قرب خورشید وجود
تو تیری عقل اصطرلاب کی طرح ہے	تو اس سے وجود کے سورج کی نزدیکی جان لے

www.besturdubooks.wordpress.com

قرب بیچون ست عقلت رابتو	نیست از پیش و پس وسفل وعلو
تیری عقل کا تجھ سے قرب بے کیف ہے	جو آگے اور پیچھے اور نیچے اور اوپر سے نہیں ہے
قرب بیچون چوں نباشد شاہ را	کہ نیابحث عقل آں راہ را
تو شاہ کا قرب بے کیف کیوں نہ ہو گا؟	کیونکہ عقل کی بحث اس کا راستہ نہیں پاتی ہے
نیست آں جنبش کہ دراصبع تراست	پیش اصبع یاپش یاچپ وراست
وہ حرکت نہیں ہے جو تیری انگلی میں ہے	انگلی کے آگے یا اسکے پیچھے یابائیں اور دائیں سے
وقت خواب ومرگ ازوے میرود	وقت بیداری قرینش می شود
موت اور نیند کے وقت وہ اس سے چلی جاتی ہے	بیداری کے وقت اس کے ساتھ ہوتی ہے
ازچہ رہ می آید اندر اصبعت	کاصبعت بے اوندارد منفعت
وہ تیری انگلی میں کس راہ سے آتی ہے؟	کیونکہ تیری انگلی اس کے بغیر کوئی نفع نہیں رکھتی ہے
نور چشم مردمک دردیہ ات	ازچہ رہ آمد بغیر شش جہت
آنکھ کی پتلی کا نور تیری آنکھ میں	بغیر چھ جہت کے کس راستے سے آیا ہے؟
عالم خلق ست باسوی و جہات	بے جہت داں عالم امر وصفات
عالم خلق جانب اور جہتوں والا ہے	عالم امروصفات کو بے جہت کا سمجھ
بے جہت داں عالم امر اے صنم	بے جہت ہم باشد آمر لاجرم
اے صنم! عالم امر کو بے جہت سمجھ	لامحالہ امر کرنے والا بھی بے جہت ہو گا
بے جہت بد عقل و علام البیاں	عقل تر از عقل وجاں تر ہم زجاں
عقل بے جہت تھی اور بیان کا جان کار	عقل سے بھی زیادہ عقل اور جان سے بھی زیادہ جان ہے
بے تعلق نیست مخلوقے بدو	آں تعلق ہست بیچوں اے عمو
کوئی مخلوق اس سے بے تعلق نہیں ہے	اے چچا! وہ تعلق بلا کیف ہے
زانکہ فصل و وصل نبود در رواں	غیر فصل و وصل نندیشد گماں
کیونکہ روح میں فصل اور وصل نہیں ہے	گمان فصل اور وصل کے علاوہ نہیں سوچتا ہے
غیر فصل و وصل پے براز دلیل	لیک پے بردن نہ بشناسد علیل
دلیل سے فصل اور وصل کے علاوہ کا پتہ لگا	لیکن پتہ نہ لگانا بیمار نہیں جانتا

www.besturdubooks.wordpress.com

پے بپاپے می براز دوری زاصل	تارگ مردیت آرد سوی وصل
پے در پے اصل سے دوری کا پتہ لگا	تاکہ مردانگی کی رگ تجھے وصل کی جانب لے آئے
ایں تعلق راخرد چوں پے برد	بستہ فصل ست ووصل است ایں خرد
عقل اس تعلق کا کیسے پتہ لگائے؟	یہ عقل تو فصل اور وصل سے وابستہ ہے
زیں وصیت کرد مارا مصطفیٰؐ	بحث کم جوئید در ذات خدا
اسی وجہ سے مصطفیٰؐ نے ہمیں وصیت کی ہے	کہ ذات خدا میں بحث نہ کرو
آنکہ در ذاتش تفکر کر دنیست	درحقیقت آں نظر در ذات نیست
جو غور و فکر اس کی ذات میں کرتا ہے	حقیقتاً وہ غور و فکر ذات میں نہیں ہے
ہست آں پندار او زیرا براہ	صد ہزاراں پردہ آمد ازالٰہ
یہ (محض) اس کا خیال ہے کیونکہ راستہ میں	خدا کی جانب سے لاکھوں پردے ہیں
ہر یکے در پردۂ موصول جوست	وہم او آن ست کاں عین خوداوست
ہر ایک ایک پردے کا وصل چاہنے والا ہے	اس کا خیال یہ ہے کہ وہ اس کا عین ہے
پس پیمبرؐ دفع کرد ایں وہم ازو	تانباشد در غلط سودا پزِ او
تو پیغمبرؐ نے اس سے اس وہم کو دفع کر دیا	تاکہ وہ غلطی میں خیالی (دیگ) پکانے والا بنے
وانکہ اندر وہم او ترک ادب	بے ادب را سرنگونی داد رب
کیونکہ اس کے وہم میں (پڑنا) ادب کو چھوڑنا ہے	(اور) اللہ تعالیٰ نے بے ادب کو اوندھا پن دیا ہے
سرنگونی آں بود کوسوی زیر	می روذ پندارد او کوہست چیر
اندھا پن یہ ہے کہ نیچے کو	جا رہا ہے (اور) وہ سمجھ رہا ہے کہ وہ کامیاب ہے
زانکہ حد مست باشد ایں چنیں	کو نداند آسمان را از زمیں
کیونکہ مدہوش کی یہ تعریف ہے	کہ وہ آسمان اور زمین میں فرق نہیں کر سکتا ہے
در عجبہایش بفکر اندر روید	از عظیمی وزمہابت گم شوید
اس کے عجائب میں غور کرو	عظمت اور ہیبت سے گم ہو جاؤ
چوں زصنعش ریش وسبلت گم کنید	حد خود دانید آنگہ تن زنید
جب تم اس کی صنعت میں حیران ہو جاؤ گے	اپنا رتبہ جان لو گے (اور) اس وقت خاموش ہو جاؤ گے

www.besturdubooks.wordpress.com

جز کہ لا احصی نگوید او زجاں	کز شمار و حد بیرون ست آں
وہ دل سے سوائے اسکے کچھ نہ کہے گا کہ "میں شمار نہیں کر سکتا"	کیونکہ وہ شمار اور حد سے بالا ہے
چوں بیانش بیحد ست اے بوالہوس	بحث کم کن پیش ازیں کم زن نفس
اے بوالہوس! چونکہ اس کا بیان لامحدود ہے	بحث نہ کر اس سے آگے سانس نہ لے

پس موسیٰ علیہ السلام نے وہی کیا جو حق سبحانہ نے حکم دیا تھا اور فوراً زمین سنبل اور بیش قیمت غلون وغیرہ سے سرسبز ہوگئی اور وہ قحط زدہ اور فاقوں کے مارے ہوئے لوگ کھانے پر پڑ گئے۔ چند روز تک اس بخشش الٰہی کو خوب کھایا۔ پرندوں نے بھی اور آدمیوں نے بھی اور چارپاؤں نے بھی۔ لیکن جب سیر ہوگئے اور نعمت مل گئی اور ضرورت جاتی رہی پھر سرکش ہوگئے۔ اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو نفس بھی ایک فرعون ہے تم اس کا پیٹ نہ بھرنا۔ تاکہ یہ اپنے پرانے کفر کو پھر یاد نہ کرے اور پھر شرارت نہ کرنے لگے۔ اور یاد رکھو کہ یہ تو آتش گرسنگی ہی سے ٹھیک ہوتا ہے اور بدوں اس کو آگ میں تپائے ہوئے اس کی اصلاح میں کوشش کرنا بے سود ہے پس جب تک یہ لوہا (نفس) آتش (گرسنگی میں) خوب نہ تپ جاوے اور لال نہ ہو جاوے اس وقت تک اسے نہ کوٹو اور اس کی اصلاح کا خیال نہ کرو کیونکہ بے سود ہے۔ دیکھو بدوں بھوک کے یہ جسم راہ طاعت میں حرکت کرنے والا نہیں۔ پس تم جو بدوں بھوکا رکھے اس سے کام لینا چاہتے ہو تو سمجھ لو کہ ایک ٹھنڈا لوہا ہے اور اسے تم کوٹ رہے ہو جو محض لاحاصل ہے۔ نیز اس کا بھی خیال رکھو کہ اگر وہ زار زار روئے اور آہ وزاری کرے تو تم دھوکا نہ کھانا کیونکہ یہ کافر ہرگز مسلمان نہ ہوگا اس کی مثال فرعون کی سی ہے کہ یہ تکلیف میں فرعون کی طرح موسیٰ (روح) کی اطاعت قبول کرتا ہے اور خوب منت سماجت کرتا ہے لیکن جب یہ بے فکر ہو جاتا ہے پھر سرکش ہو جاتا ہے۔ جس طرح کہ جب خر پر سے بوجھ اتر جاتا ہے تو وہ دولتیاں مارنے لگتا ہے اور جبکہ اس کی آہ وزاری سے اس کا کام نکل جاتا ہے تو یہ سب عہد و پیمان بھول جاتا ہے اور اس کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے ایک شخص برسوں ایک شہر میں رہے اور تھوڑی دیر کیلئے اس کی آنکھ لگ جاوے اور وہ خواب میں ہر قسم کی اشیاء سے معمور ایک شہر دیکھے تو اس کو اپنا شہر بالکل یاد نہ آئے گا۔ اور نہ جانے گا کہ میں فلاں جگہ رہتا تھا اور یہ نیا شہر میرا شہر نہیں ہے بلکہ میں یہاں عارضی طور پر محبوس ہوں۔ بلکہ وہ یہ ہی سمجھتا ہے کہ میں ہمیشہ اسی میں رہتا ہوں اور یہیں میں پیدا ہوا ہوں اور یہیں رہنے کا عادی ہوں۔ اس سے تم یہ بھی نتیجہ نکال سکتے ہو کہ اگر روح اپنے وطن قدیم کو جہاں اس کی بود و باش تھی اور جہاں وہ پیدا ہوئی تھی بھول جاوے تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ یہ دنیا جو خواب کی شکل ہے اس کو یوں ڈھکے ہوئے ہے جس طرح ستارہ کو ابر۔ دیکھو خواب کا تو تمہیں بارہا تجربہ ہو چکا ہے کہ وہ سونے والے کے دل سے اس کے وطن اصلی کو بھلا دیتی ہے۔ پس خواب دنیا کو بھی ایسا ہی سمجھو بالخصوص اس وقت جبکہ روح متعدد شہروں میں رہ چکی ہے اور خانہ دل کو صاف بھی کئے ہوئے نہیں ہے اور کوئی بڑی کوشش بھی تصفیہ قلب میں نہیں کی۔ تاکہ دل صاف ہو جاوے اور واقعات گذشتہ کو معلوم کر لے۔ اور دریائے اسرار میں غوطہ زن ہو کر نکلے اور اول و آخر کو کھلی آنکھوں دیکھ لے۔ دیکھو روح اول اقلیم جماد میں رہی اس سے اقلیم نباتی میں آئی اس اقلیم میں برسوں رہی مگر اقلیم جمادی کو کبھی بھی یاد نہیں کیا۔ اس کے بعد اقلیم حیوانی میں آئی اور جب اقلیم نباتی سے اقلیم حیوانی میں آئی تو اقلیم نباتی کو بالکل بھول گئی۔ بجز اس میل کے جو اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

نباتات کی طرف طبعاً ہے اور بالخصوص بہار کے موسم میں مگر یہ میل ایسا ہی ہے جیسا کہ بچوں کو ماؤں کی طرف ہوتا ہے کہ وہ اپنے اس میل کا راز نہیں جانتے جو کہ ان کو ان کے دودھ میں ہے۔ نیز یہ میل ایسا ہی ہے جیسا کہ نئے مرید کو اپنے جوان بخت اور بزرگ شیخ کی طرف ہوتا ہے کہ وہ اس میلان کا راز نہیں جانتا۔ اب ہم وہ راز بتلاتے ہیں سنو۔ مرید کی عقل ناقص شیخ کی عقل کامل کا جز یعنی اس کے تابع ہے۔ اور اس سایہ یعنی عقل مرید کی حرکت اسے شاخ گل یعنی عقل شیخ کی بدولت ہے بس ایک دن ایسا آئے گا کہ اس کی عقل ناقص اس کی عقل کامل میں فنا ہو جاوے گی اور وہ وقت وہ ہوگا جس وقت اس کو فنائی الشیخ کا مرتبہ حاصل ہوگا۔ اس وقت اس رغبت اور جستجو کا اسے راز معلوم ہوگا اور وہ جانے گا کہ اس کے میلان کا راز یہ تھا کہ وہ اصل اور متبوع تھی اور یہ اس کی فرع اور تابع اس لئے اس کی طرف مائل تھی۔ لان کل شیٔ یرجع الی اصلہ ہم نے عقل کو مرید کی حرکت کو حرکت عقل شیخ کا اثر قرار دیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی عقل بمنزلہ سایہ کے ہے اور شیخ کی عقل بمنزلہ شاخ کے پس اگر درخت کو حرکت نہ ہو تو شاخ کا سایہ کیسے حرکت کر سکتا ہے خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ جب روح اقالیم مذکورہ کو طے کر چکتی ہے تو اس کے بعد وہ خالق جس کو تو جانتا ہے یعنی خدائے تعالیٰ اس کو اقلیم حیوانی سے اقلیم انسانی میں کھینچ لاتا ہے۔ القصہ وہ یوں ہی ایک اقلیم سے دوسری اقلیم میں منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ اب وہ عاقل و دانا اور عظیم الشان ہو گئی لیکن اس کو پہلی عقلیں عقل جمادی و نباتی وغیرہ جو اس کو اس سے پیشتر حاصل تھیں یاد نہیں رہیں اب سمجھو کہ اس عقل پر بھی اس کو قرار نہ ہوگا بلکہ اس سے بھی اسے انتقال کرنا ہوگا تا کہ وہ اس عقل حریص دنیاوی سے چھوٹ کر عقل اخروی دیکھے اور اس عقل پر قائم رہے (اب مولانا علی الاستعجاب کہتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ روح جب تک اس عقل حریص سے چھوٹے گی اس وقت تک لاکھوں عقلیں دیکھ لے گی۔

اس مضمون کو ختم کر کے مولانا فرماتے ہیں کہ وہ سونے والا جو خواب میں دوسرا شہر دیکھ رہا ہے اور اپنے شہر کو یاد نہیں کرتا اگر چہ اسوقت سو رہا ہے اور گذشتہ واقعات کا اسے خیال نہیں۔ لیکن قضا و قدر اسے حالت نسیان میں نہ چھوڑیں گے بلکہ اسے اس خواب غفلت سے بیدار کریں گے تا کہ وہ اپنی حالت خواب پر ہنسے اور کہے کہ وہ کیا بیہودہ غم تھا جسے میں خواب میں کھا رہا تھا یعنی کن بیہودہ خیالات میں مبتلا تھا اور احوال واقعیہ کو میں کیونکر بھول گیا تھا میں نے کیوں نہ سمجھا کہ یہ ایک غم اور بیماری نیند کا فعل اور دھوکہ اور خیال ہے۔ بس یہی حالت دنیا کی ہے کہ وہ بھی سونے والے کا ایک خواب ہے اور سونے والا سمجھتا ہے کہ یہ ہمیشہ یوں ہی رہے گی یہاں تک کہ ایک روز صبح اجل طلوع ہوگی اور یہ سونے والا بیدار ہو کر تاریکی گمان باطل اور دھوکے سے نجات پائے گا اور جبکہ وہ اپنا مسکن اصلی (عالم غیب) دیکھے گا تو اس کو اپنے افکار لایعنی میں ہنسی آئے گی یاد رکھو کہ جو کچھ تم اس خواب دنیا میں خواہ برا خواہ بھلا دیکھ رہے ہو۔ قیامت میں ان میں سے ایک ایک شے ظاہر ہوگی یعنی جو کچھ اس خواب دنیا میں اچھے یا برے کام کئے ہیں بیداری محشر کے وقت ایک ایک کر کے تمہارے سامنے آئیں گے۔ تم یہ نہ سمجھنا کہ دنیا ایک خواب ہے اور خواب میں جو کچھ برا یا بھلا کام کر لیا جاتا ہے وہ خواب ہی تک محدود رہتا ہے اور بیداری پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا اور یہ خواب محض بے تعبیر ہے کیونکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ اے کمزوروں پر ظلم کرنے والے تو جان لے کہ تیری اس خواب کی ہنسی کی تعبیر بروز محشر رونا ہوگی اور سمجھ لے کہ اس خواب دنیا میں تیرے گریہ وزاری اور رنج و غم کی تعبیر بیداری میں خوشی ہے اور اے یوسفوں کے پوستین پھاڑنے والے اور بے گناہوں پر ظلم کرنے والے تو اس خواب خرگوش سے بھیڑیئے کی شکل میں اٹھے گا اور تیری ایک ایک خصلت قیامت میں بھیڑیا ہوگی اور یہ تمام بھیڑیئے

www.besturdubooks.wordpress.com

غصہ سے تیرے اعضاء پارہ پارہ کریں گے اور یاد رکھ کہ تو جو خون ناحق کرتا ہے یہ خون ناحق درباب انتقام ہدر نہ ہوگا۔ اور تو یہ نہ سمجھنا کہ میں مر کر چھوٹ جاؤں گا بلکہ تجھ سے ضرور انتقام لیا جاوے گا۔ اور اگر دنیا میں قصاص لے لیا گیا ہے تب بھی تو انتقام آخرت سے نہیں بچ سکتا کیونکہ حقیقت میں یہ قصاص نہیں ہے بلکہ یہ تو بقاء انتظام کی ایک تدبیر ہے اصل انتقام تو آخرت میں لیا جاوے گا۔ اس انتقام کے مقابلہ میں یہ انتقام محض ایک کھیل ہے اس لئے حق سبحانہ نے دنیا کو لعب ولہو فرمایا ہے کہ اس کے انتقامات کے مقابلہ میں کھیل ہیں اس کے انتقامات تو محض فتنہ وفساد کو فرو کرنے کے لئے ہوتے ہیں اور حقیقت میں جزا نہیں ہیں۔ وہ انتقامات تو بمنزلہ خصی کرنے کے ہیں اور یہ انتقامات بمنزلہ ختنہ کرنے کے خیر یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی اس لئے اصل قصہ سنو۔ حق سبحانہ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ ان گدھوں کو گھاس میں چھوڑے رکھو۔ یعنی فرعونیوں کو تنعم میں مصروف رہنے دو۔ تاکہ یہ چارہ کھا کر خوب موٹے ہو جاویں کیونکہ ہمارے بھیڑیے بھوک کے سبب نہایت غضبناک ہیں۔ پس جب یہ ہمارے یہاں آئیں گے آتے ہی ان کا تکا بوٹی کر ڈالیں گے۔ ہم اپنے بھیڑیوں کی بھوک کے مارے رونے کو جانتے ہیں اس لئے جب یہ گدھے ہمارے یہاں آئیں گے ہم ان کو ان کی غذا بنائیں گے۔ آپ کی خوش کلامی کی کیمیا جو آپ کے لب سے ظاہر ہوتی تھی چاہتی تھی کہ ان گدھوں کو آدمی بناوے اور گمراہوں سے ہدایت یافتہ کر دے۔ اور آپ نے بھی دعوت الی الحق میں بہت کچھ عنایت اور سخاوت کی مگر کیا کیجئے کہ ان کی قسمت ہی میں ہدایت وانسانیت نہ تھی پس آپ ان کو نعمت کا لحاف اوڑھا دیجئے تاکہ یہ فوراً خواب غفلت میں سو جائیں تاکہ جب یہ اس خواب غفلت سے بیدار ہوں تو اپنی شمع کو گل اور ساقی کو گیا ہوا پائیں یعنی مرنے کے بعد اپنی نعمت کو مبدل بہ زحمت دیکھیں اور چونکہ انہوں نے اپنی سرکشی سے تم کو متحیر رکھا ہے اس لئے اس کے بدلے میں حسرت کا مزہ چکھیں تاکہ ہمارا عدل ظاہر ہو اور ہر نالائق کو اس کے مناسب سزا مل جاوے۔ اور وہ جان لیں کہ جس بادشاہ (حق سبحانہ) کو وہ آشکارا طور پر نہ دیکھتے تھے وہ ان کی زندگی میں ان کے ساتھ تھا۔ شاید معیت حق سبحانہ تمہاری سمجھ میں نہ آوے کیونکہ تم اسے نہیں دیکھتے اس لئے ہم ایک مثال سے اس مضمون کو قریب کرتے ہیں دیکھو جبکہ عقل تمہاری ساتھ اور تمہارے جسم کی نگران ہے اور اگرچہ تم اس کو دیکھنے سے قاصر ہو مگر وہ تمہاری حرکات وسکنات کے دیکھنے سے قاصر نہیں ہے تو کیا تعجب کی بات ہے اگر خالق عقل بھی تمہاری حرکات وسکنات میں تمہارے ساتھ ہو اور سنو آدمی عقل سے غافل ہو کر برا کام کر بیٹھتا ہے اس کے بعد عقل اس کو ملامت کرتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ تم عقل سے غافل ہو جاتے ہو مگر عقل غافل نہیں ہوتی کیونکہ یہ ملامت اس کی حضوری پر تو مبنی ہے اس لئے کہ اگر وہ حاضر نہ ہوتی بلکہ غافل ہوتی تو ملامت کا چپت کیسے لگاتی۔ پس ثابت ہوا کہ وہ غافل نہیں ہے۔ اب اس کی دلیل سنو کہ برے کام کے وقت تم اس سے غافل تھے سو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تم اس سے غافل نہ ہوتے تو تم اپنی دیوانگی اور سرگرمی سے ایسی حرکت کیوں کرتے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ تمہاری عقل اصطرلاب کی مانند ہے کیونکہ اس سے حق سبحانہ کا قرب معلوم ہو سکتا ہے جو کہ خورشید وجود ہیں۔ جس طرح کہ اصطرلاب معروف سے آفتاب معروف کا قرب معلوم ہوتا ہے اور سنو تمہاری عقل کو تم سے بے کیف قرب ہے کیونکہ نہ یہ قرب آگے سے ہے نہ پیچھے سے نہ اوپر سے نہ نیچے سے۔ پس حق سبحانہ کے لئے وہ بے کیف تقرب کیوں نہ ہوگا جو عقل کو بعد از کاوش بھی معلوم نہ ہو۔ اگر ہنوز کوئی تردد باقی ہو تو اور مثال سنو دیکھو تمہاری انگلی جو حرکت کرتی ہے اس کی حرکت نہ اس کے آگے ہے نہ پیچھے نہ دائیں نہ بائیں اور وہ حرکت سونے کے وقت یا مرنے کے سبب اس سے زائل ہو جاتی ہے اور بیداری کے بعد پھر آ جاتی ہے۔ اب ہم پوچھتے ہیں کہ بتلاؤ وہ حرکت تمہاری انگلی میں کس راستہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

آتی ہے کیونکہ آتی تو ضرور ہے اس لئے کہ اس کے بغیر تو زندگی ہی بیکار ہے لیکن تم راہ نہیں بتلا سکتے۔ علی ہذا ہم پوچھتے ہیں کہ تمہاری پتلی میں نور چھ جہتوں کے علاوہ کس جہت سے آتا ہے کیونکہ ان چھ جہات سے تو یقیناً نہیں آتا مگر تم جہت نہیں بتلا سکتے کیونکہ بتلایا تو اس وقت جاوے جب کوئی جہت ہو اور جب جہت ہی نہ ہو تو بتلایا کیسے جاوے اور جہت کیوں نہیں اس لئے کہ یہ اشیاء عالم امر (یعنی عالم مجردات) سے ہیں نہ کہ عالم خلق اور مادیات سے اور عالم خلق کے لئے تو جہات ہیں مگر عالم امر کے لئے جہت نہیں ہے اور جبکہ عالم امر بے جہت ہے تو آمر یعنی حق تعالیٰ بالا ولے بے جہت ہوگا۔ نیز عقل بے جہت ہے اور حق سبحانہ عقل سے زیادہ مجرد ہیں تو وہ لامحالہ اس سے بھی زیادہ بے جہت ہوں گے۔ نیز روح بے جہت ہے اور حق سبحانہ روح سے زیادہ مجرد ہیں۔ تو وہ لامحالہ اس سے زیادہ بے جہت ہوں گے الحاصل مخلوق اس سے بے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو اس سے ضرور تعلق ہے اور وہ تعلق بے کیف ہے۔ بے کیف ہم نے اس لئے کہا کہ اتصال وانفصال تو متعلق روح با جسم میں بھی نہیں ہوتا حق سبحانہ کی شان تو روح سے ارفع واعلیٰ ہے پھر اس کے تعلق میں اتصال یا انفصال کیونکر ہو سکتا ہے اور عقل جزوی اتصال وانفصال کے سوا اور کسی تعلق کو سمجھ نہیں سکتی اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق بے کیف ہے گو تمہاری عقل میں اتصال وانفصال کے سوا اور تعلق نہیں آتا مگر تم کو دلیل ہے اس کا پتہ لگانا چاہئے۔ چنانچہ ہم اوپر اس دلیل کو بیان بھی کر چکے ہیں اور مزید تفصیل اس کی علم کلام میں ہے۔ پس دلیل تم کو بتلائے گی کہ کوئی اور تعلق بھی ہے مگر اس سے یہ نہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کیا ہے۔ اس لئے محض دلیل سوزش تشنگی کو نہیں بجھا سکتی۔ پس اس کے لئے تم کو اولاً اس امر کا تقلیداً پتہ لگانا چاہئے کہ ہم کو خدا سے بعد ہے تا کہ تمہاری رگ مردانگی جوش میں آ کر تم کو طلب وصل پر آمادہ کرے۔ اور ایک روز تم کو دولت وصل نصیب ہو جاوے اور اس وقت تم اس تعلق کو وجداناً سمجھ لو اور محض عقل سے وہ تعلق سمجھ میں نہیں آ سکتا کیونکہ عقل تو اتصال وانفصال ہی کی مقید ہے اور اس سے آگے نہیں بڑھ سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم کیا ہے کہ تم لوگ ذات خداوندی کے متعلق بحث وتفتیش نہ کرو کیونکہ عقول ناقصہ کی اس تک رسائی ناممکن ہے۔ اس لئے جس قدر اس کی ذات میں غور وخوض کیا جاوے گا وہ حقیقت میں اس کی ذات سے متعلق نہ ہوگا بلکہ وہ محض خائض کا خیال ہوگا کیونکہ حق سبحانہ کی ذات تک لاکھوں حجابات ہیں جن کو طے کرنا عقل ناقص کا کام نہیں۔ پس ہر شخص ایک حجاب کے اندر حق سبحانہ کو تلاش کرتا ہے اور اس حجاب کو حق سبحانہ سمجھتا ہے لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے بلکہ وہ اس کا وہم ہے جو خود اس کا عین ہے اور حق سبحانہ اس سے منزہ ہیں۔ پس اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس وہم کو دفع کر دیا تا کہ وہ غلطی میں پڑ کر بیہودہ خیالات نہ پکا تا رہے اور غیر خدا کو خدا نہ سمجھ بیٹھے کیونکہ اس کے اس وہم میں ترک ادب ہے اور تارک ادب وگستاخ کو حق سبحانہ سرنگوں کرتے ہیں اور وہ سرنگونی یہ ہے کہ آدمی نیچے کی طرف چلتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں اوپر جا رہا ہوں کیونکہ سرنگونی بھی ایک قسم کی مستی ہے اور مست کی تعریف یہ ہے کہ وہ آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان سمجھ جائے۔ پس یہ معکوس خیال اس کی سرنگونی ہے (فتدبر) خیر تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفکر فی الذات سے ممانعت فرمائی ہے۔ مگر اس کے عجائبات صنع میں غور کرنے کا حکم دیا ہے اور جس کا مقصود یہ ہے کہ حق سبحانہ کی مصنوعات عجیبہ میں غور کر کے اس کی عظمت وجلالت معلوم کرو اور اس کی عظمت وجلالت سے اپنے کو مٹا دو پس جب آدمی اس کی صنعت عجیبہ کو دیکھے گا تو اس کی شیخی ساری کرکری ہو جاوے گی اور وہ اپنے مرتبہ کو پہچانے گا اور پھر حق سبحانہ کے متعلق بحث نہ کرے گا اور صدق دل سے یہی کہے گا۔ رب لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک کیونکہ وہ جان لے گا کہ اس کے اوصاف حمیدہ کا بیان کرنا حد بیان سے باہر ہے۔ پس خلاصہ کلام یہ ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

صفات وکمالات حق سبحانہ کا بیان کرنا حد بیان سے باہر ہے اس لئے اس کے متعلق اس سے آگے بحث نہیں کرنی چاہئے اور خاموش رہنا چاہئے اور اجمالاً اس کی معیت وقرب وبے جہتی وغیرہ کا اعتقاد رکھنا چاہئے۔

رفتن ذوالقرنین بکوہ اف ودرخواست کردن کہ اے قاف از عظمت صفات حق تعالیٰ شمہٗ باما بگو وجواب او کہ صفت عظمت حق تعالیٰ بہ تقریر درنیاید ولابہ کردن ذوالقرنین کہ ازانچہ تواں گفت وبخاطر داری شمہٗ بگو

حضرت ذوالقرنین کا کوہ قاف کے پاس جانا اور درخواست کرنا کہ اے قاف! ہمیں کچھ تھوڑی سی اللہ تعالیٰ کی صفات کی عظمت بتادے اور اس کا جواب دینا کہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی کی تعریف تقریر میں نہیں آسکتی اور ذوالقرنین کی خوشامد کرنا کہ جس قدر بتایا جاسکتا ہے اور جو جانتا ہے کچھ بتادے

رفت ذوالقرنین سوی کوہ قاف	دید کہ راکز زمرد بود صاف
ذوالقرنین کوہ قاف کی جانب گئے	انہوں نے پہاڑ کو دیکھا کہ وہ زمرد سے (زیادہ) صاف تھا
گرد عالم حلقہ گشتہ آں محیط	ماند حیراں اندراں خلق بسیط
وہ گھیرنے والا دنیا کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے ہے	اس وسیع مخلوق میں حیران رہ گئے
گفت تو کوہی دگرہا چیستند	کہ بہ پیش عظم تو باز ایستند
انہوں نے کہا تو پہاڑ ہے دوسرے کیا ہیں؟	کہ تیری بڑائی کے سامنے جھیں
گفت رگہای من اندآں کوہہا	مثل من نبوند درحسن و بہا
اس نے کہا وہ پہاڑ میری رگیں ہیں	وہ خوبصورتی اور قیمت میں میری طرح نہیں ہیں
من بہر شہرے رگے دارم نہاں	بر عروقم بستہ اطراف جہاں
ہر شہر میں میری رگ چھپی ہوئی ہے	دنیا کے اطراف میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں
حق چو خواہد زلزلہ شہرے مرا	امر فرماید کہ جنباں عرق را
جب اللہ تعالیٰ کسی شہر میں زلزلہ (دلانا) چاہتا ہے تو مجھے	حکم دے دیتا ہے کہ رگ کو ہلا دے
پس بجنبانم من آں رگ را بقہر	کہ بداں رگ متصل گشت ست شہر
میں غصہ سے اس رگ کو ہلا دیتا ہوں	جس رگ سے وہ شہر ملا ہوا ہے
چوں بگوید بس شود ساکن رگم	ساکنم وز روی فعل اندر تگم
جب وہ بس کہہ دیتا ہے میری رگ ساکن ہو جاتی ہے	میں (بظاہر) ساکن ہوں لیکن عمل کے اعتبار سے مصروف ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو مرہم ساکن و بس کارکن	چوں خرد ساکن و زو جنباں سخن
جیسا کہ مرہم ساکن اور بہت کار گزار ہے	جیسے کہ عقل ساکن ہی اور بات اس کی وجہ سے حرکت میں ہے
نزد آں کس کہ نداند عقلش ایں	زلزلہ ہست از بخارات زمیں
جس کی عقل اس کو نہیں سمجھتی ہے اس کے نزدیک	زلزلہ زمین کے بخارات کی وجہ سے ہے
ایں بخارات زمیں نبود بداں	زامر حق ست و ازاں کوہ گراں
سمجھ لے یہ زمین کے بخارات نہیں ہیں	اللہ (تعالیٰ) کے حکم اور اس بھاری پہاڑ کی وجہ سے ہے

بیان آنکہ مورے بر کاغذی رفت نوشتن قلم دید راستودن گرفت مورے دیگر کہ چشمش تیز بین بود گفت ستایش انگشتاں راکن کہ ایں ہنر از ایشاں می بینم مورے دیگر کہ از ہر دو چشم او تیز تر بود گفت من ستایش بازو کنم کہ انگشتاں فرع وے اند

اس کا بیان کہ ایک چھوٹی سی چیونٹی کاغذ پر چل رہی تھی اس نے قلم کا لکھنا دیکھا قلم کی تعریف کرنی شروع کر دی دوسری چیونٹی جس کی آنکھ تیز دیکھنے والی تھی اس نے کہا انگلیوں کی تعریف کر کیونکہ میں یہ ہنر ان کا سمجھتی ہوں تیسری چیونٹی جس کی آنکھیں دونوں سے زیادہ تیز تھیں بولی میں بازو کی تعریف کرتی ہوں کیونکہ انگلیاں اس کی فرع ہیں

مورکے بر کاغذے دید او قلم	گفت با مور دگر ایں راز ہم
ایک چھوٹی سی چیونٹی نے کاغذ پر قلم کو دیکھا	اس نے دوسری چیونٹی سے بھی یہ راز کہا
کہ عجائب نقشہا آں کلک کرد	ہمچو ریحان و چو سوسن زار و ورد
کہ قلم نے عجیب نقش کھینچے ہیں	جیسے نازبو اور جیسے سوسن کا کھیت اور گلاب
گفت آں مور اصبع ست آں پیشہ ور	ویں قلم در فعل فرعست و اثر
اس چیونٹی نے کہا انگلی کار گزار ہے	یہ قلم کام کرنے میں فرع اور اثر ہے
گفت آں مور سوم کز بازو است	کاصبع لاغر نہ زورش نقش بست
تیسری چیونٹی نے کہا کہ وہ بازو کی وجہ سے ہے	کیونکہ کمزور انگلی کی طاقت نے یہ نقش نہیں بنائے
ہمچنیں می رفت بالا تا یکے	مہتر موراں فطن بود اندکے
(بات) اسی طرح اوپر کو چلتی رہی یہاں تک کہ	چیونٹیوں کی سردار تھوڑی سمجھدار تھی
گفت کز صورت مبینید ایں ہنر	کہ بخواب و مرگ گردد بے خبر
اس نے کہا اس ہنر کو جسم کا نہ سمجھو	کیونکہ وہ تو نیند اور موت میں بے خبر ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت آمد چوں لباس و چوں عصا	جز بعقل و جاں نجنبد نقشہا
جسم بمنزلہ لباس اور لاٹھی کے ہے	عقل اور جان سے ہی نقوش ہلتے ہیں
بے خبر بود او کہ آں عقل و فواد	بے ز تقلیب خدا باشد جماد
وہ اس سے بے خبر تھی کہ عقل اور دل	خدا کے حرکت دیئے بغیر بے جان ہیں
یک زماں از وے عنایت بر کند	عقل زیرک ابلہیہا می کند
تھوڑی دیر کیلئے وہ اس پر مہربانی کرنا بند کر دیتا ہے	ذہین عقل بے وقوفیاں کرتی ہے

باز التماس کردن ذوالقرنین از کوہ قاف و بیان عجائب از ثنای حق

ذوالقرنین کا دوبارہ کوہ قاف سے درخواست کرنا اور اللہ تعالیٰ کی تعریف میں عجائب کا بیان

چونکہ کوہ قاف در نطق سفت	چونش گویا یافت ذوالقرنین گفت
. جب کوہ قاف نے گویائی کا موتی پرو دیا	چونکہ ذوالقرنین نے اس کو بولتا پایا تو کہا
کاے سخن گوی خبیر راز داں	از صفات حق بکن با من بیاں
اے بولنے والے باخبر رازداں!	اللہ (تعالیٰ) کی صفات مجھ سے بیان کر دے
گفت روکاں وصف زانہا برترست	کہ بیاں بروے تواند بر دست
اس نے کہا "جا" کیونکہ وہ صفت اس سے بالاتر ہے	کہ بیان اس پر قابو پا سکے
یا قلم را زہرہ باشد کہ بسر	بر نویسد بر صحائف زاں خبر
یا قلم کی یہ مجال ہو کہ نوک سے	وہ صحیفوں میں اس کی بابت لکھ دے
گفت کمتر داستانے باز گو	از عجبہای حق اے حبر نکو
انہوں نے کہا تھوڑی سی داستان سنا دے	اللہ کے عجائب کی اے اچھے عالم!
گفت اینک دشت سہ صد سالہ راہ	کوہہای برف پر کردہ است شاہ
اس نے کہا یہ تین سو سالہ مسافت کا جنگل	شاہ نے اس کو برف کے پہاڑوں سے بھر دیا ہے
کوہ بر کہ بے شمار و بے عدد	میرسد در ہر زماں برفش مدد
پہاڑ بالائے پہاڑ بے شمار اور ان گنت	ہر وقت ان کو برف کی مدد پہنچتی ہے
کوہ برفے می زند بر دیگرے	می رساند برف سردی تا ثرے
برف کا پہاڑ دوسرے پہاڑ پر پڑتا ہے	برف ٹھنڈک کو زمین کی تہ تک پہنچاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کوہ برفے می زند برکوہ برف	دمبدم زانبار بیحدو شگرف
برف کا پہاڑ برف کے دوسرے پہاڑ پر گرتا ہے	ہر وقت بے حد اور عجب بوجھ سے
گر نبودے اینچنیں وادی شہا	تف دوزخ محو کردے مرمرا
اے بادشاہ! اگر اس طرح کا جنگل نہ ہوتا	دوزخ کی سوزش مجھے مٹا دیتی
غافلاں را کوہہای برف داں	تانسوزد پردہای عاقلاں
غافلوں کو برف کے پہاڑ سمجھ	تاکہ عقلمندوں کے پردے نہ پھنک جائیں
گر نبودے عکس جہل برف باف	سوختے از نار شوق آں کوہ قاف
اگر برف کی سی ساخت کے جہل کا عکس نہ ہوتا	تو عشق کی آگ سے وہ کوہ قاف جل جاتا
آتش از قہر خدا خود ذرہ ایست	بہر تہدید لئیماں درہ ایست
(جہنم کی) آگ اللہ کے قہر کا ایک ذرہ ہے.	وہ کمینوں کو ڈرانے کے لئے درہ ہے
باچنیں قہرے کہ زفت وفائق ست	برد لطفش بیں کہ بروے سابق ست
ایسے قوی اور بڑھے ہوئے قہر کے باوجود	اس کے کرم کی ٹھنڈک کو دیکھ جو اس سے آگے ہے
سبق بیچون و چگو نہ معنوی	سابق و مسبوق دیدی بے دوئی
یہ آگے ہونا بغیر کیف اور کیفیت کے معنوی ہے	تو نے بغیر دوئی کے آگے ہونے والا اور پیچھے رہ جانے والا دیکھا
گر ندیدی آں بود از فہم پست	کہ عقول خلق زاں کان یک جوست
اگر تو نے نہیں دیکھا تو یہ ناقص عقل کی وجہ سے ہے	کیونکہ مخلوق کی عقلیں اس کان (میں) ایک جو (کی برابر) ہیں
عیب برخود نہ نہ برآیات دیں	کے رسد بر چرخ دیں مرغ گلیں
اپنا عیب سمجھ نہ دین کی آیتوں کا	دین کے آسمان پر مٹی میں سنا پرند کب پہنچ سکتا ہے؟
مرغ را جولاں گہ عالی ہواست	زانکہ نشو او ز شہوت و زہواست
(تیرے) پرند کی بلند پرواز گاہ فضا ہے	کیونکہ اس کا نشو (ونما) شہوت اور نفسانی خواہش ہے
پس تو حیراں باش بے لاو بلے	تاز رحمت پیش آید محملے
پس تو حیران رہ بغیر نہیں "اور ہاں" کے	تاکہ رحمت کا کجاوہ تیرے سامنے آ جائے
چوں زفہم ایں عجائب کودنی	گر بلے گوئی تکلف می کنی
جبکہ تو ان عجائب کے سمجھنے میں نااہل ہے	اگر تو "ہاں" کہے تکلف برتے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بگوئی نے زند نے گردنت	قہر بر بندد بداں نے روزنت
اگر تو "نہیں کہے گا" نہیں" تیرے گردن کاٹ دے گی	اس "نہیں" سے قہر تیرا روزن بند کر دیگا
پس ہمیں حیران و والہ باش و بس	تا در آید نصر حق از پیش و پس
تو اسی طرح سے حیران اور سرگشتہ رہ اور بس	تا کہ اللہ (تعالی) کی مدد آگے اور پیچھے سے آ جائے
چونکہ حیراں گشتی و گیج و فنا	با زبان حال گفتی اھدنا
جبکہ تو حیران ہو گا اور ناچیز اور فنا	زبان حال سے تو "ہمیں ہدایت دے" کہے گا
زفت زفت ست و چو لرزاں میشوی	می شود آں زفت نرم و مستوی
برا برا ہی ہے اور جب تو لرز گیا	وہ بڑا نرم اور ہموار ہو جائے گا
زانکہ شکل زفت بہر منکرست	چونکہ عاجز آمدی لطف و برست
کیونکہ بری شکل منکر کے لئے ہے	جبکہ تو عاجز ہو گیا (تو) مہربانی اور بھلائی ہے

مولانا نے صفات خداوندی سے باہر ہونا بیان کیا تھا اب اس کے متعلق ایک قصہ بیان فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سکندر ذوالقرنین کوہ قاف کی طرف گیا اور وہاں پہنچ کر دیکھا کہ وہ پہاڑ زمرد سے زیادہ صاف ہے اور تمام عالم کو گھیرے میں لئے ہوئے ہے۔ سکندر اس وسیع مخلوق الٰہی کو دیکھ کر حیران ہو گیا اور کہا کہ اصل پہاڑ تو ہے دوسرے پہاڑ کیا چیز ہیں کہ تیری عظمت کے مقابلہ میں جم سکیں۔ اس نے کہا کہ وہ دوسرے پہاڑ نہیں ہیں بلکہ میری رگیں ہیں۔ لیکن خوبصورتی اور صفائی میں میری مثل نہیں ہیں۔ اس لئے آپ کو دھوکہ ہو گیا کہ ان کو میرے مغائر سمجھ گئے۔ (فالجواب تخطئت بسکندر لا تصحیح لقوله کما توهم) نیز ہر شہر میں میری ایک رگ پہنچی ہوئی ہے اور تمام اطراف و جوانب زمین میری رگوں سے بندھے ہوئے ہیں پس جس وقت حق سبحانہ کسی شہر کو زلزلہ دینا چاہتے ہیں تو مجھے حکم دیتے ہیں کہ فلاں رگ کو حرکت دو پس میں بحکم خداوندی غصہ سے اس رگ کو حرکت دیتا ہوں جس سے وہ شہر متصل ہے اور اس شہر میں زلزلہ آ جاتا ہے۔ لیکن جب حکم ہوتا ہے کہ بس کرو تو وہ میری رگ ساکن ہو جاتی ہے پس بالذات تو میں ساکن ہوں مگر افعال کے لحاظ سے دوڑ رہا ہوں یعنی میں کام کئے جاتا ہوں اور افعال میرے جاری ہیں اور میری مثال ایسی ہے جیسے مرہم کہ ایک جگہ لگا ہوا ہے اور تاثیر برابر جاری ہے یا جیسے عقل کہ خود ساکن ہے اور الفاظ کو اس سے حرکت ہے۔ اب مولانا فلاسفہ کی تردید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تم کو مضمون بالا معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جن لوگوں کی عقلوں کو اس راز کا پتہ نہیں وہ کہتے ہیں کہ زلزلہ بخارات کے زمین کے اندر محبس ہونے سے پیدا ہوتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ زلزلہ احتباس بخارات سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اولاً حکم حق اور ثانیاً جنبش رگ کوہ قاف سے ہے۔

فائدہ:۔ مولانا نے فلاسفہ کی دو باتوں کا رد کیا ہے۔ اول یہ کہ زلزلہ میں موثر بالذات سبب ہے۔ اس کا رد یوں فرمایا کہ موثر حقیقی حق سبحانہ ہیں۔ دوم یہ کہ وہ سبب بخارات زمین ہیں اور اس کا رد یوں فرمایا کہ نہیں بلکہ وہ پہاڑ ہے۔ سو دامر اول

besturdubooks.wordpress.com

تو مولانا کا نہایت درست ہے مگر امر دوم صحیح نہیں۔ اس لئے کہ اس پہاڑ کا وجود ہی دنیا میں نہیں مولانا نے کسی کی نقل پر یا شہرت پر اپنی یہ رائے قائم کی ہے لیکن یہ نقل اور شہرت صحیح نہیں ہیں۔ اب مولانا فلاسفہ کی غلطی کو ایک مثال سے ظاہر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جو مسببات کو اسباب ہی کا نتیجہ کہتے ہیں ان کی ایسی مثال ہے جیسے ایک چیونٹی نے ایک کاغذ پر قلم کو کچھ لکھتے دیکھا تو اس نے اور چیونٹیوں سے اس راز کو بیان کیا اور کہا کہ قلم نے عجیب عجیب نقش بنائے کچھ ریحان کی طرح کے تھے کچھ چنبیلی کے تختہ کی طرح اور کچھ گلاب کے پھولوں کی طرح کے۔ (یہ توجیہ تو اس وقت ہے جبکہ اس نے بیل بوٹے بنائے ہوں اور اگر حروف لکھے ہوں تو معنے یہ ہوں گے کہ وہ ایسے خوشنما اور دلکش تھے جیسے ریحان وغیرہ) یہ سن کر دوسری چیونٹی نے جو اس سے قدرے ہوشیار تھی یہ کہا کہ قلم نے یہ نقش نہیں بنائے بلکہ انگلی نے بنائے ہیں قلم تو اپنے فعل اور اثر میں انگلی کا تابع ہے۔ یہ سن کر تیسری چیونٹی نے جو کہ ان دونوں سے زیادہ ہوشیار تھی یہ کہا کہ یہ فعل بازو کا ہے اور کمزور انگلی کی قوت نے یہ نقوش نہیں بنائے غرض ہر ایک چیونٹی یوں ہی اوپر کو چلتی تھی حتی کہ نوبت اس چیونٹی تک پہنچی جو ان سب کی سردار تھی وہ ان سب میں کسی قدر سمجھدار تھی اس نے کہا کہ یہ فعل جسم کا نہیں ہے تم اس کو جسم کا فعل نہ سمجھو کیونکہ سونے کی حالت میں اور مرنے کے بعد اسے کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ پس اگر یہ فعل خود جسم کا ہوتا تو ان دونوں حالتوں میں بھی اس سے ضرور صادر ہو سکتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ جسم محض لباس اور لاٹھی کی مانند آلہ اور فاعل عقل اور جان ہے کیونکہ ان دونوں کے بغیر اجسام حرکت بھی نہیں کر سکتے۔ چہ جائیکہ ان سے افعال غریبہ صادر ہوں۔ لیکن ان سب سے ہوشیار چیونٹی کو بھی یہ خبر نہ تھی کہ عقل اور دل و جان بھی خود فاعل نہیں ہیں اس لئے کہ ان کو حق سبحانہ سے وہی نسبت ہے جو کہ عقل وغیرہ کو اجسام سے کیونکہ جس طرح اجسام بدوں تحریک عقل وغیرہ کے حرکت نہیں کر سکتے یوں ہی عقل وغیرہ بدوں تقلیب و تحریک حق سبحانہ کے جنبش نہیں کر سکتے اگر حق سبحانہ ذرا سی دیر کے لئے اپنی عنایت ان سے منقطع کر دیں تو یہی عقل جو اس وقت نہایت دانائی سے کام لے رہی ہے سراسر حماقتیں کرنے لگے۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو کہ جب کوہ قاف نے اس قدر نفیس گفتگو کی تو سکندر نے اسے گویا پا کر کہا کہ اے واقف کار اور راز دان متکلم تو مجھ سے حق سبحانہ کی صفات بیان کر۔ اس نے کہا جائیے اپنا کام کیجئے۔ ان کی شان اس سے ارفع ہے کہ بیان اس پر قابو پا سکے یا قلم کی یہ تاب ہو کہ صحائف میں اپنی نوک سے ان کی حالت لکھ سکے۔ اس پر ذوالقرنین نے کہا کہ اچھا کچھ حق سبحانہ کی عجیب و غریب صنعتیں ہی بیان کر۔ اس نے کہا ہاں یہ ممکن ہے اچھا سنو یہ لق و دق بیاباں جو کہ تین سو برس میں طے ہو سکتا ہے حق سبحانہ نے اس کو برف کے پہاڑوں سے بھر رکھا ہے۔ پہاڑ پر پہاڑ بے شمار چلے جا رہے ہیں اور حق سبحانہ کی طرف سے ان کو برف سے مدد ملتی رہتی ہے اور ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ پر برف پھینکتا ہے اور اسی طرح برف تحت الثریٰ تک سردی پہنچاتا ہے۔ اور ایک پہاڑ جو دوسرے پہاڑ پر برف پھینکتا ہے تو تھوڑا بہت نہیں پھینکتا بلکہ نہایت بڑے بڑے اور حیرت انگیز تودے اور پے بہ پے پھینکتا ہے اور ایسے عجیب وادی کے پیدا کرنے میں علاوہ اور حکمتوں کے ایک حکمت میری حفاظت ہے کیونکہ اگر ایسی وادی میرے پاس نہ ہوتی تو گرمی دوزخ مجھے نیست و نابود کر دیتی۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غافلین از حق کو بھی تم برف کے پہاڑ سمجھو۔ کیونکہ ان کے پیدا کرنے میں منجملہ دیگر حکمتوں کے ایک حکمت یہ ہے کہ عقلاء حقیقی یعنی اہل اللہ کے حجابات بالکلیہ فنا نہ ہو جائیں۔ کیونکہ اگر غفلت برف اثر کا عکس عرفاء کے قلوب پر نہ پڑتا جو کہ عظمت و حفاظت عالم وغیرہ میں بمنزلہ کوہ قاف کے ہیں تو آتش شوق ان کو

www.besturdubooks.wordpress.com

بھون ڈالتی۔ پس رحمت الٰہی مقتضی ہوئی اس کو کہ غافلوں کو پیدا کر کے عاقلوں کی حفاظت کی جاوے۔ اب سنو کہ حق سبحانہ کی رحمت کس قدر ہے۔ سو اس کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ آتش دوزخ باوجود اپنی اس تیزی کے جس کا بیان کسی قدر ہو چکا ہے آتش قہر الٰہی کا ایک ذرہ ہے کیونکہ وہ محض پاجیوں کے دھمکانے کا ایک تازیانہ ہے لیکن باوجود اس قہر کے جو اس قدر عظیم ہے دیکھ لو کہ اس کی رحمت کی سردی قہر کی گرمی سے بڑھی ہوئی ہے اس سے تم اس کا اندازہ کر سکتے ہو کہ کس قدر ہے۔ اب سمجھو کہ رحمت کی غضب سے سبقت حسی نہیں ہے بلکہ معنوی کیونکہ سبقت حسیہ مقتضی ہے تعدد کو اور وہاں تعدد و اثنینیت ہے نہیں بلکہ رحمت و قہر دونوں ذاتاً ایک ہیں۔ (کیونکہ رحمت نام ہے ارادۂ خیر کا اور قہر نام ہے ارادۂ شر کا۔ پس رحمت و قہر ہر دو ارادہ ہوں گے۔ اور ارادہ ان صفات ثمانیہ میں سے ہے جو عین ذات ہیں اس لئے ارادہ متحد ہوگا۔ ذات کے ساتھ اور ذات متحد ہوگی ارادہ کے ساتھ اور چونکہ رحمت ارادۂ خاصہ ہے اس لئے وہ بھی متحد ہوگی ذات کے ساتھ اور ذات متحد ہوگی ارادہ کے ساتھ اور چونکہ قہر بھی ارادۂ خاصہ ہے اس لئے وہ بھی متحد ہوگا ذات کے ساتھ اور ذات متحد ہوگی اس کے ساتھ پس رحمت متحد ہوگی۔ ذات کے ساتھ اور ذات متحد ہوگی قہر کے ساتھ اس لئے رحمت متحد ہوگی قہر کے ساتھ و بالعکس (لان المتحد مع المتحد مع الشیٔ متحد مع ذلک الشیٔ و ھذا علی طور العقول المتوسطة و طور العقول العالیة ھو الذوق والکشف اذاقنا اللہ منه) اور پھر ایک دوسرے سے سابق ہے۔ اب بتلاؤ کہ تم بے تعداد کے سابق و مسبوق کو سمجھ گئے یا نہیں۔ اگر نہ سمجھے ہو تو یہ تمہاری فہم ناقص کا قصور ہے۔ ناقص ہم نے اس لئے کہا کہ وہ کان عقل یعنی علم حق سبحانہ کا ایک بہت ہی ذرا سا حصہ ہے کیونکہ مجموعہ عقول خلق کا خود اس کان کا ایک ادنیٰ حصہ ہے اس سے تم اپنی عقل و فہم کا اندازہ کر لو کہ کس قدر ہے پس ایسی حالت میں تم اپنے کو الزام دو اور مسائل دین جو تمہارے عقول سے باہر ہیں ان پر اعتراض نہ کرو کیونکہ تم آب و خاک سے بنے ہوئے ایک پرندہ کے مثل ہو اور دین بمنزلہ آسمان کے اور آب و گل کا بنا ہوا جانور چرخ دین تک نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اس کی بڑی سے بڑی دوڑ صورت دین تک ہی نہ ہے کہ حقیقت تک جس طرح کہ معروف پرندوں کی دوڑ ہوا تک ہے (صورت دین کو ہوا سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح پرندہ اونچا اڑتا ہوا دیکھنے میں معلوم ہوتا ہے کہ آسمان تک پہنچ گیا۔ یوں ہی صورت تک پہنچنے والا ناقص لوگوں کو معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت دین تک پہنچ گیا واللہ اعلم) اور منشا اس عدم رسائی کا یہ ہے کہ وہ شہوات و ہوائے نفسانی سے پرورش پاتا ہے جو کہ مانع طیران الی السماء المذکور ہیں۔ پس جبکہ تم حقیقت سبقت کو نہیں پہنچ سکتے تو متحیر ہو جاؤ اور نہ تو اس (حقیقت) کا اقرار کرو نہ انکار حتیٰ کہ تمہارے پاس حق سبحانہ کی رحمت سے اس کا محمل واقعی پہنچ جاوے اقرار کی ممانعت تو ہم نے اس لئے کی ہے کہ جبکہ تم ان عجیب اسرار کو سمجھ نہیں سکتے تو اگر تم اقرار کرو گے تو محض بناوٹ ہوگی کیونکہ واقعہ کے خلاف ہے اور انکار کی ممانعت اس لئے کہ اگر انکار کرو گے تو قہر الٰہی خاص تمہاری گردن مارے گا اور روزن رحمت خاصہ کو تم پر بند کر دے گا۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ یہاں سبقت رحمت کی حقیقت واقعیہ کے اقرار و انکار سے بحث ہے نہ کہ نفس سبقت کے اقرار و انکار سے کیونکہ اس کا اقرار تو ضروری ہے لثبوتھا من النصوص. علی ھذا قہر و رحمت سے مراد وہ قہر و رحمت ہے جن کا تعلق امور کشفیہ کے اقرار و انکار سے ہے نہ کہ وہ قہر و رحمت جن کا تعلق جزا و سزائے اخرویہ سے ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق تو ان امور سے ہے جو بلسان شارع ثابت ہیں۔ و حقیقة السبقة

www.besturdubooks.wordpress.com

لیس منها واللہ اعلم) پس ایسی حالت میں تم کو محض متحیر ہو جانا چاہئے تاکہ نصرت حق ہر طرف سے تم تک پہنچے کیونکہ جب تم حیران اور بیوقوف اور فانی ہو جاؤ گے تو اس وقت تم بزبان حال ملتجی ہدایت خاصہ ہو گے اور حق سبحانہ تم کو اس کی حقیقت پر مطلع فرماویں گے اور گو وہ حقیقت نہایت عظیم الشان ہے جس کے معلوم کرنے کی تاب نہیں ہو سکتی مگر وہ تمہارے لئے نرم اور ٹھیک ہو جاوے گی اور تم اسے دیکھ سکو گے اس لئے کہ بڑی اور ہیبت ناک شکل تو منکرین کے لئے ہے نہ کہ عاجزوں کے لئے پس جبکہ تم عاجز ہو جاؤ گے اس وقت وہ تمہارے لئے سراسر لطف وعنایت بن جاوے گی۔ (ولی محمد نے رفت زفت ست الخ 'و باچنین قہرے الخ کیساتھ مرتبط قرار دیا ہے اور رفت زفت کو خبر قہر بنایا ہے۔ وھو محتمل ولکن الا وجہ عندی ھو ما قلت فتدبر)

نمودن جبرئیلؑ خود را بمصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بصورت خویش واز منتصد پر او چوں یک پر ظاہر شد افق را بگرفت و آفتاب محجوب شد

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جبرئیلؑ کا اپنے آپ کو اپنی (اصلی) صورت پر ظاہر کرنا اور ان کے سات سو پروں میں سے جب ایک پر ظاہر ہوا اس نے آسمان کے اطراف کو گھیر لیا اور سورج چھپ گیا

مصطفیٰؐ می گفت پیش جبرئیلؑ	کہ چنانکہ صورت تست اے خلیل
مصطفیٰ نے جبرئیل سے کہا	اے دوست! جیسی تیری (اصلی) صورت ہے
مرمرا بنمای محسوس آشکار	تا بہ بینم مرترا نظارہ وار
مجھے واضح (اور) محسوس (کر کے) دکھایئے	تاکہ میں تمہیں نظارہ کرنے والے کی طرح دیکھ لوں
گفت نتوانی و طاقت نبودت	حس ضعیف ست و تنگ سخت آیدت
انہوں نے کہا آپ نہ دیکھ سکیں گے اور آپ کو تاب نہ ہو گی	حس (جسمانی) ضعیف اور کمزور ہے آپ کو پریشانی ہو گی
گفت بنما تا بہ بیند ایں جسد	تا چہ حد حس نازک ست و بے مدد
آپ نے فرمایا دکھا دیجئے تاکہ یہ جسم دیکھ لے	کہ حس کس قدر نازک اور بے طاقت ہے
آدمی را ہست حس تن سقیم	لیک در باطن یکے خلق عظیم
آدمی کی جسمانی حس ناقص ہے	لیکن باطن میں ایک عظیم مخلوق ہے
بر مثال سنگ و آہن ایں تنہ	لک ہست او در صفت آتش زنہ
یہ جسم پتھر اور لوہے کی طرح ہے	لیکن وہ صفت میں چقماق ہے
سنگ و آہن مولد ایجاد نار	زاد آتش زیں دو والد قہر بار
پتھر اور لوہا آگ نکلنے کی پیدائش گاہ ہے	قہر ڈھانے والی آگ ان دو والدین سے پیدا ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

بازآتش دستکار وصف تن	ہست قاہر برتن او شعلہ زن
پھر آگ جسم کے اوصاف کی دستکاری ہے	وہ شعلہ زنی سے اس کے جسم پر غالب ہے
باز درتن شعلہ ابراہیم وار	کہ ازو مقہور گردد برج نار
پھر بدن میں (حضرت) ابراہیم کی طرح شعلہ ہے	کہ اس سے آگ کا کرہ مغلوب ہو جاتا ہے
گر برآری از درونت آتشے	آتشت گردد مطیع و دلخوشے
اگر تو اپنے اندر سے آگ ظاہر کرے	آگ' تیری فرمانبردار اور راضی ہو جائے
لاجرم گفت آں رسول ذوفنوں	رمز نحن الآخرون السابقون
لامحالہ اس صاحب کمالات رسول نے فرمایا	(اشارہ) ہم پیچھے ہیں' پہلے ہیں' کا
ظاہراً ایں دو بسند انے زبوں	درصفت از کان آہنہا فزوں
بظاہر یہ دونوں ہتھوڑے سے عاجز ہیں	صفت میں لوہوں کی کان سے بڑھ کر ہیں
پس بصورت آدمی فرع جہاں	درصفت اصل جہاں ایں رابداں
پس آدمی صورتاً دنیا کی فرع ہے	صفت میں دنیا کی اصل اس کو سمجھ
ظاہرش را پشۂ آرد بچرخ	باطنش باشد محیط ہفت چرخ
اس کے ظاہر کو ایک مچھر نچا دیتا ہے	اس کا باطن ساتوں آسمان کو محیط ہوتا ہے
چونکہ کرد الحاح بنمود اند کے	ہیبتے کہ کہ شود زاں مندکے
جب انہوں نے اصرار کیا (انہوں نے دکھا دی تھوڑی سی)	وہ ہیبت کہ پہاڑ اس سے ریزہ ریزہ ہو جائے
شہپرے بگرفتہ شرق وغرب را	از مہابت گشتہ بیہش مصطفیٰؐ
ایک شہپر جس نے مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا	مصطفیٰؐ خوف سے بے ہوش ہو گئے
چوں زبیم وترس بیہوشش بدید	جبرئیلؑ آمد در آغوشش کشید
جب انہوں نے ان کو خوف اور ڈر سے بیہوش دیکھا	جبرئیلؑ آئے ان کو بغل میں لیا
آں مہابت قسمت بیگانگاں	واں تجمش دوستاں را رائگاں
وہ خوف بیگانوں کا حصہ ہے	اور وہ محبت' مفت دوستوں کے لئے ہے
ہست شاہاں را زمانے برنشست	ہول سرہنگاں و صارمہا بدست
جلوس کے وقت بادشاہوں کے لئے ہے	سپاہیوں کی ہیبت اور تلواریں ہاتھ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

دور باش و نیزہ و شمشیر ہا	کہ بلرزند از مہابت شیر ہا
دوشاخہ اور نیزہ اور تلواریں	کہ خوف سے شیر لرزتے ہیں
بانگ چاؤشاو و آں چوگان ہا	کہ شود ست از نہیبش جانہا
نقیبوں کی آواز اور بلے	کہ اس کے ڈر سے جانیں سہمتی ہیں
ایں برائے خاص و عام رہگذر	کہ کند شاں از شہنشاہی خبر
یہ راستہ کے خاص و عام کے لئے ہے	تاکہ ان کو شہنشاہی سے آگاہ کر دے
از برائے عام باشد ایں شکوہ	تا کلاہ کبر بنہد آں گروہ
یہ دبدبہ عوام کے لئے ہوتا ہے	تاکہ وہ لوگ تکبر کی ٹوپی اتار دیں
تا منی و ماہی ایشاں بشکند	نفس خود بیں فتنہ و شر کم کند
تاکہ ان کی خودی اور انانیت کو توڑ دے	متکبر نفس فتنہ اور شر نہ پھیلائے
شہر ازاں ایمن شود کاں شہر یار	دارد اندر قہر زخم و گیرو دار
شہر اسی سے پرامن ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ	غصہ میں اذیت اور پکڑ دھکڑ رکھتا ہے
پس بمیرد آں ہوسہا در نفوس	ہیبت شہ مانع آید زاں نحوس
تو نفوس میں ہوسیں مر جاتی ہیں	اس نحوست سے بادشاہ کا خوف مانع آتا ہے
باز چوں آید بسوی بزم خاص	کے بود آنجا مہابت یا قصاص
پھر جب وہ خاص مجلس میں آتا ہے	وہاں خوف اور سزا کہاں ہوتی ہے؟
حلم بر حلم ست و رحمتہا بجوش	نشوی از غیر چنگ و نے خروش
بردباری پر بردباری ہے اور شفقتیں جوش میں ہیں	تو سارنگی اور بانسری کی آواز کے سوا نہ سنے گا
طبل و کوس و ہول باشد وقت جنگ	وقت عشرت با خواص آواز چنگ
طبل اور نقارہ اور خوف جنگ کے وقت ہوتا ہے	خواص کے ساتھ عیش کے وقت سارنگی کی آواز ہوتی ہے
ہست دیوان محاسب عام را	واں پریرو یاں گرفتہ جام را
پوچھ گچھ کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے	اور حسین جام تھامے ہوئے ہیں
آں زرہ واں خود در جنگ و وغا	ویں شراب و نقل در بزم صفا
زرہ اور خود جنگ اور لڑائی میں (ہوتی ہے)	شراب اور چبینا خلوص کی محفل میں (ہوتا ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

جوشن وآں خود مرجالیش راست	ویں حریر و ورد مرتعریش راست
زرہ اور خود خاص جنگ کے لئے ہے	اور رنگین کپڑا اور گلاب خاص تخت نشینی کے لئے ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے جواد	ختم کن واللہ اعلم بالرشاد
اے سخی! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	ختم کر اور اللہ تعالیٰ راست روی کو زیادہ جانتا ہے
اندر احمدؐ آں حسے کاں غارب ست	خفتہ ایں دم زیر خاک یثرب ست
احمدؐ کے اندر کی وہ حس جو چھپ جانے والی ہے	اس وقت مدینہ کی مٹی کے نیچے سوئی ہوئی ہے
واں عظیم الخلق آں کو صفدر ست	بے تغیر مقعد صدق اندر ست
وہ بڑی مخلوق جو صف شکن ہے	بغیر تغیر کے "سچائی کی جگہ" کے اندر ہے
قابل تغیر اوصاف تن ست	روح باقی آفتاب روشن ست
تغیر کے قابل جسم کے اوصاف ہیں	باقی رہنے والی روح روشن سورج کی طرح ہے
بے ز تغیرے کہ لاشرقیۃ	بے ز تبدیلی کہ لاغربیۃ
(روح) بغیر تغیر کے ہے کیونکہ وہ نہ شرقی ہے	(وہ) بغیر تبدیلی کے ہے کیونکہ وہ نہ مغربی ہے
آفتاب از ذرہ کے بیہوش شد	شمع از پروانہ کے بیہوش شد
سورج ذرہ سے کب بے ہوش ہوا ہے؟	شمع پروانہ سے کب بے ہوش ہوئی ہے؟
جسم احمدؐ را تعلق بد بداں	ایں تغیر آن تن باشد بداں
اس بے ہوشی سے احمدؐ کے جسم کا تعلق تھا	سمجھ لے! تغیر جسم میں ہوتا ہے
ہمچو رنجوری و ہمچوں خواب و درد	جاں ازیں اوصاف باشد پاک و فرد
جیسے بیماری اور جیسے سونا اور درد	روح ان باتوں سے پاک اور جدا ہے
خود نتانم در بگویم وصف جاں	زلزلہ افتد دریں کون و مکاں
میں خود (بیان) نہیں کر سکتا ہوں اور روح کا وصف بیان کروں	تو کون و مکان میں زلزلہ آ جائے
روبہش گر یک دمے آشفتہ بود	شیر جاں مانا کہ آں دم خفتہ بود
ان کی لومڑی اگر تھوڑی دیر کے لئے پریشان ہو گئی تھی	یقیناً روح کا شیر اس وقت سویا ہوا تھا
خفتہ بود آں شیر کز خوابست پاک	اینت شیر نرم ساز و سہماک
وہ شیر سویا ہوا تھا جو سونے سے پاک ہے	عجب نرم کر دینے والا اور خوفناک شیر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خفتہ سازد شیر خود را آنچناں	کہ تماشش مردہ دانند ایں سگاں
شیر اپنے آپ کو ایسا سویا ہوا بنا لیتا ہے	کہ سب کتے اس کو مردہ سمجھ لیتے ہیں
ورنہ در عالم کرا زہرہ بدے	کو ربودے از ضعیفے تربدے
ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہوتی	کہ وہ کمزور سے تربد بھی چھین سکتا
نقش احمدؐ زاں نظر بیہوش گشت	بحر او از مہر کف پرجوش گشت
احمدؐ کا جسم اس دیکھنے سے بے ہوش ہو گیا	ان کا سمندر (روح) ید اللہ کی محبت میں پرجوش ہو گیا
مہ ہمہ کف ست معطی نور پاش	ماہ را گر کف نباشد گو مباش
چاندؐ عطا کرنے والا نور چھڑکنے والا مجسم ہاتھ ہے	اگر چاند کے ہاتھ نہ ہو کچھ دے نہ ہوا کرے
احمدؐ ار بکشاید آں پر جلیل	تا ابد بیہوش ماند جبرئیل
احمدؐ اگر وہ عظیم پر کھول دیں	تو جبرئیل ہمیشہ کے لئے بیہوش ہو جائیں
چوں گذشت احمدؐ ز سدرہ و مرصدش	از مقام جبرئیل و از حدش
جب احمدؐ سدرۃ (المنتہیٰ) اور اس کی جگہ سے گزرے	جبرئیل کے مقام اور ان کی حد سے (گزرے)
گفت او را کز پیم آ و مایست	گفت رو زیں پس مرا دستور نیست
ان (احمدؐ) نے ان (جبرئیل) کو کہا میرے پیچھے آ جاؤ اور نہ ٹھہرو	انہوں نے کہا جایئے اس کے بعد مجھے اجازت نہیں ہے
گفت او را ہیں پپر اندر پیم	گفت رو رو من حریف تو نیم
انہوں نے ان سے کہا ہاں میرے پیچھے اڑ آیئے	انہوں نے کہا جایئے جایئے میں آپ کا ساتھی نہیں ہوں
باز گفت او را بیا اے پردہ سوز	من باوج خود نرفتستم ہنوز
انہوں نے ان سے پھر کہا اے پردہ سوز! آ جا	میں تو ابھی اپنی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں
گفت بیروں زیں حد اے خوش فر من	گر زنم پرے بسوزد پر من
انہوں نے کہا اے میرے اقبال مند! اس حد سے باہر	اگر میں پر ہلاؤں میرے پر جل جائیں گے
حیرت اندر حیرت آمد زیں قصص	بیہشی خاصگاں اندر اخص
ان قصوں سے حیرت ہی حیرت ہے	خواص کی غفلت اخص کے معاملہ میں
بیہشیہا جملہ اینجا بازی است	چند جانداری کہ جاں پردازی است
یہ ساری بیہوشیاں یہاں کھیل ہیں	آپ کتنی جان رکھتے ہیں؟ کہ جان کی مشغولیت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جبرئیلا گر شریفی گر عزیز	تو نہ پروانہ و نے شمع نیز
اے جبرئیل ! خواہ تم شریف ہو خواہ عزت والے	تم نہ پروانہ ہو اور نہ شمع
شمع چوں دعوت کند وقت فروز	جاں پروانہ نہ پرہیزد زسوز
شمع جب روشن ہونے کے وقت بلائے	پروانہ کی جان جلنے سے پرہیز نہیں کرتی ہے
ایں حدیث منقلب را گور کن	شیر را بر عکس صید گور کن
اس الٹی بات کو دفن کر دیجئے	شیر کو بالعکس گورخر کا شکار بنا دیجئے
بند کن مشک سخن پاشیت را	وامکن انبان قلماشیت را
اپنی گفتگو کی مشک پاشی کو بند کر دیجئے	"تو جو چاہے کہہ" کے تھیلے کو نہ کھولیے
آنکہ برنگذشت اجزاش از زمیں	پیش او معکوس قلما شیت ایں
جس شخص کے اجزا زمین سے نہیں گزرے ہیں	"تو جو چاہے کہہ" اس کے لئے الٹا ہے
لاتخالفھم حبیبی دارھم	یا غریباً نازلاً فی دارھم
اے میرے پیارے ! مخالفت نہ کر ان کی مدارات کر'	اے مسافر! جوان کے گھر مہمان ہے
اعط ماشاؤا و راموا وارضھم	یاظعیناً ساکناً فی ارضھم
دے جو چاہیں اور ارادہ کریں' ان کو راضی رکھ	اے مسافر! ان کے وطن میں ٹھہرے ہوئے
تارسی اندر شہ و درناز خوش	راز یا بامر غزی می ساز خوش
جب تک کہ تو شاہ اور عمدہ ناز پر پہنچے	اے مرو کے رہنے والے امرغز کے رہنے والے سے اچھی نباہ
موسیا درپیش فرعون زمن	نرم باید گفت قولا لیناً
اے موسیٰ زمانے کے فرعون کے سامنے	نرم بات' نرمی سے کہنی چاہیے
آب اگر در روغن جوشاں کنی	دیگدان و دیگ را ویراں کنی
اگر کھولتے ہوئے تیل میں تو پانی ڈالے گا	چولہے اور دیگ کو تباہ کر دے گا
نرم گو لیکن مگو غیر صواب	وسوسہ مفروش در لین الخطاب
نرم بات کہئے لیکن صحیح بات کے سوا نہ کہیئے	خطاب کی نرمی میں وسوسے نہ پھیلایئے
وقت عصر آمد سخن کوتاہ کن	آنکہ عصرت را آگاہ کن
عصر کا وقت ہوگیا بات مختصر کر دیجئے	اے وہ کہ تیرا کا دور زمانہ کا آگاہی بخشنے والا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گوتو مرگل خوارہ را کہ قند بہ	نرمی فاسد مکن طینش مدہ
آپ مٹی کھانے والے سے کہئے کہ شکر بہتر ہے	غلط نرمی نہ برتیے، اس کو مٹی نہ دیجئے
نطق جاں را روضۂ جانیستی	کز حروف و صوت مستغنیستی
آپ روحانی گفتگو کے لئے روحانی باغیچہ ہیں	کیونکہ آپ حروف اور آواز سے بے نیاز ہیں
ایں سر خر در میان قند زار	اے بسا کس را کہ بنہاد ست خار
اس گدھے کے سر نے شکر کے کھیت میں	بہت سے لوگوں کے لئے کانٹے رکھ دیئے ہیں
ظن ببرد از دور کایں آنست و بس	چوں قج مغلوب وا می رفت پس
دور سے انہوں نے خیال کیا کہ کہ بس یہی تھا	مغلوب مینڈھے کی طرح وہ لوٹ گئے
صورت حرف آں سر خرداں یقیں	در رز معنیٰ و فردوس بریں
حروف کی صورت کو یقینا گدھے کا سر سمجھئے	معانی کے انگورستان اور جنت میں
اے ضیاء الحق حسام الدین برآر	ایں سر خررا ازیں بطیخ زار
اے ضیاء الحق حسام الدین نکال دیجئے	اس فالیز سے گدھے کے سر کو
تا سر خرچوں بمرد از مسلخہ	نشو دیگر بخشدش آں مطبخہ
تاکہ جب گدھے کا سر مذبح کی وجہ سے مر جائے گا	وہ فالیز اس کو دوسرا نشو (و نما) بخش دے گا
ہیں زما صورتگری و جان زتو	نے غلط ہم ایں زتو ہم آں زتو
خبردار! ہماری جانب سے صورت بنانا ہے اور روح تیری جانب سے ہے	نہیں غلط ہے، یہ بھی آپ کی جانب سے ہے وہ بھی آپ کی جانب سے ہے
مثنوی صورت بود جانش توئی	ہم جہت ہم نوروار کانش توئی
مثنوی صورت ہے اس کی جان آپ ہیں	اس کی جہت بھی آپ اس کا نور اور اسکے ارکان بھی آپ ہیں
بر فلک محمودی اے خورشید فاش	برزمیں ہم تا ابد محمود باش
اے روشن سورج! آپ آسمان پر محمود ہیں	(خدا کرے) زمین پر بھی ہمیشہ محمود رہیں
تازمینی باسمائی بلند	یک دل و یک قبلہ و یک خوشوند
تاکہ زمین والے آپ بلند آسمان والے کے ساتھ	ایک دل اور ایک قبلہ اور ایک عادت ہو جائیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تفرقہ برخیزد و شرک و دوئی	وحدت است اندر وجود معنوی
تفرقہ اور شرک اور دوئی ختم ہو جائے	روحانی وجود میں یکتائی ہے
چوں شناسد جان من جان ترا	یاد دارند اتحاد و ماجرا
جب میری جان آپ کی جان کو پہچان لیتی ہے	تو وہ اتحاد اور گذشتہ واقعات کو یاد رکھتی ہے
موسیٰ و ہاروں شوند اندر زمیں	مختلط خوش ہمچو شیر و انگبیں
(تب) وہ زمین میں موسیٰ اور ہارون بن جاتی ہیں	عمدہ طریقہ پر گھل مل جاتی ہیں جس طرح دودھ اور شہد
چوں شناسد اندک و منکر شود	منکری اش پردۂ ساتر شود
جب تھوڑا سا پہچانتی ہے اور منکر بن جاتی ہے	اس کا منکر ہونا چھپانے والا پردہ بن جاتا ہے
پس شناسائے بگرد انید رو	خشم کرد آں مہ زنا شکری او
تو پہچاننے والا منہ پھیر لیتا ہے	وہ چاند اس کی ناشکری کی وجہ سے غصہ میں بھر جاتا ہے
زیں سبب جان نبیؐ را جان بد	ناشناسا گشت و پشت پای زد
اسی وجہ سے بری روح ' نبیؐ کی روح کو	نہ پہچاننے والی بنی اور ٹھکرایا
ایں ہمہ خواندی فروخواں لم یکن	تابدانی لج آں گبر کہن
یہ تونے سب پڑھا (اب) لم یکن پڑھ لے	تاکہ پرانے کافر کا جھگڑا سمجھ جائے

دربیان اعتقاد یہود ونصاریٰ پیش از بعثت درشان جناب حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ونام اوراحرز جاں کردن وظہرش راخواہاں بودن

بعثت سے قبل یہود اور نصاریٰ کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اعتقاد کا بیان اوران کے نام کو جان کی حفاظت کا سبب سمجھنا اوران کے ظہور کا خواہاں ہونا

پیش ازانکہ نقش احمد فرنمود	نعت او ہر گبر را تعویذ بود
اس سے پہلے کہ احمد کی صورت شان دکھائے	ان کی تعریف ہر کافر کا تعویذ تھی
کایں چنیں کس ہست تا آید پدید	از خیال روشن دل شاں می طپید
کہ ایسا ایک شخص ہے حتی کہ وہ دنیا میں آئے گا	ان کے چہرے کے خیال سے ان کا دل تڑپتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

سجدہ می کردند کاے رب بشر	در عیاں آریش ہرچہ زود تر
وہ سجدے کرتے تھے کہ اے انسانوں کے رب!	جس قدر جلد ہو سکے ان کو ظاہر کر دے
تابنام احمدؐ از یستفتحون	باغیاں شاں می شدندے سرنگوں
حضورؐ کے نام کے ذریعہ فتح طلب کرنے کی وجہ سے	ان سے باغی سرنگوں ہو جاتے تھے
ہرکجا حرب مہولے آمدے	عون شاں کراری احمدؐ بدے
جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی	آنحضورؐ کی حملہ آوری ان کی مددگار ہوتی
ہرکجا بیماری مزمن بدے	یاد اوشاں داروی شافی بدے
جہاں کہیں پرانی بیماری ہوتی	ان کا ان کو یاد کرنا شفا دینے والی دوا ہوتی
نقش او می گشت اندر راہ شاں	دردل و درگوش و در افواہ شاں
ان کی تصویر ان کے راستوں میں گشت کرتی تھی	دل اور کان اور ان کے مونہوں میں
نقش او را کے بیابد ہر شغال	بلکہ فرع نقش او یعنی خیال
ہر گیدڑ ان کی صورت کہاں پا سکتا ہے؟	بلکہ ان کی صورت کی فرع یعنی خیال (تھا)
نقش او بر روی دیوار ارفتد	از دل دیوار خون دل چکد
ان کا نقش اگر دیوار پر پڑے	تو دیوار کے دل سے دل کا خون ٹپکنے لگے
آنچناں فرخ بود نقشش برو	کہ رہد در حال دیوار از دو رو
اس پر ان کا نقش ایسا مبارک ہو گا	کہ دیوار فوراً دو رخی سے نجات پا لے گی
گشتہ بایک روئی اہل صفا	آں دو روئی عیب مر دیوار را
اہل باطن کی ایک رخی والی بن جائے گی	دو رخی دیوار کے لئے (بھی) عیب ہے
ایں ہمہ انکار و کفراں زاد شاں	چوں درآمد سید آخر زماں
ان کا یہ سب انکار اور کفر پیدا ہو گیا	جب سید آخر الزماں تشریف لے آئے
ایں ہمہ تعظیم و تفخیم و وداد	چوں بدیدندش بصورت بر باد
سب تعظیم اور اعزاز اور محبت	جب انہوں نے اس کی صورت دیکھی برباد ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

قلب آتش دید دردم شد سیاہ	قلب را در قلب کے بود ست راہ
کھوٹے نے آگ دیکھی فوراً کالا ہو گیا	کھوٹے کے لئے ' دل میں کب راستہ ہے؟
قلب می زد لاف اشواق محک	تا مریداں را در اندازد بشک
کھوٹا سکہ کسوٹی کے شوقوں کی شیخی مارتا تھا	تاکہ مریدوں کو شک میں ڈال دے
یافتد اندر دام مکرش ناکسے	ایں گماں بر برزند از ہر خسے
نالائق ہی اس کے مکر کے جال میں پھنستا ہے	یہ خیال ہر کمینہ سے ابھرتا ہے
کایں اگر نہ نقد پاکیزہ بدے	کے بسنگ امتحاں راغب شدے
کہ اگر یہ کھرے اور پاکیزہ نہ ہوتے	تو کسوٹی کی جانب کب رغبت کرتے
پیچ از لاف محک دیدن زدے	یا بسنگ امتحاں شودن بدے
کبھی کسوٹی کے دیکھنے کی شیخی بگھارتا	یا اس کو کسوٹی کا شوق ہوتا
او محک می خواہد اما آنچناں	کہ نگردد قلبی او زاں عیاں
وہ کسوٹی چاہتا ہے لیکن ایسی	کہ اس کا کھوٹ اس سے ظاہر نہ ہو
گر بگویم تا قیامت زیں کلام	صد قیامت بگزرد ایں ناتمام
اگر میں قیامت تک (بھی) یہ بات کروں گا	سو قیامتیں گزر جائیں گی یہ نامکمل رہے گی
آں محک کہ او نہاں دارد صفت	نے محک باشد نہ نور معرفت
وہ کسوٹی کو جو چھپانے کی صفت رکھے	نہ وہ کسوٹی ہو گی نہ پہچاننے کی روشنی
آئینہ کو عیب رو دارد نہاں	از برای خاطر ہر قلتباں
وہ آئینہ جو چہرے کا عیب چھپائے	ہر دیوث کی خاطر سے
آئینہ نبود منافق باشد او	ایں چنیں آئینہ را ہرگز مجو
وہ آئینہ نہ ہوگا' منافق ہو گا	ایسے آئینہ کی کبھی جستجو نہ کر
آئینہ جو راست گوئے بے نفاق	ختم کن واللہ اعلم بالوفاق
سچ کہنے والا' بے نفاق آئینہ تلاش کر	ختم کر دے اور اللہ (حسن) اتفاق کو زیادہ جانتا ہے
تا کہ عین آئینہ ات سازد خدا	کہ نماید عرش را ہمچوں سما
تاکہ تجھے اللہ تعالیٰ بعینہ آئینہ بنا دے	کہ تجھے عرش کو آسمان کی طرح دکھا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

عرش چہ و چرخ چہ اے ذوالالباب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب
اے عقلمند! عرش کیا اور آسمان کیا؟	سمجھ لے اور خدا زیادہ بہتر جانتا ہے

قد تم الدفتر الرابع من الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی

مولانا نے چونکہ اوپر فرمایا تھا "زانکہ شکل زفت بہر منکر ست + چونکہ عاجز آمدی لطف و برست" اس کی تائید میں ایک قصہ بیان فرماتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا کہ جیسی آپ کی اصلی صورت ہے ایک مرتبہ ہم کو اسی طرح دکھلا دو تا کہ ہم اس کو آنکھوں سے دیکھ لیں۔ یہ سن کر جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ آپ سے ہو نہ سکے گا اور آپ اس کے دیکھنے کے متحمل نہ ہوں گے اور چونکہ حس جسمانی کمزور اور نازک ہے اس لئے آپ پر اس کا دیکھنا شاق ہوگا۔ آپ نے فرمایا خیر دکھلاؤ تو سہی جسم کو یہ بھی معلوم ہو جاوے گا کہ اس کی حس کس قدر کمزور اور ضعیف ہے۔ اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آدمی کی حس جسمانی گو کمزور ہے مگر اس کے باطن میں ایک نہایت عظیم الشان مخلوق پوشیدہ ہے یعنی روح وقوی روح اور جسم کی مثال پتھر اور لوہے کی سی ہے کہ صورت میں تو محض معمولی ہے لیکن معنی کے لحاظ سے چقماق ہے کہ اس میں آگ سے قاہر مخلوق چھپی ہوئی ہے۔ اب مولانا اس استبعاد کو بالقصد اٹھانا چاہتے ہیں جواہر باطنی کی بہ نسبت جسم ظاہری کے قوی ہونے پر ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ دیکھو آگ پتھر اور لوہے سے پیدا ہوتی ہے مگر وہ آگ جو ان دو سے پیدا ہوتی ہے نہایت قاہر ہوتی ہے اور دیکھو آگ نتیجہ ہے وصف تن کا۔ کیونکہ جسم انسان ہی آگ کو لوہے پتھر وغیرہ سے نکالتا ہے۔ لیکن باایں ہمہ وہ اس جسم انسانی پر غالب اور شعلہ زن ہوتی ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اس سے سمجھو کہ جسم میں بھی ایک شعلہ (روح انسانی) چھپا ہوا ہے جو اپنے اندر صفت ابراہیمی رکھتا ہے یعنی اس سے ایک زبردست آتش کدہ مغلوب ہو سکتا ہے اور اس کی یہ حالت ہے کہ اگر تم اس کو اپنے اندر سے نکالو یعنی اس کی صفات کو غالب کر دو تو یہ آگ جو اس قدر قاہر نظر آتی ہے اس کی بخوشی فرمانبردار ہو جاوے گی (چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نظیر موجود ہے) یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ نحن الآخرون السابقون یعنی گو ہم متولد ہیں اپنے آباء سے مگر ہم ان سے بڑھے ہوئے ہیں جس طرح کہ آگ لوہے اور پتھر سے پیدا ہوتی ہے مگر دونوں سے بڑھی ہوتی ہے۔ اب مولانا پھر تشبیہ جسم کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم نے جسم کو لوہے اور پتھر سے تشبیہ دی تھی سو دیکھو لوہا اور پتھر صورت کے لحاظ سے سندان کے مقابلہ میں عاجز ہیں مگر اپنی معنی کے لحاظ سے سینکڑوں لوہے کی کانوں سے بڑھ کر ہیں کیونکہ ان میں آگ چھپی ہوئی ہے جو ان کو ایک دم میں گلا سکتی ہے۔ پس یہی حالت جسم کی ہے کہ وہ صورت میں نہایت معمولی اور کمزور ہے مگر اس میں ایک نہایت عظیم مخلوق پوشیدہ ہے اور اسی سے تم یہ بھی سمجھ سکتے ہو کہ انسان گو صورۃً اس عالم کی فرع اور اس سے متولد ہے مگر حقیقت کے لحاظ سے اس کی اصل ہے اور گو ظاہر اس کا اس قدر کمزور ہے کہ ایک مچھر اسے نچا سکتا ہے مگر حقیقت اس کی اس قدر عظیم ہے کہ افلاک ہفت کو محیط ہے۔ کیونکہ وہ جامع حقائق عالم ہے خیر تو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار فرمایا تو انہوں نے اپنی وہ ہیئت جس سے پہاڑ پارہ پارہ ہو جاوے کسی قدر دکھلا دی۔ یعنی ان کے پر مشرق و مغرب کو گھیرے ہوئے تھے اس صورت کو دیکھ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

مارے خوف کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہو گئے۔ پس جبکہ جبریل علیہ السلام نے آپ کے خوفزدہ اور بے ہوش ہونے کو دیکھا تو انہوں نے اپنی صورت فوراً بدل دی اور آ کر آپ کو گود میں لے لیا۔ اس وقت ان سے دو فعل صادر ہوئے ایک تو تخویف بصورت مہیب اور دوسری لطف وعنایت بصورت مانوس۔ پس پہلا فعل تو جسم اور حواس جسمانیہ کے لئے تھا جو حقیقت ملکیہ سے مغائرت رکھتے ہیں اور دوسرا فعل روح کے لئے تھا جو حقیقت کے ساتھ اتحاد اور موافقت رکھتی ہے۔ کیونکہ ہیبت اغیار کے لئے ہوتی ہے اور لطف وعنایت دوستوں کے لئے۔ دیکھو جس وقت سلاطین تخت حکومت پر بیٹھتے ہیں اس وقت ان کی ہیبت نہایت ہولناک ہوتی ہے کہ سپاہی پہرہ پر ہوتے ہیں اور شمشیر ہائے بران اور دو شاخ نیزے اور عام نیزے اور عام تلواریں جن کی ہیبت سے شیروں کے جسم پر لرزہ پڑ جائے ہاتھ میں ہوتے ہیں اور نقیب للکارتے ہوتے ہیں اور وہ تلواریں ہوتی ہیں جن کی ہیبت سے دم فنا ہوتا ہے اور یہ سب کچھ بیرونی عوام وخواص کے لئے ہوتا ہے تا کہ ان کو بادشاہ کی خبر ہو جاوے اور یہ دبدبہ عوام کے لئے اس لئے ہوتا ہے کہ وہ لوگ کلاہ تکبر سر سے اتار دیں اور تا کہ ان کا غرور ٹوٹ جاوے اور ان کا نفس خود بین فتنہ اور شرارت نہ پیدا کرے اور ملک میں اسی سے امن ہوتا ہے کہ بادشاہ قاہرانہ لوگوں پر گرفت کرے اور ان کو ان کے جرموں کی سزائیں دے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے خواہشات نفسانیہ نفسوں ہی کے اندر مر کر رہ جاتے ہیں اور ان کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہیبت شاہی اس نحوست سے مانع ہوتی ہے پس یہ برتاؤ تو بیرونی لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے اب سنو کہ جب وہ اپنے محفل خاص میں آتا ہے تو نہ وہاں خوف کا نام ہوتا ہے نہ انتقام کا بلکہ وہاں تو سراسر حلیم ہوتا ہے اور رحمتیں جوش زن ہوتی ہیں اور آواز چنگ اور آواز بانسری وغیرہ کے سوا اور کوئی شور ہی نہیں ہوتا۔ پس اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ ہیبت اغیار کے لئے ہے اور لطف خواص کے لئے چنانچہ ڈھول اور ہیبت ناک نقارے جنگ میں ہوتے ہیں جن سے دشمنوں کو ڈرایا جاتا ہے اور جبکہ خواص کے ساتھ مصروف عیش ہوتے ہیں تو اس وقت چنگ کی دلکش آواز ہوتی ہے۔ نیز مقدمات کی کچہری عوام کے لئے ہوتی ہے اور بزم خاص میں پر یرو جام لئے ہوتے ہیں اور زرہ اور خود جنگ میں ہوتے ہیں اور شراب ونقل بزم صفا میں اور جوش اور خود دشمن کے مقابلہ کے لئے ہوتے ہیں اور حریر گل عیش وعشرت کے لئے۔ خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی اس لئے اس کو ختم کر کے مضمون سابق کو بیان کرنا چاہئے۔ ہم نے کہا تھا کہ آدمی کے اندر ایک حس جسمانی ہے جو کہ کمزور ہے اور دوسری ایک عالی شان مخلوق ہے۔ سو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر بھی یہ دونوں باتیں تھیں۔ چنانچہ وہ حس جسمانی جو مشاہدہ صورت جبریل کی تاب نہ لا سکی اور از خود رفتہ ہو گئی وہ تو اس وقت مدینہ میں زیر زمین سو رہی ہے اور وہ عظیم الشان مخلوق جو کہ نہایت بہادر ہے اور ایسی مہیب شکلوں سے متاثر نہیں ہوتی وہ بلا تغیر کے مقعد صدق میں مقیم ہے۔ بے تغیر ہم نے اس لئے کہا کہ ایسے تغیرات یعنی تغیرات ناسوتیہ کو قبول کرنے والے اوصاف جسمانیہ ہوتے ہیں نہ کہ روح باقی جو کہ ایک روشن آفتاب اور ظلمات ناسوت سے منزہ ہے وہ بے تغیر وتبدل ہے اس لئے کہ نہ وہ شرقی ہے نہ غربی۔ کیونکہ شرق وغرب عالم خلق سے ہیں اور ارواح عالم امر سے اور جبکہ روح احمدی آفتاب ہے تو شکل جبریلی جو کہ اس کے مقابلہ میں ایک ذرہ ہے اس سے کیونکر بے ہوش ہو سکتی ہے اور جبکہ وہ ایک شمع ہے تو پروانہ سے کیونکر بے ہوش ہو سکتی ہے اس لئے کہا جائے گا کہ جسم احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بے ہوشی سے تعلق تھا نہ کہ روح کو

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ تغیر ناسوتی جسم ہی کا حصہ ہے۔ روح سے اسے کوئی واسطہ نہیں جیسے کہ بیماری۔ نیند اور تکلیف وغیرہ کہ یہ سب جسم سے متعلق ہیں روح ان اوصاف سے پاک اور علیحدہ ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں روح کے اوصاف بیان نہیں کر سکتا اور اگر اس کے اوصاف عالیہ بیان کروں تو عالم میں ہل چل پڑ جائے اس لئے کہ کوئی ان اوصاف کے سننے کی تاب نہیں لا سکتا اس کے بعد مولانا بے ہوشی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر آپ کی لومڑی یعنی جسم کچھ دیر کے لئے پریشان ہو گئی تو اس کی وجہ یقیناً یہ تھی کہ آپ کا شیر جان اس وقت سو رہا تھا یعنی غیر اختیاری طور پر حفاظت جسم سے غافل تھا اور وہ شیر (روح مصطفوی) جو بحکم لاینام قلبی۔ حقیقی سونے سے پاک ہے مجازاً سو رہا تھا یعنی غافل از تصرف فی الجسم تھا۔

فائدہ:۔ یہ غفلت از تصرف غیر اختیاری تھی اور اختیار کو اس میں دخل نہ تھا۔ فتنبہ لہ) اب فرماتے ہیں کہ یہ شیر جو کہ ہیبت ناک شے کو نرم کر دینے والا ہے عجیب شیر ہے کہ اس کی قوت کا بیان نہیں ہو سکتا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب سنو کہ شیر اپنے کو یوں سوتا بنا لیتا ہے کہ سب کتے اسے مردہ سمجھ لیتے ہیں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو کس کی مجال تھی کہ وہ کسی ضعیف اور کمزور سے تربدی بے حقیقت چیز بھی چھین لیتا۔ (میرے نزدیک یہ ایک جداگانہ مضمون ہے اور مقصود اس سے خفتہ بود آن شیر کز خواب ست پاک کی اور حق سبحانہ کی چشم پوشی بیان کرنا ہے۔ اور حاصل یہ ہے کہ شیر روح مصطفوی کا اپنے کو سوتا بنا لینا کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ قاہر عالم حق سبحانہ بھی ایسا کرتے ہیں جیسا کہ اس تعدی سے ظاہر ہے جو کہ عالم میں مشاہدہ ہے کیونکہ اگر حق سبحانہ قصداً مجرموں سے چشم پوشی نہ کرتے اور اپنے کو ایسا نہ بناتے جیسا کہ وہ ان کے جرموں کو جانتے ہی نہیں تو عالم میں فساد ناممکن تھا۔ واللہ اعلم۔ خیر تو جسم احمد صلی اللہ علیہ وسلم اس نظر سے بے ہوش ہوا تھا نہ کہ روح اور وجہ اس بے ہوشی کی یہ تھی کہ ان کا بحر روح محبت دست حق سبحانہ سے پر جوش ہو کر تصرف فی الجسم سے غافل ہو گیا تھا۔ اس پر اگر کوئی شبہ کرے کہ حضرت حق کے ہاتھ کہاں ہے جس کی محبت سے وہ بحر پر جوش ہوا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ چاند سراپا ہاتھ ہے اس لئے کہ جو کام وہ ہاتھ سے کرتا مثلاً دینا اور نور پھیلانا سو وہ اپنی ذات سے کرتا ہے پس ایسی حالت میں اگر اس کے متعارف ہاتھ نہ ہو تو نہ سہی پس اسی طرح کف حق سبحانہ کو سمجھ لو اس مضمون کو ختم کر کے آگے وہم تفضیل جبریل علیہ السلام بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دفع فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صورت جبریلی کو دیکھ کر بے ہوش ہو جانے کو دیکھ کر تم کو جبریل علیہ السلام کی آنحضرت پر فضیلت کا شبہ نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ آپ تو ان کو دیکھ کر تھوڑی ہی دیر بے ہوش رہے تھے اور وہ بے ہوشی بھی جسمانی تھی نہ کہ روحانی۔ لیکن اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روحانی عظیم الشان پروں کو کھول دیں اور اپنے قوی عروج روحانی کو ظاہر فرمائیں تو جبرئیل علیہ السلام ابد تک بے ہوش رہیں اور کبھی ہوش نہ آئے آپ کے پروں کی فوقیت جبرئیل علیہ السلام کے پروں پر اس واقعہ سے ظاہر ہوگی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ سے آگے بڑھے اور جبرئیل علیہ السلام کے مقام اور ان کی حد سے تجاوز کیا تو جبریل اپنے مقام پر ٹھہر گئے اس پر آپ نے فرمایا کہ جبریل کیوں ٹھہر گئے میرے پیچھے پیچھے آؤ۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ آپ ہی تشریف لے جائیں مجھے آگے اجازت نہیں ہے آپ نے پھر فرمایا کہ میرے پیچھے چلے آؤ اس کا بھی انہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

نے یہی جواب دیا کہ اب میں آپ کا ہمسفر نہیں ہو سکتا آپ نے پھر فرمایا کہ میں ابھی اپنی اصلی بلندی پر نہیں پہنچا ہوں چلے آؤ۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اگر میں اس حد سے آگے پروں کو حرکت دیتا ہوں تو فوراً میرے پر جل جاویں گے۔ بس اس سے تم سمجھ لو کہ دونوں کے پروں میں کیا نسبت ہے۔ اس کے بعد مولانا فرماتے ہیں کہ ایسے واقعات کو سن کر سخت حیرت ہوتی ہے کہ خواص عباد اللہ اخص العباد کے معاملہ میں ہوش سے کام نہیں لیتے۔ دیکھو جبرئیل علیہ السلام سے خاص اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر آگے نہیں جاتے۔ آگے جبریل علیہ السلام کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ اس مقام پر تمام بے ہوشیاں ایسی بازی ہیں جو واجب الترک ہیں لہذا سب کو چھوڑنا چاہئے اور ہوش سے کام لینا چاہئے اور اگر آگے بڑھنے میں جل کر جان جانے کا خوف ہے تو آخر جان کا بچانا کب تک یہ مقام تو جان ہی دینے کا ہے۔ جبریل علیہ السلام آپ کتنے ہی مشرف و مکرم عند اللہ ہوں مگر اتنا تو ہم کہیں گے کہ آپ نہ شمع مصطفوی کے پروانہ ہیں اور نہ خود شمع ہیں ورنہ پروانہ نہ ہونے کی ایک معقول وجہ آپ کے پاس ہوتی اور آپ کو پروانہ نہ ہونا تعجب کی بات ہے کیونکہ جس وقت شمع پروانہ کو بلاتی ہے تو وہ ہرگز جلنے سے گریز نہیں کرتا۔ اور آپ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر فرماتے ہیں کہ میرے پر جل جاویں گے۔ اس مضمون کو مناسب بیان فرما کر حضرت حسام الدین کو خطاب فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس گفتگو کو دفن کیجئے جو عوام کے نزدیک الٹی ہے اور شیر کو یعنی اپنے کو گورخر یعنی عوام کا شکار کر دیجئے گو ہونا اسکے خلاف چاہئے یعنی اپنے کو ان کا تابع کر دیجئے گو ہونا یہ چاہئے تھا کہ وہ آپ کے تابع ہوتے اور اپنے سخن پاش مشک یعنی منہ کو عوام کی خاطر سے بند کر لیجئے اور اپنی آزاد بیانی کے تھیلے کو نہ کھولئے۔

فائدہ:۔ آزاد بیانی حاصل ہے قل ماشئت کا کیونکہ اس کے معنی ہیں جو جی چاہے کہو) کیونکہ جو لوگ ابھی محبوس ناسوت ہیں ان کے نزدیک یہ آزاد بیانی الٹی ہے۔ مولانا نے اعتراض بر جبریل علیہ السلام کو اہل ظاہر کے نزدیک اوندھی بات اور الٹی آزاد بیانی کہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اہل ظاہر کہیں گے کہ جبریل علیہ السلام کے لئے حد بحکم خداوندی مقرر تھی پس ان کا اس سے آگے نہ بڑھنا امتثال امر الٰہی تھا۔ پس گویا مولانا کے اعتراض بر جبریل کا حاصل یہ ہوا کہ جبریل علیہ السلام کو تعمیل حکم رسول کے لئے امتثال امر الٰہی کو چھوڑ دینا چاہئے تھا اور یہ بالکل الٹی بات ہے جبکہ اہل ظاہر کے نزدیک اس کا الٹا ہونا ثابت ہو گیا تو اب ضرورت ہے کہ مولانا کی طرف سے اس اعتراض اہل ظاہر پر مولانا کا جواب دیا جاوے کیونکہ مولانا کے کلام سے اس اعتراض بر جبریل کا فی نفسہ صحیح ہونا مفہوم ہوتا ہے سو اس اعتراض اہل ظاہر کا جواب یہ ہے کہ خود یہ مقدمہ ہی مسلم نہیں کہ جبریل علیہ السلام کے لئے حد بحکم خداوندی مقرر تھی بلکہ ہیبت جلال کبریائی کے سبب وہ خود آگے نہ بڑھتے تھے اس وقت جبریل علیہ السلام کے امتناع کا منشا امتثال صریح امر خداوندی نہ ہوگا۔ بلکہ ان کا خوف و اجتہاد ہوگا اور یہی مبنیٰ ہے اعتراض کا۔ پس ثابت ہو گیا کہ جبریل پر مولانا کا اعتراض فی نفسہ صحیح ہے لیکن چونکہ عوام کے خیال کے خلاف تھا۔ نیز اس میں جبریل علیہ السلام کی تنقیص کا شبہ ہو سکتا تھا بنابریں مولانا نے اس گفتگو کو بند کرنے کی ہدایت فرمائی۔ پس اے میرے محبوب اور اے مسافر جو آپ کے وطن میں مقیم ہے یعنی عالم سوت میں آپ ان کی مخالفت نہ کریں بلکہ ان کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہدایت فرماویں جو وہ چاہیں اور جو ان کو مقصود ہو وہ ان کو عطا فرماویں اور ان کو رضامند کریں اور جب تک اپنے بادشاہ کے پاس اور محل ناز میں یعنی عالم غیب میں نہ پہنچ جائیں اس وقت تک اے رازی (یعنی دوسرے ملک (عالم ملکوت) کے رہنے والے مزغر کے رہنے والوں (یعنی ساکنین ناسوت) سے نہ بگاڑیں بلکہ میل رکھیں اور اے موسیٰ یہ لوگ فرعون زمانہ ہیں ان سے نرم اور غیر موحش بات کہنی چاہئے۔ ان کے مذاق کے خلاف بات کہنے کا برا نتیجہ ہے۔ دیکھئے اگر پکتے ہوئے تیل میں پانی ڈال دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہانڈی اور چولہا سب تباہ ہو جاوے گا۔ پس آپ نرم گفتگو کیجئے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ آپ خلاف واقعہ باتیں کہیں اور نرمی کلام میں دسوسوں کو دخل دیں۔ بلکہ آپ حق بات فرمائیں مگر عنوان بیان بھی نرم ہو۔ اور ان کی فہم سے بعید بھی نہ ہو۔ پس اے وہ شخص جس کا زمانہ زمانہ بھر کو آگاہی از حق بخشنے والا ہے عصر یعنی ختم گفتگو کا وقت آ گیا ہے۔ اس گفتگو کو ختم کیجئے لیکن اتنا اور کہہ دینا مناسب ہے کہ آپ مٹی کھانے والے سے یہ تو فرمائیں کہ قند اچھی چیز ہے۔ پس بجائے مٹی کے اسے کھانا چاہئے اور یہ نہ کیجئے کہ ان کی موافقت میں آپ ان کو مٹی دینے لگیں یہ مطلب تھا ہمارے قول "نرم گو لیکن مگو غیر صواب الخ کا رہی یہ بات کہ پھر خواص کو کیونکر فائدہ پہنچایا جاوے سو اس کی بابت گزارش ہے کہ آپ گلہائے نطق روحانی کے روحانی باغ ہیں۔ پس آپ کو ان کو نطق روحانی سے سمجھا سکتے ہیں کیونکہ ان کے سمجھانے کے لئے آپ کو حروف واصوات کی ضرورت نہیں۔ پس آپ حروف واصوات موحشہ کو چھوڑ دیجئے۔ دیکھئے قند زار کے اندر اس سرخر نے بہت سے لوگوں کی راہ میں کانٹے رکھ دیئے ہیں کیونکہ بہت سے لوگ دور سے دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ سرخر اور موحش ہے۔ اس لئے وہ اس مغلوب مینڈھے کی طرح جو کہ فالیز میں سرخر کو دیکھ کر پیچھے ہٹتا ہے پیچھے ہٹنے لگتے ہیں۔ مطلب ہمارا یہ ہے کہ الفاظ موحشہ بمنزلہ سرخر کے ہیں جو کہ فالیز وغیرہ میں جانوروں کے ڈرانے کے لئے لگایا جاتا ہے۔ اور معانی اپنی شیرینی میں بمنزلہ قندزار یا انگوروں کے۔ پس جبکہ معانی نفیسہ کو الفاظ موحشہ میں بیان کیا جاوے گا تو لوگوں کو وحشت ہوگی اور وہ ان معانی سے فائدہ نہ اٹھا سکیں گے۔ اس لئے اے ضیاء الحق حسام الدین آپ اس سرخر والفاظ موحشہ) کو فالیز (معانی) سے الگ کر دیجئے۔ (یہاں الفاظ موحشہ کو سرخر کہا تھا۔ آگے محجوبین کو ان کی حماقت کی بناء پر سرخر قرار دیکر فرماتے ہیں) یہاں تک کہ وہ سرخر یعنی محجوبین جبکہ مسلوخ دنیا سے مر بر دیں یعنی اس سے بے تعلق ہو جاویں تو یہ فالیز معانی اس کو نشو دیگر عطا فرمائے اور وہ ایک نئی حیات حاصل کریں۔ خلاصہ یہ کہ جب تک محجوبین کے اندر صلاحیت فہم حقیقت نہ پیدا ہو جاوے اس وقت تک آپ الفاظ موحشہ سے احتراز فرمائیں۔ اب مولانا ان کو خطاب کا راز بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم آپ کو مخاطب اس لئے بناتے ہیں کہ ترتیب مثنوی میں ہمارا کام تو صرف صورت پہنانا ہے باقی حقائق ومضامین تو آپ ہی کے ہیں یہ بھی غلط ہے بلکہ صورت بھی ہم آپ ہی کی برکت توجہ سے پہناتے ہیں اس لئے وہ بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اور مثنوی ایک صورت ہے اس کی جان بھی آپ ہی ہیں اور اس کے جہت اور نور اور ارکان بھی آپ ہی ہیں۔ غرضکہ مثنوی کا مدار آپ ہی پر ہے۔ پس ہمارا آپ کو مخاطب بنانا بالکل صحیح ہے۔ آپ عنداللہ بھی محمود ہیں اور خدا کرے کہ آپ دنیا میں بھی ہمیشہ محمود رہیں تاکہ آپ کے ساتھ کہ آپ سمائی ہیں ناسوتی لوگ کہ زمینی ہیں یکدل

www.besturdubooks.wordpress.com

اور یکجہت اور یک خصلت ہو جاویں اور مغائرت وتعدد واثنینیت درمیان سے اٹھ جاوے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ان پر روحانیت غالب ہو کیونکہ وجود روحانی میں تغائر وتنافر نہیں ہے بلکہ اتحاد ہے اب مولانا موافقت اور منافرت کا منشاء بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم ارواح میں جبکہ دو روحیں آپس میں ایک دوسری کو پہچان لیتی ہیں اور دنیا میں اپنے اتحاد قدیمی عالم ارواح کو یاد کرتی ہیں تو وہ موسیٰ وہارون کی طرح یکجان ودو قالب ہو جاتی ہیں اور دودھ اور شہد کی طرح گھل مل جاتی ہیں لیکن جبکہ ایک روح دوسری کو عالم ارواح میں کسی قدر پہچان کر دنیا میں انجان بن جاتی ہے تو یہ اس کا انجان پن حجاب بن جاتا ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوسری روح جو اس کو پہچانتی ہے یعنی مربی کی روح وہ بھی منہ پھیر لیتی ہے اور اس کو اس کی ناشکری پر غصہ آتا ہے۔ اسی لئے وہ بھی جذب چھوڑ دیتی ہے اور اتحاد نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ارواح کفار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان کر انجان بن گئیں۔ اس وجہ سے روح مصطفوی نے ان کا جذب چھوڑ دیا اور وہ ہمیشہ کے لئے ناشناسا ہو گئیں اور انہوں نے روح مصطفوی کو چھوڑ دیا یہ مضمون تو تم کو معلوم ہو گیا اب تم لم یکن اللذین کفروا من اھل الکتاب الخ پڑھ لو تاکہ تم کو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جاوے اور کفار کا عناد تم کو معلوم ہو جائے وہ لوگ اولاً آپ کو پہچانتے تھے اور پہچاننے کے بعد منکر ہوئے اس کی دلیل یہ ہے کہ جب تک آپ کا وجود دنیا میں نہ ہوا تھا اس وقت تک آپ کی تعریف ہر کافر کے لئے تعویذ تھی اور کہتے تھے کہ ان صفات کا شخص ضرور ظاہر ہوگا اور آپ کے چہرۂ مبارک کے خیال سے انکا دل بے قرار ہوتا تھا۔ اور چاہتے تھے کہ کسی طرح ان کا ظہور جلد ہو جاوے اور سجدہ میں پڑ کر دعائیں مانگتے تھے کہ اے اللہ جس قدر بھی جلد ہو سکے تو ان کو ظاہر فرمادے۔ اور ان کا اعتقاد اس درجہ تک پہنچا ہوا تھا کہ نام احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے فتح طلب کرتے تھے اور اس سے ان کے دشمن مغلوب ہوتے تھے اور جہاں کہیں خوفناک جنگ ہوتی تھی تو شجاعت معنوی احمد صلی اللہ علیہ وسلم یعنی برکت ان کی معین ہوتی تھی اور جہاں کہیں کوئی پرانا اور لاعلاج مرض ہوتا تھا ان کی یاد اس کے لئے دوائے شافی ہوتی تھی اور چلتے پھرتے آپ کی صورت ان کے دلوں میں پھرتی تھی۔ کانوں میں آتی تھی اور زبان پر آتی ہم نے غلط کہا ان کی اصلی صورت ان گیدڑوں (یعنی فطری نااہلوں) کے خیال میں کب آسکتی ہے۔

فائدہ:۔ شغال اور نااہل ان کو اس لئے کہا گیا کہ گو اس وقت وہ اہل تھے مگر یہ اہلیت ایک ملمع تھی جو قائم رہنے والی نہ تھی) بلکہ ان کی صورت کی فرع یعنی خود ان کا خیال صورت ان کے دلوں میں پھرتا تھا۔ ان کے نقش کی تو یہ حالت ہے کہ اگر دیوار پر بھی پڑ جائے تو دیوار سے خون جگر بہنے لگے اور اس کے حق میں وہ نقش اتنا مبارک ہو کہ دیوار بھی اگر دورو ہو تو وہ بھی دوروئی سے نجات پاجائے کیونکہ اہل صفا کی یک روئی کے ساتھ دیوار کے لئے دوروئی عیب ہے۔ پس وہ ضرور یکرو ہو جاوے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب سنو کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے ان کا انکار اور کفر پیدا ہو گیا اور جب ان کی صورت دیکھی تو وہ ساری تعظیم وتکریم رفو چکر ہو گئی راز اس کا یہ تھا کہ وہ کھوٹا سونا تھے۔ آگ میں پڑتے ہی سیاہ ہو گئے اور آنحضرت کے قلب نے ان کو قبول نہ کیا کیونکہ کھوٹے اور منافقین کو قلوب اہل اللہ میں جگہ نہیں ملتی اب رہی یہ بات کہ آخر وہ اپنا اس قدر شوق کیوں ظاہر کرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے جبکہ ان کو ان کی اطاعت ہی نہ کرنی تھی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کھوٹے تھے اور اپنی قبولیت کے لئے ان کو ضرورت تھی کہ وہ کسوٹی پر کسے جانے کا شوق ظاہر کریں تاکہ طالبین کو شک میں ڈال دیں اور نااہل ان کے دام فریب میں پھنس جائیں۔ کیونکہ نااہل یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ کھرا سونا نہ ہوتا تو کسوٹی پر کسے جانے کی کیوں درخواست کرتا بھلا ایسی حالت میں اسے کسوٹی پر کسے جانے کا شوق ہو سکتا تھا اور سنگ امتحان کی طرف راغب ہو سکتا تھا کبھی نہیں۔ پھر ضرور یہ کھرا ہے مگر ان احمقوں کو یہ خبر نہیں کہ وہ کسوٹی ضرور چاہتا ہے مگر ایسی کسوٹی جس سے اس کا کھوٹا پن ظاہر نہ ہو اچھا اب اس بیان کو ختم کرنا چاہئے۔ کیونکہ اگر میں قیامت تک اس مضمون کو بیان کروں گا تو ختم نہ ہوگا۔ اچھا اتنا اور سن لو کہ وہ کسوٹی چاہتے ہیں مگر وہ کسوٹی جس سے ان کا کھوٹ ظاہر نہ ہو لیکن جو کسوٹی اصلی صفت کو چھپائے وہ کسوٹی نہیں ہے اور نہ نور معرفت ہے اور جو آئینہ کہ کسی کی خاطر سے منہ کا عیب چھپالے وہ آئینہ نہیں بلکہ منافق ہے پس تم کو ایسا آئینہ طلب نہ کرنا چاہئے بلکہ وہ آئینہ تلاش کرنا چاہئے جو سچا ہو اور منافق نہ ہو۔ اچھا اب اس بیان کو ختم کرو۔ خیر یہ اور سن لو کہ ایسا آئینہ طلب کرنے سے خدا تم کو خود آئینہ بنا دے گا کہ اس میں عرش کی صورت یوں ہی منطبع ہوگی جس طرح آسمان کی۔ اجی کیسا عرش اور کیسا آسمان پس سمجھ جاؤ یعنی محل تجلی حق سبحانہ بن جاوے گا۔ خلاصہ یہ کہ مرشد کامل تلاش کرنا چاہئے اور ناقصین مزورین سے احتراز کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

بحمد اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنویؒ

جلد 17-18-19-20 دفتر 5

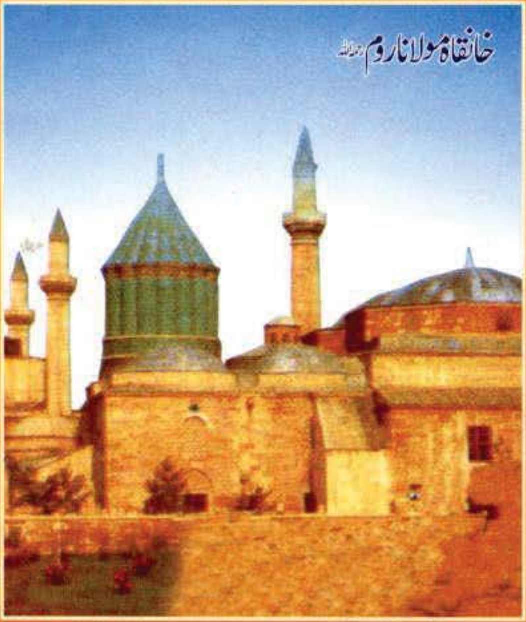

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

اِدارۂ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ مُلتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

الربع الاول من الدفتر الخامس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شہ حسام الدین کہ نور انجم ست	طالب آغاز سفر پنجم ست
شاہ حسام الدین جو ستاروں کا نور ہیں	پانچویں کتاب کے شروع (کرنیکے) طالب ہیں
اے ضیاء الحق حسام الدین راد	اوستادان صفا را اوستاد
اے سخی ضیاء الحق حسام الدین!	(آپ) اہل باطن کے استادوں کے استاد ہیں
گر نبودے خلق محجوب و کثیف	ور نبودے حلقہا تنگ و ضعیف
اگر مخلوق محجوب اور کثیف نہ ہوتی	اگر گلے تنگ اور کمزور نہ ہوتے
در مدیحت داد معنیٰ داد مے	غیر ایں منطق لبے نکشاد مے
تو میں آپ کی تعریف کا حق ادا کر دیتا	اس گفتگو کے علاوہ لب کشائی نہ کرتا
لیک لقمہ باز آن صعوہ نیست	چارہ اکنوں آب و روغن کردنیست
لیکن باز کا لقمہ ممولے کی ملکیت نہیں ہے	اب تدبیر پانی اور تیل کرنا ہے
مدح تو حیف است با زندانیاں	گویم اندر مجمع روحانیاں
قیدیوں سے تیری تعریف کرنا ظلم ہے	روحانیوں کے مجمع میں کہوں گا
شرح تو غبن است با اہل جہاں	ہمچو راز عشق دارم در نہاں
دنیا داروں سے آپ کی تشریح کرنا نوٹا ہے	عشق کے راز کی طرح دل میں رکھتا ہوں
مدح تعریف است و تخریق حجاب	فارغ است از مدح و تعریف آفتاب
تعریف کرنا نچوانا اور (جہالت کے) پردے کو چاک کرنا ہے	سورج، تعریف اور کچھوانے سے بے نیاز ہے
مادح خورشید مداح خود است	کہ دو چشم روشن و نامرمدست
سورج کی تعریف کرنے والا اپنی تعریف کرنے والا ہے	کہ میری دونوں آنکھیں روشن اور تندرست ہیں
ذم خورشید جہاں ذم خود ست	کہ دو چشم کور و تاریک و بدست
دنیا کے سورج کی مذمت کرنا اپنی مذمت ہے	کہ میری دونوں آنکھیں اندھی اور بے نور اور بری ہیں
تو ببخشا بر کسے کاندر جہاں	شد حسود آفتاب کامراں
آپ اس کو معاف کر دیجئے جو دنیا میں	کامیاب سورج کا حاسد ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تاندش پوشید ہیچ از دید ہا	وز طراوت دادن بوسیدہا
اس کو کوئی آنکھوں سے چھپا سکتا ہے؟	اور بوسیدہ چیزوں کے تازہ بخشنے کو
یاز نور بیحدش تانند کاست	یا بدفع جاہ او تانند خاست
یا اس کے لامحدود نور کو وہ گھٹا سکتے ہیں	یا اس کے رتبہ کو ہٹانے کے لئے وہ کھڑے ہو سکتے ہیں
ہر کسے کو حاسد گیہاں بود	آں حسد خود مرگ جاویداں بود
جو شخص عالم کا حاسد ہو	وہ حسد خود ہمیشہ کی موت ہے
قدر تو بگذشت از درک عقول	عقل اندر شرح تو شد بوالفضول
آپ کا مرتبہ عقلوں کے ادراک سے بالا ہے	آپ کی شرح کرنے میں عقل' بکواس ہے
گرچہ عاجز آمد ایں عقل از بیاں	عاجزانہ جنبشے باید دراں
اگرچہ عقل بیان سے عاجز ہے	اس میں عاجزانہ (ہی) حرکت کرنی چاہئے
ان شیئاً کلہ' لایدرک	اعلموا ان کلہ لا یترک
وہ چیز جو پوری حاصل نہیں کی جا سکتی	جان لو وہ سب نہیں چھوڑی جاتی
گرچہ نتواں خورد طوفان سحاب	کے تواں کردن بترک خورد آب
اگرچہ ابر کا طوفان پیا نہیں جا سکتا	(لیکن) پانی پینا کب چھوڑا جا سکتا ہے؟
آب دریا را اگر نتواں کشید	ہم بقدر تشنگی باید چشید
دریا کا (پورا) پانی اگرچہ نہیں کھینچا جا سکتا	پیاس کی بقدر ہی چکھ لینا چاہئے
راز را گرمی نیاری درمیاں	در کہارا تازہ کن از قشر آں
اگر تو راز کو درمیان میں نہیں لا سکتا ہے	اس کے چھلکے سے یادوں کو تازہ کر لے
نطقہا نسبت بتو قشر ست لیک	پیش دیگر فہمہا مغز ست نیک
آپ کے اعتبار سے (ہماری) باتیں اگرچہ چھلکا ہیں لیکن	دوسروں کی سمجھ کے لئے اچھا گودا ہے
آسمان نسبت بعرش آمد فرود	ورنہ بس عالیست پیش خاک تود
آسمان عرش کے اعتبار سے نیچا ہے	ورنہ خاک کے تودے کے اعتبار سے بہت بلند ہے
من بگویم وصف تو تارہ برند	پیش ازاں کز فوت آں حسرت خورند
میں آپ کی تعریف کرتا ہوں تاکہ وہ رہنمائی حاصل کر لیں	اس سے پہلے کہ وہ اس کے فوت ہونے سے حسرت کریں

www.besturdubooks.wordpress.com

نور حقی و بحق جذاب جاں	خلق در ظلمات وہم اندو گماں
آپ اللہ کا نور ہیں اور جان کو خدا کی طرف کھینچنے والے ہیں	لوگ وہم اور گمان کی اندھیریوں میں ہیں
شرط تعظیم است تا آں نور خوش	گردد ایں بیدیدگاں را سرمہ کش
تعظیم شرط ہے تاکہ وہ عمدہ نور	ان اندھوں کے لئے سرمہ لگانے والا بن جائے
نور یابد مستعد تیز کوش	کو نباشد عاشق ظلمت چو موش
سخت کوشش کرنے والا مستعد نور حاصل کرتا ہے	جو چوہے کی طرح اندھیرے کا عاشق نہ ہو
نور میکش اے حریف تیز کوش	گر نہ چوں موش در ظلمت موش
اے سخت کوشش کرنے والے دوست! نور حاصل کر لے	اگر تو چوہے کی طرح نہیں ہے اندھیرے کی کوشش نہ کر
سست چشمانے کہ شب جولاں کنند	کے طواف مشعل ایماں کنند
کمزور آنکھوں والے جو رات کو گھومتے ہیں	وہ ایمان کی مشعل کا طواف کب کرتے ہیں؟
نکتہائے مشکل باریک شد	بند طبعے کوز دیں تاریک شد
مشکل باریک نکتے بن گئے	طبیعت کا بند کیونکہ وہ دین سے تاریک ہے
تا برآرا ید ہنر را تار و پود	چشم در خورشید نتواند کشود
جب تک کہ وہ ہنر کا تانا بانا نہ سنوار لے	سورج میں آنکھ نہیں کھول سکتا
ہمچو نخلے بر نیارد شاخہا	کردہ موشانہ زمیں سوراخہا
وہ کھجور کے درخت کی طرح شاخیں نہیں نکال سکتا	جس نے چوہے کی طرح زمین کو سوراخ کر رکھا ہے

شرح حبیبی

شاہ حسام الدین جو کہ ہدایت و اضاءت عالم میں نور ستارگان کے مشابہ ہیں اور جس طرح ستاروں کا نور مسافرین دنیا کی رہنمائی کرتا اور عالم اجسام کو روشن کرتا ہے۔ یوں ہی وہ مسافرین آخرت کی رہنمائی کرتے اور ارواح کو منور کرتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ دفتر پنجم شروع کیا جائے۔ بنا بریں میں اس دفتر کو شروع کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے دانائے اور صفائے باطن کے استادوں کے استاد ضیاء الحق حسام الدین اگر مخلوق حقائق و معارف سے محجوب اور غلبۂ جسمانیت سے کثیف نہ ہوتی اور حلقہائے افہام مردم" تنگ اور کمزور نہ ہوتے تو میں آپ کی تعریف میں کما حقہٗ مضامین عالیہ بیان کرتا اور سطحی گفتگو کے سوا اور نہایت دقیق گفتگو کرتا۔ لیکن کیا کیجئے کہ مخاطبین اس کے اہل نہیں اور قاعدہ ہے کہ باز کی غذا مولے کو نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے مجبوراً سرسری تحسین پر اکتفا کرتا ہوں اور چونکہ محجوبین عالم ناسوت کے

www.besturdubooks.wordpress.com

سامنے آپ کی تعریف ظلم ہے کیونکہ یہ تعریف بے محل ہے اس لئے میں آپ کی تعریف ان لوگوں کے مجمع میں کروں گا جن پر روح غالب ہے اور چونکہ اہل ناسوت کے سامنے آپ کی تعریف کرنا ایک قسم کا خسارہ ہے کیونکہ وہ اس کے قدر دان نہیں یا یوں کہو کہ ان کے سامنے تعریف کرنا ان کو نقصان پہنچانا ہے کیونکہ وہ اس کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ اس لئے غلط فہمی میں پڑ جائیں گے۔ لہذا میں اس کو ان سے اس اہتمام سے مخفی کرتا ہوں جس سے راز فحش کو مخفی کیا جاتا ہے۔ نیز اس تعریف نہ کرنے کی ایک دوسری وجہ بھی ہے وہ یہ کہ مدح کا حاصل ممدوح کی خوبیوں کو ظاہر کر کے لوگوں کو ان سے آگاہ کرنا اور پردۂ اخفاء جوان پر پڑا ہوا ہے اسے پھاڑنا ہے اور پ کے اوصاف اس قدر واضح ہیں کہ اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ اس لئے آپ مدح اور تعریف سے مستغنی ہیں۔ جس طرح کہ آفتاب ان سے مستغنی ہے۔ اس پر اگر یہ کہا جائے کہ دیگر دفاتر میں جو اس کی تعریف کی گئی ہے نیز خود اسی مقام پر جو اس کی تعریف کی جائے وہ کس لئے ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تعریف اس کی تعریف نہیں بلکہ خود اپنی تعریف ہے کیونکہ اگر کوئی آفتاب کی تعریف کرے تو یہ آفتاب کی تعریف نہ ہوگی بلکہ خود اپنی تعریف ہوگی کہ میری آنکھیں روشن اور مرض سے پاک ہیں۔

اسی طرح اگر کوئی آفتاب کی ملامت کرے تو یہ اس کی مذمت نہ ہوگی بلکہ خود اپنی مذمت ہوگی۔ کیونکہ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ میں اندھا ہوں اور میری آنکھوں میں نور نہیں اور میری آنکھیں اچھی نہیں ہیں۔ پس ایسا شخص جو کہ آفتاب کا دشمن ہو اور اس پر حسد کرے تم کو اس پر رحم کرنا چاہئے کیونکہ وہ اسے کسی طرح بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اچھا تمہیں بتلاؤ کیا وہ اسے لوگوں کی نظروں سے یا خراب اشیاء کو تر و تازہ کرنے سے غائب کر سکتا ہے؟ یا اس کے نور بے حد کو کم کر سکتا ہے؟ یا اس کے عالی شان رتبہ کو دور کرنے پر آمادہ کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ پس ایسا شخص جو آفتاب پر حسد کرنے کے ضمن میں تمام عالم پر حسد کرتا ہے کیونکہ اس کا فائدہ عالم کی طرف راجع ہے۔ اس کا حسد خود اس کے لئے موت دائمہ ہوتا ہے اور محسود کا اس سے کچھ ضرر نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ ضرور قابل رحم ہے۔

خیر یہ مضمون تو اضطراری تھا۔ اب ہم اصل مقصود کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ کا رتبہ عالی ادراک عقول سے بالاتر ہے اور آپ کی حالت کی تفصیل کرنے میں عقل بے ہودہ ہے یہ صحیح ہے لیکن ایسی حالت میں تعریف کو بالکل چھوڑ بھی نہ دینا چاہئے۔ کیونکہ عقل تفصیل اوصاف سے عاجز ہے مگر تاہم عاجزانہ حرکت کی ضرورت ہے اس لئے کہ جو چیز کل نہیں ہو سکتی۔ اس کو بالکل نہیں چھوڑ دیا جاتا۔ دیکھو گو ابر کا کل پانی نہیں پیا جا سکتا لیکن پانی پینا بالکل نہیں چھوڑا جا سکتا۔ اور اگر دریا کا کل پانی نہیں پیا جا سکتا تو پیاس کی مقدار ضرور پینا چاہئے۔

بنا بریں اگر ہم آپ کے اسرار کو نہ بیان کر سکیں تو ہمیں چاہئے کہ آپ کے معمولی اوصاف بیان کر کے عقول کو تازہ کریں۔ کیونکہ ہمارے بیانات گو آپ کے اعتبار سے معمولی ہیں لیکن دوسری افہام کے لئے وہی عمدہ مغز ہیں۔ چنانچہ آسمان عرش سے تو ضرور پست ہے مگر زمین کے لئے بہت اونچا ہے۔ اس بنا پر مجھے چاہئے کہ قبل اس کے کہ لوگوں کو آپ کی وصف کے فوت ہونے سے حسرت ہو میں آپ کے اوصاف بیان کروں تا کہ ان کو گونہ آپ کی اوصاف پر اطلاع ہو جائے اچھا سنو! آپ سرتاپا نور خدا اور ارواح کو کھینچ کر خدا سے ملانے والے ہیں اور مخلوق اوہام و ظنون کی تاریکیوں میں محبوس ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اب خطاب کا رخ بدل کر فرماتے ہیں کہ لوگو! یہ ضرور ہے کہ وہ ارواح کو کھینچ کر خدا سے ملا دیتے ہیں مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ آدمی کے دل میں ان کی عظمت ہو۔ جب یہ شرط پائی جائے گی اس وقت وہ نور اندھوں کو آنکھوں میں سرمہ لگا کر ان کو حق بیں بنا دے گا۔ نیز یہ بھی شرط ہے کہ وصول الی اللہ کے لئے جدو جہد بھی کرے کیونکہ نور باطن عادۃً اسی کو حاصل ہوتا ہے جو اس کے حاصل کرنے کے لئے مستعد ہو اور پوری کوشش کرے اور چوہے کی طرح ظلمت ناسوت پر عاشق نہ ہو۔ پس اے عاقل شخص تو وصول نور کی شرائط جمع کر کے نور حاصل کر۔ اور اگر تو موش صفت نہیں ہے تو ظلمت ناسوت میں مت کوشش کر۔ بلکہ اس سے باہر نکل کر نور حاصل کر۔ ہم نے موش صفت نہ ہونے اور مستعد ہونے کی شرط اس لئے لگائی ہے کہ جو لوگ اپنی چشم بصیرت کو ارتکاب معاصی سے کمزور کر چکے ہیں اور اس لئے وہ نور ایمان حقیقی سے متوحش ہو کر ظلمت معاصی میں سرگرداں ہیں۔ یہ لوگ مشعل ایمان حقیقی کے پاس سر پھینک سکتے ہیں۔

نیز یہ بھی یاد رکھو کہ علوم دینیہ کے مشکل اور دقیق مسائل میں۔ طبیعت کے لئے جو دین سے اندھی ہے بیڑی بن جاتے ہیں کیونکہ جب تک اسے کمال علم کا تانا بانا سنوارتے رہتی ہے۔ اس وقت تک وہ آفتاب دین کے دیکھنے کے قابل نہیں ہو سکتی اور وہ درخت کی طرح زمین سے شاخیں نہیں نکالتی۔ بلکہ چوہے کی طرح زمین کے اندر ہی سوراخ کرتی ہے۔ یعنی ناسوت ہی میں منہمک رہتی ہے اور اس سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتی اس سے ہمیشہ محروم رہتی ہے۔

اس مقام پر چونکہ مولانا نے موانع وصول الی الحق کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ لہذا آئندہ اس کی کافی طور پر تفصیل بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

تفسیر فخذ اربعۃً من الطیر فصرھن الیک

پس ''پکڑ لے چار پرندے پھر ان کو اپنی طرف بلا'' کی آخر آیت تک تفسیر

چار وصف ست ایں بشر را دل فشار	چار میخ عقل گشتہ ایں چہار
یہ چار وصف انسان کے دل کو نچوڑنے والے ہیں	یہ چاروں عقل کی چار میخ ہیں
تو خلیل وقتی اے خورشید ہش	ایں چہار اطیار رہزن را بکش
اے ہوش کے سورج! تو خلیل دوراں ہے	ان چار ڈاکو پرندوں کو مار ڈال
زانکہ ہر مرغے ازیںہا زاغ وش	ہست عقل عاقلان نرا دیدہ کش
اس لئے کہ ان میں سے ہر زاغ صفت پرند	عقلمندوں کی عقل کی آنکھ نکال لینے والا ہے
چار وصف تن چو مرغان خلیلؑ	بسمل ایشاں دہد جانرا سبیل
جسم کے چار اوصاف (حضرت) خلیل کے پرندوں کی طرح ہیں	ان کا قربان کرنا جان کو راستہ عطا کرتا ہے
اے خلیل اندر اخلاص نیک و بد	سر ببر شاں تارہد پاہا زسد
اے خلیل! اچھے اور برے کو نجات دلانے کے لئے	ان کا سر قلم کر دے تاکہ پاؤں بندش سے نجات پا جائیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کل توئی و جملہ گاں اجزائے تو	برکشا کہ ہست پاشاں پائے تو
تو مجموعہ ہے اور سب تیرے اجزاء ہیں	کھولدے کہ ان کا پاؤں تیرا پاؤں ہے
از تو عالم روح زارے میشود	پشت صد لشکر سوارے میشود
آپ کی وجہ سے دنیا روح زار بنتی ہے	ایک سوار سو لشکروں کی مدد بن جاتا ہے
زانکہ ایں تن شد مقام چار خو	نام شاں شد چار مرغ فتنہ جو
کیونکہ یہ جسم چار عادتوں کا مقام ہے	ان کا نام فتنہ کے جویاں چار پرندے پڑ گیا ہے
خلق راگر زندگی خواہی ابد	سر ببر ایں چار مرغ شوم و بد
اگر آپ لوگوں کی ابدی زندگی چاہتے ہیں	ان بدبخت اور بد چار پرندوں کا سر قلم کر دیجئے
باز شاں زندہ کن از نوع دگر	کہ نباشد بعد ازاں زیشاں ضرر
پھر ان کو دوسری طرح سے زندہ کر دیجئے	کیونکہ اس کے بعد ان سے نقصان نہ پہنچے گا
چار مرغ معنوی راہزن	کردہ اند اندر دل خلقاں وطن
باطنی چار ڈاکو پرندوں نے	لوگوں کے دل کے اندر وطن بنا لیا ہے
چوں امیر جملۂ دلہا شوی	اندریں دوراں خلیفہ حق توئی
جب آپ تمام دلوں کے حاکم بن جائیں گے	(پھر) اس زمانہ میں اللہ کے خلیفہ آپ ہی ہیں
سر ببر ایں چار مرغ زندہ را	سرمدی کن خلق نا پائندہ را
ان چار زندہ پرندوں کا سر قلم کر دیجئے	فانی لوگوں کو دائمی بنا دیجئے
بط و طاؤس ست و زاغ ست و خروش	ایں مثال چار مرغ اندر نفوس
بطخ اور مور ہے کوا ہے اور مرغا ہے	نفسوں میں یہ چار پرندوں کی طرح ہیں
بط حرص است و خروس آں شہوتست	جاہ چوں طاؤس و زاغ آں منیت ست
حرص بطخ ہے اور شہوت مرغا ہے	رتبہ مور کی طرح ہے آرزو نفس کا کوا ہے
منیتش آنکہ بود امید ساز	طامع تا بید یا عمر دراز
اس کی آرزو یہ امید بندھاتی ہے	ہمیشگی کا لالچی یا دراز عمر (کا لالچی)
بط حرص آمد کہ نولش در زمیں	در تر و در خشک میجوید دفیں
حرص بطخ ہے کہ اس کی چونچ زمین میں ہے	تر اور خشک میں دفینہ ڈھونڈتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یک زماں نبود معطل آں گلو	نشود از حکم جز امر کلوا
اس کا حلق تھوڑی دیر کے لئے (بھی) معطل نہیں ہوتا	وہ "کھاؤ" کے سوا کوئی حکم نہیں سنتی ہے
ہمچو یغماچی کہ خانہ میکند	زود زود انبان خود پر میکند
اس لٹیرے کی طرح جو گھر کو کھودتا ہے	جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے
اندر انباں می فشارد نیک و بد	دانہائے در و حبات نخود
اچھا برا تھیلے میں ٹھونستا ہے	موتی کے دانے اور چنے کے دانے
تا مبادا باغی آید دگر	میفشارد در جوال او خشک و تر
ایسا نہ ہو کہ کوئی دوسرا لٹیرا آ جائے	وہ بورے میں خشک و تر ٹھونستا ہے
وقت تنگ، فرصت اندک، او مخوف	در بغل زد ہرچہ زوتر بیوقوف
وقت تنگ ہے، فرصت تھوڑی ہے وہ ڈرا ہوا ہے	بے تامل جو کچھ ہے اس نے بغیر کچھے بوجھے بغل میں دبا لیا ہے
اعتمادش نیست بر سلطان خویش	کہ مبادا یاغئے آید بہ پیش
اس کو اپنے شاہ پر بھروسہ نہیں ہے	(اس بارے میں) ایسا نہ ہو کہ کوئی لٹیرا آ جائے
لیک مومن ز اعتماد آں حیات	میکند غارت بمہل و با اناۃ
لیکن مومن اس (اخروی) زندگی کے بھروسہ پر	لوٹتا ہے تامل اور توقف سے
ایمن است از فوت و از یاغی کہ او	می شناسد قہر شہ را بر عدو
وہ محرومی اور لٹیرے سے مطمئن ہے کیونکہ وہ	دشمن پر شاہ کے قہر کو جانتا ہے
وایمن ست از خواجہ تاشان دگر	کہ نیایندش مزاحم صرفہ بر
اور دوسرے ساتھیوں سے مطمئن ہے	کہ اس سے مزاحمت کرنے والے فائدہ مند نہ ہوں گے
عدل شہ را دید در ضبط حشم	کہ نیارد کرد کس بر کس ستم
خادموں کے معاملہ میں اس نے بادشاہ کے انصاف کو دیکھا ہے	کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا ہے
لاجرم نشتابد و ساکن بود	از فوات حظ خود ایمن بود
لامحالہ وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے ہوتا ہے	اپنے حصہ کے فوت ہونے سے مطمئن ہوتا ہے
پس تانی دارد و صبر و شکیب	چشم سیر و موثر ست و پاک جیب
پس وہ آہستہ روی اور صبر و شکیب اختیار کرتا ہے	سیر چشم ہے (دوسروں کو) ترجیح دینے والا ہے پاک دل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کیں تأنی پرتو رحماں بود	واں شتاب از ہزۂ شیطاں بود
کیونکہ یہ آہستہ روی اللہ (تعالیٰ) کا سایہ ہے	اور وہ جلد بازی شیطانی حرکت ہے
زانکہ شیطانش بترساند ز فقر	بارگیر صبر را بکشد بعقر
کیونکہ شیطان اس کو افلاس سے ڈراتا ہے	صبر کا بوجھ اٹھانے والے کا پاؤں کاٹ ڈالتا ہے
از نبے بشنو کہ شیطاں در وعید	میکند تہدیدت از فقر شدید
قرآن سے سن کہ شیطان دھمکانے میں	تجھے سخت افلاس سے ڈراتا ہے
تا خوری زشت و بری زشت از شتاب	نے مروت نے تأنی نے ثواب
تاکہ تو جلدی میں برا کھائے، برا کمائے	نہ انسانیت نہ آہستہ روی نہ ثواب
لاجرم کافر خورد در ہفت بطن	دین و دل باریک و لاغر زفت بطن
لا محالہ کافر سات پیٹ کا کھاتا ہے	دین اور دل کمزور اور لاغر ہے پیٹ بھاری ہے

شرح حبیبی

آدمی کے اندر چار اوصاف ہیں جو دل کو تکلیف دیتے ہیں اور وہ چاروں عقل کے لئے شکنجہ ہیں۔ پس اے صاحب عقل تاباں! تم اپنے وقت کے عقیل ہو تم کو چاہئے کہ ان چاروں راہزن پرندوں کو مار ڈالو۔ کیونکہ ان میں ہر جانور کوے کی طرح عقلاء کی عقلوں کی آنکھیں نکال لیتا ہے۔ اور یہ چاروں اوصاف جسمانی جس کی تفصیل آئندہ آئے گی۔ مثل ابراہیم خلیل اللہ کے جانوروں کے ہیں جن کو انہوں نے بحکم سبحانہٗ احیاء موتےٰ کے مشاہدہ کے لئے ذبح کیا تھا اور ان کا ذبح ہو جانا روح کو وصول الی الحق کا راستہ دیتا ہے۔ پس اے خلیل وقت تم بھلے برے غرضکہ سب لوگوں کو ان کے پنجے سے چھڑانے کے لئے ان کا سر اڑا دو تا کہ لوگوں کے پاؤں اس مانع سے چھوٹ جائیں جو ان کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے ہیں تم کو اوروں کے پاؤں ضرور کھولنے چاہئیں تا کہ لوگوں کے پاؤں گویا کہ تمہارے ہی پاؤں ہیں۔ اس لئے کہ تم کل یعنی متبوع ہو اور سب تمہارے اجزاء یعنی تابع۔ تمہارے ایسا کرنے سے عالم پر روحانیت کا غلبہ ہوگا اور عالم روح زار بھاگے گا اور یہ کچھ بعید نہیں کیونکہ ایک سوار لشکروں کو سنبھال لیتا ہے۔ چونکہ جسم میں چار خصلتیں جاگزیں ہیں۔ جس کو چار فتنہ جو جانور کہتے ہیں اور جنہوں نے مخلوق کو تباہ کر رکھا ہے۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ اگر تم مخلوق کو ہمیشہ کے لئے زندہ کرنا چاہتے ہو تو اول ان برے اور منحوس چاروں جانوروں کے سر اڑا دو۔ اور ان کو پھر دوسری طرح یوں زندہ کر دو کہ یہ مطیع نفس نہ رہیں۔ اور نقصان نہ پہنچا سکیں۔ بلکہ اس بقاء بعد الفناء کے بعد مطیع عقل ہو جائیں۔ میں سر اڑانے کے لئے تم سے اس لئے کہتا ہوں کہ ان چار راہزن جانوروں نے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا ہے اور ان کو نقصان پہنچا رہے ہیں جبکہ تم ان جانوروں کو مار کر تمام دلوں پر مسلط اور ان میں متصرف

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو جاؤ گے۔اس وقت تم خلیفہ حق ہو گے۔بایں معنیٰ کہ اس وقت اس خلافت کا پورے طور پر ظہور ہو گا۔

پس ان چاروں زندہ جانوروں کا سر اڑا دو۔اور مخلوق فانی کو حیات ابدی عطا کر کے اس کو دائم البقاء کر دو۔

فائدہ:۔ان اشعار میں یا تو خطاب خاص شیخ حسام الدین کو ہے۔کما ہو ظاہر الیاق یا مطلقاً مرشد کامل کو۔یا ہر شخص کو۔فتدبر)

اب ان چاروں جانوروں کی تفصیل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جن چار جانوروں کو مارا تھا۔وہ یہ تھے بطخ' مور' کوا' مرغا۔یہ چاروں جانور ان چار معنوی جانوروں کے مشابہ ہیں۔جو نفوس میں گھر کئے ہوئے ہیں۔اور وہ جانور یہ ہیں۔حرص' شہوت' جاہ' طول امل۔پس بط شبیہ حرص ہے اور مرغا شبیہ شہوت' مور شبیہ جاہ اور کوا شبیہ طول امل۔آدمی کی طول امل کی یہ کیفیت ہے کہ خواہ مخواہ امیدیں تراشتا ہے اور دنیا میں ہمیشہ رہنا یا کم از کم ایک عرصہ دراز تک رہنا چاہتا ہے۔اس لئے اس کی اس طول امل کو کوے سے مناسبت ہے کہ وہ دراز عمر ہوتا ہے۔حرص بطخ ہے کیونکہ وہ زمین میں منہ دیئے ہوئے بر و بحر میں خزانہ ڈھونڈتی پھرتی ہے اور اس کا حلق ایک دم بیکار نہیں رہتا۔اور وہ حکم کلوا کے سوا کوئی اور حکم سنتی ہی نہیں۔اس کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے لٹیرا جو کہ دوسروں کے گھر اجاڑتا ہے۔اور جلد جلد اپنا تھیلا بھرتا ہے اور جو کچھ برا بھلا اسے ملتا ہے خواہ موتی ہوں یا چنے سب کو بلا امتیاز تھیلے میں ٹھونس لیتا ہے۔اور بدیں خیال کہ مبادا کوئی اور باغی آ کر شریک ہو جائے تر و خشک سب کو کون میں بھر لیتا ہے۔اس کی نظر میں وقت تنگ ہوتا ہے۔فرحت کم ہوتی ہے۔اس کے ساتھ ہی خوف زدہ بھی ہوتا ہے اس لئے جو کچھ ہی ملتا ہے بدوں اس کو دیکھے اپنی بغل میں دبا لیتا ہے۔اس کو اپنے بادشاہ پر اعتماد نہیں ہوتا اور وہ ڈرتا ہے کہ مبادا کوئی باغی آ جائے اور میرا مال چھین لے یا کم از کم اس میں شریک ہو جائے۔یہ تو حالت اہل دنیا کی تھی کہ وہ حق سبحانہ پر اعتماد نہ ہونے اور دنیا کو سطحی نظر بنانے کے سبب اسی میں منہمک اور اسی کی تحصیل میں مشغول ہیں۔لیکن کامل الایمان لوگ اپنی حیات کے اعتماد پر صبر و سکون کے ساتھ سامان دنیوی حاصل کرتا ہے کیونکہ وہ قبل از استکمال رزق مر جائے اور رزق کے فوت ہو جانے اور باغی سے مامون ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ میرے دشمنوں پر غالب ہیں۔وہ ہرگز ان کو موقع نہیں دے سکتے۔کہ میرا حصہ اڑا لیں اور وہ اس سے بے کھٹکے ہے۔کہ میرے ہم مشرب مومنین میرے مزاحم ہو کر خود مال اڑا لیں گے غرضکہ نہ اسے دشمنوں سے ڈر ہے نہ دوستوں سے اندیشہ۔اس لئے اطمینان کے ساتھ رزق مقدر حاصل کرتا ہے اور جو کہ وہ انتظام رعایا کے بارہ میں بادشاہ کا عدل دیکھتا ہے اور دیکھتا ہے کہ کوئی کسی پر ظلم نہیں کر سکتا اس لئے وہ جلدی نہیں کرتا اور سکون سے کام لیتا ہے اور اپنے حصہ کے فوت ہونے سے بے کھٹکے ہوتا ہے۔وہ نہایت تحمل اور صبر سے کام لیتا ہے اور نہایت سیر چشم اور صاحب ایثار اور پاکباز ہوتا ہے۔

تحمل کو وہ اس لئے اختیار کرتا ہے کہ تحمل پرتو ہے حق سبحانہ کا۔اور عجلت کو اس لئے چھوڑتا ہے کہ عجلت اثر ہے تحریک شیطان کا۔کیونکہ شیطان فقر کی دھمکی دیتا ہے اور اس طرح اس پر اسپ صبر کی کونچیں کاٹ کر اسے فنا کر دیتا ہے۔باور نہ ہو تو قرآن سے سن لو کہ وہ کہتا ہے۔الشیطان یعدکم الفقر یعنی شیطان تمہیں فقر کی دھمکی دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔اور مقصود اس دھمکی سے یہ ہے کہ تم ڈر کے مارے تحصیل دنیا میں عجلت کرو اور جلدی میں تمہیں بھلے برے کی تمیز نہ رہے۔اس لئے تم کھاؤ بھی برا اور کماؤ بھی برا۔نہ تم میں انسانیت رہے نہ صبر وتحمل اور نہ تمہیں ثواب ملے۔ یہی وجہ ہے کہ کافر بحکم حدیث سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں۔کیونکہ وہ شیطان کا پورا محکوم ہوتا ہے اس لئے وہ اندھا دھند پیٹ بھر لیتا ہے اور مومن اس کا محکوم نہیں ہوتا اس لئے سوچ سمجھ کر کھاتا ہے۔اب مولانا کافر کی سات آنتوں میں کھانے کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

در سبب ورود ایں حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ
الکافر یاکل فی سبعة امعاء والمؤمن یاکل فی معیً واحد

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے وارد ہونے کا سبب کہ کافر سات انتڑیوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک انتڑی میں کھاتا ہے

کافراں مہمان پیغمبر شدند	وقت شام ایشاں بہ مسجد آمدند
کافر پیغمبرؐ کے مہمان ہوئے	شام کے وقت وہ مسجد (نبوی) میں آ گئے
کآمدیم اے شاہ ما اینجا فنق	اے تو مہماں دار سکان افق
کہ اے شاہ! ہم اس جگہ مہمان (بن کر) آئے ہیں	اے وہ کہ آپ جہان کے رہنے والوں کے مہمان ہیں
بینوائیم و رسیدہ ماز دور	ہیں بیفشاں برسر ما فضل و نور
ہم بے سروسامان ہیں اور دور سے آئے ہیں	ہاں ہمارے سروں پر مہربانی اور نور چھڑک دیجئے
رو بیاراں کرد آں سلطان راد	دستگیر جملہ شاہان و عباد
اس سخی شاہ نے دوستوں کی طرف رخ کیا	جو تمام بادشاہوں اور غلاموں کا دستگیر ہے
گفت اے یاران من قسمت کنید	کہ شما پر از من و خوئے منید
فرمایا! اے میرے دوستو! تقسیم کر لو	کیونکہ تم میری (محبت) اور عادت سے بھرے ہوئے ہو
پر بود اجسام ہر لشکر ز شاہ	زاں زنندے تیغ بر اعدائے جاہ
ہر لشکر کے جسم بادشاہ سے بھرے ہوئے ہوتے ہیں	اسی لئے مرتبہ کے دشمنوں پر تلوار چلاتے ہیں
تو بخشم شہ زنی آں تیغ را	ورنہ بر اخواں چہ خشم آید ترا
تو بادشاہ کے غصہ کی وجہ سے تلوار چلاتا ہے	ورنہ بھائیوں پر تجھے کیا غصہ آئے؟
بر برادر بے گناہے میزنی	عکس خشم شاہ گرز دہ منی
بلاقصور بھائی پر تو مارتا ہے	بادشاہ کے غصہ کے زیر اثر دس سیر کا گرز

www.besturdubooks.wordpress.com

شہ یکے جانست لشکر پر ازو	روح چوں آبست ویں اجسام جو
بادشاہ ایک جان ہے لشکر اس سے بھرا ہوا ہے	روح پانی کی طرح ہے اور یہ جسم نہر (کی طرح) ہیں
آب روح شاہ گر شیریں بود	جملہ جو ہا پرز آب خوش شود
اگر بادشاہ کی روح کا پانی میٹھا ہوتا ہے	ساری نہریں میٹھے پانی سے بھری ہوئی ہوتی ہیں
کہ رعیت دین شہ دارند و بس	اینچنیں فرمود سلطان عبس
کیونکہ رعایا فقط بادشاہ کا دین رکھتی ہے	(سورہ) عبس کے شاہ نے ایسا ہی فرمایا ہے
ہر یکے یارے یکے مہماں گزید	درمیاں بد یک شکم زفت و عنید
ہر دوست نے ایک مہمان منتخب کر لیا	ان میں ایک پیٹو اور سرکش تھا
جسم ضخمے داشت کس او را نبرد	ماند در مسجد چو اندر جام درد
بھاری جسم رکھتا تھا اس کو کوئی نہ لے گیا	وہ مسجد میں رہ گیا جس طرح جام میں تلچھٹ
مصطفیٰ بردش چو واماند از ہمہ	ہفت بز بد شیردہ اندر رمہ
جب وہ سب سے رہ گیا، مصطفیٰ اس کو لے گئے	گلے میں سات بکریاں دودھ والی تھیں
کہ مقیم خانہ بودندے بزاں	بہر دوشیدن برائے وقت خواں
جو بکریاں گھر پر رکی ہوئی تھیں	دستر خوان کے وقت دوہنے کے لئے
نان و آش و شیر آں ہر ہفت بز	خورد آں بو قحط عوج ابن غز
روٹی اور سالن اور ان ساتوں بکریوں کا دودھ	وہ قحط زدہ، عوج، غز کا بیٹا کھا گیا
جملہ اہل بیت خشم آلو شدند	کہ ہمہ در شیر بز طامع بدند
تمام گھر والے غصہ میں بھر گئے	کہ سب بکریوں کے دودھ کے امیدوار تھے
معدہ طبلے خوار ہمچو طبل کرد	قسم ہژدہ آدمی تنہا بخورد
پیٹو نے معدہ ڈھول کی طرح کر لیا	اٹھارہ آدمیوں کا حصہ تنہا کھا گیا
وقت خفتن رفت و در حجرہ نشست	پس کنیزک از غضب در را بہ بست
سوتے وقت گیا اور حجرے میں بیٹھ گیا	لونڈی نے غصہ سے دروازہ بند کر دیا
از بروں زنجیر در را در فگند	کہ ازو بد خشمگین و دردمند
باہر سے دروازے کی زنجیر لگا دی	کیونکہ وہ اس سے غصہ میں اور رنجیدہ تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

گبر را از نیم شب تا صبحدم	بس تقاضا آمد و درد شکم
کافر کو آدھی رات سے صبح تک	بہت تقاضا اور پیٹ میں درد ہوا
از فراش خویش سوئے در شتافت	دست بر در چوں نہاد او بستہ یافت
اپنے بستر سے دروازے کی جانب دوڑا	جب دروازہ پر ہاتھ رکھا اس کو بند پایا
در کشادن حیلہ کرد آں حیلہ ساز	نوع نوع و خود نشد آں بند باز
اس مکار نے دروازہ کھولنے کی تدبیر کی	طرح طرح (لیکن) وہ دروازہ نہ کھلا
شد تقاضا بر تقاضا خانہ تنگ	ماند او حیران و بیدرمان و دنگ
تقاضے پر تقاضے کی وجہ سے گھر تنگ ہو گیا	وہ حیران اور پریشان اور لاچار ہو گیا
حیلۂ کرد و بخواب اندر خزید	خویشتن در خواب در ویرانہ دید
اس نے تدبیر کی اور نیند میں جتلا ہو گیا	اس نے خواب میں اپنے آپ کو ایک ویرانہ میں دیکھا
زانکہ ویرانہ بد اندر خاطرش	شد بخواب اندر ہمانجا منظرش
کیونکہ اس کے باطن میں ویرانہ تھا	خواب میں بھی اس کی اسی جگہ نظر پڑی
خویش در ویرانۂ خالی چو دید	او چناں محتاج اندر دم برید
جب اس نے اپنے آپ کو خالی ویرانہ میں دیکھا	اس ایسے ضرورتمند نے فوراً ہگ دیا
گشت بیدار و بدید آں جامہ خواب	پر حدث دیوانہ شد از اضطراب
بیدار ہوا اور اس نے سونے کا بستر دیکھا	نجاست سے بھرا ہوا پریشانی سے دیوانہ ہو گیا
زاند رون او برآمد صد خروش	زیں چنیں رسوائی بے خاک پوش
اس کے دل سے سیکڑوں آہیں نکلیں	مٹی میں نہ چھپنے والی ایسی رسوائی سے
گفت خوابم بدتر از بیداریم	کار نیکم بد تر از بدکاریم
بولا میرا سونا میری بیداری سے بدتر ہے	میری نیکی میری بدکاری سے (بھی) بری ہے
بانگ می زد وا ثبورا واثبور	آنچناں کہ کافراں روز نشور
ہائے ہلاکت ہائے ہلاکت کا شور کرتا تھا	جس طرح کافر حشر کے دن (کریں گے)
منتظر کہ کے شود ایں شب بسر	تا برآید از کشادن بانگ در
اس کا منتظر کہ یہ رات کب ختم ہو گی	تاکہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا گریزد او چو تیرے از کماں	تا نہ بیند ہیچکس او را چناں
تا کہ وہ کمان سے تیر کی طرح بھاگ جائے	تا کہ اس کو کوئی اس حالت میں نہ دیکھے
قصہ بسیار است کوتہ میکنم	باز شد آں در رہید از درد و غم
قصہ بہت ہے میں مختصر کرتا ہوں	دروازہ کھلا اس کو درد و غم سے نجات ملی

شرح حبیبی

کچھ کافر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہاں مہمان ہوئے اور شام کے وقت مسجد نبوی میں آئے اور آ کر عرض کیا آپ تمام عالم کے مہربان ہیں کیونکہ جس کسی کو جو کچھ ملتا ہے آپ ہی کے طفیل میں ملتا ہے۔ ہم بھی آپ کے مہمان ہیں ہم مفلس ہیں اور دور سے آ رہے ہیں۔ آپ ہم پر عنایت اور نور برسایئے! یہ سن کر وہ شاہ اور تمام بادشاہوں اور دیگر بندوں کے دستگیر اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ صاحبو! ان کو تقسیم کر لو کیونکہ تم مجھ سے اور میری خصلت سے پر ہو۔ اس لئے تم کو اس سے گرانی نہیں ہو سکتی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہر لشکر بادشاہ سے پر ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سلطان کے دشمنوں کی تلواریں مارتے ہیں اور تم اپنے بھائیوں کے تلوار مارتے ہو۔ بادشاہ ہی کے غصہ سے مارتے ہو ورنہ اپنے بھائیوں پر تمہیں کبھی غصہ آ سکتا ہے؟ اور تم اپنے بھائیوں کے بدلوں اس کے کہ انہوں نے تمہارا کوئی قصور کیا ہو۔ بادشاہ کے غصہ کے عکس سے تلوار مارتے ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ بادشاہ ایک جہان ہے اور لشکر اس سے پر ہے اور بادشاہ کی روح بمنزلہ پانی کے ہے اور سپاہیوں کے اجسام بمنزلہ نہروں کے۔

فائدہ:۔ مقصود اس سے یہ نہیں ہے کہ بادشاہ کی روح حقیقتاً فوج میں حلول کئے ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ لشکری بادشاہ کے خیالات سے متاثر ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ اگر آب روح شاہ شیریں ہوتا ہے تو تمام ندیاں شیریں ہوتی ہیں اور اگر شور ہوتا ہے تو وہ بھی شور ہوتی ہیں۔ یعنی بادشاہ اگر اچھا ہوتا ہے تو رعایا بھی اچھی ہوتی ہے اور اگر برا ہوتا ہے تو رعایا بھی بری ہوتی ہے۔ کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ الناس علیٰ دین ملوکھم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں۔ خیر یہ مضمون تو استطراداً تھا۔ اب سنو کہ ہر ایک صحابی نے ایک ایک مہمان بانٹ لیا۔ ان میں ایک مہمان بڑے پیٹ والا کافر تھا چونکہ اس کا جسم بہت بڑا تھا اس لئے اسے کوئی نہ لے گیا اور وہ مسجد میں یوں رہ گیا جیسے جام شراب میں تلچھٹ۔ پس جبکہ وہ سب سے بچ رہا تو اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان پر لے آئے۔ آپ کے گلہ میں سات بکریاں تھیں جو کہ دودھ دیتی تھیں اور مکان پر اس غرض سے موجود تھیں کہ کھانے کے وقت ان کا دودھ نکال لیا جائے۔ پس وہ شب بھوکا شبیہ عوج بن عنق تمام کھانا کھا گیا اور تمام بکریوں کا دودھ پی گیا۔ چونکہ تمام گھر والے دودھ کے طمع میں تھے اور اس نے کسی کے لئے ہی نہ چھوڑا۔ اس لئے سب کو اس پر غصہ آیا۔ القصہ! اس بسیار خور نے اپنے معدہ کو ڈھول سا بنا لیا اور اٹھارہ آدمیوں کا کھانا اکیلا کھا گیا۔ جب سونے کا وقت آیا تو

www.besturdubooks.wordpress.com

حجرہ میں جا کر بیٹھ گیا۔ غصہ کے سبب سے ایک لونڈی نے آ کر آگے سے دروازہ بند کر دیا اور باہر سے زنجیر لگا دی کیونکہ وہ اس پر بہت غصہ تھی اور اس سے اسے تکلیف پہنچی تھی۔ اور اس کافر کو آدھی رات سے صبح تک قضائے حاجت کی سخت ضرورت محسوس ہوتی رہی اور پیٹ میں درد بھی رہا۔ اسی اثنا میں وہ اپنے بستر سے اٹھ کر دروازے کی طرف دوڑا جب دروازہ کو ہاتھ لگایا تو اسے بند پایا اس چالاک نے دروازہ کھولنے کے لئے طرح طرح سے تدبیریں کیں مگر دروازہ نہ کھلا۔ اس کو قضائے حاجت کا تقاضے پر تقاضا ہوتا تھا ادھر مکان تنگ تھا اس لئے وہ سخت پریشان اور بے چارہ حیران تھا بالآخر وہ کسی تدبیر سے سو گیا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں ہوں جو کہ بیداری میں اسے جنگل کا بہت خیال تھا کیونکہ اسے قضائے حاجت کی ضرورت تھی اس لئے خواب میں بھی اسے وہی نظر پڑا۔

القصہ:۔ جب اس نے اپنے کو سنسان جنگل میں دیکھا تو اسے ضرورت تو تھی ہی فوراً پاخانہ پھر دیا۔ جب آنکھ کھلی تو اس نے کردٹوں کو گوہ میں لتھڑا ہوا پایا۔ یہ دیکھ کر فرط اضطراب سے دیوانہ ہو گیا اور اس رسوائی کے سبب جس کو خاک بھی نہیں دبا سکتی تھی اس کے دل میں آہیں نکلتی تھیں اور کہتا تھا کہ میرا سونا تو جاگنے سے بھی برا نکلا اور جس کام کو میں اچھا جانتا تھا وہ تو اس سے بھی برا نکلا جس کو میں برا سمجھتا تھا۔ الغرض وہ ارے میں تباہ ہو گیا۔ ارے میں برباد ہو گیا کے یوں نعرے مارتا تھا۔ جیسے کافر قیامت میں نعرہ لگائیں گے اور منتظر تھا کہ کب یہ رات ختم ہو کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئے تاکہ میں یوں سٹک جاؤں جیسے کمان سے تیر۔ تاکہ کوئی شخص مجھے اس حالت میں نہ دیکھے خیر قصہ تو لمبا ہے مگر میں اسے مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اللہ اللہ کر کے دروازہ کھلا اور وہ اس تکلیف اور غم سے چھوٹ گیا۔

در حجرہ کشادن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بر مہمان خود و خود را پنہاں کردن تا او خیال در کشانیدہ را نہ بیند و خجل نشود و گستاخ بیروں رود

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان کے لئے حجرے کے دروازے کھولنا اور اپنے آپ کو چھپا لینا تاکہ وہ دروازہ کھولنے والے کی پرچھائیں کو نہ دیکھے اور شرمندہ نہ ہو اور بے دھڑک باہر چلا جائے

مصطفیٰؐ صبح آمد و در را کشاد	صبح آں گمراہ را او راہ داد
صبح کو مصطفیٰ آئے اور دروازہ کھولا	صبح کو اس گمراہ کو انھوں نے راستہ دیدیا
در کشاد و گشت پنہاں مصطفیٰؐ	تا نگردد شرمسار آں مبتلا
دروازہ کھولا اور مصطفیٰ چھپ گئے	تاکہ وہ مصیبت کا مارا شرمندہ نہ ہو
تا بروں آید رود گستاخ او	تا نہ بیند در کشا را پشت و رو
تاکہ وہ باہر آ جائے اور بے دھڑک چلا جائے	تاکہ دروازہ کھولنے والے کی پشت اور چہرے کو نہ دیکھے
یا نہاں شد در پس دیوار یا	از ویش پوشید دامان خدا
یا تو دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا	ان کو اس سے خدا کے دامن نے چھپا لیا

صبغۃ اللہ گاہ پوشیدہ کند	پردۂ بیچوں براں ناظر تند
اللہ (تعالیٰ) کا رنگ بھی چھپاتا ہے	بے کیفیت کا پردہ دیکھنے والے پر پڑ جاتا ہے
تا نہ بیند خصم را پہلوئے خویش	قدرت یزداں ازیں بیش ست بیش
تاکہ وہ دشمن کو اپنے پہلو میں نہ دیکھے	اللہ (تعالیٰ) کی قدرت بیش از بیش ہے
مصطفیٰؐ می دید احوال شبش	لیک مانع بود فرمان ربش
مصطفیٰ اس کے رات کے احوال دیکھ رہے تھے	لیکن ان کے لئے اللہ (تعالیٰ) کا حکم مانع تھا
تاکہ پیش از خیط بکشاید رہے	تا نیفتد زاں فضیحت در چہے
تاکہ (صبح کے) دھاگے سے پہلے وہ راستہ کھول دیں	تاکہ وہ اس رسوائی سے کنویں میں نہ گرے
لیک حکمت بود و امر آسماں	تا بہ بیند خویشتن را او چناں
لیکن مصلحت تھی اور آسمان کا حکم	کہ وہ اپنے آپ کو اس حالت میں دیکھ لے
بس عداوتہا کہ آں یاری بود	بس خرابیہا کہ معماری بود
بہت سی عداوتیں ہوتی ہیں کہ وہ دوستی ہوتی ہیں	بہت سی بربادیاں ہوتی ہیں کہ وہ آبادی ہوتی ہیں
چونکہ کافر باب را بکشادہ دید	نرم نرمک از کمیں بیروں دوید
جب کافر نے دروازہ کھلا دیکھا	گھات سے آہستہ آہستہ باہر بھاگ گیا
جامہ خواب پرحدث را یک فضول	قاصدا آورد در پیش رسولؐ
سنے ہوئے کپڑے کو ایک سادہ لوح	جان بوجھ کر آنحضورؐ کے سامنے لے آیا
کہ چنیں کرد ست مہمانت ببیں	خندۂ زد رحمۃ للعالمیں
کہ دیکھئے آپ کے مہمان نے ایسا کیا ہے	جہانوں کی رحمت مسکرا دیئے
کہ بیار آں مطہرہ اینجا بہ پیش	تا بشویم جملہ را با دست خویش
کہ وہ لوٹا سامنے لے آ	تاکہ سب کو اپنے ہاتھ سے دھو دوں
ہر کسے می جست کز بہر خدا	جان ما و جسم ما قرباں ترا
ہر شخص دوڑا کہ خدا کے لئے	ہماری جان اور ہمارا جسم آپ پر قربان ہے
ما بشوئیم ایں حدث را تو بہل	کار دست ست ایں نمط نہ کار دل
اس گندگی کو ہم دھو دیں گے آپ رہنے دیں	یہ ہاتھ کا کام ہے نہ کہ دل کا

www.besturdubooks.wordpress.com

اے لعمرک مرترا حق عمر خواند	پس خلیفہ کرد و بر کرسی نشاند
اے تیری جان کی قسم (والے) تجھے اللہ نے عمر کہا	پھر قائم مقام بنایا اور کرسی پر بٹھایا
ما برای خدمت تو میزییم	چوں تو خدمت می کنی پس ما کییم
ہم آپ کی خدمت کے لئے زندہ ہیں	جب آپ خدمت کریں تو پھر ہم کیا ہیں؟
گفت آں دانم ولیک ایں ساعت ست	کہ دریں شستن بخویشم حکمت ست
فرمایا میں یہ جانتا ہوں لیکن یہ وقت ہے	کہ اس میں میرے خود دھونے میں حکمت ہے
منتظر بودند کیں قول نبیؐ ست	تا پدید آید کہ ایں اسرار چیست
وہ منتظر ہو گئے کہ یہ نبیؐ کا فرمان ہے	یہاں تک کہ معلوم ہو کہ یہ کیا راز ہے؟
او بجد می شست آں احداث را	خاص ز امر حق نہ تقلید و ریا
وہ ان نجاستوں کو کوشش سے دھوتے تھے	خاص اللہ (تعالیٰ) کے حکم سے نہ کہ تقلید اور ریا سے
کہ دلش میگفت کیں را تو بشو	کاندر اینجا ہست حکمت تو بتو
ان کا دل کہہ رہا تھا کہ اس کو آپ خود دھوئیں	کہ اس جگہ اس میں تہ بہ تہ حکمتیں ہیں

شرح حبیبی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے اور دروازہ کھولا اور صبح کو اس کافر کو نکلنے کا راستہ دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ آپ نے دروازہ کھولا اور خود چھپ گئے تا کہ وہ مصیبت زدہ شرمندہ نہ ہو اور بے تکلف باہر آ جائے اور وہ دروازہ کھولنے والے کا چہرہ یا ہیئت نہ دیکھے جس سے وہ شرمندہ ہو۔ اب آپ کے اختفاء کی دو صورتیں ہیں یا تو آپ دیوار کے پیچھے چھپ گئے یا آپ ظاہر رہے مگر دامن حق سبحانہ نے اس سے آپ کو چھپا لیا یعنی چونکہ آپ خدا کے رنگ میں رنگے ہوئے اور اس کی صفات سے متصف تھے اور حق سبحانہ کی ایک صفت بطون وخفا بھی ہے۔ اس لئے آپ مخفی ہو گئے ہوں گے کیونکہ کبھی رنگ خدائی مصبغ کو چھپا لیتا ہے اور بے کیف پردہ دیکھنے والے کی آنکھوں پر ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے مخالف کو اپنے پہلو میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ تم اس کو بعید نہ سمجھنا۔ اس لئے کہ حق سبحانہ کی قدرت اس سے بے انتہا زائد ہے۔ پس ایسا کرنا اس کے نزدیک کچھ بھی مشکل نہیں۔

القصہ:۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رات کی حالت کو باعلام الٰہی دیکھ رہے تھے۔ مگر حکم الٰہی آپ کو دروازہ کھولنے سے مانع تھا۔ آپ چاہتے تھے کہ صبح سے پیشتر دروازہ کھول دیں تا کہ ضیح کو رسوائی کے سبب وہ کنوئیں میں نہ ڈوب مرے مگر حکمت حق سبحانہ اور امر الٰہی یہی چاہتا تھا کہ وہ اپنے کو رسوا دیکھے۔ اس لئے نہ کھول سکے۔

فائدہ:۔ میرے نزدیک تا کہ پیش از خبط ازخ کی تقدیر اوضخواست کہ پیش از خبط ازخ ہے۔ ولم احصل ما قال

www.besturdubooks.wordpress.com

الخسون۔ گو آپ کا یہ فعل بظاہر مخالفت تھا مگر نتیجہ اس کا بہتر تھا اور کچھ مستبعد نہیں۔ کیونکہ بہت سی عداوتیں ایسی ہوتی ہیں جو مآل کے لحاظ سے دوستی ہوتی ہیں اور بہت سی ویرانیاں ایسی ہوتی ہیں جن کا انجام تعمیر ہوتا ہے۔ لہذا وہ عداوتیں اور ویرانیاں قابل قدر ہوتی ہیں نہ کہ قابل ناگواری۔

الغرض:۔ جب اس کافر نے دروازہ کھلا دیکھا تو دبے دبے پاؤں حجرہ سے باہر بھاگ گیا جب وہ نکل گیا اور کوئی شخص اندر پہنچا تو وہ اس گوہ میں لتھڑے ہوئے کپڑے کو بالقصد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں لایا اور کہا کہ ملاحظہ فرمائیں۔ حضور کے مہمان نے یہ حرکت کی ہے۔ رحمت للعالمین نے دیکھ کر تبسم فرمایا۔ اور فرمایا کہ لوٹا لاؤ۔ ہم خود اپنے ہاتھ سے اسے دھوئیں گے۔ یہ سن کر یہ شخص دوڑا اور عرض کیا کہ آپ پر ہماری جانیں اور ہمارے جسم قربان ہوں برائے خدا آپ رہنے دیجئے۔ اس نجاست کو ہم دھوئیں گے۔ ہم بمنزلہ ہاتھ کے ہیں اور آپ بمنزلہ دل کے۔ یہ کام ہاتھ کا ہے نہ کہ دل کا۔

حق سبحانہ نے آپ کو یعنی آپ کی حیات کو اپنی حیات کہا ہے۔ اس بناء پر آپ کو اپنا خلیفہ کر کے خلد میں اپنی جگہ کرسی پر بٹھلایا ہے یعنی بجائے لعمری کے لعمرک کہا ہے۔

پس یہ کام آپ کے شایان شان نہیں ہے ہم تو آپ ہی کی خدمت کے لئے جیتے ہیں۔ پس جب آپ کام کریں گے تو ہم کس مرض کی دوا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہی جانتا ہوں لیکن یہ ایک ایسا وقت ہے جس میں میرے اس کو اپنے ہاتھ سے دھونے میں ایک خاص مصلحت ہے جو تمہارے دھونے پر مرتب نہ ہوگی۔ اس لئے میں اسے خود دھوتا ہوں۔ لوگ منتظر تھے اور جانتے تھے کہ کہیں جلدی سے ظاہر ہو کہ یہ کیا بھید ہے کیونکہ یہ نبی کا قول ہے جو غلط نہیں ہو سکتا۔ اس لئے کوئی بھید ضرور ظاہر ہوگا۔

غرضکہ آپ نے اسے خوب مل مل کے دھو رہے تھے اور یہ بحکم حق سبحانہ تھا نہ تو کسی رسم کی پابندی کی بناء پر اور نہ دکھاوے کے لئے۔ امر حق ہم نے اس لئے کہا ہے کہ خود بخود آپ کا دل متقاضی تھا کہ اسے آپ خود دھوئیں کیونکہ اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں۔

سبب رجوع کردن آں مہمان بخانہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دراں ساعت کہ نہالین ملوث اورا بدست مبارک خودمی شست و خجل شدن او و جامہ چاک کردن و نوحہ کردن او بر خود و بر حال خود و مسلمان شدن

اس مہمان کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر اس وقت واپس آنے کا سبب جس وقت کہ وہ سنے ہوئے نہالچوں کو اپنے دست مبارک سے دھو رہے تھے اور اس کا اپنے اوپر اور اپنی حالت پر شرمندہ ہونا اور کپڑے پھاڑنا اور رونا اور مسلمان ہو جانا

کافرک را ہیکلے بد یادگار	یا وہ دید آنرا و گشت او بیقرار
اس حقیر کافر کے پاس ایک یادگار مورتی تھی	اس نے اس کو گم شدہ پایا وہ بے قرار ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آں حجرہ کہ شب جا داشتم	ہیکل آنجا بے خبر بگذاشتم
کہا کہ وہ حجرہ جہاں میں نے رات قیام کیا تھا	لاعلمی میں مورتی اس جگہ چھوڑ آیا ہوں
گرچہ شرمیں بود شرمش حرص برد	حرص اژدرہاست نے چیزیست خرد
اگرچہ وہ شرمندہ تھا (لیکن) لالچ نے اس کی شرمندگی ختم کر دی	حرص اژدہا ہے چھوٹی چیز نہیں ہے
از پئے ہیکل شتاب اندر دوید	در وثاق مصطفیٰ آں را بدید
مورتی کی خاطر جلدی سے اندر گھس گیا	مصطفیٰ کے حجرے میں اس کو دیکھا
کاں یداللہ آں حدث را ہم بخود	خوش ہمی شوید کہ دورش چشم بد
کہ وہ اللہ کے ہاتھ اس نجاست کو خود	بہت اچھی طرح دھو رہے ہیں خدا ان کو نظر بد سے بچائے
ہیکلش از یاد رفت وشد پدید	اندر و شورے گریباں را درید
مورتی اس کے حافظہ سے نکل گئی اور پیدا ہو گیا	اس کے اندر ایک شور (تھا جس نے) اس کے گریبان کو پھاڑ ڈالا
میزد او دو دست را بر رو و سر	کلہ را میکوفت بر دیوار و در
وہ دونوں ہاتھ منہ اور سر پر مارتا تھا	سر کو در و دیوار سے ٹکراتا تھا
آنچناں کہ خوں زبینی و سرش	شد رواں و رحم کرد آں مہترش
اس طرح کہ اس کی ناک اور سر سے خون	بہہ پڑا اور ان بزرگوار نے اس پر رحم کیا
نعرہا زد خلق جمع آمد برو	گبر گویاں ایھا الناس احذرو
اس نے نعرے مارے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے	کافر کہتا تھا اے لوگو! ڈرو
میزد او بر سر کہ اے بے عقل سر	میزد او بر سینہ کاے بے نور بر
وہ سر پیٹتا تھا کہ اے بے عقل سر!	وہ سینہ کوٹتا تھا کہ اے بے نور جسم!
سجدہ میکرد او کہ اے کل زمیں	شرمسارست از تو ایں جزو نہیں
وہ سجدہ کرتا تھا کہ اے عالم کے مجموعے!	یہ ذلیل جزو آپ سے شرمندہ ہے
تو کہ کلی خاضع امر وئی	من کہ جزوم ظالم و لد و غوی
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اس کے حکم پر جھکے ہوئے ہیں	میں جو کہ جزو ہو ظالم اور سرکش اور گمراہ ہوں
تو کہ کلی خوار و لرزانی زحق	من کہ جزوم در خلاف و در سبق
آپ جو کہ مجموعہ ہیں اللہ (تعالیٰ) سے خوار اور اللہ سے لرزاں ہیں	میں جو کہ جزو ہوں خلاف اور سرکشی میں ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

هر زماں میکرد رو بر آسماں	کہ ندارم روی ایں قبلہ جہاں
ہر آن آسمان کی طرف منہ کرتا	کہ اس قبلہ عالم کے سامنے میرا منہ نہیں ہے
چوں زحد بیروں بلرزید و طپید	مصطفیٰؐ اش در کنار خود کشید
جب وہ حد سے زیادہ لرزا اور تڑپا	مصطفیٰؐ نے اس کو اپنی بغل میں لے لیا
ساکنش کرد و بسے بنو اختش	دیدہ اش بکشاد و دادا شناختش
اس کو سکون دلایا اور اس کو بہت نوازا	اس کی آنکھیں کھولیں اور انہوں نے اس کو پہچان عطا کی
تا نگرید ابر کے خندد چمن	تا نگرید طفل کے جوشد لبن
جب تک ابر نہیں روتا ہے چمن کب مسکراتا ہے؟	جب تک بچہ روتا نہیں ہے دودھ کب جوش مارتا ہے؟
طفل یک روزہ ہمیداند طریق	کہ بگریم تارسد دایہ شفیق
ایک روز کا بچہ بھی یہ راستہ جانتا ہے	کہ میں رو پڑوں تاکہ مہربان دایہ آ جائے
تو نمی دانی کہ دایہ دایگاں	کم دہد بے گریہ شیر او رایگاں
تو نہیں جانتا کہ دائیوں کی دایہ	خواہ مخواہ بے روئے دودھ نہیں دیتی ہے
گفت ولیبکوا کثیراً گوش دار	تا بریزد شیر فضل کردگار
"اور چاہئے وہ بہت روئیں" کے قول کو یاد رکھ	تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت دودھ بہا دے
گریۂ ابرست و سوز آفتاب	استن دنیا ہمیں دو رشتہ تاب
ابر کا رونا ہے اور سورج کی جلن	دنیا کے ستون بھی دو رشتے چمکانے والے ہیں
گر نبودے سوز مہر و اشک ابر	کے شدے اجسام مازفت وسطبر
اگر سورج کی جلن اور ابر کے آنسو نہ ہوتے	ہمارے جسم موٹے اور بھاری کب ہوتے
کے بدے معمور ایں ہر چار فصل	گر نبودے ایں تف و ایں گریہ اصل
یہ چاروں فصلیں کب آباد ہوتیں؟	اگر یہ جلن اور رونا بنیاد نہ بنتا
سوز مہر و گریۂ ابر جہاں	چوں ہمیدارد جہاں در خوش دہاں
دنیا کے ابر کا گریہ اور سورج کا سوز	جبکہ دنیا کو خوش عیش بناتا ہے
آفتاب عقل را در سوز دار	چشم را چوں ابر اشک افروز دار
عقل کے سورج کو شورش میں رکھ	آنکھوں کو ابر کی طرح آنسو بہانے والی رکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم گریان بایدت چوں طفل خورد	کم خور آن نان را کہ نان آب تو برد
تجھے چھوٹے بچہ کی طرح رونے والی آنکھیں درکار ہیں	وہ روٹی نہ کھا جو تیری عزت کو برباد کر دے
تن چو با برگ ست روز و شب ازاں	شاخ جاں در برگ ریز ست و خزاں
جسم چونکہ سرسبز ہے اس کی وجہ سے ہمیشہ	جان کی شاخ پت جھڑ اور خزاں میں ہے
برگ تن بے برگی جانست زود	ایں بباید کاستن آں را فزود
جسم کی سبزی، جان کا پت جھڑ ہے جلد	اس کو گھٹانا، اس کو بڑھانا چاہئے
اقرضوا اللہ قرض دہ زیں برگ تن	تا بروید در عوض در دل چمن
اللہ (تعالیٰ) کو قرض دو اس جسم کی توانائی میں سے قرض دے	تاکہ بدلے میں دل میں چمن اگے
قرض دہ کم کن ازیں لقمہ تنت	تا نماید وجہ لا عین رأت
قرض دے اپنے جسم کے لقمے کو کم کر	تاکہ جس کو آنکھ نے نہیں دیکھا وہ منہ دکھائے
تن ز سرگیں خویش چوں خالی کند	پر ز مشک و در اجلالی کند
جب تو جسم کو اپنے پاخانے سے خالی کرے گا	اجلال کے موتی اور مشک سے بھر لے گا
زیں پلیدی برہد و پاکی برد	از یطہر کم تن او بر خورد
اس ناپاکی سے نجات پا جائے گا اور پاکی حاصل کرلے گا	"وہ تمہیں پاک کرتا ہے" اس کا جسم پھل کھائے گا
دیو میترساندت کیں ہیں و ہیں	زیں پشیماں گردی و گردی حزیں
شیطان تجھے ڈراتا ہے کہ ہائیں ہائیں	اس سے تو شرمندہ ہوگا اور غمگین بنے گا
گر گدازی زیں ہوسہا تو بدن	پس پشیمان و غمیں خواہی شدن
اگر تو ان ہوسوں سے بدن کو گھلائے گا	تو شرمندہ اور غمگین ہوگا
ایں بخور گرم ست و داروی مزاج	واں بیاشام از پئے نفع و علاج
یہ کھالے گرم ہے اور مزاج کی دوا ہے	اور نفع و علاج کے لئے وہ پی لے
ہم بدیں نیت کہ ایں تن مرکبست	آنچہ خو کردست آنش اصوبست
نیز اس نیت سے کہ یہ جسم پر سواری ہے	جس کی اس کو عادت ہے وہ اس کے لئے بہتر ہے
ہیں مگرداں خو کہ پیش آید خلل	در دماغ و دل بزاید صد علل
خبردار! عادت نہ بدل نقصان ہوگا	دل اور دماغ میں سیکڑوں بیماریاں پیدا ہوں گی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چنیں تہدید ہا آں دیودوں	آرد و بر خلق خواند صد فسوں
اس طرح کی دھمکیاں وہ کمینہ شیطان	دیتا ہے اور لوگوں پر سینکڑوں منتر پڑھتا ہے
خویش جالینوس سازد در دوا	تا فریبد نفس بیمار ترا
اپنے آپ کو دوا میں جالینوس بناتا ہے	تاکہ تیرے بیمار نفس کو فریب دے
کیں ترا سود ست از درد و غمی	گفت آدمؑ را ہمی در گندمی
کہ یہ درد اور غم تیرے لئے مفید ہے	گیہوں کے بارے میں آدمؑ سے بھی کہا
پیش آرد ہی ہے و ہیہات را	در لویشہ پیچد او لبہات را
ہائے ہائے اور افسوس کو پیش کرتا ہے	تیرے ہونٹوں کو ڈوری سے باندھ دیتا ہے
ہمچو لبہائے فرس در وقت نعل	تا نماید سنگ کمتر را چو لعل
جیسا کہ نعل (بندی) کے وقت گھوڑے کے ہونٹ	تاکہ کمتر پتھر کو لعل (بنا کر) دکھا دے
گوشہایت گیرد و چوں گوش اسپ	میکشاند سوی حرص و سوی کسب
تیرے کان پکڑتا ہے اور گھوڑے کے کان کی طرح	حرص اور کمائی کی جانب کھینچتا ہے
برزند برپات نعلے ز اشتباہ	کہ بمانی توز درد آں ز راہ
تیرے پاؤں میں شبہ کا نال جڑ دیتا ہے	کہ تو اس کی تکلیف سے راستے سے رک جاتا ہے
نعل او ہست آں تردد در دو کار	ایں کنم یا آں کنم ہیں ہوشدار
اس کا نعل، دو کاموں میں تردد ہے	یہ کروں یا وہ کروں خبردار! ہوشیار رہ
آں بکن کہ ہست مختار نبیؐ	آں مکن کہ کرد مجنون و صبی
وہ کر جو نبیؐ کا پسندیدہ ہے	وہ نہ کر جو پاگل اور بچے نے کیا
حفت الجنۃ بچہ محفوف گشت	بالمکارہ کہ ازو افزود گشت
"جنت کو ڈھانپ دیا گیا ہے" کا ہے سے ڈھانپا گیا ہے؟	ناپسندیدہ چیزوں سے، جن کو اس نے بڑھا رکھا ہے
صد فسوں دارد ز حیلت و زدہا	کاں کند در سلہ گر ہست اژدہا
مکر اور حیلے کے سینکڑوں منتر رکھتا ہے	کہ ٹوکری میں ڈال دیتا ہے خواہ اژدہا ہو
گر بود آب رواں بر بندش	ور بود حبر زماں بر خندش
اگر بہتا پانی ہو اس کو روک دیتا ہے	اگر عالم زمانہ ہو اس کا مذاق اڑاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بود کوہے چو کہ بر بایدش	دست برد خویشتن بنمایدش
اگر پہاڑ ہو اس کو تنکے کی طرح اڑا دیتا ہے	اپنے غلبہ کی اس پر نمائش کرتا ہے
عقل را با عقل یارے یار کن	امرہم شوریٰ بخوان و کار کن
عقل کو کسی دوست کی عقل کا دوست بنا	"ان کا معاملہ باہمی مشورہ ہے" کو پڑھ اور کام کر

شرح حبیبی

اس کافر کے پاس ایک ہیکل (تعویذ) جو بطور یادگار کے تھا وہ گم ہو گیا۔ اور اس کے گم ہو جانے کے سبب اسے بے چینی لاحق ہوئی اس نے اپنے دل میں کہا کہ جس حجرہ میں میں شب کو رہا تھا شاید اس میں چھوڑ آیا ہوں۔ وہاں سے چل کر لانا چاہئے۔ گو وہ شرمندہ تھا مگر اس کی شرم کو اس کے حرص نے کھو دیا۔ یہ حرص ایک اژدہا ہے کوئی معمولی چیز نہیں ہے۔ اس سے خدا بچائے۔

الغرض! وہ اس ہیکل کی خاطر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر دوڑا ہوا آیا۔ وہاں آ کر آپ کو دیکھا کہ آپ کا ہاتھ جس کو حق سبحانہ نے ید اللہ فرمایا ہے۔ ہذا ھو المراد ولا تلتفت الی ما قال بحر العلوم)

چشم بد دور اس نجاست کو خود بعنایت بے تکلف دھو رہا ہے۔ یہ واقعہ دیکھ کر وہ ہیکل کو تو بھول گیا اور اس کے اندر جوش اعتقاد سے ایک شورش پیدا ہوئی۔ اور اس نے اس شورش سے اپنا گریبان چاک کر ڈالا وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ اور سر پیٹتا تھا۔ اور سر کو دیوار سے یوں ٹکراتا تھا کہ اس کے ناک اور سر سے خون جاری تھا یہ دیکھ کر سید البشر کو اس پر ترس آیا وہ بہت کچھ ہا ہو کر رہا تھا۔ جس سے لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کو سنبھالنے لگے مگر وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھ سے الگ رہیں اور سر پھوڑنے دو۔ وہ اپنا سر پیٹتا تھا اور کہتا تھا کہ اے بے عقل سر! تو توڑ ڈالنے کے ہی قابل ہے اور سینہ کوٹتا تھا اور کہتا تھا کہ اے بے نور سینہ! تو پھاڑ ڈالنے کے قابل ہے وہ سجدہ کرتا تھا اور کہتا تھا کہ کل زمین۔ تیرا یہ ذلیل جزو تجھ سے شرمندہ ہے کیونکہ تو جو کہ کل ہے۔ حق سبحانہ کے حکم کے ساتھ سر فگندہ ہے اور میں کہ تیرا جزو ہوں ظالم اور جھگڑالو۔ اور گمراہ ہوں جو کہ تیرے لئے موجب ننگ ہے اور تو جو کہ کل ہے یہ خدا کے سامنے ذلیل اور اس کے خوف سے لرزاں ہے۔ لیکن میں کج مزاج ہوں۔ اس کا مخالف اور اس کی حدود سے بڑھ جانے والا ہوں۔ وہ آسمان کی طرف منہ کئے ہوئے تھا اور کہتا تھا کہ میں اس قبلہ جہاں کو منہ میں منہ دکھلانے کے قابل ہوں (زمین کو قبلہ جہاں اس لئے کہا کہ وہ مرکز عالم ہے۔ وقال المحشون المراد من کل الارض ھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و من الارض ھو۔ العالم ولیس کذلک کما لا یخفی علی من لہ ذوق سلیم)

الغرض: جب کہ اس کا اضطراب اور بے قراری حد سے گزر گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی آغوش میں لے لیا اور اس کو تسکین دی اور بہت کچھ نوازا۔ اس کی آنکھیں کھول دیں اور اسے معرفت حق سبحانہٗ سے مالا مال کر دیا یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور رونے کی خوبی اور اس کی ضرورت

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان فرما کر اور اس کی ترغیب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ رونا اپنے اندر ثمرات عجیبہ رکھتا ہے۔ دیکھو جب تک ابر نہ روئے چمن کیسے کھل سکتا ہے اور بچہ جب تک نہ روئے دایہ کا دودھ کیسے جوش میں آ سکتا ہے غضب کی بات ہے کہ ایک دن کا بچہ تو مانگنے کا طریق جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ مجھے رونا چاہئے تا کہ دایہ شفیق ہو کر مجھے دودھ پلائے مگر تم نہیں جانتے کہ مربی میرے یعنی حق سبحانہٗ اپنی خاص نعمتوں سے بدوں روئے اور بیٹھے بٹھلائے بہت کم کسی کو بہرہ ور کرتے ہیں۔ تم حق سبحانہ کا ارشاد ولیبکوا کثیرا سن لو۔ اور خوب روؤ تا کہ عنایت حق کا دودھ تم پر برس پڑے۔

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ آیت میں ولیبکوا کثیرا سے طلب گریہ مقصود نہیں ہے بلکہ اس سے توبیخ وتقریع منافقین مقصود ہے۔ مگر مولانا علی سبیل الاعتبار یا بناء علی المشہور یہ کہ تفسیر کی ہے جیسا کہ اس کی عادت ہے)۔ دیکھو! گریہ ابر اور سوز آفتاب یہ دو بٹی ہوئی ڈوری ہی عالم کا ستون ہیں جس پر بقائے عالم کا مدار ہے کیونکہ اگر سوز آفتاب اور گریہ ابر نہ ہو تو ہمارے اجسام موٹے تازہ نہیں ہو سکتے۔ اور ہم بھوکوں مرجائیں اور اگر گرمی آفتاب اور گریہ ابر نہ ہو تو یہ چاروں فصلیں جو ہماری حیات کا مدار ہیں وجود میں نہیں آسکتیں اور جب ہم زندہ نہیں رہ سکتے تو عالم قائم نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ان کا وجود انسان کے وجود کے تابع ہے۔ بس جب اصل نہ رہے گا تابع ہی نہ رہے گا۔ پس جبکہ معلوم ہو گیا کہ سوز مہر اور گریہ ابر ایسی عظیم الشان چیزیں ہیں کہ ان پر بقاء عالم کا مدار ہے تو تم کو چاہئے کہ اپنے آفتاب عقل کو تاباں رکھو۔ تا کہ اس کی حرارت یعنی اثر سے تمہاری حالت درست ہو۔ اور اپنی آنکھ کو ابر کی طرح گریاں رکھو۔ تم کو رونے والے آنکھ کی یوں ہی ضرورت ہے۔ جیسے چھوٹے بچے کی۔ کیونکہ جس طرح اسے رو کر دایہ سے دودھ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ بس ہم کو رونا چاہئے اور روٹی کم کھانا چاہئے یعنی تنعم میں نہ رہنا چاہئے بلکہ مجاہدہ وریاضت کرنی چاہئے۔ کیونکہ روٹی (تنعم) تم کو حق سبحانہٗ کے نزدیک بے وقعت کرتی ہے اور چونکہ تنعم کے سبب تمہارا نفس ہمیشہ برابر رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہاری شاخ جان پت جھڑ اور خزاں میں مبتلا ہے یعنی خراب وخستہ حالت میں ہے۔ یاد رکھو! کہ جس قدر نفس کی حالت ٹھیک ہوگی اسی قدر روح کی حالت خراب ہوگی۔ پس تم کو چاہئے کہ فوراً نفس کو گھٹاؤ اور روح کو بڑھاؤ۔

حق سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اقرضوا الله قرضاً حسناً اور یہ امر اپنے اطلاق سے جس طرح انفاق مال کو شامل ہے۔ یوں ہی صرف نفس کو بھی شامل ہے۔ پس تم کو سامان نفس کی خدا کی راہ میں صرف کرنا چاہئے۔ تا کہ اس کے عوض میں تمہارے دل میں گلشن معارف پیدا ہو۔ میں یہ کہتا ہوں کہ حق سبحانہ کو قرض دو۔ اور نفس کی غذا کم کر کے اس کو خدا کی راہ میں صرف کرو۔ تا کہ اس کے صلہ میں تمہارے سامنے وہ نعمتیں جلوہ گر ہوں۔ جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی شخص کے دل میں ان کا تصور آیا۔

پس جب کہ اس طریق سے نفس، صفات ذمیمہ سے جو کہ مثل گوبر کے ہیں پاک صاف ہو جاوے گا اور امارہ سے مطمئنہ ہو جائے گا اس وقت وہ صفات حمیدہ سے جو کہ بمنزلہ مشک اور بیش قدر موتیوں کے ہیں مالا مال ہوگا اور اس نجاست سے طہارت پا کر پاک صاف ہو جائے گا اور حق سبحانہ تم پر باران رحمت برسائیں گے جس سے تمہارا نفس تطہیر حق سبحانہ سے متمتع ہوگا اور نجاست شیطانی تم سے دور ہوگی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فیه اشارۃ الیٰ قولہ تبارک و تعالیٰ و ینزل علیکم من السمآء مآء لیطھرکم بہ ویذھب عنکم رجز الشیطٰن.

فائدہ:۔ واضح رہے کہ مولانا کے کلام میں جہاں کسی تن کو فنا کرنے اور اس کو گھٹانے کا حکم ہے۔ وہاں نفس مراد ہے کیونکہ جسم کو کمزور کرنا مقصود شرعی نہیں بلکہ نفس کو مارنا مقصود ہے۔ پس اگر نفس کو جائز راحت پہنچائی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں ہے) اب مولانا تن پروری کے منشا کا قلع قمع کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم جو نفس پروری میں مشغول ہو اور اس کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم کو شیطان ڈراتا ہے اور کہتا ہے کہ دیکھو خبردار! تنعم میں کمی نہ کرنا ورنہ تم پشیمان اور مغموم ہو گے اور اگر تم نفس کو اس کی خواہشات سے روک کر اسے کمزور کر دو گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ تم پشیمان اور مغموم ہو گے۔ پس تم یہ کھاؤ کیونکہ یہ مزاج کی مصلح دوا ہے اور یہ پیو کہ اس سے تم کو نفع ہو گا اور تمہاری مرض کا علاج ہو جائے گا۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔

غرضکہ وہ تنعم ہی میں مصروف رکھتا ہے اور وجہ یہ بیان کرتا ہے کہ جسم روح کی سواری ہے وہ باقی رہنا ضروری ہے ۔ پس اس کو باقی رکھنا چاہئے اور جن چیزوں کا یہ عادی ہے وہ اس کو دینی چاہئیں کیونکہ یہ ہی اس کے لئے بہتر ہے۔

دیکھو! عادت کو نہ چھوڑنا ورنہ نقصان ہو گا اور دل و دماغ میں سینکڑوں بیماریاں اٹھاؤ گے۔ غرضکہ وہ کمینہ شیطان سینکڑوں حیلے کرتا ہے اور مخلوق پر سینکڑوں منتر پھونکتا ہے وہ اپنے آپ کو علاج میں جالینوس بنالیتا ہے تاکہ تمہارے نفس بیمار کو دھوکہ دے اور اسے خواہشات لایعنی پر آمادہ کرے اور کہتا ہے کہ یہ شے تم کو تکلیف اور رنج سے فائدہ بخشے گی تم کو اسے حاصل کرنا چاہئے اس کم بخت نے آدم علیہ السلام کو بھی گیہوں کے متعلق یہ ہی کہہ کر دھوکہ دیا تھا۔ غرضکہ وہ بہت کچھ تحذیر کرتا ہے اور اس طرح تمہارے منہ میں ہانٹی دے کر تمہیں اپنے قابو میں کر لیتا ہے جس طرح کہ نعل لگانے کے وقت گھوڑوں کو ذھانٹی دے کر قابو میں کر لیتے ہیں تاآنکہ وہ ایک نہایت حقیر چیز کو تمہاری نظر میں نہایت وقیع کر دیتا ہے اور وہ تمہارے منہ کا کان پکڑ لیتا ہے جس طرح گھوڑے کے کان پکڑ لیتے ہیں اور اس طرح اپنے قابو میں کر کے وہ تمہیں حرص اور کسب غیر ضروری کی طرف متوجہ کرتا ہے اور تمہارے پاؤں میں شبہ کی ایسے نعل ٹھوک دیتا ہے جس کی تکلیف سے تم راہ راست پر نہیں چل سکتے اور وہ یہ ہے کہ جس اچھے کام کا تم ارادہ کرتے ہو وہ اس میں نقصان سمجھا کر تمہیں مذبذب کر دیتا ہے اور تم کہتے ہو کہ یہ کام کروں یا اس کے خلاف۔ پس تم کو خیال رکھنا چاہئے اور وہ کام کرنا چاہئے جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ ہے اور وہ نہ کرنا جو بچے اور دیوانہ یعنی اہل دنیا بے عقلی کرتے ہیں یہ مسلم ہے کہ تم کو نفس و شیطان کی مخالفت اور ترک تن پروری سے تکلیف ہو گی مگر تم کو واضح رہے کہ جنت ڈھکی اور گھری ہوئی ہے۔ تم پوچھو گے کہ کن چیزوں سے گھری ہوئی ہے لو ہم بتائے دیتے ہیں ناگوار باتوں سے جن سے کشت عمل میں ترقی ہوتی ہے اور بے حد ثمرات ملتے ہیں۔

پس جبکہ جنت ناگوار باتوں سے گھری ہوئی ہے تو اس کو حاصل کرنے کے لئے ان کا جھیلنا ضروری ہے ہم پھر کہتے ہیں کہ اس کو چالاکی اور ہوشیاری کے سبب سینکڑوں منتر یاد ہیں۔ جن سے اگر اژدھا ہی ہو تو وہ اسے ٹوکری میں بند کر سکتا ہے اور اگر بہتا ہوا پانی ہو تو وہ اسے روک سکتا ہے اور اگر کوئی علامۂ دہر ہو تو اس پر تحقیراً ہنستا ہے کہ یہ بے چارہ کیا چیز ہے جو مجھ سے بچ سکے گا اور اگر پہاڑ ہی ہو تو اسے تنکے کی طرح اڑا دیتا ہے اور اپنی کاریگری کا

www.besturdubooks.wordpress.com

اسے مشاہدہ کراتا ہے۔ پس ایسی حالت میں تم کو چاہئے کہ اپنی عقل کو شیخ کامل کی عقل کے ساتھ ملاؤ اور امرھم شوریٰ بینھم جو مومنین کی علامت بیان کی گئی ہے اس کو پڑھ کر اس پر عمل کرو۔

نواختن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آں عرب مہمان راو تسکین دادن اورا از اضطراب وگریہ ونوحہ کہ برخود میکرد از خجالت وندامت وآتش نومیدی

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس عرب مہمان کو نوازنا اور اس کو اضطراب اور رونے اور اس نوحہ سے تسکین دینا جو وہ شرمندگی اور ندامت اور ناامیدی کی آگ کی وجہ سے اپنے اوپر کر رہا تھا

ایں سخن پایاں ندارد آں عرب	ماند از الطاف آں شہ در عجب
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے وہ عرب	ان شاہ کی مہربانیوں سے تعجب میں رہ گیا
خواست دیوانہ شدن عقلش رمید	دست عقل مصطفیٰ بازش کشید
اس نے دیوانہ بننا چاہا' اس کی عقل بھاگ گئی	(حضرت) مصطفیٰ کی عقل کے ہاتھ نے اس کو پھر کھینچا
گفت ایں سو آبیا مدآں چناں	کہ کسے برخیزد از خواب گراں
فرمایا ادھر آ) وہ اس طرح آیا	کہ جیسے کوئی بھاری نیند سے اٹھے
گفت ایں سودا مکن ہیں باخود آ	کہ ازیں سو ہست باتو کارہا
اس سے فرمایا یہ دیوانگی نہ کر' خبردار! ہوش میں آ جا	کیونکہ اس طرف تجھ سے بہت کام ہیں
آب بر روزد درآمد در سخن	کاے شہید حق شہادت عرضہ کن
اس کے منہ پر پانی چھڑکا' وہ بولا	کہ اے اللہ (تعالیٰ) کے گواہ (کلمۂ) شہادت پیش کیجئے
تا گواہی بدہم و بیروں شوم	سیرم از ہستی دراں ہاموں شوم
تاکہ میں کلمہ شہادت پڑھ لوں اور باہر نکل جاؤں	میں ہستی سے سیر ہو گیا ہوں' اس جنگل میں چلا جاؤں
مادریں دہلیز قاضی قضا	بہر دعوی الستیم و بلے
ہم قضا کے قاضی کی چوکھٹ پر	الست اور بلیٰ کے دعوے کی وجہ سے ہیں
کہ بلیٰ گفتیم و آں راز امتحاں	فعل وقول ما شہود است و بیاں
کہ ہم نے بلیٰ کہا ہے اور اس کی آزمائش کے لئے	ہمارا قول و فعل گواہ اور بیان ہیں
از چہ در دہلیز قاضی تن زدیم	نے کہ ما بہر گواہی آمدیم
ہم قاضی کی چوکھٹ پر خاموش کیوں ہیں؟	کیا ہم گواہی کیلئے نہیں آئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چند در دہلیز قاضی اے گواہ	حبس باشی دہ شہادت از پگاہ
اے گواہ! قاضی کی چوکھٹ پر کب تک	قید رہے گا صبح سے گواہی دے دے
زاں بخواندند بدینجا تا کہ تو	آں گواہی بدہی و ناری عتو
انہوں نے تجھے یہاں اس لئے بلایا ہے کہ تو	وہ گواہی دیدے اور سرکشی نہ کرے
از لجاج خویشتن بنشستۂ	اندریں تنگی لب و کف بستۂ
تو اپنے جھگڑالو پن سے بیٹھا ہوا ہے	اس تنگی میں تو نے ہونٹ اور ہاتھ باندھ لئے ہیں
تا نہ بدہی آں گواہی اے شہید	تو ازیں دہلیز کے خواہی رہید
اے گواہ! جب تک تو وہ گواہی نہ ادا کرے گا	تو اس چوکھٹ سے کب چھٹے گا؟
یک زماں کاریست بگذارد بتاز	کار کوتہ را مکن بر خود دراز
تھوڑی دیر کا کام ہے کردے اور بھاگ جا	مختصر کام کو اپنے لئے لمبا نہ کر
خواہ در صد سال و خواہی یکزماں	ایں امانت را گزار و وارہاں
خواہ سو سال میں اور خواہ تھوڑی دیر میں	یہ امانت ادا کردے اور چھوٹ جا

شرح حبیبی

خیر یہ گفتگو تو بے انتہا ہے۔ اب سنو! کہ وہ عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف وعنایات دیکھ کر دنگ رہ گیا اور جوش محبت سے اسے دیوانہ ہوتا اور اس کی عقل رفو چکر ہوتی جاتی۔ لیکن دست عقل مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے سنبھالا یعنی آپ نے فرمایا میاں ادھر آؤ۔ اس پر وہ یوں مخمور آیا جیسے کوئی گہری نیند سے اٹھ کر آتا ہو تب آپ نے اس سے کہا کہ اس جنون کو چھوڑ دو اور آپے میں آؤ کیونکہ عالم ہوش میں تمہیں بہت سے کام کرنے ہیں اور اس کے منہ پر چھینٹا دیا اس پر وہ ہوش میں آیا اور کہا کہ اے خدا کے گواہ آپ مجھ پر کلمہ شہادت پیش فرمایئے تا کہ میں گواہی دے کر تنگنائی ہستی سے نکل جاؤں۔ کیونکہ اس سے میرا جی بھر گیا ہے۔ اب میں صحرائے فنا میں پہنچ جاؤں۔ اب مولانا اس شہادت کی تفصیل فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم قضیۂ الست بربکم اور اس کے جواب بلیٰ کے لئے دہلیز قاضی قضا یعنی عالم ہستی میں آئے ہیں کیونکہ ہم نے سوال الست کے جواب میں جو کہ ہم سے لیا گیا ہے۔ بلیٰ کہا تھا۔ پس اس کے ثبوت کی ضرورت ہے اور ہمارے اقوال وافعال اس کا ثبوت اور اس کے گواہ ہیں۔ جب ہمارے آنے کا یہ مقصد ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم دہلیز قاضی (ہستی) میں خاموش کیوں بیٹھے ہیں اور گواہی کیوں نہیں دیتے کیا ہم گواہی کے لئے نہیں آسکتے تھے۔ ضرور آئے تھے۔ تو پھر یہ خاموشی کیوں ہے اور گواہی کیوں نہیں دی جاتی اور اپنے قول وفعل سے کیوں نہیں ثابت کیا جاتا کہ ہم نے جو اقرار کیا تھا وہ صدق دل سے تھا۔ آخر تم اس دہلیز

www.besturdubooks.wordpress.com

میں کب تک رہو گے۔ سویرے سے شہادت دے کر اپنے گھر عالم فنا میں کیوں نہیں چلے جاتے۔ بس سویرے سے گواہی دیدو۔ فضول دیر کیوں کرتے ہو۔ تم کو میاں اس لئے بلایا گیا تھا کہ اپنے دعوے کا ثبوت دو اور سرکشی نہ کرو۔ مگر تم اپنی ضد سے ہاتھ منہ باندھے ہوئے دہلیز میں بیٹھے ہوئے ہو اور نہ قولی شہادت دیتے ہو نہ فعلی۔

یاد رکھو! کہ جب تک تم گواہی نہ دو گے اس وقت تک تم اس دہلیز خودی سے نکل نہیں سکتے۔ ذرا سی دیر کا کام ہے۔ شہادت دیدو اور چلتے ہو اور خواہ مخواہ ذرا سی بات کو طول نہ دو۔

قصہ کوتاہ تم اس امانت کو ادا کر کے اپنا پیچھا چھڑاؤ۔ یہ تمہیں اختیار ہے۔ خواہ برس میں اب کرو یا ذرا سی دیر میں۔ مگر اس کے بدوں پیچھا نہ چھوٹے گا۔

بیان آنکہ نماز و روزہ و حج و ہمہ چیزہای بیرونی گواہیہاست بر نور اندرونی

اس کا بیان کہ نماز اور روزہ اور حج اور ظاہری تمام چیزیں باطنی نور کی گواہ ہیں

ایں نماز و روزہ و حج و جہاد	ہم گواہی دادنست از اعتقاد
یہ نماز اور روزہ اور حج اور جہاد	بھی عقیدہ پر گواہی دینا ہے
ایں زکوٰۃ و ہدیہ و ترک حسد	ہم گواہی دادنست از سر خود
یہ زکوٰۃ اور ہدیہ اور حسد نہ کرنا	(بھی) اپنے باطن پر گواہی دینا ہے
خوان و مہمان پے اظہار راست	کاے مہاں ما با شما ہستیم راست
دستر خوان اور مہمانی اس کے اظہار کے لئے ہے	کہ اے بزرگو! ہم تمہارے مخلص ہیں
ہدیہ ہا وار مغان و پیشکش	شد گواہ آنکہ ہستم با تو خوش
ہدیے اور تحفہ اور نذرانہ	اس کے گواہ ہیں کہ ہم آپ سے خوش ہیں
ہر کسے کوشد بمالے یا فسوں	چیست؟ دارم گوہرے در اندروں
جو شخص مال (دینے) یا دعا کی کوشش کرتا ہے	کیا ہے؟ میں باطن میں جوہر رکھتا ہوں
گوہرے دارم ز تقویٰ یا سخا	ایں زکوٰۃ و روزہ بر ہر دو گوا
میں جوہر رکھتا ہوں تقوے کا یا سخاوت کا	یہ زکوٰۃ اور روزہ دونوں کے گواہ ہیں
روزہ گوید کرد تقویٰ از حلال	باحرامش داں کہ نبود اتصال
روزہ کہتا ہے کہ اس نے حلال سے پرہیز کیا	سمجھ لے کہ حرام سے اس کا اتصال نہ ہو گا
واں زکوٰتش گفت کو از مال خویش	مید ہد پس چوں بدزدد ز اہل کیش
اس کی زکوٰۃ نے کہا کہ وہ اپنے مال میں سے	دیتا ہے پس تو دینداروں کا کیسے چرائے گا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بطراری کند پس دو گواه	جرح شد در محکمہ عدل الہ
اگر (کوئی گواہ) زبان درازی کرے گا تو دونوں گواہ	خدا کے انصاف کے محکمہ میں مجروح ہو گئے
ہست صیاد ار کند دانہ نثار	نے زرحم وجود بل بہر شکار
شکاری ہے اگر دانہ بکھیرتا ہے	رحم اور سخاوت کی وجہ سے نہیں بلکہ شکار کرنے کے لئے
ہست گربہ روزہ دار اندر صیام	خفتہ کردہ خویش بہر صید خام
بلی روزہ دار ہے روزوں میں	ناتجربہ کار شکار کیلئے اپنے آپ کو سلائے ہوئے ہے
کردہ بدظن زیں کژی صد قوم را	کردہ بدنام اہل جود و صوم را
اس کجی سے اس نے سینکڑوں قوموں کو بدظن کر دیا	اس نے سخیوں اور روزہ داروں کو بدنام کیا
فضل حق باایں کہ او کژ می تند	عاقبت زیں جملہ پاکش می کند
باوجودیکہ وہ کجی کر رہا ہے اللہ کا کرم	انجام کار ان سب سے اس کو پاک کر دیتا ہے
سبق بردہ رحمتش داں غدر را	دادہ نورے کہ نباشد بدر را
اس کی رحمت سبقت لے گئی اور اس غدار کو	وہ نور عطا کیا جو چودھویں کے چاند میں نہیں ہوتا ہے
کوشش راشستہ حق زیں اختلاط	غسل دادہ رحمت اورازیں خباط
اس خلط ملط سے اللہ (تعالیٰ) نے اس کی کوشش کو دھو دیا	رحمت نے اس کو اس خبطی پن سے غسل دیدیا
تاکہ غفاری او ظاہر شود	سئیات جملہ را غافر شود
تاکہ اس کی غفاری ظاہر ہو جائے	تمام گناہوں کو بخشنے والی بن جائے

شرح

خیر تو یہ نماز در روزہ و حج جس طرح فی نفسہا افعال حسنہ ہیں یوں ہی اعتقاد باطنی کے گواہ ہی ہیں اور جس طرح زکوۃ وہدیہ وتبرک حسد فی ذاتہا افعال حسنہ میں یوں ہی صفت باطنہ پر شاہد بھی ہیں۔ وہذا ھوالمراد ولا تلتفت الی ماقال المحشون فانہم دتعوافی الخبط فی حل المقام) مثلاً کوئی شخص لوگوں کے سامنے خوان یغما پیش کرتا ہے تو یہ اظہار ہے اس امر کا کہ صاحبو میں تم سے درست ہوں اور کوئی شخص کسی کو ہدیہ یا تحفہ یا نذر دیتا ہے تو یہ اظہار ہے اس بات کا کہ میں تم سے خوش ہوں۔

غرضکہ جو شخص مال سے یا سحر نکالنے سے یا اور کسی طریق سے کوئی عمدہ کوشش کرتا ہے اس کا مدلول کیا ہے۔

یہی کہ میں اپنے باطن میں ایک اعلیٰ صفت رکھتا ہوں۔ مثلاً زکوۃ دیتا ہے یا روزہ رکھتا ہے تو اس کا مدلول یہ ہے کہ میرے اندر تقویٰ یا سخاوت کا جوہر موجود ہے۔ اور یہ دونوں فعل اس جوہر کے گواہ ہیں۔ کیونکہ روزہ کہتا ہے جب اس نے اکل و شرب و جماع سے جو کہ اس کے لئے فی الجملہ حلال تھے اجتناب کیا تو وہ حرام کا ارتکاب نہیں کر سکتا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور زکوٰۃ کہتی ہے کہ جب اس نے اپنا ملا دیا تو وہ دوسرے لوگوں کا مال نہیں لے سکتا۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سنو! کہ روزہ و زکوٰۃ وغیرہ شہادت مذکورہ ضرور ادا کرتے ہیں مگر یہ شہادت اسی وقت معتبر ہوگی جبکہ یہ افعال خلوص سے کئے جائیں اور اگر چالاکی سے کئے جائیں گے تو محکمہ عدل حق سبحانہ میں ہر دو گواہ محروم ہو جائیں گے اور اگر وہ زکوٰۃ دیتا ہے تو وہ شکاری سمجھا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس کے اس فعل کا منشا رحم اور سخاوت نہیں بلکہ اس کو شکار مقصود ہے اور اگر وہ روزہ دار ہے تو اس حالت میں وہ روزہ داری سمجھا جائے گا جس نے اپنے کو احمق شکار کو دام میں لانے کے لئے اپنے کو سوتا بنا رکھا ہے اور اس وقت یہ شخص بجائے اس کے کہ قابل تعریف ہو قابل ملامت ہوگا کہ وہ بدنام کنندہ نکونام چند ہے اور مخلص اہل سخا اور سچے روزہ داروں کو بدنام کرتا ہے۔

اس کی تو یہ حالت ہے مگر حق سبحانہ کا فضل و کرم دیکھو کہ باوجود یکہ وہ ٹیڑھی چال چلتا ہے لیکن حق سبحانہ اپنے فضل سے خواہ اس کے استغفار کی بناء پر یا اور کسی طاعت کی وجہ سے یا محض اپنے فضل سے انجام کار سے تمام برائیوں سے پاک کر دیتے ہیں کیونکہ ان کی رحمت ان کے غضب سے بڑی ہوتی ہے اور اس فریب کو جو کہ اصل میں طاعت ہے وہ نور دیتے ہیں کہ چودھویں رات کے چاند میں بھی وہ نور نہ ہوگا اور اس کے اعمال کو دھو کر آمیزش سیئات سے پاک کر دیتے ہیں اور اس کی رحمت ان کو غسل دے کر ان لغزشوں سے پاک صاف کر دیتی ہے تاکہ اس کی شان غفاری ظاہر ہو اس لئے اس کی تمام برائیوں کو صاف کر دیتا ہے۔ یہاں چونکہ طاعات مطہرہ من النجاسات الروحانیہ کے نجس اور حق کے پھر اس کو پاک کرنے کا بیان تھا۔ اس لئے مولانا اس مضمون کو توضیح کے لئے آگے پانی کا جو کہ مطہر من النجاسات الجسمانیہ ہے ناپاک ہو جانا اور حق سبحانہ کا پھر اس کو پاک کرنا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

پاک کردن آب ہمہ پلیدی ہا را و باز پاک کردن خدائے تعالیٰ آب را از پلیدی لاجرم حق تعالیٰ قدوس آمد

پانی کا تمام ناپاکیوں کو پاک کرنا اور پھر اللہ تعالیٰ کا پانی کو ناپاکی سے پاک کرنا لامحالہ اللہ تعالیٰ بہت پاک ثابت ہوا

آب بہر ایں بارید از سماک	تا پلیداں را کند از خبث پاک
پانی ابر سے اس لئے برسایا	تاکہ ناپاکوں کو نجات سے پاک کر دے
آب چوں بیکار گردد شد نجس	تا چناں شد کاب را رد کرد حس
پانی جب بیکار ہو گیا ناپاک ہو گیا	ایسا ہو گیا کہ پانی کو حس نے رد کر دیا
حق ببردش باز در بحر صواب	تا بشستش از کرم آں آب آب
اللہ (تعالیٰ) اس کو دوبارہ درستگی کے سمندر میں لے گیا	یہاں تک کہ اس کے کرم نے پانی کو پانی سے دھو دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

سال دیگر آمد او دامن کشاں	ہی کجا بودی؟ بدریای خوشاں
وہ دوسرے سال نازو انداز سے آیا	ہائیں؟ تو کہاں تھا؟ اچھوں کے دریا میں
من نجس زیں جاشدم پاک آمدم	بستدم خلعت سوی خاک آمدم
میں اس جگہ سے ناپاک گیا، پاک آیا ہوں	میں نے شاہی لباس حاصل کیا، زمین کی جانب آ گیا ہوں
ہیں بیائید اے پلیداں سوی من	کہ گرفت از خوی یزداں خوی من
خبردار! اے ناپاکو! میرے پاس آؤ	کیونکہ میری عادت نے اللہ تعالیٰ کی عادت حاصل کر لی ہے
در پذیرم جملۂ زشتیت را	چوں ملک پاکی دہم عفریت را
میں تیری جملہ برائیوں کو قبول کر لیتا ہوں	میں بھوت کو فرشتہ کی سی پاکی عطا کر دیتا ہوں
چوں شوم آلودہ باز آنجا روم	سوئے اصل اصل پاکیہا روم
جب گندہ ہو جاتا ہوں پھر اس جگہ چلا جاتا ہوں	اصل پاکیوں کی اصل کی طرف چلا جاتا ہوں
دلق چرکیں برکنم آنجا زسر	خلعت پاکم دہد بار دگر
وہاں میلی گدڑی سر سے اتار دیتا ہوں	وہ مجھے دوبارہ پاک لباس عنایت کر دیتا ہے
کار او این ست و کار من ہمیں	عالم آرا ایست رب العالمیں
اس کا یہ کام ہے اور میرا یہ کام ہے	جہانوں کا پالنے والا، عالم کو سنوارنے والا ہے
گر نبودے ایں پلیدیہائے ما	کے بدے ایں بارنامہ آب را
اگر یہ ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں	پانی کا یہ کارنامہ کب ہوتا؟
کیسہائے زر بدزدید از کسے	میرود ہر سو کہ ہیں کو مفلسے
کسی سے سونے کی تھیلیاں چرائے ہوئے	ہر جانب جاتا ہے کہ ہاں مفلس کہاں ہے؟
تا بریزد برگیاہ رستۂ	تا بشوید روی ہر ناشستۂ
تاکہ اگی ہوئی گھاس پر بہادے	تاکہ ہر نہ دھلے ہوئے کا منہ دھو دے
تا بگیرد بر سر او حمال وار	کشتی بے دست و پا را در بحار
تاکہ بوجھ اٹھانے والے کی طرح سر پر لے لے	سمندروں میں بے دست و پا کشتی کو
صد ہزاراں دارو اندر وے نہاں	زانکہ دارو زو بروید در جہاں
اس میں لاکھوں دوائیں پوشیدہ ہیں	کیونکہ دوا دنیا میں اسی سے اگتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جان ہر دردے دل ہر دانۂ	میرود در جو چو دارو خانۂ
وہ (پانی) ہر درد کی جان اور ہر دانہ کا دل ہے	وہ اس نہر میں چلا جاتا ہے جو دوا خانہ کی طرح ہے
زو یتیمان زمیں را پرورش	تشنگان خشک را ازوے روش
زمین کے یتیموں کی اس سے پرورش ہے	خشک پیاسوں کی اس سے رفتار ہے

استعانت خواستن آب از حق تعالیٰ بعد از تیرہ شدن وقبول کردن حق تعالیٰ دعائے آب را

پانی کا گدلا ہونے کے بعد حضرت حق تعالیٰ سے مدد چاہنا اور اللہ تعالیٰ کا پانی کی دعا کو قبول کرنا

چوں نماند مایہ اش تیرہ شود	ہمچو ما اندر زمیں خیرہ شود
جب اس کا سرمایہ نہیں رہتا وہ مکدر ہو جاتا ہے	ہماری طرح زمین میں حیران ہو جاتا ہے
نالہ از باطن برآرد کاے خدا	آنچہ دادی دادم و ماندم گدا
اندر سے فریاد کرتا ہے کہ اے خدا!	جو کچھ تو نے دیا تھا میں نے دیدیا اور میں فقیر ہو گیا
ریختم سرمایہ بر پاک و پلید	اے شہ سرمایہ دہ ھل من مزید
میں نے سرمایہ پاک اور ناپاک پر بہا دیا	اے سرمایہ عطا کرنے والے شاہ! اور زیادہ عطا کر
ابر را گوید ببر جائے خوشش	ہم تو خورشید آ بالا برکشش
ابر کو حکم فرماتا ہے کہ اس کو اچھی جگہ لے جا	سورج تو بھی آ اس کو اوپر کھینچ لے
راہہائے مختلف میراندش	تا رساند سوئے بحر بیحدش
وہ اس کو مختلف راستوں پر چلاتا ہے	یہاں تک کہ اس کو لامحدود دریا تک پہنچا دیتا ہے
خود غرض زیں آب جان اولیاست	کو غسول تیرگی ہائے شماست
اس پانی سے مقصود اولیاء کی جان ہے	کیونکہ وہ تمہاری تاریکیوں کو دھونے والی ہے
چوں شود تیرہ ز غسل اہل فرش	باز گردد سوئے پاکی بخش عرش
جب وہ زمین والوں کو دھونے سے میلی ہو جاتی ہے	عرش کو پاکی بخشنے والے کی طرف واپس ہو جاتی ہے
باز آرد زاں طرف دامن کشاں	از طہارات محیط او در فشاں
اس جانب سے پھر لاتی ہے دامن پھیلائے ہوئے	وہ موتی برسانے والی محیط کی پاکیزگیوں کو
وز تیمم وارہاند جملہ را	وز تحری طالبان قبلہ را
سب کو تیمم سے نجات دلاتی ہے	اور قبلہ کے طلبگاروں کو اٹکل کرنے سے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاختلاط خلق یابد اعتلال	آں سفر جوید کار حنایا بلال
لوگوں میں گھلنے ملنے سے وہ بیماری محسوس کرتی ہے	وہ سفر تلاش کرتی ہے جیسا کہ "اے بلال ہمیں آرام پہنچا"
اے بلال خوش نوائے خوش صہیل	میذنہ بر روبزن طبل رحیل
اے خوش نوا خوش آواز بلال!	میذنہ پر جا' کوچ کا نقارہ بجا دے
جاں سفر رفت و بدن اندر قیام	وقت رجعت زیں سبب گوید سلام
جان سفر میں چلی گئی اور بدن قیام میں ہے	واپسی کے وقت اسی لئے سلام کرتی ہے
ایں مثل چوں واسطہ ست اندر کلام	واسطہ شرط ست بہر فہم عام
یہ مثال گفتگو میں واسطہ کی طرح ہے	عوام کے سمجھنے کے لئے' واسطہ ضروری ہے
اندر آتش کے رود بے واسطہ	جز سمندر کورہید از رابطہ
بغیر واسطہ کے آگ میں کب جاتا ہے؟	سوائے سمندر (کیڑے) کے جو واسطہ سے آزاد ہو گیا ہے
واسطہ حمام باید مر ترا	تاز آتش خوش کنی تو طبع را
تیرے لئے حمام کا واسطہ چاہئے	تاکہ تو گرمی سے طبیعت کو خوش کر لے
چوں نتانی شد در آتش چوں خلیلؑ	گشت حمامت رسول آبت دلیل
جبکہ تو خلیل (اللہ) کی طرح آگ میں نہیں جا سکتا ہے	رسول تیرا حمام (اور) پانی تیرا رہنما بنا
سیری از حق ست لیک اہل طبع	کے رسد بے واسطہ ناں در شبع
پیٹ بھرنا اللہ کی جانب سے ہے لیکن طبیعت والا	پیٹ بھرنے کو روٹی کے واسطہ کے بغیر کب پہنچتا ہے؟
لطف از حق ست لیکن اہل تن	در نیابد لطف بے پردہ چمن
لطف اللہ کی جانب سے ہے لیکن جسم والا	چمن کے پردے کے بغیر لطف حاصل نہیں کرتا ہے
چوں نماند واسطہ تن بے حجیب	ہمچو موسیٰؑ نور مہ تابد زجیب
جب واسطہ نہیں رہتا' جسم بغیر پردے کے	(حضرت) موسیٰ کی طرح چاند کا نور گریبان میں سے چمکتا ہے

شرح حبیبی

دیکھو پانی آسمان سے اس نے برسایا ہے وہ ناپاکوں کو نجاست سے پاک کرے۔ لیکن جب وہ بیکار اور ناپاک ہو جاتا ہے اور نوبت یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ بوجہ تغیر رائحہ یا طعم یا لون حس اس کو رد کر دیتی ہے تو حق سبحانہ پھر اس کو سمندر میں لے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ آب آب یعنی مطہر آب سمندر اپنی سخاوت سے اسے دھو کر

www.besturdubooks.wordpress.com

پاک کر دیتا ہے۔ دوسرے سال وہ پھر دامن کشاں آتا ہے۔ لوگ اس سے بزبان حال کہتے ہیں کہ ہیں! تو کہاں تھا تو وہ جواب دیتا ہے کہ اچھے دریا میں۔ میں یہاں سے ناپاک ہو کر گیا تھا اب پاک ہو کر آیا ہوں۔ میں نے خلعت طہارت و تطہیر لے لی ہے اور خاک کی طرف آ گیا ہوں۔ پس اے ناپاکو! تم میری طرف آؤ کیونکہ اب میری طبیعت نے حق سبحانہ کے خلق غفاری سے حصہ لے لیا۔ اب میں تمہاری تمام برائیوں کو قبول کر لوں گا اور اگر شیطان کی طرح بھی کوئی ناپاک ہو گا تو میں اسے فرشتہ کی طرح بنا دوں گا اور جب میں پھر ناپاک ہو جاؤں گا تو پھر وہیں لوٹ جاؤں گا۔ جہاں سے آیا تھا اور اس کی طرف چلا جاؤں گا جو تمام پاکیوں کا مبدء ہے۔ یعنی حق سبحانہ کی طرف وہاں جا کر میلی گدڑی سر سے اتار ڈالوں گا اور وہ نئی پاک خلعت پھر عطا فرمائے گا۔

کہ وہ مجھے پاک خلعت دے اور میرا یہی کام کہ میں پھر اس کو ناپاک کر دوں۔ خلعت پاک دینا اس کا کام اس لئے ہے کہ وہ پروردگار عالم۔ عالم کو سنوارنے والا اور اس کی خرابیوں کو دور کرنے والا ہے۔ اس پر اگر کوئی یہ کہے کہ جب وہ عالم آراء ہے تو اس نے ناپاکیاں کیوں پیدا کیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہماری ناپاکیاں نہ ہوتیں تو پانی کے لئے یہ شان و شوکت جواب ہے کب ہوتی کیونکہ یہ تو ناپاکیوں ہی کے سبب ہے۔ بس جبکہ ناپاکیاں نہ ہوئیں تو یہ شان و شوکت بھی نہ ہوتی اور چونکہ اس کا وجود حق سبحانہ کی ان صفات کے ظہور کی وجہ سے جن کا ظہور اس سے متعلق ہے ضروری تھا اس لئے نجاسات کا وجود بھی ضروری ہوا۔ اب مولانا پانی کے اوصاف بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اس نے کسی سے سونے کی تھیلیاں چرالی ہیں یعنی اوصاف نافعہ حق سبحانہ سے حاصل کر لئے ہیں اور ہر طرف ڈھونڈتا پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی مفلس (حاجت مند) ہے کہ میں اسے نفع پہنچاؤں یہاں تک کہ جب وہ کہیں گھاس اگا ہوا دیکھتا ہے تو اس پر وہ اپنی منبع کا منہ کھول دیتا ہے۔ یعنی اسے سیراب کر دیتا ہے اور جہاں کہیں کوئی بے دھلی شے ملتی ہے اسے دھو دیتا ہے نیز وہ حمال کی طرح دریاؤں میں بے دست و پا کشتی کو سر پر اٹھا کر کنارے تک پہنچا دیتا ہے۔ نیز اس میں لاکھوں ادائیں پوشیدہ ہیں۔ کیونکہ ادویہ نباتیہ و حیوانیہ اسی سے پیدا ہوتی ہیں۔

غرضکہ وہ ہر تکلیف کی محبوب جان ہے۔ کیونکہ اس سے اس کا ازالہ ہوتا ہے اور ہر دانہ کا دل ہے۔ کیونکہ اس سے اس کی پرورش ہوتی ہے اور وہ ندی میں بہتا ہے جو کہ مثل دواخانہ کے ہے۔ یتیمان زمین (نباتات) اس سے پرورش پاتے ہیں اور تشنگان خشک اس سے سیراب ہوتے ہیں۔ غرض کہ وہ خوب سخاوت کرتا ہے مگر جب اس کا سرمایہ ختم ہو جاتا ہے اور وہ مکدر ہو جاتا ہے اور ہماری طرح زمین میں آ کر خراب ہو جاتا ہے تو وہ اپنے دل سے نالہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے خدا جو کچھ تو نے دیا تھا وہ سب صرف کر چکا اور اب مفلس رہ گیا۔ میں نے اپنا سرمایہ پاک و ناپاک سب پر صرف کیا اور میرے پاس کچھ نہیں بچا۔ اب اے سرمایہ دینے والے خدا اور دیجئے اس پر حق سبحانہ ابر کو حکم دیتے ہیں کہ اسے عمدہ جگہ یعنی دریا میں پہنچا دو اور آفتاب کو حکم دیتے ہیں کہ بذریعہ تبخیر کے اسے اوپر کھینچ لو۔ پس ابر و خورشید اس حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس طرح سے حق سبحانہ اسے مختلف راستوں میں چلاتے ہیں اور دریا بے حد میں پہنچا دیتے ہیں۔ جہاں وہ پاک ہوتا ہے اور پاک ہو کر دوسروں کو پاک کرنے آتا ہے اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پانی کی حالت کا بیان تو ختم ہوا۔ مگر تم اس کو مقصود اصلی نہ سمجھنا بلکہ اصلی مقصود اس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اولیاء اللہ کی حالت کا بیان ہے جو کہ تمہاری باطنی نجاستوں کو دھوتے ہیں۔ یعنی جب یہ لوگ اہل دنیا کی تطہیر سے فی الجملہ مکدر ہو جاتے ہیں اور ان پر گونہ غفلت طاری ہو جاتی ہے تو مطہر عرش (حق سبحانہ) کی طرف لوٹتے ہیں اور وہاں سے وہ اس بحر بے پایاں (حق سبحانہ) سے طہارت لے کر دامن کشاں اور درفشاں واپس آتے ہیں اور لوگوں کو تیمم سے نجات دیتے ہیں۔ اور طالبان قبلہ کو تحری سے چھڑاتے ہیں (تیمم و تحری سے مراد ایمان تقلیدی ہے اور قبلہ سے حق سبحانہ) تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب آپ کی ارواح لوگوں کے اختلاط کے سبب گونہ مریض ہو جاتی ہیں اور طریان غفلت کے سبب ان کا مزاج اعتدال سے کسی قدر منحرف ہو جاتا ہے تو اس نجاست معنوی سے پاک ہونے کے لئے وہ سفر چاہتی ہیں جس کی طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارحنا یا بلال سے اشارہ کیا جس کے معنی یہ ہیں کہ اے حسن الصوت اور خوش آواز بلال تم منارہ پر جاؤ۔ اور دروح کے عالم بالا کی طرف سفر کا نقارہ بجاؤ۔ یعنی نماز کے لئے جو کہ معراج المومنین ہے۔ اذان دو۔ تاکہ ہم مشاہدہ محبوب حقیقی کے سبب اس تکلیف سے نجات پاویں۔ جو عوام کے اختلاط کے سبب ہماری شان کے موافق مشاہدہ محبوب سے گونہ غافل ہو جانے سے ہمارے روح کو پہنچی ہے اور وہ لوگ نماز میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ اس وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ روح بسیر معنوی حق سبحانہٗ کی طرف چلی جاتی ہے اور بدن کھڑا رہتا ہے اور چونکہ روح رخصت ہو جاتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب وہ اختتام نماز کے وقت واپس ہوتے ہیں نہ تو سلام کرتی ہے۔ جس طرح کہ آدمی غیبت جسمی کے بعد جب دوبارہ ملتا ہے تو سلام کرتا ہے پس جبکہ وہ تجدید مشاہدہ سے غفلت طاریہ کو زائل کر چکتے ہیں تو پھر لوگوں کی تطہیر میں مشغول ہو جاتے ہیں اور اس کو ایمان تقلیدی سے ایمان حقیقی تک پہنچاتے ہیں۔ اور مبتلایان ظن وگمان کو یقین سے بہرہ یاب کرتے ہیں اور جب پھر ان کا آئینہ قلب کچھ مکدر ہو جاتا ہے تو اس کدورت کو پھر اسی تدبیر سے زائل کر دیتے ہیں۔ وہکذا۔

رہی یہ بات کہ اس مقصود کو تمثیل کے پیرایہ میں کیوں بیان کیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کلام کے اندر مثال سامع اور مقصود کے درمیان واسطہ ہوتی ہے جو کہ سامع کو مقصود تک پہنچاتی ہے اور عوام کے مقصود کو سمجھنے کے لئے واسطہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ان میں یہ قابلیت نہیں ہوتی کہ بلاواسطہ مثال مقصود تک پہنچ جاویں یہ کام خواص کا ہے۔ مثلاً آگ میں جانے کے لئے سمندر کو تو واسطہ کی ضرورت نہیں مگر اور کوئی تو نہیں جاسکتا۔ اس کی آگ سے اپنی طبیعت خوش کرنے کے لئے تو حمام کے واسطہ کی ضرورت ہے۔ نیز جب کوئی حضرت ابراہیم کی طرح بلاواسطہ آگ میں نہ جاسکے تو اس کے لئے حمام ہی رسول ہے۔ اور پانی ہی رہبر ہے۔ یعنی حمام اور پانی ہی کے توسط سے وہ آگ سے مستفید ہو سکتا ہے اور اس کے بغیر نہیں غرضکہ عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ جب تک آدمی اس خاص درجہ تک نہیں پہنچتا جہاں تک پہنچ کر بنابر عادت الٰہیہ واسطہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس وقت تک واسطہ ضروری ہے مثلاً پیٹ بھرنے والے حق سبحانہ ہیں لیکن آدمی کو بدوں روٹی کے توسط کے سیری نہیں ہوتی۔ علیٰ ہذا اللطف حق سبحانہ کی جانب سے ہے۔ مگر عادت بدوں توسط چمن وغیرہ کے پابند نفوس کو حاصل نہیں ہو سکتا ہاں جبکہ پردۂ تن اٹھ جاتا ہے اور فیضان بلاحجاب

www.besturdubooks.wordpress.com

کے شرط عادی متحقق ہوتی ہے اس وقت وہ حق سبحانہ سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح بلاواسطہ مستفیض ہوتا ہے اور جس طرح اس کو بلاتوسط مادہ وغیرہ حق سبحانہ سے براہ راست نور ملا تھا یوں ہی اس پر بلاتوسط فیضان ہوتا ہے۔

(ہذا ہو المراد ولا یلتفت الی ماقال المحشون فانہم اخرجوا الکلام من الانسان وقالوا ماقالو)

گواہی دادن فعل وقول بیرونی بر ضمیر ونور اندرونی

بیرونی قول وفعل کا دل اور اندرونی نور پر گواہی دینا

ایں ہنر ہا آب را ہم شاہدست	کاندرونش پرزنور ایزدست
یہ ہنر پانی کے بھی گواہ ہیں	کہ اس کا باطن خدائی نور سے پر ہے
فعل و قول آمد گواہان ضمیر	زیں دو بر باطن تو استدلال گیر
فعل اور قول دل کے گواہ ہیں	ان دونوں سے تو باطن پر دلیل حاصل کر لے
چوں ندارد سیر سرت در دروں	بنگر اندر بول رنجور از بروں
جب تیرا باطن اندر کی سیر نہیں کر سکتا ہے	تو بیمار کے پیشاب پر باہر سے غور کر لے
فعل وقول آں بول رنجوراں بود	کہ طبیب جسم را برہاں بود
بیماروں کا قول و فعل وہ پیشاب ہے	جو جسمانی طبیب کے لئے دلیل ہے
واں طبیب روح در جانش رود	وز رہ جاں اندر ایمانش رود
روحانی طبیب اس کی روح میں گھستا ہے	اور روح کے راستہ سے اس کے ایمان میں چلا جاتا ہے
حاجتش نبود بقول و فعل خوب	احذروہم ہم جواسیس القلوب
اس کو اچھے فعل و قول کی ضرورت نہیں ہے	ان سے ڈرو وہ دلوں کے جاسوس ہیں
ایں گواہ فعل وقول از وے بجوی	کو بدریائیست واصل ہمچو جوی
یہ فعل و قول کی گواہی اس میں تلاش کر	جو دریا سے نہر کی طرح ملا ہوا ہے
قول و فعل او گواہ او بود	کو بدریا متصل چوں جو بود
اس کا قول و فعل اس کا گواہ ہوتا ہے	جو نہر کی طرح دریا سے ملا ہوا ہوتا ہے
بنگر اندر فعل او و قول او	تاچہ دارد در ضمیر آں راز جو
اس کے فعل اور اس کے قول کو دیکھ	کہ وہ راز کو تلاش کرنے والا دل میں کیا رکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نورش اندر مرتبت چندست و چیست	بہر صید او دانہ پاشد یا سخیست
اس کے مرتبہ میں نور کتنا اور کیسا ہے	وہ شکار کے لئے دانہ ڈال رہا ہے یا سخی ہے
گر بود صیاد ازوے دور شو	واں فسون و فعل و قولش کم شنو
اگر وہ شکاری ہے اس سے دور ہو جا	اس کا منتر اور فعل و قول نہ سن
ور بود صدیق دست ازوے مدار	تا رساند مر ترا سوئے بحار
اگر وہ صدیق ہے تو اس سے دستبردار نہ ہو	تاکہ وہ تجھے سمندروں تک پہنچا دے

در بیان آنکہ آں نور خدا خود را از اندرون سر عارف ظاہر کند بر خلقان، بے فعل عارف و بے قول عارف، افزوں باشد ازاں کہ بفعل و قول او ظاہر گردد چنانکہ چوں آفتاب بلند شود بانگ خروس و اعلام موذن و علامات دیگر حاجت نیاید

اس کا بیان کہ وہ خدائی نور جو خود کو عارف کے باطن سے بغیر عارف کے فعل کے اور بغیر عارف کے قول کے لوگوں پر ظاہر کرے وہ اس نور سے بڑھا ہوا ہے جو اس کے فعل اور قول سے ظاہر ہو جیسا کہ جب سورج نکلتا ہے تو اس کو مرغے کی اذان اور موذن کے بتانے اور دوسری علامتوں کی ضرورت نہیں ہوتی ہے

لیک نور سالکے کز حد گذشت	نور او پر شد بیابانہا و دشت
لیکن سالک کا وہ نور جو حد سے بڑھ گیا ہے	اس کے نور سے جنگل اور بیابان پر ہو جاتے ہیں
شاہدیش فارغ آمد از شہود	وز تکلفہای و جانبازی وجود
اس کی گواہی گواہیوں سے بے نیاز ہے	اور جسم کے تکلفات اور جانبازی سے
نور آں گوہر چو بیروں تافتہ است	زیں تسلسہا فراغت یافتہ است
جبکہ اس کے نور کا جوہر باہر چمک گیا ہے	اس کو ان مکاریوں سے نجات مل گئی ہے
پس مجو ازوے گواہ فعل و گفت	کہ ازو ہر دو جہاں چوں گل شگفت
تو اس سے فعل و قول کا گواہ نہ چاہ	کیونکہ دونوں جہان اس کی وجہ سے پھول کی طرح کھلتے ہیں
ایں گواہی چیست؟ اظہار نہاں	خواہ قول و خواہ فعل و غیر آں
یہ گواہی کیا ہے؟ پوشیدہ کو ظاہر کرنا ہے	خواہ وہ (گواہی) قول ہو اور خواہ فعل اور اس کے علاوہ ہو
کہ عرض اظہار سر جوہر ست	وصف باقی ویں عرض بر معبر ست
کیونکہ جوہر کے راز کا ظاہر کرنا عرض ہے	صفت باقی ہے اور یہ عرض گزرگاہ پر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

این نشان زر نماند بر محک	زر بماند نیک نام و بے زشک
کسوٹی پر سونے کا یہ نشان (باقی) نہیں رہتا	سونا نیک نام اور بے شک (باقی) رہتا ہے
این صلوٰۃ و این جہاد و این صیام	ہم نماند جاں بماند نیک نام
یہ نماز اور یہ جہاد اور یہ روزے	بھی نہ رہیں گے جان نیک نام رہے گی
جاں چنیں افعال و اقوالے نمود	بر محک امرٔ جوہر را بسود
جان نے ایسے افعال اور اقوال ظاہر کئے	جوہر کو امر کی کسوٹی پر گھسا
کاعتقادم راست ست اینک گواہ	لیک ہست اندر گواہاں اشتباہ
کہ میرا عقیدہ درست ہے یہ گواہ ہے	لیکن گواہوں میں شبہ ہوتا ہے
تزکیہ باید گواہاں را بداں	تزکیہ اش اخلاص و موقوفی بداں
سمجھ لے گواہوں میں عدالت ہونی چاہئے	اس کی عدالت: اخلاص اور تیرا اس پر مطلع ہونا ہے
حفظ لفظ اندر گواہ قولی ست	حفظ عہد اندر گواہ فعلی ست
قولی گواہ میں لفظوں کی نگہداشت ہے	فعلی گواہ میں عہد کی حفاظت ہے
گر گواہ قول کژ گوید رد ست	در گواہ فعل کژ پوید بدست
اگر قولی گواہ ٹیڑھی بات کہے تو رد ہے	اگر فعلی گواہ ٹیڑھا چلے تو بد ہے
قول و فعل بے تناقض بایدت	تا قبول اندر زماں پیش آیدت
بغیر اختلاف کا قول و فعل تیرے لئے ضروری ہے	تاکہ زمانہ میں قبولیت تیرے سامنے آئے
سعیکم شتیٰ تناقض اندرید	روز میدوزید و شب برمیدرید
تمہاری کوششیں مختلف ہیں تم تناقض میں ہو	دن کو سیتے ہو اور رات کو پھاڑتے ہو
پس گواہی با تناقض کہ شنود	یا مگر حلمے کند از لطف خود
تو تناقض کے ساتھ گواہی کون سنتا ہے؟	ہاں اگر اپنی مہربانی سے فیصلہ کر دے
فعل و قول اظہار سرست و ضمیر	ہر دو پیدا میکند سر ستیر
فعل اور قول راز اور دل کا اظہار ہے	دونوں چھپے ہوئے راز کو ظاہر کر دیتے ہیں
چوں گواہت تزکیہ شد شد قبول	ورنہ محبوس ست اندر مول مول
جب تیرے گواہ کی عدالت ثابت ہو گئی وہ مقبول ہو گیا	ورنہ وہ ٹھہرا رہ ٹھہرا رہ میں پھنسا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا تو بستیزی ستیزند اے حروں	فانتظر ھم انھم منتظرون
اے سرکش! جب تک تو جھگڑا کرے گا وہ جھگڑیں گے	پس تو ان کا انتظار کر وہ بھی منتظر ہیں

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا مضمون سابق کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے کہا تھا کہ اقوال وافعال صفات باطنیہ پر دلالت کرتے ہیں اور اس مضمون کو ہم نے امثلہ، شواہد سے بیان کیا تھا۔

اب سنو کہ جس طرح افعال واقوال مذکورہ صفات باطنہ مذکورہ پر دلالت کرتے ہیں یوں ہی پانی کی صفات مذکورہ ہی اس پر دلالت کرتی ہیں کہ اس کا باطن نورحق سبحانہ یعنی اس کی صفت غفاری وجود سے لبریز ہے۔ پس چونکہ اقوال و افعال صفت باطنہ پر شاہد ہیں لہٰذا تم کو چاہئے کہ ان دونوں سے تم اس کے مصدر کی باطنی حالت معلوم کرو کیونکہ جب تمہارا قلب دوسروں کے اندرونے کی حالت نہیں معلوم کرسکتا تو اب بجز اس کے کوئی چارہ نہیں کہ تم قارورہ سے اس کی حالت معلوم کرو۔ لہٰذا تم کو باہر سے قارورہ دیکھنا چاہئے اور اس ذریعہ سے اس کی حالت معلوم کرنی چاہئے۔

قارورہ جو کہ انسان کے جسم کے لئے احوال باطنہ کو ظاہر کرتا ہے اس سے مراد ہماری اس مقام پر قول وفعل ہے اور مقصود یہ ہے کہ جب تم حالت باطنہ کو کشف سے نہیں معلوم کرسکتے تو اقوال وافعال سے معلوم کرو کیونکہ اس کے معلوم کرنے کا اس کے سوا تمہارے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں۔ رہے طبیب روحانی۔ سو ان کو اقوال وافعال کی ضرورت نہیں۔ وہ تو مریض کی جان کے اندر گھس جاتے ہیں اور وہاں سے اس کے ایمان کی تہہ میں پہنچ جاتے ہیں اور معلوم کرلیتے ہیں کہ اس کا ایمان کمال ونقصان کے لحاظ سے کیا رتبہ رکھتا ہے۔

پس تم کو ان لوگوں سے ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور ان کے سامنے دلوں کی حفاظت رکھنی چاہئے کیونکہ جو اسیس القلوب ہیں مگر یہ صفت ان کی اختیاری اور دائمی نہیں ہے) اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ تم لوگوں کی اندرونی حالت کو ان کے اقوال وافعال سے معلوم کرو یہ علی الاطلاق نہیں ہے بلکہ ان لوگوں سے متعلق ہے جو صورتاً حق سبحانہ سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا کمال ظاہر نہیں ہے خواہ اس لئے کہ ان میں کوئی کمال نہیں یا اس لئے کہ کمال تو ہے مگر اس درجہ کا نہیں کہ خواہ مخواہ ظاہر ہو۔ ایسے لوگوں کے افعال واقوال سے تم کو ان کی باطنی حالت پر استدلال کرنا چاہئے کیونکہ ایسے لوگوں کا قول وفعل ان کا گواہ ہوتا ہے جو کہ حق سبحانہ کے ساتھ صوری اتصال رکھتے ہیں۔ جس طرح ندی دریا سے صوری اتصال رکھتی ہے۔ پس ایسے لوگوں کے قول وفعل کو ضرور دیکھنا چاہئے تاکہ معلوم ہو کہ اس کی باطنی حالت کیا ہے اور اس کا نور کیسا ہے اور کس قدر ہے۔ اور وہ مکار اپنی ظاہری حالت سے لوگوں کو پھانسنے والا ہے یا واقع میں اچھا شخص ہے جب یہ معلوم کرلو تو اگر وہ شکاری ہو تو اس سے دور رہو اور اس کے افسوں قول وفعل کو ہرگز نہ سنو۔ اور اگر وہ مخلص ہو تو اس سے ہرگز مستغنی نہ ہو۔ بلکہ اس سے مستفیض ہو تاکہ وہ تم کو حق جل شانہ تک پہنچادے۔

رہے وہ لوگ جو کمال میں حد سے بڑھ گئے ہیں۔ اور جن کے برکات وانوار سے جنگل اور بیابان پر ہیں۔ ان کی محبوبیت کے لئے گواہوں کی ضرورت نہیں اور نہ ان کو بناوٹ اور کثرت مجاہدات وریاضات کی ضرورت ہے چونکہ ان

www.besturdubooks.wordpress.com

جواہرات (اہل اللہ) کا نور باہر چمکتا ہے اس لئے ان کو بناوٹوں سے جو کہ عاری عن الکمال کرتے ہیں استغناء حاصل ہے۔ پس ایسے لوگوں سے گواہان قولی وفعلی نہ طلب کرنے چاہئیں۔ کیونکہ ان سے دونوں جہاں گل کی طرح شگفتہ یعنی ان کے فیض سے سرسبز وشاداب ہیں۔ (اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو اعمال کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ تو الحاد ہے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ نہ تو یہ مکار ہیں کہ مکاروں کی طرح ان کو بناوٹ کی ضرورت ہو اور نہ یہ خفی الکمال ہیں۔ جس پر اعمال سے استدلال کی حاجت ہو۔ بلکہ ان کا کمال خود ظاہر ہے۔ ایسی حالت میں کچھ ضرورت نہیں کہ ان کے اعمال پر نظر کی جائے گو واقع میں اعمال ہوں گے) یہاں تک مولانا نے اولاً افعال واقوال کا حالت باطنی پر شاہد ہونا بیان کیا۔ اور اس سلسلہ میں متعدد مضامین بیان کئے۔ اب ہر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب افعال واقوال صفت وحالت قلبیہ کے گواہ ہیں۔ تو اب سمجھو کہ اس گواہی کا کیا مقصد ہے۔ اس کا مقصد ایک مخفی امر کا اظہار ہے خواہ وہ گواہ فعل ہو۔ یا قول یا اس کے علاوہ کوئی اور شے۔ کیونکہ سب کی گواہی سے مقصد یہ ہے کہ حالت قلبیہ مخفیہ ظاہر ہو۔ ہم اس مقام پر استطرادا یہ ہی بتلائے دیتے ہیں کہ وصف مشہود بہ باقی رہتا ہے۔ اور یہ اعراض (افعال واقوال) جو کہ اس کے گواہ ہیں گزر جاتے ہیں۔ لان العرض لایبقی زمانین دیکھو کسوٹی پر سونے کا نشان قائم نہیں رہتا مگر اس کا کھرا پن ہمیشہ رہتا ہے۔ جس سے وہ ہمیشہ نیک نام اور غیر ملتبس الامر رہتا ہے۔

پس اسی طرح یہ زکوٰۃ اور جہاد اور روزہ ہی بحالہا باقی نہیں رہتے مگر جان کی صفت حمیدہ باقی رہتی ہے جس سے وہ ہمیشہ نیک نام رہتی ہے جب یہ استطرادی مضمون ختم ہوا۔ تو اب سمجھنا چاہئے کہ جس وقت جان اس قسم کے کام کرتی ہے تو گویا کہ محک حق کی کسوٹی پر اپنے کو گھستی ہے اور دعویٰ کرتی ہے کہ میرا اعتقاد الوہیت حق سبحانہ کی نسبت درست ہے اور یہ مذکورہ وغیرہ اس امر کے گواہ ہیں لیکن صرف اتنی بات سے اس کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ گواہوں میں ہنوز شبہ ہے کہ وہ سچے ہیں یا جھوٹے اس لئے ضرورت ہے کہ ان گواہوں کا تزکیہ کیا جائے۔

اور تزکیہ ان کا اخلاص ہے اور اسی تزکیہ کے لئے تم کو روک رکھا ہے کہ گواہوں کا تزکیہ کرا دو اور دہلیز قاضی سے رخصت ہو جاؤ۔ یہ تو عام تزکیہ تھا اور دوسرا تزکیہ خاص ہے جو ہر گواہ سے جداگانہ متعلق ہے۔ مثلاً گواہ قولی کا تزکیہ یہ ہے کہ الفاظ شہادت محفوظ رہیں اور کوئی بات خلاف دعوے زبان سے نہ نکلے اور گواہ فعلی کا تزکیہ یہ ہے کہ جو عہد کیا گیا ہے اس پر قائم رہا جائے اور کوئی کام ایسا نہ کیا جائے جس سے بدعہدی ظاہر ہو۔ یہ تزکیہ بھی ضروری ہے کیونکہ اگر گواہ قولی کوئی بے جا بات کہے گا تو مردود الشہادت ہو جائے گا۔ علیٰ ہذا اگر گواہ فعلی کوئی ایسا کام کرے گا جو معاہدہ کے خلاف ہے تو برا سمجھا جائے گا اور نامقبول ہوگا پس تمہارے لئے ضرورت ہے کہ تمہارے افعال واقوال میں تناقض نہ ہو۔ تاکہ تم مقبول ہو جاؤ اور تمہاری گواہی مان لی جائے لیکن تمہاری حالت اس کے خلاف ہے اور تمہاری سعی پراگندہ ہے۔ اور تم تناقض میں مبتلا ہو تم دن کو سیتے ہو اور رات کو پھاڑ ڈالتے ہو۔ یعنی کبھی تم اچھے کام کرتے ہو اور کبھی برے۔ ایسی حالت میں تمہاری شہادت ہرگز قابل قبول نہیں کیونکہ شہادت متناقضہ نامقبول ہے اور اس صورت ضابطہ سے تمہاری رہائی کی کوئی سبیل نہیں۔ الا آنکہ حق سبحانہ اپنے فضل کی رو سے فیصلہ کریں اور ضابطہ سے کام نہ لیں۔ اس وقت تم کو نجات ہو سکتی ہے۔

الحاصل:۔ تمہارے اقوال وافعال تمہاری حالت قلبیہ کے مظہر ہیں اور دونوں اس امر مخفی کو ظاہر کرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ پس جس وقت ان گواہوں کا تزکیہ ہو جائے گا مقبول ہوں گے۔ ورنہ تم شہادت ادا کرنے میں توقف کے سبب دہلیز قاضی میں محبوس رہیں گے اور جب تک تم سچی شہادت ادا نہ کرو گے اور اس کے ادا کرنے میں حیلہ و حجت کرو گے اس وقت تک کارکنان قضا بھی تمہارا پیچھا نہ چھوڑیں گے۔ پس تم بھی انتظار کرو وہ بھی منتظر ہیں۔

عرضہ کردن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شہادت را بر مہمان خویش

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے مہمان پر کلمۂ شہادت پیش کرنا

ایں سخن پایاں ندارد مصطفیٰ	عرضہ کرد ایمان و پذرفت آں فتے
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے مصطفیٰ نے	ایمان پیش کر دیا اور اس نوجوان نے قبول کر لیا
آں شہادت را کہ فرخ بودہ ست	بندہائے بستہ را بکشودہ ست
وہ (کلمۂ) شہادت جو بابرکت ہے	جس نے بندھی ہوئی بندشوں کو کھولا ہے
گشت مومن گفت او را مصطفیٰ	کامشباں ہم باش تو مہمان ما
وہ مومن بن گیا اس کو مصطفیٰ نے فرمایا	تو آج کی رات بھی ہمارا مہمان رہ
گفت واللہ تا ابد ضیف توام	ہر کجا باشم بہر جا کہ روم
اس نے کہا خدا کی قسم ہمیشہ کے لئے آپ کا مہمان ہوں	جہاں کہیں بھی رہوں جہاں بھی جاؤں
زندہ کردہ معتق و دربان تو	ایں جہان و آں جہاں برخوان تو
آپ کا زندہ کیا ہوا اور آزاد کیا ہوا اور دربان ہوں	اس جہان میں اور اس جہان میں آپ کے دسترخوان پر ہوں
ہر کہ بگزیند جز ایں بگزیدہ خواں	عاقبت درد گلویش استخواں
جو اس منتخب دسترخوان کے علاوہ منتخب کرے گا	انجام کار ہڈی اس کا گلا پھاڑ دے گی
ہر کہ سوئے غیر خوان تو رود	دیو با اوداں کہ ہم کاسہ بود
جو آپ کے دسترخوان کے غیر کے پاس جائے گا	سمجھ لیجئے شیطان اس کا ہم پیالہ ہو گا
ہر کہ از ہمسائگی تو رود	دیو بے شکے کہ ہمسایہ اش بود
جو آپ کے پڑوس سے جائے	بیشک شیطان اس کا پڑوسی ہو گا
ور رود بے تو سفر او دور دست	دیو بد ہمراہ و ہم سفرہ ویست
اگر وہ دور و دراز آپ کے بغیر سفر کرے	شیطان اس کا ہمراہی اور شریک دسترخوان ہے
ورنشیند بے تو بر اسپ شریف	حاسد ماہست دیو او را ردیف
اگر آپ کے بغیر وہ عمدہ گھوڑے پر بیٹھے	وہ ہمارا حاسد ہے شیطان اسکے پیچھے سوار ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بچہ گیرد ازو شہناز او	دیو در نسلش بود انباز او
اگر اس کی نازنین (بیوی) اس سے بچہ جنے	شیطان اس کی نسل میں اس کا شریک ہو گا
در نبے شارکہم گفت ست حق	ہم در اموال و در اولاد از سبق
اللہ (تعالیٰ) نے قرآن میں "ان کا شریک ہو جا" فرمایا	مالوں میں بھی اور اولاد میں بھی پہلے سے
گفت پیغمبرؐ زغیب ایں راجلی	در مقامات نوادر با علیؓ
پیغمبرؐ نے واضح طور پر یہ غیب سے فرمایا	نادر مقامات میں (حضرت) علیؓ سے
یا رسولؐ اللہ رسالت را تمام	تو نمودی ہمچو شمس بے غمام
اے اللہ کے رسولؐ پوری رسالت کو	آپ نے دکھا دیا بغیر ابر کے سورج کی طرح
ایں کہ تو کردی دو صد مادر نکرد	عیسیٰؑ و افسونش باعاذر نکرد
جو کچھ آپ نے کیا وہ سو ماؤں نے نہ کیا	(حضرت) عیسیٰؑ اور ان کی دعا نے عاذر کیساتھ نہ کیا
از تو جانم از اجل نک جان برد	عاذرؑ ارشد زندہ آندم باز مرد
اب میری جان آپ کی وجہ سے موت سے جان بچا لے گئی	عاذر اگر اس وقت زندہ ہوا پھر مر گیا
گشت مہمان رسول آنشب عرب	شیر بزنیمہ خورد و بست لب
عرب اس رات رسولؐ کا مہمان ہو گیا	ایک بکری کا آدھا دودھ پیا اور ہونٹ بند کر لئے
کرد الحاحش بخور شیر و رقاق	گفت گشتم سیر واللہ بے نفاق
آنحضورؐ نے اس سے اصرار کیا کہ دودھ اور روٹی کھا لے	اس نے کہا میرا پیٹ بھر گیا خدا کی قسم ایمانداری سے
ایں تکلف نیست نے ناموس و فن	سیر تر گشتم ازاں کہ دوش من
یہ تکلف نہیں ہے نہ شرم اور مکر	میں اس سے زیادہ پیٹ بھرا ہوں جتنا کہ کل (تھا)
در عجب ماندند جملہ اہل بیت	پر شد ایں قندیل از یکقطرہ زیت
سب گھر والے تعجب میں پڑ گئے	کہ یہ قندیل زیت کے ایک قطرے سے بھر گیا
انچہ قوت مرغ بابیلے بود	سیری معدہ چنیں پیلے بود
جو ابابیل پرند کی خوراک ہو	ایسے ہاتھی کا اس سے پیٹ بھر جائے
فجفجے افتاد اندر مرد و زن	قدر پشہ می خورد آں پیلتن
مرد و زن میں کھس پھس ہونے لگی	یہ ہاتھی جیسے جسم والا مچھر کی بقدر کھاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حرص و وہم کافری سرزیر شد	اژدہا از قوت مورے سیر شد
کفر کی حرص اور وہم اوندھا ہو گیا	اژدھا چیونٹی کی خوراک سے سیر ہو گیا
آں گداچشمی وکفرازوے برفت	لوت ایمانیش لمتر کرد و زفت
وہ بھکاری پن اور کفر اس سے رخصت ہوا	اس کو ایمان کی عمدہ غذا نے موٹا تازہ کر دیا
آنکہ از جوع البقر او می طپید	ہمچو مریم میوۂ جنت بدید
وہ شخص جو جوع البقر سے تڑپتا تھا	اس نے (حضرت) مریم کی طرح جنت کے پھل دیکھ لئے
میوۂ جنت سوئے چشمش شتافت	معدۂ چوں دوزخش آرام یافت
جنت کے پھل اس کی آنکھ کی جانب دوڑ آئے	اس کے دوزخ جیسے معدہ نے آرام پا لیا
ذات ایماں نعمت ولوتے ست ہول	اے قناعت کردہ از ایماں بقول
ایمان کی حقیقت نعمت اور عظیم لذیذ غذا ہے	اے وہ کہ جس نے ایمان کے بارے میں قول پر اکتفا کرلیا ہے

شرح حبیبی

خیر! یہ گفتگو تو ختم نہ ہوگی۔ اب سنو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سامنے ایمان پیش کیا اور اس نے اس شہادت توحید ورسالت کو قبول کرلیا جو کہ نہایت مبارک تھی اور جس نے اس کے معنوی بیڑیوں کو کھول کر اسے آزاد کردیا اور اس طرح وہ مومن ہوگیا۔ پس جب کہ وہ مومن ہوگیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ تم آج رات ہمارے ہی مہمان ہو۔ اس پر اس نے عرض کیا کہ حضور آج رات کیا۔ اب تو میں ہمیشہ کے لئے جہاں کہیں بھی ہوں اور جس جگہ ہی جاؤں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا مہمان ہوں۔ کیونکہ یہ غذائے ایمانی جس سے میں ہمیشہ حظ کی رہوں گا۔ آپ ہی کے طفیل سے ہی ہے نیز میں موت روحانی سے آپ ہی کا زندہ کیا ہوا ہوں۔ اور آپ ہی نے مجھے نفس وشیطان کی غلامی سے آزاد کیا ہے اور میں آپ ہی کا درباں وخادم ہوں اور دنیا میں بھی آپ ہی کے دسترخوان پر ہوں اور آخرت میں بھی۔ کیونکہ اس وقت میری اصل غذا غذائے روحانی ہے اور وہ آپ کے طفیل سے ملی ہے اور آخرت میں جو کچھ ملے گا وہ ایمان ہی کے سبب ملے گا اور ایمان آپ ہی کے فیض سے ملا ہے اس لئے نعماء اخرویہ بھی گویا کہ آپ ہی کی دی ہوئی ہے پس دونوں جہان میں آپ کے دسترخواں پر ثابت ہوگیا۔ (اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ زندہ کردوانخ کی تقدیر من زندہ کردہ ومتق ودربان توام دریں جہاں ودرآں جہاں برخواں توام ہے۔ فلا تلتفت الی ما قال بحر العلوم وولی محمد فانہ زل قد مہا فقالا ما قالا) غرضکہ میں آپ ہی کا مہمان ہوں اور آپ ہی کا مہمان رہنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ جو شخص اس عمدہ دسترخوان معنوی کو چھوڑ کر دوسرا دسترخواں شیطانی ونفسانی اختیار کرتا ہے انجام کار اس کے گلے میں ہڈی پھنس جاتی ہے اور اس کا گلا پھاڑ ڈالتی ہیں۔ یعنی یہ مہمانی اس کے لئے موجب رنج و

www.besturdubooks.wordpress.com

کلفت ہو جاتی ہے اور جو شخص آپ کے دستر خوان معنوی (ہدایت) کو چھوڑ کر دوسرے دستر خوان پر جاتا ہے۔ شیطان اس کا ہم پیالہ ہوتا ہے اور جو شخص آپ کی مجاورت کو چھوڑتا ہے۔ شیطان اس کا ہمسایہ ہوتا ہے اور اگر کوئی آپ کی ہدایت کے بغیر سفر دور دراز اختیار کرتا ہے اور اس کا رفیق اور شریک دستر خوان شیطانی ہوتا ہے اور اگر کوئی آپ (کی ہدایت) کے بغیر گھوڑے پر سوار ہوتا ہے۔ اس کا ردیف ہمارا حاسد شیطان ہوتا ہے اور اگر بدوں آپ کی ہدایت کے اس کی بیوی اس سے حاملہ ہوتی ہے تو اس کی نسل میں شیطان شریک ہوتا ہے۔

غرضکہ کہ آدمی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر جو کام بھی کرتا ہے اس میں شیطان کی شرکت ہوتی ہے اور یہ امر بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ حق سبحانہٗ نے اپنے کلام میں وشارکھم فی الاموال والاولاد فرمایا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ تو اس کے مالوں اور ان کی اولاد میں شریک ہو جا۔ اس سے شرکت فی النسل ثابت ہوگئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس مضمون کو اپنے خاص مقامات میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صاف صاف فرما دیا ہے۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ اس نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجھ پر اپنی رسالت کو یوں روشن کر دیا جیسے بے ابر آفتاب اور یہ شفقت جو آپ نے مجھ پر کی سینکڑوں ماؤں نے اپنے بچوں پر نہیں کی اور جو احسان آپ نے مجھ پر کیا ہے وہ عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے افسوں نے عاذر کے ساتھ نہیں کیا۔ کیونکہ آپ نے میری روح کو موت کے پنجے سے ہمیشہ کے لئے چھڑا دیا اور عاذر دعائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے زندہ ضرور ہوا تھا مگر اس کے بعد مر گیا تھا اس لئے دونوں احسان برابر نہیں ہو سکتے۔

القصہ:۔ وہ عرب اس شب بھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مہمان ہوا اور ایک بکری کا آدھا دودھ پی کر منہ بند کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار کیا کہ میاں دودھ روٹی اور کھاؤ تو اس نے کہا بخدا میں غلط نہیں کہتا۔ میں بالکل سیر ہو گیا نہ یہ تکلف ہے اور نہ فقط ناموس کہ لوگ میرے زیادہ کھانے پر طعن کریں گے اور نہ چالاکی بلکہ میں آج کل سے بھی زیادہ سیر ہو گیا ہوں۔ یہ دیکھ کر کہ ایک قطرۂ روغن سے قندیل بھر گیا اور ذرا سی غذا سے اتنا بڑا معدہ پر ہو گیا۔ گھر کے لوگ بہت متعجب ہوئے اور کہا کہ حیرت کی بات ہے کہ جو غذا ابابیل سے چھوٹے جانور کی تھی کہ وہ اتنے بڑے ہاتھی کے معدہ کو پر کر دے اور مردوں اور عورتوں میں کھس پھس ہونے لگی کہ ارے ہاتھی کے ڈیل ڈول کا آدمی اور مچھر کی خوراک کھاتا ہے۔

اب سنو کہ کم خوراکی کا سبب کیا تھا وجہ اس کی یہ تھی کہ حرص اور وہم جو کافروں میں ہوتے ہیں جس کی تفصیل گزر چکی ہے اس سے زائل ہو چکی تھی اور غذائے ایمانی بڑھ گئی تھی اور وہ شخص جو کہ اس سے قبل بھوک کی زیادتی سے بے قرار تھا اس نے مریم علیہا السلام کی طرح میوۂ جنت دیکھ لیا تھا چونکہ میوہ جنت اس کی نظر کے سامنے آگیا تھا اس لئے اس کا دوزخ کا معدہ ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ (میوۂ جنت سے یا تو مراد طمانیت ہو یا نور ایمان) بہرحال۔ حاصل یہ ہے کہ غذائے روحانی مل جانے سے اسے غذائے جسمانی کی طرف رغبت نہ رہی تھی کیونکہ وہ اس کی نظر میں بے وقعت ہو گئی تھی اور اس کو اتنی ہی غذا کی ضرورت تھی جس سے حیات وقوت اعمال باقی رہے مگر دل چسپی نہ تھی جو کہ زیادہ کھانے کا باعث ہے اس لئے کم کھانے لگا تھا۔ آگے ان لوگوں پر رد کرتے ہیں جو کہ غذائے ایمانی

www.besturdubooks.wordpress.com

کے معنی عن الغذاء الجسمانی ہونے کے منکر ہیں اور فرماتے ہیں کہ تمہیں حقیقت ایمان تو حاصل نہیں بلکہ زبانی ہی کلمہ پڑھتے ہو تم کیا جانو کہ غذائے ایمانی کے معنی عن الغذاء الجسمانی ہوتے ہی نہیں اس لئے انکار کرتے ہیں۔

یاد رکھو کہ ایمان بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی غذا ہے۔اس کے مقابلہ میں غذائے حسی کی کوئی وقعت نہیں۔

پس اس کی بناء پر غذائے حسی سے ایک حد تک مستغنی ہو جانا کچھ بعید نہیں۔

در بیان آنکہ نورے کہ غذائے جان ست غذائے جسم اولیاء میشود تا او ہم یاری شود روح را کہ اسلم شیطانی علیٰ یدی

اس کا بیان کہ وہ نور جو روح کی غذا ہے اولیاء کے جسم کی بھی غذا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ بھی روح کا دوست بن جاتا ہے کیونکہ (آنحضورؐ نے فرمایا ہے) میرا شیطان میرے ہاتھ پر اسلام لے آیا ہے

گرچہ آں مطعوم جان ست و نظر	جسم راہم زاں نصیب ست اے پسر
اگرچہ وہ جان اور نظر کی خوراک ہے	اے بیٹا! اس میں جسم کا بھی حصہ ہے
گر نگشتے دیو جسم آں را اکول	اسلم الشیطاں نہ فرمودے رسول
اگر شیطان کا جسم اس کا کھانے والا نہ بنتا	(تو) رسول "شیطان اسلام لے آیا" نہ فرماتے
دیوزاں لوتے کہ مردہ حی شود	تا نیا شامد مسلماں کے شود
شیطان اس غذا کو جس سے مردہ زندہ ہوتا ہے	جب تک نہ پی لیتا' مسلمان کب ہوتا
دیو بر دنیا ست عاشق کور و کر	عشق را عشق دگر برد کمر
شیطان دنیا کا اندھا اور بہرا عاشق ہے	عشق کی کمر دوسرا عشق (ہی) توڑتا ہے
از نہانخانہ یقیں چوں مے چشد	اندک اندک عشق رخت آنجا کشد
یقین کے دفینہ میں سے جب وہ شراب چکھتا ہے	آہستہ آہستہ عشق اس جگہ پڑاؤ ڈالتا ہے
یا حریص البطن عرج ھٰکذا	انما المنہاج تبدیل الغذا
اے پیٹ کے لالچی! اس طرح مائل ہو	غذا کی تبدیلی ہی راستہ ہے
یا مریض القلب عرج للعلاج	جملۃ التدبیر تبدیل المزاج
اے دل کے مریض! علاج کی طرف مائل ہو	مکمل تدبیر مزاج کا بدلنا ہے
ایھا المحبوس فی رھن الطعام	سوف تنجو ان تحملت العظام
اے کھانے کی رہن کے قیدی	عنقریب تو نجات پا جائے گا اگر تو نے بڑے (مصائب) برداشت کر لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ان فی الجوع طعاماً وافراً	افتقدہ' وارتج یانافراً
بھوکا رہنے میں بہت غذا ہے	اس کو تلاش کر لے اور امید لگا اے بھاگنے والے
اغتذ بالنور کن مثل البصر	وافق الا ملاک یا خیرالبشر
نور کی غذا حاصل کر، آنکھ جیسا بن جا	اے انسانوں میں سے بہتر! فرشتوں کی موافقت کر
چوں ملک تسبیح حق را کن غذا	تارہی ہمچوں ملائک از اذا
فرشتہ کی طرح اللہ کی تسبیح کو غذا بنا لے	تاکہ تو فرشتوں کی طرح نجات پا جائے
جبرئیلؑ ار سوئے جیفہ کم تند	او بقوت کے زکرگس کم زند
اگرچہ جبرئیلؑ مردار کا رخ نہیں کرتے ہیں	وہ قوت میں گدھ سے کم پرواز کب کرتے ہیں؟
پیل اگرچہ در زمیں آہستہ است	اوز پشہ باز گو چوں رستہ است
ہاتھی زمین میں اگرچہ آہستہ چلتا ہے	بتا وہ مچھر سے کب بچا ہے؟
حبذ اخوانے نہادہ در جہاں	لیک از چشم خسیساں بس نہاں
دنیا میں عمدہ خوان رکھا ہوا ہے	لیکن کمینوں کی نگاہ سے بہت چھپا ہوا ہے

ہے اس بات کی اس نے غذائے روحانی کھائی۔

پس ثابت ہوا کہ جسم بھی غذائے روحانی کھا سکتا ہے اور جب وہ غذائے روحانی کھا سکتا ہے تو اس سے غذائے جسمانی میں کمی آ سکتی ہے۔ اور راز اس کا یہ ہے کہ شیطان جسم یعنی نفس دنیا پر عاشق اور اس کی محبت میں اندھا اور بہرہ ہو رہا ہے اور قاعدہ ہے کہ ایک عشق کو دوسرا عشق مضمحل کر دیتا ہے پس جبکہ وہ نہاں خانہ یقین کی شراب چکھ لیتا ہے اور لذت ایمان سے آشنا ہو جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کا عشق دنیا اور اس کی نعمتوں سے غذائے ایمانی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور اب وہ غذائے جسمانی کا طالب نہیں رہتا اس طرح غذائے جسمانی میں کمی ہو جاتی ہے۔ (توضیح اس کی یہ ہے کہ جسم کے اندر غذائے جسمانی کے لئے دو قسم کے تقاضے ہیں ایک تقاضائے طبیعت جس کو حق سبحانہ نے جسم میں اس لئے ودیعت رکھا ہے کہ وہ جسم کی اصلاح کرے اور بوقت ضرورت اس کے لئے غذا حاصل کرے جو کہ بدل ما یتحلل ہو کر تغذیہ و تنمیہ اعضاء کرے اور دوسرا تقاضائے نفس جس کا منشا محض حرص' تلذذ و تنعم ہے۔ پس جبکہ نفس غذائے روحانی سے آشنا ہو جاتا ہے تو اس کا تقاضائے غذائے جسمانی مضمحل ہو جاتا ہے اور صرف تقاضا طبیعت باقی رہ جاتا ہے۔ وہ تقاضا بھی اس وقت ختم ہو جاتا ہے جبکہ بقدرت غذا اس کو مل جاتی ہے۔ پس اس طرح غذائے جسمانی میں کمی آ جاتی ہے) پس جبکہ یہ امر ذہن نشین ہو گیا کہ تو اے پیٹ بھرنے کے شائقو! تم کو یوں ہی ترقی کرنی چاہئے اور اپنے نفس کو اولاً ایمان کی چاٹ لگانی چاہئے اور رفتہ رفتہ اسے ترقی دینی چاہئے۔

کیونکہ وصول الی الحق کا صحیح راستہ یہی ہے کہ غذا کو بدلا جائے۔ اور اے مریض القلب لوگو! تم علاج کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف توجہ کرو اور اپنے مزاج کی اصلاح کرو۔ کیونکہ حاصل تمام تدبیروں کا یہی ہے کہ مزاج کو بدلا جائے اور طریق اس کا یہی ہے کہ غذائے جسمانی کو کم کیا جائے اور غذائے روحانی کو بڑھا دیا جائے گو ایسا کرنے میں تم کو زحمتیں پیش آئیں گی۔ مگر اے محبوسین رہن طعام یاد رکھو کہ اگر تم نے ان شدائد کو برداشت کر لیا تو تم ہلاکت ابدی سے بچ جاؤ گے۔ دیکھو بھوکے رہنے سے روح کو بہت بڑی غذا ملتی ہے۔ پس اے غذائے روحانی سے وحشت کرنے والو تم اسے طلب کرو اور اسی کے امیدوار رہو اور غذائے جسمانی کے انہماک کو چھوڑ دو تم آنکھ کی مانند ہو جاؤ اور نور سے غذا حاصل کرو اور اس امر میں فرشتوں کے مثل ہو جاؤ اور اس طرح بہتر انسان کہلانے کے مستحق ہو جاؤ اور تم فرشتوں کی طرح تسبیح حق کو اپنی غذا بناؤ تا کہ جس طرح فرشتے نجاسات (ظاہرہ و باطنہ) سے پاک ہیں یونہی تم بھی نجاست (باطنہ) سے پاک ہو جاؤ۔ تم کو شاید یہ خیال ہو کہ غذائے جسمانی کو کم کر دینے سے ہماری قوت گھٹ جائے گی۔ مگر یہ تمہاری غلطی ہے قوت کا مدار کچھ مردار خواری ہی پر نہیں ہے۔

دیکھو! جبرئیل اگر مردار نہیں کھاتے تو وہ قوت میں کرگس سے کم نہیں ہیں جو کہ مردار کھاتا ہے۔ تم اہل اللہ کی آہستہ روی سے ان کے ضعف کا شبہ نہ کرنا اور یہ نہ کہنا کہ اگر ترک غذا سے ضعف نہیں ہوتا تو اس سے ان کی رفتار سست کیوں ہو جاتی ہے اس لئے کہ ہاتھی اگرچہ زمین میں آہستہ چلتا ہے مگر مچھر کے قابو سے باہر ہے جو کہ رنانے کے ساتھ گھومتا ہے۔

غرضکہ عالم میں حق سبحانہ کا عجیب لنگر جاری ہے۔ مگر افسوس کہ پست ہمت لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اس کے اہل نہیں چنانچہ اگر تمام دنیا نعمتوں سے لبریز باغ ہو جائے تو سانپوں اور چوہوں کو کیا ان کی غذا تو خاک ہی رہے گی اور خواہ موسم خزاں ہو یا موسم بہاران کے حصہ میں تو مٹی ہی ہے۔

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ ارے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا تم اشرف المخلوقات ہو تم سانپوں کی طرح مٹی (غذائے ناسوتی) کیوں کھاتے ہو۔ اس جملہ معترضہ کو بیان فرما کر مضمون سابق کو بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل دنیا کی حالت ایسی ہے جیسے لکڑی کا یا زمین کا یا گوہ کا کیڑا۔ یا کوا کیونکہ لکڑی کے اندر کیڑا کہتا ہے کہ بھلا ایسے مزیدار غذا کسی کو مل سکتی ہے اور زمین کے اندر کیڑا کہتا ہے کہ دنیا میں بھی کسی نے ایسا حلوا نہیں کھایا جیسا میں کھاتا ہوں اور گوہ کا کیڑا گوہ کے اندر رہتے ہوئے عالم بھر میں غذا بجز گوہ کے جانتا ہی نہیں اور کوا نجاست کے سوا اور کوئی غذا نہیں جانتا اور نجاست ہی اس کے لئے عزیز ہے۔

پس یہی حالت اہل دنیا کی ہے کہ وہ غذائے ناسوتی کے علاوہ جانتی ہی نہیں کہ کوئی اور بھی غذا ہے۔ بلکہ وہ انہی کو غذا سمجھتے ہیں۔ کلام کو یہاں تک پہنچا کر اب مولانا مناجات میں مشغول ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

انکار کردن اہل تن غذائے روح را و لرزیدن ایشان بر غذائے خسیس جسمانی

تن پروروں کا روحانی غذا سے انکار کرنا اور ان کا جسمانی تھوڑی غذا سے لرزنا

گر جہاں باغے پر از نعمت شود	قسم موش و مار ہم خاکے بود
اگر دنیا نعمت سے بھرا ہوا باغ بن جائے	چوہے اور سانپ کا حصہ پھر بھی مٹی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قسم شاں خاکست گردے گر بہار	میر کونی خاک چوں نوشی چو مار
ان کا حصہ مٹی ہے خواہ خزاں ہو خواہ بہار	تو جہان کا سردار ہے سانپ کی طرح مٹی کیوں کھاتا ہے
درمیان چوب گوید کرم چوب	مر کرا باشد چنیں حلوائے خوب
لکڑی کا کیڑا لکڑی میں کہتا ہے	ایسا عمدہ حلوا کس کو نصیب ہے؟
درمیان خاک گوید کرم خورد	ایں چنیں حلوا بعالم کس نخورد
چھوٹا سا کیڑا مٹی میں کہتا ہے	دنیا میں ایسا حلوہ کسی نے نہیں کھایا
کرم سرگیں درمیان آں حدث	در جہاں نقلے نداند جز خبث
گوبر کا کیڑا اس نجاست میں	دنیا میں سوائے نجاست کے کوئی خوراک نہیں جانتا ہے
جز نجاست ہیچ نشناسد کلاغ	شد نجاست مرورا چشم و چراغ
کوا نجاست کے علاوہ کچھ نہیں پہچانتا ہے	نجاست ہی اس کا چشم و چراغ ہے

مناجات

اے خدائے بے نظیر ایثار کن	گوش را چوں حلقہ دادی زیں سخن
اے بے نظیر خدا! عنایت کر دے	جبکہ تو نے اس کام کا کان میں حلقہ پہنا دیا ہے
گوش ما گیر و بداں مجلس کشاں	کز رحیقت میخورند ایں سرخوشاں
ہمارا کان پکڑ اور اس مجلس میں کھینچ	کیونکہ یہ مست تیری شراب پی رہے ہیں
چوں بما بوئے رسانیدی ازیں	سر مبند آں مشک را اے رب دیں
جبکہ تو نے ہم تک اس کی خوشبو پہنچا دی ہے	اے دین کے رب اس مشک کو بند نہ کر
از تو نوشند از ذکور و از اناث	بے دریغی در عطا یا مستغاث
ذکر اور مونث تجھ ہی سے پی رہے ہیں	اے فریاد رس! تو عطیات میں بے روک ٹوک ہے
اے دعا ناگفتہ از تو مستجاب	دادہ دل را ہر دمی صد فتح یاب
اے وہ کہ نہ مانگی ہوئی دعا بھی تیری جانب سے قبول ہے	تو نے ہر لحظہ دل کو سینکڑوں دروازے کی کشادگیاں عطا کی ہیں
چند حرفے نقش کردی از رقوم	سنگہا از عشق اوشد ہمچو موم
تو نے حروف میں سے چند حرف تحریر کئے	اس کے عشق سے بہت سے پتھر موم جیسے ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

نون ابرو صادِ چشم و جیم گوش	بر نوشتی فتنۂ صد عقل و ہوش
ابرو کا نون آنکھ کا صادؔ کان کا جیم	تو نے لکھے ہیں جو سینکڑوں عقل و ہوش کے لئے فتنہ ہیں
زاں حروفت شد خرد باریک ریس	نسخ میکن اے ادیب خوشنویس
تیرے ان حروف سے عقل دقیق النظر ہو گئی	اے خوشنویس ادیب! خوب لکھ
در خورِ ہر فکر بستہ بر عدم	دمبدم نقشِ خیالِ خوش رقم
عدم پر ہر فکر کے مناسب قائم کر دیا ہے	ہر لحظہ حسین خیالی نقش
حرفہائے طرفہ بر لوحِ خیال	بر نوشتہ چشم و ابرو خط و خال
خیال کی تختی پر عجیب حروف	آنکھ اور ابرو اور خط و خال کے لکھ دیئے ہیں
بر عدم باشم نہ بر موجود مست	زانکہ معشوق عدم وافی ترست
میں عدم کا عاشق ہوں نہ کہ موجود کا	کیونکہ عدم والا معشوق زیادہ وفادار ہے
عقل را خط خوان آں اشکال کرد	تا دہد تدبیرہا رازاں نورد
عقل کو ان شکلوں کا پڑھنے والا بنا دیا	تاکہ ان کے بارے میں تدبیروں کو لپیٹ دے

تشبیہ عقل بجبرئیلؑ و نظر او در غیب مانند نظر جبرئیلؑ در لوح محفوظ

عقل کی (حضرت جبرئیلؑ سے مشابہت اور اس کی نظر کا غیب پر (حضرت) جبرئیلؑ کی طرح رہنا

چوں ملک از لوح محفوظ آں خرد	ہر صباحے درس ہر روزہ برد
عقلؔ فرشتہ کی طرح لوح محفوظ سے	ہر صبح کو ہر دن کا سبق حاصل کر لیتی ہے
بر عدم تحریرہا بیں بابیاں	واں سوادش حیرت سودائیاں
عدم میں وہ تحریریں دیکھ باوجود بیان کے	ان کی سیاہی دیوانوں کے لئے باعث حیرت ہے
ہر کسے شد بر خیالے ریش گاوٗ	گشتہ در سوائے گنجے گنج گاوٗ
ہر شخص کسی خیال میں احمق بنا ہوا ہے	خزانے کے خیال میں گنج گاوٗ بنا ہوا ہے
از خیالے گشتہ شخصے پر شکوہ	روئے آوردہ بمعدنہائے کوہ
ایک شخص خیال کی وجہ سے پرشکوہ ہے	پہاڑ کی کانوں کی جانب رخ کئے ہوئے ہے
وز خیالے آں دگر با جہد مر	رو نہادہ سوئے دریا بہر در
دوسرا ایک خیال کی وجہ سے تلخ کوشش کے ساتھ	موتیوں کے لئے دریا کی جانب رخ کئے ہوئے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

واں دگر بہر ترہب در کنشت	واں یکے اندر حریصی سوئے کشت
دوسرا رہبانیت کے لئے گرجا گھر میں ہے	دوسرا حرص میں کھیتی (باڑی) کی جانب ہے
از خیال آں رہزن رستہ شدہ	وز خیال ایں مرہم خستہ شدہ
وہ خیال کی وجہ سے بازار کا ڈاکو بنا	اور یہ خیال کی وجہ سے زخمی کا مرہم بنا ہوا ہے
در پری خوانی یکے دل کردہ گم	بر نجوم آں دیگرے بنہادہ سم
ایک نے حاضرات میں دل کو گم کر دیا ہے	دوسرے نے ستاروں پر قدم رکھا ہے
آں یکے در کشتی از بہر رباح	آں یکے با فسق و دیگر با صلاح
ایک نفع کے لئے کشتی میں ہے	ایک فسق میں ہے اور دوسرا نیکی میں
ایں روشہا مختلف بیند بروں	زاں خیالات ملون ز اندروں
باہر یہ مختلف روشیں نظر آتی ہیں	اندر کے رنگا رنگ خیالات کی وجہ سے
ایں دراں حیراں شدہ کاں بر چہ ست	ہر چشندہ آں دگر را نافی ست
یہ اس میں حیران ہے کہ یہ (خیالات) کس بنا پر ہیں	ہر چکھنے والا دوسرے کا منکر ہے
آں خیالات ار نبند نامو تلف	چوں زبیروں شد روشہا مختلف
اگر یہ خیالات مختلف نہیں ہیں	تو بیرونی روشیں کیوں مختلف ہیں
قبلۂ جاں راچو پنہاں کردہ اند	ہر کسے رو جانبے آوردہ اند
چونکہ انہوں نے جان کے قبلہ کو چھپا دیا ہے	ہر شخص ایک جانب کو منہ کئے ہوئے ہے

تمثیل روشہائے مختلف ووہمہائے گوناں گوں باختلاف تحری متحریاں دروقت نماز قبلہ رابوقت تاریکی وتحری غواصاں درقعر بحر

مختلف روشوں اور مختلف قسم کے وہموں کی اندھیرے میں نماز کے وقت قبلہ کی انکل کرنے والوں کی انکل کے اختلاف سے اور غوطہ زنوں کی سمندر کی تہ میں انکل سے مثال

ہمچو قومے کہ تحری میکنند	بر خیال قبلہ ہر سوی تنند
جس طرح لوگ انکل کرتے ہیں	قبلہ کے خیال سے ہر جانب کو رخ کرتے ہیں
چونکہ کعبہ رونماید صبح گاہ	کشف گردد کہ گم کردہ ست راہ
جب صبح کو قبلہ رونما ہوتا ہے	واضح ہو جاتا ہے کہ کس نے غلطی کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یا چو غواصاں بزیر قعر آب	ہر کسے چیزے ہمی گیرد شتاب
یا جس طرح غوطہ زن پانی کی گہرائی کے نیچے	ہر شخص جلدی سے ایک چیز پکڑ لیتا ہے
برامید گوہر و در ثمیں	تو برہ پر میکنند از آن و ایں
جوہر اور قیمتی موتی کی امید پر	اس اور اس سے تھیلی بھر لیتے ہیں
چوں برآیند از تگ دریائے ژرف	کشف گردد صاحب در شگرف
جب گہرے دریا کی تہہ سے باہر آتے ہیں	عجیب موتی والا واضح ہو جاتا ہے
واں دگر کہ برد مروارید خرد	واں دگر کہ سنگریز و شبہ برد
اور وہ جس نے چھوٹا موتی حاصل کیا ہے	اور وہ جس نے پتھری اور پوتھ حاصل کیا ہے
هٰكذا نبلوهم بالساهره	فتنةً ذات افتضاح قاهره
اسی طرح ہم ان کو میدان میں آزمائیں گے	آزمائش میں جو زبردست رسوائی والی ہو گی
ہمچنیں ہر قوم چوں پروانگاں	گرد شمعے پر زناں اندر جہاں
اسی طرح ہر قوم پروانوں کی طرح	دنیا میں ایک شمع کے چاروں طرف پرواز کر رہی ہے
خویشتن بر آتشے برمیزنند	گرد شمع خود طوافے می کنند
اپنے آپ کو ایک آگ پر پھینک رہی ہے	اپنی شمع کے گرد طواف کر رہی ہے
برامید آتش موسیٰ بخت	کز لہیبش سبز و تر گردد درخت
نصیب کے موسیٰ کی آگ کی امید پر	جس کی لپٹ سے درخت زیادہ سرسبز ہو جاتا ہے
فضل آں آتش شنیدہ ہر رمہ	ہر شرر را آں گماں بردہ ہمہ
ہر جماعت نے اس آگ کی فضیلت سن لی ہے	سب نے اس چنگاری کو وہ سمجھا ہے
چوں برآید صبحدم نور خلود	وانماید ہر یکے چہ شمع بود
جب صبح کو ہمیشگی کا نور طلوع کرے گا	ہر شخص دیکھ لے گا کہ کیا شمع تھی
ہر کرا پر سوخت زاں شمع ظفر	بدہدش آں شمع خوش ہفتاد پر
جس کے اس کامیابی کی شمع سے پر جلے ہیں	اس کو وہ شمع ستر اچھے پر دیدے گی
جوق پروانہ دو دیدہ دوختہ	ماند زیر شمع بد پر سوختہ
دونوں آنکھیں بند کئے ہوئے پروانوں کی جماعت	بری شمع کے نیچے پر جلی ہوئی رہ جائے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

می طپد اندر پشیمانی و سوز	میکند آہ از ہوائے چشم دوز
وہ سوزش اور شرمندگی میں تڑپے گی	آنکھیں سی دینے والی خواہش نفسانی سے آہ کرے گی
شمع او گوید کہ چوں من سوختم	کے ترا برہانم از سوز و ستم
اس کو شمع کہے گی جبکہ میں جل گئی	میں تجھے سوزش اور ستم سے کیسے رہائی دوں
شمع او گریاں کہ من سر سوختہ	چوں کنم من غیر را افروختہ
اس کی شمع روئے گی کہ میں سر جلی	دوسرے کو کیا روشن کروں؟

در تفسیر آیت یا حسرۃً علے العباد

"بندوں پر حسرت ہے" آیت کی تفسیر

او ہمی گوید کہ از اشکال تو	غرہ گشتم دیر دیدم حال تو
وہ کہے گا کہ تیری صورت سے	میں دھوکا کھا گیا میں نے تیری حالت دیر میں دیکھی
شمع مردہ بادہ رفتہ دلربا	غوطہ خورد از ننگ کژ بینی ما
شمع مر کر چلی گئی دل ربا نے	غوطہ مار لیا ہماری کج بینی کی ذلت سے
ظلت الارباح خسراً مغرماً	نشتکی شکویٰ الی اللہ العمیٰ
منافع ڈنڈ والا نقصان بن گئے	اندھے پن کا اللہ سے شکوہ کرتا ہے
حبذا ارواح اخوان ثقات	مسلمات مؤمنات قانتات
ثقہ بھائیوں کی روحیں قابل مبارکباد ہیں	مسلمان ہیں، مومن ہیں، دعا کرنے والی ہیں
ہر کسے روئے بسوئے بردہ اند	واں عزیزاں رو بہ بے سو کردہ اند
ہر شخص نے اُدھ جانب رخ کیا ہے	وہ باعزت ہیں جنھوں نے بے رخ کی جانب رخ کیا ہے
ہر کبوتر می پرد در مذہبے	ویں کبوتر جانب بے جانبے
ہر کبوتر ایک راستہ پر پرواز کرتا ہے	یہ کبوتر بے جانب کی جانب پرواز کرتا ہے
ہر عقابے می پرد از جا بجا	ویں عقاباں راست بے جائی سرا
ہر باز ایک جگہ سے دوسری جگہ پرواز کرتا ہے	ان بازوں کی سرائے لامکانی ہے
مانہ مرغان ہوا نے خانگی	دانہ ما دانۂ بے دانگی
ہم نہ ہوائی پرند ہیں، نہ پالتو	ہمارا دانہ بے دانگی کا دانہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں فراخ آمد چنیں روزی ما	کہ دریدن شد قبا دوزی ما
اسی لئے ہماری روزی اس قدر فراخ ہے	کہ ہمارا پھاڑنا قبا کو سینا ہے

دربیان آنکہ فرجی راچرافرجی نام نہادند اول

اس کا بیان کہ شروع میں فرجی کو فرجی کیوں کہا گیا

صوفیٔ بدرید جبہ در حرج	پیشش آمد بعد بدریدن فرج
ایک صوفی نے تنگی میں جبہ پھاڑ ڈالا	پھاڑنے کے بعد اس کو فراخی میسر آ گئی
کردہ نام آں دریدہ فرجی	ایں لقب شد فاش ازاں مردنجی
اس نے اس پھٹے ہوئے (جبہ) کا نام کشادگی والا رکھ دیا	اس برگزیدہ کی وجہ سے یہ نام مشہور ہو گیا
ایں لقب شد فاش وصافش شیخ برد	ماند اندر طبع خلقاں حرف درد
یہ لقب مشہور ہو گیا اور اس کی حقیقت شیخ لے گیا	لوگوں کی طبیعت میں حرف تلچھٹ باقی رہ گئی
ہمچنیں ہر نام صافی داشتہ است	اسم را چوں دردی بگذشتہ است
اسی طرح ہر وہ نام جو صفائی رکھتا تھا	اس نے نام کو تلچھٹ کی طرح چھوڑا
ہر کہ گلخوارست دردی را گرفت	رفت صوفی سوئے صافی ناشگفت
جو مٹی کھانے والا ہے اس نے تلچھٹ لے لی ہے	صوفی صاف کی جانب تعجب کے بغیر چلا گیا
گفت لا بد درد را صافی بود	زیں دلالت دل بصفوت میرود
(صوفی نے) کہا تلچھٹ کے لئے صفائی لازمی ہے	اس رہنمائی سے دل صافی کی جانب جاتا ہے
درد عسر افتاد صافش یسر او	صاف چوں خرما و دردی بسر او
تنگی تلچھٹ ہے اس کا صاف اس کی کشادگی ہے	صاف خرما کی طرح ہے اور تلچھٹ اس کا کچا ہے
عسر با یسر ست ہیں آئیس مباش	راہ داری زیں ممات اندر معاش
تنگی کشادگی کے ساتھ ہے خبردار! مایوس نہ ہو	اس موت سے تو زندگی میں راستہ پاتا ہے
صاف خواہی جبہ بشگاف اے پسر	تا ازاں صفوت برآری زود سر
اے بیٹا! اگر تو صاف چاہتا ہے جبہ کو پھاڑ دے	تاکہ اس میں سے جلد صفائی ظاہر ہو جائے
ہست صوفی آنکہ شد صفوت طلب	نہ لباس صوف و خیاطی و دب
صوفی وہ ہے جو صفائی کا طالب ہو	نہ کہ اون کا لباس اور سینا اور نقش

www.besturdubooks.wordpress.com

صوفی گشتہ بہ پیش ایں لئام	الخیاطۃ واللواطۃ والسلام
ان کمینوں کے لئے صوفی ہونا بن گیا ہے	سینا اور اغلام والسلام
برخیال آں صفا و نام نیک	رنگ پوشیدن نکو باشد ولیک
صفا کے خیال اور بھلے نام کی وجہ سے	رنگین پہننا اچھا ہو گا لیکن
بر خیالش گر روی تا اصل او	ہمچناں کہ گربہ سوئے ناں بو
اگر اس کے خیال سے تو حقیقت کی طرف جائے	جس طرح کہ بلی خوشبو کے ذریعہ روٹی کی جانب
بوقلاوُوزست اے جویائے عشق	نے زبو یعقوبؑ شد بینائے عشق
اے عشق کے تلاش کرنے والے! بو رہنما ہے	کیا بو کی وجہ سے (حضرت) یعقوبؑ عشق کے بینا نہیں بنے؟
دور باش غیرتت آمد خیال	گرد بر گرد سرا پردہ جلال
(فاسد) خیال تیرے لئے دو شاخہ نیزہ ہے	جلال کے پردے کے اردا گرد ہے
بستہ ہر جوینده را کہ راہ نیست	ہر خیالش پیش می آید کہ بیست
جس نے ہر تلاش کرنے والے کو باندھ دیا ہے کہ راستہ نہیں ہے	ہر خیال اس کے سامنے آ جاتا ہے کہ ٹھہرجا
جز مگر آں تیز گوش و تیز ہوش	کش بود از جیش نصرتہاش جوش
سوائے اس تیز کان والے اور تیز ہوش والے کے	جس کو مددوں کے لشکر سے جوش حاصل ہے
نجہد از تخییلہا بے شہ شود	تیر شہ بنماید و بیروں رود
وہ تخیلات سے نکل جاتا ہے بغیر مات کے بن جاتا ہے	شاہی تیر دکھاتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے
ہر کہ را در دست تیر شہ بود	راہ یابد تا بمنزل می رود
جس کے ہاتھ میں بادشاہ کا تیر ہو	راستہ پا لیتا ہے منزل تک چلا جاتا ہے

شرح حبیبی

چونکہ اوپر مولانا نے غذائے روحانی کی تفصیل بیان فرمائی تھی اس لئے اب اس کی درخواست کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے خدائے بے نظیر جب کہ تو نے اس گفتگو کو ہمارا حلقہ گوش کیا ہے اور ہمارے کانوں تک پہنچایا ہے تو اب تو بخشش کر اور ہمارا کان پکڑ کر بقسر ہم کو اس مجلس تک پہنچا دے جس میں یہ مست لوگ (اہل اللہ) تیری وہ شراب یعنی شراب ایمانی پیتے ہوں تا کہ ہم کو بھی اس شراب کا کچھ حصہ مل جائے اور جبکہ تو نے اس مشک (ایمان) کی خوشبو ہم تک پہنچائی ہے اور اس کی صفت ہم کو معلوم کرائی ہے تو اب اس کے ڈبہ کو بند مت کر۔ اور اس سے ہم کو مستفید کر کیونکہ

آپ بڑے دینے والے ہیں چنانچہ کیا مذکر کیا مؤنث۔ سب کو آپ بے دریغ دیتے ہیں اور وہ سب آپ ہی کا دیا کھاتے ہیں آپ بے مانگے دیتے ہیں اور قلوب عارفین پر ہر دم علوم و معارف کے سینکڑوں دروازے کھولتے ہیں اور آپ نے کتنے ہی ایسے عمدہ حروف ان کے لوح قلب پر نقش کئے ہیں جن سے سنگین دلوں کا دل ہی موم ہو گیا اور آپ نے ایسے نون ابرو وصاد چشم و جیم گوش (معارف نفیسہ) اس تختی پر لکھے ہیں جنہوں نے سینکڑوں عقل و ہوش کو مفتون کر لیا۔ اور جس سے عقل باریک بین رخصت ہو گئی۔ پس اے خوشنویس ادیب وہ پاکیزہ و ہوش ربا ہمارے لوح قلب پر بھی لکھئے اور جس طرح آپ نے علوم و معارف کو قلوب اہل اللہ پر القاء فرمایا ہے یوں ہمارے قلب پر بھی القا فرمایئے چونکہ مناجات میں تحریر نقوش کا تذکرہ تھا اس لئے مولانا اس تحریر کے متعلق مفصل گفتگو کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

کہ حق سبحانہ ہر دم ہر فکر کے مناسب اس کے غیر محسوس لوح پر نفیس نفیس نقوش و صور ذہنیہ منقش فرماتے ہیں اور اس لوح خیال پر عجیب عجیب حروف تحریر فرماتے ہیں جو باوجود نفیس حس میں مشترک ہونے کے چشم و ابرو و خط و خال کی طرح خصوصیات حس میں مختلف ہوتے ہیں۔ میں ان صور غیر محسوسہ کی اس لئے تعریف کرتا ہوں کہ میں غیر محسوس پر عاشق ہوں نہ کہ محسوس پر۔ اس لئے کہ غیر محسوس معشوق میں وفا اور پائیداری زیادہ ہے بہ نسبت محسوس کے۔ و ہو ظاہر۔

خیر! یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب ہم اصل مضمون بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے لوح خیال پر صور ذہنیہ مرتسم کیں اور عقل کو ان کا پڑھنے والا اور مدرک بنایا تاکہ وہ ان کو پڑھ کر تدبیرات میں ان کے مناسب تصرف کر سکے۔ اور جس طرح فرشتے لوح محفوظ سے احکام روزانہ معلوم کرتے ہیں یوں ہی وہ اس لوح خیال سے ہر صبح کے وقت ہر روز کا سبق پڑھ لیتے ہیں یعنی ان امور کو معلوم کر لیتے ہیں جو اس کو ہر روز کرتے ہیں (ہر صباحی درس اور ہر روز کے قیود لازمی نہیں کیونکہ نہ یہ ضرور ہے کہ عقلی امور کو صبح ہی کے وقت سوچے اور نہ ہی یہ ضرور ہے کہ ہر روز سوچے اور نہ یہی کہ تمام دن کے کام سوچے پس یہ قیود اتفاقیہ ہیں) تم دیکھو کہ لوح غیر محسوس پر کیسے واضح حروف لکھے ہوئے ہیں۔ جس کی سیاہی کی خوبی سے اہل خیال متحیر اور اس پر فریفتہ ہیں۔ چنانچہ ہر شخص ایک خیال کو لپٹا ہوا ہے اور اس کی بناء پر ایک خزانہ کے عشق میں مبتلا ہو کر اس کے کھوج میں لگا ہوا ہے۔ مثلاً ایک شخص ایک خیال کی شان و شوکت سے متاثر ہو کر پہاڑ کی کانوں میں سونے چاندی کی تلاش میں جاتا ہے۔ دوسرا شخص دوسرے خیال کے سبب پوری کوشش سے موتیوں کی خاطر دریا کی طرف چلا ہے۔ تیسرا شخص راہب بن کر گرجا میں بیٹھا ہے۔ چوتھا حرص کی بناء پر اپنے کسب میں لگا ہے پانچواں محض خیال کی بناء پر لوگوں پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ چھٹا شخص محض خیال کی بناء پر ایک مجروح کا مرہم اور ایک مبتلائے رنج کے لئے موجب راحت ہے۔ ساتواں شخص عملیات پر دل کھوئے ہوئے ہے۔ آٹھواں نجوم پر قدم جمائے ہوئے ہے نواں منافع کے لئے کشتی پر سوار ہے۔ دسواں فسق میں مبتلا ہے گیارہواں نیک ہے۔ پس یہ مختلف روشیں جو عالم بیرونی و اندرونی رنگا رنگ خیالات کے سبب دیکھتا ہے یعنی جو مساعی مختلفہ اس عالم میں ظہور پذیر ہوتے ہیں وہ اپنے خیالات مختلفہ کا اثر ہیں۔ اور دلیل اس کی یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کی روش میں حیران ہے اور کہتا ہے کہ یہ شخص یہ کام کیوں کرتا ہے۔ اس کو یہ نہ کرنا چاہئے بلکہ وہ کرنا چاہئے جو میں کرتا ہوں اور جو شخص جس کام کو اچھا سمجھتا ہے وہ اسی کو مانتا ہے اور دوسرے کے کاموں پر انکار کرتا ہے۔ پس یہ دلیل ہے اختلاف کی کیونکہ اگر خیالات مختلف نہ ہوتے تو روشوں میں یہ تضاد کیوں کر ہوتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جب یہ معلوم ہو گیا کہ لوگ مختلف الخیال ہیں تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس حالت میں ان کی ایسی مثال ہے۔ جیسے سمت قبلہ نامعلوم ہوتی ہے تو تحری کرتے ہیں اور ہر شخص بدیں خیال کہ قبلہ ادھر ہے ایک ایک طرف رخ کر لیتا ہے مگر جب صبح ہو جاتی ہے اور کعبہ ظاہر ہو جاتا ہے تو اس وقت انہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کون غلطی پر تھا۔ یا مثلاً ہر غوطہ زن پانی کے نیچے کچھ نہ کچھ جلدی سے اٹھا لیتا ہے اور بیش بہا موتی کی توقع میں جو کچھ ہاتھ لگتا ہے اس سے توبرہ پر کر لیتا ہے لیکن جب وہ اس گہرے دریا کی تہہ سے باہر آتے ہیں اس وقت وہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے جسے بڑا موتی ملا اور وہ بھی جسے چھوٹا موتی ملا اور وہ بھی جسے کنکر اور پوتھ ملی۔ کیونکہ مطلوب تو ان سے مخفی رہا اور ہر ایک نے اپنے گمان کے موافق اٹھا لیا۔ پس جس طرح ظہور صبح کے بعد متحریان قبلہ اور دریا سے نکلنے کے بعد غواصین کا امتحان ہوتا ہے یوں ہی حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگوں کا زمین حشر میں زبردست امتحان لیں گے جو بہت سوں کے لئے رسوائی بخش ہوگی کیونکہ اس وقت انہیں معلوم ہوگا کہ جس کو ہم قبلہ مقصود سمجھے ہوئے تھے وہ حقیقت میں ایسا نہ تھا اور جس کو ہم گوہر شاہوار خیال کرتے تھے وہ گوہر شاہوار نہ تھا۔ نیز جس طرح شب تاریک میں متحریان قبلہ ایک ایک جہت کو قبلہ سمجھے ہوئے ہیں اور غواصین جو کچھ ان کے ہاتھ آتا ہے اس کو موتی سمجھ کر توبرہ میں بھرتے ہیں۔

یوں ہی تمام لوگ پروانوں کی طرح دنیا میں ایک شمع مقصود کے گرد اڑ رہے ہیں اور اس خیال سے اپنے کو آگ سے ٹکراتے اور اپنی شمع مقصود کے گرد طواف کرتے ہیں کہ یہ ہمارے موسائے بخت کی مطلوب آگ ہے۔ جس کے شعلہ سے ہماری امیدوں کے خشک درخت ہرے بھرے ہو جائیں گے ان لوگوں نے حقیقی آتش موسائے بخت (مقصود حقیقی) کی چھوٹی مستی ہے اور ہر شرر کو وہی آگ سمجھ لیا ہے یعنی جس نے جس چیز کے اندر خوبی مشاہدہ کی اس کو مطلوب حقیقی خیال کر کے اس کے پیچھے ہو لیتا ہے۔ لیکن واقع میں ایسا نہیں ہے اس لئے جب یہ شب ظلمانی یعنی دنیائے فانی ختم ہوگی اور بوقت صبح قیامت نور بقا جلوہ گر ہوگا۔ اس وقت ہر شخص کو معلوم ہوگا کہ وہ کیسی شمع تھی۔ جس پر وہ فریفتہ تھا اس وقت بعض کو معلوم ہوگا کہ وہ شمع تھی جس کی طلب کی تھی اور اسی کی طلب میں انہوں نے اپنے قوئی جسمانیہ کو صرف کیا تھا۔ ایسے لوگوں کو وہ شمع ظفر (حق سبحانہ) ان سوختہ پروں اور صرف کی ہوئی قوتوں کے معاوضہ میں بکثرت ان سے بہتر پر اور قوئی عطا کرے گی۔ اور بہت سے پروانے اندھے ہوں گے۔ جو بری شمعوں کے نیچے پر جلے پڑے ہوں گے یعنی انہوں نے اشیاء غیر مطلوبہ فی نفس الامر کے لئے اپنے قوئی کو صرف کیا ہوگا۔ یہ لوگ پشیمانی اور سوز دروں سے تڑپتے ہوں گے اور آنکھ بند کر دینے والے خواہش نفسانی کے ہاتھ سے فریاد کرتے ہوں گے اور ان کی شمعیں بزبان حال کہتی ہوں گی کہ جبکہ ہم خود ہی جلی ہوئی ہیں تو تمہیں جلن سے کیونکر رہائی دے سکتی ہیں اور وہ رو کر کہتی ہوں گی کہ ہمارا سر تو خود ہی جلا ہوا ہے۔ اس لئے ہم خود روشن نہیں ہو سکتیں تو ہم تمہیں کیونکر روشن کر سکتی ہیں یعنی ہم خود ناقص اور عاری عن الکمال ہیں۔ پھر ہم تمہیں کیا فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔

ان کے جواب میں یہ لوگ کہتے ہوں گے کہ ہمیں تمہارے اشتباہ بالمقصود الحقیقی سے دھوکہ ہوا۔ اور افسوس ہے کہ ناوقت تمہاری حقیقت کھلی۔ کیونکہ شمع گل ہو چکی ہیں شراب ختم ہو چکے ہیں محبوب ہماری غلط بینی کی عار سے

محجوب ہو چکا ہے یعنی اب مطلوب کا ملنا ناممکن ہوگیا ہے اور ہمارے منافع خسران ہو چکے ہیں۔اس وقت ہم اپنے اندھے پن کی خدا سے شکایت کرتے ہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ بڑے اچھے ہیں ہمارے معتقد بھائیوں۔اہل اللہ کی روحیں کہ وہ مسلمان اور مومن اور عابد ہیں اور دیگر لوگوں نے تو اپنا رخ ایک ایک جانب کر رکھا ہے مگر وہ حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہیں جو کہ از جہات ہیں اور دیگر کبوتر۔ایک ایک خاص سمت میں جا رہے ہیں مگر یہ لوگ اس طرف جا رہے ہیں جس کے لئے کوئی جہت نہیں اور دوسرے تمام عقاب ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑ کر جا رہے ہیں لیکن یہ عقاب ایسی جگہ جا رہے ہیں جو فی الحقیقت کوئی جگہ یا گھر نہیں ہے یعنی عالم غیب کی طرف۔اور کہتے ہیں کہ ہم نہ ہوائی جانور ہیں نہ خانگی جو طالب جہت یا مکان ہوں اور ہماری غذا تو عدم الغذا ہے۔دون الجوع طعام الصدیقین۔رہی یہ بات کہ اس قدر فراخ ہماری روزی کیوں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری طبیعت تمہارے خلاف ہے کیونکہ دریدن قباء ہمارے حق میں قبادوزی ہے اور جو شے ہمارے لئے موجب فساد ہے وہ ہمارے لئے موجب اصلاح ہے۔پس جبکہ تمہاری طبیعتوں میں اختلاف ہے تو اس کے آثار میں بھی اختلاف ہوگا۔پس اور جو چیز تمہاری غذا ہوگی ہماری غذا اس کے خلاف ہوگی۔پس چونکہ تمہاری غذا دانہ ہے اس لئے ہماری غذا بے دانگی ہوگی۔چونکہ اوپر قبا چاک کرنے کا ذکر آیا تھا اس لئے مولانا اس سے ایک قصہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک صوفی کو قبض پیش آیا تھا تو انہوں نے متوحش ہو کر کرتہ پھاڑ ڈالا۔اس کے پھاڑ ڈالنے کے بعد اس کو بسط ہوگیا اس پر انہوں نے کرتہ کا نام فرجی رکھ لیا اور ان کا رکھا ہوا نام لوگوں میں مشہور ہوگیا۔

القصہ: یہ نام مشہور ہوگیا اور اس کی حقیقت تو شیخ مذکور نے لے لی اور لوگوں کے اندر اس کی صورت اور نام رہ گیا اور کچھ فرجی ہی کی تخصیص نہیں بلکہ ہر ایسے نام سے جو دو چیزوں پر مشتمل تھا جن میں ایک کارآمد اور بمنزلہ حصہ صاف کے تھی یعنی مغز اور دوسری ناکارہ اور بمنزلہ تلچھٹ کے یعنی صورت۔کارآمد اور صاف شے کو لے لیا اور دوسری شے کو جو کہ بمنزلہ تلچھٹ کے تھی چھوڑ دیا یعنی اس کا مغز لے لیا اور وہ صورت جو کہ بے کار تھی اسے چھوڑ دیا۔

فائدہ:۔یاد رکھو کہ یہ تجزیہ وہیں ممکن ہے جہاں حقیقت اور مغز بدوں صورت کے پائی جا سکے اور صورت مقصود ہو لیکن جہاں حقیقت و مغز بدوں صورت کے پائے ہی نہ جا سکتے ہوں اور صورت بھی مقصود ہو جیسے صوم و صلوٰۃ وغیرہ امور شرعیہ وہاں یہ تجزیہ ممکن نہیں۔فافہم ولا تزل)

خیر یہ حالت تو شیخ مذکور کی تھی اب اوروں کی حالت سنو ان میں جو گل خوار تھے انہوں نے تلچھٹ اور صورت غیر مقصودہ کو لے لیا اور جو صوفی تھے انہوں نے حصہ صاف اور مغز لے لیا کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ ہر درد کے لئے صاف ہوتا ہے اور درد کی دلالت بر صفا کے سبب اس سے صافی کی طرح ذہن منتقل ہوتا ہے۔اس بناء پر ان کا ذہن درد سے صاف کی طرف منتقل ہوا۔اور چونکہ درد بمنزلہ عسر کے تھا اور صاف بمنزلہ یسر کے اور صاف بمنزلہ پختہ چھوہارے کے تھا اور درد بمنزلہ کچے چھوہارے کے۔اس لئے درد کو چھوڑ دیا اور صاف کو لے لیا۔آگے مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اول اتنا سمجھ لو کہ ہم لوگوں کی ریاضات و مجاہدات جو حالاً عسر میں مآلاً یسر ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس تم کو سختی حال کو دیکھ کر مایوس نہ ہونا چاہئے اور اس کو اختیار کرنے سے گھبرانا چاہئے۔ کیونکہ تم اس موت (عسر) سے حیات (یسر) تک پہنچو گے جب یہ معلوم ہوگیا تو آپ کہتے ہیں کہ اگر تم کو صفا کی ضرورت ہے تو تم قبائے ہستی کو چاک کرو۔ اس سے تم بجز صفوت سے سرنکالو گے اور صفا تم کو مل جائیگی ایسا کرنے سے تم کو اس طریق کی دشواری مانع ہوسکتی تھی۔ سو اس کو ہم پہلے ہی سے دفع کر چکے ہیں اب کوئی مانع نہ رہا۔ پس تم کو ضرور صفا حاصل کرنی چاہئے کیونکہ صوفی وہ ہے جو طالب صفا ہو۔ اور پشمینہ پہننا گدڑی سینا اعلام کرنا تصوف نہیں ہے مگر کیا کیجئے کہ نااہلوں نے تصوف کو خراب کر دیا ان پاگلوں کے نزدیک حقیقت تصوف صرف اتنا ہے کہ گدڑی کا بنڈل اور رنڈی بازی کر لی۔ اس لئے وہ واقعی حقیقت تصوف کو حاصل نہیں کرنا چاہتے اور عوام بھی ان کی دیکھا دیکھی اسی روش پر چلتے ہیں۔

ہاں تو ہم نے کہا تھا کہ صوفیانہ لباس تصوف نہیں یہ صحیح ہے مگر اس نیت سے کہ اس سے صفا کا خیال رہے۔ بایں طور کہ اس سے تصوف اور صوفیہ کی طرف ذہن منتقل ہو اور ان سے صفا کی طرف اور اس نام نیک کے سبب کہ یہ اہل اللہ کا لباس ہے اگر کوئی رنگین لباس پہنتے تو اچھا ہے مگر اس شرط سے کہ اس خیال ہی پر نہ جم جائے بلکہ اس سے حقیقت کی طرف یونہی ہے جس طرح بلی روٹی کی بو سے روٹی کی طرف۔ یہاں تک ان لوگوں کی اصلاح فرمائی تھی جو لباس صوفیانہ پہنتے تھے اور صوفی نہ تھے اب اس کی اصلاح فرماتے ہیں جو بوجہ حقیقت تصوف حاصل نہ ہونے کے لباس صوفیانہ کو ناپسند کرتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں کہ اے طالب عشق! یہ لباس مطلقاً بے سود نہیں ہے کیونکہ اس سے صورت صفا جس کو بوئے صفا کہنا چاہئے حاصل ہوتا ہے اور جو حقیقت کی طرف رہنما ہوتی ہے دیکھو یعقوب علیہ السلام بوئے یوسف ہی سے تو صاحب عشق ہو گئے تھے۔ یعنی ان کو بوئے مطلوب ہی سے تو مطلوب کا پتہ چلا تھا۔ پس اے بوئے صفا بے سود کیونکر ہوسکتی ہے اور جب وہ بے سود نہیں تو لباس صوفیانہ مطلقاً بے سود کیونکر ہوسکتا ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو کہ جو چیز تم کو خدا تک نہیں پہنچنے دیتی وہ تمہارا خیال غیر اللہ ہے کیونکہ خیالات مذکورہ سراپردۂ جلال رب ذوالجلال کے اردگرد پہرہ دار ہیں جس کو غیرت خداوندی نے اس لئے قائم کیا ہے کہ وہ نا قابل حضوری لوگوں کو آگے نہ بڑھنے دیں۔ بنا بریں وہ ہر طالب کو یہ کہہ کر رد کرتا ہے کہ ادھر جدھر تم جانا چاہتے ہو راستہ نہیں ہے۔ اور ہر خیال یہی کہتا ہے کہ ٹھہرو آگے نہ جاؤ بجز ان تیز گوش اور تیز ہوش لوگوں (اہل اللہ کے جو جیش تائیدات ربانیہ کے سبب سے جوش میں لڑتے ہوتے ہیں ان کو کوئی خیال نہیں روک سکتا۔ پس یہ لوگ تخیلات سے گزر کر مات سے بچ جاتے ہیں اور تیر شہ کھلا کر باہر نکل جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے پاس تیر شہ ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ جس کے پاس تیر شہ ہوتا ہے اس کو راستہ مل جاتا ہے اور وہ حضور شاہی تک پہنچ جاتا ہے۔

فائدہ:۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ زمانہ قدیم میں یہ قاعدہ تھا تیر پر بادشاہ کا نام لکھا ہوتا تھا پس جو شخص پہرہ والوں کو وہ تیر دکھلا دیتا تھا پہرہ والے اسے نہ روکتے تھے گویا کہ وہ پروانہ شاہی ہوتا تھا۔

پس حاصل یہ ہوا کہ اہل اللہ کے پاس پروانہ شاہی ہوتا ہے یعنی تائید حق اس کے شامل حال ہوتی ہے اس لئے ان کو کوئی خیال نہیں روک سکتا۔

فائدہ:۔ یہ بھی ممکن ہے کہ تیر شہ سے مراد عشق حق سبحانہ مراد ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فی المناجات

اے قدیم رازدان ذوالمنن	در رہ تو عاجزیم و ممتحن
اے احسانوں والے راز کو جاننے والے قدیم!	تیری راہ میں ہم عاجز ہیں اور مشقت میں ہیں
ایں دل سرگشتہ را تدبیر بخش	ویں کمانہائے دوتو را تیر بخش
اس حیران دل کو تدبیر عنایت کر دے	ان خمیدہ کمانوں کو تیر عنایت کر دے
جرعہ بر ریختی زاں خفیہ جام	بر زمین خاک من کاس الکرام
تو نے اس پوشیدہ جام سے گھونٹ گرا دیا ہے	خاک کی زمین پر کریموں کے پیالے سے
جست برزلف ورخ از جرعہ نشاں	خاک را شاہاں ہمی لیسند ازاں
گھونٹ کا نشان زلف اور رخ پر تلاش کیا ہے	اسی وجہ سے شاہ خاک کو چاٹتے ہیں
جرعۂ حسن ست کایں خاکست گش	کہ بصد دل روز وشب می بوسیش
حسن کا گھونٹ ہے کہ یہ خاک بھلی ہے	کہ تو دل و جان سے دن رات اس کو چومتا ہے
جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند	مرترا تا صاف او خود چوں کند
مٹی میں ملا ہوا گھونٹ جبکہ مجنون بنا دیتا ہے	تو تجھے اس کا صاف کیا بنا دے گا؟
ہر کسے پیش کلوخے جامہ چاک	کاں کلوخ از حسن آمد جرعہ ناک
ہر شخص ایک مٹی کے ڈھیلے کے سامنے کپڑے پھاڑے ہوئے ہے	کیونکہ وہ ڈھیلا حسن سے گھونٹ حاصل کئے ہوئے ہے
جرعۂ بر ماہ و خورشید و حمل	جرعۂ برعرش و کرسی و زحل
ایک گھونٹ ہے چاند اور سورج اور برج حمل پر	ایک گھونٹ ہے عرش اور کرسی اور زحل پر
جرعۂ گوئیش اے عجب یا کیمیا	کہ ز آسیبش فنا گردد بقا
تعجب ہے تو اس کو گھونٹ کہہ لے یا کیمیا	کہ اس کے اثر سے فنا بقا بن جاتی ہے
جد طلب آسیب او اے ذوفنوں	لا یمس ذاک الا الطاھرون
اے ہنر مند! اس کا اثر کوشش کا خواہاں ہے	اس کو نہیں چھو سکتے ہیں مگر پاک لوگ
جرعۂ بر لعل و بر زرد درر	جرعۂ بر خمر و بر نقل و ثمر
ایک گھونٹ ہے لعل اور سونے اور موتیوں پر	ایک گھونٹ ہے شراب اور چبینے اور پھلوں پر

www.besturdubooks.wordpress.com

جرعۂ بر روئے خوبان لطاف	تا چگونہ باشد آں رواق صاف
ایک گھونٹ ہے نازک اندام حسینوں کے رخ پر	تو اس چھنے ہوئے اور صاف کا کیا حال ہو گا؟
چوں ہمی مالی زباں را اندریں	چوں شوی چوں بینی آں را بے زطیں
جبکہ تو اس پر زبان کو ملتا ہے	تو تیرا کیا حال ہو گا جبکہ اس کو بغیر مٹی کے دیکھے گا
چونکہ وقت مرگ آں جرعہ صفا	زیں کلوخ تن بمردن شد جدا
چونکہ موت کے وقت وہ مصفٰی گھونٹ	جسم کے اس ڈھیلے سے مرنے پر جدا ہو گیا
آنچہ ماند میکنی زودش دفیں	کیں چنیں زشتے ودوں چوں بد قریں
جو رہ گیا اس کو تو جلدی سے دفن کر دیتا ہے	کہ یہ ایسا بدنما اور کم رتبہ کیوں ساتھ تھا؟
جاں چو بے ایں جیفہ بنماید جمال	کے توانم گفت لطف آں وصال
جانٗ جب اس مردار کے بغیر حسن دکھائے گی	اس وصال کا لطف میں کیا کہہ سکتا ہوں
مہ چو بے ایں ابر بنماید ضیا	شرح نتواں کرد ازاں کا روکیا
چاند جب اس ابر کے بغیر روشنی دکھائے گا	اس معاملہ اور پاکیزگی کی شرح نہیں کی جا سکتی
حبذا آں مطبخ پرنوش وقند	کیں سلاطیں کاسہ لیساں دیند
سبحان اللہ وہ کیسا شہد و شکر سے پر مطبخ ہے	کہ یہ شہنشاہ اس کا پیالہ چاٹنے والے ہیں
حبذا آں خرمن صحرائے دیں	کہ بود ہر خرمن آں را خوشہ چیں
وہ دین کے صحراء کا خرمن کیا ہی عمدہ ہے	کہ ہر خرمن اس کا خوشہ چین ہوتا ہے
حبذا دریائے عمر بے غمے	کہ بود زو ہفت دریا شبنمے
بے غم عمر کے دریا کے کیا کہنے ہیں	کہ اس کے مقابل ساتوں دریا شبنم ہیں
جرعۂ چوں ریخت ساقی الست	بر سر ایں شورہ خاک زیر دست
الست کے ساقی نے جب ایک گھونٹ بہایا	اس نچلی بنجر زمین پر
جوش کرد آں خاک ومازاں جوششیم	جرعۂ دیگر کہ بس بے کوششیم
اس خاک نے جوش مارا اور ہم اس سے جوش میں ہیں	(اے خدا) دوسرا گھونٹ ' کہ ہم بے طاقت ہیں
گر روا بد نالہ کردم از عدم	ورنبود ایں گفتنی نک تن زدم
اگر جائز ہو تو معدوم (گھونٹ) کا نالہ کروں	اور اگر یہ ان کہنی ہے تو میں چپ ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں بیان بط حرص منثی ست	از خلیل آموزکاں بط کشتنی ست
یہ حرص کی اونثی بط کا بیان ہے	خلیل (اللہ) سے سیکھ لے یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے
ہست در بط غیر ایں بس خیر و شر	ترسم از فوت سخنہائے دگر
بط میں اس کے علاوہ اور بہت سے خیر و شر ہیں	میں دوسری باتوں کے چھوٹ جانے کے خوف سے ڈرتا ہوں

شرح حبیبی

اے قدیم اور راز داں اور صاحب انعامات بیکراں۔ ہم آپ کے راہ میں عاجز اور مصیبت زدہ ہیں۔ پس آپ ہمارے دل سر گشتہ تیہ ضلالت کو چارہ کار اور اس سے نکلنے کی تدبیر سمجھائے اور ان بڑی کمانوں (ہمارے دلہائے کثر) کو تیر (رائے صائب) عطا فرمائیے۔ آپ بڑی قدرت والے ہیں چنانچہ آپ نے کمال مخفی کے جام سے جس سے اہل اللہ شراب محبت پیتے ہیں خاک پر جرعہ گرایا اور اس کی چھینٹ زلف رخ حسیناں پر پڑی تو اس کا اثر یہ ہوا کہ بادشاہ تک انہیں چاٹتے ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ جرعہ حسن ہے جس سے یہ خاک اجسام حسیناں اس قدر اچھی ہے کہ تم رات دن اسے چومتے ہو۔ پس تم خیال کرو کہ جب وہ جرعہ حسن جس میں خاک کی آمیزش ہے آدمی کو دیوانہ بنا دیتا ہے تو وہ حسن جو اپنی محوضت اور صرافت پر باقی ہے کیا حالت کرے گا لیکن افسوس کہ لوگوں نے اس حسن کو نظر انداز کر دیا ہے اور ہر ایک شخص اس ڈھیلے پر فدا ہے جو اس حسن سے ایک جرعہ حاصل کیے ہوئے ہے۔ اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر بیان قدرت شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ایک جرعہ آپ نے چاند اور سورج اور برج حمل پر ڈالا ہے اور ایک جرعہ عرش و کرسی و زحل پر۔

اب مولانا کو جوش ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اسے جرعہ کہا جائے یا کیمیا۔ نہیں اسے تو کیمیا کہنا چاہئے کیونکہ اس میں قلب ماہیت کی خاصیت ہے اور اس کے اثر سے عدم منقلب بوجود ہو جاتا ہے۔ لوگو تم اس عجیب الخاصیت جرعہ کے اثر کو نہایت کوشش سے حاصل کرو۔ تاکہ تمہاری قلب ماہیت ہو جائے اور تم نقصان سے کمال پر پہنچ جاؤ۔ مگر ایسے وہی ہو سکتے ہیں جو نجاسات روحانیہ اور اخلاق رذیلہ سے پاک ہوں۔ بس اول تم پاک ہو جاؤ۔

دیکھو ایک جرعہ اس کا لعل اور سونے اور موتیوں پر پڑا ہے اور ایک جرعہ شراب اور نقل اور پھلوں پر پڑا ہے اور ایک جرعہ حسینوں کے چہروں پر پڑا ہے جس سے ان اشیاء کی وہ حالت ہو گئی ہے جو تم دیکھ رہے ہو۔ اب تم غور کرو کہ اس خالص اور خوش آئند شراب کی کیا حالت ہوگی اور جبکہ تم اس جرعہ آمیز مٹی کو زبان سے چاٹتے ہو تو اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب اس کو بلا آمیزش خاک دیکھو گے۔

اور دیکھو جبکہ انتقال کے وقت وہ جرعہ صفا اس جسم خاکی سے طریان موت کے سبب جدا ہو جاتا ہے تو جو کچھ رہ جاتا ہے اس کو تم فوراً دفن کر دیتے ہو اور تعجب سے کہتے ہو کہ ایسی مکروہ اور بری شی کیسے ہم سے مقرون تھی۔ پس جبکہ وہ جرعہ حسن اس قدر مکروہ شے کو اس درجہ محبوب بنا دیتا ہے تو جس وقت وہ جان جہاں بدوں اس جسم مردار کے

www.besturdubooks.wordpress.com

جب جلوہ دکھلائے گا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ وصال کس قدر پر لطف ہوگا اور جس وقت وہ چاند بدوں اس امر (جسم) کے اپنی چمک دکھلائے گا تو میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت اس کی کیا شان ہوگی۔

ارے وہ شیرینی وقند سے بھرا ہوا مطبخ جس کے یہ سلاطین (اہل اللہ) کاسہ لیس ہیں۔ یعنی مطبخ جمال حق سبحانہ نہایت عمدہ شے ہے اور خرمن صحرائے دین یعنی کمال جس سے ہر خرمن کمال خوشہ چین ہے نہایت پاکیزہ چیز ہے اور وہ دریائے عمر تمم یعنی یہ حیات بے غم کمال جس کے سامنے ساتوں سمندر بمنزلہ شبنم کے بے حقیقت ہیں نہایت عجیب شے ہے۔ پس اس سے ضرور متمتع ہونا چاہئے اس کی یہ شان ہے کہ جب ساقی الست (حق سبحانہ) نے اس عاجز اور شورہ خاک کے اوپر اپنے سراسر کمال کا ایک جرعہ ڈالا تو اس خاک کو جوش ہوا اور اس نے ارضیت سے انسانیت تک ترقی کی۔ اور ہم اسی جوش نتیجہ ہیں۔ جب حال یہ ہے تو اے اللہ تو ایک اور جرعہ ڈال دے کیونکہ ہم میں ابھی نقصان موجود ہے اور ہم بہت بے کوشش ہیں تا کہ ہم اس قفس نقص سے نکل کر اوج کمال انسانی پر پہنچ جائیں۔ جب دعا کر چکے تو اب مولانا پر حال غالب ہوا اور خیال ہوا کہ معلوم نہیں کہ ہماری یہ درخواست زیبا ہے یا نازیبا۔ اس سے حق سبحانہ کی جناب میں عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ اگر میرا یہ فعل مناسب تھا تو اس عدم کوشش کا رونا رو چکا تو قبول فرما اور اگر نامناسب تھا تو معاف کیجئے۔ لیجئے میں خاموش ہو گیا اب آپ کو اختیار ہے جو صادر فرمادیں۔ آپ حکیم ہیں ہم آپ کی مصالح میں دخل نہیں دیتے۔ خیر یہ بیان تھا بط حرص کا۔ جو اشیاء ناسوتہ پر راغب ہیں اور خلاصہ اس کا یہ ہے کہ تم کو حضرت خلیل اللہ سے سبق لینا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ یہ بط مار ڈالنے کے قابل ہے۔ بط حرص میں علاوہ مذکورہ بالا اوصاف کے اور بھی بہت سے برے اوصاف ہیں۔ مگر میں ان کو بیان نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ اور مضامین ضرور یہ رہ جائیں اسی لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔

صفت طاؤس و طبع او و سبب کشتن ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اورا

مور کی صفت اور اس کا مزاج اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے اس کو مار ڈالنے کا سبب

آمدیم اکنوں بطاؤس دو رنگ	کو کند جلوہ برائے نام و ننگ
اب ہم دوغلے مور (کے ذکر) پر آ گئے	کہ وہ فخر و مباہات کے ذریعہ نمائش کر رہا ہے
ہمت او صید خلق از خیر و شر	وز نتیجہ و فائدہ آں بے خبر
اس کا ارادہ اچھے برے طریقوں پر مخلوق کا شکار کرنا ہے	اور وہ نتیجہ اور فائدے سے بے خبر ہے
بے خبر چوں دام میگیرد شکار	دام را چہ علم از مقصود کار؟
ایسا ہی لاعلم ہے جس طرح جال شکار پھانستا ہے	جال کو کام کے مقصد کا کیا علم؟
دام راچہ ضرو چہ نفع از گرفت	زیں گفت بیہدہ اش دارم شگفت
گرفتار کرنے میں جال کا کیا نفع و نقصان؟	اس کی اس بیہودہ گرفت سے مجھے تعجب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اے برادر دوستاں افراشتی	باد و صد دلداری و بگذاشتی
اے بھائی! تو نے دوستوں کو بلند کیا	سینکڑوں دلداریوں سے اور چھوڑ دیا
کارت ایں بودہ ست از وقت ولاد	صید مردم کردن از دام و داد
پیدائش کے وقت سے تیرا یہی کام رہا ہے	جال اور بخشش کے ذریعہ لوگوں کا شکار کرنا
زاں شکار وانبہی باد و بود	دست در کن ہیچ یابی تار و پود
اس شکار اور تگ و دو کی کثرت سے	(جال میں) ہاتھ ڈال کچھ تانا بانا تیرے ہاتھ نہ آئے گا
بیشتر رفت ست و بیگاہ است روز	تو بجد در صید خلقانے ہنوز
دن تو بیشتر چلا گیا اور ناوقت ہو گیا	تو ابھی تک لوگوں کو شکار کرنے کی کوشش میں ہے
آں یکے می گیر و ایں می ہل ز دام	ویں دگر را صید می کن چوں لئام
اس ایک کو پکڑ اور اس کو جال میں سے چھوڑ دے	کمینوں کی طرح دوسرے کا شکار کر
باز ایں را می ہل و می جو دگر	اینت لعب کودکان بے خبر
پھر اس کو چھوڑ دوسرے کی تلاش کر	عجب بے خبر بچوں کا کھیل ہے
شب شود در دام تو یک صید نے	دام بر تو جز صداع و قید نے
رات ہو جائے گی تیرے جال میں کوئی شکار نہیں ہے	تیرے لئے جال سوائے دردِ سر اور قید کے کچھ نہیں ہے
پس تو خود را صید میکردی بدام	کہ شدی محبوس و محرومی زکام
تو نے جال سے خود اپنا شکار کر لیا	کیونکہ تو قیدی ہو گیا اور کام سے محروم رہا
در زمانہ صاحب دامے بود؟	ہمچو ما احمق کہ صید خود کند
کیا دنیا میں کوئی ایسا شکاری ہو گا	ہم جیسا احمق! کہ خود اپنا شکار کر لے؟
چوں شکار خوک آمد صید عام	رنج بیجد لقمہ خوردن زو حرام
عوام کو پھانسنا سور کے شکار کی طرح ہے	مشقت بیحد اور اس میں سے لقمہ کھانا حرام ہے
آنکہ ارزد صید را عشق ست و بس	لیک او کے گنجد اندر دام کس
جو شکار کرنے کے قابل ہے وہ صرف عشق ہے	لیکن وہ کب کسی کے جال میں پھنستا ہے؟
تو مگر آئی و صید او شوی	دام بگذاری بدام او روی
ہاں تو آ اور اس کا شکار بن جا	(اپنا) جال چھوڑ اس کے جال میں گرفتار ہو جا

www.besturdubooks.wordpress.com

عشق میگوید بگوشم پست پست	صید بودن خوشتر از صیاد یست
میرے کان میں عشق آہستہ آہستہ کہتا ہے	شکاری بننے سے ' شکار بن جانا بہتر ہے
گوں میکن خویش را و غرہ شو	آفتاب را رہا کن ذرہ شو
اپنے آپ کو بیوقوف بنا لے اور فریفتہ بنجا	سورج بننے کو چھوڑ ذرہ بن جا
بردرم ساکن شود بیخانہ باش	دعوی شمعی مکن پروانہ باش
میرے دروازے پر پڑ جا' اور بے گھر بن جا	شمع بننے کا دعوٰی نہ کر' پروانہ بن جا
تابہ بینی چاشنی زندگی	سلطنت بینی نہاں در بندگی
تاکہ تو زندگی کا لطف دیکھے	بادشاہی کو غلامی میں چھپا ہوا دیکھے
نعل بینی باژ گونہ در جہاں	تختہ بندانرا لقب گشتہ شہاں
دنیا میں الٹی نعل بندی دیکھ لے	پھانسی پر چڑھنے والوں کا لقب بادشاہ ہو گیا ہے
بس طناب اندر گلو و تاج دار	و اندروں قہر خدائے عزوجل
گلے میں سولی کا پھندا اور تاج ہے	اس پر مجمع ہے کہ یہ بادشاہ ہے
ہمچو گور کافراں بیروں حلل	و اندروں قہر خدائے عزو جل
جس طرح کافروں کی قبر' کہ باہر قیمتی کپڑے ہیں	اور اند خدائے عز و جل کا قہر ہے
چوں قبور آں را مجصص کردہ اند	پردۂ پندار پیش آوردہ اند
قبروں کی طرح اس پر بھی چونا کر دیا ہے	گھمنڈ کا پردہ سامنے لٹکا دیا ہے
طبع مسکینت مجصص از ہنر	ہمچو نخل موم بے برگ و ثمر
تیری بیچاری طبیعت ہنر سے آراستہ	موم کی کھجور کی طرح بے برگ و ثمر ہے

شرح

اب ہم منافق طاؤس جاہ کی طرف آتے ہیں جو کہ شہرت اور عزت کے لئے اپنی شان وشوکت ظاہر کرتا ہے اس کی حالت یہ ہے کہ وہ بھلے برے لوگوں کو دام میں لاتا ہے مگر نتیجہ اور فائدہ اپنے فعل کا نہیں جانتا وہ اس طرح نتیجہ سے بے خبر رہ کر شکار کرتا ہے۔ جس طرح کہ جال۔ کیونکہ جال کیا جانے کہ برے جانوروں کو پھانسنے کا کیا مقصد ہے نیز جان کا اس کے پکڑنے سے کیا نفع نقصان۔ کچھ بھی نہیں۔ بس یہی حالت اس طاؤس کی ہے پس اس لغو حرکت پر بھی تعجب ہوتا ہے کہ کیوں کی جاتی ہے اور یہ لوگ طالبین جاہ باوجود دعوئ عقل کے لوگوں کے شکار کے کیوں درپے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صاحبو! تم نے بہت سے دلداروں سے دوست کھڑے کئے اور پھر اس کو چھوڑ دیا اور بچپن سے تمہارا یہی کام رہا کہ تم لوگوں کو دوستی کے جال میں پھانستے تھے۔ بھلا اس سے تمہیں کچھ ملا؟ تم یہی کہو گے کہ کچھ نہیں۔ پھر جب یہ حالت ہے تو تم کو چاہئے کہ اس شکار کرنے اور کثرت ساز وسامان سے دست کش ہو جاؤ۔ دیکھو تمہاری عمر کا بہت سا حصہ گزر چکا ہے اور وقت ناوقت ہو گیا ہے مگر ہنوز تم نہایت کوشش کے ساتھ لوگوں کو دام میں لانے میں مشغول ہوئے اور اسے پکڑا اسے چھوڑ۔ اسے پھانس اسے چھوڑ۔ اسے ڈھونڈ۔ غرضکہ عجیب بچوں کا سا کھیل کر رہے ہو۔ تم یاد رکھو کہ جب رات ہو جائے گی یعنی موت آ جائے گی اس وقت تمہاری حالت یہ ہوگی کہ تمہارے جال میں ایک بھی شکار نہ ہو گا یعنی نہ تمہارا کوئی ثنا خواں اور مجلس گرم کرنے والا۔ تمہارا مونس ہو گا نہ غمخوار۔ بلکہ اس رات میں تم تنہا ہو گے اور اپنے کئے کو بھگت رہے ہو گے۔ اور تمہارا جال تمہارے لئے بجز درد سر اور قید کے کچھ نہ ہو گا اور ثابت ہو گا کہ تم دوسروں کو نہیں پھانستے تھے بلکہ خود پھنس رہے تھے کیونکہ تم اس کام میں محبوس ہو گئے اور اصل مقصد سے محروم رہ گئے۔

بھلا عالم میں کوئی ہم سا احمق جال والا ہی ہو گا جو خود اپنا شکار کرے ہر گز نہیں۔ بلکہ صرف ہم ہی احمق ہیں جو خود اپنے کو جال میں پھانس رہے ہیں پس جب یہ معلوم ہو گیا کہ دوسروں کو جال میں پھانسنا اور معتقدین و ثنا خواں پیدا کرنا خود اپنے کو جال میں پھانسنا اور سراسر حماقت ہے تو اسے چھوڑنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ عوام کو پھانسنا بالکل ایسا ہے جیسا کہ سور کا شکار کہ اس میں تکلیف تو بے حد ہے۔ مگر اس کا ایک لقمہ کھانا بھی حرام ہے کیونکہ اس پھانسنے میں بجز نقصان کے نفع کچھ بھی نہیں۔ اچھا تو پھر شکار کرنے کی کیا چیز ہے وہ صید عشق ہی ہے اسے شکار کرنا چاہئے لیکن وہ کب کسی کے دام میں آ سکتا ہے اس لئے اس کی صورت یہ ہے کہ تم خود آ کر اس کے دام میں پھنس جاؤ اور اپنے دام صیاد کو چھوڑ کر اس کے جال میں آ جاؤ عشق میرے کان میں چپکے چپکے کہتا ہے کہ صیاد مردم سے صید عشق ہونا بہتر ہے اس لئے تم دنیوی ہوشیاری کو چھوڑو اور بے وقوف اور بھولے بن کر میرے دام میں آ جاؤ اور عزت و وقعت دنیوی کو چھوڑ کر تذلل و تمسکن اختیار کرو اور گھر بار چھوڑ کر میرے در پر پڑ جاؤ۔ اور مطلوبیت کو چھوڑ کر طالب بن جاؤ تا کہ تمہیں لطف زندگی حاصل ہو اور اس غلامی میں تمہیں سلطنت حاصل ہو جائے تم غور کرو گے تو تمہیں معاملہ برعکس نظر آئے گا اور تم دیکھو گے کہ قیدیوں کو یہاں کے عرف میں بادشاہ کہتے ہیں۔ اور بہت سے لوگ جن کے گلوں میں علائق دنیا کی رسیاں پڑی ہیں اور سولی پر لٹکے ہوئے ہیں لوگ ان کے گرد جمع ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بادشاہ سلامت ہیں اور ان کی حالت قبور کفار کی سی ہے کہ ظاہر تو نفیس لباسوں سے آراستہ ہیں اور باطن میں قہر حق سبحانہ بھرا ہوا ہے۔ یعنی ان کا دل اخلاق رذیلہ اور نجاسات معنویہ سے پر ہے ان لوگوں نے اپنے ظاہر کو قبور کفار کی طرح آراستہ کر رکھا ہے اور اس طرح اپنے عیوب پر ایک پردہ ڈال دیا ہے جو منشا ہے ان کے غرور اور دعوے اور تعلی کا۔ یہ تو ان جاہ پرستوں کی حالت تھی جو صرف ظاہری شان و شوکت رکھتے ہیں اور باطن میں کوئی کمال نہیں رکھتے۔ مگر اے صاحب کمال دنیوی! تو اس سے دھوکہ نہ کھانا اور اپنے کو صاحب کمال نہ سمجھنا۔ مانا کہ تیری طبیعت کمال دنیوی سے آراستہ ہے مگر وہ ایسے ہی ہے جیسے موم کا درخت کہ اس پر نہ پتے ہیں نہ پھل۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در بیان آنکہ لطف حق را ہمہ کس دانند وقہر را نیز ہمہ کس دانند و ہمہ از قہر حق گریزانند و بلطف او آویزانند اما حق تعالیٰ قہر ہا را در لطف پنہاں کردہ ولطفہا را در قہر پنہاں کردہ نعل باژ گونہ وتلبیس ومکر اللہ بود تا اہل تمیز و ینظر بنور اللہ از بے تمیزاں وحالے بیناں وظاہر بیناں جدا شوند کہ لیبلوکم ایکم احسن عملاً

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی مہر کو سب جانتے ہیں اور قہر کو بھی سب جانتے ہیں اور سب اس کے قہر سے گریز کرتے ہیں اور اس کی مہر سے وابستہ ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قہر کو مہر میں پوشیدہ کر دیا ہے اور مہر کو قہر میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ الٹی چال اور بناوٹ اور اللہ کا داؤ تھا تا کہ اہل تمیز اور اللہ کے نور سے دیکھنے والے بے تمیزوں اور حال کو دیکھنے والوں اور ظاہر بینوں سے جدا ہو جائیں کیونکہ (فرمایا ہے) تا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ کون عمل کے اعتبار سے اچھا ہے

گفت درویشے بدرویشے کہ تو	چوں بدیدی حضرت حق را بگو
ایک درویش نے دوسرے درویش سے کہا تو نے	حضرت حق کو کیسا دیکھا بتا
گفت بیچوں دیدم اما بہر قال	باز گویم مختصر آں را مثال
اس نے کہا میں نے بے مثال دیکھا لیکن کہنے کے لئے	اس کی ایک مختصر مثال بتاتا ہوں
دیدمش سوئے چپ او آذرے	سوئے دست راست حوض کوثرے
میں نے اس کی بائیں جانب آگ دیکھی	(اور) دائیں جانب حوض کوثر دیکھی
سوئے چپش بس جہاں سوز آتشے	سوئے دست راستش جوئے خوشے
اس کی بائیں سمت جہاں سوز آگ ہے	اس کے دائیں ہاتھ کی جانب عمدہ نہر ہے
سوئے آں آتش گروہے بردہ دست	بہر آں کوثر گروہے شاد و مست
ایک گروہ نے اس آگ کی جانب ہاتھ بڑھایا ہے	ایک گروہ اس نہر کے لئے شاد اور مست ہے
لیک نعل باژ گونہ بود سخت	پیش پائے ہر شقی و نیک بخت
لیکن الٹی چال سخت ہوتی ہے	ہر شقی اور نیک بخت کے لئے
ہر کہ در آتش ہمی رفت و شرر	از میان آب بر میکرد سر
جو آگ اور چنگاریوں میں گیا	اس نے پانی میں سے سر ابھارا
ہر کہ سوئے آب میرفت از میاں	او در آتش یافت میشد در زماں
جو آگ کی طرف گیا	وہ فوراً آگ میں پایا گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ سوئے راست شد و آب زلال	سرز آتش برزد از سوئے شمال
جو دائیں جانب اور تیز پانی کی طرف گیا	اس نے بائیں جانب آگ میں سے سر ابھارا
وانکہ شد سوئے شمال آتشیں	سر بروں میکرد از سوئے یمیں
جو آگ والی بائیں جانب گیا	وہ دائیں جانب سے سر ابھارتا ہے
کم کسے بر سر ایں مضمر زدے	لاجرم کم کس دراں آذر شدے
اس پوشیدہ راز سے بہت کم لوگ واقف ہوئے	لامحالہ بہت تھوڑے لوگ اس آگ میں گئے
جز کسے کہ بر سرش اقبال ریخت	کو رہا کرد آب و در آتش گریخت
سوائے اس شخص کے جس کے سر پر اقبال مندی نازل ہوگئی	کہ اس نے پانی کو چھوڑ دیا اور آگ میں گھس گیا
کردہ ذوق نقد را معبود خلق	لاجرم زیں لعب مغبوں بود خلق
لوگوں نے نقد فائدے کو معبود بنا لیا ہے	لامحالہ اس کھیل سے لوگ ٹوٹے میں ہیں
جوق جوق و صف صف از حرص و شتاب	محترز ز آتش گریزاں سوئے آب
گروہ در گروہ اور صف در صف حرص اور عجلت کی وجہ سے	آگ سے بچنے والے ہیں پانی کی طرف دوڑنے والے ہیں
لاجرم ز آتش برآوردند سر	اعتبار الاعتبار اے بے خبر
لامحالہ انہوں نے آگ میں سے سر ابھارا	اے بے خبر! عبرت حاصل کر، عبرت
بانگ میزد آتش اے گیجان گول	من نیم آتش منم چشمہ قبول
آگ پکارتی ہے اے بے وقوف احمقو!	میں آگ نہیں ہوں میں پسندیدہ چشمہ ہوں
چشم بندی کردہ اند اے بے نظر	درمن آو ہیچ مندیش از شرر
اے اندھے! انہوں نے نظر بندی کر دی ہے	مجھ میں آ جا اور چنگاریوں کی فکر نہ کر
اے خلیل اینجا شرار و دود نیست	جز کہ سحر و خدعۂ نمرود نیست
اے خلیل! یہاں چنگاری اور دھواں نہیں ہے	سوائے نمرود کے دھوکے اور جادو کے کچھ نہیں ہے
چوں خلیل حق اگر فرزانۂ	آتش آب تست و تو پروانۂ
اگر تو اللہ کے خلیل کی طرح عقلمند ہے	آگ تیرا پانی ہے اور تو پروانہ ہے
جان پروانہ ہمی دارد ندے	کاے دریغا صد ہزارم پر بدے
پروانہ کی جان پکارتی ہے	کہ کاش میرے ہزاروں پر ہوتے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا ہمی سوزید ز آتش بے اماں	کوری چشم و دل نا محرماں
تاکہ وہ بے اماں آگ سے جل جائے	نامحرموں کی آنکھ اور دل کے اندھے پن کے ہوتے ہوئے
برمن آرد رحم جاہل از خری	من برو رحم آرم از دانشوری
نادان کو گدھے پن سے مجھ پر ترس آتا ہے	میں عقلمندی کی وجہ سے اس پر ترس کھاتا ہوں
خاصہ ایں آتش کہ جان آبہاست	کار پروانہ بعکس کار ماست
خصوصاً وہ آگ جو پانی کی جان ہے	پروانہ کا معاملہ، ہمارے معاملہ کے برعکس ہے
او بہ بیند نور و در نارے رود	دل بہ بیند نار و در نورے شود
وہ نور دیکھتا ہے اور آگ میں گر جاتا ہے	دل آگ دیکھتا ہے اور نور میں پہنچ جاتا ہے
اینچنیں لعب آمد از رب جلیل	تا بہ بینی کیست از آل خلیل
رب جلیل کی جانب سے یہی کھیل ہے	تاکہ تو دیکھ لے کہ خلیل کی اولاد میں سے کون ہے
آتشے را شکل آبی دادہ اند	واندر آتش چشمۂ بکشادہ اند
آگ کو پانی کی شکل دے دی ہے	اور آگ کے اندر چشمہ جاری کر دیا ہے
ساحرے صحن برنجی را بہ فن	می کند کرمش میان انجمن
جادوگر چاولوں کے طباق کو فن کے ذریعہ	انجمن میں اس کو کیڑے بنا دیتا ہے
خانہ را او پر زکژدمہا نمود	از دم سحر و خود آں کژدم نبود
گھر کو بچھوؤں سے بھرا ہوا دکھا دیتا ہے	جادو کے اثر سے، حالانکہ وہ بچھو نہیں ہیں
چونکہ جادو می نماید صد چنیں	چوں بود دستان جادو آفریں
جبکہ جادو اس جیسی سینکڑوں باتیں دکھا دیتا ہے	تو جادو پیدا کرنے والے کی تدبیر کیسی ہو گی؟
لاجرم از سحر یزداں قرن قرن	اندر افتادند چوں زن زیر پہن
لامحالہ خدا کے جادو سے گروہ در گروہ	عورتوں کی طرح نیچے چت گرے ہیں
لاجرم از سحر یزداں مرد و زن	رفتہ اندر چاہ جاہ بے رسن
لامحالہ خدا کے جادو سے مرد و زن	پہنچ گئے ہیں، جاہ کے بے رسی کے کنویں میں
ساحراں شاں بندہ بودند و غلام	اندر افتادند چوں صعوہ بدام
جادوگر ان کے بندے اور غلام تھے	ممولے کی طرح جال میں پھنس گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں بخواں قرآں ببیں سحر حلال	سرنگونی مکرہائے کالجبال
آگاہ! قرآن پڑھ لے حلال جادو کو دیکھ	(اور) پہاڑوں جیسے مکروں کے اوندھا ہونے کو
من نیم فرعون کایم سوئے نیل	سوئے آتش میروم ہمچوں خلیل
میں فرعون نہیں ہوں کہ نیل (دریا) کی جانب آؤں	میں خلیل (اللہ) کی طرح آگ کی طرف جاتا ہوں
نیست آتش ہست آں مائے معیں	واں دگر از مکر آب آتشیں
آگ نہیں ہے وہ بہتا پانی ہے	اور دوسرا مکر کی وجہ سے آتشیں پانی ہے
پس نکو گفت آں رسولؐ خوش جواز	ذرہ عقلت بہ از صوم و نماز
اس خوش رفتار رسولؐ نے خوب کہا ہے	تیرے لئے عقل کا ایک ذرہ روزے (اور) نماز سے بہتر ہے
زانکہ عقلت جوہرست ایں دو عرض	ایں دو در تکمیل آں شد مفترض
کیونکہ تیری عقل جوہر ہے یہ دونوں عرض ہیں	یہ دونوں اس کی تکمیل کے لئے فرض کئے گئے ہیں
تا جلا باشد مرآں آئینہ را	کہ صفا آید ز طاعت سینہ را
تاکہ اس آئینہ پر جلا ہو جائے	کیونکہ عبادت سے سینہ میں صفائی آتی ہے
لیک گر آئینہ از بن فاسدست	صیقل آں را دیر باز آرد بدست
لیکن اگر آئینہ اصل سے خراب ہے	اس پر صیقل دیر سے چڑھتی ہے
واگزیں آئینہ کو اکیس است	اندکے صیقل گری اورا بس است
وہ آئینہ لے جو زیادہ ذہین ہے	اس کے لئے تھوڑی صیقل گری کافی ہے

تفاوت عقول دراصل فطرت برخلاف معتزلہ کہ می گویند کہ دراصل عقول جزوی برابر اندر ایں افزونی وتفاوت از تعلیم ست وریاضت وتجربہ

عقلوں کا فرق اصل فطرت سے ہے معتزلہ کے برخلاف کہ وہ کہتے ہیں کہ دراصل شخصی عقلیں برابر ہیں ان میں بڑھوتری اور فرق تعلیم اور ریاضت اور تجربہ کی وجہ سے ہے

ایں تفاوت عقلہا را نیک داں	در مراتب از زمیں تا آسماں
عقلوں کے اس فرق کو خوب سمجھ لے	مرتبوں میں زمین سے آسمان تک
ہست عقلے ہمچو قرص آفتاب	ہست عقلے کمتر از زہرہ وشہاب
ایک عقل سورج کی ٹکیہ کی طرح ہے	ایک عقل زہرہ اور ٹوٹنے والے ستارے سے کم ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست عقلے چوں چراغ سرخوشے	ہست عقلے چوں ستارہ آتشے
ایک عقل مست چراغ کی طرح ہے	ایک عقل آگ کے شعلہ کی طرح ہے
زانکہ ابر از پیش او چوں واجہد	نور یزداں بیں خرد ہا بردہد
کیونکہ جب ابر اس کے سامنے سے ہٹ جاتا ہے	وہ عقلوں کو خدا کو دیکھنے والا نور عطا کرتی ہے
عقلہای خلق عکس عقل او	عقل او مشک ست و عقل خلق بو
مخلوق کی عقلیں اس کی عقل کا عکس ہیں	اس کی عقل مشک ہے اور مخلوق کی عقل اس کی خوشبو ہے
عقل کل و نفس کل مرد خداست	عرش و کرسی را مداں کز وے جداست
مرد خدا عقل کل اور نفس کل ہے	یہ نہ سمجھ کہ عرش اور کرسی اس سے جدا ہے
مظہر حق ست ذات پاک او	زو بجو حق را و از دیگر مجو
اس کی پاک ذات خدا کا مظہر ہے	اس سے اللہ کا طالب بن اور دوسرے سے نہ چاہ
عقل جزوی عقل را بدنام کرد	کام دنیا مرد را بے کام کرد
جزوی عقل نے ' عقل کو بدنام کر دیا ہے	دنیاوی مقصد نے انسان کو ناکام کر دیا ہے
آں ز صیدی حسن صیادے بدید	ویں ز صیادی غم صیدی کشید
اس نے شکار پن سے شکاری کا حسن سیکھا	اس نے شکاری پن سے شکار بن جانے کا غم حاصل کیا
آں ز خدمت ناز مخدومی بیافت	ویں ز مخدومی ز راہ عز بتافت
اس نے خدمت کے ذریعہ مخدوم ہونے کا ناز حاصل کر لیا	اس نے مخدوم بن کر عزت کے راستہ سے منہ موڑ لیا
آں ز فرعونی اسیر آب شد	وز اسیری سبطے از ارباب شد
وہ فرعونیت کی وجہ سے پانی کا قیدی بن گیا	اور سبطی قیدی ہونے کی وجہ سے آقاؤں میں سے ہو گیا
لعب معکوس ست و فرزیں بند سخت	حیلہ کم کن کار اقبال ست و بخت
الٹا کھیل اور سخت فرزین بند (چال) ہے	تدبیر نہ کر اقبال اور نصیبہ کا معاملہ ہے
بر خیال و حیلہ کم تن تار را	کہ غنی رہ کم دہد مکار را
خیال اور مکر کی بناء پر تانا نہ تن	(اللہ) بے نیاز مکار کو راستہ نہیں دیتا ہے
مکر کن در راہ نیکو خدمتے	تا نبوت یابی اندر امتے
اچھی خدمت کی راہ میں تدبیر کر	تاکہ تو امت میں (رہ کر) نبوت (کا رتبہ) پا لے

www.besturdubooks.wordpress.com

مکر کن تا وارہی از مکر خود	مکر کن تا فرد گردی از حسد
تدبیر کر تا کہ تو اپنے مکر سے نجات پا لے	تدبیر کر تا کہ تو حسد سے علیحدہ ہو جائے
مکر کن تا کمتریں بندہ شوی	در کمی افتی خداوندہ شوی
تدبیر کر تا کہ تو ناچیز بندہ بنے	کمی اختیار کرے گا آقا بن جائے گا
روبہی و خدمت اے گرگ کہن	ہیچ بر قصد خداوندی مکن
اے پرانے بھیڑیئے! مکاری اور خدمت	آقائی کے خیال سے بھی نہ کر
لیک چوں پروانہ در آتش بتاز	کیسۂ زر بردو زو پاک باز
لیکن پروانہ کی طرح آگ میں دوڑ جا	سونے کی تھیلی نہ سی اور پاک بن جا
زور رابگزار و زاری را بگیر	رحم سوئے زاری آید اے فقیر
زور کو چھوڑ زاری اختیار کر	اے فقیر! رحم! (خداوندی) عاجزی کی جانب آتا ہے
گر کنی زاری بیابی رحم او	رحم او در زاری خود باز جو
اگر تو عاجزی کرے گا اس کا رحم حاصل کر لے گا	اس کا رحم اپنی عاجزی میں تلاش کر
زاری مضطر کہ تشنہ معنوی ست	زاری سرد و دروغ آن غوی ست
مجبور پیاسے کی عاجزی حقیقی ہے	جھوٹی' ٹھنڈی عاجزی' گمراہ کی ہے
گریۂ اخوان یوسف حیلتست	کاندروں شاں پرزرشک وعلتست
یوسف کے بھائیوں کی عاجزی مکاری ہے	ان کا باطن رشک و بیماری سے پر ہے

شرح

ہم نے اوپر کہا تھا کہ تم اس عالم میں معاملہ برعکس دیکھو گے اب اس کی مزید توضیح سنو۔ایک بزرگ سے دوسرے بزرگ نے کہا کہ آپ نے حق سبحانہ کو کس حالت میں دیکھا۔انہوں نے فرمایا کہ میں نے انہیں بے کیف دیکھا کیونکہ وہ کیف سے منزہ ہیں۔مگر سمجھانے کے لئے بطور تمثیل کہتا ہوں کہ میں نے انہیں اس حالت میں دیکھا کہ ان کے بائیں جانب آگ ہے اور دائیں جانب حوض کوثر اور بائیں ہاتھ کی طرف عالم سوز آگ ہے اور دائیں ہاتھ کی طرف عمدہ نہر۔سو کچھ لوگ آگ کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور کچھ لوگ حوض کوثر کے شوق میں خوش اور مست ہیں۔لیکن ان لوگوں میں سے ہر بدبخت اور سعادت مند کے سامنے الٹا معاملہ تھا کیونکہ جو شخص آگ میں جاتا تھا وہ حوض کوثر میں جا کر نکلتا تھا اور جو شخص پانی میں جاتا تھا وہ آگ میں دیکھا جاتا تھا۔اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جو شخص دائیں جانب اور آب شیریں کی طرف جاتا تھا وہ بائیں طرف آگ میں سے نکلتا تھا۔

اور جو بائیں آگ والی جانب جاتا تھا وہ دائیں طرف نکلتا تھا چونکہ اس راز سربستہ سے بہت کم لوگ واقف ہوتے تھے۔ اس لئے بجز ان لوگوں کے جن کے سر پر خوش اقبالی کا مینہ برس رہا تھا۔ کیونکہ ایسے لوگ پانی کو چھوڑتے تھے اور آگ میں بھاگتے تھے اور منشاء اس کا یہ تھا کہ حق سبحانہ نے نفع عاجل کی چاٹ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دی تھی اس لئے خواہ مخواہ لوگ اس تماشہ سے خسارہ میں پڑتے تھے۔ کیونکہ جوق در جوق اور صف بصف لوگ بطمع نفع عاجل آگ سے بچتے تھے اور پانی کی طرف جاتے تھے اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ آگ میں جا کر نکلتے تھے جو کہ سراسر خسارہ تھا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو اس تمثیل سے نصیحت حاصل کرو اور سمجھو کہ یہ تمثیل ہے لذات نفسانیہ اور مکروہات نفسانیہ کی۔ کیونکہ لذات نفسانیہ میں نفع عاجل ہے اور ضرر آجل اور مکروہات نفسانیہ بالعکس ہیں کہ ان میں ضرر عاجل ہے اور نفع آجل۔ بس تم لذات نفسانیہ کو چھوڑ کر مکروہات نفس کو اختیار کرو تا کہ تم کو راحت نصیب ہو اور الٹا کام نہ کرو۔ اس نصیحت کو ختم فرما کر قصہ کی طرف رجوع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان بزرگ نے کہا کہ آگ بزبان حال کہہ رہی تھی کہ اے احمقو میں آگ نہیں کہ تم مجھ سے احتراز کرو بلکہ میں قابل قبول چشمہ ہوں۔ ارے اندھو! قضاو قدر نے بمصلحت امتحان نظر بندی کر رکھی ہے۔ پس تم ہمارے اندر آؤ اور ضرر کا خوف نہ کرو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے مومن یہاں نہ آگ سے حقیقتاً آگ ہے نہ دھواں۔ بلکہ نظر بندی ہے حق سبحانہ کی جو کہ مشابہ ہے طلسم و فریب نمرود سے۔ جو اس نے خلیل علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا۔

فائدہ:۔ خبر کہ سحر و خدعہ نمرود و نیست کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ سحر اور فریب شیطان ہے واللہ اعلم) پس اگر تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح عاقل ہے تو آگ میں گھس جا۔ اور مکروہات نفس کو اختیار کر لے کیونکہ یہ آگ (مکروہات نفس) ہی تیرے حق میں پانی (موجب آرام) ہے اور تو حقیقت میں اس کا پرانہ اور اس سے نہ بھاگنے والا ہے اور اس پر عاشق اور طالب ہے۔

دیکھو پروانہ آگ پر عاشق ہوتا ہے تو اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ وہ بزبان حال کہتا ہے کہ اے کاش میرے لاکھوں پر ہوتے تا کہ ان سب کو اس آگیں جلا دیتا۔ گو نامحرم میری اس لذت سے واقف نہ ہوں اور ان کی چشم بصیرت اور ان کے دل اندھے ہوں۔

ناداں لوگ اپنے گدھے پن سے مجھ پر ترس کھاتے ہیں مگر میں اپنی دانائی سے ان پر رحم کھاتا ہوں اور کہتا ہوں۔ افسوس یہ بے چارے اندھے ہیں اور انہیں میری لذت کی خبر نہیں۔ پس جبکہ اس متعارف آگ کی یہ حالت ہے تو اس آگ کی جو عام پانیوں سے ہزار گونہ بڑھ کر ہے کیا حالت ہوگی۔ اور جب پروانہ کی اس آگ کے لحاظ سے وہ حالت ہے جو مذکور ہوئی تو ہماری اس آگ کے لحاظ سے کیا حالت ہونی چاہئے کہ پروانہ کا معاملہ ہمارے معاملہ کے برعکس ہے۔ چنانچہ وہ اسے نور اور راحت بخش سمجھتا ہے مگر حقیقت میں وہ نار بہت موذی ہوتی ہے اور دل اس آگ (مکروہات نفس) کو آگ یعنی مضر سمجھتا ہے مگر جب اس میں گھستا ہے تو نور میں پہنچ جاتا ہے اور بے حد راحت پاتا ہے۔

اب سنو! کہ حق سبحانہ کے اس تماشہ کا منشا کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ لوگوں کا امتحان لے اور ظاہر ہو جائے کہ کون

www.besturdubooks.wordpress.com

گروہ خلیل علیہ السلام سے اور مومن ہے اور کون نہیں۔ اس لئے آگ کو پانی کی شکل عطا کی ہے اور آگ کے اندر چشمۂ آب جاری کیا ہے یعنی راحت کو تکلیف میں مخفی کیا ہے اور تکلیف کو راحت میں۔

شاید یہ مضمون کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور وہ کہے کہ بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے تو اس کے لئے ہم کہتے ہیں کہ ایک جادوگر چاولوں سے بھری صحنک کو بھری محفل میں کیڑوں سے پر کر دیتا ہے اور چاولوں کو کیڑے بنا دیتا ہے اور لوگ ان چاولوں کو کیڑے ہی دیکھتے ہیں اور کیڑے ہی سمجھتے ہیں حالانکہ واقع میں وہ چاول ہوتے ہیں اور گھر کو جادو کے زور سے مچھروں سے بھر دیتا ہے حالانکہ وہاں واقع میں مچھر نہیں ہوتے بلکہ محض نظر بندی ہوتی ہے۔

پس جبکہ جادوگر ایسے ایسے سینکڑوں تماشے دکھلا سکتا ہے تو اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ خود حق سبحانہٗ کا تصرف کیسا ہوگا۔ جس نے جادوگر کو پیدا کیا اور اس میں یہ قوت رکھی۔ پس ثابت ہوا کہ حق سبحانہ کا تصرف نہایت زبردست ہے اور اس کا نتیجہ ہے کہ حق سبحانہ کی نظر بندی سے ہر زمانہ میں سینکڑوں جادوگر (عقلاء مدبرین) چاروں شانے چت گرے ہیں اور اسی کا نتیجہ ہے کہ لاکھوں مرد و عورتیں حق سبحانہ کی نظر بندی سے جاہ کے بے پناہ کنوئیں میں گر پڑے ہیں اور باوجودیکہ لاکھوں ساحران کے غلام تھے۔ مگر یوں جال میں پھنس گئے جیسے کنز در مولا۔ اور جادوگروں کی جادوگری نے اس میں کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور حق سبحانہ کے جال سے انہیں نہ بچا سکے۔ تم حق سبحانہ کے اس سحر حلال کا اثر قرآن میں پڑھ لو۔ اور ساحروں کے پہاڑوں کی مانند زبردست جادوؤں کے سرنگوں دیکھ لو۔

خیر! یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو میں تو خلیل علیہ السلام کی طرح آگ کو پسند کرتا ہوں اور اسی میں جاؤں گا۔ میں فرعون نہیں ہوں کہ دریائے نیل میں جاؤں۔ اور ہلاک ہوں کیونکہ جو آگ معلوم ہوتی ہے وہ آگ نہیں بلکہ شیریں پانی ہے اور دوسرا جو پانی معلوم ہوتا ہے وہ پانی نہیں ہے بلکہ تصرف حق سبحانہ سے آگ بہ شکل پانی ہے اور یہ انتخاب اثر ہے میرے عقل سلیم کا اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب فرمایا ہے کہ تھوڑی سی عقل روزہ و نماز سے بہتر ہے کیونکہ عقل جوہر ہے اور یہ دونوں عرض۔ اور یہ دونوں اسی کی تکمیل کے لئے فرض ہوئے ہیں تا کہ ان سے آئینۂ عقل کو جلا ہو کیونکہ یہ عبادت ہیں اور عبادت کا خاصہ ہے کہ اس سے صفائے باطن حاصل ہوتی ہے پس لامحالہ ان سے تجلیہ عقل ہوگا۔ پس نماز و روزہ خادم ہوئے اور عقل مخدوم لہٰذا عقل روزہ و نماز سے بہتر ہوئی۔

اس مقام پر یہ بھی سمجھ لو کہ عبادت کا خاصہ تصفیہ باطن و تجلیہ عقل ضرور ہے مگر اختلاف منفعل سے اس کے اثر میں تفاوت لازم ہے۔ اسی لئے جو آئینہ عقل بدفطرتی ہی سے خراب ہوتا ہے وہ صیقل کر کے بہت دیر میں قابو میں آتا ہے اور اس کی اصلاح بہت مشکل سے ہوتی ہے لیکن جو اعلیٰ درجہ کا آئینہ عقل دانا اور سلیم الفطرت ہوتا ہے مگر اس پر غبار جہل وغیرہ پڑا ہوتا ہے وہ بہت جلد صاف ہو جاتا ہے اور اس کے لئے تھوڑی سی ریاضت کافی ہو جاتی ہے اب تم کو جملہ معترضہ کے طور پر سمجھنا چاہئے کہ عقول کے مراتب آپس میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس تفاوت کو تم کو غور سے سمجھنا چاہئے۔

تفصیل اس تفاوت کی یہ ہے کہ بعض عقول تو مثل قرص خورشید ہے اور بعض عقلیں زہرہ ستارہ کی مانند ہیں اور کچھ چراغ روشن کی طرح اور کچھ چراغ مدہم کی طرح۔ جب یہ تفاوت معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ہم نے اوپر کہا

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا کہ جو آئینہ عقل دانا ہے اس کے لئے تھوڑی سی صیقل گری کافی ہے۔ سو وجہ اس کی یہ ہے کہ ظلمت زنگ اس کی ذات میں نہیں ہوتی۔ بلکہ فی حد ذاتہ تو وہ روشن ہوتا ہے۔ لیکن اس پر پردہ پڑا ہوتا ہے جو اس آفتاب کے لئے بمنزلہ ابر کے ساتر ہوتا ہے پس جب ادنیٰ تحریک سے وہ حجاب مرتفع ہو جاتا ہے اور وہ ابر دور ہو جاتا ہے تو اس کا خدائی نور ظاہر ہوتا ہے اور دوسرے عقول کی تربیت کرتا ہے۔ جس کی عقل کی حالت نہایت عظیم الشان ہے کہ مخلوق کی عقول گویا کہ اس کا عکس ہیں اور اس کی عقل گویا کہ مشک ہے اور دوسروں کی عقول بو یعنی اس کی عقل متبوع ہے اور دوسروں کی عقول تابع اور یہ شان اہل اللہ کی ہے لہذا یوں کہنا چاہئے کہ عقل کل اور نفس کل اہل اللہ ہیں اور تمام عقول و نفوس ان کے اجزاء بلکہ عرش و کرسی کو بھی ان سے جدا نہ سمجھنا چاہئے بلکہ اس کو بھی انہی کے اجزاء خیال کرنا چاہئے اس لئے کہ لوگ حق سبحانہ کے جملہ صفات کے مظہر تام ہیں اور اشیائے دیگر یا بعض صفات کے مظہر ہیں جیسے عرش و کرسی وغیرہ یا کل صفات کے مگر حجاب کے ساتھ جیسا کہ مجھ میں۔ پس جبکہ ان کی حالت یہ ہے تو تم کو انہی سے حق کو طلب کرنا چاہئے نہ کہ غیر سے۔ کیونکہ جو تعلق ان کو حق سبحانہ سے ہے وہ اور کسی کو نہیں۔

خیر تو اصلی اور حقیقی عقل تو وہی ہے جس کا اوپر بیان ہوا اور عقل دنیاوی حقیقت میں عقل نہیں بلکہ اس نے تو عقل کو بدنام ہی کیا ہے کیونکہ وہ نام میں تو اس کے ساتھ مشارک ہے مگر صفت میں نہیں اس لئے اس کے نقص کو دیکھ کر مطلق عقل کے نقص کا شبہ ہوتا ہے اور مقصد دنیوی نے جو کہ اس عقل دنیوی کا مقتضیٰ ہے آدمی کو ناکام کیا کیونکہ وہ اس میں پھنس کر اپنے اصل مقصد سے دور ہو گیا۔

اس عقل یعنی عقل مجاز نے تو جسد عشق ہو کر صیادی کا لطف پایا کہ ان کا مطلوب اسے مل گیا اور یہ عقل دنیاوی صیاد مردم ہو کر خود جال میں پھنس گئی اور اس نے تو حق سبحانہ کی اطاعت کر کے ناز مخدومی عالم حاصل کیا۔ اور یہ مخدوم الناس بن کر عزت و شرف حقیقی کی راہ سے منحرف ہو گئی۔

شاید تم کو تعجب ہو کہ خدمت کا نتیجہ مخدومی اور مخدومی کا اثر ذلت کیونکر ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم اس مضمون کو ایک نظیر سے سمجھاتے ہیں۔

سنو فرعون نے سرکشی کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پانی میں ڈوب گیا اور سبطی نے حق سبحانہ کی اطاعت کی تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسے سلطنت مل گئی۔ پس یہ الٹا کھیل اور سخت پیچ ہے۔ تم کو چاہئے کہ مخدوم بننے کی تدابیر کو چھوڑ دو اس لئے کہ اس کا تعلق تدبیر سے نہیں ہے بلکہ قسمت سے ہے اور تم عقل و تدبیر کے اعتماد پر کام نہ کرو کیونکہ اس سے کامیابی ناممکن ہے۔

دیکھو دولت مند لوگ فقیر کا مکر نہیں چلنے دیتے۔ بشرطیکہ انہیں معلوم ہو جائے۔ پس خدائے علیم و خبیر تمہاری چالوں کو نہ چلنے دے گا۔ ہمارا مقصود یہ نہیں کہ بالکل تدبیر چھوڑ دو۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ جو تدابیر مخالفت حق سبحانہ کے لئے کی جاتی ہیں ان کو چھوڑ دو اور اطاعت حق سبحانہ کے لئے ضرور تدابیر کر و اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم کو ایک ادنیٰ امتی یعنی خود اپنے اندر نبوت یعنی مرتبہ ارشاد ملے گا اور تم باوجود ایک عامی آدمی ہونے کے ولی اللہ ہو جاؤ گے۔

اور یہ تدبیر اس درجہ تک کرو کہ تم کو مرتبہ فنا حاصل ہو جائے اور تم اپنی تدبیر سے چھوٹ جاؤ اور تمہاری شان ہو جائے کہ تمہاری تدبیر خدا کی تدبیر ہو جائے اور بے سمع و بے بصر الخ کے مرتبہ کو پہنچ جاؤ اور یہاں تک تدبیر کرو کہ تم

www.besturdubooks.wordpress.com

حسد وغیرہ اخلاق رذیلہ سے پاک ہو جاؤ اور اس حد تک تدبیر کرو کہ تم حق سبحانہ کے عبد مسکین بن جاؤ اور تم اپنے کو گھٹاؤ تا کہ تم مخدوم ہو جاؤ۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اس مقصد کے حاصل کرنے کی غرض سے اطاعت حق سبحانہ کرو کہ مخدوم ہو جاؤ بلکہ مطلب یہ ہے کہ تم پروانہ کی طرح بدوں نتیجہ کے آگ میں گر جاؤ اور حق سبحانہ کی بے غرض اطاعت کرو مگر نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ تم مخدوم ہو جاؤ گے ان دو باتوں میں بہت فرق ہے۔ غور سے سمجھو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ تم زور کو چھوڑ دو اور زاری کو اختیار کرو یعنی تدبیر مخدومی چھوڑ و اور انقیاد حق سبحانہ اور تذلل و تمسکن اختیار کرو اور اس صورت سے اس کا رحم طلب کرو۔ مگر یہ بھی سمجھ لو۔ انقیاد اور تذلل و تمسکن کی دو صورتیں ہیں ایک خلوص اور صدق دل سے دوسری بناوٹ اور مکر سے اول تو نتیجہ بخش ہے اور ثانی بے نتیجہ اور گمراہ کا فعل ہے۔ دیکھو اخوان یوسف کا یوسف کے گم ہو جانے پر رونا جھوٹ اور فریب ہے کیونکہ ان کا ان کے دل میں حسد اور رشک بھرا ہوا ہے جو مقتضی ہے خوشی کو نہ کہ رونے کو۔ برخلاف یعقوب علیہ السلام کے کہ ان کا رونا دل سے تھا بس یہی حالت تم طاعت کی سمجھو کہ وہ بھی دو قسم پر منقسم ہے جیسا کہ بیان کیا گیا ہے لہذا تم گریہ مکر نہ اختیار کرو بلکہ گریہ خلوص اختیار کرو۔

حکایت آں اعرابی کہ سگ او از گرسنگی می مرد و انبان او پر نان بود و بر سگ نوحہ میکرد و شعر میگفت و میگریست و طپانچہ بر سر و رو میزد و دریغش می آمد کہ لقمۂ نان ازاں انبان بسگ دہد و سوال کردن شخص ازو و جواب شنیدن ازو

اس بدو کا قصہ جس کا کتا بھوک سے مر رہا تھا اور اس کا تھیلا روٹیوں سے بھرا ہوا تھا اور کتے پر نوحہ کر رہا تھا اور شعر پڑھتا تھا اور روتا تھا اور سر اور منہ پر طمانچے مارتا تھا اور اس کو اس میں تامل تھا کہ روٹی کا ٹکڑا تھیلے میں سے کتے کو دے اور ایک شخص کا اس سے سوال کرنا اور اس سے جواب سننا

آں سگے می مرد و گریاں آب عرب	اشک می بارید و میگفت اے کرب
کتا مر رہا تھا اور وہ عرب رو رہا تھا	آنسو بہاتا تھا اور کہتا تھا ہائے مصیبت
ہیں چہ سازم مر مرا تدبیر چیست	زیں سپس من چوں توانم بے تو زیست
ہائیں کیا کروں میرے لئے کیا چارہ ہے؟	اس کے بعد میں تیرے بغیر کیسے زندہ رہوں گا؟
سائلے بگذشت و گفت ایں گریہ چیست	نوحۂ و زاری تو از بہر کیست
ایک سائل گزرا اور بولا یہ کیسا رونا ہے؟	تیرا رونا اور گڑگڑانا کس چیز کے لئے ہے
گفت در ملکم سگے بد نیک خو	نک ہمی میرد میان راہ او
اس نے کہا میری ملکیت میں اچھی عادت کا کتا تھا	وہ ابھی سڑک پر مر رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

روز صیادم بد و شب پاسباں	شیر نر بود او نہ سگ اے پہلواں
وہ دن میں میرا شکاری اور رات کو محافظ تھا	اے نوجوان! وہ کتا نہ تھا نر شیر تھا
تیز چشم و دزد ران و صید گیر	می دویدے در پئے صید او چو تیر
تیز نگاہ والا' چور کو بھگانے والا' شکار کو پکڑنے والا تھا	وہ شکار کے پیچھے تیر کی طرح دوڑتا تھا
صید میکر دے و پاسم داشتے	دزد را نزدیک من نگذاشتے
وہ شکار کرتا اور میری حفاظت کرتا تھا	چور کو میرے پاس نہ آنے دیتا تھا
قانع و آزاد تند و خصم راں	نیک خو و باوفا و مہرباں
صابر اور آزاد' تیز مزاج اور دشمن کو بھگانے والا تھا	نیک طبیعت اور باوفا اور مہربان تھا
گفت رنجش چیست زخمے خوردہ است	گفت جوع الکلب زارش کردہ است
اس نے کہا اس کو کیا مرض ہوا ہے' زخم لگا ہے؟	اس نے کہا "جوع الکلب" نے اس کو بدحال کر دیا ہے
گفت صبرے کن بریں رنج و حرض	صابراں را فضل حق بخشد عوض
اس نے کہا اس رنج اور غم پر صبر کر	اللہ کی مہربانی صبر کرنے والوں کو عوض عطا کرتی ہے
بعد ازاں گفتش کہ اے سالار حر	چیست اندر پشت ایں انبان پر
اس کے بعد اس نے کہا اے آزاد سردار!	کمر پر یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے؟
گفت نان و زاد و لوت دوش من	می کشم از بہر قوت ایں بدن
اس نے کہا کل کی روٹی اور توشہ اور عمدہ کھانا ہے	اس جسم کی خوراک کے لئے اٹھائے ہوئے ہوں
گفت چہ ندہی بداں سگ نان و زاد	گفت تا ایں حد ندارم مہر و داد
اس نے کہا اس کتے کو روٹی اور توشہ کیوں نہیں دیتا ہے	بولا اس حد تک مجھ میں محبت اور بخشش نہیں ہے
دست ناید بے درم در راہ ناں	لیک ہست آب دو دیدہ رائیگاں
راستہ میں روٹی بغیر پیسہ کے نہیں ملتی ہے	لیکن دونوں آنکھوں کے آنسو مفت کے ہیں
گفت خاکت بر سرا اے پر باد مشک	کہ لب ناں پیش تو بہتر ز اشک
اس نے کہا اے ہوا سے بھری ہوئی مشک! تیرے سر پر خاک ہو	کہ روٹی کا ٹکڑا تیرے نزدیک آنسو سے بہتر ہے
اشک خون است و بغم آبے شدہ	می نیرزد خوں بخاک اے بیہدہ
آنسو خون ہے' جو غم سے پانی بن گیا ہے	اے بیہودہ! خون' خاک کی قیمت کا نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کل خود را خوار کرد او چوں بلیس	پارۂ ایں کل نباشد جز خسیس
اس نے اپنے آپ کو شیطان کی طرح ذلیل کر دیا	اس کل کا جزو ذلیل کے علاوہ کیا ہو گا؟
من غلام آنکہ نفروشد وجود	جز بداں سلطان با افضال و جود
میں اس کا غلام ہوں جو وجود کو نہ فروخت کرے	(کسی کو) مہربانیوں اور سخاوت کے شاہ کے سوا
چوں بگرید آسماں گریاں شود	چوں بنالد چرخ یارب خواں شود
جب وہ رو پڑے تو آسمان رونے لگے	جب وہ فریاد کرے تو آسمان فریادی بن جائے
من غلام آں مس ہمت پرست	کہ بغیر کیمیا نارد شکست
میں اس صاحب ہمت تانبے کا غلام ہوں	جو علاوہ کیمیا کے (کسی کے سامنے) عاجزی نہ دکھا
دست اشکستہ برآور در دعا	سوئے اشکستہ پرد فضل خدا
دعا میں عاجز ہاتھ اٹھا	اللہ (تعالیٰ) کا فضل عاجز کی جانب اڑ کر آتا ہے
گر رہائی بایدت زیں چاہ تنگ	اے برادر رو بر آذر بے درنگ
اگر تجھے اس تنگ کنویں سے رہائی درکار ہے	اے بھائی! بلاتاخیر آگ پر چل پڑ
مکر حق را بین و مکر خود بہل	اے ز مکرش مکر مکاراں خجل
اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر پر نظر رکھ اپنی تدبیر چھوڑ دے	اس کی تدبیر سے مکاروں کا مکر شرمندہ ہے
چونکہ مکرت شد فنائے مکر رب	بر کشائی یک کمینے بوالعجب
جبکہ تیری تدبیر اللہ (تعالیٰ) کی تدبیر میں فنا ہو گئی	تو ایک عجیب گھات (کی راہ) کشادہ کر لے گا
کہ کمینہ ایں کمیں باشد بقا	تا ابد اندر عروج و ارتقاء
کہ اس گھات کا ادنیٰ (درجہ) بقا ہوتا ہے	ہمیشہ عروج اور ترقی میں
از برائے ایں کمیں سعیے بکن	تا بری بوئے ز علم من لدن
اس گھات کے لئے کوشش کر	تاکہ تجھے علم لدنی کی خوشبو حاصل ہو جائے
گر تو احوال عروج خویش را	نیک دانی نیک باشد مر ترا
اگر تو اپنے عروج کے احوال کو	اچھی طرح سمجھ لے تو تیرے لئے اچھا ہو گا

شرح

اب مولانا گربہ دروغ کی نظیر میں ایک قصہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک کتا جان توڑ رہا تھا اور ایک عرب اس کے

www.pesurdubooks.wordpress.com

پاس بیٹھا ہوا نالہ وفغاں کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ ارے میں کیا کروں اور کیا تدبیر کروں کہ تو بچ جائے۔ میں تیرے بغیر کیوں کر جیوں گا۔ اتفاقاً ایک شخص کا ادھر کو گزر ہوا اور کہا کہ یہ رونا کیسا ہے اور یہ تیری گریہ وزاری کس کے لئے ہے اس نے جواب دیا کہ میرے ملک میں ایک کتا تھا جو بہت ہی نیک خصلت تھا وہ راستہ میں مر رہا ہے۔ میں اس کے غم میں روتا ہوں۔ کیونکہ وہ دن کو میرے لئے شکار کرتا تھا اور رات کو پاسبانی کرتا تھا اسے کتا نہیں کہنا چاہیئے۔ بلکہ وہ ایک شیر ببر تھا۔ اس کی نظر نہایت تیز تھی چوروں کو بھگاتا تھا۔ شکاری تھا اور شکار کے پیچھے یوں جاتا تھا جیسے تیر جاتا ہے۔ وہ شکار کرتا تھا اور میرا خیال کرتا تھا یعنی خود نہ کھاتا تھا بلکہ میرے لئے محفوظ رکھتا تھا۔ چور کو میرے پاس بھٹکنے نہ دیتا۔ قانع تھا۔ آزاد تھا۔ تیز تھا دشمن کو بھگاتا تھا غرضکہ وہ نیک خصلت اور باوفا اور مہربان تھا اس نے کہا کہ اس کو تکلیف کیا ہے کیا کوئی زخم لگ گیا ہے کہا نہیں۔ بلکہ بھوک نے اسے مار رکھا ہے اس نے یہ خیال کر کے کہ کھانا نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ اس تکلیف اور مرض الموت پر صبر کرو۔ حق سبحانہ تمہیں اس کا بدلہ دیں گے۔ کیونکہ وہ صابروں کو نعم البدل عطا فرماتے ہیں اس کے بعد اسے کچھ شبہ ہوا اور پوچھا کہ تمہارے ہاتھ میں یہ بھرا ہوا تھیلا کیسا ہے اس نے کہا کہ میں اس میں میرا کل کا کھانا ہے اس کو میں اپنے جسم کے غذا کے لئے لئے جاتا ہوں۔ اس نے کہا کہ اس کھانے میں سے تم اسے کیوں نہیں دیتے اس نے کہا کہ جناب مجھے اتنی محبت نہیں ہے روٹی تو راہ میں بدوں ٹکوں کے ہاتھ نہ لگے گی اور آنسو مفت ہیں۔ اس لئے بجائے روٹی کے آنسو خرچ کرتا ہوں۔ اس نے کہا او نمائشی اور بناوٹی شخص تیرے سر پر خاک کہ تیرے نزدیک روٹی کا ٹکڑا آنسوؤں سے بہتر ہے ارے نالائق تو آنسو کی حقیقت جانتا ہے کیا ہے؟

سن لو! آنسو وہ خون ہے جو کہ غم سے پانی بن گیا ہے تجھے واضح ہو کہ خون کی قیمت خاک (نان) نہیں ہو سکتی تو نے اس کو بہت سستا بیچ ڈالا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحب گریہ دروغ کی بھی ایسی حالت ہے جیسے اس کتے والے کی۔ اور اس نے اپنے کل کو ذلیل کر لیا کیونکہ اس نے اطاعت حق سبحانہ چھوڑ دی۔ اس لئے اس کے آنسو بھی بے قدر ہو گئے۔ کیونکہ ذلیل کل کا جزو بھی ذلیل ہی ہونا چاہیئے۔ پس میں ایسے ذلیل شخص کی کوئی وقعت نہیں کر سکتا۔ میں تو اس شخص کا غلام ہوں جو اپنا وجود سوائے حق جل وعلا شانہ کے جو کہ صاحب افضال وجود میں دوسرے کے ہاتھ نہ بیچے اور خدا کے سوا کسی کا غلام نہ ہو اور جس کے وقعت کی یہ حالت ہو کہ جب وہ روئے تو آسمان بھی رونے لگے اور جب وہ روئے تو آسمان بھی اس کے لئے دست بدعا ہے اور میں اس عالی ہمت تانبے کا غلام ہوں جو بدوں کے کسی چیز سے شکستہ نہ ہو۔ یعنی اس آدمی کو مانتا ہوں جو حق سبحانہ کے سوا کسی کے سامنے اپنے کو ذلیل نہ کرے۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب ہم پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم تذلل اختیار کرو اور اپنے دست تضرع کو دعا کے لئے اٹھاؤ کیونکہ متذلل و متمکن ہی کی طرف فضل خدا متوجہ ہوتا ہے۔

اور اگر تم کو اس چاہ تنگ ناسوت سے نجات پانے کی خواہش ہے تو بے دھڑک آگ میں گھس جاؤ اور مکروہات نفس کو اختیار کرو۔ اور اے ایسے مدبرو! جن کی تدبیر کے سامنے بڑے بڑے مدبرین کی تدابیر شرمندہ ہیں تم حق سبحانہ کی

تدبیر کو پیش نظر رکھو اور سمجھو کہ اس کے سامنے تمہاری نہ چلے گی۔ اس لئے اپنی تدبیر کو جو اس کے مخالف ہو چھوڑ دو۔ اور وہ تدبیر کرو جس کو وہ پسند کرتا ہے۔ پس جبکہ تم اس کے تدبیر میں اپنی تدبیر کو فنا کر دوگے اور اپنی تدابیر کو اس کی تدبیر کا تابع کر دوگے۔ تو وہ تمہارے لئے ایک عجیب کمین گاہ کھول دے گا جس میں سے تم بہت سے بڑے بڑے مقاصد پر فتح مند ہو سکے گے اور جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تم کو بقایا باللہ حاصل ہوگی اور ہمیشہ تم کو عروج اور ترقی روحانی ہوتے رہے گی۔ پس تم اس کمین گاہ کے حاصل کرنے کے لئے سعی کرو تا کہ تم کو علمی لدنی اور وہبی حاصل ہو۔

دربیان آنکہ ہیچ چشم بد آدمی راچناں مہلک نیست کہ چشم پسند خویشتن مگر کہ چشم او مبدل شدہ باشد بنور حق کہ یسمع و بی یبصر واز خویشتن اوبیخویش شدہ باشد

اس کا بیان کہ آدمی کے لئے کوئی نظر بد ایسی مہلک نہیں ہے جیسے کہ خود پسندی کی نظر ہاں اگر اس کی آنکھ اللہ کے نور سے تبدیل ہوگئی ہو کیونکہ (فرمایا گیا ہے) وہ میرے ذریعہ سے سنتا ہے اور میرے ذریعہ سے دیکھتا ہے اور وہ خود سے بے خود ہو گیا ہو۔

پر طاؤست مبین و پائے بیں	تا کہ سوء العین نکشاید کمیں
اے پاؤسی پر کو نہ دیکھ پاؤں کو دیکھ	تا کہ نظر بد گھات نہ کھولے
کہ بلغزد کوہ از چشم بداں	یزلقونک از نبے برخواں عیاں
کیونکہ بد نظروں سے پہاڑ مل جاتا ہے	وہ تجھے پھسلا دیتے" قرآن میں صاف پڑھ لے
احمدؐ چوں کوہ لغزید از نظر	درمیان راہ بے گل بے مطر
پہاڑ جیسے احمدؐ نظر سے پھسل گئے	ایسے راستہ میں جو بغیر کیچڑ اور بارش کے تھا
در عجب درماندہ کایں لغزش زچیست	من نہ پندارم کہ ایں حالت تہیست
وہ تعجب میں رہ گئے کہ یہ پھسلن کس چیز سے تھی	میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ (کسی خاص) حال سے خالی ہے
تا بیامد آیت و آگاہ کرد	کاں ز چشم بد رسیدت وز نبرد
یہاں تک کہ آیت نازل ہوئی اور خبردار کر دیا	کہ وہ نظر بد اور خصومت سے ہوئی
گر بدے غیر تو دردم لاشدے	صید چشم و سخرۂ افنا شدے
اگر تیرے سوا کوئی ہوتا فوراً ہلاک ہو جاتا	نظر کا شکار اور فنا کے تابع ہو جاتا
معنی چشم بد آخر بازداں	ان یکاد از چشم بد نیکو بخواں
بالآخر نظر بد کے معنی سمجھ لے	نظر بد کے سلسلہ میں ان یکاد پڑھ لے
لیک آمد عصمتے دامن کشاں	ویں کہ لغزیدی بد از بہر نشاں
لیکن دامن کھینچتی ہوئی حفاظت آ پہنچی	یہ جو آپ پھسلے پہچان کے لئے تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

عبرتے گیراندراں کہ کن نگاہ	برگ خود عرضہ مکن اے کم زکاہ
عبرت حاصل کر لے اس پہاڑ کو دیکھ	اے تنکے سے کم! اپنی شان نہ دکھا

تفسیر آیت و ان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم لما سمعوا الذکر و یقولون انہ لمجنون و ما ھو الا ذکر للعالمین

اور قریب ہیں کافر کہ تمہیں اپنی نظروں سے پھسلا دیں جبکہ انہوں نے ذکر سنا اور کہتے ہیں بے شک وہ مجنون ہے اور نہیں ہے وہ مگر جہانوں کا ذکر" آیت کی تفسیر

یا رسول اللہ دراں وادی کساں	میزنند از چشم بد بر کرگساں
اے اللہ کے رسول! اس وادی میں ایسے لوگ ہیں	جو گدھوں پر نظر بد لگا دیتے ہیں
از نظر شاں کلۂ شیر عریں	واشگافد تاکند آں شیر انیں
ان کی نظر سے جھاڑی کے شیر کی کھوپڑی	پھٹ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ شیر روتا ہے
بر شتر چشم افگند ہمچوں حمام	وانگہاں بفرستد اندر پے غلام
اونٹ پر موت جیسی نظر ڈالتا ہے	اور بعد میں غلام کو بھیج دیتا ہے
کہ برو از پیہ ایں اشتر بخر	بیند اشتر را سقط او راہ در
(کہتا ہے) کہ جا اس اونٹ کی چربی خرید لا	وہ راستہ میں اونٹ کو مردہ دیکھتا ہے
سر بریدہ از مرض آں اشترے	کو بتگ با اسپ میکردے مرے
مرض کی وجہ سے اس اونٹ کی گردن کٹی ہوئی ہے	جو دوڑ میں گھوڑے کا مقابلہ کرتا تھا
کز حسد وز چشم بد بے ہیچ شک	سیر و گردش رابگرداند فلک
بے شبہ حسد اور نظر بد سے	آسمان رفتار اور گردش کو الٹا کر دیتا ہے
آب پنہان ست ودولاب آشکار	لیک در گردش بود آب اصل کار
پانی پوشیدہ ہے اور رہٹ ظاہر ہے	لیکن گردش میں پانی کام کی جڑ ہے
چشم نیکو شد دوائے چشم بد	چشم بدرا لا کند زیر لکد
نظر بد کی دوا اچھی نظر ہے	جو نظر بد کو پاؤں کے نیچے معدوم کر دیتی ہے
سبق رحمت راست وایں از رحمت است	چشم بد محصول قہر و لعنت است
رحمت کو سبقت حاصل ہے اور یہ (خدا کی) رحمت ہے	نظر بد قہر اور لعنت کا نتیجہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

رحمتش بر نقمتش غالب شود	چیرہ زان شد ہر نبی بر خصم خود
اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب آ جاتی ہے	اسی لئے ہر نبی اپنے مخالف پر غالب ہو گیا
کو نتیجۂ رحمت ست و ضد او	از نتیجہ قہر بود آں زشت رو
کیونکہ وہ رحمت کا نتیجہ ہے اور اس کی ضد	بدصورت قہر کا نتیجہ ہے
حرص بط یکتاست وایں پنجاہ تاست	حرص شہوت مار و منصب اژدہاست
بطخ کی حرص اکہری اور یہ پچاس گنا ہے	شہوت کی حرص سانپ ہے اور جاہ (کی حرص) اژدہا ہے
حرص بط از شہوت حلق ست و فرج	در ریاست بیست چندانست درج
بطخ کی حرص حلق اور شرمگاہ کی شہوت کی وجہ سے ہے	(حب) جاہ میں اس کا بیس گنا داخل ہے
از الوہیت زند در جاہ لاف	طامع شرکت کجا باشد معاف
خدائی کی وجہ سے مرتبہ کی ڈینگیں مارتا ہے	شرک کا لالچی کہاں معاف ہوتا ہے؟
زلت آدمؑ ز اشکم بود و باہ	و آن ابلیس از تکبر بود و جاہ
(حضرت) آدمؑ کی لغزش پیٹ اور باہ کی وجہ سے تھی	اور شیطان کی آن تکبر اور جاہ کی وجہ سے تھی
لاجرم اُو زود استغفار کرد	واں لعیں از توبہ استکبار کرد
لامحالہ انہوں نے جلد توبہ کر لی	اور اس ملعون نے توبہ سے تکبر کیا
حرص حلق و فرج ہم خود بدرگیست	لیک منصب نیست آں اشکستگی ست
حلق اور شرمگاہ کی حرص بھی بد ذاتی ہے	لیکن وہ جاہ نہیں ہے وہ تواضع ہے
بیخ و شاخ ایں ریاست را اگر	باز گویم دفترے باید دگر
جاہ کی جڑ اور شاخ کو اگر	میں بیان کروں (تو) ایک دوسرا دفتر چاہئے
اسپ سرکش را عرب شیطانش خواند	نے ستورے را کہ در مرعیٰ بماند
عرب نے سرکش گھوڑے کو شیطان کہا ہے	نہ کہ اس گھوڑے کو جو چراگاہ میں رہا
شیطنت گردن کشی بد در لغت	مستحق لعنت آمد ایں صفت
شیطنت لغت میں سرکشی ہے	یہ صفت لعنت کی مستحق ہے
صد خورندہ گنجد اندر گرد خواں	دو ریاست جو نگنجد در جہاں
ایک خوان کے گرد سو کھانے والے سما جاتے ہیں	دو سلطنت کے طالب دنیا میں نہیں سماتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

آں نخواہد کیں بود بر پشت خاک	تا ملک بکشد پدر را ز اشتراک
وہ نہیں چاہتا کہ یہ روئے زمین پر رہے	شرکت (کے ڈر) سے بادشاہ باپ کو قتل کر دیتا ہے
آں شنیدستی کہ الملک عقیم	قطع خویشی کرد ملکت جو زبیم
تو نے یہ سنا ہے کہ سلطنت بانجھ ہے	سلطنت کے طلبگار نے خوف سے اپنائیت کو ختم کر دیا ہے
کہ عقیم است و ورا فرزند نیست	ہمچو آتش با کسش پیوند نیست
کیونکہ وہ بانجھ ہے اور اس کے اولاد نہیں ہے	آگ کی طرح اس کا کسی سے رشتہ نہیں ہے
ہر چہ یابد او بسوزد بر درد	چوں نیابد ہیچ خود را میخورد
وہ جس کو پاتی ہے جلا دیتی ہے پھاڑ دیتی ہے	جب کسی کو نہیں پاتی ہے خود کو کھا لیتی ہے
ہیچ شو وارہ تو از دندان او	رحم کم جو از دل سندان او
ناچیز بن جا اس کے دانتوں سے نجات پا جا	اسکے اہرن (جیسے) دل سے رحم نہ تلاش کر
چونکہ گشتی ہیچ، از سنداں مترس	ہر صباح از فقر مطلق گیر درس
جب تو ناچیز بن گیا اہرن سے نہ ڈر	ہر صبح کو فقر مطلق سے سبق حاصل کر لے
ہست الوہیت ردائے ذوالجلال	ہر کہ در پوشد بر او گردد وبال
الوہیت اللہ (تعالیٰ) کی چادر ہے	جو اوڑھتا ہے وہ اس کے لئے وبال بن جاتی ہے
تاج از آن اوست و آن ما کمر	وائے او کز حد خود دارد گذر
تاج اس کی ملکیت ہے اور ہماری ملکیت پٹکا ہے	اس کے لئے تباہی ہے جو اپنی حد سے بڑھے
فتنہ تست ایں پر طاؤسیت	کاشتراکت باید و قدوسیت
تیرا یہ طاؤسی پر تیرے لئے فتنہ ہے	کیونکہ تجھے شرکت اور قدوسیت درکار ہے

شرح حبیبی

اوپر تحصیل عروج روحانی کی ترغیب دی تھی مگر چونکہ عروج مذکور کی حالت میں عجب کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے اس کی اصلاح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تم کو عروج روحانی حاصل ہو جائے تو تم کو چاہئے کہ حالات عروج کو ٹھیک طور پر جب جانو۔ یعنی اس کو اس طرح نہ جانو کہ اس سے عجب پیدا ہو بلکہ اس طرح جانو کہ عجب نہ پیدا ہو کیونکہ اگر تم اس کو اس طرح جانو گے تو تمہارے لئے شر ہوگا۔

پس جبکہ تم کو یہ دولت حاصل ہو جائے تو تم کو اپنی خوبیوں پر نظر نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ تم کو اپنے عیوب پر

www.besturdubooks.wordpress.com

نظر کرنی چاہئے تاکہ تمہیں اپنی نظر نہ ہو جائے اور اس سے تمہارے کمالات کو صدمہ نہ پہنچ جائے کیونکہ نظر بد بہت بری بلا ہے اس سے پہاڑ کو لغزش ہو جاتی ہے۔ آدمی تو کیا چیز ہے۔ تائید کے لئے ان یکاد الذین کفروا لیزلقونک بابصارھم پڑھ لو۔ شان نزول اس آیت کا (علی ما روی واللہ اعلم بصحتہ) یہ ہے کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ وقار میں مانند کوہ تھے۔ ان کو اثر نظر بد سے درمیان راہ لغزش ہوئی۔ حالانکہ وہاں کیچڑ تھا اور نہ بارش یہ حالت دیکھ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب ہوا کہ یہ بے وجہ لغزش کیسی میں نہیں سمجھتا کہ یہ حالت بھید سے خالی ہو۔ بلکہ ضرور اس میں کوئی نہ کوئی راز ہے آخر کار وحی آئی اور آپ کو مطلع کیا کہ یہ صدمہ آپ کو نظر بد اور اس کی مزاحمت سے پہنچا ہے اگر کوئی اور ہوتا تو فوراً فنا ہو جاتا اور چشم بد کا شکار اور منقاد فنا ہو جاتا۔ مگر عصمت وحفظ خداوندی آ پہنچی جس نے آپ کو بچالیا اور یہ بات کہ جب عصمت حق سبحانہ تھی تو پھر لغزش ہی کیوں ہوئی سو اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کو اثر نظر بد کا پتہ لگ جائے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس بات سے تم کو نظر بد کی حقیقت معلوم ہونی چاہئے اور چشم بد سے محفوظ رہنے کی آیت ان یکاد الخ کو پڑھنا چاہئے کیونکہ اس میں دفع نظر کی خاصیت ہے اور اس کوہ وقار یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو دیکھ کر اس سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور تم جو کہ برگ کاہ سے بھی کم وزن ہو تم کو چاہئے کہ اپنے کو صرصر چشم بد کے مقابلہ میں نہ لاؤ۔ خیر یہ مضمون تو بطور جملہ معترضہ کے تھا۔ اب سنو کہ حق سبحان نے فرمایا کہ اے ہمارے رسول اس وادی میں کچھ لوگ موجود ہیں جو بلند پرواز کرگسوں پر بھی اپنی نظر بد کا اثر پہنچاتے ہیں ان کی نظر میں شیران بیشہ کا غول درہم برہم ہو جاتا ہے تا آنکہ وہ شیر رو دیتے ہیں۔ اور یہ لوگ موت کی طرح اونٹ پر نظر ڈالتے ہیں اس کے بعد اپنے کمال تاثیر کے اعتماد پر اس کے پیچھے آدمی بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں جاؤ اس اونٹ کی چربی خرید لاؤ۔ چنانچہ وہ جاتا ہے اور اونٹ کو راستہ میں پڑا پاتا ہے اور وہ اونٹ جو دوڑ میں گھوڑوں کا مقابلہ کرتا تھا ایک لحظہ میں بیمار ہو کر مر جاتا ہے یا ذبح ہو جاتا ہے کیونکہ نظر بد بری بلا ہے اس میں یہ اثر ہے کہ اس کے ذریعہ سے آسمان کی گردش بدل سکتی ہے (وھو مبالغۃ فی عظیم التاثیر وھذا ھو الصحیح لا ما قال ولی محمد راداً علیہ بالنظر الی قولہ ہیچ مشک وقال ان ہذہ اللفظۃ ینادی باعلی نداء ان المقصود ھو التحقیق۔ لا المبالغۃ)

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اجی کیسی چشم بد۔ موثر تو فی الحقیقت ارادہ خداوندی ہے چشم بد تو اس کے تابع ہو کر موثر ہے۔ اس لئے یوں کہنا چاہئے کہ پانی (ارادہ الٰہی) مخفی ہے اور پنچکی (چشم بد) ظاہر۔ مگر حرکت میں اصل پانی ہے اور پنچکی کی حرکت تو اس کے تابع (ھذا ھو المراد فلا تلتفت الی ما قال ولی محمد)

جب یہ مضامین استطرادیہ ختم ہو چکے تو ہم پھر ماسبق کی طرف غور کرتے ہیں۔ کہ تم اپنی نظر کو ٹھیک رکھو تاکہ نظر بد سے محفوظ رہو۔ کیونکہ نظر نیک علاج ہے نظر بد کا۔ اور یہ نظر اس نظر بد کو فنا کر دیتی ہے کیونکہ چشم نیک اثر ہے رحمت کا اور چشم بد نتیجہ ہے قہر ولعنت کا۔ اور حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے اس بناء پر چشم نیک چشم بد پر غالب ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء اپنے دشمنوں پر غالب ہوتے ہیں کیونکہ انبیاء رحمت سے پیدا ہوتے ہیں اور مخالفین قہر وغضب سے۔ اس لئے انبیاء کو ان پر غالب ہونا چاہئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یہاں سے مقصد اصلی یعنی مذمت جاہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حرص جاہ نہایت ہی بد بلا ہے۔ حرص بط (یعنی حرص کا موزوں جماع) تو ایک ہی درجہ میں خطرناک ہے اور یہ یعنی حرص جاہ اس سے پچاس گونہ بڑھی ہوئی ہے اور ان دونوں حرصوں میں وہی سمیت ہے جو سانپ اور اژدھے میں۔ پس حرص شہوت تو بمنزلہ سانپ کے ہے اور حرص منصب وجاہ بمنزلہ اژدھے کے کیونکہ طالب جاہ جاہ کی حالت میں گویا کہ وہ مدعی الوہیت ہوتا ہے اور سبب اس کا یہ ہے کہ بڑائی حق سبحانہ کی صفت ہے اور وہ اسے اپنے ہی ساتھ مختص رکھنا چاہتے ہیں اور کسی کو اس میں شرکت کی اجازت نہیں دیتے۔ پس جبکہ کوئی شخص طالب جاہ ہوتا ہے تو وہ اس صفت میں حق سبحانہ کا شریک بننا چاہتا ہے اور ظاہر ہے کہ طالب شرکت قابل درگزر نہیں ہوسکتا۔ الا ان یعفو اللہ عنہ بمنہ وفضلہ) برخلاف حریص شہوت کے کہ وہ عاصی ہے مگر طالب شرکت نہیں۔ اس لئے طالب جاہ کی نسبت سے اس کا جرم بہت کم ہے اور وہ قابل معافی ہے۔ ایک فرق تو یہ تھا دوسرا فرق یہ ہے کہ حب جاہ میں توبہ کا احتمال بعید ہے بہ نسبت حرص شہوات کے۔

چنانچہ دیکھ لو۔ آدم علیہ السلام کی جو لغزش ہوئی تھی اس کا منشا حرص شکم اور حرص شہوت تھی (حرص شکم کا منشا ہونا تو ظاہر ہے رہی حرص شہوت سو اس کے منشا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دانہ گندم آپ نے حضرت حوا کی ترغیب سے کھایا تھا اور جس چیز نے حضرت حوا کی بات مان لینے پر مجبور کیا تھا وہ ان کی محبت تھی اور محبت کا منشاء شہوت تھی۔ پس شہوت کا سبب ہونا ظاہر ہوگیا) اور ابلیس نے جو گناہ کیا تھا اور اس کا منشاء تکبر اور حب جاہ تھی اس لئے حضرت آدم علیہ السلام نے تو فوراً ہی توبہ کرلی اور ابلیس نے توبہ کرنے سے بھی تکبر کیا۔ (اور راز اس کا یہ ہے کہ شہوت بطن وفرج سے آدمی سیر ہو جاتا ہے کما ہو الظاہر برخلاف حب جاہ کے کہ اس سے سیری نہیں ہوتی۔ بلکہ جس قدر بھی جاہ ہو آدمی اس سے زیادہ چاہتا ہے پس جبکہ شہوت بطن وفرج سے سیری حاصل ہو جاتی ہے تو آدمی کے عقل پر سے پردہ اٹھ جاتا ہے اور عقل شناعت ہونے کا ادراک کر کے آدمی کے اندر انفعالی کیفیت پیدا کرتی ہے۔ برخلاف حب جاہ کے کہ اس سے سیری نہیں ہوتی کہ عقل کے اوپر سے حجاب دور ہو اور وہ اس فعل کی شناعت کا احساس کرے اور اس سے ندامت پیدا ہو)

اس سے معلوم ہوا کہ حرص بطن وفرج بھی بدذاتی ہے مگر وہ جاہ نہیں ہے بلکہ اس کے سبب تذلل ہے کیونکہ وہ شنیع ندامت ہے نہ کہ جاہ۔ اس لئے جس قدر حرص جاہ مذموم ہوگی اس قدر حرص بطن وفرج مذموم نہ ہوگی۔ الغرض جاہ نہایت ہی خطرناک چیز ہے اگر میں اس کا منشاء اوراس کی شاخیں بیان کروں تو اس کے لئے ایک دوسرے دفتر کی ضرورت ہے اس لئے مختصر طور پر اس کا بیان کیا گیا ہے۔ اچھا تھوڑی سی تفصیل اس کی اور سن لو۔ دیکھو اسپ سرکش کو عرب شیطان کہتے ہیں مگر اس گھوڑے کو جو حرص بطن کے سبب چراگاہ میں رہ جائے شیطان نہیں کہتے کیونکہ لغت میں شیطنت کے معنی گردن کے ہیں۔

پس یہ صفت سرکش گھوڑے میں تو پائی جاتی ہے اور چراگاہ میں رہ جانے والے گھوڑے میں نہیں پائی جاتی اس لئے وہ لقب شیطان کا مستحق ہے نہ کہ یہ غرضکہ یہ صفت تکبر وتجبر مستحق لعنت ہے کیونکہ یہ صفت نہایت ہی مذموم ہے۔ دیکھو سو کھانے والے (حریص بطن) ایک دسترخوان پر بے تکلف کھانا کھا لیتے ہیں مگر دو طالب ریاست جہاں میں نہیں سماتے اور ایک دوسرے کا زندہ رہنا نہیں چاہتے۔ حتیٰ کہ بیٹا اگر ایک ملک کا بادشاہ ہو اور اس کا باپ دوسرے ملک کا تو تحرز عن الاشتراک کے سبب بیٹا باپ کو مار ڈالتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تم نے سنا ہوگا کہ الملک عقیم یعنی ملک بانجھ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سلطنت تعلق قرابت کو قطع کر دیتی ہے حتیٰ کہ اولاد سے بھی تعلق منقطع کردیتی ہے اس لئے وہ بانجھ ہے اور اس کے اولاد نہیں اور وہ آگ کی طرح ہے جس کو اس سے علاقہ نہیں۔ بلکہ جو کوئی اس کے سامنے آتا ہے سب کو تہس نہس کر دیتی ہے اور جب کسی کو نہیں پاتی تو پیچ وتاب سے خود اپنے کو کھا جاتی ہے۔

پس اگر تم کو جاہ کے غائلہ سے بچنا منظور ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اسے کم نہ کرو اور خودی کو چھوڑ دو۔ کیونکہ خودی کو قائم رکھ کر اس کی توقع رکھنا کہ جاہ تم پر رحم کرے وہ تم کو ضرر نہ پہنچائے گا بالفضول ہے۔ پس تم کو اس دل سخت سے رحم نہ ڈھونڈنا چاہئے لیکن جب کہ تم خودی کو چھوڑ دو گے اس وقت تم کو اس کے سخت اور بے رحم دل سے کوئی خطرہ نہیں۔ پس تم کو ہر روز فقر کامل کا سبق لینا چاہئے اور رفتہ رفتہ فقر کامل حاصل کرنا چاہئے۔ دیکھو خدائی صفت ہے حق سبحانہ کی۔ پس جو کوئی اس کو اپنی صفت بنائے گا تو وہ صفت اس کے لئے وبال جان ہو جائے گا۔ شہنشاہی حق سبحانہ کا حق ہے اور ہمارا کام خدمت واطاعت ہے۔ پس جو شخص اپنی حد سے بڑھ جائے اور شاہی کا طالب ہو اس کی حالت افسوس کے قابل ہے کیونکہ اس سے اس کو سوائے ضرر کے اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔

یاد رکھو کہ یہ تمہاری شان وشوکت تمہارے لئے بڑے خطرہ کی چیز ہے کیونکہ اس کی بناء پر تم صفت خداوندی میں شرکت چاہتے ہو اور تم کو مخدوم مطاع بننے کی خواہش ہوتی ہے اور تم مصائب سے پاک بننے کے خواہاں ہوتے ہو اور چاہتے ہو کہ بس لوگ ہمارے تنزیہ وتقدیس کیا کریں۔ لہٰذا اس کو چھوڑنا چاہئے اور تذلل و تمسکن اختیار کرنا چاہئے۔

قصہ آں حکیمے کہ طاؤس را دید کہ پر زیبائے خود را برمی کند بمنقار ومی انداخت و تن خود را اگل وزشت میکرد از تعجب طاؤس را پرسید کہ دریغت نمی آید گفت می آید اما پیش ما جان از پر عزیز تر است وایں پر عدو جان من ست ازیں جہت برمی کنم

اس دانا کا قصہ جس نے مور کو دیکھا کہ وہ اپنے حسین پروں کو چونچ سے اکھاڑ رہا ہے اور پھینک رہا ہے اور اپنے بدن کو گنجا اور بدنما بنا رہا ہے اس نے تعجب سے مور سے دریافت کیا کہ تجھے افسوس نہیں ہو رہا ہے اس نے کہا ہو رہا ہے لیکن مجھے جان پروں سے زیادہ پیاری ہے اور یہ پر میری جان کے دشمن ہیں اس وجہ سے میں اکھاڑ رہا ہوں

پر خودی طاؤسے بدشت	یک حکیمے رفتہ بود آنجا بگشت
ایک مور جنگل میں اپنے پر اکھاڑ رہا تھا	ٹہلتا ہوا ایک عقلمند وہاں پہنچ گیا
گفت طاؤسا چنیں پر سنی	بے دریغ از بیخ چوں برمیکنی
اس نے کہا او مور! ایسے بڑھیا پر	تو بلاتامل جڑ سے کیوں اکھاڑ رہا ہے؟
خود دلت چوں میدہد تا ایں حلل	برکنی و اندازیش اندر وحل
خود تیرا دل کیسے (اجازت) دیتا ہے؟ کہ یہ لباس	تو اکھاڑتا ہے اور اس کو کیچڑ میں پھینک دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر پرت را از عزیزی و پسند	حافظاں درطی مصحف می نہند
گرانقدری اور پسند کی وجہ سے تیرہر پر کو	حفاظ قرآن کے موڑ میں رکھتے ہیں
بہر تحریک ہوائے سود مند	از پر تو باد بیزن می کنند
مفید ہوا کو چلانے کے لئے	تیرے پروں کا پنکھا بناتے ہیں
اینچہ ناشکری و چہ بیباکی ست	تو نمی دانی کہ نقاشش کیست
یہ کیا ناشکری اور لاپروائی ہے	تو نہیں جانتا کہ اس کا نقاش کون ہے؟
یا ہمی دانی و نازے میکنی	قاصداً قطع طرازی میکنی
یا تو جانتا ہے اور ناز دکھا رہا ہے	جان بوجھ کر نقش و نگار کو قطع کر رہا ہے
اے بسا نازا کہ گردد آں گناہ	افگند مر بندہ را از چشم شاہ
بہت سے ناز ہیں جو گناہ بن جاتے ہیں	غلام کو بادشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں
ناز کردن خوشتر آید از شکر	لیک کم خایش کہ دارد صد خطر
ناز کرنا قند سے زیادہ بھلا لگتا ہے	لیکن اس کو نہ چبا کیونکہ سیکڑوں خطرے رکھتا ہے
ایمن آبادست آں راہ نیاز	ترک نازش گیرد با آں رہ بساز
عاجزی کا راستہ اطمینان کی جگہ ہے	ناز کرنا چھوڑ دے اور اس راہ سے مانوس ہو جا
اے بسا ناز آوری زد پر و بال	آخر الامر آں براں کس شد وبال
بہت سی ناز آوریوں نے پر و بال نکالے	بالآخر وہ اس شخص پر وبال بنیں
خوبی ناز اردے بفراز دت	بیم و ترس مضمرش بگدازدت
ناز کی خوبی اگر ذرا تجھے اونچا کر دیتی ہے	اس کا چھپا ہوا خوف اور ڈر تجھے پگھلاتا ہے
ویں نیاز ارچہ کہ لاغر میکند	صدر راچوں بدر انور میکند
یہ نیاز اگرچہ تجھے دبلا کرتا ہے	سینہ کو روشن چاند کی طرح بنا دیتا ہے
چوں ز مردہ زندہ بیروں میکشد	ہر کہ مردہ گشت او دارد رشد
چونکہ وہ (اللہ تعالیٰ) مردے سے زندہ پیدا کرتا ہے	جو مردہ بن گیا وہ ہدایت یافتہ ہے
چوں ز زندہ مردہ بیروں میکند	نفس زندہ سوئے مرگے می تند
جبکہ وہ زندہ سے مردہ پیدا کرتا ہے	زندہ نفس موت کی جانب چلا جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مردہ شو تا مخرج الحی الصمد	زندۂ زیں مردہ بیروں آورد
مردہ بن جا تاکہ (اللہ) زندہ کو پیدا کرنیوالا بے نیاز	زندہ کو اس مردے سے پیدا کر دے
دے شوی بینی تو اخراج بہار	لیل گردی بینی ایلاج نہار
تو خزاں بن جا تو بہار کا پیدا کرنا دیکھے گا	رات بن جا تو دن کا داخل کرنا دیکھے گا
بر مکن آں پر کہ نہ پذیرد رفو	روی مخراش از عزا اے خوبرو
پروں کو نہ اکھاڑ کیونکہ ان پر رفو نہ ہو سکے گا	اے حسین! ماتم میں چہرے کو نہ چھیل
آنچناں روی کہ چوں شمس ضحیٰ ست	آنچناں رخ راخراشیدن خطاست
وہ چہرہ جو چاشت کے سورج کی طرح ہے	ایسے چہرے کو چھیلنا غلطی ہے
زخم ناخن برچناں رخ کافریست	کہ رخ مہ در فراق او گریست
ایسے چہرے پر ناخن کا زخم کافری ہے	جس کے فراق میں چاند کا چہرہ رویا ہے
یا نمی بینی تو روی خویش را	ترک کن خوئے لجاج اندیش را
یا تو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا ہے	جھگڑا کرنے والی عادت کو چھوڑ دے

شرح

فتنہ تست ایں پر طاؤسیت کی تائید میں مولانا ایک قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک مور جنگل میں اپنے پر اکھیڑ رہا تھا۔ اتفاقاً ایک حکیم بھی گھومتا ہوا وہاں پہنچ گیا اور کہا کہ ارے مور! یہ عمدہ پر تو یوں بے دریغ کیوں اکھیڑتا ہے۔ تیرا جی کیسے گوارا کرتا ہے کہ اس قدر عمدہ لباس کو اتار کر کیچڑ میں ڈال دے۔ تجھے ان پروں کی قدر معلوم نہیں۔

اچھا مجھ سے سن یہ وہ باوقعت پر ہیں کہ ان کی گرامی قدر اور پسندیدہ ہونے کے سبب حفاظ ان کو قرآن میں رکھتے ہیں اور ہوا کو حرکت دینے کے لئے لوگ ان کا پنکھا بناتے ہیں۔ پس یہ کیا ناشکری ناسپاسی ہے کہ ایسی نعمت کی قدر نہیں کی جاتی۔ ارے تو جوان کو یوں پامال کرتا ہے تجھے معلوم ہے کہ ان کا نقاش کون ہے۔ اور یہ کس نے بنائے ہیں اگر تو نہیں جانتا تو مجھ سے سن۔ یہ حق سبحانہ کے بنائے ہوئے ہیں۔ پس جبکہ تو ان کی یوں بے وقعتی کرے گا تو وہ ضرور تجھ پر عتاب کریں گے یا تو جانتا ہے مگر ناز کرتا ہے اگر ایسا ہے تو یاد رکھ کہ بہت سے ناز جرم قرار پاجاتے ہیں اور غلام کو شہنشاہ کی نظر سے گرا دیتے ہیں۔ ناز کرنا گو شکر سے زیادہ لذیذ ہے مگر اس میں خطرات بھی بہت ہیں اس لئے اس شکر کو کھانا نہیں چاہئے۔ اور ناز کو اختیار نہیں کرنا چاہئے بلکہ عجز و نیاز اختیار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں کوئی خطرہ نہیں۔ پس تو ناز کو چھوڑ اور راہ نیاز اختیار کر۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں صاحبو! بہت ناز کرنے والوں نے بلند

www.besturdubooks.wordpress.com

پرواز کی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ وہ بلند پرواز ان کے لئے وبال ہوگئی پس تم کو ناز نہ کرنا چاہئے۔ اور عجز و نیاز اختیار کرنا چاہئے کیونکہ اگر ناز میں خوبی ہے جو کہ تم کو کچھ دیر کے لئے سرفراز کرتی ہے تو اس میں خوف مخفی بھی ہے جو تم کو گھلا دے گا۔ یعنی گو حق سبحانہ بعض اوقات لوگوں کے ناز اٹھا کر ان کو سرفراز فرماتے ہیں مگر یہ ناز برداری دائم نہیں ہے بلکہ کسی کو اس پر عتاب بھی ہو جاتا ہے جو ناز کرنے والوں کو گھلا دیتا ہے اور نیاز اگر چہ خوف اور فکر نا خوشی حق سبحانہ کے سبب لاغر کرتا ہے مگر فائدہ اس میں یہ ہے کہ وہ سینہ کو چودھویں رات کے چاند کی مانند منور کر دیتا ہے۔

دیکھو جبکہ حق سبحانہ کی شان یہ ہے کہ وہ مردہ میں سے زندہ نکالتا ہے تو جو شخص مردہ ہو جائے اور عجز و نیاز اختیار کرے وہ ہی ٹھیک راہ پر ہے کیونکہ حق سبحانہ اس کو اس مردگی کے سبب حیات روحانی عطا فرمائیں گے اور جبکہ وہ زندہ میں سے مردہ نکالتا ہے تو اس کا اثر یہ ہے کہ نفس زندہ موت معنوی پاتا ہے۔

الحاصل موت کا نتیجہ حیات ہے اور حیات کا نتیجہ موت۔ پس تم مردہ ہو جاؤ یعنی اپنی خواہشات کو بالکل چھوڑ دو جن میں سے ناز بھی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ مردہ میں سے زندہ نکالنے والا حی ہوا۔ اس مردہ میں سے زندہ نکالے گا یعنی اس مردگی کے سبب تم کو حیات معنوی عطا فرمائے گا اور تم خزاں ہو جاؤ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دیکھو گے کہ حق سبحانہ اس سے بہار پیدا کرتے ہیں اور اگر تم رات اور معراض الکمال ہو جاؤ گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دیکھو گے کہ حق سبحانہ اس میں دن اور کمال کو داخل کرتے ہیں۔ القصہ تم نقص اور کمی اختیار کرو۔ اس سے تم کو کمال حاصل ہوگا۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو کہ اس حکیم نے مور سے کہا کہ تم اپنے پروں کو نہ اکھیڑو اس لئے کہ پھر اس کی تلافی نہ ہو سکے گی اور ماتم میں اپنا منہ نہ نوچو۔ کیونکہ وہ منہ جو آفتاب چاشت سے زیادہ روشن ہے ایسے منہ کو نوچنا سخت غلطی ہے اور ایسے چہرہ کو نوچنا نہایت ناشکری ہے جس کے فراق میں چاند بھی روتا ہے یا تم کو اپنا چہرہ نظر ہی نہیں آتا جو ایسا کرتے ہو ایسا تو نہیں ہے بلکہ تمہارا اسے نوچنا بنا بر تعنت ہے اس لئے تم خصلت تعنیت کو چھوڑ و اور منہ نوچنے کو ترک کرو۔

در بیان آنکہ صفا و سادگی نفس مطمئنہ از فکرتہا مشوش میشود چنانچہ بر روی آئینہ چیزے نویسی اگر چہ پاک کنی داغے و نقصانے بماند

اس کا بیان کہ افکار سے نفس مطمئنہ کی صفائی اور سادگی پریشان ہو جاتی ہے جیسا کہ تو آئینہ پر کوئی چیز لکھے اگر چہ تو دھو ڈالے داغ اور نقصان باقی رہ جاتا ہے

روی نفس مطمئنہ در جسد	زخم ناخنہائے فکرت می کشد
جسم میں نفس مطمئنہ کا چہرہ	فکر کے ناخنوں سے زخمی ہو جاتا ہے
فکرت بد ناخن پر زہر داں	میخرا شد در تعمق روی جاں
برے خیال کو زہریلا ناخن سمجھ	غور کرنے کی (صورت) میں وہ جان کا چہرہ زخمی کر دیتا ہے
تا کشاید عقدۂ اشکال را	در حدث کردہ ست زریں بال را
جب تک کہ وہ کسی اشکال کی گرہ کھولتا ہے	اس نے سنہرے بالوں کو ناپاک کر لیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عقدہ را بکشادہ گیر اے منتہی	عقدۂ سخت ست بر کیسہ تہی
اے انتہا کو پہنچنے والے! فرض کر لے گرہ کھل گئی	(یہ تیری) خالی تھیلی پر سخت گرہ ہے
در کشاد عقدہا گشتی تو پیر	عقدۂ چندے دگر بکشادہ گیر
تو گرہوں کو کھولنے میں بوڑھا ہوگیا	فرض کر لے تو نے اور چند گرہیں کھول لیں
عقدۂ کاں برگلوئے ماست سخت	کہ ندانی کہ خسی یا نیک بخت
وہ پھندا جو ہمارے گلے میں ہے، سخت ہے	کیونکہ تو نہیں جانتا کہ تو بدبخت ہے یا نیک بخت
گر بدانی کہ شقیی یا سعید	آں بود بہتر ز فکر ہر عنید
اگر تو یہ جان لے کہ تو نیک بخت ہے یا بدبخت	ہر سرکش کے فکر سے بہتر ہے
حل ایں اشکال کن گر آدمی	خرج کن ایں دم اگر صاحب دمی
اگر تو آدمی ہے اس اشکال کو حل کر لے	اگر تجھ میں دم ہے تو اس دم کو خرچ کر
حد اعیان و عرض دانستہ گیر	حد خود را داں کہ نبود زیں گزیر
فرض کر لے اعیان اور عرض کی تعریف معلوم ہوگئی	اپنی حقیقت جان لے کہ اس کے سوا چارہ نہیں ہے
چوں بدانی حد خود زیں حد گریز	تا بہ بیحد در رسی اے خاک بیز
جب تجھے اپنی حقیقت معلوم ہوگئی اس تعریف سے گریز کر	اے خاک چھاننے والے! تاکہ تو اس ذات تک پہنچ جائے جس کی حقیقت نامعلوم ہے
عمر در محمول و در موضوع رفت	بے بصیرت عمر در مسموع رفت
محمول اور موضوع (کی تعریف) میں عمر گزر گئی	سنی سنائی باتوں میں بلا بصیرت کے عمر ختم ہوگئی
ہر دلیلے بے نتیجہ و بے اثر	باطل آمد در نتیجہ خود نگر
جو دلیل بے نتیجہ اور بے اثر ہو	باطل ہے، تو خود نتیجہ پر غور کر لے
جز بمصنوعے ندیدی صانعی	بر قیاس اقترانی قانعی
تو نے مصنوع کے علاوہ صانع کو نہ دیکھا	تو اقترانی قیاس پر صابر ہو گیا
می فزاید در وسائط فلسفی	از دلائل باز برعکسش صفی
فلسفی واسطوں میں اضافہ کرتا رہتا ہے	دلائل سے پھر برگزیدہ شخص اس کے برعکس ہے
ایں گریزد از دلیل و از حجیب	از پئے مدلول سر بردہ بجیب
یہ دلیل اور پردے سے گریز کرتا ہے	مدلول کیلئے گریبان میں منہ ڈالے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر دخاں او را دلیل آتش است	بے دخاں ما را دراں آتش خوش است
اگر اس کے لئے دھواں آگ کی دلیل ہے	اس معاملہ میں بغیر دھویں کے ہمارے لئے آگ بھلی ہے
خاصہ ایں آتش کہ از قرب و ولا	از دخاں نزدیک تر آمد بما
خصوصاً یہ آگ کہ قرب اور دوستی کی وجہ سے	ہم سے دھویں سے زیادہ قریب آ گئی ہے
پس سیہ کاری بود رفتن زخواں	بہر تخیلات جاں سوی دخاں
دستر خوان سے چل دینا بدکاری ہے	دھویں کی جانب جان کے خیالات کی خاطر

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے نفس مطمئنہ کا چہرہ ناخنہائے افکار لایعنی سے زخمی ہو رہا ہے اور تمہارے افکار بیہودہ زہریلے ناخن ہیں جو غور و خوض کی حالت میں تمہارے روح کے صاف چہرہ کو زخمی کرتے ہیں۔ پس تم افکار بیہودہ سے بچو اور اس نفس مطمئنہ اور روح کی سادگی و صفائی کو برباد نہ کرو۔

اس مقام پر نفس کو مطمئنہ کہنے کی یہ وجہ ہے کہ وہ مولود علی الفطرۃ ہے اور ان تشویشات سے پاک ہے جو تربیت و صحبت سے اسے لاحق ہوتے ہیں۔ ۱۲ منہ

واضح ہو کہ نفس کے حالات مختلفہ کے لحاظ سے مختلف نام ہیں پس جبکہ وہ طالب لذات تو اس کا نام "امارہ" ہوتا ہے اور جبکہ وہ اس درجہ پر پہنچتا ہے کہ افعال ذمیمہ سے اسے ندامت ہو اور وہ اپنے کو ملامت کرے تو اسے "لوامہ" کہتے ہیں اور جبکہ اس کی یہ حالت ہو کہ ذکر اللہ سے اسے راحت حاصل ہو تو اسے "مطمئنہ" کہتے ہیں اور جبکہ وہ اس سے بھی اوپر ترقی کر جائے اور آمر بخیرات ہو تو اسے "ملہمہ" کہتے ہیں۔ ہکذا قال بحرالعلوم وعندی ان الملہمہ ہی المطمئنۃ۔ واللہ اعلم۔

اور تمہاری روح یا نفس مطمئنہ نے عقدات و اشکال کو کھولنے کے لئے اور مشکلات کو حل کرنے کے لئے اپنے بیش بہا باز و قوت دراکہ کو گندگی (نجاستہ افکار لایعنی) میں لتھڑا رکھا ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ اچھا فرض کرو کہ تم نے گرہ کھول لی اور مشکل کو حل کر لیا۔ مگر نتیجہ کیا ہے کیونکہ یہ گرہ خالی تھیلی میں لگی تھی جس کو کھولنے کے بعد تم کو کچھ بھی نہ ملے گا اور محنت اکارت ہو جائے گی۔ پس تم ان عقدوں کے حل کرنے میں کیوں مصروف ہو۔ انہیں چھوڑ دو کیونکہ انہی گرہوں کے کھولنے میں تم بڈھے ہو گئے اور تمہارے ہاتھ کچھ نہ لگا۔

اب فرض کرو کہ تم نے کچھ گرہیں اور کھول لیں مگر نتیجہ کیا ہے اتنی گرہیں کھولنے پر تمہیں کیا مل گیا جو اور گرہوں کے کھولنے پر آمادہ ہو پس تم افکار دنیویہ کو چھوڑو اور جو گرہ تمہارے گلے میں لگی ہے یعنی یہ کہ تم شقی ہو یا سعید اور دوزخی ہو یا جنتی اگر تم اسے حل کرو اور جانو کہ تم شقی ہو یا سعید یعنی اپنے نفس کا محاسبہ کرو۔ تو یہ ہر عقید کے فکر سے بہتر ہو۔ پس اگر انسان ہو تو اس اشکال کو حل کرو اور اگر تم متکلم ہو تو اس کلام کو جو متعلق بہ سعادت و شقاوت ہے صرف کرو یعنی سعادت و شقاوت کی تحقیق کرو۔ واللہ اعلم۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اچھا مان لو کہ تم نے جواہر و اعراض کی تعریف جان لی مگر اس کا نتیجہ کیا ہے ہم کو اپنی تعریف جانی چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ میں کیا ہوں اور میری خلقت سے کیا غرض ہے۔ کیونکہ یہ ضروری ہے اور اعیان و اعراض کے جاننے کی ضرورت نہیں اور جب تمہیں اپنی حقیقت معلوم ہو جائے اور تم جان لو کہ تم حق سبحانہ کے ذلیل بندے ہو۔ اور تمہاری تحقیق سے مقصود اطاعت حق سبحانہ ہے تو تم اس حد یعنی اشیاء محدودہ ناسوتہ سے بھاگو۔ اور انہیں چھوڑ دو۔ تا کہ تم حق سبحانہ تک پہنچ جاؤ جو نامحدود ہیں تمہاری عمر موضوع و محمول ہے جھگڑوں میں صرف ہو گئی اور تم کو بصیرت و مشاہدہ حق حاصل نہ ہو سکا بلکہ تمہاری عمر صرف سنی سنائی باتوں میں ضائع ہو گئی۔

دیکھو جس دلیل کا کوئی نتیجہ نہ ہو وہ باطل ہوتی ہے پس جبکہ ان دلائل کا جن میں تم مصروف ہو کوئی نتیجہ نہیں تو اسے چھوڑ دو اور اپنے نتیجہ میں غور کرو کہ آخر تمہارا انجام کیا ہو گا۔

تم نے اب تک صرف مصنوعات کو دیکھا ہے اور صانع کو نہیں دیکھا مگر اب تم کو ایسا نہ کرنا چاہئے اور صانع کو دیکھنا چاہئے۔ نیز تم اب تک دلائل الوہیت پر قناعت کئے رہے ہو۔ مگر اب اسے چھوڑو اور مشاہدہ حاصل کرو۔ تم فلسفی نہ بنو۔ بلکہ برگزیدۂ حق بنو کیونکہ اولذکر تو حق کو دلائل سے جانتا ہے اور دلیل واسطہ ہوتی ہے طالب و مطلوب کے درمیان اس لئے وہ جس قدر دلائل زیادہ کرتا ہے اتنے ہی وسائط بڑھاتا ہے اور اتنے ہی دلائل اس کے بعد عن الحق پر قائم ہوتے ہیں مگر موخر الذکر ایسا نہیں کرتا بلکہ وہ مشاہدہ اصطلاحی حاصل کرتا ہے اور وہ دلیل سے جو کہ حجاب اور پردہ ہے۔ بھاگتا ہے اور مراقبہ میں مشغول ہو کر جمال حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر فلسفی اثر سے موثر کو جانتا ہے ہم کو تو توسط آثار کی حاجت نہیں۔ ہم تو بدوں اثر کے ہی موثر کو جانتے ہیں اور یہ ہی ہم کو پسند ہے اور بالخصوص یہ موثر (حق سبحانہ) جو کہ اپنے قرب و محبت کے بہ نسبت آثار کے ہم کو پسند ہے ہم سے زیادہ قریب ہے پھر اس کے جاننے کے لئے ہم کو آثار کی کیا حاجت ہے کیونکہ بڑی غلطی کی بات ہے کہ آدمی کھانے کو چھوڑ کر تخیلات بے ہودہ کی بناء پر دھوئیں کہ طرف جائے۔ لہٰذا ہم آثار پر نظر نہیں کرتے اور مطلوب حقیقی کے مشاہدہ میں مصروف ہیں۔

دربیان قول رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کہ لا رھبانیہ فی الاسلام

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کے بیان میں کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

برمکن پر را و دل برکن ازو	زانکہ شرط ایں جہاد آمد عدو
پروں کو نہ اکھاڑ ان سے دل ہٹا لے	کیونکہ اس جہاد کے لئے دشمن ضروری ہے
چوں عدو نبود جہاد آمد محال	شہوت ار نبود نباشد امتثال
جب دشمن نہیں ہے تو جہاد ناممکن ہے	اگر شہوت نہ ہو تو حکم ماننا نہ ہوا
صبر نبود چوں نباشد میل تو	خصم چوں نبود چہ حاجت خیل تو
جب تیرا میلان نہیں ہے تو صبر نہ ہوگا	جب دشمن ہی نہیں ہے تیرے لشکر کی کیا ضرورت ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

ہین مکن خود را خصی رہباں مشو	زانکہ عفت ہست شہوت را گرو
خبردار! اپنے آپ کو خصی نہ کر، راہب نہ بن	کیونکہ عفت شہوت سے وابستہ ہے
بے ہوانہی از ہوا ممکن نبود	غازیی بر مردگاں نتواں نمود
بغیر نفسانی خواہش کے اس سے روکنا ممکن نہیں ہے	اپنا مجاہد ہونا مردوں پر نہیں دکھایا جا سکتا
انفقوا گفتست پس کسبے بکن	زانکہ نبود خرج بے دخل کہن
"خرچ کرو" فرمایا ہے تو تو کمائی کر	کیونکہ پہلی آمدنی کے بغیر خرچ نہیں ہو سکتا ہے
گرچہ آورد انفقوا را مطلق او	تو بخواں کہ اکسبوا ثم انفقوا
اگرچہ اس نے صرف "خرچ کرو" فرمایا ہے	تو پڑھ کماؤ پھر خرچ کرو
ہمچناں چوں شاہ فرمود اصبروا	رغبتے باید کزاں تابی تو او
اسی طرح جب شاہ نے حکم دیا کہ "تم صبر کرو"	تو رغبت درکار ہے تاکہ تو اس سے منہ موڑے
پس کلوا از بہر دام شہوتست	بعد ازاں لاتسرفوا آں عفت ست
تو "تم کھاؤ" شہوت کے جال کے لئے ہے	اس کے بعد "تم فضول خرچی نہ کرو" پاکدامنی کے لئے ہے
چونکہ محمول بہ نبود لدیہ	نیست ممکن بود محمول علیہ
جبکہ خبر نہیں ہے اس کے پاس	مبتداء کا ہونا ناممکن ہے
چونکہ رنج صبر نبود مر ترا	شرط نبود پس فرو ناید جزا
جبکہ تجھے صبر کی تکلیف حاصل نہیں ہے	تو شرط نہ پائی گئی لہذا جزاء موجود نہ ہو گی
حبذا آں شرط و شاداں آں جزا	آں جزائے دلنواز جانفزا
وہ شرط اور جزا کیا ہی خوب ہے	وہ دلنواز جانفزا جزا

شرح حبیبی

اوپر ہم نے چہرہ کو نہ نوچنے کی تفصیل کی تھی۔ اب ہم پر نہ اکھیڑنے کی شرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اپنے پر نہ اکھیڑو اور قوی شہوانیہ کو تلف مت کرو۔ کیونکہ جس طرح جہاد کی شرط وجود کفار ہے اور جبکہ دشمن ہی نہ ہو تو جہاد محال ہے یوں ہی امتثال احکام الٰہیہ "اصبروا" وغیرہ ہی بدوں خواہش کے ناممکن ہے کیونکہ اگر تمہیں راغبت معاصی نہ ہو تو صبر اور معاصی ناممکن ہے اور جب صبر از معاصی ناممکن ہے تو امر "اصبروا" بھی فضول ہے کیونکہ جب مزاحم ہی نہیں تو مدافعت کیونکر ہو سکتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور جب دشمن ہی نہیں تو فوج کی کیا ضرورت ہے۔ پس تم اپنے کو خصی مت کرو کیونکہ عفت و پارسائی موقوف ہے وجود شہوت پر۔ کیونکہ جب خواہش نفسانی ہی نہیں تو اس سے ممانعت بھی نہیں ہوسکتی اور جب ممانعت نہیں ہوسکتی تو امتثال جو کہ عفت ہے وہ بھی ممکن نہ ہوگا کیونکہ معدومات کی مزاحمت نہیں ہوسکتی اور مردوں پر جہاد نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ضرورت ہے وجود شہوت کی اور وہ بھی ایک درجہ میں مطلوب شرعی ہے جو کہ باقتضائے اوامر اصبر وا وغیرہ ثابت ہے۔

مثلاً حق سبحانہ نے فرمایا ہے "انفقوا" تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اول کسب کرو کیونکہ کسب آمدنی ہے اور انفاق خرچ اور خرچ بدوں آمدنی سابق کے ناممکن ہے پس گو امر انفقوا مقید بقید اکسبوا نہیں۔ لیکن تم کو یہ قید مدنظر رکھنی چاہئے اور اس کے معنی اکسبوا ثم انفقوا سمجھنے چاہئیں۔ بس یہی حالت اصبروا کی ہے اور اس کے لئے ضرورت ہے رغبت کی جس سے تم اعراض کرو اور جس کو تم ترک کرو یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے کلوا واشربوا ولاتسرفوا فرمایا ہے کیونکہ کلوا واشربوا سے مقصود تو یہ ہے کہ شہوت پیدا ہو اور لاتسرفوا سے مقصود یہ ہے کہ عفت حاصل کرو اس لئے کہ شہوت سبب تکلیف بالعفت ہے۔ پس جبکہ وہ شی ہی نہ ہوگی۔ جس کے سبب سے آدمی کو مکلف بنایا گیا ہے تو آدمی کا مکلف ہونا ناممکن ہوگا اور جبکہ مشقت صبر نہ ہوگی تو گویا کہ شرط مفقود ہوگی اور جبکہ شرط مفقود ہوگی تو جزا ہی مرتب نہیں ہوسکتی اور فلاح جو کہ مرتب ہے صبر پر کما قال اللہ تعالیٰ۔ واصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون" حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس لئے سمجھنا چاہئے کہ یہ شرط بھی اچھی ہے اور جزا بھی عمدہ ہے یعنی وہ جزا جو کہ دل نواز اور جانفزا ہے یعنی فلاح ورستگاری۔ پس اسے ضائع نہ کرنا چاہئے۔

دربیان آنکہ ثواب عمل عاشق از حق ہم حق ست وبس جل جلالہ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے عاشق کے عمل کا ثواب صرف اللہ جل جلالہ ہے

عاشقاں را شادمانی وغم اوست	دست مزد واجرت خدمت ہم اوست
عاشقوں کی خوشی اور غم وہی ہے	مزدوری اور خدمت کی اجرت وہی ہے
غیر معشوق ار تماشائی بود	عشق نبود ہرزہ سودائی بود
وہ اگر معشوق کے غیر کا تماشائی ہے	عشق نہیں ہے وہ بیہودہ اور دیوانہ ہے
عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت	ہرچہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
عشق وہ شعلہ ہے جب وہ روشن ہو گیا	جو کچھ معشوق کے علاوہ ہے سب جل گیا
تیغ لا در قتل غیر حق براند	در نگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
اس نے "لا" کی تلوار اللہ کے سوا پر چلا دی	غور کر لے "لا" کے بعد کیا رہ گیا؟
ماند الا اللہ باقی جملہ رفت	شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت
"الا اللہ" رہ گیا باقی سب فنا ہوگیا	اے عشق شرکت کو جلانے والے زبردست! تو خوش رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خود ہمیں او بود اولین و آخریں	شرک جز از دیدۂ احول مبیں
صرف وہی اولین اور آخرین ہو گا	تو بھینگی آنکھ کے سوائے شرک کو نہ دیکھ
اے عجب حسنے بود جز عکس آں	نیست تن را جنبشے از غیر جاں
تعجب ہے کوئی حسن اس کے عکس کے سوا ہو	جان کے غیر سے جسم میں حرکت نہیں ہوتی ہے
آں تنے را کہ بود در جاں خلل	خوش نباشد گر بگیری در عسل
جس جسم کی روح میں نقصان ہو	وہ اچھا نہ ہو گا، خواہ تو اس کو شہد میں ڈال دے
ایں کسے داند کہ روزے زندہ بود	از کف ایں جان جاں جامے ربود
یہ وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو کسی دن زندہ رہا ہو	اس جان جاناں کے ہاتھ سے اس نے جام حاصل کیا ہو
وانکہ چشم او ندیدست آں رخاں	پیش او جانست ایں تف دخاں
جس کی آنکھ نے وہ رخسار نہیں دیکھے	اس کے نزدیک یہ دھویں کی سوزش جان ہے
چوں ندید او عمر عبدالعزیزؒ	پیش او عادل بود حجاج نیز
جس نے (حضرت) عمر (بن) عبدالعزیزؒ کو نہ دیکھا ہو	اسکے نزدیک حجاج بن یوسف بھی عادل ہو گا
چوں ندید او مار موسیٰؑ را ثبات	در حبال السحر پندارد حیات
جب اس نے (حضرت) موسیٰؑ کے سانپ کا ثبات نہیں دیکھا	وہ جادو کی رسیوں میں زندگی سمجھے گا
مرغ کو ناخوردہ است آب زلال	اندر آب شور دارد پر و بال
جس پرندے نے نیر پانی نہ پیا ہو	وہ کھاری پانی میں اپنے بال و پر (تر) رکھتا ہے
جز بضد ضد را ہمی نتواں شناخت	چوں نہ بیند زخم نشناسد نواخت
ضد کو ضد کے سوا کسی ذریعہ سے شناخت نہیں کیا جا سکتا	جب ظلم کو نہیں دیکھا ہے نوازش کو نہیں پہچان سکتا
لاجرم دنیا مقدم آمدہ است	تا بدانی قدر اقلیم الست
لامحالہ دنیا پہلے آئی ہے	تاکہ تو الست کے جہان کی قدر جان لے
چوں ازینجا وارہی آنجا روی	در شکر خانہ ابد شاکر شوی
جب تو اس جگہ سے نجات پا جائے گا وہاں چلا جائے گا	تو ہمیشگی کے شکر خانہ میں شکر گزار ہو گا
گوئی آنجا خاک را می بیختم	زیں جہان پاک می گریختم
تو کہے گا وہاں میں نے خاک چھانی	میں اس پاک عالم سے بھاگتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گشتہ بودم قانع از گنجے بمار	شادماں بودم ز گلزارے بخار
میں نے خزانہ کے بدلے سانپ پر بس کی	میں چمن کی بجائے کانٹوں پر خوش تھا
اے دریغا پیش ازیں بودے اجل	تا غذایم کم بدے اندر وحل
ہائے افسوس! اس سے پہلے موت آ جاتی	تاکہ میری خوراک کیچڑ کی نہ ہوتی

دربیان حدیث، ماامات من یموت الاوتمنیٰ ان یموت قبل ماامات ان کان برًا لیکون الیٰ وصول البراعجل و ان کان فاجراً لیقل فجوره

(اس) حدیث کا بیان کہ ہر مرنے والا یہ ضرور تمنا کرے گا کہ وہ پہلے مرجاتا اگر وہ نیک ہے تو اس لئے کہ جلد بھلائی تک پہنچ جاتا اور اگر بد ہے تو اس لئے کہ اس کی بدکاری کم ہوتی

زیں بفرمودست آں آگہ رسولؑ	کہ ہر آنکہ مرد و کرد از تن نزول
اسی لئے باخبر رسولؐ نے فرمایا ہے	کہ جو شخص مرا اور جسم سے جدا ہوا
نبود او را حسرت نقلان و موت	لیک باشد حسرت تقصیر و فوت
اس کو منتقل ہونے اور مرنے پر افسوس نہ ہو گا	لیکن کوتاہی اور فوت ہونے کی حسرت ہو گی
ہر کہ میرد خود تمنا باشدش	کہ بدے زیں پیش نقل مقصدش
جو شخص مرتا ہے خود اس کی تمنا ہوتی ہے	کہ اس کا مقصود کی طرف منتقل ہو جانا اس سے پہلے ہو جاتا
گر بدے بد تا بدی کمتر بدے	ور تقی تا خانہ زوتر آمدے
اگر وہ بد تھا تو اس لئے کہ بدی کم ہوتی	اور متقی تھا تو گھر جلدی آ جاتا
گوید آں بد بیخبر می بودہ ام	دمبدم من پردہ می افزودہ ام
وہ بد کہے گا' میں بے خبر تھا	میں نے ہر وقت حجاب بڑھایا
گر ازیں زوتر مرا معبر بدے	ایں حجاب و پردہ ام کمتر بدے
اگر اس سے پہلے ہی میرے لئے راستہ ہوتا	میرا یہ حجاب اور پردہ بہت کم ہوتا
از حریصی کم دراں روئے قنوع	وز تکبر کم دراں چہرہ خشوع
حرص کی وجہ سے قناعت کے چہرے کو زخمی نہ بنا	اور تکبر سے عاجزی کے چہرے کو زخمی نہ کر
ہمچنیں از بخل کم در روئے جود	وز بلیسی چہرۂ خوب سجود
اسی طرح بخل کے ذریعہ سخاوت کا چہرہ زخمی نہ کر	اور شیطنت سے سجدہ کے حسین چہرے کو

www.besturdubooks.wordpress.com

بر مکن آں پر خلد آرائے را	بر مکن آں پر رہ پیمائے را
جنت کو آراستہ کرنے والے پر نہ اکھاڑ	راستہ طے کرنے والے پر نہ اکھاڑ

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے جزاء عام کا ذکر فرمایا تھا اب جزاء خاص کی شرح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاح تو جزائے عام تھی اب جزاءخاص سنو عاشقوں کی خوشی اوران کا غم جو کچھ ہے وہی ہے اوران کی مزدوری اوران کی خدمت کا معاوضہ بھی وہی ہے کیونکہ عشاق اپنے مطلوب کے سوا کسی اور چیز پر بھی نظر کریں تو وہ عشق نہ ہوگا بلکہ ابوالہوی ہو گی اس لئے کہ عشق کی شان تو یہ ہے کہ جب اس کا شعلہ اٹھتا ہے تو معشوق کے سواسب کو بھسم کر دیتا ہے اور حق سبحانہ کے سواسب پر نفی کی تلوار چلا دیتا ہے۔ پس جبکہ اس نے خدا کے سواسب کی نفی کر دی تو اب دیکھ لو۔ کیا رہ گیا کچھ بھی نہیں سب فنا ہو گئے اور صرف حق سبحانہ باقی رہ گئے۔

جب یہ حالت ہے تو اس کے سوا عشاق کو اور کوئی شے کیونکر مطلوب ہو سکتی ہے اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے عشق شرکت سوز! خوش رہ تیرا کیا کہنا ہے کہ تو نے ذراسی دیر میں وہ کام کر دیا جو کسی شے سے عمر بھر نہ ہو سکتا تھا اور تو نے عاشق کو کامل موحد بنا دیا۔ یہاں تک تو فنا بالنظر الی العاشق کا بیان تھا۔ اب فرماتے ہیں کہ واقع میں بھی یہ ہوا ہے کہ وہی اول ہے اور وہی آخر۔ یعنی ازلی وابدی وہی ہے اور کوئی نہیں اور جو ازلی وابدی ہے موجود کہلانے کا وہی مستحق ہے اور ممکنات جو کہ محاط اور ممکن ہیں اور اپنے وجود کی حالت میں بھی کوئی مستقل وجود نہیں رکھتیں بلکہ اسی کے پرتو سے موجود ہیں وہ حقیقتاً موجود کہلانے کی مستحق نہیں ہیں کیونکہ یہ وجود جو ان کو حاصل ہے حق سبحانہ کے وجود کے مغائر نہیں ہے بلکہ اسی کے وجود کی طرف منتسب اور اسی سے مکسوب ہے۔ جس طرح کہ نور قمر نور شمس سے مستفاد ہے۔ اس لئے موجود صرف حق سبحانہ ہے اور جو کوئی حق سبحانہ کے سوا ہی کسی کو موجود مانے بایں معنی کہ ان کے وجود کو مستقل جانے یا اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرے جو موجود مستقل کے ساتھ ہونا چاہئے وہ کثر بین ہے بھلا کہیں اس کے عکس حسین کے سوا ہی کوئی اور کون حسین ہو سکتا ہے اور جسم وجان کے سوا کسی اور شے کو بھی حرکت ہو سکتی ہے ہرگز نہیں۔ پس حق سبحانہ کے وجود کے سوا کوئی اور وجود ثابت کرنا سخت غلطی ہے۔ عشاق کی جو حالت ہم نے بیان کی ہے تمہاری سمجھ میں نہ آئے گی اس لئے کہ تم عاشق نہیں۔

مثلاً جس کے مزاج میں اعتدال سے انحراف ہو اور اس کا مزاج فاسد ہو گیا ہو اس کو اگر تم شہد میں ڈبو دو تو اسے مزہ نہیں آ سکتا تو اس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ شہد میں مزہ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اس کا سبب وہی انحراف عن الاعتدال اور فساد مزاج ہے۔ بس اس مضمون کو وہی سمجھ سکتا ہے جو بھی حیات معنوی زندہ رہ چکا ہو اور حق سبحانہ کے الطاف وعنایات دیکھ چکا ہو۔ اور جس نے حیات معنوی کی صورت ہی نہیں دیکھی وہ نہیں سمجھ سکتا کہ حق سبحانہ جان جان میں ان کا مل جانا ہر دولت کا مل جانا ہے بلکہ وہ تو نفس دخان یعنی روح حیوانی ہی کو جان سمجھتا ہے اور اسی کے ارادے کے مطلوبات اکل وشرب راحت وآرام کی قدر کرتا ہے۔ یہ بے چارہ بھی ایک درجہ میں معذور ہے کیونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس نے ان کو دیکھا ہی نہیں اس نے تو یہی حالت دیکھی ہے مثلاً جس نے عمر بن عبدالعزیز کو نہ دیکھا ہو وہ حجاج ہی کو عادل سمجھے گا۔ اور جس نے اژدہائے موسیٰ کا استقلال نہیں دیکھا وہ جادو کی رسیوں ہی میں حیات جانے گا اور جس جانور نے شیریں پانی کبھی دیکھا ہی نہیں وہ آب شوری میں گرم پڑا رہے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ ایک ضد سے دوسری ضد معلوم ہوتی ہے۔ اور اس نے دوسری ضد دیکھی ہی نہیں تو اسے اس ضد کی حالت کیونکر معلوم ہوسکتی ہے۔ مثلاً جس کسی کو تکلیف ہی کسی سے نہیں پہنچی اس کو اعزاز و اکرام کی حالت کیا معلوم ہوسکتی ہے۔

بنابریں دنیا کو عالم آخرت پر مقدم کیا گیا ہے تاکہ ہم کو عالم آخرت کی قدر معلوم ہو اور جبکہ تم اس دارالمحن سے چھوٹ کر عالم آخرت میں جاؤ۔ تو شکر خانہ ابدی میں پہنچ کر حق سبحانہ کا شکر ادا کرو اور کہو میں وہاں خاک چھانتا تھا اور اس جہان پاک سے بھاگتا تھا اور میں سانپ کو لے کر خزانہ سے بے رغبت ہوگیا تھا اور کانٹے کو لے کر اور گلزار کو چھوڑ کر خوش تھا۔

ہائے افسوس مجھے اس سے پہلے موت کیوں نہ آ گئی۔ تاکہ میں اس کیچڑ میں سے غذا کم کھاتا۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص مرتا اور جسم سے چھوٹتا ہے اس کو انتقال اور موت کی حسرت نہیں ہوتی۔ بلکہ موت کی تقصیر اور اس کے اتنے عرصہ تک فوت ہونے کی حسرت ہوتی ہے اور جو شخص مرتا ہے اس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ اس سے پہلے اس کا مقصود کی طرف انتقال ہو جاتا۔ کیونکہ اگر وہ بد ہے تو اس کی یہ خواہش اس لئے ہوتی ہے کہ بدی کم کرتا اگر وہ نیک ہے تو اس کی یہ تمنا اس لئے ہوتی ہے کہ جلد اپنے گھر واپس آتا۔ اور برا آدمی کہتا ہے کہ میں متحیر تھا اور دمبدم مجھ پر پردہ پڑ رہا تھا۔ پس اگر جلدی میرا اس دنیا سے گزر ہو جاتا تو یہ حجاب اور پردہ کم ہوتے اور مجھے حق سبحانہ سے اتنا بعد نہ ہوتا جب مجھے پہلے اور مرے ہوئے لوگوں کی حالت معلوم ہوگئی تو ہم کہتے ہیں کہ تو بہرا نہ بن اور حرص نہ کر۔ اور حرص کر کے قناعت کے منہ کو نہ نوچ۔ اور تکبر نہ کر۔ اور تکبر کر کے چہرۂ خشوع کو زخمی نہ کر۔ علیٰ ہذا بخل نہ کر اور بخل کر کے جود و سخا کے منہ کو نہ نوچ اور ابلیس پن نہ کر اور ابلیس پن کر کے سجدہ کر کے منہ کو نہ نوچ اور اپنے خلد آرا اور راہ پیا پروں کو نہ اکھیڑ یعنی قوائے شہوانیہ کو فنا نہ کر۔ خلاصہ یہ ہے کہ تو برائیاں نہ کر اور برائیاں کر کے ان کی اضداد بھلائیوں کو نقصان نہ پہنچا۔ مگر برائیوں کی قوت نہ کھو۔ کیونکہ جو آثار بھلائیوں پر برائیوں کی قوت کے موجود ہونے کی صورت میں مرتب ہوں گے وہ اس صورت میں نہ ہوں گے وہ معدوم ہو جائیں۔

چوں شنید ایں پند و روئے بنگریست	بعد ازاں در نوحہ آمد میگریست
جب اس نے یہ نصیحت سنی اور (ناصح کا) چہرہ دیکھا	اس کے بعد نوحہ شروع کر دیا رو پڑا
نوحہ و گریہ دراز و درد مند	ہر کہ آنجا بود در گریہ اش فگند
نوحہ اور گریہ دراز اور درد مند تھا	وہاں جو بھی تھا اس کو رلا دیا
وآنکہ میپرسید پر کندن زچیست	بیجوابے شد پشیماں می گریست
اور جس نے پوچھا تھا کہ پر کیوں نوچتا ہے؟	بغیر جواب (نے) شرمندہ ہو گیا رونے لگا

www.besturdubooks.wordpress.com

کز فضولی من چرا پرسید مش	او ز غم پر بود شورانید مش
کہ بیہودہ پن سے میں نے اس سے کیوں پوچھا؟	وہ غم سے بھرا ہوا تھا میں نے اس کو جوش دلا دیا
می چکید از چشم تر بر خاک آب	اندراں ہر قطرہ مدرج صد جواب
تر آنکھوں سے زمین پر آنسو ٹپک رہے تھے	ہر قطرے میں سینکڑوں جواب درج تھے
می چکید از چشم او گریہ بخاک	خاک گل میں شد ز اشک سہناک
اس کی آنکھ سے مٹی پر آنسو ٹپک رہے تھے	خوفناک آنسوؤں سے مٹی کیچڑ بن گئی
گریۂ با صدق بر جانہا زند	تا کہ چرخ و عرش را گریاں کند
سچائی کے ساتھ رونا روحوں کو متاثر کرتا ہے	حتیٰ کہ آسمان اور عرش کو رلا دیتا ہے
گریۂ بے صدق بے سوزش بود	دیو دوں بر گریہ اش خنداں شود
بناوٹی رونا بغیر سوزش کا ہوتا ہے	کمینہ شیطان اس کے رونے پر ہنستا ہے
گریۂ بے صدق باشد بیفروغ	آں ندارد چربی مانند دوغ
بناوٹی رونا بے فروغ ہوتا ہے	اس میں چھاچھ کی طرح مکھن نہیں ہوتا ہے
عقل و دلہا بے گمانے عرشیند	در حجاب از نور عرشی میزیند
عقل اور دل بلاشبہ عرشی ہیں	درپردہ عرشی نور کے ذریعہ جیتے ہیں

دربیان آنکہ عقل وروح در آب وگل جسد محبوس اند ہمچوں ہاروت وماروت درچاہ بابل

اس کا بیان کہ عقل اور روح جسم کی مٹی، پانی میں اس طرح قیدی ہیں، جس طرح کہ ہاروت اور ماروت، بابل کے کنویں میں

ہمچو ہاروت و چو ماروت آں دو پاک	بستہ اند ایں جا بچاہ سہناک
وہ دونوں پاک، ہاروت اور ماروت کی طرح	اس جگہ خوفناک کنویں میں بند ہیں
عالم سفلی و شہوانی درند	اندریں چہ گشتہ انداز جرم بند
وہ عالم سفلی اور شہوانی میں ہیں	جرم کی وجہ سے اس کنویں میں بند ہوگئے ہیں
سحر و ضد سحر را بے اختیار	زیں دو آموزند نیکاں و شرار
جادو اور اس کا توڑ بغیر اختیار کے	نیک اور بد ان دونوں سے سیکھتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک اول پند بد ہندش کہ ہیں	سحر را از ما میا موز و مچیں
لیکن وہ شروع میں نصیحت کر دیتے ہیں کہ خبردار!	جادو ہم سے نہ سیکھ نہ حاصل کر
ما بیا موزیم ایں سحر اے فلاں	از برائے ابتلا و امتحاں
اے فلاں! ہم یہ جادو سکھاتے ہیں	ابتلاء اور آزمائش کے لئے
کامتحاں را شرط باشد اختیار	اختیارے نبودت بے اقتدار
آزمائش کے لئے اختیار شرط ہے	بغیر قدرت کے تیرے لئے اختیار نہ ہو گا
میلہا ہمچوں سگان خفتہ اند	اندر ایشاں خیر و شر بنفہتہ اند
خواہشات سوئے ہوئے کتوں کی طرح ہیں	ان کے اندر خیر اور شر پوشیدہ ہیں
چونکہ قدرت نیست خفتند ایں ردہ	ہمچو ہیزم پارہا و تن زدہ
چونکہ (تجھ میں) قدرت نہیں ہے یہ گروہ سویا ہوا ہے	لکڑی کے ٹکڑوں کی طرح اور چپ ہے
تا کہ مردارے در آید درمیاں	نفخ صور حرص کو بد بر سگاں
یہاں تک کہ کوئی مردار بیچ میں آ جاتا ہے	حرص کے صور کی آواز کتوں کو جھنجوڑ دیتی ہے
چوں دراں کوچہ خرے مردار شد	صد سگ خفتہ بداں بیدار شد
جب اس گلی میں کوئی گدھا مر جاتا ہے	اس سے سینکڑوں سوئے ہوئے کتے جاگ جاتے ہیں
حرصہائے رفتہ اندر کتم غیب	تاختن آورد سر بر زد ز جیب
غیب کے پردے میں گئی ہوئی حرصیں	حملہ آور ہو گئیں گریبان سے سر نکالا
موبموئے ہر سگے دنداں شدہ	وز برائے حیلہ دم جنباں شدہ
ہر کتے کا رونگٹا رونگٹا دانت بن گیا	اور تدبیر کے لئے دم ہلانے لگا
نیم زیرش حیلہ و بالا غضب	چوں ضعیف آتش کہ اویابد حطب
اس کا آدھا نچلا حصہ حیلہ اور اوپر کا غصہ ہے	جس طرح کمزور آگ جو ایندھن پا لے
شعلہ شعلہ میر سد از لا مکاں	میرود دود و لہب تا آسماں
لامکان سے شعلے ہی شعلے آجاتے ہیں	دھواں اور لپٹ آسمان تک جاتی ہے
صد چنیں سگ اندریں تن خفتہ اند	چوں شکارے نیست شاں بنہفتہ اند
ایسے سینکڑوں کتے اس جسم میں سوئے ہوئے ہیں	چونکہ کوئی شکار نہیں ہے وہ چھپے ہوئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یا چو بازانند دیدہ دوختہ	در حجاب از عشق صیدے سوختہ
یا آنکھیں سلے ہوئے بازوں کی طرح ہیں	شکار کے عشق میں در پردہ جلے ہوئے ہیں
تا کلہ برداری و بیند شکار	انگہاں سازد طواف کوہسار
یہاں تک کہ تو ٹوپا ہٹا دے اور وہ شکار دیکھ لے	اس وقت پہاڑ کے چکر کاٹتا ہے
شہوت رنجور ساکن می بود	خاطر او سوئے صحت میرود
بیمار کی خواہش جب تک سکون میں ہوتی ہے	اس کا مزاج صحت کی طرف چلتا ہے
چوں بہ بیند نان و سیب و خربزہ	در مصاف آید مزہ و خوف بزہ
جب وہ روٹی اور سیب اور خربوزہ دیکھتا ہے	مزا اور بدپرہیزی کا خوف جنگ میں مبتلا ہو جاتے ہیں
گر بود صبار دیدن سود اوست	آں تہیج طبع سستش رانکوست
اگر وہ صابر ہے تو دیکھنا اس کے لئے مفید ہے	وہ برانگیختگی اس کی سست طبیعت کے لئے بہتر ہے
ورنباشد صبر پس نادیدہ بہ	تیر دور اولےٰ زمرد بے زرہ
اگر صبر نہ ہو تو نہ دیکھنا بہتر ہے	بغیر زرہ کے آدمی سے تیر کا دور ہونا بہتر ہے
باز گرد و کن حکایت را تمام	تاچہ گفت اندر جوابش والسلام
واپس ہو اور حکایت کو پورا کر دے	کہ اس (مور) نے اس کے جواب میں کیا کہا' والسلام
بشنو اکنوں تو ز طاؤس آں جواب	تا بدانی ہر نکوئی را خطاب
اب تو مور سے وہ جواب سن	تاکہ تو ہر بھلائی کا خطاب جان لے

جواب دادن طاؤس آں حکیم سائل را

مور کا اس سوال کرنے والے دانا کو جواب دینا

چوں ز گریہ فارغ آمد گفت رو	کہ تو رنگ و بوئے را ہستی گرو
جب وہ (مور) رونے سے فارغ ہو گیا اس نے کہا	کہ تو رنگ و بو کا غلام ہے
آں نمی بینی کہ ہر سو صد بلا	سوئے من آید پئے ایں بالہا
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہر جانب سے سینکڑوں بلائیں	ان پروں کی وجہ سے میری جانب آتی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اے بسا صیاد بے رحمت مدام	بہر ایں پرہا نہد ہر سوم دام
ہمیشہ بہت سے ناترس شکاری	ان پروں کے لئے میری ہر جانب جال بچھاتے ہیں
چند تیر انداز بہر بالہا	تیر سوئے من کشد اندر ہوا
بہت سے تیر انداز پروں کے لئے	ہوا میں میری جانب تیر چلاتے ہیں
چوں ندارم زور و ضبط خویشتن	زیں قضا و زیں بلا و زیں فتن
جبکہ میں طاقت اور اپنا بچاؤ نہیں رکھتا ہوں	اس قضا اور اس بلا اور ان فتنوں سے
آں بہ آید کہ شوم زشت و کریہ	تا بوم ایمن دریں کہسار و تیہ
یہ مناسب ہے کہ میں بھدا اور ناپسند بن جاؤں	تاکہ میں اس پہاڑ اور جنگل میں محفوظ ہو جاؤں
برکنم پرہائے خود را یک بہ یک	تا نیند از دبدامم ہر کک
میں ایک ایک کر کے اپنے پر نوچتا ہوں	تاکہ کوئی منحوس مجھے جال میں نہ پھانسے
نزد من جاں بہتر از بال و پرست	جاں بماند باقی و تن ابترست
میرے نزدیک جان بال اور پر سے بہتر ہے	جان باقی رہے گی اور جسم ناقص ہے
ایں سلاح عجب من شد اے فتا	عجب آرد معجباں را صد بلا
اے نوجوان! یہ میری خود پسندی کا ہتھیار ہے	خود پسندی خود پسندوں کو سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا کر دیتی ہے

در بیان آنکہ ہنرہا و زیرکیہا و مال دنیا ہمچو پر طاؤس عدو جان اند

اس کا بیان کہ دنیا کا ہنر اور ذہانتیں اور مال مور کے پروں کی طرح جان کے دشمن ہیں

پس ہنر آمد ہلاکت خام را	کز پئے دانہ نہ بیند دام را
ہنر ناقص کے لئے ہلاکت ہے	کیونکہ وہ دانہ کی وجہ سے جال کو نہ دیکھے گا
اختیار آں رانکو باشد کہ او	مالک خود باشد اندر اتقوا
اختیار اس کے لئے بھلا ہوتا ہے جو	"تم تقویٰ اختیار کرو" کے معاملہ میں اپنے آپ پر قابو رکھے
چوں نباشد حفظ و تقویٰ زینہار	دو رکن آلت بیند از اختیار
جب نگہداشت اور تقویٰ نہ ہو، خبردار!	آلہ کو پھینک دے، اختیار کو چھوڑ دے
جلوہ گاہ و اختیارم ایں پرست	برکنم پر را کہ در قصد سرست
میری خود نمائی اور اختیار یہ پر ہیں	میں پر نوچ رہا ہوں کیونکہ وہ سر کے درپے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست انگارد پر خود را صبور	تا پرش در نفگند در شر و شور
صابر اپنے (بال و) پر کو نیست سمجھتا ہے	حتیٰ کہ اس کے پر شور و شر میں جتلا نہیں کرتے ہیں
پس زیانش نیست پر گو بر مکن	گر رسد تیرے بہ پیش آرد مجن
تو اس کو کوئی نقصان نہیں ہے کہدو وہ پر نہ نوچے	اگر کوئی تیر آئے گا' وہ ڈھال سامنے کر دے گا
لیک بر من پر زیبا دشمنے ست	چونکہ از جلوہ گری صبریم نیست
لیکن میرے لئے حسین پر دشمن ہیں	چونکہ خود نمائی سے مجھ میں صبر نہیں ہے
گر بدے صبر و حفاظم راہبر	بر فزودے ز اختیارم کر و فر
اگر صبر اور حفاظت میرے رہبر ہوتے	تو اختیار سے میری کر و فر بڑھا دیتے
ہمچو طفلم یا چو مست اندر فتن	نیست لائق تیغ اندر دست من
میں فتنوں کے سلسلہ میں بچے یا مست کی طرح ہوں	میرے ہاتھ میں تلوار (ہونا) مناسب نہیں ہے
گر مرا عقلے بدستے منزجر	تیغ اندر دست من بودے ظفر
اگر میرے پاس رک جانے والی عقل ہوتی	تو میرے ہاتھ میں تلوار کامیابی ہوتی
عقل باید نوردہ چوں آفتاب	تا زند تیغے کہ نبود جز صواب
عقل' سورج کی طرح نور عطا کرنے والی چاہئے	تا کہ ایسی تلوار چلائے جو ٹھیک ہی ہو
چوں ندارم عقل تابان و صلاح	پس چرا در چاہ نندازم سلاح
جبکہ میرے پاس روشن عقل اور نیکی نہیں ہے	تو میں ہتھیار' کنویں میں کیوں نہ پھینک دوں؟
در چہ اندازم کنوں تیغ و مجن	کایں سلاح خصم من خواہد شدن
اب میں تلوار اور ڈھال کنویں میں ڈال رہا ہوں	کیونکہ یہ میرے دشمن کے ہتھیار بن جائیں گے
چوں ندارم زور و یاری و سند	تیغ او بستاند و بر من زند
جبکہ میں زور اور مدد اور سہارا نہیں رکھتا ہوں	وہ (دشمن) تلوار چھین لے گا اور مجھ پر چلا دے گا
رغم ایں نفس و قبیحہ خوی را	کو نپوشد رو خراشم روی را
اس بد خصلت نفس کی ذلت کے لئے	جو منہ نہیں چھپاتا ہے میں اپنا منہ نوچ رہا ہوں
تا شود کم ایں جمال و ایں کمال	چوں نماند زد کم افتم در وبال
تا کہ یہ حسن اور یہ کمال کم ہو جائے	جب وہ نہ رہے گا تو میں اس کی وجہ سے وبال میں نہ پھنسوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بدیں نیت خراشم بزہ نیست	کہ بزخم ایں روی را پوشید نیست
جبکہ میں اس نیت سے نوچ رہا ہوں کوئی گناہ نہیں ہے	کیونکہ نوچنے سے اس کے چہرے کی پردہ پوشی ہے
گر دلم خوی ستیری داشتے	روی خوبم جز صفا نفراشتے
اگر میرا دل پردہ پوشی کی عادت رکھتا	تو میرا حسین چہرہ صفائی کو ہی ظاہر کرتا
چوں ندیدم زور و فرہنگ وصلاح	خصم دیدم زود بشکستم سلاح
جبکہ میں نے (اپنے اندر) زور اور سمجھ اور نیکی نہ دیکھی	میں نے دشمن کو دیکھا فوراً ہی اپنے ہتھیار توڑ ڈالے
تا نگردد تیغ من او را کمال	تا نہ گردد خنجرم بر من وبال
تاکہ میری تلوار اس کا کمال نہ بنے	تاکہ میرا خنجر مجھ پر وبال نہ بنے
میگریزم تا رگم جنباں بود	کے فرار از خویشتن آساں بود
جب تک میری نبض حرکت کرتی رہے گی میں بھاگتا رہوں گا	لیکن اپنے آپ سے بھاگنا کب آسان ہے؟
آنکہ از غیرے بود او را فرار	چوں ازو ببرید گیرد او قرار
جس شخص کو غیر سے بھاگنا ہو	وہ جب اس سے جدا ہو گیا تو اس کو سکون ہو گیا
منکہ خصمم ہم منم اندر گریز	تا ابد کار من آمد خیز خیز
میں کہ اپنا دشمن خود ہوں بھاگنے میں	ہمیشہ کے لئے میرا کام ہو گا اٹھو اٹھو
نے بہندست ایمن و نے درختن	آنکہ خصم اوست سایہ خویشتن
اس کو نہ ہندوستان میں امن ہے اور نہ ختن میں	جس کا دشمن خود اس کا سایہ ہو

شرح حبیبی

الغرض! جب طاؤس نے ناصح کی یہ نصیحت سنی تو اس نے منہ اٹھا کر ناصح پر ایک نظر ڈالی اور اس کے بعد اس نے رونا شروع کیا۔ اس کی دراز اور درد سے بھری ہوئی نالہ وزاری نے جس قدر لوگ وہاں موجود تھے سب کو رلا دیا۔ اور جس نے سوال کیا تھا کہ تو پر کیوں اکھیڑتا ہے وہ بدوں جواب ہی کے پشیمان تھا کہ میں نے خواہ مخواہ اس سے کیوں پوچھا یہ تو خود ہی غم سے بھرا ہوا تھا۔ میں نے اسے ناحق جوش دلایا اور بھڑکایا۔ القصہ: مور کی تیز آنکھ سے زمین پر آنسو گر رہے تھے اور اس کے ایک ایک آنسو میں اس سوال کے سو سو جواب موجود تھے۔ اور اس کے آنسو اس قدر کثرت سے گر رہے تھے کہ ان سے زمین میں کیچڑ ہو رہا تھا۔ اس کے رونے کا اثر دوسروں پر کیوں تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ گریہ سوزش درد سے ناشی تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اب تم سمجھو کہ جو لوگ خدا کے لئے صدق دل سے روتے ہیں ان کا اثر دوسروں پر بھی ہوتا ہے حتیٰ کہ ان کا رونا آسمان اور عرش کو رلا دیتا ہے لیکن اگر وہ رونا خلوص اور سوز دل سے نہیں ہوتا تو وہ محض بے اثر ہوتا ہے اور شیطان اس کی اس سعی لاحاصل پر ہنستا ہے اور جو رونا سچے دل سے نہیں ہوتا اس میں نور و برکت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس میں چھاچھ کی طرح ذہنیت معنویہ نہیں ہوتی جو سبب ہے تنور معنوی کا۔

اچھا اب تم اس شبہ کا جواب سنو جو بادی النظر میں اس مقام پر پیدا ہوتا ہے تقریر شبہ یہ ہے کہ عقل و دل تو لطائف غیبیہ نہیں پھر ان میں عدم خلوص کیونکر آیا اور ان کے گریہ میں تکدر کیسے پیدا ہوا۔ اور جواب کی تقریر یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ عقل و دل بے شک لطائف غیبیہ ہیں مگر وہ نور غیبی الٰہی سے محجوب ہو کر مصروف تعیش ہیں اس لئے وہ اپنے صرافت پر باقی نہیں رہیں اور ان کے اقتضاءات اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں رہے یہ وجہ ہے ان کے عدم خلوص کی اور یہ باعث ہے ان کے گریہ کے تکدر کا۔ اس مقام پر چونکہ محجوبیت عقل و دل کا ذکر آ گیا۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے اس کے متعلق کسی قدر مفصل مضمون بیان کر دیا جائے۔ سنو یہ دونوں فی نفسہ پاک اور مقدس لطیفے ہاروت و ماروت کی طرح عالم ناسوت کے ہولناک کنوئیں میں مقید ہیں اور عالم سفلی و شہوانی کے اندر موجود ہیں اور بجرم عبدیت اس کنوئیں میں مقید ہیں۔ (عبدیت کو جرم مجازاً و تشبیہاً کہا گیا ہے جس طرح کہ عالم کو کنواں اور دنیا میں پہنچنے کو قید کرنا تشبیہاً کہا گیا ہے اور ولی محمد نے جرم کی تفسیر تعشق بر نفس و متابعت ہوئی سے کی ہے مگر یہ تفسیر صحیح نہیں کیونکہ جرم حبس سے پیشتر صادر نہ ہوا تھا۔ بلکہ حبس کے بعد ہوا ہے۔ پس یہ جرم حبس کا سبب نہیں ہو سکتا۔ اور یہ دونوں اس کنوئیں میں محبوس ہو کر اچھی بری باتیں لوگوں کو سکھلاتے ہیں لیکن اول سیکھنے والے کو حالاً نصیحت کر دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ تم ہم سے بری باتیں نہ سیکھو اور یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ اگر تم یہ کہو کہ اگر ان کا سیکھنا برا ہے تو تم سکھاتے کیوں ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم آزمائش اور امتحان کے لئے سکھلاتے ہیں کیونکہ امتحان کے لئے اختیار شرط ہے اور اختیار بے قدرت کے ممکن نہیں کیونکہ رغبات جو کہ منشا ہیں صدور افعال اختیاریہ کا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے سوئے ہوئے کتے۔ اور ان کے اندر بھلائیاں اور برائیاں مخفی ہیں پس جبکہ قدرت نہیں ہوتی تو یہ سوئے رہتے ہیں اور ایسے ہوتے ہیں جیسے لکڑی کے کندے اور خاموش ہوتے ہیں اس لئے وہ بھلائیاں اور برائیاں جو ان میں مخفی تھیں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ تا آنکہ کوئی مردار ان کے درمیان آ جاتا ہے یعنی کسی مطلوب پر ان کو قدرت حاصل ہو جاتی ہے اس وقت حرص صور پھونک کر ان کو جگاتی ہے اور جبکہ گلے میں کوئی گدھا مر جاتا ہے تو سینکڑوں کتے اس سے جاگ جاتے ہیں۔ اور ان کی حرصیں جو پردۂ غیب میں مستور تھیں۔ اس وقت حملہ آور ہوتی ہیں اور اس پردہ سے ظاہر ہوتے ہیں اور ان کتوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کا بال بال اس مردار کے کھانے کے لئے دانت ہوتا ہے اور حیلہ کے لئے دم ہلاتا ہے اور ان کا نیچے کا حصہ سراسر حیلہ ہوتا ہے اور اوپر کا غضب اور اس طرح وہ سراسر حیلہ و غضب کے پتلے ہوتے ہیں اور ان کی حالت مارے غصہ کے یہ ہوتی

ے کما قیل وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جیسے کمزور آگ کو ایندھن مل جائے اور اس کے شعلے غیب سے ظاہر ہو رہے ہوں اور اس کا دھواں اور شعلے آسمان تک پہنچ رہے ہوں۔

الغرض ایسے سینکڑوں کتے (رغبات) بدن کے اندر سو رہے ہیں اور چونکہ شکار (مطلوب) نہیں ہے۔ اس لئے چھپے ہوئے ہیں لیکن جب شکار ہاتھ آ جاتا ہے اور مطلوب پر دسترس ہوتی ہے اس وقت ان کا ظہور ہوتا ہے یا بہ تبدیل عبارت یوں کہو کہ رغبات کی حالت ایسی ہے جیسے آنکھیں سیئے ہوئے باز جو کہ شکار کے عشق میں بھن رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی آنکھوں سے ٹوپی اٹھا دی جاتی ہے اور وہ شکار کو دیکھ لیتے ہیں اس وقت تو ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ پہاڑوں کا چکر لگاتے ہیں اور شکار کو گرفتار کرنے کے لئے امکانی جدوجہد کرتے ہیں۔ یا یوں کہو کہ رغبات کی مثال بیمار کی سی ہے کہ بیماری کی حالت میں اس کی خواہشات بالکل دبی ہوئی ہوتی ہیں۔ اور اس کی طبیعت سراسر صحت کی طرف متوجہ ہوتی ہے مگر جب وہ روٹی' سیب' خربوزہ وغیرہ ماکولات دیکھتا ہے تو اس وقت خواہش کو حرکت ہوتی ہے اور خواہش تلذذ اور خوف بدپرہیزی دونوں کی آپس میں جنگ ہوتی ہے پس اگر بیمار صاحب ہمت ہو اور اپنے کو بدپرہیزی سے روک سکتا ہے تو اس کو ان کے دیکھنے میں فائدہ ہے کیونکہ اس سے طبیعت میں ارتعاش پیدا ہوتا ہے اور اس سے اس کو قوت حاصل ہوتی ہے اور اگر تحمل کی قوت کمزور ہے تو اس کا نہ دیکھنا ہی اس کے لئے بہتر ہے جس طرح کہ بے زرہ شخص سے تیر کا دور رہنا اچھا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔

جس وقت مرغوبات ناقابل حصول ہوتی ہیں اس وقت رغبات کو سکون ہوتا ہے اور جس وقت وہ قابل حصول ہوتی ہیں اس وقت ان میں حرکت پیدا ہوتی ہے اب اگر مرغوبات منہی عنہ ہوں اور قوت صبر بھی ہو تو ان کا موجود ہونا اس کے لئے نافع ہے کیونکہ اس سے کف عن المعاصی متحقق ہوں گے اور وہ اجر کا مستحق ہوگا اور قوت صبر کو ترقی ہوگی۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس قوت سے کام لیا جاتا ہے اس کو قوت ہوتی ہے اور اگر قوت تحمل ضعیف ہے تو اس کا نہ ہونا ہی اس کے لئے بہتر ہے کیونکہ اگر اس صورت میں اجر کا مستحق نہ ہوگا تو معصیت کا مرتکب بھی نہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اس مقام پر یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ مولانا نے جو معاصی کی موجودگی کو صابر کے حق میں مفید بتلایا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر بلا اختیار ایسی صورت پیش آ جائے کہ اس میں وہ معصیت کا ارتکاب کر سکے اور ایسی صورت میں وہ تحمل سے کام لے تو اس کا نتیجہ اس کے حق میں بہتر ہوگا اور اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی قدرت علی المعصیت حاصل کرنے کی کوشش کرے تاکہ قادر ہو کر اس سے بچے۔ مثلاً کسی عورت کو زنا پر اس غرض سے رضامند کرے کہ جب یہ رضامندی ہو جائے گی اور مجھے پوری قدرت حاصل ہو جائے گی تو میں بااختیار خود اس سے بچوں گا اور اجر حاصل کروں گا کیونکہ ایسا کرنے کی نہ اجازت ہے اور نہ یہ مفید ہے بلکہ یہ ایک شیطانی فریب ہے جس سے وہ دینداروں کو دھوکہ دے کر معاصی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

خوب یاد رکھو! خیر اب لوٹنا چاہئے اور حکایت کو ختم کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ طاؤس نے جواب میں کیا کہا۔ اچھا اب طاؤس کا جواب سنو تاکہ تم کو وہ کلام معلوم ہو جو ہر قسم کی بھلائی کو متضمن ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

جب وہ رونے سے فارغ ہوا تو اس نے کہا کہ جایئے اپنا کام کیجئے۔ آپ حقیقت شناس نہیں بلکہ صرف رنگ و بو میں محبوس ہیں اور انہی کو آپ قابل قدر سمجھتے ہیں آپ یہ تو دیکھ رہے ہیں کہ میرا حسن مٹ رہا ہے مگر یہ نہیں دیکھ سکتے کہ سینکڑوں بلائیں مجھ پر انہی پروں کے سبب سے نازل ہوتی ہیں بہت سے بے رحم انہی پروں کے لئے ہر طرف سے میرے لئے جال بچھاتے ہیں اور کتنے ہی تیرانداز انہی پروں کے سبب مجھ پر تیر چلاتے ہیں۔ پس جبکہ میں ان تقدیرات اور مصائب وفتن سے بچنے کی قدرت اور تحمل نہیں رکھتا تو یہی بہتر ہے کہ میں بدصورت ہو جاؤں تاکہ میں اس جنگل اور کہسار میں مامون ہو جاؤں اور میں اپنے پر ایک ایک کر کے اکھیڑتا ہوں تاکہ نالائق لوگ مجھے جال میں نہ پھانسیں۔ کیونکہ میرے نزدیک جان پروبال سے بہتر ہے کیونکہ جان تو باقی رہنے والی شے ہے اور جسم تو بگڑے ہی گا آج نہ بگڑے گا کل بگڑے گا اس لئے جان کا بچانا ضروری ہے۔

اب میں اس کا راز بتلاتا ہوں کہ پروں کی بدولت مجھ پر آفت کیوں آتی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ ذریعہ ہیں میرے عجب اور خود بینی کا اور خود بینی خود بینوں کے لئے سینکڑوں بلائیں کھینچ لاتی ہے کیونکہ خود بینی خودنمائی پر آمادہ کرتی ہے اور خودنمائی یا لوگوں کے اندر حرص پیدا کرتی ہے یا حسد اور حرص وحسد دونوں سے آدمی کو ضرر پہنچتا ہے۔ اس لئے خود بینی سے خود بین کو نقصان پہنچتا ہے بنابریں مجھے بھی ضرر ہوتا ہے کیونکہ میری خود بینی سے خودنمائی پیدا ہوتی ہے اور خودنمائی سے لوگوں کو حرص ہوتی ہے اور وہ میرے درپے ہوتے ہیں۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح اس مور کے لیے پر موجب ہلاکت تھے یوں ہی ناقصین کے لئے کمال علمی وعملی مالی وجاہی موجب ہلاکت ہے کیونکہ وہ منافع کی خاطر مضار کو نظرانداز کر دیتے ہیں اور گو وہ کمال شرط اختیار ہے اور اختیار محمود ہے اس لئے بھی محمود ہے مگر مقدمہ محمودیت اختیار علی الاطلاق صحیح نہیں بلکہ اختیار اسی کے لئے محمود ہے جو تقویٰ کے بارے میں ضابطہ ہو اور تجنب عن المعاصی پر قدرت رکھتا ہو لیکن جبکہ حفظ نفس اور تقویٰ نہ ہو اس وقت اختیار محمود نہیں ہے لہذا سامان معاصی کو دور کرنا چاہئے اور اختیار کو ساقط کرنا چاہئے۔

شرح حبیبی

ہاں! طاؤس نے کہا کہ میرے اختیار یہ عجب کا منشا اور محل ظہور میرے پر ہیں اس لئے میں ان کو اکھیڑتا ہوں کیونکہ یہ تو میری جان کے درپے ہیں۔ ہاں جو اپنی طبیعت پر قابو رکھتا ہے اس کو یہ مضر نہیں کیونکہ وہ انہیں کالعدم سمجھے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ پر اس کو خرابی (عجب) میں مبتلا نہ کریں گے۔ پس اس کے لئے ان کا ہونا کچھ مضر نہیں۔ اس سے کہنا چاہئے کہ تو پر مت اکھیڑ۔ کیونکہ اس کے پاس تیر بلا کے روکنے کی ڈھال یعنی صبر وتحمل موجود ہے۔ میں جلوہ گری سے روکنے پر قادر نہیں۔ اسی لئے کہیں جلوہ گری کرتا ہوں اور لوگ مجھے دیکھ کر للچاتے ہیں اور میرے درپے۔

ہوتے ہیں۔ ہاں اگر صبر اور نگہداشت طبیعت پر مجھے قدرت ہوتی تو اس اختیار سے جو کہ مجھے عجب کے متعلق حاصل ہے میرے لئے شان وشوکت حاصل ہوتی کیونکہ حفاظت جان کے ساتھ حسن بھی محفوظ رہتا لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ میری حالت ایسی ہے جیسے لڑکا یا مست جو کہ اپنی بے عقلی کے سبب فتنوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ایسی حالت میں تیغ اختیار میرے ہاتھ میں مناسب نہیں ہے۔ ہاں! اگر مجھے عجب سے باز رہنے والی عقل حاصل ہوتی تو تلوار میرے ہاتھ میں موجب فتح ہوتی القصہ! تلوار کو صحیح طور پر کام میں لانے کے لئے ضرورت ہے ایسے عقل کی جو آفتاب کی طرح روشن: جو کہ مجھے حاصل نہیں۔ تو جبکہ مجھے عقل روشن اور وصف راستی حاصل نہیں۔ ایسی حالت میں مجھے تلوار (اختیار) کیوں رکھنی چاہئے اور کیوں نہ کنوئیں میں ڈال دینی چاہے۔ پس اب میں ڈھال سنوار کر کنوئیں میں ڈالتا ہوں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کروں گا تو ایک روز یہ میرے دشمن کے ہتھیار ہو جائیں گے۔

اور جبکہ میں قوت صبر اور مدد عقل اور عقل حامی نہیں رکھتا تو وہ مجھ سے تلوار لے لے گا اور میرے مارے گا۔ خلاصہ یہ کہ میرا اختیار متعلق بہ عجب میرے دشمن کا معین ہو کر مجھے ضرر پہنچائے گا۔ اس لئے اس اختیار کو فنا کر دینا لازم ہے۔ پس میں اس بے حیا نفس کی خواہش کے خلاف جو کہ منہ کو نہیں چھپا سکتا منہ نوچتا ہوں تا کہ میرا جمال و کمال کم ہو جائے اور جب وہ نہ رہے تو اس کی بدولت میں مصیبت میں نہ پڑوں۔ پس جبکہ میں اس نیت سے منہ نوچتا ہوں تو کچھ گناہ نہیں کیونکہ مقصود اس سے تغیر خلق اللہ نہیں۔ بلکہ منہ کا چھپانا مقصود ہے ہاں اگر میرا دل کمال کو چھپانے کی خصلت رکھتا تو میرا روئے خوب صفائی بڑھاتا لیکن جب میں اپنے اندر قوت صبر اور عقل وصلاح نہ دیکھی اور دشمن کو دیکھا تو میں نے مجبوراً ہتھیار توڑ ڈالے تا کہ میری تلوار اس کے لیے کمال نہ ہو جائے اور تا کہ میرا خنجر میرے لیے وبال نہ ہو جائے پس چونکہ میرا نفس میرا دشمن ہے اس لئے جب تک میں زندہ رہوں گا اس سے بھاگتا رہوں گا یعنی اس سے بچنے کی تدبیریں کرتا رہوں گا کیونکہ خود اپنے سے بھاگنا کچھ آسان نہیں۔ بلکہ سخت مشکل ہے اس لئے کہ جس کا دشمن اس کا غیر ہو اور اس سے وہ بھاگتا ہو۔ اس کی تو یہ حالت ہے کہ جب اس سے جدا ہو گیا سکون ہو گیا اور بھاگنے کی ضرورت نہ رہی۔ مگر جبکہ میرا نفس ہی دشمن ہے اور میں ہی بھاگ رہا ہوں تو یہ زحمت تو ہمیشہ کے لئے ہے اور ہمیشہ مجھے بھاگنا پڑے گا کیونکہ جس شخص کا دشمن خود اس کا سایہ ہو اس کو نہ ہند میں چین مل سکتا ہے نہ ختن میں نہ کہیں اور اس لئے اسے ہمیشہ بھاگتے رہنے کی ضرورت ہے۔

در صفت آں بیخوداں کہ از شر خود و ہنر خود ایمن شدہ اند کہ فانی اند در بقائے حق سبحانہ ہمچوں ستارگاں کہ فانی اند بروز در نور آفتاب وفانی را خوف آفت وخطر نباشد

ان بیخودوں کا بیان جو اپنے شر اور ہنر سے محفوظ ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی بقا میں فانی ہو گئے جس طرح کہ ستارے دن میں سورج کی روشنی میں فانی ہیں اور فانی کیلئے آفت کا خوف اور خطرہ نہیں ہوتا ہے

چوں فناش از فقر پیرایہ شود	او محمدؐ وار بے سایہ شود
جبکہ اس کی فنا فقر سے آراستہ ہو جائے	وہ محمدؐ کی طرح بغیر سایہ کا ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نقر فخری را فنا پیرایہ شد	چوں زبانہ شمع او بے سایہ شد
"فقر میرا فخر ہے" کے لئے فنا زینت بنی	شمع کے شعلے کی طرح وہ بے سایہ ہو گیا
شمع چوں گردد زبانہ پا و سر	سایہ را نبود بگرد او گذر
شمع جبکہ سر سے پاؤں تک شعلہ بن گئی	اس کے گرد سایہ کا گذر نہ ہو گا
موم از خویش وز سایہ در گریخت	در شعاع از بہر او کہ شمع ریخت
موم ہستی اور سایہ سے چلا گیا	شعاعوں میں اس کے لئے جس نے شمع بنائی تھی
گفت از بہر فنایت ریختم	گفت من ہم در فنا بگریختم
اس نے کہا، میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا ہے	اس نے کہا میں بھی فنا میں دوڑ گیا
ایں شعاع باقی آمد مفترض	نے شعاع شمع فانی عرض
یہ باقی (باللہ) شعاع واقعی ہے	نہ کہ فانی ناپائیدار شمع کی شعاع
شمع چوں در نار شد کلی فنا	نے اثر بینی ز شمع و نے ضیاء
شمع جب آگ میں بالکل فنا ہو گئی	تو نہ شمع کا نشان دیکھے گا نہ روشنی
ہست اندر دفع ظلمت آشکار	آتش صورت بموے پائدار
تاریکی کو رفع کرنے میں واضح ہے	کہ یہ آگ موم کی صورت سے پائیدار ہے
بر خلاف موم شمع جسم کاں	تا شود کم گردد افزوں نور جاں
جسم کی شمع کے موم کے برخلاف کیونکہ وہ	جس قدر گھٹے گا، جان کا نور بڑھے گا
ایں شعاع باقی و آں فانیست	شمع جاں را شعلۂ ربانیست
یہ شعاع باقی رہنے والی ہے اور وہ فانی ہے	جان کی شمع کا شعلہ خدائی ہے
ایں زبانہ آتشے چوں نور بود	سایۂ فانی شدن زو دور بود
کیونکہ یہ آگ کا شعلہ نور ہے	فانی ہونے کا سایہ اس سے دور ہے
ابر را سایہ بیفتد بر زمیں	ماہ را سایہ نباشد ہمنشیں
زمین پر ابر کا سایہ پڑتا ہے	سایہ، چاند کا ہمنشیں نہیں ہوتا ہے
بیخودی بے ابریست اے نیک خواہ	باشی اندر بیخودی چوں قرص ماہ
اے نیک خواہ! بیخودی بے ابر کے ہو جانا ہے	تو بے خودی میں چاند کی طرح ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

باز چوں ابرے بیاید راندۂ	رفت نور از مہ خیالے ماندۂ
پھر جب کوئی چلتا پھرتا ابر آ جاتا ہے	چاند کا نور چلا جاتا ہے (اس کا) ایک خیال رہ جاتا ہے
از حجاب ابر نورش شد ضعیف	چوں ہلالے گشت آں بدر شریف
اس (چاند) کا نور ابر کے پردے کی وجہ سے کمزور ہو گیا	وہ چودھویں کا بزرگ چاند پہلی رات کے چاند کی طرح ہو گیا
مہ خیالے می نماید زابرو گرد	ابر تن مارا خیال اندیش کرد
ابر اور گرد کی وجہ سے چاند ایک خیال معلوم ہونے لگتا ہے	جسم کے ابر نے ہمیں خیال کرنے والا بنا دیا
لطف مہ بنگر کہ ایں ہم لطف اوست	کہ بگفت او ابرہا مارا عدوست
چاند کی مہربانی دیکھئے یہ بھی اس کی مہربانی ہے	کہ اس نے کہہ دیا کہ ابر ہمارے دشمن ہیں
مہ فراغت دارد از ابرو غبار	بر فراز چرخ دارد مہ مدار
چاند ابر اور غبار سے پاک ہے	چاند کا محور آسمان کی بلندی پر ہے
ابر مارا شد عدو و خصم جاں	کہ کند مہ راز چشم ما نہاں
ابر ہماری جان کا دشمن اور مخالف ہے	کیونکہ وہ چاند کو ہماری نظر سے چھپا دیتا ہے
حور را ایں پردہ زالے میکند	بدر را کم از ہلالے می کند
یہ پردہ حور کو بوڑھی عورت بنا دیتا ہے	چودھویں کے چاند کو پہلی رات کے چاند سے کمتر کر دیتا ہے
ماہ مارا در کنار عز نشاند	دشمن مارا عدوے خویش خواند
چاند نے ہمیں عزت کے پہلو میں بٹھا دیا	ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہہ دیا
ابر را تابے اگر ہست از مہ است	ہر کہ مہ خواند ابر را او گمرہ است
ابر میں اگر کوئی روشنی ہے تو وہ چاند کی وجہ سے ہے	جو ابر کو چاند کہے وہ گمراہ ہے
نور مہ بر ابر چوں منزل شدست	روی تاریکش زمہ مبدل شدست
چاند کا نور چونکہ ابر پر پڑ گیا ہے	اس کا تاریک چہرہ چاند کی وجہ سے تبدیل ہو گیا ہے
گرچہ ہمرنگ مہ است و دولتی ست	اندر ابر آں نور مہ عاریتی ست
(ابر) اگرچہ چاند کا ہمرنگ ہے اور صاحب دولت ہے	(لیکن) ابر میں چاند کا نور عارضی ہے
در قیامت مہر و مہ معزول شد	چشم در اصل ضیاء مشغول شد
قیامت میں چاند اور سورج معزول ہو گئے	آنکھ اصل روشنی میں مشغول ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بد اند ملک را از مستعار	ویں رباط فانی از دارالقرار
تاکہ ملکیت کی چیز کو مانگی ہوئی سے ممتاز کر لے	اور اس فانی سرائے کو ہمیشگی کے گھر سے
دایہ عاریت بود روزے سہ چار	مادرا ما را تو گیر اندر کنار
دایہ تین چار روز کے لئے عارضی ہوتی ہے	اے اماں! تو ہمیں گود میں لے لے
پر من ابرست و پردست و کثیف	زانعکاس لطف حق شد او لطیف
میرے پر ابر ہیں اور پردہ اور غلیظ ہیں	اللہ کے لطف کے منعکس ہونے سے وہ لطیف بن گئے ہیں
بر کنم پر را و لطفش راز راہ	تا بہ بینم حسن مہ را ہم ز ماہ
میں پروں اور اس کے لطف کو راستہ سے ہٹاتا ہوں	تاکہ میں چاند کا حسن چاند سے دیکھوں
من نخواہم دایہ مادر خوشترست	موسیم من دایہ من مادرست
میں دایہ نہیں چاہتا اماں بہتر ہے	میں موسیٰ ہوں، میری دایہ ماں ہے
من نخواہم لطف مہ از واسطہ	کہ ہلاک خلق شد ایں رابطہ
میں چاند کا لطف بالواسطہ نہیں چاہتا ہوں	کیونکہ یہ واسطہ لوگوں کے لئے ہلاکت کا سبب بنا ہے
یا مگر ابرے بگیرد خوی ماہ	تا نگردد او حجاب روی ماہ
یا ابر چاند کی خصلت حاصل کر لے	تاکہ وہ چاند کے چہرے کا پردہ نہ بنے
صورتش بنماید او در وصف لا	ہمچو جسم انبیاء و اولیا
وہ اپنی صورت "لا" کی صفت میں دکھائے	جس طرح کہ انبیاء اور اولیاء کا جسم ہے
آں چناں ابرے نباشد پردہ بند	پردہ در باشد بمعنیٰ سودمند
ایسا ابر حجاب نہیں بنتا ہے	حقیقتاً پردے کو چاک کرنے والا (اور) مفید ہوتا ہے
آں چناں کاندر صباح روشنی	قطرہ می بارید و بالا ابر نی
جس طرح کہ روشنی کی صبح میں	بارش ہو اور اوپر ابر نہ ہو
معجز پیغمبری بود آں سقا	گشتہ ابر از محو ہمرنگ سما
وہ سیرابی پیغمبرؐ کا معجزہ تھی	فنا کی وجہ سے ابر آسمان کا ہمرنگ ہو گیا تھا
گشتہ ریزاں قطرہ قطرہ از سما	گفتہ آمد شرح آں در ماجرا
بوندیں آسمان سے ٹپکیں	اس کی تشریح پہلے گزر چکی ہے

بود ابر و رفتہ از وے خوی ابر	ایں چنیں گردد تن عاشق بصبر
ابر تھا لیکن اس سے ابر کی صفت جاتی رہی	عاشق کا جسم صبر کے ذریعہ ایسا ہی ہو جاتا ہے
تن بود اما تنی گم گشت از و	گشتہ مبدل رفتہ از وے رنگ و بو
جسم ہوتا ہے لیکن جسمیت اس سے غائب ہو جاتی ہے	وہ تبدیل ہو گیا اس کا رنگ و بو جاتا رہا
پر پئے غیرست سر از بہر من	خانۂ سمع و بصر استون تن
پر غیر کے لئے ہیں سر میرے لئے ہے	(وہ سر) سمع اور بصر کا خانہ ہے (اور) جسم کا ستون ہے
جاں فدا کردن برائے صید غیر	کفر مطلق داں و نومیدی زخیر
دوسرے کے شکار کے لئے جان قربان کرنا	پورا کفر سمجھ اور خیر سے ناامیدی
ہیں مشو چوں قند پیش طوطیاں	بلکہ زہرے شو شو ایمن از زیاں
خبردار ایسا نہ بن جیسے کہ طوطیوں کے سامنے شکر	بلکہ زہر بن جا' نقصان سے محفوظ ہو جا
پاپئے احسنت و شاباش و خطاب	خویشتن مردار کن پیش کلاب
یا احسنت اور شاباش اور خطاب کے لئے	اپنے آپ کو کتوں کے سامنے مردار بنا دے
پس خضرؑ کشتی برائے آں شکست	تا کہ آں کشتی ز غاصب باز رست
خضرؑ نے کشتی اس لئے توڑی	کہ وہ غاصب (بادشاہ) سے بچ گئی
فقر فخری بہر آں آمد سنی	تاز طماعاں گریزم در غنی
"فقر میرا فخر ہے" اسی لئے بہتر بنا	تاکہ لالچیوں سے (اللہ) غنی کی جانب گریز کروں
گنجہا را در خرابی زاں نہند	تاز حرص اہل عمراں وارہند
خزانوں کو ویرانے میں اسی لئے رکھتے ہیں	تاکہ آبادی والوں کی حرص سے نجات پا جائیں
پر نتانی کند رو خلوت گزیں	تا نگردی جملہ خرج آن و ایں
تو پر نہیں اکھاڑ سکتا ہے' جا خلوت اختیار کر لے	تاکہ تو اس اور اس کا خرچہ نہ بنے
زانکہ تو ہم لقمۂ ہم لقمہ خوار	آکل و ماکولی اے جاں ہوشدار
کیونکہ تو لقمہ بھی ہے اور لقمہ کھانے والا بھی ہے	اے پیارے ہوش کر! تو کھانے والا اور غذا ہے

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے سایہ کو دشمن فرمایا تھا اور دشمنی سے مراد دشمنی نفس تھی جو سایہ کی طرح غیر منفک ہے۔ اب اس

www.besturdubooks.wordpress.com

دشمن سے نجات پانے کا طریقہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس وقت آدمی ترک جاہ کر کے تذلل و تمسکن اختیار کرتا ہے اور اس سے اس کا جسم فنا فی الروح سے مزین ہوتا ہے اور غلبہ روحانیت سے اقتضاءات روح حاصل کر لیتا ہے تو وہ یوں ہی سایہ مذکور سے جدا ہو جاتا ہے جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ معروف ہے کما ہو المشہور۔ اور جس وقت آدمی کا وہ فقر جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا فخر فرمایا ہے زیور فنا سے آراستہ ہو جاتا ہے تو آدمی سایہ مذکور سے جدا ہو جاتا ہے۔ جیسے شعلہ شمع سایہ معروف ہے۔

ان دونوں تشبیہوں میں تو مشبہ بہ ابتداءً ہی بے سایہ ہے اب ہم اس مضمون کو ایسی تشبیہ سے سمجھاتے ہیں جس میں مشبہ بہ اول با سایہ ہو اور پھر فنا ہو کر بے سایہ ہو گیا اور کہتے ہیں دیکھو جس وقت موم سر پاؤں تک شعلہ بن جاتا ہے تو اب وہ بے سایہ ہو جاتا ہے اور سایہ اس کے پاس بھی نہیں بھٹک سکتا۔ اس شخص کی خاطر جس نے شمع بنائی تھی اپنی ہستی اور سایہ کو چھوڑ کر۔

شعاع کے اندر پناہ لیتا ہے اور جس وقت کہ شمع گر بزبان حال کہتا ہے کہ میں نے تجھے فنا کے لئے بنایا تھا تو وہ بزبان حال جواب دیتا ہے کہ میں نے بھی فنا ہونے میں کمی نہیں کی۔ بلکہ میں نے خودی سے بھاگ کر فنا میں پناہ لی ہے۔ پس یہی حالت شمع جسم کی شعلہ روح کے نسبت ہوتی ہے بلکہ اس میں یہ حالت بالاولیٰ ہوتی ہے کیونکہ شعاع روحانی مفروض شعاع باقی ہے نہ کہ شعاع شمع فانی و مثل عرض فی عدم البقاء پس جبکہ شعاع فانی میں یہ خاصیت ہے تو شعاع باقی میں تو بالاولیٰ ہو گی۔

ہم نے شعلہ شمع کو فانی اور نور روح کو باقی اس لئے کہا کہ جب شمع آگ میں بالکل حل ہو جاتی ہے تو نہ شمع کا ہی نشان رہتا ہے نہ نور کا۔ کیونکہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ آتش ظاہر ہے موم کے ساتھ قائم ہو کر دفع ظلمت کرتی ہے پس جب موم ہی نہ رہے گا تو آگ ہی باقی نہ رہے گی۔ برخلاف موم شمع جسم کے کہ وہ جس قدر کم ہوتا ہے اور اس کے اقتضاءات جس قدر مغلوب ہوتے ہیں اتنی ہی نور روح کو ترقی ہوتی ہے۔ پس نور روح شعلہ باقی ہے اور نور شمع شعلہ فانی۔ اور شمع روح کا شعلہ باقی کیوں نہ ہو وہ تو نور ربانی سے مشتعل ہے جس کے لئے فنا ہی نہیں پس جبکہ یہ شعلہ آتش روحانی نور حق سبحانہ ہے تو لامحالہ سایہ فنا اس سے دور ہو گا اور وہ گل ہونے سے مامون ہو گا۔

اب ہم اصل مقصد کو دوسرے عنوان سے سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ابر کے لئے سایہ ہوتا ہے چاند کے لئے سایہ نہیں ہوتا۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ خودی ابر ہے اور بے خودی فنا۔ عدم ابر۔ پس جب تم بے خود اور فانی ہو جاؤ گے تو اس وقت تم بے ابر چاند ہو گے۔ اور اس وقت تمہارا سایہ (یعنی نفس) نہ ہو گا جو تمہارا دشمن ہے۔ پس تم خودی کو چھوڑ کر اس دشمن سے بچ سکتے ہو۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کچھ مفید باتیں اعطر ادا ابتلا دی جائیں۔ سو کہا جاتا ہے کہ جب چاند پر ابر آ جاتا ہے تو چاند کا نور غائب ہو جاتا ہے اور چاند بمنزلہ خیالی چیز کے ہو جاتا ہے اور پردۂ ابر سے اس کا نور مضمحل ہو جاتا ہے اور بدر بوجہ اضمحلال نور کے بمنزلہ ہلال کے ہو جاتا ہے۔ اور اس ابر و گرد کے سبب وہ بمنزلہ ایک خیال کے ہو جاتا ہے۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ابر تن یعنی غلبہ جسمانیت نے ہم سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ماہتاب حقیقی کو چھپا دیا اور اس کو ہماری نظر میں ایسا کر دیا جیسا خیال۔ مگر ماہتاب حقیقی کی عنایت دیکھو کہ وہ ہم محجوبین سے اپنا کس درجہ ارتباط ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ ابرہائے اجسام ہمارے دشمن ہیں۔ حالانکہ وہ ابرو غبار سے فارغ ہے اور ہماری ربوبیت پر اس کا دورہ ہے جہاں تک ان ابروں کی رسائی نہیں ہو سکتی اور اس لئے وہ ان کی دشمنی سے غیر متاثر ہے۔ بلکہ ابر مذکور ہمارا دشمن جانی ہے کہ ماہتاب حقیقی کو ہم سے پوشیدہ کرتا ہے اور اس حور کی طرح حسین کو ہماری نظر میں بڑھیا کی طرح کریہہ الشکل بنا دیتا ہے اور اس بدر کو ہلال سے بھی کم کر دیتا ہے لیکن ماہتاب حقیقی نے ہم کو آغوش عزت میں بٹھلایا اور ہم کو سرفرازی بخشی کہ ہمارے دشمن کو اپنا دشمن کہا جو کہ اس کے کمال کی ذرہ نوازی ہے۔

اس مقام پر یہ بھی بتلا دینا مناسب ہے کہ ممکنات میں جو کچھ بھی کمال ہے وہ پرتو ہے حق سبحانہ کا۔ اور وہ کمال اس کا ذاتی نہیں ہے اس لئے جو کوئی کسی ممکن کو خدا سمجھ جائے وہ گمراہ ہے جیسے آتش پرست ستارہ پرست وغیرہ کیونکہ ممکنات بمنزلہ ابر کے ہیں اور حق سبحانہ بمنزلہ ماہ کے اور ابر میں جو کچھ روشنی ہوتی ہے وہ اس کی ذاتی نہیں ہوتی بلکہ پرتو ہوتا ہے چاند کا۔

ایسی صورت میں اگر کوئی ابر کو چاند کہے اس کی غلطی ہے کیونکہ چاند کا نور ابر پر پڑا ہے اس سے اس کا روئے تاریک منور ہو گیا ہے۔ پس گو وہ برنگ ماہ اور دولت نور سے مالا مال ہو گیا ہے مگر بااین ہمہ وہ نور اس کا ذاتی نہیں ہے بلکہ مستعار اور ماہ سے ماخوذ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت میں چاند اور سورج سے نور نہیں لیا جائے گا اور آنکھ منبع ضیاء یعنی حق سبحانہ کا نظارہ کرے گی تا کہ اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ نور ان کی ملک نہ تھا بلکہ مستعار تھا اور وہ معلوم کر لے کہ دنیا سرائے فانی تھی اور آخرت دارالبقاء ہے کیونکہ اس سے معلوم ہو جائے گا کہ دنیا محل نور مستعار تھی اور آخرت مقام نور اصلی ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اشیاء عام کا حسن عاریتی ہے اور حق سبحانہ کا اصلی۔ پس سالک کی وہ تربیت جو ان اشیاء کے آیات اللہ ہونے کی وجہ سے ہوگی وہ بمنزلہ اس تربیت کے ہوگی جو بذریعہ دایہ کے ہو اور حق سبحانہ کی تربیت بلاواسطہ بمنزلہ اس تربیت کے ہوگی جو بذریعہ ماں کے ہو۔ تو اب مولانا مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دایہ تو دو چار روز کے لئے عاریت ہوتی ہے اور ہمیشہ کے لئے تو ماں ہی ہوتی ہے اس لئے میں کہتا ہوں کہ اے ماں تو مجھے گود میں لے لے اور دایہ کو چھوڑتا ہوں۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں (ویمکن ان یکون انتقالاً الی قصۃ الطاؤس والاول اقرب بالنظر الی المعنی والثانی اقرب بالنظر الی اللفظ) اور کہتے ہیں کہ بیان بالا سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ہمارے کمالات مستحسنہ عندالخلائق جو کہ بمنزلہ پر طاؤس کے ہیں۔ فی نفسہ ابر اور پردہ حق سبحانہ اور کثیف ہیں اور حق سبحانہ کے لطف کے عکس سے لطف اور پاکیزہ ہو گئے ہیں۔ پس ہمیں ان پردوں کو اور ان کے لطف کو راستہ سے ہٹانا چاہئے تا کہ ہم ماہتاب حقیقی سے براہ راست حسن کا مشاہدہ کر سکیں ہمیں اس دایہ کی ضرورت نہیں۔ ہمارے لئے تو ماں ہی اچھی ہے کیونکہ ہم بمنزلہ موسیٰ کے ہیں جن کے لئے ماں ہی دایہ تھی اس لئے ہماری دایہ بھی ماں ہی ہے۔ ہم لطف ماہ حقیقی کو ابر کے توسط سے نہیں دیکھنا چاہتے کیونکہ وسائط نہایت خطرناک ہیں کہ یہ بہت سے لوگوں کے لئے راہزن ہو گئے ہیں اور وہ انہی وسائط میں مشغول ہو کر رہ گئے ہیں۔

اب مولانا محابیب و حضرات انبیاء و اولیاء کے شبہ کو دفع کرتے ہیں۔ جو اس کلام سے پیدا ہوتا ہے اور کہتے ہیں لیکن وہ ابر جو ماہ کے رنگ میں رنگا گیا ہو تا آنکہ اس سے صفت حجابیت مسلوب ہو گئی ہو اور وہ اس ماہ کے لئے پردہ نہ بنتا ہو اور صورت اس کی قائم ہو۔ مگر اوصاف معدوم ہوں جیسے انبیاء و اولیاء کے اجسام۔ اب ابر اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ وہ ماہتاب حقیقی کا پردہ نہیں بنتا۔ بلکہ حقیقت میں وہ مظہر ماہ اور نافع ہے۔ اس ابر کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے روز روشن میں آسمان سے مینہ برستا تھا اور ابر نہ دکھلائی دیتا تھا یہ بارش پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھی اور ان کے معجزہ سے ابر برنگ آسمان ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ واقع میں موجود تھا مگر کالمعدوم تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے پانی برس رہا ہے۔

اس کی تفصیل دفتر اول داستان سوال عائشہؓ و آنحضرتؐ میں (کما قال بحر العلوم) یا دفتر سوم غلام حبشی میں (کما قال ولی محمد) میں بھی گزر چکی ہے سو یہ ابر واقع میں موجود تھا مگر صفت ابریت اس سے سلب ہو گئی تھی کیونکہ وہ آسمان کو چھپاتا نہ تھا بلکہ آسمان اس کے ہوتے ہوئے بھی یونہی ظاہر تھا جیسے اس کے عدم کی صورت میں پس یہی حالت عشاق خداوندی کے اجسام کے مجاہدات کی بدولت ہو جاتی ہے کہ وہ جسم ہوتے ہیں مگر صفات و خصائص جسمیہ ان سے جاتی رہتی ہے اور وہ بالکل بدل جاتے ہیں اور اوصاف جسمانیہ ان میں جاتے نہیں رہتے ایسے اجسام راہزن نہیں ہیں۔

یہ مضمون استطرادی ختم ہوا تو پھر مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ پرکمالات تو اوروں کے لئے ہیں کہ ان سے انہی کو فائدہ ہوتا ہے اور سر خود اپنے لئے کیونکہ وہ گھر ہے سمع و بصر کا اور ستون ہے جسم کا۔ یعنی کمالات جو مدار حیات روحانی و منافع روحانی ہیں ان کا نفع خود اپنی طرف راجع ہے۔ پس دوسروں کے مقصود کے لئے اپنی جان دیدینا اور کمالات روحانیہ کو کمالات نفسانیہ پر قربان کر دینا سراسر ناشکری اور ہر قسم کی بھلائی سے مایوسی کا سبب ہے۔

پس تم کو طوطیوں کے سامنے قند یعنی مرغوب و مطلوب خلائق نہ بننا چاہئے بلکہ زہر اور نامرغوب ہونا چاہئے اور اس طرح نقصان سے بے کھٹکے ہو جانا چاہئے اور اگر تم ایسا نہ کرو اور آفریں و شاباش اور خطاب عزت کے لئے اپنے کو ان کتوں کے سامنے مردار بناؤ۔ یعنی نام کے لئے اپنے کو لوگوں کو اغراض کے لئے وقف کر دو تو تمہیں اختیار ہے۔ ہاں اگر بچنا چاہو تو اس کی صورت وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ اپنے کو نامرغوب اور قابل نفرت خلائق بناؤ۔

دیکھو خضر علیہ السلام نے کشتی کو اس لئے توڑ ڈالا تھا کہ وہ نامرغوب ہو جائے اور بادشاہ غاصب کے پنجہ سے چھوٹ جائے اور بمصداق حدیث نبوی الفقر فخری فقر ہمارے لئے موجب فخر اس لئے ہے کہ ہم طامعین سے چھوٹ کر غنی (حق سبحانہ) کی پناہ میں چلے جائیں اور خزانوں کو غیر معروف اور اجاڑ مقامات پر اسی لئے رکھتے ہیں کہ آبادی کے لوگوں کی دست بردی سے بچ جائے اور اگر تم پر نہیں اکھیڑ سکتے اور فقر و تذلل و تمکن اختیار نہیں کر سکتے اور اپنے کو نامرغوب خلائق نہیں بنا سکتے تو خلوت اختیار کرو اور لوگوں سے اختلاط کم کرو۔ تاکہ لوگ تمہیں بالکل نہ کھا جائیں۔ کیونکہ جس طرح تم کھانے والے ہو یونہی دوسروں کی غذا بھی ہو۔ پس تم آکل و ماکول دونوں ہو اس لئے تم کو ہوشیار رہنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ لوگ تمہیں کھا جائیں اور تم انہی کی اغراض و فوائد کے لئے اپنی جان دیدو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

در بیان آنکہ ماسوائے اللہ تعالیٰ ہر چیزے آکل و ماکول ست ہمچوں آں مرغے کہ قصد صید ملخ میکرد و بصید ملخ مشغول بود و غافل بود از باز گرسنہ کہ از پس قفائی او قصد صید او داشت اکنوں اے آدمی صیاد آکل از صیاد و آکل خود ایمن مباش کہ اگرچہ نمی بینی اش بنظر چشم بنظر دلیل و عبرتش می بین تا چشم تیرہ باز شود انشاءاللہ تعالیٰ

اس کا بیان کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر چیز کھانے والی اور غذا ہے اس پرند کی طرح جو ٹڈی کے شکار کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور ٹڈی کے شکار میں مشغول ہوتا ہے اور اس بھوکے باز سے غافل ہوتا ہے جو اس کے پس پشت اس کے شکار کر لینے کا ارادہ رکھتا ہے اب اے کھانے والے شکاری انسان اپنے شکاری اور کھانے والے سے مطمئن نہ بن کیونکہ اگرچہ تو اس کو آنکھ کی نگاہ سے نہیں دیکھتا ہے دلیل اور عبرت کی نظر سے دیکھ لے تا کہ تیری بے نور آنکھ کھل جائے اگر خدا چاہے

مرغکے اندر شکار کرم بود	گربہ فرصت یافت او را در ربود
ایک چھوٹا سا پرند کیڑے کے شکار میں (مصروف) تھا	بلی کو موقع ملا، وہ اس کو اچک لے گئی
آکل و ماکول بود او بے خبر	در شکار خودؔ ز صیاد دگر
وہ کھانے والا اور لقمہ تھا اور بے خبر تھا	اپنے شکار میں دوسرے شکاری سے
دزد گرچہ در شکار کالہ است	شحنہ با خصمانش در دنبالہ است
چور اگرچہ سامان کے شکار میں (مصروف) ہے	کوتوال مع اس کے دشمنوں کے (اسکے) درپے ہے
عقل او مشغول رخت و قفل در	غافل از شحنہ است و از آہ سحر
اس کی عقل سامان اور دروازے کے قفل میں مشغول ہے	وہ کوتوال اور صبح کی آہ سے بے خبر ہے
او چناں غرق ست در سودائے خود	غافل ست از طالب و جویائے خود
وہ اپنی دھن میں ایسا غرق ہے	کہ اپنے طالب اور جویا سے غافل ہے
گر حشیش آب زلالے میخورد	معدۂ حیوانش در پے میچرد
اگر گھاس نہر پانی پیتی ہے	بعد میں اس کو حیوان کا معدہ چر لیتا ہے
آکل و ماکول آمد آں گیاہ	ہمچنیں ہر ہستی غیر الٰہ
وہ گھاسؔ کھانے والی اور غذا بن گئی	خدا کے سوا ہر موجود ایسا ہی ہے
وھو یطعمکم ولا یطعم چو اوست	نیست حق ماکول و آکل لحم و پوست
چونکہ وہ تمہیں کھلاتا ہے اور کھلایا نہیں جاتا" ہے	تو اللہ (تعالیٰ) غذا اور گوشت و پوست کا کھانے والا نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آکل و ماکول کے ایمن بود	ز آکلے کاندر کمیں ساکن بود
کھانے والا اور غذا بن جانے والا کب مطمئن ہو سکتا ہے؟	اس کھانے والے سے جو گھات میں بیٹھا ہوا ہے
امن ماکولاں جذوب ماتم ست	روبداں درگاہ کو لا یطعم ست
کھائے جانے والوں کو اطمینان رنج کا سبب ہے	اس درگاہ میں جا جو "کھایا نہیں جاتا" ہے
ہر خیالے را خیالے میخورد	فکر آں فکر دگر را می چرد
ہر خیال کو ایک خیال کھا جاتا ہے	اس کا فکر دوسرے فکر کو چر جاتا ہے
تو نتانی کز خیالے وارہی	یا بخسپی تا ازاں بیروں جہی
تو نہیں کر سکتا کہ خیال سے نجات پا جائے	یا سو جائے تاکہ اس سے باہر نکل جائے
فکر زنبورست و آں خواب تو آب	چوں شوی بیدار باز آید ذباب
تیرا خیال شہد کی مکھی ہے اور نیند پانی ہے	جب تو جاگے گا پھر مکھی آ جائے گی
چند زنبور خیالی درپرد	میکشد ایں سو و آنسو می برد
خیال کی بہت سی مکھیاں اڑتی ہیں	ادھر کھینچتی ہیں اور ادھر لے جاتی ہیں
کمترین آکلا نست ایں خیال	واں دگرہا را شناسد ذوالجلال
یہ خیال کھا جانے والوں میں سے سب سے چھوٹا ہے	دوسرے (کھانے والوں) کو خدا جانتا ہے
ہیں گریز از جوق اکال غلیظ	سوئے او کہ گفت ہستیمت حفیظ
خبردار! بھاری زیادہ کھانے والوں کی جماعت سے بھاگ	اس کی جانب جس نے فرمایا ہے ہم تیری حفاظت کرنے والے ہیں
یا بسوئے آنکہ او ایں حفظ یافت	گر نتانی سوئے آں حافظ شتافت
یا اس کی جانب، جس نے یہ حفاظت حاصل کر لی ہے	اگر تو اس حفاظت کرنے والے کی جانب نہیں دوڑ سکتا ہے
دست را مسپار جز در دست پیر	حق شدست آں دست او را دستگیر
شیخ کے ہاتھ کے سوا کسی کا ہاتھ نہ پکڑ	اس کے ہاتھ کا اللہ تعالیٰ ہاتھ پکڑنے والا بن گیا ہے
پیر عقلت کودکے خو کردہ است	از جوار نفس کاندر پردہ است
تیری عقل کے پیر نے بچگانہ عادت ڈال لی ہے	اس نفس کے پڑوس کی وجہ سے جو پردے میں ہے
عقل کامل را قریں کن با خرد	تاکہ باز آید خرد زاں خوی بد
عقل کامل کو عقل کا ساتھی بنا لے	تاکہ عقل اس بری عادت سے باز آ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ دست خود بدست او نہی	پس زدست آکلاں بیروں جہی
جبکہ تو اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دے گا	تو کھانے والوں کے ہاتھ سے باہر نکل جائے گا
دست تو از اہل آں بیعت شود	کہ یداللہ فوق ایدیھم بود
تیرا ہاتھ ان بیعت کرنے والوں میں سے ہو جائے گا	کہ جن کے ہاتھوں پر خدا کا ہاتھ ہوتا ہے
چوں بدادی دست خود در دست پیر	پیر حکمت کو علیم ست و خبیر
جب تو نے اپنا ہاتھ شیخ کے ہاتھ میں پکڑا دیا	وہ پیر حکمت ہے کیونکہ وہ دانا اور باخبر ہے
کو نبی وقت خویش ست اے مرید	زانکہ زو نور نبی آید پدید
اے مرید! وہ اپنے وقت کا نبی ہے	کیونکہ اس سے نبی کا نور جھلکتا ہے
در حدیبیہ شدی حاضر بدیں	واں صحابہ بیعتی را ہم قریں
تو اس وجہ سے حدیبیہ میں پہنچ گیا	اور ان بیعت کرنے والے صحابہ کا ساتھی بھی بن گیا
پس زدہ یار مبشر آمدی	ہمچو زر دہ دہی خالص شدی
تو تو "عشرہ مبشرہ" صحابہ میں سے ہو گیا	خالص سونے کی طرح تو خالص بن گیا
تا معیت راست آید زانکہ مرد	باکسے جفت ست کورا دوست کرد
تاکہ (خدا کی) معیت حاصل ہو جائے کیونکہ انسان	اس کا ساتھی ہے جس کو اس نے دوست بنایا ہے
ایں جہان و آں جہاں با او بود	ویں حدیث احمدؐ خوش خو بود
یہ جہان اور وہ جہان اس کے ساتھ ہو گا	یہ خوش خلق احمدؐ کی حدیث ہے
گفت المرء مع محبوبہ	لا یفک القلب من مطلوبہ
فرمایا "انسان اپنے محبوب کے ساتھ ہے"	قلب اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا ہے
ہر کجا دام ست و دانہ کم نشیں	روز بوں گیر از زبوں گیراں بہ بیں
جہاں کہیں دانہ اور جال ہے نہ بیٹھ	جا عاجزوں کو پھنسانے والوں میں سے کسی عاجز کو پھنسانے والے کو دیکھ لے
اے زبوں گیر زبوناں ایں بداں	دست ہم بالائی دست ست اے جواں
کہ تیرے ہاتھ کے اوپر بھی ہاتھ ہے اے جوان	اے عاجزوں پر ظلم کرنے والے یہ سمجھ لے
بگسل آں حبلے کہ حرص ست و حسد	یاد کن فی جیدھا حبل مسد
اس رسی کو توڑ دے جو حرص اور حسد ہے	"اس کے گلے میں مونج کی رسی ہے" کو یاد کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

دل فراز از دام واجب دیدہ است	دام تو خود بر پرت چفسیدہ است
دل نے جال سے علیحدگی ضروری سمجھی ہے	تیرا جال خود تیرے پروں پر چپکا ہے
تو زبونی یا زبوں گیر اے عجب	باش تو ترساں و لرزاں در طلب
تعجب ہے تو عاجز ہے یا عاجز پر ظلم کرنے والا	تو طلب میں ترساں اور لرزاں رہا کر
آکل و ماکولی اے مرغ عجب	ہم تو صید و صید گیر اندر طلب
اے عجیب پرندہ! تو کھانے والا اور کھایا ہوا ہے	تو طلب میں شکار بھی ہے اور شکاری بھی
حرص صیادی ز صیدے مغفل ست	دلبری میکند کو بیدل ست
شکاری پن کی حرص شکار بن جانے سے غافل کرنے والی ہے	وہ دلبری کر رہا ہے جو خود بیدل ہے
بین ایدی خلفھم سدا مباش	کہ نہ بینی خصم را واں خصم فاش
تو ان میں سے نہ بن جن کے آگے اور پیچھے دیوار ہے	کیونکہ تو دشمن کو نہیں دیکھتا ہے اور وہ دشمن ظاہر ہے
تو کم از مرغے مباش اندر نشید	بین ایدی خلف عصفورے بدید
تو سیٹی سننے میں پرندے سے کم نہ بن	چڑیا آگے اور پیچھے دیکھتی ہے
کم ز عصفورے نہ بنگر کہ آں	بین ایدی خلف چوں بیند عیاں
تو چڑیا سے کم نہیں ہے دیکھ وہ	آگے اور پیچھے کھلا دیکھ لیتی ہے
چوں بنزد دانہ آید پیش و پس	چند گرداند سرو رو آں نفس
جب دانہ کے پاس آتی ہے آگے اور پیچھے	اس وقت سر اور چہرے کو کس قدر گھماتی ہے
کاے عجب پیش و پسم صیاد ہست	تا کشم از بیم او زیں لقمہ دست
کہ کہیں میرے آگے اور پیچھے شکاری تو نہیں ہے؟	تاکہ اس کے ڈر سے اس لقمہ سے ہاتھ کھینچ لوں
تو بہ بیں پس قصۂ فجار را	پیش بنگر مرگ یار و جار را
تو بدکاروں کے قصہ کو پیچھے دیکھ لے	آگے یار اور پڑوسی کے مرنے کو دیکھ لے
کہ ہلاکت دادشاں بے آلتے	او قرین تست در ہر حالتے
کہ ان کو (اللہ تعالیٰ) نے بلا آلہ کے ہلاک کر دیا	وہ ہر حالت میں تیرے ساتھ ہے
حق شکنجہ کرد و گرز و دست نیست	پس بداں بے دست حق داور کنیست
اللہ (تعالیٰ) نے شکنجہ میں کس دیا اور گرز اور ہاتھ نہیں ہے	تو سمجھ لے اللہ (تعالیٰ) بغیر ہاتھ کے سزا دینے والا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ میگفتے اگر حق ہست کو	در شکنجہ او مقری شد کہ ہو
وہ جو کہتا تھا کہ اگر اللہ ہے تو کہاں ہے؟	شکنجہ میں وہ مقر گیا ہو گیا کہ وہ ہے
وآنکہ میگفت ایں بعیدست وعجیب	اشک میراند وہمیگفت اے قریب
وہ جو کہتا تھا کہ یہ بعید اور عجیب ہے	وہ آنسو بہاتا ہے اور کہتا ہے اے نزدیک
آنکہ جز انکار حق کارش نبود	بر دحسرت عاقبت بے ہیچ سود
وہ جس کا کام سوائے اللہ (تعالی) کے انکار کے کچھ نہ تھا	انجام کار بلا فائدہ اس نے حسرت کی
درنگر احوال فرعون و ثمود	قوم لوطؑ وقوم صالحؑ قود ہودؑ
فرعون اور ثمود کے احوال دیکھ لے	قوم لوطؑ اور قود صالحؑ اور قوم ہودؑ کے
حال نمرود ستمگر در نگر	درمآل قوم نوحؑ افگن نظر
ظالم نمرود کی حالت دیکھ لے	قوم نوحؑ کے انجام پر نگاہ ڈال لے
تابدانی حق سمیع ست وعلیم	فارغ ست ازترس وپاک ازباک وبیم
تاکہ تو جان لے کہ اللہ (تعالی) سمیع اور علیم ہے	وہ خوف سے بے نیاز ہے اور ڈر اور پرواہ سے پاک ہے
برکنم من میخ ایں منحوس دام	از پۓ کامۓ نباشم تلخ کام
میں اس منحوس جال کی کھونٹی اکھاڑ رہا ہوں	مقصد کے لئے (تاکہ) میں ناکام نہ بنوں
درخور عقل تو گفتم ایں جواب	فہم کن وز جستجو رو برمتاب
تیری عقل کے مناسب میں نے یہ جواب دیدیا	سمجھ لے اور جستجو سے منہ نہ موڑ

شرح حبیبی

دیکھو ایک جانور ایک کیڑے کے شکار میں مشغول تھا کہ بلی کو موقع ملا اور اسے اڑا لے گئی وہ جانور آکل بھی تھا اور ماکول بھی۔ مگر اپنے شکار کے شغل میں اپنے شکار سے غافل تھا۔

علی ہذا چور اگر سامان کے شکار کے درپے ہوتا ہے تو کوتوال دیگر۔ دشمنوں سمیت اس کے درپے ہوتا ہے مگر اس کی عقل سامان کے حاصل کرنے اور تالے توڑنے کی فکر میں مشغول ہو کر کوتوال اور مظلوم کی آہ سحر سے غافل ہوتا ہے اور وہ اپنے خیال میں یوں مستغرق ہوتا ہے کہ اسے اس کی فکر نہیں ہوتی کہ کوئی میرے بھی درپے ہے۔ اسی طرح گھاس آب شیریں پیتا ہے مگر بعد کو جانور اسے چرا لیتے ہیں۔ لہذا گھاس آکل بھی ہے اور ماکول بھی۔ القصہ: حق سبحانہ کے خلاف جتنی موجودات ہیں سب آکل بھی ہیں اور ماکول بھی۔ لیکن خدا تعالی چونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مصداق یطعمکم و لایطعم ہے لہٰذا وہ ماکول وآکل اور لحم و پوست جسم اور جسمانی نہیں ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو۔ کہ جو چیز آکل بھی ہے اور ماکول بھی وہ اس آکل سے بے خوف نہیں ہو سکتی جو اس کی گھات میں لگا ہوا ہے کیونکہ وہ اگر بے خوف ہو گی تو لامحالہ اس پر تباہی آئے گی۔ پس اگر تم کو ماکولیت سے بے خوفی کی ضرورت ہے تو درگاہ خداوندی میں پناہ لو۔ جو کہ آکل نہیں ہے۔ اسی طرح تم ماکولیت سے بے خوف ہو سکتے ہو۔ منجملہ کھانے والوں کے ایک خیال بھی ہے کیونکہ ایک خیال دوسرے خیال کو کھا جاتا ہے اور ایک فکر دوسرے فکر کو چٹ کر جاتا ہے۔

اب سنو کہ تم سے نہیں ہو سکتا کہ تم خیال سے بالکل چھوٹ جاؤ اور نہ یہ ہی ہو سکتا ہے کہ جب تک اس خیال سے جدا نہ ہو جاؤ اس وقت تک سو جاؤ۔ ہاں جب وہ خیال جاتا رہے گا اس وقت تم کو نیند آسکتی ہے لیکن سو کر بھی تم اس سے بالکل نجات نہیں پا سکتے کیونکہ وہ بمنزلہ شہد کی مکھی کے ہے اور نیند بمنزلہ پانی کے اس لئے وہ صرف اس وقت تک جدا رہے گا جب تک نیند باقی رہے اور جس وقت نیند جاتی رہ اور تم جاگ گئے پھر فوراً آموجود ہوگا۔

غرضکہ یہ خیال کی مکھی ہمیشہ اڑتی رہتی ہے اور کبھی تمہیں ادھر لے جاتی ہے اور کبھی ادھر۔ پس وہ ہمیشہ اس طرح تم کو کھاتی رہتی ہے اور خیال تو ادنیٰ درجہ کا آکل ہے اور آکل اس سے بھی بڑے ہیں جس کو خدائے ذوالجلال جانتا ہے۔ پس ہم کو چاہئے کہ اس زبردست کھانے والی جماعت سے بھاگو۔ اور اس کے پاس پناہ لو۔ جو تمہاری حفاظت کی ذمہ داری کرتا ہے یعنی حق سبحانہ کے پاس اور ماسوی اللہ کو چھوڑ کر بلا واسطہ حق سبحانہ سے تعلق پیدا کر لو۔ اور اگر تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو اس شخص کے پاس پناہ لو جس نے حفاظت حق سبحانہ سے حاصل کر لی ہے اور اس کی حفاظت سے محفوظ ہو گیا ہے یعنی شیخ کامل اور شیخ کامل کے علاوہ اپنے کو کسی کے سپرد نہ کرو کیونکہ اس کے سوا جتنے ہیں سب کھانے والے ہیں اور صرف وہ ہے جو حفاظت کرنے والا ہے کیونکہ حق سبحانہ ہی اس کے مدد و معاون ہیں جو کہ اس کو حفاظت میں مدد دیتے ہیں۔

تم نے اپنی عقل کو شیخ بنا رکھا ہے مگر یاد رکھو کہ وہ طفلانہ حرکات کی خوگر ہے اور یہ بے ہودہ حرکات کرتی ہے اس لئے شیخیت اس کو شایان نہیں ہے۔ پس تم اپنی عقل کے ساتھ عقل کامل یعنی عقل شیخ کو ملاؤ تا کہ تمہاری عقل اس کی صحبت سے خوئے بد یعنی طفلانہ خصائل سے باز آئے۔ دیکھو جبکہ تم اپنے کو شیخ کے سپرد کر دو گے اس وقت تم مردم خواروں سے بچ جاؤ گے اور تمہارا ہاتھ ان مبایعین میں شمار ہوگا جس کی نسبت ید اللہ فوق ایدیھم وارد ہوا ہے اور جبکہ تم اپنے ہاتھ اس شیخ کے ہاتھ میں دیدو گے جو کہ دانا ہے اور جو کہ بمنزلہ نبی وقت کے ہے کیونکہ بوجہ نیابت نبی کے نور نبی یعنی نور ہدایت اس سے ظاہر ہوتا ہے تو اس ذریعہ سے تم حدیبیہ میں حاضر ہو جاؤ گے اور صحابہ مبایعین کے ساتھ ہو جاؤ گے اور عشرہ مبشرہ میں داخل ہو جاؤ گے اور کندن بن جاؤ گے۔ حتیٰ کہ تمہاری صحابہ مذکورین کے ساتھ معیت درست ہو جائے گی کیونکہ ایسا کرنے سے تمہارے اندر ان صحابہ کی محبت پیدا ہو گی اور قاعدہ ہے کہ آدمی جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوتا ہے اس جہاں میں بھی اور اس جہاں میں بھی۔ اور یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ حدیث نبوی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ المرء مع من احبہ یعنی آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوتا ہے۔ جس طرح کہ دل اپنے مطلوب کے ساتھ ہوتا ہے اور اس سے جدا نہیں ہوتا اس بناء پر تم ان صحابہ کے ساتھ ہوئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

القصہ: جہاں کہیں دام ودانہ اور سامان حرص ہو تم وہاں نہ بیٹھنا کیونکہ وہاں کوئی صیاد ضرور چھپا ہوگا تم جا کر دیکھ لینا ضرور تم کو ملے گا اور گو تم صیاد ہو مگر تم کو واضح ہو کہ تمہارا بھی کوئی صیاد ہے اور تم سے بھی زیادہ کوئی زبردست ہے۔ پس تم دام حرص وحسد کو توڑ دو۔ ورنہ تم بھی پھندے میں آ جاؤ گے یا ورنہ ہو تو فی جیدہا حبل من مسد کو پڑھ لو اور سمجھ لو کہ تم بھی کسی کے پھندے میں ہو۔

اہل دل تمہارے دام سے اور حق سبحانہ کو دیکھتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس کا دام تمہارے پروں سے لپٹا ہوا ہے اور تم اس کے قبضہ میں ہو۔ پس تم فکر صید کو چھوڑ دو اور دام حرص وہوا کو توڑ دو کیونکہ تم جس طرح صیاد ہو یوں ہی صید بھی ہو۔ پس تمہیں طلب صید میں نہایت احتیاط چاہئے اور ہر وقت ڈرتے رہنا چاہئے اور ایسا شکار نہ کرنا چاہئے۔ جس سے تم خود پھنس جاؤ۔ دیکھو تم تو آکل بھی ہو اور ماکول بھی اور صید بھی ہو اور صیاد بھی۔ مگر صیادی کی حرص نے تمہیں اپنے صید ہونے سے غافل کر رکھا ہے کیونکہ حرص صیادیت صیدیت سے غافل کر دیتی ہے۔ بنا بریں وہ دلیری کرتا اور لوگوں کو اپنے دام میں لاتا ہے حالانکہ وہ خود بے دل اور دوسرے کے دام میں ہے۔ پس تم ایسا نہ کرو اور وجعلنا من بين ايديهم سدا و من خلفهم سدا کا مصداق نہ ہو کہ باوجود دشمن کے ظاہر ہونے کے اسے نہ دیکھ سکو۔ آخر تو طلب میں جانور سے تو کم نہ ہو۔ دیکھو تو سہی کہ چڑیا بھی آگے پیچھے دیکھ لیتی ہے یونہی تو بھی دیکھ لیا کر۔ اور غور تو کر کہ چڑیا بھی آگے پیچھے دیکھتی ہے اور جب وہ دانہ کے قریب آتی ہے تو کیونکر اس وقت آگے پیچھے سر ہلاتی ہے کہ میرے آگے یا پیچھے کوئی صیاد تو نہیں۔ تا کہ اگر ہو تو میں دانہ سے دست کش ہو جاؤں۔ پس تو چڑیا سے کم نہیں ہے تو بھی آگے پیچھے دیکھ یعنی پیچھے قصہ فجار کو دیکھ کہ اس حرص وہوا کے سبب ان کی کیا گت بنی اور آگے اپنے دوستوں اور پڑوسیوں کی موت دیکھ اور جان لے کہ حق تعالیٰ نے ان کو بدوں آلہ کے مار ڈالا یونہی وہ ہر حالت میں تجھ سے ہی مقارن ہے اور تجھے بھی ایک روز یوں ہی مار ڈالے گا۔

خلاصہ یہ کہ تم دنیا میں یوں منہمک نہ ہو کہ تم کو اپنے ضرر کا بھی خیال نہ رہے اور تم خدا سے بھی غافل ہو جاؤ۔ بلکہ تم کو اس سے تعلق پیدا کرنا چاہئے تا کہ وہ تم کو نفع پہنچائے تم یہ خیال نہ کرنا کہ وہ بدوں ہاتھ اور آلہ کے کیسے نفع پہنچا سکتا ہے کیونکہ جس طرح حق سبحانہ نے ان کو بے ہاتھ اور بے آلہ سزا دی ہے یوں ہی وہ بدوں ہاتھ اور آلہ کے نفع بھی پہنچا سکتا ہے۔

پس نہ اسے نفع پہنچانے کے لئے ضرورت ہے آلہ کی اور نہ نقصان پہنچانے کے لئے۔ اور یہ بھی نہ کہنا کہ خدا کا وجود کہاں ہے جس سے تعلق پیدا کیا جائے کیونکہ جو لوگ خدا کے منکر تھے اور کہا کرتے تھے کہ خدا کہاں ہے جب وہ شکنجہ میں آئے اس وقت ان کو اقرار کرنا پڑا کہ بے شک وہ ہے اور جو کہتے تھے کہ یہ بات بعید از عقل ہے کہ خدا ہو۔

اور ایک عجیب بات ہے وہ شکنجہ میں آ کر روتے تھے اور کہتے تھے کہ ارے وہ تو بہت قریب ہے اور جن لوگوں کا کام انکار خدا کے سوا کچھ نہ تھا اس کو انجام کار حسرت ہوئی مگر بالکل بے سود۔ تم فرعون اور قوم ثمود اور قوم لوط اور قوم صالح اور قوم ہود کے حالات میں غور کرو اور نمرود کی حالت کو دیکھو اور قوم نوح کے انجام پر نظر ڈالو۔ تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ خدا سمیع بھی ہے اور علیم بھی اور وہ اس قدر زبردست ہے کہ اسے نہ کسی کا ڈر ہے نہ کسی کا خوف۔ کیونکہ جب اس نے زبردست بدکاروں کو سزا دی ہے تو لازم ہے کہ وہ ان کے افعال بد کو دیکھتا ہے اور اقوال ناشائستہ کو سنتا ہے اور ان سے بھی زبردست ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خیر تو طاؤس نے کہا کہ میں پروں کو جو کہ میرے لئے منحوس حال ہیں جڑ سے اکھیڑتا ہوں کیونکہ ایک مقصد یعنی حسن کے لئے میں اپنی زندگی کو قطع نہیں کرسکتا یہ جواب میں نے تیری عقل کے مطابق دیا ہے تو اس کو سمجھ لے۔ اور سبب دقیق کا جویاں رہ۔ جس کو میں نے بیان نہیں کیا ہے اور اس سے اعراض مت کر۔

فائدہ:۔ ولی محمد نے کہا ہے کہ سبب دقیق یہ ہے کہ میں بے حجاب جمال حق کا مشاہدہ چاہتا ہوں۔ واللہ اعلم)

سبب کشتن ابراہیم علیہ السلام زاغ را کہ آں اشارہ بقمع کدام صفت بود از صفات مذمومہ مہلکہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوے کو مارنے کا سبب کہ وہ مہلک صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے کی طرف اشارہ تھا

ایں سخن را نیست پایان و فراغ	اے خلیلِ حق چرا کشتی تو زاغ
اس بات کا خاتمہ اور فراغ نہیں ہے	اے اللہ کے خلیل! آپ نے کوے کو کیوں مارا؟
بہر فرماں، حکمت فرماں چہ بود؟	اندکے ز اسرار آں باید نمود
حکم کی وجہ سے، حکم کی حکمت کیا تھی؟	اس کے رازوں میں سے تھوڑا سا ظاہر کر دیجئے
کاغ کاغ و نعرۂ زاغ سیاہ	دائما باشد بدن را عمر خواہ
کالے کوے کی کائیں کائیں اور شور	ہمیشہ جسم کی عمر کا خواہاں ہے
ہمچو ابلیس از خدای پاک و فرد	تا قیامت عمرِ تن درخواست کرد
جس طرح شیطان نے خدائے قدوس واحد سے	قیامت تک کے لئے جسم کی عمر کی درخواست کی
گفت انظرنی الیٰ یوم الجزا	کاشکے گفتے کہ تبنا ربنا
اس نے کہا مجھے قیامت تک کی مہلت دیدے	کاش وہ کہتا کہ اے ہمارے رب ہماری توبہ قبول کرلے
زندگی بے دوست جاں فرسودنست	مرگ حاضر غائب از حق بودنست
بغیر دوست کے زندگی، جان کی تباہی ہے	اللہ (تعالیٰ) سے غائب ہونا، فوری موت ہے
عمر و مرگ ایں ہر دو باحق خوش بود	بے خدا آب حیات آتش بود
زندگی اور موت دونوں خدا کے ساتھ اچھی ہیں	بغیر خدا کے آب حیات، آگ ہے
آں ہم از تاثیر لعنت بود کو	در چناں حضرت ہمی شد عمر جو
یہ بھی لعنت کی تاثیر تھی کہ وہ	ایسے دربار میں عمر کا خواہاں بنا
از خدا غیر خدارا خواستن	ظن افزونی ست کلی کاستن
خدا سے غیر خدا کو مانگنا	بڑھوتری کا گمان اور بالکلیہ گھاٹا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خاصه عمرے غرق در بیگانگی	در حضور شیر روبہ شانگی
خصوصا وہ عمر جو غیریت میں غرق ہو	شیر کے سامنے لومڑی پنا ہے
مہلم افزوں دہ کہ تا کمتر شوم	عمر بیشم دہ کہ تا پس تر روم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ زیادہ پیچھے کو جاؤں	مجھے زیادہ مہلت دے تاکہ کمتر ہو جاؤں
تا کہ لعنت را نشانہ او بود	بد کسے باشد کہ لعنت جو بود
تاکہ وہ لعنت کا نشانہ بنے	بدکار وہ ہے جو کہ لعنت کا جویاں ہو
عمر خوش در قرب جاں پروردنست	عمر زاغ از بہر سرگیں خوردنست
اچھی عمر قرب (خداوندی) میں جان کی پرورش ہے	کوے کی عمر گوبر کھانے کے لئے ہے
عمر بیشم دہ کہ تا گہ می خورم	دائم اینم دہ کہ بس بدگوہرم
مجھے زیادہ عمر دے تاکہ گو کھاؤں	مجھے ہمیشہ یہ دے کیونکہ میں بہت بداصل ہوں
گر نہ گہ خوارست آں گندہ دہاں	گویدے کز زاغیم تو وارہاں
اگر وہ گندہ دہن گہ کھانے والا نہ ہوتا	تو کہتا مجھے کوے پنا سے نجات دیدے

مناجات

اے مبدل کردہ خاکے رابزر	خاک دیگر رابکردہ بوالبشر
اے وہ جس نے مٹی کو سونا بنایا	دوسری مٹی کو ابوالبشر بنایا
کار تو تبدیل اعیان و عطا	کار من سہوست و نسیان و خطا
تیرا کام موجودات کو تبدیل کرنا اور عطا ہے	میرا کام سہو اور بھول اور خطا ہے
سہو و نسیاں را مبدل کن بعلم	من ہمہ خلمم مرا کن صبر و حلم
میرے سہو اور بھول کو علم سے تبدیل کر دے	میں مجسم غصہ ہوں مجھے صبر اور حلم بنا دے
اے کہ خاک شورہ را تو ناں کنی	وے کہ نان مردہ را تو جاں کنی
اے وہ کہ تو شوریلی زمین کو روٹی بنا دیتا ہے	اے وہ ! کہ تو مردہ روٹی کو جان بنا دیتا ہے
اے کہ جان خیرہ را رہبر کنی	وے کہ بے رہ را تو پیغمبر کنی
اے وہ کہ تو پراگندہ کو رہبر بنا دیتا ہے	اے وہ! کہ تو راستہ نہ دیکھے ہوئے کو پیغمبر بنا دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اے کہ خاک تیرہ را تو جاں دہی	عقل وحس و روزی و ایماں دہی
اے وہ کہ تو تاریک مٹی کو جان عطا کر دیتا ہے	عقل اور حس اور روزی اور ایمان دیدیتا ہے
شکر از نے میوہ از چوب آوری	از منی مردہ بت خوب آوری
نے سے شکر اور لکڑی سے پھل پیدا کر دیتا ہے	مردہ منی سے حسین معشوق پیدا کر دیتا ہے
گل ز گل صفوت ز دل پیدا کنی	پیہ را بخشی ضیاء و روشنی
مٹی سے پھول، دل میں اخلاص پیدا کر دیتا ہے	چربی کو نور اور روشنی بخش دیتا ہے
میکنی جزو زمیں را آسماں	میفزائی در زمیں از اختراں
تو زمین کے جزو کو آسمان بنا دیتا ہے	ستاروں سے زمین میں افزائش کر دیتا ہے

شرح حبیبی

اچھا یہ گفتگو تو تھی اور ختم نہ ہوگی۔ اب پوچھنا چاہئے کہ اے خلیل حق ابراہیم علیہ السلام آپ نے کوے کو کیوں ذبح کیا تھا اس کا جواب آپ یہی دیں گے کہ بحکم حق سبحانہٗ ایسا کیا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ حق سبحانہ کی اس تخصیص میں حکمت کیا تھی۔ ذرا اس تخصیص کے اسرار بیان فرما دیجئے۔ اچھا سنو! وجہ اس کی یہ تھی کہ اس کالے کوے کی کائیں کائیں اور شور وغوغا درخواست ہوتی ہے اس امر کی کہ اس کو عمر دراز عطا کی جائے جس طرح ابلیس نے خدائے پاک وحدہٗ لاشریک سے قیامت تک حیات جسمانی کی درخواست کی تھی اور کہا تھا کہ مجھے قیامت تک مہلت دیجئے پس چونکہ یہ صفت ابلیسی طول امل رکھتا ہے اس لئے قابل کشتن ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں اے کاش! ابلیس حیات جسمانی کی درخواست نہ کرتا اور بجائے اس کے اپنے قصور کی معافی چاہتا اور توبہ کرتا کیونکہ دوست کے بغیر زندہ رہنا تو مصیبت میں پڑنا ہے اور خدا سے جدا ہو جانا تو فی الحال مرنا ہے اور اگر حق سبحانہ کے ساتھ تعلق ہو تو موت اور زیست دونوں برابر ہیں۔ اور اگر اس سے تعلق نہ ہو تو آب حیات بھی آگ کی طرح مہلک ہے پھر خدا سے قطع تعلق کر کے حیات جسمانی چاہتا جو کہ حکم میں موت کے ہے سراسر حماقت ہے لیکن یہ اثر تھا اس لعنت کا جو اس پر کی گئی تھی اور فرمایا گیا تھا کہ ان علیک لعنتی الیٰ یوم الدین کہ وہ حق سبحانہ جیسے منعم کی جناب میں حیات جسمانی کی درخواست کرتا تھا کیونکہ خدا سے غیر خدا کو مانگنا گو بظاہر طلب زیادتی و نفع ہو مگر حقیقت میں طلب نقصان وضرر ہے مگر اسے اس لعنت کے اثر سے جو غلط میں کر دیتی ہے۔ محسوس یہ ہوا کہ اول تو مطلق غیر خدا کو مانگنے کی یہ حالت ہے بالخصوص وہ حیات جو حق سبحانہ سے قطع تعلق کے ساتھ ہو اس کو مانگنا اور شیر کے سامنے لومڑی پن کرنا جیسا کہ ابلیس نے کیا یہ تو بالاولیٰ نقصان اور ضرر ہے۔

پس اس نے جو کہا تھا کہ مجھے زیادہ عمر دے یہ درخواست اس لئے تھی کہ وہ جلدی موت روحانی میں مبتلا ہو جائے اور یہ جو کہا تھا کہ مجھے زیادہ مہلت دے اس کے یہ معنی تھے کہ مجھے حیات روحانی کے لحاظ سے قلیل المہلت

کر دے اور یہ معاندانہ درخواست اس لئے تھی کہ وہ لعنت کا نشانہ بنے۔

اس سے تم سمجھ لو کہ جو حق سبحانہ سے قطع تعلق کر کے حیات جو ہو اور اس طرح طالب لعنت ہو وہ بہت برا شخص ہے کیونکہ عمدہ زندگی تو یہ ہے کہ حق سبحانہ کے قرب میں جان کو پرورش کرے اور عمر زاغ حیات جسمانی محضہ تو گند کھانے کے لئے ہے کوا جو کہتا ہے کہ مجھے عمر زیادہ دے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں گند کھاتا رہوں اور وہ کہتا ہے کہ تو مجھے ہمیشہ گوہ دیئے جا۔ کیونکہ میں بدذات ہوں اور اسی کے قابل ہوں کیونکہ اگر وہ گند خوار اور گندہ ذہن نہ ہوتا تو بجائے زیادتی عمر کی درخواست کے جو مآلاً گند کھانے کی درخواست ہے وہ یوں کہتا کہ اے اللہ تو مجھے صفت زاغی اور طول امل و گند خواری سے نجات دے۔

اب مولانا مناجات کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ ذات جس نے خاک کے ایک حصہ کو سونا بنایا اور دوسرے حصہ کو آدم بنایا۔ اے وہ قادر جو خاک شور کو روٹی بناتا ہے اور اے وہ قادر جو کہ بے جان روٹی کو جان عطا کرتا ہے اور اے وہ قادر جو کہ جان نابینا کو رہبر بناتا ہے اور اے وہ قادر جو کہ گم گشتہ کو پیغمبر بناتا ہے اور کہتا ہے ووجدک ضالا فھدیٰ اور اے وہ قادر جو خاک تیرہ کو جان عطا کرتا ہے اور اسے عقل اور حسن اور روزی اور ایمان عطا کرتا ہے اور گنے سے شکر اور لکڑی سے میوہ پیدا کرتا ہے اور بے جان منی سے خوب صورت معشوق بناتا ہے اور مٹی سے پھول اور دل سے صفا پیدا کرتا ہے اور پھر چشم کو روشنی بخشتا ہے اور جز و زمین کو آسمان کرتا ہے۔ بایں طور کہ زمین سے دھواں اٹھا کر اس کو ایک حد خاص پر قائم کر کے محکاثفہ بنا دیتا ہے اور وہ آسمان میں جاتا ہے۔

کماقال الشیخ الاکبر علیٰ مانقلہ بحر العلوم.

شرح حبیبی

اور ستاروں کے اثر سے زمین زیادتی کرتی ہے بایں معنیٰ کہ نباتات وغیرہ اگاتا ہے۔ (یا یوں کہو کہ آسمان میں ستارے پیدا کرتا ہے اور آسمان کو زمین کہنا اس بنا پر ہے کہ وہ فانی اور جز و زمین ہے۔ کما قال ولی محمد) تیرا کام تبدیلی اعیان اور بخشش ہے اور میرا کام سہو و نسیان اور غلطی ہے تو میرے سہو و نسیان کو علم سے بدل دے اور میں سراسر غیظ و غضب ہوں تو مجھے سراپا حلم بنا دے۔

ہر کہ سازد زیں جہاں آب حیات	زو ترش از دیگراں آید ممات
جو اس دنیا کو آب حیات بناتا ہے	اس کو دوسروں سے پہلے موت آ جاتی ہے
دیدۂ دل کو بگردوں بنگریست	دیدہ کانجا ہر دمے مینا گریست
جس دل کی آنکھ نے آسمانوں کو دیکھا	اس نے دیکھا ہے کہ وہاں ہر وقت صفائی ہے
قلب اعیان ست و اکسیر محیط	ائتلاف خرقۂ تن بے مخیط
موجودات کی تبدیلی ہے اور عالمگیر اکسیر ہے	جسم کے چیتھڑوں کو بغیر دھاگے کے سینا ہے

تو ازاں روزے کہ در ہست آمدی	آتشے یا خاک یا بادے بدی
تو جس دن سے وجود میں آیا ہے	آگ یا، خاک یا ہوا تھا
گر بداں حالت ترا بودے بقا	کہ رسیدے مر ترا ایں ارتقا
اگر اسی حالت پر تیرا بقا ہوتا	تجھے یہ ترقی کب حاصل ہوتی؟
از مبدل ہستی اول نماند	ہستی دیگر بجائے او نشاند
تبدیل کرنے والے کی وجہ سے پہلا وجود نہ رہا	اس نے دوسرا وجود اس کی بجائے قائم کر دیا
ہمچنیں تا صد ہزاراں ہستہا	بعد یک دیگر دوم بہ ز ابتدا
اسی طرح لاکھوں وجود تک	ایک دوسرے کے بعد، دوسرا پہلے سے بہتر
آں مبدل بیں وسائط را بماں	کز وسائط دور گردی ز اصل آں
اس تبدیل کرنے والے کو دیکھ واسطوں کو چھوڑ	کیونکہ واسطوں سے تو اصل سے دور جائے گا
واسطہ ہر جا فزوں شد وصل جست	واسطہ کم ذوق وصل افزوں ترست
جہاں واسطے زیادہ ہوئے، وصل جاتا رہا	واسطے کم ہوں تو وصل کا ذوق زیادہ ہوتا ہے
از سبب دانی شود کم حیرتت	حیرتے کہ رہ دہد در حضرتت
اسباب کے جاننے سے تیری حیرت کم ہو جائے گی	وہ حیرت جو دربار تک تیری رہنما ہے
ایں بقاہا از فناہا یافتی	از فنایش رو چرا برتافتی
تو نے یہ بقائیں فناؤں سے حاصل کی ہیں	اس کی فنا سے تو نے کیوں منہ موڑا ہے
زاں فناہا چہ زیاں بودت کہ تا	بر بقا چفسیدۂ اے جینوا
ان فناؤں سے تجھے کیا نقصان پہنچا کہ	تو اے جینوا!! بقا سے چمٹا ہوا ہے
چوں دوم از اولینت بہترست	پس فنا جوی و مبدل را پرست
جبکہ دوسرا (وجود) تیرے لئے پہلے سے بہتر ہے	تو فنا کی جستجو کر اور تبدیل کرنے والے کی عبادت کر
صد ہزاراں حشر دیدی اے عنود	تاکنوں ہر لحظہ از بدو وجود
اے سرکش! تو نے لاکھوں حشر دیکھے ہیں	ہر لمحہ وجود کی ابتداء سے اب تک
از جمادی بے خبر سوی نما	وز نما سوئے حیات و ابتلا
بے خبری میں جمادیت سے (نشوو) نما کی جانب	اور نما سے زندگی اور آزمائش کی جانب

www.besturdubooks.wordpress.com

باز سوئے عقل و تمیزات خوش	باز سوی خارج ایں پنج و شش
پھر اچھی عقل اور تمیز کی جانب	پھر ان (حواس خمسہ) اور شش (جہات) سے باہر کی جانب
تالب بحر ایں نشان پایہاست	پس نشان پا درون بحر لاست
یہ پاؤں کے نشان سمندر کے کنارے تک ہیں	پھر سمندر کے اندر پاؤں کے نشان معدوم ہیں
زانکہ منزلہائے خشکی ز احتیاط	ہست دہ ہاؤ وطنہاؤ رباط
کیونکہ خشکی کے مقامات احاطہ بندی کی وجہ سے	دیہات اور وطن اور سرائے ہیں
باز منزلہائے دریا در وقوف	وقت موجش نے جدانے روسقوف
پھر دریائی مکانات ٹھاؤ میں	اس کے تموج کے وقت نہ دیوار ہے نہ چھتیں
نیست پیدا اندراں رہ پاؤ گام	نے نشانست آں منازل را نہ نام
اس راستہ میں نہ پاؤں اور نہ قدم نظر آتے ہیں	ان گھروں کا نہ نشان ہے نہ نام ہے
ہست صد چنداں میان منزلین	آں طرف کز ایں تا بالائے این
دونوں منزلوں کے درمیان سو گنا فاصلہ ہے	اس جانب مکان سے (لا) مکان کے اوپر تک
در فناہا ایں بقاہا دیدۂ	بر بقائے جسم چوں چفسیدۂ
فناؤں میں تونے یہ بقائیں دیکھی ہیں	جسم کے بقا پر تو کیوں چپک گیا ہے؟
ہیں بدہ اے زاغ ایں جاں باز باش	پیش تبدیل خدا جانباز باش
ہاں! او کوے یہ جان دیدے باز بن جا	خدائی تبدیلی کے سامنے جانباز بن جا
تازہ میگرد کہن را می سپار	کہ ہر امسالت فزونست از سہ پار
تازہ بن جا پرانے کو دے دے	کیونکہ تیرا یہ سال گذشتہ تین سالوں سے بڑھا ہوا ہے
گر نباشی نخل وار ایثار کن	کہنہ بر کہنہ نہ و انبار کن
اگر تو کھجور کی طرح ایثار کرنے والا نہیں ہے	پرانے پر پرانا رکھتا رہ اور جمع کر لے
کہنہ وُ گندیدہ وُ بوسیدہ را	تحفہ میبر بہر ہرنا دیدہ را
پرانے اور گندہ اور سڑے ہوئے کا	ہر ندیدے کے لئے تحفہ لے جا
آنکہ نو دید او خریدار تو نیست	صید حق ست او گرفتار تو نیست
جس نے نیا دیکھا ہے وہ تیرا خریدار نہیں ہے	وہ اللہ (تعالیٰ) کا شکار ہے وہ تجھ میں پھنسا ہوا نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کجا باشند جوق مرغ کور	بر تو جمع آیند اے سیلاب شور
جہاں کہیں اندھے پرندوں کا جمگھٹ ہو	اے کھاری پانی! تجھ پر جمع ہو جائے گا
تا فزاید کوری از شور آبہا	زانکہ آب شور افزاید عمیٰ
تاکہ کھاری پانیوں سے اندھا پن بڑھے	کیونکہ کھارا پانی اندھا پن بڑھاتا ہے
اہل دنیا زاں سبب اعمیٰ دل اند	شارب شورابۂ آب و گل اند
دنیا دار اسی وجہ سے اندھے دل والے ہیں	(کیونکہ) وہ آب و گل کا کھاری پانی پینے والے ہیں
شور میخور کور می چر در جہاں	چوں نداری آب حیواں در نہاں
دنیا میں کھاری پانی پیتا رہ اندھے پن سے چرتا رہ	جبکہ تو اندر آب حیات نہیں رکھتا ہے
با چنیں حالت بقا خواہی و زیاد	ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد
اس حالت میں تو بقا اور یادگار چاہتا ہے	تو حبشی کی طرح کالا منہ ہونے پر خوش ہے
در سیاہی رنگ ازاں آسودہ است	کو ز زاد و اصل زنگی بودہ است
وہ رنگ کے کالے پن پر اس لئے مطمئن ہے	کیونکہ وہ پیدائش اور اصل سے حبشی ہے
آنکہ ز اول شاہد و خوشرو بود	گر سیہ گردد تدارک جو بود
وہ جو شروع سے معشوق اور خوبصورت ہو	اگر وہ کالا بن جائے تو تدارک کا طالب ہو گا
مرغ پرندہ چو ماند بر زمیں	باشد اندر غصہ و درد و حنیں
اڑنے والا پرند جب زمین پر رہ جائے	وہ رنج اور درد اور فغاں میں ہو گا
مرغ خانہ بر زمیں خوش میرود	دانہ چیں و شاد و شاطر میدود
پالتو پرند زمین پر خوشی سے چلتا ہے	دانہ چگتا ہوا اور خوش اور چالاکی سے دوڑتا ہے
زانکہ او از اصل بے پرواز بود	واں دگر پرندہ و پرباز بو
کیونکہ وہ اصل سے بغیر اڑان کے تھا	وہ دوسرا اڑنے والا اور کھلے پروں کا تھا

شرح حبیبی

اب مولانا مناجات سے فارغ ہو کر مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص اس جہاں کو آب حیات کی طرح مرغوب سمجھ لے گا اور اسی کی زندگی کو زندگی مانے گا جیسا کہ ابلیس نے کیا وہ اوروں سے پہلے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرے گا کیونکہ وہ حالت حیات جسمانی میں بموت روحانی مرجائے گا۔ پس تم کو حیات دنیوی کو مطمح نظر نہ بنانا چاہئے کیونکہ یہ کوئی قابل قدر نہیں ہے بلکہ عالم غیب کو مطمح نظر بنانا چاہئے۔ اس لئے جو لوگ چشم بصیرت رکھتے ہیں جب وہ لوگ اپنی چشم قلب سے اس عالم کو دیکھتے ہیں تو وہاں ان کو عجیب کاریگری نظر آتی ہے اور دیکھتے ہیں کہ وہاں تبدیل ماہیت ہوتی ہے اور اکسیر عام موجود ہے جو قلب ماہیت کرتی ہے اور شگاف تن کو بدوں سے ہوئے جوڑا جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ عالم ایسا عجیب وغریب ہے تو یہ دل لگانے کے قابل ہے نہ کہ عالم ناسوت۔

تم کو فنا سے کیوں نفرت ہے اور تم کیوں حیات کو پسند کرتے ہو۔ دیکھو جب تم اولاً وجود میں آئے ہو تو اس وقت تم خاک تھے یا باد یا آتش یا آب۔ پس اگر تم کو فنا حاصل نہ ہوتی اور تم اسی حالت پر باقی رہتے۔ تو اس معراج ترقی کیونکر پر پہنچ سکتے تھے جو آج تم کو حاصل ہے کہ انسان ہو۔

پس ثابت ہوا کہ فنا قابل نفرت نہیں۔ بلکہ قابل رغبت ہے۔ قابل نفرت تو اس وقت تھی جبکہ اس کے بعد بقا نہ ہوتی حالانکہ ایسا نہیں ہے چنانچہ جب مبدل کے ہستی اول نہیں رہتی تو حق سبحانہ تعالیٰ بجائے اس کے اسے دوسری ہستی عطا فرماتے ہیں اور اس طرح سینکڑوں ہستیاں عطا فرماتے ہیں جس میں سے ہر ایک ہستی سابق سے بہتر ہوتی ہے۔ پس تم کو فنا سے نفرت نہ چاہئے اور ہستیوں میں دل نہ لگانا چاہئے اور حق سبحانہ سے تعلق پیدا کرنا چاہئے مگر تم کو حق سبحانہ سے تعلق نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم ان تغیرات کو اسباب کا نتیجہ سمجھتے ہو لیکن یہ تمہاری غلطی ہے ہم کو مبدل حقیقی پر نظر کرنی چاہئے اور اسباب کو چھوڑنا چاہئے۔

کیونکہ وسائط میں دل لگانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم ان وسائط کے سبب اصل مطلوب سے جدا ہو جاؤ گے اس لئے قاعدہ ہے کہ جتنے وسائط زیادہ ہوں گے اسی قدر اصل مطلوب ہاتھ سے جائے گا اور جس قدر کم ہوں گے اسی قدر لطف وصل زیادہ ہوگا اور جب بالکل نہ ہوں گے تو لذت وصل تام ہوگی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جب تم اسباب میں پھنس جاؤ گے اور ان تغیرات کو اسباب کا نتیجہ سمجھو گے تو اس سے تمہاری حیرت کو مبدل کون ہے جاتی رہے گی اور حیرت ہی تم کو حق سبحانہ تک پہنچا سکتی تھی لہذا تم وصول الی الحق سے محروم ہو جاؤ گے پس تم ان اسباب و وسائط کو چھوڑ دو تا کہ تم حیرت میں رہو اور وہ حیرت تمہیں حق سبحانہ تک پہنچادے ہاں تو ہم کو کہنا یہ ہے کہ جب تم کو بہت سی بقائیں فنا کی بدولت حاصل ہو چکی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ تم فنافی الحق نہیں چاہتے اور بقا جسم پر عاشق ہو۔

آخر تم سوچو تو کہ تم کو جو پیشتر بہت سی فنائیں حاصل ہو چکی ہیں جس کی تفصیل عنقریب آنے والی ہے ان سے تم کو کیا ضرر ہوا جو تم کو فنا کے نام سے وحشت ہوتی ہے اور بقا کو لپٹ کر رہ گئے ہو جبکہ کوئی ضرر نہ ہوا بلکہ فائدہ ہی ہوا کہ بقائے اول سے بہتر بقا حاصل ہوئی۔ جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا تو ہم کو ہرگز وحشت نہ چاہئے بلکہ طالب فنا ہونا چاہئے اور اس مبدل کی پرستش کرنا چاہئے جو اس قدر منعم ہے کہ بلا استحقاق تم کو یہ نعمتیں دیتا ہے۔

دیکھو جب سے تم وجود میں آئے ہو اس وقت سے لاکھوں مرتبہ فنا ہو کر بقا حاصل کر چکے ہو۔ مثلاً اول تم جماد تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

جب تمہاری جمادیت فنا ہوئی تو نما حاصل ہوئی اور نمائی صرف فنا ہوئی تو حیوانیت حاصل ہوئی حیوانیت محضہ گئی تو عقل و تمیز حاصل ہوئی اور تم انسان بنے اب اگر تم انسانیت صرفہ سے فنا ہو گئے تو تم کو مزید ترقی ہوگی اور تم لامکان سے وابستہ ہو جاؤ گے۔ اس کے بعد ہم نہیں کہہ سکتے کہ تم کو کیا کیا ترقیاں ہوں گی کیونکہ قاعدہ ہے کہ لب دریا تک تو پاؤں کے نشان ملتے ہیں مگر دریا میں پاؤں کے نشان نہیں ہوتے۔ نیز خشکی میں تو بنا بر احتیاط گاؤں شہر اور سرائیں منزلیں ہوتی ہیں اور دریا میں منزلیں نہیں بن سکتیں کیونکہ اگر کوئی دریا میں مکان بنانا چاہے تو جس وقت موج آئے گی نہ دیواریں رہیں گی نہ چھتیں۔ پس دریا میں نہ نشان قدم ہوتے ہیں اور نہ منزلوں کا نام ونشان ہوتا ہے ہاں اتنا کہے دیتا ہیں کہ اس کی منزلوں میں اتنا فصل ہے جتنا کہ مکان اور لامکان میں۔ خیر تو جب تم کو فنا ہائے سابق سے ایسی ایسی بقائیں حاصل ہوتی ہیں جن کا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ تم بقائے جسم کو کیوں لپٹ کر رہ گئے اور فنائی مرضیات الحق کیوں نہیں طلب کرتے۔ پس اے زاغ وش اور طالب حیات جسمانی تو اپنی جان حق سبحانہ کے نذر کر دے اور اس کی تبدیلی کے آگے سر جھکا دے اور باز کی طرح مقرب بن جا۔ تو بقائے کہنہ کو اس کے حوالہ کر کے اس سے حیات تازہ لے لے اس لئے کہ تجھے معلوم ہو چکا ہے کہ ہر جدید حیات گذشتہ حیات سے بہتر ہے۔ اور اگر تو نخل کی طرح ایثار نہیں کرنا چاہتا تو تو جان پرانے پر پرانے لاد تا رہ اور ان کا ڈھیر لگا لے اور جو حیات تازہ سے واقف نہ ہو اس کے سامنے وہ بوسیدہ اور سڑی ہوئی اور پرانی تام بقالے جا اور ان سے کہہ کہ میری اتنی عمر ہے اور اتنی ہی وہی اس کی قدر کریں گے۔

رہے وہ لوگ جن کو حیات تازہ حاصل ہے تو وہ تیری کچھ بھی قدر نہ کریں گے اور تیرے معتقد ومرید نہ ہوں گے۔ اس لئے کہ وہ تو حق سبحانہ کے دام کے شکار ہیں اور جہاں کہیں اندھے جانور جمع ہوں گے اے سیلاب شور وہی تیری وقعت وقدر کریں گے اور تیرے گرد جمع ہوں گے تاکہ تیرے کھاری پانی سے ان کا اندھا پن اور بڑھے اور تیری طول عمر سے ان کو اور طول عمر کی حرص ہو کیونکہ آب شور سے تو اندھا پن بڑھتا ہے اہل دنیا اسی وجہ سے دل کے اندھے ہیں کہ وہ ناسوت کا کھارا پانی پیتے ہیں یعنی اشیائے ناسوتیہ سے ناجائز طور پر متمتع ہیں۔ ہم ہی ان سے کہتے ہیں کہ کم بختو تم کو آب حیوان عالم غیب تو میسر ہی نہیں تم شور آب ہی پیو۔ اور غذائے شور ہی کھاؤ یہ تو تمہاری حالت ہے کہ کھانے کو غذائے شور ملتی ہے اور پینے کو آب شور۔ جس سے تمہاری نابینائی بڑھتی ہے مگر اس پر بھی تم یہیں رہنا چاہتے ہو؟ اور زنگی کی طرح سیاہ روئی میں خوش ہو مگر تم بھی معذور ہو کیونکہ تم نے عالم غیب کی لذیذ نعمتیں دیکھی نہیں تم ان کو طلب کیسے کر سکتے ہو۔ اور اغذیہ ناسوتیہ کو برا کیونکر سمجھ سکتے ہو ان کو تو برا وہی سمجھ سکتا ہے جس نے وہ نعمتیں دیکھی ہوں اور پھر اتفاق سے وہ محروم ہو گیا ہو۔ مثلاً زنگی سیاہی میں ہی خوش ہوتا ہے اور اسے اس سیاہی کو دور کرنے کی فکر نہیں ہوتی کیونکہ وہ ابتداء ہی سے سیاہ ہوتا ہے برخلاف ایک حسین معشوق کے کہ اگر اس کے دھبہ بھی لگ جاتا ہے تو اسے دور کرنے کی فکر ہوتی ہے۔

نیز پرندہ اگر زمین میں محبوس ہو جاتا ہے تو محزون ومغموم ہوتا ہے اور روتا پیٹتا ہے لیکن مرغی کو زمین سے کوئی وحشت نہیں ہوتی اور وہ مزہ سے چست وچالاک اور خوش وخرم دانہ چگتی رہتی ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ یہ ابتداء ہی سے بے پرواز ہے۔ اس لئے پرواز کی قدر نہیں جانتی اور سابق الذکر روئے والا تھا اس لئے کہ وہ اس کی قدر جانتا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ارحموا ثلاثاً عزیز قوم ذل و غنی قوم افتقر' و عالماً یلعب بہ الجہال

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے تین شخصوں پر رحم کرو کسی قوم کا باعزت جو ذلیل ہوگیا ہو کسی قوم کا مالدار جو محتاج ہوگیا ہو وہ عالم جس کا جاہل مذاق اڑائیں

گفت پیغمبرؐ کہ رحم آرید بد	حال من کان غنیاً فافتقر
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ رحم کرو اوپر	اس شخص کے جو مالدار تھا پھر فقیر ہوگیا
والذی کان عزیزاً فاحتقر	اوصفیاً عالماً بین المضر
اور اس پر جو باعزت تھا پھر حقیر ہوگیا ہو	یا منتخب عالم ترشروئی کے درمیان
گفت پیغمبرؐ کہ بر ایں سہ گروہ	رحم آریذار ز سنگید و زکوہ
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ان تین قسموں پر	رحم کرو خواہ تم پتھر کے ہو یا پہاڑ کے
آنکہ او بعد از عزیزی خوار شد	واں تونگر ہم کہ بے دینار شد
وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہوگیا ہو	وہ مالدار بھی جو بے زر ہو گیا ہو
واں سوم آں عالمے کاندر جہاں	مبتلا گردد میان ابلہاں
تیرے وہ عالم جو دنیا میں	بے وقوفوں میں مبتلا ہو جائے
زانکہ از عزت بخواری آمدن	ہمچو قطع عضو باشد از بدن
کیونکہ عزت سے ذلت میں آ جانا	جسم سے عضو کٹ جانے کی طرح ہے
عضو گردد مردہ کز تن وا برید	نو بریدہ جنبد اما نے مدید
جو عضو بدن سے کٹ گیا وہ مردہ ہو جاتا ہے	نیا کٹا ہوا تڑپتا ہے لیکن زیادہ دیر نہیں
ہر کہ از جام الست او خورد پار	ہستش امسال آفت رنج وخمار
جس نے گذشتہ سال جام الست سے پیا ہو	اس کو اس سال رنج اور اعضاء شکنی کی مصیبت ہوگی
وانکہ چوں سگ زاصل گہدائی بود	کے مر او را حرص سلطان بود
وہ جو کتے کی طرح اصل سے گداؤں کا ہو	اس کو بادشاہت کا لالچ کب ہوتا ہے؟
توبہ او جوید کہ کردہ ست او گناہ	آہ او گوید کہ گم کردہ است راہ
توبہ وہ کرتا ہے جس نے گناہ کیا ہو	آہ وہ کرتا ہے جس نے راستہ گم کر دیا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اچھا اب بیان بالا کی مزید تائید سنو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ارحموا من کان غنیا فافتقر والذی کان عزیزا فاحتقر وصفیا عالما بین المضر (یہ مضمون ہے حدیث کا) جس کے معنی یہ ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو اگر تم پتھر اور پہاڑ کے بنے ہوئے ہی ہو تو بھی ان تین شخصوں پر رحم کرو اول وہ جو عزت کے بعد ذلیل ہوا ہو۔ دوسرے وہ جو دولت مندی کے بعد مفلس ہو گیا ہو۔ تیسرے وہ عالم برگزیدہ جو احمقوں میں پھنس گیا ہو۔ سو آپ نے اس شخص پر رحم کرنے کی ہدایت فرمائی ہے جو عزت کے بعد ذلیل ہوا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عزت کے بعد ذلت ایسی ہے جیسے کسی عضو کا بدن سے جدا ہو جانا کیونکہ جو عضو تن سے جدا ہو جاتا ہے وہ ہی عزت کے بعد ذلیل ہوتا ہے کہ مردار ہوتا ہے پس جس طرح وہ عضو جو اپنے تن سے جدا ہوتا ہے اس سے جدا ہو کر تڑپتا ہے مگر جب دیر ہو جاتی ہے تو ٹھنڈا ہو جاتا ہے یوں ہی جو شخص عزت کے بعد ذلیل ہوا ہے وہ بھی مضطرب ہوتا ہے مگر ایک عرصہ کے بعد وہ ذلت سے خوگر ہو جاتا ہے اور لطف عزت کو بھول جاتا ہے اور اسے سکون ہو جاتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو شخص شراب عشق الٰہی پیتا ہے اور پھر ایک وقت میں وہ شراب اسے نہیں ملتی وہ ہی بے قرار ہوتا ہے۔ برخلاف اس مجوب کے جو ابتداء ہی ناسوتی اغذیہ کھاتا ہو وہ کیا بادشاہی معنوی اور قرب حق سبحانہ کی آرزو کرے گا اور اس کے نہ ہونے سے اسے کیا تکلیف ہوگی۔ نیز توبہ وہی کرے گا جس نے گناہ کیا ہو اور گناہ کے سبب وہ ذوق طاعت سے محروم ہو گیا ہو اور جو ذوق طاعت کو جانتا ہی نہیں وہ کیا توبہ کرے گا۔ علی ہذا۔ آہ وہی کرے گا جس نے راستہ گم کیا ہو۔ اور جو سرے سے بے راہ ہے اور بے راہی کو راہ جانتا ہے وہ کیا آہ کریگا۔

الغرض عمدہ حالت کی وہی قدر کر سکتا ہے جو اس سے آشنا رہا ہو اور جو اس حالت سے آشنا ہی نہ ہو وہ اس کی قدر نہیں کر سکتا۔

قصہ محبوس شدن آں آہو بچہ در آخر خراں وطعنۂ آں خراں براں غریب گاہ بجنگ گاہ بہ تسخر و مبتلا شدن او بکاہ خشک کہ غذائے او نیست وایں صفت بندۂ خاص خدای ست عزوجل میان اہل دنیا و اہل شہوت کہ الاسلام بدأ غریباً و سیعود غریباً کما بدأ فطوبیٰ للغرباء صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ہرن کے بچہ کا گدھوں کے اصطبل میں قیدی ہونے کا قصہ اور اس پردیسی پر ان گدھوں کا طعنہ زنی کبھی لڑائی سے کبھی مذاق سے اور اس کا خشک گھاس میں مبتلا ہونا کیونکہ وہ اس کی غذا نہیں ہے اور یہی حالت خدائے عزوجل کے خاص بندے کی دنیاداروں اور شہوت پرستوں میں ہے کیونکہ اسلام اجنبی بن کر شروع ہوا اور عنقریب اجنبی بن جائے گا جیسا کہ شروع ہوا تو اجنبیوں کے لئے خوشخبری ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا ہے

آہوئے را کرد صیادے شکار	اندر آخر کردش آں بے زینہار
ایک ہرن کا ایک شکاری نے شکار کر لیا	اس بے امان کو اصطبل میں کر دیا

آخرے را پر زگاوان و خراں	جس آہو کرد چوں استمگراں
اس اصطبل کو جو بیلوں اور گدھوں سے بھرا ہوا تھا	ظالموں کی طرح ہرن کا قید خانہ بنا دیا
آہو از وحشت بہر سو میگریخت	او بہ پیش آں خراں شب کاہ ریخت
ہرنؔ وحشت سے ہر جانب کو بھاگتا تھا	اس (شکاری) نے رات کو گدھوں کے سامنے گھاس ڈال دی
از مجاعت و اشتہا ہر گاؤ و خر	کاہ را میخورد خوشتر از شکر
بھوک اور خواہش سے ہر بیل اور گدھا	گھاس کو شکر سے بھی زیادہ خوشی سے کھاتا تھا
گاہ آہو می رمید از سو بسو	گہ ز دود و گرد کہ میتافت رو
ہرنؔ بھی ادھر ادھر دوڑتا تھا	بھی دھویں اور گھاس کی گرد سے منہ موڑتا تھا
ہر کرا با ضد خود بگذاشتند	آں عقوبت را چو مرگ انگاشتند
جس کو اس کی ضد کے ساتھ چھوڑ دیا ہے	اس سزا کو اس نے موت خیال کیا ہے
تا سلیمانؑ گفت کاں ہدہد اگر	ہجر را عذرے نگوید معتبر
یہاں تک کہ (حضرت) سلیمانؑ نے کہا کہ اگر وہ ہدہد	جدائی کا معتبر عذر نہ بیان کرے
بکشمش یا خود دہم او را عذاب	یک عذاب سخت بیروں از حساب
میں اس کو مار ڈالوں گا یا خود اس کو سزا دوں گا	ایک سخت سزا جو ان گنت ہے
ہاں کدام ست آں عذاب اے معتمد	در قفس بودن بغیر جنس خود
اے معتمد! ہاں وہ سزا کون سی ہے؟	پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ ہونا
زیں بدن اندر عذابی اے پسر	مرغ روحت بستہ با جنس دگر
اے بیٹا! اس جسم سے تو بھی عذاب میں ہے	تیری روح کا پرندہ دوسری جنس سے وابستہ ہے
روح بازست و طبائع زاغہا	دارد از زاغان تن بس داغہا
روح باز ہے اور مزاج کوے ہیں	وہ جسم کے کوؤں کی وجہ سے بہت زخمی ہے
او بماندہ درمیان شاں زار زار	ہمچو بوبکرے بشہر سبزوار
وہ ان کے درمیان تباہ حال ہے	جس طرح کوئی ابوبکر سبزوار شہر میں

شرح حبیبی

اس قصہ میں چند احتمال ہیں اول یہ کہ اس سے مقصود اہل دنیا کی حالت کے مقابلہ میں جو کہ اب تک بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی گئی تھی اہل اللہ کی حالت دکھلانا ہو اور ظاہر کرنا ہو کہ اہل دنیا تو دنیا پر عاشق ہیں مگر اہل اللہ اس سے متوحش ہیں۔
اور دوم یہ کہ یہ تمثیل ہو اس عالم کی جو نااہلوں میں پھنس گیا ہے۔
جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب حل سنو۔ ایک ہرن کو کسی شکاری نے گرفتار کیا اور اس بے امان نے اس کو آخور میں باندھ دیا۔ وہ آخور جو بیلوں اور گدھوں سے پر تھی اس کو ظالمانہ طور پر اس ہرن کا جیل خانہ بنا دیا جب ہرن وہاں بندھا تو گھبرا کر ہر طرف بھاگنے لگا۔ شکاری نے گدھوں وغیرہ کے سامنے رات کو گھاس ڈالا تو مارے بھوک کے تمام گدھے اور بیل اس کو مزہ لے کر کھانے لگے۔ مگر ہرن کی یہ حالت تھی کہ وہ ادھر ادھر بھاگتا تھا اور گھاس کے گرد اور اس کی بو سے ادھر ادھر نہ مڑتا تھا۔
اب مولانا فرماتے ہیں کہ جس کو ناجنسوں میں چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس کا منشا یہ ہوتا ہے کہ اس کو موت کی مانند سخت سزا دینی مقصود ہوتی ہے کیونکہ اس سزا کو موت کی مانند سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اگر ہدہد نے اپنی غیبت کا معقول عذر نہ بیان کیا تو یا میں اسے مار ڈالوں گا یا ایسی سخت سزا دوں گا جو بیان سے باہر ہے۔ وہ سزا کون سی ہے؟ پنجرے میں غیر جنس کے ساتھ محبوس ہونا۔ تو سلیمان علیہ السلام کا مطلب یہ ہوگا کہ میں اسے غیر جنس کے ساتھ مقید کر دوں گا۔
جب یہ معلوم ہو گیا کہ غیر جنس کے ساتھ محبوس ہونا موت کی مانند سخت ہے تو تم عبرت پکڑو اور سمجھو کہ تم اس بدن کی بدولت سخت ترین عذاب میں ہو کیونکہ تمہاری روح غیر جنس کے ساتھ محبوس ہے اس لئے کہ روح تو باز اور مقرب بادشاہ حقیقی ہے اور نفوس کوے (پابند اہل) اور وہ ان کووں کی صحبت سے بہت کوفت اٹھا رہی ہے اور ان کے درمیان یوں زار و نزار ہے جیسے شہر سبزوار میں ابوبکر قصہ اس کا حسب ذیل ہے۔

حکایت سلطان محمد خوارزم شاہ کہ شہر سبزوار را کہ ہمہ اہل او رافضی باشند بجنگ بگرفت ایشاں از کشتن امان خواستند گفت آنگہ اماں دہم کہ پیش من ازیں شہر یک ابوبکر نامی بیاورید

سلطان محمد خوارم شاہ کی حکایت جس نے سبزوار شہر کو جس کے تمام باشندے رافضی تھے جنگ کر کے لے لیا ان لوگوں نے قتل سے امان چاہی اس نے کہا میں امان جب دوں گا جبکہ اس شہر میں سے ایک ابوبکر نامی شخص لے آؤ

شد محمد الپ انغ خوارزم شاہ	در قتال سبزوار پر تباہ
بہادر محمد خوارزم شاہ لگا	تباہی بھرے سبزوار (شہر) کے قتال میں
تنگ شاں آورد لشکر ہائے او	اسپہش افتاد در قتل عدو
اس کے لشکروں نے ان کا محاصرہ کر لیا	اس کے سپاہی دشمن کے قتل میں لگ گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

سجدہ آوردند پیشش کالاماں	حلقہ ماں در گوش کن وا بخش جاں
انہوں نے اس کے سامنے سجدہ کیا کہ امن دے	ہمیں حلقہ بگوش بنا لے جان بخش دے
ہر خراج و ہر صلہ کہ بایدت	آں زما ہر موسمے افزایدت
جو خراج اور جو بدلہ تجھے چاہئے	وہ ہر موسم میں ہماری جانب سے تیرے لئے بڑھ کر ہوگا
جان ما آن تو است اے شیر خو	پیش ما چندے امانت باش گو
اے شیر دل! ہماری جاں تیری ملکیت ہے	کہہ دے، ہمارے پاس کچھ دن امانت میں رہے
گفت نرہانید از من جان خویش	تا نیاریدم ابوبکرے بہ پیش
اس نے کہا تم اپنی جان مجھ سے نہیں چھڑا سکتے ہو	جب تک کہ ایک ابوبکر میرے سامنے حاضر نہ کر دو
تا مرا بوبکر نام از شہر تاں	ہدیہ ناریدٰ اے رمیدہ امتاں
جب تک کہ ابوبکر نام کا اپنے شہر سے میرے پاس	ہدیہ نہ لاؤ گے اے بگڑی ہوئی قوم!
بدروم تاں ہمچو کشت اے قوم دوں	نے خراج استانم و نے ہم فسوں
اے کمینہ قوم میں کھیتی کی طرح تمہیں کاٹوں گا	نہ خراج لوں گا اور نہ ہی چکنی چپڑی باتیں (سنوں گا)
پس جوال زر کشیدندش براہ	کز چنیں شہرے ابوبکرے مخواہ
تو انہوں نے اشرفیوں کا بورا اس کے سامنے لا ڈالا	کہ ایسے شہر سے ابوبکر نہ مانگ
کے بود بو بکر اندر سبزوار	یا کلوخ خشک اندر جویبار
ابوبکرؓ سبزوار میں کہاں ہو سکتا ہے؟	یا خشک ڈھیلا نہر میں
رو بتابید از زر و گفت اے مغاں	تا نیاریدم ابو بکر ارمغاں
اشرفیوں سے منہ پھیر لیا اور کہا اے کافرو	جب تک کہ تم ابوبکر کا تحفہ میرے پاس نہ لاؤ گے
ہیچ سودے نیست کودک نیستم	تا بزر و سیم حیراں بیستم
کوئی فائدہ نہیں ہے، میں بچہ نہیں ہوں	کہ سونے اور چاندی سے حیران رہ جاؤں
تا نیاری سجدہ نہ رہی اے زبوں	گر بہ پیمائی تو مسجد را بکوں
اے حقیر! جب تک تو سجدہ نہ کرے گا (فرض سے) نہ چھٹے گا	خواہ تو مقعد سے (ساری) مسجد کو ناپ ڈالے
منہیاں انگیختند از چپ و راست	کاندریں ویرانہ بوبکرے کجاست
انہوں نے دائیں بائیں جانب جاسوس دوڑائے	کہ اس ویرانہ میں کوئی ابوبکر کہاں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد سہ روز و سہ شب کاشتافتند	یک ابوبکرے نزارے یافتند
تین دن اور تین رات کے بعد جبکہ وہ دوڑے پھرے	انہوں نے ایک لاغر ابوبکر پا لیا۔
رہگذر بود و بمانده از مرض	در یکے گوشہ خرابے پر حرض
مسافر تھا اور مرض کی وجہ سے پڑا رہ گیا تھا	مریض ہو کر، و بازدہ ویرانے کے ایک گوشہ میں
گوہرے اندر خرابہ بے عرض	خون دل بر رخ فشانده از مرض
ویرانہ میں موتی، بے سروسامان	مرض کی وجہ سے دل کا خون چہرے پر چھڑکے ہوئے
خفتہ بود او در یکے کنجے خراب	چوں بدیدندش بگفتندش شتاب
وہ ایک اجڑے ہوئے گوشہ میں سو رہا تھا	جب انہوں نے اس کو دیکھا، فوراً اس سے کہا
خیز کہ سلطاں ترا طالب شده است	کز تو خواہد شہر ما از قتل رست
اٹھ کہ بادشاہ تیرا طالب ہوا ہے	کیونکہ تیری وجہ سے ہمارا شہر قتل سے بچ جائے گا
گفت اگر پایم بدے یا مقدمے	خود براہے خود بمقصد رفتمے
اس نے کہا اگر میرے پاؤں یا چلنا ہوتا	اپنے راستہ پر اپنی منزل کو چل دیتا
اندریں دشمن کده کے ماندمے	سوئے شہر دوستاں میراندمے
میں اس دشمنستان میں کب ٹھہرتا؟	دوستوں کے شہر کی جانب سواری ہانک دیتا
تختۂ مرده کشاں بفراشتند	بر کتف بوبکر را برداشتند
انہوں نے ایک تابوت اٹھایا	کاندھے پر ابوبکر کو سوار کر لیا
جانب خوارزم شہ جملہ دواں	می کشیدندش کہ تا بیند نشاں
سب خوارزم شاہ کی جانب دوڑے	وہ اس کو لے جا رہے تھے تاکہ وہ نشانی دیکھ لے
سبزوارست ایں جہان و مرد حق	اندریں جا ضائع ست و ممتحق
یہ دنیا سبزوار ہے اور مرد خدا	اس میں رائیگاں اور نیست ہے
ہست آں خوارزم شہ یزداں جلیل	دل ہمی خواہد ازیں قوم ذلیل
وہ خدائے بزرگ (بمنزلہ) خوارزم شاہ کے ہے	اس ذلیل قوم سے دل کا طالب ہے
گفت لاینظر الیٰ تصویرکم	فابتغوا ذا القلب فی تدبیرکم
(رسولؐ نے) فرمایا ہے وہ (خدا) تمہاری صورت کو نہیں دیکھتا ہے	پس اپنی تدبیر میں صاحب دل کو تلاش کرو

www.besturdubooks.wordpress.com

من ز صاحبدل کنم در تو نظر	نے بنقش و سجدہ و ایثار زر
میں صاحب دل کے ذریعہ تجھ میں نظر کرتا ہوں	نہ کہ صورت اور سجدہ اور عطائے زر کے ذریعہ
تو دل خود را چو دل پنداشتی	جستجوئے اہل دل بگذاشتی
چونکہ تونے اپنے دل کو دل سمجھ لیا ہے	(اس لئے) تونے صاحب دل کی جستجو ترک کر دی ہے
دل کہ گر ہفصد چو ایں ہفت آسماں	اندر او آید شود یاوہ و نہاں
(وہ) دل کہ اگر سات آسمان جیسے سات سو	اس میں آئیں تو وہ گم اور پوشیدہ ہو جائیں
ایں چنیں دل ریزہا را دل مگو	سبزوار اندر ابو بکرے مجو
دل کے اس طرح کے ریزوں کو دل نہ کہہ	سبزوار کے اندر ابوبکر کو تلاش نہ کر
صاحب دل آئنہ شش رو بود	حق درو از ششجہت ناظر شود
صاحب دل چھ رخا آئینہ ہوتا ہے	اللہ (تعالیٰ) چھ جانب سے اس میں دیکھتا ہے
ہر کہ اندر شش جہت دارد مقر	کے کند در غیر حق یک دم نظر
جو شش جہت میں ٹھکانا رکھتا ہو	وہ تھوڑی دیر کے لئے (بھی) ماسوی اللہ کو کب دیکھتا ہے؟
گر کند او از برائے او کند	در قبول آرد ہمو باشد سند
اگر وہ (صاحب دل) نظر کرتا ہے اس (اللہ) کے لئے کرتا ہے	اگر قبول کرتا ہے تو وہی سہارا ہوتا ہے
چونکہ او حق را بود در کل حال	برگزیدہ باشد او را ذوالجلال
کیونکہ وہ ہر حالت میں اللہ (تعالیٰ) کے لئے ہوتا ہے	اللہ تعالیٰ نے اس کو منتخب کر لیا ہے
ہیچ بے او حق بکس ندہد نوال	شمۂ گفتم من از صاحب وصال
اللہ (تعالیٰ) اس کے بغیر بھی کسی کو عطا نہیں کرتا ہے	میں نے واصل بحق کے بارے میں تھوڑا سا بتا دیا
موہبت را برکف دستش نہد	وز کفش آں را بمرحوماں دہد
وہ (اللہ تعالیٰ) عطیہ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ دیتا ہے	اس کی ہتھیلی کے ذریعہ اس کو قابل رحم لوگوں کو دیتا ہے
باکفش دریائے کل را اتصال	ہست بے چون و چگونہ پر کمال
اس کی ہتھیلی کا دریائے کل سے اتصال ہے	وہ ناقابل بیان کمالات سے پر ہے
اتصالے کہ نہ گنجد در کلام	گفتنش تکلیف باشد والسلام
وہ اتصال جو بیان نہیں ہو سکتا ہے	اس کا بیان کرنا تکلف ہے والسلام

www.besturdubooks.wordpress.com

صد جوال زر بیاری اے غنی	حق بگوید دل بیار اے منحنی
اے مالدار! اگر تو سونے کے سو بورے لائے گا	اللہ (تعالیٰ) فرما دے گا اے کبڑے! دل لا
گرز تو راضی ست دل من راضیم	ور ز تو معرض بود اعراضیم
اگر وہ دل تجھ سے راضی ہے میں بھی راضی ہوں	اگر وہ تجھ سے منہ پھیرنے والا ہے میں بھی منہ پھیرنے والا ہوں
ننگرم در تو دراں دل بنگرم	تحفہ او را آر اے جاں بردرم
میں تجھے نہیں دیکھتا ہوں اس کو دیکھتا ہوں	اے جان! میرے در پر اس کا تحفہ لا
باتو او چونست ہستم من چناں	زیر پائے مادراں باشد جناں
تیرے ساتھ وہ جیسا ہے میں ویسا ہی ہوں	جنت ماؤں کے پاؤں کے نیچے ہے
مادر و بابا واصل خلق اوست	اے خنک آنکس کہ دل داند ز پوست
مخلوق کی ماں اور باپ اور اصل وہ ہے	وہ قابل مبارکباد ہے جس نے دل اور چھلکے میں امتیاز کر لیا
تو بگوئی ہک دل آوردم بتو	گویدت ایں دل نیرزد یک طسو
تو کہے گا میں تیرے پاس یہ دل لایا ہوں	وہ تجھ سے کہہ دے گا کہ یہ دل ایک دمڑی کا بھی نہیں ہے
آں دلے آور کہ قطب عالم ست	جان جان جان آدمؑ ست
وہ دل لا جو عالم کا قطب ہے	(وہ دل) آدم کی جان کی جان کا محبوب ہے
از برائے آں دل پر نور و بر	ہست آں سلطان دلہا منتظر
اس نیکی اور نور سے بھرے ہوئے دل کا	دلوں کا بادشاہ منتظر ہے
تو بگردی روز ہا در سبزوار	آنچناں دل را نیابی ز اعتبار
تو ایک عرصہ تک سبزوار میں گھومے گا	از روئے اعتبار تو ایسے دل کو نہ پائے گا
پس دل پژمردۂ بوسیدہ جاں	بر سر تختہ نہی آنسو کشاں
تو ایک مرجھایا ہوا اور بوسیدہ روح والا دل	تابوت میں رکھ کر وہاں لے جا
کہ دل آوردم ترا اے شہر یار	بہ ازیں دل نبود اندر سبزوار
کہ اے شاہ! میں تیرے لئے دل لایا ہوں	سبزوار میں اس سے بہتر دل نہیں ہے
گویدت ایں گورخانہ است اے جری	کہ دل مردہ بدیں جا آوری
وہ تجھ سے کہہ دے گا اے بیباک! یہ قبرستان ہے	کہ تو ایک مردہ دل یہاں لایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

رو بیا ور آں دلے کو شاہ خوست	کہ امان سبزوار کون ازوست
جا وہ دل لا جو شاہانہ مزاج رکھے	کیونکہ دنیا کے سبزوار کو اسی کی وجہ سے امن (حاصل) ہے
گوئی آں دل زیں جہاں پنہاں بود	زانکہ ظلمت با ضیاء ضداں بود
تو کہے گا کہ وہ دل اس دنیا میں مفقود ہے	کیونکہ تاریکی اور نور دو ضد ہیں
دشمنی آں دل از روز الست	سبزوار طبع را میراثی است
ازل سے اس دل کے ساتھ دشمنی	(دنیاوی) طبیعت کی موروثی ہے
زانکہ او باز ست دنیا شہر زاغ	دیدن ناجنس برنا جنس داغ
کیونکہ وہ باز ہے دنیا کوؤں کا شہر ہے	غیر جنس کو غیر جنس کا دیکھنا داغ ہے
ور کند نرمی نفاقے می کند	زاستمالت ارتفاقے می کند
اگر وہ نرمی کرتا ہے تو نفاق برت رہا ہے	مائل کر کے فائدہ حاصل کر رہا ہے
می کند آرے نہ از بہر نیاز	تا کہ ناصح کم کند نصح دراز
ہاں ہاں کہتا ہے نہ کہ نیاز مندی سے	(بلکہ) اس لئے کہ ناصح دراز نصیحت نہ کرے
زانکہ ایں زاغ خس مردار جو	صد ہزاراں مکر دارد تو بتو
کیونکہ یہ کمینہ کوا مردار کا جویاں	تہ بہ تہ لاکھوں مکر رکھتا ہے
گر پذیرند آں نفاقش وارہید	شد نفاقش عین صدق مستفید
اگر وہ اس کے نفاق کو قبول کر لیں تو اس نے نجات حاصل کر لی	اس کا فائدہ مند نفاق عین سچائی بن گیا
زانکہ آں صاحبدل با کروفر	ہست در بازار ما معیوب خر
کیونکہ وہ شان و شوکت والا صاحب دل	ہمارے بازار میں عیب دار کو (بھی) خرید لینے والا ہے
صاحب دلجو اگر بیجاں نہ	جنس دل شوگر ضد سلطاں نہ
صاحب دل کی تلاش کر اگر تو مردہ نہیں ہے	دل کا (ہم) جنس بن جا اگر تو شاہ کا مخالف نہیں ہے
آنکہ زرق او خوش آید مر ترا	او ولی تست نہ خاصہ خدا
جس کا مکر تجھے اچھا لگتا ہے	وہ تیرا ولی ہے نہ کہ مرد خدا
ہر کہ او بر خوی و بر طبع تو زیست	پیش طبع تو ولی ست و نبی ست
ہر وہ جو تیری عادت اور مزاج کے مطابق زندگی گزارتا ہے	تیرے نزدیک وہ ولی ہے اور نبی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

رو ہوا بگذار تا بوی خدا	در مشامت میر سد اے کد خدا
جا نفسانیت کو چھوڑ تاکہ خدائی خوشبو	تیری ناک میں پہنچے اے صاحب خانہ!
رو ہوا رانی دماغت فاسدست	مشک وعنبر پیش مغزت کاسدست
جا نفسانیت کو چھوڑ تاکہ تیری بھلائی ہو	اور تیرا دماغ عنبر کو سونگھنے والا بن جائے
از ہوا رانی دماغت فاسدست	مشک وعنبر پیش مغزت کاسدست
نفسانیت سے تیرا دماغ خراب ہے	تیرے دماغ کے لئے مشک اور عنبر بے قدر ہے
عاشقی تو برنجاست ہمچو زاغ	بوئے مشکت می نگیرد در دماغ
تو کوے کی طرح نجاست پر عاشق ہے	تیرے دماغ میں مشک کی خوشبو نہیں آتی ہے
حدندارداین سخن و آہوی ما	میگریزد اندر آخر جا بجا
اس بات کی حد نہیں ہے اور ہمارا ہرن	اصطبل میں جا بجا بھاگ رہا ہے

شرح حبیبی

محمد الپ الغ خوارزم شاہ نے سبزوار پر فوج کشی کی (سبزوار رافضیوں کا شہر تھا) اس کی فوجوں نے باشندگان سبزوار کو تنگ کر دیا اور ان کو خوب قتل کیا۔ بلآخر انہوں نے اطاعت قبول کی اور امان مانگی اور کہا کہ آپ ہماری جان بخشی کیجئے اور ہمیں رعایا بنا لیجئے جس قدر خراج وغیرہ آپ کو درکار ہو۔ ہم دینے کو تیار ہیں اور ہر فصل میں اس سے کچھ زیادہ ہی دیں گے۔ کم نہ کریں گے ہماری جانیں تو آپ ہی کی ہیں گو ہمارے پاس کچھ دنوں کے لئے امانت ہیں۔ خوارزم شاہ نے جواب دیا کہ تم مجھ سے اس وقت اپنی جانیں نہیں بچا سکتے۔ تاوقتیکہ تم ابوبکر کو میرے سامنے نہ لاؤ۔ اور جب تک تم مجھے ابوبکر نامی شخص اپنے شہر سے ہدیۃً نہ دو گے اس وقت تک میں تمہیں کھیتی کی طرح کاٹوں گا۔ نہ تم سے خراج لوں گا اور نہ تمہاری خوشامد سنوں گا۔ اس کے بعد انہوں نے ایک جوال زر پیش کی اور کہا کہ یہ لے لیجئے۔ اور رافضیوں کے شہر سے ابوبکر نامی شخص نہ مانگئے پہلا سبزوار میں ابوبکر یا ندی میں خشک ڈھیلا کہیں مل سکتے ہیں اس نے سونے کو نامنظور کیا اور کہا کہ مجوسیو جب تک تم ہمیں ابوبکر تحفہ میں نہ دو گے اس وقت ہمیں کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ میں بچہ نہیں کہ سونے چاندی کو دیکھ کر دنگ ہو جاؤں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ یوں ہی اگر تو مسجد کو سرین سے ناپ دے گا تب بھی رہائی ناممکن ہے۔ تاوقتیکہ تو پورے طور پر منقاد نہ ہو جائے۔ پس تو انقیاد کامل حاصل کر۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ انہوں نے مجبور ہو کر ہر طرف ہرکارے دوڑائے کہ تلاش کرو کہیں ابوبکر نام کوئی شخص ہے یا نہیں۔ آخر تین رات اور تین دن کی کوشش کے بعد ان کو ایک دبلا پتلا ابوبکر مل گیا وہ بے چارہ مسافر اور بیمار تھا اور بیماری کے سبب ایک ویرانہ کے گوشہ میں پڑا تھا۔ اس ویرانہ میں وہ ایک موتی مگر بے سروسامان تھا اور بیماری کے سبب خون دل چہرہ پر بہہ رہا تھا۔ اور ایک گوشہ میں سو رہا تھا۔ انہوں نے پہنچ کر اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے کہا کہ جلد چلو تم کو بادشاہ سلامت بلاتے ہیں۔ تم سے ہمارے شہر کو امان مل جاوے گی اور وہ قتل سے بچ جائے گا۔ اس نے کہا کہ اگر میرے پاؤں ہوتے یا میں چل سکتا تو اپنی راہ پر اپنے مقصد ہی کی طرف نہ چلتا۔ اس دشمن کدہ ودفن گڑھ میں کیوں پڑتا۔ میں اپنے دوستوں کے شہر میں نہ جاتا۔ یہ جواب سن کر وہ گئے اور مردے ڈھونے کا تختہ لائے اور اس کو کندھوں پر رکھ کر چلے۔ وہ اسے خوارزم شاہ کی طرف لئے جارہے تھے۔ تا کہ وہ دیکھ لے کہ میاں ابوبکر ہے یہ تو وہ قصہ تھا جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا تھا۔ اب اس کے مناسب مضمون ارشادی سنو۔ سمجھو کہ جہاں سبزوار اور اہل اللہ اس میں بے قدر اور تباہ اور خوارزم شاہ حق سبحانہ ہیں وہ لوگوں سے دل مانگتے ہیں چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حق سبحانہ تمہاری صورتوں کو نہیں دیکھتے بلکہ دل کو دیکھتے ہیں۔ پس تم کوشش کرکے دل حاصل کرو اور اس کی صورت یہ ہے کہ صاحب دل کو تلاش کرو۔ کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ میں اصالۃً صاحب دل پر نظر عنایت کرتا ہوں اور اس کے توسط سے تم پر۔ میں تمہاری صورت اور تمہارے اعمال اور زر بخشی کو نہیں دیکھتا۔ لہذا بدوں قلب خاشع حاصل کئے یہ اعمال کارآمد نہیں۔

فائدہ:۔ اس سے کسی کو عصاۃ مومنین کے اعمال بے سود ہونے کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ قلب خاشع کے درجات متفاوت ہیں اور اس کا کوئی نہ کوئی مرتبہ ہر مسلمان کو حاصل ہے پس علےٰ تفاوت مراتب خشوع ان کے اعمال کی مقبولیت ہوں گے)

اب مولانا اس کوتاہی کا منشا بیان فرماتے ہیں۔ جو لوگوں کو طلب اہل دل میں پیش آتی ہے اور فرماتے ہیں کہ تم جو اہل دل کو طلب نہیں کرتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم اپنے دل کو دل سمجھے ہوئے ہو اور جانتے ہو کہ دل ہمارے پاس ہے لہذا اس کے حاصل کرنے کے لئے ہمیں صاحب دل کی تلاش کی ضرورت نہیں لیکن یہ تمہاری غلطی ہے کیونکہ دل وہ ہے کہ اگر سات سو آسمان ہی اس میں آجائیں تو اس میں گم ہو جائیں اور ان کا پتہ ہی نہ چلے۔ تم ان دل کے ٹکڑوں کو دل نہ کہو اور اس سبزوار (قلوب اہل دنیا) میں ابوبکر (دل) کو تلاش نہ کرو وہ ان میں نہ ملے گا۔

صاحب دل کی تو یہ شان ہے کہ وہ آئینہ شش ہوتا ہے جس میں حق تعالیٰ شش جہت سے ناظر ہوتا ہے (یعنی وہ سراسر مورد عنایات حق سبحانہ ہوتا ہے) اور جو کچھ بھی جہات ستہ عالم میں محصور ہے کسی پر بھی بدوں اس کے واسطہ کے نظر نہیں کرتا۔ بلکہ جس کو وہ رد کرتا ہے اس کو اس کی خاطر رد کرتا ہے اور جس کو قبول کرتا ہے اسی کی خاطر قبول کرتا ہے اور اس قبول کا مدار وہی ہوتا ہے اور چونکہ صاحب دل ہر حالت میں خدا کا ہوتا ہے اس لئے وہ اسے یہ شرف توسط فی الفیض عطا فرماتا ہے اور بدوں اس کے توسط کے کسی کو کچھ نہیں دیتا۔ یہ تو میں نے اس صاحب وصال کی حالت تقرب کا ذرا سا بیان کیا ہے ورنہ اس کا تقرب تو اس سے کہیں بالاتر ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔

اب مضمون سابق سنو اس کی یہ شان ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے کہ وہ واسطہ فی الفیض ہوتا ہے اس لئے گویا کہ حق سبحانہ اولاً عطیہ کو اس کے ہاتھ میں دیتے ہیں اور اس کے بعد ان کے واسطہ سے اوروں کو دیتے ہیں اور اس کے ہاتھ سے حق سبحانہ کو اتصال کامل ہوتا ہے۔ مگر بے کیف اور بے کیف ہے۔ اس لئے کہا کہ جو اتصال احاطہ عقل سے باہر ہو اس کا بیان تکلیف مالا یطاق اور ناممکن ہے۔

فائدہ:۔ اہل اللہ کے واسطہ فی الفیض ہونے سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ وہ خود متصرف فی العالم ہیں اور سب کچھ وہی دیتے ہیں جیسا کہ اس زمانہ کے مبتدعین کا خیال ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ یہ توسط ایسا ہے جیسا کہ آدمی باغ لگاتا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے کانٹے لگاتا ہے اور ان کانٹوں کی یوں ہی تربیت کرتا ہے جیسے درختوں کی پس جس طرح مالک باغ باغ کی خاطر کانٹوں کی تربیت کرتا ہے یوں ہی حق سبحانہ اہل اللہ کی خاطر عالم کی تربیت کرتے ہیں۔ اور جس طرح اس تربیت میں باغ واسطہ ہیں یوں ہی تربیت عالم میں اہل اللہ واسطہ ہیں۔ فافہم و لا تنزل۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب مضمون سابق سنو اور جانو کہ حق سبحانہ تم سے دل مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دل لاؤ ایسی حالت میں اگر تم سو جوال زر پیش کرو گے تو وہ یہی کہیں گے کہ ہم یہ نہیں چاہتے دل لاؤ اگر وہ تم سے راضی ہوگا تو میں بھی راضی ہوں گا اور اگر وہ تم سے ناخوش ہوگا تو میں بھی ناخوش ہوں۔ ہم تم کو نہیں دیکھتے بلکہ دل کو دیکھتے ہیں لہذا دل کو پیش کرو جو اس کا معاملہ تمہارے ساتھ ہوگا وہی ہمارا معاملہ ہوگا کیونکہ ماؤں کے پاؤں کے نیچے جنت ہے اور تمہاری ماں اور تمہارا باپ یعنی تمہارے اصل دل ہے لہذا ہماری جنت رضا کا ملنا موقوف ہے اس کی رضا پر۔

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ ارے عزہ میں ہے وہ شخص جو دل کو غیر دل سے تمیز کرے اور دل کی قدر کرے اور اسے خوش کرے۔ اور ایسا نہ کرے جب کہ لوگ غیر دل کو دل سمجھ جاتے ہیں اس سے فارغ ہو کر۔

مولانا پھر مضمون سابق بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کہ تم سے دل کا مطالبہ ہوتا ہے تو تم بزبان حال جواب دیتے ہو کہ یہ دل حاضر ہے اور اپنے دل کو پیش کرتے ہو۔ اس پر حکم ہوتا ہے کہ یہ دل تو کوڑے کام کا بھی نہیں وہ دل لاؤ جو مدار عالم ہے اور انسان کا جزو اعلیٰ و اشرف ہے۔ (ہذا معنی قولہ جان جان جان جان آدم است وفسر بعض المحشین قولہ جان الاول بقولہ ذات حق وقولہ جان الثانی بقولہ الروح الکلی وقولہ جان الثالث بقولہ الروح الجزئی وقولہ جان الرابع بقولہ القوی الحیوانیہ فیکون معنی البیت ح بات قلبا ہو القلب للعالم والالہ للقوی الحیوانیہ للروح الجزئی الذی ہو للروح الکلی للانسان وفسادہ اظہر من ان یخفی)

الغرض حق سبحانہ اس پرنور و خبر دل کے منتظر ہیں۔ جس کا اوپر ذکر کیا گیا اور تم روز و شب اپنے سبزوار وجود میں اس دل کو ڈھونڈتے ہو مگر وہ دل نہیں ملتا پس تم اپنا مردہ اور بوسیدہ جان دل نعش پر رکھ کر لاتے ہو اور کہتے ہو کہ لیجئے میں دل لے آیا۔ اس سے بہتر دل میرے سبزوار وجود میں نہیں مل سکتا۔ اس پر حکم ہوتا ہے کہ کیا یہ تکیہ ہے جو دل مردہ یہاں لاتے ہو۔ جاؤ وہ دل لاؤ جو طالب حق ہو اور جو مدار ہو۔ امان سبزوار عالم کا اس پر تم عاجز ہو کر بزبان حال جواب دیتے ہو کہ ایسا دل ہمارے عالم وجود میں نہیں مل سکتا۔ کیونکہ ہمارا وجود مظلم ہے اور وہ دل روشن اور تاریک وروشن آپس میں متضاد ہیں۔ و الضدان لا یجتمعان

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کا متضاد ہونا بالکل درست ہے کیونکہ سبزوار نفس یعنی دنیا ہمیشہ سے دل کا دشمن ہے کیونکہ وہ باز ہے اور دنیا کو دن کا شہر اور قاعدہ ہے کہ ایک غیر جنس کو دوسری غیر جنس کا دیکھنا ناگوار ہوتا ہے۔ پس اہل نفس اور دنیا دار دل کو کہیں پسند نہیں کر سکتے۔ اگر کہیں اہل دنیا اہل دل سے نرمی برتتے ہیں تو وہ نرمی منافقانہ ہوتی ہے۔ اور اس خوشامد سے وہ ایک خاص فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں یعنی چونکہ یہ مردار خوار اور ذلیل کوے اہل دنیا ہزاروں مکر اپنے اندر رکھتے ہیں اس لئے وہ نرمی اس لئے کرتے ہیں تاکہ ناصح نصیحت کم کرے۔ ورنہ وہ براہ نیاز ایسا نہیں کرتے۔ پس اگر یہ حضرات ان لوگوں کو بایں ہمہ نفاق قبول فرما لیتے ہیں تو وہ اس نفاق سے نجات پا جاتے ہیں اور طالب صادق ہو جاتے ہیں اور ان کا نفاق خلوص سے بدل جاتا ہے ورنہ

www.besturdubooks.wordpress.com

منافق کے منافق رہتے ہیں اور بایں ہمہ نفاق ان حضرات کا قبول فرمالینا کچھ بعید نہیں ہے کیونکہ یہ حضرات بڑے کریم النفس ہیں اور اس بازار دنیا میں عیب دار چیزوں کو خرید لیتے ہیں۔ یعنی ناقص کو قبول فرمالیتے ہیں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر تم مردہ نہیں ہو اور حس رکھتے ہو تو صاحب دل کو تلاش کرو اور اگر تم حق سبحانہ کے دشمن نہیں ہو تو ہم جنس دل بنو اور قضا دو کو چھوڑ دو ہم تمہیں یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ جس کا مکر تمہیں پسند ہو یعنی جس کے افعال واقوال تمہاری مرضی کے موافق ہوں وہ ولی اللہ نہیں ہے۔ بلکہ تمہارے نزدیک ولی ہے کیونکہ تمہاری حالت یہ ہے کہ جو شخص تمہاری مرضی کے موافق کام کرے تمہارے نزدیک وہی ولی ہے اور وہی نبی۔ مگر واقع میں ایسا نہیں ہے۔ پس تم دھوکا نہ کھانا اور غیر ولی کو ولی نہ سمجھ لینا۔ اگر تمہیں حقیقی ولی کی ضرورت ہے تو اس کے پہچاننے کا طریق یہ ہے کہ خواہش نفسانی کو چھوڑ دو۔ تا کہ تمہارے دماغ میں بوئے خدا پہنچ سکے اور تم حقیقی اہل اللہ کو پہچان سکو۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ ہوائے نفسانی کو چھوڑ دو تا کہ تمہیں اس بو کے سونگھنے کی عادت ہو اور وہ بوئے عنبریں تمہاری خوشبو ہو۔ جسے تم سونگھو خواہش نفسانی نے تمہارے دماغ کی تجویز کو خراب کر دیا ہے اس لئے تمہارے دماغ کے نزدیک مشک وعنبر (دینداری) خراب ہو گئے ہیں اور تم کوے کی طرح نجاست دنیا پر عاشق ہو اس لئے بوئے مشک دین تمہارے دماغ کو بھلی نہیں معلوم ہوتی۔

پس تم ترک ہوائے اپنے دماغ کا مزاج درست کرو۔ تا کہ تم بوئے خدا کو علیٰ ما ہی علیہ محسوس کر سکو۔ اور اہل اللہ اور غیر اہل اللہ میں تمیز کر سکو۔ یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی اور ہمارا آہو۔ جس کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں بے قرار ہے اور آخور میں ادھر ادھر گھبرایا پھرتا ہے۔ ہمیں اس کی خبر لینی چاہیے۔

بقیہ قصہ آہو در آخور خراں

گدھوں کے اصطبل میں ہرن کا بقیہ قصہ

روز با آں آہوی خوش ناف نر	در شکنجہ بود در اصطبل خر
وہ نر عمدہ نافہ والا ہرن بہت دن تک	گدھوں کے اصطبل میں قید میں تھا
مضطرب در نزع چوں ماہی بخشک	در یکے حقہ معذب پشک و مشک
جان کنی میں بے چین تھا جس طرح مچھلی خشکی پر	ایک ڈبیہ میں مینگنی اور مشک عذاب میں ہوتے ہیں
یک خرش گفتے کہ ہاں اے بوالوحوش	طبع شاہاں داری و میراں خموش
ایک گدھا اس سے کہتا ہاں وحشیوں کے ابا	تو شاہوں اور سرداروں کا مزاج رکھتا ہے (اور) خاموش ہے
آں دگر تسخر زدے کز جزر و مد	گوہر آورد ست کے ارزاں دہد
دوسرا مذاق اڑاتا کہ (دریا کے) اتار چڑھاؤ سے	موتی لے آیا ہے سستا کب دے سکتا ہے؟
واں خرے گفتے کہ با آں نازکی	بر سریر شاہ شو تو متکی
ایک گدھا کہتا کہ اس نزاکت کے ہوتے ہوئے	تو شاہی تخت پر تکیہ لگا کر بیٹھ

www.besturdubooks.wordpress.com

واں خرے شد تخمہ وز خوردن بماند	پس برسم دعوت آہو را بخواند
ایک گدھے کو بدہضمی ہو گئی اور نہ کھا سکا	تو دعوت کے طریقہ پر ہرن کو بلایا
سر چنیں کرد او کہ نے، ردائے فلاں	اشتہایم نیست ہستم ناتواں
اس نے سر ہلایا کہ "نہیں" جا، اے فلاں!	مجھے بھوک نہیں ہے، میں کمزور ہو گیا ہوں
گفت میدانم کہ نازے می کنی	یا زناموس احترازے می کنی
اس نے کہا (ہاں) میں جانتا ہوں تو نخرے کر رہا ہے	یا غرور کی وجہ سے پرہیز کر رہا ہے
گفت با او خور کہ ایں طعمہ تو ہست	کہ ازاں اجزائے تو زندہ نوست
اس نے اس سے کہا کہ تو کھا، یہ تیری خوراک ہے	کیونکہ اس سے تیرے اعضاء زندہ اور تازہ ہیں
من الیف مرغزارے بودہ ام	در ظلال و روضہا آسودہ ام
میں جنگل سے مانوس تھا	میں نے سایوں اور باغوں میں آرام کیا ہے
گر قضا افگند مارا در عذاب	کے رود آں خود طبع مستطاب
اگر تقدیر نے ہمیں عذاب میں مبتلا کر دیا ہے	وہ عمدہ عادت اور مزاج کہاں جاتا ہے؟
گر گدا گشتم گدا رو کے شوم	ور لباسم کہنہ گردد من نوم
اگر میں فقیر ہو گیا ہوں بے آبرو کب بن سکتا ہوں؟	اگر میرا لباس پرانا ہو جائے میں نیا ہوں
سنبل و لالہ و سپرغم نیز ہم	با ہزاراں ناز و نخوت خوردہ ام
سنبل اور لالہ اور نازبو بھی	میں نے ہزاروں ناز و نخوت سے کھائے ہیں
گفت آرے لاف میزن لاف لاف	در غریبی بس تواں گفتن گزاف
اس نے کہا ہاں گپیں مار، گپیں گپیں	پردیس میں بہت ہی بکواس بکی جا سکتی ہے
گفت نافم خود گواہی میدہد	منتے بر عود و عنبر مے نہد
اس نے کہا میرا نافہ خود گواہی دے رہا ہے	جو عود اور عنبر پر احسان جتاتا ہے
لیک آں را کہ شنود؟ صاحب مشام	بر خر سرگیں پرست آں شد حرام
لیکن اس کو کون سونگھتا ہے؟ صاحب دماغ	گوبر کے پجاری، گدھے کے لئے وہ حرام ہے
خر گمیز خر ببوید در طریق	مشک چوں عرضہ کنم با ایں فریق
گدھا، راستہ میں گدھے کا پیشاب سونگھتا ہے	اس جماعت پر میں مشک کیسے پیش کر دوں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر ایں گفت آں نبی مستجیب	رمز الاسلام فی الدنیا غریب
اسی لئے اس حق کو قبول کرنے والے نبیؐ نے فرمایا ہے	اشارہ اسلام دنیا میں پردیسی ہے
زانکہ خویشانش ہم ازوے میر مند	گرچہ باذاتش ملائک ہمدم اند
کیونکہ اس کے اپنے بھی اس سے بھاگتے ہیں	اگرچہ ملائک اس کی ذات کے ساتھی ہیں
صورتش را جنس می بیند انام	لیک ازوے می نیابند آں مشام
لوگ اس کی صورت کو (ہم) جنس سمجھتے ہیں	لیکن اس سے وہ خوشبو حاصل نہیں کرتے ہیں
ہمچو شیرے درمیان نقش گاؤ	دور می بینش ولے او را مکاؤ
شیر جیسا ہے بیل صورت لوگوں میں	اس کو دور سے دیکھ لے اس کی کھود کرید نہ کر
ور بکاوی ترک گاو تن بگو	کہ بدرد گاو را آں شیر خو
اگر تو کریدتا ہے تو جسم کے بیل سے ہاتھ دھو لے	کیونکہ وہ شیر طبیعت بیل کو پھاڑ ڈالے گا
طبع گاوی از سرت بیروں کند	خوی حیوانی زحیواں برکند
وہ تیرے سر میں سے بیل پن نکال دے گا	حیوان سے حیوانی خصلت دور کر دے گا
گاؤ باشی شیر گردی نزد او	گر تو با گاوے خوشی شیری مجو
تو بیل تھا اس کی صحبت میں شیر بن جائے گا	اگر تو بیل پن پر خوش ہے تو شیر پنا نہ چاہ

تفسیر انی اری سبع بقرات سمان یاکلھن سبع عجاف آں گاوان لاغر را خدا
بصفت شیران گرسنہ آفریدہ بود تا آں ہفت گاو فربہ را باشتہا می خوردند
اگرچہ آں خیالات صورت گاواں در آئینہ خواب نمودند تو بمعنےٰ شیر بنگر

"بیشک میں سات موٹی گائیں دیکھتا ہوں جن کو سات لاغر کھا رہی ہیں" کی تفسیر ان لاغر گایوں کو خدا نے بھوکے شیروں کی صفت پر پیدا فرمایا تھا یہاں تک کہ انہوں نے سات موٹی گایوں کو بھوک سے کھالیا اگرچہ خواب کے آئینہ میں وہ خیالات گایوں کی صورت میں نمودار ہوئے تو حقیقتاً شیر سمجھ

آں عزیزے مصر میدیدے بخواب	چونکہ چشم غیب راشد فتح باب
اس شاہ مصر نے خواب میں دیکھا	چونکہ غیب کی نظر کا دروازہ کھل گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہفت گاو فربہ بس پرورے	خورد شاں آں ہفت گاو لاغرے
سات موٹی بہت پروردہ گائیں	ان کو سات کمزور گایوں نے کھا لیا
در دروں شیراں بدند آں لاغراں	ورنہ گاواں رانبودے خوراں
وہ کمزور حقیقتاً شیر تھیں	ورنہ گایوں کو کھانے والی نہ ہوتیں
بس بشر آمد بصورت مرد کار	لیک درو ے شیر پنہاں مرد خوار
بہت سے بشر ہیں جو کام کرنے والے انسان کی صورت میں ہیں	لیکن ان میں انسان کو فنا کرنے والا شیر پوشیدہ ہے
مرد را خوش و اخورد فردش کند	صاف گردد دردش ار دردش کند
انسان کو کھا جاتا ہے اس کو یکتا بنا دیتا ہے	اس کی تلچھٹ مصفیٰ ہو جاتی ہے خواہ اس کو تکلیف پہنچائے
زاں یکے درد اوز جملہ درد ہا	وارہد پا برنہد او برسما
اس ایک درد سے وہ تمام دردوں سے	نجات پا جاتا ہے وہ آسمان پر قدم رکھ دیتا ہے
شاہ گردد واگزارد بندگی	یا بد او درمردگی دل زندگی
بادشاہ بن جاتا ہے غلامی چھوڑ دیتا ہے	وہ فنا میں دل کی زندگی حاصل کر لیتا ہے
گاو تن قربانی شیر خدا ست	گرترا با اوسر صدق وصفاست
جسم کی گائے شیر خدا کی قربانی ہے	اگر تجھے اس سے صدق و خلوص ہے
ورکشی مہماں ہماں کون خری	گاوتن را خواجہ تاکے پروری
اگر تو مہمان کشی کرے تو تو گدھے کی مقعد ہے	اے خواجہ! تو جسم کی گائے کی کب تک پرورش کریگا؟
گاوتن مردار گردد عاقبت	پس پشیمانی بری اے بد نیت
انجام کار جسم کی گائے مردار ہو جائے گی	اے بدنیت! تو پھر شرمندہ ہو گا

شرح حبیبی

الغرض بہت دنوں تک وہ خوش ناف اور زہرن گدھوں کے طویلہ میں مبتلائے عذاب رہا وہ جان کنی کے عذاب میں گرفتار اور یوں بے قرار رہتا۔ جیسے خشکی میں مچھلی کیونکہ ناجنسوں کی صحبت تھی اور ایک ڈبہ میں مینگنی اور مشک کو بند کر کے تکلیف دی جارہی تھی۔ یہ تو تکلیف کی اجمالی وجہ تھی۔

اب تفصیلی وجہ سنو کوئی گدھا تو اسے کہتا تھا کہ آپ بادشاہوں اور امیروں کا سا مزاج رکھتے ہیں جو کہ کم بولتے ہیں اس لئے آپ بھی خاموش ہیں کوئی مذاق سے کہتا تھا کہ جناب آپ تو بحرِ خار سے موتی نکال کر لائے ہیں یوں سستے کیوں دیدیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کوئی کہتا تھا کہ جناب اس نزاکت کے ساتھ تو آپ کو تخت شاہی پر بیٹھنا زیبا ہے۔ ہمارا اصطبل آپ کے قابل کب ہے۔ کوئی گدھا جب خوب سیر ہو کر کھا لیتا اور کھانا چھوڑ دیتا۔ تو دعوت کے طور پر ہرن کو بلاتا تھا اور کہتا تھا کہ آج آپ میرے مہمان ہیں۔ آپ میرے یہاں کھانا کھائیں اس کے جواب میں ہرن سر ہلا دیتا تھا اور کہتا تھا کہ مجھے بھوک نہیں ہے کیونکہ میری طبیعت مضمحل ہے اس پر وہ جواب دیتا تھا کہ جناب آپ یا تو نخرے کرتے ہیں یا آپ ہماری دعوت کے قبول کرنے کو موجب ننگ سمجھتے ہیں اس لئے احتراز کرتے ہیں اس پر وہ کہتا تھا کہ آپ ہی کھائیں یہ آپ ہی کی غذا ہے کہ آپ کے اجزاء بدن اس سے زندہ اور تازہ ہیں میں تو گلزار سے مانوس ہوں کیونکہ میں باغوں کے سایہ میں آرام کئے ہوئے ہوں۔ اگر بقضائے الٰہی میں اس مصیبت میں پھنس گیا ہوں تو میری پاکیزہ طبیعت سے وہ خصلت نہیں جاسکتی اور اگر میں فقیر ہو گیا ہوں تو گدا خصلت نہیں ہوا ہوں۔ اور اگر میرا لباس جسم پرانا اور خستہ ہو گیا ہے تو۔ میرا مزاج ہنوز ویسا ہی ہے۔ میں نے سنبل ولالہ اور سپرغم بہت ہی ناز ونخوت کے ساتھ کھائے ہیں۔ پس مجھے تمہارا چارہ کیا پسند آ سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ملتا تھا کہ بجا ہے خوب شیخیاں مار لیجئے۔ مسافرت میں بہت ہی شیخیاں ماری جاسکتی ہیں۔ کیونکہ کوئی جاننے والا تو ہوتا نہیں جو قلعی کھولے اس لئے جو چاہو کہہ لو۔ اس پر وہ کہتا تھا کہ یہ شیخیاں نہیں ہیں۔ بلکہ واقعی امر ہے۔ میری ناف خود گواہی دیتی ہے اور عود وعنبر پر احسان رکھتی ہے۔

لیکن پھر سوچتا تھا کہ جو قوت شامہ درست رکھتا ہو وہ اسے سونگھ سکتا ہے سرگیں پرست گدھوں پر تو اس کی بو حرام ہے گدھوں کا قاعدہ تو یہ ہے کہ دوسرے گدھوں کا راستہ میں پیشاب سونگھتے ہیں ان کے سامنے میں مشک کیونکر پیش کرسکتا ہوں اور وہ اسے کیا سمجھیں گے۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچا مسلمان دنیا میں کسمپرسی کی حالت میں ہیں کیونکہ باوجودیکہ فرشتے ان کے ہمدم ہیں مگر جواپنے نہیں۔ یعنی اپنے کو مسلمان کہتے ہیں وہ بھی ان سے بھاگتے ہیں۔ غیروں کا تو ذکر ہی کیا ہے اور راز اس کا یہ ہے کہ وہ لوگ ان کی صورت کو تو اپنا ہم جنس پاتے ہیں مگر ان کے معنی کو مغائر پاتے ہیں اور بوئے جنسیت ان سے ان کو نہیں آتی۔ اس لئے ان سے وحشت کرتے ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ اہل اللہ صورت میں عوام کے مشابہ ہیں اور معنی میں جدا اس لئے ان کی مثال ایسی ہے جیسے گایوں میں شیر خوگائے۔ پس تم انہیں دور ہی سے دیکھنا اور چھیڑنا مت اور اگر چھیڑ دو تو گاؤ تن سے ہاتھ دھو لو۔ کیونکہ وہ شیر خو اس گائے کو پھاڑ ڈالے گا۔ اور گائے کی خصلت یعنی خواب وخور وغیرہ میں انہماک کو تم سے دور کر دے گا اور تمہارا جانورپن چھڑا دے گا۔ اور اب تو تم گائے ہو مگر پھر شیر ہو جاؤ گے۔ پس اگر تم گائے ہی رہنا چاہتے ہو تو شیر کو مت ڈھونڈو۔

خلاصہ یہ کہ اگر تم شہوات ولذات ہی کو پسند کرتے ہو تو اہل اللہ سے واسطہ نہ رکھو۔ کیونکہ ان کا تو کام تو یہ ہے کہ نفس کو ماریں اور شہوات ولذات نفسانیہ کو چھڑائیں۔ پس اگر تم کو شہوات کو چھوڑنا اور نفس کو مارنا مقصود ہے تو ان سے واسطہ رکھو ورنہ نہیں۔ اب اس استبعاد کو دور کرتے ہیں جو صورت میں گائے اور خصلت میں شیر ہونے پر ہوتا ہے اور فرماتے ہیں۔

کہ جب عزیز مصر کی چشم غیب بین کے لئے غیب کا دروازہ کھلا تو اس نے خواب میں دیکھا کہ سات موٹی گائیں اور بہت فربہ گائیں ہیں اور ان کو سات دبلی پتلی گائیں کھا رہی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ ظاہر میں گائیں

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں اور باطن میں شیر اور اگر باطن میں بھی گائیں ہوتیں تو گایوں کو نہ کھاتیں۔ اس سے وہ استبعاد دور ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ اہل اللہ صورتاً آدمی ہوتے ہیں مگر ان میں شیر چھپا ہوتا ہے جو آدمی کو یعنی اس کی خصائل ذمیمہ کو کھا جاتا ہے اور اس کو چٹ کر کے آدمی کو ان سے بالکل مجرد اور خالی کر دیتا ہے اور اگر وہ اسے تکلیف فنا دیتا ہے تو اس طرح اس کے درد کو صاف اور خصائل ذمیمہ کو مبدل بہ خصائل حمیدہ بنا دیتا ہے اور آدمی اس کی اس ایک تکلیف فنا سے تمام تکالیف سے نجات پا جاتا ہے اور اس قدر عالی مرتبہ ہو جاتا ہے کہ گویا آسمان پر پاؤں رکھتا ہے اور بندگی نفس کو چھوڑ کر بادشاہ ہو جاتا ہے۔ اور اس مردگی نفس سے دل زندگی پاتا ہے۔ پس اگر تم کو ان سے خلوص اور اعتقاد ہے تو گاؤ تن کو ان کے حوالہ کر دو۔ تاکہ وہ اسے کھا جائیں اور اگر تم مہمان کو بھوکا مارتے ہو اور ان شیروں کو ان کی غذا نہیں دیتے تو تم پاجی اور بے ہودہ ہو۔ آخر سوچو تو سہی اس گائے کو تم کب تک پالو گے آخر یہ مردار ہو گی اور اس کے بعد خواہ مخواہ تمہیں ندامت ہو گی۔ تم اسے ان شیروں (اہل اللہ) کے سپرد کیوں نہیں کر دیتے۔ تاکہ وہ اسے فنا کر دیں اور تمہیں فائدہ ہو۔

در بیان آنکہ کشتن خلیل علیہ السلام خروس را اشارت قمع وقہر کدام صفت بود از صفات مذمومات مہلکات در باطن مرید

اس کا بیان کہ (حضرت ابراہیم) خلیل اللہ کا مرغے کو مارنا مرید کے باطن کی مہلک اور بری صفات میں سے کونسی صفت کو زائل کرنے اور مغلوب کرنے کا اشارہ تھا

چند گوئی ہمچو زاغ پر فسوس	اے خلیل از بہر چہ کشتی خروس
مکر بھرے کوے کی طرح کب تک بولے گا؟	اے خلیل (اللہ) آپ نے مرغے کو کیوں مارا؟
حکمت کشتن چہ بود آخر بگو	تا مسبح گردم آں رامو بمو
آخر بتائیے مارنے کی کیا حکمت تھی؟	تاکہ میں رونگٹے رونگٹے سے سبحان اللہ کہوں
گفت فرماں، حکمت فرماں بخواں	تا مہلل گردم آں رامن بجاں
انھوں نے فرمایا اللہ کا حکم کی حکمت بتا دیجئے	تاکہ میں اس پر دل و جان سے لاالٰہ الا اللہ پڑھوں
شہوتی ہست او و بس شہوت پرست	زاں شراب زہرناک ژاژ مست
وہ شہوت والا اور شہوت پرست ہے	اس زہریلی بیہودہ شراب سے مست ہے
گر نہ بہر نسل بودے اے وصی	آدم از ننگش بگردے خود خصی
اے وصی! اگر وہ نسل کے لئے (ضروری) نہ ہوتی	(حضرت) آدم اس کے عیب کی وجہ سے اپنے آپ کو خصی کر لیتے
گفت ابلیس لعیں دادار را	دام زفتے خواہم ایں اشکار را
ملعون شیطان نے اللہ (تعالیٰ) سے کہا	میں اس شکار کے لئے مضبوط جال چاہتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

زر و سیم و گلهٔ اسپش نمود	که بدیں تانی خلائق رار بود
سونا اور چاندی اور گھوڑوں کا گلہ دکھایا	کہ تو ان سے لوگوں کو اچک سکے گا
گفت شاباش و ترش آویخت لنج	شد ترنجیدہ و ترش ہمچوں ترنج
بولا آفریں ہے اور ترشروئی سے تھوڑی لٹکائی	رنجیدہ اور لیموں کی طرح ترش ہو گیا
پس زر و گوہر ز معدنہائے خوش	کرد آں پس ماندہ را حق پیشکش
تو سونا اور جواہر عمدہ کانوں سے	اللہ (تعالیٰ) نے اس مردود کے آگے کر دیئے
گیر ایں دام دگر را اے لعیں	گفت ازیں افزوں دہ اے نعم المعیں
اے ملعون یہ دوسرا جال لے لے	بولا اے عمدہ مددگار! اس سے بڑھ کر دے
چرب و شیریں و شرابات ثمیں	دادش و بس جامهٔ ابریشمیں
چکنے میٹھے (کھانے) اور قیمتی مشروبات	اور بہت سے ریشمیں کپڑے اس کو دیئے
گفت یارب بیش ازیں خواہم مدد	تا بہ بندم شاں بحبل من مسد
بولا اے خدا! میں اس سے زیادہ مدد چاہتا ہوں	تاکہ میں ان کو مونج کی رسی میں باندھ لوں
تا کہ مستانت کہ نرو پر دلند	مرد وار آں بندہا را بگسلند
تاکہ تیرے وہ مست جو نر اور بہادر ہیں	ان بندشوں کو مردانہ وار توڑ دیں
تا بدیں دام و رسنہائے ہوا	مرد تو گردد ز نا مرداں جدا
تاکہ نفسانیت کے اس جال اور رسیوں کی وجہ سے	تیرے مرد نامردوں سے جدا ہو جائیں
دام دیگر خواہم اے سلطان بخت	دام مرد انداز حیلت ساز سخت
اے شاہ تقدیر! میں دوسرا جال چاہتا ہوں	جو جال انسان کو پچھاڑنے والا سخت حیلہ ساز ہو
خمر و چنگ آورد در پیش و نہاد	نیم خندہ زد بداں شد نیم شاد
(اللہ تعالیٰ) شراب اور ستار سامنے لایا اور رکھ دیا	وہ تھوڑا سا ہنسا اور ان پر آدھا راضی ہو گیا
سوئے اضلال ازل پیغام کرد	کہ برآر از قعر بحر فتنہ گرد
اس نے ازلی (صفت) اضلال کو پیغام دیا	کہ فتنہ کے سمندر کی گہرائی سے گرد نکال لا
نے یکے از بندگانت موسیٰ ست	پردہا در بحر او از گرد بست
کیا تیرے بندوں میں موسیٰ نہیں ہیں؟	انہوں نے سمندر میں گرد کے پردے باندھ دیئے

www.besturdubooks.wordpress.com

آب از ہر سو عناں را واکشید	از تگ دریا غبارے بر جہید
پانی نے ہر جانب سے اپنی باگ کھینچ لی	دریا کی گہرائی سے غبار اٹھا
چونکہ خوبی زناں با او نمود	کہ قرار و صبر مرداں می ربود
جب عورتوں کا حسن اس کو دکھایا	جو مردوں کا صبر و قرار لے اڑتا ہے
پس زد انگشتک برقص اندر فتاد	کہ بدہ زو تر رسیدم بر مراد
تو اس نے چٹکی بجائی اور ناچنے لگا	کہ بہت جلد دیجئے' میں مقصد کو پہنچ گیا
چوں بدید آں چشمہائے پرخمار	کہ کند عقل و خرد را بیقرار
جب اس نے وہ نشیلی آنکھیں دیکھیں	جو عقل اور سمجھ کو بے قرار بنا دیتی ہیں
واں صفائے عارض آں دلبراں	کہ بسوزد چوں سپنداین دل براں
ان معشوقوں کے رخسار کی وہ صفائی	کہ جس پر یہ دل کالے دانے کی طرح جلتا ہے
روئے وخال وابرو ولب چوں عقیق	گوئیا خور تافت از پردہ رقیق
چہرہ اور تل اور ابرو اور عقیق جیسے ہونٹ	گویا باریک پردے سے سورج چمک رہا ہے
قد چوں سرد خراماں در چمن	خد ہمچوں یاسمین و نسترن
ایسا قد جیسا کہ چمن میں سرو خراماں	رخسارہ چنبیلی اور گل سیوتی جیسا
دید او آں غنج برجست او سبک	چوں تجلی حق از پردہ تنک
اس نے وہ ناز و ادا دیکھی تو فوراً اچھلا	جو باریک پردے میں سے اللہ (تعالیٰ) کی تجلی کی طرح تھی
عالمے شد والہ و حیران و دنگ	زاں کرشم وزاں دلال نیک شنگ
ایک جہان سرگشتہ اور حیران اور دنگ ہو گیا	اس کرشمہ اور اس شوخ اچھے ناز سے

تفسیر لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ثم رددناہ اسفل سافلین و من نعمرہ ننکسہ فی الخلق افلایعقلون

''بے شک ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا پھر ہم نے اس کو کمتروں سے کمتر کی طرف لوٹا دیا اور جس کو ہم (زیادہ) عمر دیتے ہیں اس کو بناوٹ میں اوندھا کر دیتے ہیں' کیا وہ نہیں سمجھتے'' کی تفسیر

آدم و جن و ملک ساجد شدہ	ہمچو آدم باز معزول آمدہ
(حسینوں کے سامنے) آدمی اور جن اور فرشتے سجدہ کرنے والے بنے	پھر وہ (حسین) آدم کی طرح معزول ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آوخ بعد ہستی نیستی	گفت جرمت اینکہ افزوں زیستی
اس (حسین) نے کہا آہ وجود کے بعد فنا	اس نے کہا، تیرا قصور یہ ہے کہ تو زیادہ زندہ رہا
جبرئیلش می کشاند موکشاں	کہ بروزیں خلد وز جوق خوشاں
جبرئیل اس (حسین) کو بال پکڑ کر کھینچ رہے ہیں	کہ اس جنت اور حسینوں کے جھرمٹ سے نکل جا
گفت بعد از عز ایں اذلال چیست	گفت آں دا ت واینت داد ریست
اس نے کہا عزت کے بعد یہ ذلیل کرنا کیوں ہے؟	(جبرئیل نے) کہا وہ عطا تھی اور یہ تیرے لئے انصاف ہے
جبرئیلا سجدہ میکردی بجاں	چوں کنوں میرانیم تو از جناں
اے جبرئیل! تو (دل و) جان سے سجدہ کرتا تھا	تو اب مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے
حلہ می پرد زمن در امتحاں	ہمچو برگ از نخل در فصل خزاں
(اس) آزمائش میں میری پوشاک ختم ہوتی جا رہی ہے	جیسا کہ خزاں کے موسم میں کھجور سے پتے
آں رخے کہ تاب او بد ماہ وار	شد بہ پیری ہمچو پشت سوسمار
وہ رخ کہ جو چمک میں چاند جیسا تھا	بڑھاپے میں وہ گوہ کی پشت کی طرح ہوگیا
واں سر و آں فرق گش شعشع شدہ	وقت پیری ناخوش و اصلع شدہ
وہ سر اور وہ حسین مانگ چمکتی ہوئی	بڑھاپے کے وقت بدصورت اور گنجی ہو گئی
واں قد رقصان و نازاں چوں سناں	گشت در پیری دوتا ہمچو کماں
وہ نیزے جیسا رقص اور ناز کرتا ہوا قد	بڑھاپے میں کمان کی طرح دہرا ہو گیا
برف گشتہ موی ہمچوں پر زاغ	وز تشنج روی گشتہ داغ داغ
کوے کے پروں کی طرح کے بال برف بن گئے	اور جھریوں سے چہرہ داغ داغ ہوگیا
رنگ لالہ گشتہ رنگ زعفراں	زور شیرش گشتہ چوں زہرہ زناں
لالہ کا رنگ زعفران بن گیا	اس کی شیر جیسی طاقت عورتوں کے پتے کی طرح ہوگئی
چشم چوں نرگس شدہ پژمردہٗ	گرمی اعضا شدہ افسردہٗ
نرگس جیسی آنکھ مرجھا گئی	اعضا کی گرمی ٹھٹھر گئی
آنکہ مردے در بغل کردے بفن	می بگیرندش بغل وقت شدن
جو فن کے ذریعہ بہادر کو بغل میں دبا لیتا تھا	چلنے کے وقت لوگ اس کی بغلیں تھامتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں خود آثارِ غم و پژمردگیست	ہر یکے زینہا رسولِ مردگیست
یہ خود غم اور پژمردگی کے آثار ہیں	ان میں سے ہر ایک موت کا پیغامبر ہے

تفسیر الا الذین امنوا وعملوا الصالحات فلہم اجر غیر ممنون

"مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہے" کی تفسیر

لیک اگر باشد قرینش نورِ حق	نیست از پیری ورا نقصان و دق
لیکن اگر اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کا ساتھی ہو	بڑھاپے سے اس کو کوئی نقصان اور پریشانی نہیں ہے
سستی او ہست چوں سستی مست	کاندراں سستیش رشکِ رستم ست
اس کی سستی مست کی سی سستی ہے	کیونکہ اس کی سستی پر رستم کو رشک ہے
گر بمیرد استخوانش غرق ذوق	ذرہ ذرہ اش در شعاعِ نورِ شوق
اگر وہ مر جائے تو اس کی ہڈیاں ذوق میں غرق ہیں	اس کا ذرہ ذرہ شوق کے نور کی شعاعوں میں ہے
وانکہ نورش نیست باغِ بے ثمر	کہ خزانش می کند زیر و زبر
جس کو نور (حاصل) نہیں ہے وہ بے پھل کا باغ ہے	اس کو (موسم) خزاں تہ و بالا کر دیتا ہے
گل نماند خارہا ماند سیاہ	زرد و بے مغز آمدہ چوں تل کاہ
پھول ختم ہو جاتے ہیں کانٹے کالے پڑ جاتے ہیں	پیلا اور بغیر پھل کے ہو جاتا ہے جس طرح گھاس کا ڈھیر
تا چہ زلت کرد ایں باغ اے خدا	کہ ازو ایں حلہا گردد جدا
اے اللہ! اس باغ سے کیا غلطی ہوئی	کہ اس کا یہ لباس جدا ہو گیا؟
خویشتن را دید و دید خویشتن	زہر قتال است ہیں اے ممتحن
اس نے اپنے آپ کو دیکھا اور خود بینی	اے مصیبت کے مارے! قاتل زہر ہے
شاہدے کز عشق او عالم گریست	عالمش می راند از خود جرم چیست؟
وہ معشوق جس کے عشق میں دنیا روتی تھی	اس کو دنیا اپنے پاس سے بھگاتی ہے کیا خطا ہے؟
جرم آنکہ زیورِ عاریہ بست	کرد دعویٰ کایں حلل ملکِ من ست
غلطی یہ ہے کہ اس نے مانگا ہوا زیور پہنا	دعویٰ یہ کیا کہ یہ میرا لباس ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

واستانیم آنکه تا داند یقیں	خرمن آن ماست خوباں خوشہ چیں
میں واپس لے لیتا ہوں تاکہ یقین آ جائے	کھلیان ہماری ملکیت ہے حسین اس کے خوشہ چین ہیں
تا بداند کاں حلل عاریہ بود	پرتوے بود آں ز خورشید وجود
تاکہ وہ جان جائے کہ وہ لباس مانگا ہوا تھا	وہ وجود کے سورج کا عکس تھا
آں جمال وقدرت وفضل و ہنر	ز آفتاب حسن کرد ایں سو سفر
اس حسن اور طاقت اور فضل و ہنر نے	اس جانب حسن کے سورج سے سفر کیا تھا
بازمی گردند چوں استارہا	نور آں خورشید ازیں دیوارہا
ستاروں کی طرح واپس ہو جاتے ہیں	ان دیواروں سے سورج کے نور
پرتو خورشید شد تا جائیگاہ	ماند ہر دیوار تاریک و سیاہ
سورج کا عکس (اپنی) جگہ چلا گیا	ہر دیوار کالی اور سیاہ رہ گئی
آنکہ کرد او در رخ خوبانت دنگ	نور خورشیدست از شیشہ سہ رنگ
وہ حسن جس نے معشوقوں کے چہرے پر تجھے حیران کردیا ہے	وہ سہ رنگے شیشہ سے سورج کا نور ہے
شیشہائے رنگ رنگ آں نور را	می نماید ایں چنیں رنگیں بما
رنگ برنگ کے شیشے اس نور کو	ہمیں ایسا رنگین دکھاتے ہیں
چوں نماند شیشہائے رنگ رنگ	نور بیرنگت کند آں گاہ دنگ
جب رنگ برنگ کے شیشے نہ رہیں گے	اس وقت وہ بے رنگ نور تجھے حیران کر دے گا
خوی کن بے شیشہ دیدن نور را	تا چو شیشہ بشکند نبود عمیٰ
نور کو بغیر شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈال	تاکہ جب شیشہ ٹوٹ جائے تو اندھا پن نہ ہو
قانعی بادانش آموختہ	وز چراغ غیر چشم افروختہ
تونے سیکھی ہوئی سمجھ پر اکتفا کر لیا ہے	اور دوسرے کے چراغ سے تونے آنکھیں روشن کی ہیں
او چراغ خویش برباید کہ تا	تو بدانی مستعیری نے فتیٰ
وہ اپنا چراغ لے جائے گا تاکہ	تو جان لے کہ تو مانگا ہوا لینے والا ہے نہ کہ مرد
گر تو کردی شکر وسعی مجتہد	غم مخور کہ صد چناں بازت دہد
اگر تونے شکر کیا اور پوری کوشش	تو غم نہ کر وہ ایسے سینکڑوں (حسن) پھر دے دے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

ور نکردی شکر اکنوں خوں گری	کہ شدست آں حسن از کافر بری
اگر تو نے شکر ادا نہ کیا تو اب خون (کے آنسو) روئے گا	کیونکہ وہ حسن ایک ناشکرے سے چلا گیا ہے
امة الکفران اصل اعمالهم	امة الایمان اصلح بالهم
(اللہ تعالیٰ نے) کافروں کے اعمال کو رائیگاں کر دیا ہے	(اور) مومنوں کی جماعت کے اعمال کی اصلاح کر دی ہے
گم شد از بے شکر خوبی و ہنر	کہ دگر ہرگز نہ بیند زاں اثر
ناشکرے سے اچھائی اور ہنر اس طرح گم ہوا	کہ وہ دوبارہ بھی اس کا نشان نہ دیکھے گا
خویشی و بے خویش و شکر و وداد	رفت زانساں کہ نیاردشاں بیاد
اپنائیت اور غیریت اور شکر اور عطا	اس طرح سے گئیں کہ وہ ان کو یاد (بھی) نہ کرے گا
کہ اضل اعمالھم اے کافراں	جستن کام ست از ہر کامراں
اے کافرو! ان کے اعمال کو رائیگاں کر دیا ہے	جستجو کرنا ہر (دنیا دار) بامراد کا مقصد ہے
جز ز اہل شکر و اصحاب وفا	کہ مراایشاں راست دولت در قفا
سوائے شکر گزاروں اور باوفا لوگوں کے	کیونکہ دولت ان کے پیچھے ہے
دولت رفتہ کجا قوت دہد	دولت آئندہ خاصیت دہد
گذری ہوئی دولت کب طاقت دیتی ہے؟	آنے والی دولت خاصیت دکھاتی ہے
قرض دہ زیں دولت اندر اقرضوا	تا کہ صد دولت بہ بینی پیش رو
"تم قرض دو" کے سلسلہ میں تو اس دولت سے قرض دے	تاکہ تو (اپنے) سامنے سینکڑوں دولتیں دیکھے
اندکے زیں شرب کم کن بہر خویش	تا کہ حوض کوثرے یابی بہ پیش
اپنے لئے اس پینے میں سے کچھ کم کر دے	تاکہ تو آئندہ حوض کوثر پا لے
جرعہ بر خاک وفا آنکس کہ ریخت	کے تواند صید دولت زو گریخت
جس شخص نے وفا کی زمین پر ایک گھونٹ بہایا	دولت کا شکار اس سے کہاں بھاگ سکتا ہے؟
خوش کند دل شاں کہ اصلح بالھم	رد من بعد التویٰ انزالھم
(اللہ تعالیٰ) ان کا دل خوش کردے گا کیونکہ ان کے دل کی اصلاح کر دی ہے	ان کی مہمانی کے کھانے کو ختم ہو جانے کے بعد لوٹا دیا ہے
اے اجل وے ترک غارت ساز دہ	ہر چہ بردی زیں شکوراں باز دہ
اے موت اے دیہات کو لوٹنے والے ترک!	ان شکر گزاروں کا جو کچھ تو نے چھینا ہے واپس دے دے

besturdubooks.wordpress.com

وادہد ایشاں نہ پذیرند ہاں ۔ زانکہ منعم گشتہ انداز رخت جاں

وہ ان کو واپس دے گی وہ اس کو ہرگز قبول نہ کریں گے ۔ کیونکہ روح کے سامان سے وہ مالدار بن گئے ہیں

صوفیئیم و خرقہا انداختیم ۔ بازنستانیم چوں درباختیم

ہم صوفی ہیں اور ہم نے چیتھڑے اتار دیئے ہیں ۔ جبکہ ہم نے ان کو ہار دیا ہے ہم دوبارہ نہ لیں گے

ماعوض دیدیم وانگہ چوں عوض ۔ رفت از ما حاجت وحرص وغرض

ہم نے بدلہ پا لیا ہے اور پھر بدلہ بھی کیسا؟ ۔ ہم سے ضرورت اور حرص اور غرض روانہ ہو گئی ہے

زآب شور مہلکے بیروں شدیم ۔ بر رحیق و چشمۂ کوثر زدیم

ہم مہلک کھاری پانی سے باہر آ گئے ہیں ۔ شراب اور حوض کوثر پر مقیم ہو گئے ہیں

آنچہ کردی اے جہاں بادیگراں ۔ بیوفائی و فن و ناز گراں

اے دنیا! تو نے جو کچھ دوسروں کے ساتھ برتی ۔ بے وفائی اور چالاکی اور بھاری ناز

برسرت ریزیم ما بہر خدا ۔ کہ شہیدیم آمدہ اندر غزا

ہم خدا کے لئے تیرے سر پر مارتے ہیں ۔ کیونکہ ہم تو جہاد کے شہید ہیں

تابدانی کہ خدائے پاک را ۔ بندگاں ہستند پر حملہ و مرا

تاکہ تو جان لے کہ خدائے پاک کے ۔ حملہ اور جنگ سے پر (بھی) بندے ہیں

سبلت تزویر دنیا برکنند ۔ خیمہ رابر باروی نصرت زنند

دنیا کی مکاری کی مونچھیں اکھاڑ دیتے ہیں ۔ مدد (خداوندی) کے قلعہ پر جھنڈا گاڑ دیتے ہیں

ایں شہیداں باز نو غازی شدند ۔ ویں اسیراں باز بر نصرت زدند

یہ شہید از سر نو غازی بن گئے ہیں ۔ یہ قیدی پھر مدد پر آمادہ ہیں

قفل مشکلہا ز لطفش حل شدہ ۔ نفس کافر ناگہاں بسمل شدہ

اس کی مہربانی سے مشکلوں کا قفل کھل گیا ہے ۔ کافر کا نفس اچانک تڑپنے لگا

ناامیدی رفتہ امید آمدہ ۔ گشت مسجد ناگہاں ایں بتکدہ

مایوسی ختم ہوئی امید پیدا ہو گئی ۔ یہ بت خانہ اچانک مسجد بن گیا

سربرآوردند باز از نیستی ۔ کہ بہ بیں مارا کہ اکمہ نیستی

وہ عدم سے پھر موجود ہو گئے ۔ ہمیں دیکھ لے تو اندھا (تو) نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بدانی در عدم خورشید ہاست	وانچہ اینجا آفتاب آنجا سہاست
تاکہ تو سمجھ لے کہ عدم میں بہت سے سورج ہیں	جو یہاں سورج ہے وہاں (کا) ستارہ ہے
در عدم ہستی برادر چوں بود	ضد اندر ضد چوں مکنوں بود
اے بھائی! عدم میں وجود کس طرح ہوتا ہے؟	ضد ضد میں کیسے پوشیدہ ہوتی ہے؟
یخرج الحی من المیت بداں	کہ عدم آمد امید عابداں
سمجھ لے وہ مردے سے زندہ پیدا کر دیتا ہے	عدم میں عبادت گزاروں کی امید ہے
مرد کارندہ کہ انبارش تہی ست	شادوخوش نے برامید نیستی ست؟
وہ کاشتکار جس کا کھلیان خالی ہے	کیا وہ عدم کی امید پر خوش و خرم نہیں ہے؟
کہ بردید آں زسوئے نیستی	فہم کن گر واقف معنیستی
کہ وہ عدم میں سے اگ آئے گی	سمجھ لے اگر تو حقیقت کا جان کار ہے
دمبدم از نیستی تو منتظر	کہ بیابی فہم و ذوق آرام و بر
تو ہر وقت عدم کا منتظر رہ	تاکہ تو آرام اور نیکی کا ذوق اور فہم حاصل کر لے
نیست دستوری کشاد ایں راز را	ورنہ بغدادے کنم انجاز را
اس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں	ورنہ میں انجاز کو بغداد بنا دیتا
پس خزانہ صنع حق باشد عدم	کہ برآرد زو عطا ہا دمبدم
اللہ تعالٰی کی کاریگری کا خزانہ عدم ہے	کیونکہ وہ اس سے پے در پے عطا برآمد کرتا ہے
مبدع آمد حق و مبدع آں بود	کہ برآرد فرع بے اصل وسند
اللہ (تعالٰی) ایجاد کرنے والا ہے اور ایجاد کرنے والا وہ ہوتا ہے	جو بغیر جڑ اور اصل کے شاخ پیدا کر دے

شرح حبیبی

اچھا تم کوے کی طرح کب تک ایک ہی رٹ لگائے جاؤ گے اس گفتگو کو چھوڑ دو۔ اور پوچھو کہ اے خلیل آپ نے مرغ کو کیوں ذبح کیا۔

فائدہ:۔ ولی محمد نے کہا ہے کہ ہچو زاغ مصرع ثانی سے متعلق ہے اور معنی یہ ہیں کہ اے خلیل تم نے زاغ کی طرح خروس کو کیوں مارا۔ والراجح عندی ماقلت واللہ اعلم) بتلائے تو سہی اس میں حکمت کیا تھی تا کہ اس پر مطلع ہو کر میرا بال بال اس خدائے حکیم وعلیم کی تسبیح کرے۔ جب پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ میرے لحاظ سے تو حکمت یہ تھی کہ مجھے حکم ہوا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس پر یہ سوال ہوا کہ اچھا اس حکم کی حکمت کیا تھی تا کہ میں اس پر مطلع ہو کر بجان و دل کہوں اور بغایت شہوت پرست لا الٰہ الا اللہ العلیم الحکیم۔ اس کا جواب یہ ملا کہ وہ شہوت ناک اور بغایت شہوت پرست اور اس زہریلی اور بیہودہ شراب شہوت سے مست تھا بنا بریں وہ واجب القتل تھا۔ ان سوالات و جوابات حالیہ سے فارغ ہو کر مولانا شہوت کی مذمت فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ واقعی یہ شہوت ایسی بے ہودہ چیز ہے کہ اگر حق سبحانہ کو بقائے نسل مقصود نہ ہوتی اور وہ اس کی برائی کو لوگوں سے محجوب نہ کر دیتا تو اس کی شرم سے آدمی خصی ہو جاتا۔ اس کی برائی کا تم واقعہ ذیل سے ادراک کر سکتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ شیطان نے حق سبحانہ سے درخواست کی کہ مجھے شکار انسان کے لئے ایک زبردست جال کی ضرورت ہے۔ لہٰذا عنایت فرمایا جائے اس پر چاندی' سونا اور گھوڑے وغیرہ اس کو دکھلائے گئے اور کہا گیا کہ تم ان سے ان کو پھانس سکتے ہو۔ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ واہ حضرت واہ بھلا یہ ان سے کب قابو میں آئے گا۔ غرضکہ وہ ناخوش ہوا اور غصہ کے مارے لٹک گیا۔ اس کے بعد اعلیٰ درجہ کی کانوں کے جواہرات اس کے سامنے پیش کئے گئے اور کہا گیا کہ ملعون لے یہ جال لے۔ اس پر بھی اس نے قناعت نہ کی اور کہا کہ اے بہتر مددگار یہ کافی نہیں ہے اور دے اس پر مرغن و شیریں غذائیں قیمتی شربت اور ریشمی کپڑے عطا فرمائے۔ اس نے اس پر بس نہ کی اور کہا کہ مجھے اس سے بھی زیادہ اعانت کی ضرورت ہے تا کہ میں ان کو جال میں پھانس سکوں اور تا کہ تیرے عشاق جو مرد اور بہادر ہیں اس جال کو توڑ نہ سکیں اور تا کہ تیرے مرد اس جال اور ان خواہش نفسانی کی رسیوں کے ذریعہ سے نامردوں سے ممتاز ہو جائیں۔

پس میں ایک اور جال مانگتا ہوں مگر معمولی جال نہیں۔ بلکہ وہ جال جو مردوں کو پچھاڑنے والا اور نہایت چالاک ہو۔ اس پر شراب اور پانی اس کے سامنے رکھے گئے اس سے وہ مسکرایا اور کچھ خوش ہوا۔ اس کے بعد حق سبحانہ کی صفت اضلال سے درخواست کی۔ کہ ہنوز امتحان کی تکمیل نہیں ہوئی۔ آپ بحر امتحان سے گرد نکال دیں یعنی امتحان کرانتہا تک پہنچا دیں۔ آپ کی شان ارفع و اعلیٰ ہے دریا سے گرد تو آپ کے بندے نکال سکتے ہیں۔

دیکھئے آپ کے بندوں میں ایک موسیٰ ہیں جنہوں نے دریا میں گرد کے پردے باندھ دیئے کہ پانی نے ہر طرف سے اپنی باگ کھینچ لی اور سمت گیا اور دریائے گرد نکل آئی اور وہ خشک ہو گیا۔ پس آپ ضرور ایسا کیجئے پس جبکہ حق سبحانہ نے اس کو عورتوں کا حسن دکھلایا جو مردوں کا صبر و سکون کھوئے دیتا ہے تو اس نے چٹکی بجائی اور وجد میں آ کر ناچنے لگا اور کہا کہ ہاں اب میرا مقصد حاصل ہوا۔ بس جلدی سے مجھے عنایت فرما دیجئے اور جب کہ اس نے ان نشیلی آنکھوں کو جو عقول کو بے تاب کئے دیتی ہیں اور ان معشوقوں کے اس صفائے رخسار کو دیکھا جس پر عشاق کے دل سپند کی طرح جلتے ہیں اور ان کے چہرہ اور خال اور ابرو اور ان عقیق کی مانند لبوں کو دیکھا جو ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے پردۂ باریک سے آفتاب چمکتا ہو اور اس قد کو دیکھا جو اس سرو خراماں کے مشابہ تھا۔ جو چمن میں موجود اور سرسبز و شاداب ہو اور اس رخسار کو دیکھا جو یاسمین و نسرین کے مشابہ تھا اور اس ناز کو دیکھا جو ان میں خون چھلکتا تھا۔ جیسے باریک پردہ سے تجلی حق نمودار ہو تو پھڑک گیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا شہوت سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں اور برق حسن سے زیادہ اس میگزین میں آگ لگانے والی دوسری شے نہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حسینوں کے کرشمہ اور ان کے نہایت شوخ ناز سے۔ایک عالم سرگشتہ و حیران ودنگ ہے۔حتیٰ کہ انسان جن اور فرشتے مثل ہاروت و ماروت کی طرح بھی اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں مگر وہ آدم علیہ السلام کی طرح ایک وقت میں اس عزت سے معزول ہو جاتا ہے۔اس پر وہ کہتا ہے کہ ہائے افسوس میرا حسن وجود کے بعد معدوم ہو گیا ہے اس کا موجب یہ ملتا ہے کہ تمہارا جرم یہ ہے کہ تم زیادہ جئے اس بناء پر یہ نعمت تم سے چھین لی گئی۔جبریل اس کو بال پکڑ کر کھینچتا ہے اور کہتا ہے کہ جنت حسن سے اور حسینوں کی جماعت سے باہر نکل اس پر وہ کہتا ہے کہ اے جبریل تو تو مجھے صدق دل سے سجدہ کرتا تھا اب تو مجھے جنت سے کیوں نکالتا ہے دیکھ تو سہی میرے جسم سے حصہ حسن یوں اترا جاتا ہے جیسے فصل خزاں میں درخت سے پتے جھڑتے ہوں۔

فائدہ:۔ چونکہ حسین کو معزولی میں حضرت آدم علیہ السلام سے تشبیہ دی تھی۔اس لئے لوازم یا مناسبات مشبہ بہ کو اس کے لئے ثابت کیا ہے ورنہ نہ وہاں جنت ہے' نہ جبریل نہ سجدہ' نہ سوال نہ جواب اور مقصود صرف اس کے حسن کا زوال اور اس پر اس کا اظہار غم ہے۔

القصہ وہ اس کا حسن زائل ہوتا ہے اور وہ روتا پیٹتا ہے اس کا وہ رخسار جس کی چمک چاند کی چمک سے ملتی تھی بڑھاپے سے گوہ کی پشت کی طرح ہو جاتا ہے اور اس کا سر اور وہ حسین مانگ جو سیاہ بالوں میں چمکتی تھی بڑھاپے کے وقت ناپسندیدہ ہو جاتے ہیں اور سر کے بال جھڑ جاتے ہیں اور اس کا چکدار اور سناں کی طرح حملہ آور قد بڑھاپے میں کمان کی طرح دوہرا ہو جاتا ہے اور اس کے بال جو کوے کے پروں کی طرح کالے تھے برف کی طرح سفید ہو جاتے ہیں اور جھریاں پڑ کر منہ خراب ہو جاتا ہے اور اس کی لالہ کی سی رنگت زعفران کی رنگت ہو جاتی ہے۔یعنی چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔

اور اس کا شیر کا ساز ور عورتوں کی کمزوری سے بدل جاتا ہے اور اس کی نرگس کے مانند آنکھ پژمردہ ہو جاتی ہے اور گرمی اعضاء سرد ہو جاتی ہے اور جو کہ چالاکی سے آدمی کو بغل میں دبا لیتا تھا اب اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ چلنے کے وقت اور لوگ اسے بغل میں لیتے ہیں۔

مگر یہ باتیں اصلی غم و پژمردگی نہیں ہیں۔بلکہ یہ تو اس کے آثار ہیں کیونکہ اصلی غم اور پژمردگی موت ہے اور یہ قاصد ہیں اس کے۔الحاصل بڑھاپا حسینوں کو بہت ضرر پہنچاتا ہے لیکن اگر بجائے جمال ظاہری کے کسی کو کمال باطنی حاصل ہو اور نور حق سبحانہ اس کے متصل ہو تو اس کو بڑھاپے سے کوئی ضرر اور کوئی تکلیف نہیں ہوتی گو وہ سست ہوتا ہے مگر اس کی سستی ایسی ہوتی ہے جیسے مست کی سستی کہ وہ اس سستی میں بھی رشک رستم ہوتا ہے اور گو اس کے اعضاء میں ضعف ہوتا ہے مگر اس کے دل میں کمال قوت ہوتی ہے یہ اگر مرتا بھی ہے تو اس کی ہڈیاں ذوق وشوق میں ڈوبی ہوتی ہیں اور اس کا ذرہ ذرہ نور شوق کی شعاعوں میں محو ہوتا ہے۔

برخلاف ان لوگوں کے جن کو نور حق سبحانہ حاصل نہیں ہے بلکہ وہ صرف حسن ظاہری ہی رکھتے ہیں ان کے بڑھاپے کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے باغ بے ثمر جس کو خزاں نے زیر وزبر کر دیا ہو اور جس میں گل نہ رہا ہو اور صرف کالے کانٹے رہ گئے ہوں اور وہ زرد اور بے مغز ہو۔جیسے گھاس کے ڈھیر کی حالت دیکھ کر تم تعجب سے کہتے ہو کہ اے اللہ اس نے کیا قصور کیا تھا جو یہ پوشاک حسن اس باغ سے جدا کی جاتی ہے۔اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ وہ عجب میں گرفتار ہو گیا اور عجب آدمی کے لئے زہر ہلاہل ہے۔اس لئے اس کی یہ گت بنی اور تم حیرت سے کہتے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ وہ معشوق جس کے عشق سے ایک عالم روتا تھا اب کوئی اس کو پاس نہیں پھٹکنے دیتا۔ آخر اس نے کیا قصور کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ملتا ہے کہ اس نے مستعار زیور حسن پہن کر دعویٰ ملکیت کیا تھا۔ اس لئے ہم اس کو واپس لیتے ہیں۔ تا کہ اسے یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ خرمن حسن ہماری ملک ہے اور حسین لوگ اس سے مستفید ہیں اور تا کہ وہ جان لے کہ یہ لباس مستعار تھا اور ہم کہ خورشید وجود میں ہمارا پرتو تھا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جمال اور فضل وکمال طاقت وقدرت جو تمہارے اندر ہے سب مستعار ہیں اور آفتاب حسن سے عالم کی طرف آئے ہیں۔ بالآخر یہ ستاروں کی طرح اپنے مقر کی طرف لوٹ جائیں گے اور یہ دھوپ ان دیواروں سے آفتاب کی طرف لوٹ جائے گی اور تم ان سے بے بہرہ ہو جاؤ گے۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ دھوپ جس وقت اپنے مرکز کی طرف لوٹ جاتی ہے تو دیواریں تاریک اور سیاہ رہ جاتی ہیں۔ پس تم سمجھو کہ جس حسن نے تم کو حیران کر دیا ہے اور جس پر تم عاشق ہو وہ نور خورشید ازلی ہے جو ان مختلف رنگ کے شیشوں سے ظاہر ہو رہا ہے اور یہ مختلف الالوان شیشے اس نور کو ہم کو رنگین اور متکیف بکیف دکھلاتے ہیں مگر جب یہ شیشے نہ رہیں گے یعنی یہ اجسام فنا ہو جائیں گے اس وقت وہ تم کو بے رنگ اور بے کیف دکھلائی دے گا۔ پس تم کو چاہئے کہ اس نور کو بدوں شیشہ کے دیکھنے کی عادت ڈالو اور اجسام کا واسطہ چھوڑو تا کہ جب یہ عینک ٹوٹ جائے اور تم مر جاؤ تو تم اندھے نہ ہو جاؤ۔ بلکہ پھر بھی اس نور کو دیکھ سکو۔ تم علم تقلیدی پر قناعت کئے ہوئے ہو اور کمالات مستعار پر خوش ہو۔

لیکن یاد رکھو کہ ایک روز مالک کمالات اپنے کمالات واپس لے لے گا تا کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ وہ ہماری ملک نہ تھے بلکہ دوسرے کے ملک تھے۔ اس وقت تمہاری دو حالتیں ہوں گی یا تو تم نے اس معطی کا شکر ادا کیا ہو گا یا نہیں اور اس میں جہد بلیغ کی ہو گی یا نہیں اگر تم نے شکر کیا ہے اور اس میں جہد بلیغ کی ہے تو ہم کو ان کمالات کے زوال کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے کیونکہ وہ ان سے سینکڑوں کمالات تمہیں عطا فرماوے گا۔

اور اگر تم نے اس کا شکر نہیں کیا ہے تو تم کو خون رونا چاہئے کیونکہ وہ حسن کمال جو تم کو ان کمالات فانیہ کے معاوضہ میں ملتا ناشکر لوگوں سے بے زار ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں کہ ہم ناشکر لوگوں کے اعمال کو کھو دیں گے۔ اور شاکرین جو کہ مومن ہیں ان کی حالت درست کریں گے اس لئے ناشکر لوگوں سے خوبی اور کمالات ضائع ہو گئے ہیں کہ پھر وہ ان کی صورت نہ دیکھیں گے نہ تو یوں کہ وہ کمالات پھر انہیں واپس مل جائیں اور نہ یوں کہ ان کا معاوضہ انہیں مل جائے اور تعلق اور بے تعلقی اور شکر منعمان دنیوی اور دوستی مردم۔ غرض تمام اوصاف ان سے یوں رخصت ہو جائیں گے کہ پھر وہ ان کو یاد بھی نہ آسکے کیونکہ اضل اعمالھم سے مراد یہ ہے کہ ہم ان لوگوں کو جو دنیا میں کامران اور اپنے مطلوبات سے ہم آغوش ہیں نامراد کر دیں گے اور اس کی یہی صورت ہے کہ نہ تو ان کو وہی کمالات ملیں کیونکہ وہ بھی ان کا مطلوب ہیں اور نہ ان سے بہتر ان کا معاوضہ ملے کیونکہ وہ بدرجۂ اولیٰ مطلوب ہے غافل ہیں اس لئے گویا کہ سو رہے ہیں اور جو آنکھ سوتی ہو وہ تو خیالات اور معدومات ہی کو دیکھتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ پس جبکہ ہمارے خوابہا کے سبب حقیقت (عدم) ہماری نظر سے مخفی ہو گئی اور خیال (عالم فانی) ظاہر ہو گیا۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم غلطی میں گرفتار ہو کر سرگشتہ وحیران ہو گئے۔ اور مقصود کو چھوڑ کر غیر مقصود میں پھنس گئے۔

فائدہ:۔ اس بیان میں مولانا نے عالم حسی کو معدوم اور خیال قرار دیا ہے یہ بنا بر حقیقت نہیں ہے بلکہ تشبیہاً ہے یعنی یہ عالم وجود اپنے عدم وفرعیت بقا کی وجہ سے ایسا ہے جیسا حقیقت کے مقابلہ میں خیال اور موجود کے مقابلہ میں معدوم۔ پس اس کو معدوم اور خیال کہنا عدم کی نسبت سے ہے نہ کہ واقع کے لحاظ سے چنانچہ اس کی طرف مولانا نے نظائر سے اشارہ ہی کر دیا ہے اور دریا کی نسبت سے کف کو معدوم اور خیال قرار دیا ہے اور ہوا کی نسبت سے خاک کو اور فکر کی نسبت سے اقوال کو۔ فتدبر

اب مولانا تعجب سے فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نے عدم (عالم وجود) کو کیسے مشاہد کر دیا ہے اور حقیقت (عدم) کو کیسے نظروں سے محجوب کر دیا ہے۔ عجیب قدرت اس کی اس کے بعد حق سبحانہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں اے نظر بندی کرنے والے کامل القدرت خدا کیا کہنا ہے تیری کمال قدرت کا۔ کہ تو نے محجوبین کی نظر میں درد کو صاف اور اس ذلیل اور محقر عالم کو باوقعت بنا دیا۔ اس کے بعد مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ دیکھو جادوگر چاندنی کو بجائے کپڑے کے سوداگر کے سامنے ناپ دیتے ہیں اور اس سے سونا نفع میں حاصل کر لیتے ہیں اور وہ اس طرح داؤ پیچ سے ان سے روپیہ وصول کر لیتے ہیں اور ان کے ہاتھ سے روپیہ تو نکل جاتا ہے مگر کپڑا اندار دھوتا ہے۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ دنیا جادوگرنی ہے اور ہم تاجر۔ اور وہ ہمارے ہاتھ چاندنی کو ناپ کر بجائے کپڑے کے بیچ رہی ہے اور خواہشات ولذات کو جو فی الحقیقت بے حقیقت ہیں ہماری نظروں میں موقر اور قابل تحصیل بنا رہی ہے۔ یعنی وہ اپنا جادو کر کے زور سے ایک گز کپڑے کو چاندنی کے ذریعہ سے پانچ سو گز بنا رہی ہے اور شہوات ولذات کو جو ایک درجہ میں مقصود ہی ہیں زندگی کا اصلی مقصد ثابت کر رہی ہے اور تم سے تمہارا زر عمر چھین رہی ہے۔ پس تم کو واضح ہو کہ جب یہ روپیہ تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا اور تم مرو گے اس وقت تمہیں معلوم ہو گا کہ تمہارا زر عمر بھی ضائع ہو گیا اور کپڑا یعنی مقاصد دنیویہ بھی تمہارے قبضہ میں نہ رہے اس وقت تمہیں بجز حسرت اور افسوس کے کچھ چارہ نہ ہو گا۔

اس لئے تم کو چاہئے کہ اس جادوگرنی سے بچنے کے لئے حق سبحانہٗ کی جناب میں پناہ لو۔ اور کہو کہ اے اللہ فریاد ہے ان جادوگروں اور ان کی گرہوں سے یہ منتر پھونک پھونک کر گرہیں لگاتے ہیں اور میرے حواس پر قبضہ کئے لیتے ہیں پس اے فریادرس خدا میں تجھ سے فریاد کرتا ہوں تو مجھے اس شکست سے بچالے لیکن یہ بھی نہیں کہ صرف یہ الفاظ زبان سے کہہ لو کیونکہ محض الفاظ بہت کمزور ہیں اس لئے اثر نہیں کر سکتے بلکہ زبان فعل سے بھی یہ الفاظ کہو اور جو طریقہ عملی اس استعاذہ کا بتایا گیا ہے یعنی اتباع شریعت اور رضا جوئی حق سبحانہ اس کو بھی عمل میں لاؤ اس وقت تم کو اس جادوگرنی دنیا سے نجات ہو جائے گی اور یہ تم کو نہ ٹھگ سکے گی۔ دیکھو اعمال صالحہ کی بڑی ضرورت ہے کیونکہ دنیا میں تمہارے ساتھی تین ہیں۔ جن میں ایک وفادار ہے اور دو بے وفا۔ اول تو مال ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرا دوست۔ یہ تو بے وفا ہیں اور تیسرا عمل صالح ہے یہ وفادار ہے کیونکہ مال تو مرنے کے بعد دروازہ تک ہی ساتھ نہیں آتا بلکہ پھونک نکلتے ہی قطع تعلق کر دیتا ہے۔ ہاں دوست آتا ہے لیکن وہ بھی صرف قبر تک اور جب تمہیں موت آتی ہے اور تم قبر میں دفن ہوتے ہو تو وہ بزبان حال کہتا ہے کہ میں اس جگہ سے آگے تمہارا ساتھی نہیں ہوں۔ زیادہ سے زیادہ میں یہ کر سکتا ہوں کہ تمہاری قبر پر کچھ دیر ٹھہر جاؤں اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں تمہارا عمل صالح تمہارا وفادار ساتھی ہے کہ وہ تمہاری قبر میں بھی تمہارے ساتھ جائے گا۔ پس تم اس کو اپنا معین بناؤ۔

اسی بناء پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ راہ موت کے لئے عمل سے بڑھ کر وفادار کوئی ساتھی نہیں ہے۔ پس اگر اعمال اچھے ہیں تو قبر میں تمہارے دوست اور معین و مددگار ہوں گے اور اگر برے ہیں تو تمہیں اذیت پہنچائیں گے۔ اس لئے تم کو اصلاح اعمال کی کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ تم ان کی مضرتوں سے مامون اور منافع سے منتفع ہو سکو۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اصلاح اعمال کا مقصود شرعی ہونا تو نص سے ثابت ہو گیا۔ اب سنو کہ اصلاح اعمال بدوں شیخ کے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عالم میں ادنیٰ سے ادنیٰ پیشہ بھی بدوں استاد کے نہیں آ سکتا۔ بلکہ ضرورت ہوتی ہے کہ اول استاد سے سیکھا جائے پھر مشق کی جائے تاکہ وہ ایک مدت کے بعد تم کو موت کے وقت تک فائدہ دے۔ جب ادنیٰ پیشہ کی یہ حالت ہے تو اصلاح اعمال کا طریقہ جو نہایت ہی مہتم بالشان کام ہے بدوں استاد کے کیسے آ سکتا ہے۔

بنا بریں تم کو چاہئے کہ اصلاح اعمال کے طریقوں کو کریم النفس صالح شخص سے سیکھو۔ جو کہ اس کا اہل ہو۔ اور نااہلوں کے ہاتھ میں ہاتھ نہ دو۔ بلکہ موتی کو صدف میں تلاش کرو جو اس کا محل ہے اور غیر محل میں مت ڈھونڈو۔ علیٰ ھٰذا فن تو اہل فن سے سیکھو نہ کہ نااہلوں سے۔ اور اگر تم کو خوش قسمتی سے اہل اللہ مل جائیں جو علاوہ صاحب فن ہونے کے خیر خواہ بھی ہیں تو تم انصاف سے کام لو اور تعلم کو ضروری سمجھ کر بے توقف ان سے تعلیم حاصل کرو اور بالکل عار نہ کرو۔ کیونکہ اگر کوئی دباغی کا کام کرے اور اس میں وہ کہنہ لباس پہن لے تو اس سے اس کی آبرو میں ذرا فرق نہ آئے گا۔ علیٰ ھٰذا اگر لوہار اپنے کام کے وقت گدڑی پہن لے تو اس کی عزت مخلوق کی نظر میں کم نہ ہوگی کیونکہ انہوں نے بضرورت ایسا کیا ہے۔ اسی طرح اگر تم بھی تعلم کے لئے اپنے کو ذلیل و خوار بناؤ گے تو اس سے تمہاری آبرو میں بھی فرق نہ آئے گا کیونکہ تم بضرورت ایسا کر رہے ہو۔

پس تم تکبر کے لباس کو اپنے بدن سے اتار ڈالو۔ اور تعلم کے وقت تذلل کا لباس پہن لو۔ اب ہم تمہیں ایک اور بات بتلاتے ہیں وہ یہ کہ اگر کوئی علم سیکھے تو اس میں زیادہ دخل الفاظ کو ہے کہ الفاظ کے ذریعہ سے اسے مقصود سمجھایا جائے اور اگر کوئی پیشہ سیکھے تو اس میں بہت بڑا دخل عمل کو ہے اور اس کی ضرورت ہے کہ اسے اس کام کی مشق کرائی جائے۔ مگر فقر کا طریق ان دونوں سے جدا ہے یہ صحبت و تعلق مرشد کامل سے حاصل ہوتا ہے۔ نہ اس میں ہاتھ کام آتا ہے نہ زبان اور ہاتھ اور زبان کو جو کچھ بھی دخل ہے وہ استعداد حصول فقر کے لئے ہے کہ اس سے قابلیت پیدا ہوتی ہے اور خود فقر ان سے حاصل نہیں ہوتا ہے کیونکہ علم فقر کی حقیقت تو انوار الٰہیہ ہیں جو اہل اللہ کی ارواح میں موجود ہوتے ہیں ان کا تعلق کتابوں اور گفتار سے نہیں ہے اور عمل سے تعلق نہ ہونا تو محتاج بیان ہی نہیں۔ پس اس علم جہان کو تو ایک روح سے دوسری روح بلا توسط حاصل کر سکتی ہے۔ یہ کتابوں اور گفتار سے نہیں حاصل کر سکتی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ الفاظ اور نقوش کتابیہ خود اس نور کو روح تک پہنچانے سے قاصر ہیں۔

مثلاً آفتاب کا عکس ایک آئینہ میں موجود ہے اس عکس کو دوسرے آئینہ تک پہنچا دے۔ نہ یہ طاقت تحریر میں ہے نہ تقریر میں۔ بلکہ اس کی صورت صرف یہ ہے کہ ایک آئینہ دوسرے آئینہ کے مقابل ہو اور اس سے براہ راست وہ نور حاصل کرے۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اگر کسی سالک کو بذریعہ تقریر یا تحریر کے کچھ اسرار علم فقر کے معلوم ہو جائیں تو اس کو حقیقت اس علم کی حاصل نہیں ہے۔ تاوقتیکہ نور الٰہیہ سینہ کو نہ کھول دے۔

اب سمجھو کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ الم نشرح لک صدرک مگر ہر کامران کے عموم سے اہل وفا اور شاکرین مستثنیٰ ہیں کیونکہ دولت مقصود ان سے وابستہ ہے اور وہ اس سے محروم نہ ہوں گے۔ اس سے تم سمجھو کہ دولت زائد اور کمالات دنیویہ فانیہ کچھ نفع نہیں پہنچا سکتے۔ ہاں دولت آئندہ خوبصورت شکر ملنے والے ہیں وہ اثر رکھتی ہے اور نفع پہنچاتی ہے پس تم اس دولت کمالات دنیویہ قدرت و اختیار۔ فضل و کمال وغیرہ کو خدا کی راہ میں صرف کرو اور اقرضوا اللہ قرضاً حسناً کی تعمیل میں حق سبحانہ کو قرض دو تاکہ تم ایسی سینکڑوں دولتوں کو اپنے سامنے موجود پاؤ۔ اور اسی شراب دولت کمالات سے خود کم نفع حاصل کرو اور زیادہ حصہ اس کا خدا کی راہ میں صرف کرو تاکہ اس کے معاوضہ میں حوض کوثر کمالات اخرویہ کو تم اپنے سامنے موجود پاؤ۔ کیونکہ جو لوگ خاک وفا پر اس شراب کا گھونٹ ڈالتے ہیں یعنی وفاداری کرتے ہیں اور اس طرح اس شراب کو وفا سے ملتمس کرتے ہیں دولت اخرویہ ان سے بچ کر نہیں جا سکتی وہ اسے ضرور حاصل کریں گے اور خدا اس کے دل کو حسب وعدہ خوش کرے گا اور جبکہ وہ اپنی ہستی اور اپنے کمالات رضاء حق میں فنا کر دیں گے۔

فنائے سامان کے بعد پھر وہ سامان ان کو عطا کرے گا اور کہے گا کہ اے موت (مراد فنائے اصطلاحی ہے) اور اے اس گاؤں کے لوٹنے والے ترک (فنا) جو کچھ تو ان شاکرین کا سامان لے گیا ہے ان کو واپس دے دے۔ بناء بریں وہ ان کو واپس دے گا لیکن شاکرین اسے قبول نہ کریں گے کیونکہ ان کو روحانی دولت باقیہ مل چکی ہو گی۔ اور اس کے ذریعے سے وہ اس دولت فانیہ سے مستغنی ہو چکے ہوں گے۔ اور وہ کہیں گے کہ ہم صوفی ہیں اور ہم نے لباس ہستی اتار دیا ہے۔ پس تو جبکہ ہم اسے دے چکے ہیں تو اب واپس نہ لیں گے۔ نیز ہم کو ان کا معاوضہ مل چکا ہے اور عوض بھی کیسا جس سے ہماری احتیاج اور حرص وغرض مذموم جو ان کمالات فانیہ سے تھی سب جاتی رہی۔ اس لئے بھی ہم انہیں واپس نہ لیں گے۔ ہم اس آب شور مہلک کمالات دنیویہ سے نجات پا چکے ہیں اور شراب طہور اور چشمۂ کوثر ہر کمال اخروی ہمیں مل گیا ہے۔ اب ہمیں کیا ضرورت ہے کہ دوبارہ اس آب شور کو لیں۔ غرضکہ دولت کمالات دنیویہ جو ان سے فنا ہو چکی ہے وہ اسے واپس نہیں لینا چاہتے اور دنیا کو خطاب کر کے فرماتے ہیں کہ اے دنیا جو کچھ تو نے دوسروں کے ساتھ بے وفائی اور مکر اور ناز نخرے کئے ہیں۔

اب ہم اس کے معاوضہ میں تجھ سے مقابلہ کرتے ہیں کیونکہ ہم شہید اور فانی فی الحق ہیں اور اب تجھ سے جنگ

www.besturdubooks.wordpress.com

کے لئے آئے ہیں تاکہ تجھے معلوم ہو جائے کہ بندگان خدا ایسے بھی ہیں جو تجھ پر حملہ کرتے ہیں اور تجھ سے لڑتے ہیں اور تیری اطاعت نہیں کرتے۔ پس وہ دنیا کے مکر کو تہس نہس کر دیں گے۔ اور اس جنگ میں فتح حاصل کریں گے اور بعد بقایہ شہید پھر نئے سرے سے دنیا کا مقابلہ کریں گے اور یہ لوگ جو اول دنیا کے قیدی تھے پھر اس کے مقابلہ میں فتح حاصل کریں گے ان کی مشکلات کا قفل بعنایت حق سبحانہ کھل چکا ہوگا اور ان کا نفس کا فر قتل ہو چکا ہوگا اور ان سے ناامیدی زائل ہو چکی ہوگی اور آفتاب امید طلوع ہو چکا ہوگا اور ان کی ہستی جو اول بتکدہ تھی جس میں نفس وشیطان کی پرستش ہوتی تھی اب مسجد ہو گئی ہوگی جس میں صرف خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش ہوتی ہوگی اور یہ لوگ عدم سے پھر وجود میں آئیں گے۔ اور فنافی الحق کے بعد بقاباالحق حاصل کریں گے اور کہیں گے کہ لوگو اگر تم اندھے نہیں ہو تو ہمیں دیکھو تاکہ تمہیں معلوم ہو کہ فنا قابل نفرت نہیں ہے۔ بلکہ قابل تحصیل ہے کیونکہ وہاں خورشید کمال رہتے ہیں اور کاملین دنیا کو ان سے وہی نسبت ہے جو سہا کو آفتاب سے۔ شاید تم پوچھو کہ جناب وجود و عدم' فنا و بقا ہر دو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور ایک ضد میں دوسری نہیں ہو سکتی۔ پس فنا سے بقاء اور عدم سے وجود کیونکر حاصل ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ خیال بنص قرآنی غلط ہے کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں۔ یخرج الحی من المیت یعنی حق سبحانہ کی قدرت ایسی کامل ہے کہ وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے۔ اس سے ہمارے بیان کی صحت ظاہر ہو گئی۔ پس تم سمجھ لو کہ عدم اور فنا میں عابدوں کی امید (بقا) ہے۔ اور یہ خیال جس طرح بنص قرآنی غلط ہے یوں ہی مشاہدہ بھی اس کی تردید کرتا ہے۔ دیکھو جو شخص بوتا اور اپنے انبار غلہ کو خالی کرتا ہے کیا وہ عدم کی ہی امید پر شاد اور خوش نہیں ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ دانہ نیستی اور عدم سے پھر وجود میں آئیں گے۔ پس اگر تم واقف معنی ہو تو اس سے ہمارے بیان کا صدق سمجھ سکتے ہو۔ دور کیوں جاؤ تم اپنے ہی کو دیکھ لو کہ تم عدم سے وجود کے ہر وقت منتظر رہتے ہو اور چاہتے ہو کہ تمہیں فہم اور ذوق اور آرام اور ہر قسم کی بھلائیاں جو معدوم ہیں عدم سے وجود میں آکر مل جائیں۔

پس ثابت ہوا ہے کہ عدم سے وجود اور فنا سے بقا حاصل ہوتی ہے۔ مجھے اس سے زیادہ اس راز کو کھولنے کی اجازت نہیں۔ ورنہ میں تمام منکرین کو منوا دوں کہ عدم میں ہستی ہے اور فنا میں بقا ہو سکتی ہے۔

فائدہ:۔ اجازت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گو بحیثیت تشریعی حق سبحانہ کو ہدایت ہی مقصود ہے مگر بحیثیت تکوینی ہدایت وگمراہی دونوں مطلوب ہیں۔ اس لئے وہ بحیثیت تکوینی یہ نہیں چاہتے کہ عالم میں صرف ہدایت ہو۔ نیز چونکہ یہ عالم امتحان ہے اور امتحان کا مدار اختیار پر ہے اس لئے وہ نہیں چاہتے کہ آدمی مجبور ہو کر ہدایت کو قبول کریں کہ اختیار خود ہدایت حاصل کریں۔

الحاصل:۔ خزانہ صنع حق سبحانہ عدم ہے جس سے وہ ہر دم بخششیں نکال کر عالم پر فائض کرتا ہے اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حق سبحانہ مبدع ہیں اور مبدع وہی ہوتا ہے جو بلا مادہ کے اور عدم بحت سے ایک شے کو وجود میں لائے۔ پس ثابت ہوا کہ حق سبحانہ اشیاء کو عدم صرف سے وجود میں لاتے ہیں اور یہ غلط ہے کہ کوئی شے عدم سے وجود میں نہیں آتی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مثال عالم ہست نیست نما و عالم نیست ہست نمائے

موجود عالم جو بظاہر معدوم ہے اور معدوم عالم جو بظاہر موجود ہے کی مثال

نیست را بنمود ہست آں محتشم	ہست را بنمود بر شکل عدم
اس عزت و جلال والے نے معدوم کو موجود دکھایا ہے	موجود کو معدوم کی شکل میں پیدا کیا ہے
بحر را پوشیدہ و کف کرد آشکار	بادرا پوشید و بنمودت غبار
سمندر کو پوشیدہ کر دیا ہے، جھاگ کو رونما کر دیا ہے	ہوا کو چھپا دیا ہے غبار کو ظاہر کر دیا ہے
چوں منارہ خاک پیچاں در ہوا	خاک از خود چوں برآید بر علا
ہوا میں چکراتی ہوئی خاک، منارہ کی طرح ہے	خاک بلندی پر خود کیسے چڑھ جاتی ہے؟
خاک را بینی بہ بالا اے علیل	باد را نہ جز بتعریف و دلیل
اے بیمار! تو خاک کو اوپر دیکھتا ہے	ہوا کو بتانے اور دلیل کے سوا نہیں دیکھتا ہے
کف ہمی بینی روانہ ہر طرف	کف بے دریا ندارد منصرف
تو جھاگ کو ہر طرف جاری دیکھتا ہے	بغیر دریا کے جھاگ نہیں چل سکتا ہے
کف بحس بینی و دریا از دلیل	فکر پنہاں آشکارا قال و قیل
(تو جھاگ کو حواس سے دیکھ لیتا ہے اور دریا کو دلیل سے (سمجھتا ہے)	خیال پوشیدہ ہے اور گفتگو واضح ہے
نفی را اثبات می پنداشتیم	دیدۂ معدوم بینی داشتیم
ہم نے معدوم کو موجود سمجھ لیا	ہم معدوم کو دیکھنے والی آنکھ رکھتے ہیں
دیدہ کاندروے نعاسے شد پدید	کے تواند جز خیال و نیست دید؟
وہ آنکھ جس کو نیند آ رہی ہو	وہ خیال اور معدوم کے سوا کیا دیکھ سکتی ہے؟
لاجرم سرگشتہ گشتیم از ضلال	چوں حقیقت شد نہاں پیدا خیال
لامحالہ ہم گمراہی سے حیران ہوگئے ہیں	چونکہ حقیقت چھپ گئی ہے اور خیال واضح ہے
ایں عدم را چوں نشاند اندر نظر	چوں نہاں کرد آں حقیقت از بصر
اس معدوم کو نظر میں کیسے جما دیا؟	اس حقیقت کو نظر سے کیسے چھپا دیا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

آفریں اے اوستاد سحر باف	کہ نمودی معرضاں را درد صاف
اے جادو کرنے والے استاد! آفریں ہے	تو نے منہ موڑنے والوں کو تلچھٹ ' نیر دکھائی
ساحراں مہتاب پیمایند زود	پیش بازرگان و زر گیرند و سود
جادو گر فوراً چاندنی ناپ دیتے ہیں	سوداگر کے سامنے اور سونا اور نفع حاصل کر لیتے ہیں
سیم بربایند زیں گوں پیچ پیچ	سیم از کف ، رفتہ و کرپاس ہیچ
اس پیچ در پیچ معاملہ سے چاندی اڑا لیتے ہیں	چاندی ہاتھ سے گئی اور کپڑا کچھ نہیں
ایں جہاں جادوست ما آں تاجریم	کہ ازو مہتاب پیمودہ خریم
یہ دنیا جادو ہے ہم وہ سوداگر ہیں	کہ اس کی نپی ہوئی چاندی خریدتے ہیں
گز کند کرپاس پانصد گز شتاب	ساحرانہ او ز نور ماہتاب
وہ جلدی سے پانچسو گز کپڑا ناپ دے	جادوگری کے ذریعہ چاند کی چاندنی سے
چوں ستد او سیم عمرت اے رہی	سیم شد کرپاس نے کیسہ تہی
اے غلام! جب اس نے تیری عمر کی چاندی لے لی	چاندی گئی کپڑا ندارد تھیلی خالی ہو گئی
قل اعوذت خواند باید کاے احد	ہیں ز نفاثات افغاں وز عقد
تجھے قل اعوذ پڑھنی چاہئے کہ اے خدا!	جادو گرنیوں اور گرہوں سے فریاد ہے
میدمند اندر گرہ آں ساحرات	الغیاث اے مستغاث از بردمات
وہ جادو گرنیاں گرہ میں پھونک مارتی ہیں	اے فریاد رس! اس شطرنجی چال سے فریاد ہے
لیک برخواں از زبان فعل نیز	کہ زبان قول سست اے عزیز
لیکن عمل کی زبان سے بھی پڑھ	اے پیارے! کیونکہ قول کی زبان کمزور ہے
در زمانہ مر ترا ہمرہ سہ اند	آں یکے وافی و آں دو غدر مند
دنیا میں تیرے تین ساتھی ہیں	ایک وفادار اور دو حیلہ جو ہیں
آں یکے یاران و دیگر رخت و مال	واں سوم وافی ست آں حسن الفعال
ایک دوست ہیں. اور دوسرا مال و اسباب ہیں	تیسرا وفادار نیک عمل ہے
مال ناید با تو بیروں از قصور	یار آید لیک تا بالین گور
مال تو محلوں سے باہر (بھی) نہ نکلے گا	دوست آئے گا لیکن قبر کے سرہانے تک

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں ترا روز اجل آید بہ پیش	یار گوید از زبان حال خویش
جب تجھے موت کا دن درپیش ہو گا	دوست اپنی زبان حال سے کہے گا
تابدیں جا بیش ہمرہ نیستم	بر سر گورت زمانے بیستم
اس جگہ سے آگے کا ساتھی نہیں ہوں	تھوڑی دیر تیری قبر پر ٹھہرتا ہوں
فعل تو وافی ست زاں کن ملتحد	کاندر آید با تو در قعر لحد
تیرا عمل وفادار ہے اس میں اپنی پناہ گاہ بنا لے	کیونکہ تیرے ساتھ قبر کی گہرائی میں آئے گا

در تفسیر قولہ علیہ السلام لابد من قرین یدفن معک و ھو حی و تدفن معہ‘ و انت میت و ان کان کریماً اکرمک و ان کان لئیماً اسلمک و ذٰلک القرین عملک فاصلحہ‘ ما ستطعت

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر کہ ایک ساتھی ضروری ہے جو میرے ساتھ زندہ دفن ہوگا اور تو مردہ اس کے ساتھ دفن ہوگا تو اگر وہ شریف ہے تو تیری عزت کریگا اور اگر کمینہ ہے تو تجھے چھوڑ بھاگے گا اور یہ ساتھی تیرا عمل ہے پس جس قدر ممکن ہو تو اس کی اصلاح کرلے

پس پیغمبر گفت بہر ایں طریق	باوفا تر از عمل نبود رفیق
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے اس راستہ کے لئے	کوئی ساتھی عمل سے زیادہ باوفا نہیں ہے
گر بود نیکو ابد یارت شود	ور بود بد در لحد مارت شود
اگر وہ نیک ہو گا‘ ابد تک تیرا دوست ہو گا	اگر بد ہوگا‘ تیرے لئے قبر میں سانپ ہو گا
ایں عمل ویں کسب در راہ سداد	کے تواں کرد اے پدر بے اوستاد
یہ عمل اور یہ کمائی‘ سچائی کے راستہ میں	اے بابا! بغیر استاد کے کب کی جا سکتی ہے؟
دوں تریں کسبے کہ در عالم رود	ہیچ بے ارشاد استادے بود؟
کم درجہ کا پیشہ جو دنیا میں چالو ہے	کبھی استاد کی رہنمائی کے بغیر ہوا ہے؟
اولش علم ست و انگاہے عمل	تادہد بر بعد مہلت تا اجل
اس پیشہ کی ابتداء جاننا پھر عمل کرنا ہے	تاکہ تھوڑی دیر بعد موت تک پھل دے
استعینوا فی الحرف یاذا النہیٰ	من کریم صالح من اھلھا
اے عقلمندو! پیشوں میں مدد حاصل کرو	کسی شریف نیک سے جو ان کا اہل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

اطلب الدر اخی وسط الصدف	والطلب الفن من ارباب الحرف
اے بھائی! موتی سیپ کے اندر تلاش کر	اور فن کو پیشہ وروں سے طلب کر
ان رأیتم ناصحین انصفوا	بادروا التعلیم لا تستنکفوا
اگر تم نصیحت کرنے والوں کو دیکھو، خاموشی سے سنو	تعلیم کی طرف بڑھو، تکبر نہ کرو
درد باغی گر خلق پوشید مرد	خواجگی خواجہ را آں کم نہ کرد
اگر دباغی میں انسان نے پھٹا پرانا پہنا	اس نے شریف کی شرافت کو نہ گھٹایا
وقت دم آہنگرار پوشید دلق	احتشام او نشد کم پیش خلق
اگر (بھٹی) دھونکنے کے وقت لوہار نے گدڑی پہن لی	تو لوگوں کے سامنے اس کی عزت نہیں گھٹی
پس لباس کبر بیروں کن زتن	ملبس ذل پوش در آموختن
تو تکبر کا لباس جسم سے اتار دے	سیکھنے میں ذلت کا لباس پہن لے
علم آموزی طریقش قولی ست	حرف آموزی طریقش فعلی ست
تو علم سیکھتا ہے تو اس کا طریقہ زبانی ہے	دستکاری سیکھتا ہے تو اس کا طریقہ عملی ہے
فقر خواہی آں بصحبت قائم ست	نے زبانت کارمی آید نہ دست
فقر چاہتا ہے وہ صحبت سے متعلق ہے	نہ تیری زبان کام آتی ہے نہ ہاتھ
دانش انوار ست در جان رجال	نے زراہ دفتر و نے قیل وقال
انوار کا علم (سلوک اولیاء) لوگوں کے دل میں ہے	(وہ حاصل نہیں ہوتا ہے) نہ کتاب کے راستے سے نہ گفتگو سے
دانش آنرا ستاند جاں زجاں	نے ز راہ دفتر و نے از زباں
اس کا علم روح، روح سے حاصل کرتی ہے	نہ کتاب کے راستہ سے اور نہ زبان سے
دردل سالک اگر ہست آں رموز	رمز دانی نیست سالک را ہنوز
اگر سالک کے دل میں وہ رموز (بھی) ہیں	(لیکن) سالک کو ابھی ان کی سمجھ نہیں ہے
تادلش را شرح آں سازد ضیا	پس الم نشرح بفرماید خدا
جب تک کہ اس کے دل کے لئے نور اس کی تشریح نہ کردے	پھر خدا فرماتا ہے کیا ہم نے تیرا سینہ نہیں کھول دیا؟
کہ درون سینہ شرحت دادہ ایم	شرح اندر سینہ ات بنہادہ ایم
یعنی ہم نے تیرے سینہ میں اس کی شرح عنایت کردی ہے	ہم نے تیرے سینہ میں شرح رکھ دی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو ہنوز از خارج آں را طالبی	محلبی از دیگراں چوں حالبی
تو ابھی تک باہر سے اس کا طالب ہے	تو (خود) دودھ کی جگہ ہے تو دوسروں سے دودھ کیوں دوہتا ہے؟
چشمۂ شیرست در تو بے کنار	تو چرامی شیر جوئی از تغار
تیرے اندر دودھ کا لامحدود چشمہ ہے	تو گڑھے سے دودھ کا جویاں کیوں ہے؟
منفذے داری بہ بحر اے آبگیر	ننگ دارا ز آب جستن از غدیر
اے پانی حاصل کرنے والے! تیرا سمندر تک راستہ ہے	حوض سے پانی لینے میں شرم کر
کہ الم نشرح نہ شرحت ہست باز	چوں شدی تو شرح جوی و کدیہ ساز
کیا "ہم نے نہیں کھولا" تیری شرح نہیں ہے پھر	تو شرح کا طالب اور بھکاری کیوں بنا ہے؟
در نگر در شرح دل در اندروں	تا نیاید طعنۂ لا یبصروں
دل کی شرح کو باطن میں دیکھ لے	تاکہ "وہ نہیں دیکھتے ہیں" کا طعنہ نہ دیا جائے

تفسیر قولہ عزوجل و ہو معکم اینما کنتم

اللہ تعالیٰ کے قول "اور وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو" کی تفسیر

یک سبد پر ناں ترا بر فرق سر	تو ہمی خواہی لب ناں در بدر
روٹیوں کی ایک بھری ٹوکری تیرے سر کی مانگ پر ہے	تو روٹی کا ٹکڑا در بدر مانگتا ہے
در سر خود پیچ و ہل خیرہ سری	رو در دل زن چرا بر ہر دری
اپنے سر میں لگ اور بیہودہ پن چھوڑ	جا دل کا دروازہ کھٹکھٹا ہر دروازہ پر کیوں (جاتا) ہے
تا بزانوئی میان آب جو	غافل از خود زین و آں تو آبجو
تو ران تک نہر کے پانی میں ہے	تو خود سے غافل ہے اس اور اس سے پانی کا جویاں ہے
بر سرت نانست پایت اندر آب	وز عطش وز جوع گشتستی خراب
تیرے سر پر روٹی ہے (اور) تیرا پاؤں پانی میں ہے	اور تو پیاس اور بھوک سے تباہ ہے
پیش آب و پس ہم آب بامدد	چشمہا را پیش سدو خلف سد
آگے بھی جاری پانی ہے اور پیچھے بھی	چشموں کے آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے (بھی) دیوار ہے
اسپ زیر راں و فارس اسپ جو	چیست ایں گفت اسپ ولیکن اسپ کو
گھوڑا ران کے نیچے ہے اور سوار گھوڑے کا جویاں ہے	یہ کیا ہے؟ گھوڑا ہے لیکن گھوڑا کہاں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں نہ اسپ ست ایں بزیر تو پدید	گفت آرے لیک اسپ خود کہ دید
ہائیں! تیرے نیچے کھلا ہوا یہ گھوڑا ہے	وہ کہتا ہے ہاں لیکن اپنا گھوڑا کس نے دیکھا ہے؟
مست آن و پیش روی اوست آں	اندر آب و بے خبر ز آب رواں
وہ اس پر عاشق ہے اور وہ اس کے منہ کے سامنے ہے	وہ پانی میں ہے اور جاری پانی سے بے خبر ہے
مست چیز و پیش روی اوست چیز	بے خبر زاں چیز و شرح خویش نیز
وہ ایک چیز پر عاشق ہے اور چیز اس کے منہ کے سامنے ہے	وہ اس چیز اور اپنی تفصیل سے بھی بے خبر ہے
چون گوہر در بحر گوید بحر کو	واں خیال چوں صدف دیوار او
جیسا کہ موتی سمندر میں کہے سمندر کہاں ہے؟	وہ خیال سیپ کی طرح اس کی دیوار ہے
گفتن آں کو حجابش میشود	ابر تاب آفتابش میشود
اس کا کہنا' وہ کہاں ہے؟ اس کا پردہ بنتا ہے	(اور) سورج کی چمک اس کے لئے ابر بن جاتی ہے
بند چشم اوست ہم چشم بدش	عین رفع سد او گشتہ سدش
اس کی بری آنکھ بھی اس کی آنکھ کا پردہ ہے	بعینہ دیوار کا ہٹانا' اس کے لئے دیوار بن گیا
بند گوش اوشدہ ہم گوش او	ہوش باحق دار اے مدہوش او
اس کا کان بھی اس کے کان کی رکاوٹ بن گیا	اللہ کا ہوش کر' اے اس کے دیوانے!
ہوش را توزیع کردی بر جہات	می نیرزد ترۂ ترہات
تو نے ہوش کو (مختلف) جانبوں میں تقسیم کر دیا ہے	وہ فضول (خیالات) ساگ کی قیمت کے نہیں ہے

در تفسیر قول نبی علیہ السلام من جعل الهموم هماً واحداً كفاه الله سائر اهمومه و من تفرقت به الهموم لايبالي الله في اى و ادمنها هلک

آنحضورؐ کے اس قول کی تفسیر کہ جس نے غموں کو ایک غم بنا لیا اللہ تعالیٰ اس کے سارے غموں کے لئے کافی ہو گیا اور جس کے متفرق غم ہیں تو اللہ اس سے بے نیاز ہے کہ وہ کونسی وادی میں تباہ ہوا

آب ہش را می کشد ہر بیخ و خار	آب ہوشت چوں رسد سوئے ثمار
ہر جڑ اور کانٹا ہوش کے پانی کو چوس رہا ہے	پھلوں تک تیرے ہوش کا پانی کیسے پہنچے؟
آبہارا میکشد آں خس گیاہ	آب ہوشت چوں رسد سوئے الٰہ
پانی کو معمولی گھاس پی رہی ہے	تیرے ہوش کا پانی خدا تک کیسے پہنچے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں بزن آں شاخ بدرا خو کنش	آب دہ ایں شاخ خوش رانو کنش
خبردار! اس بری شاخ کو کاٹ دے (اور) اس کو دور کر دے	اس اچھی شاخ کو پانی دے، اس کو تازہ کر
ہر دو سبزند ایں زماں آخر نگر	کیں شود باطل ازاں روید ثمر
اب دونوں سبز ہیں، انجام کو دیکھ	یہ خراب ہو جائے گی، اس سے پھل پیدا ہوں گے
آب باغ ایں را حلال آں را حرام	فرق را آخر بہ بینی والسلام
باغ کا پانی اس کے لئے حلال، اس کے لئے حرام ہے	تو اخیر میں فرق کو سمجھے گا، والسلام
عدل چہ بود؟ آب دہ اشجار را	ظلم چہ بود؟ آب دادن خار را
عدل کیا ہے؟ درختوں کو پانی دے	ظلم کیا ہے؟ کانٹے کو پانی دینا
عدل وضع نعمتے در موضعش	نے بہر بیخے کہ باشد آب کش
عدل، جگہ پر نعمت صرف کرنا ہے	نہ کہ ہر جڑ کو (پانی دینا) جو پانی چوستی ہے
ظلم چہ بود؟ وضع در نا موضعے	کہ نباشد جز بلا را منبعے
ظلم کیا ہے؟ بے محل صرف کرنا	جو صرف مصیبت کا چشمہ ہے
نعمت حق را بجان و عقل دہ	نے بہ طبع پر زحیر و پر گرہ
اللہ (تعالیٰ) کی نعمت جان اور عقل کو دے	نہ کہ پیچش اور گرہوں والی طبیعت کو
بار کن بیگار غم را بر تنت	بر دل و جاں کم نہ آنجاں کندنت
غم کی بیگار کو اپنے جسم پر سوار کر	دل اور جاں پر نہیں، کیونکہ وہ جان کی جاں کنی ہے
بر سر عیسیٰؑ نہادہ تنگ بار	خر سکیزہ میزند در مرغزار
بوجھ کا گٹھر عیسیٰؑ کے سر پر رکھے ہوئے ہے	گدھا، چراگاہ میں دولتیاں مار رہا ہے
سرمہ را در گوش کردن شرط نیست	کار دل را جستن از تن شرط نیست
سرمہ کو کان میں لگانا مناسب نہیں ہے	دل کا کام، جسم سے لینا مناسب نہیں ہے
گر دلی رو ناز کن خواری مکش	ور تنی شکر منوش وز ہر چش
اگر تو (مجسم) دل ہے جا فخر کر ذلت نہ اٹھا	اگر تو (مجسم) جسم ہے، شکر نہ کھا اور زہر چکھ
زہر تن را نافع ست و قند بد	تن ہماں بہتر کہ باشد بے مدد
جسم کے لئے زہر مفید اور شکر مضر ہے	جسم وہی بہتر ہے جو بے سہارا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیزم دوزخ تنست کم کنش	ور برویدیں تو از بن بر کنش
جسم دوزخ کا ایندھن ہے اس کو گھٹا	اگر وہ آگے خبردار! تو اس کو جڑ سے اکھاڑ دے
ورنہ حمال حطب باشی حطب	در دو عالم ہمچو جفت بو لہب
ورنہ تو ایندھن ہی ایندھن کا باربردار ہو گا	دونوں جہان میں ' ابولہب کی بیوی کی طرح
از حطب بشناس شاخ سدرہ را	گرچہ ہر دو سبز باشد اے فتی
سدرۃ (المنتہیٰ) کی شاخ کو ایندھن کی لکڑی سے پہچان لے	اے نوجوان! اگرچہ دونوں سبز ہوں
اصل ایں شاخ ست از نار و دخاں	اصل آں شاخ ست ہفتم آسماں
اس شاخ کی جڑ آگ اور دھواں ہے	اس شاخ کی جڑ' ساتویں آسمان (پر) ہے
ہست مانند ایں بصورت پیش حس	کہ غلط بین ست چشم و کیش حس
یہ حس کے سامنے (آپس میں) مشابہ ہیں	کیونکہ حس کی آنکھ اور طریقہ غلط بیں ہے
ہست پیدا آں بہ پیش چشم دل	جہد کن پیش دل آ جہد المقل
دل کی آنکھ کے لئے وہ واضح ہے	کوشش کر نادار کی سی کوشش دل کے سامنے آ
ورنداری پا بجنباں خویش را	تا بہ بینی ہر کم و ہر بیش را
تو اگر پاؤں نہیں رکھتا ہے خود کو حرکت دے	تاکہ تو ہر کم و بیش کو دیکھ لے
کایں تحرک شد تبرک را کلید	وز تحرک گردی اے دل مستفید
کیونکہ یہ حرکت کرنا برکت حاصل کرنے کی کنجی ہے	اے دل! تو حرکت کرنے سے فائدہ مند ہو گا

در معنیٰ ایں رباعی

اس رباعی کے معنیٰ (کے بیان) میں

گر راہروی راہ برت بکشایند	ور نیست شوی بہستیت بگرایند
اگر تو راہ (طریقت) پر چلے گا تیرے لئے راستہ کھول دیں گے	اگر تو فنا ہو جائے گا تجھے بقا کی طرف مائل کر دیں گے
ور پست شوی نگنجی اندر عالم	وانگاہ ترا بے تو بتو بنمایند
اگر تو پست ہو جائے تو تو عالم میں نہ سمائے گا	اس وقت تجھے بغیر تیرے (وجود کے) دکھائیں گے
گر زلیخا بست درہا ہر طرف	یافت یوسف ہم زجنبش منصرف
اگرچہ زلیخا نے ہر طرف دروازے بند کر دیئے	یوسف نے بھی حرکت سے واپسی کی جگہ پا لی

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں توکل کرد یوسفؑ بر جہید	باز شد قفل و دروہ شد پدید
جب یوسف نے توکل کیا (اور) کودے	دروازے کا تالا کھل گیا اور راستہ ظاہر ہو گیا
گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید	خیرہ یوسفؑ واری باید دوید
اگرچہ دنیا کا کوئی شگاف نظر نہیں آتا ہے	یوسف کی طرح اندھا دھند بھاگنا چاہئے
تا کشاید قفل و رہ پیدا شود	سوئے بیجائی شمارا جا شود
تاکہ تالا کھلے اور راستہ ظاہر ہو جائے	لامکان کی جانب تمہارے لئے جگہ ہو جائے
آمدی اندر جہاں اے ممتحن	ہیچ می بینی طریق آمدن
اے آزمائش میں پڑے ہوئے تو دنیا میں آیا	کچھ تجھے آنے کا راستہ نظر آیا؟
توز جائے آمدی وز موطنے	آمدن را راہ دانی ہیچ نے
تو ایک جگہ اور ایک وطن سے آیا	تو آنے کا راستہ جانتا ہے؟ کچھ بھی نہیں
گر ندانی تانگوئی راہ نیست	زیں رہ بے راہ مارا رفتنی ست
اگر تو نہیں جانتا ہے؟ ہرگز نہ کہہ کر راہ نہیں ہے	ہمیں اسی بغیر راستہ کے راستہ سے جانا ہے
میروی در خواب شاداں چپ وراست	ہیچ دانی راہ آں میداں کجاست
تو خواب میں خوشی خوشی دائیں بائیں جاتا ہے	تو کچھ جانتا ہے کہ اس میدان کا راستہ کدھر ہے؟
تو بہ بند آں چشم و خود تسلیم کن	خویش را بینی دراں شہر کہن
تو اس آنکھ کو بند کر لے اور خود کو سپرد کر دے	تو اپنے آپ کو اس قدیم شہر میں دیکھے گا
چشم چوں بندی کہ صد چشم وخمار	بند چشم تست ایں سو از غرار
تو آنکھ کیسے بند کرے گا؟ کیونکہ سینکڑوں آنکھیں اور نشہ	غفلت کی وجہ سے اس جانب کے لئے تیری آنکھ کا پردہ ہیں
چار چشمی توز عشق مشتری	بر امید مہتری و سروری
تو (اپنے) خریدار کے عشق میں چار آنکھوں والا ہے	بڑائی اور سرداری کی امید پر
گر بخسپی مشتری بینی بخواب	چغد بد کے خواب بیند جز خراب
اگر تو سوتا (بھی) ہے تو خواب میں خریدار کو دیکھتا ہے	منحوس چغد ویرانہ کے سوا کب دیکھتا ہے؟
مشتری خواہی بہر دم پیچ پیچ	تو چہ داری کہ فروشی؟ ہیچ ہیچ
تو ہر وقت پیچ و تاب میں خریدار کا خواہشمند ہے	تو رکھتا کیا ہے؟ کہ بیچے گا؟ کچھ بھی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گر ترا نانے بدے یا چاشتے	از خریداراں فراغت داشتے
اگر تجھے روٹی یا ناشتہ (حاصل) ہوتا	تو خریداروں سے بے نیاز ہوتا
گر درانباں مرترا نانے بدے	از خریداراں دلت فارغ شدے
اگر تھیلے میں تیری روٹی ہوتی	تو تیرا دل خریداروں سے بے نیاز ہوتا

شرح حبیبی

اس بیان سے معلوم ہوا کہ عدم بھی ایک شے ہے جو کہ صنعت حق سبحانہ کا خزانہ اور عالم وجود کی اصل ہے۔ پس عدم عالم وجود کے مقابلہ میں موجود کہلانے کا زیادہ مستحق ہوگا۔ اور عالم وجود عدم کے مقابلہ میں معدوم کہلانے کے زیادہ لائق ہوگا کیونکہ عدم اصل ہے اور عالم وجود اس کی فرع۔ والاصل اقویٰ وجوداً من الفرع۔ دوسری عدم باقی ہے اور عالم وجود فانی۔ اور باقی فانی کے مقابلہ میں موجود کہلانے کا زیادہ مستحق ہے۔ اور فانی باقی کے مقابلہ میں لقب معدوم کے لئے زیادہ زیبا ہے۔

جب یہ تمہیدی مضمون معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ حق سبحانہ کی عجیب شان ہے کہ اس نے معدوم (اضافی یعنی عالم وجود) کو وجود (حقیقی دکھلایا۔ اور موجود (اضافی یعنی عدم) کو معدوم (حقیقی) ظاہر فرمایا۔ اور یہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے دریا کو چھپا دیا ہے جو کہ اصل ہے اور کف کو ظاہر فرما دیا ہے جو کہ فرع ہے یا ایسا ہے جیسا کہ اس نے ہوا کہ چھپا دیا ہے جو کہ اصل ہے اور خاک کو ظاہر فرما دیا ہے جو اس کے تابع ہے۔ مثلاً بگولہ کہ اس میں ہوا اصل ہے اور خاک تابع مگر خاک ظاہر ہے اور ہوا مخفی یہ ہم نے کیوں کہا کہ ہوا اصل ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ خاک بذات خود اوپر نہیں جا سکتی۔ پس ضروری ہے کہ اس میں ہوا ہو۔ مگر تم خاک کو تو دیکھتے ہو اور ہوا کو نہیں دیکھتے۔ بلکہ جس وقت تم کو دلیل سے سمجھایا جاتا ہے اس وقت مانتے ہو۔ علیٰ ہذا تم کف کو ہر طرف دوڑتے دیکھتے ہو مگر دریا کو نہیں دیکھتے۔ حالانکہ کف بدوں دریا کے نہیں ٹھہر سکتا۔ پس تم کف کو تو آنکھ سے دیکھتے ہو جو فرع ہے اور دریا کو دلیل سے مانتے ہو جو کہ اصل ہے یا ایسا ہے جیسا کہ فکر مخفی ہے جو کہ اصل ہے اور گفتگو ظاہر ہے جو کہ فرع ہے۔ پس گفتگو کو اصل کے ذریعے سے ذریعہ سے جان لیتے ہو اور فکر کی دلیل سے قائل ہوتے ہو۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ ہم معدوم کو موجود سمجھتے ہیں یعنی ہم نے تمہارے سینہ کو منشرح کر دیا اور اس کو کھول دیا اور اس کو انوار عرفانیہ کا منبع بنا دیا۔ اس سے معلوم ہوا دل خود منبع علوم ہے۔ لیکن افسوس کہ تم ان کو باہر ڈھونڈتے ہو۔ ارے تم تو اس دودھ کا مخزن ہو۔ پھر دوسروں سے کیوں دوہتے پھرتے ہو اور تمہارے اندر تو خود شیر علوم و معارف کا بہت بڑا چشمہ موجود ہے پھر تم تغاری اور کونڈوں (کتابوں اور رسمی عالموں) سے اس کے کیوں طالب ہو۔ اور اے تالاب (سالک) تو تو بحر حقیقی سے تعلق رکھتا ہے ایسی حالت میں تجھے تالابوں سے پانی لینے سے شرم آنی چاہئے۔ کیا؟ الم نشرح سے تیری حالت ظاہر نہیں ہوتی ضرور ہوتی ہے کیونکہ گو شرح صدر مخصوص جناب رسول اللہ صلی اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو۔ مگر مطلق شرح صدر آپ کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس کی قابلیت علیٰ حسب الاستعداد ہر ایک میں ہے۔ پھر تو دوسروں سے دریافت کرتا اور بھیک مانگتا کیوں پھرتا ہے۔

پس تو تحصیل علم کے لئے اپنے اندر شرح دل کا مطالعہ کر۔ تاکہ تجھ پر اندھے ہونے کا طعنہ نہ وارد ہو۔ اور تو لھم اعین لایبصرون کا مصداق نہ بنے۔ بھلے مانس تیرے سر پر روٹیوں کا بھرا ہوا ٹوکرا رکھا ہوا ہے اور تو در بدر ٹکڑے مانگتا پھرتا ہے۔ یعنی تجھے دل حاصل ہے جو منبع علوم ہے مگر تو اسے نہیں دیکھتا۔ اور علوم رسمیہ کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ نہایت بے جابات ہے تو اپنے باطن میں مشغول ہو اور ہاجی پن چھوڑ دے اور اگر تجھے علم کی طلب ہے تو دل کا دروازہ کھٹکھٹا ہر دروازہ پر مارا مارا کیوں پھرتا ہے۔ ارے تو ندی میں گھٹنوں گھٹنوں پانی میں کھڑا ہے مگر تجھے اپنی حالت کی خبر نہیں اور اس سے پانی مانگتا ہے اور تیرے سر پر روٹیاں رکھی ہیں اور تیرے پاؤں پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ مگر تو پیاس اور بھوک سے خراب ہو رہا ہے یہ تیری بدقسمتی ہی نہیں ہے اور تیرے آگے بھی پانی ہے اور پیچھے بھی۔ مگر تیری آنکھوں کے سامنے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی کہ تو اسے دیکھ بھی نہیں سکتا۔ کتنی بے جابات ہے تو ان حجابات کو اٹھا اور پانی سے متمتع ہو۔ نیز تیری ایسی مثال ہے جیسے شہسوار کی ران کے نیچے گھوڑا موجود ہے اور وہ پوچھے کہ گھوڑا کہاں ہے۔ جب کوئی اس سے پوچھے کہ ارے یہ تیری رانوں کے نیچے کیا ہے تو کہے گھوڑا۔ مگر پھر یہی کہے کہ گھوڑا کہاں ہے پھر اس سے کہا جائے کہ ارے یہ تیرے نیچے گھوڑا نہیں ہے تو کہے ہاں مگر کوئی اپنی سواری کا گھوڑا بھی دیکھتا ہو۔ بھلا اس سے بھی زیادہ کوئی احمق ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

بس تیری یہی حالت ہے کیونکہ تو دل رکھتا ہے اور جانتا ہے کہ دل منبع علوم ہے کیونکہ تو مسلمان ہے اور قرآن پر ایمان رکھتا ہے اور قرآن میں یہ مضمون منصوص ہے مگر پھر تحصیل علم کے لئے ادھر ادھر مارا مارا پھرتا ہے اور جب تجھے متنبہ کیا جاتا ہے تو خود اقرار کرتا ہے مگر پھر اس بیہودگی کو نہیں چھوڑتا۔

الغرض وہ طالب ایسا ہے جیسا کوئی ایک شے پر عاشق ہو اور مطلوب اس کے سامنے موجود ہو اور وہ پھر بھی اس کا طالب ہو یا کوئی پانی کے اندر موجود ہو اور اس بہتے ہوئے پانی کی اسے خبر نہ ہو۔ کیونکہ یہ بھی ایک شے کا طالب ہے اور وہ شے اس کے پاس موجود ہے مگر یہ اس سے بے خبر ہے بلکہ اسے خود اپنی ہی خبر نہیں۔ یا یوں کہو کہ اس کی ایسی مثال ہے جیسے موتی دریا میں موجود ہے اور کہے کہ دریا کہاں ہے کیونکہ وہ مطلوب کے پاس موجود ہے مگر سمجھتا ہے کہ مطلوب مجھ سے دور ہے اور اس کا یہ خیال انعدام مطلوب ہے اس کے لئے سیپ کی طرح حجاب ہو گیا ہے اور اس کا یہ کہنا ہے کہ کہاں ہے اس کے لئے حجاب ہے اور اس کے آفتاب مطلوب کے ظہور و تابش کے لئے ابر بن گیا ہے اور یہ اس کی چشم بد (غلط بین ہے) اس کی آنکھ کے لئے آڑ بن گئے ہیں اور اس طرح رفع دیوار خود اس کیلئے دیوار ہو گئی ہے۔ نیز خود اس کے کان غلط سننے والے اس کے کان کی ڈاٹ بن گئے ہیں یعنی اس کے لئے آنکھیں تو ہیں مگر غلط بین ہیں کہ موجود کو معدوم دیکھتی ہیں اور اس کے کان بھی ہیں مگر غلط سنتے ہیں کہئے آسمان کی تو سنیں زمین کی مگر وہ اپنی آنکھوں اور کانوں کو آفت سے محفوظ سمجھتا ہے اس لئے جبکہ آنکھیں موجود کو معدوم دیکھتی ہیں اور کان موجود کو معدوم سنتے ہیں تو وہ سمجھتا ہے کہ وہ شے واقع میں معدوم ہے کیونکہ اگر موجود

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی تو میں باوجود اس کے کہ میری آنکھیں موجود ہیں اس لئے کیوں نہ دیکھ سکتا۔ اور دوسرے لوگ اسے معدوم کیوں بتاتے اس لئے یہ آنکھیں اور کان جو کہ اس کے زعم میں رفع سد ہیں۔ خود حجاب اور سد بن گئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فائدہ:۔ مولانا کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ تم علوم کو اپنے دل میں دیکھو اور غیروں سے طلب نہ کرو۔ اس سے کسی کو عدم ضرورت شیخ کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ دل میں ڈھونڈنے کے یہ معنی ہیں کہ تم اپنے دل کو اس قابل بناؤ کہ وہ منبع علوم بنے اور مولانا پیشتر فرما چکے ہیں کہ یہ بات بدوں شیخ کے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ضرورت ہے شیخ کی اور حاصل یہ ہے کہ شیخ حاصل کرو اور اس کے ذریعہ سے دل کو اس قابل بناؤ کہ وہ منبع علوم بنے پھر اس میں علوم کا مطالعہ کرو۔ اور کتب و علماء رسمیہ کے پیچھے نہ پڑو۔

فائدہ نمبر ۲:۔ چونکہ دل کے منبع علوم شرعیہ بننے کی ضرورت ہے اتباع شریعت کی اور اتباع شریعت موقوف ہے علوم شرعیہ پر اور علوم شرعیہ حاصل ہوتے ہیں علماء ظاہر سے اس لئے بقدر ضرورت علماء ظاہر کی طرف رجوع بھی لازم ہے اور مقصود مولانا کا یہ ہے کہ بلا ضرورت علوم و علماء رسمیہ کے ممنون احسان نہ بنو۔ اور علوم رسمیہ ہی کو مقصود اصلی نہ بناؤ۔ واللہ اعلم۔

خلاصہ یہ ہے کہ اے غافل از حق تو خدا سے خبردار ہو اور اس کی اطاعت کر اس سے تیرا دل منبع علوم بنے گا اور تجھے کتب علمیہ اور علماء رسمیہ سے استغناء حاصل ہو جائے گا۔ تو نے اپنے ہوش کو مختلف حیات پر منقسم کر دیا ہے حالانکہ ان فضولیات میں ایک شے بھی کسی کام کی نہیں۔ پس تو ان خرافات کو چھوڑ اور اپنے خیالات کو ایک مرکز پر جمع کر اور صرف حق سبحانہ کو مطلوب ٹھہرا اور بدوں اس کے وصول الی اللہ نہایت ہی متعذر ہے۔ کیونکہ تیرے ہوش کا پانی تو کانٹوں (امور دنیویہ) ہی کی جڑوں میں جذب ہو رہا ہے پھر وہ پھلوں (مطلوب حقیقی) تک کیسے پہنچ سکتا ہے اور جبکہ یہ ذلیل گھاس (امور دنیویہ) تیرے ہوش کے پانی کو جذب کر رہے ہیں یعنی تیرے ہوش کو اپنے ہی میں مصروف رکھتے ہیں تو وہ حق سبحانہ تک کیسے پہنچ سکتا ہے۔ اور تجھے حق سبحانہ کا خیال کیونکر ہو سکتا ہے۔ پس تو اس شاخ بد (تعلقات دنیویہ) کو کاٹ اور اس شاخ (تعلقات حق سبحانہ) کو پانی دے اور تر و تازہ کر۔ یہ ضرور ہے کہ یہ دونوں شاخیں سرسبز اور مرغوب و خوشگوار ہیں۔ مگر تم کو انجام پر نظر کرنا چاہئے۔ انجام اس کا یہ ہوگا کہ شاخ اول برباد ہو جائے گی اور شاخ ثانی مثمر اور نتیجہ بخش ہوگی۔ دیکھو اول کی تربیت اور اس کو پانی دینا جائز ہے اور ثانی کو پانی دینا واجب اور فرق ان دونوں میں تم کو مرنے کے بعد معلوم ہوگا۔

یہ مضمون تو ختم ہوا اب ہم اس کے مناسب دوسرا مضمون تم کو سناتے ہیں مگر اول یہ سمجھ لو کہ عدل کیا ہے؟ عدل کی حقیقت درختوں کو پانی دینا ہے اور ظلم کیا ہے؟ ظلم کی حقیقت کانٹوں کو پانی دینا ہے۔ یا بہ تبدیل عنوان یوں کہو کہ عدل یہ ہے کہ ہر نعمت کو اس کے موقع پر رکھا جائے اور آب نعمت ہر اس جڑ کو نہ دیا جائے جو اس کے لئے جاذب ہو۔ اور ظلم یہ ہے کہ کسی نعمت کو ایسے محل میں صرف کیا جائے جو اس کے لائق نہ ہو اور صرف بلیات کا سرچشمہ ہو اور کسی بھلائی کی اس سے توقع نہ ہو۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ ہم کہتے ہیں کہ تم نعمت حق کو تندرستی علم و فضل روح اور عقل پر صرف کرو جو اس کا محل ہیں اور نفس پر صرف نہ کرو جو کہ تکالیف اور مشکلات کا معدن ہے برخلاف

www.besturdubooks.wordpress.com

12

اس کے اقتضاءات نفس کے خلاف کر کے بارغم کو نفس پر لا دو۔ اور ارتکاب معاصی سے جو کہ موجب تاذی روح ہے تکلیف کو روح اور دل پر نہ لادو کیونکہ یہ عدل ہے اور اس کے خلاف ظلم۔ مگر تم ایسا نہیں کرتے۔ بلکہ عیسیٰ روح کے سر پر تم نے بارغم لاد رکھا ہے اور خر نفس گلزار میں فلانچیں مارتا پھر رہا ہے تم کو ایسا نہ چاہئے بلکہ جو جس کے قابل ہو اس کے ساتھ وہی معاملہ کرنا چاہئے

دیکھو جس طرح سرمہ کان میں ڈالنا مناسب نہیں ہے یوں ہی دل کا کام نفس سے لینا زیبا نہیں۔ پس اگر تم صاحب دل ہو تو تم کو ناز کرنا چاہئے اور ذلت نہ اٹھانا چاہئے۔ یعنی دین کا کام کرنا چاہئے جو موجب عزت و راحت ہے اور دنیا کا کام چھوڑ دینا چاہئے جو کہ موجب ذلت و تکلیف ہے اور اگر تم اہل نفس ہو تو ہم کہتے ہیں کہ خبردار شکر نہ کھانا اور زہر ہی کھانا۔ یعنی دنیا ہی میں مصروف رہنا اور دین کے کام نہ کرنا۔ کیونکہ نفس کے لئے زہر ہی نافع ہے اور قند مضر ہے اور اس کے لئے موردتباہی کے کام مفید ہیں اور دینی کام مضر ہیں۔

فائدہ:۔ "شکر منوش" اور "زہر چش" امر و نہی تہدیدی ہیں اور طلب فعل و ترک مقصود ہیں۔ لیکن ہم تمہیں سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نفس وہی بہتر ہے جو بے مدد ہو اور جس کی پرورش نہ کی جائے کیونکہ یہ دوزخ کا ایندھن ہے۔ پس تم اس کو کم کرو اور اگر یہ اگے اور یہ ترقی کرے تو تم اس کو جڑ سے اکھیڑ ڈالو۔ ورنہ تم دونوں عالم میں ابولہب کی بیوی کی طرح حمال حطب ہو گے جو کہ دوزخ کے لئے ایندھن ڈھو رہے ہو۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ گو شاخ سدرہ (روح) اور ایندھن (نفس) دونوں سبز ہیں مگر تم ان دونوں میں امتیاز کرو۔ اور جان لو کہ ایندھن (نفس) کا مرجع آگ اور دھواں (دوزخ) ہے اور شاخ سدرہ (روح) کا مرجع آسمان ہفتم (عالم بالا اور لامکان) گو دونوں شاخیں چشم حسی کی نظر یکساں معلوم ہوتے ہیں کیونکہ حس کا مشرب غلط بینی ہے لیکن چشم بصیرت کی نظر میں فرق ظاہر ہے۔ پس تم سے جس قدر بھی ہو سکے کوشش کر کے دل کی طرف بڑھو اور نفس کو چھوڑو اور اگر تمہارے پاؤں ہی نہ ہوں تو اپنے کو حرکت ہی دیدو۔ یعنی اگر تم پوری کوشش نہیں کر سکتے تو بھی امکن ہی کوشش کرو تاکہ تمہیں اشیاء علیٰ ماہی علیہ نظر آئیں اور تم غلط بینی سے نجات پاؤ۔ کیونکہ مشہور ہے۔ "فی الحرکۃ برکۃ" یعنی حرکت حصول برکت کا ذریعہ ہے۔ پس حرکت سے تمہیں فائدہ حاصل ہوگا۔

دیکھو زلیخا نے ہر طرف سے دروازے بند کر دیئے تھے مگر یوسف علیہ السلام نے حرکت کی تو انہیں واپسی کا مقام مل ہی گیا اور وہ اس محل خطرے سے بچ گئے اور جبکہ انہوں نے خدا پر بھروسہ کیا اور خدا کا نام لے کے بھاگے تو دروازہ قفل حق سبحانہ کی تائید سے کھل ہی گیا اور راستہ نکل آیا۔ پس اگرچہ عالم میں کوئی سوراخ نظر نہیں آتا جس سے تم اس سے خدا تک پہنچ جاؤ۔ مگر تم کو یوسف علیہ السلام کی طرح دوڑنا چاہئے تاکہ قفل کھل جائے اور راستہ نکل آئے اور تمہاری حق سبحانہ کی طرف چلنے کے لئے جگہ ہو جائے۔

تم کو راہ کے نظر نہ آنے سے اس کے انعدام کا شبہ نہ ہونا چاہئے کیونکہ تم دنیا میں آئے ہو اور ضرور کسی راستہ سے آئے ہو اچھا بتاؤ کہ کس راستہ سے آئے ہو کوئی راستہ دکھلائی دیتا ہے اور تم کسی جگہ سے اور کسی مقام سے تو آئے ہو تو کیا جانتے ہو کہ کس راستہ سے آئے ہو۔ اگر تم نہیں جانتے تو یہ نہ کہنا کہ راستہ نہیں ہے ضرور ہے ورنہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آ ئے کیونکر۔ نیز اسی راستہ سے تم کو پھر جانا ہے۔ پس اگر راستہ نہیں ہے تو جاؤ گے کیونکر؟ پس معلوم ہوا کہ راستہ ضرور ہے گو ہمیں معلوم نہیں۔ بس یونہی وصول الی اللہ کے راستہ کو بھی سمجھ لو۔ اچھا اور سنو خواب کے اندر تم دائیں بائیں خوش خوش دوڑتے ہو کیا تم جانتے ہو کہ اس میدان کا راستہ کہاں کو ہے ہرگز نہیں۔ پس ایسا ہی وصول الی الحق کی راہ کو سمجھ لو۔ جب یہ معلوم ہو گیا کہ راستہ ضرور ہے مگر ہمیں معلوم نہیں تو اب اس کی صورت یہ ہے کہ آنکھ بند کر کے اپنے کو حق سبحانہ کے یا شیخ کے حوالہ کردو اس طرح تم اپنے کو اسی شہر قدیم یعنی عالم غیب میں پاؤ گے لیکن تم آنکھ کیسے بند کر سکتے ہو کیونکہ سینکڑوں نقلی آنکھیں تمہاری آنکھ کے لئے بند ہونے سے مانع ہیں۔ یعنی دنیا میں تمہارے مطلوبات اور معشوق بکثرت ہیں وہ تم کو آنکھ کیونکر بند کرنے دیں گے کیونکہ عشق آنکھ بند ہونے سے مانع ہے۔

چنانچہ تم سرداری کی توقع میں خریداروں پر عاشق ہو اور ان کے عشق نے تمہاری دو آنکھوں کو چار بنا دیا ہے۔ یعنی ہر وقت آنکھیں کھولے دیکھتے ہو کہ ادھر سے کوئی آتا ہوگا ادھر سے کوئی آتا ہوگا۔ اور اگر سوتے ہی ہو تو خواب میں خریداروں کو دیکھتے ہو اور ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ الو کو خواب میں ویرانہ ہی نظر آتا ہے۔ پس جب تمہاری یہ حالت ہے تو کیا توقع ہو سکتی ہے کہ تم آنکھ بند کر لو گے۔

بھلے مانس تو جو ہر دم اپنے خریداروں کا طالب ہے بتا تو سہی تیرے پاس دھرا کیا ہے جو تو اس کے ہاتھ بیچے گا۔ کچھ بھی نہیں کیونکہ اگر تیرے پاس روٹی یا دوپہر کا کھانا ہوتا تو تجھے یہ ڈھونگ بنانے کی ضرورت ہی نہ ہوتی اور تجھے خریداروں کی پرواہ ہی نہ ہوتی اور اگر تیرے توشہ دان میں روٹی ہوتی تو خریداروں کی فکر سے تیرا دل مطمئن ہوتا کیونکہ یہ جو کچھ تو کر رہا ہے محض پیٹ کے لئے کر رہا ہے۔ پس اگر تو روٹی سے بے فکر ہوتا تو تجھے اس ڈھونگ کی ضرورت نہ ہوتی اور جب کہ ضرورت ہے تو معلوم ہوا کہ تیرے پاس روٹی نہیں ہے اور جب تو اتنا مفلس ہے تو خریداروں کے ہاتھ کیا بیچے گا اور جبکہ تو اس کے ہاتھ کچھ نہیں بیچ سکتا تو ان کے جمع کرنے کی دردسری بیکار ہے۔

خلاصہ یہ کہ مولانا طلب جاہ کی مذمت اور اس کا بے سود ہونا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طلب جاہ بالکل لغو ہے کیونکہ طلب خریداراں دلیل ہے اس کے عدم کمال کی۔ کیونکہ صاحب کمال مستغنی ہوتا ہے۔ پس جبکہ طالب جاہ خود کامل نہیں تو اس کا معتقدین کو جمع کرنا بے کار ہے۔ کیونکہ جب اس کے اندر کمال ہی نہیں تو انہیں دکھلائے گا کیا۔ اور قدر کس چیز کی کرائے گا۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ وہ انہیں فریب دے اور دھوکے سے اپنے نقصان کو کمال ظاہر کرے۔ ولا یخفیٰ شناعتہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الربع الثانی من الدفتر الخامس

قصۂ آں شخصے کہ دعوی پیغمبری میکرد گفتندش کہ چہ خوردۂ کہ گیج شدۂ و یاوہ میگوئی گفت اگر چیزے یافتمے کہ خوردمے نہ گیج شدمے و نہ یاوہ گفتمے کہ ہر سخن نیک کہ باغیر اہلش گویند یاوہ گفتہ باشند اگر چہ دراں گفتن مامور باشند

اس آدمی کا قصہ جو پیغمبری کا دعویٰ کرتا تھا لوگوں نے اس سے کہا تو نے کیا کھالیا ہے کہ احمق بنا اور بکواس کرتا ہے اس نے کہا کہ اگر میں کوئی چیز پالیتا جو کہ میں کھالیتا نہ احمق ہوتا اور نہ بکواس کرتا کیونکہ ہر بھلی بات جو نااہلوں سے کہتے ہیں بکواس بکتے ہیں اگر چہ وہ اس کہنے میں (خدا کی جانب سے) مقرر ہوں

آں یکے می گفت من پیغمبرم	وز ہمہ پیغمبراں فاضل ترم
ایک شخص کہتا تھا کہ میں پیغمبر ہوں	اور میں تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں
گردنش بستند و بردندش بشاہ	کایں ہمی گوید رسولم از الٰہ
لوگوں نے اسکی گردن باندھی اور اس کو بادشاہ کے سامنے لے گئے	کہ یہ کہتا ہے کہ میں خدا کی جانب سے رسول ہوں
خلق بروے جمع چوں مور و ملخ	کہ چہ مکر است و چہ تزویر و چہ فخ
لوگ اس پر چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع تھے	کہ کیا کر ہے اور کیا مکاری اور کیا چال ہے؟
گر رسول آنست کاید از عدم	ما ہمہ پیغمبریم و محتشم
اور اگر رسول وہ ہوتا ہے جو عدم سے آئے	تو ہم سب پیغمبر اور معزز ہیں
ما از آنجا آمدیم اینجا غریب	تو چرا مخصوص باشی اے ادیب
ہم اس جگہ سے آئے ہیں یہاں مسافر ہیں	اے استاد! تو کیوں مخصوص ہو گا؟

داد ایشاں راجواب آں خوش رسول	کاے گروہ کور و نادان و فضول
اس بھلے رسول نے ان کو جواب دیا	کہ اے اندھو اور بیہودہ اور نادانوں کے گروہ!
ایں ندانستید اے قوم از قضا	بیخبر اینجا رسید ید از عمی
اے قوم! تم یہ نہیں سمجھتے کہ تقدیر سے	تم اندھے پن سے بے خبری میں یہاں آ گئے ہو
ہمچو طفل خفتہ ایں جا آمدید	بیخبر از راہ و از منزل بدید
تم سوئے ہوئے بچہ کی طرح یہاں آ گئے ہو	تم راہ و منزل سے بے خبر تھے
از منازل خفتہ بگذشتید و مست	بیخبر از راہ از بالا و پست
تم سوتے ہوئے اور بیہوشی میں منازل سے گزر گئے	راستہ اور نشیب و فراز سے بے خبر
ما بہ بیداری رواں گشتیم و خوش	از ورائے پنج و شش تا پنج و شش
ہم بیداری میں وہ خوشی سے چلے	بغیر پانچ اور چھ کی (جگہ) سے پانچ اور چھ (والی جگہ) تک
دیدہ منزل ہا ز اصل و از اساس	چوں قلاووزاں خبیر و رہ شناس
جڑ اور بنیاد سے منزل کو دیکھا	راہبروں کی طرح باخبر اور روشناس بن کر
شاہ را گفتند اشکنجش بکن	تا نگوید جنس او ہیچ ایں سخن
لوگوں نے بادشاہ سے کہا اس کو شکنجہ میں ڈالدیجئے	تاکہ اس جیسا بھی کوئی ایسی بات نہ کہے
شاہ دیدش بس نزار و بس ضعیف	کہ بیک سیلی بمیرد آں نحیف
شاہ نے اس کو بہت لاغر اور کمزور دیکھا	کہ وہ کمزور ایک طمانچہ سے مر جائے گا
کے تواں او را فشردن یا زدن	کہ چو شیشہ گشتہ است او را بدن
اس کو کب بھینچا یا مارا جا سکتا ہے	کیونکہ اس کا بدن شیشہ کی طرح ہو گیا ہے
لیک با او گویم از راہ خوشی	کہ چرا داری تو لاف سرکشی
لیکن میں اس کو خوشی سے کہوں گا	کہ تو بکواس کی سرکشی کیوں کرتا ہے؟
کہ درشتی ناید اینجا ہیچ کار	کہ بنرمی سر کند از غار مار
کیونکہ اس جگہ سختی کارآمد نہ ہو گی	کیونکہ سانپ نرمی سے غار سے باہر آتا ہے
مردماں را دور کرد از گرد وے	شہ لطیفے بود و نرمی درد وے
لوگوں کو اس کے چاروں طرف سے ہٹا دیا	بادشاہ خوش مزاج تھا اور نرمی اس کی عادت تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

پس نشاندش باز پرسیدش ز جا	کہ کجا داری معاش و ملتجا
تو اس کو بٹھایا' پھر اس سے وطن پوچھا	کہ تو روزگار اور ٹھکانا کہاں رکھتا ہے؟
گفت اے شہ ہستم از دارالسلام	آمدہ ز انجا بدیں دارالسلام
اس نے کہا' اے بادشاہ! میں دارالسلام کا ہوں	اس جگہ سے اس ملامت کے گھر میں آ گیا ہوں
نے مرا خانہ ست و نے یک ہمنشیں	خانہ کے کردست ماہے در زمیں
نہ میرا گھر ہے اور نہ کوئی ساتھی ہے	چاند نے زمین پر کب گھر بنایا ہے؟
پادشاہ از روی لاغش گفت باز	کہ چہ خوردی و چہ داری چاشت ساز
بادشاہ نے مذاق میں پھر اس سے کہا	کہ تو نے کیا کھایا ہے؟ اور تیرے پاس ناشتہ کیلئے کیا ہے؟
اشتہا داری چہ خوردی بامداد	کہ چنیں سرمستی و پر لاف و باد
تجھے بھوک ہے؟ تو نے صبح کیا کھایا ہے؟	کہ تو اس قدر نشہ میں اور شیخی اور تکبر سے بھرا ہوا ہے
گفت گر نانم بدے خشک و تری	کے کنم من دعوی پیغمبری
اس نے کہا اگر میرے پاس باسی یا تازہ روٹی ہوتی	میں پیغمبری کا دعویٰ کب کرتا؟

شرح حبیبی

مولانا نے ربع اول کے آخر میں فرمایا تھا گر دراہبان مرتزا نانے بدے۔ از خریداران دلت فارغ شدے۔
اب اس کے مناسب ایک شخص کا قصہ بیان فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے ایک شخص نے دعویٰ نبوت کیا لوگ اس کو بادشاہ کے پاس لے گئے بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تو نے کیا کھایا ہے۔ جو اتنا مدہوش ہوا کہ تجھے یہ بھی خبر نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور کتنا بڑا دعویٰ کر رہا ہوں اس پر اس نے کہا کہ حضور اگر میرے پاس کچھ کھانے کو ہوتا تو میں ایسا دعویٰ کیوں کرتا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ میں پیغمبر ہوں اور تمام پیغمبروں سے بڑھ کر ہوں۔ لوگوں نے اسے گرفتار کیا اور بادشاہ کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں اور لوگ وہاں چیونٹیوں اور ٹڈیوں کی طرح جمع ہو گئے اور اس سے کہا کہ یہ کیسا مکر اور کیسا فریب اور کیسا جال ہے۔ تجھ میں رسول کی کوئی بات نہیں۔ بجز اس کے کہ تو عدم سے آیا ہے۔ پس اگر عدم سے وجود میں آنا ہی رسالت ہے تو ہم سب رسول ہیں۔ کیونکہ ہم بھی عدم سے وجود میں آئے ہیں اور ہمارا وطن اصلی بھی عدم ہے اور عالم وجود میں ہم مسافرانہ حیثیت سے ہیں پھر تو رسالت کے ساتھ مخصوص کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ سن کر اس قائل مدعی رسالت نے جواب دیا کہ اے اندھے اور احمق اور بے ہودہ لوگو تقدیر الٰہی نے تمہاری عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ تم اپنے اور میرے اندر فرق نہیں سمجھتے تم اتنا نہیں سمجھتے کہ تم یہاں اپنے اندھے پن کے سبب بے خبر آئے ہو۔ اور سوئے ہوئے بچے کی طرح آئے ہو کہ نہ تم کو راہ کی خبر تھی نہ منزل کی۔ تم منزلوں سے سوتے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور بے ہوشی کی حالت میں گزرے ہو۔ نہ تم نے راستہ کو جانا اور نہ اس کی اونچ نیچ کو برخلاف میرے کہ میں بیداری کی حالت میں ماورائے عالم ناسوت سے چلا اور اسی حالت میں عالم ناسوت میں آیا میں منزلوں کی جڑ بنیاد سے واقف ہوں۔ اور راہبروں کی طرح واقف اور راہ شناس ہوں۔ پھر میں اور تم دونوں یکساں کیسے ہوسکتے ہیں اس پر لوگوں نے بادشاہ سے کہا کہ حضور اسے سزا دیں تاکہ یہ اس قسم کی باتیں نہ کرے۔ جب بادشاہ نے دیکھا کہ وہ بہت دبلا پتلا اور کمزور ہے کہ ایک تھپڑ میں مرجائے گا اور اس لئے وہ شکنجہ میں کسنے یا مار کا تحمل نہ کرسکے گا کیونکہ اس کا جسم شیشہ کی طرح کمزور ہے تو اس نے خیال کیا کہ اس کو سزا نہ دینی چاہئے۔ ہاں اس کو نرمی سے سمجھانا چاہئے کہ تو ایسی سرکشی کیوں کرتا ہے کیونکہ اس جگہ سختی کام نہ دے گی۔ بلکہ نرمی کام دے گی اس لئے کہ نرمی مخالف کے قابو میں لانے کے لئے اکسیر ہے۔ چنانچہ نرمی سے سانپ بھی بل سے نکل کر قابو میں آجاتا ہے۔ یہ خیال کرکے اس نے لوگوں کو اس کے پاس سے ہٹادیا اور کہہ دیا کہ تم جاؤ ہم خود نبٹ لیں گے۔ بادشاہ چونکہ نرم تھا اور نرمی ہی اس کا شیوہ تھا۔ اس لئے اس نے اسے پاس بٹھلایا اور کہا کہ آپ کا مکان کہاں ہے اور آپ کی بود و باش اور ٹھکانہ کس جگہ ہے۔ اس نے کہا کہ جناب میں دارالامن عالم غیب کا رہنے والا ہوں اور اس دار ملامت دنیا میں آیا ہوں۔ یہاں نہ میرا گھر ہے نہ کوئی دوست۔ میں بمنزلہ چاند کے ہوں اور دنیا بمنزلہ زمین کے اور چاند زمین میں گھر نہیں بناتا۔ اس لئے میرا یہاں کوئی گھر نہیں۔ بادشاہ نے دل لگی سے کہا کہ جناب نے کچھ کھایا ہے اور کیا کھانا جناب کو اور دوپہر کو کیا کھانا مرغوب ہے اور اس وقت کچھ بھوک ہے یا نہیں اور صبح آپ نے کیا کھایا تھا کہ اس کے نشہ میں آپ اس قدر مست اور مغرور ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ جناب اگر کسی قسم کی روٹی سوکھی ہوئی یا تر میرے پاس کھانے کو ہوتی تو میں پیغمبری کا دعویٰ ہی کیوں کرتا۔ یعنی اگر میں سچا نبی ہوں جیسا میرا دعویٰ ہے تب تو یہ سوال لغو بھی ہے لیکن اگر میں جھوٹا ہوں تو بھی یہ سوال لغو ہے کیونکہ اس وقت میرا یہ دعویٰ پیٹ کے لئے ہوگا۔ پس میرا دعویٰ پیغمبری کرنا خود دلیل ہوگا اس لئے کہ میں نے کچھ نہیں کھایا۔ اس لئے یہ سوال بالکل لغو ہے۔

اس قصہ کو یہاں تک پہنچا کر مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

دعوی پیغمبری با ایں گروہ	ہمچناں باشد کہ دل جستن زکوہ
اس جماعت کے سامنے پیغمبری کا دعویٰ کرنا	ایسا ہے جیسا کہ پہاڑ میں سے دل تلاش کرنا
کس زکوہ و سنگ عقل و دل نجست	فہم و ضبط نکتۂ مشکل بخست
پہاڑ اور پتھر سے کسی شخص نے عقل اور دل کی؟ تو نہیں	مشکل نکتہ کی سمجھ بوجھ کو نہیں تلاش کیا ہے
ہرچہ گوئی باز گوید کہ ہماں	میکند افسوس چوں مستہزیاں
تو جو کچھ کہتا ہے وہ اس کو دہرا دیتا ہے کہ وہی	مذاق کرتا ہے جس طرح مذاق اڑانے والے
از کجا ایں قوم و پیغام از کجا	از جمادے جاں کرا باشد رجا
کہاں یہ قوم کہاں پیغام (خداوندی)	پتھر سے کس کو جان کی امید ہوتی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گر تو پیغام زنے آری و زر	پیش تو بنہند جملہ سیم و سر
اگر تو عورت کا پیغام لائے اور سونا	تیرے سامنے سب چاندی اور سر رکھ دیں گے
کہ فلاں جا شاہدے می خواندت	عاشق آمد بر تو و می داندت
کہ فلاں جگہ ایک معشوق تجھے بلاتا ہے	وہ تجھ پر عاشق ہو گیا ہے اور تجھے جانتا ہے
ور تو پیغام خدا آری چو شہد	کہ بیا سوی خدا اے نیک عہد
اور اگر تو شہد جیسا خدا کا پیغام لائے	کہ اے قول و قرار کے سچے! اللہ کی جانب آ جا
از جہان مرگ سوی برگ رو	چوں بقا ممکن بود فانی مشو
موت کی دنیا سے ساز و سامان (کے عالم) کی جانب چل	جب بقا ممکن ہو تو ہلاک نہ ہو
قصد خون تو کنند و جان و سر	نز برائے حمیت دین و ہنر
تیرے خون اور جان اور سر کا قصد کریں گے	ہنرمندی اور دین کی حمایت کی وجہ سے نہیں
بلکہ از چفسیدگی بر خانماں	تلخ شاں آید شنیدن ایں بیاں
بلکہ گھر بار کی وابستگی کی وجہ سے	ان کو یہ بات سننا کڑوا معلوم ہوتا ہے

سبب عداوت عام و بیگانہ زیستن ایشاں با ولیائے خدا کہ بحق شاں میخوانند و با آب حیات ابدی ارشاد می نمایند

عوام کی عداوت اور ان کے خدا کے اولیاء سے بیگانہ ہو کر زندگی کا یہ سبب ہوئے کہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور ہمیشگی کے آب حیات کی طرف راہنمائی کرتے ہیں

خرقۂ بر ریش خر چفسیدہ سخت	چونکہ خواہی بر کنی ز و لخت لخت
پٹی گدھے کے زخم پر سخت چپکی ہوئی ہے	جب تو اس سے ٹکڑے ٹکڑے اکھاڑے گا
جفتہ اندازد یقیں آں خر ز درد	حبذا آں کس کز و پرہیز کرد
وہ گدھا یقیناً تکلیف کی وجہ سے دولتی مارے گا	خوش نصیب ہے وہ شخص جو اس سے بچ گیا
خاصہ پنجہ ریش و ہر جا خرقۂ	بر سرش چفسیدہ در نم غرقۂ
خصوصاً جبکہ پچاس زخم ہوں اور ہر جگہ پٹی	(پیپ کی) نمی میں اس پر چپکی ہوئی ہو
خانماں چوں خرقۂ وایں حرص ریش	حرص ہر کہ بیش باشد ریش بیش
گھر بار پٹی ہے اور یہ حرص زخم ہے	جس کو زیادہ حرص ہوگی اس کے زخم زیادہ ہوں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

خانمان چغد ویران ست و بس	نشنود اوصاف بغداد و طبس
چغد کا گھر بار صرف ویرانہ ہے	وہ بغداد اور طبس کی خوبیاں نہیں سنتا ہے
گر بیاید باز سلطانی ز راہ	صد خبر آرد بدیں چغداں ز شاہ
اگر شاہی باز راستہ طے کر کے آئے	ان چغدوں کو بادشاہ کی سینکڑوں خبریں سنائے
شرح دارالملک و باغستان و جو	پس برو افسوس دارد ہر عدو
دارالسلطنت اور باغ اور نہر کی تفصیل	تو ہر دشمن اس کا مذاق اڑائے گا
کہ چہ باز آورد افسانہ کہن	کز گزاف ولاف میبافد سخن
کہ باز پرانا قصہ کیوں لایا	کہ بیہودہ اور شیخی کی باتیں کر رہا ہے
کہنہ ایشانند و بوسیدہ ابد	ورنہ آں دم کہنہ را نو میکند
پرانے اور ہمیشہ کے لئے سڑے ہوئے وہ ہیں	ورنہ وہ بات پرانے کو نیا کر دیتی ہے
مردگان کہنہ را جان میدہد	تاج عقل و نور ایماں میدہد
پرانے مردوں کو جان عطا کر دیتی ہے	عقل کا تاج اور ایمان کا نور دے دیتی ہے
دل مدزد دلربائے روح بخش	کہ سوارت میکند بر پشت رخش
روح بخشنے والے معشوق سے دل نہ چرا	کیونکہ وہ تجھے عمدہ گھوڑے پر سوار کر دے گا
سرمد زد از سرفراز تاج دہ	کوز پائے دل کشاید صد گرہ
سربلند کرنے والے تاج بخشنے والے سے سر نہ چھپا	کیونکہ وہ دل کے پاؤں سے سینکڑوں گرہ کھولے دے گا
باکہ گویم در ہمہ دہ زندہ کو	سوئے آب زندگی پوئندہ کو
کس سے کہوں پورے گاؤں میں زندہ کون ہے؟	آب حیات کی جانب دوڑنے والا کون ہے؟
تو بیک خواری گریزانی ز عشق	تو بجز نامے چہ میدانی ز عشق
تو ایک ذلت کی وجہ سے عشق سے بھاگ جانے والا ہے	تو عشق کے نام کے سوا کیا جانتا ہے؟
عشق را صد ناز و استکبار ہست	عشق با صد ناز می آید بدست
عشق کے سینکڑوں ناز اور غرور ہیں	عشق سینکڑوں نازوں سے ہاتھ لگتا ہے
عشق چوں وافی ست وافی میخرد	در حریف بیوفا می ننگرد
عشق چونکہ وفادار ہے' وفادار کا خریدار ہے	بیوفا دوست کی طرف نظر نہیں کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں درخت ست آدمی و بیخ عہد	بیخ را تیمار می باید بجہد
انسان درخت کی طرح ہے اور (وفا) عہد جڑ ہے	جڑ کی کوشش سے حفاظت کرنی چاہیے
عہد فاسد بیخ بوسیدہ بود	وز ثمار لطف ببریدہ بود
خراب عہد، سڑی ہوئی جڑ ہوتا ہے	اور مہربانی کے پھلوں سے کٹا ہوا ہوتا ہے
شاخ و برگ نخل اگرچہ سبز بود	با فساد بیخ سبزی نیست سود
کھجور کی شاخ اور پتے اگرچہ سبز ہوں	جڑ کی خرابی کے ہوتے ہوئے سبزی مفید نہیں ہے
ور ندارد برگ سبز و بیخ ہست	عاقبت بیروں کند صد برگ وست
اور اگر سبز پتے نہ ہوں اور جڑ (بیخ) ہے	انجام کار سینکڑوں پتے ہاتھ نکالیں گے
تو مشو غرہ بعلمش عہد جو	علم چوں قشر ست عہدش مغز او
تو اس کے علم سے دھوکا نہ کھا، عہد کی جستجو کر	علم چھلکا جیسا ہے اس کا عہد اس کا مغز ہے

در بیان آنکہ مرد بدکار چوں متمکن شود در بدکاری و اثر دولت نیکو کاراں بہ بیند شیطان صفت شود و مانع خیر گردد از حسد ہمچوں شیطاں کہ خرمن سوختہ ہمہ را خرمن سوختہ خواہد ارأیت الذی ینھیٰ عبداً اذا صلیٰ

اس کا بیان کہ بدکار انسان جب بدکاری میں لگ جاتا ہے اور نیکوں کی دولت کا اثر دیکھتا ہے شیطان جیسا بن جاتا ہے اور حسد سے شیطان کی طرح بھلائی کیلئے مانع بن جاتا ہے کیونکہ جس کا کھلیان جل گیا ہو سب کو جلے ہوئے کھلیان والا چاہتا ہے کیا تو نے نہیں دیکھا اس کو جو بندے کو منع کرتا ہے جبکہ وہ نماز پڑھے الخ

وافیاں را چوں بہ بینی کردہ سود	تو چو شیطانے شوی آنجا حسود
جب تو وفاداروں کو سودمند دیکھتا ہے	تو تو شیطان کی طرح اس وقت حاسد بن جاتا ہے
ہر کہ را باشد مزاج و طبع ست	او نخواہد ہیچکس را تندرست
جس شخص کا مزاج اور طبیعت مریض ہو	وہ کسی کو تندرست دیکھنا پسند نہیں کرتا
گر نخواہی رشک ابلیسی بیا	از در دعوے بدرگاہ وفا
اگر تو شیطان کا سا حسد نہیں کرنا چاہتا ہے آ جا	دعوے کے دروازے سے (ہٹ کر) وفا کی درگاہ میں
چوں وفایت نیست بارے دم مزن	کایں سخن دعویست اغلب ما و من
جبکہ تجھ میں نہیں ہے اس کا نام نہ لے	کیونکہ یہ بات اکثر تکبر کا دعویٰ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں سخن در سینہ دخل مغز ہاست	در خموشی مغز جاں را صد نماست
یہ بات سینے میں مغزوں کی آمدنی ہے	چپ رہنے میں جان کے مغز کا بہت اضافہ ہے
چوں بیامد در زباں شد خرج مغز	خرج کم کن تا بماند مغز نغز
جب وہ بات زبان پر آئی مغز خرچ ہو گیا	خرچ نہ کر تاکہ عمدہ مغز باقی رہے
مرد کم گویندہ را فکریست زفت	قشر گفتن چوں فزوں شد مغز رفت
کم گو انسان کا خیال وزنی ہوتا ہے	باتیں کرنے کا چھلکا جب بڑھا عمدہ مغز ختم ہو گیا
پوست افزوں گشت وکمتر گشت مغز	پوست کمتر شد فزوں شد مغز نغز
چھلکا بڑھا اور مغز گھٹا	چھلکا گھٹا تو عمدہ مغز بڑھا
بنگر ایں ہر سہ زخامی رستہ را	جوز راؤ لوز راؤ پستہ را
ان تینوں کچے ہوؤں کو دیکھ لے	اخروٹ کو اور بادام کو اور پستہ کو
ہر کہ او عصیاں کند شیطاں شود	کہ حسود دولت نیکاں شود
جو نافرمانی کرتا ہے شیطان بن جاتا ہے	کیونکہ وہ نیکوں کی دولت کا حاسد ہو جاتا ہے
چونکہ در عہد خدا کر دی وفا	از کرم عہدت نگہدارد خدا
جب تونے خدا کے عہد کی وفا کی	عنایت کر کے خدا تیرے عہد کی حفاظت کرتا ہے
از وفائے حق تو بستہ دیدۂ	اذکروا اذکرکم نشنیدۂ
اللہ (تعالیٰ) کی وفاداری سے تونے آنکھ بند کر لی ہے	"تم یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا" تونے نہیں سنا ہے
گوش نہ اوفو بعہدی گوش دار	تاکہ اوف عہدکم آید زیار
کان لگا "تم میرے عہد کی وفاداری کرو" کو سن	تاکہ دوست کی جانب سے "میں تمہارا عہد پورا کروں گا" کی بشارت آ جائے
عہد وقرض ماچہ باشد اے حزیں	ہمچو دانہ خشک کشتن در زمیں
اے غمگین! ہمارا عہد اور قرض کیا ہوتا ہے؟	(ایسا ہی ہے) جیسا کہ زمین میں خشک دانہ بونا
نے زمیں رازاں فروغ ولمتری	نے خداوند زمیں را تا نگری
اس سے زمین کو کوئی اضافہ یا بڑھوتری نہیں ہے	نہ زمین کے مالک کے لئے مالداری ہے
جز اشارت کہ ازیں می بایدم	کہ تو دادی اصل ایں را از عدم
سوائے اس اشارے کے کہ مجھے اس میں سے درکار ہے	کیونکہ تونے ہی اس کی اصل کو عدم سے عنایت کیا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

خوردم و دانہ بیا وردم نشاں	کہ ازیں نعمت بسوئے ما کشاں
میں نے کھالیا اور ایک دانہ نشانی کے لئے لے آیا ہوں	کہ اس نعمت کو ہمارے لئے بھیجدے
پس دعائے خشک ہل اے نیک بخت	کہ فشاند دانہ می خواہد درخت ای نیک بخت!
خشک دعا کو چھوڑ دے	جو کہ دانہ بکھیرتا ہے درخت چاہتا ہے
گر نہ داری دانہ ایزد زاں دعا	بخشدت نخلے کہ نعم ما سعیٰ
اگر تیرے پاس دانہ نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس دعا سے	تجھے کھجور عنایت کرے گا کیونکہ اس نے جو کوشش کی ہے وہ اچھی ہے
ہمچو مریم درد بودش دانہ نے	سبز کرد آں نخل را صاحب فنے
جس طرح کہ (حضرت) مریم ان کے پاس درد تھا دانہ نہ تھا	صاحب تدبیر نے اس کھجور کو سرسبز کر دیا
زانکہ وافی بود آں خاتون راد	بے مرادش داد یزداں صد مراد
کیونکہ وہ دانا خاتون وفادار تھیں	اللہ نے ان کے مانگے بغیر سیکڑوں مرادیں دیدیں
آں جماعت را کہ وافی بودہ اند	بر ہمہ اصناف شاں افزودہ اند
جو لوگ وفادار ہوتے ہیں	تمام طبقوں پر ان فضیلت دیدی گئی ہے
گشت دریا ہا شکم پرداز شاں	صحن میدانہا نتاند را زشاں
دریا ان کی پرورش کرنے والے بنے ہیں	میدانوں کی وسعت ان کے راز نہ (سا) سکی
گشت دریا ہا مسخر شان و کوہ	چار عنصر نیز بندہ آں گروہ
دریا اور پہاڑ ان کے تابع فرمان بنے	اس جماعت کے چاروں عناصر بھی غلام بنے
ایں خود اکرامیست از بہر نشاں	تا بہ بینند اہل انکاران عیاں
یہ دکھانے کے لئے اکرام ہے	تاکہ منکرین واضح طور پر دیکھ لیں
آں کرامتہائے پنہاں شاں کہ آں	در نیاید در حواس و در بیاں
ان کی وہ پوشیدہ کرامتیں ہیں کہ وہ	حواس اور بیان میں نہیں آ سکتیں
کار آں دارد خود آں باشد ابد	دائماً نے منقطع نے مسترد
وہ ایسے کام رکھتی ہیں کہ وہ ابدی ہوتے ہیں	مسلسل نہ منقطع ہوتے ہیں، نہ مسترد
بلکہ باشد در ترقی دمبدم	ہست آں بخشندۂ صاحب کرم
بلکہ وہ ہر لحظہ ترقی میں ہوتے ہیں	وہ عطا کرنے والا کریم ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اوپر ایک شخص کے دعویٰ نبوت کرنے اور لوگوں کے اس کی تکذیب کرنے کا ذکر تھا اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور مناط انتقال مطلق دعویٰ پیغمبری ہے۔ خصوصیت کذب دعویٰ کو اس میں دخل نہیں نیز اس مضمون میں پیغمبری سے مراد مطلق احکام خداوندی کا پہنچانا ہے خواہ پہنچانے والا نبی ہو یا نائب نبی۔ جب یہ معلوم ہو چکا تو اب حل سنو۔ مولانا فرماتے ہیں کہ لوگوں کا اس کی تکذیب کرنا کچھ بعید نہیں کیونکہ خیر وہ تو جھوٹا تھا یہ تو سچوں کو بھی جھٹلاتے ہیں۔ اس لئے ان کے سامنے پیغام رسانی حق سبحانہ کا دعویٰ کرنا یونہی بے سود ہے جیسے پہاڑ سے طالب تعقل ہونا بھلا کوئی پہاڑ اور پتھر سے بھی طالب تعقل ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ وہ مسائل دقیقہ کو سمجھے اور یاد رکھے۔ کوئی بھی نہیں کیونکہ اس سے یہ توقع ہی فضول ہے اس لئے کہ اس کا تو یہ کام ہے کہ جو تم کہو گے وہی وہ کہہ دے گا اور یوں دل لگی کرے گا جیسے دل لگی باز کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں سے بھی یہ توقع رکھنا کہ وہ مسائل واحکام الٰہیہ کو سمجھیں گے اور اس بنا پر ان کے سامنے دعویٰ پیغام رسانی کرنا بے سود ہے کیونکہ یہ بھی ان کو سن کر مسخرہ پن کریں گے۔ پس کجا یہ قوم کجا پیغام خداوندی کیونکہ یہ تو پتھر ہیں اور پتھروں سے توقع فہم وقبول کون رکھ سکتا ہے۔

ان کی یہ حالت ہے کہ اگر تم کسی عورت یا روپے پیسے کا پیغام لاؤ اور یوں کہو کہ فلاں مقام پر ایک پری زاد تمہیں بلاتا ہے اور تم پر عاشق ہو گیا ہے۔ اور گو تم اسے نہ جانتے ہو مگر وہ تمہیں جانتا ہے تو اس کو خوشی سے قبول کر لیں گے اور تمام مال و دولت بلکہ جان تک تمہارے سامنے حاضری کر دیں گے لیکن اگر تم خدا کا شیریں پیغام لاؤ اور کہو کہ خدا تمہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ تم اس جہاں فانی و بے سروسامانی سے عالم باقی و باسروسامان کی طرف چلو اور جبکہ تمہارے لئے بقا ممکن ہے تو خواہ مخواہ فانی نہ بنو۔ تو اس کا یہ نتیجہ ہو گا کہ تمہارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے اور تمہارے جان لینے اور سر اتارنے کے درپے ہو جائیں گے اور یہ غیرت دین وایمان کی بنا پر نہ ہو گا) کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو اس کو صرف مدعی کاذب تک محدود رہنا چاہیے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ مدعیان صادق کے ساتھ بھی ان کا یہی برتاؤ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس کا منشا محبت دینی نہیں ہے) بلکہ منشا اس کا حب دنیا ہے اور دنیا کے ساتھ وابستگی کے سبب ان کو یہ بیان اچھا نہیں معلوم ہوتا اور ان کی حالت ایسی ہوتی ہے جیسے گدھے کی چنانچہ جب گدھے کے زخم پر کیڑا خوب چپک جاتا ہے تو جس وقت تم اس کو جدا کرنا چاہتے ہو تو وہ یقیناً تکلیف سے دولتی پھینکتا ہے۔ پس وہ شخص بہت ہی اچھا ہے جو اس سے بچے اور اس کے زخم کو نہ چھیڑے اور اسے اس کی حالت پر چھوڑ دے کیونکہ وہ زخم پر سے کیڑا اکھیڑنے والے پر یقیناً دولتی پھینکتا ہے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ پچاس زخم ہوں اور ہر زخم پر کیڑا چپکا ہو اور زخم کی حالت اتنی خراب ہو کہ اس سے خون و پیپ جاری ہو اور کیڑا خون وغیرہ میں ڈوبا ہوا ہو۔ ایسی حالت میں تو بالا دولی دولتیاں پھینکے گا۔ پس لوگ گدھے ہیں اور ان کے حرص زخم اور امور دنیویہ کیڑا۔ پس جس کے اندر جس قدر حرص زیادہ ہو گی اسی قدر زخم زیادہ ہوں گے اور اسی قدر ان سے کیڑا چھڑانا یعنی تعلقات قطع کرانا زیادہ ناگوار ہو گا اور ترک تعلقات دنیویہ ان کو اس لئے بھی ناگوار ہونا چاہیے کہ دنیا ایک ویرانہ ہے اور لوگ الو۔ اور الوؤں کا گھر بار تو ویرانہ ہی ہوتا ہے وہ بغداد اور طبس کے اوصاف سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔ ویرانہ کو چھوڑ کر وہاں جانا تو درکنار ان

الوؤں (دنیاداروں) کے پاس اگر کوئی شاہی باز (عارف حق) آتا ہے اور بادشاہ کے سینکڑوں عجیب عجیب حالات بیان کرتا ہے اور دار السلطنت (عالم غیب) اور باغ (جنت) اور نہروں (انہار جنت) کے حالات بیان کرتا ہے تو ان میں سے ہر دشمن اس کا مذاق اڑاتا ہے اور کہتا ہے کہ باز (عارف) کیسا پرانا بے بنیاد قصہ لے کر آیا ہے کیونکہ اس میں حقیقت کا پتہ ہی نہیں بلکہ جو کچھ کہتا ہے سب لفاظی اور شیخی سے کہتا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے کہنہ اور ناکارہ اور ہمیشہ سڑے گلے رہنے والے اور ناقابل اصلاح معترضین ہیں ورنہ اہل اللہ کا کلام تو پرانوں کو نیا اور ناقصین کو کامل بنا دیتا ہے اور عرصہ دراز کے مردہ دلوں کو حیات روحانی بخشتا ہے اور ان کو تاج عقل اور نور ایمان بخشتا ہے۔ جب عارف کی یہ حالت ہے تو اے اہل دنیا تو تم اس جان بخش دلربا سے اپنا دل نہ چراؤ۔ بلکہ اس کو اس کے حوالہ کر دو تاکہ وہ تم کو عزت کے گھوڑے پر سوار کرے اور تم مقرب عند اللہ ہو جاؤ اور تم اس عزت بخشنے اور تاج شاہی عطا کرنے والے سے سرکشی نہ کرو۔ کیونکہ وہ تمہارے دل کے پاؤں ان سینکڑوں گرہوں کو کھول دے گا۔ جس سے وہ ناسوت میں محبوس ہو رہا ہے۔

مولانا جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو ان کو لوگوں کی نااہلیت سے تنگی لاحق ہوتی ہے اور فرماتے ہیں کہ میں یہ مضامین کس سے بیان کروں اس خراب آباد دنیا میں زندہ اور صاحب دل کون ہے جو میری بات کو سنے اور سمجھے اور اس آب حیات کا طالب کون ہے جو اس کی طرف دوڑے۔ کوئی بھی نہیں پھر میرا کہنا فضول ہے اگر کوئی ناقص کہے کہ میں عاشق حق ہوں۔ اور میں اس کلام کا طالب ہوں تو میں اس سے کہتا ہوں کہ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تم ایک ذلت سے اس عشق کو سلام کرو گے اس لئے تم عاشق نہیں ہو اور عشق کی تو تم کو ہوا بھی نہیں لگی بلکہ تم نے عشق کا صرف نام سن لیا ہے۔ عشق حق یوں آسانی سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ وہ سینکڑوں ناز اور بہت کچھ نخوت اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے وہ بہت سے ناز کر کے اور خوب آزما کے ہاتھ آتا ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ خود باوفا ہے۔ اس لئے اپنے طالب کے اندر بھی وفاداری دیکھتا ہے اور وہ وفاداری کو چاہتا ہے۔ بے وفا کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ پس اگر تم عشق کے طالب ہو تو وفادار بنو۔ یاد رکھو کہ آدمی بمنزلہ درخت کے ہے اور علم بمنزلہ پتوں کے اور وفائے عہد حق سبحانہ بمنزلہ (جڑ کے اور الطاف وعنایات حق سبحانہ بمنزلہ ثمرات کے۔ پس تم کو چاہئے کہ پوری کوشش سے جڑ کی حفاظت کرو اور وفائے عہد حق سبحانہ یعنی تقویٰ میں خلل نہ آنے دو۔ کیونکہ اگر وفائے عہد میں خلل آئے گا تو جڑ خراب ہو جائے گی۔ کیونکہ عہد فاسد بمنزلہ بوسیدہ جڑ کے ہے۔ پس درخت آدمی ثمرات الطاف حق سے محروم ہو جائے گا۔

دیکھو اگر اس درخت کی شاخیں اور پتے سبز ہوں یعنی علم آدمی کو حاصل ہو اور جڑ خراب ہو۔ یعنی تقویٰ میں خرابی ہو تو یہ سبزی شاخ و برگ مفید نہ ہوگی لیکن اگر سبز پتے نہیں ہیں اور علم دین میں نقصان ہے مگر جڑ یعنی تقویٰ درست ہے تو اس کے اثر سے سینکڑوں پتے پھوٹ آئیں گے اور سینکڑوں طرح کے علوم اسے حاصل ہوں گے۔ پس تم کو کسی کے علم سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے بلکہ وفائے عہد یعنی تقویٰ ڈھونڈنا چاہئے ایک وجہ تو اس کی وہ تھی جو ابھی بیان کی گئی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ صرف علم بمنزلہ چھلکے کے ہے اور وفائے عہد بمنزلہ مغز کے۔ پس وفائے عہد مطلوب ہوگی۔ نفس علم مطلوب نہ ہوگا مگر تم خود تو کیا وفا کرتے۔ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ جب تم دیکھتے ہو کہ اہل وفا نفع اٹھا رہے ہیں اور ان کی وفا کے ثمرات ان کو ملتے ہیں تو تم شیطان کی طرح ان پر حسد کرتے ہو اور ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ قاعدہ ہے کہ

جس کے مزاج اور طبیعت میں خلل ہوتا ہے وہ دوسروں کی تندرستی نہیں چاہتا۔ پس اگر تم اس رشک و حسد شیطانی سے بچنا چاہتے ہو تو دعویٰ اور خودی کو چھوڑ کر وفا اختیار کرو اور جبکہ تم اپنے اندر وفا نہیں رکھتے تو خاموشی اختیار کرو کیونکہ گفتگو اکثر اوقات دعویٰ ما و من یعنی دعویٰ خودی سے خالی نہیں ہوتی۔ اس سے تمہارا دعویٰ چھوٹے گا اور وفا تمہارے اندر پیدا ہوگی کیونکہ جب تک گفتگو سینہ کے اندر رہتی ہے تو اس میں یہ خاصیت ہے کہ اس سے کمالات روحانیہ کی جو کہ بمنزلہ مغز کے ہیں آمد ہوتی ہے اور کمالات مذکورہ کو اس سے بہت ترقی ہوتی ہے لیکن جب وہ زبان پر آ جاتے ہیں تو وہ کمالات خرچ ہونے لگتے ہیں۔ پس تم خرچ میں کمی نہ کرتا کہ وہ مغز کمالات باقی رہے۔

یاد رکھو کم گو شخص کے اندر غور و خوض کا مادہ بہت ہوتا ہے لیکن جب آدمی زیادہ بولنے لگتا ہے تو وہ مغز فہم وغیرہ رخصت ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب پوست زیادہ ہوتا ہے تو مغز کم ہو جاتا ہے اور جب پوست کم ہوتا ہے تو مغز زیادہ ہے اس کی تصدیق کیلئے تم پختہ اخروٹ، بادام اور پستہ وغیرہ کی حالت پر غور کرو۔ اس سے تم کو ہمارے بیان کی تصدیق ہو جائے گی۔

پس تم وفادار بنو اور بے وفائی اور مخالفت کو چھوڑ دو کیونکہ جو شخص معاصی کا ارتکاب کرتا ہے وہ شیطان ہو جاتا ہے جو کہ اہل اللہ کی دولت پر حسد کرتا ہے اور جس وقت تم حق سبحانہ کے عہد طاعت کو پورا کرو گے۔ حق سبحانہ اپنے کرم سے تمہارے عہد جزا کو ملحوظ رکھیں گے اور اسے پورا کریں گے چونکہ تم وفائے حق سے آنکھیں بند کیے ہوئے ہو۔ اس لئے تمہارے گوش جہالت میں اذکرونی اذکرکم نہیں پہنچا اور تم جزائے حق سبحانہ سے حالاً ناواقف ہو۔ پس تم کان لگاؤ اور اول اوفوا بعهدی کو سنو۔ اور اس حکم پر کاربند ہوتا کہ حق سبحانہ کی طرف سے اوف بعهدکم پر عمل ہو اور تمہیں اس کا نتیجہ ملے۔ ہمارے عہد اور ہمارے فرض یعنی طاعت کی ایسی مثال ہے جیسے خشک دانہ زمین میں ہونا کہ اس سے نہ زمین کو فائدہ اور زیادتی حاصل ہوتی ہے اور نہ مالک زمین کو اس سے تونگری حاصل ہوتی ہے بلکہ صرف اس میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ مجھے اس قسم کی چیز کی ضرورت ہے جو کہ تو نے عدم سے دی ہے۔ یعنی میں اس کے مناسب جزا چاہتا ہوں میں نے وہ تیری نعمت کھالی اور اب یہ دانہ بطور نشانی کے لایا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس قسم کی نعمت ہمیں اور دیجئے۔ پس جس طرح بیج بونے میں خود اپنا ہی نفع ہے یوں ہی طاعت میں ہی خود اپنا ہی فائدہ ہے۔ جب تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ عمل و طاعت بمنزلہ دانہ کے ہے تو اب تم کو چاہئے کہ ثمرات کے لئے صرف دعا نہ کرو کیونکہ درخت مقتضی ہے دانہ افشانی کو اور اس کے بدوں توقع ثمرات لاحاصل ہے لیکن اگر تمہارے پاس دانہ اور طاعت نہیں ہے تو دعا ہی کرو کہ حق سبحانہ اسی دعا ہی سے تمہیں درخت یعنی نتائج حمیدہ عطا فرمائیں گے کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی سعی اور کوشش ہے اور کوشش جو بھی ہو اچھی ہے۔ چنانچہ مریم علیہا السلام کے پاس دانہ نہیں تھا صرف درد اور سوز تھا۔ اسی سے حق سبحانہ نے ان کے لئے نخل کو سرسبز کر دیا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضرت مریم علیہا السلام چونکہ وفائے حق سبحانہ میں ثابت قدم تھیں۔ اس سے حق سبحانہ نے ان کو بدوں ان کی طلب کے سینکڑوں مرادیں عطا فرمائیں اور ایک یہ ہی نہیں بلکہ جو لوگ وفائے حق میں ثابت قدم تھے ان کو تمام عالم سے بڑھا دیا ہے اور وہ وہ انعامات ان پر کئے گئے ہیں جو اور کسی پر نہیں کئے گئے۔ چنانچہ دریاؤں نے ان کے لئے اپنا پیٹ خالی کر دیا ہے۔ اور وہ خشک ہو گئے ہیں جیسے موسیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہ السلام کے لئے ہوا۔ اور ان کی یہ حالت ہے کہ بڑے بڑے میدان ان کے اسرار کا تحمل نہیں کر سکتے۔
فائدہ:۔ "گشت دریا ہا مسخر پر داز شاں" کو الحاقی شعر سمجھا گیا ہے۔ نیز ان کے لئے دریاؤں اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا گیا ہے۔ نیز عناصر اربعہ ان کے غلام ہیں یعنی بحکم الٰہی اوقات خاصہ میں خرق عادات کے طور پر ان کے تصرفات نافذ ہوتے ہیں ان کی یہ کرامتیں تو بطور نشانی کے ہیں تا کہ اس دریچہ سے منکرین کو آپ کی وہ مخفی کرامتیں مشاہد ہو جائیں جو حواس میں نہیں آ سکتیں اور بیان میں نہیں سما سکتیں۔ کیونکہ یہ فانی ہیں اور وہ باقی اور کار آمد وہی شے ہے جو ہمیشہ رہے کہ نہ تو ختم ہو اور نہ واپس لی جائے بلکہ ہمیشہ بڑھتی رہے اس لئے کہ اس کا دینے والا صاحب کرم ہے جو نہ اپنا اکرام روکتا ہے کہ وہ ختم ہو جائے اور نہ واپس لیتا ہے کہ مسترد ہو جائے بلکہ ہمیشہ بڑھاتا رہتا ہے جس سے ترقی ہوتی رہتی ہے۔

در مناجات

اے دہندہ قوت و تمکین و ثبات	خلق را زیں بے ثباتی دہ نجات
اے روزی اور استقلال اور پائیداری عنایت کرنے والے	مخلوق کو اس ناپائیداری سے نجات دیدے
اندراں کاریکہ ثابت بودنی ست	قائمی دہ نفس را کہ منثنی ست
اس کام میں جو پائیداری کے قابل ہے	نفس کو ثبات عنایت کر دے وہ پلٹ جانے والا ہے
اندراں کاریکہ دارد آں ثبات	قائمی دہ نفس را بخشش حیات
وہ کام جو پائیدار ہو	نفس کو ثبات دے اس کو زندگی بخش
صبر شاں بخش و کفہ میزاں گراں	وار ہاں شاں از دم صور تگراں
ان کو صبر عطا کر اور ترازو کا بھاری پلڑا	بہروپیوں سے ان کو نجات دے
وز حسودی باز شاں خر اے کریم	تا نباشد از حسد دیو رجیم
اے کریم! ان کو حسد سے بچا لے	تا کہ وہ حسد کی وجہ سے مردود شیطان نہ بنیں

شرح حبیبی

چونکہ اوپر دوام کرامت و تقرب عند اللہ کا ذکر تھا جو مستلزم تھا دوام طاعت کو۔ اس لئے مولانا دوام طاعت کی توفیق کی مناجات کرتے ہیں اور فرماتے ہیں "اے غذا اور تمکین و ثبات و استقامت دینے والے خدا مخلوق کو اس ڈھل مل پن سے چھڑا دے اور جس کام میں استقامت ہونی چاہئے اس پر نفس کو استقامت عطا فرما۔ کیونکہ یہ اس پر قائم نہیں رہتا بلکہ اس سے پھر جاتا ہے اور جو کام اپنے بہتر نتیجہ کے لحاظ سے باقی رہنے والا ہو یعنی طاعت تو اس پر نفس کو جما دے اور اس ذریعہ سے اسے حیات بخش ان کو صبر علی الطاعۃ نصیب فرما اور ان کی نیکیوں کے پلہ کو بھاری کر۔ اور تو انہیں صور تگروں یعنی صورت میں محبوس لوگوں کے پھندوں سے چھڑا دے۔ (غالباً مراد صور تگروں سے نفس و شیطان

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں) اوران کو اپنے بندگان خاص کے حسد سے نجات دے تاکہ یہ لوگ اس حسد کی بدولت شیطان نہ ہو جائیں۔

در نعیم فانی و مال و جسد	چوں ہمی سوزند عامہ از حسد
فانی نعمتوں اور مال اور جسم میں	عوام حسد سے کیسے جلتے ہیں؟
بادشاہاں بیں کہ لشکر می کشند	از حسد خویشان خود را میکشند
بادشاہوں کو دیکھ کر لشکر کشی کرتے ہیں	حسد کی وجہ سے اپنوں کو مار ڈالتے ہیں
عاشقاں بتان پر قذر	کردہ قصد خون و جان یک دگر
گندی گڑیوں کے عاشق	ایک دوسرے کا خون اور جان لیتے ہیں
ویس ورامیں خسرو شیریں بخواں	تاچہ کردند از حسد آں ابلہاں
ویس اور رامیں، خسرو اور شیریں (کا قصہ) پڑھ لے	ان احمقوں نے حسد سے کیا کیا ہے
تافنا شد عاشق و معشوق نیز	کہ نہ چیزند و ہواشاں ہم نچیز
یہاں تک کہ عاشق اور معشوق بھی فنا ہو گیا	کیونکہ وہ ناچیز تھے اور ان کی محبت بھی ناچیز تھی
پاک الٰہی کہ عدم برہم زند	مر عدم را بر عدم عاشق کند
خدا (ذات) پاک ہے کیونکہ وہ عدم کو بگاڑ دیتا ہے	عدم کو عدم پر عاشق بنا دیتا ہے
دردل نہ دل حسد ہا سر کند	نیست را و ہست را مضطر کند
بے دل کے دل میں حسد پیدا ہو جاتے ہیں	معدوم اور موجود کو بے چین کر دیتا ہے
ایں زنانے کز ہمہ مشفق تر اند	از حسد و ضرہ خود را می خورند
یہ عورتیں جو سب سے زیادہ شفقت کرنے والی ہیں	حسد کی وجہ سے سوکنیں اپنے آپ کو کھا جاتی ہیں
تاکہ مردانے کہ خود سنگیں دلاند	از حسد اندر کدامیں منزل اند
یہاں تک کہ مرد جو خود سنگدل ہیں	حسد کی وجہ سے کونسی منزل میں ہیں؟
گر نکردے شرع افسون لطیف	بر دریدے ہر کسے جسم حریف
اگر شریعت پاکیزہ منتر (تدبیر) مقرر نہ کرتی	ہر شخص مخالف کا جسم پھاڑ ڈالتا
شرع بہر دفع شرای زند	دیو را در شیشۂ حجت کند
شریعت شر کو دفع کرنے کے لئے ایک تدبیر کرتی ہے	بھوت کو دلیل کی بوتل میں بند کر دیتی ہے
از گواہ و از یمین و از نکول	تابہ شیشہ در رود دیو فضول
گواہ اور قسم اور قسم کے انکار کے ذریعہ	تاکہ بیہودہ بھوت بوتل میں آ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

مثل میزانے کہ خوش در روے دو ضد	جمع می آید یقیں در ہزل و جد
ترازو کی طرح کہ اس میں دونوں مخالف خوش ہوجاتے ہیں	یقینا متفق ہو جاتے ہیں مذاق میں اور سنجیدگی میں
شرع چوں کیل و ترازو داں یقیں	کہ بدو خصماں رہند از جنگ و کیں
شریعت کو یقینا پیمانہ اور ترازو کی طرح سمجھ	کیونکہ دو جھگڑنے والے اس کے ذریعہ سے لڑائی اور کینہ سے نجات پاجاتے ہیں
گر ترازو نبود آں خصم از جدال	کے رہد از وہم حیف و احتیال
اگر ترازو نہ ہو تو مخالف جھگڑے کی وجہ سے	ظلم اور حیلہ گری کے وہم سے کب چھوٹ سکتا ہے؟
پس دریں مردار زشت بے وفا	ایں ہمہ رشک ست خصمی و جفا
تو اس مردار بری بے وفا (دنیا) میں	پورا رشک اور جھگڑا اور ظلم ہے
پس دراں اقبال و دولت چوں بود	چوں بود جنی و انسی در حسد
تو اس (آخرت کے) اقبال اور دولت میں کیسا ہوگا	جن اور انسان کیسے حسد میں ہوں گے؟
آں شیاطیں خود حسود کہنہ اند	یک زماں از رہزنی خالی نیند
وہ شیطان خود پرانے حاسد ہیں	تھوڑی دیر کے لئے بھی رہزنی سے خالی نہیں ہیں
واں بنی آدم کہ عصیاں کشتہ اند	از حسودی نیز شیطاں گشتہ اند
وہ بنی آدم جنہوں نے گناہ بوئے ہیں	وہ بھی حسد کی وجہ سے شیطان بن گئے ہیں
از نبی برخواں کہ شیطانان انس	گشتہ اند از مسخ حق با دیو جنس
قرآن میں پڑھ لے کہ انسانی شیطان	اللہ (تعالیٰ) کے مسخ کرنے سے شیطان کے ہم جنس بن گئے ہیں
دیو چوں عاجز شود از افتتاں	استعانت جوید او از انسیاں
شیطان جب انسان کے فتنہ میں پڑنے سے عاجز آجاتا ہے	وہ انسانوں سے مدد مانگتا ہے
کہ شما یارید باما یارئیے	جانب مائید جانب داریئے
کہ تم ہمارے دوست ہو مدد کرو	ہمارے جانب دار بنو جانبداری کرو
گر کسے را رہ زنند اندر جہاں	ہر دو گوں شیطاں بر آید شادماں
اگر وہ دنیا میں کسی کی رہزنی کرتے ہیں	تو دونوں قسم کے شیطان خوش ہوتے ہیں
ور کسے جاں برد و شد در دیں بلند	نوحہ میدارند آں دو رشک مند
اگر کسی نے جان بچالی اور دین میں بلند ہوگیا	دونوں رشک کرنے والے روتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر دو می خایند دنداں حسد	برکسے کہ داد ادیب او را خرد
دونوں حسد سے دانت پیستے ہیں	اس شخص پر جس کو استاد نے عقل سکھا دی ہو

شرح حبیبی

یہاں مولانا اس امر کو ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اہل اللہ پر حسد ہوتا ہے جس کا انہوں نے شعر "ہر کہ او عصیاں کند شیطان شود" کہ حسود دولت نیکاں شود واز حسودی باز شاں خرابے کریم۔ دعوٰی کیا ہے اور فرماتے ہیں کہ دیکھو نعمتہائے فانیہ اور اموال وابدان کے بارہ میں عام لوگ کیسے چلتے ہیں۔ مثلاً کوئی راحت میں ہے دوسرا اسے دیکھ کر جلتا ہے یا کسی کے پاس مال ہے اور دوسرا اسے دیکھ کر جلتا ہے یا کوئی تندرست ہے اور دوسرا اسے دیکھ کر جلتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور دیکھو بادشاہ جو کہ لشکر کشی کرتے ہیں اس کی یہ حالت ہے کہ حسد سے اپنے عزیزوں کو مار ڈالتے ہیں۔ اور سنو جو لوگ ان حسینوں پر عاشق ہوتے ہیں جن کے اندر گوہ بھرا ہوتا ہے وہ ایک دوسرے کا خون کرنے اور اس کی جان لینے کے درپے ہوتے ہیں چنانچہ ویس اور رامین خسرو اور شیریں کا قصہ پڑھ لو اور دیکھ لو کہ ان احمقوں نے کیا کیا اور ان کے حسد کا نتیجہ کیا ہوا یہ ہوا کہ عاشق بھی مٹ گیا اور معشوق بھی۔ حالانکہ نہ ان عاشقوں میں کوئی خوبی تھی اور نہ ان کے معشوق میں کچھ تھی۔ پس جبکہ عاشقان رہی بھی کوئی چیز نہیں اور ان کے معشوق بھی لاشے ہیں تو بے ساختہ دل سے نکلتا ہے کہ پاک ہے وہ خدا جو اعدام کو گڈمڈ کرتا یعنی ایک عدم کو دوسرے عدم پر عاشق کرتا ہے اور اسی دل میں جو حقیقت میں دل نہیں ہے حسد پیدا کرتا ہے۔

اس سے تم حق سبحانہ کی قدرت اور قوت کا اندازہ کر لو اور سمجھ لو کہ وہ موجود حقیقی اعدام کو یوں مضطر کر دیتا ہے جیسا کہ تم کو امثلہ بالا سے معلوم ہوا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب پھر مضمون سابق سنو۔ یہ عورتیں جو اپنی نرم دلی کے سبب سب سے مشفق ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ حسد سے ایک سوت دوسرے سوت کو کھائے جاتی ہیں۔ اس سے سمجھ لو کہ مرد جو کہ سنگ دل ہیں ان کا حسد کس مرتبہ پر پہنچا ہوا ہوگا۔ شریعت مطہرہ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے قوانین وضوابط مقرر کر کے اس کے مفاسد کی روک تھام کر دی ورنہ اگر شریعت یہ پاکیزہ تدبیر نہ کرتی تو ہر شخص اپنے مقابل کے ٹکڑے کر ڈالتا۔ لہٰذا شریعت نے اس مفسدہ کا انسداد کیا اور وہ قوانین وضوابط پر رائے زنی کرتی ہے اور شیطان یعنی حاسد کو حجت کے شیشہ میں بند کرتی ہے۔ یعنی اسے قانون سے مغلوب کرتی ہے چنانچہ مدعی سے کہتے ہیں گواہ لاؤ اور اگر وہ گواہ نہیں پیش کر سکتا تو مدعا علیہ سے کہتے ہیں کہ قسم کھاؤ اس پر اگر وہ قسم کھا لیتا ہے تو اسے چھوڑ دیتی ہے اور اگر قسم سے انکار کرتا ہے تو اس پر ڈگری کرتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان شیشہ میں بند ہو جاتا ہے یعنی حاسد مغلوب اور مجبور ہو جاتا ہے۔

اس قانون کی ایسی مثال ہے جیسے ترازو کہ اس سے دو مخالف ہر حالت میں متفق ہو جاتے ہیں مثلاً جب کسی شے کے وزن میں اختلاف ہوتا ہے تو ترازو کو حکم بناتے ہیں اور جو فیصلہ وہ کرتی ہے اسے فریقین بخوشی تسلیم کرتے ہیں۔ بس یہی حالت قانون شرعی کی ہے کہ جب دو شخصوں میں نزاع ہوتا ہے تو شریعت حکم بنتی ہے اور اس کا فیصلہ ہر دو فریق کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ اگر ترازو شریعت نہ ہو تو کوئی فریق بھی اپنے جھگڑالو پن کے سبب ظلم اور مکر کے شبہ سے نہیں چھوٹ سکتا۔ اس لئے ضرورت ہے اس ترازو کی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا کہنا ہم کو یہ ہے کہ جب اس مردار اور مکروہ اور بے وفا دنیا کی یہ حالت ہے کہ اس کے بارہ میں اس قدر رشک اور عداوت اور ظلم ہے تو اس اقبال اور دولت میں تو بالا ولی ہونا چاہئے۔ جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتی ہے۔ پس تم سمجھ سکتے ہو کہ اس کے حسد میں جن وانس کی کیا حالت ہوگی پس اہل اللہ کا محسود ہونا ثابت ہو گیا۔

اب سنو کہ شیاطین تو قدیمی دشمن ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے بھی راہزنی سے فارغ نہیں ہوتے ان کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

کہنا تو یہ ہے کہ وہ آدمی بھی جو گناہوں کا بیج بو چکے ہیں اور گناہ کرنے کے عادی ہو گئے ہیں حسد سے شیطان ہو گئے ہیں۔

اس لئے شیطان دو قسم کے ہو گئے اول شیطان الجن دوم شیطان الانس۔ چنانچہ قرآن میں ان کا تذکرہ ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ شیطان انسی مسخ حق سبحانہ سے شیاطین الجن کے ہم جنس ہو گئے ہیں۔ یہ مضمون مستنبط ہے قرآن سے نہ کہ عین ترجمہ آیت۔) جس وقت شیطان الجن مکر سے عاجز ہو جاتے ہیں تو وہ شیاطین الانس سے مدد لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم ہمارے معین ہو۔ ہماری مدد کرو اور تم ہماری طرف ہو لہٰذا ہماری طرف داری کرو اور اگر وہ کسی کی راہزنی کرتے ہیں تو اس سے دونوں قسم کے شیاطین کو خوشی ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی ان کی گھات سے بچ کر اپنی جان لے جاتا ہے اور گمراہ نہیں ہو سکتا تو یہ دونوں حاسد ماتم کرتے ہیں اور جس کسی کو کوئی مصلح عقل دیتا ہے یعنی اس کی تربیت کر کے نفع ونقصان سمجھتے اور نقصان سے بچ کر نفع حاصل کرنے کے قابل بنا دیتا ہے تو یہ دونوں حاسد حسد سے دانت پیستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسا کیوں ہوا۔

پرسیدن شاہ ازاں مدعی نبوت کہ آنکہ رسول راستیں باشد وثابت شود باوچہ باشد کہ کسے را بخشد یا بصحبت وخدمت او چہ بخشش یابند غیر نصیحت کہ بزبان میگوید

بادشاہ کا نبوت کے مدعی سے دریافت کرنا کہ جو سچا رسول ہو اور ثابت ہو جائے تو اس کے پاس کیا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو بخشے اور اس کی صحبت وخدمت سے وہ کیا بخشش پائیں گے سوائے اس نصیحت کے جو وہ زبانی کرتا ہے

شاہ پرسیدش کہ بارے وحی چیست	یا چہ حاصل دارد آنکس کو نبی ست
بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ اب تیری وحی سے کیا فائدہ کیا ہے	یا جو نبی ہے اس کو کیا ملتا ہے؟
یا چہ بخشد ہر کسے را در سخن	غیر ایں نصح زباں کن یا مکن
یا وہ بات کرنے میں کسی کو کیا دیتا ہے؟	سوائے اس زبانی نصیحت کے کہ کر یا نہ کر
چیست نفع از خدمتش در صحبتش	وانکہ تابع گشت چہ بود رفعتش
اس کی صحبت میں اس کی خدمت سے کیا نفع ہے؟	اور جو اس کے تابع ہو جائے اس کو کیا بلندی حاصل ہے؟
گفت خود آں چیست کش حاصل نشد	یا چہ دولت ماند کو واصل نشد
اس نے کہا وہ کیا چیز ہے جو اس کو حاصل نہ ہوئی؟	یا وہ کوئی دولت رہ گئی جو اسکو نہ ملی؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گیرم ایں وحی نبی گنجور نیست	ہم کم از وحی دل زنبور نیست
میں نے مانا کہ یہ خزانہ کے مالک کی وحی نہیں ہے	پھر بھی شہد کی مکھی کے دل کی وحی سے کم نہیں ہے
چونکہ اوحی الرب الی النحل آمداست	خانۂ وحیش پر از حلوا شداست
چونکہ "اللہ نے شہد کی مکھی کو وحی کی" نازل ہوا ہے	اس کی وحی کا گھر شہد سے بھر گیا ہے
او بنور وحی حق عز و جل	کرد عالم را پر از شمع و عسل
اس نے اللہ عز و جل کی وحی کے نور سے	دنیا کو موم .اور شہد سے بھر دیا
ایں کہ کرمنا ست بالا می رود	وحیش از زنبور کے کمتر بود
یہ جو کہ "ہم نے عزت بخشی" ہے اونچا جاتا ہے	اس کی وحی، شہد کی مکھی سے کب کم ہو گی؟
نے تو اعطیناک کوثر خواندۂ	پس چرا خشکے و تشنہ ماندۂ
کیا تو نے "ہم نے تجھے کوثر دیدی ہے" نہیں پڑھا ہے؟	پس تو کیوں خشک اور پیاسا ہے؟
یا مگر فرعونی و کوثر چو نیل	بر تو خوں گشت ست ناخوش اے علیل
یا شاید تو فرعون اور کوثر نیل کی طرح ہے؟	اے بیمار! جو تجھ پر خون اور ناگوار بن گئی ہے
توبہ کن بیزار شو از ہر عدو	کو ندارد آب کوثر در کدو
توبہ کر لے (خدا کے) ہر دشمن سے بیزار بن جا	جس کے کدو میں آب کوثر نہیں ہے
ہر کہ را دیدی زکوثر سرخرو	او محمدؐ خوست با او گیر خو
تو جس کو کوثر سے سرخرو دیکھے	وہ محمدؐ کے مزاج والا ہے، اس کی عادت اختیار کر
تا احب اللہ آئی در حسیب	کز درخت احمدی با اوست سیب
تاکہ تو "اس نے خدا سے محبت کی" کی شمار میں آ جائے	کیونکہ اس کے پاس احمدیؐ درخت کے سیب ہیں
ہر کرا دیدی زکوثر خشک لب	دشمنش میدار ہمچوں مرگ و تب
تو جس کو کوثر سے خشک لب دیکھے	اس کو موت اور بخار کی طرح دشمن سمجھ
زانکہ او بوجہل شد یا بولہب	دور شو زوتا نیفتی در کرب
کیونکہ وہ ابو جہل یا ابو لہب ہے	تو اس سے بھاگ جا، تاکہ مصیبت میں نہ پھنسے
گرچہ بابائے تو ہست و مام تو	کو حقیقت ہست خوں آشام تو
خواہ وہ تیرا باپ یا ماں ہو	کیونکہ وہ دراصل تیرا خون پینے والا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از خلیل حق بیاموز اے پسر	کہ شد او بیزار اول از پدر
اے بیٹا! (حضرت) ابراہیم سے سیکھ لے	کہ وہ پہلے باپ ہی سے بیزار ہوئے
تا کہ ابغض للہ آئی پیش حق	تا نگیرد بر تو رشک عشق دق
تاکہ تو "اللہ کے سامنے اس نے خدا کے لئے بغض کیا" بنے	تاکہ تیرے اوپر عشق کا رشک مصیبت نہ ڈالے
تا نخوانی لا و الا اللہ را	در نیابی منہج ایں راہ را
جب تک تو "لا الٰہ الا اللہ" نہ پڑھ لے گا	اس طریقہ کا راستہ نہ پائے گا

شرح

اب مولانا قصۂ مدعی نبوت کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ نے اس مدعی نبوت سے پوچھا کہ آپ جو لوگوں کو اپنی اتباع کی دعوت دیتے ہیں اس کے متعلق مجھے یہ دریافت کرنا ہے کہ وحی کیا چیز ہے اور نبوت سے نبی کو کیا چیز حاصل ہوتی ہے اور وہ اپنی باتوں سے لوگوں کو کیا دیتا ہے بجز زبانی نصیحت کے کہ یہ کرو وہ نہ کرو اور اس کی خدمت اور اس کی صحبت سے لوگوں کو کیا نفع ہے اور جو اس کا اتباع کرے اس کو کیا رتبہ ملتا ہے اس نے کہا کہ جناب آپ یہ پوچھتے ہیں کہ متبعین نبی کو کیا ملتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ کیا ہے جو نہیں ملتا اور کون سی دولت ہے جو نہیں حاصل نہیں ہوتی۔ پس پوچھنا ہی بے معنی ہے کہ انہیں کیا ملتا ہے۔ الغرض متبعین نبی کو سب کچھ ملتا ہے لہذا لوگوں کو میرا اتباع کرنا چاہئے۔ اچھا میں مانتا ہوں کہ میں نبی نہیں ہوں اور میری وحی وحی نبوت نہیں ہے جو کہ نبی پر آتی ہے مگر وہ اس وحی سے تو کم نہیں ہے جو زنبور یعنی شہد کی مکھی پر آتی تھی۔ دیکھو جبکہ حق سبحانہ نے شہد کی مکھی پر وحی بھیجی یعنی اس کے دل میں گھر بنانے کا خیال اور اس کا طریق ڈالا تو اس کی برکت یہ ہوئی کہ اس کا گھر جس کے متعلق وحی کی گئی تھی شیرینی سے بھر گیا اور زنبور نے نور وحی کے سبب عالم کو موم اور شہد سے پر کردیا۔ پس جبکہ مکھی کی یہ حالت ہوئی تو آدمی جو کہ مکرم عند اللہ ہے اور ترقی کرنے والا ہے اس کی وحی زنبور کی وحی سے کم کیسے ہوسکتی ہے۔ کیا تم نے انا اعطیناک الکوثر نہیں پڑھی۔ جس میں علوم ومعارف کو آب کوثر سے تشبیہ دی گئی ہے جب نبی ہے تو پھر تم پیاسے اور خشک لب کیوں ہو؟ اور کیوں اس کوثر سے سیراب نہیں ہوتے یا تم فرعون ہو اور وہ کوثر آب نیل ہے جو کہ تمہارے لئے خون ہوگیا ہے اور تم اس سے سیراب نہیں ہوسکے اگر ایسا ہے تو فوراً توبہ کرو اور تمام ان دشمنوں سے بیزار ہو جو یہ آب کوثر اپنی تونبی میں نہیں رکھی۔ اور معارف الٰہیہ سے بے بہرہ ہیں اور جس کو تم اس آب کوثر سے سرخرو پاؤ اور دیکھو کہ وہ اس آب کوثر سے متمتع ہے وہ محمد خصلت ہے اس سے موافقت کرو۔ تاکہ تم خدا کے لئے دوستی کرنے والوں کے شمار میں داخل ہو جاؤ۔ کیونکہ ایسے لوگ درخت احمدی سے سبب حاصل کئے ہوئے یعنی آپ کے فیض سے مستفیض ہیں۔ ان کے ساتھ دوستی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی ہے۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دوستی خدا کے ساتھ دوستی ہے۔ اور جن کو تم اس آب کوثر سے خشک لب اور بے بہرہ پاؤ ان کو یوں ہی دشمن جانو جیسے موت یا تپ۔ کیونکہ وہ ابوجہل ہے یا ابولہب۔ پس ان سے دور رہنا چاہئے تاکہ تم تکلیف میں مبتلا

www.besturdubooks.wordpress.com

نہ ہو جاؤ۔ خواہ وہ تمہارے ماں باپ ہی کیوں نہ ہوں۔ کیونکہ حقیقت میں وہ تمہارے خون پینے والے ہیں۔

اور یہ سبق تم کو خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے سیکھنا چاہئے کہ انہوں نے سب سے پہلے اپنے باپ آذر سے بیزاری کی تھی۔ پس تم بھی ایسا ہی کرو تا کہ حق سبحانہ کے سامنے تم یوں آؤ کہ بغض للہ کے ساتھ متصف ہو اور اس بغض کی ضرورت اس لئے ہے کہ تم پر رشک عشق معترض اور طعنہ زن نہ ہو۔ کیونکہ اگر تم خدا کو بھی چاہو گے اور اس کے دشمنوں کو بھی تو عشق تم پر طعنہ زن ہوگا اور تم کو جھوٹا مدعی قرار دے گا۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ جب تک تم لا الٰہ الا اللہ نہ پڑھو گے اور خدا کے سوا سب کو کالعدم نہ سمجھو گے اس وقت تک تم کو راہ عرفان نہیں مل سکتا ہے۔

داستان آں عاشق کہ با معشوق خود بر می شمرد خدمتہائے ووفائے خود را وشبہائے دراز تجافی جنوبہم عن المضاجع را وبینوائی خود را وجگر تشنگی روزہائے دراز و می گفت کہ من جز ایں خدمت ندانم اگر خدمتے دیگرست مرا ارشاد کن کہ ہر چہ فرمائی منقادم اگر در آتش رفتن ست چوں خلیل علیہ السلام واگر در دہان نہنگ دریا افتادنست چوں یونس علیہ السلام واگر ہفتاد بار کشتہ شدن ست چوں جرجیس علیہ السلام واگر از گریہ نابینا شدن ست چوں شعیب علیہ السلام ووفا وجانبازی انبیار اشمار نیست وجواب گفتن معشوق اورا

اس عاشق کی داستان جو اپنے معشوق کے سامنے اپنی خدمتیں اور اپنی وفاداریاں اور اپنی دراز راتیں شمار کر رہا تھا کہ ان کے پہلو بستروں سے دور رہتے ہیں کو اور اپنی بے سروسامانی اور عرصہ دراز کی جگر کی پیاس کو اور کہتا تھا کہ مجھے اس خدمت کے سوا کچھ نہیں آتا ہے اگر کوئی اور خدمت ہے تو مجھے بتا دیجئے کیونکہ جو آپ کہیں میں تابعدار ہوں خواہ حضرت ابراہیمؑ کی طرح آگ میں گھسنا ہو خواہ حضرت یونسؑ کی طرح ناکے کے منہ میں جاتا ہو خواہ حضرت جرجیسؑ کی طرح ستر بار قتل ہونا ہو خواہ حضرت شعیبؑ کی طرح اندھا بننا ہو اور انبیاء کی جاں بازی اور وفا کی تو گنتی ہی نہیں ہے اور معشوق کا اس کو جواب دینا

آں یکے عاشق بہ پیش یار خود	می شمرد از خدمت و از کار خود
ایک عاشق اپنے معشوق کے سامنے	اپنا کام اور خدمت گنا رہا تھا
کز برائے تو چنیں کردم چناں	تیرہا خوردم دریں رزم و سناں
کہ میں نے تیری خاطر ایسا ایسا کیا	اس جنگ میں تیر اور بھالا کھایا
مال رفت و زور رفت و نام رفت	بر من از عشقت بسے ناکام رفت
مال گیا اور طاقت گئی اور نام گیا	مجھے تیرے عشق میں بہت سی محرومیاں ہوئیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ صبحم خفتہ یا خنداں نیافت	ہیچ شامم با سر و ساماں نیافت
کسی صبح نے مجھے سوتے یا ہنستے نہ پایا	کسی شام نے مجھے باسر و سامان نہ پایا
آنچہ او نوشیدہ بود از تلخ و درد	او بتفصیلش یکایک می شمرد
اس نے جو بھی کڑواہٹ اور تلچھٹ پی تھی	وہ اس کو ایک ایک کر کے گن رہا تھا
نز برائے منتے بل می نمود	بر درستی محبت صد شہود
احسان جتانے کے لئے نہیں، بلکہ ظاہر کر رہا تھا	محبت کی سچائی پر سینکڑوں گواہ
عاقلاں را یک اشارت بس بود	عاشقاں را تشنگی زاں کے رود
عقلمندوں کے لئے ایک اشارہ کافی ہے	اس سے عاشقوں کی پیاس کب بجھتی ہے؟
میکند تکرار گفتن بے ملال	کے ز اشارت بس کند حوت از زلال
وہ بلاتکلف بات کو دہرا رہا تھا	مچھلی نیر پانی کے بدلے اشارہ پر کب بس کرتی ہے؟
صد سخن میگفت زاں درد کہن	در شکایت کہ نگفتم یک سخن
پرانے درد سے متعلق سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا	شکایت میں، میں نے (ان میں سے پوری) ایک بھی نہیں کی ہے
آتشے بودش نمیدانست چیست	لیک چوں شمع از تف آں میگریست
اس کے اندر ایک آگ تھی وہ نہ جانتا تھا کہ کیا ہے؟	لیکن شمع کی طرح اس کی سوزش سے رو رہا تھا
بعد گریہ گفت اینہا رفت لیک	ایں زماں ارشاد کن تو یار نیک
رونے کے بعد اس نے کہا، یہ سب کچھ ہوا لیکن	اب بتا تو اچھا دوست ہے
ہرچہ فرمائی بجاں استادہ ام	برخط تو پاؤ سر بنہادہ ام
تو جو کچھ کہے میں جان سے حاضر ہوں	تیرے حکم پر میں نے سر اور پاؤں رکھ دیا ہے
گر درآتش رفت باید چوں خلیلؑ	ورچہ یحییٰؑ میکنی خونم سبیل
اگر (حضرت) ابراہیمؑ کی آگ میں کودنا ہو	اگر (حضرت) یحییٰؑ کی طرح میرا خون بہانا ہو
ور زگریہ چوں شعیبؑ اعمیٰ شوم	ورچو یونسؑ در فم ماہی روم
اگر میں روتے روتے (حضرت) شعیبؑ کی طرح اندھا ہو جاؤں	اگر (حضرت) یونسؑ کی طرح مچھلی کے منہ میں چلا جاؤں
ورچو یوسف چاہ و زندانم کنی	ور ز فقرم عیسیٰؑ مریمؑ کنی
اگر (حضرت) یوسف کی طرح تو مجھے کنویں اور قید خانہ میں ڈالے	اگر تو (حضرت) مریمؑ کے عیسیٰؑ کی طرح مجھے فقیر بنائے

www.besturdubooks.wordpress.com

رخ نگردانم نگردم از تو من	بہر فرمان تو دارم جان و تن
میں منہ نہ موڑوں گا میں تجھ سے روگردانی نہ کروں گا	میری جان اور جسم تیرے حکم کے لئے ہے
گفت معشوق ایں ہمہ کردی ولیک	گوش بکشا پہن و اندر یاب نیک
معشوق نے کہا، یہ سب کچھ تونے کیا لیکن	کان کھول لے اور خوب سمجھ لے
کانچہ اصل اصل عشق ست و ولاست	آں نکردی آنچہ کردی فرعہاست
کہ جو دوستی اور عشق کی جڑ کی جڑ ہے	تونے وہ نہیں کیا، جو کچھ کیا وہ شاخیں ہیں
گفتش آں عاشق بگو کاں اصل چیست	گفت اصلش مردنست و نیستی ست
اس سے عاشق نے کہا، فرمایئے وہ جڑ کیا ہے؟	اس نے کہا، اس کی جڑ مرنا اور فنا ہونا ہے
تو ہمہ کردی نمردی زندۂ	ہیں بمیر ار یار جاں بازندۂ
تونے سب کچھ کیا، تو مرا نہیں، زندہ ہے	ہاں مر جا اگر تو جان کو فنا کرنے والا دوست ہے
گر بمیری زندگی یابی تمام	نام نیکوئے تو ماند تا قیام
اگر تو مر جائے گا مکمل زندگی حاصل کر لے گا	حشر تک تیرا نیک نام زندہ رہے گا
چوں شنود آں عاشق بیخویشتن	آہ سردے برکشید از جان و تن
جب مدہوش عاشق نے یہ سنا	جان اور جسم سے ایک ٹھنڈی آہ بھری
ہمدراں دم شد دراز و جاں بداد	ہمچو گل در باخت سر خنداں و شاد
اسی وقت لیٹ گیا اور جان دے دی	ہنسی خوشی پھول کی طرح سر دے دیا
ماند آں خندہ برو وقف ابد	ہمچو جان و عقل عارف بے کبد
وہ مسکراہٹ ہمیشہ کے لئے اسی پر وقف رہے گی	جس طرح بلاتکلف عارف کی عقل اور جان
نور مہ آلودہ کے گردد ابد	گر زند آں نور بر ہر نیک و بد
چاند کی چاندنی آخر کب آلودہ ہوتی ہے؟	خواہ وہ چاندنی ہر نیک اور بد پر پڑے
اوز جملہ پاک و اگردد بماہ	ہمچو نور عقل و جاں سوی الٰہ
وہ سب سے پاک رہ کر چاند کی طرف لوٹ جاتی ہے	جس طرح اللہ (تعالیٰ) کی جانب عقل اور جان کا نور
وصف پاکی وقف بر نور مہ است	تابشش گر بر نجاسات رہ است
پاکی کی صفت چاند کی روشنی پر وقف ہے	اگرچہ اس کی چمک راستہ کی نجاستوں سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں نجاسات رہ و آلودگی	نور را حاصل نگردد بدرگی
ان راستہ کی نجاستوں اور گندگی سے	نور کو برائی حاصل نہیں ہوتی ہے
ارجعی بشنید نور آفتاب	سوئے اصل خویش باز آمد شتاب
"تو لوٹ جا" سورج کی روشنی نے سنا	وہ فوراً اپنی اصل کی طرف لوٹ آئی
نے زگلخنہا برو ننگے بماند	نے زگلشنہا برو رنگے بماند
نہ اس پر بھٹیوں کا عیب رہا	نہ اس پر باغوں کا رنگ رہا
نور دیدہ سوئے دیدہ باز گشت	ماند در سودائے او صحرا و دشت
آنکھ کی روشنی ' آنکھ کی طرف لوٹ آئی	جنگل اور میدان اس کے تصور میں رہ گئے
چونکہ زیں ویرانہ نورش باز گشت	ماند در صحرائے دیدہ باز گشت
جبکہ اس ویرانے سے اس کا نور واپس ہوگیا	آنکھ کے جنگل میں انتظار رہ گیا

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے فنا کی ترغیب دی تھی اب اس کے مناسب قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک عاشق اپنے دوست کے سامنے اپنی خدمتیں اور اپنے کارنامے گن رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ میں نے تیرے لئے یہ کیا اور وہ کیا۔ میں نے اس معرکہ میں میں نے تیروں اور سناؤں کے زخم کھائے میرا مال بھی جاتا رہا۔ میری قوت بھی ضائع ہوگئی میری آبرو بھی گئی اور تیرے عشق میں مجھے بہت سی ناکامیاں پیش آئیں کسی نے صبح کو مجھے سوتا یا ہنستا نہیں پایا۔ اور کسی نے شام کو مجھے باسر وسامان نہیں پایا۔

غرض کہ جو کچھ اس نے مصائب جھیلے تھے سب تفصیل وار ایک ایک بیان کیے اس سے مقصود اس کا معشوق پر احسان رکھنا نہیں تھا۔ بلکہ وہ اپنی محبت کے سینکڑوں گواہ پیش کر رہا تھا۔ شاید کوئی کہے کہ اس کے لئے اجمال کافی تھا اس قدر تفصیل کی کیا ضرورت تھی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اشارہ اور اجمال تو عاقلوں کے لئے ہے عشاق کی پیاس تو اس سے نہیں بجھتی۔ اور ان کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی جب تک اپنا جوش پورا ختم نہ کرلیں وہ تو بار بار ایک بات کو کہتے ہیں اور اکتاتے نہیں اور اکتائیں کیونکر ان کی حالت تو ایسی ہے جیسے مچھلی اور عرض حال کی ایسی مثال ہے جیسے شیریں پانی۔ یہ مچھلی کہیں اشارہ کی بناء پر اس پانی سے سیر ہوسکتی ہے ہرگز نہیں۔

خیر تو وہ اپنے درد قدیم کے متعلق شکایت میں سینکڑوں باتیں کہہ رہا تھا۔ جن میں سے میں نے ایک بات بھی نہیں کہی اور اس کے دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی جس کو وہ نہیں جانتا تھا کہ کیا شے ہے۔ ہاں مگر اس کی گرمی سے شمع کی طرح رو رہا تھا۔ جب خوب رو چکا تو کہا کہ اچھا یہ باتیں تو گزر چکیں۔ اب آپ بتلائیں کہ میں کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کروں آپ جو کچھ بھی کہیں میں اس کے لئے تیار ہوں اور آپ کے حکم کا مطیع ہوں۔ اگر خلیلؑ کی طرح آگ میں جانا ہو یا یحییٰ علیہ السلام کی طرح آپ میرا خون مباح کریں یا آپ یہ چاہیں کہ میں شعیب علیہ السلام کی طرح اندھا ہو جاؤں یا یونس علیہ السلام کی طرح مچھلی کے منہ میں چلا جاؤں یا آپ مجھے یوسف علیہ السلام کی طرح کنوئیں میں ڈالیں یا قید کریں یا مجھے عیسیٰ علیہ السلام کی طرح فقیر کریں تو میں ان سب باتوں کے لئے تیار ہوں اور تم سے نہ پھروں گا۔ میرا جسم اور میری جان دونوں آپ کے حکم کے لئے ہیں۔ آپ ان میں جس طرح چاہیں تصرف کریں۔

یہ سب قصہ سن کر معشوق نے جواب دیا کہ جو کچھ تم نے کہا مجھے سب تسلیم ہے اور یہ کام ضرور تم نے کئے۔ مگر خوب کان کھول کر سنو اور خوب سمجھو کہ جو کام عشق و محبت کی اصل الاصل ہے وہ تم نے نہیں کیا۔ اور یہ کام جو تم نے کئے یہ سب فروع محبت ہیں۔ عاشق نے کہا کہ اچھا فرمایئے کہ وہ اصل الاصل کیا ہے میں اس کے لئے تیار ہوں۔ اس کا جواب یہ ملا مر جانا اور مٹ جانا۔ تم نے سب کچھ کیا۔ مگر تم مرے نہیں بلکہ ہنوز زندہ ہو۔ یہ دلیل ہے تمہاری خامی کی۔ پس اگر تم عاشق جانباز ہو تو مر جاؤ اگر تم مر جاؤ گے تو کامل زندگی حاصل ہو جائے گی یعنی قیامت تک نیک نام رہو گے۔ جب اس عاشق فانی نے معشوق کا یہ حکم سنا تو ایک سرد آہ بھری اور فوراً چت لیٹ گیا اور جان دیدی اور پھول کی طرح ہنسی خوشی سر دیدیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ خوشی ہمیشہ کے لئے اس پر وقف ہو گئی اور وہ ایسا ہو گیا جیسے عارف کی بے رنج عقل اور جان کہ ان کو کسی رنج کا سامنا ہی نہیں ہوتا۔

فائدہ:۔ اس پر کوئی یہ شبہ کرے کہ اہل اللہ کے رنج کا انکار مشاہدہ کا انکار ہے۔ اس لئے کہ رنج دو قسم کا ہوتا ہے ایک طبعی دوسرا عقلی جس کو روحانی بھی کہہ سکتے ہیں۔ سو اہل اللہ کو رنج طبعی ہوتا ہے نہ کہ عقلی۔ اور مولانا نے رنج طبعی کا انکار نہیں کیا۔ بلکہ رنج عقلی کا انکار کیا ہے۔ فلا اشکال۔ اب ہم رنج طبعی اور عقلی کے فرق کو مثال سے سمجھاتے ہیں۔ سنو جس شخص کے بہت بڑا دنبل نکلا ہوا اور وہ اس کو بہت تکلیف پہنچا رہا ہو اس میں جس وقت وہ شگاف دلواتا ہے اس وقت اس کو شگاف کی تکلیف ہوتی ہے جو کہ طبعی ہے مگر عقلی رنج نہیں ہوتا۔ بلکہ خوشی ہوتی ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس سے مجھے صحت ہو جائے گی۔ (فافترقا) ہم نے کہا ہے کہ عارف کی عقل و روح رنج سے آلودہ نہیں ہوتی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نور ماہتاب ہر قسم کی اشیاء پر پڑتا ہے مگر ان سے متاثر نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سب سے پاک ہوتا ہے اور بحالت پاکی چاند کی طرف لوٹ جاتا ہے اور یہ رجوع ایسا ہی ہے جب نور عقل و جان کا خدا کی طرف رجوع۔ پس جس طرح نور مہ میں تلبس با آثار اشیاء نہیں ہوتا یوں ہی نور عقل و روح میں بھی نہ ہوگا۔ اور باوجود تعلق باشیاء مولمہ و مریحہ کے وہ پاک صاف حق سبحانہ کی طرف لوٹ جائے گا۔ وہٰذا ہو المدعیٰ۔

اب مولانا نور حسی کے متعلق مزید تاکیدی گفتگو کرتے ہیں تاکہ اس سے نور عقل و روح کی حالت موکد ہو جائے۔ اور فرماتے ہیں کہ وصف پاکی تو نور ماہتاب پر گویا کہ ختم ہے۔ کیونکہ اگر وہ نجاسات راہ پر پڑتا ہے تو راستہ کی ان گندگیوں سے نور میں کچھ نقصان اور خرابی نہیں آتی۔ علیٰ ہذا القیاس نور آفتاب کی بھی یہی حالت ہے کہ جب وہ حکم رجوع سنتا ہے تو فوراً اپنے اصل کی طرف لوٹ جاتا ہے اور نہ بھٹیوں کی عار نجاست اس کو لاحق ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور نہ باغوں کا رنگ اس میں ہوتا ہے بلکہ جس طرح صاف آیا تھا یوں ہی صاف چلا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس آنکھ کا نور بے تلبس شے آنکھ میں واپس ہو جاتا ہے اور صحرو دشت اس کے عشق میں پھنسے ہوئے رہ جاتے ہیں اور جبکہ اس ویرانہ اس کا نور واپس ہوتا ہے تو صحرائے مرئی ہکا بکارہ جاتا ہے۔

فائدہ:۔ ماند در صحرائے دیدہ باز گشت میں باز گشت بمعنی کشادگی ہے جو کہ کنایہ ہے تحیر سے) خلاصہ یہ کہ نور ماہتاب و نور آفتاب و نور چشم کو نجاسات وغیرہ پر پڑتے ہیں مگر ان سے متاثر نہیں ہوتے۔ بلکہ پاک صاف اپنی معدن کی طرف واپس ہو جاتے ہیں۔ بس یہی حالت نور روح و عقل کی ہے کہ وہ بھی رنج و راحت دنیوی سے متاثر نہیں ہوتا اور پاک صاف حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔

یکے پرسید از عالمے عارفے کہ اگر در نماز کسے بگرید بآواز وآہ و نوحہ کند نمازش باطل شود یا نہ جواب داد کہ نام آں آب دیدہ است تا کہ آں گرنیدہ چہ دیدہ است اگر شوق خدا دیدہ است او میگرید یا از پشیمانی گناہ نمازش تباہ نشود بلکہ کمال گیرد کہ لاصلوٰۃ الا بحضور القلب و اگر رنجوری تن یا فراق فرزند دیدہ است نمازش تباہ شود کہ اصل نماز ترک تن است و ترک فرزند ابراہیم علیہ السلام وار کہ فرزند را قربان میکرد از بہر تکمیل نماز و تن را بآتش نمرودی سپرد و امر آمد پیغمبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم را بدیں خصال کہ فاتبعوا اتبع ملۃ ابراھیم حنیفاً قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم

کسی شخص نے ایک عارف عالم سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص نماز میں آواز اور آہ سے روئے اور نوحہ کرے اس کی نماز باطل ہوگی یا نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ اس کا نام دیکھے ہوئے کا پانی ہے تو یہ کہ رونے والے نے کیا دیکھا ہے؟ اگر اس نے اللہ تعالیٰ کا شوق دیکھا ہے وہ روتا ہے یا گناہ کی پشیمانی سے نماز تباہ نہ ہوگی بلکہ کمال حاصل کرے گی کیونکہ نماز نہیں ہوتی مگر حضور قلب سے اور اگر اس نے جسمانی تکلیف یا اولاد کی جدائی دیکھی ہے اس کی نماز خراب ہو جائے گی کیونکہ اصل نماز حضرت ابراہیمؑ کی طرح جسم اور اولاد کا ترک کرنا ہے کیونکہ وہ نماز کی تکمیل کے لئے لڑکے کو قربان کر رہے تھے اور جسم کو نمرود کی آگ کے سپرد کر رہے تھے اور آنحضورؐ کو انہی خصلتوں کا حکم ہے کیونکہ تم اتباع کرو اور اتباع کرو ابراہیمؑ کی ملت کا جو کہ حنیفیہ ہے بے شک تمہارے لئے ابراہیمؑ میں اچھا نمونہ ہے

آں یکے پرسید از مفتی بر از	گر کسے گرید بنوحہ در نماز
ایک شخص نے چپکے سے مفتی سے دریافت کیا	اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے
آں نماز او عجب باطل شود	یا نمازش جائز و کامل بود
وہ اس کی عمدہ نماز باطل ہو جائے گی	یا اس کی نماز جائز اور مکمل ہو گی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آب دیدہ نامش بہر چیست	بنگری تا کہ چہ دیدست وگریست
فرمایا اس کا نام "دیکھے ہوئے کا پانی" کیوں ہے؟	غور کر اس نے کیا دیکھا ہے؟ اور رویا ہے
آب دیدہ تا چہ دیدہ است زنہاں	تا بداں شد او ز چشمہ خود رواں
آنکھ کے پانی نے پوشیدہ طور پر کیا دیکھا ہے؟	جس سے وہ اپنے چشمے سے رواں ہوا ہے
گر ز شوق حق کند گریہ دراز	یا ندامت از گناہے در نیاز
اگر دراز گریہ اللہ (تعالیٰ) کے شوق سے کرتا ہے	یا عاجزی میں کسی گناہ کی شرمندگی سے
خوف حق گر باشد آں گریہ خوشست	زانکہ آں آب تو دفع آتش ست
اگر اللہ کا خوف ہے، تو رونا بہتر ہے	کیونکہ وہ تیرا پانی آگ کو بجھاتا ہے
بیشکے گیرد نماز او کمال	قرب یابد در رہ حق لامحال
اس کی نماز یقیناً کمال حاصل کر لے گی	وہ لامحالہ اللہ (تعالیٰ) کا قرب حاصل کر لے گا
آں جہاں گر دیدہ است آں پر نیاز	رونقے یابد ز نوحہ آں نماز
اگر اس نیازمند نے اس عالم کو دیکھا ہے	تو رونے سے اس کی نماز رونق حاصل کر لے گی
ور ز رنج تن بود وز درد و سوگ	ریسماں بگسست وہم بشکست دوک
اور اگر جسم کی بیماری اور درد اور رنج سے ہو	تو دھاگا ٹوٹا اور تکلا بھی
ور فغاں از ماتم فرزند کرد	کہ دل و جانش ز ماتم گرد درد
اگر اس نے اولاد کے رنج میں فریاد کی ہے	کہ رنج سے اس کا دل اور جان دردمند ہوئے تھے
می نیرزد آں نماز او دو جو	زانکہ با اغیار دارد دل گرو
تو اس کی نماز دو جو کی قیمت کی نہیں ہے	کیونکہ اس کا دل غیروں میں پھنسا ہے
پس نمازش بیشکے باطل بود	گریۂ او نیز بے حاصل بود
تو اس کی نماز بلاشبہ فاسد ہو جائے گی	اس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا
زانکہ ترک تن بود اصل نماز	ترک خویش و ترک فرزند از نیاز
کیونکہ نماز کی اصل، جسم کو ترک کرنا ہے	نیازمندی کی وجہ سے اپنے آپ کو اور اولاد کو ترک کرنا ہے
از خلیلؑ آموز قرباں کن ولد	تن بنہ بر آتش نمرود رد
(حضرت) ابراہیمؑ سے سیکھ لے اولاد کو قربان کر دے	مردود نمرود کی آگ پر جسم کو رکھ دے

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل آنکہ تا بدانی اے کیا	کز بکا فرق ست بیحد تا بکا
خلاصہ یہ ہے کہ اے بزرگ! تو سمجھ لے	کہ رونے اور رونے میں بے حد فرق ہے

شرح حبیبی

قصۂ عاشق مولانا نے ترغیب فنا کے لئے تحریر فرمایا تھا سو یہ مضمون بھی اسی کی تائید میں تحریر فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک مفتی سے خفیہ طور پر دریافت کیا کہ اگر کوئی نماز میں آواز سے روئے تو اس کی وہ نماز عجیب فاسد ہو جائیگی یا اس کی نماز صحیح اور کامل رہے گی؟

مفتی نے جواب دیا کہ آب دیدہ کے کیا معنی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ پانی جو دیکھی ہوئی شے سے بہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ کیا دیکھ کر رویا ہے۔ اور غور کرنا یہ ہے کہ آب دیدہ نے خفیہ کیا دیکھا ہے کہ وہ اپنی چشمہ سے روانہ ہوا۔ پس اگر وہ آواز سے رونا خدا کے شوق میں ہے یا اس ندامت کے سبب ہے جو اس کو نماز میں گناہ پر ہوئی ہے یا خدا کے خوف سے ہے۔ تو وہ رونا نہایت عمدہ ہے کیونکہ وہ آتش دوزخ کو دور کرنے والا ہے اور بلاشبہ اس کی نماز کامل ہوگی۔ اور لامحالہ اسے قرب حق میسر ہوگا۔

حاصل یہ ہے کہ اگر اس نے عالم غیب دیکھا ہے یعنی عالم غیب اس کے گریہ کا سبب ہوا تو اس کی نماز کو اس سے رونق حاصل ہوگی اور اگر رنج نفسانی اور تکلیف یا غم مرگ سے ہو تو سوت بھی ٹوٹ گیا اور تکلا بھی۔ یعنی نماز بالکل تباہ ہو گئی اور کیا دھرا سب غارت ہو گیا اور اگر فغان غم مرگ فرزند سے کی ہے جس سے اس کے دل اور اس کی جان کو تکلیف اور صدمہ ہوا ہے تو اس کی نماز کچھ بھی قیمت نہیں رکھتی۔ کیونکہ وہ اغیار بے تعلق رکھتا ہے اور اس کا دل ان میں پھنسا ہوا ہے۔ پس اس کی نماز بے شبہ باطل ہوگی اور اس کا رونا بھی بے نتیجہ ہوگا۔ کیونکہ نماز کی حقیقت تو یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو اپنی خودی کو اپنی آل و اولاد کو چھوڑ دے۔ اور یہ حقیقت صورت مفروضہ میں نہیں پائی گئی اس لئے نماز نہ ہوگی۔

فائدہ:۔ یہ مضمون خطابی ہے نہ کہ برہانی۔ پس اس پر عدم جامعیت کا شبہ نہیں ہو سکتا۔ صاحبو تم خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام سے سبق لو۔ اور اس کی طرح اولاد کو خدا کے لئے قربان کر دو اور نمرود مردود کی آگ میں اپنے کو ڈال دو۔ یعنی نفس و شیطان کی مخالفت پر صبر کرو۔

خیر تو خلاصہ یہ ہے کہ تم کو جاننا چاہئے کہ تمام گریہ یکساں نہیں ہیں بلکہ رونے رونے میں فرق ہے۔ اس پر ایک حکایت یاد آگئی سنو۔

مریدے در آمد بخدمت شیخ وازیں شیخ پیر مسن نمیخواہم بلکہ پیر عقل و معرفت اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام است در گہوارہ و یحیٰ علیہ السلام ست در مکتب کودکان' مرید شیخ را گریاں دید او نیز موافقت کرد و بگریست چوں فارغ شد و بدر آمد مرید دیگر کہ از حال شیخ واقف تر بود از سر غیرت در عقب او نیز بیروں آمد گفتش

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ اے برادر من ترا گفتہ باشم اللہ اللہ تا نیندیشی و نگوئی کہ شیخ میگریست من نیز میگریستم کہ سی سال ریاضت بے ریا باید کرد و از عقبات و دریاہائے پر نہنگ و کوہہائے بلند پر شیر و پلنگ می باید گذشت تا بداں گریہ شیخ برسی یا نہ رسی اگر برسی شکر زویت لی الارض بسیار گوئی کہ آنجائے شکرست کہ آں گریہ حضور قلب باشد

ایک مرید ایک شیخ کی خدمت میں پہنچا اور اس شیخ سے میری مراد درازعمر بوڑھا نہیں ہے بلکہ عقل و معرفت کا بوڑھا اگرچہ عیسیٰ علیہ السلام گہوارہ میں اور یحییٰ علیہ السلام بچوں کے مکتب میں ہوں مرید نے شیخ کو روتے دیکھا اس نے بھی موافقت کی اور رو پڑا جب وہ فارغ ہوا اور باہر آیا دوسرا مرید جو شیخ کے حال سے زیادہ واقف تھا غیرت کی وجہ سے وہ بھی پیچھے پیچھے باہر آیا اس نے کہا اے میرے بھائی! میں تجھ سے کہتا ہوں خدا کے لئے نہ سوچنا اور نہ کہنا کہ شیخ روئے میں بھی رویا کیونکہ تیس سال بغیر ریا کی محنت کرنی چاہئے اور گھاٹیوں اور ناکوں سے بھرے دریاؤں سے اور شیر اور چیتوں سے بھرے پواڑوں سے گزرنا چاہئے پھر شیخ کے اس رونے کو تو پہنچ سکے یا نہ پہنچ سکے اگر پہنچ جائے "تو میرے لئے زمین سمیٹ دی گئی ہے" کا بہت شکر ادا کر کیونکہ وہ شکریہ کا موقع ہے کیونکہ وہ رونا حضور قلب سے ہو گا

یک مریدے اندر آمد پیش پیر	پیر اندر گریہ بود و در نفیر
ایک مرید پیر کے پاس اندر آیا	پیر رونے میں اور فغاں میں تھا
شیخ را چوں دید گریاں آں مرید	گشت گریاں آب از چشمش دوید
جب اس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا	رونے لگا' آنسو اس کی آنکھوں سے نکل پڑے
گو شور یکبار خندد کر دو بار	چونکہ لاغ املا کند یارے بیار
سننے والا ایک بار اور بہرا دو بار ہنستا ہے	جب کوئی یار' یار سے مذاق کرتا ہے
بار اول از رہ تقلید و سوم	کہ ہمی بیند کہ می خندند قوم
پہلی بار دیکھا دیکھی اور تکلف سے	کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں
کر بخندد ہمچو ایشاں آں زماں	بے خبر از حالت خندیدگاں
اس وقت بہرا ان کی طرح ہنستا ہے	(اور) ہنسنے والوں کی حالت سے بے خبر ہے
باز او پرسد کہ خندہ بر چہ بود	پس دوم کرت بخندد چوں شنود
پھر وہ پوچھتا ہے کہ ہنسی کس بات پر تھی؟	پھر جب سنتا ہے دوبارہ ہنستا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس مقلد نیز مانند کر ست	اندراں شادی کہ او را در سر ست
تو مقلد بھی بہرے کی طرح ہے	اس خوشی میں جو اس کے ذہن میں ہے
پرتو شیخ آمد و منہل ز شیخ	فیض و شادی نز مریداں بل ز شیخ
شیخ کا عکس اور شیخ کا چشمہ ہے	فیض اور خوشی نہ کہ مریدوں کا بلکہ شیخ کا ہے
پرتو شیخ ست آں تقلید شیخ	چوں بہ بیند شادی و تائید شی
شیخ کی تقلید، شیخ کا عکس ہے	جبکہ وہ شیخ کی خوشی اور تائید دیکھ رہا ہے
چوں سبد در آب و نورے بر زجاج	گر ز خود داند آں باشد خداج
جیسا کہ ٹوکری پانی میں اور چمک شیشہ پر ہے	اگر وہ اس (خوشی) کو اپنی جانب سے سمجھیں تو ناقص پن ہے
چوں جدا گردد ز جو داند عنود	کاندروآں آب خوش از جوی بود
جب وہ نہر سے علیحدہ ہو جائے گی تو جھگڑالو جان لے گی	کہ اس کے اندر وہ اچھا پانی نہر کا تھا
آبگینہ ہم بداند از غروب	کاں لمع بود از مہ تاباں خوب
چاند کے غروب سے شیشہ بھی جان لے گا	کہ وہ چمک عمدہ روشن چاند کی تھی
چونکہ چشمش را کشاید امر قم	پس بخندد چوں سحر بار دوم
جب "اٹھ کھڑا ہو" کا حکم اس کی آنکھ کھول دے گا	تو وہ صبح کے دوسری بار مسکرانے کی طرح مسکرائے گا
خندہ آید ہم براں خندہ خودش	کہ دراں تقلید بری آمدش
اس کو اپنی اس ہنسی پر بھی ہنسی آئے گی	جو اس کو تقلید میں آئی تھی
گوید از چندیں رہ دور و دراز	کایں حقیقت بود و ایں اسرار و راز
وہ کہے گا اتنی دور دراز مسافت سے	جبکہ یہ حقیقت اور یہ اسرار اور راز تھے
من دراں وادی چگونہ خود ز دور	شادیئے میکردم از عمیا و سور
میں اس میدان میں خود فاصلہ سے کس طرح	اندھے پن سے شادمانی اور خوشی کر رہا تھا؟
من چہ می بستم خیال و آں چہ بود	درک سستم ست نقشے می نمود
میں نے کیا خیال کیا اور وہ کیا تھا	میرے سست احساس نے واہی نقش دکھا دیا
طفل رہ را فکرت مرداں کجاست	کو خیال او و کو تحقیق راست
راہ (سلوک) کے بچہ میں مردوں کی سمجھ کہاں ہے؟	کجا اس کا خیال اور کجا ٹھیک تحقیق

www.besturdubooks.wordpress.com

طفل را چہ فکر آید در ضمیر	یا چہ اندیشہ کند ہمچوں کہ پیر
بچے کے دل میں کیا خیال آ سکتا ہے؟	یا وہ بوڑھے کی طرح کیا سوچ سکتا ہے؟
فکر طفلاں دایہ باشد یا کہ شیر	یا مویز و جوز یا گریہ و نفیر
بچوں کا فکر دایہ یا دودھ ہوتا ہے	یا منقی اور اخروٹ یا رونا اور چلانا
آں مقلد ہست چوں طفل علیل	گرچہ دارد بحث باریک و دلیل
مقلد بیمار بچہ کی طرح ہے	اگرچہ نازک بحث اور دلیل رکھتا ہو
آں تعمق دردلیل و در شکال	از بصیرت می کند او را گسال
اشکال اور دلیل میں غور	اس کو بصیرت سے رخصت دیدیتا ہے
مایۂ کاں سرمۂ سر ویست	برد و در اشکال گفتن کار بست
وہ سرمایہ جو اس کے باطن کا سرمہ ہے	سلب کر لیا، اور اشکال بیان کرنے میں لگا دیا
اے مقلد از بخارا باز گرد	رو بخواری تا شوی تو شیر مرد
اے مقلد! بخارا سے واپس آ جا	ذلت کی جانب جا، تاکہ تو شیر مرد بنے
تا بخارائے دگر بینی دروں	صفدراں در محفلش لا یفقھوں
تاکہ تو باطن میں دوسرا بخارا دیکھ لے	اس کی محفل میں بہادر "وہ نہیں سمجھتے ہیں" ہیں
پیک اگرچہ در زمیں چابک تکست	چوں بدریا رفت بشکستہ رگست
قاصد اگرچہ خشکی میں تیز رفتار ہے	جب دریا میں پہنچا، رگ ٹوٹا ہے
او حملنا ھم بود فی البر و بس	آنکہ محمول ست در بحر اوست کس
وہ صرف "ان کو ہم نے خشکی میں چلایا" ہے	جو سمندر میں چلایا ہوا ہے وہ بہادر ہے
بخشش بسیار دارد شہ بدو	اے شدہ در وہم و تصویرے دوتو
شاہ اس پر بہت بخشش کرتا ہے	اے وہ! جو وہم اور تصویر میں دہرا بنا ہوا ہے

بقیہ حال مرید مقلد

مرید مقلد کے حال کا بقیہ

آں مرید سادہ از تقلید نیز	گریہ میگرد وفق آں عزیز
وہ بھولا مرید بھی تقلید میں	اس معزز کی طرح رونے لگا

www.besturdubooks.wordpress.com

او مقلد وار ہچو مرد کر	گریہ می دید وز موجب بے خبر
اس نے تقلید میں بہرے شخص کی طرح	رونا دیکھا اور سبب سے بے خبر تھا
چوں بسے بگریست خدمت کرد ورفت	از پیش آمد مرید خاص تفت
جب بہت رو چکا اس نے سلام کیا اور روانہ ہو گیا	اس کے پیچھے ایک خاص مرید تیزی سے چلا
گفت اے گریاں چو ابر بے خبر	بر وفاق گریۂ شیخ از نظر
اس نے کہا' اے بے خبر ابر کی طرح رونے والے!	دیکھا دیکھی شیخ کے رونے پر
اللہ اللہ اے وافی مرید	گرچہ در تقلید ہستی مستفید
اے وفادار مرید! خدا کے لئے	اگرچہ تو تقلید میں فائدہ اٹھانے والا ہے
تانگوئی دیدم آں شہ می گریست	من چو او بگریستم کایں منکریست
یہ نہ کہنا میں نے دیکھا کہ وہ شاہ رو رہا تھا	میں اس کی طرح رویا' کیونکہ یہ (شیخ کی فضیلت کا) انکار کرتا ہے
گریۂ کز جہل و تقلیدست وظن	نیست ہچوں گریۂ آں موتمن
وہ رونا جو لاعلمی اور تقلید اور گمان کی وجہ سے ہے	وہ اس امانتدار کے رونے کی طرح نہیں ہے
تو قیاس گریہ بر گریہ مساز	ہست زیں گریہ بداں راہ دراز
تو رونے کو رونے پر قیاس نہ کر	اس رونے سے اس رونے تک بہت فاصلہ ہے
ہست آں از بعد سی سالہ جہاد	عقل آنجا ہیچ نتواند فتاد
وہ (رونا) تیس سالہ مجاہدہ کے بعد ہے	عقل اس جگہ کبھی نہیں پہنچ سکتی
ہست زاں سوی خرد صد مرحلہ	عقل را واقف مداں زاں قافلہ
وہاں عقل سے آگے سو مرحلے ہیں	اس قافلہ سے عقل کو واقف نہ سمجھ
گریۂ او نز غم ست و نز فرح	روح داند گریۂ عین الملح
اس (شیخ) کا رونا نہ غم سے ہے نہ خوشی سے	بے نور آنکھ کا رونا' روح جانتی ہے
گریۂ او خندۂ او زاں سریست	زانچہ وہم و عقل باشد آں بریست
اس کا رونا اس کا ہنسنا اس جانب کا ہے	جو وہم اور عقل کی وجہ سے ہو وہ اس سے بری ہے
آب دیدہ او چو دیدہ او بود	دیدۂ نا دیدہ دیدہ کے شود
اس کا آنسو اس کی آنکھ کی طرح ہوتا ہے	اندھے کی آنکھ آنکھ کب ہو سکتی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچہ او بیند نتاں کردن مساس	نز قیاس عقل و نز راہ حواس
جو وہ دیکھتا ہے اس کو چھوا نہیں جا سکتا ہے	نہ عقل کے قیاس سے نہ حواس کی راہ سے
شب گریزد چونکہ نور آید ز دور	پس چہ داند ظلمت از احوال نور
جب روشنی آتی ہے رات دور سے بھاگ جاتی ہے	تو تاریکی روشنی کے احوال کیا جانے؟
پشہ بگریزد ز باد بادھا	پس چہ داند پشہ ذوق بادہا
پر فریب ہوا سے مچھر بھاگ جاتا ہے	تو ہواؤں کا ذوق مچھر کیا جانے؟
چوں قدیم آید حدث گردد عبث	پس کجا داند قدیمے را حدث
جب قدیم آتا ہے حادث بیکار ہو جاتا ہے	تو حادث قدیم کو کیا جانے؟
بر حدث چوں زد قدم دنگش کند	چونکہ کردش نیست ہمرنگش کند
جب قدیم حادث پر چھا جاتا ہے اس کو حیران کر دیتا ہے	جب اس کو معدوم کر دیا اس کو ہم رنگ کر لیتا ہے
گر بخواہی تو بیابی صد نظیر	لیک من پروا ندارم اے فقیر
اگر تو چاہے تو سو مثالیں حاصل کر لے	لیکن اے فقیر! مجھے فرصت نہیں ہے
ایں الم و حم ایں حروف	چوں عصائے موسیٰ آمد در وقوف
یہ الم و حم یہ حروف	جاننے میں حضرت موسیٰ کے عصا کی طرح ہیں
حرفہا ماند بدیں حرف از بروں	لیک باشد در صفات ایں زبوں
بظاہر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں	لیکن ان کی صفات سے عاجز ہیں
ہر کہ گیرد او عصائے ز امتحاں	کے بود چوں آں عصا وقت بیاں
وہ شخص جو آزمائش کے لئے لاٹھی ہاتھ میں لے لے	بیان کے وقت وہ اس (موسیٰ کی) لاٹھی کی طرح کب ہے؟
عیسوی است ایں دم نہ ہر باد و دمے	کہ برآید از فرح یا از غمے
یہ سانس عیسوی ہے ہر ہوا اور سانس نہیں ہے	جو کہ خوشی یا رنج سے آئے
ایں الم و حم اے پدر	آمدست از حضرت مولی البشر
اے باوا! یہ الم و حم	انسانوں کے مولیٰ کے دربار سے آئے ہیں
ہر الف لامے چہ می ماند بدیں	گر تو جاں داری بدیں چشمش مبیں
ہر الف لام ان کے کیا مشابہ ہو سکتا ہے؟	اگر تو روح رکھتا ہے ان آنکھوں سے نہ دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ ترکیبش حروف ست اے ہمام	می نماند ہم بترکیب عوام
اے سردار! اگرچہ اس کی بناوٹ حروف سے ہے	(لیکن) وہ عوام کی ترکیب کی طرح نہیں ہے
ہست ترکیب محمدؐ لحم و پوست	گرچہ درترکیب ہرتن جنس اوست
محمدؐ کی بناوٹ گوشت اور پوست ہے	اگرچہ بناوٹ میں ہر جسم اس جیسا ہے
گوشت دارد پوست دارد استخواں	ہیچ ایں ترکیب را باشد ہماں
(ہر جسم) گوشت رکھتا ہے کھال رکھتا ہے ہڈی (رکھتا ہے)	کبھی اس بناوٹ میں وہ (آثار) ہوں گے
کاندریں ترکیب آمد معجزات	کہ ہمہ ترکیب ہا گشتند مات
اس بناوٹ میں ایسے معجزے آئے	کہ تمام بناوٹیں مات ہو گئیں
ہمچناں ترکیب حمٓ از کتیب	ہست بس بالا و دیگرہا نشیب
اسی طرح قرآن کے حمٓ کی بناوٹ	بہت بلند ہے اور دوسری نیچی ہیں
زانکہ زیں ترکیب آید زندگی	ہمچو نفخ صور در درماندگی
کیوں کہ اس بناوٹ سے زندگی آتی ہے	جیسا کہ عاجزی (قیامت) میں صور کا پھکنا
اژدہا گردد شگافد بحر را	چوں عصا حمٓ از داد خدا
اژدھا بن جاتے ہیں سمندر کو پھاڑ دیتے ہیں	حمٓ عصا کی طرح خدا کی عنایت سے
ظاہرش ماند بظاہر ہا و لیک	قرص ناں از قرص مہ دورست نیک
ان کا ظاہر (دوسرے الفاظ کے) ظاہری احوال سے مشابہ ہے لیکن	روٹی کی ٹکیا' چاند کی ٹکیاں سے بہت دور ہے
گریۂ او خندۂ او نطق او	فہم او و خلق او و خلق او
اس کا رونا' اس کا ہنسنا' اس کا بولنا	اس کی فہم' اس کی ساخت اور اس کے اخلاق
عقل او و وہم او و حس او	نیست از وے ہست محض صنع ہو
اس کی عقل' اور اس کا وہم اور اس کا احساس	اس کا اپنا نہیں ہے وہ محض اللہ کی کاریگری ہے
چونکہ ظاہرہا گرفتند احمقاں	واں دقائق شد از ایشاں بس نہاں
احمقوں نے چوں کہ ظاہری احوال کو پسند کیا	وہ باریکیاں ان سے بہت پوشیدہ ہو گئیں
لا جرم محجوب گشتند از غرض	کہ دقیقہ فوت شد در معترض
وہ یقیناً مقصد سے محجوب ہوگئے	عارض میں نکتہ فوت ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	کاں کنیزک باخر خاتوں چہ کرد؟
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے واپس چل	اس باندی نے بی بی کے گدھے سے کیا کیا؟

شرح

ایک مرید شیخ کے پاس آیا کہ شیخ رو رہا ہے۔ پس جبکہ اس مرید نے شیخ کو روتے دیکھا تو خود ہی رونے لگا اور اس کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو گئے۔ یہ تو واقعہ تھا اب اس کے مناسب مضمون ارشادی سنو۔ مگر اس سے پہلے ایک مقدمہ سن لو۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت ایک دوست دوسرے دوست سے مذاق کرتا ہے اس وقت کان والا اگر ایک مرتبہ ہنستا ہے تو بہرا دو دفعہ ہنستا ہے۔ کیونکہ بہرا پہلی دفعہ تو لوگوں کی تقلید میں اور بہ تکلف ہنستا ہے کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ ہنس رہے ہیں اس وقت جو وہ بہرا ہنستا ہے تو اس کو کچھ خبر نہیں ہوتی ہے کہ لوگ کیوں ہنس رہے ہیں۔ لیکن اس کے بعد وہ پوچھتا ہے کہ بھائی تم کیوں ہنستے تھے اس کے پوچھنے پر لوگ ہنسی کا سبب بتلاتے ہیں۔ پس جبکہ وہ سنتا ہے تو دوبارہ ہنستا ہے جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ یہی حالت مقلد اور سالک غیر واصل کے ہے کہ جو خوشی اسے حاصل ہوتی ہے اس میں وہ بمنزلہ بہرے کے ہوتا ہے اور یہ خوشی شیخ کا پرتو ہوتی ہے اور اس کا سرچشمہ شیخ ہوتا ہے۔

الغرض ایسے مریدوں کا غم اور ان کی خوشی ان کی ذاتی نہیں ہوتی۔ بلکہ اس کا مبدء شیخ ہوتا ہے اور جبکہ اس کو بتائید شیخ کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ خوشی شیخ کا پرتو اور اس کی تقلید ہوتی ہے اور اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے ندی میں ٹوکرا پڑا ہوا اور پانی سے بھرا ہو۔ یا شیشہ پر نور پڑ رہا ہو پس اگر ٹوکرا اور آئینہ پانی اور نور کو اپنا ذاتی سمجھیں۔ یہ ان کا نقص ہے جب ٹوکرا ندی سے جدا ہو گا اس وقت اسے معلوم ہو گا کہ وہ پانی ندی کا تھا نہ کہ میرا علیٰ ہذا جس وقت ماہتاب غروب ہو گا اس وقت آئینہ کو معلوم ہو گا کہ وہ نور میرا نہ تھا بلکہ روشن ماہتاب کا تھا۔ یوں ہی جس وقت شیخ سے اس مرید کا تعلق منقطع ہوتا ہے اس وقت اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو کچھ حال تھا شیخ کا پرتو تھا۔ اور خود اس کا کمال ذاتی نہ تھا۔

لیکن جس وقت وہ مرتبہ تقلید سے گزر کر مرتبہ تحقیق پر پہنچتا ہے اور حق سبحانہ کا زندہ کن اور حیات بخش حکم اس کو حیات روحانی عطا فرما کر اس کی آنکھیں کھولتا ہے اور اس کو بصیرت عطا فرماتا ہے۔ اس وقت وہ صبح کی طرح دوبارہ ہنستا ہے اور اس وقت اس کو اپنی اس ہنسی پر ہنسی آتی ہے جو کہ تقلید کی حالت میں اس کو آتی تھی۔ اور وہ کہتا ہے کہ اس قدر دور و دراز راہ سے جہاں یہ حقیقت اور یہ راز اور بھید تھا میں وادی تقلید میں اپنی اندھی پن سے دور ہی دور کیونکر خوش تھا۔

خلاصہ یہ کہ وہ بصیرت حاصل کرنے کے بعد کہتا ہے کہ جس وقت میں وادی تقلید میں سرگرداں تھا اس وقت اس حقیقت اور راز میں جو مجھے اس وقت حاصل ہے اور مجھ میں بہت بعد تھا۔ پھر باوجود اس بعد کے میں کیونکر ہنستا تھا۔ میں تو کیا سمجھتا تھا اور بات فی الحقیقت کیا تھی۔ یعنی وہ ہنسی تو شیخ کا پرتو تھا۔ اور میں اسے اپنا کمال سمجھتا تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ میری کمزور قوت مدرکہ غلط تصویر دکھلاتی تھی۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہونا بھی یہی چاہئے تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ مبتدیاں راہ سلوک کے لئے ارباب کمال کا سا ادراک کہاں حاصل ہوسکتا ہے ان کے خیال میں اور اہل اللہ کی تحقیق میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے بھلا کہیں بچوں کے دل میں بوڑھوں کا سا خیال آسکتا ہے یا وہ ان کا سا فکر کر سکتے ہیں ہرگز نہیں۔ بچوں کا فکر تو یہ ہوتا ہے کہ وہ دایہ کو طلب کریں یا دودھ مانگیں۔ یا کشمش اور اخروٹ مانگیں یا روئیں دھوئیں۔ ختم شد۔ برخلاف بوڑھوں کے کہ ان کا فکر تدبیر منزل و سیاست مدن وغیرہ ہوتی ہے۔ پس کجا فکر اطفال اور کجا فکر اشیاخ۔ پس تم سمجھو کہ مقلد خواہ کتنا ہی بڑا عالم و متبحر ہو اور کیسے ہی باریک نکات اور دقائق بیان کرتا ہو۔ بمنزلہ ایک ضعیف الفہم لڑکے کے ہے اور دلائل و اشکالات میں اس کا غور و خوض اس کے لئے نافع نہیں ہے بلکہ مضر ہے کیونکہ وہ بصیرت سے اس کا تعلق منقطع کرتا ہے اور اس نے اس سرمایہ قابلیت و استعداد کو جو کہ اس کے چشم بصیرت کا سرمہ اور اس کو روشن کرنے والا تھا۔ بے محل صرف کر دیا اور اس کو لے جا کر اعتراضات و جوابات میں لگا دیا۔ پس اے مقلد تو بخارا سے لوٹ اور ذلت عشق اختیار کر۔ تاکہ تو شیر مرد ہو۔ یعنی تحصیل جاہ بعلم ظاہر کو چھوڑ اور ذلت عشق اختیار کرتا کہ تو عارف کامل ہو جائے اور تاکہ تجھے اپنے باطن میں ایک دوسرا بخارا (معدن علم) نظر آئے۔ جس کی محفل کے رہنے والے شراب بے خودی سے مست ہیں۔ اور ماسوی اللہ کے متعلق کچھ نہیں سمجھتے۔ (یا یوں کہا جائے کہ اس کی محفل کے لوگ رہی فقہاء نہیں ہیں۔ جیسے کہ فقہاء بخارا) علماء ظاہر گو تیز اور ذکی اور ذہین اور دقیقہ رس ہیں۔ مگر صرف علم ظاہر میں رہے معارف اور حقائق سو وہاں ان کا دقیقہ سنجی کام نہیں دیتی۔ چنانچہ قاصد زمین میں تیز چلتا ہے مگر دریا پر پہنچ کر اس کے چولیں ڈھیلے ہو جاتے ہیں۔ اور وہ کھڑا کا کھڑا رہ جاتا ہے۔

پس علمائے ظاہر غیر عارف محمول نے فی البر اور صرف علوم ظاہریہ میں تیزی دکھلانے والے ہیں۔ سیر فی اللہ میں ایک قدم نہیں چل سکتے۔ پس یہ لوگ کچھ بھی نہیں ہیں آدمی تو وہی ہیں جو دریا میں چلتے ہوں اور سیر فی اللہ کرتے ہوں۔

اور اے اوہام و خیالات پر جھکے ہوئے شخص تو جان لے کہ ایسے لوگوں پر حق سبحانہ کی بڑی عنایت ہے۔ پس تو اس کمال کو حاصل کر۔ خیر یہ مضمون ارشادی تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ ہم نے کہا تھا کہ وہ عاری عن الکمالات مرید بھی براہ تقلید شیخ کی طرح رونے لگا وہ بہروں کی طرح مقلدانہ روتا تھا اور سبب جانتا نہ تھا۔ پس جبکہ وہ بہت زیادہ رو چکا تو شیخ کی خدمت سے اس کے بعد رخصت ہو گیا۔ اس کے پیچھے پیچھے فوراً ایک مرید خاص چلا اور کہا کہ اے بے شعور ابر کی طرح شیخ کے اس گریہ کی موافقت میں رونے والے جو کہ بصیرت سے ناشی ہے تو اگرچہ تقلیداً حالت شیخ کو حاصل کئے ہوئے ہے مگر دیکھنا خبردار یہ نہ کہنا کہ میں نے شیخ کو روتے دیکھا تو جس طرح وہ رو رہے تھے یونہی میں بھی رو رہا تھا۔ کیونکہ یہ انکار ہے شیخ کے کمال کا۔ کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تو شیخ کو بھی اپنا ہی سا سمجھتا ہے۔ وہ رونا جس کا منشاء جہل اور تقلید اور ظن ہے اس امین خدا کے رونے کے مماثل نہیں ہوسکتا۔ پس تو اپنے رونے کو اس کے رونے پر قیاس نہ کرنا اور دونوں کو یکساں نہ سمجھنا کیونکہ دونوں کے رونے میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے وہ رونا تیس سال کے مجاہدات کا نتیجہ ہے اور اس رونے میں عقل کام نہیں کر سکتی چونکہ اس کے اور عقل

www.besturdubooks.wordpress.com

کے درمیان سینکڑوں منزلیں ہیں۔ اس لئے عقل کو اس آنسوؤں کے قافلہ سے واقف نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ اس کا رونا نہ خوشی سے ناشی ہے اور نہ خوشی سے اور عقل کی رسائی اسے گریہ تک ہے جس کا سبب غم یا خوشی ہو۔ پس عقل اس کو کیونکر جان سکتی ہے۔ ہاں اس سرچشمہ کمالات (کامل) کے رونے کی حقیقت کو ذوقا روح جانتی ہے۔

(عین املح بجائے ضمیر غائب کے لایا گیا ہے اور ملح جمع ہے ملحہ کی جس کے معنی ہیں سخن خوش ونمکین والمراد ھہنا الکمالات مطلقا) اس کا رونا بھی اور اس کا ہنسا بھی دونوں غیبی ہیں اور جس عالم سے وہم وعقل ہیں اس سے ان کا تعلق نہیں۔ اس لئے ان کی حقیقت مدرک بالوہم والعقل نہیں ہوسکتی۔ اس کے آنسو جن کا منشاء ذات حق سبحانہ ہے جس کو وہ بچشم قلب دیکھتا ہے ویسے ہی ہیں جیسے اس کی دیکھی ہوئی ذات جو ان آنسوؤں کا منشاء ہے اور وہ دیکھی ہوئی ذات جو دیکھی ہوئی نہیں ہے دیکھی نہیں جا سکتی۔ یعنی ذات حق سبحانہ جس کو وہ بچشم قلب دیکھتا ہے اور عقل وحواس جسمانیہ سے وہ ذات اور حواس جسمانیہ سے مدرک نہیں ہوسکتی تو ضرور ہے کہ اس کے آنسو ہی مدرک بوہم وعقل نہ ہوں۔ اب ہم آنچہ او بیند نتاں کردن مساس الخ کو مدلل کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو رات رفو چکر ہو جاتی ہے۔ اس لئے رات نور صبح کو نہیں جان سکتی۔ نیز تیز ہوا آتی ہے تو مچھر رخصت ہو جاتے ہیں۔ پس مچھر ہوا کو کیا جان سکتے ہیں۔ جب یہ مقدمہ ممہد ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب تک حق سبحانہ کسی کے لئے متجلی نہ ہوں اس وقت تک کوئی ان کو کیسے جان سکتا ہے اور جس وقت وہ متجلی ہوں گے اس وقت وہ لاشئے ہو جائے گا۔ پس حادث من حیث ھو حادث قدیم کو کیسے جان سکتا ہے کیونکہ جب قدیم جلوہ افروز ہوتا ہے تو حادث کو مبہوت کر دیتا ہے اور جبکہ اس کو فنا کر دیتا ہے اور اس کی خودی کو کھو دیتا ہے تو اس کو اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے اور اس کی شان یہ ہو جاتی ہے کہ بی یسمع وبی یبصر الخ پس حادث من حیث ھو حادث کے لئے حق سبحانہ کو دیکھنے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر تم چاہو گے تو سینکڑوں مثالیں مل جائیں گی۔ لیکن مجھے فرصت نہیں ہے کہ میں زیادہ مثالیں بیان کروں اس لئے صرف دو مثالوں پر اکتفا کرتا ہوں اور اس مضمون کو ختم کر کے پھر حالت شیخ کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ہم نے گریہ وخندۂ شیخ کو باوجود مشابہت با گریہ مردم کے عقل ووہم سے بالاتر کہا تھا اور اس کو ثابت بھی کیا تھا۔

اب ہم اس استبعاد کو دور کرتے ہیں جو ان کے دیگر گریہ ہا وخندہا کے ساتھ مشابہت صوری کی بناء پر پیدا ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ الٓمٓ اور حٰمٓ اور دیگر الفاظ قرآنیہ عصائے موسیٰ کے مشابہ ہیں۔ کیونکہ گو صورۃ دیگر حروف ان حروف سے مشابہ ہیں مگر وہ حروف صفات میں ان حروف سے مغلوب ہیں اور ان حروف کی حروف قرآنیہ کے مقابلہ میں وہی حالت ہے جو اور لاٹھیوں کی عصائے موسیٰ کے مقابلہ میں۔

مثلاً جو شخص کہ امتحان کے لئے کوئی لاٹھی ہاتھ میں لے گا تو وہ لاٹھی وقت ظہور اثر عصائے موسیٰ کے مانند ثابت نہ ہوگی۔ پس یہی حالت حروف قرآنیہ اور دیگر حروف کی ہے کہ یہ حروف قرآنیہ اعجاز اثر میں اور ان الفاظ کی مانند نہیں ہیں جو کہ آدمیوں سے خوشی یا غم وغیرہ سے صادر ہوں۔ کیونکہ یہ الٓمٓ و حٰمٓ وغیرہ کلام خداوندی ہیں اور خدا کی طرف سے آئے ہیں۔ لہذا ہر الف لام وغیرہ جو کلام بشر ہیں ان سے مشابہ نہیں ہوسکتے۔ پس اگر تم روحانیت رکھتے ہو تو تم ان کو اس نظر سے نہ دیکھو۔ اور ان کو کلام بشر کی مانند نہ سمجھو۔ یہ مسلم ہے کہ ان کی ترکیب

www.besturdubooks.wordpress.com

حروف ہی سے ہے مگر بھی ان کی ترکیب عوام کی ترکیب کے مشابہ نہیں ہے۔

دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم بھی ہڈی اور گوشت اور کھال وغیرہ سے بنا ہے اور اس ترکیب میں ہر جسم اس کا مجانس ہے۔ یعنی جس طرح اور اجسام میں گوشت پوست ہڈیاں وغیرہ ہیں یوں ہی اس میں بھی ہیں لیکن کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ ترکیب اوروں کی سی ہے ہرگز نہیں کیونکہ اس ترکیب میں معجزات موجود ہیں جن سے تمام ترکیبات مغلوب ہیں۔ مثلاً ان کی انگلی چاند کے دو ٹکڑے کر دیتی ہے اوروں کی انگلی ایسا نہیں کر سکتی نیز ان کی انگلی سے پانی نکلتا ہے اوروں کی انگلی سے نہیں نکلتا وغیرہ وغیرہ۔

پس ترکیب جسم احمدی اور ترکیبات دیگر اجسام یکساں نہیں ہوسکتیں۔ بس یہی حالت الٓـم و حـٰم قرآنیہ کی ترکیب کی ہے کہ ان کی ترکیب سب ترکیبوں سے فائق ہے اور دیگر ترکیبات اس کے نتیجے ہیں۔ کیونکہ یہ ترکیبیں حیات روحانی بخشنے والی ہیں اور موت روحانی کی حالت میں ان میں وہی خاصیت ہے جو موت جسمانی کی حالت میں نفخ صور میں۔ نیز حٰم وغیرہ عصائے موسیٰ کی طرح کبھی اژدہا بن جاتی ہیں اور کبھی دریا کو خشک کر دیتی ہیں۔ یعنی اپنے اعجاز کے سبب دشمنوں کو اپنے معارضہ سے عاجز کرتی ہیں۔ برخلاف دیگر ترکیبات کے کہ ان میں یہ خاصیت نہیں ہے۔ پس ان کا ظاہر گو اور ظاہروں سے مشابہ ہے لیکن ان کے باطن میں وہی فرق ہے جو قرص ماہتاب اور قرص نان میں۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو اب کوئی استبعاد نہ رہا۔ کیونکہ شیخ کا رونا اس کا ہنسنا اس کی گفتگو اس کی سمجھ اس کی خلقت اس کا خلق اس کی عقل اس کا وہم اس کی حس اس کی نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی طرف سے ہیں کیونکہ وہ فانی فی الحق اور بی یسمع و بی یبصر وغیرہ کا مصداق ہے ایسی حالت میں اگر اس کا رونا وغیرہ عقل سے بالاتر ہو جیسا کہ ہم نے کیا ہے تو کیا تعجب ہے لیکن چونکہ احمقوں نے ظاہر کو لے لیا اور حقائق ان کی نظر سے مخفی ہو گئیں اس لئے اپنی ہوائے نفسانی کے سبب محجوب ہو گئے اور انکار کر بیٹھے اور اعتراض کے سبب حقائق ان سے فوت ہو گئیں۔

خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہو گی اب دوسری طرف رخ کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ لونڈی نے اپنی بی بی کے گدھے کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔ اس سے تم کو معلوم ہوگا کہ ظاہر بینی اور دقیقہ ناشناسی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

داستان آں کنیزک کہ باخر خاتون خود شہوت میراندو وار شہوت راندن چوں آدمیاں آموختہ بود و کدوئے در قضیب خرمیکرد تا از اندازہ نگذر د و خاتون براں وقوف یافت لیکن دقیقۂ کدو را ندید کنیزک را بہ بہانہ براہ کرد جائے دور دور و با آں خر جمع شد بے کدو و ہلاک شد و بفضیحت کنیزک بیگاہ باز آمد نوحہ کرد کہ اے جانم واے چشم روشنم کیر دیدی و کدو ندیدی ذکر دیدی و آں دگر ندیدی کل ناقص ملعون یعنی کل نظر و فہم ناقص ملعون و گرنہ ناقصان ظاہر جسم مرحوم اندنہ ملعون قولہ تعالیٰ لیس علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج نفی حرج کرد و نفی لعنت و نفی عتاب و غضب

اس باندی کی داستان جو بی بی کے گدھے سے شہوت رانی کرتی تھی اور اس نے اس کو انسانوں کی طرح شہوت پورا کرنا سکھا دیا تھا اور گدھے کی قضیب میں کدو پہنا دیتی تھی تا کہ اندازہ سے آگے نہ جائے اور بی بی کو اس کا پتہ لگ گیا لیکن کدو کا نکتہ نہ سمجھی باندی کو ایک بہانہ سے بہت دور روانہ کر دیا اور وہ بغیر کدو کے اس گدھے سے لگ گئی اور رسوائی کے ساتھ ہلاک ہو گئی باندی اچانک واپس آئی اور رونے لگی کہ اے میری جان اور اے میری روشن آنکھ تو نے کیر دیکھا اور کدو نہ دیکھا ذکر دیکھا وہ دوسرا نہ دیکھا: ناقص ملعون ہے یعنی ہر کوتاہ نظر اور کوتاہ سمجھ ملعون ہے ورنہ ظاہری جسم کے ناقص قابل رحم ہیں نہ کہ ملعون اللہ تعالیٰ کے قول نے "نہیں ہے اندھے پر گناہ اور نہ لنگڑے پر گناہ اور نہ مریض پر گناہ" گناہ کی نفی کر دی نہ کہ لعنت اور عتاب اور غضب کی

یک کنیزک نرخرے برخود فگند	از وفور شہوت و فرط گزند
ایک باندی نے ایک گدھا اپنے اوپر ڈال لیا	شہوت کی کثرت اور شہوت کی زیادتی کی تکلیف سے
آں خر نر رابگاں خو کردہ بود	خر جماع آدمی پے بردہ بود
اس نر گدھے کو جماع کی عادت ڈال دی تھی	گدھے نے آدمی کا جماع سیکھ لیا تھا
یک کدوی بود حیلت سازہ را	در نرش کردہ پئے اندازہ را
(اس) حیلہ ساز (باندی) کے پاس ایک کدو تھا	جس کو اس نے اندازہ کے مطابق اس کے ذکر میں پہنایا تھا
در قضیبش آں کدو کردے عجوز	تا رود نیم ذکر وقت سپوز
بڑھیا اس کے ذکر میں کدو پہنا دیتی	تا کہ گھسانے کے وقت آدھا ذکر جائے
گر ہمہ کیر خر اندر وے رود	آں رحم و آں رودہا ویراں شود
اگر گدھے کا پورا ذکر اس میں جائے	تو رحم اور انتڑیاں تباہ ہو جائیں
خر ہمی شد لاغر و خاتون او	ماندہ عاجز کز چہ شد ایں خر چو مو
گدھا دبلا ہو رہا تھا اور اس کی مالکہ	حیران تھی کہ یہ گدھا بال جیسا کس وجہ سے ہو گیا
نعلبنداں رانمود آں خر کہ چیست	علت او کہ نتیجہ اش لاغریست
اس نے اس گدھے کو نعلبندوں کو دکھایا کہ کیا ہے؟	اس کی بیماری جس کا نتیجہ دبلا پن ہے
ہیچ علت اندر و ظاہر نشد	ہیچ کس از سرآں مخبر نشد
اس میں کوئی بیماری ظاہر نہ ہوئی	اس کے راز سے کوئی شخص باخبر نہ ہوا
در تفحص اندر افتاد او بجد	شد تفحص را دمادم مستعد
وہ کوشش سے جستجو میں لگ گئی	اور جستجو کے لئے پے در پے مستعد ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

جد را باید کہ جاں بندہ بود ۔ زانکہ جد جوئندہ یا بندہ بود
جان کو کوشش کا غلام ہو جانا چاہیے ۔ کیونکہ جستجو کرنے والے کی کوشش پانے والی بن جاتی ہے

چوں تفحص کرد از حال اشک ۔ دید خفتہ زیر آں خر نرگسک
جب اس نے گدھے کے حال کی جستجو کی ۔ اس کے نیچے نرگس کو پڑا ہوا دیکھا

چوں تفحص کرد از احوال خر ۔ آں کنیزک بود زیر و خر زبر
جب اس نے گدھے کے احوال کی جستجو کی ۔ تو وہ باندی نیچے تھی اور گدھا اوپر

از شگاف در بدید آں حال را ۔ پس عجب آمد ازاں آں زال را
اس نے دروازے کی درز سے وہ حال دیکھا ۔ تو وہ اس بوڑھی کو پسند آ گیا

خرہمی گاید کنیزک را چناں ۔ کہ بعقل و رسم مرداں بازناں
گدھا باندی سے اس طرح جماع کر رہا ہے ۔ جو مردوں کی عورتوں کے ساتھ رسم اور عقل کے مطابق ہے

در حسد شد گفت چوں ایں ممکن ست ۔ پس من اولیٰ ترکہ خر ملک من ست
وہ حسد میں مبتلا ہوگئی، بولی جب یہ ممکن ہے ۔ تو میں زیادہ مستحق ہوں، کیونکہ گدھا میرا ہے

خر مہذب گشتہ و آموختہ ۔ خواں نہاد است و چراغ افروختہ
گدھا مہذب اور سدھا ہوا ۔ دستر خوان بچھا ہے اور چراغ روشن ہے

کرد نادیدہ در خانہ بکوفت ۔ کارے کنیزک چند خواہی خانہ روفت
اس نے انجان بن کر دروازہ کھٹکھٹایا ۔ کہ اے باندی! گھر میں کتنی جھاڑو دیگی

از پے روپوش میگفت ایں سخن ۔ کاے کنیزک آمدم در باز کن
انجان پن کے لئے یہ بات کہہ رہی تھی ۔ اے باندی! دروازہ کھول میں آ رہی ہوں

کرد خاموش و کنیزک را نگفت ۔ راز را از بہر طمع خود نہفت
چپ رہی اور باندی سے نہ کہا ۔ راز اپنی چھپی ہوئی خواہش کی وجہ سے

پس کنیزک جملہ آلات فساد ۔ کرد پنہاں پیش شد در را کشاد
باندی نے خرابی کے سب سامان ۔ چھپا دیئے، آگے بڑھی، دروازہ کھول دیا

رو ترش کرد و دو دیدہ پر زنم ۔ لب فرو آگندہ یعنی صائمم
اس نے منہ بنایا اور دو آنکھیں آنسوؤں سے پر ۔ ہونٹ لٹکائے ہوئے یعنی میں روزہ دار ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

در کف او نرمہ جاروبے کہ من	خانہ را می روفتم بہر عطن
اس کے ہاتھ میں نرم جھاڑو کہ میں	اصطبل کی کوٹھری میں جھاڑو دے رہی تھی
چونکہ باجاروب در را او کشاد	گفت خاتوں زیرلب کاے اوستاد
جب اس نے جھاڑو لئے ہوئے دروازہ کھولا	بی بی نے منہ ہی منہ میں کہا' اے استاد!
روترش کردی و جاروبے بکف	چیست ایں خر برگستہ از علف
تو نے منہ بنایا اور جھاڑو ہاتھ میں	یہ گدھا چارے سے ہٹا ہوا کیوں ہے؟
نیم کارہ و خشمگیں جنباں ذکر	ز انتظار تو دو چشمش سوئے در
آدھا کام کئے ہوئے اور غصہ میں ذکر کو ہلانے والا	تیرے انتظار میں اس کی دونوں آنکھیں دروازہ کی جانب ہیں
زیرلب گفت ایں نہاں کرد از کنیز	داشتش آں دم چو بے جرماں عزیز
منہ ہی منہ میں کہا' اس کو باندی سے چھپایا	اس وقت اس کو بے قصور کی طرح پیارا رکھا
بعد ازاں گفتش کہ چادر نہ بسر	رو فلاں خانہ زمن پیغام بر
اس کے بعد اس سے کہا' سر پر چادر ڈال	فلانے گھر جا' میرا پیغام لے جا
آنچنیں گوو آں چنیں گوو آں چناں	مختصر کردم من افسانہ زناں
ایسا کہہ اور ویسا کہہ	میں نے عورتوں کا افسانہ مختصر کر دیا
آں چہ مقصودست مغز آں بگیر	چوں براہش کرد آں زالے ستیر
جو مقصد ہے اس کا خلاصہ لے لے	جب اس پردہ نشین بوڑھی نے اس کو روانہ کر دیا
چوں بدر کردش زحیلت زاں مکاں	در فرو بست و بخلوت شادماں
جب اس کو تدبیر سے اس مکان سے باہر نکالدیا	دروازہ بند کر لیا اور تنہائی میں خوش تھی
بود از مستی شہوت شادماں	در فرو بست وہمی گفت آں زماں
وہ شہوت کی مستی سے خوش تھی	دروازہ بند کر دیا اور اس وقت کہہ رہی تھی
یافتم خلوت زنم از شکر بانگ	رستہ ام از چار دانگ واز دو دانگ
میں نے تنہائی پا لی شکر کا نعرہ لگاتی ہوں	چار دمڑی اور دو دمڑی سے مجھے نجات مل گئی ہے
از طرب گشتہ بزان زن ہزار	در شرار شہوت خر بیقرار
مستی سے عورت کی شہوت ہزار گنا ہو گئی	وہ گدھے کی شہوت کی چنگاری سے بیقرار تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

چہ بزاں کاں شہوت اورا بز گرفت	بز گرفتن گیج را نبود شگفت
کیسی شہوت' اس شہوت نے اس کو الو بنا دیا	احمق کو الو بنا دینا تعجب خیز نہیں ہے
میل و شہوت کر کند دل را و کور	تا نماید گرگ یوسفؑ نار نور
خواہش اور شہوت' دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے	یہاں تک کہ بھیڑیا' یوسف اور آگ' نور نظر آتے ہیں
اے بسا سرمست نار و نار جو	خویشتن را نور مطلق داند او
بہت سے آگ کے سرمست اور آگ کے جویاں	وہ اپنے آپ کو نور مطلق سمجھ لیتے ہیں
جز مگر بندہ خدا کز جذب حق	وارہش آرد بگرد اند ورق
سوائے اس مرد خدا کے جذبہ کے ذریعہ اللہ (تعالیٰ)	اس کو راستہ پر لے آئے' ورق پلٹ دے
تا بداند کاں خیال ناریہ	در طریقت نیست الا عاریہ
تاکہ وہ سمجھ لے کہ وہ آتشی خیال	طریقت میں عارضی ہی ہیں
زشتہا را خواب بنماید شرہ	نیست از شہوت بتر ز آفات رہ
حرص' برائیوں کو بھلا دکھا دیتی ہے	راہ (طریقت) کی آفتوں میں شہوت سے زیادہ بدتر کوئی نہیں ہے
صد ہزاراں نام خوش را کردہ ننگ	صد ہزاراں زیرکاں را کردہ دنگ
لاکھوں نیک ناموں کو اس نے بدنام کر دیا	لاکھوں عقلمندوں کو بے عقل کر دیا
چوں خرے را یوسفؑ مصری نمود	یوسفے را چوں نماید آں جہود
جبکہ اس نے گدھے کو مصری یوسف کر کے دکھا دیا	وہ یہودی' یوسف کو کیسا دکھائے گا؟
بر تو سرگیں را فسونش شہد کرد	شہد را خود چوں کند وقت نبرد
اس کے منتر نے تیرے لئے گوبر کو شہد کر دیا	معرکہ' وہ شہد کو خود کیسا دکھائے گا؟
شہوت از خوردن بود کم کن زخور	یا نکاحے کن گریزاں شو ز شر
شہوت کھانے سے پیدا ہوتی ہے' کھانے کو کم کر دے	یا نکاح کر لے' شر سے بچ جا
چوں بخوردی میکشد سوی حرم	دخل را خرجے بباید لا جرم
جب تو نے کھایا وہ تجھے زنانخانہ کی جانب کھینچے گا	لامحالہ آمد کے لئے خرچ ضروری ہے
پس نکاح آمد چو لاحول و ولا	تا کہ دیوت نفگند اندر بلا
تو نکاح لاحول ولاقوۃ کی طرح ہے	تاکہ شیطان' تجھے مصیبت میں نہ پھنسائے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں حریص خوردنی زن خواہ زود	ورنہ آمد گربہ و دنبہ ربود
جبکہ تو کھانے کا حریص ہے جلد نکاح کرلے	ورنہ بلی آئی اور چکنی لے گئی
بار سنگیں بر خرے کاں مجہد	زود بر نہ پیش ازاں کو بر نہد
جو گدھا کود رہا ہے بھاری بوجھ	جلد رکھ دے اس سے پہلے کہ وہ پھینکے
فعل آتش را نمی دانی تو سرد	گرد آتش باچنیں دانش مگرد
آگ کے کام کو تو ٹھنڈا نہ سمجھ	ایسی عقل کے ہوتے ہوئے آگ کے گرد چکر نہ کاٹ
علم دیگ و آتش ارنبود ترا	از سرِ نے دیگ ماند نے ابا
اگر تجھے دیگ اور آگ کا ہنر حاصل نہیں ہے	چنگاریوں سے نہ دیگ رہے گی نہ شوربا
آب حاضر باید و فرہنگ نیز	تا پزد آں دیگ سالم در ازیز
پانی موجود رہے اور عقل بھی	تاکہ ہال میں دیگ سالم پک جائے
چوں ندانی دانش آہنگری	ریش و مو سوزد چو آنجا بگذری
جبکہ تو لوہار پن کا ہنر نہیں جانتا ہے	جب تو وہاں سے گزرے گا داڑھی اور بال جل جائیں گے
در فروبست آں زن و خر را کشید	شادمانہ لاجرم کیفر چشید
اس نے دروازہ بند کیا اور گدھے کو کھینچا	خوشی سے لامحالہ بد انجام چکھا
درمیان خانہ آوردش کشاں	خفت اندر زیر آں نر خرستاں
اس کو کھینچتی ہوئی گھر کے بیچ میں لائی	اس گدھے کے نیچے چت لیٹ گئی
ہم برآں کرسی کہ دید او از کنیز	تا رسد در کام خود آں قحبہ نیز
اسی چوکی پر جو اس نے باندی کی دیکھی تھی	تاکہ وہ رنڈی بھی اپنا مقصد حاصل کرلے
پا برآورد و خر اندر وے سپوخت	آتشے از کیر خر در وے فروخت
گدھے نے ذکر نکالا اور اس کے اندر گھسا دیا	اس میں گدھے کے ذکر سے آگ لگ گئی
خر مؤدب گشتہ در خاتوں فشرد	تا بخایہ در زماں خاتوں بمرد
سکھائے ہوئے گدھے نے بی بی کے اندر دبا دیا	خصیے تک، بی بی فوراً مر گئی
بردرید از زخم کیر خر جگر	رودہا بگسستہ شد از ہمدگر
گدھے کے ذکر کے زخمی کرنے سے جگر پھٹ گیا	انتڑیاں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کرسی از یکسو زن از یکسو فتاد	دم نزد در حال و آں زن جاں بداد
تخت ایک طرف، عورت ایک طرف گر گئی	اس حالت میں سانس نہ لیا اور اس عورت نے جان دیدی
صحن خانہ پر زخوں شد زن نگوں	مرد او و برد جاں ریب المنون
گھر کا صحن خون سے بھر گیا، عورت اوندھی ہو گئی	وہ مر گئی، حوادث زمانہ اس کی جان لے گئے
مرگ بد باصد فضیحت اے پدر	تو شہیدے دیدۂ از کیر خر
اے باوا! سو رسوائیوں کے ساتھ بری موت	تو نے گدھے کے ذکر کا کوئی شہید دیکھا ہے؟
تو عذاب الخزی بشنو از نبے	درچنیں ننگے مکن جاں را فدے
تو قرآن سے رسوائی کا عذاب سن لے	ایسی رسوائی میں جان قربان نہ کر
دانکہ ایں نفس بہیمی نر خر ست	زیر او بودن ازاں ننگیں تر ست
جان لے یہ حیوانی، نفس گدھا ہے	اس کے نیچے ہونا، اس سے (بھی) زیادہ عیب دار ہے
در رہ نفس از بمردی در منی	تو حقیقت داں کہ مثل آں زنی
اگر تو خودی نفس کی راہ میں مر گیا	تو سمجھ لے کہ تو اس عورت کی طرح ہے
نفس مارا صورت خر بدہد او	زانکہ صورتہا کند بر وفق خو
وہ (اللہ تعالیٰ) ہمارے نفس کو گدھے کی صورت عطا کرے گا	کیونکہ وہ خصلت کے مطابق صورتیں بنا دے گا
ایں بود اظہار سر در رستخیز	اللہ اللہ از تن چوں خر گریز
قیامت میں راز کا یہ اظہار ہوگا	خدا کے لئے، گدھے جیسے جسم سے بھاگ
کافراں را بیم کرد ایزد زنار	کافراں گفتند نار اولیٰ ز عار
اللہ (تعالیٰ) نے کافروں کو آگ سے ڈرایا	کافروں نے کہا، ذلت سے آگ بہتر ہے
گفت نے آں نار اصل عارہاست	ہمچو آں نارے کہ آں زن را بکاست
(اس نے) کہا نہیں آگ ذلتوں کی جڑ ہے	اس آگ کی طرح جس نے اس عورت کو جلا دیا
لقمہ اندازہ نخورد از حرص خود	در گلو بگرفت لقمہ مرگ بد
اس نے اپنی حرص کی وجہ سے اندازہ سے لقمہ نہ کھایا	بری موت کا لقمہ گلے میں پھنس گیا
لقمہ اندازہ خور اے مرد حریص	گرچہ باشد لقمہ حلوا و خبیص
اے لالچی انسان! لقمہ اندازے سے کھا	اگرچہ حلوا اور کھجور کے حلوے کا لقمہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

حق تعالیٰ داد میزاں را زباں	ہیں ز قرآں سورۂ رحمٰن بخواں
اللہ تعالیٰ نے ترازو کو زبان عطا کی ہے	آگاہ! قرآن میں سے سورۂ رحمٰن پڑھ لے
ہیں ز حرص خویش میزاں را مہل	آز و حرص آمد ترا خصم و مضل
خبردار! اپنے لالچ میں ترازو کو نہ چھوڑ	تمنا اور حرص تیرے دشمن اور گمراہ کرنے والے ہیں
حرص جوید کل برآید او ز کل	حرص میرست اے فجل ابن الفجل
حرص کل، چاہتی ہے کل سے محروم رہتی ہے	حرص حاکم ہے، اے نامرد، نامرد کے بیٹے
آں کنیزک میشد و میگفت آہ	کردی اے خاتوں تو استارا براہ
وہ باندی روانہ ہوئی اور کہتی تھی ہائے	اے بی بی! تونے استاد کو روانہ کر دیا
کار بے استاد خواہی ساختن	جاہلانہ جاں بخواہی باختن
تونے بغیر استاد کے کام بنانا چاہا	جاہلوں کی طرح جان دینا چاہا
اے ز من دزدیدہ علم ناتمام	ننگت آمد کہ پرسی حال دام
اے! تونے میرا ناقص علم چرایا	تجھے اس سے شرم آئی کہ جال کا حال معلوم کر لے
تا نچیدے دانہ مرغ از خرمنش	ہم نیفتادے رسن در گردنش
جبکہ اس کے کھلیان سے پرند دانہ نہ چگتا	اس کی گردن میں رسی بھی نہ پڑتی
دانہ کمتر خور مکن چندیں رفو	چو کلوا خواندی بخواں لاتسرفوا
دانہ بہت کم کھا، اس قدر رفو نہ کر	جبکہ تو نے "کھاؤ" پڑھ لیا "زیادتی نہ کرو" پڑھ لے
تا خوری دانہ نیفتی تو بدام	ایں کند علم و قناعت والسلام
تاکہ تو دانہ چگ لے (اور) جال میں نہ پھنسے	یہ علم اور قناعت کرتا ہے، والسلام
نعمت از دنیا خورد عاقل نہ غم	جاہلاں محروم ماندہ در ندم
عقلمند دنیا میں نعمت کھاتا ہے نہ کہ غم	جاہل، ندامت سے محروم رہتے ہیں
چوں در افتد در گلوشاں حبل دام	دانہ خوردن گشت بر جملہ حرام
جب ان کے گلے میں جال کی رسی پھنستی ہے	سب پر دانہ چگنا حرام ہو جاتا ہے
مرغ اندر دام دانہ کے خورد	دانہ چوں زہرست در دام ار چرد
پرند، جال میں سے دانہ کب چگتا ہے؟	جال میں سے اگر دانے چگے وہ زہر جیسا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغ غافل میخورد دانہ زدام	ہمچو اندر دام دنیا ایں عوام
غافل پرندہ جال میں سے دانہ چگتا ہے	جس طرح عوام دنیا کے جال میں ہے
باز مرغان خبیر ہوش مند	کردہ انداز دانہ خود را خشک بند
پھر باخبر ہوشمند پرندوں نے	اپنے آپ کو دانہ سے روک دیا ہے
کاندرون دام و دانہ زہر ہاست	کور آں مرغے کہ در فخ دانہ خواست
کیوں کہ جال اور دانے میں زہر ہیں	وہ پرند اندھا ہے جس نے جال میں سے دانہ چاہا
صاحب دام ابلہاں را سر برید	واں ظریفاں را بہ مجلسہا کشید
جال والے نے، بیوقوفوں کا سر قلم کر دیا	اور خوش گلو پرندوں کو مجلسوں میں لے گیا
کہ ازانہا گوشت می آید بکار	وز ظریفاں بانگ و نالہ زیر و زار
کیونکہ ان کا گوشت کارآمد ہے	اور خوش گلو پرندوں کی آواز اور رونا، ترنم اور گریہ
پس کنیزک آمد از اشگاف در	دید خاتوں را بمردہ زیر خر
تو باندی نے دروازے کی درز سے	بی بی کو گدھے کے نیچے مردہ دیکھا
گفت اے خاتون احمق اینچہ بود	گر ترا استاد خود نقشے نمود
اس نے کہا اے بیوقوف بی بی! یہ کیا تھا؟	اگر استاد نے تجھے خود ایک نقش دکھا دیا
ظاہرش دیدی سرش از تو نہاں	اوستانا گشتہ بکشادی دکاں
تو نے اس کا ظاہر دیکھ لیا اس کا راز تجھ سے پوشیدہ رہا	استاد بنے بغیر تو نے دکان کھول دی
کیر دیدی ہمچو شہد و چوں خبیص	آں کدو را چوں ندیدی اے حریص
تو نے ذکر کو شہد اور حلوہ جیسا دیکھا	اے حریص! تو نے وہ کدو کیوں نہ دیکھا؟
یا چو مستغرق شدی در عشق خر	آں کدو پنہاں بماندت از نظر
یا جب تو گدھے کے عشق میں مدہوش ہو گئی	وہ کدو تیری نظروں سے چھپا رہا
ظاہر صنعت بدیدی ز اوستاد	اوستادی بر گرفتی شاد شاد
تو نے استاد کی ظاہری کاریگری دیکھی	تو نے خوشی خوشی استادی اختیار کر لی
اے بسا زراق گول بیوقوف	از رہ مرداں ندیدہ غیر صوف
بہت سے احمق بیوقوف مکاروں نے	سوائے اون کے مردوں کے راستہ میں کچھ نہ دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

اے بسا شوخاں زاندک احتراف	از شہاں ناموختہ جز گفت ولاف
بہت سے بے حیا ہیں تھوڑے سے ہنر سے	انہوں نے شاہوں سے سوائے باتوں اور شیخی کے کچھ حاصل نہ کیا
ہر یکے در کف عصا کہ موسیٔم	می دمد بر ابلہاں کہ عیسیٔم
ہر ایک کے ہاتھ میں لاٹھی ہے کہ میں موسیٰ ہوں	بیوقوفوں پر دم کرتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں
آہ ازاں روزے کہ صدق صادقاں	باز خواہد از تو سنگ امتحاں
ہائے وہ دن کہ سچوں کی سچائی	امتحان کا پتھر تجھ سے طلب کرے گی
آخر از استاد باقی را بپرس	کہ حریصاں جملہ کورانند وخرس
آخر باقی (ہنر) استاد سے پوچھ لے	کیوں کہ لالچی سب اندھے اور گونگے ہیں
جملہ جستی باز ماندی از ہمہ	صید گرگاں اند ایں ابلہ رمہ
تونے سب کو ٹٹولا سب سے محروم رہا	یہ بیوقوف گلہ بھیڑیوں کا شکار ہے
صورتے بشنیدی گشتی ترجماں	بیخبر از گفت خود چوں طوطیاں
تونے تھوڑی سی بات سنی، ترجمان بن گیا	طوطیوں کی طرح اپنی گفتگو سے بے خبر ہے

شرح حبیبی

ایک لونڈی نے غلبۂ شہوت اوراس کی تکلیف کی زیادتی کے سبب اپنے اوپر گدھا ڈالا۔ اس سے پیشتر وہ اس کو جماع کا عادی کرچکی تھی اور وہ گدھا آدمی کی سی جفتی سیکھ گیا تھا۔ اس ہوشیار لونڈی کے پاس ایک کدو تھا۔ اس کو اس نے گدھے کے عضو تناسل میں اندازہ کے لئے پہنا دیا تھا۔ یعنی اس بڑھیا نے اس کدو کو اس کے عضو مخصوص میں اس لئے پہنایا تھا تاکہ دخول کے وقت آدھا اندر جائے سارا نہ جا سکے۔ اس لئے کہ وہ جانتی تھی کہ اگر تمام اندر چلا گیا تو رحم اور آنتوں سب کا ستیاناس ہوجائے گا چونکہ وہ لونڈی اس سے ہمیشہ یہ کام لیا کرتی تھی اس لئے وہ گدھا دبلا ہوتا جاتا تھا اور گدھے کے مالک بی بی پریشان تھی اور سوچتی تھی کہ یہ گدھا اتنا دبلا کیوں ہوگیا۔ اس نے نعل بندوں کو بھی دکھلایا اور پوچھا کہ اسے کیا مرض ہے جو یہ یوں دبلا ہوتا جاتا ہے۔ مگر کسی کو بیماری کا پتہ نہ چلا اور کسی نے اس کا راز نہ بتلایا۔

بالآخر وہ نہایت کوشش کے ساتھ اس کی تفتیش میں مصروف ہوئی اور تحقیق کے لئے پورے طور پر تیار ہوئی۔ آدمی کو چاہئے کہ جان سے کوشش کا غلام ہوجائے کیونکہ جو کوشش سے کسی شئے کو طلب کرتا ہے وہ بالآخر اسے پالیتا ہے۔ چنانچہ جب اس بی بی نے پوری کوشش سے اپنے گدھے کے حال کی تفتیش کی تو بالآخر اسے اس کا راز معلوم ہوگیا اور اس نے دیکھا کہ لونڈی اس کے نیچے پڑی ہے اور جب کہ اس نے اپنے گدھے کے حال کو تحقیق کیا تو اس نے دیکھا کہ لونڈی نیچے ہے اور گدھا اوپر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس حالت کو اس نے کواڑ کی درز سے دیکھا تھا۔ اس بڑھیا کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ گدھا لونڈی سے یوں جماع کر رہا ہے جیسے مرد عورتوں کے ساتھ عقل اور قاعدہ کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ نیز اس کو رشک ہوا اور اس نے سوچا کہ جب ایسا ہو سکتا ہے تو میں اس کی زیادہ مستحق ہوں کیونکہ گدھا میرا ہے۔ نیز گدھا بھی سدھایا ہوا اور سکھلایا ہوا ہے اس لئے کوئی دشواری ہی نہیں ہے۔

غرضکہ خوان رکھا ہوا ہے اور چراغ روشن ہے یعنی سامان سب موجود ہے پھر کیوں محروم رہوں۔ یہ خیال کر کے اس نے اپنے کو ایسا بنالیا جیسا کہ دیکھا ہی نہیں اور دروازہ پر تھپکی دی اور کہا کہ اری باندی آخر کب تک جھاڑو دے گی اب تک دے نہیں چکی۔ اور وہ جو یہ کہتی تھی کہ کب تک جھاڑو دے گی میں آ گئی اور دروازہ کھول۔ یہ محض واقعہ کو چھپانے کے لئے کہتی تھی ورنہ وہ جانتی ہی تھی کہ واقعہ کیا ہے۔ غرضکہ وہ چپ رہی اور لونڈی سے یہ واقعہ نہیں کہا اور اس راز کو اس نے اپنے طمع کیلئے چھپالیا ادھر تو یہ ہوا ادھر لونڈی نے جب دیکھا کہ بی بی آ گئی تو اس نے بدمعاشی کا سارا سامان چھپا دیا اور دروازہ کھول دیا اور منہ بنالیا اور آنکھوں میں آنسو بھر لائی اور ہونٹ نیچے لٹکا لیا اس نے اس کو یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں روزہ دار ہوں اور اس کے ہاتھ میں ایک نرم جھاڑو تھی۔ جس سے اس کو یہ ظاہر کرنا تھا کہ میں گدھے کے تھان کی صفائی کے لئے گھر میں جھاڑو دے رہی تھی۔ پس جبکہ اس نے ہاتھ میں جھاڑو لئے دروازہ کھولا تو بی بی نے چپکے سے کہا کہ اری استاد تو نے بھی منہ بھی بنا لیا اور ہاتھ میں جھاڑو بھی لے لی۔ مگر یہ کیا بات ہے کہ گدھے نے چارہ چھوڑ دیا ہے اور نا فراغت یافتہ اور غصہ میں بھرا ہوا ہے اور عضو تناسل کو ہلا رہا ہے اور تیرے انتظار میں دروازہ کو تک رہا ہے۔ یہ اس نے آہستہ ہی سے کہا اور لونڈی کو مطلع نہیں کیا اور اس سے ویسے ہی پیار محبت کی باتیں کیں۔ جیسے بے قصوروں سے کرتے ہیں اس کے بعد کہا کہ اچھا سر پر دوپٹہ ڈال لے اور فلاں گھر میرا یہ پیغام لے جا وہاں جا کر یوں کہنا دوں کہنا۔ ایسا کہنا ویسا کہنا۔

غرض اس نے بہت لمبا چوڑا کام بتا دیا۔ میں نے عورتوں کے قصہ کو مختصر کر دیا ہے اور بقدر مقصود بیان کر دیا ہے تم اس سے مغز لے لو اور پوست کو چھوڑ دو۔ خیر تو جب اس پردہ نشین بڑھیا نے اسے چلتا کر دیا اور جبکہ تدبیر سے اس کو اس مکان سے نکال دیا تو اس نے دروازہ بند کر لیا اور خلوت سے خوش ہوئی۔ چونکہ وہ مستی شہوت سے خوش تھی اس لئے اس نے دروازہ بند کر لیا اور یہ کہنے لگی اب مجھے خلوت مل گئی ہے اور اب میں شکر کا نعرہ لگاتی ہوں اور اب مجھے تمام عالم کی کچھ فکر نہیں ہے خوشی سے اس عورت کی شہوت ہزار گونہ بڑھ گئی تھی اور گدھے کی شہوت کے سبب بے قرار تھی۔ کیسی شہوت وہ شہوت جس نے اس کو پاگل بنا دیا تھا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ پہلے ہی سے احمق تھی اور احمق کو پاگل بنا لینا کون سی بڑی بات ہے۔ جس پر تعجب ہو پھر شہوت جیسی چیز کا کسی کو پاگل کر دینا تو اور بھی تعجب خیز نہیں۔ کیونکہ یہ تو وہ بلا ہے کہ دل کو بہرا اور اندھا بنا دیتی ہے۔ یہاں تک کہ بھیڑیا یوسف معلوم ہونے لگتا ہے اور آگ نور معلوم ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ ایسے بہت سے لوگ ہیں جو سراسر آگ ہیں اور آگ ہی کو ڈھونڈ رہی ہیں۔ یعنی خواہش نفس اور شہوت میں گرفتار ہیں مگر ان کو کچھ نہیں دکھلائی دیتا۔ اور وہ اپنے کو سراسر نور سمجھے یعنی اپنے کو اچھا جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں بہت اچھا کر رہے ہیں۔ کھانے کا شوق ہے خواہ بضرورت یا بلاضرورت تو فوراً شادی کر دو ورنہ بلی آئے گی اور دنبہ اڑا لے جائے گی۔ یعنی تمہارا کام خراب ہو جائے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو جو گدھا اچھلتا کودتا ہو اس پر اس سے پیشتر ہی بھاری بوجھ لاد دینا چاہئے کہ وہ اچھل کود کر کے بوجھ کو گرا دے۔ یوں ہی شہوت کیسی نہایت خطرناک شئے ہے اس کا پہلے ہی انتظام کر لینا چاہئے۔ خواہ یوں کہ کھانا کم کیا جائے یا یوں کہ شادی کر لی جائے لیکن اگر شادی کا انتظام نہ ہو سکے تو شہوت کے پاس ہی نہ پھٹکنا چاہئے اور کھانا کم کرنا چاہئے دیکھو اگر تم آگ کا کام نہیں جانتے تو باوجود اس علم کے کہ میں آگ کا کام نہیں جانتا اس کے پاس نہ پھٹکنا چاہئے کیونکہ اگر تم ہانڈی چولہے کا کام قاعدہ نہیں جانتے ہو اور پھر ہانڈی چولہا کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آگ کے شعلے نہ ہانڈی کو چھوڑیں گے نہ سالن کو بلکہ سب کو تباہ کر دیں گے۔ ہانڈی چولہے کے کام کے لئے ضرورت ہے کہ پانی پاس موجود ہو اور علم و عقل بھی ہو تا کہ جس وقت آگ تیز ہو اور ہانڈی ابلنے لگے فوراً چھینٹا دے کر جوش کو دبا دیا جائے اور ہانڈی کھد کھد پکتی رہے اور پک کر صحیح و سالم اتر آئے۔ یوں ہی آتش شہوت کے لئے ضرورت ہے کہ اس کے جوش کو کم کرنے کا سامان یعنی بیوی موجود ہو تا کہ جس وقت شہوت غلبہ کرے فوراً جماع سے اس کے جوش کو کم کر دیا جائے۔ نیز اگر تم لوہاری کا پیشہ نہیں جانتے ہو تو اگر تم ایسی حالت میں آگ کے پاس جاؤ گے تو تمہاری ڈاڑھی اور بال جل جائیں گے ایسی حالت میں چاہئے کہ تم آگ سے الگ رہو۔ یہی حالت شہوت کی ہے کہ اگر تم اس کو قابو میں رکھنے پر قادر نہیں ہو تو اس سے الگ رہو۔

خیر یہ مضمون ارشادی تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ اس عورت نے دروازہ بند کر لیا اور خوشی خوشی گدھے کو جماع کے لئے کھینچا۔ جس کا اس نے خمیازہ بھگتا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ وہ اس کی رسی پکڑ کر گھر میں لائی اور اس کے نیچے اسی کرسی پر چت لیٹ گئی۔ جس پر اس نے لونڈی کو لیٹے دیکھا تھا تا کہ وہ بیوہ بھی اپنا مقصد حاصل کرے اور چت لیٹ کر ٹانگیں اٹھا دیں۔ اس پر گدھے نے اس کے اندر دخول کر دیا اس کا دخول کرنا تھا کہ اس کے اندر آگ لگ گئی۔ گدھے نے ذرا جھک کر خصیوں تک بی بی کے اندر اتار دیا اور وہ بی بی فوراً مر گئی۔ گدھے کے عضو تناسل کے صدمہ سے اس کا کلیجہ پھٹ گیا اور آنتیں الگ الگ ہو گئیں۔ کرسی الگ گری عورت الگ گری۔

غرضکہ عورت نے دم ہی نہ لیا اور فوراً جان دیدی گھر کا صحن خون سے لال ہو گیا عورت الٹی ہو گئی اور مر گئی۔ اور موت کی سختی اس کی جان لے گئی۔ غرضکہ بڑی رسوائی کی موت ہوئی۔ کیونکہ آج تک نہیں سنا گیا کہ کوئی گدھے کے ذکر سے مرا ہو۔

اچھا بتلاؤ کیا تم نے کوئی ایسا شخص دیکھا ہے جو گدھے کے ذکر سے شہید ہوا ہو۔ ہرگز نہیں۔ اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم اس عورت کی حالت سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ حق سبحانہ اپنے نافرمانوں کو رسوائی کا عذاب دیتے ہیں جو کہ نہایت سخت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ فارسلنا علیهم ریحاً صرصراً فی ایام نحسات لنذیقهم عذاب الخزی فی الحیٰوة الدنیا و لعذاب الاٰخرة اخزی وهم لاینصرون پس تم ایسی شرمناک حالت میں جان نہ دو۔ یعنی معصیت سے بچو تا کہ تم ایسی شرمناک حالت میں جان دینے سے محفوظ رہو۔ دیکھو نفس شہوانی ایک گدھا ہے اس کے نیچے آ جانا اور اس کا مغلوب ہو جانا خر معروف کے نیچے آنے سے زیادہ شرمناک بات ہے کیونکہ گدھے کے نیچے پڑنے میں عار کا منشا انسان کی شرافت اور گدھے کی خست و دنائت ہے اور خشت و دنایت نفس میں گدھے سے زیادہ ہے کیونکہ گدھے کی خست اور دنائت کی جو وجہ بھی بتائی جائے گی وہ نفس میں بدرجہ اکمل موجود ہوگی۔ پس نفس گدھے سے زیادہ اخس و ارذل ہوگا اور اس کے نیچے پڑنا زیادہ موجب شرم ہوگا۔ پس

www.besturdubooks.wordpress.com

اگر تم خودی کے سبب نفس کے لئے جان دیدو کہ سمجھو کہ فی الحقیقت تم اس عورت کی مثل ہو۔

دیکھو قیامت میں نفس کو گدھے کی صورت میں محشور کیا جائے گا کیونکہ وہاں صورتیں خصائل کے موافق عطا کی جائیں گی اور نفس خصائل میں گدھے سے زیادہ ملتا ہے اس لئے اس کا حشر گدھے کی صورت میں ہوگا یہ معنی ہیں قیامت میں اظہار بواطن کے پس خدا کے لئے اور پھر خدا کے لئے اس گدھے کے مانند نفس سے بھاگو اور اس کے پیچھے نہ آؤ اور اس سے مغلوب نہ ہو کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ یہ نہایت شرم کی بات ہے اور عار ایسی بری چیز ہے کہ کفار نے عار کو نار پر ترجیح دی تھی۔

چنانچہ جب حق سبحانہ نے ان کو آگ کی دھمکی دی تو انہوں نے کہا کہ اختر النار علی العار یعنی ہم ننگ کے مقابلہ میں آگ کو قبول کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں حق سبحانہ نے فرمایا کہ عار سے بچنے کے لئے آتش دوزخ کو اختیار کرنا تمہاری غلطی۔ کیونکہ اس کی رسوائی تمام رسوائیوں سے بڑھی ہوئی ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ولعذاب الاٰخرۃ اخزیٰ بس یہ ننگ ہے بچنا۔ بلکہ چھوٹے ننگ سے بچ کر بڑی کو اختیار کرنا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ آتش دوزخ یوں ہی تمام عاروں سے بڑھ کر جیسے وہ آتش شہوت جس نے اس عورت کا خاتمہ کر دیا۔ پس تم نفس کی ماتحتی کی عار اور آتش دوزخ کی رسوائی دونوں کو کیوں گوارا کرتے ہیں۔

اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ خاتون کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس نے حرص سے کام لیا اور اپنے حرص کے سبب لقمہ اندازہ کے موافق نہ کھایا۔ لہٰذا وہ لقمہ گلے میں اٹک گیا اور سبب مرگ بن گیا۔ اس کے بعد پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حریص لوگو تم بھی لقمہ اندازہ کے موافق کھاؤ خواہ وہ لقمہ حلوا ہی کیوں نہ ہو۔ یعنی قضائے شہوات استیفائے لذات قانون شرعی کے موافق کرو اور اس طرح نہ کرو کہ وہ تمہارے لئے مضر ہو۔ تم قرآن میں سورۂ رحمٰن پڑھو اور اس میں دیکھو کہ حق سبحانہ فرماتے ہیں ووضع المیزان الا تطغوا فی المیزان یعنی حق سبحانہ نے ترازو قائم کی ہے جو تم کو ایک شے کی حد اور اس کا اندازہ بتاتی ہے تاکہ تم اندازہ میں حد سے نہ بڑھ جاؤ اور وہ میزان قانون شریعت ہے۔ پس تم اپنے حرص سے اس میزان کو نہ چھوڑو اور حرص سے کام نہ لو کیونکہ حرص تمہاری دشمن اور گمراہ کنندہ ہے حرص تو کل چاہتی ہے مگر اس کے ہاتھ سے کل نکل جاتا ہے اور کچھ بھی ہاتھ نہیں آتا۔ پس تم اسے چھوڑ دو کیونکہ یہ ام الذمائم اور راس الخطیات ہے۔

اس کے بعد پھر اصلی قصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ لونڈی خاتون سے رخصت ہو رہی تھی اور بزبان حال کہہ رہی تھی کہ اے خاتون تو نے غضب کیا کہ استاد کو روانہ کر دیا تو بدوں استاد کے کام کرے گی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حماقت سے جان کھودے گی۔ اے وہ خاتون جس نے مجھ سے علم ناتمام اڑا لیا ہے تجھے عار آئی کہ اس پھندے کا حال مجھ سے تحقیق کرے۔ اچھا اس کا نتیجہ دیکھنا۔

یہاں سے پھر مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تک جانور روانہ کے خرمن سے دانہ نہیں چنتا اس وقت تک اس کے گلے میں رسی بھی نہیں پڑتی۔ اس لئے اس کی ہلاکت کا باعث اس کی بے احتیاطی ہوتی ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ تم غذا کو چھوڑ دو اور اس قدر اصلاح جسم کی فکر نہ کرو۔ یہ مانا کہ قرآن میں حکم کلوا موجود ہے مگر اس میں لاتسرفوا بھی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اندازہ کو ملحوظ رکھو اور حد سے نہ

بڑھو۔ اور احتیاط کو مدنظر رکھو اور بے احتیاطی نہ کرو۔ تا کہ تم دانہ بھی کھالو اور جال میں بھی نہ پھنسو۔ یعنی تم کو غذا بھی مل جائے اور تم اس کی مضرت سے بھی محفوظ رہو۔ اور یہ بات دو چیزوں سے حاصل ہو سکتی ہے اول علم مضار دوم قناعت۔ پس اس مقصد کے حاصل کرنے کے لئے تم کو ان دونوں کے حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

دیکھو جو عاقل ہیں وہ دنیا میں نعمتیں کھاتے ہیں مگر غم نہیں کھاتے یعنی چونکہ قانع ہوتے ہیں اس لئے جو کچھ ان کو مل جاتا ہے بشرطیکہ اس میں مضرت نہ ہو۔ اس کو کھالیتے ہیں اور اشیاء مضرہ کی حرص نہیں کرتے۔ اس طرح وہ نعمائے الٰہیہ سے متمتع ہوتے ہیں اور کوئی مضرت دینی ان کو لاحق نہیں ہوتی۔ برخلاف احمقوں کے کہ وہ حریص ہیں اور مضر اور غیر مضر میں تمیز نہیں کرتے۔ اس لئے جو کچھ ملتا ہے کھالیتے ہیں اور اس طرح آخر وہ نعمتوں سے محروم ہو جاتے ہیں اور پچھتاتے ہیں ان کو ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔ کیونکہ جب ان کے گلے میں پھندا پڑنے والا تھا تو ان پر حرام تھا کہ وہ دانہ کھاتے۔ دیکھو عاقل جانور جال میں سے دانہ نہیں کھاتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اگر وہ اس دانہ کو کھالے گا تو وہ اس کے حق میں زہر ہو جائے گا یعنی اس کی جان لے لے گا۔ ہاں جو جانور غافل ہوتا ہے وہ جال میں سے دانہ کھالیتا ہے جس طرح کہ دام دنیا میں سے عوام غذائیں کھاتے ہیں اور کچھ نہیں دیکھتے کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔

ہاں جو لوگ عاقل جانوروں کے مشابہ ہیں یعنی اہل اللہ انہوں نے اپنے کو دام دنیا سے دانہ کھانے کو بالکل روک لیا ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس دام دنیا اور اس کی غذاؤں میں بہت سے زہر ملے ہوئے ہیں جو کہ حیات روحانی کو سلب کرنے والے ہیں۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ نہایت ہی اندھے ہیں وہ جانور جو جال میں سے دانہ کھانا چاہیں کیونکہ وہ ذرا سی قوت کے لئے جان دینا گوارا کرتے ہیں۔ بس یہی حالت اہل دنیا کی ہے کہ وہ بھی لذات فانیہ دنیویہ کے لئے موت روحانیہ کو گوارا کرتے ہیں اور نعمائے اخرویہ سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو جانا قبول کرتے ہیں ایک فرق تو جانوروں اور زیرک جانوروں کے درمیان یہ تھا کہ جو بیان کیا گیا کہ عاقل جانور محتاط ہوتے ہیں اور احمق بے احتیاط۔ اب دوسرا فرق سمجھو۔ شکاری جب شکار کرتا ہے تو اس کے جال میں جس طرح احمق جانور پھنستے ہیں یوں ہی کبھی کبھی احمق بقضائے الٰہی عاقل جانور بھی پھنس جاتے ہیں۔ پس شکاری ان کے ساتھ یہ معاملہ کرتا ہے کہ احمقوں کا تو سر کاٹتا ہے اور عاقلوں کو اپنی مجلس میں لے جاتا ہے اور اپنی مجلس کو ان سے رونق دیتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ احمقوں کا تو گوشت کام آتا ہے اور عاقلوں کی آواز اور ان کا نالہ اور خوشی وغم مطلوب ہے جیسے بلبل مینا وغیرہ۔ یوں ہی حق سبحانہ بھی لوگوں کے ساتھ مختلف برتاؤ کرتے ہیں اور جو لوگ حماقت سے دنیا میں گرفتار ہوتے ہیں ان کو مقہور کرتے ہیں اور جو لوگ عقل معاد رکھتے ہیں اور حتی الامکان اس جال میں پھنسنے سے احتراز کرتے ہیں اور بایں ہمہ کبھی بقضائے الٰہی اس میں پھنس جاتے ہیں تو ان کے جرم کو معاف فرماتے ہیں اور ان کو اپنے تقرب سے سرفراز فرماتے ہیں۔

خیر یہ ارشادی مضمون تو ختم ہوا۔ اب اصل قصہ سنو الغرض وہ لونڈی اس کام سے واپس آئی اور شگاف در سے جھانک کر دیکھا کہ خاتون گدھے کے نیچے مری پڑی ہے یہ دیکھ کر اس نے کہا کہ ارے احمق بی بی یہ کیا حرکت تھی اگر استاد نے تجھے ایک صورت دکھائی تھی تو تو نے صرف اس کا ظاہر دیکھا تھا مگر اس کا راز تجھ سے مخفی تھا لیکن تو نے سمجھ لیا کہ بس یہ ہی ہے اور کچھ نہیں۔ اور یہ سمجھ کر بدوں استاد بنے تو نے دوکان کھول لی۔ تو نے گدھے کے شہد

اور حلوے کی مانند خریدار ذکر کو تو دیکھا اس کدو کو کیوں نہ دیکھا جس سے تیری جان بچی رہتی۔
معلوم ہوتا ہے کہ گدھے کے عشق میں تیری حالت ایسی ہوگئی تھی جیسے کوئی استغراق میں ہو۔ اس لئے وہ کدو تیری نظر سے مخفی ہوگیا۔ افسوس کہ تو نے استاد کا ظاہری فعل دیکھ لیا اور خوش خوش استاد بن بیٹھی اس کا یہ نتیجہ ہوا۔
یہاں سے مولانا پھر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بہت سے دھوکہ باز اور احمق لوگ ہیں جنہوں نے اہل اللہ کے طریق سے سوائے اونی لباس کے اور کچھ نہیں دیکھا اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو ذرا سا فن سیکھ کر دلیر بن گئے ہیں اور اہل اللہ سے انہوں نے صرف باتیں بنانا اور دعویٰ کرنا سیکھا ہے اور کچھ نہیں سیکھا۔ یہ تو ان کی حالت ہے اس پر طریق ان کا یہ ہے کہ ہر ایک ہاتھ میں لاٹھی لئے ہوئے موسیٰ ہونے کا مدعی ہے اور احمقوں پر منتر پھونکتا ہے اور کہتا ہے کہ میں عیسیٰ ہوں۔ خیر او جعل ساز و یہاں جو چاہو کر لو لیکن اس روز تمہیں حقیقت معلوم ہوگی جس روز امتحان کی کسوٹی تم سے سچوں کی سی سچائی کی طالب ہوگی اور کہے گی کہ تم اہل اللہ اور شیخ ہونے کے مدعی تھے اب تم دکھلاؤ کہ تم میں ان کی سی سچائی کہاں ہے۔
ارے احمقو کیوں فریب کرتے ہو جس قدر تم نے اہل اللہ سے حاصل کیا ہے وہ تو حاصل ہو ہی گیا جو رہ گیا ہے وہ بھی حاصل کر لو اور اصلی شیخ بن جاؤ تم حرص جاہ نہ کرو۔ کیونکہ جتنے حریص ہیں سب اندھے اور گونگے ہیں نہ ان کو حق دکھائی دیتا ہے اور نہ حق ان کی زبان سے نکلتا ہے۔ دیکھو اگر کل جاہ طلب کرو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ بھی نہ ملے گا کیونکہ حریص لوگ جو کہ بمنزلہ بکریوں کے گلہ کے ہیں شیاطین کا شکار ہیں جو کہ ان کے لئے بمنزلہ بھیڑیوں کے ہیں اور وہ شیاطین ان کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ بس جبکہ وہ حریص کے سبب وہ خود ہی برباد ہو جاتے ہیں تو ان کو کیا حاصل ہو سکتا ہے لہذا ہمارا یہ کہنا صحیح ہے کہ جملہ جستی باز ماندی از ہمہ۔ ارے تو نے اہل اللہ کے کلام کی صورت یعنی اس کے الفاظ سن لئے اور تو نقال بن گیا۔ حالانکہ تجھے طوطیوں کی طرح یہ بھی خبر نہیں کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔

تمثیل تلقین شیخ مریداں را و پیغمبر امت را کہ ایشاں طاقت تلقین حق تعالیٰ ندارند و با حق الفت ندارند چنانکہ طوطی با صورت آدمی الفت ندارد کہ از وے تلقین تواند گرفت حق تعالیٰ شیخ را چوں آئینہ پیش مرید ہمچو طوطی دارد و از پس آئینہ تلقین میکند قولہٗ عز و جل لاتحرک بہ لسانک بل بہ ان ھوالا وحی یوحیٰ این ست ابتدائے مسئلہ بے منتہا چنانکہ منقار جنبانیدن طوطی اندرون آئینہ خیالش میخوانی بے اختیار و تصرف او ست عکس خواندان طوطی بیرونی کہ متعلم است نہ عکس آں معلم کہ پس آئینہ ست و لیکن خواندن طوطی بیرونی تصرف آں معلم ست پس این مثال آمد نہ مثل

شیخ کی مریدوں کو اور پیغمبر کی امت کو تلقین کرنے کی مثال کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تلقین کی طاقت نہیں رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے انہیں مناسبت نہیں ہے جیسا کہ طوطی آدمی کی صورت سے مناسبت نہیں رکھتی ہے کہ اس سے تلقین حاصل کر سکے اللہ تعالیٰ شیخ کو آئینہ کی طرح طوطی جیسے مرید کے سامنے رکھ دیتا ہے اور آئینہ

کے پیچھے سے تلقین کرتا ہے اللہ عزوجل کا قول ہے آپ اپنی زبان نہ ہلایئے تاکہ اس (وحی) پر جلد کریں نہیں ہے وہ مگر وحی جو بھیجی جاتی ہے یہ اس مسئلہ کی ابتداء ہے۔ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے چنانچہ آئینہ کے اندر کی طوطی کا چونچ ہلانا جس کو تو عکس کہتا ہے اس کے اختیار اور تصرف کے بغیر ہے وہ باہر والی طوطی کے پڑھنے کا عکس ہے جو سیکھنے والی ہے نہ کہ اس سکھانے والے کا عکس ہے جو آئینہ کے پیچھے ہے لیکن باہر والی طوطی کا پڑھنا سکھانے والے کا تصرف ہے تو یہ ایک مثال ہے نہ کہ مثل

طوطی در آئینہ می بیند او	عکس خود را پیش او آوردہ رو
ایک طوطی آئینہ میں دیکھتی ہے	اپنے کس کو کہ وہ اس کے سامنے منہ کئے ہوئے ہے
در پس آئینہ آن استانہان	حرف میگوید ادیب خوش زبان
آئینہ کے پیچھے وہ استاد چھپا ہوا ہے	وہ خوش بیاں ادیب بات کر رہا ہے
طوطیک پنداشتہ کین گفت پست	گفت آن طوطیست کاندر آئینہ است
طوطی سمجھتی ہے کہ یہ دھیمی آواز	اس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ کے اندر ہے
پس ز جنس خویش آموزد سخن	بے خبر از مکر آں گرگ کہن
تو وہ اپنی ہم جنس سے بات کرنا سیکھتی ہے	اس پرانے بھیڑیئے کی تدبیر سے بے خبر ہے
از پس آئینہ می آموزدش	ورنہ ناموزد جز از جنس خودش
وہ آئینہ کے پیچھے سے اس کو سکھا دیتا ہے	ورنہ وہ اپنی ہم جنس کے سوائے نہ سیکھے
گفت را آموخت زاں مرد ہنر	لیک از معنی و سرش بے خبر
اس ہنر مند انسان سے اس نے بات سیکھ لی	لیکن اس کے معنی اور راز سے بے خبر ہے
از بشر بگرفت منطق یک بیک	از بشر جز ایں چہ داند طوطیک
اس نے ایک ایک بات انسان سے سیکھ لی	انسان سے اس کے سوا طوطی کیا جانے
ہمچناں در آئینہ جسم ولی	خویش را بیند مرید ممتلی
اسی طرح ولی کے جسم کے آئینہ میں	(خالی سے) پر مرید اپنے آپ کو دیکھتا ہے
از پس آئینہ عقل کل را	کے بہ بیند وقت گفت و ماجرا
آئینہ کے پیچھے سے عقل کل کو	کب دیکھ سکتا ہے؟ گفتگو اور قصہ کے وقت
او گماں دارد کہ میگوید بشر	واں دگر سرست واوزاں بے خبر
وہ خیال کرتا ہے کہ انسان کہہ رہا ہے	وہ دوسرا پوشیدہ ہے اور وہ اس سے بے خبر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حرف آموزد و لے سر قدیم	می نداند طوطیت او یا ندیم
وہ حروف سیکھ جاتا ہے لیکن قدیم راز	نہیں جانتا ہے کہ وہ (سکھانے والا) طوطی ہے یا ساتھی ہے
ہم صفیر مرغ آموزند خلق	کایں سخن اندر دہاں افتاد و حلق
لوگ پرندوں کی بولی سیکھ لیتے ہیں	کیونکہ یہ بولی (ان کے) منہ اور حلق میں آ جاتی ہے
لیک از معنی مرغاں بیخبر	جز سلیماںؑ نبی خوش نظر
لیکن پرندوں کے معانی سے بے خبر ہوتے ہیں	سوائے (حضرت) سلیمان نبی کے جن کی سمجھ خوب تھی
حرف درویشاں بسے آموختند	منبر و محفل بداں افروختند
بہت سے لوگوں نے درویشوں کے الفاظ سیکھ لئے ہیں	ان سے منبر اور مجلس کی رونق بڑھا لی ہے
یا بجز آں حرف شاں روزی نبود	یا در آخر رحمت آمد رہ نمود
یا تو ان کا مقدر حروف کے سوا کچھ نہیں ہے	یا انجام کار (اللہ کی) رحمت آ کر رہنمائی کر دیتی ہے

شرح حبیبی

اوپر چونکہ مولانا نے مقلد نقال کو طوطی سے تشبیہ دی تھی اس لئے اب طوطی کی حالت بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ طوطی آئینہ کے اندر اپنے عکس کو اپنی طرف متوجہ دیکھتی ہے اور آئینہ کے پیچھے استاد اور معلم چھپا ہوتا ہے اور وہ ادیب خوش کلام آئینہ کے پیچھے سے گفتگو کرتا ہے یہ طوطی سمجھتی ہے کہ یہ آہستہ گفتگو اس طوطی کی گفتگو ہے جو آئینہ میں ہے اس لئے وہ اپنی جنس سے گفتگو سیکھ لیتی ہے اور اس معلم کی تدبیر سے ناواقف ہوتی ہے وہ استاد اس کو آئینہ کے پیچھے بیٹھ کر تعلیم دیتا ہے ورنہ وہ اس سے تعلیم حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ اس کو صرف اس کا ہم جنس ہی تعلیم دے سکتا ہے یہ راز ہے آئینہ کو اس کے سامنے رکھنے اور خود اس کے پیچھے بیٹھنے کا۔ خیر اس طرح وہ طوطی اس استاد کامل سے بولنا سیکھ لیتی ہے مگر اس گفتگو کے معنی اور حقیقت سے واقف نہیں ہوتی۔ وہ طوطی آدمی کی ایک ایک بولی سیکھ لیتی ہے مگر اس کو آدمی کا اس سے زیادہ علم نہیں ہوتا۔ پس یہی حالت اس مقلد نقال کی بھی کہ جس طرح طوطی آئینہ میں اپنا عکس دیکھتی ہے اور اپنے زعم میں اس سے تعلیم حاصل کرتی ہے یوں ہی وہ خودی سے پر مرید آئینہ جسم شیخ میں اپنے کو دیکھتا ہے۔ یعنی وہ بزعم خود معلم کو اپنا ہم جنس سمجھتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ گفتہ او گفتہ اللہ بود۔

اور وقت تعلیم وہ عقل کل یعنی حق سبحانہ کو جو حقیقۃً معلم میں اس آئینہ کے پیچھے نہیں دیکھ سکتا۔ اس لئے وہ سمجھتا ہے کہ آدمی بول رہا ہے۔ حالانکہ دوسرا جو اصل میں معلم ہے اس سے مخفی ہوتا ہے اور اس کو اس کی خبر نہیں ہوتی اور وہ گفتگو سیکھ لیتا ہے مگر وہ حق سبحانہ کو جو کہ اس پردہ میں اس کو تعلیم دیتے ہیں نہیں سمجھتا اور وہ نہیں جانتا کہ معلم میرا ہم جنس ہے جو محسوس ہے یا دوسرا جو اس کے ساتھ اور مخفی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

غرضکہ وہ شیخ کو بھی اپنا ہی سا سمجھتا ہے اور اس کے نزدیک اس کا کمال صرف وہ الفاظ ہی ہوتے ہیں جس و وہ سیکھتا ہے اس تشبیہ کی تفصیل تو ختم ہوئی۔ اب دوسری تشبیہ سنو۔ مقلد نقال کی ایسی مثال ہے جیسے وہ لوگ جو جانوروں کی بولی سیکھ لیتے ہیں۔ سو آدمی جانوروں کی بولی تو سیکھ لیتے ہیں کیونکہ وہ ایک بات ہوتی ہے جو اس کی زبان اور حلق میں پیدا ہوتی ہے جس کے سیکھ لینے میں کوئی دشواری نہیں لیکن وہ لوگ جانوروں کے مقصود اور اس کی باطنی حالت سے ناواقف ہوتی ہے۔ بجز سلیمان علیہ السلام کے کہ وہ باطن مرغاں کو بھی جانتے ہیں یوں ہی بہت سے لوگ اہل اللہ سے گفتگو سیکھ لیتے ہیں اور اس سے منبر اور محفل کو رونق دیتے ہیں مگر اہل اللہ کے باطن کی ان کو خبر نہیں ہوتی بجز اہل کمال کے۔ اس حالت میں ان کا انجام یا تو یہ ہوتا ہے کہ صرف نقالی ہی میں مر جاتے ہیں اور بجز الفاظ کے ان کی قسمت میں کچھ نہیں ہوتا یا آخر بہ برکت نقل رحمت الٰہی ان کی طرف متوجہ ہوتی ہے اور ان کی رہنمائی کرتی ہے اور وہ قال ان کا حال ہو جاتا ہے۔

فائدہ:۔ اس سے معلوم ہوا کہ خود نقل صلحاء بھی مفید ہے لیکن اگر نیت صحیح ہو تو اس کے فائدہ کی توقع اغلب ہے ورنہ صرف محتمل واللہ اعلم۔

صاحبدلے در چلہ بخواب دید کہ سگے حاملہ در شکم آں بچگاں بانگ میکردند در تعجب ماند کہ حکمت بانگ سگ پاسبانی ست و بانگ در اندرون شکم مادر بے پاسبانی ست و نیز بانگ جہت یاری خواستن و شیر خواستن باشد و غیرہ و در شکم مادر ہیچکدام ازینہا نیست چوں بخویش آمد بحضرت حق مناجات کرد و ما یعلم تاویلہٗ الا اللہ جواب آمد کہ آں صورت حال قومی ست کہ از حجاب بیروں نیامدہ و چشم دل باز نشدہ و دعوائے بصیرت کنند و مقالات گویند از آں نہ ایشاں را قوت و یاری و نہ مستمعاں را ہدایتے و رشدے میرسد

ایک صاحب دل نے چلہ میں خواب میں دیکھا کہ ایک حاملہ کتیا ہے اس کے پیٹ میں بچے بھونک رہے ہیں وہ تعجب میں رہ گیا کہ کتے کے بھونکنے کا فائدہ نگہبانی ہے اور ماں کے پیٹ میں بھونکنا نگہبانی کے لئے نہیں ہے اور آواز مدد چاہنے اور دودھ مانگنے کے لئے بھی ہوتی ہے اور وہ ماں کے پیٹ میں ان میں سے کوئی بھی (مقصود) نہیں ہے وہ جب بیدار ہوا اللہ تعالیٰ سے دعا کی "اور بجز اللہ کے اس کی تاویل کوئی نہیں جانتا ہے" جواب آیا کہ یہی صورت حال اس قوم کی ہے جو پردے سے نہیں نکلی ہے اور دل کی آنکھ نہیں کھلی ہے اور وہ بصیرت کا دعویٰ کرتی ہے اور تقریریں کرتی ہے جن سے نہ اس کو کوئی قوت اور مدد حاصل ہوتی ہے اور نہ سننے والوں کو کوئی ہدایت اور رہنمائی ملتی ہے

آں یکے می دید خواب اندر چلہ	در رہے مادہ سگے بد حاملہ
ایک شخص نے چلہ میں خواب میں دیکھا	راستہ میں ایک حاملہ کتیا تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ناگہاں آواز سگ بچگاں شنید	سگ بچہ اندر شکم بد ناپدید
اس نے اچانک کتے کے پلوں کا بھونکنا سنا	کتے کے پلے پیٹ میں چھپے ہوئے تھے
پس عجب آمد ورا زاں بانگہا	سگ بچہ اندر شکم چوں زدندا
اس کو ان آوازوں سے تعجب ہوا	کتے کے پلے پیٹ میں کیوں بھونکے؟
سگ بچہ اندر شکم نالہ کناں	ہیچ کس دیدست ایں اندر جہاں
کتے کے پلوں کو (ماں کے) پیٹ کے اندر روتے ہوئے	کسی نے دنیا میں یہ دیکھا ہے؟
چوں بجست از واقعہ آمد بخویش	حیرت او دمبدم میگشت بیش
جب وہ خواب سے بیدار ہوا ہوش میں آیا	اس کی حیرت لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی
در چلہ کس نے کہ گردد عقدہ حل	جز کہ درگاہ خدای عز و جل
چلہ میں کوئی نہیں تھا کہ عقدہ حل ہو	سوائے خدائے عز و جل کی درگاہ کے
گفت یارب زیں شکال و گفتگو	در چلہ وا ماندہ ام از ذکر تو
اس نے کہا اے اللہ! اس اشکال اور گفتگو کی وجہ سے	چلے میں تیرے ذکر سے قاصر ہو رہا ہوں
پر من بکشای تا پراں شوم	در حدیقہ ذکر و سیستاں شوم
میرے پر کھول دے تاکہ پرواز کروں	ذکر کے باغیچہ میں اور سیب کے باغ میں پہنچوں
آمدش آواز ہاتف در زماں	کآں مثالے داں زلاف جاہلاں
اس کو فوراً غیبی فرشتہ کی آواز آئی	کہ اس کو جاہلوں کے شیخی بگھارنے کی مثال سمجھ
کز حجاب و پردہ بیروں نامدہ	چشم بستہ بیہدہ گویاں شدہ
جو حجاب اور پردے سے باہر نہیں نکلے ہیں	آنکھیں بند کئے ہوئے بکواس کرتے ہیں
بانگ سگ اندر شکم باشد زیاں	نے شکار انگیز و نے شب پاسباں
کتے کا پیٹ میں بھونکنا بیکار ہے	نہ شکار نکالنے والا ہے اور نہ رات کا محافظ ہے
گرگ نادیدہ کہ دفع او بود	دزد نادیدہ کہ منع او شود
اس نے بھیڑیئے کو نہیں دیکھا کہ اس کا دفعیہ ہو	اس نے چور کو نہیں دیکھا کہ اس کی روک ہو
از حریصی و ز ہوائے سروری	در نظر کند و بلافیدن جری
حرص اور سرداری کی خواہش کی وجہ سے	نظر میں کند ہے اور بکواس کرنے میں جری ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از ہوائے مشتری و گرم دار	بے بصیرت پانہادہ در فشار
خریدار اور دوست کی خواہش کی وجہ سے	بغیر بصیرت کے بکواس میں قدم رکھے ہوئے ہے
ماہ نادیدہ نشانہا میدہد	روشنائی رابداں کژمی نہد
چاند کو دیکھے بغیر نشانیاں بتاتا ہے	اس کے لئے روشنائی کو ٹیڑھا رکھتا ہے
از برائے مشتری در وصف ماہ	صد نشاں نادیدہ گوید بہر جاہ
چاند کی صفت بیان کرنے میں خریدار کے لئے	مرتبہ کی خاطر بغیر دیکھے ہوئے سینکڑوں نشانیاں بتاتا ہے
مشتری نادیدہ گوید صد نشاں	ژاژ خاید دوغ نوشد کف زناں
خریدار کو بغیر دیکھے سینکڑوں نشانیاں بتاتا ہے	بکواس کرتا ہے تالیاں بجاتے ہوئے چھاچھ پیتا ہے
مشتری کو سود دارد خود یکیست	لیک ایشا نرادراں ریب و شکیست
جس خریدار میں فائدہ ہے وہ صرف ایک ہے	لیکن ان کو اس میں شک و شبہ ہے
از ہوای مشتری بے شکوہ	مشتری را باد دادند ایں گروہ
بے حقیقت خریدار کی خواہش میں	اس جماعت نے خریدار کو کھو دیا ہے
مشتری ماست اللہ اشتریٰ	از غم ہر مشتری ہیں برتر آ
ہمارا خریدار اللہ ہے جس نے خرید لیا ہے	ہر خریدار کے غم سے آگے بڑھ
مشتری جو کہ جویان تواست	عالم آغاز و پایان تواست
اس خریدار کو تلاش کر جو تیرا جویاں ہے	تیرے آغاز اور انجام کا جانکار ہے
ہیں مکش ہر مشتری راتو بدست	عشقبازی باد و معشوقہ بدست
خبردار! ہر خریدار کو تو ہاتھ سے نہ کھینچ	دو معشوقوں سے عشقبازی بری ہے
زو نیابی سود مایہ گر خرد	نبودش خود قیمت عقل و خرد
اگر وہ پونجی کو خرید لے گا تو اس سے فائدہ حاصل نہ کر سکے گا	اس کے پاس (تیری) عقل اور سمجھ کی قیمت ہی نہ ہوگی
نیست اورا خود بہائے نیم نعل	تو بروعرضہ کنی یاقوت و لعل
خود اس کی قیمت آدھے نعل کی نہیں ہے	تو اس کو یاقوت اور لعل دکھا رہا ہے
حرص کورت کرد و محرومت کند	دیو ہمچوں خویش مرجومت کند
لالچ نے تجھے اندھا کر دیا اور محروم کرے گا	شیطان تجھے اپنی طرح سنگسار بنا دے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچناں کاصحاب فیل و قوم لوط	کردشاں مرجوم چوں خود آں نخوط
جس طرح اصحاب فیل اور لوط کی قوم کو	اس مغضوب نے اپنی طرح سنگسار بنا دیا
مشتری را صابراں دریافتند	چوں سوئی ہر مشتری نشتافتند
صابر لوگوں نے خریدار پا لیا ہے	کیونکہ وہ ہر خریدار کی طرف نہیں دوڑے ہیں
واں کہ گردانید روزاں مشتری	بخت و اقبال و بقا زو شد بری
جس شخص نے اس خریدار سے منہ موڑا	نصیبہ اور اقبال اور بقا اس سے کنارہ کش ہو گئے
ماند حسرت بر حریصاں تا ابد	ہمچو حال اہل ضرواں در حسد
لالچیوں کو ہمیشہ حسرت رہی	جس طرح حسد میں ضروان والوں کا حال

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا نقال مقلدوں کی تیسری تمثیل بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک شخص نے چلہ کشی کی حالت میں خواب میں دیکھا کہ ایک گاؤں میں ایک کتیا حاملہ ہے اور اس کے بچے اس کے پیٹ میں بول رہے ہیں اس شخص نے خواب میں یکا یک اس کی آواز سنی حالانکہ وہ پردہ شکم میں مستور تھے ان کی آوازیں سن کر اس کو تعجب ہوا اور اس نے کہا کہ بچوں نے پیٹ کے اندر بولنا کیوں شروع کیا اس کا کیا سبب ہے بچوں کو کتیا کے پیٹ میں بولتے تو دنیا بھر میں کسی نے نہیں دیکھا۔ پھر یہ کیا بات ہے جب وہ بیدار ہوا اس کی حیرت دمبدم بڑھنے لگی۔ چلہ میں بجز خدائے عزوجل کے کوئی شخص نہ تھا۔ جس سے یہ عقدہ حل ہو جائے اس لئے اس نے حق سبحانہ کی جناب میں التجا کی اور کہا کہ اے اللہ اس بول چال کے متعلق جو مجھے اشکال ہے اس سے میں چلہ میں تیری یاد سے رک گیا ہوں کیونکہ میری طبیعت میں الجھن پیدا ہو گئی ہے۔ اور میں اس اشکال میں مصروف اور مشغول ہو گیا ہوں پس تو میرے پر کھول دے اور اس عقدہ کو حل کر دے تاکہ میں اڑوں اور تیری یاد کے باغ اور سیستان میں جاؤں یعنی تیری یاد میں مشغول ہوں۔ جب اس نے یہ دعا کی تو ہاتف غیبی نے آواز دی اور کہا کہ یہ ان جاہلوں کی حالت کی تمثیل ہے جو حجاب اور پردۂ ناسوت سے ہنوز نہیں نکلے اور آنکھ بند کئے بے ہودہ لفاظی کرنے اور حقائق و معارف بگھارتے کیونکہ کتے کی وہ آواز پیٹ کے اندر محض فضول ہوتی ہے نہ تو وہ شکار کو نکلتے ہیں اور نہ رات کو پاسبانی کا کام کرتے ہیں نہ اس بھونکنے والے نے بھیڑیے ہی کو دیکھا ہے کہ اس کی آواز سے بھیڑیا بھاگ جائے اور نہ اس نے چور کو دیکھا ہے کہ اس کو چوری سے روک دے۔ غرضیکہ اس کی آواز بالکل بے کار ہوتی ہے یونہی یہ لوگ بھی ہیں کہ حرص اور خواہش سرداری کے سبب بدوں بصیرت کے ڈینگیں مارنے پر جرات کرتے ہیں اور خریداروں اور معتقدوں کی خواہش میں بدوں بصیرت کے لغوگوئی میں مصروف ہیں۔ انہوں نے چاند نہیں دیکھا مگر اس کی علامات بیان کرتے ہیں اور اس سبب سے روشنی کی حقیقت غلط سلط بیان کرتے ہیں۔

یہ لوگ خریداروں کے لئے چاند کی سینکڑوں علامات بیان کرتے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ لوگ ہم کو عارف سمجھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ہماری قدر کریں ان لوگوں نے ستارہ مشتری کو تو دیکھا نہیں مگر وہ اس کی سینکڑوں علامتیں بیان کرتے ہیں اور فضول بکواس ہانکتے ہیں اور تالیاں بجاتے ہوئے یا منہ میں جھاگ لائے ہوئے چھا چھ لے رہے ہیں تا کہ لوگ سمجھیں کہ یہ لوگ شراب پی رہے ہیں۔ یعنی لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں اور باوجودیکہ وہ عارف نہیں ہیں۔ مگر اپنی گفتگو سے اپنے کو عارف ثابت کر رہے ہیں۔ ارے کم بختو کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہو۔ ہم نے مانا کہ تم نے خریدار پیدا کر لئے اور لوگوں کو دھوکہ دے لیا لیکن کیا نتیجہ۔ یاد رکھو کہ جو خریدار فائدہ پہنچا سکتا ہے وہ صرف وحدہٗ لاشریک ہے لیکن کیا کیجئے ان کو اس کا یقین نہیں یہ اوروں کو نافع سمجھتے ہیں بلکہ صرف انہی کو نافع سمجھتے ہیں اسی لئے انہوں نے ان بے وقعت خریداروں کی خاطر اصلی خریدار کو ہاتھ سے کھو دیا۔ ارے نادانو سمجھو کہ ہمارے خریدار تو حق سبحانہ ہیں جو کہتے ہیں۔ ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة پس تم ان کے سوا ہر خریدار کی فکر چھوڑ دو اور اس خریدار کو تلاش کرو جو تمہارا طالب ہے اور تمہاری ابتداء اور انتہا سے واقف ہے اور تم ہر خریدار کو قبضہ میں نہ لاؤ کیونکہ معشوق اور مطلوب صرف ایک ہونا چاہئے۔ محبت دو سے بھی بری ہے چہ جائیکہ سو سے۔

دیکھو اگر غیر اللہ نے تمہارے کمال کو خرید بھی لیا اور اس کی قدر بھی کی تو اس سے ہم کو نفع حاصل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کے پاس عقل کی قیمت کہاں ہے۔ عقل تو بڑی چیز ہے اس کے پاس تو آدھے جوتے کی بھی قیمت نہیں ہے۔ کیونکہ جو کچھ بھی اس کے پاس ہے وہ تو اس کے پاس عاریت ہے۔ اصل مالک تو اس کے حق سبحانہ ہی ہیں پھر تو ایسے شخص کے سامنے یاقوت اور لعل (کمالات) پیش کرتا ہے۔ حق سبحانہ کے پاس کیوں نہیں پہنچاتا جس کے قبضہ میں سب کچھ ہے اور وہ تیرے مال سے زیادہ قیمت دینے کو تیار ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ تجھے حرص نے اندھا کر رکھا ہے کہ تجھے نفع نقصان نہیں سوچنے دیتی اور یہ حرص ہی تجھے محروم کر رہی ہے۔ اور شیطان نے تجھے اپنی طرح مردود کر رکھا ہے جس طرح کہ اس غصہ والے اصحاب فیل اور قوم لوط وغیرہ کو اپنی طرح مردود بنا دیا۔ پس تو حرص اور شیطان کو چھوڑ اور صبر اختیار کر۔ کیونکہ جن لوگوں نے صبر کیا ہے تو جبکہ انہوں نے صرف اسی کو مطمح نظر بنا لیا ہے اور ہر مشتری کی طرف دوڑ دھوپ نہیں کی ہے اس وقت انہوں نے اصل خریدار کو پا لیا ہے اور جس شخص نے اس مشتری حقیقی کو چھوڑا ہے وہ سراسر ٹوٹے میں رہا ہے۔ بخت اقبال بقا اس سے سب بیزار ہو گئے ہیں اور ان حریصوں کو ہمیشہ کے لئے یوں ہی حسرت رہ گئی ہے جس طرح اہل ضرورت کی حسد میں حالت ہوئی تھی کہ وہ ناکام اور نامراد دنیا سے رخصت ہو گئے تھے ان کا قصہ حسب ذیل ہے۔

قصۂ اہل ضرواں وحسد ایشاں بر درویشاں کہ پدر ما از سلیمی اغلب دخل باغ را بمسکیناں میداد چوں انگور بودے عشر دادے وچوں مویز ودوشاب شدے عشر دادے وچوں حلوا و پالودہ کردے عشر دادے واز قصیل عشر دادے وچوں خرمن میکوفتے از کفہ آمیختہ عشر دادے وچوں گندم از کہ

جدا شدے عشر دادے وچوں آرد کردے عشر دادے وچوں خمیر کردے عشر دادے وچوں نان پختے عشر دادے لاجرم حق تعالیٰ در باغ وکشت برکتے نہادہ بود کہ ہمہ اصحاب باغہا محتاج او بودندے ہم بمیوہ وہم بسیم واو محتاج ہیچ کس نے از ایشاں و فرزندان او خرج عشر میدیدند مکر روآں برکت نمی دیدند ہمچو آں زن بدبخت کہ کیر خر دید وکدو را ندید

ضروان کے باشندوں کا قصہ اور ان کا فقیروں پر حسد کرنا کہ ہمارا باپ سادہ پن سے باغ کی زیادہ پیداوار مسکینوں کو دیدیتا تھا جب انگور ہوتے دسواں حصہ دیدیتا اور جب کشمش اور انگور کا شیرہ ہوتا دسواں دے دیتا اور جب حلوا یا فالودہ بناتا دسواں دے دیتا کچی کھیتی میں سے دسواں دے دیتا اور جب کھلیان گہاتا آدھے گہائے ہوئے میں سے دسواں دیدیتا اور جب گیہوں بھوسے سے جدا ہوتے دسواں دے دیتا اور جب آٹا کرتا دسواں دیدیتا اور جب گوندھتا دسواں دیدیتا اور جب روٹی پکاتا دسواں دے دیتا لامحالہ اللہ تعالیٰ نے باغ اور کھیتی میں برکت عطا کی تھی کہ سب باغ والے اس کے محتاج ہوتے پھل میں بھی اور چاندی میں بھی اور وہ ان میں سے کسی کا محتاج نہ ہوتا اس کی اولاد نے بار بار دسویں کا خرج دیکھا اور وہ برکت نہ دیکھی اس بدبخت عورت کی طرح جس نے گدھے کا ذکر دیکھا اور کدو نہ دیکھا

بود مردے صالحے ربانیے	عقل کامل داشت و پایاں دانیے
ایک نیک خدا پرست شخص تھا	کامل عقل رکھتا تھا اور انجام سے باخبر تھا
در دہ ضرواں بنزدیک یمن	شہرہ اندر صدقہ و خلق حسن
یمن کے نزدیک ضروان گاؤں میں	خیرات کرنے اور اچھے اخلاق میں مشہور تھا
کعبۂ درویش بودے کوئے او	آمدندے مستنداں سوئے او
اس کی گلی فقیر کا کعبہ ہوتی	ضرورتمند اس کی جانب آتے
ہم زخوشہ عشر دادے بے ریا	ہم زگندم چوں شدے از کہ جدا
بغیر ریا کاری کے بالوں میں سے دسواں دیتا	گیہوں میں سے بھی جب وہ بھوسے سے جدا ہو جاتے
آرد گشتے عشر دادے ہم ازاں	ناں شدے عشر دگر دادے زناں
آٹا بنتا تو اس میں سے بھی دسواں دیتا	روٹی بنتی روٹی میں سے دوسرا دسواں دیتا
عشر ہر دخلے فرونگذاشتے	چار بارہ دادے زانچہ کاشتے
کسی آمدنی کے دسویں میں فروگذاشت نہ کرتا	جو بوتا اس میں سے چار بار ادا کرتا

از عنب عشرے بدادے وز مویز	عشر ہم دادے وے از دوشاب نیز
انگور میں سے دسواں دیتا اور کشمش میں سے	وہ انگور کے شیرے میں سے بھی دسواں دیتا
ہم زحلوا عشر و از پالودہ ہم	می فرونگذاشتے از بیش و کم
حلوے میں سے بھی دسواں اور فالودے میں سے بھی	اور کم اور زیادہ میں سے نہ چھوڑتا
بس وصیتہا بگفتے ہر زماں	جمع فرزندان خود را آنجواں
ہر وقت بہت سی وصیتیں کرتا	وہ جوان اپنی سب اولاد کو
اللہ اللہ قسم مسکیں بعد من	وامگیریدش ز حرص خویشتن
خدا کے لئے میرے بعد مسکین کے حصہ کو	اپنی حرص سے بند نہ کرنا
تابماند برشما کشت و ثمار	در پناہ طاعت حق پائدار
تاکہ تم پر کھیتی اور پھل رہیں	مستقل خدا کی اطاعت کی حفاظت میں
دخلہا و میوہا جملہ ز غیب	حق فرستادست بے تخمین و ریب
آمدنیاں اور میوے سب غیب سے	بے اندازہ اور بے شک اللہ (تعالیٰ) نے بھیجے ہیں
در محل دخل اگر خرجے کنی	در گہ سودست برسودے زنی
آمدنی کے وقت اگر تو خرچ کرے گا	وہ فائدے کا دربار ہے تو فائدہ اٹھائے گا
ترک اغلب دخل را در کشت زار	باز کارد کہ ویست اصل ثمار
کاشتکار پیداوار کا اکثر حصہ کھیت میں	پھر بو دیتا ہے کیونکہ وہ فائدوں کی جڑ ہے
بیشتر کارد خورد زاں اند کے	کہ ندارد در برویدن شکے
زیادہ بو دیتا ہے، اس میں سے تھوڑا سا کھاتا	کیونکہ اس کو اگنے میں کوئی شبہ نہیں ہے
زاں بیفشاند بکشتن ترک دست	کاں غلہ ہم زاں زمیں حاصل شدست
کاشتکار بونے میں ہاتھ اسی لئے جھاڑ لیتا ہے	کیونکہ وہ غلہ اسی زمین سے حاصل ہوا ہے
کفشگر ہم آنچہ افزاید زناں	میخرد چرم و ادیم و سختیاں
روٹی سے جو زائد ہوتا ہے موچی بھی	چمڑا اور نرمی اور میشہ خرید لیتا ہے
کہ اصول دخلم اینہا بودہ اند	ہم از اینہا می کشاید رزق بند
کہ میری آمدنی کی بنیادیں یہ ہی ہیں	انہی سے بند رزق کھلتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دخل از آنجا آمدستش لا جرم	ہم در آنجا میکند داد و کرم
لامحالہ اس کی آمدنی اس جگہ سے ہی ہوئی ہے	اسی جگہ وہ عطا اور کرم کرتا ہے
ایں زمین وسختیاں پردہ است وبس	اصل روزی از خداداں ہر نفس
یہ زمین اور کمال بس پردہ ہے	اصل روزی ہر وقت خدا کی جانب سے سمجھ
چوں بکاری در زمین اصل کار	تا بروید ہر یکے را صد ہزار
تو جب بوئے اصلی زمین میں بو	تاکہ ہر وقت ایک کے لاکھ اگیں
گیرم اکنوں تخم را گر کاشتی	در زمینے کش سبب پنداشتی
میں نے مانا' اب اگر تو نے بیج بویا ہے	اس زمین میں جس کو تو نے سبب سمجھا ہے
چوں دوسہ سال آں نروید چوں کنی	جز کہ در لابہ و دعا کف بر زنی
اگر وہ دو تین سال نہ اگے تو کیا کرے گا؟	بجز اس کے کہ خوشامد اور دعا میں ہاتھ اٹھائے گا
دست برسر میزنی پیش الٰہ	دست و سر برداون رزقش گواہ
خدا کے آگے سر پر ہاتھ مارے گا	ہاتھ اور سر اس کے رزق دینے پر گواہ ہیں
تابدانی اصل اصل رزق اوست	تاہم اورا جوید آں کورزق جوست
تاکہ تو سمجھ لے کہ رزق کی اصل جڑ وہی ہے	جو رزق تلاش کرتا ہے' اسی سے ڈھونڈتا ہے
رزق ازوے جو مجواز زید وعمر	مستی ازوے جو مجواز بنگ وخمر
رزق اس سے مانگ' زید اور عمر سے نہ مانگ	مستی اس سے چاہ' بھنگ اورشراب سے نہ چاہ
منعمی زوخواہ نے از گنج و مال	نصرت ازوے خواہ نے ازعم وخال
خوشحالی اس سے چاہ نہ کہ خزانے اور مال سے	مدد اس سے چاہ نہ کہ چچا اور ماموں سے
عاقبت زینہا بخواہی ماندن	ہیں کرا خواہی دراں دم خواندن
انجام کار تو ان سے (الگ) رہ جائے گا	ہاں' اس وقت تو کسے پکارے گا؟
ایں دم اورا خوان وباقی رابماں	تاتو باشی وارث ملک جہاں
اس وقت اس کو پکار اور باقی کو چھوڑ	تاکہ تو دنیا کی سلطنت کا مالک بن جائے
چوں یفر المرء آید من اخیہ	یھرب المولود یوما من ابیہ
جب وہ دن آجائے گا کہ انسان اپنے بھائی سے بھاگے گا	وہ دن کہ اولاد اپنے باپ سے بھاگے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں شود ہر دوست آں ساعت عدو	کہ تو بود و از رہ مانع او
اس لئے ہر دوست اس وقت دشمن بن جائے گا	کیونکہ وہ تیرا بت تھا راستہ سے مانع تھا
روئے از نقاش بری تافتی	چوں ز نقشش انس دل می یافتی
تو نے نقاش سے منہ پھیر لیا	جبکہ اس کے (بنائے ہوئے) نقش سے دل کا انس محسوس کیا
ایں دم اریارانت با تو ضد شوند	وز تو برگردند و در خصمی روند
اگر تیرے دوست اس وقت تیرے مخالف ہو جائیں	تجھ سے برگشتہ ہو جائیں اور مخالفت میں چلے جائیں
ہیں بگو نک روز من پیروز شد	آنچہ فردا خواست شد امروز شد
ہاں کہہ دے کہ اب میرا دن نصیبہ ور ہے	جو کچھ کل کو ہونا ہے وہ آج ہو گیا
ضد من گشتند اہل ایں سرا	تا قیامت عین شد پیشیں مرا
اس جہان والے میرے مخالف ہو گئے	یہاں تک کہ قیامت میرے لئے پیشگی نقد بن گئی
پیش ازاں کہ روزگار خود برم	عمر با ایشاں بپایاں آورم
اس سے قبل کہ میں اپنی عمر پوری کروں	ان کے ساتھ زندگی بسر کروں
کالۂ معیوب بخریدہ بدم	شکر کز عیبش پگہ واقف شدم
میں نے ایک عیب دار سامان خرید لیا تھا	شکر ہے کہ اس کے عیب سے صبح سویرے واقف ہو گیا
پیش ازاں کز دست سرمایہ شدے	عاقبت معیوب بیروں آمدے
اس سے پہلے ہی کہ ہاتھ سے سرمایہ چلا جاتا	آخیر میں معیوب ظاہر ہوتا
مال رفتہ عمر رفتہ اے نسیب	مال و جاں دادہ پئے کالہ معیب
اے شریف مال گیا عمر گئی	عیب دار سرمایہ کے لئے مال اور جان دیدی
نقد دادم زر قلبے بستدم	شاد شاداں سوئے خانہ می شدم
میں نے نقد دے دیا اور کھوٹا سونا لے لیا	خوشی خوشی گھر کی جانب چل دیا
شکر کایں زر قلب پیدا شد کنوں	پیش ازاں کہ عمر بگذشتے فزوں
شکر ہے کہ یہ کھوٹا سونا ابھی واضح ہو گیا	اس سے پہلے کہ زیادہ عمر گزر جاتی
قلب ماندے تا ابد در گردنم	حیف بودے عمر ضائع کردنم
کھوٹا (سونا) ہمیشہ کے لئے میری گردن میں رہ جاتا	مجھے عمر ضائع کرنے پر افسوس ہوتا

چوں پگہ تر قلبی او رو نمود	پائے خود را واکشم من زود زود
چونکہ صبح سویرے اس کا کھوٹ پن ظاہر ہو گیا	میں بہت جلد واپس ہو جاؤں گا
یار تو چوں دشمنی پیدا کند	کر و حقد و رشک او بیروں زند
تیرا دوست جب دشمنی ظاہر کرے	وہ حملہ اور کینہ اور رشک ظاہر کرے
تو ازاں اعراض و افغاں مکن	خویشتن را ابلہ و ناداں مکن
تو اس کے منہ موڑنے سے فریاد نہ کر	اپنے آپ کو بے وقوف اور نادان نہ بنا
بلکہ شکر حق کن و ناں بخش کن	کہ نگشتی در جوال او کہن
بلکہ اللہ کا شکر کر اور روٹی خیرات کر	کہ تو اس کے بورے میں پرانا نہ بنا
از جوالش زود بیروں آمدی	تا بجوئی یار صدق و سرمدی
تو اس کے بورے سے جلد باہر آ گیا	تاکہ سچے اور دائمی یار کو تلاش کر لے
نازنیں یارے کہ بعد از مرگ تو	رشتۂ یاری او گردد سہ تو
وہ نازوں بھرا یار کہ تیرے مرنے کے بعد	اس کی یاری کا رشتہ تگنا ہو جائے
آں مگر سلطاں بود شاہ رفیع	یا بود مقبول سلطان و شفیع
وہ یا تو شہنشاہ فرمانروائے برتر ہے	یا شہنشاہ کا محبوب اور شفیع ہے
رستی از قلاب سالوس و دغل	غر او دیدی عیاں پیش از اجل
تو مکر اور فریب کے آنکڑے سے بچ گیا	تو نے موت سے پہلے اس کی غفلت دیکھ لی
ایں جفائے خلق با تو در جہاں	گر بدانی گنج زر آمد نہاں
دنیا میں تیرے ساتھ لوگوں کا ظلم	اگر تو سمجھے سونے کا چھپا ہوا خزانہ بنا
خلق را با تو چنیں بد خو کنند	تا ترا ناچار رو آنسو کنند
لوگوں کو تیرے ساتھ اس طرح بد عادت کر دیتے ہیں	تاکہ تجھے مجبور اور اس جانب کو کر دیں
ایں یقیں داں کاندر آخر جملہ شاں	خصم گردند وعدو و سرکشاں
تو اس کو یقینی سمجھ کہ آخر میں سب	مخالف اور دشمن اور سرکش بن جائیں گے
تو بمانی با فغاں اندر لحد	لا تذرنی فرد خواناں از احد
تو لحد میں فریاد کرتا ہوا رہ جائے گا	خدا سے "مجھے اکیلا نہ چھوڑ" کہتے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

این جفایت بہ ز عہد وافیاں	ہم ز داد تست عہد باقیاں
تیرے اوپر یہ ظلم وفاداروں کے عہد سے اچھا ہے	باقی لوگوں کا عہد بھی تیری عطا ہے
بشنو از عقل خود اے انبار دار	گندم خود را بارض اللہ سپار
اے کھلیان والے اپنی عقل سے سن لے	اپنے گیہوں کو اللہ تعالیٰ کی زمین کے سپرد کر دے
تاشود ایمن ز دزد و از سپش	دیو را با دیوچہ زو تر بکش
تاکہ وہ چور اور سرسری سے محفوظ ہو جائے	شیطان کو دیمک کے ذریعہ مار ڈال
کو ہمی ترساندت ہردم ز فقر	ہمچو کبکش صید کن اے نرہ صقر
جو تجھے فقر سے ہر وقت ڈراتا ہے	اے نرشکرے! چکور کی طرح اس کا شکار کر لے
باز سلطانی عزیز و کامیار	ننگ باشد کہ کند کبکش شکار
تو بادشاہ کا پیارا اور کامیاب باز ہے	ذلت ہے کہ تجھے چکور شکار کرے
بس وصیت کرد و تخم وعظ کاشت	چوں زمیں شاں شورہ بد سودے نداشت
اس نے بہت وصیت کی اور وعظ کا بیج بویا	چونکہ ان کی زمین شوریلی تھی کوئی فائدہ نہ ہوا
گرچہ ناصح را بود صد داعیہ	پند را اذنے بباید واعیہ
اگرچہ نصیحت کرنے والے کے سو داعیے ہوں	نصیحت کے لئے حفاظت کرنے والا کان چاہیے
تو بصد تلطیف پندش میدہی	او ز پندت میکند پہلو تہی
تو سینکڑوں نرمیوں کے ساتھ اس کو نصیحت کرتا ہے	وہ تیری نصیحت سے پہلو تہی کرتا ہے
یک کس نا مستمع ز استیز و رد	صد کس گوینده را عاجز کند
ایک نہ سننے والا شخص، جھگڑے اور انکار سے	سو کہنے والوں کو عاجز کر دیتا ہے
ز انبیا ناصح تر و خوش لہجہ تر	کے بود کہ رفت دم شاں در حجر
انبیاء سے زیادہ ناصح اور شیریں زبان	کب ہوا ہے؟ کیونکہ ان کی بات پتھر میں گھس گئی ہے
زانچہ کوہ و سنگ درکار آمدند	می نشد بد بخت را بکشادہ بند
جن باتوں سے پہاڑ اور پتھر کارآمد بن گئے	بدبخت کی گرہ نہ کھلی
آنچناں دلہا کہ بدشاں ما و من	نعت شاں شد بل اشد قسوۃ
وہ دل جو متکبر تھے	ان کی صفت "بلکہ (پتھروں سے بھی) زیادہ سخت" بنی

www.besturdubooks.wordpress.com

در بیان آنکہ عطائے حق سبحانہ وتعالیٰ وقدرت او موقوف قابلیت نیست ہمچوں داد خلقاں کہ آنرا قابلیت باید زیرا کہ عطائے حق تعالیٰ قدیم است وقابلیت حادث، عطا صفت ھست جل جلالہٗ و قابلیت صفت مخلوق و قدیم موقوف حادث نباشد

اس بات کے بیان میں کہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور قدرت بندوں کی عطا کی طرح قابلیت پر موقوف نہیں ہے۔ اس (مخلوق کی عطا) کے لئے قابلیت چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے اور قابلیت حادث ہے عطا اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ کی صفت ہے اور قابلیت مخلوق کی صفت ہے اور قدیم حادث پر موقوف نہیں ہے۔

چارۂ آں دل عطائے مبدلیست	داد او را قابلیت شرط نیست
اس دل کا علاج، بدل دینے والے کی مہربانی ہے	اس کی عطا کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے
بلکہ شرط قابلیت داد او ست	داد لب و قابلیت ہست پوست
بلکہ قابلیت کی شرط اس کی عطا ہے	عطا مغز ہے اور قابلیت چھلکا ہے
اینکہ موسیٰ را عصا ثعباں شود	ہمچو خورشیدے کفش رخشاں شود
یہ کہ (حضرت) موسیٰ کی لاٹھی اژدھا بنے	ان کی ہتھیلی سورج کی طرح چمک دار بنے
صد ہزاراں معجزات انبیا	کاں نگنجد در ضمیر عقل ما
انبیاء کے لاکھوں معجزے	جو ہماری عقل میں نہیں سماتے ہیں
نیست از اسباب، تصریف خداست	نیستہا را قابلیت از کجا ست
وہ اسباب کے ذریعہ نہیں ہیں، خدا کا تصرف ہے	فنا ہونے والوں کے لئے قابلیت کہاں ہے؟
قابلی گر شرط فعل حق بدے	ہیچ معدومے بہ ہستی نامدے
اللہ (تعالیٰ) کے کام کے لئے اگر قابل ہونا شرط ہوتا	تو کوئی معدوم موجود نہ ہوتا
سنتے بنہادہ و اسباب و طرق	طالباں را زیر ایں ازرق تتق
(اللہ نے) دستور اور اسباب اور راستے رکھ دیئے ہیں	اس نیلے ہرا پردہ کے نیچے طلبگاروں کے لئے
بیشتر احوال بر سنت رود	گاہ قدرت خارق سنت شود
زیادہ باتیں دستور کے مطابق ہوتی ہیں	کبھی قدرت (الٰہی) دستور کو توڑنے والی بن جاتی ہے
سنت و عادت نہادہ با مزہ	باز کردہ خرق عادت معجزہ
پر لطف دستور اور عادت مقرر کی ہے	پھر دستور کے توڑنے کو معجزہ بنا دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

بے سبب گر عز بما موصول نیست	قدرت از عزل سبب معزول نیست
اگر بغیر سبب کے عزت ہمیں نہیں ملتی	قدرت (الٰہی) سبب کو معزول کر دینے سے معزول نہیں ہے
اے گرفتار سبب بیروں مپر	لیک عزل آں مسبب ظن مبر
اے سبب کے پابند (سبب سے) باہر پرواز نہ کر	لیکن اس سبب پیدا کرنے والے کی معزولی کا گمان نہ کر
ہر چہ خواہد آں مسبب آورد	قدرت مطلق سببہا بر درد
وہ سبب پیدا کرنے والا جو چاہتا ہے کرتا ہے	مطلق قدرت اسباب کو پھاڑ ڈالتی ہے
لیک اغلب بر سبب راند نفاذ	تا بداند طالبے جستن مراد
لیکن وہ عموماً سبب پر (مدار) رکھتا ہے	تاکہ طلبگار مراد کو تلاش کرنا جان جائے
چوں سبب نبود چہ رہ جوید مرید	پس سبب در راہ می آید پدید
جب سبب نہ ہو تو ارادہ کرنے والا کون سا راستہ ڈھونڈے	تو سبب راستہ کے بارے میں نمودار ہوتا ہے
ایں سببہا بر نظرہا پردہاست	کہ نہ ہر دیدار صنعش را سزاست
یہ اسباب نظروں پر پردے ہیں	کیونکہ ہر شخص اس کی کاریگری کے دیکھنے کے لائق نہیں ہے
دیدۂ باید سبب سوراخ کن	تا حجب را برکند از بیخ و بن
سبب میں سوراخ کر دینے والی نگاہ چاہئے	تاکہ وہ جڑ اور بنیاد سے پردوں کو اکھاڑ پھینکے
تا مسبب بیند اندر لامکاں	ہرزہ بیند جہد و اسباب و دکاں
تاکہ لامکان میں سبب پیدا کرنے والے کو دیکھے	کوشش اور اسباب اور دکان کو بیکار سمجھے
از مسبب میرسد ہر خیر و شر	نیست اسباب و وسائط اے پدر
ہر بھلائی اور برائی سبب پیدا کرنے والے کی طرف سے آتی ہے	اے باوا! اسباب اور واسطے نہیں ہیں
جز خیال منعقد بر شاہراہ	تا بماند دور غفلت چند گاہ
سوائے خیال کے جو راستہ پر جما ہوا ہے	تاکہ تھوڑی دیر غفلت کا زمانہ رہے

شرح حبیبی

گذشتہ زمانہ میں ایک باخدا اور نیک شخص تھے جو کہ صاحب عقل کامل اور انجام بینی سے موصوف تھے وہ یمن کے خروان نام گاؤں میں رہتے تھے اور خیرات اور حسن خلق میں شہرۂ آفاق تھے۔ ان کی گلی فقراء کا مرجع تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اہل حاجت ان کے یہاں آیا کرتے تھے۔ ان کی خیرات کی یہ حالت تھی کہ اول بالیوں میں سے عشر دیتے تھے اس کے بعد جب بھوسے سے گیہوں نکلتے تھے اس وقت عشر دیتے تھے اس کے بعد جب گیہوں کو پیسا جاتا تھا تو آٹے میں سے عشر دیتے تھے اور جب آٹے کو پکا کر روٹیاں بناتے تھے تو روٹیوں میں سے عشر دیتے تھے غرضکہ ہر آمدنی میں سے عشر نکالتے تھے اور کسی آمدنی کا عشر بے دیئے نہ چھوڑتے تھے اور جو چیز بھی ہوتی اس میں سے متعدد مرتبہ عشر نکالتے تھے چنانچہ وہ اول انگوروں سے عشر نکالتے تھے اس کے بعد جب وہ سوکھ کر مویز بنتے تھے تو مویز سے عشر نکالتے تھے اور اگر انگوروں کا شیرہ نکالتے تھے تو اس شیرہ میں سے عشر نکالتے تھے۔

غرضکہ جو چیز بھی ہوتی تھی خواہ کم ہو یا زیادہ اس کا عشر بغیر دیئے نہ چھوڑتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی یہی کرتے تھے کہ اپنی اولاد کو بہت کچھ نصیحت کرتے رہتے تھے اور فرماتے رہتے تھے کہ خدا کے واسطے اور پھر خدا کے واسطے میرے بعد اپنی حرص سے فقیروں کا حق بند نہ کرنا۔ تا کہ طاعت حق کی پناہ میں تمہاری کھیتی اور پھل تمہارے لئے برقرار رہیں یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آمدنیاں اور میوہ سب کے سب حق سبحانہ نے عالم غیب سے بھیجے ہیں اور اس میں کچھ شک وشبہ نہیں اس لئے اگر تم اس کو وہیں خرچ کرو گے جہاں سے وہ آئے ہیں تو تم کو فائدہ ہوگا کیونکہ وہ بڑے نفع کی درگاہ ہے وہاں صرف کرنے والوں کو بہت کچھ نفع ملتا ہے۔

دیکھو کسان اکثر آمدنی کو کھیت میں پھر بو دیتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ غلہ کا مدار اسی پر ہے اگر یہ نہ ہو تو غلہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ اکثر حصہ بو دیتا ہے اور کم کو کھا لیتا ہے کیونکہ اس کو اس کے اگنے میں اور اگ کر زائد غلہ پیدا ہونے میں کچھ شک نہیں ہوتا اور وہ کسان اس لئے اس غلہ سے ہاتھ جھاڑتا ہے اور وہ غلہ بھی اسی زمین سے پیدا ہوتا تھا۔ اس لئے وہ سمجھتا ہے کہ اور غلہ بھی ضرور پیدا ہوگا۔ علیٰ ہذا موچی اس رقم سے جو روٹی سے بچتی ہے چمڑا اور زری اور ریشا خریدتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میری آمدنی کی جڑ یہی تھی اور انہی سے میری بند روزی کھلے گی اس لئے جہاں سے اسے آمدنی ہوئی تھی وہیں دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ لوگ وہیں خرچ کرتے ہیں جہاں سے ان کو آمدنی ہوتی ہے تو اب تم سمجھو کہ روزی کی اصل اور اس کا مبدء حق سبحانہ ہیں اور زمین اور ریشا وغیرہ ایک آڑ ہیں۔ اس بناء پر تم کو راہ خدا میں صرف کرنا چاہئے اور جب تم کو بونا ہو تو اصل زمین میں بونا چاہئے تا کہ ایک ایک دانہ کے لاکھ دانے پیدا ہوں۔

اچھا اگر تم نے بیج اس زمین میں بویا جس کو تم سبب سمجھتے تھے اور وہ دو تین سال تک اگے گا تو جب کہ وہ دو تین سال نہ اگے گا تو تم بجز اس کے کیا کرو گے کہ دعا اور تضرع وزاری کو دست آویز بناؤ اور خدا کے سامنے اپنا سر پیٹو۔ پس تمہارا سر اور تمہارے ہاتھ اس امر کے گواہ ہیں کہ رزق دینے والے حق سبحانہ ہیں اور یہ شہادت اس لئے ہے تا کہ تم جان لو کہ اصل میں مبدء رزق حق سبحانہ ہیں اور تا کہ جو کوئی رزق کا طالب ہو وہ اسی کو ڈھونڈے۔

خیر تو جب کہ یہ ثابت ہو گیا کہ اصل رزق دینے والے حق سبحانہ ہیں اور باقی تمام اسباب و وسائط ہیں تو اب تم کو چاہئے کہ تم رزق اسی سے طلب کرو نہ کہ زید وعمرو سے اور مستی خود اس سے چاہو نہ کہ بھنگ اور شراب سے یعنی اگر تم کو مستی مطلوب ہے تو حق سے دعا کرو کہ اے اللہ تو ہمیں اپنی محبت سے سرشار کر اور مستی کے لئے شراب

اور بھنگ نہ پیو۔ اور دولت مندی اس سے جا ہو نہ کہ عزیز واقارب سے کیونکہ بالآخر ان سے جدائی ہوگی۔ اس وقت بتلاؤ کسے پکارو گے۔ حق سبحانہ کو۔ پس اب بھی اسی کو پکارو اور سب کو چھوڑ دتا کہ جب وہ تمہارا معین و مددگار ہو جائے تو جس وقت یوم یفر المرء من اخیہ متحقق ہو۔ اور آدمی اپنے سائے سے بھاگے اور جس روز کہ بیٹا اپنے باپ سے بھاگے یعنی قیامت میں اس وقت عالم کی سلطنت کے مالک ہیں کیونکہ جب تم خدا کے ہو جاؤ گے خدا تمہارا ہو جائے گا اور جب خدا تمہارا ہو گیا تو ہر چیز تمہاری ہے۔

فائدہ:۔ فاتضح من هذا التقرير ان قوله چون یفر المرء الخ ظرف لقوله باشی وارث ملک جہاں۔ ولیس جملہ شرطیہ کما توہم) رہی یہ بات کہ اس وقت ہر دوست دشمن کیوں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمہارا بت یعنی راہ حق سے مانع تھا۔ اور چونکہ تم حق سبحانہ کی مخلوق سے مانوس ہو گئے تھے اس لئے خالق سے روگردان ہو گئے تھے حاصل یہ ہے کہ قیامت میں دوستوں کی دشمنی کا سبب یہ ہے کہ تم دنیا میں ان سے دل لگا کر حق سبحانہ سے غافل ہو گئے تھے۔

پس حق سبحانہ تم کو دکھلائیں گے کہ دیکھو جس کے لئے تم نے ہم کو چھوڑا تھا وہ یہ ہیں۔

فائدہ:۔ فظهر من هذا المقال الی ما قال بحر العلوم فی تقریر قولہ زاں شود بر دوست الخ ہو الحق وما توہم من ان قولہ زاں شود صلۃ لقولہ عدو والاشارۃ فی قولہ زان الی الشخص المذکور فی البیت السابق منشاء الجہل باسالیب الکلام ومحاورات اہل اللسان) جب حالت یہ ہے کہ قیامت میں دوست دشمن ہو جائیں گے تو اگر دنیا میں تمہارے دوست تمہارے مخالف ہو جائیں اور تم سے پھر جائیں اور تم سے دشمنی کرنے لگیں تو تم کو کہنا چاہئے کہ آج مجھے کامیابی حاصل ہوگئی۔ کیونکہ جو کل ہونے والا تھا وہ آج ہی ہو گیا۔ اور اہل دنیا میرے دشمن ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے ہی قیامت مجھے مشاہد ہوگئی۔ یعنی قبل اس کے کہ میں اپنا زمانہ گزار دوں اور ان کے ساتھ رہ کر اپنی عمر ختم کر دوں۔ میں نے عیب دار سامان خریدا تھا۔ پس شکر ہے کہ سویرے ہی اس کا عیب معلوم ہو گیا یعنی قبل اس کے کہ میرا سرمایہ عمر میرے ہاتھ سے جاتا رہتا اور آخر میں وہ عیب دار ثابت ہوتا اور میرا مال جا چکتا۔ عمر برباد ہو جاتی۔ اور میں مال اور جان دونوں ایک عیب دار سامان کے لئے دے چکتا۔ میں نے کھرا مال دے کر کھوٹا سونا خریدا تھا۔ اور خوش خوش گھر جا رہا تھا تو شکر ہے کہ یہ سونا ابھی کھوٹا ثابت ہو گیا یعنی قبل اس کے کہ زیادہ عمر گزر جاتی اور کھوٹا سونا ہمیشہ میرے گلے کا ہار رہتا اور اس وقت مجھے اپنی عمر کے ضائع کرنے پر افسوس تھا اب چونکہ اس کا کھوٹا پن سویرے ہی ظاہر ہو گیا تو میں جلد سے جلد اس سے علیحدگی اختیار کرتا ہوں۔ دیکھو ہم پھر کہتے ہیں کہ جب تمہارا کوئی دوست تم سے دشمنی پیدا کرے اور اس کا حملہ اور کینہ اور حسد ظاہر ہو تو تم اس کی بے رخی سے رونا پیٹنا مت اور اپنے کو احمق اور بے وقوف نہ بنانا۔ بلکہ خدا کا شکر کرنا۔ اور شکرانہ میں روٹیاں تقسیم کرنا کہ تم اس کے ہی پھندے میں بڈھے نہ ہو گئے اور اس کے پھندے سے جلد نکل آئے تاکہ تم اس سے نکل کر سچے اور ہمیشہ رہنے والے دوست کو تلاش کرو۔ وہ نازنین یار جس کی دوستی کا علاقہ ہمیشہ رہے اور موت سے بھی نہ ٹوٹے۔ بلکہ موت کے بعد اور مضبوط ہو جائے کون ہے وہ یا تو حق سبحانہ ہیں یا اہل اللہ۔

پس تم ان کو دوست بناؤ شکر ہے کہ تم مکار فریبی دغاباز دوست کے پنجے سے چھوٹ گئے اور اس کا فریب تم

www.besturdubooks.wordpress.com

کو موت سے پہلے ہی معلوم ہو گیا۔ دیکھو دنیا میں مخلوق کی تمہارے ساتھ دشمنی اگر تم غور کرو تو تمہارے لئے ایک مخفی خزانہ ہے کیونکہ حق سبحانہ لوگوں کو تمہارا دشمن اس لئے کرتے ہیں کہ تم سب سے مایوس ہو کر مجبوراً حق سبحانہ کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اس سے بڑی دولت کیا ہو سکتی ہے۔

پس ثابت ہوا کہ مخلوق کی دشمنی اشرفیوں کا مخفی خزانہ ہے جو قابل قدر ہے نہ کہ قابل وحشت۔ یہ امر تم یقینی طور پر جان لو۔ کہ آخر میں تمام دوست دشمن ہو جائیں گے اور قبر میں آہ وزاری تمہارہ جاؤ گے اور خدا سے ملتجی ہو گے کہ اے وہ ذات جس کی تختی وفاداراں کے وفائے عہد سے بہتر ہے اور اہل اللہ کا وفائے عہد جس کو عطا ہے تو مجھے قبر میں تنہا نہ چھوڑ و اور میرا ساتھی ہو جا۔ پس اے دولت مند غلہ والے تو اپنا غلہ خدا کی زمین کے حوالہ کر دے۔ اور جو کچھ بھی تو خرچ کرے خدا کے لئے کر۔ تا کہ نہ تجھے چوروں کا کھٹکا ہے اور سر ریوں کا اور تو بڑے شیطان اور چھوٹے شیطان یعنی نفس دونوں کو جلد مار دے جو کہ تجھے آخرت کی کھیتی سے مانع ہیں کیونکہ وہ تجھے ہر وقت فقر و فاقہ سے ڈراتے ہیں۔ پس تو اے چرغ نر اس چکور کا شکار کر کیونکہ ایک غالب اور با مقصد بادشاہ کے باز کے لئے بڑی شرم کی بات ہے کہ چکور اس کا شکار کرے۔

خلاصہ یہ کہ تو شیطان اور نفس کو مغلوب کر اور ان سے مغلوب نہ ہو کیونکہ تو حق سبحانہ کا باز ہے اور نفس و شیطان چکور ایسی حالت میں تیرا ان سے مغلوب ہو جانا تیرے لئے بڑی شرم کی بات ہے۔

خیر یہ مضمون ارشادی تو ختم ہوا اب سنو کہ اس بزرگ نے اپنی اولاد کو بہت کچھ نصیحت کی لیکن چونکہ ان کی طبیعت نا قابل تھی اور وہ اپنی استعداد کو خراب کر چکے تھے اس لئے ان کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ اب مولانا پھر مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ناصح ہزار چاہے مگر کچھ بھی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ تاوقتیکہ مستمع کا مقصود قبول نصیحت نہ ہو۔ اس لئے کہ نصیحت کے لئے اس کی ضرورت ہے کہ آدمی اس کو بگوش قبول سے ورنہ اگر سمع قبول نہ ہو گا تم ہزار مہربانی سے نصیحت کرو وہ تمہاری ایک بات نہ سنے گا ایک تم کیا اگر سو بھی ہوں تو بھی کچھ فائدہ نہیں کیونکہ ایک نہ ماننے والا شخص اپنی مخالفت اور انکار سے آپ کے سو ناصحوں کو عاجز کر دیتا ہے۔ تم غور کرو کہ انبیاء سے زیادہ ناصح اور خوش گفتار کوئی کب ہو سکتا ہے کیونکہ ان کا کلام پتھروں تک میں اثر کر گیا ہے لیکن آپ کی جس گفتگو کو سن کر پہاڑ اور پتھر کام کرنے لگے۔

اس سے بد نصیب آدمی کی بیڑی نہ ٹوٹی اور اس نے کام نہ کیا۔ اور وہ دل جو خودی میں گرفتار تھے اس کی نسبت حق سبحانہ نے یہی فرمایا کہ وہ تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہیں ایسے قلوب کا علاج کچھ نہیں۔ بجز اس کے کہ حق سبحانہ اپنی قدرت کاملہ سے ان کی حالت بدل دیں اور ان پر ہدایت کا افاضہ فرما دیں۔ کیونکہ ناصحین کے نصیحت کی تاثیر کے لئے تو علاوہ امکان ذاتی کے ایک اور خاص استعداد کی ہی ضرورت ہے مگر خدا کے دین کے لئے بجز امکان ذاتی کے اور کسی قابلیت کی ضرورت نہیں بلکہ باستثناء امکان ذاتی ہر قابلیت کے لئے خدا کا دین شرط ہے اور جو قابلیت بھی کسی میں ہے وہ حق سبحانہ کی بخشی ہوئی ہے اگر وہ عطا نہ کرتا تو قابلیت ہی نہ ہو سکتی لہذا اعطائے حق اصل ہے اور قابلیت اس کے تابع۔

دیکھو موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا اژدھا بن جانا اور اس کے ہاتھ کا آفتاب کی طرح چمکنا۔ ان کے علاوہ انبیاء کے اور لاکھوں معجزات جو ہمارے فہم اور عقل سے بالاتر ہیں وہ اسباب سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ وہ محض حق سبحانہ کا تصرف ہیں کیونکہ وہ معدوم تھے اور جب وہ ہی نہ تھے تو ان میں قابلیت کا ہونا چہ معنی دارد۔ پس اگر قابلیت

www.besturdubooks.wordpress.com

خاصہ فعل حق کے لئے شرط ہوتی تو کوئی معدوم موجود ہی نہ ہو سکتا اس لئے کہ قابلیت عرض ہے جس کا وجود تابع ہے وجود موضوع کے۔ پس جبکہ موضوع ہی کا وجود نہ ہوگا تو عرض کا وجود کیونکر ہوگا۔

پس ثابت ہوا کہ فعل حق سبحانہ کے لئے قابلیت شرط نہیں ہے ہاں اس نے اپنے اختیار سے اس نیلگوں پردہ یعنی آسمان کے نیچے طالبین کے لئے ایک قاعدہ مقرر کر دیا ہے اور اسباب اور طریق مقرر کر دیئے ہیں تاکہ طالبین ان طریقوں سے اپنے مطالب کو طلب کریں۔ لہذا اکثر احوال تو تو اس مقررہ قانون کے مطابق ہی ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی قدرت الٰہیہ دفع توہم وغیرہ کے لئے اس قانون کو توڑ بھی دیتی ہے۔ اور گو اس نے ایک مزید ار قانون مقرر کیا ہے مگر کسی مصلحت کی بناء پر معجزہ اس قانون کو توڑ بھی دیتا ہے۔

اس بناء پر ہم کہتے ہیں کہ اگر عزت وغیرہ ہم کو عادۃً بلا سبب نہیں مل سکتی تو اس کے یہ معنی نہیں کہ خدا کو قدرت ہی نہیں ہے اس پر کہ وہ سبب کو درمیان سے ہٹا دے اور بے سبب کے ہم کو ہمارے مطالب عطا فرمائے بلکہ وہ اس پر قادر ہے اور جب چاہتا ہے ایسا کرتا بھی ہے۔ پس اے محبوس سبب تو اسباب سے باہر نہ جا اور اسباب کو نہ چھوڑ لیکن خدا کو سلطان معزول بھی نہ سمجھ۔ اور یہ خیال نہ کر کہ وہ ایک قانون مقرر کر چکا۔ اب اس کے توڑنے پر اسے قدرت نہیں ہے۔ (جیسا کہ آج کل کے مادہ پرست وروشن خیال گمان کرتے ہیں) کیونکہ وہ موجد سبب جو چاہے کر سکتا ہے اور اس کی قدرت کاملہ اسباب کو توڑ پھوڑ سکتی ہے۔ ہاں اکثری حالت یہ ہے کہ اس کے احکام اسباب کی بناء پر نافذ ہوتے ہیں اور مقصود یہ ہے کہ طالبین اپنے مقاصد کو طلب کر سکیں کیونکہ اگر سبب نہ ہوگا تو طالب اپنے مطلوب کے حاصل کرنے کے لئے کون سا طریق تلاش کرے گا کوئی بھی نہیں کیونکہ اس وقت اس کا کوئی طریق ہی نہ ہوگا۔ لہذا راستہ میں سبب ظاہر ہوتا ہے تاکہ وہ بتلائے کہ اس کے تحصیل کا یہ طریق ہے اور یہ اسباب نظروں کے لئے حجاب ہیں۔ کیونکہ ہر شخص حق سبحانہ کے فعل کو بلا توسط دیکھنے کے لائق نہیں۔

اس لئے کہ اس کے لئے ضرورت ہے نظر ثاقب کی جو کہ پردوں کو اکھاڑ پھینکے اور لامکان میں حق سبحانہ کو تصرف کرتے دیکھے اور کوشش اور اسباب اور دکان وغیرہ کو لغو سمجھے۔ اور یہ بات ہر ایک کے اندر نہ تھی لہذا ہر ایک اس کے فعل کو بلا توسط سبب دیکھنے کے قابل نہ تھا۔ حاصل یہ ہے کہ ہر بھلائی اور برائی فی الحقیقت حق سبحانہ کی طرف سے پہنچتی ہے اور اسباب وسائط صرف ایسے ہیں جیسے راستہ میں کوئی خیال بندھ جائے جو کہ فی الحقیقت کوئی چیز نہیں مگر آدمی سمجھتا ہے کہ فلاں شے ہے اور اس سے مقصود یہ ہے کہ آدمی ایک وقت خاص تک غفلت کے چکر میں رہے تاکہ امتحان متحقق ہو سکے۔

در ابتدائے خلقت جسم آدم علیہ السلام کہ جبرئیل علیہ السلام را اشارت کرد کہ برو از زمین مشت خاک برگیر و بروایتے از ہر نواحی مشت خاک برگیر

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کی ابتدا میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اشارہ کیا کہ جا زمین کی مٹی سے ایک مٹھی لے لے اور ایک روایت کے مطابق ہے کہ ہر جانب سے مٹی کی مٹھی اٹھا لے

چونکہ صانع خواست ایجاد بشر	از برائے ابتلائے خیر و شر
جب بنانے والے نے انسان کی پیدائش چاہی	خیر اور شر میں آزمانے کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

جبرئیلؑ صدق را فرمود رو	مشت خاکے از زمیں بستاں گرو
جبرئیل امین سے فرمایا' جا	ایک مٹھی مٹی زمین سے قبضہ میں لے لے
او میاں بست و بیامد بر زمیں	تا گزارد امر رب العالمین
وہ کمر بستہ ہوئے' اور زمین پر آئے	تاکہ رب العالمین کے حکم کو انجام دیں
دست سوئے خاک برد آں موتمر	خاک خود را در کشید و شد حذر
اس فرمانبردار نے زمین کی جانب ہاتھ بڑھایا	زمین نے اپنے آپ کو ہٹایا اور ڈری
پس زباں بکشاد خاک و لابہ کرد	کز برائے حرمت خلاق فرد
پھر زمین نے زبان کھولی اور خوشامد کی	کہ یکتا خلاق کی عزت کے طفیل
ترک من گو و برو جانم بہ بخش	رو بتاب از من عناں خنگ ورخش
مجھے چھوڑ دو اور چلے جاؤ میری جاں بخشی کر دو	گھوڑے اور سواری کی باگ میری جانب سے موڑ دو
در کشا کشہائے تکلیف و خطر	بہر اللہ هل مرا اندر مبر
خطروں اور تکلیف کی کشمکش میں	خدا کے لئے مجھے چھوڑ دو' اندر نہ لے جاؤ
بہر آں لطفے کہ حق بر گزید	کرد بر تو علم لوح کل پدید
اس کرم کے طفیل کہ اللہ (تعالیٰ) نے آپ کو برگزیدہ بنایا	لوح محفوظ کا علم آپ پر ظاہر کر دیا
تا ملائک را معلم آمدی	دائما باحق مکلم آمدی
یہاں تک کہ آپ فرشتوں کے استاد بنے	ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے گفتگو کرنے والے بنے
ہم سفیر انبیاء خواہی بدن	تو حیات جان وحیی نے بدن
آپ انبیاء کے سفیر بھی بنیں گے	آپ وحی کی جان کی زندگی ہیں' نہ کہ بدن کی
بر سرافیلؑ فضیلت بود ازاں	کو حیات تن بود تو آن جاں
(حضرت) اسرافیل پر آپ کو اسی لئے فضیلت ہے	کہ وہ بدن کی زندگی ہیں' آپ جان کی ملکیت ہیں
بانگ صورش نشاۃ تنہا بود	نفخ تو نشو دل یکتا بود
ان کے صور کی آواز جسموں کا زندہ ہونا ہے	آپ کا دم کرنا یکتا دل کا نشوو (نما) ہو گا
مغز جان تن حیات دل بود	پس زداوش داد تو فاضل بود
جسم کی جان کا مغز دل کی زندگی ہے	ان کی عطا سے آپ کی عطا بڑھی ہوئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بازمیکائیلؑ رزق تن دہد	سعی تو رزق دل روشن دہد
پھر (حضرت) میکائیل جسم کا رزق دیتے ہیں	آپ کی کوشش روشن دل کو رزق دیتی ہے
او بداد کیل پر کرد ست ذیل	داد رزق تو نمی گنجد بہ کیل
انہوں نے پیمانہ کی عطا سے دامن بھر دیا ہے	آپ کے رزق کی عطا پیمانہ میں نہیں سماتی ہے
ہم زعزرائیلؑ با قہر و عطب	تو بہی چوں سبق رحمت بر غضب
(حضرت) عزرائیل قہر اور ہلاکت والے سے بھی	آپ بہتر ہیں جیسے کہ رحمت کو غضب پر سبقت ہے
حامل عرش ایں چہار اند و تو شاہ	بہترین ہر چہارے ز انتباہ
یہ چاروں عرش کے حامل ہیں اور آپ شاہ ہیں	از روئے آگاہی چاروں سے بہتر ہیں
روز محشر ہشت بینی حاملانش	ہم تو باشی افضل ہشت آزمانش
حشر کے دن آپ اس کے اٹھانے والے آٹھ دیکھیں گے	اس وقت آپ آٹھوں سے افضل ہونگے
ہمچنیں برمی شمر دو می گریست	بوئے میبرد او کزاں مقصود چیست
وہ اس طرح گناتی تھی اور روتی تھی	اس نے بھانپ لیا تھا کہ اس سے مقصد کیا ہے
معدن شرم و حیا بد جبرئیلؑ	بست آں سوگند ہا بروے سبیل
(حضرت) جبرئیل شرم اور حیا کی کان تھے	ان قسموں نے ان کا راستہ روک دیا
بسکہ لابہ کردش و سوگند داد	بازگشت و گفت یارب العباد
(زمین نے) ان کی بہت خوشامدیں کیں اور قسم دی	وہ واپس ہوگئے اور عرض کیا' یا رب العباد
کہ نبودم من بکارت سرسری	لیک ازانچہ رفت تو دانا تری
میں تیرے کام میں سست نہ تھا	لیکن جو ہوا تو اس کو خوب جانتا ہے
گفت نامے کہ زہولش اے بصیر	ہفت گردوں باز ماند از مسیر
اے بصیر! اس نے آپ کا وہ نام لیا جس کے رعب سے	ساتوں آسمان گردش سے رک جائیں
چوں بنام تو مرا سوگند داد	رحمت عام ست واحسان و وداد
جب اس نے مجھے تیرے نام کی قسم دی	تیری رحمت اور احسان اور محبت عام ہے
شرم آمد گشتم از نامت خجل	ورنہ آسان ست نقل مشت گل
مجھے شرم آ گئی میں تیرے نام کی وجہ سے شرمندہ ہو گیا	ورنہ ایک مٹھی مٹی کا نقل کرنا آسان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ تو زورے دادۂ املاک را	کہ بدانند ایں افلاک را
کیونکہ تو نے فرشتوں کو وہ طاقت عطا کی ہے	کہ وہ ان آسمانوں کو چاک کر دیں
مشت خاکے را چہ قدر و قوت ست	بر گرفتن لیک غالب رحمت ست
ایک مٹھی مٹی کا کیا رتبہ اور طاقت ہے	اٹھا لینے میں لیکن رحمت غالب ہے

شرح حبیبی

مقصود مولانا کا اس قصہ سے اس سوال و جواب کا بیان ہے جو آخر میں حضرت عزرائیل اور حق سبحانہ کے درمیان ہوئے ہیں اور انہی سوالات و جوابات کا مضمون وجہ ربط بما سبق ہے جب کہ یہ فائدہ ضروری معلوم ہو چکا۔ تو اب حل کتاب سنو جبکہ صانع عالم نے بھلوں اور بروں کی آزمائش کے لئے انسان کو پیدا کرنا چاہا تو اپنے مخلص فرشتہ جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ زمین سے مٹھی بھر مٹی ایک خاص وقت کے لئے لاؤ۔ وہ امتثال امر پر کربستہ ہوئے اور زمین پر آئے تاکہ حکم خداوندی کی تعمیل کریں۔ پس اس فرمانبردار فرشتہ نے زمین کی طرف مٹی لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ اس پر زمین نے مٹی دینے سے پہلو تہی کی اور ڈر گئی اور یوں گفتگو اور خوشامد شروع کی۔ کہ وحدہٗ لاشریک پیدا کرنے والے کی عزت کے لئے مجھے معاف کریں اور یہاں سے تشریف لے جائیں اور میری جان بخشی کریں آپ تشریف لے جائیں اور اپنے گھوڑے کی باگ میری طرف سے موڑ دیں۔ یعنی یہاں سے چلے جائیں اور برائے خدا آپ مجھے چھوڑ دیں اور اس عنایت کے لئے جس سے حق سبحانہ نے تم کو برگزیدہ اور مقبول بنایا ہے اور تم پر لوح عالم کا علم روشن کیا ہے حتی کہ آپ فرشتوں کے معلم ہو گئے ہیں اور حق سبحانہ ہمیشہ سے ہمکلام ہوتے ہیں اور انبیاء کے پاس حق سبحانہ کے سفیر ہو کر جایا کریں گے۔ آپ مجھے تکلیف اوامر و نواہی اور خطر کی کشاکش میں نہ ڈالیں یعنی مجھے انسان بننے کے لئے نہ لے جائیں جو کہ اس کشاکش میں مبتلا ہوگا۔ آپ روح کی جنت کا ذریعہ ہیں جو کہ محل وحی ہے نہ کہ حیات جسم کا اور اسی لئے آپ کو اسرائیل پر فضیلت ہے کہ وہ حیات جسم کا ذریعہ ہیں اور آپ حیات روح کا اور ان کی صور سے اجسام مست ہوں گے اور آپ کا نفخ دلوں کو مست کرے گا۔ اور حیات جسمانی کا مغز حیات دل ہے اس لئے آپ کی عطا ان کی عطا سے بڑھی ہوئی ہے۔ یہ آپ کے اسرائیل پر فضیلت کا بیان ہے۔

اب میکائیل پر تفضیل کی وجہ سنئے۔ میکائیل غذائے جسمانی عطا فرماتے ہیں اور قلوب صافیہ کو غذا دیتے ہیں اور وہ تو اسی عطا سے لوگوں کا دامن بھرتے ہیں جو پیمانہ میں نہیں سماتے ہیں اور آپ کی عطا رزق کے پیمانہ میں نہیں سما سکتی۔ نیز عزرائیل قاہر و مہلک سے بھی آپ فائق ہیں اور یوں فائق ہیں جیسے رحمت حق قہر حق پر۔

الحاصل یہ چار فرشتے ہیں جو عرش خداوندی کو تھامے ہوئے ہیں۔ سو آپ اپنے تیقظ سے چاروں میں افضل ہیں۔ اور قیامت میں آٹھ فرشتے عرش بردار ہوں گے۔ اور آپ ان سب میں افضل ہوں گے۔

فائدہ:۔ اس مقام پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ مولانا کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جبرائیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل حاملان عرش ہیں حالانکہ ایسا نہیں۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ غالباً مولانا کو کوئی روایت ملی ہے جس کی بناء پر آپ نے ان کو حاملان عرش فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ جواب کس وقت ہے جبکہ عرش سے مراد عرش معروف مراد لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جائے جیسا کہ مولانا کا ظاہر کلام اس کو مقتضی ہے لیکن اگر عرش سے ملک حق سبحانہ اور حمل سے تدبیر۔ تصرف مراد لیا جائے جیسا کہ ولی محمد اور مولانا بحر العلوم نے کہا ہے تو اس پر یہ شبہ نہ ہوگا لیکن ظاہر کلام مولانا اس توجیہ سے آبی ہے چونکہ وہ تقریر عوام کی فہم سے بالاتر ہے۔ اس لئے ہم نے اس کو ذکر نہیں کیا۔ من شاء فلیرجع الیٰ حواشیھما)

الحاصل زمین جبرائیل علیہ السلام کی ایک ایک صفت گنتی تھی اور روتی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس سے مقصود کیا ہے اور وہ باعلام حق سبحانہ جانتی تھی۔ کہ اس سے انسان بنایا جائے گا پھر اس کو مکلف کیا جائے گا اس کے بعد عاصیوں کو سزا اور مطیعوں کو جزا دی جائے گی یہ تو زمین کی حالت کا بیان تھا۔ اب سنو کہ جبریل علیہ السلام نے کیا کہا۔ سو چونکہ وہ معدن شرم وحیا تھے اس لئے ان کو شرم آئی کہ حق سبحانہ کا واسطہ دینے اور حق سبحانہ کی قسمیں دینے پر بھی اس سے مٹی لے لی جائے۔ اور ان قسموں نے ان کے لئے مٹی لینے کی راہ کو مسدود کر دیا اور چونکہ اس نے بہت سی خوشامدیں کیں اور بہت سی قسمیں دیں اور چونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اسی وقت اور میرے ہی ہاتھ سے اس کام کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لئے تاحکم ثانی مٹی کا لینا ملتوی کر دیا اور عرض حال کے لئے حق سبحانہ کی طرف لوٹ گئے اور جا کر عرض کیا کہ اے اللہ! میں آپ کے کام میں کوتاہی کرنے والا نہ تھا لیکن جو واقعہ پیش آیا ہے اس سے آپ بخوبی واقف ہیں اس نے وہ نام لیا جس کی ہیبت سے ہفت آسمان بھی گردش سے رک جائیں۔ اس لئے میں مٹی لینے سے رک گیا۔ اور چونکہ اس نے مجھے آپ کے نام کی قسم دی تو مجھے شرم آئی اور میں آپ کے نام سے شرمندہ ہو گیا۔ کیونکہ میں جانتا تھا کہ آپ کی رحمت اور احسان اور محبت عام ہے۔ اس لئے کچھ بعید نہیں ہے کہ آپ اپنے اس حکم کو منسوخ فرما دیں۔ بناء بریں میں نے مٹی کا لینا سر دست ملتوی کیا اور عرض حال کے لئے حضور میں حاضر ہوا ورنہ مٹھی بھر مٹی کا لے آنا تو بہت معمولی کام تھا کیونکہ آپ نے تو فرشتوں کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ آسمانوں کو پارہ پارہ کر دیں پھر مٹھی بھر خاک کیا چیز ہے اور اس کی کیا طاقت ہے کہ وہ رک جائے اور نہ آئے لیکن مٹی لینے پر جو کہ قہر تھا۔ بوجوہ مذکورہ رحم غالب ہوا اس لئے تاحکم ثانی مٹی کا لینا ملتوی کیا۔

اب حکم ثانی کا منتظر ہوں یا یوں کہا جائے کہ چونکہ آپ میں صفت رحم غالب ہے اس پر نسخ حکم کا احتمال غالب ہوا اور میں نے مٹی لینا حکم ثانی تک ملتوی کر دیا پھر جبکہ جبرائیل علیہ السلام سے اس قدر شفقت کا ظہور ہوا تو حق سبحانہ نے اس خدمت کو ان سے واپس لے کر اس کو میکائیل کے سپرد کیا جس کا بیان اشعار آئندہ میں آتا ہے۔

فرستادن میکائیل علیہ السلام را بقبض قبضۂ خاک از زمین جہت ترکیب وترتیب جسم مبارک ابوالبشر خلیفۃ الحق مسجود الملائکۃ و معلّمہم حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت میکائیل کو بھیجنا زمین کی مٹی کی ایک مٹھی لینے کے لئے انسانوں کے باپ کے مبارک جسم کی ترتیب اور ترکیب کے لئے جو اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اور فرشتوں کے مسجود اور ان کے استاد حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں

گفت میکائیل را رو تو بزیر	مشت خاکے در ربا از وے دلیر
(حضرت) میکائیل سے فرمایا تو نیچے جا	اے بہادر! اس سے ایک مٹھی مٹی اڑا لا

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ میکائیلؑ شد تا خاکداں	دست کرد او تا کہ برباید ازاں
جب (حضرت) میکائیلؑ زمین پر پہنچے	ہاتھ بڑھایا تا کہ اس میں سے لے لیں
خاک لرزید و درآمد در گریز	گشت او لابہ کناں و اشک ریز
زمین کانپی اور اس نے گریز کیا	وہ خوشامد کرنے لگی اور اس نے آنسو بہائے
سینہ سوزاں لابہ کرد و اجتہاد	با سرشک خونیش سوگند داد
جلے دل سے اس نے خوشامد اور کوشش کی	خون کے آنسوؤں کے ساتھ ان کو قسم دی
کہ بہ یزدان لطیف بے ندید	کہ بکردت حامل عرش مجید
کہ بے مثال مہربان خدا کے واسطے	جس نے آپ کو عرش مجید کا اٹھانے والا بنایا ہے
کیل ارزاق جہاں را مشرفی	تشنگان فضل را تو مغرفی
آپ جہان کے رزقوں کے پیمانہ کے نگراں ہیں	(اللہ کے) فضل کے پیاسوں کو آپ چلو بھر کر دینے والے ہیں
زانکہ میکائیلؑ از کیل اشتقاق	دارد و کیال شد درا رتزاق
کیونکہ میکائیلؑ کیل سے مشتق	ہے اور وہ رزق حاصل کرنے میں پیمانہ سے ناپ کر دینے والا ہے
کہ امانم دہ مرا آزاد کن	بیں کہ خوں آلودہ میگویم سخن
مجھے امن دیجئے مجھے آزاد کر دیجئے	دیکھ لیجئے کہ خون سے آلودہ ہو کر میں بات کر رہی ہوں
معدن رحم الٰہ آمد ملک	گفت چوں ریزم براں ریش ایں نمک
فرشتہ اللہ (تعالیٰ) کی رحمت کی کان ہوتا ہے	(اس لئے میکائیلؑ نے) کہا کہ میں اس زخم پر یہ نمک کیسے چھڑکوں؟
ہم چناں کہ معدن قہر ست دیو	کہ برآورد از بنی آدمؑ غریو
جس طرح شیطان قہر کی کان ہے	جس نے بنی آدمؑ میں شور برپا کر دیا ہے
سبق رحمت بر غضب ہست اے فتا	لطف غالب بود در وصف خدا
اے نوجوان! رحمت غضب سے آگے ہے	خدا کی صفات میں مہربانی غالب تھی
بندگاں دارند لابد خوی او	مشکہا شاں پرز آب جوی او
بندے لامحالہ اس کی عادت رکھتے ہیں	ان کی مشکیں اس کی نہر سے پر ہیں
آں رسول حق قلاوز سلوک	گفت الناس علیٰ دین الملوک
اللہ کے رسولؐ سلوک کے رہنما	نے فرمایا لوگ بادشاہوں کے دین پر ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

رفت میکائیل سوی رب دیں	خالی از مقصود دست و آستیں
(حضرت) میکائیل دین کے رب کی جانب چلے گئے	ہاتھ اور آستین مقصود سے خالی تھا
گفت اے دانای سر و شاہ دیں	کرد خاک لابہ گر نوحہ وانیں
عرض کیا اے راز کے جاننے والے اور دین کے شاہ!	خوشامدی زمین نے آہ و پکار شروع کر دی
خاکم از زاری و نوحہ پست کرد	گریۂ بسیار کرد آں روی زرد
زمین نے عاجزی اور رونے کے ذریعہ مجھے زیر کر دیا	وہ زرد رو بہت روئی
آب دیدہ پیش تو باقدر بود	من نتانستم کہ آرم ناشنود
تیرے سامنے آنسو باعزت تھے	میں اَن سنی نہ بنا سکا
آہ و زاری پیش تو بس قدر داشت	من نتانستم حقوق آں گذاشت
آہ و زاری تیرے سامنے بڑی قدر رکھتی ہے	میں اس کے حقوق کو نظرانداز نہ کر سکا
پیش تو بس قدر دارد چشم تر	من چگونہ گشتمے استیزہ گر
پرنم آنکھ تیرے سامنے بہت رتبہ رکھتی ہے	میں کیسے جھگڑالو بنتا؟
دعوت زاریست روزے پنج بار	بندہ را کہ در نماز آو بزار
ایک دن میں پانچ مرتبہ رونے کی دعوت ہے	بندے کو کہ نماز میں آ اور رو
نعرۂ موذن کہ حی علی الفلاح	آں فلاح ایں زاریست واقتراح
موذن کا نعرہ کہ "فلاح کی جانب آ"	وہ فلاح عاجزی اور گڑگڑانا ہے
آنکہ خواہی کز غمش خستہ کنی	راہ زاری بر دلش بستہ کنی
جس کو تو غم سے نڈھال کرنا چاہتا ہے	اس کے دل پر (آہ و) زاری کا راستہ بند کر دیتا ہے
تا فرود آید بلا بے دافعے	چوں نباشد از تضرع شافعے
تاکہ بغیر روک بلا نازل ہو جائے	جبکہ (آہ و) زاری کا سفارشی نہ ہو گا
وانکہ خواہی کز بلا لیش واخری	جان او را در تضرع آوری
اور جس کو تو بلا سے نجات دلانا چاہتا ہے	اس کی جان کو (آہ و) زاری میں مبتلا کر دیتا ہے
گفتۂ اندر نبے کاں امتاں	کہ برایشاں آمد آں قہر گراں
تو نے قرآن میں کہا ہے کہ وہ امتیں	جن پر بھاری قہر آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں تضرع می نہ کردند آں نفس	تا بلا ز ایشاں بگشتے باز پس
انہوں نے اسی وقت (آہ و) زاری کیوں نہ کی؟	تاکہ ان سے بلا واپس ہو جاتی
لیک دلہاشاں چو قاسی گشتہ بود	آں گنہ ہاشاں عبادت میں نمود
لیکن چونکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے	وہ گناہ ان کو عبادت معلوم ہوتے تھے
تا نداند خویش را مجرم عنید	آب از چشمش کجا داند دوید
جب تک سرکش اپنے آپ کو مجرم نہ سمجھے	آنسو اس کی آنکھ سے کہاں بہنا جانتا ہے؟

قصۂ یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام در بیان آنکہ تضرع وزاری دافع بلائے آسمانی ست وحق تعالیٰ فاعل مختار ست پس تضرع وزاری و تعظیم پیش او مفید باشد و فلاسفہ گویند فاعل بطبع ست و بعلت نہ مختار پس تضرع طبع را نگرداند

(حضرت) یونس علیہ السلام کا قصہ اس بارے میں کہ عاجزی اور زاری آسمانی بلا کے لئے دافع ہے اور اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے۔ تو عاجزی اور زاری اور تعظیم اس کے سامنے مفید ہوگی اور فلاسفہ کہتے ہیں کہ وہ طبعاً اور علت کے طور پر فاعل ہے نہ کہ مختار، تو عاجزی طبیعت کو نہیں بدل سکتی

قوم یونسؑ را چو پیدا شد بلا	ابر پر آتش جدا شد از سما
جب (حضرت) یونسؑ کی قوم کے لئے بلا ظاہر ہوئی	آگ بھرا ابر آسمان سے جدا ہوا
برق می انداخت میسوزید سنگ	ابر می غرید رخ میریخت رنگ
بجلی گراتا تھا، پتھر کو جلاتا تھا	بادل گرج رہا تھا چہرے کا رنگ اڑ رہا تھا
جملہ گاں بر بامہا بودند شب	کہ پدید آمد ز بالا آں کرب
رات کو سب بالاخانوں پر تھے	کہ اوپر سے وہ مصیبتیں رونما ہو گئیں
جملگاں از بامہا زیر آمدند	سر برہنہ جانب صحرا شدند
بالاخانوں سے سب نیچے اتر آئے	ننگے سر جنگل کی طرف بھاگے
مادراں بچگاں بروں انداختند	تا ہمہ نالہ و نفیر افراختند
ماؤں نے بچوں کو باہر نکال ڈالا	حتیٰ کہ سب نے گریہ و زاری بلند کی
از نماز شام تا وقت سحر	خاک می کردند بر سر آں نفر
شام کی نماز سے صبح کے وقت تک	وہ لوگ سر پر خاک ڈالتے رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جملگی آوازہا بگرفتہ شد	رحم آمد بر سرآں قوم لد
سب کی آوازیں بیٹھ گئیں	اس جھگڑالو قوم پر رحم آ گیا
بعد نومیدی و آہ ناشگفت	اندک اندک ابروا گشتن گرفت
ناامیدی اور بے صبری کی آہوں کے بعد	ابر تھوڑا تھوڑا ہٹنے لگا
قصۂ یونسؑ دراز ست و عریض	وقت خاکست و حدیث مستفیض
(حضرت) یونسؑ کا قصہ لمبا اور چوڑا ہے	مٹی اور مشہور قصہ کا وقت ہے
چوں تضرع را بر حق قدرہاست	آں بہا کانجاست زاری را کجاست
چونکہ آہ و زاری کی خدا کے یہاں بہت قدر ہے	آہ و زاری کی جو قیمت وہاں ہے اور کہاں ہے؟
ہیں امید اکنوں میاں را چست بند	خیز اے گرینده و دائم بخند
خبردار! امید رکھ اب کمر خوب کس لے	اے رونے والے! اٹھ اور ہمیشہ کے لئے مسکرا
با تضرع باش تا شاداں شوی	گریہ کن تا بے دہاں خنداں شوی
آہ و زاری کر تاکہ تو خوش رہے	رو تاکہ بغیر منہ کے ہنسے
کہ برابر می نہد شاہ مجید	اشک را در فضل با خون شہید
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے برابر رکھا ہے	فضیلت میں آنسو کو شہید کے خون کے ساتھ
لابہ کرد و اشک چشم خویش راند	رحمت آمد واں غضب را وانشاند
اس (قوم) نے خوشامد کی اور اپنی آنکھ کے آنسو بہائے	رحمت آ گئی اور غضب کو فرو کر دیا

شرح حبیبی

جب جبریل علیہ السلام نے اس خدمت کو لے لیا تو میکائیل علیہ السلام کے سپرد کیا اور کہا کہ تم نیچے جاؤ اور زمین سے بہادرانہ ایک مٹھی خاک لے آؤ۔ پس جبکہ میکائیلؑ زمین پر آئے تو آپ نے ہاتھ بڑھایا تا کہ اس سے مٹی لے جائیں یہ دیکھ کر زمین تھرا گئی۔ اور اس نے مٹی دینے سے پہلوتہی کی اور خوشامد کرنے لگی اور آنسو بہانے لگی اور اس نے جلے دل سے خوشامد اور سعی کی اور خون رو کر قسم دی اور کہا کہ تمہیں قسم ہے اس خدائے مہربان و بے مثل کی جس نے تم کو حامل عرش مجید بنایا ہے تم ارزاق عالم کے نگران اور تشنگاں فضل کے چلو بھرنے والے ہو یعنی طالبان رزق کو رزق تقسیم کرنے والے ہو۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ان کے نام کا میکائیل ہونا خود اس بات کا ثبوت ہے اس لئے کہ میکائیل کیل سے مشتق ہے اور وہ روزی حاصل کرنے کے باب میں کیال ہیں) تم مجھے امان دو اور اس بلا سے چھڑاؤ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو میں خون آلود ہو کر گفتگو کرتی ہوں تم اس کا لحاظ کرو۔ زمین کی یہ حالت دیکھ کر میکائیل علیہ السلام نے مٹی لینا سردست ملتوی کر دیا اور کہا کہ یہ تو آپ ہی زخمی ہے اس کے زخم پر نمک کیوں چھڑکوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فرشتے رحمت حق سبحانہ کا معدن ہیں جس طرح کہ شیاطین جن کے ظلم سے لوگ چلا اٹھے ہیں قہر حق سبحانہ کا معدن ہیں۔ رہی یہ بات کہ فرشتے معدن رحمت کیوں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت حق سبحانہ اس کے غضب سے بڑھی ہوئی ہے اور وصف خداوندی میں لطف غالب ہے اس لئے جو اس کے خاص بندے ہیں وہ حق سبحانہ ہی کی خصلت رکھتے ہیں اور ان کی مشکیں ان کے آب جو سے پر ہوتی ہیں۔ چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ راہ سلوک کے راہبر ہیں فرماتے ہیں۔ الناس علیٰ دین ملو کھم یعنی لوگ اپنے بادشاہوں کے طریق پر ہوتے ہیں۔ پس فرشتے چونکہ حق سبحانہ کی سلطنت کو تسلیم کرنے والے اور اس کے مطیع ہیں اس لئے ان میں حق سبحانہ ہی کی خصلت ہے اور وہ بھی معدن رحمت ہیں۔ برخلاف شیاطین کے کہ چونکہ وہ باغی ہیں اس لئے ان میں بجائے رحمت کے قہر غالب ہے۔

خیر تو میکائیل علیہ السلام نے بھی نہیں لی۔ اور خالی ہاتھ حق سبحانہ کی طرف واپس ہو گئے اور جا کر کہا کہ اے عالم امور مخفیہ اور اے رب دین خوشامد کرنے والی زمین روئی چیخی اور اس نے مجھے اپنے گریہ وزاری سے مٹی لینے سے روک دیا کیونکہ اس نے بہت گریہ وزاری کی اور چونکہ آنسوؤں کی آپ کے سامنے بہت قدر ہے اور میں آپ کے اخلاق سے متخلق ہوں اس لئے میں اس کے گریہ کو نظر انداز نہ کر سکا اور چونکہ آہ وزاری آپ کے یہاں بہت باوقعت ہے اس لئے مجھ سے نہ ہو سکا کہ میں اس کے حقوق کو ضائع کر دوں۔ اور جبکہ چشم تر کی آپ کے یہاں بے حد قدر ہے تو بھلا میں اس کی مزاحمت کیسے کر سکتا تھا۔ پس میں بدیں خیال کہ شاید آپ اس کی گریہ وزاری پر نظر فرما کر اپنے حکم سابق کو منسوخ فرما دیں جیسا کہ آپ ایسی حالت میں کیا کرتے ہیں خالی ہاتھ واپس چلا آیا اور حکم ثانی تک مٹی کا لانا ملتوی کر دیا۔

یہاں سے مولانا کا مضمون شروع ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ آپ کے نزدیک گریہ وزاری کی بہت قدر ہے جیسا کہ میکائیل علیہ السلام نے فرمایا ہے چنانچہ ہر روز پانچ مرتبہ بندہ کو آب زاری کی دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آؤ اور اپنی نماز میں زاری کرو۔ چنانچہ موذن جو پانچ وقت حی علی الفلاح کہتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آؤ رستگاری کی طرف۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آؤ تضرع کرو۔ کیونکہ فلاح زاری اور خستگی ہی ہے اور جس کے دل کو آپ غم ابدی کے تیروں سے زخمی کرنا چاہتے ہیں اس کے دل پر آپ راہ تضرع کو بند کر دیتے ہیں تاکہ اس وقت جبکہ اس کے لئے تضرع شفاعت کنندہ نہ ہو۔ بلا اس پر بدوں کسی واقع کے نازل ہو۔ اور جس کو آپ بلا سے نجات دینا چاہتے ہیں اس کو تضرع عطا فرماتے ہیں تاکہ اس کی برکت سے وہ بلا اس سے دفع ہو جائے۔

چنانچہ آپ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ جن لوگوں پر ہمارا زبردست قہر نازل ہوا تھا انہوں نے اس وقت تضرع کیوں نہ کیا کہ بلا ان سے لوٹ جاتی لیکن وہ ایسا کیوں کرتے کیونکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے اور جبکہ ان کے دل سخت ہو گئے تھے تو ان کو گناہ عبادت معلوم ہوتے تھے اور جب تک کوئی شخص اپنے کو قصوروار نہ سمجھے اس وقت تک وہ رو نہیں سکتا اور وہ اپنے سنگ دل سے اپنے کو مجرم سمجھتے نہ تھے تو روتے کیونکر۔ اور جبکہ وہ روئے نہیں تو ان سے بلا بھی دفع نہیں ہوئی لیکن اگر وہ تضرع وزاری کرتے تو ضرور ان سے بلا دفع ہو جاتی۔ چنانچہ جب قوم یونس علیہ السلام کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بلا ظاہر ہوئی ہے اور ان کی سرکوبی کے لئے آسمان سے آگ سے لبریز ابر چلا ہے جس کی حالت یہ تھی کہ بجلی گرا کر پتھروں کو پھونک دیتا تھا اور گرجتا تھا تو چہروں کا رنگ اڑ جاتا تھا تو اس وقت رات کا وقت تھا اور سب لوگ کوٹھوں پر تھے۔ پس جبکہ اوپر یہ بلا ظاہر ہوئی تو سب کوٹھوں سے اتر آئے اور ننگے سر جنگل کو چل دیئے اور عورتوں نے اپنے بچوں کو باہر لے جا ڈالا اور نتیجہ یہ ہوا کہ سب نے رونا پیٹنا شروع کیا اور مغرب کے وقت سے صبح تک اپنے سر پر خاک ڈالتے رہے اور چیختے چیختے سب کے گلے پڑ گئے کہ آوازیں نہ نکلتی تھیں۔ اس پر حق سبحانہ کو اس جھگڑالو قوم پر رحم آیا اور ناامیدی اور بے صبرانہ آہ وزاری کے بعد رفتہ رفتہ ابر ہٹنا شروع ہو گیا اور بالآخر تمام ابر صاف ہو گیا۔

خیر یونس علیہ السلام کا قصہ تو بہت لمبا چوڑا ہے اس کو ختم کرنا چاہئے اور زمین کی حالت اور اس مشہور قصہ کے بیان کا وقت ہے اس کو بیان کرنا چاہئے لیکن اتنا ضرور کہہ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ حق سبحانہ کے نزدیک تضرع وزاری کی بے حد قدر ہے اور جو اس کے یہاں قدر ہے وہ اور کہیں نہیں تو اے رونے والے کی امید اب تو کمر مضبوط باندھ لے اور رحمت الٰہی کے لئے تیار ہو جا اور اے رونے والے اٹھ اور ہمیشہ کے لئے ہنس۔ اب تیرے لئے خندہ دائم ہے۔ مطلب ہمارا یہ ہے کہ تم تضرع کرتے رہو۔ تاکہ تمہیں خندہ ابدی حاصل ہو اور خوب روؤ۔ تاکہ تم بے منہ کے ہنسو۔ یعنی تم کو فرحت روحانی حاصل ہو اور تمہاری روح ہنسے جو کہ منہ نہیں رکھتی کیونکہ حق سبحانہ کے یہاں رونے کی بڑی قدر ہے اور حق سبحانہ آنسوؤں کو خون شہداء کے برابر فضیلت دیتے ہیں اور جوں ہی کسی نے تضرع کیا اور آنسو بہائے فوراً رحمت الٰہی آتی ہے اور قہر حق کو دبا دیتی ہے۔

فائدہ:۔ محشی نے لابہ کردی ضمیر کو قوم یونس کی طرف راجع کیا ہے مگر میرے نزدیک مناسب نہیں۔

اس مضمون کو ختم کرکے پھر زمین کے قصہ کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

فرستادن اسرافیل را علیہ السلام بخاک کہ برو وقبضۂ برگیر از خاک بہر ترکیب جسم آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت اسرافیل علیہ السلام کو زمین کی جانب بھیجنا کہ جاؤ اور حضرت آدمؑ "ہمارے نبی اور ان پر درود وسلام ہو" کے جسم کے بنانے کیلئے ایک مٹھی مٹی لے آؤ

گفت اسرافیل را یزدان ما	کہ بروزاں خاک پر کن کف بیا
ہمارے خدا نے (حضرت) اسرافیل سے فرمایا	کہ جاؤ اس مٹی سے مٹھی بھر کر آ جاؤ
آمد اسرافیل ہم سوئے زمیں	باز آغازید خاکستاں حنین
(حضرت) اسرافیل بھی زمین کی جانب آئے	زمین نے پھر رونا شروع کر دیا
کاے فرشتہ صور واے بحر حیات	کہ زدمہائے تو جاں یابد موات
کہ اے صور کے فرشتے! اور اے زندگی کے سمندر!	کہ آپ کے سانسوں سے مردے زندہ ہو جاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

دردمی در صور یک بانگ عظیم	پرشود محشر خلائق از رمیم
آپ صور میں ایک بڑی آواز پھونکیں گے	محشر بوسیدہ ہڈیوں کی (زندہ) مخلوق سے پر ہو جائے گا
دردمی در صور و گوئی الصلا	برجہید اے کشتگان کربلا
آپ صور میں پھونکیں گے اور کہیں گے بلاوا ہے	اے کربلا کے شہیدو! اٹھ کھڑے ہو
اے ہلاکت دیدگاں از تیغ مرگ	برزنید از خاک سرچوں شاخ و برگ
اے موت کی تلوار سے ہلاک ہونے والو!	شاخ اور پتوں کی طرح زمین سے سر ابھارو
رحمت تو واندم گیرای تو	پرشود ایں عالم از احیای تو
آپ کی رحمت اور آپ کا وہ ہمہ گیر دم کرنا	یہ عالم آپ کے زندہ کرنے سے بھر جائے گا
تو فرشتہ رحمتی رحمت نما	حامل عرشی و قبلہ داد ہا
آپ فرشتہ رحمت ہیں، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں	آپ عرش کے حامل اور انصاف کے قبلہ ہیں
عرش معدنگاہ داد و معدلت	چار جو در زیر او پر مغفرت
عرش انصاف اور عدل کی کان ہے	مغفرت سے پُر چار نہریں اس کے نیچے ہیں
جوی شیر و جوی شہد جاوداں	جوی خمر و دجلۂ آب رواں
دودھ کی نہر اور نہ ختم ہونے والے شہد کی نہر	شراب کی نہر اور بہتے پانی کا دجلہ
پس زعرش اندر بہشتستاں رود	در جہاں ہم چیزکے ظاہر شود
پھر وہ عرش سے جنت کے اندر پہنچتی ہیں	دنیا میں بھی کچھ ظاہر ہو جاتی ہیں
گرچہ آلودست اینجا آں چہار	از چہ از زہر فنائے ناگوار
اگرچہ وہ چاروں یہاں گدلی ہیں	کس چیز سے؟ ناگوار فنا کے زہر سے
جرعۂ برخاک تیرہ ریختند	زاں چہار و فتنہ انگیختند
انہوں نے تاریک مٹی پر ایک گھونٹ بہایا	ان چاروں سے اور فتنہ بپا کر دیا
تا بجویند اصل آنرا ایں خساں	خود بدیں قانع شدند ایں ناکساں
تاکہ یہ کمینے ان کی اصل کو تلاش کریں	نالائق خود اس پر قناعت کر بیٹھے
شیر دادہ پرورش اطفال را	چشمہ کردہ سینہ ہر زال را
بچوں کی پرورش کے لئے دودھ دیا	ہر عورت کے سینہ کو چشمہ بنا دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

خمر دفع غصہ و اندیشہ را	چشمہ کردہ از عنب در باغہا
شراب، غصہ اور فکر کو دور کرنے کے لئے	باغوں میں انگور سے (اس کا) چشمہ جاری کر دیا
انگبیں دار و تن رنجور را	چشمہ کردہ باطن زنبور را
شہد، مریض کے جسم کے لئے دوا ہے	شہد کی مکھی کے باطن کو (اس کا) چشمہ بنا دیا
آب بہر عام اصل و فرع را	از برای طہر و بہر کرع را
پانی عوام کی جڑ اور شاخ کے لئے	پاکی اور پینے کے لئے
تا ازینہا پے بری سوی اصول	تو بدیں قانع شدی اے بوالفضول
تاکہ تو ان سے اصل کا پتہ لگائے	اے لغو! تو نے اس پر قناعت کر لی
بشنو اکنوں ماجرای خاک را	کہ چہ میگوید فسوں محراک را
اب مٹی کا قصہ سن	کہ حرکت دینے والے (اسرافیل) کو کیا منتر سنا رہی ہے؟
پیش اسرافیل گشتہ او عبوس	میکند صد گونہ شکل چاپلوس
وہ (حضرت) اسرافیل کے سامنے ترشرو بنی	خوشامد کی سینکڑوں قسم کی صورتیں بناتی تھی
کہ بحق ذات پاک ذوالجلال	کہ مدار ایں قہر را بر من حلال
کہ اللہ (تعالیٰ) کی پاک ذات کا واسطہ	یہ ظلم مجھ پر جائز نہ رکھئے
من ازیں تقلید بوی میبرم	بد گمانی میرود اندر سرم
میں اس گلے میں پھندا ڈالنے سے تاڑ رہی ہوں	میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہو رہی ہے
تو فرشتہ رحمتی رحمت نما	زانکہ مرغے را نیازارد ہما
آپ رحمت کے فرشتے، رحمت کو ظاہر کرنے والے ہیں	کیونکہ ہما پرند کو نہیں ستاتا ہے
اے شفاؤ رحمت اصحاب درد	تو ہماں کن کاں دو نیکو کار کرد
اے دردمندوں کی شفا اور رحمت!	آپ وہی کیجئے جو ان دو بھلوں نے کیا
زود اسرافیل باز آمد بشاہ	گفت عذرو ماجرا نزد لہٗ
(حضرت) اسرافیل فوراً شاہ کے پاس واپس آ گئے	اللہ (تعالیٰ) سے عذر اور قصہ بیان کیا
کز بروں فرماں بدادی کہ بگیر	عکس آں الہام دادی در ضمیر
کہ بظاہر آپ نے حکم فرمایا کہ لے لے	دل میں اس کے برعکس الہام کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

امر کردی در گرفتن سوی گوش	نہی کردی از قساوت سوی ہوش
تونے کان کو لے لینے کا حکم دیا	عقل کو سختی کرنے سے منع کر دیا
رحمت او بیحد ست و بیکراں	او حکیم ہست و کریم و مہرباں
اس کی رحمت لاانتہا اور لامحدود ہے	وہ دانا اور سخی اور مہربان ہے
سبق رحمت گشت غالب بر غضب	اے بدیع افعال نیکو کار رب
رحمت کی سبقت غضب پر غالب ہے	اے عجیب افعال اور اچھے کام والے خدا!

شرح حبیبی

جب کہ میکائیل علیہ السلام سے بھی یہ خدمت لے لی گئی تو اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ اس خاک سے مٹی بھر لاؤ یہ حکم سن کر اسرافیل علیہ السلام بھی زمین کے پاس آئے جب وہ آئے تو زمین نے حسب سابق پھر رونا شروع کیا اور کہا کہ اے فرشتۂ صور! اور اے بحر حیات کہ آپ کے نفخ سے مردہ زندہ ہوتا ہے اور آپ جب صور پھونکیں گے تو باوجودیکہ ہڈیاں گلی سڑی ہوں گی مگر آپ کے صور سے محشر مخلوق سے بھر جائے گا اور آپ جب صور پھونکیں گے اور کہیں گے اے کشتگان کربلا (یا تو مطلق دنیا مراد ہو یا خاص کربلائے معروف والا اول ارجح) تم کو اعلان ہے تم اٹھو۔ تو آپ کی رحمت اور آپ کی مؤثر نفخ سے عالم آخرت آپ کے زندہ کیے ہوئے لوگوں سے بھر جائے گا۔ آپ مجھ پر رحم کیجئے کیونکہ آپ فرشتہ رحمت ہیں اور آپ حامل عرش و حامل مرجع عطایا ہیں۔

اب مولانا استطرادی طور پر فرماتے ہیں کہ عرش معدن بخشش و عدل ہے اور اس کے نیچے چار نہریں ہیں جو معرفت سے لبریز ہیں ایک دودھ کی نہر ہے دوسری شہد دائم کی۔ تیسری شراب کی چوتھی آب جاری کی۔ یہ چاروں عرش سے نکل کر بہشت میں جاتی ہیں اور اس عالم میں بھی اپنے مظاہر ہیں ان کا کسی قدر ظہور ہے گو یہاں وہ اپنی حرافت پر باقی نہیں ہیں:۔ بلکہ آلودہ ہیں کس چیز سے فنائے ناخوش زہر سے۔ قضا و قدر نے ان چاروں کا چھینٹا اس مکدر خاک پر ڈال دیا۔ اور صورت امتحان پیدا کر دی ہے تاکہ لوگ ان کی اصل کو تلاش کریں اور وہ تدبیر کریں جس سے وہ حاصل ہو سکیں۔

مقصود تو ان کی دنیا میں ظاہر کرنے سے یہ تھا مگر یہ ذلیل لوگ انہیں پر قانع ہو گئے اور انہی کو اصل سمجھ کر انہی میں منہمک ہو گئے اور پھر تم سے کہا ہے کہ ان چاروں کو دنیا میں بھی کسی قدر ظاہر فرمایا ہے۔

سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ بچوں کی پرورش کے لئے ماؤں کو دودھ دیا ہے اور ہر اس عورت کے سینہ کو اس کا چشمہ بنایا ہے۔ یعنی اس میں چشمہ بننے کی قابلیت رکھی ہے جو کہ اگر زندہ رہے تو بڑھیا ہو جائے (والشاذ کالمعدوم فلم یعتد بالعواقر۔ فی قولہ زال مجاز باعتبار مائۂ ول الیہ الامر۔ وفی قولہ ہر مجاز ثان وفی قولہ چشمہ کردہ مجاز ثالث۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فتدبر) اوراس نے افکار وہموم کے دفع کے لئے شراب عطا کی ہے۔ یعنی اس میں ان کے دفع کرنے کی خاصیت رکھی ہے تاکہ اس سے معلوم ہو جائے کہ شراب جنت کے پینے والوں کو رنج وفکر اصلاً نہ ہوگا اور پینا تو در کنار خود جنت میں جہاں وہ جاری ہے رنج وغم کا نام نہ ہوگا اوراس کا چشمہ باغوں میں انگوروں کو بنایا ہے۔

فائدہ:۔ یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہئے کہ جب شراب کے پیدا کرنے میں یہ حکمت ہے تو پھراس کے پینے کی ممانعت کیوں ہے اس لئے کہ اول تو شراب ایک عرصہ تک حلال رہی ہے اوراس کی خاصیت سے لوگ بخوبی واقف ہوگئے ہیں۔ پھر کسی شئے کی خاصیت کا معلوم ہونا اس کی اباحت استمرار پر موقوف نہیں کیونکہ عاصین بکثرت ہیں ان کے ذریعہ سے اس کی خاصیت کا علم ہوسکتا ہے۔ پس جبکہ یہ مصلحت اس کے عدم جواز کی صورت میں بھی حاصل ہے تو اب ضرورت نہیں ہے کہ اس مصلحت کو نظر انداز کر دیا جائے جواس کی حرمت کے لئے مقتضی ہے) اوراس نے جسم بیمار کو دوا کے لئے شہد عطا فرمایا ہے اوراس کا چشمہ باطن مگس کو قرار دیا ہے اوراس نے عام طور پر اصول وفروع کو پانی دیا ہے کہ وہ اس سے پاکی حاصل کریں اور پئیں۔ اور یہ تمام اس لئے کیا ہے کہ تم ان سے ان کے اصولوں کا پتہ چلاؤ اور ان کے حاصل کرنے کی تدبیر کرو۔ لیکن تم نے یہ بیہودگی کی کہ انہی پر قانع ہوگئے اور انہی کو مقصود سمجھ بیٹھے۔

افسوس ہے خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب زمین کا قصہ سنو کہ وہ اسرافیل علیہ السلام سے کیا جادو کی باتیں کرتی ہے۔ ہاں تو زمین اسرافیل علیہ السلام کے سامنے منہ بگاڑ کر سینکڑوں صورت سے خوشامد کرتی ہے اور کہتی ہے کہ خدائے ذوالجلال اور پاک کے لئے تم قہر کو مجھ پر جائز نہ رکھو۔ بلکہ مجھ پر رحم کرو مجھے اس کارروائی سے پتہ چلتا ہے کہ مجھے مکلف بنایا جائے گا اوراس سے میرے دماغ میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے۔ آپ فرشتہ رحمت ہیں آپ کا کام رحم ہے۔ لہٰذا مجھ پر رحم فرمایئے اور مجھے نہ ستایئے کیونکہ ہما کسی جانور کو نہیں ستاتا۔ اور اے ارباب تکلیف کے لئے موجب شفا اور سراپا رحمت۔ آپ بھی وہی کریں جو آپ کے دوکوکار پیشتروں نے کیا ہے۔

یہ سن کر اسرافیل علیہ السلام فوراً لوٹ آئے اور زمین کی معذرت اور پورا واقعہ حق سبحانہ سے عرض کر دیا اور کہا کہ اے بدیع افعال اور نکوکار پروردگار آپ نے ظاہر میں تو یہ حکم دیا کہ مٹی لے آؤ اور میرے قلب میں القاء فرمایا کہ اچھا جانے دو اور کان میں حکم دیا کہ مٹی لے آؤ۔ اور دل میں سنگدلی سے ممانعت فرمادی اور فرما دیا کہ اس کی رحمت بے حد اور بے انتہا ہے وہ حکیم اور کریم اور مہربان ہے اس کی رحمت غضب سے فائق ہو کر اس پر غالب ہوگئی ہے۔ لہٰذا میں خالی ہاتھ واپس چلا آیا (خلاصہ یہ کہ جب زمین نے گریہ وزاری کی تو مجھ پر یہ خیال غالب ہوا کہ حق سبحانہ کریم ورحیم ورؤف ہیں وہ اس گریہ وزاری کو نظر انداز نہ کریں گے۔ اور ضرور اپنے حکم کو منسوخ فرمائیں گے۔ نیز اس کی حالت قابل رحم ہے اس پر رحم کرنا چاہئے اور سنگدلی سے کام نہ لینا چاہئے اور چونکہ میں نفس سے منزہ اور شیطان کے تسلط سے بالاتر تھا اس لئے میں نے آپ کے اس مخفی حکم کو ناسخ حکم ظاہر سمجھا اور واپس لوٹ آیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فرستادن عزرائیل علیہ السلام ملک العزم والحزم را بگرفتن قبضۂ خاک تا ساختہ شود جسم آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام چالاک وراست کارو التفات ناکردن عزرائیل علیہ السلام بر تضرع خاک

ارادہ کی پختگی اور پختہ کاری کے فرشتے (حضرت) عزرائیل علیہ السلام کو مٹھی بھر مٹی لینے کے لئے بھیجنا تا کہ حضرت آدم (ان پر اور ہمارے نبی پر درود اور سلام ہو) کا چالاک اور درست کام کرنے والا جسم بنایا جائے اور حضرت عزرائیل کا زمین کی آہ وزاری کی طرف دھیان نہ دینا

گفت یزداں زود عزرائیل را	کہ ببیں آں خاک پر تخییل را
اللہ (تعالیٰ) نے فوراً عزرائیل سے فرمایا	کہ اس خیالات سے بھری زمین کو دیکھ
آں ضعیف زال وظالم را بیاب	مشت خاکے زو بیاور ہیں شتاب
کمزور ظالم بڑھیا کے پاس پہنچ	خبردار! جلد اس میں سے ایک مٹھی مٹی لے آ
رفت عزرائیلؑ سرہنگ قضا	سوئے کرہ خاک بہر اقتضا
موت کے سپاہی (حضرت) عزرائیل روانہ ہو گئے	تقاضہ کرنے کے لئے زمین کے کرہ کی جانب
خاک برقانوں نفیر آغاز کرد	داد سوگندش بسے سوگند خورد
خاک نے دستور کے مطابق چلانا شروع کر دیا	ان کو قسم دی، بہت سی قسمیں کھائیں
کاے غلام خاص وے حمال عرش	اے مطاع الامر اندر عرش وفرش
کہ اے خاص بندے اور اے عرش کے اٹھانے والے!	اے فرش اور عرش کے اندر مخدوم و سردار!
رو بحق رحمت رحمٰن فرد	رو بحق آنکہ باتو لطف کرد
یکتا رحمان کی رحمت کے طفیل چلے جایئے	اس ذات کے طفیل چلے جایئے جس نے آپ پر مہربانی کی
حق شاہے کہ جز او معبود نیست	پیش او زاری کس مردود نیست
اس شاہ کے طفیل جس کے سوا کوئی معبود نہیں	اس کے دربار میں کسی کی (آہ و) زاری مردود نہیں ہے
حق حق حق کہ دست از من بدار	اے ترا از حق فضیلت بے شمار
اللہ (تعالیٰ) کے حق کے طفیل مجھ سے دستبردار ہو جایئے	اے وہ کہ آپ کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بے شمار فضیلتیں ہیں
گفت نتوانم بدیں افسوں کہ من	رو بتابم ز امر او سر و علن
ان (عزرائیل) نے کہا میں اس منتر سے نہیں کر سکتا ہوں کہ میں	اس کے حکم سے ظاہر و باطن میں منہ موڑوں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آخر امر فرمود او بحلم	ہر دو امر اند ایں بگیر از راہ علم
اس نے کہا آخر اس (اللہ تعالیٰ) نے نرمی کا (بھی) حکم دیا ہے	دونوں حکم ہیں از روئے علم اس حکم کو اختیار کر لیجئے
گفت آں تاویل باشد یا قیاس	در صریح امر کم جو التباس
انہوں نے کہا، وہ تاویل یا قیاس ہوگا	صاف حکم میں شبہ نہ نکال
فکر خود را گر کنی تاویل بہ	کہ کنی تاویل آں نا مشتبہ
اگر تو اپنے خیال کی تاویل کر لے بہتر ہے	بہ نسبت اس کے کہ تو غیر مشتبہ میں تاویل کرے
دل ہمی سوزد مرا بر لابہ ات	سینہ ام پر خون شد از شورابہ ات
تیری خوشامد سے میرا دل جل رہا ہے	تیرے آنسوؤں سے میرا سینہ پر خون ہو رہا ہے
نیستم بے رحم بل زاں ہر سہ پاک	رحم بیشستم بتو اے درد ناک
میں بے رحم نہیں ہوں بلکہ ان تین پاکوں سے	اے دردمند تجھ پر مجھے زیادہ رحم آ رہا ہے
گر طپانچہ میزنم من بر یتیم	ور دہد حلوا بدستش آں حلیم
اگر میں یتیم کے طمانچہ ماروں	اور اگر وہ حلیم اس کے ہاتھ میں حلوا دے
ایں طپانچہ خوشتر از حلوائے او	ور شود غرہ بحلوا وائے او
اس کے حلوے سے یہ طمانچہ بہتر ہے	اگر وہ حلوے سے دھوکا کھا جائے اس پر افسوس ہے
بر نفیر تو جگر می سوزدم	لیک حق قہرے ہمی آموزدم
تیری فریاد پر میرا جگر جل رہا ہے	لیکن اللہ (تعالیٰ) مجھے جبر کی تعلیم دے رہا ہے
لطف مخفی درمیان قہر ہا	در خذف پنہاں عقیق بے بہا
قہروں کے درمیان مہربانی چھپی ہوئی ہے	کنکریوں میں بے بہا عقیق چھپا ہوا ہے
قہر حق بہتر ز صد لطف من ست	منع کردن جاں ز حق جاں کندن ست
اللہ (تعالیٰ) کا قہر میری سینکڑوں مہربانیوں سے بہتر ہے	اللہ (تعالیٰ) سے جان بچانا جاں کنی ہے
بدتریں قہرش بہ از لطف دو کون	نعم رب العالمین و نعم عون
اس کا بدترین قہر دونوں جہان کی مہربانی سے بہتر ہے	پروردگار دو عالم بہتر ہے اور مدد بہتر ہے
لطفہائے مضمر اندر قہر او	جاں سپردن جاں فزاید بہر او
اس کے قہر میں مہربانیاں پوشیدہ ہیں	اس کے لئے جان دینا جان کو بڑھاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں رہا کن بدگمانی و ضلال	سر قدم کن چونکہ فرمودت تعال
خبردار! بدگمانی اور گمراہی چھوڑ دے	سر کو پاؤں بنا لے جبکہ اس نے تجھے حکم دیا ہے کہ آ جا
آں تعال او تعالیہا دہد	مستی و جفت و نہالیہا دہد
اس کا آ جا کہنا تجھے بلندیاں عطا کرے گا	مستی اور جوڑا اور توشکیں عطا کرے گا
بارے آں امر سنی را ہیچ ہیچ	من نیارم کرد و ہن و پیچ پیچ
اب اس بلند حکم کو تھوڑا سا بھی	میں سست ڈھیلا اور مشکل نہیں بنا سکتا ہوں
ایں ہمہ نشنید آں خاک نژند	زاں گمان بد بدش در گوش بند
اس پست زمین نے یہ کچھ نہ سنا	اس بدگمانی کی وجہ سے اس کے کان میں رکاوٹ تھی
باز از نوع دگر آں خاک پست	لابہ و سجدہ ہمی کرد او چو مست
پھر وہ پست زمین دوسری طرح سے	مدہوش کی طرح خوشامد اور سجدہ کرتی تھی
گفت نے برخیز نبود زیں زیاں	من سر و جاں می نہم رہن و ضمان
انہوں نے کہا اٹھ کھڑی ہو کوئی نقصان نہ ہو گا	میں سر اور جان گروی اور ضمانت میں دیتا ہوں
گفت مندیش و مکن لابہ دگر	جز بداں شاہ رحیم داد گر
الٹا نہ سوچ اور پھر خوشامد نہ کر	سوائے اس منصف رحیم شاہ کے
بندہ فرمانم نیارم ترک کرد	امر او کز بحر انگیزید گرد
میں حکم کا بندہ ہوں میں ترک نہیں کر سکتا ہوں	اس کا حکم، جس نے سمندر سے گرد اڑا دی
جز ازاں خلاق گوش و چشم و سر	نشنوم از جان خود ہم خیر و شر
اس کان اور آنکھ اور سر کے پیدا کرنے والے کے علاوہ	میں اپنی جان سے بھی بھلی اور بری بات نہ سنوں گا
گوش من از گفت غیر او کر ست	امر او از جان شیریں خوشتر ست
اس کے غیر کی گفتگو سے میرا کان بہرا ہے	اس کا حکم میٹھی جان سے زیادہ بہتر ہے
جاں ازو آمد نیامد او ز جاں	صد ہزاراں جاں دہد او رائگاں
جان اس سے آئی ہے وہ جان سے نہیں آیا ہے	وہ لاکھوں جانیں مفت دے دیتا ہے
جاں چہ باشد کش گزینم بر کریم	کیک چہ بود کہ بسوزم زو گلیم
جان کیا ہوتی ہے کہ میں اس کو کریم پر ترجیح دوں؟	کھٹمل کیا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ سے کملی جلاؤں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

من ندانم خیر الا خیر او	صم و بکم و عمی من از غیر او
میں اس کی خیر کے علاوہ کوئی خیر نہیں جانتا ہوں	میں اس کے غیر سے بہرا اور گونگا اور اندھا ہوں
گوش من کرست از زاری کناں	کہ منم در کف او ہمچو سناں
رونے والوں سے میرا کان بہرا ہے	کیونکہ میں اس کے ہاتھ میں بھالے کی طرح ہوں

دربیان آنکہ مخلوقیکہ ترا ازوے ظلمے رسد بحقیقت اوہمچو آلتے است عارف آں بود کہ بحق رجوع کند نہ بآلت واگر بآلت رجوع کند ظاہر نہ از جہل کند بلکہ برائے مصلحتے چنانکہ بایزید قدس سرہٗ گفت کہ چندیں سال ست کہ من با مخلوق سخن نگفتہ ام واز مخلوق سخن نشنیدہ ام ولیکن خلق چنیں پندارند کہ با ایشان میگویم واز ایشاں می شنوم زیرا کہ ایشاں مخاطب اکبر رائی بینند کہ ایشاں چوں صدا اند نسبت بحال من والتفات مستمع عاقل بصدا نباشد چنانکہ مثل ست معروف قال الجدار للوتد لم تشقنی قال الوتد انظر الی من یدقنی

اس کا بیان کہ جس مخلوق سے تجھے تکلیف پہنچے وہ در حقیقت ایک آلہ کی طرح ہے عارف وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے نہ کہ آلہ کی جانب اور اگر بظاہر آلہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو نادانی کی وجہ سے نہیں بلکہ مصلحت کی وجہ سے چنانچہ حضرت بایزید قدس سرہ نے فرمایا کہ بہت سے سال ہو گئے ہیں کہ میں نے مخلوق سے بات نہیں کی ہے اور نہ میں نے مخلوق سے بات سنی ہے لیکن لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں ان سے کہتا ہوں اور ان سے سنتا ہوں کیونکہ وہ بڑے مخاطب کو نہیں دیکھتے ہیں کیونکہ میرے اعتبار سے صدائے بازگشت کی طرح ہیں اور عقلمند سننے والے کی توجہ صدائے بازگشت کی طرح نہیں ہوتی ہے چنانچہ مشہور مثل ہے کہ دیوار نے کیل سے کہا کہ تو مجھے کیوں پھاڑ رہی ہے کیل نے کہا اسے دیکھ جو مجھے ٹھونک رہا ہے

احمقانہ از سناں رحمت مجو	در دہان اژدہا رو بہر او
بیوقوفی سے بھالے سے رحم کا خواہاں نہ بن	اس (اللہ تعالیٰ) کی خاطر اژدھے کے منہ میں چلی جا
از دم شمشیر تو رحمت مجو	زاں شہے جوکاں بود در دست او
تو تلوار کی دھار سے رحم نہ تلاش کر	اس شاہ سے مانگ وہ جس کے ہاتھ میں ہو
با سنان و تیغ لابہ چوں کنی	کو اسیر آمد بدست آں سنی
تو بھالے اور تلوار کی خوشامد کیوں کرتی ہے؟	وہ اس بلند (اللہ تعالیٰ) کے ہاتھ کے پابند ہیں
او بصنعت آزرست و من صنم	آلتے کو سازدم من آں شوم
وہ کاریگری میں آزر ہے اور میں بت ہوں	وہ آلہ جو بھی بناتا ہے میں بن جاتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

گر مرا ساغر کند ساغر شوم	ور مرا خنجر کند خنجر شوم
اگر وہ مجھے ساغر بنائے میں ساغر بن جاؤں	وہ اگر مجھے خنجر بنائے خنجر بن جاؤں
گر مرا چشمہ کند آبے دہم	ور مرا آتش کند تابے دہم
اگر وہ مجھے چشمہ بنا دے میں پانی دوں	اگر وہ مجھے آگ بنا دے، گرمی پہنچاؤں
گر مرا باراں کند خرمن دہم	ور مرا ناوک کند در تن جہم
اگر وہ مجھے بارش بنا دے میں کھلیان دوں	اگر وہ مجھے تیر بنا دے میں جسم میں گھس جاؤں
گر مرا مارے کند زہر افگنم	ور مرا یارے کند مہر آگنم
اگر وہ مجھے سانپ بنا دے تو زہر اگلوں	اور اگر وہ مجھے دوست بنا دے تو محبت بھر دوں
گر مرا شکر کند شیریں شوم	ور مرا حنظل کند پر کیں شوم
اگر وہ مجھے شکر بنا دے میں شیرینی بن جاؤں	اور اگر وہ مجھے ایلوا بنا دے تو میں کینہ ور بنجاؤں
گر مرا شیطاں کند سرکش شوم	ور مرا سوزاں کند آتش شوم
اگر وہ مجھے شیطان بنا دے میں سرکش ہو جاؤں	اور اگر وہ مجھے جلانے والا بنا دے تو میں آگ بن جاؤں
من چو کلکم درمیان اصبعین	نیستم در وصف طاعت بین بین
میں دو انگلیوں کے درمیان قلم کی طرح ہوں	میں صفت طاعت میں مذبذب نہیں ہوں
خاک را مشغول کرد او در سخن	یک کفے بربود زاں خاک کہن
انہوں نے مٹی کو باتوں میں لگایا	(اور) اس پرانی مٹی سے ایک مٹھی بھر لی
ساحرانہ در ربود از خاکداں	خاک مشغول سخن چوں بیخوداں
وہ زمین سے شعبدہ بازوں کی طرح لے اڑے	زمین مدہوشوں کی طرح بات میں مشغول تھی
برد تا حق تربت بے رائے را	تا بمکتب آں گریزاں پائے را
بے وقوف مٹی کو اللہ تعالیٰ کے پاس لے گئے	(جیسا کہ) مکتب میں بھگوڑے (بچہ) کو
گفت یزداں کہ بعلم روشنم	کہ ترا جلاد ایں خلقاں کنم
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اپنے روشن علم کی قسم	کہ تجھے مخلوق کا جلاد بناؤں گا
گفت یارب دشمنم گیرند خلق	چوں فشارم خلق را در مرگ حلق
انہوں نے عرض کیا اے خدا! مخلوق مجھے دشمن سمجھے گی	جبکہ موت کے لئے میں مخلوق کا گلا دباؤں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

تو رواداری خداوند سنی	کہ مرا مبغوض و دشمن رو کنی
اے بزرگ خدا! تو مناسب سمجھتا ہے	کہ مجھے مبغوض اور دشمن کے چہرے والا بنائے
گفت اسبابے پدید آرم عیاں	از تپ و قولنج و سرسام و سناں
اس (اللہ تعالیٰ) نے فرمایا میں اسباب ظاہر کردوں گا	(یعنی) بخار اور (درد) قولنج اور سرسام اور بھالا
از صداع و ماشرا و از خناق	وز زکام و از جذام و از فواق
درد سر اور خون کے جوش سے اور گلے کے ورم سے	اور زکام سے اور کوڑھ اور ہچکی سے
سدہ و اسہال و استسقا و سل	کسر وذات الصدر ولدغ و درد دل
سدہ اور دست اور استسقاء اور سل	ہڈی ٹوٹنے اور نمونیا اور سانپ کے ڈسنے اور درد دل (سے)
تا بگردانم نظر شاں را ز تو	در مرضہا و سببہائے سہ تو
تاکہ ان کی نگاہ تجھ سے پھیر دوں	مرضوں اور تہرے سببوں میں
گفت یارب بندگاں ہستند نیز	کہ سببہا را بدرند اے عزیز
ان (عزرائیل) نے عرض کیا اے خدا! ایسے بندے بھی ہیں	کہ اسباب کو چاک کر دیتے ہیں اے عزیز!
چشم شاں باشد گزارہ از سبب	در گذشتہ از حجب از فضل رب
ان کی نظر سبب سے گزری ہوئی ہوتی ہے	وہ اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے پردوں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں
سرمۂ توحید از کحال حال	یافتہ رستہ ز علت و اعتلال
حالت کے سرمہ کش کی جانب سے' توحید کا سرمہ	پائے ہوئے ہیں سبب اور سبب بتانے سے نجات پائے ہوئے ہیں
ننگرند اندر تپ و قولنج و سل	راہ ندہند ایں سببہا را بدل
وہ بخار اور قولنج اور سل کو نہیں دیکھتے ہیں	دل میں ان اسباب کو راستہ نہیں دیتے ہیں
زانکہ ہر یک زیں مرضہا را دواست	چوں دوا نپذیرد آں فعل قضاست
کیونکہ ان مرضوں میں سے ہر ایک دوا ہے	جب وہ دوا کو نہ قبول کرے وہ قضاء خداوند کا کام ہے
ہر مرض دارد دوا میداں یقیں	چوں دوائے رنج سرما پوستیں
یقین کے ساتھ جان لے کہ ہر مرض کی دوا ہے	جس طرح جاڑے کی تکلیف کی دوا پوستین ہے
چوں خدا خواہد کہ مردے بفسرد	سردی از صد پوستیں ہم بگذرد
جب خدا چاہتا ہے کہ انسان ٹھٹھرے	(تو) سردی سینکڑوں پوستینوں میں سے گزر جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در وجودش لرزهٔ بنہد کہ آں	نے ز آتش کم شود نے از دخاں
اس کے جسم میں وہ ایسی کپکپی پیدا کر دیتی ہے	جو نہ آگ سے کم ہوتی ہے نہ دھوئیں سے
برتن او سردی بنہد چناں	کاں بجامہ ہم نگردد و آتش آں
اس کے جسم میں ایسی سردی پیدا کر دیتی ہے	کہ وہ کپڑوں سے بھی نہیں نکلتی اور آگ سے (بھی)
چوں قضا آید طبیب ابلہ شود	واں دوا در نفع ہم گمرہ شود
جب قضا آتی ہے طبیب بیوقوف ہو جاتا ہے	وہ دوا نفع پہنچانے میں بے راہ ہو جاتی ہے
کے شود محجوب ادراک بصیر	زیں سبہائے حجاب گول گیر
بینا کا احساس کب چھپ سکتا ہے	احمق کو جتلا کرنے والے ان اسباب سے
اصل بیند دیدہ چوں اکمل بود	فرع بیند چونکہ مرد احول بود
جب آنکھ مکمل ہوتی ہے وہ اصل کو دیکھتی ہے	جب انسان بھینگا ہو تو وہ فرع کو دیکھتی ہے

جواب آمدن از حضرت عزت عزرائیلؑ را کہ آں کہ نظر او بر اسباب و مرض و زخم تیغ نیاید بر کار تو عزرائیلؑ ہم نیاید کہ تو ہم سببی اگرچہ مخفی تری ازاں سببہا و بود کہ بر اں رنجور مخفی نباشد و نحن اقرب الیہ منکم ولکن لا تبصرون

اللہ تعالیٰ کی جانب سے حضرت عزرائیلؑ کو جواب آنا کہ جو نظر اسباب اور مرض اور تلوار کی ایذا رسانی پر نہیں پڑتی ہے اے عزرائیل وہ تیرے کام پر بھی نہ پڑے گی کیونکہ تو بھی ایک سبب ہے اگرچہ ان سببوں سے زیادہ مخفی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس بیمار سے یہ مخفی نہ ہو کہ ہم اس (مردے) سے تم سے بھی زیادہ قریب ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے ہو

گفت یزداں ہر کہ باشد اصل داں	پس ترا کہ بیند او اندر میاں
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا جو شخص اصل کو جاننے والا ہو گا	وہ تجھے درمیان میں کب دیکھے گا؟
گرچہ خویش از عامہ پنہاں کردۂ	پیش روشن دیدگاں ہم پردۂ
اگرچہ تو نے عوام سے اپنے آپ کو چھپا لیا ہے	روشن آنکھ والوں کے سامنے تو بھی ایک پردہ ہے
وانکہ ایشاں را شکر باشد اجل	چوں نظر شاں مست باشد در دول
اور یہ کہ موت ان کے لئے شکر ہوتی ہے	کیونکہ ان کی نگاہ (آخرت کی) دولتوں میں مست ہوتی ہے
تلخ نبود پیش ایشاں مرگ تن	چوں روند از چاہ و زنداں در چمن
جسم کی موت ان کے لئے کڑوی نہیں ہوتی ہے	کیونکہ وہ کنوئیں اور قید خانہ سے چمن میں جاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

حق سبحانہ نے اسرافیل علیہ السلام کے عذر کو قبول فرما کر حضرت عزرائیل علیہ السلام سے فرمایا کہ اس دھی خاک کو دیکھو کہ ہمارے حکم کی تعمیل نہیں کرتی اور ہماری خواہش سے اپنے اوہام کی بناء پر گریز کرتی ہے تم اس کمزور اور ظالم بڑھیا (زمین) کے پاس جاؤ اور فوراً اس سے مٹھی بھر مٹی لے آؤ۔ عزرائیل قضا کے سپاہی مٹی لینے کرۂ زمین کی طرف روانہ ہو گئے۔ زمین نے حسب دستور سابق رونا شروع کیا اور سوز گداز کے ساتھ ان کو بہت ہی قسمیں دیں کہ وہ مٹی نہ لیں اور کہا کہ اے حق سبحانہ کے عہد خاص اور اے حمال عرش اور اے وہ شخص جس کا حکم عالم تحتانی و فوقانی ہر دو میں مانا جاتا ہے تجھے رحمان وحدہ لاشریک کی قسم تو چلا جا اور تجھے اس ذات کی قسم جس نے تجھ پر عنایت کی ہے یعنی اس بادشاہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور جس کے یہاں کسی کا تضرع مردود نہیں ہے تو یہاں سے چلا جا۔ اے تم کو حق سبحانہ نے بہت سے فضائل عطا فرمائے ہیں۔ پس تمہیں حق سبحانہ کی اس حق کی قسم ہے جو کہ اس کام پر ہے۔ تم مجھے چھوڑ دو اس پر عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ میں تیرے اس افسوس سے حق سبحانہ کے حکم سے مخفی طور پر یا علی الاعلان سرتابی نہیں کر سکتا۔

زمین نے اس کے جواب میں کہا کہ آخر اس نے حلم کا بھی تو حکم دیا ہے۔ پس یہ دونوں اسی کے حکم ہیں پس تم سمجھ کر امر حلم کو اختیار کر لو۔ اس کے جواب میں حضرت عزرائیل علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تاویل ہو گی یا اجتہاد جو کہ نص کے مقابلہ میں جائز نہیں۔ پس تجھ کو امر صریح میں اشتباہ طلب نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں اشتباہ ہے ہی نہیں اور جبکہ اشتباہ نہیں ہے تو اس میں طلب تاویل یا اجتہاد نہ چاہئے۔ ایسی حالت میں اگر تو اپنے خیال میں تاویل کرے اور سمجھے کہ میرا یہ خیال کہ چلے جانے میں میرا ضرر ہے اس لئے مجھے امتثال امر الٰہی سے پہلوتہی کرنا یا امر صریح کی تاویل کرنا جائز ہے غلط ہے۔ یہ بہتر ہے کہ خدا کے امر صریح اور نا مشتبہ میں تاویل کرے۔ میرا دل تیری چاپلوسی پر جلتا ہے اور میرا سینہ بھی تیرے آنسوؤں سے پرخون ہے اور میں بے رحم نہیں ہوں جب تو مجھے سمجھتی ہے بلکہ رحیم ہوں اور میرا تیرے ساتھ برتاؤ ان تینوں پاک فرشتوں کے برتاؤ سے زیادہ رحیمانہ ہے۔

یہ بات شاید تیری سمجھ میں نہ آئے اس لئے ایک مثال سے سمجھاتا ہوں فرض کرو کہ یتیم حلوے کے لئے ضد کرتا ہے اور وہ حلوا اس کے لئے مضر ہے تو میں اس کو طمانچہ مار کر اس ضد سے روکتا ہوں اور ایک نرم دل شخص اس کو حلوا دے دیتا ہے اس صورت میں یہ طمانچہ مارنا اس پر حلوا دینے سے زیادہ رحم کرنا ہے اور یہ طمانچہ اس کے لئے حلوے سے زیادہ اچھا ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ حلوے سے دھوکہ کھا جائے اور اس کو رحم اور طمانچہ کو بے رحمی سمجھے تو اس کے لئے نہایت افسوس کی بات ہے۔ جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب سمجھ کہ تیری فریاد پر میرا تو کلیجہ جلتا ہے مگر حق سبحانہ مجھے قہر کی تعلیم کرتے ہیں اس لئے میں قہر کرتا ہوں پس یہ قہر میرا نہیں بلکہ حق سبحانہ کا ہے اور حق سبحانہ کے قہروں میں بھی الطاف مخفی ہوتے ہیں اور ان ٹھیکروں میں انمول عقیق چھپے ہوتے ہیں ایسی حالت میں میرا مٹی لے جانا قہر حق ہو گا اور چھوڑ دینا میرا رحم ہو گا اور قہر حق میرے سینکڑوں الطاف سے بہتر ہے۔

پس میرا مٹی لے جانا میرے لئے اس کے چھوڑ دینے سے کہیں بہتر ہو گا۔ اور وہ تینوں فرشتے مٹی چھوڑ گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے اور میں لے جاتا ہوں۔ تو ضرور میرا یہ برتاؤ ان کے برتاؤ سے زیادہ رحیمانہ ہوگا۔ ایسی حالت میں ایک مشت خاک تو کیا اگر وہ جان بھی مانگیں تو دے دینا چاہئے اور یہ خیال نہ کرنا چاہئے کہ میں مرجاؤں گی کیونکہ جان دینے سے پہلوتہی کرنا اور جان بچانے کی فکر کرنا یہ خود جان کنی اور مرنے کے لئے تیار ہونا ہے۔ اس لئے کہ اس کا وہ قہر بھی جو بظاہر نہایت ہی برا ہو ہر دو عالم کے لطف سے بہتر ہے کیونکہ وہ نہایت خوب عالم کی تربیت کرنے والا اور نہایت خوب ان کا مددگار ہے۔ لہٰذا وہ جو کچھ کرتا ہے عین صلاح ہوتی ہے اور اس کے قہر میں بہت سے الطاف مخفی ہوتے ہیں۔

ایسی حالت میں ان کے مانگنے پر جان دے دینا حیات افزا ہے۔ نہ کہ موجب مرگ۔

فائدہ:۔ ابیات بالا میں قہر سے مراد مطلق قہر نہیں بلکہ وہ قہر ہے جو کسی معصیت کی جزا اور اس کا نتیجہ نہ ہو۔ ایسے قہر میں الطاف مخفی ہوتے ہیں اور زمین پر اسی قسم کا قہر تھا اس وقت صحت استدلال میں شبہ نہیں ہوسکتا) پس تو یہ نہ سمجھ کہ حق سبحانہ مجھے مکلف بنا کر مصیبت میں پھنسانا چاہتے ہیں اور اس بدگمانی اور گمراہی کو چھوڑ دے اور جبکہ اس نے تجھے حاضری کا حکم دیا ہے تو سر کو پاؤں کر کے یعنی سر کے بل آ کیونکہ اس کا یہ حکم حضوری تجھے مراتب عالیہ عطا فرمائے گا اور انسان بنا بنا کر طرح طرح کی نعمتیں مثل مستی شوق وغیرہ اور جوڑا اور لحاف وغیرہ عطا فرمائے گا۔ میں تو اس کے فرمان عالی کو کسی طرح ست اور بیچارہ نہیں بنا سکتا جبکہ اس کو راست واجب التعمیل سمجھتا ہوں اور تعمیل کروں گا اندو ہناک زمین نے سب کچھ سنا مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ کیونکہ بدگمانی نے اس کے کانوں میں ڈنے ٹھوک رکھے تھے اور وہ پست ہمت زمین مستوں کی طرح خوشامد اور سجدہ کرنے لگی لیکن عزرائیل علیہ السلام نے ان کو بھی رد فرمادیا اور فرمایا کہ نہیں تم ضرور چلو اس سے تم کو نقصان نہ ہوگا اس کے لئے میں سر اور جان آڑ کرتا ہوں۔

پس تو غلط خیال نہ کر اور کسی کی خوشامد مت کر۔ بجز حق سبحانہ کے۔ جو کہ رحیم اور عادل ہیں۔ میری خوشامد بھی کچھ مفید نہیں ہوسکتی کیونکہ میں تو حکم کا بندہ ہوں اور اس کے اس قاہر حکم کو جس کی شان یہ ہے کہ وہ دریا سے گرد نکالے گا (تعبیرہ بالماضی لقطیعۃ وقوعہ) ترک نہیں کرسکتا اور سوائے حق سبحانہ کے جس نے میرے کان آنکھ سر وغیرہ پیدا کئے ہیں میں اپنی جان کی بھی بھلی بری بات نہیں سن سکتا۔ تو تو در کنار اور میرے کان اس کے سوا سب کی باتوں کے سننے سے بہرے ہیں اور اس کا حکم میری جان شیریں سے بھی زیادہ میرے لئے عمدہ ہے کیونکہ جان اس سے ہے نہ کہ وہ جان سے۔ پھر جان کو اس کے مقابلہ میں کیونکر ترجیح دے سکتا ہوں۔

اس کی شان تو یہ ہے کہ وہ لاکھوں جانیں مفت دے ڈالتا ہے۔ پس جان کیا چیز ہے کہ اس کو ایسے کریم پر ترجیح دوں اور پسو کیا شے ہے کہ اس کے لئے کمبل پھونک دوں یعنی کیسے ہوسکتا ہے کہ ایک حقیر اور ذلیل شے کے لئے ایسی گراں قدر شے کو کھو دوں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مجھے تو وہی شے بہتر معلوم ہوتی ہے جو خدا کے نزدیک بہتر ہے اور اس کے سوا میں سب سے بہرا گونگا اور اندھا ہوں اور میرے کان تمام گریہ وزاری کرنے والوں سے بہرے ہیں کیونکہ میں اس کے قبضہ میں ایسا ہوں جیسے نیزہ زن کے قبضہ میں سنان۔ پس تجھے بے وقوف بن کر طالب رحمت نہ ہونا چاہئے۔ اور حق سبحانہ کی اطاعت کرنی چاہئے اور اگر وہ اژدہے کے منہ میں بھی جانے کا حکم دیں تو اس کی خاطر چلا جانا چاہئے۔ نیز میں ایسا ہوں جیسے تلوار کی

دھار۔ پس تجھے تلوار کی دھار سے طالب رحم نہ ہونا چاہئے۔ بلکہ اس بادشاہ سے رحم طلب کرنا چاہئے جس کے قبضہ میں وہ ہے تو سناں اور تلوار سے فضول کیوں خوشامد کرتی ہے کیونکہ وہ تو شاہ رفیع القدر کے قبضہ میں ہے خود کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ پس خوشامد فضول ہے تم کو حق سبحانہ سے التجا کرنی چاہئے کیونکہ وہ مصور اور میرا خالق ہے اور میں تصویر اور اس کی مخلوق ہوں۔ اس لئے وہ مجھے جو آلہ بنائے گا میں بن جاؤں گا۔ اگر وہ مجھے ساغر کرے گا تو میں ساغر ہو جاؤں گا۔ اور مے خواروں کے لئے عیش ونشاط کا ذریعہ ہو جاؤں گا اور اگر وہ مجھے خنجر بنادے گا تو میں خنجر ہو جاؤں گا اور لوگوں کو ہلاک کروں گا۔

اور اگر وہ مجھے چشمہ بنائے گا تو مخلوق کو پانی پہنچاؤں گا اور اگر وہ مجھے آگ بنادے گا تو لوگوں کو حرارت پہنچاؤں گا اگر وہ مجھے بارش بنائے گا تو لوگوں کو غلہ عطا کروں گا اور اگر مجھے تیر بنادے گا تو ان کے اجسام میں گھسوں گا اگر وہ مجھے سانپ بنائے گا تو لوگوں کے اندر زہر ڈالوں گا۔ اور اگر مجھے دوست بنائے گا تو ان کو محبت سے بھر دوں گا۔ اگر وہ مجھے شکر بنادے گا تو شیریں ہو جاؤں گا اور اگر وہ مجھے حنظل بنائے گا تو کینہ سے پر (کڑوا) ہو جاؤں گا۔ اگر وہ مجھے شیطان بنادے گا تو سرکش ہو جاؤں گا اور اگر وہ مجھے مشتعل کرے گا تو آگ ہو جاؤں گا۔

الغرض میں اپنی ذات سے کچھ بھی نہیں بلکہ حق سبحانہ جو کچھ بھی مجھے بنادیں میں وہ ہو جاتا ہوں اگر وہ مجھے نافع بنائیں نافع ہو جاتا ہوں اور اگر مضرت رساں بنائیں تو ضرر پہنچاتا ہوں۔ اس لئے میری مثال ایسی ہے جیسے دو انگلیوں کے درمیان قلم کی وہ اگر پھانسی کا حکم لکھتا ہے تب بھی وہ محض آلہ ہوتا ہے اور گورنری کا فرمان لکھتا ہے تب بھی وہ آلہ محض ہوتا ہے اور کاتب کی خواہش سے انحراف نہیں کر سکتا پس میں بھی حق سبحانہ کی طاعت میں متردد نہیں ہوں بلکہ جو کچھ بھی حکم ہو میں اس کے کرنے پر مجبور ہوں۔

القصہ حضرت عزرائیل علیہ السلام نے زمین کو باتوں میں مشغول کیا اور مٹھی بھر خاک اس میں سے اڑالی اور زمین تو بے خودانہ طور پر باتوں میں مشغول رہی اور وہ ساحرانہ طور پر اس سے مٹی اڑا لے گئے اور حق کے پاس اس فاسد العقل مٹی کو لے گئے۔ یعنی اس بھگوڑے کو مکتب میں لے گئے جہاں اس کی تربیت ہوگی اور اس کو آدمی بنایا جائے گا۔ پس جبکہ وہ خاک کی گریہ وزاری سے متاثر نہ ہوئے تو حق سبحانہ نے فرمایا کہ قسم ہے مجھے اپنے علم روشن کی کہ میں تجھے مخلوق کا ہلاک کنندہ بناؤں گا اس پر عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ جب میں موت کے بارہ میں لوگوں کا گلا گھونٹوں گا تو لوگ مجھے دشمن سمجھیں گے تو کیا آپ جائز رکھتے ہیں کہ مجھے مبغوض خلق اور دشمن رو بنائیں۔

اس کے جواب میں حق سبحانہ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ میں اسباب از قسم تپ، قولنج و سرسام وزخم سناں و دردسر ماشرا وخناق و زکام و جذام و خواں وسدہ و اسہال و استسقا و سل و شکستگی ذات الصدر و گزیدگی مار و درد دل وغیرہ وغیرہ پیدا کر دوں گا تاآنکہ ان کی نظر کو تمہاری طرف سے پھیر کر امراض اور اسباب کی جانب مائل کر دوں گا اس کے جواب میں حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے اللہ ایسے لوگ بھی تو ہیں جو پردۂ اسباب کو پھاڑ ڈالیں گے اور اس کی نظر ثاقب اسباب کے پار ہوگی اور آپ کی عنایت سے پردوں سے گزر گئی ہوگی۔ ان لوگوں نے آپ سے کہ آپ حال کا سرمہ لگانے والے یعنی حال عطا کرنے والے ہیں سرمہ توحید پایا ہوگا۔ اور سبب بنی مرض سے چھوٹ گئے ہوں گے۔ ایسے لوگ تپ و قولنج و سل وغیرہ پر نظر نہ کریں گے اور ان اسباب کو اپنے دل میں

www.besturdubooks.wordpress.com

راہ نہ دیں گے۔ کیونکہ امراض میں سے ہر ایک فی نفسہ قابل معالجہ ہے اور جب وہ دوا کو نہ قبول کرے تو یہ فعل قضا ہے اور میں کارندہ قضا ہوں تو وہ مجھ پر الزام رکھیں گے۔ اب مولانا استطرادا فرماتے ہیں کہ تم یقینا جان لو کہ ہر مرض کا علاج ہے مثلاً سردی کی تکلیف کا علاج پوشش ہے اور اسی طرح دیگر تکالیف کو بھی اسی پر قیاس کر لو لیکن جب حق سبحانہ چاہتے ہیں کہ کوئی شخص ٹھٹھرے تو علاج موثر نہیں ہوتا اور سردی سوپوستینوں میں بھی گھس جاتی ہے اور وہ آدمی کے جسم میں ایسا لرزہ رکھ دیتے ہیں جو نہ آگ سے کم ہوتا ہے اور نہ دھوئیں سے اور وہ آدمی کے جسم میں سردی قائم کر دیتا ہے کہ وہ نہ کپڑے سے کم ہوتی ہے نہ آگ سے۔ نیز جب حکم خداوندی اپنا اثر کرتا ہے تو اس وقت طبیب احمق بن جاتا ہے۔ نہ اسے مرض معلوم ہوتا ہے نہ دوا۔ نیز خود دوا ہی اپنے نفع میں غلط رو ہو جاتی ہے یعنی جو اثر اس کو کرنا چاہئے تھا وہ نہیں کرتی۔ پس اگر طبیب صحیح معالجہ بھی کرے تب بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

پس معلوم ہوا کہ اسباب محض حجابات ہیں جو احمقوں کو پھانستے ہیں اور ان کو اپنا گرویدہ بناتے ہیں۔ اے صاحب بصیرت سو وہ ان کے احساس پر ان اسباب سے جو کہ احمقوں کے پھانسنے والے پردہ ہیں۔ پردہ نہیں پڑ سکتا اور وہ ان پر نظر نہیں کر سکتی بلکہ ان کی نظر سبب پر ہوتی ہے۔

اب سنو کہ پابند اسباب لوگ اسباب پر اور ارباب بصیرت سبب پر نظر کیوں کرتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ارباب بصیرت کی نظر صحیح ہے اور پابند ان اسباب کی نظر خراب اور قاعدہ ہے کہ جس کی نظر صحیح ہوتی ہے وہ اصل کو دیکھتا ہے اور جس کی نظر میں نقصان ہوتا ہے وہ فرع کو دیکھتا ہے لہذا ضروری ہے کہ ارباب بصیرت اصل یعنی سبب کو دیکھیں اور پابند اسباب اسباب کو۔

خیر یہ مضمون تو ختم ہوا اب سنو کہ حق سبحانہ نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کے جواب میں فرمایا کہ جو لوگ پابند اسباب نہ ہوں گے اور اصل سبب کو جانتے ہوں گے وہ لوگ تم کو درمیان میں کب دیکھیں گے۔ پس اگر تم نے اسباب کے پردہ میں اپنے کو عوام سے چھپالیا ہے اور ان کی عداوت سے محفوظ ہو گئے ہو تو تم کو اہل بصیرت سے بھی بے خوف رہنا چاہئے کیونکہ ان کی نظر میں بھی تم ایک آڑ ہو اور فاعل مختار نہیں ہو کیونکہ فاعل مختار وہ ہم کو جانتے ہیں دوسری بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی نظر چونکہ نظارہ دولت اخروی سے مست ہو گی اس لئے ان کو موت مرغوب ہو گی اور چونکہ وہ موت کے ذریعہ سے جسم کے کنوئیں اور اس کے جیل خانہ سے باغ میں جا رہے ہوں گے اس لئے ان کو جسمانی موت ناگوار نہ ہو گی۔

پس جبکہ ان کو حیات جسمانی مرغوب ہی نہیں بلکہ ایک درجہ میں مبغوض ہے تو اس کے زوال کی بناء پر وہ تم سے ناخوش کیوں ہوں گے۔ اور تمہیں برا کیوں سمجھیں گے بلکہ وہ تو تمہارے ممنون ہوں گے۔

آنکہ وارست از جہان ہیچ ہیچ	می نگرید بر فوات ہیچ ہیچ
جو شخص ہیچ در ہیچ دنیا سے چھوٹ گیا	وہ ناچیز کے فوت ہو جانے پر نہیں روتا ہے
برج زنداں را شکست ارکانیئے	ہیچ ازو رنجد دل زندانیئے
کسی اہلکار نے قید خانہ کی عمارت توڑی	کیا اس سے کوئی قیدی رنجیدہ ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

کاے دریغ ایں سنگ مرمر را شکست	تاروان و جان ما از حبس رست
کہ ہائے افسوس اس نے سنگ مرمر کو توڑ دیا	حتیٰ کہ ہماری روح اور جان قید سے چھوٹ گئی
آں رخام خوب وآں سنگ لطیف	برج زنداں را بہی بود و الیف
وہ عمدہ پتھر اور وہ نازک پتھر	قید خانہ کی عمارت کے لئے اچھا اور مناسب تھا
چوں شکستش تا کہ زندانی برست	دست او در جرم ایں باید شکست
جب اس کو اس لئے توڑا کہ قیدی چھوٹ گیا	اس کے جرم میں اس کا ہاتھ توڑنا چاہئے
ہیچ زندانی نگوید ایں فشار	جز کسے کز حبس آرندش بدار
یہ لغو بات کوئی قیدی نہ کہے گا	سوائے اس کے جس کو قید خانہ سے سولی پر لے جائیں
تلخ کے باشد کسے راکش برند	از میان زہر ماراں سوئے قند
اس شخص کو ناگوار کب ہو گا جس کو لے جائیں	سانپوں کے زہر میں سے شکر کی جانب؟
جاں مجرد گشتہ از غوغائے تن	می پرد باپر دل بے پائے تن
جسم کے شور و غل سے جان چھوٹ کر	دل کے پر سے پرواز کرتی ہے نہ کہ جسم کے پاؤں سے
ہمچو زندانی چہ کاندر شباں	خسپد و بیند بخواب او گلستاں
کنویں کے اس قیدی کی طرح جو راتوں کو	سوئے اور وہ خواب میں باغ کو دیکھے
گوید اے یزداں مرا در تن مبر	تا دریں گلشن کنم من کر و فر
وہ کہے گا اے خدا! مجھے جسم کے اندر نہ کر	تاکہ میں اس باغ میں مزے اڑاؤں
گویدش یزداں دعا شد مستجاب	و امرو واللہ اعلم بالصواب
اس سے اللہ (تعالیٰ) فرمائے گا کہ دعا قبول ہوگئی	واپس نہ جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
اینچنیں خوابے ببیں چوں خوش بود	مرگ نادیدہ بجنت در رود
دیکھ ایسا خواب کیسا اچھا ہوتا ہے	موت کو دیکھے بغیر جنت میں چلا جاتا ہے
ہیچ او حسرت خورد بر انتباہ	برتن با سلسلہ در قعر چاہ
کیا اس کو بیداری پر کوئی حسرت ہوتی ہے	کہ کنویں میں بندھے ہوئے جسم پر
مومنی آخر در آ در صف رزم	کہ ترا بر آسماں بودست بزم
تو مومن ہے بالآخر معرکہ کی صف میں آ جا	کیونکہ آسمان پر تیری محفل موجود ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برامید راہ بالا کن قیام	ہمچو شمعے پیش محراب اے غلام
(عالم) بالا کی راہ کی امید پر کھڑا رہ	محراب کے سامنے اے نوجوان! شمع کی طرح
اشک می بار و ہمی سوز از طلب	ہمچو شمع سر بریدہ جملہ شب
طلب میں آنسو بہا اور جلتا رہ	تمام رات سرکٹی شمع کی طرح
لب فرو بند از طعام و از شراب	سوئے خوانے آسمانی کن شتاب
کھانے اور پینے سے ہونٹ بند کر لے	آسمانی خوان کی جانب جلدی قدم بڑھا
دمبدم بر آسماں میدار امید	در ہوائے آسماں رقصاں چو بید
ہر وقت آسمان سے امیدوار بن	بید کی طرح آسمانی ہوا میں رقص کرتے ہوئے
دمبدم از آسماں می آیدت	آب و آتش رزق می افزایدت
آسمان سے ہر وقت تجھے پہنچتا ہے	پانی اور گرمی جو زیادہ رزق بڑھاتا ہے
گر ترا آنجا برد نبود عجب	منگر اندر عجز و بنگر در طلب
اگر وہ تجھے اس طرف کھینچ لے تو عجب نہ ہوگا	کمزوری پر نظر نہ کر، طلب کو دیکھ
کایں طلب در تو گروگان خداست	زانکہ ہر طالب بمطلوبے سزاست
تیرے اندر یہ طلب، خدا کی مرہون ہے	کیونکہ ہر طالب ایک مطلوب کے لائق ہے
جہد کن تا ایں طلب افزوں شود	تا دلت زیں چاہ تن بیروں شود
کوشش کر، تاکہ یہ طلب بڑھے	تاکہ تیرا دل جسم کے اس کنویں سے باہر آئے
خلق گوید مرد مسکیں آں فلاں	تو بگوئی زندہ ام اے غافلاں
مخلوق کہے گی وہ فلاں بے چارا مر گیا	تو کہے گا، اے غافلو! میں زندہ ہوں
گر تن من ہمچو تنہا خفتہ است	ہشت جنت در دلم بشگفتہ است
اگرچہ میرا جسم جسموں کی طرح سویا پڑا ہے	آٹھ جنتیں میرے دل میں کھلی ہوئی ہیں
جاں چو خفتہ در گل و نسریں بود	چہ غمست ار تن دراں سرگیں بود
جب روح گل اور نسرین میں سوئی ہوئی ہو	اگر جسم اس گوبر میں ہو تو کیا غم ہے؟
جان خفتہ چہ خبر دارد ز تن	کو بگلشن خفتہ یا در گولخن
سوئی ہوئی روح کو جسم کی کیا خبر؟	کہ وہ چمن میں سویا ہوا ہے یا بھٹی میں

www.besturdubooks.wordpress.com

میزند جاں در جہان آبگوں	نعرۂ یالیت قومی یعلمون
روح پانی جیسے عالم میں لگا رہی ہے	"کاش میری قوم جان لیتی" کا نعرہ
گرنخواہد زیست جاں بے ایں بدن	پس فلک ایوان کہ خواہد بدن
اگر روح اس جسم کے بغیر نہیں جی سکتی	تو پھر آسمان کس کا محل ہو گا؟
گرنخواہد بے بدن جان تو زیست	فی السماء رزقکم روزی کیست
اگر تیری جان جسم کے بغیر زندہ نہ رہے گی	"آسمانوں میں ہے تمہارا رزق" کس کی روزی ہے؟

دربیان وخامت چرب وشیریں دنیاو مانع شدن اواز طعام اللہ چنانچہ فرمود "الجوع طعام اللہ یحییٰ بہ ابدان الصدیقین اے فی الجوع یصل طعام اللہ عزوجل قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی و قول اللہ تعالیٰ یرزقون فرحین

اس بیان میں کہ دنیا کی چکنی اور میٹھی چیز ناسازگار ہے اور وہ اللہ کے طعام سے مانع ہے چنانچہ فرمایا ہے بھوک اللہ کا کھانا ہے جس سے وہ صدیقین کے جسموں کو زندہ رکھتا ہے یعنی بھوک میں اللہ عزوجل کا کھانا پہنچتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور میں اپنے خدا کے پاس رات گزارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول ہے ان کا رزق دیا جاتا ہے وہ خوش ہیں

وارہی زیں روزی ریزہ کثیف	درفتی درلوت و درقوت شریف
اس گندی اور معمولی روزی سے چھٹکارا حاصل کر لے	تو لذیذ غذا اور شریف روزی میں پہنچ جائے گا
گر ہزاراں رطل لوتش می خوری	میروی پاک و سبک ہمچوں پری
اگر تو اس لذیذ غذا کے ہزاروں رطل کھائے گا	(تب بھی) پاک اور ہلکا رہ کر پری کی طرح پرواز کرے گا
کہ نہ حبس باد قولنجت کند	چار میخ معدہ آہنجت کند
کیونکہ نہ ریح کا رکنا تیرے قولنج کرے گا	(نہ) معدہ کی تکلیف تجھے ستائے گی
گرخوری کم گرسنہ مانی چو زاغ	ورخوری پر گیرد آروغت دماغ
اگر تو کم کھائے گا کوے کی طرح بھوکا رہے گا	اگر پیٹ بھر کر کھائے گا تیری ڈکار دماغ پر اثر کرے گی
کم خوری خوئے بدو خشکی ودق	پرخوری شد تخمہ را تن مستحق
تو کم کھائے بد مزاجی اور خشکی اور دق (ہو گی)	پیٹ بھر کر کھائے تو جسم ہیضہ کا مستحق ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

از طعام اللہ و قوت خوشگوار	برچناں دریا چو کشتی شو سوار
اللہ کے کھانے اور خوشگوار خوراک کے ذریعہ	ایسے دریا پر کشتی کی طرح سوار ہو جا
باش در روزہ شکیبا و مصر	دمبدم قوت خدارا منتظر
روزے میں صابر اور مصر بن کر	ہر وقت اللہ (تعالیٰ) کی روزی کا منتظر رہ
کاں خدائے خوب کار و برد بار	بدیہا را میدہد در انتظار
کیونکہ وہ خدا جو اچھے کام کرنے والا اور بردبار ہے	انتظار میں تحفے دیتا ہے
انتظار ناں ندارد مرد سیر	کہ سبک آید وظیفہ یا کہ دیر
پیٹ بھرا انسان روٹی کا انتظار نہیں کرتا ہے	کہ خوراک جلدی آئے گی یا دیر میں
بینوا ہر دم ہمی گوید کہ کو	وز مجاعت منتظر درماند او
بے سر و سامان کہتا رہتا ہے کہ کہاں ہے؟	بھوک کی وجہ سے وہ منتظر رہتا ہے
چوں نباشی منتظر ناید بتو	آں نوالہ دولت ہفتاد تو
جب تو منتظر نہ ہوگا تیرے پاس نہیں آئے گا	ستر گنا دولت کا لقمہ
اے پدر الانتظار الانتظار	از برائے خوان بالا مرد وار
اے باوا! انتظار کر، انتظار کر	مردوں کی طرح آسمانی خوان کا
ہر گرسنہ عاقبت قوتے بیافت	آفتاب دولتے بروے بتافت
انجام کار ہر بھوکے نے روزی حاصل کر لی	دولت کا آفتاب اس پر چمکا
ضیف باہمت چو آشے کم خورد	صاحب خواں آش بہتر آورد
باہمت مہمان جب کھانا کم کھاتا ہے	میزبان عمدہ کھانا لاتا ہے
جز کہ صاحب خوان درویش لئیم	ظن بدکم بر بہ رزاق کریم
بجز مفلس کمینہ میزبان کے	سخی رزق دینے والے کے بارے میں بدگمانی نہ کر
سر بر آور ہمچو کوہے اے سند	تا نخستیں نور خور بر تو زند
اے معتمد! پہاڑ کی طرح سر ابھار	تاکہ پہلے ہی سورج کی روشنی تجھ پر پڑے
کاں سر کوہ بلند مستقر	ہست خورشید سحر را منتظر
مستقل بلند پہاڑ کی چوٹی	صبح کے سورج کی منتظر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا اہل اللہ کے موت سے پریشان نہ ہونے بلکہ اس سے خوش ہونے کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو شخص اس پیچ در پیچ عالم دنیا سے چھوٹ چکا ہے اور عالم آخرت سے اس کا تعلق ہو گیا ہے جبکہ وہ مر جاتا ہے تو وہ اس لاشۂ جسم کے جاتے رہنے کا ہرگز غم نہیں کرتا اور کرنا بھی نہ چاہئے کیونکہ یہ جسم اس کے لئے ایک جیل خانہ ہے اور وہ اس میں محبوس ہے پس اگر کوئی شخص جیل خانہ میں مقید ہو اور کوئی سرکار آدمی برج زنداں کو توڑ دے تو بتلاؤ کیا اس سے اس قیدی کا دل دکھے گا اور وہ یہ کہے گا کہ ہائے افسوس اس نے سنگ مرمر کو توڑ ڈالا جس سے ہماری جان قید سے چھوٹ گئی۔ یہ جیل خانہ کا نفیس سنگ مرمر اور صاف پاکیزہ پتھر برج زنداں کے لئے نہایت زیبا اور اس سے مالوف تھا اس نے اسے کیوں توڑ دیا اور قیدی کو کیوں چھڑا دیا۔ اس جرم میں اس کا توڑنا چاہئے کیا کوئی ایسا کہہ سکتا ہے۔

ہمارا خیال تو یہ ہے کہ کوئی قیدی ایسی بے ہودہ بات نہیں کہہ سکتا۔ بجز اس کے جس کو جیل خانہ سے سولی دینے لے جاتے ہوں۔ پس اسی پر اہل اللہ کی حالت کو قیاس کر لو کہ ان کو قید خانہ جسم کا ٹوٹنا ہرگز ناگوار نہیں ہو سکتا اور اس کے ٹوٹنے سے ان کو کیسے افسوس نہیں ہوتا۔ افسوس ان کو ہوتا ہے جو یہ جانتے ہوں کہ اس بلا سے چھوٹ کر ہم اس سے بڑی بلا میں مبتلا ہوں گے یعنی کفار و فساق کو اہل اللہ کو ہرگز افسوس نہیں ہوتا۔ اور ہو کیونکر؟ بھلا جس کو سانپوں کے زہر سے نکال کر معدن قند میں لے جاتے ہیں اس کو یہ لے جانا کیسے ناگوار ہو سکتا ہے۔

ان کی حالت تو یہ ہوتی ہے کہ ان کے جان جسم کے شور و شر یعنی خواہشات نفسانیہ سے چھوٹ کر پر ہائے دل سے عالم بالا کی طرف جو کہ اس کا اصلی وطن ہے اڑتی ہے یعنی اطمینان سے اس کے مشاہدہ میں مصروف رہتے ہیں۔ پس ایسی حالت میں اس کو جسم کے چھوٹ جانے کا کیا رنج ہو سکتا ہے ان کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے کوئی کنوئیں میں قید ہو اور وہ رات کو سو جائے اور خواب میں ایک باغ دیکھے اور کہے کہ اے اللہ اب مجھے جسم میں نہ لے جا اور یہیں رہنے دے تاکہ میں اس باغ میں گل چھرے اڑاؤں اور اس کے جواب میں حق سبحانہ فرمائیں کہ اچھا تمہاری دعا ہم نے قبول فرمائی تم واپس نہ جاؤ۔ اب تم سمجھو کہ یہ سونا اس کو کس قدر اچھا معلوم ہوگا۔

یقیناً یہ سونا اس کو نہایت آرام دہ ہوگا اور ایسا ہوگا جیسے کوئی بے موت جنت میں چلا جائے۔ ایسی حالت میں کیا وہ جاگنے اور اس جسم کی خواہش کرے گا جو کنوئیں میں زنجیروں میں جکڑا پڑا ہے ہرگز نہیں۔ پس یہی حالت اہل اللہ کی سمجھو کہ موت ان کے لئے نہایت آرام دہ ہے اور وہ کسی زندگی کی ہوس نہیں کرتے اور جسم کے چھوٹنے کا ان کو بالکل ہی رنج نہیں ہوتا۔

یہاں تک مضمون تائیدی کو ختم کر کے مضمون ارشادی شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تجھے اہل اللہ کی حالت معلوم ہو گئی کہ وہ عقبیٰ کے طالب اور دنیا سے ہارب اور عالم سفلی سے متنفر اور عالم علوی کے شائق ہیں تو آخر تم بھی تو مومن ہو۔ تم بھی مرد بنو اور میدان کارزار میں آؤ اور نفس و شیطان جو کہ تم کو دنیا ہی میں محبوس رکھنا چاہتے ہیں ان سے مقابلہ کرو اور انہیں مغلوب کر کے عالم بالا کے طالب بنو کیونکہ تم اصالۃً علوی ہو اور ایک وقت میں تم عالم بالا میں رہتے تھے پس تم کو اپنے وطن اصلی کی طرف لوٹنا چاہئے اور جو تمہیں دار الغربت میں محبوس رکھنا چاہیں ان کو مغلوب کرنا چاہئے

www.besturdubooks.wordpress.com

پھر اس کی صورت یہ ہے کہ اس توقع پر کہ عالم بالا کا راستہ تمہارے لئے کھول دیا جائے تم کو نوافل میں رات بھر یوں کھڑا رہنا چاہئے جیسے شمع محراب کے سامنے کھڑی ہوتی ہے اور فرط شوق عالم بالا سے تمام شب یوں جلتے رہنے اور روتے رہنا چاہئے جیسا کہ شمع سر بریدہ کرتی ہے اور کھانے پینے سے منہ بند کر کے یعنی بکثرت روزہ رکھ کر خوان آسمانی (غذاء روحانی) کی طرف دوڑنا چاہئے۔ اور عالم بالا کے شوق میں بید کی طرح جھومتے ہوئے آسمان سے غذائے روحانی کا منتظر رہنا چاہئے اگر تم ایسا کرو گے تو تم پر عالم بالا کا راستہ کھل جائے گا اور تم بہ سیر روحانی معنوی عالم بالا پر پہنچ جاؤ گے۔

شاید تم خیال کرو کہ بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے اس لئے ہم کہتے ہیں کہ دیکھو ہر دم عالم بالا سے پانی اور گرمی آتی ہے اور تمہارا رزق بڑھاتی ہے کیونکہ پانی سے نباتات پیدا ہوتے ہیں اور گرمی سے غلہ وغیرہ پکتے ہیں۔ پس جبکہ عالم بالا سے پانی اور آگ کا آنا ممکن ہے تو اگر تمہیں عالم بالا پر لے جائیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں پس تم اپنے عجز کو نہ دیکھو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم وہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں بلکہ تم تو طلب پر نظر کرو اور جہاں تک ممکن ہو اسے قوت دو کیونکہ یہ طلب تمہارے اندر خدا کی رکھی ہوئی امانت ہے جو اس بات کا پتہ دیتی ہے کہ حق سبحانہ تم کو اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں کیونکہ ہر طالب مطلوب کے لئے زیبا ہے۔

پس جبکہ خدا نے تمہارے اندر طلب پیدا کی ہے تو یہ علامت ہے اس بات کی کہ ایک وقت میں تم مطلوب حق ہو گے اور جب تم مطلوب ہو گے تو اس وقت تمہارا حق سبحانہ تک پہنچ جانا کچھ بھی دشوار نہ ہوگا۔ پس تم کوشش کرو کہ تمہاری طلب بڑھے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ حق سبحانہ تمہیں اپنی طرف کھینچ لیں گے اور تمہارا دل اس چاہ تن سے نکل جائے گا اور تم عالم بالا پر پہنچ جاؤ گے۔ یعنی تم کو حق سبحانہ اور عالم بالا سے تقرب معنوی اور تعلق خاص ہو جائے گا اس وقت تمہاری یہ حالت ہوگی کہ جب تم مر جاؤ گی تو لوگ کہیں گے کہ فلاں شخص بے چارہ مر گیا اور تم کہو گے کہ ارے بے خبرو میں مرا نہیں بلکہ زندہ ہوں کیونکہ جو حقیقت حیات ہے یعنی حیات روحانی وہ مجھے حاصل ہے اور اگر میرا جسم اور جسموں کی طرح مردہ ہے تو کچھ پرواہ نہیں ہے کیونکہ مجھے تعلیم دائم کے سبب کمال خوشی حاصل ہے اور جب کہ مجھے لذت وعیش روحانی حاصل ہے تو اگر میرا جسم مردود ہے تو کچھ بات نہیں کیونکہ اگر سونے کی حالت میں کسی کی جان گل ونسرین میں ہو تو اس وقت اگر اس کا جسم گوبر میں بھی پڑا ہو تو بھی اسے کچھ پروا نہیں ہوتی کیونکہ سونے والے کی روح کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ اس کا جسم باغ میں سو رہا ہے یا کوڑی پر۔ بلکہ اس کی جان عالم سگ یعنی عالم ارواح میں "یالیت قومی یعلمون" کا نعرہ مارتی ہوتی ہے اور کہتی ہوتی ہے کہ اے کاش یہ لوگ جو میرے جسم کی خستہ حالت پر کڑھ رہے ہیں میرے عیش اور کامرانی کو دیکھیں اور اپنی جہالت پر متنبہ ہوں۔

اس مقام پر مستطر اذا ایک شبہ کا دفع کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے تقریر شبہ یہ ہے کہ حیات جسمانی تو بے شک ایک شے ہے لیکن حیات روحانی جو حیات جسمانی سے بڑھ کر ہے اور جس کے حصول کے بعد حیات جسمانی کی پرواہ نہیں ہوتی وہ ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور ہم نہیں سمجھ سکتے کہ بدوں جسم کے روح کیونکر زندہ رہ سکتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے کہ فی السماء رزقکم یعنی آسمان میں تمہارا رزق ہے اور ظاہر ہے کہ جسم آسمان پر نہیں جا سکتا۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ اگر جان بدوں اس جسم کے زندہ نہیں رہ سکتی تو آسمان کس کا محل ہوگا۔ اور وہاں رزق کس کو ملے گا۔ ضرور اس کا یہی جواب ہوگا کہ روح کو پس جبکہ آسمان میں غذا روح کو ملے گی اور غذا بدوں حیات کے متصور نہیں تو حیات روحانی ثابت ہو گئی۔ خیر تو ہم نے کہا تھا کہ اگر تم ایسی حالت میں مر جاؤ گے تو لوگ تمہیں مردہ سمجھ کر تم پر افسوس کریں گے مگر تم کو اس وقت ایک نئی حیات حاصل ہوگی اور تم اپنی مردہ سمجھنے والوں کی حالت پر افسوس کرو گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اب ہم کہتے ہیں کہ اس وقت تم اس غذائے قلیل و کثیف سے نکل کر اعلیٰ درجہ کی غذا میں پہنچ جاؤ گے جس کی یہ حالت ہوگی کہ اگر اس میں سے ہزاروں رطل کھا جاؤ تو نہ تم آلودۂ نجاست ہو اور نہ طبیعت پر کچھ گرانی ہو۔ بلکہ پاک صاف اور پری کی طرح ہلکے پھلکے چلے جاؤ اور یہ حالت ہوگی کہ باؤرک کرتم کو مبتلائے قولنج نہ کرے گی۔

سو یہ تمہاری جان کے درپے ہوجائے گی کیونکہ اگر تم کم کھاؤ گے تو کوے کی طرح بھوکے رہو گے اور بھوک تمہیں تکلیف دے گی اور اگر پیٹ بھر کر کھاؤ گے تو ڈکاریں تمہارا دماغ پریشان کریں گی۔ نیز کم کھاؤ گے تو بھوک سے بدمزاجی اور خشکی اور گرمی پیدا ہوگی جس سے دق ہوجائے گا اور زیادہ کھاؤ گے تو جسم بدہضمی کا مستحق ہوگا۔

غرض کہ غذائے جسمانی ہر طرح موجب تکلیف ہے۔ پس جبکہ بھوکا رہنا بھی موجب تکلیف اور پیٹ بھرنا بھی۔ تو اس تکلیف سے نجات کی کیا صورت ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ تم حق سبحانہ کا کھانا اور وہ زود ہضم غذا یعنی غذائے روحانی کھا کر ایسے خطرناک دریا یعنی دریائے تکلیف پر کشتی کی طرح سوار ہوجاؤ۔ اور بے خطر اس دریا کو طے کر جاؤ یعنی اس تکلیف سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ غذائے روحانی کے عادی ہوجاؤ اور غذائے جسمانی کو چھوڑ دو۔

فائدہ:۔ اس تدبیر سے بدہضمی کی تکالیف سے نجات پانا تو ظاہر ہے مگر بھوک کی تکالیف سے نجات پانے میں شبہ ہوسکتا ہے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ جب رفتہ رفتہ آدمی بھوک کا عادی ہوجائے گا تو پھر بھوک اس کو تکلیف نہ دے گی۔ لان العادۃ کالطبیعۃ الثانیہ۔ چنانچہ جو لوگ سنکھیا کھانے کے عادی ہوجاتے ہیں وہ تولوں سنکھیا کھاجاتے ہیں مگر وہ انہیں تکلیف نہیں دیتا۔ پھر غذائے روحانی سے روح کو قوت ہوگی اور روح کی قوت سے طبیعت کو قوت ہوگی اور قوت طبیعت امراض کو دفع کرے گی۔ اور بایں ہمہ اگر کوئی مرض پیدا ہوا تو گو اس سے طبعی تکلیف ہو مگر وہ تکلیف اس لئے غیر معتد بہ ہوگی کہ اس سے پریشانی نہ ہوگی اور اصل موذی پریشانی ہے نہ کہ تکلیف پس یہ تکلیف کالمعدوم ہوگی۔ ہذا ما عندنا واللہ اعلم)

جب تکلیف غذائے جسمانی سے بچنے کی تدبیر معلوم ہوگئی تو اب یہ معلوم ہونا چاہئے کہ طعام اللہ کیونکر ملے۔ سو اس کی تدبیر یہ ہے کہ غذائے حق سبحانہ کے منتظر رہتے ہوئے روزوں کی تکلیف پر صبر اور ان پر مداومت کرو کیونکہ حق سبحانہ جو کہ حکیم اور حلیم ہیں اپنے عطایا انتظار کی حالت میں دیتے ہیں اور قاعدہ ہے کہ روٹی کا انتظار پیٹ بھرنے کو نہیں ہوتا اور اس کو اس کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی کہ خوراک مقرر سویرے آئے گی یا دیر میں۔ برخلاف بھوکے کے کہ وہ ہر وقت یہی کہتا ہے کہ کھانا کہاں ہے اور بھوک کے سبب وہ ہر دم اس کا منتظر رہتا ہے اس لئے ضرورت ہے بھوک اور روزہ کی۔ تاکہ تم کو خوراک کا انتظار ہو اور وہ غذائے روحانی تم کو ملے ورنہ جبکہ تم بھوکے نہ ہوگے اور اس لئے تم کو انتظاری نہ ہوگا تو وہ کثیر المقدار غذا تم کو نہ ملے گی۔ پس تم مردانہ خوان آسمان کے منتظر بنو۔ اور روزہ پر مداومت کر کے بھوکے رہو کیونکہ ہر بھوکے کو انجام کار غذا مل جاتی ہے اور آفتاب دولت اس پر تاباں ہوتا ہے۔

نیز قاعدہ ہے کہ جب کوئی عالی ہمت مہمان کھانا کم کھاتا ہے تو میزبان اس کے لئے بہتر سے بہتر کھانا لاتا ہے۔ بجز فقیر یا بخیل میزبان کے وہ تو ضرور ایسا نہیں کرتا پس تم غذائے جسمانی سے نفرت پیدا کرو تاکہ تم کو بہتر غذا یعنی غذائے روحانی ملے اور حق سبحانہ کی نسبت جو کہ رازق کریم ہیں۔ مفلسی یا بخل کا گمان بد نہ کرو اور تم پہاڑ کی طرح سر اٹھاؤ تاکہ سب سے پہلے آفتاب رحمت کا نور تم پر پڑے کیونکہ پہاڑ کی چوٹی خورشید سحر کی منتظر ہوتی ہے تو سب سے پہلے آفتاب اسی کو اپنے فیض سے بہرہ ور کرتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

غرضکہ تم اپنے اندر غذائے روحانی کی طلب اور اس کا انتظار پیدا کرو۔ (فائدہ قولہ کہ "نہ حبس باد قولنجت کند۔ چارمیخ معدہ آہخت کند" کی شرح میں محمد رضا نے کہا ہے حاصل آنکہ ترا غذائے روحانی نہ حبس باد قولنج کند و نہ بپائے بند معدہ کشیدن گرداند۔ و معدہ کشیدن در زیر بار طبل شکم دبر آمدن باشد انتھی اور ولی محمد نے بھی اسی مضمون کو قائم کر رکھا ہے لیکن یہ مضمون ایک حد تک اس وقت صحیح ہوسکتا ہے جبکہ نسخہ کہ نہ حبس باد قولنجت بواؤ عاطفہ ہو اور ہمارے نسخہ میں ایسا نہیں ہے اس لئے ہم نے شرح میں بیت مذکورہ کے مصرع اول کو مضمون بالا سے مرتبط قرار دیا ہے اور مصرع ثانی کو علیحدہ مضمون اور مابعد سے مرتبط ٹھہرایا ہے اور یہی مضمون ہم کو اچھا معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ۲:۔ قولہ کم خوری خوئے بدو خشکی و دق میں ولی محمد نے دق کو مجازاً بمعنی لاغری قرار دیا ہے مگر ہم نے ترک حقیقت کی ضرورت نہیں خیال کی۔

فائدہ۳:۔ قولہ باش در روزہ شکیبا و مصرالی قولہ آفتاب دولتی بروئے بتافت پر بادی النظر میں ایک شبہ ہوتا ہے وہ یہ کہ ترک غذائے جسمانی سے اور بھوکا رہنے سے تو غذائے جسمانی کی خواہش اور اسی کا انتظار بڑھے گا نہ کہ غذائے روحانی کا پھر اس خواہش اور انتظار پر غذائے روحانی کا ترتب کیونکر ہوگا۔

سو حل اس شبہ کا یہ ہے کہ اس ترک اکل کا منشاء غذائے جسمانی سے نفرت اور غذائے روحانی کی رغبت ہے کیونکہ وہ وسیلہ ہے حصول غذائے روحانی کا۔ پس اس سے غذائے جسمانی کا انتظار نہ بڑھے گا بلکہ اس سے غذائے روحانی کی خواہش اور اسی کا انتظار بڑھے گا کیونکہ اختیار وسیلہ میں جس قدر مشقت اور زحمت کا سامنا ہوتا ہے اسی قدر مطلوب کی خواہش اور اس کا اشتیاق اور انتظار بڑھتا ہے مثلاً جب کوئی مسافر کسی مقام کے قصد سے چلتا ہے تو جس قدر سفر کی تکان زیادہ ہوتی ہے اسی قدر وصول کی خواہش اور اس کا اشتیاق اور انتظار بڑھتا ہے۔

پس جبکہ آدمی اس غرض سے بھوکا رہے گا کہ شوکت و صولت نفس ٹوٹے اور ہم میں غذائے روحانی کی قابلیت و استعداد قریب پیدا ہو اور اس طرح ہم کو غذائے روحانی مل جائے تو جس قدر بھوک سے اسے تکلیف ہوگی اسی قدر اس کی یہ خواہش بڑھے گی اور اتنا ہی غذائے روحانی کا انتظار بڑھے گا۔ فاندفع الاشکال۔

در جواب آں مغفل کہ گفتہ است کہ خوش بودے ایں جہاں اگر مرگ نبودے و خوش بودے ملک دنیا اگر زوالش نبودے و علیٰ ھذہ الوتیرۃ من الفشارات

اس بیوقوف کا جواب جس نے کہا ہے کہ یہ جہان کیا ہی اچھا ہوتا اگر موت نہ ہوتی اور دنیا کی سلطنت اچھی ہوتی اگر اس کا زوال نہ ہوتا اور اسی طرح کی بکواسیں

آں یکے میگفت خوش بودے جہاں	گر نبودے پائے مرگ اندر میاں
ایک شخص کہتا تھا دنیا اچھی ہوتی	اگر موت کا پاؤں درمیان میں نہ ہوتا
آں دگر گفت ار نبودے مرگ ہیچ	کہ نیر زیدے جہان پیچ پیچ
دوسرے شخص نے کہا اگر موت بالکل نہ ہوتی	تو پر پیچ دنیا ایک تنکے کی نہ ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

خرمنے بودے بدشت افراشتہ	مہمل و ناکوفتہ بگذاشتہ
جنگل میں ابھرا ہوا ایک کھلیان ہوتا	بیکار بغیر گہائے ہوئے چھوڑا ہوا
مرگ را تو زندگی پنداشتی	تخم را در شورہ خاکے کاشتی
تو نے موت کو زندگی سمجھا	بیج کو شور زمیں میں بو دیا
عقل کاذب ہست خود معکوس بیں	زندگی را مرگ بیند آں غبیں
جھوٹی عقل خود الٹا دیکھنے والی ہے	وہ پاگل زندگی کو موت سمجھتی ہے
اے خدا بنمای تو ہر چیز را	آنچنانکہ ہست در خدعہ سرا
اے خدا! تو ہر چیز کو دکھا دے	جس طرح کہ وہ دھوکے کے گھر میں ہے
ہیچ مردہ نیست پر حسرت ز مرگ	حسرتش آنست کش کم بود برگ
کوئی مرنے والا موت پر حسرت سے پر نہیں ہے	اس کی یہ حسرت ہے کہ اس کا توشہ کم ہے
ورنہ از چاہے بصحرا اوفتاد	درمیان دولت و عیش و گشاد
ورنہ وہ کنویں سے جنگل میں آ گیا	دولت اور عیش اور خوشی میں
زیں مقام ماتم و تنگیں مناخ	نقل افتادش بصحرائے فراخ
اس غم کی جگہ اور تنگ باڑے سے	وہ وسیع جنگل میں منتقل ہو گیا
مقعد صدقے نہ ایوان دروغ	بادۂ خاصی نہ مستی ز دوغ
سچائی کا ٹھکانا نہ جھوٹ کا قلعہ	خصوصی شراب نہ کہ چھاچ کی مستی
مقعد صدق و جلیس حق شدہ	رستہ زیں آب و گل آتشکدہ
سچائی کی مجلس اور اللہ (تعالیٰ) کا ہم نشین بن گیا	آتشکدہ کے اس آب و گل سے چھوٹا ہوا
ورنہ کردی زندگانی منیر	یکدو دم ماندست مردانہ بمیر
اگر تو نے منور زندگی بسر نہیں کی ہے	ایک دو سانس باقی رہے ہیں مردانہ موت اختیار کر

شرح حبیبی

جب تم کو مضمون بالا سے معلوم ہو گیا کہ دنیا ہیچ ہے اور اصل شے آخرت ہے اور انقطاع تعلق دنیا اور موت جسمانیہ پر افسوس نہ ہونا چاہئے۔ تو اب ایک واقعہ سنو۔ جس سے مضمون بالا کا مزید ثبوت ہو وہ یہ کہ ایک شخص کہہ رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ دنیا بڑے مزے کی چیز ہوتی بشرطیکہ موت کو اس سے تعلق نہ ہوتا چونکہ اس بیان سے حیات جسمانی کی فضیلت اور موت کی برائی ظاہر کی گئی تھی جو کہ خلاف واقع تھی۔ اس لئے دوسرے شخص نے اس کہنے والے کو اس کی غلطی پر متنبہ کیا اور کہا کہ یہ تمہاری غلطی ہے کیونکہ دنیا اور جسمانی زندگی میں اگر کوئی خوبی ہے تو وہ موت ہی کے سبب ہے ورنہ اگر موت بالکل نہ ہوتی تو دنیا کوڑی کے کام کی نہ تھی۔ کیونکہ دنیا میں خیر وشر مخلوط ہیں ان کا امتیاز موت سے ہوگا اور اعمال حسنہ اسی وقت قابل انتفاع ہوں گے جب آدمی مرے گا اور اس عالم سے اس کا تعلق منقطع ہوگا۔ ایسی صورت میں اگر موت نہ ہوتی اور دنیا میں خلود ہوتا تو اس کی ایسی مثال ہوتی جیسے کھیت میں غلہ کا انبار لگا ہوا ہو اور وہ بےکار اور بےگاہا پڑا ہو۔ جس میں گیہوں اور بھوسہ ہر دو مخلوط ہوں اور اس وجہ سے گیہوں ناقابل انتفاع ہوں اس لئے دنیا بالکل لغو اور بیکار شے ہوتی۔ پس ثابت ہوا کہ موت دنیا کے اندر خوبی پیدا کرنے والی ہے نہ کہ اس کے خوبی کو کھونے والی۔ تم جو حیات دنیوی کو جو کہ حقیقت موت ہے زندگی سمجھ رہے ہو۔ یہ ایک فعل عبث اور حرکت لایعنی کرتے ہو اور گویا کہ زمین شور میں بیج بوتے ہو۔

فائدہ:۔ مرگ را تو زندگی پنداشتی الخ کی تقریر یوں بھی کی جاسکتی ہے کہ تم چونکہ حیات جسمانی کو جو کہ فی الحقیقت موت ہے زندگی سمجھتے ہو اور اس لئے اس کی بقا کی تمنا اور موت سے نفرت کرتے ہو اس لئے لازم ہے کہ جو اعمال تم کرو وہ محض فضول کرتے ہو کیونکہ نتیجہ تو ان کا موت سے ظاہر ہوگا اور موت تم چاہتے نہیں تو ان کا عبث ہونا لازم اس تقدیر پر یہ دوسرا عنوان ہوگا قائل کی تحقیق وتجہیل کا۔ ہذا ہو الاوجہ عندی واللہ اعلم بالصواب)

یہاں تک اس مضمون کو ختم کر کے مولانا فرماتے ہیں کہ اس قائل کو حقیقی عقل حاصل نہیں جو اشیاء کو علیٰ ما ہی علیہ دکھلاتے تھے بلکہ اس کو عقل کاذب حاصل ہے یعنی ایک ایسی حس اس کو حاصل ہے جو حقیقت میں عقل نہیں بلکہ عقل کے مشابہ ہے اور عقل کاذب کا خاصہ ہے کہ وہ اشیاء کو الٹی دیکھتے ہیں اس لئے وہ مبتلائے خسارہ۔ شخص زندگی کو موت اور موت کو زندگی سمجھتا ہے یہ وجہ ہے اس کے اس غلط خیال کی۔

اس کے بعد مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ تو ہم کو حقیقی عقل عطا فرما اور اس فریب کے گھر دنیا میں جو کچھ بھی ہے اس کو ایسا دکھلا جیسے کہ وہ واقع میں ہے تاکہ ہم اس شخص کی طرح غلطی میں پڑ کر خسارہ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔

مناجات سے فارغ ہو کر پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شاید کسی کو یہ خیال ہو کہ اگر واقع میں موت حیات ہے اور حیات موت تو مردوں کو زندگی کی حسرت کیوں ہوگی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مردوں کو زندگی کی حسرت موت کے سبب نہ ہوگی اور اس کا منشاء یہ نہ ہوگا کہ موت بری شے ہے اور زندگی اچھی چیز بلکہ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ مرنے کے بعد اسے موت کی خوبی ظاہر ہوگی اور اس کے اعلیٰ ثمرات کا حصول اعمال حسنہ پر موقوف ہوگا۔ پس اس کو اپنے اعمال کی کمی پر افسوس ہوگا اور وہ کہے گا کہ اگر کچھ اور دنوں زندہ رہتے تو ہمیں مرکر زیادہ فائدہ ہوتا۔ لیکن گریہ افسوس نہ ہو تو صرف حیات جسمانی کے زوال اور دنیا کے چھوٹنے کا کچھ بھی غم نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ تو کنوئیں سے نکل کر لق ودق میدان میں دولت اور عیش اور خوشی میں پہنچا ہے اور تو مقام رنج وغم اور جائے تنگ سے ایک وسیع جنگل میں منتقل ہوا ہے جو کہ اس کا اصلی اور باقی رہنے والا ٹھکانہ ہے اور دنیا کی طرح جھوٹا گھر نہیں ہے اور جو کہ اصلی شراب کی طرح مستی واقعیہ رکھتا ہے اور مٹی کی طرح اس کی مستی بے حقیقت نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور وہ تو اصلی اور واقعی مقام میں خدا کا مقرب ہے اور اس آب و گل (عالم ناسوت) سے جس کو محل آلام و تکالیف ہونے کی وجہ سے آتش کدہ کہنا مناسب ہے۔ چھوٹا ہے پھر اسے جینے کی حسرت اور موت کا رنج کیونکر ہو سکتا ہے۔

پس تم کو دنیا پر خاک ڈال کر اپنی آخرت سنوارنا چاہئے۔ اگر تم اب تک دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی نہیں جئے ہو تو خیر کچھ سانس باقی رہ گئے ہیں انہی میں اپنی حالت درست کر لو۔ اور اہل اللہ کی موت مرو۔ حق سبحانہ کی رحمت بہت وسیع ہے وہ اس حالت میں بھی تم پر رحمت کریں گے۔ پس تم کو مایوس نہ ہونا چاہئے اور اس لئے رحمت کا امیدوار رہنا چاہئے اس وقت تم کو ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے حق سبحانہ کی رحمت کی وسعت اور امید رحمت کی فضیلت ظاہر ہوگی۔ سنو۔

فیما یرجیٰ من رحمة الله تعالیٰ معطی النعم قبل استحقاقها و هو الذی ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و رب بعد یورث قرباً و رب معصیة میمونة و رب سعادة تاتی من حیث یرجیٰ النقم لیعلم ان الله یبدل سیئاتهم حسنات

اس اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کے بیان میں جو استحقاق سے پہلے ہی نعمتیں عطا کرتا ہے وہ وہی ہے جو بارش برساتا ہے لوگوں کی مایوسی کے بعد، اور بہت سی دوریاں ہیں جو قرب پیدا کر دیتی ہیں اور بہت سے گناہ ہیں جو مبارک ہیں اور بہت سی سعادتیں ہیں جو اس جگہ سے حاصل ہو جاتی ہیں جہاں سے عتاب کی توقع ہوتی ہے تاکہ وہ جان لے بیشک اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدلہ دیتا ہے

در حدیث آمد کہ روز رستخیز	امر آید ہر یکے تن را کہ خیز
حدیث (شریف) میں آیا ہے کہ قیامت کے دن	ہر جسم کو حکم ہوگا کہ اٹھ
نفخ صور امر ست از یزدان پاک	کہ بر آرید اے ذرائر سر زخاک
صور کا پھکنا خدائے پاک کا حکم ہے	کہ اے چیونٹیو! مٹی سے سر ابھارو
باز آید جان ہر یک در بدن	ہمچو وقت صبح ہوش آید بتن
ہر ایک جان بدن میں واپس آ جائے گی	جس طرح صبح کے وقت جسم کو ہوش آ جاتا ہے
جان تن خود را شناسد وقت روز	در لباس خود درآید با فروز
دن کے وقت روح اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے	رونق کے ساتھ اپنے لباس میں آ جائے گی
جسم خود بشناسد و دروے رود	جان زرگر سوئے درزی کے رود
اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اس میں چلی جاتی ہے	سنار کی روح، درزی کی جانب کب جاتی ہے؟
جان عالم سوئے عالم میرود	روح ظالم سوئے ظالم میرود
عالم کی روح عالم کی جانب جاتی ہے	ظالم کی روح ظالم کی جانب جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ شناسا کرد شاں علم الٰہ	چونکہ برہ و میش وقت صبحگاہ
کیونکہ ان کو علم خداوندی نے شناسا بنا دیا ہے	جس طرح کہ بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ صبح کے وقت
پائے کفش خود شناسد در ظلم	چوں نداند جان تن خود اے صنم
اندھیروں میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے	اے صنم! روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی؟
صبح حشر کوچک است اے مستجیر	حشر اکبر را قیاس ازوے بگیر
اے پناہ کے طالب! صبح چھوٹی قیامت ہے	بڑی قیامت کو اس پر قیاس کر لے
آنچناں کہ جاں پرد سوئے طیں	نامہ پرواز یسارو از یمیں
جس طرح روح (جسم کی) مٹی کی طرف پرواز کرتی ہے	اعمالنامہ بائیں اور دائیں جانب سے پرواز کرے گا
در کفش بنہند نامہ بخل و جود	فسق و تقویٰ آنچہ وے خو کردہ بود
اس کے ہاتھ میں دیدیں گے بخل اور سخاوت کا اعمالنامہ	بدکاری اور تقویٰ جس کی اس کو عادت تھی
چوں شود بیدار از خواب او سحر	باز آید سوئے او آں خیر و شر
جب وہ صبح کے وقت بیدار ہو گا	وہ بھلا اور برا اس کی جانب واپس آ جائے گا
گر ریاضت دادہ باشد خوئے خویش	وقت بیداری ہماں آید بہ پیش
اگر اس نے اپنی عادت کی اصلاح کر لی ہوگی	بیداری کے وقت وہی سامنے آئے گی
ور بد او دی خام و زشت و در ضلال	چوں عزا نامہ سیہ یابد شمال
اگر وہ کل کچا اور بھدا اور گمراہی میں تھا	تو اس کا بایاں ہاتھ تعزیت نامہ جیسا (سیاہ) اعمالنامہ پائے گا
ور بد او دی پاک و با تقویٰ و دیں	چوں شود بیدار یابد در یمیں
اور اگر وہ کل پاک اور متقی اور دیندار تھا	جب بیدار ہوگا دائیں ہاتھ میں پائے گا
ہست مارا خواب و بیداری ما	بر نشان مرگ و محشر دو گوا
ہمارا سونا اور جاگنا ہمارے لئے	دو گواہ ہیں موت اور محشر کی علامت پر
حشر اصغر حشر اکبر را نمود	مرگ اصغر مرگ اکبر را زدود
چھوٹی قیامت نے بڑی قیامت دکھا دی	چھوٹی موت نے بڑی موت کو مانجھ دیا
لیک ایں نامہ خیالست و نہاں	واں شود در حشر اکبر بس عیاں
لیکن یہ اعمالنامہ خیالی اور پوشیدہ ہے	اور وہ بڑی قیامت میں واضح ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں خیال اینجا نہاں پیدا اثر	زیں خیال آنجا برویاند صور
یہ خیال یہاں چھپا ہوا ہے اثر پیدا ہو گا	اس خیال سے اس جگہ صورتیں اگیں گی
درمہندس بیں خیال خانہ	دردلش چوں در زمینے دانہ
انجنیر میں کسی گھر کا تصور دیکھ	اس کے دل میں اس طرح ہے جیسے زمین میں دانہ
آں خیال از اندروں آید بروں	چوں زمیں کہ زاید از تخم دروں
وہ خیال اندر سے باہر آ جائے گا	جس طرح زمین اندر کے بیج اگا دیتی ہے
ہر خیالے کوکند دردل وطن	روز محشر صورتے خواہد شدن
جو خیال دل میں وطن بناتا ہے	قیامت کے دن ایک صورت بنے گا
چوں خیالے آں مہندس در ضمیر	چوں نبات اندر زمین دانہ گیر
جیسا کہ اس انجنیر کے دل کا خیال	جس طرح کہ دانہ قبول کرنے والی زمین میں پودا
مخلصم زیں ہردو محشر قصہ ایست	مومناں را در بیانش حصہ ایست
ان دونوں محشروں (کے بیان) میں میرا مقصد قصہ (کوئی) ہے	مومنوں کے لئے اسکے بیان میں ایک حصہ ہے
چوں برآید آفتاب رستخیز	برجہند از خاک خوب وزشت نیز
جب قیامت کے دن سورج طلوع کرے گا	اچھے اور برے بھی مٹی سے اٹھ کھڑے ہونگے
سوئے دیوان قضا پویاں شوند	نقد نیک و بد بکورہ در روند
فیصلہ کی کچہری کی طرف دوڑیں گے	نیک اور بد کی نقدی بھٹی میں چلی جائے گی
نقد نیکو شادمان و ناز ناز	نقد قلب اندر زحیر و در گداز
نیک کی نقدی خوش اور پرناز ہو گی	کھوٹی نقدی پیچ و تاب اور پگھلنے میں ہو گی
لحظہ لحظہ امتحانہا می رسد	سر دلہا می نماید در جسد
دم بدم امتحانات ہوں گے	دلوں کا راز جسم میں نمایاں ہو جائے گا
چوں ز قندیل آب و روغن گشتہ فاش	یا چو خاکے کہ بروید سبز ہاش
جس طرح لالٹین سے تیل اور پانی واضح ہو جاتا ہے	یا وہ زمین جو سبزے اگا دیتی ہے
از پیاز و زعفران و کوکنار	سبزی پیدا کند دشت بہار
پیاز اور زعفران اور خشخاش	(موسم) بہار کا جنگل سبزی اگا دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں یکے سرسبز نحن المتقون	واں دگر ہم چوں بنفشہ سرنگوں
ایک سرسبز ہوگا (کیونکہ وہ) ہم پرہیزگار ہیں (میں ہے)	دوسرا بھی بنفشہ کی طرح سر جھکائے ہوگا
چشمہا بیروں جہیدہ از خطر	گشتہ دہ چشمہ زبیم مستقر
خطرے سے آنکھیں باہر نکلی ہوئی ہوں گی	ٹھکانے کے ڈر سے (آنکھ) دس آنکھیں بنی ہوئی ہوں گی
باز ماندہ دیدہا در انتظار	تاکہ نامہ ناید از سوئے یسار
انتظار میں آنکھیں پھٹی رہ جائیں گی	تاکہ اعمالنامہ بائیں جانب سے نہ آ جائے
چشم گرداں سوئے چپ وسوئے راست	زانکہ نبود بخت نامہ راست کاست
آنکھیں بائیں جانب اور دائیں گھومتی ہوں گی	اس لئے کہ دائیں اعمالنامہ کا نصیبہ گھٹا ہوا نہ ہو
چشم گرداں سوئے راست وسوئے چپ	زانکہ نبود بخت نامہ راست زپ
آنکھیں دائیں جانب اور بائیں جانب گھومتی ہوں گی	تاکہ دائیں اعمالنامہ کا نصیبہ رائیگاں نہ ہو
نامۂ آید بدست بندۂ	سرسیہ از جرم وفسق آگندۂ
ایک بندہ کے ہاتھ میں اعمالنامہ آئے گا	جو جرموں سے کالا اور فسق سے پر ہو گا
اندر و یک خیر و یک توفیق نے	جز کہ آزار دل صدیق نے
اس میں ایک بھلائی اور ایک توفیق نہ ہوگی	سوائے سچے بندے کی دل آزاری کے کچھ نہ ہو گا
پر ز سرتا پائے زشتی و گناہ	تسخر و خنبک زدن بر اہل راہ
شروع سے آخر تک برائی اور گناہ سے بھرا ہوا	راہ (طریقت) کے اہل کا مذاق اڑانے اور تالیاں پیٹنے سے
آں دغل کاری و دزدیہائے او	واں چو فرعوناں انا و انائے او
اس کی مکاری اور چوریوں سے	اس کی فرعونوں کی سی انانیت اور تکبر سے
چوں بخواند نامۂ خود آں ثقیل	داند او کہ سوئے زنداں شد رحیل
جب وہ بوجھل اپنے اعمالنامہ کو پڑھے گا	وہ جان جائے گا کہ قیدخانہ کی جانب کوچ ہوا
پس رواں گردد چو دزداں سوئے دار	جرم پیدا بستہ راہ اعتذار
تو وہ ڈاکوؤں کی طرح سولی کی جانب روانہ ہو جائے گا	قصور کھلا ہوا اور معذرت کی راہ بند ہو گی
آں ہزاراں حجت و گفتار بد	بردہانش گشتہ چوں مسمار بد
وہ ہزاروں دلیلیں اور برے بول	بڑی کیل کی طرح اس کے منہ پر بن گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

رخت دزدی درتن و درخانہ اش	گشتہ پیدا گم شدہ افسانہ اش
چوری کا سامان بدن پر اور اس کے گھر میں	کھل گیا اس کا قصہ ختم ہو گیا
پس رواں گردد بزندان سعیر	کہ نباشد خار را ز آتش گزیر
تو وہ دوزخ کے قید خانہ کی جانب روانہ ہو گا	کیونکہ کانٹے کے لئے آگ کے سوا چارہ نہیں
چوں موکل آں ملائک پیش و پس	بودہ پنہاں گشتہ پیدا چوں عسس
فرشتے سپاہی کی طرح آگے اور پیچھے	چھپے ہوئے تھے کوتوال کی طرح ظاہر ہو گئے
میبرندش میسپارندش بہ نیش	کہ بروا ے سگ بگہدانہائے خویش
اس کو لے جائیں گے اس کو عذاب کے سپرد کر دیں گے	کہ اے کتے! اپنے پاخانوں میں جا
میکشد پا برسر ہر راہ او	تابود کہ برجہد زاں چاہ او
وہ ہر راستہ پر پاؤں کھینچتا ہے	شاید کہ وہ اس کنویں سے کود بھاگے
منتظر می ایستد تن میزند	بر امیدے روئے واپس می کند
انتظار میں کھڑا ہو جاتا ہے چپ سادھ لیتا ہے	کسی امید پر مڑ کر دیکھتا ہے
اشک میبارد چو باران خزاں	خشک امیدے چہ دارد او جز آں
(موسم) خزاں کی بارش جیسے آنسو بہاتا ہے	وہ سوائے اس کے اور کیا خشک امید رکھتا ہے؟
ہر زمانے روئے واپس میکند	رو بدرگاہ مقدس میکند
وہ ہر وقت مڑ کر دیکھتا ہے	درگاہ مقدس کی طرف رجوع کرتا ہے
پس زحق امر آید از اقلیم نور	کہ بگوئیدش کہ اے بطال عور
نور کے عالم سے اللہ کی جانب سے حکم آئے گا	اس سے کہہ دو کہ اے جھوٹے ننگے!
انتظار چیستی اے کان شر	رو چہ واپس میکنی اے خیرہ سر
اے شر کی کان! کاہے کا انتظار ہے؟	اے بے ہودہ! مڑ کر کیوں دیکھتا ہے؟
نامہ ات آنست کت آمد بدست	اے خدا آزار و اے شیطاں پرست
تیرا وہی اعمالنامہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آ گیا	اے خدا دشمن! اور اے شیطان کے پجاری!
چوں بدیدی نامۂ کردار خویش	چہ نگری پس بیں جزای کار خویش
جبکہ تو نے اپنے عمل کا اعمالنامہ دیکھ لیا	پیچھے کیا دیکھتا ہے؟ اپنے کام کی جزا دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

بیہدہ جھول مولے میزنی	در چنیں چہ کو امید روشنی
کیوں بیہودہ ٹال مٹول کرتا ہے	ایسے کنویں میں روشنی کی کیا امید ہے؟
نے ترا از روئے ظاہر طاعتے	نے ترا در سرو باطن نیتے
نہ تیرے پاس ظاہر کے اعتبار سے کوئی عبادت ہے	نہ تیرے پاس پوشیدہ اور چھپی ہوئی کوئی نیت ہے
نے ترا در شب مناجات و قیام	نے ترا در روز پرہیز و صیام
نہ تیرے پاس رات کی سرگوشی اور کھڑا رہنا ہے	نہ تیرے پاس دن کی پرہیزگاری اور روزہ رکھنا ہے
نے ترا حفظ زباں ز آزار کس	نے نظر کردن بعبرت پیش و پس
نہ تیرے پاس کسی کو ستانے سے زبان کو محفوظ رکھنا ہے	نہ عبرت کے لئے آگے اور پیچھے دیکھنا ہے
پیش چہ بود یاد مرگ و نزع خویش	پس چہ باشد مردن یاراں ز پیش
"آگے" کیا ہوتا ہے؟ موت اور اپنی جان کنی	"پیچھے" کیا ہوتا ہے؟ پہلے سے دوستوں کا مرنا
نے ترا بر ظلم توبہ پر خروش	اے دغا گندم نمائے و جو فروش
نہ تیرے پاس ظلم سے آہ بھری توبہ ہے	اے دغا (باز) گیہوں دکھانے والے اور جو بیچنے والے
چوں ترازوئے تو کژ بود و دغا	راست چوں جوئی ترازوئے جزا
جبکہ "تیری ترازو" کج اور پر (دغا) تھی	تو جزاء کی صحیح ترازو کو تو کیوں تلاش کرتا ہے؟
چونکہ پائے چپ بدی در غدر و کاست	نامہ چوں آید ترا در دست راست
جبکہ تو غداری اور گھٹانے میں بایاں پاؤں بنا ہوا ہے	تو اعمالنامہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیسے آئے گا؟
چوں جزا سایہ است اے قد تو خم	سایۂ تو کج فتد در پیش ہم
اے ٹیڑھے قد والے! جبکہ جزا تیرا سایہ ہے	سامنے تیرا سایہ بھی ٹیڑھا پڑے گا
زیں قبل آید خطابات درشت	کہ شود کہ را ازاں ہم کوز پشت
اس طرح کے سخت خطابات آئیں گے	کہ اس سے پہاڑ بھی کبڑا ہو جائے گا
بندہ گوید آنچہ فرمودی بیاں	صد چنانم صد چنانم صد چناں
بندہ کہے گا جو کچھ آپ نے بیان فرمایا	میں اس سے سو گنا ہوں سو گنا ہوں سو گنا ہوں
خود تو پوشیدی بترہا را بحلم	ورنہ میدانی فضیحتہا بعلم
تو نے خود بردباری سے اس سے بدتر کو پوشیدہ رکھا	ورنہ تو رسوائیوں کو علم کے ذریعہ جانتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک بیروں از جہاد و فعل خویش	از ورائے خیر و شر و کفر و کیش
لیکن کوشش اور اپنے فعل کے علاوہ	بھلائی اور برائی اور کفر و مذہب کے علاوہ
وز نیاز عاجزانہ خویشتن	وز خیال و وہم من یا صد چو من
اپنی عاجزانہ نیاز مندی کے (علاوہ)	اپنے یا اپنے جیسے سینکڑوں کے خیال اور وہم کے (علاوہ)
بودم امیدے بمحض لطف تو	از ورائے راست باشی یا عتو
مجھے تیری مہربانی سے امید تھی	صحیح زندگی یا سرکشی کے علاوہ
بخشش محضے ز لطف بے عوض	بودم امید اے کریم بے غرض
بغیر بدلے کے مہربانی سے خالص بخشش	اے بے غرض سخی! مجھے امید تھی
رو سپس کردم بداں محض کرم	سوئے فعل خویشتن می ننگرم
میں اس خالص کرم کی طرف مڑا	میں اپنے عمل کو نہیں دیکھ رہا ہوں
سوئے آں امید کردم روئے خویش	کہ وجودم دادۂ از پیش بیش
اس کرم کی جانب میں نے اپنا چہرہ کیا ہے	کہ تو نے مجھے پہلے وجود سے زیادہ وجود عنایت کیا
خلعتے ہستی بدادی رائگاں	من ہمیشہ معتمد بودم براں
تو نے مفت وجود کا لباس عطا کیا	میں ہمیشہ اس پر بھروسہ رکھتا تھا
چوں شمارد جرم خود راؤ خطا	محض بخشایش درآید در عطا
جب وہ اپنے جرم اور خطا گنائے گا	خالص بخشش عطا میں لگ جائے گی
کاے ملائک باز آریدش بما	کہ بدستش چشم و دل سوئے رجا
کہ اے فرشتو! اس کو ہمارے پاس واپس لے آؤ	کیونکہ اس کی آنکھ اور دل امیدوار (عطا) ہیں
لاابالی وار آزادش کنیم	واں خطا ہارا ہمہ خط برزنیم
بے پروائی سے ہم اس کو آزاد کر دیں گے	اور ان سب خطاؤں پر قلم پھیر دیں گے
لاابالی مر کسے باشد مباح	کش زیاں نبود ز جرم و از صلاح
بے پروائی اس کے لئے مناسب ہے	جس کو نیکی اور بدی سے کوئی نقصان نہ پہنچے
آتش خوش بر فروزیم از کرم	تا نماند جرم و ذلت بیش و کم
ہم کرم سے ایک اچھی آگ روشن کریں گے	تاکہ جرم اور لغزش نہ تھوڑی رہے نہ زیادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

آتشے کز شعلہ اش کمتر شرار	می سوزد جرم و جبر و اختیار
وہ آگ جس کے شعلے کی چھوٹی سی چنگاری	خطا اور جبر اور اختیار کو جلا ڈالے
شعلہ در بنگاہ انسانی زنیم	خار را گلزار روحانی کنیم
ہم انسانی خیمہ گاہ میں آگ لگا دیں گے	کانٹے کو روحانی چمن بنا دیں گے
ما فرستادیم از چرخ نہم	کیمیای صلح لکم اعمالکم
ہم نے نویں آسمان سے بھیجی ہے	"وہ تمہارے لئے تمہارے اعمال کی اصلاح کرتا ہے" کی کیمیا
خود چہ باشد پیش نور مستقر	کر و فر اختیار بوالبشر
مستقل نور کے سامنے خود کیا ہے؟	ابوالبشر کے اختیار کی شان و شوکت
گوشت پارہ آلت گویائے او	پیہ پارہ منظر بینائے او
گوشت کا ایک ٹکڑا اس کے بولنے کا آلہ ہے	چربی کا ٹکڑا اس کے دیکھنے کا آلہ ہے
مسمع او آں دو پارہ استخواں	مدرکش دو قطرہ خوں یعنی جناں
ہڈی کے دو ٹکڑے اس کے سننے کا آلہ ہیں	خون کے دو قطرے یعنی دل اس کے علم کا آلہ ہیں
کرمکی و از قذر آگندۂ	طمطراقے در جہاں افگندۂ
تو گندگی سے بھرا ہوا ایک کیڑا ہے	تو نے دنیا میں دھوم مچا رکھی ہے
از منی بودی منی را واگزار	اے ایاز آں پوستیں را یاد دار
تو منی سے پیدا ہوا تھا خودی کو چھوڑ	اے ایاز! اس پوستین کو یاد رکھ

شرح حبیبی

حدیث شریف میں آیا ہے کہ قیامت میں ہر جسم کو حق تعالیٰ کا حکم ہوگا کہ اٹھو اور محاسبہ کے لئے تیار ہو یعنی بروز قیامت نفخ صور ہوگا جس سے مردے اٹھیں گے اور یہ نفخ صور میں خدا کا حکم ہے کہ اے منتشر ذرات مجتمع ہو کر اپنی قبروں سے اٹھو۔ خیر تو اس وقت ہر ایک کی جان اپنے قالب میں چلی جائے گی اور یوں چلی جائے گی جیسے صبح کے وقت جسم میں ہوش آ جاتا ہے جو کہ نیند کے سبب اس سے دور ہو گیا تھا۔

دیکھو جب دن ہوتا ہے تو جان اپنے جسم کو پہچان لیتی ہے اور اس میں چلی جاتی ہے وہ اپنے جسم کو پہچانتی اور اسی میں جاتی ہے نہ کہ دوسرے میں۔ چنانچہ سنار کی جان درزی کے قالب میں نہیں جاتی اور عالم کی جان عالم ہی کے جسم میں جاتی ہے اور ظالم کی روح ظالم ہی کے قالب میں جاتی ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ کو ہر جسم اور ہر روح کا علم

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور اس نے اپنے علم سے ارواح کو بھی حصہ دیا ہے اور ان کو ان کے اجسام سے واقف کر دیا ہے۔

اس لئے روح اور قالب کی ایسی مثال ہوگئی ہے جیسے بھیڑ کا بچہ اور بھیڑ کہ جب صبح ہوتی ہے تو ہر بچہ اپنی ہی ماں کی طرف دوڑتا ہے دوسری بھیڑ کی طرف نہیں جاتا۔ اجی گھپ اندھیرے میں پاؤں اپنے جوتے کو پہچان لیتا ہے تو روح اپنے جسم کو کیوں نہ پہچانے گی خود پہچانے گی۔ پس تم کو حشر اجساد پر کوئی اشکال نہ ہونا چاہئے کیونکہ دنیا میں اس کے نظائر مشاہد ہیں چنانچہ صبح جس کو ہم ہر روز دیکھتے ہیں قیامت صغریٰ ہے۔ پس قیامت کو بھی یوں ہی سمجھنا چاہئے اور جاننا چاہئے کہ جس طرح ہم اپنی خواب گاہوں سے اٹھتے ہیں یوں ہی قبروں سے اٹھیں گے اور جس طرح صبح کے وقت ہماری ارواح پر اجسام ملتبس نہیں ہوتیں یوں ہی قیامت میں بھی ملتبس نہ ہوں گی۔

القصہ قیامت ہوگی اور مردوں کی ارواح اپنے اپنے جسم میں جائیں گی۔ اب ہم کہتے ہیں کہ جوں ہی آدمی کی روح اپنے قالب میں آئے گی اس کا نامۂ اعمال بائیں جانب سے یا دائیں جانب سے اڑ کر اس کے ہاتھ میں آ جائے گا۔ اور بخل یا سخاوت فسق یا پرہیزگاری۔ غرض کہ جو کچھ بھی وہ دنیا میں کرتا تھا اس کی مکمل اور مفصل فہرست اس کے ہاتھ میں دیدی جائے گی۔ اور یہ امر بھی ناقابل استبعاد و انکار ہے کیونکہ اس کے نظائر بھی دنیا میں مشاہد ہیں۔

دیکھو جب آدمی صبح کو سونے سے اٹھتا ہے تو اس کی بھلائی برائی اس کے سامنے آ جاتی ہے مثلاً اگر وہ ریاضت کا خوگر تھا تو بیداری کے وقت ریاضت کو اپنے سامنے پاتا ہے اور اگر ناقص اور برا اور مبتلائے گمراہی تھا تو ماتم کی طرح سیاہ نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں آتا ہے اور اگر وہ پاک اور متقی اور دیندار تھا تو جب وہ بیدار ہوتا ہے تو اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پاتا ہے۔ القصہ آدمی جس بات کا عادی ہوتا ہے جب سو کر اٹھتا ہے تو اسی بات کا خیال اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور یہ گویا کہ اس کا نامۂ اعمال ہے جو اس کے دائیں یا بائیں ہاتھ میں آیا ہے۔

پس ہماری نیند اور ہماری بیداری۔ موت اور قیامت کے دو گواہ ہیں اور حشر اصغر یعنی بیداری۔ حشر اکبر یعنی قیامت کو ظاہر کرتا ہے اور مرگ اصغر یعنی نیند۔ مرگ اکبر۔ یعنی موت کو ظاہر کرتی ہے یہ سب کچھ ہے۔

لیکن یہ واضح رہے کہ اشیاء مذکورہ بالا امثال نہیں ہیں بلکہ مثالیں ہیں یعنی ان میں مماثلت و مشابہت تام نہیں بلکہ فی الجملہ مماثلت و مشابہت ہے۔ اس لئے کہ نامۂ اعمال جو قیامت میں ہاتھ میں آئے گا۔ اس کی نظیر میں ہم نے وہ نامۂ اعمال پیش کیا ہے جو بیداری کے وقت میں آدمی کے ہاتھ میں آتا ہے مگر دونوں یکساں نہیں ہیں بلکہ ان میں بہت بڑا فرق ہے چنانچہ بیداری کے وقت جو نامۂ اعمال ہاتھ میں آتا ہے وہ محض خیال اور مخفی ہوتا ہے۔ اور قیامت میں جو نامۂ اعمال ہاتھ میں آئے گا وہ وہاں خوب ظاہر ہوگا کیونکہ جو خیال یہاں اپنی ذات سے مخفی اور اپنے اثر کے ذریعہ سے ظاہر ہے اس خیال سے وہاں صور جوہریہ پیدا ہو جائیں گے۔ خیال کا صورت جوہریہ بن جانا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ انجینئر کے اندر عمارت کا خیال دیکھ لو جو کہ اس کے دل میں یوں چھپا ہوتا ہے جیسے زمین میں دانہ کہ وہ خیال اندر سے یوں باہر آتا ہے جیسے زمیں اندروں دانہ سے گھاس اگاتی ہے اور اس طرح ایک خیالی صورت جوہریہ بن جاتا ہے۔ پس اسی طرح سمجھ لو کہ جو خیال آدمی کے دل میں گھر کرتا ہے قیامت میں وہ صورت جوہریہ بن جائے گا۔ جس طرح کہ انجینئر کا دل خیال وجود خارجی اختیار کرنے کی صورت میں صورت جوہریہ ہو جاتا ہے یا جیسا کہ بیج قبول کرنے والی زمین میں نبات دانہ سے پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ ہر دو محشر کی تحقیق ختم ہوئی اور میرا مقصود ان

دونوں محشروں کی تفصیل سے تذکیر و پند تھا۔ مسلمانوں کو ان کی تفصیل سے کوئی حصہ ضرور ملے گا اور ان کو کچھ نہ کچھ فائدہ ہوگا۔ اب ہم پھر حصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس وقت آفتاب محشر طلوع ہوگا تو اس وقت اچھے برے لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے اور عدالت محشر کی طرف دوڑیں گے اور اس طرح گویا کہ کھرا اور کھوٹا سونا دونوں بھٹی میں جاویں گے اور دمبدم ان کا امتحان ہو رہا ہوگا اور قلوب کی حالت جسم میں تو یوں چمکتی ہوگی جیسے کہ قندیل میں سے پانی کا پانی ہونا اور تیل کا تیل ہونا ظاہر ہو۔ یا خاک سے سبزہ اگے ہوں اور صحرائے بہار پیاز اور زعفران اور پوست وغیرہ سے سرسبز ہو۔ پس ان میں سے کوئی یہ خیال کر کے کہ ہم متقی ہیں آج ہم کو کچھ خوف اور غم نہیں خوش وخرم ہوں گے اور کچھ بنفشہ کی طرح ندامت سے سر جھکائے ہوں گے اور مارے خوف سے آنسوؤں کے نالے بہتے ہوں گے اور پائیدار خوف کے سبب سخت انتظار میں ہوں گے۔ ان کی آنکھیں انتظار میں کھلی کی کھلی رہ گئی ہوں گی کہ ایسا نہ ہو کہ نامۂ اعمال بائیں طرف سے آ جائے۔ یہ لوگ دائیں بائیں دیکھتے ہوں گے کیونکہ وہ سمجھتے ہوں گے کہ صحیح نوشتہ تقدیر میں کوئی کمی نہیں ہو سکتی۔ (خلاصہ یہ کہ وہ جانتے ہوں گے کہ تقدیر کا لکھا پورا ہوگا اس لئے وہ سخت پریشان ہوں گے کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے اور اس وجہ سے وہ حیران و پریشان دائیں بائیں دیکھتے ہوں گے) اسی حالت میں ایک شخص کے ہاتھ میں نامۂ اعمال آئے گا جس کا دل جرائم سے سیاہ اور جو کہ فسق وفجور سے لبریز ہوگا اس میں کوئی بھلائی اور کوئی خوبی نہ ہوگی اور اس میں بجز اہل اللہ کے دل کے ستانے یعنی ان کی مخالفت کرنے کے اور کوئی بات نہ ہوگی۔ اور وہ سر سے پاؤں تک برائیوں اور گناہوں یعنی اہل اللہ کا مذاق اڑانے ان پر تالیاں بجانے دغابازی چوری اور فرعون کی سی خودی وغیرہ سے بھرا ہوگا یہ شخص جب اپنا نامۂ اعمال پڑھے گا تو سمجھے گا کہ بس اب جیل خانہ جانا ہوگا۔ اس کے بعد یہ شخص بحکم الٰہی دوزخ کی طرف یوں روانہ ہوگا جیسے چور سولی کی طرف جاتے ہیں اس کا جرم ظاہر ہوگا اور معذرت کی راہ مسدود ہوگی اور اس کی وہ ہزاروں حجتیں اور بے ہودہ گفتگوئیں جو وہ دنیا میں کیا کرتا تھا اس کے منہ پر میخ کا کام دیتے ہوں گے۔ اس کو لب کشائی کا موقع نہ دیتے ہوں گی اور چوری کا مال اس کے جسم اور گھر سے برآمد ہو چکا ہوگا۔ یعنی جرم اس پر بخوبی ثابت ہو چکا ہوگا اس لئے اس کا افسانہ بریت وصفائی معدوم ہو چکا ہوگا۔

لہٰذا وہ جیل خانہ کی طرف روانہ ہو گیا ہوگا کیونکہ وہ کانٹا ہوگا اور کانٹا لامحالہ آگ میں جلتا ہے۔ فرشتے سپاہیوں کی طرح اس کے آگے اور پیچھے ہوں گے جو کہ پہلے مخفی تھے اور اب ظاہر ہوں گے۔ جیسے کہ کوتوالی کی حالت ہوتی ہے کہ وہ ملزموں کی گرفتاری کے وقت .... چھپتا ہے اور جب وہ اس کی زد میں آ جاتے ہیں تو فوراً نکل پڑتا ہے۔ الغرض وہ اسے لے جاتے اور تکلیف کے حوالہ کرتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ او کتے اپنے گھر ان کو چل مگر وہ شخص راستہ میں پاؤں ملتا چلتا ہوگا۔ بدیں امید کہ شاید وہ اس کنوئیں (مصیبت) سے نکل جائے۔ کسی انتظار میں خاموش کھڑا ہو جائے گا اور کسی توقع پر پیچھے مڑ کر دیکھنے لگے گا۔ اور موسم خزاں کی طرح بے سود آنسو بہاتا ہوگا کیونکہ اس کے پاس بجز خالی پھیکی امید کے اور کچھ نہ ہوگا۔ غرضکہ وہ ہر وقت منہ موڑ کر دیکھتا ہوگا اور درگاہ حق سبحانہ کی طرف منہ کرتا ہوگا۔ پس حق سبحانہ کی طرف سے یعنی اقلیم نور سے فرشتوں کا حکم ہوگا تم اس سے کہو کہ او بطال اور کسوت اعمال حسنہ سے ننگے اور برائیوں کی معدن تجھے کس بات کا انتظار ہے اور او بے ہودہ تو بار بار پیچھے مڑ کر کیا دیکھتا ہے۔ اے دشمن خدا او مطیع شیطان! تیرا نامہ اعمال تو وہ ہے جو تیرے ہاتھ میں آ چکا ہے اور جس کو تو دیکھ چکا ہے پس جبکہ تو اپنے نامۂ اعمال کو

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھ چکا ہے جس میں کوئی بھلائی ہے ہی نہیں تو پھر مڑ کر کیا دیکھتا ہے اب تو تجھے اپنا اعمال کا بدلہ دیکھنا چاہئے۔ اور فضول بار بار کیوں بھٹکتا ہے۔ اس کنوئیں میں روشنی کی توقع کہاں ہے کیونکہ نہ تو ظاہری ہی تیرے کوئی طاعت ہے اور نہ تیرے باطن میں کسی اچھے کام کا عزم مصمم ہے اور نہ رات میں تو نے مناجات اور قیام کیا ہے اور نہ دن میں معاصی سے پرہیز اور روزے رکھے ہیں اور نہ تو نے اپنے زبان کو لوگوں کی دل آزاری سے روکا ہے اور نہ تو نے آگے پیچھے عبرت سے نظر کی ہے آگے سے کیا مراد ہے اپنی موت کو یاد کرنا اور پیچھے سے کیا مقصود ہے یاروں کا پہلے مرجانا یعنی نہ تو نے کبھی موت کو بطور خود یاد کیا ہے کہ ایک روز ہمیں مرنا ہے اس کے لئے کچھ سامان کرنا چاہئے اور نہ تو نے دوسروں کی موت سے عبرت پکڑی ہے اور نہ تو نے کبھی ظلم سے تضرع وزاری کے ساتھ توبہ کی ہے۔

پس اے دغا باز گندم کا جو فروش جبکہ تیرے ترازوئے عمل میں کجی اور دھوکہ تھا تو تو ترازوئے عوض کو راست کیسے چاہتا ہے اور جبکہ تو بے وفائی اور کج طاعت میں بایاں پاؤں یعنی ناقص تھا۔ تو نامہ اعمال تیرے دائیں ہاتھ میں کیونکر آئے اور تو منصور کیونکر ہو اور جبکہ جزا کو اعمال سے وہی نسبت ہے جو قد کو سایہ سے تو اے ٹیڑھے قد والے اور بدعمل تیرا سایہ تیرے آگے ٹیڑھا ہی پڑے گا اور تجھے جزا اعمال کے موافق ہی ملے گی۔

غرضکہ اسی قسم کے سخت سخت خطاب ہوں گے جس کی ہیبت سے پہاڑ بھی جھک جائے۔ اس کے جواب میں وہ شخص عرض کرے گا کہ جو کچھ ارشاد ہوا ہے میں اس سے بھی سو گنا برا ہوں اور آپ نے اب تک میری برائیوں کو اپنے حلم سے چھپایا تھا۔ ورنہ میرے عیوب کو آپ اپنے علم کامل سے بخوبی جانتے تھے۔ لیکن اے کوشش اور اپنے فعل سے الگ اور اپنی برائی بھلائی اور کفر و ایمان اور اپنے عاجزانہ نیاز اور اپنے بلکہ مجھ سینکڑوں کے وہم و خیال سے باہر۔ مجھے آپ کی عنایت محضہ کی امید تھی خواہ یہ میری امید بجا ہو یا سرکشی۔ اور اے کریم بے غرض مجھے آپ کی بے عوض عنایت سے بخشش محضہ متعینہ علی العمل کی توقع تھی۔ پس میں اس امید کی طرف رخ کرتا ہوں جو آپ کی اس عنایت سے ناشی ہے کہ آپ نے مبدأ مجھے وجود اور خلعت ہستی مفت اور بے عوض عطا فرمائی تھی اور جس پر میں ہمیشہ سے بھروسہ کئے ہوئے تھا۔ غرض کہ جب وہ اپنے جرائم اور خطائیں گنائے گا اور ان کا اعتراف کرے گا تو حق سبحانہ بخشش صرفہ دینے پر آمادہ ہوں گے اور حکم ہوگا کہ اے فرشتو اسے ہمارے پاس واپس لے آؤ کیونکہ اس کی آنکھ اور اس کا دل دونوں امید رحمت کی طرف متوجہ تھے ہم اس کو آزادانہ اپنے اختیار شاہی سے آزاد کرتے ہیں اور اس کے جرائم کو اور جس کو نہ جرم سے ضرر ہو اور نہ صلاح سے فائدہ ایسی کو آزادی جائز ہے اور جو کچھ وہ کرے اس کو حق ہے اور ہماری شان یہ ہے لہذا آپ کو آزادی جائز ہے اگر ہم ایک سراپا جرم و گناہ کو بالکل معاف کردیں اور سراپا طاعت کو جہنم میں بھیج دیں تو ہم کو حق ہے اور ہمارا یہ فعل بالکل ٹھیک ہے اور مجھ پر کچھ اعتراض نہیں ہوسکتا۔ لایسئل عما یفعل وھم یسئلون ہم اپنے کرم کی آتش کو سو یہاں تک مشتعل کرسکتے ہیں کہ خطا و قصور کا نام و نشان نہ رہے اور ایک قلم سب کو معاف کرسکتے ہیں اور ہم وہ آگ مشتعل کرسکتے ہیں جس کا ادنیٰ شعلہ تمام جرائم اور جبر و اختیار کو بھسم کردے۔

فائدہ:۔ جبر سے مراد جرم ناشی از جبر اور اختیار سے مراد جرم ناشی از اختیار ہے۔ اور یہ تشریح ہے جرم کی یعنی ہم تمام جرائم کو معاف کرسکتے ہیں خواہ وہ عقیدہ جبر سے ناشی ہوں یا عقیدہ اختیار سے واللہ اعلم)

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ہم خانۂ انسانی میں آگ لگا سکتے ہیں اور خار کو گلزار روحانی بنا سکتے ہیں یعنی ہم آدمی کی قلب ماہیت کر کے اس کی صفات ذمیمہ کو مبدل بہ صفات حمیدہ کر سکتے ہیں چنانچہ ہم نے بالائے عرش سے ایک ایسی کیمیا بھیجی تھی جو بندوں کے اعمال کے نقصان کی اصلاح کر کے ان کو کامل بنا سکتی تھی۔ اور ہم نے کہہ دیا تھا یایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وقولوا قولاً سدیدا یصلح لکم اعمالکم و یغفر لکم ذنوبکم۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ کا ارشاد نہایت بجا ہے اور وہ ملتفیا کا یا پلٹ کر سکتے ہیں کیونکہ اس نور دائم کے یعنی حق سبحانہ کے سامنے آدمی کے اختیار کی شان وشوکت کیا حیثیت رکھتی ہے کچھ بھی نہیں کیونکہ جس زبان سے وہ بولتا ہے وہ ایک گوشت کا ٹکڑا ہے جس میں گویائی کی قوت حق سبحانہ نے عطا فرمائی ہے اور جس آنکھ سے وہ دیکھتا ہے وہ ایک چربی کا ٹکڑا ہے جس میں دیکھنے کی قوت حق سبحانہ نے رکھی ہے اور جس کان سے وہ سنتا ہے وہ ہڈیوں کے ٹکڑے ہیں جس کو قوت سامعہ حق سبحانہ نے عطا فرمائی ہے اور جس دل سے وہ ادراک کرتا ہے وہ چند خون کے قطرہ ہیں۔ جس میں قوت ادراک حق سبحانہ نے ودیعت رکھی ہے۔ پس وہ جب چاہیں زبان سے قوت گویائی آنکھوں سے قوت بینائی کانوں سے قوت شنوائی دل سے قوت مدرکہ سلب کر سکتے ہیں۔ چلئے خاتمہ ہوا اختیار انسانی کا۔ بس جب اختیار انسان حق سبحانہ کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور آدمی اپنے اختیار ہی سے برا یا بھلا بنتا ہے تو پھر اس کے قلب ماہیت کر دینا اس کے نزدیک کون سی بڑی بات ہے۔

اس مضمون کو ختم کر کے مولانا مضمون ارشادی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے انسان تیری یہ تو حالت ہے کہ تو ایک معمولی کیڑا اور وہ بھی گندگی سے بھرا ہوا ہے مگر تو نے جہاں میں اپنی دھوم مچا رکھی ہے اور تو ایسا بنا ہوا ہے جیسا کہ نعوذ باللہ تو ہی خدا ہے۔

یہ حرکت تیری نہایت نازیبا ہے تو منی سے گندہ اور ناپاک چیز سے پیدا ہوا ہے پس تو خودی کو چھوڑ اور اے ایاز تو اپنا پرانا پوستین یاد رکھ یعنی اے انسان تو اپنی حالت سابقہ کو نہ بھول۔ اور حق سبحانہ کے سامنے تذلل اور تمسکن اختیار کر اور خودی و سرکشی کو چھوڑ جو کہ ہمارے قول اے ایاز آن پوستیں را یاد دار۔ اشارہ تھا ایک قصہ کی طرف اس لئے اب ہم اس قصہ کو بیان کرتے ہیں اور حسب توقع اس سے مفید نتائج بھی استنباط کریں گے اور وہ قصہ سنو۔

قصۂ ایاز وحجرہ داشتن او جہت چارق وپوستین وگمان بردن خواجہ تاشاں کہ او را دراں حجرہ دفینہ است بسبب محکمی در وگرانی قفل ورفتن او بداں جا

ایاز اور اس کے چپل اور پوستین کے لئے حجرہ رکھنے کا قصہ اور اس کے ساتھیوں کا گمان کرنا کہ اس حجرے میں اس کا خزانہ ہے دروازہ کی مضبوطی اور تالے کے بھاری پن اور اس کے وہاں جانے کی وجہ سے

آں ایاز از زیرکی انگیختہ	پوستین و چارقش آویختہ
ایاز ذہانت سے بھڑکا ہوا تھا	اس نے اپنی پوستین اور چپل لٹکا رکھی تھی
میر و دہر روز در حجرہ خلا	چارقت اینست منگر در علا
علیحدہ حجرے میں روزانہ جاتا تھا	تیری یہ چپل ہے بلندی پر نظر نہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

شاہ را گفتند او را حجرہ ایست	اندر آنجا زر و سیم و خمرہ ایست
انہوں نے بادشاہ سے کہا اس کا ایک حجرہ ہے	وہاں سونا چاندی اور مٹکا ہے
راہ می ندہد کسے را اندرو	بستہ میدارد ہمیشہ آں در او
وہ اس کے اندر جانے کی کبھی اجازت نہیں دیتا ہے	وہ ہمیشہ اس دروازے کو بند رکھتا ہے
شاہ فرمودا اے عجب آں بندہ را	چہ بود پنہان و پوشیدہ ز ما
شاہ نے کہا تعجب ہے اس غلام کا	ہم سے چھپا اور ڈھکا کیا ہو گا؟
پس اشارت کرد میرے را کہ رو	نیم شب بگشائے در در حجرہ شو
پھر اس نے ایک سردار کو اشارہ کیا کہ جا	آدھی رات کو دروازہ کھول' حجرے میں چلا جا
ہرچہ یابی مر ترا یغماش کن	سر او را بر ندیماں فاش کن
تو جو کچھ پائے تیرا ہے اس کو لوٹ لے	اس کے راز کو ساتھیوں پر فاش کر دے
با چنیں اکرام و لطف بے عدد	از لئیمی سیم و زر پنہاں کند
ایسے اعزاز اور بے شمار مہربانیوں کے باوجود	کمینہ پن سے چاندی اور سونا چھپاتا ہے
مینماید او وفا و عشق و جوش	وانگہ او گندم نمائے و جو فروش
وہ وفا اور عشق اور جوش دکھاتا ہے	پھر وہ گیہوں دکھانے والا اور جو بیچنے والا ہے
ہر کہ اندر عشق یابد زندگی	کفر باشد پیش او جز بندگی
جو شخص عشق میں زندگی حاصل کر لے	اس کے نزدیک غلامی کے علاوہ کفر ہے
نیم شب آں میر' باسی معتمد	در کشاد حجرہ او رائے زد
اس امیر نے آدھی رات کو تیس معتمد آدمیوں کے ساتھ	اس کے حجرے کو کھولنا طے کیا
مشعلہ بر کردہ چندیں. پہلواں	جانب حجرہ روانہ شادماں
چند بہادر اور مشعلیں • لئے ہوئے	خوشی خوشی' حجرے کی جانب روانہ ہو گئے
کامر سلطانست بر حجرہ زنیم	ہر یکے ہمیان زر درکش کنیم
کہ بادشاہ کا حکم ہے کہ ہم حجرہ لوٹ لیں	ہم میں سے ہر ایک سونے کی تھیلی بغل میں دبا لے
آں یکے میگفت ہے چہ جائے زر	از عقیق و لعل گوی و از گہر
ایک کہتا تھا سونا کیا ہوتا ہے	عقیق اور لعل اور موتی کی بات کر

www.besturdubooks.wordpress.com

خاص خاص مخزن سلطان ویست	بلکہ اکنوں شاہ را خود جان ویست
وہ شاہی خزانہ کا خاص الخاص ہے	بلکہ اب تو وہ خود شاہ کی جان ہے
چہ محل دارد بہ پیش آں عشیق	لعل و یاقوت و زمرد یا عقیق
اس معشوق کے آگے کیا وقعت رکھتا ہے؟	لعل اور یاقوت اور زمرد یا عقیق
شاہ را بروے نبودے بدگماں	تسخرے میکرد بہر امتحاں
بادشاہ کو اس پر . بدگمانی نہ تھی	وہ آزمائش کے لئے مذاق کر رہا تھا
پاک میدانستش از ہر غش و غل	باز از وہمش ہمی لرزید دل
وہ اس کو ہر کھوٹ اور فریب سے پاک سمجھتا تھا	پھر وہم سے اس کا د لرزتا تھا
کہ مبادا کایں بود خستہ شود	من نخواہم کہ برو خجلت رود
کہ وہ خدانخواستہ رنجیدہ ہو	میں خواہاں نہیں ہوں کہ اس کو شرمندگی ہو
ایں نہ کرداست او وگر کرد او رواست	ہر چہ خواہد گو بکن محبوب ماست
اس نے یہ نہ کیا ہوگا اور اگر کیا ہے تو جائز ہے	کہہ دے وہ جو چاہے کرے ہمارا پیارا ہے
ہر چہ محبوبم کند من کردہ ام	او منم من او چہ گر در پردہ ام
میرا پیارا جو کرے وہ میں نے کیا ہے	وہ میں ہوں میں وہ' اگرچہ میں پردے میں ہوں
باز گفتے دور ازاں خوئے و خصال	اینچنیں تخلیط ژاژ ست و خیال
پھر کہتا اس خصلت اور عادت سے بعید ہے	اس طرح کی گڑ بڑ بکواس اور وہم ہے
از ایاز ایں خود محال ست و بعید	کو یکے دریا ست قعرش ناپدید
ایاز سے یہ خود ناممکن اور بعید ہے	کیونکہ وہ ایک ایسا دریا ہے جس کی تھاہ نہیں ہے
ہفت دریا اندر و یک قطرۂ	جملہ ہستیہا ز مہرش ذرۂ
ساتوں سمندر اس کے اندر ایک قطرہ ہیں	تمام ہستیاں اُس کی محبت کا ایک ذرہ ہیں
جملہ پاکیہا ازاں دریا برند	قطرہایش یک بیک مینا گرند
سب اس دریا سے پاکی حاصل کرتے ہیں	اس کا ایک ایک قطرہ مینا بنانے والا ہے
شاہ شاہانست و بلکہ شاہ ساز	وز برائے چشم بدنامش ایاز
وہ شاہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے	نظر بد کی وجہ سے اس کا نام ایاز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چشمہائے نیک ہم بروے بدست	از رہ غیرت کہ حسنش بیحدست
بھلی نگاہیں بھی اس پر بری ہیں	غیرت کی وجہ سے کیونکہ اس کا حسن بیحد ہے
یک دہاں خواہم پہنہائے فلک	تا بگویم وصف آں رشک ملک
آسمان کی چوڑائی والا ایک منہ چاہتا ہوں	تاکہ اس رشک ملائکہ کی تعریف کر سکوں
ور دہاں یابم چنیں و صد چنیں	تنگ آید در بیان آں امیں
اور اگر میں ایسا اور اس جیسے سینکڑوں منہ پالوں	اس امانت دار کے بیان میں تنگ ہو جائیں
اینقدر ہم گر نگویم اے سند	شیشۂ دل از ضعیفی بشکند
اے معتمد! اگر میں اتنا بھی نہ کہوں	کمزوری سے دل کا شیشہ ٹوٹ جائے
شیشۂ دل را چو نازک دیدہ ام	بہر تسکیں بس قبا بدریدہ ام
چونکہ میں نے دل کے شیشہ کو نازک سمجھا	تسکین کے لئے میں نے بہت سی قبائیں چاک کی ہیں
من سر ہر ماہ سہ روز اے صنم	بے گماں باید کہ دیوانہ شوم
اے محبوب! میں ہر مہینہ کے شروع میں تین دن	یقیناً دیوانہ بن جاتا ہوں
ہیں کہ امروز اول سہ روزہ است	روز پیروزیست نے پیروزہ است
خبردار! آج تین دن کا پہلا دن ہے	کامیابی کا دن ہے نہیں فیروزہ ہے
ہر دلے کاندر غم شاہے بود	دمبدم او را سر ایں مہ بود
جو دل شاہ کے عشق میں (مبتلا) ہو	اس کا ہر وقت اس مہینہ کا شروع ہوتا ہے

شرح حبیبی

وہ ایاز جو کہ دانائی سے نشو و نما پائے ہوئے اور سراپا دانائی تھا۔ اس کا تقرب سلطانی سے پیشتر کا پوستین اور اسے زمانہ کی جوتیاں حجرہ میں لٹکی ہوئی تھیں اور وہ ہر روز حجرۂ خلوت میں جاتا اور اپنے نفس سے کہتا کہ دیکھ تیری یہ حقیقت ہے اور تیرا یہ جوتا موجود ہے اسے دیکھ لے اور خبردار اس علو مرتبت پر نظر نہ کرنا جو تجھ کو محض عنایت شاہی سے ملی ہے۔

اصل واقعہ تو یہ تھا مگر جب لوگوں نے دیکھا کہ ایاز نے ایک خاص حجرہ پر قبضہ کر رکھا ہے جس میں وہ کسی کو نہیں جانے دیتا تو اس سے ان کو شبہ ہو گیا اور انہوں نے بادشاہ سے کہا کہ حضور ایاز کے پاس ایک حجرہ ہے اور اس میں اس نے سونے چاندی اور مال کا مٹکا رکھ رکھا ہے۔ چنانچہ وہ اس میں کسی کو نہیں گھسنے دیتا اور اس کا دروازہ ہمیشہ مقفل رکھتا ہے بادشاہ نے اول اپنے دل میں تعجب سے کہا کہ ہمارے اس غلام خاص کے پاس ایسی کیا چیز ہو گی جسے وہ ہم سے بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

چھپاتا ہے۔ اس کے بعد اس نے ایک سردار کو حکم دیا کہ اچھا تم آدھی رات کے وقت جبکہ ایاز سوتا ہو دروازہ کھول کر اس میں گھس جاؤ اور تلاشی لو۔ اس میں جو کچھ تمہیں ملے وہ تمہارا ہے لوٹ لو۔ اور اس کی حقیقت کو اہل دربار سے بیان کر دو۔ غضب ہے کہ ہم اس پر اس قدر عنایت کرتے ہیں اور وہ اپنے باجے میں سے اموال شاہی چراتا ہے اور ہم سے وفاداری و عشق و محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ حالانکہ وہ گندم نما اور جو فروش ہے یہ حرکت اس کی نہایت نازیبا ہے کیونکہ جو شخص عاشق ہو اور عشق اس کی حیات کا ذریعہ ہو اس کے نزدیک بجز اطاعت محبوب کے دوسری روش کفر ہے خیر جب آدھی رات ہوئی تو اس معتمد سردار نے اس کے حجرہ کے کھولنے کی رائے قائم کی۔ چنانچہ چند زبردست سپاہی مشعل روشن کر کے اس کے حجرہ کی جانب خوش خوش یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے کہ اب تو حکم شاہی ہو چکا ہے۔ اب ہم حجرہ پر حملہ کریں گے اور ہم میں سے ہر ایک اشرفیوں کی تھیلی بغل میں دبائے گا دوسرا کہتا تھا ارے اشرفیاں کیسی عقیق و لعل و گوہر کہو۔ کیونکہ وہ تو سلطان کا خاص الخاص خزانچی ہے بلکہ یوں کہو کہ آج کل تو وہی سلطان کی جان ہے۔ پس اس کے نزدیک لعل و یاقوت و زمرد و عقیق بھی کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ ایسی حالت میں نہیں معلوم اس میں کیا دولت ہوگی یہ تو ان لوگوں کی حالت تھی۔ اب سلطان کی حالت سنو اس کو ایاز کی نسبت کوئی بدگمانی نہ تھی اور تلاشی کا حکم جو اس نے دیا تو وہ اظہار حقیقت کے لئے دل لگی کے طور پر دیا تھا اور اس سے امیروں کو بتانا مقصود تھا وہ اس کو ہر عذر و خیانت سے پاک جانتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہم سے اس کا دل لرزتا ہی تھا اور وہ یہ کہتا تھا کہ مبادا واقعہ یوں ہی ہو جیسا کہ امیروں نے بیان کیا ہے اور ایاز کو صدمہ پہنچے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ شرمندہ ہو اول تو اس نے ایسا کیا نہیں لیکن اگر کیا ہے تو اسے اختیار ہے جو چاہے کرے وہ ہمارا محبوب ہے جو میرا محبوب کرے وہ میرا ہی کیا ہوا ہے کیونکہ وہ میں ہوں اور میں وہ یعنی میں کچھ نہیں جو کچھ ہے وہی ہے اور میں اس کا حجاب ہوں۔ پس جبکہ میں حقیقتاً کچھ ہوں ہی نہیں تو اگر مرتبہ حجاب میں ہوں۔ تو کیا ہے کیونکہ یہ وجود ایسا ہے جو عدم ترتب آثار غیریت کے سبب مثل عدم کے ہے۔

فائدہ۱:۔ او منم من او ایک جملہ ہے جس سے جس طرح فنائے عاشق فی المحبوب ظاہر ہوتی ہے یوں ہی فنائے محبوب فی المحب بھی ظاہر ہوتی ہے۔ وھو خلاف المقصود اس لئے اس کی تشریح کی ضرورت ہے سو واضح ہو کہ فنا کی حقیقت یہ نہیں ہے کہ فانی کی ذات مفنی فیہ کی ذات کے ساتھ متحد ہو جائے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ فانی بقاء ذات کے ساتھ اپنی صفات کو چھوڑ کر مفنی فیہ کی صفات اختیار کرے۔ پس فنا سے قبل چار چیزیں تھیں ذات مفنی فیہ اور اس کے صفات خاصہ۔ ذات فانی اور اس کی صفات خاصہ اور تحقق فنا کے بعد تین چیزیں رہ گئیں ذات مفنی فیہ اور اس کی صفات اور ذات فانی متصف بصفات مفنی فیہ۔ جب یہ مقدمہ معلوم ہو چکا تو اب سمجھو کہ "او منم من او" میں "او" سے ذات مفنی فیہ متصف بصفاتہا مراد نہیں بلکہ ذات فانی متصف بصفات مفنی فیہ مراد ہے اور چونکہ اس ذات میں دو حیثیتیں ہیں ذاتیہ اور وصفیہ اس لئے حیثیت اولیٰ سے اس کو میں سے تعبیر کیا ہے اور حیثیت ثانیہ سے او سے۔ اور او منم من او کہا ہے فاندفع الاشکال وللہ الحمد۔

فائدہ۲:۔ در پردہ ام کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میں پردہ میں ہوں بلکہ مراد اس سے یہ ہے کہ میں پردہ کے مرتبہ میں ہوں۔ اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ فنا کے بعد ذات فانی باقی رہتی ہے۔ مگر اس کے صفات زائل ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ اس میں مفنی فیہ کی صفات آ جاتی ہیں کما سبق فی الفائدۃ الاولیٰ اس طرح دونوں ذاتیں صفات کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لحاظ سے متحد ہو جاتی ہیں لیکن چونکہ ذات فانی مغائرۃ لذات المفنی فیہ موجود ہوتی ہے اور صفات مفنی فیہ کا ظہور اسی ذات مغائرہ سے ہوتا ہے اس لئے ظاہر بیں ان صفات کو ذات فانی کی طرف منسوب کرتے ہیں اور فانی کو ذات مفنی فیہ کے مغائر سمجھتے ہیں۔ اس طرح ذات فانی اس اتحاد کا حجاب بن جاتی ہے جو کہ ہر دو ذاتوں میں اتحاد صفات کے سبب پیدا ہو گیا تھا۔ فتدبر واللہ اعلم بالصواب) پھر کہتا کہ خدا نہ کرے کہ اس کی ایسی بے ہودہ خصلت ہو۔ میں نے جو حکم عقلی میں حکم وہم کی آمیزش کر دی ہے یہ میری بے ہودگی اور بے اصل بات ہے۔ ایاز سے یہ حرکت ناممکن اور نہایت بعید ہے کیونکہ وہ تو خصال حمیدہ کا ایک سمندر ہے۔ جس کی تہہ معلوم ہی نہیں اور جس کے اندر سات سمندر ایک قطرہ ہیں اور وہ ایک ایسا آفتاب کمالات ہے۔ جس کے مقابلہ میں تمام مخلوقات ایک ذرہ ہیں اور وہ نجاست نقص سے اس درجہ پاک ہیں کہ تمام مخلوق پاکی کو اسی دریا سے لے جاتی ہے اور اس کے قطرہ سراسر ناقص کو کامل بنا دینے والے ہیں وہ ایک شہنشاہ بلکہ شاہ گر ہے ایاز تو اس کو نظر بد کے دفع کے لئے کہتے ہیں چشم بد تو چشم بد۔ یعنی میرے نزدیک تو اچھی نظر میں اس پر چشم بد ہی ہے کیونکہ اس کا حسن بے حد ہے۔ پس مجھے رشک آتا ہے کہ کوئی اسے دیکھے ایسی صورت میں جس طرح میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی اسے بری نظر سے نہ دیکھے۔ یوں ہی چاہتا ہوں کہ کوئی اس کو اچھی نظر سے بھی نہ دیکھے و من لم یفہم قال ما قال میں اس منہ سے اس کی تعریف نہیں کر سکتا اس لئے مجھے ایسے منہ کی ضرورت ہے جو آسمان کے برابر وسیع ہوتا کہ میں اس رشک ملک کی کچھ تعریف بیان کروں اور اگر مجھے ایسا بلکہ اس سے سوگنا منہ مل جائے تو اس کے اوصاف پورے طور پر اس وقت بھی بیان نہیں ہو سکتی۔ باوجودیکہ میں جانتا ہوں کہ جس قدر میں نے اس کی تعریف کی ہے یہ کسی درجہ میں بھی کافی نہیں ہے لیکن کیا کروں اگر اتنی بھی تعریف نہ کروں تو شیشۂ دل اپنی کمزوری کے سبب پھٹ جائے (یہاں تک مولانا نے محمود و ایاز کا قصہ بیان کیا ہے محشیین کو ہفت دریا اندر ویک قطرہ اور جملہ پاک بازاں دریا برند وغیرہ صفات کے ایاز پر منطبق نہ ہونے سے شبہ ہو گیا ہے اور انہوں نے اس کو انتقال قرار دیکر حق سبحانہ یا عارف کی تعریف قرار دیا ہے لیکن میرے نزدیک اس مقام پر انہوں نے اس دقیقہ کو نظر انداز کر دیا ہے کہ یہ تعریف محمود کی زبانی ہے جو ایاز پر عاشق تھا اور عشاق کا مذاق اپنے معشوقوں کی نسبت معلوم ہے کہ وہ ان کو کیا اور کیسا سمجھتے ہیں واللہ اعلم)

چونکہ مولانا نے عاشق و معشوق کا قصہ بیان کیا تھا اس لئے مولانا پر جنون عشق کا غلبہ ہو گیا۔ اب اس کا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح محمود نے اپنے دل کی تسکین کے لئے ایاز کی تعریف کی تھی جوں ہی میں نے بھی اپنے دل کو نازک پایا اور اس کے جوش کو فرو کرنے کے لئے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ بات یہ ہے کہ جس طرح دیوانوں کی دیوانگی ہر مہینہ کے اول تین دن میں جوش پر ہوتی ہے۔ (کما قیل) یونہی مجھ پر بھی ہر مہینہ کے پہلے تین دنوں میں جنون کا غلبہ ہونا چاہئے پس یہ دن ان تین دنوں میں پہلا دن ہے اور یہ دن میرے لئے روز فیروزی ہے نہیں بلکہ فیروزہ ہے یعنی فیروزی کے تو تمام ہی دن ہیں مگر یہ ان میں نہایت ہی اعلیٰ ہے۔

میں نے جو کہا تھا کہ میرے جوش جنون کے لئے بھی ہر مہینہ کے شروع میں تین دن ہونے چاہئیں اور آج ان میں کا پہلا دن ہے یہ تو عام جنون پر قیاس کر کے کہا تھا ورنہ اصل بات یہ ہے کہ جس کو کسی محبوب کا غم ہو اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے تو ہر لحہ مہینہ کے ابتدائی ایام ہیں اور آپ کو ہر وقت وہی جوش ہوتا ہے جو عام دیوانوں کو ان دنوں میں ہوتا ہے۔

فائدہ:۔ اشعار ایں قدر ہم گرگویم الخ سرخی کے حل میں سے محشی نے خلط کیا ہے۔ بعض نے تو تمام اشعار کو مولانا کا مقولہ قرار دیا ہے اور بعض نے اول کے دو شعروں کو محمود کا اور آخر کے تین اشعار کو مولانا کا مقولہ کہا ہے مگر میرے نزدیک صرف شعر اول محمود کا مقولہ ہے اور باقی اشعار مقولہ مولانا ہیں فتدبر)

در بیان آنکہ آنچہ بیان کردہ میشود صورت قصہ است و آنکہ آں صورتیست درخورد ایں صورت گراں است و درخورد آئینہ تصویر ایشانست واز قدوسی کہ حقیقت ایں قصہ راست نطق مرا ازیں تنزیل شرم می آید واز خجالت سر و ریش و قلم گم میکند والعاقل تکفیہ الاشارة

اس بیان میں کہ جو کچھ بیان کیا جائے گا وہ قصہ کا ظاہر ہے اور یہ کہ وہ ظاہر ظاہر پرستوں کے لائق اور ان کی تصویر کے آئینہ کے لائق ہے اور وہ لطافت جو اس قصہ کی حقیقت ہے میری گویائی کو اس کے بیان کرنے سے شرم آتی ہے اور شرمندگی سے سر اور داڑھی اور قلم کو گم کئے دیتی ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

قصۂ محمود و اوصاف ایاز	چوں شدم دیوانہ رفت اکنوں زساز
محمود کا قصہ اور ایاز کے اوصاف	اب ترتیب سے باہر ہو گئے چونکہ میں دیوانہ بن گیا ہوں
زانکہ پیلم دید ہندوستاں بخواب	از خراج امید بردہ شد خراب
کیونکہ میرے ہاتھی نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا	آمدنی سے امید منقطع کر لئے گاؤں تباہ ہو گیا ہے
کیف یاتی النظم لی والقافیہ	بعد ما ضاعت اصول العافیہ
مجھے نظم اور قافیہ کیسے دستیاب ہو؟	جبکہ عافیت کی جڑیں برباد ہو گئی ہیں
ما جنون واحد لی فی الشجون	بل جنون فی جنون فی جنون
غموں کی وجہ سے مجھے ایک ہی جنون نہیں ہے	بلکہ جنون در جنون در جنون ہے
ذاب جسمی من اشارات الکنا	منذ عانیت البقاء فی الفنا
کنیتوں کے اشاروں سے میرا بدن گھل گیا	جب سے میں نے فنا میں بقا کی تکلیف اٹھائی ہے
اے ایاز از عشق تو گشتم چو موئے	ماندم از قصہ تو قصہ من بگوئے
اے ایاز! میں تیرے عشق میں بال جیسا ہو گیا ہوں	میں تیرے قصہ سے تھک گیا تو میرا قصہ بیان کر
بس فسانہ عشق تو خواندم بجاں	تو مرا کا فسانہ گشتستم بخواں
میں نے تیرے عشق کا افسانہ (دل و) جان سے پڑھا	میں جو افسانہ بن گیا ہوں تو مجھے پڑھ

www.besturdubooks.wordpress.com

خود تو میخوانی یقیں اے مقتدا	من کہ طورم تو موسیٰ ویں صدا
اے مقتدا! یقینا تو خود پڑھ رہا ہے	میں (کوہ) طور ہوں تو موسیٰ ہے اور یہ صدا (بازگشت) ہے
کوہ بیچارہ چہ داند گفت چیست	زانکہ بیچارہ ز گفتہا تہی ست
بیچارہ پہاڑ کیا جانے گفتگو کیا ہوتی ہے؟	کیونکہ وہ بے چارہ گفتگوؤں سے خالی ہے
لیک موسیٰ فہم گفتہا کند	کوہ عاجز خود چہ داند اے سند
لیکن موسیٰ گفتگو میں سمجھتے ہیں	اے مقتدا! عاجز پہاڑ کیا جانے
کوہ میداند بقدر خویشتن	اند کے دارد ز لطف روح تن
اپنی بقدر پہاڑ بھی جانتا ہے	جسم روح کا تھوڑا سا لطف رکھتا ہے
تن چو اصطرلاب باشد زاحتساب	آیتے از روح ہمچوں آفتاب
جسم حساب لینے میں اصطرلاب کی طرح ہے	روح کی نشانی سورج کی طرح ہے
آں منجم چوں نباشد چشم تیز	شرط باشد مرد اصطرلاب ریز
جب وہ نجومی تیز نگاہ نہ ہو	اصطرلاب بنانے والے انسان کی ضرورت ہوتی ہے
تا اصطرلابے کند از بہر او	تا برد از حالت خورشید بو
تاکہ وہ اس کے لئے اصطرلاب بنا دے	تاکہ وہ سورج کی حالت معلوم کر سکے
جاں کز اصطرلاب جوید او صواب	چہ قدر داند ز چرخ و آفتاب
جو جان اصطرلاب کے ذریعہ ٹھیک بات معلوم کرے	وہ آسمانوں اور سورج کی کیا قدر جان سکتی ہے
تو کز اصطرلاب دیدہ بنگری	در جہاں دیدن یقیں بس قاصری
تو جو کہ آنکھ کے اصطرلاب سے دیکھتا ہے	عالم (باطن) کو دیکھنے سے یقینا بہت عاجز ہے
تو جہاں را قدر دیدہ دیدۂ	کو جہاںؔ سبلت چرا مالیدۂ
تونے جہاں کو آنکھ کی بقدر دیکھا ہے	جہاں کہاں ہے؟ مونچھوں کو تاؤ کیوں دیا ہے؟
عارفاں را سرمۂ ہست آں بجوئے	تا کہ دریا گردد ایں چشم چو جوئے
عارفوں کے پاس سرمہ ہے وہ طلب کر	تاکہ یہ نہر جیسی آنکھ سمندر بن جائے
ذرۂ از عقل و ہوش ار بامن ست	ایں چہ سودا و پریشاں گفتن ست
اگر عقل اور ہوش کا ایک ذرہ (بھی) میرے پاس ہے	تو یہ دیوانگی اور بے ترتیب باتیں کرنا کیوں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ مغز من ز عقل و ہش تہی ست	پس گناہ من دریں تخلیط چیست
چونکہ میرا دماغ عقل اور ہوش سے خالی ہے	تو اس خلط ملط میں میرا کیا قصور ہے؟
نے گناہ او راست کو عقلم ببرد	عقل جملہ عاقلاں پیشش بمرد
نہ اس کا گناہ ہے جو میری عقل لے گیا	تمام عقلمندوں کی عقلیں اس کے آگے مردہ ہیں
یا مُحیر العقل فتان الحجی	ما سواک للعقول مرتجی
اے عقل کو حیران کرنے والے عقل کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے!	تیرے سوا عقلوں کی امیدگاہ نہیں ہے
ما اشتہیت العقل مذ جننتنی	ما حسدت الحسن مذ زینتنی
تو نے جب سے مجھے جنون عطا کیا ہے میں نے عقل کی خواہش نہیں کی ہے	جب سے تو نے مجھے زینت بخشی ہے میں نے حسن پر حسد نہیں کیا ہے
بل جنونی فی ھواک مستطاب	قل بلیٰ واللہ یجزیک الصواب
بلکہ تیرے عشق میں میرا جنون بھلا ہے	کہہ دے "ہاں" اللہ تجھے ٹھیک بدلہ دے
گر بتازی گوید او ور پارسی	گوش و ہوشے کو کہ در فہمش رسی
اگر وہ عربی میں بولے یا فارسی میں	تیرا کان اور ہوش کہاں ہے کہ تو اس کو سمجھے
بادۂ او در خور ہر ہوش نیست	حلقۂ او سخرۂ ہر گوش نیست
اس کی شراب ہر ہوش کے مناسب نہیں ہے	اس کا حلقہ ہر کان کے لائق نہیں ہے
بار دیگر آمدم دیوانہ وار	رو روائے جاں زود زنجیرے بیار
میں دیوانہ وار دوبارہ آ گیا	اے جان! جا جا جلد زنجیر لا
غیر آں زنجیر زلف دلبرم	گر دو صد زنجیر آری بردرم
میرے معشوق کی زنجیر کے علاوہ	اگر دو سو زنجیریں لائے گا میں توڑ دوں گا
ہست برپائے دلم از عشق بند	سود کے دارد مرا ایں وعظ و پند
میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی ہے	مجھے یہ وعظ اور نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے؟
قصۂ عشقش ندارد مطلعہ	ہم ندارد ہمچو مطلع مقطعہ
اس کے عشق کا قصہ کوئی مطلع نہیں رکھتا	مطلع کی طرح مقطع بھی نہیں رکھتا

شرح حبیبی

چونکہ مولانا پر جنون عشق کا غلبہ ہو گیا تھا جس کا اوپر بیان ہو چکا ہے اور اس کی وجہ سے قصہ محمود و ایاز ناتمام رہ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا۔اب اس کے ناتمامی کی معذرت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ چونکہ میں دیوانہ ہو گیا ہوں کیونکہ میرے ہاتھی کو خواب میں ہندوستان نظر آ گیا ہے اور میری روح عالم غیب کی طرف متوجہ ہو گئی۔اس لئے اب مجھ سے محمود اور ایاز کے اوصاف بھی نہیں آتے۔گاؤں اجڑ گیا پس تم مجھے معذور کہو اور خراج قصہ گوئی کی امید سردست چھوڑ دو کیونکہ میرے عقل کا گاؤں اجڑ گیا ہے تم غور تو کرو کہ جب اصول عافیت یعنی عقل و ہوش جاتی رہی تو مجھے نظم اور قافیہ قصہ جس میں آورد کی ضرورت ہے کیونکر درست ہو سکتا ہے کیونکہ غمہائے عشق میں مجھے ایک جنون تھوڑا ہی ہے بلکہ جنون در جنون در جنون ہے۔ایسی حالت میں قصہ کیونکر بیان کر سکتا ہوں رہی یہ نظم سو یہ تو آمد ہے جس میں غور و فکر کی ضرورت نہیں۔

یہاں تک پہنچ کر مولانا کو دل تنگی لاحق ہوتی ہے کیونکہ جوش عشق چاہتا ہے کہ خوب دل کھول کر بھڑاس نکالو۔اور جو منہ پر آئے کہو اور اطاعت محبوب اس کی اجازت نہیں دیتی اس لئے مولانا پریشان ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بھائی جب سے میں نے فنا میں بقا کی مشقتیں جھیلی ہیں اس وقت سے اشارات مخفیہ سے میرا تو جسم گھل گیا کیونکہ جی بے اختیار یہ چاہتا ہے کہ اسرار عشق خوب جی کھول کر بیان کروں اور اجازت ہی نہیں اس لئے ضبط کرتا ہوں اور ضبط کی تکلیف سے گھلتا ہوں۔

فائدہ:۔ منذ عاینت البقاء فی الفناء کے اندر دو احتمال ہیں اول تو یہ کہ لفظ عاینت معائنہ سے مشتق ہو دوسرا یہ کہ معاناۃ سے مشتق ہو جس کے معنی ہیں رنج کشیدن یعنی مصیبت جھیلنا اور میرے نزدیک مقام کے مناسب احتمال ثانی ہے گو محشی نے احتمال اول کو اختیار کیا ہے) اس کے بعد فرط ضبط سے تنگ آ کر بے اختیارانہ کچھ کہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے میرے ایاز یعنی محبوب حقیقی میں تیرے عشق میں عقل گھل کر مثل بال کے دبلا ہو گیا ہوں اور قصہ بیان کرنے سے بھی عاجز ہو گیا ہوں اور قصہ محمود و ایاز جو حقیقت میں آپ کا اور میرا قصہ ہے اور محمود و ایاز برائے نام اور پردہ پوشی کے لئے ہیں بیان کرنے سے عاجز ہو گیا ہوں۔

پس اب آپ میرا قصہ جو میں کہہ رہا تھا کہئے اور میں آپ کے عشق کا افسانہ بہت کچھ جان و دل سے کہہ چکا ہوں۔پس اب کہ میں خود افسانہ ہو گیا ہوں۔آپ مجھے پڑھیے یعنی میں تو فنا ہو کر آپ کے ذکر کے قابل نہیں رہا۔اب آپ بمقتضائے اذکرونی اذکرکم میرا ذکر کیجئے اور یہ جو میں کہتا ہوں کہ میں نے یہ کیا وہ کیا اور میں ایسا ہو گیا ویسا ہو گیا اب آپ یہ کیجئے وہ کیجئے یہ میں نہیں کہتا بلکہ آپ ہی کہتے ہیں کیونکہ میں تو بمنزلہ کوہ طور کے ہوں اور آپ بمنزلہ موسیٰ کے۔جو کہ کوہ طور پر کلام کرتے تھے اور میرا کلام بمنزلہ طور پر کے اس صدائے بازگشت کے ہے جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی آواز سے اس میں پیدا ہوتی تھی وہ آواز گو بظاہر طور سے پیدا ہوتی تھی مگر حقیقت میں وہ کلام موسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ورنہ بے چارہ طور کیا جانے کہ گویائی کیا چیز ہے کیونکہ وہ تو کلاموں سے عاری ہے ہاں موسیٰ علیہ السلام ضرور بولنا جانتے ہیں اور بولتے ہیں اور پہاڑ جو کہ عاجز ہے وہ کیا بولنا جانے وہ تو اپنی حیثیت کے موافق ہی بولنا جانتا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ جو کچھ موسیٰ علیہ السلام کہیں اسے دہرائے سو اس قدر گویائی بھی موسیٰ علیہ السلام کا فیض ہے اس لئے موسیٰ اور طور کی ایسی مثال ہے جیسے روح اور جسم کہ جسم فی حد ذاتہ معطل محض ہے۔ہاں روح کی عنایت سے کچھ حصہ اس کو بھی مل گیا ہے اس لئے اگر خیال کیجئے تو جسم کو روح سے وہی نسبت ہے جو اصطرلاب کو آفتاب

www.besturdubooks.wordpress.com

سے کیونکہ وہ روح کی حالت کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے جیسے اصطرلاب آفتاب کی حالت کے اظہار کا۔

یہاں تک مولانا نے جسم کو اصطرلاب اور روح کو آفتاب قرار دیا تھا اب مولانا ایک دوسری تشبیہ کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور جہان کو شکل آفتاب کے قرار دیکر اس کے متعلق مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جب ستارہ شناس تیز نظر نہیں ہوتا تو اس کو ایک ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اصطرلاب قائم کرنا جانتا ہو۔ تاکہ وہ اس کے لئے اصطرلاب قائم کرے اور وہ ستارہ شناس اس کے ذریعہ سے آفتاب کی حالت معلوم کرے۔ اب تم سمجھو کہ جو شخص اصطرلاب کے ذریعہ سے حالت واقعیہ کو جان سکتا ہے اور اس کے بدوں نہیں تو وہ آسمان اور آفتاب کے متعلق کس قدر علم رکھ سکتا ہے یقیناً تم یہ کہو گے کہ بہت کم۔ اب ہم کہتے ہیں کہ تم جو اصطرلاب چشم کے ذریعہ سے عالم کو دیکھتے ہو تو یقیناً تم کو بھی جہاں کی حالت بہت کم معلوم ہو سکتی ہے۔

ایسی حالت میں تمہارا یہ دعویٰ کہ ہم نے عالم کو دیکھ لیا اور اس کی حالت کما حقہ معلوم کر لی بالکل غلط ہے تم نے جہاں کو اس قدر دیکھا ہے جس قدر آنکھ سے معلوم ہو سکتا ہے اور حقیقت در جہاں یہ نہیں ہے۔ پس فضول موچھوں پر تاؤ کیوں دیتے ہو۔ اور کیوں کہتے ہو کہ ہم نے جہان کو دیکھ لیا ہاں اگر تم جہاں کو یوں دیکھنا چاہتے ہو جیسا کہ وہ ہے اور جیسا کہ اس کو دیکھنا چاہئے۔ تو ہم اس کا طریقہ بتاتے ہیں اور وہ طریقہ یہ ہے کہ اہل اللہ کے پاس ایک سرمہ ہے جس سے اشیاء کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے تم وہ سرمہ تلاش کرو تا کہ تمہاری یہ آنکھ جو بمنزلہ ایک ندی کے ہے ایک سمندر ہو جائے اور تمہاری نظر اس قدر ثاقب ہو جائے کہ صورت سے گزر کر حقیقت تک پہنچ جائے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر ہوش آتا ہے اور فرماتے ہیں کہ صاحبو میں نہ کہتا تھا کہ میں دیوانہ ہو رہا ہوں اب تو ہمیں اس کی تصدیق ہو گئی کیونکہ اگر مجھے کچھ بھی عقل اور ہوش ہوتی تو یہ جنون اور پریشان گوئی کیوں ہوتی کہ کیا کہہ رہا تھا اور کیا کیا کہنے لگا۔ مگر چونکہ میرے دماغ میں عقل و ہوش نہیں اس لئے اگر میں غلط بحث کروں تو اس میں میرا کیا قصور ہے کچھ بھی نہیں۔ قصور تو اس کا ہے جس نے میری عقل کھوئی یعنی میرے محبوب کا۔ جس کے سامنے تمام عقلاء کی عقول ہیچ اور معطل ہیں۔

فائدہ:۔ گناہ اور امین لفظ گناہ بنا بر مشاکلت استعمال ہوا ہے جیسے و مکروا و مکر الله میں و مکر الله)

چونکہ اس مضمون سے شکایت محبوب کی بو آتی تھی کہ اس نے مجھے دیوانہ کر دیا اس لئے مولانا اپنے محبوب کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے عقول کو پناہ دینے والے اور ان کو فتنہ میں مبتلا کرنے والے محبوب عقول کی امید فلاح آپ سے وابستہ ہے اور آپ ہی ان کو فتنوں سے بچا سکتے ہیں۔ پس اگر میرے عقل نے بیان مذکور میں غلطی کی ہو تو آپ معاف کیجیو اور اسے فتنہ سے بچائیے۔ میرا مقصود اس بیان سے شکایت نہیں ہے اور جب سے آپ نے مجھے دیوانہ کیا ہے میں نے کسی عقل کی خواہش نہیں کی اور جب سے آپ نے مجھے دیوانگی سے زینت بخشی ہے میں نے حسن عقل پر بھی رشک نہیں کیا بلکہ مجھے تو آپ کی محبت میں جنون ہی اچھا معلوم ہوتا ہے۔

اے مخاطب تو بھی کہہ کہ جی ہاں بخدا یہ ہی بات ہے کیونکہ یہ بات حق ہے اور حق تیرے لئے کافی ہے۔

فائدہ:۔ واللہ میں واو قسمیہ ہے اور بتحریک الصواب علت ہے قل کی۔ محشی نے واللہ کو مبتدا قرار دیا ہے اور جملہ کو دعائیہ یا حالیہ قرار دیا ہے لیکن میرے نزدیک صحیح نہیں) چونکہ مولانا نے فارسی کو چھوڑ کر عربی بولنا شروع کر دی تھی۔ جس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے عوام کو وحشت ہو سکتی تھی۔ اس لئے مولانا اپنے کلام کو محبوب کا کلام قرار دے کر فرماتے ہیں کہ خواہ وہ عربی بولے یا فارسی تجھے کیا؟ اور تو عربی سے کیوں وحشت کرتا ہے۔ اس لئے کہ تیرے کان اور ہوش کہاں ہیں کہ ان کے ذریعہ سے تو اس گفتگوئے عشق کو سمجھ سکے۔ اس لئے کہ اس کی شراب سخن ہر عقل کے مناسب نہیں ہے اور اس کا حلقہ کلام ہر گوش کا مسخر نہیں ہے۔ پس جب تو اس کو سمجھ ہی نہیں سکتا تو تیرے نزدیک عربی و فارسی دونوں برابر ہیں پھر تو عربی سے کیوں وحشت کرتا ہے۔ "مادہ اور خوراک سے مولانا پر پھر جنون کا غلبہ ہو گیا اس لئے فرماتے ہیں کہ میں پھر دیوانہ وار آیا ہوں۔ جاؤ جاؤ میرے لئے زنجیر لاؤ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ جی زنجیروں سے کیا ہوتا ہے ایک چھوڑ تم دو سو زنجیریں لاؤ تو میں تو توڑ ڈالوں گا اور کسی سے مقید نہ ہوں گا الا زلف یار کو وہ مجھے مقید کر سکتی ہے اور اس کو میں نہیں توڑ سکتا۔ پس مجھے کوئی زنجیر نہیں روک سکتی۔ نیز مجھے وعظ و نصیحت بھی فائدہ نہیں دے سکتی کیونکہ میرے دل کے پاؤں میں عشق کی بیڑی پڑی ہے جو کہ اس کو ہر نصیحت کے قبول کرنے سے مانع ہے اچھا اب اس ذکر کو چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس کے عشق کے قصہ کی ابتداء نہیں اور جس طرح اس کی ابتداء نہیں یوں ہی انتہا بھی نہیں۔ پس اس کا پورا بیان کر دینا ناممکن ہے۔

حکمت نظر کردن در چارق و پوستین کہ فلینظر الانسان مم خلق

چپل اور پوستین کو دیکھنے کی حکمت کیونکہ پس انسان دیکھے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے

باز گرداں قصۂ عشق ایاز	کاں یکے گنجے ست مالا مال راز
ایاز کے عشق کا قصہ لوٹا	کیونکہ وہ راز سے بھرا ہوا ایک خزانہ ہے
میرود ہر روزہ در حجرہ بدیں	تابہ بیند چارقے باپوستیں
وہ ہر روز حجرہ میں اس لیے جاتا تھا	تاکہ چپل مع پوستین کے دیکھے
زانکہ ہستی سخت مستی آورد	عقل از سر شرم از دل میبرد
کیونکہ وسعت بہت مستی لاتی ہے	سر سے عقل کو (اور) دل سے شرم کو نکال دیتی ہے
صد ہزاراں قرن پیشیں را ہمیں	مستی ہستی بزد رہ زیں کمیں
اس لئے کہ لاکھوں سال پہلے اسی	وسعت کی مستی نے اسی گھات سے ڈاکہ زنی کی ہے
شد عزازیلے ازیں مستی بلیس	کہ چرا آدم شود بر من رئیس
اس مستی کیجہ سے عزازیل ابلیس بنا	کہ آدم میرے سردار کیوں ہوں؟
خواجہ ام من نیز و خواجہ زادہ ام	صد ہنر را قابل و آمادہ ام
میں سردار ہوں اور سردار زادہ بھی ہوں	لاکھوں ہنروں کے قابل اور آمادہ ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

در ہنر من از کسے کم نیستم	تابخدمت پیش دشمن بیستم
میں ہنر میں کسی سے کم نہیں ہوں	پھر کیوں دشمن کے سامنے دربار میں کھڑا ہوں؟
من ز آتش زادہ ام او از وحل	پیش آتش مر وحل راچہ محل
میں آگ سے پیدا ہوا ہوں وہ کیچڑ سے	آگ کے سامنے کیچڑ کا کیا رتبہ؟
او کجا بود اندراں دورے کہ من	صدر عالم بودم و فخر زمن
اس زمانہ میں وہ کہاں تھا؟ جبکہ میں	عالم کا صدر اور زمانہ کا فخر تھا

دربیان آیۃ کریمہ خلق الجان من مارج من نار وقولہ تعالیٰ فی حق ابلیس علیہ اللعنۃ انہ کان من الجن ففسق عن امر ربہ

آیۃ کریمہ کے بیان میں جنوں کو آگ کی لپیٹ سے پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ کا ابلیس (اس پر لعنت ہو) کے بارے میں بیشک وہ جنوں میں سے تھا پھر بھاگ نکلا اپنے رب کے حکم سے

شعلہ میزد آتش جان سفیہ	کاتشی بود الولد سراً بیہ
نالائق کی جان شعلہ مارتی تھی	کیونکہ وہ آگ کا (بنا ہوا) تھا لڑکا باپ کا راز ہے
نے غلط گفتم کہ بد قہر خدا	علتے را پیش آوردن چرا
نہیں میں نے غلط کہا بلکہ وہ خدا کا قہر تھا	کوئی علت پیش کرنا کیسا؟
کار بے علت مبرا از علل	مستمر و مستقر ست از ازل
(خدا کا) کام بے علت' علتوں سے پاک ہے	ازل سے دائم اور قائم ہے
درکمال صنع پاک مستحث	علت حادث چہ گنجد با حدث
قابل توجہ' پاک کام کے کمال میں	حدوث کے ہوتے ہوئے حادث کی علت کی کیا گنجائش؟
سراب چہ بود اب ماصنع اوست	صنع مغز ست واب صورت چو پوست
باپ کا راز کیا ہوتا ہے؟ ہمارا باپ اس کی صنعت ہے	صنعت مغز ہے اور باپ چھلکے کی طرح صورت ہے
عشق داں اے فندق تن دوستت	جانت جوید مغز و کوبہ پوستت
اے فندق جیسے جسم (والے) عشق کو اپنا دوست سمجھ	جو تیری جان کو مغز بنانا چاہتا ہے' تیرے چھلکے کو کوٹتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوزخی کہ پوست باشد دوستش	داد بدلنا جلودا پوستش
وہ دوزخی کھال جس کی دوست ہو	"ہم نے کھالوں کو بدل دیا" کی کھال ان کو دے دی ہے
معنی و مغزت برآتش حاکم ست	لیک آتش را قشورت ہیزم ست
تیرا جوہر اور مغز آگ پر حکمراں ہے	لیکن تیرے چھلکے آگ کا ایندھن ہیں
کوزۂ چوبیں کہ دروے آب جوست	قدرت آتش ہمہ برظرف اوست
لکڑی کا پیالہ جس میں نہر کا پانی ہے	آگ کا پورا قابو اس کے برتن پر ہے
معنی انساں برآتش مالک ست	مالک دوزخ درو کے ہالکست
انسان کا جوہر آگ کا مالک ہے	دوزخ کا مالک اس میں کب ہلاک ہونے والا ہے
معنی ہیزم برآتش حاکم ست	لیک آتش را تن او ہیزم ست
ایندھن کا جوہر آگ پر حاکم ہے	لیکن اس کا جسم آگ کا ایندھن ہے
پس میفزا تو بدن معنیٰ فزا	تاچو مالک باشی آتش را کیا
پس تو جسم کو نہ بڑھا، روح کو بڑھا	تاکہ تو مالک کی طرح آگ کا حاکم بنے
پوستہا بر پوست می افزودۂ	لاجرم چوں پوست اندر دودۂ
تو نے چھلکے پر چھلکا بڑھایا ہے	لامحالہ تو چھلکے کی طرح دھوئیں میں ہے
زانکہ آتش را علف جز پوست نیست	قہر حق آں کبر را گردن زنیست
آگ کی خوراک چھلکے کے علاوہ نہیں ہے	اللہ (تعالیٰ) کا قہر اس تکبر کی گردن کاٹنے والا ہے
ایں تکبر از نتیجہ پوست ست	جاہ و مال آں کبر را ازاں دوست ست
یہ تکبر پوست کا نتیجہ ہے	اس لئے تکبر کو رتبہ اور مال محبوب ہے
ایں تکبر چیست غفلت از لباب	منجمد چوں غفلت یخ ز آفتاب
یہ تکبر کیا ہے؟ جوہر سے غفلت	جمی ہوئی جیسا کہ برف کی سورج سے غفلت
چوں خبر شد ز آفتابش یخ نماند	نرم گشت و گرم گشت و تیز راند
جب اس کو سورج کا پتہ چلا برف نہ رہا	نرم ہو گیا اور گرم ہو گیا اور تیزی سے بہہ گیا
شد ز دید لب جملہ تن طمع	خوار و عاشق شد کہ ذل من طمع
جوہر کے دیکھ لینے سے پورا جسم لالچ بن گیا	ذلیل اور عاشق بن گیا کیونکہ جس نے لالچ کیا وہ ذلیل ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نہ بیند مغز قانع شد بپوست	بند عز من قنع زندان اوست
جب جوہر کو نہیں دیکھتا ہے چھلکے پر قانع ہو جاتا ہے	"جس نے قناعت کی اس نے تکبر کیا" کی بیڑی اس کا قید خانہ ہے
عزت اینجا گبریست و ذل دیں	سنگ تا فانی نشد کے شد نگیں
اس جگہ عزت کافری ہے اور ذلت دین	پتھر جب تک فانی نہ ہوا نگینہ کب بنا؟
در مقام سنگی و انگاہ انا	وقت مسکیں گشتن تست و فنا
تو پتھر کی جگہ ہے اور پھر تکبر	(حالانکہ) تیرے مسکین بننے اور فنا کا وقت (قریب) ہے
کبر زاں جوید ہمیشہ جاہ و مال	کہ ز سرگین ست گلخن را کمال
تکبر ہمیشہ رتبہ اور مال کا جویاں اس لئے ہے	کہ بھٹی کو گوبر سے کمال (حاصل) ہے
کایں دو دایہ پوست را افزوں کنند	شحم و لحم و کبر و نخوت آگنند
کیونکہ یہ دونوں دودھ پلانے والی کمال کو بڑھاتی ہیں	چربی اور گوشت اور تکبر اور غرور بھرتی ہیں
دیدہ را بر لب لب نفراشتند	پوست را زاں روئے لب پنداشتند
لوگوں نے مغز کے مغز پر نظر نہ اٹھائی	اس سبب سے چھلکے کو مغز سمجھ گئے
پیشوا ابلیس بود ایں راہ را	کو شکار آمد شبیکہ جاہ را
اس راستے کا پیشوا ابلیس تھا	جو رتبہ کے جال کا شکار بنا
مال چوں مارست و آں جاہ اژدہا	سایۂ مرداں زمرد ایں دو را
مال سانپ جیسا ہے اور رتبہ اژدھا ہے	ان دونوں کا زمرد، مردوں کا سایہ ہے
زاں زمرد مار را دیدہ جہد	کور گردد مار و رہرو وا رہد
اس زمرد سے سانپ کی آنکھیں نکل جاتی ہیں	سانپ اندھا ہو جاتا ہے اور سالک نجات پا جاتا ہے
چوں بدیں رہ خار بنہاد آں رئیس	ہر کہ خست او گفت لعنت بر بلیس
جبکہ اس پیشوا نے اس راستہ پر کانٹے بچھائے	جو بھی زخمی ہوا اس نے کہا شیطان پر لعنت
یعنی ایں غم بر من از غدر ویست	غدر را آں مقتدا سابق پے ست
یعنی مجھے یہ تکلیف اس کی غداری سے پہنچی	غداری کا وہ مقتدا اور پیشوا ہے
بعد ازاں خود قرن بر قرن آمدند	جملگاں بر سنت او پا زدند
اس کے بعد صدیوں پر صدیاں آئیں	سب اس کے طریقہ پر چل پڑے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ بنہد سنت بد اے فتیٰ	تا در افتد بعد از و خلق از عمیٰ
اے نوجوان جس نے برا راستہ قائم کیا	اس کے بعد جب تک بھی مخلوق اندھے پنے سے اس پر چلتی ہے
جمع گردد بروے آں جملہ بزہ	کو سرے بودست وایشاں دم غزہ
وہ سب گناہ اس پر جمع ہو جاتا ہے	کیونکہ وہ سر تھا اور وہ دم کی جڑ تھے
لیک آدمؑ چارق و آں پوستیں	پیش می آرد کہ ہستم من زطیں
لیکن آدمؑ چپل اور وہ پوستیں	سامنے لاتا ہے کہ میں مٹی کا ہوں
چوں ایاز آں چارقش مورود بود	لا جرم او عاقبت محمود بود
جیسا کہ ایازؔ چپل اس کا ورد تھی	لامحالہ اس کا انجام قابل ستائش تھا
ہست مطلق کارساز نیستی ست	کارگاہ ہست کن جز نیست چیست
مطلق وجود نیستی کا کارنامہ ہے	موجود ہونے کا کارخانہ نیستی کے سوا کیا ہے؟
بر نوشتہ ہیچ بنویسد کسے	یا نہالے کارد اندر مغرسے
کبھی کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے؟	یا ایک پودے کے تھالولے میں کوئی دوسرا پودا لگاتا ہے
کاغذے جوید کہ آں بنوشتہ نیست	تخم کارد موضعے کہ کشتہ نیست
وہ کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہیں ہے	اس جگہ بیج بوتا ہے جو بوئی ہوئی نہیں ہے
تو برادر موضع نا کشتہ باش	کاغذ اسپید نا بنوشتہ باش
اے بھائی! تو نہ بوئی ہوئی جگہ بن جا	تو نہ لکھا ہوا سفید کاغذ بن جا
تا مشرف گردی از نوں والقلم	تا بکارد در تو تخم آں ذوالکرم
تاکہ تو نون اور قلم سے مشرف ہو جائے	تاکہ وہ صاحب کرم تجھ میں بیج بوئے
خود ازیں پالودہ نالیسیدہ گیر	مطبخے کہ دیدۂ نا دیدہ گیر
خود اس فالودے کو نہ چکھا ہوا بنا لے	جو مطبخ تو نے دیکھا ہے اس کو بن دیکھا بنا لے
زانکہ زیں پالودہ مستیہا بود	پوستین و چارق ازیادت رود
کیونکہ اس فالودے سے مستیاں (پیدا) ہوتی ہیں	پوستین اور چپل تیری یاد سے نکل جاتے ہیں
چوں درآید نزع و مرگ آہے کنی	ذکر دلق و چارق آنگاہے کنی
جب نزع اور موت آتی ہے تو آہ کرتا ہے	تب پرانی گدڑی اور چپل کو یاد کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تانگردی غرق موج زشیتے	کہ نباشد از پناہت کشیتے
جب تک تو کسی برائی کی موج میں غرق نہ ہو گا	جس میں تیری پناہ کے لئے کوئی کشتی نہ ہو گی
یاناری از سفینہ راستیں	ننگری در چارق و در پوستیں
تو سچائی کی کشتی کو یاد نہ کرے گا	چپل اور پوستین کو نہ دیکھے گا
چونکہ در مانی بغرقاب بلا	پس ظلمنا ورد سازی بر ولا
جب تو مصیبت کے بھنور میں پھنس جائے گا	پھر پے در پے "میں نے ظلم کیا" کو ورد بنائے گا
دیو گوید بنگرید ایں خام را	سر برید ایں مرغ بے ہنگام را
شیطان کہتا ہے اس بے وقوف کو دیکھو	اس بے وقت کے (اذان دینے والے) مرغے کو ذبح کر دو
دور ایں خصلت ز فرہنگ ایاز	کہ پدید آید نمازش بے نیاز
یہ خصلت ایاز کی ذہانت سے بعید ہے	کہ اس کی نماز بغیر عاجزی کے ہو
او خروش آسماں بودہ ز پیش	نعرہائے او ہمہ دروقت خویش
وہ پہلے سے آسمانی مرغ تھا	اس کے سب نعرے اپنے وقت پر تھے

در معنیٔ آنکہ ارنا الاشیاء کما ھی و معنیٔ آنکہ لو کشف الغطآء ما ازددت یقیناً و معنیٔ ایں بیت

اس معنی کے بیان میں کہ ہمیں چیزوں کو ایسا دکھا جیسی وہ ہیں اور اس کے معنی
کہ اگر پردہ ہٹا دیا جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو اور اس بیت کے معنی

در ہر کہ تو از دیدۂ بدمی نگری	از چنبرۂ وجود خود می نگری
جس شخص کو تو بری نظر سے دیکھتا ہے	اپنے وجود کے حلقہ سے دیکھتا ہے
و در بیان ایں مصرع	پایۂ کژ کژ فگند سایۂ
اور اس مصرع کے بیان میں	ٹیڑھا قد ٹیڑھا سایہ ڈالتا ہے
اے خروساں از وے آموزید بانگ	بانگ بہر حق کند نے بہر دانگ
اے مرغو! اس سے اذان دینا سیکھو	وہ اللہ کے لئے اذان دیتا ہے نہ کہ پیسے کے لئے
صبح کاذب آید و نفریبدش	صبح کاذب عالم نیک و بدش
صبح کاذب آتی ہے اور اس کو فریب نہیں دیتی	صبح کاذب اپنے نیک و بد کے جاننے والے کو

www.besturdubooks.wordpress.com

اہل دنیا عقل ناقص داشتند	تا کہ صبح صادقش پنداشتند
دنیا والے ناقص عقل رکھتے تھے	حتیٰ کہ اس کو صبح صادق سمجھ بیٹھے
صبح کاذب کاروانہا راز دست	کہ بہوئے روز بیروں آمدست
صبح کاذب نے (ان) قافلوں کو تباہ کیا ہے	جو دن کی امید پر باہر آ گئے ہیں
صبح کاذب خلق را رہبر مباد	کو دہد بس کاروانہا را بباد
خدا کرے صبح کاذب مخلوق کی رہنما نہ بنے	جو قافلوں کو برباد کر دیتی ہے
اے شدہ تو صبح کاذب را رہیں	صبح صادق را تو کاذب ہم مبیں
اے وہ شخص! کہ تو صبح کاذب کا پابند ہے	صبح صادق کو بھی تو کاذب نہ سمجھ
گر نداری از نفاق بد اماں	از چہ داری بر برادر ظن ہماں
اگر تجھے برے نفاق سے امن نہیں ہے	تو تو بھائی پر اس کا گمان کیوں کرتا ہے؟
بدگماں باشد ہمیشہ زشت کار	نامۂ خود خواند اندر حق یار
بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے	دوست کے بارے میں اپنا خط پڑھتا ہے
آں خساں کاندر کژیہا ماندہ اند	انبیا را ساحر و کژ خواندہ اند
وہ کمینے جو کجی میں پھنسے ہوئے ہیں	انہوں نے انبیاء کو جادوگر اور ٹیڑھا کہا ہے
واں امیران خسیس قلب ساز	ایں گماں بردند بر حجرہ ایاز
ان کمینے دھوکے باز سرداروں نے	ایاز کے حجرے پر بھی گمان کیا
کو دفینہ دارد و گنج اندراں	زآئنہ خود منگر اندر دیگراں
کہ وہ دفینہ رکھتا ہے اور اس میں خزانہ ہے	اپنے آئینہ میں دوسروں کو نہ دیکھ
شاہ میدانست خود پاکی او	بہر ایشاں کرد او آں جست و جو
شاہ خود اس کی پاکی کو جانتا ہے	اس نے وہ جستجو ان کے لئے کی تھی
کاے امیراں حجرہ بکشائید در	نیم شب کہ باشد او زاں بیخبر
کہ اے سردارو! حجرے کا دروازہ کھول دو	آدھی رات کو کیونکہ وہ اس سے لاعلم ہو گا
تا پدید آید سگالشہائے او	بعد ازاں بر ماست مالشہائے او
تاکہ اس کی تدبیریں ظاہر ہو جائیں	پھر اس کی سزا ہمارے ذمہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرشمارا دادم آں زر و گہر	من ازاں زرہا نخواہم جز خبر
میں نے وہ زر و جواہر تمہیں دیا	میں اس زر کے بارے میں سوائے خبر کے کچھ نہیں چاہتا ہوں
ایں ہمی گفت و دل او می طپید	از برائے آں ایاز بے ندید
وہ یہ کہہ رہا تھا اور اس کا دل تڑپ رہا تھا	اس بے نظیر ایاز کی وجہ سے
کہ منم کایں بر زبانم میرود	ایں جفا گر بشنود او چوں شود
کہ میں ہوں کہ میری زبان سے جاری ہو رہا ہے	یہ ظلم اگر وہ سنے گا' اس کا کیا حال ہو گا؟
باز میگوید بحق دین او	کہ ازیں افزوں بود تمکین او
پھر کہتا ہے اس کے دین کی قسم	اس کا رتبہ اس سے بڑھ کر ہے
کہ بقذف زشت من طیرہ شود	وز غرض وز سر من غافل بود
کہ وہ میرے بری تہمت لگانے سے ناراض ہو	اور میری غرض اور راز سے غافل ہو
مبتلا چوں دید تاویلات رنج	برد بیند کے شود او مات رنج
مبتلا (انسان) جب رنج کی توجیہ سمجھ لیتا ہے	کامیابی دیکھتا ہے' وہ رنج سے ہار نہیں دیکھتا ہے
صاحب تاویل ایاز صابر ست	کہ بحر عاقبتہا ناظر ست
توجیہ کرنے والا' صابر' ایاز ہے	کیونکہ وہ نتائج کے سمندر کو دیکھنے والا ہے
ہمچو یوسف خواب ایں زندانیاں	ہست تعبیرش بہ پیش او عیاں
(حضرت) یوسف کی طرح ان قیدیوں کا خواب	اس کی تعبیر ان کے سامنے ظاہر ہے
خواب خود را چوں نداند مرد خیر	کے بود واقف ز سر خواب غیر
جب بھلا آدمی اپنے خواب کو نہیں جانتا	وہ دوسرے کے خواب کے راز سے کب واقف ہو گا؟
گر زنم صد تیغ او را ز امتحاں	کم نگردد وصلت آں مہرباں
میں اگر آزمائش کی سو تلواریں اس کے ماروں	اس مہربان کا تعلق کم نہ ہو گا
داند او کاں تیغ بر خود می زنم	من ویم اندر حقیقت او منم
وہ جانتا ہے کہ وہ تلوار میں اپنے مار رہا ہوں	حقیقت میں میں وہ ہوں' وہ میں ہے

شرح حبیبی

اچھا اب قصہ ایاز کی طرف لوٹنا چاہئے کیونکہ وہ ایک خزانہ ہے۔ جو اسرار سے لبریز ہے۔ پس اس کو بیان کر کے حسب

www.besturdubooks.wordpress.com

موقع اس سے اسرار کا استخراج کرنا چاہئے ہاں تو وہ ہر روز اپنے حجرہ میں جاتا تھا تاکہ اپنا قدیم جوتا اور پوستین دیکھے اور غرض اس کی یہ تھی کہ مبادا میں الطاف خسروانہ سے مغرور ہو کر اپنی حقیقت کو بھول جاؤں اور خودی اور تکبر میں مبتلا ہو جاؤں جس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے کیونکہ خودی کا نشہ بےڈھب ہوتا ہے نہ اس سے آدمی کے دماغ میں عقل رہتی ہے اور نہ دل میں شرم اور عقل وشرم ہی اوصاف انسانیہ کا عطر ہیں پس اگر یہ نہ ہوں گے تو انسانیت ہی ختم ہو جائے گی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی مستی خودی بری بلا ہے۔ اس لئے کہ اس نے لاکھوں امم ماضیہ کا راہ مارا ہے۔ چنانچہ عزازیل اسی مستی کے سبب ابلیس سے ملقب ہوا کیونکہ اس نے کہا کہ آدم مجھ پر کیوں سردار ہو میں خود بھی سردار ہوں اور آگ سے پیدا ہوا ہوں جو کہ جملہ عناصر پر فائق ہے اس لئے میں سردارزادہ بھی ہوں۔ نیز ہزاروں کمالات کے مجھ میں استعداد و قابلیت بھی ہے۔ پس میں اپنے ذاتی اور اوصافی کمالات میں کسی سے کم نہیں ہوں کہ میں ایک دشمن کے سامنے خادمانہ کھڑا ہوں اور کیوں کھڑا ہوں میں آگ سے پیدا ہوا ہوں اور آدم خاک سے۔ گارے کا آگ کے سامنے کیا رتبہ ہے۔ نیز جس زمانہ میں مجھے عزت حاصل تھی اور میں صدر عالم اور فخر زماں تھا اس وقت آدم کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ والفضل للمتقدم۔ پس اس لحاظ سے بھی مجھے رئیس ہونا چاہئے اور آدم کو مرؤس پھر یہ قلب موضوع کیا کہ وہ سردار ہوا اور میں خادم غرض کہ آتش غصہ سے اس احمق کی جان کباب ہو رہی تھی اور اس سے غضب وشعلہ بلند ہو رہے تھے کیونکہ وہ آتشی تھا۔ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے الولد سر لابیہ۔ اس لئے اس میں اپنے باپ کی جلنے کی صفت موجود تھی۔ نہیں میں نے غلط کہا بلکہ قہر خدا تھا جو اسے پھونک رہا تھا۔ اصلی اور سچی بات یہ ہے پھر بہانہ کیوں کیا جائے اور سچی بات کیوں نہ کہی جائے ہم نے سببیت فعل حق کو سچی اور صحیح اور سببیت آتش زادگی کو غلط اور بہانہ اس لئے کہا ہے کہ حق سبحانہ کے افعال صحیحہ غیر سقیمہ احتیاج بہ علل حادثہ سے منزہ ہیں اور ازل سے دائم وبرقرار ہیں۔ جبکہ حوادث کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ پس علل حادثہ کو باوجود اپنے حدوث کے حق سبحانہ کے افعال پاک ناشئہ عن ذات الحق وصفاتہ من الارادہ وغیرھا کی تکمیل میں کیا دخل ہو سکتا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ سر اب ہونا کوئی چیز نہیں۔ ہمارا باپ یعنی وہ شے جس سے ہم میں صفات حمیدہ یا ذمیمہ کا ظہور ہوتا ہے۔ حق سبحانہ کا فعل ہے اور اصل شے اور مغز اس کا فعل ہی ہے اور ظاہری باپ پوست کی طرح نظر انداز کرنے کے قابل ہے جب گفتگو ذکر مغز و پوست مکمل ہو گئی تو اب ہم اس کے مناسب ایک دوسرا مضمون بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے تن جو مثل خندق کے مغز یعنی روح اور پوست یعنی لحم وشحم وغیرہ پر مشتمل ہے تو عشق الٰہی کو اپنا دوست جان کہ وہ تیری جان کا طالب ہے جو کہ تیرا مغز اور تیرے جسم کو کھلاتا ہے جو کہ تیرا پوست ہے یعنی عشق تجھے گھلا کر تیرے آثار جسمانیہ کو مضمحل کرتا اور آثار روح کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے وہ تیرا دوست ہے پس تو اس سے نفرت مت کر۔ بلکہ اس کے حاصل کرنے کی فکر کر۔

اس بیان سے یہ امر معلوم ہو گیا کہ عشق طالب مغز اور مفنی پوست ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ دوزخ جس کا مطلوب پوست ہے۔ حق سبحانہ کا حکم متعلق بہ تبدیل جلود اس کو پوست ہی عطا کرتا ہے۔ جب یہ بھی معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ تمہارا مغز اور تمہارے معنی دوزخ پر حاکم ہیں۔ کما ظہر من قولہ صلی اللہ علیہ وسلم حاکیا عن جہنم جزیا مومن فان نورک اطفا ناری۔ لیکن تمہارا پوست لحم وشحم وغیرہ آگ کا ایندھن ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے ایک لکڑی کا

www.besturdubooks.wordpress.com

پیالہ جس میں پانی بھرا ہو کہ مظروف تو آگ پر حاکم ہے اور ظرف پر آگ کی حکومت ہے۔ علیٰ ہذا انسان کے معنی اور اس کا مغز آگ کے مالک ہیں اور دوزخ ان کو صدمہ نہیں پہنچا سکتی ہے کیونکہ مالک دوزخ دوزخ میں نہیں جل سکتا اس کی مثال ایسی ہے جیسے کاسہ چوبیں پر آب کہ اس کی معنی یعنی پانی آگ پر حاکم ہیں اور اس کا جسم آگ کا ایندھن ہے۔

فائدہ:۔ ہم نے معنی ہیزم الخ کو اعادۂ مضمون کوزہ چوبیں الخ قرار دیا ہے۔ جبکہ معنی انسان الخ اعادہ ہے معنی و مغفرت الخ کا اور بعض محشی نے معنی ہیزم سے اس کے اجزاء مائیہ مراد لئے ہیں اور تن ہیزم سے اجزاء خاکیہ و ہوا ایضا اقرب اور بعض نے ہیزم سے مراد انسان لیا ہے اور اس کے معنی سے روح اور تن سے گوشت پوست وغیرہ و ہوا بعد واللہ اعلم) جب امور مذکورہ ذہن نشین ہو چکے۔ تو اب ہم کہتے ہیں کہ تم اپنے معنی یعنی روحانیت بڑھاؤ۔ تا کہ تم کو آتش دوزخ ضرر نہ پہنچا سکے اور تم مالک دوزخ کی طرح اس پر حاکم ہو۔ لیکن اب تک تم نے ایسا نہیں کیا اور پوست پر پوست بڑھایا ہے۔

سو اگر یہی حالت رہی تو تم ضرور یوں ہی دوزخ میں ہو گئے جیسے پوست آگ میں ہوتا ہے کیونکہ آگ کا چارہ تو پوست ہی ہے پس اس کو آگ میں جانا چاہئے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حق سبحانہ تکبر کی گردن مارنے والے ہیں اور تکبر پیدا ہوتا ہے پوست سے۔ یہی وجہ ہے کہ تکبر کا مطلوب جاہ اور مال ہے جو کہ سامان ہیں تن پروری و نفس پروری کا۔ پس حق سبحانہ اس کی یوں بیخ کنی کرتے ہیں کہ پوست کو جو کہ منشا تھا کبر کا۔ آگ میں جھونک دیتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ تکبر نہایت بری خصلت ہے جس سے بچنا ضروری ہے اب ہم اس سے بچنے کی تدبیر بتلاتے ہیں سنو۔

تکبر کا منشا کیا ہے۔ مغز موجودات یعنی حق سبحانہ سے غفلت جو غافل کے جمود کا یوں سبب ہے۔ جیسے برف کی آفتاب سے غفلت برف کے لئے موجب جمود ہوتی ہے۔ پس اس کا علاج یہ ہے کہ غفلت کو دور کیا جائے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب برف کو آفتاب کی خبر ہوتی ہے تو پھر وہ افسردہ نہیں رہتا۔ بلکہ نرم اور گرم اور سیال ہو کر تیز رفتار ہو جاتا ہے یونہی جب کسی کو حق سبحانہ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ از سرتا پا خواہش بن کر متذلل اور عاشق ہو جاتا ہے کیونکہ قاعدہ ہے جو کسی چیز کا خواہاں ہوتا ہے اس کے اندر تذلل اور تکسر پیدا ہو جاتا ہے اور تذلل اور تکسر منافی تکبر ہے۔ پس تکبر جاتا رہتا ہے لیکن جبکہ کوئی مغز (حق سبحانہ) کو نہیں دیکھتا تو وہ پوست یعنی غیر اللہ پر قانع ہوتا ہے۔ اور غیر اللہ قید خانہ اس کا جیل خانہ بن جاتا ہے یعنی قناعت از حق اور اس کے عدم طلب کے سبب وہ خود ہی پھنس جاتا ہے۔

جب کہ تکبر کا علاج معلوم ہو گیا تو اب یہ سنو کہ دنیا میں عزت تمہارے تکبر اور ذلت کا سبب ہے اور ذلت دینداری اور عزت کا۔ پس تم عزت دنیا کو چھوڑ دو اور ذلت حاصل کر دتا کہ تم کو عزت حاصل ہو کیونکہ جب تک کوئی اپنے کو مٹا نہیں دیتا اسے عزت حاصل نہیں ہوتی۔

دیکھو پتھر نے جب تک اپنی خودی کو نہیں چھوڑا اس وقت تک نگین خاتم ہونے کا شرف اس کو حاصل نہیں ہوا اور جب اپنی خودی کو چھوڑ کر آفتاب کے رنگ میں رنگ گیا اس وقت اس کو یہ شرف حاصل ہو گیا۔ افسوس کہ تم ہنوز پتھر اور عاری عن الکمالات ہو مگر اس پر بھی خودی کو نہیں چھوڑتے اور فانی ہو کر عزت حاصل نہیں کرتے۔ صاحبو یہ وقت تذلل اور فنا کا ہے نہ کہ تکبر اور خودی کا۔ پس تم فانی ہو جاؤ۔ تا کہ تم کو عزت حاصل ہو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خیر یہ تو ہو چکا اب سنو کہ ہم نے اوپر کہا تھا کہ تکبر طالب ہے جاہ و مال کا اب اس کی وجہ سنو وہ یہ ہے کہ وہ بمنزلہ گھوڑے کے ہے اور جاہ و مال بمنزلہ پاخانہ کے اور قاعدہ ہے کہ گھوڑے کا کمال پاخانہ سے ہوتا ہے یوں ہی کبر کا کمال جاہ و مال سے ہوتا ہے کیونکہ یہ دونوں دابہ ہیں جو کہ آدمی کے اندر پوست یعنی چربی اور گوشت اور کبر و نخوت بڑھاتے ہیں اور ان سے اس کو پر کرتے ہیں اس لئے وہ ان کا طالب ہے اچھا اب یہ سنو کہ جب تکبر اتنی بری چیز ہے تو لوگ تکبر کیوں کرتے ہیں۔

وجہ اس کی یہ ہے کہ انہوں نے لب لب یعنی مقصود حقیقی حق جل مجدہٗ کو نہیں دیکھا اس لئے انہوں نے پوست کی طرح بکے اور غیر مقصود تکبر کو مغز یعنی کارآمد اور مقصود سمجھ لیا اور اس کے طالب ہو گئے۔ اس راہ کا مقتدا ابلیس ہے کیونکہ وہ ہی اول دام جاہ کا شکار ہوا تھا اور اسی نے اول تکبر کیا تھا۔

صاحبو مال اور جاہ دونوں نہایت بری بلا ہیں اور جاہ مال سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ مال تو بمنزلہ سانپ کے ہے اور جاہ بمنزلہ اژدھے کے۔ لیکن سایہ اہل اللہ ان دونوں کے لئے زمرد ہے کیونکہ اس زمرد یعنی سایہ اہل اللہ سے ان سانپوں کی آنکھیں نکل جاتی ہیں اور وہ اندھے ہو جاتے ہیں یعنی ان کا خطرہ دور ہو جاتا ہے اور اس طرح سالک ان کے ضرر سے بچ جاتا ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ چونکہ اس سردار یعنی ابلیس نے لوگوں کی راہ میں کانٹے رکھ دیئے اور تکبر کر کے ان کو تکبر کا طریقہ بتلا دیا۔ اور اس طرح ان کے لئے خطرہ پیدا کر دیا ہے۔ اسی لئے جو شخص زخمی ہوتا ہے یعنی تکبر کر کے نقصان اٹھاتا ہے تو وہ شیطان پر لعنت کرتا ہے اور مقصود اس کا یہ ہوتا ہے کہ مجھے یہ صدمہ اس کی دغا بازی کی بدولت پہنچا ہے کیونکہ وہ پیشوا دغا بازی میں سابق الاقدام ہے۔ نہ وہ یہ راستہ نکالتا نہ مجھے تکلیف اٹھانی پڑتی۔

الحاصل طریق تکبر کا موجد ابلیس ہے اس کے بعد زمانے گزرتے رہے اور تمام متکبرین اسی کی روش پر چلتے رہے۔ اس کا وبال بھی ابلیس کی ہی گردن پر رہے گا۔ کیونکہ جب کوئی بری راہ قائم کرتا ہے تاکہ لوگ اس کے بعد اندھے پن سے ٹھوکریں کھا کر گریں تو ان تمام لوگوں کا وبال اس راہ کو قائم کرنے والے کی گردن پر رہتا ہے کیونکہ وہ پیشوا تھا اور لوگ اس کے متبع۔ خیر! ابلیس نے تکبر کیا۔ مگر اس کے برخلاف آدم علیہ السلام نے اپنے پرانے جوتے اور پوستین یعنی اپنی حقیقت کو پیش نظر رکھا اور سمجھا کہ میں گارے سے بنا ہوں اور ایاز کی طرح وہ اپنے پرانے جوتے کے پاس برابر آتے رہے یعنی اپنی حقیقت کو نہیں بھولے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تعریف کئے گئے یہ بیان تھا آدم علیہ السلام کی ترک خودی کا۔

اب مولانا ترک خودی اور فنا کی ترغیب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ نیستی اور عدم و فنا ہی میں تاثیر کرنے والے اور اسی میں کام کرنے والے ہیں۔ اور کچھ حق سبحانہ ہی کی تخصیص نہیں بلکہ جو کوئی بھی کسی شے کو وجود میں لاتا ہے وہ اس کی صنعت کا کارخانہ عدم ہی ہے۔ عدم کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کیونکہ وجود میں تاثیر ایسی ہے جیسے لکھے ہوئے پر لکھنا۔ جہاں کوئی پودا لگا ہو وہاں پودا لگانا۔ پس کیا کوئی لکھے ہوئے پر لکھتا ہے۔ یا جہاں کوئی پودا لگا ہو کوئی پودا لگاتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایسا کاغذ تلاش کرتا ہے جو لکھا ہوا نہ ہو اور ایسی جگہ پودا لگاتا جہاں کچھ بویا ہوا نہ ہو۔

یونہی حق سبحانہ اور دیگر موجد بھی اپنی تاثیر کے لئے عدم چاہتے ہیں جب یہ معلوم ہو گیا تو اب ہم کہتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ تم ہی اپنی صفات کو فنا کر کے ایسے ہو جاؤ جیسے بغیر بوئی ہوئی زمین۔ یا بے لکھا کاغذ تا کہ حق سبحانہ کی تحریر اور اس کی قلم سے عزت حاصل کرو اور وہ کریم تمہارے اندر اپنی صفات کا بیج بوئے۔

حاصل یہ کہ تم خودی کو مٹاؤ تا کہ تمہارے اندر اخلاق الٰہیہ اور علوم معارف پیدا ہوں۔ اور تم فالودہ خودی جس کو تم مزہ سے کھا رہے ہو نہ کھایا سمجھو اور یہ مطبخ جو تم نے دیکھا ہے نہ دیکھا سمجھو۔ کیونکہ یہ فالودہ بہت سی مستیاں پیدا کرتا ہے جن سے تم اپنے پوستین اور چیتھڑوں کو بھول جاؤ گے یعنی تم کو اپنی حقیقت یاد نہ رہے گی لیکن جب جان کنی اور موت کا وقت ہوگا اس وقت افسوس کرو گے اور اپنے گدڑی اور چیتھڑوں یعنی اپنی حقیقت کو اس وقت یاد کرو گے اور جب تک تم برائی کی موج میں یوں غرق نہ ہو گے کہ تمہاری لئے کشتی پناہ نہ دے اس وقت تک تم اس دافع کشتی کو یاد نہ کرو گے یعنی تم اپنے پوستین اور چیتھڑوں کو نہ دیکھو گے۔ اور اپنی اصلیت کو یاد نہ کرو گے۔ ہاں جبکہ تم مصیبت کے ڈباؤ پانی میں پھنس جاؤ گے۔ اسوقت ظلمنا کو شوق سے اپنا وظیفہ بناؤ گے لیکن اس وقت تم پر شیطان ہنسے گا اور کہے گا کہ اس ناقص کو دیکھو کہ کس وقت یہ اپنی اصلیت کو یاد کرتا ہے اس مرغ بے ہنگام کا سر اڑا دینا چاہئے مگر یہ خصلت کہ وہ مصروف خودی رہیں اور ان کی طاعات سے خشوع ہوں خاصان حق کی دانش مندی سے بعید ہے۔ وہ تو پیشتر ہی سے آسمانی مرغ کی مانند ہیں اور ان کی اذانیں اپنے وقت پر ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اہل اللہ کی حالت اہل دنیا کے خلاف ہے کیونکہ وہ بے وقت اپنی حقیقت کو یاد کرتے ہیں اور اہل اللہ بروقت (فائدہ: ولی محمد نے دو در ایں خصلت الخ کو مقولہ محمود قرار دیا ہے اور ایاز سے ایاز مراد معروف لیا ہے مگر یہ ان کی غفلت ہے اگر وہ مولانا کے شعرائے خروساں از وے آموزید بانگ۔ بانگ بہر حق کند نے بہر دانگ۔ میں تامل کرتے تو اس غلطی میں مبتلا نہ ہوتے)

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اے مرغو (اہل دنیا) خاصان حق سے اذان سیکھو کہ وہ خدا کے لئے اذان دیتے ہیں نہ کہ روپے کے لئے یعنی اہل اللہ کی روش اختیار کرو کہ وہ فانی فی اللہ ہیں۔ نہ کہ مبتلائے خودی اور پابند نفس اور صبح کاذب آ کر ان کو دھوکہ نہیں دے سکتی۔ صبح کاذب سے ہماری مراد دنیا ہے جو کہ ان کی بھلائی اور برائی کا عالم ہے یعنی وہ لوگ مغرور دنیا نہیں ہیں۔ برخلاف اہل دنیا کے کہ وہ عقل ناقص رکھتے ہیں اس لئے انہوں نے اس دارالغرور کو اصلی گھر سمجھ لیا۔

صبح کاذب نے بہت سے قافلوں کو غارت کیا ہے کیونکہ وہ دن کے مشابہ ہو کر ظاہر ہوئی ہے یونہی اس دنیا نے اپنی طول بقا کے سبب عالم باقی سے مشابہت پیدا کر کے بہت سے آدمیوں کو تباہ کیا ہے۔ خدا نہ کرے کہ صبح کاذب مخلوق کی رہبر ہو۔ کیونکہ وہ بہت سے قافلوں کو تباہ کر دے گی۔ یوں ہی خدا نہ کرے نہ دنیا سے لوگ دھوکہ کھائیں ورنہ بہت سے غارت ہو جائیں گے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر مولانا دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو صبح کاذب یعنی دنیا کا محبوس ہے تو صبح صادق یعنی حقیقی اہل اللہ کو صبح کاذب یعنی نہی ہوئی نہ سمجھ۔ کیونکہ اگر تیرا ظاہر و باطن یکساں نہیں اور تو ریا سے خالی نہیں تو دوسروں کو ایسا نہ سمجھ تیری یہ بدگمانی دلیل ہے اس بات کی کہ تو خود بدکار ہے کیونکہ بدگمان ہمیشہ بدکار ہوتا ہے اور وہ اپنی حالت کو دوسروں کی طرف منسوب کرتا ہے چنانچہ جو

www.besturdubooks.wordpress.com

ذلیل لوگ خود گمراہیوں میں مبتلا تھے وہ انبیاء کو ساحر اور گمراہ کہتے تھے۔ نیز ان ذلیل اور دغاباز امیروں نے ایاز کے حجرہ پر بھی یہی بدگمانی کی تھی کہ اس میں خزانہ مخفی ہے۔ پس تم اپنے آئینہ سے دوسروں کو نہ دیکھو اور جیسے خود ہو دوسروں کو بھی ویسا ہی نہ سمجھ۔ خیر یہ گفتگو تو ہو چکی اب قصہ کی طرف عود کرنا چاہیئے۔ اچھا سنو۔

بادشاہ کو جانتا تھا کہ ایاز اس جرم سے بری ہے۔ مگر امراء کی وجہ سے اس نے خانہ تلاشی کا حکم دیا اور کہا کہ اے امیرو آدھی رات جبکہ ایاز غافل ہو۔ اس وقت حجرہ کا دروازہ کھولو۔ تا کہ اس کے خیالات ظاہر ہو جائیں اگر اس کا جرم ثابت ہو گیا تو پھر سزا ہمارے ذمہ ہے ہم اسے سزا دیں گے اور سونا موتی جو کچھ ملے سب تمہارا۔ میں تو اطلاع چاہتا ہوں وہ یہ کہہ رہا تھا مگر اس کا دل بے مثل ایاز کی طرف بے قرار تھا اور کہا کہ ارے میرے منہ سے یہ الفاظ نکل رہے ہیں اگر ایاز کو اس زیادتی کا علم ہو جائے تو کیا ہو۔ پھر کہتا تھا کہ اس کی اطاعت کی قسم۔ اس کی کوہ وقاری اس سے بالاتر ہے کہ وہ میری تہمت سے برانگیختہ ہو جائے اور میری غرض اور باطنی خیال سے غافل رہے وہ ہرگز غافل نہیں ہو سکتا۔ اور جب غافل نہیں ہو سکتا تو خفا بھی نہیں ہو سکتا۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ کسی مصیبت زدہ کو اس کی مصیبت کی مصلحت معلوم ہوتی ہے تو وہ اس کو اپنی کامیابی سمجھتا ہے اور اس سے شکستہ نہیں ہوتا۔ پس چونکہ ایاز صابر اس واقعہ کی مصلحت سے واقف ہے کیونکہ وہ مست انجام نہیں ہے۔ اس لئے وہ خفا نہ ہو گا ہم نے یہ کیوں کہا کہ ایاز واقف ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یوسف کی طرح ان قیدیوں یعنی امیروں کے جواب یعنی کارروائی کی تعبیر یعنی حقیقت سے واقف ہے۔ اور وہ جانتا ہے کہ حقیقت اس کی حسد یا بدگمانی ہے تو وہ اپنے خواب (معاملہ) کی تعبیر (حقیقت) سے کیوں نہ واقف ہو گا اور کیوں نہ سمجھے گا کہ محمود کے یہ کارروائی بنا بر مصلحت ہے۔ کیونکہ جو شخص اپنے خواب کی تعبیر یعنی اپنے حاسد کی حقیقت نہ جانتا ہو تو وہ دوسروں کے خواب کی تعبیر اور دوسروں کے معاملہ کی حقیقت کیا جان سکتا ہے اور ایاز دوسروں کے معاملہ کی حقیقت سے تو بخوبی واقف ہے پس وہ ضرور اپنے معاملہ کی حقیقت بھی جانتا ہو گا اور جبکہ وہ سمجھتا ہو گا کہ یہ ایک امتحان ہے تو پھر وہ ناخوش نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر امتحان میں اس کی سو تلواریں بھی ماروں تب بھی اس شفیق کا تعلق کم نہ ہو گا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ تلواریں میں اپنے مار رہا ہوں اس لئے کہ حقیقت میں میں وہی ہوں اور وہ میں۔ پس ان کی تلوار مارنا اپنے مارنا ہے۔

در بیان اتحاد عاشق و معشوق از روئے حقیقت اگرچہ او متضاد اند از روئے آنکہ نیاز ضد بے نیازی ست چنانکہ آئینہ بے صورت و سادہ است و بیصورتی ضد صورت ست لیکن میان ایشان اتحادے ست در حقیقت کہ شرح آں دراز ست والعاقل تکفیہ الاشارۃ

حقیقت کے اعتبار سے عاشق اور معشوق کے اتحاد کے بیان میں اگرچہ وہ اس اعتبار سے متضاد ہیں کہ نیاز، بے نیازی کی ضد ہے جیسا کہ آئینہ بغیر صورت کا اور سادہ ہے اور صورت کا ہونا صورت کی ضد ہے لیکن در حقیقت ان میں ایسا اتحاد ہے جس کی شرح دراز ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

جسم مجنوں راز رنج دورئے	اندر آمد ناگہاں رنجورئے
فراق کی تکلیف سے مجنوں کے جسم	میں اچانک بیماری پیدا ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

خوں بجوش آمد ز شعلہ اشتیاق	تا پدید آمد بداں مجنوں خناق
شوق کی چنگاری سے خون جوش میں آ گیا	حتیٰ کہ اس سے مجنون کے (گلے میں) خناق پیدا ہو گیا
پس طبیب آمد بدار و کردنش	گفت چارہ نیست ہیچ از رگ زنش
اس کا علاج کرنے کے لئے طبیب آیا	اس نے کہا فصد کرنے کے علاوہ کوئی علاج نہیں ہے
رگ زدن باید برائے دفع خوں	رگ زنے آمد بد انجا ذوفنوں
خون کے دفع کرنے کے لئے فصد کرنی چاہئے	(چنانچہ) وہاں ایک ہنر مند فصاد آیا
بازوش بست و گرفت آں پیش او	بانگ بر زد در زماں آں عشق خو
اس نے اس کا بازو باندھا اور اس کو اس کے سامنے پکڑا	فوراً وہ عشق مزاج چیخا
مزد خود بستان و ترک فصد کن	گر بمیرم گو برو جسم کہن
اپنی فیس لے لے اور فصد نہ کر	اگر میں مر جاؤں کہدے پرانا جسم چلا جائے
گفت آخر از چہ می ترسی ازیں	چوں نمی ترسی تو از شیر عریں
اس نے کہا آخر تو اس سے کیوں ڈرتا ہے؟	جبکہ تو کچھار کے شیر سے نہیں ڈرتا ہے
شیر و گرگ و خرس و ہر یوز و ددہ	گرد بر گرد تو شب گرد آمدہ
شیر اور بھیڑیا اور ریچھ اور ہر چیتا اور درندہ	تیرے چاروں طرف رات کو چکر لگاتا ہے
می نیاید شاں ز تو بوئے بشر	زانبہی عشق و وجد اندر جگر
تجھ میں سے انہیں انسان کی بو نہیں آتی ہے	(تیرے) جگر کے اندر عشق اور غم کی کثرت سے
گرگ و خرس و شیر داند عشق چیست	کم ز سگ باشد کہ از عشق او تہی ست
بھیڑیا اور ریچھ اور شیر جانتا ہے کہ عشق کیا ہے	جو شخص عشق سے خالی ہے وہ کتے سے کم ہے
گر رگے عشقے نبودے کلب را	کے بجستے کلب کہف قلب را
اگر کتے میں عشق کی رگ نہ ہوتی	تو کتا (اہل) دل کے غار کو کب ڈھونڈتا
ہم ز جنس او بصورت چوں سگاں	گر نشد مشہور ہست اندر جہاں
اس کے ہم جنس بھی کتوں کی صورت میں	دنیا میں ہیں اگرچہ مشہور نہیں ہوئے ہیں
تو نبردی بوئے دل در جنس خویش	کے بری تو بوئے دل از گرگ و میش
تو نے اپنی (ہم) جنس کے دل کی خوشبو نہ پائی	تو بھیڑیے اور بھیڑ کے دل کی خوشبو حاصل کر سکتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودے عشق ہستی کے بدے	کے زدے ناں بر تو و تو کے شدے
اگر عشق نہ ہوتا تو وجود کب ہوتا؟	روٹی تجھ سے کب ملتی اور تو کب ہوتا؟
نان تو شد از چہ ز عشق واشتہے	ورنہ ناں را کے بدے تا جاں رہے
تیری روٹی کس چیز سے بنی عشق اور خواہش سے	ورنہ روٹی کا راستہ جانا کب
عشق نان مردہ را جاں می کند	جاں کہ فانی بود جاویداں کند
عشق ہی مردہ روٹی کو جان (دار) بناتا ہے	جو جان فانی تھی اس کو جاودانی بنا دیتا ہے
گفت مجنوں من نمیترسم زنیش	صبر من از کوہ سنگیں ہست بیش
مجنوں نے کہا میں نشتر سے نہیں ڈرتا ہوں	میرا صبر پتھریلے پہاڑ سے بڑھا ہوا ہے
منبلم بے زخم ناساید تنم	عاشقم بر زخمہا بری تنم
میں مصیبت کا مارا ہوں بغیر زخم کے میرے جسم کو آرام	میں عاشق ہوں زخموں کا چکر لگاتا ہوں
لیک از لیلیٰ وجود من پرست	ایں صدف پر از صفات آں درست
لیکن میرا وجود لیلیٰ سے بھرا ہوا ہے	یہ سیپ اس موتی کی صفات سے پُر ہے
ترسم اے فصاد اگر فصدم کنی	نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی
اے فصاد! اگر تو میرے فصد لگائے گا میں ڈرتا ہوں	اچانک تو لیلےٰ کے نشتر مارے گا
داند آں عقلے کہ او دل روشنے ست	درمیان لیلیٰ و من فرق نیست
وہ عقل جس کا دل روشن ہے سمجھتی ہے	(کہ) مجھ میں اور لیلیٰ میں فرق نہیں ہے
من کیم لیلیٰ و لیلیٰ کیست من	ما دو روحیم آمدہ در یک بدن
میں کون ہوں؟ لیلیٰ اور لیلیٰ کون ہے؟ میں	ہم دو روحیں ہیں جو ایک جسم میں آ گئی ہیں

شرح حبیبی

اچھا اب سنو جس سے مصرع بالا "من دیم اندر حقیقت اونتم" کی تائید ہو۔ وہ یہ ہے کہ رنج فراق سے مجنون کے جسم میں ایک بیماری پیدا ہوگئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ جوش اشتیاق سے خون میں جوش آ گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجنون کو خناق ہو گیا۔ جب وہ بیمار ہو گیا تو ایک طبیب اس کے معالجہ کے لئے آیا اور اس نے تجویز کیا کہ بجز فصد کے اس کا کچھ علاج نہیں۔ پس اخراج خون کے لئے فصد لینا چاہئے اس تجویز پر ایک ہوشیار جراح کو بلایا گیا بس وہ آیا اور آ کر اس نے حسب قاعدہ بازو پر پٹی باندھی اور ہاتھ کو اپنی طرف بڑھایا جب مجنون نے یہ دیکھا تو فوراً اس

www.besturdubooks.wordpress.com

نے کہا کہ تم اپنی مزدوری لے لو اور فصد نہ کرو اگر مر جاؤں تو کیا ہے ایک بوسیدہ جسم جاتا رہے گا بلا سے جاتا رہے۔

جراح یہ سن کر متحیر ہوا اور اس نے سوال کیا کہ تم جبکہ شیر بیشہ سے بھی نہیں ڈرتے تو فصد سے کیوں ڈرتے ہو۔ نیز شیر بھیڑیا' ریچھ اور ہر قسم کے درندے رات کو تمہارے گرد اگرد جمع ہوتے ہیں مگر وہ تم کو نہیں کھاتے کیونکہ وہ اس وجہ سے کہ تمہارے اندر آدمی کی بو نہیں پاتے کہ تمہارے جگر میں عشق وشوق کا ہجوم ہے اور اس لئے گویا کہ تم مجسم عشق وشوق ہو۔ پس جبکہ تم مجسم عشق ہو تو تم ڈرتے کیوں ہو۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بھیڑیا' ریچھ اور شیر وغیرہ جانتے ہیں کہ عشق کیا چیز ہے اور اس کا ادب کرتے ہیں اس لئے انہوں نے مجنوں کو ضرر نہیں پہنچایا پس جو شخص عشق بالخصوص عشق الٰہی سے ناواقف اور اس کی قدر نہ جانتا ہو اور اسے حاصل نہ کرے وہ کتے سے بدتر ہے۔ کیونکہ کتا صرف عشق الٰہی سے واقف ہی نہیں بلکہ وہ اس کو حاصل بھی ہے کیونکہ اگر اس میں عشق الٰہی کی آگ نہ ہوتی تو سگ اصحاب کہف پناہ دل کا طالب کیوں ہوتا اور اہل دل کے ساتھ کیوں رہتا۔ ایک اسی پر کیا انحصار ہے اس کی ہمجنس عاشق حق اور صورت میں کتوں کے مشابہ جہاں میں اور بھی کتے ہیں گو مشہور نہیں ہیں۔ اگر تم کہو کہ ہمیں تو ایک بھی نظر نہیں آتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہیں اپنے ہمجنسوں میں تو اہل دل کا پتہ ہے ہی نہیں۔ ایسے حالت میں تمہیں بھیڑیوں اور بھیڑوں وغیرہ میں ان کا کیا پتہ لگ سکتا ہے۔ الغرض تم کو کا عشق الٰہی حاصل کرنا چاہئے۔ کیونکہ مطلق عشق عجیب چیز ہے کیونکہ اگر عشق نہ ہوتا تو عالم نیست سے ہست نہ ہوتا۔ پس وہ عشق ہی ہے جس سے وجود عالم ہے۔

فائدہ:۔ مولانا نے اس مقام پر حدیث **کنت کنزاً مخفیاً فاجبت ان اعرف فخلقت الخلق** کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔)

نیز اگر عشق نہ ہوتا تو نہ تم سے روئے اتصال پیدا کرتے اور نہ جزو انسان بن کر انسان بنتی۔ پس روٹی جو انسان بنی ہے تو کیوں عشق یعنی بھوک کی بدولت ورنہ روٹی کی روح تک رسائی کیونکر ہو سکتی تھی۔ پس ثابت ہوا کہ عشق نہایت عجیب شے ہے کہ وہ بے جان روٹی کو جان بنا دیتا ہے اور جان جو کہ بدوں عشق کے فانی تھی اور اس کو دائم البقاء کر دیتا ہے اور جب مطلق عشق کی یہ حالت ہے تو عشق الٰہی کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

خیر یہ مضمون استطرادی تو ہو چکا۔ اب سنو کہ مجنوں نے جراح کے سوال کے جواب میں کہا کہ مجھے نشتر سے ڈر نہیں لگتا کیونکہ میرا صبر تو پہاڑ سے زیادہ وزنی ہے میں تو مثل مرہم کے ہوں کہ بدوں زخم کے مجھے چین ہی نہیں آتا اور میں تو عاشق ہوں اور زخموں سے مجھے کام ہے مگر میرا وجود لیلیٰ سے پر ہے اور یہ صدف جسم لالے موتی لیلیٰ کی صفات سے لبریز ہے۔ پس اے جراح! اگر تو میرے فصد کرے گا تو مجھے ڈر ہے کہ تو لیلیٰ کے نشتر نہ مار دے۔ کیونکہ وہ عقل جو دل روشن رکھتے ہیں جانتے ہیں کہ مجھ میں اور لیلیٰ میں کچھ فرق نہیں ہے۔ میں کون ہوں؟ لیلیٰ اور لیلیٰ کون ہے؟ میں اور گویا کہ ہم دو روحیں ہیں جو ایک قالب میں اکٹھے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

معشوقے از عاشق پرسید کہ خودرا دوست تر میداری یا مرا گفت من از خود مردہ ام وبتو زندہ ام از خود واز صفات خود نیست شدہ ام وبتو ہست شدہ ام علم خود را فراموش کردہ ام واز علم تو عالم شدہ ام قدرت خود را بباد دادہ ام واز قدرت تو قادر شدہ ام اگر خود را دوست دارم ترا دوست داشتہ باشم واگر ترا دوست داشتہ باشم خود را دوست داشتہ باشم

ایک معشوق نے عاشق سے دریافت کیا تو اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے یا مجھے اس نے کہا میں اپنے اعتبار سے مردہ ہوں اور تیرے ذریعہ سے زندہ ہوں اپنے آپ سے اور اپنی صفات کے اعتبار سے معدوم ہو گیا ہوں اور تیرے ذریعہ سے موجود ہوا ہوں میں نے اپنا علم بھلا دیا ہے اور تیرے علم کے ذریعہ عالم بن گیا ہوں میں اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہوں

ہر کہ را آئینۂ یقیں باشد	گرچہ خود بیں خدائے بیں باشد
جس کو یقین کا آئینہ (حاصل ہو)	اگرچہ وہ خود بین ہے وہ خدا بین ہو گا

اخرج بصفاتی الیٰ خلقی من راٰک فقد رانی و من قصدک قصدنی و من احبک احبنی و قس علیٰ ھٰذا

میری مخلوق کی طرف میری صفات میں نکل، جس نے تجھے دیکھا تو بیشک اسنے مجھے دیکھا اور جس نے تیرا قصد کیا اس نے میرا قصد کیا اور جس نے تجھ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور اسی پر قیاس کر لے

گفت معشوقے بعاشق زامتحاں	در صبوحی کاے فلاں ابن فلاں
امتحاناً ایک معشوق نے عاشق سے کہا	صبح کی شراب کے وقت کہ اے فلاں فلاں کے بیٹے
مر مرا تو دوست تر داری عجب	یا کہ خود را راست گو یا ذاالکرب
تو مجھے عجیب زیادہ دوست رکھتا ہے	یا اپنے آپ کو سچ بتا اے غمزدہ!
گفت من در تو چناں فانی شدم	کہ پرم من از تو از سر تا قدم
اس نے کہا میں تجھ میں ایسا فنا ہو گیا ہوں	کہ سر سے پاؤں تک تجھ سے پر ہوں
بر من از ہستی من جز نام نیست	در وجودم جز تو اے خوش کام نیست
مجھ میں میرے وجود کا سوائے نام کے (کچھ) نہیں ہے	اے خوش نصیب! میرے وجود میں تیرے سوا (کچھ) نہیں ہے
زاں سبب فانی شدم من اینچنیں	ہمچو سرکہ در تو بحر انگبیں
اس لئے میں ایسا فانی ہو گیا ہوں	جیسا کہ سرکہ اے شہد کے سمندر! تجھ میں
ہمچو سنگے کو شود کل لعل ناب	پر شود او از صفات آفتاب
اس پتھر کی طرح جو مجسم خالص لعل بن گیا ہو	وہ سورج کی صفات سے پر ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

وصف آں سنگی نماند اندرو	پر شود از وصف خور او پشت و رو
اس میں پتھر پنا کی صفت نہیں رہتی ہے	وہ آگے اور پیچھے سے سورج کے وصف سے پر ہو جاتا ہے
بعد ازاں گر دوست دارد خویش را	دوستی خور بود آں اے فتیٰ
اس کے بعد اگر وہ اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے	اے نوجوان! وہ سورج سے دوستی ہوتی ہے
ور کہ خور را دوست دارد او بجاں	دوستی خویش باشد بیگماں
اگر وہ (دل و) جان سے سورج کو دوست رکھتا ہے	بے شک اپنے سے دوستی ہوتی ہے
خواہ خود را دوست دارد لعل ناب	خواہ یا او دوست دارد آفتاب
خالص لعل خواہ اپنے آپ کو دوست رکھے	یا خواہ وہ سورج کو دوست رکھے
اندریں دو دوستی خود فرق نیست	ہر دو جانب جز ضیائے شرق نیست
ان دونوں دوستیوں میں فرق نہیں ہے	دونوں جانب سورج کی روشنی کے علاوہ کچھ نہیں ہے
تا نشد او لعل خور را دشمن ست	زانکہ یک من نیست اینجا دو من ست
جب تک وہ لعل نہیں بنا سورج کا دشمن ہے	کیونکہ ایک وجود نہیں ہے یہاں دو وجود ہیں
زانکہ ظلمانی ست سنگ اے باحضور	ہست ظلمانی حقیقت ضد نور
اس لئے کہ اے باشعور! پتھر تاریک ہے	تاریک حقیقتاً نور کی ضد ہے
خویش را گر دوست دارد کافر ست	زانکہ او مناع شمس اکبر ست
اگر اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے تو کافر ہے	کیوں کہ وہ شمس اکبر کا منکر ہے
پس نشاید کہ بگوید سنگ انا	او ہمہ تاریکی ست و در فنا
پس مناسب نہیں ہے کہ پتھر "انا" کہے	وہ مجسم تاریکی اور فنا میں ہے
گفت فرعونے انا الحق گشت پست	گفت منصورے انا الحق و برست
کسی فرعون نے انا الحق کہا وہ پست ہوا	کسی منصور نے انا الحق کہا وہ بالا ہے
آں انا را لعنۃ اللہ در عقب	ویں انا را رحمۃ اللہ اے محب
اس انا کے لئے اللہ (تعالیٰ) کی لعنت درپے ہے	اور یہ انا اے دوست! اللہ (تعالیٰ) کی رحمت ہے
زانکہ او سنگ سیہ بد ایں عقیق	آں عدوئے نور بود و ایں عشیق
کیونکہ وہ سیاہ پتھر تھا، یہ عقیق	وہ نور کا دشمن تھا اور یہ عاشق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں انا ہو بود در سرائے فضول	ز اتحاد نور نز راہ حلول
اے بیہودہ! یہ "انا" درحقیقت "ہو" تھی	نور کے اتحاد کی وجہ سے نہ کہ حلول کے طور پر
جہد کن تا سنگیت کمتر شود	تا بلعلی سنگ تو انور شود
تو کوشش کرتا کہ تیرا پتھر پن کم ہو جائے	تاکہ تیرا پتھر لعل پن سے روشن ہو جائے
صبر کن اندر جہاد و در عنا	دمبدم می بیں بقا اندر فنا
مجاہدہ اور مشقت میں صبر کر	لمحہ بہ لمحہ فنا میں بقا دیکھ
وصف سنگی ہر زماں کم میشود	وصف لعلی در تو محکم میشود
پتھر پن کی صفت ہر لمحہ کم ہو گی	تجھ میں لعل پن کی صفت مضبوط ہو جائے گی
وصف ہستی میرود از پیکرت	وصف مستی میفزاید در سرت
تیرے جسم میں سے وجود کی صفت نکل جائے گی	تیرے باطن میں مستی کی صفت بڑھ جائے گی
سمع شو یکبارگی تو گوشوار	تاز حلقہ لعل یابی گوشوار
تو کان کی طرح فوراً سماعت بن جا	تاکہ تجھے لعل کے حلقہ کا گوشوارہ مل جائے
ہمچو چہ کن خاک می کن گر کسی	زیں تن خاکی کہ در آبے رسی
اگر تو مرد ہے تو کنواں کھودنے والے کی طرح مٹی کھود	اس مٹی کے جسم کی تاکہ تو پانی تک پہنچ جائے
گر رسد جذب خدا آب معیں	چاہ ناکندہ بجوشد از زمیں
اگر خدا کا جذب آ گیا تو جاری پانی	کنواں کھودے بغیر زمین سے جوش مارے گا
کار کے میکن تو و کاہل مباش	اندک اندک خاک چہ رامیتراش
کچھ کام کر اور کاہل نہ بن	تھوڑی تھوڑی کنویں کی مٹی کھود
کار میکن گوش ماں از بہر آب	اندک اندک دو کن خاک و تراب
پانی کے لئے کام کر کان بن جا	تھوڑی تھوڑی خاک اور مٹی ہٹا
ہر کہ رنجے دید گنجے شد پدید	ہر کہ جدے کرد در جدے رسید
جس نے تکلیف اٹھائی خزانہ ظاہر ہوا	جس نے کوشش کی نصیبہ کو پہنچ گیا
گفت پیغمبرؐ رکوع ست و سجود	بر در حق کوفتن حلقہ وجود
پیغمبرؐ نے فرمایا ہے رکوع اور سجدہ	اللہ (تعالیٰ) کے در پر مراد کی کنڈی کھٹکھٹانا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حلقہ آں در ہر آنکو میزند	بہر او دولت سرے بیروں کند
جو شخص اس دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹاتا ہے	اس کے لئے دولت باہر آتی ہے

شرح حبیبی

ایک معشوق نے ایک روز صبح کے وقت امتحاناً اپنے عاشق سے دریافت کیا کہ تم مجھے زیادہ چاہتے ہو (اگر یہ ہے تو تعجب کی بات ہے) یا اپنے کو اے جتلائے رنج جو بات ہو سچ سچ کہہ دو۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کے اندر اس قدر فنا ہوں کہ میں سر سے پاؤں تک آپ کی صفات سے لبریز ہوں۔ میرے اندر میری ہستی کا صرف نام باقی ہے اور کچھ نہیں اور میرے اندر سوائے آپ کے اور کچھ نہیں۔ لہذا میں آپ کے اندر یوں فنا ہوں جیسے کہ آپ جو کہ بحرا نگبیں ہیں۔ سرکہ کھائیں اور وہ جزو بدن بن کر آپ کے اندر فنا ہو جائے۔

اب مولانا ایک اور مثال سے مقولہ عاشق کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک پتھر جو کہ سراسر خالص لعل ہو جائے اور صفات آفتاب سے پر ہو جائے اور وصف حجریت اس سے زائل ہو جائے اور اوپر نیچے غرض کہ ہر طرف صفات آفتاب سے پر ہو جائے اس کے بعد اگر وہ اپنے کو دوست رکھے گا تو وہ آفتاب ہی کی دوستی ہوگی۔ اور اگر آفتاب کو دوست رکھے گا تو وہ اپنی دوستی ہوگی۔

الحاصل خاص لعل خواہ اپنے کو چاہے یا آفتاب کو ان دونوں چاہتوں میں کچھ فرق نہیں کیونکہ گو ذاتیں ہر دو کے متبائن ہیں مگر صفت دونوں کی ایک ہے اس لئے کہ دونوں جگہ آفتاب ہی کی روشنی ہے جو منشاء ہے ماہیت کا۔ لیکن جب تک پتھر لعل نہ ہو اس وقت تک وہ آفتاب کا دشمن ہے کیونکہ یہاں ایک ہستی نہیں بلکہ دو ہستیاں ہیں اس لئے کہ پتھر ظلمانی ہے اور آفتاب سراپا نور۔ لہذا دونوں میں تضاد ہے اس لئے ظلماتی نور کی ضد ہے ایسی حالت میں اگر وہ اپنے کو دوست رکھے تو وہ بمنزلہ کافر کے ہے کیونکہ وہ جلیل القدر آفتاب کا مزاحم ہے کہ وہ اس کو اپنے میں فنا کرنا چاہتا ہے اور یہ فنا ہونا نہیں چاہتا اور اس طرح اس کی مزاحمت اور مقابلہ کرتا ہے۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جو شخص فانی الحق نہیں ہے اس کو انا الحق نہ کہنا چاہئے کیونکہ وہ سراسر ظلمت اور فانی ہے نہ کہ باقی ببقاء الحق۔ لیکن اگر کوئی فانی فی الحق اور باقی ببقاء حق ہو تو اس کا انا الحق کہنا فی نفسہ صحیح ہے۔ (گو شریعت حالت صحو میں اس کی اجازت نہیں دیتی) یہی وجہ ہے کہ فرعون نے انا الحق کہا تو وہ ذلیل ہوا۔ اور منصور نے حالت سکر میں انا الحق کہا تو وہ ناجی ہوئے اور اس انا پر لعنت الہی مرتب ہوئی اور اس پر رحمت الہی۔ کیونکہ فرعون غیر فانی اور بمنزلہ کالے پتھر کے تھا جو کہ اپنے لئے آفتاب حقیقی ہونے کا دعویٰ کرتا تھا اور منصور فانی اور بمنزلہ عقیق کے تھا جو کہ نعرہ انا الشمس لگاتا اور وہ دشمن آفتاب حقیقی تھا اور یہ عاشق آفتاب حقیقی۔

پس مقولہ فرعون کے یہ معنی ہیں کہ میں ہی آفتاب حقیقی اور خدا ہوں اور آفتاب حقیقی اور خدا کوئی چیز نہیں اور مقولہ منصور کے یہ معنی ہیں کہ میں کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ آفتاب حقیقی اور خدا ہے۔ لہذا فرعون مستحق لعنت تھا اور منصور مستحق رحمت۔ کیونکہ منصور حقیقت میں خدا ہی تھا اس کے معنی یہ نہیں کہ خدا منصور میں نعوذ باللہ حلول کر گیا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

۔ بلکہ یہ اتحاد بایں معنی تھا کہ وہ متخلق باخلاق اللہ اور متصف بصفات حق اور فانی فی الحق و باقی بقاؤہ تھا۔ پس یہ اتحاد حقیقی نہ تھا۔ بلکہ عرفی تھا۔ جیسے کہ اہل محاورہ کہتے ہیں کہ فلاں اور فلاں دو تھوڑا ہی ہیں وہ دونوں ایک ہیں۔ فافہم ولا تزل

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تم کوشش کرو کہ تمہاری حجریت اور ظلمانیت کم ہو اور صفت لعلیت و تنور اور آفتاب حقیقی کے ساتھ ہم رنگی تم میں زائد ہو اور اس سے تم منور ہو جاؤ اور صورت اس کی یہ ہے کہ تم مجاہدات و مشاق میں صبر کرو اور استقلال کے ساتھ مخالفت نفس پر کمربستہ ہو جاؤ پھر دیکھنا کہ اس فنا میں تمہیں لحظہ لحظہ ایک نئی بقا حاصل ہوگی اور تمہارے اندر سے صفت نقص ہر وقت نکل رہی ہوگی اور صفت کمال پختہ ہو رہی ہوگی اور وصف خودی میں تم میں سے زائل ہوتا ہوگا اور وصف عشق الٰہی اور اس میں سرشاری کی کیفیت تمہارے سر میں بڑھتی ہوگی۔ بس تم کان کی طرح سراسر سماعت بن جاؤ یعنی جو کچھ تم سے شیخ کہے اس کو بدوں چوں و چرا کے مان لو۔ اس سے تم لعل کی بالی کان میں پہنو گے یعنی تم صفت کمال سے ملتبس ہو گے اور اگر تم آدمی ہو تو چاہ کن کی طرح اپنے جسم خاکی سے مٹی کھودتے رہو۔ تا کہ ایک روز تم پانی تک پہنچ جاؤ یعنی تم مجاہدات و ریاضات سے اپنے جسم کو گھلاتے رہو تا کہ ایک چشمہ معرفت الٰہی تمہارے اندر سے پھوٹے اور تمہاری مطلوب تم کو مل جائے یہ امور گو موقوف علیہ بمعنی لولاہ لامتنع نہیں ہیں کیونکہ اگر جذبہ خداوندی پہنچ جائے تو چشمہ معرفت بدوں مجاہدات و ریاضات کے بھی مل سکتا۔ مگر اکثر عادت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ بدوں ریاضات و مجاہدات کے وہ ایسا کرتے نہیں اس لیے تم کچھ نہ کچھ کرتے رہو اور چشمہ رحمت کے منتظر رہو۔ اور تھوڑے تھوڑے مجاہدات کرتے رہو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک روز تم کو تمہارا مطلوب حاصل ہوگا کیونکہ عادت اللہ جاری ہے کہ جو شخص تکلیف اٹھاتا ہے اس کو حصول مطلوب کا خزانہ مل جاتا ہے اور جو شخص کوشش کرتا ہے دولت اس کو مل جاتی ہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا کے دروازہ پر زنجیر وجود کھڑکھڑانا رکوع اور سجدہ (کثرت نوافل مع پابندی فرائض) ہے۔ پس کثرت صلوٰۃ کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ اس طریقہ سے تم حق سبحانہ کے دروازہ پر زنجیر کھڑکھڑاؤ گے اور تم کو ایک عظیم الشان دولت ملے گی کیونکہ جو کوئی اس دروازہ کی زنجیر کھڑکھڑاتا ہے اس کو ایک عظیم الشان دولت حاصل ہوتی ہے۔

اب سمجھو کہ اس زنجیر کے کھڑکھڑانے کا کیا قاعدہ ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رکوع و سجود یعنی کثرت صلوٰۃ حق سبحانہ کے دروازہ پر طلب بقاء روحانی کے لئے زنجیر کھڑکھڑانا ہے۔ پس تم کثرت صلوٰۃ کرو تا کہ تم کو بقاء روحانی حاصل ہو۔

آمدن آں امیران نمام با سرہنگاں نیم شب وکشادن حجرۂ ایاز و دیدن چارق و پوستین را آویختہ وگمان بردن کہ آں مکرست و روپوش و خانہ را حفرہ کردن بہر زگوشہ کہ گمان آمد و چاہ کناں آوردن و دیوار ہا را سوراخ کردن و چیزے نایافتن و خجل و نومید شدن چنانکہ بدگماناں و خیال اندیشاں درکار انبیاء و اولیاء کہ میگفتند کہ ساحراند و خویشتن ساختہ اند و تصدر میجویند بعد از تفحص خجل شدن ایشان سود ندارد

ان چغل خور امیروں مع سپاہیوں کے آدھی رات کو آنا اور ایاز کا حجرہ کھولنا اور چپل ور پوستین کو لٹکا ہوا دیکھنا اور خیال کرنا کہ یہ مکاری اور آڑ ہے اور گھر کے ہر اس گوشہ کا کھودنا جس کا انہیں خیال آیا اور کنواں کھودنے والوں کو لانا اور دیواروں میں سوراخ کرنا اور کسی چیز کو نہ پانا اور شرمندہ اور ناامید ہونا جیسا کہ انبیاء اور اولیاء کے معاملہ یں بدگمانوں اور سوچنے والوں جو کہتے تھے کہ جادوگر ہیں اور اپنے آپ کو مٹائے ہوئے ہیں اور بڑائی چاہتے ہیں جستجو کے بعد ان کا شرمندہ ہونا مفید نہیں ہے

آں امیراں بر در حجرہ شدند	طالب گنج و زر و خمرہ شدند
دو امیر حجرے کے دروازہ پر آئے	خزانہ اور سونے اور مٹی کے طلبگار بنے
قفل را بر میکشادند از ہوس	با دو صد فرہنگ و دانش چند کس
ہوس سے انہوں نے تالا کھولا	چند اشخاص کی سینکڑوں عقلوں اور سمجھ کے ساتھ
زانکہ قفل صعب بر پیچیدہ بود	از میان قفلہا بگزیدہ بود
کیونکہ اس نے مضبوط تالا لگا رکھا تھا	تالوں میں سے منتخب کیا تھا
نے ز بخل سیم و مال و زر خام	از برائے کتم آں سرا ز عوام
چاندی اور مال اور خالص سونے کے بخل کی وجہ سے نہیں	(بلکہ) اس راز کو عوام سے چھپانے کے لئے
کہ گروہے بر خیال بد تنند	قوم دیگر نام سالوسم کنند
کہ ایک جماعت برے خیال پر قائم ہو جائے گی	دوسری قوم میرا نام مکار رکھے گی
پیش باہمت بود اسرار جاں	از خساں محفوظ تر از لعل کاں
جان کے راز باہمت کے سامنے	کمینوں سے کان کے لعل سے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں
زر بہ از جان ست پیش ابلہاں	زر نثار جاں بود پیش شہاں
بیوقوفوں کے نزدیک سونا جان سے بہتر ہے	شاہوں کے نزدیک سونا جان کی خیرات ہے
می شتابیدند تف از حرص زر	عقل شاں میگفت نے آہستہ تر
وہ سونے کے لالچ میں تیز دوڑتے تھے	ان کی عقل کہتی تھی "نہیں" بہت آہستہ
حرص تازد بیہدہ سوئے سراب	عقل گوید نیک بیں کاں نیست آب
سراب کی جانب لالچ بیکار دوڑتا ہے	عقل کہتی ہے اچھی طرح دیکھ وہ پانی نہیں ہے
حرص غالب بود و زر چوں جاں شدہ	نعرۂ عقل آں زماں پنہاں شدہ
لالچ غالب تھا اور سونا جان کی طرح بن گیا تھا	اس وقت عقل کی آواز دب گئی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

حرص غالب بود برزر ہمچو جاں	گفت این ست ایں متاع رائگاں
جان جیسے سونے پر حرص غالب تھی	اس نے کہا یہی ہے یہ بیہودہ چیز
گشتہ صدتو حرص وغوغا ہائے او	گشتہ پنہاں حکمت و ایمائے او
حرص اور اس کا شور سو گنا بن گیا	دانائی اور اس کا اشارہ چھپ گیا
تاکہ درچاہ غرور اندر فتد	آنکہ از حکمت ملامت نشنود
تاکہ دھوکے کے کنویں کے اندر گرے	وہ جو دانائی کی ملامت نہیں سنتا
چوں زبند دام باد او شکست	نفس لوامہ برو یا بید دست
جب جال کے پھندے کی وجہ سے اس کا غرور ٹوٹا	لوامہ نفس نے اس پر قابو پا لیا
تابدیوار بلا ناید سرش	نشنود پند دل آں گوش کرش
جب تک اس کا سر مصیبت کی دیوار تک نہیں آتا ہے	اس کا بہرا کان، دل کی نصیحت نہیں سنتا ہے
کودکاں را حرص لوزینہ و شکر	از نصیحتہا کند دو گوش کر
بادام کے حلوے اور شکر کا لالچ بچوں کے	دونوں کان کو نصیحتوں سے بہرا بنا دیتا ہے
چونکہ درد دنبلش آغاز شد	در نصیحت ہر دو گوشش باز شد
جب اس کے پھوڑے کا درد شروع ہوا	اس کے دونوں کان نصیحت کے لئے کھلے
حجرہ را با حرص و صد گونہ ہوس	باز کردند آں زماں آں چند کس
حجرہ کو سینکڑوں ہوس اور حرص سے	ان چند شخصوں نے اس وقت کھولا
اندر افتادند برہم ز ازدحام	ہمچو اندر دوغ گندیدہ ہوام
ازدحام سے اکٹھے اندر گھسے	جس طرح بھنگے سڑی ہوئی چھاچھ میں
عاشقانہ در فتد باکر و فر	خوردن امکاں نے وبستہ ہر دو پر
شان و شوکت سے عاشقانہ گرتا ہے	کھانے کا امکان نہیں، اور دونوں پر بندھے ہوئے ہیں
بنگرید نداز یسار و از یمیں	چارقے بدریدہ بود و پوستیں
انہوں نے بائیں اور دائیں جانب دیکھا	پھٹی ہوئی چپل اور پوستین تھی
باز گفتند ایں مکاں بینوش نیست	چارق اینجا جز پے روپوش نیست
انہوں نے پھر کہا یہ جگہ بغیر شہد کے نہیں ہے	اس جگہ چپل آڑ کے سوا نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہین بیاور سیخہائے تیز را	امتحاں کن حفرہ و کاریز را
خبردار! تیز سلائیں لا	گڑھے اور نالی کا امتحان لے
ہر طرف کندند و جستند آں فریق	حفرہا کردند و گوہائے عمیق
ان لوگوں نے ہر طرف کھودا اور تلاشی لی	گڑھے اور گہرے غار ڈال دیئے
حفرہاشاں بانگ میداد آزماں	کند ہائے خالییم اے گندگاں
ان کو اس وقت گڑھوں نے پکارا	اے گندو! ہم خالی خندقیں ہیں
زاں سگالش شرم ہم میداشتند	کند ہا را بازمی انباشتند
اس بدگمانی سے ان کو شرم بھی آ رہی تھی	انہوں نے خندقوں کو دوبارہ بھر دیا
باز در دیوار ہا سوراخہا	ہمچنیں کردند از جہل و عمیٰ
پھر دیواروں میں سوراخ	نادانی اور اندھے پن سے اسی طرح کیے
بے عدد لاحول در ہر سینۂ	ماند مرغ حرص شاں بے چینۂ
ہر سینہ میں بے شمار "لاحول" تھی	ان کی حرص کا پرند بغیر چگنی کے رہ گیا
زاں ضلالتہائے یا وہ تاز شاں	حفرہ و دیوار و در غماز شاں
ان کی بیہودہ . دوڑ کی گمراہیاں	گڑھا اور دیوار اور دروازہ ان کے چغل خور تھے
ممکن اندائے آں دیوار نے	با ایاز امکان ہیچ انکار نے
اس دیوار کی لپائی ممکن نہ تھی	ایاز کے سامنے انکار کا کوئی امکان نہ تھا
گر خداع بیگناہی میدہند	حائط و عرصہ گواہی میدہند
اگر وہ اپنی بے گناہی کا دھوکہ دیں	دیوار اور صحن گواہی دے رہے ہیں
جملہ در حیرت کہ چہ عذر آورند	تا ازیں گرداب جاں بیروں برند
سب حیرت میں تھے کہ کیا عذر کریں	تاکہ اس بھنور سے جان کو باہر نکالیں
عاقبت نومید دست و لب گزاں	چوں زناں دو دست بر سر ہازناں
انجام کار ناامید اور ہاتھ اور ہونٹ کاٹتے ہوئے	عورتوں کی طرح دوہتڑ سر پر مارتے ہوئے
باز گردیدند سوئے شہر یار	پرز گرد و روئے زرد و شرمسار
شاہ کی طرف واپس ہو گئے	گرد کے بھرے ہوئے چہرے زرد اور شرمندہ

www.besturdubooks.wordpress.com

بازگشتن نماماں از حجرۂ ایاز بسوئے شاہ توبرہ تہی و خجل ہمچو بدگماناں در حق انبیا علیہم السلام در وقف ظہور برأت و پاکی ایشاں کہ یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ و قولہ تعالیٰ یوم القیامۃ تری الذین کذبوا علی اللہ وجوھھم مسودۃ

چغلخوروں کا ایاز کے حجرے سے بادشاہ کی طرف خالی توبرہ اور شرمندہ ہو کر واپس جانا جیسا کہ انبیاء علیہم السلام سے بدگمانی کرنے والے ان کی برأت اور پاکی کے ظاہر ہو جانے کے وقت کہ اس دن جبکہ کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے کالے ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کا قول قیامت کے روز تو دیکھے گا ان لوگوں کو جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا ان کے چہرے کالے ہوں گے

شاہ قاصد گفت ہیں احوال چیست	کہ بغلتاں از زرو ہمیاں تہنیست
بادشاہ نے قصداً کہا ہاں کیا احوال ہیں؟	کہ تمہاری بغلیں ہمیانی اور سونے سے خالی ہیں
درنہاں کردید دینار و تسو	فروشادی در رخ و رخسار کو
اگر تم نے اشرفیاں اور دمڑیاں چھپا رکھی ہیں	تو منہ اور رخسار پر شان اور خوشی کہاں ہے؟
گرچہ پنہاں بیخ ہر بیخ آورست	برگ سیماھم وجوھم اخضرست
اگرچہ ہر جڑدار (درخت) کی جڑ پوشیدہ ہے	سبز پتے ان کے چہروں پر نشان ہے (کا مصداق) ہیں
آنچہ خورد آں بیخ از زہر و زقند	نک منادی میکند شاخ بلند
جو کچھ زہر اور شکر اس جڑ نے کھایا ہے	اب بلند شاخ پکار رہی ہے
بیخ اگر بے برگ و از مایہ تہیست	برگہائے سبز بر اشجار چیست
جڑ اگر بغیر پتے کے اور سرمائے سے خالی ہے	درختوں پر سبز پتے کیسے ہیں؟
بر زبان بیخ گل مہرے نہد	شاخ دست و پا گواہی میدہد
جڑ کی زبان پر مٹی مہر لگا دیتی ہے	شاخ' ہاتھ پاؤں ہیں جو گواہی دیتے ہیں
آں امیراں جملہ در عذر آمدند	ہمچو سایہ پیش مہ ساجد شدند
ان سب سرداروں نے معذرت کی	سایہ کی طرح چاند کے سامنے سجدہ کرنے والے بن گئے
عذر آں گرمی و لاف و ما و من	پیش شہ رفتند با تیغ و کفن
اس جوش اور شیخی اور انانیت سے عذر کے لئے	تلوار اور کفن لے کر شاہ کے سامنے گئے
از خجالت جملہ انگشتاں گزاں	ہر یکے میگفت کے شاہ جہاں
شرمندگی سے انگلیاں کاٹتے ہوئے	ہر ایک کہہ رہا تھا کہ اے شاہجہاں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بریزی خوں حلالستت حلال	ور بہ بخشی ہست انعام و نوال
اگر تو خون بہائے تیرے لئے حلال ہی حلال ہے	اگر تو معاف کر دے انعام اور عطا ہے
کردہ ایم آنہا کہ از ما می سزید	تاچہ فرمائی تو اے شاہ مجید
ہم نے وہ کیا جو ہمارے لائق تھا	اے بزرگ بادشاہ! اب آپ کیا فرماتے ہیں؟
گر بہ بخشی جرم ما اے دلفروز	شب شبہا کردہ باشد روز روز
اے دل کو روشن کرنے والے! اگر تو ہمارا جرم بخش دے	(تو ایسا ہوگا) کہ رات نے رات پن کیا' دن نے دن پن
گر بہ بخشی یافت نومیدی کشاد	ورنہ صد چوں مافدائے شاہ باد
اگر تو بخش دے گا تو مایوسی نے کشادگی حاصل کی	ورنہ ہم جیسے سینکڑوں بادشاہ پر قربان ہیں
گفت شہ نے ایں نوازوایں گداز	من نخواہم کرد ہست آن ایاز
بادشاہ نے کہا نہیں یہ نوازش اور یہ سزا	میں نہ کروں گا یہ ایاز کی ملکیت ہے

حوالہ کردن بادشاہ قبول توبہ' نمایاں وحجرہ کشایاں وسزادادن وادب کردن ایشاں باایاز کہ یعنی ایں جنایت برعرض اورفتہ است عذراوپذیرد

بادشاہ کا چغلخوروں اور حجرہ کھولنے والوں کی توبہ کو قبول کرنا اور سزا دینا اور ان کو تنبیہ کرنا' ایاز کے سپرد کرنا کیونکہ یہ زیادتی اس کی آبرو پر ہوئی تو اس کا عذر وہ قبول کرلے

ایں جنایت برتن و عرض ویست	زخم بر رگہائے آں نیکو پے ست
یہ ظلم اس پر اور اس کی آبرو پر ہوا ہوا ہے	زخم اس نیک خصلت کی رگوں پر لگا ہے
گرچہ نفس واحدیم از روئے جاں	ظاہراً دوریم ازیں سود و زیاں
اگرچہ جان کے اعتبار سے ہم ایک ذات ہیں	اس نفع اور نقصان کے اعتبار سے بظاہر ہم دور ہیں
تہمتے بر بندہ شہ را عار نیست	جز مزید حلم و استظہار نیست
غلام پر تہمت شاہ کی ذلت نہیں ہے	مزید حلم اور بھروسہ کے سوا کچھ نہیں ہے
متہم را شاہ چوں قاروں کند	بیگنہ را تو نظر کن چوں کند
جبکہ شاہ تہمت کردہ کو قارون بنا دیتا ہے	تو غور کر' بے قصور کو وہ کیا بنائے گا؟
شاہ را غافل مداں از کار کس	مانع اظہار آں حلم ست و بس
شاہ کو کسی کے کام سے غافل نہ سمجھ	اس کے ظاہر کرنے کے لئے فقط حلم مانع ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

من هنا یشفع به پیش علم او	لا ابالی وار الا حلم او
اس کے علم کے آگے وہاں کون ہے جو سفارش کر سکے؟	لاپروائی کے ساتھ سوائے اس کے علم کے
آں گنه اول زحلمش مجید	ورنه هیبت آں مجالش کے دہد
خطا پہلے پہل اس کے علم کی بنیاد پر صادر ہوئی ہے	ورنہ خوف اس کو کب گنجائش دیتا؟
خونبهائے جرم نفس قاتله	هست بر حلمش دیت بر عاقله
قاتل نفس کے جرم کا خونبہا	اس کی بردباری پر ہے (جیسا کہ) عاقلہ پر دیت
مست و بیخود نفس ماز اں حلم بود	دیو در مستی کلاه ازوے ربود
ہمارا نفس اس علم سے مست اور بیخود تھا	مستی میں شیطان اس کی ٹوپی لے بھاگا
گر نه ساقی حلم بودے باده ریز	دیو با آدم کجا کردے ستیز
اگر علم کا ساقی شراب چھلکانے والا نہ ہوتا	شیطان آدم سے کب جھگڑا کرتا؟
گاه علم آدم ملائک را که بود	اوستاد علم و نقاد نقود
ملائک کے اعتبار سے آدم کے علم کا جو مرتبہ تھا	علم کے استاد اور نقدوں کو پرکھنے والے تھے
چونکه در جنت شراب حلم خورد	شد زیک بازی شیطاں روی زرد
چونکہ انہوں نے جنت میں علم کی شراب پی	شیطان کے ایک داؤں سے شرمندہ ہو گئے
آں بلا ذر ہائے تعلیم ودود	زیرک و دانا و چستش کرده بود
اللہ (تعالیٰ) کی تعلیم کے بھلانوؤں نے	ان کو ذہین اور عقلمند اور چست کر دیا تھا
باز آں افیون حلم سخت او	وزد را آورد سوئے رخت او
پھر اس کے انتہائی علم کی افیون نے	ان کے سامان کی جانب چور کو روانہ کر دیا
عقل آمد سوئے حلمش مستجیر	ساقیم تو بوده دستم بگیر
عقل اس کے علم کی جانب پناہ پکڑتی ہوئی آئی	میرا ساقی تو تھا میری دستگیری کر

فرمودن شاہ ایاز را کہ اختیار کن از عفو و مکافات کہ از عدل و لطف ہر چہ کنی اینجا صوابست و در ہر یکے را مصلحتہاست کہ در ہر عدل ہزار لطف درجست و لکم فی القصاص حیاۃ آنکس کہ کراہت میدارد قصاص را دریں یک حیات قاتل نظر میکند و در صد ہزار حیات کہ معصوم و محفوظ خواہد شدن در حصن بیم سیاست نمی نگرد

www.besturdubooks.wordpress.com

بادشاہ کا ایاز سے فرمانا کہ بدلے اور معاف کرنے میں سے جو بھی پسند کرے اختیار کر کیونکہ انصاف اور مہربانی میں سے جو بھی تو کریگا اس مقام پر درست ہے اور ہر ایک میں مصلحتیں ہیں اس لئے ہر انصاف میں ہزاروں مہربانیاں درج ہیں اور تمہارے بدلہ لینے میں زندگی ہے جو شخص بدلہ لینے کو ناپسند کرتا ہے اس میں قاتل کی ایک زندگی پر نظر کرتا ہے اور وہ ان لاکھوں زندگیوں کو جو سزا کے خوف کے قلعے میں محفوظ اور مامون ہوگی نہیں دیکھتا ہے

کن میان مجرماں حکم اے ایاز	اے ایاز پاک باصد احتراز
اے ایاز! مجرموں کا فیصلہ کر	سینکڑوں پرہیز گاروں کے ذریعہ پاک' اے ایاز!
گرد و صد بارت بجوشم در عمل	در کف جوشت نیابم یک دغل
اگر میں تجھے دو سو بار (بھی) کام میں جوش دلاؤں	تیرے جوش کے جھاگ میں ایک خرابی (بھی) نہ پاؤں
ز امتحاں شرمندہ خلقے بے شمار	ز امتحانہا جملہ از تو شرمسار
آزمائش سے بے شمار مخلوق شرمندہ ہوئی ہے	ازمائشوں کی وجہ سے سب تجھ سے شرمندہ ہیں
آزمائش سے بے قعرست تنہا علم نیست	کوہ وصد کوہ است ایں خود حلم نیست
صرف علم ہی نہیں ہے بلکہ اتھاہ سمندر ہے	یہ حلم ہی نہیں ہے پہاڑ اور سینکڑوں پہاڑ ہے
گفت من دانم عطائے تست ایں	ورنہ من آں چارقم واں پوستیں
اس نے کہا میں جانتا ہوں یہ آپ کی دین ہے	ورنہ میں تو وہی چپل اور وہی پوستین ہوں
بہر ایں پیغمبر آیں را شرح ساخت	ہر کہ خود بشناخت یزداں را شناخت
اسی لئے پیغمبرؐ نے اس کی شرح کی ہے	جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے خدا کو پہچان لیا
چارقت نطفہ ست او خونت پوستیں	باقی اے خواجہ عطائے اوست ایں
تیرا چپل نطفہ ہے اور تیرا خون پوستین ہے	اے جناب! باقی یہ اس کی دین ہے
بہر آں دادست تا جوئی دگر	تو مگو کہ نیستش جز ایں قدر
تجھے اس لئے دیا ہے تاکہ تو اور طلب کرے	تو نہ کہہ کہ اس کے پاس اس کے سوا نہیں ہے
زاں نماید چند سیب آں باغباں	تا بدانی دخل و نخل بوستاں
باغباں چند سیب اس لئے دکھاتا ہے	تاکہ تو باغ کی آمدنی اور درختوں کو سمجھ سکے
کف گندم زاں دہد خریار را	تا بداند گندم انبار را
ایک مٹھی گیہوں خریدار کو اس لئے دیتا ہے	تاکہ وہ ڈھیر کے گیہوں کو سمجھ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

نکتۂ زاں شرح گوید اوستار	تاشناسی علم او را مستزاد
استاد اس شرح میں سے ایک نکتہ بیان کر دیتا ہے	تاکہ تو اس کے علم کو مزید سمجھ جائے
ور بگوئی خود ہمینش بود و بس	دورت اندازد چناں کز ریش خس
اگر تو کہے کہ اس کے پاس بس یہی تھا	تجھے اس طرح دور پھینک دے گا جس طرح (داڑھی) سے تنکا
اے ایاز اکنوں بیاؤ داد دہ	داد نادرؔ در جہاں بنیاد نہ
اے ایاز! اب آ اور انصاف کر	دنیا میں عجیب انصاف کی بنیاد رکھ دے
مجرمانت مستحق کشتنند	وز طمع بر عفو و حلمت می تنند
تیرے مجرم گردن زدنی ہیں	اور تیری معافی اور حلم کے لالچ پر قائم ہیں
تا کہ رحمت غالب آید یا غضب	آب کوثرؔ غالب آید یا لہب
تاکہ (دیکھیں) کہ رحمت غالب آتی ہے یا غصہ	آب کوثر غالب آتا ہے یا لپٹ
از پۓ مردم ربائی ہر دو ہست	شاخ حلم و خشم از عہد الست
انسانوں کی کشش کے لئے دونوں ہیں	حلم اور غصہ کی شاخ عہد الست (کے وقت) سے
بہر ایں لفظ الست مستبیں	نفی و اثباتست در لفظے قریں
اسی لئے واضح لفظ الست میں	نفی اور اثبات ایک لفظ میں ملا ہوا ہے
زانکہ استفہام اثباتست ایں	لیک دروے لفظ لیس شد دفیں
کیونکہ استفہام یہ اثبات ہے	لیکن اس میں لیس کا لفظ چھپا ہوا ہے
ترک کن تا ماند ایں تقریر خام	کاسۂ خاصاں منہ بر خوان عام
رہنے دے تاکہ یہ تقریر ناقص رہے	خواص کا پیالہ عوام کے دستر خوان پر نہ رکھ
قہر و لطفے چوں صباؤ چوں وبا	آں یکے آہن ربا ویں کہربا
قہر اور مہر صبا اور وبا کی طرح ہے	ایک مقناطیس اور یہ کہربا ہے
میکشد حق راستاں را تا رشد	قسم باطل باطلاں را میکشد
اللہ (تعالیٰ) سچوں کو ہدایت کیجانب کھینچتا ہے	باطل فریق برے لوگوں کو کھینچتا ہے
معدہ حلوائی بود حلوا کشد	معدہ صفرائی بود سر کا کشد
حلوے والا معدہ ہو تو حلوے کو کھینچتا ہے	صفرے والا معدہ ہو تو سرکہ کو کھینچتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فرش سوزاں سردی از جالش برد	فرش افسردہ حرارت را خورد
گرم فرش بیٹھنے والے کی ٹھنڈک دور کر دیتا ہے	ٹھنڈا فرش گرمی کو کھا جاتا ہے
دوست بینی از تو رحمت می جہد	خصم بینی از تو سطوت می جہد
تو دوست کو دیکھتا ہے تو تجھ سے رحمت ٹپکتی ہے	تو دشمن کو دیکھتا ہے تو تجھ میں سے دبدبہ ٹپکتا ہے
نور بینی روشنی بیروں جہد	نار بینی یا دخاں ظلمت دہد
تو نور دیکھتا ہے تو روشنی باہر آتی ہے	تو آگ یا دھواں دیکھتا ہے تو تاریکی پیدا ہوتی ہے
خصم و یار و نور و نار و فخر و عار	تخت و دار و برد و حار و ورد و خار
دشمن اور دوست' نور اور نار' فخر اور ذلت	تخت اور سولی' ٹھنڈا اور گرم' پھول اور کانٹا
مور و مار و پود و تار و زیر و زار	ہر یکے با جنس خود بر می شمار
چیونٹی اور سانپ' تانا اور بانا' گانا اور رونا	ہر ایک کو اپنی جنس کے ساتھ گن لے

تعجیل فرمودن بادشاہ ایاز را کہ زود ایں حکم را بہ فیصل رساں و منتظر مدار و الایام بیننا مگو کہ الانتظار موت احمر و جواب گفتن ایاز بادشاہ را و عجز آوردن او

بادشاہ کا ایاز کو جلدی کرنے کا حکم دینا کہ جلد اس حکم کا فیصلہ کر دے اور منتظر نہ رکھ اور "ہمارے پاس بہت وقت ہے" نہ کہہ کیونکہ انتظار سرخ موت ہے اور ایاز کا بادشاہ کو جواب دینا اور اس کا معذوری ظاہر کرنا

اے ایاز ایں کار را زوتر گذار	زانکہ نوع انتقام ست انتظار
اے ایاز! یہ کام جلد کر لے	کیونکہ انتظار (بھی) ایک قسم کا بدلہ ہے
گفت اے شہ جملگی فرماں تراست	باوجود آفتاب اختر فناست
اس نے کہا اے بادشاہ! سب حکم آپ کا ہی ہے	سورج کے ہوتے ہوئے ستارہ معدوم ہے
زہرہ کہ بود یا عطارد یا شہاب	کہ بروں آید بہ پیش آفتاب
زہرہ یا عطارد یا شہاب کون ہوتا ہے؟	کہ سورج کے سامنے باہر آئے
گر زدلق و پوستیں بگذشتمے	کہ چنیں تخم ملامت کشتمے
اگر میں گدڑی اور پوستین سے (آگے) بڑھتا	تو ملامت کا ایسا بیج کب بوتا؟
قفل کردن بر در حجرہ چہ بود	درمیان صد خیالات حسود
حجرہ کے دروازے پر قفل لگانا کیا تھا؟	حاسد کے سینکڑوں خیالات کے درمیان

www.besturdubooks.wordpress.com

دست در کردہ درون آبجو	ہر یکے زیشاں کلوخ خشک جو
نہر کے پانی میں ہاتھ ڈبوئے ہوئے	ان میں سے ہر ایک خشک ڈھیلا تلاش کرنے والا ہے
پس کلوخ خشک در جو کے بود	ماہی با آب عاصی کے شود
تو نہر میں خشک ڈھیلا کہاں ہوتا ہے؟	مچھلی پانی کی نافرمان کب ہوتی ہے؟
بر من مسکیں جفا دارند ظن	کہ وفا را شرم می آید زمن
مجھ ایسے عاجز پر ناحق بدگمانی کرتے ہیں	کہ وفا کو مجھ سے شرم آتی ہے
گر نبودے زحمت نامحرمے	چند حرفے از وفا وا گفتمے
اگر نامحرم کی پریشانی نہ ہوتی	تو میں وفا کے بارے میں چند باتیں کہتا
چوں جہانے شبہت واشکال جوست	حرف میرانیم ما بیروں ز پوست
چوں کہ دنیا شبہ اور اشکال کی طلبگار ہے	ہم چھلکے سے باہر کی گفتگو کرتے ہیں
گر تو خود را بشکنی مغزے شوی	داستان مغز نغزے بشنوی
اگر تو اپنے آپ کو شکستہ کرلیگا' مغز بن جائے گا	تو عمدہ مغز کی باتیں سنے گا
جوز را در پوستہا آوازہاست	مغز و روغن را خود آوازے کجاست
اخروٹوں کے چھلکوں میں (رہتے ہوئے) آوازیں ہیں	مغز اور روغن کی خود آواز کہاں ہے
دارد آوازے نہ اندر خورد گوش	ہست آوازش نہاں در گوش ہوش
وہ آواز رکھتا ہے لیکن کان کے لائق نہیں ہے	اس کی آواز ہوش کے کان میں پوشیدہ ہے
گر نہ خوش آوازی مغزے بود	ژغوغ آواز قشری کہ شنود
اگر مغز کی خوش آوازی نہ ہوتی	چھلکے کا کھڑکا کون سنتا؟
ژغوغ آں زاں تحمل میکنی	تاکہ خاموشانہ بر مغزے زنی
اس کی کھٹ کھٹ کو تو اس لئے برداشت کرتا ہے	تاکہ چھلکے سے مغز تک پہنچ جائے
چند گاہے بے لب و بے گوش شو	وانگہاں چوں لب حریف نوش شو
کچھ مدت تک بغیر ہونٹ اور کان کے بن جا	پھر ہونٹ کی طرح شہد کا ساتھی بن
چند گفتی نظم و نثر و راز فاش	خواجہ یک روز امتحاں کن گنگ باش
تو نے نظم اور نثر اور راز کھل کر بہت کہے	صاحب! ایک روز آزما لے گونگا بن جا

www.besturdubooks.wordpress.com

چند پختی تلخ و تیز و شور و گز	ہم یکے بار امتحاں شیریں بپز
تونے کڑوی اور تیز اور کھاری اور کسیلی بہت پکائی	ایک دن امتحان کے لئے میٹھی (بھی) پکا لے
چند خوردی چرب و شیریں از طعام	امتحاں کن چند روزے در صیام
تونے میٹھا اور روغنی بہت کھانا کھایا	چند دن روزے میں آزما لے
چند شبہا خواب را گشتی اسیر	یک شبے بیدار شو دولت بگیر
تو بہت سی راتوں میں نیند کا قیدی بنا	ایک رات بیدار رہ' دولت حاصل کر لے
روز ہا بردی بسر در ہزل وجد	روز کے دو جہد را شو مستعد
تونے بہت سے دن سنجیدہ بات اور مذاق میں بسر کئے	دو روز کوشش کے لئے مستعد بن جا

شرح حبیبی

اب مولانا ؒ قصہ ایاز کی طرف عود فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امراء ایاز کے حجرہ کے دروازہ پر گئے اور خزانہ اور زر اور مال کے ملنے کے متلاشی ہوئے ان میں سے چند آدمیوں نے بہت ہوشیاری سے مال کی ہوس میں قفل کھولا۔ "بہت ہوشیاری سے" ہم نے اس لئے کہا کہ حجرہ کو بہت مضبوط قفل لگا ہوا تھا جو کہ بہت سے قفلوں میں چھانٹا گیا تھا۔ اس استحکام کا منشاء چاندی' سونے اور مال و دولت کے متعلق بخل نہ تھا۔ بلکہ اس کا سبب راز کا عوام سے چھپانا تھا کیونکہ اس کو خیال تھا کہ افشائے راز کی صورت میں کچھ لوگ مجھ پر دنائت طبع کا الزام لگائیں گے اور کہیں گے کہ اس ریاست پر بھی یہ پرانے چیتھڑوں اور پوستین کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتا اور کچھ لوگ مجھے مکار کہیں گے اور کہیں گے کہ یہ عجز وانکسار اس کا محض دکھاوے کے لئے ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارباب ہمت اسرار کی جو کہ بمنزلہ جان کے ہیں لعل کانی سے زیادہ حفاظت کرتے ہیں کیونکہ احمق لوگ مال کو جان سے اچھا سمجھتے ہیں اور عالی ہمت لوگ مال کو جان کا صدقہ جانتے ہیں اس کے بعد مولانا پھر قصہ کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ لوگ مال کے طمع میں سرگرم سعی تھے مگر ان کی عقل کہہ رہی تھی کہ اتنی جدوجہد نہ کرو۔ کیونکہ تمہاری محنت تمام برباد جائے گی۔ قاعدہ ہے کہ حرص تو سراب اور بے حقیقت اشیاء۔ کے لئے فضول جدوجہد کرتی ہے اور عقل اس سے کہا کرتی ہے کہ غور سے دیکھ یہ مال اور مطلوب واقعی نہیں ہے محض دھوکہ ہے۔ پس تو فضول کوشش نہ کر مگر ان پر حرص کا غلبہ تھا اور مال فرط محبوبیت سے بمنزلہ جان کے ہو گیا تھا اس لئے عقل کی آواز مخفی ہو گئی تھی اور سنائی نہ دیتی تھی۔ اور جان کی مانند عزیز سونے کی حرص غالب تھی اور کہہ رہی تھی کہ ارے مال مفت یہ موجود ہے جلد لو۔

الغرض حرص اور اس کا شور بہت بہت بڑھ گیا اور عقل اور اس کا فتویٰ اس شور میں دب گیا تھا اور وہ اس کو نہ سنتے گو اس وقت وہ عقل کی نصیحت نہیں سنتی مگر جب ان کی جان پر بنے گی اس وقت اس کی ملامت سنیں گے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب آدمی دھوکے کے کنوئیں میں گرتا ہے اس وقت وہ عقل کی ملامت (جو کہ وہ اس کو کرتے ہیں اور کہتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ارے کمبخت میں تجھے روکتی نہ تھی مگر تو نے میری ایک نہ سنی) سنتا ہے اور جبکہ جال کے پھندے میں پھنس کر اس کا جوش وخروش ختم ہو جاتا ہے اس وقت عقل کی طرح نفس لوامہ ہی اس پر قابو پاتا ہے اور اسے ملامت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو نے بہت برا کیا کہ ایسا کام کیا لیکن جب تک اس کا سر مصیبت کی دیوار سے نہیں ٹکراتا اس وقت تک اس کے بہرے کان دل کی نصیحت نہیں سنتے اس لئے اس کی ایسی مثال ہوتی ہے جیسے بے سمجھ بچے کہ ان کو بادام کی مٹھائی اور شکر کی حرص دونوں بہرا بنا دیتی ہے اور اس لئے وہ ماں باپ کی نصیحت نہیں سن سکتے مگر جب کہ اس کو پھوڑے پھنسی کی تکلیف شروع ہوتی ہے اور اس وقت نصیحت کے باب میں ان کے کان کھلتے ہیں اور تب وہ نصیحت سنتے ہیں۔

خیر یہ مضمون تو ہو چکا اب قصہ سنو ان چند شخصوں نے جنہوں نے قفل کھولا تھا بہت کچھ حرص و ہوس کے ساتھ حجرہ کھولا اور بھیڑ کے سبب حجرہ میں یوں اوپر تلے گرے جیسے چھاچھ یکساں گرتی ہیں کہ وہ بہت زور کے ساتھ عاشقانہ اس میں گرتی ہیں اور کھا سکتی نہیں اور پر بھی بندھ جاتے ہیں اس لئے اڑ بھی نہیں سکتے۔ یوں ہی وہ لوگ شوق سے حجرہ میں داخل ہوئے مگر ملا کچھ بھی نہیں اور جان کے لالے پڑ گئے انہوں نے حجرہ میں گھس کر دائیں بائیں غرض ہر طرف نظر کی مگر ان کو کچھ نظر نہ آیا۔ صرف پھٹے جوتے اور پوستین رکھا ہوا تھا اس کے بعد انہوں نے کہا کہ اس میں دولت ضرور ہے اور یہ لیتھڑے اور پوستین اس کے اخفاء کے لئے ہیں تا کہ اگر کوئی دیکھے تو سمجھے لہ یہاں کیا ہوگا یہاں تو لیتھڑے اور پوستین پڑا ہوا ہے۔ ارے کوئی پھالیاں لاؤ اور کھود کر گڑھوں کو دیکھو ان میں مال بھرا ہوگا اس کے بعد پھالیاں آئیں اور ہر طرف انہوں نے کھودا اور گہرے گڑھے کر دیئے مگر یہ گڑھے بزبان حال ان سے کہہ رہے تھے کہ ارے خبیثو ہم تو خالی گڑھے ہیں یہ دیکھ کر ان کو افسوس بھی ہوتا تھا اور ندامت بھی ہوتی تھی اور گڑھوں کو پاٹ دیتے تھے اس کے بعد انہوں نے اپنے نادانی سے دیواروں کو کھودا اور ان میں گڑھے کر دیئے لیکن وہاں سے ان کو کچھ نہ ملا۔ غرض کہ جب ان کو کچھ نہیں ملا تو دل ہی دل میں بہت کچھ لاحول ولا قوۃ کر رہے تھے کیونکہ ان کے مرغ حرص کو خوراک نہ ملی تھی یہ مصیبت تو تھی ہی اس سے بڑھ کر مصیبت یہ تھی کہ گڑھے اور دیوار و دران کے لاحاصل غلط کاریوں کے چغلیاں کھا رہی تھیں۔

اور وہ نہ دیوار وغیرہ کے گڑھوں کو پر کر کے ان کو بحال کر سکتے تھے اور نہ ایاز کے سامنے منہ کر سکتے تھے کیونکہ اگر وہ اپنی بے گناہی ظاہر کر کے اسے فریب دیتے تھے تو صحن حجرہ اور اس کی دیواریں ان کے خلاف شہادت دینے کو موجود ہیں۔ لہٰذا وہ سب متحیر تھے کہ کیا بہانہ کریں کہ اس گرداب بلا سے جان بچا لیں جب کوئی صورت نظر نہ آئی تو ناامید ہو گئے اور حسرت افسوس کرتے ہوئے اور سروں پر عورتوں کی طرح دوہتڑیں مارتے ہوئے گرد میں بھرے ہوئے منہ پر زردیاں چھائی ہوئیں نادم وشرمندہ بادشاہ کی جانب لوٹے۔ بادشاہ گو ان کی ناکامی سے پہلے ہی سے واقف تھا مگر جب اس نے ان کو خالی ہاتھ دیکھا تو جان بوجھ کر ان کی تجہیل وتحمیق کے لئے دریافت کیا کہ کیا بات ہے کہ تمہاری بغلیں اشرفیوں اور ان کی تھیلیوں سے خالی ہیں اگر تم نے اشرفیاں اور تسو (ایک سکہ ہے) چھپا لئے ہیں تو چہرہ اور رخساروں پر خوشی کی رونق اور بشاشت کیوں نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ تم کو کچھ ملا ہی نہیں۔ ورنہ تم لاکھ چھپاتے مگر وہ چھپ نہیں سکتا تھا اور تمہارا چہرہ کہہ دیتا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کے پاس مال ہے۔ دیکھو اگرچہ ہر جڑ دار کی جڑ زمین میں چھپی ہوتی ہے مگر اس کے پتے جو کہ سیماھم فی وجوھھم کا مصداق ہیں۔ سبز ہوتے ہیں اور وہ جڑ کی حالت ظاہر کرتے ہیں۔ ایضاً جڑ نے جو کچھ موافق یا مخالف غذا کھائی ہے اس کی اونچی شاخ بیانگ دہل اس کا اعلان کرتے ہیں کیونکہ اگر وہ ہری بھری ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ جڑ کو غذائے موافق ملی ہے ورنہ ثابت ہوتا ہے کہ جڑ نے غذائے ناموافق کھائی ہے۔ غرضکہ پتوں کے سرسبزی سے معلوم ہوتا ہے کہ جڑ ہری ہے اور اس کو غذائے موافق ملی ہے ورنہ اگر جڑ بے سامان اور بے بضاعت ہو تو یہ ہرے بھرے پتے درختوں پر کیسے ہیں۔ حاصل یہ ہے گو مٹی جڑ کے منہ پر مہر کر دیتی ہے یعنی گو مٹی میں مخفی ہونے کے سبب اس کی حالت نہیں معلوم ہو سکتی۔ مگر اس کی شاخ اس کے لئے بمنزلہ ہاتھ پاؤں کے ہے گواہی دیتی ہے کہ جڑ کی حالت اچھی ہے۔ پس یوں ہی اگر تمہارے پاس بھی مال ہوتا تو تمہارے حالت اس کو ظاہر کرتی یہ سن کر ان تمام امیروں نے معذرت کی اور سایہ کی طرح بادشاہ کے سامنے خاک مذلت پر گر گئے اور اپنے جوش و خروش اور لاف و گزاف اور تکبر کی معذرت میں شرم کے دانتوں میں انگلیاں منہ میں دبائے ہوئے بادشاہ کے سامنے تیغ و کفن لے کر حاضر ہوئے ان میں سے ہر ایک یہ کہتا تھا کہ اے شاہ ہفت کشور! اگر آپ ہمارا خون بہائیں تو آپ کے لئے جائز ہے کیونکہ ہم نے جرم ہی ایسا کیا ہے اور اگر آپ معاف کر دیں تو یہ آپ کا احسان اور بخشش ہے ہم جس لائق تھے وہ ہم نے کیا اب جو حضور کا حکم ہو۔ اگر حضور ہمارا قصور معاف فرمادیں تو یہ آپ کی شایان شان ہے کیونکہ ہم بمنزلہ رات کے اور آپ بمنزلہ دن کے۔ رات تاریکی پھیلاتی ہے کیونکہ جو اس کو یہ ہی شایاں ہے اور دن تمام تاریکیوں کو دور کر کے دھو دیتا ہے اس لئے کہ اس کو یہ ہی زیبا ہے۔ پس اگر آپ معاف فرمادیں تو ہمارے ناامیدی دور ہو جائے گی ورنہ ایک ہم کیا ہم سے سینکڑوں حضور پر قربان ہم جان دینے کو تیار ہیں اس کے جواب میں بادشاہ نے کہا کہ یہ نوازش اور یہ رحم میں نہ کروں گا کیونکہ یہ ایاز کا حق ہے یہ تعدی تم نے اس کی جان اور اس کی آبرو پر کی ہے اور یہ زخم اس کی رگوں پر ہے گو جان کے لحاظ سے ہم دونوں ایک جان ہیں اور اس کا نقصان میرا نقصان ہے اور اس کا نفع میرا نفع۔ میرا عفو اس کا عفو ہے اور میری سزا اس کی سزا۔

مگر باعتبار ظاہر کے نفع و نقصان میں ایک دوسرے سے دور ہیں لہذا جو کچھ کریگا ایاز کرے گا اب مولانا فرماتے ہیں کہ کیا غلام خاص سلطانی پر تہمت لگانا بادشاہ کے لئے موجب عار نہیں ہے ضرور ہے لان ضرب الغلام اہانۃ المولی مگر بایں ہمہ محمود جو انتقام نہیں لیتا اور اس معاملہ کو ایاز کے سپرد کرتا ہے اس کا منشاء بجز حلم اور ظہور حقیقت ایاز کی خواہش کے اور کچھ نہیں۔ یعنی ایک سبب تو اس کا بادشاہ کا نہایت درجہ حلیم ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اس واقعہ سے ایاز کی خصوصیت اور اس کا فانی فی السلطان ہونا ظاہر ہو جائے۔

فائدہ:۔ تہمتے بر بندہ الخ کی محشیں نے عجیب عجیب تقریریں کی ہیں مگر میرے نزدیک یہ مطلب ٹھیک اور بے تکلف اور چسپاں ہے جو میں نے عرض کیا ہے۔ واللہ اعلم)

یہاں سے مولانا حق سبحانہ کے حلم اور کرم کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ سلطان محمود کا حلم تو تم کو معلوم ہو گیا

اب تم حق سبحانہ کے حلم کی کیفیت سنو۔ اس کا حلم اس درجہ ہے کہ وہ مجرموں کو دولت کثیر عطا فرماتا ہے۔ پس جبکہ مجرموں کے ساتھ اس کا یہ برتاؤ ہے کہ وہ ان کو دولت مند بناتا ہے تو اب تم غور کرلو کہ پاکبازوں کے ساتھ اس کا کیا برتاؤ ہوگا اور ان کو کیا کچھ عطا نہ فرمائے گا تم یہ نہ سمجھنا کہ مجرموں کو جو اس نے دولت مند بنایا ہے تو شاید اس لئے بنایا ہو کہ اس کو ان کے جرائم کا علم نہ ہو کیونکہ وہ کسی کے کام سے غافل نہیں ہے۔ (وما اللہ بغافل عما تعملون) لیکن وہ جو لوگوں کے جرائم کو ظاہر نہیں کرتا اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ اس کا حلم اسے ایسا کرنے سے روکتا ہے۔ پس جبکہ وہ ایسا علیم ہے تو یہاں کس کی مجال ہے کہ اس کے علم محیط کے سامنے بے باکانہ کسی کی سفارش کرے کیونکہ ایسا وہ کرسکتا ہے جو خود مجرم نہ ہو یا اس کے جرم کا علم حق سبحانہ کو نہ ہو اور ایسا کوئی ہے نہیں۔ لہذا کوئی سفارش ہی نہیں کرسکتا۔ بجز اس کے حلم کے وہ بے شک سفارش کرسکتا ہے اور وہی کرتا ہے اور کرے گا کیونکہ ابتداء میں گناہ حلم ہی کے سبب صادر ہوتا ہے۔ ورنہ ہیبت حق سبحانہ کسی کو گناہ نہیں کرنے دے سکتے۔ پس نفس قاتل یعنی مجرم کے جرم کا خون بہا اور اس کی تلافی یوں ہی اس کے حلم کے ذمہ ہے دیت عاقلہ پر ہوتی ہے اور وہ خون بہا اور تلافی شفاعت ہے پس شفاعت اس کے ذمہ ہوگی۔

فائدہ:۔ آن گنہ اول زحلمش می جہد ورنہ ہیبت آں بحالش کے دہد۔

خون بہائے جرم نفس قاتلہ ہست برحلمش دیت بر عاقلہ

یہ دونوں شعر مولانا کے ایسے ہیں جیسے کوئی قصور وار کسی سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہے تو کہتا ہے۔ کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ۔ پس جس طرح اس قصور وار کا مقصود اس مقولہ سے اپنی برات ظاہر کرنا اور گناہ کو مخاطب کے سر رکھنا نہیں ہوتا۔ بلکہ اپنے قصور کا اقرار اور مخاطب کے مزید کرم کا بیان کرکے اس کو مہربان کرنا ہوتا ہے یوں ہی مولانا کا مقصود بھی یہ نہیں ہے کہ بندہ کو بے قصور قرار دے کر اس کے جرم کا بار حلم حق سبحانہ پر رکھ دیا جائے۔ بلکہ مقصود اس سے حق سبحانہ کے حلم بے غایت کا بیان اور اس امر کا اظہار ہے کہ ذنوب عباد کی معافی حلم حق ہی سے ہو سکتی ہے ورنہ حلم حق سبحانہ اس درجہ میں گناہ کا سبب ہے کہ بندہ بے قصور قرار پا جائے اور گناہ کا بار حلم پر جا پڑے اور تلافی کا بار حلم کے ذمہ ہے کیونکہ گو حلم حق سبحانہ ایک درجہ میں گناہ کا سبب ہے مگر اس کا اختیار عبد پر کچھ اثر نہیں پڑتا جو کہ مناط جرم ہے اور جبکہ حلم حق ملجی نہیں ہے تو معافی اس کے ذمہ بھی نہیں ہے۔

رہی یہ بات کہ ملجی تو عاقلہ قاتل بھی نہیں ہیں پس جس طرح ان کے ذمہ دیت اس لئے ہوتی ہے کہ وہ فی الجملہ معین جرم ہیں کہ انہوں نے سہل انکاری سے کام لیا اور قاتل کی حفاظت نہ کی۔ یوں ہی حلم حق بھی فی الجملہ معین ہے اس لئے تلافی اس کے ذمہ ہونی چاہئے اس کا جواب یہ ہے کہ عاقلہ مکلف ہے اس کے کہ وہ ترک حفاظت سے قتل پر اس کی اعانت نہ کریں۔ پس جبکہ انہوں نے حفاظت نہ کی اور اس طرح جرم پر قاتل کی اعانت کی تو وہ بھی شریک جرم ہوئے۔ پس خون بہا ان کے ذمہ ہوا۔

رہا حلم حق سبحانہ سو اس کے ذمہ ترک اعانت نہیں ہے کیونکہ اگر حلم نہ ہو تو عباد طاعت پر مقسور ہو جائیں اور

امتحان عباد جو مقصود تھا وہ فوت ہو جائے اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے اور دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ یہ تقریر تو اس تقدیر پر تھی کہ آں گنہ اول الخ الی البیت الثانی۔ علت ہوں شفاعت حکم کی۔ کما اختارہ بعض المحشین اور اگر ان دونوں شعروں کو مضمون مستقل کہا جائے اور یوں کہا جائے کہ بیت اول سے مولانا کا مقصود حق سبحانہ کے حلم کا مزید بیان ہے اور مطلب یہ ہے کہ اوپر ہم نے مجرموں کو دولت دینے سے حق سبحانہ کے علم پر استدلال کیا تھا۔

اب ہم نفس صدور معصیت سے حق سبحانہ کے حلم پر استدلال کرتے ہیں اور بیت ثانی سے مقصود اظہار رجاء رحمت ہے اور مطلب یہ ہے کہ خونیوں کے عزیز و اقارب خون بہا ادا کر کے ان کو رہائی دلا دیتے ہیں اور گنہگاروں کو نجات دلانے والا حلم حق سبحانہ ہے اور کوئی نہیں۔ لہذا وہ مجرموں کے لئے ایسا ہے جیسے خونیوں کے لئے ان کے عزیز و اقارب۔ پس گنہگاروں کے جرم کا خون بہا یوں ہی حلم حق پر ہے جیسے خونیوں کے قتل کی دیت۔ ان کے عزیز و اقارب پر ہوتی ہے یعنی جس طرح خونیوں کے عزیز و اقارب ان کو رہائی دلاتے ہیں یوں ہی گنہگاروں کو حلم حق سبحانہ نجات دلائے گا۔ تو اب کچھ اشکال نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

بات یہ ہے کہ حلم حق سبحانہ نے ہمارے نفس کو مست اور بے خود کر رکھا ہے اس لئے شیطان نشہ میں اس کے سر سے ٹوپی اتار لیتا ہے یعنی حلم حق سبحانہ کے سبب ہم پر غفلت طاری ہوتی ہے اور اس غفلت میں شیطان کو اپنی کارروائی کا موقع مل جاتا ہے اور وہ اپنا کام کر گزرتا ہے۔ چنانچہ آدم علیہ السلام کو اس نے دھوکہ دیا تھا وہ بھی اسے نشہ غفلت کی حالت میں دیا تھا ورنہ اگر ساقی حلم خداوندی ان کو شراب غفلت نہ پلاتا ہوتا تو شیطان کی کیا مجال تھی کہ وہ آدم علیہ السلام سے برسر جنگ ہوتا۔

پس سمجھنا چاہئے کہ وہ شراب غفلت جو کہ حلم خداوندی پلاتا ہے نہایت خطرناک ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام جو کہ علم کے موقع پر فرشتوں کے استاد اور کھرے کھوٹے کے پرکھنے والے تھے جبکہ انہوں نے حلم حق کے ہاتھ سے شراب غفلت پی تو شیطان کے ایک جھٹکے کی بھی نہ ہوئی اور ایک ہی چال میں آزردہ ہو گئے۔ حق سبحانہ کی تعلیم کے بہلاووں نے ان کو ہوشیار اور دانا اور چست کر دیا تھا۔ مگر اس کے بعد اس کے حلم کے۔ نیز افیون نے ان کو مست کر دیا جس سے چور یعنی شیطان کو اس کے سامان طاعت کے اڑانے کا موقع مل گیا اور وہ اڑا لے گیا۔ ان واقعات سے متاثر ہو کر عقل اس کے حلم سے پناہ مانگتی ہے اور کہتی ہے کہ میرا ساقی اور مجھے غفلت کی شراب پلانے والا تو ہی ہے۔ پس حالت مستی و غفلت میں تو ہی میرا ہاتھ پکڑ کر اور میری مدد کر کہ لغزش نہ کھاؤں۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ محمود نے عذر خواہوں کو جواب دے کر ایاز سے کہا کہ اے پاکباز اور نہایت محتاط ایاز تو ان مجرموں کے متعلق جو چاہے حکم صادر کر۔ انہوں نے تجھ پر خیانت کا الزام لگایا ہے حالانکہ تو نہایت باوفا ہے اگر میں تجھے عمل کے بارہ میں دو سو بار بھی جوش دوں تو تیرے کف جوش میں ایک مرتبہ بھی دھوکہ نہ پاؤں گا۔ یعنی اگر میں تیرا دو سو مرتبہ بھی امتحان کروں گا تو ایک مرتبہ بھی میں کھوٹ نہ ظاہر ہوگا اس لئے کہا جاتا ہے کہ بے شمار مخلوق کو امتحان سے شرمندگی حاصل ہوتی ہے کیونکہ جانچنے کے بعد ان میں کھوٹ نکلتا ہے مگر میں جس قدر تیری

www.besturdubooks.wordpress.com

آزمائش کرتا ہوں سب کی سب کو تجھ سے شرمندگی حاصل ہوتی ہے تیرا علم علم نہیں بلکہ ایک سمندر ہے جس کی تہہ نہیں اور تیرا حلم حلم نہیں بلکہ ایک پہاڑ۔ بلکہ سو پہاڑ ہے غرضکہ تو اوصاف کمال کا مجموعہ ہے۔ تیرے اوصاف کہاں تک بیان کروں یہ سن کر ایاز نے عرض کیا کہ یہ سب حضور کا فیض محبت ہے میری حقیقت تو یہی پھٹے چیتھڑے اور پرانا پوستین ہے۔

دیکھو چونکہ ایاز اپنی حقیقت کو جانتا تھا اس نے اس سے محمود کو پہچانا اور سمجھا کہ وہ میرا منعم اور محسن ہے۔ اس لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ من عرف نفسه فقد عرف ربه یعنی جس نے اپنے کو جان لیا اس نے خدا کو پہچان لیا کیونکہ جب وہ سمجھے گا کہ میری حقیقت چند قطرہ منی اور کچھ خون حیض ہے تو وہ سمجھے گا کہ میرے کمالات موہوب حق سبحانہ ہیں۔ لہذا وہ حق سبحانہ کی عظمت اور وقعت کرے گا اور اپنے کو اس کے سامنے ہیچ سمجھے گا۔ پس اے لوگو تم بمنزلہ ایاز کے ہو اور حق سبحانہ بمنزلہ محمود کے تمہارا جوتا نطفہ ہے اور تمہارا پوستین خون حیض۔ اور جو کچھ وہ حق سبحانہ کا دیا ہوا ہے۔

فائدہ:۔ کہ خون اور نطفہ بھی عطائے حق سبحانہ ہے مگر ان کی خست اور دنائت کی وجہ سے ان کو حق سبحانہ کی طرف نسبت نہیں کیا گیا اور یہ کمالات اس نے تمہیں اس لئے دیئے ہیں کہ تمہیں اس کا خزانہ قدرت معلوم ہو جائے اور تم اس سے دیگر کمالات کے طالب ہو۔ بس تم بزبان قال یا بزبان حال یہ نہ کہنا کہ اس کے سوا اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ یعنی تم طلب کو ترک نہ کرنا۔ دیکھو باغبان چند سیب اسی لئے دکھلاتا ہے کہ باغ کے درختوں اور اس کے پھلوں کی حالت معلوم ہو جائے اور تاجر گدھے والے خریدار کو اس لئے مٹھی بھر گیہوں دکھلاتا ہے کہ اس سے اسے گیہوں کا ڈھیر معلوم ہو جائے اور استاد تمہارے سامنے اس لئے ایک نکتہ بیان کرتا ہے کہ اس سے تمہیں اس کا علم زائد معلوم ہو جائے۔ ایسی حالت میں اگر تم یہ کہو کہ بس اس کے پاس یہ ہی تھا تو وہ تم کو یوں الگ کر دے گا جیسے ڈاڑھی سے تنکا۔

پس حق سبحانہ نے بھی تمہیں اپنے کمالات مقدورہ کا نمونہ دکھلایا ہے تاکہ تم اور کمالات کو اس سے طلب کرو ایسی حالت میں اگر تم یہ سمجھو کہ اور اس کے پاس ہے ہی کیا جس کو طلب کیا جائے تو اس کا نتیجہ لامحالہ محرومی ہوگا۔

خیر یہ مضمون استطرادی تو ختم ہوا۔ اب قصہ سنو محمود نے کہا کہ اے ایاز آؤ اور انصاف کرو اور عالم میں ایک عجیب انصاف کی بنیاد قائم کرو۔ تمہارے مجرم مستحق قتل ہیں مگر وہ تم سے امیدوار حلم و معافی ہیں۔ اب دیکھیں تمہارا رحم غضب پر غالب آتا ہے یا غضب رحم پر اور آب کوثر رحمت مشعلہ غضب کو فنا کرتا ہے یا شعلہ غضب آب کوثر رحمت کو۔

اب مولانا رحم و قہر حق کے بیان کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عہد الست سے حق سبحانہ کی دونوں صفتوں حلم و غضب کا ظہور ہے تاکہ کچھ لوگ رغبتاً اس کی طرف منجذب ہوں اور کچھ لوگ رہتا۔ چنانچہ لفظ الست بربکم جو کہ عہد الست میں استعمال کیا گیا تھا۔ اس لئے ظاہر ہوا تھا کہ اس سے اس کی صفت حلم اور صفت قہر دونوں ظاہر ہوں کیونکہ ایک فقرہ میں نفی و اثبات دونوں مجتمع ہیں اس لئے کہ استفہام دال بر اثبات ہے اور اس میں لفظ لیس بھی موجود ہے جو کہ دال بر نفی ہے۔ پس مدلول استفہام اثبات الوہیت ہے جو کہ دلالت کرتا ہے خوشنودی اور رضا پر۔ اور لیس کا مدلول نفی ربوبیت ہے جو کہ دلالت کرتا ہے ناخوشی اور قہر پر کیونکہ اصل جملہ لست بربکم تھا جو نفی ربوبیت پر دلالت

besturdubooks.wordpress.com

کرنا تھا اس کے بعد حرف اس پر استفہام داخل ہوا جس نے اسے منفی سے مثبت بنا دیا۔
توضیح اس کی یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ جب باپ اپنے بیٹے سے یا بھائی اپنے بھائی سے یا استاد اپنے شاگرد سے نہایت ناخوش ہوتا ہے تو وہ مجازاً اپنے اس تعلق کی نفی کر دیتا ہے جو ان دونوں میں آپس میں ہوتا ہے۔ مثلاً باپ کہتا ہے کہ میں تیرا باپ نہیں وغیرہ وغیرہ۔ اور مقصود اس سے کمال ناخوشی کا اظہار ہوتا ہے یوں ہی حق سبحانہ نفی ربوبیت کے لئے لست بربکم فرمانا اس کے کمال ناخوشی پر دال ہوگا اور چونکہ انا ربکم ضد ہے لست بربکم کی اس لئے وہ اس کی ضد پر دلالت کرے گا (هذا ما عندی و للمحشین تقریرات اخر ان شئت فارجع الی الحواشی) اچھا اس تقریر کو چھوڑو کیونکہ یہ دقائق خواص کے سمجھنے کے ہیں نہ کہ عوام کے۔ پس تم اس خواص کے پیالہ کو عام دستر خوان پر نہ رکھو اور حلم و قہر کے متعلق عام فہم مضمون کہا کرو۔
اچھا سنو قہر اور لطف ایسے ہیں جیسے صبا اور وبا۔ یعنی ایک ان میں سے خوش کن ہے اور دوسرا تباہ کن اور ایک ان میں سے لوہے یعنی سرکشوں کو جذب کرتا ہے اور دوسرا گھاس یعنی عاجزوں اور مسکینوں کو اور وجہ اس تفرقہ کی اختلاف مناسب ہے پس جو جس کی مناسب ہے وہ اسی کو کھینچتا ہے اس بناء پر قہر لوہے کو کھینچتا ہے اور لطف گھاس کو۔ اور جذب مناسب للمناسب کچھ قہر و لطف ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ عام ہے چنانچہ حق ٹھیک لوگوں کو کھینچ کر ہدایت تک پہنچاتا ہے اور باطل اہل باطل کو کھینچتا ہے اور معدہ اگر مناسب شیرینی ہے تو شیرینی کو کھینچتا ہے اور اگر اس میں صفرا کا اثر ہے تو سکبا کو کھینچتا ہے۔
فائدہ:۔ سکبا ایک قسم کا سالن ہے جو کہ سرکہ میں بھگوئے ہوئے دلیہ اور گوشت اور میوہ جات سے تیار کیا جاتا ہے۔ اور فرش گرم آدمی سے سردی کو کھا جاتا ہے اور ٹھنڈا فرش آدمی کی حرارت کو کھا جاتا ہے اور اگر تم کو دوست نظر پڑتا ہے تو تم سے عنایت اور مہربانی کا ظہور ہوتا ہے اور اگر مخالف نظر آتا ہے تو تم سے حملہ کا ظہور ہوتا ہے اور اگر تم نور دیکھو اس سے روشنی نکلے گی اور اگر آگ اور دھواں دیکھو تو اس سے تاریکی پیدا ہوگی۔ (دھوئیں سے تو تاریکی پیدا ہونا ظاہر ہے رہی آگ سو اس سے تاریکی کا پیدا ہونا بواسطہ دخان ہے)
الحاصل دشمن اور دوست نور اور نار شق اور غار تخت اور سولی سرد اور گرم گل اور خار چیونٹی اور سانپ۔ تانا بانا خوشی و غم غرضکہ جو کچھ بھی ہے سب کو ان کے مجانسات کے ساتھ شمار کر لو۔ یہ مضمون استطراد ی تھا اب قصہ سنو محمود نے کہا کہ اے ایاز اس کام کو جلد کر دو کیونکہ انتظار بھی گونہ انتقام ہے پس اگر تم نے ان کو بالکل معاف کرنا چاہا تو ایسا کرنا ناممکن ہو جائے گا کیونکہ ایک حد تک یہ لوگ سزا بھگت۔ چکے ہوں گے۔ ایاز نے کہا کہ آپ کو اختیار کلی ہے آپ کے سامنے میں کیا چیز ہوں کیونکہ آفتاب کے سامنے ستارے فانی ہوتے ہیں اور ان کے آثار کا ظہور نہیں ہوسکتا۔ زہرہ یا عطارد یا شہاب کی کیا مجال ہے کہ وہ آفتاب کے سامنے طلوع ہوسکے۔ حضور والا اگر میں ایسا کرتا اور اپنے چھیتڑوں اور پوستین کو چھوڑ دیتا تو میں یہ ملامت کا بیج ہی کیوں بوتا اور حجرہ کے دروازہ پر ان حساد کے گوناگوں خیالات کے درمیان۔ جس کی حالت بیان ہوگی قفل ہی کیوں لگاتا اور ان کی بدظنی کا موقع کاہے کو دیتا۔ ان حاسدوں کی حالت یہ ہے کہ وہ ندی میں ہاتھ ڈال کر اس میں خشک ڈھیلا ڈھونڈتے ہیں یعنی وہ میرے اندر نافرمانی شاہ عالی جاہ کو فضول تلاش کرتے ہیں کیونکہ ندی میں خشک ڈھیلا اور مجھ میں نافرمانی کہاں۔ میں تو مچھلی ہوں اور

www.besturdubooks.wordpress.com

آب۔ پانی بھلا مچھلی بھی پانی کی نافرمانی کرتی ہے۔ یہ لوگ مجھ غریب پر بے وفائی کا گمان رکھتے ہیں۔ حالانکہ میری وفا کی یہ حالت ہے کہ خود وفا مجھ سے شرماتی ہے اور کہتی ہے کہ میں اس شخص کے حوصلہ کے مطابق نہیں ہوں۔ اگر نامحرموں کے مصیبت نہ ہوتی تو میں وفا کا کچھ بیان کرتا لیکن نامحرم نہیں اس لئے میں اس کا بیان ترک کرتا ہوں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ چونکہ ایک عالم اس بلا میں مبتلا ہے کہ وہ اپنی نافہمی کے سبب اہل حقائق کے ذہن میں شبہات اور اعتراضات پیدا کرتا ہے اس لئے ہم بھی ظاہر بیں یعنی لوگوں کے سامنے پوست کا ذکر کرتے ہیں اور بیان مغز کو ترک کرتے ہیں۔ اگر تم شکستگی حاصل کرلو اور اس طرح مغز ہو جاؤ یعنی نفس کو مغلوب کر کے روح کو غالب کرلو تو اس وقت تم مغز اور حقیقت کا بیان سن سکتے ہو اور راز اس کا یہ ہے کہ حقائق ذوقی چیزیں ہیں نہ کہ قالی۔ کیونکہ آوازیں چھلکوں میں ہوا کرتی ہیں نہ کہ مغز۔ اور مغز مغز یعنی روغن میں۔ پس اصوات سے ظاہری باتوں سے تعلق ہوگا نہ کہ حقائق کو۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مغز میں بالکل آواز نہیں ہوتی ان میں آواز ہوتی ہے مگر وہ کان سے سننے کے لائق نہیں ہوتے بلکہ وہ عقل کے کان میں مخفی ہوتی ہے۔ اور اس آواز کو عقل کے کان سنتے ہیں وہ آواز نہایت دل کش ہوتی ہے جو عقل کے کان میں پہنچتی اور آدمی کو چھلکے کی چٹاچٹ سننے پر مجبور کرتی ہے۔ ورنہ اگر مغز کے ریلی آواز نہ ہو تو پھر چھلکوں کی بے ہودہ چٹ چٹ کون سنے۔ پس مغز بزبان حال اپنی خوبی بیان کرتا ہے اور عقل اس کا احساس کرے اور مغز کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ اور طریق حصول یہ ہوتا ہے کہ چھلکے کو توڑا جائے اور اس میں سے مغز نکالا جائے۔ پس آدمی چھلکے کو توڑتا ہے اور اس کے آواز سنتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ مغز میں بھی آواز ہے اور اسی آواز کے سبب آدمی چھلکے کی چٹ چٹ سنتا ہے۔ پس اگر تم مغز حاصل کرنا چاہو تو اس کا طریق یہ ہے کہ کچھ دنوں ایسے ہو جاؤ جیسے کہ نہ تمہارے ہونٹ ہیں نہ کان یعنی خلوت اختیار کرو نہ کسی سے کچھ کہو نہ کسی کی سنو۔ جب ایک معتد بہ زمانہ تک ایسا کرلو تو پھر مزے سے غذائے روحانی یوں کھاؤ جیسے لب غذائے جسمانی کھاتا ہے۔

دیکھو تم بہت عرصہ تک نظم اور نثر اور اسرار کو واضح طور پر بیان کر چکے ہو۔ اب کچھ عرصہ کے لئے گونگے بھی ہو جاؤ اور خاموشی کا بھی امتحان کرلو اور تم بہت کچھ کڑوے اور تیز اور کھاری اور کسیلے کھانے پکا چکے ہو۔ ایک بار امتحان کے لئے میٹھا ہی پکالو یعنی تم بہت کچھ باتیں کر چکے ہو۔ جو کہ فی الحقیقت بدذائقہ ہیں اب ذرا سکوت بھی اختیار کر کے دیکھ لو جو کہ نہایت لذیذ شے ہے اور تم نہایت مرغن اور شیریں کھانے کھا چکے ہو کچھ دنوں روزے بھی رکھ کر دیکھ لو۔ دیکھو تو سہی ان میں کیا لطف ہے اور تم بہت راتوں میں سو چکے ایک رات جاگ کر ہی دولت حاصل کرلو۔ اور بہت سے دن تم نے ہزل وجد میں بسر کر دیئے ہیں اب ذرا دو ایک دن مجاہدہ کے لئے بھی تیار ہو جاؤ۔

ختم شد ربع ثانی کلید مثنوی

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی نادر روزگار،
اور معرکہ آراء کتاب "مثنوی معنوی" کی جامع اور لاجواب اردو شرح

کلید مثنوی

جلد ۱۹-۲۰ دفتر ۵

مع افادات وارشادات

حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ

از حکیم الامت مجدد الملت

حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

ادارۂ تالیفاتِ اشرفیہ

چوک فوارہ ملتان پاکستان فون: 540513-519240

www.besturdubooks.wordpress.com

ربع ثالث دفتر خامس مثنوی معنوی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مدتے صبر خاموشی نیز بیاز مائیم

اس بات کو واضح کرنے کے لئے ایک حکایت کہ اتنے وقت ہم نے
گفتگو کو آزمایا' کچھ مدت تک خاموشی کے صبر کو بھی ہم آزماتے ہیں

آں یکے را در قیامت ز انتباہ	در کف آمد نامۂ عصیاں سیاہ
تنبیہ حاصل کرنے کے لئے قیامت میں ایک شخص کے	ہاتھ میں گناہوں کا سیاہ اعمالنامہ آ گیا
سر سیہ چوں نامہائے تعزیہ	پر معاصی متن نامہ و حاشیہ
تعزیت کے خطوں کی طرح اس کی پیشانی کالی تھی	اعمالنامہ کا متن اور حاشیہ گناہوں سے پر تھا
جملہ فسق و معصیت آں یکسری	ہمچو دارالحرب پر از کافری
وہ پورا کا پورا فسق اور گناہ تھا	دارالحرب کی طرح کفر سے پر تھا
آنچناں نامہ پلید و پر وبال	در یمیں ناید درآید در شمال
ایسا اعمالنامہ ناپاک اور وبال سے بھرا ہوا	دائیں ہاتھ میں نہیں آتا' بائیں ہاتھ میں آتا ہے
خود ہم اینجا نامۂ خود را بہ بیں	دست چپ را شاید آں یا در یمیں
اس جگہ خود اپنے اعمالنامہ کو دیکھ لے	وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے یا دائیں کے
موزۂ چپ کفش چپ ہم در دکاں	آں چپ دانش پیش از امتحاں
بائیں موزے بائیں جوتے کو بھی دکان میں	تو آزمانے سے پہلے ہی اس کو بایاں سمجھ لیتا ہے
چوں نباشی راست میداں کہ چپی	ہست پیدا نعرۂ شیر و کپی
جب تو دایاں نہیں ہے' سمجھ لے بایاں ہے	شیر اور بندر کا نعرہ واضح ہے
آنکہ گل را شاہد و خوشبو کند	ہر چپے را راست فضل او کند
وہ جو پھول کو محبوب اور خوشبودار بنا دیتا ہے	اس کی مہربانی بائیں کو دایاں کر دیتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر شمالے را یمینی او دہد	بحر راماء معینے او دہد
وہ ہر بائیں کو دایاں پن دے دیتا ہے	سمندر کو بہتا پانی وہ عنایت کرتا ہے
گرچپی باحضرت اوراست باش	تا بہ بینی دست برد لطفہاش
اگر تو بایاں ہے اس کے دربار میں دایاں بن جا	تاکہ تو اس کی مہربانیوں کا غلبہ دیکھے
تو رواداری کہ ایں نامہ مہیں	بگذرد از چپ درآید در یمین
کیا تو مناسب سمجھتا ہے کہ یہ ذلیل اعمالنامہ	بائیں ہاتھ سے گزر کر دائیں میں آئے؟
ایں چنیں نامہ کہ پرظلم وجفاست	کے بود خود درخوراندست راست
ایسا اعمالنامہ جو ظلم اور زیادتی سے پر ہے	دائیں ہاتھ کے مناسب کب ہو گا؟

قصۂ زاہد وزن غیور وجفت شدن زاہد با کنیزک باکے ماند کہ سخن گوید کہ حال او مناسب آں سخن وآں سخن مناسب دعویٰ او نباشد چنانکہ کفرہ ولئن سالتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ خدمت بت سنگیں کردن و جان وزر فدائے اونمودن چہ مناسب باشد باجانیکہ داند کہ خالق سمٰوات وارضین الٰہیست سمیعے وبصیرے حاضرے ومراقبے مستولئے وغیورے

زاہد اور غیرتمند بیوی اور زاہد کا لونڈی سے ہمبستری کرنا ایسا ہی ہے کہ کوئی شخص ایسی بات کہے کہ اس کی حالت اس بات کے مناسب اور وہ بات اس کے دعوے کے مناسب نہ ہو جیسا کہ کفار اور اگر تو ان سے دریافت کرے کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا وہ ضرور کہیں گے اللہ نے' پتھر کے بت کی خدمت کرنا اور جان ومال کو اس پر قربان کرنا کیا مناسب ہوگا اس جان کے لئے جو جانتی ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا سمیع اور بصیر' حاضر اور نگہبان غالب اور غیرتمند خدا ہے

زاہدے رابد یکے زن ہمچو حور	رشکناک اندر حق او بس غیور
ایک زاہد کی بیوی حور جیسی تھی	اس کے بارے میں رشک کرنے والی اور بہت غیرتمند تھی
زانکہ بدزن را کنیزے مہوشے	دردل زاہد بد ازوے آتشے
کیونکہ بیوی کی ایک چاند جیسی لونڈی تھی	زاہد کے دل میں اس (کے عشق) کی آگ تھی
زن زغیرت پاس شوہر داشتے	با کنیزک خلوتش نگذاشتے
بیوی غیرت کی وجہ سے شوہر کی نگرانی کرتی	اس کو تنہائی میں لونڈی کے پاس نہ چھوڑتی

www.besturdubooks.wordpress.com

مدتے زن شد مراقب ہر دو را	تا کہ شاں فرصت نیفتد در خلا
ایک مدت تک بیوی دونوں کی نگران رہی	تاکہ انہیں تنہائی میں موقع نہ ملے
تا درآمد حکم و تقدیر الٰہ	عقل حارس خیرہ سرگشت و تباہ
یہاں تک کہ اللہ کا حکم اور تقدیر آ پہنچی	نگہبان (بیوی) کی عقل ناکارہ اور تباہ ہوگئی
حکم و تقدیرش چو آید بیوقوف	عقل کہ بود در قمر افتد خسوف
اطلاع کے بغیر جب اس کا حکم اور تقدیر آتی ہے	عقل کیا چیز ہے؟ چاند میں گرہن آ جاتا ہے
بود در حمام آں زن ناگہاں	یادش آمد طشت و درخانہ بدآں
وہ بیوی حمام میں تھی اچانک	اس کو طشت یاد آیا اور وہ گھر میں تھا
باکنیزک گفت رو ہیں مرغ وار	طشت سیمیں را زخانہ ما بیار
لونڈی سے کہا خبردار! پرند کی طرح جا	ہمارے گھر سے چاندی کا طشت لے آ
آں کنیزک زندہ شد چوں ایں شنید	کو بخواجہ ایں زماں خواہد رسید
جب اس لونڈی نے یہ سنا اس میں جان پڑ گئی	کہ وہ اس وقت آقا کے پاس پہنچ جائے گی
خواجہ در خانہ ست و خلوت ایں زماں	پس دواں شد سوی خانہ شادماں
آقا گھر میں ہے اور اس وقت تنہائی ہے	تو خوشی خوشی گھر کی طرف دوڑی
عشق شش سالہ کنیزک را بدایں	کہ بیابد خواجہ را خلوت چنیں
لونڈی کی چھ سال سے یہ خواہش تھی	کہ وہ آقا کو ایسی تنہائی میں پا لے
گشت پراں جانب خانہ شتافت	خواجہ را در خانہ خوش خلوت بیافت
گھر کی جانب جلد دوڑ پڑی	آقا کو گھر میں اچھی تنہائی میں پایا
ہر دو عاشق را چناں شہوت ربود	کاحتیاط و یاد در بستن نبود
دونوں عاشقوں کو شہوت نے ایسا غافل کیا	کہ دروازہ کی کنڈی لگانا اور احتیاط یاد نہ رہی
ہر دو باہم در خزیدند از نشاط	جاں بجاں پیوست آندم زاختلاط
خوشی سے دونوں ایک دوسرے میں گھس گئے	اس وقت وصل سے جان، جان سے پیوستہ ہو گئی
یاد آمد در زماں زن را کہ من	چوں فرستادم ورا سوئے وطن
اس وقت بیوی کو یاد آیا کہ میں نے	اس کو وطن کی جانب کیوں بھیجا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

پنبہ در آتش نہادم من بخویش	اندر افگندم بخ نر رابہ میش
میں نے خود روئی کو آگ میں رکھ دیا	میں نے نر مینڈھے کو بھیڑ پر ڈال دیا
گل فروشت از سرو بیجاں دوید	درپے او رفت و چادر می کشید
سر سے مٹی دھوئی اور بد حال ہو کر دوڑی	اس کے پیچھے روانہ ہوئی اور چادر کھینچتی تھی
آں زعشق جاں دوید وایں زبیم	عشق کو و بیم کو فرق عظیم
وہ دل کے عشق سے دوڑی اور یہ خوف سے	کہاں عشق اور کہاں خوف بڑا فرق ہے
سیر عارف ہر دمے تا تخت شاہ	سیر زاہد ہر مہے یکروزہ راہ
عارف کی سیر ہر منٹ شاہ کے تخت تک ہے	زاہد کی سیر ہر مہینہ ایک دن کے راستہ پر ہے
گرچہ زاہد را بود روزے شگرف	کے بود یک روز او خمسین الف
اگرچہ زاہد کا ایک دن بھی غنیمت ہے	اس کا ایک روز پچاس ہزار سال کا کہاں ہو سکتی ہے
قدر ہر روزے زعمر مرد کار	باشد از سال جہاں پنجہ ہزار
کام کے انسان (عارف) کے ہر دن کی مقدار	زمانہ کے سال سے پچاس ہزار (سال) کی ہے
عقلہا زیں سر بود بیروں در	زہرۂ وہم ار بدرد گو بدر
عقلیں اس جانب سے دروازہ کے باہر ہیں	وہم کا پتہ اگر پھٹے تو کہدے پھٹ جا
ترس موئے نیست اندر پیش عشق	جملہ قربانند اندر کیش عشق
عشق میں بال برابر (بھی) ڈر نہیں ہے	عشق کے مذہب میں سب قربان ہیں
عشق وصف ایزد ست اما کہ خوف	وصف بندہ مبتلائے فرج و جوف
عشق اللہ کی صفت ہے لیکن خوف	شرمگاہ اور پیٹ میں مبتلا بندے کی صفت ہے
چوں یحبونہ بخواندی از نبے	با یحبہم شو قریں در مطلبے
جب تو نے قرآن میں یحبونہ پڑھا	مطلب کے بارے میں یحبہم کا ساتھی بن
پس محبت وصف حق داں عشق نیز	خوف نبود وصف یزداں اے عزیز
پس محبت کو اللہ (تعالیٰ) کی صفت سمجھ عشق کو بھی	اے پیارے! خوف اللہ (تعالیٰ) کی صفت نہیں ہوتی ہے
وصف حق کو وصف مشت خاک کو	وصف حادث کو و وصف پاک کو
کجا اللہ (تعالیٰ) کی صفت کجا خاک کی مٹھی کی صفت	کہاں حادث کا وصف کہاں پاک کا وصف

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح عشق ار من بگویم بر دوام	صد قیامت بگذرد واں ناتمام
میں اگر مسلسل عشق کی شرح کروں	سو قیامتیں گزر جائیں اور ناتمام رہے
زانکہ تاریخ قیامت را حدست	حد کجا آنجا کہ وصف ایزدست
کیوں کہ قیامت کی تاریخ محدود ہے	اس کی انتہا کہاں جو خدا کی صفت ہے
عشق را پانصد پرست و ہر پرے	از فراز عرش تا تحت الثرے
عشق کے پانچ سو پر ہیں اور ہر پر	عرش کی بلندی سے زمین کے نیچے تک ہے
زاہد باترس می تازد بپا	عاشقاں پراں تراز برق و ہوا
خوف زدہ زاہد پاؤں سے دوڑتا ہے	عاشق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز اڑنے والے ہیں
چہ مجال بادیا برق اے پسر	چونکہ او در راہ حق بکشاد پر
اے بیٹا! ہوا یا بجلی کی کیا مجال	جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں پر کھولے
کے رسند ایں خائفاں در گرد عشق	کاسماں را فرش سازد درد عشق
یہ ڈرنے والے عشق کی گرد تک کہاں پہنچ سکتے ہیں	کیونکہ عشق کا درد آسمان کو فرش بنا دیتا ہے
جز مگر آید عنایتہائے ضو	کز جہان و زیں روش آزاد شو
اس کے سوا کہ نور کی عنایتیں آ جائیں	کہ دنیا اور اس روش سے آزاد ہو جا
از قش خود وزدش خود باز رہ	کہ سوی شہ یافت آں شہباز رہ
اپنے منانے اور اپنی آرائش سے باز رہ	کیونکہ اسی شہباز نے شاہ کی جانب راستہ پایا ہے
ایں قش و دش ہست جبر و اختیار	از ورای ایں دو آمد جذب یار
یہ منانا اور خود آرائی جبر اور اختیار ہے	دوست کی کشش ان دونوں سے بالا ہے

رسیدن زن بخانہ وجدا شدن زاہد از کنیزک ورسوا شدن

بیوی کا گھر میں پہنچ جانا اور زاہد کا لونڈی سے علیحدہ ہو جانا اور رسوا ہونا

چوں رسید آں زن بخانہ در کشاد	بانگ در در گوش ایشاں در فتاد
جب بیوی پہنچی اس نے گھر کا دروازہ کھولا	دروازے کی آواز ان کے کان میں پڑی
آں کنیزک جست آشفتہ زسار	مرد بر جست و درآمد در نماز
وہ لونڈی پریشان حال ساز (و سامان) سے بھاگی	مرد کودا اور نماز میں لگ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

زن کنیزک را پژولیدہ بدید ۔ درہم و آشفتہ و دنگ و مرید

بیوی نے ' لونڈی کو پریشان حال دیکھا ۔ گڑ بڑ اور برہم اور حیران اور سرکش

شوئ خود را دید قائم در نماز ۔ در گماں افتاد زن زاں اہتزاز

اس نے اپنے شوہر کو نماز میں کھڑے دیکھا ۔ اس حرکت سے بیوی شبہ میں پڑ گئی

شوی را برداشت دامن بے خطر ۔ دید آلودہ منی خصیہ و ذکر

اس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن ہٹایا ۔ خصیہ اور شرمگاہ کو منی سے سنا ہوا دیکھا

از ذکر باقی نطفہ می چکید ۔ ران و زانو گشتہ آلودہ و پلید

شرمگاہ سے باقی نطفہ ٹپک رہا تھا ۔ ران اور زانو آلودہ اور ناپاک ہو گئے تھے

بر سرش زد سیلی و گفت اے مہیں ۔ خصیۂ مرد نمازی باشد ایں

اس نے اس کے سر پر دھتو مارا اور بولی اے ذلیل! ۔ نمازی انسان کے خصیے ایسے ہوتے ہیں

لائق ذکر و نمازست ایں ذکر ۔ وایں چنیں ران و زہار پر قذر

یہ شرمگاہ ذکر (خداوندی) اور نماز کے لائق ہے ۔ اور ایسی گندی ران اور شرمگاہ

نامۂ پر ظلم و فسق و کفر و کیں ۔ لائق است انصاف دہ اندر یمیں

ظلم اور فسق اور کفر اور کینہ سے بھرا ہوا اعمالنامہ ۔ انصاف کرو دائیں ہاتھ کے لائق ہے

گر بپرسی گبر را کایں آسماں ۔ آفریدہ کیست ویں خلق جہاں

اگر تو کافر سے دریافت کرے کہ یہ آسمان ۔ اور یہ جہان کی مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے؟

گوید او کیں آفریدہ آں خداست ۔ کآفرینش بر خدائیش گو است

وہ کہے گا کہ یہ اس خدا کا پیدا کیا ہوا ہے ۔ جس کی خدائی پر اس کی خلاقی گواہ ہے

کفر و فسق و استم بسیار او ۔ ہست لائق با چنیں اقرار او

اس کا کفر اور فسق اور بھاری ظلم ۔ اس کے لئے اقرار کے مناسب ہے؟

ہست لائق با چنیں اقرار راست ۔ آں فضیحتہا و آں کردار کاست

ایسے سچے اقرار کے ساتھ کیا مناسب ہے؟ ۔ وہ رسوائیاں اور گھٹیا کام

فعل او کردہ دروغ آں قول را ۔ تا شد او لائق عذاب و ہول را

اس کے عمل نے اس کی بات کو جھٹلا دیا ۔ یہاں تک کہ وہ عذاب اور ڈر کا مستحق ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس دروغ آمد ز سرتاپای او	کہ اگر شرحش دہم اے وای او
وہ سر سے پاؤں تک ایسا جھوٹا ثابت ہوا	کہ میں اس کی شرح کروں تو اس پر افسوس ہے
روز محشر ہر نہاں پیدا شود	ہم زخود ہر مجرمے رسوا شود
محشر کے دن ہر چھپی ہوئی چیز ظاہر ہو جائے گی	ہر خطا کار خود رسوا ہو جائے گا
دست و پابد ہد گواہی با بیاں	بر فساد او بہ پیش مستعاں
اس کے ہاتھ اور پاؤں وضاحت کے ساتھ گواہی دینگے	خدا کے سامنے اس کی خرابی پر
دست گوید من چنیں دزدیده ام	لب بگوید من چنیں بوسیده ام
ہاتھ کہے گا' میں نے اس طرح چوری کی ہے	ہونٹ کہے گا میں نے اس طرح بوسہ لیا ہے
پای گوید من شدستم تا منیٰ	فرج گوید من بکر دستم زنا
پاؤں کہے گا میں مقاصد کی جانب گیا ہوں	شرمگاہ کہے گی' میں نے زنا کیا ہے
چشم گوید کرده ام غمزه حرام	گوش گوید چیده ام سوالکلام
آنکھ کہے گی' میں نے حرام اشارہ کیا ہے	کان کہے گا' میں نے بری بات چنی ہے
پس دروغ آمد ز سرتا پای خویش	کہ دروغش کرد ہم اعضائے خویش
تو وہ سر سے پاؤں تک جھوٹا نکلے گا	کیونکہ اس کے اعضا نے اس کو جھٹلا دیا
آنچناں کہ در نماز با فروغ	از گواہی خصیہ شد زرقش دروغ
جس طرح پرنور نماز میں	خصیہ کی گواہی سے اس کا مکر جھوٹ ثابت ہو گیا
پس چناں کن فعل کاں خود بیزباں	باشد اشہد گفتن و عین بیاں
تو ایسا عمل کر کہ خود بغیر زبان کے	اشہد کہنا اور بعینہ بیان بنے
تا ہمہ تن عضو عضوت اے پسر	گفتہ باشد اشہد اندر نفع و ضر
اے بیٹا! تاکہ تیرا عضو عضو	نفع اور نقصان میں اشہد کہدے
رفتن بندہ پے خواجہ گو است	کہ منم محکوم وایں مولائے ماست
غلام کا آقا کے پیچھے چلنا' گواہ ہے	کہ میں محکوم ہوں اور یہ میرا آقا ہے
گر سیہ کردی تو نامہ عمر خویش	توبہ کن زآنہا کہ کردستی تو پیش
اگر تونے اپنی زندگی کا اعمالنامہ کالا کر دیا ہے	جو تو نے پہلے کیا ہے اس سے توبہ کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

عمر گر بگذشت بیخش ایندم است	آب توبہ اش دہ اگر او بے نم ست
اگر عمر گزر گئی ہے اس کی جڑ ابھی ہے	اگر وہ خشک ہے اس کو توبہ کا پانی دیدے
بیخ عمرت را بدہ آب حیات	تا درخت عمر گردد با ثبات
اپنی عمر کی جڑ میں آب حیات ڈال دے	تاکہ تیری عمر کا درخت جم جائے
جملہ ماضیہا ازیں نیکو شوند	زہر پارینہ ازیں گردد چوقند
سب گذشتہ اس سے بھلا ہو جائے گا	گذشتہ زہر اس سے شکر بن جائے گا
سیآتت را مبدل کرد حق	تا ہمہ طاعت شود آں ما سبق
اللہ (تعالیٰ) نے تیرے گناہوں کو تبدیل کر دیا	(تاکہ وہ پہلا سب عبادت بن جائے
خواجہ بر توبہ نصوحی خوش بتن	کوششے کن ہم بجان وہم بتن
اے خواجہ! نصوح والی توبہ پر عمل کر	جان اور جسم سے بھی کوشش کر
شرح ایں توبہ نصوح از من شنو	بگرویدستی ولے از نو گرو
اس نصوح کی توبہ کی شرح مجھ سے سن لے	تو (اس کا) گرویدہ ہے لیکن از سر نو گرویدہ بن جا

شرح حبیبی

اس مضمون کی سرخی "حکایت در تقریر ایں سخن کہ چندیں گاہ گفتگو را آزمودیم مدتے صبر و خاموشی نیز بیاز مائیم" ہے مگر بظاہر نہ اس سرخی کو مضمون سے ربط ہے اور نہ مضمون لاحق کو مضمون سابق سے جو کہ آخر ربع ثانی میں گزرا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ وجہ ربط بیان کیا جائے۔ محشین نے جو کچھ اس کے متعلق لکھا ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک صاحب کہتے ہیں وجہ تقریر ایں ست کہ چوں در قیامت چناں وچنیں او خواہد داد۔ باید کہ انچہ بالائے ایں سرخی حضرت مولانا قدس سرہ نصیحت فرمودہ اند برآں عمل نمایند انتہی۔ ولی محمد نے لکھا ہے ربط ایں حکایت بابیات سابقہ است کہ چندگاہے بے لب و بے گوش شو۔ تا آنجا کہ چند گفتے نظم و نثر دراز۔ فاش الخ بمناسبت بیت آئندہ۔ گرچی با حضرت او راست باش الخ انتہی محمد افضل نے لکھا ہے بمناسبت ایں عنوان بآنچہ بعد ازیں مذکور است۔ بایں وہ دستور ست کہ چنانچہ حالت اعمال زشت را باید کہ نامۂ خود را ہم در حجاب بیند۔ وایں امید کہ نامۂ او بدست راست خواہد آید ندار و ہمچنیں صاحب گفتگو را باید کہ گفتگوئی خود را آزمودہ صبر و خاموشی گزیند۔

ایوب نے لکھا ہے ایں حکایت مربوط بابیات بالا ست کہ چندگاہے بے لب الخ۔ بایں بیت چند بختی کی تلخ و تیز و شور و کژ الخ۔ بمناسبت ابیات آئندہ کہ آنکہ گل را شاد و خوشبو کند الخ تا آنجا کہ گرچہ چہ۔ با حضرت او راست باش انتہی۔

مگر میرے نزدیک محشی اول کا بیان زیادہ اقرب ہے لیکن وہ مجمل ہے اس لئے اس کی توضیح کرتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایت سے مراد صرف بیان واقعہ ہے نہ کہ قصہ وافسانہ۔ کما ہو الظاہر۔ لانہ رحمہ اللہ لم یبین القصہ۔ اور مطلب عنوان یہ ہے کہ اب ہم ایک واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جس سے مضمون چندگا ہے بے لب و بے گوش باش آخر سرخی کی بھی تاکید ہو جائے گی کیونکہ اسی مضمون کا حاصل یہ تھا کہ تم اپنی اصلاح کر لو۔ اور اس واقعہ سے بھی یہی نتیجہ نکلتا ہے جس کو ہم نے۔ خود ہمیں جا نامۂ خود در آبہ میں سے کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

یہ گفتگو تو سرخی کے متعلق تھی اب حل ابیات سنو۔ کہ قبر سے اٹھنے کے بعد قیامت میں ایک شخص کے ہاتھ میں گناہوں سے پر اور سیاہ نامۂ اعمال آئے گا وہ اوپر سے سیاہ ہو گا جیسے تعزیت کے خطوط سیاہ ہوا کرتے ہیں۔

سر نامہ کے سیاہ ہونے سے حقیقت مراد نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ وہ نہایت موجب الم ہو گا۔

اور متن اور حاشیہ تمام گناہوں سے سیاہ ہو گا اور جس طرح دار الحرب کفر سے بھرا ہوتا ہے یوں ہی وہ سراسر بدکاری اور گناہ سے پر ہو گا۔ رہی یہ بات کہ وہ کون سے ہاتھ میں آئے گا سو اس کی بابت یہ ہے کہ ایسا ناپاک اور گناہ سے پر نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں نہیں آ سکتا۔ لہذا بائیں میں آئے گا۔

یہ تو ایک واقعہ تھا اب تم اس سے عبرت حاصل کرو اور اپنے نامۂ اعمال کو دنیا میں ہی دیکھ لو کہ وہ بائیں ہاتھ کے لائق ہے یا دائیں کے شاید تم کہو کہ جب تک ہاتھ میں نہ آئے اس وقت تک ہم کیسے جانیں اس لئے ہم کہتے ہیں کہ تم دکان کے اندر ہی بدوں پاؤں میں ڈالے جان لیتے ہو کہ یہ بایاں موزہ اور بایاں جوتا ہے اور بائیں پاؤں کا ہے۔ یوں ہی نامۂ اعمال کی حالت ہو سکتی ہے اور حقیقت صورت اس کی یہ ہے کہ تم اپنی حالت کا اندازہ کرو کہ ہم دائیں میں یا بائیں۔ یعنی ہماری حالت حق سبحانہ کے مرضی کے موافق ہے یا خلاف اگر موافق نہ ہو تو سمجھ لو تم بائیں ہو اور تمہارا نامۂ اعمال تمہارے بائیں ہاتھ کے لائق اور اپنی بھلائی اور برائی کا حال معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں۔ بھلے اور بروں میں یوں ہی امتیاز ہے جیسے شیر اور بندر کی آوازوں میں۔ اگر تم محاسبہ کے بعد بائیں یعنی برے ثابت ہو تو مایوس نہ ہو کیونکہ جو ذات کامل الصفات مٹی کو معشوق اور خوشبودار کرتے ہیں وہی اپنے فضل سے بائیں کو دایاں یعنی برے کو اچھا کر سکتے ہیں وہ ہر برے کو اچھا کر سکتا ہے اور پتھر کو آب جاری عطا کر سکتا ہے۔ پس اگر تم بائیں اور برے ہو تو مایوس نہ ہو حق سبحانہ کے ساتھ اپنا معاملہ ٹھیک کر لو۔ پھر اس کے الطاف کی سخاوت دیکھنا کہ وہ تمہیں کیا سے کیا کر دیتے ہیں۔ اور جب تک حق سبحانہ کے ساتھ معاملہ ٹھیک نہ کیا جائے اس وقت تک اس کی توقع رکھنا کہ ہمارا نامہ اعمال ہمارے دائیں ہاتھ میں آئیگا۔

اچھا تم ہی بتلاؤ فضول ہے کیا تم جائز رکھتے ہو کہ یہ ذلیل نامہ اعمال جو اس وقت ہے بائیں ہاتھ کو چھوڑ کر دائیں ہاتھ میں آ جائے ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ نامہ اعمال جو کہ ظلم و جفا بر نفس خود و بر خلق خدا سے پر ہے۔ دایاں ہاتھ اس کے قابل نہیں ہو سکتا۔ اس مضمون کی تائید کے لئے اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں۔ اچھا سنو۔

ایک زاہد کے ایک حور کے مانند خوب صورت بیوی تھی جو کہ اس کے بارہ میں نہایت رشک کرنے والی اور بہت غیرت دار تھی وجہ اس رشک و غیرت کی یہ تھی کہ اس عورت کے پاس ایک ماہوش کنیزک تھی اور زاہد کے دل میں اس کے عشق کی آگ لگ رہی تھی وہ عورت رشک کے سبب اپنے شوہر کی نگرانی کیا کرتی اور کنیزک کے ساتھ خلوت میں اسے نہ چھوڑتی۔ ایک عرصہ تک وہ دونوں کی نگرانی کرتی رہی تا کہ ان کو خلوت میں صحبت کا موقع نہ ملے تا آنکہ حکم و تقدیر الہی آ پہنچی اور عقل زن جو کہ ان کی نگرانی کرتی تھی بے ہودہ اور برباد ہو گئی اور ہونا بھی چاہئے کیونکہ جب یکا یک حکم و تقدیر الہی

www.besturdubooks.wordpress.com

آتی ہے تو عقل تو کیا چیز ہے کہ اس کا نور باقی رہے کہ چاند میں بھی گہن لگ جاتا ہے اور اس کا نور زائل ہو جاتا ہے۔
تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک روز وہ عورت حمام میں تھی کہ دفعتاً اس کو طشت یاد آیا اور وہ طشت گھر میں رہ گیا تھا اس نے لونڈی سے کہا کہ اری دوڑ کر جا اور گھر سے چاندی کا طشت لے آ جوں اس نے یہ حکم سنا اس کے سنتے ہی جی اٹھی کیونکہ اس نے سمجھا کہ اب میں میاں کے پاس بے مزاحمت پہنچ جاؤں گی اس لئے کہ میاں اس وقت گھر میں اور خلوت بھی ہے۔ مزے سے دل کی آرزوئیں نکالیں گے۔ یہ سوچ کر وہ خوش خوش گھر کی طرف دوڑی۔ لونڈی کو چھ برس سے آرزو تھی کہ میاں کو تنہائی میں پائے لہذا وہ گھر کی جانب نہایت تیزی سے دوڑی اور میاں کو گھر میں تنہا پایا اور اس نے اسے۔ اس لئے دونوں پر شہوت کا غلبہ ہو گیا اور اس قدر غلبہ ہوا کہ ان کو دروازہ بند کرنا بھی یاد نہ رہا اور کوئی احتیاط نہ کی اور دونوں خوش خوش گھر میں گھس گئے اور اختلاط کے سبب جان سے جان مل گئی۔ یعنی مجامعت شروع کر دی ادھر یہ ہوا ادھر عورت کو خیال ہوا کہ ارے میں نے لونڈی کو گھر کیوں بھیج دیا میں نے اپنے ہاتھ سے روئی میں آگ لگا دی اور مینڈھے کو بھیڑ پر مسلط کر دیا۔ یہ خیال کر کے اس نے فوراً اپنے سر سے ملتانی مٹی دھوئی اور بے تحاشا دوڑی اور چادر کھینچے ہوئے اس کے پیچھے گئی۔ لیکن وہ عشق سے دوڑی تھی اور یہ خوف سے۔ کجا عشق کجا خوف دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے وہ اس سے کہیں پہلے پہنچ کر مشغول کار ہو چکی تھی اور یہ اس کو نہ پکڑ سکے۔ چونکہ اس رفتار میں جس کا منشا عشق ہو اور اس رفتار میں جس کا منشا خوف ہو زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس لئے عارف کی رفتار ہر دم تخت شاہی تک ہوتی ہے اور زاہد کی رفتار ہر مہینہ ایک روز کی منزل ہوتی ہے اس لئے کہ زاہد جو کہ خوف کے سبب راہ سلوک طے کرتا ہے اس کا دن خواہ کیسا ہی عجیب ہو مگر وہ پچاس ہزار برس کے برابر نہیں ہو سکتا۔ برخلاف عارف کے کہ اس کی عمر کا ایک دن دنیا کے پچاس ہزار برس کے برابر ہوتا ہے۔ لہذا عارف کا ایک دن کا سلوک زاہد کے پچاس ہزار کے سلوک کے برابر ہوگا۔
عقول ناقصہ جو کہ حقیقت میں اوہام ہیں اس لئے اس سے ناواقف اور اجنبی ہیں۔ اس لئے یہ مضمون ان کی سمجھ میں نہ آئے گا اور اس کے خیال سے ان کا پتہ پھٹ جائے گا۔ پس اگر اس سے ان کا پتہ پھٹ جائے تو بلا سے پھٹ جائے حقیقت یہی ہے کہ جو ہم نے بیان کی اور فی الحقیقت عشق کے مقابلہ میں خوف کوئی وقعت نہیں رکھتا اور راز اس کا یہ ہے کہ عشق کے سامنے بجز مطلوب کے سب فانی ہیں اس لئے کوئی چیز ان کے معاون نہیں برخلاف خوف کے کہ وہاں سینکڑوں معاون ہو سکتے ہیں۔ پس رفتار مع العاوقات اور رفتار بدوں عوائق میں کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ ایک وجہ تو عشق و خوف کے درمیان فرق کی یہ تھی۔ دوسری وجہ فرق یہ ہے کہ عشق وصف خداوندی ہے برخلاف خوف کے کہ وہ بندہ کا وصف ہے جو کہ شکم پروری اور شہوت رانی میں منہمک ہے۔
رہی یہ بات کہ عشق وصف خداوندی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ حق سبحانہ قرآن پاک میں فرماتے ہیں۔
یحبھم و یحبونہ پس جب تم قرآن میں یحبونہ پڑھو تو جستجو میں یحبھم تک ہی پہنچو جس میں حق سبحانہ نے محبت کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس کو اپنا وصف بتلایا ہے اس سے ثابت ہوا کہ محبت و عشق صفت حق سبحانہ ہے اور ظاہر ہے کہ خوف حق سبحانہ کی صفت نہیں ہو سکتا۔ پس کجا وصف حق سبحانہ اور کجا وصف عبد جو کہ مشت خاک ہے اور کجا وصف حادث اور کجا وصف پاک از حدوث۔ دونوں میں زمین آسمان کا تفاوت ہے۔
یہ اجمالی بیان ہے عشق کی فضیلت کا۔ لیکن اگر میں اس کی تفصیل کروں اور برابر کرتا رہوں تو سینکڑوں

www.besturdubooks.wordpress.com

جماعتیں گزر جائیں اور اس کا بیان ختم نہ ہو۔ یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے کیونکہ زمانہ قیامت کے لئے ایک حد ہے اور عشق نامحدود ہے کیونکہ وہ صفت حق سبحانہ ہے اور صفات حق سبحانہ نامحدود ہیں۔ پس بیان عشق نامحدود ہوگا۔

خلاصہ یہ ہے کہ عشق کے پانچ سو پر ہیں اور ہر پر عرش سے تحت الثریٰ تک ہے اور عرفاء ان پروں سے اڑتے ہیں۔ پس تم خیال کرو کہ مبتلائے خوف زاہد تو پیدل چلتا ہے اور عشاق بجلی اور ہوا سے زیادہ تیز رفتار ہیں اور جبکہ وہ راہ حق میں پر کھول کر اڑیں اور عشق سے اس راہ کو قطع کریں تو بجلی اور ہوا کی مجال نہیں ہے کہ ان سے لگاؤ کھا سکیں۔ ایسی حالت میں یہ خائف لوگ عشاق کی برابری کیونکر کر سکتے ہیں یہ تو ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ درد عشق میں تو وہ قوت ہے کہ آسمان کو زمین بنا دیتا ہے۔ یعنی جتنے میں اور لوگ زمین سے قدم اٹھائیں اتنی دیر میں عشاق آسمان پر پہنچ جاتے ہیں۔ پس عابدین بالخوف عشاق تک کیسے پہنچ سکتے ہیں ہرگز نہیں ہاں ان کے عشاق تک پہنچنے کی ایک صورت ہے وہ یہ کہ عنایت وفضل خداوندی ان کے شامل حال ہو جائے اور وہ ان کو کہہ دے کہ اس جہان اور اس رفتار کو خیر باد کہو اور اپنے قش وروش کو چھوڑ دو۔

اس صورت میں وہ بھی عشاق کے ساتھ ملحق ہو جائیں گے کیونکہ اب وہ واصل بحق سبحانہ ہو گئے ہیں۔ قش وروش سے ہماری مراد جبر واختیار ہے اور اس کے سوا جو روش ہے وہ جذب حق سبحانہ ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ زہاد بھی عشاق کے ساتھ ملحق ہو سکتے ہیں اور صورت اس کی یہ ہے کہ بفضل حق سبحانہ ان کو فنا کا مرتبہ حاصل ہو جائے اور وہ اپنی ذاتی روش سے خواہ وہ باعتقاد جبر ہو یا باعتقاد اختیار اطے منازل نہ کریں بلکہ بجذب حق سبحانہ چلیں۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ جب وہ عورت مکان پر پہنچی ہے تو اس نے دروازہ کھولا اور دروازہ کے کھلنے کی آواز ان کے کانوں میں پڑی اس پر کنیزک حالت پریشانی کو دکر آغوش خواجہ سے الگ ہوگئی اور مرد نے کود کر نماز کی نیت باندھ لی۔ جب عورت آئی تو اس نے کنیزک کو دیکھا کہ خستہ حال اور پریشان اور متحیر ہے اور اپنے شوہر کو دیکھا کہ کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا ہے اور ایک قسم کا لرزہ سا اس پر طاری ہے اس حرکت سے عورت کو شبہ ہو گیا۔ اس نے بے کھٹکے شوہر کا دامن اٹھالیا اور دیکھا کہ خصیہ اور ذکر منی سے لتھڑے ہوئے ہیں اور عضو تناسل سے منی کا بقیہ حصہ ٹپک رہا ہے۔ رانیں اور گھٹنے منی میں لتھڑ کر ناپاک ہو گئے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے اس کے ایک چپت لگایا اور کہا کہ پاجی نمازیوں کے خصیہ ایسے ہی ہوتے ہیں؟ اور یہ عضو تناسل اور یہ ناپاک رانیں اور عانہ ذکر الٰہی اور نماز کے قابل ہے۔

یہ تو قصہ تھا۔ اب ہم تم سے پوچھتے ہیں انصاف سے کہنا کہ جو نامہ اعمال ظلم فسق کفر اور عداوت وغیرہ معاصی سے پر ہو کیا وہ دائیں ہاتھ میں آنے کے قابل ہے۔ ہرگز نہیں اگر تم کافر سے پوچھو کہ یہ آسمان اور مخلوق کس کی پیدا کی ہوئی ہے تو وہ بھی کہے گا کہ اس خدا کی پیدا کی ہوئی ہے جس کی خدائی کی شہادت خود یہ پیدا کرنا دیتا ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ ولئن سالتھم من خلق السمٰوٰت والارض لیقولن اللہ اب ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ اس کا کفر اور فسق اور ظلم بے حد کیا۔ اس کے اس اقرار کے مناسب ہے اور وہ رسوائیاں اور بدفعلیاں کیا اس کے اس سچے اقرار کے لائق ہیں کبھی نہیں۔ اس لئے اس کا فعل اس کے قول کا مکذب ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ عذاب ابدی اور خوف شدید کا مستحق ہے۔ الحاصل اس کے سراپا سے اس کا جھوٹ ثابت ہے۔ اگر میں اس کی تفصیل

کروں تو اس کی بڑی خرابی ہے کیونکہ اس میں اس کی بہت رسوائی ہے۔ لہذا میں اس کی تفصیل کو چھوڑتا ہوں۔ اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ اس کی تکذیب خود اعضاء کرتے ہیں مگر یہ تکذیب دنیا میں مخفی ہے۔ جس کو ہر ایک نہیں جانتا مگر قیامت میں مخفیات کا ظہور ہوگا اور ہر مجرم خود اپنے کو رسوا کرے گا کیونکہ اس کے ہاتھ پاؤں حق سبحانہ کے سامنے اس کی خرابی کی صاف شہادت دیں گے۔ مثلاً ہاتھ کہے گا کہ میں نے فلاں شے چرائی ہے۔ ہونٹ کہے گا کہ میں نے فلاں کو چوما ہے۔ پاؤں کہے گا کہ میں مطلوبات نفس تک چلا ہوں۔ پیشاب گاہ کہے گی کہ میں نے زنا کیا ہے آنکھ کہے گی کہ میں نے ناجائز اشارہ کیا ہے کان کہے گا کہ میں نے بری باتیں سنی ہیں۔

غرضکہ اس کے سراپا سے اس کا جھوٹ ثابت ہوگا کیونکہ اس کے اعضاء خود اسے جھٹلائیں گے اور اس کا مکر یوں ہی جھوٹ ثابت ہوگا جیسا کہ بارونق نماز کے باب میں زاہد کے خصیوں سے اس کا فریب اور جھوٹ ثابت ہوا تھا۔ جب حالت یہ ہے تو اب تم کو ایسے کام کرنے چاہئیں جو کہ بدوں زبان کے اشہد کہنا اور عین بیان ہوں یعنی تم کو ایسے کام کرنے چاہئیں کہ وہ تمہاری اشھد ان لا الٰہ الا اللہ مصداق ہوں اس لئے وہ خود بجائے خود توحید کی شہادت ہوں تا کہ اس طرح تمہارا ہر ہر عضو ہر حالت میں توحید کا شاہد بن جائے۔

دیکھو غلام کا اپنے آقا کے پیچھے چلنا شہادت ہے اس بات کی کہ میں غلام ہوں اور یہ آقا۔ پس یوں ہی تم خدا کی الوہیت کے اپنے افعال سے شہادت۔ اور اگر اب تک تم نے اپنے افعال ناشائستہ سے اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کیا ہے تو خیر اب بھی کچھ نہیں گیا تم اپنے گذشتہ افعال سے توبہ کرلو۔ اور اگر تمہاری عمر گزر گئی ہے تو کیا مضائقہ ہے۔ ہنوز اس کی جڑ موجود ہے اسے ترقی دو اور اگر اس میں تری نہیں ہے تو توبہ کے پانی سے اس کو سینچو یعنی اپنے عمر کی جڑ کو توبہ کا آب حیات دو تا کہ تمہاری عمر کا درخت پائیدار ہو جائے تمہاری اس وقت توبہ کرنے سے تمہارے تمام افعال گذشتہ حسنات ہو جائیں گے اور جو زہر تم پیشتر کھا چکے ہو توبہ سے وہ آب قند کے مثل ہو جائے گا یعنی حق سبحانہ تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیں گے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہاری افعال گذشتہ تمام نیکیاں بن جائیں گی۔ مثلاً پہلے تم نے زنا کیا تھا اور اب تم نے اس سے توبہ کرلی۔ تو وہ گناہ تو مٹ گیا اور توبہ کی۔ نیکی اس کی جگہ لکھی گئی۔ اس طرح گویا کہ وہ زنا اب نیکی ہو گیا۔ دیکھو پس تمہارا نامۂ اعمال جو گناہوں سے پر تھا اب نیکیوں سے بھر جائے گا۔ (یہ معنی ہیں تبدیل سیئات کے اور یہ مراد نہیں ہے کہ گناہ خود نیکیاں بن جائیں گے۔ فافہم) پس تم نصوح کی سی اچھی توبہ کرلو اور آئندہ کے لئے جان اور جسم دونوں سے طاعت میں کوشش کرو۔ اب ہم تم سے نصوح کی توبہ کا قصہ بیان کرتے ہیں تم اس کو سنو اور گو تم کو پیشتر سے ایمان حاصل ہو مگر اس کو سن کر نئے سرے سے ایمان لاؤ۔

حکایت در بیان توبۂ نصوح کہ چنانکہ شیر از پستان بیرون آید باز در پستان نرود آنکہ توبۂ نصوحی کرد ہرگز از اں گناہ یاد نکند بطریق رغبت بلکہ ہر دم نفرتش افزوں باشد و آں نفرت دلیل آں باشد کہ لذت قبول یافت آں شہوات اول بے لذت و ایں بجائے آں نشست

نبرد عشق را جز عشق دیگر	چرا یارے نگیری زو نکوتر
عشق کو دوسرے عشق کے سوا کوئی چیز نہیں کاٹتی ہے	تو اس سے بہتر معشوق کیوں نہیں بنا لیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

وآ نکہ دلش بازبداں گناہ رغبت میکند علامت آنست کہ لذت قبول نیافتہ است وقبول بجائے آں لذت گناہ نہ نشستہ است فسنیسرہ للیسریٰ نشدہ است لذت فسنیسرہ للعسریٰ باقیست بروے پس مہیا گردانیم مرا ور ابرائے صفتے کہ اورادوزخ برد نصوح کی توبہ کے بیان میں حکایت کہ جس طرح دودھ پستان سے باہر آجاتا ہے تو پھر پستان میں نہیں جاتا جس شخص نے نصوح والی توبہ کرلی وہ ہرگز گناہ کو رغبت کے طور پر یاد نہیں کرتا ہے بلکہ ہر لحہ اس کی نفرت بڑھتی ہے اور وہ نفرت اس کی دلیل ہوتی ہے کہ اس نے (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل کرلی وہ شہوت اول بے لذت بنی اور یہ اس کی جگہ بیٹھ گیا اور جس کا دل پھر اس گناہ کی طرف رغبت کرتا ہے یہ اس کی علامت ہے کہ اس کو (توبہ کی) قبولیت کی لذت حاصل نہیں ہوئی ہے اور قبولیت اس گناہ کی لذت کی جگہ نہیں بیٹھی ہے اور وہ اس کو "ہم عنقریب سہولت کے لئے آسانی دیدینگے" (کا مصداق نہیں بنا ہے "پس ہم اس کو تنگی کی سہولت دیدینگے" کی لذت اس کے لئے باقی تو ہم اس کے لئے وہ صفتیں مہیا کردیں گے جو اس کو دوزخ میں لے جائیں گی۔

بود مردے پیش ازیں نامش نصوح	بدز دلالی زناں او را فتوح
اب سے پہلے ایک مرد تھا جس کا نام نصوح تھا	عورتوں کو (حمام میں) ملنے سے اس کی آمدنی تھی
بود روئے او چو رخسار زناں	مردی خود را ہمیکرد او نہاں
اس کا چہرہ عورتوں کے چہرے کی طرح تھا	اس نے اپنا مردانہ پن چھپا رکھا تھا
او بحمام زناں دلاک بود	در دغا و حیلہ بس چالاک بود
وہ عورتوں کے حمام میں مالش کرنے والا تھا	دغا بازی اور مکاری میں چالاک تھا
سالہا میکرد دلاکی و کس	بو نبرد از حالت آں بوالہوس
اس نے سالوں ملنے کا پیشہ کیا اور کوئی	اس بوالہوس کی حالت سے باخبر نہ ہوا
زانکہ آواز و رخش وزن وار بود	لیک شہوت کامل و بیدار بود
کیونکہ اس کی آواز اور چہرہ زنانہ تھا	لیکن شہوت پوری اور بیدار تھی
چادر و سربند پوشیدہ و نقاب	مرد شہوانی و در غرہ شباب
اس نے چادر اور دوپٹہ اور نقاب پہن لیا تھا	شہوت والا مرد اور جوانی کے غرور میں تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

دختران خسرواں رازیں طریق	خوش ہمی مالید و می شست آں عشیق
اس طریقہ پر بادشاہوں کی لڑکیوں کو	وہ عاشق عمدہ طریقہ پر ملتا اور نہلاتا
تو بہا می کرد و پا در می کشید	نفس کافر توبہ اش را می درید
وہ بہت توبہ کرتا اور پیچھے ہٹتا	کافر نفس اس کی توبہ کو توڑ دیتا
رفت پیش عارفے آں زشت کار	گفت مارا در دعائے یاد دار
وہ بدکار ایک عارف کے پاس گیا	کہا ہمیں دعا میں یاد رکھئے
سر او دانست آں آزاد مرد	لیک چوں حلم خدا پیدا نکرد
وہ آزاد مرد اس کا راز جان گیا	لیکن اس نے خدائی حلم کی طرح ظاہر نہ کیا
بر لبش قفل ست و در دل رازہا	لب خموش و دل پر از آوازہا
اس کے ہونٹ پر تالا ہے اور دل میں راز ہیں	ہونٹ خاموش اور دل آوازوں سے پر ہے
عارفاں کہ جام حق نوشیدہ اند	رازہا دانستۂ و پوشیدہ اند
وہ عارف جنہوں نے اللہ (تعالیٰ) کا جام پی لیا ہے	انہوں نے رازوں کو جانا اور چھپایا ہے
ہر کرا اسرار حق آموختند	مہر کردند و دہانش دوختند
جن کو اللہ تعالیٰ کے راز بتائے گئے ہیں	ان کے منہ پر مہر لگا دی ہے اور لب سی دیئے ہیں
سست خندید و بگفت اے بدنہاد	زانکہ دانی ایزدت توبہ دہاد
وہ تھوڑا مسکرایا اور کہا اے بد اصل	جو کچھ تجھے معلوم ہے خدا اس سے تجھے توبہ (کی توفیق) دے

در بیان آنکہ دعائے عارف واصل و درخواست او از حق ہمچو درخواست حقست از خویشتن کہ کنت لہٗ سمعاً و بصراً و لساناً و یداً و قولہٗ تعالیٰ و ما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمیٰ۔ و آیات و اخبار و آثار دریں بسیارست و شرح سبب سازی حق تا نصوح را گوش گرفتہ بتوبہ آورد

اس کا بیان کہ عارف واصل (بحق کی اللہ تعالیٰ سے دعا اور درخواست ایسی ہی ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کی خود اپنے آپ سے درخواست' کیونکہ "میں اس کے لئے کان اور آنکھ اور زبان اور ہاتھ ہو جاتا ہوں" (فرمایا ہے) اور اللہ تعالیٰ کا قول "تو نے نہیں پھینکا جبکہ تو نے پھینکا' لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا" اور آیتیں اور حدیثیں اور صحابہ کے اقوال اس بارے میں بہت ہیں اور اللہ تعالیٰ کی سبب سازی کی شرح یہاں تک کہ نصوح کے اس نے کان پکڑ کر توبہ کرا دی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں دعا از ہفت گردوں درگذشت	کارِ آں مسکیں بآخر خوب گشت
وہ دعا ساتوں آسمانوں کو پار کر گئی	بالآخر اس مسکین کا کام بھلا ہو گیا
کاں دعائے شیخ نے چوں ہر دعاست	فانی ست و گفتِ او گفتِ خداست
کیونکہ وہ شیخ کی دعا ہر دعا کی طرح نہیں ہے	وہ فانی ہے اور اس کی بات خدا کی بات ہے
چوں خدا از خود سوال و کد کند	پس دعائے خویش را چوں رد کند
جب خدا اپنے آپ سے سوال کرے اور مانگے	تو وہ اپنی دعا کو کیسے رد کرے گا؟
یک سبب انگیخت صنعِ ذوالجلال	کہ رہانیدش ز نفرین و وبال
اللہ تعالیٰ کی کاریگری نے ایک سبب پیدا کر دیا	جس نے اس کو نفرت اور وبال سے رہائی دیدی
اندراں حمام پر میکرد طشت	گوہرے از دخترِ شہ یاوہ گشت
وہ اس حمام میں طشت بھر رہا تھا	بادشاہ کی لڑکی کا ایک موتی گم ہو گیا
گوہرے از حلقہائے گوشِ او	یاوہ گشت و ہر زنے در جستجو
اس کے کان کے بالے کا موتی	گم ہوگیا اور ہر عورت تلاش کرنے لگی
پس در حمام را بستند سخت	تا بجویند اولش در پیچ رخت
پھر انہوں نے مضبوطی سے حمام کا دروازہ بند کیا	تاکہ پہلے اس کو سامان رکھنے کی جگہ میں تلاش کریں
رختہا جستند و آں پیدا نشد	دزدِ گوہر نیز ہم رسوا نشد
سامانوں میں ڈھونڈا وہ نظر نہ آیا	موتی کا چور بھی رسوا نہ ہوا
پس بجد جستن گرفتند از گزاف	در دہان و گوش و اندر ہر شکاف
انہوں نے حد سے زیادہ کوشش سے ڈھونڈنا شروع کیا	منہ میں اور کان میں اور ہر شگاف میں
در شکافِ تحت و فوق و ہر طرف	جستجو کردند در از ہر صدف
نیچے اور اوپر کے شگاف میں اور ہر جانب	ہر صدف سے موتی کی انہوں نے جستجو کی
مرد و زن جویاں شدند از ہر طرف	جملگاں از بہرِ درِ خوش صدف
مرد اور عورت ہر جانب جویاں ہوئے	سب اچھے سیپ کے موتی کے لئے
بانگ آمد کہ ہمہ عریاں شوید	ہر کہ ہستید از عجوز و از نوید
اعلان ہوا کہ سب ننگے ہو جائیں	جو بھی بوڑھی اور جوان ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یک بیک را حاجبہ جستن گرفت	تا بدید آید گہر دانہ شگفت
ایک ایک کرکے دربان عورت نے تلاش کرنا شروع کیا	تاکہ عجیب موتی کا دانہ نظر آ جائے
آں نصوح از ترس شد در خلوتے	روی زرد و لب کبود از خشیتے
وہ نصوح خوف سے تنہائی میں چلا گیا	خوف سے چہرہ زرد اور ہونٹ نیلے تھے
پیش چشم خویشتن میدید مرگ	سخت می لرزیدہ او مانند برگ
وہ اپنے سامنے موت کو دیکھ رہا تھا	وہ پتے کی طرح بہت لرز رہا تھا
گفت یارب بارہا برگشتہ ام	توبہاؤ عہد ہا بشکستہ ام
اس نے کہا' اے خدا! میں نے بہت انحراف کیا ہے	توبہ اور عہد توڑے ہیں
کردہ ام آنہا کہ از من می سزید	تا چنیں سیل سیاہی در رسید
میں نے وہ کیا جو میرے لائق تھا	یہاں تک کہ سیاہی کا ایسا بہاؤ آ گیا
نوبت جستن اگر در من رسد	وہ کہ جان من چہ سختیہا کشد
تلاشی کی نوبت اگر مجھ تک پہنچی	ہائے میری جان کیسی سختیاں برداشت کرے گی؟
در جگر افتادہ استم صد شرر	در مناجاتم ببیں بوئ جگر
میرے جگر میں سیکڑوں چنگاریاں لگی ہیں	میری دعا میں میرے جگر کی بو سونگھ لے
ایں چنیں اندوہ کافر را مباد	دامن رحمت گرفتم داد داد
اس طرح کا غم کافر کو بھی نہ ہو	میں نے رحمت کا دامن تھاما ہے' فریاد ہی فریاد ہے
کاشکے مادر نزادے مر مرا	یا مرا شیرے بخوردے در چرا
کاش مجھے ماں نہ جنتی	یا جنگل میں مجھے شیر کھا جاتا
اے خدا آں کن کہ از تو می سزد	کہ زہر سوراخ مارم میگزد
اے خدا! وہ کر جو تجھے لائق ہے	کیونکہ ہر سوراخ سے مجھے سانپ ڈس رہا ہے
جان سنگیں دارم و دل آہنیں	ورنہ خوں گشتے دریں رنج و حنیں
میں پتھر کی جان اور لوہے کا دل رکھتا ہوں	ورنہ اس رنج اور گریہ میں خون بن جاتے
وقت تنگ آمد مرا و یک نفس	بادشاہی کن مرا فریاد رس
میرا وقت تنگ ہو گیا' تھوڑی دیر کے لئے	شاہی برت' میری فریاد رسی کر

www.besturdubooks.wordpress.com

گر مرا ایں بار ستاری کنی	توبہ کردم من زہر ناکردنی
اگر اب کی دفعہ تو میری پردہ پوشی کر لے	میں نے ہر نہ کرنے کے کام سے توبہ کی
توبہ ام بپذیر ایں بار دگر	تا بہ بندم بہر توبہ صد کمر
اس بار پھر میری توبہ قبول کر لے	تاکہ میں توبہ کے لئے سو کمر کس لوں
من اگر ایں بار تقصیرے کنم	پس دگر مشنو دعا و گفتم
میں اگر اس دفعہ کوتاہی کروں	پھر کبھی میری دعا اور بات نہ سننا
ایں ہمی زارید صد قطرہ رواں	کاندر افتادم بجلاد و عواں
وہ یہ زاری کر رہا تھا اور سینکڑوں آنسو جاری تھے	کہ میں جلاد اور سپاہی کے (ہاتھوں) پھنسا ہوں
تا نمیرد ہیچ افرنگی چنیں	ہیچ ملحد را مبادا ایں چنیں
کوئی فرنگی بھی - اس طرح نہ مرے	کسی بددین کا بھی ایسا نہ ہو
نوحہا میکرد او برجان خویش	روئے عزرائیل دیدہ پیش پیش
وہ اپنی جان پر نوحے کرتا تھا	سامنے ملک الموت کا چہرہ دیکھ کر
اے خدا وائے خدا چنداں بگفت	کاں در و دیوار با او گشت جفت
اے خدا، اے خدا، اتنا کہا	کہ در و دیوار اس کے ساتھی ہو گئے

نوبت جستن رسیدن بنصوح و آواز آمدن کہ ہمہ را جستیم نصوح را بجوئید و بیہوش شدن نصوح ازاں ہیبت وکشادہ شدن کار بعد از نہایت بستگی کما کان یقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصابہٗ مرض اوھم اشتدی ازمۃ تنفرجی

نصوح کی تلاشی کی نوبت آنا اور آواز آنا کہ ہم نے سب کی تلاشی لے لی نصوح کی تلاشی لو اور اس خوف سے نصوح کا بیہوش ہو جانا اور انتہائی بندش کے بعد معاملہ کا حل ہو جانا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت فرمایا کرتے تھے جب ان کو کوئی مرض یا غم ہوتا تھا "مصیبت تو سخت ہو جا کھل جائے گی"

درمیان یارب و یارب بد او	بانگ آمد از میان جستجو
وہ یارب، یارب میں لگا تھا	تلاشی کے درمیان آواز آئی
جملہ را جستیم پیش آ اے نصوح	گشت بیہوش آں زماں پرید روح
ہم نے سب کی تلاشی لے لی اے نصوح! آگے آ	اس وقت وہ بے ہوش ہو گیا روح پرواز کر گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو دیوار شکستہ در فتاد	ہوش و عقلش رفت و شد او چوں جماد
وہ شکستہ دیوار کی طرح ڈھے گیا	اس کے ہوش وحواس چلے گئے اور وہ پتھر کی طرح ہو گیا
چونکہ ہوشش رفت از تن آں زماں	سر او باحق بہ پیوست از نہاں
جب جسم سے اس کا ہوش روانہ ہو گیا اس وقت	آہستگی سے اس کا باطن حق (تعالیٰ) سے وابستہ ہو گیا
چوں تہی گشت و وجود او نماند	باز جانش را خدا در پیش خواند
جب وہ خالی ہو گیا اور اس کا وجود نہ رہا	اس کی جان کے باز کو خدا نے سامنے بلا لیا
چوں شکست آں کشتی او بے مراد	در کنار رحمت دریا فتاد
جب بے مرادی میں اس کی کشتی ٹوٹ گئی	دریائے رحمت کے ساحل سے جا لگی
جاں بحق پیوست چوں بیہوش شد	بحر رحمت آں زماں در جوش شد
جب وہ بیہوش ہوا جان اللہ سے وابستہ ہو گئی	رحمت کا سمندر اس وقت جوش میں آ گیا
چونکہ جانش وارہید از ننگ تن	رفت شاداں پیش اصل خویشتن
جب اس کی روح جسم کے عیب سے نجات پا گئی	اپنی اصل کی جانب خوش خوش روانہ ہو گئی
جاں چو باز و تن مر او را کندۂ	پائی بستہ پر شکستہ بندۂ
روح باز کی طرح ہے جسم اس کے لئے کاٹھ ہے	پاؤں بندھا ہوا، پر ٹوٹے ہوئے ایک غلام ہے
چونکہ ہوشش رفت پایش بر کشاد	می پرد آں باز سوئے کیقباد
جب اس کے ہوش چلے گئے پاؤں کھل گیا	وہ باز شاہ کی جانب اڑ رہا ہے
چونکہ دریاہائے رحمت جوش کرد	سنگہا ہم آب حیواں نوش کرد
جب رحمت کے سمندروں نے جوش مارا	پتھروں نے بھی آب حیات پی لیا
ذرۂ لاغر شگرف و زفت شد	فرش خاکی اطلس و زربفت شد
کمزور ذرہ عجیب اور موٹا ہو گیا	خاکی فرش اطلس اور زربفت بن گیا
مردۂ صد سالہ بیروں شد ز گور	دیو ملعوں شد بخوبی رشک حور
سو سال کا مردہ قبر سے باہر آ گیا	ملعون شیطان حسن میں حور بن گیا
ایں ہمہ روئے زمیں سرسبز شد	شاخ خشک اشگوفہ کرد و نغز شد
یہ سب روئے زمین سرسبز ہو گئی	خشک شاخ نے کلی کھلائی عمدہ ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

گرگ با برہ حریف مے شدہ	ناامید آں خوش رگ وخوش پے شدہ
بھیڑیا بکری کے بچہ کے ساتھ شراب نوش بنا	مایوس اچھے رگ پٹھوں کے بن گئے

یافت شدن گوہر وحلالی خواستن حاجباں کنیزکان شاہزادہ از نصوح وبر سر ودست او بوسہ دادن وعذر خواستن

موتی کا مل جانا اور شہزادی کے دربانوں اور لونڈیوں کا نصوح سے معافی چاہنا اور اس کے سر اور ہاتھ کو چومنا اور عذر خواہی کرنا

بانگ آمد ناگہاں کہ رفت بیم	شد پدید آں گم شدہ در یتیم
اچانک آواز آئی خوف ختم ہو گیا	وہ نایاب گم شدہ موتی مل گیا
بعد آں خوف وہلاک جاں بدہ	مژدہا آمد کہ اینک گم شدہ
اس کے بعد کہ جان کا ڈر اور ہلاکت تھی	خوشخبری آئی کہ یہ گم شدہ (موتی) ہے
حزن شد واندر فرج در تافتیم	مژدگانی دہ کہ گوہر یافتیم
غم ختم ہوا اور ہم خوشی میں چمک اٹھے	انعام دیجئے کیونکہ ہم نے موتی پا لیا ہے
از غریو ونعرہ ودستک زدن	پر شدہ حمام قد زال الحزن
شور اور نعرے اور ہتھیلیاں بجانے سے	حمام گونج گیا رنج زائل ہو گیا
آں نصوح رفتہ باز آمد بخویش	دیدہ چشمش تابش صد روزہ بیش
بیہوش نصوح پھر ہوش میں آ گیا	اس کی آنکھ نے سو روزوں (کے نور) سے زیادہ نور محسوس کیا
می حلالی خواست از وے ہر کسے	بوسہ می دادند بردستش بسے
ہر شخص اس سے معافی چاہ رہا تھا	اس کے ہاتھ بہت چومتے تھے
بدگماں بودیم مارا کن حلال	لحم تو خوردیم اندر قیل وقال
ہم بدظن ہو گئے تھے ہمیں معاف کر دیجئے	بات چیت میں ہم نے آپ کا گوشت کھایا
زانکہ ظن جملہ بروے بیش بود	زانکہ در قربت ز جملہ پیش بود
کیونکہ سب کا اس پر زیادہ گمان تھا	کیونکہ وہ قرب میں سب سے آگے تھا
خاص دلاکش بدو محرم نصوح	بلکہ ہمچوں دو تن ویک گشتہ روح
نصوح اس کا خاص حمامی اور محرم تھا	بلکہ دو جسم اور ایک روح بنا ہوا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گوہر ار بردست او بردست و بس	زو ملازم تر بجاتوں نیست کس
اگر موتی چرایا ہے تو بس اس نے چرایا ہے	بجم سے اس سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے
اول او را خواست جستن در نبرد	بہر حرمت داشتش تاخیر کرد
معرکہ میں پہلے اس کی تلاشی لینی چاہی	(لیکن) اس کی عزت رکھنے کے لئے تاخیر کی
تا بود کاں را بیند ازد بجا	اندریں مہلت رہاند خویش را
تاکہ ہو سکے کہ وہ اس کو کہیں ڈال دے	اس فرصت میں وہ اپنے آپ کو بچا لے
بس حلالیہا ازو میخواستند	وز برائے عذر بر میخاستند
وہ اس سے بہت معافیاں چاہ رہے تھے	عذر خواہی کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے
گفت بد فضل خدائے دادگر	ورنہ زانچہ گفتہ شد ہستم بتر
اس نے کہا منصف خدا کا کرم تھا	ورنہ جو کچھ کہا گیا میں اس سے (بھی) برا ہوں
چہ حلالی خواست میباید زمن	کہ منم مجرم تر از اہل زمن
مجھ سے کیا معافی چاہی جائے؟	میں زمانہ کے لوگوں سے زیادہ مجرم ہوں
آنچہ گفتندم ز بد از صد یکیست	برمن ایں کشف ست اگر کس راشکیست
جو کچھ انہوں نے میری برائی میں کہا ہے ایک فیصد ہے	اگر کسی کو شک ہے تو مجھ پر واضح ہے
کس چہ میداند زمن جز اندکے	وز ہزاراں جرم و بدفعلی یکے
تھوڑے سے کے علاوہ کوئی میرے بارے میں کیا جانتا ہے؟	ہزاروں جرم اور بدکاریوں میں سے ایک
من ہمی آں دانم و ستار من	جرمہا وزشتی کردار من
وہ میں جانتا ہوں اور میرا ستار	اپنی خطاؤں اور بدکاری کو
اول ابلیسے مرا استاد بود	بعد ازاں ابلیس پیشم باد بود
شروع میں شیطان میرا استاد تھا	اس کے بعد شیطان میرے آگے ہوا تھا
حق بدید آں جملہ و نادیدہ کرد	تا نگردم در فضیحت روی زرد
اللہ (تعالیٰ) نے وہ سب کچھ دیکھا اور بن دیکھا بنا دیا	تاکہ میں رسوائی میں زرد رو نہ بنوں
تا ز رحمت پوستیں دوزیم کرد	توبۂ شیریں چو جاں روزیم کرد
یہاں تک کہ اس نے رحمت سے میری پردہ پوشی کی	جان جیسی شیریں توبہ مجھے عطا کر دی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہرچہ کردم جملہ ناکردہ گرفت	طاعت ناکردہ را کردہ گرفت
میں نے جو کچھ کیا اس کو نہ کیا ہوا ٹھہرایا	نہ کی ہوئی عبادت کو کیا ہوا ٹھہرایا
ہمچو سرو و سوسنم آزاد کرد	ہمچو بخت و دولتم دل شاد کرد
اس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا	مجھے نصیبہ اور دولت کی طرح خوش دل کر دیا
نام من در نامۂ پاکاں نوشت	دوزخی بودم بجشیدم بہشت
میرا نام پاک لوگوں کی فہرست میں لکھ دیا	میں دوزخی تھا مجھے بہشت بخش دی
عفو کرد آں جملگی جرم و گناہ	شد سپید آں نامۂ و روئ سیاہ
اس نے وہ سارے جرم اور گناہ معاف کر دیئے	وہ کالا اعمالنامہ اور چہرہ سفید ہو گیا
آہ کردم چوں رسن شد آہ من	گشت آویزاں رسن در چاہ من
میں نے آہ کی میری آہ رسی کی طرح ہو گئی	رسی میرے کنویں میں لٹک گئی
آں رسن بگرفتم و بیروں شدم	شاد و زفت و فربہ و گلگوں شدم
میں نے وہ رسی پکڑ لی اور باہر نکل آیا	خوش اور موٹا تازہ اور سرخ ہو گیا
دربن چاہے ہمی بودم اسیر	روز و شب اندر فغان و در نفیر
میں کنویں کی تہ میں قیدی تھا	دن رات فریاد اور رونے میں تھا
از ہوس در تنگنا بودم زبوں	درہمہ عالم نمی گنجم کنوں
ہوس کی وجہ سے میں تنگ کوچہ میں عاجز تھا	اب میں پورے عالم میں نہیں سماتا ہوں
آفرینہا برتو بادا اے خدا	ناگہاں کردی مرا از غم جدا
اے خدا! تجھے آفریں پر آفریں ہے	تو نے مجھے اچانک غم سے جدا کر دیا
گر سر ہر موئے من گردد زباں	شکر ہائے تو نیاید در بیاں
اگر میرے ہر بال کا سرا زبان بن جائے	تیرے شکریئے بیان نہیں ہو سکتے ہیں
میزنم نعرہ دریں روضیہ و عیون	خلق رایا لیت قومی یعلمون
اس باغیچہ اور چشموں میں میں صدائیں دے رہا ہوں	لوگوں کو کاش میری قوم جان لے

www.besturdubooks.wordpress.com

بازخواندن شاہزادی نصوح را از بہر دلاکی بعد از استحکام توبہ و بہانہ کردن او و دفع گفتن او و عذر آوردن او

شہزادی کا نصوح کو توبہ کے مستحکم ہو جانے کے بعد مالش کیلئے دوبارہ بلانا اور اس کا بہانہ کرنا اور دفع کرنا اور عذر کرنا

بعد ازاں آمد کسے کز مرحمت	دختر سلطان ما میخواندت
اس کے بعد کوئی آیا کہ مہربانی سے	ہمارے بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے
دختر شاہت ہمی خواند بیا	تا سرش شوئی کنوں اے پارسا
بادشاہ کی لڑکی تجھے بلا رہی ہے آ جا	تاکہ اے نیک تو اس کا سر دھو دے
جز تو دلا کے نمی خواہد دلش	کہ بمالد یا بشوید با گلش
اس کی دلی خواہش تیرے علاوہ کسی مالش کرنے والے کے بارے میں نہیں ہے	کہ جو مالش کرے یا مٹی سے اس کو نہلائے
گفت رو رو دست من بیکار شد	ویں نصوح تو کنوں بیمر شد
اس نے کہا جا جا میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے	تیری یہ نصوح اب بیمار ہو گئی ہے
رو کسے دیگر بجو اشتاب و تفت	کہ مرا واللہ دست از کار رفت
جلد جلد تیزی سے دوسری کو ڈھونڈ لے	کیونکہ خدا کی قسم ہاتھ بیکار ہے
بادل خود گفت کز حد رفت جرم	از دل من کے رود آں ترس و گرم
وہ اپنے دل میں کہتا تھا کہ جرم حد سے گزر گیا	میرے دل سے وہ ڈر اور گرمی کہاں جا سکتی ہے؟
من بمردم یکرہ و باز آمدم	من چشیدم تلخی مرگ و عدم
میں ایک بار مر چکا ہوں اور پھر واپس آیا ہوں	میں نے موت اور عدم کی تلخی چکھ لی ہے
توبہ کردم حقیقت با خدا	نشکنم تا جاں شود از تن جدا
میں نے اللہ سے حقیقی توبہ کی ہے	جب تک جان جسم سے جدا ہو، میں نہ توڑوں گا
بعد ازیں محنت کرا بار دگر	پا رود سوئے خطر الا کہ خر
اس مصیبت کے بعد کس کا دوبارہ	گدھے کے علاوہ خطرے کی جانب پاؤں چلے گا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

گزشتہ زمانہ میں ایک شخص تھا جس کا نام نصوح تھا اس شخص کی آمدنی کا ذریعہ عورتوں کو نہلانا تھا اس کا چہرہ عورتوں کے چہرہ کی مانند تھا اور وہ اپنے مرد ہونے کو چھپاتا تھا وہ زنانہ حمام میں عورتوں کے ملنے دلنے اور نہلانے کا کام کرتا تھا اور دغا وفریب میں نہایت ہوشیار تھا اس نے برسوں ملنے دلنے کی خدمت کو انجام دیا مگر کسی کو اس کی حالت کا پتہ نہ چلا اس لئے کہ اس کی آواز بھی زنانہ تھی اور صورت بھی زنانہ تھی۔ مگر شہوت اس کی پوری اور متحرک تھی۔ پس اس نے زنانہ چادر اور سربند اور نقاب پہن لیا کیونکہ وہ ایک پرشہوت آدمی اور جوانی کے غرہ میں تھا۔ اور عورت بن کر شہزادیوں کو ملنے دلنے اور نہلانے لگا وہ توبہ بھی کرتا تھا اور اس کام سے چند روز علیحدہ بھی رہتا تھا مگر نفس کافر اس کی توبہ توڑ دیتا تھا۔

ایک روز وہ بدکار ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضور مجھے بھی دعا میں یاد رکھیں۔ ان بزرگ نے اس کا راز سمجھ لیا لیکن حلم خداوندی کی طرح اس کو پوشیدہ رکھا۔ ان کے لبوں پر قفل تھا اور دل میں راز بھرے ہوئے تھے اور ان کے لب خاموش تھے مگر دل میں بہت سی گفتگوئیں تھیں۔

یاد رکھو کہ عرفاء جو کہ جام حق سبحانہ پی لیتے ہیں بعض اسرار سے واقف ہوتے ہیں مگر ان کو چھپاتے ہیں کیونکہ جن کو اسرار خداوندی سے آگاہی دی جاتی ہے ان کے منہ پر مہر کردی جاتی ہے اور ان کا منہ سی دیا جاتا ہے مقصود شدت اخفاء ہے یعنی وہ ان کو بہت چھپاتے ہیں۔ اسی بناء پر وہ بزرگ بھی خاموش تھے اور انہوں نے نصوح کا راز نہیں بیان کیا مگر اتنا کہا کہ اس کی درخواست پر کسی قدر تبسم فرمایا کہ اوبدذات خدا تجھے اس فعل سے توفیق توبہ عطا فرمائے۔ جس کو تو جانتا ہے یہ دعا اس کی ساتوں آسمانوں سے گزر کر درگاہ رب العلاء میں پہنچی اور وہاں اس نے درجہ قبول حاصل کیا۔ اور آخر میں نصوح کی حالت ٹھیک ہوگئی کیونکہ اہل اللہ کی دعا عام دعاؤں کے مثل نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ فانی ہوتے ہیں اور ان کا کلام خدا کا کلام ہوتا ہے اور اس کی دعا خود خدا کی دعا ہوتی ہے۔ پس جبکہ خدا خود اپنے سے سوال کرے اور مانگے تو وہ رد کیونکر ہو سکتا ہے کیونکہ وہ اپنی دعا کو کیونکر رد کرے گا۔

فائدہ:۔ اس مقام پر عوام کی غلط فہمی اور ان کی گمراہی کا سخت اندیشہ ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ اس مضمون کی توضیح کر کے مولانا کے مدعا کو واضح کردیا جائے۔

پس جاننا چاہئے کہ فنا کی معنی یہ نہیں ہے کہ بندہ خدا بن جائے۔ اس لئے اس کا کلام ہو جائے بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو رضائے حق کا تابع کردے۔ اور اپنی خواہشات کو چھوڑ دے ایسا کرنے سے اس کو حق سبحانہ کی مزاج شناسی اور ایک خاص تعلق پیدا ہو جائے مگر وہ حق سبحانہ کا پورا اور کامل مزاج شناس کہ کوئی بات بھی اس کی مرضی حق سبحانہ کے خلاف نہ ہو نہیں ہو سکتا۔ اس لئے وہ کتنے ایسے افعال بھی کر لیتا ہے جو کہ واقع میں مرضی حق سبحانہ کے خلاف ہوتے ہیں لیکن کبھی تو وہ اپنے افعال کو مرضی حق سبحانہ کے خلاف نہیں سمجھتا اور اس لئے وہ کام کرتا ہے اور کبھی تقاضائے نفس سے مغلوب ہو کر یا سہواً وخطأً وہ کام کر لیتا ہے اور یہ مخالفت کبھی معصیت سے ہوتی ہے اور کبھی غیر معصیت' معصیت اس وقت ہوتی ہے جبکہ مخالفت کرنے والے کو علم ہو کہ یہ فعل منہی عنہ ہے اور غیر معصیت اس وقت ہوتی ہے جبکہ یہ صورت نہ ہو۔ انبیاء و تعمد معصیت سے معصوم ہیں مگر اولیاء نہیں۔ مگر اغلب احوال میں محفوظ وہ بھی ہیں۔ پس اہل اللہ کے افعال دو قسم کے ہوئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک وہ جو مرضی حق سبحانہ کے مطابق ہوں دوسرے وہ کہ جو مرضی حق کے خلاف ہوں خواہ معصیت ہوں یا غیر معصیت مع التعمد یا بلا تعمد۔ پس ان کے وہ افعال جو مرضی حق سبحانہ کے مطابق ہوتے ہیں ان کو اس مطابقت کے سبب مجازاً حق سبحانہ کا فعل کہہ دیا جاتا ہے لیکن چونکہ وہ مزاج شناس ہوتے ہیں اس لئے اکثر کام ان کی مرضی سبحانہ کے مطابق ہی ہوتے ہیں اور مخالفت شاذ و نادر ہوتی ہے اس لئے اس بناء پر کثرت اور بحوائے النادر کالمعدوم۔ ان کے افعال کو مطلقاً خدا کا فعل کہہ دیا جاتا ہے اور قید و شرط عدم مخالفت کو بیان نہیں کیا جاتا۔ جب کہ یہ امر ذہن نشین ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ اہل اللہ سے افعال خلاف مرضی حق سبحانہ بھی صادر ہو سکتے ہیں۔ تو اب سمجھو کہ جس وقت ان سے کوئی فعل مخالف مرضی حق سبحانہ صادر ہو اس وقت حق سبحانہ کا ان کے ساتھ بمقتضائے حکمت و مصلحت مختلف برتاؤ ہوتا ہے۔ کبھی تو حق سبحانہ اس مخالفت کو نظر انداز فرما کر ان کی تشریف و اکرام کے لئے اپنی مرضی کو ان کی مرضی کے موافق کر دیتے ہیں۔ ویشھد الحدیث لو اقسم علی اللہ لابرہ اور کبھی اس مخالفت پر مناسب تنبیہ فرما کر ان سے موافقت فرماتے ہیں۔ ویشھدلہ قولہ عز مجدہ ما کان لنبی ان یکون لہ اسری الآیہ اور کبھی اس فعل سے موافقت نہیں فرماتے اور صرف اس کو رد کر دیتے ہیں۔ ویشھدلہ ردہ عز مجدہ دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم. اللھم لاتجعل باسھم بینھم اور کبھی اس فعل پر مناسب عتاب فرماتے ہیں۔ ویشھدلہ دلۃ آدم علیہ السلام وغیرہ من الانبیاء. اس تفصیل سے معلوم ہو گیا کہ مولانا کا ارشاد فانی راست و گفت او گفت خداست الخ گو بظاہر مطلق ہے مگر واقع میں مقید بقید عدم مخالفت مرضی حق سبحانہ ہے یہ اس کے دلائل خود مولانا ہی کے کلام میں موجود ہیں۔ مثلاً مولانا اکثر جگہ زلت آدم علیہ کا ذکر فرماتے ہیں اور اس کو فعل حق سبحانہ نہیں قرار دیتے نیز انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چرواہے پر اعتراض نقل فرمایا ہے اور اس کو حق سبحانہ کا فعل نہیں بتایا کیونکہ اس پر حق سبحانہ کا عتاب نقل فرمایا ہے۔ نیز انہوں نے شیخ اقطع کا واقعہ بیان کیا ہے۔ اس میں ان کے فعل پر حق سبحانہ کا عتاب نقل فرمایا ہے۔ الی غیر ذالک من الشواہد فافہم ولاتزل)

القصہ شیخ کی دعا مقبول ہوئی اور حق سبحانہ نے اپنی کارسازی سے ایک سبب کھڑا کر دیا۔ جس نے نصوح کی اس فعل شنیع اور گناہ سے نجات دیدی۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ نصوح حمام میں شہزادی کے نہلانے کے طشت میں پانی بھر رہا تھا کہ یکایک شہزادی کا موتی گم ہو گیا۔ یعنی اس کے کان کی بالی کا موتی کھویا گیا اور جس قدر عورتیں وہاں موجود تھیں۔ سب تلاش میں مصروف ہو گئیں۔ تلاش کے لئے اول انہوں نے یہ تدبیر کی کہ حمام کا دروازہ مضبوط بند کر دیا۔ تا کہ نہ کوئی اندر آ سکے اور نہ باہر جا سکے اور وہ اطمینان کے ساتھ اول اس کو سامان میں تلاش کریں اور اگر سامان میں نہ ملے تو پھر دوسری صورت کر لیں۔ پس انہوں نے اسباب میں خوب تلاش کیا مگر موتی نہ ملا۔ اور نہ چرانے والے کا پتہ لگا۔ اس کے بعد انہوں نے نہایت کوشش کے ساتھ ہر سوراخ میں منہ میں کان میں۔ نیچے کے سوراخ میں اوپر کے سوراخ میں۔ غرض ہر طرف ڈھونڈنا شروع کیا اور مرد اور عورتیں ہر طرف اسے تلاش کرتے اور اس کے لئے صدف بنے ہوئے تھے۔ یعنی نہایت رغبت کے ساتھ اس کے طالب تھے۔ پس دفعتاً آواز آئی کہ جس قدر لوگ یہاں موجود ہیں خواہ وہ معمر ہوں یا نو عمر سب ننگے ہو جائیں اور ایک متلاشی نے سب کی تلاشی لینی شروع کی تا کہ کسی سے وہ عجیب موتی مل جائے۔ جب نصوح نے یہ حالت دیکھی تو ڈر گیا اور ڈر کر ایک تنہا مکان میں گیا اس کا چہرہ خوف زدہ تھا اور ہونٹ پتلے ہو گئے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ وہ اپنے سامنے بھوت دیکھ رہا تھا اور اس لئے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔ اس نے خلوت میں جا کر مناجات شروع کی اور کہا کہ اے اللہ! میں بہت دفعہ اپنے عہد سے پھر گیا ہوں اور میں نے بہت سی توبہ اور عہد توڑے ہیں اور میں نالائق جس لائق تھا وہ میں نے کیا ہے اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصیبت کا سیاہ سیلاب آ پہنچا۔ اب اگر تلاشی کی نوبت مجھ تک پہنچی تو پھر مجھے کیسے سختیاں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ اس لئے میرے جگر میں سینکڑوں شعلے لگے ہوئے ہیں۔ دیکھئے میری دعا میں جلے ہوئے جگر کی بو آ رہی ہے جو غم مجھ پر پڑا ہے۔ ایسا غم تو کسی کافر کو بھی نصیب نہ ہو۔

یہ میری حالت ہے اور اس حالت میں میں نے تیری رحمت کا دامن پکڑا ہے۔ پس تو مجھ پر کرم کر۔ اے کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی۔ یا کوئی شیر مجھے کھا جاتا اے اللہ تو وہ کر جو تجھ سے کریم کے لئے زیبا ہے کیونکہ اب میں ہر طرف سے مصیبت میں گرفتار ہوں اور گویا کہ مجھے ہر سوراخ سے ایک سانپ ڈس رہا ہے۔ میری جان پتھر کی اور دل لوہے کا ہے ورنہ اس رنج اور مصیبت میں خون ہو کر بہہ جاتا وقت تنگ ہے اب ذرا آپ مجھ پر مہروانہ عنایت فرمایئے اور میری فریاد رسی کیجیو۔ اے اللہ اگر تو اب کے میری پردہ پوشی کرے تو اب میں توبہ کرتا ہوں کہ کوئی برا کام نہ کروں گا اس دفعہ آپ میری توبہ کو قبول کر لیں تاکہ میں اس مصیبت سے نجات پا کر نہایت مستعدی سے اس توبہ کو نبھاؤں اگر میں اب کے کوتاہی کروں تو پھر آپ میری دعا اور بات نہ سنیں۔

غرضکہ اس کے آنسو بہہ رہے تھے اور وہ رو رہا تھا اور کہتا تھا کہ اب میں جلاد اور کوتوال کے پنجہ میں پھنس گیا کیونکہ جب میرے چالاکی ظاہر ہو گی تو میں حراست میں لے لیا جاؤں گا اور گردن زنی کے لئے جلاد کے حوالہ کر دیا جاؤں گا۔ ارے ایسی موت تو کوئی فرنگی بھی نہ مرے اور یہ غم تو کسی ملحد کو بھی نصیب نہ ہو۔ غرضکہ وہ اپنی جان کو رو رہا تھا کیونکہ وہ اپنے سامنے حضرت عزرائیل علیہ السلام کی صورت دیکھ رہا تھا اور اس نے اس قدر اے خدا یہ کر دے اور اے خدا وہ کر دے کہا کہ در و دیوار بھی اس کے غم سے متاثر ہو کر شریک دعا ہو گئے۔ وہ دعا ہی میں مصروف تھا کہ یکایک تلاش کرنے والوں میں سے کسی نے آواز دی کہ ہم سب کی تلاشی لے چکے ہیں۔ نصوح اب تم آؤ۔ یہ سنتے ہی وہ بے ہوش ہو گیا اور اس کی روح پرواز کر گئی اور وہ یوں گر پڑا جیسے کوئی ٹوٹی ہوئی دیوار گرتی اور اس کے ہوش و حواس سب رفو چکر ہو گئے اور وہ پتھر کی مانند بے حس و حرکت ہو گیا۔ پس جبکہ اس کے جسم سے اس کے ہوش و حواس جاتے رہے تو اب وہ معاونت جو کہ بقائے ہوش کے سبب باقی تھی اور اس کے سبب روح پورے طور پر حق سبحانہ کی طرف متوجہ نہ ہو سکتی تھی اٹھ گئی اور روح کو توجہ کامل کا موقع مل گیا اور اس کو حق سبحانہ سے اتصال بے کیف حاصل ہو گیا اور جبکہ وہ خودی سے خالی ہو گیا اور اس کی ہستی نہ رہی تو حق سبحانہ نے اس کی روح کو جو کہ بمنزلہ باز شاہی کے ہے اپنے پاس بلا لیا اور جبکہ روح کی کشتی ٹوٹ گئی یعنی جسم پر فنا طاری ہو گئی تو اب وہ دریائے رحمت کے آغوش میں ہو گئی اور جبکہ نصوح بے ہوش ہو گیا تو اس کی جان واصل بحق سبحانہ ہو گئی اور اس وقت بحر رحمت کو جوش آ گیا اور جبکہ اس کی جان نے قید جسم سے جو کہ اس کے لئے موجب شرم ہے۔ نجات پائی تو وہ اپنے اصل یعنی عالم غیب کی طرف لوٹ گئی۔ کیونکہ جان بمنزلہ باز کے ہے اور جسم اس کے لئے بمنزلہ اس لکڑی کے جس سے باز کا پاؤں باندھا جائے اور وہ جسم میں پاشکستہ اور مغلوب ہے۔ پس جبکہ اس کے ہوش و حواس جاتے رہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کی روح کے پاؤں کھل گئے اور وہ اپنے بادشاہ کی طرف اڑ گئی۔

یہ مرتبہ جو نصوح جیسے فاسق وفاجر کو حاصل ہوا تو کیوں۔ محض رحمت رحمت حق سبحانہ سے اس دریائے رحمت نے اس کو اس نعمت سے سرفراز کیا۔ خیر وہ تو پھر بھی آدمی تھا۔ حق سبحانہ کے دریائے رحمت کی تو یہ حالت ہے کہ جب اسے جوش ہو تو جماد بھی آب حیات پی کر۔ جاندار ہو جاتے ہیں۔ (چنانچہ انسانوں اور حیوانوں کی پیدائش ہے کیونکہ وہ اول منی اور جماد تھے۔ پھر جاندار ہو گئے) اور ایک بہت کم مقدار ذرہ قابل تعجب اور بڑا ہو جاتا ہے۔ (اشجار عظیمہ اس کے مشاہد ہیں) اور زمین اطلسی اور زربفت ہو جاتی ہے (جو کہ مشاہد ہے کیونکہ اطلس اور زربفت کی اصل خاک ہی ہے) اور سو برس کا مردہ قبر میں سے نکل آتا ہے (قصہ عزیر علیہ السلام کا گواہ ہے) اور شیطان مردود بھی اپنی برائی کو چھوڑ کر متصف بکمال ہو سکتا ہے اور اتنا حسین ہو سکتا ہے کہ حوروں کو بھی اس کی حالت پر رشک ہوتا ہے (بڑے بڑے سرکش کفار کا کامل الایمان بن جانا اس کا موید ہے) اور یہ زمین سراسر سبز ہو جاتی ہے اور خشک مٹی کلیا جاتی اور عمدہ بن جاتی ہے اور بھیڑیا بکری کے بچے کے ساتھ شراب خواری کرتا ہے یعنی دشمنوں میں نہایت اتفاق ہو جاتا ہے۔

کماقال اللہ تعالیٰ اذ کنتم اعدآء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخواناً۔

اور ناامید لوگ سرسبز ہو جاتے ہیں (کما ھو المشاہد) خیر جب نصوح کی حالت وہ ہوئی۔ جس کا اوپر ذکر ہوا اور اس کی دعا مقبول ہو گئی تو دفعتاً آواز آئی کہ اب خطرہ جاتا رہا کیونکہ وہ بیش بہا موتی مل گیا اس کے بعد خوف اور ہلاکت کا اندیشہ زائل ہو گیا اور ہر طرف سے خوش خبریاں آنے لگیں اور لوگ کہنے لگے کہ گم شدہ موتی یہ موجود ہے اور اب غم زائل ہو گیا ہے اور خوشی سے ہم کو راہ مل گئی ہے۔ لائے انعام دلوائے کہ ہم نے موتی پا دیا۔

غرضکہ خوشی کے نعروں اور شور وشغب اور تالیوں کی آوازوں سے حمام گونج اٹھا۔ کیونکہ اب خوف زائل ہو چکا تھا جب یہ حالت ہوئی تو نصوح کو بھی ہوش آ گیا۔ اس وقت خوشی کے سبب اس کی آنکھوں کے سامنے اس قدر روشنی تھی جیسے سودن کی ہوتی ہے اور ہر شخص اس سے معافی چاہتا تھا اور اس کا ہاتھ چومتا تھا اور کہتا تھا کہ ہم کو آپ کے نسبت بدگمانی تھی آپ ہمیں معافی دیجئے ہم نے آپ کی بہت غیبت کی ہے اور اس طرح گویا کہ آپ کا بہت گوشت کھایا ہے۔

سبب اس گفتگو کا یہ تھا کہ سب کا گمان زیادہ تر نصوح ہی پر تھا کیونکہ وہ تقرب میں سب سے بڑھا ہوا تھا اور شاہزادی کا خاص نہلانے والا اور اس کا محرم راز تھا۔ بلکہ یوں کہئے کہ شہزادی اور نصوح ایک جان دو قالب تھے اس وجہ سے لوگ کہتے تھے کہ اگر موتی کسی نے لیا ہے تو صرف نصوح نے لیا ہے کیونکہ شہزادی کا۔

مقرب اس سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

اس خیال کی بناء پر انہوں نے اول نصوح کی تلاشی لینی چاہی تھی مگر اس کی عظمت قائم رکھنے کے لئے اس کو موخر کر دیا۔ تاکہ اگر اس نے لیا ہو تو کہیں ڈال دے اور اس فرصت کو غنیمت جان کر اپنے کو آفت سے بچائے۔ خیر وہ لوگ اس سے بہت کچھ معافی چاہتے تھے اور معذرت کے لئے اٹھتے تھے۔ یہ باتیں سن کر نصوح نے اپنے دل میں کہا کہ یہ محض حق سبحانہ کی عنایت تھی ورنہ جو کچھ میری نسبت کہا جاتا تھا میں اس سے کہیں برا ہوں۔ ایسی حالت میں مجھ سے کیا معافی چاہی جاتی ہے۔ کیونکہ میں تو زمانہ بھر سے زیادہ گنہگار ہوں۔ میری جو کچھ برائی لوگوں نے بیان کی ہے وہ تو میری اصل

www.besturdubooks.wordpress.com

برائی کا سواں حصہ ہے۔ اگر کسی کو شک ہو تو مجھے اپنی حالت خوب معلوم ہے کسی کو میری حالت کیا معلوم۔ ان کو جو کچھ معلوم ہے وہ بہت تھوڑا اور ہزاروں بدکاریوں میں سے ایک بدکاری معلوم ہے۔ پس اپنی برائیوں اور گناہوں کو میں جانتا ہوں یا میرا ستار عیوب ہی جانتا ہے۔ پہلے ابلیس میرا استاد تھا جس نے مجھے معصیت کا طریق سکھلایا اس کے بعد میں اس فن میں اتنا ہوشیار ہو گیا کہ ابلیس میرے سامنے گرد ہو گیا۔ مگر حق سبحانہ نے میرے تمام برائیاں دیکھیں۔ مگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ کیا کہ گویا دیکھا ہی نہیں تاکہ میں رسوا ہو کر شرمندہ نہ ہوں اور مجھے جان کی مانند شیریں توبہ کی توفیق عطا فرمائی۔ تاکہ وہ اپنی رحمت سے میری حالت کی اصلاح کرے اور جو کچھ میں نے کیا تھا سب کو ایسا کر دیا کہ گویا میں نے کیا ہی نہیں یعنی معاف کر دیا اور جو طاعت میں نے نہیں کی تھی اس کو ایسا کر دیا جیسا کہ میں نے کیا ہے۔

یعنی میرے ساتھ وہ معاملہ کیا جو مطیعین کے ساتھ کیا جاتا ہے اس نے مجھے سرو اور سوسن کی طرح آزاد کر دیا۔ اور بخت و دولت کی طرح میرا دل خوش کیا اور اس نے میرا نام اچھے لوگوں کی فہرست میں لکھ لیا۔ اور میں دوزخی بنا مگر اس نے مجھے جنت عطا فرمائی اور میرے تمام جرائم اور گناہ معاف کر دیئے اور اب میرا سیاہ نامۂ اعمال بھی سفید ہو گیا اور کالا منہ بھی روشن ہو گیا۔ میں نے آہ کی تو وہ آہ میرے لئے رسی ہو گئی اور وہ رسی میرے کنوئیں میں لٹک گئی اور میں وہ رسی پکڑ کر نکل آیا اور خوش و خرم اور موٹا تازہ اور سرخ سفید ہو گیا۔ یعنی میری آہ میری خوشی اور نجات کا ذریعہ بن گئی۔ میں گویا کہ ایک کنوئیں کے اندر مقید تھا اور رات دن نالہ وزاری کرتا تھا اور خواہش نفس کی بدولت ایک تنگ جگہ میں محبوس تھا۔ مگر اب میری یہ حالت ہے کہ عالم میں بھی نہیں سماتا۔ اللھم لک الحمد والمنة کہ تو نے مجھے غم سے نجات دے دی۔ ایسی حالت میں اگر میرا ہر بال زبان بن جائے تب بھی تیرا شکر بیان میں نہیں آ سکتے۔ اب میں اس خوشی کے باغ اور اس کے چشموں میں بیٹھا ہوا آوازیں لگا رہا ہوں کہ اے کاش لوگ میری راحت کو جانیں اور اس دولت کو حاصل کریں۔

یہ واقعہ تو ہو چکا۔ اب سنو کہ نصوح کے پاس ایک ہرکارہ آیا اور کہا کہ ہماری شہزادی آپ کو یاد کرتی ہیں تاکہ آپ ان کا سر دھو دیں اور آپ کے سوا کوئی نہلانے والی جو کہ اس کو ملے دلے یا مٹی سے ان کا سر دھو دے مطلوب نہیں ہے۔ نصوح نے اس کے جواب میں کہا کہ میرا ہاتھ بیکار ہو گیا ہے اور تمہاری نصوح بیمار ہو گئی ہے اس لئے میں حاضر نہیں ہو سکتی۔ تم جلدی جا کر کسی اور کو تلاش کر لو۔ کیونکہ بخدا میرا ہاتھ کام کا نہیں رہا۔ یہ تو بلانے والے کو جواب دیا اور اپنے دل میں کہا کہ معصیت حد سے بڑھ گئی ہے اب ایسا نہیں کرنا چاہئے اور نہ میں ایسا کر سکتا ہوں کیونکہ وہ خوف اور انقباض دل کیسے جا سکتا ہے جو کہ میں اس جرم کی بدولت جھیل چکا ہوں۔ ایک دفعہ تو مر چکا تھا۔ اب دوبارہ زندہ ہوا ہوں۔ پس میں موت کی تلخی چکھ چکا ہوں۔ اب میں اپنے کو معرض ہلاک میں نہ ڈالوں گا۔ نیز میں نے خدا سے سچی توبہ کی ہے۔ اب تا دم مرگ اسے نہ توڑوں گا۔ کیونکہ اس مصیبت کے بعد کوئی گدھا ہو گا جو خطرہ کی طرف قدم اٹھائے۔ آدمی تو ایسا نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد مولانا اس گدھے کا قصہ بیان فرماتے ہیں جو ایک مرتبہ مصیبت میں مبتلا ہو کر دوبارہ پھر اسی مصیبت میں مبتلا ہوا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایت در بیان آں کسے کہ توبہ کند و پشیمان شود و باز آں پشیمانیہا را فراموش کند و آزمودہ را باز آزماید در خسارت ابد درافتد کہ من جرب المجرب حلت بہ الندامۃ و چوں توبہٗ او را ثباتے وقوتے وحلاوتے وقبولے ومددے بدو

نرسد چوں درخت بے بیخ ہر روز زردتر وخشک تر نعوذ باللہ من ذٰلک اس بیان میں حکایت کہ کوئی شخص توبہ کرے اور شرمندہ ہو اور پھر ان شرمندگیوں کو بھلا دے اور آزمائے ہوئے کو دوبارہ آزمائے اور مستقل ٹوٹے میں مبتلا ہو جائے کیونکہ جس شخص نے آزمائے ہوئے کو آزمایا اس کو ندامت ہوئی اور جب اس کی توبہ کا ٹکاؤ اور قوت اور شیرینی اور قبولیت اور مدد اس کو حاصل نہ ہو تو وہ بغیر جڑ کے درخت کی طرح ہے جو روزانہ زیادہ زرد اور خشک ہو رہا ہے ہم اس بات سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں

گازرے بود و مر اورا یک خرے	پشت ریش اشکم تہی تن لاغرے
ایک دھوبی تھا جس کا ایک گدھا تھا	زخمی کمر خالی پیٹ کمزور جسم
درمیان سنگلاخ بے گیاہ	روز تا شب بینواہ و بے پناہ
بغیر گھاس کی پتھریلی زمین میں	شب و روز بے سروسامان اور بے پناہ
بہر خوردن غیر آب آنجا نبود	روز و شب بد خرد راں کور و کبود
وہاں کھانے کے لئے پانی کے سوا نہ تھا	گدھا وہاں دن رات اندھا اور تاریک (چشم) تھا
آں حوالی نیستان و بیشہ بود	شیرے بود آنجا کہ صیدش پیشہ بود
اطراف میں جھیلی اور جنگل تھا	وہاں ایک شیر تھا جس کا پیشہ شکار کرنا تھا
شیر را با پیل نر جنگ او فتاد	خستہ شد آں شیر و ماند از اصطیاد
شیر کی نر ہاتھی سے لڑائی ہوئی	وہ شیر زخمی ہو گیا اور شکار کرنے سے عاجز ہو گیا
مدتے واماند زاں ضعف از شکار	بینوا ماندند دد از چاشت خوار
ایک عرصہ تک کمزوری کی وجہ سے شکار سے عاجز رہا	درندے ناشتہ سے محروم ہو گئے
زانکہ باقی خوار شیر ایشاں بدند	شیر چوں رنجور شد تنگ آمدند
کیونکہ وہ شیر کا بچا ہوا کھانے والے تھے	جب شیر بیمار ہو گیا وہ پریشان ہو گئے
شیر یک روباہ را فرمود رو	مر خرے را بہر من صیاد شو
شیر نے ایک لومڑی سے کہا جا	میرے لئے گدھے کی شکاری بن
گر خرے یابی بگرد مرغزار	رو فسونش خواں فریبانش بیار
اگر تو جنگل کے اطراف میں گدھا پائے	جا اس پر منتر پڑھ اس کو فریب دے لے آ

www.besturdubooks.wordpress.com

یا خرے یا گاؤ بہر من بجو	زاں فسونہائے کہ میدانی بگو
یا گدھا یا بیل میرے لئے تلاش کر	جو منتر جو جانتی ہے وہ پڑھ
چوں بیابم قوتے از لحم خر	پس بگیرم بعد ازاں صید دگر
جب میں گدھے کے گوشت سے طاقت پکڑ لوں گا	اس کے بعد میں دوسرا شکار کروں گا
اند کے من میخورم باقی شما	من سبب باشم شمارا در نوا
میں تھوڑا سا کھاؤں گا باقی تم	میں توشہ میں تمہارے لئے سبب بن جاؤں گا
از فسون و از سخنہائے خوشش	نرم گرداں زودتر اینجا کشش
اس کو منتر اور اچھی باتوں سے	نرم کر جلد یہاں لے آ

شرح حبیبی

ایک دھوبی تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا۔ جس کی کمر زخمی اور پیٹ خالی اور جسم دبلا تھا اور ایک پتھریلی زمین میں رہتا تھا جس میں گھاس نہ تھا وہ وہاں رات دن بے گھاس اور بے پناہ رہتا تھا کیونکہ کھانے کے لئے وہاں پانی کے سوا کچھ نہ تھا۔ لہٰذا وہ گدھا وہاں رات دن مبتلائے مصیبت رہتا تھا اور صحرا ایک نیستان اور بن کے قریب تھا۔ جہاں کہ ایک شیر رہتا تھا جس کا کام شکار تھا۔ اتفاقاً اس شیر کی ہاتھی سے لڑائی ہوگئی اس میں شیر زخمی ہوگیا اور شکار کرنے سے عاجز ہوگیا اور ایک عرصہ تک ضعف کے سبب شکار سے عاجز رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اور درندے بھی غذا سے محتاج ہوگئے کیونکہ وہ سب شیر کا بچا کھچا کھانے والے تھے۔ پس جبکہ شیر بیمار ہوگیا تو وہ بھی تنگ ہوگئے آخر شیر نے لومڑی سے کہا کہ تو جا اور میرے لئے کسی گدھے کو شکار کرکے لائے اگر اس مرغ زار کے آس پاس سے کوئی گدھا مل جائے تو اس سے باتیں بنا کے اور اسے دھوکہ دے کے یہاں لے آ۔ خواہ گدھا ہو یا گائے۔ جو کچھ بھی ملے تو میرے لئے ڈھونڈ۔ اور جو تجھے باتیں بنانی آتی ہیں تو اس سے بنا اور اسے دھوکہ دے کے یہاں لے آ۔ جب میں گدھے وغیرہ کے گوشت سے کسی قدر طاقت حاصل کرلوں گا اس میں سے کچھ میں کھالوں گا اور جو بچے گا وہ تمہارا ہوگا۔ اس طرح میں تمہارے سامان خورش کا سبب بن جاؤں گا۔ پس تو اپنے افسوں اور اچھی باتوں سے اسے نرم کرکے جلدی سے یہاں لے آ۔ آگے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

تشبیہ کردن قطب کہ عارف واصل ست در اجرائے دادن خلق از قوت رحمت و مغفرت بر مراتبے کہ حقش الہام داد و تمثیل بشیر کہ اجرے خوار و باقی خوار وے اند بر مراتب قرب ایشاں بشیر نہ قرب مکانی بلکہ از قرب صفتی و تفاصیل ایں بسیارست واللہ الہادی

قطب عارف واصل (بحق) کی مخلوق کو رحمت اور مغفرت کی ان مراتب کے اعتبار سے روزی دینے کی تشبیہ بیان کرنا جو اللہ نے اس کو الہام کیا ہے اور شیر سے مثال دینا کیونکہ وہ اس کے روزی خوار اور بچا

کھچا کھانے والے ہیں شیر سے نزدیکی کے اعتبار سے مکانی قرب کے اعتبار سے نہیں بلکہ صفاتی قرب کے اعتبار سے اور اس کی بہت تفاصیل ہیں اور خدا ہدایت کرنے والا ہے

قطب شیر و صید کردن کار او	باقیاں ایں خلق باقی خوار او
قطب شیر ہے اور شکار کرنا اس کا کام ہے	باقی یہ مخلوق اس کا بچا ہوا کھانے والی ہے
تا توانی در رضائے قطب کوش	تا قوی گردد کند صید وحوش
تجھ سے جب تک ہو سکے قطب کو راضی رکھنے کی کوشش کر	تاکہ وہ قوی ہو جائے اور وحشی جانوروں کا شکار کر سکے
چوں بر نجد بینوا مانند خلق	کز کف عقلست جملہ رزق خلق
جب وہ رنجیدہ ہو جائے گا مخلوق بے سروسامان رہ جائے گی	کیونکہ تمام لوگوں کی روزی عقل کے ہاتھوں سے ہے
زانکہ وجد خلق باقی خورد اوست	ایں نگہدار دل تو صید جوست
کیونکہ مخلوق کی روزی اس کا پس خوردہ ہے	اگر تیرا دل شکاری ہے تو اس کا خیال رکھ
او چو عقل و خلق چوں اعضائے تن	بستۂ عقل ست تدبیر بدن
وہ عقل کی طرح اور مخلوق جسم کے اعضاء کی طرح ہے	جسم کی تدبیر عقل سے وابستہ ہے
ضعف قطب از تن بود از روح نے	ضعف در کشتی بود در نوحؑ نے
قطب کی کمزوری جسم کی ہوتی ہے نہ کہ روح کی	کمزوری کشتی میں ہوتی ہے نہ کہ نوحؑ میں
قطب آں باشد کہ گرد خود تند	گردش افلاک گرد او بود
قطب وہ ہوتا ہے جو اپنے گرد گھومتا ہے	آسمانوں کی گردش اس کے گرد ہوتی ہے
یاریے دہ در مرمت کشتیش	گر غلام خاص و بندہ گشتیش
اس کی کشتی کی مرمت میں مدد کر	اگر تو اس کا خاص غلام اور بندہ ہو گیا ہے
یاریت در تو فزاید نے درو	گفت حق ان تنصروا اللہ ینصر
تیری مدد تجھ میں اضافہ کرے گی نہ کہ اس میں	اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا ہے اگر تم اللہ کی مدد کرو گے وہ مدد کرے گا
ہمچو روبہ صید گیر و کن فدیش	تا عوض گیری ہزاراں صید بیش
لومڑی کی طرح شکار کر اور اس پر قربان ہو جا	تاکہ تو ہزاروں سے زیادہ شکار بدلے میں حاصل کر لے
روبہانہ باشد آں صید مرید	مردہ گیرد صید کفتار مرید
مرید کا شکار لومڑی کی طرح کا ہوتا ہے	سرکش بجو مردے کا شکار کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مردہ پیش او کشی زندہ شود	چرک در پالیز رویندہ شود
تو اس کے سامنے مردہ لے جائے گا وہ زندہ ہو جائے گا	کھاد فالیز میں اگانے والا بن جاتا ہے

شرح حبیبی

قطب شیر ہے اور اس کا کام شکار کرنا ہے اور باقی لوگ اس کا بچا ہوا کھانے والے ہیں یعنی قطب حقائق و معارف کو حق سبحانہ سے حاصل کرتا اور دوسروں پر افاضہ کرتا ہے۔ پس تم سے جہاں تک ہو سکے قطب کو خوش رکھو اور ان کی مالی خدمت کرتے رہو تا کہ وہ قوی ہو جائے اور خوش معارف وحقائق کا شکار کرے اور اس میں سے تمہیں بھیدے اس کی قوت کی اس لئے ضرورت ہے کہ جب وہ ضعیف و بیمار ہوتا ہے اور طاعات جسمانیہ پر قادر نہیں ہوتا تو مخلوق ان فیوض و برکات سے محروم ہو جاتے ہیں جبکہ وہ بذریعہ طاعات جسمانیہ کے حاصل کر کے مخلوق کو ان سے مستفیض کرتا کیونکہ وہ بمنزلہ عقل کے ہے اور مخلوق بمنزلہ حلق کے اور حلق کو جس قدر غذا ملتی ہے وہ بتوسط عقل کے ملتی ہے۔ پس مخلوق کو جس قدر غذائے روحانی ملتی ہے وہ بتوسط قطب ملتی ہے اور بصورت ضعف قطب اس کے اکتساب سے عاجز ہے اس لئے مخلوق کا حرمان لازم ہے کیونکہ مخلوق کو جو کچھ ملتا ہے وہ اس کا پس ماندہ تھا۔

اور صورت مذکورہ میں اس کو وہ غذائے خاص حاصل ہی نہیں ہوئی تو مخلوق کو کیا ہے۔ پس اگر تمہارا دل صید معارف کا شائق ہے تو اس نکتہ کا لحاظ رکھو۔ اور شیخ کی خوب خدمت کرو تا کہ وہ کمزور نہ ہونے پائے اور پوری قوت کے ساتھ طاعات جسمانیہ میں مصروف ہو کر خوب غذائے معارف حاصل کرے اور مخلوق کو اس سے بہرہ مند کرے اسی لئے کہ وہ بمنزلہ عقل کے ہے اور مخلوق بمنزلہ اعضائے جسمانیہ کے اور تدبیر و تربیت اعضاء عقل سے وابستہ ہے۔ لہٰذا عقل کی صحت ضروری ہے۔

ہم نے جو کہا تھا کہ قطب کو راضی کر دو اور اس کی خوب خدمت کرو تا کہ وہ قوی ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا تھا کہ قطب ضعیف بھی ہو جاتا ہے۔ پس تم سمجھو کہ اس کا ضعف صرف جسمانی ہوتا ہے نہ کہ روحانی اور ضعف اس کی کشتی تن میں آتا ہے نہ کہ نوح روح میں۔ کیونکہ قطب تو وہ ہوتا ہے جو اپنا مدار خود ہو اور افلاک اس کے گرد گھومتے ہیں۔ پس جو عالم کا محتاج الیہ ہو وہ کیونکر ضعیف اور محتاج تقویت ہوگا۔ ہاں اس کی کشتی تن میں ضعف اور شکستگی آ سکتی ہے پس تم اگر اس کے غلام خاص ہو تو اس کو کشتی تن کی اصلاح میں مدد دو اور یہ نہ سمجھو کہ ہم شیخ کو نفع پہنچا رہے ہیں کیونکہ اس خدمت میں خود تمہارا فائدہ ہے نہ کہ اس کا۔ کیونکہ اس کی اعانت حق سبحانہ کی اعانت ہے اور حق سبحانہ کی اعانت میں حق سبحانہ کا کچھ فائدہ نہیں۔ بلکہ خود تمہارا فائدہ ہے کہ حق سبحانہ تمہاری اعانت کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ ان تنصروا الله ینصرکم

پس حاصل یہ ہے کہ تم شکار کرو اور کماؤ اور شیخ پر قربان کر دو۔ اس کے معاوضہ میں تم کو ہزاروں صید معارف ملیں۔ یاد رکھو۔ کہ مرید خاص کی کمائی شیخ کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ اس لومڑی کا شکار شیر کے لئے۔ اس لئے اس کی کمائی دنیا نہیں ہوتی۔ جس کو حدیث میں جیفہ اور مردار کہا گیا ہے برخلاف اس کے جو شخص اپنے نفس کے لئے کماتا ہے اس کی مثال ہنڈار کی سی ہے اور اس کی کمائی دنیا اور مردار ہے۔ لیکن اگر تم نے اپنے ہی نفس کے لئے کمایا تھا اور اب تم اس سے شیخ کی خدمت کرو تو گو وہ اول مردار یعنی دنیا تھا مگر اب وہ زندہ یعنی دین ہو جائے گا اور اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

مثال ایسی ہوگئی جیسے کہ کھیت میں کھاد ڈالا جائے اور وہاں وہ نبات بن جائے اور کھانے کے قابل بن جائے۔

فائدہ:۔قال مجدد الملة والملین الفاض اللہ علینا من برکاتہ فی تقریر المقام قولہ تاتوانی در رضائے قطب کوش الخ اس کا یہ مطلب نہیں کہ خود اس پر معارف کا فیضان تمہاری ارضا اور خدمت پر موقوف ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فیضان بلا فاضتہ علیک موقوف ہے اس پر۔ راز اس میں یہ ہے کہ وہ راضی ہو کر تمہارے افاضہ کی طرف متوجہ ہوگا۔

اور اس توجہ و جوش کے وقت عادۃ اللہ یہ ہے کہ اس پر خاص اسرار نفع خلق کے لئے فائض ہوتے ہیں۔ بخلاف خلوت کے کہ اس وقت اکثر فیضان خود اس کے انتفاع کے لئے فائض ہوتے ہیں۔اس لئے آگے فرماتے ہیں۔

مادیت در تو خزاید نے درد الخ انتھی لفظہ الشریف)

جواب گفتن روباہ شیر را

لومڑی کا شیر کو جواب دینا

گفت روبہ شیر را خدمت کنم	حیلہا سازم ز عقلش بر کنم
لومڑی نے شیر سے کہا میں خدمت بجا لاؤں گی	تدبیریں کروں گی اس کو عقل سے بیگانہ کر دوں گی
حیلہ و افسوں گری کار من ست	کار من دستاں و از راہ بردنست
حیلہ اور منتر پڑھنا میرا پیشہ ہے	میرا پیشہ مکر اور دھوکا دینا ہے
از سر کہ جانب جو میشتافت	یک خر مسکین لاغر را بیافت
پہاڑ پر سے نہر کی جانب دوڑ رہی تھی	ایک کمزور مسکین گدھے کو پا لیا
پس سلامے گرم کرد و پیش رفت	پیش آں سادہ دلے درویش رفت
گرم جوشی سے سلام کیا اور سامنے آ گئی	اس سیدھے اور غریب کے سامنے آ گئی
گفت چونی اندریں صحرائے خشک	درمیان سنگلاخ و جائے خشک
بولی اس خشک میدان میں آپ کیسے ہیں؟	پتھریلی زمین اور خشک جگہ میں
گفت خر گر در غمم ور در ارم	قسمتم حق کرد و من زاں شاکرم
گدھے نے کہا میں خواہ غم میں ہوں یا جنت میں	اللہ نے میرا حصہ بنایا ہے میں اس پر شکر گزار ہوں
شکر گویم دوست را در خیر و شر	زانکہ ہست اندر قضا از بد بتر
اچھائی اور برائی میں دوست کا شکر ادا کرتا ہوں	کیونکہ حکم خداوندی میں برے سے بھی زیادہ برا ہے
چونکہ قسام اوست کفر آمد گلہ	صبر باید صبر مفتاح الصلہ
جبکہ وہ تقسیم کرنے والا ہے تو شکوہ کفر ہے	صبر کرنا چاہئے صبر عطیہ کی کنجی ہے

باز گفت الصبر مفتاح الفرج	صابراں را کے رسد جور و حرج
پھر اس نے کہا صبر کشادگی کی کنجی ہے	صبر کرنے والوں کو سختی اور تنگی کب آئی ہے؟
راضیم من قسمت قسام را	کہ خداوندست خاص و عام را
میں تقسیم کرنے والے کی تقسیم پر راضی ہوں	کیونکہ وہ خاص و عام کا آقا ہے
بہرہ ور از نعمت او خاص و عام	میرساند روزی وحش و ہوام
اس کی نعمت سے خاص و عام فائدہ اٹھاتے ہیں	وہ وحشی جانوروں اور کیڑے مکوڑوں کو روزی پہنچاتا ہے
مرغ و ماہی قسمت خود میخورند	مور و مار از نعمت او می چرند
پرند اور مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں	چیونٹیاں اور سانپ اس کی نعمت کھاتے ہیں
خوان او سر تا سر عالم گرفت	بر سر خوانش خلائق در شگفت
اس کے دستر خوان نے پورے عالم کو گھیر لیا ہے	مخلوق اس کے دستر خوان پر تعجب میں ہے
می خورند و ہیچ کم ناید ازاں	کیست بے روزی بگو اندر جہاں
وہ کھا رہے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں آتی ہے	بتا! دنیا میں بے روزی کون ہے؟
باش راضی گر توئی دل زندۂ	کو رساند روزی ہر بندۂ
اگر تو زندہ دل ہے، راضی رہ	وہ ہر بندہ کو روزی پہنچاتا ہے
غیر حق جملہ عدوند اوست دوست	با عدو از دوست شکوہ کے نکوست
اللہ (تعالیٰ) کے علاوہ سب دشمن ہیں وہ دوست ہے	دشمن سے دوست کا شکوہ کب بھلا ہے؟
شکر کن تا نایدت از بد بتر	ورنہ مانی ناگہاں در گل چو خر
شکر ادا کرتا رہ تاکہ تجھے بد سے بدتر نہ ملے	ورنہ تو کیچڑ کے گدھے کی طرح رہ جائے گا
تا دہد دو غم نخواہم انگبیں	زانکہ ہر نعمت غمے دارد قریں
جب تک وہ مجھے چھاج پلائے گا میں شہد نہ مانگوں گا	کیونکہ ہر نعمت اپنے ساتھ کوئی غم رکھتی ہے
گنج بے مار و گل بے خار نیست	شادی بے غم دریں بازار نیست
خزانہ بغیر سانپ کے اور پھول بغیر کانٹے کے نہیں ہے	بغیر غم کی خوشی اس بازار میں نہیں ہے
یک حکایت یاد دارم از پدر	در نصیحت گفت روزے کاے پسر
مجھے باپ کی ایک کہانی یاد ہے	اس نے ایک روز نصیحت میں کہا اے بیٹا!

حکایت دیدن خر سقائے با نوائے اسپان تازی را در آخر خاص و تمنا بردن آں دولت را' در موعظۂ آنکہ تمنا نباید بردن الا بمغفرت و عنایت کہ اگر چہ صد گوں رنجے بود چوں لذت مغفرت بود ہمہ شیریں شود باقی ہر دولتے کہ آں را نا آزمودہ تمنا میبری باآں رنجے قرین ست کہ آں را نمی بینی چنانکہ از ہر دامے دانہ پیدا شود و فخ پنہاں تو دریں یک دام ماندہ و تمنا میبری کہ کاشکے باآں دانہا رفتے' پنداری کہ آں دانہا بیدام است

سقے کے گدھے کا' خاص اصطبل میں ساز و سامان کے ساتھ عربی گھوڑوں کو دیکھنے کی حکایت اور اس دولت کی تمنا کرنا اس نصیحت کے بارے میں کہ سوائے مغفرت اور مہربانی کے تمنا نہ کرنی چاہئے' خواہ سینکڑوں تکالیف ہوں جب مغفرت کی لذت حاصل ہو جائے گی وہ (تکالیف) سب شیریں ہو جائیں گی بقیہ ہر دولت کی بغیر آزمائے تو تمنا کرے تو اس کے ساتھ کوئی تکلیف ہوگی جس کو تو نہیں دیکھ رہا ہے جیسا کہ ہر جال کا دانہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور جال پنہاں ہوتا ہے تو اس جال میں رہتے ہوئے تمنا کرتا ہے کاش کہ اس دانے تک پہنچ جاتا تو خیال کرتا ہے کہ وہ دانے بغیر جال کے ہیں

بود سقائے مر او را یک خرے	گشتہ از محنت دوتا چوں چنبرے
ایک سقے کا ایک گدھا تھا	مشقت کی وجہ سے حلقہ کی طرح دہرا ہو گیا تھا
پشتش از بار گراں دہ جائے ریش	عاشق و جویائے روز مرگ خویش
بھاری بوجھ کی وجہ سے اس کی کمر دس جگہ سے زخمی تھی	وہ اپنی موت کے دن کا جویاں اور عاشق تھا
جو کجا از کاہ خشک او سیر نے	در عقب زخمے و تیغ آہنے
جو کہاں؟ وہ خشک گھاس سے بھی پیٹ بھرا نہ تھا	پیچھے زخم اور لوہے کی تیغ
میر آخر دید او را رحم کرد	کآشنائے صاحب خر بود مرد
اصطبل کے داروغہ نے اس کو دیکھا' رحم کیا	کیونکہ وہ گدھے کے مالک کا شناسا تھا
پس سلامش کرد و پرسیدش ز حال	کز چہ ایں خر گشت دوتا ہمچو دال
اس کو سلام کیا اور اس سے حال پوچھا	کہ یہ گدھا دال کی طرح کیوں دہرا ہو گیا؟
گفت از درویشی و تقسیر من	کہ نمی یابد جو ایں بستہ دہن
اس نے کہا میری مفلسی اور کوتاہی سے	کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے ہیں
گفت بسپارش بمن تو روز چند	تا شود در آخر شہ زور مند
اس نے کہا اس کو چند دن کے لئے میرے سپرد کر دے	تاکہ شاہی اصطبل میں طاقتور بن جائے

خر بدو بسپرد واز زحمت برست	درمیان آخر سلطانش بست
اس نے گدھا اس کے سپرد کر دیا اور زحمت سے چھوٹ گیا	اس نے اس کو شاہی اصطبل میں باندھ دیا
خر زہر سو مرکب تازی بدید	بانوا و فربہ و خوب و جدید
گدھے نے ہر جانب عربی گھوڑے دیکھے	با سروسامان اور موٹے اور عمدہ اور نئے
زیر پاشاں روفتہ و آبے زدہ	کہ بوقت و جو بہنگام آمدہ
ان کے پاؤں کی زمین جھاڑو دی ہوئی اور پانی چھڑکی ہوئی	گھاس اور جو بروقت حاضر
خارش و مالش مراسپاں را بدید	پوز بالا کرد کاے رب مجید
گھوڑوں کی مالش اور کھریرا دیکھا	اس نے منہ اوپر اٹھایا کہ اے بزرگ پروردگار!
نہ کہ مخلوق توام گیرم خرم	از چہ زار و پشت ریش و لاغرم
کیا میں تیری مخلوق نہیں ہوں مانا کہ میں گدھا ہوں	میں کس وجہ سے عاجز اور زخمی کمر اور لاغر ہوں
شب ز درد پشت واز جوع شکم	آرزو مندم بمردن دمبدم
رات کو کمر کے درد اور پیٹ کی بھوک سے	لمحہ بہ لمحہ میں مرنے کا آرزو مند ہوں
حال ایں اسپاں چنیں خوش بانوا	من چہ مخصوصم بتعذیب و بلا
ان گھوڑوں کی ایسے ساز و سامان کے ساتھ عمدہ حالت	میں عذاب اور مصیبت کے ساتھ مخصوص کیوں ہوں؟
ناگہاں آوازۂ پیکار شد	تازیاں را وقت زین و کار شد
اچانک جنگ کا اعلان ہو گیا	عربی گھوڑوں کی زین اور کام کا وقت آ گیا
زخمہائے تیر خوردند از عدو	رفت پیکانہا در ایشاں سو بسو
انہوں نے دشمنوں کے تیروں کے زخم کھائے	جگہ جگہ ان میں تیر گھس گئے
از غزا باز آمدند آں تازیاں	اندر آخر جملہ افتادہ ستاں
وہ عربی گھوڑے جنگ سے لوٹے	اصطبل میں سب چت پڑے ہوئے تھے
پایہا شان بستہ محکم بانوار	نعلبنداں ایستادہ در قطار
نوار سے ان کے پاؤں مضبوط بندھے ہوئے تھے	نعلبند لائن میں کھڑے تھے
می شگافیدند تنہا شاں بہ نیش	تابروں آرند پیکا نہاز ریش
انہوں نے نشتر سے ان کے بدنوں میں چیرا دیا	تاکہ زخم سے تیر باہر نکالیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں خرآں را دید میگفت اے خدا	من بفقر و عافیت دادم رضا
جب گدھے نے انہیں دیکھا کہہ رہا تھا اے خدا!	میں نے مفلسی اور آرام پر رضامندی دی
زاں نوا بیزارم و زیں زخم زشت	ہر کہ خواہد عافیت دنیا بہشت
میں اس سرو سامان سے اور اس برے زخم سے بیزار ہوں	جس نے عافیت چاہی اس نے دنیا چھوڑ دی

شرح حبیبی

لومڑی نے شیر سے کہا کہ میں حضور کی خدمت کروں گی اور میں ایسی تدبیریں کروں گی کہ شکار کو احمق بنا دوں گی۔ چالاکی اور منتر پھونکنا تو میرا خاص کام ہے کیونکہ میرا کام ہی فریب دینا اور بے راہ کرنا ہے۔ یہ کہہ کر وہ روانہ ہو گئی۔ وہ پہاڑ پر سے ندی کی طرف جا رہی تھی کہ ایک بے چارہ گدھا راہ میں اسے مل گیا اس نے اسے نہایت تپاک سے سلام کیا اور آگے بڑھ کر اس احمق فقیر کے پاس گئی۔ وہاں جا کر اس نے کہا کہ آپ اس خشک جنگل میں پتھریلی زمین اور خشک مقام میں کیوں رہتے ہیں۔ گدھے نے جواب دیا کہ میں مصیبت میں ہوں یا راحت میں۔ جس حال میں بھی ہوں اس پر خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کیونکہ میرا یہ حصہ اسی نے مقرر کیا ہے۔ اور میں اس دوست کا بھلائی برائی ہر دو حالت میں شکر ادا کرتا ہوں۔ بھلائی میں شکر کرنا تو ظاہر ہے برائی میں شکر اس سے کرتا ہوں کہ تقدیر الٰہی میں بری حالت سے بھی زیادہ میری حالت ہے پس میں اس کا شکر کرتا ہوں کہ اس نے مجھے زیادہ برائی سے بچا لیا اور چونکہ تقسیم کرنے والا وہ ہے اس لئے میں گلہ نہیں کرتا کیونکہ خدا کی شکایت کفر ہے۔ بلکہ شکر کرتا ہوں اور صبر بھی جانتے ہیں کیونکہ صبر انعام خداوندی کا ذریعہ ہے یہ جواب اس نے لومڑی کو دیا اور یہ بھی کہا کہ صبر فراخی کا ذریعہ ہے اس لئے میں صبر کرتا ہوں کیونکہ صابروں کو تکلیف اور تنگی نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کا صبر تکلیف کو کالعدم کر دیتا ہے۔

الغرض میں قسام ازل کی تقسیم پر راضی ہوں کیونکہ وہ عوام و خواص سب کا مالک ہے اور سب کی خبر لیتا ہے اس کے انعام سے عوام و خواص سب متمتع ہیں اور وہ وحوش اور کیڑوں سے مکوڑوں تک کو روزی دیتا ہے۔ ہوا میں پرندے اور پانی میں مچھلیاں اپنا حصہ کھاتے ہیں اور چیونٹی اور سانپ تک اس کی نعمت کھاتے ہیں اس کا خوان عالم کے اس سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا ہوا ہے اور اس خوان پر مخلوق بیٹھی ہوئی متعجب ہے کیونکہ وہ اس میں سے کھاتے ہیں اور اس میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی۔ اب مولانا مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں کہ تم بتلاؤ کہ۔ جہاں میں کون ہے جسے رزق نہیں ملتا۔ لامحالہ تم یہی کہو گے کہ کوئی نہیں تو جب حق سبحانہ ایسے منعم اور ایسے محسن ہیں کہ ہر کسی کو لامحالہ رزق پہنچاتے ہیں تو اگر تم زندہ دلی ہو تو تم کو خوش رہنا چاہئے کیونکہ وہ ہر بندے کو روزی پہنچاتا ہے لہٰذا تم کو بھی پہنچائے گا اور ہرگز شکایت نہ کرنی چاہئے کیونکہ جس سے تم شکایت کرو گے وغیر خدا ہوگا اور غیر خدا دشمن ہے۔ پس یہ شکایت ہوگی دوست کی دشمن سے اور دوست کی شکایت دشمن سے کب اچھی بات ہے اور جو حالت بھی ہو اس پر تم کو شاکر رہنا چاہئے تاکہ اس سے زیادہ برائی تم کو لاحق نہ ہو۔ ورنہ تم مصیبت میں یوں پھنس کر رہ جاؤ گے جیسے گدھا دلدل میں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس مضمون کو ختم کر کے گدھے کے بیان کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گدھے نے کہا کہ میری تو یہ حالت ہے کہ جب تک مجھے چھاچھ (قوت لایموت) ملے میں شہد (عمدہ غذا) نہیں مانگتا۔ اس لئے کہ ہر نعمت کے ساتھ ایک مصیبت ہوتی ہے اور جس طرح کوئی خزانہ بے سانپ کے اور کوئی گل بے خار کے نہیں ہے یوں ہی دنیا میں کوئی خوشی بے غم کے نہیں ہے۔ پس میرا نعمت کی خواہش کرنا تمنا ہے اس مصیبت کے جو اس کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس کے متعلق مجھے اپنے باپ کے ایک حکایت ہے سنو۔ انہوں نے نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا ایک سقہ تھا اور اس کے پاس ایک گدھا تھا وہ گدھا تکلیف کے سبب حلقہ کی طرح ٹیڑھا ہو گیا تھا۔ اور بھاری بوجھ کے سبب اس کی کمر متعدد مقامات سے زخمی تھی اور وہ مصیبت کے سبب اپنی موت کے دن کا عاشق اور اس کا طالب تھا۔ اسے قوت کہاں نصیب تھی۔ گھاس بھی پیٹ بھر کر نہ ملتا تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ آر کے کوچوں سے پیٹھ زخمی ہو رہی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر داروغہ اصطبل نے اس پر رحم کیا کیونکہ وہ گدھے والے کا دوست تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک روز داروغہ مذکور سقے کے پاس آیا اور سلام کیا اور حالت دریافت کی اور کہا کہ یہ گدھا حرف دال کی طرح خمیدہ کیوں ہو رہا ہے اس نے جواب دیا کہ میری مفلسی اور کمی معاش کے سبب کیونکہ اس بے زبان کو جو نہیں ملتے اس نے کہا کہ اچھا چند روز کے لئے تم اسے میرے حوالہ کر دو تا کہ یہ شاہی اصطبل میں رہ کر قوی ہو جائے۔ اس نے گدھا اس کے حوالے کر دیا۔ اور خود مصیبت سے چھوٹ گیا داروغہ نے اسے لے جا کر شاہی اصطبل میں باندھ دیا۔ گدھے نے وہاں پہنچ کر دیکھا کہ ہر طرف عربی گھوڑے کھڑے ہیں جو کہ باسامان اور موٹے تازے اور عمدہ اور نئے ہیں ان کا تھان صاف اور چھڑکاؤ کیا ہوا ہے اور وقت پر گھاس ملتا ہے اور وقت پر جو آتے ہیں نیز اس نے دیکھا کہ گھوڑوں کے کھرا کیا جاتا ہے اور ان کا ملا دلا جاتا ہے۔ یہ حالت دیکھ کر اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا کہ اے اللہ رب مجید مانا کہ میں گدھا ہوں مگر کیا تیری مخلوق نہیں ہوں۔ پھر کیا بات ہے کہ میں مصیبت زدہ ہوں اور میری کمر زخمی ہے اور دبلا ہوں اور رات کو پیٹھ کی تکلیف اور پیٹ کی بھوک سے ہر دم مرنے کا متمنی ہوں۔ مگر گھوڑوں کی جگہ ایسی اچھی اور باسامان ہے۔ پس میں اس عذاب اور مصیبت کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا ہوں اس کے بعد دفعۃً اعلان جنگ ہو گیا اور گھوڑوں پر زین کسنے اور ان سے کام لینے کا وقت آ گیا اور وہ دشمن کے مقابلہ پر بھیج دیے گئے وہاں انہوں نے دشمن کے ہاتھ سے تیر کھائے اور ان کے جسموں میں ہر طرف پیکانیں گھس گئیں۔ آخر کار وہ جنگ سے واپس آئے اور اصطبل میں ان کو چت لٹایا گیا اور ان کے پاؤں نوار سے مضبوط باندھے گئے اور نعلبند قطار در قطار کھڑے ہوئے۔ ان کے جسموں کو نشتر سے چیرتے تھے تا کہ ان کے زخموں سے پیکانیں نکالیں۔ جب گدھے نے یہ حالت دیکھی تو کہا کہ اے اللہ میں فقر اور عافیت پر راضی ہوں اور انہیں ساز و سامان اور زخم سے برأت ظاہر کرتا ہوں۔

خلاصہ یہ کہ جو شخص عافیت چاہے اس کو چاہئے کہ دنیا کو چھوڑ دے اور تلذذات و نعمات کے پیچھے نہ پڑے۔

فائدہ:۔ ہر کہ خواہد عافیت مولانا کا مقولہ ہے جو بطور انتقال کے ہے۔ واللہ اعلم)

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب گفتن روباہ خررا

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ جستن رزق حلال	فرض باشد از برائے امتثال
لومڑی نے کہا حلال رزق کا تلاش کرنا	حکم بجا لانے کے لئے فرض ہوتا ہے
عالم اسباب و رزقے بے سبب	می نیاید پس مہم باشد طلب
یہ عالم اسباب ہے اور بغیر سبب کے رزق	حاصل نہیں ہوتا ہے تو طلب کرنا ضروری ہے
وابتغوا من فضل اللہ است امر	تانباید غصب کردن ہمچو نمر
"اور اللہ کا فضل طلب کرو" حکم ہے	تاکہ چیتے کی طرح چھیننا نہ پڑے
گفت پیغمبر کہ بر رزق ای فتیٰ	در فروبست ست و بر در قفلہا
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے نوجوان! رزق کا	دروازہ بند ہے اور دروازے پر تالے ہیں
جنبش و آمد شد ما واکتساب	ہست مفتاحی بران قفل و حجاب
ہماری حرکت اور آنا جانا اور کمانا	اس تالے اور پردے کی کنجی ہے
بے کلید ایں در کشادن راہ نیست	بے طلب ناں سنت اللہ نیست
بغیر کنجی کے اس دروازے کے کھلنے کی راہ نہیں ہے	بغیر جستجو کے روٹی اللہ کی سنت نہیں ہے
گر تو بنشینی بچاہے اندروں	رزق کے آید برت اے ذوفنوں
اگر تو کنویں میں جا بیٹھے	تیرے پاس رزق کب آئے گا؟ اے صاحب تدابیر!

شرح حبیبی

لومڑی نے جواب دیا کہ روزی حلال کا تلاش کرنا اطاعت امر خداوندی کے لئے فرض ہے۔ نیز عالم اسباب ہے اور رزق بے سبب کے حاصل ہو جائے ہو نہیں سکتا۔ لہذا طلب ضروری ہے اسی لئے حق سبحانہ کا حکم ہے کہ وابتغوا من فضل اللہ جس کے معنی ہیں روزی تلاش کرو۔ پس تم کو روزی تلاش کرنا چاہئے اور چیتے کی طرح دوسروں کے مال پر خواہ مخواہ قبضہ کرنا نہیں چاہئے۔

دیکھو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رزق کا دروازہ بند ہے اور اس پر قفل لگے ہوئے ہیں اور ہماری حرکت اور دوڑ دھوپ۔ اور ہمارا کسب اس قفل کی کنجی ہے جس سے وہ کھلتا ہے اور بدوں طلب کے روزی ملنا خدا کی عادت نہیں ہے۔ دیکھو اگر تم ایک کنوئیں میں بیٹھ جاؤ تو رزق تمہارے پاس کہاں سے آ جائے گا۔ پس ان امور پر نظر کر کے تم کو رزق طلب کرنا چاہئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب گفتن آں خر روباہ را

اس گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت از ضعف توکل باشد آں	ورنہ بدہد ناں کسے کو داد جاں
اس نے کہا توکل کی کمزوری سے یہ ہوتا ہے	ورنہ وہ روٹی (بھی) دیتا ہے جس نے جان دی ہے
ہر کہ جوید بادشاہی و ظفر	کم نیاید لقمۂ ناں اے پسر
جو شخص شاہی اور کامیابی چاہتا ہے	اے بیٹا! (پہلے بھی) اس کے لئے روٹی کا لقمہ کم نہیں ہوتا ہے
دام و دد جملہ شدہ اکال رزق	نے پے کسب اندو نے حمال رزق
چرندے اور درندے سب رزق کھانے والے ہیں	نہ وہ کمائی کے درپے ہیں نہ رزق کو لادنے والے ہیں
جملہ را رزاق روزی می دہد	قسمت ہر یک بہ پیشش می نہد
سب کو رزق دینے والا روزی دیتا ہے	ہر ایک کا حصہ اس کے سامنے رکھ دیتا ہے
رزق آید پیش ہر کہ صبر جست	رنج و کوششہا ز بے صبری تست
جس نے صبر اختیار کیا رزق اس کے سامنے آ جاتا ہے	محنت اور کوششیں' تیری بے صبری کی وجہ سے ہیں

شرح حبیبی

اس کے جواب میں گدھے نے کہا کہ یہ باتیں توکل کی کمزوری کے سبب ہیں ورنہ جو بے طلب جان دیتا ہے وہ ہی بے طلب روٹی بھی دے گا۔ پس ہم کو توکل کو قوی کرنا چاہئے اور روٹی کی فکر میں نہ پڑنا چاہئے کیونکہ توکل اعلیٰ ہے اور جستجوئے رزق ادنیٰ۔ طلب اعلیٰ کی ہونی چاہئے ادنیٰ خود مل جاتی ہے۔ مثلاً جو کوئی سلطنت اور فتح کا طالب ہو گا۔ روٹی اسے خواہ مخواہ مل جائے گی۔ پس ہم کو پست ہمت کیوں بننا چاہئے اور سلطنت کیوں نہ طلب کرنی چاہئے۔

دیکھو چرندے درندے سب اپنی اپنی روزی کھاتے ہیں حالانکہ نہ وہ کسب کے درپے ہیں اور نہ روٹی پلے باندھے پھرتے ہیں۔ پس خدا سب کو روزی دیتا ہے اور جس قدر اس کے لئے مقدر ہے اتنا اس کے سامنے رکھتا ہے اور جو شخص صبر اختیار کرتا ہے اس کو روٹی ضرور ملتی ہے۔ پس زحمت کسب اور رزق کے لئے کوششیں یہ سب تمہاری بے صبری کا نتیجہ ہیں۔

جواب گفتن روباہ خر را کہ من راضیم بہ قسمت خود

لومڑی کا گدھے کی اس بات کا جواب دینا کہ میں اپنے حصہ پر راضی ہوں

گفت روبہ آں توکل نادرست	کم کسے اندر توکل ماہر ست
لومڑی نے کہا' یہ توکل نایاب ہے	بہت کم ہیں' جو توکل میں ماہر ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گرد نادر گشتن از نادانی ست	ہر کسے را کے رہ سلطان ست
نایاب کا چکر لگانا نادانی ہے	ہر شخص کو شاہی کرنے کا راستہ کب میسر ہے؟
چوں قناعت را پیغمبرؐ گنج گفت	ہر کسے را کے رسد گنج نہفت
جب کہ قناعت کو پیغمبرؐ نے خزانہ کہا ہے	ہر شخص کو چھپا ہوا خزانہ کب ملتا ہے؟
حد خود بشناس و بر بالا مپر	تا نیفتی در نشیب شور و شر
اپنا رتبہ پہچان اور اونچا نہ اڑ	تاکہ تو شور و شر کے گڑھے میں نہ گرے
جہد کن و اندر طلب سعیے نما	چوں نداری در توکل صبر ہا
محنت کر اور طلب میں کوشش کر	جبکہ تو توکل میں صبر نہیں کر سکتا ہے

شرح حبیبی

لومڑی نے کہا کہ جو حقیقی توکل ہے وہ شاذ و نادر ہے اور بہت کم لوگ ہیں جو توکل کے ماہر ہیں۔ پس جبکہ توکل بہت کم یاب ہے تو اس کا مشتاق ہونا حماقت ہے کیونکہ ہر کسی کو بادشاہی نہیں ملتی اور چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قناعت کو خزانہ فرمایا ہے اس لئے یہ خود دلیل ہے اس کی کمیابی کی۔ کیونکہ مخفی خزانہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔ پس تم کو اپنے مرتبہ پر رہنا چاہئے اور زیادہ بلند پروازی نہ کرنی چاہئے۔ تاکہ تم شور و شر کے گڑھے میں نہ گرو۔ اور چونکہ تم توکل کی حالت میں صبر نہیں کر سکتے جس کی اس میں ضرورت ہے لہٰذا تم کو کوشش کرنی چاہئے اور طلب رزق میں سرگرم ہونا چاہئے۔

باز جواب گفتن خر روباہ را

گدھے کا دوبارہ لومڑی کو جواب دینا

گفت خر معکوس میگوئی بداں	شور و شر از طمع آید سوئے جاں
گدھے نے کہا سمجھ لے تو نے الٹی بات کہہ دی ہے	جان کی جانب شور و شر لالچ سے آتا ہے
از قناعت ہیچ کس بے جاں نشد	از حریصی ہیچکس سلطاں نشد
قناعت سے کوئی شخص نہیں مرا ہے	لالچ کرنے سے کوئی شخص بادشاہ نہیں بنا ہے
ناں ز خوکان و سگاں نبود دریغ	کسب مردم نیست ایں باران و میغ
رزق سوروں اور کتوں سے (بھی) رکا ہوا نہیں ہے	بارش اور ابر انسانوں کی کمائی نہیں ہے
آنچنانکہ عاشقی بر رزق زار	ہست عاشق رزق ہم بر رزق خوار
جس طرح تو رزق کا عاشق زار ہے	رزق بھی رزق کھانے والے کا عاشق ہے

گر تو نشتابی بیاید بر درت	ورتو بشتابی دہد درد سرت
اگر تو نہ دوڑے گا وہ تیرے در پر آئے گا	اگر تو دوڑے گا وہ تیرے سر میں درد کر دے گا

در تقریر معنی توکل وحکایت آں زاہد کہ توکل را امتحان میکرد واز اسباب منقطع شد واز شہر بیرون آمد واز شوارع ورہگذر خلق دور شد و پس بن کوہے مہجور در غایت گرسنگی سر بر سنگے نہاد و باخود گفت توکل کردم بر سبب سازی ورزاقی تو واز اسباب منقطع شدم تا بہ بینم سببیت توکل را

توکل کے معنی کی تقریر اور اس زاہد کا قصہ جو توکل کا امتحان کرتا تھا اور اسباب سے جدا ہو گیا تھا اور شہر سے باہر آ گیا تھا اور راستوں اور لوگوں کی رہگذر سے دور ہو گیا تھا اور بے آباد پہاڑ کی جڑ کے نیچے انتہائی بھوک کی حالت میں ایک پتھر پر سر رکھے ہوئے تھا اور اپنے آپ سے کہتا تھا کہ (اے خدا) میں نے تیری سبب سازی اور رزاقی پر توکل کیا ہے اور اسباب سے علیحدہ ہو گیا ہوں تا کہ میں توکل کے سبب بنجانے کو دیکھوں

آں یکے زاہد شنید از مصطفیؐ	کہ یقیں آید بجاں رزق از خدا
ایک زاہد نے مصطفیؐ (کی جانب) سے سنا	کہ جان کو رزق یقینا پہنچتا ہے
گر بخواہی ور نخواہی رزق تو	پیش تو آید دواں از عشق تو
خواہ تو چاہے یا نہ چاہے تیرا رزق	تیرے عشق میں دوڑتا ہوا تیرے سامنے آ جاتا ہے
از برائے امتحاں آں مرد رفت	در بیاباں نزد کوہے خفت تفت
امتحان کے لئے وہ شخص روانہ ہوا	جنگل میں پہاڑ کے پاس جلد جا سو یا
کہ بہ بینم رزق مے آید بمن	تا قوی گردد مرا در رزق ظن
کہ میں دیکھتا ہوں رزق میرے پاس آتا ہے؟	تا کہ رزق کے بارے میں میرا خیال مضبوط ہو جائے
کاروانے راہ گم کرد و کشید	سوئے کوہ آں ممتحن را خفتہ دید
ایک قافلہ نے راستہ گم کر دیا اور آ گیا	پہاڑ کی جانب اس آزمائش کرنے والے کو سوتا دیکھا
گفت ایں مرد ایں طرف چونست عور	در بیاباں از رہ و از شہر دور
بولا یہ شخص اس طرف اکیلا کیوں ہے؟	جنگل میں راستہ اور شہر سے دور
اے عجب مردہ است یا زندہ کہ او	می نترسد ہیچ از گرگ و عدو
تعجب ہے یہ مردہ ہے یا زندہ کہ وہ	بھیڑیئے اور دشمن سے بالکل نہیں ڈرتا ہے
آمدند و دست بروے میزدند	قاصداً چیزے نگفت آں ارجمند
وہ آئے اور ہاتھ اس پر دھرا	اس نیک بخت نے جان کر کچھ نہ کہا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم نجنبید و نجنبانید سر	وانکرد از امتحاں ہیچ او بصر
ہلا بھی نہیں اور نہ سر ہلایا	آزمانے کے لئے اس نے بالکل آنکھ نہ کھولی
پس بگفتند ایں ضعیف بے مراد	از مجاعت سکتہ اندر اوفتاد
پھر انہوں نے کہا یہ بے مراد کمزور	بھوک کی وجہ سے بے ہوش ہو گیا ہے
ناں بیاوردند و در دیگے طعام	تابریزندش بحلقوم و بکام
وہ روٹی اور دیگچی میں کھانا لائے	تاکہ اس کے حلق اور تالوے میں ڈال دیں
پس بقاصد مرد دنداں سخت کرد	تا ببیند صدق آں میعاد مرد
تو (اس) شخص نے جان بوجھ کر دانت بند کر لئے	تاکہ وہ شخص وعدہ کی سچائی دیکھ لے
رحم شاں آمد کہ ایں بس بینواست	وز مجاعت ہالک مرگ و فناست
ان کو رحم آیا کہ بہت بے سروسامان ہے	اور بھوک سے موت اور فنا میں تباہ ہے
کارد آوردند و قوم اشتافتند	بستہ دندانہاش را بشگافتند
وہ چھری لائے اور لوگ دوڑ پڑے	انہوں نے اس کے بند دانتوں کو کھولا
ریختند اندر دہانش شوربا	می فشردند اندر و نان پارہا
انہوں نے شوربا اس کے منہ میں ڈالا	اس کے اندر انہوں نے روٹی کے ٹکڑے ملے تھے
گفت اے دل گرچہ خودتن میزنی	راز میدانی و نازے می کنی
اس نے کہا اے دل! اگرچہ تو خاموش ہے	تو راز جان گیا ہے اور ناز کر رہا ہے
گفت دل دانم بقاصد می کنم	رازق اللہ ست برجان و تنم
دل نے کہا میں جانتا ہوں اور قصداً کر رہا ہوں	میری جان اور جسم کا رزق دینے والا اللہ ہے
امتحاں زیں بیشتر خود چوں بود	رزق سوئے صابراں خوش میرود
اس سے زیادہ کیا آزمائش ہو گی؟	صابروں کی جانب رزق اچھی طرح آتا ہے
تابدانی وز توکل نگذری	حرص آوردن چہ باشد از خری
تاکہ تو سمجھ لے اور توکل سے درگزر نہ کرے	حرص کرنا کیا ہوتا ہے؟ گدھے پن سے ہے
بعد ازاں بکشاد آں مسکیں دہن	گفت کردم امتحان رزق من
اس کے بعد اس مسکین نے منہ کھول دیا	کہا میں نے رزق کا امتحان کر لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر چہ گفت آں رسولؐ پاک جیب	ہست حق ونیست دروے ہیچ ریب
جو کچھ اس پاک دل رسولؐ نے فرمایا	برحق ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں ہے

شرح حبیبی

گدھے نے کہا کہ دیکھو تو الٹی گفتگو کر رہی ہے کہ قناعت کو موجب وقوع در فتنہ وفساد کہہ رہی ہے کیونکہ فتنہ و فساد طمع سے آدمی کو لاحق ہوتے ہیں نہ کہ قناعت سے اور تو جو مجھے ترک قناعت واختیار حرص کے ترغیب دیتے ہیں اس کے متعلق میں کہتا ہوں کہ قناعت سے کوئی شخص مرتا نہیں اور محض حرص کے بدوں اعانت تقدیر الٰہی کوئی شخص بادشاہ نہیں ہوا۔ ایسی حالت میں قناعت کو کیوں چھوڑا جائے۔ اور حرص کو کیوں اختیار کیا جائے۔ روٹی تو سوروں اور کتوں کو بھی ملتی ہے پھر اس کے لئے دوڑ دھوپ کیوں کی جائے۔ اور بالفرض طلب رزق کے لئے کوشش بھی کی جائے تو اس میں بھی آخر میں توکل کی ضرورت ہے۔ کیونکہ مبادی رزق غیر اختیاری ہیں مثلاً بارش اور ابر میں بندوں کے کسب کو کچھ دخل نہیں تو جبکہ کسب کا مآل بھی توکل ہی ہے تو کسب کیوں گوارا کی جائے ابتداء ہی سے توکل کیوں نہ کر لیا جائے۔ جو ہمارے لئے رزق کا سامان کرتا ہے وہ پہنچا بھی دے گا۔

یاد رکھو جس طرح تم رزق پر عاشق ہو یونہی رزق ہی تم پر عاشق ہے۔ پس اگر تم اس کی طرف نہ دوڑو گے۔ تو وہ تمہاری طرف خود دوڑے گا اگر تم اس کی طرف دوڑو گے تو وہ تمہیں پریشان کرے گا کیونکہ اس حالت میں وہ مطلوب ہے۔

عشق رزق کے ثبوت کے لئے ہم ایک واقعہ تم سے بیان کرتے ہیں سنو کسی زاہد نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ حق سبحانہ کی جانب سے رزق جاندار کو یقیناً پہنچتا ہے۔ پس خواہ تم چاہو یا نہ چاہو۔ تمہارا رزق تمہارے عشق سے ضرور تمہارے پاس آئے گا یہ سن کر وہ شخص آزمائش کے لئے چل دیا اور جنگل میں ایک پہاڑ کے پاس جا کر لیٹ رہا۔ بدیں خیال کہ دیکھوں میرا رزق میرے پاس بھی آتا ہے تا کہ اگر وہ مجھے مل جائے تو میرا عقیدہ اور پختہ ہو جائے۔ اتفاق سے ایک قافلہ راستہ بھول گیا اور پہاڑ پر پہنچ گیا اور وہاں پہنچ کر آزمائش کرنے والے کو سوتا پایا۔ اس وقت اس نے کہا کہ یہ آدمی یہاں جنگل میں؟ راستہ اور شہر سے دور بے سروسامان کیوں پڑا ہے۔ نہیں معلوم کہ یہ مردہ ہے یا زندہ۔ اگر زندہ ہے تو تعجب ہے کہ وہ بھیڑیئے اور دشمن سے بھی نہیں ڈرتا۔ یہ خیال کر کے وہ لوگ آئے اور اسے ٹٹولنا شروع کیا اس نے قصداً کچھ نہ کہا۔ اور خاموش رہا نہ اس نے حرکت کی اور نہ سر ہلایا اور آزمائش کے سبب اس نے آنکھ بھی نہ کھولی۔ جب انہوں نے دیکھا کہ زندہ تو ہے مگر حرکت نہیں کرتا تو انہوں نے کہا کہ یہ بے مراد ناتواں بھوک کے سبب بے حس وحرکت ہو گیا ہے۔ یہ خیال کر کے وہ ایک دیگچی میں کھانا لائے تا کہ اس کے حلق میں ٹپکا دیں۔

یہ حالت دیکھ کر اس نے قصداً دانت بھینچ لئے تا کہ اس وعدہ کی سچائی اس پر پورے طور پر روشن ہو جائے اس سے ان کو اور بھی رحم آیا اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ بیچارہ بہت ہی ناتواں ہے اور بھوک کے سبب لب دم ہے۔ پس وہ لوگ دوڑ کر چھری لائے اور اس کے بند دانتوں کو کھولا۔ اور اس کے منہ میں شوربا ٹپکا دیا اور روٹی کے ٹکڑے اس میں ٹھونس دیئے یہ حالت دیکھ کر اس نے اپنے دل سے کہا کہ اے دل اب کیوں خاموش ہے تو راز جانتا ہے اور ناز کرتا ہے تجھے ایسا نہ

چاہئے دل نے کہا کہ جی ہاں میں جانتا ہوں مگر قصداً ایسا کرتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ خدا مجھے روزی پہنچا رہا ہے۔ اب تم سمجھو کہ اس سے زیادہ امتحان کیا ہو سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صابروں کے پاس رزق خود آتا ہے۔ یہ قصہ ہم نے اس لئے بیان کیا ہے کہ تم سمجھو اور توکل کو نہ چھوڑو کیونکہ ایسے واقعات کے ہوتے ہوئے روٹی کے لئے حرص کرنا محض بے معنی ہے۔ خیر اس کے بعد اس نے منہ کھولا اور کہا کہ میں نہ بھوکا ہوں نہ کمزور۔ میں نے اپنے رزق کا امتحان کیا تھا۔ پس ثابت ہوا کہ جو کچھ اس پاکدامن رسول نے کہا تھا بالکل سچ ہے اور اس میں کچھ شک نہیں ہے۔

باز جواب گفتن روباہ خر را و تحریض کردن او خر را بکسب

لومڑی کا پھر گدھے کو جواب دینا اور اس کو کمائی کی رغبت دلانا

گفت روبہ ایں حکایت را بہل	دستہا در کسب زن جہد المقل
لومڑی نے کہا اس قصہ کو چھوڑ	غریبانہ کوشش سے کمائی کے لئے ہاتھ چلا
دست دادستت خدا کارے بکن	مکسبے کن یاری یارے بکن
خدا نے ہاتھ دیئے ہیں کچھ کام کر	کما کسی دوست کی مدد کر
ہر کسے در مکسبے پا می نہد	یاری یاران دیگر میکند
جو شخص کمائی میں قدم دھرتا ہے	دوسرے دوستوں کی مدد کرتا ہے
زانکہ جملہ کسب ناید از یکے	ہم در و گر ہم سقا ہم حایکے
اس لئے کہ سارے پیشے ایک شخص سے نہیں ہوتے ہیں	بڑھئی بھی ہو سقا بھی بننے والا بھی
چوں بانباز یست عالم برقرار	ہر کسے کارے گزیند ز افتقار
دنیا شرکت سے قائم ہے	ضرورت کی وجہ سے ہر شخص ایک پیشہ کرتا ہے
طبلخواری درمیانہ شرط نیست	راہ سنت کار و مکسب کردنیست
لوگوں میں پڑا پن مناسب نہیں ہے	سنت کا راستہ کام اور کمائی کرنا ہے

جواب گفتن خر روباہ را کہ توکل بہترین کسبہاست کہ ہر کسے محتاج ست بتوکل کہ اے خدا ایں کار مرا راست دار و دعا متضمن توکل ست و توکل کسبے ست کہ ہیچ کسبے دیگر محتاج نیست

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا کہ توکل بہترین کمائی ہے کیونکہ ہر شخص توکل کا محتاج ہے کہ اے خدا میرے اس کام کو سیدھا رکھ اور دعا توکل پر مشتمل ہے اور توکل وہ کمائی ہے جو کسی دوسری کمائی کی محتاج نہیں ہے

گفت من بہ از توکل بر ربے	می ندانم در دو عالم مکسبے
اس نے کہا میں خدا پر توکل سے بہتر	دونوں جہان میں کوئی کمائی بہتر نہیں جانتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

کسب شکرش را نمی دانم ندید	تا کشد شکر خدا رزق مزید
اس کا شکریہ ادا کرنے کی کمائی کی میں کوئی نظیر نہیں جانتا ہوں	حتیٰ کہ اللہ کا شکر مزید رزق کو کھینچ لاتا ہے
خود توکل بہترین کسبہاست	زانکہ در ہر کسب دستت بر خداست
خود توکل بہترین کمائیوں میں سے ہے	کیونکہ ہر کمائی میں تو خدا کی جانب ہاتھ اٹھائے ہوئے ہے
کاے خدا کار مرا تو راست آر	ویں دعا ہست از توکل در سرار
کہ اے خدا! تو میرے کام کو درست کر دے	دراصل یہ دعا توکل ہی ہے سمجھ لے
در توکل ہیچ نبود احتیاج	فارغی از نقص ریع و از خراج
توکل میں کسی چیز کی ضرورت نہیں ہوتی ہے	تو پیداوار اور آمدنی کے گھاؤ سے فارغ ہے
بحث شاں بسیار شد اندر خطاب	ماندہ گشتند از سوال و از جواب
بات چیت میں ان کی بہت بحث ہوئی	وہ سوال اور جواب سے تھک گئے

جواب گفتن روباہ خر را

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

بعد ازاں گفتش کہ اندر مہلکہ	نہی لاتلقوا بایدی تہلکہ
اس کے بعد اس نے اس سے کہا کہ ہلاکت میں ڈالنے کے بارے میں	"اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو" کی نہی (وارد ہوئی) ہے
صبر در صحرائے خشک و سنگلاخ	احمقی باشد جہان حق فراخ
خشک اور پتھریلے جنگل میں صبر کرنا	حماقت ہے، اللہ کی دنیا وسیع ہے
نقل کن زیں جا بسوئے مرغزار	می چرا آنجا سبزہ گرد جوئبار
اس جگہ سے سبزہ زار میں منتقل ہو جا	وہاں چشمے کے کنارے پر سبزہ چر
مرغزار سبز مانند جناں	سبزہ رستہ اندر آنجا تا میاں
جنتوں کی طرح کا سبزہ زار	وہاں کمر تک سبزہ اگا ہوا ہے
خرم آں حیواں کہ او آنجا رود	اشتر اندر سبزہ ناپیدا شود
وہ جانور خوش نصیب ہے جو وہاں چلا جائے	(اس) سبزہ میں اونٹ چھپ جاتا ہے
ہر طرف در وے یکے چشمہ رواں	اندر و حیوان مرفہ در اماں
اس میں ہر جانب ایک چشمہ جاری ہے	وہاں حیوان امن میں خوش عیش ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از خری او رانمیگفت اے لعیں	چوں از آنجائی چرا زاری چنیں
گدھے پن سے اس کو نہیں کہتا تھا کہ اے ملعون!	جبکہ تو اس جگہ کی ہے ایسی کمزور کیوں ہے؟
کو نشاط فربہی و فر تو	چیست ایں لاغر تن مضطر تو
تیری شان و شوکت اور موٹاپے کی خوشی کہاں ہے؟	تیرا پریشان اور کمزور جسم کیوں ہے؟
شرح روضہ گر دروغ وزور نیست	پس چرا چشمت ازاں مخمور نیست
اگر باغیچہ کی تفصیل جھوٹ اور فریب نہیں ہے	تو تیری آنکھیں اس سے مست کیوں نہیں ہیں؟
ایں گدا چشمی و ایں نادیدگی	از گدائی تست نز بگلر بگی
یہ بھکاری پن اور ندیدہ پن	بھکاری ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ سرداری سے
چوں ز چشمہ آمدی چونی تو خشک	گر تو ناف آہوئی کو بوئے مشک
جبکہ تو چشمہ پر سے آئی ہے تو خشک کیوں ہے؟	اگر تو ہرن کا نافہ ہے تو مشک کی خوشبو کہاں ہے؟
گر تو می آئی ز گلزار جناں	دستۂ گل کو برائے ارمغاں
اگر تو جنتوں کے باغیچہ سے آ رہی ہے	تحفہ کے لئے گلدستہ کہاں ہے؟
زانچہ میگوئی و شرحش میکنی	چوں نشانے در تو نامد اے سنی
تو جو کچھ کہہ رہی ہے اور اس کی تفصیل کر رہی ہے	اے بجلی! تجھ میں اس کی کوئی نشانی کیوں نہیں ہے؟

شرح حبیبی

لومڑی نے گدھے کی گفتگو سن کر جواب دیا کہ اس حکایت کو چھوڑنا چاہئے۔ اور گو تھوڑا ہی سہی مگر جس قدر بھی قدرت ہے کسب کرنا چاہئے۔ خدا نے ہاتھ دیئے ہیں سو اسی لئے کہ کام کرو اور کسب کر کے اپنے ابنائے جنس کی مدد کرو۔ دیکھو ہر کوئی ایک جداگانہ کام کرتا ہے اور اپنے دوسرے ابنائے جنس کی مدد کرتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کو دوسرے کی ضرورت ہے کیونکہ تمام کام ایک شخص نہیں کر سکتا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ بڑھئی ہی ہو جائے اور سقا بھی اور جولاہا بھی وغیرہ وغیرہ اور چونکہ عالم مشارکت فی الکسب اور ایک دوسرے کی اعانت سے قائم ہے۔ لہذا ہر کوئی ایک جداگانہ کام اور پیشہ اختیار کرتا ہے۔ مثلاً کوئی بڑھئی کا پیشہ کرتا ہے کوئی لوہار کا وغیرہ وغیرہ۔ ایسی حالت میں تم کو بیٹھے بٹھائے کھانا مناسب نہیں ہے۔ پس تم کو کوئی نہ کوئی کام ضرور کرنا چاہئے کیونکہ طریق سنت کام کرنا اور کمانا ہے۔

شرح حبیبی

لومڑی کے جواب میں گدھے نے کہا کہ توکل خود ایک کسب ہے اور میں اس سے بہتر دنیا میں کوئی کسب نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھتا کیونکہ کسب کا حاصل اختیار طریق رزق ہے۔ اور توکل خود بھی حصول روزی کا ایک ذریعہ ہے۔ اس لئے یہ بھی ایک کسب ہے اور چونکہ اس میں براہ راست استعانت من اللہ ہے اور دیگر مکاسب میں بواسطہ اس لئے یہ ان سے بڑھ کر ہی ہے دوسری بات یہ ہے کہ میں تمام جھگڑوں سے فارغ ہو کر طاعت حق میں مصروف ہوں جو کہ اس کا شکر ہے۔ پس میں بحالت توکل کسب شکر میں مصروف ہوں اور اس کے برابر کوئی کسب نہیں سمجھتا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ بحکم لئن شکرتم لازیدنکم میرا شکر خدا بہت سارزق میرے پاس لائے گا۔ اچھا اس کو بھی جانے دیجئے۔ اب میں کہتا ہوں کہ تمام مکاسب میں سب سے بڑھ کر اور سب سے بہتر توکل ہے کیونکہ ہر کسب میں تم خدا کے سامنے ہاتھ پھیلاتے ہو اور کہتے ہو کہ اے اللہ تو میرے کام کو درست کر دے اور دعا حقیقت میں توکل ہے۔ پس ہر کام کا مدار توکل پر ہوا۔ پس جبکہ ہر کام کا مدار توکل ہی پر ہے تو میں کام کر کے توکل کیوں کروں اور اس لئے ہاتھ سے ناک کیوں نہ کروں بلکہ براہ راست ہی توکل کیوں نہ کروں بالخصوص کہ توکل میں کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اور نہ اس میں کمی پیداوار کی فکر ہے۔ اور نہ ادائیگی خراج کی۔ الغرض ان کی بہت کچھ بحث ہوئی۔ حتی کہ سوال و جواب سے تھک گئے۔

شرح مبیبی

جبکہ بہت کچھ بحث ہو چکی اور ہر دو فریق تھک گئے تو اس کے بعد لومڑی نے آخری تقریر کی اور کہا کہ ہلاکت کے باب میں تم حق سبحانہ کی ممانعت اور ارشاد لاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ پر غور کرو۔ اور سمجھو کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا حرام ہے۔ پس اس خشک جنگل اور پتھریلی زمین میں صبر کرنا جو کہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے سخت حماقت ہوگا۔ خدا کی زمین وسیع ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس قدر وسعت کے ہوتے ہوئے اس مقام پر اپنے کو محبوس کر دیا جائے۔ تم کو یہاں سے فلاں سبزہ زار میں چلنا چاہئے اور وہاں ندی کے کنارے سبزہ چرنا چاہئے وہ سر سبز سبزہ زار ہے جو کہ جنت کے مشابہ ہے اور وہاں کمر کمر تک سبزہ اگا ہوا ہے۔ بڑی خوشی ہے اس جانور کے لئے جو وہاں جائے کیونکہ وہاں سبزہ میں اونٹ گم ہو جاتا ہے۔ اس قدر کثرت ہے اور ہر طرف چشمے جاری ہیں غرضکہ وہاں جانور خوشحال اور تکالیف سے بالکل مامون ہوتا ہے یہاں تک لومڑی کی گفتگو ختم ہوئی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گدھے نے اپنے گدھے پن سے اس سے یہ نہ کہا کہ مردود جب تو ایسے سبزہ زار میں رہتی ہے تو پھر تو اس قدر تباہ حال کیوں ہے۔ تیری فربہی کی نشاط اور تیری شان و شوکت کہاں ہے اور یہ ڈگمگاتا ہوا جسم لاغر کیوں ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ تو اس چمنستان کے حالات بیان کرتی ہے۔ سب جھوٹ اور فریب ہیں کیونکہ اگر باغ کی یہ تفصیل واقعی ہے اور جھوٹ اور فریب نہیں ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ تیری آنکھوں میں اس کا نشہ کیوں نہیں ہے یہ گدا چشمی اور ندیدہ پن۔ تو مفلسی ہی سے ہو سکتا ہے نہ کہ ریاست و امارت سے پس میں پوچھتا ہوں کہ جب تو چشمہ میں سے آئی ہے تو سوکھی کیوں ہے اور اگر تو نافہ ہے تو بتا بوئے مشک کہاں ہے اور اگر تو باغ جنت سے آئی ہے تو تحفہ کے لئے تیرے پاس گلدستہ کہاں ہے۔ غرضکہ جس سبزہ زار کی تو حالت بیان کرتی اور جس کی تو شرح کرتی ہے اس کے آثار تیرے اندر کیوں نہیں ہیں۔ کسی نے اونٹ سے کہا تھا کہ اے مبارک قدم تو کہاں سے آ رہا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ تمہاری گلی کے گرم حمام سے۔ اس نے سن کر کہا کہ بجا ارشاد ہے خود آپ کے گھٹنے ہی کہہ رہے ہیں کہ آپ حمام سے آ رہے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ تو جھوٹا ہے اور تیرا حال تیرے قال کو جھٹلا رہا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مثل آوردن اشتر در بیان آنکه در مخبر دولتے فرو اثر آں چوں نہ بینی جائے متہم داشتن باشد کہ او مقلدست دراں

اونٹ کی مثال لانا اس بارے میں کہ اقبال مندی کی بات کرنے والے میں اس کی شان وشوکت اور اثر اگر تو نہ دیکھے تو تہمت لگانے کا موقع ہوگا کہ وہ اس بارے میں مقلد ہے

آں یکے میگفت اشتر را کہ ہے	از کجا می آئی اے اقبال پے
ایک نے اونٹ سے کہا کہ ہاں	اے مبارک قدم! تو کہاں سے آ رہا ہے؟
گفت از حمام گرم کوئے تو	گفت خود پیداست از زانوئے تو
اس نے کہا' تیری گلی کے گرم حمام میں سے	اس نے کہا' کہ تیری ران سے خود ظاہر ہے
مار موسیٰ دید فرعون عنود	مہلتے میخواست نرمی می نمود
سرکش فرعون نے (حضرت) موسیٰ کا سانپ دیکھا	مہلت چاہنے لگا اور نرمی برتتا تھا
زیرکاں گفتند بائیستے کہ ایں	تندتر گشتی چو ہست او رب دیں
عقلمندوں نے کہا' چاہئے تھا کہ یہ	زیادہ برہم ہو جاتا اگر مذہب کا خدا ہے
معجزہ گر اژدہا گر مار بد	نخوت و خشم خدائیش چہ شد
معجزہ خواہ اژدھا یا سانپ تھا	اس کا خدائی غصہ اور تکبر کہاں گیا؟
رب اعلیٰ گر ویست اندر جلوس	بہر یک کرمے چہ ست ایں چاپلوس
اگر وہ تخت پر بلند خدا ہے	تو ایک کیڑے کی وجہ سے یہ خوشامد کیسی ہے؟
نفس تو تا مست نقلست و نبید	دانکہ روحت خوشۂ غیبی ندید
تیرا نفس جب تک چبینے اور شراب کا مست ہے	سمجھ لے کہ تیری روح نے غیبی خوشہ نہیں دیکھا ہے
کہ علامات ست زاں دیدار نور	التجا فی منک عن دار الغرور
کیونکہ اس نور کے دیدار کی علامتیں ہیں	دھوکے کے جہان سے تیرا بچاؤ
مرغ چوں بر آب شورے می تند	آب شیریں را ندید ست او مدد
پرند جب کھاری پانی کا چکر لگائے	اس نے میٹھے پانی کی مدد نہیں دیکھی ہے
بلکہ تقلید ست آں ایمان او	روئے ایماں را ندیدہ جان او
بلکہ اس کا وہ ایمان نقلی ہے	اس کی جان نے ایمان کا چہرہ نہیں دیکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس خطر باشد مقلد را عظیم	از رہ و رہزن ز شیطان رجیم
لہذا مقلد کے لئے بڑا خطرہ ہے	راستہ اور ڈاکو کا ملعون شیطان کی جانب سے
چوں بہ بیند نور حق ایمن شود	ز اضطرابات شک او ساکن شود
جب وہ اللہ (تعالیٰ) کا نور دیکھ لیتا ہے مطمئن ہو جاتا ہے	وہ شک کی پریشانیوں سے سکون پا لیتا ہے
تا کف دریا نیاید سوئے خاک	کاصل او آمدؔ بود در اصطکاک
جب تک دریا کا جھاگ زمین پر نہیں آ جاتا	جو اس کی اصل ہے وہ اضطراب میں رہتا ہے
خاکی ست آں کف غریب ست اندر آب	در غریبی چارہ نبود ز اضطراب
وہ جھاگ خاکی ہے پانی میں بے وطن ہے	بے وطنی میںؔ اضطراب سے چھٹکارا نہیں ہے
چونکہ چشمش باز شد آں نقش خواند	دیو را بروے دگر دستے نماند
جب اس کی آنکھ کھلیؔ اس نے وہ نقش پڑھ لیا	شیطان کا پھر اس پر قابو نہ رہا
گرچہ بار و باہ خر اسرار گفت	سرسری گفت و مقلد وار گفت
اگرچہ گدھے نے لومڑی کو اسرار سنائے	سرسری (طور پر) کہے اور مقلدانہ کہے
آب را بستود او تائق نبود	رخ درید و جامہؔ او عاشق نبود
اس نے پانی کی تعریف کی مشتاق نہ تھا	منہ نوچا اور کپڑے پھاڑےؔ عاشق نہ تھا
از منافق عذر رد آمد نہ خوب	زانکہ در لب بود آں نے در قلوب
منافق کا عذر مردود ہے بھلا نہیں ہے	کیونکہ وہ لبوں پر ہےؔ دلوں میں نہیں ہے
بوی سیبش ہست و جزوے سیب نے	بو در او جز از پےؔ آسیب نے
اس میں سیب کی خوشبو ہے اور سیب کا جزو نہیں ہے	اس میں خوشبو ستانے کے سوا نہیں ہے
حملہ زن درمیان کار زار	نشکند صف بلکہ گردد کار زار
میدان جنگ میں عورت کا حملہ	صف شکن نہیں ہے بلکہ کام بگڑ جاتا ہے
گرچہ می بینی چو شیر اندر صفش	تیغ بگرفتہ ہمی لرزد کفش
اگر تو اس کو صف میں شیر کی طرح دیکھے	اس نے تلوار پکڑ لی ہے (لیکن) اس کا ہاتھ لرز رہا ہے
وای آنکہ عقل او مادہ بود	نفس زشتش نر و آمادہ بود
اس پر افسوس ہے جس کی عقلؔ مادہ ہو	اس کا برا نفس نر اور آمادہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

لاجرم مغلوب باشد عقل او جز سوی خسراں نباشد نقل او
لامحالہ اس کی عقل مغلوب ہو گی ٹوٹے کے سوا اس کی منتقلی نہ ہو گی

حملۂ مادہ بصورت ہم جریست آفت او ہم چو آں خراز خریست
مادہ کا حملہ دیکھنے میں ہی بہادرانہ ہے اس کی مصیبت بھی اس گدھے کی طرح گدھے پن سے ہے

وصف حیوانی بود بر زن فزوں زانکہ سوئے رنگ و بو دارد رکوں
عورت پر حیوانی وصف غالب ہوتا ہے کیونکہ اس کا میلان رنگ اور بو کی طرف ہوتا ہے

اے خنک آنکس کہ عقلش نر بود نفس زشتش مادۂ و مضطر بود
وہ شخص قابل مبارکباد ہے جس کی عقل نر ہو اس کا برا نفس مادہ اور بے چین ہو

عقل جزویش نر و غالب بود نفس انثیٰ را خرد سالب بود
اس کی جزوی عقل نر اور غالب مادہ نفس کو عقل سلب کرنے والی ہوتی ہے

رنگ و بوی سبزہ زار آں خر شنید جملہ حجتہا ز طبع او رمید
اس گدھے نے سبزہ زار کے رنگ و بو کو سونگھا اس کی طبیعت میں سے ساری دلیلیں بھاگ گئیں

تشنہ محتاج مطر شد و ابر نے نفس را جوع البقر بد صبر نے
پیاسا بارش کا محتاج ہوگیا اور ابر نہیں ہے نفس کو انتہائی بھوک تھی صبر نہ تھا

اس پر آہن بود صبر اے پدر حق نوشتہ بر سپر جاء الظفر
اے بابا! صبر لوہے کی ڈھال ہوتی ہے اللہ (تعالیٰ) نے ڈھال پر لکھ دیا ہے "فتح ہوئی"

صد دلیل آرد مقلد در بیاں از قیاسے گوید آں را نز عیاں
مقلد سو دلیلیں بیان کرتا ہے وہ قیاس سے بتاتا ہے نہ کہ مشاہدہ سے

مشک آلودست اما مشک نیست بوی مشکستش ولے جز پشک نیست
مشک آلودہ ہے لیکن مشک نہیں ہے اس میں مشک کی بو ہے لیکن مینگنی کے سوا کچھ نہیں ہے

تا کہ پشکے مشک گردد اے مرید سالہا باید دراں روضہ چرید
اے مرید! تا کہ مینگنی مشک بنے سالوں اس باغیچہ میں چرنا چاہئے

کہ نباید خورد جو ہمچو خراں آہوانہ درختن چر ارغواں
گدھوں کی طرح جو نہ کھانے چاہئیں ہرنوں کی طرح ختن میں گل بابونہ چر

www.besturdubooks.wordpress.com

جز قرنفل یا سمن یا گل مچر	رو بصحرائے ختن باآں نفر
لونگ یا چنبیلی یا گلاب کے سوا نہ چر	ان لوگوں کے ساتھ ختن کے جنگل میں چلا جا
معدہ را خوکن بداں ریحان وگل	تا بیابی حکمت و قوت رسل
اس ریحان اور گلاب کا معدہ کو عادی بنا لے	تاکہ تو رسولوں کی روزی اور حکمت حاصل کر لے
خوی معدہ زیں کہ و جو باز کن	خوردن ریحان و گل آغاز کن
اس گھاس اور جو سے معدے کی عادت چھڑا	ریحان اور گلاب کھانا شروع کر دے
معدۂ تن سوئے کہداں میکشد	معدۂ دل سوئے ریحاں میکشد
جسم کا معدہ بھس کی طرف لے جاتا ہے	دل کا معدہ ریحان کی طرف کھینچتا ہے
ہر کہ کاہ و جو خورد قرباں شود	ہر کہ نور حق خورد قرآں شود
جو گھاس اور جو کھاتا ہے ذبح ہو جاتا ہے	جو اللہ کا نور کھاتا ہے قرآن بن جاتا ہے
نیم تو مشک ست نیمی پشک ہیں	ہیں میفزا پشک افزا مشک چیں
خبردار! تیرا آدھا مشک (اور) آدھا مینگنی ہے	خبردار! مینگنی نہ بڑھا چین کا مشک بڑھا
آں مقلد صد دلیل و صد بیاں	در زباں آرد ندارد ہیچ جاں
وہ مقلد سو دلیلیں اور سو بیان	زبان پر لاتا ہے کوئی جان نہیں رکھتا ہے
جان او خالی ازاں گفتار او	کلہ اش بے مغز زاں اسرار او
اس کی جان اس کی گفتگو سے خالی ہے	اسکے اسرار سے اس کا دماغ بے مغز ہے
چونکہ گوینده ندارد جان و فر	گفت او را کے بود برگ و ثمر
چونکہ کہنے والا جان اور شان و شوکت نہیں رکھتا ہے	اس کی گفتگو میں پھل اور پتے کب ہوں گے؟
میکند گستاخ مردم را براہ	او بجاں لرزاں ترست از برگ کاہ
وہ انسانوں کو راستہ (چلنے) میں دلیر بناتا ہے	وہ گھاس کے پتے سے زیادہ جان سے لرزنے والا ہے
پس حدیثش گرچہ بس بافر بود	در حدیثش لرزہ ہم مضمر بود
اس کی بات اگرچہ بہت شان و شوکت والی ہو	(لیکن) اس کی بات میں کپکپاہٹ پوشیدہ ہو گی

www.besturdubooks.wordpress.com

فرق میان دعوت شیخ کامل واصل ومیان سخن ناقصان فاضل که فضل تحصیلی برخود بستہ اند

کامل شیخ واصل (بحق) کی دعوت اور ان ناقصوں کی بات کے درمیان فرق جو فضل کے مدعی ہیں اور جنہوں نے دوسروں سے فضل لے کر اپنے آپ سے وابستہ کر لیا ہے

شیخ نورانی ذرہ آگہ کند	باسخن ہم نور را ہمرہ کند
نورانی شیخ راہ (حق) سے آگاہ کرتا ہے	بات کے ساتھ نور ہمراہ کرتا ہے
جہد کن تا مست ونورانی شوی	تا حدیثت را شود نورش روی
تو کوشش کر تاکہ مست اور صاحب نور بن جائے	تاکہ اس کا نور تیری بات کے ساتھ ہو
ہرچہ درد و شاب جوشیدہ شود	در عقیدہ طعم دو شابش شود
جو چیز انگور کے شیرے میں جوش دیدی جائے	عقیدہ میں اس کا مزہ انگور کے شیرے کا ہو جاتا ہے
از جزروزسیب وبہ وزگردگاں	لذت دوشاب یابی تو ازاں
گاجر اور سیب اور بہی اور اخروٹ	تو ان میں انگور کے شیرے کا مزہ پائے گا
علم اندر نور چوں فرغودہ شد	پس ز علمت نور یابد قوم لد
علم جب نور سے گھل مل گیا	تو تیرے علم سے سرکش قوم نور حاصل کرتی ہے
ہرچہ گوئی باشد آں ہم نورناک	کاسماں ہرگز نبارد غیر پاک
تو جو کچھ کہے وہ بھی نورانی ہو گا	کیونکہ آسمان پاک کے علاوہ نہیں برساتا ہے
آسماں شو ابر شو باراں ببار	ناوداں بارش کند نبود بکار
آسمان بن جا، ابر بن جا، بارش برسا	پرنالہ بارش برساتا ہے وہ کارآمد نہیں
آب اندر ناوداں عاریت ست	آب اندر ابر و دریا فطرت ست
پرنالہ میں پانی مانگا ہوا ہے	ابر اور دریا میں اصلی پانی ہے
فکر و اندیش ست مثل ناوداں	وحی مکشوف ست ابر و آسماں
فکر اور خیال، پرنالہ جیسا ہے	کھلی ہوئی وحی، ابر اور آسمان ہے
آب باراں باغ صدرنگ آورد	ناوداں ہمسایہ در جنگ آورد
بارش کا پانی، باغ کو سو رنگ کا بنا دیتا ہے	پرنالہ، پڑوسی کو جنگ پر آمادہ کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

باز گردم سوی آں روباہ و خر	تا چساں از راہ برد آں خرنگر
میں لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتا ہوں	دیکھ اس گدھے کو کس طرح راستہ سے بھٹکا دیا؟

شرح حبیبی

بیان بالا سے معلوم ہوا کہ جب حال قال کے مخالف ہوتا ہے تو وہ قال کے جھوٹ ہونے کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے لئے ہم ایک اور نظیر تم کو سناتے ہیں سنو۔ جبکہ فرعون نے جو کہ مدعی الوہیت اور قائل انا ربکم الاعلیٰ تھا۔ موسیٰ علیہ السلام کے اژدھے کو دیکھا تو وہ ڈر گیا اور جنگ کے لئے مہلت مانگی اور نرمی کرنے لگا۔ اس وقت کے عقلاء نے یہ حالت دیکھ کر کہا کہ اگر یہ خدا ہوتا تو اس کو تو اور سخت ہونا چاہیے تھا۔ معجزہ موسیٰ خواہ اژدہا تھا یا سانپ اس کا تو مملوک اور مخلوق تھا۔ پھر اس کی خدائی نخوت و قہر کو کیا ہوا کہ وہ یہ گستاخی اور مقابلہ دیکھ کر جنبش میں نہیں آتا۔ پس معلوم ہوا کہ اس کا دعویٰ بالکل جھوٹا ہے کیونکہ اگر بالفرض رب اعلیٰ یہی ہے جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے تو ایک کیڑے کے سبب یہ خوشامد کیوں ہے۔ انہیں واقعات سے تم یہی سمجھ لو کہ جب تک تمہارا نفس مقل و خیند وغیرہ ماکولات و مشروبات میں مست اور ان میں منہمک ہے۔ اس وقت تک خواہ وہ کتنا ہی دعویٰ ولایت کرے بالکل غلط ہے اور اس نے خوشہ غیبی (غذائے روحانی) کا مشاہدہ نہیں کیا ہے کیونکہ نور حق (جو کہ غذائے روح) ہے اس کے دیکھنے کی یہ علامت ہے کہ تم کو دنیا سے بعد اور نفرت ہو اور یہ بات تم میں پائی نہیں جاتی۔ پس دعویٰ ولایت سراسر غلط ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ اگر کوئی جانور آب شور پر گرے تو سمجھا جاتا ہے کہ آب شیریں کی روانی نہیں دیکھی۔ علیٰ ہذا جبکہ اس کو غذائے جسمانی کی طرف رغبت ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس نے غذائے روحانی نہیں دیکھی بلکہ ہنوز اس کا ایمان تقلیدی ہے اور اس کے روح نے حقیقی ایمان کی صورت نہیں دیکھی۔ ایسی حالت میں اس کے لئے سخت خطرہ ہے کیونکہ مقلد کو راہ اور راہزن یعنی شیطان رجیم کا سخت خطرہ ہوتا ہے لیکن جبکہ وہ نور حق سبحانہ دیکھ لے گا اس وقت بے کھٹکے ہو جائے گا اور شکوک کے باعث جو اسے اضطرابات لاحق ہوتے ہیں وہ جاتے رہیں گے اور اسے بالکل سکون ہو جائے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب تک خس و خاشاک دریا زمین پر نہیں آتے جو کہ ان کی اصل ہے اس وقت تک وہ پانی کے ٹکڑوں میں مضطرب رہتے ہیں کیونکہ وہ خاکی ہیں اور پانی میں مسافرت کی حالت میں ہیں۔ اور مسافرت میں اضطراب اور قلق لازمی ہے لیکن جبکہ وہ خشکی میں پہنچ جاتے ہیں جو کہ ان کا وطن اصلی ہے۔ تو انہیں سکون ہو جاتا ہے علیٰ ہذا جبکہ اس کو عالم غیب سے تمکن ہو رہا ہے اس وقت اس کے تمام اضطرابات فنا ہو جاتے ہیں اور جبکہ اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور اس تحریر غیبی کو پڑھ لیتا ہے جو کہ اس کی روح پر لکھی جاتی ہے تو اب شیطان کو اس پر تسلط نہیں رہتا اور وہ ان عبادی لیس لک علیھم سلطن کا مصداق ہو جاتا ہے۔ خیر تو گدھے نے کو لومڑی سے اسرار بیان کئے تھے مگر چونکہ وہ مقلد بنا اور یہ امور اس کو ذوقا معلوم نہ تھے بلکہ سنی سنائی کہتا تھا اس لئے اس نے جو کچھ کہا وہ اوپر سے دل سے اور مقلدانہ کہا اور اس نے گویا پانی کی تعریف کی۔ مگر اس کے دل میں اس کی وقعت نہ تھی اور وہ اس کا مشتاق نہ تھا۔ اور گو اس نے منہ لو چا اور گریبان پھاڑا مگر وہ عاشق نہ تھا۔ خلاصہ یہ کہ یہ فعل اس کا محض بناوٹ سے ناشی تھا اور دل سے نہ تھا۔ پس چونکہ اس کے الفاظ باوجود پر مغز ہونے کے محض زبان سے تھے نہ کہ دل سے۔ اس لئے وہ محض بے حقیقت تھے۔

یہی وجہ ہے کہ منافقین کا عذر نشھد انک لرسول اللہ مردود قرار پایا اور پسندیدہ نہ ہوا۔ چنانچہ اس کے جواب میں

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمایا گیا۔ واللہ یشھد ان المنافقین لکٰذبون. کیونکہ وہ منہ ہی منہ میں تھا۔ دلوں میں نہ تھا اور اس کے پاس بوئے سیب تو تھی مگر سیب نہ تھا اور محض بوئے سیب بجز موجب مضرت ہونے کے اور کیا ہو سکتی ہے کیونکہ جس چیز میں بوئے سیب ہو اور کوئی اس کو سیب سمجھ کر کھائے تو وہ خواہ مخواہ اسے نقصان کریں گے کیونکہ اس میں سیب کے خواص و فوائد نہ ہوں گے۔ جس کی اسے ضرورت نہ تھی۔ بلکہ اور خواص ہوں گے جن کی اسے ضرورت نہ تھی۔ نیز اس کا یہ جملہ محض فرقانہ تھا۔ اور جنگ میں عورت کا حملہ دشمن کی صفت کو تو درہم برہم نہیں کرتا بلکہ اس سے خود اپنی فوج کی حالت تباہ ہو جاتی ہے کیونکہ اگرچہ تم اس کو صف میں شیرانہ تلوار لئے ہوئے دیکھ رہے ہو۔ مگر بزدلی سے اس کا ہاتھ کانپ رہا ہے پس وہ دشمن کے حملہ کی تاب نہ لائیں گے اور بھاگے گی اور دوسری فوج پر اس کا برا اثر پڑے گا۔ جبکہ تم کو جنگ میں عورت کی حالت معلوم ہو گی تو اب ہم کہتے ہیں کہ افسوس ہے اس شخص کی حالت پر جس کی عقل مادہ ہو اور اس کا نفس زشت نر اور اس کے مغلوب کرنے پر مستعد ہو کیونکہ اس حالت میں عقل لامحالہ مغلوب ہوں گے اور اس طرح خسارہ کی طرف جائے گی۔ کیونکہ وہ مادہ ہے اور مادہ کا حملہ بھی اگرچہ بظاہر بہادرانہ ہو مگر تاہم بیکار ہے کیونکہ اس گدھے کی طرح یہ بھی احمق ہے اور جس طرح گدھے کی حماقت نے اس کے حملہ کو بے کار کر دیا تھا اور اس طرح اسے نقصان پہنچایا تھا۔ یوں ہی حماقت عقل عقل کو بھی نقصان پہنچاتا ہے اور اس راز اس کا یہ ہے کہ وہ عورت ہے اور عورت پر وصف حیوانی غالب ہوتا ہے کیونکہ وہ رنگ و بو اور تلذذ و تنعم کی طرف مائل ہوتی ہے اور تلذذ و تنعم میں انہماک صفت حیوانات ہے لہٰذا عورت پر غلبہ حیوانیت لازم ہے اور غلبہ حیوانیت کے لئے حماقت لازم ہے۔ پس عقل مغلوب نفس ضرور احمق ہو گی اور اس کی حماقت اسے یوں ہی نقصان پہنچائے گی۔ جیسے گدھے کی حماقت نے گدھے کو نقصان پہنچایا تھا جبکہ عقل کے مادہ ہونے کی برائی معلوم ہو گئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ بڑے مزہ میں ہے وہ شخص جس کی عقل نر ہو اور اس کا نفس مادہ اور مجبور اور اس کی عقل جری نر اور غالب ہو اور اس نے نفس مادہ کی عقل کو چھین لیا اور اس پر قبضہ کر لیا ہو اس لئے نفس اس کا تابع ہو۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سمجھو کہ گدھے نے جبکہ سبزہ زار کی رنگ اور بو کا حال سنا تو تمام دلائل اس کی طبیعت سے کافور ہو گئے اور وہ پیاسا اور ابر کا محتاج ہوا مگر وہاں ابر نہ تھا۔ یعنی وہ سبزہ زار کا طالب ہوا۔ حالانکہ وہاں سبزہ زار نہ تھا اور نفس کو سخت بھوک لاحق ہوئی اور وہ بے صبر ہو گیا اور وہ جبکہ بے صبر ہو گیا تو سارا کام بگڑ گیا۔ کیونکہ صبر ایک لوہے کی ڈھال ہے۔ جو سختی سے کو برداشت کرا دیتی ہے۔ اس لئے کہ حق سبحانہ نے صبر پر فتح لکھ دی ہے۔ پس صبر کی سپر سے مصائب پر فتح حاصل ہوتی ہے۔

الغرض گدھا لغزش کھا گیا اور منشاء لغزش تقلید تھا۔ کیونکہ مقلد گو سینکڑوں دلائل بیان کرے مگر وہ صرف عقلی گدے لگاتا ہے اور معائنہ و مشاہدہ یعنی ذوق اور حال سے نہیں کہتا۔ اس لئے اس کا بیان مشک آلود ہو جاتا ہے۔ مگر مشک نہیں ہوتا اور وہ بوئے مشک رکھتا ہے۔ مگر واقع میں مینگنی کے سوا اور کچھ نہیں سمجھتا۔ یعنی مقلد کی گفتگو کا ظاہر اچھا ہوتا ہے مگر باطن خراب پس اگر تم اپنی مینگنی کو مشک بنانا چاہتے ہو یعنی اپنے بظاہر اچھی اور بباطن بری گفتگو کو ظاہر و باطن دونوں حالتوں میں اچھی کرنا چاہتے ہو۔ تو تم گلزار معرفت میں برسوں تک چرنا اور اس سے مستفید ہونا چاہئے کیونکہ اس مینگنی کے مشک بننے کے لئے ضرورت ہے کہ برسوں اس باغ میں چرا جائے لہٰذا تم گدھوں کی طرح کاہ و جو بمعنی غذائے جسمانی نہ کھاؤ۔ بلکہ ختن یعنی عالم غیب میں جا کر ارغوان یا قرنفل یا یاسمین یا گل چرو اور اہل اللہ کے ساتھ صحرائے ختن یعنی عالم غیب میں جاؤ اور اپنے معدہ روحانی کو ریحان گل کا عادی بناؤ تاکہ تم کو ادراک حقائق علیٰ ماہی علیہ خاص ہو جو کہ پیغمبروں کی غذا ہے اور تم اپنے

www.besturdubooks.wordpress.com

معدہ کو کاہ و جو یعنی غذائے جسمانی سے الگ کرو اور ریحان و گل یعنی غذائے روحانی کھانا شروع کرو۔ کیونکہ معدہ جسمانی پاخانہ میں لے جاتا ہے اور معدہ روحانی غذائے روحانی کی طرف لے جاتا ہے جو کہ ریحان ہے نیز جو کاہ و جو کھاتا ہے اور فنا ہوتا ہے اور جو کہ نور حق کھاتا ہے قرآن کی طرح باقی اور معدن اسرار الٰہیہ اور معظم و مکرم ہوتا ہے ہاں تم کاہ و جو نہ کھاؤ اور نور حق کھاؤ۔

دیکھو تم آدھی مشک ہو اور آدھی مینگنی یعنی ایک جز تمہارا روح ہے جو کہ عمدہ ہے اور ایک جز جسم جو کہ برا ہے۔ سو تم مشک کو ترقی دو اور مینگنی کو نہ بڑھاؤ یعنی روحانیت کو بڑھاؤ اور جسمانیت کو ترقی نہ دو۔ خیر حاصل یہ ہے کہ مقلد سو دلیلیں بیان کرتا اور سو تقریریں کرتا ہے۔ مگر اس میں روحانیت بالکل نہیں ہوتی اور اس کے روح میں ان کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا اور اس کی کھوپڑی ان کے اسرار سے بالکل خالی ہوتی ہے اسی لئے ان دلیلوں اور تقریروں کا اثر بھی نہیں ہوتا کیونکہ جب کہنے والے میں روحانیت اور باطنی شان و شوکت نہ ہو۔ تو اس کی گفتگو بھی بے نتیجہ ہوا کرتی ہے وہ آدمیوں کو راہ چلنے پر دلیر کرتا ہے مگر بوجہ عدم یقین کے۔ خود اس کی جان پتے سے زیادہ کانپتی ہے اور اس کی گفتگو نہایت ہی پر شوکت ہو مگر روح کے اثر سے اس میں بھی لرزہ اور تھرتھراہٹ مستتر ہوتی ہے۔ پس یہ لرزہ خفیہ قبول سے مانع ہوتا ہے۔ برخلاف عارف کامل کے کہ وہ ہدایت اور رہنمائی کرتا ہے تو اس کے ساتھ نور بھی بجتا ہے۔ جس سے سامعین کے دل میں سکون اور طمانیت پیدا ہوتی ہے اور اس لئے وہ اسے قبول کرتے ہیں۔ پس تم اس کی کوشش کرو کہ شراب معرفت سے مست اور نور معرفت سے منور ہو جاؤ۔ تا کہ نور تمہاری گفتگو کے تابع ہو۔ دیکھو قاعدہ ہے کہ جو چیز شیرۂ انگور میں عقیدہ (ایک قسم کا کھانا ہے) کے اندر پکائے جاتے ہیں اس سے شیرہ کا مزہ آ جاتا ہے اور خواہ وہ گاجر ہو یا سیب یا بہی اخروٹ اس سے تم کو شیرہ انگور کا مزہ آتا ہے۔ یوں ہی جب علم نور میں تھڑ جاتا ہے تو اس وقت تمہارے علم سے معاندین تک کو نور حاصل ہوتا ہے خواہ وہ اپنے عناد سے اس کو رد کر دیں یہ دوسری بات ہے اور جو کچھ تم کہتے ہو وہ ایک نور اپنے اندر رکھتا ہے کیونکہ اس وقت تمہاری حالت آسمان کی سی ہوتی ہے اور آسمان سے جو کچھ برستا ہے وہ میل کچیل اور نجاستوں سے پاک ہوتا ہے یوں ہی جو کچھ تم کہتے ہو وہ بھی ظلمت شکوک سے پاک صاف ہوتا ہے۔ پس تم آسمان اور ابر بن جاؤ اور مینہ برساؤ اور پرنالہ نہ بنو۔ کیونکہ پرنالہ کی بارش کسی کام کی نہیں اس لئے کہ اس میں منوں کدورتیں اور نجاستیں شامل ہوتی ہیں۔ نیز پرنالہ کا پانی عاریتی ہوتا ہے اور ابر و دریا کا پانی فطری جو خود اسی سے پیدا ہوتا ہے۔

مطلب ہمارا یہ ہے کہ عقل و قیاس کو چھوڑو اور کشف و الہام حاصل کرو۔ کیونکہ عقل و فکر کی مثال پرنالہ کی سی ہے۔ جس کے مدرکات میں کدورات و شکوک و اوہام شامل ہوتے ہیں۔ اور وحی کشفی ابر و آسمان کے مشابہ ہے چونکہ صافی عن الغبار ہوتی ہے۔ نیز بارش کا قاعدہ ہے کہ وہ باغ صد رنگ تیار کرتی ہے اور پرنالہ پڑوسی کو لڑائی پر آمادہ کرتا ہے۔ پس وحی کشفی روح میں سینکڑوں معرفت کے پھول کھلائے گی اور گفتگوئے قیاسی جنگ و جدل پیدا کرے گی۔ خیر اب ہم لومڑی اور گدھے کی طرف لوٹتے ہیں دیکھیں اس نے اسے کیونکر گمراہ کیا ہے۔

زبوں شدن خر در دست روباہ از حرص علف

گھاس کی حرص کی وجہ سے گدھے کا لومڑی کے ہاتھوں مغلوب ہو جانا

خر دو سہ حملہ بروبہ سخت کرد	چوں مقلد بد فریب او بخورد
گدھے نے لومڑی پر دو تین سخت حملے کئے	چونکہ مقلد تھا اس کا فریب کھا گیا

26

طنطنہ ادراک و بینائی نداشت	دمدمہ ردبہ برو سکتہ گماشت
وہ علم اور بصیرت کا کر و فر نہ رکھتا تھا	لونڑی کے مکر نے اس پر سکتہ طاری کر دیا
حرص خوردن آنچناں کردش ذلیل	کہ زبونش کرد با پانصد دلیل
کھانے کی حرص نے اس کو ایسا ذلیل کیا	کہ پانچ سو دلیلیں ہوتے ہوئے اس کو مغلوب کر دیا

حکایت آں مخنث ورسیدن لوطی از ود رحالت لواطت کہ ایں خنجر از بہر چیست گفت از بہر آنکہ ہر کہ با من بداندیشد اشکمش بشگافم لوطی برسر او آمد وشد میکرد میگفت الحمدللہ کہ من با تو بدنمی اندیشم

ہیجڑے کا قصہ اور لوطی کا لواطت کی حالت میں اس سے دریافت کرنا کہ یہ خنجر کس کام کیلئے ہے اس نے کہا اس لئے کہ جو میرے ساتھ بری بات سوچے گا میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں گا لوطی اس پر چڑھتا اور اترتا تھا اور کہہ رہا تھا خدا کا شکر ہے کہ میں تجھ سے برے کام کی نیت نہیں رکھتا ہوں

بیت من بیت نیست اقلیم ست	ہزل من ہزل نیست تعلیم ست
میرا شعر کوٹھڑی نہیں ہے ایک خطہ ہے	میرا مذاق مذاق نہیں ہے تعلیم ہے

قولہ تعالیٰ ان اللہ لایستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃً فما فوقھا اے فما فوقھا فی تغییر النفوس بالانکارات ماذا اراداللہ بھذا مثلاً وآنکہ جواب میفر ماید کہ ایں خواستم یضل بہ کثیراً ویھدی بہ کثیراً کہ ہر فتنہ ہچو میزانست کہ بسیار از و سرخ روشوند وبسیاراں بے مراد شوند ولو تاملت فیہ قلیلاً لوجدت فی نتائجہ الشریفۃ کثیراً

اللہ تعالیٰ کا قول ہے بیشک اللہ حیا نہیں کرتا اس بارے میں کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے پس اس سے بھی زیادہ (چھوٹی چیز کی) جو انکار کی وجہ سے نفوس میں تغیر پیدا کرنے کے لئے اس سے بھی بڑھی ہوئی ہوں (انہوں نے کہا) اس مثال سے اللہ کا کیا ارادہ ہے اور یہ کہ جواب فرماتا ہے کہ میں نے یہ چاہا اس سے بہت سے گمراہ ہوں اور بہت سے ہدایت پائیں کیونکہ ہر آزمائش ایک ترازو ہے کہ بہت سے اس سے سرخرو ہو جاتے ہیں اور بہت سے بے مراد ہو جاتے ہیں اور اگر تو اس میں تھوڑا سا بھی غور کر لے تو اس میں بہت سے عمدہ فوائد پائے گا۔

کوں دہے را لوطیے در خانہ برد	سرنگوں افگندش و دروے فشرد
ایک اغلام کرانے والے کو ایک اغلام کرنے والا گھر لے گیا	اس کو اوندھا گرایا اور اس میں گھسیڑ دیا
برمیانش خنجرے دید آں لعین	پس بگفتش درمیانست چیست ایں
اس ملعون نے اس کی کمر پر خنجر دیکھا	تو اس سے کہا تیری کمر میں یہ کیا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت آنکہ بامن اریک بدمنش	بد بیندیشد بدرم اشکمش
اس نے کہا یہ کہ اگر کوئی بدطینت میرے ساتھ	برے کام کا ارادہ کرے تو میں اس کا پیٹ پھاڑ دوں
گفت لوطی حمد للہ را کہ من	بد نیندیشیدہ ام با تو بفن
اغلام کرنے والے نے کہا اللہ کا شکر ہے کہ میں نے	کسی فریب سے تیرے ساتھ برا ارادہ نہیں کیا
چونکہ مردی نیست خنجرہا چہ سود	چوں نباشد دل ندارد سود خود
جبکہ بہادری نہیں ہے خنجروں سے کیا فائدہ؟	جب دل نہ ہو خود فائدہ نہیں دیتی
از علیؓ میراث داری ذوالفقار	بازوی شیر خدا ہستت بیار
(حضرت) علیؓ سے تجھے ذوالفقار میراث میں مل گئی	تیرے پاس شیر خدا کا بازو ہے تو لا
گر فسونے یاد داری از مسیحؑ	کولب و دندان عیسیٰؑ اے وقیح
اگر تو (حضرت) عیسیٰؑ کی دعا یاد رکھتا ہے	اے بےشرم! (حضرت) عیسیٰؑ کا ہونٹ اور دانت کہاں ہیں؟
کشتی سازی زتو زلیع و فتوح	کو یکے ملاح کشتی ہمچو نوحؑ
تو چندے اور نذرانوں سے کشتی بناتا ہے	(حضرت) نوحؑ جیسا کوئی ایک ملاح کہاں ہے؟
بت شکستی گیرم ابراہیمؑ وار	کو بت تن را فدا کردن بنار
میں نے مانا تونے (حضرت) ابراہیمؑ کی طرح بت توڑ ڈالا	جسم کے بت کو آگ میں فنا کرنا کہاں ہے؟
گر دلیلت ہست اندر فعل آر	تیغ چوبیں رابداں کن ذوالفقار
اگر کام میں تیرے پاس دلیل ہے لا	اس کے ذریعہ لکڑی کی تلوار کو ذوالفقار بنا دے
آں دلیلے کو ترا مانع شود	از عمل آں نقمت صانع شود
وہ دلیل جو تیرے لئے مانع ہے	عمل سے وہ خدا کا عذاب ہے
خائفان راہ را کردی دلیر	از ہمہ لرزاں تری تو زیر زیر
تونے راستہ میں ڈرنے والوں کو بہادر بنا دیا	چپکے چپکے تو سب سے زیادہ لرزنے والا ہے
برہمہ درس توکل می کنی	در ہوا تو پشہ را رگ میزنی
تو سب کو توکل کا درس دیتا ہے	تو ہوا میں مچھر کی رگ پر (نشتر) مارتا ہے
اے مخنث پیش رفتہ از سپاہ	بر دروغ و ریش تو کیرت گواہ
اے ہیجڑے! تو لشکر سے آگے ہوا	تیرے جھوٹ اور داڑھی پر تیرا خایہ گواہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں زنا مردی دل آگندہ بود	ریش وسبلت موجب خندہ بود
جب نامردی سے دل پر ہو	داڑھی اور مونچھیں ہنسی کا سبب ہوتی ہیں
توبہ کن اشکباراں چوں مطر	ریش وسبلت راز خندہ باز خر
توبہ کر، بارش کی طرح آنسو بہا	داڑھی اور مونچھ کو مذاق سے بچا
داروی مردی بخور اندر عمل	تاشوی خورشید گرم اندر حمل
عمل میں مردانگی کی دوا کھا	تاکہ تو (برج) حمل میں گرم سورج بن جائے
داروی مردی کن وعنیں مشوی	تا بروں آیند صد گوں خوبروی
مردانگی کی دوا کر اور نامرد نہ بن	تاکہ سینکڑوں قسم کے خوبصورت پیدا ہوں
معدہ را بگذار وسوی دل خرام	تاکہ بے پردہ زحق آید سلام
معدہ کو چھوڑ اور دل کی جانب چل	تاکہ اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے بغیر حجاب کے سلام آئے
رستمی گر بایدت خنجر بگیر	در بحیزی مائلی چادر بگیر
اگر تجھے رستم پنا چاہئے خنجر پکڑ	اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے چادر اوڑھ لے
رستمی گر بایدت جوشن بپوش	در بحیزی مائلی روکوں فروش
اگر تجھے رستم پن چاہئے زرہ پہن لے	اگر تو ہیجڑے پن کی جانب مائل ہے جا مقعد بیچ
یکدو گامے رو تکلف ساز خوش	تاترا عشقش کشد اندر برش
ایک دو قدم چل، خوب تکلف کر	تاکہ تجھے عشق اپنی آغوش میں کھینچ لے
برسر میداں چو مرداں پائیدار	تانگردی مبتلا درپائے دار
میدان میں مردوں کی طرح جم	تاکہ تو سولی کے نیچے مبتلا نہ ہو
تاکے از جامہ زناں ہمچو زناں	در صف مرداں درآ ہمچوں سناں
عورتوں کی طرح زنانہ لباس سے کب تک (تعلق رکھے گا)	نیزے کی طرح مردوں کی صف میں آ جا

شرح حبیبی

گدھے نے لومڑی پر دو تین حملہ سخت کئے لیکن چونکہ مقلد تھا۔ اس لئے آخرکار لومڑی کے دھوکہ میں آ گیا اور چونکہ وہ شوکت ادراک وبصیرت نہ رکھتا تھا اس لئے لومڑی کے فریب نے اسے دم بخود کر دیا اور کھانے کی حرص نے اسے اس قدر ذلیل کیا کہ باوجود پانچ سو دلیلوں کے اسے مغلوب کر دیا اس مقام پر ہمیں ایک حکایت

www.besturdubooks.wordpress.com

یاد آ گئی۔ گو ہے تو فحش مگر ہمیں اس سے نصیحت مقصود ہے اس لئے ہم اس کے فحش ہونے کی پرواہ نہیں کرتے۔

کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں ان اللہ لا یستحی ان یضرب مثلاً ما بعوضۃ فما فوقہا یعنی لوگ جو مچھر کی مثال بیان کرنے پر اعتراض کرتے ہیں سوان کو واضح ہو کہ حق سبحانہ کسی مثال کے بیان کرنے سے نہیں شرماتے خواہ وہ مچھر ہو۔ یا معترضین کی نظر میں اس سے بھی بڑھ کر قابل اعتراض ہو۔ ماذا اراد اللہ بھذا مثلاً یعنی حق سبحانہ کا ایسی مثال سے کیا مقصود ہے۔ اس کا جواب یہ ہے۔ یضل بہ کثیراً و یھدی بہ کثیراً یعنی اس سے وہ بہت سوں کو گمراہ کرتے ہیں اور بہت سوں کو ہدایت فرماتے ہیں گمراہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اس کے ظاہر کو دیکھ کر اعتراض کرتے ہیں اور ہدایت وہ پاتے ہیں جو اس سے نصیحت حاصل کرتے ہیں اور اس کو قابل اعتراض نہیں جانتے۔ پس یوں ہی ہم نصیحت کے لئے ایسی مثالیں بیان کرتے ہیں جو کہ بظاہر قابل انکار ہیں اور بباطن پر نصیحت تاکہ بروں کی برائی اور اچھوں کی اچھائی ظاہر ہو جائے۔

اچھا اب حکایت سنو ایک اغلام کرنے والے کو ایک مغلم اپنے گھر لے گیا اور اس کو اوندھا لٹا کر اس سے بدفعلی کرنے لگا۔ اسی اثناء میں اس نے اس کی کمر میں خنجر لگا دیکھا اس پر اس نے کہا کہ تیری کمر میں یہ کیا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ یہ وہ ہے کہ اگر کوئی بدطینت میری نسبت شرارت کا خیال کرے تو میں اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں۔ یہ سن کر اغلام باز نے کہا کہ خدا کا شکر ہے کہ میں نے تیری نسبت برائی کا خیال نہیں کیا۔ اس سے تم یہ نتیجہ نکالو کہ جب مردانگی بھی نہ ہو تو خنجر بے کار ہیں۔

اور جب دل ہی نہ ہو تو خود سے کیا فائدہ۔ علیٰ ہذا جب عمل ہی نہ ہو تو محض دلائل کیا کام دے سکتے ہیں۔ ہم نے مانا کہ تمہارے پاس علیؓ کی ذوالفقار ہے مگر بازوئے شیر خدا بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو وہ لاؤ اور ہم نے مانا کہ تم کو مسیح علیہ السلام کا افسوں یاد ہے مگر لب و دنداں عیسیٰ کہاں۔ ضرورت تو اس کی ہے۔

علیٰ ہذا! ہم نے مانا کہ تم چندے اور دیگر آمدنی سے نوح علیہ السلام کی سی کشتی بنا سکتے ہو مگر نوح کا سا ملاح کہاں ہے۔ نیز ہم نے فرض کیا کہ تم نے ابراہیم علیہ السلام کی طرح بت توڑ دیئے مگر ان کی طرح بت جسم کو آگ میں جھونکنا۔ یہ بات تم میں کہاں ہے پس جس طرح تم ذوالفقار سے علی اور افسوں سے مسیح اور کشتی سے نوح اور بت شکنی سے ابراہیم نہیں ہو سکتے یوں ہی محض دلائل سے ولی اور صاحب کمال نہیں ہو سکتے۔ اگر تمہارے پاس دلائل ہیں تو ان کو عمل میں لاؤ اور اس طرح اپنے غیر موثر دلائل کو ذوالفقار اور موثر بناؤ ورنہ محض دلائل کس کام کے۔ بلکہ وہ تو بجائے مفید ہونے کے الٹا مضر ہیں کیونکہ جو دلیل عمل سے مانع ہو یعنی جس دلیل پر عمل نہ ہو وہ تو عذاب الٰہی کا ذریعہ ہے کیونکہ یہ دلیل خدا کی حجت ہے بندہ پر جس کی بناء پر وہ اس کو سزا دے گا اور کہے گا کہ جب تو جانتا تھا تو تو نے عمل کیوں نہیں کیا۔ تم راہ خدا سے ڈرنے والوں کو تو جرأت دلاتے ہو لیکن در پردہ تم سب سے زیادہ ڈرتے ہو اور تم سب کے سامنے توکل کا وعظ کہتے ہو۔

مگر تمہارے حرص کی یہ حالت ہے کہ ہوا میں مچھر کے فصد کھولتے ہو۔ بدیں خیال کہ شاید اس میں سے خون مل جائے۔ یعنی کہیں تم کو نفع کا دھوکہ بھی ہوتا ہے تم وہیں سے نفع حاصل کرنا چاہتے ہو۔ ارے ہیجڑے جو کہ فوج کے آگے آگے ہے تیری دھوکہ دینے والی داڑھی کے دھوکہ پر تیرا ذکر شاہد ہے۔ ہم نے مانا کہ تیری ڈاڑھی مونچھ ہے اور تیری صورت مردانہ ہے لیکن یہ امر تیرے لئے کوئی فخر کی بات نہیں کیونکہ تو بزدل ہے اور قاعدہ ہے

کہ جب دل بزدلی سے پر ہو تو ڈاڑھی اور مونچھ موجب تمسخر ہوتے ہیں نہ کہ موجب فخر۔

یعنی اے بنے ہوئے شیخ اور مدعی کمال جو کہ مریدوں کی رہنمائی کرتا ہے تیری حالت خود تیرے فریب کو ظاہر کرتی ہے اور یہ وضع صوفیانہ تیرے لئے کچھ مفید نہیں کیونکہ اگر ظاہری حالت مشائخ کی سی ہو اور باطن پلید تو یہ وضع اہل فہم کے نزدیک موجب تمسخر ہے۔ نہ کہ قابل وقعت۔ پس تو اس حرکت سے توبہ کر اور مینہ کی طرح آنسو برسا تا کہ تو آفتاب حمل کی طرح دوسروں کی روحانی سرسبزی وشادابی کا باعث اور خود شاندار اور بابرکت ہو جائے۔

دیکھ تو نامردمت بن۔ بلکہ رجولیت کا علاج کرتا کہ ہر طرف سے سینکڑوں قسم کے حسین تیرے لئے نکل آئیں یعنی تو اپنی اصلاح کرتا کہ تو فیوض ربانیہ کا مرجع بن جائے اور تو پری معدہ کے فکر چھوڑ کر پری دل کی فکر کرتا کہ حق سبحانہ کی طرف سے بے حجابانہ تجھ پر سلام ہو۔

فائدہ:۔ بے حجابانہ سے رفع حجاب خاص مراد ہے جو کہ عوام اور حق سبحانہ کے درمیان ہے ورنہ مطلق حجاب مرتفع نہیں ہوسکتا۔

ہم تم کو نصیحت کر چکے اب تم کو اختیار ہے اگر تم کو رستی درکار ہے تو خنجر لو اور اگر ہیجڑے پن کی طرف رغبت ہے تو اوڑھنا اوڑھو۔ اور اگر تمہیں رستی درکار ہے تو جوش پہنو اور اگر ہیجڑے پن کی خواہش ہے تو جاؤ اغلام کراتے پھرو۔

خلاصہ یہ کہ ہم تم کو مشیخت اور کمال کا طریق بتا چکے اب تمہیں اختیار ہے خواہ شیخ بنو اور اس کا طریق اختیار کرو اور خواہ دنیا دار بنو اور ان کی وضع اختیار کرو۔ آگے پھر جوش شفقت ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ تم طول راہ اور اس کی صعوبتوں سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ اور ہمت نہ ہارنا۔ اس لئے کہ اس راہ کو طے کرنا کچھ مشکل نہیں تم دو ایک قدم بہ تکلف چلو تا کہ آئندہ تمہارے لئے سہولت ہو جائے اور عشق تم کو اپنے آغوش میں لے کر مطلوب تک پہنچا دے اور تم کو کچھ بھی زحمت نہ ہو۔ اور تم مردوں کی طرح معرکہ نفس وشیطان میں قدم جماؤ تا کہ تم سولی کے پاؤں میں نہ الجھ جاؤ اور ہلاکت ابدی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ تم عورتوں کی طرح زنانہ لباس میں کب تک رہو گے اسے چھوڑ دو اور سناں کی طرح مردوں کی صف میں آ کر شامل ہو اور مردوں کی طرح جدوجہد کرو اور عورتوں کی طرح ہمت نہ ہارو۔

اور اگر ہیجڑے پن کی طرف رغبت ہے تو اوڑھنا اوڑھو۔ اور اگر تمہیں رستی درکار ہے تو جوش پہنو۔ اور اگر ہیجڑے پن کی خواہش ہے تو جاؤ اغلام کراتے پھرو۔

خلاصہ یہ کہ ہم تم کو مشیخت اور کمال کا طریق بتا چکے اب تمہیں اختیار ہے خواہ شیخ بنو اور اس کا طریق اختیار کرو اور خواہ دنیا دار بنو اور ان کی وضع اختیار کرو۔ آگے پھر جوش شفقت ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ تم طول راہ اور اس کی صعوبتوں سے خوف زدہ نہ ہو جاؤ اور ہمت نہ ہارنا۔ اس لئے کہ اس کو طے کرنا کچھ مشکل نہیں تم دو ایک قدم بہ تکلف چلو تا کہ آئندہ تمہارے لئے سہولت ہو جائے اور عشق تم کو اپنے آغوش میں لے کر مطلوب تک پہنچا دے اور تم کو کچھ بھی زحمت نہ ہو اور تم مردوں کی طرح معرکہ نفس وشیطان میں قدم جماؤ۔ تا کہ تم سولی کے پاؤں میں نہ الجھ جاؤ اور ہلاکت ابدی میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ تم عورتوں کی طرح زنانہ لباس میں کب تک رہو گے اسے چھوڑ دو اور سناں کی طرح مردوں کی صف میں شامل ہو اور مردوں کی طرح جدوجہد کرو اور عورتوں کی طرح ہمت نہ ہارو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

غالب شدن حیلۂ روباہ بر استعصام و تعفف خر و کشیدن روباہ خر را بسوئے بیشۂ شیر

گدھے کے بچاؤ اور حفاظت پر لومڑی کے حیلہ کا غالب آ جانا اور لومڑی کا گدھے کو شیر کی کچھار کی جانب کھینچ لے جانا

روبہ اندر حیلہ پائے خود فشرد	ریش خر بگرفت و آں خر را بہ برد
لومڑی نے مکاری میں قدم رکھا	گدھے کی داڑھی پکڑی اور اس گدھے کو لے گئی
مطرب آں خانقہ کوتا کہ تفت	دف زند کہ خر برفت و خر برفت
اس خانقاہ کا قوال کہاں ہے؟ کہ جلد	دف بجائے کہ گدھا گیا، گدھا گیا
چونکہ خرگوشے برد شیرے بچاہ	چوں نیارد روبہے خر تا گیاہ
جب خرگوش شیر کو کنویں میں پہنچا دے	تو لومڑی گدھے کو گھاس کے پاس کیوں نہ لے آئے گی؟
گوش را بر بند و افسونہا مخر	جز فسون آں ولی داد گر
کان بند کر لے اور منتر نہ سن	اس فریاد رس ولی کے منتر کے سوا
آں فسونہا خوشتر از حلوائے او	آنکہ صد حلواست خاک پائے او
اس (فیر ولی) کے حلوے سے یہ منتر بہتر ہیں	کیونکہ سینکڑوں حلوے اس کے پاؤں کی خاک ہیں
خمہائے خسروانی پر زمے	مایہ بردہ از مے لبہائے وے
شراب سے پر شاہی مٹکوں نے	اس کے ہونٹوں سے سرمایہ حاصل کیا ہے
عاشق مے باشد آں جان بعید	کو مے لبہائے لعلش را ندید
وہ (اس سے) دور جان، شراب کی عاشق ہوگی	جس نے اس کے لعل جیسے ہونٹوں کی شراب نہ دیکھی
آب شیریں چوں نہ بیند مرغ کور	چوں نگردد گرد چشمہ آب شور
اندھا پرند جب میٹھا پانی نہیں دیکھے گا	وہ کھاری پانی کا چکر کیوں نہ کاٹے گا؟
موسیٰ جاں سینہ را سینا کند	طوطیان کور را بینا کند
روحانی موسیٰ، سینہ کو سینا بنا دیتا ہے	اندھی طوطیوں کو بینا بنا دیتا ہے
خسرو شیرین جاں نوبت زدست	لاجرم در شہر قند ارزاں شدست
روح کے شیریں شاہ نے ڈنکا پیٹ دیا ہے	لامحالہ شہر میں شکر سستی ہو گئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یوسفان غیب لشکر میکشند	تنگہائے قند مصری میرسند
غیبی یوسف لشکر کشی کر رہے ہیں	مصر میں شکر کے بورے پہنچ رہے ہیں
اشتران مصر را رو سوئے ما	بشنوید اے طوطیاں بانگ درا
مصری اونٹوں کا رخ ہماری جانب ہے	اے طوطیو! گھنٹے کی آواز سنو
شہر ما فردا پراز شکر شود	شکر ارزان ست ارزاں تر شود
کل کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا	شکر سستی ہے (اور) زیادہ سستی ہو جائے گی
در شکر غلطید اے حلوائیاں	ہمچو طوطی کوری صفرائیاں
اے حلوائیو! شکر میں لوٹو	طوطی کی طرح' صفرائی لوگوں کے اندھے پن (کے ساتھ)
نیشکر کو بید کار اینست و بس	جاں برافشانید یارا نیست و بس
کھانڈ کھونڈو بس کام یہی ہے	جان چھڑک دو بس دوست یہی ہے
یک ترش در شہر ما اکنوں نماند	چونکہ شیریں خسرواں رابر نشاند
ہمارے شہر میں اب کوئی کھٹا نہیں رہا	چونکہ شیریں نے بہت سے خسرو بٹھا دیئے ہیں
نقل برنقل ست وے برے ہلا	برمنارہ رو بزن بانگ صلا
آگاہ! نقل پر نقل' شراب پر شراب ہے	منارہ پر چڑھ جا' بلاوے کا اعلان کر دے
سرکۂ نہ سالہ شیریں میشود	سنگ مرمر لعل و زریں میشود
نو سال کا سرکہ میٹھا ہو جائے گا	سنگ مرمر لعل اور سنہرا ہو جائے گا
آفتاب اندر فلک دستک زناں	ذرہا چوں عاشقاں بازی کناں
سورج آسمان میں دستک دے رہا ہے	ذرے عاشقوں کی طرح رقص کر رہے ہیں
چشمہا مخمور شد از سبزہ زار	گل شگوفہ میکند بر شاخسار
سبزہ زار سے آنکھیں نشیلی ہو گئی ہیں	شاخوں پر پھول کھل رہے ہیں
چشم دولت سحر مطلق میکند	روح شد منصور انا الحق میزند
دولت کی آنکھ پورا جادو کر رہی ہے	روح منصور بن گئی ہے انا الحق کا نعرہ لگا رہی ہے
شد ز یوسف آں زلیخا نوجواں	عشرت از سرگیر خوش خوش شادماں
یوسف کی وجہ سے زلیخا جوان ہو گئی	خوشی خوشی مسرت سے از سر نو عیش منا

www.besturdubooks.wordpress.com

آتشے اندر دل خود بر فروز	دفع چشم بد سپندانے بسوز
اپنے دل میں آگ روشن کر لے	نظر بد کے دفع کرنے کے لئے کالا دانہ جلا
تو بحال خویشتن میباش شاد	تا بیابی در جہان جاں مراد
تو اپنے حال پر خوش رہ	تاکہ تو جان کے جہان میں مراد حاصل کر لے
گر خرے را می برد روبہ زسر	گو ببر تو خرمباش و غم مخور
اگر لومڑی گدھے کا سر کاٹ دیتی ہے	کہدے کاٹ دے تو گدھا نہ بن اور غم نہ کھا

حکایت آں شخص کہ از ترس خویشتن را در خانہ انداخت رخہا زرد کردہ چوں زعفران ولبہا کبود چوں نیل و دست لرزاں چوں برگ درخت خداوند خانہ پرسید کہ خیر ست وچہ واقعہ است گفت از بیروں خری گیرند بسخرہ گفت تو خرنیستی چہ میترسی گفت بجدمی گیرند وتمیز برخاستہ است امروز ترسم کہ مرا خرگیرند

اس شخص کی حکایت جس نے خوف سے اپنے آپ کو گھر میں جا ڈالا رخساروں کو زعفران کی طرح زرد کئے ہوئے اور ہونٹوں کو نیل کی طرح نیلا کئے ہوئے ہاتھ درخت کے پتوں کی طرح کپکپاتے ہوئے گھر کے مالک نے دریافت کیا خیر ہے اور کیا واقعہ ہے؟ اس نے کہا باہر بیگار میں گدھے پکڑ رہے ہیں اس نے کہا تو تو گدھا نہیں ہے کیوں ڈرتا ہے اس نے کہا کوشش کر کے پکڑ رہے ہیں اور تمیز اٹھ گئی ہے اب میں ڈرتا ہوں کہ مجھے گدھا سمجھ لیں

آں یکے از ترس درخانہ گریخت	زرد رو ولب کبود و رنگ ریخت
ایک شخص خوف سے گھر میں بھاگ آیا	چہرہ زرد ہونٹ نیلے رنگ فق
صاحب خانہ بگفتش خیر ہست	کہ ہمی لرزد ترا چوں بید دست
گھر کے مالک نے اس سے کہا خیر ہے؟	کہ تیرا ہاتھ بید کی طرح لرز رہا ہے
واقعہ چونست چوں بگریختی	رنگ رخسارہ چنیں چوں ریختی
کیا واقعہ ہے تو کیوں بھاگا؟	رخسار کا رنگ کیوں فق ہو گیا؟
گفت بہر سخرۂ شاہ حروں	خر ہمی گیرند امروز از بروں
اس نے کہا ظالم بادشاہ کی بیگار کے لئے	آج باہر سے گدھے پکڑ رہے ہیں
گفت میگیرند خر اے جان عم	چوں نہ خر رو ترا زیں چیست غم
اس نے کہا اے چچا کی جان! وہ گدھے پکڑ رہے ہیں	جبکہ تو گدھا نہیں ہے' جا تجھے اس سے کیا غم ہے؟
گفت بس جدند و گرم اندر گرفت	گر خرم گیرند ہم نبود شگفت
اس نے کہا وہ پکڑنے میں بہت سخت اور سرگرم ہیں	اگر مجھے بھی گدھا سمجھ لیں تو تعجب نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر خر گیری برآوردند دست	جد جد تمیز ہم برخاستہ است
گدھے پکڑنے میں انہوں نے ہاتھ نکالے ہیں	بہت کوشش میں تمیز بھی اٹھ گئی ہے
چونکہ بے تمیزیاں ماں سرورند	صاحب خر را بجائے خر برند
چونکہ بے تمیز لوگ ہمارے سردار ہیں	گدھے کی بجائے' گدھے والے کو پکڑ لے جائیں گے
نیست شاہ شہر ما بیہودہ گیر	ہست تمیزش سمیع ست و بصیر
ہمارے شہر کا بادشاہ' خواہ مخواہ پکڑنے والا نہیں ہے	اس کو تمیز ہے' (وہ) سننے والا اور دیکھنے والا ہے
آدمی باش وز خر گیراں مترس	خر نہ اے عیسیٰ دوراں مترس
تو آدمی بن جا' اور گدھا پکڑنے والوں سے نہ ڈر	تو گدھا نہیں ہے' اے (اپنے) دور کے عیسیٰ تو نہ ڈر
چرخ چارم ہم زنور تو پر ست	حاش للہ کہ مقامت آخرست
چوتھا آسمان بھی تیرے نور سے پر ہے	خدا بچائے کہ تیرا مقام اصطبل ہو
توز چرخ و اختراں ہم برتری	گرچہ بہر مصلحت در آخری
تو آسمان اور ستاروں سے بھی بالاتر ہے	اگرچہ مصلحتاً تو اصطبل میں ہے
میر آخر گرچہ در آخر بود	ہر کہ او را خر بگوید خر بود
اصطبل کا داروغہ اگرچہ اصطبل میں ہوتا ہے	جو اس کو گدھا کہے' وہ گدھا ہے
میر آخر دیگر و خر دیگرست	نے ہر آنکو اندر آخر شد خرست
داروغہ اصطبل دوسری چیز ہے اور گدھا دوسری چیز ہے	یہ نہیں ہے' کہ جو اصطبل میں ہے وہ گدھا ہے
چہ در افتادیم در دنبال خر	از گلستاں گوئی وز گلہائے تر
ہم گدھے کے پیچھے کیا پڑ گئے	چمن اور تر پھولوں کی بات کر
از انار و از ترنج و شاخ سیب	وز شراب و شاہدان بے حسیب
انار کی اور لیموں کی اور سیب کی ٹہنی کی	اور شراب کی اور بے حساب معشوقوں کی
یا ازاں دریا کہ موجش گوہرست	گوہرش گویندہ و بینا درست
یا اس دریا کی' جس کی موج موتی ہے	اس کا موتی گویا اور بینا ہے
یا ازاں مرغاں کہ گلچیں میکنند	بیضہا زریں و سیمیں می کنند
یا ان پرندوں کی' جو پھول چنتے ہیں	سونے اور چاندی کے انڈے دیتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یا ازاں بازاں کہ کبکاں پرورند	ہم نگوں اشکم ہم استاں میپرند
یا ان بازوں کی جو چکوریں پالتے ہیں	پیٹ کے بل بھی اور چت بھی اڑتے ہیں
نرد بانہائیست پنہاں در جہاں	پایہ پایہ تا عنان آسماں
دنیا میں مخفی سیڑھیاں ہیں	درجہ بدرجہ آسمان کی بلندی تک
ہر گرہ رانرد بانے دیگر ست	ہر روش را آسمانے دیگر ست
ہر گروہ کی ایک دوسری سیڑھی ہے	ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان ہے
ہر یکے از حال دیگر بے خبر	ملک با پہنا و بے پایان و سر
ہر ایک دوسرے کی حالت سے بے خبر ہے	ملک وسیع ہے اور بے ابتداء اور بے انتہا ہے
ایں دراں حیراں کہ او از چیست خوش	واں دریں خیرہ کہ حیرت چیستش
یہ اس کے بارے میں حیران کہ وہ کس چیز سے خوش ہے؟	وہ اس کے بارے میں حیران ہے کہ اس کی حیرت کس وجہ سے ہے؟
صحن ارض اللہ واسع آمدہ	ہر درختے از زمینے سر زدہ
اللہ کی زمین کا صحن وسیع ہے	ہر درخت ایک زمین سے اگا ہے
بر درختاں شکر گویاں برگ و شاخ	کہ زہے ملک و زہے عرصہ فراخ
درختوں پر پتے اور شاخیں شکر ادا کرتی ہیں	کہ عجب ملک ہے اور عجب وسیع میدان ہے
بلبلاں گرد شگوفہ پر گرہ	کہ ازاں چہ میخوری مارا بدہ
بلبلیں تہ بہ تہ شگوفے کے چاروں طرف (کہتی ہیں)	کہ اس میں سے کیا کھا رہا ہے؟ ہمیں دے
ایں سخن پایاں ندارد کن رجوع	سوئے آں روباہ و شیر و سقم و جوع
یہ بات خاتمہ نہیں رکھتی ہے واپسی کر	اس لومڑی اور شیر اور بیماری اور بھوک کی جانب

شرح حبیبی

لومڑی دھوکا دینے پر جم گئی اور بلاء خراس نے دھوکا دے لیا اور گدھے کی ڈاڑھی پکڑ کرلے گئی۔ کہاں ہے اس خانقاہ کا قوال جس کا قصہ دفتر دوم میں مذکور ہوا تا کہ وہ تیزی کے ساتھ گائے "گدھا چل دیا۔ گدھا چل دیا کیونکہ یہ بہت اچھا ہو۔

سچ ہے کہ فریب بری بلا ہے۔ اس کے ذریعہ سے ایک خرگوش شیر کو کنوئیں پر لے جا کر ہلاک کر دیتا ہے جیسا کہ تم کو دفتر اول میں معلوم ہوا اور جبکہ خرگوش شیر کو کنوئیں میں ڈال کر ہلاک کر سکتا ہے تو ایک بوڑھے گدھے کو سبزہ تک کیوں نہ لے جا سکے گی۔ خود لے جاسکے گی اور لے گئی۔ بس تم اپنے کان بند کرو اور بجز افسوں ولی حق کے کسی کا

www.besturdubooks.wordpress.com

افسوں نہ سنو۔ ولی حق کا کون سا افسون اس کا وہ افسون جو کہ شیرینی اور مفید ہونے میں حلوے سے بڑھ کر ہے اور اس کا وہ افسوں کہ سینکڑوں حلوے اس کے پاؤں کی خاک ہیں۔ اس ولی حق کی یہ شان ہے کہ شراب سے بھرے ہوئے شاہی مٹکے اس کے برتنوں کے شراب سے کب انکار کرتے ہیں اور ایسی حالت میں اس شراب معروف کا وہی عاشق ہوسکتا ہے جس نے اس کے لب لعل کی شراب نہیں دیکھی اور ایسے کو اس پر عاشق ہونا بھی چاہئے کیونکہ جب کوئی اندھا جانور آب شیریں کو نہ دیکھے گا تو وہ چشمہ آب شور کا طواف کیوں نہ کرے گا ضرور کرے گا پس جو اس کی شراب لب لعل نہ دیکھے گا وہ ضرور اسی شراب پر عاشق ہوگا۔

صاحبو وہ موسیٰ روح سینہ کو طور سینا کی طرح مہبط انوار الٰہیہ بنا دیتا ہے اور آندھی طوطیوں یعنی محجوبین کو بینا اور صاحب بصیرت کر دیتا ہے اس روح کے شیریں خسرو نے جو نقارہ بجایا ہے تو ہمارے شہر میں شکر سستی ہوگئی ہے کیونکہ شاہدان غیبی کثرت سے آرہے ہیں اور قند مصری کی گونوں پر گونیں چلی آرہی ہیں۔ ایسی حالت میں شکر کو کون پوچھتا ہے۔ ارے طوطیو مصر کی قند سے لدے ہوئے اونٹ ہماری طرف آرہے ہیں دیکھو وہ گھنٹی کی آواز آرہی ہے پھر کل کو ہمارا شہر شکر سے بھر جائے گا اور کچھ تو شکر سستی ہے کل اور بھی سستی ہوجائے گی اور اے شیریں کے شائقو تم طوطی کی طرح لوٹو۔ گو جتلائے صفرا لوگوں کو اس سے ناگواری لاحق ہو اور اب تم گنے چوسو کیونکہ اب اس کے سوا کچھ کام نہیں ہے اور بس معشوق پر جان فدا کرو کیونکہ صرف یہی ایک شخص ہے جو معشوق کے قابل ہے۔ جب سے اس شیریں خسرو نے شکر افسانی شروع کی ہے اس وقت سے ہمارے شہر میں ایک چیز کھٹی نہیں رہی۔ سب میٹھی ہوگئیں۔

نقل پر نقل اور شراب پر شراب ہے۔ دیکھو تم منارہ پر کھڑے ہو کر اعلان کر دو کہ آؤ جیسی شراب پیتے ہو نیز اب تو سال کا پرانا سرکہ شیریں ہو رہا ہے اور سنگ مرمر لعل اور زریں ہو رہا ہے۔ آفتاب فلک پر تالیاں جار ہا ہے اور ذرے شوق میں اچھل کود کر رہے ہیں۔ سبزہ کی یہ حالت ہے کہ سبزہ زار کے دیکھنے سے آنکھوں میں نشہ آتا ہے اور شاخوں پر پھول کھل رہے ہیں اور چشم دولت کا غضب کا جادو کر رہی ہے کسی کو پانی میں نہیں چھوڑا۔ سب پر اپنا تسلط جمالیا اور ان کو مدہوش کر دیا اور روح منصور بن کر انا الحق کہہ رہے ہیں اور اس یوسف نے زلیخا کو نوجوان کر دیا ہے۔ پس تم اب نئے سرے خوش عیش و عشرت و مصروف اور اپنے سینہ میں عشق کی آگ جلاؤ اور رفع چشم بد کے لئے یہ سپندان روشن کرو اور اپنی حالت میں خوش رہو۔ تا کہ عالم روح میں تمہارا مقصد حاصل ہو۔ اگر گدھے کو لومڑی سر پکڑ کر لے جاتی ہے تو لے جانے دو۔ تم گدھے نہ بنو اور پرواہ نہ کرو۔ (خلاصہ یہ کہ عارف کامل ہی مطلوب ہے لوگوں کو اسی کا طالب ہونا چاہئے اس کے وقت میں فیوض ربانیہ کی کثرت ہوتی ہے اور اہل معنی کے لئے وہ نہایت عیش کا زمانہ ہوتا ہے اور اس وقت بہت دلوں کی بگڑی ہوئی سنور جاتی ہے اور جو لوگ ان کی صحبت سے آدمی ہو جاتے ہیں ان کو شیطان اور نفس کا خطرہ نہیں رہتا) ایک شخص خوف سے ایک گھر میں بھاگا خوف کے مارے چہرے کا رنگ زرد تھا۔ ہونٹ نیلے تھے اور منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر صاحب خانہ نے پوچھا کہ میاں خیر تو ہے۔ تمہارا جسم بید کی طرح کانپ رہا ہے۔ بات کیا ہے اور تم کیوں بھاگتے ہو اور تمہارے چہرہ کا رنگ کیوں اڑ گیا ہے اس نے جواب دیا کہ بادشاہ کے بیگار کے لئے لوگ باہر گدھے پکڑ رہے ہیں۔ یہ سن کر

اس نے جواب دیا کہ میاں گدھے ہی تو پکڑ رہے ہیں جبکہ تم گدھے نہیں ہو۔ تو تمہیں کیا فکر ہے تم جاؤ اپنا کام کرو۔ اس نے کہا کہ جناب وہ اس کام میں نہایت سرگرم ہیں۔ ایسی حالت میں اگر وہ مجھے بھی گدھا ہی سمجھ لیں تو کچھ تعجب نہیں کیونکہ انہوں نے گدھوں کے پکڑنے پر سخت دست درازی کی ہے اور تمیز اٹھ گئی ہے اور چونکہ ہمارے سردار بے تمیز ہیں اس لئے وہ گدھے والے کو بھی بجائے گدھے کے لے جاتے ہیں۔ سو صاحبو۔

ہمارے ملک کا بادشاہ اس بے ہودگی سے نہیں پکڑتا۔ اس کو آدمیوں اور گدھوں میں امتیاز ہے وہ سنتا ہے اور دیکھتا ہے۔ بس تم آدمی ہو جاؤ اور گدھا پکڑنے والوں (نفس وشیطان) سے نہ ڈرو کیونکہ اگر انہوں نے تم پر دست درازی کی ہے تو وہ بادشاہ ان کو روک دے گا۔ تم گدھے نہیں ہو بلکہ عیسیٰ دوراں ہو پھر کیوں ڈرتے ہو بالکل خوف نہ کرو تمہارے نور سے تو چرخ چہارم پر ہے کیونکہ تمہاری خلقت ہی اس کی خلقت اور اس کے تنور کا سبب ہے۔ پھر اصطبل تمہاری جگہ کیوں ہونے لگا تھا۔ حاش للہ ایسا نہ ہو کہ تم مصلحت اصطبل (دنیا) میں رکھے گئے ہو مگر تم تو آسمانوں اور ستاروں سے بھی رفیع القدر ہو اور ہرگز اندھے نہیں ہو اور نہ تمہارے اصطبل دنیا میں ہونے کے لئے تمہارا گدھا ہونا لازم ہے کیونکہ داروغہ اصطبل ہی اصطبل میں ہوتا ہے مگر گدھا نہیں ہوتا جو اسے گدھا کہے وہ خود گدھا ہے۔ داروغہ اصطبل اور چیز ہے گدھا اور چیز۔ اس کے اصطبل میں سے ہونے سے اس کا گدھا ہونا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ کچھ ضرور نہیں ہے اگر کوئی اصطبل میں ہو گدھا ہو۔ لاحول ولا قوۃ۔ ہم کیا گدھے کے پیچھے پڑے ہیں۔ ابھی اس کا ذکر چھوڑ دو اور گلستان 'گل تر' انار ترنج' شاخ سیب شراب' بے شمار معشوقوں کا ذکر کرو اور فیوض عالم غیب کو بیان کرو اس دریا کا ذکر کرو جس کی موج موتی ہے اور جس کا موتی بولنے والا اور دیکھنے والا ہے۔ یعنی حق سبحانہ کا ذکر کرو جس نے انسان کو پیدا کیا جو اپنی گرانی قدر کے سبب بمنزلہ موتی کے ہے یا ان جانوروں کا ذکر کرو جو گل چینی کرتے اور سونے چاندی کے انڈے دیتے ہیں۔ یعنی ان مقدس لوگوں کا ذکر کرو جو خود عالم غیب سے فیض یاب ہوتے اور اعمال صالحہ کرتے ہیں مگر خدمت خلق ان سے متعلق نہیں ہے۔ یا ان بازوں کا ذکر کرو جو کہ چکوروں کی تربیت کرتے ہیں اور اوندھے بھی اڑتے ہیں اور سیدھے بھی یعنی ان اہل اللہ کا ذکر کرو جو کہ لوگوں کی تربیت کرتے اور حسب قوت واستعداد بعنوان مختلف ترقی کرتے ہیں بعنوان مختلف ہم نے اس لئے کہا کہ آسمان تک درجہ بدرجہ مخفی سیڑھیاں لگے ہوئے ہیں اور ہر گروہ کے لئے ایک جداگانہ سیڑھی ہے اور ہر رفتار کے لئے ایک دوسرا آسمان مرتبت ہے اور ان لوگوں میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک کے حال کی دوسرے کو خبر نہیں کیونکہ ملک معنی نہایت وسیع اور بے حد ونہایت ہے اور ان کے احوال میں اس قدر تفاوت ہے کہ ایک دوسرے کو جوش دیکھ کر حیران ہے کہ یہ جوش کیوں ہے دوسرا اس کی حیرت سے متحیر ہے کہ یہ حیران کیوں ہے اس میں تحیر کی بات کیا ہے نیز صحن ارض اللہ اور سرزمین قلب نہایت وسیع ہے اور ہر درخت معرفت ایک جداگانہ زمین سے پیدا ہوا ہے اور ان درختوں کی شاخیں اور پتے (آثار ونتائج) بولنے والے کا شکر کر رہے ہیں کہ عجیب فراخ زمین ہے اور بلبلیں (طالبین) شگوفوں کے گرد مجتمع ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ جو غذا تم نے کھائی ہے جس سے تم کو یہ حسن ولطافت حاصل ہوئے ہیں اس سے تم ہم کو بھی دو۔ خیر یہ بات تو انتہا نہیں رکھتی اس سے لومڑی اور شیر اور اس کی بیماری اور بھوک کی طرف لوٹنا چاہئے اور ان کا بیان کرنا چاہئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بردن روباہ آں خررا پیش شیر و جستن خر از شیر و عتاب کردن روباہ با شیر کہ ہنوز خر دور بود کہ تعجیل کردی و عذر گفتن شیر و لابہ کردن شیر روباہ را کہ برو بار دیگرش بفریب

لومڑی کا اس گدھے کو شیر کے سامنے لے جانا اور گدھے کا شیر سے کود بھاگنا اور لومڑی کا شیر پر غصہ کرنا کہ گدھا ابھی دور تھا کہ تو نے جلدی کر دی اور شیر کا معذرت کرنا اور شیر کا لومڑی کی خوشامد کرنا کہ جا دوبارہ اس کو فریب دے

چونکہ روباہش بسوئے مرج برد	تا کند شیرش بحملہ خرد مرد
لومڑی جب اس کو چراگاہ کی جانب لے گئی	تاکہ شیر حملے سے اس کو خرد برد کر دے
دور بود از شیر و آں شیر از نبرد	تا بہ نزدیک آمدن صبرے نکرد
وہ شیر سے دور تھا اور شیر نے جنگ کی وجہ سے	اس کے نزدیک آ جانے تک صبر نہ کیا
گنبدی کرد از بلندی شیر ہول	خود نبودش قوت و امکان حول
ہولناک شیر نے اونچائی سے چھلانگ لگائی	اس میں خود قوت اور طاقت کا امکان نہ تھا
خر ز دورش دید و برگشت و گریخت	تا بزیر کوہ تازاں نعل ریخت
گدھے نے اس کو دور سے دیکھا اور پلٹ گیا اور بھاگ گیا	پہاڑ کے نیچے تک بھاگا چلا گیا
گفت روبہ شیر را اے شاہ ما	چوں نکردی صبر در وقت وغا
لومڑی نے شیر سے کہا اے ہمارے بادشاہ!	تو نے معرکے کے وقت صبر کیوں نہ کیا؟
تا بہ نزدیک تو آید آں غوی	تا بہ اندک حملۂ غالب شوی
تاکہ وہ گمراہ تیرے قریب آ جاتا	تاکہ تو تھوڑے سے حملے سے غالب ہو جاتا
مکر شیطان ست تعجیل و شتاب	لطف رحمانست صبر و احتساب
عجلت اور جلد سازی شیطان کا مکر ہے	صبر اور اپنے آپ کو قابو میں رکھنا خدا کی مہربانی ہے
دور بود و حملہ را دید و گریخت	ضعف تو ظاہر شد و آب تو ریخت
وہ دور تھا اور حملہ دیکھا اور بھاگ گیا	تیری کمزوری ظاہر ہو گئی اور تیری آبرو ریزی ہو گئی
گفت من پنداشتم برجاست زور	خود بدم زیں ضعف خود نادان و کور
اس نے کہا میں سمجھا طاقت بحال ہے	ابھی اس کمزوری سے میں خود نادان اور اندھا تھا
لیک گفتم زور من برجا بود	نے کہ در من ضعف دست و پا بود
لیکن میں نے کہا میری طاقت بحال ہو گی	نہ کہ مجھ میں ہاتھ اور پاؤں کی کمزوری ہو گی

www.besturdubooks.wordpress.com

نیز جوع و حاجتم از حد گذشت	صبر و عقلم از تجوع یاوہ گشت
لیکن میری بھوک اور ضرورت حد سے گزر گئی	بھوک کی وجہ سے میرا صبر اور عقل بیکار ہو گئی
گر توانی بار دیگر از خرد	باز آوردن مر او را می سزد
اگر تو عقلمندی سے دوبارہ	اس کو پھر لا سکے تو مناسب ہے
منت بسیار دارم از تو من	جہد کن باشد بیاریش بفن
مجھ پر تیرا بہت احسان ہے	کوشش کر، شاید کرے تو اس کو دوبارہ لے آئے
گر خدا روزی کند آں خر مرا	بعد ازاں بس صیدہا بخشم ترا
اگر اللہ تعالیٰ اس گدھے کو میری روزی بنا دے گا	اس کے بعد تجھے بہت شکار بخشوں گا
گفت آرے گر خدا یاری دہد	بر دل او از عمی مہرے نہد
اس نے کہا، ہاں اگر خدا مدد کرے گا	اس کے دل پر اندھے پن کی مہر لگا دے گا
پس فراموشش شود ہولے کہ دید	از خری او نباشد ایں بعید
تو وہ اس خوف کو بھول جائے گا جو اس نے دیکھا	اس کے گدھے پنے سے یہ بعید نہیں ہے
لیک چوں آرم من او را بر متاز	تا بباذش ندہی از تعجیل باز
لیکن جب میں اس کو لے آؤں دوڑ نہ پڑنا	تاکہ تو پھر جلدی کی وجہ سے اس کو برباد نہ کر دے
گفت آرے تجربہ کردم کہ من	سخت رنجورم مخلخل گشتہ تن
اس نے کہا، ہاں میں نے تجربہ کر لیا ہے کہ میں	سخت بیمار ہوں، جسم ڈھیلا ہو گیا ہے
تا بہ نزدیکم نیاید خر تمام	من نہ جنبم خفتہ باشم بر قوام
جب تک گدھا بالکل میرے پاس نہ آ جائے گا	میں حرکت نہ کروں گا، سوتا رہوں گا طریقہ کے مطابق
رفت روبہ گفت اے شہ ہمتے	تا بپوشد عقل او را غفلتے
لومڑی روانہ ہوئی، بولی اے شاہ!	تاکہ غفلت اس کی عقل کو چھپا دے
توبہا کردست خر با کردگار	کہ نگردم غرۂ ہر نابکار
گدھے نے خدا سے بہت توبہ کر لی ہوگی	کہ میں ہر نالائق کے دھوکے میں نہ آؤں
عقل خر بازیچۂ دستان ماست	فکرتش کبادۂ طفلان ماست
گدھے کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے	اس کی سمجھ ہمارے بچوں کی نرم کمان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو بہالیش را بفن برہم زنیم	ماعدوے عقل و عہد روشنیم
ہم مکر سے اس کی توبہ کو توڑ دیں گے	ہم عقل اور روشن عہد کے دشمن ہیں
گلۂ خر گوئے فرزندان ماست	فکرتش بازیچۂ دستان ماست
گدھوں کا گلہ ہماری اولاد کی گیند ہے	اس کی سمجھ ہمارے مکر کا کھلونا ہے
عقل کاں باشد ز دوران زحل	پیش عقل کل ندارد آں محل
وہ عقل جو زحل کی رفتار سے (پیدا) ہو	عقل کل کے سامنے وہ مرتبہ نہیں رکھتی ہے
از عطارد و از زحل دانا شد او	ماز داد کردگار لطف خو
وہ عطارد اور زحل سے عقلمند بنا ہے	ہم مہربان خدا کی عنایت سے
علم الانسان خم طغرائے ماست	علم عنداللہ مقصد ہائے ماست
"علم الانسان" ہمارے طغرا کا دائرہ ہے	اللہ کا علم ہمارے مقاصد ہیں
تربیہ آں آفتاب روشنیم	ربی الاعلیٰ ازاں رومیز نیم
ہم اس روشن سورج کی تربیت ہیں	اسی لئے ہم ربی الاعلیٰ کا نعرہ لگاتے ہیں
تجربہ گردارد او با ایں ہمہ	بشکند صد تجربہ زیں دمدمہ
اگر وہ تجربہ رکھتا ہے تو اس سب کے ہوتے ہوئے	سینکڑوں تجربے اس مکر سے لوٹ جائیں گے
بو کہ توبہ بشکند آں سست خو	در رسد شومی اشکستن درو
ہو سکتا ہے کہ وہ کاہل توبہ توڑ دے	(توبہ) توڑنے کی بدبختی اس میں اثر کرے

دربیان آنکہ نقض عہد وتوبہ موجب بلا بود بلکہ موجب مسخ ست چنانکہ درحق اصحاب سبت واصحاب مائدہ عیسیٰ علیہ السلام کہ وجعل منہم القردۃ والخنازیر واندریں امت مسخ دل باشد نعوذ باللہ من ذٰلک وروز قیامت تن راصورت دل دہند

اس کا بیان کہ توبہ اور عہد کو توڑنا مصیبت کا سبب ہوتا ہے بلکہ مسخ کا سبب ہے چنانچہ سبت والوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دسترخوان والوں کے بارے میں ہے اور کردیا ان میں سے بندر اور سؤر اور اس امت میں دل مسخ ہوگا ہم اس سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں اور قیامت کے دن بدن کو دل کی صورت دے دینگے

نقض میثاق و شکست توبہا	موجب لعنت شود در انتہا
عہد کا توڑنا اور توبہ کا توڑنا	انجام کار لعنت کا سبب ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نقض عہد و توبۂ اصحاب سبت	موجب مسخ آمد و اہلاک و مقت
سبت والوں کا توبہ اور عہد کو توڑنا	مسخ اور ہلاکت اور عتاب کا سبب بنا
پس خدا آں قوم را بوزینہ کرد	چونکہ عہد حق شکستند از نبرد
تو خدا نے اس قوم کو بندر بنا دیا	چونکہ انہوں نے ضد سے اللہ کا عہد توڑا
اندریں امت نہ بد مسخ بدن	لیک مسخ دل بود اے ذوالفطن
اس امت میں جسمانی مسخ نہ تھا	لیکن اے سمجھدار! دل کا مسخ ہوتا ہے
چوں دل بوزینہ گردد آں دلش	از دل بوزینہ شد خواراں گلش
جب اس کا دل، بندر کا دل ہو گیا	اس کی مٹی، بندر کے دل سے زیادہ ذلیل ہو گئی
گر ہنر بودے دلش را ز اختیار	خوار کے بودے بصورت آں حمار
اگر اس کے دل میں کوئی اختیاری ہنر ہوتا	تو صورت کے اعتبار سے وہ گدھا ذلیل کیوں ہوتا؟
آں سگ اصحاب خوش بد سیرتش	ہیچ بودش منقصت زاں صورتش
اصحاب (کہف) کے کتے کی سیرت اچھی تھی	اس صورت سے اس کو کوئی نقصان تھا؟
مسخ ظاہر بود اہل سبت را	تا بہ بیند خلق ظاہر کیت را
سبت والوں کا مسخ ظاہر تھا	تا کہ کھلے ہوئے اندھے منہ ہونے کو مخلوق دیکھ لے
از رہ سر صد ہزاران دگر	گشتہ از توبہ شکستن خوک و خر
باطنی طور پر دوسرے لاکھوں توبہ توڑنے کی وجہ سے سور	اور گدھے بنے ہیں

شرح حبیبی

جبکہ لومڑی گدھے کو چراگاہ کی جانب اس لئے لے گئی کہ شیر اسے حملہ کر کے چٹ کر جائے تو اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ گدھا ہنوز دور تھا۔ شیر نے اس کے پاس آنے تک صبر نہ کیا اور اس ہولناک شیر نے اونچے سے جست کی۔ مگر اس میں جست کی قوت اور طاقت نہ تھی اس لئے وہ گدھے تک نہ پہنچ سکا۔ گدھے نے دور سے یہ واقعہ دیکھا اور وہیں سے لوٹ گیا اور دامن کوہ تک اتنا بھاگا کہ بھاگتے ہوئے نعل بھی ٹوٹ کر گر پڑی۔ یہ حالت دیکھ کر لومڑی نے شیر سے کہا کہ حضور آپ نے معرکہ میں اس قدر صبر کیوں نہ کیا کہ وہ آپ کے قریب آ جاتا۔ تا کہ معمولی سے حملہ میں آپ اس پر غالب ہو جاتے۔ یہ بات نہایت نامناسب تھی۔ آپ کو واضح ہو کہ عجلت شیطانی فریب ہے اور صبر اور عجلت سے پرہیز عنایت حق سبحانہ ہے۔ (کما قال صلی اللہ علیہ وسلم العجلة من الشیطان والتانی من الرحمن) وہ ہنوز دور تھا آپ

www.besturdubooks.wordpress.com

نے اس پر حملہ کر دیا اس نے حملہ کو دیکھا اور بھاگ گیا۔ اس سے آپ کی کمزوری ظاہر ہوئی اور آبرو جاتی رہی۔ شیر نے جوا بدیا کہ میں سمجھتا تھا کہ اس قدر میری قوت قائم ہے اور مجھے اپنے اتنے ضعف کی خبر نہ تھی۔ میں واقع میں نہایت کمزور تھا۔ مگر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اس قدر میری قوت ضرور قائم ہوگی اور مجھ میں ہاتھ پاؤں کی اتنی کمزوری نہ ہوگی۔ ایک وجہ تو میرے حملہ کی یہ تھی دوسری وجہ یہ تھی کہ میری بھوک اور احتیاج غذا حد سے بڑھ گئی تھی اور بھوک کے سبب میرا صبر اور میری عقل سب جاتے رہے تھے اگر تجھ سے اپنے عقل کے زور سے اس کو دوبارہ لانا ممکن ہو تو بہت مناسب ہے میں تیرا بہت ممنون ہوں گا۔ پس تو کوشش کر۔ ممکن ہے کہ تو کامیاب ہو اور اسے چالاکی سے لے آ۔ اگر خدا نے مجھے وہ گدھا دیدیا تو میں تجھے سینکڑوں شکار دوں گا اس نے کہا اچھا میں اسے لاؤں گی بشرطیکہ خدا میری مدد کرے اور اس کے دل پر اندھے پن کی مہر کر دے اور جس خوف کو وہ دیکھ چکا ہے اس کو بھول جائے اور یہ امر اس کے گدھے پن سے کچھ بعید نہیں ہے۔ لہٰذا کامیابی کا ظن غالب ہے لیکن جب میں اسے لے آؤں تو دوڑ نہ پڑنا ورنہ عجلت کی بدولت وہ پھر ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ اس نے کہا کہ بہت اچھا اب مجھے تجربہ ہو گیا ہے کہ میں بہت بیمار ہوں اور میرا جسم بہت ڈھیلا ہو گیا ہے جب تک وہ گدھا پورے طور پر میرے قریب نہ آ جائے گا میں حرکت نہ کروں گا بلکہ ٹھیک طور پر لیٹا رہوں گا۔ یہ سن کر لومڑی چل دی اور کہا کہ حضور دعا فرمائیں کہ اس کی عقل کو غفلت چھپا لے۔ اس نے خدا سے بہت توبہ کی ہے کہ اب میں کسی نالائق کے دھوکہ میں نہ آؤں گا۔ لیکن وہ کیا چیز ہے اور اس کی توبہ کیا ہے گدھوں کی عقل تو ہمارے مکر کا کھلونا ہے ان کی فکر ہمارے بچوں کی چکنی بیزم ہے۔ پس ہم اس میں جس طرح چاہیں تصرف کر سکتے ہیں کہ ہم اس کی توبہ کو چالاکی سے درہم برہم کر دیں گے۔ کیونکہ ہم تو عقل اور جان روشن کے دشمن ہیں۔ گدھوں کی کھوپڑی ہمارے بچوں کے گیند ہے اور ان کی عقل ہمارے مکر کا کھلونا ہے یعنی گدھوں کے دماغ اور اس کی عقل میں تو ہمارے بچے بخوبی تصرف کر سکتے ہیں۔ پھر میں تو بالاولی کر سکتی ہوں۔ عقل خرد عقل روباہ سے مولانا عقل جزوی و عقل کلی۔ یعنی عقل معاش اور عقل معاد کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ عقل جو زحل کی گردش کا نتیجہ ہو عقل کل کے سامنے کچھ وقعت نہیں رکھتی کیونکہ اس میں تو عطارد اور زحل کے اثر دانائی آئی ہے اور ہم اہل اللہ کو حق سبحانہ کی خاص عنایت سے دانائی حاصل ہوئی ہے۔ پس کجا تاثیر زحل اور کجا تاثیر خالق زحل۔ ہمارے طغرا کا فخر علم الانسان ہے یعنی ہم کو تعلیم حق کا شرف حاصل ہے اور علم خداوندی وہبی ہمارا مقصود ہے اور ہم اس آفتاب روشن کی تربیت یافتہ ہیں۔ اسی لئے ہم خاص اسی پروردگار کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہمارا رب وہ ہے جو سب سے بالاتر ہے۔ ایسی حالت میں ارباب عقل معاش ہمارے برابر کیونکر ہو سکتی ہیں۔

خیر تو لومڑی نے کہا کہ گو اس کو تجربہ ہو چکا ہے مگر بایں ہمہ ہمارا فریب ایک تجربہ تو کیا اس کے سو تجربوں کو پاش پاش کر دے گا۔ الغرض امید ہے کہ اس سست طبع کی توبہ ٹوٹ جائے گی اور اس کی توبہ توڑنے کی نحوست اسے لاحق ہوگی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ عہدوں کا توڑ دینا اور توبہ کی شکست آخر میں موجب لعنت ہو جاتی ہے چنانچہ اصحاب سبت کا عہد اور توبہ کو توڑ دینا ان کی مسخ اور ہلاکت اور مبغوضیت کا سبب ہو گیا اور جبکہ انہوں نے معاہدہ کو توڑ دیا تو حق سبحانہ نے اس کو بندر بنا دیا تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ امت مسخ سے مامون ہے اس لئے نقض عہود کا وبال ہم پر نہ ہوگا کیونکہ اس آیت میں مسخ ابدان ضرور نہیں ہے مگر مسخ قلوب تو ہے پس توبہ شکن کا دل بندر کے دل کی مانند ہو

ـ یہ لقب ہے ان لوگوں کا جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ہفتہ کی تعظیم فرض ہوئی تھی۔ مگر انہوں نے اس کی بے حرمتی کی تھی۔ ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہے اور اس بندر کے سے دل کے سبب اس کی مٹی خراب ہو جاتی ہے۔ واضح ہو کہ اصل چیز دل ہے نہ کہ جسم۔ پس اگر اس گدھے کے دل کے لئے اس کے اختیار سے کمال دانائی وغیرہ حاصل ہوتا تو وہ اپنے صورت خزانہ کے سبب ذلیل نہ ہوتا۔ دیکھو سگ اصحاب کہف کی سیرت اچھی تھی تو کیا صورت سگ سے۔ اس کے رتبہ میں کچھ کمی آ گئی ہرگز نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ اصل چیز دل ہے اس کے درستی درستی ہے اور اس کا فساد فساد۔ پس تم عدم مسخ صورت سے مغرور نہ ہونا۔ کیونکہ نہ صلاح ظاہر کوئی وصف ہے نہ مسخ ظاہر کوئی عیب۔

رہی یہ بات کہ جب مسخ ظاہر منقصت نہیں ہے تو مسخ ظاہر سے اہل سبت کو کیوں سزا دی گئی اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مسخ ظاہر اس لئے تھا کہ لوگ اس سے قہر حق کو مشاہدہ کر لیں اور عبرت پکڑیں۔ ورنہ مسخ ظاہر تو فی نفسہ کوئی سزا نہیں تھی۔ الحاصل توبہ توڑنے کی بدولت لاکھوں آدمی سور اور گدھے ہو گئے ہیں۔ پس تم کو عہد شکنی سے نہایت احتراز چاہئے۔

دوم بار آمدن روباہ بران خر گریختہ تا باز بفریبدش

بھاگے ہوئے گدھے کے پاس لومڑی کا دوبارہ آنا تا کہ اس کو پھر فریب دے

پس بیامد زود روبہ سوئے خر	گفت خر از چوں تو یارے الحذر
پھر بہت جلد لومڑی گدھے کی جانب آئی	گدھے نے کہا، تجھ جیسے دوست سے پناہ ہے
ناجواں مردا چہ کردم با تو من	کہ مرا با شیر کردی پنجہ زن
اے بزدل! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟	کہ تو نے مجھے شیر سے بھڑا دیا
ناجواں مردا چہ کردم من ترا	کہ بہ پیش اژدہا بردی مرا
اے نامرد! میں نے تیرے ساتھ کیا کیا؟	کہ تو مجھے اژدھے کے سامنے لے گئی
موجب کین تو با جانم چہ بود	غیر خبث جوہر تو اے عنود
میری جان سے تیرے کینہ کی کیا وجہ تھی؟	اے سرکش! سوائے تیری طبیعت کی خباثت کے
ہمچو کژدم کو گزد پائے فتے	نا رسیدہ از وے او را آفتے
بچھو کی طرح جو جوان کے پاؤں میں کاٹتا ہے	بغیر اس کے کہ کوئی تکلیف اس کو اس سے پہنچے
یا چو دیوے کو عدوی جان ماست	نارسیدہ زحمتش از ما و کاست
یا شیطان کی طرح جو ہماری جان کا دشمن ہے	ہماری جانب سے اس کو زحمت اور نقصان پہنچے بغیر
بلکہ طبعاً خصم جان آدمی ست	از ہلاک آدمی در خرمی ست
بلکہ وہ فطرت سے آدمی کی جان کا دشمن ہے	آدمی کی تباہی سے خوشی میں ہے
از پئے ہر آدمی او نکسلد	خود طبع زشت خود را کے ہلد
وہ ہر آدمی کا پیچھا کرنے سے باز نہیں آتا ہے	وہ اپنی بری عادت کب چھوڑتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ خبث ذات او بے موجبے	ہست سوی ظلم و عدواں جاذبے
کیونکہ اس کی ذاتی خباثت' بغیر کسی سبب کے	ظلم اور زیادتی کی جانب کھینچنے والی ہے
ہر زماں خواند ترا تا خرگہے	کہ دراندازد ترا اندر چہے
وہ تجھے ہر وقت خوشی کی جگہ بلاتا ہے	کہ تجھے کسی کنویں میں ڈال دے
کہ فلاں جا حوض آبست و عیوں	تا در اندازت بحوضت سرنگوں
کہ فلاں جگہ پانی کی حوض اور چشمے ہیں	تاکہ تجھے حوض میں اوندھا گرا دے
آدمی را با ہزاراں کر و فر	اندر افگند آں لعیں در شور و شر
آدمی کو باوجود ہزاروں شان وشوکت کے	اس ملعون نے شور و شر میں ڈال دیا ہے
آدمی را باہمہ وحی و نذیر	اندر افگند آں لعیں بردش بہ بیر
باوجود ہر طرح کی وحی اور ڈراوے کے آدمی کو	وہ ملعون کنویں پر لے گیا (اور) اندر گرا دیا
بیگناہے بیگزند سابقے	کے رسید او راز آدم تا حقے
بغیر کسی پہلی خطا اور تکلیف کے	کب اس پر آدم سے ظلم ہوا ہے؟
کے رسید او را ز مردم زشتیے	کو دمادم آرد از غم پشتیے
انسان سے اس کو برائی کب پہنچی ہے؟	کہ وہ ہر وقت غم کے پشتے لگا رہا ہے
گفت روبہ آں طلسم سحر بود	کہ ترا در چشم چوں شیرے نمود
لومڑی نے کہا' وہ جادو کا طلسم تھا	جو تجھے شیر جیسا دکھائی دیا
ورنہ من از تو بتن مسکیں ترم	کہ شب و روز اندر آنجا میچرم
ورنہ میں تو جسم میں تجھ سے زیادہ کمزور ہوں	لیکن دن رات اس جگہ چرتی ہوں
گرنہ زاں گونہ طلسمے ساختے	ہر شکم خوارے بدانجا تاختے
اگر اس جگہ ایسا طلسم نہ ہوتا	ہر پیٹو وہاں دوڑ جاتا
یک جہان بینوا چوں پیل وارج	بے طلسمے کے بماند سبز مرج
ہاتھی اور گینڈے جیسے بھوکوں کا ایک عالم ہے	بغیر طلسم کے چراگاہ سبز کہاں رہ سکتی ہے؟
من ترا خود خواستم گفتن بدرس	کہ چناں ہولے اگر بینی مترس
میں تجھے سکھانے میں خود کہنا چاہتی تھی	کہ اگر تو اس طرح ڈر دیکھے تو نہ ڈرنا

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک رفت از یاد علم آموزیت	کہ بدم مستغرق دل سوزیت
لیکن تجھے علم سکھانا بھول گئی	کیونکہ میں تیرے فکر میں ڈوبی ہوئی تھی
دیدمت در جوع کلب و بینوا	می شتا بیدم کہ آئی تا دوا
میں نے تجھے جوع الکلب میں اور بے سروسامان دیکھا	میں دوڑ پڑی کہ تو دوا تک آ جائے
ورنہ با تو گفتمے شرح طلسم	کاں خیالے می نماید نیست جسم
ورنہ میں تجھ سے طلسم کی شرح کر دیتی	کہ وہ ایک خیال نظر آتا ہے جسم نہیں ہے
شد فراموش آنکہ گویم مر ترا	حل آں مشکل مہیب دلربا
میں بھول گئی کہ تجھ سے کہوں	اس خوفناک دل کو اڑانے والی مشکل کا حل

شرح حبیبی

شیر کے کہنے سے لومڑی گدھے کے پاس آئی۔ گدھے نے اس کو دیکھتے ہی کہا کہ تجھ جیسے دوست سے بچنا چاہئے تو ہرگز دوستی کے قابل نہیں ہے۔ ارے ناجوان مرگ۔ میں نے تیرے ساتھ کیا کیا تھا کہ تو نے میرا شیر سے مقابلہ کرا دیا۔ تجھے جوانی سے پہلے موت آئے تو بول تو سہی۔ میں نے کیا بگاڑا تھا کہ تو نے کسی اژدھے کے سامنے لے جا کھڑا کی۔ آخر تیری اس عداوت اور غصہ کا سبب کیا تھا کچھ بھی نہیں بجز اس کے کہ تو خبیث الطینۃ ہے۔ اب مولانا نظائر سے اس کے خبث طینت کی تائید فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ یونہی خبیث الطینت تھی جیسے بچھو جو کہ آدمی کے پاؤں میں ڈنگ مارتا ہے۔ حالانکہ اس سے اس کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا ہوتا۔ وہ طبعاً آدمی کی جان کا دشمن ہے اور اس کی ہلاکت سے خوش ہے اور کسی شخص کا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ چھوڑے تو جب جبکہ اپنی خصلت کو چھوڑے اور اپنی خصلت وطبیعت کو کیسے چھوڑ سکتا ہے۔ پس آدمی کا پیچھا بھی نہیں چھوڑ سکتا چونکہ اس کا خبث ذاتی بدوں کے سبب کے اس کو ظلم وتعدی کی طرف کھینچتا ہے اس لئے وہ ہر وقت تمہیں خیمہ کی طرف بلاتا ہے۔ تا کہ اس ساتھ سے تمہیں کنوئیں میں لے جا ڈالے۔ اور کہتا ہے کہ فلاں جگہ پانی کا حوض اور چشمے ہیں وہاں چلو اور مقصد یہ ہے کہ تمہیں حوض میں سر کے بل گرا دے۔ چنانچہ اس شیطان مردود نے باوجود آدم علیہ السلام کی شان و شوکت کے ان کو فتنہ وفساد میں ڈال دیا اور باوجود وحی الٰہی اور دھمکی کے۔ اس ملعون نے انہیں لے جا کر کنوئیں میں دھکا دیدیا۔ حالانکہ نہ انہوں نے پیشتر اس کا کوئی قصور کیا تھا اور ان سے اس کو کوئی نقصان پہنچا تھا آخر کوئی بتلائے کہ ان کی طرف سے اس کو کوئی ناحق تکلیف کب پہنچی تھی اور انہی کے کیا تخصیص ہے ہم تو کہتے ہیں کہ نوع انسان کی جانب سے کب اسے کوئی برائی پہنچی ہے کہ وہ دمبدم اس کے لئے غم کی ڈھیر لاتا ہے اور لا کر ان کو پہناتا ہے یعنی غمگین کرتا ہے کہیں بھی نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ مقتضائے طبیعتش لیست وہذا ہوالمدعی۔ خیر تو لومڑی نے اس کے جواب میں کیا جو کہ تمہیں شیر دکھائی دیتا تھا وہ درحقیقت شیر نہ تھا طلسم شیر تھا۔ ورنہ اگر وہ فی الحقیقت شیر ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

تو میں کیسے بچتے۔ میں تو تم سے زیادہ ضعیف ہوں۔ حالانکہ میں رات دن وہیں چرتی ہوں۔

دیکھو اگر ایسا طلسم نہ بنایا جاتا تو ہر حریص وہاں دوڑ جاتا کیونکہ ایک عالم محتاج ہے۔ مثلاً ہاتھی گینڈا وغیرہ۔ ایسی حالت میں وہ سبزہ زار سرسبز کیسے رہ سکتا تھا جانور روزی دن میں اسے اجاڑ دیتے۔ میں تو اول ہی تم کو یہ سبق پڑھا دینا چاہتا تھا کہ دیکھو اگر اس قسم کی کوئی ہیبت ناک چیز تمہیں نظر آئے تو ڈرنا مت لیکن یہ تعلیم میری یاد سے جاتی رہی۔ کیونکہ میں تمہاری دل سوزی میں مستغرق تھی۔ بدیں وجہ کہ میں نے تم کو بھوک میں مبتلا اور بے سروسامان پایا۔ اس لئے میں جلدی کرتی تھی کہ تم جس قدر جلد ممکن ہو اپنی مرضی کی دوا تک پہنچ جاؤ اس وجہ سے مجھے تم سے کہنا یاد نہ رہا۔ ورنہ میں تجھے اس طلسم کی حالت ضرور بیان کر دیتی اور کہہ دیتی کہ ایک خیالی صورت دکھلائی دیتی ہے اور جسم نہیں ہے مگر کیا کروں۔ میں تم سے اس ہیبت ناک اور دل اڑا دینے والی شکل کا قصہ بیان کر دینا بالکل بھول گئی۔

جواب گفتن خر روباہ را

گدھے کا لومڑی کو جواب دینا

گفت رو رو ہیں زپیشم اے عدو	تا نہ بینم روئے تو اے زشت رو
اس نے کہا اے دشمن میرے سامنے سے دور ہو	اے بدصورت! تاکہ میں تیرا منہ نہ دیکھوں
آں خدائے کہ ترا بد بخت کرد	روی زشتت را وقیح وسخت کرد
جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے	تیری بھدی صورت کو بے شرم اور سخت بنایا ہے
با کدامیں روی می آئی بمن	ایں چنیں سغری ندارد کرگدن
تو کس منہ سے میرے سامنے آ رہی ہے	ایسی بے حیائی گینڈا (بھی) نہیں رکھتا ہے
رفتۂ در خون و جانم آشکار	کہ ترا من رہبرم تا مرغزار
تو کھلم کھلا میرے خون اور جان کے درپے ہوئی	کہ میں تیری جنگل کے لئے رہبر ہوں
تا بدیدم روی عزرائیل را	باز آوردی فن و تسویل را
یہاں تک کہ میں نے ملک الموت کا منہ دیکھ لیا	تو پھر مکاری اور حیلہ لائی ہے
گرچہ من ننگ خرانم یا خرم	جانورم جاندارم ایں را کے خرم
اگرچہ میں گدھوں کے لئے موجب شرم یا گدھا ہوں	میں جانور ہوں میں جاندار ہوں اس کو میں کب پسند کرتا ہوں
آنچہ من دیدم زہولے بے اماں	طفل دیدے پیر گشتے در زماں
جو میں نے بے پناہ ڈر دیکھا ہے	(اگر) بچہ دیکھ لے تو فوراً بوڑھا ہو جائے
بیدل و جاں از نہیب آں شکوہ	سرنگوں خود را در افگندم زکوہ
اس خوف کے ڈر سے بے دل اور بے جان ہو کر	میں نے اپنے آپ کو پہاڑ سے اوندھا گرا لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

بستہ شد پایم در اندم از نہیب	چوں بدیدم آں عذاب بے حجیب
اس وقت ڈر سے میرے پاؤں بندھ گئے	جب میں نے کھلم کھلا وہ عذاب دیکھا
عہد کردم با خدا کاے ذوالمنن	برکشا زیں بستگی تو پای من
میں نے اللہ (تعالیٰ) سے عہد کیا کہ اے احسانوں والے!	اس قید سے میرے پاؤں کھول دے
تا نوشم وسوسہ کس بعد ازیں	عہد کردم نذر کردم اے معیں
اس کے بعد میں کسی کے بہکانے میں نہ آؤں گا	اے مددگار! میں نے عہد کر لیا میں نے منت مان لی
حق کشادہ کرد آندم پای من	زاں دعاء وزاری وہیہائے من
اللہ (تعالیٰ) نے اس وقت میرے پاؤں کھول دیے ہیں	میری دعا اور عاجزی اور ہائے ہائے سے
ورنہ اندر من رسیدے شیر نر	چوں بدے در زیر پنجہ شیر خر
ورنہ وہ نر شیر مجھ پر آ پڑا تھا	گدھے کا شیر کے پنجہ میں کیا حال ہوتا؟
باز بفرستادت آں شیر عریں	سوئ من از مکر اے بئس القریں
اس کچھار کے شیر نے پھر تجھے بھیجا ہے	مکر سے میری جانب اے برے ساتھی!
حق ذات پاک اللہ الصمد	کہ بود بہ مار بد از یار بد
اللہ پاک بے نیاز کی قسم	کہ برے ساتھی سے برا سانپ بہتر ہوتا ہے
مار بد جانے ستاند اے سلیم	یار بد آرد سوی نار جحیم
اے بیوقوف! برا سانپ جان لے لیتا ہے	برا ساتھی دوزخ کی جانب لاتا ہے
از قریں بیقول وگفت وگوے او	خو بدزدد دل نہاں از خوئے او
ساتھی سے اس کی گفتگو اور بات کے بغیر	دل خفیہ طور پر عادت اس کی عادت سے چرا لیتا ہے
چونکہ او افگند بر تو سایہ را	وزد دآں بے مایہ از تو مایہ را
جب وہ تجھ پر سایہ ڈالتا ہے	وہ بے مایہ تیرا سرمایہ چرا لیتا ہے
عقل تو گر اژدہائے گشت مست	یار بد او راز مرد داں کہ ہست
تیری عقل اگر مست اژدھا ہے	برے دوست کو اس کا زمرد سمجھ
دیہ عقلت بدو بیروں جہد	طعن او اندر کف طاعوں نہد
اس سے تیری عقل کی آنکھیں باہر نکل پڑیں گی	اس کا نیزہ مارنا تجھے طاعون کے ہاتھ میں دھر دے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

ویں مرا عین الیقیں گشتست خود	در جہاں نبود بتر از یار بد
یہ میرے لئے خود آنکھیں دیکھی یقینی بات ہوگئی ہے	دنیا میں برے دوست سے بدتر کوئی نہیں ہے

شرح حبیبی

گدھے نے جواب دیا کہ ارے دشمن جا میرے سامنے سے چلی جا کہ مجھے تیری صورت نہ دکھائی دے۔ جس خدا نے تجھے بدبخت بنایا ہے اس نے تیرے بھونڈے منہ کو بے حیا اور سخت بھی بنایا ہے کہ باوجود اس قدر سخت عداوت کے پھر تو میرے سامنے موجود ہے اور ذرا نہیں جھجکتی۔ ارے تجھے شرم نہیں آتی تو کیا منہ لے کر میرے سامنے آتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بڑی ہی بے حیا ہے۔ ایسی سخت روئی تو گینڈے میں بھی نہیں کیونکہ تو نے یہ کہہ کر کہ میں تجھے سبزہ زار میں لے جاتی ہوں میرے مارڈالنے کی صریح تدبیر کی تھی حتی کہ میں نے عزرائیل کی صورت بھی دیکھ لی تھی۔ اس کا مقتضی یہ تھا کہ تو مجھے صورت نہ دکھائی مگر اب تو پھر مکر وفریب لے کر آئی ہے۔ سو میں گو کہ خراں یا خر ہوں لیکن جانور اور جاندار تو ہوں۔ تھوڑا بہت حس وشعور بھی رکھتا ہوں پھر میں اس بات کو کیوں ماننے لگا ہوں۔ اس لئے کہ جو بے اماں خوف میں دیکھ چکا ہوں وہ اس قدر سخت تھا کہ اگر بچہ دیکھتا تو شدت خوف سے بوڑھا ہو جاتا۔ اور میں نے اس خوف کی عظمت کے سبب بے دل اور بے جاں ہو کر اپنے کو پہاڑ سے سر کے بل گرا دیا تھا اور جبکہ میں نے اس بے حجاب عذاب کو دیکھا تھا تو اس وقت خوف سے میرے پاؤں سن ہو گئے تھے اور میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اے ذوالمنن تو اس بستگی سے میرے پاؤں کھول دے تا کہ اب میں کسی کا فریب نہ کھاؤں۔ اب میں تجھ سے اس بات کا عہد اور نذر کرتا ہوں کہ میں اس کی باتوں میں نہ آؤں گا۔ سو اس وقت خدا نے میری اس دعا اور تضرع اور ہائے ہائے کے سبب میرے پاؤں کشادہ کرائے تھے ورنہ شیر مجھ تک پہنچ جاتا۔ پھر وہ اگر شیر مجھ پر قابو پالیتا تو اس وقت میری کیا حالت ہوتی۔ یہ واقعہ تو گزر گیا تھا۔ اب اس شیر یشہ نے مکر سے تجھے میری طرف پھر بھیجا ہے سو اب میں اس بات میں نہ آؤں گا کیونکہ تو یار بد ہے اور میں خدائے بے نیاز کی ذات پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یار بد سے خبیث سانپ بہتر ہے۔

اب مولانا سامقولہ کو موجہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبیث سانپ تو فقط جان ہی لیتا ہے یار بد تو جہنم میں لے جاتا ہے کیونکہ دل چپکے چپکے قرین بد کی خصلت بدوں اس کی تعلیم کے بھی اڑا لیتا ہے۔ پس اگر ساتھ میں تعلیم بھی ہو تب تو بالا ولی اڑائے گا۔ نیز جبکہ وہ تم پر سایہ ڈالتا ہے تو وہ تمہارے خصائل حمیدہ کو دور کر دیتا ہے اور اس طرح اس میں برائیاں آجاتی ہیں کیونکہ تمہاری عقل اگر اژدھا سے مست ہو تو تم سمجھو کہ یار بد اس کے لیے زمرد ہے اس سے تمہاری عقل کی آنکھ نکل پڑتی ہیں اور وہ اندھی ہو جاتی ہے۔ اور نیک و بد میں اس کو تمیز نہیں رہتی اس لئے وہ اچھائیوں کو چھوڑ کر برائیاں اختیار کر لیتے ہیں اور اس طرح اس شیطان کا کو جاتم کو طاعون روحانی کے پنجہ میں پھنسا دیتا ہے اور موت روحانی میں مبتلا کر کے جہنم میں پہنچا دیتا ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب سنو کہ گدھے نے کہا کہ دنیا میں یار بد سے بدتر اور خطرناک کوئی شے نہیں ہے اور مجھے تو مشاہدہ کے بناء پر اس کا حق الیقین ہو گیا ہے۔ فائدہ طعن اور اندر کف طاعون سند میں ایک حدیث کی طرف اشارہ ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ طاعون جنات کے کوچے کا اثر ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب گفتن روباہ خررا

لومڑی کا گدھے کو جواب دینا

گفت روبہ صاف مارا درد نیست	لیک تخیلات وہمی خرد نیست
لومڑی نے کہا ہمارے نیر میں کوئی تہمت نہیں ہے	لیکن وہمی تخیلات (بھی) چھوٹی چیز نہیں ہیں
ایں ہمہ وہم تو است اے سادہ دل	ورنہ بر تو نے غشی دارم نہ غل
اے بھولے! یہ سب تیرا وہم ہے	ورنہ میں تجھ سے نہ کھوٹ رکھتی ہوں نہ کینہ
از خیال زشت خود منگر بمن	بر محباں از چہ داری سوئے ظن
اپنے برے خیال سے مجھے نہ دیکھ	دوستوں پر کیوں بدظنی کرتا ہے؟
ظن نیکو بر برا خوان صفا	گرچہ آید ظاہرا زیشاں جفا
مخلصوں پر نیک گمان کر	اگرچہ بظاہر ان سے ظلم سرزد ہو
ایں خیال و وہم بد چوں شد پدید	صد ہزاراں یار را ازہم برید
جب یہ برے خیال اور وہم ظاہر ہوئے ہیں	لاکھوں دوستوں کو ایک دوسرے سے کاٹ دیا ہے
مشفقے گو کرد جور و امتحاں	عقل باید کہ نباشد بدگماں
جس مہربان نے زیادتی اور امتحان کیا ہو	عقل کو چاہئے کہ بدگمان نہ ہو
خاصہ من بدرگ نبودم زشت قسم	آنکہ دیدی بد نہ بد بود آں طلسم
خصوصا میں بری قسم کی بدفطرت نہیں ہوں	جو تو نے دیکھا وہ برا نہ تھا وہ طلسم تھا
ور بدے بد آں سگالش قدرا	عفو فرمایند ا زیاراں خطا
اگر (بالفرض) والقدیر وہ خیال برا تھا	(تو) دوستوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں
عالم وہم و خیال و طمع و بیم	ہست رہرو را یکے سد عظیم
وہم اور خیال اور مزاج اور خوف کی دنیا	سالک کے لئے ایک بڑی رکاوٹ ہے
نقشہائے ایں خیال نقشبند	چوں خلیلے را کہ بد شد گزند
اس نقش بنانے والے خیال کے نقوش	(حضرت ابراہیم) خلیل (اللہ) جیسے کیلئے جو پہاڑ تھے نقصان ہے
گفت ہٰذا ربی ابراہیمش راد	چونکہ اندر عالم وہم اوفتاد
عقلمند (حضرت) ابراہیم نے کہا یہ میرا رب ہے	چونکہ وہ وہم کے عالم میں مبتلا ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ذکر کوکب را چنیں تاویل گفت	آنکسے کو گوہر تاویل سفت
ستارے کے بارے میں اسکی تاویل کی	اس ذات نے جس نے تفسیر کے موتی پروئے
عالم وہم و خیال چشم بند	آنچناں کہ راز جائے خویش کند
وہم کی دنیا اور آنکھوں کو بند کر دینے والے خیال نے	ایسے پہاڑ کو اپنی جگہ سے ہلا دیا
تاکہ ھٰذا ربی آمد قال او	خربط و خر را چہ باشد حال او
یہاں تک یہ میرا خدا ہے ان کا قول ہوا	احمق اور گدھے کا کیا حال ہو گا؟
غرق گشتہ عقلہای چوں جبال	در بحار وہم و گرداب خیال
پہاڑوں جیسی عقلیں ڈوب گئیں	وہم کے سمندروں اور خیال کے بھنور میں
عقل ثابت تر ز کہ را وہم بیں	کہ چہ فرمودست گفتن اے امیں
دیکھ وہم نے بہت جمی ہوئی عقل کو	کیا کہہ دینے کو کہا' اے امین!
کوہہا راہست زیں طوفاں فضوح	کو امانے جز کہ در کشتی نوحؑ
اس طوفان سے پہاڑوں کی رسوائیاں ہیں	نوحؑ کی کشتی کے سوا امن کہاں ہے؟
زیں خیال رہزن راہ یقیں	گشت ہفتاد و دو ملت اہل دیں
یقین کے راستہ کو ڈاکو کے اس خیال کی وجہ سے	دینداز بہتر فرقے بن گئے
مرد ایقاں رست از وہم و خیال	موی ابرو را نمی گوید ہلال
صاحب یقین وہم اور خیال سے نجات پاتا ہے	وہ ابرو کے بال کو چاند نہیں کہتا ہے
واں کہ را نور عمر نبود سند	موئے ابروئے کجے راہش زند
جس کا سہارا عمر کا نور نہ ہو	ابرو کا ٹیڑھا بال اس کو بھٹکا دیتا ہے
صد ہزاراں کشتی باہول و سہم	تختہ تختہ گشتہ در دریائے وہم
لاکھوں کشتیاں خوف اور ڈر سے	وہم کے دریا میں تختہ تختہ ہو گئی ہیں
کمتریں فرعون چست فیلسوف	ماہ او در برج وہمی در خسوف
کم از کم فرعون' چالاک اور فلسفی	اس کا چاند وہم کے برج میں گرہن میں ہے
کس نداند روسپی زن کیست آں	وانکہ داند نیستش برخود گماں
کوئی نہیں جانتا وہ رنڈی عورت' کون ہے؟	اور جو جانتا ہے اس کو اپنے بارے میں گمان نہیں ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں تراوہم تو دارد خیرہ سر	از چہ گردی گرد وہم آں دگر
جبکہ تیرا وہم تجھے حیران بنا دیتا ہے	تو دوسرے کے وہم کے کیوں چکر کاٹتا ہے؟
عاجزم من از منی خویشتن	چہ نشینی پر منی تو پیش من
میں اپنی خودی سے عاجز ہوں	تو خودی سے بھرا ہوا میرے سامنے کیوں بیٹھتا ہے؟
از من و ماہر کہ ایں در میزند	عاشق خویش ست برلا می تند
جو خودی اور انانیت کے ساتھ اس دروازہ کو کھٹکھٹاتا ہے	وہ اپنا عاشق ہے "ن" کا چکر کاٹتا ہے
بے من و مائی ہمی جویم بجاں	تا شوم من گوئی آں خوش صولجاں
میں (دل و) جان سے بے خود اور بے انانیت والے کو ڈھونڈتا ہوں	تاکہ میں اس اچھے بلے کی گیند بن جاؤں
ہر کہ بے من شد ہمہ منہا خود اوست	یار جملہ شد چو خود را نیست دوست
جو بے خود ہو گیا تمام خودیاں وہ خود ہے	وہ سب کا دوست بن گیا جبکہ اپنا دوست نہیں ہے
آئینہ بے نقش شد یا بد بہا	زانکہ شد حاکی جملہ نقشہا
وہ بے نقش کا آئینہ بن گیا قیمت پائے گا	کیونکہ وہ تمام نقشوں کا مظہر بن گیا

شرح حبیبی

لومڑی نے کہا کہ ہماری صاف دوستی میں تو فریب کی تلچھٹ کی آمیزش نہیں ہے مگر وہم کی تخیلات معمولی نہیں ہیں۔ انہوں نے تم کو بدظن کر دیا ہے اور جو کہ تم کو میری نسبت خیال ہے یہ سب تمہارا وہم ہے ورنہ میں نہ تم سے دھوکہ کرتی ہوں نہ خیانت۔ تم کو اپنے برے خیال سے مجھے نہ دیکھنا چاہئے۔ دوستوں سے کیوں بدگمانی کرتی ہو ہم کو یہ بات مناسب نہیں۔ بلکہ تم کو چاہئے کہ اگر دوستوں سے بظاہر کوئی زیادتی بھی ہو جائے تو اس کو اچھے محمل پر حمل کرنا چاہئے کیونکہ بدگمانی نہایت بری شے ہے۔

دیکھو جب یہ خیال اور وہم جلوہ گر ہوا ہے تو سینکڑوں دوستوں کے تعلقات کو اس نے منقطع کر دیا ہے۔ بالخصوص مجھ پر تو بدگمانی ہونی ہی نہ چاہئے کیونکہ نہ میں بدذات ہوں اور نہ بدجنس۔ میں سچ کہتی ہوں کہ جو کچھ تم نے دیکھا تھا وہ فی الحقیقت کوئی بری شے نہ تھی۔ بلکہ محض طلسم تھا لیکن اگر مان لیا جائے کہ میں نے تمہاری نسبت برا ہی خیال کیا تھا تو آخر خطا بھی ہو جاتی ہے اور خطا کو معاف بھی کرتے ہیں۔ یہاں سے مولانا مذمت وہم وخیال کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عالم وہم وخیال اور عالم نفس وطبع اور عالم خوف بے جا سالک کے لئے ایک زبردست رکاوٹ ہے کیونکہ قوت خیالیہ مصورہ کی بنائی ہوئی تصویریں۔ خلیل اللہ جیسے شخص کے لئے جو کہ پہاڑ کی طرح غیر متزلزل تھے مضر

www.besturdubooks.wordpress.com

ثابت ہوئی ہیں۔ چنانچہ جس وقت وہ عالم وہم میں پھنسے ہیں اور وہم کا ان پر غلبہ ہوا ہے اور عقل عارضی طور پر مغلوب ہوگئی ہے تو انہوں نے حق سبحانہ کو طلب کرتے ہوئے شمس وقمر اور دیگر ستارہ کی نسبت ھذا ربی کہہ دیا۔

جس کسی نے ھذا ربی کی توجیہ کی ہے اس نے اس کی یہ بھی وجہ بیان کی ہے۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ پس تم غور کرو کہ اس نظر بندی کرنے والے عالم وہم وخیال نے اپنے غیر متزلزل پہاڑ کو اپنے مقر اصلی سے تھوڑی دیر کے لئے ہٹا دیا۔ حتیٰ کہ انہوں نے ایک ستارہ کی نسبت ھذا ربی کہہ دیا پھر اس عالم میں احمق اور گدھے کی کیا حالت ہوگی۔

جناب من وہم کے سمندر اور خیال کے بھنور میں پہاڑوں جیسی عظیم الشان ڈوب گئی ہیں۔ دیکھ ابراہیم علیہ السلام کی پہاڑ سے زیادہ نہ جنبش کرنے والے عقل کو وہم نے کیا کہنے کو کہا اور اس نے کیا کہہ دیا۔

الغرض یہ طوفان وہم وخیال پہاڑوں کو ذلیل کردیتا ہے۔ ایسی حالت میں یقین کے سوا جو کہ بمنزلہ کشتی نوح کے ہے اور کہیں اماں نہیں اور اس سے نجات دلانے والا صرف یقین ہے۔ صاحب یقین شخص وہم وخیال سے نجات پا جاتا ہے اور وہ موئے ابرو کو ہلال نہیں کہتا اور نور عمرؓ جس کا مستند نہیں ہوتا یعنی جو کہ وہ نور بصیرت نہیں رکھتا جو کہ حضرت عمرؓ کو حاصل تھا۔ موئے ابروئے کج اس کا راہ مارتا ہے اور خیال اس کو گمراہ کرتا ہے۔

القصہ وہم نہایت خطرناک چیز ہے عقل کی ہزاروں ہولناک اور عظیم الشان کشتیاں جن کو دیکھنے سے ڈر لگے دریائے وہم میں پاش پاش ہوگئیں۔ ان میں ادنیٰ درجہ کا آدمی فرعون تھا جو کہ نہایت ہوشیار اور فلسفی تھا مگر اس کی عقل کا چاند بھی برج وہمی میں آ کر گہن میں آ گیا تھا۔

آگے ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور چونکہ لومڑی گدھے کو یوں نصیحت کر رہی تھی جیسے کوئی ولی کسی دنیادار کو نصیحت کرتا ہے اور باوجودیکہ خود بھی دنیادار ہونے کے سبب مبتلائے وہم تھی۔ مگر گدھے کو وہم سے روک رہی تھی۔ اس لئے مولانا اس کے مناسب مضمون ارشادی بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لومڑی گدھے کو مبتلائے وہم کہتی تھی حالانکہ خود بھی مبتلائے وہم تھی اصل بات یہ ہے کہ واقع میں کوئی نہیں جانتا کہ کس کی عورت فاحشہ ہے۔ ہاں بنا بر وہم اس کا علم ہوتا ہے سو جس کو بنا پر وہم اس کا علم ہوتا ہے اس کو دوسروں ہی کے سبب وہم ہوتا ہے۔ اپنی نسبت اسے وہم بھی نہیں ہوتا۔

پس خلاصہ یہ ہے کہ حقیقتاً تو بدوں کی برائی کا خدا ہی کو علم ہے لیکن لوگوں کو جو ان کا علم ہے وہ بنا بر وہم ہے مگر ان کو برائی کا وہم دوسروں کی نسبت ہوتا ہے اور اپنی نسبت نہیں ہوتا۔ اسی بناء پر لومڑی نے گدھے کو مبتلائے وہم کیا اور اپنے کو مبتلائے وہم نہ جانا۔

اب ہم ان لوگوں کو خطاب کرتے ہیں جو دوسروں کی نسبت وہم کا الزام لگاتے ہیں اور ان کو نصیحت کرتے ہیں حالانکہ خود بھی مبتلائے خودی ہیں اور کہتے ہیں کہ جب تیرا وہم خود تجھ کو پریشان کرتا ہے تو تو اپنے وہم کی فکر کیوں نہیں کرتا دوسروں کے وہم کے پیچھے کیوں پڑتا ہے وہ تو بے چارہ اپنی مصیبت میں خود گرفتار ہے تو اس کے پاس ہٹ کر اس کی مصیبت میں اور اضافہ کرتا ہے کیونکہ ہر ہم نشین دوسرے ہمنشیں سے کچھ نہ کچھ چراتا ہے۔ پس جبکہ تو بھی مبتلائے وہم ہے تو اگر اس کے پاس بیٹھے گا گو بغرض نصیحت ہی ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تجھ سے صفت وہم چرائے گا اور اس کی مصیبت میں اور اضافہ ہوگا۔ پس جبکہ وہ اپنی خودی سے خود پریشان اور مجبور ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا ضرور ہے کہ تم بھی خودی سے پر ہو کر اس کے پاس بیٹھو اور اس کی مصیبت میں اضافہ کرو۔

یاد رکھو کہ جو شخص مبتلائے خودی ہو کر طالب حق بنتا اور مسند مشیخیت وارشاد پر جلوہ گر ہوتا ہے وہ درحقیقت خود اپنے اوپر عاشق اور لاشے کا طالب ہے ہم تو دل سے ترک خودی اور فنا چاہتے ہیں تاکہ ہم ترک خودی کے سبب اس خوش چوگاں یعنی حق سبحانہ کی گیند بن جائیں اور وہ جس طرف ہم کو لے جائے اس طرف جائیں کیونکہ فنا عجیب چیز ہے جو شخص فانی ہو جاتا ہے وہ سب سے متحد باتحاد توافق ہو جاتا ہے اور جبکہ وہ اپنا دوست نہیں رہتا اور اس لئے اپنے کو مٹا دیتا ہے تو وہ سب کا دوست ہو جاتا ہے۔

دیکھو آئینہ جب حصول صفا کے سبب بے نقش یعنی بے رنگ ہو جاتا ہے تو لوگوں میں اس وقت وقعت اور قدر و قیمت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ اس وقت اس میں سب کی صورتیں منقش ہوتی ہیں اور ہر ایک اس کو اپنے موافق جانتا ہے اس لئے اس کا کوئی مخالف نہیں ہوتا۔

فائدہ ا:۔ اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ یہ بیان خلاف واقع ہو کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو لازم تھا کہ انبیاء واولیاء کا کوئی دشمن نہ ہوتا حالانکہ ان کے دشمن ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ خود مولانا نے دفتر دوم بہ ذیل سرخی ملامت کردن مادماں شخصے را کہ بہ تہمت کشت۔ یہی سوال قائم کر کے اس کا مفصل جواب دیا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ لوگ درحقیقت انبیاء واولیاء کے دشمن نہیں ہیں بلکہ خود اپنے دشمن ہیں۔

فائدہ ۲:۔ اگر یوں سوال کیا جائے کہ اس سے لازم ہے کہ انبیاء واولیاء کسی کے دشمن نہ ہوں حالانکہ وہ بھی لوگوں کے دشمن ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی دشمنی ان کی ذاتی دشمنی نہیں ہوتی بلکہ ان کی دشمنی خدا کے لئے ہوتی ہے اس لئے کہ وہ خدا کے دشمن ہوتے ہیں۔

حکایت شیخ محمد سررزی غزنوی قدس اللہ روحہ العزیز

شیخ محمد سررزی غزنوی کی حکایت خدا ان کی معزز روح کو پاک کرے

زاہدے در غزنی از دانش مزی	بد محمد نام و کنیت سر رزی
غزنی میں ایک زاہد عقل سے پروردہ	نام محمد اور کنیت سر رزی تھی
بود افطارش سر رز ہر شبے	ہفت سال او دائم اندر مطلبے
ہر شام کو ان کا افطار انگور کی کونپل تھی	سات سال وہ ہمیشہ (حصول) مقصد میں تھے
بس عجائب دید از شاہ وجود	لیک مقصودش جمال شاہ بود
موجودات کے شاہ کے انہوں نے بہت سے عجائب دیکھے	لیکن ان کا مقصد شاہ کا جمال تھا
برسر کہ رفت آں از خویش سیر	گفت بنمایا فتادم من بزیر
وہ اپنے آپ سے بیزار ہو کر پہاڑ کی چوٹی پر گئے	عرض کیا دکھا دے ورنہ میں نیچے کودوں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت نامد نوبت آں مکرمت	ورفرو افتی نمیری نکشمت
فرمایا اس اعزاز کا موقع نہیں آیا ہے	اگر تم نیچے گرو گے نہ مرو گے میں تمہیں نہ ماروں گا
او فرو افگند خود را ازوداد	درمیان عمق آبے اوفتاد
انہوں نے عشق میں اپنے آپ کو نیچے پھینک دیا	ایک پانی کی گہرائی میں جا پڑے
چوں نمرد از نکس آنجاں سیر مرد	از فراق مرگ برخود نوحہ کرد
جب اوندھا گرنے سے نہ مرے وہ جان سے بیزار آدمی	اپنی موت کے فراق پر رونے لگے
کایں حیات اورا چو مرگے مینمود	کار پیشش باژگونہ گشتہ بود
کیونکہ یہ زندگی ان کو موت کی طرح نظر آتی تھی	معاملہ ان کے لئے الٹا ہو گیا تھا
موت را از غیب می کرد او گدے	ان فی موتی حیاتی میزدے
موت کی وہ غیب سے بھیک مانگتے تھے	"بیشک میری موت میں میری زندگی ہے" کا نعرہ لگاتے تھے
موت را چوں زندگی قابل شدہ	با ہلاک جان خود یک دل شدہ
موت کی زندگی کی طرح قبول کرنے والے بن گئے تھے	اپنی جان کی ہلاکت پر مطمئن ہو گئے تھے
سیف و خنجر چوں علیؓ ریحان او	نرگس و نسریں عدو جان او
(حضرت) علیؓ کی طرح تلوار اور خنجر ان کا ریحان تھا	نرگس اور نسرین ان کے جان کے دشمن تھے
بانگ آمد روز صحرا سوئے شہر	بانگ طرفہ از وارئے سر و جہر
آواز آئی جنگل سے شہر کی جانب جاؤ	عجیب آواز آہستہ اور زور کی آواز کے علاوہ
گفت اے دانائے رازم موبمو	چہ کنم در شہر از خدمت بگو
عرض کیا اے میرے تمام رازوں کے جاننے والے!	شہر میں کیا خدمت کروں؟ فرمایئے
گفت خدمت آنکہ بہر ذل نفس	خویشتن سازی تو چوں عباس دبس
فرمایا خدمت یہ ہے کہ نفس کو ذلیل کرنے کے لئے	تو اپنے آپ کو عباس دبس کی طرح بنا لے
مدتے از اغنیا زری ستاں	پس بدرویشان مسکیں می رساں
ایک مدت تک مالداروں سے روپے لے	پھر مسکین درویشوں کو پہنچا
خدمت اینست تا یکچند گاہ	گفت سمعاً طاعۃً اے جاں پناہ
ایک وقت تک تیری یہی خدمت ہے	عرض کیا! اے جاں پناہ! میں نے سنا قبول کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

بس سوال و بس جواب و ماجرا	بدمیان زاہد و رب الوریٰ
بہت سے سوال بہت سے جواب اور قصہ	زاہد اور مخلوق کے رب کے درمیان ہوا
کہ زمین و آسماں پر نور شد	در مقالات آں ہمہ مذکور شد
کہ زمین اور آسمان نور سے بھر گئے	"مقالات" میں وہ سب مذکور ہیں
لیک کوتہ کردم آں گفتار را	تا نوشد ہر خسے اسرار را
لیکن میں نے وہ گفتگو مختصر کر دی	تاکہ ہر کمینہ اسرار کو نہ سنے

شرح حبیبی

غزنی میں ایک درویش تھے جو کہ علم یا عقل میں بہت بڑھے ہوئے تھے۔ ان کا نام محمد تھا اور لقب سرازی۔ کیونکہ وہ ہر شام کو سراز یعنی انگور کے پتوں سے روزہ کھولتے تھے۔ وہ سات سال سے حق سبحانہ کی طلب میں تھے۔ اور انہوں نے حق سبحانہ کی طرف سے بہت کچھ عجائب وغرائب دیکھے تھے لیکن ان کی طرف انہوں نے التفات نہیں کیا کیونکہ ان کا مقصود جمال حق سبحانہ کا مشاہدہ تھا۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ وہ جان سے بیزار درویش پہاڑ پر چڑھے اور جوش وغلبہ عشق میں عرض کیا کہ اپنا جمال دکھلا دیجئے ورنہ میں نیچے گر کر اپنی جان دے دوں گا۔ حکم ہوا کہ ابھی اس شرف کا وقت نہیں آیا۔ اگر گرو تو مرو گے نہیں اور ہم تمہیں نہ ماریں گے۔ عشق کا غلبہ تھا لہذا بے تاب ہو کر پہاڑ کے نیچے گر پڑے مگر وہ زمین پر نہ گرے بلکہ ایک پانی کے اندر جا پڑے۔ اور اس طرح مرنے سے بچ گئے۔ پس جبکہ وہ جان سے آزردہ درویش گر کر بھی نہ مرے تو ان کو موت کی جدائی کا صدمہ ہوا اور اپنی حالت پر خوب روئے کیونکہ ان کو یہ زندگی موت دکھائی دیتی تھی اور ان کے نزدیک معاملہ الٹا ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ حق سبحانہ سے موت کی درخواست کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مر جانے ہی میں میری زندگی ہے انہوں نے موت کو یوں قبول کیا تھا جیسے اور لوگ زندگی کو قبول کرتے ہیں اور وہ موت پر عاشق ہو گئے تھے۔

حضرت علی کی طرح سیف وخنجر ان کو ریحان معلوم ہوتے تھے۔ اور نرگس ونسرین ان کے دشمن جانتے تھے یہ واقعہ بھی ہو چکا اس کے بعد ان کو آواز آئی کہ جنگل سے شہر کی طرف جاؤ یہ آواز عجیب تھی کہ نہ آہستہ تھی اور نہ زور سے۔ کیونکہ یہ صفات حروف وصوت کے ہیں۔ اور آواز حق سبحانہ حرف وصوت سے منزہ ہے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے تمام اسرار کے جاننے والے خدا مجھے حکم دیجئے کہ میں شہر میں جا کر کیا کام کروں حکم ہوا کہ ذلت نفس کے لئے تم اپنے کو عباس کی طرح گداگر بنالو۔ تمہارا یہی کام ہے اور کچھ نہیں۔ تم ایک وقت معین تک امراء سے مال لے کر فقراء کو دو۔ کچھ دنوں تک تمہارا یہی کام ہے انہوں نے عرض کیا کہ میں نے سن لیا اور میں تعمیل کروں گا۔ حق سبحانہ اور ان درویش کے درمیان اور بھی بہت سے سوال وجواب اور بہت کچھ گفت وشنید ہوئی۔ جن سے زمین وآسمان نور سے بھر گئے وہ سب کتاب مقالات یا مقالات شیخ سرزری میں مذکور ہے مگر میں نے اس گفتگو کو مختصر کر دیا تاکہ ہر نااہل اسرار پر مطلع نہ ہو۔

فائدہ:۔ یہ گفتگو الہامی تھی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گردانیدن باشارت غیبی وتفرقہ کردن آنچہ جمع آمدہ برفقراء

شیخ کا بہت سے سالوں کے بعد جنگل سے غزنی میں آنا اور غیبی اشارے سے جھولی گھمانا اور جو کچھ جمع ہوتا اس کو فقراء میں تقسیم کر دینا

ہر کرا جاں زعز لبیک ست	نامہ بر نامہ پیک بر پیک ست
جس شخص کی جان لبیک کی عزت سے (وابستہ) ہے	(اس کے لئے) خط پر خط اور قاصد پر قاصد ہے
رو بشہر آورد آں فرماں پذیر	شہر غزنیں گشت از رویش منیر
اس حکم ماننے والے نے شہر کا رخ کیا	غزنی شہر ان کے چہرے سے منور ہو گیا
از فرح خلقے باستقبال رفت	او در آمد از رہ دزدیدہ تفت
مخلوق خوشی سے استقبال کے لئے روانہ ہوئی	وہ جلدی چور راستے سے اندر آ گئے
جملہ اعیان و مہاں برخاستند	قصر ہا از بہر او آراستند
سب بڑے اور سردار، کھڑے ہو گئے	ان کی وجہ سے مکانات کو آراستہ کیا
گفت من از خود نمائی نامدم	جز بخواری و گدائی نامدم
انہوں نے کہا میں خود نمائی کے لئے نہیں آیا ہوں	ذلت اور بھکاری پن کے سوا کے لئے نہیں آیا ہوں
نیستم در عزم قال و قیل من	دربدر گردم بکف زنبیل من
میں بات چیت کے ارادہ میں نہیں ہوں	میں ہاتھ میں جھولی لے کر دربدر گھوموں گا
بندہ فرمانم کہ امر ست از خدا	کہ گدا باشم گدا باشم گدا
میں حکم کا غلام ہوں کیونکہ خدا کا حکم ہے	میں بھکاری بنوں میں بھکاری بنوں بھکاری
در گدائی لفظ نادر ناورم	جز طریق خس گدایاں نسپرم
میں بھکاری پن میں نیا لفظ نہ لاؤں گا	کمینہ فقیروں کے سوا طریقہ نہ اختیار کروں گا
تا شوم غرق مذلت من تمام	تا سقطہا بشنوم از خاص و عام
تاکہ میں پوری طرح ذلت میں ڈوب جاؤں	تاکہ خاص و عام سے برا بھلا سنوں
امر حق جانست من آں را تبع	او طمع فرمود و ذل من قنع
خدا کا حکم جان ہے میں اس کے تابع ہوں	اس نے لالچ کا حکم دیا اور جس نے قناعت کی وہ ذلیل ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں طمع خواہد زمن سلطان دیں	خاک برفرق قناعت بعد ازیں
جبکہ دین کا شاہ مجھ سے طمع چاہتا ہے	اس کے بعد قناعت کے سر پر دھول
او مذلت خواست کے عزت تنم	او گدائی خواست کے میری کنم
اس نے ذلت چاہی میں کب عزت کے درپے ہوں گا؟	اس نے بھکاری پن چاہا، میں کب امیری کروں گا؟
بعد ازیں گدیہ و مذلت جان من	بیست عباس اند در انبان من
اس کے بعد بھیک اور ذلت میری جان ہے	میری جھولی میں بیس عباس ہیں
شیخ برمیگشت و زنبیلی بدست	شی للہ خواجہ توفیقیت ہست
شیخ گھومتے تھے اور جھولی ہاتھ میں	اے خواجہ! اگر تجھے کچھ توفیق ہے تو کوئی چیز خدا کے لئے (دے)
برتر از کرسی و عرش اسرار او	شیئاً للہ شیئاً للہ کار او
ان کے باطنی احوال کرسی و عرش سے برتر تھے	"کچھ خدا کے لئے" کچھ خدا کے لئے ان کا کام تھا
انبیا ہر یک ہمیں فن میزنند	خلق مفلس گدیہ ایشاں میکنند
ہر ایک نبی اسی طرح نعرہ لگاتا ہے	مخلوق مفلس ہے، ان سے بھیک مانگتے ہیں
اقرضوا اللہ اقرضوا اللہ میزنند	بازگوں برانصروا اللہ می تنند
اللہ کو قرض دو، اللہ کو قرض دو، کہتے ہیں	الٹا "اللہ کی مدد کرو" پر عمل کرتے ہیں
دربدر ایں شیخ می آرد نیاز	بر فلک صد در برائے شیخ باز
یہ شیخ دربدر عاجزی کرتے ہیں	شیخ کے لئے آسمان پر سینکڑوں دروازے کھلے ہوئے ہیں
آں گدائی کہ بجد میکرد او	بہر یزداں بودنے بہر گلو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے	خدا کے لئے تھا نہ کہ حلق کے لئے
ور بکردے نیز از بہر گلو	آں گلو از نور حق دارد غلو
اگر وہ حلق کے لئے بھی کرتے	وہ حلق خدا کے لئے نور سے پر تھا
رحق او خورد نان و شہد و شیر	بہ زچلہ و ز سہ روزہ صد فقیر
ان کے لئے روٹی اور شہد اور دودھ کی خوراک	سینکڑوں فقیروں کے چلہ اور سہ روزہ سے بہتر تھی
نور مینوشد مگوناں می خورد	لالہ میکارد بصورت می چرد
نور پی رہے ہیں، مت کہو روٹی کھا رہا ہے	لالہ بو رہے ہیں بظاہر چر رہے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں شرارے کو خورد روغن ز شمع	نور افزاید ز خوردش بہر جمع
جیسا کہ وہ آگ جو شمع کا روغن کھا رہی ہے	اس کے کھانے سے لوگوں کے لئے نور بڑھتا ہے
نان خورے را گفت حق لا تسرفوا	نور خوردن را نگفت ست اکتفوا
اللہ (تعالیٰ) نے روٹی کھانے والے کے لئے فرمایا اسراف نہ کر	نور کھانے کے لئے "بس کرو" نہیں فرمایا
ایں گلوئے ابتلا بدویں گلو	فارغ از اسراف و ایمن از غلو
یہ حلق آزمائش تھا اور یہ حلق	اسراف سے بے نیاز ہے اور غلو سے محفوظ ہے
امر و فرماں بودنے حرص و طمع	آنچناں جان حرص را نبود تبع
حکم اور فرمان تھا نہ کہ لالچ اور طمع	ایسی جان حرص کے تابع نہیں ہوتی ہے
گو بگوید کیمیا مس را بدہ	تو بمن خود را طمع نبود فرہ
اگر کیمیا تانبے سے کہے کہ دے	تو اپنے آپ کو مجھے (تو یہ) زیادتی اور لالچ نہ ہوگا
آں گدائی کہ بجد میکرد او	بود از آثار حکمتہائے ہو
وہ بھکاری پن جو وہ کوشش سے کر رہے تھے	وہ اللہ کی حکمتوں کا نتیجہ تھا
گنجہائے خاک تا ہفتم طبق	عرضہ کردہ بود پیش شیخ حق
زمین کے خزانے ساتویں طبقہ تک	اللہ (تعالیٰ) نے شیخ کے سامنے پیش کر دیئے تھے
شیخ گفتا خالقا من عاشقم	در بجویم غیر تو من فاسقم
شیخ نے کہا' اے خالق! میں تو عاشق ہوں	اگر میں تیرے غیر کی جستجو کروں تو میں فاسق ہوں
ہشت جنت گر در آرم در نظر	ور کنم خدمت من از خوف سقر
اگر میں آٹھوں جنتوں کو نظر میں لاؤں	اگر میں دوزخ کے ڈر سے عبادت کروں
مومنے باشم سلامت جوئے من	زانکہ ایں ہر دو بود حظ بدن
میں سلامتی کا طالب ہوں' ایک مومن ہوں گا	کیونکہ یہ دونوں چیزیں بدن کا حصہ ہیں
عاشقے کز عشق یزداں خورد قوت	صد بدن پیشش نیرزد ترہ توت
وہ عاشق جس نے خدا کے عشق کی روزی کھا لی	اس کے آگے سینکڑوں بدن' شہتوت کے پتے کی قیمت نہیں رکھتے
ویں بدن کہ دارد آں شیخ فطن	چیز دیگر گشت کم خوانش بدن
وہ سمجھدار شیخ جو یہ بدن رکھتے ہیں	وہ دوسری چیز بن گیا اس کو بدن نہ کہہ

www.besturdubooks.wordpress.com

عاشق عشق خدا و انگاہ مزد	جبرئیل موتمن آنگاہ دزد
عشق خدا کا عاشق اور پھر مزدوری	امانتدار جبرئیل اور پھر چور
عاشق آں لیلی کور و کبود	ملک عالم پیش او یک ترہ بود
اندھی نیلی لیلیٰ کا عاشق	دنیا کی سلطنت اس کے سامنے ایک پتہ تھی
پیش او یکساں شدہ بد خاک وزر	زرچہ باشد کہ نہ بد جاں را خطر
اس کے لئے مٹی اور سونا یکساں ہو گیا تھا	سونا کیا ہوتا ہے؟ اس کو جان کا خطرہ نہ تھا
شیر و گرگ و ددازو واقف شدہ	ہمچو خویشاں گرد او گرد آمدہ
شیر اور بھیڑیا اور درندہ اس سے واقف ہو گیا تھا	اپنوں کی طرح اس کے چاروں طرف جمع ہو گئے تھے
کایں شدست از خوئے حیواں پاک پاک	پر ز عشق و لحم شحمش زہرناک
کہ یہ حیوان کی خصلت سے بہت پاک ہو گیا ہے	عشق اور زہریلے گوشت اور چربی سے پر ہے
زہر دو باشد شکر ریز خرد	زانکہ نیک نیک باشد ضد بد
عقل کا شکر کا نچھاور، درندہ کا زہر ہوتا ہے	کیونکہ اچھا نیک ' بد کی ضد ہوتا ہے
لحم عاشق را نیارد خورد دد	عشق معروفست پیش نیک و بد
درندہ، عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتا	ہر نیک و بد کے لئے عشق پہچانی ہوئی چیز ہے
ور خورد فی المثل دام وددش	لحم عاشق زہر گردد بکشدش
بالفرض اگر اس کو جانور اور درندہ کھا لے	عاشق کا گوشت زہر بن جائے اس کو ہلاک کر دے
ہرچہ جز عشق ست شد ماکول عشق	دو جہاں یکدانہ پیش نول عشق
جو عشق کے سوا ہے، وہ عشق کی غذا ہے	عشق کی چونچ کے لئے دونوں جہاں ایک دانہ ہیں
دانۂ مر مرغ را ہرگز خورد	کاہداں مر اسپ را ہرگز چرد
دانہ مرغ کو کبھی کھاتا ہے!	آخور کبھی گھوڑے کو کھاتا ہے
بندگی کن تا شوی عاشق لعل	بندگی کسب ست آید در عمل
عبادت کر تا کہ تو شاید عاشق بن جائے	عبادت کسب ہے عمل میں آ جاتی ہے
بندہ آزادی طمع دارد ز جد	عاشق آزادی نخواہد تا ابد
بندہ، قسمت سے آزادی کا لالچ رکھتا ہے	عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

بندہ دائم خلعت و ادرار جوست	خلعت عاشق ہمہ دیدار اوست
بندہ ہمیشہ خلعت اور انعام کا جویاں ہے	عاشق کی سب خلعت اس کا دیدار ہے
در نگنجد عشق در گفت و شنید	عشق دریائیست قعرش ناپدید
عشق کہنے اور سننے میں نہیں سماتا	عشق وہ دریا ہے جس کی گہرائی معلوم نہیں ہے
قطرہ ہائے بحر را نتواں شمرد	ہفت دریا پیش آں بحر ست خرد
سمندر کے قطروں کو شمار نہیں کیا جا سکتا	اس سمندر کے سامنے ساتوں دریا چھوٹے ہیں
ایں سخن پایاں ندارد اے فلاں	باز رو در قصۂ شیخ زماں
اے فلاں! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	شیخ زمانہ کے قصہ کی طرف واپس چل

در معنی لولاک لما خلقت الافلاک

اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا

شد چنیں شیخے گدائے کو بکو	عشق آمد لا ابالی اتقوا
ایسے شیخ گلی گلی کے بھکاری بن گئے	عشق لاپروا ہے بچو
عشق جوشد بحر را مانند دیگ	عشق ساید کوہ را مانند ریگ
عشق سمندر کو دیگ کی طرح کھولا دیتا ہے	عشق، پہاڑ کو ریت کی طرح پیس دیتا ہے
عشق بشگافد فلک را صد شگاف	عشق لرزاند زمیں را از گزاف
عشق آسمان میں سو شگاف ڈال دیتا ہے	عشق زمین کو آسانی سے لرزا دیتا ہے
با محمدؐ بود عشق پاک جفت	بہر عشق او را خدا لولاک گفت
پاک عشق محمد کا ساتھی تھا	عشق کی وجہ سے خدا نے آپ کے بارے میں لولاک فرمایا
منتہی در عشق چوں او بود فرد	پس مر او را ز انبیاء تخصیص کرد
عشق میں چونکہ وہ منتہی اور یکتا تھے	تو انبیاء میں سے ان کو مخصوص کر لیا
گر نبودے بہر عشق پاک را	کے وجودے دادمے افلاک را
اگر آپ پاک عشق کے لئے نہ ہوتے	تو میں آسمانوں کو وجود کب عطا کرتا؟
من بداں افراشتم چرخ سنی	تا علو عشق را فہمی کنی
میں نے اونچے آسمان کو اسی لئے بلند کیا	تاکہ آپ عشق کی بلندیوں کو سمجھ لیں

www.besturdubooks.wordpress.com

منفعتہائی دگر آید ز چرخ	آں چو بیضہ تابع آید ایں چو فرخ
آسمان کے دوسرے فوائد (بھی) ہیں	وہ انڈے کی طرح تابع ہیں، یہ مرغی کے بچے کی طرح ہے
خاک را من خار کردم یکسری	تاز ذل عاشقاں بوی بری
میں نے مٹی کو بالکل مٹی بنایا	تاکہ آپ عاشقوں کی ذلت کا پتہ لگا لیں
خاک را دادیم سبزی و نوی	تاز تبدیل فقیر آگہ شوی
مٹی کو ہم نے تازگی اور سبزی بخشی	تاکہ آپ فقیر کی تبدیلی سے آگاہ ہو جائیں؟
باتو گویند ایں جبال راسیات	وصف حال عاشقاں اندر ثبات
یہ جمے ہوئے پہاڑ آپ کو بتاتے ہیں	عاشقوں کی حالت جماؤ میں
گرچہ آں مغیست ویں نقش اے پسر	تابفہم تو کند نزدیک تر
اے بیٹا! اگرچہ وہ معنی ہیں اور یہ صورت ہے	تاکہ (یہ تشبیہ) تیری سمجھ کے زیادہ قریب کر دے
غصہ را با خار تشبیہے کنند	آں نباشد لیک تنبیہے کنند
غصہ کو کانٹے سے تشبیہ دیتے ہیں	وہ وہ نہیں ہوتا لیکن تنبیہ کرتے ہیں
آں دل قاسی کہ سنگیں خواندند	نامناسب بد مثالے راندند
وہ سخت دل جس کو پتھر کا کہتے ہیں	مناسب نہیں ہے ایک مثال دیتے ہیں
در تصور درنیاید عین آں	عیب بر تصویر نہ نفیش مداں
اگر وہ بعینہ تصور میں نہ آئے	(تو) مثال پر عیب لگا اس کا انکار نہ کر

شرح حبیبی

خیر تو جب ان کو گداگری کا حکم ہوا تو وہ مطیع فرمان درویش متوجہ شہر ہوئے اور شہر غزنی ان کے روئے منور سے منور ہوا۔ لوگ تو خوش خوش ان کے استقبال کو گئے مگر وہ خفیہ راستہ سے شہر میں آ پہنچے اس کے بعد تمام امراء ان کی خدمت پر کمر بستہ ہوئے اور محلات ان کے لئے سجائے مگر انہوں نے کہا کہ میں خودنمائی کی غرض سے نہیں آیا بلکہ میں تو صرف گداگری کے لئے آیا ہوں اور میرا عزم لوگوں کو تعلیم و تلقین کا نہیں ہے بلکہ میں ہاتھ میں جھولے لئے ہوئے دربدر پھروں گا۔ کیونکہ مجھے حق سبحانہ کا یہ حکم ہے کہ میں فقیر بنوں میں اس کا مطیع ہوں۔ پس میں فقیر ہی بنوں گا اور فقیری مجھے مہذب طریق سے نہ کروں گا اور سوال میں شاندار الفاظ استعمال نہ کروں گا۔ بلکہ معمولی فقیر بنوں گا اور ذلیل فقیروں کی روش کے سوا اور کوئی روش اختیار نہ کروں گا۔ تاکہ میں سر سے پاؤں تک ذلت میں ڈوب جاؤں اور تاکہ میں ہر خاص و عام سے سخت سست سنوں گا خدا کا حکم جان کے برابر ہے اور میں اس کا متبع ہوں۔ پس چونکہ اس نے طمع کا حکم دیا ہے لہذا

www.besturdubooks.wordpress.com

میں طامع اور گداگر بنوں گا کیونکہ ایسی حالت میں جو قناعت و ترک گداگری نہ کرے وہ ارتکاب معصیت کے سبب ذلیل ہے جبکہ خدا خود مجھ سے طمع اور گداگری چاہتا ہے تو قناعت کے سر پر خاک جب وہ ذلت چاہتا ہے تو میں کب عزت کے درپے ہوں گا اور جب وہ گداگری چاہتا ہے تو میں کب رئیس بنوں گا۔ میں تو ایسے دھڑلے کی گداگری کروں گا کہ اس گداگری اور ذلت جان کے بعد بیس عباس میرے قبیلے میں ہوں گے۔

الغرض انہوں نے گداگری اختیار کی اور جھولے ہاتھ میں لئے پھرتے تھے اور کہتے تھے "جناب کچھ توفیق ہے اچھا خدا کے لئے کچھ دیجئے حالت تو ان کی یہ تھی کہ ان کے اسرار عرش و کرسی سے بالاتر تھی اور کام ان کا یہ کہ خدا کے لئے کچھ دو۔ خدا واسطے کچھ دو۔ کیوں اس لئے کہ وہ انبیاء کے قدم پر تھے اور انبیاء بھی یہی کام کرتے ہیں اور مخلوق خود مفلس ہے مگر وہ اس سے مانگتے ہیں اور کبھی اقرضوا اللہ اقرضوا اللہ کے نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی انصروا اللہ کہتے ہیں جو کہ الٹی بات ہے۔ کیونکہ خدا تو خود سب کی مدد کرتا ہے۔ اس کو مدد کی کیا حاجت ہے اور جو خود محتاج مدد ہیں اس کی کیا مدد کر سکتے ہیں مگر یہ حق سبحانہ کی عنایت ہے کہ ان کی خود اپنی مدد کو حق سبحانہ نے اپنی مدد قرار دیا ہے اور خود ان کے اپنے لئے خرچ کرنے کو خدا کا قرض دینا ٹھہرایا ہے۔

خیر یہ درویش دربدر گداگری کرتے ہیں حالانکہ آسمان پر سو دروازہ ان کے لئے کھلے ہوئے ہیں پھر وہ ایسا کیوں کرتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو خدا کا حکم ہے اور خدا کے لئے وہ گداگری کرتے ہیں نہ کہ خود اپنے کھانے کے لئے۔ لیکن اگر بالفرض وہ اپنے ہی کھانے کے لئے کرتے تب بھی کوئی بری بات نہیں کیونکہ ان کا حلق نور حق سے لبریز ہے۔ اس لئے ان کے لئے کھانا برا نہیں ہے بلکہ ان کے حق میں روٹی شہد دودھ وغیرہ سینکڑوں فقیروں کے چلہ اور صیام ایام بیض سے بڑھ کر ہے کیونکہ وہ روٹی نہیں کھاتے بلکہ نور کھاتے ہیں اور گو بظاہر چرتے ہیں مگر فی الحقیقت لالہ کاری کرتے اور روح میں صفات حمیدہ بڑھاتے ہیں ان کے کھانے کی ایسی مثال ہے جیسے شعلہ چراغ تیل پیتا ہے مگر اس کھانے سے لوگوں کے لئے نور بڑھتا ہے جب یہ حالت ہے تو ان کے لئے زیادہ کھانے کی ممانعت نہیں ہے اس لئے کہ حق سبحانہ نے روٹی کھانے کے لئے لاتسرفوا کہا ہے نور کھانے کو نہیں کہا کہ بس کرو۔ روٹی کھانے والا حلق زیر امتحان ہے اس کو ضرورت ہے اسراف سے ممانعت کی۔ اور نور کھانے والا حلق اس مرتبہ کو طے کر گیا ہے اور اس لئے وہ اسراف اور غلو سے بے تعلق ہو گیا ہے۔ اب نہ وہاں اسراف ہے اور نہ حد سے تجاوز۔ لہٰذا اسراف کی ممانعت بھی نہیں ہے۔

فائدہ:۔ ابن گلوی اشتاہ بدائع سے کسی کو شبہ نہ ہونا چاہئے کہ اہل اللہ حد تکلیف سے خارج ہو جاتے ہیں اور مکلف نہیں رہتے بلکہ تحقیق اس کی یہ ہے کہ اوامر الٰہیہ مقید بقیود اور مبنی بر مصالح خاصہ ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ اپنے مواقع کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں نہ کہ عام مثلاً حکم ہے کہ زکوٰۃ دو مگر یہ مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ مال نامی ہو حوائج ضروریہ سے فارغ ہو حولان حول ہو چکا ہو۔ پس جہاں یہ قید پائی جائے گی وہیں یہ حکم بھی ہوگا اور جہاں یہ قید نہ پائی جائے گی وہاں یہ حکم نہ ہوگا۔ علیٰ ہذا القیاس امر لاتسرفوا مقید ہے اس قید کے ساتھ کہ غذا موجب تقویت نفس ہو پس جہاں غذا موجب تقویت دفع ہو گی وہاں کثرت اکل کی ممانعت نہ ہو گی اس لئے جو لوگ اس حکم کے مخاطب ہوں گے وہ اس حکم کے لحاظ سے زیر امتحان ہوں گے اور جو لوگ مخاطب نہ ہوں گے وہ فارغ از

www.besturdubooks.wordpress.com

امتحان ہوں گے۔ پس شعر مذکور میں اہل اللہ سے امتحان خاص کی نفی کی گئی ہے نہ کہ امتحان عام کی لیکن یہ امر بھی واضح رہے کہ اہل اللہ کا نفس گو نہایت مضمحل ہو جاتا ہے مگر بالکل مردہ نہیں ہو جاتا۔ دلیل اس کی خود مولانا کا ارشاد یک قدم زآدم اندر ذوق نفس الخ۔ اور حق سبحانہ کا ارشاد حکایت عن یوسف علیہ السلام ما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء ہے اس لئے یہ حکم مبنی بر اغلب احوال ہوگا نہ کہ کلی۔ پس ثابت ہوا کہ کوئی شخص خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو بحالت صحت عقل مرفوع القلم اور مطلق العنان نہیں ہو سکتا۔ اس مقام پر یہ بھی جتلا دینا ضروری ہے کہ گو احکام شرعیہ مقید بقیود و شروط بشرائط خاصہ ہوتے ہیں مگر ہر کسی کو اس کی گنجائش نہیں ہے کہ اپنے عقل سے مقید کرے۔ بلکہ یہ کام یا خود شارع کر سکتا ہے یا وہ لوگ جو رمز شناس مثلاً مجتہدین وحی ہیں۔ واللہ اعلم۔

غرضیکہ وہ گداگری بحکم فرمان الٰہی تھی نہ کہ حرص وطمع سے کیونکہ یہ مقدس لوگ تابع حرص نہیں ہوتے۔ نیز یہ گداگری خود ان لوگوں کی منفعت کے لئے تھی اس لیے بھی حرص نہ تھی۔ مثلاً کیمیا تانبے سے کہے کہ تو اپنے کو مجھے دیدے تو یہ حرص نہ ہوگی۔ بلکہ خود کیمیا کا احسان ہوگا۔ پس ان وجوہ سے یہ گداگری ممنوع اور قبیح نہ تھی اور جو گداگری وہ کرتے تھے وہ حکمت الٰہیہ کے آثار نامتناہیہ کا ایک اثر تھی۔ نہ کہ عام گداگری وہ عام گداگری کیسے کر سکتے تھے۔ مگر شیخ نے کہا کہ اے اللہ میں تو عاشق ہوں میں خزانے کیا کروں گا۔ اگر میں تیرے سوا اور کا طالب ہوں تو عاشق کاہے کو ہوں گا۔ میں تو نفس پرست عاشق ہوں گا اور اگر میں طاعت میں آٹھوں جنتوں کو پیش نظر رکھوں یا خوف دوزخ سے عبادت کروں تو اس وقت میں عامی مومن اور سلامتی کا طالب ہوں گا کیونکہ ان دونوں کا تعلق جسم سے ہے نہ کہ روح سے پس اس وقت میں اپنے جسم کو مضرت سے بچانے والا اور اس کو نفع پہنچانے والا ہوگا جو کہ عامہ مومنین کے شان ہے نہ کی عاشق کی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ جو عاشق غذائے عشق خداوندی کھاتا ہے اس کے سامنے ایک جسم کیا۔ سو جسم توت کے پتے کے برابر بھی نہیں ہوتے پھر وہ بدن کی کیا فکر کرتا۔ شاید کوئی کہے کہ بزرگ کھاتے تھے پیتے تھے اس کو گرمی سردی سے بچاتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ اور عاشق الٰہی بھی تھے۔ پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ عشاق الٰہی بھی تھے پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ عشاق الٰہی کو بدنوں کی ذرا بھی پروا نہیں ہوتی اس لئے اس کا جواب دیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ جو بدن شیخ کو حاصل ہے وہ بدن نہیں رہا۔ بلکہ کچھ اور ہی ہو گیا ہے تو اسے بدن نہ کہو کیونکہ وہ روح ہو گیا ہے۔

فائدہ:۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جسم میں ذاتی دو قسم کی صفات ہیں ذمیمہ وغیرہ ذمیمہ۔ مثلاً حرص کینہ وغیرہ صفات ذمیمہ ہیں۔ لون، تحیز و تشکل وغیرہ غیر ذمیمہ ہیں۔ علیٰ ہذا روح میں بھی دو قسم کے اوصاف ہیں حمیدہ وغیر حمیدہ صبر وقناعت وغیر صفات حمیدہ ہیں۔ جوہریت لطافت، بدنیت، وغیرہ غیر حمیدہ پس ارباب تصوف جب روح اور جسم کا ذکر کرتے ہیں تو ان کے صفات حمیدہ و ذمیمہ کے لحاظ سے کرتے ہیں۔

مثلاً جب کہتے ہیں کہ روح جسم ہو گئے تو اس سے اس کی مراد یہ ہوتی ہے کہ اس نے جسم کی صفات ذمیمہ اختیار کر لیں اور جب کہتے ہیں کہ جسم روح ہو گیا تو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس نے اپنی صفات ذمیمہ کو چھوڑ دیا اور صفات حمیدہ سے متصف ہو گیا پس جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جب جسم صفات ذمیمہ سے خالی ہو گیا تو اب اس کی خدمت جسم بمعنی مراد ارباب تصوف جسم کی خدمت نہیں ہے۔ بلکہ اب وہ روح کی خدمت ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فاتضح المرام وللہ الحمد) ہاں تو ہم یہ کہہ رہے تھے کہ عاشق خدا حظوظ جسمانیہ کی پرواہ نہیں کرتے اس لئے وہ جنت و دوزخ کے لئے طاعت نہیں کرتے اب اس کی وجہ سنو۔ وجہ یہ ہے کہ یہ طاعت باجرت ہے اور عاشق خدا ہو اور مزدوری چاہے ناممکن ہے جبرائیل امین ہو اور چور ہو محال ہے عاشق خدا تو بڑی چیز ہے ایک ذلیل لیلیٰ کے عاشق کی یہ حالت تھی کہ سلطنت عالم اس کے سامنے ہیچ تھی اور مٹی اور سونا اس کے نزدیک برابر ہو گئے تھے۔ سونا تو کیا چیز ہے۔ اس کے نزدیک خود جان کی کوئی وقعت نہ رہی تھی اور عشق نے اس کے یوں قلب ماہیت کر دی تھی کہ شیر اور لومڑی اور دیگر درندے اس سے واقف ہو گئے تھے۔ اور عزیزوں کی طرح اس کے گرد جمع ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اب یہ عام جانداروں کا سا نہیں رہا۔ بلکہ ان کی خصلت وطبیعت سے پاک صاف ہو گیا ہے اب یہ عشق سے پر ہے اور اس کا گوشت اور اس کی چربی زہر آلود ہو گئے ہیں کوئی یہ نہ سمجھے کہ جب عشق زہر ہے تو بری چیز ہے کیونکہ وہ درندوں کے لئے زہر ہے اور جو چیز درندوں کے حق میں زہر ہو وہ عقلاء کے حق میں شکر ریز ہوتی ہے کیونکہ ان دونوں کے طبائع میں تضاد ہے۔ پس جو چیز ایک طبیعت کے لئے مضر ہو گی۔ اس کی ضد کے لئے خواہ مخواہ مفید ہو گی۔ مثلاً جو چیز اچھے کے حق میں اچھی ہے وہ برے کے حق میں ضرور بری ہو گی۔

خیر تو وہ درندوں کے حق میں زہر ہے۔ لہٰذا درندے عاشق کا گوشت نہیں کھا سکتے۔ کیونکہ عشق کو بری اور بھلی درندے اور عقلاء سب جانتے ہیں اور اپنے اپنے موافق خواص سے واقف ہو۔ اس لئے درندے بھی جانتے ہیں کہ وہ ہمارے لئے زہر ہے اور اس لئے وہ عاشق کا گوشت نہیں کھاتے اور اگر بالفرض اسے کھا بھی لیں تو وہ ہضم نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ان کے حق میں زہر ہو جائے گا اور انہیں مار ڈالے گا۔

دوسری وجہ اس کی یہ ہے کہ عشق آکل ہے اور تمام جہاں ماکول اور ہر دو عالم اس کی چونچ کے سامنے ایک دانہ ہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ ماکول آکل کو نہیں کھا سکتا۔ بتلاؤ کبھی دانہ بھی جانور کو کھاتا ہے اور سمجھو کہ کبھی گھاس بھی گھوڑے کو چرتا ہے ہرگز نہیں۔ پس یونہی عشق کو بھی کوئی چیز نہیں کھا سکتی اور جب عشق کو کوئی چیز نہیں کھا سکتی تو اس گوشت کو بھی نہیں کھا سکتے جس میں عشق ساری ہے۔ وہوالمدعیٰ۔ پس اگر تم درندوں (نفس و شیطان) سے بچنا چاہتے ہو اور چاہتے ہو کہ وہ تمہیں نہ کھا جائیں۔ تو تم عاشق حق سبحانہ ہو جاؤ۔ تم یہ کہو گے کہ ہم عاشق کیسے ہو جائیں عشق تو اختیاری شے نہیں ہے کہ جو چاہے عاشق ہو جائے۔

سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے مبادی تو اختیاری ہیں۔ تم ان مبادی کو اختیار کرو اور بتکلف طاعت حق سبحانہ کرو امید ہے کہ تم کو عشق حاصل ہو جائے گا۔ گو عشق اختیاری اور کسبی نہیں۔ مگر اطاعت تو کسبی ہے اور وہ تو عمل میں آ سکتی ہے ۔ پس تم طاعت کرو اس طرح تم کو عشق حاصل ہو جائے گا۔ عشق بڑی چیز ہے اور اس میں اور بندگی میں بہت فرق ہے بندہ اور غلام کو تو دلی خواہش آزادی ہوتی ہے اور عاشق کبھی آزادی نہیں چاہتا۔ نیز بندہ ہمیشہ خلعت اور وظیفہ چاہتا ہے۔

برخلاف عاشق کے کہ اس کی خلعت صرف دیدار یار ہے۔ پس بندہ اور غلام کی طاعت اور عاشق کی طاعت میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور اس کا خلوص اس کے خلوص سے کہیں ارفع واعلیٰ ہے۔ عشق کیحالت میں کیونکر بیان کروں یہ مضمون گفت وشنید میں نہیں آ سکتا۔ کیونکہ عشق ایک دریا ہے جس کی تہہ ہی معلوم نہیں اور معلوم ہے کہ کوئی دریائے قطرے

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں گن سکتا۔ پھر عشق کا بیان مکمل اور مفصل کوئی کیونکر کر سکتا ہے۔ کیونکہ اس کے سامنے تو ساتوں سمندر چھوٹے ہیں۔

خیر یہ گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی۔ اب لوٹنا چاہئے اور شیخ سرازی کا قصہ بیان کرنا چاہئے۔ تم غور کرو کہ ایسا عظیم المرتبہ شیخ گلی گلی بھیک مانگتا پھرتا ہے۔ کیوں محض اس لئے کہ وہ عاشق ہے۔ سو عشق بھی عجیب بے نیاز ہے نہ یہ کسی کی عزت کا لحاظ کرتا ہے نہ کسی کی عظمت کا۔ پس اے خواستگاران عزت وجاہ تم اس سے بچتے رہنا عشق وہ شے ہے کہ دریا کو ہانڈی کی طرح ابالتا ہے اور پہاڑ کو پیس کر ریت بنا دیتا ہے۔ عشق آسمان کے سو ٹکڑے کر دیتا ہے اور عشق زمین کو سخت متزلزل کر دیتا ہے یہ تو اس کی سختی کی حالت تھی اب اس کی برکات سنو۔ عشق منشاء وجود عالم ہے کیونکہ حق سبحانہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق تھا اس عشق کے سبب اس نے لولاک لما خلقت الافلاک فرمایا۔ یعنی اگر مجھے تم سے محبت نہ ہوتی اور اس لئے تمہیں پیدا نہ کرتا تو عالم کو پیدا نہ کرتا۔ پس عالم کو میں نے تمہاری خاطر پیدا کیا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ حق سبحانہ کو اور انبیاء اور صلحاء سے محبت نہیں ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ آپ محبوبیت میں فرد اور کامل ہیں۔ اس لئے انبیاء و صلحا میں سے آپ کو مخصوص بالذکر کیا گیا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب مضمون سابق سنو حق سبحانہ بھی فرماتے ہیں کہ اگر عشق کی وجہ نہ ہوتی اور مجھے اس کی حالت کا اظہار مقصود نہ ہوتا تو میں عالم کو پیدا نہ کرتا۔ میں نے آسمان کو اس لئے رفعت دی ہے کہ تم اس سے عشق کی رفعت سمجھو اور خیال کرو کہ جس سبب کا مسبب اتنا رفیع ہے اس مسبب کی رفعت کس قدر ہوگی۔ گو آسمان سے اور منفعتیں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ مگر وہ بیضہ کی طرح غیر مقصود ہیں اور یہ بچہ کی طرح مقصود ہے اور میں نے زمین کو اس لئے متذلل پیدا کیا ہے کہ تم عاشقوں کے تذلل کو سمجھو۔ اور میں نے اس کو اس لئے سرسبز کیا ہے تاکہ تم فقراء کے تبدل وتغیر حالت سے واقف ہو جاؤ۔ اور سمجھو کہ جس طرح زمین کو اس کے تذلل کا یہ ثمرہ ملا کہ وہ سرسبز و شاداب ہوگئی۔ یوں ہی فقراء کے تذلل سے ان کو سرسبزی و شادابی روحانی حاصل ہوتی ہے اور یہ جمے ہوئے اور مضبوط پہاڑ عاشق کی ثابت قدمی کی حالت بتاتی ہے۔

غرضکہ ہر چیز سے مقصود عشق اور عشاق کے حال پر دلالت ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو رفعت آسمان اور تذلل و شادابی زمیں اور قرار جبال امور حسیہ ہیں اور رفعت عشق و تذلل و شادابی و ثبات عشاق امر معنوی و عقلی اس لئے کہ یہ ان کی صحیح نظیر نہیں ہو سکتے۔ مگر مقصود محض تقریب فہم ہے اور محاورات میں ایسا کہا جاتا ہے چنانچہ غصہ کو خار سے تشبیہ دیتے ہیں گو غصہ خار نہیں ہوتا۔ مگر اس سے غصہ کی حالت بتلائی جاتی ہے۔ علیٰ ہذا قلب قاسی اور سخت دل کو پتھر کا دل کہتے ہیں گو یہ ٹھیک نہیں ہے لیکن تقریب فہم کے لئے تشبیہ دیتے ہیں اور وجہ ان تقریبی مثالوں کے اختیار کی یہ ہے کہ بیان میں عین حالت عشق و عشاق کی تصویر نہیں کھینچی جا سکتی اس لئے اگر بیان میں کچھ نقص ہو تو اس کو تصویر کا نقصان سمجھو اس سے حقیقت کو منتفی اور معدوم نہ سمجھو۔

رفتن شیخ در خانہ امیرے بہر کدیہ روزے چہار بار با زنبیل باشارت غیب وعتاب کردن امیر او را بداں وقاحت و عذر گفتن او امیر را شیخ کا ایک امیر کے گھر پر غیبی اشارے سے چار مرتبہ مع زنبیل کے بھیک مانگنے جانا اور امیر کا ان پر اس بے شرمی کے لئے ناراض ہونا اور ان کا امیر سے معذرت کرنا

شیخ روزے چار کرت چوں فقیر	بہر کدیہ رفت در قصر امیر
شیخ ایک دن میں فقیر کی طرح چار مرتبہ	بھیک کے لئے امیر کے محل میں گئے

درکفش زنبیل و شی للہ زناں	خالق جاں می بجوید تاے ناں
اسکے ہاتھ میں زنبیل اور "کچھ اللہ کے لئے" کا نعرہ لگاتے ہوئے	جان کا پیدا کرنے والا ایک روٹی مانگتا ہے
نعلہاے باژگونہ است اے پسر	عقل کلی را کند ہم خیرہ سر
اے بیٹا! الٹی نعل بندیاں ہیں	جو کمل عقل کو بھی حیران کر دیتی ہیں
چوں امیرش دید گفتش اے وقیح	گویمت چیزے منہ نامم شحیح
جب امیر نے ان کو دیکھا ان سے کہا اے بے شرم	میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں میرا نام بخیل نہ رکھ
اے خس بے شرم چندیں جست وجوے	تاکے و تا چند با رزق دو توے
اے کمینہ بے شرم! اتنی بھاگ دوڑ	کب تک اور کتنی دو گنے رزق کے لئے؟
ایں چہ سغری و چہ رویست و چہ کار	کہ بروزے اندر آئی چار بار
یہ کیا ڈھٹائی اور کیا منہ اور کیا کام ہے	کہ تو ایک دن میں چار بار آتا ہے
کیست اینجا شیخ اندر بند تو	من ندیدم ز گدا مانند تو
بڈھے! یہاں تیری قید میں کون ہے؟	میں نے تجھ جیسا بڑا فقیر نہیں دیکھا
حرمت و آب گدایاں بردہٗ	ایں چہ عباسی زشت آوردہٗ
تو نے فقیروں کی عزت اور آبرو برباد کر دی	یہ کیا بری عباسیت تو نے اختیار کی
غاشیہ بردوش تو عباس دبس	ہیچ ملحد را مبادا ایں نفس نحس
عباس دبس تو تیرا غلام ہے	یہ منحوس نفس کسی بے دین کا نہ ہو
گفت امیرا بندہ فرمانم خموش	ز آتشم آگہ نہ چندیں مجوش
انھوں نے کہا اے امیرا میں حکم کا غلام ہوں چپ رہ	تو میری آگ سے آگاہ نہیں ہے اس قدر جوش میں نہ آ
بہر ناں در خویش حرص ار دیدمے	اشکم نانخوارہ را بدریدمے
اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا	روٹی کھانے والے پیٹ کو پھاڑ ڈالتا
ہفت سال از سوز عشق جسم پز	در بیاباں خوردہ ام من برگ رز
جسم کو پکا دینے والی عشق کی گرمی سے سات سال	میں نے جنگل میں انگور کے پتے کھائے ہیں
تا ز برگ خشک و تازہ خوردنم	سبز گشتہ بود ایں رنگ تنم
یہاں تک کہ خشک اور تر پتے کھانے سے	میرے جسم کا یہ رنگ سبز ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا تو باشی در حجاب بوالبشر	سرسری در عاشقاں کمتر نگر
جب تک تو آدمیت کے پردے میں ہے	عاشقوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھ
زیرکاں کہ مویہا بشگافتند	علم ہیئت راںجاں دریا فتند
ذہین لوگ جنہوں نے موشگافیاں کی ہیں	انہوں نے علم ہیئت کو (دل و) جان سے دریافت کر لیا
علم نیرنجات و سحر و فلسفہ	گرچہ نشناسند حق المعرفہ
شعبدوں اور جادو اور فلسفہ کا علم	اگرچہ پورے طور پر وہ نہ جان سکے
لیک کوشیدند تا امکان خود	برگذشتند از ہمہ اقران خود
لیکن اپنے مقدور بھر انہوں نے کوشش کی	اپنے تمام ساتھیوں سے آگے بڑھ گئے
عشق غیرت کرد و زایشاں در کشید	شد چنیں خورشید زایشاں ناپدید
عشق نے غیرت کی اور ان سے جدا رہا	ایسا سورج ان سے پوشیدہ ہو گیا
نور چشمے کہ بروز استارہ دید	آفتابے چوں ازو رو در کشید
آنکھ کی وہ روشنی جس نے دن میں ستارہ دیکھ لیا	ایسا سورج اس سے کیوں چھپ گیا؟
زیں گذر کن پند من بپذیر ہیں	عاشقاں را تو بچشم عشق بیں
اس کو چھوڑ ہاں میری نصیحت مان لے	تو عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ
وقت نازک گشتہ و جاں در رصد	با تو نتواں گفت ایں دم عذر خود
وقت نازک ہو گیا اور جان انتظار میں ہے	اس وقت تجھ سے اپنا عذر نہیں بیان کیا جا سکتا
فہم کن موقوف آں گفتن مباش	سینہائے عاشقاں را کم خراش
سمجھ لے کہنے پر موقوف نہ رہ	عاشقوں کے سینے کو زخمی نہ کر
نے گمانے بردۂ توزیں نشاط	حزم را مگذار و میکن احتیاط
نہیں! تو نے عیش و عشرت میں بدگمانی کی ہے	پختہ کاری کو نہ چھوڑ اور احتیاط کر
واجب ست و جائز ست و مستحیل	ایں وسط را گیر در حزم اے دخیل
فرض ہے اور جائز ہے اور حرام ہے	اے دوست! احتیاط میں تو اس درمیانہ کو اختیار کر لے

شرح حبیبی

ایک روز کا واقعہ ہے کہ شیخ مذکور ایک امیر کے مکان پر چار مرتبہ فقیرانہ سوال کرنے گئے ان کے ہاتھ میں جھولے

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے اور وہ کہہ رہے تھے کہ خدا کے لئے کچھ دلوایئے۔اب مولانا تعجب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو کیسی عجیب بات ہے کہ روٹی کا پیدا کرنے والا روٹی مانگ رہا ہے۔صاحبو یہ الٹی باتیں ہیں جو کہ عقل کل کو بھی مخبوط الحواس کر دیتی ہیں۔

فائدہ:۔ یہاں چند امور توضیح طلب ہیں امر اول یہ کہ شیخ کے فعل کو حق سبحانہ کی طرف کیوں منسوب کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیخ فانی تھے اس لئے ان کا فعل گویا کہ حق سبحانہ کا فعل تھا یعنی چونکہ یہ گدائی بامر حق سبحانہ تھی اس لئے گویا کہ خدا ہی مانگ رہا تھا۔دوم یہ کہ عقل کلی سے اس مقام پر عقل معاش کامل مراد ہے اور مقصود یہ ہے کہ دنیا میں بہت سی ایسی الٹی باتیں ہیں جن کی حقیقت اہل دنیا کو خواہ وہ کتنی ہی بڑی عاقل ہوں نہیں معلوم ہو سکتی)

خیر جبکہ امیر نے اسے دیکھا تو کہا کہ ارے بے حیا میں تجھ سے ایک بات کہتا ہوں مگر تو مجھے کنجوس نہ کہنا کیونکہ اس کا منشاء کنجوسی نہیں ہے بلکہ تیری خیر خواہی ہے وہ بات یہ ہے کہ ارے ذلیل اور بے شرم تو رزق کی اس قدر تلاش المضاعف فریب کے ساتھ کب تک کرے گا یہ کیا بے حیائی اور کیا منہ اور کیا حرکت ہے کہ دن میں چار مرتبہ آئے۔ یہاں کون آپ کے فکر میں ہے اور کون روٹی لئے ہوئے بیٹھا ہے کہ جس وقت آپ آئیں کھانا آپ کو تیار ملے۔

فائدہ:۔ کیست اینجا شیخ اندر بند تو" کے بعض محشیں نے یہ معنی لکھے ہیں کہ یہاں آپ کا کون مرید اور معتقد ہے واللہ اعلم) میں نے اپنی عمر میں تجھ سا بڑا بھکاری نہیں دیکھا۔تو نے بھکاریوں کی آبرو خاک میں ملا دی۔ارے تو نے یہ کیا بری گداگری اختیار کی ہے عباس دبسی جو کہ گداگری میں ضرب المثل تھا تو تو اس سے بھی بڑھ گیا اور وہ بھی تیرا غلام ہو گیا خدا نہ کرے کہ کسی کافر کا بھی ایسا کنجوس نفس ہو۔یہ ملامت سن کر شیخ نے فرمایا کہ اے امیر خاموش رہ۔میں بحکم خداوندی ایسا کرتا ہوں اور تم میرے آگ سے واقف نہیں ہو۔پس اس قدر غصہ نہ کرو اگر میں اپنے اندر روٹی کی حرص دیکھتا تو بجائے اس کے بھیک مانگوں میں اس روٹی کھانے والے پیٹ ہی کو پھاڑ ڈالتا۔جناب میری تو یہ حالت ہے کہ جسم کا پکا دینے والے عشق کے جلن کے سبب میں نے سات برس تک جنگل میں انگور کے پتے کھائے ہیں۔یہاں تک کہ خشک اور سبز پتوں کے کھانے سے میرے جسم کا رنگ سبز ہو گیا تھا۔پھر میں کیا روٹی کی حرص کروں گا۔پس جب تک تو انسانیت کے جامہ میں ہے (تاکہ تو انسانیت کے جامہ میں رہے) عشاق کو سرسری نظر سے نہ دیکھنا کیونکہ ان کی حالت کا معلوم ہونا سخت دشوار ہے۔چنانچہ وہ عقلاء جنہوں نے موشگافیاں کیں اور علم ہیئت اور علم نیرنجات اور علم سحر اور علم فلسفہ کو دل وجان سے دریافت کیا اور گو وہ ان کو جیسا جاننا چاہئے ویسا نہ جان سکے مگر انہوں نے اس کے جاننے میں امکانی کوشش کی اور اپنے اقران پر فائق ہو گئے۔عشق نے غیرت کی اور ان سے کھینچ لیا اور ایسا آفتاب تاباں ان کی نظر سے مخفی ہو گیا نیز بوعلی سینا کی وہ آنکھ جو دن کو ستارہ دیکھتی تھی تو دیکھ لے تو ایک آفتاب نے اس سے کیسے منہ پھیر لیا اور اس کو محسوس نہ ہوا پھر تیری تو کیا حقیقت ہے۔پس تو اپنی اس روش کو چھوڑ میرا کہنا مان اور عاشقوں کو عشق کی نظر سے دیکھ۔یعنی جس طرح عشق ان کی قدر ومنزلت کرتا ہے تو بھی ان کی وقعت کر۔یا یہ کہ تو بھی عشق حاصل کر اور پھر ان کو دیکھ اعشاق پر وقت نازک ہوتا ہے اس کی جان جلوہ جاناں کی مترصد ومنتظر ہوتی ہے اس لئے وہ اس وقت اپنا عذر نہیں بیان کر سکتے۔پس تم قرائن واحوال سے اس کو سمجھ لیا کرو اور خود ان کے کہنے پر نہ رہا کرو کہ وہ بھی اپنی حالت بیان کریں اور معذوری ظاہر کریں تو سمجھو ورنہ نہیں۔ایسا نہ کیا کرو اور عشاق کے سینوں کو طعن ملامت سے زخمی نہ کیا کرو جیسا اس وقت تم نے کیا ہے۔اچھا بتلاؤ کیا تم نے میری گداگری سے طلب عیش وعشرت کا خیال نہیں کیا اور یہ نہیں سمجھا کہ مجھے اس سے تعیش وتلذذ مقصود ہے۔ضرور

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا ہے۔ اور یہ ایک بدگمانی ہے جو کہ حزم کے خلاف ہے۔ پس تم حزم کو ہاتھ سے نہ دو اور احتیاط رکھو۔ تم کو واضح ہو کہ امور تین قسم کے ہوتے ہیں۔ واجب، ممکن، ممتنع۔ پس باب حزم میں تم شیخ کا درجہ لے لو۔ مثلاً اگر کوئی گدا تمہارے پاس آئے تو اس وقت تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ اس کا کامل ہونا واجب ہو۔ دوم یہ کہ اس کا کمال ممکن ہو۔ سوم یہ کہ اس کا کمال محال ہو۔ پس احتیاط یہ ہے کہ تم اوسط درجہ لے لو اور سمجھو کہ ممکن ہے کہ کامل ہو اور ممکن ہے کہ نفس پرست ہو اور اس بناء پر تم اس کے تذلل اور توہین نہ کرو۔

(هذا هو المرام والمحشون خبطوا في هذا المقام)

گریاں شدن امیر از نصیحت شیخ و عکس صدق او و ایثار کردن مخزن بعد از اں جرأت و گستاخی و استعصام شیخ و قبول نا کردن شیخ و گفتن کہ من بے اشارت نیارم تصرف کردن کہ بے امر غیب نستانم

شیخ کی نصیحت اور ان کی سچائی کے پرتو سے امیر کا رو پڑنا اور جرأت اور گستاخی کے بعد خزانہ پیش کر دینا اور شیخ کا بچنا اور شیخ کا قبول نہ کرنا اور فرمانا کہ میں بغیر اشارے خرچ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ میں بغیر غیبی حکم کے نہیں لے سکتا ہوں

ایں بگفت و گریہ در شد ہائے ہائے	اشک غلطاں بر رخ او جائے جائے
یہ فرمایا اور ہائے ہائے کر کے رونے لگے	جگہ جگہ ان کے چہرے پر آنسو بہہ رہے تھے
صدق او ہم بر ضمیر میر زد	عشق ہر دم طرفہ دیگے میپزد
ان کی سچائی نے امیر کے دل پر بھی اثر کیا	عشق ہر وقت ایک عجیب دیگ پکاتا ہے
صدق عاشق بر جمادے می تند	چہ عجب گر بر دل دانا زند
عاشق کی سچائی پتھر پر اثر کرتی ہے	کیا تعجب ہے اگر عقلمند کے دل پر اثر کرے
صدق موسیٰؑ بر عصا و کوہ زد	بلکہ بر دریائے پر اشکوہ زد
(حضرت) موسیٰؑ کی سچائی نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا	بلکہ ہیبت ناک دریا پر اثر کیا
صدق احمدؐ بر جمال ماہ زد	بلکہ بر خورشید رخشاں راہ زد
(حضرت) احمدؐ کی سچائی نے چاند کے حسن کو متاثر کیا	بلکہ روشن سورج کا راستہ روک دیا
روبرو آوردہ ہر دو در نفیر	گشتہ گریاں ہم امیر و ہم فقیر
آمنے سامنے دونوں رونے (اور) فریاد کرنے لگے	امیر اور فقیر بھی رو پڑا
ساعتے بسیار چوں بگریستند	گفت میر او را کہ خیز اے ارجمند
جب بہت دیر تک روئے	امیر نے ان سے کہا، اے اقبالمند! اٹھو
ہر چہ خواہی از خزانہ بر گزیں	گرچہ استحقاق داری صد چنیں
جو چاہو خزانے سے لے لو	اگرچہ ایسے سو گنے کے مستحق ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

خانہ آن تست ہرچت میل ہست	برگزیں خود ہر دو عالم اندکست
آپ کا گھر ہے جو آپ کی خواہش ہے	خود پسند کر لیجئے دونوں جہان تھوڑے ہیں
گفت دستوری ندادندم چنیں	کہ بدست خویش چیزے برگزیں
فرمایا انہوں نے ایسی اجازت نہیں دی ہے	کہ اپنے ہاتھ سے کوئی چیز لے لینا
من زخود نتوانم ایں کردن فضول	کہ کنم من ایں دخیلا نہ دخول
میں یہ بیہودہ بات اپنی جانب سے نہیں کر سکتا	کہ میں دوستانہ دخل دوں
ایں بہانہ کرد و مہرہ در ربود	مانع آں بدکاں عطا صادق نبود
یہ بہانہ کیا اور وہ بازی جیت گئے	مانع یہ تھا کہ وہ بخشش پرخلوص نہ تھی
گرچہ صادق بود بے غل بود و خشم	شیخ راہر صدق می ناید بچشم
اگرچہ وہ سچا بے کھوٹ اور بغیر غصہ کے تھا	(لیکن) ہر سچ شیخ کی نظر میں نہیں آتا
گفت فرمانم چنیں داد ست الٓہ	کہ گدایانہ برو نانے بخواہ
فرمایا مجھے خدا نے یہی حکم دیا ہے	کہ فقیرانہ جا روٹی مانگ
ما گدایانہ ازاں درخواستیم	ورنہ از اموال بے پرواستیم
ہم نے اسی وجہ سے فقیروں کی طرح درخواست کی	ورنہ ہم مالوں سے بے پروا ہیں

شرح حبیبی

شیخ نے یہ تقریر کی اور امیر نے ہائے ہائے کر کے رونا شروع کیا اور اس کے رخساروں پر جگہ جگہ آنسو ڈھل رہے تھے۔ بات یہ تھی کہ شیخ کے خلوص نے امیر کے دل پر اثر کیا تھا۔ واقعی عشق بھی عجیب چیز ہے کہ یہ ہر دم ایک عجیب ہانڈی پکاتا اور ہر وقت ایک نیا گل کھلاتا ہے۔ دیکھو امیر دو منٹ پہلے کیا تھا اور اب کیا ہو گیا تم اس سے متعجب نہ ہونا۔ کیونکہ سچائی اور خلوص کا اثر تو جمادات پر ہوتا ہے پھر اگر وہ اس نے ایک ذی شعور کے دل پر اثر کیا تو تعجب کی کیا بات ہے۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کے صدق نے لاٹھی اور پہاڑ پر اثر کیا۔ چنانچہ لاٹھی اژدہا بن گئی اور سرکشوں کی سرکوبی کے لئے پہاڑ اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ کما قال اللہ تعالیٰ و رفعنا فوقھم الطور بلکہ اس کا اثر پر شکوہ سمندر پر ہوا کہ وہ خشک ہو گیا۔ نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلوص نے چاند کے حسن پر اثر کیا کہ چاند ٹکڑے ہو گیا بلکہ آفتاب درخشاں کا راہ مار دیا کہ اس کو آگے چلنے سے روک کر پیچھے ہٹا دیا۔

اس میں اشارہ ہے ایک روایت کی طرف جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے زانو پر سر رکھے سو رہے تھے کہ آفتاب غروب ہو گیا اور حضرت علیؓ کی عصر کی نماز قضا ہو گئی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ تو آفتاب کو لوٹا دے اس پر آفتاب لوٹ آیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ واقعہ گو فی نفسہ ممکن ہے مگر محققین نے اس کو موضوع ہونے کی تصریح کی ہے گو بعض محققین نے تعدد طرق سے دھوکہ کھا کر اس کو صحیح یا حسن بھی کہا ہے مگر میرے نزدیک یہ واقعہ حضرات شیعہ کا تراشا ہوا ہے جو لباس تسنن پہن کر ابن سبا کے اختراعی دین کی ترویج من ہمہ تن کوشاں تھے۔ واللہ اعلم) خیر وہ آپس میں ایک دوسرے کی طرف منہ لئے ہوئے رو رہے تھے اور امیر بھی رو رہا تھا اور شیخ بھی۔ جب ایک عرصہ تک رو چکے تو امیر نے ان سے کہا گو میرا خزانہ آپ کے قابل نہیں ہے اور آپ اس کے مستحق ہیں کہ ایسے سینکڑوں خزانہ آپ کو دیے جائیں مگر آپ تشریف لے چلیں اور جس قدر آپ چاہیں میرے خزانہ سے لے لیں میرا مکان آپ ہی کا مکان ہے۔ پس آپ تکلف کو کام نہ فرمائیں اور وہاں چل کر آپ جو چاہیں لے لیں گو میرا خزانہ آپ کے لائق نہیں ہے کیونکہ آپ کے سامنے ہر دو عالم بے حقیقت ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔ اور مجھ سے یہ نہیں کہا گیا کہ جو چاہو لے لو۔ اس لئے میں یہ بے ہودگی نہیں کرسکتا کہ مداخلت بے جا کروں یہ عذر کیا اور بچ گئے اور اس طرح اس معرکہ میں بازی جیت لینے سے مانع یہ تھا کہ وہ عطا صدق کامل سے ناشی نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ غلبہ حال میں تھی پس ممکن تھا کہ بعد کو پچھتا تا گو اس وقت وہ عطا صدق دل سے تھے اور اس وقت دل میں کوئی کھوٹ یا ناخوشی نہ تھی مگر ہر صدق شیخ کی نظر میں نہیں آتا بلکہ وہ صدق کامل دیکھتا ہے بنا بریں انہوں نے عذر کر دیا اور کہہ دیا کہ مجھے تو حق سبحانہ کا یہ حکم ہے کہ فقیرانہ جاؤ اور روٹی مانگو اسی لئے ہم گدایانہ سوال کرتے ہیں ورنہ ہمیں مال کی ضرورت نہیں ہے۔

اشارت آمدن از غیب بشیخ کہ ایں دو سال فرمان مابستدی و بدادی بعد ازیں بدہ و مستاں دست در زیر حصیر میکن کہ آنرا چوں انبان ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کردیم در حق تو ہر چہ خواہی بیابی تا یقین شود عالمیاں را کہ ورائے ایں عالم عالمے ست کہ خاک بکف گیری زر شود و مردہ در وآید زندہ شود و نحس اکبر در وآید سعد اکبر شود و کفر در وآید ایمان شود و زہر در وآید تریاق شود نہ داخل ایں عالم است نہ خارج ایں عالم نہ فوق نہ تحت نہ متصل نہ منفصل بیچوں و بیچگونہ۔ ہر دم ازو ہزار اثر و نمونہ ظاہر میشود چنانکہ صنعت دست با صورت دست و غمزۂ چشم با صورت چشم و فصاحت زبان با صورت زبان نہ داخل ست نہ خارج نہ متصل و نہ منفصل والعاقل تکفیہ الاشارۃ

شیخ کو غیب سے اشارہ ہوتا کہ ہمارے حکم کے مطابق ان دو سال میں تم نے لیا اور دیا اس کے بعد دو اور لو نہیں۔ بوریئے کے نیچے ہاتھ ڈالو کیونکہ ہم نے اس کو تمہارے لئے (حضرت) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے تھیلے کی طرح کر دیا ہے' تم جو چاہو گے لے لو گے تا کہ دنیا والوں کو یقین آ جائے کہ اس عالم کے علاوہ کوئی عالم ہے' جس میں تم مٹی ہاتھ میں لو تو سونا ہو جائے اور مردہ اس میں آ جائے تو زندہ ہو جائے نحس اکبر اس میں آئے تو سعد اکبر بن جائے کفر اس میں آئے تو ایمان بن جائے زہر اس میں آئے تو تریاق بن جائے وہ نہ اس عالم میں داخل ہے نہ اس عالم سے خارج نہ اوپر نہ نیچے نہ ملا ہوا نہ جدا بے مثال اور بے کیف ہے۔ ہر وقت اس سے ہزاروں اثر اور نمونے ظاہر ہوتے رہتے ہیں جیسی کہ ہاتھ کی دستکاری' ہاتھ کی صورت کے ساتھ اور آنکھ کی ادا' آنکھ کی صورت کے ساتھ اور زبان کی فصاحت' زبان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی صورت کے ساتھ نہ داخل ہے نہ خارج ہے نہ متصل ہے نہ جدا ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے۔

تا دو سال ایں کار کرد آں مرد کار	بعد ازاں امر آمدش از کردگار
ان کار گزارنے دو سال تک یہ کام کیا	اس کے بعد ان کو خدا کا حکم پہنچا
بعد ازیں می دہ ولے از کس مخواہ	ما بدادیمت زغیب ایں دستگاہ
اس کے بعد دے لیکن کسی سے نہ مانگ	ہم نے تجھے غیب سے یہ قدرت دیدی ہے
ہر کہ خواہد از تو از یک تا ہزار	دست در زیر حصیرے کن برآر
جو تجھ سے ایک سے ہزار تک مانگے	بوریے کے نیچے ہاتھ ڈال، نکال لے
ہیں زگنج رحمت بے مر بدہ	در کف تو خاک گردد زر بدہ
رحمت کے بے حساب خزانہ سے دے	تیرے ہاتھ میں مٹی سونا بن جائے گی دے
ہر چہ خواہندت بدہ مندیش ازاں	داد یزداں را تو بیش از بیش داں
جو تجھ سے مانگیں دے اس کی فکر نہ کر	تو خدا کی عطا کو بیش از بیش سمجھ
در عطائے مانہ تخسیر و نہ کم	نے پشیمانی نہ حسرت زیں کرم
ہماری عطا میں نہ ٹوٹا ہے اور نہ کمی	اس عطا میں نہ شرمندگی ہے نہ حسرت
دست زیر بوریا کن اے سند	از برائے روئے پوش چشم بد
اے معتمد! بوریے کے نیچے ہاتھ کر	بری نظر سے پردے کے لئے
پس ز زیر بوریا پر کن تو مشت	دہ بدست سائل بشکستہ پشت
پھر تو بوریے کے نیچے سے مٹھی بھر لے	کمر ٹوٹے ہوئے مانگنے والے کے ہاتھ میں دیدے
بعد ازیں از اجر نا ممنون بدہ	ہر کہ خواہد گوہر مکنوں بدہ
اس کے بعد ختم نہ ہونے والا اجر دے	جو چاہے اس کو اچھوتا موتی دے
رو یداللہ فوق ایدیہم تو باش	ہمچو دست حق گزافہ رزق پاش
جا تو ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ بن	اللہ کے ہاتھ کی طرح مفت رزق بانٹ
وام داراں راز عہدہ وارہاں	ہمچو باراں سبز کن فرش جہاں
قرض داروں کو ذمہ داری سے چھڑا	دنیا کی زمین کو بارش کی طرح سبز کر دے
بود یک سال دگر کارش ہمیں	کہ بدادے زر زکیسہ رب دیں
ایک سال اور ان کا یہی کام رہا	دین کے رب کی تھیلی میں سے سونا بانٹتے

www.besturdubooks.wordpress.com

زر شدے خاک سیہ اندر کفش	حاتم طائی گدائے در صفش
کالی مٹی ان کے ہاتھ میں سونا بن جاتی	حاتم طائی ان سے (بھیک مانگنے والوں کی) صف میں تھا

دانستن شیخ ضمیر سائل را بے گفتن و دانستن قدر وام و امداراں بے گفتن ایشان و گفتن کہ نشان ایں باشد کہ اخرج بصفاتی الیٰ خلقی فمن راک فقدرانی

بغیر کہے شیخ کا سائل کے دل کی بات جان لینا اور ان کے کہے بغیر قرض خواہوں اور قرض کی مقدار کو جان لینا اور کہنا کہ علامت یہ ہوتی ہے کہ میری مخلوق کی جانب میری صفات کے ساتھ نکل، جس نے تجھے دیکھا اس نے مجھے دیکھا

حاجت خود گر نگفتے آں فقیر	او بدادے و بدانستے ضمیر
اگر فقیر اپنی ضرورت نہ بتاتا	وہ دے دیتے اور دل جان جاتا
پیش او روشن ضمیر ہر کسے	از فقیر و وام دار و محبسے
ان کے لئے ہر شخص کے دل کی بات روشن تھی	فقیر اور قرض خواہ اور قیدی کی
آنچہ دردل داشتے آں پشت خم	قدر آں دادے بدونے بیش و کم
وہ دہری کمر والا جو دل میں رکھتا	اس کی بقدر اس کو دیدیتے نہ زیادہ نہ کم
پس بگفتندے چہ دانستی کہ او	ایں قدر اندیشہ دارد اے عمو
تو لوگوں نے ان سے کہا آپ کیسے جان لیتے ہیں	اے چچا! کہ وہ اس قدر سوچتا ہے؟
او بگفتے خانۂ دل خلوت ست	خالی از گدیہ مثال جنت ست
وہ فرماتے کہ دل کا گھر خالی ہے	جو سوال سے خالی ہو وہ جنت کی طرح ہے
اندرو جز عشق یزداں کار نیست	جز خیال وصل او دیار نیست
اس میں خدا کے عشق کے سوا معاملہ نہیں ہے	وصل کے خیال کے سوا اس میں کوئی رہنے والا نہیں ہے
خانہ را من روفتم از نیک و بد	خانہ ام پر ست از عشق احد
میں نے اچھے برے سے دل کو صاف کر لیا ہے	میرا گھر خدا کے عشق سے پر ہے
ہرچہ بینم اندر و غیر خدا	آن من نبود بود عکس گدا
میں اس میں خدا کے علاوہ جو کچھ دیکھتا ہوں	وہ میرا نہیں ہوتا، فقیر کا عکس ہوتا ہے
گر در آبے نخل یا عرجوں نمود	جز ز عکس نخلۂ بیروں نبود
اگر پانی میں کھجور کا درخت یا شاخ نظر آئی	باہر کے کھجور کے درخت کے عکس کے سوا نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

در تنگ آب ار بہ بینی صورتے	عکس بیروں باشد آں نقش اے فتے
پانی کی تہہ میں اگر تو کوئی صورت دیکھے	اے نوجوان! وہ نقش باہر کا عکس ہو گا
لیک تا آب از قذیٰ خالی شدن	تنقیہ شرط ست در جوئے بدن
لیکن پانی کے کوڑے کرکٹ سے خالی ہونے تک	بدن کی نہر کی صفائی ضروری ہے
تا نماند تیرگی و خس درو	تا امیں گردد نماید عکس رو
تاکہ اس میں کدورت اور گھاس (پھونس) نہ رہے	حتیٰ کہ وہ امین بن جائے (اور) چہرے کا عکس دکھا دے
جز گلابہ در تنت کو اے مقل	آب صافی کن زگل اے خصم دل
اے مفلس! کیچڑ کے سوا تیرے بدن میں کیا ہے؟	اے دل کے دشمن! پانی کو مٹی سے صاف کر لے
تو برآنی ہر دمی کز خواب و خور	خاک ریزی اندریں جو بیشتر
تیرا یہ حال ہے کہ سونے اور کھانے سے	اس نہر میں اور زیادہ مٹی ڈالتا ہے

سبب دانستن ضمیرہائے خلق

لوگوں کے دل کی بات جاننے کا سبب

چوں دل آں آب ازینہا خالیست	عکس روہا از بروں در آب جست
جب اس پانی کا دل ان سے خالی ہے	تو باہر سے چہروں کا عکس پانی میں جا پڑا
پس مصفا کن درون خویش را	تا بدانی سر ہر درویش را
تو اپنے باطن کو صاف کر لے	تاکہ تو ہر فقیر کے دل کی بات جان لے
پس ترا باطن مصفا ناشدہ	خانہ پر از دیو و نسناس و ددہ
تیرا باطن مصفٰی نہیں ہوا	بھوت اور بن مانس اور درندوں سے بھرا گھر ہے
اے خرے ز استیزہ ماندہ در خری	کے ز ارواح مسیحا بو بری
او گدھے! تو جھگڑے کی وجہ سے گدھے پن میں رہا	(حضرت) مسیح کی روحوں سے تو کب واقف ہو گا؟
کے شناسی گر خیالے سر کند	کز کدامیں مکمنے سر بر کند
اگر کوئی خیال نمودار ہوا تو کب پہچانے گا	کہ کس نہاں خانہ سے وہ ابھرا؟
چوں خیالے میشود در زہد تن	تا خیالات از درونہ روفتن
زہد میں جسم خیال کی طرح ہو جاتا ہے	باطن سے خیالات کو صاف کرنے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں خیال کژ بروب از اندروں	تا نگرداند ترا ز اہل بروں
باطن میں سے یہ ٹیڑھا خیال نکال دے	تا کہ وہ تجھے باہر والوں میں سے نہ بنا دے

شرح حبیبی

شیخ نے دو سال تک یہ خدمت انجام دی اس کے بعد ان کو حق سبحانہ کا حکم ہوا کہ جب تم لوگوں کو دو اور کسی سے نہ مانگو تو ہم نے تم کو یہ قدرت عطا کر دی کہ جو کوئی بھی ایک سے لے کر ہزار تک تم سے مانگے تم بوریے کے نیچے ہاتھ ڈالو اور نکال لو۔ پس تم اس سے بے مشقت خزانہ رحمت میں سے لوگوں کو دو اور ضرور دو۔ تمہارے ہاتھ میں مٹی سونا ہو جائے گی۔ ہم لوگ جو کچھ بھی تم سے مانگیں تم بے کھٹکے دو اور کچھ خیال نہ کرو کہ کہاں سے آئے گا۔ بلکہ تم عطاء حق سبحانہ کو بیش از بیش سمجھو۔ اس کے نزدیک کسی کا مطلوب خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو۔ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ پس تم فکر کو اصلاً دل میں راہ نہ دو کیونکہ ہمارے خزانہ میں کمی نہیں اور نہ ہم کو دیکھ کر پچھتاوا یا افسوس ہوتا ہے بلکہ چشم بد کی روپوشی کے لئے بوری کے نیچے ہاتھ لے جاؤ اور وہاں سے مٹھی بھر کر کمر شکستہ سائل کے حوالہ کر دو۔ بس اب سے تم یہی کرو کہ تمہاری خدمات کا جو نا منقطع اجر ہے اس میں سے تم لوگوں کو دو اور اگر کوئی گوہر مکنون بھی مانگے تو بھی دے دو۔ اچھا اب جاؤ ہم تمہارے ہاتھ کو اپنا ہاتھ بناتے ہیں۔ بس تم یداللہ فوق ایدیھم کا مصداق بنو اور حق سبحانہ کے ہاتھ کی طرح بے حساب صرف کرو۔ قرض داروں کے قرضہ کے بار سے سبکدوش کرو اور ابر کی طرح جہاں کو سرسبز و شاداب کر دو۔ خیر تو تیسرے سال ان کا یہی کام تھا کہ حق سبحانہ کے تھیلے میں سے لوگوں کو روپیہ دیتے تھے اور را کھ ان کے ہاتھ میں سونا ہوتی تھی اور بخشش کی یہ حالت تھی کہ حاتم طائی اس کے گداؤں کی صف میں ایک گدا تھا نیز یہ بات بھی تھی اگر کوئی اپنی حاجت شرم کے مارے نہ کہتا تو وہ اس کے مقصد دلی پر مطلع ہو جاتے اور اسے دے دیتے خواہ کوئی فقیر ہو خواہ قرض دار یا قیدی خواہ اور کچھ۔ وہ ہر کسی کے خیال پر مطلع ہو جاتے اور جس قدر رحال اس کے دل میں ہوتا اتنا اسے دے دیتے تھے نہ کم ہوتا تھا نہ زیادہ۔ اس پر لوگ استفسار کرتے کہ آپ کو کیا معلوم کہ اس کو اتنے روپوں کا خیال ہے۔ اس کے جواب میں فرماتے کہ میرا دل تو خالی ہے اور اس میں گداگری کو دخل نہیں ہے بلکہ وہ جنت کی مثل ہے جہاں گداگری کا نام نہیں ہے اور اس میں عشق حق سبحانہ کے سوا اور کچھ ہے ہی نہیں اس میں جو کچھ ہے وہ اس صاحب خانہ کے وصل کا خیال ہے میں نے ہر بھلی بری بات سے اپنے دل کو صاف کر دیا ہے اور میرا خانہ دل عشق واحد حقیقی سے بھرا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں اس کے اندر غیر کو دیکھتا ہوں تو اس سے میں دوسروں کے مقصد پر استدلال کرتا ہوں کیونکہ وہ میرا خیال نہیں ہوتا بلکہ فقیر کا عکس ہوتا ہے۔ مثلاً اگر پانی میں کھجور کا درخت یا اس کی شاخ دکھائی دے تو وہ صورت پانی کی نہ ہوگی۔ بلکہ وہ بیرونی شے کی صورت ہوگی۔ بس یہی حالت میرے دل کی ہے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ قلب مصفا تو ضرور ہو جاتا ہے اور اس میں اشیاء خارجیہ کا عکس بھی ضرور پڑتا ہے مگر اس پانی کی خس و خاشاک سے خالی ہونے کے لئے جوئے بدن کا تنقیہ ضروری ہے تا کہ وہ پانی بالکل صاف ہو جائے اور اس میں کدورت اور خس و خاشاک نہ رہیں اور تا کہ آب دل معکوس کے قابل ہو جائے اور عکوس اس میں نمایاں ہوں تم کو یہ بات حاصل نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے جسم میں سوائے گلہ بہ اخلاق رذیلہ و خیالات لایعنی کے اور کیا ہے کچھ بھی نہیں۔ پھر انعکاس کے لئے ہو ہاں تم اپنے آب قلب کو گل اخلاق رذیلہ و خیالات لایعنی سے پاک صاف کرو۔ تمہارے اندر انعکاس بھی ہونے لگے گا مگر تم تو بجائے تصفیہ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس کو مکدر کر رہے ہو اور اس نہر میں خواب دخور و تلذذات جسمانیہ کی خاک ڈال رہے ہو۔ پھر انعکاس کی کیا صورت ہے۔ چونکہ اس پانی یعنی شیخ کا دل ان خس و خاشاک خواب دخور سے پاک ہے اس لئے اس میں مقاصد فقراء کے چہروں کا عکس پڑتا ہے۔ پس تم بھی اپنے دل کو پاک صاف کرو تا کہ تم کو بھی فقراء کے باطن کا حال معلوم ہو جائے۔ تمہارا باطن تو ہنوز صاف نہیں اور یہ گھر شیاطین اور بن مانس اور درندوں یعنی اخلاق رذیلہ و خیالات لایعنی سے پر ہے اور اے گدھو تم تعنت و عناد سے گدھے پن میں پھنسے ہوئے ہو۔ ایسی حالت میں تم کو ارواح مسیحا اور حقیقی اہل اللہ کا کیا پتہ چل سکتا ہے اور اگر ان کے عکس سے کوئی خیال تمہارے دل میں آئے بھی جس سے تم اس کے حسن و جمال پر استدلال کر سکو۔ تو تم کو کثرت خیالات لایعنی کے سبب یہ پتہ کیسے چل سکتا ہے کہ یہ کس کمین گاہ سے آیا ہے اور کس کا عکس ہے۔ پس تم اپنے دل کو تمام خیالات سے پاک صاف کرو لیکن خیالات کا نکال دینا کوئی کھیل نہیں ہے۔ ریاضات و مجاہدات سے جسم دبلا ہو کر مثل ایک خیال کے ہو جاتا ہے جب یہ بات حاصل ہوتی ہے مگر تم ہمت نہ ہارو اور جس طرح بھی ہو ان خیالات فاسدہ کو دل سے نکالو تا کہ تم مردود درگاہ رب العزت نہ ہو جاؤ۔

اس مضمون کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ شیر و خر کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں۔

غالب شدن مکر روباہ بر استعصام خر

لومڑی کے مکر کا گدھے کے بچاؤ پر غالب آ جانا

خر بسے کوشید و او را دفع گفت	لیک جوع الکلب با خر بود جفت
گدھے نے بہت کوشش کی اور اس کی مدافعت کی	لیکن گدھے میں جوع الکلب تھی
غالب آمد حرص و صبرش شد ضعیف	پس گلو با کہ برد عشق رغیف
حرص غالب آ گئی اور صبر کمزور ہو گیا	روٹی کے عشق نے بہت سے گلے کاٹے ہیں
زاں رسولے کش حقائق داد دست	کاد فقرا ان یکون کفر آمدست
اس رسول سے جن کو حقائق حاصل تھے	"فقر قریب ہے کہ کفر بن جائے" منقول ہے
گشتہ بود آں خر مجاعت را اسیر	گفت اگر مکرست یکرہ مردہ گیر
وہ گدھا بھوک کا قیدی بن گیا تھا	سوچا اگر مکر ہے، یکدم سے مردہ سمجھ لے
زیں عذاب جوع بارے وارہم	گر حیات این ست من مردہ بہم
بھوک کے عذاب سے تو نجات پا جاؤں گا	اگر زندگی یہ ہے تو میں مردہ بہتر ہوں
گر خر اول توبہ و سوگند خورد	عاقبت ہم از خری خطبے بکرد
گدھے نے اگرچہ پہلے توبہ کی اور قسم کھائی	انجام کار گدھے پن سے، گڑ بڑ بھی کر دی
حرص کور و احمق و ناداں کند	مرگ را بر احمقاں آساں کند
لالچ اندھا اور احمق اور بیوقوف بنا دیتا ہے	احمقوں پر موت کو آسان کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست آساں مرگ بر جان خراں	کہ ندارند آب جان جاوداں
گدھوں کی جان پر مرنا آسان ہے	کیونکہ وہ ابدی جان کی رونق نہیں رکھتے ہیں
چوں ندارد جان جاوید آں شقیست	جرأت او بر اجل از احمقی ست
چونکہ وہ ابدی جان نہیں رکھتا' بدبخت ہے	موت پر اس کی جرأت حماقت سے ہے
جہد کن تا جاں مخلد گردت	تا بروز مرگ برگے باشدت
کوشش کر تاکہ تیری جان ابدی بن جائے	تاکہ موت کے دن تیرا توشہ ہو
اعتمادش نیز بر رازق نبود	کہ برافشاند برو از غیب جود
اس کو رزق دینے والے پر بھروسہ نہ تھا	جو اس پر غیب سے سخاوت کرتا تھا
تاکنونش فضل بیروزی نداشت	گرچہ گہ گہ برتنش جوعے گماشت
اس کو اللہ کے فضل نے اب تک بے رزق کے نہیں رکھا	اگرچہ کبھی کبھی اس پر بھوک کو مسلط کر دیا

دربیان فضیلت جوع واحتماء

پرہیز اور بھوک کی فضیلت کے بیان میں

گر نباشد جوع صد رنج دگر	از پئے ہیضہ برآرد از تو سر
اگر بھوک نہ ہو دوسری سینکڑوں بیماریاں	ہیضہ کے بعد تجھ میں پیدا ہو جائیں گی
رنج جوع اولیٰ بود خود زاں علل	ہم بلطف وہم بخفت' ہم عمل
ان بیماریوں سے بھوک کی تکلیف زیادہ بہتر ہے	پاکیزگی کے اعتبار سے بھی ہلکے پن کے اعتبار سے بھی اور عمل کے اعتبار سے بھی
رنج جوع از رنجہا پاکیزہ تر	خاصہ در جوع ست صد نفع و ہنر
بھوک کی تکلیف بیماریوں سے زیادہ پاکیزہ ہے	خصوصاً بھوک میں سینکڑوں فائدے اور ہنر ہیں
جوع خود سلطان داروہاست ہیں	جوع در جاں نہ چنیں خوارش مبیں
آگاہ! بھوک خود دواؤں کی بادشاہ	بھوک کو جان میں جگہ دے' اس کو ذلیل نہ سمجھ
جملہ ناخوش از مجاعت خوش شدست	جملہ خوشہا بے مجاعتہا ردست
سب بے مزا بھوک کی وجہ سے خوش ذائقہ ہو گئے ہیں	تمام خوش مزہ بغیر بھوک کے مردود ہیں
آں یکے میخوردناں فخفرہ	گفت سائل چوں بدین ستت شرہ
ایک شخص جو کی روٹی کھا رہا تھا	سوال کرنے والے نے پوچھا تجھے اس کا شوق کیوں ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت جوع از صبر چوں دوتا شود	نان جو در پیش من حلوا شود
اس نے کہا جب بھوک صبر سے دہری ہو جاتی ہے	میرے لئے جو کی روٹی حلوا بن جاتی ہے
پس توانم کہ ہمہ حلوا خورم	چوں کنم صبر ضروری لاجرم
تو میں کر سکتا ہوں کہ سب حلوا کھاؤں	جب لامحالہ ضروری صبر کر لوں
خود نباشد جوع ہر کس را زبوں	کایں علف زاریست زاندازہ بروں
بھوک ہر شخص کے قابو میں نہیں آتی ہے	کیونکہ گھاس کی چراگاہ اندازے سے زیادہ ہے
جوع مر خاصان حق را دادہ اند	تا شوند از جوع شیر و زور مند
بھوک خاصان خدا کو دی ہے	تاکہ وہ بھوک سے شیر اور طاقتور بنیں
جوع ہر جلف گدارا کے دہند	چوں علف کم نیست پیش او نہند
بھوک ہر کمینہ بھکاری کو کب دیتے ہیں؟	چونکہ چارہ کم نہیں ہے، اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں
کہ بخور تو ہم بدیں ارزانیے	تو نہ مرغ آب مرغ نانیے
کہ تو کھا تو اسی کے لائق ہے	تو پانی کا پرند نہیں ہے تو روٹی کا پرند ہے
نبود اندر دل ترا جز فکر ناں	ناید اندر خاطرت جز ذکر ناں
تیرے دل میں روٹی کے فکر کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا	تیرے دل میں روٹی کے ذکر کے سوا کچھ نہیں آتا ہے
بعد چندیں سال حاصل چیستت	جوع مردن بہ بود زیں زیستت
اتنے سال کے بعد تجھے کیا ملا؟	مرنے کی بھوک تیرے اس جینے سے بہتر ہے

حکایت مریدے کہ شیخ از حرص ضمیر او واقف شد و او را نصیحت کرد بزبان و در ضمن نصیحت قوت توکل بخشیدش بامر حق عزوجل

اس مرید کی حکایت جس کے دل کی حرص سے شیخ واقف ہو گیا اور اس کو زبان سے نصیحت کی اور نصیحت کے دوران اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کو توکل کی قوت بخش دی

شیخ میشد با مریدے بید رنگ	سوی شہرے ناں در انجا بود تنگ
شیخ ایک مرید کے ساتھ بغیر توقف کے روانہ ہوئے	شہر کی جانب وہاں روٹی کم یاب تھی
ترس جوع و قحط در فکر مرید	ہر دمے میگشت از غفلت مزید
مرید کے فکر میں قحط اور بھوک کا خوف تھا	جو غفلت کی وجہ سے ہر لمحہ بڑھ رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ آگہ بود و واقف از ضمیر	گفت او را چند باشی در زحیر
شیخ باخبر تھے اور دل سے واقف تھے	انہوں نے اس سے کہا کب تک پریشانی میں رہے گا؟
از برائے غصۂ ناں سوختی	دیدۂ صبر و توکل دوختی
تو روٹی کی فکر میں جلا جاتا ہے	تونے صبر اور توکل کی آنکھ بند کر لی ہے
تونۂ زاں نازنینان عزیز	کہ ترا دارند بے جوز و مویز
تو ان پیارے ناز پروردوں میں سے نہیں ہے	کہ تجھے بغیر اخروٹ اور منقی کے رکھیں
جوع رزق جان خاصان خداست	کے زبون ہمچو تو گیج گداست
بھوک خاصان خدا کا رزق ہے	وہ تجھ جیسے احمق فقیر کے قابو میں کہا ہے؟
باش فارغ تو ازانہا نیستی	کاندریں مطبخ توبے ناں بایستی
تو مطمئن رہ تو ان میں سے نہیں ہے	کہ تو اس مطبخ میں بغیر روٹی کے ٹھہرے
کاسہ برکاسہ ست ناں برناں مدام	از برائے ایں شکم خواران عام
ہمیشہ پیالہ پر پیالہ روٹی پر روٹی ہے	ان عام پیٹوؤں کے لئے
چوں بمیرد میرود ناں پیش پیش	کہ زبیم بے نوائی کشتہ خویش
جب مرتا ہے' روٹی آگے آگے جاتی ہے	کہ بے سروسامانی کے ڈر سے اپنے آپ کو مارا ہے
تو برفتی ماندناں برخیز و گیر	اے بکشتہ خویش را اندر زحیر
تو چلا' روٹی رہ گئی کھڑا ہو لے لے	اے وہ کہ جس نے اپنے آپ کو پریشانی میں مار ڈالا
ہیں توکل کن ملرزاں پا و دست	رزق تو برتو ز تو عاشق ترست
خبردار! توکل کر ہاتھ پاؤں نہ لرزا	تیرا رزق تجھ پر تجھ سے زیادہ عاشق ہے
عاشق ست و میزند او مول مول	کہ ز بے صبریت داند اے فضول
وہ عاشق ہے اور آواز دے رہا ہے' ٹھہر ٹھہر	کیونکہ اے بیہودہ! وہ تیری بے صبری کو جانتا ہے
گر ترا صبرے بدے رزق آمدے	خویشتن چوں عاشقاں برتو زدے
اگر تجھے صبر ہوتا تو رزق آ جاتا	عاشقوں کی طرح اپنے آپ کو تجھ پر لا ڈالتا
ایں تپ ولرزہ زخوف جوع چیست	در توکل سیر می تانید زیست
بھوک کے ڈر سے یہ جاڑا اور بخار کیوں ہے؟	توکل میں پیٹ بھرا ہو کر زندہ رہ سکتے ہو

حکایت آں گاو کہ تنہا در جزیرہ ایست بزرگ' حق تعالیٰ آں جزیرہ بزرگ راپر روز پر کند از نبات وریاحین کہ تا علف آں گاو باشد تا بشب آں گاو ہمہ را بچرد و فربہ شود چوں کوہ پارہ' چوں شب شود خوابش نبرد از غصہ وخوف کہ ہمہ صحرا را چریدم فردا چہ خورم تا ازیں غصہ لاغر شود ہمچوں خلال روز برخیزد ہمہ صحرا را سبز تر وانبوہ تر بیند از وے باز بخورد و فربہ شود باز شبش ہماں غم بگیرد سالہاست کہ او ہمچنیں مے بیند و اعتماد نمی کند

اس بیل کی حکایت جو ایک بڑے جزیرہ میں اکیلا ہے اللہ تعالیٰ اس بڑے جزیرے کو روز گھاس اور خوشبودار پودوں سے بھر دیتا ہے تاکہ رات تک اس بیل کے لئے چارا رہے وہ بیل سب کو چر لیتا ہے اور پہاڑ کی طرح موٹا ہو جاتا ہے جب رات ہو جاتی ہے اس کو رنج اور ڈر سے نیند نہیں آتی ہے کہ میں نے تمام جنگل چر لیا کل کو کیا چروں گا یہاں تک کہ وہ اس رنج سے تنکے کی طرح لاغر ہو جاتا ہے ہر روز اٹھتا ہے تمام جنگل کو زیادہ سبز اور زیادہ گھنا دیکھتا ہے اس میں سے پھر کھاتا ہے اور موٹا ہو جاتا ہے پھر رات کو اسے وہی غم آ پکڑتا ہے سالوں گزر گئے ہیں کہ وہ یہی دیکھ رہا ہے اور بھروسہ نہیں کرتا ہے۔

یک جزیرہ سب ہست اندر جہاں	اندر و گاویست تنہا خوش دہاں
دنیا میں ایک سبز جزیرہ ہے	اس میں ایک اکیلا بیل عمدہ گھاس چرنے والا ہے
جملہ صحرا را چرد او تا بشب	تا شود زفت و عظیم و منتجب
وہ رات تک تمام جنگل کو چر لیتا ہے	حتیٰ کہ موٹا اور بڑا اور بزرگ بن جاتا ہے
شب ز اندیشہ کہ فردا چہ خورم	گردد او چوں تار مو لاغر ز غم
رات میں اس ڈر سے کہ کل کو کیا کھاؤں گا؟	وہ غم سے بال کی طرح کمزور ہو جاتا ہے
چوں برآید صبح گردد سبز دشت	تا میاں رستہ قصیل سبز و کشت
جب صبح ہوتی ہے جنگل سبز ہو جاتا ہے	سبز چارا اور کھیتی کمر تک ہوتی
اندر افتد گاؤ با جوع البقر	تا بشب آں را چرد او سربسر
بیل جوع البقر کے ساتھ اس میں گھس جاتا ہے	رات تک وہ اس کو چر جاتا ہے
باز زفت و فربہ و کمتر شود	آں تنش از پیہ و قوت پر شود
پھر موٹا اور تازہ اور بھاری بن جاتا ہے	اس کا بدن چربی اور طاقت سے بھر جاتا ہے
باز شب اندر تپ افتد از فزع	تا شود لاغر ز خوف منتجع
وہ پھر رات کو گھبراہٹ کے بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے	چراگاہ کے ڈر سے لاغر ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ چہ خواہم خورد فردا وقت خور	سالہا این ست کار آں بقر
کہ کھانے کے وقت میں کل کو کیا کھاؤں گا؟	اس بیل کی سالوں یہی حالت رہی
ہیچ نیندیشد کہ چندیں سال من	میخورم زیں سبزہ زار وزیں چمن
وہ کبھی نہ سوچتا کہ اتنے سال سے میں	اس سبزہ زار اور اس چمن کو چر رہا ہوں
ہیچ روزے کم نیاید روزیم	چیست ایں ترس وغم و دلسوزیم
کسی دن بھی میرا رزق کم نہیں ہوتا ہے	(پھر) میرا یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے؟
باز چوں شب میشود آں گاوِ زفت	میشود لاغر کہ آوہ رزق رفت
پھر جب رات ہوتی وہ موٹا بیل	لاغر ہو جاتا کہ ہائے رزق ختم ہوگیا
نفس آں گاو ست وآں دشت ایں جہاں	کو ہمی لاغر شود از خوف ناں
نفس وہ بیل ہے اور یہ دنیا وہ جنگل ہے	جو روٹی کے ڈر سے لاغر ہوا جاتا ہے
کہ چہ خواہم خورد مستقبل عجب	لوت فردا از کجا سازم طلب
کہ حیرت ہے میں آئندہ کیا کھاؤں گا؟	کل کی خوراک کہاں سے طلب کروں گا؟
سالہا خوردی و کم نامد زخور	ترک مستقبل کن و ماضی نگر
تو نے سالوں کھایا اور وہ کھانے سے کم نہ ہوا	آئندہ کو چھوڑ اور ماضی پر غور کر
لوت پوت خوردہ راہم یاد آر	منگر اندر غابرو کم باش زار
کھائے ہوئے مرغن کھانوں کو یاد کر	مستقبل کو نہ دیکھ اور بدحال نہ بن
قصۂ آں گاوٗ را یکسوئے نہ	زاں خروزاں شیر نر پیغام دہ
اس بیل کا قصہ ایک طرف رکھ	اس گدھے اور نر شیر کا پیغام دے

شرح حبیبی

گدھے نے بہت کچھ کوشش کی اور بہت کچھ ٹالا لیکن بالآخر مغلوب ہوگیا کیونکہ اس کو بھوک لگی ہوئی تھی جس سے حرص غالب ہوگئی اور صبر وتحمل کمزور ہوگیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ جان دیدی۔ واقعی روٹی کی محبت بھی بہت بری چیز ہے کہ یہ سینکڑوں گلے کاٹ دیتی ہے اور لاکھوں جانوں کو تباہ کردیتی ہے۔ اسی بناء پر اس حقائق شناس رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کاد الفقران یکون کفرا مروی ہے۔ کیونکہ بسا اوقات آدمی فقر وفاقہ سے تنگ ہوکر ایمان کھو

www.besturdubooks.wordpress.com

بیٹھتا ہے اور دین بیچ دیتا ہے۔ خیر تو وہ گدھا بھوک کی تکلیف میں مبتلا تھا اس لئے اس نے کہا کہ اچھا اگر لومڑی کا مکر بھی ہے تو جان بھی تو جائے گی بلا سے جائے روز کی مصیبت سے تو چھوٹیں گے۔ ایسی زندگی سے تو مرجانا بہتر ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گدھے نے اگرچہ اول میں توبہ کی تھی اور قسم کھائی تھی مگر آخر میں اس نے اپنے گدھے پن سے حماقت بھی کی کہ لومڑی کے ساتھ پھر چل دیا۔ حالانکہ وہ ایک مرتبہ خطرہ کا مشاہدہ کر چکا تھا۔ وجہ اس کی کیا تھی محض حرص۔ یہ حرص ایسی بری بلا ہے کہ اندھا اور احمق اور نادان بنا دیتی ہے اور احمقوں پر موت کو آسان کر دیتی ہے حالانکہ ایسا نہ ہو جانا چاہئے۔ اب سنو کہ موت احمقوں کی نظر میں بے وقعت کیوں ہوتی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کو روح باقی کی چمک حاصل نہیں ہوتی۔ جس سے ان کو موت کے آثار و نتائج کا علم ہو ورنہ وہ ہرگز ایسا نہ کرتے کیونکہ جب ان کو روح باقی حاصل نہیں تو وہ شقی ہیں اور اشقیاء کے لئے موت ہرگز مفید نہیں۔ پس ایسی حالت میں ان کا موت پر جرات کرنا سراسر حماقت ہے۔ پس تم کوشش کرو کہ تمہاری روح فنا فی اللہ ہو کر باقی بیقاء حق اور اس طرح سے مخلد ہو جائے تا کہ تم کو موت کے دن کے لئے سامان حاصل ہو جائے اور تم صحیح طور پر موت کے خطرہ سے آزاد ہو جاؤ اور موت واقع میں تمہارے لئے آسان ہو جائے خیر ایک وجہ تو اس کے جانے کی یہ تھی کہ وہ بھوک سے بے تاب تھا دوسری وجہ یہ تھی کہ اس کو رازق مطلق پر اعتماد نہ تھا اور نہ سمجھتا تھا کہ خدا غیب سے اس پر بخشش کرے گا حالانکہ حق سبحانہ نے اب تک اس کو اپنے فضل سے بے روزی کے نہیں رکھا تھا گو کبھی کبھی اس پر بھوک کو بھی مسلط کر دیتا تھا اور یہ کوئی بری بات نہ تھی کیونکہ اگر بھوک نہ ہو اور ہمیشہ سیری ہو تو کبھی نہ کبھی ہیضہ ہو جاوے گا اور ہیضہ کے بعد سینکڑوں تکلیفیں پیدا ہو جائیں گی۔

پس بھوک کی تکلیف ان بیماریوں سے اچھی ہے۔ لطف میں بھی کمی میں بھی اور اثر میں بھی یعنی بھوک کی تکلیف میں لطف وعنایت حق سبحانہ زیادہ ہے۔ بہ نسبت اور تکلیفوں کے۔ نیز بھوک میں بہ نسبت اور امراض کے تکلیف بھی کم ہوتی ہے اور بہ نسبت اور امراض کے بھوک کے نتائج بھی اچھے ہیں۔ پس بھوک اور بیماریوں سے اچھی ہے۔ بالخصوص اس لئے کہ اس میں بہت سی منفعتیں اور خوبیاں ہیں چنانچہ ایک بہت بڑا نفع تو یہ ہے کہ وہ سب سے بڑی دوا ہے۔ اسی بناء پر اطباء نے کہا ہے کہ اگر کوئی اس امر کا التزام کر لے کہ جب خوب بھوک لگے تو کھانا کھائے اور جب کچھ بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دے ایسا شخص تندرست رہے گا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بھوک موت کے سوا ہر مرض کی دوا ہے۔ پس تم بھوک کو جان میں جگہ دو اور اسے اس قدر ذلیل نہ سمجھو ایک خوبی بھوک کی یہ بھی ہے کہ تمام نامرغوبات کھانے اس سے مرغوب ہو جاتے ہیں۔ برخلاف سیری کے کہ اس سے تمام مرغوبات مکروہ بن جاتے ہیں۔

ایک شخص کا واقعہ ہے کہ وہ جو کی روٹی کھا رہا تھا کسی نے پوچھا "کہ اد میاں اس کے کھانے کو تمہارا جی کیسے چاہتا ہے" اس نے جواب دیا کہ "جناب جب صبر کے سبب بھوک بڑھ جاتی ہے تو پھر مجھے یہ جو کی روٹی نہیں معلوم ہوتی۔ بلکہ میرے نزدیک حلوا ہو جاتی ہے۔ پس جبکہ بھوک میں یہ صفت ہے تو آدمی اگر چاہے کہ بالکل حلوا ہی کھائے تو وہ صبر کر کے ایسا کر سکتا ہے۔

اب ہم ان خوبیوں سے قطع نظر کر کے کہتے ہیں کہ بھوک ہر شخص کو تو دی بھی نہیں جاتی۔ کیونکہ جانوروں کے لئے تو بہت وسیع چراگاہ موجود ہے یعنی شکم خواروں کے لئے حق سبحانہ کے یہاں غذا کی کمی نہیں۔ پھر ان کو کیوں بھوکا رکھا جائے گا۔ بھوک تو خاصان حق کو دی جاتی ہے کہ وہ بمقتضائے الجوع طعام الصدیقین اس سے غذائے

روحانی حاصل کر کے شیر اور زور آور ہو جائیں اور ہر کمینہ بھکارے کو بھوک نہیں دیتے اور چونکہ چارہ کی کمی نہیں ہے اس لئے اس کو اس جانور کے آگے ڈال دیتے ہیں کہ لے کھا۔ کیونکہ تو اسی قابل ہے کیونکہ تو آب حیات کا طالب جانور نہیں۔ بلکہ روٹی کا طالب جانور ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اے طالب نان۔ تیرے دل میں روٹی کی فکر کے سوا اور کچھ بھی ہی نہیں اور مجھے روٹی کے سوا کچھ یاد ہی نہیں آتا لیکن تو یہ تو بتا کہ اتنے دنوں تک تو نے کھایا تو اس کا نتیجہ کیا ہوا کچھ بھی نہیں پس ایسی لا حاصل زندگی سے بھوکا مرجانا بہتر ہے اچھا ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں۔ جس سے تم کو توکل کی ضرورت معلوم ہو سنو۔ ایک بزرگ اپنے ایک مرید کے ساتھ شہر کو جا رہے تھے اور وہاں روٹیوں کی کمی تھی بنا بریں مرید کو بھوک اور قحط کا خوف اس کی عقلت کے سبب ہر دم زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ شیخ صاحب کشف تھے ان کو اس کی اندرونی حالت پر اطلاع تھی لہٰذا انہوں نے فرمایا کہ ارے تو کب تک پریشان رہے گا بھلے مانس تو روٹی کے غم میں فنا ہو گیا اور صبر و توکل کی طرف سے تو نے بالکل آنکھیں بند کر لیں۔ تجھ کو ایسا نہ چاہئے۔ بھائی تو عزیز نازنینوں سے نہیں ہے کہ تجھے بے جوز و مویز یعنی بے غذائے جسمانی رکھیں گے بھوک تو خواص اہل اللہ کی ارواح کا رزق ہے وہ تجھ سے پریشان خاطر گداگر کو کب ملے گا۔ پس تو اطمینان رکھ تو ان لوگوں میں سے نہیں ہے کہ اس مطبخ میں بدوں روٹی کے گزارا ہے۔ اس لئے تجھے روٹی خود ضرور ملے گی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو شکم خوار عوام کے لئے پیالوں پر پیالے اور روٹی پر روٹی چلی آ رہی ہے۔ یعنی شکم پروروں کو بکثرت غذا مل رہی ہے حتیٰ کہ جب ان میں سے کوئی مرجاتا ہے تو اس کے آگے روٹی چلتی ہے کیونکہ وہ روٹی ہی کے فکر میں جان دے دیتا ہے۔ اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس نے خوف فقر سے اپنے کو ہلاک کر دیا۔ لہٰذا حق سبحانہ کے حکم تکوینی سے اس کے آگے آگے روٹی چلتی ہے جس میں اشارہ ہوتا ہے اس طرف کہ اے اپنے کو پریشانی سے مار ڈالنے والے شخص تو تو چل دیا حالانکہ تو بزبان حال خلود کا مدعی تھا اور روٹی ہنوز باقی ہے حالانکہ تو اس کو ختم ہو جانے والا سمجھتا تھا لے اٹھ کر لے لے۔

فائدہ:۔ میرو دنان پیش پیش میں اشارہ ہے ایک رسم کی طرف اور وہ رسم یہ ہے کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کی قبر پر جنازہ کے ساتھ روٹیاں اور اناج وغیرہ صدقہ کے لئے لے جاتے ہیں یہ رسم چونکہ بدعت ہے اس لئے ہم نے شرح میں حکم حق سبحانہ کو تکوینی کے ساتھ مقید کیا ہے۔ واللہ اعلم) پس جبکہ حالت یہ ہے کہ تم کو خدا پر بھروسہ چاہئے اور خوف فقر سے تھرانا نہ چاہئے۔ اس لئے کہ جس قدر تم رزق پر عاشق ہو اس سے زیادہ خود رزق تم پر عاشق ہے۔ شاید تم کہو کہ عاشق ہے تو ملتا کیوں نہیں۔ سو بات یہ ہے کہ وہ عاشق ضرور ہے مگر تمہاری بے صبری کا اسے علم ہے اسی لئے وہ توقف کرتا ہے لیکن اگر تمہیں صبر ہوتا تو وہ خود آتا اور عاشقوں کی طرح اپنے کو تمہارے اوپر ڈالتا۔ پس تم کیوں بے صبر ہو اور فقر و فاقہ سے کیوں ڈرتے ہو تم توکل کرو۔ توکل میں تم مستغنیانہ زندگی بسر کر سکتے ہو۔ اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں۔ جس سے تم کو بے صبری کا لایعنی ہونا معلوم ہو اور تمہاری توکل کو قوت ہو۔ دنیا میں ایک سر سبز جزیرہ ہے اور ایک تنہا گائے ہے وہ شام تک تمام جنگل چر لیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ خوب موٹی تازی ہو جاتی ہے لیکن رات کو اس خیال سے کہ کل کو کہاں سے کھاؤں گی نہایت دبلی ہو جاتی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس جبکہ اگلا دن ہوتا ہے تو جنگل ہرا ہو جاتا ہے اور خوید اور کھیتی کمر کمر تک ہو جاتی ہے اس میں گائے بے تابانہ گھستی ہے اور شام تک سب کو صاف کر دیتی ہے اور پھر خوب موٹی تازی ہو جاتی ہے اور اس کا جسم چربی اور قوت سے بھر جاتا ہے مگر رات کو پھر وہ ڈرتی ہے تا آنکہ وہ اس خوف سے کہ کل کو گھاس کہاں سے ملے گا۔ دبلی ہو جاتی ہے۔

غرضکہ برسوں سے اس کا یہی کام ہے اور وہ ہرگز نہیں خیال کرتی کہ میں اس سبزہ زار اور اس چمن میں اتنے دنوں سے گھاس کھا رہی ہوں اور میری روزی اصلاً کم نہیں ہوتی پھر یہ خوف اور غم اور دل سوزی کیوں ہے اور جب رات ہوتی ہے تو وہ موٹی تازی گائے خواہ مخواہ دبلی ہو جاتی ہے اور کہتی ہے کہ ہائے میرا رزق جاتا رہا۔

یہ قصہ تو سن چکے اب سنو کہ نفس اس گائے کے مانند ہے اور دنیا اس جنگل کے مشابہ کیونکہ وہ ہر روز کھاتا ہے مگر پھر روٹی کے خوف سے گھلا جاتا ہے اور کہتا ہے کہ ہائے میں کل کو کیا کھاؤں گا اور کل کو روٹی کہاں سے حاصل کروں گا۔ اس سے کوئی کہے کہ ارے احمق تو نے برسوں کھایا اور کھانے میں کمی نہیں آئی تو آئندہ کی فکر چھوڑ اور گذشتہ زمانہ پر نظر کر اور جس قدر تو غذا کھا چکا ہے اس میں غور کر کہ وہ کہاں سے آئی تھی جہاں سے وہ آئی تھی وہیں سے اور آئے گی۔ پس تو آئندہ کی فکر چھوڑ اور دبلا مت ہو۔ اچھا اب گائے کے قصہ کو الگ کرنا چاہئے اور گدھے اور شیر کی حالت بیان کرنی چاہئے۔

صید کردن شیر آں خر را و تشنہ شیر از کوشش و رفتن بہ چشمہ تا آب خورد تا باز آمدن شیر روباہ جگر بند و دل و گردہ خر را خوردہ بود کہ لطیف ترست شیر طلب کرد دل و جگر نیافت از روبہ پرسید کہ دل و جگر و گردہ کجاست روبہ گفت اگر او را دل و جگر بودے آنچناں سیاستے کہ دیدہ بود آں روز بہزار حیلہ جان بردہ بود کے بر تو باز آمدے لوکنا نسمع او نعقل ما کنا من اصحاب السعیر

شیر کا اس گدھے کو شکار کر لینا اور محنت کی وجہ سے شیر کا پیاسا ہو جانا اور چشمہ پر جانا تا کہ پانی پئے شیر کے واپس آنے تک لومڑی گدھے کا جگر اور دل اور گردہ کھا چکی تھی کیونکہ عمدہ تھا شیر نے تلاش کیا تو دل و جگر نہ پایا لومڑی سے دریافت کیا کہ دل اور جگر اور گردہ کہاں ہے؟ لومڑی نے کہا اگر اس کے دل جگر ہوتا تو وہ تختی جو اس نے اس دن دیکھی تھی جس سے ہزار حیلہ سے جان بچائی تھی تو تیرے پاس کب آتا؟ اگر ہم سنتے اور سمجھتے تو دوزخ والوں میں سے نہ ہوتے

برد خر را روبہک تا پیش شیر	پارہ پارہ کردش آں شیر دلیر
لومڑی گدھے کو شیر کے سامنے لے گئی	اس بہادر شیر نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے
تشنہ شد از کوشش آں سلطان دد	رفت سوئے چشمہ تا آبے خورد
محنت کی وجہ سے وہ درندوں کا بادشاہ پیاسا ہو گیا	چشمہ کی جانب گیا تا کہ پانی پی لے
روبہک خورد آں جگر بند و دلش	آں زماں چوں فرصتے شد حاصلش
لومڑی اس کا جگر اور دل کھا گئی	اس وقت چونکہ اس کو موقع ملا
شیر چوں واگشت از چشمہ بخور	جست در خر دل نہ دل بد نے جگر
شیر جب چشمہ سے خوراک کی جانب واپس آیا	گدھے میں دل ڈھونڈا نہ دل تھا نہ جگر

گفت روبہ را جگر کو دل چہ شد	کہ نباشد جانور را زیں دو بد
لومڑی سے کہا جگر کہاں ہے دل کیا ہوا	جانور میں یہ دونوں لازمی ہوتے ہیں
گفت اگر بودے ورا دل یا جگر	کے بدیں جا آمدے بار دگر
اس نے کہا اگر اس کے دل یا جگر ہوتا	وہ دوبارہ اس جگہ کب آتا؟
آں قیامت دیدہ بود و رستخیز	واں زکوہ افتادن و ہول و گریز
اس نے قیامت اور حشر دیکھا تھا	وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگ دوڑ
گر جگر بودے ورا یا دل بدے	بار دیگر کے بر تو آمدے
اگر اس کے جگر ہوتا یا دل ہوتا	دوبارہ تیرے پاس کب آتا؟
چوں نباشد نور دل، دل نیست آں	چوں نباشد روح جز گل نیست آں
جب دل میں نور نہ ہو تو وہ دل نہیں ہے	جب روح نہ ہو تو مٹی کے سوا کچھ نہیں ہے
آں زجاجے کو ندارد نور جاں	بول قارورہ است قندیلش مخواں
وہ شیشہ، جو جان کا نور نہیں رکھتا	اس کو قندیل نہ کہہ وہ پیشاب کی شیشی ہے
نور مصباح ست داد ذوالجلال	صنعت خلقت آں شیشہ و سفال
چراغ کا نور خدا کی عطا ہے	شیشہ اور دیوا مخلوق کی کاریگری ہے
لاجرم در ظرف باشد اعتداد	در لہب ہا نبود الا اتحاد
لامحالہ ظرف میں تعدد ہے	روشنیوں میں اتحاد کے سوا کچھ نہیں ہے
نور شش قندیل چوں آمیختند	نیست اندر نور شاں اعداد و چند
جب چھ قندیلوں کا نور ملا دیا	ان کے نور میں تعدد اور شمار نہیں ہے
آں جہود از ظرفہا مشرک شدست	نور دید آں مومن و مدرک شدست
یہودی ظرفوں کی وجہ سے مشرک بن گیا	مومن نے نور دیکھا وہ شناسا بن گیا
چوں نظر بر روح افتد مرد را	پس یکے بیند خلیلؑ و مصطفیٰؐ
چونکہ اس کی نگاہ روح پر پڑتی ہے	اس لئے خلیلؑ اور مصطفیٰؐ کو ایک دیکھتا ہے
چوں نظر بر ظرف افتد روح را	پس دو بیند شیثؑ را و نوحؑ را
جب روح کی نظر ظرف پر پڑتی ہے	وہ شیثؑ اور نوحؑ کو دو دیکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جو کہ آبش ہست جو خود آں بود	آدمی آنست کو را جاں بود
جس نہر میں پانی ہے نہر وہی ہے	آدمی وہی ہے جس میں جان ہو
ایں نہ مرداں اند اینہا صورت اند	مردۂ نانند و کشتہ شہوتند
یہ مرد نہیں ہیں یہ مورتی ہیں	روٹی پر جان دینے والے ہیں اور شہوت پر قربان ہیں

شرح حبیبی

القصہ لومڑی گدھے کو شیر کے پاس لے گئی اور شیر نے اسے چیر پھاڑ ڈالا چونکہ ضعیف تو تھا ہی اس کے ساتھ مشقت کی۔ اس سے اس پر حرارت کا غلبہ ہوا اور پیاس لگ گئی۔ پیاس بجھانے کے لئے وہ چشمہ پر گیا لومڑی کو موقعہ ملا اس نے دل اور جگر کو کھالیا۔ جب شیر پانی پی کر کھانے کے لئے لوٹا تو اس نے دل تلاش کیا مگر اس کو نہ اس میں دل ملا نہ جگر ملا۔ اس نے لومڑی سے کہا کہ آخر دل کہاں گیا اور جگر کیا ہوا۔ کیونکہ جانور میں ان دونوں کا ہونا تو ضروریات سے ہے۔ لومڑی نے جواب دیا کہ حضور اگر اس کے اندر دل یا جگر ہوتا تو یہ یہاں دوبارہ آتا ہی کیوں۔ کیونکہ وہ قیامت اور محشر کا نمونہ جو گزر چکا ہے اور وہ پہاڑ سے گرنا اور خوف اور بھاگڑ وہ خود اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا پس اگر اس کے اندر دل یا جگر ہوتا تو دوسری دفعہ آپ کے پاس آتا ہی کیوں۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو جب دل میں نور نہ ہو جو دل کی روح ہے تو وہ دل نہیں ہے اور جبکہ اس میں روح نہ ہو تو وہ محض ایک گوشت پارہ اور مٹی ہے۔ دیکھو جو شیشہ کہ اپنے اندر نور نہیں رکھتا جو کہ اس کی جان ہے وہ قارورہ کا شیشہ ہے اسے قندیل نہ کہنا چاہئے کیونکہ جو کمال کی چیز ہے تو اس میں نور چراغ ہے کیونکہ وہ عطائے کردگار ہے۔ باقی رہا شیشہ قندیل یا چراغ کا ٹھیکرا۔ سو وہ تو کچھ بھی نہیں کیونکہ مخلوق کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں پس جبکہ اس میں وہی شے نہیں جس سے اس کا کمال ہے تو گویا کہ وہ بمنزلہ لاشے کے ہے اس مقام پر ہم کو ایک اور مناسب مضمون یاد آ گیا پس ہم اس کو بیان کرتے ہیں سنو۔ چونکہ نور و شعلہ چراغ کامل ہے اور سفال و شیشہ ناقص۔ یہی وجہ ہے کہ ظروف یعنی سفال و شیشہ میں تعدد ہوتا ہے اور شعلوں میں صرف اتحاد ہوتا ہے چنانچہ جب قندیلوں کے انوار مل جائیں تو وہ سب ایک ہوتے ہیں اور ان میں تعدد و تفرق نہیں ہوتا۔ پس یہی حالت ارواح اور اجسام انبیاء کی سمجھو کہ ان کی ارواح کے انوار متحد ہیں اور اجسام مختلف۔ پس چونکہ کفار مکہ نے اجسام پر نظر کی اور ابراہیم اور مصطفیٰ کو دو سمجھا اور اپنے شرک کو دین ابراہیمی خیال کیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مانع پایا تو وہ مشرک رہے اور مومنین نے ان کے انوار کو دیکھا اور دونوں کو ایک جانا۔ تو وہ حقیقت شناس ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو انہوں نے ابراہیم علیہ السلام کا حکم سمجھا اور بت پرستی کو ترک کر دیا۔

پس خلاصہ یہ نکلا کہ جب آدمی کی نظر روح پر پڑتی ہے تو وہ ابراہیم اور مصطفیٰ یعنی انبیاء کو ایک سمجھتا ہے اور جبکہ اس کی روح کی نظر اجسام پر پڑتی ہے تو وہ شیث علیہ السلام اور نوح علیہ السلام یعنی انبیاء کو دو سمجھتا ہے چنانچہ کفار نے اجسام

پر نظر کی تو نومن ببعض و نکفر ببعض کیا اور مومنین نے ارواح کو دیکھا تو لا نفرق بین احد من رسلہ کہا۔
خیر یہ مضمون تو لطیفہ تھا کہنا ہم کو یہ ہے کہ دیکھو جس ندی میں پانی ہوتا ہے ندی حقیقی وہی ہے۔ علیٰ ہذا آدمی وہی ہے جس میں حق شناس روح ہو۔ رہے یہ لوگ جو تم کو دکھائی دیتے ہیں یہ آدمی نہیں ہیں بلکہ آدمیوں کی تصویریں ہیں۔ کیونکہ یہ حق شناس نہیں ہیں بلکہ عاشق نان اور مغلوب شہوت ہیں اس پر ہمیں ایک حکایت یاد آ گئی۔ سنو۔

حکایت آں راہب کہ روز با چراغ میگشت درمیان بازار از سر حالتے کہ او را بود

اس درویش کی حکایت جو دن میں چراغ لئے ہوئے بازار میں چکر لگاتا تھا اس باطنی حالت کی وجہ سے جو اس کو حاصل تھی

آں یکے با شمع بر میگشت روز	گرد بازار و دلش پر عشق و سوز
ایک شخص دن میں چراغ لئے ہوئے گھومتا تھا	بازار میں، اور اس کا دل عشق و سوزش سے پر تھا
بوالفضو لے گفت او را کاے فلاں	ہیں چہ میجوئی بسوئے ہر دکاں
ایک بیہودہ نے اس سے کہا کہ اے فلاں!	ہر دکان کے پاس تو کیا ڈھونڈتا ہے؟
ہیں چہ میگردی تو جویاں با چراغ	درمیان روز روشن چیست لاغ
ہائیں تو چراغ لئے ہوئے کیوں گھومتا ہے؟	روشن دن میں (یہ) کیا مذاق ہے؟
گفت میجویم بہر سو آدمے	کہ بودے از حیات آں دمے
اس نے کہا میں ہر جانب انسان تلاش کرتا ہوں	جو اس سانس کی زندگی سے زندہ ہو
گفت من جویائے انساں گشتہ ام	می نیابم ہیچ و حیراں گشتہ ام
اس نے کہا میں انسان کا جویاں بنا ہوں	میں کسی کو نہیں پاتا ہوں اور حیران ہو گیا ہوں
گفت مردے ہست ایں بازار پر	مرد مانند آخر اے دانائے حر
(فضولی) مرد نے کہا، یہ بازار بھرا ہوا ہے	اے عقلمند آزاد! بالآخر انسان ہی ہیں
گفت خواہم مرد بر جادہ دورہ	در رہ خشم و بہنگام شرہ
اس نے کہا میں دو راہے راستہ پر انسان چاہتا ہوں	غصہ کے راستہ میں اور حرص کے وقت
وقت خشم و وقت شہوت مرد کو	طالب مردے دوانم کو بکو
غصہ کے وقت اور شہوت کے وقت انسان کہاں ہے؟	میں ایسے انسان کی طلب میں کوچہ بکوچہ دوڑتا ہوں
کو دریں دو حال مردے در جہاں	تا فدائے او کنم امروز جاں
دنیا میں ان دو حالتوں میں انسان کہاں ہے؟	تاکہ آج میں اس پر جان قربان کر دوں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت نادر چیز میجوئی و لیک	غافل از حکم قضائی نیک نیک
اس نے کہا تو کمیاب چیز تلاش کرتا ہے لیکن	تو (اللہ کی) قضا کے حکم سے بالکل غافل ہے
ناظر فرعی زاصلے بے خبر	فرع مائیم اصل احکام قدر
تو شاخ کو دیکھنے والا ہے اصل سے بے خبر ہے	ہم شاخ ہیں، تقدیر کے احکام اصل ہیں
چرخ گرداں را قضا گمرہ کند	صد عطارد را قضا ابلہ کند
قضا گھومنے والے آسمان کو گمراہ کر دیتی ہے	قضا سینکڑوں عطارد کو بے وقوف بنا دیتی ہے
تنگ گرداند جہان چارہ را	آب گرداند حدید و خارہ را
وہ تدبیر کی دنیا کو تنگ کر دیتی ہے	وہ لوہے اور (سنگ) خارہ کو پانی بنا دیتی ہے
اے قرارے دادہ رہ را گام گام	خام خامی خام خامی خام خام
اے (وہ کہ تو نے) قدم بقدم راستہ (طے کرنا) قرار دیا ہے	تو کچا ہی کچا ہے، کچا ہی کچا ہے، کچا، کچا
چوں بدیدی گردش سنگ آسیا	آب جو را ہم ببیں آخر بیا
جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کے چکر کو دیکھا ہے	آ، بالآخر نہر کے پانی کو بھی دیکھ لے
خاک رادیدی برآمد بر ہوا	درمیان خاک بنگر باد را
تو نے ہوا پر گرد کو دیکھا ہے	گرد کے درمیان ہوا کو دیکھ لے
دیگہائے فکرمی بینی بجوش	اندر آتش ہم نظرمی کن بہوش
تو نے فکر کی دیگوں کو جوش میں دیکھا ہے	ہوش سے آگ کو بھی دیکھ لے
گفت حق ایوبؑ را در مکرمت	من بہر موئیت صبرے دادمت
اعزاز میں اللہ (تعالیٰ) نے (حضرت) ایوب سے فرمایا	میں نے تجھے ہر ہر بال کی برابر صبر دیدیا ہے
ہیں بصبر خود مکن چندیں نظر	صبر دیدی صبر دادن را نگر
خبردار! اپنے صبر پر زیادہ نظر نہ کر	تو نے صبر دیکھا ہے، صبر دینے کو دیکھ لے
چند بینی گردش دو لاب را	سر بروں کن ہم ببیں مراب را
رہٹ کی گردش کو کب تک دیکھے گا؟	سر باہر کو نکال، پانی والے کو بھی دیکھ لے
تو ہمی گوئی کہ می بینم و لیک	دید آنرا بس علامتہاست نیک
تو کہتا ہے میں دیکھ رہا ہوں، لیکن	اس کے دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گردش کف را چو دیدی مختصر	حیرتت باید بدریا در نگر
جب تونے دریا کے مختصر جھاگ دیکھے	تجھے حیرت درکار ہے دریا کو دیکھ
آنکہ کف را دید سر گویاں بود	و آنکہ دریا دید او حیراں بود
جس نے جھاگ کو دیکھا اس نے سر پیٹا	جس نے دریا دیکھا وہ حیران ہے
آنکہ کف را دید نیتہا کند	وآنکہ دریا دید دل دریا کند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ نیتیں کرتا ہے	اور جس نے دریا دیکھا وہ دل کو دریا بنا لیتا ہے
آنکہ کفہا دیدہ باشد در شمار	وآنکہ دریا دیدہ شد بے اختیار
جس نے جھاگوں کو دیکھا وہ گنتی میں ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے اختیار ہوگیا
آنکہ کف را دید در گردش بود	و آنکہ دریا دید او بیغش بود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ چکر میں ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے کھوٹ ہے
آنکہ کف را دید بیگارش کند	وآنکہ دریا دید بردارش کند
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس سے بیگار لیتا ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ اس کو سولی پر چڑھا دیتا ہے
آنکہ کف را دید گردد مست او	وآنکہ دریا دید باشد غرق ہو
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ اس کا مست بن جاتا ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ خدا میں غرق ہو جاتا ہے
آنکہ کف را دید آید در سخن	وآنکہ دریا دید شد بے ما و من
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ باتیں بناتا ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ بے خود اور بے انانیت کے ہو جاتا ہے
آنکہ کف را دید پالودہ شود	وآنکہ دریا دید آسودہ شود
جس نے جھاگ کو دیکھا وہ صاف کیا جاتا ہے	اور جس نے دریا کو دیکھا وہ آرام سے ہو جاتا ہے

شرح حبیبی

ایک شخص دن کے وقت شمع لئے ہوئے کسی مطلوب کے عشق اور سوز سے بھرا ہوا بازار میں گھوم رہا تھا۔ ایک فضول نے کہا کہ جناب آپ ہر دکان کے سامنے کیا ڈھونڈتے ہیں ارے آپ روز روشن میں چراغ سے کیا تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ یہ کیا مذاق ہے اس نے جواب دیا کہ میں ہر طرف ایک ایسے آدمی کو تلاش کرتا ہوں جو حق سبحانہ کے نفخ روح سے زندہ ہو۔ یعنی عارف ہو۔ اس نے یہ بھی کہا کہ میں ہر طرف آدمی کو تلاش کرتا ہوں مگر مجھے بالکل نہیں ملتا اور اس لئے میں حیران ہوں کہ اس نے کہا کہ صاحب آدمیوں سے تو بازار بھرا ہوا ہے آخر یہ بھی تو

www.besturdubooks.wordpress.com

آدمی ہیں۔ اس نے کہا کہ میں ایسے آدمی تلاش نہیں کرتا مجھے تو ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو دو راستوں پر مرد ثابت ہو ان میں سے ایک راہ غضب ہے اور دوسرا راہ حرص اور میں یہ دیکھتا ہوں کہ غصہ اور خواہش نفس کے وقت مرد کہاں ہے۔ اور میں ان دونوں صفتوں کے مرد کو کوچہ بکوچہ تلاش کرتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ جو ان دو حالتوں میں مرد ہو۔ ایسا شخص دنیا میں کہاں ہے تا کہ اس پر آج ہی جان قربان کر دوں چونکہ اس گفتگو سے مقصود اس شخص کا لوگوں کو نصیحت کرنا اور یہ کہنا تھا کہ تم کو ایسا ہونا چاہئے چنانچہ طریق جستجو اس پر شاہد ہے اس لئے مجیب نے جواب میں جبر سے تمسک کیا۔ اور یوں جواب شروع کیا۔ آپ واقعی ایک عجیب چیز تلاش کرتے ہیں جو کہ دستیاب نہیں ہوتی۔ مگر یہ آپ کی غلطی ہے کہ اس میں بندوں کو مجرم ٹھہراتے ہیں۔ جیسا کہ آپ کی حالت اس پر شاہد ہے اور یہ آپ کے حکم قضا سے نہایت سخت غفلت ہے۔ آپ فرع کو دیکھتے ہیں مگر اصل کو نہیں دیکھتے۔ اصل تو احکام قدر ہیں۔ رہے ہم سو ہم تو اس کے تابع ہیں۔ پس جیسا حکم قضا و قدر ہوتا ہے ہم ویسے ہی بن جاتے ہیں پھر اگر ہم میں ایسا آدمی نہیں ہے جیسا آپ چاہتے ہیں تو الزام کی کیا بات ہے۔ بدوں حکم الٰہی کے ہم ایسے بن کیسے سکتے ہیں۔ پس یہ آپ کی نصیحت فضول ہے انسان تو کیا چیز ہے قضا و قدر میں تو وہ قوت ہے کہ اس وضع خاص سے پھرنے والے آسمان کو اس روش سے پھیر دے اور عطارد جو کہ دبیر فلک ہے اس جیسے سینکڑوں کو احمق کر دے اور عالم تدبیر کو بالکل تنگ کر دے کہ کسی کو تدبیر ہی نہ بن پڑے اور لوہے اور سنگ خارا کو پانی بنا دے۔ پس اے شخص جس نے راہ خدا کو اقدام انسان اور اس کی سعی سے طے ہونے والا قرار دے رکھا ہے تو ہنوز خام ہے خام ہے خام ہے تو نے انسانی تصرفات کو دیکھ لیا اور اس کو مختار سمجھ لیا اور مختار سمجھ کر اسے ملزم ٹھہرا دیا اور نصیحت پر آمادہ ہو گیا۔ آخر تجھے اس پر تو نظر کرنی چاہئے جو اس مشین کو چلا رہا ہے اور جبکہ تو نے پن چکی کے پتھر کو گھومتے دیکھا ہے تو تجھے پانی کو بھی تو دیکھنا چاہئے جو اس کو گردش دے رہا ہے۔ نیز تو نے خاک کو ہوا میں حرکت کرتے دیکھا ہے مگر تجھے خاک کے اندر ہوا کو بھی تو دیکھنا چاہئے نیز تو افکار کی ہانڈیاں پکتے دیکھا ہے مگر تجھے تصرف حق سبحانہ کو بھی تو عقل سے دیکھنا چاہئے جو انہیں پکا رہی ہے۔ غرضکہ آدمی مجبور اور تابع اختیار خداوندی ہے۔ پس وہ قابل ملامت نہیں ہے۔

میرے اس بیان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ حق سبحانہ نے ایوب علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ ہم نے تمہارے بال بال کو صبر عطا کیا ہے پس تم اپنے صبر پر نظر نہ کرنا تم نے صبر ضرور کیا ہے مگر یہ تو دیکھو کہ صبر دیا کس نے ہے پس تم اپنے صبر پر گھمنڈ نہ کرنا بلکہ ہمارے ممنون ہونا۔ پس اے شخص تو گردش دولاب پر کب تک نظر کرے گا اور کب تک اس کو اس حرکت میں مختار سمجھے گا۔ ذرا سر باہر نکال اور دولاب چلانے والے کو دیکھ کہ وہ چلا رہا ہے ورنہ دولاب کیا چیز ہے تو کہتا ہے کہ میں دیکھتا ہوں اور میں قضا و قدر کا منکر نہیں ہوں لیکن جناب دیکھنے کی بہت سی علامتیں ہیں جو تم میں نہیں پائی جاتیں اس لئے یہ محض تمہارا زبانی دعویٰ ہے۔ اچھا جبکہ حرکت خس و خاشاک یعنی مساعی انسانیہ کو ناچیز سمجھا ہے جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے تو تم کو حیرت چاہئے اور صفت تعطل تم پر غالب ہونے چاہئے حالانکہ ایسا نہیں ہے جیسا کہ خود تمہارے اس وعظ سے ظاہر ہے۔ پس تم کو دریا (متصرف حقیقی) پر نظر کرنی چاہیے اور مساعی انسانیہ کو نظر انداز کر دینا چاہئے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو جو شخص صرف کف پر نظر کرتا ہے اور انسان کو فاعل مختار سمجھتا ہے وہی سر مارتا اور مساعی میں سرگرم ہوتا رہا ہے اور وہ شخص جو کہ دریا کو دیکھتا ہے اور حق سبحانہ کو متصرف سمجھتا ہے وہ تو حیران اور معطل ہوتا ہے اور جو کف کو دیکھتا ہے وہی ارادہ کرتا ہے کہ میں آج یہ کروں گا اور کل وہ کروں گا اور جو شخص دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے دل کو دریا کر لیتا ہے یعنی نہایت وسیع الاخلاق ہو جاتا ہے کہ نہ کسی پر طعن و تشنیع کرتا ہے اور نہ کسی کو پند و نصیحت کرتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے بمقتضائے الٰہی ہو رہا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہ یہی کہتا ہے کہ ہم بھی قابل شمار ہیں یعنی اپنے کو ہی فاعل مختار سمجھتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے کو جماد محض جانتا ہے اور تعطل اس پر غالب ہوتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے وہی گردش میں ہوتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اس نقص سے منزہ ہوتا ہے اور جو کوئی کف دیکھتا ہے وہی اس کی بیگار کرتا ہے یعنی استرضائے خلق کے لئے ان کی خدمت کرتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ ان کو سولی دیتا ہے اور سب کو آگ لگاتا ہے اور جو شخص کف کو دیکھتا ہے وہ اسی پر عاشق ہوتا ہے رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ سراسر اس میں مشغول ہوتا ہے اور جو شخص کف کو دیکھتا ہے وہی گفتگو کرتا ہے۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ اپنے کو مٹا دیتا ہے اور جو کوئی کف کو دیکھتا ہے اس کو انکار گھلائے ڈالتے ہیں۔ رہا وہ شخص جو دریا کو دیکھتا ہے وہ چین سے ہوتا ہے۔

یہ علامتیں ہیں حق سبحانہ پر نظر کرنے والے اور مخلوق پر نظر کرنے والے کی۔ اور ان علامتوں میں سے تمہارے اندر وہی علامتیں پائی جاتی ہیں جو کہ مخلوق پر نظر کرنے والے کی ہیں۔ پس تم حق سبحانہ پر نظر کرنے والے نہیں ہو۔ اور تمہارا دعویٰ حق بینی محض غلط ہے یہ جواب تھا اس مجیب کا۔ جس کی بناء اعتقاد جبر ہے اب ہم تم کو ایک جبری اور ایک سنی کا مناظرہ سناتے ہیں تاکہ تم کو اس مجیب کی تلمیع و تلبیس پر اطلاع ہو جائے اچھا سنو۔

دعوت کردن مسلمان مرمغے را با سلام و جواب او

مسلمان کا ایک آتش پرست کو اسلام کی دعوت دینا اور اس کا جواب

مرمغے را گفت مردے کاے فلاں	ہیں مسلماں شو بباش از مومناں
ایک شخص نے ایک آتش پرست سے کہا اے فلاں!	خبردار! مسلمان ہو جا مومنوں میں سے بن جا
گفت اگر خواہد خدا مومن شوم	ور فزاید فضل ہم موقن شوم
اس نے کہا اگر خدا چاہے گا میں مومن بن جاؤں گا	اگر زیادہ مہربانی کرے گا صاحب یقین بن جاؤں گا
گفت میخواہد خدا ایمان تو	تا رہد از دست دوزخ جان تو
اس نے کہا خدا تیرے ایمان کا خواہشمند ہے	تاکہ تیری جان دوزخ کے ہاتھ سے نجات پا جائے
لیک نفس نحس و آں شیطان زشت	می کشندت سوئے کفران و کنشت
لیکن منحوس نفس اور بد شیطان	تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اے منصف چوایشاں غالبند	یار او باشم کہ باشد زور مند
اس نے کہا اے منصف! جب وہ غالب ہیں	میں اس کا دوست بنوں گا جو طاقت ور ہو
یار آں تانم بدن کو غالب ست	آں طرف افتم کہ غالب جاذب ست
میں اس کا یار بنوں گا جو غالب ہے	میں اس طرف جھکوں گا جو زیادہ کھینچنے والا ہے
چوں خدا میخواست از من صدق زفت	خواستش چہ سود چوں پیشش نرفت
جب خدا مجھ سے پختہ سچائی چاہتا ہے	اس کے چاہنے کا کیا فائدہ جبکہ اس کی نہیں چلتی ہے؟
نفس وشیطاں خواہش خود پیش برد	واں عنایت قہر گشت وخرد ومرد
نفس اور شیطان کی اپنی خواہش چلی	وہ مہربانی مغلوب اور ریزہ ریزہ ہو گئی
تو یکے قصر و سرائے ساختی	اندر و صد نقش خوش افراختی
تو نے ایک محل اور سرائے بنائی	اس میں تو نے اچھے نقش بنائے
خواستی مسجد شود آں جائے خیر	دیگرے آمد مر آنرا ساخت دیر
تو نے چاہا وہ اچھی جگہ مسجد بنے	دوسرا آیا اس نے اس کو بت خانہ بنا لیا
یا تو بافیدی یکے کرباس تا	خوش بسازی بہر پوشیدن قبا
یا تو نے سوت بنا تاکہ	پہننے کے لئے اچھی قبا بنائے
تو قبا میخواستی خصم از نبرد	رغم تو کرباس را شلوار کرد
تو نے قبا (بنانی) چاہی دشمن نے مخالفت سے	تیرے برخلاف کپڑا کو شلوار کر دیا
چارۂ کرباس چہ بود جان من	جز زبون رائے آں غالب شدن
اے میری جان! کپڑے کے لئے کیا چارہ ہو گا؟	غالب آنے والے کے تابع بن جانے کے سوا
او زبوں شد جرم ایں کرباس چیست	آنکہ او مغلوب غالب نیست کیست
وہ مغلوب ہو گیا اس کپڑے کی کیا خطا ہے؟	جو غالب سے مغلوب نہیں ہے وہ کون ہے؟
چوں کسے ناخواہ او بروے براند	خار بن در ملک و خانہ او نشاند
جب کسی نے اس کے خلاف اس پر حملہ کیا	اس کی ملکیت اور گھر میں کانٹوں کی جھاڑی لگا دی
صاحب خانہ بدیں خواری بود	کایں چنیں بروے خلافت میرود
گھر والا اس ذلت میں ہو	کہ اس طرح کی اس پر حکومت ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم خلق گردم من ار تازہ و نوم	چونکہ یارے ایں چنیں خوارے شوم
میں بھی بوسیدہ بن جاؤں گا خواہ تازہ اور نیا	جبکہ میں ایسے کمزور کا دوست بن جاؤں
چونکہ خواہ نفس آمد مستعاں	تسخر آمد ایش شاء اللہ کاں
جبکہ نفس کی خواہش مددگار ہے	تو جو اللہ نے چاہا ہوا " مذاق ہے
من اگر ننگ مغاں یا کافرم	آں نیم کہ بر خدا ایں ظن برم
میں اگر آتش پرستوں (کے لئے) ننگ یا کافر ہوں	میں وہ نہیں ہوں کہ خدا پر اس طرح کا گمان کروں
گر کسے ناخواہ او ورغم او	گردد اندر ملکت او حکم جو
اگر کوئی اس کی خواہش کے بغیر اور اس کی ذلت کے ساتھ	اس کی ملک میں حاکم ہو
ملکت او را فرو گیرد چنیں	کہ نیارد دم زدن دم آفریں
اس کی مملکت پر اس طرح قبضہ جما لے	کہ دم کو پیدا کرنے والا دم نہ مار سکے
دفع او میخواہد و می بایدش	دیو ہر دم غصہ می افزایدش
وہ اس کو دفع کرنا چاہے اور اس کو کرنا چاہیے	شیطان ہر وقت اس کا غصہ بڑھائے
بندۂ ایں دیو میباید شدن	چونکہ غالب اوست در ہر انجمن
اس شیطان کا بندہ ہونا چاہئے	جبکہ ہر مجلس میں وہ غالب ہے
تا مبادکیں کشد شیطان زمن	پس چہ دستم گیرد آنجا ذوالمنن
تاکہ ایسا نہ ہو کہ شیطان مجھ سے کینہ وری کرے	تو اس جگہ خدا میری دستگیری کرے گا؟
آنکہ او خواہد مراد او شود	از کہ کار من دگر نیکو شود
جو وہ (شیطان) چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے	پھر کس دوسرے سے میرا کام اچھا ہو گا

مثل شیطان بر در رحمٰن

رحمٰن کے در پر شیطان کی مثال

حاش للہ ایش شاء اللہ کاں	حاکم آمد در مکان و لا مکاں
اللہ پاک ہے، جو اس نے چاہا ہوا	وہ مکان اور لا مکان میں حاکم ہے
ہیچکس در ملک او بے امر او	در نیفزاید سریک تار مو
کوئی شخص اس کے حکم کے بغیر اس کی ملک میں	ایک بال برابر زیادتی نہیں کر سکتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ملک ملک اوست فرماں آن او	کمتریں سگ بر درآں شیطان او
سلطنت اسی کی سلطنت ہے حکم اس کا ہے	اس کا شیطان اس کے دروازہ پر ادنٰی کتا ہے
ترکماں را گر سگے باشد بدر	بر درش بنہادہ باشد روئے و سر
اگر ترکمان کے دروازے پر کتا ہو	اس کے دروازے پر منہ اور سر رکھے ہوتا ہے
کود کان خانہ دمش میکشند	باشد اندر دست طفلاں خوار مند
گھر کے بچے اس کی دم کھینچتے ہیں	وہ بچوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتا ہے
باز اگر بیگانۂ معبر کند	حملہ بروے ہمچو شیر نر کند
پھر اگر کوئی اجنبی گزرتا ہے	نر شیر کی طرح اس پر حملہ کرتا ہے
کہ اشداء علی الکفار شد	باولی گل با عدو چوں خار شد
کیونکہ "وہ کفار پر سخت ہیں" بن گیا	دوست کے ساتھ پھول اور دشمن کے ساتھ کانٹا جیسا بن گیا
زآب تتماجے کہ دادش ترکماں	آنچناں وافی شدست و پاسباں
پتلے حریرے کی وجہ سے جو ترکمان نے اسے دیا	ایسا وفادار اور محافظ بن گیا
پس سگ شیطاں کہ حق ہستش کند	اندر و صد فکرت و حیلت تند
تو شیطان کتا جس کو اللہ (تعالٰی) پیدا کرتا ہے	اس میں سینکڑوں خیال اور حیلے ڈالتا ہے
آبرو ہا را غذائے او کند	تا برد او آبروئے نیک و بد
آبروؤں کو اس کی غذا بناتا ہے	تاکہ وہ بھلے اور برے کی آبرو اڑا لے جائے
آب تتماج ست آب روی عام	کہ سگ شیطاں ازاں یابد طعام
عوام کی آبرو پتلا حریرہ ہے	کہ شیطان کتا اس سے غذا حاصل کرتا ہے
بر در خرگاہ قدرت جان او	چوں نباشد حکم را قرباں بگو
اس کی جان قدرت کے خیمہ کے دروازے پر	حکم پر قربان کیسے نہ ہو گی؟ بتا
گلہ گلہ از مریدو از مرید	چوں سگ باسط ذراعے بالوصید
مریدہ اور سرکش جماعت در جماعت	کتے کی طرح چوکھٹ پر بازو پھیلائے ہوئے ہے
بر در کہف الوہیت چو سگ	ذرہ ذرہ امر جو برجستہ رگ
الوہیت کے غار کے دروازے پر کتے کی طرح	ذرہ ذرہ بھڑکتی ہوئی رگ کے ساتھ حکم کا طالب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اے سگ دیو امتحاں میکن کہ تا	چوں دریں رہ می نہند ایں خلق پا
اے شیطان کتے! امتحان کر کر کب تک	اس راستہ میں کس طرح یہ مخلوق پاؤں رکھتی ہے
حملہ میکن منع میکن' می نگر	تا کہ باشد مادہ اندر صدق و نر
حملہ کر روک دیکھ	کہ سچائی میں کون مادہ اور کون نر ہے؟
پس اعوذ از بہر چہ باشد چو سگ	گشتہ باشد از ترفع تیز تگ
تو اعوذ کس لئے ہوتی ہے؟ جب کتا	بڑائی کی وجہ سے تیز دوڑتا ہے
ایں اعوذ آنست اے ترک خطا	بانگ برزن بر سگ و رہ برکشا
یہ اعوذ اس لئے ہے کہ اے خطا کے ترک!	کتے کو دھکا اور راستہ کھول دے
تا بیایم بر در خرگاہ تو	حاجتے خواہم ز جود و جاہ تو
تاکہ میں تیرے خیمہ کے در پر آ جاؤں	تیری سخاوت اور رتبہ سے حاجت کا سوال کروں
چونکہ ترک از سطوت سگ عاجز ست	ایں اعوذ وایں فغاں ناجائز ست
جبکہ ترک (بھی) کتے کے حملہ سے عاجز ہے	یہ اعوذ اور یہ فریاد بیکار ہے
ترک ہم گوید اعوذ از سگ کہ من	ہم ز سگ درماندہ ام اندر وطن
ترک بھی کہے کہ میں کتے سے پناہ چاہتا ہوں کیونکہ میں	بھی گھر میں کتے سے عاجز ہوں
تو نمی یاری بدیں در آمدن	من نمی یارم ز در بیروں شدن
تو اس دروازے تک نہیں آ سکتا	میں دروازے سے باہر نہیں نکل سکتا
خاک اکنوں برسر ترک و قنق	کہ یکے سگ ہر دورا بندد عنق
اب ترک اور مہمان کے سر پر خاک	کہ ایک کتا دونوں کی گردنیں جکڑ دے
حاش للہ ترک بانگے بر زند	سگ چہ باشد شیر نر خوں قے کند
خدا پاک ہے ترک ایسی ڈانٹ پلائے گا	کتا کیا ہوتا ہے؟ نر شیر خون کی قے کر دے
ایکہ خود را شیر یزداں خواندۂ	سالہا شد با سگے در ماندۂ
اے وہ! کہ تو اپنے آپ کو خدا کا شیر کہتا ہے	سالوں گزر گئے تو کتے سے عاجز ہے
چوں کند ایں سگ برائے تو شکار	چوں شکار سگ شدستی آشکار
یہ کتا تیرے لئے شکار کب کرے گا؟	جبکہ تو کھلے بندوں کتے کا شکار بن گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ایک شخص نے کسی کافر سے کہا کہ ارے فلانے تو مسلمان ہو جا اور مومن بن جا اس نے جواب دیا کہ ہاں اگر خدا چاہے گا تو مومن ہو جاؤں گا اور اگر اس کا فضل اور زیادہ ہوگا تو عارف ہو جاؤں گا اس پر مومن نے کہا کہ خدا تو چاہتا ہے کہ تو مومن ہو جائے تاکہ دوزخ کے پنجہ سے تیری جان چھوٹے مگر نفس وشیطان تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں اس نے جواب دیا کہ اب آپ ہی انصاف سے کہہ دیجئے کہ جب نفس وشیطان خدا سے زوردار ہیں؟ تو مجھے کیا کرنا چاہئے میں تو اسی کا ساتھ دوں گا جو طاقتور ہوگا اور اسی کا ساتھی ہو سکتا ہوں جو غالب ہے اور اسی طرف جاوے گا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو زوردار ہوتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

اچھا بتلاؤ جبکہ خدا مجھ سے صدق وخلوص عبودیت چاہتا ہے تو اس کے چاہنے سے کیا فائدہ جبکہ اس کی خواہش چلتی ہی نہیں برخلاف اس کے نفس وشیطان اپنے خواہش چلا لیتے ہیں اور ان کے سامنے خدا کا ارادہ مغلوب اور فنا ہو جاتا ہے۔ پھر میں خدا کا طرف دار کیسے ہو سکتا ہوں۔ دیکھو تم نے ایک محل اور مکان بنایا اور اس میں عمدہ عمدہ نقش ونگار بنائے اور تم نے چاہا کہ تم اس کو مسجد بناؤ۔ دوسرا آیا اور اس نے اس کو بت خانہ کر دیا۔ تو اب بتلاؤ کہ اس مکان کا کیا قصور ہے وہ تو غالب کی اطاعت کے لئے مجبور ہے یا یوں کہو کہ تم نے ایک کپڑا اتیار کیا تاکہ تم پہننے کے لئے اس کو عمدہ قبا بناؤ۔ پس تم تو اس کو قبا بنانا چاہتے تھے مگر دوسرا شخص آیا اور اس نے تمہاری خواہش کے خلاف اسے پاجامہ بنا دیا۔ ایسی حالت میں کپڑا بجز اس کے کیا کر سکتا ہے کہ وہ غالب کی رائے سے مغلوب ہو جائے اور جو وہ چاہے وہ بن جائے اور اگر اس حالت میں وہ مغلوب ہو گیا تو اس کا کیا قصور ہے کیونکہ وہ کون ہے جو غالب سے مغلوب نہیں ہوتا۔ مغلوب غالب ہونا تو لازمی امر ہے پس جبکہ کوئی شخص خدا کی مرضی کے خلاف اس پر حملہ کرے اور اس کے ملک اور گھر میں کانٹے بووے اور خدا اسی قدر کمزور ہیں کہ اس پر دوسروں کی یوں حکومت چلے تو میں اس کا ساتھ کیسے دے سکتا ہوں۔ جبکہ میں ایسے کمزور کا ساتھ دوں گا تو لامحالہ میری گت بنے گی۔ اور میں اچھی حالت سے بری حالت میں ہو جاؤں گا۔ نیز جبکہ نفس وشیطان خدا پر اس درجہ تسلط حاصل کئے ہوئے ہیں جیسا کہ تمہاری بات سے ظاہر ہے تو خواہش نفس و شیطان ہی قابل استطاعت ہوئے اور یہ کہنا کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے محض بے معنی اور مضحکہ خیز امر ٹھہرا۔ سو جناب خواہ میں کافر ہوں اور خواہ کافر سے بھی بڑھ کر ہوں میں تو خدا کی نسبت ایسا نہیں خیال کر سکتا۔ اگر یہی اسلام ہے تو یہ اسلام آپ ہی کو مبارک رہے اور اگر بالفرض خدا مجبور ہے ہی تو میں کہتا ہوں کہ جب خدا کی یہ حالت کہ دوسرے اس کی منشا کے خلاف اس کی حکومت میں اپنے احکام نافذ کریں اور اس کے ملک پر یوں تسلط حاصل کر لیں کہ خدا دم نہ مار سکے اور وہ اس کو نکالنا چاہے مگر نکال نہ سکے اور نفس وشیطان اپنی سرکشی سے ہر وقت اس کا رنج بڑھاتے رہیں تو ہرگز ایسے خدا کی غلامی نہ کرنی چاہئے۔ بلکہ شیطان ونفس کا بندہ ہونا چاہئے کیونکہ ہر مقام پر وہی غالب ہیں۔ لہذا انہی کی اطاعت ضروری ہے تاکہ مبادا خلاف ورزی کی صورت میں مجھ سے انتقام لیں۔ کیونکہ اگر میں نے اس کی مخالفت کی اور انہوں نے مجھ سے انتقام لیا تو اس وقت خدا مجھے کیا سہارا لگائے گا اور جبکہ نفس وشیطان کی یہ حالت ہے کہ جو وہ چاہتے ہیں وہی ہوتا ہے تو پھر اس کے کسی سے برا کام بنے گا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور وہ ضعف و مغلوبیت سے منزہ ہے وہ مکان اور لامکان ہر دو جگہ حاکم ہے کوئی شخص اس کے ملک میں بدوں اس کے حکم کے بال برابر تغیر نہیں کر سکتا۔ ملک اس کا ہے اور حکم اس کا۔ شیطان اس کے در کا ایک کتا ہے اس کی کیا مجال ہے کہ وہ خدا کی مرضی کے خلاف کوئی کارروائی کرے اور خدا کسی کی ہدایت چاہے اور شیطان اسے گمراہ کر دے ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

دیکھو ایک ترک کے دروازہ پر کتا ہوتا ہے جو کہ اس کے ہی در پر پڑا رہتا ہے اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ گھر کے لونڈے اس کی دم کھینچتے ہوئے ہیں اور وہ بچوں کے ہاتھ میں ذلیل اور کمزور ہوتا ہے مگر اس کے ساتھ ہی اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر کوئی بیگانہ گزرنا چاہے تو وہ اس پر شیر کی طرح حملہ کرتا ہے کیونکہ وہ مخالفین کے مقابلہ میں سخت اور موافقین کے مقابلہ میں نرم ہوتا ہے اور دوست کے حق میں گل اور دشمن کے حق میں خار ہوتا ہے۔ یہ کتا اس قدر وفادار ہوتا ہے اس کی وجہ صرف یہ ہوتی ہے کہ ترک اسے شوربا پلاتا کھلاتا ہے۔ پس جبکہ ایک کتے کی ترک کے سامنے یہ حالت ہے تو سگ شیطان جس کو خدا وجود عطا کرتا ہے اور اس کے اندر سینکڑوں خیالات اور تدابیر پیدا کرتا ہے اور لوگوں کی آبروؤں کو اس کی غذا بناتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بھلے بروں کی آبرو لے اڑتا ہے کیونکہ عوام کی آبرو ہی اس کا شوربا ہے۔ جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اور بارگاہ قدرت پر پڑا ہوا ہے۔ ایسی حالت میں وہ خدا پر کیوں نہ قربان ہوگا اور اس کا مخالف کیسے ہوگا۔ خدا کی تو یہ حالت ہے کہ مطیعین اور نافرمانوں کے گروہ کے گروہ اس کے آستانہ پر یوں پڑے ہیں جیسا کتا آستانہ غار پر ہاتھ پھیلائے ہوئے پڑا ہے اور الوہیت کی غار پر ہر ہر ذرہ کتے کی طرح حکم کا منتظر اور چوکنا پڑا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ہر چیز خدا کے حکم کی مطیع ہے اور کوئی مخالفت نہیں کر سکتا خواہ وہ شیطان ہو یا نفس یا اور کوئی۔

پس شیطان جو کچھ کرتا ہے اس کے حکم سے کرتا ہے کیونکہ اس کو حکم ہے کہ اے شیطان ذرا جانچ لینا کہ اس راہ میں لوگ کیسے پاؤں رکھتے ہیں تو حملہ کیا کر اور اس کو روکا کرتا کہ معلوم ہو جائے کہ کون خلوص میں پرہے اور کون بے خلوص ور۔ ورنہ اگر شیطان مطیع نہ ہوتا اور بحکم خدا ایسا نہ کرتا بلکہ مخالفانہ کرتا تو جبکہ تو کھلے بندوں کتے کا شکار بن گیا اعوذ کے کیا معنی۔ اعوذ کے تو یہی معنی ہیں کہ اے ترک اس کتے کو ڈانٹ دے اور میرے لئے راستے کھول دے۔ تاکہ میں تیری بارگاہ تک آ جاؤں اور تیری سخاوت اور تیرے منصب سے اپنی حاجت کا سوال کروں۔ پس جبکہ ترک سطوت سگ سے عاجز ہوگا تو یہ اعوذ اور یہ فغاں ناجائز ہوگا کیونکہ ترک کہے گا کہ میں خود کتے سے پناہ مانگتا ہوں کیونکہ میں خود اس کے خوف سے گھر میں بند ہوں تو اس کے خوف سے دروازہ پر نہیں آ سکتا۔ میں اس کے ڈر سے باہر نہیں نکلتا۔ پس میں اور تو دونوں برابر ہیں۔ پس اس ترک کے سر پر بھی خاک پڑے اور اس مہمان کے سر پر بھی کہ ایک کتے نے دونوں کو محبوس کر رکھا ہے توبہ توبہ کہیں ترک کی یہ حالت ہو سکتی ہے اس کی حالت تو یہ ہے کہ اگر وہ ڈانٹ بتا دے تو کتا تو کیا ہے شیر خون اگل دے۔ ارے تو اپنے کو شیر یزداں یعنی مومن اور محب خدا کہتا ہے اور برسوں سے کتے کے ساتھ الجھا ہوا ہے۔ پس جبکہ تو خود کسی کا شکار ہو رہا ہے۔ تو کتا تیرے لئے شکار کیونکر کر سکتا ہے اور تجھ سے مغلوب کیونکر ہو سکتا ہے۔

فائدہ:۔ میرے خیال میں حاش للہ ' ما شاء اللہ کان سے آخری سرخی تک خود مولانا کا کلام ہے اوران ابیات میں مولانا استطر اداً چند مضامین بیان کئے ہیں۔ حاش للہ سے حق سبحانہ کا اپنی مخلوقات پر تسلط دکھلایا ہے اور "اے سگ" الخ سے حملہ میکن تک وجود شیطان کی حکمت بیان کی ہے اور پس اعوذ الخ سے "حاش للہ ترک بانگے برزند" تک اس کا حق سبحانہ کے سامنے مغلوب ہونا بیان کیا ہے اور ایکہ خوردا شیر زداں سے آخر سرخی تک مضمون ارشادی بیان فرمایا ہے۔ واللہ اعلم)

جواب گفتن مومن سنی مرکافر جبری را در اثبات اختیار بندہ و دلیل گفتن کہ سنت راہے باشد کہ کوفتہ اقدام انبیاء علیہم السلام و بریمین آں راہ بیابان جبرست کہ خودرا اختیار نہ بیند و امر و نہی را منکر شود و تاویل کند و از منکر شدن امر و نہی لازم آید انکار بہشت و دوزخ کہ بہشت جزائے مطیعان امر ست و دوزخ جزائے مخالفن امر و دیگر نگویم کہ بچہ انجامد کہ العاقل تکفیہ الاشارۃ و بریسار آں راہ بیابان قدرست کہ قدرت خالق را مغلوب قدرت خلق داند و از اں فساد ہا زاید کہ آں مغ جبری برشمرد

بندہ کا اختیار کے ثابت کرنے میں سنی مومن کا جبری کافر کو جواب دینا اور دلیل بیان کرنا کہ سنت وہی راستہ ہے جو انبیاء علیہم السلام کے پاؤں کا روندا ہوا ہے۔ اس کے دائیں جانب جبر کے جنگل کا راستہ ہے جو کہ اپنا اختیار نہیں سمجھتا ہے اور امر و نہی کا منکر ہو جاتا ہے اور تاویل کرتا ہے اور امر و نہی کے منکر ہونے سے بہشت اور دوزخ کا انکار لازم آتا ہے کیونکہ بہشت فرمانبرداروں کی جزاء ہے۔ اور دوزخ حکم کے مخالفوں کی جزاء ہے میں اور مزید نہیں کہتا کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے اور اس کے بائیں جانب قدر کا جنگل ہے جو اللہ کی قدرت کو مخلوق کی قدرت سے مغلوب سمجھتے ہیں اور اس سے وہ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کو وہ جبری آتش پرست گناتا ہے۔

گفت مومن بشنو اے جبری خطاب	آن خود گفتی نک آوردم جواب
مومن نے کہا اے جبری! بات سن	تو نے اپنی بات کہہ لی اب میں جواب دیتا ہوں
بازی خود دیدی اے شطرنج باز	بازی خصمت بہ بیں پہن و دراز
اے شطرنجی! تو نے اپنی چال دیکھ لی	مخالف کی لمبی چوڑی چال بھی دیکھ لے
نامۂ عذر خودت برخواندی	نامۂ سنی بخواں چہ ماندی
تو نے اپنے عذر کی کتاب پڑھ دی	سنی کی کتاب (بھی) پڑھ (کر) تیرا کیا حال ہے؟
نکتہ گفتی جبریانہ در قضا	سر آں بشنوز من در ماجرا
قضا کے بارے میں تو نے جبریوں کا نکتہ بیان کر دیا	معاملہ میں مجھ سے اس کا راز سن لے

www.besturdubooks.wordpress.com

اختیارے ہست مارا بے گماں	حس را منکر نتانی شد عیاں
یقیناً ہمارے لئے (بھی) اختیار ہے	تو آنکھوں دیکھی حس کا انکار نہیں کر سکتا
اختیار خود ببیں جبری مشو	رہ رہا کردی براہ آ کج مرو
اپنے اختیار کو دیکھ جبری نہ بن	تو نے راستہ چھوڑ دیا، راستہ پر آ جا، ٹیڑھا نہ چل
سنگ را ہرگز نگوید کس بیا	از کلوخے کس کجا جوید وفا
پتھر سے کوئی نہیں کہتا تو آ جا	ڈھیلے سے وفاداری کون چاہتا ہے؟
آدمی را کس نگوید ہیں بپر	یا بیا اے کور خوش در من نگر
انسان سے کوئی نہیں کہتا، ہاں اڑ	یا اے اندھے! آ مجھے غور سے دیکھ
گفت یزداں ما علی الاعمیٰ حرج	کے نہد برکس حرج رب الفرج
اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا اندھے پر تنگی نہیں ہے	کشادگی کا پروردگار کسی پر تنگی نہیں ڈالتا ہے
کس نگوید سنگ را دیر آمدی	یا کہ چوبا تو چرا بر من زدی
پتھر سے کوئی نہیں کہتا کہ تو تاخیر سے آیا	یا اے لکڑی! تو نے مجھے کیوں مارا؟
ایں چنیں و اجتہا مجبور را	کس نگوید یا زند معذور را
مجبور سے ایسی جواب طلبیاں	کوئی نہیں کرتا ہے یا مجبور کو مارے
امر و نہی و خشم و تشریف و عتیب	نیست جز مختار را اے پاک جیب
حکم دینا اور روکنا اور غصہ اور اعزاز اور عتاب	اے پاک دل! مختار کے سوا کے لئے نہیں ہے
اختیارے ہست در ظلم و ستم	من ازیں شیطان و نفس ایں خواستم
ظلم اور ستم میں اختیار ہے	میری مراد نفس اور شیطان سے یہی تھی
اختیار اندر درونت ساکن ست	تا ندید او یوسفے کف رانخست
تیرے اندر اختیار باقی ہے	جب تک اس نے یوسف کو نہیں دیکھا ہاتھ کو زخمی نہیں کیا
اختیار و داعیہ در نفس بود	روش دید آنگہ پر و بالے کشود
اختیار اور داعیہ نفس میں تھا	ان کا چہرہ دیکھا پھر بال اور پر کھولے
سگ بخفتہ اختیارش گشتہ گم	چوں شکنبہ دید جنبا نید دم
سوئے ہوئے کتے کا اختیار گم ہو گیا ہے	جب معدہ دیکھا اس نے دم ہلائی

www.besturdubooks.wordpress.com

اسپ ہم جو جو کند چوں دید جو	چوں بجنبد گوشت گربہ گفت مو
گھوڑا بھی جو جو کرنے لگتا ہے جب جو دیکھتا ہے	جب گوشت ہلتا ہے' بلی میاؤں کہتی ہے
دیدن آمد جنبش آں اختیار	ہمچو نفخے ز آتش انگیزد شرار
دیکھنا اس اختیار کی حرکت بنا	اس پھونکنے کی طرح جو آگ سے چنگاریاں اڑاتا ہے
پس بجنبد اختیارت چوں بلیس	شد دلالہ آردت پیغام ولیس
تو تیرا اختیار حرکت میں آ جاتا ہے' جب شیطان	دلالہ بنتا ہے' تیرے پاس ولیس کا پیغام لاتا ہے
چونکہ مطلوبے بریں کس عرضہ کرد	اختیار خفتہ بکشاید نبرد
جب اس شخص پر مطلوب پیش کیا	سویا ہوا اختیار جنگ شروع کر دیتا ہے
واں فرشتہ خیرہا بر رغم دی	عرضہ دارد میکند دردل غریو
فرشتہ شیطان کے برخلاف بھلائیاں	پیش کرتا ہے' دل میں شور برپا کر دیتا ہے
تا بجنبد اختیار خیر تو	زانکہ پیش از عرضہ خفتہ است ایں دو خو
تاکہ تیرا بھلائی کا اختیار حرکت میں آئے	کیونکہ پیش کرنے سے پہلے یہ دونوں خصلتیں سوئی ہوتی ہیں
پس فرشتہ و دیو گشتہ عرضہ دار	بہر تحریک عروق اختیار
تو فرشتہ اور شیطان پیش کرنے والے بنے	اختیار کی رگوں کو حرکت میں لانے کے لئے
می شود ز الہامہا و وسوسہ	اختیار خیر و شرت دہ کسہ
وسوسہ اور الہاموں کی وجہ سے بن جاتا ہے	تیرا خیر اور شر کا اختیار دس مردوں والا
وقت تحلیل نماز اے بانمک	زاں سلام آورد باید بر ملک
اے ملیح! نماز ختم کرنے کے وقت	اسی لئے فرشتوں کو سلام کرنا چاہئے
کہ ز الہام و دعائے خوب تاں	اختیار ایں نمازم شد رواں
کہ تمہاری اچھی دعا اور الہام سے	اس نماز کا (بڑا) اختیار ختم ہو گیا
باز از بعد گنہ لعنت کنی	بر بلیس ایرا کہ از وے منحنی
پھر گناہ کے بعد تو لعنت کرتا ہے	شیطان پر' کیونکہ تو اس وجہ سے کبڑا بنا
ایں دو ضد عرضہ کنندہ در سرار	در حجاب غیب آمد عرضہ دار
در پردہ وہ دو متضاد پیش کرنے والے	غیب کے پردے میں پیش کرنے والے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ پردہ غیب برخیزد ز پیش	تو بہ بینی روی دلالان خویش
جب غیب کا پردہ سامنے سے اٹھ جائے گا	تو اپنے دلالوں کا چہرہ دیکھ لے گا
وز سخن شاں وا شناسی بے گزند	کاں سخن گو در حجاب ایشاں بدند
اور تو بلا تکلف ان کی گفتگو کو پہچان لے گا	کہ پردے میں گفتگو کرنے والے یہی تھے
دیو گوید اے اسیر طبع و تن	عرضہ میکردم نہ کردم زور من
شیطان کہے گا اے طبیعت اور جسم کے قیدی!	میں نے پیش کیا تھا میں نے مجبور نہ کیا تھا
واں فرشتہ گویدت من گفتمت	کہ ازیں شادی فزوں گردد غمت
اور وہ فرشتہ تجھ سے کہے گا میں نے تجھ سے کہہ دیا تھا	کہ اس خوشی سے تیرے رنج میں اضافہ ہو گا
آں فلاں روزت نگفتم من چناں	کہ ازاں سویست رہ سوئے جناں
کیا میں نے فلاں روز تجھ سے ایسا نہ کہا تھا؟	کہ جنتوں کا راستہ اس جانب ہے
ما محب جان و روح افزای تو	ساجدان و مخلص بابای تو
ہم جان کو پیار کرنے والے اور تیری روح کو بڑھانے والے ہیں	تیرے باوا کے مخلص اور سجدہ کرنے والے ہیں
ایں زمانت خدمتے ہم میکنم	سوئے مخدومی صلایت میزنم
میں اس وقت بھی تیری خدمت کر رہا ہوں	مخدوم بننے کی جانب تجھے بلاتا ہوں
آں گرہ بابات را بودہ عدیٰ	وز خطاب اسجدوا کردہ ابا
وہ گروہ تیرے باوا کا دشمن تھا	اور "سجدہ کرو" کے حکم سے اس نے انکار کیا تھا
آں گرفتی وان ما انداختی	حق خدمت ہائے ما نشناختی
تو نے وہ لے لیا اور ہماری بات کو نظرانداز کر دیا	تو ہماری خدمتوں کے حق کو نہ پہچانا
ایں زماں مارا و ایشاں را عیاں	درنگر بشناس از لحن و بیاں
اب ہمیں اور ان کو آنکھ سے	دیکھ لے لہجہ اور گفتگو سے پہچان لے
نیم شب چوں بشنوی زاری دوست	چوں سخن گوید سحر دانی کہ اوست
جب تو آدھی رات کو دوست کی (آہ و) زاری سنتا ہے	جب وہ صبح کو بات کرتا ہے تو جان لیتا ہے کہ وہ وہی ہے
ور دو کس در شب خبر آرد ترا	روز از گفتن شناسی ہر دو را
اگر رات میں دو شخص تیرے پاس خبر لائیں	دن میں بات کرنے سے تو دونوں کو پہچان لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ شیر و بانگ سگ شب در رسید	صورت ہر دو ز تاریکی ندید
رات کو شیر کی آواز اور کتے کی آواز آئی	تو نے اندھیرے کی وجہ سے دونوں کی صورت نہ دیکھی
روز شد چوں باز در بانگ آمدند	پس شناسد شاں ز بانگ آں ہوشمند
دن نکلا پھر جب وہ بولے	تو وہ ہوشمند آواز سے ان کو پہچان لیتا ہے
مخلص اینکہ دیو و روح عرضہ دار	ہر دو ہستند از تتمہ اختیار
خلاصہ یہ ہے کہ شیطان اور فرشتہ پیش کرنے والے	دونوں اختیار کا تکملہ ہیں
اختیارے ہست در ما ناپدید	چوں دو مطلب دید آید در مزید
ہم میں چھپا ہوا اختیار ہے	جب دو مطلب دیکھتا ہے جوش میں آتا ہے
اوستاداں کودکاں را میزنند	آں ادب سنگ سیہ را کے کنند
استاد بچوں کو پیٹتے ہیں	یہ سزا کالے پتھر کو کب دیتے ہیں؟
ہیچ گوئی سنگ را فردا بیا	ورنیائی من دہم بد را سزا
تو کبھی پتھر کو کہتا ہے کل آنا	اگر تو نہ آئے گا تو میں برے کو سزا دوں گا
ہیچ عاقل مر کلوخے را زند	ہیچ بانگے عتابے کس کند
عقلمند انسان کبھی ڈھیلے کو مارتا ہے	کوئی کبھی پتھر پر غصہ کرتا ہے
ور خرد جبر از قدر رسوا ترست	زانکہ جبری حس خود را منکرست
حقاً جبر قدر سے زیادہ برا ہے	کیونکہ جبری اپنے حس کا منکر ہے
منکر حس نیست آں مرد قدر	فعل حق حسی نباشد اے پسر
قدری انسانؑ حس کا منکر نہیں ہے	اے بیٹا! اللہ (تعالیٰ) کا کام حس میں نہیں آتا
منکر فعل خداوند جلیل	ہست در انکار مدلول دلیل
خداوند جلیل کے فعل کا منکر	دلیل کے نتیجہ کے انکار میں (مبتلا) ہے
آں بگوید دود ہست و نارنے	نور شمعے بے ز شمع روشنے
وہ کہتا ہے دھواں ہے اور آگ نہیں ہے	شمع کی روشنی بغیر شمع کے روشن ہے
ویں ہمیں بیند معین نار را	نیست میگوید پئے انکار را
اور یہ (جبری) آگ کو موجود دیکھتا ہے	انکار کے لئے "نہیں ہے" کہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جامہ اش سوزد بگوید نار نیست	جامہ اش دوزد بگوید تار نیست
اس کا کپڑا جلتا ہے، کہتا ہے آگ نہیں ہے	اس کا کپڑا سیتا ہے، کہتا ہے دھاگا نہیں ہے
پس تسفسط آمد ایں دعوئ جبر	لاجرم بدتر بود زیں روز گبر
یہ جبر کا دعویٰ سوفسطائیت ہے	اس اعتبار سے وہ لامحالہ دہریہ سے بدتر ہے
گبر گوید ہست عالم نیست رب	یا رب گوید کہ نبود مستجب
دہریہ کہتا ہے عالم موجود ہے، خدا نہیں ہے	یارب کہتا ہے، جو قبول نہیں ہوتا ہے
ایں ہمی گوید جہاں خود نیست ہیچ	ہست سوفسطائی اندر پیچ پیچ
یہ کہتا ہے کہ دنیا خود کچھ نہیں ہے	سوفسطائی پیچ و تاب میں ہے
جملۂ عالم مقر در اختیار	امر و نہی ایں بیار و آں میار
اختیار کا سارا جہاں مقر ہے	حکم دینا اور منع کرنا یہ لا اور وہ نہ لا
او ہمی گوید کہ امر و نہی لاست	اختیارے نیست ایں جملہ خطاست
وہ کہتا ہے، کہ حکم دینا اور منع کچھ نہیں ہے	کوئی اختیار نہیں ہے، یہ سب غلط ہے
حس را حیواں مقرست اے رفیق	لیک ادراک دلیل آمد دقیق
اے دوست! حس کا حیوان مقر ہے	لیکن دلیل کا ادراک دقت طلب ہے
زانکہ محسوس ست مارا اختیار	خوب می آید برو تکلیف کار
کیونکہ ہمارا اختیار محسوس ہے	اس کی بنیاد پر کام کا مکلف بنانا مناسب ہے

درک وجدانی چوں اختیار و اضطرار و خشم و اصطبار و سیری و ناہار بجائے حس ست کہ زرد از سرخ بداں فرق کنند و خرد از بزرگ و تلخ از شیریں و مشک از سرگیں و درشت از نرم و سرد از گرم و سوزاں از شیر گرم و تر از خشک و لمس دیوار از لمس درخت پس منکر وجدانی منکر حس باشد و زیادہ کہ وجدان از حس ظاہر ترست زیرا کہ حس را تواں بستن و منع کردن از احساس و بستن راہ و مدخل وجدانیات را ممکن نیست والعاقل تکفیہ الاشارۃ

باطنی احساس جیسے کہ اختیار اور اضطرار اور غصہ اور صبر کرنا اور پیٹ بھرنا اور بھوک، حس کے قائم مقام ہے جو کہ زرد کو سرخ سے اور چھوٹے کو بڑے سے اور کڑوے کو میٹھے سے اور مشک کو گوبر سے اور سخت کو نرم سے سرد کو گرم سے اور جلانے والے کو کنکنے سے اور تر کو خشک سے اور دیوار کے چھونے کو درخت کے چھونے سے فرق کرتی ہے تو باطنی احساس کا منکر حس کا منکر ہوگا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس سے بھی بڑھ کر کیونکہ باطنی احساس حس سے بڑھ کر ہے کیونکہ حس کو احساس کرنے سے باندھا اور روکا جاسکتا ہے اور باطنی احساسات کے راستہ اور مدخل کو بند کرنا ممکن نہیں ہے ممکن نہیں ہے اور عقلمند کے لئے اشارہ کافی ہے

درک وجدانی بجائے حس بود	ہر دو در یک جدول اے عم میرود
باطنی احساس حس کی جگہ ہے	اے چچا! دونوں ایک گول میں جاتے ہیں
نغزمی آید برو کن یا مکن	امر و نہی و ماجراہا در سخن
اسی پر بھلا بنتا ہے کر یا نہ کر	حکم دینا اور منع کرنا اور بات میں واقعات
ایں کہ فردا ایں کنم یا آں کنم	ایں دلیل اختیارست اے صنم
یہ کہ کل یہ کروں گا' یا وہ کروں گا	اے پیارے! یہ اختیار کی دلیل ہے
واں پشیمانی کہ خوردی زاں بدی	ز اختیار خویش گشتی مہتدی
اور وہ شرمندگی جو تونے بدی سے اٹھائی	اپنے اختیار سے تو ہدایت یاب بنا
جملہ قرآں امر و نہی ست و وعید	امر کردن سنگ مرمر را کہ دید
سارا قرآن امر اور نہی اور ڈراوا ہے	سنگ مرمر کو حکم کرنا' کس نے دیکھا ہے؟
ہیچ دانا ہیچ عاقل ایں کند	باکلوخ و سنگ خشم و کیں کند
کوئی سمجھدار کوئی عقلمند یہ کرتا ہے	ڈھیلے اور پتھر سے غصہ اور کینہ کرتا ہے؟
کہ بگفتم کہ چنیں کن یا چناں	چوں نکردید اے موات و عاجزاں
کہ میں نے کہا تھا ایسا کر یا ویسا	اے مردو اور عاجزو! تم نے کیوں نہ کیا؟
عقل کے حکمے کند بر چوب و سنگ	مرد چنگی کے زند بر نقش چنگ
لکڑی اور پتھر کو عقل کب حکم دیتی ہے؟	چنگ بجانے والا چنگ کی تصویر کو کب بجاتا ہے؟
کاے غلام بستہ دست اشکستہ پا	نیزہ برگیر و بیا سوئے وغا
کہ اے ہاتھ بندھے' پاؤں ٹوٹے ہوئے غلام!	نیزہ تھام اور جنگ کی جانب آ
خالقے کو اختر و گردوں کند	امر و نہی جاہلانہ چوں کند
وہ خالق جس نے ستارے اور آسمان بنایا	جاہلوں کا سا حکم دینا اور منع کرنا کب کرتا ہے؟
احتمال عجز از حق را ندی	جاہل و گیج و سفیہش خواندی
تونے اللہ (تعالیٰ) سے عاجزی کا احتمال رفع کیا	(اور) اس کو جاہل اور احمق اور بیوقوف کہہ دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

عجز نبود در قدر ور خود شود	جاہلی از عاجزی بدتر بود
قدر (کے عقیدہ) میں عجز (لازم) نہیں آتا ہے اور اگر آئے	جہالت عجز سے بدتر ہے
ترک میگوید قنق را از کرم	بے سگ و بے دلق آسوی درم
مہربانی سے ترک مہمان سے کہتا ہے	میرے دروازے کی جانب بغیر کتے اور گدڑی کے آجا
وز فلاں سو اندر آہیں با ادب	تا سگم بندد ز تو دندان و لب
خبردار! فلانے دروازے سے ادب کے ساتھ اندر آجا	تاکہ میرا کتا تجھ سے ہونٹ اور دانت بند رکھے
تو بعکس آں کنی بر دری روی	لاجرم از زخم سگ خستہ شوی
تو اس کا الٹا کرتا ہے دروازے پر جاتا ہے	لامحالہ کتے کے زخم سے خستہ ہو جاتا ہے
آنچناں رو کہ غلاماں رفتہ اند	تا سگش گردد حلیم و مہرمند
وہ روش اختیار کر جو غلام اختیار کرتے ہیں	تاکہ اس کا کتا بردبار اور مہربان بن جائے
تو سگے باخود بری یا روبہے	سگ بشوروداز بن ہر خرگہے
تو اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جاتا ہے	ہر خیمہ میں سے کتا بھڑک جاتا ہے
غیر حق گر نباشد اختیار	خشم چوں می آیدت بر جرم دار
(اگر) خدا کے علاوہ (کسی کو) اختیار نہ ہو	تو تجھے مجرم پر غصہ کیوں آتا ہے؟
چوں ہمی خائی تو دنداں بر عدو	چوں ہمی بینی گناہ و جرم ازو
تو دشمن پر دانت کیوں پیستا ہے؟	تو اس کی خطا کیوں سمجھتا ہے؟
گر زسقف خانہ چوبے بشکند	بر تو افتد سخت مجروحت کند
اگر گھر کی چھت کی کوئی کڑی ٹوٹ جائے	تجھ پر گرے تجھے بہت زخمی کر دے
ہیچ خشمے آیدت بر چوب سقف	ہیچ اندر کین او باشی تو وقف
تجھے چھت کی کڑی پر کوئی غصہ آتا ہے؟	تو کبھی اس سے کینہ کرنے میں مبتلا ہوگا؟
کہ چرا بر من زد و دستم شکست	یا چرا بر من فتاد و کرد پست
کہ وہ میرے کیوں لگی اور میرا ہاتھ توڑ دیا؟	یا وہ مجھ پر کیوں گری اور گرا دیا؟
او عدو و خصم جان من بدست	قاصداً در بند خون من شدست
وہ میری جان کی دشمن اور مخالف تھی	قصداً میرے خون کی درپے ہوئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کودکان خرد را چوں میزنی	چوں بزرگاں را منزہ میکنی
تو چھوٹے بچوں کو کیوں پیٹتا ہے؟	جبکہ تو بڑوں کو (اختیار سے) بری کہتا ہے
آنکہ دزدد مال تو گوئی بگیر	دست و پایش را ببر سازش اسیر
جو شخص تیرا مال چراتا ہے تو کہتا ہے پکڑ لے	اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈال' اس کو قید کر لے
وانکہ قصد عورت تو می کند	صد ہزاراں خشم از تو میدمد
جو تیری بیوی کا قصد کرتا ہے	(اس پر) تیرے لاکھوں غصے پھوٹ پڑتے ہیں
گر بیاید سیل و رخت تو برد	ہیچ با سیل آورد کینے خرد
اگر سیلاب آئے اور تیرا سامان (بہا) لے جائے	کوئی عقل سیلاب سے کینہ وری کرتی ہے
ور بیاید باد و دستارت ربود	کے ترا با باد دل خشمے نمود
اگر ہوا آئے اور تیری پگڑی (اڑا) لے جائے	تیرا دل ہوا پر کب غصہ کرتا ہے
خشم در تو شد بیان اختیار	تا نگوئی جبریانہ اعتذار
تیرا غصہ کرنا اختیار کا بیان بنا	تاکہ تو جبریوں کی طرح بہانہ نہ کر سکے
گر شتربان اشترے را میزند	آں شتر قصد زنندہ میکند
اگر اونٹ والا اونٹ کو مارتا ہے	تو وہ اونٹ مارنے والے کا قصد کرتا ہے
خشم اشتر نیست باآں چوب او	پس زمختاری شتر بردست بو
اونٹ کا غصہ اس کی لاٹھی پر نہیں ہے	تو اونٹ نے بھی مختار ہونے کا پتہ لگا لیا ہے
ہمچنیں سگ گر بروسنگے زنی	بر تو آرد حملہ گردد منثنی
اسی طرح کتا اگر تو اس کے پتھر مارے	تیرے اوپر حملہ کرتا ہے' پلٹتا ہے
سنگ را گر گیرد از خشم تو است	کہ تو دوری و ندارد بر تو دست
وہ اگر پتھر کو پکڑتا ہے تو تیرے اوپر غصہ کی وجہ سے ہے	کیونکہ تو دور ہے اور وہ تجھ پر قابو نہیں پاتا ہے
عقل حیوانی چو دانست اختیار	ایں مگو اے عقل انساں شرمدار
حیوانی عقل نے جب اختیار کو سمجھ لیا	اے انسانی عقل! شرم کر تو اس (جبر) کی قائل نہ ہو
روشن ست ایں لیک از طمع سحور	آں خورندہ چشم می بندد ز نور
یہ (بات) واضح ہے لیکن سحری کے لالچ میں	وہ کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ کلی میل او ناں خورد نیست	رو بتاریکی کند کہ روز نیست
چونکہ اس کی پوری خواہش روٹی کھانے کی ہے	اندھیرے کی طرف منہ کر لیتا ہے کہ دن نہیں ہے
حرص چوں خورشید را پنہاں کند	چہ عجب گر پشت بر برہاں کند
لالچ جب سورج کو چھپا دیتا ہے	کیا تعجب ہے اگر دلیل کی طرف پشت کر لے
ایں مثل بشنو مشو منکر بداں	اختیار خویش را در امتحاں
یہ مثل سن لے اس کے باوجود منکر نہ بن	امتحان کے وقت اپنے اختیار کا

حکایت دزد کہ باشحنہ گفت کہ آنچہ کردم تقدیر خدا بود و جواب شحنہ وہم در بیان تقریر اختیار خلق وہم بیان آنکہ تقدیر وقضا سبب کنندہ اختیار ست وسلب کنندہ اختیار نیست

حکایت اس چور کی جس نے کوتوال سے کہا کہ جو کچھ میں نے کیا خدائی تقدیر تھی اور

کوتوال کا جواب نیز مخلوق کے اختیار کو ثابت کرنے کے بیان میں نیز اس کا بیان کہ

تقدیر اور قضا اختیار کو سبب بنانے والے ہیں اور اختیار کو سلب کرنے والے نہیں ہیں

گفت دزدے شحنہ را کاے پادشاہ	آنچہ کردم بود آں حکم الٰہ
ایک چور نے کوتوال سے کہا، اے حاکم!	جو کچھ میں نے کیا، وہ خدا کا حکم تھا
گفت شحنہ آنچہ من ہم میکنم	حکم حق ست اے دو چشم روشنم
کوتوال نے کہا میں بھی جو کر رہا ہوں	اے میرے پیارے! خدا کا حکم ہے
از دکانے گر کسے تربے برد	کایں ز حکم ایزد ست اے باخرد
کسی دکان سے اگر کوئی شخص مولی لے جائے	کہ اے عقلمند! یہ خدا کے حکم سے ہے
بر سرش کوبی دوسہ مشت اے کرہ	حکم حق ست ایں کہ اینجا باز نہ
دو تین گھونسے اس کے سر پر مار کہ اے نالائق!	خدا کا حکم ہے کہ اس جگہ واپس رکھ
در یکے ترہ چوں ایں عذر اے فضول	می نیاید پیش بقالے قبول
اے بیوقوف! ایک ترکاری کے بارے میں جبکہ یہ عذر	سبزی فروش کے لئے قابل قبول نہیں
تو بدیں عذر اعتمادے می کنی	گرد مارو اژدھائے میتنی
تو اس عذر پر بھروسہ کرتا ہے	سانپ اور اژدھے کے گرد چکر لگاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از چنیں عذر اے سلیم نانبیل	خون و مال وزن ہمیکردی سبیل
اے بیوقوف کمینے! ایسے عذر سے	تو نے جان اور مال اور بیوی کو قربان کر دیا
ہر کسے پس سبلت تو برکند	عذر آرد خویش را مضطر کند
پھر تو ہر شخص تیری مونچھیں نوچے گا	عذر کرے گا اپنے آپ کو مجبور ٹھہرائے گا
حکم حق گر عذر می شاید ترا	پس بیاموز و بدہ فتویٰ مرا
اگر اللہ (تعالیٰ) کے حکم کا عذر تیرے لئے مناسب ہے	تو مجھے سکھا دے اور فتویٰ دیدے
کہ مرا صد آرزو و شہوت ست	دست من بستہ زبیم و ہیبت ست
کیونکہ میری بھی سینکڑوں آرزوئیں او خواہشیں ہیں	خوف اور ہیبت سے میرے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں
پس کرم کن عذر را تعلیم دہ	برکشا از دست و پائے من گرہ
تو مہربانی سے مجھے عذر کرنا سکھا دے	مجھ مجبور کے ہاتھ اور پاؤں کھول دے
اختیارے کردۂ تو پیشۂ	کاختیارے دارم و اندیشۂ
تو نے ایک پیشہ اختیار کیا ہے	(اور تو سمجھتا ہے) کہ میں اختیار اور سمجھ رکھتا ہوں
ورنہ چوں بگزیدۂ آں پیشہ را	از میان پیشہا اے کد خدا
ورنہ تو نے وہ پیشہ کیوں اختیار کیا؟	اے صاحب! سب پیشوں میں سے
چونکہ آید نوبت نفس و ہوا	بیست مردہ اختیار آید ترا
جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے	تجھ میں بیس مردوں کا اختیار آ جاتا ہے
چوں برد یک حبہ از تو یار سود	اختیار جنگ در جانت کشود
جب دوست تجھ سے ایک رتی کا فائدہ اٹھا لے جاتا ہے	تو تیری جان میں لڑائی کا اختیار کشادہ ہو جاتا ہے
چوں بیاید نوبت شکر و نعم	اختیارت نیست از سنگے تو کم
جب شکر اور نعمتوں کی باری آتی ہے	تجھے اختیار نہیں ہے تو پتھر سے کم ہے
دوزخت را عذر ایں باشد یقیں	کاندریں سوزش مرا معذور بیں
تیرے لئے دوزخ کا بھی یہ عذر یقینی ہے	کہ اس جلانے میں مجھے معذور سمجھ
کس بدیں حجت چو معذورت نداشت	وز کف جلاد ایں دورت نداشت
اس دلیل سے تجھے کسی نے معذور نہ رکھا	اور جلاد کے ہاتھ سے تجھے اس نے دور نہ رکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بدیں داور جہاں منظوم شد	حال آں عالم ہمت معلوم شد
تو اس منصف (حاکم) سے دنیا کا کام منظم ہو گیا	اس عالم کا حال بھی تجھے معلوم ہو گیا

حکایت ہم در جواب جبری واثبات اختیار وصحت امر ونہی ودر بیان آنکہ عذر جبری در ہیچ ملتے ودینے مقبول نیست وموجب خلاص نیست از سزائے آں کار کہ کردہ است چنانکہ خلاص نیافت ابلیس بداں کہ گفت رب بما اغویتنی والقلیل یدل علی الکثیر

نیز حکایت جبری کے جواب میں اور اختیار ثابت کرنے اور حکم دینے اور روکنے کی صحت کے بارے میں اور اس بیان میں کہ جبری کا عذر کسی ملت اور دین میں مقبول نہیں ہے اور اس کام کی سزا سے جو اس نے کیا ہے چھٹکارے کا سبب نہیں ہے چنانچہ شیطان اس قول کی وجہ سے کہ "خدا تو نے مجھے گمراہ کیا" چھٹکارا نہ پا سکا اور تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے

آں یکے میرفت بالائے درخت	می فشاند او میوہ را دزدانہ سخت
ایک شخص درخت پر چڑھا	چوروں کی طرح بہت پھل جھاڑنے لگا
صاحب باغ آمد وگفت اے دنی	از خدا شرمیت کو چہ میکنی
باغ والا آیا اور اس نے کہا اے کمینے!	خدا سے تیری شرم کہاں گئی تو کیا کر رہا ہے؟
گفت از باغ خدا بندہ خدا	گر خورد خرما کہ حق کردش عطا
اس نے کہا اللہ تعالیٰ کے باغ سے خدا کا بندہ	اگر کھجوریں کھا رہا ہے جو کہ اس کو خدا نے دی ہیں
عامیانہ چہ ملامت میکنی	بخل بر خوان خداوند غنی
جاہلوں کی طرح تو کیا ملامت کر رہا ہے	بے نیاز خدا کے دستر خوان پر بخل (کر رہا ہے)
گفت اے ایبک بیاور آں رسن	تا بگویم من جواب بوالحسن
اس نے کہا اے غلام! رسی لے آ	تاکہ میں (اس) بھلے کا جواب دوں
پس ببستش سخت آندم بر درخت	میزد او بر پشت وساقش چوب سخت
پھر اس وقت اس نے اس کو درخت سے کس کر باندھ دیا	اس کی کمر اور پنڈلی پر سخت لاٹھی مارنے لگا
گفت آخر از خدا شرمے بدار	می کشی ایں بیگنہ را زار زار
اس نے کہا آخر خدا سے شرم کر	تو اس بے قصور کو بری طرح سے مار رہا ہے
گفت کز چوب خدا ایں بندہ اش	میزند بر پشت دیگر بندہ خوش
اس نے کہا خدا کی لاٹھی سے یہ اس کا بندہ	دوسرے بندے کی کمر پر خوب مار رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوب حق و پشت و پہلو آن او	من غلام آلت و فرمان او
لاٹھی اللہ (تعالیٰ) کی، کمر اور پہلو اللہ (تعالیٰ) کا	میں اس کے آلے اور حکم کا غلام ہوں
گفت توبہ کردم از جبر اے عیار	اختیار ست اختیار ست اختیار
اس نے کہا اے خالص! میں نے جبر سے توبہ کی	اختیار ہے اختیار ہے اختیار
اختیارت اختیارش ہست کرد	اختیارش چوں سوارے زیر گرد
تیرے اختیار کو اس کے اختیار نے پیدا کیا	اس کا اختیار گرد کے نیچے کے سوار کی طرح ہے
اختیارش اختیار ما کند	امر شد بر اختیارے مستند
اس کا اختیار ہمارے اختیار کو پیدا کرتا ہے	حکم کا مدار اختیار پر ہے
حاکمی بر صورت بے اختیار	ہست ہر مخلوق را در اقتدار
بے اختیار صورت پر حکومت کرنا	قادر ہونے میں ہر مخلوق کو (حاصل) ہے
تا کشد بے اختیارے صید را	تا برد بگرفتہ گوش او زید را
حتیٰ کہ وہ بے اختیار شکار کو کھینچ لے جاتا ہے	حتیٰ کہ زید کا کان پکڑ کر لے جاتا ہے
لیک بے ہیچ آلتے صنع صمد	اختیارش را کمند او کند
لیکن اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری بغیر کسی آلہ کے	اس کے اختیار کو اس کا پھانسہ بنا دیتی ہے
اختیارش زید را قیدش کند	بے سگ و بے دام چوں صیدش بود
زید کا اختیار اس کو قید کر دیتا ہے	وہ بغیر کتے اور جال کے شکار جیسا بن جاتا ہے
آں درودگر حاکم چوبے بود	واں مصور حاکم خوبے بود
بڑھئی لکڑی پر حاکم بن جاتا ہے	مصور حسین کا حکم بن جاتا ہے
ہست آہنگر بر آہن قیمے	ہست بناہم بر آلت حاکمے
لوہار لوہے پر حاکم ہے	معمار بھی اوزار پر حاکم ہے
نادرا باشد کہ چندیں اختیار	ساجد آید ز اختیارش بندہ وار
عجب بات ہے کہ اس قدر اختیار	اس (اللہ تعالیٰ) کے اختیار سے غلام کی طرح سجدہ کرنے والے ہیں
قدرت تو بر جمادات از نبرد	کے جمادی را از آنہا نفی کرد
خصومت کی وجہ سے بے جان چیزوں پر تیری قدرت	ان کے بے جان ہونے کی کب نفی کرتی ہے؟

www.beststudybooks.wordpress.com

قدرتش بر اختیارات آنچناں	نفی نکند اختیارے را ازاں
اس (اللہ تعالٰی) کی قدرت اختیارات پر اسی طرح	اس سے اختیار کی نفی نہیں کرتی ہے
خواستش میگوئی بر وجہ کمال	کہ نباشد نسبت جبر و ضلال
اس (اللہ تعالٰی) کے ارادہ کا اہل کمال کے طریقہ پر قائل بن	تاکہ (اللہ تعالٰی کی جانب) جبر اور گمراہی کی نسبت نہ ہو
چونکہ گفتی کفر من خواہ ویست	خواہ خود را نیز ہم میدانکہ ہست
جب تونے یہ کہا کہ میرا کفر اس کی منشاء ہے	تو اپنی منشاء کو بھی سمجھ لے کہ وہ ہے
زانکہ بیخواہ تو خود کفر تو نیست	کفر بیخواہش تناقض گفتنی ست
کیونکہ تیری منشاء کے بغیر خود تیرا کفر ہی نہیں ہے	"بغیر منشا کے کفر کرنا" متضاد بات کہنا ہے
امر عاجز را قبیح ست و ذمیم	خشم بدتر خاصہ از رب رحیم
عاجز کو حکم دینا برا اور ناپسند ہے	غصہ کرنا زیادہ برا ہے خصوصاً رحیم پروردگار کی جانب سے
گاو گر یوغے نگیرد میزنند	ہیچ گاوے کو نپرد شد زنند
بیل اگر جوا نہیں لیتا ہے مارتے ہیں	بیل نہ اڑے تو وہ عاجز ہے
گاوٌ چوں معذور نبود در فضول	صاحب گاو از چہ معذورست و دول
بیکار (معاملہ) میں جب بیل معذور نہ ہوا	(تو) بیل والا کس وجہ سے معذور اور احمق ہے؟
چوں نۂ رنجور سر را بر مبند	اختیارت ہست بر سبلت مخند
جبکہ تو بیمار نہیں ہے سر کو نہ کس	تجھے اختیار ہے مذاق نہ اڑا
جہد کن کز جام حق یابی نوی	بیخود و بے اختیار آنگہ شوی
کوشش کرتا کہ خدائی جام سے تو تازگی حاصل کرے	پھر تو بے خود اور بے اختیار ہو جائے گا
آنگہ آں مے را بود کل اختیار	تو شوی معذور مطلق مست وار
تب اس شراب کو پورا اختیار ہو گا	تو مدہوش کی طرح بالکل معذور ہو جائے گا
ہرچہ گوئی گفتۂ مے باشد آں	ہرچہ روبی رفتۂ وے باشد آں
تو جو کچھ کہے گا وہ شراب کا کہا ہوا ہو گا	تو جو کچھ جھاڑے گا اس کا جھاڑا ہوا ہو گا
کے کند آں مست جز عدل و صواب	کہ ز جام حق کشیدست او شراب
وہ مست' انصاف اور صواب کے علاوہ کب کچھ کرتا ہے؟	کیونکہ اس نے خدائی جام سے شراب پی لی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جادواں فرعون را گفتند بیست	مست را پروائے دست و پائے نیست
جادو گروں نے فرعون سے کہہ دیا' ٹھہر جا	مست کو ہاتھ اور پاؤں کی پروا نہیں ہے
دست و پائے ما مئے آں واجد ست	دست ظاہر سایہ است و کاسد ست
ہمارے ہاتھ اور پاؤں اس خدا کی شراب (محبت) ہے	ظاہری ہاتھ سایہ ہے اور کھوٹا ہے
چوں بسر پر شد زجام او مدام	خانۂ دل را فرو گیرد تمام
جب اس کے جام کی شراب سر میں بھر جاتی ہے	دل کے گھر کو پوری طرح گھیر لیتی ہے

معنی ماشاء اللہ کان یعنی خواست' خواست او دستور رضا رضائے او واز خشم و رد دیگراں دل تنگ نباشید کان اگرچہ لفظ ماضی ست لیکن در فعل خدا ماضی و مستقبل نباشد کہ لیس عند ربنا صباح ولا مساء

جو اللہ (تعالیٰ) نے چاہا ہوا کے معنی یعنی مشیت' اس ہی کی مشیت ہے اور رضامندی' اسی کی رضامندی ہے تم دوسروں کے غصہ اور رد سے رنجیدہ نہ ہو (لفظ) کان اگرچہ ماضی کا صیغہ ہے لیکن اللہ کے فعل میں ماضی اور مستقبل نہیں ہوتا ہے کیونکہ ہمارے پروردگار کے یہاں صبح اور شام نہیں ہوتی ہے۔

قول بندہ ایش شاء اللہ کان	بہر آں نبود کہ منبل شود راں
بندہ کا یہ کہنا' جو خدا نے چاہا وہ ہوا	اس لئے نہیں ہے کہ تو اس میں کاہل بنے
بلکہ تحریض ست بر اخلاص وجد	کاندراں خدمت فزوں شو مستعد
بلکہ اخلاص اور کوشش پر برانگیختہ کرنا ہے	کہ تو اس دربار میں زیادہ مستعد بنے
گر بگویند آنچہ میخواہی تو راد	کار کار تست بر حسب مراد
اگر وہ کہہ دیں' اے جوانمردا تو جو چاہے	کام تیرا ہی کام ہے منشاء کے مطابق
آنگہاں تنبل کنی جائز بود	کانچہ خواہی وانچہ گوئی آں شود
اس وقت تو کاہلی برتے جائز ہوگا	کیونکہ جو تو چاہے گا اور جو تو کہیگا' وہ ہوگا
چوں بگویند ایش شاء اللہ کان	حکم حکم او ست مطلق جاودان
جب وہ کہیں' جو اللہ نے چاہا ہوا	ہمیشہ اور مطلقاً اسی کا حکم' حکم ہے
پس چرا صد مردہ اندر ورد او	برنگردی بندگانہ گرد او
تو پھر کیوں سو انسانوں کی برابر اس کے گھاٹ میں	غلاموں کی طرح اس کے گرد چکر نہ کاٹے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بگویند آنچہ می خواہد وزیر	خواست آن اوست اندر دار و گیر
اگر کہہ دیں کہ وزیر جو چاہے	پکڑ دھکڑ میں وہ منشاء کا مالک ہے
گرد او گرداں شوی صد مردہ زود	تا بریزد برسرت احسان وجود
تو سو انسانوں کی طاقت سے اس کے گرد چکر کاٹنے گا	تاکہ وہ تیرے سر پر احسان اور سخاوت بہا دے
یا گریزی از وزیر و قصر او	ایں نباشد جستجوی و نصر او
یا تو وزیر اور اس کے محل سے بھاگے گا	یہ اس کی مدد اور جستجو نہ ہو گی
باژگونہ زیں سخن کاہل شدی	منعکس ادراک و خاطر آمدی
تو اس بات سے الٹا کاہل بنا	تو الٹی سمجھ اور رائے والا ثابت ہوا
امر امر آں فلاں خواجہ است ہیں	چیست یعنی با جز او کمتر نشیں
خبردار! حکم فلاں خواجہ کا حکم ہے	کیا ہے؟ یعنی اس کے سوا کے ساتھ نہ بیٹھ
گرد خواجہ گرد چوں امر آن اوست	کو کشد دشمن، رہاند جان دوست
خواجہ کے گرد چکر کاٹ جبکہ حکم اس کی ملکیت ہے	کیونکہ وہ دشمن کو مارے گا، دوست کی جان چھڑا دے گا
ہرچہ او خواہد ہماں یابی یقیں	یا وہ کم رو خدمت او برگزیں
جو وہ چاہے گا وہ یقینا تو حاصل کر لے گا	بیہودہ روی نہ کر، اس کا دربار منتخب کر لے
نے چو حاکم اوست گرد او مگرد	تا شوی نامہ سیا و روی زرد
نہ کہ چونکہ وہ حاکم ہے اس کے گرد چکر نہ کاٹ	تاکہ تو سیاہ اعمالنامہ والا، زرد چہرے والا بنے
چونکہ حاکم اوست اورا گیر و بس	غیر او را نیست حکم و دسترس
چونکہ حاکم وہی ہے اس کو پکڑ اور بس	اس کے غیر کے لئے حکم اور قدرت نہیں ہے
حق بود تاویل کاں گرمت کند	پرامید و چست و باشرمت کند
وہ تاویل صحیح ہے، جو تجھے سرگرم کر دے	تجھے پرامید اور چست اور باحیا بنا دے
ور کند سستت حقیقت ایں بداں	ہست تبدیل و نہ تاویلست آں
اور اگر تجھے سست بنائے، یہ حقیقت سمجھ لے	وہ تحریف ہے، تاویل نہیں ہے
ایں برائے گرم کردن آمدست	تا بگیرد ناامیداں را دو دست
یہ سرگرم کرنے کے لئے آیا ہے	تاکہ وہ مایوسوں کی دستگیری کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

معنی قرآں ز قرآں پرس و بس	وز کسے کاتش زدست اندر ہوس
قرآن کے معانی قرآن سے دریافت کر اور بس	اور اس شخص سے جس نے ہوس کو پھونک دیا ہے
پیش قرآں گشت قربانے و پست	تا کہ عین روح او قرآں شدہ است
جو قرآن کے سامنے قربان اور فرمانبردار بن گیا ہو	حتیٰ کہ اس کی روح بعینہ قرآن بن گئی ہو
روغنے کو شد فدائے گل بکل	خواہ روغن بوئے کن خواہی تو گل
جو تیل پھول پر بالکل فدا ہو گیا ہے	(اب) تو خواہ تیل کو سونگھ لے یا پھول کو
گر نمیدانی بجو تاویل آں	تا بتابد بر دلت آں را عیاں
اگر تو نہیں سمجھتا ہے تو اس کا مصداق تلاش کرلے	تاکہ تیرے دل پر اس کا ظاہر چمک اٹھے

ہمچنیں قد جف القلم و کتب ان لایستوی الطاعة والمعصیة ولایستوی الامانة والسرقة' جف القلم ان لا یستوی الشکر و الکفران' جف القلم ان اللہ لایضیع اجر المحسنین

اور اسی طرح اس کی تاویل ہے کہ قلم (تقدیر) خشک ہو چکا ہے اور اس نے لکھدیا ہے کہ اطاعت اور نافرمانی برابر نہیں ہے اور نہ امانت اور چوری یکساں ہے قلم خشک ہو گیا ہے کہ شکر اور کفر برابر نہیں ہے قلم خشک ہو گیا ہے بیشک اللہ نیکوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے

ہمچنیں تاویل قد جف القلم	بہر تحریض ست بر شغل اہم
اسی طرح بیشک قلم خشک ہو گیا ہے کی تاویل	اہم کام کی مشغولیت پر برانگیختہ کرنے کے لئے ہے
پس قلم بنوشت کہ ہر کار را	لائق آں ہست تاثیر و جزا
قلم نے لکھ دیا کہ ہر کام کی	تاثیر اور جزاء اس کے مناسب ہے
کژ روی جف القلم کژ آیدت	راستی آری سعادت زایدت
تو ٹیڑھا چلے گا تجھ میں کجی آئے گی (لکھ کر) قلم خشک ہو گیا ہے	تو سیدھا پن اختیار کرے گا تیرے لئے نیک بختی پیدا ہو گی
ظلم آری مدبری جف القلم	عدل آری برخوری جف القلم
تو ظلم کرے گا تو تو بدبخت ہے (لکھ کر) قلم خشک ہو گیا ہے	تو انصاف کرے گا پھل کھائے گا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے
چوں بدزدد دست شد جف القلم	خوردہ بادہ مست شد جف القلم
جب چوری کرے گا ہاتھ کٹا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے	شراب پی کر مست ہو گیا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو روا داری روا باشد کہ حق	ہمچو معزول آید از حکم سبق
تو جائز سمجھتا ہے' مناسب ہوگا کہ اللہ (تعالیٰ) ازلی حکم کی	وجہ سے معزول کی طرح ہو جائے
کہ زدست من بروں رفت ست کار	پیش من چندیں میا چندیں مزار
کہ معاملہ میرے قابو سے باہر ہو گیا ہے	میرے سامنے اتنا نہ آ' اتنی عاجزی نہ کر
بلکہ معنیٰ آں بود جف القلم	نیست یکساں پیش من عدل و ستم
بلکہ معنی یہ ہیں کہ قلم (لکھ کر) خشک ہوگیا ہے	میرے سامنے انصاف اور ظلم یکساں نہیں ہیں
فرق بنہادم میان خیر و شر	فرق بنہادم زبد ہم از بتر
میں نے خیر و شر میں فرق رکھا ہے	میں نے برے اور بدتر میں فرق رکھا ہے
ذرۂ گر در تو افزاید ادب	باشد از یارت بداند فضل رب
اگر تجھ میں ادب کی ایک ذرہ بھر زیادتی	ہو' دوست سے خدا کا فضل جانتا ہے
قدر آں ذرہ ترا افزوں دہد	ذرہ چوں کوہے قدم بیروں نہد
اس ذرے کی بقدر تجھے زیادہ دے گا	(وہ) ذرہ پہاڑ کی طرح رونما ہو گا
پادشاہے کہ بہ پیش تخت او	فرق نبود از امین و ظلم جو
وہ بادشاہ کہ اس کے تخت کے روبرو	امانت دار اور ظالم میں فرق نہ ہو
آنکہ می لرزد زبیم رد او	وانکہ طعنہ میزند بر جد او
وہ شخص جو اس کے جواب سے لرز رہا ہو	اور وہ شخص جو اس کی بڑائی پر طعنہ زن ہو
فرق نبود ہر دو یک باشد برش	شاہ نبود خاک تیرہ بر سرش
وہ دونوں میں فرق نہ کرے اس کے نزدیک دونوں یکساں ہوں	وہ بادشاہ نہ ہو گا اس کے سر پر کالی مٹی ہو
ذرۂ گر جہد تو افزوں شود	در ترازوئے خدا موزوں شود
اگر تیری کوشش میں ایک ذرہ بڑھے	وہ خدا کی ترازو میں تولا جائے گا
پیش ایں شاہاں ہمارہ جانکنی	بیخبر ایشاں زغدر و روشنی
ان بادشاہوں کے سامنے تو ہمیشہ مصیبت بھرتا ہے	وہ غداری اور نور (قلب) سے غافل ہیں
گفت غمازے کہ بدگوید ترا	ضائع آرد خدمت را سالہا
اس چغلخور کی بات جو تجھے برا کہتا ہے	وہ تیری سالوں کی خدمت کو ضائع کرا دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش شاہے کو سمیع ست و بصیر	گفت غمازاں نباشد جائے گیر
اس بادشاہ کے سامنے جو کہ سمیع و بصیر ہے	چغلخوروں کی بات نہیں ٹھہرتی ہے
جملہ غمازاں ازو آیس شوند	سوئے ما آیند و افزایند بند
سب چغلخور اس سے مایوس ہو جاتے ہیں	ہمارے پاس آتے ہیں اور رکاوٹ میں اضافہ کرتے ہیں
بس جفا گویند شہ را پیش ما	کہ برو جف القلم کم کن وفا
اللہ (تعالیٰ) کا ہم سے بہت ظلم بیان کرتے ہیں	کہ جا قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے وفاداری نہ کر
معنی جف القلم کے آں بود	کہ جفا ہا باوفا یکساں بود
قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنیٰ کب ہو سکتے ہیں؟	کہ ظلم وفاداری کے برابر ہوتا ہے
بل جفارا ہم جفا جف القلم	واں وفا را ہم وفا جف القلم
بلکہ ظلم کے لئے (بدلہ) ظلم ہے قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے	اور وفا کے لئے (بدلہ) وفا ہے قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا ہے
عفو باشد لیک کوفر امید	کہ بود بندہ ز تقویٰ رو سپید
معافی ہو گی لیکن امید کی وہ شان و شوکت کہاں؟	کہ بندہ پرہیز گاری کی وجہ سے سرخرو ہو
وزد را گر عفو باشد جاں برد	کے وزیر و خازن مخزن شود
چور کو اگر معاف کیا جاتا ہے تو جان بچا لیتا ہے	وزیر اور خزانہ کا خزانچی کب بنتا ہے؟
اے امین الدین ربانی بیا	کز امانت رست ہر تاج و لوا
اے امین الدینؒ اللہ والے! آ جا	کیونکہ امانت کی وجہ سے تاج اور جھنڈا رونما ہوا ہے
پور سلطاں گر برو خائن شود	آں سرش از تن بداں بائن شود
شہزادہ اگر بادشاہ کا خائن بن جائے	اس کی وجہ سے اس کا سر تن سے جدا ہو جائے
ورغلامے ہندوے آرد وفا	دولت او را میزند طال بقا
اگر ہندوستانی غلام وفا برتے	نصیبہ اس کے لئے زندہ باد کا اعلان کر دے
چہ غلام ار بردرے سگ باوفاست	در دل سالار او را صد رضاست
غلام کیا؟ اگر دروازے پر کتا وفادار ہے	آقا کے دل میں اس کی جانب سے سینکڑوں رضامندیاں ہیں
زیں چو سگ را بوسہ بر پوزش دہد	گر بود شیرے چہ پیروزش کند
اس (وفا) کی وجہ سے جب کتے کی تھوڑی چومتا ہے	اگر وہ شیر ہو تو اس کو کس قدر کامیابی عنایت کریگا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

جز مگر دزدے کہ خدمتہا کند	صدق او بیخ جفا را برکند
سوائے اس چور کے جو خدمتیں کرے	اس کی سچائی ظلم کی جڑ اکھاڑ دے
چوں فضیلؒ رہزنے کوراست باخت	زاں کہ دہ مردہ بسوئے تو بتاخت
جیسا کہ ڈاکو (حضرت) فضیلؒ جنہوں نے سچائی کی بازی لگائی	کیونکہ دس انسانوں کی طاقت سے تیری جانب دوڑے
وانچناں کہ ساحراں فرعون را	روسیہ کردند از صبر و وفا
اور جس طرح کہ جادوگروں نے فرعون کا	منہ کالا کر دیا صبر اور وفاداری سے
دست و پا دادند در جرم وقود	آں بصد سالہ عبادت کے شود
قصور اور بدلے میں ہاتھ پاؤں دے دیئے	وہ سو سال کی عبادت سے کب ہوتا ہے؟
تو کہ پنجہ سال خدمت کردۂ	کے چنیں صدقے بدست آوردۂ
تو جس نے پچاس سال عبادت کی ہے	ایسی سچائی کب حاصل کی ہے؟

حکایت آں درویش کہ در ہرات غلامان عمید خراسانی را آراستہ دید براسپان تازی باقباہائے زربفت وکلاہ ہائے مغرق وغیرہ آں پرسید کہ اینہا کدام امیرانند وچہ شاہانند گفتند اورا کہ اینہا امیراں نیستند اینہا غلامان عمید خراسان اندروبآسمان کرد کہ اے خداوند غلام پروردن از عمید بیاموز آنجا مستوفی را عمید گویند

اس فقیر کی حکایت جس نے عمید خراسانی کے غلاموں کو ہرات میں دیکھا بنا ٹھنا عربی گھوڑوں پر زربفت کی قبائیں پہنے ہوئے اور (کڑھائی سے) ڈھپی ہوئی ٹوپیاں اوڑھے ہوئے اس نے پوچھا یہ کونسے سردار ہیں؟ اور کیسے بادشاہ ہیں؟ لوگوں نے اس سے کہا کہ یہ سردار نہیں ہیں' یہ عمید خراسانی کے غلام ہیں اس نے آسمان کی طرف منہ کیا کہ اے اللہ تعالیٰ غلاموں کو پرورش کرنا عمید سے سیکھ لے وہاں وزیراعظم کو عمید کہتے ہیں

آں یکے گستاخ رو اندر ہرے	چوں بدیدے او غلام مہترے
ایک منہ پھٹ نے ہرات میں	جب اس نے ایک سردار کے غلام کو دیکھا
جامۂ اطلس کمر زریں رواں	روئے کردے سوئے قبلہ آسماں
اطلس کا لباس سونے کی پٹی (پہنے ہوئے) جا رہا ہے	اس نے آسمان کی جانب منہ کیا
کاے خدا! زیں خواجہ صاحب منن	چوں نیاموزی تو بندہ داشتن
کہ اے خدا! اس احسانوں والے آقا سے	تو غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھ لیتا

بندہ پروردن بیاموز اے خدا	زیں رئیس و اختیار شہر ما
اے خدا! بندہ پروری سیکھ لے	ہمارے شہر کے اس رئیس اور برگزیدہ سے
بود محتاج و برہنہ بینوا	در زمستاں لرز لرزاں از ہوا
وہ محتاج اور ننگا بے سروسامان تھا	جاڑے میں ہوا سے کانپ رہا تھا
انبساطے کرد آں از خود بری	جرأتے بنمود او از کمترے
اس بے خود نے بے تکلفی برتی	اور بھکو پن سے اس نے جرأت کی
اعتمادش بر ہزاراں موہبت	کہ ندیم حق شد اہل معرفت
ہزاروں بخششوں پر اس کو بھروسہ (تھا)	کیونکہ معرفت والا اللہ (تعالیٰ) کا مصاحب ہوتا ہے
گر ندیمے شاہ گستاخی کند	تو مکن چوں تو نداری آں سند
اگر بادشاہ کا مصاحب گستاخی کرے	تو نہ کرنا کیونکہ تو وہ سہارا نہیں رکھتا ہے
حق میاں داد و میاں بہ از کمر	گر کسے تاجے دہد او داد سر
اللہ (تعالیٰ) نے کمر عطا کی اور کمر پٹی سے بہتر ہے	اگر کوئی تاج دیتا ہے تو اس نے سر دیا ہے
تا یکے روزے کہ شاں آں خواجہ را	متہم کرد و بہ بستش دست و پا
یہاں تک کہ ایک دن بادشاہ نے اس سردار پر	تہمت لگا دی اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے
آں غلاماں را شکنجہ می نمود	کہ دفینہ خواجہ بنمائید زود
ان غلاموں کو سزا دی	کہ آقا کا خزانہ جلد دکھاؤ
سر او با من بگوئید اے خساں	ورنہ برم از شما حلق و لساں
اے کمینو! اس کا راز مجھے بتا دو	ورنہ میں تمہارا حلق اور زبان کاٹ ڈالوں گا
مدت یک ماہ شاں تعذیب کرد	روز و شب اشکنجہ و افشار و درد
ایک مہینہ تک ان کو ستایا	دن رات شکنجہ اور دباؤ اور تکلیف تھی
پارہ پارہ کرد شاں و یک غلام	راز خواجہ وا نگفت از اہتمام
ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور غلام نے (بھی)	ہمت کر کے آقا کا راز نہ کھولا
گفتش اندر خواب ہاتف کے کیا	بندہ بودن ہم بیاموز و بیا
غیبی آواز نے اس سے خواب میں کہا کہ اے سردار!	غلام بننا بھی سیکھ لے اور آ جا

www.besturdubooks.wordpress.com

اے دریدہ پوستین یوسفاں	گر بدرد گرگت آں از خویش داں
اے یوسفوں کی پوستین پھاڑنے والے!	اگر تجھے بھیڑیا پھاڑے تو وہ اپنے سبب سے سمجھ
زانکہ می بافی ہمہ سالہ بپوش	زانکہ می کاری ہمہ سالہ بنوش
کیونکہ جو تو سارے سال بنتا ہے' وہ پہن	تو جو سارے سال بوتا ہے' وہ کھا
فعل تست ایں غصہائے دمبدم	ایں بود معنی قد جف القلم
یہ ہر وقت کے رنج' تیرا کارنامہ ہے	قلم (لکھ کر) خشک ہو گیا کے یہ معنی ہیں
کہ نگردد سنت ما از رشد	نیک را نیکی بود بد راست بد
کیونکہ ہماری سنت بھلائی سے منحرف نہیں ہوتی ہے	نیک کے لئے نیکی ہوتی ہے' برے کے لئے برائی ہے
کار کن ہیں کہ سلیماں زندہ است	تا تو دیوی تیغ او برندہ است
کام میں لگا رہ' کیونکہ سلیمان زندہ ہے	جب تک تو دیو ہے اس کی تلوار کاٹ کرنے والی ہے
چوں فرشتہ گشت از تیغ ایمن ست	از سلیماں فارغ واز خوف رست
جب فرشتہ بن گیا' تلوار سے محفوظ ہے	سلیمان سے فارغ اور ڈر سے نجات پا گیا ہے
از سلیماں ہیچ او را خوف نیست	دشمنے دیوست واز وے ایمنے ست
سلیمان سے اسے کوئی ڈر نہیں ہے	کیونکہ وہ دیو کا دشمن ہے اور اس سے (فرشتہ کو) امن حاصل ہے
حکم او بر دیو باشد نے ملک	رنج در خاکست نے فوق فلک
(سزا کا) حکم دیو پر لگتا ہے' نہ کہ فرشتہ پر	تکلیف زمین پر ہے' نہ کہ آسمان پر
ترک کن ایں جبر را کہ بس تہیست	تا بدانی سر سر جبر چیست
اس جبر (کے عقیدے) کو چھوڑ کیونکہ خالی (ڈھول) ہے	تاکہ تو سمجھ جائے کہ جبر کے راز کا راز کیا ہے؟
ترک کن ایں جبر جمع منبلاں	تا خبر یابی ازاں جبر چو جاں
کاہلوں کی جماعت کے جبر کو چھوڑ دے	تاکہ تجھے اس جبر کا پتہ لگ جائے جو جان جیسا ہے
ترک معشوقی کن و کن عاشقی	اے گماں بردہ کہ خوب و فائقی
معشوقی چھوڑ اور عاشقی کر	اے وہ شخص جس نے گمان کر لیا ہے کہ تو حسین اور بڑھا ہوا ہے
اے کہ در معنی زشب خامش تری	گفت خود را چند جوئی مشتری
اے وہ کہ معانی میں رات سے بھی زیادہ خاموش ہے	اپنی گفتگو کا خریدار کب تک تلاش کرے گا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

سر بجبانند پیشت بہر تو	رفت در سودائے ایشاں دہر تو
تیرے سامنے تیری خاطر سے وہ جھومتے ہیں	ان کے شوق میں تیری عمر برباد ہو گئی
تو مرا گوئی حسد اندر میچ	چہ حسد آرد کسے بر فوت ہیچ
تو مجھ سے کہتا ہے کہ حسد کرنے میں نہ لگ	نا چیز کے فوت ہو جانے پر کوئی کیا حسد کرے؟
ہست تعلیم خساں اے بارسوخ	ہمچو نقش خوب کردن بر کلوخ
اے بارسوخ! کمینوں کو تعلیم دینا	ڈھیلے پر اچھے نقش بنانا ہے
خویش را تعلیم کن عشق و نظر	کاں بود کالنقش فی جرم الحجر
اپنے آپ کو عشق اور نظر کی تعلیم دے	کیونکہ وہ پتھر کی لکیر کی طرح ہے
نفس تو باتست شاکر در وفا	غیر، فانی شد کجا جوئی کجا
تیرا نفس وفاداری میں تیرا شکر گزار ہے	غیر، فنا ہو گیا کہاں ڈھونڈتا ہے کہاں؟
تا کنی مر غیر را جبر و سنی	خویش را بد خو و خالی میکنی
جب تک تو دوسرے کو بڑا عالم اور اونچا بناتا رہے گا	اپنے آپ کو بدعادت اور خالی کرتا رہے گا
متصل چوں شد دلت باآں عدن	ہیں بگو مہراس از خالی شدن
جب تیرا دل عدن سے وابستہ ہو گیا	ہاں کہتا رہ، خالی ہونے سے ہراساں نہ ہو
امر قل زیں آمدش کاے راستیں	کم نخواہد شد بگو دریاست ایں
قل کا حکم ان کو اسی لئے آیا کہ اے راست رو!	کہئے کم نہ ہو گا، یہ دریا ہے
انصتوا یعنی کہ آبت را بلاغ	ہیں تلف کم کن کہ لب خشک ست باغ
"تم خاموشی سے سنو" یعنی کہ اپنے پانی کو لغو باتوں سے	خبردار! جاہ نہ کر، کیونکہ باغ پیاسا ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے پدر	ایں سخن را ترک کن پایاں نگر
اے بابا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	اس بات کو چھوڑ، انجام پر نظر کر
غیرتم آید کہ پیشت بیستند	برتوی خندند و عاشق نیستند
مجھے شرم آتی ہے کہ تیرے سامنے کھڑے ہوتے ہیں	تیری ہنسی اڑاتے ہیں اور وہ عاشق نہیں ہیں
عاشقانت درپس پردہ کرم	بہر تو نعرہ زناں بیں دمبدم
تیرے عاشق کرم کے پس پردہ	(ان کو) تو لحظہ بہ لحظہ اپنے لئے نعرے لگاتے ہوئے دیکھ لے

www.besturdubooks.wordpress.com

عاشق آں عاشقان غیب باش	عاشقان پنج روزہ کم تراش
تو ان غیب کے عاشقوں کا عاشق بن	چند روزہ عاشق نہ بنا
کہ بخوردندت زخدعہ و جذبۂ	سالہا زیشاں ندیدی حبۂ
دھوکے اور کشش سے انہوں نے تجھے کھایا	سالوں تو نے ان کی جانب سے ایک رتی نہ دیکھی
چند ہنگامہ نہی بر راہ عام	کام جستی برنیامد ہیچ کام
عام راستہ پر تو کب تک مجمع لگائے گا؟	تو نے مقصد کی تلاش کی کوئی مقصد پورا نہ ہوا
وقت صحت جملہ یارند و حریف	وقت درد و غم بجز حق کو الیف
تندرستی میں سب دوست اور ساتھی ہیں	درد و غم کے وقت سوائے خدا کے کون دوست ہے؟
وقت درد چشم و دنداں ہیچکس	دست تو گیرد بجز فریاد رس
دانتوں اور آنکھ کے درد کے وقت کوئی شخص	تیری دستگیری کرتا ہے؟ سوائے خدا کے
پس ہماں درد و مرض رایاد دار	چوں ایاز از پوستیں گیر اعتبار
تو اسی درد اور مرض کو یاد رکھ	ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کر
پوستیں آں حالت درد تو است	کہ گرفتہ است آں ایاز آنرا بدست
پوستین تیرے درد کی حالت ہے	جو اس ایاز نے ہاتھ سے پکڑی ہے

شرح حبیبی

مومن نے جواب دیا کہ اے معتقد جبر کافر اب تو میری گفتگو سن تو نے اپنی تو کہہ لی اب میں اس کا جواب دیتا ہوں اور اے شطرنج باز تو نے اپنی چال تو چل لی اب تو اپنے حریف کی لمبی چوڑی چال دیکھ اور تو نے اپنا معذرت نامہ تو پڑھ لیا اب تو ایک سنی کا جواب نامہ پڑھ اور اس عقیدہ کو چھوڑ اس میں کیا الجھ کر رہ گیا ہے۔ تو نے باب قضا میں جبریانہ گفتگو کی اب مجھ سے اس کی حقیقت سن۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہم کو فی الجملہ اختیار حاصل ہے اور یہ ایک امر محسوس اور بدیہی بات ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ تم حس وبداہت کا انکار نہیں کر سکتے پس تم اپنے اختیار کو دیکھو اور جبری نہ بنو تم نے اس عقیدہ میں صراط مستقیم کو چھوڑ دیا ہے۔ پس تم صراط مستقیم پر آؤ اور ٹیڑھے نہ چلو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ آدمی مکلف ہے اور اس کا مکلف ہونا اس کے اختیار کی واضح دلیل ہے کیونکہ پتھر کو کوئی نہیں کہتا کہ آ اور ڈھیلے سے کوئی وفاداری کا طالب نہیں ہوتا۔ کیونکہ ان میں ان امور کی قدرت ہی نہیں ہے۔

علیٰ ہذا آدمی کو اڑنے کا حکم کوئی نہیں دیتا کیونکہ اس میں اڑنے کی قدرت ہی نہیں ہے یا یوں سمجھو کہ اندھے

www.besturdubooks.wordpress.com

سے کوئی نہیں کہتا کہ تو مجھے دیکھ وجہ اس کی یہی ہے کہ وہ عاجز ہے حق سبحانہ نے اسے جہاد سے مستثنیٰ کر دیا ہے کہ لیس علی الاعمیٰ حرج اور کرنا بھی چاہئے کیونکہ حق سبحانہ تو اپنے بندوں کو فراخی عطا فرماتے ہیں وہ کسی پر تنگی کیوں رکھیں گے اور سنو پتھر سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ تو دیر میں آیا یا یوں کہو کہ لکڑی سے کوئی یہ نہیں کہتا کہ اے لکڑی تو میرے کیوں لگی۔ غرض کہ مجبور سے اس قسم کے سوالات کوئی نہیں کرتا اور نہ کوئی معذور کو مارتا ہے بلکہ امر اور نہی یا اکرام اور عتاب صرف صاحب اختیار کے لئے ہوتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہم کو فی الجملہ اختیار ہے اور ہم ظلم وستم وغیرہ اپنے اختیار سے کرتے ہیں اور میں نے جو کہا ہے کہ نفس وشیطان تجھے کفر اور بت خانہ کی طرف کھینچتے ہیں اس کا یہی مطلب تھا کہ تم امور کو اپنے اختیار سے کرتے ہو۔ مگر یہ تمہارے معین ہوتے ہیں۔

توضیح اس کی یہ ہے کہ تم کو اختیار حاصل ہے مگر وہ ساکن ہوتا ہے اور جب تک وہ کسی یوسف کو نہیں دیکھتا اس وقت تک اپنے ہاتھ کو زخمی نہیں کرتا۔ مطلب یہ ہے کہ اختیار اور داعیہ معصیت نفس میں ساکن ہوتا ہے مگر جب وہ کسی مطلوب کو دیکھتا ہے اس وقت وہ ہر پردے پھاڑ کر اس کو لپٹتا ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے کتا جس وقت سوتا ہوتا ہے اس وقت اس کا اختیار مخفی ہوتا ہے مگر جب کہ وہ اوجڑی کو دیکھتا ہے تو اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ دم ہلاتا ہے یا یوں سمجھو کہ گھوڑا سکون کی حالت میں کھڑا ہوتا ہے اور اس وقت اس کا اختیار مستور ہوتا ہے مگر جس وقت وہ جو دیکھتا ہے اس وقت اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ ہنہناتا ہے۔

یا یوں سمجھو کہ بلی خاموش ہوتی ہے مگر جس وقت وہ گوشت کو دیکھتی ہے اس وقت اس کے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور وہ میاؤں میاؤں کرتی ہے۔ پس ان مثالوں سے ثابت ہو گیا کہ کسی مطلوب کو دیکھنا اختیار کو حرکت میں لاتا ہے جیسے آگ کہ جس وقت اس میں پھونک ماری جاتی ہے اس وقت اس سے شعلے اٹھتے ہیں جبکہ یہ تمہیدی مضمون معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ جس وقت ابلیس دلال منکر تمہارے پاس کسی مطلوب کا پیغام لاتا ہے اس وقت تمہارے اختیار کو حرکت ہوتی ہے اور جبکہ وہ کسی مطلوب کو کسی عباد کے سامنے پیش کرتا ہے اس وقت اس کا سویا ہوا اختیار شور وشر کرتا ہے مگر برخلاف شیطان کے فرشتے اس کے سامنے اچھے مطلوبات پیش کرتے ہیں اور اس کے دل میں شورش پیدا کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمہارے اختیار خیر کو حرکت ہوتی ہے۔ شیطان اور فرشتوں کے مطلوبات خیر وشر کو پیش کرنے کی ضرورت ہوتی ہے کہ اس کو جگایا جائے تاکہ معنی امتحان متحقق ہوں۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ شیطان اور فرشتے ہر دو فریق مطالب خیر وشر کو برگہائی اختیار کو جنبش دینے کے لئے پیش کرتے ہیں اور الہامہائے ملائک اور وساوس شیاطین سے آدمی کا اختیار خیر وشر ظہور میں، بہت کچھ بڑھ جاتا ہے۔ اسی لئے حکم ہے کہ تحلیل نماز یعنی ختم نماز کے وقت فرشتوں کو سلام کرو جس کے معنی یہ ہیں کہ تمہارے الہام اور دعوت الی اللہ فرشتے سے تیرا نماز کا اختیار جاری ہو گیا پھر جبکہ تم سے کوئی معصیت صادر ہوتی ہے تو تم شیطان پر لعنت کرتے ہو کیونکہ تم پر گناہ بار لاد کر تمہاری کمر اسی نے جھکائی ہے لیکن یہ خفیہ مقاصد کو پیش کرنے والے پردۂ غیب میں رہ کر مقاصد کو پیش کرتے ہیں اور تم کو نظر نہیں آتے مگر جس وقت پردۂ غیب آگے سے اٹھ جائے گا اور قیامت میں مخفیات کا ظہور ہو گا اس وقت تم اپنے دلالوں کے منہ دیکھو گے اور اس کی باتوں سے پہچان لو گے کہ پردہ میں باتیں کرنے والے فی الحقیقت یہی تھے کیونکہ شیطان کہے گا کہ اے

www.besturdubooks.wordpress.com

پابند نفس وجسم میں نے برائیوں کو صرف تیرے سامنے پیش کیا تھا میں نے تجھے مجبور نہ کیا تھا۔ فلا تلوموني ولوموا انفسکم اور فرشتے کہیں گے کہ ہم نے تو تجھ سے کہہ دیا تھا کہ اس کام کو نہ کر۔ گو اس وقت تجھے خوشی ہوگی۔ مگر آخر میں اس سے تیرا غم بڑھے گا۔ اچھا بتلا کہ کیا فلاں دن ہم نے تجھ سے نہیں کہا تھا کہ جنت کا راستہ یہ ہے تو ہمارا کہنا مان۔ ہم تیرے جانی دوست اور تیری روح کو بڑھانے والے اور تیرے جدامجد کو سجدہ کرنے والے اور آپ کے مخلص ہیں اور جس طرح ہم ہمیشہ سے اس خاندان کے خادم ہیں یوں ہی اب بھی خدمت کرتے ہیں اور نیک مشورہ دے کر تجھے مخدومی کی طرف بلاتے ہیں اور یہ جماعت جو تجھے برائیوں کی ترغیب دیتی ہے یہ تیرے جدامجد کی دشمن اور ان کے سجدہ سے انکار کرنے والی ہے مگر تو نے ان کی بات مانی اور ہماری نہ مانی اور ہماری خدمات کا حق نہ پہچانا۔ اب تو تقریر اور لہجہ سے ہم کو اور ان کو پہچان لے کہ ہم وہی ہیں یا نہیں جو تجھے بھلائیوں کی ترغیب دیتے تھے اور یہ جماعت وہی ہے یا نہیں جو تجھے برائیوں کی طرف بلاتی تھی آواز اور لہجہ سے پہچاننا کوئی بڑی بات نہیں۔

دیکھو جب تم رات کے وقت کسی دوست کا تفرع سنتے ہو تو جب وہ صبح کو بولتا ہے تو تم جان لیتے ہو کہ یہ وہی ہے جو رات کو گڑگڑا رہا تھا۔ علیٰ ہذا اگر رات کو دو شخص کوئی خبر لادیں تم صبح کے وقت گفتگو سے دونوں کو پہچان سکتے ہو اور سمجھ سکتے ہو کہ یہ وہی ہے جس نے رات یہ بات کہی تھی اور یہ وہ جس نے یہ کہا تھا علیٰ ہذا رات کے وقت شیر اور کتے کی آواز آتی ہے اور اندھیرے کے سبب صورت دونوں کی غیر محسوس ہوتی ہے مگر جس وقت صبح ہوتی ہے اور دونوں پھر بولتے ہیں تو تم دونوں کو آواز سے پہچان لیتے ہو۔ پس اسی طرح آواز سے فرشتے اور شیاطین بھی پہچانے جائیں گے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شیاطین اور ملائک جو مطالب خیر وشر کو پیش کرتے ہیں وہ اختیار کو حرکت دے کر اس کی تکمیل کرتے ہیں اس لئے میں نے تیرے افعال کو ان کی نسبت کر دیا تھا اور کہا تھا کہ نفس وشیطان تجھے کفر اور بت خانے کی طرف لے جاتے ہیں۔

غرضکہ ہم کو اختیار حاصل ہے جو کہ ایک عرصہ تک غیر محسوس ہوتا ہے مگر جبکہ آدمی کو دو مطلوب نظر آتے ہیں تو وہ اختیار ظہور اور اثر میں پڑھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ استاد بچوں کو مارتے ہیں تاکہ ان کے اختیار کو حرکت ہو اور پتھر کو سزا نہیں دیتے۔ اچھا بتلاؤ کیا تم پتھر سے کہتے ہو کہ کل آنا ورنہ میں تجھے سزا دوں گا۔ یا کوئی عاقل ڈھیلے کو مارتا ہے یا پتھر پر غصہ ہوتا ہے ہرگز نہیں۔ برخلاف آدمیوں کے کہ ان کو مکلف بھی بنایا جاتا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں ان کو سزا بھی دی جاتی ہے اور ان پر عتاب بھی کیا جاتا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آدمی کی حالت جمادات کے خلاف ہے اور وہ جمادات کی طرح مجبور نہیں ہے۔ پس تو اعتقاد جبر کو چھوڑ کیونکہ گو انکار تقدیر بھی برا اعتقاد ہے مگر جبر اس سے بھی زیادہ ذلیل عقیدہ ہے۔ کیونکہ جبری اپنے مشاہدہ کا انکار کرتا ہے۔ برخلاف قدری کے کہ وہ امر حسی کا انکار نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ افعال کو مخلوق عباد کہہ کر فعل حق کا انکار کرتا ہے اور فعل حق امر محسوس نہیں ہے۔ پس جو شخص فعل حق کا انکار کرتا ہے وہ کسی امر حسی کا انکار نہیں کرتا۔ بلکہ ایک ایسے امر کا انکار کرتا ہے جو برہان ودلیل عقلی سے ثابت ہے اس لئے ان دونوں کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص کو دھواں دکھلائی دیتا ہے اور آگ اس کی نظر سے مخفی ہو یا روشنی دکھلائی دیتی ہو اور شمع اس کی نظر سے اوجھل ہو اور وہ شخص کہے کہ دھواں تو

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے مگر آگ نہیں۔ یا نور تو ہے مگر شمع نہیں اور دوسرا آگ کو مشخص اور معین دیکھ رہا ہے اور اس کے وجود سے انکار کرتا ہے اس کا کپڑا جل رہا ہے اور کہتا ہے کہ آگ ہے ہی نہیں اور اس کا کپڑا جل رہا ہے اور کہتا ہے کہ نار ہے ہی نہیں اس سے ثابت ہوا کہ دعویٰ جبری فی الحقیقت انکار حساب ہے اس سے لازم آیا کہ جبری دہری سے بھی بدتر ہو کیونکہ دہری کہتا ہے کہ عالم ہے مگر اس کا خالق اور اس میں تصرف کوئی نہیں اور اس لئے وہ گویا کہ ایسے دعا کرتا ہے جس کو کوئی قبول کرنے والا نہیں مگر جبری کہتا ہے کہ خود جہان ہی کوئی چیز نہیں۔ پس یہ شخص سوفسطائی یعنی منکر بدیہیات اور مبتلائے ضلال ہے کیونکہ تمام عالم باب اختیار میں امر و نہی یعنی یہ لاؤ وہ نہ لاؤ وغیرہ کا اقرار کرتا اور جائز کہتا ہے مگر جبری کہتا ہے کہ امر و نہی کوئی چیز نہیں اور کسی کو کچھ اختیار نہیں لہذا یہ سب غلط ہیں۔ خیر انسان تو بڑی چیز ہے ہم کہتے ہیں کہ محسوسات تو حیوانات کو بھی اعتراف ہے۔ ہاں ادراک دلیل دقیق ہے اس لئے حیوانات کو دلائل کا احساس نہیں ہو سکتا۔ پس جبری جو کہ منکر اختیار محسوس ہے جانور سے بھی بدتر ہے۔ پس حاصل یہ ہے کہ ہم کو اختیار حاصل ہے اور وہ ایک امر محسوس ہے لہذا اس کی بناء پر مکلف بنانا بالکل درست ہے۔

شاید کوئی کہے کہ حس اختیار کو محسوس کیونکر کہا جاتا ہے آخر وہ کون سے حاسہ سے محسوس ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اختیار حقیقۃً حسی نہیں ہے بلکہ مجازاً حسی ہے کیونکہ وہ ایک وجدانی اور ذوقی امر ہے اور وجدانیات و حسیات ہر دو ایک ہی فہرست میں داخل ہیں کیونکہ دونوں بدیہیات میں سے ہیں۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب ہم کہتے ہیں کہ چونکہ اختیار ایک بدیہی امر ہے لہذا اس کی بناء پر حکم فعل و ترک اور امر و نہی وغیرہ واقعات مثلاً عتاب و تشریف وغیرہ بالکل ٹھیک اور عمدہ ہیں اور ان میں کسی قسم کا قبح اور کوئی برائی نہیں اور یہ ارادہ کہ میں کل یہ کروں گا اور وہ کروں گا یہ اختیار کی واضح دلیل ہے کیونکہ اگر اختیار ہی نہیں تو قصد و ارادہ چہ معنی دارد۔ نیز کسی برائی پر نادم ہونا یہ بھی اختیار کے وجود کی دلیل ہے کیونکہ یہ ذلہ اسی نے دکھائی ہے ورنہ فعل غیر اختیاری پر ندامت کیسے۔ نیز یہ امر کہ قرآن اوامر و نواہی سے پر ہے یہ بھی ثبوت اختیار کی دلیل ہے کیونکہ مجبور کو امر نہیں کیا جا سکتا۔ بھلا کسی نے دیکھا ہے کہ کوئی پتھر کو حکم بالمعنی الحقیقی کرتا ہو اور کوئی دانا کوئی عاقل ایسا کرتا ہے یا پتھر اور ڈھیلے پر غصہ کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ میں نے تم سے یہ کہا تھا اور وہ کہا تھا۔ ارے بے جانو اور عاجز و تم نے ایسا کیوں کیا۔ ہرگز نہیں بھلا کہیں عقل پتھروں اور لکڑیوں کو بھی حکم کرتی ہے اور چنگ نواز کہیں تصویر چنگ کو بھی بجاتا ہے۔ جو کہ بجنے کی قابلیت نہیں رکھتی یا کوئی کہتا ہے کہ اے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے غلام نیزہ اٹھا اور معرکہ جنگ میں چل۔ ہرگز نہیں پس جبکہ عام عقلا ایسا نہیں کرتے تو حق سبحانہ جو خالق نجوم و سما ہیں یہ احمقانہ امر و نہی کیسے کر سکتے ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ بندہ کو ضرور اختیار ہے جس کی بناء پر وہ مکلف ہے اور اس سے باز پرس ہوگی تم نے قدر کو چھوڑ کر جبر کو اختیار کیا اور اس طرح گویا کہ اپنے زعم میں ایک اچھی بات کی کہ الزام عجز کو کہ جو تمہارے زعم میں بنا بر اعتقاد قدر حق سبحانہ پر عائد ہوتا ہے اس سے دفع کیا مگر تم اعتقاد جبری سے اس سے بڑی بلا میں مبتلا ہو گئے۔ کیونکہ تم نے جہل و حماقت و سفہ کو اس کی نسبت کیا نیز اول اعتقاد قدر پر نسبت عجز الی اللہ لازم نہیں آتی کیونکہ اس کا حاصل یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خود خالق ہے اور صرف اتنی بات سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ مقدور حق نہ ہوں لیکن اگر ہم تھوڑی دیر کے لئے یہ بات مان لیں کہ واقع اس میں نسبت عجز بسوئے قادر مطلق ہے تب بھی معتقد قدر تم سے اچھے ہیں کیونکہ وہ اگر عجز کو اس کی طرف نسبت کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تو تم جہل وحماقت کو اس کی طرف نسبت کرتے ہو اور جہل عجز سے برا ہے کیونکہ عجز میں تخلی عن الفضائل ہے اور جہل میں تحلی بالرذائل۔ وبینھما بون بعید واسع وضح ذلک من امر الجماد العاجز والشیطان الجاھل شاید تمہیں تسلط شیطان سے عجز انسان کا شبہ ہو لہٰذا اس کا جواب یہ ہے کہ حق سبحانہ کو تمثیل کے لئے ایسا سمجھو جیسا ولہ المثل الاعلیٰ اور شیطان کو اس کا کتا۔ پس تسلط شیطان کی حالت ایسی ہے جیسے ترک اجنبی مہمان کو اپنی عنایت سے مطلع کر دے اور کہہ دے کہ میرے دروازہ پر تم نہ تو کتا لے کر آنا اور نہ گدڑی پہن کر آنا اور ادب کے ساتھ فلاں جانب سے میرے پاس آنا تاکہ میرا کتا تمہیں نہ کاٹ لے۔ مگر وہ مہمان جس طرح ترک نے کہا تھا اس کی خلاف صورت میں جائے اس کا لامحالہ یہ نتیجہ ہوگا کہ کتا اسے کاٹے گا اور وہ زخمی ہوگا۔ پس اسے یوں جانا چاہئے جیسے غلام جاتے ہیں تاکہ اس کا کتا حلیم اور شفیق ہو جائے لیکن جبکہ وہ اپنے ساتھ کتا یا لومڑی لے جائے گا تو لامحالہ ہر خیمہ سے ایک کتا بھڑے گا اور اسے صدمہ پہنچائے گا۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ گو حق سبحانہ نے شیطان کو مسلط کیا ہے مگر اس کے ساتھ اس سے بچنے کا طریق بھی بتا دیئے ہیں۔ پس اگر کوئی ان طریقوں سے کام نہ لے اور اس لئے وہ شیطان کے پنجہ میں پھنس جائے تو یہ خود اس کا قصور ہے جو کہ خود اس نے اپنے اختیار سے کیا ہے۔ پس تسلط شیطان سے بھی آدمی کا عاجز اور مجبور ہونا لازم نہ آیا۔ اچھا یہ تو بتاؤ اگر خدا کے سوا کسی کو کچھ اختیار نہیں تو پھر قصور واروں پر تمہیں غصہ کیوں آتا ہے اور دشمن پر تم دانت کیوں پیستے ہو اور اس کے افعال کو تم اس کا قصور اور جرم کیوں سمجھتے ہو۔ دیکھو اگر چھت میں سے کوئی کڑی ٹوٹ جائے اور تمہارے اوپر گر کر تمہیں سخت زخمی کر دے تو کیا تمہیں کڑی پر غصہ آئے گا اور تم اس کے دشمن ہو جائے گے اور یہ کہو گے کہ یہ مجھ پر کیوں گری اور اس نے میرا ہاتھ کیوں توڑا۔ یا پھر مجھ پر کیوں گری اور مجھے کیوں دبا دیا یہ میری دشمن جانی ہے اور اس نے قصداً میری جان لینے کا ارادہ کیا ہے تم ہرگز ایسا نہ کرو گے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جب آدمی ایسا ہی ہے جیسے کڑی تو تم اس کے دشمن ہوتے ہو۔ نیز ہم پوچھتے ہیں کہ جب آدمی مجبور ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم افعال ناشائستہ کی بناء پر بچوں کو مارتے ہو اور افعال حمیدہ کی بناء پر بزرگوں کو زدوکوب سے منزہ کرتے ہو اور دونوں میں فرق کیا ہے اور جو شخص تمہارا مال چرا لے اس کو کہتے ہو لینا پکڑنا اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالو اسے قید کر دو۔ وغیرہ وغیرہ اور جو تمہاری بی بی کے درپے ہوتا ہے اس پر بے حد و نہایت تم کو غصہ آتا ہے۔ لیکن اگر رو آ کر تمہارے تمام اسباب کو بہا لے جائے تو کیا اس پر بھی تمہیں غصہ آئے گا۔ یا اگر ہوا آئے اور تمہاری پگڑی اڑا لے جائے تو تمہارے دل میں ہوا کے اوپر غصہ نہیں آتا یہ امتیاز اور تفرقہ کیوں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ تمہارا غصہ خود اختیار کو ثابت کر رہا ہے تاکہ تم جبریانہ معذرت نہ کر سکو۔ اور خود اپنے افعال سے ملزم ہو جاؤ۔ اور سنو دیکھو اگر کوئی شخص اونٹ کو مارتا ہے تو اونٹ مارنے والے کے درپے ہوتا ہے اس کو لکڑی پر غصہ نہیں آتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ اختیار عبد کا اونٹ کو بھی احساس ہے۔ علیٰ ہذا اگر تم کتے کے ڈھیلا مارو تو وہ پلٹ کر تم پر حملہ کرے گا اور پتھر کو کچھ نہ کہے گا۔ لیکن اگر وہ کسی پتھر کو ہی پکڑے اور چبا لے تو اس کی وجہ بھی تمہارا غصہ ہے کیونکہ تم دور ہو اور اس لئے وہ تم پر قابو نہیں پاتا لہٰذا وہ پتھر کو چباتا ہے پس جبکہ عقول حیوانیہ کو بھی اختیار کا پتہ ہے تو اے عقل انسانی تجھے شرم کرنی چاہئے اور یہ نہ کہنا چاہئے کہ بندہ مجبور ہے۔ رہی یہ بات کہ جب اختیار اتنا واضح ہے تو پھر لوگ اس کے منکر کیوں ہیں سو اس کی وجہ یہ ہے کہ امر اختیار سفیدیٔ صبح کی طرح روشن ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لیکن قاعدہ ہے کہ سحری کی طمع سے کھانے والا روشنی سے آنکھ بند کر لیتا ہے اور چونکہ اسے روٹی کھانے کی پوری خواہش ہوتی ہے اس لئے اندھیرے کی طرف منہ کر کے کہتا ہے کہ ابھی تو رات ہے ابھی دن نہیں نکلا۔ پس جبکہ حرص خود آفتاب کو نظر سے مخفی کر دیتی ہے تو کیا عجب ہے اگر ہوائے نفس کی بنا پر وہ دلیل کی طرف سے منہ موڑ لے اور اس پر نظر نہ کرے۔

اچھا یہ حکایت سنو اور اس سے تم اپنے اختیار کو عالم امتحان میں محسوس کرو ایک چور نے کوتوال سے کہا کہ میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ بقضاء و بحکم الٰہی کیا ہے۔ کوتوال نے جواب دیا کہ میں جو کچھ کرتا ہوں وہ بھی حکم خدا ہی ہے۔ پس جبکہ تو اپنے کو چوری میں معذور سمجھتا ہے تو مجھے سزا میں معذور سمجھ یہ تو واقعہ تھا اس سے تم سمجھ سکتے ہو کہ بندہ مجبور نہیں ہے بلکہ مختار ہے کیونکہ چور کوتوال کو معذور نہ سمجھتا تھا۔ پس وہ خود ہی معذور نہ ہو گا اور اس کا اپنے کو معذور نہ سمجھنا کید نفس ہو گا اور سنو اگر کوئی شخص کسی دکان سے مولی اٹھا لے اور کہے کہ یہ بحکم خدا ہے اور میں معذور ہوں تو تم اس کے عذر کو قبول نہ کرو گے اور دو تین گھونسے اس کے سر میں لگاؤ گے اور کہو گے کہ اگر چوری حکم حق ہے تو یہ بھی حکم خدا ہے کہ یہیں رکھ دے۔ پس جبکہ ایک مولی کے بارے میں بقال کے نزدیک عذر جبر مقبول نہیں ہے تو بڑے غضب کی بات ہے کہ تم اس پوچ اور بیہودہ عذر کے بھروسہ پر سانپ اور بچھوؤں کے پاس جاتے ہو اور اپنے کو خطرہ میں مبتلا کرتے ہو۔ ارے بھولے نادان اگر تو ایسے عذروں سے لوگوں کے خون اور مال اور عورتوں کو اپنے لئے حلال کرے گا تو ہر شخص تیری مونچھیں اکھیڑے گا۔ اور یہی عذر کرے گا اور اپنے کو مجبور قرار دے گا اور کہے گا کہ اگر قضائے الٰہی تیرے لئے عذر ہے تو یہ عذر تو ہمیں بھی سکھا دے اور فتویٰ دے دے کہ جو کچھ میں کروں میں اس میں معذور ہوں کیونکہ میرے دل میں بہت سی آرزئیں اور خواہشات ہیں۔

پس تو عنایت کر اور مجھے بھی یہ عذر سکھا دے اور اس طرح میرے ہاتھ اور پاؤں سے گرہ کھول دے۔ اس کی اس بات کو تو ہرگز نہیں مان سکتا۔ پس معلوم ہوا کہ تیرا عذر جبر غلط ہے اور تو مختار ہے اور سنو تم ایک پیشہ اختیار کرتے ہو جن کے معنی یہ ہیں کہ میں اختیار اور غور و فکر رکھتا ہوں ورنہ بتلاؤ کہ تم نے اس پیشہ کو اور پیشوں کے درمیان میں سے کیوں انتخاب کیا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تم مختار ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ جب نفس اور خواہش کی نوبت آتی ہے تو بیس آدمیوں کا اختیار تمہارے اندر آ جاتا ہے۔ اور تم نہایت کوشش سے اس کام کو انجام دیتے ہو اور اگر کوئی نفع نفس تم سے ایک حبہ لے جاتا ہے تو جنگ کا اختیار تمہارے اندر پیدا ہو جاتا ہے لیکن جب انعامات الٰہیہ کے شکر کا موقع آتا ہے تو پھر تمہیں اختیار نہیں رہتا اور تم پتھر سے بھی زیادہ کم رتبہ ہو جاتے ہو لیکن یہ واضح رہے کہ دوزخ کو بھی تیرے لئے یقیناً یہی عذر ہو گا کہ تو معاصی کے لئے مجبور تھا۔ میں جلانے میں معذور ہوں پس تو جس طرح اپنے کو معذور سمجھتا تھا مجھے بھی معذور سمجھ کیونکہ جب یہاں کوئی تجھے اس دلیل کی بناء پر معذور نہیں سمجھتا اور یہ دلیل یہاں تجھے جلاد کے ہاتھ سے دور نہیں رکھتی تو چونکہ مدبر عالم ایک ہی ہے اور جو یہاں کا حاکم ہے وہی وہاں کا ہے اور جس کا قانون یہاں جاری ہے اسی کا وہاں۔

لہٰذا اس سے اس عالم کا حال بھی معلوم ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ وہاں بھی کوئی تجھے معذور نہ رکھے گا۔ اور یہ دلیل تجھے دوزخ سے نہ بچا سکے گی۔

اب ہم تجھے ایک اور حکایت سناتے ہیں جس سے اختیار کا ثبوت ہو۔ اچھا سن ایک شخص درخت پر چڑھ گیا اور چوری

www.besturdubooks.wordpress.com

سے خوب میوہ گرائے اتنے میں باغ والا آ گیا اس نے کہا کہ ارے ذلیل آدمی تجھے خدا سے بھی شرم نہیں آتی یہ کیا حرکت کرتا ہے اس نے کہا اس میں شرم کی کیا بات ہے باغ خدا کا ہے اگر خدا کے باغ میں ایک خدا کا بندہ چھوہارے کھائے جو کہ اس کو خدا نے دیئے ہیں تو تو جاہلانہ ملامت کیوں کرتا ہے ارے خدا کے دستر خوان پر بخل کرتا ہے یہ سن کر اس نے کہا کہ ارے غلام ذرا اسے لانا کہ میں اسے ایک عمدہ جواب دوں۔ یہ سن کر غلام اسکو لایا اور اس نے اسے درخت سے خوب جکڑ دیا اور اس کی پنڈلی پر اور کمر پر سخت ڈنڈے مارنے شروع کئے۔ اس پر اس نے کہا کہ ارے خدا سے شرما کہ تو ایک خدا کے بندہ کو بے قصور مارے ڈالتا ہے اس نے کہا کہ خدا کا ایک بندہ خدا کی لکڑی سے۔ خدا کی دوسرے بندہ کی کمر کوٹ رہا ہے۔ بس جبکہ لکڑی بھی خدا کی ہے اور کمر اور پسلیاں بھی اسی کی اور میں اس کا غلام اور اس کے حکم کا آلہ ہوں تو مجھ پر کیا ملامت ہے۔ یہ سن کر اس نے کہا کہ میں نے جبر کو عذر بنایا تھا یہ میری غلطی تھی اب میں جبر سے توبہ کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ ضرور بندہ کو اختیار ہے اور چوری میرا قصور تھا تو مجھے چھوڑ دے اس سے ثابت ہوا کہ تم کو بھی اختیار ہے اب سمجھو کہ تمہارا اختیار خدا کے اختیار کو ثابت کرتا ہے۔

اور حق سبحانہ کے اختیار اور تمہارے اختیار کی ایسی مثال ہے جیسے سوار اور گرد کیونکہ جس طرح گرد سوار کی براشیختہ کی ہوئی ہوتی ہے اور وہ براشیختہ ہو کر خود ظاہر ہوتی ہے اور سوار کو چھپا لیتی ہے یوں ہی تمہارا اختیار ناشی ہے اختیار حق سے مگر اس نے اختیار حق کو چھپا لیا ہے۔

پس حاصل یہ ہے کہ حق سبحانہ کو اختیار حاصل ہے اور اس کے اختیار نے تم کو اختیار دیا ہے اور تکالیف شرعیہ اسی اختیار پر مبنی ہیں جبکہ تم کو معلوم ہو گیا کہ حق سبحانہ کو بھی اختیار ہے اور تم کو بھی۔ اب اپنے اور اس کے اختیار کا فرق سمجھو۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ہر مخلوق کو ایک بے اختیار صورت پر حکومت حاصل ہے۔ یہاں تک کہ وہ شکار کو بدوں اختیار کے کھینچتا ہے اور زید کو کان پکڑ کر کھینچ لاتا ہے مگر حق سبحانہ کی کاریگری کو دیکھو کہ اس نے اختیار عبد کو اس کے کمند بنایا ہے اور اس کا اختیار خود اسے قید کرتا ہے اور حق سبحانہ بے کتے اور بے جال کے اس کا شکار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ مقدورات عبد بنا خواہ اور اضطرار اس کا انقیاد کرتی ہیں مگر حق سبحانہ بندوں سے اس کے اختیار سے اپنی خواہش کے موافق کام لیتے ہیں دیکھو بڑھئی کو لکڑی پر حکومت حاصل ہے مصور کو صورت جمیلہ پر اقتدار حاصل ہے لوہار لوہے پر حکومت کرتا ہے۔ معمار کو کرنی بسولے پر حکومت حاصل ہے وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ یہ تمام اختیارات اور اقتدار حق سبحانہ کے اختیار اور اس کے اقتدار کے غلامانہ مطیع اور محکوم ہیں۔ شاید تم یہ کہو کہ جب اختیار عبد محکوم اختیار حق ہے تو وہ اختیاری کہاں رہا۔ لہذا اس کا جواب یہ ہے کہ کسی کا محکوم ہونا اس کی حقیقت کو نہیں بدلتا۔

دیکھو کیا تمہاری قدرت پر جمادات نے ان سے جمادیت کو سلب کر دیا ہرگز نہیں پس جس طرح تمہارے جمادات پر قدرت ان سے جمادیت کو سلب نہیں کرتی یونہی تمہارے اختیارات کا محکوم ہونا ان سے اختیاریت کو مسلوب نہ کرے گا پس گو ہر چیز بمشیت حق سبحانہ ہے مگر تم اس مشیت کو اس طرح سے کہو کہ وہ کامل رہے اور نقص جبر وہ میرا ہے اس کی طرف منسوب نہ ہو۔ یعنی جبکہ تم یہ کہو کہ میرا کفر بمشیت حق سبحانہ ہے تو خود اپنی خواہش کو بھی سمجھو کہ وہ ہے اور اسے معدوم نہ بتاؤ کیونکہ واقع میں تمہاری خواہش کے بغیر تمہارا کفر نہیں ہو سکتا۔ پس کفر کا اقرار ہو اور اپنی خواہش کا انکار۔ یہ واقع میں متناقض کلام ہے کیونکہ کفر کو اپنی طرف منسوب کرنا نفس الامر میں اقرار ہے۔ اپنی خواہش اور اپنے ارادہ اور اپنے

www.besturdubooks.wordpress.com

اختیار کا اس لئے کہ فی الواقع کفر ایک امر اختیاری ہے۔ گو قائل کو ان کا اقرار نہ ہو اور افعال اختیاریہ بدوں مشیت و ارادہ و اختیار کے صادر نہیں ہو سکتے۔ پس اقرار کفر خود من حیث لا یعلم المقر اقرار ہے۔ ان سب امور کا۔ پس ان امور کا اقرار کر کے ان کی نفی کرنا واقع میں متناقض کلام بولنا ہے۔ خواہ قائل کو اس تناقض کا ادراک نہ ہو۔

خلاصہ یہ ہے کہ تم اپنے افعال میں مختار ہو نہ کہ مجبور۔ اب ہم اس کا مزید ثبوت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عبد مکلف ہے اور اس سے کہا گیا ہے کہ تم یہ کام کرو اور یہ نہ کریں اور یہ امر بدوں اختیار کے نہیں ہو سکتا کیونکہ عاجز کو حکم کرنا عام عقلاء سے قبیح اور مذموم ہے اور کوئی عاقل اس کو جائز نہیں رکھ سکتا پھر اس کے عدم امتثال پر غصہ کرنا اور بھی برا ہے اس کو تو عقلاء بالاولی جائز نہ رکھیں گے۔ پس جبکہ عاجز کو حکم کرنا اور عدم امتثال پر اس پر غصہ ہونا ہی عقلاء سے مذموم ہے تو حق سبحانہ اسے تو بالاولی قبیح ہو گا اور حق سبحانہ قبائح سے منزہ ہیں۔ پس وہ اس کا ارتکاب نہ کریں گے حالانکہ انہوں نے بندوں کو مکلف ہی بنایا ہے اور عدم امتثال پر عتاب بھی فرمایا ہے۔ پس لازم ہے کہ یہ افعال قبیح نہ ہوں اور قبیح اسی وقت نہ ہوں گے جبکہ اختیار ہو۔ پس اختیار ثابت ہو گیا تم غور تو کرو اگر بیل جوا نہیں لیتا۔ تو اُسے مارتے ہیں۔ بھلا کسی بیل کو اس لئے ہی مارتے ہیں کہ وہ اڑتا نہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس یہ فرق کیوں ہے اسی لئے وہ جوا لینے میں مختار ہے اور اڑنے میں مجبور۔ جس میں وہ مجبور ہے اس پر وہ قابل عتاب نہیں ہے اور جس میں مختار ہے اس میں مستحق عتاب ہے۔ اب تم اس واقعہ سے نصیحت حاصل کرو اور سمجھو کہ جب بے ہودگی میں بیل معذور نہیں ہے چنانچہ تم خود ان کو معذور نہیں جانتے تو بیل والا کیسے معذور ہو سکتا ہے۔

الحاصل جب کہ تم بیمار نہیں ہو تو سر میں پٹی نہ باندھو یعنی جب تم مجبور نہیں ہو۔ تو خواہ مخواہ مجبور نہ بنو۔ تم کو اختیار حاصل ہے۔ پس تم اس کا انکار کر کے اپنا مضحکہ نہ اڑاؤ۔ اور اختیار سے کام لو اور طلب حق میں امکانی کوشش کرو تا کہ تجھے جام محبت حق سبحانہ ملے اور اس سے تیری کایا پلٹ ہو جائے اور اس وقت تو بے خود اور بے اختیار ہو جائے اور کل اختیار سے عشق کو حاصل ہو جائے اور تو مستوں کی طرح معذور مطلق ہو جائے اور تو جو کچھ کہے وہ مئے عشق ہی کا کیا ہوا ہو۔ اور جس کو تو صاف کرے وہ مئے عشق کا ہی صاف کیا ہوا ہو خلاصہ یہ کہ تم کوشش کرو تا کہ تم کو عشق حق سبحانہ حاصل ہو جائے اور تم فنافی المحبوب ہو جاؤ۔ جب تم کو یہ بات حاصل ہو جائے گی اس وقت تمہاری حالت یہ ہو گی کہ مستوں کی طرح بے اختیار ہو گے اور تمہارے افعال و اقوال عشق کی طرف منسوب ہوں گے جو کہ منشا ہے ان اقوال و افعال کا۔ تم تشبیہ بسکاری سے یہ نہ سمجھنا کہ سب عشق حق سبحانہ کے افعال و اقوال عام مستوں کی طرح مضطرب ہوں گے کیونکہ ایسا نہیں ہے بھلا جو مست کہ جام حق سے شراب محبت پی چکا ہے اور فنافی الحق ہو کر متخلق باخلاق اللہ ہو چکا ہے وہ کہیں عدل اور صواب کے بعد کوئی حرکت کرے گا ہرگز نہیں۔

فائدہ:۔ ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ فنائے تام اور اتحاد محض ناممکن ہے پس اس کلام کو اغلب احوال پر محمول کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ فانی من حیث ھو فانی عدل صواب کے سوا کچھ نہیں کرتا اور جو اس سے لغزشیں ہوتی ہیں وہ من حیث الفنا نہیں ہوتیں بلکہ فی الجملہ بقاء خودی کے سبب ہوتی ہیں۔

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا جو دفع دخل مقدر کے لئے لایا گیا تھا۔ اب پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اور کہتے ہیں کہ دیکھو جب فرعون نے جادوگروں سے کہا **لاقطعن ایدیکم و ارجلکم من خلاف** تو انہوں نے اس کے جواب میں کہا تھا کہ بس کر۔ ہم مست شراب عشق حق سبحانہ ہیں اور مستوں کو ہاتھ پاؤں کی پرواہ نہیں ہوتی۔ ہمارے اصلی ہاتھ پاؤں تو شراب عشق حق سبحانہ ہے۔ رہے ہاتھ پاؤں ظاہری سو یہ تو محض بے حقیقت اور نکمے ہیں ہم ان کو رکھ کر کیا کریں گے۔ تم سمجھتے کیا یہ الفاظ وہ اپنے اختیار سے کہہ رہے تھے نہیں۔ بلکہ وہ شراب اور مستی عشق کی جوان سے یہ الفاظ کہلوا رہی ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب سر میں جام حق کی شراب بھر جاتی ہے تو پھر وہ تمام دل پر تسلط کر لیتی ہے اور کچھ نفع و نقصان دنیاوی نہیں سوچنے دیتی۔ پس ایسی حالت میں آدمی جو کچھ کرتا ہے وہ بالاضطرار کرتا ہے اور مستی بھی اس سے کراتی ہے یہاں تک ہم نے اختیار کو ثابت کیا تھا۔

اب ہم ان نصوص کی توضیح کرتے ہیں جن سے جبر کا شبہ ہوتا ہے منجملہ ان کے ایک ماشاء اللہ کان ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ آدمی جو کہتا ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ آدمی مجبور ہے اور یہ اس کو اس سے تعلیم نہیں کیا گیا ہے کہ وہ سعی چھوڑ دے بلکہ اس کی تعلیم میں ترغیب ہے خلوص اور سعی زائد کے اور کنایہ ہے کہ تم طاعت پر بہت زیادہ مستور ہو جاؤ کیونکہ اگر یہ کہیں کہ جو بندہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور زمام امور اسی کے قبضہ میں ہے جو وہ چاہے وہی ہوگا۔ ایسی حالت میں اگر وہ کچھ نہ کرے تو جائز ہے کیونکہ تمام امور اسی کے قبضہ و قدرت میں ہوں گے اور جو وہ چاہے گا اور جو وہ کہے گا وہی ہوگا۔ اس کے خلاف ہو سکتا ہے نہیں تو اس کو کسی ضرر کا اندیشہ ہی نہیں ہو سکتا۔ اور جب اسے کسی ضرر کا اندیشہ نہیں تو اس کو اختیار ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے۔ لیکن جب کہ اس سے یہ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ جو خدا چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور حکم فی الحقیقت اور ہمیشہ اسی کا حکم مطلق ہے۔

ایسی حالت میں کون سی وجہ ہے کہ آدمی پوری کوشش سے غلامانہ اس کے گرد نہ گھومے اور اس کو اپنا مطاع اور مقصود نہ بنائے۔ دیکھو اگر لوگ یہ کہیں کہ جو وزیر چاہے وہی ہوتا ہے اور معاملات حکومت میں اسی کی خواہش معتبر ہے تو تم انتہائی کوشش کے ساتھ اس کا طواف کرو گے اور حتی الامکان اس کی رضا جوئی میں کوشش کرو گے تاکہ وہ تم سے خوشنود ہو کر تم پر انعام و احسان کا مینہ برسا دے۔ یا تم وزیر اور اس کے محل سے بھی بھاگو گے؟ یقیناً تم پہلے بات کرو گے اور اس سے بھاگو گے نہیں کیونکہ اس سے بھاگنا۔ اس کی جستجو اور اس کے اعانت نہیں ہے۔ جس کی بناء پر تم انعام و احسان کے مستحق ہو۔ پس اس قاعدہ کی بناء پر تم کو چاہئے یہی تھا کہ تم ماشاء اللہ کان کو سن کر اس کی اطاعت میں اور سرگرم ہوتے۔ مگر تم نے الٹا یہ کیا کہ اس کو سن کر اور کاہل ہو گئے اور الٹی سمجھ اور الٹے خیال کے آدمی بن گئے۔ دیکھو یہ جو کہتے ہیں کہ حکم تو اصل فلاں صاحب کا ہے اس کے کیا معنی ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ تم اسی سے تعلق رکھو اور اس کے سوا کسی سے ربط ضبط نہ رکھو اور کوئی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ پس جبکہ اسی کی چلتی ہے تو اسی سے تعلق رکھنا چاہئے کیونکہ وہ دشمنوں کو ہلاک کرتا اور دوستوں کو مصیبت سے چھڑاتا ہے لہذا اس کی مخالفت اور اس سے تعلق نہ رکھنا موجب خطرہ ہے اور اس سے تعلق رکھنا باعث نفع اور فائدہ ہے اور جو کچھ وہ چاہے گا وہی تم کو ملے گا اس کے سوا کچھ نہیں مل سکتا پس تم ادھر ادھر کہیں نہ بھٹکو اور اسی کی خدمت کرو اس کے ہیں کہ چونکہ وہ حاکم ہے اس لئے اس کے پاس نہ بھٹکو۔ تاکہ ایسا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے سے تم بداعمال اور زردرو ہو جاؤ اور اس طرح اس کے قہر وغضب کے مستحق ہو جاؤ بلکہ اس کے معنی یہی ہیں لہٰذا اسی کو پکڑ لینا چاہئے اور کسی طرف نہ جانا چاہئے کیونکہ اور کسی کو کوئی اختیار اور کوئی قدرت نہیں ہے۔ پس اسی طرح ماشاء اللہ کان کے معنی سمجھ لو کیونکہ معنی صحیح وہی ہیں جو کہ تم کو طلب حق میں سرگرم کریں اور پر امید اور چست اور باحیا بنا دیں اور جو معنی تمہیں سست اور کاہل بنادیں وہ حقیقت میں تحریف کلام ہے نہ کہ اس کے صحیح معنی۔ اس کو خوب سمجھ لو پس یہ کلام ماشاء اللہ کان اس لئے وارد ہوا ہے کہ لوگ اور زیادہ کوشش کریں اور اس سے مقصد ناامیدوں کی دستگیری ہے تاکہ وہ یہ سمجھ کر کہ حق سبحانہ قادر مطلق ہیں جو چاہیں کرسکتے ہیں ناامیدی کو چھوڑ دیں اور سعی میں مصروف رہیں۔ تم نصوص قرآنیہ کے معنی اپنے ہی سے نہ گھڑو۔ بلکہ یا قرآن سے اس کی توضیح ڈھونڈ و یا ان سے پوچھو جنہوں نے خواہشات نفسانیہ کو آگ لگادی ہے اور اپنے کو قرآن کا تابع محض بنادیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ قرآن ان کا عین روح ہو گیا ہے کیونکہ ایسے لوگوں سے پوچھنا بھی قرآن ہی سے پوچھنا ہے مثلاً جو روغن اپنے کو گل میں فنا کر چکا ہو اور یہی گل کے حکم میں ہو جاتا ہے اور اس کا سونگھنا اور پھول کا سونگھنا دونوں یکساں ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے اگر تم کو اس نص کے صحیح معنی معلوم نہیں ہیں تو تم ان کو تلاش کرو تا آنکہ وہ معنی تم کو مشاہدہ ہو جاویں اور ذوقاً تم کو ان کی صحت معلوم ہو جائے اور یہی توجیہ جف القلم کی بھی ہے کہ وہ بھی مشاغل ضروریہ اور امور دینیہ کی طرف رغبت دلانے کے لئے ہیں اور معنی جف القلم بما ھو کائن کے یہ ہیں کہ حق سبحانہ نے ہر کام میں اس کے مناسب ایک خاص اثر رکھا ہے اور اس پر خاص نتیجہ مرتب کیا ہے۔ قلم ان تمام کاموں کو ان کے آثار ونتائج سمیت لکھ کر خشک ہو چکا ہے۔ اب اس کے خلاف نہ ہوگا۔ پس اگر کج روی اختیار کرو گے تو اس کا نتیجہ بدتم کو بھگتنا ہوگا کیونکہ جف القلم بہذا الامر۔ اور اگر تم ٹھیک ٹھیک چلو گے تو اس سے تمہارے لئے سعادت پیدا ہو گی کیونکہ جف القلم بہذا الامر اور اگر تم ظلم کرو گے تو برا نتیجہ بھگتو گے کیونکہ جف القلم بہذا اور انصاف کرو گے تو اس کا پھل پاؤ گے کیونکہ جف العلم بہذا۔ اور جب کوئی چوری کرے گا تو ہاتھ کٹے گا لانہ جف القلم بہذا اور اگر کوئی شراب پیے گا تو مست ہوگا کیونکہ جف القلم بہذا۔

تم ہی بتاؤ کیا تم جائز رکھتے ہو یا یہ امر فی نفسہ جائز ہے کہ حق سبحانہ حکم سابق کی بناء پر بمنزلہ معزول کے ہو جائیں اور کہیں کہ اب معاملہ میرے ہاتھ سے نکل چکا ہے کیونکہ جف القلم بماھو کائن لہٰذا اب میں کچھ نہیں کرسکتا۔ پس تم نہ میرے پاس آئے اور نہ رو دو پیٹو۔ امید ہے کہ تم بھی کہو گے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ پس جبکہ ایسا نہیں ہو سکتا تو اس نص کے یہ معنی بھی نہیں ہو سکتے کہ جو تقدیر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ پس ہمیں کچھ نہ کرنا چاہئے بلکہ جف القلم بماھو کائن کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے نزدیک عدل اور ستم دونوں یکساں نہیں ہیں۔ بلکہ ہم نے بھلائی اور برائی کے درمیان امتیاز رکھا ہے۔ نیز ہم نے بد اور بدتر میں بھی امتیاز رکھا ہے اور اگر تمہارے اندر اپنے بارے ایک ذرہ برابر بھی ادب اور خوبی زائد ہو گی تو حق سبحانہ کو اس زیادتی کا بھی علم ہوگا۔ بلکہ بقدر اس ذرہ کے تم کو اجر زیادہ دیں گے اور وہ ذرہ پہاڑ کی طرح ظاہر ہوگا یعنی جس طرح بڑی بڑی نیکیاں قیامت میں محسوب ہوں گی یوں ہی وہ ذرا سی نیکی بھی محسوب ہو گی اور نظر انداز نہ کی جائے گی اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے کیونکہ جس بادشاہ کی عدالت میں امین اور خائن میں فرق نہ ہو۔ اور جو شخص کہ مردود بارگاہ سلطانی ہو جانے کے خوف سے کانپتا ہو۔ اور

www.besturdubooks.wordpress.com

جو شخص کہ اقبال شاہی پر طعنہ زن ہو ان دونوں میں اس کے نزدیک کچھ فرق نہ ہو اور اس کے نظر میں دونوں یکساں ہوں اس کے سر پر خاک سیاہ پڑے وہ بادشاہ نہیں ہوسکتا۔ و تعلی اللہ عن ذلک علواً کبیراً حق سبحانہ اس اندھیر کھاتے سے منزہ ہیں اس کی تو یہ حالت ہے کہ اگر تمہاری کوشش میں دوسروں کی سعی سے ذرہ برابر بھی زیادتی ہے تو وہ بھی میزان عدل خداوندی میں تولی جائے گی اور اتنا ہی اجر تم کو اوروں سے زائد دیا جائے گا۔

دیکھو تم ان بادشاہوں کی جان توڑ کر خدمت کرتے ہو حالانکہ ان کی حالت یہ ہے کہ ان کو معلوم نہیں کہ کون غدار ہے اور کون صاف باطن اور مخلص اس بناء پر اگر کوئی شکایت کردے کہ فلاں شخص حضور کو برا کہتا تھا تو وہ تمہاری برسوں کی خدمت کو ملیامیٹ کردیتے ہیں اور تمہیں سزا دیتے ہیں۔ مگر حق سبحانہ جو کہ اپنے باوفا غلاموں اور بے وفاؤں کو پہچانتے ہیں تم ان کی خدمت سے جی چراتے ہو اور حیلہ بہانہ کرتے ہو اور کہتے ہو کہ خدمت سے کیا فائدہ جو مقدر میں ہے وہ ہو کر رہے گا۔ کتنی بے انصافی کی بات ہے نیز ان بادشاہوں کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کوئی چغل خور کہہ دے کہ حضور فلاں شخص آپ کو برا کہتا تھا تو تمہاری برسوں کی خدمت کو ملیامیٹ کردیں گے اور فوراً تمہیں سزا دے دیں گے۔ مگر حق سبحانہ یک یہ حالت ہے کہ اس کے یہاں کسی چغل خور کی بات موثر نہیں ہوتی۔

بنا بریں تمام غماز ادھر سے مایوس ہو کر ہماری طرف آتے ہیں اور ہم کو سمجھاتے ہیں اور بادشاہ حقیقی کی برائیاں ہم سے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اجی وہ تمہاری جانفشانیوں پر کب نظر کرتے ہیں اس کو تو جو کرنا تھا وہ پہلے ہی لکھ چکے ہیں اور وہی کریں گے۔ پس تمہاری اطاعت فضول ہے تم اپنے کو خواہ مخواہ معصیت میں پھنساتے ہو تم بھی طاعت چھوڑ دو۔ جو ہوتا ہے وہ ہو رہے گا۔ پس تم ان چغل خوروں شیاطین الجن والانس کی بات نہ سنو اور طاعت حق میں جدوجہد کرو۔ جف القلم کے معنی یہ نہیں ہیں کہ طاعت و معصیت دونوں یکساں ہیں جیسا کہ یہ چغل خور کہتے ہیں بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ معصیت کے لئے سزا مقرر ہو چکی ہے اور طاعت کے لئے انعام مقرر ہو چکا ہے۔ مگر ہر دو تقدیروں میں یہ فرق ہے کہ تقدیر اول معلق بشرط مشیت ہے اور تقدیر ثانی حتمی اور لازم۔ اس بناء پر جرائم معاف ہوسکتے ہیں لیکن اگر جرائم معاف بھی ہو جائیں تو وہ امید درجات عالیہ کہاں جو نیکوں کو ہوتی ہے کیونکہ آدمی روشن چہرہ تو تقویٰ سے ہی ہوتا ہے مثلاً اگر چور کو اگر معاف بھی کردیا جائے تو اس کا زیادہ سے زیادہ نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنی جان بچالے گا یہ تو نہ ہوگا کہ اس کو امین اور خزانہ شاہی کا خزانچی بنادیا جائے وعلیٰ ہذا گنہگاروں کو بخش ہی دیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ دوزخ سے بچ کر جنت میں پہنچ جائیں گے مگر ان پر وہ انعام وافضال کب ہوسکتے ہیں جو بندگان خاص پر ہوں گے پس اے خدا کے دین کے امینو یعنی مکلفو آؤ اور اپنی وفاداری کا ثبوت دے کر مراتب رفیعہ حاصل کرو۔ کیونکہ مراتب رفیعہ کا منشا وفاداری ہی ہے نہ کہ بے وفائی۔

دیکھو اگر شاہزادہ بھی خیانت شاہی کرے تو اس کا سر بھی اس کے جسم سے جدا کردیا جائے گا۔ اور اگر کوئی غلام ہندی بھی وفا کرے جو گورنمنٹ اس پر مہربان ہوگی اور اس کے لئے طال بقاء کے نعرے لگائے گی۔ خیر غلام تو پھر بھی بڑی چیز ہے اگر دروازہ پہ کتا بھی وفادار ہو تو اس کے آقا کے دل میں اس کی بھی جگہ ہوتی ہے اور وہ اس سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اب تم غور کرو کہ جب وفا کی بدولت کسی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ مالک اس کا منہ چومتا ہے تو اگر شیر باوفا ہو تو اس کو کس قدر کامیابی ہوگی۔

کہ اگر چور بھی چوری سے توبہ کر کے طاعت سلطانی میں مصروف ہو جائے تو اس کا یہ خلوص اس کے جرم سابق کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتا اور کالعدم کر دیتا ہے۔

مثال کے طور پر فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ لو جو کہ ابتداء میں ڈاکو تھے مگر بعد کو صحیح چالیس چلے کیونکہ پوری کوشش سے حق سبحانہ کی طرف دوڑے اور غور کرو کہ اس خدمت کی بدولت درگاہ حق سبحانہ میں ان کا کیا مرتبہ ہو گیا۔ علیٰ ہذا جادوگروں کو دیکھ لو کہ جنہوں نے اپنے صبر اور وفا سے فرعون کا منہ کالا کر دیا اور اس جرم اور اس کے انتقام میں ہاتھ پاؤں بھی دیدیئے اور دیکھو کہ اس رتبہ سے ان کا کیا رتبہ ہو گیا یہ وہ خلوص تھا جو سو برس کے عامیانہ عبادت سے بھی حاصل نہیں ہوتا۔ چنانچہ اپنے کو دیکھ لو کہ تم نے پچاس سال یا زائد از پچاس سال عبادت کی ہے مگر تم کو وہ صدق حاصل نہیں ہوا جو ان کو ذرا سی دیر میں حاصل ہو گیا تھا۔

اب ہم تمہیں ایک حکایت سناتے ہیں جس سے تم کو معلوم ہو کہ صدق اور وفا نہایت ضروری چیز ہے۔ اچھا سنو ہرات میں ایک بزرگ تھے جو کہ بظاہر گستاخ اور بے باک تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ جب وہ ایک رئیس کے غلاموں کو دیکھتے اور دیکھتے کہ اطلس کے کپڑے پہنے ہوئے اور کمر پر زریں پٹکا باندھے ہوئے جا رہے ہیں تو وہ آسمان کی طرف منہ کر کے یہ کہتے کہ اے اللہ آپ اس محسن سردار سے غلام رکھنا کیوں نہیں سیکھتے۔ آپ ہمارے شہر کے رئیس اور حاکم سے بندہ پروری سیکھئے۔ وجہ اس گفتگو کی یہ تھی کہ یہ بزرگ محتاج اور ننگے اور بالکل بے ساز و سامان تھے اور ہوا کی سردی سے جاڑے کے موسم میں تھر تھر کانپ رہے تھے۔ پس جبکہ اس نے رئیس ہرات کا اپنے غلاموں کے ساتھ یہ برتاؤ دیکھا اور اپنے بادشاہ کا اپنے ساتھ یہ سلوک مشاہدہ کیا تو اس فانی فی اللہ نے ذرا بے تکلفی سے کام لیا اور اپنی عظمت شان کے سبب حق سبحانہ کی جناب میں جرات کر بیٹھے اور ایک فقرہ کس دیا۔ اور منشاء اس بے تکلفی کا یہ تھا کہ ان کو حق سبحانہ کی ہزاروں عنایتوں پر بھروسہ تھا۔ اور جانتے تھے کہ حق سبحانہ کی مجھ پر اس قدر عنایتیں ہیں کہ وہ اس بے تکلفی سے ناخوش نہ ہوں گے اور وجہ اس کی یہ تھی کہ وہ عارف تھے اور عرفا حق سبحانہ کے ندیم اور مزاج شناس ہوتے ہیں۔

بنابریں وہ بھی مصاحب اور مزاج شناس تھے اس مقام پر تم کو سمجھ لینا چاہئے کہ گو ان بزرگ نے گستاخی کی تھی مگر تمہارے لئے ان کی تقلید جائز نہیں۔ پس تم ان کی دیکھا دیکھی گستاخی نہ کرنا کیونکہ وہ تو حق سبحانہ کے مصاحب اور مزاج دان تھے مگر تم ایسے نہیں ہو اور اگر بادشاہ کا کوئی مصاحب بادشاہ کی جناب میں کوئی گستاخی کرے جس سے بادشاہ برا نہ مانے تو تم کو وہ بات نہ کرنی چاہئے کیونکہ جس اعتماد پر ندیم یہ جرأت کرتا ہے وہ اعتماد تم کو حاصل نہیں ہے اب سمجھو کہ جس طرح ان بزرگ کا کلام حق سبحانہ کی جناب میں گستاخی تھا۔ یوں ہی فی نفسہ غلط بھی تھا کیونکہ اس میں اس رئیس کے انعامات کو انعام خداوندی سے بڑھ کر بتلایا گیا تھا اور یہ صحیح نہیں کیونکہ اس رئیس نے غلاموں کا پٹکا دیا تھا اور ان بزرگ کو حق سبحانہ نے کمر دی ہے۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ کمر پٹکے سے

ے مولانا نے ان کو گستاخ رد یعنی بظاہر گستاخ فرمایا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں۔ نبض عاشق بے ادب بر می جہد   خویش را در کفۂ شہ می نہد
بے ادب تر نیست زو کس در جہاں

بہتر ہے نیز اس نے ان کو تاج دیا تھا اور حق نے ان بزرگ کو سر دیا ہے اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ سر تاج سے افضل ہے۔ پس ضروری ہے کہ حق سبحانہ کا انعام ان بزرگ پر بہ نسبت اس انعام کے جو رئیس ہرات نے اپنے غلاموں پر کیا تھا بہت زائد ہو نہ کہ کم۔ جیسا کہ ان بزرگ نے ظاہر کیا ہے۔ ایک جواب ان بزرگ کے کلام کا یہی تھا مگر حق سبحانہ نے ان کو تحقیقی یہ جواب نہیں دیا۔ بلکہ اس الزامی جواب کے لئے جو اس سے زیادہ دلچسپ تھا مگر ایک واقعہ پر موقوف تھا۔ سر دست کچھ جواب نہ دیا۔ تا آنکہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز بادشاہ نے اس رئیس پر کوئی جرم قائم کیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے اور اس کے غلاموں کو بھی شکنجہ میں دیدیا۔ اور کہا کہ اس رئیس کا خزانہ بتلاؤ اور اس کا راز ہم سے کہہ دو۔ ورنہ ہم تمہاری زبان اور تمہارا گلا کاٹ ڈالیں گے ایک ہفتہ تک برابر ان کو تکلیف دی۔ اور رات دن ان کے لئے شکنجہ اور دباؤ اور ایذا تھی اور مارتے مارتے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے تھے۔ مگر کسی نے بھی اس رئیس کا راز ظاہر نہیں کیا۔ اس پر ہاتف غیبی نے خواب میں ان بزرگ سے کہا کہ جناب آپ اس رئیس کے غلاموں سے غلامی سیکھئے اور آ جایئے۔ ہم ویسے ہی انعامات کرنے کو تیار ہیں جیسے وہ آقا کرتا تھا تم تو اس کے غلاموں کی سی وفاداری نہ سیکھو اور مجھ سے اس کا سلوک چاہو۔ کتنی بڑی بے انصافی کی بات ہے۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جس نے بے گناہوں پر زیادتی کی ہے تو حق سبحانہ کے اس جواب سے سبق حاصل کر اور سمجھ کہ تجھ کو اگر کسی سے تکلیف پہنچے تو اس کا سبب خود تو ہے کیونکہ تو نے اوروں پر ظلم کیا تھا۔ اوروں نے تجھ پر ظلم کیا۔ پس جو کچھ تو بنے اسی کو سال بھر پہن اور جو کچھ تو بوئے اسی کو سال بھر کھا۔ یعنی جو کچھ تو کرے اس کا خمیازہ بھگت۔

یاد رکھ کہ تجھ کو جو ہر وقت رنج پہنچتے رہتے ہیں یہ سب تیرے کرتوتوں کے نتائج ہیں اور جف القلم کے معنی یہی ہیں کہ ہماری عادت راستے سے نہیں ہٹتی اس لئے اچھے کو اچھائی ملتی ہے اور برے کو برائی۔ پس اگر تم کو مضار سے بچنا مقصود ہے تو اطاعت حق سبحانہ کر دکیونکہ وہ حی قیوم موجود ہے اور افعال کی نگرانی کر رہا ہے ایسی حالت میں اگر تم سرکشی کرو گے تو یاد رکھو کہ اس کا قہر تمہارے لئے موجود ہے۔ دیکھو جب آدمی مطیع ہو جاتا ہے تو پھر اس کو قہر حق سبحانہ کا کھٹکا نہیں رہتا اور وہ عتاب حق سبحانہ ہے واقع میں مطمئن ہو جاتا ہے اور خوف سے نجات پا جاتا ہے۔ (مگر اسے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اب میرے لئے کوئی خطرہ نہیں ہے) کیونکہ دشمنی و عتاب سرکشوں کیطرف سے ہے اور حق سبحانہ کی طرف سے تو بے خوفی ہے یعنی عتاب سرکشی سے پیدا ہوتا ہے ورنہ وہ تو نہایت رحیم ہیں اور حق سبحانہ کا تشدد تو نافرمانوں اور سرکشوں پر ہوتا ہے نہ کہ مطیعین پر اور تکلیف تو اسی وقت تک رہتی ہے جب تک آدمی محبوس ناسوت رہے ورنہ جبکہ وہ بذریعہ طاعت کے ملحق بہ ملکوت ہو گیا اس وقت تک اس کو کچھ تکلیف نہیں ہوتی جبکہ یہ معلوم ہو گیا تو اب تم کو چاہئے کہ طاعت میں مشغول ہو۔ اور جبر میں کچھ نہیں دھرا اسے چھوڑ دو۔ جب تم جبر کو چھوڑ دو گے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ اصل حقیقت جبر کیا ہے۔ پس تم اس جبر کو جس کو کاہل لوگوں نے کاہل نہ کرنے کا حیلہ بنا رکھا ہے چھوڑ دو تا کہ تم اس جبر سے آگاہ ہو جو جان کی طرح عزیز ہے وہ جبر یہ ہے کہ آدمی اپنے اختیار کو حق سبحانہ کی مرضی کے تابع کر دے اور اپنے کو اس کی خواہش کا آلہ بنا کر خود معطل ہو جائے۔ یہ جبر محمود ہے اور قابل تحصیل ہے۔

برخلاف جبر سابق الذکر کے جس کو کاہل لوگ اپنے کام نہ کرنے کا حیلہ بناتے ہیں۔ یہاں تک تو مولانا نے

www.besturdubooks.wordpress.com

عوام کو نصیحت فرمائی تھی جو کہ کچھ کام نہیں کرنا چاہتے اور عذر یہ کرتے ہیں کہ ہم مجبور ہیں۔ اب ان ناقصین کی اصلاح فرماتے ہیں جو مشائخ یا معلم بنے ہوئے ہیں اور اپنی اصلاح کی فکر نہیں کرتے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ اے وہ لوگو جو اپنے کو اچھا اور بڑھیا سمجھتے ہو اور اس لئے طالبین کے فکر میں منہمک ہو تم مطلوبی خلق کو چھوڑ دو اور طالب حق بنو اور اے وہ لوگ جن کے باطن میں رات سے زیادہ سناٹا ہے۔ تم اپنی گفتگو کے خریدار کب تک تلاش کرو گے۔ اس لغو حرکت کو چھوڑو اور کمال حاصل کرو۔ لوگ تمہاری باتیں سن سن کے جھومتے ہیں۔ تم اس کو پسند کرتے ہو۔ اور ایسے لوگوں کو تلاش کرتے ہو سو ان کی تلاش ہی میں تمہارا وقت ضائع ہو گیا اور نہ حاصل کیا۔ شاید تم میری نصیحت کو رشک اور حسد پر محمول کرو اور کہو کہ تم ہمارے اوپر حسد نہ کرو۔ اس لئے میں کہتا ہوں کہ بھلے مانسو یہ کچھ چیز بھی ہو جس کے حاصل نہ ہونے پر کوئی رشک کرے گا۔ تم سوچو تو سہی کہ ایک لاشے کے فوت ہونے پر کوئی کیا رشک کر سکتا ہے۔ پس تم میری گفتگو کو حسد پر محمول نہ کرو اور سمجھو کہ تم جو عوام کی تعلیم و تلقین میں مصروف ہو۔ اس کا کوئی معتد بہ نتیجہ نہیں ہے کیونکہ ان کی تعلیم ایسی ہے جیسے ڈھیلے پر عمدہ نقش بنانا کہ ذرا سی ٹھیس لگی ڈھیلا ٹوٹ گیا اور تمہاری ساری محنت اکارت ہوگئی۔ پس تم اس دھندے کو چھوڑو اور خود اپنے کو عشق و معرفت حق سبحانہ سکھلاؤ کیونکہ یہ پتھر کی لکیر اور پائیدار ہے۔ اس لئے اس کا نفع بھی دائم ہوگا۔

دیکھو تمہاری ہستی جو کہ ایک وفادار شاگرد ہو کر ہمیشہ تمہارے پاس رہے گا تم اسے کیوں نہیں تعلیم کرتے۔ اغیار تو فانی اور بے وفا ہیں انہیں کہاں ڈھونڈتے ہو۔ پس ان کو چھوڑو اور اپنے کو تعلیم دو۔ دیکھو جب تک تم دوسروں کو فاضل اور لائق بنانے کی کوشش کرتے ہو اس وقت تک اپنے کو بدخواہ اور خالی کرتے ہو۔ اس کی دو وجہ ہیں اول یہ کہ عوام کے ساتھ اختلاط ہوگا۔ ان کے اختلاط سے تمہارے اندر سے صفات حمیدہ زائل ہوں گی اور صفات ذمیمہ جائے گیر ہوں گی۔ دوسری یہ کہ گفتگو میں یہ خاص اثر ہے کہ اس سے کیفیات قلبیہ میں فتور واقع ہوتا ہے۔ لہذا ضرورت ہے کہ تعلیم عوام کو ترک کیا جائے۔ ہاں جب تمہارا قلب عالم غیب سے تعلق پیدا کر لے جو کہ جواہر معارف کا معدن ہے تو اس وقت خوب گفتگو کرو اور خالی ہونے سے نہ ڈرو کیونکہ جس قدر ذخیرہ خرچ ہو گا اس قدر یا اس سے زائد آمد ہو جائے گی۔ پس خالی ہونے کا اندیشہ نہ رہے گا۔

یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ کہو اور لوگوں کو حکم دیا ہے کہ خاموش رہو کیونکہ قل کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا باطن مثل دریا کے ہے اس میں کمی نہ آئے گی۔ پس خوب کہو اور انصتوا کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا پانی ختم ہو جانے والا ہے۔ پس تم اسے برباد نہ کرو۔ کیونکہ خود تمہارے باغ دل کو اس کی ضرورت ہے خیر یہ بات تو ختم نہ ہوگی۔ لہذا ہم اسے مختصر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بابا تم گفتگو چھوڑو اور اپنے انجام پر نظر کرو۔ مجھے غیرت آتی ہے کہ لوگ تمہارے سامنے کھڑے ہوں اور بزبان حال تمہارا مذاق اڑا رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں دیکھو ہم نے کیا اسے احمق بنایا ہے۔ یہ لوگ تمہارے سچے عاشق نہیں ہیں تمہارے سچے عاشق پردۂ کرم کے پیچھے برابر آوازیں دے رہے ہیں اور تمہیں اپنی طرف بلا رہے ہیں۔ پس تم اپنے ان غیبی عاشقوں پر عاشق ہو۔ اور عاشقاں پنج روزہ نہ بناؤ۔ جنہوں نے تم کو فریب اور کشش سے چٹ کر لیا ہے اور برس ہو گئے مگر تم کو ان سے ذرا سا بھی حقیقی نفع حاصل نہیں ہوا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خلاصہ یہ کہ معارف الہیہ یا ملائکہ جو شاہدان غیبی ہیں وہ تمہارے طالب اور تم کو اپنی طرف بلاتے ہیں۔ پس تم ان کے طالب بنو اور عام خریداروں کو اپنا مطلوب نہ بناؤ۔ کیونکہ یہ فانی ہیں اور تم کو حقیقی نفع نہیں پہنچا سکتے بلکہ الٹا ضرر پہنچاتے ہیں کہ تم کو اپنے میں مشغول کر کے تجارت آخرت سے روکتے ہیں۔

دیکھو تم کب تک شاہراہ عام پر تماشہ کرو گے اور اپنے کمال کی شہرت دیکر لوگوں کو اپنی طرف مائل کرو گے آخر اس کا کچھ نتیجہ بھی۔ اب تک تم نے اس طریق سے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا اور وہ حاصل بھی ہوا اور لوگ تمہارے معتقد بھی ہو گئے۔ مگر آخرت کا مقصود جو کہ اصل مقصود ہے کچھ حاصل نہ ہوا۔ پس تم کو چاہئے کہ ان کو چھوڑ دو اور حق سبحانہ کے ساتھ مشغولیت پیدا کرو یہ لوگ صرف تندرستی کے یار ہیں۔ اور تکلیف کے وقت خدا کے سوا کوئی تمہارا دوست نہیں ہے۔

اچھا بتلاؤ جب کہ تمہاری آنکھ میں یا دانت میں درد ہوتا ہے تو اس وقت کیا ان میں سے کوئی تمہاری دستگیری کرتا ہے اور تمہاری تکلیف کو دور کر دیتا ہے کوئی نہیں کرتا۔ بجز حق سبحانہ کے۔ پس تم اپنے اسے زمانہ تکلیف اور مرض کو یاد رکھو۔ جس میں تم خدا سے مدد چاہتے ہو اور وہ تمہاری مدد کرتا ہے اور ایاز کی طرح پوستین سے عبرت حاصل کرو۔ پوستین جس کو ایاز ہاتھ میں لئے ہوئے ہے اس سے ہماری مراد تمہاری حالت مرض ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ حالت مرض جو بمنزلہ پوستین ایاز کے ہے تم اس کو پیش نظر رکھو اور خدا کو نہ بھولو۔

باز جواب گفتن آں کافر جبری آں مومن سنی را کہ باسلام وترک اعتقاد جبرش دعوت میکرد و دراز شدن مناظرہ از طرفین کہ مادۂ اشکال و جواب را نبرد الا عشق حقیقی کہ او را پروائے آں نماند و ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء

اس جبری کافر کا دوبارہ اس سنی مومن کو جواب دینا اس کو اسلام اور جبر ترک کرنے کی دعوت دے رہا تھا اور دونوں طرف سے مناظرے کا دراز ہونا کیونکہ اعتراض اور جواب کے مادے کے سوائے حقیقی عشق کے کوئی چیز ختم نہیں کرتی ہے کیونکہ اس کو اس کی پرواز نہیں رہتی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے وہ جس کو چاہے عطا کر دیتا ہے

کافر جبری جواب آغاز کرد	کہ ازاں حیراں شد آں منطیق مرد
جبری کافر نے جواب دینا شروع کیا	جس نے وہ زیادہ بولنے والا شخص حیران ہو گیا
لیک گر من آں جوابات وسوال	جملہ واگویم بمانم زیں مقال
لیکن اگر میں وہ جوابات اور سوال	سب بیان کروں اس بات سے رہ جاؤں گا
زاں مہم تر گفتنیہا ہست ماں	کہ بداں فہم تو بہ یابد نشاں
ہمیں اس سے زیادہ اہم باتیں کہنی ہیں	جن سے تیری کچھ بہتر نشانی حاصل کر لے گی
اندکے گفتیم زاں بحث اے عتل	زاند کے پیدا بود قانون کل
اے سنگدل! اس بحث میں سے میں نے تھوڑا سا کہہ دیا	تھوڑے سے سب قاعدہ کھل جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

درمیان جبری و اہل قدر	ہمچنیں بحث ست تا حشر و نشر
جبری اور قدریوں کے درمیان	حشر و نشر تک ایسی ہی بحثیں ہیں
گر فرو ماندے ز دفع خصم خویش	مذہب ایشاں بر افتادے ز پیش
اگر اپنے مخالف کی مدافعت سے عاجز آ جاتے	تو ان کا مذہب باطل ہو جاتا
چوں بروں شوشاں نبودے در جواب	پس رمیدندے ازاں راہ تباب
اگر جواب میں ان کا خلص نہ ہوتا	تو اس ہلاکت کے راستہ سے بھاگ جاتے
چونکہ مقضی بد دوام آں روش	میدہد شاں از دلائل پرورش
چونکہ اس روش کی ہمیشگی کا فیصلہ ہو چکا تھا	تو ان کی دلائل سے (غذا) پرورش کرتا ہے
تا نگردد ملزم از اشکال خصم	تا بود محجوب از اقبال خصم
تاکہ مخالف کے اعتراض سے ملزم نہ بنے	تاکہ مخالف کے اقبال سے محفوظ رہے
تا کہ ایں ہفتاد و دو ملت مدام	در جہاں ماندے الیٰ یوم القیام
تاکہ یہ بہتر ملتیں ہمیشہ	قیامت کے دن تک دنیا میں باقی رہیں
چوں جہان ظلمت ست و غیب ایں	از برائے سایہ می باید زمیں
چونکہ یہ تاریکی اور غیب کی دنیا ہے	سایہ کے لئے زمین درکار ہے
تا قیامت ماند ایں ہفتاد و دو	کم نیاید مبتدع را گفتگو
تاکہ یہ بہتر فرقے قیامت تک رہیں	بدعتی کی گفتگو کم نہ پڑے
عزت مخزن بود اندر بہا	کہ برو بسیار باشد قفلہا
قیمت کے اعتبار سے اس خزانہ کی عزت ہوتی ہے	جس پر بہت سے قفل ہوں
عزت مقصد بود اے ممتحن	پیچ پیچ راہ عقبہ و راہزن
اے مصیبت زدہ مقصد کی عزت ہے	گھاٹی کا دشوار راستہ اور ڈاکو
عزت کعبہ بود آں ناحیہ	وزدی اعراب و طول بادیہ
وہ گوشۂ کعبہ کی عزت ہے	(اور) بدوؤں کی چوری اور صحرا کا طول
ہر روش ہر رہ کہ آں محمود نیست	عقبہ و مانعے و رہزنے ست
جو روش (اور) راہ قابل ستائش نہیں ہے	وہ گھاٹی اور مانع اور ڈاکو ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں روش خصم و حقود آں شدہ	تامقلد در دو رہ حیراں شدہ
یہ روش اس کی مخالف اور کینہ ور بنی	یہاں تک کہ مقلد دونوں راستوں میں حیران ہو گیا
صدق ہر دو ضد بہ بیند در روش	ہر فریقے در رہ خود خوش منش
روش میں ہر دو ضدوں کی سچائی خیال کرتا ہے	ہر فریق اپنی راہ پر خوش طبع ہے
گر جوابش نیست می بندد ستیز	بر ہماندم تا بروز رستخیز
اگر اس کے پاس جواب نہ ہو تو جھگڑا ختم ہو جائے	اسی وقت سے قیامت کے دن تک کے لئے
کہ مہان ما بدانند ایں جواب	گرچہ از ما شد نہاں وجہ صواب
کہ ہمارے بڑے اس جواب کو جانتے ہیں	اگرچہ درست بات ہم سے مخفی ہو گئی ہے
پوز بند وسوسہ عشق ست و بس	ورنہ کے وسواس را بست ست کس
وسوسہ کے لئے چھکا عشق ہی ہے اور بس	ورنہ وسوسہ کو کس نے بند کیا ہے؟
عاشقے شو شاہد خوبے بجو	صید مرغابی ہمی کن جو بجو
عاشق بن، حسین معشوق تلاش کر	نہر در نہر مرغابی کا شکار کرتا رہ
کے بری زاں آب کاں آبت برد	کے کنی زاں فہم کہ فہمت خورد
تو اس پانی سے کیا فائدہ اٹھائے گا جو تیری آبرو برباد کرے؟	تو اس سے کیا سمجھ سکتا ہے جو تیری سمجھ کو کھا لے؟
غیر ایں معقولہا معقولہا	یابی اندر عشق با فر و بہا
ان عقلی باتوں کے علاوہ معقول باتیں	تو عشق میں شوکت والی اور قیمتی پائے گا
غیر ایں عقل تو حق را عقلہاست	کہ بداں تدبیر اسباب سماست
اس تیری عقل کے سوا اللہ کے پاس عقلیں ہیں	جن سے آسمان کے اسباب کی تدبیر ہوتی ہے
تابدیں عقل آوری ارزاق را	زاں دگر مفرش کنی اطباق را
تو اس عقل کے ذریعہ رزقوں کو حاصل کرے گا	تو اس دوسری سے (آسمانی) طبقوں کو بستر بنا لے گا
عشر امثالت دہد تاہفت صد	چوں بباری عقل در عشق صمد
تجھے دس گنے سے سات سو گنے تک عطا کر دے	جب تو اللہ (تعالیٰ) کے عشق میں عقل کی بازی لگا دے
آں زناں چوں عقلہا درباختند	بر رواق عشق یوسف تاختند
ان عورتوں نے جب عقلیں ہار دیں	وہ یوسف کے عشق کے چھجے پر چڑھ گئیں

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل شاں یکدم ستد ساقی عمر	سیر گشتند از خرد باقی عمر
عمر کے ساقی نے ایک دم ان کی عقل لے لی	باقی عمر کے لئے ان کا عقل سے پیٹ بھر گیا
اصل صد یوسفؑ جمال ذوالجلال	اے کم از زن شو فدای آں جمال
سینکڑوں یوسفوں کی اصل اللہ (تعالیٰ) کا حسن ہے	اے عورت سے کم! اس حسن پر قربان ہو جا
عشق برد بحث را اے جان و بس	کوز گفت و گو شود فریاد رس
اے جان! عشق بحث کو کاٹ دیتا ہے اور بس	کیونکہ وہ گفتگو کے معاملہ میں فریاد رس بن جاتا ہے
حیرتے آید ز عشق آں نطق را	زہرہ نبود کہ کند او ماجرا
عشق سے گویائی پر حیرت طاری ہو جاتی ہے	اس کا پتہ نہیں رہتا کہ وہ گفتگو کرے
کہ بترسد گر جوابے وا دہد	گوہرے از لفج او بیروں جہد
کیونکہ وہ ڈرتی ہے کہ اگر جواب دے	موتی اس کے ہونٹ سے باہر نکل پڑے گا
لب بہ بندد سخت او از خیر و شر	تانباید کز دہاں افتد گہر
بھلے اور برے سے ہونٹ خوب بالکل بند کر لیتی ہے	تاکہ ایسا نہ ہو کہ منہ میں سے موتی گر جائے
ہمچناں کہ گفت آں یار رسولؐ	چوں نبیؐ برخواندے بر ما فضول
جیسا کہ ان صحابی نے فرمایا ہے	جب نبیؐ ہم ناکاروں کو سناتے
آں رسولؐ مجتبیٰ وقت نثار	خواستے از ما حضور و صد وقار
نچھاور کرنے کے وقت وہ برگزیدہ رسولؐ	ہم سے سینکڑوں وقار اور حضور (قلب) چاہتے
آنچنانکہ بر سرت مرغے بود	کز فواتش جان تو لرزاں شود
جس طرح کہ تیرے سر پر پرندہ ہو	جس کے اڑ جانے سے تیری جان لرزتی ہو
پس نیاری ہیچ جنبیدن زجا	تانگیرد مرغ خوب تو ہوا
تو جگہ سے ہل نہ سکے گا	تاکہ تیرا حسین پرندہ ہوا نہ پکڑ لے
دم نیاری زد بہ بندی سرفہ را	تانباید کہ بپرد آں ہما
تو سانس نہ لے سکے گا' کھانسی کو روک لے گا	تاکہ وہ ہما نہ اڑ سکے
ور کسے شیریں بگوید یا ترش	بر لب انگشتے نہی یعنی خمش
اگر تجھے کوئی شخص' میٹھی بات کہے یا کڑوی	تو ہونٹ پر انگلی رکھے گا یعنی چپ رہ
حیرت آں مرغست خاموشت کند	بر نہد سر دیگ و پر جوشت کند
حیرت وہ پرندہ ہے' جو تجھے خاموش کر دیتا ہے	دیگ کا ڈھکنا ڈھک دیتا ہے اور تجھے جوشیلا بنا دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اب ہم اصل قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب سنی اپنی گفتگو کو ختم کر چکا تو کافر جبری نے جواب دینا شروع کیا جس سے وہ ہر کو شخص دنگ ہو گیا لیکن میں ان سوالات اور جوابات کو جو ان دونوں کے درمیان اس کے بعد ہوئے بیان نہیں کرنا چاہتا کیونکہ اگر میں ان تمام سوالوں اور جوابوں کو بیان کروں تو میں اس بات سے رہ جاؤں گا جو میں زیادہ ضروری سمجھ کر کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے ان سوالوں اور جوابوں سے زیادہ ضروری کچھ اور باتیں کہنی ہیں۔ جن سے تمہارے فہم کو ان سے بہتر مضامین کا پتہ چلے گا۔

رہی اس مجادل کی گفتگو سو اس کا کچھ حصہ تو ہم نے بیان کر ہی دیا ہے۔ رہی اس کی گفتگو سو اسے مختصر گفتگو سے تم کو اس کا طریق بھی معلوم ہو سکتا ہے۔ پس اس کو چھوڑ کر ہم زیادہ ضروری باتیں بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو زیادہ ضروری بات اس وقت ہم کو کہنی ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ اہل جبر و اہل قدر وغیرہم کے درمیان قیامت تک یوں ہی گفتگو جاری رہے گی اور اس کا کبھی خاتمہ نہ ہوگا کیونکہ اگر ان میں سے کوئی بھی اپنے حریف کے جواب سے عاجز ہو جاتا تو اس کا مذہب ساقط ہو جاتا اس لئے کہ جب اس فریق کو کوئی جواب ہی نہ بن پڑتا تو لامحالہ وہ اس تباہ راستہ کو چھوڑ دیتا اور اس طرح اس مذہب کا خاتمہ ہو جاتا۔ لیکن چونکہ یہ امر مقدر ہو چکا ہے کہ یہ مذہب ہمیشہ قائم رہے گا اس لئے حق سبحانہ ان لوگوں کو دلائل سے قوت پہنچاتے رہتے ہیں اور دلائل کا القاء ان کے دل میں کرتے رہتے ہیں تاکہ یہ گروہ اپنے مقابل سے الزام نہ کھائے اور اس طرح اپنے حریف کی سعادت واقعیہ یا متوہمیہ سے محجوب اور محروم رہے۔ (یعنی وہ اس سے مغلوب ہو کر اس کے اس مذہب کو قبول نہ کرلے جس کو وہ اپنے زعم میں دولت اور سعادت سمجھتا ہے) اور تاکہ اس طرح یہ بہتر ان باطل مذہب۔ مذہب حق کے ساتھ دنیا میں قیامت تک باقی رہیں اور راز اس کا یہ ہے کہ حق سبحانہ نے امتحان کی غرض سے دنیا کو عالم ظلمت و تستر حقائق بنایا ہے کیونکہ اگر اس میں حقائق بالکل بے حجاب ہوتیں۔ تو پھر امتحان بھی نہ ہو سکتا تھا اور جبکہ یہ عالم ظلمت و تستر حقائق ہے لہذا اس میں تاریکی و خفا کی ضرورت ہے اور تاریکی و خفا اس وقت ہو سکتا ہے جبکہ حق کے ساتھ باطل بھی ہو۔ تاکہ وہ حق کو چھپا سکے۔ اس لئے باطل کا وجود ضروری ہوا اور بنابریں یہ بہتر باطل فرقے قیامت تک قائم رہیں گے اور اہل بدعت و ہوا کا منہ بند نہ ہو سکے گا۔

فائدہ:۔ تقریر بالا سے معلوم ہوا کہ قولہ "از برائے سایہ می باید زمین" اھ زمین سے مراد باطل ہے) شاید کسی کو شبہ نہ ہو کہ آخر اس ستر کی کیا ضرورت تھی اس لئے ہم اس کا جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ جس مطلوب کے حصول کے بہت سے موانع ہوتے ہیں وہ اسی قدر گرامی قدر سمجھا جاتا ہے اور اس کی عزت اسی میں ہے کہ اس کے لئے بہت سے موانع ہوں۔ چنانچہ خزانہ کی گراں قدری اسی میں ہے کہ اس پر بہت سے قفل ہوں اور مقصد سفر کی گراں قدری اسی میں ہے کہ راہ پیچ در پیچ ہو اور اس میں خطرات اور ڈاکو بہت ہوں اور کعبہ و

www.besturdubooks.wordpress.com

ماینتعلق بہا کی عزت اسی میں ہے کہ بد دچوری کریں اور اس کے اور زائر کے درمیان لق و دق صحرا واقع ہو۔ بنا بریں حق سبحانہ نے اپنی دین کی عزت کے اظہار کے لئے طالب اور دین حق کے درمیان گھاٹیاں اور موانع اور ڈاکو قائم کردیئے ہیں کیونکہ ہر نامحمود مذہب اس کے لئے گھاٹی اور مانع اور راہزن ہے۔

اور مذہب باطل۔ مذہب حق کا دشمن اور مخالف ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مقلد ناحقیقت شناس اس دوراہہ پر حیران کھڑا ہے اور وہ احتمالاً حق و باطل دونوں کو حق سمجھتا ہے اور جو جس راستہ پر پڑ گیا ہے اور جس نے جو مذہب اختیار کرلیا ہے وہ اسی کو حق سمجھ کر اسی سے خوش ہے اور جو کوئی اس کو سمجھاتا ہے اور دلائل سے اس کے بطلان کو واضح کرتا ہے تو جہاں تک اس سے ہوسکتا ہے اس کا رد کرتا ہے اور اگر اس سے رد نہیں ہوسکتا تو فوراً یہ کہہ کر قیامت تک کے لئے اس جھگڑے کو ختم کردیتا ہے کہ ہمارے علماء اس کا جواب جانتے ہیں گو ہم کو اس کا صحیح جواب معلوم نہیں اور اس کو اس مذہب کے بطلان کا وسوسہ تک نہیں ہوسکتا۔ جانتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہی ہے کہ وہ اس مذہب پر عاشق ہے۔

پس ثابت ہوا کہ وساوس کا منہ بند کرنے والا صرف عشق ہے۔ ورنہ وساوس کو کوئی نہیں روک سکتا۔ جب تم کو یہ معلوم ہوگیا تو اب تم کو چاہئے کہ تم اس دین پر عاشق ہو جو کہ واقع میں اچھا ہے اور مذاہب باطلہ پر عاشق نہ ہو۔ اور ندیوں میں مرغابی کا شکار کرو۔ صحرا میں سور کا شکار نہ کرو۔ یعنی دین حق کے طالب ہو باطل کے پیچھے نہ پڑو۔ تم باطل کو اس لئے اختیار کرتے ہو کہ اس سے ہم کو نفع ہوگا اور فہم حقائق حاصل ہوگی۔ لیکن یہ تمہاری غلطی ہے اس لئے کہ جو مذہب انجام کار تم کو ذلیل کرنے والا ہے اس سے تم کو کوئی نفع حاصل نہیں ہوسکتا۔ اور جو کہ تمہاری رہی سہی سمجھ کو بھی چٹ کر جانے والا ہے۔ لاحبک الشئ یعمی و یصم اس سے تم کو سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی۔ اگر تم کہو کہ مذہب حق کو اختیار کرنے سے بھی تو عقل جاتی رہے گی۔ کیونکہ لاحبک الشئ یعمی و یصم اس پر صادق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ گو مذہب حق پر عاشق ہو کر بھی تمہاری عقل جاتی رہے گی۔ مگر اس کے بعد تمہیں اور نہایت باشان و شوکت عقل ملے گی جو اس عقل سے کہیں بڑھ کر ہوگی۔ کیونکہ حق سبحانہ کے پاس اس عقل کے سوا جس سے تم اپنے اسباب معاش مہیا کرتے ہو اور بھی بڑی بڑی عقلیں ہیں۔ یہاں تک کہ اس عقل سے تو تم رزقوں ہی کو مہیا کرتے ہو اور وہ عقل جو کہ حق سبحانہ کے خزانہ عقول میں محفوظ ہے اور جو تم کو اس عقل کے کھولنے کے بعد ملے گی اس سے تم آسمانوں کو زمین بناسکتے ہو۔ یعنی اس کے ذریعہ سے تم اتنی روحانی بلند پروازی کرسکتے ہو کہ آسمان تمہاری بلندی اور عروج روحانی کے مقابلہ میں انہیں زمیں معلوم ہوں گے۔

الغرض جب تم حق سبحانہ کے عشق میں اپنی عقل کو کھودو گے تو وہ تم کو اس معاوضہ میں دس گنا سے لے کر سات سو گنا تک عقل عطا فرمادیں گے۔ کیونکہ جب مال خرچ کرنے والوں کے لئے اس قدر انعام کا وعدہ فرمایا ہے تو جو عقل خرچ کردے گا وہ تو اس انجام کا بالاولی مستحق ہے۔ دیکھو جبکہ زنان مصر نے یوسف علیہ السلام پر عاشق ہو کر اپنی عقلیں کھودی تھیں اور اس بھولے ساقی نے ان کی عقلیں سلب کرلی تھیں تو ان کو تمام عمر اپنے عقول رفتہ کا افسوس نہیں ہوا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

اور وہ عمر بھر کے لئے ان سے سیر ہوگئی تھیں۔ پس جبکہ جمال یوسف کے لئے عقول کا کھویا جانا باعث افسوس نہیں ہے تو حق سبحانہ کا جمال جو کہ سینکڑوں یوسفوں کے جمال کا منبع ہے اس کے لئے عقل کا کھویا جانا کیوں باعث افسوس ہوگا۔

ارے تم تو عورتوں سے بھی کم عقل اور کم ہمت ہو تم کو چاہئے کہ مرد بنو اور جمال حق پر قربان ہو جاؤ۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ عشق جو کہ گفتگو کے زرغہ سے چھڑاتا ہے وہ ہی بحث و مباحثہ کو ختم کرتا ہے۔ اس کے بغیر اعتراضات و جوابات کا ختم ہونا ناممکن ہے۔ جب عشق آ جاتا ہے تو اس سے اہل نطق پر حیرت طاری ہو جاتی ہے اور اس کی مجال نہیں ہوتی کہ بات کرسکیں کیونکہ وہ ڈرتے ہیں کہ اگر معترض کا جواب دیا جاتا ہے تو ان کے منہ سے ایک موتی نکلا جاتا ہے۔

فائدہ:۔ مولانا نے خیال یار کے ہٹ جانے کو موتی کا ضائع ہونا قرار دیا ہے اور چونکہ کلام اس کے ضائع ہونے کا سبب ہوا ہے اس لئے کلام کے منہ سے نکلنے کو اس موتی کا نکلنا قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم) عاشق کی حالت یہی ہوتی ہے جس کا نقشہ ایک صحابی نے یوں کھینچا کہ جس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو قرآن وغیرہ سناتے ہیں تو ہم سے ایسا حضور اور ایسا سکون چاہتے جیسے کسی کے سر پر جانور بیٹھا ہو۔ جس کے ضائع ہو جانے کا اس کو نہایت خوف ہو اور اس لئے وہ اپنے جگہ سے حرکت بھی نہ کرسکتا ہو۔ تا کہ اس کے سر سے وہ عمدہ جانور اڑ نہ جائے اور سانس بھی نہ لے سکتا ہو اور کھانسنے کو بھی روکتا ہو۔ تا کہ وہ مبارک جانور پرواز نہ کر جائے اور اگر ایسی حالت کوئی اسے برا بھلا بھی کہے تو وہ بھی اس کو بھی جواب نہ دے اور منہ پر انگلی رکھ کر کہہ دے کہ بھائی ذرا خاموش رہو۔ ایسا نہ ہو میرا شکار جاتا رہے۔

القصہ حیرت عشق ہی وہ جانور ہے جو تم کو خاموش کرسکتا ہے اور تم پر چپنی رکھ کر پکا سکتے۔ یعنی تمہارا منہ بند کر کے اندر ہی اندر تم کو کامل بنا سکتی ہے۔ پس تم حیرت عشق حاصل کرو اور قیل وقال کو چھوڑ دو۔ کیونکہ اس سے تم مقصود تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

تمت الربع الثالث بعون اللہ تعالیٰ۔

نوٹ:۔ ربع ثانی میں محمود اور ایاز کا قصہ واقع ہوا تھا جو کہ ان میں تمام نہ ہوا تھا ربع رابع میں اس کو تمام کیا جائے گا۔ ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ربع رابع دفتر خامس

پرسیدن بادشاہ قاصداً ایاز را کہ چندیں غم وشادی با چارق وپوستین کہ جماد ست بچہ میگوئی تا ایاز را در سخن در آرد وسوال سلطان ازو

بادشاہ کا ایاز سے قصداً دریافت کرنا کہ رنج اور خوشی کی اس قدر باتیں تو چپل اور پوستین سے جو کہ بے روح ہیں کیوں کرتا ہے؟ تا کہ ایاز سے بات کہلائے اور بادشاہ کا اس سے دریافت کرنا

اے ایاز ایں مہر ہا بر چارقے	چیست آخر ہمچو بر بت عاشقے
اے ایاز! چپل سے اس قدر محبتیں	آخر کیوں ہیں؟ جیسا کہ بت پر عاشق
ہمچو مجنوں از رخ لیلیٰ خویش	کردۂ تو چارقے را دین وکیش
مجنوں کی طرح اپنی لیلیٰ کے رخ کو	تو نے چپل کو دین اور مذہب بنا لیا ہے
بادو کہنہ مہر جاں آمیختہ	ہر دو را در حجرۂ آویختہ
دو پرانی چیزوں سے جان کی محبت وابستہ کر دی ہے	دونوں کو حجرے میں لٹکا لیا ہے
چند گوئی باد و کہنہ تو سخن	در جمادے می دمی سر کہن
تو دو پرانی چیزوں سے کتنی باتیں کرے گا؟	تو پرانا راز پتھر میں پھونکتا ہے
چوں عرب با ربع واطلال اے ایاز	میکنی از عشق گفت خود دراز
اے ایاز! عربوں کی طرح منزل اور ٹیلوں سے	عشق کی وجہ سے تو بات کو لمبا کرتا ہے
چارقت ربع کدامیں آصف ست	پوستیں گوئی قمیص یوسف ست
تیری چپل کونسے آصف کی منزل ہے؟	گویا پوستین یوسف کی قمیص ہے
ہمچو ترسا کو شمارد با کشش	جرم یکسالہ زنا وغل وغش
عیسائی کی طرح جو پادری کے سامنے گنتا ہے	ایک سال کے زنا اور کھوٹ اور دھوکے کے جرم
تا بیامرزد کشیشش آں گناہ	عفو او را عفو داند از الٰہ
تا کہ پادری اس کا وہ گناہ بخش دے	اس کے معاف کر دینے کو خدا کا معاف کرنا سمجھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست آگہ آں کشیش از جرم وداد	لیک بس جادوست عشق و اعتقاد
وہ پادری جرم اور انصاف سے واقف نہیں	لیکن عشق اور اعتقاد بہت بڑا جادو ہے
دوستی در وہم صد یوسف تند	اسحر از ہاروت ماروتست خود
عشق وہم میں سینکڑوں یوسف بنا لیتا ہے	وہ خود ہاروت اور ماروت سے زیادہ جادو گر ہے
صورتے پیدا کند بر یاد او	جذب صورت آردت در گفتگو
وہ (عشق) اس کی یاد پر ایک صورت پیدا کر دیتا ہے	صورت کی کشش تجھے گفتگو پر آمادہ کر دیتی ہے
راز گوئی پیش صورت صد ہزار	آنچناں کہ یار گوید پیش یار
تو صورت کے سامنے ہزاروں راز بیان کرتا ہے	جس طرح دوست دوست کے سامنے بیان کرتا ہے
نے بدانجا صورتے نے ہیکلے	زادہ از وے صد الست و صد بلے
نہ وہاں کوئی تصویر ہے نہ بت	اس (عشق) سے سینکڑوں سوال و جواب پیدا ہو جاتے ہیں
آں چناں کہ مادر دل بردۂ	پیش گور بچۂ نو مردۂ
جیسا کہ غمگین ماں	نئے مرے ہوئے بچہ کی قبر کے سامنے
راز ہا گوید بجد و اجتہاد	می نماید زندہ او را آں جماد
کوشش اور محنت سے راز کہتی ہے	وہ بے روح اس کو زندہ نظر آتا ہے
حی و قایم داند او آں خاک را	خوش نگر ایں عشق ساحر ناک را
وہ اس مٹی کو زندہ اور قائم سمجھتی ہے	اس جادو گر عشق پر غور کر لے
پیش او ہر ذرۂ آں خاک گور	گوش دارد ہوش دارد وقت شور
اس کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ	شور کے وقت کان رکھتا ہے، ہوش رکھتا ہے
مستمع داند بجد آں خاک را	چشم و گوشے داند او خاشاک را
وہ واقعی طور پر اس مٹی کو سننے والا سمجھتی ہے	وہ مٹی کے کان اور آنکھ سمجھتی ہے
آں چناں بر خاک گور تازہ او	دمبدم خوش می نہد با اشاک رو
وہ نئی قبر کی مٹی پر اس طرح	لمحہ بہ لمحہ اشک آلود چہرہ مستعدی سے رکھتی ہے
کہ بوقت زندگی ہرگز چناں	روی ننہادہ است بر پور چو جاں
کہ زندگی کے وقت اس طرح کبھی بھی	جان جیسے بیٹے پر چہرہ نہیں رکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

از عزا چوں چند روزے بگذرد	آتش آں عشق او ساکن شود
جب سوگ کے چند روز گزر جائیں	اس کی محبت کی آگ ٹھنڈی پڑ جاتی ہے
عشق بر مردہ نباشد پائدار	عشق را برحی جاں افزای دار
مردے سے عشق پائیدار نہیں ہوتا ہے	زندۂ جان بڑھانے والے سے عشق کر
بعد ازاں زاں گور خود خواب آیدش	از جمادے ہم جمادی زایدش
اس کے بعد خود اس کو اس قبر سے نیند آنے لگتی ہے	اس میں بے روح سے بے حسی پیدا ہو جاتی ہے
زانکہ عشق افسون خود بر بود و رفت	ماند خاکستر چو آتش رفت تفت
کیونکہ عشق اپنا منتر لے گیا اور چل دیا	جب آگ تیزی سے چلی گئی راکھ رہ گئی
آنچہ بیند آں جواں در آئینہ	پیر اندر خشت بیند آں ہمہ
جوانؔ جو کچھ آئینہ میں دیکھتا ہے	پیرؔ اینٹ میں وہ سب کچھ دیکھتا ہے
پیر عشق تست نے ریش سپید	دستگیر صد ہزاراں نا امید
عشقؔ تیرا پیر ہے نہ سفید داڑھی	جو لاکھوں مایوسوں کا دستگیر ہے
عشق صورتہا بسازد در فراق	تا مصور سرکند وقت تلاق
عشقؔ جدائی میں تصویریں بناتا ہے	یہاں تک کہ ملاقات کے وقت تصویر رونما ہو جاتی ہے
کہ منم آں اصل اصل ہوش و مست	بر صورہا عکس حسن ما بدست
کہ ہوش اور مست کا اصل اصول میں ہوں	صورتوں پر ہمارے ہی حسن کا عکس تھا
پردہا را ایں زماں برداشتم	حسن را بے واسطہ بفراشتم
اب میں نے پردے اٹھا دیئے ہیں	میں نے حسن کو بے واسطہ جلوہ گر کر دیا ہے
زانکہ بس با عکس من در یافتی	قوت تجرید ذاتم یافتی
کیونکہ تو نے مجھے عکس کے ساتھ بہت پایا ہے	(اب) تو نے میری ذات کو مجرد کرنے کی قوت حاصل کر لی ہے
چوں ازیں سو جذبۂ من شد رواں	او کشش را می نہ بیند درمیاں
جب اس جانب سے میرا جذبہ روانہ ہوا	وہ کشش کو درمیان میں نہیں دیکھتا ہے
مغفرت میخواہد از جرم و خطا	از پس آں پردہ از لطف خدا
وہ جرم اور خطا کی معافی چاہتا ہے	خدا کی مہربانی سے اس پردے کے بعد

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں ز سنگے چشمہ جاری شود	سنگ اندر چشمہ متواری شود
جب کسی پتھر سے چشمہ بہہ پڑتا ہے	پتھر چشمہ میں چھپ جاتا ہے
کس نخواند بعد ازاں آں را حجر	زانکہ جاری شد ازاں سنگ آں گہر
اس کے بعد اس کو کوئی پتھر نہیں کہتا	کیونکہ اس پتھر سے وہ موتی بہہ پڑا ہے
کاسہاداں ایں صور را داند رو	آنچہ حق ریزد بداں گیرد علو
ان عکسوں کو پیالے سمجھ اور ان میں	حق (تعالیٰ) جو ڈالتا ہے اس سے وہ سربلندی حاصل کر لیتے ہیں۔

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا قصہ ایاز کی طرف پھر رجوع فرماتے ہیں جو کہ ربع ثانی میں گزر چکا ہے اور کہتے ہیں کہ بادشاہ نے ایاز سے دریافت کیا کہ اے ایاز تیری جوتیوں سے ایسی محبت جیسے کہ کوئی معشوق پر عاشق ہوتا ہے کیوں ہے؟ اور اس کا سبب کیا ہے تو نے تو ان لیتروں کو یوں اپنا دین و مذہب بنالیا ہے جیسے مجنوں نے رخ لیلیٰ کو کہ تو نے ان سے بجان و دل محبت کر کے ان کو اپنے حجرہ میں لٹکا رکھا ہے۔ آخر یہ بات کیا ہے۔ آخر تو ان پرانے لیتروں سے کب تک گفتگو کرتا رہے گا اور ایک بے حس و حرکت شے سے کب تک اپنے اسرار بیان کرتا رہے گا۔ جس طرح عرب منازل محبوب اور اس کے کھنڈروں سے گفتگو کیا کرتے ہیں۔ تو اپنی عشق کی بنا پر ان سے گفتگو کو طول دیتا ہے تو بتلا تو سہی یہ تیرے لیترے کس باعظمت شخص کی یادگار ہیں اور تیرا پوستین کس یوسف کا کرتا ہے تیری حالت تو ایسی ہے جیسے کوئی نصرانی جو کہ اپنے پادری کے سامنے اپنے سال بھر کے گناہوں زنا چوری اور دیگر نقصانات کو بیان کرتا ہوتا کہ وہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہ وہ اس لئے کرتا ہے کہ وہ اس کی معافی کو خدا کی معافی سمجھتا ہے حالانکہ اس کو نہ اس کی نیکیوں کی خبر ہوتی ہے نہ بدیوں کی۔ مگر عشق و اعتقاد بری بلا ہیں وہ اس کو عالم الغیب وغیرہ ظاہر کرتے ہیں اور اس کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے اس سے معافی کا خواستگار ہو۔ بات یہ ہے کہ محبت عجیب چیز ہے کہ یہ ایک نہایت ہی مکروہ شے کو خیال میں سینکڑوں یوسفوں کے برابر حسین ظاہر کرتی ہے اور وہ ہاروت و ماروت سے بھی زیادہ جادوگر ہے اور ان سے زیادہ اشیائے غیر واقعیہ کو واقعہ دکھلاتی ہے۔ محبت محبوب کے خیال میں تمہارے سامنے ایک صورت بنا دیتی ہے اور وہ صورت اپنی کشش سے تمہیں گویا کرتی ہے بنا بریں تم اس صورت کے سامنے لاکھوں اسرار یوں بیان کرتے ہو جیسے عاشق اپنے معشوق کے سامنے کیا کرتا ہے۔ حالانکہ نہ وہاں واقع میں کوئی صورت ہوتی ہے نہ جسم اور اس سے تمہارے خیال میں سینکڑوں سوالات و جوابات پیدا ہوتے ہیں اور تم اسے واقع میں سائل اور مجیب سمجھتے ہو۔ اور تم اس سے یوں سوال و جواب کرتے ہو جیسے کہ ایک مادر مشفقہ اپنے عنقریب مرے ہوئے بچے کی گور پر کیا کرتی ہے۔ وہ وہاں جا کر اپنی پوری کوشش سے اسرار بیان کرتی ہے اور وہ بے حس و حرکت شے اسے زندہ معلوم ہوتی ہے اور وہ اس خاک کو حی و قائم سمجھتی ہے۔ اب تم اس جادوگر عشق کی حالت کو

www.besturdubooks.wordpress.com

غور سے دیکھو کہ یہ کیا جادو کرتا ہے اور کس طرح آدمی کی عقل کو معطل اور وہم کو غالب کرتا ہے۔ اس ماں کے نزدیک قبر کی مٹی کا ہر ذرہ اس کی آہ وزاری کے وقت سامع اور فہیم ہوتا ہے اور وہ واقع میں اس خاک کو سامع سمجھتی ہے اور اس خاشاک کو وہ ہمہ تن چشم و گوش جانتی ہے۔ بنابریں وہ اپنے بچہ کی نئی قبر کی مٹی پر رو کر یوں متوجہ ہوتی ہے کہ اس نے اس کی زندگی کی حالت میں اس کی طرف کبھی یوں توجہ نہ کی تھی۔ لیکن جب اس سانحہ کو کچھ دن ہو جاتے ہیں تو اس کے عشق کی آگ ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور یہ شور و شر اور غلبہ خیال سب رفو چکر ہو جاتا ہے۔

پس تم اس واقعہ سے سبق لو اور سمجھو کہ مردوں (خواہ حالاً مردے ہوں یا مآلاً) کا عشق قائم نہیں رہتا۔ پس تم ان سے دل نہ لگاؤ اور اس سے لو لگاؤ جو آئندہ رہے گا۔ نہ صرف خود ہی زندہ رہے گا بلکہ تمہارے اندر حیات بڑھائے گا۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب سمجھو کہ جب اس سانحہ کو زیادہ دن ہو جاتے ہیں تو ماں پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور اس جماد سے اس میں جمادیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ بے حس ہو جاتی ہے کیونکہ یہ شور و شر عشق کا اثر تھا۔ عشق اپنا کرشمہ دکھلا گیا اور چلتا ہوا۔ اور جب آگ جاتی رہے تو اب ٹھنڈی راکھ رہ گئی۔

اب سمجھو کہ جوان (ناتجربہ کار) جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے (پیر و تجربہ کار اس کو اسی وقت دیکھ لیتا ہے جبکہ آئینہ مکمل بھی نہیں ہوتا یعنی ناقصین تو عشق فانیات کی برائی اس کے زوال کے بعد معلوم ہوئی مگر اہل کمال کو اس کا قبح اس کے وجود سے معلوم ہوتا ہے اور اس بناء پر وہ فانیات سے دل ہی نہیں لگاتے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر آگے بمناسبت پیر اندر خشت بیند الخ ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اصل پیر تو تمہارا عشق ہے جو کہ سینکڑوں ناامیدوں کی دستگیری کرتا اور ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچاتا ہے نہ کہ سفید ڈاڑھی والا شخص۔ پس تم عشق حق سبحانہ اختیار کر و یاد رکھو کہ عشق حقیقی کی حالت یہ ہوتی ہے کہ جب تک محبوب حقیقی تک رسائی نہیں ہوتی اس وقت تک تو وہ مطلوب حقیقی کو طالب کے سامنے مختلف صورتوں میں جلوہ گر کرتا ہے۔ (جو کہ اس کے لئے ایسے ہوتے ہیں جیسے نصاریٰ کے لئے قسیسین) یہاں تک کہ ایک وقت اس کو وصال ہوتا ہے اور مطلوب حقیقی جس کی صورتیں اس نے اپنے خیال میں تراش رکھی تھیں۔ اس کے سامنے جلوہ گر ہوتا ہے اور کہتا ہے کہ ہر ہوش اور بے ہوشی کی اصل الاصل میں ہوں۔ اور ان صورتوں میں جس قدر بھی حسن ہے وہ میرے ہی حسن کا پرتو ہے۔ اب میں نے حجابات اٹھا دیئے ہیں اور تمہارے سامنے حسن کو بے پردہ جلوہ گر کر دیا ہے چونکہ تم میرے خیال میں اپنی خیالی صورتوں پر بہت کچھ عاشق رہ چکے ہو۔ اس لئے اب تمہارا پختہ ہو گیا ہے اور میری ذات مجردہ کے مشاہدہ کی استعداد تم میں پیدا ہو گئی ہے۔

لو اب دیکھو القصہ جب جذبہ حق سبحانہ اپنا کام کرتا ہے تو پھر وہ اپنے صور خیالیہ کو جو کہ غیریت حق سبحانہ فی الواقع اور الوہیت فی الخیال میں بمنزلہ قسیسین کے تھیں درمیان سے اٹھ جاتی ہیں اور طالب ان کو درمیان میں نہیں دیکھتا اس وقت وہ رفع حجابات کے بعد براہ راست حق سبحانہ سے اپنے جرائم کی معافی چاہتا ہے جیسا کہ اس سے قبل وہ ان صور خیالیہ سے چاہتا تھا جو کہ اس کے لئے بمنزلہ قسیسین کے تھیں۔

اب ہم ایک شبہ کا ازالہ ضروری سمجھتے ہیں۔ تقریر شبہ یہ ہے کہ جب یہ عاشق قبل وصال صورت غیر خدا کی

www.besturdubooks.wordpress.com

پرستش کرتا تھا تو اس کو مشرک ہونا چاہئے یہ تو شبہ تھا اب ہم جواب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب کسی پتھر سے چشمہ جاری ہوتا ہے اور وہ پتھر اس میں مشہور ہو جاتا ہے تو پھر اسے کوئی نہیں پتھر کہتا۔ بلکہ چشمہ کہتے ہیں کیونکہ اس سے پانی جاری ہو گیا ہے جس نے اسے چھپا لیا ہے۔ جب یہ امر معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ یہ صور خیالیہ تو منزلہ پیالے کے ہے۔ حق سبحانہ ان میں جس قدر اپنا حسن ڈالتے ہیں اس سے ان کو علو مرتبت حاصل ہوتا ہے اور اسی حسن کی بناء پر وہ مطلوب ہوتے ہیں نہ کہ من حیث ھی اور اس حیثیت سے وہ غیر خدا نہیں ہیں۔

فائدہ:۔ اس پر اگر یہ شبہ کیا جائے کہ مشرکین کی طرف سے بھی یہی جواب ہو سکتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ان کی طرف سے یہ جواب نہیں ہو سکتا وجہ اس کی یہ ہے کہ اصل تو یہ ہے کہ ذات حقہ حقیقیہ کی پرستش کی جائے اور کسی ایسی شے کی پرستش نہ ہو جس میں یہی وجہ بھی غیریت ہو۔ اسی لئے حق سبحانہ نے پرستش اغیار کی ممانعت فرمائی ہے۔ مگر حق سبحانہ کی صور خیالیہ سے ناقصین کے لئے احتراز ناممکن تھا۔ ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا بنا بریں اس نے اپنے صور خیالیہ کے پرستش کو اپنی پرستش قرار دیا اور ان کو معذور سمجھا۔ اور بتوں وغیرہ کی پرستش سے اجتناب ممکن تھا اس لئے ان کی پرستش کی ممانعت علیٰ حالہا باقی رہی اور عبدۃ اصنام کو معذور نہ قرار دیا۔ واللہ اعلم)

گفتن خویشاوندان مجنوں را کہ حسن لیلیٰ باندازہ ایست' چنداں نیست از و نغز تر در شہر ما بسیار ست یکے و دو و دہ بر تو عرضہ کنیم اختیار کن و مارا و خود را وارہاں و جواب گفتن مجنوں ایشاں را

رشتہ داروں کا مجنوں سے کہنا کہ لیلیٰ کا معمولی حسن ہے زیادہ نہیں ہے ہمارے شہر میں اس سے بہتر بہت ہیں ہم ایک اور دو اور دس تیرے سامنے پیش کر دیتے ہیں تو ان میں سے پسند کر لے اور ہمیں اور اپنے آپ کو نجات دے اور مجنوں کا ان کو جواب دینا

ابلہاں گفتند مجنوں را ز جہل	حسن لیلیٰ نیست چنداں' ہست سہل
بیوقوفوں نے نادانی سے مجنوں سے کہا	لیلیٰ کا حسن زیادہ نہیں ہے' معمولی ہے
بہتر از وے صد ہزاراں دلربا	ہست ہمچوں ماہ اندر شہر ما
اس سے زیادہ حسین لاکھوں معشوق	ہمارے شہر میں چاند جیسے ہیں
نازنیں تر زو ہزاراں حور وش	ہست بگزیں زاں ہمہ یکیار خوش
ہزاروں حوروں جیسے اس سے زیادہ ناز و انداز والے	موجود ہیں ان سب میں سے ایک حسین یار منتخب کر لے
وارہاں خود را و مارا نیز ہم	از چنیں سودای زشت متہم
اپنے آپ کو اور ہمیں بھی نجات دے	ایسے برے متہم عشق سے
گفت صورت کوزہ ست او حسن مے	مے خدایم میدہد از ظرف وے
اس نے کہا صورت پیالہ ہے اور حسن شراب ہے	مجھے اس کے پیالے سے خدا شراب پلاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرشمارا سرکہ دادا ز کوزہ اش	تانباشد عشق او تاں گوش کش
اس کے پیالے سے تمہیں سرکہ دیا ہے	تاکہ اس کا عشق تمہارے کان نہ کھینچے
از یکے کوزہ دہدزہر و عسل	ہر یکے را دست حق عز و جل
ایک ہی پیالے سے زہر اور شہد	اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہر ایک کو عطا کرتا ہے
کوزہ می بینی ولیکن آں شراب	روی ننماید بچشم ناصواب
تو پیالہ دیکھتا ہے لیکن وہ شراب	غلط آنکھ کو چہرہ نہیں دکھاتی ہے
قاصرات الطرف باشد ذوق جاں	جز بخصم خویش ننماید نشاں
طبیعت کا ذوق نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے	اپنے اہل کے سوا چہرہ نہیں دکھاتا ہے
قاصرات الطرف باشد آں مدام	ویں حجاب ظرفہا ہمچوں خیام
وہ شراب نظر کو روکنے والیوں میں سے ہے	اور یہ پیالوں کا پردہ خیموں کی طرح ہے
ہست دریا خیمۂ دروے حیات	بط را، لیکن کلاغاں را ممات
دریا ایک خیمہ ہے، اس میں زندگی ہے	بطخ کی، لیکن کوؤں کی موت ہے
زہر باشد مار را ہم قوت و برگ	غیر او را زہر او دردست و مرگ
زہر، سانپ کی روزی بھی ہے اور سازو سامان بھی	اس کے غیر کے لئے اس کا زہر درد اور موت ہے
صورت ہر نعمتے و محنتے	ہست ایں را دوزخ آنرا جنتے
ہر نعمت اور محنت کی صورت	اس کے لئے دوزخ ہے، اس کے لئے جنت ہے
پس ہمہ اجسام اشیاء تبصرون	اندرو قوت ست وسم لاتبصرون
پس تم تمام چیزوں کے جسم دیکھتے ہو	ان کے اندر روزی ہے اور زہر، تم نہیں دیکھتے ہو
ہست ہر جسمے چو کاسۂ و کوزۂ	اندر وہم قوت و ہم دل سوزۂ
ہر جسم، پیالے اور کٹورے کی طرح ہے	اس میں روزی بھی ہے اور دل کا جلاوا بھی
کاسہ پیدا اندر و پنہاں رغد	طاعمش داند کزاں چہ می خورد
پیالہ ظاہر ہے اس میں خوش عیشی پوشیدہ ہے	اس کا کھانے والا جانتا ہے کہ اس میں سے کیا کھا رہا ہے
صورت یوسفؑ چو جامے بود خوب	زاں پدر می خورد صد بادہ طروب
(حضرت) یوسف کی صورت ایک عمدہ جام تھی	باپ اس سے سینکڑوں مست کرنے والی شرابیں پیتے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

باز اخواں را ازاں زہراب بود	کاندر ایشاں زہر کینہ میفزود
پھر بھائیوں کے لئے اس میں زہریلا پانی تھا	جو ان کے اندر کینے کا زہر بڑھا رہا تھا
باز ازوے مر زلیخا را شکر	می کشید از عشق افیون دگر
پھر اس میں سے زلیخا کے لئے شکر	عشق کے ذریعہ دوسری افیون نکالتی تھی
غیر آں چہ بود مر یعقوبؑ را	بود از یوسفؑ غذا آں خوب را
اس کے سوا جو (حضرت) یعقوبؑ کے لئے تھی	اس حسینہ کے لئے یوسف میں سے غذا تھی
گونہ گونہ شربت و کوزہ یکے	تانماند درمۓ غیبت شکے
طرح طرح کی شرابیں ہیں اور پیالہ ایک ہے	تاکہ تجھے غیب کی شراب میں شک نہ رہے
بادہ ازغیب ست وکوزہ زیں جہاں	کوزہ پیدا بادہ دروے بس نہاں
شراب غیب کی ہے اور پیالہ اس جہان کا ہے	پیالہ ظاہر ہے اس میں شراب بہت مخفی ہے
بس نہاں از دیدۂ نا محرماں	لیک بر محرم ہویدا و عیاں
نامحرموں کی آنکھ سے بہت پوشیدہ ہے	لیکن محرم پر ظاہر اور کھلی ہوئی ہے
یا الٰہی سکرت ابصارنا	فاعف عنا اثقلت اوزارنا
اے میرے خدا ہماری بینائیاں مدہوش کر دی گئی ہیں	ہمیں معاف کر ہمارے (گناہوں کے) بوجھ بھاری ہوگئے ہیں
یا خفیا قد ملات الخافقین	قدعلوت فوق نور المشرقین
اے پوشیدہ! تو نے مشرق ومغرب کو پر کر دیا ہے	تو دونوں مشرقوں کے نور سے بڑھ گیا ہے
انت سر کاشف اسرارنا	انت فجر مفجر انھارنا
تو راز ہے ہمارے بھیدوں کو کھولنے والا ہے	تو صبح کا سفیدہ ہے ہماری نہروں کو جاری کرنے والا ہے
یا خفی الذات محسوس العطا	انت کالماء و نحن کالرحا
اے مخفی ذات والے، محسوس عطا والے	تو پانی کی طرح اور ہم پن چکی کی طرح ہیں
انت کالریح و نحن کالغبار	یختفی الریح و غبراہ جہار
تو ہوا کی طرح اور ہم غبار کی طرح ہیں	ہوا پوشیدہ رہتی ہے اور اس کا غبار ظاہر ہے
تو بہاری ماچو باغ سبز وخوش	او نہان و آشکارا بخشش
تو (موسم) بہار ہے ہم سبز اور خوش باغ کی طرح ہیں	وہ پوشیدہ اور اس کی عطا کھلی ہوئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو چو جانے ما مثال دست و پا	قبض و بسط دست از جاں شد روا
تو جان کی طرح ہے ہم ہاتھ اور پاؤں کی طرح ہیں	ہاتھ کا بند ہونا اور کھلنا جان سے ممکن ہوا
تو چو عقلی ما مثال ایں زباں	ایں زباں از عقل دارد ایں بیاں
تو عقل کی طرح ہے ہم اس زبان جیسے ہیں	اس زبان کو عقل سے بیان حاصل ہوا ہے
تو مثال شادی و ما خندہ ایم	کہ نتیجہ شادی فرخندہ ایم
تو خوشی کی طرح ہے اور ہم ہنسی ہیں	کیونکہ ہم مبارک خوشی کا نتیجہ ہیں
جنبش ما ہر دمے خود اشہد ست	کو گواہ ذوالجلال سرمدست
ہماری حرکت ہر وقت خود بڑا گواہ ہے	کیونکہ وہ ہمیشہ رہنے والی ذوالجلال کی گواہ ہے
گردش سنگ سیا در اضطراب	اشہد آمد بر وجود جوی آب
پن چکی کے پتھر کی گردش بے قراری میں	نہر کے پانی پر بڑا گواہ بنی
اے بروں از وہم و قال و قیل من	خاک بر فرق من و تمثیل من
اے وہ! جو کہ میرے وہم اور بات چیت سے باہر ہے	میری سر کی مانگ اور مثال دینے پر خاک
بندہ نشکیبد ز تصویر خوشت	ہر دمے گوید کہ جانم مفرشت
تیرے حسین تصور پر بندہ صبر نہیں کر سکتا ہے	ہر لمحہ کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو
ہمچو آں چوپاں کہ میگفت اے خدا	پیش چوپان محب خود بیا
اس گڈریے کی طرح جو کہہ رہا تھا اے خدا!	اپنے عاشق گڈریے کے سامنے آ جا
تا شپش جویم من از پیراہنت	چارقت دوزم ببوسم دامنت
تاکہ میں تیرے کپڑوں میں سے جوئیں پاؤں	تیرا چپل سی دوں تیرا دامن چوموں
کس نبودش در ہوا و عشق جفت	لیک قاصر بود از تسبیح و گفت
محبت اور عشق میں کوئی اس جیسا نہ تھا	لیکن تسبیح اور گفتگو میں کوتاہ تھا
عشق او خرگاہ بر گردوں زدہ	جاں سگ خرگاہ آں چوپاں شدہ
اس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑ دیا تھا	جان اس گڈریے کے خیمہ کا کتا بن گئی تھی
چونکہ بحر عشق یزداں جوش زد	بر دل او زد ترا بر گوش زد
جب اللہ (تعالیٰ) کے عشق کے سمندر نے جوش مارا	اس کے دل سے ٹکرایا، تیرے کان سے ٹکرایا

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اب مولانا کا سہادان این صوراِلخ کی مناسبت سے مجنوں کا قصہ بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ احمقوں نے اپنی حماقت سے مجنوں سے کہا کہ لیلیٰ کا حسن تو اس قدر نہیں ہے کہ اس کے لئے آدمی یوں دیوانہ ہوجائے وہ تو بہت معمولی ہے اس سے بہتر ہمارے یہاں سینکڑوں معشوق ہیں جو کہ حسن میں چاند کے مثل ہیں اور اس سے زیادہ نازنین ہزاروں حورش ہیں تو ان میں سے کسی کو چھانٹ لے اور اس بے ہودہ جنون سے جو بدنامی کا باعث ہے اپنے کو بھی نجات دے اور ہمیں بھی۔ اس نے جواب دیا کہ صاحبو سنو صورت ایک پیالہ ہے اور حسن شراب خدا مجھے اسی کے پیالہ سے شراب پلاتا ہے اور مجھے اسی کے حسن سے لذت ملتی ہے تم کو اس کے حسن سے لذت حاصل نہیں ہوتی۔ اس لئے یوں کہا جائے گا کہ تمہیں خدا اس پیالہ سے بجائے شراب کے سرکہ پلاتا ہے اس کا نتیجہ ہے کہ اس کا عشق تمہارے کان پکڑ کر اس کی طرف نہیں لے جاتا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ بڑے کامل القدرت ہیں وہ اپنی قدرت کاملہ سے مختلف لوگوں کو ایک ہی پیالہ سے شراب بھی پلاتے ہیں اور سرکہ بھی یعنی کوئی مخلوقات میں تجلیات حق کا مشاہدہ کرتا ہے اور کوئی اس کا مشاہدہ نہیں کرسکتا۔ چنانچہ تم پیالہ تو دیکھتے ہو مگر شراب حسن الٰہی تمہاری غلط بیں آنکھ سے مخفی ہے اور اسے دکھلائی نہیں دیتی۔ اس لئے تمہیں ان سے لطف روحانی حاصل نہیں ہوتا۔

اصل بات یہ ہے کہ لطف روحانی ان حوروں کے مشابہ ہے جو کہ اپنی نظر صرف اپنے شوہروں تک محدود رکھتی ہیں اور اجنبی آدمی پر نظر نہیں ڈالتیں۔ بنابریں وہ اپنے اہل کے سوا دوسرے کو اپنا پتہ نہیں دیتا۔ نیز شراب حسن الٰہی بمنزلہ انہی حوروں کے ہے جو کہ اپنی نظر کو صرف شوہروں تک محدود رکھتی ہیں۔ اور ظروف صور اس کے لئے بمنزلہ خیموں کے ہیں۔

بنابریں نااہلوں کی اس شراب تک رسائی نہیں ہوتی اور خیمہ ہائے صور دریا کے مشابہ ہیں جو کہ بطون کے لئے موجب حیات ہوتا ہے اور کودن کے لئے موت۔ اس لئے صور محسوسات اہل اللہ کے لئے حیات روحانی ہیں اور محجوبں کے لئے موت روحانی کا سبب ہیں اور یہ کچھ بعید نہیں۔ دیکھو زہر سانپ کے لئے غذا اور سامان عیش ہوتا ہے مگر دوسروں کے لئے موجب تکلیف وموت ہوتا ہے۔

علیٰ ہذا ہر نعمت اور تکلیف کسی کے لئے دوزخ اور موجب اذیت ہے اور کسی کے لئے جنت اور موجب راحت۔

القصہ تم جس قدر اجسام یا اشیاء دیکھتے ہو ان میں غذا بھی ہے اور زہر بھی۔ مگر تمہیں ان میں دو چیزیں نظر نہیں آتیں۔

اب ہم اس مضمون کو ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو ہر جسم بمنزلہ ایک پیالہ اور کے ہے۔ جس میں غذا بھی ہے اور اذیت قلبی بھی اور کاسہ تو ظاہر ہے مگر شراب یا نعمت وغیرہ اس میں پوشیدہ ہے۔ جس کو ہر ایک نہیں دیکھ سکتا۔ جو اس کو کھاتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں کیا ہے اور وہ کیا کھا رہا ہے پس جو ان سے لذت حاصل کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس میں لذت ہے اور جو اس سے تکلیف اٹھاتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ اس میں اذیت ہے چنانچہ صورت یوسف علیہ السلام ایک عمدہ پیالہ کے مثل تھی پس ان کے باپ تو اس سے سینکڑوں مست کن شرابیں پیتے تھے۔

اب بھائیوں کی حالت سنو بھائیوں کو اس سے زہر ملا پانی ملتا تھا جو کہ ان کے اندر زہر کینہ بڑھاتا تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اچھا اب زلیخا کی حالت سنو۔ زلیخا کو اس پیالہ سے شکر ملتی تھی اور وہ اس کے عشق سے ایک اور ہی افیون کھاتی تھی اور اس سے اس کے اندر ایک اور ہی نشہ پیدا ہوتا تھا جو کہ اس نشہ کے مغائر تھا جو اس سے یعقوب علیہ السلام کو حاصل ہوتا تھا۔ (کیونکہ زلیخا کا عشق شہوانی تھا برخلاف یعقوب علیہ السلام کے) اور یوسف علیہ السلام سے اس کو بھی ایک طرح کی غذا ملتی تھی۔ (گو وہ اس غذا کے مغائر تھی جو ان سے یعقوب علیہ السلام کو ملتی تھی) پس کوزہ ایک تھا مگر اس سے مختلف لوگوں کو مختلف شربت ملتے تھے۔ اب تم کو شراب پینے کے بارہ میں شک نہ رہنا چاہئے اور تم کو خیال نہ کرنا چاہئے کہ اس کے آثار کیونکہ مختلف ہوسکتے ہیں۔

القصہ کوزہ تو ناسوتی ہیں مگر ان میں شراب غیبی بھری ہوئی ہے اور کوزہ محسوس ہیں۔ مگر شراب ان میں نہایت مخفی ہے یعنی نامحرموں کی آنکھوں سے مخفی ہے لیکن محرموں کے لئے نہایت واضح اور ظاہر ہے۔ بنا بریں وہ بے تکلف ان میں تجلیات حق سبحانہ کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اب مولانا مناجات فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ ہماری آنکھیں مست اور بے ہوش ہوگئی ہیں کہ اس لئے تیرے جمال کا مشاہدہ نہیں کرسکتیں۔ پس ہمیں معاف کردے ہمارے گناہوں کا بوجھ بہت ہوگیا ہے تاکہ یہ مانع دور ہو کر ہم کو تیرے جمال کا مشاہدہ نصیب ہوسکے۔ اے مخفی الذات تو نے اپنے نور سے مشرق ومغرب کو پر کردیا ہے اور تو ظہور میں نور مشرقین سے بھی بڑھ گیا ہے تو ذات کے لحاظ سے پوشیدہ ہے مگر ہمارے اسرار کو ظاہر کرنے والا ہے اور تو آثار کے لحاظ سے صبح روشن ہے اور ہماری خشک نہروں کو اپنے کمالات کے آب سے جاری کرنے والا ہے اے مخفی الذات اور محسوس العطا تو مثل پانی کے ہے اور ہم مثل چکی کے پاٹوں کے ہیں اور تو مثل ہوا کے ہے اور ہم بمنزلہ غبار کے ہیں۔ کیونکہ ہوا مخفی ہوتی ہے مگر اس کا غبار ظاہر ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا جو کہ ہم مثل غبار کے ہیں ظاہر ہیں اور تو جو کہ مثل ہوا کے ہے مخفی ہے۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ بہار کے ہے اور ہم بمنزلہ سرسبز اور شاداب باغ کے۔ کیونکہ بہار غیر ظاہر ہوتے ہیں اور اس کی عطا ظاہر۔ یوں ہی تو مخفی ہے اور ہم جو کہ تیرے عطا ہیں ظاہر ہیں یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ جان کے ہے اور ہم مثل ہاتھ پاؤں کے۔ کیونکہ ہاتھ پاؤں کا کھلنا اور ان کا بند ہونا روح کے ہی سبب ہوتا ہے یوں ہی ہماری حرکات بھی تیرے ہی ذریعہ سے ہیں۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ عقل کے ہے اور ہم مثل زبان کے اس لئے کہ زبان کو گویائی عقل ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ یوں ہی ہمارے آثار بھی تیرے ہی ذریعہ سے ہیں۔ یا یوں کہو کہ تو بمنزلہ خوشی کے ہے اور ہم بمنزلہ ہنسنے کے۔ کیونکہ جس طرح ہنسی سے معلول ہوتی ہے خوشی کا۔ یوں ہی ہم تیرے معلول ہیں اور ہماری حرکات ہر وقت بزبان حال اشہد کہتی ہیں کیونکہ وہ گواہ ہیں ایک صاحب عظمت خدا کے وجود وغیرہ کے جس طرح کہ چکی کے پتھر کی مضطربانہ حرکات شاہد ہوتی ہیں وجود جوئے آب کی۔

یہاں تک بیان کرکے مولانا کو سکر سے سہو ہوتا ہے اور فرماتے ہیں کہ ارے میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اے اللہ تو تو میرے وہم اور میری گفتگو کے احاطہ سے بالا ہے۔ میرے سر پر اور میرے مثالوں کے سر پر خاک پڑے۔ کجا میں اور میری مثالیں اور کجا تو۔ مگر اے اللہ غلام سے تیرے عمدہ تصور کے بغیر صبر نہیں ہوسکتا۔ وہ تو ہر وقت یہی کہتا ہے کہ میری جان تیرا فرش ہو جس طرح وہ چوپاں کہتا ہے کہ اے اللہ اپنے عاشق چوپاں کے پاس آ۔ تاکہ میں تیرے کرتہ میں جوئیں دیکھوں اور تیرے جوتے سیئوں۔ اور تیرا دامن چوموں اور یہ گفتگو اس کی بنا بر عشق ومحبت تھی نہ کہ بغرض توہین وتنقیص۔ یوں ہی میں بھی جوش

www.besturdubooks.wordpress.com

محبت میں اپنے حوصلہ کے مطابق تیری تصویر کھینچتا ہوں تو معاف کرنا۔ یہاں سے خطاب کا رخ بدلتے اور فرماتے ہیں کہ عشق ومحبت میں کوئی شخص اس چوپاں کا ہمسر نہ تھا۔ مگر بے چارہ تسبیح وتقدیس اور گفتار مناسب ذات پاک سے قاصر تھا اس کے عشق نے آسمان پر خیمہ گاڑا تھا اور وہ چوپاں بارگاہ حق سبحانہ کا یوں ہی مقرب ہو گیا تھا جیسے کتا امراء کے خیموں کا مقرب ہوتا ہے۔ حالانکہ وہ فی نفسہ ایک ذلیل جانور ہوتا ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو جو کچھ وہ چوپاں کہتا تھا اس کا منشاء بھی عشق حق سبحانہ تھا اور جو تسبیح وتقدیس تم کرتے ہو اس کا منشا بھی عشق الٰہی ہی ہے۔ مگر بات یہ ہے کہ جب بحر عشق حق سبحانہ جوش زن ہوا تو اس نے اس کے دل پر اثر کیا اور تمہارے کانوں پر اثر کیا بنا بریں وہ وہی الفاظ کہتا تھا جو اس کے دل سے بے ساختہ اور بے تکلف اور جوش محبت سے نکلتے تھے اور تم وہ الفاظ کہتے ہو۔ جو تمہارے کانوں کو بھلے معلوم ہوں دل سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ پس چونکہ اس کی تعریف دل سے تھی اور تمہاری زبان سے اس لئے وہ مقرب ہوا۔ اور تم دور رہے۔

حکایت جوحی کہ چادر پوشیدہ در وعظ میان زنان نشست وحرکتے کرد زنے او را بشناخت کہ مرد ست ونعرہ بزد

جوحی کا قصہ جو کہ چادر اوڑھ کر وعظ میں عورتوں کے درمیان بیٹھ گیا اور اس نے ایسی حرکت کی کہ ایک عورت نے اس کو پہچان لیا کہ مرد ہے اور اس نے نعرہ مارا

واعظے بد بس گزیدہ در بیاں	زیر منبر جمع مردان و زناں
ایک واعظ تقریر میں بہت منتخب تھا	(اس کے) منبر کے پاس مرد اور عورتیں جمع تھیں
رفت جوحی چادر و روبند ساخت	درمیان آں زناں شد نا شناخت
جوحی چلا اور چادر اور نقاب پہنا	ان عورتوں میں ان جان ہو گیا
سائلے پرسید واعظ را براز	موی عانہ ہست نقصان نماز
ایک سوال کرنے والے نے آہستہ سے واعظ سے دریافت کیا	زیر ناف کے بال نماز کے نقصان (کا باعث) ہیں؟
گفت واعظ چوں شود عانہ دراز	پس کراہت باشد از وے در نماز
واعظ نے کہا جب زیر ناف کے بال بڑھ جائیں	تو اس سے نماز میں کراہت پیدا ہو جاتی ہے
یا بنورہ یا بسترہ بسترش	تا نمازت کامل آید خوب وخوش
چونے سے یا استرے سے ان کو مونڈ دے	تاکہ تیری نماز بھلی اچھی مکمل ہو
گفت سائل آں درازی تا چہ حد	شرط باشد تا نماز اکمل بود
سوال کرنے والے نے کہا لمبائی کس حد تک	مناسب ہے تاکہ نماز مکمل ہو جائے؟
گفت چوں قدر جوئے گردد بطول	پس ستردن فرض باشد اے سؤول
اس نے کہا اگر جو کی بقدر لمبے ہو جائیں	اے جھگڑو! مونڈنا فرض ہو جائے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش جوحی یک زنے بنشستہ بود	ہوش را بر وعظ واعظ بستہ بود
جوحی کے آگے ایک عورت بیٹھی تھی	جس نے ہوش کو واعظ کے وعظ سے وابستہ کر دیا تھا
گفت جوحی زود اے خواہر ببیں	عانۂ من گشتہ باشد ایں چنیں
جوحی نے کہا' اے بہن! جلد دیکھ لے	میرے زیر ناف بال ایسے ہو گئے ہوں گے
بہر خوشنودی حق پیش آر دست	کاں بمقدار کراہت آمدست
اللہ (تعالیٰ) کی خوشنودی کے لئے ہاتھ بڑھا	کہ وہ کراہت کی بقدر ہو گئے ہیں؟
دست زن در کرد در شلوار مرد	کیر او بر دست زن آسیب کرد
عورت نے مرد کے شلوار کے اندر ہاتھ ڈال دیا	اس کے خایہ نے عورت کے ہاتھ پر اثر کیا
نعرۂ زد سخت اندر حال زن	گفت واعظ بر دلش زد گفت من
عورت نے فوراً ایک نعرہ مارا	واعظ نے کہا میری بات نے اس کے دل پر اثر کیا ہے
صدق راز یں زن بیاموزید ہیں	چونکہ بر دل زد ورا گفت چنیں
ہاں' تم سچائی اس عورت سے سیکھ لو	جبکہ ایسی گفتگو نے اس کے دل پر اثر کیا ہے
گفت نی بر دل نزد بر دست زد	وای گر بر دل زدی ای پر خرد
اس نے (جوحی) نے کہا دل پر نہیں' ہاتھ پر اثر کیا ہے	اے عقلمند! کیا کہنا تھا اگر دل پر اثر کرتا
بر دل آں ساحراں زد اندکے	شد عصا و دست ایشاں را یکے
ان جادوگروں کے دل پر تھوڑا سا اثر کیا	ان کے لئے لکڑی اور ہاتھ یکساں بن گیا
گر ز پیرے در ربائی تو عصا	بیش رنجد کاں گروہ از دست و پا
اگر تو کسی بڈھے کی لاٹھی اڑا لے	وہ اس سے زیادہ رنجیدہ ہوگا جتنا وہ گروہ ہاتھ پاؤں سے
نعرہ لا ضیر بر گردوں رسید	ہیں ببر کہ جاں ز جان کندن رہید
"کوئی ہرج نہیں" کا نعرہ آسمان پر پہنچا	ہاں کاٹ لے' جان' جاں کنی سے نجات پا گئی
چوں بدانستیم ما گیں تن نہ ایم	از ورای تن بیزداں میزییم
چونکہ ہم جان گئے کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں	جسم کے سوا ہم خدا کے ذریعہ جی رہے ہیں
اے خنک آں را کہ ذات خود شناخت	اندر امن سرمدی قصرے بساخت
قابل مبارکباد ہے' وہ جس نے اپنی ذات کو پہچان لیا	ہمیشگی کے امن میں اس نے محل بنا لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کود کے گرید پۓ جوز و مویز	پیش عاقل باشد آں بس سہل چیز
بچہ جس اخروٹ اور منقی کے لئے روتا ہے	عقلمند کے لئے وہ آسان چیز ہے
پیش دل جوز و مویز آمد جسد	طفل کے در دانش مرداں رسد
دل کے لئے جسم اخروٹ اور منقی ہے	بچہ مردوں کی عقل کو کب پہنچتا ہے؟
ہر کہ محجوبست او خود کود کیست	مرد آں باشد کہ بیروں از شکیست
جو پردے میں ہے وہ بچہ ہے	مرد وہ ہے جو شک سے باہر ہے
گر بریش و خایہ مردستے کسے	ہر بزیرا ریش و خصیہ استے بسے
اگر کوئی داڑھی اور خایہ کی وجہ سے مرد ہے	تو ہر بکرے کے داڑھی اور خصیہ ہے
پیشوای بدبود آں بزٔ شتاب	میبرد اغنام را پیش قصاب
وہ بکرا برا پیشرو ہے جلد	بکریوں کو قصاب کے آگے لے جاتا ہے
ریش شانہ کردہ کہ من سابقم	سابقی لیکن بسوۓ درد و غم
داڑھی کو کنگھی کئے ہوئے کہ میں رہنما ہوں	تو رہنما ہے لیکن درد اور غم کی جانب
ہیں روش بگزیں و ترک ریش کن	ترک ایں ماؤ من و تشویش کن
خبردار! روش اختیار کر اور داڑھی کو چھوڑ	اس تکبر و غرور اور پریشانی کو ترک کر
ریش خود را خندہ زارے کردۂ	نازکم کن چونکہ ریش آوردۂ
تو نے اپنی داڑھی کو مسخکہ بنا لیا ہے	جبکہ تیرے داڑھی نکل آئی ہے نخرے نہ دکھا
تاشوی چوں بوئ گل بر عاشقاں	پیشواؤ رہنمای گلستاں
تا کہ تو پھول کی خوشبو کی طرح عاشقوں کے لئے بن جائے	باغ کا رہنما اور پیشوا
چیست بوی گل دم عقل و خرد	خوش قلاؤز رہ باغ ابد
پھول کی خوشبو کیا ہے؟ عقل اور سمجھ کی بات	جو ابدی باغ کے لئے بہترین راہنما ہے

شرح حبیبی

''بردل او زد تر ابر گوش زد'' کی مناسبت سے مولانا ایک مذاقیہ حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایک نہایت عمدہ واعظ وعظ میں مصروف تھا اور پیر کے نیچے بہت سے مرد اور عورتیں بیٹھی تھیں اس مجمع میں جوحی (ایک مسخرہ کا نام ہے) بھی پہنچ گیا اس نے اوڑھنا اوڑھ لیا اور منہ کو چھپالیا۔ اس طرح زنانہ بھیس بدل کر عورتوں کے

www.besturdubooks.wordpress.com

مجمع میں بیٹھ گیا اور کسی نے اس کو نہ پہچانا کہ یہ مرد ہے۔ اتفاقاً ایک سائل نے واعظ سے پوچھا کہ حضرت کیا موئے زیر ناف سے نماز میں نقصان آتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ جب وہ بڑھ جائیں تو ان سے نماز مکروہ ہوتی ہے ایسی حالت میں تم کو یا تو چونے سے یا استرہ سے ان کو صاف کر دینا چاہئے تاکہ تمہاری نماز کامل اور عمدہ ہو۔ اس پر اس نے سوال کیا کہ حضرت اس درازی کی حد کیا ہے۔ جہاں تک نماز کامل ہو اور اس کے بعد مکروہ اس نے جواب دیا کہ جب جو برابر ہو جائیں تو ان کا صاف کرنا ضروری ہو جاتا ہے اس سے کم میں مضائقہ نہیں۔

یہ سوال و جواب سن کر جوحی کو مسخرہ پن سوجھا۔ اس کے پاس ایک عورت نہایت خوبصورت بیٹھی ہوئی تھی۔ جس نے واعظ کو دنگ کر رکھا تھا۔ اور جس کی وجہ سے اس سے وعظ بھی ٹھیک نہ کہا جاتا تھا۔ اس نے اس سے کہا کہ بہن ذرا دیکھنا میرے موئے زیر ناف تو اس قدر نہیں بڑھ گئے ہیں۔ خدا کے لئے ذرا ہاتھ بڑھا کر دیکھنا کہ کہیں میرے بال کراہت کی حد تک تو نہیں پہنچ گئے۔ اس عورت نے اس مرد کے پاجامہ میں ہاتھ ڈالا اور اس کا اعضاء تناسل اس کے ہاتھ میں لگا اس پر اس نے چیخ ماری۔ واعظ نے سمجھا کہ اس کے دل پر میرے وعظ سے چوٹ لگی ہے اور کہا کہ لوگو خلوص اس عورت سے سیکھو کہ میرے بیان سے اس کے دل پر چوٹ لگی ہے اور تم پر کچھ بھی اثر نہیں ہوتا۔ جوحی نے کہا جناب اس کے دل پر چوٹ نہیں لگی بلکہ صرف ہاتھ میں ٹکر لگی ہے۔ اس کا یہ اثر ہے اگر دل پر چوٹ لگتی تو خدا جانے کیا حال ہوتا۔ یہ مذاقیہ حکایت بیان فرما کر پھر اپنے رنگ کی طرف عود کرتے ہیں اور مضمون سابق کی تکمیل فرماتے ہوئے کہتے ہیں۔

شرح حبیبی

ہم نے کہا تھا کہ عشق الٰہی نے چوپان کے دل پر اثر کیا ہے مگر تمہارے دل پر اثر نہیں کیا۔ یہ ایک واقعی بات ہے اور دلیل اس کی یہ ہے کہ تم ہنوز تن پروری میں مشغول ہو۔ پس اگر تمہارے دل پر اثر ہوتا تو تمہارا یہ اشتغال ناممکن تھا۔ دیکھو اس نے ساحران فرعون کے دل پر ذرا سا اثر کیا تھا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ لاٹھی اور ہاتھ پاؤں ان کے نزدیک برابر ہو گئے تھے۔ بلکہ یوں کہئے کہ ان کے ہاتھ پاؤں ان کی نظر میں لاٹھی سے کم وقعت رکھتے تھے۔ اس لئے کہ اگر تم کسی بڈھے کے ہاتھ سے لاٹھی چھین لو تو جس قدر اسے لاٹھی کا رنج ہو گا ان کو اپنے ہاتھ پاؤں کے کٹنے کا اتنا بھی رنج نہ تھا۔ چنانچہ جب فرعون نے ان کو ہاتھ پاؤں کاٹنے کی دھمکی دی ہے تو انہوں نے نہایت زور سے کہا کہ اس سے ہم کو کچھ بھی نقصان نہیں تو شوق سے کاٹ ڈال۔ کیونکہ اب ہماری جان فکر جسم سے چھوٹ گئی ہے جو کہ واقع میں جان کنی اور سخت موجب اذیت ہے۔ اس لئے کہ اب ہم کو معلوم ہو گیا ہے کہ ہم یہ جسم نہیں ہیں بلکہ ہماری حقیقت روح ہے اور ہم بحکم الروح من امر ربی بحکم وقدرت الٰہی جیتے ہیں نہ کہ اس جسم کے ذریعہ سے ایسی حالت میں اگر جسم فنا ہو جائے تو ہم میں کچھ بھی کمی نہ آئیگی۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ارے بڑے مزہ ہیں اس شخص کے جو اپنی حقیقت پہچان لے اور اس طرح رنج و راحت دنیوی سے بے پرواہ ہو کر راحت روحانی حاصل کرے اور اس ہمیشہ رہنے والے محل میں گھر بنائے۔

صاحبو دیکھو جوز و مویز کے لئے لونڈے رویا کرتے ہیں۔ اے اہل عقل سو وہ ان کی کچھ بھی وقعت نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کرتے۔ پس جو حالت عقلا کے سامنے جوز ومویز کی ہے وہی حالت اہل دل کے سامنے جسم کی ہے۔ لہذا وہ جسم کو کوئی چیز بھی نہیں سمجھتے اور اس کے رنج وراحت کی ذرا بھی پرواہ نہیں کرتے۔ مگر لونڈوں کو مردوں کے برابر سمجھ نہیں ہوسکتی اس لئے محجوبین اس پر مٹے ہوئے ہیں۔

یاد رکھو کہ جو کوئی محجوب ہے وہ لونڈا ہے۔ مرد وہ ہے جو عارف ہو اور صاحب یقین اور شک کی حد سے گزر چکا ہو۔ رہی یہ بات کہ ان کی ڈاڑھی اور اعضاء تناسل ہے تو سو یہ ان کے مردی اور کمال کی دلیل نہیں۔ کیونکہ اگر کوئی ڈاڑھی اور اعضاء تناسل سے مرد (صاحب کمال) ہوسکتا تو ہر بکرے کی ڈاڑھی اور بڑے بڑے خصیے اور ذکر ہوتے ہیں۔ اس بناء پر ہر بکرا مرد (صاحب کمال) ہوتا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے اور اس کو تم ہی مانتے ہو پس معلوم ہوا کہ مردی اور کمال ریش اور خصیوں وغیرہ سے نہیں ہے بلکہ کمال اور ہی چیز ہے اس مقام پر یہ بھی بتلا دینا ضروری ہے کہ بنے ہوئے پیر واقعی مرد (صاحب کمال) نہیں ہیں۔ بلکہ بکرے یعنی شبیہ اہل اللہ ہیں اور بکریوں یعنی اپنے مریدوں اور معتقدوں کو قصاب یعنی شیطان کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ڈاڑھی میں کنگھی کرکے اور اپنی صورت اہل اللہ کی سی بنا کر دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم پیشوا ہیں اس کو ہم بھی تسلیم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ضرور پیشوا ہیں اور اپنی بکریوں کو لئے جارہے ہیں مگر رنج وتکلیف کی طرف نہ کہ راحت وآرام کی جانب۔ ارے بھلے مانس تو کیا ڈاڑھی نکھار رہا ہے۔ اسے چھوڑ اور صحیح روش اختیار کر اور تو خودی اور دعویٰ اور پریشانیوں کو چھوڑ کر فنا اور طمانیت حاصل کر۔ تو نے اپنی ڈاڑھی کو اہل اللہ کا مضحکہ بنا رکھا ہے تو اس روش تصنع کو چھوڑ اور نازمت کر کیونکہ تیرے ڈاڑھی آگئی ہے اس لئے تو ناز کے قابل نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تو ناقص ہے اس لئے مشیخیت کے قابل نہیں ہے۔ پس تو مخدومی کو چھوڑ کر خدمت اہل اللہ اختیار کر۔ تا کہ تو عشاق کے لئے بمنزلہ بوئے گل کے ہو جائے اور باغ عالم محبت کا حقیقی پیشوا اور رہنما بن جائے تو جانتا ہے کہ بوئے گل اور رہنمائے راہ حقیقت کیا چیز ہے۔ یہ تیرے مشائخانہ صورت اور مکاری کی گفتگو نہیں ہے بلکہ وہ کلام ہے جو عقل وہبی سے ناشی ہو جو کہ اہل اللہ کو حاصل ہوتا ہے۔ پس تو اسے حاصل کر اور صورت اور تزویر کو چھوڑ۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ واقعی وہ کلام باغ ابدی (عالم غیب یا علوم ومعارف کا عجیب اور نہایت نفیس رہنما ہے۔

فرمودن شاہ با ایاز بار دیگر کہ شرح چارق و پوستین را آشکارا بگو تا خواجہ تاشانت ازاں اشارت پند گیرند کہ الدین النصیحۃ

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ حکم دینا کہ چپل اور پوستین کی تشریح کو واضح طور پر بتا تا کہ تیرے آقا شریک اس اشارے سے نصیحت حاصل کرلیں چونکہ "دین نصیحت ہے"

سر چارق را بیاں کن اے ایاز	پیش چارق چیست چندیں نیاز
اے ایاز! چپل کا راز بتا	چپل کے سامنے تیری اس قدر نیازمندی کیوں ہے؟
تا نیوشد سنقر و بگیار رقت	سر سر پوستین و چارقت
تاکہ سنقر اور تیرے ساتھی سن لیں	تیرے پوستین اور چپل کا راز راز

www.besturdubooks.wordpress.com

اے ایاز از تو غلامی نور یافت	نورت از پستی سوی گردوں شتافت
اے ایاز! تجھ سے غلامی نے نور حاصل کیا	تیرا نور پستی سے آسمان کی جانب دوڑ گیا
حسرت آزادگاں شد بندگی	بندگی راچوں تو دادی زندگی
غلامی آزادوں کے لئے (باعث) حسرت بن گئی	جبکہ تو نے غلامی کو زندگی بخشی
مومن آں باشد کہ اندر جزر و مد	کافر از ایمان او حسرت خورد
مومن وہ ہوتا ہے کہ جوار بھاٹے میں	کافر اس کے ایمان پر حسرت کرے

شرح حبیبی

اب پھر ہم قصہ ایاز کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ نے کہا کہ اے ایاز تو ان جوتیوں کے اسرار کو بیان کردے اور بتلادے کہ کیا وجہ ہے کہ تو ان جوتوں کے سامنے اتنی عاجزی کرتا ہے تاکہ سنقر اور تیرے خواجہ تاشاں تیرے پوستین اور چارق کے اسرار کو سن لیں اور اس سے سبق حاصل کریں۔

فائدہ:۔ سنقر ایک خاص غلام کا نام ہے) مگر یہاں مطلق غلام مراد ہے۔ اور بمعنی خواجہ تاش ہے واللہ اعلم) آگے بادشاہ ایاز کی تعریف کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے ایاز تو نے غلامی کو رونق دے دے اور تیرا نور نیک نامی زمین سے آسمان تک پہنچ گیا اور جبکہ تو نے غلامی کے قالب میں روح پھونک دی ہے۔ تو اس سے غلامی کو یہ شرف حاصل ہوا ہے کہ احرار غلامی کی تمنا کرتے ہیں۔

حکایت گبرے کہ در عہد شیخ بایزید قدس سرہ گفتندش کہ مسلمان شو و جواب او ایشان را

اس کافر کا قصہ کہ بایزید قدس سرہ کے زمانے میں لوگوں نے اس سے کہا کہ مسلمان ہو جا اور اس کا ان کو جواب دینا

بود گبرے در زمان بایزیدؒ	گفت او را یک مسلمان سعید
(حضرت) بایزیدؒ کے زمانے میں ایک کافر تھا	اس سے ایک نیک بخت مسلمان نے کہا
کہ چہ باشد گر تو اسلام آوری	تا بیابی صد نجات و سروری
اگر تو اسلام لے آئے تو کیا اچھا ہو	تاکہ تو سینکڑوں نجاتیں اور سرداریاں حاصل کرلے
گفت ایں ایماں اگر ہست اے مرید	آنکہ دارد شیخ عالم بایزیدؒ
اس نے کہا اے مرید! اگر ایمان وہ ہے	جو کہ دنیا بھر کے شیخ بایزیدؒ رکھتے ہیں
من ندارم طاقت آں تاب آں	کاں فزوں آمد ز کوششہائے جاں
میں اس کی طاقت اس کی قوت نہیں رکھتا ہوں	کیونکہ وہ جان کی کوشش سے بالاتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ در ایمان و دیں ناموقنم	لیک در ایمان او بس مومنم
اگرچہ میں (مسلمانوں کے) ایمان اور دین میں اعتقاد نہیں رکھتا ہوں	لیکن ان کے ایمان کے بارے میں میرا ایمان ہے
دارم ایماں کاں ز جملہ برترست	بس لطیف و با فروغ و با فرست
میرا ایمان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر ہیں	بہت پاکیزہ اور بارونق اور شان و شوکت والے ہیں
مومن ایمان اویم در نہاں	گرچہ مہرم ہست محکم بر دہاں
میں پوشیدہ طور پر، ان کے ایمان کا مومن ہوں	اگرچہ میرے منہ پر سخت مہر ہے
باز ایماںؑ خود گر ایمان شماست	نے بداں میلستم و نے اشتہاست
پھر اگر ایمانؑ تمہارا ایمان ہے	نہ اس کی طرف میرا جھکاؤ ہے نہ خواہش ہے
آنکہ صد میلش سوی ایماں بود	چوں شمارا دید آں فاتر شود
جس کو ایمان کی جانب سینکڑوں میلان ہوں	جب اس نے تمہیں دیکھا وہ سست پڑ گیا
زانکہ نامے بیند و معنیش نے	چوں بیاباں را مفازہ گفتنے
کیونکہ وہ (صرف) نام دیکھے گا اور اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے	جس طرح بیابان کو مفازہ کہہ دیتا ہے
چوں بایمان شما او بنگرد	عشق اوز آورد ایماں بفسرد
جب وہ تمہارے ایمان کو دیکھے گا	اس کا عشق ایمان لانے میں ٹھٹھر جائے گا
ایں حکایت یادگیر اے تیز ہوش	صورتش بگزار و معنی رانیوش
اے تیز ہوش! اس حکایت کو یاد کرے	اس کی صورت کو چھوڑ اور معنی کو سن لے

حکایت آں موذن زشت آواز کہ در کافرستان بانگ زد برای نماز و مرد کافر اورا ہدیہ ہا داد

اس بھدی آواز دے موذن کی حکایت جس نے نماز کیلئے کفرستان
میں اذان دی اور ایک کافر شخص نے اس کو بہت سے تحفے دیئے

یک موذن داشت بس آواز بد	شب ہمہ شب میدریدے حلق خود
ایک موذن کی بری آواز تھی	وہ پوری پوری رات اپنا حلق پھاڑتا تھا
خواب خوش بر مرد ماں کردہ حرام	در صداع افتادہ از وے خاص و عام
اس نے انسانوں پر میٹھی نیند حرام کر دی تھی	اس کی وجہ سے عوام و خواص درد سر میں مبتلا تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

کودکاں ترساں ازو در جامہ خواب	مرد و زن ز آواز او اندر عذاب
بچے بستروں میں اس سے ڈرتے تھے	مرد و عورت اس کی آواز سے عذاب میں تھے
مجتمع گشتند مر توزیع را	بہر دفع زحمت و تصدیع را
وہ لوگ چندہ جمع کرنے کے لئے اکٹھے ہو گئے	درد سر اور تکلیف کو رفع کرنے کے لئے
پس طلب کردند او را در زماں	اقچہا دادند و گفتند اے فلاں
انہوں نے اس کو فوراً طلب کیا	نقدیاں دیں اور انہوں نے کہا اے فلاں!
از اذانت جملہ آسودیم ما	بس کرم کردی شب و روز اے کیا
ہم سب نے تیری اذان سے راحت پائی	اے جناب! آپ نے دن اور رات بڑا کرم کیا
چوں رسید از تو بہر یک دولتے	خواب رفت از ما کنوں ہم مدتے
چونکہ آپ کی وجہ سے ہر ایک کو دولت میسر آ گئی ہے	اب کچھ مدت کے لئے ہماری نیند اڑ گئی ہے
بہر آسائش زباں کوتاہ کن	در عوض ما ہمتے ہمراہ کن
آرام کی خاطر آپ زبان بند کر لیجیے	اس کے بدلے میں باطنی توجہ فرمائیے
قافلہ می شد بکعبہ از ولہ	اقچہ بستد شد رواں با قافلہ
شدت شوق کی وجہ سے ایک قافلہ کعبہ کو روانہ ہوا	اس نے نقدی لے لی' قافلہ کیساتھ روانہ ہو گیا
شبگہے کردند اہل کارواں	منزل اندر موضع کافرستاں
قافلہ والوں نے رات کے وقت کیا	کفرستان کے مقام پر پڑاؤ
واں مؤذن عاشق آواز خود	درمیان کافرستان بانگ زد
اس اپنی آواز کے عاشق مؤذن نے	کفرستان میں اذان دی
چند گفتندش مگو بانگ نماز	کہ شود جنگ و عداوتہا دراز
بہت سے لوگوں نے اس سے کہا نماز کی اذان نہ دے	ورنہ جنگ اور لمبی دشمنیاں ہو جائیں گی
او ستیزہ کرد و بس بے احتراز	گفت در کافرستاں بانگ نماز
اس نے جھگڑا کیا اور بہت لاپروائی سے	کفرستان میں اذان دے دی
خلق خائف شد ز فتنہ عامۂ	خود بیامد کافرے با جامۂ
عام فتنے سے لوگ ڈر گئے	ایک کافر کپڑے لئے ہوئے خود آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

شمع و حلواؤ یکے جامہ لطیف	ہدیہ آورد و بیامد چوں الیف
شمع اور حلوا اور ایک عمدہ لباس	تحفہ لایا اور دوست کی طرح آیا
پرس و پرساں کایں موذن کوجاست	کہ صلائی و بانگ او راحت فزاست
پوچھتے ہوئے کہ یہ مؤذن کہاں ہے؟	جس کی اذان کی آواز راحت بڑھانے والی ہے
ہیں چہ راحت بود زاں آواز زشت	کوفتاد از وے بنا گہ در کنشت
ہائیں! اس بھدی آواز سے کیا راحت ملی؟	جو اچانک اس سے مندر میں پہنچی
دخترے دارم لطیف و بس سنی	آرزو می بود او را مومنی
میرے ایک لڑکی ہے پاکیزہ اور بہت خوبصورت	اس کو مومن بننے کی آرزو تھی
ہیچ ایں سودا نمیرفت از سرش	پندہامی داد چندیں کافرش
یہ جنون اس کے سر سے کبھی زائل نہیں ہوتا تھا	بہت سے کافر اس کو نصیحتیں کرتے تھے
در دل او مہر ایماں رستہ بود	ہمچو مجمر بود ایں غم من چو عود
اس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہو گئی تھی	یہ فکر انگیٹھی کی طرح اور میں اگر کی لکڑی کی طرح تھا
در عذاب و درد و اشکنجہ بدم	کہ بجنبد سلسلہ او دمبدم
میں مصیبت اور شکنجہ اور درد میں تھا	کیونکہ اس کا (یہ) سلسلہ ہر وقت حرکت میں تھا
ہیچ چارہ می ندانستم دراں	تا فروخواند ایں موذن آں اذاں
میں اس کا کوئی علاج نہ سمجھ پا رہا تھا	یہاں تک کہ اس موذن نے وہ اذان دی
گفت دختر چیست ایں مکروہ بانگ	کہ بگوشم آمد ایں دو چار دانگ
لڑکی نے دریافت کیا کہ یہ ڈراؤنی آواز کیسی ہے؟	جس کے دو چار ٹکڑے میرے کان میں آئے ہیں
من ہمہ عمر ایں چنیں آواز زشت	ہیچ نشنیدم دریں دیر و کنشت
میں نے تمام عمر اس طرح کی بھدی آواز	اس مندر اور بت خانہ میں کبھی نہیں سنی
خواہرش گفتہ کہ ایں بانگ اذاں	ہست اعلام و شعار مومناں
اس کی بہن نے کہا کہ یہ اذان کی آواز	مومنوں کا اعلان اور علامت ہے
باورش نامد پرسید از دگر	آں دگر ہم گفت آرے اے قمر
اس کو یقین نہیں آیا اس نے دوسرے سے پوچھا	دوسرے نے بھی کہا ہاں اے چاند!

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں یقیں گشتش رخ او زرد شد	از مسلمانی دل او سرد شد
جب اس کو یقین ہو گیا تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا	مسلمانی سے اس کا دل افسردہ ہو گیا
باز رستم من ز تشویش و عذاب	دوش خوش خفتم دراں بےخوف خواب
میں پریشانی اور عذاب سے چھوٹ گیا	گذشتہ رات بغیر ڈر کی نیند خوب سویا
راحتم ایں بود از آواز او	ہدیہ آوردم بشکر آں مرد کو
مجھے اس کی آواز سے یہ راحت پہنچی	میں شکرانہ میں تحفہ لایا ہوں وہ شخص کہاں ہے؟
چوں بدیدش گفت ایں ہدیہ پذیر	کہ مرا گشتی مجیرو دستگیر
جب اس نے اس کو دیکھا کہا یہ ہدیہ قبول کر لیجئے	کیونکہ آپ میرے پناہ دینے والے اور دستگیر ہیں
آنچہ کردی با من از احسان و بر	بندۂ تو گشتہ ام من مستمر
آپ نے جو احسان اور بھلائی مجھ سے کی	میں ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام ہو گیا ہوں
گر بمال و ملک و ثروت فردمے	من دہانت را پر از زر کردمے
اگر میں مال اور سلطنت اور مالداری میں منفرد ہوتا	میں سونے سے آپ کا منہ بھر دیتا
ہست ایمان شما زرق و مجاز	راہزن ہمچوں کہ آں بانگ نماز
تمہارا ایمان مکر اور مجاز ہے	اس طرح کا ڈاکو ہے جس طرح کہ وہ اذان

رجوع بحکایت گبر با مسلمان در ایمان

ایمان کے بارے میں کافر کی مسلمان سے حکایت کی جانب رجوع

لیک از ایمان و صدق بایزیدؒ	چند حسرت در دل و جانم رسید
لیکن بایزیدؒ کے ایمان اور سچائی سے	میرے دل اور جان میں بہت سی حسرتیں آئی ہیں
ہمچو آں زن کو جماع خر بدید	گفت آوہ چیست ایں فحل فرید
اس عورت کی طرح جس نے گدھے کی جفتی دیکھی	بولی! آہ کیسا یکتا نر ہے
گر جماع این ست کاید از خراں	بر کس ما میرید ایں شوہراں
اگر جفتی یہ ہے جو گدھے کرتے ہیں	تو یہ شوہر ہماری شرمگاہ پر ہگتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

داد جملہ داد ایماں بایزیدؒ	آفرینہا بر چنیں شیر فرید
بایزیدؒ نے ایمان کا پورا حق ادا کر دیا	ایسے یکتا شیر کو آفرین ہے
قطرهٔ ز ایمانش در بحرار رود	بحر اندر قطره اش غرقہ شود
ان کے ایمان کا ایک قطرہ اگر سمندر میں چلا جائے	اس کے قطرے میں سمندر ڈوب جائے
ہمچو آتش ذرهٔ در بیشہا	کاندراں ذره شود بیشہ فنا
جیسا کہ آگ کا ایک ذرہ جنگلوں میں	کہ اس ذرہ میں جنگل فنا ہو جائیں
چوں خیالے دردل شہ باسپاه	میکند در جنگ خصماں را تباه
جیسا کہ ایک خیال لشکر والے بادشاہ کے دل میں	جنگ میں دشمنوں کو تباہ کر دیتا ہے
یک ستاره در محمدؐ رو نمود	تا فنا شد کفر ہر گبرو جہود
ایک ستارہ محمدؐ میں رونما ہوا	یہاں تک کہ ہر کافر اور منکر کا کفر فنا ہو گیا
یک ستاره در محمدؐ شد سطرب	تا فنا شد کفر جملہ شرق وغرب
ایک ستارہ محمدؐ میں پھیلا	یہاں تک کہ مشرق و مغرب کا سارا کفر فنا ہو گیا
آنکہ ایماں یافت رفت اندر اماں	کفرہائے باقیاں شد در گماں
جس نے ایمان حاصل کر لیا وہ امن میں آ گیا	بقیہ کا کفر مشکوک ہو گیا
کفر صرف اولیں بارے نماند	یا مسلمانی و یا بیمے نشاند
اب پہلوں کا سا خالص کفر نہ رہا	یا مسلمانی اور یا خوف بٹھا دیا
ایں بحیلہ آب و روغن کردنیست	ایں مثلہا کفو ذره نور نیست
یہ تدبیر سے پانی اور تیل ملانا ہے	یہ مثالیں نور کے ذرے کی ہمسر نہیں ہیں
ذره نبود جز ز چیز منجسم	ذره نبود شارق یا ینقسم
ذرہ جسم بن جانے والی چیز کے علاوہ کچھ نہیں ہے	ذرۂ روشن' تقسیم نہ ہونے والا نہیں ہوتا ہے
گفتن ذره مرادے داں خفی	محرم دریا نہ ایں دم کفی
ذرہ کہنے کا مقصد پوشیدہ سمجھ	تو اس وقت دربار کا رازداں نہیں ہے تو جھاگ ہے
آفتاب نیر ایمان شیخ	گر نماید رخ زشرق جان شیخ
شیخ کے ایمان کا روشن سورج	اگر شیخ کی جان کی مشرق سے رونما ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ پستی گنج گیرد تا ثرے	جملہ بالا خلد گردد اخضرے
تمام پست حصہ تا ثیر میں تحت الثریٰ خزانہ بن جائے	تمام بالائی حصہ سرسبز جنت بن جائے
او یکے جاں دارد از نور منیر	او یکے تن دارد از خاک حقیر
وہ روشن کرنے والے نور کی ایک جان رکھتا ہے	وہ حقیر مٹی کا ایک جسم رکھتا ہے
اے عجب اینست او یا آں بگو	کہ بماند درشکال و جستجو
تعجب ہے! وہ یہ ہے یا وہ ہے بتا	کیونکہ میں اشکال اور جستجو میں پڑ گیا ہوں
گرو ے اینست اے برادر چیست آں	پر شدہ از نور او ہفت آسماں
اگر وہ یہ ہے اے بھائی! وہ کیا ہے؟	کہ جس کے نور سے ساتوں آسمان پرہیں
وردے آنست ایں بدن اے دوست چیست	اے عجب زیں دو کدامین ست وکیست
اور اگر وہ وہ ہے تو اے دوست! یہ بدن کیا ہے؟	ہائے تعجب! ان دونوں میں سے وہ کون ہے اور کیا ہے؟

حکایت آں زن کہ گفت شوہررا کہ گوشت را گربہ خورد شوہر گربہ را بترازو برکشید گربہ نیم من برآمد گفت اے زن گوشت نیم من بود وافزوں اگر ایں گوشت ست گربہ کو واگر ایں گربہ ست گوشت کو

اس بیوی کا قصہ جس نے شوہر سے کہا کہ گوشت بلی کھا گئی شوہر نے بلی کو ترازو میں رکھا بلی آدھا من نکلی شوہر نے اس سے کہا اے بیوی! گوشت آدھا من تھا اور کچھ زیادہ اگر یہ گوشت ہے تو بلی کہاں ہے اور اگر یہ بلی ہے تو گوشت کہاں ہے؟

بود مردے کد خدا او راز نے	سخت طناز و پلید و رہزنے
ایک گھر والے مرد کی ایک بیوی تھی	سخت نخرے باز اور ناپاک اور لٹیری
ہرچہ آوردے تلف کردیش زن	مرد مضطر بود اندر تن زدن
وہ جو کچھ لاتا بیوی اس کو برباد کر دیتی	شوہر چپ رہنے سے عاجز آ گیا تھا
بہر مہماں گوشت آورد آں معیل	سوی خانہ بادو صد جہد طویل
وہ بال بچوں والا مہمان کے لئے گوشت لایا	گھر دو سو طویل مشقتوں کے ساتھ
زن بخوردش باشراب و باکباب	مرد آمد گفت دفع ناصواب
بیوی نے اس کو شراب و کباب کے ساتھ کھا لیا	شوہر آیا اس نے اس کو غلط جواب دیا
مرد گفتش گوشت کو مہماں رسید	پیش مہماں لوت می باید کشید
شوہر نے اس سے کہا گوشت کہاں ہے؟ مہمان آ گیا	مہمان کے سامنے لذیذ کھانا رکھنا چاہئے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت زن کیں گربہ خورد آں گوشت را
گوشت دیگر خرگرت باید ترا

بیوی نے کہا، یہ بلی وہ گوشت کھا گئی
اگر تجھے چاہئے اور گوشت خرید لا

گفت اے ایبک ترازو را بیار
گربہ را من برکشم اندر عیار

اس نے کہا، او نوکر! ترازو لا
میں بلی کا وزن کروں گا

برکشیدش بود گربہ نیم من
پس بگفت آں مرد کاے محتال زن

اس نے اس کو تولا، بلی آدھا من تھی
تو اس شوہر نے کہا! اے حیلہ گر عورت

گوشت بدشش اوقیہ افزوں ازاں
گربہ ہم شش اوقیہ ست اے حیلہ داں

گوشت چھ اوقیہ سے بڑھا ہوا تھا
اے حیلہ باز! بلی بھی چھ اوقیہ ہے

گوشت نیمن بود افزوں یک ستیر
ہست گربہ نیم من ہم اے ستیر

گوشت نصف من سے ایک استار بڑھا ہوا تھا
اے پردہ نشین! بلی بھی نصف من ہے

ایں اگر گربہ است پس آں گوشت کو
ور بود ایں گوشت بنما گربہ تو

اگر یہ بلی ہے تو پھر گوشت کہاں ہے؟
اور اگر یہ گوشت ہے، تو تو بلی دکھا

بایزیدؒ ار ایں بود آں روح چیست
ور وے آں روحست ایں تصویر کیست

بایزیدؒ اگر یہ ہے، وہ روح کیا ہے؟
اگر وہ، وہ روح ہیں، یہ صورت کس کی ہے؟

حیرت اندر حیرتست اے یار من
ایں نہ کار تست نے ہم کار من

اے میرے دوست! حیرت در حیرت ہے
یہ نہ تیرا کام ہے نہ میرا کام ہے

ہر دو او باشد ولیک از ریع وزرع
دانہ باشد اصل واں کہ ہست فرع

وہ دونوں ہیں، لیکن پیداوار اور کھیتی میں
دانہ اصل ہے، اور بھوسا فرع ہے

حکمت ایں اضداد را باہم بہ بست
اے قصاب ایں گرد راں با گردنست

حکمت (خداوندی) نے ان دو ضدوں کو باہم باندھ دیا ہے
اے قصائی! یہ ران کا گردہ گردن سے وابستہ ہے

روح بے قالب نتاند کار کرد
قالب بیجاں فسردہ بود و سرد

روح بغیر جسم کے کوئی کام نہیں کر سکتی ہے
بے روح جسم، ٹھٹھرا ہوا اور ٹھنڈا ہوتا ہے

قالب بے جاں کم از خاکست دوست
روح چوں مغزست و قالب ہمچو پوست

اے دوست! بے روح جسم، مٹی سے بھی کم ہے
روح گری کی طرح ہے اور جسم چھلکے کی طرح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قالب بے جاں نمی آید بکار	سعی کن جانے بدست آرائے عیار
بے روح جسم کسی کام نہیں آتا ہے	اے کھرے! کوشش سے جان حاصل کر لے
قالبت پیدا و آنجاں بس نہاں	راست شد زیں ہر دو اسباب جہاں
تیرا جسم ظاہر ہے اور وہ روح بہت پوشیدہ ہے	دنیا کے کام ان دونوں سے درست ہوتے ہیں۔
خاک را بر سر زنی سر نشکند	آب را بر بر زنی بر نشکند
خاک کو سر پر مارے گا وہ سر کو نہ توڑے گی	تو پانی کو جسم پر مارے گا وہ جسم کو نہ توڑے گا
گر تو میخواہی کہ سر را بشکنی	آب را و خاک را برہم زنی
اگر تو چاہتا ہے سر کو پھوڑ دے	پانی اور مٹی کو آپس میں ملا لے
چوں شکستی سر رود آبش باصل	خاک سوی خاک آید روز فصل
جب تو نے سر پھوڑ دیا اس کا پانی اصل کی طرف چلا جاتا ہے	جدائی کے دن مٹی مٹی کی جانب آ جاتی ہے
حکمتے کہ بود حق را ز ازدواج	گشت حاصل از نیاز و از لجاج
باہمی ملنے میں اللہ (تعالیٰ) کی جو حکمت تھی	وہ عاجزی اور سرکشی سے حاصل ہو گئی
باشد آنگہ از ازدواجات دگر	لاسمع اذن ولا عین بصر
وہاں دوسرے ملاپ ہوں گے	جن کو نہ کان نے سنا نہ آنکھ نے دیکھا
گر شنیدے اذن کے ماندے اذن	یا کجا کردے دگر ضبط سخن
اگر کان سنتا کان کب رہتا؟	یا پھر دوسری بات کہاں محفوظ رکھتا؟
گر بدیدے برف و یخ خورشید را	از یخی برداشتے امید را
اگر برف اور یخ سورج کو دیکھ لیتا	یخ پن سے امید ہٹا لیتا
آب گشتے بے عروق و بیگرہ	کہ ز لطف از باد میگشتے زرہ
بغیر رگوں اور بغیر گرہ کے پانی بن جاتا	جو ہوا کی لطافت سے زرہ (کی طرح) بن جاتا ہے
پس شدے درمان جان ہر درخت	ہر درختے از قدومش نیک بخت
پھر وہ ہر درخت کی جان کا علاج بن جاتا	اس کی آمد سے ہر درخت نیک بخت ہو جاتا
واں یخے بفسردہ در خود ماندہٗ	لا مساسے با درختاں خواندہٗ
ٹھٹھرے ہوئے عاجز یخ نے	"نہ چھو" درختوں پر پڑھ دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لیس یالف لیس یولف جسمہٗ	لیس الا شح نفس قسمہ
اس کا جسم نہ محبت کرتا ہے نہ محبت کیا جاتا ہے	اس کا حصہ سوائے نفس کے بخل کے کچھ نہیں ہے
نیست ضائع زو شود تازہ جگر	لیک نبود پیک سلطان خضر
وہ بیکار نہیں ہے' اس سے جگر تازہ ہوتا ہے	لیکن وہ سبزی کے شہنشاہ کا قاصد نہیں ہے

شرح حبیبی

اوپر بیان تھا کہ ایاز کی غلامی پر احرار کو رشک ہوتا ہے۔اب مولانا اس مضمون سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح ایاز حقیقی بندہ تھا۔اور اس کا یہ نتیجہ تھا کہ احرار کو اس کی بندگی پر رشک ہوتا تھا۔اور وہ آزادی کو چھوڑ کر غلامی چاہتے تھے۔یوں ہی مومن اور حق سبحانہ کا عبد حقیقی وہ ہے جس کی ہر اچھی اور بری حالت میں یہ حالت ہو کہ کفار جو کہ حق سبحانہ کے نافرمان بندہ ہیں ان کو بھی ان کے ایمان اور ان کی بندگی پر رشک آئے اور ان کو اس کی آرزو ہو۔شاید تم کہو کہ ایسا کون ہو سکتا ہے۔سو اس کا جواب یہ ہے کہ تمہارا یہ استبعاد صحیح نہیں کیونکہ یہ ایک واقعہ ہے کہ حضرت بایزید بسطامیؒ کے زمانہ میں ایک کافر تھا اس سے کسی نیک بخت مسلمان نے کہا کہ تمہارا کیا نقصان ہے اگر تم مسلمان ہو جاؤ اور اس ذریعہ سے تم نجات اخروی اور شرف عند اللہ حاصل کرو۔اس نے جواب دیا کہ جناب اگر ایمان اور اسلام اسے کہتے ہیں جو بایزید کو حاصل ہے تو واقعی بات یہ ہے کہ اسلام اچھی چیز ہے اور مجھے مسلمان ہو جانا چاہیے لیکن میں اپنے اندر اس کی طاقت نہیں دیکھتا۔کیونکہ وہ ہمارے مساعی سے بالاتر ہے۔لہٰذا میں معذور ہوں۔یہ ضرور ہے کہ میں مسلمان نہیں لیکن مجھے ان کے ایمان کا اعتقاد ہے اور میں اس کی تصدیق رکھتا ہوں کہ اس زمانہ میں وہ سب سے فائق ہے اور نہایت پاکیزہ اور بارونق اور باشان وشوکت ہے۔اور میں دل سے ان کے ایمان کی تصدیق کرتا ہوں اور جانتا ہوں کہ ان کا دین نہایت سچا ہے۔گو تیرے منہ پر مضبوط مہر ہے اور میں زبان سے اس دین کی حقانیت کا اعتراف نہیں کرتا۔اور اگر ایمان یہ ہے جو تم کو حاصل ہے اور جس کو تم ایمان کہتے ہیں۔سو جناب نہ مجھے اس ایمان کی خواہش ہے اور نہ اس کی طرف رغبت۔آپ مجھے معاف رکھیے۔

سو صاحبو ایمان اسے کہتے ہیں جس کو کافر بھی تسلیم کر لیں کہ یہ ایمان ہے اور اس کے آرزومند ہوں نہ کہ تمہارا ایمان۔تمہارے ایمان کی تو یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو ایمان کی طرف بہت کچھ میلان ہو تو تمہارے ایمان کو دیکھ کر اس کا دل بھی بجھ جائے گا اس سے کسی کو رغبت پیدا ہونا تو درکنار کیونکہ وہ تمہارے اندر صورت ایمان تو پائے گا مگر حقیقت نہ پائے گا۔لہٰذا وہ اس لفظ کو بے معنی اور برعکس نہند نام زنگی کافور کا مصداق سمجھے گا اور ایسا پائے گا جیسا کہ بیابان (مقام خالی عن فوز المرام) کو مفازہ (محل فوز) کہا جاتا ہے۔لہٰذا جب وہ تمہارے ایمان پر نظر کرے گا تو اس کے ایمان لانے کے شوق کا جوش فوراً ٹھنڈا ہو جائے گا۔اب ہم تمہیں اس کے مناسب ایک حکایت سناتے ہیں۔تم اس کو سنو اور اس کی صورت کو چھوڑ کر معنی اور مقصود کو لے لو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک مؤذن کریہہ الصوت تھا وہ رات کو تمام رات چلاتا رہتا تھا۔ اس نے لوگوں پر سونا حرام کر دیا تھا۔ اور اس کی آواز سے تمام لوگوں کے سر میں درد رہنے لگا تھا۔ بچوں کی یہ حالت تھی کہ رات کو بستر پر پڑے ہوئے ڈرتے تھے اور مرد اور عورتیں سب اس کے ہاتھوں مصیبت میں تھیں۔ آخر وہ لوگ چندہ کے لئے اکٹھے ہوئے۔ تا کہ اس زحمت اور دردسری کو دور کیا جائے اور انہوں نے چندہ کر لیا۔ جب ایک معقول رقم اکٹھی ہو گئی تو انہوں نے اس مؤذن کو بلایا اور اس کو وہ روپے دیدے اور کہا کہ جناب آپ کی اذان سے ہم سیر ہو گئے ہیں۔ آپ نے رات دن ہم پر بہت کرم کیا ہے۔ پس جبکہ آپ کی جانب سے ہم سب کو یہ دولت ملی ہے کہ ہماری نیند جاتی رہی۔ تو اب گزارش ہے کہ آپ براہ مہربانی کچھ دنوں کے لئے زبان کو بند رکھئے۔ تا کہ ہم کو کسی قدر راحت نصیب ہو اور اس کے عوض میں ہم سے یہ روپے لیجئے۔ اور ہمارے لئے یہ دعا کرتے رہئے۔ یہ سن کر اس نے روپے لے لئے اور خاموش ہو رہا۔ اتفاقاً ایک قافلہ حج کے لئے کعبہ کو جا رہا تھا وہ بھی اس قافلہ کے ہمراہ چل دیا۔ رات کے وقت اس قافلہ نے کافروں کے ایک شہر میں قیام کیا۔ اس مؤذن نے جو کہ اپنی آواز کا عاشق تھا وہاں اذان دینی شروع کی لوگوں نے اس سے بہت کچھ کہا کہ میاں یہاں اذان نہ کہو خواہ مخواہ جنگ وجدل برپا ہو جائے گی اور طول طویل دشمنی کا سلسلہ شروع ہو جائے گا یہ سن کر وہ لڑنے لگا اور بے کھٹکے اذان کہہ دی۔ لوگوں کو ڈر رہا کہ مبادا کوئی فتنہ برپا ہو لیکن شور و شر کچھ بھی نہ ہوا۔ بلکہ ایک کافر کپڑے وغیرہ لئے ہوئے آیا وہ شمع اور کچھ شیرینی اور کچھ عمدہ کپڑے ہدیہ لے کر دوستانہ پوچھتا ہوا آیا کو صاحبو ذرا یہ بتلا دو کہ وہ مؤذن کہاں ہے۔ جس کی آواز سے ہمیں بے حد راحت پہنچی۔ لوگوں نے تعجب سے کہا کہ جناب اس بھدی آواز سے کون سی راحت ہو گی۔ جو اس بت خانہ میں پہنچی ہو گی۔ یعنی نہ تو اس کی آواز ہی اچھی ہے۔ جس سے کسی کو راحت ہو اور نہ یہاں کے لوگ ہی ایسے ہیں جن کو اللہ کے نام سے راحت ہو۔ پھر وہ کیا راحت ہے جو تم کو پہنچی اس نے جواب دیا کہ میرے ایک لڑکی ہے جو نہایت پاکیزہ اور اعلیٰ درجہ کی ہے۔ اس کو مسلمان ہونے کی خواہش تھی اور یہ خیال کسی طرح اس کے دل سے نہ نکلتا تھا۔ لوگ اس کو بہت کچھ سمجھاتے تھے مگر وہ کسی طرح نہ مانتی تھی کیونکہ اس کے دل میں ایمان کی محبت پیدا ہو چکی تھی اس کا مجھے نہایت رنج تھا اور یہ غم گویا کہ میرے لئے انگیٹھی تھا اور میں اس کے لئے عود۔ بس میں بہت کچھ تکلیف اور مصیبت میں تھا کیونکہ میں دیکھتا تھا کہ اس کے خیالات میں یوماً فیوماً ترقی ہوتی جاتی ہے اور مجھے اس کی کوئی تدبیر نہ سوجھتی تھی۔ تا آنکہ اس مؤذن نے اذان کہی اس کو اس لڑکی نے سنا۔ اور کہا کہ یہ مکروہ آواز کیسی ہے جس کی کچھ بھنک میرے کانوں میں پڑی ہے۔ میں نے تو تمام عمر ایسی مکروہ آواز اپنے بت خانہ میں نہیں سنی۔ اس کی بہن نے کہا کہ یہ اذان کی آواز مسلمانوں کے دین کا طریقہ ہے اور اس سے وہ لوگوں کو نماز کے وقت کی اطلاع کرتے ہیں۔ اس کو اس کہنے کا یقین نہ آیا۔ اس لئے اس نے کسی اور سے پوچھا اس نے کہا میرے چاند یہ بات بالکل ٹھیک ہے جب کہ اس کو یقین ہو گیا تو اس کا چہرہ زرد ہو گیا اور اسلام کی طرف سے اس کا دل سرد ہو گیا۔ اس طرح مجھے اس پریشانی اور تکلیف سے نجات ہوئی اور رات میں خوب چین سے سویا۔ یہ وہ راحت تھی جو مجھے اس کی آواز سے پہنچی اور اس لئے میں اس کے لئے ہدیہ لایا ہوں تم بتاؤ کہ وہ کہاں ہے آخر کار لوگوں نے اسے بتلا دیا ہے کہ وہ حضرت یہ ہیں۔

جب اس نے اسے دیکھا تو کہا کہ جناب یہ ہدیہ قبول فرمائیے کیونکہ آپ نے مجھے اس غم سے پناہ دی ہے اور اس مصیبت میں میری دستگیری فرمائی ہے۔ آپ نے جو مجھ پر احسان اور میرے ساتھ سلوک کیا ہے اس سے میں ہمیشہ کے لئے آپ کا غلام ہو گیا ہوں۔ اگر میں مال اور ملک اور دولت میں یکتا ہوتا تو تمہارا منہ اشرفیوں سے بھر دیتا۔ مگر کیا کیجئے کہ غریب

www.pesturdubooks.wordpress.com

ہوں اور اس لئے اس سے زیادہ خدمت نہیں کر سکتا۔ پس صاحبو جس طرح اس مؤذن کی اذان کی آواز اس لڑکی کے لئے راہزن ہوگئی تھی یوں ہی تمہارا ایمان بھی کفار کے لئے راہزن ہے کیونکہ وہ ایک دعوٰی اور مجازاً ایمان ہے نہ کہ اصلی اور حقیقی۔

خیر تو اس کافر نے کہا کہ مجھے تمہارے ایمان کی طرف تو میلان نہیں ہے ہاں بایزیدؒ کے ایمان اور ان کی سچائی سے میرے دل و جان میں یہ آرزو ہے کہ ایسا ایمان مجھے حاصل ہو جائے اس کافر کا یہ کہنا اس عورت کے مقولہ کے مشابہ تھا جس نے گدھے کو جماع کرتے ہوئے دیکھ کر کہا تھا کہ ارے واہ کیا کہنا ہے اس یکتا زکا۔ اگر جماع یہ ہے جو گدھے کرتے ہیں تو میں کہتی ہوں کہ ہمارے شوہر ہم سے جماع نہیں کرتے بلکہ ہمارے فرج پر ہگتے ہیں۔

القصہ میں کہتا ہوں کہ بایزید نے ایمان کا کما حقہ حق ادا کر دیا۔ شاباش ہے اس یکتا شیر خدا کو۔ ان کے ایمان کا اگر ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو سمندر اس قطرہ میں غرق ہو جائے۔ جیسے کہ آگ کی ایک چنگاری بن میں جا پڑتی ہے تو سارا بن بھسم ہو جاتا ہے۔ یا جیسا کہ بادشاہ یا فوج کے دل میں ایک خیال آتا ہے تو وہ خیال جنگ میں دشمنوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

دیکھو آفتاب ایمان کا ایک ستارہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر رونما ہوا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام کفار کا کفر فنا ہو گیا۔

فائدہ:۔ اس پر اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ایمان نعوذ باللہ کامل نہ تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ عدم کمال سے کیا مراد ہے آیا یہ کہ دوسری مخلوق انسان یا جنات یا ملائکہ سے کم تھا۔ تو یہ مضمون نہ اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے نہ واقع میں ایسا تھا۔ بلکہ آپ کا ایمان تمام مخلوق کے ایمان سے اکمل تھا۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ گو آپ کا نور ایمان تمام مخلوق کے نور ایمان سے بڑھا ہوا تھا مگر وہ کل نور ایمان کا قلیل حصہ تھا تو اس کے تسلیم کر لینے میں کوئی قباحت نہیں کیونکہ نور ایمان کے مراتب غیر متناہی ہیں اور جو نور آپ کو حاصل تھا وہ اس کا ایک خاص مرتبہ تھا جس سے اوپر مراتب غیر متناہیہ ہیں۔

اور اس آفتاب کا ایک ستارہ جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب میں واقع ہوا تھا اتنا بڑھا تھا جس سے تمام مشرق اور مغرب کی ظلمت کفر فنا ہو گئی تھی کیونکہ جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے ان کا کفر تو فنا ہی ہو گیا تھا اور وہ تو اس سے مامون ہی ہو گئے تھے رہ گئے اور لوگ سو ان کے کفر بھی تذبذب میں آ گئے تھے کیونکہ کم سے کم حقیت اسلام کا شبہ تو ہر ایک کو پیدا ہو ہی گیا تھا۔

الغرض وہ پہلا کفر محض باقی نہ رہا تھا۔ بلکہ اس کی جگہ یا اسلام آ گیا تھا یا یہ کھٹکا کہ شاید اسلام ہی حق ہو جائے گیر ہو گیا تھا۔ ہماری تشبیہات سے کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ یہ نور ایمان کی مثلیں ہیں۔ نہیں بلکہ تمثیلات اور تشبیہات ہیں اور محض تقریب فہم کے لئے یہ تکلف کیا گیا ہے اور کبھی اس کو آگ سے تشبیہ دی گئی ہے کبھی پانی سے اور کبھی خیال سے اور کبھی آفتاب اور ستارہ سے یہ اشیاء نور ایمان کے تو کیا برابر ہوتیں یہ تو اس کے ذرہ کے برابر بھی نہیں۔

اور ہم نے جو اس کے لئے ذرہ قرار دیا ہے یہ بھی محض تقریب فہم کے لئے ہے ورنہ ذرہ تو جسم کے لئے ہوتا ہے جو کہ قابل انقسام ہے۔ اور ناقابل انقسام شے کے لئے ذرہ نہیں ہو سکتا۔ اور نور ایمان ناقابل انقسام ہے تو اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے ذرہ نہیں ہو سکتا۔ پس ذرہ نور ایمان سے ہمارے مراد اس کا ایک ضعیف اور خفی مرتبہ ہے مگر تو مچھلیوں کی طرح بحر معرفت کا محرم راز نہیں بلکہ اس کے لئے بمنزلہ خس وخاشاک کے ہے اس لئے ان تمثیلات کی ضرورت پڑتی ہے۔

خیر یہ مضمون تو اسطرادی تھا اب ہم پھر حالت شیخ بایزید رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا ایمان اتنا کامل ہے کہ اگر وہ آفتاب روشن (ایمان شیخ) مشرق جان شیخ سے طالع ہو اور عالم پر اپنا اثر ڈالے تو تمام عالم سفلی کے تحت الثریٰ تک گنج معرفت سے مملو ہو جائے اور تمام علوم علوی معارف کی ایک سرسبز جنت بن جائے۔ اس کے اندر دو چیزیں ہیں۔ ایک نور روشن کی بنی ہوئی روح اور ایک ناچیز مٹی کا بنا ہوا جسم۔

میں شیخ کی تعریف کرتا ہوں مگر میں حیران ہوں کہ بایزید کون ہے آیا روح یا جسم۔ اور میں اس اشکال اور اس کے حل کی فکر میں پڑ گیا ہوں۔ اچھا تم بتلاؤ کہ بایزید کون ہے اگر وہ جسم ہے تو پھر روح کیا چیز ہے جس کے نور نے ہفت آسمان کو پر کر دیا ہے اور اگر وہ روح ہے تو پھر جسم کیا ہے۔

غرضکہ میں حیران ہوں کہ ان دونوں میں سے بایزید کون ہے اور یہ میرا سوال ایسا ہے جیسا ایک شخص نے اپنی بیوی سے کہا تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کی شادی ہو چکی تھی اور اس کی بیوی نہایت نخرہ باز اور گندی اور غارت گر تھی۔ چنانچہ وہ جو کچھ لاتا وہ اسے ضائع کر دیتی تھی اور وہ شخص مجبوراً خاموش ہو جاتا تھا۔ اتفاقاً وہ عیالدار شخص ایک مہمان کے لئے بڑی کوشش سے گھر میں گوشت لایا اور کہا کہ اسے پکا دینا عورت نے اسے شراب وکباب میں اڑا دیا۔ جب مرد آیا اور گوشت مانگا تو اس نے ایک غلط جواب دے دیا۔ یعنی جب اس نے کہا کہ مہمان آ گیا ہے لاؤ وہ گوشت کہاں ہے کیونکہ اب ضرورت ہے کہ مہمان کے سامنے کھانا لے جایا جائے تو عورت نے ایک بلی کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ گوشت تو یہ بلی کھا گئی اگر ضرورت ہو تو اور گوشت لے آؤ۔ اس نے غلام کو حکم دیا کہ ذرا ترازو لانا۔ میں بلی کو تولوں وہ ترازو لے آیا اور بلی کو تولا۔ تو بلی آدھ سیر کی اتری۔ اس پر اس نے کہا کہ اے مکار عورت گوشت چھ اوقیہ سے بلکہ اس سے زیادہ تھا اور بلی صرف چھ اوقیہ ہے اور گوشت ایک استار اوپر آدھ سیر تھا۔ اور بلی صرف آدھ سیر ہے اب اگر یہ بلی ہے تو بتلا گوشت کہاں ہے اور اگر یہ گوشت ہے تو بلی دکھا کہاں ہے۔ پس میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اگر بایزید جسم ہے تو بتلاؤ روح کیا ہے اور اگر بایزید روح ہے تو یہ پیکر جسمانی کون ہے۔

غرضکہ یہ سخت حیرت کا مقام ہے اور اس عقدہ کو حل کرنا نہ تمہارا کام ہے نہ میرا کام۔ بلکہ یہ کام حق سبحانہٗ کا ہے جو کہ حقائق اشیاء کو جانتے ہیں پورے طور پر تو اس کو وہی حل کر سکتے ہیں مگر جس قدر بھی علم عطا کیا گیا ہے اس کے موافق میں بھی کچھ کہتا ہوں اور کہتا ہوں کہ میرے نزدیک بایزید دونوں کا مجموعہ ہے مگر فرق اتنا ہے کہ روح جزو مقصود ہے اور جسم جزو غیر مقصود۔ جیسا کہ پیداوار اور کھیتی میں دانہ مقصود ہوتا ہے اور بھوسا تابع۔ رہی یہ بات کہ روح اور جسم اپنے صفات کے لحاظ سے متضاد ہیں تو ان کو یکجا کیوں کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس اجتماع میں ایک خاص حکمت ہے اور وہ حکمت ان کے تعلق باہمی کو مقتضی ہوئی ہے۔

شرح اس حکمت کی یہ ہے کہ روح بدون جسم کے کام نہیں کر سکتی اور جسم بے جان کے جماد محض ہے۔ پس ضرور ہوا کہ ان دونوں کو یکجا جمع کیا جائے تا کہ اعمال کا وجود ہو سکے اور امتحان متصور ہو۔ اب ہم تم سے کہتے ہیں کہ دیکھو قالب بے جان مٹی سے بھی بدتر ہے اور روح اس کے لئے بمنزلہ مغز کے ہے اور وہ بمنزلہ پوست کے۔ اور جس جسم میں جان نہ ہو وہ کسی کام کا ہی نہیں۔ پس تم کوشش کر کے جان حاصل کرو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ مقصود یہ ہے کہ تمہاری جان غلبہ صفات جسمانیہ ونفسانیہ کے سبب حکم میں جسم کے ہوگئے ہے اس لئے اب تم بمنزلہ جسم کی جان کے ہو۔ پس تم اوصاف جسمانیہ کو مغلوب کرکے صفات روحانیہ کو غالب کردتا کہ تم جاندار اور زندہ کہلاسکو۔

خیر یہ مضمون تو استطراداً تھا اب سنو کہ حق سبحانہ نے باقتضاء حکمت تمہارے اندر روح اور جسم دونوں کو جمع کردیا ہے اور جسم تمہارا ظاہر ہے مگر روح نہایت مخفی اس سے دین ودنیا کے کام درست ہوگئے اگر ایسا نہ کیا جاتا تو پھر یہ کام نہ ہوسکتے تھے۔ کیونکہ ہم بتلا چکے ہیں کہ نہ ان کاموں کا سرانجام صرف روح سے ہوسکتا ہے نہ صرف جسم سے اس لئے روح اور جسم کی ایسی مثال ہے جیسے پانی اور مٹی کی۔ کہ اگر تم صرف خاک کو سر پر مارو تو اس سے سر نہ پھوٹے گا اور اگر صرف پانی کو پہلو پر مارو تو اس سے پہلو نہ ٹوٹے گا۔ بلکہ اگر تم سر کو پھوڑنا چاہتے ہو تو پانی اور مٹی کو ملالو۔ اس سے سر ٹوٹ جائے گا۔ اسی طرح اگر تم چاہو کہ کام کرو تو یہ نہ صرف روح سے ہوسکتا ہے نہ صرف جسم سے۔ بلکہ اس کے لئے ضرورت ہے دونوں کے ملانے کی۔ تاکہ اعمال متصور ہوسکیں۔

اب سنو کہ جب تم پانی اور مٹی کو ملاکر سر پھوڑ دو گے تو اس وقت اس کے اجزاء جدا جدا ہوجائیں گے اور پانی اپنے کرہ میں چلا جائے گا اور مٹی اپنے کرہ میں پہنچ جائے گی۔ یوں ہی جب اعمال مقدرہ ختم ہوجائیں گے اس وقت روح اور جسم میں افتراق ہوجائے گا اور ان میں سے ہر ایک اپنے مسکن کی طرف لوٹ جائے گا کیونکہ جو حکمت حق سبحانہ کے ملاپ میں تھی وہ حاصل ہوگئی ہیں اور جس کو طاعت اور معمولی منافع لوگوں کو پہنچتے ہیں اس لئے بیکار ان کا وجود بھی نہیں ہے۔

اے ایاز استارۂ تو بس بلند	نیست ہر برجے عبورش را پسند
اے ایاز! تیرا ستارہ بہت بلند ہے	ہر برج اس کے عبور کا پسندیدہ نہیں ہے
ہر وفا را کے پسند و ہمتت	ہر صفارا کے گزیند صفوتت
تیری ہمت ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے؟	تیری صفائی ہر صفائی کو کب منتخب کرتی ہے؟

شرح حبیبی

یہ اشعار حسرت آزادگاں شد بندگی الخ سے مرتبط ہیں جو کہ بذیل سرخی فرمودن شاہ با ایاز۔ بار دیگر الخ واقع ہے اور تتمہ ہے تعریف محمود کا۔ اور حل اشعار یہ ہے کہ ایاز تیرا ستارہ بہت بلند ہے جو اپنے عبور کے لئے ہر برج کو پسند نہیں کرتا یعنی تو اور لوگوں سے بہت ممتاز ہے اور تیرا طالع ان ستاروں میں سے کوئی ستارہ نہیں ہے جو اوروں کے لئے طالع ہیں بلکہ وہ ان سے بہت اونچا ہے اور وہ ایسے ویسے برجوں میں گزرنا بھی پسند نہیں۔ بلکہ اس کے عبور کے لئے کوئی اور ہی برج ہیں جو بروج متعارفہ سے جداگانہ ہے۔ (خلاصہ یہ ہے کہ تو اپنے اوصاف خلقیہ وخلقیہ میں دوسرے لوگوں سے نہایت ممتاز ہے اس لئے کہ گویا کہ تیرا طالع ولادت ہی کچھ اور ہے اور وہ نہیں ہے جو اوروں کا ہوتا ہے) تیری ہمت عالی ہر وفا کو کب پسند کرتی ہے اور تیرا انتخاب ہر صفا کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس کے لئے خاص وفا اور خاص صفا کی ضرورت ہے اور تیری مثال ایسی ہے جیسے اس زاہد کی جو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں تھا۔ جس میں شراب حلال تھی لیکن وہ باوجود حکمت کے شراب خواری کو پسند نہ کرتا تھا۔ قصہ اس کا حسب ذیل ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایت آں امیر کہ غلام را گفت مے بیار غلام رفت و سبوئے مے آورد درراہ زاہدے بود امر معروف کرد سنگے بزد و سبو را بشکست امیر بشنید قصد ہلاک و گوشمال زاہد کرد زاہد گریخت ایں قضیہ در عہد عیسیٰ علیہ السلام بود کہ ہنوز مے حرام نشدہ بود لیکن زاہد تقذرے میکرد و از لذت و تنعم منع می کرد

اس امیر کی حکایت جس نے غلام سے کہا شراب لے آ غلام گیا اور شراب کی ٹھلیا لا رہا تھا راستہ میں ایک زاہد تھا جس نے بھلائی کا حکم کیا، پتھر مارا اور ٹھلیا کو توڑ دیا، امیر نے سنا زاہد کو ہلاک کرنے اور سزا دینے کا ارادہ کیا زاہد بھاگ گیا، یہ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا تھا کہ اس وقت تک شراب حرام نہ ہوئی تھی لیکن زاہد گھن کرتا تھا اور مزے اڑانے اور عیش پرستی سے روکتا تھا

بود امیرے خوشدلے مے بارۂ	کہف ہر مخمور ہر بیچارۂ
ایک امیر خوش دل، شراب دوست تھا	ہر شرابی اور ہر بے کس کا سہارا تھا
مشفقے مسکیں نوازے عادلے	مکرمے زر بخشے و دریا دلے
مہربان، غریب پرور، منصف تھا	سخی، سونا عطا کرنے والا اور دریا دل تھا
شاہ مردان و امیر المومنیں	راہ بان و راز دان و دوربیں
بہادروں کا شاہ، مومنوں کا امیر تھا	راستہ کا محافظ اور راز سے واقف اور دور بین تھا
دور عیسیٰ بود و ایام مسیح	خلق دلدار و کم آزار و ملیح
(حضرت) عیسیٰ کا دور تھا اور (حضرت) عیسیٰ کا زمانہ تھا	لوگ دلدار اور نہ ستانے والے اور خوش مزاج تھے
آمدش مہماں بناگاہاں شبے	ہم امیر جنس او خوش مذہبے
ایک رات اچانک اس کے پاس مہمان آیا	جو اس ہی جیسا حاکم اور دیندار تھا
بادہ میبایست شاں در نظم حال	بادہ بود آں وقت ماذون و حلال
ان کو حالت کی باقاعدگی کے لئے شراب درکار تھی	اس وقت شراب جائز اور حلال تھی
بادہ شاں کم بود و گفتا اے غلام	رو سبو پر کن بما آور مدام
ان کی شراب کم تھی اور اس نے کہا اے غلام!	جا ٹھلیا بھر، ہمارے پاس شراب لے آ
از فلاں راہب کہ دارد خمر خاص	تا ز خاص و عام یابد جاں خلاص
فلاں راہب کے پاس سے، کیونکہ وہ مخصوص شراب رکھتا ہے	تاکہ عوام و خواص سے جان کو چھٹکارا حاصل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جرعہ زاں جام راہب آں کند	کہ ہزاراں جرۂ و خمراں کند
اس راہب کے جام کا ایک گھونٹ وہ کرتا ہے	جو ہزاروں ٹھلیاں اور مٹکے کرتے ہیں
اندراں مے مایۂ پنہانی ست	آنچناں کاندر عبا سلطانی ست
اس شراب میں ایک سرمایہ پوشیدہ ہے	جس طرح چوغہ میں شہنشاہی ہے
تو بدلق پارہ پارہ کم نگر	کہ سیہ کردند از بیرون زر
تو پھٹی پرانی گدڑی کو نہ دیکھ	کیونکہ اوپر سے سونے کو کالا کر دیا ہے
از برای چشم بد مردود شد	وز بروں آں لعل دود آلود شد
بدنظری کی وجہ سے وہ ناپسند بنا ہے	اور باہر سے وہ لعل دھویں سے آلودہ ہے
گنج و گوہر کے میان خانہاست	گنجہا پیوستہ در ویرانہاست
خزانہ اور گوہر گھروں میں کہاں ہے؟	خزانے ویرانوں سے وابستہ ہیں
گنج آدمؑ چوں بویراں بد دفیں	گشت طینش چشم بند آں لعیں
(حضرت) آدم کا خزانہ چونکہ ویرانہ میں دفن تھا	اس کی مٹی اس لعین کی آنکھ کا پردہ بن گئی
او نظر میکرد در طین سست	جاں ہمی گفتش کہ طینم سد تست
وہ مٹی کو حقارت سے دیکھتا تھا	روح اس سے کہتی تھی کہ میری مٹی تیری روک ہے
دو سبو بسد غلام و خوش دوید	در زماں در دیر رہباناں رسید
غلام نے دو ٹھلیاں لیں اور تیز دوڑا	فوراً راہبوں کے گرجا گھر میں پہنچ گیا
زر بداد و بادۂ چوں زر خرید	سنگ داد و در عوض گوہر خرید
سونا دیا اور سونے جیسی شراب خرید لی	پتھر دیا اور بدلے میں گوہر خرید لیا
بادۂ کاں برسر شاہاں جہد	تاج زر برتارک ساقی نہد
وہ شراب جو بادشاہوں کے سر میں اثر کرتی ہے	ساقی کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتی ہے
فتنہا و شورہا انگیختہ	بندگان و خسرواں آمیختہ
فتنے اور شور برانگیختہ کر دیتی ہے	غلاموں اور شاہوں کو ملا دیتی ہے
استخوانہا رفتۂ جملہ جاں شدہ	تخت و تختہ آں زماں یکساں شدہ
ہڈیاں ختم ہو جاتی ہیں سب کچھ جان بن جاتا ہے	اس وقت تخت اور تختہ یکساں ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

وقت ہشیاری چو آب و روغن اند	وقت مستی ہمچو جاں اندر تن اند
(انسان) ہوش کے وقت پانی اور تیل کی طرح ہیں	مستی کے وقت جسم میں جان کی طرح ہیں
چوں ہریسہ لحم و گندم غرق ہم	ہیچ سبقے نے درایشاں فرق ہم
جیسا کہ ہریسہ، گوشت اور گیہوں باہمی غرق ہیں	ان میں کوئی دوڑ نہیں، نہ ان میں باہمی فرق ہے
چوں ہریسہ گشت آنجا فرق نیست	نیست فرقے کاندر آنجا غرق نیست
جب ہریسہ بن گیا وہاں کوئی فرق نہیں ہے	کوئی ایسا فرق نہیں ہے جو وہاں غرق نہ ہو گیا ہو
ایں چنیں بادہ ہمی برد آں غلام	سوی قصر آں امیر نیک نام
وہ غلام اس طرح کی شراب لے جا رہا تھا	نیک نام امیر کے محل کی جانب
پیش آمد زاہدے غم دیدۂ	خشک مغزے در بلا پیچیدۂ
ایک غموں کا مارا زاہد سامنے آ گیا	جس کا دماغ خشک ہو گیا تھا مصیبت میں پھنسا ہوا تھا
تن ز آتشہای دل بگداختہ	خانہ از غیر خدا پرداختہ
جسم دل کی آگوں سے پگھل گیا تھا	اس نے دل کو خدا کے سوا سے خالی کر لیا تھا
گوشمال محنت بے زینہار	داغہا بر داغہا چندیں ہزار
بے پناہ مشقت کی گوشمالی کی وجہ سے	داغوں پر داغ کئی ہزار تھے
دیدہ ہر ساعت خلش در اجتہاد	روز و شب چفسید او بر اجتہاد
وہ ہر وقت مجاہدے میں تکلیف اٹھاتا تھا	وہ دن رات مجاہدے سے چمٹا ہوا تھا
سال و مہ در خاک و خوں آمیختہ	صبر و حلمش نیم شب بگریختہ
سالوں اور مہینوں خاک اور خون میں لتھڑا تھا	اس کا صبر اور بردباری آدھی رات کو بھاگ چکی تھی
دید در شب یک غلام نیک پے	در شتابش اوز میں میکرد طے
اس نے ایک نیک خصلت غلام کو رات میں دیکھا	وہ اپنی جلدی میں زمین طے کر رہا تھا
گفت زاہد در سبوہا چیست آں	گفت بادہ گفت آن کیست آں
زاہد نے کہا مٹکوں میں کیا ہے؟	اس نے کہا شراب، اس نے کہا کس کی ہے؟
گفت ایں آن فلاں میر اجل	گفت طالب را چنیں باشد عمل
اس نے کہا یہ بڑے سردار کی ملکیت ہے	اس نے کہا طلبگار کا یہ کام ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

طالب یزداں وآنکہ عیش ونوش	بادۂ شیطان و آنکہ تیز ہوش
خدا کا طلبگار اور پھر عیش اور پینا	شیطانی شراب اور پھر ہوش کی تیزی؟
ہوش تو بے مے چنیں پژمردہ است	ہوشہا باید براں ہوش تو بست
تیرا ہوش بغیر شراب کے ایسا مرجھایا ہوا ہے	تیرے ہوش سے بہت سے ہوش وابستہ کرنے چاہئیں
تاچہ باشد ہوش تو ہنگام سکر	اے چو مرغے گشتہ صید دام سکر
پھر نشہ کے وقت تجھے ہوش کہاں ہو گا؟	اے وہ! جو پرندہ کی طرح نشہ کے جال میں ہے

حکایت ضیائے بلخ کہ دراز بالا بوذ و برادرش شیخ الاسلام تاج بلخ بغایت کوتاہ بالا بوذ وایں شیخ الاسلام از برادرش ننگ داشت' روزے ضیا درآمد بدرس او' وہمہ صدور بلخ حاضر بودند بدرس او ضیا خدمتے کرد و بگذشت شیخ الاسلام نیم قیام کرد سرسری ضیا گفت آرے سخت درازی پارۂ درروز واز خود

ضیاء بلخ کا قصہ جو دراز قد تھے اور ان کے بھائی شیخ الاسلام تاج بلخ بہت چھوٹے قد کے تھے۔ اور یہ شیخ الاسلام اپنے بھائی سے ذلت محسوس کرتے تھے ایک روز ضیا ان کے درس میں پہنچ گئے اور بلخ کے تمام صدور ان کے درس میں حاضر تھے' ضیا نے حاضری دی اور چلدیئے شیخ الاسلام معمولی طور پر آدھے کھڑے ہو گئے ضیا نے کہا بیشک آپ بہت لمبے ہیں کہ اپنے میں سے ایک حصہ چرالیا

آں ضیائی بلخ خوش الہام بود	دا در آں تاج شیخ الاسلام بود
ضیا بلخی خوش طبع تھے	تاج شیخ الاسلام کے بھائی تھے
از برای علم خلقے پیش او	گشتہ دائم در ملازم درس جو
علم کی وجہ سے لوگ ان کے سامنے	ہمیشہ رہتے تھے' صحبت میں درس کے طالب
تاج شیخ الاسلام دارالملک بلخ	بود کوتہ قد و کوچک ہمچو فرخ
دارالخلافہ کے شیخ الاسلام تاج	پست۔ قد اور چوزے کی طرح چھوٹے تھے
گرچہ فاضل بود وفحل و ذوفنوں	ایں ضیا اندر ظرافت بد فزوں
اگرچہ فاضل تھے اور یکتا اور فنون والے	یہ ضیاء مذاق میں بڑھے ہوئے تھے
او بسے کوتہ ضیا بے حد دراز	بود شیخ اسلام را صد کبر و ناز
وہ بہت ٹھگنے ضیاء بہت لمبے	شیخ الاسلام میں سینکڑوں تکبر اور ناز تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

زیں برادر عار و ننگش آمدے	آں ضیا ہم واعظے بد باہدے
ان بھائی سے ان کو عار اور ذلت آتی	وہ ضیاء بھی باہدایت واعظ تھے
روز محفل اندر آمد آں ضیا	بارگہ پر قاضیان واصفیا
مجلس کے دن ضیاء اندر آئے	دربار قاضیوں اور منتخب لوگوں سے بھرا ہوا تھا
کرد شیخ اسلام از کبر تمام	ایں برادر را چنیں نصف القیام
شیخ الاسلام نے پورے غرور سے کیا	اس بھائی کے لئے ایسے ہی آدھا قیام
پس ضیا چوں دید کبر اندر سرش	انفعالے داد حالے در خورش
جب ضیا نے ان کے سر میں غرور دیکھا	ان کے مناسب فوراً ان کو شرمندہ کیا
گفت آرے بس درازی بہر مزد	اندکے زاں قد سروت ہم بدزد
انہوں نے کہا: جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں مزدوری کے لئے	اپنے سرو جیسے قد سے بھی تھوڑا سا چرا لیا

رجوع بحکایت زاہد باغلام امیر

امیر کے غلام کے ساتھ زاہد کی حکایت کی طرف واپسی

پس ترا خود ہوش کو و عقل کو	تا خوری مے اے تو دانش را عدو
پھر تجھے خود ہوش کہاں اور عقل کہاں ہے؟	تاکہ تو شراب پئے اے عقل کے دشمن؟
روت بس زیباست نیلی ہم بکش	ضحکہ باشد نیل بر روی جبش
تیرا چہرہ بہت حسین ہے، نیل بھی لگا لے	حبشی کے چہرے پر نیل مذاق ہوتا ہے
در تو نورے کے درآمد اے غوی	تا تو مے نوشی و ظلمت جو شوی
اے گمراہ! تیرے اندر نور ہی کب آیا ہے؟	کہ تو شراب پئے اور ظلمت کا طالب بن جائے
سایہ در روز ست جستن قاعدہ	در شب ابرے تو سایہ جو شدہ
سایہ تلاش کرنے کا قاعدہ دن میں ہے	تو ابر والی رات میں سایہ کا طالب بنا ہے
گر حلال آمد پئے قوت عوام	طالبان دوست را آمد حرام
اگر وہ (شراب) عوام کی خوراک کے لئے حلال ہے	دوست کے طلبگاروں کے لئے حرام ہے
عاشقاں را بادہ خون دل بود	چشم شاں بر راہ و بر منزل بود
عاشقوں کی شراب، خون دل ہوتا ہے	ان کی نگاہ، راہ اور منزل پر رہتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در چنیں راہ و بیابان مخوف	اے قلاوز خرد با صد کسوف
ایسے راستے اور خوفناک جنگل میں	(اور) اے عقل کے رہنما سینکڑوں گہن میں
خاک در چشم قلاوزاں زنی	کارواں را ہالک و گمرہ کنی
تو رہنماؤں کی آنکھ میں دھول جھونکتا ہے	قافلہ کو تباہ اور گمراہ کرتا ہے
نان جو حقا حرام ست و فسوس	نفس را در پیش نہ نان سبوس
جو کی روٹی (بھی) حرام اور (باعث) افسوس ہے	نفس کے سامنے بھوسی کی روٹی رکھ
دشمن راہ خدا را خوار دار	دزد را منبر منہ بردار دار
اللہ (تعالیٰ) کے راستہ کے دشمن کو ذلیل کر	چور کے لئے منبر نہ بچھا سولی پر چڑھا
دزد را تو دست ببریدن پسند	از بریدن عاجزی دستش بہ بند
تو چور کے ہاتھ کاٹ ڈالنے کو پسند کر	(اگر) تو کاٹنے سے عاجز ہے اس کے ہاتھ باندھ دے
گر نہ بندی دست او دست تو بست	گر تو پایش نشکنی پایت شکست
اگر تو اس کے ہاتھ نہ باندھے گا وہ تیرے ہاتھ باندھ دے گا	اگر تو اس کا پاؤں نہ توڑے گا وہ تیرا پاؤں توڑ دے گا
تو عدو را مے دہی و نیشکر	بہر چہ گو زہر نوش و خاک خور
تو دشمن کو شراب اور گنا دیتا ہے	کس لئے؟ کہہ دے زہر پئے اور خاک پھانکے
زد ز غیرت بر سبو سنگ و شکست	او سبو انداخت از زاہد بجست
اس نے غیرت سے ٹھلیا پر پتھر مارا اور توڑ دیا	اس (غلام) نے (دوسری) ٹھلیا پھینک دی (اور) زاہد سے بھاگ گیا

شرح حبیبی

ایک امیر تھا جو کہ خوش دل اور شراب دوست اور مستوں اور عاجزوں کی جائے پناہ اور مشفق اور غریب نواز اور منصف اور صاحب کرم اور لوگوں کو مال دینے والا اور دریا دل اور بڑا مرد اور مسلمانوں کا حاکم اور رہنما اور واقف اسرار اور دور بین تھا اور عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا جو کہ مخلوق کی دل داری کرنے والا اور کسی کو دکھ نہ دینے والے اور پسندیدہ شخص تھے۔

اتفاق سے ایک رات اس کے یہاں ایک صاحب مہمان ہوئے جو کہ امیر اور اس کے ہم جنس اور اچھے مسلک کے آدمی تھے۔ ان صاحبوں کو درستی حالت کے لئے شراب سجانہ کرنی تھی وہ طاعت کر چکا ہے اور جس کو مخالفت کرنی تھی وہ مخالفت کر چکا ہے غرضکہ یہ ترکیب تو ختم ہوئی اس کے بعد روح کو عقوبات اور انعامات الٰہیہ کے ساتھ اور بہت سے اتصاف ہو نگے جن کو نہ کسی کان والے نے سنا ہے اور نہ کسی آنکھ والے نے دیکھا ہے جبکہ وہ ہنوز کتم غیب میں مستور ہیں۔

یہاں سے مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی کان والا یعنی غافل ان کو یوں سن

لیتا جیسا کہ سننے کا حق ہے تو وہ کان والا یعنی غافل ہی نہ رہتا۔ نیز اس وقت وہ فرط اشتغال آخرت کے سبب کوئی لایعنی بات ہی نہ سن سکتا۔ اس لئے کہ ان امور کی ایسی مثال ہے جیسے خورشید اور کان والے یعنی غافل کی ایسی مثال ہے جیسے برف۔ پس اگر یہ برف (کان والا) آفتاب (احوال اخرویہ) کا مشاہدہ کر لیتا تو اس کو اپنی برفیت اور غفلت سے امید کو منقطع کر دینا پڑتا اور وہ خالص مساوی کی مانند ہو جاتا جو کہ لطف ہوا سے بل کھا کر زرہ کی مانند ہو جاتا۔ یعنی اس وقت وہ مطیع محض ہوتا جو حق سبحانہ کے حکم پر چلتا اور خودی میں محبوس نہ رہتا اور اس کے بعد وہ آب حیات بن جاتا اور درختوں یعنی طالبوں کے جان کی دوا ہو جاتا۔ اور ہر درخت (طالب) اس کی آمد سے خوش قسمت ہو جاتا وہ خود کامل اور دوسروں کے لئے مکمل ہو جاتا۔ اے وہ لوگ جو ٹھٹھرے ہوئے برف کی مانند اور احوال آخرت سے متحیر ہیں ان کی یہ حالت ہے کہ وہ خودی میں محبوس ہیں اور درختوں کے ساتھ میل نہیں کھاتے۔ یعنی دوسروں کو ان سے فائدہ نہیں پہنچتا اور نہ تو وہ خود کسی سے میل کھاتے ہیں اور نہ ان سے کوئی میل کھاتا ہے۔ بلکہ ان کے حصہ میں بخل آ گیا ہے کہ وہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچاتے۔ لیکن تاہم وہ بیکار نہیں ہیں۔ بلکہ جس طرح برف سے کلیجہ ٹھنڈا ہوتا ہے یوں ہی ان سے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ دوسروں کو ضرور ہوتا ہے۔ مگر وہ سبزہ کے بادشاہ یعنی حق سبحانہ کا قاصد نہیں بن سکتے اور حق سبحانہ کے فیوض کو سبزہ تک نہیں پہنچا سکتے۔ یعنی وہ شیخ بن کر طالبین کی تربیت روحانی نہیں کر سکتے جو کہ صفت ہے کاملین کی۔ ہاں ان سے درکار تھی کیونکہ اس زمانہ میں شراب حلال تھی۔ اس کے پاس شراب نہ تھی۔ اس لئے آقا نے کہا کہ ارے غلام جا اور فلاں راہب کے پاس سے جو کہ خاص شراب رکھتا ہے گھڑا بھر کے ہمارے لئے شراب لے آ۔ تا کہ خاص و عام کے خیالات سے ہماری جان کو نجات ہو جائے اور ہم اسکو پی کر مست اور بے خود ہو جائیں۔

یہاں سے مولانا شراب معروف سے شراب عشق الٰہی کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تارک الدنیا لوگوں کی جام محبت کا ایک گھونٹ وہ کام کرتا ہے جو کہ ہزاروں گھڑے اور خم کرتے ہیں اور ان کے اندر وہ شراب یونہی باطنی دولت ہے جیسے کمبل میں سلطنت ہو تم ان کی ظاہری خستگی اور اس کی پھٹی ٹوٹی گدڑی کو نہ دیکھنا۔ اس لئے کہ یہ ان کے کمال باطنی کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ سونے کو اوپر سے کالا کر دیا کرتے ہیں تا کہ چوروں اور ڈکیتوں سے محفوظ رہے اور نظر بد سے حفاظت کے لئے وہ بظاہر قابل رد ہوتا ہے اور صرف باہر سے وہ بیش قیمت مال دود آلود ہوتا ہے اور اندر سے نہایت عمدہ ہوتا ہے۔

نیز خزانہ اور جواہرات لوگ گھروں میں نہیں رکھتے بلکہ ویرانوں میں رکھتے ہیں جہاں کسی کو ان کے وجود کا شبہ بھی نہ ہو۔ یونہی دولت باطنی بھی خستہ حالوں کو دی جاتی ہے تا کہ بیگانوں کی نظر بد سے محفوظ رہے۔

چنانچہ آدم علیہ السلام کی دولت باطنی ویرانہ یعنی ان کے جسم خاکی میں مستور تھی اس لئے ان کی مٹی نے ابلیس ملعون کی آنکھ بند کر دی اور وہ اس دولت کو نہ دیکھ سکا۔ اور مٹی پر حقارت سے نظر کرتا تھا۔ مگر ان کی جان بزبان حال کہہ رہی تھی کہ یہ میری مٹی میرے لئے اس خزانہ تک پہنچنے سے مانع ہے اور تو اپنی محرومی و شقاوت کے سبب اس تک نہیں پہنچ سکتا۔

خیر یہ مضمون استطرادی تو ختم ہوا۔ اب قصہ سنو غلام نے آقا کا حکم سن کر دو گھڑے لئے اور تیز رفتاری کے ساتھ گیا اور راہبوں کے دیر میں پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے روپیہ ان کے حوالہ کیا اور سونے کی مثل روشن شراب خرید لی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس طرح اسے گویا کہ پتھر دے کر موتی خرید لئے۔ یعنی شراب لے لی جس کی یہ شان ہے کہ بادشاہوں کے سر پر چڑھتی اور ساقی کے سر پر تاج زر رکھتی ہے اور جو کہ بہت سے فتنہ اور شور و شغب پیدا کرتی اور غلاموں اور بادشاہوں کو یک رنگ کر دیتی ہے۔ اور جس سے ان کی ہڈیاں نکال کر ان کی جانیں ایک ہو جاتی ہیں۔ یعنی ان کے امتیازات مٹ کر اتحاد پیدا ہو جاتا ہے اور جس سے تخت اور تختہ دونوں یکساں ہو جاتے ہیں اور جو لوگ بھلے تیل اور پانی کی طرح آپس میں نہ نکلنے والے تھے ان کی حالت مستی میں ایسی ہو جاتی ہے جیسے جان کی جسم میں اور جس طرح ہریسہ میں گیہوں اور گوشت ایک دوسرے میں فنا ہو جاتے ہیں یوں ہی وہ سب یکساں ہو جاتے ہیں۔ اور ان میں کوئی تفوق اور فرق باقی نہیں رہتا۔

کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب گوشت اور گیہوں ہریسہ بن جاتے ہیں تو پھر گیہوں اور گوشت میں کوئی فرق نہیں رہتا۔

اور اس وقت کوئی امتیاز ایسا نہیں رہتا جو کہ مٹ نہ گیا ہو۔ غرضکہ وہ غلام ایسی شراب اس امیر کی دولت سرا کی طرف لئے جا تا تھا اتفاق سے راستہ میں ایک زاہد مل گیا جو کہ محزون اور خشک مغز اور مصیبت عشق میں مبتلا تھا اس کا جسم دل کی آگ سے گھل گیا تھا اور اس کا خانہ دل غیر خدا کی محبت سے خالی ہو چکا تھا۔ عشق کی بے پناہ مصیبت اس کی گوشمالی کر رہی تھی۔ اور اس کے دل پر اوپر تلے ہزاروں داغ تھے وہ مجاہدہ و ریاضت میں ہر وقت اپنے اندر محبت کی ایک نئی خلش پاتا تھا اور رات دن ریاضت کو لپٹا ہوا تھا۔ تمام سال اور تمام مہینہ خون میں لتھڑا ہوا تھا اور آدھی رات کے وقت تو اس کا صبر اور تحمل بالکل ہی فنا ہو جاتا تھا کیونکہ وہ وقت بالکل یکسوئی کا ہوتا ہے اور اس وقت خیال یار پوری طور پر اپنا کام کرتا ہے اس نے رات کے وقت ایک غلام کو دیکھا کہ وہ اپنی جلدی میں زمین کو طے کرتا تھا یعنی تیز جا رہا تھا اس پر زاہد نے اسے ٹوکا اور کہا کہ گھڑوں میں کیا ہے اس نے جواب دیا کہ شراب اس پر اس نے پوچھا کہ کس کی ہے اس نے کہا کہ فلاں صاحب کی ہے جو کہ بڑے عالی رتبہ امیر ہیں اس پر اس زاہد نے کہا کہ کیا طالب خدا کا یہ کام ہوتا ہے؟ طالب خدا ہو کر عیش و شراب نوشی؟ اور شیطان کی شراب پی کر عقل تیز ہو؟ ناممکن ہے۔ اس سے کوئی کہے کہ ارے جانور کی طرح نشہ کے جال میں گرفتار جبکہ شراب کے بغیر تیری عقل اس قدر پژمردہ ہے کہ اس میں اور بہت سی عقلوں کے ملانے کی ضرورت ہے تو نشہ کے وقت تیری عقل کی کیا حالت ہوگی۔ پس تجھے ہرگز زیبا نہیں ہے کہ تو شراب کا شغل کرے اس پر ہمیں ایک حکایت یاد آ گئی وہ یہ ہے کہ ضیائے بلخ نہایت خوش الہام شخص تھے اور ان کے سالے تاج شیخ الاسلام تھے۔ تحصیل علم کے لئے بہت سے لوگ ان کے یہاں حاضر خدمت رہتے تھے اور ان کی حالت یہ تھی کہ وہ اپنے ملازمین خدمت سے ہمیشہ سبق کے طالب رہتے تھے یعنی ہر وقت تعلیم میں مصروف رہتے تھے۔ یہ تاج دارالسلطنت بلخ کے شیخ الاسلام بہت کوتہ قد اور صغیر الجثہ تھے اور اگرچہ وہ بہت بڑے فاضل اور متبحر اور صاحب علوم کثیرہ تھے اور ان کے سالے ضیاء علم میں ان کے مرتبہ کے نہ تھے مگر وہ ظرافت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے نیز وہ بہت چھوٹے تھے اور ضیا بہت لمبی اور شیخ الاسلام کو بہت کچھ غرور اور ناز تھا اس لئے ان کو اپنے ان سالے سے بہت عار اور ننگ تھی حالانکہ یہ بھی کچھ معمولی آدمی نہ تھے بلکہ بڑے صاحب ہدایت واعظ تھے۔ ایک روز اتفاق سے ضیا ان کی مجلس میں پہنچ گئے اس وقت ان کی بارگاہ قاضیوں اور منتخب لوگوں سے پر تھی ایسی حالت میں نہ ان کو پوری تعظیم ہی کرتے ہیں اور نہ انہوں نے بالکل ترک تعظیم کو مناسب سمجھا۔ اسی لئے انہوں نے اپنے سالے کی تعلیم کے لئے آدھا قیام کیا۔ پس جبکہ ضیا نے ان کے اندر اتنا تکبر دیکھا تو ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کو فوراً ایک پھبتی کہہ کر شرمندہ کیا جس کے وہ مستحق تھے اور انہوں نے ان پر ایک پھبتی کہی۔ یعنی انہوں نے کہا کہ جی ہاں آپ بہت لمبے ہیں۔ ذرا اپنے سرو کی مانند لمبے قد میں سے کچھ اور بھی کم کر لیجئے۔ مطلب ان کا یہ تھا کہ ایک تو ماشاء اللہ آپ کا قد ہی ایسا ہے کہ آپ کا قیام بھی مثل اوروں کے قعود کے ہے اس پر آپ نے یہ کیا کہ نصف قیام کیا جس سے وہ قیام اور بھی کالعدم ہو گیا۔ بس اس قد کے ساتھ اتنا قیام نامناسب تھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ارے عقل کے دشمن تجھے ہوش اور عقل ہی کہاں ہے کہ تو شراب پئے۔ تیرا منہ خوب صورت بھی تو بہت ہے اس پر کالا پنکا بھی لگا لے۔ تیری یہ حرکت نہایت نازیبا ہے کیونکہ حبشیوں کے چہرہ پر کالا پنکا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ موجب تمسخر ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ بے عقل ہو کر شراب پینا ہرگز مناسب نہیں۔ پس تجھے شراب خواری ترک کرنی چاہئے کیونکہ اگر تو شراب پئے گا اور اس طرح ظلمت کا طالب ہو گا تو تیرے اندر نور پیدا نہیں ہو سکتا۔ خیر اگر عقل وافر ہو اور ایسی حالت میں شراب پی لی جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ دن کے وقت سایہ تلاش کرتے ہیں مگر تو بے عقلی کی حالت میں شراب پیتا اور گویا کہ شب ابر میں سایہ ڈھونڈتا ہے کس قدر حماقت کی بات ہے۔

میرا مطلب یہ نہیں کہ شراب حرام ہے نہیں بلکہ وہ حلال ہے لیکن اگر عوام کے لئے حلال ہو تو طالبان خدا کے لئے حرام ہی ہو گی۔

فائدہ:۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شریعت نے اس کے اندر یہ تفصیل کی ہے کہ عوام کے لئے حلال اور خواص کے لئے حرام ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ گو شریعت نے اسے مطلقاً حلال کیا ہے مگر خواص کو چاہئے کہ باوجود اعتقاد حلت کے اس کے ساتھ وہ معاملہ کریں جو حرام کے ساتھ کرتے ہیں اور اس کو نہایت سختی اور اہتمام کے ساتھ ترک کریں کیونکہ وہ عقل کو کھو کر حق سبحانہ سے غافل کرنے والی چیز ہے) عاشقوں کی شراب تو خون دل ہوتا ہے اور ان کی نظر تو بجائے ساغر کے راہ اور منزل محبوب پر ہوتی ہے ایسے رستہ اور اس قدر خوفناک سامان یعنی راہ آخرت میں اور ایسی ناقص عقل رہنما اور اس پر طرہ یہ کہ تو اس ناقص رہنما کی آنکھ میں اور خاک جھونکتا ہے اور قافلہ کو بالکل ہی تباہ اور اس کو راہ راست سے گمراہ کرتا ہے۔ یہ امر نہایت ہی نازیبا ہے ارے شراب تو بڑی چیز ہے میں تو خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو کی روٹی کھانا بھی حرام اور قابل افسوس ہے نفس کے سامنے تو بھوسے کی روٹی رکھنی چاہئے اور اس دشمن راہ خدا کو خوب ذلیل کرنا چاہئے کیونکہ چور کے لئے منبر مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس کو تو سولی پر چڑھانا چاہئے اور چور کا تو ہاتھ کاٹنا پسند ہونا چاہئے اور اس کو کاٹنا چاہئے لیکن اگر تو اس کا ہاتھ نہ کاٹ سکے تو کم از کم اس کے ہاتھ باندھ دینے چاہئیں کیونکہ اگر تو اس کے ہاتھ نہ باندھے گا تو وہ تیرے ہاتھ باندھ دے گا اور اگر تو اس کے پاؤں نہ توڑے گا تو وہ تیرے پاؤں توڑ دے گا۔ پس اپنے ہاتھ پاؤں بچانے کے لئے اس کے ہاتھ باندھنا اور پاؤں توڑنا لازم قرار پایا۔

بھلے مانس تو دشمن کو شراب پلاتا اور گنے کھلاتا ہے یہ کیوں ارے اس سے کہہ کہ کیسے شراب اور کیسے گنے۔ زہر پی اور خاک کھا۔ یہ کہہ کر اس نے جوش غیرت سے گھڑے میں پتھر مارا اور وہ ٹوٹ گیا اس پر غلام گھڑا پھینک کر بھاگ گیا اور اس طرح زاہد کے قبضہ سے نکل گیا۔

رفتن امیر خشم آلودہ برای گوشمال زاہد

امیر کا غصہ میں بھر کر زاہد کو سزا دینے کے لئے جانا

رفت پیش میر و گفتش بادہ کو	ماجرا را گفت یک یک پیش او
(وہ غلام) امیر کے سامنے پہنچا امیر نے اس سے کہا شراب کہاں ہے؟	اس نے ایک ایک کر کے اس کے سامنے قصہ کہہ دیا
میر چوں آتش شد و برجست راست	گفت بنما خانۂ زاہد کجاست
امیر آگ جیسا ہوگیا اور سیدھا اٹھا	بولا دکھا زاہد کا گھر کہاں ہے؟
تا بدیں گرز گراں کوبم سرش	آں سر بے دانش مادر غرش
تاکہ میں اس بھاری گرز سے اس کا سر توڑ دوں	وہ سر جو بے عقل مادر بخطا کا ہے
او چہ داند امر معروف از سگی	طالب معروفی ست و شہرگی
وہ بھلائی کا حکم کرنا کیا جانے؟ کتے پن سے	نام آوری اور شہرت کا طالب ہے
تا بدیں سالوس خود را جا کند	تا بچیزے خویشتن پیدا کند
تاکہ اس مکر سے اپنی جگہ بنائے	تاکہ کسی باعث سے اپنے آپ کو نمایاں کرے
کو ندارد خود ہنر الا ہماں	کہ تسلس میکند با این و آں
وہ خود ہنر نہیں رکھتا ہے بجز اس کے	کہ ہماشما سے مکاری کرتا ہے
او اگر دیوانہ است و فتنہ کاؤ	داروی دیوانہ باشد کیر گاؤ
وہ اگر دیوانہ ہے اور فتنہ انگیز	دیوانہ کی دوا بیل کا آلۂ تناسل ہے
تا کہ شیطاں از سرش بیروں رود	بے لت خر بندگاں خر چوں رود
تاکہ اس کے سر سے شیطان باہر نکل جائے	گدھا کمہاروں کی مار کے بغیر کب چلتا ہے؟
میر بیروں جست و دبوسے بدست	نیم شب آمد بزاہد نیم مست
امیر باہر نکلا اور گرز ہاتھ میں تھا	زاہد کے پاس آدھی رات کو ادھوری مستی میں پہنچا
خواست کشتن مرد زاہد را ز خشم	مرد زاہد گشتہ پنہاں زیر پشم
غصہ سے زاہد کو مار ڈالنا چاہا	زاہد انسان اون کے نیچے چھپ گیا
مرد زاہد می شنود از میر آں	زیر پشم آں رسن تاباں نہاں
زاہد انسان امیر سے وہ سن رہا تھا	رسی بٹنے والوں کی اون کے نیچے چھپا ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت در رو گفتن زشتی مرد	آئینہ تاند کہ رو را سخت کرد
بولا انسان کی برائی منہ در منہ	آئینہ کر سکتا ہے جس نے منہ کو سخت کر دیا ہے
روی باید آئینہ وار آہنیں	تات گوید روی زشت خود ببیں
آئینہ جیسا لوہے کا منہ چاہئے	تا کہ تجھ سے کہے کہ اپنا بھدا چہرہ دیکھ

حکایت مات کردن دلقک سید شاہ ترمذ را

ایک مسخرے کی سید شاہ ترمذ کو مات دینے کی حکایت

شاہ با دلقک ہمی شطرنج باخت	مات کردش زود خشم شہ بتاخت
بادشاہ نے مسخرے کے ساتھ شطرنج کی بازی لگائی	اس نے اس (شاہ) کو مات دیدی بادشاہ کا غصہ جلد دوڑ پڑا
گفت شہ شہ واں شہ کبر آورش	یک یک آں شطرنج میزد بر سرش
اس نے شہ شہ کہا اور وہ متکبر بادشاہ	شطرنج کا ایک ایک مہرہ اس کے سر پر مارتا تھا
کہ بگیر اینک شہت اے قلتباں	صبر کرد آں دلقک وگفت الاماں
کہ اے دیوث! لے یہ تیری شہ ہے	اس مسخرے نے صبر کیا اور پناہ چاہی
دست دیگر باختن فرمود میر	او چناں لرزاں کہ عور از زمہریر
امیر نے دوسری بازی لگانے کو کہا	وہ اس طرح کانپا جیسے کہ ننگا جاڑے سے
باخت دست دیگر و شہ مات شد	وقت شہ شہ گفتن و میقات شد
اس نے دوسری بازی کھیلی اور بادشاہ کو مات ہوگئی	شہ شہ کہنے کا وقت اور جگہ آ گئی
برجہید آں دلقک و در کنج رفت	شش نمد بر خود فگند از بیم تفت
وہ مسخرا کودا اور گوشہ میں چلا گیا	فوراً خوف سے چھ نمدے اپنے اوپر ڈال لئے
زیر بالشہا وزیر شش نمد	خفت پنہاں تاز زخم شہ رہد
تکیوں کے نیچے اور چھ نمدوں کے نیچے	چھپ کر لیٹ گیا تاکہ بادشاہ کی مار سے نجات پائے
گفت شہ ہے ہے چہ کردی چیست ایں	گفت شہ شہ شہ اے شاہ گزیں
بادشاہ نے کہا ہائیں ہائیں تو نے کیا کیا یہ کیا ہے؟	بولا اے منتخب شاہ! شہ شہ شہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کے تواں حقگفت جز زیر لحاف	باچو تو خشم آور آتش سجاف
حق (بات) لحاف کے نیچے کے علاوہ کب کہی جا سکتی ہے؟	آپ جیسے غصیلے آگ کے استر والے کے سامنے
اے تو مات و من ز زخم شاہ مات	میزنم شہ شہ ز زیر رختہات
آپ ہارے اور میں شاہ کی مار سے ہارا	میں کپڑوں کے نیچے سے آپ کو شہ کہتا ہوں

آمدن امیر بدر خانہ زاہد و بہ لکد کوفتن در

امیر کا زاہد کے دروازے پر آنا اور لاتوں سے دروازے کو پیٹنا

چوں محلہ پر شد از ہیہای میر	وز لکد بر در زدن وز دار و گیر
جب امیر کی ہا ہو سے محلہ بھر گیا	دروازے پر لاتیں مارنے سے اور پکڑ دھکڑ سے
خلق بیروں جست زود از چپ و راست	کاے مقدم وقت عفوست و رضاست
دائیں اور بائیں سے لوگ باہر نکل آئے	کہ اے پیشرو! معافی اور راضی ہو جانے کا وقت ہے
مغز او خشک ست و عقلش ایں زماں	کمترست از عقل و فہم کودکاں
اس کا دماغ خشک ہو گیا ہے اور اب اس کی عقل	بچوں کی عقل اور سمجھ سے کمتر ہے
زہد و پیری ضعف بر ضعف آمدہ	واندراں زہدش کشادے ناشدہ
زہد اور بڑھاپا' کمزوری پر کمزوری آ گئی	اور اس زہد میں اس کو بسط حاصل نہ ہوا
رنج دیدہ گنج نادیدہ زیار	کارہا کردہ ندیدہ مزد کار
اس نے تکلیف برداشت کی یار کا خزانہ نہ دیکھا	کام کئے کام کی مزدوری نہ دیکھی
یا نبود آں کار او را خود گہر	یا نیامد وقت پاداش از قدر
یا تو اس کے کام میں خود جوہر نہ تھا	یا تقدیر (خداوندی) سے بدلے کا وقت نہیں آیا ہے
یا کہ بود آں سعی چوں سعی جہود	یا جزا وابستۂ میقات بود
یا اس کی کوشش یہود کی کوشش کی طرح تھی	یا بدلہ وقت مقررہ سے وابستہ تھا
مر ورا درد و مصیبت ایں بس ست	کاندریں وادی پرخوں بیکس ست
اس کے لئے یہ درد اور مصیبت کافی ہے	کہ وہ اس خوفناک وادی میں بیکس ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم پر درد و نشستہ او بہ کنج	رو ترش کردہ فرو افگندہ لنج
آنکھ درد سے پر ہے اور وہ گوشہ نشین ہے	منہ بنائے ہوئے ہے، ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے
نے یکے کحال کو را غم خورد	نیش عقلے کو بکحلے پے برد
نہ کوئی آنکھوں کا معالج ہے کہ اس کی فکر کرے	نہ اس کو عقل ہے کہ وہ سرمہ کی تلاش کرے
اجتہادے میکند باوہم و ظن	کار در بوک ست تا نیکو شدن
وہم اور گمان کے ساتھ کوشش کر رہا ہے	معاملہ ٹھیک ہونے تک وہ واہم میں ہے
زاں رہش دورست تا دیدار دوست	کہ نماندش مغز سر از عشق پوست
اسی لئے دوست کے دیدار تک کا راستہ اس کے لئے دور ہے	کیونکہ چھلکے کے عشق سے اس کے سر میں گودا نہیں رہا
ساعتے او باخدا اندر عتاب	کہ نصیبم رنج آمد زیں جناب
کسی وقت وہ خدا سے غصہ میں ہے	کہ اس درگاہ سے مجھے غم کا حصہ ملا ہے
ساعتے بابخت خود اندر جدال	کہ ہمہ پراں و ما بریدہ بال
کسی وقت اپنے مقدر سے لڑائی میں ہے	کہ سب پرواز میں ہیں اور ہم بال کٹے ہیں
ہر کہ محبوس ست اندر بو و رنگ	گرچہ در زہد ست باشد خوش بہ تنگ
جو شخص بو اور رنگ میں مقید ہے	اگرچہ وہ زہد میں ہے بہت تنگ ہو گا
تا بروں ناید ازیں تنگیں مناخ	کے شود خویش خوش و صدرش فراخ
جب تک وہ اس تنگ پڑاؤ سے باہر نہ نکلے	اس کی عادت بھلی اور اس کا سینہ فراخ کب ہو گا؟
زاہداں را در خلا پیش از کشاد	تیغ و استرہ نشاید ہیچ داد
(اسی لئے) زاہدوں کو بسط سے پہلے تنہائی میں	تلوار اور استرہ بھی نہ دینا چاہئے
کز ضجر خود را بدر اند شکم	غصۂ آں بے مرادیہا و غم
کیونکہ تنگدلی کی وجہ سے وہ اپنا پیٹ پھاڑ لے گا	ان ناکامیوں کے غصہ اور غم (سے)
بے مرادی ہای ایں دنیا خوش ست	بامرادی تند خوی و سرکش ست
اس دنیا کی نامرادیاں بھلی ہیں	مراد مندی بدمزاج اور سرکش ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

انداختن مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خود را از کوہ حرا از وحشت و دیر نمودن دیدار و نمودن جبرئیل علیہ السلام خود را بوے کہ میند از کہ ترا دولتہا و سعادتہا در پیش ست

آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دیدار میں تاخیر ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو حرا پہاڑ پر سے گرا دینے کا ارادہ کرنا اور جبرئیل علیہ السلام کا اپنے آپ کو ان پر ظاہر کرنا کہ نہ گرایئے کیونکہ آپ کو دولتیں اور سعادتیں در پیش ہیں

مصطفیٰ را ہجر چوں بفراختے	خویش را از کوہ می انداختے
(حضرت) مصطفیٰ پر جب فراق غلبہ پاتا	اپنے آپ کو پہاڑ سے گرانے کا ارادہ کرتے
تا بگفتے جبرئیلش ہیں مکن	کہ ترا بس دولت ست از امر کن
حتیٰ کہ ان کو جبرئیل کہتے خبردار! یہ نہ کیجئے	کیونکہ امر کن کی وجہ سے آپ کے لئے بہت دولتیں ہیں
مصطفیٰ ساکن شدے ز انداختن	باز ہجراں آوریدے تاختن
(حضرت) مصطفیٰ گرانے سے رک جاتے	پھر فراق حملہ کرتا
باز خود را سرنگوں از کوہ او	میفگندے از غم و اندوہ او
پھر خود کو وہ پہاڑ سے اوندھا	غم اور رنج کی وجہ سے گرانے کا ارادہ کرتے
باز خود پیدا شدے آں جبرئیل	کہ مکن ایں اے تو شاہ بے بدیل
پھر وہ جبرئیل خود رونما ہوتے	کہ اے بے مثال شاہ! یہ نہ کیجئے
ہمچنیں می بود تا کشف حجاب	تا بیابید آں گہر را او ز جیب
پردہ کھلنے تک یہی ہوتا رہتا	یہاں تک کہ انہوں نے جیب میں سے وہ موتی پا لیا
بہر ہر محنت چو خود را می کشند	اصل محنتہاست ایں چونش کشند
جبکہ ہر مصیبت کی وجہ سے اپنے آپ کو مار ڈالتے ہیں	یہ مصیبتوں کی جڑ ہے اس کو کیسے برداشت کریں؟
از فدائی مرد ماں را حیرتیست	ہر یکے از ما فدائے سیرتیست
قربان ہونے پر لوگوں کو حیرت ہے	(حالانکہ) ہم میں سے ہر ایک ایک خصلت پر قربان ہے
اے خنک آنکو فدا کردست تن	بہر آں کارزد فدای آں شدن
وہ قابل مبارکباد ہے جس نے جسم کو قربان کر دیا	اس کام پر جو قربان ہو جانے کے لائق ہے
مرد حق بارے فدای ایں فن ست	کاندر و صد زندگی در کشتن ست
بہرحال مرد خدا اس فن پر قربان ہے	جس میں فنا ہو جانے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

عاشق و معشوق و عشقش بر دوام	در دو عالم بہرہ مند و نیک نام
عاشق اور معشوق اور اس کا عشق ہمیشہ	دونوں جہان میں نصیبہ ور اور نیک نام ہیں
در جہاں ہر کس فدای آں فنے ست	کاندراں رہ صرف عمر و کشتنے ست
دنیا میں ہر شخص اس فن پر قربان ہے	کہ اس راہ میں عمر کا خرچ ہونا اور مر جانا ہے
کشتنی اندر غروبی یا شروق	کہ نہ شائق ماند آنجا نے مشوق
غروبی یا شروق میں مر جانا (بجا ہے)	کیونکہ وہاں نہ عاشق رہتا ہے نہ معشوق
یا کرامی ارحموا اھل الھویٰ	شانھم وردالتوی بعد التوی
اے میرے مہربانو! اہل عشق پر رحم کرو	ان کی حالت ہلاکت کے بعد ہلاکت کے گھاٹ پر اترنا ہے
عفو کن اے میر بر سختی او	درنگر در درد و بدبختی او
اے امیر! اس کی سختی کو معاف کر دے	اس کے درد اور بدبختی پر نظر کر
تاز جرمت ہم خدا عفوے کند	زلت را مغفرت درآ گند
تاکہ خدا تیری خطا بھی معاف کر دے	تیری لغزش کو معافی سے بھر دے
توز غفلت بس سبو بشکستۂ	برامید عفو دل در بستۂ
تو نے غفلت سے بہت سی ٹھلیاں توڑی ہیں	معافی کی امید سے دل وابستہ کیا ہے
عفو کن تا عفو یابی در جزا	می شگافد موقدر اندر سزا
معاف کرتا کہ بدلے میں تو معافی حاصل کر لے	تقدیر (خداوندی) سزا میں موشگافی کرتی ہے
موشگافان قدر را ہوش دار	قصۂ مارا تو نیکو گوش دار
قدر (خداوندی) کے نکتہ چینوں کے لئے ہوش کر	تو ہمارے قصہ کو اچھی طرح سن لے
باز بشنو قصۂ میراں دگر	تابیابی زیں حکایت صد خبر
پھر دوسرے امیروں کا قصہ سن لے	تاکہ تجھے اس قصہ سے سینکڑوں خبریں حاصل ہوں

شرح حبیبی

وہ غلام زاہد کے پاس سے بھاگ کر امیر کے پاس پہنچا۔ امیر نے کہا کہ شراب کہاں ہے اس نے الف سے لے کر "ی" تک سارا قصہ مفصل کہہ دیا یہ واقعہ سن کر امیر غصہ سے آگ ہوگیا اور بے تابانہ کھڑا ہوگیا اور کہا کہ چل بتا اس زاہد کا مکان کہاں ہے۔ تاکہ میں اس سارے گرز سے اس کا سر یعنی وہ سر کوٹوں جو عقل سے خالی اور

www.besturdubooks.wordpress.com

بد معاش ہے۔ (مادر غر ایک گالی ہے اور غیر زن فاحشہ کو کہتے ہیں) وہ اپنے کتے پن کے سبب امر بالمعروف کیا جانے اور وہ کسی کی اصلاح کیا کرے گا وہ تو خود قابل اصلاح ہے کیونکہ ریاکار اور طالب شہرت و نام ہے اور مقصود اس کا یہ ہے کہ اس فریب سے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لے اور لوگوں پر ظاہر کر دے کہ میں کچھ ہوں حالانکہ واقع میں اس میں کوئی خوبی بھی نہیں بجز اس کے کہ وہ لوگوں سے دھوکہ بازی اور بناوٹ کرتا ہے وہ اگر دیوانہ ہو گیا ہے اور خواہ مخواہ فتنہ اٹھاتا ہے تو میں اس کا کیرگاؤ سے علاج کروں گا کیونکہ دیوانوں کا علاج کیرگاؤ ہی سے ہوتا ہے۔

فائدہ۔ کیرگاؤ سے مراد بیل کا عضو تناسل ہے جو کہ بجائے کوڑے اور ہنٹر کے استعمال کیا جاتا ہے) تاکہ شیطان اس کے سر سے بالکل نکل جائے وہ بدوں سزا کے ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ گدھے بدوں گدھے والوں کی لاتوں کے نہیں چلتے۔

الغرض وہ امیر باہر نکلا گرز اس کے ہاتھ میں تھا اور آدھی رات کے وقت شراب سے کسی قدر مخمور زاہد کے مکان پر آیا اور چاہا کہ مرد زاہد کو مارے غصہ کے مار ڈالے لیکن وہ خوف سے اون کے نیچے چھپ گیا اور رسی بٹنے والوں کی اون کے تلے چھپا ہوا امیر کی گفتگو سن رہا تھا اور دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ آدمی کی برائی کو اس کے منہ پر کہہ دینا آئینہ کا کام ہے جو نہایت بے باک اور دلیر ہے اور آئینہ کی طرح لوہے کے منہ کی ضرورت ہے کہ تجھ سے کہے کہ اپنا برا منہ دیکھ یعنی اس کام کے لئے بے باکی اور جرات کی ضرورت ہے اور مجھ میں یہ بات ہے نہیں۔ اس لئے میں معذور ہوں۔

اب مولانا اس کے مناسب ایک حکایت بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس زاہد کی ایسی مثال تھی جیسے دلقک کی اور قصہ اس کا یہ ہے کہ بادشاہ دلق کے ساتھ شطرنج کھیل رہا تھا۔ دلقک نے بادشاہ کو مات کر دی اس سے بادشاہ کو غصہ آ گیا۔ دلقک نے حسب عادت شطرنج بازاں شہ شہ کہنی شروع کی۔ یہ سن کر مغرور بادشاہ نے شطرنج کے مہرے لے کر ایک ایک کو مہران کے سر میں ٹھونکنا شروع کیا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ لے یہ ہے تیری شہ۔

دلقک نے اس مصیبت پر صبر کیا اور کہا کہ حضور مجھے امان دیں۔ خیر یہ قصہ ختم ہو گیا اور بادشاہ کا غصہ جاتا رہا۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا کہ اچھا اب کے پھر کھیلو۔ وہ یہ سن کر یوں کانپنے لگا جیسے سخت جاڑے میں ننگا آدمی کانپتا ہے لیکن مجبوراً اسے کھیلنا پڑا اور بادشاہ کو پھر مات ہو گئی اور شہ کہنے کا وقت آیا اس وقت وہ اچھل کر ایک کونہ میں گیا اور وہاں جا کر خوف سے اس نے اپنے اوپر چھ نمدے ڈال لئے اور وہ بادشاہ کی مار سے چھپنے کے لئے چھ نمدہ کے فرشوں کے نیچے چھپ رہا۔ بادشاہ نے کہا کہ ارے یہ کیا حرکت اس نے کہا کہ حضور والا شہ شہ شہ جناب اصل بات یہ ہے کہ آپ سے غصہ ور اور آتش لباس شخص کے سامنے حق بدوں لحاف کے نہیں کہا جا سکتا۔ پس چونکہ میں نے آپ کو مات کی ہے اور آپ کے مارے مجھے اس لئے میں آپ کو فرش کے نیچے سے شہ کرتا ہوں۔

فائدہ:۔ محشین نے شہ شہ کو بضم شین منضبط کہا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ لفظ بفتح شین بمعنی مات ہے۔)

خیر یہ قصہ تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ جب امیر نے بہت کچھ شور و شغب کیا تو اس کے شور و شغب سے لوگ اکٹھے ہو گئے اور محلہ لوگوں سے بھر گیا اور انہوں نے خوشامد کرنی شروع کی اور کہا کہ حضور یہ موقع معافی اور رضامندی کا ہے آپ اسے معاف کر دیجئے کیونکہ اس کے دماغ میں خشکی آ گئی ہے اور اس زمانہ میں اس کو اتنی بھی سمجھ نہیں ہے۔ جتنی کہ بچوں کو ہوتی ہے اس لئے کہ اول تو وہ زاہد ہے اور دوسرے بڈھا ہے اس لئے اس میں دونا ضعف آ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے پھر ایک بات یہ بھی ہے کہ اس زہد میں اس کو بسط نہیں ہوا ہے بلکہ ہنوز قبض میں مبتلا ہے کیونکہ تکلیف تو اس نے اٹھائی مگر دولت وصال اسے ہنوز میسر نہیں ہوئی اور اس نے کام تو کیا مگر صلہ اسے نہیں ملا۔ خواہ اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ اس قابل ہی نہیں ہے اور یا یہ وجہ ہو کہ ابھی ثمرہ مرتب ہونے کا وقت نہیں آیا بنابریں یا تو اس کی سعی کوشش کفار کی طرح بے سود ہے یا بے سود تو نہیں مگر اس کی جزا ایک وقت خاص سے متعلق ہے۔ خیر کچھ بھی ہو وہ اس وقت ناکام ضرور ہے اور یہ تکلیف اور یہ مصیبت ہی اس کے لئے کافی ہے کہ وہ اس وادی پر خون میں بیکس ہے اور اس کی آنکھیں درد سے پر ہیں اور وہ ایک گوشہ میں بیٹھا ہوا ہے اور غم سے منہ چڑھائے ہوئے اور ہونٹ لٹکائے ہوئے ہے اور نہ کوئی اس کے آنکھوں میں سرمہ بصیرت لگانے والا ہے کہ اس سے اس کی باطنی آنکھیں کھلیں اور نہ اسے اتنی عقل ہے کہ وہ خود کوئی سرمہ معلوم کرے۔ غرضکہ وہ محض وہم اور ظن کی بنا پر مجاہدات کر رہا ہے اور جب تک اس کی حالت درست نہ ہو جائے اس وقت تک وہ لیت ولعل میں گرفتار ہے اور اس لئے ہنوز اس کے لئے حصول وصال کی کوئی توقع ہی نہیں ہے کہ عشق پوست (راحت ولذت میں ان کا مغز سرختم ہو گیا ہے کیونکہ کبھی تو وہ خدا سے شکایت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ بس ہمارے حصہ میں تو آپ کے یہاں سے صرف رنج آیا ہے اور خوشی ہماری قسمت ہی میں نہیں ہے اور کبھی اپنی قسمت سے لڑتا ہے اور کہتا ہے کہ لوگ تو عروج کر رہے ہیں اور ہم لاچار اور مجبور ہیں۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو جو شخص بو ورنگ (راحت ولذت) میں گرفتار ہوتا ہے خواہ وہ زاہد ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ پریشان رہتا ہے اور جب تک وہ اس تنگ مقام سے باہر نہیں نکلتا۔ اس وقت تک وہ خوش خلق اور عالی حوصلہ نہیں ہوتا اسی لئے ضرورت ہے کہ حل مشکل اور حصول مقصود سے پہلے زاہدوں کو تلوار یا استرہ کچھ نہ دیا جائے کیونکہ وہ دل تنگی اور پریشانی کے سبب اور اپنی ناکامیوں کے رنج وغم میں اپنا پیٹ پھاڑ لے گا اس لئے اس کو اپنی ناکامی کا سخت صدمہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنی جان سے بیزار ہوتا ہے۔ اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ اخروی ناکامی ضرور رنج کے قابل ہے مگر بشرطیکہ واقعی ہو اور مثل عدم حصول کشف وغیرہ امور غیر مقصودہ خیالی نہ ہو لیکن دنیاوی ناکامیاں اور رنج بری چیز نہیں ہیں بلکہ وہ اچھی ہیں کیونکہ ان سے تذلل اور تمکن اور انکسار کی شان پیدا ہوتی ہے اور جو کوئی کامیاب ہوتا ہے وہ متکبر خود اور سرکش ہو جاتا ہے۔

فائدہ:۔ یہ بھی ممکن ہے کہ بے مرادہائے ایں دنیا سے عدم حصول کشف وغیرہ مراد ہو۔ اور مقصود یہ ہو کہ ان امور غیر مطلوبہ کا حاصل نہ ہونا ہی اچھا ہے کیونکہ ان سے نایدازیں تنگیں مناخ کے دعویٰ اور غرور پیدا ہو جاتا ہے۔

ویؤید ہذا الاحتمال قولہ ہر کہ محبوس ست اندر بو ورنگ۔ گرچہ در زہد ست باشد خوش بہ تنگ۔ تا بروں نایدازیں۔
کے شود خوئیش خوش وصدرش فراخ

خیر یہ جملہ تو معترضہ تھا۔ اب ہم زاہدوں کے دل تنگی اور ان کی جان سے بیزاری کی تائید ایک واقعہ سے کرتے ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ جب صدمہ فراق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہاڑ پر لے جاتا۔ تو آپ وہاں پہنچ کر اپنے کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جبرائیل علیہ السلام آپ کی تسکین فرماتے اور کہتے تھے کہ آپ ایسا نہ کریں۔ آپ کو بحکم خداوندی بہت سی دولتیں ملنے والی ہیں مگر ہنوز ان کا وقت نہیں ہے آپ گھبرائیں نہیں اور صبر فرمائیں۔ اس تسکین سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کو گرانے سے رک جاتے تھے۔ پھر بجر یورش کرتا تھا تو پھر آپ رنج وغم سے اپنے کو

www.besturdubooks.wordpress.com

گرانے کا ارادہ کرتے تھے لیکن پھر جبرئیل علیہ السلام ظاہر ہوتے اور فرماتے تھے کہ یہ مناسب نہیں ہے۔ ایسا نہ کیجئے۔

غرضکہ جب تک حسب دل خواہ کشف حجاب نہیں ہو گیا۔ اور گوہر مقصود جیب قلب سے نہیں پا لیا اس وقت تک آپ کی یہ حالت رہی اور یہ کچھ تعجب کی بات نہیں کیونکہ جب آدمی عام مصیبتوں کے سبب اپنے کو ہلاک کر دیتے ہیں تو مصیبت فراق حق سبحانہ تو تمام مصائب سے بڑھ کر ہے اس کو وہ کیونکر جھیل سکتے ہیں۔ لوگوں کو حیرت ہے کہ زاہد لوگ کیونکر اپنی جان دیدیتے ہیں لیکن ہمیں حیرت ہے کہ ان کو یہ حیرت کیوں ہے اس لئے کہ ہر ایک کی یہ حالت ہے کہ وہ کسی نہ کسی بات پر جان دے رہا ہے اور کسی کو مال مطلوب ہے وہ مال کے لئے جان دے رہا ہے اور کسی کو جاہ مطلوب ہے وہ جاہ کے لئے جان دے رہا ہے۔ لہٰذا پھر زاہدوں کے جان دینے پر کیوں تعجب کیا جاتا ہے۔ پس جبکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی مقصود کے لئے جان دے رہا ہے تو اب ہم کہتے ہیں کہ بڑے مزہ میں ہے وہ شخص جو اپنے جسم کو ایسے مقصود کے لئے فنا کر دے جو فدا کرنے کے قابل ہے اور وہ اہل اللہ ہیں جو کہ ایسے مقصود کے لئے فنا کرتے ہیں جس کے لئے جان دینے میں سینکڑوں زندگیاں ہیں

اور یہ عشاق اور ان کا معشوق اور ان کا عشق سب کے سب باقی ہیں اور یہ لوگ دین اور دنیا دونوں میں نیک نام ہیں۔ رہے اہل دنیا سو ان کی یہ حالت ہے کہ ان میں سے ہر شخص ایک مقصود پر قربان ہے۔ جس کی راہ میں عمر کھونا اور جان دینا ہے اور یہ جان دینا غروب آفتاب یا شروق آفتاب کے اندر ہے جہاں کہ نہ مطلوب رہے گا اور نہ طالب۔ (مطلب یہ ہے کہ ان کے عشق کا تعلق عالم ناسوت سے ہے جو محل طلوع و غروب آفتاب اور فانی ہے اور اس لئے خود وہ بھی فانی ہیں اور ان کے معشوق بھی اور ان کا عشق بھی۔ (واللہ اعلم) خلاصہ یہ ہے کہ عشق بری بلا ہے اور عشاق کا کام پیہم بلائیوں میں پڑنا ہے۔ لہٰذا ان کی حالت قابل رحم ہے۔ پس لوگو تم ان پر رحم کرو۔

اب مولانا بنا بر استحضار واقعہ امیر کو خطاب فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہاں اے امیر آپ بھی اس کی مصیبت پر رحم کریں اور اس کی تکلیف اور بدقسمتی پر نظر کریں تا کہ حق سبحانہ آپ کے قصور بھی معاف فرمائیں اور آپ کی لغزش کو مغفرت سے بھر دیں آپ نے بھی اپنی غفلت کے سبب امر حق کے بہت سے گھڑے توڑے ہیں اور تاہم آپ عفو الٰہی کی توقع رکھتے ہیں۔ پس آپ بھی اس کا قصور معاف کر دیجئے تا کہ اس کے معاوضہ میں حق سبحانہ آپ کے قصور کو معاف کر دیں کیونکہ جس طرح آپ اس غریب کے مقابلہ میں بال کی کھال نکالتے ہیں یوں ہی حکم الٰہی آپ کے مقابلہ میں بھی بال کی کھال نکالے گا۔ پس آپ موشگافی تقدیر کو نظر انداز نہ کیجئے اور ان کا لحاظ رکھئے اور ہماری نصیحت کو خوب اچھی طرح سن لیجئے۔

اس گفتگو کو ختم کر کے مولانا پھر قصہ کی طرف لوٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اچھا اب پھر اس امیر کا قصہ سنو کہ اس نے انہیں کیا جواب دیا۔ تا کہ اس واقعہ کی تم کو بخوبی اطلاع ہو جائے۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ ہم نے۔ عفو کن اے میر بر سختی او الخ کو خود مولانا کی سفارش قرار دیتا ہے اور اس کے تین قرینہ ہیں۔ قرینہ اول سفارش عام ہے جو مولانا نے یا کرامی ارحموا اہل النوی الخ سے فرمائی ہے اور قرینہ دوم اختلاف طرز سفارش ہے کہ لوگوں کی سفارش میں خوشامد کا رنگ ہے اور اس سفارش میں شان ارشاد غالب ہے اور تیسرا قرینہ مولانا کا قول باز بشنو قصہ میر آں دگر الخ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں تک گفتگو خود مولانا کی تھی۔ واللہ اعلم)

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب گفتن امیر مرآں شفیعان زاہد را کہ گستاخی چرا کرد وسبوی مارا چرا بشکست من دریں باب شفاعت قبول نخواہم کرد کہ سوگند خوردہ ام کہ سزای او بدہم

امیر کا ان زاہد کے سفارشیوں کو جواب دینا کہ اس نے گستاخی کیوں کی؟ اور ہماری ٹھلیا کیوں توڑی؟ میں اس سلسلے میں سفارش قبول نہ کروں گا کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے کہ اس کو سزا دوں گا

میر گفت آں کیست تا سنگے زند	برسبوی ماسبورا بشکند
امیر نے کہا وہ کون ہوتا ہے کہ پتھر مارے	ہماری ٹھلیا پر ٹھلیا کو پھوڑ دے؟
چوں گذر سازد ز کویم شیر نر	ترس ترساں بگذرد باصد حذر
جب میرے کوچہ سے نر شیر گزرتا ہے	سینکڑوں بچاؤ کے ساتھ ڈرتا ڈرتا گزرتا ہے
بلکہ بگذارد ز ہیبت پنجہ را	مور گردد پیش قہرم اژدہا
بلکہ خوف سے پنجہ کو چھوڑ بھاگتا ہے	اژدہا میرے غصہ کے سامنے چیونٹی بن جاتا ہے
بندۂ مارا چرا آزرد دل	کرد مارا پیش مہماناں خجل
اس نے ہمارے غلام کا دل کیوں دکھایا؟	اس نے ہمیں مہمانوں کے سامنے شرمندہ کیا
شربت کاں بہ زخون اوست ریخت	ایں زماں ہمچوں زناں از ما گریخت
وہ شراب جو اس کے خون سے بہتر تھی اس نے بہادی	اب عورتوں کی طرح ہم سے بھاگ گیا
لیک جاں از دست من او کے برد	گرچہ ہمچوں مرغ بر بالا پرد
لیکن وہ میرے ہاتھ سے جان کہاں بچا سکے گا؟	اگرچہ پرندے کی طرح اوپر کو اڑ جائے
تیر قہر خویش بر پرش زنم	پر و بال مردہ ریگش برکنم
میں اپنے قہر کا تیر اس کے پروں پر ماروں گا	اس کے ورثہ کے بال اور پر نوچ دوں گا
ور شود چوں ماہی اندر آب در	از نہیب من شود زیر و زبر
اگر وہ مچھلی کی طرح پانی میں گھس جائے	میرے خوف سے تہ و بالا ہو جائے گا
جاں نخواہد برد از شمشیر من	ور کند صد حیلۂ و تدبیر و فن
وہ میری تلوار سے جان نہ بچا سکے گا	خواہ سینکڑوں حیلے اور تدبیر اور فن کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر رود در سنگ سخت از کوششم	از دل سنگش کنوں بیروں کشم
اگر وہ میری کوشش سے بچ کر سخت پتھر میں گھس جائے گا	اس کو پتھر کے اندر سے باہر نکال لوں گا
من برانم برتن او ضربتے	کہ بود مر دیگراں را عبرتے
میں اس کے جسم پر ایسی ضرب لگاؤں گا	جو دوسروں کے لئے (باعث) عبرت ہوگی
کار او سالوس وزرق وحیلت ست	لیک مقصودش بیان شہرت ست
اس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے	لیکن اس کا مقصد شہرت ظاہر کرنا ہے
باہمہ سالوس و باما نیز ہم	داد او وصد چو او ایں دم دہم
سب کے ساتھ مکر اور ہمارے ساتھ بھی	میں اس کا اور اس جیسے سینکڑوں کا ابھی انصاف کروں گا
برسرش چنداں زنم گرز گراں	کز تنش بیروں رود جان وروان
بھاری گرز اس کے سر پر اتنے ماروں گا	کہ اس کے جسم سے روح اور جان باہر نکل پڑے
خشم خونخوارش شدہ بدسر کشے	از دہانش می برآمد آتشے
اس (امیر) کا خونخوار غصہ بے قابو ہو گیا تھا	اس کے منہ سے آگ نکل رہی تھی

شرح حبیبی

امیر نے جواب دیا کہ وہ ہمارے گھڑے کو پتھر مار کر توڑ دینے والا کون ہوتا تھا اور اس نے کیوں توڑا۔ ہماری تو یہ حالت ہے کہ جب ہمارے کوچے سے شیر گزرتا ہے تو وہ بھی بہت ڈرتا ڈرتا گزرتا ہے۔ بلکہ ہیبت سے اپنا پنجہ ہمارے کوچہ میں چھوڑ جاتا ہے یا یوں کہو کہ اپنا زور اور سرکشی چھوڑ دیتا ہے اور اژدہا ہمارے قہر کے سامنے چیونٹی ہو جاتا ہے اور باوجود اس کے اس نے میری گستاخی کی پس وہ ضرور قابل سزا ہے۔ آخر اس نے ہمارے غلام کو کیوں ستایا جس کا اثر یہ ہوا کہ ہم کو اپنے مہمانوں کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا۔ ہم اسے ضرور سزا دیں گے اس نے وہ شراب گرائی جو کہ اس کے خون سے بہتر تھی پھر اس کا خون کیوں نہ بہایا جائے اس نے یہ گستاخی کی مگر اب عورتوں کی طرح ہمارے سامنے سے بھاگ گیا لیکن وہ اس تدبیر سے بچ نہیں سکتا۔ وہ اگر پرندہ بن کر ہوا میں اڑ جائے گا تب بھی ہم سے جانبر نہ ہوگا ہم اپنے قہر کا تیر اس پر ماریں گے اور اس کے ذلیل پر و بازو توڑ ڈالیں گے اور اگر وہ مچھلی بن کر پانی میں چلا جائے گا تب بھی وہ نجات نہ پائے گا کیونکہ میرے خوف سے وہاں بھی وہ برباد ہو جائے گا۔

الغرض وہ میری تلوار سے نجات نہیں پا سکتا خواہ وہ سینکڑوں تدبیریں کرلے اگر وہ پتھر میں بھی گھس جائے گا تب بھی میں اپنی کوشش سے اسے پتھر میں سے نکال لوں گا اور اس کے جسم پر ایسی کاری ضرب لگاؤں گا کہ دوسروں کو عبرت ہو اور پھر کوئی ایسی حرکت نہ کرے۔ اس کا کام مکر اور فریب اور حیلہ ہے جس کا مقتضی یہ ہے کہ وہ برا ہو مگر با ایں ہمہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کا مقصود یہی نیک نامی کا ظہور ہے خیر اوروں کے ساتھ تو وہ مکر کرتا ہی تھا ہم سے بھی فریب کرتا ہے پس میں اس کی اور ایسے سینکڑوں کی بھی گت بناؤں گا اور اس کے سر پر اتنے گرز ماروں گا کہ اس کے جسم سے جان نکل جائے۔ الغرض اس کا خونخوار غصہ سرکش ہو گیا تھا جو کہ کسی طرح قابو میں نہ آتا تھا اور اس کے منہ سے آگ نکل رہی تھی۔

دوم بار دست و پائے امیر را بوسہ دادن ولابہ کردن شفیعان و ہمسایگان زاہد

اس زاہد کے پڑوسیوں اور سفارشیوں کا امیر کے ہاتھ پاؤں کو دوبارہ بوسہ دینا اور خوشامد کرنا

آں شفیع ان و ہمسایئے او	چند بوسیدند دست و پائے او
ان سفارشیوں نے اس کے شور و غوغا اور دعوے کی وجہ سے	اس کے ہاتھ پاؤں بہت چومے
کاے امیر از تو نشاید کیں کشی	گر بشد بادہ تو بے بادہ خوشی
کہ اے امیر بدلہ لینا آپ کے مناسب نہیں ہے	اگر شراب جاتی رہی تو آپ بغیر شراب کے اچھے ہیں
بادہ سرمایہ ز لطف تو برد	لطف آب از لطف تو حسرت خورد
شراب آپ کے سرور سے سرمایہ حاصل کرتی ہے	پانی کا لطف آپ کے لطف پر حسرت کرتا ہے
بادشاہی کن بہ بخشش اے رحیم	اے کریم ابن الکریم ابن الکریم
اے رحم کرنے والے! بادشاہی کر اس کو بخش دے	اے داتا! داتا کے بیٹے داتا کے پوتے
ہر شرابے بندۂ ایں قد و خد	جملہ مستاں را بود بر تو حسد
ہر شراب اس قد اور رخسار کی غلام ہے	تمام مستوں کو آپ پر حسد ہے
ہیچ محتاج مے گلگون نہ	ترک . کن گلگونہ تو گلونہ
تو کسی گلابی شراب کا محتاج نہیں ہے	تو گول کو چھوڑ تو خود گال ہے
ای رخ چوں ز ہ ات شمس الضحا	ای گدای رنگ تو گلگونہا
تیرا زہرہ جیسا رخ دن چڑھے کا سورج ہے	گال تیرے رنگ کے بھکاری ہیں
بادہ کاندر خم ہی جوشد نہاں	زاشتیاق روی تو جوشد چناں
چھپی ہوئی شراب جو مٹکے میں جوش مار رہی ہے	تیرے چہرے کے شوق میں اس طرح جوش مار رہی ہے
اے ہمہ دریا' چہ خواہی کرد' نم	وے ہمہ ہستی چہ می جوئی عدم
اے مجسم دریا! تو شبنم کا کیا کرے گا؟	اے مجسم ہستی! تو عدم کا جویاں کیوں ہے؟
اے مہ تاباں چہ خواہی گرد کرد	اے کہ خور در پیش رویت روی زرد
اے چمکدار چاند! تو گرد کا کیا کرے گا؟	اے وہ کہ تیرے چہرے کے سامنے سورج کا چہرہ زرد ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو خوشی و خوب و کان ہر خوشی	تو چرا خود منت بادہ کشی
تو بھلا ہے اور خوبصورت اور تو ہر بھلائی کی کان ہے	تو کیوں شراب کا احسان لیتا ہے؟
تاج کرمناست بر فرق سرت	طوق اعطیناک آویز برت
تیرے سر پر "ہم نے مکرم بنایا" کا تاج ہے	"ہم نے آپ کو دیا" کا ہار تیرے سینے کا آویزہ ہے
جوہرست انساں و چرخ اورا عرض	جملہ فرع و سایہ اند و او غرض
انسان جوہر ہے اور آسمان اس کا عرض ہے	سب سایہ اور فرع ہیں اور وہ مقصود ہے
اے غلامت عقل و تدبیرات و ہوش	چوں چنینی خویش را ارزاں فروش
اے وہ کہ عقل اور تدبیریں اور ہوش تیرے غلام ہیں	تو اپنے آپ کو اتنا سستا بیچنے والا کیوں ہے؟
خدمتت بر جملہ ہستی مفترض	جوہرے چوں مزد خواہد از عرض
تمام موجودات پر تیری خدمت فرض ہے	جوہر عرض سے کیسے مزدوری چاہے گا؟
علم جوئی از کتبہا اے فسوس	ذوق جوئی توز حلوای سبوس
ہائے افسوس تو کتابوں سے علم حاصل کرتا ہے	تو بھوسی سے لطف حاصل کرتا ہے
بحر علمی در نمی پنہاں شدہ	در سہ گز تن عالمی حیران شدہ
تو قطرے میں چھپا ہوا علم کا سمندر ہے	تین گز کے جسم میں عالم حیران ہو گیا ہے
مے چہ باشد یا جماع و یا سماع	تا بجوئی زو نشاط و انتفاع
شراب یا جماع یا سماع کیا ہوتا ہے؟	کہ تو اس سے نشاط اور نفع اندوزی چاہتا ہے
آفتاب از ذرہ کے شد وام خواہ	زہرۂ از خمرہ کے شد کام خواہ
سورج ذرے سے قرض مانگنے والا کب بنا ہے؟	زہرہ الائے سے کب مقصد کا خواہاں ہوا ہے؟
جان بے کیفے شدہ محبوس کیف	آفتابے حبس عقدہ اینت حیف
بے کیف جان کیف میں مقید ہو گئی	سورج عقدہ میں پھنس گیا، یہ افسوس ہے

شرح حبیبی

ان سفارشی لوگوں نے اس کی گفتگو اور شور وشغب کے سبب بہت کچھ اس کے ہاتھ پاؤں چومے اور کہا کہ اے امیر آپ کو اس سے انتقام لینا مناسب نہیں کیونکہ اگر شراب جاتی رہی تو اس کے جانے سے آپ کے اندر کوئی نقص واقع نہیں ہوا۔ اور اس سے آپ کے کمال میں فرق نہیں آیا۔ بلکہ آپ تو بدوں اس کے بھی اسی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

اچھے ہیں جیسے پہلے تھے تو جبکہ اس کے جانے سے آپ کا کچھ ضرر نہیں ہوا تو آپ انتقام کی فکر کیوں کرتے ہیں۔ آپ کے خوبی کی تو یہ حالت ہے کہ خود شراب اس سے خوبی حاصل کرتی ہے اور آپ کی پاکیزگی کی تو یہ حالت ہے کہ اس پر پانی کی پاکیزگی کو حسرت ہوتی ہے۔ پس اے رحیم اور کریم کے بیٹے اور کریم کے پوتے آپ بادشاہی کو کام فرمایئے اور اس کا قصور معاف کیجئے۔ صاحب شراب کی تو یہ حالت ہے کہ وہ آپ کے قد اور رخسار کی لونڈی ہے اور تمام مستوں کو آپ پر رشک ہوتا ہے کہ آپ ایسی شراب رکھتے ہیں جس کی شراب معروف لونڈی ہے۔ یعنی شراب حسن۔ پس آپ کو بادہ گلگلوں کی اصلاً ضرورت نہیں ہے آپ اس کے جانے کا افسوس نہ کریں۔ اے امیر آپ کا زہرہ کی مانند چہرہ خود آفتاب چاشت کی مانند ہے اور گلگونہ آپ کے رنگ کے گدا ہیں۔ آپ کو چاہئے کہ اس کو بالکل ترک فرمادیں کیونکہ آپ تو خود گلگلوں ہیں۔ آپ کو شراب پی کر چہرہ کو گلگلوں بنانے کی کیا حاجت ہے۔

شراب جو خم میں جوش کھاتی ہے تو یہ اس کا اس طرح جوش کھانا آپ کے چہرہ کے اشتیاق میں ہے۔ ابھی آپ تو سراسر دریائے خوبی ہیں پس آپ تم یعنی اس معمولی خوبی کو کیا کریں گے جو کہ شراب سے حاصل ہوتی ہے اور آپ تو سراپا ہستی وکمال ہیں۔ آپ کمال شراب کو کیوں طلب کرتے ہیں جو کہ آپ کے کمال کی مقابلہ میں بمنزلہ عدم کے ہے اور آپ عقل کے لحاظ سے ماہ تاباں ہیں۔ آپ نشہ شراب کو کیا کریں گے جو کہ اس کے لئے بمنزلہ گرد کے ہے اور آپ کی تو یہ حالت ہے کہ آپ کے حسن کے مقابلہ میں آفتاب شرمندہ ہے اور آپ تو سراپا خوبی اور سراسر خوب اور ہر خوبی کی کان ہیں۔ آپ شراب کا احسان کیوں لیتے ہیں آپ کے سر پر کرمنا کا تاج ہے اور اعطیناک الکوثر کا طوق آپ کے سینہ پر لٹکتا ہے یعنی معظم ومکرم ہیں۔ اور خدا نے آپ کو بہت کچھ کمالات عطا فرمائے ہیں۔ پھر آپ اپنے کو ایک ذلیل اور خسیس شے شراب کا محتاج کیوں سمجھتے ہیں۔

یہ باتیں آپ کے شایاں نہیں ہیں۔ آپ شراب کا خیال چھوڑیں اور زاہد کو معاف فرمادیں۔ آگے مولانا مطلق انسان کی حالت کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انسان متبوع ہے اور آسمان وجود میں اس کا تابع اس لئے وہ بمنزلہ جوہر کے ہے اور آسمان بمنزلہ عرض کے۔ اور آسمان ہی کی تخصیص نہیں بلکہ تمام ممکنات خلقت میں اس کے تابع ہیں اور وہ مقصود بالخلقت۔ پس ہم اس سے کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو کہ اس قدر عالی رتبہ ہے کہ عقول وتدبیرات اور ہوش تیرے خادم ہیں۔ تو نے اپنے کو اس قدر معمولی قیمت میں کیوں بیچ رکھا ہے کہ ادنیٰ اور معمولی لذت کے لئے ہر خسیس شے کا غلام بنا ہوا ہے۔ ارے تیری خدمت تو تمام کائنات پر لازم ہے پھر تو اپنے غلاموں کا غلام کیوں بنا ہوا ہے اور ان سے اپنے خدمتوں کا صلہ کیوں چاہتا ہے بھلا کہیں جوہر بھی اعراض سے خدمت کرتا اور ان سے کوئی منفعت چاہتا ہے ہرگز نہیں۔ پس تو کیوں چاہتا ہے۔

ہائے افسوس تو کتابوں سے علم چاہتا ہے اور بھوسے کے حلوے سے لذت چاہتا ہے کس قدر غضب کی بات ہے۔ ارے تیرا مقصود اصلی تو صرف علم لدنی اور لذت وصال حق سبحانہ ہونا چاہئے اور کتب اور حلوے اسبوس وغیرہ کو خدمتگاروں کے درجہ میں رکھنا چاہئے اور ان سے یوں کام لینا چاہئے جیسا کہ خدمت گاروں سے لیتے ہیں۔ مگر تو نے خود ان کو مقصود اصلی بنا لیا ہے اور ان کی خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھ لیا ہے تو تو علم حقیقی کا ایک سمندر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جو کہ تری یعنی علم ظاہری میں مستور ہو گیا ہے۔ اور گو تیرا قد تین گز کا ہے مگر تیری جامعیت کمالات میں جو کہ درجہ استعداد میں تیرے لئے حاصل ہے ایک عالم حیران ہے۔ پس جبکہ تیری حالت یہ ہے کہ تو شراب یا جماع یا راگ باجے کیا چیز ہیں کہ تو ان سے تفریح اور نفع کا طالب ہو۔ تو تو ایسا ہے جیسا آفتاب اور دیگر اشیاء ایسی ہیں جیسے ذرہ بھلا کہیں آفتاب بھی ذرہ سے کمال کا طالب ہوتا ہے۔ ہرگز نہیں تو پھر تو ان سے کیوں طالب ہوتا ہے۔ نیز تیری ایسی مثال ہے جیسے زہرہ اور دوسری اشیاء کی ایسی مثال ہے جیسے چنگاری۔ پھر کہیں زہرہ بھی چنگاری سے کوئی مقصود حاصل کرتا ہے جبکہ نہیں کرتے تو تو کیوں کرتا ہے۔ افسوس کہ تیری روح جو خود بے کیف اور عالم ناسوتی سے خارج تھی۔ کیف یعنی عالم ناسوت میں گرفتار ہو گئی ہے اور اس طرح اس کے کمالات مخفی ہو گئے ہیں اور اس لئے یوں کہا جا سکتا ہے کہ آفتاب گرہ میں آ کر گہن میں پڑ گیا ہے۔ نہایت افسوس کی بات ہے۔

فائدہ:۔ علم ہیئت میں یہ امر مقرر ہے کہ جب آفتاب اور ماہتاب عقدہ راس یا ذنب پر مجتمع ہوتے ہیں تو سورج گہن ہوتا ہے۔ پس آفتاب جس عقدہ میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے اور جس عقدہ کنایہ ہے کسوف آفتاب سے)

باز جواب گفتن امیر مر شفیعاں را

امیر کا سفارشیوں کو پھر جواب دینا

گفت نے نے من حریف آں میم	من بذوق ایں خوشی قانع نیم
اس نے کہا نہیں نہیں میں اس شراب کا دوست ہوں	میں اس خوشی کے ذوق پر قانع نہیں ہوں
وارہیدہ از ہمہ خوف و امید	کژ ہمی گردم بہر سو ہمچو بید
میں سب خوفوں اور امیدوں سے نجات پائے ہوئے ہوں	بید کی طرح ہر جانب کو جھومتا ہوں
من چناں خواہم کہ ہمچوں یاسمیں	کژ شوم گاہے چناں گاہے چنیں
میں ایسا چاہتا ہوں کہ یاسمین کی طرح	جھوموں کبھی یوں کبھی یوں
ہمچو شاخ بید گرداں چپ و راست	کہ ز بادش گونہ گونہ رقصہا ست
بائیں اور دائیں جانب کو بید کی شاخ کی طرح جھومتا ہوں	جس کے ہوا کی وجہ سے طرح طرح کے رقص ہیں

شرح حبیبی

امیر نے جواب دیا کہ ہم ان باتوں کو نہیں سنتے ہم کو شراب سے تعلق ہے۔ جس کا تم نے ذکر کیا ہے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہر امید و ہم سے جدا ہو کر ہر طرف بید کی طرح جھومیے۔ اور ہم کو تو بس یہ مطلوب ہے کہ یاسمین کی طرح کبھی ادھر جھک جائیں اور کبھی ادھر۔ اور اس شاخ بید کی طرح جو کہ ہوا کے سبب طرح طرح رقص کرتی ہے ہم بھی کبھی بائیں جانب حرکت کریں اور کبھی دائیں جانب اور یہ بات سوائے شراب کے اور شے میں نہیں ہے۔ لہذا ہم کو شراب کے سوا کوئی چیز مطلوب نہیں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ خو کردست باشادی مے	ایں خوشی راکے پسند خواجہ کے
جس نے شراب (معرفت) کی خوشی کی عادت ڈال لی ہے	اس خوشی کو کب پسند کرتا ہے اے صاحب کب؟
انبیازاں زیں خوشی بیروں شدند	کہ سرشتہ در خوشی حق بدند
انبیاء اس خوشی سے اسی لئے علیحدہ ہو گئے	کیونکہ وہ اللہ (تعالیٰ) کی خوشی میں گندھے ہوئے تھے
زانکہ جاں شاں آں خوشی رادیدہ بود	ایں خوشیہا پیش شاں بازی نمود
کیونکہ ان کی جان نے اس خوشی کو دیکھا ہے	یہ خوشیاں ان کے لئے کھیل نظر آتی ہیں
ہر کہ را نور حقیقی رونمود	کے شود قانع بتاریکی و دود
جس کے لئے حقیقی نور نمودار ہوگیا ہو	وہ اندھیرے اور دھویں پر کب قناعت کرتا ہے؟
وانکہ در جوع او طعام اللہ خورد	کے زنان و شوربا حسرت برد
اور جو شخص بھوک میں خدا کا کھانا کھائے	وہ روٹی اور شوربے کی تمنا کب کرتا ہے؟
وانکہ باشد خفتہ اندر گلستاں	میل گلخن کے کند چوں ابلہاں
اور جو شخص گلستاں میں سویا ہو	وہ بیوقوفوں کی طرح بھٹی کی خواہش کب کرتا ہے؟
چوں کند مستسقی از آب اجتناب	چوں کند مخمور دوری از شراب
استسقا کا مریض پانی سے کیسے پرہیز کرے	شرابی شراب سے کیسے دور ہو؟
سیر نبود ہیچ عاشق از حبیب	صبر نکند ہیچ رنجور از طبیب
عاشق معشوق سے کبھی سیر نہیں ہوتا ہے	کوئی بیمار طبیب سے صبر نہیں کرتا ہے
بابت زندہ کسے چوں گشت یار	مردہ را چوں در کشد اندر کنار
جو شخص زندہ معشوق کا دوست ہوگیا ہو	وہ مردے سے بغل گیر کب ہو گا؟
مردہ راکس در کنار آرد مگر	کو ندارد در جہاں از دل خبر
ہاں مردے کو وہ بغل میں لے گا	جس کو دنیا میں دل کا پتہ نہ چلے

تفسیر ایں آیہ کہ وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لو کانوا یعلمون کہ در و دیوار و عرصۂ آں عالم و آب و کوزہ و میوہ و درخت ہمہ زندہ اند و سخن گو و سخن شنو جہت آں فرمودہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ الدنیا جیفۃ وطالبھا کلاب اگر آخرت را حیات نبودے آخرت ہم جیفہ بودے جیفہ را از برائے مردگیش جیفہ گویند نہ برائے بوی زشت

www.besturdubooks.wordpress.com

اس آیت کی تفسیر کہ اور بیشک آخرت کا گھر وہی زندہ ہے کاش وہ جان لیتے'' کیونکہ اس عالم کے در اور دیوار اور صحن اور پانی اور پیالہ اور پھل اور درخت سب زندہ ہیں اور بات کرنے والے اور بات سننے والے اسی لئے حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا مردار ہے اور اس کے طلبگار کتے ہیں اگر آخرت کے لئے زندگی نہ ہوتی آخرت بھی مردار ہوتی مردار کو اس کے مردہ ہونے کی وجہ سے مردار کہتے ہیں نہ کہ بدبو کی وجہ سے

آں جہاں چوں ذرہ ذرہ زندہ اند	نکتہ دانند و سخن گوینده اند
جبکہ اس جہان کا ذرہ ذرہ زندہ ہے	وہ نکتہ کو سمجھنے والے اور بات کرنے والے ہیں
در جہان مردہ شاں آرام نیست	کایں علف جز لائق انعام نیست
مردہ جہاں میں ان کو راحت نہیں ہے	کیونکہ یہ چارہ چوپاؤں ہی کے لائق ہے
ہر کرا گلشن بود بزم و وطن	کے خورد او بادہ اندر گولخن
جس شخص کی مجلس اور وطن چمن ہو	وہ بھٹی میں شراب کب پئے گا؟
جای روح پاک علیین بود	جای روح ہر نجس سجیں بود
پاک روح کا مقام علیین ہے	ہر ناپاک روح کا مقام سجین ہے
جای بلبل گلبن و نسریں بود	کرم باشد کش وطن سرگیں بود
بلبل کا مقام بوٹا اور نسرین ہے	کیڑا ہوتا ہے' جس کا وطن گوبر ہوتا ہے
بہر مخمور خدا جام طہور	بہر ایں مرغان کور ایں آب شور
خدا کے مست کے لئے (شراب) طہور کا جام ہے	ان اندھے پرندوں کے لئے کھاری پانی ہے
ہر کرا عدل عمرؓ ننمود دست	پیش او حجاج خونی عادل ست
جس کے لئے عمرؓ کا انصاف نمودار نہ ہوا	اس کے لئے خونی حجاج' منصف ہے
دختراں را لعبت مردہ دہند	کہ ز لعب زندگاں بے آگہند
لڑکیوں کو مردہ گڑیاں دیتے ہیں	کیونکہ وہ زندوں کے کھیل سے واقف نہیں ہیں
چوں ندارند از فتوت زور دست	کودکاں را تیغ چوبیں بہتر ست
جبکہ جوانی کی قوت بازو نہیں رکھتے ہیں	بچوں کے لئے لکڑی کی تلوار بہتر ہے
کافراں قانع بہ نقش انبیا	کہ نگاریدہ ست اندر دیرہا
کافرؔ انبیاء کی تصویروں پر قانع ہیں	جو کہ انہوں نے گرجا گھروں میں بنا رکھی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

واں جہاں مارا چو روز روشنے ست	ہیچ ماں پروای نقش و سایہ نیست
وہ جہان ہمارے لئے روشن دن کی طرح ہے	ہمیں تصویر اور سایہ کی کچھ پروا نہیں ہے
واں یکے نقشش نشستہ در جہاں	واں دگر نقشش چومہ بر آسماں
ان کا ایک نقش دنیا میں بیٹھا ہوا ہے	اور ان کا دوسرا نقش چاند کی طرح آسمان پر ہے
ایں دہانش نکتہ گویاں با جلیس	واں دگر با حق بگفتار و انیس
ان کا یہ منہ ہم نشین سے نکتے کہتا ہے	اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کا ہمکلام اور دوست ہے
گوش ظاہر ضبط ایں افسانہ کن	گوش جانش جاذب اسرار کن
ظاہری کان اس افسانے کو سننے والا ہے	اس کی جان کا کان کن کے رازوں کو جذب کرنے والا ہے
چشم ظاہر ضابط حلیہ بشر	چشم سر حیراں مازاغ البصر
ظاہری آنکھ انسان کے حلیے کو محفوظ رکھنے والی ہے	باطنی آنکھ "مازاغ البصر" میں حیران ہے
دست ظاہر میکند داد و ستد	دست باطن بردر فرد صمد
ظاہری ہاتھ لین دین کرتا رہتا ہے	باطنی ہاتھ یکتا بے نیاز کے در پر ہے
پای ظاہر در صف مسجد صواف	پای معنی فوق گردوں در طواف
ظاہری پاؤں مسجد کی صف میں صف باندھنے والوں میں ہے	باطنی پاؤں آسمان پر طواف میں ہے
جزو جزوش را تو بشمر ہمچنیں	ایں درون وقت و آں بیرون حیں
تو اس کے جزو جزو کو اسی طرح گن لے	یہ زمانہ کے اندر ہے اور وہ وقت سے باہر ہے
اینکہ در وقتست باشد تا اجل	واں دگر یار ابد قرن ازل
یہ جو وقت میں ہے موت تک ہے	اور وہ دوسرا ابد کا یار، ازل کا ساتھی ہے
ہست یک نامش ولی الدولتین	واں دگر نامش امام القبلتین
اس کا ایک نام "دونوں دولتوں کا والی" ہے	اور اس کا دوسرا نام "دونوں قبلوں کا امام" ہے
خلوت و چلہ برو لازم نماند	ہیچ غیمے مرو را غائم نماند
تنہائی اور چلہ (کشی) اس کے لئے ضروری نہ رہی	کوئی ابر اس پر چھانے والا نہ رہا
قرص خورشیدست خلوت خانہ اش	کے حجاب آرد شب بیگانہ اش
اس کا تنہائی کا گھر، سورج کی ٹکیا ہے	اجنبی رات اس کے لئے کب پردہ ڈال سکتی ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

علت و پرہیز شد بحراں نماند	کفر او ایماں شد و کفراں نماند
بیماری اور پرہیز ختم ہو گیا' بحران نہ رہا	اس کا کفر' ایمان بن گیا ناشکری نہ رہی
چوں الف از استقامت شد بہ پیش	او ندارد ہیچ از اوصاف خویش
الف کی طرح راستی سے وہ پیش میں پہنچ گیا	اس کا اب کوئی اپنا وصف نہ رہا
گشت فرد از کسوت خوہائے خویش	شد برہنہ جاں بجاں افزای خویش
وہ اپنی عادتوں کے لباس سے برہنہ ہو گیا	ننگی جان کے ساتھ اپنی جان بڑھانے والے کی جانب روانہ ہو گیا
چوں برہنہ رفت پیش شاہ فرد	شاہش از اوصاف قدسی جامہ کرد
جب یکتا شاہ کے پاس' وہ ننگا پہنچا	شاہ نے اس کو قدسی اوصاف کا لباس پہنا دیا
خلعتے پوشید از اوصاف شاہ	بر پرید از چاہ تا ایوان جاہ
اس نے شاہ کے اوصاف کا لباس پہن لیا	کنوئیں سے رتبہ کے محل پر اڑ کر چلا گیا
اینچنیں باشد چو دردے صاف گشت	از بن طشت آمد او بالائے طشت
یہی ہوتا ہے' جب تلچھٹ صاف ہو جاتی ہے	طشت کی تلی سے طشت کے اوپر آ جاتی ہے
در بن طشت ارچہ بود او دردناک	شومی آمیزش اجزای خاک
طشت کی تلی میں وہ دردمند کیوں تھی؟	خاک کے اجزاء کی آمیزش کی بدبختی (کی وجہ) سے
یار ناخوش پرو بالش بستہ بود	ورنہ او در اصل بستہ برجستہ بود
برے دوست نے اس کے پر و بال باندھ دیئے تھے	ورنہ وہ اصل میں بہت تیز تھی
چوں عتاب اھبطوا انگیختند	ہمچو ہاروتش نگوں آویختند
جب انہوں نے "نیچے اترو" کا عتاب برپا کیا	اس کو ہاروت کی طرح الٹا لٹکا دیا
بود ہاروت از ملائک بیگماں	از عتابے شد معلق ہمچناں
ہاروت' یقیناً فرشتوں میں سے تھا	وہ عتاب کی وجہ سے اس طرح لٹکا دیا گیا
سرنگوں زاں شد کہ از سر دور ماند	خویش را سر ساخت تنہا پیش راند
وہ اوندھا اس لئے ہوا کیونکہ وہ اصل سے دور ہو گیا	اس نے اپنے آپ کو سر بنایا' تنہا آگے چلدیا
آں سبد خود را چو پر از آب دید	کرد استغنا و از دریا برید
ٹوکری نے جب اپنے آپ کو پانی سے بھرا دیکھا	اس نے بے نیازی برتی اور دریا سے جدا ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

در جگر چوں قطرۂ آبش نماند	بحر رحمت کرد او را باز خواند
جب اس کے جگر میں پانی کا ایک قطرہ نہ رہا	سمندر نے رحم کیا' اس کو واپس بلا لیا
رحمتے بے علتے بے خدمتے	آید از دریا مبارک ساعتے
بغیر سبب' بغیر تکلیف کے رحمت	دریا سے مبارک وقت میں آتی ہے
اللہ اللہ گرد دریا باز گرد	گرچہ باشند اہل دریا بار زرد
خدا کے لئے دریا کی جانب واپس ہو	اگرچہ دریا والے زرد ہوں
تا کہ آید لطف بخشایش گری	سرخ گردد روی زرد از گوہری
حتی کہ بخشش کی مہربانی آ پہنچے	جوہر پن سے زرد چہرہ سرخ ہو جائے
زردی رو بہترین رنگہاست	زانکہ اندر انتظار آں لقاست
چہرے کی زردی رنگوں میں سب سے بہتر ہے	کیونکہ وہ اس ملاقات کے انتظار میں ہے
لیک سرخی بر رخے کاں لامعست	بہر آں آمد کہ جانش قانع ست
لیکن اس چہرے پر سرخی جو چمکدار ہے	اس لئے آئی ہے کہ اس کی جان قانع ہے
کہ طمع لاغر کند زرد و ذلیل	نے ز درد وعلت آید آں علیل
کیونکہ لالچ کمزور' زرد اور ذلیل کرتا ہے	وہ درد اور بیماری کا مریض نہیں ہوتا ہے
چوں بہ بیند روی زرد بے سقم	خیرہ گردد عقل جالینوس ہم
جب بغیر بیماری کا' زرد چہرہ دیکھتی ہے	جالینوس کی عقل بھی حیران ہو جاتی ہے
چوں طمع بستی تو در انوار ہو	مصطفیٰ گوید کہ ذلت نفسہٗ
جب تو نے اللہ (تعالیٰ) کے انوار سے طمع وابستہ کر دی	مصطفیٰ فرماتے ہیں کہ اس کا نفس ذلیل ہو گیا
نور بے سایہ لطیف و عالیست	آں مشبک سایۂ غربالیست
بے سایہ نور' پاکیزہ اور بلند ہے	جالیدار سایۂ چھلنی والا ہے
عاشقاں عریاں ہمی خواہند تن	پیش عنیناں چہ جامہ چہ بدن
عاشق ننگے بدن کے خواہاں ہیں	نامردوں کے لئے کیا کپڑا' کیا بدن؟
روزہ داراں را بود آں نان وخواں	خر مگس را چہ ابا چہ دیگ داں
وہ روٹی اور خوان' روزہ دار کے لئے ہے	بڑی مکھی کے لئے کیا شوربا' کیا چولھا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیر کا عذر بھی ایک حد تک صحیح ہے کیونکہ جو شراب کی خوشی کا عادی ہو وہ اس خوشی خوشامد وغیرہ کو کب پسند کر سکتا ہے۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ اعلیٰ خوشی کے مقابلہ میں ادنیٰ خوشی نظر انداز کر دی جاتی ہے اور اس سے انبیاء کی ترک تنعم کا راز معلوم ہو گیا یعنی یہ کہ انہوں نے خوشی دنیاوی کو اس وجہ سے چھوڑا ہے کہ خوشی وصال حق ان کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور چونکہ انہوں نے اس خوشی کو دیکھا تھا جو کہ تمام خوشیوں سے اعلیٰ ہے۔ اس لئے یہ خوشیاں ان کی نظر میں کھیل معلوم ہوتی ہیں تم غور تو کرو کہ جس کو نور حقیقی دکھائی دے گا وہ کہیں ظلمات ناسوتیہ پر قناعت کر سکتا ہے اور جو بھوک میں طعام اللہ اور غذائے روحانی کھائے گا اس کو روٹی اور شوربے کی حسرت ہو سکتی ہے؟ اور جو باغ میں سو رہا ہے کیا وہ احمقوں کی طرح کوڑی کی طرف مائل ہوگا؟ بھلا مستسقی پانی سے کیسے پرہیز کر سکتا ہے اور شرابی شراب سے کیونکر دور ہو سکتا ہے اور کوئی عاشق اپنے معشوق سے سیر نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی بیمار طبیب کے بغیر صبر نہیں کر سکتا اور جب کوئی کسی زندہ معشوق کا ندیم ہو جائے تو پھر وہ مردہ کو بغل میں کیسے لے سکتا ہے۔ مردہ کو تو وہی بغل میں لے گا جس کو عالم میں دل کی خبر نہ ہو۔ پس انبیاء جو کہ بھوک میں طعام اللہ کھاتے تھے اور نور حقیقی کو دیکھتے تھے اور گلزار روحانی میں آرام کر رہے تھے اور عشق الٰہی سے ان کو وہی نسبت تھی جو مستسقی کو پانی سے۔ اور شراب عشق ان کے لئے ایسے تھی جیسے مستوں کے لئے شراب معروف اور حق سبحانہ سے ان کو وہ تعلق تھا جو کہ عاشق کو معشوق سے اور بیمار کو طبیب سے اور وہ حق سبحانہ کے ندیم تھے۔ ایسی حالت میں وہ اشیاء ناسوتیہ کی طرف کیسے مائل ہو سکتے تھے اور لذات روحانیہ کو کیسے چھوڑ سکتے تھے چونکہ عقبیٰ زندہ ہے اور اس کی ہر چیز میں حیات ہے اور وہ نکتہ داں اور سخن گو ہے اس لئے ان کو اسی سے لذت حاصل ہوتی ہے اور اس مردار دنیا میں اس لئے ان کو آرام نہ ملتا تھا کہ اس کی اشیاء تو جانوروں کا چارہ ہیں اور آدمیوں کی غذا نہیں ہیں۔

پس ان کو اس میں کیسے آرام حاصل ہو سکتا تھا پس وہ دنیا میں معروف تنعم اس لئے نہ تھے کہ عقبیٰ جو کہ اپنی خرابی اور بمنزلہ باغ کے ہے اور جس کے مقابلہ میں دنیا بمنزلہ کوڑی کے ہے۔ ان کا وطن اور ان کی محفل تھی۔ اور قاعدہ ہے کہ جس کا وطن اور جس کی بزم باغ ہو وہ کوڑی پر مصروف تنعم نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ضروری تھا کہ وہ بھی دنیا میں مصروف تنعم نہ ہوں اس میں مصروف تنعم ہونا اہل دنیا کا کام ہے نہ کہ اہل اللہ کا کیونکہ ان کا وطن عقبیٰ ہے اور ان کا وطن دنیا اور ہر کوئی اپنے وطن میں مصروف تنعم ہوتا ہے اور اس کو ایسے تنعم میں مزہ آتا ہے جو اس کے وطن میں ہو ہم نے یہ کیوں کیا کہ ان کا وطن عقبیٰ ہے اور اہل دنیا کا وطن دنیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر ایک کا وطن اس کے مناسب ہوتا ہے مثلاً ارواح پاک کا وطن علیین ہے اور ارواح خبیثہ کا وطن سجین اور بلبل کا وطن گل اور نسرین وغیرہ ہیں۔ اور جعل کا وطن سرگین اور چونکہ اہل اللہ مستی عشق الٰہی میں چور ہیں اس لئے ان کے حصہ میں شراب طہور عقبیٰ ہے اور اہل دنیا مثل اندھے جانوروں کے ہیں اس لئے ان کے حصہ میں آب شور دنیا ہے مگر وہ اس سے اس لئے خوش ہیں کہ انہوں نے اس شراب طہور کو نہیں پیا۔ اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی اعلیٰ شے سے ناواقف ہوتا ہے تو وہ ادنیٰ ہی کو اعلیٰ سمجھتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چنانچہ جس نے عدل عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھا وہ حجاج خونیں ہی کو عادل سمجھے گا اور لڑکیوں کو بے جان گڑیا اس لئے دیتے ہیں کہ ہوزندوں کے کھیل سے ناواقف ہوتی ہیں۔ نیز چونکہ بچوں میں مردانگی کا زور بازو نہیں ہوتا اس لئے ان کے لئے لکڑی کی تلوار ہی اچھی ہوتی ہے۔ نیز کفار چونکہ عقبیٰ سے ناواقف ہوتے ہیں اس لئے وہ انبیاء کی صرف ان تصاویر پر قناعت کرتے ہیں جو کہ ان کے معبدوں میں منقوش ہوتے ہیں لیکن چونکہ ہم کو عقبیٰ کا علم ہے اور پھر عقبیٰ روز روشن کی طرح ظاہر ہے اس لئے ہم ان نقوش کی پرواہ نہیں رکھتے۔

پس ان واقعات کی بنا پر ضروری ہے کہ وہ آپ شور دنیا ہی کو نعمت عظمیٰ سمجھیں اگر کوئی کہے کہ اہل دنیا ہی کی کیا تخصیص ہے اہل اللہ بھی تو لذات دنیا سے متمتع ہوتے ہیں تو ہم کہیں گے کہ یہ صحیح ہے لیکن دونوں کے تمتع میں فرق ہے۔ اہل دنیا نے ان کو مقصود سمجھ رکھا ہے اور وہ عقبیٰ سے غافل ہیں مگر اہل اللہ نے ان کو مقصود نہیں سمجھا اور نہ وہ عقبیٰ سے غافل ہیں۔ بلکہ ان کی حالت یہ ہے کہ ان کی ایک تصویر (جسم) دنیا میں ہے اور دوسری تصویر (روح) چاند کی طرف آسمان پر ہے۔ اور ان کا جسمانی ذہن اپنے ہم نشین سے نکات بیان کر رہا ہے اور روحانی و قلبی منہ حق تعالیٰ سے ہم کلام اور اس کا انیس ہے اور ان کا جسمانی کان عام گفتگوئیں سن رہا ہے اور گوش قلب اسرار خداوندی کھینچ رہا ہے اور ان کی ظاہری آنکھ آدمیوں کی صورتیں دیکھ رہی ہے اور چشم باطن مشاہدہ حق میں مصروف ہے دروں تک ہے اور اس سے تنگی نہیں ہے اور ان کا ظاہری ہاتھ لین دین کرتا ہے لیکن ان کا باطنی ہاتھ خدا کے سامنے پھیلا ہوا ہے اور ان کے ظاہری پاؤں مسجد میں صف بستہ ہیں مگر ان کے باطنی پاؤں عالم بالا کا چکر لگا رہے ہیں۔

غرضکہ تم ان کے ایک ایک جزو کو یوں ہی گن جاؤ۔ اور سمجھو کہ ان کا ایک جزو زمانہ میں محبوس ہے اور دوسرا زمانہ سے خارج لیکن جو جز ان کا زمانہ میں محبوس ہے وہ ان کا اصل جز نہیں ہے بلکہ وہ تو اس کے ساتھ صرف موت تک ہے۔ رہا دوسرا جز جو زمانہ سے خارج ہے وہ ان کا اصلی جز اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ان کے ساتھ رہنے والا ہے۔ اب سمجھو کہ جن لوگوں کی یہ حالت ہے ان کا نام ولی الدولتین اور امام القبلتین ہے۔ کیونکہ وہ دولت دینی و دنیوی دونوں سے بہرہ مند ہیں اور دین و دنیا دونوں کے بادشاہ ہیں اور جب آدمی اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اس پر خلوت اور چلہ لازم نہیں ہوتا۔ کیونکہ خلوت اور چلہ کی غرض یہ ہے کہ ان امور سے انقطاع ہو جو کہ توجہ الی الحق سے مانع ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے کوئی چیز مانع نہیں رہتی اور کوئی امیر دنیاوی آفتاب حقیقی کو ان کی نظر سے مخفی نہیں کر سکتا اور قرص خورشید (روز روشن) ان کا خلوت خانہ ہے۔ یعنی ان کو دن کے وقت جلوت میں بھی وہی بات حاصل ہے جو کہ رات کے وقت خلوت میں اور اغیار جو کہ ستر آفتاب حقیقی میں بمنزلہ شب کے ہیں۔ آفتاب حقیقی کو ان کی نظر سے مخفی نہیں کر سکتے۔ بس ان کو خلوت اور چلہ کی ضرورت نہیں کیونکہ ان کی مرض اور پرہیز کا زمانہ ختم ہو گیا اور بحران یعنی روح اور نفس و شیطان کی جنگ کا خاتمہ ہو گیا ہے اور اس میں روح کو کامل فتح حاصل ہو چکی ہے اور ان کا کفر مبدل بہ ایمان حقیقی ہو گیا ہے اور کفر ان کا نام تک باقی نہیں رہا ہے اور خلوت و چلہ کی ضرورت مرض اور پرہیز اور تحصیل ایمان کے لئے تھی تو جب مرض جاتا رہا اور پرہیز کا زمانہ ختم ہو گیا اور ایمان حقیقی حاصل ہو گیا تو اب ان کی ضرورت نہ رہی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ واضح ہو کہ مولانا نے یہ فرمایا ہے کہ اشخاص مذکورہ پر خلوت اور چلہ لازم نہیں رہتا۔ اوران کا تکلیف احکام شرعیہ کے احاطہ سے خارج ہو جانا اور غیر مکلف بن جانا لازم نہیں آتا۔ کیونکہ خلوت اور چلہ کا لزوم عارضی تھا نہ کہ اصلی۔ پس وہ تو زوال عارض سے ساقط ہو سکتے ہیں لیکن عبادات اصلیہ چونکہ کسی عارضی پر مبنی نہ تھیں اس لئے وہ کسی وقت میں ساقط نہیں ہو سکتیں اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔

بعض لوگ ایسے مضامین یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ کاملین پر نہ کوئی طاعت لازم ہے اور نہ ان کو کوئی معصیت مضر ہے۔ یہ خیال بالکل اسلام کیخلاف اور سراسر الحاد ہے اعاذنا اللہ منہ)

فائدہ ۲:۔ کفر اوایمان شدائع میں کفر سے مراد عدم ایمان کامل ہے جو شامل ہے کفر محض اور نقص ایمان دونوں کو اور معنی یہ ہیں کہ پہلے جو اس کو کمال ایمان حاصل نہ تھا اب وہ بات نہ رہی بلکہ اب وہ مومن کامل ہو گیا اور اب نہ اس میں کفر حقیقی رہا اور نہ کفر مجازی یعنی نقص ایمان واللہ اعلم)

وہ درست اور سیدھا ہو کر الف خالی کی طرح حق سبحانہ کے سامنے گیا ہے اور اپنے اوصاف میں سے کچھ بھی اپنے اندر نہیں رکھتا یعنی وہ خودی کو بالکل ہٹا چکا ہے اور اپنے خصائل کا لباس بالکل اتار چکا ہے اور اپنے جان افزا محبوب کے پاس اس لباس سے بالکل ننگا ہو کر گیا ہے۔ پس جبکہ وہ اپنے لباس سے ننگا ہو کر حق سبحانہ کے سامنے گیا ہے تو حق سبحانہ نے اس کو اپنے اوصاف قدسیہ کا لباس پہنایا ہے اور اس نے اوصاف خداوندی کی خلعت زیب تن کر لی ہے۔ یعنی وہ متخلق باخلاق اللہ ہو گیا ہے اور اس طرح وہ چاہ ناسوت سے نکل کر دیوان تقرب من اللہ تک پہنچ گیا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ تلچھٹ کے اجزاء لطیفہ جس وقت اجزاء ارضیہ سے جدا ہو جائیں تو پھر وہ طشت کی تہہ میں نہیں رہتے بلکہ اوپر آ جاتے ہیں۔

اچھا اب اس کی وجہ سمجھو کہ وہ دردی کی طرح غیر مصفا شخص طشت ناسوت کی تہہ میں کیوں تھا۔ اس کی وجہ اجزائے ارضیہ یعنی جسم ناسوتی کی نحوست تھی اور ناپسندیدہ ساتھی نے اس کے پروبال باندھ رکھے تھے۔ یعنی ناسوتی جسم نے اس کے قوئ عروج روحانی کو معطل کر رکھا تھا اور اس کو عروج روحانی نہ کرنے دیتے تھے۔ ورنہ وہ اپنی ذات سے نہایت ترقی کرنے والا اور بلند پرواز تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس وقت قضاوقدر نے معاتبانہ حکم اھبطو کیا۔ یعنی اس کو تسفل کا حکم دیا تو وہ چاہ ناسوت میں ہارون کی طرح سے الٹا لٹکا دیا گیا یعنی اس کا رخ تعلی سے تسفل کی طرف کر دیا گیا۔ ہاروت کی طرح ہم نے اس لئے کہا کہ وہ بھی اصل میں فرشتہ اور تعلی طلب تھا۔ مگر عتاب خداوندی سے یوں ہی لٹکا دیا گیا جیسا کہ شخص مذکور لٹکا دیا گیا۔ اچھا اب یہ سنو اس پر عتاب کیوں ہوا۔ اور وہ الٹا کیوں ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے سردار (حق سبحانہ) سے دور رہ گیا۔ اور اس نے خود اپنے کو سردار بنا لیا اور تنہا روئی اختیار کی۔ اور جب اس نوکری کی طرح مشک اور سوراخ دار یعنی فی نفسہ معرا عن الکمال شخص نے اپنے آپ کو آب کمال مثل قدرت واختیار وعلم وسمع وبصر وغیرھا سے پر دیکھا تو اس نے اپنے کو دریائے حقیقی (حق سبحانہ) سے مستغنی سمجھا اور اس سے قطع تعلق کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کا کمال روحانی سب جاتا رہا اور وہ خالی رہ گیا لیکن جبکہ پھر اسے ہوش آیا اور وہ منفعل ہوا۔ اور روتے روتے اس کے جگر میں قطرہ اشک باقی نہ رہا تو پھر دریائے حقیقی نے رحم کیا اور اس کو واپس بلا لیا۔ اس سے تم یہ نہ سمجھنا کہ اس کی رحمت پابند

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے رونے دھونے کے۔ نہیں بلکہ ایسا ہی ہوتا ہے کہ کسی نیک ساعت میں اس کی رحمت بلا کسی سبب اور بلا کسی خدمت کے متوجہ ہو جاتی ہے۔ عبد کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور اسے کھینچ لیتی ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ روح اپنی ذات سے متوجہ الی الحق تھی۔ مگر جبکہ اس کا تعلق جسم سے ہو گیا تو وہ حق سبحانہ سے غافل ہو کر لذات جسمانیہ میں مصروف ہو گئی۔ گویا کہ اس نے اپنے کمال کو ذاتی سمجھا۔ اس لئے اپنے کو مستقل خیال کیا۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ معتوب ہوئی اور معتوب ہو کر سرنگوں ہو گئی اور بجائے اوپر کی طرف جانے کے نیچے کی طرف چلے گئے اور روز بروز اس کی حالت ردی ہوتی گئی اور سا کا تسفل بڑھتا گیا لیکن جبکہ اس کو ندامت ہوئی اور وہ خوب روئے دھوئے اور اشتغال بالجسم کو چھوڑا اور خصائل ذمیمہ جو اس کے اندر اشتغال بالجسم سے پیدا ہو گئی تھی ان کو دور کیا تو حق سبحانہ نے اس پر پھر رحم کیا اور اس کو اپنے قرب سے سرفراز فرمایا۔ پس اس کو عروج سے روکنے والے اور ناسوت کی تہہ میں مقید کرنے والے اجزاء عرضیہ تھے)

ہاں اے مخاطب گو یہ ضرور ہے کہ ساحل کے رہنے والوں کا رنگ زرد ہوتا ہے اس لئے اگر تو دریائے حقیقی سے قرب حاصل کرے گا تو ریاضات و مجاہدات کے سبب تیری رنگت بھی زرد ہو جائے گی۔ مگر تو اس کی پرواہ نہ کر۔ اور قرب دریائے حقیقی ضرور حاصل کر۔ تاکہ ایسا کرنے سے کسی نہ کسی وقت اس جواد و کریم کی تجھ پر نظر عنایت ہو جائے اور تجھے دولت وصال میسر ہو جائے جس کی خوشی سے تیری زردی رنگ سرخی سے بدل جائے اور اگر بالفرض اگر یہ رنگ نہ بھی بدلے تب بھی مضائقہ نہیں کیونکہ خود یہ زردی رنگ بھی تمام رنگوں سے بہتر ہے کیونکہ اس کا سبب دیدار حق سبحانہ کا انتظار ہے وہی سرخی جو کہ کسی تمتماتے ہوئے چہرہ پر ہے سو اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی جان کے اندر طلب حق سبحانہ نہیں ہے اور وہ اس کے فراق پر قناعت کئے ہوئے ہے کیونکہ اس کو طلب ہوتی تو سرخی رنگ ناممکن تھی اس لئے کہ طلب کا خاصہ ہے کہ وہ دبلا اور زرد اور مسکین طبیعت بنا دیتی ہے اور وہ کسی بیماری اور تکلیف سے بیمار نہیں ہوتا کہ زردی رنگ اس بیماری اور تکلیف کے سبب ہو۔ بلکہ یہ صرف اس طلب اور انتظار کا اثر ہوتا ہے اور اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر جالینوس بھی اس کا بدون کسی مرض کے زرد چہرہ دیکھ لے تو اس کی عقل بھی دنگ ہو جائے اور کہے کہ یہ شخص بیمار تو ہے نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ اس کا چہرہ زرد ہے۔

القصہ تم کو زردی رنگ سے خوف نہ کرنا چاہئے (کیونکہ اول تو وہ عارضی ہے اور وصال کے بعد سرخی سے بدل جائے پھر اگر نہ بھی بدلے تو وہ زردی جو انتظار دیدار حق سبحانہ میں ہو اس سرخی سے بہتر ہے جو استغناء عن الحق کے سبب ہو) اور طلب حق سبحانہ میں مصروف ہونا چاہئے۔

دیکھو جب تم انوار حق سبحانہ کے طالب ہو گے تو تمہاری سرکشی فانی رہے گی کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دل میں طمع اور جس قدر تمہاری طلب بڑھے گی اسی قدر تمہاری سرکشی فنا ہو گی اور جس قدر تمہاری سرکشی فنا ہو گی اسی قدر صفائی باطن حاصل ہو گی۔ پس تم کو طلب کامل حاصل کرنی چاہئے تاکہ تم کو صفائی کامل حاصل ہو اور حجابات تمام مرتفع ہو جائیں اور نور بے سایہ تم کو حاصل ہو۔ اور تم بلا حجاب دیدار حق سبحانہ سے مشرف ہو کیونکہ جس نور میں سایہ کی آمیزش نہ ہو وہ نہایت عمدہ اور اعلیٰ درجہ کی چیز ہے۔ رہا شبک یعنی نور و تاریکی آمیختہ۔ سو وہ چھلنی کا سایہ ہوتا ہے سو وہ ایسا اچھا نہیں ہے جیسا کہ وہ نور جس میں سایہ کی بالکل آمیزش نہ ہو۔ پس

www.besturdubooks.wordpress.com

تم طلب ناقص اور تصفیہ ناقص پر اکتفا نہ کرو بلکہ اس کو کامل کرو نور بے سایہ اور مشاہدہ بلا حجاب کی قدر اہل اللہ جانتے ہیں عوام اس کی قدر نہیں جان سکتے کیونکہ عشاق چاہتے ہیں کہ ان کا اور ان کے محبوب کا جسم بالکل ننگا ہو اور ان کے اور ان کے محبوب کے درمیان کپڑا بھی حائل نہ ہوتا کہ انہیں وصل عریان حاصل ہو جائے۔

رہے نامردسوان کے نزدیک کپڑا اور بدن دونوں برابر ہیں۔ علیٰ ہذا روٹی اور خوان روزہ داروں کے لئے ہوتے ہیں رہے زخموں پر بیٹھ کر ان میں کیڑے ڈالنے والی مکھی۔ سو اسے نہ شوربے سے واسطہ ہے اور نہ چولہے سے۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ حجابات کا بالکلیہ مرتفع ہو جانا اور فنا کے تمام مدارج کا طے ہو جانا ممکن ہے۔ پس اس مقام پر تمام حجابات کے مرتفع ہونے اور حصول فنائے تام سے مراد استغراق حقیقی نہیں ہے بلکہ مقصود محض کثرت ہے۔ واللہ اعلم۔

دیگر بار استدعای شاہ از ایاز کہ تاویل کار خود بگو و مشکل منکراں و طاعناں راحل کن کہ ایشاں را در التباس رہا کردن مروت نیست

شاہ کا ایاز سے دوبارہ کہنا کہ اپنے کام کا مطلب بتا اور منکروں اور معترضوں کی مشکل کو حل کر دے کیونکہ ان کو شبہ میں جتلا چھوڑ دینا مروت نہیں ہے

ایں سخن از حد و اندازست بیش	اے ایاز اکنوں بگو احوال خویش
یہ بات حد اور اندازہ سے زیادہ ہے	اے ایاز! اب تو اپنے احوال بتا
ہیں بگو احوال خود را اے ایاز	گرچہ تصویر حکایت شد دراز
ہاں اے ایاز! اپنے احوال بتا	اگرچہ حکایت کا نقشہ دراز ہو گیا ہے
ہست احوال تو ازکان نوی	تو بدیں احوال کے راضی شوی
تیرے احوال نئی کان کے ہیں	تو ان احوال پر کب راضی ہوتا ہے؟
ہیں حکایت کن ازاں احوال خوش	خاک بر احوال درس پنج و شش
ہاں اپنے اچھے احوال بیان کر	پانچ چھ کے سبق کے احوال پر خاک پڑے
حال باطن گر نمی آید بگفت	حال ظاہر گویمت در طاق و جفت
باطن کا حال اگر کہنے میں نہیں آ سکتا	میں تجھ سے طاق اور جفت میں ظاہر کا حال بیان کرتا ہوں
کہ ز لطف یار تلخیہای مات	گشت بر جاں خوشتر از قند و نبات
کیونکہ شکست کی تلخیاں یار کی مہربانی سے	جان کے لئے قند و شکر سے زیادہ اچھی ہو گئی ہیں
زاں نبات ار گرد در دریا رود	تلخی دریا ہمہ شیریں شود
اگر اس شکر کی گرد بھی سمندر میں پہنچ جائے	سمندر کا کھارا پن سب میٹھا ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

صد ہزار احوال عالم ایں چنیں	باز سوی غیب رفتند اے امیں
اسی طرح عالم کے لاکھوں احوال	اے امانتدار! پھر غیب کی جانب چلے گئے
حال ہر روزے بہ دی مانند نے	ہمچو جو اندر روش کش بند نے
ہر روز کا حال کل کی مانند نہیں ہے	جیسے کہ جاری ہونے میں وہ نہر جس پر کوئی بندش نہیں ہے
شادی ہر روز از نوع دگر	فکرت ہر روز را دیگر اثر
ہر روز کی خوشی ایک دوسری قسم کی ہے	ہر روز کے فکر کا اثر دوسرا ہے

شرح حبیبی

اچھا مذکورہ بالا گفتگو تو ختم نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ حد اور اندازہ سے خارج ہے اس لئے اسے چھوڑ دو اور سنو کہ محمود نے ایاز سے کیا کہا۔ اس نے کہا کہ اے ایاز تو اپنے احوال بیان کر۔ اب ہم کہتے ہیں کہ ہاں اے ایاز گو قصہ کو طول ہو گیا ہے مگر اس کے کچھ پرواہ نہیں تم اپنی حالت ضرور بیان کرو۔ بھائی تمہارے احوال تو نہایت تر و تازہ اور پسندیدہ اور گویا کہ جدت کی کان سے نکلے ہیں۔ پس تم ان احوال کو کیوں پسند کرو گے جو میں تمہارے بیان کرتا ہوں۔ لہذا تم خود اپنے ان پاکیزہ اور نفیس حالات کو بیان کرو اور ان احوال پر خاک ڈالو۔ جو اس بیان سے تعلق رکھتے ہیں جس کا علاقہ عالم ناسوت سے ہے لیکن تم تو بیان نہیں کرتے اس لئے مجبوراً میں ہی بیان کرتا ہوں اور اگر تمہارے باطنی احوال بعینہا بیان میں نہیں آ سکتے کیونکہ وہ وجدانی ہیں۔ جس کا ادراک وجدان سے ہو سکتا ہے۔ تو تمہارے ظاہری اور سرسری احوال ہی خلا و بلا میں بیان کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ تمہاری یہ حالت ہے کہ تمہارے یار کی خوبی اور پاکیزگی نے تمہارے ناگاہوں کی تلخیوں اور ناگواریوں کو اس قدر گوارا اور شیریں بنا دیا ہے کہ وہ قند اور نبات سے بڑھ گئی ہیں اور وہ اس قدر شیریں ہو گئی ہیں کہ اگر ان کی گرد بھی سمندر میں پڑ جائے تو سمندر کی تلخی شیرینی سے بدل جائے یعنی تم اپنے محبوب سے اس قدر محبت کرتے ہو اور وہ تمہاری نظر میں اس درجہ محبوب اور مرغوب ہے کہ اس کے عشق میں جو مصیبت بھی تم پر پڑتی ہے اور جو ناکامی بھی تم کو پیش آتی ہے تم اپنے محبوب کی خاطر اس کو نہایت فراخ حوصلگی اور کشادہ روئی کے ساتھ قبول کرتے ہو۔

فائدہ:۔ ہم نے ہیں بگو احوال خود رائے ایاز۔ کو مولانا کا مقولہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ شعر مذکور کا مصرع ثانی اور اشعار آئندہ بآواز بلند اس امر کو ظاہر کرتے ہیں۔ شراح نے اس مقام پر بہت خبط کیا ہے۔ منہ بلہٖ)

یہاں تک اس مضمون کو بیان فرما کر انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے اوپر تلخی دریا کے فنا ہونے کا ذکر کیا ہے۔ سنو بھائی ایک تلخی دریا کیا چیز ہے عالم میں لاکھوں احوال آئے اور پھر غیب کو سدھار گئے چنانچہ ہر روز کی حالت اس سے پہلے دن کی حالت کے مشابہ نہیں ہوتی۔ جیسے ندی کا بہتا ہوا پانی۔ جس کے لئے کوئی روک نہیں ہے کہ وہ ہر دم نیا ہوتا ہے اور جو ایک دفعہ آ چکا وہ پھر نہیں آتا۔ اور ہر روز کی خوشی پہلے دن کی خوشی سے مختلف ہوتی ہے اور ہر روز کے خیال کا اثر

پہلے دن کے خیال سے جدا ہوتا ہے۔ اس بیان سے ایک نتیجہ پیدا ہوتا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

تمثیل تن آدمی بمہمانخانہ واندیشہائے مختلف ہمچوں مہمانان، وعارف صابر دراں اندیشہا چوں مرد مہمان دوست، غریب نواز خلیل وار

آدمی کے جسم کی مثال مہمان خانہ سے ہے اور مختلف فکریں مہمانوں کی طرح ہیں اور عارف صابران فکروں کے معاملہ میں مہمان دوست غریب نواز ابراہیم خلیل اللہ کی طرح ہے

ہست مہماں خانہ ایں تن اے جواں	ہر صباحے ضیف نو آید دواں
اے جوان! یہ جسم مہمان خانہ ہے	ہر صبح کو نیا مہمان دوڑتا آتا ہے
نے غلط گفتم کہ آید دمبدم	ضیف تازہ فکرت شادی و غم
نہیں میں نے غلط کہا' لمحہ بہ لمحہ آتا ہے	خوشی اور رنج کے فکر کا نیا مہمان
میزبان تازہ رو شو اے خلیل	در مبند و منتظر شو در سبیل
اے خلیل! خندہ پیشانی والا میزبان بن	دروازہ بند نہ کر اور راستہ میں منتظر رہ
ہرچہ آید از جہان غیب وش	در دلت ضیفست او را دار خوش
غیب جیسے جہان سے جو آئے	وہ تیرے دل میں مہمان ہے' اس کو خوش رکھ
ہیں مگو کیں ماند اندر گردنم	کو ہم اکنوں باز پرد در عدم
خبردار! نہ کہہ کہ یہ میرے گلے کا ہار بن گیا	کیونکہ وہ بھی اب عدم کی جانب پرواز کر جائے گا

حکایت آں مہمان وزن خداوند خانہ کہ آہ باراں گرفت ومہمان در گردن ما ماند

مہمان اور گھر کے مالک کی بیوی کی حکایت' کہ ہائے بارش جم گئی اور مہمان ہماری گردن میں پڑ گیا

آں یکے را بیگہاں آمد قنق	ساخت او را ہمچو طاق اندر عنق
ایک (میزبان) کے یہاں بے وقت مہمان آ گیا	اس نے اس کو گلے کے طوق کی طرح بنا لیا
خواں کشید او را کراماتہا نمود	آں شب اندر کوی ایشاں سور بود
اس کے لئے دستر خوان بچھایا' تواضع کی	اس رات میں ان کی گلی میں شادی تھی
مرد زن را گفت پنہانی سخن	کامشب اے خاتون دو جامہ خواب کن
شوہر نے بیوی سے آہستہ سے کہا	اے خاتون! آج رات کو دو بستر بچھانا

بستر مارا بگستر سوی در — بہر مہماں گستراں سوی دگر
ہمارا بستر دروازے کی جانب بچھا — مہمان کے لئے دوسری جانب بچھا

گفت زن خدمت کنم شادی کنم — سمع و طاعت اے دو چشم روشنم
بیوی نے کہا خدمت بجا لاؤں گی' خوش ہوں گی — اے میری دو روشن آنکھیں! سنا اور مانا

ہر دو بستر گسترید و رفت زن — سوی خانہ سور کرد آنجا وطن
بیوی نے دونوں بستر بچھائے اور چلی گئی — شادی کے گھر کی جانب' وہاں ٹھہر گئی

ماند مہمان عزیز و شوہرش — نقل بنہادند از خشک و ترش
مہمان عزیز اور اس کا شوہر رہ گئے — خشک اور گیلا میوہ انہوں نے (سامنے) رکھا

در سمر گفتند ہر دو منتجب — سرگذشت نیک و بد تا نیمشب
دونوں شریفوں نے کہانی میں ذکر کیا — آدھی رات تک' نیک اور بد کا قصہ

بعد ازاں مہماں ز خواب و از سمر — شد دراں بستر کہ بد آنسوی در
اس کے بعد نیند اور کہانی کی وجہ سے مہمان — اس بستر میں چلا گیا جو دروازے کی جانب تھا

شوہر از خجلت بدو چیزے نگفت — کہ ترا ایں سوست اے جاں جای خفت
شوہر نے شرمندگی کی وجہ سے اس سے کچھ نہ کہا — کہ اے جان! تیرے سونے کی جگہ اس جانب ہے

کہ برای خواب تو اے بوالکرم — بستر آں سوی دگر افگندہ ام
کہ اے بزرگ! تیرے سونے کے لئے — میں نے بستر دوسری طرف بچھوایا ہے

آں قرارے کہ بزن او دادہ بود — گشت مبدل واں طرف مہماں غنود
وہ بات جو اس نے بیوی سے طے کی تھی — بدل گئی اور اس جانب مہمان سو گیا

آنشب آنجا سخت باراں درگرفت — کز شکوہ ابرشاں آمد شگفت
اس رات کو وہاں سخت بارش ہونے لگی — کہ ابر کی ہیبت سے وہ حیران ہو گئے

زن بیامد برگمان آنکہ شو — سوی در خفتہ است و آنسو آں عمو
بیوی آئی اس گمان سے کہ شوہر — دروازے کی جانب سویا ہوا ہے اور اس جانب وہ چچا

رفت عریاں در لحاف آندم عروس — داد مہماں را برغبت چند بوس
دلہن ننگی ہو کر فوراً لحاف میں گھس گئی — اور رغبت سے مہمان کے چند بوسے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت می ترسیدم ای مرد کلاں	خود ہمان آمد ہمان آمد ہماں
اس نے کہا اے بزرگ میاں! میں ڈرتی ہوں	وہی ہوا وہی ہوا وہی
مرد مہماں را گل و باراں نشاند	بر تو چوں صابون سلطانی بماند
مہمان شخص کو کیچڑ اور بارش نے بٹھا دیا	تم پر شاہی صابن کی طرح ہو گیا
اندریں باران وگل او کے رود	برسر و جان تو اوتاواں شود
اس بارش اور کیچڑ میں وہ کب جائے گا	آپ کے سر اور جان پر وہ تاوان بنے گا
زود مہماں جست وگفت اے زن بہل	موزہ دارم من ندارم غم زگل
جلدی سے مہمان اٹھا اور بولا اے عورت! جانے دے	میرے پاس موزہ ہے مجھے کیچڑ کا فکر نہیں ہے
من رواں گشتم شمارا خیر باد	در سفر یکدم مبادا روح شاد
میں چل دیا تم سلامت رہو	خدا کرے سفر میں تھوڑی دیر کے لئے بھی روح خوش نہ ہو
تا کہ زوتر جانب معدان رود	کایں خوشی اندر سفر رہزن شود
تا کہ بہت جلد کان کی جانب چلی جائے	کیونکہ یہ خوشی سفر میں رہزن بن جاتی ہے
زن پشیماں شد ازاں گفتار سرد	چوں رمید و رفت آں مہمان فرد
عورت اس سرد (مہری کی) بات سے شرمندہ ہو گئی	جبکہ وہ یکتا مہمان بھڑک گیا اور چلا گیا
زن بسے گفتش کہ آخر اے امیر	کہ مزاحے کردم از طیبت مگیر
عورت نے اس سے بہت کہا کہ اے سردار! آخر	میں نے مذاق کیا ہے مذاق سے رنجیدہ نہ ہو
سجدہ وزاری زن سودے نداشت	رفت وایشاں را دراں حسرت گذاشت
عورت کے سجدے اور عاجزی نے فائدہ نہ دیا	وہ چلا گیا اور ان کو اس حسرت میں چھوڑ گیا
جامہ ازرق کردزاں پس مرد وزن	صورتش دیدند شمع بے لگن
میاں اور بیوی نے اس کے بعد کپڑے نیلے کر لئے	انہوں نے اس کی صورت بے شمعدان کی شمع دیکھی
میشد و صحرا ز نور شمع مرد	چوں بہشت از ظلمت شب گشت فرد
وہ جا رہا تھا اور جنگل مرد کی شمع کے نور سے	بہشت کی طرح رات کی تاریکی سے جدا ہو گیا
کرد مہمانخانہ خانہ خویش را	از غم و از خجلت ایں ماجرا
اس نے اپنے گھر کو مہمان خانہ بنا دیا	اس قصہ کے رنج اور شرمندگی کی وجہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

در درون ہر دو از راہ نہاں	ہر زماں گفتے خیال میہماں
خفی راہ سے دونوں کے باطن میں	ہر وقت مہمان کا خیال کہتا
کہ بدم یار خضر صد گنج جود	می فشاندم لیک روزی تاں نبود
کہ میں خضر یار تھا بخشش کے سیکڑوں خزانے	میں نے بکھیرنے لیکن تمہارا حصہ نہ تھے

تمثیل فکر ہر روزینہ کہ اندر دل آید بمہمان نو کہ از اول روز درخانہ فرود آید و تحکم و بدخوی کند و فضیلت مہمانداری و ناز مہمان کشیدن

ہر روز جو خیال دل میں آتا ہے اس کی مثال دینا اس نئے مہمان کیساتھ جو پہلے ہی دن گھر میں آیا ہے اور حکم چلاتا ہے اور بدمزاجی کرتا ہے اور مہمانداری کی فضیلت اور مہمان کی ناز برداری کرنا

ہر دمے فکرے چو مہمان عزیز	آید اندر سینہ ہر روز نیز
ہر وقت عزیز مہمان کی طرح ایک فکر	ہر روز سینہ میں بھی آتا ہے
فکر را اے جاں بجای شخص داں	زانکہ شخص از فکر دارد قدر جاں
اے جان! فکر کو انسان کی طرح سمجھ	کیونکہ انسان فکر ہی سے جان کی قدر کرتا ہے
فکر غم گر راہ شادی میزند	کار سازیہائے شادی میکند
غم کا فکر اگر خوشی کی رہزنی کرتا ہے	وہ خوشی کے سامان مہیا کرتا ہے
خانہ می روبد بہ تندی اوز غیر	تا در آید شادی نوز اصل خیر
وہ سختی سے غیر سے گھر کو صاف کر دیتا ہے	تاکہ اصل خیر سے نئی خوشی آئے
میفشاند برگ زرد از شاخ دل	تا بروید برگ سبز متصل
دل کی شاخ سے زرد پتے جھاڑ دیتا ہے	تاکہ مسلسل سبز پتے اگیں
می کند او بیخ سرو کہنہ را	تا خرامد سرو نو از ما ورا
وہ پرانے سرو کی جڑ اکھاڑ دیتا ہے	تاکہ عالم غیب سے نیا سرو جھومے
غم کند بیخ کژ بوسیدہ را	تا نماید بیخ رو پوشیدہ را
غم ٹیڑھی سڑی ہوئی جڑ کو اکھاڑتا ہے	تاکہ جڑ چھپے رخ کو رونما کر دے
غم ز دل ہرچہ بریزد یا برد	در عوض حقا کہ بہتر آورد
غم دل سے گراتا یا اڑاتا ہے	یقینا بدلے میں بہتر لاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خاصہ آں راکہ یقینش باشد ایں	کہ بود غم بندۂ اہل یقیں
خصوصاً اس کے لئے جس کو یہ یقین ہو	کہ غم اہل یقین کا غلام ہوتا ہے
گر ترش روئی نیارد ابر و برق	رز بسوزد از تبسمہای شرق
اگر ابر اور بجلی بدمزاجی نہ کرے	مشرق کی مسکراہٹوں سے انگور کی بیل جل جائے
سعد و نحس اندر دلت مہماں شود	چوں ستارہ خانہ خانہ میرود
تیرے دل میں اچھا اور برا مہمان ہوتا ہے	ستارے کی طرح خانہ بخانہ چلتا ہے
آں زماں کہ او مقیم برج تست	باش ہمچوں طالعش شیریں و چست
جس زمانے میں وہ تیرے برج میں مقیم ہے	تو اس کے عروج کی طرح شیریں اور چست بن
تا کہ بامہ چوں شود او متصل	شکر گوید از تو باسلطان دل
تاکہ جب وہ سورج سے ملے	دل کے شاہ (خدا) سے تیرا شکریہ ادا کرے
ہفت ساں ایوبؑ با صبر و رضا	در بلاخوش بود با ضیف خدا
(حضرت) ایوبؑ صبر اور خوشی کے ساتھ سات سال	خدا کے مہمان کے ساتھ مصیبت میں خوش تھے
تاچووا گردد بلای سخت رو	پیش حق گوید بصد گوں شکر او
تاکہ جب سخت مصیبت واپس ہو	اللہ (تعالیٰ) کے سامنے سینکڑوں طرح اس کا شکریہ ادا کرے
کز محبت بامن محبوب کش	روکرد ایوبؑ یک لحظہ ترش
کہ مجھ دوست کش کے ساتھ محبت سے	(حضرت) ایوبؑ نے ایک لمحہ کیلئے بھی منہ نہ بنایا
از وفا و خجلت حکم خدا	بود چوں شیر و عسل او با بلا
وفاداری اللہ تعالیٰ کے حکم کے لحاظ سے	وہ مصیبت میں دودھ اور شہد کی طرح تھے
فکر در سینہ درآید نو بنو	خند خندان پیش او تو بار زو
فکر سینہ میں تازہ بتازہ آتا ہے	تو ہنستا ہنساتا پھر اس کے سامنے جا
کہ اعذنی خالقی من شرہ	لا تحرمنی انل من برہ
کہ اے میرے پیدا کرنے والے مجھے اس کے شر سے پناہ دے	مجھے محروم نہ کر، مجھے اس کی بھلائی عطا کر
رب اوزعنی ان اشکر ما ازی	لاتعقب حسرۃ لی ان مضیٰ
اے رب! میرے دل میں ڈال کہ میں جو دیکھتا ہوں اس کا شکر ادا کروں	اگر وہ چلا جائے اس کے بعد تو حسرت پیدا نہ فرما

www.besturdubooks.wordpress.com

آں ضمیر روترش را پاسدار	آں ترش را چوں شکر شیریں شمار
ترشرو خیال کا تو لحاظ کر	تو اس ترش کو شکر شمار کر
ابر را گرہست ظاہر رو ترش	گلشن آرندہ ست ابروشورہ کش
ابر اگرچہ ظاہر ترش رو ہے	وہ چمن پیدا کرنے والا ہے اور شور کو مٹانے والا ہے
فکرت غم را مثال ابر داں	باترش تو روترش کم کن چناں
تو غم کے فکر کو ابر کی طرح سمجھ	اس طرح تو ترشرو کے ساتھ ترشروئی نہ کر
بو کہ آں گوہر بدست او بود	جہد کن تا از تو او راضی رود
ہو سکتا ہے کہ کوئی گوہر اس کے ہاتھ میں ہو	کوشش کر تاکہ وہ تجھ سے خوش جائے
ور نباشد گوہر و نبود غنی	عادت شیریں خود افزوں کنی
اور اگر گوہر بھی نہ ہو وہ مال دار بھی نہ ہو	تو تو اپنی شیریں عادت بڑھا لے گا
جاے دیگر سود دارد عادتت	ناگہاں روزی برآید حاجتت
تیری عادت دوسری جگہ مفید ہوگی	اچانک کسی روز تیری مراد بر آئے گی
فکرتے کز شادیت مانع شود	آں بامر و حکمت صانع شود
وہ فکر جو تیرے لئے خوشی سے مانع ہو	وہ خدا کے حکم اور حکمت کی بنا پر ہوتا ہے
تو مخواں دوچاردانگش اے جواں	بو کہ نجمے باشد و صاحب قراں
اے جواں! تو اس کو حقیر نہ سمجھ	ہو سکتا ہے کہ وہ ستارہ اور سعادت مند ہو
تو مگو فرعے ست او را اصل گیر	تا شوی پیوستہ بر مقصود چیر
تو (اس کو) شاخ نہ کہہ اس کو جڑ سمجھ	تاکہ ہمیشہ مقصود پر غالب رہے
ور تو آں را فرع گیری و مضر	چشم تو دراصل باشد منتظر
اگر تو اس کو شاخ اور مضر سمجھے گا	تیری آنکھ جڑ کے لئے منتظر رہے گی
زہر آمد انتظار اندر چشش	دائما در مرگ باشی زاں روش
انتظار ذائقہ میں زہر ہے	اس روش سے تو ہمیشہ موت میں رہے گا
اصل داں آں را بگیرش در کنار	باز رہ دائم ز مرگ انتظار
اس کو جڑ سمجھ اس کو بغل میں لے لے	موت کے انتظار سے ہمیشہ نجات حاصل کر

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

یعنی تمہارا دل ایک مہمان خانہ ہے۔ جس میں ہر روز ایک نیا مہمان آتا ہے۔ نہیں میں نے غلط کہا بلکہ ہر دم آتا ہے اس نئے مہمان سے مراد ہماری کیا ہے؟ خوش کن یار بخندہ خیال۔ پس تم کو چاہئے کہ تم کشادہ رو میزبان بنو اور نہایت خوشی کیساتھ اس کو اپنے یہاں ٹھہراؤ اور اس کے منتظر رہو۔

حاصل یہ ہے کہ عالم علوی سے (جو کہ عوام سے غائب اور خواص کے سامنے حاضر ہے۔ جس کو غیب وش اور مثل غیب کہا جاسکتا ہے) تمہارے دل میں خیالات مہمانان خداوندی ہو کر آتے ہیں۔ پس تم کو چاہئے کہ ان کو راضی رکھو۔ دیکھنا تم یہ نہ کہنا کہ یہ میرے گلے کا ہار اور وبال جان ہو گئے ہیں کیونکہ وہ رہنے والے نہیں ہیں۔ بلکہ جہاں سے آئے تھے وہیں پھر لوٹ جائیں گے۔ یعنی عدم سے آئے تھے اور عدم کو واپس ہو جائیں گے اور ان کے چلے جانے کے بعد ممکن ہے کہ تمہیں افسوس ہو جیسا کہ ان خاوند اور بیوی کو ہوا تھا جن کا قصہ یہ ہے۔

ایک صاحب ایک شخص کے ہاں بے وقت مہمان ہوئے۔ اس نے ان کو یوں عزیز رکھا جیسا کہ گلے میں طوق ہوتا ہے اور اس نے ان کے سامنے کھانا رکھا۔ اور بھی ان کی بہت کچھ خاطر کی۔ اتفاق سے اس روز ان کے محلّہ میں کوئی محفل شادی تھی اور عورت کو وہاں جانا تھا اس لئے اس مرد نے اپنی عورت سے چپکے سے کہا کہ آج دو بستر بچھا دینا اور ہمارا بستر ہ دروازہ کی طرف کرنا اور مہمان کا بستر دوسری طرف رکھنا۔ عورت نے کہا بہت اچھا۔ میں ایسا ہی کروں گی بنا بریں اس نے دو بستر بچھا دیئے اور عورت تقریب میں چلی گئی۔ اب وہ شوہر اور مہمان رہ گئے انہوں نے اپنے سامنے کچھ کھانے پینے کی چیزیں رکھ لیں اور کھاتے رہے اور آدھی رات تک ادھر ادھر کی باتوں میں مشغول رہے۔ اس حالت میں مہمان کو نیند آ گئی اور وہ گفتگو کو ختم کر کے اس بستر پر آ لیٹا جو کہ دروازہ کی طرف تھا۔ میزبان کو یہ کہتے ہوئے شرم آئی کہ یہ بستر میرا ہے۔ آپ دوسرے بستر پر تشریف رکھئے۔ اس لئے وہ خاموش ہو رہا۔ اب وہ قرارداد جو عورت اور مرد کے درمیان ہو چکی تھی بدل گئی اور جو جانب شوہر کے لئے تجویز ہوئی تھی اس طرف مہمان سو رہا۔ اتفاق سے اس رات کو بارش بکثرت ہوئی اور یہ حالت تھی کہ ابر کو دیکھ کر لوگوں کو تعجب ہوتا تھا۔ خیر عورت بدیں خیال کہ شوہر دروازہ کی طرف سو رہا ہے اور مہمان دوسری جانب۔ ننگی ہو کر لحاف میں آ داخل ہوئی اور مہمان کے چٹا چٹ بوسے لینے لگی اور یہ کہا کہ دیکھو، جس بات کا مجھے کھٹکا تھا وہ ہو کر رہا یعنی ابر اور بارش نے مہمان کو روک لیا اور وہ شاہی ٹیکس کی طرح تم پر وبال ہو گیا۔ بھلا اس گارے پانی میں وہ کیونکر جاوے گا اس لئے تجھ ہی پر ڈنڈ ہوگا۔ یہ سنتے ہی مہمان اٹھ بیٹھا اور کہا کہ بی بی مجھے چھوڑ میرے پاس جوتا ہے مجھے گارے کی پرواہ نہیں ہے۔ اچھا لو میں جاتا ہوں اور تم کو خیر باد کہتا ہوں اور یہ تا گواری جو سفر میں مجھے پیش آئی ہے میں اس کو غنیمت سمجھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ خدا کرے سفر میں آدمی کو راحت نہ ملے۔ تاکہ ہو جلد اپنے وطن کی طرف لوٹ جائے کیونکہ سفر میں خوشی راہزن ہو جاتی ہے اور وطن کا خیال بھلا دیتی ہے۔

فائدہ:۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ طالب آخرت کے لئے تنعم دنیاوی سخت خطرہ کی خبر ہے۔ کیونکہ اس میں اندیشہ ہے اس کا کہ وہ دنیا میں مشغول ہو کر آخرت سے غافل ہو جائے اور اگر در سفر یکدم مبادا

www.besturdubooks.wordpress.com

روح شاد کو مولانا کا مضمون ارشادی کہا جائے تو پھر یہ اس مدعا میں نص ہوگا۔ واللہ اعلم)
خیر جبکہ وہ چلنے لگا تو عورت کو اپنی بے مروتی کی گفتگو پر سخت ندامت ہوئی اور اس نے بہت کہا کہ میں نے تو محض خوش طبعی سے مذاق میں یہ بات کہی تھی آپ اس پر گرفت نہ کیجئے مگر اس کی منت وخوشامد نے کچھ بھی نہ دیا اور وہ مہمان رخصت ہوگیا اوران کو حسرت میں چھوڑ گیا۔ اس پر انہوں نے اسی غم میں ماتمی لباس پہن لیا کیونکہ انہوں نے اس کی صورت ایک شمع کی صورت میں دیکھی۔ اور دیکھا کہ وہ جا رہا ہے اور اس کے نور سے تمام جنگل بہشت کی طرح جگمگا رہا ہے اور تاریکی کا اس میں نام نہیں ہے۔ اب انہوں نے اس واقعہ سے مغموم اور شرمندہ ہوکر اپنے گھر کو مہمان خانہ بنالیا۔ اور جو مسافر آتا اس کو اپنے یہاں ٹھہراتے اور اس کی خوب خاطر کرتے ان کے دل میں اس مہمان کا خیال خفیہ یہ کہہ رہا تھا کہ میں خضر تھا اور چاہتا تھا کہ تم کو بہت کچھ دولت دوں گا لیکن کیا کیجئے کہ تمہاری قسمت میں نہ تھا۔ پس تم اس واقعہ سے عبرت پکڑو اور سمجھو کہ ہر وقت خیال ایک گرامی قدر مہمان کی طرح تمہارے دل میں بھی ہر آرو ز آتا ہے۔
تم کو چاہئے کہ اس خیال کو بمنزلہ آدمی کے سمجھو اور اس کی قدر کرو۔ کیونکہ آدمی کی وقعت خیال ہی کی بناء پر ہوتی ہے۔ پس جبکہ خیال کے سبب آدمی قابل رفعت ہے تو خود خیال بالاولی قابل وقعت ہوگا۔
یہ ضرور ہے کہ رنجیدہ خیال تمہاری خوشی کو کھوتا ہے لیکن وہ تمہارے لئے خوشی کا انتظام بھی کرتا ہے کیونکہ وہ غیر اللہ کو تمہارے دل سے نکالتا اور فانیات کو تمہاری نظر میں محتقر کرکے اوران سے تمہاری توجہ ہٹا کر حق سبحانہ کی طرف پھیرتا ہے تاکہ حق سبحانہ کی جانب سے تم کو ایک نئی خوشی حاصل ہو جواب تک کبھی نہ حاصل ہوئی تھی اور وہ شاخ دل سے خزان رسیدہ پتی (خیالات بے ہودہ) کو دور کرتا ہے تاکہ اس کی بجائے سبز پتے (اعلیٰ خیالات) پیدا ہوں اور وہ پرانی سرو (دنیاوی خوشی) کی جڑ اکھاڑتا ہے تاکہ اس کی جگہ ماورائے ناسوت سے ایک نیا سرو (خوشی دینی) آکر قائم ہو اور وہ بری اور بوسیدہ جڑ کو اکھیڑتا ہے تاکہ وہ ایک ایسی جڑ کو ظاہر کرے جو ہنوز مخفی تھی۔ یعنی فساد عارضی کو دور کرکے صلاحیت اصلیہ کو ظاہر کرتا ہے اور میں بہ قسم کہتا ہوں کہ غم دل سے جو چیز بھی کھوتا ہے اس کے عوض میں اس سے بہتر عطا کرتا ہے۔ بالخصوص اس شخص کو جس کو امر مذکور متیقن ہو کیونکہ غم اہل یقین کا خادم ہوتا ہے اوران کے لئے سامان راحت مہیا کیا کرتا ہے۔
شاید غم کی ترشروئی سے کسی کو خیال ہو کہ وہ سامان راحت وخوشی کیونکر مہیا کرتا ہے۔
اس لئے ہم اس مضمون کو ایک نظیر سے سمجھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ابر اور برق ترشروئی نہ دکھلائیں تو آفتاب کی چمک کی تبسم سے انگور جل کر بھسم ہو جائے۔ پس انگور کی سرسبزی اور شادابی کا مدار ابر برق ترشرو ہوئی اور ثابت ہوگیا کہ ہر ترش رو مضر نہیں ہے اور وہ استبعاد جاتا رہا۔
خلاصہ یہ ہے کہ اچھے اور برے ہر طرح کے خیالات دل میں آتے ہیں اور ستاروں کی طرح گھر گھر پھرتے ہیں۔ پس جس وقت وہ تمہارے برج قلب میں آئیں تو تم ان کے لئے طالع کی طرح شیریں اور چست ہونا چاہئے تاکہ جب وہ ماہ حقیقی یعنی حق سبحانہ سے ملاقی ہوں تو وہ اس مالک اور بادشاہ دل سے تمہاری تعریف کریں۔
:۔ باش ہمچوں طالعش شیریں وچست کی تفصیل یہ ہے کہ اہل نجوم نے بارہ برجوں کو کواکب سبعہ پر یوں تقسیم کیا ہے کہ چاند اور سورج کو ایک ایک برج دیا ہے اور باقی پانچ کو دو دو اور کہا ہے کہ ہر ستارہ کو اپنے گھر میں

www.besturdubooks.wordpress.com

قوت حاصل ہوتی ہے اس لئے اس کا گھر اس کے موافق ہوگا۔

پس تم کو چاہئے کہ تم بھی خیالات کے موافق رہو واللہ اعلم) دیکھو ایوب علیہ السلام ساٹھ برس تک صبر اور رضا کے ساتھ مصیبت کی حالت میں مہمان خداوندی یعنی رنج وغم سے خوش رہے تا کہ جب وہ شدید مصیبت واپس ہوتو حق سبحانہ سے ان کی بہت کچھ تعریف کرے اور کہے کہ اپنی محبت کے سبب انہوں نے مجھ محبوب کش سے ایک دم کے لئے بھی منہ نہیں چڑھایا۔ نیز وہ اپنی وفاداری اور ناخوشی حکم خدا سے شرمندگی کے سبب سات برس تک مصیبت کے ساتھ یوں ملے جلے رہے جیسے دودھ اور شہد۔ پس تم کو بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ خیالات دل میں نئے نئے آتے رہتے ہیں۔ پس تم کو ان کے ساتھ ہنسی خوشی جانا چاہئے اور یہ دعا کرنی چاہئے کہ الٰہی جو کچھ اس کی آمد میں میرے لئے برائی ہو تو مجھے اس سے بچانا اور جو کچھ اس میں بھلائی ہو اس سے مجھے کامیاب کرنا اور اے اللہ تو مجھے توفیق عطا کرنا کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ یعنی عطائے غم کا اور اگر یہ نعمت مجھ سے زائل ہو جائے تو اس کے پیچھے تو میرے لئے حسرت نہ چھوڑنا یعنی تو صبر اور شکر عطا کرنا تا کہ اس کے زوال کے بعد مجھے افسوس نہ ہو کہ میں نے اس وقت صبر اور شکر کیوں نہ کیا اور تم کو چاہئے کہ اس ترش رو خیال کا لحاظ کرو اور اس ترش رو کو شیریں سمجھو اور اس کے ترش روئی سے متوحش نہ ہو۔ کیونکہ اس کے مثال ابر کی سی ہے اور ابر اگر بظاہر ترش رو ہوتا ہے تو اس میں ایک بڑی خوبی تھی وہ یہ کہ وہ گلشن پیدا کرنے والا اور شورہ کو فنا کرنے والا ہے۔ پس تم غم کو ابر کی مانند سمجھو اور اس ترش رو کے ساتھ ترش روئی نہ کرو کیونکہ ممکن ہے کہ اس کے اندر کوئی مخفی دولت ہو جس کا ملنا موقوف ہو صبر اور شکر پر۔ اور شکر و صبر نہ کرنے سے تم اس سے محروم ہو جاؤ۔ لہٰذا کوشش کرو کہ وہ تم سے راضی جائے اور وہ دولت تمہیں دیتا جائے اور اگر اس میں کوئی دولت مخفی نہ ہو تب بھی شکر مفید ہے کیونکہ اس سے تمہاری عادت درست ہوگی اور یہ تمہاری اچھی عادت تم کو اور جگہ فائدہ دے گی۔ اور ایک نہ ایک دن تمہارا مقصود حاصل ہو جائے گا۔ کیونکہ تمام غم خالی نہیں ہو سکتے لہٰذا کوئی غم ایسا بھی ہوگا جو دولت لئے ہوئے ہوگا اور تم حسب عادت اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو گے تو وہ تمہیں دولت دے جائے گا۔ نیز خیال غم سے ناخوش ہونے کی کوئی وجہ بھی نہیں ہے کیونکہ وہ جو تمہاری خوشی کو روکتا ہے تو از خود نہیں روکتا بلکہ بحکم اور باقتضائے حکمت الٰہی روکتا ہے ایسی حالت میں اس سے ناخوش ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

الحاصل تم غم کو حقیر نہ سمجھو کیونکہ ممکن ہے کہ وہ کوئی نہایت باسعادت ستارہ ہو اور بہت بڑی دولت اپنے ساتھ رکھتا ہو اور تم اس سے ناخوشی کے سبب اس سے محروم ہو جاؤ۔ یہ گفتگو تو تمہاری تسلی کے لئے ہے ورنہ ہم کو چاہئے کہ اس کو مقصود اور وسیلہ دولت نہ سمجھو بلکہ خود اسی کو مقصود سمجھو تا کہ تم ہمیشہ کامیاب رہو۔ کیونکہ جب خود غم ہی مقصود ہوگا اور وہ حاصل ہوگا تو کامیابی ظاہر ہے۔

اور اگر تم اس کو غیر مقصود اور مضر لذاتہ مفید لغیرہ سمجھو گے تو اس وقت تم کو اصل مقصود کا انتظار رہے گا۔ اور انتظار کا مزہ نہایت تلخ ہے اس لئے تم اپنی اس طرز عمل سے ہمیشہ موت کی مصیبت میں مبتلا رہو گے۔ پس تم کو چاہئے کہ خود اسی کو اصل مقصود سمجھ کر بغل میں لو اور اس طرح انتظار کی موت کی مانند تکلیف سے بچ جاؤ۔ ایسا کرنے سے تم کو تکلیف بھی نہ ہوگی اور منافع غم بھی حاصل ہو جائیں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نواختن سلطان محمود ایاز را

سلطان محمود کا ایاز کو نوازنا

اے ایاز پر نیاز صدق کیش	صدق تو از بحر و زکوہ ست بیش
اے نیاز مند سچائی کے طریقہ والے ایاز!	تیری سچائی سمندر اور پہاڑ سے زیادہ ہے
نے بوقت شہوتت باشد عثار	کہ رود عقل چو کوہت کاہ وار
نہ شہوت کے وقت تیرے لئے لغزش ہے	کہ تیری پہاڑ جیسی عقل تنکے کی طرح ہو جائے
نے بوقت خشم و کینہ صبر ہات	ست گردد در قرار و در ثبات
نہ غصے اور کینے کے وقت، تیرے صبر	ٹکاؤ اور جماؤ میں ست ہوتے ہیں
ہست مردی ایں نہ آں ریش وذکر	ورنہ بودے میر میراں کیر خر
مردانگی یہی ہے نہ وہ داڑھی اور شرمگاہ	ورنہ گدھے کی شرمگاہ سرداروں کی سردار ہوتی
حق کرا خواندست در قرآں رجال	کے بود ایں جسم را آں جا مجال
جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں مرد کہا ہے	وہاں اس جسم کی کہاں گنجائش ہے؟
روح حیواں را چہ قدرست اے پسر	آخر از بازار قصاباں گذر
اے بیٹا! حیوانی روح کی کیا قدر ہے؟	آخر قصائیوں کے بازار سے گزر
صد ہزاراں سر نہادہ بر شکم	ارزشاں از دنبہ و از دم کم
لاکھوں سریاں پیٹ پر رکھی ہوئی ہیں	جن کی قیمت چکدی اور دمچی سے سستی ہے
تاتوانی بندۂ شہوت مشو	در پئے شہوت مکن دل را گرو
جب تک تجھ سے ہو سکے شہوت کا غلام نہ بن	شہوت کے پیچھے دل کو گروی نہ کر
ورنہ شہوت خان و مانت بر کند	زندہ ات در گور تاریک افگند
ورنہ شہوت تیرا گھر بار اکھاڑ دے گی	تجھے زندہ اندھیری قبر میں پھینک دے گی
روسپی باشد کہ از جولان کیر	عقل او موشے شود شہوت چو شیر
رنڈی ہو گی کہ (مرد کی) شرمگاہ کی حرکت سے	اس کی عقل چوہے جیسی (اور) شہوت شیر جیسی ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

وصیت پدر دختر را کہ خود را نگاہ دار تا حاملہ نشوی ازیں شوہر

باپ کی بیٹی کو نصیحت کہ اپنی حفاظت کرنا کہ تو اس شوہر سے حاملہ نہ ہو جائے

خواجۂ بودست او را دخترے	زہرہ خدے مہ رخے سیمیں برے
ایک صاحب کے ایک لڑکی تھی	زہرہ جیسے رخسار والی، چاند جیسے چہرے والی، چاندی کے جسم والی
گشت بالغ داد دختر را بشو	شو نبود اندر کفایت کفو او
وہ بالغ ہو گئی اس نے وہ شوہر کو دے دی	شوہر حیثیت میں اس کا ہمسر نہ تھا
خربزہ چوں در رسد شد آبناک	گر نہ بشگافی تبہ گشت و ہلاک
خربوزہ جب پک جاتا ہے رسیلا ہو جاتا ہے	اگر تو اس کو نہ چیرے گا تباہ اور برباد ہو جائے گا
چوں ضرورت بود دختر را بداد	او بنا کفوے ز تخویف فساد
چونکہ مجبوری تھی لڑکی دے دی	اس نے فساد کے ڈر سے غیر ہمسر کو
گفت دختر را کزیں داماد تو	خویشتن پرہیز کن حامل مشو
اس نے لڑکی سے کہا کہ تو اس داماد سے	اپنے آپ کو بچا، حاملہ نہ ہو
کز ضرورت بود عقد ایں گدا	ایں غریب خوار را نبود وفا
اس لئے کہ اس فقیر سے شادی مجبوری سے تھی	اس ذلیل فقیر میں وفاداری نہ ہو گی
ناگہاں بجہد کند ترک ہمہ	بر تو طفل او بماند مظلمہ
اچانک بھاگ جائے گا، سب کو چھوڑ دے گا	اس کا بچہ تیرے ذمہ پاداش بن جائے گا
گفت دختر اے پدر خدمت کنم	ہست پندت دلپذیر و مغتنم
لڑکی نے کہا اے ابا! تعمیل کروں گی	آپ کی نصیحت دل کو لگنے والی اور غنیمت ہے
ہر دو روزے ہر سہ روزے آں پدر	دختر خود را بفرمودے حذر
ہر دوسرے اور تیسرے دن وہ باپ	لڑکی کو بچنے کا حکم دیتا
ایں چنیں قومے بعالم ہم بدند	کز چنیں نوعے نصیحت گر شدند
دنیا میں ایسے لوگ بھی تھے	کہ اس طرح کی نصیحت کرنے والے ہوئے ہیں
حاملہ شد ناگہاں دختر ازو	چونکہ بد ہر دو جواں خاتون وشو
اچانک لڑکی اس سے حاملہ ہو گئی	چونکہ شوہر اور بیوی دونوں جوان تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

از پدر آں رانہاں میداشتش	پنج ماہہ گشت کودک یا کہ شش
اس نے اس کو باپ سے چھپائے رکھا	بچہ پانچ یا چھ مہینے کا ہو گیا
گشت پیدا گفت بابا چیست ایں	من نہ گفتم کہ ازو دوری گزیں
وہ ظاہر ہو گیا باوا نے کہا یہ کیا ہے؟	میں نے تجھے نہیں کہا تھا اس سے دوری اختیار کر
آں وصیتہائے من خود باد بود	کہ نکردت پند و وعظم ہیچ سود
وہ میری نصیحتیں خود باد ہوائی ہوگئیں	کیونکہ میرے وعظ اور نصیحت نے کوئی فائدہ نہ دیا
گفت بابا چوں کنم پرہیز من	آتش و پنبہ است بیشک مرد و زن
اس نے کہا ابا! میں کیسے بچتی؟	مرد و عورت آگ اور روئی ہیں
پنبہ را پرہیز از آتش کجا ست	یا در آتش کے حفاظت و تقاست
روئی کا آگ سے کہاں بچاؤ ہے؟	یا آگ میں نگہداشت اور بچاؤ کہاں ہے؟
گفت کے گفتم سوی او مرو	تو پذیرای منی او مشو
اس نے کہا میں نے کب کہا تھا کہ تو اس کے پاس نہ جا؟	(یہ کہا تھا) تو اس کی منی کو قبول کرنے والی نہ بن
در زمان حال و انزال و خوشی	خویشتن باید کہ ازوے در کشی
کیفیت اور انزال اور لذت کے وقت	چاہیے (تھا) کہ اس سے اپنے آپ کو کھینچ
گفت کے دانم کہ انزالش کیست	ایں نہانست و بغایت دور دست
اس نے کہا مجھے کب معلوم تھا کہ اس کو انزال کب ہوگا؟	یہ پوشیدہ اور انتہائی بعید ہے
گفت چوں چشمش کلا پیسہ شود	فہم کن کاں وقت انزالش بود
اس نے کہا جب اس کی آنکھیں چڑھیں	سمجھ لیتی کہ اس کے انزال کا وقت ہے
گفت تا چشمش کلا پیسہ شدن	کور میگرد دز شہوت چشم من
اس نے کہا اس کی آنکھیں چڑھنے تک	شہوت سے میری آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں
نیست ہر عقل حقیرے پائدار	وقت حرص و وقت جنگ و کارزار
ہر حقیر عقل مضبوط نہیں ہے	حرص کے وقت اور جنگ و کارزار کے وقت

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

اب ہم پھر قصہ ایاز کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ محمود نے کہا کہ اے منکر المزاج اور مخلص ایاز تیرا صدق نہ سمندر میں سما سکتا ہے اور نہ لوٹے میں اور نہ تجھے شہوت کے وقت لغزش ہوتی ہے۔ جس سے کہ تیرے کوہ کی مانند غیر متزلزل عقل کاہ کی طرح اڑ جائے اور نہ غصہ اور کینہ کے وقت۔ تیرے صبروں کے ثبات اور قرار میں خلل آتا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ صاحبو مردانگی اس کا نام ہے کہ آدمی نہ شہوت سے مغلوب ہو اور نہ غصہ اور عداوت سے اور مردی اس کا نام نہیں ہے۔ کہ کسی کے عضو تناسل ہو یا داڑھی ہو کیونکہ اگر عضو تناسل پر مردی کا مدار ہوتا تو گدھے کا عضو تناسل کو امیر الامراء ہونا چاہئے تھا۔ اس لئے کہ جب عضو تناسل میں یہ خاصیت ہے کہ وہ دوسروں کو عزت اور شرف بخشا ہے تو خود اس کو بالاولیٰ معظم اور مکرم ہونا چاہئے اور جبکہ عضو تناسل خود مکرم اور معظم ہوا تو لازم ہے کہ ان لوگوں سے زیادہ معظم ہو جن کو اس کی جہت سے شرف حاصل ہوا ہے اور جبکہ وہ اوروں سے زیادہ معظم ہوا تو اس کے افراد میں جو سب سے بڑا ہوگا وہ اپنے سے چھوٹوں سے ضرور معظم تر ہوگا۔ وھو ذکر الحمار فثبت انہ امیر الامراء واعظم الاعاظم اللازم باطل فالملزوم مثلہ تم غور تو کرو کہ حق سبحانہ نے قرآن میں رجال کن کو کہا ہے کیا اہل ذکر کو ہرگز نہیں بلکہ جن کو رجال کہا ہے ان کو تو جسمیت سے کچھ بھی علاقہ نہیں۔ بلکہ وہ تو غلبہ روحانیت سے سراسر روح میں چنانچہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔

فی بیوت اذن اللہ ان ترفع ویذکر فیھا اسمہ یسبح لہ فیھا بالغدو والاصال رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ واقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ یخافون یوماً تتقلب فیہ القلوب والابصار۔

پس مرد وہ ہیں جن کو خدا مرد کہتا ہے کہ جن کے یہ صفات بیان کرتے ہیں کہ ان کو تجارت اور بیع وغیرہ ذکر اللہ اور اقامت صلوٰۃ واعطاء زکوٰۃ سے غافل نہیں کرسکتی اور وہ قیامت کا خوف رکھتے ہیں۔ اور جس کے لئے مالک شہوت و غضب ہونا لازم ہے نہ کہ اہل ریش وذکر۔ (یہ استدلال شعری ہے) تم غور تو کرو کہ روح حیوانی کی قدر و قیمت ہی کیا ہے جو مناط مردے ہوسکے اس کی حیثیت تو وہ ہے جو تم کو قصائیوں کے بازار میں معلوم ہوگی تم جاؤ اور دیکھو کہ ہزاروں سر جانور مذبوح پڑے ہوں گے اور ان کے سر ان کے پیٹ پر رکھے ہوئے ہوں گے اور ان کی قدر و قیمت دنبہ اور دم سے بھی کم ہوگی۔ یہ حیثیت ہے روح حیوانی کی تو وہ کیا خاک مناط مردی وعظمت وجلالت قدر ہوسکتی ہے پس تم کو چاہئے کہ جہاں تک ہوسکے شہوت کے غلام نہ بنو اور شہوت میں دل کو نہ پھنساؤ ورنہ یہ شہوت تمہارا خانہ خراب کردے گی اور تم کو زندہ درگور کردیں گے کیونکہ اس سے تمہاری حیات روحانی کا خاتمہ ہوجائے گا۔ اور اس طرح گویا کہ تم زندہ درگور ہوجاؤ گے مردوں کا کام یہ نہیں ہے کہ وہ مغلوب شہوت ہوجائیں وہ تو رنڈی ہوتی ہے جو مغلوب شہوت ہوتی ہے اور ذکر کی آمد وشد سے اس کی عقل مغلوب اور شہوت غالب ہوجاتی ہے مردوں کا یہ کام نہیں ہے کہ شہوت سے مغلوب ہوجائیں۔

اچھا اب ہم تمہیں ایک واقعہ سناتے ہیں جس سے تم کو شہوت کی قوت کی حالت معلوم ہو۔ اور تم اس سے عبرت حاصل کرسکو سنو۔

ایک شخص تھے جس کی ایک نہایت حسین لڑکی تھی وہ بالغ ہوگئی اور انہوں نے اس کی شادی کردی لیکن اتفاق سے اس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

خاوند دولت مند نہ تھا۔ بلکہ ایک غریب آدمی تھا اس پر شاید یہ سوال ہو کہ ایسے سے شادی کیوں کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب تربوز پک جاتا ہے اور پانی سے بھر جاتا ہے تو اگر اسے چیرا نہ جائے تو خراب ہو جاتا ہے یہی حالت لڑکی کی ہے کہ اگر وہ بالغ ہو جائے اور اس کی شادی نہ کی جائے تو خطرہ ہوتا ہے کہ کہیں بگڑ نہ جائے اس لئے شادی کی ضرورت تھی اور چونکہ ضرورت تھی اور کوئی مناسب لڑکا ملا نہیں اس لئے مجبوراً اس کو غریب ہی کے پلہ باندھنا پڑا تا کہ کوئی خرابی نہ ہو جائے لیکن اس نے لڑکی کو وصیت کر دی کہ تو اس شوہر سے الگ رہنا اور حاملہ نہ ہونا کیونکہ اس مفلس سے یہ شادی بضرورت کر دی گئی ہے۔

یہ بے چارہ ذلیل آدمی نباہ نہ سکے گا۔ بلکہ دفعتہً سب کو چھوڑ بیٹھے گا اور اس کا بچہ تیرے گلے پڑے گا لڑکی نے کہا بہت خوب میں ایسا ہی کروں گی کیونکہ آپ کی نصیحت جی لگتی اور قابل قدر ہے۔ خیر لڑکی رخصت ہو گئی اور شوہر کے ساتھ رہنے سہنے لگی باپ کا یہ معمول تھا کہ ہر دوسرے تیسرے دن لڑکی کو احتراز کی ہدایت کر دیتا تھا۔

اب مولانا تعجب سے فرماتے ہیں کہ اے اللہ کہ دنیا میں ایسے احمق لوگ بھی ہوئے ہیں جو اس قسم کے ناممکن العمل نصیحت کیا کرتے تھے خیر اتفاقاً اس کو اس شخص کا حمل رہ گیا۔ کیونکہ دونوں جوان تھے۔ خاوند بھی اور بیوی بھی ایسی حالت میں حمل رہ جانا کون سی بڑی بات ہے لیکن وہ لڑکی اس کو باپ سے چھپاتی تھی اسی عرصہ میں وہ حمل پانچ چھ مہینہ کا ہو گیا اور معاملہ کھل گیا۔ اس پر باپ نے کہا کہ بیٹی یہ کیا بات ہے کیا میں نے تجھے نہ روکا تھا۔ کہ تو اس سے الگ رہنا میری وصیتیں تمام بے سود ثابت ہوئیں کیونکہ انہوں نے تجھ پر کچھ اثر نہ کیا۔ اب لڑکی نے کہا کہ ابا جان آخر میں بچ کیونکر سکتی ہوں۔ عورت اور مرد کا تو آگ اور روئی کا میل ہے بھلا روئی آگ سے کہیں بچ سکتی ہے یا وہ آگ میں پڑ کر جلنے سے محفوظ رہ سکتے ہیں باپ نے کہا کہ میں نے یہ کب کہا تھا کہ تو اس کے پاس نہ جانا میں نے تو یہ کہا تھا کہ اس کی منی کو قبول نہ کرنا اور تجھے چاہئے کہ جب اسے انزال ہونے لگے تو تو الگ ہو جائے اس پر اس نے کہا کہ میں یہ کیسے سمجھ سکتی ہوں کہ اسے کب انزال ہوگا۔ یہ تو ایک مخفی امر اور میری آنکھوں سے نہایت دور ہے۔ اس نے کہا کہ جب اس کی آنکھوں میں تغیر آ جائے اور آنکھیں چڑھ جائیں تو سمجھ لینا چاہئے کہ اب اسے انزال ہوگا۔ لڑکی نے جواب دیا کہ جب تک اس کی یہ حالت ہو میری آنکھیں پہلے شہوت سے اندھی ہو جاتی ہیں پھر میں کیسے معلوم کر سکتی ہوں۔

یہ واقعہ تھا اس سے تم کو سمجھنا چاہئے کہ ہر معمولی عقل کا کام نہیں ہے کہ وہ جنگ اور شہوت کے وقت قائم رہ سکے۔ اس سے تم کو شہوت کی برائی معلوم ہو گئی ہوگی پس تم کو اس سے نہایت احتراز چاہئے۔ شہوت کے وقت عقل کے قائم نہ رہنے کا بیان تو سن چکے۔ اب جنگ کے وقت اس کے قائم نہ رہنے کا بیان سنو۔

وصف ضعف دلی وسستی صوفی سایہ پروردہ، مجاہدہ نا کردہ، درد وداغ عشق ناچشیدہ، بسجدہ ودست بوس عام وبحرمت نظر کردن وبانگشت نمودن ایشاں کہ امروز در زمانہ صوفی اوست، غرہ شدہ وبوہم بیمار شدہ چوں آں معلم کہ کودکاں گفتند کہ رنجوری، و باایں وہم کہ من مجاہدم مرا دریں راہ پہلوان میدانند باغازیاں بغزا رفتہ کہ بظاہر نیز بنمایم جہاد، کہ در جہاد اکبر مستثنیٰ ام جہاد اصغر خود پیش من چہ محل دارد وخیال شیر

دردیدہ و دلیر یہا کردہ و مست ایں دلیر یہا شدہ و روی بہ بیشہ نہادہ بقصد شیر و شیر بزبان حال گفتہ کہ کلا سوف تعلمون ثم کلا سوف تعلمون

اس صوفی کے دل کی کمزوری اور سستی کا بیان جو سائے میں پلا تھا' مجاہدہ نہ کئے ہوئے تھا' عشق کا درد اور داغ نہ چکھے ہوئے تھا۔ سجدے اور عوام کی دست بوسی اور احترام سے دیکھنے اور ان کی انگلی اٹھانے سے کہ آج کل دنیا میں وہی صوفی ہے وہ دھوکے میں آ گیا تھا اور وہم کی بیماری میں مبتلا ہو گیا تھا اس استاد کی طرح جس کو بچوں نے کہا تھا کہ آپ بیمار ہیں اور اس وہم سے کہ میں مجاہد ہوں لوگ مجھے اس راہ کا پہلوان سمجھتے ہیں' غازیوں کے ساتھ جہاد میں چلا گیا کہ میں ظاہری جہاد بھی کروں گا کیونکہ میں بڑے جہاد میں ممتاز ہوں۔ چھوٹا جہاد میرے سامنے کیا وقعت رکھتا ہے؟ اور شیر ہونے اور بہادریوں کا نقشہ آنکھ میں جما کر اور ان بہادریوں میں مست ہو کر اور شیر کے ارادے سے جنگل کا رخ کیا اور شیر نے زبان حال سے کہا کہ ہرگز نہیں' تم عنقریب جان لوگے پھر ہرگز نہیں تم عنقریب جان لوگے

رفت یک صوفی بہ لشکر در غزا	ناگہاں آمد قطاریق و وغا
ایک صوفی جہاد میں لشکر کے ساتھ چلا گیا	اچانک جنگ کا شور وغوغا اٹھا اور جنگ شروع ہو گئی
ماند صوفی با بنہ و خیمہ و ضعاف	فارساں راندند تا صف مصاف
صوفی سامان اور خیمہ اور کمزوروں کے ساتھ رہ گیا	شہسواروں نے میدان جنگ کی صف کی طرف گھوڑے دوڑا دیئے
مثقلان خاک برجا ماندند	سابقون السابقون در راندند
مٹی کے بوجھل (اپنی) جگہ پر رہ گئے	سبقت کرنے والے پیش قدم آگے دوڑ گئے
جنگہا کردہ مظفر آمدند	باز گشتہ باغنائم سودمند
جنگ کر کے کامیاب واپس آ گئے	مالدار ہو کر غنیموں کے ساتھ لوٹ آئے
ارمغاں دادند کاے صوفی تو نیز	او بروں انداخت نستد ہیچ چیز
انہوں نے تحفہ دیا کہ اے صوفی! تو بھی (لے)	اس نے باہر پھینک دیا' کوئی چیز نہ لی
پس بگفتندش کہ خشمینی چرا	گفت من محروم ماندم از غزا
پھر انہوں نے کہا کہ تو غصہ میں کیوں ہے؟	اس نے کہا' میں جہاد سے محروم رہ گیا
زاں تلطف ہیچ صوفی خوش نشد	کومیان غز و خنجر کش نشد
اس مہربانی سے صوفی کچھ بھی خوش نہ ہوا	کیونکہ وہ جہاد میں خنجر چلانے والا نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بگفتندش کہ آور دیم اسیر	آں یکے را بہر کشتن تو بگیر
تو انہوں نے اس سے کہا، ہم قیدی لائے ہیں	اس ایک کو تو قتل کرنے کے لئے لے لے
سر ببرش تا تو ہم غازی شوی	اندکے خوش گشت صوفی دل قوی
اس کا سر قلم کر دے، تا کہ تو بھی غازی بن جائے	صوفی تھوڑا خوش ہوا اور مضبوط دل بن گیا
کاب را گر در وضو صد روشنی ست	چونکہ آں نبود تیمم کرد نیست
کہ اگرچہ وضو میں پانی کے سیکڑوں نور ہیں	جب وہ نہ ہو تو تیمم کرنا ہی ہے
برد صوفی آں اسیر بستہ را	در پس خرگہ کہ آرد او غزا
اس بندھے ہوئے قیدی کو صوفی لے گیا	خیمہ کے پیچھے کہ وہ جہاد کرے
دیر ماند آں صوفی آنجا با اسیر	قوم گفتند اے عجب چوں شد فقیر
صوفی، قیدی کے ساتھ وہاں بہت دیر رہا	لوگوں نے کہا تعجب ہے، صوفی کو کیا ہوا؟
کافر بستہ دو دست او کشتنی ست	بسملش را موجب تاخیر چیست
دونوں ہاتھ بندھا کافر قتل ہو جانے والا ہے	اس کے ذبح کرنے میں تاخیر کا کیا سبب ہے؟
رفت آں یک در تفحص در پیش	دید کافر را بالای ویش
جستجو میں، ایک اس کے پیچھے چلا	اس نے کافر کو اس کے اوپر دیکھا
ہمچو نر بالای مادہ آں اسیر	ہمچو شیرے خفتہ بالای فقیر
وہ قیدی، مادہ پر نر کی طرح تھا	وہ فقیر پر، شیر کی طرح پڑا تھا
دستہا بستہ ہمی خائید او	از سر استیزہ صوفی را گلو
ہاتھ بندھے ہوئے وہ چبا رہا تھا	صوفی کا گلا، کینہ وری کی وجہ سے
گبر میخائید باندان گلوش	صوفی افتادہ بزیر و رفتہ ہوش
کافر دانتوں سے اس کا گلا چبا رہا تھا	صوفی نیچے پڑا تھا اور ہوش اڑ گئے تھے
دست بستہ گبر ہمچوں گربۂ	خستہ کردہ حلق او بے حربۂ
ہاتھ بندھے ہوئے کافر نے بلی کی طرح	بغیر نیزے کے اس کے گلے کو زخمی کر دیا
نیم کشتش کرد باندان اسیر	ریش او پرخوں ز حلق آں فقیر
قیدی نے دانتوں سے اس کو ادھ موا کر دیا	اس فقیر کے حلق کے خون سے اس کی داڑھی بھری ہوئی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو تو کز دست نفس بستہ دست	ہمچو آں صوفی فتادتی بہ پست
تیری طرح کہ ہاتھ بندھے نفس سے	اس صوفی کی طرح نیچے گرا پڑا ہے
اے شدہ عاجز زتلی کیش تو	صد ہزاراں کوہسار در پیش تو
اے وہ کہ تو اپنے مذہب کے ٹیلے سے عاجز ہے	تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ ہیں
زینقدر خر پشتہ مردی از شکوہ	چوں روی بر عقبہاے ہمچو کوہ
تو ڈر سے اس قدر ڈھلوان ٹیلے سے مر گیا	تو پہاڑ جیسی گھاٹیوں پر کیسے گزرے گا؟
غازیاں کشتند کافر را بہ تیغ	ہمدراں ساعت زحمیت بیدریغ
غازیوں نے کافر کو تلوار سے مار ڈالا	بے دریغ اسی وقت غصہ سے
بر رخ صوفی زدند آب و گلاب	تا بہوش آید ز بیہوشی و خواب
صوفی کے چہرے پر پانی اور گلاب چھڑکا	تاکہ وہ بیہوشی اور غفلت سے ہوش میں آ جائے
چوں بخویش آمد بدید آں قوم را	پس پرسیدند چوں بد ماجرا
وہ جب ہوش میں آیا' اس نے قوم کو دیکھا	تو انہوں نے پوچھا کیا قصہ ہوا؟
اللہ اللہ اینچہ حال ست اے عزیز	اینچنیں بیہوش گشتی از چہ چیز
اللہ اللہ اے پیارے! یہ کیا حال ہے؟	تو کس چیز سے ایسا بے ہوش ہو گیا ؟
از اسیر نیم کشتہ بستہ دست	اینچنیں بیہوش افتادی و پست
ادھ موئے ہاتھ بندھے قیدی سے	اس طرح بے ہوش اور پست ہو کر گر پڑا
گفت چوں قصد سرش کردم بخشم	طرفہ در من بنگرید آں شوخ چشم
اس نے کہا' جب میں نے غصہ سے اس کے سر کا ارادہ کیا	اس بے حیا نے مجھے عجیب طرح پر گھورا
چشم را وا کرد پہن او سوی من	چشم گردانید و شد ہوشم زتن
اس نے میری جانب آنکھیں پھاڑیں	آنکھوں کو گھمایا اور میرے ہوش بدن سے اڑ گئے
گردش چشمش مرا لشکر نمود	می ندانم گفت چوں پرہول بود
اس کی آنکھوں کا گھومنا مجھے لشکر نظر آیا	میں بتا نہیں سکتا کہ کس قدر خوفناک تھیں
قصہ کوتہ کن کزاں چشم اینچنیں	رفتم از خود او فتادم بر زمیں
قصہ مختصر کر' کہ ان آنکھوں سے میں ایسا	بے ہوش ہوا' زمین پر گر پڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

فتنہ کوتہ کن کزاں غمزہ گراں	رفتم از خود اوفتادم من دراں
فتنہ کو مختصر کر کہ اس کی ترچھی نظروں سے	میں بے ہوش ہو گیا میں اس میں گر پڑا

نصیحت کردن مبارزاں اورا کہ بایں دل وزہرہ کہ تو داری از کلاپیسہ شدن چشم کافر اسیر دست بستہ بیہوش و دشنہ از دست بیفکندی زینہار ہزار زینہار کہ ملازم مطبخ خانقاہ باش وسوی پیکار مرو تا رسوانشوی

اس کو جنگ جویوں کا نصیحت کرنا کہ اس دل اور پتے کے ساتھ جو کہ تو رکھتا ہے ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کافر کی پتلیاں چڑھنے سے بے ہوش ہو گیا اور تیشہ ہاتھ سے گرا دیا خبردار' خبردار' کہ خانقاہ کے مطبخ میں بیٹھا رہ اور جنگ کی طرف نہ جا تا کہ رسوا نہ ہو

قوم گفتندش بہ پیکار و نبرد	باچنیں زہرہ کہ تو داری مگرد
لوگوں نے اس سے کہا لڑائی اور جنگ میں	اس پتے سے جو تو رکھتا ہے' نہ جا
گرد مطبخ گرد و اندر خانقاہ	تا دگر رسوا نگردی در سپاہ
مطبخ اور خانقاہ کے اندر چکر کاٹ	کہ لشکر میں دوبارہ رسوا نہ ہو
چوں زچشم آں اسیر بستہ دست	غرقہ گشتی کشتی تو در شکست
جب اس ہاتھ بندھے ہوئے قیدی کی آنکھوں سے	تو ڈوب گیا' تیری کشتی ٹوٹ گئی
پس میان حملہ شیران نر	کہ بود باتیغ شاں چوں گوی سر
تو نر شیروں کے حملہ کے دوران	جن کی تلواروں کے سامنے سر گیند کی طرح ہیں
کہ ز طاقا طاق گردنہا زدن	طاق طاق جامہ کوباں ممتہن
کہ ان کے گردن کاٹنے کی تڑاخ پڑاخ سے	دھوبیوں کی چھوا چھو کمتر ہے
کہ ز فشا فاش تیر جانستاں	ابر آذاری خجل در امتحاں
کہ مار ڈالنے والے تیروں کے زناٹے سے	موسم بہار کا ابر آزمائش میں شرمندہ ہے
کے توانی کرد در خوں آشنا	چوں نہ باجنگ مرداں آشنا
تو خون میں کیسے تیراکی کر سکے گا؟	جبکہ تو بہادروں کی جنگ سے آشنا نہیں ہے
بس تن بے سر کہ دارد اضطراب	بس سر بے تن بخوں بر چوں جناب
بہت سے بے سر کے دھڑ' تڑپتے ہیں	بہت سے بے دھڑ کے سر خون پر بلبلوں کی طرح ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

زیر دست و پای اسپاں در غزا	صد فنا کن غرقہ گشتہ در فنا
جہاد میں گھوڑوں کے ہاتھ پاؤں کے نیچے	سینکڑوں قاتل فنا میں غرق ہیں
اینچنیں ہوشے کہ از موشے پرید	اندراں صف تیغ چوں خواہد کشید
ایسا ہوش جو چوہے سے اڑا	اس صف میں تو تلوار کیسے سونت سکے گا؟
چالش ست ایں، خرخوردن نیست ایں	تاتو بر مالی بخوردن آستیں
یہ جنگی تگ و دو ہے یہ شراب نوشی نہیں ہے	تاکہ تو پینے کے لئے آستین چڑھائے
نیست حمزہ خوردن اینجا تیغ بیں	حمزہؓ باید دریں صف آہنیں
یہ جگہ تر و تیزک کھانا نہیں ہے، تلوار دیکھ	اس صف میں لوہے جیسا (حضرت) حمزہؓ درکار ہے
نیست لوت چرب، تیغ و خنجر ست	جاں بباید باخت چہ جای سر ست
لذیذ کھانا نہیں ہے، تلوار اور خنجر ہے	سر کا کیا ہے؟ جان کی بازی لگانی چاہئے
کار ہر نازک دلے نبود قتال	کہ گریزد از خیالے چوں خیال
ہر نازک دل کا کام جنگ کرنا نہیں ہے	جو ایک وہم سے خیال کی طرح بھاگ جائے
کار ترکان ست نے ترکاں برو	جای ترکاں ہست خانہ خانہ شو
بہادروں کا کام ہے، بہو کا نہیں ہے، جا	بہو کی جگہ گھر ہے گھر میں جا بیٹھ
قصہ کوتہ کن کزاں چشم اینچنیں	رفتی از دست و فتادی بر زمیں
قصہ مختصر کر، کہ ان آنکھوں سے اس طرح	تو بے قابو ہو گیا، اور زمین پر گر پڑا

شرح حبیبی

ایک صوفی لشکر کے ہمراہ جہاد میں گئے وہاں دفعۃً شور جنگ برپا ہوگیا اور لڑائی ٹھن گئی۔ بس یہ صوفی تو اسباب اور خیموں اور عورتوں وغیرہ کی حفاظت کے لئے رہ گئے اور شہسوار صف جنگ میں شریک ہوگئے۔ اب مولانا فرماتے ہیں کہ یہی حالت جہاد باطنی کی ہے کہ اس میں بھی جو لوگ غلبہ خاک سے گراں بار تھے پیچھے رہ گئے اور آگے بڑھنے والے تیز دوڑ گئے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اب تم اصل قصہ سنو۔

لوگ جہاد کر کے فتح حاصل کئے ہوئے اور اموال غنیمت لئے ہوئے سودمند لوٹ آئے اور اس میں سے صوفی کو بھی تحفہ دیا اور کہا کہ آپ بھی لیجئے اس نے اسے پھینک دیا اور کچھ نہ لیا۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے کہا کہ آپ ناخوش کیوں ہیں اس نے کہا کہ میں ناخوش نہ ہوں کہ جہاد سے محروم رہ گیا۔ تم کو واضح ہو کہ کوئی صوفی جو کہ جہاد

www.besturdubooks.wordpress.com

میں خنجر کش نہ ہوا ہو۔ایسی عنایت سے خوش نہیں ہو سکتا اس پر لوگوں نے کہا کہ آپ ناخوش نہ ہوں ہم ایک قیدی لائے ہیں آپ اس قیدی کو مارنے کے لئے لے لیجئے اور اس کا سر کاٹیے تا کہ آپ بھی غازی ہو جائیں یہ سن کر صوفی کسی قدر خوش ہوا اور اس کی دل شکنی کم ہوئی کیونکہ اس نے اپنے دل میں کہا کہ گو وضو کے باب میں پانی نہایت خوب ہے لیکن جب پانی نہ ہو تو ناچار تیمم کرنا ہوگا۔اسی طرح گو صف جنگ میں شرکت نہایت اعلیٰ تھی مگر جبکہ وہ ناممکن ہے تو اب مجبوراً قتل اسیری پر قناعت کرنی پڑے گی۔

یہ خیال کر کے وہ اپنی مشکیں کسی ہوئے قیدی کو خیمہ کے پیچھے اس لئے لے گیا کہ وہاں پر یہ جہاد کرے وہ لے تو گیا مگر واپس نہ آیا اور بہت دیر ہوگئی لوگوں نے کہا کہ ارے صوفی کیا ہوا۔کافر مشکیں کسا ہوا اور واجب القتل تھا پھر اب تک اس نے اسے قتل کیوں نہیں کیا۔القصہ جب یہ تحیر بڑھا تو ایک شخص تفتیش حال کے لئے گیا اس نے وہاں جا کر دیکھا کہ کافر صوفی کے اوپر سوار ہے اور جس طرح کہ نر مادہ پر سوار ہوتا ہے یوں وہ قیدی شیر کی طرح صوفی پر پڑا ہے اور مشکیں کسی ہوئی ہونے کی حالت میں مخالفت سے صوفی کا گلہ چبا رہا ہے وہ کافر تو اس کا گلہ چبا رہا ہے اور صوفی بے ہوش نیچے پڑا ہوا ہے اور مشکیں کسی ہوئی کافر نے بلی کی طرح بدوں کسی ہتھیار کے صوفی کو زخمی کر رکھا ہے اور اس قیدی نے دانتوں سے اس کو ادھ موا بنا دیا ہے اور صوفی کے حلق کے خون سے اس کی ڈاڑھی رنگی ہوئی ہے۔

اب مولانا مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس صوفی کی ایسی ہی حالت تھی جیسے تیری کہ تو بھی مشکیں کسے ہوئے نفس کے ہاتھ سے اس صوفی کی طرح مغلوب ہو کر نیچے پڑا ہوا ہے۔

ارے تو ایک ٹیلے یعنی اپنے ظاہر مذہب سے عاجز ہو گیا ہے اور اس کی پابندی نہیں کر سکتا ابھی تو تیرے سامنے لاکھوں پہاڑ یعنی دقائق مذہب ہیں۔پس جبکہ تو اتنے بڑے ٹیلے کے خوف سے مر گیا ہے تو تو ان پہاڑ کی طرح دشوار گزار گھاٹیوں سے کیونکر عبور کرے گا مرد خدا اتنا کمزور نہ بن اور ہمت سے کام لے کر نفس کو مغلوب کر۔ اس کا مغلوب کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کیونکہ وہ فی نفسہ بہت کمزور ہے مگر ہمت کی ضرورت ہے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔اب سنو کہ جب غازیوں نے صوفی کی یہ حالت دیکھی تو جوش غیرت سے فوراً اس کافر کو تہ تیغ کر دیا اور صوفی کے منہ پر پانی اور گلاب کے چھینٹے دیئے تا کہ وہ بے ہوشی اور بے خودی سے ہوش میں آئے۔پس جبکہ وہ اس تدبیر سے ہوش میں آ گیا تو اس نے آنکھ کھولی اور لوگوں کو اپنے پاس جمع دیکھا۔اس پر لوگوں نے اس سے واقعہ پوچھا اور کہا کہ میاں تمہاری کیا حالت ہوگئی اور تم اس طرح کیوں بے ہوش ہو گئے۔ تعجب ہے کہ تم اس ادھ موئے اور مشکیں کسی ہوئی قیدی سے یوں بے ہوش ہو کر گر پڑے اور مغلوب ہو گئے اس نے جواب دیا کہ صاحبو بات یہ ہے کہ جب میں نے غصہ سے اس کی گردن مارنے کا ارادہ کیا تو اس دیدہ دلیر نے میری طرف عجیب طرح سے دیکھا یعنی اس نے مجھ پر آنکھیں نکالیں اور مجھے گھورا۔یہ دیکھ کر میرے حواس غائب ہو گئے۔اس کی گردش چشمہ مجھے ایک لشکر معلوم ہوتی تھی اور میں نہیں بیان کر سکتا کہ وہ کس قدر ہولناک تھی۔

قصہ مختصر اس کی اس خوفناک آنکھ سے میں بے ہوش ہوا اور زمین پر گرا ہوا اور اس کے سخت اشارہ چشم سے میں آپ میں نہیں رہا اور زمین پر گر پڑا یہ سن کر اس نے لوگوں سے کہا کہ میاں ہم تمہیں نصیحت کرتے ہیں کہ اس کمزور ہمت

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ساتھ جو کہ تم کو حاصل ہے لڑائی کے پاس بھی نہ پھٹکنا۔ بلکہ باورچی خانہ اور خانقاہ ہی میں رہنا۔ تا کہ پھر اہل لشکر کے سامنے تمہیں ذلت نہ اٹھانی پڑے کیونکہ جب کہ ایک مشکیں کسی ہوئے قیدی کی آنکھ سے تم ڈوب گئے اور تمہاری کشتی ٹوٹ گئی تو شیران نر کے حملہ میں جہاں کہ تلواروں سے سروں کی وہ حالت ہوتی ہے جو کہ گیند کی اور جہاں کہ گردن زنی کی آوازیں کے مقابلہ میں دھوبیوں کے کپڑے پھٹنے کی آوازیں محض ہوتی ہیں اور جہاں کہ جان لیوا تیروں کی شائیں شائیں سے ابر آذری کی شائیں شائیں شرمندہ ہوتی ہے تم کب خون میں تیر سکتے ہو جبکہ تم مردوں کی جنگ سے بالکل ہی ناآشنا ہو۔ وہاں تو یہ حالت ہوتی ہے کہ بہت سے بے سر لاشے تڑپتے ہوتے ہیں اور بہت سے سر خون پر بلبلوں کی طرح تیرتے ہوتے ہیں اور گھوڑوں کے سموں کے نیچے سینکڑوں بہادر فنا ہو جاتے ہیں۔ ایسی صف میں ایسا ہوش جو کہ چوہے سے رخصت ہو گیا کیسے تلوار کھینچ سکتا ہے۔ جناب یہ تو معرکہ ہے۔ شراب خواری نہیں ہے کہ تم بھی آستین چڑھا کر پینے کے لئے تیار ہو جاؤ اور یہ کوئی تیرہ تبرک کا کھانا نہیں کہ خود سے پہلے کھانے کے لئے تیار ہو جاؤ یہاں تلوار کا سامنا ہے اور اس صف میں حمزہ سے بہادر اور لوہے کے کلیجے والے کی ضرورت ہے یہ کوئی مرغن کھانا نہیں ہے کہ جھٹ سے کھالیا جائے یہاں تلوار اور خنجر کا مقابلہ ہے سر کیا چیز ہے یہاں جان سے ہاتھ دھونا پڑتا ہے اس لئے جنگ میں ان نازک دلوں کا کام نہیں ہے جو کہ ایک خیال سے خیال کی طرح رفو چکر ہو جائیں۔ بس جائیے آپ کیا جہاد کریں گے جہاد کام بہادروں کا ہے نہ کہ عورتوں کا۔ عورتوں کی جگہ تو گھر ہے۔ گھر میں جا کر بیٹھئے۔

قصہ مختصر تم اس کافر کی آنکھ سے یوں بے خود ہو گئے اور زمین پر گر گئے پس تم جنگ کے قابل نہیں ہو۔ یہ تو ایک نام کے صوفی کی حالت تھی۔ اب ہم اصلی صوفیوں کی حالت دکھلاتے ہیں تا کہ کسی کو صوفیوں کی بزدلی کا شبہ نہ ہو اور وہ یہ نہ سمجھے کہ بس تمام صوفی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اچھا سنو۔

حکایت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کہ نود بار بغزوہ رفتہ بود سینہ برہنہ وغزا ہا کردہ بامید شہید شدنؒ وچوں نومید شد از جہاد اصغر روی بجہاد اکبر آورد وخلوت گزید ناگہاں آواز طبل غازیاں شنید نفس از اندروں رنجہ می داشت سوی غزاو متہم داشتن او نفس خود را در یں رغبت کہ کرد

حضرت عیاضی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت کہ وہ نوے بار جہاد میں گئے تھے کھلے سینے اور شہید ہو جانے کی امید پر جہاد میں گئے اور جب جہاد اصغر سے مایوس ہو گئے تو جہاد اکبر کا رخ کیا اور خلوت اختیار کر لی۔ انہوں نے اچانک غازیوں کے نقارے کی آواز سنی نفس اندر سے جہاد کی جانب مجبور کرنے لگا اور ان کا نفس کو اس رغبت کے بارے میں متہم بنانا جو اس نے کی

گفت عیاضی نود بار آمدم	تن برہنہ بو کہ زخمے آیدم
(حضرت) عیاضی نے فرمایا کہ میں نوے بار پہنچا	ننگے بدن شاید میرے جسم پر کوئی زخم لگے
تن برہنہ می شدم در پیش تیر	تا یکے تیر خورم من جای گیر
میں تیر کے سامنے ننگے بدن گیا	تا کہ کوئی گھس جانے والا تیر کھاؤں

www.besturdubooks.wordpress.com

تیر خوردن برگلو یا مقتلے	در نیابد جز شہیدے مقبلے
گلے یا مقتل پر تیر کھانا	سوائے نصیبہ ور شہید کے کوئی نہیں پاتا ہے
بر تنم یک جائگہ بے زخم نیست	ایں تنم از تیر چوں پرویز نیست
میرے جسم پر کوئی جگہ بغیر زخم کے نہیں ہے	میرا یہ جسم تیروں کی وجہ سے چھلنی کی طرح ہے
لیک بر مقتل نیامد تیرہا	کار بخت است ایں نہ جلدی ودہا
لیکن تیر مقتل پر نہ پہنچے	یہ مقدر کی بات ہے نہ کہ بہادری اور ہوشیاری کی
چوں شہیدی روزی جانم نبود	رفتم اندر خلوت و در چلہ زود
چونکہ شہادت میری جان کی روزی نہ تھی	میں جلد خلوت اور چلہ میں چلا گیا
در جہاد اکبر افگندم بدن	در ریاضت کردن و لاغر شدن
میں نے جہاد اکبر میں جسم ڈال دیا	محنت کرنے اور لاغر ہونے میں
بانگ طبل غازیاں آمد بگوش	کہ خرامیدند جیش غز و کوش
غازیوں کے نقارے کی آواز کان میں آئی	کہ جہاد کا کوشاں لشکر روانہ ہو گیا
نفسم از باطن مرا آواز داد	کہ بگوش حس شنیدم بامداد
میرے نفس نے مجھے اندر سے آواز دی	جو میں نے حس کے کان سے صبح کو سنی
خیز ہنگام غزا آمد برو	خویش را در غزو کردن کن گرو
اٹھ جہاد کا وقت آ گیا جا	اپنے آپ کو جہاد میں مصروف کر دے
گفتم اے نفس خبیث بے وفا	از کجا میل غزا تو از کجا
میں نے کہا' اے بے وفا خبیث نفس!	تجھے جہاد کی خواہش کہاں سے 'کہاں سے
راست گوائے نفس کایں حیلت گریست	ورنہ نفس شہوت از طاعت بریست
اے نفس' سچ بتا یہ تیری مکر بازی ہے	ورنہ شہوانی نفس عبادت سے بیگانہ ہے
گر نگوئی راست حملہ آرمت	در ریاضت سخت تر افشارمت
اگر تو سچ نہ کہے گا میں تجھ پر حملہ کروں گا	میں تجھے ریاضت میں سخت دباؤں گا
نفس بانگ آورد آندم از دروں	با فصاحت بے دہاں اندر فسوں
نفس نے اندر سے آواز دی	بغیر منہ کے' فصاحت کے ساتھ' جادو (گری) میں

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ مرا ہر روز ایں جا می کشی	جان من چوں جان گبراں میکشی
کہ تو مجھے ہر روز اس جگہ کھینچ لاتا ہے	میری جان کو کافروں کی جان کی طرح قتل کرتا ہے
ہیچ کس را نیست از حالم خبر	کہ مرا تو میکشی بے خواب و خور
کسی کو میری حالت کی خبر نہیں	کہ تو مجھے بغیر سوئے اور کھائے قتل کر رہا ہے
در غزا بجہم بیک زخم از بدن	خلق بیند مردی و ایثار من
میں جہاد میں ایک زخم سے، بدن سے بھاگ نکلوں گا	لوگ میری بہادری اور قربانی دیکھ لیں گے
گفتم اے نفسک منافق زیستی	ہم منافق میری تو چیستی
میں نے کہا اے ذلیل نفس! تو منافق جیا	منافق ہی مر رہا ہے تو کیا ہے؟
خوار و خود رای و مرائی بودۂ	در دو عالم تو چنیں بیہودۂ
تو ذلیل، خود سر اور ریاکار رہا ہے	دونوں جہاں میں تو اس قدر بیہودہ ہے
نذر کردم کہ ز خلوت ہیچ من	سر بروں نارم چو زندہ ست ایں بدن
میں نے منت مان لی ہے کہ میں خلوت سے کبھی	باہر نہیں نکلوں گا جب تک یہ بدن زندہ ہے
زانکہ در خلوت ہر آنچہ تن کند	نز برای روی مرد و زن کند
اس لئے کہ خلوت میں بدن جو کچھ کرتا ہے	وہ مرد و عورت کے دکھاوے کیلئے نہیں کرتا ہے
جنبش و آرامش اندر خلوتش	جز برای حق نباشد نیتش
خلوت میں اس کی حرکت اور سکون	اللہ (تعالیٰ) کے سوا کے لئے اس کی نیت نہیں ہوتی ہے
ایں جہاد اکبرست آں اصغرست	ہر دو کار رستم ست و حیدر ست
یہ بڑا جہاد ہے، وہ چھوٹا جہاد ہے	دونوں کام رستم اور حیدرؓ کے ہیں
کار آنکس نیست کورا عقل و ہوش	پرداز تن چوں بجبد دم موش
اس شخص کا کام نہیں ہے کہ جس کی عقل اور ہوش	بدن سے پرواز کر جائے جب چوہے کی دم ہلے
کار آنکس نیست ایں سودا و جوش	کوز موش و جنبش گم کرد ہوش
یہ جنون اور جوش اس کا کام نہیں ہے	جو چوہے اور اس کے ہلنے سے، ہوش گنوا دے
آنچناں کس را بباید چوں زناں	دور بودن از مصاف و از سناں
ایسے شخص کو عورتوں کی طرح چاہئے	میدان جنگ اور نیزے سے دور رہنا

www.besturdubooks.wordpress.com

صوفیے آں صوفی ایں اینت حیف	آں زسوزن کشتہ ایں راطعمہ سیف
ایک صوفی وہ ہے ایک صوفی یہ ہے عجب افسوس ہے	وہ سوئی کا مقتول' اس کی خوراک تلوار ہے
نقش صوفی باشد اورا نیست جاں	صوفیاں بدنام ہم زیں صوفیاں
وہ صوفی کی تصویر ہے' اس میں جان نہیں ہے	ان صوفیوں سے' صوفی بھی بدنام ہیں
بر در و دیوار جسم گل سرشت	حق زغیرت نقش صد صوفی نوشت
مٹی کے بنے ہوئے جسم کے در و دیوار پر	اللہ (تعالیٰ) نے غیرت سے سینکڑوں صوفیوں کی تصویریں بنا دیں
تا ز سحر آں نقشہا جنباں شود	تا عصای موسوی پنہاں شود
تاکہ وہ تصویریں جادو سے متحرک رہیں	جب تک موسوی عصا مخفی رہے
نقشہا را می خورد صدق عصا	چشم فرعونی ست پر گرد و حصا
ان تصویروں کو لاٹھی کی سچائی نگل جاتی ہے	فرعونی آنکھ ہے جو گرد اور کنکریوں سے پر ہے

حکایت مجاہد دیگر و جانبازی او در غزا

دوسرے مجاہد اور جہاد میں اس کی جان بازی کی حکایت

صوفی دیگر میان صف حرب	اندر آمد بست بار از بہر ضرب
جنگ کی صف میں ایک دوسرا صوفی	تلوار بازی کے لئے بیس بار آیا
با مسلماناں بکا فروقت کر	و انگشت او با مسلماناں بفر
مسلمانوں کے ساتھ (ہوتا تھا) کافر پر حملہ کے وقت	فرار کے وقت وہ مسلمانوں کے ساتھ نہ پلٹتا تھا
زخم خورد و بست زخمے را کہ خورد	بار دیگر حملہ آورد و نبرد
زخم کھاتا اور جو زخم کھاتا اس کی بندش کرتا	دوسری بار حملہ اور جنگ شروع کرتا
تا نمیرد تن بیک زخم از گزاف	تا خورد او بیست زخم اندر مصاف
تاکہ جسم ایک زخم سے خواہ مخواہ نہ مر جائے	یہاں تک کہ وہ جنگ میں بیس زخم کھائے
حیفش آمد کہ بزخمے جاں دہد	جاں ز دست صدق او آساں رہد
اس کو افسوس ہوتا کہ وہ ایک زخم سے جان دے دے	جان اس کی سچائی کے ہاتھ سے آسانی سے چھوٹ جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایت آں مجاہد کہ از ہمیان سیم ہر روز یکدرم در خندق انداختے بتفاریق از بہر ستیزۂ حرص و آرزوی نفس و وسوسۂ نفس کہ چوں می اندازی بخندق بارے یک بار بینداز تا خلاص یابم کہ الیاس احدی الراحتین و او میگفت مر نفس را کہ ترا ایں راحت ہم ندہم

اس مجاہد کی حکایت جو چاندی کی تھیلی سے ہر روز ایک درہم خرچ بنا کر خندق میں پھینک دیتا نفس کی آرزو اور لالچ سے جنگ کے لئے اور نفس کی تمنا یہ کہ تو جب کہ خندق میں پھینکتا ہے اب ایک بار پھینک دے تا کہ میں چھٹکارا پا جاؤں کیونکہ مایوسی بھی دو راحتوں میں سے ایک راحت ہے اور وہ نفس سے کہتا تھا کہ میں تجھے یہ راحت بھی نہ دوں گا۔

آں یکے بودش بکف در چل درم	ہر شب افگندے یکے در آب یم
ایک (صوفی) کے ہاتھ میں چالیس درہم تھے	وہ ہر رات کو ایک دریا کے پانی میں پھینک دیتا
تا کہ گردد سخت بر نفس مجاز	در تانّی درد جاں کندن دراز
تا کہ جھوٹے نفس پر سخت بن جائے	جان کنی کا دراز درد سست روی میں
نفس او فریاد کردے ہر شبے	در فتادے زار در تاب و تبے
اس کا نفس ہر رات کو فریاد کرتا	تکلیف اور مصیبت میں لاغر ہوتا
کیں چرامی نفگنی یک بارگی	کشتیم در غصۂ و بیچارگی
کہ تو ایک بار کیوں نہیں پھینک دیتا ہے؟	تو نے مجھے رنج اور مجبوری میں مار ڈالا
بہر حق یکبارگی بگزار دین	نفس را کالیاس احدی الراحتین
خدا کے لئے ایک مرتبہ میں قرض اتار دے	نفس کا کیونکہ مایوسی دو راحتوں میں سے ایک ہے
او نگشتے ملتفت مر نفس را	ہمچنیں کشتے مر او را در عنا
وہ نفس کی جانب متوجہ نہ ہوتا	اس کو اسی طرح مصیبت میں مارتا
ہمچنیں آں صوفی اندر صف جنگ	بہر حق بگرفتہ بد بر نفس تنگ
اسی طرح اس صوفی نے جنگ کی صف میں	اللہ (تعالیٰ) کے لئے نفس پر سخت گرفت کر رکھی تھی
با مسلماناں بکر او پیش رفت	بوقت فر او وانگشت از خصم تفت
حملہ کے وقت مسلمانوں کے ساتھ وہ آگے بڑھتا	پسپائی کے موقت دشمن سے جلد پیچھے نہ ہٹتا
زخم دیگر خورد آں راہم بہ بست	بیست کرت رمح و تیر از وے شکست
دوسرا زخم کھایا اس کو بھی باندھا	بیس مرتبہ نیزے اور تیر اس پر ٹوٹے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازاں قوت نماند افتاد پیش	مقعد صدق اوز صدق عشق خویش
اس کے بعد طاقت نہ رہی سامنے گر گیا	اپنی سچائی کی جگہ میں اپنے عشق کی سچائی کی وجہ سے
صدق جاں دادن بود ہیں سابقوا	از نبی برخواں رجال صدقوا
سچائی جان دینا ہوتی ہے خبردار! آگے بڑھو	قرآن میں سے رجال صدقوا پڑھ لے
ایں ہمہ مردن نہ مرگ صورتست	ایں بدن مر روح را چوں آلتست
یہ کامل موت نہ صرف جسم کی موت ہے	یہ بدن روح کے لئے آلہ کی طرح ہے
اے بسا خامے کہ ظاہر خویش ریخت	لیک نفس زندہ آں جانب گریخت
بہت سے ناقص ہیں کہ انہوں نے اپنا ظاہر (جسم) بہا دیا	لیکن زندہ نفس اس جانب بھاگ گیا
آلتش بشکست و رہزن زندہ ماند	نفس زندہ است ارچہ مرکب خوں فشاند
اس کا آلہ ٹوٹا اور ڈاکو زندہ رہا	نفس زندہ ہے اگرچہ سواری نے خون چھڑک دیا
اسپ کشت و رہ نرفت آں خیرہ سر	ماند خام و زشت از حق بے خبر
گھوڑا مار ڈالا اور اس بیوقوف نے راستہ طے نہ کیا	اللہ (تعالیٰ) سے بے خبر کچا اور بھدا رہ گیا
گر بہر خونریزی گشتے شہید	کافر کشتہ بدے ہم بو سعید
اگر ہر خون بہانے سے شہید بن جایا کرتا	مقتول کافر بھی بوسعید ہوتا
اے بسا نفس شہید معتمد	مردہ در دنیا چو زندہ میرود
بہت سے بھروسے کے شہید نفس ہیں	مرے ہوئے دنیا میں زندہ کی طرح چلتے پھرتے ہیں
روح رہزن مرد و تن کہ تیغ اوست	ہست باقی در کف آں غزو دوست
ڈاکو نفس مر گیا اور جسم جو کہ اس کی تلوار ہے	جہاد کے شائق کے ہاتھ میں باقی ہے
تیغ آں تیغست مرد آں مرد نیست	لیک ایں صورت ترا حیراں کنیست
تلوار وہی تلوار ہے مرد وہ مرد نہیں ہے	لیکن یہ صورت تجھے حیران کرنے والی ہے
نفس چوں مبدل شود ایں تیغ تن	باشد اندر دست صنع ذوالمنن
نفس جب بدل جاتا ہے یہ جسم کی تلوار	اللہ (تعالیٰ) کی کاریگری کے ہاتھ میں ہوتی ہے
آں یکے مردیست قوتش جملہ درد	ویں دگر مردے میاں تی ہمچو گرد
ایک وہ مرد ہے جس کی ساری خوراک درد ہے	اور یہ دوسرا مرد ہے جس کی کمر گرد کی طرح خالی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح حبیبی

ابوبکر محمد بن احمد عیاضی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نوے مرتبہ جہاد میں تن برہنہ شریک ہوا تاکہ شاید میرے کوئی زخم کاری لگ جائے اور میں شہید ہو جاؤں اور بالکل ننگا تیر کے سامنے چلا جاتا تھا تاکہ کوئی تیر میرے کاری لگ جائے لیکن یہ امر مقدر نہ تھا کہ میرے گلے پر کسی ایسی جگہ تیر لگے جس سے میں مرجاؤں اس لئے کسی ایسی جگہ نہ لگا۔ بات یہ ہے کہ شہادت کسی صاحب اقبال شخص کو ہی ملتی ہے ہر ایک کو نہیں ملتی۔ چنانچہ میرے جسم میں ایک جگہ بھی ایسی نہیں ہے جہاں تیر نہ لگا ہو اور یہ میرا جسم تیروں سے چھلنی ہو رہا ہے لیکن کسی ایسی جگہ تیر نہیں لگا جہاں لگنے سے میں مرجاتا۔

پس معلوم ہوا کہ شہادت قسمت سے ملتی ہے اور شجاعت دلیری سے نہیں ملتی۔

فائدہ:۔ جلدی جلادت سے ماخوذ ہے نہ کہ بمعنی عجلت واللہ اعلم) پس جبکہ شہادت مجھے میسر نہ ہوئی تو اس وقت میں نے یہ کیا کہ خلوت اور چلہ کشی اختیار کی اور میں نے جہاد اکبر میں مشغول ہو کر جسم کو مشقت ریاضت میں ڈال دیا اور اسے گھلانا شروع کیا اس کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز غازیوں کے نقارہ کی آواز میرے کان میں آئی جس سے میں سمجھا کہ لشکر مجاہدین جہاد کے لئے جارہے ہیں اس وقت نفس نے میرے اندر سے مجھے آواز دی جس کو میں نے بوقت صبح اپنے گوش حس سے سنا۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ نفس کی آواز گوش حس سے محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے بگوش حس شنیدم محمول بر مجاز ہوگا۔ یعنی وہ آواز اتنی صاف تھی کہ اگر میں اس کی نسبت یہ دعویٰ کروں کہ میں نے اس کو گوش حس سے سنا تو کر سکتا ہوں) اور یہ کہا کہ جہاد کا وقت آ گیا ہے۔ اٹھ اور چل اور اپنے کو جہاد میں مجبوس کر۔ اس پر میں نے اس سے کہا کہ او بے وفا اور خبیث نفس کہاں تو اور کہاں رغبت جہاد۔ سچ بتا کہ اس میں تیری کیا شرارت ہے کیونکہ یقیناً اس میں تیری کوئی چال ہے۔

ورنہ نفس شہوت پرست کو اطاعت حق سے کیا علاقہ۔ دیکھ اگر تو سچ نہ کہے گا تو میں تجھ پر حملہ کروں گا اور ریاضت میں تجھے خوب دباؤں گا۔ یہ سن کر نفس کے اندر سے بدوں منہ کے صاف الفاظ میں یہ جادو بھری بات کہی کہ تو مجھے ہر روز یہاں مارتا ہے اور میری جان کو کافروں کی طرح ہلاک کرتا ہے اور عالم میں میری حالت کی کسی کو خبر نہیں کہ تو مجھے بے خواب وخور کے مارتا ہے۔ پس میں نے سوچا کہ جہاد میں میرے لئے دو فائدہ ہیں۔ اول یہ کہ میں ہر روز کی مصیبت سے چھوٹ جاؤں گا اور صرف ایک زخم سے جسم سے الگ ہو جاؤں گا۔ اور دوسرے یہ کہ ایسا کرنے سے لوگ میری مردانگی اور میرا موت کو حیات پر ترجیح دینا دیکھیں گے جس سے میرا نام ہوگا۔

اس پر میں نے کہا کہ او پاجی نفس تو زندہ بھی رہا تو نفاق کی حالت میں اور مرتا بھی ہے تو نفاق میں۔ کم بخت تو کون بلا ہے۔ تو سراسر ذلیل اور خود رائے اور ریا کار ہے اور حالت حیات وحالت موت دونوں حالتوں میں تو اس قدر بیہودہ ہے اچھا اب میں عہد کرتا ہوں کہ جب تک حیات جسمانی باقی ہے میں بلا ضرورت شرعیہ خلوت سے نہ نکلوں گا کیونکہ خلوت میں جو کچھ آدمی کرتا ہے وہ لوگوں کے دکھاوے کی وجہ سے نہیں کرتا۔ اور حرکت یا سکون خلوت میں جو کچھ بھی ہوتا ہے اس میں اس کی نیت بجز رضائے حق کے اور کچھ نہیں ہوتی۔ اس لئے یہ جہاد اکبر ہے اور جہاد معروف جہاد اصغر۔ لیکن یہ دونوں کام ارباب ہمت عالیہ مثل رستم وحیدر سے تعلق رکھتے ہیں اور جہاد اصغر کا اصغر ہونا بہ نسبت جہاد اکبر کے ہے نہ یہ کہ وہ فی نفسہ کوئی معمولی چیز ہے) اور ان لوگوں کا کام نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جن کی عقل اور ہوش چوہے کی دم کی حرکت سے رفو چکر ہو جائے۔ اور یہ خیال وجوش ان لوگوں کا کام نہیں ہے جو چوہے کی حرکت سے حواس کھو بیٹھیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ معرکہ اور سنان وخنجر وغیرہ سے الگ رہیں۔

اس واقعہ سے تم سمجھو کہ ایک تو وہ نامرد صوفی تھا اور ایک یہ صوفی ہیں اور یہ تفاوت نہایت قابل افسوس ہے وہ تو سوئی سے مر گیا اور یہ تلواریں کھاتے ہیں۔ بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ اصل بات یہ ہے کہ وہ جسم صوفی تھا اور جان صوفی اس میں نہ تھی۔ ایسے ہی صوفیوں نے صوفیوں کو بدنام کیا ہے اور ایسے ہی لوگوں کے سبب صوفی لوگ بدنام ہیں۔ تم کو واضح ہو کہ حق سبحانہ نے جسم خاکی کی دیواروں پر باقتضائے غیرت صوفیوں کے سینکڑوں تصویریں بنادی ہیں تا کہ وہ تصویریں جادو سے حرکت کریں اور عصائے موسوی مخفی ہو جائے۔ (یعنی غیرت خداوندی نے نہ چاہا کہ حقیقی صوفیوں کو بالکل ممتاز کر دیا جائے اس لئے اس نے بہت سے مصنوعی صوفی بنائے اور اصلی صوفیوں کو ان میں چھپا دیا۔ تا کہ ہر شخص بدوں طلب کے ان کو نہ پاسکے اور طالبین اور غیر طالبین میں امتیاز ہو جائے) یہ ضروری بات ہے کہ عصائے موسوی (حقیقی صوفی) ان جادو کے چیلوں (مصنوعی صوفیوں) میں مخفی ہے لیکن اس کا خاتلبیس کی حد تک نہیں پہنچا۔ بلکہ اس کی اصلیت ظاہر ہے کیونکہ اس عصا کا صدق ان جادوں کے چیلوں کو کھا رہا ہے۔ یعنی اہل اللہ کی حقانیت دھوکہ بازوں کے فریب کو ظاہر کر رہی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ پھر لوگوں کو ان کا صدق کیوں نہیں دکھلائی دیتا سو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ چشم فرعونی یعنی غیر طالب حق آنکھ رکھتے ہیں جو کہ تعصب وعناد وتقلید آبائی وغیرہ کی گرد اور کنکریوں سے پر ہے۔ اس لئے وہ آنکھ کھول کر دیکھتے ہی نہیں تا کہ انہیں ان کا صدق دکھلائی دے۔

اچھا اب اصلی صوفیوں کی ایک اور حکایت سنو۔ ایک اور صوفی بیس دفعہ صف جنگ میں بوقت حملہ ضرب کفار کے لئے مسلمانوں کے ساتھ گیا مگر واپسی کے وقت وہ ان کے ساتھ نہیں لوٹا بلکہ برابر لڑتا رہا اور جب کوئی زخم اس کے لگتا تھا تو وہ اسے باندھ کر پھر حملہ کرتا تھا۔

حاصل یہ ہے کہ وہ جنگ میں اپنے بچاؤ کے پہلو کو مد نظر نہ رکھتا تھا بلکہ خوب دل کھول کر لڑتا تھا اور مقصود اس کا یہ تھا کہ میں ایک زخم سے نہ مروں بلکہ مجھ پر بہت سے زخم لگیں اور اس وقت مروں کیونکہ اس نے اس امر کو قابل افسوس سمجھا کہ ایک زخم سے جان دے دے اور جان اس کے ہاتھ سے یوں آسان نکل جائے۔ ایک شخص کا قصہ ہے کہ اس کے پاس چالیس روپیہ تھے اور وہ رات کو ایک روپیہ کنوئیں میں ڈال دیتا تھا تا کہ نفس گرفتار مجاز پر اس توقف میں خوب سختی ہو اور اس کو جانکنی کی مصیبت خوب جھیلنی پڑے اس سے اس کا نفس فریاد کرتا تھا اور ہر رات پیچ وتاب میں گرفتار ہوتا تھا اور کہتا تھا کہ ارے تو سب کو ایک مرتبہ ہی کیوں نہیں ڈال دیتا تو نے مجھے رنج اور تنگی سے مار ڈالا۔ خدا کے لئے تو ایک مرتبہ یہ ہی قرض اتار دے اور سب کو ایک دفعہ ہی کنوئیں میں ڈال دے کیونکہ میرے لئے ناامیدی بھی ایک راحت ہے۔ پس ایسا کرنے سے مجھے روپیوں سے ناامیدی ہو جائے گی اور راحت حاصل ہو جائے گی مگر وہ نفس کی بات نہ سنتا تھا اور یوں ہی اسے تکلیف سے مارتا تھا۔ پس یونہی وہ صوفی جنگ میں خدا کے لئے نفس پر سختی کر رہا تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ یہ حملہ کے لئے آگے بڑھتا تھا لیکن واپسی کے وقت دشمن کی فوج سے جلدی نہ لوٹتا تھا اور جب کوئی اور زخم اس کے لگتا تھا تو اس کو بھی باندھ لیتا تھا۔

قصہ مختصر اس نے بیس مرتبہ نیزہ اور تیر توڑے اس کے بعد اس میں قوت نہ رہی اور آگے کی جانب گر گیا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنے عشق صادق کی بدولت مقصد صدق میں یعنی ایسی جگہ پہنچ گیا جو صدق کے لئے مخصوص ہے۔ جان نثاری اور جانبازی اگر اس کی تصدیق چاہتے ہو تو قرآن میں من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه و منهم من ينتظر پڑھو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ ہیں جو اپنے اس عہد میں سچے اترے جو انہوں نے خدا سے کیا تھا یعنی خوب داد جانبازی دی۔

اب وہ دو قسم کے ہیں کچھ لوگ تو شہید ہو گئے اور کچھ منتظر شہادت ہیں۔ پس اس آیت میں حق سبحانہ نے جان بازی کو صدق اور وفا سے تعبیر فرمایا ہے اس سے صدق کی حقیقت معلوم ہو گئی۔ پس لوگو تم جان بازی کی طرف سبقت کرو اور خدا کی راہ میں جان دے دو لیکن یہ یاد رہے کہ خدا کی راہ میں جان دینا اس کا نام نہیں ہے کہ اس کا جسم فنا ہو جائے جس کو مرگ صوری اور ظاہری کہنا چاہئے۔ کیونکہ اصل چیز تو روح ہے رہا بدن سو وہ تو اس کا آلہ ہے۔ پس بدن کا فنا ہونا مرنا نہیں ہو سکتا۔ مرنا تو روح کا ہے جب روح مر جائے یعنی خودی کو چھوڑ دے اس وقت کہا جائے گا کہ یہ شخص مر گیا پس بہت سے احمق تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اپنے جسم کو فنا کر دیتے ہیں مگر ان کا نفس زندہ ہوتا ہے اور بچ کر نکل جاتا ہے اور راہزن کا آلہ ٹوٹ جاتا ہے۔ مگر اصل راہزن زندہ ہوتا ہے اور نفس زندہ ہوتا ہے مگر اس کی سواری یعنی جسم اپنا خون بہا دیتی ہے اور وہ اپنا گھوڑا تو مار دیتا ہے مگر منزل طے نہیں کرتا۔

یعنی وہ ناقص اور برا اور خدا سے بے خبر ہوتا ہے اور وہ آلہ جس سے وہ اپنی اصلاح کر سکتا تھا کھو بیٹھتا ہے سو اس سے زیادہ کیا حماقت ہو گی اور ایسے مرنے سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ اگر ہر قتل ہونے میں آدمی شہید ہوا کرتا تو کافر مقتول بھی سعید ہوتا اور شقی نہ ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

پس ثابت ہوا کہ صرف جسم کا فنا کرنا شہادت نہیں ہے اور بہت سے شہید لوگ دنیا میں مر چکے ہیں مگر زندوں کی طرح چلتے پھرتے ہیں یعنی ان کی روح راہزن مر جاتی ہے اور جسم جو کہ اس کی تلوار ہے وہ ایک غازی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ پس تلوار تو وہی ہوتی ہے لیکن آدمی وہ نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہ آئے گی اور اس کو سن کر تمہیں حیرت ہو گی اس لئے ہم اس کی توضیح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب آدمی کی صفات ذمیمہ فنا ہو جاتی ہے اور وہ متخلق باخلاق اللہ ہو جاتا ہے تو اس وقت وہ شخص وہ نہیں رہتا جو پہلے تھا بلکہ اس کی کایا پلٹ ہو جاتی ہے اور اس وقت اس کا ہاتھ گویا کہ خدا کا ہاتھ ہو جاتا ہے اور وہ تلوار (جسم) جو اس وقت اس کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہ گویا کہ خدا کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ اس سے تم کو سمجھنا چاہئے کہ اصل شہادت ترک خودی اور فنا فی اللہ ہے اور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا اب ہم قصہ ہائے سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صوفیوں کے قصوں سے یہ نتیجہ نکلا کہ کچھ مرد تو ایسے ہوتے ہیں جس کی غذا راہ خدا میں تکلیف اٹھانا ہوتا ہے جیسے عیاضی وغیرہ اور کچھ مرد ایسے ہوتے ہیں دیکھنے میں مرد معلوم ہوتے ہیں مگر اندر سے خالی اور مثل گرد بے حقیقت ہوتے ہیں جیسے کہ وہ صوفی غازی جو بے ہوش ہو کر گر پڑا تھا اس پر ہم کو قصہ یاد آ گیا سنو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صفت کردن مرد غماز و نمودن صورت کنیزک مصور در کاغذ و عاشق شدن خلیفہ مصر بر نقش آں کاغذ و فرستادن خلیفہ امیرے باسپاہ گراں بدر موصل و قتل و ویرانی بسیار کردن بہرایں غرض

ایک چغلخور کا خوبی بیان کرنا اور کاغذ پر بنی ہوئی ایک لونڈی کی تصویر دکھانا۔ تصویر دکھانا اور اس کاغذ کی تصویر پر مصر کے خلیفہ کا عاشق ہو جانا اور خلیفہ کا ایک سردار کو بھاری لشکر کے ساتھ موصل کے دروازے پر بھیج دینا اور اس مقصد کیلئے بہت قتل اور تباہی کرنا

مر خلیفہ مصر را غماز گفت	کہ شہ موصل بحورے گشت جفت
چغلخور نے مصر کے خلیفہ سے کہا	کہ موصل کے بادشاہ کو ایک حور مل گئی ہے
یک کنیزک دارد او اندر کنار	کہ بعالم نیست مانندش نگار
وہ آغوش میں ایک کنیز رکھتا ہے	اس جیسی حسینہ دنیا میں نہیں ہے
در بیاں ناید کہ حسنش بیحدست	نقش او اینست کاندر کاغذست
بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کا حسن بیحد ہے	اس کی تصویر یہ ہے جو کاغذ پر ہے
نقش در کاغذ چو دید آں کیقباد	خیرہ گشت و جام از دستش فتاد
اس بادشاہ نے کاغذ پر اس کی تصویر دیکھی	حیران ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے جام گر گیا
پہلوانے را فرستاد آں زماں	سوی موصل با سپاہ بس گراں
فوراً ایک بہادر کو بھیج دیا	بہت بھاری لشکر کے ساتھ موصل کی جانب
گفت اگر ندہد بتو آں ماہ را	برکن از بن آں در و درگاہ را
کہا اگر وہ اس چاند کو تیرے حوالے نہ کرے	اس در اور درگاہ کو جڑ سے اکھاڑ ڈال
ور دہد ترکش کن و مہ را بیار	تا کشم من بر زمیں مہ درکنار
اور اگر دیدے اس کو چھوڑ اور چاند کو لے آ	تاکہ میں چاند کو زمین پر بغل میں لوں
پہلواں شد سوی موصل با حشم	باہزاراں رستم و طبل و علم
بہادر خادموں کے ساتھ موصل کی جانب روانہ ہوا	ہزاروں بہادروں اور نقارے اور جھنڈے کے ساتھ
چوں ملخہا بے عدد بر گرد کشت	قاصد اہلاک اہل شہر گشت
کھیتی کے چاروں طرف کی ان گنت ٹڈیوں کی طرح	شہریوں کے ہلاک کرنے کا ارادہ کرنے والا بن گیا
ہر نواحے منجنیقے از نبرد	ہمچو کوہ قاف او برکار کرد
جنگ کے لئے ہر جانب ایک گوپھن	کوہ قاف جیسی اس نے کام پر لگا دی

www.besturdubooks.wordpress.com

زخم تیر و سنگہای منجنیق	تیغہا در گرد چوں برق از بریق
تیروں کے زخم اور گوپھن کے پتھر	غبار میں تلواریں چمک کی وجہ سے بجلی کی طرح
ہفتۂ کرد ایں چنیں خوزیز گرم	برج سنگیں ست شد چوں موم نرم
ایک ہفتہ اس نے اسی طرح خوزیزی گرم رکھی	پتھریلا برج، نرم موم کی طرح کمزور پڑ گیا
شاہ موصل دید پیکار مہول	پس فرستاد از دروں پیشش رسول
موصل کے بادشاہ نے خوفناک جنگ دیکھی	تو اندر سے اس کے پاس قاصد بھیجا
کہ چہ میخواہی زخون مومناں	کشتہ میگردند زیں حرب گراں
کہ مومنوں کی خوزیزی سے تو کیا چاہتا ہے؟	جو اس بھاری جنگ سے مر رہے ہیں
گر مرادت ملک و شہر موصل ست	بے چنیں خوزیز اینت حاصل ست
اگر تیرا مقصد ملک اور موصل شہر ہے	بغیر خوزیزی کے یہ تجھے حاصل ہے
من روم بیرون شہر اینک در آ	تا نگیرد خون مظلوماں ترا
میں شہر سے باہر چلا جاتا ہوں لے تو اندر آ جا	تاکہ مظلوموں کا خون تجھے نہ پکڑے
ور مرادت مال و زر و گوہر ست	ایں ز ملک و شہر خود آساں ترست
اگر تیرا مقصد مال اور سونا اور جواہر ہیں	یہ سلطنت اور شہر سے خود آسان ہیں
ہر چہ می باید ترا از سیم و زر	میفرستم چیست ایں آشوب و شر
تجھے جو چاندی اور سونا چاہئے	میں بھیجتا ہوں یہ فتنہ اور شر کیا ہے؟

ایثار کردن صاحب موصل آں کنیزک خودرا بخلیفہ مصر تا خوں ریزی مسلماناں زیادہ نہ شود

موصل کے حاکم کا اپنی لونڈی کو خلیفۂ مصر کو دے دینا تاکہ مسلمانوں کی خوزیزی زیادہ نہ ہو

چوں رسول آمد بہ پیش پہلواں	گفت پیغام ملک اندر زماں
جب قاصد پہلوان کے سامنے آیا	اس نے فوراً بادشاہ کا پیغام پہنچا دیا
گفت من نے ملک میخواہم نہ مال	لیک میجویم یکے صاحب جمال
اس نے کہا نہ میں ملک چاہتا ہوں نہ مال	لیکن ایک حسین کا جویاں ہوں
داد کاغذ اندر و نقش و نشاں	گفت پیشش بر بگو او راعیاں
اس نے کاغذ دیا جس میں تصویر اور علامت تھی	کہا اس کے سامنے اس کو صاف بتا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

کاندریں کاغذ نگر چہ صورتست	زود بفرستش کہ ملک و جانت رست
کہ اس کاغذ میں دیکھ کیا تصویر ہے	اس کو جلد بھیج دے تاکہ تیری سلطنت اور جان نجات پائے
بنگر اندر کاغذ ایں را طالبم	ہیں بدہ ورنہ کنوں من غالبم
کاغذ میں دیکھ لے میں اس کا طلبگار ہوں	خبردارا دیدے ورنہ میں غالب ہوں
چوں رسولش باز گشت و گفت ال	داد کاغذ را و بنمود آں مثال
جب اس کا کاغذ واپس ہوا اور حالت بتائی	اس نے کاغذ دیا اور وہ تصویر دکھائی
گشت معلومش چہ گفت آں شاہ نر	صورتے کم گیر زود ایں را ببر
اس کو معلوم ہو گیا تو اس بہادر شاہ نے کیا کہا؟	مان لے ایک (حسین) صورت نہ رہی اور جلد اس کو لے جا
من نیم در عہد ایماں بت پرست	بت بر آں بت پرست اولیٰ ترست
میں ایمان کے عہد میں بت پرست نہیں ہوں	بت اس بت پرست کی بغل میں زیادہ بہتر ہے
باتبرک داد دختر را و برد	سوی لشکر گاہ و در ساعت سپرد
اس نے لونڈی مع تحفہ کے دی' اور وہ لے گیا	لشکر گاہ کی جانب' اور فوراً سپرد کر دی
چونکہ آوردش رسول آں پہلواں	گشت عاشق بر جمالش آں زماں
جب قاصد اس کو لایا' وہ سردار	فوراً اس کے حسن پر عاشق ہو گیا
عشق بحرے آسماں بروے کفے	چوں زلیخا در ہوای یوسفؑ
عشق ایک سمندر ہے' آسمان اس پر ایک جھاگ ہے	جیسے کہ زلیخا' یوسف کے عشق میں تھی
دور گردو نہا ز موج عشق داں	گر نبودے عشق بفسردے جہاں
آسمانوں کی گردش عشق کی موج سے سمجھ	اگر عشق نہ ہوتا تو جہان ٹھٹھر جاتا
کے جمادے محو گشتے در نبات	کے فدای روح گشتے نامیات
جمادؔ نبات میں کب فنا ہوتا ہے؟	نمو پانے والیاں روح پر کب فدا ہوتیں؟
روح کے گشتے فدای آں دمے	کز نسیمش حاملہ شد مریمے
روح اس دم پر کب فدا ہوتی؟	جس کی نسیم سے مریم حاملہ ہوئیں
ہر یکے برجا ترنجیدے چو یخ	کے بدے پراں و جویاں چوں ملخ
ہر ایک اپنی جگہ برف کی طرح سکڑ جاتا	ٹڈی کی طرح کب پرواز اور جستجو میں ہوتا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

ذرہ ذرہ عاشقان آں جمال	می شتابد در علو ہمچوں نہال
ذرہ ذرہ اس حسن کا عاشق ہے	پودے کی طرح بلندی کی جانب دوڑتا ہے
سبح اللہ ہست آں اشتاب شاں	تنقیہ تن می کنند از بہر جاں
ان (ذروں) کی تیز روی اللہ کی تسبیح ہے	جو جان کے لئے جسم کا صاف کرتے ہیں
پہلواں چہ را چورہ پنداشتہ	شورہ اش خوش آمد وحب کاشتہ
سردار نے جب کنویں کو راستہ سمجھ لیا	شوریلی زمین اس کو بھلی معلوم ہوئی اور دانہ بو دیا
چوں خیالے دید آں خفتہ بخواب	جمع شد با آں وازوے رفت آب
جیسا کہ سونے والے نے نیند میں ایک خیال دیکھا	اس کے ساتھ جماع کیا اور اس کی منی بہہ نکلی
چوں بجست از خواب وشد بیدار زود	دید کاں لعبت بہ بیداری نبود
وہ جب نیند سے اٹھا اور جلد بیدار ہوگیا	دیکھا کہ وہ گڑیا بیداری میں (موجود) نہ تھی
گفت بر ہیچ آب خود بردم دریغ	عشوۂ آں عشوہ دہ خوردم دریغ
اس نے کہا افسوس ہے میں نے معدوم پر اپنی منی بہائی	افسوس ہے اس فریب دینے والے کا میں نے فریب کھایا
پہلوان تن بد آں مردی نداشت	تخم مردی در چناں ریگے بکاشت
جسم کا پہلوان تھا انسانیت نہ رکھتا تھا	اس نے انسانیت کا بیج ایسے ریت میں بو دیا
مرکب عشقش دریدہ صد لگام	نعرہ میزد لا ابالے کالحمام
اس کے عشق کی سواری نے سو لگام توڑ دیئے	وہ نعرہ مارتا تھا، میں موت کی پروا نہیں کرتا ہوں
ایش ابالی بالخلیفۃ فی الھویٰ	استویٰ عندی وجودی والتویٰ
میں محبت کے معاملہ میں خلیفہ کی کیا پروا کرتا ہوں	میرے نزدیک میرا وجود اور ہلاکت یکساں ہے
ایں چنیں سوزاں وگرم آخر مکار	مشورت کن با یکے دانستہ کار
ایسی سوزش اور گرمی سے بیج نہ بو	کسی جانکار سے مشورہ کر لے
مشورت کو عقل کو سیلاب آز	در خرابی کرد ناخنہا دراز
مشورہ کہاں عقل کہاں؟ حرص کے سیلاب نے	تباہی کے لئے ناخون دراز کر لئے ہیں
بین ایدی سد وسوئے خلف سد	پیش وپس کے بیند آں مفتون خد
سامنے دیوار ہے اور پیچھے کی جانب دیوار ہے	وہ رخسار کا عاشق آگے پیچھے کب دیکھتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

آمده در قصد جاں سیل سیاہ	تا کہ روبہ افگند شیرے بچاہ
کالا سیلاب، جان کے ارادہ سے آ چکا ہے	تا کہ لومڑی شیر کو کنویں میں گرا دے
از چہے بنمود معدومے خیال	تا در اندازد اسودا کالجبال
ایک معدوم خیال کنویں سے نمودار ہوا	تا کہ پہاڑ جیسے شیروں کو اندر گرا دے
ہیچ کس را بازناں محرم مدار	کہ مثال ایں دو پنبہ است و شرار
کسی کو عورتوں کا محرم نہ بنا	کہ ان دونوں کی مثال روئی اور چنگاری کی ہے
آتشے باید نشستہ زاب حق	ہمچو یوسف معتصم اندر رہق
خدا کے پانی سے آگ بجھی ہوئی چاہئے	جیسے کہ معصوم یوسف جوانی میں
کز زلیخائے لطیف سرو قد	ہمچو شیراں خویشتن را واکشد
کہ حسین سروقد زلیخا سے	شیروں کی طرح، اپنے آپ کو کھینچ لیا
نفس خود را کے تواں کردن زبوں	جز بامداد عقول ذوفنوں
اپنے نفس کو مغلوب کب کیا جا سکتا ہے	اہل کمال کی عقلوں کی امداد کے بغیر
جانب اتمام قصہ باز راں	کایں سخن پایاں ندارد پہلواں
قصہ کو پورا کرنے کی جانب چل	اے پہلوان اس بات کا خاتمہ نہیں ہے

مراجعت کردن پہلوان از موصل بجانب مصر و صحبت او در راہ با کنیزک

پہلوان کا موصل سے مصر کی جانب واپس ہونا اور راستہ میں اس کا لونڈی سے ہمبستر ہونا

بازگشت از موصل و میشد براہ	تا فرود آمد بہ بیشہ و مرجگاہ
وہ موصل سے لوٹا اور راستہ پر روانہ ہوا	یہاں تک کہ اس نے جنگل اور چراگاہ میں پڑاؤ کیا
آتش عشقش فروزاں آں چناں	کہ ندانست او زمیں از آسماں
اس کے عشق کی آگ اس طرح بھڑک رہی تھی	کہ وہ زمین اور آسمان میں فرق نہیں کر سکتا تھا
قصد آں مہ کرد اندر خیمہ او	عقل کو و از خلیفہ خوف کو
اس نے خیمہ میں چاند کا قصد کیا	عقل کہاں تھی (اور) خلیفہ کا ڈر کہاں؟
چوں زند شہوت دریں وادی شرار	عقل را سوزد دراں شعلہ چو خار
جب شہوت اس میدان میں آگ لگا دیتی ہے	عقل کو کانٹے کی طرح اس شعلے میں جلا دیتی ہے

چوں زند شہوت دریں وادی دہل	چیست عقل تو فجل ابن الفجل
جب شہوت اس میدان میں ڈھول بجا دیتی ہے	تو اے ذلیل، ذلیل کے بیٹے! تیری عقل کیا ہے؟
صد خلیفہ گشتہ کمتر از مگس	پیش چشم آتشینش آں نفس
سینکڑوں خلیفہ مکھی سے کم بن گئے	اس وقت اس کی شعلہ بار آنکھوں کے سامنے
چوں بروں انداخت شلوار و نشست	درمیان پائے زن، آں زن پرست
جب پاجامہ اتار دیا اور بیٹھ گیا	وہ عورت پرست، عورت کی ٹانگوں کے درمیان
چوں ذکر سوئے مقر میرفت راست	رستخیز و غلغل از لشکر بخاست
جب ذکر سیدھا ٹکاؤ کی طرف گیا	قیامت اور شور و غل لشکر سے اٹھا
برجہید او کون برہنہ سوئے صف	ذوالفقار ہمچو آتش او بکف
وہ ننگا صف کی جانب دوڑا	آگ جیسی تلوار ہاتھ میں لئے
دید شیر نر سیہ از نیستاں	برزدہ بر قلب لشکر ناگہاں
اس نے دیکھا، کالے نر شیر نے جنگل سے	اچانک وسط لشکر پر حملہ کر دیا ہے
تازیاں چوں دیو در جوش آمدہ	صد طویلہ و خیمہ اندر ہمزدہ
عربی گھوڑے دیو کی طرح جوش میں آ گئے ہیں	سینکڑوں پچھاڑیاں اور خیمے درہم برہم کر دیئے
شیر نر گنبد ہمیکرد از لغز	در ہوا چوں موج دریا بیست گز
نر شیر گھسنے کے لئے جست لگا رہا تھا	فضا میں بیس گز دریا کی موج کی طرح
پہلواں مردانہ بود و بے حذر	پیش شیر آمد چو شیر مست نر
پہلوان بہادر تھا اور بغیر خوف	مست نر شیر کی طرح شیر کے سامنے آ گیا
زد بشمشیر و سرش را بر شگافت	زود سوئے خیمۂ مہرو شتافت
تلوار ماری اور اس کا سر پھاڑ دیا	حسینہ کے خیمہ کی طرف جلد دوڑ گیا
چونکہ خود را او بداں حورا نمود	مردی او ہمچناں برپائے بود
جب اس نے اپنے آپ کو اس حور کو دکھایا	اس کی مردی اسی طرح قائم تھی
باچناں شیرے بچالش گشتہ جفت	مردی او ماند برپای و نخفت
ایسے شیر کے ساتھ مقابلہ میں شریک ہوا	اس کی مردی قائم رہی اور نہ سوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں بت شیریں لقائے ماہرو	در عجب در ماند از مردی او
وہ بت شیریں دیدار چاند سے مکھڑے والی	اس کی مردی سے تعجب میں پڑ گئی
جفت شد با او بشہوت آں زماں	متحد گشتند حالی آں دو جاں
وہ فوراً شہوت سے اس سے جڑ گیا	فوراً وہ دو جانیں ایک ہو گئیں
زاتصال ایں دو جاں باہمدگر	میرسد از غیب شاں جان دگر
ان دونوں جانوں کے باہمی پیوست ہونے سے	غیب سے ایک دوسری جان پہنچ جاتی ہے
رونماید از طریق زادنے	گر نباشد از علوقش رہزنے
جننے کے طریق پر رونما ہوتی ہے	اگر حمل کے لئے کوئی رہزن نہ ہو
ہر کجا دو کس بمہرے یا بکیں	جمع آید ثالثے زاید یقیں
جب دو انسان محبت یا کینہ سے	جماع کرتے ہیں' یقیناً تیسرا پیدا ہوتا ہے
لیک اندر غیب زاید آں صور	چوں روی آں سو بہ بینی در نظر
لیکن (عالم) غیب میں وہ صورتیں جنتی ہیں	جب تو اس جانب جائے گا' آنکھ سے دیکھ لے گا
آں نتائج کز قرانات تو زاد	ہیں مگرد از ہر قرینے زود شاد
ان نتیجوں کو جو تیرے ملاپ سے پیدا ہوئے ہیں	خبردار! ہر ساتھی سے جلد خوش نہ ہو
منتظر میباش آں میقات را	صدق داں الحاق ذریات را
تو اس وعدہ گاہ کا منتظر رہ	ذریات کے ملا دینے کو سچا سمجھ
کز عمل زائیدہ اند و از علل	ہر یکے را صورت نطق و کلل
کہ وہ عمل اور علتوں سے پیدا ہوئے ہیں	ہر ایک کو گویائی اور گونگے پن کی (صورت) حاصل ہے
بانگ شاں در میرسد زاں خوش جمال	کاے زما غافل ہلا زوتر تعال
ان حسینوں سے انہیں آواز آ رہی ہے	کہ اے ہم سے غافل! خبردار' جلد آجا
منتظر در غیب جان مرد و زن	مول مولت چیست زوتر گام زن
مرد و عورت کی جان (عالم) غیب میں منتظر ہے	تیرا آہستہ آہستہ چلنا کیوں ہے' جلد قدم اٹھا
راہ گم کرد او ازاں صبح دروغ	چوں مگس افتاد اندر دیگ دوغ
اس نے صبح کاذب کی وجہ سے راستہ گم کر دیا	مکھی کی طرح چھاچھ کی دیگ میں گر گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

پشیماں شدن آں سرلشکر از خیانتے کہ کردہ بود و سوگند دادن او آں کنیزک را کہ بخلیفہ باز نگوید آنچہ رفت

اس لشکر کے سردار کا اس خیانت سے شرمندہ ہونا جو اس نے کی تھی اور اس کا اس لونڈی کو قسم دینا کہ جو کچھ ہوا ہے وہ خلیفہ سے نہ کہے

چند روزے ہم براں بد بعد ازاں	شد پشیماں او ازاں جرم گراں
وہ چند روز اسی (حالت) پر رہا اس کے بعد	وہ اس بھاری جرم سے شرمندہ ہوا
داد سوگندش کہ اے بدر منیر	کن حذر تا شہ نگردد زیں خبیر
اس نے اس کو قسم دی کہ اے روشن چودھویں کے چاند	احتیاط برت، تاکہ بادشاہ اس سے خبردار نہ ہو
داد سوگندش کہ اے خورشید رو	با خلیفہ زانچہ شد رمزے مگو
اس نے اس کو قسم دی کہ اے سورج جیسے چہرے والی	جو کچھ ہوا خلیفہ سے اس کا اشارہ نہ کرنا
مختصر گویم ببرد آں پہلواں	مر کنیزک را سوئے شاہ جہاں
میں مختصر بتاتا ہوں وہ پہلوان لے گیا	شاہ جہاں کی جانب لونڈی کو
چوں بدید او را خلیفہ مست گشت	پس زبام افتاد او را نیز طشت
جب خلیفہ نے اس کو دیکھا مست ہو گیا	تو اس کا طشت بھی بالا خانے سے گر گیا
دید صد چندانکہ وصف اشنیدہ بود	کے بود خود دیدہ مانند شنود
جو تعریف اس نے سنی تھی اس کو سوگنا دیکھا	دیکھا ہوا سنے ہوئے کی برابر کب ہوتا ہے
وصف تصویر ست بہر چشم ہوش	صورت آں چشم داں نے آں گوش
تعریف، ہوش کی آنکھ کے لئے تصویر کھینچنا ہے	صورت آنکھ کی ملکیت سمجھ نہ کہ کان کی
یک مثالے گویم اکنوں گوش دار	فہم کن امثال معنی ہوش دار
میں ایک مثال کہتا ہوں، اب سن	مثالوں کا مطلب سمجھ ہوش کر

حکایت

کرد مردے از سخندانے سوال	حق و باطل چیست اے نیکو مقال
ایک شخص نے ایک سخن دان سے دریافت کیا	اے خوش بیان! حق اور باطل کیا ہے؟
گوش را بگرفت و گفت ایں باطل ست	چشم حقست و یقینش حاصل ست
اس نے (اپنا) کان پکڑا اور کہا یہ باطل ہے	آنکھ حق ہے اور اس کو یقین حاصل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں بہ نسبت باطل آمد پیش ایں	نسبت ست اغلب سخنہا اے امیں
وہ (کان) اس (آنکھ) کے مقابلہ میں نسبت کے اعتبار سے باطل ہے	اے امین! اکثر باتوں میں نسبت ہے
ز آفتاب ار کرد خفاش احتجاب	نیست محجوب از خیالے آفتاب
اگر چمگادڑ نے سورج سے پردہ کر لیا ہے	سورج' خیال سے پردے میں نہیں ہے
خوف او را خود خیالش میدہد	آں خیالش سوئے ظلمت میکشد
(روشنی کا) ڈر اس کو خود اس (سورج) کا خیال دے رہا ہے	وہ خیال اس کو تاریکی کی جانب کھینچ رہا ہے
آں خیال نور می ترساندش	بر شب ظلمات می چفساندش
روشنی کا خیال اس کو ڈرا رہا ہے	تاریکیوں کی رات سے اس کو چمٹا رہا ہے
از خیال دشمن و تصویر اوست	کہ تو بر چفسیدۂ بر یار و دوست
دشمن کے خیال اور اس کی تصویر کی وجہ سے ہے	کہ تو یار اور دوست سے چمٹا ہوا ہے
موسیاؑ کشف لمع بر کہ فراشت	آں مخیل تاب تحقیق نداشت
اے موسیٰ! تجلی کا کشف پہاڑ پر پڑا	وہ خیال کرنے والا آپ کی تحقیق کی طاقت نہیں رکھتا ہے
ہیں مشو غرہ بداں کہ قابلی	مر خیالش را و زیں رہ واصلی
خبردار! تو اس میں دھوکہ نہ کھا کہ تو قبول کرنے والا ہے	اس کے خیال کو اور تو اس راہ سے واصل (حق) ہے
از خیال حرب نہراسید کس	لاشجاعۃ قبل حرب ایں داں و بس
جنگ کے خیال سے کوئی خوفزدہ نہیں ہوتا	"جنگ سے پہلے شجاعت نہیں ہے" اس کو سمجھ لے اور بس
بر خیال حرب' حیز اندر فکر	میکند چوں رستماں صد کر و فر
نامرد لڑائی کے خیال سے فکر میں	رستموں کی طرح سینکڑوں کر و فر کرتا ہے
نقش رستم کاں بحمامے بود	قرن حملہ فکر ہر خامے بود
رستم کی تصویر جو کسی حمام میں ہوتی ہے	ہر ناقص کے فکر کے حملہ کی حریف ہو سکتی ہے
ایں خیال سمع چوں مبصر شود	حیز چہ بود رستمے مضطر شود
جب کان کا یہ خیال دیکھے ہوئے کی طرح ہو جائے	نامرد کیا ہوتا ہے' ایک رستم بھی مجبور ہو جاتا ہے
جہد کن کز گوش در چشمت رود	آنچہ آں باطل بدست آں حق شود
تو کوشش کر کہ وہ کان تیری آنکھ میں آ جائے	جو باطل (نظر آتا) تھا وہ حق ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں سپس گوشت شود ہم طبع چشم	گوہرے گردد دو گوشت ہمچو یشم
اس کے بعد تیرا کان بھی آنکھ کا ہم مزاج بن جائے گا	تیرے یشم جیسے دونوں کان گوہر بن جائیں گے
بلکہ جملہ تن چو آئینہ شود	جملہ چشم و گوہر سینہ شود
بلکہ پورا جسم آئینہ کی طرح ہو جائے گا	سب آنکھ اور سینہ کا جوہر ہو جائے گا
گوش انگیزد خیال و آں خیال	ہست دلالہ وصال آں جمال
کان ایک خیال پیدا کرتا ہے اور وہ خیال	اس حسن کے وصال کی مشاطہ بن جاتا ہے
جہد کن تا ایں خیال افزوں شود	تا دلالہ رہبر مجنوں شود
کوشش کر تاکہ یہ خیال بڑھے	تاکہ مجنوں کے لئے مشاطہ رہبر بن جائے
آں خلیفہ گول ہم یک چند نیز	ریش گاوی کرد خوش با آں کنیز
اس احمق خلیفہ نے بھی کچھ دن	اس لڑکی کے ساتھ حماقت برتی
ملک را تو ملک غرب و شرق گیر	چوں نمی ماند تو آں را برق گیر
تو سلطنت کو مغرب اور مشرق کی سلطنت فرض کر لے	جبکہ وہ باقی نہیں رہتی! تو اس کو بجلی (کی کوند) سمجھ
مملکت کاں می نماند جاوداں	اے دلت خفتہ تو آں را خواب داں
وہ سلطنت جو ہمیشہ نہ رہے	اے کہ تیرا دل سویا ہوا ہے تو اس کو خواب سمجھ
تا چہ خواہی کرد آں باد بروت	کہ بگیرد ہم چو جلادے گلوت
تو اس غرور کا کیا کرے گا؟	جو جلاد کی طرح تیرا گلا پکڑ لے
ہم دریں عالم بداں کہ مامنے ست	از منافق کم شنو کہ گفت نیست
اسی دنیا میں جان لے کہ امن کی جگہ ہے	منافق سے نہ سن جس نے کہا کہ نہیں ہے

حجت منکران آخرت و بیان ضعف آں حجت

آخرت کے منکروں کی دلیل اور اس کی کمزوری کا بیان

حجتش این ست و گوید ہر دمے	گر بدے چیزے دگر من دیدمے
اس کی یہ دلیل ہے اور ہر وقت کہتا ہے	اگر کوئی اور چیز ہوتی تو مجھے نظر آتی
گر نہ بیند کودکے احوال عقل	عاقلے ہرگز کند از عقل نقل
اگر کوئی بچہ عقل کے احوال نہیں دیکھتا ہے	(تو) عقلمند بھی عقل کو ترک کرے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

ورنہ بیند عاقلے احوال عشق	کم نگردد ماہ نیکو فال عشق
اگر کوئی عقلمند عشق کے احوال نہیں دیکھتا ہے	(تو) عشق کا نیک فال چاند نہیں گھٹتا ہے
حسن یوسفؑ دیدۂ اخوان ندید	از دل یعقوبؑ کے شد ناپدید
یوسف کے حسن کو بھائیوں کی آنکھ نے نہ دیکھا	(حضرت) یعقوب کے دل سے کب مٹا؟
مر عصا را چشم موسیٰؑ چوب دید	چشم قبطی افعی و آشوب دید
(حضرت) موسیٰ کی آنکھ نے عصا کو لکڑی دیکھا	قبطی کی آنکھ نے (اس کو) اژدھا اور مصیبت دیکھا
چشم سر با چشم سر در جنگ بود	غالب آمد چشم سر حجت نمود
باطن کی آنکھ سر کی آنکھ سے جنگ میں تھی	باطن کی آنکھ غالب ہو گئی ثبوت پیش کر دیا
چشم موسیٰؑ دست خود را دست دید	پیش چشم غیب نورے بد پدید
(حضرت) موسیٰ کی آنکھ نے اپنے ہاتھ کو ہاتھ دیکھا	غیب کی آنکھ کے سامنے ایک نور ظاہر تھا
ایں سخن پایاں ندارد ہر کمال	پیش ہر محروم باشد چوں خیال
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہر کمال	ہر محروم کے سامنے خیال کی طرح ہوتا ہے
چوں حقیقت پیش او فرج و گلوست	کم بیاں کن پیش او اسرار دوست
جبکہ اس کے سامنے حقیقت شرمگاہ اور حلق ہے	دوست کے راز اس کے سامنے بیان نہ کر
پیش ما فرج و گلو باشد خیال	لاجرم ہر دم نماید جاں جمال
ہمارے سامنے شرمگاہ اور حلق خیال ہے	لامحالہ جان ہر وقت جمال دکھاتی ہے
ہر کرا فرج و گلو آئین و خوست	آں لکم دین ولی دین بہر اوست
جس شخص کا طریقہ اور عادت شرمگاہ اور حلق ہے	"تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین" اس کیلئے ہے
با چناں انکار کوتہ کن سخن	احمدا کم گوے با گبر کہن
ایسے انکار کے ہوتے ہوئے بات مختصر کر	اے احمد! پرانے کافر سے بات نہ کر

شرح حبیبی

خلیفہ مصر سے ایک غماز نے کہا کہ بادشاہ موصل ایک حور سے ہم آغوش ہے یعنی اس کے پہلو میں ایک کنیزک ہے جس کی نظیر عالم میں نہیں ملتی اور چونکہ وہ بے حد حسین ہے اس لئے اس کا حسن بیان سے باہر ہے اگر آپ کو میرے بیان میں کچھ مبالغہ معلوم ہو تو لیجئے یہ اس کی تصویر ہے جو اس کاغذ میں موجود ہے۔ آپ اس سے میرے بیان کی تصدیق فرمائیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جب خلیفہ نے کاغذ میں اس کی تصویر کا مطالعہ کیا تو مبہوت ہو گیا اور جام شراب اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ جب حواس درست ہوئے تو اس نے ایک نہایت بہادر افسر کو بہت بڑی فوج کے ساتھ شاہ موصل کی طرف روانہ کیا اور اس کو ہدایت کر دی کہ اگر وہ اس کنیزک کو دینے سے انکار کرے تو موصل کو تہس نہس کر دو اور اگر وہ اس کو تمہارے حوالہ کر دے تو اس سے کچھ تعرض نہ کرو اور صرف اس چاند کو لے آؤ تا کہ میں زمین پر ہی چاند کو بغل میں لینے کا فخر حاصل کروں۔

یہ ہدایت سن کر وہ پہلوان لاؤ لشکر اور ہزاروں شجاعان جنگی اور طبل وعلم کے ساتھ موصل کو روانہ ہو گیا۔ اور جس طرح بہت بڑا ٹڈی دل کھیت کے گرد جمع ہو کر اس کو تباہ کرنا چاہتا ہے یوں ہی یہ ٹڈی دل سپاہ اہل موصل کے تباہ کرنے پر آمادہ ہو گئی اور ہر طرف کوہ قاف کی مانند بڑے بڑے منجنیق قائم کر کے ان سے کام لینا شروع کر دیا۔ اور یہ حالت تھی کہ تیر اور منجنیقوں سے پتھر برس رہے تھے اور لوگوں کو زخمی کر رہے تھے اور تلواریں اپنی چمک کے سبب گرد میں ایسی معلوم ہوتی ہیں جیسے ابر میں بجلیاں کوندرہی ہوں۔

القصہ ایک ہفتہ تک انہوں نے یوں ہی خون ریزی کا بازار گرم رکھا اور قلعہ سنگین موم کی طرح نرم یعنی قابل تسخیر ہو گیا۔ پس جبکہ شاہ نے اس خوف ناک جنگ کا مشاہدہ کیا تو اس نے اپنے یہاں سے ایک قاصد روانہ کیا اور پوچھا کہ ان مسلمانوں کے خون سے جو کہ اس شدید جنگ کے سبب شہید ہو رہے ہیں۔ تمہارا کیا مقصد ہے اگر تمہارا مقصود ملک اور شہر پر قبضہ کرنا ہے تو میں یہ تم کو بدوں اس خونریزی کے دے سکتا ہوں۔ لو میں جاتا ہوں تم آ جاؤ اور جنگ کو چھوڑ دو تا کہ مظلوموں کا خون تمہارا دامن گیر نہ ہو۔ اور اگر مال اور دولت حاصل کرنا مقصود ہے تو یہ تو ملک اور شہر سے بھی زیادہ معمولی ہے۔ جو کچھ اور جس قدر مال تم کو مطلوب ہو میں تمہارے پاس بھیج دوں۔ پھر یہ شور و شر کیوں ہے یہ پیغام لے کر قاصد روانہ ہو گیا اور جبکہ وہ اس افسر کے حضور میں حاضر ہوا تو اس نے پیغام شاہی اس سے بیان کر دیا۔ اس نے اس کے جواب میں کہا کہ نہ مجھے ملک مطلوب ہے اور نہ مال میں تو ایک حسین کا طالب ہوں یہ کہہ کر رقعہ اس کے حوالہ کر دیا جس میں اس کی تصویر تھی اور یہ کہہ دیا کہ اپنے بادشاہ سے میرا یہ پیغام صاف صاف کہہ دینا کہ غور سے دیکھ لو کہ کس کی صورت ہے اور جس کی یہ صورت ہے اس کو ہمارے حضور میں روانہ کر دو ہم نہ تمہیں کچھ کہیں گے نہ تمہارے ملک کو۔ میں مکرر کہتا ہوں کہ اس مرقع کو دیکھ لو۔ میں اس کا طالب ہوں اور اسے میرے حوالہ کر دو۔ ورنہ میں ملک پر قبضہ کرتا ہوں۔ جب قاصد شاہی یہ پیغام لے کر لوٹا تو اس نے اس کو بادشاہ کے حضور میں عرض کر دیا اور مرقع ان کے حوالہ کر دیا اور تصویر دکھلا دی اور بادشاہ نے پیغام کا مدعا سمجھ لیا۔ اب سنو کہ اس مرد بادشاہ نے اس کا کیا جواب دیا اس نے نہایت بے پروائی کے ساتھ کہا کہ اچھا ایک تصویر نہ سہی اسے تم لے جاؤ۔ میں اپنے زمانہ ظہور اسلام میں بت پرست نہیں ہوں کہ بت پرستی کروں وہ بت پرست ہے اس لئے بت کا اسی کے پاس ہونا زیادہ مناسب ہے یہ کہہ کر اس نے لڑکی کو بڑے ساز وسامان کے ساتھ قاصد کے حوالہ کیا۔ اور قاصد اس کو لے کر لشکر گاہ کو روانہ ہو گیا اور افسر کے حوالہ کر دیا۔ جبکہ وہ قاصد کنیزک کو افسر کے پاس لے گیا تو وہ اسے دیکھتے ہی اس پر عاشق ہو گیا۔ یہاں تک اس واقعہ کو پہنچا کر آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عشق ایک سمندر ہے اور آسمان اس پر مثل خس وخاشاک کے ہے۔ یعنی گردش فلک کا منشاء عشق ہے جس طرح کہ گردش خس وخاشاک کا سبب طلاطم سمندر ہے اور وہ زلیخا کی طرح ایک ایک یوسف کی محبت میں سرگرداں ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ تم گردش کا سبب موج عشق کو سمجھو۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اور ایک آسمان ہی کی کیا تخصیص ہے ہم تو کہتے ہیں کہ نظام عالم ہی عشق پر مبنی ہے کیونکہ اگر عشق نہ ہوتا تو اجزائے عالم ایک دوسرے سے کشیدہ رہتے اور جماد نبات میں فنا نہ ہوسکتا۔ اور مٹی اور پانی نبات نہ بن سکتی اور نباتات حیوان پر قربان نہ ہوسکتی اور اغذیہ جزو حیوان ہو کر اس کی تربیت نہ کرسکتیں۔ اور روح اس صاحب نفخ (حق سبحانہ) پر قربان نہ ہوتی۔ جس کی نسیم فیض سے مریم بے شوہر کے حاملہ ہوگئی تھیں۔ بلکہ ہر چیز اپنی جگہ پر برف کی طرح اکڑ کر رہ جاتی۔ اور ملخ کی طرح دوسری چیز کی طالب اور جویاں نہ ہوتی۔ پس جو انسان وانتظام ان کی آپس کے تعلق سے مشاہد ہے وہ اتساق وانتظام ناممکن ہو جاتا۔ شاید کسی کو ہمارے بیان سے شبہ ہو کہ حق سبحانہ پر صرف روح ہی عاشق ہے اس لئے اس کا دفع کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سنو یہ بات نہیں ہے بلکہ ہر ذرہ اصالۃً حق سبحانہ کے جمال پر عاشق ہے اور اس بناء پر وہ پودے کی طرح علو معنوی حاصل کر رہا ہے اس ترقی سے ہماری مراد وہ ترقی ہے جو ان کو تسبیح حق سبحانہ سے حاصل ہے (جس کو حق سبحانہ نے سبح للہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض سے بیان فرمایا ہے) اور اس طرح وہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے اپنے جسم کا تنقیہ کرتے ہیں۔

فائدہ:۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ تسبیح کے معنی ہیں حق سبحانہ کی شوائب نقص سے پاک ہونے کا اظہار اور یہ اظہار دو طرح کا ہوتا ہے اول تکوینی اور دوسرے تشریعی۔ پس چونکہ ہر چیز سے حق سبحانہ کا کمال علم وقدرت و حکمت وغیرہ ظاہر ہوتا ہے اور ہر چیز مسخر امر الٰہی ہے اس لئے تسبیح تکوینی تو ہر چیز کے لئے ثابت ہوگئی اور تسبیح تشریعی سو اس کا تعلق صرف مکلفین سے ہوگا اور وہ دو قسم کی ہوگی۔ اول وہ جو موافق امر الٰہی ہو جیسے تسبیح طائعین۔ دوسری وہ جو خلاف امر الٰہی ہو جیسے تسبیح عاصین مثل کفار کہ ان کی تسبیح غیر اللہ بھی مآلاً تسبیح حق سبحانہ ہے کیونکہ وہ جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں تو یا ان کمالات کی بناء پر کرتے ہیں جو کہ ان کے لئے ثابت نہیں ہیں بلکہ حق سبحانہ کے لئے ثابت ہیں جیسے ان کا بالذات نافع یا ضار ہونا یا ان کمالات کی بناء پر کرتے ہیں جو کہ ان کے لئے بعطاء حق ثابت ہیں جیسے آگ یا ستاروں کا روشن ہونا وغیرہ اور ہر صورت میں یہ تسبیح راجع بحق سبحانہ ہے گو مسبحین کا مقصود نہیں۔ تسبیح اول مقبول ہے اور تسبیح ثانی مردود اس سے ثابت ہوا کہ عالم میں ہر چیز خدا کی تسبیح کرتی ہے خواہ وہ تسبیح تکوینی ہو یا تشریعی اور مقبول حق سبحانہ ہو یا مردود حق سبحانہ۔ اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ ہر چیز عاشق حق سبحانہ ہے کیونکہ اس مقام پر عشق سے مراد مطلق منشاء ومبداء تسبیح ہے۔ خواہ وہ عشق متعارف ہو یا غیر متعارف۔

جب یہ معلوم ہوگیا تو اب سمجھو کہ مولانا نے تسبیح کی علت غائی تنقیہ تن فرمایا ہے۔ پس چونکہ تسبیح دو قسم کی تھی اس لئے تنقیہ بھی دو قسم کا ہوگا ایک عام جس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ ہر چیز تکوینی طور پر مسخر امر الٰہی ہے اور اطاعت حق کے لئے اس نے اپنے جسم کو مشقت طاعت میں ڈال رکھا ہے اس لئے کہ گویا کہ وہ اس طرح اپنے جسم کا تنقیہ کر رہے ہیں تا کہ مادۂ عصیان اس کی جان کو ہلاک نہ کردے۔ یہ تنقیہ تو تکوینی ہوگا جو کہ تسبیح تکوینی سے متعلق ہوگا اور دوسرا تنقیہ خاص۔ یہ تنقیہ تسبیح تشریعی کی طرح صرف مکلفین کے ساتھ مخصوص ہوگا اور تسبیح تشریعی کی طرح وہ بھی دو قسم کا ہوگا۔ ایک واقعی اور دوسرا خیالی۔ تنقیہ واقعی طائعین کا ہے اور تنقیہ خیالی عاصین کا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر چیز خدا پر عاشق ہے خواہ بعشق تکوینی ہو یا بعشق تشریعی۔ اور ہر چیز کے لئے ہر قسم

www.besturdubooks.wordpress.com

کے عشق سے اس عشق کے مناسب ایک تسبیح ثابت ہوتی ہے اور ہر تسبیح پر اس کے مناسب ایک تسبیح ثابت ہوتی ہے اور ہر تسبیح پر اس کے مناسب تنقیہ تن مرتب ہوتا ہے۔ واللہ اعلم)

خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ ہم نے اوپر کہا تھا کہ وہ افسر اس کنیزک پر عاشق ہو گیا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ اس کو ایسا نہ کرنا چاہئے تھا۔ بلکہ اس کو دیکھنا چاہئے تھا کہ یہ کمال اس میں کہاں سے آیا ہے اور اس کے مبداء پر عاشق ہونا چاہئے تھا۔ لیکن اس نے ایسا نہیں دیکھا۔ اس نے کنوئیں کو راستہ اور ایک مضر شئے کو اپنے لئے مفید سمجھا۔ اس لئے وہ اس پر عاشق ہو گیا اور ایک زمین شور اور بے نتیجہ شے اسے پسند آ گئی۔ اور اسی میں اپنا تخم عشق بو دیا۔ اس لئے اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے ایک شخص سو رہا ہو اور اس کو خواب میں ایک خیالی صورت دکھلائی دے اور وہ اس سے ہمبستر ہو اور اپنی منی گرا دے اور جب ایسا شخص جب خواب سے بیدار ہو گا تو دیکھے گا کہ وہ معیت چھین بیداری کے وقت نہیں ہے اس پر وہ افسوس کرے گا اور کہے گا کہ افسوس میں نے اپنی منی کو ایک بے حقیقت چیز پر ضائع کر دیا اور اس دھوکہ باز کا دھوکہ کیا گیا۔ پس یہی حالت اس افسر کی ہے اور اس کو بھی اپنے اس فعل پر ایک وقت میں ندامت ہوگی۔ اچھا اب سنو کہ اس بیہودگی کا منشاء کیا تھا جو اس افسر نے کی۔ سو بات یہ ہے کہ بس وہ جسم ہی کا پہلوان تھا اور حقیقت مردے (یعنی قوت و کمال ایمانی) اسے حاصل نہ تھی۔ اس لئے اس نے مردانگی کا بیج (یعنی عشق جو کہ جزء قوت و کمال ایمانی کی) ریت میں بو دیا۔ یعنی ایک فانی پر عاشق ہو کر یہ اپنے عشق کو بے نتیجہ بنا دیا۔ خیر اس کا تو عشق سرکش اور بے قابو ہو گیا تھا اور وہ جوش عشق سے فاختہ کی طرح نعرہ لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ مجھے خلیفہ کی کچھ پرواہ نہیں ہے میں عشق میں بادشاہ کی کیا پرواہ کروں گا۔ میرے نزدیک تو زندگی اور موت دونوں برابر ہیں۔ پس مجھے خلیفہ سے کس بات کا خوف ہو سکتا ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ اس بے باک افسر سے کوئی کہے کہ میاں تخم عشق کے بونے میں اس قدر جانفسانی نہ کرو ذرا اس معاملہ میں کسی جاننے والے سے بھی مشورہ کر لو تا کہ وہ اس کے نشیب و فراز سے تمہیں واقف کرے اور تمہارے فعل کی خرابی تم کو سمجھا دے مگر کجا صلاح و مشورہ اور کجا عقل۔ اس کے سیلاب حرص نے تو عقل کے پردے ادھیڑ دیئے ہیں پھر وہ صلاح و مشورہ کیونکر کرے گا اور اس کے تو آگے بھی دیوار ہے اور پیچھے بھی دیوار ہے پھر وہ مفتون رخسار آگا پیچھا کیسے دیکھے گا اور اس کی قصر جان میں تو عشق کا سیلاب عظیم آ چکا ہے۔ اب وہ کیونکر بچے گا اس کا نتیجہ تو یہ ہوگا کہ ایک لومڑی (کمزور عورت) ایک شیر (اتنے بڑے بہادر) کو تباہی کے کنوئیں میں گرا دے گی۔ اور اب تو کنوئیں سے ایک معدوم شئے محسوس نظر آنے لگی ہے لہٰذا اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ خیالی شے پہاڑوں کی طرح غیر متزلزل شیروں کو اس میں گرا دے گی پھر وہ افسر کیسے بچ سکے گا۔

الحاصل وہ حسن فانی سے دھوکہ کھا کر عشق کے پنجہ میں گرفتار ہو گیا ہے۔ اب اس کے نجات کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی۔ خیر اس واقعہ کو تو ہم یہیں چھوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ لوگو تم اس واقعہ سے عبرت پکڑو اور کسی شخص کو عورتوں کا محرم نہ بناؤ۔ کیونکہ عورت اور مرد کی مثال روئی اور آگ کی سی ہے۔ پس جبکہ ان میں اتصال اور اختلاط ہوگا تو نتیجہ بد کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ مرد کا عورت کے ساتھ اختلاط ہو اور معصیت سے ملوث نہ ہو اس کے لئے ضرورت ہے کہ آب رحمت حق سے آتش شہوت دبی ہوئی ہو۔ جیسے کہ حرام کاری کے مقابلہ میں حضرت یوسف

علیہ السلام معصوم تھے کہ وہ زلیخا سے خوبصورت اور سروقد عورت سے اپنے کو شیروں کی طرح الگ کھینچتے ہیں اور باوجود اس کے خواہش اور اصرار شدید کے معصیت میں ملوث نہیں ہوتے۔

اچھا اب سمجھو کہ وہ آگ کیونکر دب سکتی ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ نفس کو کچل دیا جائے اور نفس کو بدوں امداد عقول کاملہ (اہل اللہ) کے نہیں کچلا جا سکتا۔ اس لئے اس آگ کو دبانے کے لئے ضرورت ہے امداد و تربیت اہل اللہ کاملین کی۔ پس اگر تم اس آگ کو دبانا چاہتے ہو تو ان سے مدد لو۔ اور اپنے کو ان کے سپرد کر کے ان سے تربیت حاصل کرو۔

فائدہ:۔ واضح ہو کہ مولانا کا مقصود یہ نہیں ہے کہ نفس کشی اور تہذیب اخلاق کے بعد آدمی کو اختلاط بازناں کی اجازت ہو جاتی ہے اور ایسا کرنا اس کے لئے مباح ہو جاتا ہے بلکہ مولانا کا مقصود صرف اس قدر ہے کہ اگر شخص مذکور کو کسی مجبوری سے عورتوں کے ساتھ اختلاط ہو جائے تو وہ خود اس کے ضرر سے محفوظ رہ سکتا ہے جیسے کہ یوسف علیہ السلام کو زلیخا کے ساتھ غیر اختیاری اختلاط ہو گیا تھا تو وہ بچ گئے تھے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو بااختیار خود ایسا کرنا جائز ہو جائے راز اس کا یہ ہے کہ گو کسی کا نفس کتنا ہی مردہ ہو جائے مگر وہ اس مرتبہ کو نہیں پہنچتا کہ اس کے اندر تقاضائے معصیت بالکل نہ رہے بلکہ فی الجملہ تقاضائے نفس سب میں ہوتا ہے۔ خواہ وہ انبیاء ہوں یا غیر انبیاء۔ جیسا کہ مولانا کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں "یک قدم زد آدم اندر ذوق نفس شد فراق صدر جنت طوق نفس (اس کی شرح شروع دفتر دوم میں گزر چکی ہے اس کو دیکھ لو) مگر انبیاء اور غیر انبیاء میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ انبیاء کو تقاضائے نفس کو مغلوب کرنے کی پوری قوت حاصل ہوتی ہے اور حق سبحانہ کی جانب سے ان کی حفاظت کا وعدہ بھی ہوتا ہے اس لئے وہ تقاضائے نفس پر اس کو خلاف مرضی الٰہی سمجھ کر عمل نہیں کرتے اور صدور گناہ ان سے ناممکن ہوتا ہے۔

اور غیر انبیاء کو نہ تقاضائے نفس کے مغلوب کرنے پر وہ قوت حاصل ہوتی ہے جو انبیاء کو ہوتی ہے اور نہ حق سبحانہ کی طرف سے ان کی حفاظت کا وعدہ ہوتا ہے اس لئے وہ نفس کو مخالف مرضی حق جان کر اس پر عمل کر سکتے ہیں یعنی ایسا کرنا ان کے لئے ناممکن نہیں ہے۔ اب غیر انبیاء کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو مغلوب نفس اور اس کے ہاتھ میں کھلونا ہوتے ہیں کہ وہ جدھر چاہتا ہے ان کو پھیر دیتا ہے۔ پس یہ لوگ تو اہل ہوئی کہلاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کا نفس مغلوب ہوتا ہے اور وہ اس پر غالب ہوتے ہیں ایسے لوگ اہل اللہ کہلاتے ہیں۔ اور اس سے ان کے مراتب میں تفاوت ہوتا ہے اور بعض دوسرے بعض سے اکمل ہوتے ہیں۔ پس چونکہ غیر انبیاء معصوم نہیں ہیں اس لئے ان کو ہر وقت خطرہ ہے معصیت میں مبتلا ہو جانے کا۔ لہٰذا ان کو قصداً اختلاط بازناں کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ اور اگر کوئی اپنے کو اپنے نفس پر بالکل قابو یافتہ یا اس کو بالکل مردہ سمجھ کر عورتوں کے ساتھ اختلاط کو اپنے لئے مضر نہ سمجھے تو یہ اس کی غلطی ہے اور خود اس کا ایسا سمجھنا ہی دلیل ہے اس بات کی کہ اس کا نفس زندہ ہے جو کہ اس کو اس دھوکہ میں ڈال کر اس سے اپنا کام نکالنا چاہتا ہے۔

اور مولانا کے الفاظ آتشی باید نشستہ زاب حق۔ اور نفس خود را کے تواں کردن زبوں میں ہمارے مضمون بالا کی صریح تائید ہے کیونکہ انہوں نے آتش کو نشستہ اور نفس کو زبوں کہا ہے اور مردہ نہیں کہا جس میں اشارہ ہے اس کے زندہ اور منکسر السورۃ ہونے اور معدوم محض نہ ہونے کی طرف۔ اور جہاں کہیں الفاظ مردہ وغیرہ لقا معشوق اس کی رجولیت کو دیکھ کر دب رہ گئی۔ اب وہ شہوت سے اس کے ساتھ ہمبستر ہوا وہ دونوں ایک دوسرے پر عاشق ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

کر ایک جان ہو گئے اور ان دونوں کے اتصال سے ان کو غیب سے ایک اور جان عطا ہو رہی تھی ان دونوں کو ایک بنا رہی تھی۔ اگر وہاں مانع حمل نہ موجود ہوتا تو طریق ولادت سے اس کا ظہور ہوتا۔ اب سمجھو کہ یہ کچھ انہیں کے اتصال کی خصوصیت نہیں ہے بلکہ جب کبھی دو شخصوں کا محبت یا عداوت سے اجتماع ہوتا ہے تو یقیناً وہاں ایک تیسری شے پیدا ہوتی ہے لیکن وہ صورتیں عام طور پر دنیا میں ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ وہ عالم غیب میں پیدا ہوتی ہیں۔ جب تم وہاں جاؤ گے اس وقت وہ تمہیں دکھلائی دے گی۔ ہماری مراد ان صورتوں سے وہ نتائج ہیں جو کہ تمہارے اقترانات واتصالات یا افعال وغیر افعال سے پیدا ہوتے ہیں۔ پس تم کو چاہئے کہ ہر مقارن کے اقتران سے تم کو فوراً خوش نہ ہو جانا چاہئے کیونکہ تمہیں کیا معلوم کہ اس کے اقتران سے یہ کیسی صورت پیدا ہوگی۔ بلکہ خوب سوچ سمجھ کر کسی فعل یا غیر فعل کی مقارنت پیدا کرنی چاہئے تاکہ اس اقتران سے برے نتائج پیدا نہ ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ جو کام بھی تم کرو اور جس شخص کے ساتھ اختلاط کرو اس کے متعلق یہ سوچ لو کہ اس سے کوئی برا نتیجہ تو نہ پیدا ہوگا۔ اگر برا نتیجہ پیدا ہو تو اس کو چھوڑ دو اور اگر اچھا نتیجہ پیدا ہو تو اس کو اختیار کرو۔)

تم اس وقت کے منتظر رہو جبکہ وہ تم کو دکھلائی دیں گے اور ان ذریات کو کے الحاق کو حق سمجھو۔ جو کہ ہر ایک کے لئے اس کے اعمال سے جو کہ ان کے لئے علتیں ہیں یوں ہی پیدا ہوتے ہیں جیسے کہ اپنی علتوں سے گویائی اور گونگا پن پیدا ہوتی ہیں۔ یا جیسے کہ گویائی اور گونگے پن سے ان کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ ان خوش جمال (نتائج اعمال) کی طرف سے لوگوں کو ہر دم یہ آواز پہنچ رہی ہے کہ ارے غافلو ہم سے جلدی آ کر ہم سے ملو۔ ہم کہ مردوں اور عورتوں کی جان اور ان کے بچے ہیں تمہارے منتظر ہیں۔ پس تم کو توقف کیوں ہے جلدی آؤ اور ہم سے ملو۔

فائدہ:۔ نتائج اعمال کو باوجودیکہ ان میں اچھے اور برے دونوں ہیں استعمال کئے ہیں وہاں مردہ سے یہی معنی مراد ہیں۔ پس اس مضمون کو خوب سمجھ لینا چاہئے اور دھوکہ نہ کھانا چاہئے واللہ اعلم)

اچھا اب اس مضمون استطرادی کو ختم کر کے اتمام قصہ کی طرف لوٹنا چاہئے کیونکہ یہ گفتگو تمام نہیں ہو سکتی۔ اچھا سنو۔ افسر مذکور موصل سے روانہ ہو گیا اور چلتے چلتے وہ ایک بن میں پہنچا۔ جہاں اس نے پڑاؤ ڈال دیا چونکہ اس کی آتش عشق اس قدر بھڑک رہی تھی اور وہ اس سے اس قدر بے خود ہو گیا تھا کہ زمین اور آسمان میں اس کو امتیاز نہ رہا تھا۔ اس لئے اس نے خیمہ کے اندر اس کنیزک سے ہمبستری کا قصد کیا۔ عقل کہاں اور خلیفہ کا خوف کہاں۔ جو اس کو ایسا کرنے سے باز رکھے کیونکہ جب شہوت آدمی کے اندر شعلہ زن ہوتی ہے تو عقل کو یونہی بھسم کر دیتی ہے جیسے شعلہ آتش کانٹوں کو۔ اور جبکہ وہ آدمی پر اپنا تسلط کرتی ہے تو پھر بے چارے عقل کی کیا حقیقت ہوتی ہے کہ اس کی مزاحم ہو۔ اس وقت اس کی دکھتی ہوئی آنکھوں کے سامنے سینکڑوں خلیفہ مکھی سے زیادہ بے وقعت ہوتے ہیں اس لئے وہ اس فعل پر آمادہ ہو گیا اور جبکہ وہ زن پرست پاجامہ اتار کر کنیزک کے پاؤں کے درمیان بیٹھا ہے اور جبکہ عضو تناسل اپنے مقام کی طرف سیدھا جا رہا تھا اس وقت لشکر میں ایک شور قیامت برپا ہوا اس شور کو سن کر وہ ننگا ہی صف لشکر کی طرف یوں دوڑا کہ شعلہ آتش کی طرح چمکتی ہوئی تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور اس طرح وہ وہاں پہنچا اور جا کر دیکھا کہ ایک کالا شیر بن سے نکل کر دفعۃً قلب لشکر پر آ پڑا ہے اور گھوڑے جو شان و خردشاں ہیں اور انہوں نے طویلوں اور خیموں کو تہس نہس کر دیا ہے اور شیر ہوا میں موج دریا کی طرح بیس بیس گز اونچی اچھل رہا ہے۔ یہ افسر چونکہ نہایت بہادر اور نڈر تھا اس لئے وہ شیر مست اور نر کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح اس کے سامنے آیا اور اس پر تلوار کا وار کیا اور سر کے دو ٹکڑے کر دیئے اس کا کام تمام کر کے فوراً خیمہ کی طرف چل دیا جبکہ وہ اس حوروش کے سامنے گیا ہے تو اس کا عضو تناسل اسی طرح کھڑا تھا اور باوجودیکہ اس نے ایسے خطرناک شیر سے مقابلہ کیا مگر اس کا عضو تناسل اسی طرح قائم رہا اور بیٹھا نہیں اور وہ شیریں مطلقاً خوش جمال کہنے کی یہ وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ان کی برائی ذاتی نہیں ہے بلکہ ان میں جو کچھ برائی ہے وہ عکس ہے زشتی افعال اختیاریہ مکلفین کا۔ پس ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے آئینہ جو کہ اپنی ذات سے برا نہیں ہے بلکہ عکس روئے زشت سے برا معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔)

ہاں تو وہ افسر صبح کاذب کو دیکھ کر مغالطہ میں پڑ گیا اور مکھی کی طرح میٹھے کی ہانڈی میں گر گیا (یعنی وہ کنیزک کے حسن فانی کو حسن باقی اور اس کے حسن مستعار کو حسن ذاتی سمجھ کر اس کے عشق میں مبتلا ہو گیا۔ اس لئے اس کی ایسی مثال ہوئی جیسے کوئی صبح کاذب کو صبح صادق سمجھ کر مغالطہ میں پڑ جائے یا مکھی لسی کو دودھ سمجھ کر اس میں گر جائے)

چند روز تک وہ افسر اسی عیش و کامرانی پر قائم رہا لیکن اس کے بعد جبکہ نشہ شہوت اترا تو اسے اس بھاری جرم پر ندامت ہوئی اور اس نے خیال کیا کہ میں نے بڑی غلطی کی کہ بادشاہ کی محبوب پر دست اندازی کی۔ اس کے لئے اس نے یہ تدبیر کی کہ کنیزک کی قسم دیکر کہا کہ دیکھو۔ ان واقعات کی بادشاہ کو اطلاع نہ ہو اور اس نے اسے قسم دیدی کہ دیکھو جو معاملہ ہوا ہے بادشاہ کو اس کی ہوا بھی نہ دینا۔ خیر میں اس قصہ کو مختصر کرتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ افسر اس کنیزک کو بادشاہ کی حضوری میں لے گیا جب بادشاہ نے اس کو دیکھا تو مست ہو گیا اور اس طرح وہ بھی مبتلائے ذلت ہو گیا کیونکہ جس قدر اس نے اس کی تعریف سنی تھی اس کو اس سے سوگنا پایا پھر خود سننے اور دیکھنے میں بھی فرق ہے اور شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ معلوم ہے کیونکہ تعریف تو صرف چشم خیال کے لئے ایک نقشہ کھینچتی ہے اور آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی اور صورت حسیہ مبصرہ آنکھ کا حصہ ہے کان سے اسے علاقہ نہیں پس جبکہ یہ امر معلوم ہو گیا تو مشاہدہ کا سماع پر تفوق ظاہر ہو گیا کیونکہ مشاہدہ عین شے مدرک ہوتی ہے اور وصف میں اس کی تصویر اور ایک شے کا بلا واسطہ ادراک لامحالہ اس کے ادراک بواسطہ تصویر سے بڑھا ہوا ہوگا۔

اب ہم تم سے اس مضمون کی تائید کے لئے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں اس کو غور سے سنو۔ اور اس کا ہمیشہ لحاظ رکھو کہ جب کسی مقصود کو مثالوں کے ذریعہ سے بیان کیا جائے تو ان مثالوں کو خوب سمجھو تا کہ مقصود خوب ذہن نشین ہو جائے اور اس کے سمجھنے میں غلطی نہ ہو۔

ایک شخص نے کسی سخن دان سے سوال کیا کہ جناب حق کیا ہے اور باطل کیا اس کے جواب میں اس نے کان کو پکڑا اور کہا کہ یہ تو باطل ہے اور آنکھ کی نسبت کہا کہ یہ حق ہے اور اس کو یقین حاصل ہے یعنی سنی سنائی بات کا کچھ اعتبار نہیں ٹھیک اور سچی بات وہ ہے جو آنکھ سے دیکھ لی جائے اس سے معلوم ہو گیا کہ سنی ہوئی بات دیکھی ہوئی شے کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یہاں تک تو مضمون بالا کی تائید تھی۔

اب ہم ایک غلطی کا ازالہ مناسب سمجھتے ہیں جو اس حکایت کے سننے سے پیدا ہو سکتی ہے اور کہتے ہیں کہ سنی ہوئی بات کو باطل کہنے سے یہ مطلب نہیں کہ وہ واقع میں غلط اور ناقابل اعتبار ہوتی ہے بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ چونکہ سنی ہوئی بات دیکھے ہوئے کے برابر نہیں ہوتی اس لئے وہ اس کے مقابلہ میں باطل ہے خواہ وہ فی نفسہ ٹھیک ہو۔ چنانچہ اکثر باتوں میں نسبت کا لحاظ ہوتا ہے جن میں تم بھی نسبت کا اعتبار کرتے ہو۔ پس تم حق سبحانہ کے غیر

www.besturdubooks.wordpress.com

مبصر ہونے کی بناء پر اس کے علم سماعی کو بے حقیقت اور باطل محض نہ سمجھنا۔ کیونکہ حق سبحانہ واقع میں موجود ہے اور گو تم ان کا مشاہدہ نہیں کرتے مگر تم کو ان کے وجود کا جو علم ہے وہ واقعیت رکھتا ہے اس لئے حق سبحانہ کی اور تمہاری ایسی مثال ہے جیسے آفتاب اور خفاش کی کہ آفتاب واقع میں موجود ہے اور گو خفاش نے اس سے روپوشی اختیار کی ہے اور اس لئے وہ اس کو دکھلائی نہیں دیتا مگر جو اس کا علم ہے وہ واقعی ہے اور وہ اس کے خیال صحیح اور علم واقعی سے بے بہرہ نہیں ہے چنانچہ اس کا یہ خیال واقعی ہی اسے ڈراتا ہے اور وہ خیال واقعی ہے اس کو ظلمات کی طرف لے جاتا ہے اور اس کے نور کا خیال واقعی ہی اس کو خوف زدہ کرتا اور اس کو شب تاریک سے وابستہ کرتا ہے۔ نیز دوست اور دشمن کا جو علم خیالی تم کو حاصل ہے وہ بھی غیر واقعی نہیں ہے بلکہ ان کا وہ خیال واقعی اور علم صحیح ہی ہے جس کی بناء پر تم دوستوں سے تعلق دوستی اور دشمنوں سے علاقہ دشمنی رکھتے ہو پس ایسا ہی تم حق سبحانہ کو سمجھ لو۔ اور جان لو کہ گو وہ ہمیں دکھلائی نہیں دیتا مگر ہے ضرور اور ہم کو جو اس کا علم ہے وہ ٹھیک ہے۔

اس مضمون کو یہاں تک پہنچا کر آگے تحصیل مشاہدہ حق کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور اس کے لئے اول مشاہدہ حق اور اس کے علم خیالی کا فرق بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے موسیٰ گو کوہ طور پر حق سبحانہ کے نور کی ایک جھلک پڑی تھی مگر اس سے جو کوہ طور کو حق سبحانہ کا علم ہو سکا وہ تو اس قدر کمزور تھا جس کو آپ کے مشاہدہ قلبی کے مقابلہ میں مثل خیال کے کہا جائے اس لئے اس کا وہ علم تخیلی آپ کے علم تحقیقی کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ تخیل اور تحقیق میں جو تفاوت ہے وہ ظاہر ہے اس فرق کو بیان کر کے اب ترغیب تحصیل مشاہدہ شروع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گو تم کو حق سبحانہ کا علم خیالی واقعی حاصل ہے مگر تم اس سے دھوکہ نہ کھانا اور یہ نہ سمجھنا کہ ہم صرف اس خیال کی بناء پر وصال حق سبحانہ کے قابل ہیں کیونکہ یہ ضرور نہیں ہے کہ جو کوئی کسی شے کے علم خیالی کے قابل ہو وہ اس تک وصول کے بھی قابل ہو۔

چنانچہ خیال جنگ سے کسی کو خوف نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے اس کا قابل جنگ ہونا بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جنگ سے پہلے کی شجاعت اور فوں فاں ہرگز قابل اعتبار نہیں کیونکہ جنگ سے پیشتر اور عالم خیال کے اندر نامرد بھی رستموں کی طرح فوفاں کیا کرتے ہیں اور رستم کی تصویر جو حمام میں منقوش ہو اس کے مقابلہ کا خیال ہر نابکار پکا سکتا ہے لیکن جب یہ خیال مسموع مبصر ہوتا ہے اور جنگ یا رستم کا سامنا ہوتا ہے تو پھر کسی نامرد کی تو کیا مجال ہے۔ بڑے بڑے بہادر حواس باختہ ہو جاتے ہیں۔ پس تم حق سبحانہ کے علم خیالی پر قناعت نہ کرو۔ بلکہ کوشش کرو کہ جس کو تم اب تک کان سے سنتے ہو اس کو اپنی آنکھ (چشم قلب) سے دیکھ لو اور جو چیز کہ اب تک مشاہدہ کے اعتبار سے بے حقیقت ہے گو فی نفسہ بے حقیقت نہیں ہے۔ اب مشاہدہ قلبی کے سبب اس کی واقعیت یقینی طور پر حاصل ہو جائے جس وقت یہ بات تم کو حاصل ہو جائے گی اس وقت تمہارے کان ہی ہم طبع چشم ہو جائیں گے اور تم کو اس کی خبر سے بھی وہی اطمینان حاصل ہوگا جو دیکھنے سے ہوتا ہے اور اس وقت تمہارے کان یشب کی طرح بیش قیمت اور قابل قدر ہو جائیں گے اور صرف کانوں کی تخصیص نہیں۔ بلکہ حصول مشاہدہ کے بعد تمہارا سارا جسم مثل آئینہ کے ہو جائے گا اور سب کا سب وہی کام دے گا جو آنکھ اور گوہر سینہ یعنی قلب دیتا ہے یعنی تم اپنے تمام جسم سے حق سبحانہ کے جمال کا یوں ہی مشاہدہ کرو گے جیسا کہ آنکھ یا دل سے کرتے ہو جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا۔

تو اب سمجھو کہ گو تمہارا علم سماعی بے کار ہے مگر بالکل بے کار نہیں کیونکہ سننے سے خیال پیدا ہوتا ہے اور وہ خیال مشاہدہ جمال حق کا ذریعہ بنتا ہے پس تم اس کو بالکل بے حقیقت نہ سمجھو بلکہ اس سے کام لو اور کوشش کرو تا کہ تمہارا یہ خیال ترقی کرے اور پختہ ہو کر تم کو تمہارے مطلوب تک پہنچا دے۔

خیر یہ مضمون تو استطرادی تو ختم ہوا۔ اب سنو کہ اس افسر کی طرح بادشاہ نے بھی ایک عرصہ تک اس کنیز کے ساتھ احمقانہ برتاؤ یعنی تعیش و تلذذ کیا۔ لیکن جس طرح اس افسر کے لئے اس کا کوئی نتیجہ حاصل نہ ہوا تھا یوں ہی اس کو بھی کچھ حاصل نہ ہوا۔ خیر وہ تو ایک کنیز تھی ہم تو کہتے ہیں اگر کتے کو مملکت شرق و غرب بھی حاصل ہو جائے اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں کیونکہ جب وہ باقی بھی نہیں ہے تو پھر اس میں اور برق خاطف میں کوئی معتد بہ فرق نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ برق دل لگانے کی چیز نہیں ہے پس یوں ہی ملک شرق و غرب سے بھی دل لگانے کی شے نہ ہو گی۔ پس جو سلطنت کہ ہمیشہ نہ رہے تم اس کو بمنزلہ خواب کے سمجھو اور اس سے دل نہ لگاؤ۔

بھلا تم اس جاہ کو کیا کرو گے جو آخرت میں جلاد کی طرح تمہاری گردن پکڑے گی۔ پس تم تلذذات دنیا کو چھوڑو اور اسے عالم میں اس بات کو یقین کامل کے ساتھ جان لو کہ کوئی جائے امن ہے اور اپنے کو اس جائے امن کے قابل بناؤ اور دہری کی یہ بات نہ سنو کہ دنیا کے علاوہ کوئی جائے امن نہیں ہے کیونکہ اس کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اس کی دلیل اور جو وہ کہتا ہے اس کا حاصل صرف یہ ہے کہ اگر اور کوئی مامن ہوتا تو میں ضرور اسے دیکھتا لیکن یہ اسکی غلطی ہے کسی کی ایک شے کو نہ دیکھنے سے اس کا عدم لازم نہیں آتا۔ پس تم اس کی تلبیس سے دھوکہ میں نہ پڑو۔ اور مامن غیبی کا انکار نہ کرو کیونکہ اگر بیچارہ احوال عقل سے ناواقف ہو اور اس لئے وہ عقل کا انکار کرے تو عاقل آدمی اس کی بات پر اعتماد کر کے عقل سے دست بردار نہیں ہو جاتا اور اگر کوئی عاقل احوال عشق سے ناواقف ہو تو اس سے ماہ نیک فال عشق معدوم نہیں ہو جاتا۔ اور اگر حسن یوسف کو بھائیوں کی آنکھوں نے دیکھا تو وہ اس سے یعقوب علیہ السلام کے دل سے نہیں مٹ گیا۔ غرض کہ ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک شے ایک شخص کو دکھلائی نہیں دیتی اور دوسرے کو دکھلائی دیتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص ایک شے کو کچھ دیکھتا ہے اور دوسرا کچھ اور چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو عصا ایک لکڑی معلوم ہوتی تھی یعنی وہ اس سے کچھ خوف نہ کرتے تھے لیکن فرعونیوں کو وہ ہی لاٹھی اژدھا اور ان کی پریشانی کا سبب دکھلائی دیتی ہے۔ اور اس لئے اس سے ان کا دم فنا ہوتا تھا اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود ایک ہی شخص کے چشم قلب اور چشم ظاہر میں مخالفت ہوتی ہے مگر آخر کار چشم باطن کو غلبہ ہوتا ہے اور وہ چشم ظاہر کو مغلوب کر دیتی ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ظاہر آنکھ ان کے ہاتھ کو عام ہاتھوں کی طرح ایک ہاتھ دیکھتی تھی مگر ان کی غیب بین آنکھ کے سامنے وہ کھلا ہوا نور تھا چنانچہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ فاسلک یدک فی جیبک تخرج بیضاء من غیر سوء تو اس وقت اس کا نور ظاہر ہو گیا۔ جس کو چشم ظاہری نے بھی دیکھ لیا اور اس طرح اس کو چشم باطن کے مقابلہ میں مغلوب ہونا پڑا۔

خیر یہ گفتگو تو ختم نہ ہو گی اس کو چھوڑو اور حاصل اتنا سمجھ لو کہ جو شخص جس کمال سے محروم ہوتا ہے وہ اس کے نظروں میں معدوم ہوتا ہے چونکہ یہ خطاب ایک محجوب کو تھا جو کہ اہل اسرار نہ تھا۔ اس لئے مولانا فرماتے ہیں کہ اجی اس کے نزدیک تو واقعی چیزیں کھانا پینا اور جماع وغیرہ تلذذات دنیویہ ہیں اور اس کے سوا جو کچھ بھی ہے سب

www.besturdubooks.wordpress.com

بے حقیقت اور باطل ومعدوم ہیں۔ پس تم اس سے اسرار خداوندی نہ بیان کرو کیونکہ وہ ان کا اہل نہیں اور ذرھم فی خوضھم یلعبون پر عمل کرو۔ اس کے نزدیک تلذذات نفسانیہ امور واقعیہ میں اور نعمائے روحانیہ بے حقیقت۔ اس لئے وہ لذات نفسانیہ سے متمتع اور لذات روحانیہ سے بے بہرہ ہیں۔

اور ہمارے نزدیک لذات دنیویہ بے حقیقت ہیں اس لئے ہم ان کی طرف التفات نہیں کرتے اور حق سبحانہ ہم کو اپنے جمال کے دیدار سے شرف فرماتے ہیں۔ پس جس کا دین وایمان لذات نفسانیہ ہوں اس کو اس کا دین مبارک رہے اور ہم کو ہمارا دین مبارک رہے اور ہم یوں ہی اس سے لکم دینکم ولی دین کہتے ہیں جیسا کہ حق سبحانہ نے اپنے رسول کو کفار سے کہنے کی ہدایت فرمائی تھی اور کہا تھا کہ جب یہ معاندین مانتے ہی نہیں تو ان سے کچھ نہ کہئے اور فرمادیجئے۔

یایھا الکفرون لا اعبد ما تعبدون ولا انتم عبدون ما اعبد ولا انا عابد ما عبدتم ولا انتم عبدون ما اعبد لکم دینکم ولی دین.

آمدن آں خلیفہ نزد آں خوبرو از برائے جماع

ہمبستری کے لئے خلیفہ کا اس حسینہ کے پاس آنا

آں خلیفہ کرد رای اجتماع	سوی آں زن رفت از بہر جماع
خلیفہ نے اکٹھا ہونے کی سوچی	ہمبستری کے لئے اس لونڈی کے پاس گیا
ذکر او کرد و ذکر برپای کرد	قصد خفت و خیز مہر افزای کرد
اس کی یاد کی اور عضو تناسل کو کھڑا کیا	اس محبت بڑھانے والی کے ساتھ سونے اور جاگنے کا ارادہ کیا
چوں میان پای آں خاتوں نشست	پس قضا آمدہ رہ عیشش بہ بست
جب اس خاتون کے پیروں کے بیچ میں بیٹھا	تو تقدیر آ پہنچی اس کے عیش کا دروازہ بند کر دیا
خشت خشت موش در گوشش رسید	خفت کیرش شہوتش کلی رمید
اس کے کان میں چوہے کی کھٹ کھٹ آئی	اس کا آلۂ تناسل سو گیا اس کی شہوت بالکلیہ بھاگ گئی
وہم آں کزمار باشد ایں صریر	کہ ہمی جنبد بہ تندی از حصیر
یہ وہم ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہو گی	جو تیزی سے چٹائی میں سے حرکت کر رہا ہے

خندہ گرفتن آں کنیزک را از ضعف شہوت خلیفہ وقوت شہوت آں امیر وفہم کردن آں خلیفہ خندۂ کنیزک را

اس سردار کی شہوت کی طاقت اور خلیفہ کی شہوت کی کمزوری پر لونڈی کا ہنس پڑنا اور لونڈی کے ہنسنے کو خلیفہ کا سمجھ جانا

زن بدید آں سستی او از شگفت	آمد اندر قہقہہ خندش گرفت
عورت نے حیرانی سے اس کی سستی کو دیکھا	وہ قہقہہ مارنے لگی اس پر ہنسی طاری ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

یادش آمد مردی آں پہلواں
کہ بکشت او شیر و اندامش چناں

اس کو اس پہلوان کی مردانگی یاد آ گئی
کہ اس نے شیر کو مار ڈالا اور اس کا عضو اسی طرح رہا

غالب آمد خندۂ زن، شد دراز
جہد میکرد و نمی شد لب فراز

عورت کی ہنسی غالب آ گئی، لمبی ہو گئی
وہ کوشش کرتی تھی اور ہونٹ بند نہ ہوتا تھا

سخت می خندید ہمچوں بنگیاں
غالب آمد خندہ بر سود و زیاں

وہ بھنگڑوں کی طرح بہت ہنسی
نفع اور نقصان پر ہنسی غالب آ گئی

ہرچہ اندیشید خندہ می فزود
ہمچو بند سیل ناگاہاں کشود

جتنا بھی سوچتی، ہنسی بڑھتی تھی
بہاؤ کے بند کی طرح جو اچانک کھل گیا ہو

گریہ و خندہ غم و شادی دل
ہر یکے را معدنے داں مستقل

رونا اور ہنسنا، دل کی خوشی اور غم
ہر ایک کو مستقل کان سمجھ

ہر یکے را مخزن و مفتاح آں
اے برادر در کف فتاح داں

ہر ایک کا خزانہ ہے اور اس کی کنجی
اے بھائی! کھولنے والے (خدا) کے ہاتھ میں سمجھ

ہیچ ساکن می نشد آں خندہ زو
پس خلیفہ تیرہ گشت و تند خو

اس کی ہنسی کسی طرح نہ تھمتی تھی
تو خلیفہ ناراض اور غضبناک ہو گیا

زود شمشیر از غلافش بر کشید
گفت سر خندہ واگو اے پلید

اس نے فوراً غلاف میں سے تلوار سونت لی
کہنے لگا اے ناپاک! ہنسی کا راز بتا

در دلم زیں خندہ ظنی او فتاد
راستی گو عشوہ نتوانیم داد

اس ہنسی سے میرے دل میں بدگمانی پیدا ہو گئی ہے
سچ بتا دے تو مجھے فریب نہیں دے سکتی ہے

ور خلاف راستی بفریبیم
یا بہانہ چرب آری تو برم

اگر تو سچائی کے خلاف مجھے فریب دے گی
یا میرے سامنے چکنا چپڑا بہانہ لائے گی

من بدانم در دل من روشنی ست
بایدت گفتن ہر انچہ گفتنی ست

میں سمجھ جاؤں گا میرے دل میں روشنی ہے
تجھے کہنے کے لائق، بات کہہ دینی چاہئے

در دل شاہاں تو ماہے داں سطبر
گرچہ گہہ گہہ شد ز غفلت زیر ابر

تو بادشاہوں کے دل میں ایک بڑا چاند سمجھ
اگرچہ وہ کبھی کبھی غفلت کی وجہ سے ابر کے نیچے آ جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یک چراغے ہست در دل وقت گشت	وقت خشم و حرص آید زیر طشت
چلتے پھرنے کے وقت دل میں ایک چراغ ہے	جو غصہ اور حرص کے وقت طشت کے نیچے ہو جاتا ہے
آں فراست ایں زماں یار من ست	گر نگوئی آنچہ حق گفتن ست
اس وقت وہ شناخت میری دوست ہے	اگر تو وہ نہ کہے گی جو بتانے کا حق ہے
من بدیں شمشیر برم گردنت	سود نبود خود بہانہ کردنت
میں اس تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا	تیرا بہانہ کرنا کچھ مفید نہ ہوگا
ایں زماں بکشم ترا بے ہیچ شک	تیغ را کرد او حوالہ گفت تک
اب میں تجھے بلاشبہ قتل کر دوں گا	اس نے تلوار اس کے سامنے کی کہا یہ ہے
ور بگوئی راست آزادت کنم	حق یزداں نشکنم شادت کنم
اگر تو سچ کہہ دے گی میں تجھے آزاد کر دوں گا	خدا کی قسم نہ توڑوں گا' تجھے خوش کر دوں گا
ہفت مصحف آں زماں برہم نہاد	خورد سوگند و چنیں تقریر داد
اس نے سات قرآن اوپر نیچے رکھے	قسم کھائی پھر یوں عہد کیا

فاش کردن آں کنیزک آں راز را با خلیفہ از بیم زخم شمشیر و اکراہ خلیفہ کہ راست بگو سبب ایں خندہ را و گرنہ بکشمت

تلوار کے زخم سے ڈر کر اس لونڈی کا خلیفہ سے راز فاش کر دینا اور خلیفہ کا مجبور کرنا کہ اس ہنسی کا سبب سچ بتا ورنہ میں تجھے مار ڈالوں گا

زن چو عاجز شد بگفت احوال را	مردی آں رستم صد زال را
عورت جب عاجز آ گئی اس نے حالات بتا دیئے	سینکڑوں زال والے رستم کی مردانگی کے
شرح آں گردک کہ اندر راہ بود	یک بیک باآں خلیفہ وا نمود
اس خیمہ کی تفصیل جو راستہ میں تھا	وہ اس نے ایک ایک کر کے خلیفہ پر کھول دی
شیر کشتن سوی خیمہ آمدن	واں ذکر قائم چو شاخ کرگدن
شیر کا قتل کرنا خیمہ میں آنا	اور اس کے ذکر کا گینڈے کے سینگ کی طرح کھڑا رہنا
او بداں قوت کہ از شیر شکار	ہیچ تغیرش نشد بد برقرار
وہ اسی طاقت کے ساتھ کہ شکاری شیر سے	اس میں کوئی تغیر نہ ہوا برقرار تھا
تو بدیں سستی کہ چوں کردی بگوش	خشت خشت موشکے رفتی ز ہوش
تو اس سستی میں کہ جب تو نے سنی	چوہیا کی کھٹ کھٹ بے ہوش ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

من چو دیدم از تو ایں واز وے آں	زاں سبب خندیدم اے شاہ جہاں
میں نے جب تجھے یہ دیکھا اور اس سے وہ	اے شاہجہاں! میں اس سبب سے ہنسی
رازہا را میکند حق آشکار	چوں بخواہد رست، تخم بد مکار
اللہ (تعالیٰ) بھیدوں کو ظاہر کر دیتا ہے	جبکہ اگ کر رہے گا، برا بیج نہ بو
آب و ابر و آتش وایں آفتاب	رازہا را می برآرند از تراب
پانی اور ابر اور گرمی اور یہ سورج	مٹی سے بھیدوں کو برآمد کر دیتے ہیں
ایں بہار نو ز بعد برگ ریز	ہست برہان وجود رستخیز
یہ نئی بہار، پت جھڑ کے بعد	قیامت کے وجود پر دلیل ہے
در بہاراں سرہا پیدا شود	ہر چہ خوردست ایں زمیں رسوا شود
بہاروں میں راز ظاہر ہو جاتے ہیں	اس زمین نے جو کھایا ہے ظاہر ہو جاتا ہے
بر دمد آں از دہان و از لبش	تا پدید آید ضمیر و مذہبش
اس کے ہونٹ اور منہ سے وہ اگ پڑتا ہے	یہاں تک کہ اس کا مذہب اور ضمیر کھل جاتا ہے
سر بیخ ہر درختے و خورش	جملگی پیدا شود آں برسرش
ہر درخت کی جڑ کا راز اور اس کی خوراک	سب اس کے سر پر پیدا ہو جاتا ہے
ہر غمے کز وے تو دل آزردۂ	از خمار مے بود کاں خوردۂ
ہر وہ غم جس سے تو دل آزردہ ہے	اس شراب کا خمار ہوتا ہے جو تو نے پی ہے
لیک کے دانی کہ آں رنج خمار	از کدامیں مے برآمد آشکار
لیکن تو کب جان سکتا ہے کہ خمار کی تکلیف	کونسی شراب سے ظاہر ہوئی ہے؟
ایں خمار اشگوفۂ آں دانہ ست	آں شناسد کآگہ و فرزانہ است
یہ خمار اس دانہ کا شگوفہ ہے	وہ جانتا ہے جو آگاہ اور ذہین ہے
شاخ و اشگوفہ نماند دانہ را	نطفہ کے ماند تن مردانہ را
شاخ اور شگوفہ دانہ کے مشابہ نہیں ہوتے	نطفہ انسانی جسم کے مشابہ کب ہے؟
نیست مانند ہیولا بااثر	دانہ کے مانند آید با شجر
مادۂ نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے	دانۂ درخت کے مشابہ کب ہوا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

نطفه از نانست کے مانَد بناں	مردم از نطفه است کے باشد چناں
نطفہ روٹی سے (بنا) ہے روٹی کے مشابہ کب ہے؟	انسان نطفہ سے ہے ویسا کب ہوتا ہے؟
جنّی از نارست کے مانَد بنار	از بخارست ابر و نبود چوں بخار
جن آگ سے ہے آگ سے مشابہ کب ہے	ابر بخار سے ہے اور بخار جیسا نہیں ہوتا ہے
از دمِ جبریل عیسیٰؑ شد پدید	کے بصورت ہمچو او بد ناپدید
(حضرت) عیسیٰ جبرئیل کی پھونک سے پیدا ہوئے	صورت کے اعتبار سے ان کی طرح مخفی کب ہوئے؟
آدمؑ از خاکست کے مانَد بخاک	ہیچ انگورے نمی مانَد بتاک
(حضرت) آدمؑ مٹی سے ہیں مٹی کے مشابہ کب ہیں؟	کوئی انگور انگور کے درخت کے مشابہ نہیں ہے
کے بود طاعت چو خلد پائیدار	کے بود دزدی بشکلِ پائیدار
عبادت مستقل جنت کی طرح کب ہے؟	چوری سولی کے ستون کی شکل کی کب ہے؟
ہیچ اصلے نیست مانندِ اثر	پس ندانی اصلِ رنج و دردِ سر
کوئی اصل نتیجہ کے مشابہ نہیں ہے	تو تو رنج اور درد سر کی اصل نہیں جان سکتا
لیک بے اصلے نباشد ایں جزا	بیگناہے کے بر نجاند خدا
لیکن یہ جزا بغیر اصل کے نہیں ہوتی ہے	خدا بے گناہ کو کب رنج دیتا ہے؟
آنچہ اصلست و کشندہ آں شی ست	گر نمی مانَد بوے ہم از وے ست
وہ جو اصل ہے اور اس چیز کا سبب ہے	اگرچہ وہ اس کے مشابہ نہیں ہے تاہم وہ اسی (کے سبب) سے ہے
پس بداں رنجت نتیجہ زلتے ست	آفت ایں ضربت از شہوتیست
پس سمجھ لے کہ تیری تکلیف کسی لغزش کا نتیجہ ہے	تیری اس چوٹ کی آفت کسی شہوت کی وجہ سے ہے
گر ندانی آں گنہ را ز اعتبار	زود زاری کن طلب کن اغتفار
اگر عبرت کے لئے تو اس گناہ کو نہ پہچان سکے	بہت جلد عاجزی کر اور معافی چاہ
سجدہ کن صد بار میگو اے خدا	نیست ایں غم غیر درخورد سزا
سو بار سجدہ کر اور کہہ اے خدا!	یہ غم سزا کی پاداش کے سوا نہیں ہے
اے تو سبحاں پاک از ظلم و ستم	کے دہی بے جرم جانرا درد و غم
اے سبحان تو ظلم و ستم سے پاک ہے	تو جان کو درد و غم بغیر جرم کے کب دیتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

من معین می ندانم جرم را	لیک ہم جرمے بباید کرم را
میں جرم کو معین کر کے نہیں جانتا ہوں	لیکن بخشش کے لئے جرم بھی چاہئے
چوں بپوشیدی سبب را ز اعتبار	دائما آں جرم را پوشیدہ دار
جبکہ تو نے سبب کو عبرت حاصل کرنے سے چھپا دیا ہے	اس خطا کو بھی ہمیشہ پوشیدہ رکھ
کہ جزا اظہار جرم من بود	کز سیاست دزدیم ظاہر شود
کیونکہ بدلہ میری خطا کا اظہار بن جائے گا	کیونکہ سزا سے میری چوری کھل جائے گی
باز گردم سوئے توبہ شاہ باز	تاشود معلوم اسرار نیاز
میں بادشاہ کی توبہ کی طرف پھر لوٹتا ہوں	تاکہ عاجزی کے اسرار معلوم ہو جائیں

عزم کردن شاہ چوں واقف شد براں خیانت کہ بپوشاند و عفو کند و را با او دہد و دانست کہ آں فتنہ جزائے قصد او بود و ظلم او بر صاحب موصل کہ من اساء فعلیها و ان ربک لبالمرصاد و ترسید کہ اگر ایں انتقام کشد آں انتقام باز ہم بر سر او آید چنانکہ ایں ظلم و طمع بر سرش آمد

جب بادشاہ اس خیانت سے واقف ہوا تو اس کا ارادہ کرنا کہ وہ چشم پوشی کر لے اور معاف کر دے اور اس کو اس ہی کو دیدے اور سمجھ گیا کہ یہ فتنہ موصلے بادشاہ پر اس کے ظلم اور ارادہ کی سزا ہے کیونکہ جس شخص نے برائی کی تو وہ اس پر ہے اور بیشک تیرا رب گھات کی جگہ میں ہے اور وہ ڈرا کہ اگر یہ بدلہ لے گا تو یہ بدلہ بھی اسی کے سر پر آئے گا جیسا کہ یہ ظلم اور حرص اس کے سر پر آیا

شاہ باخود آمد استغفار کرد	یاد جرم و زلت و اصرار کرد
شاہ ہوش میں آیا اس نے توبہ کی	جرم اور لغزش اور اصرار کی یاد کی
گفت باخود آنچہ کردم باکساں	شد جزائے آں بجائے من رساں
اپنے آپ سے بولا میں نے جو کچھ لوگوں کے ساتھ کیا	اس کی سزا مجھ پر پہنچنے والی بن گئی
قصد جفت دیگراں کردم زجاہ	برمن آمد آن و افتادم بچاہ
میں نے رتبہ کی وجہ سے دوسروں کی بیویوں کا قصد کیا	وہی مجھے پیش آیا اور میں کنویں میں گر گیا
من در خانہ کس دیگر زدم	او در خانہ مرا زد لا جرم
میں نے کسی دوسرے کے گھر کا دروازہ پیٹا	اس نے لامحالہ میرا دروازہ پیٹا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ با اہل کساں شد فسق جو	اہل خود را داں کہ قوا دست او
جو شخص لوگوں کے اہل کے ساتھ فسق کا طلبگار بنا	سمجھ لے کہ وہ اپنے اہل کا دیوث ہے
زانکہ مثل آں جزای آں شود	چوں جزای سیۂ مثلش بود
کیونکہ اس کی جزا اس کی مثل ہوتی ہے	جبکہ برائی کا بدلہ اس جیسا ہوتا ہے
چوں سبب گردی کشیدی سوی خویش	مثل آں راپس تو دیوثی زپیش
جب تو سبب بنا' تو نے اپنی جانب کھینچا	اس جیسا پس تو پہلے سے دیوث ہے
غصب کردم از شہ موصل کنیز	غصب کردند از من اورا زود نیز
میں نے شاہ موصل کی لونڈی غصب کی	انہوں نے اس کو میرے پاس سے بھی فوراً غصب کرلیا
او امین من بدولا لائے من	خائنش کرد آں خیانتہائے من
وہ میرا امین تھا اور میرا غلام	اس کو میری خیانتوں نے خیانت کرنے والا بنا دیا
نیست وقت کیں گزاری وانتقام	من بدست خویش کردم کار خام
کینہ وری اور بدلہ کا وقت نہیں ہے	میں نے برا کام اپنے ہاتھ سے کیا
گر کشم کینہ ازاں میر و حرم	آں تعدی ہم بیاید برسرم
اگر میں اس لونڈی اور سردار سے بدلہ لوں	وہ ظلم بھی میرے سر پر آئے گا
ہمچناں کیں یک بیامد در جزا	آزمودم باز نزمائم و را
جیسا کہ یہ ایک ' بدلے میں آیا	میں نے آزما لیا پھر میں اس کو نہ آزماؤں گا
درد صاحب موصلم گردن شکست	من نیارم ایں دگر را نیز خست
موصل کے بادشاہ کے درد نے میری گردن توڑ دی	میں اس کو دوبارہ نہیں توڑ سکتا ہوں
داد حق ماں از مکافات آگہی	گفت ان عدتم بہ عدنا بہ
بدلے میں خدا نے ہمیں خبردار کر دیا	فرمایا اگر تم دوبارہ (یہ عمل) کروگے ہم دوبارہ (یہ سزا) دیںگے
چوں فزونی کردن اینجا سود نیست	غیر صبر و مرحمت محمود نیست
چونکہ اس جگہ زیادتی کرنا مفید نہیں ہے	سوائے صبر اور رحم کے کچھ اچھا نہیں ہے
ربنا انا ظلمنا سہو رفت	رحمتے کن اے رحیمیہات زفت
اے ہمارے رب بیشک ہم نے ظلم کیا' بھول ہوئی	رحمت کر اے وہ کہ تیری رحمتیں بڑی ہیں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

عفو کردم تو ہم از من عفو کن	از گناہان نو و جرم کہن
میں نے معاف کیا تو بھی مجھے معاف کر دے	نئے گناہوں اور پرانی خطاؤں کو
گفت اکنوں اے کنیزک وامگو	ایں سخن را کہ شنیدم من ز تو
کہا اے لونڈی! اب نہ کہنا	یہ بات جو میں نے تجھ سے سنی
پاس دار و باکسے عرضہ مکن	آنچہ گفتی اے کنیزک زیں سخن
محفوظ رکھ اور کسی سے نہ کہہ	اے لونڈی! تو نے جو یہ بات کہی
با امیرت جفت خواہم کرد من	اللہ اللہ زیں حکایت دم مزن
میں امیر سے تیرا نکاح کردوں گا	خدا کے لئے اس قصہ کو نہ کہہ
تانگردد او ز رویم شرمسار	کو یکے بدکرد و نیکی صد ہزار
تاکہ وہ میرے سامنے شرمندہ نہ ہو	کیونکہ اس نے ایک برائی اور لاکھوں بھلائیاں کی ہیں
بارہا من امتحانش کردہ ام	خوب تر از تو بدو بسپردہ ام
میں نے اس کو بارہا آزمایا ہے	تجھ سے زیادہ حسین اس کے سپرد کیے ہیں
در امانت یافتم او را تمام	ایں قضائے بود ہم از کرد ہام
میں نے اس کو امانت میں مکمل پایا ہے	یہ بھی میرے کاموں کی سزا تھی

کنیزک بخشیدن شاہ بحیلت بہ پہلوان

بادشاہ کا پہلوان کو ایک تدبیر سے لونڈی بخش دینا

پس بخود خواند آں امیر خویش را	کشت در خود خشم قہر اندیش را
پھر اس نے اس اپنے امیر کو بلایا	قہر ڈھانے والے غصہ کو اپنے اندر دبا دیا
کرد با او یک بہانہ دلپذیر	کہ شدستم زیں کنیزک بس نفیر
اس نے دل کو لگنے والا ایک بہانہ کیا	کہ میں اس لونڈی سے بہت متنفر ہو گیا ہوں
زاں سبب کز غیرت و رشک کنیز	مادر فرزند دارد صد ازیز
اس لئے کہ لونڈی کی غیرت اور رشک سے	لڑکے کی ماں بہت فریاد کر رہی ہے
زاں سبب کز غیرت او دائما	مادر فرزند ہست اندر عنا
اس لئے کہ اس کی غیرت سے مستقلاً	لڑکے کی ماں مصیبت میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مادر فرزند را بس حقہاست	او نہ درخورد چنیں جور و جفاست
لڑکے کی ماں کے بہت حقوق ہیں	وہ اس طرح کی ظلم و زیادتی کے لائق نہیں ہے
رشک و غیرت میبرد خوں میخورد	زیں کنیزک سخت تلخی می برد
رشک اور غیرت کرتی ہے خون پیتی ہے	اس لونڈی سے سخت کڑواہٹ محسوس کرتی ہے
چوں کسے را داد خواہم ایں کنیز	پس ترا اولیٰ ترست ایں اے عزیز
چونکہ یہ لونڈی میں کسی کو دوں گا	اے پیارے! تجھے دینا زیادہ بہتر ہے
کہ تو جانبازی نمودی بہر او	خوش نباشد دادن آں جز بتو
کیونکہ تونے اس کے لئے جانبازی دکھائی ہے	تیرے سوا کسی کو اس کا دینا اچھا نہ ہو گا
عقد کردش باامیر او را و داد	خشم را و حرص را یکسو نہاد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا اور اس کو دیدی	غصہ اور لالچ کو ایک طرف رکھ دیا
عقد کردش باامیر او را سپرد	کرد خشم و حرص را او خورد مرد
اس کا نکاح امیر سے کر دیا اس کو سپرد کر دی	اس نے غصہ اور لالچ کو ریزہ ریزہ کر دیا

بیان آنکہ نحن قسمنا کہ یکے را قوت و شہوت خراں دہد و یکے را کیاست و قوت انبیاؑ و فرشتگاں دہد

اس کا بیان کہ ہم نے تقسیم کیا ہے کہ وہ (تو) کسی کو گدھوں کی سی قوت اور شہوت
دے دیتا ہے اور کسی کو فرشتوں اور نبیوں کی سی قوت اور ذہانت دیدیتا ہے

سر ز ہوا تافتن از سروریست	ترک ہوا قوت پیغمبری ست
خواہش نفسانی سے سرتابی کرنا سرداری سے ہے	خواہش نفسانی کو چھوڑ دینا پیغمبری طاقت ہے
تخمہائے کہ شہوتی نبود	بر او جز قیامتی نبود
وہ بیج جو شہوت والے نہ ہوں	ان کا پھل قیامت کے سوا (ظاہر) نہ ہو گا
گر بدش سستی زنری خراں	بود او را مردی پیغمبراں
اگر اس میں گدھوں کی سی شہوت سے سستی تھی	تو اس میں پیغمبروں کی سی مردانگی تھی
ترک خشم و شہوت و حرص آوری	ہست مردی و رگ پیغمبری
غصہ اور شہوت اور لالچ کرنے کو چھوڑنا	مردانگی اور پیغمبری رگ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نری خرگوباش اندر رگش	حق ہمی خواند الغ بنگر بکش
گو اس کی رگ میں گدھے کا سا زنا نہ ہو	اللہ (تعالیٰ) اس کی امیرالامرائی کو چاہتا ہے
مردہ باشم بمن حق بنگرد	بہ ازاں زندہ کو باشم دور و رد
(اگر) میں مردہ ہوں (اور) حق (تعالیٰ) کی نظر ہو	اس سے بہتر ہے کہ میں زندہ ہوں (اور) دور اور مردود ہوں
مغز مردی ایں شناس و پوست آں	آں برد در دوزخ وایں در جناں
اس کو مردانگی کا مغز سمجھ اور وہ چھلکا ہے	وہ دوزخ میں لے جائے گی اور یہ جنتوں میں
حفت الجنہ مکارہ را رسید	حفت النار از ہوا آمد پدید
جنت گھیر دی گئی ہے' ناپسندیدہ چیزوں کو ملا	"دوزخ گھیر دی گئی ہے" خواہش نفسانی سے ظاہر ہوا

شرح حبیبی

خیر جب وہ کنیز بادشاہ کے پاس پہنچ گئی تو اس نے اس کے ساتھ ہمبستری کا قصد کیا اور جماع کے لئے اس کے پاس گیا اس نے جماع کا خیال کیا اور عضو تناسل کو استادہ کیا اور روح افزا عیش و نشاط کا ارادہ کیا پس جبکہ وہ اس کے دونوں پاؤں کے درمیان بیٹھا تو تقدیر الٰہی نے اس کے عیش و نشاط کا راستہ بند کر دیا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ چوہے کی حرکت کی آواز اس کے کانوں میں آئی اور اس سے اس کے شہوت بالکل منقطع ہو گئی اور اس کا ذکر استادہ بیٹھ گیا کیونکہ اسے خیال ہوا کہ یہ آواز سانپ کی ہے جو کہ تیزی کے ساتھ بوری کے نیچے سے گزر رہا ہے جب عورت نے اس کی کمزوری کا مشاہدہ کیا تو وہ تعجب سے قہقہہ مار کر ہنسنے لگی کیونکہ اس وقت اس کو اس افسر کی مردانگی یاد آ گئی۔ جس نے شیر کو مارا تھا اور باوجود اس نے اس کا عضو مخصوص اسی طرح استادہ تھا۔ اس خیال سے اس پر ہنسی کا غلبہ ہوا اور دیر تک ہنستی رہی۔ وہ کوشش بھی کرتی تھی کہ ہنسی بند ہو جائے مگر وہ رکتی تھی اور اس کا منہ بند نہ ہوتا تھا اور بھنگڑوں کی طرح بے خود ہو کر خوب ہنس رہی تھی اور وہ ہنسی نفع و نقصان کے خیال پر غالب آ رہی تھی اور جو کچھ بھی سوچتی تھی اس سے بجائے اس کے کہ ہنسی رکے اور ہنسی آتی تھی۔

اس کی ہنسی کی یہ حالت تھی جیسے کہ سیلاب کا بند دفعۃً کاٹ دیا جائے اور اسی وقت وہ جاری ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ اس غیر اختیاری ہنسی کا راز کیا تھا؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ ہنسی اور رونے اور رنج و خوشی کا ایک مخفی اور مستقل معدن اور گودام ہے اور اس کی کنجی حق سبحانہ کے ہاتھ میں ہے۔ پس وہ جس وقت چاہتے ہیں اس وقت اس کا دروازہ کھول دیتے ہیں اور رنج اور خوشی خندہ و گریہ آدمی پر ٹوٹ پڑتی ہیں جس کو وہ دفع نہیں کر سکتا۔

اس بناء پر اس کنیز کی ہنسی نہ رکتی تھی اور وہ برابر ہنس رہی تھی اس سے بادشاہ کی طبیعت مکدر ہو گئی اور اسے غصہ آ گیا اور اس نے فوراً میان سے تلوار کھینچ لی اور کہا کہ او خبیثہ اس ہنسی کا راز بتلا۔ میرے دل میں تیری ہنسی سے شبہ پیدا ہو گیا ہے دیکھ سچ سچ کہنا اور دھوکہ نہ دینا۔ کیونکہ تو مجھے دھوکہ نہیں دے سکتی۔ اور اگر تو جھوٹ بول کر مجھے دھوکہ دے گی یا کوئی دل خوش کن بہانہ پیش کرے گی تو میں تیرے فریب کو سمجھ لوں گا کیونکہ میرے دل میں روشنی اور نور فراست ہے پس جو کچھ کہنے کے لائق ہو وہ ہی کہنا اور جھوٹ نہ بولنا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اب مولانا فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کے دل میں فی الحقیقت ایک عظیم الشان چاند (نور فراست) ہوتا ہے جس سے وہ صحیح اور غلط اور جا اور بے جا میں تمیز کر لیتے ہیں لیکن کبھی وہ ابر حرص وخشم کے نیچے مستور ہو جاتا ہے اور ان کے دل میں تفریح کے وقت ایک چراغ ہوتا ہے اور غصہ اور حرص کے وقت وہ طشت کے نیچے مخفی ہو جاتا ہے اور روشنی نہیں دیتا۔

اب اس جملہ معترضہ کو تمام کر کے پھر قصہ بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بادشاہ نے کہا کہ وہ فراست اس وقت میرے ساتھ ہے اور میں اس سے تیرے صدق اور کذب میں تمیز کر لوں گا۔ اس لئے سچ کہنا اگر تو سچ نہ کہے گی تو میں اس تلوار سے تیری گردن اڑا دوں گا اور حیلہ بہانہ کرنے سے تجھے کچھ فائدہ نہ ہوگا اور میں تجھے بھی مار ڈالوں گا۔ تجھے اس میں کچھ شبہ نہ کرنا چاہئے یہ کہہ کر تلوار اس کے حوالہ کر دے گی اور کہا کہ لے دیکھ لے یہ تلوار موجود ہے لیکن اگر تو سچ کہہ دے گی تو میں تجھے چھوڑ دوں گا۔ اور خدا کی قسم میں تجھے نہ ماروں گا بلکہ خوش کروں گا۔

اس نے اسے یقین دلانے کے لئے اس وقت سات قرآن اوپر تلے رکھے اور قسم کھائی اور اس طرح اپنے عہد کو پختہ کر دیا۔ خیر جب عورت مجبور ہو گئی اور اسے کچھ بن نہ آیا تو واقعہ کہہ دیا اور اس بہادر کی مردانگی کو بیان کر دیا۔ اس نے اس واقعہ کی جو کہ راستہ میں واقع ہوا تھا پوری تفصیل بادشاہ سے بیان کر دی کہ یوں اس نے شیر مارا اور یوں واپس آیا اور جب واپس آیا تو اس کا ذکر گینڈے کے سینگ کی طرح کھڑا تھا وغیرہ وغیرہ اور اس نے کہا کہ اس کی قوت کی تو یہ حالت تھی کہ شیر سے اس میں کچھ تغیر نہ آیا اور اسی طرح قائم رہی اور تمہاری کمزوری کی یہ حالت ہے کہ چوہے کی رفتار کی آواز سے تمہارے حواس جاتے رہے۔ پس جبکہ میں نے اس کی وہ حالت اور تمہاری یہ حالت دیکھی تو مجھے ہنسی آ گئی۔

اس واقعہ سے تم سبق حاصل کرو اور سمجھو کہ حق سبحانہ یوں اسرار کو ظاہر کر دیتے ہیں اور جبکہ تم نے سمجھ لیا کہ جو بیج بویا جائے وہ اگے گا تو تم کو احتیاط چاہئے اور برا بیج نہ بونا چاہئے ورنہ اس کے ظہور کے بعد تم کو رسوائی کا سامنا ہوگا۔ اب ہم تمہیں اس مضمون کو دوسرے نظائر حسیہ سے سمجھاتے ہیں اچھا سنو پانی اور ابر اور گرمی اور آفتاب سب کے سب مٹی سے امور مخفیہ کو ظاہر کرتے ہیں بس یونہی حق سبحانہ بھی آدمیوں کے اسرار مخفیہ کو ظاہر فرماتے ہیں۔

یہ پت جھڑ کے بعد درختوں کی سرسبزی قیامت کے وجود کی اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے یعنی قیامت کے متعلق جو استبعاد ہے جس کی بناء پر اس کا انکار کیا جاتا ہے اس کو بالکل دور کر رہی ہے۔ کیونکہ موسم بہار میں اسرار مخفیہ بداہۃ ظاہر ہوتے ہیں اور جو کچھ زمین نے کھایا ہے وہ ظاہر ہوتا ہے اور اس کے منہ سے نکلتا ہے تا آنکہ اس کی باطنی حالت ظاہر ہو جاتی ہے اور ہر درخت کی جڑ کی باطنی حالت اور اس کی غذا سب کی سب اس کے سر پر ظاہر ہو جاتی ہے۔

جب یہ واقعات مشاہد اور ناقابل انکار ہیں تو قیامت کا وقوع مستبعد نہیں رہتا کیونکہ وہاں بھی یہی ہوگا کہ ہر شخص کی حالت مخفیہ ظاہر ہوگی۔ اور اس پر اس کے موافق نتیجہ مرتب ہوگا۔ واقعات مذکورہ سے تم کو یہ بھی نتیجہ نکالنا چاہئے کہ جو غم تم کو لاحق ہو اور تم اس سے پریشان ہو وہ اس شراب کا خمار ہے جو تم نے پی ہے اور ان افعال کا بد نتیجہ ہے جو تم نے کئے ہیں لیکن تم کو کیا معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ رنج خمار کس شراب سے پیدا ہوا ہے اور تم کیا جان سکتے ہو کہ یہ خمار فلاں دانہ کا شگوفہ اور یہ رنج فلاں عمل کا اثر ہے۔ ہاں ایک حقائق شناس عارف اس کو سمجھتا ہے تمہارے نہ جاننے کا سبب یہ ہے کہ تم اشیاء اور ان کے نتائج میں مشابہت کو ضروری سمجھتے ہو اور افعال اور ان کے آثار میں مشابہت نہیں دیکھتے۔ اشیاء اور ان کے نتائج میں کسی ایسے مشابہت کا ہونا خود ضرور نہیں ہے جس کو ہر شخص سمجھ سکے دیکھو شاخیں اور شگوفے بیج سے پیدا ہوتے ہیں مگر ان میں ایسی مشابہت نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتی جس کو ہر شخص مان لے۔ علیٰ ہذا آدمی نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ مگر نطفہ کو آدمی سے کون سی واضح مشابہت ہوتی ہے۔
غرض کہ تمام مادہ اپنے آثار کے ساتھ کھلی ہوئی مشابہت نہیں رکھتے۔ چنانچہ دانہ درختوں کے مشابہ نہیں ہوتے اور منی روئی سے پیدا ہوتی ہے مگر اس کو روئی سے مشابہت نہیں ہوتی۔ آدمی نطفہ سے پیدا ہوتا ہے مگر نطفہ کے مشابہ نہیں ہوتا۔ جنات آگ سے پیدا ہوتے ہیں مگر آگ کے مشابہ نہیں ہوتے۔ ابر بخار سے پیدا ہوتا ہے مگر بخار کے مشابہ نہیں ہوتا عیسیٰ علیہ السلام نفخہ جبریلی سے پیدا ہوئے مگر جس طرح نفخہ غیر محسوس تھا یوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام غیر محسوس نہ تھے۔ نیز آدم علیہ السلام خاک سے پیدا ہوئے تھے مگر وہ خاک کے مشابہ نہ تھے۔ انگور اپنی بیل سے پیدا ہوتا ہے مگر وہ بیل سے مشابہ نہیں ہوتا۔ جنت نتیجہ اعمال حسنہ ہے (باایں معنیٰ کہ جنت اعمال صالحہ کے بدلے میں ملے گی نہ باایں معنیٰ کہ جنت اعمال صالحہ سے پیدا ہوئی ہے) مگر اعمال حسنہ سے اسے کیا مناسبت اور چوری کا نتیجہ سولی ہے مگر چوری کو اس سے کیا مشابہت ہے۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ عام طور پر اصل کو اپنے اثر سے مشابہت نہیں ہوتی اور چونکہ تم سمجھے ہوئے ہو کہ ہر اصل کو اس کے اثر کے مشابہ ہونا چاہئے اس لئے تم ان رنجوں اور تکلیفوں کا منشا نہیں سمجھ سکتے جو تم کو گناہ کے عوض میں دی جاتی ہے۔ واقع میں وہ سزا بلا وجہ نہیں ہوتی کیونکہ حق سبحانہ بدوں گناہ کے تکلیف اور سزا نہیں دیتے۔ پس جو چیز کسی سزا کی اصل اور اس کو کھینچنے والی ہے گو وہ سزا اپنے اصل کے مشابہ نہ ہو مگر وہ پیدا اسی سے ہوئی ہے۔ اس سے تم سمجھ لو کہ تمہاری تکلیف ضرور تمہاری غلطی کا نتیجہ ہے اور اس سزا کا منشا ضرور کوئی خواہش نفسانی ہو۔ اگر تم اس گناہ کو خصوصیت کے ساتھ نہ جان سکو تو عبرت سے فوراً حق سبحانہ کے سامنے تضرع کرو اور اس سے معافی چاہو اور سو دفعہ سجدہ کرو اور کہو کہ اے اللہ یہ غم اور سزا ضرور اسی لئے ہے کہ میں مستحق سزا ہوں کیونکہ اے سبحان اور اے ظلم و ستم سے پاک تو بے قصور جان کو تکلیف اور سزا نہیں دیتا اور گو میں خصوصیت کے ساتھ اس جرم کو نہیں جانتا۔ مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ سزا کے لئے کسی جرم کی ضرورت ہے۔ پس ضرور مجھ سے کوئی قصور ہوا ہے جس کی یہ سزا ہے اب میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ جب آپ نے میرے جرم کو میرے علم سے مخفی کیا ہے تو اس کو آپ ہمیشہ کے لئے پوشیدہ رکھئے۔ یعنی مجھے سزا سے معافی دیجئے اس لئے کہ سزا دینا میرے جرم کا اظہار ہے۔ کیونکہ عقوبت سے میری چوری ظاہر ہوگی۔

فائدہ:۔ اس مقام پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایلام حق سبحانہ کی ضروری تفصیل کر دی جائے تاکہ مضمون مثنوی کی توضیح ہو جائے اور کسی کو مغالطہ نہ ہو۔ سو واضح ہو کہ حق سبحانہ کو اپنی مخلوق پر مختلف قسم کے حقوق حاصل ہیں وہ ان کا مالک بھی ہے اور مربی بھی اور بادشاہ حاکم بھی۔ پس اگر وہ کسی کو بحیثیت مالکانہ تکلیف پہنچا دے یا اس میں کوئی اور تصرف کرے تو چونکہ وہ اس حق کی بناء پر ہے جو اس کو حاصل ہے تو یہ تصرف کی حالت میں ظلم نہیں کہلا سکتا لیکن چونکہ وہ حکیم بھی ہیں اس لئے تصرف میں کسی حکمت کا ہونا ضروری ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ اس حکمت کا علم مخلوق کو بھی ہو۔ بلکہ اس حکمت کا خدا کو علم ہونا کافی ہے اور اگر وہ کسی کو مربیانہ حیثیت سے تکلیف پہنچا دے تو چونکہ وہ بنا بر مصالح مخلوق ہے خواہ بنا بر مصلحت ہو کم ہو یا بنا بر مصالح مخلوق دیگر۔ اس لئے اس کو بھی ظلم نہیں کہا جا سکتا۔

مثلاً ڈاکٹر کسی مریض کی مصلحت کا لحاظ رکھ کر اس کا کوئی عضو کاٹ ڈالے یا کسی جگہ شگاف دے دے یا کوئی حاکم بنا بر رعایت مصلحت عامہ بشرائط مخصوصہ کوئی ایسا فعل کرے جو بعض رعایا کے لئے موجب تکلیف ہو تو اس ڈاکٹر یا حاکم

ے شرائط مخصوصہ کی قید ہم نے اس لئے بڑھائی ہے کہ ہر حاکم کو ہر مصلحت عامہ کا لحاظ کر کے ایسا فعل کرنا جو بعض رعایا کے لئے موجب تکلیف ہو جائز نہیں ہے بلکہ خاص شرائط کے ساتھ جائز ہے مثلاً یہ کہ وہ فعل کسی اور اہم مصلحت کے معارض نہ ہو۔ نیز اس میں کسی حاکم بالادست کے حکم کی خلاف ورزی نہ ہوتی ہو وغیرہ وغیرہ ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کے فعل کو ظلم نہ کہا جائے گا اور اگر وہ کسی کو حاکمانہ حیثیت سے اور بطور سزا کے کوئی تکلیف دے تو اس کے لئے ضرورت ہے کہ مولم کسی جرم کا مرتکب ہوا ہو۔ کیونکہ سزا بلا جرم ظلم ہے اور حق سبحانہ ظلم سے منزہ ہیں۔ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سمجھو کہ غیر مکلفین کو جو تکلیفیں ہوتی ہیں ان کا منشا یا حق مالکانہ ہوتا ہے یا حق مربیانہ۔ اور ان کے لئے کسی جرم کی ضرورت نہیں ہوتی اور جو تکلیفیں کہ مکلفین کو ہوتی ہیں ان میں تینوں احتمال ہوتے ہیں یہ بھی کہ بحق مالکانہ ہوں اور یہ بھی کہ بحق مربیانہ ہوں اور یہ بھی کہ بحق حاکمانہ اور بطور سزا ہوں۔ تیسرے صورت میں تقدم جرم لازمی ہے اور پہلی دو صورتوں میں جرم کی ضرورت نہیں۔ پس خلاصہ یہ نکلا کہ جو تکلیف سزا کے طور پر ہو فقط۔ اس کے لئے تقدم جرم کی ضرورت ہے اور کسی تکلیف کے لئے تقدم جرم کی ضرورت نہیں لیکن چونکہ مکلف یہ نہیں جان سکتا کہ جو تکلیف مجھے پہنچی ہے اس کا منشأ کیا ہے اس لئے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے کو متہم کرے اور سمجھے کہ یہ میرے کسی جرم کا نتیجہ ہے اور حق سبحانہ سے استغفار کرے کیونکہ اگر وہ کسی تکلیف کو اپنے گناہ کا اثر نہ سمجھے گا اور اس لئے استغفار نہ کرے گا اور واقع میں وہ اس کے گناہ کا نتیجہ ہوگی تو اس کے ایسا کرنے میں فرند خور کا اندیشہ ہے۔

اس تفصیل سے ما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم کا مطلب بھی واضح ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ اس آیت میں مصیبت سے ہر تکلیف مراد نہیں ہے۔ بلکہ وہ تکلیف مراد ہے جو سزا کے طور پر ہو اور جس طرح دلائل عقلیہ اس تخصیص پر دلالت کرتے ہیں یوں ہی دلائل نقلیہ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً خود حق سبحانہ فرماتے ہیں ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع الخ یہ آیت دلیل ہے اس امر کی کہ ہر تکلیف کا منشاء جرم نہیں ہوتا کیونکہ اس آیت میں حق سبحانہ نے بعض تکالیف کا منشا محض امتحان قرار دیا ہے اور ان کو کسی جرم کا نتیجہ قرار نہیں دیا۔ نیز دوسرے مقام پر فرماتے ہیں کتب علیکم القتال وھو کرہ لکم و عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ ایک مصیبت ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ لوگوں کو اس مصیبت میں پھنسانا کسی جرم کا سبب نہیں ہے بلکہ اس کا منشا رحمت ہے جس کی طرف ھو خیر لکم میں اشارہ ہے۔ پس ضرور ہوا کہ آیہ مذکورہ بالا میں مصیبت سے مراد ہر مصیبت نہ ہو بلکہ خاص مصیبت ہو وہو المدعی۔ پس آریوں کا آیہ مذکورہ میں مصیبت سے ہر تکلیف مراد لینا مقصود متکلم کے خلاف ہے اور اس سے تناسخ پر استدلال صحیح نہیں)

اچھا اب ہم بادشاہ کی توبہ کی طرف لوٹتے ہیں تا کہ اس سے تم کو اس کی توبہ کے اسرار معلوم ہوں۔ اچھا سنو کنیزک کے منہ سے واقعہ خیانت افسر سن کر اس کی آنکھیں کھل گئیں اور اس نے فوراً توبہ کی اور اپنے جرم اور اپنی لغزش اور ضد کو یاد کیا اور اپنے دل میں کہا کہ جو کچھ میں نے دوسروں کے ساتھ کیا تھا وہ میرے آگے آیا۔ میں نے دوسروں کے محبوبوں پر ہاتھ ڈالا تھا اس کا وبال مجھ پر پڑا اور جو کنواں میں نے اوروں کے لئے کھودا تھا اس میں میں خود گر گیا۔ میں نے دوسروں کے دروازہ کو کھٹکھٹایا تھا میرے افسر نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا۔

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دیکھو جو کوئی دوسروں کی عورتوں کے ساتھ بد فعلی کا قصد کرتا ہے وہ گویا کہ اپنی بیوی کی بے حرمتی کرتا ہے کیونکہ جس جرم کا وہ ارتکاب کرتا ہے وہ بدلالت حال اس کی مثل سزا پر رضامند ہے کیونکہ قاعدہ ہے کہ جیسا جرم ہوتا ہے اسی قسم کی اس کی سزا ہوتی ہے۔ پس جبکہ تم نے دوسروں کی عورتوں کے ساتھ بد فعلی کا ارتکاب کیا تو حالاتم نے ویسی ہی سزا کو قبول کر لیا۔ اس سے تمہارا دیوث ہونا خود ظاہر ہو گیا۔ خیر یہ مضمون تو استطرادی تھا۔ اب سنو کہ بادشاہ نے کہا کہ میں نے شاہ موصل سے کنیز غصب کی تھی اوروں نے مجھ سے

چھین لیا۔ وہ افسر میرا معتمد اور غلام خاص تھا وہ ہرگز خیانت نہ کر سکتا تھا اس کو خائن خود میری خباثتوں نے بنایا ہے۔

اچھا اب اس کا وقت نہیں ہے کہ اس سے دشمنی نکالی جائے اور بدلہ لیا جائے بلکہ خاموشی اور عفو ہی مناسب ہے کیونکہ میں نے اپنا کام خود خراب کیا ہے اس کا کیا قصور ہے۔ ایسی حالت میں اگر میں اس افسر اور کنیز سے انتقام لیتا ہوں تو اس ظلم کا وبال بھی مجھ ہی پر پڑے گا۔ جیسا کہ اس جرم کا وبال پڑا ہے۔ پس مجھے انتقام کا خیال نہ کرنا چاہئے۔ اور جب مجھے ایک بار تجربہ ہو چکا ہے تو پھر دوبارہ اس قسم کی حرکت کر کے دوسری دفعہ اس کا تجربہ نہ کرنا چاہئے۔ صاحب موصل کی تکلیف نے میری گردن توڑ دی ہے۔ اب مجھ میں ہمت نہیں ہے کہ دوسرے وبال کا طالب ہوں۔ حق سبحانہ نے ہم کو بدلے کی اطلاع کر دی ہے اور فرما دیا ہے کہ اگر تم پھر ویسی ہی حرکت کرو گے تو ہم پھر اسی قسم کی سزا دیں گے۔ اس بناء پر دوبارہ سزا ضرور ملے گی۔ پس جبکہ اس موقعہ پر زیادتی کرنا بے قاعدہ ہے تو اب صبر اور شفقت ہی بہتر ہے۔ اے اللہ ہم نے ظلم کیا اور ہم سے غلطی ہوئی پس اے بڑی رحمتوں والے تو ہم پر رحم کر۔ میں نے اپنے مجرموں کو معاف کیا تو مجھے معافی دے اور میرے نئے اور پرانے گناہ بخش دے۔ اس کے بعد اس نے کنیزک سے خطاب کیا اور کہا کہ اے کنیزک جو بات تو نے مجھ سے کہی ہے اس کو کسی اور سے نہ کہنا۔ دیکھ میں پھر کہتا ہوں کہ اس بات کا خیال رکھنا اور جو کچھ تو نے مجھ سے کہا ہے اس کو کسی اور کے سامنے بیان نہ کرنا۔ میں امیر سے تیری شادی کر دوں گا۔ مگر خدا کے لئے اس واقعہ کو اس سے بھی ذکر نہ کرنا۔ تا کہ وہ مجھ سے شرمندہ نہ ہو۔ کیونکہ اس نے اگر ایک برائی کی ہے تو لاکھوں بھلائیاں کی ہیں۔ ایسی حالت میں اسے شرمندہ کرنا مناسب نہیں ہے۔ میں بارہا اس کا امتحان کر چکا ہوں اور تجھ سے بڑھ کر حسین حسین عورتیں اس کے سپرد کر چکا ہوں لیکن اس نے خیانت نہیں کی اور ہمیشہ میں نے اسے نہایت امین پایا ہے۔ یہ واقعہ محض بتقدیر الٰہی اور میرے افعال کی بدولت پیش آیا۔ بادشاہ نے کنیز کو ہدایت کر کے افسر کو طلب کیا اور غصہ جو کہ قہر کو مقتضی تھا اس کو اس نے دبایا اور اس سے ایک جی لگتا بہانہ کیا اور یہ کہا کہ مجھے اس لونڈی سے سخت نفرت ہو گئی ہے کیونکہ اس کے رشک سے بچی کی ماں بہت کڑھتی ہے اور اس کے رشک سے وہ ہمیشہ مبتلائے رنج رہتی ہے اور چونکہ وہ قدیم الصحبۃ ہے اس لئے اس کے حقوق مجھ پر بہت ہیں اور وہ اس قسم کی تکالیف کی مستحق نہیں ہے۔ پس چونکہ وہ نہایت رشک کرتی ہے اور اپنا خون جگر کھاتی ہے اور اس کنیزک سے اس کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس کو الگ کر دوں پھر خیال کرتا ہوں کہ جب الگ کر دوں گا تو آخر کسی کو دوں گا۔ ایسی حالت میں بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں کو دیدوں کیونکہ تم اس کے زیادہ مستحق ہو۔ اس لئے کہ تم اس کے لئے جان پر کھیل گئے ہو اور اس کو اپنی جان بیچ کر لائے ہو۔ پس مناسب نہیں ہے کہ تمہارے سوا کسی اور کو دی جائے۔

یہ کہہ کر اس کا امیر سے نکاح کر دیا اور اس کو امیر کے حوالہ کر دیا اور غضب اور حرص کو بالائے طاق رکھ دیا اور اس کا امیر سے نکاح کر کے اس کو امیر کے سپرد کر دیا اور اپنے غضب اور حرص کو چکنا چور کر دیا۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ گو اس بادشاہ میں مستی حیوانی کی تھی مگر اس میں پیغمبروں کی مردانگی تھی کیونکہ اس نے اپنے غضب اور شہوت اور حرص کو چھوڑ دیا اور ان کا چھوڑ دینا پیغمبروں کی مردی اور رگ پیغمبری ہے۔ پس اگر اس میں گدھوں کی مستی نہ ہو نہ سہی خدا اسے عظیم الشان خان خاناں کہتا ہے اور یہی درکار بھی ہے کیونکہ اگر ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

عورتوں کی نظر میں بالکل مردہ ہوں مگر ہم پر حق سبحانہ کی نظر عنایت ہو یہ ہزار درجہ بہتر ہے اس لئے کہ ہم لوگوں کی نظروں میں زندہ ہوں مگر حق سبحانہ سے دور اور اس کی درگاہ سے مردود ہوں۔ تم سمجھ لو کہ حقیقت مردی ترک غضب وشہوت وحرص ہے اور غلبہ شہوت مردی نہیں ہے بلکہ یہ محض بے وقعت چیز ہے۔

کیونکہ غلبہ شہوت تو دوزخ میں لے جانے والی چیز ہے اور ترک شہوت وغیرہ جنت میں پہنچانے والا ہے کیونکہ غلبہ شہوت موجب تلذذ وتنعم ہے اور ترک خشم وغیرہ موجب اذیت اور نہایت ناگوار اور جنت ناگواریوں سے بھری ہوئی ہے اور دوزخ خواہشات نفسانیہ سے۔ پس ناگواریوں کے تحمل سے آدمی جنت میں پہنچتا ہے اور خواہشات نفسانیہ کے اتباع سے دوزخ میں۔ اس قصہ کو ختم کر کے پھر مولانا خطاب محمودی کی طرف عود کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

دیگر بار خطاب پادشاہ با ایاز و امتحان کردن ارکان دولت را و نمودن فرمانبرداری ایاز بایشاں

بادشاہ کا ایاز کو دوبارہ خطاب کرنا اور ارکان دولت کا امتحان لینا اور ایاز کی فرمانبرداری ان کو دکھانا

اے ایاز شیر نر دیو کش	مردی خر کم فزوں مردی ہش
اے ایاز! نر شیر دیو کو مار ڈالنے والے	گدھے کی مردانگی کم ہے ہوش کی مردانگی بڑھی ہوئی ہے
آنچہ چندیں صدر را دراکش نکرد	لعب کودک بود پیشت اینت مرد
جس چیز کو اتنے صدروں نے نہ سمجھا	تیرے سامنے بچوں کا کھیل تھا' زہے مردانگی
اے بدیدہ لذت امر مرا	جاں سپردہ بہرا مرم در وفا
اے وہ! جس نے میرے حکم کا مزا چکھا ہے	وفاداری میں میرے حکم پر جان فدا کر دی
اے کہ از تعظیم امرش آگہی	ایں حکایت گوش کن تا وارہی
اے وہ! کہ تو اس (شاہ) کے حکم کی تعظیم سے واقف ہے	یہ حکایت سن لے' تاکہ تو نجات پا جائے
داستان ذوق امر و چاشنیش	بشنو اکنوں در بیان معنویش
حکم کے ذوق اور اس کی چاشنی کی داستان	اب اس (حکایت) معنوی بیان کو سن لے

دادن شاہ گوہر را در میان دیوان و مجمع بدست وزیر ایں بچند ارزد و مبالغہ کردن وزیر در قیمت و فرمودن شاہ کہ اکنوں ایں را بشکن و گفتن وزیر کہ ایں گوہر نفیس را چگونہ بشکنم

کچہری اور مجمع میں بادشاہ کا ایک وزیر کو موتی دینا کہ یہ کس قیمت کا ہے؟ اور قیمت میں وزیر کا مبالغہ کرنا اور بادشاہ کا حکم دینا کہ اب اس کو توڑ دے اور وزیر کا کہنا کہ اس عمدہ موتی کو کیسے توڑوں؟

گفت روزی شاہ محمود غنی	آں شہ غزنی و سلطان سنی
کہا ہے کہ بے نیاز شاہ محمود نے ایک دن	جو غزنی کا بادشاہ اور بزرگ شاہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

شاہ روزی جانب دیوان شتافت	جملہ ارکان را دراں دیوان بیافت
ایک دن بادشاہ کچہری کی جانب گیا	اس کچہری میں سب ارکان کو (موجود) پایا
گوہرے بیروں کشید او مستنیر	پس نہادش زود در کف وزیر
اس نے ایک روشن موتی باہر نکالا	پھر اس کو جلد وزیر کی ہتھیلی پر رکھا
گفت چوں ست و چہ ارزد ایں گہر	گفت بیش ارزد ز صد خروار زر
کہا کیسا ہے؟ اور یہ موتی کس قیمت کا ہے؟	اس نے کہا سونے کے سیکڑوں بوروں سے زیادہ قیمت کا ہے
گفت بشکن گفت چونش بشکنم	نیک خواہ مخزن و مالت منم
کہا توڑ دے اس نے کہا اس کو کیسے توڑوں؟	میں آپ کے مال اور خزانہ کا خیر خواہ ہوں
چوں روادارم کہ مثل ایں گہر	کہ نیاید در بہا گردد ہدر
میں کیسے روا رکھوں کہ اس جیسا موتی	جس کی قیمت کا اندازہ نہیں ہوسکتا' رائیگاں ہو جائے
گفت شاباش و بدادش خلعتے	گوہر از وے بستد آں شاہ فتے
کہا شاباش ہے اور خلعت عطا کی	اس جوانمرد شاہ نے موتی اس سے لے لیا
کرد ایثار وزیر آں شاہ جود	ہر لباس و حلہ کو پوشیدہ بود
اس شاہ سخی نے وزیر کو عطا کر دیا	جو لباس اور جوڑا وہ پہنے ہوئے تھا
ساعتے شاں کرد مشغول سخن	از قضیہ تازہ و راز کہن
ان کو تھوڑی دیر باتوں میں لگایا	نئے معاملہ اور پرانے راز میں
بعد ازاں دادش بدست حاجبے	کہ چہ ارزد ایں بہ پیش طالبے
اس کے بعد اس کو حاجب کے ہاتھ میں دیا	کہ خریدار کے لئے یہ کس قیمت کا ہے؟
گفت ارزد ایں بہ نیمہ مملکت	کش نگہدارد خدا از مہلکت
اس نے کہا' یہ آدھی سلطنت کی قیمت کا ہے	خدا اس کو بربادی سے بچائے
گفت بشکن گفت اے خورشید تیغ	بس دریغ ست ایں شکستن بس دریغ
کہا تو اس کو توڑ دے اس نے کہا اے سورج کی تلوار والے!	اس کا توڑنا بہت قابل افسوس ہے بہت قابل افسوس
قیمتش بگزار بیں تاب و لمع	کہ شدست ایں نور روز او را تبع
اس کی قیمت کو رہنے دیجئے چمک اور روشنی کو دیکھئے	کہ دن کی یہ روشنی اس کے تابع بن گئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دست کے جنبد مرا در کسر او	کہ خزینہ شاہ را باشم عدو
اس کے توڑنے میں میرا ہاتھ کب ہلے گا؟	میں بادشاہ کے خزانہ کا دشمن کب ہوں؟
شاہ خلعت دادو ادرارش فزود	پس دہاں در مدح عقل او کشود
شاہ نے اس کو خلعت دی اس کی تنخواہ بڑھا دی	پھر اس کی عقل کی تعریف میں منہ کھولا
بعد یک ساعت بدست میر داد	در را آں امتحاں کن بازداد
تھوڑی دیر کے بعد ایک امیر کے ہاتھ میں دیا	اس امتحان کرنے والے نے، موتی پھر دیا
او ہمی گفت و ہمہ میراں ہمیں	ہر یکے را خلعتے داد او ثمیں
اس نے وہی کہا اور سب امیروں نے وہی	اس نے ہر ایک کو قیمتی خلعت عطا کی
جامگیہا شاں ہمی افزود شاہ	آں خسیساں را ببرد از رہ بچاہ
بادشاہ ان کے (کپڑوں کے) جوڑے بڑھا رہا تھا	ان کمینوں کو راستہ سے کنویں میں لے گیا
ایچنیں گفتند پنجہ شصت امیر	جملہ یک یک ہم بتقلید وزیر
پچاس ساٹھ امیروں نے بھی کہا	وزیر کی تقلید میں ایک ایک کر کے سب نے
گرچہ تقلیدست استون جہاں	ہست رسوا ہر مقلد ز امتحاں
اگرچہ تقلید دنیا کا ستون ہے	آزمائش سے ہر مقلد رسوا ہوتا ہے
شاہ چوں کرد امتحان جملگاں	مال خلعت برد ہر یک بیکراں
شاہ نے جب سب کا امتحان لیا	ہر ایک نے لاتعداد مال اور خلعت حاصل کیا
ہمچنیں در دور گرداں شد گہر	تا بدست آں ایاز دیدہ ور
موتی اسی طرح گردش کے چکر میں رہا	یہاں تک دیدہ ور ایاز کے ہاتھ میں (آیا)
آخریں بنہاد در کف ایاز	گفت اورا کاے حریف دیدہ بار
بالآخر اس کو ایاز کی ہتھیلی پر رکھا	اس نے کہا اے صاحب نظر دوست!
یک بیک دیدند ایں گوہر تو ہم	در شعاعش در نگر اے محترم
انہوں نے ایک ایک کر کے اس موتی کو دیکھا تو بھی	اے محترم! اس کی چمک کو دیکھ لے

رسیدن گوہر از دست بدست آخر دور بایاز و کیاست ایاز و مقلد ناشدن او ایشاں را و مغرور ناشدن او بمال دادن شاہ و خلعتہا و جامگیہا افزوں کردن و مدح عقل ایشاں کردن

www.besturdubooks.wordpress.com

یمکن کہ نشاید مقلد را مسلمان دانستن' مسلمان باشد امانادر باشد کہ مقلد ثبات کند براں اعتقاد و مقلداز یں امتحانہا بسلامت بیروں آید کہ ثبات بینایاں ندارد

موتی کا دست بدست آخری دور میں ایاز کے ہاتھ میں پہنچنا اور ایاز کی ذہانت اور اس کا ان کا مقلد نہ ہونا اور اس کا دھوکے میں نہ پڑنا بادشاہ کے مال اور خلعت دینے سے اور کپڑے بڑھانے سے اور ان کی عقل کی تعریف کرنے سے بقدر امکان مقلد کو مسلمان نہ سمجھنا چاہئے مسلمان ہوتا ہے لیکن بہت کم ہوتا ہے کہ اس اعتقاد پر وہ جماؤ کرے اور مقلدان امتحانات سے سلامتی کے ساتھ عہدہ برآ ہو' کیونکہ وہ دور اندیشوں کی سی ثابت قدمی نہیں رکھتا ہے

اے ایاز اکنوں بگوئی کایں گہر	چندمی ارزد بدیں تاب و ہنر
اے ایاز! اب تو بتا کہ یہ موتی	اس چمک اور خوبی کے ساتھ کس قیمت کا ہے؟
گفت افزوں زانچہ تانم گفت من	گفت اکنوں زود خردش در شکن
اس نے کہا جتنا میں کہہ سکتا ہوں اس سے بڑھا ہوا ہے	اس نے کہا اب اس کو فوراً ریزہ ریزہ کر دے
سنگہا در آستیں بودش شتاب	خرد کردش پیش او آں بد صواب
پتھر اس کی آستین میں تھے جلد	اس کو توڑ دیا اس کے نزدیک یہ درست تھا
زاتفاق طالع بادولتش	دست داد آں لحظہ نادر حکمتش
اس کے بااقبال نصیبہ کے اتفاق سے	اس وقت نادر حکمت اس کے ہاتھ آ گئی
یا بخواب ایں دیدہ بود آں پر صفا	کردہ بود اندر بغل دو سنگ را
یا اس روشن دل نے خواب میں یہ دیکھا تھا	اس نے دو پتھر بغل میں دبا لئے تھے
ہمچو یوسفؑ کاندرون قعرہ چاہ	کشف شد پایان کارش از آلہ
یوسف کی طرح کہ کنویں کی گہرائی میں	ان کے لئے انجام کار اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے کھل گیا تھا
ہر کرا فتح و ظفر پیغام داد	پیش او یک شد مراد و بے مراد
جس کو فتح اور کامیابی نے پیغام دیا	اس کے لئے مراد اور نامرد یکساں ہے
ہر کہ پایندان وے شد وصل یار	او چہ ترسد از شکست کار زار
یار کا وصل جس کا ضامن ہو گیا	وہ جنگ کی شکست سے کیا ڈرے گا؟
چوں یقیں گشتش کہ خواہد کرد مات	فوت اسپ و فیل پیشش ترہات
جب اس کو یقین ہو گیا کہ وہ مات دے گا	اسپ اور فیل کا مارا جانا اس کے لئے بکواس ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بردا اسپش ہر آنکہ اسپ جوست	اسپ او گوئی کہ پیش آہنگ اوست
جو شخص اسپ کا طالب ہے اگر اس کا اسپ مارے جائے	تو گویا اسپ اس کا پیشرو ہے
مرد را با اسپ کے خویشی بود	عشق اسپش از پئے پیشی بود
انسان کی گھوڑے سے رشتہ داری کب ہوتی ہے؟	گھوڑے سے اس کا عشق آگے بڑھنے کے لئے ہوتا ہے
بہر صورتہا مکش چندیں زحیر	بے صداع صورتے معنیٰ بگیر
صورتوں کے لئے اس قدر پیچ و تاب نہ اٹھا	صورت کا درد سر اٹھائے بغیر معنیٰ حاصل کر
ہست زاہد را غم پایان کار	تا چہ باشد حال او روز شمار
زاہد کو انجام کا غم ہے	کہ قیامت کے دن اس کا کیا حال ہوگا؟
عارفاں ز آغاز گشتہ ہوشمند	از غم و احوال آخر فارغ اند
عارف شروع ہی سے ہوشمند ہیں	آخرت کے احوال اور غم سے بے نیاز ہیں
بود عارف را ہمیں خوف و رجا	سابقہ دانیش خورد آں ہر دو را
عارف کو بھی خوف اور امید تھی	اس کی پیشگی دانش نے ان دونوں کو ختم کر دیا ہے
دید کو سابق زراعت کرد ماش	او ہمی داند چہ خواہد بود چاش
وہ جانتا ہے جس نے پہلے سے اڑد کی کاشت کی ہے	وہ جانتا ہے کہ اس کی پیداوار کیا ہوگی
عارف ست او باز رست از خوف و بیم	ہائے و ہو را کرد تیغ حق دو نیم
وہ عارف ہے وہ خوف اور ڈر سے چھوٹ گیا ہے	اللہ (تعالیٰ) کی تلوار نے شور و فغاں کے دو ٹکڑے کر دیے ہیں
بود او را بیم و امید از خدا	خوف فانی شد عیاں گشت آں رجا
اس کو خدا سے خوف اور امید تھی	خوف فنا ہو گیا وہ امید ظاہر ہو گئی
خوف طے شد جملگی امید شد	نور گشت و تابع خورشید شد
خوف لپٹ گیا، وہ مجسم امید ہو گیا	نور بن گیا اور سورج کے تابع ہو گیا
ز امتحان شاہ بود آگہ ایاز	وز فریب شہ نشد گمرہ ایاز
ایازؔ بادشاہ کے امتحان سے آگاہ تھا	شاہ کے فریب سے ایاز گمراہ نہ ہوا
خلعت و ادرار از راہش نبرد	کرد او گوہر ز امر شاہ خرد
خلعت اور وظیفہ نے اس کو گمراہ نہ کیا	اس نے بادشاہ کے حکم سے موتی توڑ ڈالا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں شکست او گوہر خاص آزماں	زاں امیراں خاست صد بانگ وفغاں
جب اس نے خاص موتی توڑا اس وقت	امیروں سے بہت شور اور فریاد بلند ہوئی
کاینچہ بیباکیست واللہ کافرست	ہر کہ ایں پرنور گوہر را شکست
کہ یہ کیا بے باکی ہے خدا کی قسم کافر ہے	جس نے اس منور موتی کو توڑا
واں جماعت جملہ از جہل وعمیٰ	در شکستہ در امر شاہ را
اور اس جماعت نے نادانی اور اندھے پن سے	بادشاہ کے حکم کے موتی کو توڑا تھا
قیمت گوہر نتیجہ مہر و ود	بر چناں خاطر چرا پوشیدہ شد
دوستی اور محبت کے نتیجہ کے موتی کی قیمت	ایسی طبیعت پر کیوں پوشیدہ ہوئی؟

تشنیع زدن امرا بر ایاز کہ چرا شکستی وجواب دادن ایاز ایشاں را

امیروں کا ایاز کو ملامت کرنا کہ تونے کیوں توڑا اور ان کو ایاز کا جواب دینا

گفت ایاز اے مہتران نامور	امر شہ بہتر بقیمت یا گہر
ایاز نے کہا اے نامور سردارو!	قیمت میں بادشاہ کا حکم بہتر ہے یا موتی
امر سلطاں بہ بود پیش شما	یا کہ ایں نیکو گہر بہر خدا
تمہارے نزدیک بادشاہ کا حکم بہتر ہے	یا یہ اچھا موتی! خدا کے لئے بتاؤ
اے نظرتاں بر گہر بر شاہ نے	قبلہ تاں غولست جادہ راہ نے
اے تمہاری نظر موتی پر ہے شاہ پر نہیں ہے	تمہارا قبلہ چھلاوا ہے سیدھا راستہ نہیں ہے
من زشہ برمی نگر دانم بصر	من چو مشرک روئے نارم در حجر
میں شاہ سے نظر نہیں پھیرتا ہوں	میں مشرک کی طرح پتھر کی جانب رخ نہیں کرتا ہوں
بے گہر جانے کہ رنگیں سنگ راہ	برگزیند پس نہد او امر شاہ
وہ بے گوہر جان جو راستہ کے رنگین پتھر	پسند کرے وہ شاہ کا حکم پیچھے ڈال دے گی
پشت سوی لعبت گلرنگ کن	عقل در رنگ آورندہ دنگ کن
پھول جیسے رنگ کی گڑیا کی جانب پشت کر لے	عقل، رنگ دینے والے میں حیران کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندر آدر جو سبو برسنگ زن	آتش اندر بو و اندر رنگ زن
نہر میں آ جا ٹھلیا کو پتھر پر مار دے	بو اور رنگ میں آگ لگا دے
گرنۂ در راہ دیں از رہزناں	رنگ و بو مپرست مانند زناں
اگر تو دین کی راہ میں راہزنوں میں سے نہیں ہے	عورتوں کی طرح رنگ و بو کی پرستش نہ کر
گوہر امر شہ بود اے ناکساں	جملہ بشکستید گوہر را عیاں
اے نالائقو! موتی بادشاہ کا حکم ہوتا ہے	تم سب نے علانیہ موتی کو توڑا
چوں ایاز ایں راز بر صحرا فگند	جملہ ارکاں خوار گشتند و نژند
جب ایاز نے اس راز کو میدان میں ڈال دیا	سب ارکان خوار اور ذلیل ہو گئے
سرفرو انداختند آں سروراں	عذر گویاں گشتہ زاں نسیاں بجاں
ان سرداروں نے سر نیچے جھکا لئے	(دل و) جان سے اس بھول پر عذر خواہ بن گئے
از دل ہر یک دو صد آں آں زماں	ہمچو دودے میشدے تا آسماں
اس وقت سینکڑوں آہیں ہر ایک کے دل سے	دھوئیں کی طرح آسمان تک جاتی تھیں

شرح حبیبی

واضح ہو کہ اس قصہ میں محمود وایاز محض روپوشی کے لئے ہیں اور اصل مقصود اس معاملہ کا بیان کرنا ہے جو اہل اللہ اور حق سبحانہ کے درمیان ہوتا ہے۔ اس لئے اس قصہ میں بعض الفاظ و مضامین تو ایسے واقع ہوئے ہیں جن میں ظاہر قصہ کا لحاظ کیا گیا ہے جیسے ”ای تو سلطان وخلاه امرکی“ وغیرہ اور بعض ایسے جن میں مقصود کی رعایت کی گئی ہے۔ جیسے انچہ معلوم تو نبود چیست آں وغیرہ جیسا کہ مضامین آئندہ سے آپ کو معلوم ہوگا ان سے یہ امر صاف طور پر کھل جائے گا کہ مولانا نے ایاز سے عبد حقیقی مراد لیا ہے اور محمود سے شہنشاہ حقیقی۔ جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا تو اب مضمون اول سے آخر تک منسق و منظم ہو گیا اور انتشار کلام جو بادیالنظر ہیں۔ معلوم ہوتا ہے دفع ہو گیا اور تکلف انتقالات کی ضرورت نہ رہی۔ محشیں چونکہ اس دقیقہ سے غافل تھے اس لئے ان کو شرح کلام وتعیین انتقالات میں سخت دقت پیش آئی ہے۔ فتنبہ لہ۔ جب یہ مضمون تمہیدی معلوم ہو گیا تو اب حل اشعار سنو مولانا فرماتے ہیں کہ محمود نے ایاز کو پھر خطاب کیا اور کہا کہ اے مشہ نزاد شیطان کش ایاز جس میں مردی حیوانی کم اور مردی عقلی زیادہ ہے۔ تیری کمال عقل کی یہ حالت ہے کہ جس امر کو اتنے امراء نہ سمجھ سکے وہ تیرے نزدیک ایک بچوں کا کھیل اور نہایت معمولی شے تھا اور اے وہ شخص جو میرے حکم کی لذت سے آشنا ہے اور جس باب وفا میں یہ حالت ہے کہ

میرے حکم کے لئے جان دینے میں بھی دریغ نہیں ہے تو نہایت ہی عجیب شخص ہے۔
فائدہ:۔ اس مضمون کے الفاظ بھی صاف پکار رہے ہیں کہ ایاز سے عبد حقیقی مراد ہے۔ محمود کے خطاب کو ختم کر کے مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے وہ شخص جو کہ محمود کے ایاز کی اتنی تعریف کرے اور اس کے اتنے بڑھانے چڑھانے سے واقف ہے تو یہ حکایت سن تا کہ تو شک وشبہ سے چھوٹ جائے اور ایاز کو امر سلطانی میں جو مزہ آتا تھا اس کا بیان تو ایک پر معنی بیان کے اندر سن۔ تا کہ تجھے معلوم ہو جائے کہ یہ تعریف بالکل صحیح اور بلا مبالغہ ہے۔ ایک روز سلطان محمود شاہ غزنی اور عالیجاہ بادشاہ نے کہا کیا کہا اس کو تو ہم آگے بیان کریں گے پہلے یہ سن لو کہ ایک روز محمود اپنے دربار میں آیا اور ارا کین دولت کو اپنے حاضر دربار پایا۔ اس وقت اس نے ایک روشن موتی نکالا اور وزیر کے ہاتھ پر رکھا جب یہ معلوم ہو گیا تو اب سنو کہ اس نے کیا کہا اس نے کہا کہ اے وزیر یہ موتی کیسا ہے اور کس قیمت کا ہوگا وزیر نے جواب دیا کہ حضور والا یہ موتی اشرفیوں کے سو گدھوں سے بھی زیادہ قیمت کا ہے۔ جب اس نے یہ کہا کہ تو محمود نے حکم دیا کہ اچھا اسے توڑ دو اس نے کہا کہ حضور بھلا میں کیسے توڑ دوں۔ میں خزانہ سلطانی اور دولت شاہی کا خیر خواہ ہوں ایسی حالت میں میں کیسے جائز رکھ سکتا ہوں کہ ایسا انمول موتی ضائع ہو جائے محمود نے اسے شاباش دی اور خلعت سے سرفراز کیا اور موتی اس کے ہاتھ سے لے لیا اور وہ اس وقت جو کچھ پہنے ہوئے تھا اس نے وہ سب وزیر کو دیدیا۔

اس کے بعد اس نے لوگوں کو ادھر ادھر کی باتوں میں لگایا تا کہ یہ واقعہ ان کے ذہنوں سے نکل جائے اس کے بعد اس کو دربار کے ہاتھ میں دیدیا اور کہا کہ خریدار کی نظر میں یہ کتنے کا ہوگا۔ اس نے جواب دیا کہ حضور والا کی سلطنت کا نصف اس کی قیمت ہوگی۔ یہ سن کر محمود نے کہا کہ اچھا اسے توڑ ڈالو اس نے عرض کیا کہ اے وہ بادشاہ جس کی تلوار آفتاب کی طرح چمکدار اور عالمگیر ہے اس کا توڑنا نہایت ہی قابل افسوس ہے۔ اچھا آپ اس کی قیمت کو جانے دیجئے اس کی چمک دمک ہی دیکھ لیجئے کہ روز روشن کا نور اس کے تابع ہے۔ ایسی حالت میں میرا ہاتھ اس کے توڑنے کے لئے کیسے ہلے گا اور میں اسے کیسے توڑوں گا۔ میں خزانہ شاہی کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا۔ بادشاہ نے اس کو خلعت دیا اور اس کا وظیفہ بڑھا دیا اور اس کے عقل کی بہت کچھ تعریف کی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کو داروغہ عدالت کے ہاتھ میں دیا اس نے بھی یہی جواب دیا جو اوروں نے دیا تھا اور دیگر امراء نے بھی۔ ایسا ہی کیا اس نے سب کو بیش بہا خلعتیں عطا کیں اور تنخواہیں بڑھا دیں اور اس طرح ان ذلیلوں کو راہ راست سے ہٹا کر کنوئیں میں گرا دیا۔

خیر خلاصہ یہ ہے کہ پچاس ساٹھ امراء نے وزیر کی تقلید میں موتی کو توڑنے سے انکار کر دیا۔ اس موقع پر استطر ادا اتنا سمجھ لو کہ گو عالم تقلید سے پر ہے اور اس سے چارہ بھی نہیں ہے کیونکہ تحقیق کے لئے بھی اول تقلید کی ضرورت ہے اور اس لئے کہ گویا کہ عالم ستون تقلید ہی پر قائم ہے لیکن ہر مقلد کو امتحان میں ذلت اٹھانا پڑتی ہے۔ اس لئے تقلید پر اکتفا نہ کرنا چاہئے بلکہ اس کو تحقیق کا ذریعہ بنا کر درجہ تحقیق حاصل کرنا چاہئے۔

جب یہ مضمون استطر ادی ختم ہوا تو اب سمجھو کہ جب بادشاہ نے تمام ارا کین دولت کا امتحان کیا تو ہر ایک بہت کچھ مال و دولت اور خلعت لے گیا اور اس طرح وہ موتی تمام حلقہ ارا کین دولت میں گشت کر گیا۔ یہاں تک کہ وہ آخر میں حقیقت شناس ایاز کے ہاتھ میں آیا اور بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے صاحب بصیرت ندیم ان سب نے ایک ایک کر کے موتی دیکھ لیا۔ اب تم بھی اس کی شعاع دیکھ لو اور یہ بتلاؤ کہ یہ موتی اس چمک اور کمال

کے ساتھ کس قیمت کا ہوگا اس پر ایاز نے جواب دیا کہ میں جو کچھ بھی ہوں اس سے اس کی قیمت زائد ہوگی۔ جب اس نے یہ کہا تو بادشاہ نے کہا کہ اچھا اسے توڑ دو۔ اس کی آستین میں پتھر موجود تھے اس نے نکالتے ہی اس موتی کو وہیں چور چور کر دیا اور ایسا کرنا ہی ٹھیک بھی تھا اب یا یوں کہا جائے کہ اس کے بادولت طالع کے موافقت سے اس کو یہ نادر حکمت سوجھ گئی یا یوں کہا جائے کہ اس نے خواب میں یہ واقعہ دیکھ لیا تھا۔ غرض کچھ بھی ہو۔

واقعہ یہ ہے کہ اس نے آستین میں دو پتھر چھپا رکھے تھے اور اس واقعہ میں اس کی حالت یوسف علیہ السلام کے مشابہ تھی جن کو اپنے معاملہ کا نتیجہ خدا کی طرف سے کنوئیں کے اندر ہی معلوم ہوگیا تھا۔ یہاں سے مولانا فضیلت مآل والے کا بیان فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حسن مآل کا علم ہو جانا نہایت عجیب چیز ہے کیونکہ جس کسی کو فتح وظفر پیغام دے دیتی ہے یعنی اس کو اپنی فتح کا علم ہو جاتا ہے اس کے نزدیک کامیابیاں اور عارضی ناکامیاں سب برابر ہو جاتی ہیں اور جس کو وصل یار کا اطمینان ہو چکا ہے اور گویا کہ اس طرح وصل یار اس کے پاس رہین ہو جاتا ہے اس کو اپنی عارضی ناکامیوں کا کچھ خوف نہیں ہوتا اور جس کو یہ اطمینان ہو جائے کہ بازی میں ہی جیتوں گا اس کے نزدیک گھوڑے یا فیل کا مارا جانا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر طالب اسپ اس کا گھوڑا لے جائے تو یہ سمجھنا چاہئے کہ وہ مقدمہ ہے اس کی فتح کا۔ کیونکہ اس سے اس کے لئے بازی کا راستہ کھلتا ہے جس سے وہ اپنے حریف کو شکست دے گا۔ ایسی حالت میں اس کو گھوڑے کے مرنے کا کیا رنج ہو سکتا ہے کیونکہ آدمی کو گھوڑے سے رشتہ داری کا تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو جو کچھ تعلق ہے وہ اس لئے ہے کہ وہ اس کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ پس جبکہ ترقی اس کے مرنے کی صورت میں ہی حاصل ہے تو اس کا مرنا اس کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا سکتا۔

جب یہ مضمون معلوم ہوگیا تو اب تم کو چاہئے کہ تم صورتوں کے لئے زحمت نہ اٹھاؤ اور صورتوں کے لے، درد سر کئے بغیر معنی حاصل کرو کیونکہ مقصود صورتیں نہیں ہیں بلکہ اصل مقصود حقیقت ہے جیسے کہ شطرنج میں اصل مقصود ہاتھی گھوڑا نہیں ہے بلکہ اصل مقصود مات دینا ہے۔ پس جس طرح شطرنج باز حصول فتح کے لئے ہاتھی گھوڑے کی پرواہ نہیں کرتا اور ان کو مروا دیتا ہے یونہی تم بھی حقیقت پر صورتوں کو قربان کر دو اور لذات روحانیہ کے لئے لذات جسمانیہ کو چھوڑ دو اور آخرت کے لئے دنیا کو دغیرہ وغیرہ ہاں تو ہم نے اوپر کہا تھا کہ مآل بین اپنی عارضی ناکامیوں کا کچھ خیال نہیں ہوتا اور اس مضمون کو ہم نے واقعات سے ثابت کیا تھا۔ اب ہم کہتے ہیں کہ زاہد خشک چونکہ مآل کار سے ناواقف ہوتا ہے اس لئے اسے نتیجہ کی فکر ہوتی ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھئے کہ قیامت میں ہمارا انجام کیا ہوتا ہے مگر عارف آغاز سے واقف ہوتے ہیں اس لئے ان کو نتیجہ کے متعلق کوئی فکر نہیں ہوتی۔ یہ ضرور ہے کہ پہلے اہل عرفان بھی امید وبیم کی حالت میں ہوتے ہیں مگر اس کے آغاز دانی اس امید وبیم کو چٹ کر جاتی ہے دیکھو جو شخص ہوتا ہے وہ مآل کار کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ انبار غلہ کیا ہوتا ہے اس لئے اس کو اس کے متعلق کوئی فکری نہیں ہوتی۔ پس چونکہ عرفاء بھی آغاز دانی کے سبب مآل کار سے واقف ہوتے ہیں اس لئے وہ بھی امید وبیم کے مخمصہ سے نجات پا جاتے ہیں اور تیغ حق کے اس شور وشغب اور ہائے وائے کا خاتمہ کر دیتی ہے اور گو ابتداء میں ان کو بھی خدا

سے امید و بیم دونوں ہوتے ہیں مگر آخر میں خوف فنا ہو جاتا ہے اور صرف امید ظاہر ہو جاتی ہے اور خوف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور وہ بتمامہ امید ہو جاتا ہے اور خوف سراپا نور بن کر تابع خورشید امید ہو جاتا ہے۔

فائدہ:۔ تفصیل اس مقام کی یہ ہے کہ جب تک آدمی محجوب ہوتا ہے اس وقت تک اس کو نجات و عدم نجات کے بارے میں خلجان رہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ دیکھئے نجات ہوگی یا نہیں لیکن جب وہ عارف ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کو نجات کی طرف سے اطمینان ہو جاتا ہے اور وہ خلجان جو پیشتر تھا دفع ہو جاتا ہے۔ اطمینان سے مراد ہماری یقین نہیں ہے بلکہ محض سکون قلب مراد ہے) اور وجہ اس اطمینان کی یہ ہوتی ہے کہ اس کو حق سبحانہ کے وعدہ پر اطمینان ہوتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ حق سبحانہ بدوں جرم کے سزا نہ دیں گے۔ پس وہ نجات کی طرف سے تو بے فکر ہو جاتا ہے اب جو کچھ فکر ہوتی ہے وہ اس کی ہوتی ہے کہ اعمال میں کوئی خرابی نہ آئے اور وہ اپنے اعمال کو درست رکھتا ہے اور ان کی درستی کی خود بھی کوشش کرتا ہے اور حق سبحانہ سے اس میں مدد لیتا ہے اور جبکہ وہ حق سبحانہ کی عنایات کا مشاہدہ کرتا ہے اور ان کی توفیق اور امداد کو اپنے شامل حال پاتا ہے تو اس کو اعمال کی طرف سے بھی اطمینان ہو جاتا ہے اور اب اس کو ناجت کے متعلق بالکل خلجان نہیں رہتا۔ لیکن چونکہ عقلاً وہ یہ جانتا ہے کہ نہ فی نفسہ مجھ سے صدور معصیت کفر وغیرہ ناممکن ہے اور نہ حق سبحانہ پر میری حفاظت واجب ہے اور نہ اس نے میری حفاظت کا قطعی طور پر وعدہ کیا ہے اس لئے عقل خوف اس کو ضرور ہوتا ہے۔ پس اس تقریر پر مولانا کا کلام خلاف حدیث الایمان بین الخوف والرجاء نہ ہوگا۔ واللہ اعلم)

خیر ایاز امتحان شاہ سے واقف تھا اس لئے اس نے وہی کیا جو بادشاہ چاہتا تھا اور اس کے دھوکہ سے مغالطہ میں نہیں پڑا اور خلعت اور وظیفہ نے اسے گمراہ نہ کیا بلکہ اس نے بحکم شاہی موتی کو توڑ دیا۔ جب اس نے وہ خاص موتی توڑا تو امیروں نے چلانا شروع کیا کہ ارے یہ کیا بے باکی ہے کہ ایسا بیش بہا موتی توڑ دیا گیا۔ واللہ وہ شخص نہایت کافر نعمت شاہی ہے، جس نے ایسے بیش بہا موتی کو توڑ دیا۔

اس پر مولانا فرماتے ہیں کہ یہ لوگ ایاز کے خلاف شور و شر کرتے ہیں جس نے کہ حکم شاہی سے ایک موتی کو توڑ دیا تھا۔ حالانکہ خود انہوں نے اپنی جہالت اور اندھے پن سے امر سلطانی کے موتی کو توڑ دیا ہے یہ روش ان کی نہایت غلط ہے کیا مہر و محبت اور خلوص و وفا کا نتیجہ فی الواقع قیمت گوہر ہے جس کی رعایت کو وہ اپنی محبت و وفا کا اور جس کا خیال نہ کرنے کو ایاز کے نمک حرامی کا شاہد بناتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ پس سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے زیرک طبیعتوں پر اتنی کھلی ہوئی بات کیسے مخفی رہی۔

اس کو ختم کر کے مولانا ایاز کے جواب کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاز نے کہا کہ اے معزز سردارو تم بتلاؤ کہ کیا امر شاہی زیادہ قیمتی ہے یا موتی اور خدا کے لئے تم مجھے بتلاؤ کہ تمہارے نزدیک امر سلطانی اچھا ہے یا یہ عمدہ موتی۔ صاحبو تمہاری نظر موتی پر ہے اور بادشاہ پر نہیں ہے اور تمہارا قبلہ توجہ راہ راست نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو کہ تم کو راہ راست سے ہٹاتا ہے مگر میں تو بادشاہ ہی پر نظر رکھوں گا اور اس سے اپنی نظر نہ ہٹاؤں گا اور مشرکین کی طرح ایک پتھر کی طرف رخ نہ کروں گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اب مولانا انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بے کمال ہے وہ شخص جو کہ رنگین پتھر (طلام دنیا) کو قبول کرے اور امر حق سبحانہ کو پس پشت ڈال دے۔ اس سے کوئی کہے کہ ارے بے وقوف تو حسین معشوقوں وغیرہ کی طرف سے منہ موڑ لے اور اپنے عقل کو رنگ پیدا کرنے والے کے مشاہدۂ جمال میں متحیر کر اور گھڑے کو توڑ کر ندی میں گھس جا یعنی مطلوبات حسیہ کے بو ورنگ کو آگ لگا اور ان کی معدن کو مطمح نظر بنا اور اگر تو راہ دین کا ڈاکو نہیں ہے تو مرد بن اور عورتوں کی طرح رنگ و بو کو مقصود نہ بنا۔ اس مضمون کو ختم کر کے پھر مقولہ ایاز کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاز نے کہا کہ اصل گوہر تو امر شاہ ہے لیکن تم نے کھلم کھلا اس موتی کو توڑ دیا اور تمہیں اس کا کچھ بھی خیال نہ ہوا۔ میں نے ایک پتھر کو توڑا وہ بھی حکم شاہی سے تو تم مجھ پر ملامت کرتے ہو کتنی ناانصافی کی بات ہے۔ پس جبکہ ایاز نے اس راز کو کھولا ہے تو تمام امیر ذلیل اور پریشان ہو گئے اور دل سے اپنی بھول کا عذر کرتے ہوئے سب نے مارے شرم کے سر جھکا لیے اور ہر شخص کے دل سے اس وقت مارے غم کے سینکڑوں آہیں دھوئیں کی طرح آسمان پر جاری تھیں۔

قصد کردن شاہ بقتل امراو شفاعت کردن ایاز پیش تخت کہ العفو اولےٰ

بادشاہ کا امیروں کو قتل کرنے کا ارادہ کرنا اور تخت کے سامنے ایاز کا سفارش کرنا کہ معاف کر دینا زیادہ بہتر ہے

کرد اشارت شہ بجلاد کہن	کہ زصدرم ایں خساں را پاک کن
شاہ نے پرانے جلاد کو اشارہ کیا	کہ ان کمینوں کو میرے دربار سے صاف کر دے
ایں خساں چہ لائق صد مقتد	کز پئے سنگ امر مارا بشکنند
یہ کمینے کیا میرے دربار کے لائق ہیں؟	جو پتھر کی خاطر ہمارے حکم کو توڑتے ہیں
امر ما پیش چنیں اہل فساد	بہر رنگیں سنگ شد خوار و کساد
ایسے مفسدوں کے نزدیک ہمارا حکم	رنگین پتھر کی وجہ سے ذلیل اور کھوٹا ہو گیا
پس ایاز مہر افزا بر جہید	پیش تخت آں الغ سلطاں دوید
پھر محبت بڑھانے والا ایاز اٹھا	سلطان اعظم کے تخت سامنے دوڑ کر گیا
سجدۂ کرد و گلوی خود گرفت	کاے قبادے کز تو چرخ آرد شگفت
سجدہ کیا اور اپنا گلا پکڑا	کہ اے شاہ! کہ تجھ سے آسمان تعجب میں ہے
اے ہمائی کہ ہمایاں فرخی	از تو دارند و سخاوت ہر سخی
اے ہما! کہ سب ہما برکت	اور تمام سخی سخاوت تجھ سے حاصل کرتے ہیں
اے کریمے کہ کرمہائے جہات	محو گردد پیش ایثارت نہاں
اے وہ کریم! کہ جہان کے کرم	تیرے مخفی ایثار کے آگے محو ہو جاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اے لطیفے کہ گل سرخت چو دید	از خجالت پیرہن را بردرید
اے وہ صاحب لطف کہ جب گل سرخ نے تجھے دیکھا	شرمندگی سے لباس چاک کر ڈالا
از غفوری تو غفراں چشم سیر	روبہاں بر شیر از عفو تو چیر
تیری مغفرت سے، مغفرت سیر چشم ہے	تیری معافی سے، لومڑیاں شیر پر غالب ہیں
جز کہ عفو تو کرا دارد سند	ہر کہ با امر تو بیباکی کند
تیری معافی کے سوا کس پر سہارا رکھتا ہے؟	جو شخص تیرے حکم پر بیباکی کرے
غفلت و گستاخی ایں مجرماں	از وفور عفوتست اے عفوراں
ان خطاواروں کی غفلت اور گستاخی	اے معافی دینے والے! تیری معافی کی کثرت کی وجہ سے ہے

شرح حبیبی

بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ ان نااہلوں کو میرے دربار سے صاف کر دے۔ یہ نااہل میرے دربار کے کیا قابل ہو سکتے ہیں؟ کہ ایک پتھر کے لئے ہمارے حکم کو توڑتے ہیں اور ہمارا حکم ان خراب لوگوں کے نزدیک ایک رنگین پتھر کے لئے بے وقعت اور ناقابل قبول ہو گیا۔ جب بادشاہ نے یہ حکم دیا تو ایاز مشفق اپنی جگہ سے فوراً اٹھا۔ اور دوڑا ہوا اس عظیم الشان بادشاہ کے تخت کے سامنے آیا اور آداب شاہی بجالایا اور مطابق رسم دربار اپنے گلے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ اے وہ کیقباد جس کی رفعت و علو مرتبت سے آسمان بھی متعجب ہے اور اے وہ ہما جس سے اور ہما سعادت حاصل کرتے ہیں اور جس سے ہر سخی سخاوت حاصل کرتا ہے اور اے وہ کریم جس کی بخشش کے سامنے تمام عالم کے کرم محو اور مخفی ہو جاتے ہیں اور اے وہ پاکیزہ جس کو گل سرخ نے دیکھا تو شرمندگی سے اپنا پیراہن سرخ و لطیف پھاڑ ڈالا۔ آپ کی بخشش سے خود بخشش سیر چشم ہے کہ وہ کسی کے جرم کو خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو نظر میں نہیں لاتے۔

شیر پر غالب ہیں یعنی یہ مجرم خود حضور والا کے سامنے گستاخی کرتے ہیں آپ ان مجرموں کا قصور معاف فرما دیجئے اور ان کی جان بخشی کیجئے بھلا جو حضور کے حکم کے ساتھ گستاخانہ برتاؤ کرے گا وہ حضور کے عفو کے سوا کسی پر بھروسہ کر سکتا ہے کسی پر نہیں پس ان مجرموں کی غفلت اور گستاخی حضور ہی کے عفو سے ناشی ہے۔

فائدہ:۔ ان اشعار میں صورت قصہ کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

دائماً غفلت ز گستاخی دمد	کہ برد تعظیم از دیدہ رمد
غفلت ہمیشہ گستاخی سے پیدا ہوتی ہے	کیونکہ آنکھیں دکھنا آنکھوں سے تعظیم کو ختم کر دیتا ہے
غفلت و نسیان بد آموختہ	ز آتش تعظیم گردد سوختہ
سیکھی ہوئی بری غفلت اور بھول	تعظیم کی آگ سے جل جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیبتش بیداری و فطنت دہد	سہو ونسیاں از دلش بیروں جہد
اس کی ہیبت بیداری اور سمجھ عطا کرتی ہے	بھول اور نسیان اس کے دل سے نکل جاتا ہے
وقت غارت خواب ناید خلق را	تا نبر باید کسے زو دلق را
لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی ہے	تا کہ کوئی اس کی گدڑی نہ لے اڑے
خواب چوں درمیرمد از بیم دلق	خواب ونسیاں کے بود با بیم حلق
جب گدڑی کے ڈر سے نیند بھاگ جاتی ہے	گلے کے ڈر سے نیند اور بھول کب ہوتی ہے؟
لاتؤاخذان نسینا شد گواہ	کہ بود نسیاں بوجہے ہم گناہ
"اگر ہم بھول گئے تو تو پکڑ نہ کر" گواہ ہے	کہ بھول بھی ایک طرح سے گناہ ہے
زانکہ استکمال تعظیم او نہ کرد	ورنہ نسیاں در نیاوردے نبرد
کیونکہ اس نے تعظیم کی تکمیل نہ کی	ورنہ بھول معصیت نہ لاتی
گرچہ نسیاں لابدو ناچار بود	در سبب ورزیدن او مختار بود
اگرچہ بھول ضروری اور لاعلاج ہے	(لیکن) سبب اختیار کرنے میں وہ صاحب اختیار ہے
چوں تہاون کرد در تعظیمہا	تا کہ نسیاں زاد یا سہو و خطا
جب اس نے عظمتوں میں سستی برتی	یہانتک کہ سہو اور غلطی سے نسیان پیدا ہوا
ہمچو مستے کو جنایتہا کند	گوید او معذور بودم من ز خود
اس مست کی طرح جو ظلم کرے	اور کہے میں اپنے بارے میں معذور تھا
گویدش لیکن سبب اے زشت کار	از تو بد در رفتن آں اختیار
اس کو (حاکم) کہے گا' اے بدکار! لیکن سبب	تیری جانب سے تھا اس اختیار کے چلے جانے میں
بیخودی نامد بخودتش خواندی	اختیارت خود نشد تش راندی
"خودی خود نہیں آئی تو نے خود اس کو بلایا	تیرا اختیار خود ختم نہ ہوا تو نے اس کو بھگایا
گر رسیدے مستی بے جہد تو	حفظ کردے ساقی جاں عہد تو
اگر تیری کوشش کے بغیر مستی پیدا ہو جاتی	تو روح کا ساقی تیرے عہد کی حفاظت کرتا
پشت دارت او بدے عذر خواہ	من غلام زلت مست آلہ
وہ تیرا عذر خواہ ہوتا (اور) مددگار ہوتا	میں خدائی مست کی لغزش کا غلام ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

42

شرح حبیبی

اب مولانا فرماتے ہیں کہ ہمیشہ غفلت ترک تعظیم سے پیدا ہوتی ہے کیونکہ لحاظ عظمت کا خاصہ ہے کہ وہ آنکھ کی بیماری کو کھو دیتا اور نظر کو تیز کر دیتا ہے اور خوف آدمی کو بیداری اور سمجھ عطا کرتا ہے اور اس کے سبب سہو اور نسیان دل سے بالکل نکل جاتا ہے۔ دیکھو لوٹ کے وقت لوگوں کو نیند نہیں آتی بدیں خیال کہ کوئی ہماری گدڑی نہ اتار لے جائے۔ پس جبکہ گدڑی کے خوف سے نیند اڑ جاتی ہے تو جان کے خوف کے ساتھ نیند یا بھول کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ دلیل تو عقلی تھی اب ہم اس کا ثبوت قرآن سے دیتے ہیں اور کہتے ہیں۔ لاتؤاخذنا ان نسینا او اخطاءنا شاہد ہے اس بات کا کہ خطا و نسیان ہی ایک حیثیت سے گناہ ہیں۔ ورنہ درخواست معافی کے کیا معنی اور راز اس کا یہ ہے کہ ناسی اور خاطی نے عظمت حق سبحانہ کا لحاظ کامل نہیں رکھا ورنہ خطا و نسیان اس پر حملہ نہ کرتے۔

یہ ضرور ہے کہ خطا و نسیان اضطراری ہیں مگر اختیار سبب یعنی ترک تعظیم میں تو وہ مختار تھا پھر اس نے تعظیم میں کیوں کوتاہی کی جس کا اثر یہ ہوا کہ نسیان یا سہو و خطا پیدا ہوئے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے وہ مست جو مستی میں جرائم کا ارتکاب کرے اور کہے کہ میں معذور تھا کیونکہ اس کا جواب صاحب حق یہ دے گا کہ ہم نے مانا کہ مستی کی حالت میں تو مجبور تھا لیکن اس اختیار کے زوال کا سبب تیری طرف سے تھا پھر تو نے اس کا ارتکاب کیوں کیا۔ بے خودی خود نہیں آتی تھی بلکہ تو نے خود اسے بلایا تھا اور تیرا اختیار خود نہ زائل ہوا تھا۔ بلکہ تو نے خود اسے زائل کیا تھا لہذا تو معذور نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر مستی بلا تیری کوشش کے طاری ہوتی تو حق سبحانہ جو کہ روح کو مست کرنے والے ہیں تیرے عہد کا لحاظ رکھتے۔ اور اس سے تجھ پر عہد شکنی کا الزام نہ لگاتے اور خود تیرے حامی اور تیری طرف سے معذرت کرنے والے ہوتے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا اس لئے تو معذور نہیں ہے۔

اب مولانا فرماتے ہیں کہ میں مست حق کی لغزش کا قائل ہوں کہ اس کی خطا بھی صواب ہے۔

عفوہائے جملہ عالم ذرۂ	عکس عفوت اے ز تو ہر بہرۂ
تمام جہان کی معافیاں ایک ذرہ ہیں	اے وہ ذات! کہ ہر حصہ تیری معافی کا عکس ہے
عفو ہا گفتہ ثنای عفو تو	نیست کفوش ایہا الناس اتقوا
تمام معافیوں نے تیری معافی کی تعریف کی ہے	اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے اے لوگو! ڈرو
جان شاں بخش وز خود شاں ہم مراں	کام شیرین تو اند اے کامراں
اس کی جان بخشدے اور اپنے آپ سے ان کو علیحدہ نہ کر	اے مراد مند! وہ تیرے شیریں مقاصد ہیں
رحم کن بروے کہ روئے تو بدید	فرقت تلخ تو چوں خواہد چشید
اس پر رحم کر جس نے تیرا دیدار کر لیا ہے	وہ تیری جدائی کی تلخی کیسے چکھے گا؟

www.besturdubooks.wordpress.com

از فراق و ہجر میگوئی سخن	ہرچہ خواہی کن و لیکن ایں مکن
تو فراق اور جدائی کی بات کرتا ہے	جو چاہے کر، لیکن یہ نہ کر
در جہاں نبود بتر از ہجر یار	ایں سخن از عاشق خود گوشدار
دنیا میں دوست کی جدائی سے بدتر کوئی چیز نہیں ہے	اپنے عاشق کی یہ بات یاد رکھ
صد ہزاراں مرگ تلخ شصت تو	نیست مانند فراق شست تو
ساٹھ درجے کی لاکھوں کڑوی موتیں	تیرے حلقہ (زلف) سے فراق کے مانند نہیں ہیں
تلخی ہجر از ذکور و از اناث	دور دار اے مجرماں را مستغاث
مردوں اور عورتوں سے جدائی کی تلخی کو	اے خطاکاروں کے فریاد رس! دور رکھ
برامید وصل تو مردن خوش ست	تلخی ہجر تو فوق آتش ست
تیرے وصل کی امید پر مرنا بھلا ہے	تیری جدائی کی تلخی آگ سے زیادہ ہے

شرح حبیبی

یہاں سے پھر شفاعت ایاز کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایاز نے کہا کہ تمام عالم کی معافیاں آپ کی عفو کے مقابلہ میں بالکل ہیچ اور آپ کی عفو کا عکس ہیں اور جو کچھ کسی کو ملا ہے وہ آپ ہی سے ملا ہے اور تمام عفو آپ کی عفو کے مداح ہیں۔ (پس لوگو چونکہ عالم میں اس کی عفو کا کوئی ہمسر نہیں ہے اس لئے تم اپنے عفو کو اس کے عفو کے برابر کہنے سے بچنا) آپ ان کی جان بخشی فرمائیں اور ان کو اپنے دربار سے نکالیں ہی نہیں کیونکہ یہ آپ کے ارکان دولت اور آپ کی کامیابی کا ذریعہ ہیں۔ جن لوگوں نے آپ کا روئے مبارک دیکھا ہے آپ ان پر رحم فرمائیں اور آپ کو اپنے سے جدا نہ کریں۔ کیونکہ وہ آپ کی ناگوار جدائی کا مزہ کیسے چکھ سکیں گے۔ آپ مفارقت اور جدائی کا نام لیتے ہیں آپ ایسا نہ کریں اور اس کے سوا آپ جو کچھ چاہیں کریں مگر یہ نہ کریں۔ اور آپ اپنے عاشق کی اس بات کا خیال رکھیں کہ دنیا میں کوئی چیز دوستی جدائی سے بدتر نہیں ہے۔ لاکھوں نہایت ناگوار موتیں آپ کے پھندے سے جدائی کے برابر ناگوار نہیں ہوسکتیں۔ پس اے مجرموں کے فریادرس آپ مردوں اور عورتوں سے تلخی ہجر کو دور رکھئے اور ان کو اپنے وصال سے بہرہ مند رکھئے کیونکہ آپ کا وصل اتنا مرغوب اور محبوب ہے کہ اس کی امید میں مرجانا بھی بہتر ہے اور آپ کا فراق اتنا ناگوار ہے کہ اس کی ناگواری آتش دوزخ سے بڑھی ہوئی ہے۔

فائدہ:۔ ان اشعار میں مولانا نے ایسے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جو اشارہ کرتے ہیں اس طرف کہ اس قصہ میں محمود سے مراد حق سبحانہ ہیں اور ایاز سے عبد حقیقی اور اس قصہ سے مولانا کا مقصود یہ ہے کہ اہل اللہ اور حق سبحانہ کا آپس کا تعلق ظاہر ہو۔

گبر میگوید میان آں سقر	چہ غمم بودے گرم کردے نظر
دوزخ کے درمیان کافر کہہ رہا ہے	اگر وہ مجھ پر نظر کر لیتا' مجھے کیا غم ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

کاں نظر شیریں کنندہ رنجہاست	سحراں را خونبہائے دست و پاست
کیونکہ وہ نظر غموں کو شیریں بنا دینے والی ہے	جادوگروں کے ہاتھ پاؤں کا خونبہا ہے

تفسیر گفتن ساحراں فرعون را در وقت سیاست کہ لاضیر انا الیٰ ربنا منقلبون

سزا کے وقت فرعون سے ساحروں کے "کوئی نقصان نہیں بیشک ہم اپنے رب کی طرف لوٹنے والے ہیں" کہنے کی تفسیر

نعرۂ لاضیر بشنید آسماں	چرخ گوئے شد پئے آں صولجاں
آسمان نے "کوئی ضرر نہیں" کا نعرہ سنا	اس بلے کے لئے آسمان گیند بن گیا
ضربت فرعون مارا نیست ضیر	لطف حق غالب بود بر قہر غیر
فرعون کی سزا ہمارے لئے نقصان نہیں ہے	دوسرے کے قہر پر اللہ (تعالیٰ) کا کرم غالب ہے
گر بدانی سرِ مارا اے مضل	میرہانی ماں ز رنج اے کور دل
اے گمراہ کرنے والے! اگر تو ہمارا راز جان لے	اے دل کے اندھے! ہمیں تکلیف سے نجات دے دیتا
ہیں بیا ایں سو ببیں کایں ارغنوں	میزند یا لیت قومی یعلمون
خبردار! ادھر آ دیکھ یہ باجا	"کاش میری قوم جان لیتی" بجا رہا ہے
داد مارا فضل حق فرعونیے	نے چنیں فرعونیے بے عونیے
اللہ (تعالیٰ) کے فضل نے ہمیں فرعونی عطا کر دی ہے	وہ فرعونی نہیں، جو بغیر مدد (خداوندی) کے ہو
سر برآور ملک بیں زندہ و جلیل	اے شدہ غرہ بمصر و رود نیل
سر اٹھا، زندہ اور عالیشان سلطنت کو دیکھ	اے ' مصر اور دریائے نیل پر مغرور
گر تو ترک ایں نجس خرقہ کنی	نیل را در نیل جاں غرقہ کنی
اگر تو اس ناپاک چیتھڑے کو چھوڑ دے	تو نیل کو جان کے نیل میں ڈبو دے
ہیں بدار از مصر اے فرعون دست	درمیان مصر جاں صد مصر ہست
خبردار! اے فرعون! مصر سے ہاتھ اٹھا لے	جان کے مصر میں، سینکڑوں مصر ہیں
تو "انا رب" را ہمی گوئی بعام	غافل از ماہیت ایں ہر دو نام
تو عوام سے "میں خدا ہوں" کہتا ہے	(حالانکہ) تو ان دونوں ناموں کی ماہیت سے غافل ہے
رب بر مربوب کے لرزاں بود	کے انا داں بند جسم و جاں بود
پروردگار زیر پرورش سے کب لرزتا ہے؟	"انا" کو جاننے والا جسم اور جان کا پابند کب ہوتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

نک انامائیم رستہ از انا	از انائے پربلائے پر عنا
دیکھ! "انا" ہم ہیں "انا" سے چھوٹے ہوئے	اس "انا" سے جو مصیبت (اور) مشقت سے پر ہیں
آں انائے برتوائے سگ شوم بود	در حق ما دولت محتوم بود
اے کتے! وہ "انا" تیرے لئے منحوس تھی	ہمارے حق میں یقینی دولت تھی
گر نبودت ایں انائے کینہ کش	کے زدے برما چنیں اقبال خوش
اگر یہ کینہ نکالنے والا "انا" تیرے اندر نہ ہوتا	تو ایسا اچھا نصیبہ ہمیں کب حاصل ہوتا؟
شکر آں کز دار فانی میرہیم	برسر ایں دار پندت میدہیم
اس کا شکر ہے کہ ہم دار فانی سے چھوٹ رہے ہیں	اس سولی پر ہم تجھے نصیحت کر رہے ہیں
دار قتل ما براق رحلت ست	دار ملک تو غرور و غفلت ست
ہمارے قتل کی سولی، سفر کا براق ہے	تیرا دارالسلطنت، غرور اور غفلت ہے
ایں حیات خفیہ در نقش ممات	واں ممات خفیہ در قشر حیات
یہ خفیہ زندگی ہے، جو موت کی صورت میں ہے	وہ خفیہ موت ہے، جو زندگی کے چھلکے میں ہے
می نماید نور نار و نار نور	ورنہ دنیا کے بدے دارالغرور
نور، آگ اور آگ نور، نظر آتی ہے	ورنہ دنیا دارالغرور کب ہوتی؟
ہیں مکن تعجیل اول نیست شو	چوں غروب آری برار از شرق ضو
خبردار! جلدی نہ کر پہلے نیست بن	جب تو غروب کر گیا مشرق سے روشنی لا
آں انائے در ازل دل تنگ شد	زیں انا جاں بیخود و دل دنگ شد
وہ "انا" ازل میں دل تنگ ہے	اس "انا" سے جان بیخود اور دل حیران ہو گیا
آں انائے سرد گشت و تنگ شد	زیں انا خم دادہ ہمچو چنگ شد
وہ "انا" سرد اور تنگ ہے	یہ مست "انا" چنگ کی طرح ہے
زاں انائے بے انا خوش گشت جاں	شد جہان او از انائے ایں جہاں
اس بے "انا" کے "انا" کہنے سے جان خوش ہو گئی	وہ اس جہاں سے کود جانے والی ہو گئی
از انا چوں رست اکنوں شد انا	آفرینہا برانائے بے عنا
جب "انا" سے چھوٹ گئی اب "انا" ہو گئی	بے مشقت کی "انا" کو شاباش ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

او گریزاں دانائے در پیش	می دود چوں دید وے را بے ولیش
وہ بھاگ رہا ہے اور "انا" اس کے درپے ہے	وہ "انا" دوڑتی ہے جب وہ اس کو اپنے بغیر دیکھتی ہے
طالب اوئی نگردد طالبت	چوں بمردی طالبت شد مطلبت
تو اس کا طلبگار ہے وہ تیری طلبگار نہ بنے گی	جب تو مر گیا تیرا مطلوب تیرا طالب بن گیا
زندۂ کے مردہ شو شوید ترا	طالبی کے مطلبیت جوید ترا
تو زندہ ہے مردے کو نہلانے والا تجھے کب نہلائے گا؟	تو طلبگار ہے مطلوب تجھے ڈھونڈے گا؟
اندریں بحث ار خرد رہ بیں بدے	فخر رازی راز دار دیں بدے
اس بحث میں اگر عقل راستہ دیکھنے والی ہوتی	(تو) فخر (الدین) رازی دین کے راز دار ہوتے
لیک چوں من لم یذق لم یدر بود	عقل و تخییلات او حیرت فزود
لیکن چونکہ "جس نے نہ چکھا اس نے نہ جانا" ہے	ان کی عقل اور تخیلات نے حیرت میں اضافہ کر دیا
کے شود کشف از تفکر ایں انا	ایں انا مکشوف شد بعد الفنا
غور کرنے سے یہ "انا" کب کھلتی ہے	یہ "انا" فنا کے بعد کھلی ہے
می فتد ایں عقلہا در افتقاد	در مغاکے و حلول و اتحاد
جستجو میں یہ عقلیں جا گرتی ہیں	گڑھے اور حلول و اتحاد میں

شرح حبیبی

یہاں سے مولانا اپنے مقصود کی تصریح فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مضمون بالا سے کنایۃً تم کو حق سبحانہ کے فراق کی تلخی معلوم ہوئی ہے اور اس میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ اس کے ہجر کی تلخی آتش دوزخ سے بڑھ کر ہے اب اس کنایہ کی توضیح اور اس دعویٰ کی دلیل سنو کفار دوزخ میں کہیں گے کہ اگر آپ ہم پر عنایت کرتے تو پھر ہمیں دوزخ کا بھی ملال نہ ہوتا وجہ اس کی یہ ہے کہ نظر عنایت تکالیف کو خوشگوار بنا دینے والی اور ساحروں کے ہاتھ پاؤں کا خون بہا ہے۔ چنانچہ جب فرعون نے جادوگروں کو سولی دینے اور پاؤں کاٹنے کی دھمکی دی تو انہوں نے آپ کی نظر کے شوق میں اس کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ اور لا ضیر کا اس قدر زور سے نعرہ لگایا کہ اس کو گوش فلک نے بھی سن لیا اور اس بلا کے سامنے آسمان بھی گیند ہو گیا (یعنی یہ نعرہ آسمان سے یوں ٹکرایا جیسے بلا گیند سے ٹکراتا ہے یا یہ کہ اس کو سن کر آسمان یوں رقص کرنے لگا جیسا کہ گیند بلے سے رقص کرتی ہو واللہ اعلم) اور انہوں نے نہایت زور سے کہا کہ فرعون کی مار سے ہمارا کچھ نقصان نہیں ہے۔ کیونکہ حق سبحانہ کی ہم پر عنایت ہے اور خدا کی عنایت دوسروں کے غصہ پر غالب ہے اس کے بعد انہوں نے فرعون کو خطاب کیا اور کہا کہ او گمراہ کرنے والے فرعون اگر تجھے ہماری باطنی

حالت معلوم ہوتو تو بھی یقین کر لے کہ تو ہم کو تکلیف نہیں دے رہا ہے۔ بلکہ ہم کو تکلیف سے نجات دے رہا ہے۔

دیکھ ادھر آ اور سن کہ ہماری ارواح کا ارگن یالیت قومی یعلمون کا راگ گا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ کاش لوگوں کو معلوم ہو کہ ہمیں اس تکلیف میں کس قدر راحت ہے خدا نے ہم کو اپنے فضل سے روحانی بادشاہت عطا کی ہے جو کہ اس سلطنت جسمانی سے بڑھ کر ہے جو تجھ کو عنایت ہوئی ہے کیونکہ ہماری سلطنت باقی ہے اور تیری سلطنت فانی نیز ہماری سلطنت رنج وغم سے پاک صاف ہے اور تیری سلطنت میں ان کی آمیزش ہے ارے مصر اور رود نیل سے دھوکا کھائے ہوئے تو ذرا ظلمات ناسوت سے سرتو باہر نکال اور دیکھ تو سہی کہ اقلیم روحانی کس قدر عظیم اور زندہ ہے اور پائیدار ہے۔ اس کے بعد تجھے اپنی بادشاہی کی حقیقت معلوم ہوگی اگر تو اس ناپاک لباس تن کو چھوڑ دے تو پھر تو رود نیل کو روح کے دریائے معرفت میں ڈبو دے یعنی اس دریا کے سامنے اس دریا کو بے قدر سمجھ کر چھوڑ دے۔

دیکھ فرعون کہنا مان اور ملک مصر کو چھوڑ کر سلطنت روحانی حاصل کر۔ اس لئے کہ اس سلطنت میں ایسی ایسی سینکڑوں سلطنتیں ہیں احمق تو لوگوں سے کہتا ہے کہ میں تمہارا بڑا خدا ہوں۔ یہ تیری کتنی بڑی حماقت ہے کیونکہ نہ تو آنا اور میں کے حقیقت جانتا ہے اور نہ رب کی۔ اس لئے کہ تجھے اپنی سلطنت کے متعلق اندیشہ ہے اور تو ڈرتا ہے کہ کہیں موسیٰ (علیہ السلام) اپنا اثر جما کر میری سلطنت نہ چھین لے اور لوگوں کو مجھ سے نہ توڑ لے حالانکہ جب تو رب اعلیٰ ہے تو ملک وغیرہ سب تیرے مربوب ہیں پھر تجھے کیا خوف ہے بھلا کبھی رب کو اپنے مربوب کے متعلق کوئی اندیشہ ہوتا ہے اور کیا وہ ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی میرا ملک نہ چھین لے وغیرہ وغیرہ ہرگز نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ تو رب کی حقیقت نہیں جانتا۔

اچھا اب سن کہ تو انا اور میں کی حقیقت بھی نہیں سمجھتا کیونکہ جو اپنے کو جانتا ہے وہ ہرگز تن پروری میں مشغول نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ میرا خالق اور میرا مالک اور میرا حاکم اور مربی خدا ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ میں اس کے احکام بجالاؤں۔ پس ثابت ہوا کہ تو انا کی حقیقت بھی نہیں سمجھتا۔ دیکھ انا کے معنی جاننے والے ہم ہیں کہ ہم نے خودی یعنی تکلیف کی بھری ہوئی خودی کو چھوڑ دیا اور اپنے کو خدا کا مطیع بنا دیا یہ تیری انانیت گو تیرے لئے منحوس ثابت ہوئی۔ مگر ہمارے لئے اعلیٰ دولت ہوگئی کیونکہ اگر تیرے کینہ کش انانیت نہ ہوتی تو ہمیں یہ خوش قسمتی شہادت کیسے میسر ہوتی۔ خیر الحمد للہ! کہ اب ہم اس دار فانی سے رخصت ہوتے ہیں۔ مگر سولی پر چڑھے ہوئے محض خیر خواہی سے تجھے بھی نصیحت کرتے ہیں کہ تو اس جہالت کو چھوڑ اور طاعت و عبودیت حق کو اختیار کر۔ تو ہماری سولی کو حقیر اور اپنی سلطنت کو وقیع سمجھ کر ہماری نصیحت کو نظر انداز نہ کرنا۔ کیونکہ معاملہ بالعکس ہے۔ اس لئے کہ ہمارے قتل کی سولی ہمارے سفر آخرت کا براق ہے جو کہ ہم کو ہمارے محبوب اور بادشاہ تک پہنچائے گا اور تیرا دار الحکومت تیری غفلت اور تیرے غرور اور بعد عن الحق کا ذریعہ ہے اور گو ہم مردہ ہیں اور تو زندہ مگر تو اس سے مغالطہ میں نہ پڑنا کیونکہ ہماری حیات روحانی موت جسمانی کی صورت میں مخفی ہے اور تیری موت روحانی بے وقعت حیات جسمانی میں مستور ہے۔ اس لئے یوں کہہ سکتے ہیں کہ نور آگ اور آگ نور دکھلائی دیتی ہے یعنی موت حیات معلوم ہوتی ہے اور حیات موت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اب مولانا جملہ معترضہ کے طور پر فرماتے ہیں ہونا بھی یہی چاہئے ورنہ دنیا دھوکے کا گھر کہلاتا ہے یہ جملہ معترضہ ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ساحروں نے کہا کہ دیکھ ہم کہتے ہیں کہ تو دعویٰ انا میں جلدی نہ کر۔ بلکہ اول اپنی خودی کو فنا کر۔ پس جب تو مٹ جائے اور آفتاب کی طرح غروب ہو جائے اس وقت مشرق روحانی سے آفتاب کی طرح چمکتا ہوا اور شاندار ہو کر نکل۔ اس وقت اگر تو انا کہے گا تو یہ انا برمحل ہوگی کیونکہ اس وقت تجھے بقاباللہ حاصل ہو جائے گی اور تو خدا کے رنگ میں رنگ جائے گا۔ اور ایسی حالت میں تیرا انا کہنا ایسا ہوگا جیسا کہ لوہے کا آگ سے سرخ ہو کر انا النار کہنا وغیرہ وغیرہ اور تیرا یہ کہنا ایک حد تک صحیح ہوگا۔

اب مولانا انائے فرعون اور انائے فانین کا فرق دکھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انائے فرعونی تو ازل میں بھی دل تنگ ہے۔ اور انائے فانین کی جان بے خود اور دل ونگ ہے (مطلب یہ ہے کہ اشخاص مبتلائے خودی کے راحت کے لئے وسعت ازل بھی کافی نہیں اور انا ہی بے خودی نہایت آرام دہ اور راحت بخش ہے۔) اور وہ انا بالکل بے مزہ اور پھیکی اور موجب دل تنگی و تکلیف ہے اور یہ انا چنگ کی طرح خم دی ہوئی اور مبنی برانکسار وفنا اور موجب لذت وراحت ہے۔

اور اس انا سے جو کہ خودی سے خالی ہے جان خوش ہوتی ہے اور وہ اس کے ذریعہ سے اس انا ناسوتی جس کا منشاء خودی ہے چھوٹ جاتی ہے اور جب کہ وہ اس انائے مذموم سے چھوٹ جاتی ہے تو اس کو انا کہنے کا منصب حاصل ہو جاتا ہے۔ سو کیا کہنا ہے اس انا کا جو مصائب خودی سے خالی ہو۔

دیکھو جب آدمی اپنے کو مرضیات حق میں فنا کر دیتا ہے اس وقت اس کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ انا سے بھاگتا ہے لیکن جب انا محمود اس کو فانی محض پاتی ہے تو وہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑتی ہے اور اسے نہیں چھوڑتی۔ مطلب یہ ہے کہ آدمی اپنی ہستی کو فنا کرتا ہے اور حق سبحانہ اسی کو اپنی طرف سے ایک نئی ہستی جس کو بقاباللہ کہتے ہیں عطا فرماتے ہیں۔ لیکن جب کہ تم خود ہستی اور خودی کے طالب ہو تو اس وقت وہ تم سے بھاگتی ہے اور تمہاری طالب نہیں ہوتی۔ ہاں جب تم اپنے کو فنا کر دو اور اپنی خودی کو مٹا دو اس وقت وہ تمہاری مطلوب ہستی تمہاری طالب ہوتی ہے اور تم کو پہنچتی ہے کیونکہ اس کے طلب کی شرط فناء طالب ہے اور جبکہ شرط مفقود ہوگئی تو مشروط بھی مفقود ہوگئی۔ دیکھو جب تک تم نہ مرو اس وقت تک تمہیں مردہ شو کیسے نہلا سکتا ہے اور جبکہ تم خود طالب ہو اس وقت تک مطلوب تمہارا طالب کیونکر ہو سکتا ہے اور جبکہ نہیں ہو سکتا تو عدم فنا کی صورت میں ہستی بھی تمہاری طالب نہیں ہو سکتی۔

اس مقام پر چونکہ مولانا نے فنا اور بقا اور دعویٰ انا کے متعلق بحث فرمائی ہے اور چونکہ مسئلہ فنا و بقا ایک وجدانی مسئلہ ہے جس کو ارباب احوال ہی خوب سمجھ سکتے ہیں اور جو لوگ صاحب حال نہیں ہیں وہ اس کی حقیقت کو نہیں سمجھ سکتے جس طرح کہ لذت جماع کو کما حقہ وہی سمجھ سکتا ہے جسے جماع کا اتفاق ہوا ہو اور جس کو اتفاق نہیں ہوا وہ نہیں سمجھ سکتا اور ایسی حالت میں کچھ بعید نہیں تھا کہ لوگ اس بیان کو جو کہ پورے طور پر حقیقت فنا و بقا کو ظاہر نہیں کرتا کافی سمجھ جائیں اور گمراہ ہو جائیں۔

اس لئے مولانا لوگوں کو متنبہ فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صاحبو بحث فنا و بقا عقل کے ادراک سے باہر ہے اور یہ ایک امر ذوقی ہے جس کو صاحب حال ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اور غیر صاحب حال عقل سے اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا کیونکہ اگر مجرد عقل اس بحث کا پتہ چلا لیتی تو امام فخر الدین رازی کو دین کا رازدار اور حامل اسرار شریعت ہونا چاہئے تھا۔ لیکن چونکہ امام موصوف صاحب حال نہ تھے اور اس لئے وہ ان معاملات کی حقیقت کو نہ جانتے تھے۔ بنابریں وہ عقلی تکے چلاتے تھے اور ان کی عقلی اور تخیلات بجائے حل مشکل کے ان کو اور حیرت میں ڈالتی تھیں۔ پس اگر تمہیں اس ہستی اور بقا کی حقیقت معلوم کرنی ہے جو کہ فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے تو فنا حاصل کرو کیونکہ اس ہستی اور بقا کی حقیقت غور اور فکر سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کی حقیقت حصول فنا سے معلوم ہوتی ہے عقلیں جب اس بحث میں پڑتی ہیں تو راہ راست سے ہٹ کر گمراہی کے گڑھے اور حلول واتحاد کے شبہ میں پڑ جاتی ہیں۔ نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد۔

اے ایاز گشتہ فانی ز اقتراب	ہمچو اختر در شعاع آفتاب
اے ایاز! تو قرب میں فانی بن گیا ہے	جیسا کہ ستارہ سورج کی شعاع میں
بلکہ چوں نطفہ مبدل تو بتن	نز حلول و اتحاد مفتتن
بلکہ جیسا کہ تیرا نطفہ جسم میں تبدیل ہوا	نہ کہ حلول اور پرفتنہ اتحاد سے
عفو کن اے عفو در صندوق تو	سابق لطفی ہمہ مسبوق تو
معاف کردے اے وہ کہ معافی تیرے صندوق میں ہے؟	تو مہربانی میں سابق ہے سب تیرے پیچھے ہیں

شرح حبیبی

بعض محشین نے ان ابیات کو سلطان محمود کا مقولہ قرار دیا ہے اور بعض نے مولانا کا۔ محمود کا مقولہ ہونے پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب محمود نے عفو کو ایاز کے سپرد کر دیا تو اب ایاز کی اس معذرت کا کوئی موقع نہیں رہتا جو وہ آئندہ اپنے مطاعت کے متعلق کرتا ہے۔ بلکہ اس کا موقعہ اس سے پہلے اور شفاعت کے ساتھ ہے اس کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ معذرت از شفاعت کے معنی یہ ہیں کہ میرا تو شفاعت کرنا بھی گستاخی ہے۔ چہ جائیکہ خود عفو کرنا۔ مگر یہ توجیہ جی کو نہیں لگتی۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اشعار کو مولانا کا مقولہ کہا جائے اور یوں کہا جائے کہ چونکہ مولانا ابھی فنا کی بحث کر چکے ہیں اس لئے وہ اس سے فنائے ایاز کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ایاز جو کہ قرب شاہی کے سبب یوں فنا ہو گیا ہے جیسے خورشید کے نور میں ستارہ بلکہ جس کی یوں کایا پلٹ ہو گئی ہے جیسے نطفہ کی جسم بن کر۔ مگر نہ اس میں حلول کو دخل ہے اور نہ اتحاد کو۔ تو شفاعت کیوں کرتا ہے اور محمود سے کیوں درخواست کرتا ہے تو خود معاف کر دے اس لئے کہ عفو تیرے قبضہ میں ہے کیونکہ تو محمود سے جدا نہیں اور مہربانی میں اور سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اور دوسرے لوگ سب اس صفت میں تجھ سے پیچھے ہیں کیونکہ تجھ میں یہ صفت خود تیری نہیں ہے بلکہ محمود کی ہے جو کہ اس صفت میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔

فائدہ:۔ تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ مسئلہ بقا و فنا ایک ایسا مسئلہ ہے جو صرف عقل سے بخوبی سمجھ میں نہیں آتا۔ بلکہ

جس پر یہ حال طاری ہو کما حقہ اس کو وہی سمجھ سکتا ہے۔ لہٰذا ارباب حال جب اس مسئلہ کو دوسروں کو سمجھانا چاہتے ہیں تو اس کے لئے تقریبی مثالیں اختیار کرتے ہیں جو پورے طور پر تو ممثل لہٗ پر منطبق نہیں ہوتیں۔ ہاں کچھ کچھ اس سے مناسبت رکھتی ہیں۔ اس لئے کبھی وہ اس کو لوہے اور آگ سے تشبیہ دیتے ہیں اور کبھی ستارہ اور آفتاب سے اور کبھی سرکہ اور شہد سے اور کبھی نطفہ اور جسم سے وغیرہ وغیرہ لیکن چونکہ یہ مثالیں تقریب فہم کے ساتھ مغالطہ میں بھی ڈالنے والی بھی ہوتی ہیں اس لئے وہ مغالطہ سے بچانے کے لئے کہیں کہیں تنبیہ بھی کر دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ مثالیں تقریبی ہیں نہ کہ تحقیقی۔

چنانچہ مولانا نے ابیات سابقہ میں فرما دیا ہے کہ یہ مسئلہ ذوقی اور وجدانی ہے جو کہ کما حقہ ذوق سے سمجھ میں آ سکتا ہے نہ کہ عقل سے۔ چنانچہ فرمایا ہے اندریں بحث از خرد راہ بیں بدے۔ اس سے یہ امر واضح ہو گیا کہ جس قدر مثالیں اس مسئلہ کی بیان کی جاتی ہیں وہ تقریبی ہوتی ہیں نہ کہ تحقیقی۔ جب یہ مقدمہ ذہن نشین ہو گیا تو اب سمجھو کہ مولانا نے اس مقام پر مسئلہ فنا کو اولاً تمثیل ستارہ و آفتاب سے بیان فرمایا تھا۔ مگر چونکہ یہ مثال اس لئے ناقص تھی کہ اس میں بعد فنا عود الی الحالۃ الاولیٰ ہوتا ہے جیسا کہ غروب آفتاب کے بعد ہوتا ہے مگر ممثل لہٗ میں عود نہیں ہوتا۔ اس لئے اس سے ترقی کی اور اس کی تمثیل نطفہ اور تن سے بیان فرمائی لیکن یہ مثال بھی ممثل لہٗ کے بالکل مطابق نہیں ہے کیونکہ اس مثال میں بعض باتیں ایسی ہیں جو ممثل لہٗ میں نہیں مثلاً مثال مذکور میں نطفہ کی صورت نوعیہ بدل جاتی ہے اور ممثل لہٗ میں ایسا نہیں ہوتا۔ بلکہ انسان بعد فنا بھی انسان ہی رہتا ہے۔ نیز مثال مذکور میں مفنی فیہ یعنی جسم خود فانی سے پیدا ہوا ہے اور ممثل لہٗ میں مفنی فیہ کی یہ حالت نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ پہلے سے ہوتا ہے اس لئے یہ مثال بھی تقریبی ہے اور مقصود صرف یہ ہے کہ جیسے مثال مذکور میں نطفہ بلا حلول اور اتحاد کے فنا ہو جاتا ہے اور فنا کے بعد حالت اولیٰ کی طرف عود نہیں کرتا یونہی ایاز بھی عمود میں بلا حلول واتحاد اور بدوں عود الی الحالۃ الاولیٰ فنا ہو گیا واللہ اعلم)

مجرم داشتن ایاز خود را در یں شفاعت گری و عذر ایں جرم خواستن و در اں عذر گوئی ہم خود را مجرم داشتن و ایں شکستگی از شناخت و عظمت شاہ خیز د انا اعلمکم باللہ و اخشاکم و قال اللہ تعالیٰ انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

اس سفارش کرنے میں ایاز کا اپنے آپ کو مجرم سمجھنا اور اس خطا کی معافی چاہنا اور اس عذر گوئی میں بھی اپنے آپ کو مجرم قرار دینا اور یہ کسر نفسی شاہ کی عظمت اور پہچان سے پیدا ہوتی ہے" اور میں تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والا ہوں اور تم سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے اس کو جاننے والے ڈرتے ہیں

من کہ باشم کہ بگویم عفو کن	اے تو سلطان و خلاصہ امر کن
میں کون ہوتا ہوں جو کہوں کہ معاف کر دیجئے؟	اے وہ کہ آپ بادشاہ اور "کن" کے امر کے خلاصہ ہیں
من کہ باشم کہ بوم من بامنت	اے گرفتہ جملہ منہا دامنت
میں کون ہوتا ہوں کہ میں تیری ہستی کے سامنے موجود رہوں؟	اے وہ کہ تمام ہستیوں نے تیرا دامن تھاما ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

من کے آرم رحم خلم آلود را	رہ نمایم علم حلم اندود را
میں غضب آلود رحم کب کر سکتا ہوں؟	میں تو حلم سے بھرے ہوئے علم کی رہنمائی کرتا ہوں
صد ہزاران صفع را ارزانیم	گر زبون صفعہا گردانیم
میں لاکھوں طمانچوں کے لائق ہوں	اگر آپ مجھے طمانچوں کا مغلوب بنا لیں
من کیم تا پیشت اعلامے کنم	یا کہ وا یادت دہم شرط کرم
میں کون ہوں کہ آپ کے سامنے اعلان کروں؟	یا کہ آپ کو کرم کی شرط یاد دلاؤں
آنچہ معلوم تو نبود چیست آں	وآنچہ یادت نیست کو اندر جہاں
جو تجھے معلوم نہیں وہ کیا ہے؟	جو تجھے یاد نہیں وہ جہاں میں کہاں ہے؟
اے تو پاک از جہل و علمت پاک ازاں	کہ فراموشی کند ویرانہاں
اے وہ کہ تو نادانی سے پاک ہے اور تیرا علم اس سے پاک ہے	کہ بھول اس کو چھپا دے
ہیچکس را تو کسے انگاشتی	ہمچو خورشیدش بنور افراشتی
تو نے ناچیز کو چیز ٹھہرایا	تو نے اس کو سورج کی طرح نور سے بلند کر دیا
چوں کسی کردی اگر لابہ کنم	مستمع شو لابہ ام را از کرم
جب تو نے مجھے کچھ بنا دیا' اگر میں عاجزی کروں	تو کرم کر کے میری خوشامد کو سن لے
زانکہ از نقشم چو بیروں بردۂ	آں شفاعت ہم تو خود را کردۂ
اس لئے کہ جب تو نے مجھے ہستی سے باہر نکال دیا ہے	تو وہ سفارش بھی تو نے خود ہی سے کی ہے
چوں ز رخت من تہی گشت ایں وطن	تر و خشک خانہ نبود آن من
جب یہ وطن میرے سامان سے خالی ہو گیا	تو گھر کا تر اور خشک میرا نہیں ہے
ہم دعا از من رواں کردی چو آب	ہم ثباتش بخش و گرداں مستجاب
تو نے ہی دعا مجھ میں سے پانی کی طرح جاری کر دی	تو ہی اس کو جماؤ عطا کر اور قبول فرما
ہم تو بودی اول آرندہ دعا	ہم تو باش آخر اجابت را رجا
تو ہی ابتداء مجھ سے دعا کرانے والا ہے	تو ہی اخیر میں قبولیت کی امید بن
تا زنم من لاف کاں شاہ جہاں	بہر بندہ عفو کرد از مجرماں
تاکہ میں شیخی بگھار سکوں کہ اس شاہجہاں نے	ان خطا کاروں کو غلام کی خاطر معاف کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

درد بودم سر بسر من خود پسند	کرد شاہم داروی ہر دردمند
میں متکبر سراسر درد تھا	شاہ نے مجھے ہر دردمند کی دوا بنا دیا
دوزخے بودم پر از شور و شرے	کرد دست فضل اویم کوثرے
میں شور و شر سے پر ایک دوزخ تھا	اس کی مہربانی کے ہاتھ نے مجھے کوثر بنا دیا
ہر کہ را سوزید دوزخ در قود	من بر ویانم دگر بار از جسد
جس شخص کو دوزخ نے سزا میں جلا دیا ہے	میں اس کے جسم کو دو بارہ اگا دیتا ہوں

شرح حبیبی

چونکہ محمود نے امراء کے قتل کا حکم دیا تھا اور ایاز نے امراء کی شفاعت کی تھی اور یہ شفاعت بادی النظر میں فنا تام کے منافی تھی۔ اس لئے ایاز اپنے اس فعل پر ندامت ظاہر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے بادشاہ اور خلاصہ مخلوقات میں کون ہوں کہ آپ سے کہوں کہ آپ معاف کر دیں اور اے مرجع جملہ ہستیہا میں کون ہوتا ہوں کہ آپ کی ہستی کے سامنے اپنی ہستی ثابت کروں اور آپ کی خواہش کے خلاف اپنی خواہش پیش کروں اور اپنے غیر خالص اور خشم آلود رحم کو کام میں لاؤں اور آپ کے علم علم آمیز کو مصلحت سمجھاؤں۔ پس میں نے جو کچھ کیا مجھ سے غلطی ہوئی۔

اب اگر آپ میرے چپت لگائیں تو میں لاکھوں چپتوں کا مستحق ہوں۔ کیونکہ میں نے سخت گستاخی کی۔ اس لئے کہ میری کیا مجال ہے کہ حضور والا کے سامنے کسی مصلحت کو ظاہر کروں یا کسی شرط کرم کو یاد دلاؤں۔ کیونکہ وہ کون سی بات ہے جو آپ کے علم سے باہر ہے اور ایسی چیز عالم میں کہاں ہے جو کہ آپ کو یاد نہ ہو۔ یہاں تک بیان تھا معذرت کا۔ جس کا منشاء نظر بر ظاہر حال تھی۔

اب ایاز کی نظر حقیقت حال تک پہنچتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ شفاعت میری ذاتی خواہش سے نہ تھی بلکہ پرتو تھی محمود کی خواہش کا۔ اس لئے وہ اب اپنے کو اس معذرت میں مجرم قرار دیتا ہے اور پھر شفاعت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اے وہ بادشاہ جو کہ میل سے پاک اور جس کا علم اس سے منزہ ہے کہ نسیان اس پر پردہ ڈالے۔ آپ نے ایک نااہل (مجھ) کو اہل سمجھا۔ اور آفتاب کی طرح اس کو نور سے سرفراز فرمایا ہے۔ پس جبکہ آپ نے مجھے لائق کیا ہے تو اگر میں کوئی درخواست کروں تو آپ اپنی عنایت سے اسے قبول فرمادیں۔ اس لئے کہ جب آپ نے مجھے میری ہستی سے خارج کر دیا ہے اور اپنی ہستی کا خلعت عنایت فرمایا ہے تو اب میں آپ کا غیر نہیں ہوں اور میری شفاعت جداگانہ نہیں ہے بلکہ میری شفاعت وہ شفاعت ہے جو کہ آپ خود اپنے سے کرتے ہیں کیونکہ جب میری ذاتی اوصاف سے میری روح خالی ہوگئی ہے تو اب اس میں جو صفت ہوگی وہ میری نہ ہوگی بلکہ آپ کی ہوگی۔

بنابریں یہ شفاعت بھی آپ کی ہوگی پس اس بنا پر میں عرض کرتا ہوں کہ جب یہ دعا آپ نے مجھ سے کرائی ہے تو آپ اس کو پروان چڑھایئے اور اسے قبول فرمایئے۔ تاکہ میں فخریہ یہ کہہ سکوں کہ حضور والا نے ایک غلام کی

www.besturdubooks.wordpress.com

خاطر مجرموں کا قصور معاف فرمادیا اور میں خود پسند سر بسر مرض تھا۔ مگر حضور والا نے مجھے ہر مریض کی دوا بنادیا اور میں شور و شر سے پر دوزخ تھا مگر حضور کے دست فضل نے مجھے حوض کوثر بنادیا۔ اس لئے اب اگر کسی کو دوزخ قہر سلطانی کسی جرم کے معاوضہ میں جلادے تو میں دوبارہ اس کا جسم درست کرسکتا ہوں۔

کار کوثر چیست کہ ہر سوختہ	گرد داز وے نابت و اندوختہ
کوثر کا کام کیا ہے؟ یعنی ہر جلا ہوا	اس سے اگ جانے والا اور مجتمع ہو جائے
قطرہ قطرہ او منادی کرم	کانچہ دوزخ سوخت من باز آورم
اس کا قطرہ قطرہ کرم کا منادی ہے	کہ جو دوزخ نے جلایا ہے میں لوٹا دوں گا
ہمچو مرہم برسر زخم عفن	ینبت لحماً جدیداً خالصاً
جس طرح سڑے ہوئے زخم پر مرہم	خالص نیا گوشت اگا دیتا ہے
ہست دوزخ ہمچو سرمائے خزاں	ہست کوثر چوں بہار و گلستاں
دوزخ جاڑوں کی خزاں کی طرح ہے	کوثر بہار اور چمن کی طرح ہے
ہست دوزخ ہمچو مرگ و چوں فنا	ہست کوثر نفخ صور از کبریا
دوزخ، موت اور فنا کی طرح ہے	کوثر، اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے صور کا پھونکنا ہے
ہست دوزخ ہمچو مرگ و خاک گور	ہست کوثر بر مثال نفخ صور
دوزخ، موت اور قبر کی مٹی کی طرح ہے	کوثر، صور پھونکنے کی طرح ہے
اے ز دوزخ سوختہ اجسام تاں	سوئے کوثر میکشد اکرام تاں
اے وہ کہ تمہارے جسم دوزخ سے جل چکے ہیں	(اللہ کا) کرم تمہیں کوثر کی جانب کھینچتا ہے

شرح حبیبی

اوپر مولانا نے ایاز کو کوثر سے تشبیہ دی تھی اور مقصود ایاز سے عبد حقیقی تھا۔ پس یہ تشبیہ بکوثر حقیقت میں عبد حقیقی کی تھی اس لئے اب اس کوثر یعنی عبد حقیقی کی کچھ تعریف کرتے ہیں اور لوگوں کو اس سے تعلق پیدا کرنے کی ترغیب دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوثر (عبد حقیقی) کا کام کیا ہے۔ اس کا کام یہ ہے کہ ہر سوختہ دوزخ (آتش حرص وہوا) اس سے تعلق پیدا کر کے صحیح الجسم اور مجتمع الاجزاء ہو جائے یعنی اس کی روحانی حالت درست کردے اور اس کا قطرہ قطرہ (جزو جزو) فور کرم سے ندا کررہا ہے کہ جو کچھ اس دوزخ نے جلادیا ہے۔ میں اس کو دوبارہ پیدا کرسکتا ہوں (جس قدر تم کو آتش حرص وہوا سے نقصان پہنچا ہے میں اس کی تلافی کر سکتا ہوں) جس طرح مرہم سڑے ہوئے زخم پر لگ کر نیا اور خالص گوشت پیدا کردیتی ہے پس دوزخ (آتش حرص وہوا) کی ایسی مثال ہے جیسے سرمائے خزاں اور کوثر (عبد حقیقی) کی ایسی مثال ہے جیسے بہار گلستان اور دوزخ مذکور کی ایسی مثال ہے جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرگ اور فنا اور کوثر مذکور کی ایسی مثال ہے جیسے حق سبحانہ کا نفخ صور اور دوزخ مذکور کی ایسی مثال ہے جیسے مرگ اور خاک گور اور کوثر مذکور کی ایسی مثال ہے جیسے نفخ صور۔ پس اے وہ لوگو۔ جس کے اجسام دوزخ سے جل چکے ہیں اور جو کہ حرص و ہوا سے تباہ ہو چکے ہیں تم اس کوثر (عبد حقیقی) سے تعلق پیدا کرو اس کا تم پر کرم تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ اس مضمون ارشادی کو ختم کر کے پھر مضمون سابق کی طرف عود فرماتے ہیں مگر عنوان بدل دیا ہے کیونکہ مضمون سابق میں صورت قصہ کا لحاظ تھا گو اس بلسان ایاز معروف تھا اور یہ مضمون بلسان عبد حقیقی ہے اور اس میں مخاطب محمود تھا اور اس میں مخاطب حضرت حق ہیں۔

چوں خلقت الخلق کے یربح علی	لطف تو فرمود اے قیوم وحی
جبکہ میں نے مخلوق پیدا کی تاکہ مجھ سے نفع اٹھائے	اے حی قیوم تو نے مہربانی فرمائی ہے
لا لان اربح علیھم جودتست	کہ شود زو جملہ ناقصہا درست
"نہ یہ کہ میں ان سے نفع کماؤں" تیری عطا ہے	تاکہ اس سے سب ناقص مکمل بن جائیں
عفو کن زیں ناقصان تن پرست	عفو از دریائے عفو اولیٰ ترست
ان ناقص تن پرستوں کو معاف فرما دے	معافی کے سمندر کی جانب سے معاف کرنا ہی بہتر ہے
عفو خلقاں ہمچو جوی و ہمچو سیل	ہم بداں دریائے خود تازند خیل
مخلوق کی معافی، نہر کی طرح اور بہاؤ کی طرح	اسی اپنے دریا کی جانب گھوڑا دوڑاتی ہے
عفوہا ہر شب ازیں دل پارہا	چوں کبوتر سوئے تو آید شہا
معافیاں ہر شب کو ان دل کے ٹکڑوں سے	اے شاہ! آپ کی جانب کبوتر کی طرح آتی ہیں
بازشاں وقت صحر پراں کنی	تا بشب محبوس ایں ابداں کنی
تو ان کو پھر صبح کے وقت اڑا دیتا ہے	رات تک کے لئے ان جسموں میں قید کر دیتا ہے
پر زناں بار دگر در وقت شام	می پرند از عشق آں ایوان و بام
دوبارہ شام کے وقت پر پھڑپھڑاتے ہوئے	عشق کی وجہ سے اس محل اور بالا خانے سے پرواز کرتی ہیں
تا کہ از تن تار وصلت بگسلند	پیش تو آیند کز تو مقبلند
یہاں تک کہ وہ جسم سے جوڑ کا تار توڑ دیتی ہیں	آپ کے پاس آ جاتی ہیں کیونکہ وہ آپ کے پاس آنے والی ہیں
پرزناں ایمن ز رجع سرنگوں	در ہوا کانا الیہ راجعوں
سرنگوں (جماعت کی) واپسی سے مطمئن ہو کر اڑتی ہیں	ہوا میں کہ ہم اسی طرف لوٹنے والی ہیں
بانگ می آید تعالوا ازاں کرم	بعد ازاں رجعت نماند درد و غم
اس کرم کی جانب سے "آ جاؤ" کی آواز آتی ہے	اس واپسی کے بعد رنج اور غم باقی نہیں رہے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

بس غریبہا کشید از جہاں	قدر من دانستہ باشید اے مہاں
تم نے دنیا میں بہت سے پردیسی پن برداشت کیے	اے شریفو! تم نے میری قدر جان لی ہے
زیر سایہ ایں درختم مست ناز	ہیں بینداز ید پاہا را دراز
میرے اس درخت کے سایہ میں ناز سے مست ہو کر	آگاہ! پاؤں کو لمبا پھیلا دو
پایہائے پر عناں از راہ دیں	برکنار و دست حوراں خالدیں
وہ پاؤں جو دین کے راستہ میں تھکے ہوئے ہیں	ہمیشہ رہنے والی حوروں کی گود اور ہاتھوں میں
حوریاں گشتہ مغز مہرباں	کز سفر باز آمدند ایں صوفیاں
غمزہ کرنے والی حوریں، مہربان ہو گئیں	کہ یہ صوفی سفر سے واپس آئے ہیں
صوفیان صافیاں چوں نور خور	مدتے افتادہ برخاک و قذر
ایسے صاف صوفی جیسا کہ سورج کا نور	جو ایک مدت تک مٹی اور پلیدی میں پڑے رہے
بے اثر پاک از قذر باز آمدند	ہمچو نور خور سوئے قرص بلند
بغیر کسی نشان کے پلیدی سے پاک واپس آئے ہیں	جس طرح کہ سورج کا نور بلند ٹکیہ کی جانب
ایں گروہ مجرماں ہم اے مجید	جملہ سرہاشاں بدیوارے رسید
اے بزرگ! خطاکاروں کا یہ گروہ بھی	ان سب کا منہ دیوار کی جانب میں پہنچ گیا
برخطا و جرم خود واقف شدند	گرچہ مات کعبتین شہ بدند
اپنے جرم اور خطا سے واقف ہو گئے ہیں	اگرچہ وہ شاہ کی کعبتین سے مات کھائے ہوئے تھے
رو بتو کردند اکنوں آہ کناں	اے کہ لطفت مجرماں را رہ کناں
اب آہیں بھرتے ہوئے انہوں نے تیری جانب رخ کیا ہے	اے وہ کہ تیری مہربانی خطاکاروں کو راستہ دکھانے والی ہے
راہ دہ آلودگاں را العجل	در فرات عفو و عین مغتسل
آلودہ ہو جانے والوں کو بہت جلد راستہ عطا کر	معافی کی نہر اور نہانے کے چشمہ کا
تا کہ غسل آرند زاں جرم دراز	در صف پاکاں روند اندر نماز
تاکہ اس لمبی خطا سے غسل کر لیں	نماز میں پاکوں کی صف میں شامل ہو جائیں
اندراں صفہا ز اندازہ بروں	غرقہ گان نور نحن الصافون
ان صفوں میں اندازے سے زیادہ	"ہم صف باندھنے والے ہیں" کے نور میں غرق ہیں

چوں سخن در وصف ایں حالت رسید	ہم قلم بشکست وہم کاغذ درید
جب بات اس حالت کے بیان میں پہنچی	قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی پھٹ گیا
بحر را پیمودہ ہیچ اسکرہٗ	شیر را برداشت ہرگز برہٗ
کسی سکورے نے سمندر کو ناپا ہے؟	کسی بکری کے بچہ نے شیر کو اٹھایا ہے؟
گر حجابستت بروں روز احتجاب	تابہ بینی بادشاہی عجاب
اگر تیرے لئے پردہ ہے پردہ پوشی سے باہر نکل	تاکہ تو عجب بادشاہی دیکھے

شرح حبیبی

یعنی عبد حقیقی اپنے بادشاہ حقیقی سے بوقت سفارش مخلوق کہتا ہے کہ اے قیوم حی۔ جبکہ آپ نے مخلوق کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ آپ سے نفع حاصل کریں اور اس لئے پیدا نہیں کیا کہ آپ کو ان سے نفع ہو۔ چنانچہ آپ نے اپنی عنایت سے فرمایا ہے کہ خلقت الخلق کی یربح علی لالان اکربح علیھم اور یہ خلقت الخلق الخ آپ کی ایک ایسی سخاوت ہے جس سے تمام ناقصین کامل ہو سکتے ہیں تو آپ ان تن پرست ناقصین کا قصور معاف فرمایئے کیونکہ دریائے عفو سے عفو ہی زیادہ مناسب ہے۔ آپ دریائے عفو ہیں اور تمام مخلوق کی عفو ندی نالوں کی طرح سب کی سب اپنے اپنے اسی دریا کی طرف لوٹ جاتے ہیں جس سے وہ نکلے ہیں۔ چنانچہ ہر رات کو جس وقت سب لوگ سو جاتے ہیں اور ان کے قلوب عفو سے خالی ہو جاتے ہیں اس وقت وہ آپ ہی کی طرف لوٹ جاتے ہیں اور آپ ہی کے قبضہ میں آ جاتے ہیں لیکن جب صبح ہوتی ہے تو پھر آپ ان کو آزاد کر دیتے ہیں اور وہ پھر اپنی اپنی جگہ آ جاتے ہیں اور رات تک آپ ان کو ابدان میں محبوس رکھتے ہیں مگر پھر شام کے وقت اپنے مقر اصلی کے عشق میں پھڑ پھڑاتے ہوئے اڑ جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ موت کے وقت جسم سے بالکل تعلق منقطع کر دیتے ہیں اس وقت وہ بالکل آپ کے پاس آ جاتے ہیں کیونکہ ان کو جو کچھ سعادت حاصل ہے آپ کی ہی جانب سے اور آپ کی ہی عطا کی ہوئی ہے۔ اس لئے ان کا ملجا و ماویٰ آپ ہی ہیں۔ یہ طائران گلشن قدس اور یہ اڑنے والے جو کہ رجعت نامحمود سے ایمن ہیں اور جن کی رجعت فساق کی طرح نامحمود نہیں ہے۔ یعنی اہل اللہ تو ہواہیں یہ کہتے ہوئے لوٹے ہیں کہ اب ہم اپنے مالک کی طرف لوٹتے ہیں اور ان کو آپ کے کرم سے آؤ آؤ کی آواز پہنچ رہی ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم کو دنیا میں بہت تکلیف اٹھانی پڑی لیکن وہ تکلیف بھی فائدہ سے خالی نہ تھی کیونکہ اس کے سبب اس وقت تمہیں میری قدر معلوم ہوئی ہوگی پس اگر وہ تکلیف نہ ہوتی تو تم کو اس راحت کی قدر نہ ہو سکتی تھی۔ خیر "گذشت آنچہ گذشت"

اب تم میرے ظل عاطفت میں چین سے پاؤں پھیلا کر سوؤ۔ اور ان کے وہ پاؤں جو سلوک راہ دینی سے چور چور ہو گئے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے حوروں کی بغل اور ان کے ہاتھوں میں ہیں اور وہ نہایت محبت سے آپ کے پاؤں دبا رہی ہیں اور کہہ

www.besturdubooks.wordpress.com

رہی ہیں کہ صوفی سفر سے واپس آ رہے ہیں۔ صوفی جو کہ نور آفتاب کی طرح پاک صاف ہیں ایک عرصہ تک خاک اور گندگی پر پڑ کر بلا اثر کدورت اور پاک از گندگی یوں واپس آ رہے ہیں جیسے نور خورشید قرص خورشید کی طرف واپس آتا ہے۔ لہذا ان کے پاؤں دبانا ضروری ہیں۔ لیکن اے شہنشاہ عالیجاہ! اس مجرم جماعت کی حالت بھی قابل رحم ہے کیونکہ اب یہ اپنے قصور پر نادم ہیں اور اپنے سروں کو دیواروں سے ٹکراتے ہیں اور گو آپ کے امتحان میں ان کو ناکامی ہوئی ہے لیکن اب یہ اپنی خطا پر مطلع ہو گئے ہیں اور رونے پیٹنے آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ پس اے مجرموں کے لئے نجات کی سبیل پیدا کرنے والے بادشاہ آپ جلدی سے ان گندوں کو بھی فرات عفو اور چشمۂ غسل میں داخل ہونے کی اجازت دے دیجئے تاکہ یہ لوگ اس میں نہا کر اپنے بے حد گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں اور پاکوں کی صف میں داخل ہو کر ان کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائیں یعنی ان صفوں میں داخل ہو جائیں جو کہ حد قیاس سے باہر اور نور میں غرق اور انا لنحن الصافون' انا لنحن المسبحون کا مصداق ہیں۔ اب مولانا کی نظروں میں اس ہولناک حالت اور اس کا نقشہ کھنچ جاتا ہے اور وہ مرعوب ہو کر فرماتے ہیں کہ جب اس حالت کے بیان تک نوبت پہنچی تو قلم بھی ٹوٹ گیا اور کاغذ بھی لپٹ گیا کیونکہ وہ تو ایک سمندر ہے اور کاغذ ایک سکورہ۔ پس بھلا سکورہ کہیں سمندر کو اپنے اندر سما سکتا ہے اور وہ ایک شیر ہے اور قلم بکرے کا بچہ۔ پھر کہیں بکرے کا بچہ شیر کو اٹھا سکتا ہے جب نہیں اٹھا سکتا تو قلم اس کا تحمل کیونکر کر سکتا ہے۔ پس تم خود اس کو دیکھ لو اور اگر تم محجوب ہو تو حجاب سے نکلو تاکہ تم اس عجیب بادشاہی کو دیکھ سکو۔ جس کا نقشہ ہم تمہارے سامنے کھینچ رہے ہیں مگر پورے طور پر کھینچنے سے قاصر ہیں۔

اس کے بعد مولانا پھر عنوان بیان کو بدلتے ہیں اور بیان میں صورت قصہ کی رعایت رکھتے ہوئے کہتے ہیں۔

گرچہ بشکستند جامت قوم مست	آنکہ مست از تو بود عذریش ہست
اگرچہ مست قوم نے تیرے جام کو توڑا ہے	جو تیرا مست ہو اس کے لئے ایک عذر ہے
مستیِ ایشاں باقبال و بمال	نے زبادہ تست اے شیریں فعال
ان کی اقبال اور مال کی مستی	(کیا) اے شیریں کارناموں والے تیری شراب سے نہیں ہے؟
اے شہنشہ مست تخصیص تواند	عفو کن از مست خود اے عفو مند
اے شہنشاہ! وہ تیرے خاص کر دینے کی وجہ سے مست ہیں	اے معافی دینے والے! اپنے مست کو معاف کر دے
لذت تخصیص تو وقت خطاب	آں کند کہ ناید از صد خم شراب
خطاب کے وقت' تیرے خاص کرنے کی لذت	وہ کرتی ہے' جو شراب کے سینکڑوں مٹکوں سے نہیں ہوتا
چونکہ مستم کردۂ حدم مزن	شرع مستاں را نیارد حد زدن
جب تو نے مجھے مست کر دیا' مجھ پر حد جاری نہ کر	شریعت مستوں پر حد جاری نہیں کرتی ہے
چوں شوم ہشیار آنگاہم بزن	کہ نخواہم گشت خود ہشیار من
جب میں ہوشیار ہو جاؤں اس وقت مارنا	کیونکہ میں ہوشیار ہی نہ ہوں گا

شرح حبیبی

یعنی ایاز نے کہا کہ اگرچہ اس قوم مست نے آپ کا جام امر توڑا ہے لیکن ان کو آپ نے مست کیا ہے اور جو آپ کے مست کرنے سے مست ہو وہ معذور ہے۔ پس یہ لوگ معذور ہیں آپ ان کا قصور معاف فرما دیجئے اگر یہ کہا جائے کہ ان کی مستی جاہ و مال سے ناشی ہے تو کیا وہ آپ کے شراب سے نہیں ہے ضرور ہے کیونکہ وہ بھی آپ کا ہی دیا ہوا ہے۔ پس یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کو آپ نے مست کیا ہے۔ خیر اگر اس کو بھی جانے دیجئے تب بھی یہ کہنا صحیح ہے کہ ان کو آپ نے مست کیا ہے کیونکہ وہ آپ کی تخصیص بالخطاب سے مست ہیں۔ یعنی آپ نے جو ہر ایک شخص کو خصوصیت کے ساتھ موتی دکھلایا اور کہا کہ اسے توڑ دو۔ اس تخصیص نے انہیں اس قدر خود رفتہ کر دیا کہ ان کو کچھ بھی ہوش نہ رہا اور ان سے قصور ہو گیا ایسی حالت میں آپ ان کو معاف کر دیجئے کیونکہ آپ کی تخصیص بوقت خطاب کے لذت وہ کام کرتی ہے جو سو مٹکے بھر شراب نہیں کر سکتی۔ نیز جبکہ آپ نے ان کو مست کیا ہے اور وہ مست ہیں تو اس حالت میں ان کو سزا نہ دیجئے کیونکہ شریعت بحالت مستی مستوں پر حد نہیں قائم کرتی ہاں جب وہ ہوش میں آ جائیں اس وقت شوق سے سزا دیجئے۔ لیکن وہ قیامت تک ہوشیار نہ ہوں گے۔ پس جبکہ سزا متعذر ہے تو معافی مناسب ہے۔

فائدہ:۔ ان اشعار میں یہ بھی احتمال ہے کہ بلسان عبد حقیقی ہوں اور خطاب سے مراد خطاب الست بربکم ہو۔ یا خطابات ہوں جو کہ احکام عامہ کے ضمن میں ہیں۔ جیسے اقیموا الصلوۃ وغیرہ والظاہر عندی ہوالاول۔ واللہ اعلم) اس مقام پر چونکہ مولانا نے محمود کے پردہ میں یا بلسان عبد حقیقی براہ راست حق سبحانہ کی تعریف کی تھی اس لئے اس سے مولانا پر وجد کا غلبہ ہوتا ہے اور فرماتے ہیں۔

ہر کہ از جام تو خورد اے ذوالمنن	تا ابد رست از ہش و از حد زدن
اے احسانوں والے! جس نے تیرے جام سے پی لی	وہ ہمیشہ کے لئے ہوش سے اور حد جاری کرنے سے نجات پا گیا
خالدین فی فناء سکرھم	من یفانی فی ھواکم لم یقم
وہ اپنے نشہ کی فنا میں ہمیشہ رہنے والے ہیں	جو تمہاری محبت میں فنا ہوا وہ کھڑا نہیں ہوا
فضل تو گوید دل ما را کہ رو	اے شدہ در دوغ عشق ما گرو
تیری مہربانی ہمارے دل سے کہتی ہے کہ جا	اے وہ کہ ہمارے عشق کی چھاچھ میں گروی ہو گیا ہے
چوں مگس در دوغ ما افتادۂ	تو نہ مست اے مگس تو بادۂ
تو مکھی کی طرح ہماری چھاچھ میں پڑا ہے	اے مکھی! تو مست نہیں ہے تو ایک شراب ہے
کرگسان مست از تو گردند اے مگس	چونکہ بر بحر عسل رانی فرس
اے مکھی! گدھ تجھ سے مست ہو جائیں گے	جب تو شہد کے سمندر پر گھوڑا [illegible]
کوہہا چوں ذرہا سرمست تو	نقطۂ و پرکار و خط در دست تو
ذروں کی طرح پہاڑ تیرے مست ہیں	نقطہ اور [illegible] اور [illegible] تیرے ہاتھ میں ہیں
فتنہ کہ لرزند زو لرزان تست	ہر گراں قیمت گہر ارزان تست
وہ فتنہ جس سے لرزتے ہیں تجھ سے لرزتا ہے	ہر گراں قیمت موتی تیرے لئے سستا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر خدا دادے مرا پانصد دہاں	گفتمے شرح تو اے جان جہاں
اگر خدا مجھے پانچ سو منہ دیتا	تو اے جان جہاں! میں تیری شرح کرتا
یک زباں دارم من آنہم منکسر	در خجالت از تو اے دانائے سر
میں ایک زبان رکھتا ہوں وہ بھی ٹوٹی ہوئی	اے راز کو جاننے والے! تجھ سے شرمندگی میں
منکسر تر خود نباشم از عدم	کز دہانش آمد ستند ایں امم
میں خود عدم سے زیادہ ٹوٹا ہوا نہیں ہوں	جس کے منہ سے یہ امتیں آئی ہیں
صد ہزار آثار غیبی منتظر	کز عدم بیروں جہد بالطف و بر
لاکھوں غیبی آثار منتظر ہیں	کہ پاکیزگی اور بھلائی کیساتھ عدم سے باہر نکل آئیں
از تقاضائے تو میگردد سرم	اے بمردہ من بہ پیش آں کرم
تیرے ہی تقاضے سے میرا سر گردش کرتا ہے	اے وہ کہ میں اس کرم کے سامنے جان دے چکا ہوں
رغبت ما از تقاضائے تو است	جذبۂ حق ست ہر جا رہرو ست
ہمارا راغب ہونا تیرے تقاضے سے ہے	جہاں کہیں راہرو ہے اللہ (تعالیٰ) کا جذبہ ہے
خاک بے بادے بہ بالا کے جہد	کشتی بے بحر پا در رہ نہد
غبار بغیر ہوا کے اوپر کب جاتا ہے؟	بغیر دریا کی کشتی راہ میں پاؤں رکھتی ہے؟
پیش آب زندگانی کس نمرد	پیش آبت آب حیوانست درد
آب حیات کے سامنے کوئی نہیں مرا	تیرے پانی کے سامنے آب حیات تلچھٹ ہے
آب حیواں قبلۂ جاں دوستاں	زاب باشد سبز و خنداں بوستاں
آب حیات جان سے دوستی رکھنے والوں کا قبلہ ہے	پانی سے باغ سبز و خنداں ہوتا ہے
مرگ آشاماں ز عشقش زندہ اند	دل ز جان و آب جاں بر کندہ اند
موت کو پی جانے والے اس کے عشق سے زندہ ہوتے ہیں	جان اور آب حیات سے دل برداشتہ ہیں
آب عشق تو چو مارا دست داد	آب حیواں شد بہ پیش ما کساد
جب تیرے عشق کا پانی ہمارے ہاتھ آ گیا	ہمارے سامنے آب حیات بیکار ہو گیا
زاب حیواں ہست ہر جاں را نوی	لیک آب آب حیوانی توئی
آب حیات سے ہر جان کو تازگی ہے	لیکن آب حیات کی زندگی تو ہے
ہر دمے مرگے و حشرے دادیم	تا بدیدم دستبرد آن کرم
تو نے مجھے ہر لحہ موت اور زندہ ہو جانا عطا کیا ہے	یہاں تک کہ میں نے اس کرم کا غلبہ دیکھ لیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو خفتن گشت ایں مردن مرا	زاعتماد بعث کردن اے خدا
یہ مرنا میرے لئے سونے کی طرح بن گیا ہے	اے خدا! حشر کے بھروسہ پر
ہفت دریا ہر دم ار گردد سراب	گوش گیری آوریش اے آب آب
ساتوں سمندر اگر ہر وقت ریت بنیں	تو ان کا کان پکڑ کر لے آئے گا اے پانی کی جان!
عقل لرزاں از اجل واں عشق شوخ	سنگ کے ترسد ز باراں چوں کلوخ
عقل موت سے لرزتی ہے اور وہ عشق بے باک ہے	پتھر ڈھیلے کی طرح بارش سے کب ڈرتا ہے؟

شرح حبیبی

اے اللہ جو کوئی آپ کا جام محبت پی لے وہ قیامت تک کے لئے عقل اور سزا سے نجات پا جاتا ہے اور ایسے لوگ ہمیشہ آپ کے سکر کی بے خودی میں رہتے ہیں کیونکہ آپ کی محبت کا خاصہ ہے کہ جو ایک مرتبہ اس میں محو ہو گیا پھر اسے ہوش نہیں آتی۔ اور آپ کا کرم ہمارے دل سے کہتا ہے کہ اے ہمارے عشق کی بھٹی میں گرفتار دل چونکہ تو مکھی کی طرح ہمارے عشق کی بھٹی میں گر گیا ہے اور اس میں پھنس کر رہ گیا ہے۔ اس لئے اب تیرا کمال بہت ترقی کر گیا ہے اور اس وقت تو مست ہی نہیں ہے بلکہ شراب یعنی دوسروں کو مست کرنے والا بھی ہے اور اے مکھی! جب تو دریائے شہد پر گھوڑا دوڑائے گی یعنی اسرار الٰہیہ بیان کرے گی تو کرگس یعنی صاحب دل تجھ سے مست ہوں گے۔ (ہکذا قیل۔ مگر میرے نزدیک مناسب تقریر یہ ہے کہ اے مکھی چونکہ تو بحر عسل پر گھوڑا دوڑاتی یعنی حق سبحانہ سے ملابست رکھتی ہے جو کہ معدن لذت ہیں اس لئے تیرے ذریعہ سے کرگس یعنی ناقصین جو کہ اس لذت سے آشنا نہیں ہیں اس سے آشنا ہوں گے اور اس سے آشنا ہو کر مست ہوں گے۔ پس تو سبب ہوگی ان کی مستی کا۔ وہٰذا ہو الحق ان شاء اللہ تعالیٰ)

اور اے اللہ ذروں کی طرح پہاڑ بھی۔ اور معمولی ہستیوں کی طرح عظیم الشان ہستیاں بھی تجھ پر عاشق اور تیرے تابع فرماں ہیں۔ اور نقطہ و پرکار اور خط غرضکہ اسباب و مسببات جس قدر بھی ہیں سب تیرے قبضہ میں ہیں اور تیری یہ شان ہے کہ جس فتنہ سے لوگ کانپتے ہیں وہ خود تجھ سے کانپتا ہے اور جو گراں قیمت موتی اور جو اعلیٰ درجہ کا کمال رکھنے والی مے ہے وہ تیرے سامنے بالکل بے وقعت ہے۔ اگر میرے منہ میں پانسو زبانیں ہوتیں تو میں اپنے حوصلہ کے مطابق آپ کی تعریف کرتا اب تو میرے ایک منہ ہے اور وہ بھی آپ سے شرمندگی کے سبب شکستہ ہے۔ ایسی حالت میں میں آپ کی کیا تعریف کر سکتا ہوں۔ ارے میں یہ کیا کہہ رہا ہوں اور کس کی تعریف سے گریز کر رہا ہوں۔ ایسا کرنا ہرگز ٹھیک نہیں کیونکہ گو میں شکستہ دہن ہوں مگر عدم سے زیادہ شکستہ نہیں ہوں جس کے منہ سے اتنی مخلوق نکل چکی ہے اور لاکھوں آثار غیبی ہنوز اس کے منہ سے نکلنے کے لئے تیار ہیں پھر میں کیوں ہمت ہاروں اور گو شکستہ دہن ہوں مگر شکستہ ہمت کیوں بنوں۔ اس لئے مجھے برابر اس کی تعریف کرنی چاہئے۔ اور ہمت نہ ہارنی چاہئے۔

اس کے بعد پھر حق سبحانہ کو خطاب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے اللہ میں کیا اور میری ہمت کیا یہ جو کچھ میں کرتا ہوں یا کرنے کا حوصلہ کرتا ہوں یہ سب آپ کا کرم ہے کہ آپ نے میرے اندر تقاضائے حمد پیدا کیا اور یہ جو میرے خیالات گردش کرتے ہیں اور مجھے آپ کی تعریف کے متعلق خیالات پیدا ہوتے ہیں یہ سب آپ کے تقاضے کا اثر ہے اور میں تو آپ کے کرم کے سامنے مردہ ہوں کہ اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ بلکہ جو کچھ کرتا ہوں آپ کے فضل و کرم سے کرتا ہوں۔ رغبت آپ کے تقاضے کا اثر ہے اور جو کوئی بھی کسی راہ پر چلتا ہے وہ آپ کا ہی جذب ہوتا ہے کیونکہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے خاک اور آپ کی مثال ایسی ہے جیسے ہوا۔ یا یوں کہئے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کشتی اور آپ کی مثال ایسی ہے جیسے دریا۔ بس جس طرح خاک

www.besturdubooks.wordpress.com

بدوں ہوا کے نہیں اڑسکتی اور کشتی بدوں دریا کے حرکت نہیں کرسکتی یوں ہی کوئی سالک راہ بدوں آپ کے جذب کے نہیں چل سکتا۔ ارے میں نے غضب کیا کہ اپنے کو مردہ کہہ دیا۔ بھلا میں آپ سے تعلق رکھتے ہوئے مردہ کیسے ہوسکتا ہوں۔ کیونکہ قاعدہ ہے کہ آب حیات کے ہوتے ہوئے کوئی نہیں مرتا پس میں آپ کے ہوتے ہوئے کیسے مرسکتا ہوں کیونکہ آپ کے آب حیات کے سامنے تو آب حیات معروف ایک بے حقیقت شے ہے۔ اس لئے کہ آب حیات معروف سے جان حیوانی حاصل ہوتی ہے اور اس لئے وہ مقصود ہے اہل دنیا کا جن کو جان پیاری ہے اور آپ کے آب حیوان سے گلشن سرسبز و شاداب ہوتا ہے۔ پس وہ مطلوب ہے اہل اللہ کا اور یہ مرگ آشام لوگ یعنی اہل اللہ اسی کے عشق سے زندہ ہیں اور اسی کے عشق میں نہ ان کو جان سے تعلق رہا ہے اور نہ آب حیوان سے اور اے اللہ جب سے کہ ہم کو آپ کے عشق کا آب حیات ملا ہے اس وقت سے آب حیات ہماری نظروں میں حقیر ہوگیا ہے کیونکہ یہ ضرور ہے کہ آب حیات سے ہر جان کو تازگی حاصل ہوتی ہے مگر جس سے آب حیات کو یہ صفت حاصل ہوتی ہے وہ تو آپ ہی ہیں پھر آپ کے سامنے ہم آب حیات کو کیا خاطر میں لاسکتے ہیں۔ اور اے اللہ آپ نے ہر دم مجھے ایک تازہ موت اور ایک جدید حیات عطا کی ہے یہاں تک کہ مجھے آپ کے کرم کی سخاوت معلوم ہوئی۔ اور اب مرنا میرے نزدیک بمنزلہ سونے کے ہوگیا کہ جس طرح آدمی کو سونے سے وحشت نہیں ہوتی یونہی اب مجھے موت سے وحشت نہیں ہوتی۔ کیونکہ مجھے اعتماد ہے کہ اگر تو مجھے مارے گا تو پھر زندہ کردے گا کیونکہ تجھے زندہ کردینا آپ کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں اس لئے کہ آپ کی قدرت کی تو یہ حالت ہے کہ اگر ساتوں سمندر معدوم ہوجائیں تو پھر آپ ان کو کان پکڑ کر لاسکتے ہیں اور موجود کرسکتے ہیں۔ نیز میں موت سے ڈر کیسے سکتا ہوں اس لئے کہ موت سے عقل ڈرتی ہے۔ رہا عشق سو وہ موت پر دلیر ہوتا ہے کیونکہ عشق کی مثال ایسی ہے جیسے پتھر اور عقل کی مثال ایسی ہے جیسے ڈھیلا۔ اور موت کی مثال ایسی ہے جیسے بارش۔ پس جس طرح کہ بارش سے پتھر نہیں ڈرتا مگر ڈھیلا ڈرتا ہے یوں موت سے عقل ڈرتی ہے اور عشق نہیں ڈرتا۔ اور میں عاشق ہوں نہ کہ عاقل۔ اس لئے مجھے موت سے کچھ خوف نہیں ہوتا۔

فائدہ:۔ ہر دے مرگے وحشرے دادیم میں مرگ وحشر سے روح کی حالت اولیٰ کا زوال۔ اور اس میں نئی حالت بہتر از سابق کا پیدا ہونا ہے۔ اور مطلب یہ ہے کہ ہر وقت مجھے ترقی روحانی حاصل ہوتی ہے جس سے میری پہلی حالت زائل ہوتی اور جدید حالت اس سے بہتر حاصل ہوتی ہے) اور ممکن ہے کہ اس میں مسئلہ تجدد امثال کی طرف اشارہ ہو۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عالم ہر دم فنا ہوتا ہے اور اس کے بعد فوراً ہی موجود ہوجاتا ہے۔ واللہ اعلم۔

از صحاف مثنوی ایں پنجم ست	در بروج چرخ جاں چوں انجم ست
مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں ہے	جان کے آسمان کے برجوں میں ستاروں کی طرح ہے
رہ نیابد از ستارہ ہر حواس	جز کہ کشتیبان استارہ شناس
ہر حواس ستارے سے راستہ نہیں پا سکتا ہے	ملاح ستارے کو پہچاننے والے کے سوا
جز نظارہ نیست قسم دیگراں	از سعودش غافل اند و از قراں
دوسروں کا حصہ سوائے نظارہ کے نہیں ہے	وہ اس کی نیک بختی اور میل سے غافل ہیں
آشنائی گیر شبہا تا بروز	باچنیں استارہائے دیو سوز
راتوں اور دنوں سے دوستی رکھ	اس طرح کے شیطان کو جلانے والے ستاروں سے
ہر یکے در دفع دیو بد گماں	ہست نفط انداز قلعہ آسماں
بدگمان شیطان کے دفع کرنے میں ہر ایک	آسمان کے قلعہ سے نفط پھینکنے والا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اختر ار باد دیو ہچوں عقرب ست	مشتری را او ولی الاقرب ست
ستارہ اگرچہ شیطان کے لئے بچھو کی طرح ہے	خریدار کے لئے وہ قریبی دوست ہے
قوس اگر از تیر دوزد دیو را	دلو پرآب ست زرع و میوہ را
کمان اگر شیطان کے تیر چھید دینے والی ہے	ڈول، کھیتی اور میوے کے لئے پانی سے لبریز ہے
حوت اگرچہ کشتی غی بشکند	دوست را چوں ثور کشتے میکند
مچھلی اگرچہ گمراہی کی کشتی کو شکستہ کرتی ہے	دوست کے لئے بیل کی طرح کھیتی بوتا ہے
شمس اگر شب را بدرد چوں اسد	لعل را زو خلعت اطلس رسد
سورج اگر رات کو شیر کی طرح پھاڑ دیتا ہے	لعل کو اس سے اطلسی خلعت ملتی ہے
صورت خرچنگ اگرچہ کجر دست	ہیئت میزاں ازو بیروں شوست
کیکڑے کی صورت اگرچہ ٹیڑھی چال کی ہے	ترازو کی ہیئت اس سے الگ ہے
پیشۂ مریخ اگر خونریزی ست	او زبون شمسی تبریزی ست
مریخ کا پیشہ اگرچہ خونریزی ہے	وہ تبریزی سورج سے مغلوب ہے
گرچہ درتاثیر نحس آمد زحل	دقت فکر آید ازوے در عمل
زحل اگرچہ تاثیر میں منحوس ثابت ہوا ہے	عمل میں اس سے فکر کی باریکی پیدا ہوتی ہے
ماہم از مہر اردو کف برہم زند	زہرہ نبود زہرہ را تادم زند
میرا چاند سورج کی وجہ سے اگر دونوں ہتھیلیاں بجا رہا ہے	زہرہ کا پتہ نہیں ہے کہ دم مارے
بل عطارد خانۂ خود گم کند	وز جنوں او جوز جوزا بشکند
بلکہ عطارد اپنا گھر گم کر دیتا ہے	اور دیوانہ پن سے جوزا کا اخروٹ توڑ دیتا ہے
مشتری را دست لرزد دل طپد	برسرآب او فتدمہ چوں سبد
مشتری کا ہاتھ لرزتا ہے دل تڑپتا ہے	چاند ٹوکری کی طرح پانی پر پڑتا ہے
نسر طائر رابریزد پرز شرم	وز طمع تنیں شود چوں موم نرم
نسر طائر کے شرم سے پر جھڑتے ہیں	اژدھا لالچ سے موم کی طرح نرم ہوجاتا ہے
دختران نعش آبستن شوند	مجتمع گردند و دستک زن شوند
بنات النعش حاملہ ہو جاتی ہیں	اکٹھی ہو جاتی ہیں اور تالیاں بجاتی ہیں
درگزرزیں رمزہا بے گاہ شد	کہکشاں از سنبلہ پرکاہ شد
ان اشاروں سے درگزر کر، بے وقت ہوگیا	کہکشاں سنبلہ کی وجہ سے تنکوں بھری ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتاب از کوہ سرزد اتقوا	لیک تلخ آمد ترا ایں گفتگو
سورج پہاڑ سے طلوع ہو گیا بچو	لیکن تجھے یہ گفتگو کڑوی لگی
تو عدوی وز عدو شہد و لبن	بے تکلف زہر گردد در بدن
تو دشمن ہے اور مخالف سے شہد اور دودھ	بے تکلف بدن میں زہر بن جاتا ہے
ہر وجودے کز عدم بنمود سر	بر یکے زہرست و بر دیگر شکر
جس وجود نے عدم سے سر ابھارا	ایک پردہ زہر ہے اور دوسرے پر شکر ہے
دوست شو دز خوی ناخوش شو بری	تاز خمرہ زہر ہم شکر خوری
دوست بن جا اور بری عادت سے خالی ہو جا	تاکہ زہر کے مٹکے سے بھی تو شکر کھائے
زاں نشد فاروق را زہرے گزند	کہ بدآں تریاق فاروقیش قند
اسی لئے (خم) فاروق کے لئے زہر مضر نہ ہوا	کیونکہ ان کا فاروقی تریاق شکر تھا
ہیں بجو تریاق فاروق اے غلام	تاشوی شاروق دوراں والسلام
اے لڑکے! فاروقی تریاق تلاش کر لے	تاکہ تو فاروق دوراں بن جائے والسلام

شرح حبیبی

مثنوی کے دفتروں میں سے یہ پانچواں دفتر ہے اور اگر روح کو آسمان فرض کیا جائے اور اس کے لئے برج مانے جائیں تو یہ ان برجوں میں بمنزلہ ستاروں کے ہے اور سماء روح کے لئے موجب زینت اور طالبین ہدایت کے لئے رہنما ہے لیکن اتنا خیال رہے کہ جس طرح ہر آنکھ والے کو ستاروں سے راستہ نہیں معلوم ہو سکتا بلکہ راستہ صرف اسی کشتیاں کو معلوم ہوتا ہے جو کہ ستاروں کے متعلق واقفیت رکھتا ہو یونہی مثنوی سے ہر شخص کو ہدایت نہیں ہو سکتی بلکہ اس سے صرف اسی کو ہدایت ہو سکتی ہے جو کہ اس کو صحیح طور پر سمجھتا ہو۔ رہے ناواقف لوگ سو ان کے حصہ میں تو اس کا صرف دیدار ہے کیونکہ نہ وہ اس کی خوبی سے واقف ہیں اور نہ کمال سے۔ پس اگر تم کو اس سے فائدہ حاصل کرنے کی خواہش ہے تو تم کو چاہئے کہ اپنی ظلمت جہل کے زمانہ میں طلوع آفتاب معرفت تک ایک ایسا شخص ساتھ رکھو جو کہ ان شیطان سوز ستاروں یعنی مضامین مثنوی سے واقفیت رکھتا ہو یعنی تم کو مثنوی سے اس وقت فائدہ ہو سکتا ہے جبکہ تم کسی شیخ کامل اور محقق سے تعلق پیدا کر کے اس کے توسط سے اس سے فائدہ حاصل کرو۔ ورنہ اگر بطور خود اس کو دیکھو گے تو بجائے فائدہ کے ضرر کا اور بجائے ہدایت کے گمراہی کا اندیشہ ہے۔ کیونکہ گو یہ کتاب فی نفسہ تو ہادی ہے اور اس کا ہر مضمون دفع شیطان کے بارہ میں ان فرشتوں کی خاصیت رکھتا ہے جو کہ قلعہ آسمان سے شیاطین پر نقط چھکتے اور انہیں بذریعہ شہاب ثاقبیہ کے آگ لگاتے ہیں مگر تفاوت طبائع واحوال کے سبب اس سے ناظرین ہر دونوں قسم کے اثر ہوتے ہیں۔ پس بعض کو اس سے ہدایت ہوتی ہے اور بعض اس سے گمراہ ہوتے ہیں اور یہ ستارہ (مثنوی) اگر شیطان کے لئے عقرب (بچھو) کی طرح ضرر رساں ہے تو مشتری (طالب صادق) کے لئے ولی اقرب (نہایت مشفق) ہے اور یہ قوس (مثنوی) اگر شیطان کو تیر سے چھید دیتی ہے تو کھیتی اور میووں کے لئے دلو پر آب ہے (یعنی اہل فساد کے لئے مضر اور اہل صلاح کے لئے نافع ہے) اور یہ حوت (مچھلی) اگر گمراہی کی کشتی توڑتی اور اس کو صدمہ پہنچاتی ہے تو دوستوں کے لئے ثور (بیل) کی طرح کشت روحانی بھی کرتی ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ شمس (مثنوی) اگر شب (ظلمت جہل) کو اسد (شیر) کی طرح چیرتا پھاڑتا ہے تو حمل (ارباب صلاح) کو اطلس روحانی بھی پہناتا ہے اور یہ مثنوی اگرچہ سرطان (کیکڑے) کی طرح بظاہر کج رو ہے یعنی اس کے بعض مضامین بظاہر خلاف شریعت معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن در حقیقت میزان (ترازو) کی طرح کجی سے الگ ہیں اور اس کے تمام مضامین مطابق شریعت حقہ ہیں۔ اور اگر اس مریخ (مثنوی) تمام کام دشمنوں کا خون بہاتا ہے خواہ وہ مظہر عداوت ہوں جیسے منکرین یا مدعی محبت جیسے جاہل غیر محققین تو وہ شمس تبریز سے کاملین و محققین کے آگے پانی بھی بھرتی ہے اور اگرچہ اس زحل (مثنوی) کے بعض آثار نحس ہیں جیسے نااہلوں کو ضرر پہنچانا مگر اس کے بعض دوسرے آثار اہلوں کے لئے مفید بھی ہیں کہ اس سے دقت نظر اور شان تحقیق پیدا ہوتی ہے اور میرے اس چاند (مثنوی) کی طرب انگیزی کی یہ حالت ہے کہ اگر وہ جوش محبت سے تالیاں بجائے تو زہرہ کی مجال نہیں ہے کہ اس کے سامنے دم مار سکے بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ عطارد جو کہ دبیر فلک ہے شدت وجد میں اپنا گھر بھول جائے اور جوش جنون سے جوزا کو درہم برہم کر دے اور مشتری کے ہاتھوں میں رعشہ پڑ جائے اور اس کا دل بے قرار ہو جائے اور چاند پالی پرو کر سے کی طرح گر پڑے اور اس کے مضامین کے عروج کی یہ حالت ہے کہ نسر طائر شرم سے اپنے پر گرا دے اور اس کی دلفریبی کی یہ کیفیت ہے کہ تنین فلک اس کی رغبت میں موم کی طرح نرم ہو جائے اور اس کے فیض کی یہ حالت ہے کہ بنات النعش بھی حاملہ ہو جائیں۔ اور اس کے مضامین کو سن کر سب کشمی ہو کر تالیاں بجانے لگیں۔

اچھا اب ان اشاروں کنایوں کو چھوڑو اس لئے کہ وقت نا وقت ہو گیا ہے اور کہکشاں سنبلہ سے پرکاہ ہو گیا ہے یعنی راہ فہم مقصود ان اشاروں کنایوں سے مخفی ہو گیا ہے اچھا اب ہم اس بحث کو چھوڑتے ہیں لیکن آخر میں اتنا کہہ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ آفتاب معرفت کوہ حجاب سے برآمد ہو گیا ہے۔ دیکھنا تم اس کا انکار نہ کرنا۔ اور اس کے انکار سے بچتے رہنا۔ لیکن اے منکرین تمہیں میرا یہ کہنا ناگوار ہوگا۔ کیونکہ تم دشمن ہو اور مجھے اپنا دشمن سمجھتے ہو اور قاعدہ ہے کہ دشمن کا خواہ وہ واقع میں دشمن نہ ہو۔ بلکہ اس کی دشمنی محض خیالی ہو۔ شہد اور دودھ بھی زہر معلوم ہوتا ہے اور منہ میں ایسا ہی کڑوا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ زہر گو وہ واقع میں ایسا نہیں ہوتا اور یہ کچھ دودھ اور شہد کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ جو وجود بھی عدم سے ظاہر ہوتا ہے اس کی یہی حالت ہے کہ وہ ایک کے لئے ناگوار ہے اور دوسرے کو مرغوب۔ اور یہ اختلاف احوال اشخاص سے پیدا ہوتا ہے چنانچہ جو دوست ہوتا ہے اس کو ناگوار بھی گوارا ہوتا ہے اور جو دشمن ہوتا ہے اس کو گوارا بھی ناگوار ہوتا ہے پس اگر تم چاہتے ہو کہ تم کو کسی چیز سے ناگواری نہ ہو تو تم حق سبحانہ کے دوست ہو جاؤ اور اس کی مخلوقات میں اس کے خیال کا مشاہدہ کرو اور اپنی خصلت بد کو چھوڑ دو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم کو زہر میں بھی شکر کا مزہ آئے گا اور کوئی چیز تم کو ناگوار نہ معلوم ہوگی۔

ایسا کرنے سے روحانی ناگواری تو دور ہوتی ہے مگر بعض احوال میں اس سے جسمانی ضرر بھی دور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ امیر المومنین عمر بن الخطاب کو زہر نے اسی لئے نقصان نہیں پہنچایا کہ ان کے پاس ایسی تریاق فاروقی کی قند موجود تھی اور وہ اپنے اخلاق درست کر چکے تھے اور ان کو خدا اور رسول کے ساتھ محبت ہو گئی تھی اور اس لئے ان کو ان پر اور ان کی باتوں پر اعتماد ہو گیا تھا۔ پس تم بھی وہی تریاق فاروقی تلاش کرو تا کہ تم بھی اپنے زمانہ کے فاروق ہو جاؤ۔ اور تم کو بھی زہر سے ضرر نہ پہنچے والسلام۔

فائدہ۔ مولانا نے جو مضمون از صحاف مثنوی ایں انجم رفت سے شروع کر کے گرچہ در تاثیر نحس آمد زحل پر ختم کیا ہے اس سے چند باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ مثنوی سے وہ شخص متمتع ہو سکتا ہے جو کہ خود عارف محقق ہو یا اگر خود عارف نہ ہو تو مستقیم الطبع اور صاحب استعداد علمی ہو اور اس کو کسی شیخ سے سمجھے اور بدوں ان دونوں باتوں کے مثنوی کا مطالعہ کرنا موجب خطر ہے۔ پس لوگ آج کل سخت غلطی کرتے ہیں کہ بدوں شرائط مذکورہ کے مثنوی کا مطالعہ کرتے ہیں کیونکہ جس سے ان کو بجائے نفع کے نقصان ہوتا ہے اور یہ نقصان کئی طرح سے ہوتا ہے یا تو اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ مطالعہ کرنے والا متبع شریعت ہوتا ہے اور اپنے قصور فہم و عدم قابلیت کے سبب مثنوی کے مضامین کو شریعت پر منطبق نہیں کر سکتا اس لئے مولانا اور مثنوی سے بدظن ہو جاتا ہے اور ان کی برکات سے محروم ہو جاتا ہے اور یا یہ صورت ہوتی ہے کہ وہ مولانا کا معتقد ہوتا ہے اور ان کو حامل اسرار شریعت سمجھتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ اہل نہیں ہوتا اس لئے اس کے مضامین کو غلط طور پر سمجھ جاتا ہے اور ان غلط مضامین کو جو کہ واقع میں مولانا سے تعلق نہیں رکھتے۔ مولانا کی طرف منسوب کرتا اور ان کو اسرار شریعت سمجھ کر یا ظاہر شریعت کا انکار کرتا ہے یا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں تاویل کرتا ہے اور بعض مرتبہ گمراہی یہاں تک پہنچ جاتی ہے کہ نفس شریعت مصطفویہ کا بھی انکار کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ صوفیوں کے لئے کسی مذہب کی ضرورت نہیں ہے اس کی ضرورت صرف عوام کے لئے ہے اور عوام کو بھی خاص دین اسلام کی ضرورت نہیں۔ بلکہ دین کی ضرورت صرف تہذیب اخلاق کے لئے ہے۔ سو وہ اگر کسی اور طریقہ سے حاصل ہو جائے تو کافی ہے۔ نعوذ باللہ من فتنہ سوء الفہم۔ ایسی حالت میں لوگوں کو مثنوی کے مطالعہ میں نہایت احتیاط سے کام لینا چاہئے اور اس کے مضامین کے سمجھنے کے لئے ان لوگوں کی طرف رجوع کرنا چاہئے جو کہ جامع من الشریعت والطریقت ہیں۔ ورنہ الحاد اور زندقہ کا خطرہ ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔

دوم یہ کہ مثنوی کے بعض مضامین بظاہر خلاف شریعت اور گمراہی میں ڈالتے ہیں مگر حقیقت میں وہ مضامین مطابق شریعت حقہ مصطفویہ ہیں ایسے مضامین جہاں کہیں مثنوی میں آئے ہیں ہم نے ان کی توضیح کر دی ہے اور توضیح میں حتی الامکان خود مولانا کے کلام سے مدد لی ہے کیونکہ ہم نے جہاں تک تتبع کیا ہے ہم کو معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی موقع پر مولانا اپنے کلام اجمال سے کام لیتے ہیں تو دوسرے موقع پر خود ہی اس کی تشریح فرما دیتے ہیں۔ پس مثنوی کے مطالعہ کرنے والے کو چاہئے کہ وہ اس کے تمام مضامین کو پیش نظر رکھ کر مولانا کے مقصود کو متعین کرے اور صرف ایک ہی مقام پر نظر کو مقصور نہ کرے ورنہ مغالطہ کا خطرہ ہے سوم یہ کہ مثنوی بعض کو نقصان پہنچاتی ہے بعض کو نفع۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس کا نقصان اعدائے دین یا منکرین یا نااہل معتقدین کو ہوتا ہے اور نفع ان مخلصین کو ہوتا ہے جو کہ اس کے مضامین کے سمجھنے کی قابلیت رکھتے ہیں خواہ بطور خود سمجھ سکتے ہوں یا بتوسط عارف محقق۔ پس منشاء ضرر کا خود دوسروں کی ناقابلیت ہے نہ کہ مثنوی کا نقصان کیونکہ وہ خود کامل اور سراسر نافع ہے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے بارش۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید در شورہ بوم خس

فائدہ ۲:۔ زاں نشد فاروق را زہرے گزند الخ میں ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک بادشاہ نے تحفہ کے طور پر زہر ہلاہل کی شیشی بھیجی تھی اور یہ کہا تھا کہ آپ اس سے اپنے دشمنوں کو ہلاک کر سکتے ہیں۔ اس کو آپ نے یہ کہہ کر نوش فرما لیا تھا کہ نفس سے زیادہ میرا کوئی دشمن نہیں ہے اس لئے میں اسے پلاتا ہوں اور اس سے آپ کو کچھ ضرر نہیں ہوا تھا اس واقعہ کی صحت کا علم نہیں ہے لیکن اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو اس پر اولاً شبہ یہ ہوتا ہے کہ امیر المومنین نے اول خود کشی کا اقدام کیا۔ اور ثانیاً یہ کہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نفس کشی کی حقیقت معلوم نہ تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امیر المومنین کو اس واقعہ سے قاصد پر حقیت اسلام کو ظاہر کرنا تھا اور چونکہ آپ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر کامل وثوق تھا کہ جو چیز بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شی ء فی الارض ولا فی السماء پڑھ کر کھائی جائے گی وہ ضرر نہ پہنچائے گی۔ اس لئے آپ نے بے تکلف پی لیا۔

فائدہ ۳:۔ چونکہ مولانا نے مثنوی کو ستاروں سے تشبیہ دی تھی اس لئے آپ نے اس بیان میں ایسے الفاظ سے کام لیا ہے جو کہ فلکیات اور دیگر معانی میں مستعمل ہیں۔ اور کہیں ان الفاظ سے ستارہ اور برج مراد لئے ہیں اور کہیں دیگر معانی۔

فائدہ ۴:۔ عقرب' قوس' دلو' حوت' اسد' میزان' سنبلہ' ثور' سرطان' جوزا۔ برجوں کے نام ہیں اور شمس' مریخ' زہرہ' مشتری' قمر' عطارد' شیر' نسر طائر' بنات النعش' کہکشاں۔ ستاروں کے اور تنین سے مراد مابین عقدہ راس و ذنب ہے۔ واللہ اعلم)

هذا آخر ما تيسر لنا فى حل المثنوى المعنوى افاض الله علينا من بركاته آمين والحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين و آله و اصحابه اجمعين.

آخر میں یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احقر نے جو کچھ حل مثنوی کے لکھا ہے وہ اس کی ذاتی قابلیت کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ جو کچھ میں نے عرض کیا ہے وہ حضرت مولانا مدظلہم العالی کا یا روحانی فیض ہے اور احقر اس میں بمنزلہ ایک آلہ کے ہے لیکن اگر اس میں کسی مقام پر کوئی لغزش ہو تو اس کو میرا قصور قابلیت خیال کیا جائے اور حضرت مولانا کے دامن کو اس سے پاک سمجھا جائے کیونکہ تلقی فیض میں قابلیت مستفیض کو بھی دخل ہے۔ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید در شورہ بوم خس

فتم الدفتر الخامس الکتاب المثنوی المعنوی للمولوی المعنوی والسلام

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

جلد 21-22 دفتر 6

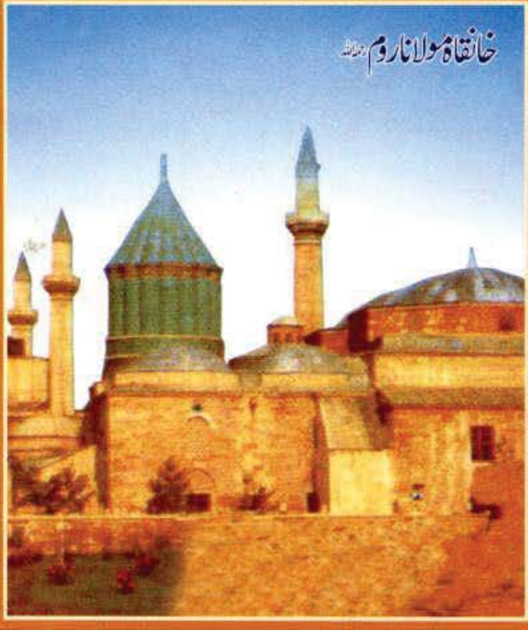

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

اِدارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الاول من کلید مثنوی
المتعلق بالدفتر السادس من المثنوی المعنوی

تمہید کلید مثنوی شرح دفتر ششم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بعد الحمد والصلوٰۃ شائقان معانی واسرار مثنوی مولوی معنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض ہے کہ عرصہ آٹھ سال کا ہوا کہ مثنوی موصوف کے دفتر اول کی شرح لکھی تھی اس کے بعد ضعف ہمت وکثرت دیگر مشاغل کے سبب ونیز اس خیال سے بھی کہ مضامین سب دفاتر کے متشابہ ہیں ایک شرح سے بھی ضرورت رفع ہوگئی اور دوسرے دفاتر کے حل میں معین ہوسکتی ہے۔ آگے سلسلہ نہ چل سکا چنانچہ شرح مذکور کے اخیر میں اس طرف اشارہ بھی کیا گیا ہے اس عرصہ میں بہت احباب نے دوسرے دفاتر کی شرح لکھنے کے لئے استدعا کی مگر کثرت عوائق کا عذر پیش کر کے عذر کر دیتا تھا بہت تھوڑا عرصہ ہوا کہ اتفاقاً ناظم مجلس[1] جمعیۃ الانصار یہاں تشریف لائے اور متعدد فوائد اور مصلحتیں اگرچہ وہ بڑے درجہ کی ضرورتیں نہ ہوں ظاہر کر کے بقیہ شرح لکھنے کے لئے اصرار کے ساتھ فرمائش کی اور میرے عذروں کا کچھ کچھ جواب بھی دیا جس کا حاصل یہ تھا کہ تھوڑا تھوڑا کام کرنے کے لئے تھوڑا وقت بھی کافی اور نیز اس کا نکالنا ممکن ہے اور چونکہ اتنے تھوڑے وقت میں تمام باقی دفتروں کی شرح کا اتمام ظاہر مستبعد تھا اس لئے اخیر رائے یہ دی کہ کم از کم ایک ہی دفتر کی شرح اور لکھ دی جاوے اور بوجہ ترتیب سلسلہ کے اس کے لئے دفتر دوم کو تجویز فرمایا مگر میں نے (اس وجہ سے کہ حضرت سیدی مرشدی قدس سرہ سے سنا تھا کہ دفتر ششم میں اسرار و معانی زیادہ ہیں اور خود دفتر مذکور کے شروع میں ایک شعر میں بھی اس طرف اشارہ ہے حیث قال بوکہ فیما بعد دستوری رسد۔ رازہائے گفتنی گفتہ شود۔ اور بعض شراح نے مولانا سے تصریحاً بھی اس کو نقل کیا ہے کہ ہر دفتر متاخر اجمع للمعانی ہے بہ نسبت دفتر متقدم کے) دفتر ششم تجویز کیا کہ بوجہ اجمع ہونے کے اس کی شرح گویا تمام دفاتر سابقہ کی من وجہ شرح ہو جاوے گی۔ نیز اس میں ایک وجہ استحسان اور بھی معلوم ہوئی کہ ایک دفتر اول کے اور ایک اخیر کے شرح ہو جانے سے کتاب کی طرفین حل ہو جاویں گی اور طرفین کے احکام وسط محفوف میں بھی سرایت کرتے ہیں تو گویا تمام کتاب من وجہ اس حل میں شریک ہوگی۔ نیز ایام ماضیہ میں چند بار خاتمہ مثنوی مصنفہ حضرت مولانا الٰہی بخش صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح لکھنے کا باین وجہ خیال پیدا ہوا کیا کہ اب تک اس کی شرح کسی نے نہیں لکھی۔ چونکہ خاتمہ مذکورہ بمنزلہ دفتر ششم کے ایک جزو کے ہے تو گویا اس دفتر کے ایک جزو کے ساتھ قصد شرح کا مقترن ہو چکنا بھی مرجح ہو سکتا ہے۔ اس کو شرح کے ساتھ خاص کرنے کا آخری اسی پر اتفاق قرار پایا اب آغاز شعبان ۱۳۲۹ھ میں بنام خدا اس کی شرح مع شرح خاتمہ مذکورہ برعایت ان التزامات کے جو شرح دفتر اول کے اخیر میں مذکور ہیں شروع کرتا ہوں[2] اور اللہ تعالیٰ سے دعائے اتمام ومقبولیت و نافعیت کرتا ہوں۔ وھو ولی التوفیق وبکل خیر خیر رفیق۔ کتبہ اشرف علی عفی عنہ مقام تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

---

[1] یہ ایک مجلس فائض یافتگان مدرسہ عالیہ دیوبند کی ہے۔ ۱۲ منہ [2] بعد شروع کے کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے کہ سوا دو سال میں کل دس شعر لکھے گئے اور اس سے قریب قریب ہمت شکستہ ہوگئی مگر محبی مولوی احمد حسن صاحب سنبھلی کے تقاضے سے پھر ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ کے آغاز سے اس کا آغاز کیا۔ اب مکرر دعا اتمام ومقبولیت ونافعیت کی کرتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کلید مثنوی دفتر ششم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے حیات دل حسام الدین بسے	میل می جوشد بقسم سادسے
اے مولانا حسام الدین جو کہ حیات دل ہیں	قسم سادس کی طرف خواہش کو جوش ہوتا ہے
گشت از جذب چو تو علامۂ	در جہاں گرداں حسامی نامۂ
آپ جیسے علامہ کی کشش سے	یہ حسامی نامہ عالم میں دائر سائر ہو گیا ہے
پیش کش بہر رضایت می کشم	در تمام مثنوی قسم ششم
آپ کی خوشنودی کے لئے قسم ششم کو مثنوی	کے تمام کرنے کے لئے لکھ کر پیش کش کرتا ہوں
پیش کش می آرمت اے معنوی	قسم سادس در تمام مثنوی
اے صاحب حقیقت میں دفتر سادس کو اتمام مثنوی	کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کش کرتا ہوں
شش جہت را نور دہ زیں شش صحف	کے یطوف حولہٗ من لم یطف
شش جہت کو ان چھ صحیفوں سے نور دیجئے	تا کہ جس نے اب تک طواف نہیں کیا وہ اب اس کے گرد طواف کرلے
عشق را با پنج و با شش کار نیست	مقصد او جز کہ جذب یار نیست
عشق کو پانچ اور چھ سے کوئی غرض نہیں	اس کا مقصد تو بجز محبوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے کچھ بھی نہیں
بو کہ فیما بعد دستوری رسد	راز ہائے گفتنی گفتہ شود
ممکن ہے کہ مابعد میں کچھ اجازت پہنچ جاوے	کہنے کے قابل بہت سے راز کہنے میں آ جاویں
با بیانے کاں بود نزدیک تر	زیں کنایات دقیق مستتر
ایسے بیان کے ساتھ جو بہ نسبت کنایت	دقیق و مستتر کے نزدیک تر ہو

(بسے متعلق بہ می جوشد۔ گردان خبر مقدم گشت و حسامی نامہ اسم موخر گشت۔ قسم شش مفعول می کشم در تمام بمعنی بہر تمام شدن کما فی الحدیث فی ھرۃ ای لاجل ھرۃ وہمچنیں در شعر لاحق و معنوی منسوب الی المعنی یعنی اے صاحب حقیقت نہ صاحب صورت۔ بو مخفف بود بابیانے متعلق بگفتہ شود در شعر سابق یعنی) اے مولانا حسام الدین (ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی تحقیق دفتر اول میں گزری ہے) جو کہ حیات دل ہیں (یعنی قلب اور روح کو ان کی صحبت وافادات سے زندگی میسر ہوتی ہے) قسم سادس (یعنی دفتر ششم لکھنے) کی طرف خواہش کو جوش ہوتا ہے (آگے اس جوش کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) آپ جیسے علامہ کی کشش (اور خواہش دلی) سے یہ حسامی نامہ (یعنی مثنوی کہ مولانا حسام الدین کے سبب لکھی گئی) عالم میں دائر سائر ہو گیا ہے (یعنی جتنی لکھی گئی وہ آپ کی اس دلی خواہش کی برکت سے کہ خلائق کو اس سے نفع ہو اور بزرگوں کی خواہش کو اللہ تعالیٰ پوری فرماتے ہیں اطراف عالم میں مشہور وشائع ہو گئی۔ اسی لئے یہ خواہش ہوئی کہ اور بھی لکھی جاوے تو اور نفع ہو بس آپ کی اس خواہش سے میرے قلب میں اور دفتر لکھنے کا جوش ہوتا ہے اس لئے) آپ کی خوشنودی کے لئے قسم ششم کو مثنوی کے تمام کرنے کے لئے لکھ کر پیشکش کرتا ہوں (اور) اے صاحب حقیقت (کہ عالم صورت سے بے تعلق ہیں) میں دفتر سادس کو اتمام مثنوی کے لئے آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں (اس میں اشارہ ہے کہ سادس سے آگے نہ لکھوں گا یا تو مکشوف ہو گیا ہوگا کہ آگے عمر نہ ہوگی یا کہ مضامین مقصودہ کا اس میں ختم کر دینے کا ارادہ ہوگا۔ آگے اس دفتر کا نافع ہونا مع نکتہ عدد شش کے بیان فرماتے ہیں کہ اے حسام الدین) شش جہت (یعنی عالم) کو ان چھ صحیفوں (یعنی دفتروں) سے نور دیجئے۔ (یعنی اس کو مستفیدین تک پہنچا کر ان کو نفع اور علم دیجئے۔ شش جہت وشش صحف کے تناسب سے نکتہ ظاہر ہے تاکہ جس نے اب تک (اس کتاب کا) طواف نہیں کیا وہ اب اس (دفتر ششم) کے گرد طواف کر لے۔ مراد طواف سے اپنے ذہن کو اس کے مضامین میں حرکت دینا یعنی التفات کرنا ہے۔ یعنی جو اب تک بقیہ دفتروں سے منتفع نہیں ہوا وہ اب اس دفتر سے منتفع ہو جاوے کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ تدریجاً اعتراض یا اعراض مرتفع ہو جاتا ہے آگے اس دفتر کا باوجود نافع ہونے کے درجہ ضرورت میں نہ ہونا مگر درجہ مصلحت میں ہونا اور عدد مذکور کا مقصود نہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ مضامین عشق کو (جو کہ حاصل مثنوی کا ہے) پانچ اور چھ سے کوئی غرض نہیں اس کا مقصد (اور مقتضا) تو بجز محبوب کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے کچھ بھی نہیں (مراد اس سے وصل وقرب ہے یعنی مقصود مثنوی سے مضامین عشقیہ ہیں جن کا ثمرہ محبوب حقیقی کا قرب ہے اور وہ جس طرح چھ دفتر سے حاصل ہوگا اسی طرح پانچ دفتر سے بھی حاصل ہے۔ اس لئے اگر چھٹا نہ ہوتا تب بھی کچھ حرج نہ تھا اس سے ثابت ہوا کہ یہ درجہ ضرورت بمعنی لولاہ لترتب الضرر میں نہیں لیکن درجہ مصلحت بمعنی لولاہ لما ترتب النفع الخاص میں اس لئے ہے کہ) ممکن (یعنی متوقع) ہے کہ مابعد (کے حصہ یعنی دفتر ششم) میں (کہ پانچ کے بعد ہے) کچھ اجازت (اظہار اسرار کی عالم غیب سے) پہنچ جاوے (اس طرح سے کہ) کہنے کے قابل بہت سے راز کہنے میں آجاویں (اور) ایسے بیان (وعنوان) کے ساتھ (کہنے میں آجاویں) جو بہ نسبت کنایات دقیق ومستتر کے (فہم سے) نزدیک تر ہو (یعنی ممکن ہے کہ پہلے دفتروں میں بعضے اسرار دقیق ومستتر اشارات میں بیان میں آئے ہوں اور وہ اس دفتر میں واضح الفاظ سے بیان میں آجاویں اور چونکہ مثنوی کی آمد غیر اختیاری تھی جیسا منقول ہے اس لئے اس طرح پر بیان ہو جانا علامت اجازت اظہار اسرار کی ہے جس کا بیان دستوری رسد میں ہوا ہے اور وہ مصلحت یہی ہے کہ اس طرح سے اور زیادہ نفع مرتب ہوتا ہے اور چونکہ یہ مضامین پہلے بھی مذکور ہوئے ہیں گو دقیق ومستتر عنوان سے سہی اس لئے درجہ ضرورت میں نہیں ہے جیسا شعر عشق را با پنج الخ کی شرح میں بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ:۔ اور راز ہا کو گفتنی کے ساتھ مقید کرنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ بعضے اسرار بالکل ہی کہنے کے

www.besturdubooks.wordpress.com

قابل نہیں ہوتے یعنی کتاب میں پس وہ اب[1] بھی نہ لکھے جاویں گے۔

راز جز با رازداں انباز نیست	راز اندر گوش منکر راز نیست
اسرار بجز صاحب اسرار کے کسی اور کے ساتھ شریک نہیں	گوش منکر میں وہ اسرار اسرار ہی نہیں
لیک دعوت واردست از کردگار	با قبول و ناقبول او را چہ کار
لیکن دعوت پروردگار کی طرف سے وارد ہے	اس کو قبول و عدم قبول سے کچھ سروکار نہیں

(اوپر رازہائے گفتنی گفتہ شود میں مصلحت کا مقتضی اظہار اسرار ہونا ارشاد فرمایا تھا اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس مقتضی کے ساتھ مانع بھی تو ہے کہ بہت لوگ اسرار کا انکار کریں گے تو اس مانع کا اعتبار کر کے اس پر کیوں نہیں عمل کیا اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ سچ ہے کہ) اسرار (حقیقت) بجز صاحب اسرار کے کسی اور کے ساتھ شریک (یعنی مانوس) نہیں (اور صاحب اسرار سے مراد عام ہے عالم بالفعل و عالم بالقوہ کو یعنی خواہ وہ محرم اسرار ہو خواہ طالب و معتقد اسرار ہو۔ اول کے ساتھ مانوس ہونا تو باعتبار حصول بالفعل کے ہے اور دوسرے کے ساتھ مانوس ہونا باعتبار طلب و آئندہ حصول کے ہے اور اول کو اسرار کا مخاطب بنانا اپنے حظ کے لئے جیسا کہ ہم مذاق کے ساتھ معلومات مشترکہ کے اعادہ میں اس کا مشاہدہ ہوتا ہے یا اس کی زیادت تکمیل کے لئے ہے۔ جیسا کامل کا خطاب ناقص سے یا اکمل کا کامل سے اس کو مفید ہوتا ہے۔ غرض قابلیت خطاب اسرار کی صاحب اسرار ہی کو ہے اور) گوش منکر (اسرار) میں وہ اسرار اسرار ہی نہیں۔ (یعنی وہ اس کو کس قدر سے نہیں سنتا جیسا راز کو سننا چاہئے اور اس کا مقتضا یہی تھا کہ اسرار کو بیان نہ کیا جاوے) لیکن (ہم نے اس مانع کا اعتبار نہیں کیا بلکہ سنت الہیہ پر عمل کیا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ حق کی) دعوت پروردگار کی طرف سے وارد (ہوئی) ہے (اور) اس کو قبول و عدم قبول سے کچھ سروکار نہیں ہوا۔ (چنانچہ ظاہر ہے کہ قرآن مجید کی تکذیب بھی ہوئی مگر اس کا نزول بند نہیں ہوا چنانچہ خود اس کی بھی تصریح قرآن مجید میں ہے۔ افنضرب عنکم الذکر صفحاً ان کنتم قوماً مسرفین اور حکمت اس میں یہ ہے کہ افادہ اہلکائی نفسہ مطلوب شرعی ہے اور مطلوب شرعی کو احتمال مفسدہ نااہل سے نہیں چھوڑا جاتا۔ البتہ جو امر خود شرعاً مطلوب نہ ہو اس کو ایسے احتمال پر ترک کرنا خود شرعاً مامور بہ ہے جیسا اصولیین وفقہا نے یہی تفصیل فرمائی ہے۔

فائدہ:۔ اگر شبہ ہو کہ اوپر شعر عشق را پانچ الخ کی شرح میں اس دفتر کا ضروری نہ ہونا گو مصلحت ہو بیان ہوا ہے اور غیر ضروری کو احتمال مفسدہ پر ترک کر دیا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ دفتر کے غیر ضروری ہونے سے مضامین اسرار کا غیر ضروری ہونا لازم نہیں آتا اور کلام للکس اسرار کے ذکر میں ہے اور وہ ضروری ہے اس کو انکار منکر سے نہیں چھوڑا جاوے گا چنانچہ دوسرے دفتروں میں اسی لئے ذکر کیا گیا جس کا اعادہ سہل بیان سے اس دفتر میں مقصود ہے تو اس تسہیل سے کوئی مفسدہ نہیں بڑھا بلکہ اس کا کم ہو جانا مظنون ہے کہ ایسے بیان میں غلط فہمی کم ہوتی ہے۔

نوح نہ صد سال دعوت می نمود	دمبدم انکار قومش می فزود
حضرت نوح علیہ السلام نو سو سال تک برابر دعوت فرماتے رہے	ان کی قوم کا انکار دمبدم روبہ ترقی ہی رہا

---

[1] چنانچہ خود اس دفتر میں بھی بعضے مضامین کو ترک کر دینے کی تصریح ہے مثلاً ایک جگہ فرمایا ہے سر دیگر ہست کو گوش دگر طوطی کو مستعد آن شکر خو ملک ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ از گفتن عناں واپس کشید	ہیچ اندر غار خاموشی خزید
کیا وہ بھی کہنے سے رکے	کیا بھی وہ غار خاموشی میں جاگزیں ہوئے
زانکہ از بانگ و علالائے سگاں	ہیچ وا گردوز راہے کارواں
وجہ یہ کہ کتوں کے شور و غوغا سے	کیا بھی کوئی قافلہ راہ سے واپس آ گیا ہے
یا شب مہتاب از غوغائے سگ	سست گردد بدر را در سیر تگ
یا شب ماہ میں غوغائے سگ سے	بدر کی سرعت اس کی حرکت میں سست ہو گئی ہے
مہ فشاند نور و سگ عو عو کند	ہر کسے بر خلقت خود می تند
چاند نور افشانی کیا کرتا ہے اور کتا عو عو کرتا ہے	ہر شخص اپنی فطرت پر مستعدی سے قائم ہے
ہر کسے را خدمتے دادہ قضا	در خور آں گوہرش در ابتلا
ہر کسی کو قضا نے ایک ایک خدمت عطا فرما رکھی ہے	اس کی استعداد ذاتی کے مناسب بمصلحت امتحان
چونکہ نگزارد سگ آں بانگ سقم	من مہم سیران خود را چوں ہلم
جس حالت میں کتا اس غوغائے مرض افزا کو نہیں چھوڑتا	تو میں تو چاند ہوں میں اپنی سیر کو کیسے چھوڑ دوں گا
چونکہ سرکہ سرکگی افزوں کند	پس شکر را واجب افزونی بود
جب سرکہ اپنی صفت سرکگی کو ترقی دے	پس شکر کو اور زیادہ ہونا ضروری ہے
قہر سرکہ لطف ہم چوں انگبیں	کایں دو باشد رکن ہر اسکنجبیں
قہر اور لطف بھی مثل سرکہ و شہد کے ہیں	جو کہ ہر سکنجبیں کے دو جزو ہوتے ہیں
انگبیں گر پائے کم آرد زخل	آید آں اسکنجبیں اندر خلل
اگر انگبیں سرکہ سے کم ہو	تو اس سکنجبیں میں خرابی رہے گی
قوم بروے سرکہا می ریختند	نوح را دریا فزوں می ریخت قند
نوح علیہ السلام کی قوم ان پر سرکے ڈالتی تھی	نوح علیہ السلام پر دریا اور زیادہ قند جاری کرتا تھا
قند او رابد مدد از بحر جود	بس ز سرکہ اہل عالم می فزود
ان کی قند کو بحر جود سے مدد پہنچتی تھی	اہل عالم کے سرکہ کے سبب اس میں اور بھی افزونی ہوتی تھی
واحد کالالف کہ بود آں ولی	بلکہ صد قرن ست آں عبد العلی
ایسا واحد جو ہزار کے برابر ہو کون ہوتا ہے؟ وہ ولی ہوتا ہے	بلکہ وہ بندہ خدائے عالی شان سو قرن کے برابر ہوتا ہے
خم کہ از دریا درو راہے شود	پیش او جیحونہا زانو زند
اگر مٹکہ میں بحر اعظم سے کوئی راستہ ہو جاوے	تو اس مٹکہ کے روبرو جیحوں جیسی نہریں بھی ادب کرنے لگیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خاصہ ایں دریا کہ دریا ہا ہمہ	چوں شنیدند ایں مثال و دمدمہ
خاص کر یہ دریا کہ ان سبھی دریاؤں نے	جب یہ مثال اور شہرت سنی
شد دہاں شاں تلخ زیں شرم وخجل	کہ قریں شد نام اعظم با اقل
تو ان کا منہ اس شرم و خجلت سے تلخ ہوگیا	کہ دریائے اعظم کا نام دریائے احقر کے ساتھ مقرون کیا گیا
در قران ایں جہاں با آنجہاں	ایں جہاں از شرم میگردد جہاں
اس عالم کا اس عالم کے ساتھ جب اقتران ہوتا ہے	تو یہ عالم شرم کے سبب بھاگ جاتا ہے
ایں عبارت تنگ و قاصر رتبت ست	ورنہ خس را با اخص چہ نسبت ست
یہ عبارت بہت تنگ اور کم رتبہ ہے	ورنہ خس کو اخص سے کیا نسبت ہے

(علالا بضم آواز بلند و شور و غوغا۔ در ابتلا بغرض ابتلاء کمافی حدیث عذبت فی ھرۃ ای لاجل ھرۃ سقم بضم و سکین چوں حزن وحزن بیماری۔ سیران بمعنی سیر۔ پائے آرد داخل شود۔ دمدمہ آواز و شہرت تجل بفتحتین سرگشتگی و بے خودی از شرم کمافی الصراح۔ تلخ شدن دہاں کنایت ست از بیماری۔ جہان در قولہ میگردد جہاں بمعنی جہندہ و گریزندہ۔ ان اشعار میں تائید ہے مضمون سابق کی لیک دعوت وارد ست از گردگار ؍ باقبول و ناقبول او را چہ کار (یعنی دیکھو) حضرت نوح علیہ السلام نو سو سال تک (بلکہ پچاس زیادہ کما قال تعالیٰ فلبث فیھم الف سنۃ الا خمسین عاماً۔ سو کسر حذف کردی گئی۔ غرض اتنی مدت تک وہ اپنی قوم کو توحید کی) برابر دعوت فرماتے رہے (حالانکہ) ان کی قوم کا انکار وقتاً فوقتاً روبہ ترقی ہی رہا۔ (مگر) کیا وہ (ان کے انکار کی وجہ سے) کبھی کہنے سے رکے کیا کبھی (اس وجہ سے) وہ غار خاموشی میں جاگزیں ہوئے (یعنی کبھی نہیں) وجہ یہ کہ کتوں کے شور و غوغا سے کیا کبھی کوئی قافلہ راہ (مقصود) سے واپس آگیا ہے یا شب ماہ میں غوغائے سگ سے بدر کی سرعت اس کی حرکت میں (کبھی) سست ہوگئی ہے (یعنی ان اسباب غیر مضرہ سے نہ کسی کی حرکت اختیاریہ قطع ہوئی ہے جیسے قافلہ کی حرکت یا حضرت نوح علیہ السلام کی موعظت اور نہ کسی کی حرکت اضطراریہ قطع ہوئی ہے جیسے چاند کی حرکت کہ وہ حرکت بھی بدستور رہتی ہے اور وہ حرکت میں جو نور افشانی کرتا ہے گو اضطراراً ہی ہو وہ بھی بدستور رہتی ہے چنانچہ چاند نور افشانی کیا کرتا ہے اور کتا عوعو کرتا ہے۔ ہر شخص اپنی فطرت پر مستعدی سے قائم ہے (جس کی شرح یہ ہے کہ) ہر کسی کو قضا (وقدر) نے ایک ایک خدمت عطا فرما رکھی ہے (خواہ تشریعاً جیسے اظہار حقائق نافعہ و افاضہ انوار و برکات خواہ تکویناً جیسے انکار معاند آثار امثلہ مذکورہ پھر ان میں بھی خواہ اختیاراً جیسے بعض امثلہ میں مثلاً شور سگ یا انکار معاند خواہ اضطراراً جیسے نور افشانی ماہ بہر حال ہر ایک سے افعال و آثار مخصوصہ کا) اس کی استعداد ذاتی کے مناسب بمصلحت امتحان (صدور ہوتا ہے ذاتی سے مراد قائم بالذات گو جزو ذات نہ ہو اور امتحان سے مراد مکلفین کا امتحان کہ تصرفات الٰہیہ میں ایک حکمت یہ بھی ہے کما قال تعالیٰ و ھو الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام و کان عرشہ علی المآء لیبلوکم ایکم احسن عملاً وقال خلق الموت والحیٰوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً وقال تعالیٰ ولو شآء اللہ لجعلکم امۃ واحدۃ ولٰکن لیبلوکم فیما اٰتاکم حاصل یہ کہ جب قدرتی طور پر ہر ایک سے افعال خاصہ سرزد ہو رہے ہیں خواہ قبیح ہوں خواہ حسن تو) جس حالت میں کتا (جس کے ساتھ منکر معاند کو تشبیہ دی گئی ہے) اس غوغائے مرض (یعنی پریشانی) افزا کو نہیں چھوڑتا (مراد

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے انکار براہ عناد ہے جو کہ معصیت و مذموم شرعی ہے) تو میں تو (مشابہ) چاند (کے) ہوں (افاضہ انوار علم وحکمت میں) میں اپنی سیر (حرکت قوی باعثہ و فاعلہ یعنی ارادہ و نطق) کو کیسے چھوڑ دوں گا (بلکہ اس صورت میں تو مجھ کو بجائے ترک کے اور زیادہ تکلم بالحکمت مناسب ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ) جب سرکہ (جس کو سکنجبین میں ملانا مقصود ہے) اپنی صفت سرکگی (یعنی ترشی) کو ترقی دے (اسناد مجازی ہے یعنی جب اس میں ترشی تیز ہو جاوے) پس (اس صورت میں) شکر کو مراد مطلق شیرینی چنانچہ آگے انگبین سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی ایسی چیز کو کہ دوسرا جزو ہے سکنجبین کا) اور زیادہ ہونا ضروری ہے (تا کہ مرکب کا مزاج تناسب سے خارج نہ ہو جاوے قہر اور لطف (کے آثار) بھی مراد انکار معاند و اظہار علوم کہ اول آثار قہر سے اور دوسرا آثار لطف سے ہے) مثل سرکہ و شہد کے ہیں جو کہ ہر سکنجبین کے دو جز ہوتے ہیں (پس بقاعدۂ تناسب) اگر انگبین سرکہ سے کم ہو (یعنی سرکہ کے مقابلہ میں اس کی جتنی مقدار ہونا چاہئے اس سے کم ہو) تو اس سکنجبین میں (ضرور) خرابی رہے گی (اسی طرح انکار معاند کی جس مقدار کے بعد اظہار علم کی جس مقدار کا ضروری ہونا دلائل حقہ سے ثابت ہے اس میں کمی ہونے سے مصالح مقصودہ فوت ہوں گے اس لئے اس مقدار پر اظہار علم ضروری ہوگا (اوپر شعر ہر کسے راخدمتے دادہ قضا الخ کی شرح میں جو احقر نے تعمیم کی ہے خواہ تشریعاً خواہ تکویناً اور ہر ایک کی بعض بعض مثالیں بھی ذکر کی ہیں۔

وجہ اس تعمیم کی یہ ہے کہ صرف تشریع تو مراد اس لئے نہیں ہو سکتی کہ بعض افعال ان میں قبیح ہیں جیسے بعض امثلہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور صرف تکوین مراد لینے میں یہ اشکال تو نہیں کیونکہ تخلیق و ایجاد حسن و قبیح سب کے ساتھ متعلق ہوتی ہے لیکن ایک دوسرا اشکال یہ پیش آوے گا کہ اس مقام پر جو یہ حکم کیا گیا ہے کہ اہل حق کو حق کا اظہار کرنا لازم ہے اس حکم کا اس مضمون ہر کسے راخدمتے دادہ قضا الخ کے ساتھ معلل کرنا صحیح نہ ہوگا اور مقصود معلل کرنا ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ وجہ صحیح نہ ہونے کی یہ ہے کہ بعد صدور امر تکوینی کے تو کوئی حالت منتظرہ وقوع مکون میں باقی رہ ہی نہیں سکتی ورنہ تخلف مراد کا ارادہ سے لازم آوے گا جیسا کہ ظاہر ہے پھر اس کے کیا معنی ہوں گے کہ اس حالت میں تم کو اظہار حق کرنا چاہئے کیونکہ امر تکوینی اگر اظہار حق کے ساتھ متعلق ہو چکا ہے تو اس امر تکوینی سے اظہار حق کا تاخر بالذات ہوگا نہ کہ بالزمان جب بالذات ہوگا تو اس کا صدور مکلف سے ہو چکا ہوگا گو بالاختیار سہی کیونکہ اس امر تکوینی کا تعلق افعال اختیاریہ کے ساتھ اسی نہج سے ہوتا ہے۔ جب صدور ہو چکا ہوگا پھر اس مشورہ کے کیا معنی کہ اب صادر کرنا چاہئے پس صرف تکوین بھی مراد نہیں ہو سکتا اور تعمیم میں کوئی اشکال لازم نہیں آتا معنی یہ ہوں گے کہ جب تکویناً صدور قبیح کا دیکھو تو تم کو تشریعاً امر ہے کہ حسن کو صادر کرو اور اسی تقریر سے شعر چونکہ سرکہ الخ و شعر قہر سرکہ الخ و شعر انگبین الخ بھی منتج ہو گیا یعنی جب آثار قہر کو تکویناً دیکھو تو تم تشریعاً مامور ہو کہ آثار لطف کو صادر کرو۔ پس یہاں بھی ظہور مجموعہ آثار قہر و لطف کا جس کو سکنجبین سے تشبیہ دی گئی ہے مفہوم عام ہے ظہور تکوینی و تشریعی کو پھر اس مجموعہ کی تقسیم مستقل دلیل سے تکوین و تشریع کی طرف ہو جاوے گی یعنی قہر کے آثار تکویناً ظاہر ہوتے ہیں اور لطف کے آثار جو یہاں مذکور ہیں تشریعاً ظاہر ہوں گے۔ پس یہاں حکمت تکوینیہ کا بیان کرنا مقصود نہیں ورنہ لازم آتا ہے کہ قرب قیامت میں جب ضلال عام ہو جاوے گا تو حکمت الٰہیہ باطل ہو جاوے۔ نعوذ باللہ منہ جیسا شارحین نے ایسی ہی تفسیر اختیار کی ہے جس پر یہ اشکالات لازم آتے ہیں آگے نوح علیہ السلام کے فعل سے اس مشورہ اظہار حق وقت ظہور باطل کی تائید فرماتے ہیں کہ) نوح علیہ السلام کی قوم ان پر سرکہ ڈالتی تھی (یعنی عداوت و مخالفت و انکار سے پیش آتی تھی جو کہ آثار قہر سے ہے مگر) نوح علیہ السلام پر دریائے (عطائے الٰہی) اور زیادہ قند (یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

اظہار حقائق وشرائع کہ آثار لطف سے ہے) جاری کرتا تھا (یعنی فضل خداوندی سے ان کو اظہار حق کی زیادہ توفیق ہوتی تھی ان کی قند کو (چونکہ) بحر جواد (الٰہی) سے مدد پہنچتی تھی (اس لئے) اہل عالم کے سرکہ کے سبب اس میں اور بھی افزونی ہوتی تھی (یعنی چونکہ توفیق الٰہی رہبر تھی اس لئے انکار سے دعوت منقطع نہیں فرماتے تھے بلکہ انکار کے سبب اس دعوت میں زیادہ اہتمام فرماتے تھے۔ (وقال اللہ تعالیٰ افنضرب عنکم الذکر صفحاً ان کنتم قوماً مسرفین وقال تعالیٰ و انی کلما دعوتہم لتغفرلہم جعلوآ اصابعہم فی اذانہم واستغشو ثیابہم واصروا وستکبروا استکباراً ثم (ای بعد ھذا الاعراض والفرار وھذا الاصرار والاستکبار) انی دعوتہم جھاراً ثم انی اعلنت لہم واسررت لہم اسرار الایۃ آگے اس افزونی اظہار کی ایک لم فرماتے ہیں کہ یہ مقبولان الٰہی جو انکار سے اظہار حق میں اور افزونی کر دیتے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ بعض واحد بھی ہزار کے برابر ہوتا ہے اور) ایسا واحد جو ہزار کے برابر ہو کون ہوتا ہے (خود ہی جواب دیتے ہیں کہ) وہ (خدا کا) ولی ہوتا ہے (آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ ہزار کیا) بلکہ وہ بندۂ خدائے عالی شان سو قرن کے برابر ہوتا ہے۔ (قرن سے مراد اہل قرن یعنی ایک زمانہ میں جتنے آدمی ہوں ان کے سو حصہ کے برابر ہوتا ہے۔ مثلاً اگر ایک زمانہ میں ایک ارب آدمی ہوں تو یہ شخص سو ارب کے برابر ہوتا ہے اور ترقی عدد میں ظاہر ہے اور وجہ صحت اس حکم کی یہ ہے کہ وہ شخص عالی ہمت ایسا ہوتا ہے کہ تمام عالم کا انکار بھی اس کو ضعیف اور مغلوب و مرعوب نہیں کرتا اور چونکہ یہ علو ہمت فیض ہے۔ صفت علوے حق سبحانہ وتعالیٰ کا اس لئے اس کو عبدالعلی سے اسی اشارہ کے لئے تعبیر کیا گیا۔ آگے اسی فیض یابی کی تفصیل ہے کہ) اگر مشکہ میں بحر اعظم سے (پانی آنے کا) کوئی راستہ ہو جاوے تو اس مشکہ کے روبرو جیحوں جیسی نہریں بھی ادب کرنے لگیں (کیونکہ ان نہروں کا پانی تو کسی وقت کم اور منقطع بھی ہو سکتا ہے مگر اس مشکہ کے پانی میں یہ احتمال بھی نہیں کیونکہ اگر پہلا پانی اس میں سے نکل جاوے اتصال بالبحر کی وجہ سے دوسرا پانی فوراً بھر آ جاوے اسی طرح اس شخص کو چونکہ حضرت حق سے نسبت ہے اور اس کے سبب افاضہ علوم وحکم اور برکات دائم کا برابر ہوتا رہتا ہے اس لئے اس میں کبھی فتور وضعف نہیں ہوتا۔ اس شعر میں دریائے حسی کا ذکر تھا جس کے ساتھ تشبیہ دی گئی تھی۔ آگے دریائے معنوی یعنی فیض باری تعالیٰ کا ذکر ہے جس کو تشبیہ دی گئی ہے اور اسی کا ذکر مقصود بھی ہے پس فرماتے ہیں کہ) خاص کر یہ دریا (یعنی بحر فیض باری تعالیٰ جس کی یہ شان ہے) کہ ان حسی دریاؤں نے جب یہ مثال اور شہرت سنی (مثال سے مراد دریائے معنوی کی تمثیل وتشبیہ دریائے حسی کے ساتھ جیسا اوپر کے شعر میں اسی بناء پر استعارۃً اس کو دریا کہا ہے اور شہرت سے مراد اپنا یعنی دریائے حسی کا ذکر بضمن تشبیہ مطلب یہ کہ جب انہوں نے مضمون مذکور سنا) تو ان کا منہ اس شرم وخجلت سے تلخ ہو گیا (یعنی وہ بیمار ہو گئے) کہ دریائے اعظم کا نام دریائے احقر کے ساتھ (ذکر میں) مقرون کیا گیا (یعنی وہ اس سے شرما گئے کہ ہم کو اس سے کیا نسبت ہے جس سے اس کے نام کے ساتھ ہمارا نام لیا جا سکے ان کی حقارت حال کو ادعائے مقال سے تعبیر کیا ہے آگے اسی حقارت عالم شہادت کا کہ دریائے حسی اس کے کائنات سے ہے اور عظمت عالم غیب کا کہ دریائے فیض الٰہی اس کے موجودات سے ہے بیان ہے اور جاننا چاہئے کہ فیض الٰہی سے مراد مرتبہ فعل خاص حق ہے کہ اثر صفت حق ہے نہ کہ صفت حق کہ عالم بمعنی ماسوی اللہ کا جزو نہیں ہے حالانکہ آگے لفظ آن جہان میں اس دریائے فیض کو بھی جزو عالم کہا ہے اور وہ بیان دریائے حسی کی حقارت اور دریائے فیض الٰہی کی عظمت کا یہ ہے کہ) اس عالم (حسی) کا اس عالم (غیبی) کے ساتھ جب (ذکر میں) اقتران ہوتا ہے تو یہ عالم شرم کے سبب بھاگ جاتا (مراد یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

روپوش ہو جاتا ہے علاقہ ظاہر ہے کہ روپوشی کے لئے فرار عادۃً لازم ہے یہ سب کنایات ہیں حقارت سے (یعنی یہ عالم اس عالم کے روبرو حقیر و ذلیل ہے پھر جب اس عالم حقیر کے دریائے حقیر سے اتصال حاصل ہو جانے سے اس ملکہ کا پانی منقطع نہیں ہوتا تو اس عالم عظیم کے دریائے عظیم سے اتصال ہو جانے سے اس مورد فیض کا علم و افادہ کیسے منقطع ہو سکتا ہے یہی حاصل تھا شعر بالا ختم کہ از دریا دررا ہے شود الخ کا آگے اس شعر ختم کہ از دریا الخ سے اضراب و ترقی فرماتے ہیں کہ ہم نے جو اس مضمون کی تفہیم کے واسطے یہ مثال دی ہے سو) یہ عبارت (یعنی یہ مثال) بہت تنگ اور کم رتبہ (یعنی ناقص) ہے (یعنی مقصود محض تقریب الی الفہم ہے) ورنہ خس کو (یعنی دریائے حسی کو) اخص (یعنی فیض خاص حضرت باری تعالیٰ) سے کیا نسبت ہے (کہ اس کو من کل الوجوہ اس کے مماثل کہا جاوے صرف بعض اعتبارات سے تشبیہ دے دی ہے جس میں تھوڑی مناسبت بس ہے آگے پھر رجوع ہے مضمون سابق یعنی نوح نہ صد سال الخ اور ہر کسے راخدمتے الخ کی طرف جو کہ اس مقام میں اصل مقصود ہے۔ پس فرماتے ہیں)

زاغ در رز نعرۂ زاغاں زند	بلبل از آواز خوش کے کم کند
زاغ باغ انگور میں زاغوں کا سا نعرہ لگایا کرتا ہے	بلبل اپنی آواز خوش کو کب کم کر دیتی ہے
پس خریدارست ہر یک را خدا	در مزاد یفعل اللہ مایشا
پھر ہر ایک کا خریدار الگ الگ ہوتا ہے	یفعل اللہ مایشاء کے بازار میں
نقل خارستاں غذای آتش ست	بوی گل قوت دماغ سرخوش ست
خارستان جو بمنزلہ نقل کے ہے آتش کی غذا ہے	بوئے گل و دماغ لطیف کی غذا ہے
گر پلیدی پیش مار سوا بود	خوک و سگ را شکر و حلوا بود
اگر گندگی ہمارے نزدیک رسوا ہے	خوک و سگ کے لئے وہی شکر اور حلوا ہے
گر پلیداں ایں پلیدیہا کنند	آبہا بر پاک کردن می تنند
اگر پلید لوگ ایسی پلیدیاں کرتے رہتے ہیں	تو پانی کے افراد پاک کرنے پر مستعد رہتے ہیں
در جہانے پرشود از خار و خس	آتشے محوش کند در یک نفس
اور اگر ایک جہان خار و خس سے پر ہو جاوے	تو ایک آتش اس کو ایک دم میں فنا کر دے
گرچہ ماراں زہر افشاں میکنند	ورچہ تلخاں ماں پریشاں می کنند
اگرچہ سانپ زہر افشانی کرتے رہتے ہیں	اور اگرچہ تلخ اخلاق لوگ ہم کو پریشان کرتے رہتے ہیں
نحلہا برکوہ و کندو و شجر	می نہند از شہد انبار شکر
مگس شہد بھی پہاڑ اور غلہ کی کوٹھی اور درخت پر	شیرینی کے انبار شہد سے جمع کرتی رہتی ہیں
زہر ہا ہر چند زہری می کنند	زود تریاقتٔ شاں برمی کنند
سمیات اگرچہ سمیت کا اثر کرتی ہیں	تریاقات فی الفور ان کا قلع قمع کر دیتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

(رز انگور۔ مراد محل زیادت مراد بازار باعتبار آنکہ درو احیاناً وقت بیع من یزید میگویند۔ کند و بضم خم بزرگ کذا فی الغیاث۔ سرخوش پاکیزہ وخوب در ترکیب صفت دماغ است۔ ربط اشعار بالا کی شرح کے اخیر میں گزر چکا فرماتے ہیں کہ) زاغ باغ انگور میں زاغوں کا سا نعرہ لگایا کرتا ہے (مگر اس کی وجہ سے) بلبل اپنی آواز خوش کو کب کم کر دیتی ہے (اس سے بھی مقصود اسی مضمون سابق کی تمثیل ہے کہ اہل انکار کے انکار پر اہل تحقیق کو ترک تحقیق نہ کرنا چاہئے غرض دونوں اپنے کام میں لگے رہتے ہیں) پھر ہر ایک کا خریدار (طالب) الگ الگ ہوتا ہے یفعل الله مایشآء کے بازار میں (یعنی کوئی باطل کو قبول کرتا ہے کوئی تحقیق کو اور در مزاد یفعل الخ میں تنبیہ ہے اس کی علت کی طرف کہ مشیت الٰہیہ ہے جس میں صدہا حکمتیں بھی ہیں کہ ان کا اجمالاً اعتقاد کافی ہے تفصیل کی حاجت نہیں اور اس قول مزاد الخ کو اوپر کے مضمون ہر کسے را خدمتے دادہ کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ آگے پھر اسی مضمون پس خریدار است الخ کی تقویت مثالوں سے ہے کہ دیکھو خار اور گل دونوں متضاد ہیں جس کا مقتضا یہ ہے کہ اگر ایک مرغوب فیہ ہو تو دوسرا مطلقاً مرغوب عنہ ہوتا مگر اختلاف مناسبت سے جدا جدا طالبوں کے اعتبار سے دونوں مرغوب فیہ ہیں چنانچہ) خارستان جو (آتش کے اعتبار سے) بمنزلہ نقل کے ہے آتش کی غذا ہے (یعنی آتش کے مناسب ہے اور اسی مناسبت کے سبب عادۃً زیادہ اسی کام میں لائی جاتی ہے اور) بوئے گل دماغ لطیف کی غذا ہے (وہ اس کا طالب ہے اسی طرح) اگر گندگی ہمارے نزدیک رسوا (اور ذلیل) ہے کیونکہ ہمارے مناسب نہیں لیکن) خوک وسگ کے لئے وہی شکر اور حلوا ہے (چونکہ ان کو مناسبت ہے پس اسی طرح کوئی انکار کو پسند کرتا ہے کوئی تحقیق کا طالب ہے۔ پس کسی کے انکار پر تحقیق کو کیوں ترک کیا جاوے چنانچہ اوپر بھی اس کی مثالیں گزریں نوح نہصد الخ اور خود قریب بھی ایک مثال مذکور ہوئی زاغ الخ اور آگے اور بھی اسی کی مثال ہے کہ) اگر پلید لوگ (مراد منکرین حق ایسی پلیدیاں کرتے رہتے ہیں تو پانی کے افراد (مراد مظہرین حق) پاک کرنے پر مستعد رہتے ہیں (یعنی ان کے آثار اضلال کو زائل کرتے رہتے ہیں آگے اور اسی کی مثال ہے یعنی) اور اگر ایک جہان (یعنی بڑا حصہ زمین کا) خاروخس سے پر ہو جاوے تو ایک آتش اس کو ایک دم میں فنا کر دے (اور بھی اسی کی مثال ہے کہ) اگرچہ سانپ زہر افشانی کرتے رہتے ہیں اور (اسی طرح) اگرچہ تلخ اخلاق لوگ ہم کو پریشان کرتے رہتے ہیں (لیکن اسی کے ساتھ) مگس شہد بھی پہاڑ اور غلہ کی کوٹھی اور درخت پر شیرینی کے انبار شہد سے جمع کرتی رہتی ہے (تو ہم کو بھی کسی کے پریشان کرنے سے متاثر نہ ہونا چاہئے ہم اپنے علوم سے طالبوں کو مستفید کرتے رہیں۔ آگے بھی اسی کی مثال ہے کہ) سمیات ہر چند کہ سمیت کا اثر کرتی ہیں (مگر) تریاقات فی الفوران کا قلع قمع کر دیتے ہیں (ان سب مثالوں کا ایک حاصل ہے جو اوپر چند بار گزر چکا۔

ایں جہاں جنگ ست کل چوں بنگری	ذرہ با ذرہ چوں دیں با کافری
یہ عالم کل کا کل سرتا پا جنگ ہے	ہر ذرہ ہر ذرہ کے ساتھ ایسا مختلف ہے جیسا دین حق کفر کے ساتھ
آں یکے ذرہ ہمی پرد بچپ	واں دگر سوئے یمیں اندر طلب
ایک ذرہ بائیں کو جا رہا ہے	اور دوسرا طلب میں داہنے کو جا رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ذرهٔ بالا و آں دیگر نگوں	جنگ فعلی شاں ببیں اندر رکوں
ایک ذرہ اوپر کو اور دوسرا نیچے کو	ان کے جنگ فعلی کو دیکھو میلان میں

(اوپر مقصود اس کا مشورہ تھا کہ اہل باطل کے اظہار باطل پر اہل حق کو اظہار حق کا زیادہ اہتمام چاہئے اور اس کو متعدد امثلہ سے مؤید فرمایا تھا اور اس میں ضمناً کائنات عالم کا آثار میں مختلف ہونا بھی مذکور ومفہوم ہوا تھا اب اسی مضمون ضمنی کو مقصوداً بیان کرتے ہیں کہ) یہ عالم (یعنی عالم امکان یا عالم دنیا) کل کا کل سرتاپا جنگ (و اختلاف) ہے ہر ذرہ ہر ذرہ کے ساتھ ایسا مختلف ہے جیسا دین حق کفر کے ساتھ (مختلف ہے یعنی ہر چیز کے خواص مختلف ہیں چنانچہ) ایک ذرہ (مثلاً بائیں کو جارہا ہے اور دوسرا (اپنی غایت کونیہ کی) طلب میں داہنے کو (یعنی اول ذرہ کے مقابل جانب کو) جارہا ہے (اسی طرح) ایک ذرہ (مثلاً) اوپر کو اور دوسرا نیچے کو (مائل ہے) ان کی (اس) جنگ فعلی (یعنی اختلاف فی الخواص والافعال) کو دیکھو (جس کا ظہور ان ذرات کے) میلان میں (ہورہا ہے یعنی چونکہ ہر ذرہ اپنے مقتضائے طبعی کی طرف مائل ہے اس میلان میں اس اختلاف کا ظہور ہورہا ہے۔

فائدہ:۔ ایں جہاں سے مراد اگر خاص یہی عالم دنیا وشہادت مراد ہے تب تو تخصیص باقتضائے مقام ہے نفی کرنا اختلاف کا عالم آخرت وملکوت سے مقصود نہیں اور اگر مراد عالم امکان ہے تو عموم حکم کا خود مدلول الفاظ ہی کا ہے۔

فائدہ:۔ مقصود ان اشعار سے مع ایک شعر مابعد کے بیان کرنا ہے اس کا کہ یہ اختلاف بھی قرین حکمت ہونے سے مقتضائے مشیت ہے اس لئے اس کے مقدر ہونے پر اعتراض نہ کیا جاوے۔ جس کا اس کے ذکر زم فی السابق سے ایہام ہوتا تھا۔ پس ان اشعار میں بطور تمہید کے نفس اختلاف کا بیان کیا اگلے شعر میں اس کے مقتضی وعلت کا بیان ہے۔

جنگ فعلی ہست از جنگ نہاں	زیں تخالف آں تخالف را بداں
یہ جنگ فعلی بسبب جنگ نہان کے ہے	اس اختلاف سے اس اختلاف کو جان لو

(ربط اوپر مذکور ہوا ہے کہ اختلاف مذکور بالا کے مقتضی یعنی علت کو بیان فرماتے ہیں یعنی) یہ جنگ فعلی (بمعنی اختلاف اجزائے عالم فی الافعال والخواص جو اوپر مذکور تھی) بسبب جنگ نہان کے ہے (مراد اس سے تقابل اسماء وصفات کا ہے۔ جنگ بمعنی اختلاف اس کو مجازاً کہہ دیا اور نہاں ہونا اس کا ظاہر ہے یعنی چونکہ اسماء و صفات متقابل ہیں جیسے قابض وباسط ومحی وممیت ومنعم ومنتقم وضار ونافع ومثل ذٰلک اور ہر ایک مقتضی ہے ظہور کو اس لئے مظاہر باہم متخالف ہوگئے۔ پس اس میں بیان ہوگیا حکمت اختلاف کا بھی کہ وہ ظہور ہے اسماء کا جس کا اشارہ احقر نے اوپر کے فائدہ کے اخیر میں کیا ہے یہ تو حاصل ہے مصرعہ اولیٰ کا جس میں دلیل لمی اس اختلاف فعلی کی مذکور ہوئی کہ وہ تقابل اسماء ہے آگے دوسرے مصرعہ میں دلیل انی اسی تقابل کی مذکور ہے کہ وہ اختلاف فعلی ہے پس فرماتے ہیں کہ) اس اختلاف (فعلی) سے اس اختلاف (یعنی تقابل اسماء) کو جان لو (یعنی اختلاف اسماء علت ہے اختلاف فعلی کی اور اختلاف فعلی علامت ہے اختلاف اسماء کی)

ذرهٔ کاں محو شد در آفتاب	جنگ او بیروں شد از وصف حساب
جو ذرہ کہ آفتاب میں محو ہوگیا ہو	اس کی جنگ وصف حساب سے خارج ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں ز ذرہ محو شد نفس و نفس	جنبش اکنوں جنگ خورشید ست و بس
جب ذرہ سے حقیقت اور سانس محو ہو گئے	تو بس اس کی جنگ اس حالت میں خورشید کی جنگ ہے
رفت ازوے جنبش طبع و سکون	از چہ از انا الیہ راجعون
اس سے طبیعت کی حرکت اور سکون زائل ہو گئیں	اور یہ کس سبب سے ہوا؟ انا الیہ راجعون کے سبب سے ہوا
ما بہ بحر نور خود راجع شدیم	وز رضاع اصل مسترضع شدیم
ہم بحر نور کی طرف خود راجع ہو گئے	اور رضاع اصل سے ہم شیر پینے والے ہو گئے
در فروع راہ اے ماندہ زغول	لاف کم زن از اصول اے بے اصول
اے وہ شخص جو غول سے مغلوب ہو کر فروع راہ میں ہے	تو اے بے اصول اصول کا دعویٰ مت کر
جنگ ما و صلح ما در نور عین	نیست از ما ہست بین الاصبعین
ہماری جنگ و صلح نور عین میں ہماری طرف سے	نہیں بلکہ بین اصبعین (یعنی من الحق) ہے

(اوپر اختلاف طبعی کا ذکر تھا جس میں بعض افراد مذموم بھی ہیں آگے تنبیہ ہے کہ اس حکم کو مطرد سمجھ کر ہر اختلاف کو طبعی و مذموم نہ سمجھنا چاہئے کیونکہ اہل اللہ کی حرکات و سکنات اختیاریہ تابع طبیعت نہیں ہیں بلکہ تابع شریعت و رضائے حق کے ہیں تو ان کو پابندان طبائع پر قیاس نہ کیا جائے اسی کو فرماتے ہیں کہ) جو ذرہ (یعنی ممکن) کہ آفتاب (یعنی واجب) میں محو (اور فنا) ہو گیا ہو (یعنی اس کو مقام فنا فی اللہ میسر ہوا ہو) اس کی جنگ (یعنی اگر وہ کسی سے اختلاف کرے) وہ (اختلاف) وصف حساب سے (یعنی جس اختلاف کا اوپر شمار ہو رہا ہے اس شمار اور فہرست کے وصف یعنی بیان سے وہ) خارج ہے (یعنی وہ طبعی اور نفسانی نہیں بلکہ بحق ہے اسی کی آگے تفصیل ہے کہ) جب ذرہ (یعنی ممکن) سے حقیقت (یعنی ذات) اور سانس (یعنی صفات) محو (اور فنا) ہو گئے تو بس اس کی جنگ اس حالت میں خورشید (یعنی واجب) کی جنگ ہے (یعنی اس کا اختلاف اسی شخص کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ حق تعالیٰ کی بھی مخالفت ہو کیونکہ اس کا اختلاف للحق ہے۔ پس گویا اختلاف الحق ہے اور) اس (فانی فی اللہ) سے طبیعت کی حرکت اور سکون (دونوں) زائل ہو گئیں اور (آگے سوال ہے کہ) یہ کس سبب سے ہوا (پھر خود جواب دیتے ہیں کہ) انا الیہ راجعون کے سبب سے ہوا (یعنی چونکہ وہ بسبب فنا فی اللہ کے نفس سے حق کی طرف راجع ہو گیا اس لئے اس کی حرکات و سکنات نفسانی نہیں ہوں گی بلکہ حقانی ہوں گی یہ معنی ہیں۔ انا الیہ راجعون کے جو مرادف ہے انی ذاهب الی ربی کا پس یہاں اس جملہ سے مراد اشارہ آیۂ قرآنی کی طرف نہیں کہ یقیناً وہاں یہ مراد نہیں بلکہ محض اقتباس لفظی ہے اور معنی دوسرے ہیں آگے بطور تفسیر انا الیہ راجعون کے فرماتے ہیں کہ) ہم (مراد عارفین فانین فی اللہ) بحر نور کی طرف خود راجع ہو گئے (خود بمعنی تحقیق اور رضاع اصل سے ہم شیر پینے والے ہو گئے (بحر نور اور اصل سے مراد ذات حق مراد راجع و مسترضع سے متوجہ و مستفیض آگے ایک ایہام کا رفع ہے یعنی تقریر مذکور سے احتمال تھا کہ کوئی صاحب زیغ اپنے معاصی میں استدلال

besturdubooks.wordpress.com

کرتا کہ ہماری یہ حرکات بھی واجب کی طرف مستند ہیں پس یہ بھی محمود ہیں جواب دیتے ہیں کہ) اے وہ شخص جو غول (شیطان) سے مغلوب ہوکر (ابھی) فروع راہ میں (پڑا) ہے (مراد فروع سے عالم امکان یعنی ابھی تعلق بالممکنات ہی میں پھنسا ہوا ہے) تو اے بے اصول (یعنی واجب کی ذات وصفات کی تعلق ومعرفت سے بعید) اصول (سے مستند ہونے) کا دعویٰ مت کر (یعنی جس استناد کا ذکر ہو رہا ہے وہ مخصوص ہے افعال مرضیہ کے ساتھ اور معاصی سے اس کا تعلق نہیں کیونکہ مراد استناد الی الامر التکوینی نہیں بلکہ الی الامر التشریعی ہے البتہ) ہماری (یعنی عارفین کی) جنگ وصلح نور عین (یعنی ادراک چشم بصیرت) میں ہماری طرف سے (یعنی نفسانی) نہیں بلکہ بین الاصبعین (یعنی من الحق) ہے (یہاں بھی اس حدیث کا مفہوم مراد نہیں کیونکہ وہ تکوین کے باب میں ہے بلکہ اس سے اقتباس لفظی ہے اور معنی دوسرے ہیں یعنی تابع احکام تشریعیہ حق)۔

جنگ طبعی جنگ فعلی جنگ قول	درمیان جزوہا حربیست ہول
یہ جو اجزائے عالم میں جنگ طبعی اور جنگ فعلی اور جنگ قولی	واقع ہے یہ ایک بڑی ہاہول حرب ہے
ایں جہاں زیں جنگ قائم می بود	در عناصر در نگر تا حل شود
یہ عالم اس اختلاف ہی سے قائم ہے	تم عناصر میں غور کرلو تاکہ یہ بات حل ہو جاوے
چار عنصر چار استون قوی ست	کہ برایشاں سقف دنیا مستوی ست
یہ چار عنصر چار قوی ستون ہیں	کہ ان پر سقف دنیا قائم ہے
ہر ستونے اشکنندہ آں دگر	استن آب اشکنندہ آں شرر
ہر ستون دوسرے کا شکستہ کرنے والا ہے	ستون آب شکستہ کرنے والا شرر کا ہے
پس بنائے خلق براضداد بود	لا جرم جنگی شدند از ضر و سود
پس اس خلق کی بنا اضداد پر ہوئی	اس لئے باہم متخالف ہو گئے ضرر اور نفع کے اعتبار سے
ہست احوالت خلاف ہمدگر	ہر یکے باہم مخالف در اثر
تمہارے احوال خود ایک دوسرے کے خلاف ہیں	ہر حال اثر میں دوسرے حال کا مخالف ہے
چونکہ ہر دم راہ خود را می زنی	با دگر کس سازگاری چوں کنی
جب تم ہر وقت اپنی ہی رہزنی کررہے ہو	تو دوسرے شخص کے ساتھ کیا موافقت کروگے
فوج لشکر ہائے احوالت ببیں	ہر یکے با دیگرے در جنگ وکیں
اپنے لشکر احوال کے افواج کو دیکھ لو	کہ ایک حالت دوسری حالت کے ساتھ جنگ وکین میں ہے

(اول بعض اختلافات مذمومہ اختیاریہ کا مع امثلہ کے اور اس سے متاثر نہ ہونے کا مشورہ ان اشعار میں بیان فرمایا تھا نوح نہصد سال الخ ثانیاً اس کے بعد بعض اختلافات تکوینیہ غیر اختیاریہ کا ان اشعار میں ذکر کیا تھا۔ ایں جہاں جنگ ست کل الخ تا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس اختلاف تکوینی غیر اختیاری کے ساتھ اس کی ایک حکمت اس شعر میں بیان فرمائی تھی جنگ فعلی ہست الخ اور اس میں بھی ایک اختلاف کا کہ قدیم اور ورائے اختلاف عالم ہے ذکر ہے یعنی تقابل اسماء وصفات۔ رابعاً اس کے بعد بعض اختلافات محمودہ اختیاریہ کا بیان فرمایا۔ ان اشعار میں ذرہ کان محو شد الخ اب خامساً ان اشعار میں مضمون ثانی یعنی بعض اختلافات تکوینیہ غیر اختیاریہ کی طرف کہ اختلاف عناصر وعنصریات ہے اور مضمون ثالث یعنی حکمت اختلاف تکوینی غیر اختیاری کی طرف عود ہے۔ دوسرے طریق سے پس فرماتے ہیں کہ یہ جو اجزائے عالم میں جنگ طبعی (یعنی آثار وطبائع کا اختلاف) اور جنگ فعلی (یعنی افعال و خواص کا اختلاف) اور جنگ قولی (کہ ایک کا قول دوسرے کے مخالف ہے اور یہ خاص ہے ذوی العقول کے ساتھ غرض یہ ہر قسم کا اختلاف) واقع ہے یہ ایک بڑی با ہول (وہیبت) حرب ہے (یعنی اختلاف عظیم ہے اشارہ اس طرف ہے کہ بوجہ عظیم ہونے کے قابل غور ہے کیونکہ اتنے عظیم امر میں حکمت بھی عظیم ہوگی۔ اس کو غور کرنا چاہئے آگے ایک حکمت کا بیان ہے۔ علاوہ حکمت مذکورہ فیما قبل کے جو اس شعر میں گزر چکی ہے جنگ فعلی ہست از جنگ نہان الخ پس یہاں دوسری حکمت مذکور ہے اسی لئے میں نے تمہید میں کہا ہے کہ عود ہے دوسرے طریق سے گو اس کا مرجع بھی حکمت سابقہ ہے۔ کما سیاتی اور اس دوسری حکمت مذکورہ فیما بعد کا مطلق اختلاف سے تعلق نہیں جیسا کہ حکمت سابقہ کا تھا۔ بلکہ صرف اختلاف تکوینی غیر اختیاری کے بھی بعض افراد سے یعنی اختلاف عناصر وعنصریات سے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) یہ عالم (عناصر وعنصریات) اس اختلاف ہی سے قائم ہے تم عناصر (و عنصریات کی حالت) میں غور کرلو تا کہ یہ بات (کہ ایں جہاں زین جنگ قائم می بود) حل ہو جاوے (یعنی معلوم ہو جائے اور حل ہونے سے اس لئے تعبیر کیا کہ یہ دعویٰ خلاف ظاہر ہونے کے سبب مشکل معلوم ہوتا ہے اس لئے اس کا معلوم ہونا حل ہونا ہے اور خلاف ظاہر اس لئے ہے کہ جنگ تو ظاہراً سبب تفانی کا ہے نہ کہ بقا وقیام کا اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر عناصر میں اختلاف و تضاد نہ ہوتا تو اس عالم کو بقا نہ ہوتا بلکہ اس وقت تو یہ اقرب الی البقا ہوتا کہ کوئی ضد کسی کو فنا نہ کرتی بلکہ یہ مطلب ہے کہ یہ عالم جس ہیئت پر اب قائم ہے کہ اس میں بکثرت تغیر وتبدل واستحالہ وانقلاب ہے یہ موقوف اسی اختلاف امزجہ عناصر پر ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو اس ہیئت پر اس کا قیام نہ ہوتا۔ رہا یہ شبہ کہ اس صورت میں اس سے بھی اقویٰ قیام ہوتا تو اور بھی احسن تھا۔ پھر بقاء علیٰ ہذہ الہیئۃ میں زیادہ مطلوبیہ کی کیا بات ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس ہیئت خاصہ سے جن اسماء کا ظہور ہوتا ہے وہ ظہور نہ ہوتا اور اصل حکمت یہی ظہور ہے اور چند سطر اوپر جو میں نے سیاتی میں وعدہ کیا ہے وہ یہی مضمون ہے۔ آگے تفصیل وتوضیح ہے مضمون بالا ایں جہان الخ کی یعنی) یہ چار عنصر (اس عالم دنیا کے) چار قوی ستون ہیں کہ ان پر سقف دنیا قائم ہے (اور) ہر ستون دوسرے کا شکستہ کرنے والا ہے (چنانچہ) ستون آب شکستہ کرنے والا شرر (وآتش) کا ہے (وعلیٰ ہذا آگے بعد اختلاف عناصر کے اختلاف عنصریات کا بطور تفریع کے ذکر ہے کہ جب عناصر اصل ہے عنصریات کی اور عناصر باہم اضداد ہیں اور ہر شے کی بنا اپنی اصل پر ہوتی ہے) پس اس خلق (یعنی سکان دنیا) کی بنا اضداد پر ہوئی (ابھی مذکور ہوا کہ ان کی بنا عناصر پر ہے جو باہم اضداد ہیں اس لئے (تکوینا) باہم متخالف ہو گئے ضرر اور نفع کے اعتبار سے (کہ اگر ایک کسی چیز کے لئے نافع ہے تو دوسرا اس کے لئے مضر ہے چنانچہ شب و روز مشاہد ہے آگے ترقی کر کے فرماتے ہیں کہ عنصریات میں یکے بادگر تو اختلاف ہے ہی اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ خود ایک عنصری کو اپنے ہی ساتھ اختلاف ہے چنانچہ دیکھو کہ) تمہارے احوال خود ایک دوسرے کے خلاف ہیں (یعنی) ہر حال اثر میں دوسرے حال کا مخالف ہے (چنانچہ) کسی وقت غصہ ہے کسی وقت رضا کسی وقت طمع ہے کسی وقت غنا کسی وقت بخل ہے کسی وقت سخا کسی وقت خلوص ہے کسی وقت ریا کسی وقت بے باکی ہے کسی وقت حیا وعلیٰ ہذا آگے اس اختلاف احوال سے کہ اختلاف ایک عنصری کا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اپنی ذات کے ساتھ عنصریات متعددہ کے باہم گراختلاف کی تقویت فرماتے ہیں جس کا اس کے اوپر بیان تھا یعنی) جب تم ہر وقت اپنی ہی رہزنی (یعنی مخالفت) کر رہے ہو تو دوسرے شخص کے ساتھ کیا موافقت کرو گے (یعنی دوسروں کے ساتھ تو زیادہ اختلاف ہوگا چنانچہ اس معنی کے سمجھنے کے لئے مکرر) اپنے لشکر احوال کے افواج کو دیکھ لو کہ ایک حالت دوسری حالت کے ساتھ جنگ و کین میں (مشغول) ہے۔ ف اختلاف احوال کا گو ذکر یہاں تبعا ہے چنانچہ تقریر شرح سے معلوم ہوا لیکن اس میں مضمون اول یعنی اختلاف مذموم اختیاری کی ایک اور قسم بھی مذکور ہو گئی کیونکہ احوال مذمومہ جو مقام ہذا میں مقصود بالبیان ہیں احوال محمودہ کے ساتھ مختلف ہیں اور مذموم اور اختیاری ہیں اور مقام پر مقصود بالبیان ہونا اس قرینہ سے ثابت ہے کہ اسی پر آگے بحث کی ہے کہ تا مگرزیں جنگ حقت واخرد۔ اور ظاہر ہے کہ مقصود نجات عن الذمائم ہی ہے نہ کہ عن المحامد۔

می نگر در خود چنیں جنگ گراں	پس چہ مشغولی بجنگ دیگراں
اپنے اندر ایسی جنگ عظیم کو دیکھا کرو	پس تم دوسروں کے ساتھ جنگ کرنے میں کیا مشغول ہو رہے ہو
تا مگر زیں جنگ حقت واخرد	در جہان صلح یک رنگت برد
تاکہ شاید حق تعالیٰ تم کو اس جنگ سے نجات دے دے	تم کو صلح کے عالم یک رنگ میں پہنچا دے
آں جہاں جز باقی و آباد نیست	زانکہ آں ترکیب از اضداد نیست
وہ عالم بجز باقی و آباد کے اور کچھ نہیں	وجہ یہ کہ وہ ترکیب اضداد سے نہیں
ایں تفانی از ضد آید ضدرا	چوں نباشد ضد نبود جز بقا
یہ فنائی ایک ضد سے دوسری ضد کو ہوتی ہے	جب ضد نہیں تو بجز بقا کے اور کچھ بھی نہ ہوگا
نفی ضد کرد از بہشت آں بے نظیر	کہ نباشد شمس و ضدش زمہریر
خدائے بے نظیر نے بہشت سے ضد کی نفی اس طرح فرمائی ہے کہ	نہ شمس ہے اور نہ اس کی ضد زمہریر ہے

(می نگر الخ میں انتقال ہے ایک مضمون ارشادی کی طرف یعنی اوپر تم کو معلوم ہو گیا کہ خود تمہارے اندر ہی تمہارے احوال میں ایک جنگ عظیم برپا ہے۔ پس تم اس سے ایک نصیحت پکڑو وہ یہ کہ) اپنے اندر ایسی جنگ عظیم کو دیکھا کرو (اور سمجھو کہ جب تمہارے اندر یہ جنگ عظیم برپا ہے) پس تم دوسروں کے ساتھ جنگ کرنے میں کیا مشغول ہو رہے ہو (یعنی دوسروں سے رنج و عداوت چھوڑ کر اپنے تزاحم احوال کو دیکھ کر احوال مذمومہ کی اصلاح کرو) تاکہ شاید حق تعالیٰ تم کو اس جنگ (یعنی تزاحم احوال) سے نجات دے دے (اس طرح سے کہ احوال مذمومہ زائل فرما دے پھر ان کو احوال محمودہ کے ساتھ تزاحم نہ رہے۔ وجہ تلازم ظاہر ہے کہ جو شخص اپنی اصلاح کی کوشش کرتا ہے حق تعالیٰ اس کی اصلاح فرماتے ہیں اور بعد زوال اس تزاحم کے حق تعالیٰ) تم کو صلح کے عالم یک رنگ میں پہنچا دے (مراد عالم غیب ہے جس میں فیوض و برکات اور اعمال کے ثمرات مع ارواح وغیرہا سب داخل ہیں اس کو عالم صلح یک رنگ کہنے کی وجہ اگلے شعر کی شرح میں آتی ہے اور مراد اس عالم میں پہنچانے سے اس سے تعلق ہو جانا ہے جس سے فیوض و برکات فی الحال وارد ہونے لگیں اور ثمرات کا فی المآل استحقاق ہو جائے اور ان فیوض و ثمرات کا ترتب اصلاح احوال مذمومہ پر جس کا اوپر مشورہ دیا ہے ظاہر ہے۔ آگے عالم غیب کو عالم صلح یک رنگ کہنے کی وجہ فرماتے ہیں کہ) وہ عالم بجز

www.besturdubooks.wordpress.com

باقی وآباد کے اور کچھ نہیں (یعنی ویران وفانی نہیں) وجہ یہ کہ (اس عالم میں جو ترکیب ہے) وہ ترکیب اضداد سے نہیں (یہ مراد نہیں کہ اس کے موجودات میں تضاد وتبائن فی الصدق بھی نہیں کیونکہ اجزائے خارجیہ میں اس کا ہونا لازم ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تبائن فی التحقق نہیں بلکہ تحقق میں وہ مجتمع رہتے ہیں بخلاف عالم دنیا کے کہ اس کے اجزا اکثر مجتمع نہیں ہو سکتے۔ جیسے آگ اور پانی مثلاً کہ ہر ایک دوسرے کو فنا کرنا چاہتا ہے یہ بات عالم غیب میں نہیں مثلاً فیوض الٰہیہ کہ ایک فیض دوسرے تمام فیوض کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے۔ گو بظاہر ان میں تقابل بھی معلوم ہو جیسے خوف ورجا وانس وہیبت کہ محل میں دونوں معاً متحقق ہوتے ہیں کمالا یخفی علیٰ صاحب المواجید اسی طرح ثمرات اعمال مثلاً نعمائے جنت کہ ہر نعمت دوسری تمام نعم کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے تو اس عالم کی ان اجزا سے ترکیب بھی ہے اور ان اجزا میں تبائن فی الصدق بھی ہے۔ مگر تبائن فی التحقق نہیں۔ اسی لئے عالم صلح یک رنگ کہا کہ تضاد بالمعنی المذکور اس میں نہیں اور اس تقریر سے اس کا عالم صلح ہونا تو اظہر ہو گیا باقی عالم یک رنگ کی توجیہ یہ ہے کہ رنگ بمعنی طرز وروش بھی آتا ہے کذا فی الغیاث عدم تضاد کے لئے ہم روشن ہونا لازم ہے۔ آگے بھی اس عدم تضاد کو فرماتے ہیں کہ) یہ تفانی (یعنی ایک سے دوسرا فنا ہو جاوے) ایک ضد سے دوسری ضد کو ہوتی ہے جب (وہاں اس معنی کر) ضد نہیں تو بجز بقا کے اور کچھ نہ ہوگا (یہ لزوم عقلی نہیں اس لئے کہ عقلاً ممکن ہے کہ باوجود اس تضاد نہ ہونے کے سب اجزاء علت فنا سے فنا ہو جاویں کیونکہ وہ اجزا واجب تو ہیں ہی نہیں بلکہ ایک قسم کا لزوم عادی ہے کہ جو طریق فنا کا عناصر میں معتاد ہے کہ ایک سے دوسرا ازاحم کرتا ہے چونکہ یہ فنا یہاں نہیں ہے اس لئے اس کا مقابل جو بقا ہے وہ عادۃً گویا لازم ہو گیا۔ آگے تائید ہے اس عالم کے غیر مرکب من الاضداد ہونے کی یعنی) خدائے بے نظیر نے بہشت سے (کہ اس عالم کے کائنات سے ہے) ضد کی نفی اس طرح فرمائی ہے کہ (وہاں) نہ شمس کی (حرارت) ہے اور نہ اس کی ضد زمہریر (سردی) ہے اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ نفی تضاد موقوف ہے ضدین کی نفی پر کیونکہ اگر ایک ضد ہو اور دوسری نہ ہو تب بھی یہ حکم صادق ہے بلکہ ایک صورت اس نفی کی یہ بھی ہے کہ ضدین میں سے ایک بھی نہ ہو۔ خلاصہ یہ کہ قرآن مجید سے بھی اس کی تائید ہوئی کہ وہ عالم مرکب من الاضداد نہیں۔

فائدہ:۔ ان اشعار سے اوپر کے اشعار کی تمہید میں جو اقسام اختلاف کے بیان کئے گئے ہیں ان میں ایک قسم اختلاف اختلاف تکوینی غیر اختیاری ہے جس کی ایک قسم اختلاف مع التزاحم ہے جیسا عناصر وعنصریات میں جس کا اوپر کے اشعار میں ذکر ہے اور ایک قسم اختلاف بمعنی مطلق ترکیب وتغایر ہے۔ بلا تزاحم اشعار مقام میں اس کا ذکر ہے گو تبعاً ہے کیونکہ مقصود تو ترغیب ہے اس عالم سے تعلق حاصل ہونے کے اسباب کی کہ اصلاح احوال ہے اور یہ دونوں قسمیں اختلاف تکوینی کی بعنوان کلی اوپر اس شعر میں مذکور ہو چکی ہیں این جہاں کل ست الخ۔

ہست بے رنگی اصول رنگہا	صلح ہا باشد اصول جنگہا
بے رنگی رنگوں کی اصل ہے	صلحیں اصول ہیں جنگ کی
آں جہانست اصل ایں پُر غم وثاق	وصل باشد اصل ہر ہجر وفراق
وہ عالم اس وثاق پُر غم کی اصل ہے	وصل اصل ہے ہر ہجر و فراق کی
ایں تخالف از چہ آید وز کجا	وز چہ زاید وحدت ایں اضداد را
یہ تخالف کس چیز سے اور کہاں سے آتا ہے	اور یہ وحدت ان اضداد میں کہاں سے پیدا ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ ما فرعیم و چار اضداد اصل	خوی خود در فرع کرد ایجاد اصل
اس سبب سے ہے کہ ہم فرع ہیں اور چار اضداد اصل ہیں	اپنی خاصیت فرع میں اصل نے پیدا کر دی ہے
گوہر جاں چو ورای اصلہاست	خوی او ایں نیست خوی کبریاست
جوہر روح چونکہ ان اصول سے جداگانہ ہے	اس کی یہ خاصیت نہیں حضرت کبریا کا خلق ہے

(اوپر کے اشعار میں اجزائے عالم دنیا کا اختلاف وزوال قصداً اور عالم غیب کا ائتلاف وبقا گو وہ بھی اختلاف ہے مگر بمعنی تزاحم نہیں اس کا ذکر تبعاً فرمایا تھا۔ آگے اس عالم کا اصل اور قابل قصد ہونا اور اس عالم کا تابع اور غیر قابل التفات ہونا بیان فرماتے ہیں اور یہی مقصود تھا اوپر کے اشعار میں عالم غیب کے ذکر سے پس ارشاد ہے کہ وہ) بے رنگی (کا عالم اس عالم کے) رنگوں کی اصل ہے (اس کو بے رنگ باعتبار لطافت کے کہہ دیا کیونکہ اکثر لطیف چیز میں رنگ نہیں ہوتا اور گو وہاں کی بعض اشیاء میں رنگ بھی ہو مگر یہ کنایہ لطیف سے ہے اس عالم کی اشیاء سے تو وہاں کی اشیاء بہر حال الطف ہی ہیں اور اس کا قرینہ یہ بھی ہے کہ اوپر کے اس شعر تا گریزین جنگ الخ میں اس کو یک رنگ فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ بے رنگ کہنا مجازاً ہے۔ اور اس عالم کا اصل ہونا اس عالم کے لئے اپنے بعض اجزاء کے اعتبار سے ہے کیونکہ اس کے اجزا میں سے ارواح بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ ارواح متبوع ہیں اور اجسام تابع اور یہاں اصل اور فرع سے یہی مراد ہے دوسرے مصرعہ میں بھی مضمون دوسرے عنوان سے ہے کہ) تحسین اصول ہیں جنگ کی (صلح سے مراد محل صلح یعنی ارواح کہ ان میں تزاحم نہیں ہوتا گو دوسرے معنی کے اعتبار سے اختلاف ہو اور جنگ سے مراد محل جنگ یعنی ابدان دنیویہ کہ ان میں اسباب متعددہ تزاحم کے پائے جاتے ہیں آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) وہ عالم اس وثاق (یعنی خانہ) پرغم کی اصل ہے (جیسا ابھی بیان ہوا آگے دوسرے مصرعہ کا وہی حاصل ہے جو شعر بالا کے دوسرے مصرعہ کا تھا یعنی) وصل اصل ہے ہر ہجر وفراق کی (یعنی محل وصل بمعنی عدم المنافرۃ کی ارواح ہیں اصل ہیں ہر محل فراق بمعنی المنافرۃ کی کہ ابدان دنیویہ ہیں اوپر ارواح وابدان کو الفاظ کنایہ سے تعبیر کیا ہے۔ مثلاً صلح وجنگ ووصل وفصل آگے صریح الفاظ سے تعبیر کر کے حکم مذکور کو ثابت کرتے ہیں۔ پس بصورت سوال وجواب کہتے ہیں کہ یہ تخالف (جو ابدان میں اصلی اور مقتضا اس کے خواص کا ہے) کس چیز سے اور کہاں سے آتا ہے اور یہ وحدت (واتفاق جو) ان اضداد (یعنی ابدان) میں (عارضی طور پر چندے حاصل ہے یہ) کہاں سے پیدا ہوتی ہے (آگے جواب ہے کہ یہ تخالف مذکور تو) اس سبب سے ہے کہ ہم (عنصریات) فرع ہیں اور چار اضداد (یعنی عناصر) ہماری (یعنی ہمارے ابدان کی) اصل ہیں۔ (اس لئے اپنی خاصیت فرع میں اصل نے پیدا کر دی ہے (یہ اسناد مجازی ہے اور یہ اتفاق مذکور اس سبب سے ہے کہ) جوہر روح چونکہ ان اصول (مذکورہ یعنی عناصر متضادہ) سے (خاصیت میں) جداگانہ ہے (اس لئے) اس کی یہ خاصیت نہیں (کہ اس میں مادہ اختلاف کا ہو بلکہ اس میں) حضرت کبریا کا خلق ہے (اور اگر نسخہ فصلہا ہو تو اس سے بھی مراد عناصر ہیں بوجہ اسکے کہ ان کے خواص میں تفاصل وتضاد ہے یعنی جس طرح حق تعالیٰ کو کسی سے تزاحم نہیں اسی طرح روح کو کہ اس کا مظہر اتم ہے کسی سے تزاحم نہیں پس اس کا اثر من وجہ ابدان میں بھی آیا۔ اس لئے من وجہ ان میں ائتلاف بھی ہے باقی اصل مقتضا ان کا بوجہ ترکیب من الاضداد کے تضاد ہے پس جب باوجود اس کے کہ ابدان میں ایک مقتضی تضاد کا موجود ہے پھر بھی روح کے اثر سے ان میں ایک گونہ ائتلاف کی شان ہے تو خود روح میں یہ خاصیت کس درجہ کی ہوگی پس معلوم ہوا کہ تضاد وتخالف ہم میں عناصر سے آیا اور اتحاد روح سے اور روح اصل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور عناصر وابدان عنصریہ تابع پس وہ عالم اصل ہوا اور یہ عالم تابع اور یہی مطلوب تھا۔
فائدہ۔ ان اشعار کا مضمون اس شعر بالا کے متقارب ہے جنگ فعلی ہست الخ اس میں تقابل اسما کو سبب اختلافات کا کہا تھا یہاں ارواح کو سبب اور اصل مختلفات کا کہا پھر ارواح میں خوے کبریا ثابت کرنے سے لازم آ گیا کہ اصل متبوع بمنشا حضرت حق ہے باقی یہ کہ وہاں اسما کے لئے اختلاف اور یہاں ارواح کے لئے ائتلاف کا حکم کرنا یہ مختلف حیثیات سے ہے۔ اختلاف بمعنی تعدد دونوں جگہ ہے اور ائتلاف بمعنی عدم تزاحم بھی دونوں جگہ ہر جگہ کے مضمون کے مناسب عنوان اختیار کیا وہاں اختلاف کا سبب بتلانا تھا اور یہاں اختلاف مٹا کر عالم غیب کی طرف متوجہ کرنا۔

جنگہا بیں کاں اصول صلحہاست	چوں نبی کہ جنگ او بہر خداست
ایسی جنگوں کو دیکھو جو کہ صلحوں کے اصول ہیں	جیسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی جنگ خدا کے لئے تھی
طرفہ آں جنگے کہ رکن صلحہاست	شاد او کایں جنگ او بہر خداست
وہ جنگ عجیب ہے جو صلحوں کا رکن ہو	وہ شخص شاد ہے جس کی یہ جنگ خدا کے لئے ہے
غالب ست و چیر در ہر دو جہاں	شرح ایں غالب نگنجد در دہاں
یہ شخص دونوں جہان میں غالب ہے	اس غالب کی شرح وہاں سے نہیں ہو سکتی
آب جیحوں را اگر نتواں کشید	ہم ز قدر تشنگی نتواں برید
آب جیحوں کو اگر کوئی سب نہ کھینچ سکے	تو مقدار تشنگی سے تو قطع تعلق نہ کرے
گر شدی عطشان بحر معنوی	فرجہ کن در جزیرہ مثنوی
پس اگر تو بحر معنوی کا پیاسا ہے	تو جزیرۂ مثنوی میں سیر کر
فرجہ کن چندانکہ اندر ہر نفس	مثنوی را معنوی بینی و بس
اتنی سیر کرو کہ ہر ساعت میں	مثنوی کو تم بس معنوی دیکھنے لگو

(اوپر ارواح سے نفی تزاحم وتناع کی کی ہے اس سے شاید کسی کو شبہ ہو جائے کہ ہم تو ان حضرات کو بھی جن پر احکام ارواح کے غالب ہیں دیکھتے ہیں کہ دوسرے بعض لوگوں سے تنافر رکھتے ہیں۔ سو ہر چند کہ اس کا جواب بتحقیق مقام یہ ظاہر ہے کہ جس تزاحم کی یہاں نفی ہے وہ لازم نہیں آیا یعنی جس کا اوپر بیان ہوا کہ ایک کا وجود دوسرے کو دفع کرے جیسے آب وآتش لیکن سوال میں تنزلاً تزاحم کو عام مان کر جواب دیتے ہیں کہ ان جنگوں کو سرسری نظر سے نہ دیکھو جس سے شبہ پیدا ہو بلکہ ذرا غور کر کے) ایسی جنگوں کو دیکھو جو کہ صلحوں کے اصول ہیں (تو وہ صلح سے بھی افضل وانفع ہیں گو ظاہر میں جنگ ہیں) جیسے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ کی جنگ خدا کے لئے تھی (یعنی باذن ورضائے حق تھی اور حق تعالیٰ کے احکام مشتمل ہیں حکمت پر تو جس مقام پر جنگ کا حکم دیا وہاں جنگ انفع ہوگی اور صلح مضر ہوگی یہ دلیل ہے انفع ہونے کی اور اس انفع ہونے کا اثر یہ ہے کہ وہ اصل ہوگی صلح کی کیونکہ اہل فساد کی قوت گھٹے گی تو امن وامان ہوگا اور نیز خوف سے

www.besturdubooks.wordpress.com

بہت سے دواعی رذیلہ اپنے افعال سے معطل رہیں گے اس لئے بھی فساد نہ ہوگا اور مساکین سے بھی موافقت کے ساتھ رہیں گے اس طرح وہ اصل ہوئی صلح کی اور یہ گویا عود ہے طرف مضمون ان اشعار بالا کے ذرہ کان محو شد آفتاب الخ جن میں بیان ہے اختلاف محمود اختیاری کا۔ ان اشعار میں اس کو باعتبار حقیقت کے اختلاف مان لیا اور یہاں باعتبار اثر و حکم کے کہ سبب صلح کا ہے اس کو مثل ائتلاف قرار دیا آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) وہ جنگ عجیب ہے جو صلحوں کا رکن (اور منبع) ہو وہ شخص شاد ہے جس کی یہ جنگ خدا کے لئے ہے (اور) یہ شخص دونوں جہان میں غالب ہے (کما قال اللہ تعالیٰ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد چنانچہ آخرت میں تو ظاہر ہے کہ ظاہراً بھی غالب ہے کہ وہ مقبول و ناجی ہے اور مخالف اس کا مخذول و ناری ہے اور دنیا میں بھی اکثر تو ظاہراً بھی غالب ہوتا ہے جب کوئی عارض نہ ہو اور عروض عارض کے وقت گو ظاہراً غالب نہ ہو مگر باطنا غالب ہے یعنی چونکہ اس کو تعلق مع اللہ حاصل ہے اس لئے اس کے باطن میں قوت ایسی ہے کہ لایخشون احداً الا اللہ کما قیل

موحد چہ برپائے ریزی زرش   چہ فولاد ہندی نہی برسرش
امید و ہراسش نباشد ز کس   ہمیں ست بنیاد توحید و بس

اور یہی قوت قلب اصل ہے غلبہ کی گو ظہور اس کا بعد میں ہو اور اصل اس قوت کی معیت مع اللہ ہے۔ پس حقیقت غلبہ کی یہ معیت ہوئی اور چونکہ معیت امر حالی و ذوقی ہے۔ الفاظ اس کے تعبیر کے لئے کافی نہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ) اس غاب کی شرح دہان سے (یعنی الفاظ سے) نہیں ہو سکتی۔ (کما مر و جھہ ان اشعار میں جیسا اشارہ ہے مضمون اشعار ذرہ کان محو شد الخ کی طرف اسی طرح بالکل شروع کے اشعار کے مضمون کی طرف بھی اشارہ ہے۔ نوح نہصد سال الخ جہاں بیان کیا تھا کہ منکر کے انکار سے محق کو سکوت نہ چاہئے یہاں دوسرے عنوان سے یہ مضمون ہے کہ گو یہ اختلاف ہے مگر مذموم نہیں جیسا اہل باطل کا اختلاف مذموم ہے بلکہ یہ محمود ہے اور اتفاق مطلوب کی اصل ہے اس لئے بیان اسرار و حقائق سے باز رہنے کی کوئی وجہ نہیں اور یہی مضمون داعی تھا مثنوی دفتر ششم کے تحریر کا پس اس طرح یہ عود ہو گیا۔ مضمون ابتدائی کی طرف کہ مثنوی لکھنا چاہئے اوپر فرمایا تھا کہ معیت کا احاطہ بیان میں نہیں ہو سکتا۔ آگے فرماتے ہیں کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالکل ہی سکوت کیا جاوے کیونکہ) آب جیحوں کو اگر کوئی ... ب نہ کھینچ سکے تو مقدار تشنگی سے تو قطع تعلق نہ کرے پس اگر تو بحر معنوی کا پیاسا ہے تو جزیرۂ مثنوی میں سیر کر (کہ وہاں وہ بحر ملے گا جزیرہ سے مراد الفاظ اور بحر سے مراد معنی یعنی الفاظ کا مطالعہ اور اس میں تدبر کرو کہ مراد سیر سے یہی ہے کہ تم کو معانی منکشف ہوں گے اور اس جزیرہ کی) اتنی سیر کرو کہ ہر ساعت میں مثنوی کو تم بس معنوی دیکھنے لگو (یعنی اس کے الفاظ کی طرف التفات نہ رہے معانی ہی معانی مستحضر رہنے لگیں یہ بات غایت مراقبہ سے ہو سکتی ہے یعنی مثنوی میں اسرار معیت لکھتا ہوں تم خوب غور کرو اور یہی اسرار معیت مراد ہیں شروع دفتر ہذا کے اس شعر میں رازہائے گفتنی گفتہ شود۔ کیونکہ مثنوی میں جیسا کہ تدبر سے معلوم ہوتا ہے زیادہ مقصود بیان کرنا مباحث معیت الٰہیہ کا ہے۔ پس بحمد اللہ سلسلہ طویلہ کے بعد ان اشعار کا اتصال شروع دفتر کے مضمون سے ہو گیا اور آئندہ اشعار میں بھی مسوق لہ الکلام یہی بیان معیت ہے چنانچہ سرخی آئندہ مذکور عنقریب سوال سائل الخ کے سیاق و سباق میں اسی مضمون کی تصریح ہے اور دوسرے مضامین استطراداً مذکور ہیں۔

بادکہ راز آب جو چو واکند	آب یک رنگی خود پیدا کند
ہوا جب گھاس کو آب جو سے جدا کرتی ہے	پانی اپنی یک رنگی کو ظاہر کرتا ہے
شاخہای تازۂ مرجاں ببیں	میوہائے رستہ زاب جاں ببیں
مرجان کی تازہ شاخیں دیکھ لو	ایسے میوے بھی دیکھ لو جو آب جان سے پیدا ہوئے ہیں
چوں زحرف وصوت ودم یکتا شود	آں ہمہ بگزارد و دریا شود
جب حرف اور صوت اور کلام سے یکتا ہو جاوے	تو ان سب کو چھوڑ کر دریا رہ جاوے

(اوپر اس کا بیان تھا کہ مثنوی میں اور مقصود یہ ہے کہ کلام حق میں اتنا غور کرو کہ الفاظ کی طرف التفات نہ رہے اور معانی ہی معانی رہ جاویں ان اشعار میں اس کی مثال ہے کہ) ہوا جب گھاس کو (جو کہ پانی پر پھیلی ہوئی ہو آب جو سے جدا کرتی ہے (اس وقت) پانی اپنی یک رنگی (یعنی بساطت) کو ظاہر کرتا ہے) اور پانی کی بساطت اور گھاس کی ترکیب ظاہر ہے اسی طرح الفاظ مشابہ کاہ کے ہیں مرئی وساتر معانی ہونے میں اور مرکب ہونے میں اور معانی مشابہ پانی کے ہیں۔ مخفی ومستور ہونے میں اور بسیط ہونے میں بھی کیونکہ اول جو مضمون دفعۃً ذہن میں آتا ہے وہ امر وحدانی وبسیط ہوتا ہے پھر اس کو ذہن معانی متعددہ مفصلہ کی طرف محلل کر لیتا ہے اور یہ درجہ تفصیل کا گو مرکب ہوتا ہے مگر الفاظ کی نسبت اس میں بھی ایک گونہ بساطت ہوتی ہے چنانچہ غلام زید مرکب اضافی میں معنی کے درجہ میں تو صرف غلام مقصود ہے اور زید محض قید اور مقصود سے خارج ہے لیکن لفظ کے درجہ میں دونوں جزو اس مرکب میں مقصود ہیں اور قوت فکریہ بوجہ اس کے کہ الفاظ میں سے معانی کو ظاہر کرتی ہے مشابہ باد کے ہے بعد تقریر تشبیہ اجزا کے تمثیل مرکب کی تقریر ظاہر ہے۔ آگے ماقبل پر تفریع ہے کہ جب گھاس پانی پر سے ہٹ گئی تو) مرجان کی تازہ شاخیں دیکھ لو (جو پانی میں نظر آویں گی اور) ایسے میوے بھی دیکھ لو جو آب جان سے پیدا ہوئے ہیں (یعنی وہ میوے بھی پہلے پوشیدہ تھے اب نظر آویں گے۔ اور مراد شاخہائے مرجان اور میوہ سے انوار وآثار معانی کے ہیں جو ان معانی پر مرتب ہوتے ہیں اور ان کو راستہ از آب جان اس لئے کہا کہ یہ انوار معانی کے اولاً متکلم بکلام حق کی روح پر فائض ہوتے ہیں پس وہ روح مشابہ آب کے ہوئی جس سے میوے پیدا ہوتے ہیں۔ پس یہ تشبیہ مثل ترکیب لجین الماء کے ہے اسی طرح مثل میوہ کے پانی میں مرجان بھی پیدا ہوتا ہے۔ اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ سامع کو الفاظ سے معانی وعلوم کی طرف انتقال ہوگا اور معانی وعلوم میں خوض کرنے سے وہ احوال وثمرات حاصل ہوں گے جو کہ ان معانی سے اولاً متکلم کے قلب پر وارد ہوتے ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ احوال اکثر ثمرات ہیں مراقبات کے اور مراقبہ خوض ہوتا ہے کسی معنی اور مضمون میں آگے ماقبل پر دوسری تفریع اور تقویت تشبیہ ہے کہ جس طرح گھاس وغیرہ کے جدا ہونے سے پانی ہی پانی مع مافیہ رہ جاتا ہے اسی طرح یہ مثنوی اور اسی طرح ہر کلام حق) جب حرف اور صوت اور کلام سے یکتا (یعنی جدا) ہو جاوے تو ان سب کو چھوڑ کر (معانی کا) دریا رہ جاوے (تقریر اس کی اوپر گزر چکی۔ دم سے مراد کلام لینا اس محاورہ سے ماخوذ ہے۔ دم زدن سخن گفتن وکلام کردن)

www.besturdubooks.wordpress.com

حرف گوی و حرف نوش و حرفہا	ہر سہ جاں گردند اندر انتہا
متکلم اور سامع اور کلام	یہ تینوں اخیر میں روح ہی رہ جاویں گے
ناں دہندو ناں ستان و نان پاک	سادہ گردند از صور گردند خاک
روٹی دینے والا شخص اور روٹی لینے والا اور خود روٹی	صورت سے سادہ اور خاک ہو جاویں گے
لیک معنی شاں بود در سہ مقام	در مراتب ہم ممیز ہم مدام
لیکن ان کی روح تین مقام میں رہتی ہے	اپنے اپنے مراتب میں ایک دوسرے سے ممتاز بھی اور دائمی بھی
خاک شد صورت ولے معنی نشد	ہر کہ گوید شد تو گویش نے نشد
صورت تو خاک ہو گئی لیکن معنی نہیں ہوئے	جو کوئی کہے کہ خاک ہو گئے تو تم اس کو کہو کہ نہیں وہ نہیں ہوئے
در جہان روح ہر سہ منتظر	گہ ز صورت ہارب و گہ مستقر
عالم ارواح میں تینوں منتظر ہیں	کبھی صورت سے نفور اور کبھی مستقر
امر آید در صور رو در رود	باز ہم زامرش مجرد می شود
حکم آجاتا ہے کہ صورتوں میں جا تو اس کے اندر چلی جاتی ہے	پھر اسی کے حکم سے علیحدہ بھی ہو جاتی ہے
پس لہ الخلق ولہ الامرش بداں	خلق صورت امر جاں راکب براں
تو اس کا لہ الخلق والامر معلوم کر لو	خلق صورت امر روح جو اس پر راکب ہے
راکب و مرکوب در فرمان شاہ	جسم بر درگاہ و جاں در بارگاہ
راکب و مرکوب بادشاہ کے حکم میں ہیں	جسم تو درگاہ کے اوپر اور روح بارگاہ کے اندر
چونکہ خواہد کاب آید در سبو	شاہ گوید جیش جاں را کارکبوا
جب بادشاہ کو منظور ہوتا ہے کہ پانی گھڑے کے اندر آجاوے	تو وہ بادشاہ لشکر روح کو حکم دیتا ہے کہ سوار ہو جاؤ
باز جانہا را چو خواند بر علو	بانگ آید از نقیباں کانزلوا
پھر جب روح کو عالم علوی میں بلانا چاہتا ہے	تو نقیبان شاہی سے آواز آتی ہے کہ اتر آؤ
بعد ازیں باریک خواہد شد سخن	کم کن آتش ہیزمش افزوں مکن
اور اس کے بعد کلام دقیق ہو جاوے گا	تو آگ کو کم کردو اس کا سوختہ زیادہ مت کرو
تا نجوشد دیگہائے خرد زود	دیگ ادراکات خردست و فرود
تاکہ چھوٹی دیگیں جلدی سے ابل نہ پڑیں	ادراکات کی دیگ چھوٹی اور کم درجہ کی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

(جس مضمون کی اوپر مثال تھی ان اشعار میں بادکہ رالخ اسی کی طرف یہاں عود اور اس کی دوسری تمثیل ہے یعنی) متکلم اور سامع اور کلام یہ تینوں اخیر میں روح ہی (کے درجہ میں) رہ جاویں گے۔ (یعنی جب ان کے صورہ ابدان فنا ہو جاویں گے تو روح رہ جاوے گی اور متکلم وسامع کے لئے تو اس حکم کا ثبوت ظاہر ہے کہ وہ بدن اور روح رکھتے ہیں باقی کلام کے لئے اس کا ثبوت سو بواسطہ ہے کیونکہ کلام بوجہ قیام بالمادہ کے مادی ہے اور صفت بدن کی ہے اور معنی بوجہ قیام بالروح المجر د کے مجرد اور صفت روح کی ہے پس اس طرح ان میں بھی دو مرتبے نکلے۔ بدن کے فنا ہونے سے الفاظ فنا ہو جاویں گے اور معنی روح کے ساتھ باقی رہ جاویں گے۔ یہ تو عود ہوا آگے تمثیل ہے کہ جس طرح) روٹی دینے والا شخص اور روٹی لینے والا اور خود روٹی (اپنی اپنی) صورت (مادیہ) سے سادہ (اور خالی) اور خاک ہو جاویں گے۔ (روٹی کا خاک ہونا اس طرح ہے کہ کھائے جانے کے بعد کچھ فضلہ ہو کر دفع ہو جاتا ہے وہ بھی خاک ہو جاتا ہے اور کچھ جزو بدن بنتا ہے اور وہ بدن بھی خاک ہو جاتا ہے) لیکن ان (تینوں) کی روح تین مقام میں رہتی ہے اپنے اپنے مراتب میں ایک دوسرے سے ممتاز بھی اور دائمی بھی (نان دہندہ اور نان ستانندہ کی روح کا رہنا تو ظاہر ہے اور نان کی روح کا رہنا اس کشف کی بناء پر ہے کہ ہر شے میں اس کے مناسب روح اور شعور ہے جس سے وہ صانع کی معرفت اور تسبیح کرتی ہے۔ پس روٹی میں یا تو بنظر اس کی اصل کے کہ نبات ہے روح نباتی ہے یا بنظر خود اس کی حالت موجودہ کے روح جمادی ہے اور ان تینوں کو جو تین مقام میں کہا سو روح نان کا ارواح انسانیہ کے مقام میں نہ ہونا تو ظاہر ہے لیکن نان دہندہ و نان ستان کی کہ دونوں انسان ہیں روحوں کو جدا جدا مقام میں کہنا اس معنی کر ہے کہ دونوں کا تشخص علیحدہ ہے اور حیز بھی علیحدہ گو دونوں حیز ایک ہی عالم کے جزو ہوں اور جو مرتبہ روح میں تجرد کا ہے اس کے اعتبار سے مقام سے مراد ما بہ التعین ہوگا جیسا کہ مصرعہ ثانیہ میں متمیز فی المراتب کا مفہوم اس کو بھی شامل ہے اور دائمی کہنا ان ارواح کو بمعنی بقاء طویل ہے بمقابلہ ابدان کے گو وہ بھی ایک وقت میں فنا ہو جاویں۔ جیسا کل شیء ھالک سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے اگرچہ ایک ہی لمحہ کے لئے سہی آگے بھی شعر بالا ہی کا مضمون ہے کہ) صورت (ظاہری) تو خاک ہو گئی لیکن معنے (خاک) نہیں ہوئے (اور) جو کوئی کہے کہ (وہ بھی) خاک ہو گئے تو تم اس کو کہو کہ نہیں وہ (خاک) نہیں ہوئے) بلکہ) عالم ارواح میں تینوں (روحیں مذکورہ امر الٰہی کی) منتظر ہیں کبھی صورت سے نفور (ہوتی ہیں) اور کبھی (صورت کے ساتھ) مستقر (اور متلبس ہوتی ہیں آگے اس کی تفصیل ہے کہ اگر) حکم آجاتا ہے کہ صورتوں میں جا تو اس کے اندر چلی جاتی ہے پھر اسی کے حکم سے علیحدہ بھی ہو جاتی ہے۔ (جب یہ بات ہے) تو اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا ارشاد) له الخلق والامر معلوم کرلو (جس کی تفسیر یہ ہے کہ) خلق (سے مراد) صورت (وجسم اور) امر (سے مراد) روح جو اس (بدن) پر راکب ہے۔ (راکب باعتبار تصرف وتلبس کے کہا پس) راکب ومرکوب (دونوں) بادشاہ (حقیقی) کے حکم میں ہیں۔ جسم تو درگاہ ہے کے اوپر اور روح بارگاہ کے اندر یہ باہر اور اندر کا فرق اس لئے کہا کہ روح بوجہ غیر مادی یا لطیف المادہ ہونے کے بہ نسبت بدن کثیف المادہ کے حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتی ہے اس تفاوت کو قرب وبعد سے تعبیر فرمایا) جب بادشاہ کو منظور ہوتا ہے کہ پانی گھڑے کے اندر آجاوے (یہ مثال ہے روح کی بدن کے اندر جانے کی۔ وجہ تمثیل روح کا مثل پانی کے مقصود ہونا اور بدن کا مثل سبو کے تابع وغیر مقصود ہونا) تو وہ بادشاہ لشکر روح کو حکم دیتا ہے کہ (بدن پر) سوار ہو جاؤ۔ پھر جب روح کو عالم علوی میں بلانا چاہتا ہے تو نقیبان شاہی سے آواز آتی ہے (روح کو) کہ (اس مرکب سے) اتر آؤ (یعنی تعلق بالبدن کو چھوڑ دو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس عالم میں ایک ایک روح کے لئے یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

رکوب و نزول ہمیشہ ہوا کرتا ہے یہ تو بوجہ بطلان تناسخ کے باطل ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہاں ہر روح کو ایک بار رکوب کا حکم ہوا ہے اور ایک بار نزول کا پس یہ فرمانا کہ در جہاں روح ہر سہ منتظر اے فتح یہ انتظار ابتدائے خلق روح سے ہے نہ کہ بعد مفارقت ابدان کے جیسا کہ اوپر کے ظاہر مضمون سے وہم ہو سکتا ہے خوب سمجھ لینا) اور اس کے بعد کلام دقیق ہو جاوے گا (اس لئے اس کے متعلق زیادہ مضمون نہیں لکھا۔ یعنی یہ امر کہ بعد مفارقت ابدان کے پھر روحیں کس حالت میں ہوتی ہیں اس کو اس لئے نہیں لکھا کہ اس کا پورے طور پر سے سمجھنا موقوف ہے کشف تام یا مشاہدۂ آخرت پر اور بدوں اس کے سمجھنے میں غلطی محتمل ہے اور بقدر ضرورت سمجھنا ممکن ہے اور اس قدر شریعت نے سمجھا دیا ہے۔ پس اس کی ضرورت نہ رہی خصوص اس مقام میں جو مقصود ہے یعنی مضمون بالا کی تمثیل وہ تو احکام ارواح کے بیان پر اصلاً موقوف نہیں۔ غرض یہ کہ جب یہ دقیق مضمون ہے) تو آگ کو کم کر دو اور اس کا سوختہ زیادہ مت کرو تا کہ چھوٹی دیگیں جلدی سے ابل نہ پڑیں۔ (مراد یہ ہے کہ) ادراکات (عقلیہ) کی دیگ چھوٹی اور کم درجہ کی ہیں۔ (زیادہ آگ جلانے سے اس کے مظروف کو زیادہ جوش ہونے لگے گا۔ دیگ سے جو مراد ہے وہ تو خود شعر ہی میں مذکور ہے اور آتش سے مراد کلام اور ہیزم سے مراد اس کی تطویل کلام کو آتش سے تشبیہ باعتبار تہییج قوائے فکریہ کے دی۔ مطلب یہ کہ کلام کو مفصل کرنے سے چونکہ بوجہ تنگی فہم سمجھ میں نہ آوے گا اہل عقل کو جوش آوے گا اور جوش میں آ کر اعتراض و مخالفت کریں گے اور کوئی ضرورت اس پر موقوف نہیں اس لئے سکوت ہی اقرب الی السکون ہے۔

فائدہ:۔ خلق و امر کی جو تفسیر اشعار مذکورہ میں کی گئی ہے یہ بعض کا قول ہے۔ باقی جو مضمون اس مقام پر مذکور ہے وہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔ اس تفسیر پر موقوف نہیں اس لئے دوسری تفسیر جو اقرب ہے اختیار کرنا راجح ہے۔ وہ یہ کہ خلق سے مراد پیدا کرنا اور امر سے مراد حکم کرنا یعنی خالق بھی وہی ہیں اور آمر و حاکم بھی وہی۔ یہ اقرب اس لئے ہے کہ اس کے قبل ارشاد ہے کہ ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوات والارض فی ستۃ ایام اس میں خالق ہونے کا ذکر ہے اس کے بعد ہے ثم استویٰ علی العرش یغشی اللیل النہار یطلبہ حثیثاً والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ اس میں بذکر تصرفات وتصریح لفظ بامرہ آمر ہونے کا بیان ہے۔

پاک سبحانے کی سیبستاں کند	در غمام حرف شاں پنہاں کند
کیا پاک ذات ہے کہ سیب کا باغ تیار کرتا ہے	اور ابر حروف میں ان کو پنہاں کرتا ہے
زیں غمام بانگ و حرف و گفتگو	پردۂ کز سیب ناید غیر بو
اس ابر صوت و لفظ و کلام سے	ایسا پردہ واقع ہے کہ سیب سے بجز خوشبو کے اور کوئی چیز نہیں آتی
بارے افزوں کش تو ایں بورا بہوش	تا سوی اصلت برد بگرفتہ گوش
البتہ اس خوشبو کو تم ہوش کے ساتھ کھینچو	تا کہ کان پکڑ کر تم کو اصل تک لے جاوے
بو نگہدار و بہ پرہیز از زکام	تن بپوش از باد و بود سرد عام
خوشبو کو محفوظ رکھو اور زکام سے بچو	تم عوام کی سرد ہوا اور ہستی سے بدن کو چھپائے رکھو
تا نیندآید مشامت از اثر	اے ہواشاں از زمستاں سرد تر
تا کہ اثر سے تمہارا مشام پر نہ ہو جاوے	اے مخاطب ان کی ہوا زمستان سے بھی سرد تر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں جماد اند و فسردہ تن شگرف	می جہد انفاس شاں از تل برف
یہ لوگ مثل جماد کے ہیں اور افسردہ ہیں اور بدن اچھا خاصہ ہے	ان کے سانس تو وہ برف سے نکل رہے ہیں
چوں زمیں زیں برف در پوشد کفن	تیغ خورشید حسام الدین بزن
جب زمین اس برف کا کفن پہن لے	تو تم خورشید حسام الدین کی تلوار مارو
ہیں برآر از شرق سیف اللہ را	گرم کن زاں شرق ایں درگاہ را
ہاں مشرق سے سیف اللہ کو نکالو	اس آفتاب سے اس درگاہ کو گرم کرو
برف را خنجر زند آں آفتاب	سیلہا ریزد زکہہا بر تراب
برف پر وہ آفتاب خنجر لگا دے	پہاڑوں پر سے خاک پر بہت سی سیلیں جاری کرے
زانکہ لاشرقی و لاغربی ست او	با منجم روز و شب حربی ست او
اس لئے کہ وہ نہ شرقی ہے اور نہ غربی ہے	نجومی کی ساتھ روز و شب مشغول حرب ہے
کہ چرا جز منؑ نجوم بے ہدیٰ	قبلہ کردی از لئیمی و عمیٰ
کہ کیا سبب کہ مجھ کو چھوڑ کر تو نے ستارگان غیر ہادی کو	لئیمی اور کوری سے قبلہ بنایا ہے
تا خوشت ناید مقال آں امین	در نبے کہ لااحب الآفلین
اس کا یہ اثر ہوا کہ تجھ کو اس امین کا مقولہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے	لااحب الآفلین یہ خوش معلوم نہ ہو گا
از قزح در پیش مہ بستی کمر	زاں ہمی رنجی ز وانشق القمر
تو نے چاند کے سامنے قوس قزح کا پٹکا باندھا ہے	اس لئے تو وانشق القمر سے رنجیدہ ہے
منکری ایں را کہ شمس کورت	شمس پیش تست اعلیٰ مرتبت
تو اس کا بھی منکر ہے کہ آفتاب بے نور ہو جاوے گا	آفتاب تیرے نزدیک بڑا عالی مرتبہ ہے
از ستارہ دیدہ تصریف ہوا	ناخوشت آید ازا لنجم ھویٰ
تو تو ہوا کا بدلنا ستاروں سے جانے ہوے ہے	اس لئے تجھ کو اذا لنجم ھویٰ ناخوش معلوم ہوگا

(اشرق فی القاموس الشمس وحیث تشرق الشمس۔ در مصرعہ اول معنی ثانی و در ثانی معنی اول مراد است۔ اوپر اشعار گرشدی عطشان الیٰ قولہ چون زحرف وصوت الابیات میں معانی کا الفاظ میں مستور ہونا اور الفاظ میں غور کر کے معانی تک پہنچنے کا ارشاد تھا۔ یہاں اسی مضمون کی طرف عود ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ) کیا پاک ذات ہے کہ سیب کا باغ تیار کرتا ہے اور ابر حروف میں ان (سیبوں) کو پنہاں کرتا ہے (معانی واسرار کو سیبستان سے تشبیہ دی اور الفاظ کو اس ابر غلیظ سے جس کو فرض کر لیا جاوے کہ اتفاق سے کسی باغ سیب کو ایسا محیط ہو گیا کہ باغ کے درخت اور سیب بالکل نظر نہیں آتے اسی طرح الفاظ میں معانی اصلا محسوس نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتے اور ظاہر بھی ہے کہ معانی معقولات سے ہیں نہ کہ محسوسات سے پس) اس ابر صوت ولفظ وکلام سے (اس سیبستان معانی پر) ایسا پردہ واقع ہے کہ (اس) سیب سے بجز خوشبو کے اور کوئی چیز نہیں آتی۔ (پردہ میں رابط یعنی ست محذوف ہے یہاں خوشبو سے مراد مدلول اولی لغوی الفاظ کا جس کی طرف ذہن منتقل ہونے کے لئے صرف معرفت لغات والتفات کافی ہے کیونکہ اگر التفات نہ ہو گو لغت کی معرفت ہو تب بھی وہ ذہن میں نہ آوے گا۔ اور وہ دال ہے معنی مقصود پر جس کی طرف ذہن منتقل ہونے کے لئے فکر و مراقبہ کی حاجت ہے یعنی جس طرح اگر باغ سیب ابر میں مستور ہو جاوے تو صرف خوشبو سے اس کا پتہ لگتا ہے اسی طرح معانی مخفیہ تحت الالفاظ کا ترجمہ لغویہ سے کچھ پتہ چلتا ہے جب یہ بات ہے تو) البتہ اس خوشبو کو تم ہوش کے ساتھ کھینچو تا کہ (تمہارا) کان پکڑ کر تم کو اصل (مقصود) تک لے جاوے۔ (مطلب یہ کہ مدلول لغوی میں ہوش وفکر کے ساتھ غور کرو تا کہ معنی مقصود تک پہنچ جاؤ اور اس) خوشبو کو محفوظ رکھو اور (اس کے محفوظ رکھنے کے معنی یہ ہیں کہ اس کی قوۃ مدرکہ کو موانع سے محفوظ رکھو تا کہ وہ بھی محفوظ رہے مثلاً) زکام سے بچو (جو قوۃ شامہ کو معطل کر دیتا ہے اسی طرح یہاں بھی اپنی قوۃ التفاتیہ کو معطل مت کرو جس کی وجہ سے ادھر توجہ ہوتی ہے اور پھر وہ توجہ سبب ہو جاوے گی حصول المقصود فی الذہن کی اور اس کو موانع التفات سے بچاؤ اور زکام سے بچنے کا طریق یہ ہے کہ اسباب زکام سے بچے مثلاً بدن کو چھپائے رکھے کہ ہوائے سرد نہ لگے اسی طرح تم (بھی) عوام (یعنی اہل دنیا) کی سرد ہوا اور ہستی سے بدن کو چھپائے رکھو یعنی ان کی صحبت سے جو کہ قلب میں افسردگی پیدا کرنے میں مثل سرد ہوا کے ہے۔ بچے رہو اور جس طرح ہوائے سرد سے زکام ہو کر قوۃ شامہ باطل ہو جاتی ہے اسی طرح محبان دنیا کی صحبت سے طلب حق سے افسردگی اور طلب دنیا میں انہماک ہونے سے قوۃ التفاتیہ الی المقصود جاتی رہتی ہے کیونکہ ایک ذہن دو طرف متوجہ نہیں ہوتا جب دنیا کی طرف التفات ہوگا مقصود کی طرف نہ رہے گا اور وہی اول قدم تھا وصول الی المقصود کا جیسے خوشبو اول دال ہے سیب پر غرض ان لوگوں کی صحبت سے بچو) تا کہ (ان کے) اثر سے تمہارا مشام (یعنی قوۃ شامہ مادۂ مانعہ ادراک سے) پر نہ ہو جاوے۔ اے مخاطب ان کی ہوا (یعنی صحبت) زمستان سے بھی سرد تر ہے یہ لوگ مثل جماد کے ہیں اور افسردہ ہیں۔ اور بدن (دیکھو تو) اچھا خاصہ ہے۔ (کما قال اللہ تعالیٰ واذا رأیتہم تعجبک اجسامہم الأیہ اور) ان کے سانس گویا تو وہ برف سے نکل رہے ہیں (مطلب یہ کہ ان کے کلمات بھی بالکل سرد اور بے اثر ہیں چونکہ قلب میں کچھ بھی گرمی طلب و محبت الٰہی کی نہیں۔ پس ان کی صحبت سے بھی یہی اثر پیدا ہوتا ہے جیسا اوپر اس کی وجہ بھی بیان کی گئی کہ ان کی صحبت سے ذہن دنیا کی طرف ملتفت ہو جاتا ہے اور دوسری طرف توجہ ہوتی نہیں۔ اس لئے مقصود حقیقی اور اس کے وسائط سے بھی بے التفاتی ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ واسطہ اولیہ سے کہ التفات ہے طرف مدلول لغوی کلام اہل حق کے نیز بے التفات ہو جاتا ہے۔ آگے اس کا علاج بتلاتے ہیں کہ) جب زمین اس برف کا کفن پہن لے (یعنی زمین کثرت برف سے کفن پوش کے مشابہ ہو جاوے وجہ مشابہت سفیدی ہے برف اور کفن کی مطلب یہ کہ تمہاری ہستی جب زمین کی طرف اس صحبت سرد سے متاثر ہو جاوے) تو تم (اس پر) خورشید حسام الدین کی تلوار مارو (یعنی خورشید کا جو کہ مشابہ تلوار کے ہے افناء برف میں اس پر اثر پہنچاؤ مطلب یہ کہ مولانا حسام الدین اور اسی طرح دوسرے کاملین کے فیوض صحبت وکلام سے اس صحبت سرد کے اثر کو زائل کرو اس خورشید حسام الدین میں مثنوی بھی داخل ہے کیونکہ اس کا سبب وہی ہیں تو اس میں مثنوی سے مستفید ہونے کا بھی اشارہ ہے۔ پس اس جزو خاص میں عود ہے اوپر کے بعض اشعار قریبہ کی طرف گرشدی عطشان بحر معنوی الخ اور بعض اشعار بعیدہ واقعہ فی ابتداء ہذا المجلد کی طرف پیش کش می آرمت الیٰ قولہ بابیانے کان بود الخ آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) ہاں (اے مخاطب) مشرق سے سیف

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ کو نکالو (اس سے مراد وہی ہے جس کو اوپر تیغ خورشید حسام الدین کہا تھا وہاں اہل اللہ کی طرف اس کی اضافت تھی یہاں اللہ کی طرف اور دونوں کا ایک حاصل ہے نکالنے کا مطلب یہ کہ اس کو کام میں لاؤ اور) اس آفتاب سے اس درگاہ کو (یعنی زمین ہستی کو) گرم کرو (کہ گرمی پہنچنے سے اس کا برف گداختہ ہو کر وہ حرارت طلب و محبت سے متصف ہو چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) برف پر وہ آفتاب خنجر لگا دے (یعنی گداختہ کر دے اور گداختہ کرنے کے بعد) پہاڑوں پر سے خاک پر بہت سی سیلیں جاری کرے یا سیلیں ہو جاویں (کوہہا سے مراد قلوب قاسیہ کالحجارہ کہ ان پر برف یعنی اثر صحبت عوام جما ہوا ہے اور تراب سے مراد زمین ہستی کہ در آثار طلب اتصال وارد مثل اتصال زمین بہ کوہہا اور سیل ریختن سے مراد اثر رسانیدن یا رسیدن از قلب بہ ہستی اوپر گرم کن زان شرق این درگاہ میں اس آفتاب کا اثر گرم کردن کہا ہے اور یہاں اس کا اثر سیل ریختن و آب رسانیدن کہ بظاہر مستلزم ہے سرد کردن کو فرمایا ہے سو مختلف اعتبارات سے دونوں تعبیریں صحیح ہیں۔ مقصود متاثر کردن ہے وہاں آفتاب کے ایک اثر کو لے لیا۔ یہاں دوسرے اثر کو مقصود مشترک ہے یا وہاں حرارت طلب کی طرف اشارہ ہے اور یہاں اشک ندامت کی طرف اور ان دونوں میں تنافی نہیں بلکہ تلازم ہے آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ ایسا اثر محمود وقوی جو مذکور ہوا اس آفتاب معنوی میں کیوں ہے تو فرماتے ہیں کہ یہ) اس لئے (ہے) کہ وہ (آفتاب) نہ شرقی ہے اور نہ غربی ہے (اور اس لئے وہ) نجومی کے ساتھ روز و شب مشغول حرب ہے (آگے اس حرب کا بیان ہے یعنی وہ آفتاب معنوی اس نجومی سے کہتا ہے) کہ کیا سبب کہ مجھ کو چھوڑ کر تو نے ستارگان غیر ہادی کو کجی اور کوری سے (اپنا) قبلہ (توجہ) بنایا ہے (آفتاب معنوی یعنی فیوض باطنہ کاملین کو لاشرقی و لاغربی اس لئے کہا کہ وہ فعل ہے روح کا اور روح بوجہ تجرد کے خیز و جہت کے ساتھ مقید نہیں اور افعال و صفات مجرد کے بوجہ قیام بالمجرد کے غیر مادی و غیر متحیز ہیں بخلاف افعال مادی کے کہ بواسطہ وہ بھی مادی ہیں اور مقرر ہے کہ مجردات میں خدائے تعالیٰ نے قوت و نزاہت زیادہ رکھی ہے۔ اس لئے اس میں یہ اثر محمود وقوی ہوا جو اوپر مذکور ہے اور با منجم الخ میں اس کے محمود الاثر وقوی الاثر ہونے کی تاکید اور بیان ہے کہ وہ شمس معنوی بدلالت حال نجومی کی جو کہ ظاہری ستاروں کو فاعل اور متصرف اعتقاد کر رہا ہے۔ تحمیق کر رہا ہے کہ تو نے ایسے ستاروں کی طرف کیوں توجہ کی ہے جو کہ ہادی بمعنی مباشر فعل ہدایت نہیں ہیں چنانچہ ظاہر ہے گو ہادی بمعنی سبب ہدایت ہوں عام کے لئے تو بمعنی ہدایت طریق دنیوی کے کماقال اللہ تعالیٰ و بالنجم ھم یھتدون اور خاص کے لئے بمعنی ہدایت طریق دین کے بھی کما قال اللہ تعالیٰ و سخر لکم اللیل والنھار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ ان فی ذلک لاٰیات لقوم یعقلون لیکن مثل ناطق بحق کے مباشر ہدایت تو نہیں اور اس میں اشارہ اس طرف بھی ہو سکتا ہے کہ اے محجوب تو نے علوم وحی کو چھوڑ کر گرفتاران انظار و افکار کو ہادی بنایا ہے اور وہ خود ہی غیر مہتدی ہیں آگے تتمہ خطاب ہے شمس معنوی کا نجومی کو کہ تو نے جو ان نجوم کو قبلہ بنایا ہے تو) اس کا اثر یہ ہوا کہ تجھ کو اس (نبی) امین (حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا مقولہ جو قرآن مجید میں مذکور ہے لآاحب الاٰفلین یہ خوش معلوم نہ ہوگا (کیونکہ اس میں ستاروں کی تنقیص ہے اور ان کے الوہیہ اور استقلال فی التصرف کی نفی ہے جو اعتقاد منجم کے خلاف ہے اس لئے ظاہر ہے کہ اس کو پسند نہ ہوگا (میں نے جو کلمہ تا کا ترجمہ یہ کیا کہ اس کا اثر یہ ہوا منشی اس کا یہ ہے کہ اس کو لام عاقبۃ قرار دیا گیا اور ظاہر ہے کہ جس فعل کا یہ اثر ہو کہ اس سے نبی صاحب وحی کا قول ناخوش اور غلط معلوم ہو وہ فعل مذموم ہوگا۔ پس یہ توجہ الی الکواکب جس کا یہ اثر تھا مذموم ہوگی۔ آگے بھی بقیہ خطاب ہے شمس کا منجم کو کہ) تو نے چاند کے سامنے قوس قزح کا پٹکا باندھا ہے (یہ کنایہ ہے خدمت سے فارسی میں کمر بستن اسی معنی میں محاورہ ہے یعنی تو چاند کا خادم بنا ہے) اس لئے تو وانشق القمر سے رنجیدہ (اور ناخوش) ہے کیونکہ معجزہ

www.besturdubooks.wordpress.com

شق القمر سے ضعف قمر کا اور انفعال اس کا ثابت ہوتا ہے اور منجم فلسفی اس میں خرق والتیام کو محال مانتا ہے اس واسطے اس معجزہ کا سننا اس کو ناگوار ہوئی ہوگا۔ اور قزح چونکہ بشکل کمان ہوتی ہے اور یہی شکل مقوس ہلکہ کی بھی ہوتی ہے اس لئے پھکے کو اس سے تشبیہ دیدی اور چونکہ اس کو نجومی سے مناسبت ہے اس لئے یہ تشبیہ زیادہ بدیع ہوگئی اور ایک نسخہ از قزح دیکھا گیا یہ بہت بے تکلف ہے اور مصرعہ ثانی میں ہی رنجی کا مقابلہ بھی اس نسخہ کا مرجح ہے۔ آگے بھی اسی کو خطاب ہے کہ) تو اس کا بھی منکر ہے کہ آفتاب (قیامت کے روز) بے نور ہو جاوے گا (اور وجہ انکار یہ کہ آفتاب تیرے نزدیک بڑا اعالی مرتبہ ہے (اور اس تکویر میں اس کا ذو اور نقص لازم آتا ہے اس لئے اس کا انکار کریگا) تو تو ہوا کا بدلنا (مراد فصل کا بدلنا) ستاروں سے جانے ہوئے ہے (یہ دیدن بمعنی رویۂ قلبیہ ہے) اس لئے تجھ کو اذا النجم ھوی (کا مضمون) ناخوش معلوم ہوگا (کیونکہ اس سے ستارہ کا منفعل و متاثر ہونا ظاہر ہوتا ہے جو کہ نقص ہے اور یہ اعتقاد منجم کے خلاف ہے باقی نفس غروب نجم کا تو وہ بھی منکر نہیں پس یہ ناگواری باعتبار اس دلالت کے ہے اور ہوا سے مراد اگر معنی متبادر لئے جاویں تب یہ توجیہ ہو جاوے گی کہ فلاسفہ طبعیین کہ منجمین بھی ان کی ایک قسم ہے اس کے قائل ہیں کہ کواکب کی حرارت سے ہوا میں تخلخل ہوتا ہے اس سے اس میں حرکت ہوتی ہے۔ تو تصریف بمعنی تحریک ہوگی۔

خود موثر تر نباشد مہ زناں	اے بسا نانے کہ برید عرق جاں
چاند یقیناً روٹی سے زیادہ موثر نہیں ہے	پھر بھی بہت سے افراد روٹی کے رگ جان ہی کے قاطع ہو جاتے ہیں
خود موثر تر نباشد زہرہ ز آب	اے بسا آبا کہ کردا و تن خراب
ستارہ زہرہ یقیناً پانی سے زیادہ موثر نہیں	پھر بھی بہت سے افراد پانی کے ہیں کہ وہ تن کو خراب کر دیتے ہیں
مہر آں در جان تست و پند دوست	میزند بر گوش تو بیرون پوست
ستارہ کی محبت تو تیری جان میں گھس رہی ہے اور محبوب کی نصیحت	صرف تیرے کان کے اوپر اوپر ہی پوست سے باہر رہتی ہے

(اوپر ابطال تھا اعتقاد منجم کا درباب تاثیر کواکب کے یہاں علی سبیل التنزل والتسلیم کلام ہے اور اس کا خطاب بھی اسی شمس لاشرقی ولاغربی کی طرف سے منجم کو ہے جس کا اس شعر بالا میں ذکر ہے زانکہ لاشرقی ولاغربی ست او با منجم روز و شب حربی ست او۔ یعنی اگر فرض بھی کر لیا جاوے کہ کواکب میں کچھ اثر ہے لیکن پھر بھی وہ تاثیر مستقل نہیں تابع مشیت حق کے ہے اسی کی تقریر اس طرح فرماتے ہیں کہ) چاند یقیناً روٹی سے زیادہ موثر نہیں ہے (کیونکہ روٹی کی تاثیر یقینی ہے اور چاند کی تاثیر غیر یقینی اس طرح سے کہ منکرین کے نزدیک تو اس کی نقیض یعنی عدم تاثیر یقینی ہے اور مدعین کے نزدیک بوجہ عدم دلیل کے محض تخمینی و ظنی اور ظاہر ہے کہ یقینی بحیثیت ثبوت کے غیر یقینی سے اقوی ہے۔ و نیز روٹی جزو بدن ہوتی ہے اور چاند منفصل ہے اور جزو کا موقوف علیہ للبقا ہونا اظہر ہے بہ نسبت منفصل کے موقوف علیہ ہونے کے کیونکہ جزئیت تو خود اس توقف کی مقتضی ہے اور منفصل کے لئے دلیل مستقل کی حاجت ہے۔ پس روٹی کی تاثیر قوی ہوئی چاند کی تاثیر سے مگر) پھر بھی بہت سے افراد روٹی کے رگ جان ہی کے قاطع ہو جاتے ہیں (اور اس کی وہ تاثیر نافع باطل ہو جاتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی دوسرے موثر کے تابع ہے اسی طرح کوکب بھی باوجود فرض تاثیر کے دوسرے موثر کے تابع ہوگا۔ مستقل نہیں ہو گا۔ پس اعتقاد استقلال باطل ہوا اور یہی تقریر آئندہ شعر کی ہے یعنی) ستارہ زہرہ یقیناً پانی سے زیادہ موثر نہیں پھر بھی بہت سے افراد پانی کے ہیں کہ وہ تن کو خراب (یعنی بیمار و ہلاک) کر دیتے ہیں (اس کی تقریر بھی مثل شعر

www.besturdubooks.wordpress.com

بالا ہے مگر اے منجم باوجود اس کے) ستارہ کی محبت تو تیری جان میں گھس رہی ہے اور محبوب (یعنی حق تعالیٰ) کی نصیحت صرف تیرے کان کے اوپر اوپر ہی پوست سے باہر رہتی ہے (یعنی اندر اثر نہیں کرتی) اس میں تحمیق ہے منجم اور ہر مشغول بغیر کی کہ باطل کی طرف توجہ کرتا ہے اور حق کی طرف التفات نہیں کرتا گویا اس میں اشارہ ہے مضمون شعر گذشتہ کی طرف چوں زمین زین برف الخ جس کا حاصل ترغیب ہے استفادہ کی اہل اللہ سے جو حاکی ہیں قالاً و حالاً پند محبوب کے پس وہاں ترغیب ہے اس طرف توجہ کرنے کی اور یہاں ملامت ہے اس طرف توجہ نہ کرنے کی۔

پند مادر تو نگیرد اے فلاں	پند تو درما نگیرد ہم بداں
ہماری نصیحت اے شخص تیرے اندر اثر نہیں کرتی	تیری نصیحت ہمارے اندر اثر نہیں کرتی اس کو بھی جان رکھ
جز مگر مفتاح خاص آید ز دوست	کہ مقالید السمٰوٰت آن اوست
مگر ہاں اس حالت کے کہ ایسے دوست کی طرف سے ایک خاص مفتاح آجاوے	کہ سب کی ملک میں تمام آسمانوں کی کنجیاں ہیں
ایں سخن ہمچوں ستارہ است وقمر	لیک بے فرمان حق ندہد اثر
یہ کلام مثل ستارہ اور قمر کے ہے	لیکن بدوں حکم حق کے اثر نہیں پیدا کرتا
ایں ستارہ بے جہت تاثیر او	میزند بر گوشہائے وحی جو
یہ جو ستارہ بے جہت ہے یہ ایسے کانوں پر اثر	پہنچاتا ہے جو جویائے وحی ہیں
کہ بیائید از جہت تا بیجہات	تا نہ درانند شمارا گرگ مات
کہ تم لوگ جہت سے بے جہت کی طرف آؤ	تاکہ تم کو موت جو کہ مشابہ گرگ کے ہے پھاڑ نہ ڈالے

(اوپر شعر مہر آن در جان تست الخ میں اہل باطل پر تشنیع فرمائی ہے حق سے متاثر نہ ہونے پر اب اس کی علت فرماتے ہیں کہ مشیت حق ہے جو متضمن حکمت کو ہے اور مقصود اس سے صرف مسئلہ کی تحقیق ہے نہ کہ بیان عذر اہل باطل کا جیسا قرآن مجید میں جابجا اسی غرض سے اسی قسم کا مضمون بہت جگہ وارد ہوا ہے۔ مثلاً ختم اللہ علیٰ قلوبھم اور من یضلل اللہ فمالہ من ھاد اور اولئک الذین لم یرد اللہ ان یطھر قلوبھم و غیر ذلک من الآیات پس فرماتے ہیں کہ ہماری نصیحت اے شخص تیرے اندر اثر نہیں کرتی (اس کو اوپر پند دوست کہا تھا یہاں پند ما فرمایا پہلی اضافت آمر کی طرف ہے اور دوسری مبلغ کی طرف اور مقصود واحد ہے اور) تیری نصیحت ہمارے اندر اثر نہیں کرتی اس کو بھی جان رکھ (اس کو نصیحت مجازاً و مشاکلۃً کہہ دیا ورنہ وہ تو اضلال ہے۔ اور حضرت مرشدیؒ نے اس کو بند بیائے موحدہ بمعنی فریب فرمایا ہے یعنی تیرا باطل ہم میں اثر نہیں کرتا اور یہ نسخہ بہت واضح ہے۔ مقصود اس دوسرے مصرعہ سے ظاہراً تشبیہ بالا وضح ہے مضمون مصرعہ اول کی یعنی جس طرح تیری بات سے ہم متاثر نہیں ہوتے اور یہ عجیب بات نہیں کیونکہ غیر واقعی بات میں اثر نہ ہونا یہ تو خود اس کے غیر واقعی ہونے کا مقتضا ہی ہونا چاہئے اس لئے یہ اوضح ہے اس کے ساتھ تشبیہ دی غیر اوضح کو جو عجیب ہے کیونکہ اس کی واقعیت مقتضی تھی اس کے مقبول و مسموع و موثر فی المخاطب ہونے کو آگے بعض حالات کا استثنا ہے جس میں اس علت یعنی مشیت کا بیان ہے جس کو میں نے تمہید میں مقصود مقام کہا ہے۔ یعنی اے اہل باطل تیرے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندر کلام حق کسی حال میں اثر نہیں کرتا) مگر بجز اس حالت کے کہ ایسے دوست (یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ) کی طرف سے ایک خاص مفتاح آجاوے (جس سے تیرے قلب کا قفل کشادہ ہو جاوے جو مانع ہے تاثر سے آگے صفت ہے دوست کی) کہ جس کی ملک میں تمام آسمانوں (اور زمین) کی کنجیاں ہیں (اس میں تصریح ہو گئی کہ یہ تاثیرات موقوف ہیں تصرف و مشیت حق تعالیٰ پر آگے اس سے زیادہ تصریح ہے کہ) یہ کلام (جس کو اوپر پند دوست کہا ہے ہدایت واضاءت میں واقعی) مثل ستارہ اور قمر کے ہے (جن کی شان میں ارشاد ہے وبالنجم هم یهتدون) لیکن بدوں حکم حق کے (وہ کلام) اثر نہیں پیدا کرتا (جس طرح خود کواکب وقمر بھی بدوں حکم حق کے اثر نہیں کرتے چنانچہ کبھی تو ان کا نور ابر وغبار میں چھپ جاتا ہے کبھی باوجود نہ چھپنے کے پھر بھی مسافر کو دھوکہ ہو جاتا ہے اور اسی بے استقلالی اثر کا اوپر بیان بھی ہوا ہے۔ خود موثر تر نباشد مہ زنان الخ پس اس میں اس شعر کی طرف بھی اشارہ ہو گیا۔ بس اتنا فرق ہے کہ اس شعر بالا میں بر تقدیر فرض تاثیر کے گفتگو تھی اور یہاں نور وضیاء اثر واقعی ہے۔ لیکن نفس مقصود تو نہیں بدلا یعنی عدم استقلال فی التاثیر اور یہاں تک کلام حق کی تاثیر کا معلق ہونا مشیت پر ارشاد فرمایا تھا آگے اس کے محل تاثیر کی تعیین فرماتے ہیں جس کے ساتھ مشیت متعلق ہو جاتی ہے۔ پس ارشاد ہے کہ) یہ جو ستارہ بے جہت ہے (جس کو اوپر کے ایک شعر میں اس عنوان سے تعبیر فرمایا ہے زانکہ لاشرقی ولاغربی ست اواور جس سے مراد فیوض روحیہ کاملین کے ہیں جیسا اس شعر کی شرح میں مع توجیہ عنوان مذکورہ بیان ہوا) یہ ایسے کانوں پر اثر پہنچاتا ہے) اور اثر پہنچ بھی جاتا ہے) جو جویائے وحی ہیں (یہ ہے وہ محل تاثیر یہ ایسا مضمون ہے جیسا کلام مجید میں ہے قوله هدی ورحمة للمومنین وقوله وجآءک فی هذه الحق وموعظة وذکریٰ للمؤمنین حالانکہ دوسری آیات میں هدی للناس اور ان هو الاذکریٰ للعلمین بھی وارد ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ عادۃ اللہ جاری ہے کہ جو جویائے حق ہوتا ہے اس کو حق تک پہنچانے کے ساتھ مشیت متعلق ہو جاتی ہے۔ پس طلب حق علامت ہے تعلق مشیت کی تو وہ محل متعین طالب حق ہوا آگے اس مضمون کا بیان ہے جو کانوں تک پہنچاتا ہے وہ یہ کہ) کہ تم لوگ (اے مخاطبین) جہت سے (کہ عالم اجسام ہے) بے جہت کی طرف (کہ عالم ارواح ہے) آؤ (یعنی ارواح کی طرف متوجہ ہو یا تو یہ معنی کہ کاملین کی ارواح سے فیض حاصل کرو اور یا یہ کہ اپنی ارواح کی اصلاح کرو) تا کہ تم کو موت جو کہ (اہلاک میں) مشابہ گرگ کے ہے پھاڑ نہ ڈالے (یعنی پھر تم کو بقا نصیب ہو جاوے کما قیل

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

آگے اس ستارۂ بے جہت کے فضائل بغرض ترغیب اس سے استفادہ کے بیان فرماتے ہیں)

آنچناں کہ لمعۂ درپاش اوست	شمس دنیا در صفت خفاش اوست
جیسا اس کا ایک گوہر پاش لمعہ یعنی شعاع	شمس دنیا تو اپنی صفت وحالت میں اس کا خفاش یعنی اس کے سامنے مثل خفاش کے ہے
ہفت چرخے ازرقی دررق اوست	پیک ماہ اندر تپ و دردق اوست
سات آسمان نیلگوں اس کی غلامی میں ہیں	اور پیک ماہ تپ میں اور اس کی دق میں ہے
زہرہ چنگ مسئلہ دروے زدہ	مشتری با نقد جاں پیش آمدہ
زہرہ ستارہ نے پنجہ سوال کا اس کے دامن میں مارا ہے	مشتری ستارہ نقد جان لئے ہوئے سامنے حاضر ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در ہوای دست بوس او زحل	لیک خود را می نہ بیند آں محل
اس کی دست بوسی کی خواہش میں زحل ستارہ بھی	لیکن اپنے لئے ایسا رتبہ نہیں دیکھتا
دست و پا مریخ چندیں خست ازو	واں عطارد صد قلم بشکست ازو
مریخ نے اپنے ہاتھ پاؤں اس کے سبب کس قدر زخمی کر رکھے ہیں	اور اس عطارد ستارہ نے اس کے سبب سینکڑوں قلم توڑ ڈالے ہیں
با منجم ایں ہمہ انجم بجنگ	کاے رہا کردہ تو جاں بگزیدہ رنگ
منجم کے ساتھ یہ تمام نجوم جنگ میں ہیں	کہ تو نے جان کو چھوڑ کر رنگ کو اختیار کر رکھا ہے
جاں ویست و ماہمہ رنگ و رقوم	کوکب ہر فکر او جان نجوم
جان تو وہ ہے اور ہم سب رنگ و نقوش ہیں	اس کا ہر کوکب فکر نجوم کی روح ہے
فکر کو آنجا ہمہ نورست پاک	بہر تست ایں لفظ فکر اے فکرناک
فکر کہاں وہاں تو سراسر نور مقدس ہی ہے	یہ تو تیرے لئے لفظ فکر کہہ دیا ہے اے صاحب فکر

(وجہ ربط اوپر کے مضمون کے ختم پر مذکور ہو چکی ہے کہ ترغیب استفادہ کے لئے استارہ بجہت کے فضائل بیان فرماتے ہیں کہ) جیسا اس کا ایک گوہر پاش لمعہ یعنی شعاع ہے شمس دنیا تو (اس کے سامنے) اپنی صفت و حالت میں اس کا خفاش یعنی اس کے سامنے مثل خفاش کے ہے) اور ہر چند کہ ستارہ بے جہت سے مراد باقتضائے مقام جیسا اوپر بیان ہوا فیوض روحیہ ہیں لیکن یہاں سے جو اس کے اوصاف بیان کرنے کے بعد شعر جان ویست الخ میں اس کو جان کہا ہے مقابل رنگ کے اور رنگ کا مصداق بزبان نجوم نجوم کو کہا ہے جو کہ اجسام ہیں اور اجسام کا مقابل روح ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ جان سے مراد روح ہے۔ نیز اسی شعر میں اس کے لئے فکر کو ثابت کیا ہے جو صفت جوہر کی ہو سکتی ہے نہ کہ عرض کی اور فیوض روحیہ عرض ہیں یہ سب قرائن اس کے ہیں کہ یہ فضائل روح کے ہیں جو صاحب فیوض ہے بلکہ اوپر کے صفات مثل لاشرقی ولاغربی اور بے جہت وغیرہ کے حقیقۃً روح ہی کے مناسب ہیں اور فیوض کے لئے تو ان کا اثبات بواسطہ کیا جا سکتا ہے لیکن مقام کی ضرورت سے اس کا مصداق فیوض کو کہنا پڑا جیسا اوپر کے ان اشعار کی شرح میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے۔ تو یہاں کلام مبنی ہوگا استخدام پر کہ مرجع یعنی ستارہ سے مراد فیوض تھے اور ضمیر راجع یعنی کلمہ او سے جو یہاں کے شعر اول میں واقع ہے اس کا ملابس یعنی روح ہے جو محل فیض ہے اور مثل خفاش کے مراد یہ کہ مغلوب ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کہ انوار جسمانیہ انوار روحانیہ کے سامنے مغلوب و ناقص ہیں کیونکہ ان انوار جسمانیہ سے صرف محسوسات مادیہ کا ادراک ہوتا ہے اور انوار روحانیہ سے معقولات مجردہ کا جن میں ذات و صفات واجب تعالیٰ بھی ہے۔ وشتان ما بینھما اور یہی حاصل ہے اشعار آئندہ کا بھی جس کو کنایات و استعارات کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ جیسا کہ فرماتے ہیں کہ) سات آسمان نیلگوں اس (ستارۂ بے جہت بالمعنی الثانی یعنی روح) کی غلامی میں ہیں (اور ازرقیت اور غلامی میں یہ مناسبت بھی ہو سکتی ہے کہ اکثر نوکروں چاکروں کو کاروبار میں میلے ہونے کے خیال سے نیلے کپڑے پہنانے کی عادت ہے اور پیک ماہ (اس کے سامنے) تپ میں اور (تپ کے اقسام میں سے بھی تپ) دق

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ہے (چیک کا لفظ لانا بوجہ سرعت سیر قمر کے ہے کیونکہ شمس سال بھر میں اپنے دائرہ کو قطع کرتا ہے اور قمر ایک ماہ میں اور دق کا لفظ لانا بوجہ کاہش اس کے نور کے نہایت مناسب ہے) زہرہ ستارہ نے پنجہ سوال (واحتیاج) کا اس (ستارۂ بے جہت) کے دامن میں مارا ہے۔ (اور) مشتری ستارہ نقد جان لیے ہوئے (اس کے) سامنے حاضر ہوا ہے (یہ سب تعبیرات ہیں تابعیت ونافعیت کی اور زہرہ کے لئے کہ مطرب فلک کہلاتا ہے لفظ چنگ کہ بمعنی ساز بھی آتا ہے اور مشتری کے لئے کہ بمعنی خریدار بھی ہے لفظ نقد نہایت مناسب ہے) اس (ستارۂ بے جہت) کی دست بوسی کی خواہش میں زحل ستارہ بھی ہے لیکن اپنے لئے ایسا مرتبہ نہیں دیکھتا (کہ اس کی دست بوسی کرے) مریخ نے اپنے ہاتھ پاؤں اس (ستارۂ بے جہت) کے سبب کس قدر زخمی کر رکھے ہیں (یعنی اپنی جان کہ ہو رہا ہے اور مریخ کے لئے کہ جلاد فلک کہلاتا ہے خستن نہایت موزوں ہے) اور اس عطارد ستارہ نے اس کے سبب سینکڑوں قلم توڑ ڈالے ہیں (یعنی عاجز ہو گیا ہے عطارد کے لئے کہ کاتب فلک مشہور ہے قلم بشکست نہایت موزوں ہے اور) منجم کے ساتھ یہ تمام نجوم جنگ (وجدل) میں (مشغول) ہیں کہ تو نے جان کو (کہ ستارۂ بے جہت ہے) چھوڑ کر رنگ کو (یعنی ہم کو کہ محسوسات مادیہ ہیں اور رنگ خواص مادہ سے ہے) اختیار کر رکھا ہے (چنانچہ آگے جان اور رنگ کی تفسیر ہے کہ) جان تو وہ ہے اور ہم سب رنگ ونقوش ہیں (یہ مضمون قریب قریب اس مضمون کے ہے جو کئی شعر اوپر گزرا با منجم روز وشب حربی ست او کہ چرا جز من نجوم بے ہدیٰ وہاں یہ عنوان تھا کہ وہ ستارہ بے جہت منجم سے خلاف کرتا ہے اور یہاں یہ عنوان ہے کہ نجوم منجم سے خلاف کرتے ہیں معنوں دونوں کا ایک ہی ہے یعنی تجہیل منجم کی اعراض عن النافع واشتغال بالمضر میں آگے بقیہ قول ہے نجوم کا کہ) اس (ستارۂ بے جہت) کا ہر کوکب فکر (گویا) نجوم کی روح ہے (یعنی وہ روح تو جان ہے ہی اس کے تو افعال واعراض بھی نجوم سے افضل ہیں جیسے روح افضل ہوتی ہے جسم سے اور وجہ افضلیت ظاہر ہے کہ نور کوکب تو رہبری کرتا ہے مقاصد حسیہ فانیہ تک اور وہ فکر رہبری کرتا ہے۔ مقاصد معنویہ باقیہ تک جس کا افضل ہونا ان مقاصد سے ظاہر ہے اور فکر کو جان کہنا اس معنی کر بھی ہے کہ جان مجرد ہے اور فکر اس کی صفت اور مجرد کی صفت مجرد ہے اور اسی بنا پر تھوڑی دور اوپر کے شعر میں اسی روح کی صفات وفیوض کی نسبت کہہ دیا تھا زانکہ لاشرقی ولاغربی ست او جیسا کہ اس کی شرح میں مذکور ہوا۔ آگے مولانا کی طرف سے اضراب ہے کہ اس روح کے لئے جو اس شعر میں فکر کو ثابت کیا گیا ہے تو وہاں) فکر کہاں وہاں تو سراسر نور مقدس ہی ہے یہ تو تیرے (سمجھانے کے) لئے لفظ فکر کہہ دیا ہے اے صاحب فکر (وجہ یہ کہ فکر کہتے ہیں ترتیب معلومات لاستخراج المجہولات کو اور صاحب قوت قدسیہ کو اس کی احتیاج نہیں اور یہاں اسی روح کو ذکر ہے جس کو قوت قدسیہ حاصل ہو کیونکہ اوپر اسی سے استفادہ کی ترغیب ہے اور اسی کی مدح ہے چنانچہ اسی کے ظاہر کرنے کو احقر نے تمہید اضراب میں لفظ روح کے ساتھ لفظ اس کو بڑھا دیا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ روح سے فعل فکر کبھی صادر نہیں ہوتا کیونکہ فکر بھی اسی کا فعل ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ جس روح کا یہاں ذکر ہے وہ فکر سے مبرا ہے اور نور مقدس قوۃ قدسیہ کو کہا دوسرے مصرعہ کی تقریر یہ ہے کہ پھر جو لفظ فکر اس کے لئے استعمال کیا گیا اے فاقد قوۃ قدسیہ تیرے سمجھانے کے لئے کیا گیا کیونکہ تو اس کے ادراک قدسی کو سمجھے گا نہیں اور اس تعبیر کو سمجھ سکے گا اس لئے اس تعبیر کو اختیار کیا گیا ورنہ مراد صرف ادراک ہے۔ پس کوکب فکر کے معنی کوکب ادراک ہیں۔ مجازاً اطلاقاً للمقید علی المطلق)

ہر ستارہ خانہ دارد در علا	ہیچ خانہ در نگنجد نجم ما
تمام ستارے گو جانب علو میں ہیں لیکن خانہ اور حیز تو رکھتے ہیں	اور ہمارا جو ستارہ ہے وہ کسی حیز میں نہیں سماتا
جان بے سو در مکاں کے در رود	نور نامحدود را حد کے بود
روح جو کہ جہت سے مبرا ہے وہ حیز میں کب جاوے گی	نور غیر محدود کے لئے حد کب ہو گی
لیک تمثیلے و تصویرے کنند	تا کہ دریا بد ضعیف دردمند
لیکن ایک تمثیل اور تصویر کر لیتے ہیں	تا کہ ضعیف العقل جو طالب ہو وہ ایک گونہ ادراک کر
مثل نبود لیک باشد آں مثیل	تا کند عقل مجمد را گسیل
مثل نہیں ہوتا لیکن مثال ہوتا ہے	تا کہ عقل بستہ کو کشادہ کر دے

(مجمد بجیم بمعنی بستہ شدہ و گسیل بضم کاف فارسی وسکون یاے فارسی یعنی مجہول دفع کردن وفرستادن ونامزد کردن ووداع کردن ومراد آزاد کردہ وکشادہ متقابل بستہ شدہ ومثیل امالہ مثال یہ مربوط ہے اوپر کے ان اشعار سے جن میں فیوض روح کو کہیں ستارۂ بے جہت کہہ دیا کہیں آفتاب لاشرقی ولاغربی کہہ دیا کہ خود یہ احکام بالذات روح کے ہیں اور اس کے واسطہ سے فیوض پر محمول کر دیئے گئے غرض اس سے روح کا کوکب وشمس کہا جانا صاف لازم آیا تو اس تشبیہ سے ممکن ہے کہ کوئی کم فہم مماثلہ تامہ سمجھ لیتا حالانکہ تشبیہ کے لئے یہ لازم نہیں۔ ان اشعار میں اس وہم کو دفع فرماتے ہیں اور غرض تشبیہ کو بیان کرتے ہیں یعنی) تمام ستارے گو جانب علو میں ہیں لیکن خانہ اور حیز تو رکھتے ہیں اور ہمارا (یعنی کاملین کا جو ستارہ ہے وہ کسی حیز میں نہیں سماتا (کیونکہ اس نجم سے مراد روح ہے اور) روح جو کہ جہت سے مبرا ہے وہ حیز میں کب جاوے گی (اور وہ بوجہ تجرد کے ظلمت مادہ اور حدود سے منزہ ہے تو وہ نور غیر محدود ہوا اور) نور غیر محدود کے لئے حد کب ہوگی (اور متمکن کے لئے حد لازم ہے اس لئے یہ حکم صحیح ہوا کہ روح کسی حیز میں نہیں سماتی اور ستارۂ بے تحیز تو ان میں مماثلت تامہ نہ ہوگی) لیکن باوجود اس کے جو تشبیہ دی جاتی ہے تو غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کی) ایک تمثیل اور تصویر (تجویز) کر لیتے ہیں تا کہ ضعیف العقل جو طالب ہو وہ ایک گونہ ادراک کر لے (پس) وہ (مشبہ بہ اس روح کا) مثل نہیں ہوتا لیکن مثال ہوتا ہے (مثل کہتے ہیں مماثل فی النوع کو اور مثال مشارک فی الوصف کو) تا کہ (وہ مثال) عقل بستہ کو (کسی قدر) کشادہ کر دے (یعنی عقل متوسط جو اس کے ادراک میں بستہ جہل وحیرت تھی وہ فی الجملہ چلنے لگے اور کچھ سمجھ کر اس سے مستفید ہونے میں راغب ہو جاوے)

عقل سر تیز ست لیکن پا ی ست	زانکہ دل ویراں شدست وتن درست
عقل سر تیز تو ہے لیکن ست پا ہے	کیونکہ دل ویران ہے اور جسم درست ہے
عقل شاں در نقل دنیا پیچ پیچ	فکر شاں در ترک شہوت ہیچ ہیچ
ان لوگوں کی عقل دنیا کے کھینچنے میں تو پیچ در پیچ ہے	ان کی فکر ترک شہوت میں ہیچ در ہیچ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صدر شاں در وقت دعویٰ ہمچو شرق	صبر شاں در وقت تقویٰ ہمچو برق
ان کا سینہ دعوے کے وقت تو مثل آفتاب کے ہوتا ہے	ان کا صبر تقویٰ کے وقت مثل برق کے ہوتا ہے
عالمے اندر ہنرہا خود نما	ہمچو عالم بے وفا وقت وفا
ایک عالم ہنروں میں خود نما بن رہا ہے	وفا کے وقت ایسا بے وفا نکلتا ہے جیسا عالم
وقت خود بینی نگنجد در جہاں	در گلو و معدہ گم گشتہ چوناں
خود بینی کے وقت تو دنیا میں نہیں سماتا	حلق اور معدہ میں ایسا گم ہے جیسے روٹی

(اوپر عقل متوسط کا مجمد یعنی بستہ ہونا بیان فرمایا تھا ان اشعار میں اسی کی علت ہے یعنی) عقل (متوسط گو من وجہ کہ وہ وجہ غیر مقصود) تیز سر تو ہے لیکن (دوسری وجہ سے کہ وہ وجہ مقصود ہے) ست پا ہے کیونکہ دل ویران ہے اور جسم درست ہے (اس من وجہ کی شرح عنقریب آتی ہے اور اس کے اعتبار سے مجمد نہیں کہا بلکہ ست پا ہونے کے سبب سے مجمد کہا ہے اس کا بیان بھی ابھی آتا ہے) ان (طالب دنیا) لوگوں کی عقل دنیا کے کھینچنے میں تو پیچ در پیچ (ترکیبیں کرتی) ہے (مگر) ان کی (وہی عقل اور) فکر ترک (معاصی و) شہوت میں ہیچ در ہیچ (یعنی ناکارہ) ہے یہاں عقل کو لفظ فکر سے کہ فعل ہے۔ عقل کا تعبیر فرمایا اطلاقاً للمسبب علے السبب الفاعلی اس میں بیان ہے۔ اس کے مجمد اور ست پا ہونے کا تقریر مطلب یہ ہے کہ چونکہ اس نے مجاہدہ سے اپنا تصفیہ نہیں کیا اس لئے وہ مجمد ہے کہ حقائق دقیقہ کو نہیں سمجھتی اس لئے محتاج تمثیل ہوتی ہے جیسا اوپر مذکور تھا۔ پس علت تجمید کی یہ عدم مجاہدہ وعدم تصفیہ ہے اور اس کی علت زانکہ دل الخ چنانچہ ابھی آتا ہے اور من وجہ سر تیز اس لئے کہا کہ حقائق غیر دقیقہ کو تو سمجھتی ہے جو موقوف نہیں مجاہدہ وتصفیہ پر اس لئے تمثیل کو سمجھ سکتی ہے۔ پس اس سے سر تیز من وجہ کی شرح اور نیز ست پا کی مراد معلوم ہوگئی یعنی ست پا ہونا علت ہے تجمید کی یہ تو ست پائی کی تفسیر ہوئی اور زانکہ دل الخ میں جو اس کی علت فرمائی ہے۔ اس کا دخل ظاہر ہے کہ اگر قلب کی اصلاح ہو تو مجاہدہ سہل ہو۔ پس تجمید کی علت ست پائی اور ست پائی کی علت ویرانی دل۔ خوب سمجھو اور اگر کہا جاوے کہ مجاہدہ عمل ہے اور قوۃ عاملہ کا کام ہے عقل کا کام نہیں کیونکہ اس کا کام ادراک معقولات ہے جواب یہ ہے کہ استحضار تام وعلی الدوام بعض معقولات کا سبب ہوتا ہے قوۃ عاملہ کی آمادگی کا پس بواسطہ یہ بھی قوۃ عاقلہ کا کام ہوا اور اس تقریر سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اوپر تو مجمد کہا تھا اور یہاں سر تیز کہہ دیا دفع شبہ ظاہر ہے اور اس تقریر سے اس کی وجہ بھی سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ من وجہ سر تیز ہونے کے مقابلہ میں یوں کیوں نہ کہا کہ من وجہ سر تیز نہیں ہے بلکہ پائے ست کہا بات یہ ہے کہ مقصود تو مقابلہ میں سر تیزی یعنی ادراک ہی کی نفی کرنا ہے مگر چونکہ علت اس نفی کی قوۃ عاملہ یعنی مجاہدہ کا انتفا ہے اس لئے ست پا یعنی فاقد العمل کہا۔ آگے بھی اسی ست پائی کے باوجود من وجہ سر تیزی کی تائید ہے یعنی) ان کا سینہ دعوے کے وقت تو مثل آفتاب کے (روشن اور وسیع) ہوتا ہے (یہ تو ان کی قوۃ خیالیہ کی کیفیت ہے کیونکہ یہ روشنی اور وسعت موقوف اس پر ہے کہ دعوے کے موافق خیال بھی ہو ورنہ اگر خیال اس کے خلاف ہو تو ایک تنگی اور تکدر اور انقباض ہوتا ہے پس یہ ادراک خیالی تحقق ہے سر تیزی کا مگر) ان کا صبر (یعنی ہمت ومجاہدہ) تقویٰ کے وقت مثل برق کے (سریع

الزوال) ہوتا ہے (یہ سست پائی ہے جیسا کہ اوپر گزرا) ایک عالم (کا عالم یعنی سارا جہان اور مراد یہ کہ اکثر عالم) ہنروں میں خودنما بن رہا ہے (یعنی کمال کا دعویٰ کرتا ہے مع الخیال کما مرو کما سیاتی من قولہ وقت خود بینی الخ مگر) وفا کے وقت (یعنی جب وفائے عہد واحکام کا وقت آتا ہے کہ استعمال ہے قوۃ عاملہ کا) ایسا بے وفا نکلتا ہے جیسا عالم بے وفا مشہور ہے اور) خود بینی کے وقت تو (ایسا پھولتا ہے کہ) دنیا میں نہیں سماتا (مگر باوجود اس کے حالت یہ ہے کہ) حلق اور معدہ (کے شغل) میں ایسا گم ہے جیسے روٹی (کہ حلق میں جا کر کچھ کچھ اور معدہ میں پہنچ کر بالکل ہی گم ہو جاتی ہے یعنی نری خود بینی ہے اور مجاہدہ بالکل ندارد بلکہ صرف مشغول لذات ہیں)

ایں ہمہ اوصاف شاں نیکو شود	بدنماند چونکہ نیکو خو شود
یہ سب اوصاف ان کے حمیدہ ہو جاتے ہیں	ذمیمہ نہیں رہتے جبکہ وہ خوش اخلاق ہو جاتا ہے
گر منی گندہ بود ہمچو منی	چوں بجاں پیوست یا بد روشنی
اگر خودی و انانیت مثل منی کے گندہ ہوتی ہے	جب روح کے ساتھ متصل ہوگئی وہ روشنی حاصل کر لیتی ہے
ہر جمادے کوکند رو در نبات	از درخت بخت او روید حیات
ہر جماد کہ نبات کی طرف رخ کرتا ہے	اس کے درخت بخت سے حیات پیدا ہوجاتی ہے
ہر نباتے کو بجاں روی آورد	خضرؑ وار از چشمۂ حیواں خورد
جو نبات کہ جان کی طرف توجہ کرے	وہ خضر کی طرح چشمۂ حیت سے نوش کرنے لگتی ہے
باز چوں جاں روسوی جاناں نہد	رخت را در عمر بے پایاں نہد
پھر جب وہ جان محبوب کی طرف متوجہ ہو جاوے	تو اپنے رخت کو عمر غیر متناہی میں رکھ دیتی ہے

(اوپر حالت قبل المجاہدہ کا ذکر تھا اب حالت بعد المجاہدہ کا بیان ہے یعنی) یہ سب اوصاف (ذمیمہ مذکورہ) ان کے حمیدہ ہو جاتے ہیں۔ ذمیمہ نہیں رہتے جبکہ وہ (مجاہدہ سے) خوش اخلاق ہو جاتا ہے (تقلید بالمجاہدہ کی دلیل لفظ خو ہے جو بمعنی خلق ہے کہ عبارت ہے ملکہ راسخہ سے جو کہ موقوف ہے مجاہدہ پر بخلاف وصف کے کہ وہ مع الملکہ یا بغیر الملکہ دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے پس اس پر یہ بھی شبہ نہ رہا کہ مقدم وتالی کا متحد ہونا لازم آتا ہے کہ وہی اوصاف کا نیک ہونا اور وہی اخلاق کا نیک ہونا وجہ دفع تقریر سے ظاہر ہے حاصل یہ ہوا کہ جب مجاہدہ سے اخلاق درست کر لیتا ہے تو پھر اوصاف مذکورہ حمیدہ ہو جاتے ہیں اور اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو ذمیمہ کی ذات ہی فنا ہو کر مبدل بہ حمیدہ ہو گئی جیسے بخل کی جگہ سخا دعویٰ کی جگہ فنا حرص کی جگہ استغنا وعلیٰ ہذا اور یا یہ کہ ذات باقی رہے مگر مصرف بدلنے سے وہ حمیدہ کے مصداق ہو گئے۔ مثلاً صرف معاصی میں صرف کرنے سے بخل کرتا ہے۔ کما فی الحدیث منع لله اور اذن شرعی کے وقت دعویٰ کرتا ہے کما فی الحدیث الخیلاء فی صف القتال اور امور خیر کی حرص کرتا ہے۔ کما فی الحدیث منہو مان لا یشبعان طالب العلم الخ اس میں ترغیب ہے مجاہدہ کی جس کے فقدان سے سست پائی کا حکم کیا گیا تھا۔ آگے مثال کے طور پر بیان ہے ایک جزئی تبدیل مذکورہ کا کہ جس میں تبدیل کے دوسرے معنی متحقق ہیں یعنی مثلاً) اگر خودی وانانیت (پہلے سے) مثل منی کے (کہ ایک رطوبت نجسہ ہے) گندہ ہوتی ہے (لیکن) جب روح (طاہر) کے ساتھ متصل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگئی۔ (متصل ہونے کے معنی یہ کہ روح اس کے ساتھ متصف ہوگئی یعنی جب وہ انانیت روح مذکور کی صفت بن گئی اور ظاہر ہے کہ اس مفہوم کا صادق آنا موقوف اس پر ہے کہ وہ روح طاہر ہوگئی اور اس قید کا قرینہ مقابلہ ہے گندگی کا اور یہ طہارت موقوف ہے مجاہدہ پر تو حاصل یہ ہوا کہ جب روح نے مجاہدہ کرلیا) تو (اب اس کی) وہ (صفت انانیت بھی) روشنی حاصل کرلیتی ہے (یعنی وہ بجائے معصیت کے کہ مورث ظلمت ہے طاعت ہوجاتی ہے کہ مورث نور ہے وجہ اس کی ظاہر ہے کہ پہلے وہ انانیت محل نہی میں تھی اور اب محل امر میں ہے جیسے مشبہ بہ کو بھی جب روح سے اتصال ہوگیا یعنی زندہ عورت کے رحم میں مستقر ہوگئی تو اس میں بھی نور حیات پیدا ہوجاتا ہے یعنی انسان حی بن جاتا ہے آگے اس تبدیل کے امثلہ بمعنی نظائر ہیں یعنی) جو جماد کہ نبات کی طرف رخ (اور میل وتوجہ) کرتا ہے اس (جماد) کے درخت بخت سے حیات پیدا ہو جاتی ہے (یہاں جماد سے مراد عنصر آب ہے کذا قال مرشدیؒ اور نبات کی طرف رخ کرنے سے مراد نباتات سے متصل ہونا جس سے نبات میں نشو ونما ہوتا ہے اور اپنے محل میں ثابت ہے کہ نشو کی یہی صورت ہے کہ اجزائے عنصریہ نبات میں منقسم ہوکر مستحیل اس نبات کی طرف ہوجاتے ہیں اور یہی مراد ہے رویدِ حیات سے پس حیات سے مراد حیات نامیہ ہے یعنی وہ جماد بھی نبات اور موصوف بہ نمو ہوجاتا ہے تو اس تقریر پر جماد میں آب کے ساتھ دوسرے عناصر خاک وغیرہ کو بھی داخل کرسکتے ہیں۔ اور بعض محشین نے جو جماد سے مراد دانہ لیا ہے بعید معلوم ہوتا ہے ایک نظیر تو یہ ہوئی آگے دوسری نظیر ہے جو مرتب اور متدرج ہے۔ پہلی پر یعنی پھر) جو نبات کہ جان (حیوانی) کی طرف توجہ کرے (یعنی حیوان کے ساتھ متصل ہو جاوے اس طرح سے کہ اس کی غذا بن جاوے) وہ خضر (علیہ السلام) کی طرح چشمہ حیات سے نوش کرنے لگتی ہے (یعنی وہ نبات موصوف بحیات حیوانی ہوجاتی ہے یا تو اس طرح سے کہ وہ اجزائے حیوان بن گئی اور ان اجزا میں بعض موصوف بالحیات بھی ہیں تو اس طرح سے وہ نبات حی ہوگئی اور یا اس طرح سے کہ غذا ہی کے بعض اجزا روح حیوانی بنتے ہیں جیسا اطباء نے کہا ہے پس وہ نبات خود روح حیوانی بن گئی جس پر مدار ہے حیوان کے حی ہونے کا اور تشبیہ بخضر یا مطلق حیات میں ہے اور یا اشارہ اس طرف ہے کہ مصرعہ اول میں جان حیوانی سے مراد عام ہے جان انسانی کو بھی کہ حیوان شامل ہے انسان کو بھی ہیں جب روح انسانی سے اس نبات کو اتصال ہوکر وہ انسان بنے گی تو خضرؑ کی طرح چشمۂ حیات معارف وعلوم سے سیراب ہوگی پس یہ دوسری نظیر اس عموم کے لحاظ کے بعد تیسری نظیر کو بھی مشتمل ہوگئی آگے تیسری یا چوتھی نظیر ہے اور مرتب اور مندرج ہے اپنی سابق نظیر پر یعنی) پھر جب وہ جان (مذکورہ حیوانی یا انسانی) محبوب (حقیقی) کی طرف متوجہ ہوجاوے (یعنی محبت ومعرفت مکتسب کرکے قرب ومعیت حاصل کرلے انسانی تو بلاواسطہ اور حیوانی بواسطہ انسانی کے یعنی اس طرح کہ وہ حیوان غذا انسان کی ہوجاوے) تو اپنے رخت کو عمر غیر متناہی میں رکھ دیتی ہے (یعنی پھر اس کو حیات جاودانی حاصل ہوجاتی ہے جو حیوان کو نہیں ہوگی کیونکہ وہ خاک میں مل جاویں گے حاصل سب امثلہ کا ظاہر ہے کہ جیسے ان امثلہ میں خسیس نے تعلق بالنفیس سے ترقی کرلی اسی طرح اوصاف خسیسہ تلبس بروح المجاہد سے شریف ونفیس ہوجاتے ہیں اور جس طرح ان اشعار میں سست پائی کی تبدیل وعلاج ہے اسی طرح ترغیب بھی ہوسکتی ہے صحبت اہل کمال کی جس کا اوپر کے ان اشعار میں بھی ذکر تھا چوں زمین زیں برف در پوشد کفن الخ اور اس شعر میں بھی اس کا بیان تھا شکل نبود لیک باشد آن مثل الخ پس اس طور پر مقام کا مزید ارتباط بھی ظاہر ہوگیا)

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ ان نظائر سے مسئلہ ارتقاو نشو کا زعم جہل ہے ارتقاء متکلم فیہ یہاں پتہ بھی نہیں اور جو یہاں مذکور ہے اس میں کسی کو کلام ہی نہیں نہ اس کی ہم نفی کرتے ہیں نہ اہل سائنس کو ان کے خاص دعویٰ میں وہ مفید ہے۔ اگر اس کا نام ارتقا رکھ لیا جاوے تو اصطلاح میں ہم نزاع نہ کریں گے بلکہ یوں کہہ دیں گے کہ ارتقا کی دو قسم ہیں ایک کو ہم مانتے ہیں اور ایک کی نفی کرتے ہیں فقط۔ اور شعر باز چوں جان الخ میں معیت الہیہ کے بیان ہونے پر احقر نے اشعار بالا جنگ ہا بین کان اصول صلحہاست الی قولہ فرجہ کن چندانکہ اندر ہر نفس کی شرح میں متنبہ کیا تھا۔ فتذکر پس اس اعتبار سے یہ عود ہے۔ ان اشعار کے مضمون کی طرف اور نیز عود ہے بالکل فتح دفتر ہذا کی طرف بھی جیسا کہ ان اشعار کی شرح سے اس کی وجہ معلوم ہو سکتی ہے کہ یہ سب مقامات متحد الغرض ہیں۔

سوال سائل از واعظ کہ مرغے بر سر ربض نشستہ بود سر او فاضل ترست و شریف تر و عزیز تر و مکرم تر یا دم او و جواب دادن واعظ سائل را بقدر فہم و ادراک او

ایک سائل کا ایک واعظ سے سوال کرنا کہ جو پرندا حاطہ پر جا بیٹھا ہو اس کا سر فاضل اور زیادہ شریف اور زیادہ عزیز اور زیادہ معزز ہے۔ یا اس کی دم اور واعظ کا سائل کو اس کے فہم اور ادراک کے مطابق جواب دینا

واعظے را گفت روزے سائلے	کاے تو منبر راسنی تر قابلے
کسی واعظ سے ایک دن کسی سائل نے کہا	کہ تو منبر کے لئے اعلیٰ درجہ کا قابل ہے
یک سوالستم بگو اے ذولباب	اندریں مجلس سوالم را جواب
میرا ایک سوال ہے کہہ دے اے صاحب عقل	اسی مجلس میں میرے اس سوال کا جواب
بر سر بارو یکے مرغے نشست	از سر و از دم کدامینش بہ است
کسی قلعہ کی چوٹی پر ایک پرندہ جا بیٹھا	اس کے سر اور دم میں سے کون افضل ہے
گفت اگر رویش بشہر و دم بدہ	روی او از دم او میداں کہ بہ
کہا کہ اگر اس کا منہ شہر کی طرف اور دم گاؤں کی طرف ہے	تب تو جان لو کہ اس کا منہ دم سے بہتر ہے
ورسوی شہر ست دم رویش بدہ	خاک آں دم باش واز رویش بجہ
اور اگر دم شہر کی طرف اور منہ گاؤں کی طرف ہے	تو اس دم کی خاک بن جاؤ اور اس کے منہ سے کود کر الگ ہو جاؤ

(ان اشعار کا ربط اشعار بالا ایں ہمہ اوصاف الی قولہ باز چوں جان کے ساتھ ہے کیونکہ ان اشعار کا حاصل تعلق و توجہ بمقصود کا اثر اور شرف بیان کرنا تھا اسی مضمون کی ان اشعار میں تائید بضمن تمثیل ہے یعنی) کسی واعظ سے ایک دن کسی سائل نے کہا کہ تو منبر کے لئے اعلیٰ درجہ کا قابل ہے میرا ایک سوال ہے اے صاحب عقل اسی مجلس میں میرے اس سوال کا جواب کہہ دے (اور وہ سوال یہ ہے کہ) کسی قلعہ کی چوٹی پر ایک پرندہ جا بیٹھا (تو یہ بتلا کہ) اس کے سر اور دم میں سے کون افضل ہے (یہ ایک بے ہودہ سوال ہے یا تو حماقت سے کیا یا تمسخر سے مگر واعظ نے جواب ایک نتیجہ خیز دیا اور) کہا کہ اگر اس کا منہ شہر کی طرف اور دم گاؤں کی طرف ہے تب تو جان لو کہ اس کا منہ دم سے بہتر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور اگر دم شہر کی طرف اور منہ گاؤں کی طرف ہے تو اس دم کی خاک بن جاؤ (یعنی اس کا ادب کرو) اور اس کے منہ سے کودکر الگ ہو جاؤ (خلاصہ یہ کہ شہر بوجہ کثرت آبادی کے اور اشتمال علی العقلا کے چونکہ گاؤں سے افضل ہے اس لئے جونسی چیز شہر کی طرف ہو وہ افضل ہے خواہ منہ ہو یا دم ہو حاصل مثال کا ظاہر ہے کہ اسی طرح توجہ الی المحبوب الاشرف کے سبب متوجہ میں شرف آ جاوے گا خواہ وہ پہلے سے شریف ہو مثل منہ کے یا خسیس وناقص ہو مثل دم کے)

مرغ با پر می پرد تا آشیاں	پر مردم ہمت ست اے مردماں
پرندہ تو پر سے آشیاں تک اڑتا ہے	اے لوگو آدمیوں کا پر ہمت ہے
عاشقے کالودہ شد در خیر و شر	خیر و شر نگر تو در ہمت نگر
جو کوئی عاشق خیر یا شر میں آلودہ ہو	تو اس کے خیر و شر کو مت دیکھ بلکہ ہمت کو دیکھ
باز اگر باشد سپید و بے نظیر	چونہ صیدش موش باشد شد حقیر
باز اگر سفید اور بے نظیر ہی ہو	جب اس کا صید موش ہو تو وہ حقیر ہو گیا
ور بود چغدے و میل او بشاہ	او سر باز ست منگر در کلاہ
اور اگر چغد ہو اور اس کا میلان بادشاہ کی طرف ہو	تو وہ باز کا بھی سر ہے کلاہ کو مت دیکھ
ور ہمی شیرے خورد از مردہ خر	سگ بود او شکل شیرے کم نگر
اور اگر کوئی شیر مرے ہوئے گدھے میں سے کھانے لگے	تو وہ سگ ہے شکل شیرانہ کو مت دیکھو
ور پلنگ و گرگ را افگند سگ	شیر میداں مرورا بے ریب وشک
اگر سگ چیتے اور گرگ کو گرا دے	تو اس کو بلا ریب و شک شیر یقین کرو

(اوپر مثال تھی توجہ بمقصود کے شرف کی یہاں مابہ التوجہ کا بیان ہے کہ ہمت قلبیہ ہے یعنی) پرندہ تو (پانے) پر سے آشیان تک اڑتا ہے (اور وہی پر آلہ ہو جاتا ہے کبھی توجہ الی المعمورہ کا جیسا اوپر کی مثال میں گزرا پس جس طرح وہاں مابہ الطیران پر ہے اسی طرح) اے لوگو آدمیوں کا پر (یعنی آلہ توجہ و مابہ السیر الی المقصود) ہمت ہے (جب ہمت ایسی چیز ہے تو ہر جگہ اسی پر نظر کرو گو اس کا متعلق مذموم ہی ہو چنانچہ) جو کوئی عاشق خیر یا شر میں آلودہ ہو (یعنی عشق مقصود میں مشغول ہو یا غیر مقصود میں) تو اس کے خیر و شر کو مت دیکھ بلکہ ہمت کو دیکھ (یہ مطلب نہیں) کہ نہ خیر کو دیکھ اور نہ شر کو بلکہ یہ مطلب ہے کہ دونوں کے مجموعہ کو مت دیکھ اور مقصود یہ ہے کہ شر کو مت دیکھ یعنی شر کو دیکھ کر اس کا اتباع مت کرنا بلکہ عشق شر میں بھی صرف ہمت کو دیکھنا کہ مخلوق کی محبت میں کیا کیا مشقتیں برداشت کر رہا ہے تو تجھ کو عشق خالق میں بدرجہ اولی مشقتیں برداشت کرنا چاہئے اس کی ایسی مثال ہے جیسے غالباً حضرت جنیدؒ نے کسی چور کو دار پر مرا ہوا معلق دیکھا پوچھا معلوم ہوا تو دوڑ کر اس کے پاؤں کو بوسہ دیا حاضرین نے تعجب سے پوچھا فرمایا اس کی چوری پر قدم بوس نہیں ہوتا بلکہ اس کی مضبوطی پر کہ جان دیدی اور مطلوب کو نہ چھوڑا اگر ہم اپنے مطلوب خیر کو اس طرح پکڑ لیں تو کیسی خوب بات ہے آگے عالی ہمتی کی مدح اور پست ہمتی کی مذمت بضمن امثلہ بیان کرتے ہیں کہ) باز اگر سفید اور بے نظیر ہی ہو (لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

جب اس کا صید موش ہو تو وہ (باز) حقیر ہو گیا (کیونکہ پست ہمتی اس کی ثابت ہوئی) اور اگر چغد ہو اور (باوجود اس کے) اس کا میلان بادشاہ کی طرف ہو تو وہ (اس) باز کا بھی سر (اور اس سے افضل) ہے (اس کو دیکھو اور) کلاہ کو مت دیکھو (مراد قالب کہ جس طرح کلاہ ساتر ہے راس کی قالب ساتر ہے روح کا۔ مطلب یہ کہ قالب چغد کو مت دیکھو کیونکہ میلان بشاہ کے سبب اس کی عالی ہمتی ثابت ہوئی اور وہی دیکھنے کے قابل ہے) اور اگر کوئی شیر مرے ہوئے گدھے (کے گوشت) میں سے کھانے لگے تو وہ (گویا) سگ ہے (کیونکہ کم ہمت ہے اس کی) شکل شیرانہ کو مت دیکھو اور اگر سگ چیتے اور گرگ کو گرا دے تو اس کو بلا ریب و شک شیر یقین کرو (کیونکہ عالی ہمت ہے)

آدمی بسرشتہ از یک مشت گل	برگذشت از چرخ واز کوکب بدل
آدمی ایک مٹی گل سے گوندھا گیا ہے	قلب کی بدولت افلاک و کواکب سے بھی گزر گیا ہے
آدمی بر قدر یک طشت خمیر	بر فزود از آسمان و از اثیر
آدمی بقدر ایک طشت خمیر ہونے کی حالت پر	آسمان اور اثیر یعنی فلک یا کرۂ نار سے بڑھ گیا ہے
ہیچ کرمنا شنید ایں آسماں	کہ شنید ایں آدمی پر غماں
کبھی اس آسمان نے کرمنا سنا ہے	جو اس آدمی پر غموم نے سنا ہے
بر زمین و چرخ عرضہ کرد کس	خوبی و عقل و عبارات و ہوس
زمین اور آسمان کے سامنے کبھی کسی نے اپنی خوبصورتی اور	خوش فہمی اور حسن کلام اور تمناؤں کو پیش کیا ہے؟
جلوہ کردی ہیچ تو بر آسماں	خوبی روی و اصابت در گماں
کبھی تم نے آسمان پر خوب روئی اور	اصابت رائے کو پیش کیا ہے
پیش صورتہای حمام اے ولد	عرضہ کردی ہیچ سیم اندام خود
کبھی تم نے اے فرزند تصویرہائے حمام کے سامنے	اپنا اندام سیمیں پیش کیا ہے
بگذری زاں نقشہائے ہمچو حور	خلوت آری با عجوزے نیم کور
ان حور تمثال تصویروں سے گزر کر	ایک عجوز نیم کور کے ساتھ خلوت میں رہے ہو گے
در عجوزہ چیست کایشاں را نبود	کہ تر ازاں نقشہا باخود ربود
عجوزہ میں وہ کیا چیز ہے جو ان تصویروں میں نہیں	جو کہ تجھ کو ان تصویروں سے ہٹا کر اپنی طرف لے گئی
تو نگوئی من بگویم در بیاں	عقل و حس و درک و تدبیرست و جاں
سو تم نہ کہو تو میں بیان میں کہے دیتا ہوں	عقل اور حواس اور ادراک اور تدبیر اور روح ہے
در عجوزہ جان آمیزش کنے ست	صورت گرما بہارا روح نیست
عجوزہ میں ایک ایسی روح ہے جو آمیزش کرنے والی ہے	تصویر ہائے حمام میں روح نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت گرما بہ گر جنبش کند	در زماں از صد عجوزت بر کند
اگر تصویر حمام حرکت کرنے لگے	تو فوراً صدہا عجوز سے تجھ کو برداشتہ کر دے

(اثیر فلک یا کرۂ نار کذائی الغیاث اور ہمت کی فضیلت بھی یہاں اس کے محل و تعلق یعنی قلب کی اور قلب کے ساتھ روح کی کہ افعال قلب کے کہ جن میں ہمت بھی ہے بدولت روح ہی کے ہیں مدح اور فضل ہے یعنی قلب اور روح وہ چیزیں ہیں کہ) آدمی (باوجودیکہ اس کا کالبد) ایک مٹھی گل سے (جو کہ خسیس ترین عناصر ہے) گوندھا گیا ہے (مگر قلب کی بدولت افلاک وکواکب سے بھی مرتبہ میں) گزر گیا ہے اور اسی کو دوسرے عنوان سے کہتے ہیں کہ) آدمی بقدر ایک طشت خمیر ہونے کی حالت پر آسمان اور اثیر یعنی فلک یا کرۂ نار سے بڑھ گیا ہے (چنانچہ دلیل اس کی یہ ہے کہ) کبھی اس آسمان نے کرمنا سنا ہے جو اس آدمی پر غموم نے سنا ہے (اشارہ ہے طرف آیہ لقد کرمنا بنی ادم کے اور پر غموم کہنے میں علاوہ ضرورت قافیہ کے ایک گونہ وجہ تفضیل کی طرف بھی اشارہ ہوسکتا ہے کہ یہ بہت سے تعلقات کی کشاکشی میں مبتلا ہوکر بھی طاعت میں مشغول ہوتا ہے یہ کمال کسی میں نہیں اور گو جنات میں بھی یہ تعلقات پائے جاتے ہیں مگر حالات کے تتبع وتدبر سے معلوم ہوتا ہے کہ جن میں انس کی برابر تعلقات نہیں نہ کثرت میں نہ شدت میں۔ باقی اصل استدلال اس مقام میں کرمنا سے ہے۔ یہ تو تفضیل کی دلیل نقلی ہے آگے دلیل عقلی سے تفضیل ہے جس میں کلام کا مدار صفات روح پر رکھا ہے جیسے سابق میں کلام کا مدار صفات قلب پر رکھا تھا کما یدل علیہ قولہٗ الماضی. بر گذشت از چرخ واز کوکب بدل۔ پس فرماتے ہیں زمین اور آسمان کے سامنے کبھی کسی نے اپنی خوبصورتی اور خوش فہمی اور حسن کلام اور تمناؤں کو پیش کیا ہے (کہ مجھ میں یہ صفات ہیں یعنی کبھی) نہیں کیونکہ ان میں ایسی روح مدرکہ نہیں جو ان امور کا ادراک کرے تو روح ایسی چیز ہوئی کہ جس میں روح نہ ہو وہ عرفاً قابل شمار نہیں سمجھا جاتا اسی کو دوسرے الفاظ سے کہتے ہیں کہ) کبھی تم نے آسمان پر خوبروئی اور اصابت رائے کو پیش کیا ہے۔ (مرشلہ اور اسی طرح) کبھی تم نے اے فرزند تصویر ہائے حمام کے سامنے اپنا اندام سیمیں پیش کیا ہے۔ (ہرگز نہیں کیا بلکہ) ان حور تمثال تصویروں سے گزر کر (بعض اوقات) ایک عجوزہ نیم کور کے ساتھ خلوت (یا باختلاف نسخہ جلوت) میں رہے ہوگے (باوجودیکہ اس کی صورت ایسی نہیں سو آخر) عجوزہ میں وہ کیا چیز ہے جو ان تصویروں میں نہیں جو کہ تجھ کو ان تصویروں سے ہٹا کر اپنی طرف لے گئی۔ سو تم (اگر کسی وجہ سے) نہ کہو تو میں بیان میں کہے دیتا ہوں (وہ چیز) عقل اور حواس اور ادراک اور تدبیر اور روح ہے۔ (روح سے پہلے کی چیزیں روح کے متعلقات وافعال ہیں یعنی) عجوزہ میں ایک ایسی روح ہے جو آمیزش (اور کشش) کرنے والی ہے (اور) تصویر ہائے حمام میں روح نہیں ہے (ورنہ ان تصویروں کی صورت تو ایسی ہے کہ) اگر تصویر حمام (ذی روح ہوکر نہ کہ کسی شعبدہ سے) حرکت کرنے لگے تو فوراً صدہا عجوز سے تجھ کو (دل) برداشتہ کردے (یہ دلیل عقلی ہوگئی)

فائدہ:۔ فلک سے مراد آسمان نہ لیا جاوے کہ اصل عطف میں تغائر ہے متعاطفین کا بلکہ دائرہ مراد لیا جاوے جو آسمان کی حرکت سے پیدا ہوتا ہے جیسے معدل النہار و منطقۃ البروج وغیرہما۔

جاں چہ باشد باخبر از خیر و شر	شاد با احسان و گریاں از ضرر
جان کیسی چیز ہوتی ہے؟ جو کہ خیر و شر سے باخبر ہو	احسان سے خوش ہو اور ضرر سے گریاں ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں سر و ماہیت جاں مخبرست	ہر کہ او آگاہ تر باجاں ترست
جبکہ حقیقت اور ماہیت روح کی باخبر ہونے کی صفت ہے	تو جو شخص زیادہ باخبر ہو گا وہ زیادہ باجان ہو گا
اقتضای جاں چواے دل آگہیست	ہر کہ آگہ تر بود جانش قویست
اے دل جب روح کا اقتضا باخبری ہے	تو جو زیادہ باخبر ہو گا اس کی روح زیادہ قوی ہو گی
خود جہان جاں سراسر آگہیست	ہر کہ بے جان ست از دانش تہی ست
عالم ارواح سراسر باخبری ہے	تو جو شخص بے روح ہو وہ دانش سے خالی ہے
روح را تاثیر آگاہی بود	ہر کرا ایں بیش اللہی بود
روح کا اثر باخبری ہے	جس کو یہ زیادہ ہے وہ اللہ والا ہے
چوں خبرہا ہست بیروں از نہاد	باشد ایں جانہا دراں میداں جماد
جب بہت سے علوم اس صورۃ نوعیہ سے خارج ہیں	تو یہ ارواح اس میدان میں جماد ہوں گے
جان اول مظہر درگاہ شد	جان جاں خود مظہر اللہ شد
جان اول مظہر درگاہ ہے	اور جان جان مظہر اللہ ہے

(اوپر روح انسانی کی فضیلت عامہ کا بیان تھا جو کہ مشترک تھی درمیان مومن وکافر ومطیع وعاصی ومحق ومبطل کے کہ ادراک کلیات ومعقولات بھی ان کا خاصہ مشترکہ ہے اب اس میں تخصیص کرتے ہیں روح عارف کی جس کی فضیلت خاصہ سے کلام شروع ہوا تھا اس شعر میں) باز چوں جان روسوے جانان نہد الخ جو کہ سرخی سوال سائل سے اوپر تھا اور ہمت اسی کا خاصہ قصہ ہے جو اس شعر میں مذکور تھا۔ مرغ باپری پرد تا آشیان۔ پر مردم ہمتست اے مردمان۔ جو کہ قصہ سرخی مذکور کے بعد متصل تھا پس فرماتے ہیں کہ) جان کیسی چیز ہوتی ہے (آگے خود جواب دیتے ہیں کہ) جو کہ خیر وشر (یعنی نفع و ضرر) سے باخبر ہو (یعنی) احسان (ونفع) سے خوش ہو اور ضرر سے گریان ہو (اس تفسیر میں اشارہ ہو گیا کہ باخبر ہونے سے مراد صرف علم نہیں بلکہ اس علم سے متاثر ہو کر اس پر عمل اور اس کے حال سے متصف ہونا بھی ہے جو کہ شان ہوتی ہے عارف کی مطلب یہ کہ روح انسانی میں امتیاز اسی سے ہے کہ وہ خیر وشر کو ادراک کرتی ہے اور ظاہر ہے کہ ادراک فی نفسہ مقصود نہیں بلکہ اپنی غایت کے لئے مقصود ہے پس جہاں غایت نہ ہو گی وہ ادراک کالعدم ہو گا اور غایت ہے جلب خیر ودفع شر اور خیر وشر میں بھی معتدبہ وہی ہے جو حقیقی یعنی اخروی ہو پس روح قابل امتیاز ومدح وہی ہوئی جو جالب خیر اخروی ودافع شر اخروی ہو۔ پس روح کہنے کے قابل ایسی ہی روح ہوئی اور جو روح ایسی نہ ہو گویا وہ لا روح ہے۔ آگے اسی کو مفصل فرماتے ہیں کہ) جبکہ حقیقت اور ماہیت (یعنی فصل منوع) روح (انسانی) کے باخبر ہونے کی صفت ہے (چنانچہ ناطق کے مفہوم کا یہی حاصل ہے) تو جو شخص زیادہ باخبر ہو گا وہ زیادہ باجان (کہلانے کے قابل) ہو گا (اس سے ماہیت میں تشکیک لازم نہیں آتی۔ باجان تو باعتبار ماہیت کے سب ایک ہی درجہ میں ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نفس ماہیت قابل اعتداد نہیں بلکہ اس ماہیت کے کمالات گو وہ داخل ماہیت نہ ہوں مقصود ہیں تو وہ کمالات مقصودہ جہاں زیادہ ہوں گے

www.besturdubooks.wordpress.com

وہی فرد اس ماہیت کی معتد بہ ہوگی باقی غیر معتد بہ آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) جب روح کا اقتضا باخبری ہے تو جو زیادہ باخبر ہوگا اس کی روح زیادہ قوی ہوگی (اور جبکہ) عالم ارواح سراسر باخبری ہے (یعنی عالم ارواح اس فصل کا محل ہے مبالغۃً مصدر کو ذات پر محمول کر دیا) تو جو شخص بے روح (کہلانے کے قابل) ہو (وہ وہی ہے جو کہ) دانش (وخبر) سے خالی ہے (اور جبکہ) روح کا (خاص) اثر باخبری ہے (تو) جس کو یہ زیادہ ہے وہ اللہ والا ہے (اس میں تصریح ہوگئی مضمون مصرعہ "شادیا احسان وگریان از ضرر" کی حاصل یہ کہ نظر بر بنائے مذکور روح مقصود بالبحث روح عارف باللہ کی ہے اور دوسری ارواح انسانیہ کو اس سے باعتبار غایات مذکورہ کے وہ نسبت ہے جو جسم بے روح یعنی خالی عن الروح الانسانی کو کہ شامل ہے جسم متلبس بالروح الحیوانی کو مطلق روح انسانی سے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جب بہت سے علوم (یعنی معارف الٰہیہ) اس صورۃ نوعیہ سے خارج ہیں (مراد یہ کہ نہ داخل ذات ہیں اور نہ لوازم ذات کہ خلو ان سے محال ہو بلکہ حظیرۂ قدس سے مناسبت پیدا ہونے پر ان کا افاضہ موقوف ہے اور وہ موقوف ہے طلب وہمت پر) تو یہ ارواح (انسانیہ عامہ) اس میدان (یعنی حظیرۂ قدس) میں (گویا) جماد (کے حکم میں) ہوں گے (جماد سے مراد جسم بے روح بالمعنی الذی ذکر انفاً یعنی باعتبار علوم عقلیہ کے جو نسبت غیر انسان کو انسان سے ہے وہی نسبت باعتبار علوم مقصودہ کے مطلق انسان کو اس انسان کامل سے ہے۔ پس اس تفاوت کے اعتبار سے) جان اول مظہر درگاہ ہے اور جان جان مظہر اللہ ہے (جان اول سے مراد مطلق روح انسانی کہ اول خلقت انسانیہ میں اس کا تعلق تدبیر وتصرف جسد سے ہوتا ہے جس کو اصطلاح میں ولادت اولیٰ کہتے ہیں اور جان جان سے مراد روح انسانی جبکہ وہ علوم ومعارف واحوال وکمالات سے متصف ہو جاتی ہے جس کو اصطلاح میں ولادت ثانیہ کہتے ہیں اور جان جان کہنا اس کو اس اعتبار سے ہے کہ گویا وہ اس صفت کے اعتبار سے روح کا خلاصہ اور سلالہ ہے اور درگاہ بمعنی درگاہ حق سے مراد مرتبہ مطلق صفات حق کا اور اللہ سے مراد مرتبہ الوہیۃ بمعنی المعبودیۃ کا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ انسان میں دو قسم کی صفات ہیں ایک وہ جو تکوینا مطلوب ہیں تشریعاً مطلوب نہیں خواہ وہ اضطراری ہوں جیسے سمع وبصر وغیرہ یا اختیاری ہوں جیسے معصیت وغیرہ اور دوسرے وہ جو تشریعاً مطلوب ہیں اور وہ سب عبادات اختیاریہ ہیں اور ان سب صفات میں وہ مظہر واجب کا ہے۔ لیکن قسم اول صفات چونکہ عبادات نہیں ان کا تعلق مطلق مرتبہ صفات سے شعر مذکور میں کہا اور قسم ثانی صفات چونکہ عبادات ہیں اس لئے ان کو مظہر ذات کا باعتبار صفت الوہیۃ ومعبودیۃ کے کہا یہ توجیہ ہے عنوان کی باقی مقصود معنون وحکم بالتقسیم نہیں ہے بلکہ صرف تفاوت اس میں بیان کرنا ہے کہ مطلق روح انسانی چونکہ متصف بالعبادۃ والمعرفۃ نہیں اور روح عارف اس سے متصف ہے اس لئے وہ اول اس ثانی کے سامنے کچھ بھی نہیں)

آں ملائک جملہ عقل وجاں بدند	جان نو آمد کہ جسم آں شدند
ملائکہ سراسر عقل و روح تھے	ایک جدید روح ایسی آئی کہ وہ اس کے جسم ہو گئے
از سعادت چوں برآں جاں برزدند	ہمچو تن آں روح را خادم شدند
جب سعادت سے وہ ملائکہ اس روح سے جا ملے	تو مثل جسم کے اس روح کے خادم ہو گئے
آں ابلیس از جاں ازاں سر بردہ بود	یک نشد باجاں کہ عضو مردہ بود
اس ابلیس نے روح سے اس لئے سرتابی کی تھی	یعنی اس لئے روح کے ساتھ متحد نہ ہوا کہ وہ عضو مردہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نبودش آں فدائی آں نشد	دست بشکستہ. مطیع جاں نشد
چونکہ اس کو وہ سعادت نہ تھی اس لئے وہ اس روح کا فدائی نہ بنا	شکستہ ہاتھ روح کا مطیع نہ رہا
جاں نشد ناقص گرآں عضوش شکست	کاں بدست اوست تاندکردہست
جان ناقص نہیں ہوئی اگر اس کا وہ عضو شکستہ ہو گیا	کیونکہ وہ اس کے قبضہ میں ہے کہ اس کو ہست کر سکتی ہے

(برزوند ملاقی شدند سر بردہ بود سرتافتہ بود و جملہ یک نشد باجان تفسیر سربردہ بود۔ کذافی الحواشی۔ اوپر روح عارف کا افضل ہونا مطلق روح انسانی سے مذکور تھا یہاں اس سے ترقی کر کے اس کا روح ملائکہ سے بھی افضل ہونا بیان فرماتے ہیں ۔باعتبار التفصیل المذکورفی الکلام ان خواص البشر کا لانبیاء علیھم السلام افضل من خواص الملئکۃ وعوام البشر کالاولیاء والصلحاء افضل من عوام الملئکۃ یعنی مطلق روح انسانی کی نسبت روح عارف کامل کے ساتھ ایسی ہونا جیسے جسم کو روح انسانی سے ہے یہ تو کیا بعید ہے جبکہ روح انسانی سے بڑھ کر روح ملائکہ کو بھی اس روح عارف کامل کے ساتھ یہی نسبت جسم الی الروح کی سی ہے چنانچہ) ملائکہ (باوجودیکہ) سراسر عقل و روح تھے (مگر) ایک جدید روح ایسی آئی کہ وہ (ملائکہ) اس (روح) کے جسم ہو گئے (مراد اس سے حضرت آدم علیہ السلام کہ عارف کامل ہیں اور جسم ہونے سے مراد تابع ہونا ہے جس کی ایک ظاہری صورت سجدۂ تحیہ ہے چنانچہ آگے اسی تابع ہونے کی تصریح ہے یعنی) جب سعادت سے وہ ملائکہ اس روح (جدید) سے جا ملے تو مثل جسم کے اس روح کے خادم (وتابع) ہو گئے (اور) اس ابلیس نے اس روح سے اس لئے سرتابی کی تھی یعنی اس لئے (اس) روح کے ساتھ متحد (اور موافق یعنی مطیع) نہ ہوا کہ وہ عضو مردہ تھا (اور عضو مردہ کو روح سے علاقہ اتحاد یعنی حلول سریانی کا نہیں ہوتا اور اس لئے وہ اس کا مطاوع نہیں ہوتا چنانچہ حرکت وغیرہ نہیں کرتا اور عضو مردہ کے مثل اس لئے تھا کہ وہ صاحب سعادت نہ تھا جیسے ملائکہ صاحب سعادت تھے۔ کما مر من قولہ از سعادت الخ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) چونکہ اس (ابلیس) کو وہ سعادت (نصیب) نہ تھی (اس لئے وہ اس روح کا فدائی (وتابع) نہ بنا (جیسے کسی کا) شکستہ ہاتھ (ہو جس میں حیات نہ رہی ہو اور اس لئے وہ) روح کا مطیع نہ رہا (خلاصہ یہ کہ مناسبت مع روح آدم کا سبب سعادت تھا اور عدم مناسبت کا سبب عدم سعادت آگے رفع ایہام کا ہے جو دست شکستہ کے ساتھ تشبیہ دینے سے واقع ہو سکتا تھا کہ دست کے شکستہ ہونے سے تو صاحب دست میں نقصان آ جاتا ہے اسی طرح شاید ابلیس کے منقاد نہ ہونے سے آدم علیہ السلام کے کمال میں کچھ نقص ہو گیا ہو گا اس ایہام کو رفع فرماتے ہیں کہ) جان ناقص نہیں ہوئی اگر اس کا وہ عضو (یعنی ہاتھ) شکستہ ہو گیا کیونکہ وہ (ہاتھ) اس (جان) کے قبضہ میں ہے کہ اس کو ہست (اور موجود) کر سکتی ہے (مراد اس کے قبضہ میں ہونے سے اس کے آثار وغایات کا قبضہ میں ہونا ہے اور تاند کردہست سے مراد یہ ہے کہ اس کے ہست ہونے پر جو غایات مرتب ہوتیں وہ روح ان غایات کی تحصیل و تکمیل کر سکتی ہے اس کو مجازاً ہاتھ کی ہستی کہہ دیا گویا حکماً ہاتھ ہی موجود ہو گیا۔ شرح اس کی یہ ہے کہ ابلیس کے مطاوع ہونے سے جو فضل و کمال آدم علیہ السلام کا ظاہر ہوتا یا ان کو حاصل ہوتا ہے وہ اب دوسرے طریق سے ظاہر یا حاصل ہو گیا اور وہ کمال یہ تھا کہ آدم علیہ السلام کا قرب وقبول زائد مرتب ہوتا سو یہ بات اس کی مخالفت میں بھی باختیار آدم علیہ السلام اس طرح میسر ہو سکتی ہے اور میسر ہوئی بھی کہ اس کے اضلال واغوائی المعاصی کے رد کرنے سے ان کا مجاہدہ بڑھا اور وہ سبب

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگیا ترتب زیادت قرب وقبول کا پس اصل میں امر اختیاری مجاہدہ ہے جو سبب ہے قرب کا اور یہی قرب مرتب ہوتا مطاوعت ابلیس پر پس گویا حکما ابلیس کا مطاوع ہونا بقبضۂ آدم علیہ السلام ہوگیا اس لئے یہ کہنا صحیح ہوگیا جان نشد ناقص الخ اور مقصود تخصیص آدم علیہ السلام کی نہیں سب خواص مقبولین کا یہی حکم ہے اور اغوا میں فی المعاصی کی قید سے زلات خارج ہوگئے۔ فلا نقض بها وهكذا حق المقام ان يفهم اور سرخی سوال سائل سے یہاں تک سب مضامین کا ارتباط سب اشعار کی تمہید سے ظاہر ہونے کے بعد معلوم ہوگیا ہوگا کہ مقصود مشترک تمامتر اشعار کا مدح ہے اہل کمال کی بغرض ترغیب ان کی صحبت واتباع کے اور آئندہ بھی چھ سات شعر کے بعد کہ ان میں انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف پھر اسی اتباع کی ترغیب ہے اور ساتھ ہی اس دوسرے مضمون سے بھی اس کو ارتباط ہے چنانچہ اس کے مطالعہ سے ظاہر ہوگا)

سر دیگر ہست کو گوش دگر	طوطی کو مستعد آں شکر
ایک دوسرا راز بھی ہے دوسرا کان کہاں ہے	ایسی طوطی جو اس شکر کی استعداد رکھتی ہو کہاں ہے
طوطیان خاص را قندیست ژرف	طوطیان عام ازیں خور بستہ طرف
خاص طوطیوں کے لئے تو قند وافر موجود ہے	عام طوطیوں نے اس غذا سے آنکھ ہی بند کر رکھی ہے
کے چشد درویش صورت زاں نکات	معنی ست آں نے فعولن فاعلات
صورت کا درویش اس پاکیزہ مضمون سے یا ان نکات سے کب ذوق حاصل کرتا ہے	وہ تو معنی دقیق ہے نہ کہ محض فعولن فاعلات
از خر عیسیٰ دریغش نیست قند	لیک خر آمد بخلقت کہ پسند
خر عیسیٰ سے ان کو قند بھی دریغ نہیں	لیکن خر ہی خلقۃً کاہ پسند ہے
قند خر را گر طرف انگیختے	پیش خر قنطار شکر ریختے
خر کے طرف کو اگر قند برانگیختہ کرتی	تو وہ تو خر کے سامنے انبار شکر بکھیر دیتے
معنی ختم علیٰ افواههم	ایں شناس اینست رہرو را مہم
ختم علیٰ افواههم کے معنی بھی سمجھو	یہ بات سالک کے لئے بہت ضروری ہے

(اوپر کاملین کے فضائل مقصود مذکور تھے جس کے ضمن میں یہ بھی بیان ہوا تھا کہ ابلیس کی مطاوعت نہ کرنے سے کمال آدم علیہ السلام میں کوئی نقصان نہیں ہوا اب اس مضمون ضمنی کی مناسبت سے مقصود مذکور کے علاوہ ایک دوسرے مضمون کی طرف انتقال ہے یعنی ضلال ابلیسی کا ایک سبب تو اس کا بے سعادت ہونا ہے جس کا اوپر بیان ہوا اس کے علاوہ اس کا) ایک دوسرا راز بھی ہے (مگر اس کے سننے کے لئے) دوسرا کان کہاں ہے (آگے اس کی مثال ہے کہ) ایسی طوطی جو اس شکر کی استعداد رکھتی ہو کہاں ہے خاص طوطیوں کے لئے تو قند وافر موجود ہے مگر سب تو خاص نہیں باقی) عام طوطیوں نے اس غذا سے آنکھ ہی بند کر رکھی ہے (اسی طرح اسرار فہم لوگ بھی کم ہیں) صورت کا درویش (یعنی طالبان صورت زیادہ ہیں جو طالب معنی نہیں مگر ایسا شخص) اس پاکیزہ مضمون سے یا ان نکات سے (لان الشیخ مخلتہ زکات فی بعضہا ونکات فی بعضہا) کب ذوق حاصل کرسکتا ہے (کیونکہ) وہ تو معنی دقیق ہے (جس کا وہ طالب نہیں) نہ کہ محض فعولن فاعلات (یعنی الفاظ

www.besturdubooks.wordpress.com

موزوں نہ کہ ان کے لئے فہم عمیق کی حاجت نہ ہو یعنی مضامین دقیقہ مشابہ قند میں نہ کمی ہے نہ ان کے افادہ میں ہم کو بخل ہے مگر عام مخاطبین میں کہ محض درویش صورت ہیں ان کی استعداد نہیں اس لئے اس راز متعلق بہ ضلال ابلیس کو ظاہر کرنا مصلحت نہیں آگے اس کی اور مثال ہے کہ) خرعیسیٰ سے ان (عیسیٰ علیہ السلام) کو قند (دینے میں) بھی دریغ نہیں لیکن (خود) خر ہی خلقۃً (وطبعًا) کاہ پسند ہے (اور قند کی استعداد نہیں رکھتا ورنہ) خر کے طرف کو اگر قند برانگیختہ کرتا (یعنی اس کو قند کی رغبت ہوتی) تو وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) تو خر کے سامنے انبار شکر بکھیر دیتے (مگر اس میں اس کی استعداد ہی نہیں۔ اسی طرح ہر مخاطب میں فہم اسرار کی استعداد نہیں اور) نختم علیٰ افواھھم کے معنی یہی سمجھو (کہ ان کے مونہوں پر ہم ایسی مہر کر دیتے ہیں کہ ان کے منہ کے اندر ہی یہ غذائیں نہیں جاتیں کہ شکم تک پہنچیں۔ پس ختم علی الافواہ سے مراد اس توجیہ پر امتناع عن التکلم نہیں اور قرینہ ترجیح اس توجیہ کا خصوصیت مقام کی ہے پس اس بنا پر یہ ہم معنی ہو گیا۔ ختم اللہ علیٰ قلوبھم کا لیکن نہ بمعنی فساد استعداد کہ مخصوص ہے بعض کفار کے ساتھ بلکہ بمعنی نقصان استعداد کہ عام ہے۔ عوام مومنین کو بھی جو اسرار کے اہل نہ ہوں اور) یہ بات (کہ نقصان استعداد مانع فہم اسرار ہے) سالک کے لئے (سمجھنا) بہت ضروری ہے۔

فائدہ:۔ یہ تو اشعار کا حل ترجمہ تھا اب دو امر قابل سمجھنے کے ہیں اول یہ کہ وہ دوسرا راز اضلال ابلیسی میں کیا ہے ہر چند کہ مولانا کے بیان نہ فرمانے کی حالت میں اس کی تعیین کا دعویٰ مشکل ہے لیکن احقر نے اس میں حضرت حق کی طرف رجوع کیا تو وہ جدا نا قلب پر یہ وارد ہوا کہ وہ راز یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنے بعض اسماء جلالیہ قہریہ کا ظہور فرمانا منظور تھا جیسے قہار و منتقم اور یہ ظہور موقوف ہے معصیت پر اور معصیت موقوف ہے محرک معصیت پر اور تحریک موقوف ہے خود محرک کے ضلال پر اس لئے ابلیس ضال ہوا کہ پھر مضل ہو اور اس کے آثار واقع ہوں۔ اور اس پر وہ اسماء ظاہر ہوں اور اسی طرف اشارہ ہے اس حدیث میں لو لم تذنبوا لذھب اللہ بکم جس کو احقر نے رسالہ حقیقۃ الطریقۃ میں مفصل ذکر کیا ہے جو قابل ملاحظہ ہے اور سبب اول مذکور فی الاشعار السابقہ میں اور اس سبب ثانی میں یہ فرق ہے کہ سبب اول علت تھی ضلال کی اور یہ سبب حکمت ہے اس کی اور ظاہر ہے کہ یہ راز ہر شخص کے سامنے کہنے کا نہیں کیونکہ اس سے کم فہم کو شبہ ہوتا ہے معاصی و ضلال کے مطلوب ہونے کا گو خوش فہم مطلوبیۃ تکوینیہ و مطلوبیۃ تشریعیہ میں فرق کر کے شبہ تو رفع کر سکتا ہے لیکن ایسے خوش فہم بھی تو کم ہیں اور ترقی کر کے کہا جا سکتا ہے کہ بعض اسماء لطیفہ جمالیہ کا ظہور بھی اس پر مرتب ہے چنانچہ عفو و غفار و تواب کا تو بہت ظاہر ہے۔ و فیہ قیل

گناہ من ارنامدے در شمار ترا نام کے بودے آمرز گار

یعنی ظاہر نبودے اور رافع الدرجات وواہب العطیات وغیرہ کا جو کہ خاص ہیں مقربین کے ساتھ اس طرح کہ زیادہ درجات و عطیات کا سبب طاعت میں مخالفت ہے۔ اغواء ابلیس کی تو یہ مخالفت بطاعت بھی موقوف اسی پر ہوئی چنانچہ احقر نے اوپر شعر جان نشد ناقص الخ کی شرح میں اس کی تقریر بھی کی ہے اور اس شعر میں اس مضمون کی طرف اشارہ ہونا بھی مرجح ہو سکتا ہے اس راز کی تعیین کا کیونکہ اس مضمون مدلول کلام میں اور اس راز مظنون مقام میں ظہور اسماء امر مشترک ہے۔ گو وہاں اور اسما ہوں اور ان کا ظہور بضمن ذکر عدم نقص آدم بمخالفت ابلیس لزومًا مفہوم ہو جاوے اور یہاں اور اسما ہوں اور مقصود و مدلول ہوں دوسرا امر یہ ہے کہ شعر اخیر میں قرآن مجید کی تفسیر مقصود نہیں بلکہ تمثیل مقصود ہے یعنی غذا نہ جانے کے لئے منہ بند ہونا مشابہ ہے تکلم سے منہ بند ہونے کے۔ اور اس کو علم

www.besturdubooks.wordpress.com

اعتبار کہتے ہیں جس کی حقیقت احقر نے کلید مثنوی دفتر اول میں لکھی ہے۔ ان اشتهيت فارجع اليه

تاز راه خاتم پیغمبراں	بو کہ بر خیزد زلب ختم گراں
تا کہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے سے	ممکن ہے کہ یہ مہر گران لب سے اٹھ جاوے
ختمہائے کانبیا بگذاشتند	آں بدین احمدیؐ برداشتند
جو مہریں اور انبیاء علیہم السلام چھوڑ گئے تھے	انکو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے کارکنان قضاء وقدر نے اٹھادیا
قفلہای ناکشادہ ماندہ بود	از کف انا فتحنا برکشود
جو قفل بے کھلے رہ گئے تھے	وہ صاحب انا فتحنا کے دست مبارک سے کھلے
او شفیع ست ایں جہان و آنجہاں	ایں جہاں دردین و آنجا در جناں
آپ شفیع ہیں اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی	اس عالم میں تو دین کے باب میں اور اس جگہ جنت کے باب میں
ایں جہاں گوید کہ تو رہ شاں نما	واں جہاں گوید کہ تو مہ شاں نما
یہ عالم کہتا ہے کہ آپ ان لوگوں کو راستہ دکھلایئے	اور وہ عالم کہہ رہا ہے کہ آپ ان کو جمال محبوب جو مشابہ ماہ کے ہے دکھلایئے
پیشہ اش اندر ظہور و در کموں	اهد قومي انهم لا يعلمون
آپ کا شیوہ علانیہ اور خفیہ یہ تھا	کہ آپ دعا کرتے تھے کہ میری قوم کو ہدایت فرمادیجئے وہ لوگ جانتے نہیں
باز گشتہ از دم او ہر دو باب	درد و عالم دعوت او مستجاب
آپ کے دم یعنی سخن سے دونوں دروازے مفتوح ہو گئے	دونوں عالم میں آپ کی دعا مقبول ہے

(اوپر فرمایا تھا کہ سالک کو اس بات کا سمجھنا اور یاد رکھنا بہت ضروری ہے کہ یہ مہر یعنی نقصان استعداد مانع فہم اسرار ہے۔ اس سمجھنے کی غایت اور وجہ اور اس مہر کے رفع کی علت اور طریق بتلاتے ہیں یعنی سالک کو یہ سمجھنا اس لئے ضروری ہے کہ) تا کہ خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چلنے سے ممکن ہے کہ یہ مہر گراں (جو اوپر مذکور ہوئی) لب سے اٹھ جاوے (حاصل یہ کہ اس مہر کا ٹوٹنا صرف حضرات انبیاء علیہم السلام کے خصوص حضرت خاتم الانبیاء علیہ السلام کے اتباع میں منحصر ہے یعنی علوم فلاسفہ یا محض مجاہدات ومکاشفات اس میں ناکافی ہیں صرف صاحب وحی کے اتباع سے ایسی استعداد پیدا ہو سکتی ہے جب سالک اس مہر کی مانعیت کو سمجھے گا تو اس کے رفع کا طالب ہوگا اور رفع منحصر ہے اس اتباع میں پس وہ اتباع کرے گا اور ہر چند کہ ہر نبی کے اتباع کا یہی خاصہ ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص ایک اس لئے ہے کہ اس وقت آپ کا دورہ ہے دوسرے اس لئے کہ حصول استعداد لازم رفع الختم کے بھی مراتب مختلف ہیں اور حضرات کے اتباع سے جس قدر استعداد حاصل ہو سکتی ہے حضور کے اتباع سے اس سے ازید واکمل استعداد حاصل ہوگی اور عجب نہیں کہ شعر ہذا میں اسی لئے ختم میں گراں کی قید لگائی ہو یعنی آپ کی ایسی برکت ہے کہ کیسا ہی عظیم حجاب ہو وہ بھی رفع ہو جاتا ہے جو حاجب تھا اسرار عظیمۃ الشان کا اور لب سے مراد یا تو لب مخاطب ہے جیسا اوپر کے شعر میں افواههم کی توجیہ گزری ہے اور یا لب متکلم بالاسرار کیونکہ نقص استعداد مخاطب جیسا فہم سے مانع ہے اسی طرح متکلم کو تکلم سے بھی مانع ہے۔ پس کمال استعداد کے وقت وہ مہر بھی ٹوٹ جاوے گی۔ مقصود ہر حال

میں حکم کرتا ہے حصول استعداد کا اور ممکن اس لئے کہا کہ استعدادات کا اختلاف فطری ہے جس میں فطرۃً زیادہ رکھی گئی ہے۔ اتباع سے اس کے کمال کا ظہور ہو جاوے گا اور جس میں فطرۃً کم ہے اتباع سے اس کا حدوث نہ ہوگا لیکن یہ نہ سمجھا جاوے کہ اتباع بے اثر رہا اصل یہ ہے کہ اتباع کا اصل اثر جو کہ مقصود ہے رضائے حق ہے نہ کہ اسرار علیہ وکشفیہ کا سمجھنا اور رضائے حق ہر حال میں اتباع کے لئے لازم ہے۔ پس فہم اسرار تو اتباع کا خاصہ غیر لازمہ ہے اور رضائے حق اتباع کا خاصہ لازمہ ہے۔ آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اتباع میں وہی تفاوت استعداد کی اکملیت وکاملیت کا بیان کرتے ہیں یعنی) جو مہریں اور انبیاء علیہم السلام (بے کھلی) چھوڑ گئے تھے ان کو دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم (کے اتباع) سے کارکنان قضا وقدر نے اٹھا دیا (یعنی بہت سے حجابات ان حضرات کے اتباع سے بھی رفع ہوئے جس سے ان کے تابعین کو استعداد کامل حاصل ہوئی اور علوم کاملہ عطا ہوئے لیکن بعضے حجابات رہ بھی گئے تھے وہ حضور کے اتباع سے مرتفع ہوئے جس سے آپ کے تابعین کو استعداد اکمل حاصل ہوئی اور علوم بھی اکمل عطا ہوئے۔ کما وقع الیه الاشارة فی حدیث علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل وانه وان لم ینقل لفظاً لکنه صحیح معنی کماحققه فی المقاصد الحسنة و فی حدیث فضل هذه الامة قال الله تعالیٰ اعطیهم من علمی کذافی المشکوة پس تفاوت ناقص وکامل کا نہیں ہے بلکہ کامل واکمل کا اور) جو قفل بے کھلے رہ گئے تھے وہ صاحب انا فتحنا کے دست مبارک سے کھلے (چونکہ انا فتحنا حضور پر نازل ہوئی اس لئے آپ کو صاحب انا فتحنا کہہ دیا اور خاص اس مادہ میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو فتح دینے کی خبر دی ہے یہ فتح عام ہے فتح ظاہری فتح بلاد کو اور فتح باطنی فتح قلوب کو جیسا ایک حدیث میں ہے یفتح الله به اعینا عمیاً واذاناً صما و قلوباً غلفا او نحوه اور فاتح آپ کا لقب بھی آیا ہے۔ پس آپ شفیع ہیں اس عالم میں بھی اور اس عالم میں بھی۔ اس عالم میں تو دین کے باب میں (کہ دین اکمل کی طرف ہماری رہبری کی) اور اس جگہ جنت کے باب میں (کہ جنت کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی پس) یہ عالم (بزبان حال آپ سے کہتا ہے کہ آپ ان لوگوں کو (دین کا) راستہ دکھلایئے اور وہ عالم کہہ رہا ہے کہ آپ ان کو جمال محبوب جو مشابہ ماہ (تمام) کے ہے دکھلایئے (اس تشبیہ میں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف سترون ربکم یوم القیامة کما ترون القمر لیلة البدر اور دین اسلام اور نعمائے دار السلام دونوں کو ثمرۂ شفاعت اس لئے کہا کہ وہاں تو شفاعت ظاہر ہی ہے گو کسی کے لئے مغفرت کی اور کسی کے لئے رفع درجات کی اور یہاں بھی آپ دعا ہدایت وثبات کی برابر فرماتے رہتے تھے۔ اس دعا کی برکت سے احکام دین بھی زیادہ کامل البرکت نازل ہوتے تھے اور ثبات بھی میسر ہوتا تھا اور چونکہ یہ سب اقسام ہیں فتح باطنی کے کہ دین کامل سے حجابات جہل وظلمت مرتفع ہوئے اور دخول جنت سے حجابات بعد مرتفع ہوئے اس لئے یہ شعر ماقبل کے مناسب اور اس پر مرتب ہو گیا آگے ترقی ہے کہ آپ کی شفاعت اپنے متبعین کے لئے تو کیوں نہ ہوتی مخالفین کے لئے بھی آپ کو اس سے دریغ نہ تھا چنانچہ) آپ کا شیوہ علانیہ اور خفیہ یہ تھا کہ آپ دعا کرتے تھے کہ میری قوم کو ہدایت فرما دیجئے وہ لوگ جانتے نہیں (اور ہدایت مستلزم ہے فتح اقفال) پس مخالفین کے لئے بھی فتح اقفال ورفع ختم وحصول استعداد کی دعا فرماتے تھے آگے تفریع ہے شفیع دو جہان ہونے پر کہ) آپ کے دم یعنی سخن سے (مراد زبان ہے کہ آلہ ہے دعا کا) دونوں دروازے (مراد دونوں عالم ہیں) مفتوح ہو گئے (جیسا اوپر بیان ہوا اور) دونوں عالم میں آپ کی دعا مقبول ہے (اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ کوئی دعا آپ کی غیر مستجاب نہیں خود حدیثوں میں امت کے بارہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ناتفاقی نہ ہونے کی دعا کا مستجاب ہونا وارد ہے۔ معنی یہ ہیں کہ جس کو جو ملا ہے آپ کی دعا کی برکت ہے اور جس کا ملنا ہی قرین حکمت نہ تھا اس کا ذکر نہیں۔ پس دعوت و استجاب "قضیہ غیر مسورہ بحکم جزئیہ ہے)

فائدہ:۔ شعر اول یعنی

تاز راہ خاتم پیغمبران بو کہ بر خیزد ز لب ختم گراں

میں آپ کا لقب خاتم لانا رفع ختم گران کی مناسبت سے نہ سمجھا جاوے کہ ظاہرا تو وہ ختم کے مناسب ہے نہ کہ رفع ختم کے بلکہ اس حیثیت سے تو آپ کا لقب فاتح ہے چنانچہ اس کے بعد از کف انا فتحنا میں اور اس کے بعد باز گشتہ الخ میں اس طرف اشارہ بھی ہے بلکہ لقب خاتم لانے سے مقصود آپ کی اکملیت کا بیان کرنا ہے۔ فضائل میں کہ ان میں سے فاتحیت مذکورہ بھی ہے یعنی چونکہ آپ جمیع کمالات میں ایسے اکمل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم کمالات بنا دیا۔ اس لئے فاتحیت میں بھی اکمل ہیں کہ آپ سبب ہو گئے رفع ختوم کے پس اس بنا پر فاتح ہونے میں بھی خاتم ہیں چنانچہ آگے اس معنی کی تصریح ہے اس شعر میں"

در کشاد ختمہا تو خاتمی

والحمد لله علیٰ ما الهمنی هذا المقام

بہر او خاتم شدست او کہ بجود	مثل او نے بود و نے خواہند بود
آپ خاتم اسی لئے ہوئے ہیں کہ فیض رسانی میں	نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کے مثل ہوں گے
چونکہ در صنعت برد استاد دست	نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است
جب کسی صنعت میں کوئی استاد سب سے فائق ہو جاتا ہے	تو کیا تم اس وقت یوں کہا نہیں کرتے کہ تم پر صنعت کا خاتمہ ہو گیا
در کشاد ختمہا تو خاتمی	در جہان روح بخشاں خاتمی
آپ ان ختوم کے فاتح ہونے میں بھی خاتم ہیں	روح عطا کرنے والوں کے عالم میں آپ خاتم ہیں
ہست اشارات محمدؐ المراد	کل کشاد اندر کشاد اندر کشاد
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارات	کل کے کل فتوح در فتوح در فتوح ہیں

(اوپر آپ کے رافع الختوم و کاشف المکتوم کی صفت میں افضل و اکمل ہونے کے سلسلہ میں آپ کے فضائل مختصر شفاعت مطلقہ وغیرہ کہ مستلزم ہیں فائق علی جمیع الانبیاء ہونے کو ذکر کئے تھے۔ اب بھی اسی مضمون کی تاکید ایک خاص طرز سے ہے کہ اس پر استدلال کیا گیا ہے۔ آپ کے خاتم ہونے سے جس کی طرف اوپر شعر تاز راہ خاتم پیغمبران الخ میں اشارہ کیا گیا تھا جیسا کہ اوپر ختم (فائدہ) میں احقر نے کسی قدر تقریر بھی کی ہے پس وہاں جو اشارۃً مذکور تھا یہاں صراحۃً ہے یعنی) آپ خاتم اسی لئے ہوئے ہیں کہ فیض رسانی میں نہ کوئی آپ کا مثل ہوا اور نہ آئندہ آپ کے مثل ہوں گے (یعنی آپ کا لقب خاتم بوجہ ختم زمانی کے تو ہے ہی لیکن اس میں منحصر نہیں بلکہ اس وجہ سے بھی ہے کہ آپ پر کمالات ختم ہوئے ہیں چنانچہ) جب کسی صنعت میں کوئی استاد سب سے فائق ہو جاتا ہے تو کیا تم اس وقت یوں کہا نہیں کرتے کہ تم پر صنعت

کا خاتمہ ہو گیا۔ (اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب خاتم اس وجہ سے بھی ہوا کہ آپ پر تمام کمالات نبوت ختم ہو گئے جن میں سے ایک کمال فاتحیت للختوم بھی ہے تو) آپ ان ختوم کے فاتح ہونے میں بھی خاتم ہیں (اور) روح عطا کرنے والوں کے عالم میں آپ خاتم ہیں (روح سے مراد حیات قلب کہ علوم واحوال سے مسبب ہے اور روح بخشوں سے مراد حضرات انبیاء علیہم السلام کہ مفیضان علوم وحیات بخشندگان قلوب ہیں یعنی طبقہ انبیاء علیہم السلام میں آپ افضل الواہبین ہیں جیسے حاتم مالداروں میں افضل الاسخیا تھا اور آپ کی تصریحات تو کیوں نہ فاتح العلوم ہوتیں) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے (تو) اشارات (بھی) کل کے کل فتوح در فتوح ہیں (کہ ان سے علوم کا کشف وفتح ہوتا ہے یا تو اشارات کی تخصیص ذکری اس لئے ہے کہ غیر اشارہ پر دلالت بالاولی ہو اور یا اشارہ اس طرف بھی ہو سکتا ہے کہ جن اسرار غامضہ کا اس مقام پر ذکر ہے جیسا اوپر کے شعر میں مذکور تھا "سر دیگر ہست کو گوش دگر" الخ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اشارۃً پائے جاتے ہیں جیسا کہ احقر کی تقریر سے جو اس شعر کی شرح میں لکھی ہے ظاہر ہوگا ورنہ جو مضامین صراحۃً ارشاد ہیں وہ سب تشریع عام ہے اور اس کی تبلیغ سب کی طرف واجب ہے اس کی نسبت کو گوش دگر کہنا کب صحیح ہے۔

فائدہ:۔ اس کلام میں تصریح ہے کہ کل صوفیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کے ہر مرتبہ میں خاتم اعتقاد رکھتے ہیں۔ خواہ وہ تشریع ہو یا غیر تشریع اور حضرت شیخ اکبرؒ کی طرف جو نبوت عامہ غیر تشریعیہ کا عدم انقطاع منسوب ہے تو وہ شیخ کی ایک اصطلاح ہے مراد اس سے ولایت کا ایک مرتبہ ہے جس میں ولی محدث وملہم من اللہ ہوتا ہے۔ کما اثبت الوحی بالمعنی الخاص للنحل فی القران کذافی الحواشی من بحر العلوم وان اشتہیت التفصیل فطالعہ اور مولانا نے جو خاتم کی تفسیر کی ہے یہی تفسیر بعینہٖ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب قدس اللہ سرہ نے فرمائی تھی جس پر لفظ پرستوں نے بے حد اور بے جا شغب کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ حقیقت شناسی عطا فرماوے اور احقر نے شعر "بہر او خاتم شدست" الخ کی شرح میں جو یہ عبارت بڑھا دی ہے۔ بوجہ ختم زمانی کے تو ہے ہی الخ اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ اس تفسیر پر ختم زمانی کا ظاہراً انکار لازم آتا ہے۔ خوب سمجھ لیا جاوے۔ اور ایک نسخہ میں مصرعہ اخیرہ میں بجائے کشاد بکاف تازی کے گشاد بکاف عجمی ہے بمعنی خوش وخوشی ورہا کردن تیز از شست وبمعنی فتح اینجا بمعنی اخیر ست ۱۲ اولی محمد

صد ہزاراں آفریں بر جان او	بر قدوم و دور فرزندان او
آپ کی روح مطہر پر ہزاروں ثنا نازل ہوں	آپ کے فرزند کی تشریف آوری اور گشت فرمائی پر بھی
آں خلیفہ زادگان مقبلش	زادہ اند از عنصر جان و دلش
آپ کے وہ باقبال شہزادے	جو آپ کے روح وقلب کے عنصر سے پیدا ہوئے ہیں
گر ز بغداد و ہری یا از رے اند	بے مزاج آب وگل نسل وے اند
اگر وہ بغداد و ہرات کے ہوں یا رے کے ہوں	بدوں ترکیب آب وگل کے آپ کی نسل ہیں
شاخ گل ہر جا کہ روید ہم گل ست	خم مل ہر جا کہ جوشد ہم مل ست
شاخ گل جہاں بھی پیدا ہو وہ شاخ گل ہی ہے	خم شراب جہاں بھی جوش میں آجاوے وہ شراب ہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرز مغرب برزند خورشید سر	عین خورشید ست نے چیزے دگر
اگر مغرب سے آفتاب نکل آوے	تب بھی وہ خورشید ہی ہے اور چیز نہیں ہے
عیب چیناں را ازیں دم کور دار	ہم بستاری خود اے کردگار
اے کردگار عیب چینوں کو اپنی	ستاری کے ساتھ اس فن سے کور رکھ
گفت حق چشم خفاش بد سگال	بستہ ام من ز آفتاب بے مثال
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے خفاش بد سگال کی آنکھیں	آفتاب بے مثال سے بند کر رکھی ہیں
از نظر ہائے خفاش کم و کاست	انجم و آں شمس نیز اندر خفاست
خفاش جلائے کم و کاست کی نظروں سے	انجم بھی اور شمس بھی سب خفا میں ہیں

(اوپر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فاتح ہونے کا مع دیگر فضائل مختصہ ذکر تھا اور اسی کے ساتھ ان لوگوں کا بھی ذکر تھا جن کی استعدادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے کامل ہو گئیں۔ اب آپ پر مع ان کے درود و دعا اور ان حضرات کا آپ سے استفادہ باطنی کے رو سے تعلق بنوۃ و ولدیت اور ان کے فضائل ذکر فرماتے ہیں کہ) آپ کی روح مطہر پر ہزاروں ثنا نازل ہوں (اور) آپ کے فرزندوں کی تشریف آوری اور گشت فرمائی پر بھی (ان دو حالتوں کی تخصیص اس لئے کی کہ حکام کا افادہ رعایا کو ان ہی پر موقوف ہے کہ آویں بھی اور پھریں بھی اور ٹھہریں بھی اور فرزندوں میں تخصیص نسبی فرزندوں کی نہیں بلکہ مراد اس سے معنوی فرزند ہیں خواہ اس میں نسبی فرزندی بھی ہو یا نہ ہو یعنی) آپ کے وہ با اقبال شہزادے جو آپ کے روح و قلب کے عنصر سے پیدا ہوئے ہیں (یعنی باطنی جوہر سے مستفید ہیں) اگر وہ بغداد و ہرات کے ہوں یا رے کے ہوں (مگر) بدوں ترکیب آب و گل کے آپ کی نسل ہیں (یعنی ان عناصر معروفہ و نسل ظاہری کے اعتبار سے خواہ آپ کی اولاد نہ ہوں آگے اس کی مثال ہے کہ) شاخ گل جہاں بھی پیدا ہو (یعنی خواہ باغ میں یا غیر باغ میں) وہ شاخ گل ہی ہے (اسی طرح) خم شراب جہاں بھی جوش میں آ جاوے (یعنی خواہ شراب خانہ میں یا غیر شراب خانہ میں) وہ شراب ہی ہے (پس جس طرح یہاں معدن متعارف میں ہونا شرط تحقق حقیقت نہیں اسی طرح گو معدن متعارف اولاد کا صلب والد ہے لیکن اگر حقیقت فرزندی کی پائی جاوے کہ انتساب روحی ہے تو اس معدن ظاہری میں نہ ہونا مخل فرزندی نہیں آگے تیسری مثال ہے کہ) اگر مغرب سے آفتاب نکل آوے (جیسا قرب ساعت میں اس کا وقوع بھی ہوگا) تب بھی وہ خورشید ہی ہے اور چیز نہیں ہے (حالانکہ مطلع متعارف اس کا مشرق ہی ہے اسی طرح مطلع متعارف اولاد کا صلب و رحم حسی ہے لیکن مطلع غیر متعارف میں سے طلوع ہونے پر بھی جبکہ حقیقت متبدل نہ ہو وہ اولاد ہی ہے اور حقیقت ہے انتساب روحی وہ نسل ظاہری نہ ہونے سے نہیں بدلی۔ پس وہ فرزند فرزند ہی ہے یہ اشارہ ہے حدیث مشہور ال محمد کل تقی کی طرف اور وہ فی الجامع الصغیر عن الطیالسی و فی کنوز الحقائق عن الطبرانی اور لفظاً اگرچہ یہ ضعیف ہو لیکن معنیً یہ قرآن مجید سے ثابت ہے قال تعالیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم اور ظاہر ہے کہ ازواج کی امومیت خود فرع ہے۔ آپ کی ابوۃ کی کیونکہ اول علاقہ آپ سے ہوا اور بعض قرأت شاذہ میں اس کے بعد وھو اب لھم بھی وارد ہے اور مقصود اس سے بنوۃ نسبیہ کی فضیلت کا انکار یا اہل بیت وغیرہ اہل بیت کے تسویہ کا اثبات نہیں ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ بنوۃ روحانیہ بھی فضیلت کی چیز ہے۔ گو بنوۃ نسبیہ نہ ہو باقی جو جامع دونوں کا ہو وہ ایک وصف والے سے افضل ہے اور جہاں ایک ایک وصف ہو وہاں زیادہ قابل نظر وصف روحانی ہے آگے ایسے معنوی فرزندوں کے حساد و منکرین کی مذمت فرماتے ہیں جس کو بعنوان بددعا شروع کرتے ہیں کہ) اے کردگار عیب چینوں کو (جو ان حضرات میں عیب چینی کرتے ہیں) اپنی ستاری کے ساتھ اس تخن (مذکور سے منتفع ہونے) سے کور رکھ (یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ گمراہوں کے لئے تو بصیرت کی دعا کرنا چاہئے نہ کہ اور عمی کی بددعا۔ بات یہ ہے کہ یہ معلوم ہے کہ بعضوں کے لئے تکوینا یہی مقدر ہے کہ وہ اس تحقیق سے منتفع نہ ہوں گے اور اتقیا کی متابعت سے استنکاف اور ان پر حسد کریں گے اور جن کے لئے تکوینا مقدر ہو چکا ہے ان کو کبھی بصیرت حاصل نہ ہوگی۔ چنانچہ شعر آئندہ میں حق تعالیٰ کی اس عادت کے وقوع کی خود قرآن کے مضمون سے تصریح ہے۔ ”گفت حق الخ فانتظر شرحہ۔ پس ایسوں کے لئے بددعا کرنا عین موافقت ہے ارادۂ حق کی بدوں مخالفت کسی امر تشریعی کے پس اس میں کوئی محذور نہیں اس کی ایسی مثال ہے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بعد انکشاف اس تقدیر کے بددعا کی تھی۔ ربنا اطمس علیٰ اموالہم واشدد علیٰ قلوبہم فلا یؤمنوا حتیٰ یروا العذاب الالیم اور یہ قید کہ بدوں مخالفت امر تشریعی کے“ اس لئے لگائی کہ اگر کسی کو خود یا کسی دلیل صحیح سے مکشوف و معلوم ہو جاوے کہ میرے لئے فلاں معصیت مقدر ہے تو اس کے صدور کو موافقت ارادۂ حق کی بناء پر جائز نہ کہا جاوے گا کہ اس میں مخالفت ہے امر تشریعی و رضائے حق کی گو صدور ضرور ہو کر رہے گا مگر اس کو یوں نہ کہیں گے کہ اس میں کوئی محذور نہیں اور مقصود زیادہ صیغہ بددعا سے بھی ان منکرین کی مذمت کا ظاہر کرنا ہے کہ وہ اس تحقیق سے منتفع نہ ہوں گے۔ کما قال تعالیٰ فی تخصیص الانتفاع۔ قد جآء کم من اللہ نور و کتاب مبین یھدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام الآیۃ وقال تعالیٰ قل ھو للذین امنوا ھدیً و شفاء والذین لایؤمنون فی اذانھم و قرو ھو علیھم عمیً الآیۃ اور ستاری سے اس کو مسبب بنانا ستاری کے معنی مشہور کی بنا پر درست نہیں ہو سکتا۔ بعض محشین نے اس کا قصد کر کے بہت تکلف کیا کہ کلام میں تعقید ہو گئی بلکہ ستاری کو عام لے لیا خواہ عیب پوشی ہو یا حقیقت پوشی کما قال تعالیٰ و اذا قرأت القرآن جعلنا بینک و بین الذین لایؤمنون بالآخرۃ حجاباً مستوراً و جعلنا علیٰ قلوبہم اکنۃ ان یفقھوہ و فی اذانھم و قراً اس میں حق تعالیٰ نے حقیقت پوشی کو جعل حجاب ساتر و مایرادفہ سے کہ حاصل اس کا ستاری ہے تعبیر فرمایا پس کلام بے تکلف درست ہو گیا فتدبر و تشکر آگے بتلاتے ہیں کہ ہم نے جو دعا کی ہے حق تعالیٰ کی یہی عادت ہے چنانچہ) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں نے خفاش بدسگال (یعنی کفار) کی (باطنی) آنکھیں آفتاب بے مثال (یعنی ذات پاک محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے ادراک) سے بند کر رکھی ہیں۔ (وھو قولہ تعالیٰ وتراھم ینظرون الیک وھم لایبصرون وقال تعالیٰ اولٓئک الذین لعنہم اللہ فاصمھم و اعمیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

ابصارهم الایة پس جب کمالات محمدیہ باوجود اس قدر وضوح مع شان الجمال کے بھی بعض کو مدرک نہیں ہوتے تو کمالات اولیاء اوران کی فضیلت نسبت روحانیہ حضور کے ساتھ اگر ان کو مدرک نہ ہوں تو کیا بعید ہے غرض) خفاش جتلائے کم وکاست (یعنی کم بینی وکور چشمی) کی نظروں سے انجم بھی (یعنی اولیاء) اور شمس بھی (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) سب خفاء میں ہیں اور شعر ہذا کی تمہید وتقریر ربط میں جو احقر نے قید مع شان الجمال کی بڑھائی اس سے ایک شبہ دفع ہو گیا کہ عدم ادراک کمالات نبوت کا استلزام عدم ادراک کمالات ولایت کو مسلم نہیں چنانچہ خفاش شمس کو ادراک نہیں کرتا مگر انجم کو کرتا ہے جواب ظاہر ہے کہ خفاش میں جو مانع ادراک ہے حدت اور تیزی ہے وہ شمس معنوی میں مرتفع ہے اور وضوح زیادہ ہے تو اس کا مقتضا زیادہ ادراک تھا۔ اب استلزام ظاہر ہے فافہم

فائدہ:۔ ان مقبولین کی مدح میں گویا پھر عود ہے اسی مضمون ترغیب اتباع اہل کمال کی طرف جو بہت دور سے برابر چلا آرہا ہے۔ چنانچہ اشعار "آن ملائک تا جان نشد الخ کی شرح کے اخیر میں بھی اس پر متنبہ کیا گیا ہے فالکلام متسق کلہ

نکوہیدن ناموسہائے بوسیدہ را کہ مانع ذوق ایمان ودلیل ضعف صدق اندوراہزن صد ہزار ابلہ چنانکہ راہزن آں مخنث شدہ بودند گوسفنداں ونمی یارست گذشتن وپرسیدن مخنث از چوپاں کہ ایں گوسفندان تو عجب مرا می گزند گفت اگر مردی ودر تو رگ مردی ہست ہمہ فدئ تو اند واگر مخنثی ہر یکے ترا اژدرہاست مخنثے دیگر ہست کہ درحالے کہ گوسفنداں دید بازگشت واز پرسیدن ترسید کہا گرمن پرسم گوسفنداں اندرمن افتند ومرا بگزند

پرانی عزتوں کی برائی جو ایمان کے ذوق سے مانع ہیں اور سچائی کے ضعف کی دلیل ہیں اور لاکھوں بیوقوفوں کے لئے راہزن ہیں جیسا کہ اس ہیجڑے کے لئے بکریاں ہو گئی تھیں اور وہ گزر نہ سکا اور ہیجڑے نے گڈریئے سے پوچھا کہ تعجب ہے یہ تیری بکریاں مجھے کاٹتی ہیں۔ اس نے کہا کہ اگر تو مرد ہے اور تجھ میں مردانگی کی رگ ہے تو یہ سب تجھ پر قربان ہیں اور اگر تو ہیجڑا ہے تو ہر ایک تیرے لئے اژدھا ہے ایک دوسرا ہیجڑا ہے کہ جیسے ہی اس نے بکریاں دیکھیں تو واپس ہو گیا اور دریافت کرنے سے ڈرا کہ اگر میں دریافت کروں گا تو بکریاں مجھ پر حملہ کر دیں گی اور مجھے کاٹ لیں گی

مناسبت اس سرخی کی ماقبل سے یہ ہے کہ اوپر مذمت اور مضرت مذکور تھی اہل اللہ سے انکار وحسد رکھنے والوں کی یہاں علت اس انکار کی بتلاتے ہیں کہ کبر نفس ہے جس سے عار اتباع سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی کبر کو ناموس سے تعبیر کرتے ہیں اور بوسیدہ بمعنی کہنہ وضعیف اس لئے کہا کہ محض ایک خیالی چیز ہے چنانچہ جاہ کو کمال وہمی کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس میں کوئی قوت نہیں ہوتی کہ بنیاد ہی اس کی ضعیف ہے اور اس کا مانع ذوق ایمان وعلامت ذوق صدق اور رہزن حمقاء نفس پرست ہونا ظاہر ہے اور بعض نسخوں میں بجائے بوسیدہ کے پوشیدہ بشین معجمہ ہے۔ بمعنی مخفی۔ سو بوجہ صفت نفس ہونے کے مخفی ہونا اس کا ظاہر ہے اور بعض نسخوں میں اس تاثر میں من الخیال الضعیف کی ایک مثال لکھی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جس کی عبارت بوجہ طول کے نقل نہیں کی حاصل اس کا یہ ہے کہ دو مخنث چلے جاتے تھے راہ میں کچھ بکریاں ملیں ایک نے چوپان سے پوچھا کہ یہ بکریاں مجھ کو کاٹیں گی تو نہیں؟ اس نے کہا اگر تو مرد ہے تو سب تیرے لئے فدیہ اور مذبوح ہونے کے قابل ہیں اور اگر تو مخنث ہے تو سب تیرے لئے اژدہا ہیں اور دوسرے مخنث نے بکریاں دیکھتے ہی راہ گریز اختیار کی اور پوچھا بھی نہیں کہیں پوچھنے سے کاٹنے لگیں۔ پس جس طرح یہ بزدل گوسفند سے باوجود اس کے ضعف کے متاثر ہوئے اسی طرح کم ہمت ضعیف القلب جاودناموس سے باوجود اس میں قوت نہ ہونے کے متاثر ہوتا ہے۔

اے ضیاء الحق حسام الدین بیا	اے صقال روح و سلطان ہدیٰ
اے ضیاء الحق حسام الدین آیئے	اے صیقل کنندۂ روح اور اے سلطان ہدایت
مثنوی را مسرح مشروح دہ	صورت امثال او را روح دہ
مثنوی کو میدان کشادہ دیجئے	اس کی صورت حکایات کو روح دیجئے
تا حروفش جملہ عقل و جاں شوند	سوی خلدستان جاں پراں شوند
تاکہ اس کے الفاظ سراسر عقل و جان ہو جاویں	خلدستان جان کی طرف پران ہو جاویں
ہم بسعی توز ارواح آمدند	سوی دام حرف مستحقن شدند
آپ ہی کی سعی سے عالم معانی سے آئے ہیں	دام الفاظ کی طرف مقید ہو گئے ہیں
باد عمرت در جہاں ہمچوں خضرؑ	جاں فزا و دستگیر و مستمر
خدا کرے آپ کی عمر دنیا میں خضر علیہ السلام کے مثل ہو	روح افزا بھی اور دستگیر اور دائم بھی
چوں خضرؑ والیاسؑ مانی در جہاں	تا زمیں گردد ز لطفت آسماں
آپ خضر اور الیاس علیہما السلام کی طرح دنیا میں رہیں	تاکہ زمین آپ کے فیض سے مثل آسمان کے ہو جاوے
گفتمے از لطف تو جزوے ز صد	گر نبودے طمطراق چشم بد
میں تو آپ کے الطاف میں سے سو حصہ سے ایک حصہ کہتا	اگر نظر بد کا زور شور نہ ہوتا
لیک از چشم بد زہر آب دم	زخم ہائے روح فرسا خوردہ ام
لیکن نظر بد سے جس کا دم یعنی اثر مثل زہر آب کے ہے	میں بہت سی روح فرسا کلفتیں اٹھا چکا ہوں
جز برمز ذکر حال دیگراں	شرح حالت میں نیارم در بیاں
بجز رمز یعنی ذکر حال دوسرے بزرگوں کے	آپ کے شرح حال کو میں بیان میں نہیں لاتا
ایں بہانہ ہم ز دستان دلے ست	کہ ازو پاہای دل اندر گلے ست
یہ بہانہ اپنے ہی دل کی شرارت سے ہے	کہ اس سے میرا پاؤں گل میں پھنسا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صد دل و جان عاشق صانع شدہ	چشم بد یا گوش بد مانع شدہ
صدہا دل و جان صانع کے عاشق ہوئے ہیں	چشم بد یا گوش بد مانع ہو گیا

فائدہ:۔ ان اشعار میں بھی مثل سرخی کے مذمت و مضرت ہے۔ ننگ و ناموس بے جا کی جو سبب ہے انکار و حسد اہل اللہ کا جو کہ اوپر کے اشعار میں مذکور تھا اور یہ مضمون اصل میں اس شعر سے شروع ہوا ہے "صدق دل و جان عاشق صانع شدہ۔ چشم بد یا گوش بد مانع شدہ" اور دور تک چلا گیا ہے اور اس کے قبل کے اشعار بطور توطیہ و تمہید کے ہیں کیونکہ اس شعر میں اس ناموس کی دو مضرتیں مذکور ہیں ایک تو یہ کہ صاحب ناموس کو مانع ہوتی ہے قبول حق سے اور اسی کی تائید کی ہے۔ شعر مذکور کے مابعد کے اشعار سے "خود کیے بوطالب الخ اور یہی مضرت ماقبل سرخی میں بھی مذکور تھی" از نظرہائے خفاش الخ اور دوسری مضرت یہ کہ ناموس مخاطب کی متکلم بالحقائق کو مانع ہوتی ہے بعض حقائق کے اظہار سے جن کا اظہار واجب نہیں مگر نافع ہوتا وہ متکلم اس خیال سے رک گیا کہ شاید کہ یہ مخاطب بوجہ ناموس کے انکار کر کے زیادہ متضرر ہو مثلاً مطلق کاملین مقبولین یا معین نبی کی فضیلت اور ترغیب اتباع تو ضروری مضمون تھا اس سے تو متکلم نہیں رکتا اور کسی خاص مقبول ولی کی فضیلت اور ترغیب اتباع کا بیان کرنا واجب نہیں مگر نافع ہونا ظاہر ہے کہ طالب حق کو بالکل سہولت ہو سکتی ہے۔ لیکن بعض اوقات متکلم اس لئے اس سے باز رہتا ہے کہ تعیین میں عار زیادہ ہوگی اور حسد سے انکار کرے گا اور زیادہ وبال و ضرر میں مبتلا ہوگا پس دوسری مضرت ناموس کی یہ ہوئی اور سرخی کے بعد سے شعر مذکور "صد دل و جان الخ کے قبل تک اس مضرت کا ذکر ہے اس عنوان سے کہ اول مولانا ضیاء الحق کی مجملاً کچھ مدح فرمائی اور اس کے بعد اس مدح کی تفصیل سے عذر فرمایا اور وجہ عذر یہی بیان کی کہ حساد مخالفت کریں گے جس سے ان کو نقصان پہنچنے کے علاوہ مجھ کو بھی اذیت ہوگی اس لئے میں اس سے باز رہتا ہوں غرض دوسری مضرت یہ ہوئی پھر اس دوسری مضرت اور پہلی مضرت مذکور فی ماقبل کے مجموعہ پر اس شعر کے مصرعہ ثانیہ کے مضمون کو متفرع فرما دیں گے چشم بد یا گوش بد مانع شدہ یعنی مضرت اولیٰ تو بوجہ چشم بد کے ہے کہ چشم انکار سے دیکھا اس لئے حقیقت باوجود ظاہر کئے جانے کے مختفی ہوگئی۔ اور مضرت ثانیہ بوجہ گوش بد کے ہوئی کہ بعض خاص حقیقت اس کے خوف سے ظاہر ہی نہیں کی گئی کہ توجہ سے نہ سنے گا تو کان ہی میں نہ پہنچاؤ۔ مگر تعیین سے باز رہ کر مولانا حقیقت ضرور یہ سے باز نہیں رہے۔ یعنی مطلقاً کاملین کے فضائل و مدائح کا بیان کرنا اور یہی معنی ہیں اس شعر کے "جز بر مز ذکر حال دیگراں الخ اور اس کے ضمن میں مثنوی کے کچھ فوائد کی طرف بھی اشارہ فرما دیا بوجہ اس کے کہ وہ مشتمل ہے ان مضامین نافعہ پر اور اس حیثیت خاصہ یعنی ذکر منافع مثنوی سے یہ خاص چند اشعار گویا عود ہے بالکل اول دفتر ہذا کے اشعار کی طرف "اے حیات دل الی قولہ شش جہت را نور دہ الخ اور ان اشعار سے پچاس ساٹھ شعر بعد ابھی مثنوی کے نافع ہونے کا مضمون تھا اس سے بھی ارتباط ہو گیا۔ خوب سمجھ لو اور اس تقریر سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ اصل مقصود مقام کا ناموس کا مانع ہونا ہے قبول حق سے اور اس کا مانع ہونا اسماع بعض حق غیر واجب سے صرف تبعاً بیان کر دیا گیا ہے اصل مقصود نہیں اور یہی اصل مقصود سرخی کے قبل بھی تھا اور سرخی میں بھی اور اس مضمون تبعی یعنی مانعیت عن الاسماع المذکور کے بعد بھی پھر اسی کا سلسلہ چلا جاوے گا دور تک اور مناجات آئندہ اور حکایت غلام ہندویہ سب اسی سے مرتبط ہیں فانتظرہ اور یہاں یہ شبہ نہ ہو کہ شروع دفتر ہذا کے ان اشعار میں "لیک دعوت وارد ست الی

www.besturdubooks.wordpress.com

آخر یا کہا ہے کہ کسی کا انکار مانع بیان نہیں ہونا چاہئے اور یہاں اس کو مانع فرمایا جواب یہ ہے کہ عدم مانعیت باعتبار مضامین ضروریہ کے ہے اور مانعیت باعتبار مضامین مستحسنہ کے۔ اب اشعار کو حل کیا جاتا ہے۔ بتوفیقہ تعالیٰ۔

حل اشعار:۔ اے ضیاء الحق حسام الدین آیئے (یعنی ادھر متوجہ ہو جایئے) اے صیقل کنندۂ روح اور اے سلطان ہدایت (صقال مصدر ہے مبالغۃً اطلاق فرمادیا آگے بیان کی غرض فرماتے ہیں کہ) مثنوی کو میدان کشادہ دیجئے (یعنی آپ اگر اس طرف توجہ کریں گے کہ مضامین مفیدہ بذریعہ تالیف مثنوی طالبین کے لئے سبب افادہ ہوں تو مثنوی کا سلسلہ ممتد ہو جاوے گا اور) اس (مثنوی) کی صورت حکایات کو روح دیدیجئے (امثال جمع مثل بتحتین داستان یعنی مثنوی کی حکایات میں جان ڈال دیجئے چنانچہ حکایات سے فوائد و حقائق مستنبط کئے گئے ہیں۔ مطلب یہ کہ آپ کی توجہ سے مثنوی کی حکایات پراسرار ہو جاویں گی۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ اس کے الفاظ غیر مقصودہ کو روح دیجئے) تاکہ اس کے الفاظ سراسر عقل و جان (یعنی علوم و اسرار سے پر) ہو جاویں (اور) خلدستان جان کی طرف پران ہو جاویں (کیونکہ جان کا جان کی طرف صعود ضروری ہے مراد خلدستان جان سے عالم نزول فیوض۔ مطلب یہ کہ پھر وہ معانی و اسرار مع اپنے محل کے کہ قلوب ہیں عالم غیب کی طرف صعود کریں اور مقصود قلوب کا اس عالم کی طرف متوجہ ہونا ہے اور اسی غایت کا طلب کرنا ہے توجہ حسام الدین الی اظہار الاسرار سے یعنی جب آپ توجہ کریں گے تو میرے قلب پر اسرار نازل ہو کر مثنوی سے ظاہر ہوں گے پھر سامعین کے قلوب میں پہنچ کر قلوب کو عالم غیب کی طرف متوجہ کریں گے اور یہی افادہ غرض اصلی ہے درخواست مذکورہ سے اور اب تک جتنے مضامین اس کے ظاہر ہوئے وہ) آپ ہی کی سعی سے عالم معانی سے آئے ہیں (اور) دام الفاظ کی طرف (آکر) مقید ہو گئے ہیں (من الحقن بمعنی الحبس جب آپ ایسے واسطہ فیض ہیں تو) خدا کرے آپ کی عمر دنیا میں خضر علیہ السلام کے مثل ہو روح افزا (یعنی فیض بخش) بھی اور دستگیر اور دائم بھی آپ خضر اور الیاس علیہما السلام کی طرح دین میں (باقی) رہیں تاکہ زمین آپ کے فیض سے مثل آسمان کے (منور) ہو جاوے میں تو آپ کے الطاف (فیوض) میں سے سو حصہ سے ایک حصہ (یعنی کثیر میں سے کوئی قلیل معتدبہ حصہ) کہتا اگر نظر بد (مخالفین) کا زور و شور نہ ہوتا (یا تو اس طرح کہ معلوم ہے کہ فلاں فلاں لوگ آپ کے مخالف ہیں اور یا اس امر کی شہرت مراد ہے کہ اہل کمال کے مخالف ضرور ہوا کرتے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ و کذالک جعلنا لکل نبی عدوا الآیۃ غرض اگر حساد کا خوف نہ ہوتا تو آپ کے کمالات بیان کرتا) لیکن نظر بد سے جس کا دم یعنی اثر مثل زہر آب کے ہے (اس کے قبل) میں بہت سی روح فرسا کلفتیں اٹھا چکا ہوں (اس لئے اب زیادہ کلفت اٹھانا جس کا سبب آپ کے فضائل کی تفصیل ہو جاوے گی نہیں چاہتا۔ البتہ عام طور سے کاملین کے فضائل اور ترغیب اتباع کا بیان کروں گا کہ اس سے کوئی امر مانع نہیں۔ اس میں آپ کی فضیلت و متابعت بھی مفہوم ہو جاوے گی پس) بجز رمز یعنی ذکر حال دوسرے بزرگوں کے آپ کے شرح حال کو (صاف صاف کما یدل علیہ لفظ الشرح) میں بیان میں نہیں لاتا (رمز کی اضافت ذکر کی طرف بیانیہ ہے اور) یہ (جو میرا بہانہ (اور عذر مولانا حسام الدین کی تصریح فضائل سے ہے) ایسے ہی دل کی شرارت (کے خوف) سے ہے کہ اس (دل) سے میرا پاؤں گل میں پھنسا ہوا ہے (مراد دل سے دل حاسد اور اس کی شرارت اور مکر سے مراد عداوت و حسد سے اذیت پہنچانا اور پا در گل شدن کنایہ ہے عاجز ماندن از رفتار یعنی میں جو میدان مدح میں چلنے سے رہ گیا اس کا سبب اسی حاسد کی شرارت کا خوف ہے اور حسد کا مانع ہونا اسی مقام کے ساتھ مخصوص نہیں یہ بہت جگہ مانع ہوا ہے کہیں سامع کو قبول حق سے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہیں متکلم کو تکلم بعض الحقائق الغیر المہمہ سے چنانچہ) صد ہادل وجان (یعنی سینکڑوں آدمی) صانع کے عاشق ہوئے ہیں (یعنی گزرے ہیں کہ وہ عشق مقتضی تھا اطاعت احکام کو مگر) چشم بد یا گوش بد (وصول الی الحق سے ان کو) مانع ہو گیا کہ مبلغ کو چشم حسد سے دیکھا اور اتباع سے عار آئی اور کبھی مصلح نے بعض غیر ضروری مگر مفید بات نہ کہی کہ سنے گا تو ہے ہی نہیں یہ گوش بد کا مانع ہونا ہوا اور مقصود اہم چشم حسد کا مانع ہونا بیان کرتا ہے جس سے عار پیدا ہوتی ہے۔ آگے مطلق عار کی مذمت ہے گو سبب حسد نہ ہو محض جاہ ہو مگر غلط بینی دونوں میں مشترک ہے بلکہ خود حسد کا سبب بھی جاہ ہی ہے۔ اس مناسبت سے ابو طالب کی حکایت بیان فرماتے ہیں[۱])

خود یکے بو طالب آں عم رسولؐ	می نمودش شنعت عرباں مہول
خود ایک ابو طالب ہی تھے جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے	جن کو عرب کی تشنیع ہولناک نظر آتی تھی
کہ چہ گویندم عرب کز طفل خود	او بگردانید دین معتمد
کہ مجھ کو عرب کیا کہیں گے کہ اپنے لڑکے سے	انہوں نے اپنا دین جو قابل اعتماد تھا بدل دیا
منصب اجداد و آبا را بماند	در پئے احمدؐ چنیں بیرہ براند
آبا و اجداد کا منصب چھوڑ دیا	احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس طرح بے راہ روانہ ہو گئے
آں رسول پاکباز و مجتبیٰ	از پئے آں تا رہاند مرو را
ان رسول پاکباز مجتبیٰ نے	اس غرض سے کہ ان کو خلاصی دیں
گفتش اے عم یک شہادت تو بگو	تا کنم باحق شفاعت بہر تو
ان سے یہ فرمایا کہ اے چچا تم ایک بار کلمہ شہادت کہہ لو	تا کہ میں حق تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے شفاعت کر سکوں
گفت لیکن فاش گردد از سماع	کل سر جاوز الاثنین شاع
ابو طالب کہنے لگے لیکن سننے سے ظاہر ہو جاوے گا	جو راز دو سے تجاوز کرتا ہے شائع ہو جاتا ہے
من بمانم در زبان ایں عرب	پیش ایشاں خوار گردم زیں سبب
میں ان عربوں کی زبان پر رہوں گا	ان کے سامنے اس سبب سے بے قدر رہوں گا

(اشعار بالا کی شرح کے اخیر میں وجہ ربط مذکور ہے یعنی عار ایسی چیز اور مانع عن قبول الحق ہے کہ) خود ایک ابو طالب ہی تھے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے جن کو (عار کی وجہ سے) عرب کی تشنیع ہولناک نظر آتی تھی (حالانکہ حقیقت میں وہ تشنیع کسی درجہ میں مضر اور کوئی چیز نہ تھی یہ تھی غلط بینی بس یہ سوچتے تھے) کہ مجھ کو عرب کیا کہیں گے کہ اپنے لڑکے (کے کہنے) سے انہوں نے اپنا دین جو قابل اعتماد تھا۔ بدل دیا (اور اپنے) آباو اجداد کا منصب چھوڑ دیا (جو کہ بسبب خاص مذہب کے ان کو حاصل تھا کیونکہ اس مذہب کا چھوڑنا عرب کو پسند نہ

---

[۱] ترجمہ: بمعنی مجازی ست اطلاقاً للمقید علی المطلق وور اصل بمعنی نفس و حزن و افسوس و فریب و مکر و بمعنی بوے و تیزی شمشیر ست ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا تو مذہب کو چھوڑنے سے ان کی نظر میں منصب نہ رہتا پس مذہب کا چھوڑنا منصب کا چھوڑنا ہے اور) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے اس طرح بے راہ روانہ[1] ہوگئے ۔ رسول پاکباز مجتبیٰ نے اس غرض سے کہ ان کو (نار دوزخ سے) خلاصی دین ان سے یہ فرمایا کہ اے چچا تم ایک بار کلمہ شہادت (چپکے سے بقرینہ مابعدہ) کہہ لوتا کہ میں حق تعالیٰ کے سامنے تمہارے لئے شفاعت کرسکوں (کہ میرے سامنے کہا تھا) ابو طالب کہنے لگے (یہ ٹھیک ہے) لیکن سننے سے ظاہر ہو جاوے گا یعنی آپ کے سننے سے بھی دوسروں پر ظاہر ہو جاوے گا کیونکہ) جو راز دو سے تجاوز کرتا ہے شائع ہو جاتا ہے (دو سے مراد اگر دو لب ہیں تو اس کا وقوع اس تقدیر پر ظاہر ہے کہ آپ کے کان میں پہنچنا ابو طالب کے لبوں سے نکلنے پر موقوف ہے اور اگر مراد دو آدمی ہیں تو اس کا وقوع اس طرح ہے کہ ایسے موقع پر لوگ کاوش اور تجسس میں لگے رہتے ہیں پس ثالث کا سن لینا جس کو تجاوز عن الاثنین کہا ہے عجیب نہیں اور وہ امین نہیں لہذا اوروں سے ذکر کر دیتا ہے پس شائع ہو جاتا ہے اور شیوع کا ترتب تجاوز عن الشفتین سے بھی اس صورت سے متحقق ہو جاوے گا غرض جب اوروں میں شائع ہو گیا تو) میں (ہمیشہ) ان عربوں کی زبان پر (بدنام) رہوں گا (اور) ان کے سامنے اس سبب سے بے قدر رہوں گا (اس لئے خفیہ بھی نہیں کہتا یہ تھی عار ابو طالب کی جو سبب ہوگئی غلط بینی کی کیونکہ عار کو نار سے اشد سمجھنا کھلی غلط بینی ہے)

لیک اگر بودیش لطف ما سبق	کے بدے ایں بددلی با جذب حق
لیکن اگر ان پر لطف ازلی ہوتا	تو جذبۂ حق تعالیٰ کے ہوتے ہوئے یہ بددلی کیوں ہوتی
الغیاث اے تو غیاث المستغیث	زیں دو شاخہ اختیارات خبیث
اے غیاث المستغیث آپ کی پناہ چاہتا ہوں	اس دو شاخہ اختیار خبیث سے
من زدستان و زمکر دل چناں	مات گشتم کہ بماندم از نشاں
میں اپنے دل کے مکر و فریب سے ایسا	عاجز و مغلوب ہوا ہوں کہ نشان سے رہ گیا ہوں
من کہ باشم چرخ باصد کاروبار	زیں کمیں فریاد کرد از اختیار
میں تو کون چیز ہوں آسمان باوجود اس شان و شوکت کے	اختیار کے سبب اس کمین گاہ سے فریاد کرنے لگا
کاے خداوند کریم بردبار	دہ امانم زیں دو شاخہ اختیار
کہ اے خدائے کریم بردبار	اس دو شاخہ اختیار سے مجھ کو امان دیجئے
جذب یک راہ صراط المستقیم	بہ زدو راہہ تردد اے کریم
صراط المستقیم کی طرف جذب ہونا جو کہ ایک راہ ہے	دوراہہ تردد سے بہتر ہے اے خداوند کریم
زیں دورہ گرچہ ہمہ مقصد توئی	لیک خود جاں کندن آمد ایں دوئی
اگرچہ ان دونوں راہ سے مقصد و مرجع آپ ہی ہیں	لیکن پھر بھی یہ دوئی البتہ جان کنی ہے

[1] ترجمہ بحاصل ست دو واصل رواں متعدی ست یعنی مرکب را براند چوں رواں کردن مرکب مستلزم ست رواں شدن را بمعنی مجازی ترجمہ کردہ شد ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

زین دورہ گرچہ بجز تو عزم نیست	لیک ہرگز رزم ہمچوں بزم نیست
ان دونوں راہ سے اگرچہ آپ کے سوا کوئی عزم نہیں	لیکن پھر بھی رزم برابر بزم کے نہیں
در نبے بشنو بیانش از خدا	آیت اشفقن ان یحملنها
قرآن مجید میں اس کا بیان خدائے تعالیٰ سے سن لو	کہ آیت اشفقن ان یحملنها کا مضمون ہے

(اس میں استدراک ہے ماسبق سے یعنی ابوطالب نے اسلام لانے سے عار کی) لیکن اگر ان پر لطف ازلی (حق تعالیٰ کا) ہوتا تو جذبہ حق تعالیٰ کے ہوتے ہوئے یہ بدد لی کیوں ہوتی (مطلب یہ کہ گو عار مانع قوی ہے مگر جس پر حق تعالیٰ کی عنایت ہو اس کو مانع نہیں۔ اب سمجھنا چاہئے کہ اس عار کا مانع ہونا خواہ اس کا منشا حسد ہو یا جاہ دو طریق سے ہوتا ہے ایک یہ کہ کبھی حق کی طرف میلان ورجحان ہی نہیں ہوا جیسے کہ مسخ قلب کے انتہائی درجہ میں ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ کبھی حق کی طرف بھی رغبت ہوتی ہے مگر پھر کوئی دوسرا خیال عار وغیرہ غالب آ کر اس سے مانع ہو جاتا ہے اور باطل میں واقع یا ثابت کر دیتا ہے یہاں تک مطلق مانعیت کا ذکر تھا آگے خاص دوسرے طریق کا بیان ہے جس کی طرف اوپر کے ایک شعر میں بھی من وجہ اشارہ ہے ((صد دل و جان عاشق صانع شدہ الخ۔ کیونکہ اس کا حاصل جیسا کہ اس کی شرح سے معلوم ہو سکتا ہے یہی تھا کہ عشق صانع جو فطرت میں ہے وہ تو مقتضی ہے کہ اطاعت کروں مگر عار وغیرہ مانع ہو گئی پس اس شعر میں دو چیزیں مذکور ہیں مقتضی قبول حق و مانع قبول حق اور تردد کا سبب ان ہی دونوں کے اثر کا ظہور ہے گو اخیر میں ایک کا اثر مغلوب ہو جاوے اور من وجہ جو میں نے کہا حالانکہ ظاہرا جب دونوں چیزیں اس شعر میں مذکور ہیں تو تردد کا صریح ذکر ہوا تو سبب اس کا یہ ہے کہ چیزیں تو دونوں مذکور ہیں مگر ظہور اثر تو دونوں کا مذکورہ نہیں اور تردد بدوں دونوں اثر کے ظہور کے متحقق نہیں اس لئے تردد کا ذکر صریح نہ ہوا من وجہ اشارہ ہو گیا کیونکہ دونوں موثر تو اس میں مذکور ہیں۔ غرض آگے اس تردد کا ذکر ہے جس میں اخیر میں جا کر مانع عن الحق ہی کا اثر غالب رہا اور ایسے تردد کا لقب دوشاخہ اختیار تجویز فرمایا پس ان اشعار میں مطلق اختیار کی مذمت نہیں یہ تو صفت مشترکہ انبیاء و اولیاء میں بھی ہے بلکہ مذمت اس اختیار کی ہے جس میں باوجود حق کے ذہن میں آنے کے پھر اختیار باطل غالب رہا اور دوشاخہ ہونا اس کا ظاہر ہے کہ اس کا محل دو شقیں ہیں ایک حق دوسرا باطل جن میں تردد واقع ہوا اور اس سے اس حالت کی مذمت بدرجہ اولیٰ مفہوم ہو گئی جہاں حق ذہن ہی میں نہ آوے گو ایسا ہوتا نہیں حق تعالیٰ احتجاج کے لئے حق واضح فرما ہی دیتے ہیں۔ پس اس تردد مذکور کی مذمت کو بعنوان استغاثہ شروع کر کے پھر قضایا حملیہ کی صورت میں بیان کرتے ہیں کہ) اے غیاث المستغیث آپ کی پناہ چاہتا ہوں اس دوشاخہ اختیار خبیث سے (اور) میں اپنے دل کے مکر وفریب سے (گاہ وگاہ) ایسا عاجز ومغلوب ہوا ہوں کہ نشان (راہ حق) سے رہ گیا ہوں (مراد اس مکر سے وہی تردد کیونکہ حق سے ہٹنے کے لئے نفس طرح طرح کے حیلے نکالا کرتا ہے جس میں یہ بھی داخل ہے کہ لوگ کیا کہیں گے یہ بھی داخل ہے کہ پھر توبہ کر لیں گے اور یہ تردد عام ہے صغائر کو بھی پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کیا اکابر کو حق میں تردد ہوتا ہے سو عقائد و کبائر میں تو نہیں ہوتا لیکن صغائر یا امور متعلقہ بالرائے میں حق میں تردد اور اس سے بعد ہو سکتا ہے گو گاہ وگاہ سہی۔ آگے ترقی فرماتے ہیں کہ) میں تو کون چیز ہوں (کہ اپنا عجز ظاہر کر رہا ہوں) آسمان باوجود اس شان وشوکت کے اختیار (مذکور) کے سبب اس کمین گاہ (یعنی عالم شہادت) سے فریاد کرنے لگا (آسمان کا عالم شہادت سے ہونا ظاہر ہے اور عالم شہادت کا کمین

www.besturdubooks.wordpress.com

گاہ ہونا اس آیت کے اشارہ سے ظاہر ہوتا ہے ان ربک لبا المرصاد گو یہ مرصاد آسمان کے اعتبار سے نہ ہو کہ وہ غیر مکلف ہے لیکن اگر صاحب اختیار ہوتا تو وہ بھی اس حکم میں داخل ہوتا۔ اور بعض محشین نے از اختیار کو تفسیر کہا ہے۔ زین کمین کی وذوفی اللسانی لا یقبلہ یعنی میری فریاد اور خوف کیا عجیب ہے جبکہ آسمان ڈر کر عرض کرنے لگا) کہ اے خدائے کریم بردبار اس دوشاخہ اختیار سے مجھ کو امان دیجئے (اس میں اشارہ اشفقن منہا کی طرف ہے جیسا آگے تصریح ہے مولانا نے امانت کی تفسیر اختیار سے فرمائی ہے اور تفسیر مشہور سے متقارب بھی ہے مشہور تفسیر مکلف بالا حکام ہونا ہے تقارب ظاہر ہے کہ مدار مکلفیۃ کا یہی اختیار ہے اور ہر چند کہ اس بنا پر اشفقن منہا میں مطلق اختیار سے ڈرنا مذکور ہے نہ کہ خاص دوشاخہ اختیار یعنی تردد سے لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلق اختیار سے ڈرنے کی علت اسی دوشاخہ اختیار سے ڈرنا ہے کیونکہ اگر صفت اختیار ہمیشہ حق وطاعت ہی کی طرف منعطف ہوا کرے تو پھر عذاب کا احتمال ہی نہیں۔ پھر ڈر کیسا۔ ڈر تو یہی ہے کہ کبھی معصیت کے ساتھ اس کا تعلق ہو جاوے اور تعلق بالمعصیت اسی دوشاخہ اختیار سے مسبب ہے۔ پس اس اعتبار سے یہ تخصیص صحیح ہوگئی یہاں تک دوشاخہ اختیار یعنی تردد سے پناہ تھی۔ آگے طلب ہے جذب کی جو وقایہ ہے اس تردد سے۔ پس دعا کرتے ہیں کہ) صراط المستقیم کی طرف (حق تعالیٰ کی طرف سے) جذب ہونا جو کہ (اس تردد سے خالی ہونے کے سبب) یکراہہ (کہنے کے لائق ہے دوراہہ تردد (مذکور) سے بہتر ہے اے خداوند کریم (دوراہہ کہنے کا وہی سبب ہے جو دوشاخہ کہنے کا اور اس جذب کا وقایہ ہونا اوپر بھی تبعاً اس شعر میں مذکور ہوا ہے۔) لیک گر بود لیش لطف ما سبق الخ آگے گویا ایک شبہ کا جواب ہے۔ شبہ یہ ہے کہ طاعت ومعصیت سب اسماء الٰہیہ ہی کا ظہور ہے تو سب ادھر ہی راجع ہوئے تو قہر ولطف برابر ہوئے اس شبہ کا جواب بعنوان مناجات کے دیتے ہیں کہ) اگرچہ ان دونوں راہ ہے (کہ تردد دوراہہ میں پائے جاتے ہیں اور وہ طاعت ومعصیت وہدایت وضلالت ہیں ایک اعتبار سے) مقصد ومرجع آپ ہی ہیں (جیسا شبہ کی تقریر میں ذکر کیا گیا) لیکن پھر بھی یہ دوئی (یعنی تردد جس کا منتہی معصیت ہو) البتہ جان کنی (اور معصیت ہے خصوص باعتبار انجام کے کہ عذاب ہے۔ حاصل جواب منع ہے اس مقدمہ شبہ کا کہ قہر ولطف برابر ہو لے) یعنی گو ایک اعتبار سے کہ دونوں مظہر اسماء ہیں برابر ہیں مگر جو کہ تشریع سے مقصود ہے کہ مکلفین طاعت میں سعی کر کے قرب وقبول ونجات سے فائز ہوں اس مقصود میں تو برابر نہیں یہ مقصود تو منحصر طاعت ہی میں ہے۔ اس لئے معصیت وسبب معصیت یعنی تردد مذکور سے پناہ مانگنا اور جذب حق کا طلب کرنا کہ وقایہ ہے اس سے ضرور ہے۔ آگے پھر وہی مضمون شعر ہذا کا ہے یعنی) ان دونوں راہ سے اگرچہ آپ کے سوا کوئی (مرجع) عزم نہیں۔ لیکن پھر بھی رزم (یعنی قہر) برابر بزم (یعنی لطف) کے نہیں (اس کا بھی وہی حاصل ہے جو اوپر گزرا آگے استدلال ہے اس شعر کے مضمون پر "من کہ باشم چراغ الخ یعنی) قرآن مجید میں اس کا بیان خدائے تعالیٰ سے سن لو کہ آیت اشفقن ان یحملنھا کا مضمون ہے (ضرورت شعر سے آیت کو بالمعنی نقل فرمادیا)

ایں تردد ہست در دل چوں وغا	کایں بود بہ یا کہ آں حالے مرا
یہ تردد قلب میں مثل ایک جنگ کے ہے	کہ یہ حالت میرے لئے بہتر ہوگی یا کہ وہ حالت
در تردد می زند برہمدگر	خوف و امید بہی در کروفر
تردد میں باہم متنازع ہوتے ہیں	خوف اور امید بہبودی کے آنے میں اور بٹنے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

زیں تردد عاقبت ماں خیر باد	اے خدا مرجان مارا کن تو شاد
اس تردد سے ہمارا انجام بخیر ہو	اے خدا ہماری روح کو شاد فرمایئے

(اوپر تردد کو دو شاخہ اور دو راہہ فرمایا ہے یہاں اس لقب کی وجہ اور اس کی شرح ہے اور مثل سابق کے اس کے ساتھ پھر دعا ہے اس سے حفاظت کی پس فرماتے ہیں کہ) یہ تردد قلب میں مثل ایک جنگ کے ہے کہ یہ حالت میرے لئے بہتر ہوگی یا کہ وہ حالت (خواہ ایک میں بہتری دنیا ہی کی ہو مثل حظ نفس وغیرہ اور دوسرے میں بہتری آخرت کی یا اور قسم کا تردد ہو پس) تردد میں باہم متنازع ہوتے ہیں خوف اور امید بہبودی کے آنے میں اور ہٹنے میں (جب تردد ایسی موذی چیز ہے تو) اس تردد سے ہمارا انجام بخیر ہو اے خدا ہماری روح کو (اس تردد سے نجات دے کر) شاد فرمایئے۔

مناجات و پناہ جستن بحق سبحانہٗ تعالیٰ از فتنۂ اختیار و از فتنۂ اسباب اختیار کہ سمٰوات و ارضین از اختیار و اسباب اختیار شکوہیدند و ترسیدند و خلقت آدمی مولع افتاد بر طلب اختیار و اسباب اختیار خویش چنانکہ بیمار باشد خود را اختیار کم بیند صحت خواہد کہ سبب اختیار ست تا اختیارش بیفزاید و منصب خواہد تا اختیارش بیفزاید و مہبط قہر حق او عزوجل در امم ماضیہ فرط اختیار و اسباب اختیارات بودہ است ہرگز فرعون بے نوا و گرسنہ کس ندیدہ است

دعا اور اللہ تعالیٰ سے پناہ ڈھونڈنا اختیار کے فتنہ سے اور اختیار کے اسباب کے فتنہ سے' کیونکہ آسمان اور زمین اختیار اور اختیار کے اسباب سے خوف کھا گئے اور ڈر گئے اور آدمی کی جبلت اپنے اختیار کے اور اختیار کے اسباب کے طلب کرنے میں لالچی ہوگئی جیسا کہ بیمار ہوتا ہے' اپنا اختیار کم دیکھتا ہے تو وہ صحت چاہتا ہے کیونکہ وہ اختیار کا سبب ہے' تا کہ اس کا اختیار بڑھ جائے اور عہدہ چاہتا ہے تا کہ اس کے اختیار میں اضافہ ہو جائے اور پہلی امتوں میں اللہ عزوجل کے قہر کے نزول کی جگہ اختیار اور اختیار کے اسباب کی زیادتی ہوئی ہے' کسی شخص نے کبھی کوئی بھوکا اور بے سروسامان فرعون نہیں دیکھا ہے۔

اے کریم ذوالجلال مہرباں	دائم المعروف دارای جہاں
اے کریم ذوالجلال مہربان	دائم الاحسان قوم عالم
یا کریم العفو حی لم یزل	یا کثیرالخیر شاہ بے بدل
اے کریم العفو زندۂ ابدی	اے کثیر الخیر شاہ بے بدل
اولم ایں جزر و مد از تو رسید	ورنہ ساکن بود ایں بحر اے مجید
یہ گھٹاؤ بڑھاؤ مجھ کو اولاً آپ ہی کی طرف سے ملا	ورنہ یہ دریا ساکن تھا اے صاحب مجد
ہم از انجا کایں تردد دادیم	بے تردد کن مرا ہم از کرم
جہاں سے آپ نے مجھ کو یہ تردد دیا ہے	بے تردد بھی اپنے کرم سے آپ ہی کیجئے

ابتلا یم می کنی آہ الغیاث	اے ذکور از ابتلائت چوں اناث
آپ میرا امتحان فرماتے ہیں سو میں اس سے پناہ مانگتا ہوں	آپ کے امتحان کے روبرو تو مرد بھی عورتوں کی طرح ہیں
تا بکے ایں ابتلا یا رب مکن	مذہبے ام بخش و دہ مذہب مکن
سو کب تک یہ امتحان ہو گا اے رب ایسا نہ کیجئے	مجھ کو ایک طریقہ بخش دیجئے مجھ کو دس طریقہ والا نہ کیجئے
اشترے ام لاغرے وہم پشت ریش	ز اختیار ہمچو پالاں شکل خویش
میں ایک شتر ہوں جو لاغر بھی ہے اور پشت ریش بھی ہے	بوجہ اپنے اختیار کے جو پالان صفت ہے
ایں کژاوہ گہ شود ایں سو گراں	آں کژاوہ گہ شود آں سو کشاں
کبھی یہ کنارہ اس طرف وزنی ہو جاتا ہے	کبھی وہ کنارہ اس طرف مائل ہو جاتا ہے
بفگن از من حمل ناہموار را	تا بہ بینم روضۂ ابرار را
آپ اس ناہموار بار کو مجھ پر سے اتار کر پھینک دیجئے	تاکہ میں باغ ابرار کو دیکھوں
ہمچو آں اصحاب کہف از باغ جود	من چرم زایقاظ نے بل ھم رقود
ان اصحاب کہف کی طرح آپ کے جود کے باغ سے	لاایقاظ بل ہم رقود کو چرا کروں
خفتہ باشم بر یمین یا بر یسار	برنگردم جز چو گو بے اختیار
خواہ یمین پر سوتا رہوں یا یسار پر	مثل گیند کے بدوں عدم اختیار کے کروٹ نہ بدلوں
ہم بتقلیب تو تا ذات الیمین	یا سوی ذات الشمال اے رب دیں
آپ ہی کی تقلیب سے داہنی طرف بھی	یا بائیں طرف بھی اے رب دین

(ربط عبارت بالا کے اخیر میں گزرا یس دعا کرتے ہیں کہ) اے کریم ذوالجلال مہربان دائم الاحسان قیوم عالم اے کریم العفو زندۂ ابدی اے کثیر الخیر شاہ بے بدل یہ گھٹاؤ بڑھاؤ (یعنی اختیار کی جنبش) مجھ کو اولاً آپ ہی کی طرف سے ملا (جس سے بعض اوقات تردد مضر پیدا ہو جاتا ہے ورنہ (اس کے قبل) یہ دریا ساکن تھا اے صاحب مجد (چنانچہ ظاہر بھی ہے کہ اختیار کا استعمال میں آنا حادث ہے اور ہر حادث مستند الی المحدث القدیم ہے سو (جہاں سے آپ نے مجھ کو یہ تردد دیا ہے بے تردد بھی اپنے کرم سے آپ ہی کیجئے (اس اختیار میں تردد مذموم پیدا ہوتا ہے) آپ میرا امتحان فرماتے ہیں سو میں اس سے پناہ مانگتا ہوں آپ کے امتحان کے روبرو تو مرد بھی عورتوں کی طرح (ضعیف) ہیں سو کب تک یہ امتحان ہوگا۔ اے رب ایسا نہ کیجئے مجھ کو ایک طریقہ (حقہ ہر امر میں) بخش دیجئے مجھ کو دس طریقہ والا (یعنی متردد) نہ کیجئے (گویا) ایک شتر ہوں جو لاغر بھی ہے اور پشت ریش بھی ہے بوجہ اپنے اختیار کے جو پالان صفت ہے اس اعتبار سے کہ کبھی یہ کنارہ (اس کا) اس طرف وزنی ہو جاتا ہے کبھی وہ کنارہ اس طرف مائل ہو جاتا ہے (ایک حالت پر قرار نہیں دو وجہ سے ایک بوجہ لاغری کے کہ بوجھ کی برداشت

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں دوسرے بوجہ پشت ریشی کے کہ تکلیف کے سبب کبھی ایک طرف ڈھلکا دیتا ہے کبھی دوسری طرف جھکا دیتا ہے یہی حالت میری ہے استعمال اختیار میں بوجہ اس کے کہ منازعات کی مقاومت سے عاجز ہوں اس لئے تردد پیدا ہوجاتا ہے سو) آپ اس ناہموار بار کو مجھ پر سے اتار کر پھینک دیجئے (یعنی جو اختیار مجھ کو پریشان کرے اس کو سلب کر لیجئے) تا کہ میں باغ انوار کو دیکھوں (یعنی وہ اختیار جس کے ثمرات طاعات ہوں جس کی تحقیق اس مثال میں ہے کہ) ان اصحاب کہف کی طرح آپ کے جود (وکرم) کے باغ سے لا ایقاظ بل ھم رقود (کے میوہ) کو چرا کروں (جس سے یہ حال ہوجاوے کہ) خواہ میں یمین پر سوتا رہوں یا یسار پر مثل گیند کے بدوں عدم اختیار[1] کے کروٹ نہ بدلوں (بلکہ) آپ ہی کی تقلیب سے داہنی طرف بھی یا بائیں طرف بھی اے رب دین (کروٹ لیا کروں اور لا ایقاظ بل ھم رقود اشارہ ہے معنی آیت وتحسبھم ایقاظا وھم رقود کی طرف اور مقصود اس تشبیہ سے علی الاطلاق نفی اختیار بجانب مشبہ نہیں ہے جیسا ظاہرا اصحاب کہف کی حالت سے اس کا شبہ پڑتا ہے بلکہ مقصود وجود الاختیار مع الجذب الی المرضیات کو تشبیہ دینا ہے اصحاب کہف کے عدم اختیار کے ساتھ اور جامع علم التردد الملموم ہے پس حاصل مقام کا طلب ہے جذب غیب کی۔

فائدہ:۔ اور مرقوم تمام نسخوں میں مجرم ہے یعنی چرتا رہوں نہ کہ چرتا رہتا ہوں فافہم

صد ہزاراں سال بودم در مطار	ہمچو ذرات ہوا بے اختیار
میں لاکھوں برس محل طیران میں	ذرات ہوا کی طرح بے اختیار رہتا تھا
گر فراموشم شدست آں وقت وحال	یادگارم ہست در خواب ارتحال
گو مجھ کو وہ وقت اور حال فراموش ہوگیا ہے	حالت خواب میں منتقل ہو جانا میرے لئے یادگار ہے
می رہم زیں چار میخ چار شاخ	می جہم در مسرح جاں زیں مناخ
اس چار میخ چار شاخ سے میں رہائی حاصل کر لیتا ہوں	اور اس مقام سے چراگاہ عالم ارواح میں جا کودتا ہوں
شیر آں ایام ماضی ہائے خود	می چشم از دایۂ خواب اے صمد
اپنے ان ایام ماضیہ کا دودھ	دایۂ خواب سے چکھ لیتا ہوں اے صمد

(ان اشعار میں جذب و بے خودی کی حالت اصلیہ ہونا اور اس کا ایک عام نمونہ بتلاتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) میں لاکھوں برس (مراد مطلق زمانہ کثیر) محل طیران (یعنی عالم ارواح) میں ذرات ہوا کی طرح بے اختیار رہتا تھا (پس اصلی حالت یہی تھی اور) گو مجھ کو وہ وقت اور حال فراموش ہوگیا ہے (چنانچہ ظاہر ہے لیکن تاہم) حالت خواب میں منتقل ہو جانا میرے لئے (اس حالت کا ایک) یادگار (اور نمونہ) ہے (جس میں) اس چار میخ چار شاخ سے میں رہائی حاصل کر لیتا ہوں اور اس مقام سے چراگاہ عالم ارواح میں جا کودتا ہوں (اور) اپنے ان ایام ماضیہ کا دودھ دایۂ خواب سے چکھ لیتا ہوں اے صمد (پس اس نمونہ سے اس اصلی حالت کی یاد ہوتی ہے اور اس کو طلب کرتا ہوں)

فائدہ:۔ چار میخ عناصر اربعہ و آنکہ بر دست و پائش میخ زدہ باشند و چار شاخ نوعے از بند وغل ست کہ

[1] یہاں بھی حاشیہ جو اوپر شعر ختم باشم پر لکھا گیا ہے دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ

در گرون بندیان کنند از ولی محمد بر حاشیہ اور گو جذب میں جو بے خودی ہوتی ہے جو کہ مطلوب ہے وہ خواب میں نہیں ہوتی لیکن یادگار کے لئے مشابہت کافی ہے اور جس کی یہ یادگار ہے یعنی عالم ارواح کی بے خودی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بخودی مسبب ہے جذب سے کیونکہ وہاں نہ عوارض طبعیہ ہیں مثل نوم و مرض و غشی اور نہ اسباب کسبیہ ہیں مثل شرب خمر وغیرہ۔ پس لامحالہ بجذب حق ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ میثاق کے وقت سب نے اقرار ربوبیۃ کا کیا یہ اثر جذب ہی کا تھا اور اس کو اضطراری نہیں کہہ سکتے ورنہ ان پر حجت نہ ہوتا جس کو اس جملہ میں ذکر فرمایا ہے۔ ان تقولوا یوم القیامۃ الخ پس اقرار اختیاری تھا اور اس اختیار کے ساتھ جذب تھا۔

جملہ عالم ز اختیار و ہست خود	می گریزد در سر سر مست خود
تمام عالم اپنے اختیار اور ہستی سے	اپنے دماغ سرمست کی طرف بھاگتے ہیں
تا دمے از ہوشیاری وارہند	ننگ خمر و زمر بر خود می نہند
محض اس غرض سے کہ ہوشیاری سے خلاصی حاصل کریں	اپنے اوپر شراب اور بنگ کی ذلت رکھتے ہیں
جملہ دانستہ کہ ایں ہستی فخ ست	فکر و ذکر اختیاری دوزخ ست
سب نے سمجھ رکھا ہے کہ یہ ہستی دام ہے	اور اختیاری ذکر و فکر دوزخ ہے
میگریزند از خودی در بیخودی	یا بمستی یا بشغل اے مہتدی
خودی سے بے خودی میں بھاگتے ہیں	خواہ مستی کے ذریعہ سے خواہ کسی شغل کے ذریعہ سے
نفس رازاں نیستی وا می کشی	زانکہ بے فرماں شد اندر بیہشی
آپ نفس کو اس نیستی سے اس لئے کھینچ لیتے ہیں	کہ وہ بدوں حکم شرعی کے بیہوشی میں چلا گیا تھا
نیستی باید کہ آں از حق بود	تا کہ بیند اندراں حسن احد
نیستی وہ مطلوب ہے جو حق کی طرف سے ہو	تا کہ اس میں حسن احد کو دیکھے
لیس للجن ولا للانس ان	تنفذوا من حبس اقطار الزمن
جن اور انسان کو ممکن نہیں	کہ جس اطراف عالم سے خود نکل سکیں
لانفوذ الابسلطان الھدیٰ	من تجاویف السمٰوت العلےٰ
اور یہ نکلنا بدوں بادشاہ ہدایت کے ممکن نہیں	آسمانہائے بلند کی تجاویف سے
لا ھدیٰ الا بسلطان یقی	من حراس الشھب روح المتقی
اور یہ ہدایت ممکن نہیں بدوں اس سلطان کے جو محفوظ رکھتا ہے	نگہبانان شعلہائے دوزخ سے متقی کی روح کو
ہیچ کس را تا نگردد او فنا	نیست رہ در بارگاہ کبریا
کسی شخص کو جب تک وہ فنا نہ ہو	بارگاہ کبریا میں وصول میسر نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چیست معراج فلک' ایں نیستی	عاشقاں را مذہب و دیں نیستی
معراج فلک کیا چیز ہوئی یہی نیستی	عاشقوں کا مذہب اور دین نیستی ہے

(اوپر کے اشعار میں بے خودی کی طلب تھی اب کہتے ہیں کہ بے خودی کو اگر میں طلب کروں تو کیا عجیب ہے یہ تو ایسی چیز ہے کہ ہر شخص کو مطلوب ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ) تمام (عقلاء) عالم اپنے اختیار اور مستی سے اپنے دماغ سرمست کی طرف بھاگتے ہیں (یعنی اس کی کوشش کرتے ہیں کہ کسی طور سے بے خودی میسر ہو چنانچہ) محض اس غرض سے کہ ہوشیاری سے خلاصی حاصل کریں اپنے اوپر شراب اور بھنگ کی ذلت رکھتے ہیں۔ (یعنی باوجود ذلت کے پیتے ہیں کہ ذرا مستی حاصل ہو) سب نے سمجھ رکھا ہے کہ یہ ہستی دام (بلاو کلفت) ہے اور اختیاری ذکر و فکر (منافع و مضار فانیہ کا) دوزخ (وعذاب روح) ہے (کہ اسی سوچ سے ہر طرح کی پریشانی ہوتی ہے چنانچہ مشاہدہ ہے اس لئے) خودی سے بے خودی میں بھاگتے ہیں خواہ مستی (خمر و بھنگ) کے ذریعہ سے خواہ کسی شغل (دنیوی کے ذریعہ سے (یعنی کام میں بھی اسی لئے جی لگتا ہے کہ اس میں ایک گونہ بے خودی ہوتی ہے پس دعویٰ بالا ثابت ہو گیا کہ ہر شخص بے خودی کا طالب ہے لیکن) آپ نفس کو اس (مکتسب) نیستی (و بے خودی) سے اس لئے کھینچ لیتے ہیں (اور مستی کو سلب کر لیتے ہیں) کہ وہ بدوں حکم تشریعی کے بیہوشی میں چلا گیا تھا (خواہ تو معصیت کے ذریعہ سے کہ وہ بوجہ فرد کفران ہونے کے مقتضی ہے سلب نعمت مطلوبہ کو کہ یہاں لذت بے خودی ہے اور خواہ غیر طاعت کے ذریعہ سے گو وہ مباح ہو مگر مامور بہ شرعی نہ ہو کہ وہ موضوع نہیں ہے۔ بے خودی مطلوب کے لئے اس لئے اس کا اثر بھی عارضی ہوتا ہے کیونکہ اس میں قلب میں نور اور اس نور سے رسوخ و ملکہ جو مانع ہے زوال سے پیدا نہیں ہوتا۔ بخلاف اس کے کہ مامور بہ کو اس کا ذریعہ بنایا جاوے کہ طاعات و مجاہدات ہیں اس سے حسب عمل و استعداد جس قدر کیفیت پیدا ہوگی وہ دائم اور راسخ ہوگی جس کا شعر آئندہ میں ذکر ہے کہ) نیستی (اور بے خودی) وہ مطلوب ہے جو حق کی طرف سے ہو (اور اس کا حصول اس طریق سے ہوتا ہے جو اس کی تحصیل کے لئے موضوع من الحق ہے یعنی طاعات و مجاہدات ماموربہا وجوباً وندباً) تا کہ (طالب) اس میں حسن احد کو دیکھے (مراد تجلیات و انوار و معارف جو بیخودی میں ظاہر ہوتی ہیں چنانچہ اس کی تائید قرآن کی ایک آیت سے بطور اعتبار کے نہ بطور تفسیر کے ہوتی ہے اور وہ آیت یہ ہے یمعشر الجن والانس الأیة کہ تفسیر تو اس کی اظہار عجز ہے آسمان و زمین سے نکل سکنے سے بوجہ قدرت نہ ہونے کے اور مقصود اس سے وعید ہے کہ تم خدا کی باز پرس سے نہیں بچ سکتے مگر بطور اعتبار کے بوجہ جامع یعنی عدم قدرت مستقلہ کے اس سے یہ مضمون قیاساً نکلتا ہے کہ) جن اور انسان کو ممکن نہیں کہ حبس اطراف عالم سے خود نکل سکیں اور یہ نکلنا بدوں بادشاہ ہدایت (یعنی حق تعالیٰ کے جذب) کے ممکن نہیں۔ آسمانہائے بلند کی تجاویف سے اور یہ ہدایت ممکن نہیں بدوں اس سلطان (کے جذب) کے جو نگہبانان شعلہائے دوزخ سے متقی کی روح کو محفوظ رکھتا ہے (یعنی عالم کے حبس سے نکلنا جو کہ بے خودی میں ہوتا ہے بدوں ہادی حقیقی کے جذب کے ممکن نہیں پس مدعائے شعر "نیستی باید کہ او از حق بود" ثابت ہو گیا سو یہی نیستی من الحق ہے جو موقوف علیہ ہے وصول الی الحق کی اسی کو فرماتے ہیں کہ) کسی شخص کو جب تک وہ فنا نہ ہو (یعنی نیستی کے ساتھ موصوف نہ ہو) بارگاہ کبریا میں وصول میسر نہیں (پس اس بناء پر) معراج فلک (قرب) کیا چیز ہوئی (آگے جواب ہے کہ) یہی نیستی (اس لئے) عاشقوں کا مذہب اور دین (یعنی مطلوب) نیستی ہے (آگے اسی نیستی و فنا کی مدح اور ایک حکایت اس کی تائید کے لئے ذکر فرماتے ہیں)

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ حرّاس بالضم وتشدید جمع حارس وبضرورت شعر تخفیف یافتہ ۱۲ اولی محمد۔

پوستین و چارق آمد از نیاز	در طریق عشق محراب ایاز
پوستین اور کفش بوجہ نیاز کے	طریق عشق میں ایاز کا قبلہ توجہ ہو رہا ہے
گرچہ او خود شاہ را محبوب بود	ظاہر و باطن لطیف و خوب بود
اگرچہ وہ خود بادشاہ کا محبوب تھا	ظاہرا و باطنا لطیف اور خوب بھی تھا
گشتہ بے کبر و ریاؤ کینۂ	حسن سلطاں را رخش آئینۂ
وہ کبر و ریاء و کینہ سے خالی بھی تھا	اس کا چہرہ حسن سلطان کا آئینہ بھی تھا
چونکہ از ہستی خود مفقود شد	منتہای کار او محمود شد
چونکہ وہ اپنی ہستی سے مفقود ہو چکا تھا	اس کا انجام کار محمود ہو گیا تھا
زاں قوی تر بود تمکین ایاز	کوز خوف کبر کردے احتراز
ایاز کی تمکین اس سے بہت زیادہ قوی تھی	کہ وہ احتمال کبر سے احتراز کرتا تھا
او مہذب گشتہ بود و آمدہ	کبر را و نفس را گردن زدہ
وہ مہذب ہو چکا تھا	اور کبر اور نفس کی گردن مار چکا تھا
یا پئے تعلیم می کرد آں حیل	یا برائے حکمتے دور از وجل
یا وہ تعلیم کے لئے یہ تدبیریں کیا کرتا تھا	یا یہ کسی اور حکمت کے لئے ہو کہ وہ خوف سے دور ہو
یا کہ دید چارقش زاں شد پسند	کز نسیم نیستی ہستی ست بند
یا چارق کا دیکھنا اس کو اس لئے پسند ہوا ہو	کہ ہستی ایک حجاب ہے نیستی کی ہوائے خوش سے
تا کشاید دخمہ کاں بر نیستی ست	تا بیابد آں نسیم و عیش و زیست
تاکہ وہ دخمہ جو نیستی پر ہے کھل جاوے	تاکہ وہ نسیم عیش و زندگانی آنے لگے
تا بہ بندد دخمہ بر ایں مردگاں	تا بیابد عیش بوی زندگاں
تاکہ ان مردوں پر جو دخمہ ہے وہ بند ہو جاوے	تاکہ زندوں کے عیش کی بو حاصل کرلے

پوستین اور کفش (کہنہ) بوجہ (اسی) نیاز کے (جس سے فنا و نیستی پیدا ہوتی ہے) طریق عشق میں ایاز قبلہ توجہ ہو رہا تھا (یہ مشہور حکایت ہے کہ جو پوستین و کفش پہنے ہوئے اول آیا تھا اس کو روز مرہ دیکھ لیا کرتا تھا تاکہ اپنی حالت کا استحضار سبب رہے استدکار احسانات محمودیہ کا۔ مولانا اسی کو ایک خاص عنوان سے فرما رہے ہیں کہ نیاز اس کا سبب تھا مگر معنون ایک ہی ہے کیونکہ اس استدکار سے نیاز کا پیدا ہونا لازم ہے یعنی چونکہ اس کو نیاز محبوب تھا اس لئے اس کو روزانہ دیکھا کرتا تھا کہ نیاز باقی رہے گا جس کا دوسرا عنوان فنا و نیستی ہے جس کا اوپر سے ذکر چلا آ رہا ہے غرض مقصود اس کا نیاز

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا) اگر چہ وہ خود بادشاہ کا محبوب تھا (اور) ظاہراً و باطناً لطیف اور خوب (یعنی متصف بافعال جمیلہ و اخلاق حمیدہ) بھی تھا (اور) وہ کبر و ریا و کینہ (یعنی اخلاق ذمیمہ) سے خالی بھی تھا (اور) اس کا چہرہ حسن سلطان کا آئینہ بھی تھا (یعنی سلطان محمود کے اوصاف و مذاق کا وہ مظہر تھا اس لئے کہ غایت اطاعت کے سبب اس سے وہی امور صادر ہوتے تھے جو سلطان کو پسند تھے تو اس حیثیت سے ایاز کے افعال کو دیکھ کر سلطان کے مزاج پر استدلال ہو سکتا تھا اور) چونکہ وہ اپنی ہستی سے مفقود ہو چکا تھا (اس لئے) اس کا انجام کار (ہر طرح) محمود ہو گیا تھا (یعنی اس کے سب اعمال پسندیدہ تھے یا یہ کہ فنا و فقدان ہستی اس درجہ تک پہنچ گیا تھا کہ اس کا منتہائے کار یہ ہوا کہ وہ گویا خود محمود ہو گیا تھا غرض (ایاز کی تمکین (یعنی صفات مذکورہ میں استواری) اس سے بہت زیادہ قوی (یعنی ارفع) تھی کہ وہ احتمال کبر سے احتراز کرتا (اور اس مصلحت سے چارق و پوستین کو دیکھتا ہو یعنی تاکہ میرے اندر کبر نہ پیدا ہو جاوے کیونکہ) وہ (ہر طرح) مہذب ہو چکا تھا اور کبر اور نفس کی گردن مار چکا تھا (اور اس میں اس درجہ تک پہنچ چکا تھا کہ پھر اس کے عود کا احتمال نہ رہا تھا تو یہ چارق و پوستین دیکھنا اس مصلحت سے نہ تھا۔ پس شعر گرچہ او خود سے یہاں تک مدخول گرچہ یعنی ان وصلیہ کا ہو کر محمول ہے کلمہ آمد مذکورہ شعر پوستین و چارق الخ کا حاصل یہ ہوتا کہ اگر چہ بوجہ غایت رسوخ فی الاتصاف بالکمالات المذکورۃ فی ہذہ الاشعار الداخلۃ علیہا ان الوصلیۃ کے اس کو اب تہذیب نفس کے اسباب حدوث یا بقاء کی حاجت نہ رہی تھی لیکن اس کا چارق و پوستین دیکھنا اس غرض سے تھا ہی نہیں بلکہ محض صفت نیاز و تواضع اس کو محبوب ہو گئی تھی اور وہ اس دیکھنے سے تازہ و قوی ہوتی تھی آگے اس کے علاوہ دوسری محتمل حکمتیں بھی بیان فرماتے ہیں یعنی) یا (اس حب نیاز و تواضع کے ساتھ یہ بھی مصلحت ہو گی کہ وہ تعلیم کے لئے یہ تدبیریں کیا کرتا تھا (لفظ علاوہ اور لفظ نیاز کے ساتھ اور لفظ یہ بھی مصلحت اس لئے بڑھائے گئے کہ یہ تردید بطور منع الخلو کے ہے کیونکہ اگر منع الجمع ہو تو اس احتمال پر نیاز منفی ہو جاوے گا تو اس حکایت کی اصلی غرض یہ فوت ہو جاوے گی غرض حکمت نیاز تو ہر حال میں محفوظ ہے اور دوسری مصلحتیں باہم قسیم ہو سکتی ہیں جن میں سے ایک تو یہ ہوئی کہ مقصود اس کا دوسروں کو تعلیم کرنا ہو کہ اپنے افتقار کو بھولنا نہ چاہئے اور بقیہ آگے آتی ہیں یعنی) یا یہ کسی اور حکمت کے لئے ہو کہ وہ (حکمت) خوف (یعنی احتمال کبر مذکورہ فی المصرعۃ السابقۃ کو ز خوف کبر الخ) سے دور (یعنی اس کے مغائر) ہو (اسی طرح دوسری حکمتوں کے بھی مغائر احتمال کبر کے تو مغائر اس لئے کہ وہ احتمال منفی ہو چکا ہے اور دوسروں سے مغائر بوجہ تقابل کے خواہ ان میں سے کسی کے ساتھ جمع ہو جاوے اور اس حکمت کی تعیین ضروری نہیں یہ مولانا کی احتیاط ہے کہ اپنے تتبع پر حکم یقینی نہیں لگایا اور ظاہر کر دیا کہ یہ حصر عقلی نہیں استقرائی ہے ممکن ہے کہ اور کوئی سبب ہو ہم کو دوسروں کے دل کی کیا خبر باقی نیاز کا جو حکم متعین لگا دیا وہ ایاز کے مجموعہ حالات سے مظنون قریب بہ متیقن سمجھا گیا۔ آگے ایک اور احتمال فرماتے ہیں یعنی) یا چارق کا دیکھنا اس کو اس لئے پسند ہوا ہو کہ ہستی ایک حجاب ہے نیستی کی ہوائے خوش (آنے) سے (تو اسباب ہستی میں مشغول ہونے سے گو ہستی و کبر کا اثر نہ بھی ہو چنانچہ اوپر اس احتمال کی نفی ہو چکی ہے لیکن تاہم اس وقت نیستی کا پورا استحضار جیسا غلبہ حال میں ہوتا ہے نہیں رہتا اور اس غلبہ کی تجدید و اعادہ کے لئے اسباب نیستی کا مشاہدہ بدرجہ مراقبہ مفید ہوتا ہے اس لئے ایاز ایسا کرتا ہو) تاکہ (اسباب نیستی کے مشاہدہ سے وہ رخنہ جو نیستی پر (واقع ہوا) ہے کھل جاوے تاکہ (اس کے کشادہ ہونے سے) وہ نسیم عیش و زندگانی (نیستی کی اس شخص تک) آنے لگے (اس کو عیش و زندگانی کہنا باعتبار حیات روح کے ہے اور اس تا کشاید الخ کی دوسری تعبیر یہ ہے کہ) تاکہ ان (مقیدان ہستی و انانیہ کے مردوں (یعنی غافلوں) پر جو رخنہ (بنا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا) ہے وہ بند ہو جاوے تاکہ (وہ شخص) زندوں کے عیش کی بو حاصل کرے (حل ان دو شعر کا دخمہ کے مفہوم اور حالت جاننے پر موقوف ہے۔ دخمہ مجوس کے گورستان کو کہتے ہیں جو زمین کے اندر بطور تہ خانہ کے یا زمین کے اوپر بشکل تا قہائے دیوار کے ایک عمارت بنا دیتے ہیں اور مردوں کو دفن نہیں کرتے بلکہ مردوں کو ویسے ہی طاق وغیرہ میں بٹھلا کر آگے سے دروازہ بند کر دیتے ہیں اور عادۃً ایسی بڑی تعمیر میں منافذ دور تک رہنا معمول ہے پس یہاں مجازاً دو دخمے فرض کئے گئے ایک کے اندر نیستی ہے دوسرے کے اندر مردے ہیں پس پہلے کے لئے کشادگی کو ثابت کیا یعنی گو کچھ منفذ کھلا ہوا ہے جس سے نیستی کی ہوا آتی ہے لیکن اس مراقبہ سے وہ بالکل کھول دیا جاتا ہے اور دوسرے کے لئے بندش کو ثابت کیا یعنی گو وہ کچھ بند ہو مگر بالکل ہی بند کر دیا گیا تاکہ صرف زندوں کی بو آوے مردوں کی ذرا بھی نہ آوے مراد مشترک یہ ہے کہ اسباب نیستی کے مراقبہ سے جس نیستی کا غلبہ کم ہو گیا تھا وہ پورا عود کر آتا ہے اور انانیۃ کا جو اثر گو کہ کامل کے لئے مضرت تام کے درجہ میں نہ ہو مگر ایک گونہ حجاب تو ہوتا ہی ہے وہ اثر بھی جاتا رہتا ہے آگے اشعار میں اسباب انانیۃ کا موجب حجاب ہونا کہ وہ بعض کے لئے اشد بھی ہو جاتا ہے بیان فرماتے ہیں خوب سمجھ لو)

فائدہ:۔ ان اشعار میں ایک گونہ عود ان اشعار کی طرف بھی ہے "ایں ہمہ اوصاف شان نیکو شود" الی قولہ "باز چون جان روسوئے جانان نہد" اس اعتبار سے کہ وہاں بھی فنا کا ذکر تھا اور یہاں بھی گو عنوانات متفاوت ہوں مگر معنون متقارب ہے اور وہ انانیت اور ہستی کا ترک ہے۔

ملک و مال و اطلس ایں مرحلہ	ہست بر جان سبکرو سلسلہ
اس منزل کا ملک و مال و اطلس	روح سبک روپر زنجیر ہے
سلسلہ زریں بدید و غرہ گشت	ماندہ در سوراخ چاہے جاں زدشت
زنجیر زریں دیکھی اور دھوکہ میں آ گئی	دشت سے ایک چاہ کے سوراخ میں رہ گئی
صورتش جنت بمعنیٰ دوزخے	افعی پرزہر و نقشش گلرخے
اس کی صورت تو جنت ہے مگر معنی میں دوزخ ہے	ایک پر زہر ناگنی ہے اور اس کا نقش گل رخ ہے
گرچہ مومن را سقر ندہد ضرر	لیک ہم بہتر بود زانجا گزر
اگرچہ سقر مومن کو ضرر نہیں دیتی	لیکن پھر بھی دوزخ سے گزر ہی جانا بہتر ہوتا ہے
گرچہ دوزخ دور دارد زو نکال	لیک جنت بہ ورا در کل حال
اگرچہ مومن سے دوزخ اپنا عذاب دور ہی رکھتی ہے	لیکن پھر بھی اس کو ہر حال میں جنت ہی بہتر ہے
الحذر اے ناقصاں زیں گلرخے	کہ بگاہ صحبت آمد دوزخے
اے ناقصو اس گل رخ سے حذر کرو	جو کہ مصاحبت کے وقت دوزخ معلوم ہوا ہے
الفرار اے غافلاں زیں گلشنے	کہ حقیقت بدترست از گلخنے
اے غافلو اس گلشن سے بھاگو	جو کہ حقیقت میں گلخن سے بھی بدتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زینہار اے جاہلاں زیں گل شکر	کہ بسوزاند دہاں را چوں شرر
اے جاہلو اس گل شکر سے پناہ مانگو	جو کہ منہ کو شرر کی طرح جلا دیتی ہے
چند گویم مرترا کایں انگبیں	زہر قتالست زو دوری گزیں
میں تجھ کو کہاں تک کہوں کہ یہ انگبین	زہر قتال ہے اس سے دوری اختیار کر
لیک تلخ آید ترا گفتار من	خواب می گیرد ترا زانداز من
لیکن تجھ کو تو میری یہ بات تلخ معلوم ہوتی ہے	میرے انداز سے تجھ کو غفلت گھیرتی ہے
خواجہ آخر یک زماں بیدار شو	وز حیات خویش برخوردار شو
اے صاحب آخر کسی وقت تو بیدار ہو	اور اپنی حیات سے متمتع ہو

(ربط اوپر گزرا یہاں بیان ہے اسباب اتائیہ کا اور ان کے مضرت کا اکثر کے لئے اور اس کا کہ جن کو مضرت نہ ہو ان کے لئے بھی تحرز اولیٰ ہے الاان یکون فیه ضرورۃ او مصلحة مطلوبة فی الدین یعنی) اس منزل (دنیا) کا ملک و مال واطلس روح سبک رو پر (بمنزلہ) زنجیر (اور قید کے مانع سرعت سیر ہے (یعنی جو روح اس کے نہ ہونے سے سبک رو ہوتی ہے وہ سب کرو نہیں رہتی فی الاکثر اور صورت اس کی یہ ہوتی ہے کہ روح نے) زنجیر زرین دیکھی اور دھوکہ میں آ گئی (اور) دشت (فراخ) سے (ہٹ کر) ایک چاہ کے سوراخ میں رہ گئی (جیسے کوئی شخص زنجیر میں اس وجہ سے پھنس جاوے کہ وہ طلائی تھی مادہ تو دیکھ لیا اور خاصیت نہ دیکھی اسی طرح) اس (ملک و مال مذکور) کی صورت تو (بمنزلہ) جنت (کے) ہے مگر معنی (اور خاصیت) میں دوزخ ہے (حقیقت میں تو) ایک پر زہر افعی ہے اور اس کا (ظاہری) نقش گل رخ ہے (اور) اگرچہ (یہ) سقر مومن (کامل) کو ضرر نہیں دیتی۔ (جیسا اس سے اوپر کے اشعار کی شرح میں راسخ کا عدم تضرر مذکور ہوا ہے) لیکن پھر بھی دوزخ سے گزر ہی جانا بہتر ہے (یعنی علیحدہ رہنا اور) اگرچہ مومن سے دوزخ اپنا عذاب دور ہی رکھتی ہے لیکن پھر بھی اس کو ہر حال میں جنت ہی بہتر ہے۔ (اور حقیقی دوزخ میں بھی یہی ہوگا کہ جب دوزخیوں کو نکالنے جاویں گے تو آگ سے متاثر نہ ہوں گے مگر بے ضرورت نہ جاویں گے ایسی ہی ضرورت سے یہاں بھی دخول فی اسباب الدنیا جائز ہے جیسے حضرات خلفاء راشدین نے کیا۔ غرض جب اس کی گل رخی محض ظاہری ہے جیسے اوپر کہا ہے نقش گل رخ تو) اے ناقصو اس گل رخ سے حذر کرو جو کہ مصاحبت کے وقت دوزخ معلوم ہوا ہے (اور) اے غافلو اس گلشن سے بھاگو جو کہ حقیقت میں گلخن سے بھی بدتر ہے (اور) اے جاہلو اس گل شکر سے پناہ مانگو جو کہ منہ کو شرر کی طرح جلا دیتی ہے (اور ناقصاں و غافلاں و جاہلاں میں اشارہ ہے مضمون بالا گرچہ مومن را سقر ندہد الخ کی طرف جس کی وجہ اس کی شرح سے معلوم ہو چکی ہے اور) میں تجھ کو کہاں تک کہوں کہ یہ (ظاہری) انگبین زہر قتال ہے اس سے دوری اختیار کر (یعنی بہت کچھ کہا) لیکن تجھ کو میری یہ بات تلخ معلوم ہوتی ہے (اور) میرے انذار (یعنی تحذیر) سے تجھ کو غفلت گھیرتی ہے۔ اے صاحب آخر کسی وقت تو بیدار ہو اور اپنی حیات سے (اس طرح) متمتع ہو (کہ اس حیات کو ذریعہ اپنے فلاح باقی کا بنالو اور اس کے بعد بتائید مضمون بالا حذر اے ناقصان الخ ایک حکایت لاتے ہیں کہ جس طرح اس غلام نے مرد قوی کو ظاہری

ہیئت سے عروس سمجھا تھا اور صحبت کے وقت مرد ثابت ہوا جس نے بالعکس اسی غلام کو فعل بد سے پریشان کیا)

فائدہ:۔ اور یہ مضمون معنیٰ عود ہے طرف مضمون اشعار مفتتحہ بقولہ اے ضیاء الحق حسام الدین بیا الیٰ صد دل و جان عاشق صانع شدہ کی طرف اس طرح کہ وہاں بھی حجب عن الحق کا ذکر تھا یہاں بھی حجب عن الحقیقۃ کا ذکر ہے گو حجب کے عنوانات مختلف ہیں مگر معنونات متقارب ہیں ان اشعار کی شرح کے ختم پر بھی اس ارتباط کا ذکر کیا ہے۔ وقد کنت قلت ھنالک فانتظرہ والآن اقول فانظرہ

حکایت آں غلام ہندو کہ بخداوندزادۂ خود پنہاں ہوا آوردہ بود چوں دختر را با مہتر زادہ عقد کردند غلام خبر یافت و رنجور شد و می گداخت، ہیچ کس علت او را نمی یافت و او را زہرۂ گفتن نے، و اطبا از معالجۂ او فرو ماندند و چوں خواجہ دریافت بحکمت معالجہ کرد

اس ہندی غلام کی حکایت جو اپنی آقازادی سے مخفی طور پر محبت رکھتا تھا جب لڑکی کا امیر زادہ سے نکاح کیا تو غلام کو معلوم ہو گیا وہ بیمار پڑ گیا اور پگھلتا تھا کوئی شخص اس کی بیماری نہیں سمجھتا تھا اور اس کو کہنے کی ہمت نہ تھی اور طبیب اس کے علاج سے عاجز آ گئے اور جب آقا کو معلوم ہوا تو اس نے تدبیر سے علاج کر دیا۔

خواجۂ را بود ہندو بندۂ	پروریدہ کردہ او را زندۂ
ایک آقا کا ایک ہندی غلام تھا	جس کو اس نے پالا تھا اس کو زندہ کیا تھا
علم و آدابش تمام آموختہ	در دلش شمع ہنر افروختہ
اس کو تمام علوم و آداب سکھلائے تھے	اس کے دل میں ہنر کی شمع روشن کی تھی
پروریدش از طفولیت بناز	در کنار لطف آں اکرام ساز
بچپن سے اس کو ناز کے ساتھ پالا تھا	آغوش لطف میں اس اکرام ساز نے
بود ہم ایں خواجہ را یک دخترے	سیم اندامے گشے خوش گوہرے
اس آقا کے ایک لڑکی بھی تھی	جو سیم اندام خوش خرام خوب طینت تھی
چوں مراہق گشت دختر طالباں	بذل می کردند کابین گراں
جب وہ دختر سیانی ہوئی تو طالب لوگ	بڑے بڑے مہر بذل کرنے لگے
می رسیدش از سوی ہر مہترے	بہر دختر دمبدم خواہشگرے
پہنچتا تھا اس خواجہ کے پاس ہر رئیس کی طرف سے	دختر کے لئے وقتاً فوقتاً ایک خواہندہ

ایک آقا کا ایک ہندی غلام تھا جس کو اس نے (جسمی تربیت سے بھی) پالا تھا (اور روحانی تربیت یعنی تعلیم علوم واخلاق سے بھی) اس کو زندہ کیا تھا۔ (کما قال تعالیٰ او من کان میتاً فاحییناہ چنانچہ آگے اس کی تفسیر خود کی ہے یعنی) اس کو تمام علوم و آداب سکھلائے تھے اس کے دل میں ہنر کی شمع روشن کی تھی بچپن سے اس کو ناز کے ساتھ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس اکرام ساز نے آغوش لطف میں پالا تھا (اکرام ساز فاعل ہے پرورش کا) اس آقا کے ایک لڑکی بھی تھی جو سیم اندام خوش خرام (کذانی الغیاث) خوب طینت تھی جب وہ دختر سیانی ہوئی تو طالب لوگ بڑے بڑے مہر بذل کرنے لگے اور اس خواجہ کے پاس ہر رئیس کی طرف سے دختر کے لئے وقتاً فوقتاً ایک خواہندہ (پیغام لے کر) آتا تھا۔

گفت خواجہ مال را نبود ثبات	روز آید شب رود اندر جہات
خواجہ نے کہا کہ مال کو تو کچھ ثبات نہیں	دن کو آتا ہے اور رات کو دوسری جہات میں چلا جاتا ہے
حسن صورت ہم ندارد اعتبار	کو شود رخ زرد از یک زخم خار
خوبصورتی کا کچھ اعتبار نہیں	کہ ایک زخم خار سے رخ زرد ہو جاتا ہے
سہل باشد نیز مہتر زادگی	کہ بود غرہ بمال و سادگی
رئیس زادہ ہونا بھی لغو ہے	کہ وہ حماقت سے مال پر مغرور ہوتا ہے
اے بسا مہتر بچہ کز شور و شر	شد ز فعل زشت خود ننگ پدر
بہتیرے رئیس زادے ہیں جو شور و شر کے سبب	اپنے افعال زشت سے ننگ پدر ہوئے ہیں
پر ہنر را نیز اگر باشد نفیس	کم پرست و عبرتے گیر از بلیس
پر ہنر شخص کی بھی اگر وہ حاسد ہو	کم پرستش کرو اور ابلیس سے عبرت حاصل کرو
علم بودش چوں نبودش عشق دیں	او ندید از آدم الا نقش طیں
اس کو علم تھا چونکہ اس کو عشق دین نہ تھا	اس نے آدم علیہ السلام کی کوئی چیز بجز نقش طین کے نہ دیکھی
گرچہ دانی دقت علم اے امیں	زانت نکشاید دو دیدہ غیب بیں
اگرچہ تم کو علم کی کیسی ہی باریکیاں معلوم ہوں	اس سے تمہاری غیب بیں آنکھیں نہیں کھل سکتیں
او نہ بیند غیر دستارے وریش	از معرف پرسد از بیش و کمیش
وہ تو بجز دستار اور ریش کے کوئی چیز نہ دیکھے گا	معرف سے پوچھے گا اس کی کمی اور بیشی کی نسبت
عارفا تو از معرف فارغی	خود ہمی بینی کہ نور بازغی
اے عارف تو معرف سے فارغ ہے	تو خود دیکھ لیتا ہے کیونکہ تو نور روشن ہے
کار تقوی دارد و دین و صلاح	کہ ازو باشد بدو عالم فلاح
کارآمد چیزیں یہ ہیں تقویٰ اور دین اور صلاح	کہ اس سے دونوں عالم میں فلاح ہوتی ہے
کرد یک داماد صالح اختیار	کہ بداو فخر ہمہ خیل و تبار
اس نے ایک داماد صالح پسند کیا	کہ وہ تمام مجمع اور خاندان کا فخر تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

خواجہ نے کہا کہ مال کو تو کچھ ثبات نہیں دن کو آتا ہے اور رات کو دوسری جہات میں چلا جاتا ہے (اور) خوبصورتی کا بھی کچھ اعتبار نہیں کہ ایک زخم خار (یعنی تکلیف) سے رنج زدہ ہو جاتا ہے (اسی طرح) رئیس زادہ ہونا بھی لغو ہے کہ وہ حماقت سے مال پر مغرور ہوتا ہے (جو کوئی چیز نہیں جیسا اوپر آیا ہے مال رانبود ثبات) بہتیرے رئیس زادے ہیں جو شور و شر کے سبب اپنے افعال زشت سے ننگ پدر ہوئے ہیں (اسی طرح پر ہنر شخص کی بھی کم پرستش کرو (یعنی کم توجہ کرو) اگر وہ حاسد ہو (کذانی الغیاث) اور ابلیس سے عبرت حاصل کرو (کہ باوجود باہنر ہونے کے حسد کے سبب خراب ہوا) اس کو علم (تو) تھا (مگر) چونکہ اس کو عشق دین نہ تھا اس نے آدم علیہ السلام کی کوئی چیز بجز نقش طین کے نہ دیکھی (اور بدوں عشق دین کے) اگر چہ تم کو علم دین کی کیسی ہی باریکیاں معلوم ہوں (مگر) اس سے تمہاری عیب بین (یعنی حقیقت شناس) آنکھیں نہیں کھل سکتیں (اور) وہ (یعنی دیدہ ظاہر) تو (صاحب کمال کی) بجز دستار اور ریش کے اور کوئی چیز نہ دیکھے گا (اس لئے) معرف (یعنی حقیقت شناس) سے پوچھے گا (یعنی صاحب دیدہ پوچھے گا) اس (منسوب الی الکمال) کی کمی اور بیشی کی نسبت (کہ اس میں کمال باطنی کی کمی ہے یا بیشی ہے یعنی اس ظاہر بین کو خود پہچان نہیں ہے تو ممکن ہے کہ واقع میں وہ کامل نہ ہو اور اس کو ظاہری ہنر سے کامل سمجھ جاوے جس کا اس شعر میں ذکر ہے۔ پر ہنر الخ اور ممکن ہے کہ واقع میں وہ کامل ہو اور اس کو ظاہری بشریت سے کامل نہ سمجھے جس کا اس شعر میں ذکر ہے "علم بودش الخ" پس او کا مرجع اوپر گو تصریحاً مذکور نہیں مگر بقرینہ ذکر مقابل یعنی دیدہ غیب بین معلوم ہوتا ہے اور دستار و ریش سے مراد مطلق ظاہر خواہ ہنر ہو جیسا ایک شعر میں ہے اور خواہ نقش طین ہو جیسا دوسرے شعر میں ہے اور منسوب الی الکمال بھی دونوں کو شامل ہے۔ پس یہ شعر ان دونوں سے چسپاں ہو گیا۔ غرض ظاہر بیان کو تو معرف کی حاجت ہے لیکن اے عارف تو معرف سے فارغ ہے (کیونکہ) تو خود (اس میں کمال باطنی کا ہونا نہ ہونا) دیکھ لیتا ہے کیونکہ تو نور روشن ہے) یعنی صاحب نور و ادراک ہے اس سے حقیقت کو دیکھ لیتا ہے خلاصہ یہ کہ محض ظاہری خوبیوں کا کچھ اعتبار نہیں بلکہ) کار آمدہ چیزیں یہ ہیں تقویٰ اور دین اور صلاح کہ اس سے دونوں عالم میں فلاح ہوتی ہے (اس لئے) اس نے ایک داماد صالح پسند کیا کہ وہ (اپنے کمالات حقیقیہ کے سبب اپنے) تمام مجمع اور خاندان کا فخر تھا (اور اس سے رشتہ کر دیا اور نکاح مراد لینا اس لئے مناسب نہیں کہ نکاح کے بعد جو تدبیر اس غلام کے لئے کی گئی ہے جس کا آئندہ بیان ہے اس میں یہ خدشہ رہے گا کہ جب نکاح ہو چکا تھا تو پھر اس غلام کو وعدۂ نکاح اور انعقاد ظاہری نکاح سے کیسے تسلی ہو سکتی ہے)

پس زناں گفتند او را مال نیست	مہتری و حسن و استقلال نیست
عورتوں نے کہا کہ اس کے پاس تو مال نہیں	اور ریاست اور حسن اور استقلال نہیں
گفت آنہا تابع زہد اندو دیں	بے زر او گنجے ست بر روئے زمیں
خواجہ نے جواب دیا کہ یہ سب زہد اور دین کے تابع ہیں	وہ شخص بدوں زر ہی کے روئے زمین پر ایک خزانہ ہے

عورتوں نے کہا کہ اس کے پاس تو مال نہیں اور ریاست اور حسن اور (معاش کا) استقلال نہیں خواجہ نے جواب دیا کہ یہ سب زہد اور دین کے تابع ہیں وہ شخص (جس میں یہ صفات ہوں) بدوں زر ہی کے روئے زمین پر ایک خزانہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(تابع ہونے کے یہ معنی نہیں کہ وجود میں اس کے ساتھ لازم ہیں یہ تو مشاہدہ کے خلاف ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ مقصود ہونے میں تابع ہے یعنی اگران اوصاف کا قصد بھی ہو تو تبعاً ہونا چاہئے اور مقصود بالاصالۃ زہد اور دین ہے پس اگر دونوں ایک جگہ مجتمع نہ ہوں تو جہاں مقصود بالذات ہو اس کو اختیار کرنا چاہئے اور جہاں صرف مقصود بالتبع ہو اس کو ترک کر دینا چاہئے)۔

چوں بجد تزویج دختر گشت فاش	دست پیمان و نشانی و قماش
جب بجلی کے ساتھ دختر کے نکاح کی خبر مشہور ہو گئی	اور دست پیمان اور نشانی اور قماش بھی
پس غلام خواجہ کاندر خانہ بود	گشت بیمار و ضعیف و زار زود
پس خواجہ کا جو غلام گھر کے اندر رہتا تھا	وہ معاً بیمار اور ضعیف ہو گیا
ہمچو بیمار دقے او می گداخت	علت او را طبیبے کم شناخت
مریض دق کی طرح گھلنے لگا	اس کی بیماری کو کسی طبیب نے نہ پہچانا
عقل می گفتے کہ رنجش از دل ست	داروی تن در غم دل باطل ست
عقل کہتی تھی کہ اس کا مرض قلبی ہے	جسم کی دوا دل کے غم میں محض بے اثر ہے
آں غلامک دم نزد از حال خویش	گرچہ می آمد ورا در سینہ ریش
اس غلام نے اپنا حال کہنے میں دم بھی نہیں مارا	اگرچہ اس کے سینہ میں زخم لگ رہا تھا
گفت خاتوں را شبے شوہر کہ تو	باز پرسش در خلا از حال او
ایک شب شوہر نے بی بی سے کہا کہ تو	تنہائی میں اس کا حال پوچھنا
تو بجائے مادرے او را بود	کو غم خود پیش تو پیدا کند
تو اس کی ماں کی جگہ ہے	شاید تیرے سامنے اپنا غم ظاہر کر دے
چونکہ خاتوں کرد در گوش ایں کلام	روز دیگر رفت نزدیک غلام
جب بی بی نے یہ بات سنی	دوسرے روز غلام کے پاس گئی
پس سرش را شانہ می کرد آں ستی	باد و صد مہر و دلال و دوستی
پھر وہ بی بی اس کے سر میں شانہ کرنے لگی	نہایت مہربانی اور ناز برداری اور محبت سے
آں چناں کہ مادران مہرباں	نرم کردش تا در آمد در بیاں
جس طرح مہربان مائیں کیا کرتی ہیں	اس کو نرم کیا یہاں تک کہ وہ بولا
کہ مرا امید از تو ایں نبود	کہ وہی دختر بہ بیگانہ عنود
کہ مجھ کو تجھ سے یہ امید نہ تھی	کہ تو اس دختر کو ایک سرکش اجنبی کو دے دے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

خواجہ زادہ ما و ما خستہ جگر	حیف نبود کو رود جائے دگر
ہماری تو آقا زادہ اور ہم خستہ جگر ہوں	تو کیا حیف کی بات نہیں کہ وہ دوسری جگہ جاوے
خواست آں خاتوں زخشمے کامدش	کش زند و زبام زیر انداز دش
اس بی بی کو جس قدر غصہ آیا اس سے چاہا تو یہ	کہ اس کو خوب پیٹے اور بام سے نیچے پھینک دے
کو کہ باشد ہندوی مادر غرے	کہ طمع دارد بخواجہ دختر
کہ یہ غلام مادر بخطا کون ہوتا ہے	کہ آقا زادی کی ہوس کرتا ہے
گفت صبر اولیٰ بود خود را گرفت	گفت با خواجہ کی بشنو ایں شگفت
کہا کہ ضبط بہتر ہے اپنے کو سنبھال لیا	اور خواجہ سے کہا کہ لو یہ عجیب بات اور سنو
ایں چنیں گرا یکے خائن بود	ماگماں بردہ کہ ہست او معتمد
یہ ایسا کمینہ خائن ہے	ہم تو گمان کئے ہوئے تھے کہ یہ معتمد ہے
حال خود را ایں چنیں گفت او مرا	خواستم کز خشم بلشم مرد را
اس نے اپنا حال مجھ سے اس طرح کہا ہے	میرے جی میں تو یہ آیا تھا کہ میں اس کو مار ڈالوں

جب خجستگی کے ساتھ دختر کے نکاح (کی منظوری) کی خبر مشہور ہوگئی اور دست پیان اور نشانی اور قماش بھی (ملنا مشہور ہوگیا۔ دست پیان چیز یکہ در رسم مصاہرت سے فرپسند از جانب مرد یا از جانب دختر و مراد از نشانی نشانی مصاہرت و قماش بفضم رخت و متاع خانہ) پس خواجہ کا جو غلام گھر کے اندر رہتا تھا وہ معاً بیمار اور ضعیف ہوگیا۔ مریض دق کی طرح گھلنے لگا اس کی بیماری کو کسی طبیب نے نہ پہچانا عقل (سلیم) کہتی تھی کہ اس کا مرض قلبی ہے جسم کی دوا دل کے غم میں محض بے اثر ہے اس غلام نے اپنا حال کہنے میں دم بھی نہیں مارا اگرچہ اس کے سینہ میں زخم لگ رہا تھا۔ ایک شب شوہر (یعنی خواجہ) نے (اپنی) بی بی سے کہا کہ تو تنہائی میں اس کا حال پوچھنا تو اس کی ماں کی جگہ ہے شاید تیرے سامنے اپنا غم ظاہر کردے جب بی بی نے یہ بات سنی دوسرے روز غلام کے پاس گئی پھر وہ بی بی اس کے سر میں شانہ کرنے لگی نہایت مہربانی اور ناز برداری اور محبت سے جس طرح مہربان مائیں کیا کرتی ہیں (اس طرح) اس کو نرم کیا یہاں تک کہ وہ بولا کہ مجھ کو تجھ سے یہ امید نہ تھی کہ تو اس دختر کو ایک سرکش اجنبی کو دے دے گی (شاید سرکش میں اشارہ اس طرف ہو کہ وہ میری برابر اطاعت بھی نہیں کرے گا) ہماری تو آقا زادہ اور ہم (اس کے عشق میں) خستہ جگر ہوں تو کیا حیف کی بات نہیں کہ وہ دوسری جگہ جاوے (باوجودیکہ ہمارا حق ہے کیونکہ ہماری آقازادہ ہے یہ سن کر) اس بی بی کو جس قدر غصہ آیا اس سے چاہا تو یہ کہ اس کو خوب پیٹے اور بام سے نیچے پھینک دے کہ یہ غلام مادر بخطا (غر فاحشہ) کون ہے کہ آقا زادی کی ہوس کرتا (لیکن پھر دل میں) کہا کہ ضبط بہتر ہے (اس لئے) اپنے کو سنبھال لیا اور خواجہ سے کہا کہ لو یہ عجیب بات اور سنو یہ ایسا کمینہ خائن ہے (گرا و گرائے غلام و حجام و کاف گرا یک برائے تحقیر) ہم تو گمان کئے ہوئے تھے کہ یہ معتمد ہے) اوروں سے موقع پر آبرو کی حفاظت کرے گا تو یہ خود بدنفس نکلا) اس نے اپنا حال مجھ سے اس طرح کہا ہے میرے جی میں تو یہ آیا تھا کہ میں اس کو مار ڈالوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صبر فرمودن خواجہ مادر دختر را کہ غلام راز جر مکن من بے زجر اورا ازیں طمع باز آرم بتدبیر کہ نہ سیخ سوز دونہ کباب خام ماند

آقا کا لڑکی کی ماں کو صبر کا حکم دینا کہ غلام کو نہ جھڑک میں بغیر جھڑ کے اس کو اس لالچ سے ایک تدبیر سے روک دونگا کہ نہ سیخ جلے اور نہ کباب کچا رہے

(حکمت اس میں یہ بھی ہے کہ زجر کرنے سے بعض اوقات ہوس زیادہ مشتعل ہوتی ہے سو ممکن ہے کہ کسی وقت فساد لاوے اور تدبیر سے اس کا مادہ ہی دل سے نکل جاوے گا اور ہمیشہ کے لئے اطمینان ہو جاوے گا۔ پس یہ ضرور نہیں کہ خواجہ نے اس میں غلام کی رعایت اور اس کے ساتھ نرمی کی ہو۔

گفت خواجہ صبر کن با او بگو	کہ ازو ببریم و بدہیمش بتو
خواجہ نے کہا کہ صبر کر اس سے کہہ دے	ہم اس سے توڑ لیں گے اور وہ ہم تجھ کو دے دیں گے
تا بمکر ایں ازدلش بیروں کنم	پس تماشا کن کہ دفعش چوں کنم
تا کہ دھوکہ سے اس کو اس کے دل سے نکال دوں گا	پھر تماشا دیکھنا کہ اس کو کس طرح دفع کرتا ہوں
تو دلش خوش کن بگو میداں درست	کہ حقیقت دختر ما جفت تست
تو اس کا دل خوش کر دینا اور کہنا کہ تو بالکل صحیح سمجھ	کہ حقیقت میں ہماری لڑکی تیرا ہی جوڑا ہے
ماندانستیم اے خوش مشتری	چونکہ دانستیم تو اولیٰ تری
ہم کو معلوم نہ تھا اے عمدہ خریدار	جب ہم کو معلوم ہو گیا تو تو زیادہ مستحق ہے
آتش ما ہم دریں کانون ما	لیلیٰ آن ما و تو مجنون ما
ہماری آگ ہمارے ہی چولہے میں	لیلیٰ بھی ہماری ہی چیز اور مجنوں بھی ہمارا ہی
تا خیال و فکر خوش بروے زند	فکر شیریں مرورا فربہ کند
تا کہ خیال اور فکر لذیذ اس پر غالب ہو جاوے	خیال شیریں اس کو فربہ کر دے
جانور فربہ شود لیک از علف	آدمی فربہ زعزت و شرف
جانور فربہ ہو جاتا ہے لیکن علف سے	آدمی فربہ عزت اور شرف سے ہوتا ہے
آدمی فربہ شود از راہ گوش	جانور فربہ شود از حلق و نوش
آدمی کان کے راستہ سے فربہ ہوتا ہے	جانور حلق اور خورد و نوش سے فربہ ہوتا ہے

خواجہ نے (بی بی سے) کہا کہ صبر کر (غصہ مت ظاہر کر اور) اس (غلام) سے کہدے کہ ہم اس (داماد) سے (اس کا رشتہ یا نکاح) توڑ لیں گے اور وہ (لڑکی) ہم تجھ کو دے دیں گے (اور یہ کہنا اس لئے تجویز کیا ہے)

تا کہ (اس) دھوکہ سے اس (ہوس) کو اس کے دل سے نکال دوں گا پھر (ذرا) تماشا دیکھنا کہ اس (ہوس) کو کس طرح (اس کے دل سے) دفع کرتا ہوں (پس) تو اس کا دل خوش کر دینا اور کہنا کہ تو بالکل صحیح سمجھ کہ حقیقت میں ہماری لڑکی تیرا ہی جوڑا ہے ہم کو (تیرا میلان) معلوم نہ تھا اے عمدہ خریدار (اور) جب ہم کو معلوم ہو گیا تو تو (سب سے) زیادہ مستحق ہے (پس اس کی ایسی مثال ہے جیسی) ہماری آگ ہمارے ہی چولہے میں (اور) لیلیٰ بھی ہماری ہی چیز اور مجنوں بھی ہمارا ہی (تو اس کہنے میں یہ مصلحت ہے) تا کہ خیال اور فکر لذیذ اس پر غالب ہو جاوے (اور) خیال شیریں اس کو (بسبب خوشی کے) فربہ کر دے۔ جانور (بھی) فربہ ہو جاتا ہے لیکن علف سے (ہوتا ہے اور) آدمی فربہ عزت اور شرف سے ہوتا ہے (جو محض ایک خیالی چیز ہے۔ پس خیال سے فربہ ہونا ثابت ہوا جو اوپر مذکور تھا فکر شیریں مرد را فربہ کند۔ غرض) آدمی کان کے رستہ سے فربہ ہوتا ہے (کہ نفس کے موافق باتیں سنتا ہے اور ان کے موافق خیال پکا لیتا ہے اور) جانور حلق اور خورد و نوش سے فربہ ہوتا ہے۔

گفت آں خاتوں کزیں ننگ مہیں	خود زبانم کے بجنبد اندریں
اس بی بی نے کہا کہ ایسی رسوا کن عار کی بات کے ساتھ	خود میری زبان کب حرکت کرے گی اس میں
ایں چنیں ژاژے چہ خایم بہر او	گو بمیر آں خائن ابلیس خو
میں اس کے واسطے اس طرح ژاژ خائی کیسے کروں	گو وہ خائن ابلیس خصلت مر جاوے تو مر جاوے
گفت خواجہ نے مترس و دم دہش	تا رود علت ازو زیں لطف خوش
خواجہ نے کہا کہ نہیں کچھ اندیشہ مت کر اور اس کو دم دے دے	تا کہ اس خوش لطفی سے اس کی علت جاتی رہے
دفع او را دلبرا بر من نویس	ہل کہ صحت یابد ایں باریک ریس
اس کا دفعیہ اے دلبر تو میرے ذمہ لکھ رکھ	اس کو اتنی مہلت دے کہ یہ باریک کا کاتنے والا صحت یاب ہو جاوے
چوں بگفت آں خستہ را خاتوں چنیں	می نگنجید از تبختر بر زمیں
اس خستہ حال سے جب اس بی بی نے ایسی بات کہی	تو مارے تبختر کے وہ زمین پر نہ سماتا تھا
زفت گشت و فربہ و سرخ و شگفت	چوں گل سرخ او ہزاراں شکر گفت
خوب توانا و فربہ و سرخ ہوا اور شگفتہ ہو گیا	گل سرخ کی طرح اور ہزاروں شکرانے بھیجے
گہ گہے می گفت اے خاتون من	کہ مبادا باشد ایں دستان و فن
کبھی کبھی کہتا کہ اے میری آقا خاتون	ایسا نہ ہو کہ یہ سب مکر و فن ہو
لیک خاتوں جزم میگفتش کہ ما	در پئے اینیم فارغ باش ہا
لیکن وہ خاتون اس کو جزم کے ساتھ کہہ دیتی کہ ہم	اسی فکر میں ہیں تو بے فکر رہ

اس بی بی نے (شوہر سے) کہا کہ ایسی رسوا کن عار کی بات کے ساتھ خود میری زبان کب حرکت کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

گی۔ اس (معاملہ) میں (یہ ترجمہ مہین بضم میم صیغہ اسم فاعل از اہانت کا ہے اور اگر بفتح میم کلمہ فارسی بمعنی عظیم ہو تو ترجمہ اس کا عار عظیم ہوگا۔ و به یشهد ذوقی) میں اس (غلام) کے واسطے اس طرح سے ژاژ خائی کیسے کروں گو وہ خائن ابلیس خصلت مرجاوے تو مرجاوے۔ خواجہ نے کہا کہ نہیں (ایسی بات کہنے سے) کچھ اندیشہ مت کر اور اس کو دم دے دے تاکہ اس خوش لطفی سے اس کی علت جاتی رہے اس (علت) کا دفعیہ اے دلبر تو میرے ذمہ لکھ رکھ (یعنی میرے ذمہ سمجھ) اس کو اتنی مہلت دے کہ یہ باریک (خیالی) کا کاتنے والا (یعنی سوچنے والا) صحت یاب ہو جاوے (پھر صحت کے بعد اس کو درست کروں گا خلاصہ یہ ہوا کہ) اس خستہ حال سے جب اس بی بی نے ایسی بات کہی تو مارے تبختر کے وہ زمین پر نہ سماتا تھا (یعنی گویا زمین سے اڑا جاتا تھا) خوب توانا فربہ و سرخ اور گل سرخ کی طرح شگفتہ ہو گیا اور ہزاروں شکرانے بھیجے (اور چونکہ مقرر ہے "کہ عشق ست و ہزار بدگمانی" اس لئے یا فرط حیرت و تعجب و فرحت سے) کبھی کبھی (خاتون سے) کہتا کہ اے میری آقا خاتون ایسا نہ ہو کہ یہ سب مکر و فن ہو (اور تمہاری نیت نہ ہو) لیکن وہ خاتون اس کو جزم کے ساتھ کہہ دیتی کہ ہم اسی فکر میں ہیں تو بے فکر رہ۔

خواجہ چوں دیدش کہ سرخ و زفت گشت	رفت از وے علت و آمد بگشت
خواجہ نے جب اس کو دیکھا کہ سرخ و فربہ ہو گیا	اس سے بیماری دور ہو گئی اور چلنے پھرنے لگا
خواجہ جمعیت بکرد و دعوتے	کہ ہمی سازم فرج را وصلتے
خواجہ نے ایک مجمع کیا اور لوگوں کی دعوت کی	کہ فلانے غلام کا عقد کرتا ہوں
تا جماعت عشوہ می دادند و گال	کاے فرج بادت مبارک اتصال
یہاں تک کہ ایک جماعت بھی دھوکہ اور فریب دیتی تھی	کہ اے فلانے تجھ کو یہ اتصال مبارک ہو
تا یقیں تر شد فرج را آں سخن	علت از وے رفت کل از بیخ و بن
یہاں تک کہ اس غلام کو اس بات کا اور زیادہ یقین ہو گیا	مرض اس سے بالکل ہی بیخ و بن سے جاتا رہا
بعد ازاں اندر شب گردک بفن	امردے را بست حنا ہمچو زن
اس کے بعد شب عروسی میں دھوکہ دینے کے لئے	ایک بے ریش مرد جوان کے عورت کی طرح مہندی لگائی
پرنگارش کرد ساعد چوں عروس	پس نمودش ماکیاں واداش خروس
اور اس کا ساعد دلہن کی طرح آراستہ کیا	پس اس کو دکھلائی تو مرغی اور دیدیا مرغا
مقنعہ و حلہ عروسانہ نکو	کنگ امرد را بپوشانید رو
اوڑھنی اور عروسانہ عمدہ جوڑے سے	کنگر امرد کا منہ چھپا دیا
شمع را ہنگام خلوت زود کشت	ماند ہندو باچناں کنگ و درشت
خلوت کے وقت شمع کو فوراً گل کر دیا	بس غلام ایسے کنگر قوی کے ساتھ رہ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہندوک فریاد می کرد و فغاں	از بروں نشنید کس از دف زناں
غلام فریاد اور فغان کر رہا تھا	باہر کسی نے دف بجانے والوں کے سبب نہیں سنا
ضرب دف وکف ونعرۂ مرد وزن	کرد پنہاں نعرۂ آں نعرہ زن
دف اور کف کی ضرب اور مرد و زن کے غل غپاڑہ نے	اس نعرہ زن کے نعرہ کو مخفی کر دیا
تا بروز آں ہندوک را می فشارد	چوں بود در پیش سگ انبان آرد
دن ہونے تک اس غلام کو ملتا دلتا رہا	جیسے کتے کے سامنے آٹے کے تھیلہ کی کیفیت ہو
روز آوردند طاس و بوغ زفت	رسم داماد آں فرج حمام رفت
دن کو خدام طشت اور بھرا ہوا بغچہ لائے	موافق رسم داماد کے وہ غلام حمام میں گیا
رفت در حمام او رنجور جاں	کوں دریدہ ہمچوں دلق تونیاں
وہ حمام میں گیا رنجور جان	بھنگیوں کے گدڑے کی طرح پس دریدہ
آمد از حمام در گردک فسوس	پیش او بنشست دختر چوں عروس
حمام سے حجلہ عروسی میں بحالت حسرت واپس آیا	اس کے سامنے دختر عروس کی طرح آ بیٹھی
مادرش آنجا نشستہ پاسباں	کہ نباید کوکند روز امتحاں
اس کی ماں پاسبان ہو کر بیٹھ گئی	کہ ایسا نہ ہو کہ وہ دن کو امتحان کرنے لگے
ساعتے درو ے نظر کرد از عناد	آنگہاں باہر دو دستش دہ بداد
اس نے تھوڑی دیر تو اس کو تکا	پھر دونوں ہاتھوں سے اس کو دھکا دیا
گفت کس را خود مبادا اتصال	با چو تو ناخوش عروس بد فعال
کہا کہ کسی کو تحقیق اتصال نہ ہو	تجھ جیسی ناخوش بدافعال عروس کے ساتھ
روز رویت ہمچوں خاتون ختن	شب عمودت ہمچو شاخ کرگدن
دن میں تو تیرا چہرہ خاتون ختن کا سا	رات کو تیرا ستون شاخ کرگدن کا سا
روز رویت ہمچو خاتون تتر	کیر زشتت شب بتر از کیر خر
دن کو تیرا چہرہ خاتون تاتار کا سا	رات کو تیرا آلہ آلۂ خر سے بھی بدتر

(فرج نام آن غلام۔ گال فریب) گردک بکسر کاف فارسی و دوم تازی حجلۂ عروس وبمعنی عروس نیز آمدہ کنگ بضم کاف تازی و کاف دوم فارسی مرد سطبر تن وقوی ہیکل۔ انبان تھیلہ چرمی۔ بوغ بباء موحدہ بغچہ بیائے تحتانیہ بمعنی جوابھلی۔ زفت بمعنی پر ومالا مال ہم آمدہ۔ تونیان تون گلخن سرگین وتونی کناس وخاکروب فسوس

www.besturdubooks.wordpress.com

حسرت۔دہ بالکسر کلمۂ نفرین واز پیش راندن۔بعضه من الحواشی و بعضه من الغیاث) خواجہ نے جب اس کو دیکھا کہ سرخ وفربہ ہوگیا اس سے بیماری دور ہوگئی اور چلنے پھرنے لگا تو خواجہ نے ایک مجمع کیا اور لوگوں کی دعوت کی کہ فلانے غلام کا عقد کرتا ہوں (ممکن ہے کہ اوروں سے مطلقاً کہا ہو اپنی دختر کا نام نہ لیا ہوتا کہ نہ بدنامی ہو اور نہ داماد کو شبہ ہو صرف اس غلام سے دختر کا وعدہ کا وعدہ کر رکھا تھا) یہاں تک کہ ایک جماعت بھی (جو ہمراز خواجہ کے تھے اس کو) دھوکہ اور فریب دیتے تھے کہ اے فلانے تجھ کو یہ اتصال مبارک ہو یہاں تک کہ اس غلام کو (خاتون کی) اس بات کا اور زیادہ یقین ہوگیا (اور) مرض اس سے بالکل ہی بیخ و بن سے جاتا رہا (یعنی اس شہرت کے قبل جو گاہ گاہ شبہ دستان وفریب کا ہوتا تھا اور اس کا کچھ اثر ہو گا وہ بھی جاتا رہا) اس کے بعد شب عروسی میں (یعنی مقرر تاریخ میں) دھوکہ دینے کے لئے ایک بے ریش مرد جوان کے عورت کی طرح مہندی لگائی اور اس کا ساعد دلہن کی طرح (زیور سے) آراستہ کیا پس (ایسی مثال ہوگئی جیسے) اس کو دکھلائی تو مرغی اور دیدیا مرغا (چنانچہ اوڑھنی اور عروسانہ عمدہ جوڑے سے (اس) کنگر امرد کا منہ چھپا دیا (پس مصرعہ اول میں رابطہ از یا با مقدر ہے اور) خلوت کے وقت شمع کو فوراً گل کر دیا (جس کو اس کے لئے مامور کیا ہوگا اگر ضمیر خواجہ کی طرف ہے تو اسناد الی السبب ہے جیسے بنی الامیر المدینة) پس غلام ایسے کنگر قوی کے ساتھ رہ گیا (باد ماندن میں اشارہ کر دیا اس غلام کے ساتھ سوء تصرف کرنے کی طرف استہجان ذکر کے سبب تصریح نہیں کی) غلام فریاد اور فغان کر رہا تھا (مگر) باہر کسی نے دف بجانے والوں کے سبب نہیں سنا۔دف اور کف کی ضرب اور مرد وزن کے غل غپاڑہ نے اس نعرہ زن کے نعرہ کو مخفی (اور مغلوب) کر دیا (غرض) دن ہونے تک اس غلام کو ملتا دلتا رہا جیسے کتے کے سامنے آٹے کا تھیلہ کی کیفیت ہو (کہ کبھی الٹا کرتا ہے کبھی سیدھا کبھی کھینچتا ہے کبھی چھوڑتا ہے) دن کو خدام طشت (منہ ہاتھ دھونے کو) اور بھرا ہوا بقچہ (نیا جوڑا بدلنے کو اور اگر یوغ بمعنی جوئے کے ہو تو اطلاقاً للجزء علی الکل مراد بہلی اور سواری ہوگی۔یعنی حمام تک سوار ہو کر چلنے کے لئے سواری) لائے (اور) موافق رسم داماد کے وہ غلام حمام میں گیا (مگر) وہ حمام میں (جو) گیا (تو اس حالت سے کہ) رنجور جان (اور) بھنگیوں کے گدڑے کی طرح پس دریدہ (تشبیہ اس بنا پر ہے کہ اکثر بھنگی غریب مفلس ہوتے ہیں اور پھٹے گدڑے پہنتے ہیں پھر) حمام سے حجلہ عروسی میں بحالت حسرت واپس آیا۔حسرت کا سبب ظاہر ہے کہ ناکامی اور الٹی مصیبت اور) اس کے سامنے (وہ مصنوعی) دختر عروس کی طرح آبیٹھی (اس تشبیہ سے اس شعر آئندہ کے مضمون سے مصنوعی کے ساتھ تفسیر کی ورنہ اصلی دختر تو واقعی عروس تھی ہی پھر امتحان کا بھی کیا خوف تھا) اس (دختر) کی ماں پاسبان ہو کر بیٹھ گئی (اس کی ماں مجازاً کہہ دیا موافق زعم غلام کے) کہ ایسا نہ ہو کہ وہ دن کو (منہ کھول کر) امتحان کرنے لگے اس (غلام) نے تھوڑی دیر تو اس کو تکا پھر دونوں ہاتھوں سے اس کو دھکا دیا (اور) کہا کہ (خدا کرے) کسی کو تجھ جیسی ناخوش بد افعال عروس کے ساتھ اتصال (نصیب) نہ ہو دن میں تو تیرا چہرہ خاتون ختن کا سا (اور رات کو تیرا استون (یعنی آلہ) شاخ کرگدن کا سا۔دن کو تو تیرا چہرہ خاتون تاتار کا سا (اور) رات کو تیرا آلہ خر سے بھی بدتر (چہرہ کو حسین بتلانا اسی گمان پر ہے کہ اس کو دختر اصلی سمجھے ہوئے ہے جس کو بارہا دیکھا تھا)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

درحقیقت حکایت وبیان آنکہ ہر نفسے ہمچوں آں ہندو مبتلا ست

ہمچناں جملہ نعیم ایں جہاں	بس خوش ست از دور پیش از امتحاں
اسی طرح اس عالم کی تمام نعمتیں	دور سے قبل امتحان کے بہت خوشنما ہیں
می نماید در نظر از دور آب	چوں روی نزدیک آں باشد سراب
دور سے تو نظر میں پانی معلوم ہوتا ہے	جب نزدیک جاؤ تو وہ سراب ہوتا ہے
گندہ پیر ست او واز بس چاپلوس	خویش را جلوہ دہد چوں نو عروس
وہ ایک سڑیل بڑھیا ہے اور فریب دینے کے لئے	اپنے کو نو عروس کی طرح ظاہر کرتی ہے
ہیں مشو مغرور آں گلگونہ اش	نوش نیش آلودۂ او را مچش
خبردار اس کی اس آرائش پر دھوکہ نہ کھانا	اور اس کے نیش آلودہ نوش کو مت چکھنا
تانیفتی چوں فرج اندر حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
تاکہ اس غلام کی طرح تنگی میں نہ پڑ جاوے	صبر کرنا کیونکہ صبر فراخی کی کلید ہے
آشکارا دانہ پنہاں دام او	خوشنماید ز اولت انعام او
ظاہر تو دانہ ہے اور دام اس کا پنہاں ہے	اول سے اس کا انعام تجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے

دربیان آنکہ ایں غرور تنہا آں ہندو را نبود بلکہ ہر آدمی بچنیں غرور مبتلا ست در ہر مرحلہ الا من عصمہ اللہ

اس بیان میں کہ یہ دھوکہ تنہا اس ہندی کو نہ تھا بلکہ ہر آدمی ایسے دھوکے میں ہر مرحلہ میں مبتلا ہے بجز اس کے جس کو اللہ بچائے۔

چوں بہ پیوتی بدام اے ہوشیار	چند نالی در ندامت زار زار
اے ہوشیار جب تو جال میں پھنس گیا	تو پھر ندامت میں زار زار بہت روئے گا
نام میری و وزیری و شہی	نیست الا درد و مرگ و جاں دہی
نام تو امیری اور وزیری اور شاہی	اور ہے محض درد اور موت اور جان دینا
بندہ باش و بر زمیں رو چوں سمند	چوں جنازہ نے کہ بر گردن برند
تو بندہ رہ اور زمین پر گھوڑے کی طرح چل	نہ کہ جنازہ کی طرح کہ لوگ اپنی گردن پر رکھتے ہیں
جملہ را حمال خود خواہد کفور	بار مردم گشتہ چوں اہل قبور
ناسپاس آدمی سب کو اپنا باربردار بنانا چاہتا ہے	اور خود اہل قبور کی طرح لوگوں پر بار ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برجنازہ ہرکرا بینی بخواب	فارس منصب شود عالی رکاب
اگر کسی کو خواب میں جنازہ پر دیکھو	تو وہ شخص کسی منصب پر سوار ہوگا اور عالی رکاب ہوگا
زانکہ آں تابوت برخلقست بار	بار بر خلقاں فگندند ایں کبار
اس وجہ سے کہ وہ تابوت بھی خلق پر بار ہے	ان بڑے لوگوں نے بھی اپنا بار خلائق پر رکھ رکھا ہے
برتن خود بار خود نہ اے پسر	برکس دیگر منہ زیں الحذر
اے بیٹا اپنا بوجھ اپنے بدن پر رکھ	اس سے بچ کر کسی دوسرے پر نہ رکھ
بار خود برکس منہ برخویش نہ	سروری را کم طلب درویش بہ
تو کسی پر اپنا بار مت رکھ اپنے ہی اوپر رکھ	سروری کو مت طلب کر کہ درویش اچھا ہوتا ہے
مرکب اعناق مردم را مپای	تانیاید نقرست اندر دوپای
تو آدمیوں کی گردنوں کے مرکب پر مت قائم ہو	تاکہ درد نقرس تیرے دونوں پاؤں میں نہ ہو جاوے
مرکبے را کاخرش توده دہی	کہ بشہرے مانی و ویراں دہی
جس مرکب کو تو اخیر میں نفرین کرے گا	کہ تو شہر کے مشابہ تھا اور ویران گاؤں ہے
دہ دہش اکنوں کہ چوں شہرت نمود	تانباید رخت در ویراں کشود
تو اس کو اب نفرین کر جبکہ شہر کی تجھ کو نظر آیا ہے	تاکہ تجھ کو ویرانہ میں اسباب نہ کھولنا پڑے
دہ دہش اکنوں کہ صد بستانت ہست	تانگردی عاجز و ویراں پرست
اس کو اب نفرین کر کہ سینکڑوں باغ موجود ہیں	تاکہ تو عاجز اور ویرانہ پرست نہ رہ جاوے

(یہاں سے تقریر ہے غرض حکایت مذکورہ کی جو کہ حکایت کے قبل بھی مذکور تھی ان اشعار میں "الحذر اے ناقصاں الیٰ قولہ زہر قتال ست زودوری گزین" اور اسی پر حکایت لائی گئی تھی اور وہ غرض حب مال وجاہ کی مضرتوں کا بیان ہے یعنی جس طرح اس حکایت میں وہ جوان قوی ہیکل ظاہر میں عروس تھا اور باطن میں خروس تھا) اسی طرح اس عالم کی تمام نعمتیں دور سے قبل امتحان کے بہت خوشنما ہیں۔ دور سے تو نظر میں پانی معلوم ہوتا ہے جب نزدیک جاؤ تو وہ سراب ہوتا ہے وہ ایک سڑیل بڑھیا ہے اور فریب دینے کے لئے اپنے کو نوعروس کی طرح ظاہر کرتی ہے خبردار اس کی اس آرائش پر دھوکہ نہ کھانا اور اس کے نیش آلودہ نوش کو مت چکھنا تاکہ تو اس غلام کی طرح تنگی میں نہ پڑ جاوے (بلکہ اس کے اس چکھنے سے) صبر کرنا کیونکہ صبر فراخی کی کلید ہے (پس چکھنا سبب تنگی کا اور نہ چکھنا سبب فراخی کا ہے اور نیش آلودہ میں تصریح کردی کہ جس لذت و نعمت میں معصیت یا غفلت مفضی الی المعصیت آمیختہ ہو اس سے پرہیز بتلا رہے ہیں) ظاہر تو دانہ (اور نفع) ہے اور دام (اور ضرر) اس کا پنہاں ہے (اس لئے) اول سے اس کا انعام تجھ کو اچھا معلوم ہوتا ہے (لیکن) جب جال میں پھنس گیا تو پھر ندامت میں زار زار بہت روئے گا (آگے تصریح ہے بعض نعیم کی کہ) نام تو امیری اور وزیری اور شاہی اور ہے (حقیقت میں) محض

www.besturdubooks.wordpress.com

درد اور موت اور جان دینا (یعنی ان میں بہت مضرتیں ہیں جب یہ ہے تو) تو بندہ (ہوکر) رہ اور زمین پر گھوڑے کی طرح چل نہ کہ جنازہ کی طرح کہ لوگ اپنی گردن پر رکھتے ہیں (آگے تطبیق ہے اس مثال کی کہ) ناسپاس (یعنی نافرمان) آدمی سب کو اپنا باربردار بنانا چاہتا ہے اور خود اہل قبور (اموات) کی طرح لوگوں پر بار ہوتا ہے (یعنی اپنا بوجھ دوسروں پر مت ڈالو جیسا گھوڑا اپنا بار کسی پر نہیں ڈالتا بلکہ خود اوروں کا اٹھالیتا ہے بخلاف اہل علو کے کہ ہر طرح سے عام خلائق کو تکلیف دیتے ہیں اور جنازہ کی طرح ان پر اپنا بار ڈالتے ہیں اس طرح سے کہ ان سے ناجائز ذرائع سے مال حاصل کرتے ہیں اور ظلم سے ان پر حکم چلاتے ہیں اور ناجائز اور ظلم کی قید کا قرینہ سیاق کلام اور آئندہ ایک شعر کی تصریح ہے "در بامرتق بنخواہی ہم روا ست الخ آگے تشبیہ جنازہ کی تائید قول معبرین سے ہے کہ) اگر کسی کو خواب میں جنازہ (یعنی سر پر میت) پر دیکھو تو (تعبیر اس کی یہ ہوتی ہے کہ) وہ شخص کسی منصب پر سوار ہوگا اور عالی رکاب ہوگا (اور دونوں میں مناسبت) اس وجہ سے (ہے) کہ وہ تابوت (میت کا) بھی خلق پر بار ہے (اور) ان بڑے لوگوں نے بھی اپنا بار خلائق پر رکھ رکھا ہے (سو) تو کسی پر اپنا بار مت رکھ اپنے اوپر ہی رکھ (یعنی) سروری کو مت طلب کر۔ درویش (و بے قدرت) اچھا ہوتا ہے (کہ اس سے متعدی معاصی کم ہوتے ہیں) تو آدمیوں کی گردنوں کے مرکب پر مت قائم ہوتا کہ (انجام کار آخرت میں) درد نقرس تیرے دونوں پاؤں میں نہ ہوجاوے (یعنی ایسے مرکب پر مت قائم ہوکہ) جس مرکب (کا آخرت میں یہ انجام دیکھ کر اس) کو تو اخیر میں (یہ کہہ کر) نفرین کرے گا کہ (اے مرکب) تو شہر کے مشابہ تھا (حسن وزینت میں) اور (واقع میں) ویران گاؤں (کے مثل) ہے (پس مرکب رابدل ہے مرکب اعناق سے جب اخیر میں نفرین ہی کرنا ہوگا تو) تو اس کو اب نفرین کر جبکہ شہر کی طرح تجھ کو نظر آیا ہے تاکہ تجھ کو ویرانہ میں اسباب نہ کھولنا پڑے (یعنی اگر اب سوار ہوکر چلے تو جب حقیقت معلوم ہوگی وہاں ویرانہ ہوگا وہاں چھوڑنا پڑے گا۔ مراد اس سے عذاب ہے آخرت کا کہ اس منصب و مال مذموم کی حقیقت جس وقت معلوم ہوگی اس وقت عذاب ہوگا) اس کو اب نفرین کر کہ سینکڑوں باغ موجود ہیں تاکہ تو عاجز اور ویرانہ پرست نہ رہ جاوے (مراد باغ سے علوم و اعمال ہیں یعنی اگر اس سے اعراض کرے تو طاعات و معارف میں مشغول ہوکر دولت قرب و رضا حاصل کرسکتا ہے پس اس وقت کا سمجھنا مفید ہے اور آخرت کا سمجھنا غیر مفید)

گفت پیغمبرؐ کہ جنت از الٰہ	گر ہمی خواہی زکس چیزے مخواہ
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر خدائے تعالیٰ سے جنت	چاہتے ہو تو کسی سے کوئی چیز مت مانگو
چوں نخواہی من کفیلم مر ترا	جنت الماویٰ و دیدار خدا
اگر تم مانگو نہیں تو میں تمہارے لئے کفیل ہوں	جنت الماویٰ اور دیدار الٰہی کا
آں صحابی زاں کفالت شد عیار	تا یکے روزے کہ گشتہ بد سوار
وہ صحابی اس کفالت کے سبب نمونہ ہو گئے	یہاں تک کہ ایک روز سوار ہوئے جا رہے تھے
تازیانہ از کفش افتاد راست	خود فرود آمد زکس آں رانخواست
ان کے کف راست سے تازیانہ گر پڑا	خود اترے اس کو کسی سے مانگا نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ از دادش نیاید ہیچ بد	داند او بیخواہشے خود می دہد
جس کی عطا سے کوئی برائی لازم نہیں آتی	وہ جانتا بھی ہے اور خود بے خواہش دیتا بھی ہے
ور بامر حق بخواہی آں رواست	آنچناں خواہش طریق انبیاست
اور اگر بامر حق مانگو تو وہ جائز ہے	ایسا مانگنا حضرت انبیاء علیہم السلام کا طرز ہے
بد نماند چوں اشارت کرد دوست	کفر ایماں شد چو کفر از بہر اوست
جب محبوب نے اشارہ کر دیا تو وہ مفسدہ نہ رہے گا	کفر بھی ایمان ہو گیا اگر کفر اس کے لئے ہے
ہر بدے کہ امر او پیش آورد	آں ز نیکی ہائے عالم بگزرد
جو برائی ایسی ہو کہ اس کا حکم اس کو پیش لاوے	وہ تمام عالم کے حسنات سے بھی بڑھ جاتی ہے
ان صدف گر خستہ گردد نیز پوست	دہ مدہ کہ صد ہزاراں در دروست
اگر اس صدف سے کھال زخمی بھی ہو جاوے	تب بھی اس کو نفرین مت کرو کیونکہ اس میں لاکھوں موتی ہیں

(اوپر مراتب ومناصب کی مذمت اس بنا پر کی تھی کہ خلائق پر بار ہوتا ہے اور بار ڈالنا مذموم ہے یہاں اس بار ڈالنے کی مذمت کی تائید کے لئے ایک حدیث لاتے ہیں کہ یہ اتنا مذموم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے سوال کرنے کو بھی پسند نہیں کیا حالانکہ دینے والا مختار وآزاد ہے اس پر کوئی جبر نہیں مگر ایک گونہ بار تو ہوتا ہی ہے اور صحابہ نے یہاں تک اس کا اہتمام فرمایا کہ اپنی گری ہوئی چیز کے مانگنے تک سے تحرز کیا حالانکہ یہ اس میں داخل نہیں مگر تاہم صورت سوال کی اور احتمال کسی قدر بار کا تھا گو وہ احتمال اور وہ بار بھی اس قدر ضعیف ہے کہ معتد بہ نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے (ایک بار کسی صحابی سے) فرمایا کہ اگر خدائے تعالیٰ سے جنت چاہتے ہو تو کسی سے کوئی چیز مت مانگو (یا تو اس صورت میں کہ سوال حرام ہو یا عام اس سے اگرچہ مباح بھی ہو اول صورت میں جنت کا سبب ترک معصیت ہے اور دوسری صورت میں عمل بالاحوط پس) اگر تم مانگو نہیں تو میں تمہارے لئے جنت الماوٰی اور دیدار الٰہی کا کفیل ہوں وہ صحابی (حضور کی) اس کفالت کے سبب ((یعنی اس کے نتیجہ میں شوق میں اس خصلت میں ایک اعلیٰ درجہ کے نمونہ ہو گئے (نمونہ عادۃً اپنے سب امثال سے بڑھ کر دکھلایا جاتا ہے یعنی بے نظیر ہو گئے ۔ فی الغیاث عیار بکسر اول چاشنی زر وسیم کہ آزمابندی ہانگی گویند اھ) یہاں تک (بے نظیر ہو گئے) کہ ایک روز سوار ہوئے جا رہے تھے ان کے کف راست سے تازیانہ گر پڑا (اس کے لینے کو) خود اترے اس کو کسی سے مانگا نہیں (پس مخلوق سے نہ مانگنا چاہئے کہ اگر کامیابی بھی ہو اور وہ دے بھی دے تب بھی متضمن ہے مفاسد کو جنیں سے ایک مفسدہ بار ڈالنا بھی ہے جس کی مذمت اوپر سے چلی آرہی ہے۔ اگر کوئی حاجت ہو تو حق تعالیٰ سے مانگے جس سے مانگنے میں اور نیز اس کے عطا کرنے میں کوئی مفسدہ ہی نہیں۔ خصوص مفسدۂ مذکورہ چنانچہ حدیث میں ہے ولیعزم المسئلة فانه لامکره له.

اسی کو فرماتے ہیں کہ) جس کی عطا سے کوئی برائی لازم نہیں آتی وہ (ہر ایک کی حاجت ومصلحت کو) جانتا بھی ہے اور خود بے خواہش دیتا بھی ہے (تو مانگنے سے کیوں نہ دے گا پس مانگنا ایسے سے چاہئے اب اس مصرعہ سے یہ شبہ نہ رہا کہ باقتضائے مقام ترغیب تو ہے اس سے مانگنے کی اور بیان کرنے لگے بے خواہش دینے کو۔ وجہ دفع ظاہر ہے آگے فرماتے ہیں کہ ہم نے

www.besturdubooks.wordpress.com

جواو پر مخلوق سے سوال کرنے کو منع کیا ہے مراد وہ صورت ہے جس میں اپنی رائے وخواہش نفس سے سوال ہو بخلاف اس کے کہ باذن حق وبامر شرع سوال ہو کہ اس میں اگر بار ہو تو وہ اس سائل کی طرف سے تو نہیں حق جل وعلا شانہ کی طرف سے ہے اور ان کو ہر طرح کا حق حاصل ہے۔ بار ڈالنے کا بھی حق حاصل ہے کیونکہ مملوک میں فی نفسہ ہر طرح کا تصرف جائز ہے۔ الالمانع ولامانع ھٰھنا اور مخلوق کو یہ حق حاصل نہیں۔ آگے اسی کو بیان کرتے ہیں (یعنی) اور اگر بامر حق (کسی سے) مانگو تو وہ جائز ہے ایسا مانگنا حضرات انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہے۔ ((قال اللہ تعالیٰ خذمن اموالھم صدقۃ الخ والاخذعام لما کان قبل السؤال او بعد السؤال فقد کان صلی اللہ علیہ وسلم یبعث السعاۃ علی جبی الصدقات وقال صلے اللہ علیہ وسلم قل لا اسالکم علیہ اجرا الاالمودۃ فی القربیٰ فالاول سوال للمال والثانی لغیرالمال من الحقوق الواجبۃ اور اگر اس سوال میں بھی شبہ ہو مفسدہ گرانباری کا تو جواب اس کا یہ ہے کہ) جب محبوب نے اشارہ کر دیا تو وہ مفسدہ نہ رہے گا (جس کی وجہ اوپر بتلا چکا ہوں کہ ان کو اس کا حق حاصل ہے اور لفظ اشارہ میں لطیف اشارہ ہو سکتا ہے کہ اذن منصوص کے ساتھ اذن اجتہادی بھی ملحق ہے۔ لان القیاس مظھر لامثبت فکان الحکم مثبتا بالنص ولو اشارۃ بلاصراحۃ فافہم آگے اس مضمون میں ترقی کرتے ہیں کہ ان کے امر کے بعد قبح نہیں رہ سکتا حتیٰ کہ) کفر بھی ایمان ہو گیا اگر کفر اس (محبوب) کے لئے ہے (یا تو مراد کفر سے وہ کلمہ ہے جس کو سامع کفر سمجھتا ہے اور واقع میں وہ کفر نہیں جیسے بعض اسرار غامضہ جن کے اظہار کی ضرورت کسی کی تربیت کے لئے ہو اور بہراو کے یہی معنی ہیں کہ تربیت ماموربہ ہے باقی بلاضرورت ان کا اظہار فتنہ ہے اور یا مراد وہ کلمہ ہے کہ واقع میں کلمہ کفر ہے مگر اکراہ میں اس کا تلفظ ماذون فیہ غیر واجب ہے تو بہراو کے معنی بسبب اباحت اور اور بعض اوقات کلمات موہمہ کفر جبکہ وہ مقدمہ ہو کسی واجب کا واجب بھی ہو جاتے ہیں جیسے کعب بن اشرف کا قتل بامر نبویؐ واجب تھا اور اس وقت صحابہؓ کو بعض ایسے کلمات موہمہ کا استعمال کرنا پڑا جو ذریعہ بنا کعب کے استمالت واعتماد و بے فکری کا جس کی ضرورت تھی تحصیل مقصود قتل میں غرض) جو برائی ایسی ہو کہ اس (محبوب) کا حکم اس کو پیش لاوے (یعنی امر کے سبب پیش آوے اور واقع ہو) وہ تمام عالم کے حسنات سے بھی بڑھ جاتی ہے (یہاں وہی ظاہری سیئات مراد ہوں گے جو ماموربہ کے درجہ میں پہنچ جاویں جس کی ایک مثال ابھی گزری تھی اور دوسری یہ بھی ہے کہ میتہ کھانا قبیح تھا لیکن اضطرار میں حسن بدرجہ واجب ہو گیا کہ اگر کوئی نہ کھاوے اور مرجاوے گنہگار مرے گا اور ظاہر ہے کہ واجب افضل الحسنات ہوتا ہے پس یہ صادق آ گیا ((ان زنیکہاے عالم بگذرد' اور اس کی محسوسات میں ایسی مثال سمجھو جیسے موتی کو صدق سے نکالنے کے وقت) اگر اس صدف سے (تمہاری) کھال (ہاتھ کی مثلاً) زخمی بھی ہو جاوے۔ (جیسے سخت چیز کے توڑنے میں ایسا اتفاق ہو جاتا ہے) تب بھی اس (صدف) کو (جس نے تکلیف پہنچائی) نفرین مت کرو (اور دور مت کرو) کیونکہ اس میں لاکھوں موتی ہیں (یعنی جنس صدف میں نہ کہ ایک فرد صدف میں۔ پس مطلوب شرعی مثل موتی کے ہے اس کی تحصیل کے لئے اگر کوئی قبح بھی لازم آوے مثلاً جسم کو تکلیف ہو کہ قبیح طبعاً ہے یا نفس کو گراں ہو بوجہ توہم قبح شرعی کے تب بھی گوارا کرو)۔

ایں سخن پایاں ندارد باز گرد	سوی شاہ وہم مزاج باز گرد
اس مضمون کا تو کہیں انتہا ہی نہیں رجوع کر	سلطان کی طرف اور باز کا ہم مزاج ہو جا

www.besturdubooks.wordpress.com

باز رو درکاں چوں زردہ دہی	تاربد دستان تو ازدہ دہی
جبکہ تو زر خالص ہے تو معدن کی طرف رخ کر	تاکہ تیرے ہاتھ دھکے دینے سے محفوظ رہیں
صورت بد راچو دردل رہ دہند	از ندامت آخرش دہ می دہند
جب کسی خیال بد کو لوگ اپنے قلب میں راہ دے دیتے ہیں	تو ندامت سے اخیر میں اس کو دھکے دیتے ہیں
دزد را چوں قطع تلخی می دہد	ذوق دزدی راچو زن دہ می دہد
چو. کے قطع ید کی تلخی جب ظاہر ہوتی ہے	تو وہ اس وقت لذت سرقہ کو عورت کی طرح دھکے دیتا ہے
دیدۂ دہ دادن از دست حزیں	دہ بدادن زیں بریدہ دست بیں
تم نے غمگین آدمی کے ہاتھ سے تو دھکے دینے دیکھے ہوں گے	اس مقطوع الید سے دھکے دینے دیکھ لو
ہمچنیں قلاب و خونی و لوند	وقت تلخی عیش رادہ میدہند
اسی طرح دغا باز اور خونی اور بدمعاش	تلخی کے وقت عیش کو دھکے دیتے ہیں
توبہ می آرند ہم پروانہ وار	بازنسیاں می کشدشاں سوئے کار
یہ لوگ پروانہ کی طرح توبہ بھی کرتے ہیں	پھر نسیان ان کو اسی کام کی طرف کھینچ لے جاتا ہے
ہمچو پروانہ ز دور آں نار را	نور دید و بستہ آں سوبار را
جیسا پروانہ نے دور سے اس آگ کو	نور سمجھا اور اس طرف اپنا ٹاٹ پالان اٹھا کر ہو لیا
چوں بیامد سوخت پرش درگریخت	باز چوں طفلاں فتاد و ملح ریخت
جب آیا اس کا پر جلا تو بھاگا	پھر لڑکوں کی طرح جا پڑا اور نمک گرا دیا
بار دیگر برگمان طمع سود	خویش زد بر آتش آں شمع زود
دوبارہ طمع اور فائدہ کے گمان پر	اس شمع کی آگ پر اپنے کو پھر جا ڈالا
باردیگر سوخت پر واپس بجست	بازکردش حرص دل ناسی و مست
دوبارہ جو جلا تو پھر واپس کود کر الگ ہو گیا	اور پھر حرص قلبی نے اس کو فراموش کنندہ اور مست بنا دیا
آں زماں کز سوختن وا می جہد	ہمچو ہندو شمع رادہ میدہد
جس وقت جلنے کے سبب وہ ہٹتا ہے	اس وقت غلام کی طرح شمع کو نفرین کرتا ہے
کاے رخت تاباں چو ماہ شب فروز	وے بصحبت کاذب و مغرور سوز
کہ اے تیرا چہرہ تو ماہ شب افروز کی طرح تاباں ہے	اور صحبت کے وقت خلاف واقع اور مغرور سوز ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

باز از یادش رود توبہ وانیں	کاوھن الرحمن کید الکافرین
اور پھر وہ توبہ وگریہ اس کی یاد سے جاتا رہتا ہے	کہ خدائے تعالیٰ کافروں کی تدبیر کو ضعیف کرنے والا ہے

(زردہ دہی فی الغیاث بفتح ہر دو دال ویائے معروف بمعنی سرہ وخالص وکامل عیار الی قولہ زر یکہ در آتش نہند مطلقاً ازان سوختہ نہ شود وکم نہ گردد اھ اقول غالباً دہ دہی از ہمیں گویند کہ اگر دہ جزو ع بود ہم دہ جزو ماندہ و یکے ہم از دہ کم نگشتہ قرینہ برین وجہ تسمیہ آنکہ دہ پنجی زرکم عیار بسیار غش را گویند۔ ما فی الغیاث ایضا دستان جمع دست خلاف قیاس زہیدن جوشیدن وبیرون آمدن۔ اور لذات وشہوات دنیویہ کے ترک کی ترغیب اور ان چیزوں کے مضار و مفاسد سے ترہیب اور اس کے ترک کی تدبیر کہ استحضار ہے اس کے مضار کا یہ سب مضامین مذکور تھے چنانچہ سرخی در حقیقت حکایت کے بعد کے اشعار میں نظر کرنے سے واضح ہوتا ہے اور اخیر کے اشعار متضمن سوال بامر حق تبعاً و استدراکاً مذکور تھے۔ آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ان کے ترک میں محض تدابیر مذکورہ دو وجہ سے ناکافی ہیں ایک تو اس لئے کہ لاکھوں چیزیں اور لاکھوں مضرتیں کہاں تک ہر وقت ان کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ دوسرے چونکہ قدرت عبد مغلوب ہے قدرت حق سے اس لئے بھی تدبیر مذکور میں بعض اوقات ناکامی ہوتی ہے مثلاً استحضار مضرت ہی کا نہ رہا گو افعال اختیاریہ میں ومنها الا ستحضار وہ مغلوب ہونا بھی بواسطہ امور اختیاریہ عبد ہی کے ہوتا ہے۔ مثل توجہ الی اللذات ورنہ اضطرار عبد کا لازم ہے۔ وھو منتف مگر عبد بوجہ ضعف ہمت کے ان امور اختیاریہ کو دفع نہیں کرتا گو کر سکتا ہے اس لئے تدبیر میں کامیابی نہیں ہوتی پس طریق کافی یہ ہے کہ تدبیر مذکور کے ساتھ التجاالی الحق وتوکل علی اللہ کو بھی منضم کیا جاوے کہ وہ امر واحد بھی ہے مضار کی طرح اس میں تکثر نہیں اور قدرت حق سب پر غالب بھی ہے اور پھر اہل توکل کے لئے کفایت کا وعدہ بھی ہے۔ ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ بس اس مضمون کو فرماتے ہیں کہ) اس مضمون (یعنی بیان مضار نعماء دنیویہ) کا تو کہیں انتہا ہی نہیں (اس لئے) سلطان (حقیقی) کی طرف رجوع کر ((یعنی تدبیر مذکور کے ساتھ اس پر توکل اور اس سے التجا کر) اور باز کا ہم مزاج ہو جا (کہ وہ شکار کر کے پھر بادشاہ کے پاس لوٹ آتا ہے تو بھی سب کام کر اس میں تدبیر بھی ہے کر کے حق تعالیٰ کی طرف توجہ کر ایک مثال تو رجوع کی یہ تھی آگے دوسری مثال سونے اور معدن کی ہے یعنی) جبکہ تو زر خالص ہے تو (اپنے) معدن کی طرف رخ کر (یعنی جس طرح زر خالص جس میں کوئی خارجی غش آمیختہ نہ ہو معدن کی طرف منسوب ہوتا ہے تو بھی مع اپنے افعال کے خالص مکون خالق تعالیٰ کا ہے کوئی دوسرا گو وہ دوسرا تیرا نفس ہی ہو یا تیرے افعال اس کے خلق میں شریک نہیں۔ پس تو بھی اپنی اور اپنے افعال کی نسبت اعتقاداً اور حالاً حق تعالیٰ کی طرف رکھ اور نسبت حالاً میں توکل داخل ہو گیا۔ یعنی سلوک واصلاح میں اس پر توکل کر) تاکہ تیرے ہاتھ (مذموم چیزوں کے) دھکے دینے سے محفوظ رہیں (یعنی کوئی مذموم پیش ہی نہ آوے کہ دھکے دینے پڑیں اور یہی مقتضا ہے توکل مع التدبیر کا اگر کوئی امر پیش آوے گا تو اس مقتضی میں ضرور کمی ہوئی ہوگی اور اگر کمی نہ ہونے پر بھی کوئی پیش آوے چونکہ وہ غیر اختیاری ہوگا مذموم نہ ہوگا غرض اس مجموعہ کے بعد مذموم کا صدور محال ہے۔ یہاں تک تو رجوع کی مثالیں اور تدبیر کے ناکافی ہونے کی وجہ اول کا بیان تھا چنانچہ پایان ندارد میں اس تکثر کی تصریح ہے اور مقابلہ سے رجوع الی الحق کا توحد بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

مفہوم ہو گیا آگے بیان ہے قدرت عبد کے مغلوب ہونے کا قدرت حق سے جو کہ وجہ ثانی تھی عدم کفایت تدبیر و ضرورت رجوع الی الحق کی یعنی جب کسی خیال بد کو لوگ اپنے قلب میں راہ دیتے ہیں تو ندامت سے اخیر میں (جبکہ اس کا ضرر نظر آتا ہے) اس کو دھکے دیتے ہیں (چنانچہ) چور کے قطع ید کی تلخی جب ظاہر ہوتی ہے تو وہ اس وقت لذت سرقہ کو عورت کی طرح دھکے دیتا ہے (زن یا تو معنی فاعل ہے یعنی جس طرح عورت کی عادت ہوتی ہے کہ بوجہ کم ہمتی کے کچھ کر تو سکتی نہیں ہاتھ چلایا کرتی ہے اور یا مفعول ہے یعنی جیسے حکایت غلام میں مصنوعی زن کو دھکے دیئے تھے اور) تم نے غمگین آدمی کے ہاتھ سے تو دھکے دیتے (بہت) دیکھے ہوں گے (مگر اس مثال میں) اس مقطوع الید سے دھکے دینے دیکھ لو (کیونکہ یہ دھکے دینا بالمعنی اللغوی تو ہے نہیں جو موصوف ہو ہاتھ کے ہونے پر بلکہ بمعنی نفرین ہے جس میں ہاتھ کی ضرورت نہیں) اسی طرح (جیسا دزد میں بیان ہوا) دغا باز اور خونی اور بدمعاش تلخی کے وقت (پہلے) عیش کو دھکے دیتے ہیں (مطلب یہ کہ آخر جس ضرر کو دیکھ کر اپنے افعال کو نفرین کرتے ہیں بوجہ عاقل ہونے کے پہلے سے بھی تو اس کو سمجھتے تھے اور بچنے کی تدبیر کر سکتے تھے اور قدرت سے کام لے سکتے تھے باوجود اس کے پھر صادر ہونا ان افعال کا اور تدبیر نہ کرنا اور قدرت سے کام نہ لینا دلیل ہے اس کی کہ ان کی قدرت و تدبیر مغلوب ہے کسی دوسری قدرت و تدبیر سے اور وہ قدرت حق ہے پس اس کی طرف رجوع واجب ٹھہرا اور اول بار کے صادر ہونے سے زیادہ ایک امر عجیب اور ادل ہے مغلوبیہ قدرت و تدبیر عبد پر وہ یہ کہ) یہ لوگ (مذکورین بعض اوقات) پروانہ کی طرح توبہ بھی کرتے ہیں (اس تشبیہ کی تقریر آگے آوے گی) پھر نسیان ان کو اسی کام کی طرف کھینچ لے جاتا ہے (مراد وہ نسیان نہیں جو شرعاً عذر ہے بلکہ غفلت) جیسے پروانہ نے دور سے اس آگ کو نور سمجھا اور اس طرف اپنا ٹاٹ پالان اٹھا کر ہو لیا جب (آگ کے پاس) آیا اس کا پر جلا تو بھاگا پھر لڑکوں کی طرح (اسی پر) جا پڑا اور نمک گرا دیا (یہ کنایہ ہے گرنے سے ماخذ اس کا یہ ہے کہ بچے گر پڑتے ہیں تو ان کے مشغول کرنے کو بعضی جگہ کہہ دیتے ہیں کہ اے ہے نمک گرا دیا نمک گرا دیا جیسے ہمارے یہاں عادت ہے کہ کہتے ہیں چیونٹی مار دی چیونٹی مار دی) دوبارہ طمع اور فائدہ کے گمان پر اس شمع کی آگ پر اپنے کو پھر جا ڈالا دوبارہ جو جلا تو پھر واپس کود کر الگ ہو گیا اور پھر حرص قلبی نے اس کو فراموش کنندہ اور مست بنا دیا جس وقت جلنے کے سبب وہ ہٹتا ہے اس وقت (اس) غلام (مذکور فی الحکایت) کی طرح شمع کو نفرین کرتا ہے (اور بزبان حال کہتا ہے) کہ اے (شمع) تیرا چہرہ تو ماہ شب افروز کی طرح تابان ہے اور صحبت کے وقت خلاف واقع اور مغرور سوز ہے (مغرور دھوکہ میں آیا ہوا یعنی ایسے شخص کو جلانے والا ہے) اور پھر وہ توبہ دگر یہ اس کی یاد سے جاتا رہتا ہے۔ (یہ سب تقریر ہے تشبیہ مذکور توبہ می آرند ہم پروانہ وار کی اور وجہ اس مشبہ اور مشبہ بہ یعنی دزد و قلاب و خونی ولوند و پروانہ کی توبہ جاتی رہنے کی یہ ہے) کہ خدائے تعالیٰ (کا ارشاد ہے کہ ان اللہ موھن کید الکافرین یعنی اللہ تعالیٰ) کافروں کی تدبیر کو ضعیف کرنے والا ہے (یہ اقتباس ہے معنی آیت کا اور یہ مطلب نہیں کہ یہ سب کافر ہیں اور نہ یہ مطلب ہے کہ آیت کا مورد ایسا مضمون ہے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آیت سے ثابت ہوا کہ کفار کی قدرت کو کید مع المؤمنین میں باوجود ان کی ایسی کامل تدبیروں کے اللہ تعالیٰ نے مغلوب کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ قدرت عبد مغلوب ہے اور قدرت حق غالب وھو المطلوب)

www.besturdubooks.wordpress.com

درعموم تاویل ایں آیۂ کلما اوقدوانارا للحرب اطفاء ھااللہ

اس آیت کی تاویل کی وسعت کے بیان میں" جب وہ لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اس کو بجھادیتا ہے"

کلما ھم او قد و انار الوغیٰ	اطفأ اللہ نارھم حتیٰ انطفا
وہ کفار جب آتش جنگ کو مشتعل کرتے تھے	اللہ تعالیٰ ان کی آگ بجھا دیتا یہاں تک کہ وہ بجھ جاتی
عزم کردہ کہ دلا ایں جا مایست	گشتہ ناسی زانکہ اہل عزم نیست
اس شخص نے پختہ قصد کیا کہ اے دل یہاں مت کھڑا ہو	بھول گیا کیونکہ وہ عزم صاحب عزیمت کی طرف سے نہ تھا
چوں نبودش تخم صدقے کاشتہ	حق برونسیان آں بگماشتہ
چونکہ اس کے پاس تخم صدق بویا ہوا نہ تھا	حق تعالیٰ نے اس پر اس کا نسیان مسلط کر دیا
گرچہ برآتش زنہ دل می زند	آں ستارش را کف حق می کشد
اگر وہ شخص چقماق پر دل لگاتا ہے	اس کی چنگاری کو آب وگل کا ہاتھ بجھا دیتا ہے

(جو مطلب اوپر آیۂ ان اللہ موھن کید الکافرین کا لکھا گیا۔ ویسی ہی تقریر یہاں ہے کہ تفسیر کی تعمیم مقصود نہیں بلکہ حکم تعیم استدلال بالمنصوص سے مقصود ہے کہ مضمون آیت سے کفار کی قدرت کا مغلوب ہونا ثابت ہوا چنانچہ) وہ کفار جب آتش جنگ کو مشتعل کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کی آگ بجھا دیتا یہاں تک کہ وہ بجھ جاتی (اسی طرح جس کی قدرت کو چاہتے ہیں مغلوب فرمادیتے ہیں چنانچہ مثلہ مذکورہ ماقبل سرخی میں) اس شخص نے (انجام بد اپنے فعل کا دیکھ کر) پختہ قصد کیا کہ اے دل یہاں (آئندہ) مت کھڑا ہونا (مگر پھر) بھول گیا کیونکہ وہ عزم صاحب عزیمت (ہمت) کی طرف سے نہ تھا (یعنی) چونکہ اس کے پاس تخم صدق بویا ہوا نہ تھا حق تعالیٰ نے اس پر اس (عزم بمعنی قصد) کا نسیان مسلط کر دیا (یہ مطلب نہیں کہ اس نے ریا سے توبہ کی تھی بلکہ صدق سے مراد پختگی اور استقامت ہے یہ اس میں نہ تھی اس وجہ سے حق تعالیٰ کی تائید نہ ہوئی یہ وہی مضمون ہے جو میں نے اوپر معروض کیا ہے کہ توکل بعد تدبیر کے ہو یہاں اس شخص نے تدبیر میں کمی کی کیونکہ کف نفس منجملہ تدبیر ہے یہ نہیں کیا اس لئے وہ توکل بوجہ فقدان شرط اس کے اثر کے توکل مطلوب نہ ہوا مگر اتنا تو ثابت ہوا کہ عبد کی قدرت مغلوب ہے کہ بعض اوقات خیال لذت کی مقاومت نہیں کرتی آگے ایسی توبہ اور دوسرے عوارض سے اس کے مغلوب ہوجانے کی مثال ہے کہ) اگرچہ وہ شخص چقماق پر دل لگاتا ہے (مگر) اس کی چنگاری کو آب وگل (یعنی تعلقات دنیویہ) کا ہاتھ بجھا دیتا ہے (یعنی ایسی مثال ہے کہ کوئی چقماق سے کپڑے وغیرہ میں چنگاری جھاڑتا ہو اور دوسرا شخص پاس بیٹھا ہوا برابر چنگاریاں بجھا رہا ہو تو آگ بڑھے گی نہیں آگے اس کی حکایت بھی ہے پس اسی طرح اس کی توبہ کو استمرار و ثبات نہیں ہوتا وہ تعلقات اس کو بجھا دیتے ہیں اس سب سے قدرت عبد کا ضعیف ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور بعض نسخوں میں کف حق می کشد ہے مگر حکایت آئندہ کشتن وزد کے ساتھ تشبیہ کشتن حق کی محتاج ہوگی تاویل کی کہ وجہ شبہ صرف انطفاء من حیث لا یحتسب ہے مگر میں نے ظاہر ادب کو بھی چھوڑنا نہ چاہا اس لئے نسخہ کف گل میزند کا اختیار کیا)

www.besturdubooks.wordpress.com

آتش زدن در شب و کشتن دزد آتش را و غفلت آن مرد قصهٔ ہم در تفسیر ایں معنی

انہی معنی کی تفسیر میں قصہ

رفت دزدے شب بخانہ یک بزرگ	آمد و پنہاں در آمد ہمچو گرگ
ایک چور رات کو ایک بزرگ کے گھر میں گیا	راہ پوشیدہ سے اس طرح آیا جیسے بھیڑیا
شرفۂ بشنید در شب معتمد	بر گرفت آتش زنہ کآتش زند
ان معتمد نے دھمک یا آہٹ سنی	تو چقماق اٹھایا کہ آگ جھاڑیں
صاحب خانہ شب آوازے شنید	برگرفت آتش زنہ زداں وحید
صاحب خانہ نے رات کو آواز سنی	اس یکتا نے چقماق اٹھا کر رگڑا
میزد آتش بہر شمع افروختن	تا سر آواز را بیند علن
وہ شمع روشن کرنے کے لئے آگ جھاڑتے تھے	تا کہ اس آواز کی باطنی حقیقت کو علانیہ دیکھ لیں
دزد آمد در دو زماں پیشش نشست	چوں گرفتے سوختہ می کرد پست
وہ چور فوراً آ کر ان کے پاس بیٹھ گیا	اور جب سوختہ اس آگ کو لیتا تو وہ چور اس کو دبا دیتا
می نہاد آنجا سر انگشت را	تا شود استارهٔ آتش فنا
اس موقع پر انگلی لب سے تر کر کے رکھ دیتا	اور انگلی سے اس چنگاری کو فنا کر دیتا
تر ہمی کرد او سر انگشت را	ز اصبع آں استارہ را کردے فنا
وہ انگلی کے سرے کو تر کر لیتا	اس چنگاری کو انگلی سے بجھا دیتا
خواجہ می پنداشت کز خود می مرد	ایں نمیدید آں کہ دزدش می کشد
وہ بزرگ خیال کرتے تھے کہ وہ آگ خود بجھ جاتی ہے	اور یہ نہ دیکھتے تھے کہ اس کو چور فنا کر دیتا ہے
خواجہ گفت ایں سوختہ نمناک بود	می مرد استارہ از تریش زود
وہ بزرگ کہنے لگے کہ یہ سوختہ نمناک تھا	چنگاری اس کی نمی سے فوراً بجھ جاتی ہے
بسکہ ظلمت بود و تاریکی ز پیش	می ندید آتش کشے را پیش خویش
چونکہ ظلمت اور تاریکی پیش نظر تھی	اس لئے آتش کش کو اپنے سامنے نہ دیکھتے تھے

(سرفہ کھانسی و شرفہ بالفتح در فارسی ہر آواز را گویند خصوصاً آواز پا کذا فی الغیاث نمر و مختنف می میرد اشعار بالا میں شرح کے اخیر میں ربط بیان ہو چکا ہے کہ یہ حکایت مثال ہے قدرت عبد کے مغلوب وضعیف ہونے کی قدرت حق کے سامنے کہ بعض اوقات اس کے ایجاد کئے ہوئے اسباب کی بھی مقاومت نہیں کرتا و بوجہ استعمال صفت اختیار کے

www.besturdubooks.wordpress.com

جو اسی کی عطا کی ہوئی ہے مقاومت کر سکتا ہو تو اس سے ایک صانع قادر کا وجود ثابت ہوتا ہے پس اس کی طرف رجوع والتجا ضروری ٹھہری۔ جس کا سترہ اٹھارہ شعر اوپر بیان تھا ایں سخن پایان ندارد الخ میں اور اس حکایت کو صورۃ اوپر کی سرخی کلما اوقدوا ناراً الأیۃ سے بھی مناسبت ہے کہ آگ بجھانے کا دونوں جگہ ذکر ہے پس حکایت یہ ہے کہ) ایک چور رات کو ایک بزرگ کے گھر میں گیا۔ راہ پوشیدہ سے اس طرح آیا جیسے بھیڑیا (گلہ گوسفند میں گھس جاتا ہے) ان معتمد نے دھسک یا آہٹ (علیٰ اختلاف النسخین) سنی تو چقماق اٹھایا کہ آگ جھاڑیں وہ شمع روشن کرنے کے لئے آگ جھاڑتے تھے تا کہ اس آواز کی باطنی حقیقت کو علانیہ دیکھ لیں وہ چور فوراً آکر ان کے پاس بیٹھ گیا اور جب سوختہ اس آگ کو لیتا (جس میں آگ جھاڑتے ہیں جیسے کپڑا یا پھونس وہ سوختہ کہلاتا ہے) تو وہ چور اس کو دبا دیتا (اور اس موقع پر انگلی لب سے تر کر کے رکھ دیتا (جمعت فیہ بین النسخین) اور انگلی سے اس چنگاری کو فنا کر دیتا وہ بزرگ خیال کرتے تھے کہ وہ آگ خود بجھ جاتی ہے اور یہ نہ دیکھتے تھے کہ اس کو چور فنا کر دیتا ہے (اس نہ دیکھنے کی وجہ آگے آتی ہے) وہ بزرگ کہنے لگے (یعنی دل میں) کہ یہ سوختہ نمناک تھا چنگاری اس کی نمی سے فوراً بجھ جاتی ہے چونکہ ظلمت اور تاریکی پیش نظر تھی اس لئے آتش کش کو اپنے سامنے نہ دیکھتے تھے (یہ ہے وجہ اس نہ دیکھنے کی یعنی ظلمت اور ظاہر ہے کہ اتنی چھوٹی چنگاری کی ایسی روشنی نہیں ہوتی کہ پاس والا آدمی نظر آ جاوے)۔

ایں چنیں آتش کشے اندر دلش	دیدۂ کافر نہ بیند از عمش
اسی طرح ایک آتش کش اس کے دل میں ہے	کافر کی آنکھ بوجہ اعمش ہونے کے نہیں دیکھتی
چوں نمی داند دل دانندۂ	ہست با گر دندہ گردانندۂ
عاقل کا دل کیونکر اس بات کو نہ جانے گا	کہ متحرک کے ساتھ محرک ہے
چوں نمی گوئی کہ روز و شب بخود	بے خداوندے کے آید کے رود
اس کا کیوں نہیں قائل ہوتا کہ یہ لیل و نہار خود بخود	بدوں خداوند کے کب آمد و رفت کر سکتا ہے
گرد معقولات میگردی ببیں	ایں چنیں بے عقلی خود اے مہیں
تو معقولات کے گرد پھرا کرتا ہے	اے بے قدر اپنی بے عقلی دیکھ لے
خانہ با بنا بود معقول تر	یا کہ بے بنا بگو اے کم ہنر
گھر بانی کے ساتھ زیادہ اقرب الی العقل ہے	یا کہ بدوں بانی کے اے بے ہنر اس کا تو جواب دے
خانہ با ایں بزرگی و وقار	کے بود بے اوستادے خوبکار
یہ اتنی عظمت و شان کا گھر	بدوں استاد حسن الصنعۃ کے کب ہو سکتا ہے
خط با کاتب بود معقول تر	یا کہ بے کاتب بیندیش اے پسر
خط کاتب کے ساتھ اقرب الی العقل ہے	یا کہ بدوں کاتب کے اے پسر ذرا سوچ تو

www.besturdubooks.wordpress.com

جیم گوش و عین چشم و میم فم	چوں بود بے کاتبے اے متہم
جیم گوش اور عین چشم اور میم دہن	بدوں کاتب کے اے متہم کیونکر متحقق ہو سکتے ہیں
شمع روشن بے زگیرانندۂ	یا بگیرانندۂ دانندۂ
شمع بدوں کسی آگ لگانے والے کے اقرب الی العقل ہے	یا کسی آگ لگانے والے دانا کے ساتھ
صنعت خوب از کف شل ضریر	باشد اولیٰ یا زگیرای بصیر
عمدہ صنعت شل نابینا کے ہاتھ سے	اقرب ہوتی ہے یا صاحب قوۃ بطش بینا سے

(بیان تطبیق ہے حکایت کی اور غرض مذکور ہے حکایت کی یعنی) اسی طرح ایک آتش کش اس (کافر) کے دل میں (موجود) ہے (مگر) کافر کی آنکھ (اس کو) بوجہ اعمش ہونے کے نہیں دیکھتی (وہ آتش کش تعلقات دنیویہ ہیں جیسا حکایت کے قبل کے شعر میں مذکور ہوا اور دلش کے شین کا مرجع کافر ہے بطریق اضمار قبل الذکر کے جب تعلقات کا اثر ثابت ہوا اور یہ اثر ہے حادث اور ہر حادث کے لئے محدث کی ضرورت ہے اور اس کا انتہاء قطع تسلسل کے لئے محدث واجب کی طرف ضرور ہے پس اس سے صانع قدیم کا وجود ثابت ہو گیا آگے یہی مضمون ہے کہ) عاقل کا دل کیونکر اس بات کو نہ جانے گا کہ (ہر) متحرک کے ساتھ (کسی) محرک (کا ہونا ضرور) ہے پس اے دہری اب) اس کا کیوں نہیں قائل ہوتا کہ یہ لیل ونہار خود بخود بدوں خداوند (عالم) کے کب آمد ورفت کر سکتا ہے (اے دہری فلسفی) تو معقولات کے گرد پھرا کرتا ہے یعنی معقولات کا اتباع کیا کرتا ہے مگر باوجود اس کے اس مسئلہ میں) اے بے قدر اپنی بے عقلی (تو) دیکھ لے (کہ ایسی خلاف عقل بات کا قائل ہے کہ حادث بدوں محدث کے ہے۔ دیکھ بدیہی بات ہے کہ) گھر (کا بننا) بانی (کے وجود) کے ساتھ زیادہ اقرب الی العقل ہے یا کہ بدوں بانی کے اے بے ہنر اس کا تو جواب دے (جب ایک ادنیٰ درجہ کا گھر بدوں بانی کے نہیں پایا جاتا تو) یہ اتنی عظمت وشان کا گھر (یعنی آسمان و زمین) بدوں استاد حسن الصنعۃ کے کب (موجود) ہو سکتا ہے (اسی طرح دوسری مثال سمجھو کہ) خط کاتب (کے وجود) کے ساتھ اقرب الی العقل ہے یا کہ بدوں کاتب کے اے پسر ذرا سوچ تو (اول مثال جواہر کی تھی اور یہ ثانی اعراض کی اور مقصود محض مثال سے استدلال کرنا نہیں بلکہ مقدمات استدلال کے باوجود دونوں جگہ جاری ہونے کے ان مثالوں میں اوضح اور مسلم تھے اس لئے مثالوں سے تنویر دلیل کی مناسب ہوئی اور جس طرح اوپر خانہ مصنوع عباد کو خانہ غیر مصنوع عباد پر منطبق کیا تھا یہاں خط مصنوع عباد کو خط غیر مصنوع عباد پر منطبق کرتے ہیں کہ اسی طرح) جیم گوش اور عین چشم اور میم دہن بدوں کاتب سے اے متہم (العقل یعنی آنکہ عقلش درادراک امین نباشد) کیونکر متحقق ہو سکتے ہیں (اگر ان اعضاء کے جواہر کو ان حروف سے تشبیہ دی ہے تو ان کو خط میں داخل کرنا ادعاء ہے کیونکہ جواہر اعراض کی قسم کیسے ہو سکتے ہیں اور اگر صرف ان اعضاء کی ہیئت کو تشبیہ دی ہے تو خط بالمعنی الاعم یعنی نقش میں یہ مشبہ داخل ہو سکتے ہیں کہ یہ ہیئات بھی اعراض ہیں۔ آگے تیسری مثال ہے کہ) شمع بدوں کسی آگ لگانے والے کے اقرب الی العقل ہے (بقرینۃ العطف علیٰ ماقبلہ ولو بلا حرف عاطف فیشتر کان فی الخبر) یا کسی آگ لگانے والے دانا (کے وجود) کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ (اقرب الی العقل ہے آگے چوتھی مثال ہے کہ اسی طرح) عمدہ صنعت مثل نابینا کے ہاتھ سے اقرب (الی العقل) ہوتی ہے (فالاولیٰ بمعنی الاقرب) یا صاحب قوۃ بطش بینا (کے ہاتھ) سے (مقصود یہاں استدلال ہے بداہۃ کے ساتھ کما قلۃ قبل ترجمہ قولہ خانہ با بنا بود الخ رہا یہ شبہ کہ کوئی شخص اس کو بداہۃ وہم کہہ سکتا ہے یہ اس لئے لچر ہے کہ ایسا احتمال تو ہر بدیہی میں نکالا جا سکتا ہے۔ آخر وجدان صحیح وعقل سلیم بھی کوئی چیز ہے۔ رہا یہ شبہ کہ ہم بھی صانع قدیم کے قائل ہیں اور وہ طبیعت اور صورت نوعیہ ہے سو قطع نظر دوسرے دلائل ابطال قدیم طبیعت کے ایک موٹی اور بدیہی وجہ اس کی لغو ہونے کی یہ ہے کہ طبیعت کو یا عدیمۃ الشعور یا ضعیفۃ الشعور مان لیا ہے تو بے شعور یا کم شعور سے اتنی غامض حکمتوں اور دقائق اور لطائف اور صنائع کی رعایت بداہۃً باطل ہے)

پس چو دانستی کہ قہرت میکند	بر سرت دبوس محنت می زند
جب تو نے یقین کے ساتھ معلوم کر لیا کہ تجھ پر غلبہ کر رہے ہیں	تیرے سر پر امتحان کا گُرز مار رہے ہیں
پس بکن دفعش چو نمرودے بجنگ	سوئے اوکش در ہوا تیر خدنگ
پس اس کو نمرود کی طرح لڑائی سے دفع کر	اور اس کی طرف فضا میں درخت خدنگ کا تیر چلا
ہمچو اسپاہ مغل بر آسماں	تیر می انداز دفع نزع جاں
لشکر مغل کی طرح تو بھی آسمان کی طرف	تیر پھینک نزع جان کے دفع کے واسطے
یا گریز از وے اگر تانی برو	چوں روی چوں در کف اوئی گرو
یا کہ اس سے بھاگ جا اور اگر قدرت ہو چل دے	تو جا کیسے سکتا ہے جبکہ اسی کے ہاتھ میں محبوس ہے
در عدم بودی نرستی از کفش	از کف او چوں رہی اے دست خوش
جب تو عدم میں تھا اس کے ہاتھ سے چھوٹ نہ سکا	اے مسخر اس کے ہاتھ سے تو کیونکر چھوٹ سکتا ہے

(بعد اثبات صانع قادر قاہر کے ارشاد ہے اس کی طرف رجوع ہونے اور توجہ کرنے کا جس کا تخمیناً اڑتیس شعر اوپر بھی ذکر تھا ایں سخن پایان ندارد الخ مگر وہاں خطاب تھا مسترشد کو اور یہاں دہری معاند کو یعنی) جب تو نے (دلائل سے جس کی تفصیل حکایت کے بعد کی گئی اور مشاہدہ سے جس کا بیان سرخی کلما اوقدوا نارا الایۃ سے پہلے ان اشعار میں ہوا ہمچنیں قلاب دخونی ولوند الخ غرض جب تو نے) یقین کے ساتھ معلوم کر لیا کہ تجھ پر (قضا و قدر) غلبہ کر رہے ہیں (اور) تیرے سر پر امتحان (وابتلاء وبلیات) کا گرز مار رہے ہیں (یعنی تجھ کو ثابت ہو گیا کہ کوئی صانع قادر مطلق ہے اور وہ تجھ پر قاہر وغالب ہے) پس مقتضا عقل کا تو یہ ہے کہ اس کے ساتھ تعلق عبدیت پیدا کرو ورنہ اگر اس پر بھی وہی جہل وعناد ہے تو پھر) اس کو نمرود کی طرح لڑائی سے دفع کر اور اس کی طرف فضا میں درخت خدنگ کا تیر چلا (خدنگ درختے ست کہ از چوبش تیری سازند، اور) لشکر مغل کی طرح (مراد یاجوج کہ یافث کی اولاد ہیں جیسے مغل یافث کی اولاد ہیں شرکت فی الجد کی وجہ سے مغل کہہ دیا یہ لوگ قرب قیامت میں نکل کر آسمان کی طرف تیر چلائیں گے پس ان کی طرح) تو بھی آسمان کی طرف تیر پھینک نزع جان کے دفع کے واسطے

www.besturdubooks.wordpress.com

(حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج و ماجوج کا قصد اہلاک من فی السماء ہوگا اور نزع جان من فی السماء کے ہاتھوں ہے تو دفع نزع جان اور اہلاک من فی السماء مفہوماً متحد ہوئے) یا کہ (اگر اس کو دفع کرنے سے عاجز ہے تو کم از کم) اس سے (اپنی ہی جان بچانے کو اور اندفاع کو) بھاگ جا اور اگر قدرت ہو چل دے (مگر) تو جا کیسے سکتا ہے جب کہ اسی کے ہاتھ میں محبوس (ومقید) ہے (یہ سب امر تعجیز کے لئے ہیں (کما فی قولہ تعالیٰ یمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان الآیة یعنی وہ ایسا قادر اور تو ایسا عاجز ہے کہ نہ اس کو دفع کر سکتا ہے اور نہ اپنی حفاظت کر سکتا ہے اور تو اب تو اس کے ہاتھ سے کہاں نکل سکتا ہے) جب تو عدم میں تھا (کہ ظاہراً قبضہ میں آنے کے قابل بھی نہ تھا اور ظاہراً محل قدرت بھی نہ تھا مگر اس وقت تو) اس کے ہاتھ سے چھوٹ نہ سکا (اور اب تو) اے مسخر (ومغلوب محض کہ ظاہراً بھی محل قبض ہے) اس کے ہاتھ سے تو کیونکر چھوٹ سکتا ہے (اور عدم میں نہ چھوٹ سکنا اس طرح ہوا کہ اس کی قدرت سے موجود ہو گیا (اور یہ ظاہر اور یقینی اور ثابت بالدلیل ہے باقی کیفیت اس تصرف کی سو یہ اس کا محل نہیں کیونکہ اس مقام میں اس کا بیان بھی مقصود نہیں مقصود صرف رد دعویٰ ہے کہ تو عدم سے اس کی قدرت و تکوین سے وجود میں آ گیا۔

آرزو جستن بود بگریختن	پیش عدلش خون تقویٰ ریختن
آرزو کرنا بھاگنا ہے	اس کے عدل کے سامنے تقویٰ کا خون بہانا
ایں جہاں دام ست و دانہ اش آرزو	در گریز از دامہای آرزو
یہ عالم ایک دام ہے اور اس کا دانہ آرزو ہے	دانہائے حرص سے فوراً بھاگ جا
چوں چنیں رفتی بدیدی صد گشاد	چوں شدی در ضد آں دیدی فساد
جب تو اس طرح چلا گیا تو صدہا فرحتیں دیکھے گا	جب تو اس کی ضد میں گیا تو خرابی دیکھے گا
چوں شدی در ضد بدانی ضد آں	ضد را از ضد شناسی اے جواں
جب تو ضد میں جاوے گا اس کی ضد کو جانے گا	ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچان لیتے ہیں
پس پیمبرؐ گفت استفت القلوب	گرچہ مفتی تاں بروں گوید خطوب
پھر پیغمبرؐ نے فرمایا ہے کہ قلب سے استفتا کر لیا کرو	اگرچہ مفتی ان لوگوں کو ظاہر میں عظیم الشان باتیں کہے
گفتہ است استفت قلبک آں رسولؐ	گرچہ مفتی ات بروں گوید فضول
رسولؐ نے استفت قلبک فرمایا ہے	اگرچہ تجھ کو مفتی ظاہر میں زائد باتیں بتلا دے
آرزو بگزارد تا رحم آیدش	آزمودم کایں چنیں می بایدش
آرزو کو چھوڑ دو تاکہ اس کو رحم آوے	میں نے تجربہ کیا ہے کہ اس کو اسی طرح مطلوب ہے
چوں نتانی جست پس خدمت کنش	تاروی از حبس او در گلشنش
جب تو نکل نہیں سکتا پس اس کی خدمت کرتا رہ	تاکہ اس کے حبس سے اس کے گلشن میں جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

دمبدم چوں تو مراقب میشوی	داوری می بینی زد اور اے غوی
اگر تو وقتاً فوقتاً مراقب رہا کرے	تو داور سے عدل یا عطا دیکھا کرے
ور بہ بندی چشم خود راز احتجاب	کار خود را کے گزارد آفتاب
اور اگر تو اپنی آنکھ کو بواسطہ حجاب کے بند کر لے	تو آفتاب اپنا کام کیوں چھوڑ دے گا

(اوپر عبد کا مسخر قدرت حق ہونا اور فرار سے عاجز ہونا بیان کیا تھا جس سے غرض یہ تھی کہ جب تو ایسا عاجز ہے تو طریق سلامت تفویض اور رجوع بحق ہے یہاں اس فرار ممتنع کی ایک فرد کی تعیین کر کے کہ وہ آرزوے باطل ہے اس کے امتناع پر اس کے ترک کو اور بعد اس کے ترک کے تفویض و رجوع مذکور سابق کو متفرع فرماتے ہیں یعنی خلاف مراد حق) آرزو کرنا (ایک طرح کا حق سے) بھاگنا ہے (جس کا امتناع اوپر مذکور ہوا اور چونکہ اوپر مطلق لفظ آرزو مذکور ہے اور ہر آرزو مذموم نہیں ہے بلکہ صرف وہی جو خلاف مراد حق ہو اس لئے اس قید کے افادہ کے لئے اس آرزو کی تفسیر کرتے ہیں یعنی اس آرزو سے مراد یہ ہے کہ) اس کے عدل کے سامنے تقویٰ کا خون بہانا (یعنی وہ جب عادل ہے تو اس کے سب احکام اور مرادات عین عدل اور متضمن حکمت واعتدال اور محمود اور قرین مصلحت ہیں تو اس صورت میں عقل عامی بھی مقتضی تفویض وامتثال وتقویٰ کو ہے پھر باوجود اس کے تقویٰ کو کہ اس میں تفویض بھی داخل ہے ضائع کرنا اور احکام کی مخالفت کرنا اور ہوائے نفس کا اتباع کرنا یہ مراد ہے آرزو مذکور سے جس کا حاصل آرزوے خلاف مراد حق ہوا۔ مطلب مقام کا یہ ہے کہ مراد حق دو قسم ہے مراد تشریعی و مراد تکوینی اور خلاف مراد حق واقع ہونا دونوں قسم میں ممتنع اور محال ہے مگر صورت وقوع کی دونوں جگہ متفاوت یعنی مراد تشریعی کے خلاف واقع ہونا تو یہ ہے کہ اس حکم تشریعی کے خلاف دوسرا حکم مشروع ہو جاوے اور مراد تکوینی کے خلاف واقع ہونا یہ ہے کہ اس حکم تکوینی کے خلاف دوسرا امر مکون اور متحقق کہ ہو جاوے جب یہ دونوں محال ہوئے تو یہ آرزو کرنا کہ کاش اس حکم مشروع کی جگہ یہ دوسرا امر مشروع ہو جاتا اور اسی طرح یہ آرزو کرنا کہ فلاں واقعہ واقع نہ ہوتا یا کسی مطلوب دنیوی میں تدبیر میں بہت غلو اور انہماک کرنا کہ یہ بھی اسی آرزو کی ایک فرد ہے یہ دونوں آرزوئیں گویا مراد حق سے فرار اور استخلاص کی طلب ہے اور یہ فرار محال ہے پس یہ محال کی طلب ہوئی جو کہ بالکل عاطل اور باطل ہے پس جب یہ محض غیر مفید ہوئی تو تفویض اور تسلیم ہی ضروری اور نافع ٹھہرا چنانچہ احکام تشریعیہ کا نافع ہونا تو ظاہر ہے رہا احکام تکوینیہ مصائب وغیرہ کا نافع ہونا اس لئے کہ اس میں درجات بڑھتے ہیں رہا یہ شبہ کہ ان مرادات تکوینیہ میں کفر کافر بھی ہے تو کیا کسی کافر کے اسلام کی آرزو بھی نہ کرے اور کیا اس پر راضی رہے جواب یہ ہے کہ چونکہ ہم کو شرعاً یہ امر ہے کہ اس کی آرزو اور سعی کرو اور یہ بھی امر ہے کہ اگر وہ مسلمان نہ ہو تو سمجھو کہ حق تعالیٰ نے کسی حکمت سے اسی کو مقدر کیا ہے اس لئے اعدام میں سعی کرنا امر تشریعی پر رضا ہے اور وجود کو قرین حکمت سمجھنا امر تکوینی پر رضا ہے نہ کہ مکون پر یعنی رضا بالقضاء ہے نہ کہ رضا بالمقضی پس شبہ جاتا رہا۔ وقد جمع بینهما فی قوله تعالیٰ ادع الیٰ سبیل ربک بالحکمة ففیه امر باعدام الکفر. ثم قال ان ربک هو اعلم بمن ضل عن سبیله ففیه امر باعتقاد الحکمة البتہ اس اعتقاد حکمت و رضا بالمشیۃ کا یہ اثر ضرور ہوگا کہ ضیق بکفر الکافر جو اولاً پیش آتا تھا وہ مرتفع ہو جاوے گا اور اسی ارتفاع کے لئے بعد آیۂ مزبورہ کے یہ ارشاد ہوا ہے واصبر وما صبرک الا بالله ولا تحزن علیهم ولا تک فی ضیق مما یمکرون ونحو ذلک من الآیات الکثیرة اور یہ وجدان مختص ہے کاملین کے ساتھ

آگے یہی تفصیل ہے بعنوان مختصر پس فرماتے ہیں کہ) یہ عالم ایک دام ہے اور اس کا دانہ (جس کو دیکھ کر پرندہ پھنس جاتا ہے) آرزو ہے (جس کا اوپر ذکر ہوا یعنی آرزوئے خلاف مراد حق تو اس آرزو کے سبب اس عالم کی محبت میں پھنس کر حق سے بعید اور غافل ہو جاتا ہے مگر جب اس کا باطل ہونا معلوم ہو گیا کما ذکر فی شرح قولہ آرزو جستن بود بگریختن تو تجھ کو چاہئے کہ) دانہائے حرص سے فوراً بھاگ جا (یعنی آرزو تو فرار من الحق تھی تو فرار الی الحق اختیار کر کما قال تعالیٰ ففروا الی اللہ) جب تو اسی طرح (اس سے یکسو ہو کر حق کی طرف) چلا گیا (کما قال تعالیٰ انی ذاھب الی ربی) تو صدہا فرحتیں دیکھے گا (کما قال تعالیٰ سیھدین وہ خوشی آثار رضا و تفویض ہیں عاجلہ میں جمعیت معیت وحلاوت نسبت مع اللہ اور آجلہ میں ثواب و درجات اور) جب تو اس کی ضد (یعنی اتباع ہوا وآرزوئے باطل) میں گیا تو (طرح طرح کی) خرابی دیکھے گا (جو کہ ضد ہے کشاد و فرحت کی عاجلہ میں کلفت وتشویش اور آجلہ میں عقاب و درکات اور ممکن ہے کہ اس وقت وہ خرابی و فرحت جس کا اوپر ذکر ہوا ہے دیدی کشاد و دیدی فساد سمجھ میں نہ آوے ورنہ اتباع ہوا کہ چھوڑ دیتا لیکن) جب تو (کشاد و فرحت کی) ضد (یعنی خرابی) میں جاوے گا (جو کہ مرتب ہو گی اتباع ہوا پر مطلب یہ کہ جب اتباع ہوا کر کے اس کا خمیازہ بھگتے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اس وقت) اس (خرابی) کی ضد (یعنی کشاد کی قدر) کو جانے گا (کیونکہ ایک ضد کو دوسری ضد سے پہچان لیتے ہیں (پھر اس وقت پچھتاوے گا جیسا تقریباً چالیس بیالیس شعر اوپر اس کے متعلق کچھ مضمون آیا ہے وز درا چوں قطع تلخی میزبد تو دنیا میں اگرچہ ممکن ہے کہ اس وقت تلافی میں مشغول ہو جاوے مگر کلفت تو آخر پیش آئی سو جب کلفت سے بچ سکے تو اس میں پھنسے ہی کیوں اور آخرت میں تو تلافی محتمل ہی نہیں اور بعض اوقات دنیا میں بھی توفیق تلافی نہیں ہوتی اور اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب ضد کی معرفت ضد سے ہوتی ہے اور اس وقت اس کی معرفت ہے نہیں جیسا فرض کیا گیا ہے کہ بعد کلفت پیش آنے کے جانو گے تو پھر اس کو معذور سمجھنا چاہئے۔ جواب یہ ہے کہ جو معرفت مدار تکلیف ہے وہ تو اب بھی حاصل ہے اور معرفت ضد کی بھی اس قدر حاصل ہے صرف ایک درجہ خاص یعنی یہ کہ مشاہد ہو جاوے یہ البتہ دونوں ضد کے متعلق مآل میں بتلا رہی ہیں فلا اشکال اور یہ حکم چوں شدی در ضدا لخ یعنی ادراک فی المآل تو عام طبائع کے اعتبار سے بتلایا آگے ادراک فی الحال کا حکم خاص طبائع سلیمہ کے اعتبار سے کر رہے ہیں کہ) پھر (ایک اور پہچان بھی اس آرزو پرستی کے مذموم ہونے کی کی ہے کہ) پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے کہ (استفت قلبک یعنی) قلب سے استفسار کر لیا کرو۔ اگرچہ بظاہر پرست) مفتی ان لوگوں کو ظاہر میں عظیم الشان باتیں کہے (یعنی بڑے پرزور مضامین کسی شے کی اباحت میں کہے مگر جب قلب سلیم اس کو قبول نہ کرے اور اس سے رکے تو اس فعل کو ترک ہی کرنا چاہئے پس مورد حدیث کا خاص یہ ہے کہ مفتی تو توسع کرے اور قلب میں اس سے ضیق ہو اور اس کا عکس مراد نہیں کہ وہ تو بے احتیاطی ہے اور مقصود حدیث کا احتیاط ہے اور اسی کو مکرر فرماتے ہیں کہ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے استفت قلبک فرمایا ہے اگرچہ تجھ کو مفتی ظاہر میں زائد باتیں بتلا دے (ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ قلب سلیم ہمیشہ ان اہواء کی مخالفت ہی کا حکم کرتا ہے پس مدعا ثابت ہو گیا کہ اہوا کو ترک کرو پس یہ طریقہ ہوا ادراک فی الحال کا اور ظاہر ہے کہ مفتی ظاہری اس فعل کی اجازت دے گا جو قطعاً خلاف شرع نہ ہو۔ پس جب اس میں بھی ترک ہوا ہی احوط ہوا تو جہاں مفتی بھی منع کرے وہاں تو ترک اور زیادہ آکد و اقویٰ ہو گا اس تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ دعویٰ تو عام تھا ہر فرد ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ترک کا اور دلیل صرف جاری ہوتی ہے ان افراد ہوا میں جن کی مفتی ظاہری اجازت دے دے پس دعویٰ و دلیل مطابق نہ ہوئے وجہ دفع ظاہر ہے بہر حال جب ہر طرح سے ترک ہوئی کا ضروری ہونا ثابت ہو گیا تو بس) آرزو کو چھوڑ دو تا کہ اس کو (یعنی حق تعالیٰ کو) رحم آوے (اور ترک آرزو کی تفسیر اور تفصیل شعر بالا آرزو جستن بود الخ کی شرح میں گزری ہے اور اس پر رحمت کا مرتب ہونا عام طور پر تو مطلقاً ظاہر ہی ہے لیکن اس ترک آرزو کی خاص ایک فرد یعنی ترک غلوفی التدبیر پر کہ توحید و توکل کا درجہ کمال ہے خاص عنایت متوجہ ہونا خاص طور پر قابل ذکر ہے اور میرے ذوق میں مصرعہ ثانیہ میں اسی کا ذکر ہے کہ) میں نے (بہت) تجربہ کیا ہے کہ اس کو (یعنی حق تعالیٰ کو) اسی طرح مطلوب ہے) (یعنی وہ بندہ سے یہی چاہتے ہیں کہ وہ بندہ باستثناء ماامر بہ وجوباً وندباً بالکل تدبیر ترک کردے اور یہی ہے وہ جس سے رحم آیدش کا ترتب ایک خاص درجہ میں ہوتا ہے اور چونکہ اس کے مطلوب حق ہونے کو تجربہ کی طرف محول کیا ہے یہی قرینہ ہے اس کا کہ یہاں یہ فرد مراد ہے کیونکہ تکرار مشاہدہ جو حقیقت ہے تجربہ کی اسی فرد کے ساتھ خاص ہے کہ ہر معاملہ میں سالک کو اس کا ادراک اور اس کے خلاف پر تنبیہ ہوتی رہتی ہے بخلاف دوسرے افراد کے کما ذکرت فی شرح شعر آرزو جستن الخ کہ اس کے منافع اور اس کے خلاف کے مضار کا تعلق زیادہ استدلال سے ہے کما لایخفی علی صاحب البصیرۃ آگے شعر بالا یا گریز از وے کے مضمون پر جس کا سلسلہ یہاں تک مرتبط چلا آیا ہے تفریع فرماتے ہیں کہ) جب تو (خدائے تعالیٰ کے قبضہ سے) نکل نہیں سکتا (کما ذکر فی قولہ یا گریز از وے) پس (اپنے کو تفویض کرکے) اس کی خدمت (اور اطاعت) کرتا رہ تا کہ اس کے حبس (قہر) سے اس کے گلشن (رحمت میں جاوے (کما ذکر فی قولہ چون چنین رفتی الخ و فی قولہ تا رحم آیدش۔ آگے اس مضمون کے مستحضر رکھنے کی ترغیب اور ذہول پر ترہیب ہے کہ) اگر تو دقتاً فوقتاً مراقب رہا کرے (اور اس مضمون کو علماً و عملاً لازم پکڑے) تو داور (یعنی حاکم عادل) سے (کہ حق تعالیٰ ہے دراصل داد و ربودہ) عدل یا عطا دیکھا کرے (داد کے دونوں معنی ہو سکتے ہیں اور عطا کی توجیہ تو ظاہر ہے اور عدل کی توجیہ یہ ہے کہ وہ عطا مقتضا عدل کا ہے جو مقتضی ہے مضمون ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین کو پس رویت عطا مستلزم ہے رویت عدل کو) اور اگر تو (اس مضمون سے علماً و عملاً) اپنی آنکھ کو بواسطہ حجاب کے بند کرلے (یعنی اس کے سامنے حجاب غفلت واتباع ہوا کا ڈال لے جس طرح خفاش کی آنکھ پر پردہ عدم قابلیت کا پڑا ہوا ہے) تو (یہ سمجھ لو کہ تمہاری آنکھ بند کرنے سے) آفتاب اپنا کام کیوں چھوڑ دے گا (یعنی وہ اپنا کام پھر بھی کرے گا اور وہ کام اس خفاش صفت کے ساتھ یہ ہوگا کہ اس کو اور بھی اندھا کردے گا اسی طرح اگر تو اعراض کرے تو حق تعالیٰ تجھ پر قہر نازل کرے گا جیسا مراقب پر رحم نازل کیا تھا کما ذکر اور اس قہر کا ظہور دنیا میں بصورت ابطال استعداد معبر بختم وطبع و ران ہوگا اور آخرت میں بصورت نیران۔ اور آفتاب کے عین اس فعل کے ساتھ ہی دوسرا فعل خفاش کی ضد کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ اہل بینش کی بینائی بڑھاتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ جس وقت اس پر قہر نازل فرماتے ہیں عین اسی وقت عبد مطیع پر رحمت نازل فرماتے ہیں آخرت میں ثواب سے اور دنیا میں ترقی بصیرت وہدایت سے کما قال تعالیٰ یضل بہ کثیرا ویہدی بہ کثیرا وقال تعالیٰ افنضرب عنکم الذکر صفحاً ان کنتم قوما مسرفین اور عنکم اس لئے فرمایا کہ خطاب تو عام ہی ہے مگر انتفاع کے خاص ہونے سے ان ہی مصداق ضمیر عنکم کو دوسری آیت میں کثیرا مفعول بہ یضل کا فرمایا اور ذکر آفتاب کے قرینہ سے احقر نے مصرعہ اولیٰ میں تشبیہ بالخفاش کو ترجمہ میں اضافہ کردیا)

www.besturdubooks.wordpress.com

باز ران سوے ایاز و رتبتش	و آن فضیلت در کمال و رفعتش
پھر سخن رانی کر ایاز اور اس کے رتبہ کی طرف	اور اس کے کمال و رفعت میں اس فضیلت کی طرف

(اس سے تقریباً پونے دوسو شعر اوپر سرخی حکایت غلام ہندو کے تقریباً بیس شعر قبل ایاز کا قصہ مدح نیاز و نیستی کے ضمن میں شروع ہوا تھا پھر دوسرے مضامین مناسبہ آ گئے اب اسی کی طرف عود فرماتے ہیں کہ) ایاز اور اس کے رتبہ اور اس کے کمال و رفعت میں اس فضیلت کی طرف پھر سخن رانی کرو (اور یہ عود مطلق قصہ ایاز کی طرف ہے نہ کہ خاص چارق و پوستین کے دیکھنے کی وجہ کی طرف جیسا ظاہر اً متبادر ہوتا ہے چنانچہ لفظ رتبتش الخ تصریح ہے کہ اس نیاز سے اس کو جو رتبہ حاصل تھا اس رتبہ کا ایک قصہ بیان کیا جاتا ہے اور جس طرح یہ اس شعر کی طرف عود ہے اتفاق سے مضمون مقام کے مناسب بھی ہے کیونکہ جس نیاز و فنا کا ذکر قصہ ایاز میں ہے وہ یہاں اوپر بھی بعنوان تفویض و تسلیم مذکور ہو رہا ہے اور اس تسلیم و تفویض پر رحمت و عنایت کا مرتب ہونا جیسا اوپر مذکور ہو رہا تھا۔ آئندہ بقیہ حکایت ایاز میں بھی سلطان محمود کی خاص عنایت کا ایاز کے حال پر متوجہ ہونا مذکور ہے کہ اعتراض امرا کا خود محمود نے طرفدار ہو کر جواب دیا جیسا آئندہ آتا ہے اور نیز مضمون بالا تفویض سے شاید کوئی کج فہم جبر سمجھ جاتا آئندہ حکایت میں اس کی تحقیق بھی مذکور ہے" گفت سلطان بلکہ آنچہ از نفس زاد ـ ربع تقصیر ست و دخل اجتہاد الیٰ قولہ بل قضا حق ست وجہد بندہ حق پس کئی طرح سے ربط حاصل ہو گیا)

وانمودن پادشاہ با امرا و متعصبان سبب فضیلت و مرتبت و قربت و جامگی بردن ایاز بروجہے کہ ایشان را حجت و اعتراض نماند

بادشاہ کا امرا اور متعصبوں پر فضیلت اور رتبے اور قرب کا سبب ظاہر کرنا اور ایاز کا پوشاک کا خرچہ حاصل کرنا ایسے طریقہ پر کہ ان کی دلیل اور اعتراض باقی نہ رہا

چوں امیراں از حسد جوشاں شدند	عاقبت بر شاہ خود طعنہ زدند
جب امراء حسد سے جوش میں آئے	تو اخیر میں اپنے بادشاہ پر طعنہ زن ہوئے
کایں ایاز تو ندارد سی خرد	جامگی سی امیر او چوں خورد
کہ یہ آپ کا ایاز تیس جیسے عقل کے نہیں رکھتا	جس پر تیس امرا کا وظیفہ لے جاتا ہے
شاہ بیروں رفت باآں سی امیر	سوئے صحراؤ کہستاں صید گیر
بادشاہ ان تیس امرا کے ہمراہ صحرا و کوہستان	کی طرف صید گیری کرتا ہوا چلا
کاروانے دید از دور آں ملک	گفت امیرے را کہ روائے موتفک
اس بادشاہ نے ایک قافلہ دور سے دیکھا	اور ایک امیر کو حکم دیا کہ جا اے واپس آنے والے
رو بپرس آں کارواں را بر رصد	کز کدامیں شہر اندر می رسد
جا اور اس قافلہ سے تجسس کے طور پر پوچھ	کہ وہ کس شہر سے آ رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

رفت و پرسید و بیامد کہ زرے	گفت عزمش تا کجا درماند وے
وہ امیر گیا اور پوچھ کر آ گیا کہ شہر رے سے	بادشاہ نے پوچھا کہ کدھر جائے گا بس وہ امیر رہ گیا
دیگرے را گفت روائے بوالعلا	باز پرس از کارواں کہ تا کجا
دوسرے امیر کو حکم دیا کہ اے صاحب علو تم جاؤ	اور قافلہ سے پوچھو کہ کدھر جاوے گا
رفت و آمد گفت تا سوی یمن	گفت رختش چیست ہاں اے موتمن
وہ گیا اور آ کر کہا کہ یمن کی طرف	بادشاہ نے پوچھا کہ سامان اس کا کیا ہے اے معتمد
ماند حیراں گفت با میرے دگر	کہ برو واپرس رخت آں نفر
وہ حیران رہ گیا تو تیسرے امیر کو حکم دیا	کہ تم جاؤ اور اس جماعت کا سامان پوچھو
باز آمد گفت از ہر جنس ہست	غالب آں کاسہائے رازی ست
وہ لوٹا اور کہا کہ ہر قسم کا سامان ہے	زیادہ حصہ شہر رے کے پیالے ہیں
گفت کے بیروں شدند از شہر رے	ماند حیراں آں امیر سست پے
بادشاہ نے پوچھا کہ یہ لوگ شہر رے سے کب نکلے ہیں	وہ امیر سست قدم حیران رہ گیا
آں دگر را گفت رو وا پرس ہاں	تا کہ کے بودست نقل کارواں
اب چوتھے کو حکم دیا کہ ہاں تم پوچھو	کہ اس قافلہ کی نقل و حرکت کب ہوئی ہے
بازگشت و گفت ہشتم از رجب	گفت دررے چیست تسعیر اے عجب
وہ واپس آیا اور کہا کہ رجب کی آٹھویں تاریخ	بادشاہ نے پوچھا کہ شہر رے میں نرخ کیا ہے اے صاحب تعجب
چوں نمیدانست دیگر دم نزد	شہ فرستاد آں دگر را زاں عدد
چونکہ نرخ کا علم نہ تھا پھر دم نہیں مارا	بادشاہ نے اس پانچویں کو اس تعداد میں سے بھیجا
ہمچنیں تا سی امیر و بیشتر	سست رای و ناقص اندر کروفر
اسی طرح تیسواں امیر تک اور زیادہ تک	سب سست رائے اور کروفر میں ناقص
ہر یکے رفتند بہر یک سوال	ناقص و عاجز ز ادراک کمال
سب اشخاص ایک ایک سوال کے لئے گئے	اور پوری تحقیقات سے ناقص اور عاجز
گفت امیراں را کہ من روزے جدا	امتحاں کردم ایاز خویش را
بادشاہ نے امرا سے کہا کہ آج کے علاوہ	میں نے ایک روز اپنے ایاز کا امتحان کیا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بپرس از کارواں تا از کجاست	او برفت ایں جملہ را پرسید راست
کہ اس قافلہ سے پوچھ کہ کہاں سے آیا ہے	وہ گیا اور ان سب امور کو ٹھیک ٹھیک پوچھ آیا
بے وصیت بے اشارت یک بیک	حال شاں دریافت بے ریبے وشک
بدوں فہمائش کے اور بدوں اشارہ کے ایک ایک کر کے	ان کا سب حال بلا کسی اشتباہ اور شک کے دریافت کر آیا
ہر چہ زیں سی میر اندر سی مقام	کشف شدز و آں بیکدم شد تمام
جس قدر حال ان تیس امیروں سے تیس مرتبہ میں	منکشف ہوا ایاز سے ایک دفعہ میں سب پورا ہو گیا تھا

جب (سلطان محمود کے) امراء حسد سے جوش میں آئے تو اخیر میں (یعنی اور بھی کچھ گفتگو ہوئی ہوگی سب کے اخیر میں) اپنے بادشاہ پر طعنہ زن ہوئے (یہ ضرور نہیں کہ گستاخی کے عنوان سے کہا ہو ادب ہی سے کہا ہوگا) کہ یہ آپ کا ایاز تیس حصے عقل (و ہنر) کے نہیں رکھتا جس پر تیس امراء کا وظیفہ (یہ تنہا) لے جاتا ہے (شعر آئندہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سلطان کے تیس امراء تھے جو خاص مصاحبت کا درجہ رکھتے ہوں گے (جا گی وظیفہ وادرار اور غالباً ایاز اس جلسہ میں نہیں ہے۔ جس کا یہ بھی قرینہ ہے کہ آگے ایاز کا ایک قصہ خود بادشاہ نے بیان کیا ہے ایسے طور سے جیسے غائب کا حال بیان کرتے ہیں اس شعر میں گفت امیران را الخ) بادشاہ (ایک بار) ان تیس امراء کے ہمراہ صحرا و کوہستان کی طرف صید گیری کرتا ہوا چلا (اور) اس بادشاہ نے ایک قافلہ دور سے دیکھا اور ایک امیر کو حکم دیا کہ اے واپس آنے والے (باعتبار مآل کے کہا جیسے قافلہ اس اعتبار سے کہا جاتا ہے گو وہاں نکتہ تفاول کا بھی ہو غرض اے امیر) جا اور اس قافلہ سے تجسس کے طور پر (جیسا عملہ سلطنت کا فرض منصبی ہے تا کہ قافلہ والے سوال کو بے وقعت سمجھ کر جواب میں بے پروائی نہ کریں کہ یہ کون ہوتے ہیں پوچھنے والے غرض اس قافلہ سے) پوچھو کہ کس شہر سے آ رہا ہے وہ امیر گیا اور پوچھ کر آ گیا کہ شہر رے سے (آیا ہے) بادشاہ نے پوچھا کہ کدھر جائے گا بس وہ امیر (جواب سے عاجز) رہ گیا دوسرے امیر کو حکم دیا کہ اے صاحب علو تم جاؤ اور قافلہ سے پوچھو کہ کدھر جائے گا وہ گیا اور آ کر کہا کہ یمن کی طرف (جائے گا) بادشاہ نے پوچھا کہ سامان (تجارت) اس (قافلہ) کا کیا ہے۔ اے معتمد وہ (اس کے جواب میں) حیران رہ گیا تو تیسرے امیر کو حکم دیا کہ تم جاؤ اور اس جماعت کا سامان پوچھو وہ (پوچھ کر) لوٹا اور کہا کہ (یوں تو) ہر قسم کا سامان ہے (لیکن) زیادہ حصہ شہر رے کے پیالے ہیں بادشاہ نے پوچھا کہ یہ لوگ شہر رے سے کب نکلے ہیں (اس کے جواب میں) وہ امیر سست قدم حیران رہ گیا (حیرت میں طبیعت پر سستی چھا جاتی ہے اس لئے سست قدم خوب چسپاں ہے) اب چوتھے کو حکم دیا کہ ہاں تم (جا کر) پوچھو کہ اس قافلہ کی نقل و حرکت کب ہوئی ہے وہ واپس آیا اور کہا کہ رجب کی آٹھویں تاریخ (مثلاً) بادشاہ نے پوچھا کہ شہر رے میں نرخ (اشیاء کا) کیا ہے اے صاحب تعجب (یوں تو یہ بھی بضرورت شعر ہے مگر پھر بھی مقام کے اس لئے مناسب ہے کہ اس سوال سے تعجب میں ضرور رہ گیا ہوگا) چونکہ نرخ کا علم نہ تھا پھر دم نہیں مارا (پھر کے معنی یہ ہیں کہ ایک بات تو بتلا چکا تھا اس کے بعد پھر کچھ نہ بتلا سکا) بادشاہ نے اس پانچویں کو (امراء کی) اس تعداد میں سے بھیجا (کہ اس کی تحقیق کر کے آؤ) اور وہ بھی بس یہی بات پوچھ کر آیا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرے سوال کے جواب سے عاجز رہا غرض) اس طرح تیسوں امیر تک اور (بلکہ اس سے) زیادہ تک (یہی سلسلہ رہا یہ زیادہ ان امراء کے کچھ اتباع ہوں گے اور) سب سست رائے اور کروفر میں (یعنی دعویٰ خرد میں یا آمدورفت میں) ناقص (نکلے دعویٰ خرد میں تو ناقص اس لئے کہ دلیل سے خلاف ثابت ہوا اور آمدورفت میں ناقص اس اعتبار سے کہ ناتمام تحقیقات کر کے لائے) سب اشخاص ایک ایک سوال کے لئے گئے اور پوری تحقیقات سے ناقص اور عاجز (رہ کر واپس آئے حالانکہ سوالات بھی غیر متعلق نہ تھے کہ یہ شبہ کیا جائے کہ عقل سے دوسرے کا مافی الضمیر کیسے معلوم ہو سکتا ہے یہ ایسے سوال تھے کہ ایک سے دوسرا پیدا ہوتا تھا مگر قلت اہتمام سے کوتاہی رہی) بادشاہ نے امراء سے کہا کہ آج کے علاوہ میں نے ایک روز اپنے ایاز کا امتحان کیا تھا (اور حکم دیا تھا) کہ اس قافلہ سے پوچھ کہ کہاں سے آیا ہے وہ گیا اور ان سب امور کو ٹھیک ٹھیک پوچھ آیا بدوں (صریح) فہمائش کے اور بدوں اشارہ کے ایک ایک کر کے ان کا سب حال بلا کسی اشتباہ اور شک کے دریافت کر آیا (یعنی محقق طور پر پوچھ آیا جس میں کوئی اشتباہ نہ رہے) جس قدر حال ان تیس امیروں سے تیس مرتبہ میں منکشف ہوا ایاز سے ایک دفعہ میں سب پورا (معلوم) ہو گیا تھا۔

مرافعۂ آں امرا آں حجت شبہ جبریانہ و جواب دادن شاہ محمود ایشان را

ان امرا کا جبریوں کی طرح ان کے شبہ کے ساتھ اپیل کرنا اور شاہ محمود کا ان کو جواب دینا

پس بگفتند آں امیراں کایں فنے ست	از عنایتہا ست کار جہد نیست
ان امراء نے کہا کہ یہ ایک کمال ہے	عنایات سے ہے کسب کا کام نہیں ہے
قسمت حق ست مہ را روی نغز	دادۂ بخت ست گل رابوی نغز
چاند کا روئے حسین قسمت حق ہے	اور پھول میں خوشبوئے نفیس عطائے تقدیر ہے
بلکہ سلطاں چوں عنایت میکند	از تفاخر خیمہ برمہ می زند
بلکہ جب سلطان عنایت فرماتے ہیں	تو وہ شخص از راہ تفاخر ماہتاب پر خیمہ لگا لیتا ہے
گفت سلطاں بلکہ آنچہ از نفس زاد	ریع تقصیر ست و دخل اجتہاد
بادشاہ نے کہا بلکہ جو عمل نفس سے پیدا ہوا ہے	وہ تقصیر کا محاصل اور جہد کا منافع ہے
ورنہ آدمؑ کے بگفتے باخدا	ربنا انا ظلمنا نفسنا
ورنہ آدمؑ خدائے تعالیٰ سے یہ کیوں کہتے	کہ ربنا ظلمنآ انفسنا الأیۃ
خود بگفتے کایں گناہ از بخت بود	چوں قضا ایں بود خرم ماچہ سود
خود یوں کہتے کہ یہ گناہ میری تقدیر سے ہو گیا	جب تقدیر ہی اس طرح تھی تو ہمارا خرم کیا مفید ہو سکتا ہے
ہمچو ابلیسے کہ گفت اغویتنی	تو شکستی جام و مارا می زنی
جیسے ابلیس تھا جس نے کہا کہ اغویتنی	آپ ہی نے تو جام توڑا اور ہم کو مارتے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

بل قضا حق ست و جهد بندہ حق	ہیں مباش اعور چو ابلیس خلق
بلکہ قضا بھی ثابت ہے اور جہد عبد بھی ثابت ہے	خبردار یک چشم مت ہونا ابلیس فرسودہ کی طرح
در تردد ماندہ ایم اندر دوکار	ایں تردد کے بود بے اختیار
ہم لوگ دو امر کے درمیان میں تردد میں رہا کرتے ہیں	یہ تردد بدوں اختیار کے کب ہو سکتا ہے
ایں کنم یا آں کنم کے گوید او	کہ دو دست و پاش بستست اے عمو
ایں کنم یا آن کنم ایسا شخص کب کہا کرتا ہے	جس کے دونوں ہاتھ پاؤں بستہ ہوں
ہیچ باشد ایں تردد در سرم	کہ روم در بحر و یا بالا پرم
کبھی یہ تردد بھی میرے دماغ میں پیدا ہوتا ہے	کہ میں سمندر میں چلوں یا اوپر کی طرف اڑوں
ایں تردد ہست کہ موصل روم	یا برائے سحر تا بابل روم
یہ تردد ہوتا ہے کہ میں شہر موصل کو جاؤں	یا سحر کے لئے بابل پہنچوں
پس تردد را بباید قدرتے	ورنہ آں خندہ بود بر سبلتے
پس تردد کے لئے قدرت کی ضرورت ہے	ورنہ وہ تردد محض خندہ برسبلت ہے
بر قضا کم نہ بہانہ اے جواں	جرم خود را چوں نہی بر دیگراں
تم قضا پر بہانہ مت رکھو	اپنے جرم کو دوسروں پر کیوں رکھتے ہو
خوں کند زید و قصاص او بعمر	مے خورد بکر و بر احمد حد خمر
خون تو کرے زید اور اس کا قصاص ہو عمرو سے	شراب تو پیے بکر اور احمد پر حد خمر جاری ہو
گرد خود برگرد و جرم خود ببیں	جنبش از خود بیں واز سایہ مبیں
تو اپنے گرد پھر اور اپنا جرم دیکھ	حرکت اپنی طرف سے دیکھ سایہ کی طرف سے مت دیکھ
کہ نخواہد شد غلط پاداش میر	خصم را میداند آں میر بصیر
کیونکہ حاکم کی جزا غلط نہیں ہو گی	وہ حاکم بصیر مدعا علیہ کو جانتے ہیں
تو عسل خوردی نیاید تب بغیر	مزد روز تو نیاید شب بغیر
تو نے شہد کھایا تو غیر کو تپ نہ آوے گی	تیری مزدوری دن کو شب کے وقت غیر کو نہ ملے گی
در چہ کردی جہد کاں باتو نگشت	تو چہ کاریدی کہ نامد ریع کشت
تو نے کس فعل میں جہد کیا تھا کہ وہ تیری طرف عائد نہیں ہوا	تو نے کیا چیز بوئی تھی کہ زراعت کی پیداوار نہیں آئی
فعل تو کاں زاید از جان وتنت	ہمچو فرزندت بگیرد دامنت
تیرا فعل جو کہ تیری روح اور جسم سے پیدا ہوتا ہے	تیرے فرزند کی طرح تیرا دامن پکڑے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

فعل را در غیب صورت می کنند	فعل وزدی را نہ دارے میزنند
عالم غیب میں فعل کی ایک صورت بنا دیتے ہیں	کیا فعل سرقہ کے لئے ایک استفہام دار نہیں لگاتے
دار کے مانند بدزدی لیک آں	ہست تصویر خدائے غیب داں
دار سرقہ کے مشابہ کب ہے لیکن وہ بھی	خدائے غیب داں کی ایک صورت بنائی ہوئی ہے
دردل شحنہ چو حق الہام داد	کایں چنیں صورت بساز از بہر داد
جب شحنہ کے قلب میں حق تعالیٰ نے القا فرما دیا	کہ ہ کے واسطے ایسی صورت بنا لے
تا تو عالم باشی و عادل قضا	نامناسب چوں دہد داد و سزا
تا کہ تو عالم و عادل ہو جاوے تو قضائے الٰہی	کیونکر نامناسب عطا و جزا دے گی
چونکہ حاکم ایں کند اندر گزیں	چوں کند حکم احکم للحاکمین
جبکہ حاکم اپنے انتخاب سے ایسا کرتا ہے	تو ان سب حاکموں کا حاکم تو کیسا کچھ کرے گا
چوں بکاری جو نروید غیر جو	قرض تو کردی زکہ خواہم گرو
جب تم جو بوؤ گے تو جو کے سوا کچھ نہ نکلے گا	قرض تو تو نے کیا پھر رہن رکھنے کی خواہش کس سے کرتا ہے
جرم خود را بر کسے دیگر منہ	ہوش و گوش خود بدیں پاداش دہ
تم اپنے جرم کو دوسرے شخص پر مت رکھو	اپنے قلب و کان کو اس پاداش پر متوجہ رکھو
جرم برخود نہ کہ تو خود کاشتی	باجزا و عدل حق کن آشتی
جرم کو اپنے اوپر رکھو کیونکہ تم نے خود بویا ہے	حق تعالیٰ کی جزا اور عدل کے ساتھ صلح رکھو
رنج را باشد سبب بد کردنی	بد زفعل خود شناس از بخت نی
تکلیف کا سبب کوئی فعل بد کا صادر کرنا ہوتا ہے	اس فعل بد کو اپنے سے سمجھو تقدیر سے نہیں
آں نظر در بخت چشم احول کند	کلب را کہدانی و کاہل کند
محض تقدیر میں نظر کرنا چشم کو کج بین کر دیتا ہے	کلب کو مجہول طفیلیہ خانہ اور کاہل کر دیتا ہے
متہم کن نفس خود را اے فتیٰ	متہم کم کن جزائے عدل را
تو اپنے نفس کو متہم سمجھنا	اور عدل سے جو جزا واقع ہوتی ہے اس کو متہم مت سمجھنا
توبہ کن مردانہ سر آور بره	کہ فمن یعمل بمثقال یرہ
مردوں کی طرح توبہ کرنا اور راہ میں سر تسلیم کر دینا	کیونکہ ارشاد ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ
در فسون نفس کم شو غرہ	کآفتاب حق نپوشد ذرہ
نفس کے افسوں میں مغرور مت ہونا	کیونکہ آفتاب حق ایک ذرہ کو پوشیدہ نہیں رہنے دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

هست ایں ذرات جسمی اے مفید	پیش ایں خورشید جسمانی پدید
یہ ذرات جسمیہ اے صاحب افادہ	اس آفتاب جسمانی کے روبرو سب ظاہر ہیں
هست ذرات خواطر و افتکار	پیش خورشید حقائق آشکار
ہیں ذرات خواطر اور افکار کے	حقائق کے آفتاب کے سامنے آشکارا
پیش حق پیدا و پیش تو نہاں	سرِ غیب ست ایں مکن فکرے دراں
خدائے تعالیٰ کے روبروظاہر ہیں اور تیرے سامنے نہاں ہیں	یہ سر غیب ہے اس میں تو فکر مت کر

فائدہ:۔ بادشاہ نے جو اس امتحان سے استدلال کیا ایاز کی فضیلت اور ان امراء کی کوتاہی پر امرا نے اس کا جواب جبریانہ دیا کہ اس فضیلت میں ایاز کے اختیار اور اس تقصیر میں ہمارے اختیار کا کچھ دخل نہیں۔ جس پر وہ مستحق تفضیل ہو اور ہم مستحق ملامت ہوں بادشاہ اس جواب کو اہل حق کے مسلک پر رد کرتا ہے کہ اس فضیلت میں ایاز کے اختیار کا اور اس تقصیر میں تمہارے اختیار کا ضرور دخل ہے اس لئے وہ مستحق تفضیل اور تم مستحق ملامت ہو اور حاصل اس رد کا احتجاج ہے بداہتہ صفت اختیار و قصد کے ساتھ باقی تنبیہات ہیں پس اب کسی مضمون پر کوئی عقلی شبہ نہیں ہو سکتا اور بداہتہ اس کی بالکل اس درجہ بدیہی اور ظاہر ہے کہ خود متمسک بالجبر بھی اس کے قائل ہو جاتے ہیں چنانچہ ابلیس باوجود تمسک بالجبر اور اغویتنی کہنے کے اہل نار کے مکالمہ میں یہ بھی کہے گا لوموا انفسکم ورنہ جبر میں ملامت کیسی۔ پس معلوم ہوا کہ تمسک بالجبر کسی شبہ کی وجہ سے نہیں ورنہ ہر جگہ یہی مذہب ہوتا صرف نفس کی شرارت ہے کہ جہاں اپنا تبریہ مقصود ہوتا ہے وہاں اس سے تمسک کرتے ہیں اور جب دوسرے کے تبریہ کا موقع ہوتا ہے اس کو ترک کر کے اس کے خلاف کے ساتھ تمسک کرنے لگتے ہیں اور یہی جبر ہے جس کی نفی کر کے اس کے مقابل قدرت کا اثبات کیا جاتا ہے اور جہاں محققین صوفیہ کے کلام میں قدرت کی نفی مترشح ہوتی ہے سو مقصود مطلق قدرت کی نفی نہیں ہے بلکہ قدرت مستقلہ کی جس کے قدریہ قائل ہیں خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ کی تحقیق سے دو امر مقصود ہیں ایک شنائع و قبائح میں اپنے کو مجرم سمجھنا اور حق تعالیٰ پر الزام نہ رکھنا اس کے لئے جبر کی نفی کی جاتی ہے اور قدرت کو ثابت کیا جاتا ہے دوسرا کمالات و طاعات میں عجب اور ناز نہ کرنا اور دوسری خاطین کو حقیر اور اپنے کو مقدس و مطہر نہ سمجھنا اس کے لئے قدرت و اختیار مستقل کی نفی کی جاتی ہے اور عجز و ضعف و مسخر قدرت ہونے کو ثابت کیا جاتا ہے پس مسئلہ کی مقصودیت کے ساتھ اس سے یہ دونوں ترتیبیں بھی مقصود ہیں۔ مسئلہ کی تحقیق من حیث العارف ہونے کے اور ان ترتیبوں کی تفریع من حیث السالک و شیخ ہونے کے اب اشعار کی شرح کی جاتی ہے۔

شرح اشعار

ان امرا نے (بادشاہ سے) کہا کہ یہ (عقل کا ایسا جامع ہونا) ایک (فطری) کمال ہے (فن کی تقلید فطری کے ساتھ بقرینہ دوسرے مصرعہ کے ہے یعنی یہ) عنایات (حق) سے ہے کسب (وجہد) کا کام نہیں ہے۔ (اس لئے نہ ایاز کی کوئی خوبی نہ ہماری کچھ غلطی اس کی ایسی مثال ہے جیسے کہ) چاند کا روئے حسین قسمت حق ہے اور پھول میں خوشبوئے نفیس عطائے تقدیر ہے (پس جس طرح یہ کار جہد نہیں ہے اسی طرح عقل ایازی کا یہ درجہ کار جہد نہیں) بلکہ جب سلطان (حقیقی) کسی کے حال پر (تکوینی) عنایت فرماتے ہیں تو وہ شخص از راہ تفاخر ماہتاب پر خیمہ لگا لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(یعنی علویات سے بھی عالی ہو جاتا ہے اور تفاخر بمعنی تکبر نہیں بلکہ محض بمعنی فخر۔ اور مصرع اول میں کلمہ بلکہ شعر بالا کے سابق کے جملہ کار جہد نیست سے مرتبط ہے جیسا تقریر ترجمہ سے بھی ظاہر ہو گیا) بادشاہ نے (جواب میں) کہا (کہ یہ بات نہیں) بلکہ جو عمل (مکلف کے) نفس سے پیدا ہوا ہے وہ تقصیر (اختیاری) کا محاصل اور جہد (اختیاری) کا منافع ہے (عمل سے مراد فعل اختیاری کہ اسی میں کلام ہو رہا ہے نیز لفظ عمل کا مفہوم خاص ہے اختیاری کے ساتھ اور وہ عمل دو قسم ہے قبیح اور حسن سو اول تو نفس کی تقصیر یعنی کم ہمتی و غلطی سے ناشی ہے اور دوسرا جہد کی طرف سے اور یہ دونوں اختیاری ہیں پس عمل اختیاری ہوا اور چونکہ فاعل افعال اختیاریہ کا نفس ہے اور جوارح اس کے آلات اس لئے سب پر از نفس زاد کا حکم صحیح ہوا اور عقل گو امر فطری ہے مگر اس میں شک نہیں کہ تدبر و اہتمام و حسن استعمال سے آثار و افعال کاملہ پیدا ہوتی ہیں اور قلت مبالاۃ و بے احتیاطی و سوء استعمال سے آثار و افعال ناقصہ پیدا ہوتے ہیں اور یہ امور اختیاریہ ہیں پس ایاز کا یہ سلیقہ اور امرا کی یہ بدسلیقگی اس طرح مستند الی الاختیار ہے۔ باقی مثال ماہ اور گل کی قیاس مع الفارق ہے کیونکہ وہ خود ذی اختیار نہیں اور کلام ہو رہا ہے افعال اہل اختیار میں اور ہر انچہ از نفس زاد میں اسی فرق کی طرف اشارہ ہے کہ کلام ہے اہل نفس میں اور یہ دونوں مذکور اہل نفس نہیں اور یہی نفس ہے جو صفت اختیار کے سبب مکلف ہوا ہے۔ از نفس زاد کے ترجمہ میں اضافۃ الی المکلف کو اسی معنی کے افادہ کے لئے اضافہ کیا گیا خلاصہ یہ کہ یہ افعال باختیار صادر ہوتے ہیں) ورنہ آدم (علیہ السلام) خدائے تعالیٰ سے یہ کیوں کہتے کہ ربنا ظلمنآ انفسنا الأیة (بلکہ) خود یوں کہتے کہ یہ گناہ میری تقدیر سے ہو گیا (اور یوں کہتے کہ) جب تقدیر ہی اس طرح تھی تو ہمارا جرم کیا مفید ہو سکتا ہے جیسے ابلیس تھا جس نے کہا کہ اغویتنی اور یوں کہا کہ) آپ ہی نے تو جام توڑا اور ہم کو مارتے ہو (سو یوں ہی آدم علیہ السلام کہہ دیتے مگر یوں اس لئے نہیں کہا کہ اختیار کی نفی صحیح نہیں) بلکہ قضا بھی ثابت ہے اور جہد عبد بھی ثابت ہے (دونوں کا قائل ہونا چاہئے اور خبردار یک چشم مت ہونا ابلیس فرسودہ (عقل) کی طرح (یک چشم ہونا یہ کہ قضا کو دیکھے اور جہد کو نہ دیکھے یہ مذکور تو دلیل سمعی و نقلی تھی کہ آدم علیہ السلام نے انا ظلمنا فرمایا آگے دلیل وجدانی و عقلی ہے کہ بدیہی بات ہے کہ) ہم لوگ (بعض اوقات) دو امر کے درمیان میں تردد میں رہا کرتے ہیں (کہ یوں کریں یا یوں کریں اور ظاہر ہے کہ) یہ تردد (مذکور) بدوں اختیار کے کب ہو سکتا ہے (یعنی یہ تردد خاص ایقاع و عدم ایقاع میں کہ دلیل ہے اختیار کی اور مطلق تردد مراد نہیں کیونکہ کسی امر کے وقوع و عدم وقوع میں تردد غیر اختیاریات میں بھی ہوتا ہے کہ مثلاً خدا جانے بارش ہو گی یا نہ ہو گی پس تردد سے خاص تردد مراد ہے اور وہ بالبداہۃ اختیاریت محل تردد کی دلیل ہے چنانچہ) ایں کنم یا آں کنم ایسا شخص کب کہا کرتا ہے جس کے دونوں ہاتھ پاؤں بستہ ہوں (کیونکہ ایک عارض کے سبب اختیار مسلوب ہو گیا اسی طرح جو اصل ہی میں غیر اختیاری امر ہو اس میں بھی تردد نہیں ہوا کرتا چنانچہ بھلا (کبھی یہ تردد بھی میرے دماغ میں پیدا ہوتا ہے کہ میں سمندر میں (پانی کی سطح پر زمین کی طرح) چلوں یا اوپر کی طرف اڑوں (سو یہ تردد کبھی بھی نہیں ہوتا ہے اسی لئے کہ اصل ہی سے اختیاری نہیں گو کسی عارض سے اختیاری ہو جاوے جیسے شناوری کے کمال یا مصنوعی آلات پرواز سے پس مثال اول میں تو فعل اصل میں اختیاری تھا اور للعارض غیر اختیاری اور اس مثال ثانی میں برعکس یعنی اصل میں غیر اختیاری اور للعارض اختیاری بہرحال جس حیثیت سے بھی جو فعل غیر اختیاری

ــہ یہ دونوں لفظ محاورہ اردو میں بطور واحد کے استعمال کئے جاتے ہیں ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اس میں تردد ایقاع وعدم ایقاع میں نہیں ہوتا البتہ) یہ تردد ہوتا ہے کہ میں شہر موصل کو جاؤں یا (مثلاً) سحر (سیکھنے) کے لئے بابل پہنچوں (اور یہ تردد اسی لئے واقع ہوتا ہے کہ فعل اختیاری ہے) پس (معلوم ہوا کہ) تردد کے لئے قدرت کی ضرورت ہے ورنہ وہ تردد محض خندہ بر سبلت ہے (یعنی محض تمسخر اور کھیل ہے (اور لازم یعنی اس کا محض کھیل ہونا بالبداہۃ باطل ہے پس ملزوم یعنی قدرت نہ ہونا بھی باطل ہے پس قدرت ہونا واجب ہے وھو المطلوب جب یہ بات ہے تو) تم قضا (ے الٰہی) پر بہانہ مت رکھو (کہ میں کیا کروں تقدیر میں یوں ہی تھا کیونکہ) اپنے جرم کو دوسروں پر (خصوص حق تعالیٰ پر) کیوں رکھتے ہو (جو کہ باتفاق اہل حق قبیح ہے چنانچہ ان مثالوں کو دیکھ لو کہ مثلاً) خون تو کرے زید اور اس کا قصاص ہو عمرو سے (یا مثلاً) شراب تو پیئے بکر اور احمد پر حد خمر جاری ہو (جب یہ نسبت الی غیر المباشر قبیح ہے تو) اپنے گرد پھر (یعنی اپنے اندر غور کر کیونکہ جس چیز کی حالت تحقیق کرنا ہوتا ہے اس کے ہر چہار طرف پھر کر دیکھا کرتے ہیں) اور اپنا جرم دیکھ (اور اس کی ایک مثال بہت ہی واضح ہے کہ) حرکت اپنی طرف سے دیکھ سایہ کی طرف سے مت دیکھ (یعنی تیرے چلنے کے وقت گو حرکت سایہ کو بھی بادی النظر میں ہوتی ہے لیکن تو کبھی نہیں سمجھتا کہ اصل متحرک سایہ ہے بلکہ اصل متحرک اپنے ہی جسم کو سمجھتا ہے حالانکہ یہاں سایہ کو کچھ حرکت بھی ہوتی ہے کیونکہ ظاہری ہی سہی ورنہ واقع میں جسم حائل کی محاذاۃ بدلنے سے پہلا سایہ منعدم ہو کر دوسرا سایہ جدید پیدا ہوا ہے لیکن ظاہر میں تو آخر اس کو بھی حرکت ہے ہی پس جب باوجود اس کے کہ سایہ صفت حرکت کے ساتھ ایک اعتبار سے موصوف بھی ہے لیکن پھر بھی اس کو معتد بہ حرکت کے ساتھ تو موصوف نہیں کرتا اسی لئے کہ اصل فاعل تو ہے تو غضب ہے کہ جو فعل قبیح تجھ سے صادر ہوا اور وہ فعل حق تعالیٰ سے کسی درجہ میں بھی صادر نہیں ہوا نہ واقع میں اور نہ ظاہر میں کیونکہ اس سے جو صادر ہوا وہ تخلیق ہے نہ کہ فعل کہ وہ بشراشرہ تجھ ہی سے صادر ہوا ہے تو اس کو حق تعالیٰ کی طرف کیسے منسوب کرتا ہے اگر کہا جاوے کہ میں صدور کو منسوب نہیں کرتا بلکہ اصدار کو کرتا ہوں پس جواب اس کا یہ ہے کہ اب بھی جبر لازم نہیں کیونکہ یہ اصدار بتوسط الاختیار ہے نہ کہ بالاضطرار غرض اپنا فعل دوسرے کی طرف منسوب نہ کر) کیونکہ حاکم (حقیقی) کی جزا غلط نہیں ہوگی وہ حاکم بصیر مدعیٰ علیہ کو (خوب) جانتے ہیں (پس کاف اس مصرعہ کا علیہ ہے اور معلل اس کا مصرعہ جنبش از خود انخ سے مفہوم ہوتا ہے یعنی فعل خود را بدیگرے منسوب مکن چرا کہ انخ جیسا تقریر ترجمہ میں ظاہر بھی کر دیا گیا ہے مطلب یہ کہ خدائے تعالیٰ کی طرف سے جو جزا ہوتی ہے وہ بے موقع کبھی نہیں ہوسکتی اور غیر من صدر منه الفعل بالاختيار کو جزا دینا بدلیل شرعی بے موقع ہے پس معلوم ہوا کہ صدور افعال من العباد بالاختیار ہے آگے اس کی اور مثال ہے کہ) تو نے (مثلاً) شہد کھایا تو غیر کو تپ نہ آوے گی (اور) تیری مزدوری دن (کے کام) کی شب کے وقت غیر کو نہ ملے گی (اسی طرح فعل تو دوسرے کا ہو اور جزا و سزا ملے تجھ کو یہ کیسے ہوسکتا ہے اور غور کر کہ) تو نے کس فعل میں جہد کیا تھا کہ وہ تیری طرف عائد نہیں ہوا (کیونکہ جہد کا متعلق امر اختیاری ہوگا اور اس کا حصول و ترتب جہد پر لازم ہے اب یہ اشکال نہ رہا کہ بسا اوقات جس مطلوب کے لئے ہم جہد کرتے ہیں وہ حاصل نہیں ہوتا جواب اشکال یہ ہے کہ وہ غایت اختیاری نہ ہوگی کلام تو فعل اختیاری میں ہے سو اختیار سے اس کا صدور ضرور ہوگا اور) تو نے کیا چیز بوئی تھی کہ زراعت کی پیداوار (ظہور میں) نہیں آئی (وہ بوئی چیز عمل ہے اور ریع اس کے آثار لازمہ اور ظاہر ہے کہ جب فعل صادر ہوگا اس کے آثار لازمہ ضرور واقع ہوں گے مثلاً قطع مسافت الی مقام خاص کے لئے لازم ہے وصول الی ذلک المقام الخاص آگے آثار و ثمرات

www.besturdubooks.wordpress.com

موجودۂ آخرت کے ترتب کو بیان فرماتے ہیں کہ) تیرا فعل جو کہ تیری روح اور جسم سے پیدا ہوتا ہے (آخرت میں) تیرے فرزند کی طرح تیرا دامن پکڑے گا (جس طرح فرزند دامن پکڑ کر چلتا ہے یعنی تیرا گلوگیر ہو جاوے گا قال تعالیٰ وکل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ تیرا فعل دامن پکڑے گا اس پر یہ شبہ نہ کرنا کہ آخرت میں وہ فعل کہاں ہوگا اس کا ثمرہ ہوگا سو جواب شبہ کا یہ ہے کہ وہ جزا ایک معنی کر اس فعل کی صورت ہے اس لئے لزوم جزا کو لزوم فعل کہنا صحیح ہے کیونکہ) عالم غیب میں (ہر) فعل کی ایک صورت بنا دیتے ہیں (کہ ان میں معنوی مشابہت و مناسبت ہوتی ہے گو ظاہری تشابہ نہ ہو چنانچہ اس عالم میں دیکھو) کیا فعل سرقہ کے لئے ایک دار نہیں لگاتے (یعنی لگاتے ہیں فالنھی استفھامی حالانکہ) دار سرقہ کے مشابہ (ظاہراً) کب ہے لیکن وہ بھی خدائے غیب دان کی ایک صورت بنائی ہوئی ہے (اس طرح سے کہ شحنہ کے دل میں اللہ تعالیٰ نے الہام کر دیا کہ انصاف کرنے کے واسطے ایسی صورت بنالے چنانچہ اسکا استعمال کیا جاتا ہے اور نا معقول نہیں سمجھا جاتا اور کوئی یہ اعتراض نہیں کرتا کہ فعل اور جزا میں مشابہت نہیں ہر شخص مشابہت معنویہ کی بنا پر اس کو معقول مانتا ہے چنانچہ سرقہ کبریٰ میں شریعت نے بھی او یصلبوا جزاء مقرر فرمائی ہے یہ قطعی دلیل ہے اس کے مناسب ہونے کی۔ پس اسی طرح افعال و ثمرات آخرت میں مناسبت معنویہ ہوگی یہی معنی ہیں اس کے کہ ہو فعل تیرا دامن پکڑے گا اور وہ شبہ جاتا رہا۔ آگے حق تعالیٰ کی جزاؤں کے باموقع ہونے پر اس جزاء شحنہ للسارق کے باموقع ہونے سے استدلال کرتے ہیں کہ) جب شحنہ کے قلب میں حق تعالیٰ نے القا فرما دیا کہ عدل کے واسطے (سزا کی) ایسی صورت بنالے تاکہ تو عالم و عادل ہو جاوے (الاول کمال فی القوۃ العلمیۃ والثانی کمال فی القوۃ العملیۃ) تو قضاء الٰہی کیونکر نا مناسب عطاء و جزا دے گی جبکہ حاکم (دنیوی) اپنے انتخاب سے (جو کہ بالہام حق ہے) ایسا کرتا ہے (اور اس کی طرف نسبت انتخاب کی باعتبار تطبیق الجزئی علی الکلی ہے) تو ان سب حاکموں کا حاکم تو کیسا کچھ (عدل) کرے گا (کیونکہ جب اس کے الہام سے کہ وحی بھی اس میں داخل ہے مخلوق ایسی مناسب جزا دیتی ہے حالانکہ تعلیم سے جو ان کو علم و عدل حاصل ہوا وہ ذاتی اور کامل نہیں تو خود جس کا علم و عدل ذاتی اور کامل ہے اس کی حکمت و رعایت مصلحت و مناسبت کس درجہ کی ہوگی۔ اسی مناسبت عمل و جزا کی مثال ہے کہ) جب تم جو بوؤ گے تو جو کے سوا کچھ نہ نکلے گا۔ (دوسری مثال ہے کہ) قرض تو (مثلاً) تو نے کیا پھر رہن رکھنے کی خواہش (اور توقع و انتظار) کس سے کرتا ہے (بلکہ جو قرض لے وہی گرو رکھے کیونکہ استقراض اور رہن میں باہم تناسب ہے غرض جب فعل و جزا میں تناسب ہے اور تم کو جزا ملنا ثابت ہے تو ضرور وہ فعل بھی تم ہی سے صادر ہوا ہے جب تم سے صادر ہوا ہے تو) تم اپنے جرم کو دوسرے شخص پر مت رکھو (نہ مخلوق پر اور نہ خالق پر بلکہ) اپنے قلب و سمع کو اس پاداش (من الحق) پر متوجہ رکھو (یعنی استحسان کا اعتقاد رکھو اور اس کے ترتب کو مستحضر رکھو کہ علماً و عملاً نفع ہو اور) جرم کو اپنے اوپر رکھو کیونکہ تم نے خود بویا ہے (اشارہ ہے الدنیا مزرعۃ الآخرۃ کی طرف اور) حق تعالیٰ کی جزا و عدل کے ساتھ صلح رکھو (یعنی باغیانہ برتاؤ مت کرو کہ میرا کیا قصور مجھ کو کیوں سزا دی جاتی ہے بلکہ اس کو اعتقاداً و تسلیماً قبول کرو۔ کیونکہ واقع میں تمہارا ہی قصور ہوتا ہے چنانچہ) تکلیف کا سبب کوئی فعل بد کا صادر کرنا ہوتا ہے (تو) اس فعل بد کو اپنے سے سمجھو تقدیر سے نہیں (کیونکہ) محض تقدیر میں نظر کرنا (اور اسی کی طرف منسوب کرنا) چشم کو کج بیں (اور غلط بیں) کر دیتا ہے (کیونکہ واقع کے خلاف دیکھا اور یہ غلط بینی) کلب (نفس) کو محبوس غلیظ خانہ اور کاہل کر دیتی ہے (یعنی معاصی میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ملوث اور طاعات سے کم ہمت کیونکہ جب اپنا فعل نہ سمجھے گا ہمت ہار دے گا اور نفس کا اصل میلان ہے معاصی کی طرف اس کے صدور کے لئے ہمت کی ضرورت نہیں البتہ اس سے بچنے کے لئے اور اطاعت کے صادر کرنے کے لئے ہمت کی ضرورت تھی جب ہمت نہ رہی تو معاصی کا صدور ہوا کرے گا اور طاعات سے محرومی ہو جائے گی پس اگر تیرا نفس اس غلط بینی میں مبتلا ہو تو) اپنے نفس کو (اس باب میں) متہم (و غلط کار) سمجھنا اور عدل (حق) سے جو جزا واقع ہوئی ہے اس کو متہم (اور غلط کار و بے موقع) مت سمجھنا (اور نفس کو غلط کار اور حیلہ نکالنے والا سمجھ کر) مردوں کی طرح (یعنی ہمت کے ساتھ معاصی سے) توبہ کرنا اور راہ (طاعات) میں سر تسلیم خم کر دینا کیونکہ ارشاد ہے فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره و من یعمل مثقال ذرة شرا یره (جس سے عمل پر جزا کا ترتب حق ہونا ثابت ہوتا ہے پس اس کا اتباع کرنا اور) نفس کے افسوں میں مغرور (اور فریب خوردہ) مت ہونا کیونکہ آفتاب حق (یعنی علم حق کہ اظہار اشیاء میں مشابہ آفتاب کے ہے اعمال میں سے) ایک ذرہ کو پوشیدہ نہیں رہنے دیتا (یعنی چونکہ ان کا علم ذاتی ہے اس لئے وہ مبدا ہو جاتا ہے انکشاف جمیع اشیاء کا اور ان میں اعمال بھی آ گئے خیر بھی اور شر بھی اس ذرہ سے مراد وہی جو قرآن مجید کی آیت مذکورہ آنفاً میں یعمل کا مفعول ہے آگے بشکل استدلال کے علم حق تعالیٰ کا مبداء انکشاف ہونا فرماتے ہیں کہ) یہ ذرات جسمیہ اے صاحب افادہ اس آفتاب جسمانی کے روبرو سب ظاہر ہیں (اس سے بالاولیٰ) ذرات (معنویہ یعنی) خواطر و افکار (جو کہ اعمال جوارح سے بھی اخفی ہیں) آفتاب حقائق کے سامنے آشکار ہیں (آفتاب حقائق علم حق کو اس لئے کہا کہ وہ کاشف ہے سب حقائق کا اور جب خواطر آشکار ہیں تو افعال جوارح بدرجہ اولیٰ۔ اور یا خاص خواطر ہی اس بنا پر مراد لئے جاویں کہ افعال جوارح پر سزا ہونا موقوف ہے قصد پر اور وہ خواطر و افکار سے ہے غرض یہ چیزیں) خدائے تعالیٰ کے روبرو ظاہر ہیں اور تیرے سامنے نہاں ہیں (دوسرے کے خواطر و افکار تو اکثر اور بعض اوقات اپنے افکار پر جبکہ اس کی طرف التفات نہ ہو اور) یہ سر غیب ہے اس میں تو فکر مت کر (بالقاء حق یہ سمجھ میں آیا ہے کہ علم الٰہی کا مسئلہ اور اس کی کنہ بوجہ عقلی اشکالات کے جیسا کہ معقول کی کتابوں میں مذکور ہیں عقول متوسطہ کے ادراک سے خارج ہے اس لئے تم اجمالاً مان لو اور تفصیل میں فکر مت کرو کیونکہ مقصود مقام کہ حق تعالیٰ کو سب اعمال معلوم ہوں گے اور ان پر جزا مرتب فرماویں گے اس کے کنہ دریافت کرنے پر موقوف نہیں۔ بحمد اللہ یہ بحث جبر و قدر کی ختم ہوئی اور اس کے ختم کے ساتھ دفتر ہذا کا دسواں حصہ بھی اختتام کو پہنچا آگے ایک طویل حکایت مرغ و صیاد کی مذکور ہے اور مقصود اس کے ایراد سے صرف یہ جزو ہے کہ جب وہ مرغ جال میں پڑ گیا اور اس نے صیاد کو الزام لگایا تو صیاد نے جواب دیا کہ تو خوردانہ کی حرص کے سبب باختیار خود اس میں پھنسا اور اس جزو سے مقصود وہی اوپر کا مضمون ہے جرم خود را بر کسے دیگر منہ الخ اور متہم کن نفس خود را اے فتا الخ۔ تمیم فائدہ کے لئے یہاں ربط ذکر کر دیا گیا باقی حکایت انشاء اللہ تعالیٰ عشر ثانی میں مذکور ہوگی۔

والحمد لله واهب النعم ومفيض الاسرار و الحكم علىٰ تمام هذا العشر¹ الاول من الدفتر السادس للمثنوى المعنوى فى اخر يوم من اخر شهر من ١٣٣١ من هجرة النبى الابطحى صلى الله عليه و علىٰ اله و اصحابه و بارک وسلم الى الابد السرمدى ويتلوه العشر الثانى منه انشاء الله العزيز الجبار واساله تعالىٰ ان يوفقنى لاتمام باقى تسعة اعشار و ان ينفعنى والطالبين بما فيها من المعانى والاسرار امين امين

---

¹ رأيت المصلحة فى تجزية هذا الشرح اعشاراً عشرة ١٢ منه

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الثانی من شرح الدفتر السادس من المثنوی افتتحت فیه یوم العاشورا من ۱۳۳۲ من الهجرة

حکایت آں صیادے کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بود و دستۂ گل و لالہ کلہ وار بر سر فرو کشیدہ تا مرغان او را گیاہ پندارند و آں مرغ زیرک اندکے بوی برد کہ ایں آدمی ست کہ بر شکل گیاہ می نماید اما ہم تمام بوی نبرد بافسون او مغرور شد زیرا کہ در ادراک اول قاطعے نداشت و در ادراک دوم قاطعے داشت وهو الحرص و الطمع لاسیما عند فرط الحاجة و الفقر قال النبی علیہ الصلوۃ والسلام کاد الفقر ان یکون کفرا صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

اس شکاری کا قصہ جس نے اپنے آپ کو گھاس میں لپیٹ لیا تھا اور گل و لالہ کا گلدستہ ٹوپی کی طرح سر پر رکھ لیا تھا تا کہ پرندے اس کو گھاس سمجھیں اور ایک ہوشیار پرندے نے کچھ تاڑ لیا کہ یہ آدمی ہے جو گھاس کی شکل پر نظر آ رہا ہے لیکن وہ بھی پورا نہ سمجھا مکر سے وہ بھی دھوکے میں پڑ گیا کیونکہ وہ پہلے ادراک میں یقین نہ رکھتا تھا اور دوسرا احساس قطعی تھا اور وہ حرص اور لالچ ہے خصوصاً حاجت اور ضرورت کی زیادتی کے وقت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے قریب ہے کہ فقر کفر بن جائے اللہ کے رسول نے سچ فرمایا ہے ان پر اور ان کی اولاد اور صحابہ پر درود و سلام ہو

(وجہ ربط اوپر مذکور ہو چکی کہ اوپر بحث جبر و قدر کی مذکور تھی کہ مکلف افعال اختیاریہ میں اختیار رکھتا ہے یہ حکایت اسی کی تائید میں لائی گئی ہے اور مقصود اس سے صرف یہ جزو ہے کہ جب وہ مرغ جال میں پڑ گیا اور اس نے صیاد کو الزام لگایا تو صیاد نے جواب دیا کہ تو دانہ کی حرص سے باختیار خود اس میں پھنسا ہے)

رفت مرغے درمیان مرغزار	بود آنجا دام از بہر شکار
ایک پرند لالہ زار میں گیا	وہاں شکار کے لئے جال تھا
دانۂ چندے نہادہ بر زمیں	واں صیاد آنجا نشستہ در کمیں
چند دانے زمین پر رکھے تھے	اور وہ شکاری شکار کے لئے کمین گاہ میں بیٹھا تھا
خویشتن پیچیدہ در برگ و گیاہ	وز گل و لالہ و را بر سر کلاہ
اپنے آپ کو پتوں میں اور گھاس میں لپیٹ رکھا تھا	اور گل اور لالہ کی ایک ٹوپی اس کے سر پر
در کمیں بنشستہ و کردہ نگاہ	تا درافتد صید بیچارہ ز راہ
کمین گاہ میں بیٹھا تھا اور نگاہ کئے ہوئے تھا	تا کہ کوئی بیچارہ شکار راہ سے آ پڑے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغک آمد سوی او از ناشناخت	پس طوافے کرد و پیش مرد تاخت
ایک چھوٹا سا پرندہ اس کی طرف ان جانے پنے میں آیا	پھر ایک چکر لگایا اور اس شخص کی طرف دوڑا
گفت او را کیستی اے سبز پوش	در بیابان درمیان ایں وحوش
اس سے کہا کہ اے سبز پوش تو کون ہے	بیابان میں وحشی جانوروں کے درمیان
گفت مردے زاہدم من منقطع	با گیاہ و باحشیشے مقتنع
کہنے لگا میں ایک مرد زاہد منقطع ہوں	گھاس پات پر اس جگہ قانع ہوں
زہد و تقوی را گزیدم دین و کیش	زانکہ می دیدم اجل را پیش خویش
زہد و تقویٰ کو اپنا دین اور مذہب اختیار کر لیا ہے	کیونکہ میں موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں
مرگ ہمسایہ مرا واعظ شدہ	کسب و دکان مرا برہم زدہ
ہمسایہ کی موت میرے لئے واعظ ہو گئی	میرے کسب اور دکان کو برہم و درہم کر دیا
چوں بآخر فرد خواہم ماندن	خو نباید کرد باہر مرد و زن
میں جب آخر تنہا ہی رہ جاؤں گا	تو ہر مرد و زن سے عادت نہ کرنا چاہئے
روی خواہم کرد آخر در لحد	آں بہ آید کہ کنم خو با احد
میں جب آخر لحد میں متوجہ ہوں گا	تو یہی بہتر ہے کہ خدائے واحد کے ساتھ عادت رکھوں
چوں زنخ را بست خواہم اے صنم	آں بہ آید کہ زنخ کمتر زنم
جب لوگ ٹھوڑی باندھیں گے اے صنم	تو یہی بہتر ہے کہ میں ٹھوڑی کم چلاؤں
اے بزر بفت و کمر آموختہ	آخر ستت جامۂ نادوختہ
اے شخص جو زربفت اور پٹکہ کا سبق سیکھے ہوئے ہے	آخر تیرے لئے وہی بے سلا کپڑا ہے
رو بخاک آریم کز وے رستہ ایم	دل چرا در بیوفایاں بستہ ایم
ہم سب مٹی ہی کی طرف رجوع کریں گے کیونکہ اسی سے پیدا ہوئے تھے	بے وفاؤں میں دل کیوں پھنسایا
جد و خویشان ماں قدیمی چار طبع	ما بخویش عاریت بستیم طمع
ہمارے قدیمی جد و اقارب تو چار عنصر ہیں	ہم نے عارضی اقارب سے امیدیں وابستہ کر لی ہیں
سالہا ہم صحبتے و ہمدمی	با عناصر داشت جسم آدمی
سالہا سال آدمی کا جسم	عناصر سے صحبت اور ہمدمی رکھتا تھا
روح او خود از نفوس و از عقول	روحؒ اصل خویش را کردہ نکول
اس کی روح خود نفوس اور عقول سے ہے	روح اپنی اصل سے اعراض کئے ہوئے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از نفوس از عقول و پر صفا	نامہ می آید بجاں کاے بیوفا
نفوس اور عقول صافیہ کی طرف سے	روح کی طرف نامہ آتا ہے کہ اے بے وفا
یارگان پنج روزہ یافتی	روز یاران کہن برتافتی
تو نے یہ پانچ دن کے یار پا لئے ہیں	پرانے یاروں سے رخ پھیر لیا ہے
کودکاں گرچہ در بازی خوش اند	شب کشاں شاں سوئے خانہ می کشند
لڑکے اگرچہ کھیل میں خوش ہیں	شب کو لوگ انکو کشاں کشاں گھر کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں
شد برہنہ وقت بازی طفل خرد	دزد ناگاہش قبا و کفش برد
کھیلنے کے وقت کوئی چھوٹا لڑکا برہنہ ہو گیا	ناگاہ چور اس کی قبا اور جوتا لے کر چل دیا
آنچناں گرم او ببازی در فتاد	کاں کلاہ و پیرہن رفتش زیاد
وہ اس قدر کھیل میں مشغول ہوا	کہ ٹوپی اور کرتا اس کی یاد سے جاتا رہا
شب شد و بازی او شد بے مدد	رو ندارد کہ سوئے خانہ رود
رات ہو گئی اور اس کا کھیل منقطع ہو گیا	اب اس کا یہ منہ نہیں کہ گھر کی طرف جاوے
نے شنیدی انما الدنیا لعب	باد دادی رخت و گشتی مرتعب
کیا تم نے سنا نہیں انما الدنیا لعب	تم نے متاع برباد کر دی اور خائف ہو گئے
پیش ازانکہ شب شود جامہ بجو	روز را ضائع مکن در گفتگو
قبل اس کے کہ رات ہو جاوے کپڑے کو ڈھونڈ لو	دن کو قیل و قال میں ضائع مت کرو
من بصحرا خلوتے بگزیدہ ام	خلق را من دزد جامہ دیدہ ام
میں نے صحرا میں خلوت اختیار کر لی ہے	خلق کو میں نے کپڑے کا چور دیکھا ہے
نیم عمر از آرزوی دلستاں	نیم عمر از غصہائے دشمناں
آدھی عمر تو دل کی لینے والی آرزو سے	آدھی عمر دشمنوں کے رنج و غصہ سے
جبہ را برد آں کلہ را ایں ببرد	غرق بازی گشتہ ماچوں طفل خرد
وہ جبہ کو لے گیا اور یہ ٹوپی کو لے اڑا	ہم چھوٹے بچے کی طرح کھیل میں مستغرق
نک شبانگاہ اجل نزدیک شد	خل ھذا اللعب بسک لاتعد
اب شب وصل نزدیک آ گئی	اس کھیل کو چھوڑ دو اور بس کرو اور پھر عود مت کرو
ہیں سوار توبہ شود روز رس	جامہا از دز دلبستاں باز پس
ہاں توبہ پر سوار ہو جاؤ اس چور تک پہنچ جاؤ	اس چور سے کپڑے واپس لے لو

www.besturdubooks.wordpress.com

مرکب تو بہ عجائب مرکبست	بر فلک تاز دبیک لحظہ زیست
مرکب تو بہ عجیب مرکب ہے	کہ ایک لحظہ میں پستی سے فلک تک جا دوڑتا ہے
لیک مرکب رانگہ میدار ازاں	کو بدز دید آں قبایت را نہاں
لیکن مرکب کو اس سے بچانا	جس نے اچانک تمہاری قبا چرا لی تھی
تا ندزدد مرکبت را نیز ہم	پاس دارایں مرکبت را دمبدم
تاکہ تیرے مرکب کو بھی نہ چرا لے	اپنے اس مرکب کی بہت حفاظت رکھنا

حکایت آں شخص کہ دزداں قچ او بدزدیدند و براں قناعت نکردند بحیلہ جامہاش راہم دزدیدند

اس شخص کا قصہ جس کا دنبہ چوروں نے چرالیا اور اس پر بس نہ کی تدبیر سے اس کے کپڑے بھی چرالئے

آں یکے قچ داشت از پس میکشید	دزد قچ را برد و حبلش او برید
ایک شخص کے پاس ایک دنبہ تھا پیچھے سے کھینچ رہا تھا	ایک چور دنبہ کو لے کر چل دیا اور اس کا رسہ کاٹ ڈالا
چونکہ شد آگہ دواں شد چپ وراست	تابیابد کاں قچ بردہ کجاست
جب اس کو اطلاع ہوئی تو چپ و راست دوڑا	تاکہ اس کو یہ خبر لے کہ وہ لے گیا ہوا دنبہ کہاں ہے
برسر چاہے بدید آں دزد را	کو فغاں میکرد کاے واویلتا
ایک کنوئیں کے کنارہ پر اس چور کو دیکھا	کہ فغاں و گریہ و واویلا میں ہے
گفت نالاں از چہٗ اے اوستاد	گفت ہمیان زرم درچہ فتاد
پوچھا استاد کاہے سے نالاں ہو رہے ہو	کہنے لگا میرے زر کی ہمیانی کنوئیں میں گر پڑی
گر توانی در روی بیروں کشی	خمس بدہم مرترا بادل خوشی
اگر تجھ سے ہو سکے اندر جا اس کو باہر لے آ	تو خوشی سے پانچواں حصہ تجھ کو دوں گا
ہست در ہمیان من پانصد درم	گر کنی با من چنیں لطف و کرم
اس ہمیانی میں پانچ سو درم ہیں	اگر تو میرے ساتھ ایسا لطف و کرم کرے
خمسٗ صد دینار بستانی بدست	گفت باخود ایں بہائی دہ قچ ست
پانچواں حصہ سو درہم تو ہاتھ سے لے لے	اپنے جی میں کہنے لگا کہ یہ تو دس دنبوں کی قیمت ہے
گر درے بربستہ شد صد در کشاد	گر قچے شد حق عوض اشتر بداد
اگر ایک دربند ہو گیا تو سو در کھل گئے	اگر ایک دنبہ گیا تو عوض میں اللہ نے اونٹ دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جامہا برکند و اندر چاہ رفت	جامہا را بروہم آں دزد تفت
کپڑے اتارے اور کنویں کے اندر گیا	وہ چور کپڑوں کو بھی لے کر چپت ہوا
حازمے باید کہ رہ تا دہ برد	حزم نبود طمع طاعوں آورد
بڑا ہوشیار آدمی چاہئے کہ گاؤں تک راہ لے جاوے	اگر ہوشیاری نہ ہو تو طمع طاعون کو سر پر لے آتی ہے
او یکے دزدیست فتنہ سیرتے	چوں خیالؔ اورا بہردم صورتے
وہ ایک فتنہ سیرت چور ہے	کہ خیال کی طرح اس کی ہر ساعت ایک نئی صورت ہے
کس نداند مکر او الا خدا	در خدا بگریزد وارہ زاں دغا
بجز خدا کے اس کا مکر کوئی نہیں جانتا	تم خدا کی پناہ میں بھاگو اور اس دغا باز سے چھوٹو

ایک پرندہ لالہ زار میں گیا وہاں شکار کے (پھنسانے کے) لئے (ایک) جال تھا چند دانے زمین پر رکھے اور وہ شکاری (جس نے وہ جال بچھایا تھا) شکار کے لئے کمین گاہ میں بیٹھا تھا (اور) اپنے آپ کو پتوں میں اور گھاس میں لپیٹ رکھا تھا اور گل اور لالہ کی ایک ٹوپی اس کے سر پر رکھی تھی) کمین گاہ میں بیٹھا تھا اور (سب طرف) نگاہ کئے ہوئے تھا تا کہ کوئی بیچارہ شکار راہ سے (بھٹک کر جال میں) آپڑے۔ ایک چھوٹا سا پرندہ اس کی طرف انجان پنے میں آیا پھر ایک چکر لگایا اور اس شخص کی طرف دوڑا (مگر دور ہی بیٹھا رہا اور) اس (شکاری) سے کہا کہ اے سبز پوش تو کون ہے (کہ اس) بیابان میں وحشی جانوروں کے درمیان (آیا ہے) کہنے لگا میں ایک مرد زاہد (اور تعلقات دنیویہ سے) منقطع ہوں (اور) گھاس پات پر اس جگہ قانع ہوں (میں نے) زہد و تقویٰ کو اپنا دین اور مذہب اختیار کر لیا ہے کیونکہ میں موت کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں (ایک) ہمسایہ کی موت میرے لئے واعظ ہو گئی (اور) میرے کسب اور دکان کو برہم و درہم کر دیا (میں نے یہ سوچا کہ) میں جب آخر تنہا ہی رہ جاؤں گا تو ہر مرد و زن سے (تعلق والفت رکھنے کی) عادت نہ کرنا چاہئے (اور) میں جب آخر لحد میں متوجہ ہوں گا تو یہی بہتر ہے کہ خدائے واحد کے ساتھ (تعلق رکھنے کی) عادت رکھوں (اور) جب (مرنے کے بعد) لوگ (میری) ٹھوڑی باندھیں ہی گے (جیسا مردہ کے ساتھ ایسا ہوتا ہے) تو یہی بہتر ہے کہ میں (بولنے چالنے میں) ٹھوڑی کم چلاؤں (کنایہ ہے کم بولنے سے کیونکہ بولنے میں ٹھوڑی کو حرکت ہوتی ہے) اے شخص جو زربفت اور پٹکہ کا سبق سیکھے ہوئے ہے آخر تیرے لئے وہی بے سلا کپڑا (یعنی کفن) ہے ہم سب زمین ہی کی طرف رجوع کریں گے کیونکہ اسی سے پیدا ہوئے تھے۔ (کما قال تعالیٰ منہا خلقنا کم و فیہا نعید کم. پھر) بے وفاؤں میں (کہ ان سے جدا ہونا ہے) دل کیوں پھنسایا۔ ہمارے قدیمی جد و اقارب تو چار عنصر ہیں (مگر) ہم نے عاریتی اقارب سے امیدیں وابستہ کر لی ہیں سالہا سال آدمی کا جسم عناصر سے صحبت اور ہمدمی رکھتا تھا (چنانچہ ہر مرکب قبل ترکیب بصورت بشائط ہی ہوتا ہے یہ تو جسم کی اصل تھی جو پھر یہی عناصر ہونے والا ہے اور دوسرا جزو انسان میں روح ہے جو حقیقت ہے آدمی کی اس کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ) اس کی روح خود (عالم) نفوس و عقول سے ہے) یعنی عالم مجردات سے ہے۔ اور عقول سے مراد مصطلح فلاسفہ نہیں کہ وہ بوجہ دعویٰ قدم کے باطل ہے بلکہ عقل انسانی مراد ہے کہ وہ بعض اہل کشف کے نزدیک جواہرات سے ہے اور وہ اور نفس دونوں لطائف انسانیہ سے ہیں خواہ ان دونوں میں تغایر اعتباری ہو خواہ حقیقی علی اختلاف القولین اسی طرح روح بھی ایک لطیفہ مجردہ ہے کہ لطائف مذکورہ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

تغایر حقیقی رکھتا ہے یا اعتباری غرض روح کی یہ اصل ہے مگر) روح اپنی اصل سے اعراض کیے ہوئے ہے (اور) نفوس وعقول صافیہ کی طرف سے روح کی طرف نامہ (و پیام) آتا ہے کہ اے بے وفا تو نے یہ پانچ دن کے یار پالئے ہیں (ان سے مل کر) پرانے یاروں سے رخ پھیرلیا ہے (اگر اس پیام کے دینے والے وہ ارواح قرار دی جاویں جو ابھی ناسوت میں نہیں آئیں تو یہ پیام حالی ہے یعنی وہ بزبان حال کہہ رہی ہیں کہ تو بھی ہماری طرح تھی اور غفلت میں پڑ گئی اور اگر وہ ارواح قرار دی جاویں جو ناسوت سے چلی گئیں تو ان کا پیام قالی ہے حدیثوں میں بعض شہدا کا پیام باقین فی الدنیا تک ان کی درخواست پر پہنچنا وارد ہے۔ الابلغ عنا اخواننا انا قدلقینا ربنا فرضی عنا وارضانا او نحو ذلک یہ مضمون اپنی غایت کے اعتبار سے کہ ترغیب ہے توجہ الی الآخرۃ کی اور ایقاظ ہے غفلت سے ہم معنی ہے مضمون شعر یارگان پانچ روزہ الخ کا آگے مثال ہے مقر اصلی کے ترجیح کی مقر عارضی پر یعنی) لڑکے اگرچہ کھیل میں خوش ہیں (مگر) شب کو لوگ ان کو کشاں کشاں گھر کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں (تو فرض کرو کہ) کھیلنے کے وقت کوئی چھوٹا لڑکا برہنہ ہو گیا (جیسے لڑکوں کی عادت ہوتی ہے کہ کھیل کے وقت بہت ہی مختصر لباس رکھتے ہیں باقی اتار کر رکھ دیتے ہیں) ناگاہ (کوئی) چور اس کی قبا اور جوتہ لے کر چل دیا (اور) وہ اس قدر کھیل میں مشغول ہوا کہ ٹوپی اور کرتا (اسی طرح قبا اور جوتا) اس کی یاد سے جاتا رہا (اسی میں رات ہو گئی اور اس کا کھیل منقطع ہو گیا (کیونکہ جس چیز کو مدد نہ پہنچے گی منقطع ہو جاوے گی) اب اس کا یہ منہ نہیں کہ گھر کی طرف جاوے (کیونکہ ماں باپ سزا دیں گے بس یہی حال ہے دنیا کا) کیا تم نے سنا نہیں۔ انما الدنیا لعب (پس) تم نے (بھی) متاع (تقویٰ) برباد کر دی (جس کو لباس فرمایا گیا ہے لباس التقویٰ ذلک خیر) اور خائف ہو گئے (کہ آخرت میں جو کہ اصلی گھر ہے دوزخ میں جلوں گا اور وہ چور نفس اور شیطان ہے۔ قال تعالیٰ ان الشیطان لکم عدواً فاتخذوہ عدوا وقال تعالیٰ ان النفس لامارۃ بالسوء الآیۃ اور وہ شب وقت ہے موت کا جس کے بعد گھر جانا پڑتا ہے سو) قبل اس کے کہ رات ہو جاوے کپڑے کو ڈھونڈ لو (یعنی تقویٰ فائت کا اعادہ کر لو اصلاح عمل سے اور) دن کو (محض) قیل وقال میں ضائع مت کرو (دن سے مراد ایام حیات ہیں جو وقت ہے لباس تلاش کرنے کا یعنی کار کن کار بگذر از گفتار۔ آگے شکاری کا مقولہ بطور تفریع ہے کہ ان امور پر متنبہ ہو کر) میں نے صحرا میں خلوت اختیار کر لی ہے (کیونکہ عام) خلق کو میں نے کپڑے کا چور دیکھا ہے (اس طرح سے کہ ان لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنے میں) آدھی عمر تو دل کی لینے والی آرزو سے (برباد ہوتی ہے اور) آدھی عمر دشمنوں کے رنج وغصہ سے (ضائع ہوتی ہے غرض اگر دوستی ہے تو آرزو اور امید میں وقت گیا اور دشمنی ہے تو غم وغصہ میں گیا تو ایسی مثال ہو گئی کہ) وہ جبہ کو لے گیا اور یہ ٹوپی کو لے اڑا (اور) ہم چھوٹے بچہ کی طرح کھیل میں مستغرق (ہیں سو) اب شب اجل نزدیک آگئی (جس کے بعد دار آخرت کو جانا ہو گا پس اب) اس کھیل کو چھوڑ دو اور بس کرو اور پھر (اس کی طرف) عود مت کرو (فخل هذا اللعب جملة و بسک بمعنی کفایتک منصوباً بتقدیر الزم جملة کما فی القاموس بسو بمعنی حسب ولاتعد بتقدیر المعمول جملة آگے اعادہ مسروق کا طریقہ بتلاتے ہیں جس سے گھر جانے کے قابل منہ ہو جاوے یعنی) ہاں (مرکب) توبہ پر سوار ہو جاؤ (اور) اس چور تک (دوڑ کر) پہنچ جاؤ (اور) اس چور سے کپڑے واپس لے لو (کیونکہ توبہ سے شیطان مخذول ومغلوب ہو جاوے گا اور تقویٰ فائت کا تدارک ہو جاوے گا اور) مرکب توبہ عجیب مرکب ہے کہ ایک لحظہ میں پستی سے فلک تک جا دوڑتا ہے (کیونکہ ایک دم میں سب گناہ معاف ہو کر حضیض طرد سے اوج قبول تک پہنچا دیتا ہے لیکن (ذرا اس) مرکب کو (بھی) اس (چور) سے بچانا جس نے اچانک تمہاری قبا چرالی تھی تاکہ (کہیں) تیرے مرکب کو

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی نہ چرالے (اس لئے) اپنے اس مرکب کی بہت حفاظت رکھنا (مراد یہ ہے کہ کہیں شیطان اس توبہ کو شکست نہ کرادے اس کا اہتمام رکھنا جیسی ایک حکایت ہے کہ) ایک شخص کے پاس ایک دنبہ تھا (اس کو اپنے) پیچھے سے کھینچ رہا تھا (یعنی اس کو پیچھے کر رکھا تھا اور رسے سے گھسیٹتے لئے جاتا تھا) ایک چور دنبے کو لے کر چل دیا اور اس کا رسا کاٹ ڈالا جب اس کو اطلاع ہوئی تو چپ وراست (بہت) دوڑا تا کہ اس کو یہ خبر ملے کہ وہ لے گیا ہو دنبہ کہاں ہے (پس چلتے چلتے) ایک کنویں کے کنارہ پر اس چور کو دیکھا (یہ نہیں پہچانا کہ یہی ہے اور دنبہ بھی کہیں پوشیدہ کر دیا تھا اور اس حال میں دیکھا کہ) فغان وگریہ وواویلا میں (مشغول) ہے پوچھا استاد کاہے سے نالاں ہو رہے ہو۔ کہنے لگا میرے زر کی ہمیانی کنویں میں گر پڑی اگر تجھ سے ہو سکے اندر جا اور اس کو باہر لے آ تو خوشی سے پانچواں حصہ تجھ کو دوں گا اس ہمیانی میں پانچ سو درہم ہیں اگر تو میرے ساتھ ایسا لطف و کرم کرے (کہ اس کو نکال لاوے) تو میں سو درہم فوراً تیرے ہاتھ میں دیدوں اپنے جی میں کہنے لگا کہ یہ تو دس دنبوں کی قیمت ہے اگر ایک در بند ہو گیا (کہ دنبہ جاتا رہا) تو سو در کھل گئے (کہ اتنا روپیہ ملے گا) اگر ایک دنبہ گیا تو (اس کے) عوض میں اللہ نے اونٹ دیا (یعنی اس کی قیمت غرض) کپڑے اتارے اور کنویں کے اندر گیا وہ چور کپڑوں کو بھی لے کر چلت ہوا (تو اگر تم نے مرکب توبہ کی حفاظت نہ کی تو تمہاری بھی ایسی ہی مثال ہو جاوے گی) بڑا ہوشیار آدمی چاہئے کہ گاؤں تک (یعنی مقصود تک) راہ لے جاوے اگر ہوشیاری نہ ہو تو طمع (اور حرص گناہ کی) طاعون (یعنی ہلاکت) کو سر پر لے آتی ہے (جس طرح روپیہ کی طمع میں اس نے کپڑے بھی کھوئے) وہ (شیطان) ایک فتنہ سیرت چور ہے کہ خیال کی طرح اس کی ہر ساعت ایک نئی صورت ہے (جیسے خیال نئے نئے رنگ بدلتا ہے اسی طرح شیطان نئے نئے رنگ سے گمراہ کرتا ہے کبھی دنیا کے پردہ میں خیر خواہی کرتا ہے اور لذت دکھلاتا ہے کبھی دین کے پیرایہ میں ناصح بنتا ہے اور تاویلیں سکھلاتا ہے) بجز خدا کے اس کا مکر (پورا پورا) کوئی نہیں جانتا (پس) تم خدا کی پناہ میں بھاگو اور اس دغا باز سے چھوٹو (یعنی اس سے بچنے کا یہی ایک طریق ہے کما قال تعالیٰ انه لیس له سلطان علی الذین امنوا وعلیٰ ربهم یتو کلون اور اس توکل میں ہمت اور اعمال صالحہ بھی داخل ہیں پس وہ حصن عظیم ہے باقی نری ذہانت وذکاوت سے کام نہیں چلتا کما اخبر عن اغوائه بقوله لاضلنهم ولامنینهم الخ پس ذہانت کا مقابل اس کے پاس اضلال وتمنیہ ہے اور توکل کا مقابل اس کے پاس کچھ نہیں)

مناظرۂ مرغ با صیاد در ترہب ودر معنی ترہبی کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نہی کرد از اں امت خود را کہ لا رہبانیة فی الاسلام

پرند کا شکاری کے ساتھ رہبانیت اختیار کرنے کے بارے میں مناظرہ جس سے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو روکا ہے کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے

مرغ گفتش خواجہ در خلوت مایست	دین احمدؐ را ترہب نیک نیست
مرغ نے صیاد سے کہا کہ اے خواجہ خلوت میں مت قیام کرو	دین احمدیؐ میں ترہب اچھا نہیں
از ترہب نہی کرد آخر رسولؐ	بدعتے چوں در گرفتی اے فضول
ترہب سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے	تو تونے اے فضول بدعت کیوں اختیار کی

www.besturdubooks.wordpress.com

جمعہ شرطست و جماعت در نماز	امر معروف و زمنکر احتراز
جمعہ فرض ہے اور نماز میں جماعت بھی	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی
رنج بدخویاں کشیدن زیر صبر	منفعت دادن بخلقاں ہمچو ابر
بداخلاقوں کی کلفت برداشت کرنا صبر کے تحت میں رہ کر	سحاب کی طرح خلائق کو نفع دینا
خیر ناس ان ینفع الناس اے پدر	گر نہ سنگی چہ حریفی بامدر
کہ خیر الناس وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچاوے اے پدر	اگر تو سنگ نہیں ہے تو کلوخ کے ساتھ کس لئے ہم شیوہ بنا ہے
در میان امت مرحوم باش	سنت احمدؐ مہل محکوم باش
امت مرحومہ کے درمیان رہ	سنت احمدیؐ کو مت چھوڑ اور محکوم رہ
چوں جماعت رحمت آمد اے پسر	جہد کن کز رحمت آری تاج سر
جب جماعت رحمت ہے اے فرزند	تو اس کی کوشش کر کہ رحمت کے واسطے سے تو تاج سر حاصل کرلے

مرغ نے صیاد سے کہا اے خواجہ خلوت میں قیام مت کر دین احمدیؐ میں ترہب اچھا نہیں (یعنی بلا ضرورت دینیہ خلق سے انقطاع خلاف سنت ہے گو ادیان سابقہ میں یہ انقطاع بھی ایک طاعت تھا بشرطیکہ دینی ضرر نہ ہو غرض جب دینی ضرورت انقطاع کی ہو تو ہماری شریعت میں بھی طاعت ہے اور جب دینی ضرر انقطاع میں ہو تو شرائع سابقہ میں بھی معصیت تھا اور جب نہ ضرورت ہو اور نہ ضرر اس صورت میں ہماری شریعت میں بدعت اور ادیان سابقہ میں طاعت تھا پس چونکہ مرغ فرضی کو کوئی ضرورت دینیہ اس انقطاع کی معلوم نہیں اس لئے وہ منع کرتا ہے اور دلیل لاتا ہے کہ) ترہب سے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے تو تو نے اے فضول بدعت کیوں اختیار کی جمعہ فرض ہے اور نماز میں جماعت بھی (ضروری ہے اور) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی (ضروری ہے۔ فحقیقة الکلام الامر بالمعروف والامر بالاحتراز عن المنکر وھو حاصل النھی عن المنکر اور) بداخلاقوں کی کلفت برداشت کرنا صبر کے تحت میں رہ کر (ضروری ہے اور) سحاب کی طرح خلائق کو نفع دینا (ضروری ہے۔ جس کی دلیل یہ ہے) کہ خیر الناس وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچاوے اے پدر (فان مصدریة والمصدر محمول علی المبالغة کزید عدل وحسنہ ضرورة الشعر اور یہ سب طاعات انقطاع کی حالت میں متحقق نہیں ہوتیں یعنی انقطاع میں یہ مصالح فوت ہوتی ہیں اور عدم انقطاع میں کوئی مضرت نہیں پھر انقطاع غیر مشروع ہے اور غیر مشروع کے ساتھ ایک وجہ سے جو آئندہ مصرعہ میں مذکور ہے غیر معقول بھی ہے وہ یہ ہے کہ) اگر تو سنگ نہیں ہے تو کلوخ کے ساتھ کس لئے ہم شیوہ بنا ہے (یعنی خلوت میں بیٹھنا کلوخ وسنگ سے صحبت رکھنا ہے جو سنگ وکلوخ نہ ہو اس کے لئے نازیبا ہوگا یہ وجہ ہے غیر معقول ہونے کی پس جب یہ انقطاع شرعاً وعقلاً مذموم ہے تو اس کو ترک کر اور) امت مرحومہ کے درمیان رہ اور سنت احمدیؐ کو مت چھوڑ (اور شریعت کا) محکوم رہ (اور شریعت نے بحالت کذائیہ ترہب سے منع فرمایا ہے اور) جب جماعت (مسلمین کی) رحمت ہے اے فرزند (چنانچہ حدیث میں ہے ید اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

علی الجماعة) تو اس کی کوشش کر کہ رحمت کے واسطہ سے تو تاج سر (یعنی عزت عنداللہ) حاصل کر لے۔

در جوابش گفت صیاد عیار	نیست مطلق اینکہ گفتی ہوشدار
اس کے جواب میں صیاد زیرک نے کہا	کہ تو نے جو کچھ کہا ہے یہ مطلق نہیں ہے ہوش رکھنا چاہئے
ہست تنہائی بہ ازیاران بد	نیک بابد چوں نشیند بد شود
برے مصاحبوں سے تو تنہائی بہتر ہے	نیک آدمی بد کے پاس بیٹھتا ہے بد ہو جاتا ہے
زانکہ عقل ہر کرا نبود رسوخ	پیش عاقل او چو سنگ ست وکلوخ
اس سبب سے کہ جس کی عقل میں پختگی نہ ہو	وہ عاقل کے نزدیک مثل سنگ اور کلوخ کے ہے
چوں حمارست آنکہ بے اہلیت ست	صحبت او عین رہبانیت ست
مثل حمار کے ہے جس کی آرزو معاش ہے	اس کی صحبت عین رہبانیت ہے
ہوش او سوی علف باشد چو خر	بگزر ازوے تا نمانی بے ہنر
اس کا ہوش علف کی طرف ہے مثل خر کے	تو اس سے برکنار رہ تا کہ تو بے ہنر نہ رہ جاوے
زانکہ غیر حق ہمہ گردد رفات	کل ات بعد حین فھوات
کیونکہ جو حق سے مغائر ہے وہ سب ریزہ ریزہ ہو جاوے گا	جو چیز ایک وقت محدود کے بعد آنے والی ہے وہ ابھی آنے والی ہے
ہر چہ جز آں وجہ باشد ہالک ست	ملک و مالک عکس آں یک مالک ست
جو کچھ اس وجہ کے سوا ہے وہ سب ہالک ہے	تمام ملک اور مالک اسی ایک مالک کا ظل ہے
گرچہ سایہ عکس شخص ست اے پسر	ہیچ از سایہ نتانی خورد بر
اگرچہ سایہ بھی شخص کا عکس ہی ہوتا ہے	تو سایہ سے کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا
ہیچ سایہ نیست بے شخصے رواں	اصل سایہ رو بجوائے کارداں
کوئی سایہ بلا شخص رواں نہیں ہے	تو جا اور سایہ کی اصل کو طلب کر اے واقف کار
ہیں ز سایہ شخص را می کن طلب	در مسبب رو گزر کن از سبب
خبردار اس سایہ سے شخص کو طلب کر	مسبب میں توجہ کر اور سبب سے درگزر
یار جسمانی بود رویش بمرگ	صحبتش شوم ست باید کرد ترک
یار جسمانی کا رخ فنا کی طرف ہوتا ہے	اس کی صحبت شوم ہے ترک کر دینا ضرور ہے
حکم او ہم حکم قبلہ او بود	مردہ اش خواں چونکہ مردہ جو بود
اس کا حکم بھی اس کے قبلہ کا سا حکم ہو گا	جو مردہ کا طالب ہو اس کو بھی مردہ جان

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ با ایں قوم باشد راہب ست	کہ کلوخ و سنگ او را صاحب ست
جو شخص اس قوم کا ہم صحبت ہو وہ راہب ہے	کیونکہ کلوخ و سنگ اس کا مصاحب ہے
بگذر از سنگ و کلوخ بے وجود	سوئے کان لعل رو از بہر جود
بے وجود پتھر اور ڈھیلے سے گزر جا	بخشش کے لئے لعل کی کان میں جا
خود کلوخ و سنگ کس را رہ زند	زیں کلوخاں صد ہزار آفت رسد
کلوخ و سنگ کیا کسی کی رہ زنی کرتے ہیں	اور ان کلوخوں سے تو لاکھوں آفتیں پہنچ جاتی ہیں

اس (مرغ) کے جواب میں صیاد زیرک نے کہا کہ تو نے جو کچھ) دربارہ ذم انقطاع کے) کہا ہے یہ مطلق نہیں ہے ہوش رکھنا چاہئے (کیونکہ یہ بھی شرع سے ثابت ہے کہ) برے مصاحبوں سے تو تنہائی بہتر ہے۔ نیک آدمی جب بد کے پاس بیٹھتا ہے بد ہو جاتا ہے) پس ایسوں سے انقطاع ضروری ہوا تو انقطاع کی مذمت مطلق نہ ہوئی بلکہ مذموم وہی ہوگا جو اہل افادہ سے ہو جبکہ یہ شخص افادہ کا محتاج بھی ہو یا اہل استفادہ سے جبکہ دوسروں کے استفادہ کی توقع ہو اور میں اہل افادہ کو مفقود پاتا ہوں اور اپنے اندر اس کی اہلیت نہیں پاتا کہ کسی کو مجھ سے استفادہ ہو اس لئے میرے حق میں انقطاع مذموم نہ ہوگا اور نیک چوں باید نشید بہ شود پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پھر بد آدمی نیک کی صحبت کیونکر اختیار کر سکتا ہے کیونکہ وہ اس سے یہ سمجھ کر بھاگے گا کہ میں بد ہو جاؤں گا۔ جواب شبہ کا یہ ہے کہ مطلوب متاثر نہیں ہوتا نیک کو چاہئے کہ بد کا طالب نہ ہو۔ غرض نصوص ذم انقطاع مطلق نہیں یہ تو دلیل شرعی کا جواب ہوا اور عقلاً بھی بد صحبت سے انقطاع مذموم نہیں) اس سبب سے کہ جس کی عقل (دینی) میں پختگی نہ ہو وہ عاقل کے نزدیک مثل سنگ اور کلوخ کے ہے (عدم عقل نافع میں اور ایک اعتبار سے) مثل حمار کے ہے جس کی آرزو (صرف) معاش ہے (یعنی طلب شہوات نفسانیہ میں وہ مثل حمار کے ہے کہ کلوخ سے بھی اخس ہے کیونکہ کلوخ میں تو صرف نافع کی کمی ہے ضار سے تو محفوظ ہے اور طالب شہوات نفسانیہ میں ایک ضار بھی متحقق ہے۔ پس جب یہ شخص مثل سنگ اور حمار کے ہے تو اس کی صحبت عین رہبانیت ہے (کیونکہ انقطاع عن الناس کی حالت میں عقلاء سے بعد اور ان ہی جمادات وحیوانات کا قرب ہوتا تھا تو ان لوگوں سے تعلق رکھنے میں وہ اب بھی واقع ہوا کہ عقلاء دین سے بعد اور امثال احجار ، مار سے قرب ہوا اس اعتبار سے اب بھی وہی رہبانیت لازم آئی جس سے بچ کر ان لوگوں کی صحبت اختیار کی تھی۔ پس جب یہ شخص ایسا ہے کہ) اس کا ہوش علف کی طرف ہے مثل خر کے (اور ان کی صحبت میں وہی محذور رہا تو اس سے برکنار رہتا کہ تو بے ہنر (یعنی خالی عن الکمال) نہ رہ جاوے کیونکہ (ایسا شخص حق تعالیٰ سے من کل الوجوہ بے تعلق اور مغائر ہے اور) جو حق سے مغائر ہے وہ سب ریزہ ریزہ (اور فانی محض) ہو جاوے گا (بلکہ ایک معنی کر اب بھی فانی ہے کیونکہ) جو چیز ایک وقت محدود کے بعد آنے والی ہے وہ (گویا) ابھی آنے والی ہے۔ (فالاٰتی الاول بمعنی الاستقبال والثانی بمعنی الحال اس لئے اس کو ابھی فانی سمجھو۔ جب اس پر فنا طاری ہونے والی ہے تو خود ناقص ہے پس اس کی صحبت سے تو بھی ناقص رہ جاوے گا بخلاف طالب حق کے کہ وہ من کل الوجوہ مغائر حق بمعنی بے تعلق نہیں بلکہ باعتبار طاعت کے اس کو حق تعالیٰ سے تعلق ہے اور اس اعتبار سے اس کو بقا بھی ہے۔ چنانچہ جسم کا جو کہ طالب شہوات ہے ریزہ ریزہ ہونا اور روح کا

www.besturdubooks.wordpress.com

جو کہ طالب حق ہے اس فنا سے محفوظ ہونا معلوم ہے اور گو غیر طالب حق کی روح بھی اس فنا مختص بالجسم سے محفوظ ہے۔ مگر اس کی بقا بدتر از فنا ہے۔ قال تعالیٰ لا یموت فیھا ولا یحییٰ ونعم ما قیل فی بقاء اھل الحب

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

پس اس سے تعلق رکھنا حق تعالیٰ سے تعلق رکھنا ہے اور سبب ہے ہنر اور کمال کا آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) جو کچھ اس وجہ (حق) کے سوا ہے وہ سب ہالک ہے (ماخوذ من قولہ تعالیٰ کل شیء ھالک الا وجھہ بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ جس چیز کو وجہ حق بمعنی مرضاۃ حق سے مس کماذ قولہ تعالیٰ الا ابتغآء وجہ ربہ الاعلیٰ تعلق نہ ہو وہ ہالک ہے اور جس کو اس سے تعلق ہو وہ باقی ہے کقولہ تعالیٰ ماعند کم ینفد وماعند اللہ باق اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اصل وجود حق تعالیٰ کا ہے اور باقی) تمام ملک اور مالک اسی ایک مالک (کے وجود) کا ظل (وتابع) ہے بالمعنی الذی حقق فی محلہ پس جس کو اس موجود حقیقی سے خاص تعلق ہے اس اعتبار سے اس میں بھی من وجہ کو تبعاً سہی بقا کے معنی متحقق ہو جاتے ہیں اور جس کو وہ تعلق خاص نہ ہو وہ من کل الوجوہ فانی ہوتا ہے اور بالکل ہی سایہ کی طرح مضمحل اور لاشئے ہوتا ہے اور) اگر چہ سایہ بھی شخص کا عکس ہی ہوتا ہے (اور اس اعتبار سے اس کو بھی تکوینی تعلق شخص سے ہے جیسا حق تعالیٰ سے اس معنی کر تمام مخلوق کو تعلق ہے لیکن) تو سایہ سے (بالذات) کوئی نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ اسی طرح بالذات مخلوق نافع نہیں بدوں تعلق خاص تشریعی خالق کے پس یہ بات ہے کہ سایہ محض تابع ہے اسی طرح سے کہ) کوئی سایہ بلا شخص رواں نہیں تو جا اور سایہ کی اصل کو طلب کر اے واقف کار (اور خبردار اس سایہ سے اس شخص کو طلب کر (اور تفسیر اس کی یہ ہے) کہ مسبب (اسم الفاعل) میں توجہ کر اور سبب سے درگزر (خلاصہ مقام یہ ہوا کہ) یار جسمانی کا (جس کو مغائر من کل الوجوہ کہا ہے) رخ فنا کی طرف ہوتا ہے۔ (کما ثبت انفاً پس) اس کی صحبت شوم ہے ترک کر دینا ضروری ہے اس کا حکم بھی اس کے قبلہ کا سا حکم ہوگا) پس اس کا قبلہ یعنی رخ جب فنا ہے جس کا کوئی طالب نہیں ہوتا تو اس کو بھی قابل طلب ومحبت مت سمجھ ورنہ اگر اس کو طلب کیا تو تو بھی مردہ سمجھا جائے گا کیونکہ) جو مردہ کا طالب ہو اس کو بھی مردہ جان (پس جب تو اس مردہ کا طالب ہوا تو تو بھی مردہ ہو گیا پس) جو شخص اس (مردہ) قوم کا ہم صحبت ہو وہ راہب ہے (کما ذکرنا انفا) کیونکہ کلوخ وسنگ اس کا مصاحب ہے (جیسا اوپر تشبیہ کی تقریر گزری۔ بلکہ کلوخ وسنگ سے بھی یہ لوگ بدتر ہیں کیونکہ (کلوخ وسنگ کیا کسی کی رہزنی کرتے ہیں اور ان کلوخوں سے تو لاکھوں آفتیں پہنچ جاتی ہیں کہ دین برباد ہو جاتا ہے جو اصل ہے سب خرابیوں کی۔

گفت مرغش پس جہاد آنگہ بود	کایں چنیں رہزن میان رہ بود
مرغ نے صیاد سے کہا کہ جہاد تو اسی وقت ہوتا ہے	جبکہ ایسا رہزن راہ کے درمیان ہو
از برائے حفظ و یاری و نبرد	بررہ ناایمن آید شیر مرد
یاری اور نبرد کی حفاظت کے لئے	خوفناک راستہ پر شیر مرد آتا ہے
عرق مردی آنگہے پیدا شود	کہ مسافر ہمرہ اعدا شود
مردانگی کی رگ اس وقت ظاہر ہوتی ہے	کہ مسافر دشمنوں کا شریک راہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نبی السیف بودست آں رسولؐ	امت او صفدر انند و فحول
جب وہ رسول نبی السیف ہیں	تو آپ کے امتی صفدر اور مرد ہیں
مصلحت دردین ما جنگ و شکوہ	مصلحت دردین عیسیٰؑ غار و کوہ
ہمارے دین میں تو جنگ و شکوہ مصلحت ہے	اور عیسیٰ کے دین میں غار و کوہ مصلحت ہے
مصلحت دادست ہر یک را جدا	مصلحت جو گر توئی مرد خدا
ہر ایک کو جدا مصلحت دی ہے	اگر تو مرد خدا ہے تو مصلحت کا طالب ہو

(صیاد نے اختلاط کے معز و مذموم ہونے پر اس سے استدلال کیا تھا کہ جن سے اختلاط کیا جاوے ان میں اہل شر زیادہ ہیں مرغ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ اہل شر کے وجود میں بھی دینی منافع اور مصالح ہیں جو عزلت میں حاصل نہیں ہوتے پس وہ بھی مقتضی اختلاط کو ہے اسی کو فرماتے ہیں کہ) مرغ نے صیاد سے کہا کہ جہاد تو اسی وقت ہوتا ہے جبکہ ایسا رہزن راہ کے درمیان میں ہو (اور جہاد کا خیر ہونا ظاہر ہے اور وہ موقوف ہے وجود اہل شر پر اور ترک عزلت پر پس وجود اہل شر بھی مقتضی ترک عزلت کو ہوا اسی واسطے) یاری (اہل خیر) اور نبرد (اہل شر) کی حفاظت کے لئے خوفناک راستہ پر شیر مرد آتا ہے (بدوں خطرہ میں پڑے ہوئے اس کی حفاظت نہیں ہوسکتی اور حفاظت اس کی ضروری ہے۔ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی فرضیت کا یہی حاصل ہے پس خطرات میں پڑنا ضروری ہے اور عزلت میں یہ ممکن نہیں پس ترک عزلت ضروری ہوا اور) مردانگی کی رگ اس وقت ظاہر ہوتی ہے کہ مسافر دشمنوں کا شریک راہ ہو (اور یہ شجاعت فی سبیل اللہ ضروری ہے پس اس کا موقوف علیہ کہ اختلاط مع الاعداء ہے۔ نیز ضروری ہوا (اور) جب وہ رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) نبی السیف (کے لقب سے ملقب ہیں تو آپ کے امتی صفدر اور مرد ہیں (یعنی مجاہد ہیں اور جہاد عزلت میں نہیں ہوتا پس ترک عزلت ضروری ہوا آگے آپ کے نبی السیف ہونے کا قرین حکمت ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) ہمارے دین میں تو جنگ و شکوہ مصلحت ہے (اس لئے جہاد مشروع ہوا) اور عیسیٰ علیہ السلام کے دین میں غار و کوہ مصلحت ہے (اس لئے ان کی شریعت میں ترہب مشروع تھا بالتفصیل الذی ذکرنی اول الحکایۃ) ہر ایک (دین والے) کو (اللہ تعالیٰ نے) جدا مصلحت دی ہے اگر تو مرد خدا ہے تو (خدائے) مصلحت کا طالب ہو (اور مصلحت جنگ کی طلب مجاہد ہوتا ہے جو موقوف ہے ترک عزلت پر اور اس جہاد میں یہ سب داخل ہیں بالسنان و باللسان جس میں امر بالمعروف و النھی عن المنکر والتحمل لما اصاب منھم من الاذیٰ بھی داخل ہے جو کہ غیر کے ساتھ ہوتا ہے اور بالصبر علی الطاعۃ مع الموانع من شیاطین الانس والجن وعن المعصیۃ مع البواعث من ھؤلاء الشیاطین جو کہ اپنے نفس کے ساتھ غیر کے سبب ہوتا ہے اور ادائے حقوق وخدمت خلائق اور یہ سب عزلت میں متحقق نہیں ہوتے بعض تو مطلقاً متحقق نہیں ہوتے اور بعضے علی سبیل الکمال نہیں ہوتے۔

گفت آرے گر بود یاری وزور	تابقوت برزند بر شر و شور
صیاد نے کہا کہ واقعی اگر اعانت اور قوت ہو	تاکہ قوت کے ساتھ شر و شور پر حملہ کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

قوتے باید درین رہ مرد وار	یار می باید درین جافرد وار
اس راہ میں مردانہ قوت ضروری ہے	اس مقام میں معین ضروری ہے جو یکتا ہو
چون نباشد قوتے پرہیز بہ	در فرا راز لایطاق آسان بجہ
جبکہ قوت نہ ہو پرہیز بہتر ہے	مالا یطاق سے اچھل کر فرار میں جا گھس
صنعت اینست اے عزیز نامدار	فکرتے کن در نگر انجام کار
ہنر یہی ہے اے عزیز نامدار	تفکر سے کام لے اور انجام کار کو دیکھ
یار می جوتابید بی راہ را	ورنہ کے دانی تو راہ و چاہ را
معین کو تلاش کر لے تاکہ راہ کو پا سکے	ورنہ تو راہ اور چاہ کو کب جانے گا

صیاد نے کہا کہ واقعی اگر (اپنے ہم خیال کی) اعانت اور (اپنے اندر) قوت ہو (تو جیسا تو نے جہاد بالمعنی العام کا قابل تحصیل ہونا بیان کیا ہے جو کہ باعتبار ذات کے بعض اقسام میں یا باعتبار درجۂ کمال کے بعض اقسام میں بالتفصیل المذکور قبیل ہذہ الابیات موقوف ہے اختلاط پر صحیح ہے ضرور حالت مذکورہ میں اس کی تحصیل کا اہتمام کرنا چاہئے) تاکہ قوت کے ساتھ (جو کہ اپنی اور معین کی قوت کا مجموعہ ہے اہل فتنہ کے) شر اور شور پر حملہ کرے (اور غالب آوے غرض یہ کہ) اس راہ (جہاد) میں (ایک تو) مردانہ قوت (اپنے اندر) ضروری ہے (دوسرے) اس مقام (جہاد) میں معین ضروری ہے جو (اعانت میں) یکتا ہو (اور ایسا سامان قوت کا اس زمانہ میں قریب قریب معدوم ہے تو اس حالت میں) جبکہ (بدرجہ مذکورہ) قوت نہ ہو (تو اختلاط اہل فتن سے) پرہیز بہتر ہے (پس پرہیز کر اور) مالا یطاق سے اچھل کر آسانی کے ساتھ فرار میں جا گھس (یعنی اس صورت میں مقاومت کی طاقت نہیں ہوگی تو فرار کی پناہ لینا بہتر ہے جس کا حاصل عزلت ہے اس میں اشارہ ہے اس قول مشہور کی طرف الفرار عما لایطاق من سنن المرسلین پس) ہنر (کی بات) یہی ہے اے عزیز نامدار تفکر سے کام لے اور انجام کار کو دیکھ (پس جب فکر سے انجام کار عدم تحمل فتن نظر آوے تو عزلت ہی ٹھیک ہے خلاصہ یہ ہے کہ اگر راہ جہاد بالمعنی المذکور پر چلنا چاہتا ہے تو) معین (بالصفۃ المذکورہ) تلاش کرے تاکہ (اس) راہ کو پا سکے ورنہ (اگر ایسا معین نہ ہو تو) تو راہ اور چاہ کو کب جانے گا (چاہ سے مراد فتن یعنی ان میں پھنس جاوے گا جیسے ایک درویش نے احقر کو نصیحت کی تھی کہ دیکھو اس کا خیال رکھنا کہ دوسروں کو جوتوں کی حفاظت میں اپنی گھڑی مت اٹھوا دینا یعنی دوسروں کی اصلاح میں مشغول ہو کر خود کسی مفسدہ میں مت پڑ جانا واقعی جب خود ضعیف ہوا ایسا ہی ہوتا ہے حاصل تمام تر تقریر کا اسباب عارضہ کے سبب عزلت کی ترجیح ہوئی)۔

گفت صدق دل بباید کار را	ورنہ یاراں کم نیایند یار را
مرغ نے کہا کہ کام میں صدق دل چاہئے	ورنہ یار کو یار کچھ کم نہ ملیں

www.besturdubooks.wordpress.com

یار شو تا یار بینی بے عدد	زانکہ بے یاراں بمانی بے مدد
تو یار ہو جا تاکہ تو بے شمار یار دیکھے	اس لئے کہ بدوں یاروں کے تو بے مدد رہے گا
دیو گرگست و تو ہمچوں یوسفی	دامن یعقوبؑ مگذار اے صفی
شیطان بھیڑیا ہے اور تو مثل یوسف کے	اے برگزیدہ تو یعقوبؑ کا دامن مت چھوڑنا
گرگ اغلب آنگہے گیرا بود	کز رمہ شیشک بخود تنہا رود
بھیڑیا اکثر کر کے اس وقت پکڑتا ہے	کہ گلہ سے بکری خود تنہا چلنے لگے
آنکہ سنت با جماعت ترک کرد	در چنیں مسبع نہ خون خویش خورد
جس شخص نے سنت اور جماعت ترک کر دی	ایسے درندوں کے مقام میں کیا اپنا خون نہیں کیا
ہست سنت رہ جماعت چوں رفیق	بے رہ و بے یار افتی در مضیق
سنت تو راستہ اور جماعت مثل رفیق کے ہے	بدوں راستے کے اور بدوں رفیق کے تو تنگی میں پڑ جاوے گا
راہ سنت باجماعت بہ بود	اسپ باسپاں یقیں خوشتر رود
سنت کا راستہ جماعت کے ساتھ بہتر ہوتا ہے	گھوڑا گھوڑوں کے ساتھ یقینا خوب چلتا ہے
لیک ہر گمراہ را ہمرہ مداں	غافلان خفتہ را آگہ مداں
لیکن ہر گمراہ کو ہمراہ مت جان لینا	غافلان خفتہ کو آگاہ مت جان لینا
ہمرہے راجو کزو یابی مدد	ہمدل و ہمدرد و جویان احد
ایسے ہمراہ کو تلاش کر کہ اس سے کچھ مدد پاوے	کہ وہ ہمدل اور ہمدرد اور طالب حق ہو
ہمرہے نے کو بود خصم خرد	فرصتے جوید کہ جامہ تو برد
ایسا ہمراہ نہ ہو کہ وہ عقل کا دشمن ہو	ایسی فرصت ڈھونڈھتا ہو کہ تیرے کپڑے ہی لے جاوے
میرود باتو کہ یابد عقبہٗ	کہ تواند کردت آنجا نہبہٗ
تیرے ساتھ اس لئے چلتا ہو کہ کوئی گھاٹی لے	تو وہاں پر وہ تجھ کو لوٹ سکے
میرود باتو برائے سود خویش	ہیں منوش از نوش او کاں ہست نیش
تیرے ساتھ اپنی غرض کے لئے چل رہا ہو	تو ایسے شخص کی شیرینی نوش مت کرنا کہ وہ نیش ہے
یا بود اشتر دلے چوں دید ترس	گوید او بہر رجوع از راہ درس
یا کم ہمت ہو کہ جب اس کو کوئی اندیشہ نظر آیا	تو راہ سے واپس ہونے کے لئے تعلیم کرنے لگے

یار را ترساں کند زاشتر دلی	ایں چنیں ہمرہ عدو داں نے ولی
ہمراہی کو اشتر دلی کے سبب خائف کرنے لگے	ایسے ہمراہ کو دشمن سمجھو نہ کہ دوست
یار بد مارست ہیں بگریز ازو	تا نریزد در تو زہر آں زشت خو
یار بدمارہے ہاں اس سے بھاگ	کبھی تیرے اندر وہ زشت خو زہر نہ ڈال دے
یار را از راہ برد آں راہزن	مرد نبود آنکہ افتد زیر زن
وہ راہزن یار کو راہ سے ہٹاتا ہے	وہ مرد نہیں ہے جو عورت کے نیچے پڑے
راہ جانبازیست در ہر عیشۂ	آفتے در دفع ہر جاں شیشۂ
راستہ تو جانبازی ہے زندگی کی ہر حالت میں	آفت ہے ہر ایک کم ہمت کے دفع کیلئے
راہ دیں ہر گمرہی خود چوں رود	حازمے باید کہ مرد رہ بود
دین کا راستہ ہر گمراہ کب چلتا ہے	بڑا ہی ہوشیار چاہئے جو مرد راہ ہو
راہ دیں زاں رو پر از شور و شرست	کہ نہ راہ ہر مخنث گوہرست
دین کا راستہ شور و شر سے اس لئے پر ہے	کہ یہ ہر مخنث الذات کا راستہ نہیں ہے
در رہ ایں ترس امتحانہائے نفوس	ہمچو پرویزن بہ تمییز سبوس
اس راہ میں یہ مخاوف نفوس کے امتحانات ہیں	جیسے چھلنی بھوسی کے متمیز کرنے کے لئے ہوتی ہے
راہ چہ بود پر نشان پایہا	یار چہ بود نرد بان رایہا
راستہ کیسا ہوتا ہے جو نشان اقدام سے پر ہو	اور یار کیسا ہوتا ہے جو عقول کا زینہ ہو
گیرم آں گرگت نیابد ز احتیاط	بے ز جمعیت نیابی آں نشاط
میں فرض کرتا ہوں کہ وہ بھیڑیا تجھ کو احتیاط کی وجہ سے نہ پاسکے گا	بدوں جمعیت کے وہ نشاط نہ پاوے گا
آنکہ اندر راہ تنہا خوش رود	بار رفیقاں سیر او صد تو شود
جو شخص راہ میں تنہا خوب چلتا ہو	تو رفیقوں کے ساتھ اس کی رفتار سو حصے زیادہ ہو جاوے گی
با غلیظی خر زیاراں اے فقیر	در نشاط آید شود قوت پذیر
اے فقیر باوجود بلید الطبع ہونے کے گدھا ساتھیوں کے سبب	نشاط میں آ جاتا ہے اور قوت پذیر ہو جاتا ہے
ہر خرے کز کارواں تنہا رود	بروے آں راہ از تعب صد تو شود
جو گدھا کہ قافلہ سے تنہا چلتا ہے	اس پر وہ راستہ تعب کے سبب سو حصے ہو جاتا ہے
چند سیخ و چند چوب افزوں خورد	تا کہ تنہا آں بیاباں را برد
بہت سی چونچیں لکڑی اور سیخچے کی زیادہ کھاتا ہے	جب جا کر اس بیابان کو قطع کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرترا می گوید آں خر خوش شنو	گر نہ خر ہمچنیں تنہا مرو
تجھ کو وہ گدھا کہہ رہا ہے تو اچھی طرح سن	کہ اگر تو گدھا نہیں ہے تو اس طرح تنہا مت چل
آنکہ تنہا خوش رود اندر رصد	با رفیقاں بے گماں خوشتر رود
جو شخص کمین گاہ میں تنہا خوب چلتا ہو	وہ رفیقوں کے ساتھ بلاشبہ زیادہ خوب چلے گا
ہر نبیے اندریں راہ درست	معجزہ بنمود و ہمراہاں بجست
تمام انبیاءؑ نے اس راہ صواب میں	معجزہ دکھلایا اور رفقاء کو چاہا
گر نباشد یاری دیوارہا	کے برآید خانہ و انبارہا
اگر دیواروں میں باہم مصاحبت نہ ہو	تو گھر اور انبار کب حاصل ہوں
ہر یکے دیوار اگر باشد جدا	سقف چوں باشد معلق بر ہوا
اگر ہر ایک دیوار جدا ہووے	تو چھت ہوا پر کیسے معلق رہے
گر نباشد یاری حبر و قلم	کے فتد بر روئے کاغذ ہا رقم
اگر نہ ہو اجتماع سیاہی اور قلم کا	تو سطح کاغذ پر حروف کب واقع ہوں
ویں حصیرے کہ کسے می گسترد	گر نہ پیوندد بہم بادش برد
وہ بوریا جس کو کوئی بچھا لیتا ہے	اگر باہم متصل نہ ہو تو اس کو ہوا ہی اڑا لے جاوے
حق زہر جنسے چو زوجین آفرید	پس نتائج شد ز جمعیت پدید
جب حق تعالیٰ نے ہر جنس سے زوجین پیدا کیے	تو اجتماع سے نتائج ظاہر ہوئے

مرغ نے (صیاد کے جواب میں) کہا کہ (یہ تو تو نے مان لیا کہ یاروں اور مددگاروں کے ہوتے ہوئے اختلاط کو ترجیح ہے عزلت پر پس میں کہتا ہوں کہ یاروں کا ملنا کچھ دشوار نہیں ان کے دستیابی کا صرف ایک طریق ہے کہ وہ بھی سہل ہے وہ یہ کہ) کام میں صدق دل چاہیے (پس اس میں لوگ باختیار کوتاہی کرتے ہیں) ورنہ (اگر اس میں کوتاہی نہ کریں تو) یار (بننے والے کو یار کچھ کم نہ ملیں (یعنی جو کار دین میں دوسروں کا یار بننا چاہے کہ مستلزم ہے اس کو کہ دوسرے اس کے یار بنیں اور یہی مقصود ہے پس یار شدن کنایہ ہے یار یافتن سے یعنی اگر صدق دل اختیار کرے تو پھر معین فی الدین بکثرت مل جاویں۔ اس لئے کہ حسب خبر صادق لایزال طائفة من امتی منصورین علی الحق لایضرهم من خذلهم الحدیث خدام دین قیام ساعت تک دنیا میں موجود رہیں گے۔ پس وجود تو ان کا یقینی البتہ وجدان ان کا بعض اوقات صعب ہوتا ہے تو اس وجدان کا طریق یہ ہے کہ خود صدق اختیار کرے اس سے علم و فہم میں بھی نور ہوتا ہے اور ہمت بھی قوی ہوتی ہے اس کے بعد قوت و ہمت سے اہل صدق و خدام دین کی طلب میں کمی نہ کرے گا اور خوش فہمی سے ان کے ادراک اور معرفت میں غلطی نہ ہوگی پس اس طرح سے ان کا وجدان بھی سہل ہو جاوے گا پس شرط ترجیح اختلاط سہولت سے متحقق ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے گی پس اختلاط کی ترجیح کا حکم کیا جاوے گا۔ وہو المطلوب پس نفی در کلمہ ورنہ متوجہ بمقدار ست یعنی در صدق کوتاہی میکنند ورنہ یاران الخ و متوجہ بمذکور نیست والا معنی فاسد میشود کہ برائے کار دین صدق ضروری ست و اگر صدق ضروری نباشد یاران بسیار اند و این فاسد ست فافہم اور جب طریقہ یار کے وجدان کا معلوم ہو گیا کہ وہ اختیار کرنا ہے صدق کا تو یہ طریقہ اختیار کر اور) تو یار ہو جا (یعنی صدق اختیار کر جس سے تو خدام دین کا یار ہو سکے) تا کہ تو بے شمار یار دیکھے (بالوجہ الذی ذکر فی شرح الشعر الذی قبلہ) اس لئے کہ (اگر تو نے یہ طریقہ اختیار نہ کیا تو تو بے یار رہے گا اور) بدوں یاروں کے (دین کے کام میں) بے مدد رہے گا (اور بے مددی کے سبب بہت آفات و فتن میں مبتلا ہو گا جیسا آگے فرماتے ہیں کہ) شیطان (تشبیہا) بھیڑیا ہے اور تو (اے طالب حق) مثل یوسف علیہ السلام کے ہے تو اے برگزیدہ تو یعقوب علیہ السلام (یعنی رفیق مربی) کا دامن مت چھوڑنا بھیڑیا اکثر کر کے اسی وقت پکڑتا ہے کہ گلے سے (جدا ہو کر) بکری خود تنہا چلنے لگے (شیشک گوسفند یکسالہ۔ یہ مضمون حدیث کا ہے۔ ان الشیطان کالذئب یا خذ الشاذة والقاذة او کما قال) جس شخص نے سنت اور جماعت ترک کر دی ایسے درندوں کے مقام میں کیا اپنا خون نہیں کیا۔ (یعنی اپنے کو ہلاک کیا) سنت تو راستہ ہے (اور) جماعت مثل رفیق کے ہے (یعنی سفر و وصول منزل کے لئے دو چیزیں شرط ہیں راستہ اور رفیق تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تو راستہ ہے اور اس سنت کی بتلانے والی جماعت رفیق ہے تو ان کو ترک مت کرنا کیونکہ) بدوں راستہ کے اور بدوں رفیق کے تو تنگی میں (یعنی گمراہی میں) پڑ جاوے گا سنت کا راستہ جماعت کے ساتھ بہتر ہوتا ہے (چنانچہ) گھوڑا گھوڑوں کے ساتھ یقینا خوب چلتا ہے (یہ حکم غیر عالم بالشریعۃ کے لئے تو درجہ وجوب میں ہے اور اس بہتر کا مصداق واجب ہے۔ جس طرح ایمان کو بمقابلہ تثلیث کے اس آیہ میں خیر کہا گیا ہے ولا تقولوا ثلثة انتھوا خیرا لکم الایۃ اور عالم بالشریعۃ کے لئے درجہ اولویت و استحبیت میں ہے اور مصرعہ ثانیہ کی تشبیہ دونوں وجہوں پر منطبق ہو سکتی ہے کیونکہ یہ اسپ اگر راستہ نہیں جانتا تو دوسرے اسپوں کی رفاقت واجب ہے اور اگر جانتا ہے تو بوجہ اس کے کہ چلنے میں زیادہ آسانی ہو گی رفاقت احب ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ رفقہ خیر کا ہونا واجب یا مستحب ہے اور ان کا تیسر موقوف ہے اختیار صدق پر تو وہ ضروری ہوا اور اس کے بعد تیسر رفقہ لازم ہے کیونکہ صدق شرط بھی ہے تیسر رفقہ کی اور علت بھی پھر کون امر مانع اختلاط رہا بلکہ یہ تیسر خود مرجح اختلاط کا ہے عزلت پر آگے ترجیح اختلاف سے استدراک کرتے ہیں کہ) لیکن ہر گمراہ کو (یعنی کسی گمراہ کو فالکل افرادی لا مجموعی) ہمراہ مت جان لینا (آگے تمثیل ہے کہ) غافلان خفتہ کو آگاہ مت جان لینا ایسے ہمراہ کو تلاش کر کہ (راہ دین میں) اس سے کچھ مدد پاوے کہ وہ ہمدل اور ہمدرد اور طالب حق ہو ایسا ہمراہ نہ ہو کہ وہ عقل کا دشمن ہو (اور) اسکی فرصت ڈھونڈھتا ہو کہ تیرے کپڑے ہی لے جاوے (اور) تیرے ساتھ اس لئے چلتا ہو کہ کوئی گھاٹی ملے تو وہاں تجھ کو لوٹ سکے تیرے ساتھ اپنی غرض کے لئے چل رہا ہو تو ایسے شخص کی شیرینی نوش مت کرنا کہ وہ (در حقیقت) نیش ہے (یعنی اس کی ملاطفت اور دوستی سے دھوکہ مت کھانا کہ وہ بدخواہی اور مضرت ہے یہ تو وہ دوست ہوا جو قصداً تم کو بددینی کا راستہ دکھلاتا ہے) یا (ایسا تو نہ ہو کہ قصداً دینی ضرر پہنچاوے ہو تو خود بھی دیندار لیکن) کم ہمت ہو کہ (دین کے کام میں ہمت نہ بڑھاوے بلکہ) جب (راہ دین میں) اس کو کوئی اندیشہ نظر آیا تو راہ سے واپس ہونے کے لئے تعلیم کرنے لگے (اور دوسرے) ہمراہی کو اشتر دلی (یعنی کم ہمتی) کے سبب خائف کرنے لگے (جیسے بعض لوگ ہوتے ہیں کہ دور دور کے اوہام سے متاثر ہوتے ہیں اور دین کے جس کام میں خطرہ کا احتمال غیر ناشی عن دلیل بھی ہو اس سے خود بھی برکنار رہتے ہیں اور ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کو بھی یہی رائے دیتے ہیں ایک صاحب نے مجھ کو رائے دی تھی کہ خفیہ پولیس نگرانی کرتی ہے وعظ کہنا چھوڑ دو میں نے کہا کہ جب تک ہم اسلام پر ہیں اس وقت تک نگرانی کی جاوے گی کیا نعوذ باللہ اسلام کو چھوڑ دیں تو) ایسے ہمراہ کو (بھی) دشمن سمجھو نہ کہ دوست (گو پہلا شخص التزاماً عدو ہے اور یہ لزوماً ہے غرض) یار بد (خواہ التزامی ہو یا لزومی عداوت درجہ گویا) مار ہے ہاں اس سے بھاگ کبھی تیرے اندر وہ زشت خو زہر نہ ڈال دے (یعنی بد دینی یا ضعف دین کا مادہ پیدا نہ کر دے۔ (الالتزامی للاول واللزومی للثانی اور) وہ راہزن (یعنی یار بد با معنیین یار کو راہ (راست) سے ہٹا لے گیا وہ مرد نہیں ہے جو عورت کے نیچے پڑ جاوے (اسی طرح جو نفس کا مغلوب ہو جاوے کہ بندۂ غضب و شہوت ہونے میں مشابہ زن کے ہے وہ بھی مرد نہیں پس وہ قابل رفاقت کے نہیں) راستہ (مقصود کا) تو جان بازی ہے ہر حالت زندگی میں (یعنی زندگانی کی کوئی حالت ہو سراء یا ضراء ہر حال میں جان بازی کرنا چاہئے اس راستہ کی یہ خاصیت تو مردوں کیلئے ہے اور دوسری خاصیت کے اعتبار سے وہ راستہ) آفت (جان) ہے ہر کم ہمت کے دفع کے لئے (یعنی کم ہمت کے ہٹانے اور بھگانے کے لئے یہ راہ دین آفت جان کی سی خاصیت رکھتا ہے یعنی جس طرح ہر شخص آفت جان سے بھاگتا ہے کم ہمت لوگ دین سے بھاگتے ہیں جیسے حدیث میں ہے ان المدینة کالکیر تنصع طیبها وتنفی خبثها جب اس راہ میں یہ خاصیت ہے تو) دین کا راستہ ہر گمراہ کب چلتا ہے بڑا صاحب حزم چاہئے جو راستہ کا مرد ہو (اور) راہ دین شور و شر سے (یعنی دشواری سے یا شیاطین الجن والانس کے مخالفات و مزاحمات سے) اس لئے پر ہے کہ یہ ہر مخنث الذات (کے چلنے) کا راستہ نہیں (بلکہ مردوں کے چلنے کا ہے تو اگر اس میں صعوبات و مزاحمت نہ ہوتیں تو امتحان سالکوں کا کیسے ہوتا کہ کون مرد ہے کون مخنث اس لئے) اس راہ میں یہ مخاوف نفوس کے امتحانات ہیں جیسے چھلنی بھوسی کے تمیز کرنے کے لئے ہوتی ہے (پس ان مخاوف میں مرافقت کے لئے یار صالح چاہئے نہ کہ بد دین یا ضعیف الہمت پس ایسوں سے بچ کر یاران صالح کو ڈھونڈ و اور ان کی رفاقت میں راستہ طے کرو جس کا اوپر مذکور تھا اور آگے پھر اسی کی طرف عود ہے یعنی) راستہ کیسا ہوتا ہے جو نشان اقدام سے پر ہو اور یار کیسا ہوتا ہے جو عقول کا زینہ ہو (مطلب یہ کہ تنہا روی ٹھیک نہیں راستہ میں ایسی حالت میں چلو کہ اس میں بہت سے قدم پڑتے ہوں یعنی اس میں اور لوگ بھی چلتے ہوں وہ راستہ بے خطر اور مامون ہوتا ہے اور رفقا ایسے ہونے چاہئیں جس سے عقول کو ترقی ہو یعنی وہ معین ہوں علوم صحیحہ متعلقہ طریق میں پس ایسے رفقہ سے خطرات دفع ہو جاویں گے جو کہ تنہا چلنے میں محتمل تھے جس کا اوپر بیان تھا و یو گرگ ست الخ اور یہ حکم کہ تنہا روی مضر اور سبب ہے گیرائی گرگ کا غیر عالم بالشریعہ کے ساتھ خاص تھا آگے عالم بالشریعہ کے اعتبار سے مضمون ہے کہ تنہا روی اس کو مضر تو نہیں لیکن سلوک مع الجماعت اس کو بھی انفع ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) میں فرض کرتا ہوں کہ وہ بھیڑیا تجھ کو بوجہ احتیاط کے (جس پر بوجہ علم دین کے قدرت حاصل ہو گئی ہے) نہ پا سکے گا (اور اس لئے تیرے لئے اجتماع درجہ وجوب میں نہ ہوگا لیکن تب بھی اتنا ضرور ہے کہ) بدوں جمعیت کے وہ نشاط (اور تازگی اعمال دینیہ میں) نہ پاوے گا (جو کہ جمعیت میں تجربہ سے ثابت ہوئی ہے اور نشاط سے عمل آسان ہوتا ہے پس اس شخص کے لئے اگر اجتماع شرط تحصیل عمل نہیں مگر شرط تسہیل عمل تو ضرور ہے تو اس کے لئے بھی درجہ استحباب میں ہوا کما ذکرتہ فی شرح شعر راہ سنت با جماعت بہ بود الخ آگے مثالوں سے تائید ہے اس ترتب نشاط کی اجتماع پر یعنی) یعنی جو شخص راہ میں تنہا خوب چلتا ہو تو رفیقوں کے ساتھ اس کی رفتار سو حصے زیادہ ہو جاوے گی (دیکھو) باوجود بلید الطبع ہونے کے گدھا ساتھیوں کے سبب نشاط میں آ جاتا ہے (اور) قوت پذیر ہو جاتا ہے (اور) جو خر کہ قافلہ سے تنہا (ہو کر

www.besturdubooks.wordpress.com

) چلتا ہے اس پر وہ راستہ تعب کے سبب سو حصے ہو جاتا ہے بہت سی چوٹیں لکڑی اور سینچہ کی زیادہ کھاتا ہے جب جاکر اس بیابان کو قطع کرتا ہے تجھ کو (بزبان حال) وہ گدھا یہ کہہ رہا ہے تو اچھی طرح سن کہ اگر تو گدھا نہیں ہے (انسان عاقل ہے) تو اس طرح تنہا مت چل (کیونکہ عقل مقتضی ہے کہ جس طریق میں کامیابی زیادہ متوقع ہو اس کو اختیار کرے اب پھر رجوع ہے مضمون شعر آنکہ اندر راہ تنہا الخ کی طرف یعنی) جو شخص کمین گاہ (یعنی مطلق راہ) میں تنہا (بھی) خوب چلتا ہو وہ رفیقوں کے ساتھ بلاشبہ زیادہ خوب چلے گا (اور یہ اجتماع یہاں تک مطلوب ہے کہ انبیاء علیہم السلام باوجود یکہ سلوک راہ حق میں کسی کے بھی محتاج نہ تھے مگر باوجود اس کے بھی) تمام انبیاء علیہم السلام نے اس راہ صواب میں معجزہ دکھلایا اور رفقہ کو چاہا (کیونکہ اظہار معجزہ سے مقصود تھا لوگوں کو مومن بنانا اور مومن بنانے کی جہاں یہ مصلحت تھی کہ ان لوگوں کو آخرت میں نجات ہو وہاں یہ بھی مصلحت ہے کہ کثرت مومنین سے دین کو قوت ہو تو اس مصلحت میں مومنین سے اعانت چاہی چنانچہ حدیث میں دعائے نبویؐ ہے اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او عمرو بن ھشام اور قرآن مجید میں ارشاد عیسویؑ ہے من انصاری الی اللہ پس انبیاء بھی اس مصلحت میں مستغنی عن الجملۃ نہ ہوئے آگے اجتماع کے مفید ہونے کی اور تمثیلات ہیں کہ) اگر دیواروں میں باہم مصاحبت (واجتماع واتصال) نہ ہو تو گھر اور انبار (غلہ کہ موقوف ہے کوٹھی کے اتصال اجزا پر) کب حاصل ہوں اگر ہر ایک دیوار (ایک دوسرے سے) جدا ہو تو سقف ہوا پر کیسے معلق رہے (اسی طرح) اگر سیاہی اور قلم کا اجتماع نہ ہو (یعنی قلم میں روشنائی نہ لگے) تو سطح کاغذ پر حروف کب واقع ہوں (اسی طرح) یہ بوریا جس کو کوئی بچھا لیتا ہے اگر یہ باہم متصل نہ ہو تو اس کو ہوا ہی (اڑا کر) لے جاوے (اسی طرح) حق تعالیٰ نے ہر جنس سے جب زوجین پیدا کئے تو (اس) اجتماع سے نتائج ظاہر ہوئے (مناسب مقام آیت ومن کل شیء خلقنا زوجین کی یہ توجیہ ہے کہ جتنے آثار حادث ہوتے ہیں وہ عادۃً موقوف دو چیز پر ہیں ایک فاعل ایک منفعل ان کے اجتماع سے افعال مختلفہ ظاہر ہوتے ہیں۔ پس اس سے بھی اجتماع کا مفید ومثمر ہونا ظاہر ہوا اور یہ توجیہ آیت کی تفسیر کے عموم میں داخل ہے کیونکہ تفسیر آیۃ کی کما فی بیان القرآن یہ ہے کہ ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم کا بنایا اور اس قسم سے مراد متقابل ہے سو ظاہر ہے کہ ہر شئے میں کوئی نہ کوئی صفت ذاتیہ یا عرضیہ ایسی معتبر ہوتی ہے جس سے دوسری چیز جس میں اس صفت کی نقیض یا ضد ملحوظ ہو اس کی مقابل شمار کی جاتی ہے جیسے آسمان وزمین جوہر وعرض گرمی وسردی شیریں وتلخ چھوٹی بڑی خوشنما بدنما سفیدی وسیاہی روشنی و تاریکی الخ اور ظاہر ہے کہ فاعل اور منفعل بھی اسی طرح متقابل ہیں پس یہ بھی زوجین کے عموم میں داخل ہو گئے اس لئے میں نے کہا تھا کہ یہ توجیہ آیت کی تفسیر کے عموم میں داخل ہے۔

فائدہ:۔ فیصلہ اس مسئلہ کا شروع حکایت میں لکھ دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوگا کہ یہ سب نزاع لفظی ہے اور جاننا چاہئے کہ جس کے لئے عزلت کو ترجیح ہے جماعت وجمعہ وحقوق واجبہ کے اوقات اس سے مستثنیٰ ہیں اور جس کے لئے اختلاط کو ترجیح ہے خاص خاص مشاغل کے اوقات جو کہ خلوت ہی میں انجام پاتے ہیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔

درمیان مرغ و صیاد اے عجب	بس شکال افتاد و شد نزدیک شب
مرغ اور صیاد کے درمیان عجیب عجیب	بہت سے اشکالات واقع ہوئے اور رات نزدیک ہو گئی
او بگفت و ایں بگفت از اہتزاز	بحث شاں شد اندریں معنی دراز
کچھ اس نے کہا کچھ اس نے کہا شوق سے	اور ان کا مباحثہ اس مضمون میں طویل ہو گیا

مثنوی را چابک و دلخواہ کن	ماجرا را موجز و کوتاہ کن
مثنوی کو چلتی ہوئی اور حسب مرضی کرو	ماجرا کو مختصر اور کوتاہ کرو
مرغ را چوں دیدہ بر گندم فتاد	نفس او بے طاقت آمد در گشاد
مرغ کی نگاہ جب گندم پر پڑی	تو اس کا نفس خوشی کے مارے بے طاقت ہو گیا
بعد ازاں گفتش کہ گندم آن کیست	گفت امانت از یتیم بے وصی ست
اس کے بعد مرغ نے صیاد سے کہا کہ گیہوں کس کی ملک ہے	اس نے کہا کہ ایک ایسے یتیم کی امانت ہے جس کا کوئی وصی نہیں
مال ایتام ست امانت پیش من	زانکہ پندارند مارا مؤتمن
تیموں کا مال میرے پاس امانت ہے	اس لئے کہ لوگ ہم کو امین سمجھتے ہیں
گفت من مضطرم و مجروح حال	ہست مردار ایں زماں بر من حلال
مرغ نے کہا میں مضطر اور خستہ حال ہوں	اس وقت حرام بھی مجھ پر حلال ہے
ہیں بدستورے ازیں گندم خورم	اے امین و پارسا و محترم
پس اجازت ہے کہ اس گیہوں سے کھا لوں	اے امین اور پارسا اور محترم
گفت مفتی ضرورت ہم توئی	بے ضرورت گر خوری مجرم شوی
صیاد نے کہا کہ مفتی ضرورت تو ہی ہے	اگر تو بغیر ضرورت کے کھائے گا مجرم ہو گا
ور ضرورت ہست ہم پرہیز بہ	ور خوری بارے ضمان آں بدہ
اور اگر ضرورت ہے تب بھی پرہیز بہتر ہے	اور اگر کھالے تو ضمان بھی ادا کر
مرغ بس درخور فرورفت آں زماں	توسنش سر بستد از جذب عناں
مرغ اس وقت بہت سوچ میں پڑا	اس کے اسپ سرکش نے لگام کھینچنے سے سر نکال لیا
پس بخورد آں گندم اندر فخ بماند	چند او یٰسین والانعام خواند
پس وہ گندم کھا ہی لیا اور جال میں پھنس گیا	بہت دیر تک سورۂ یٰسین اور سورۂ انعام پڑھتا رہ
بعد درماندن چہ افسوس و چہ آہ	پیش ازاں بالیست ایں دود سیاہ
پھنس جانے کے بعد کیا افسوس اور کیا آہ	اس سے پہلے یہ دودسیاہ ضروری تھا
آں زماں کہ حرص جنبید و ہوس	دمبدم میگو کہ اے فریاد رس
جس وقت کہ حرص اور ہوس نے حرکت کی	بار بار کہہ کہ اے فریاد رس

پیش ازاں کایں دانہ بر تو فخ شود	گرمی حرص تو ہمچوں یخ شود
اس سے پہلے کہ یہ دانہ تجھ پر جال ہو جاوے	اور تیری حرص کی گرمی یخ کے مانند ہو جاوے
آہ و دود و نالہ آں دم کار بند	حرص را آوارہ کن اے ہوشمند
آہ اور دھواں اور نالہ اس وقت عمل میں لا	حرص کو ضائع کر دے اے ہوشمند
کاں زماں پیش از خرابی بصرہ است	بو کہ بصرہ وارہد ہم زاں شکست
کیونکہ وہ وقت خرابی بصرہ سے پہلے کا ہے	شاید کہ بصرہ بھی شکست ہونے سے چھوٹ جائے
انک لی یا باکئی یا ثا کلی	قبل ھدم البصرۃ والموصلی
میرے لئے گریہ کر اے میرے رونے والے اور میرے سوگواری کرنے والے	قبل شکستہ ہونے بصرہ اور موصل کے
نح علی قبل موتی واغتفر	لاتنح لی بعد موتی واصطبر
نوحہ کر مجھ پر قبل میری موت کے اور معاف کر	میرے مرنے کے بعد میرے لئے نوحہ مت کرنا اور صبر کرنا
ابک لی قبل ثبوری فی التویٰ	بعد طوفان التویٰ خل البکا
میرے لئے گریہ کر قبل میرے ہلاک ہونے کے مصیبت میں	بعد ہجوم مصیبت کے گریہ کو ترک کر دے
آں زماں کہ دیو می شد راہزن	آں زماں بالیست یٰسیں خواندن
جس وقت کہ شیطان راہزن ہو رہا تھا	اس وقت یٰسین پڑھنا چاہئے تھا
پیش ازاں کا شکستہ گردد کارواں	آں زماں چوبک بزن اے پاسباں
قبل اس کے کہ قافلہ غارت ہو	اس وقت ڈنکا بجانا چاہئے تھا اے پاسبان

حکایت پاسبانے کہ خاموش کرد تا دزداں رخت تاجراں ببردند بکلی بعد ازاں ہیہای و پاسبانی بنیادمی کرد

اس چوکیدار کا قصہ جس نے خاموشی اختیار کی حتیٰ کہ چور تاجروں کا سب سامان لے گئے اس کے بعد ہائے ہائے اور حفاظت شروع کی

پاسبانے بود در یک کارواں	حارس مال و قماش آں مہاں
ایک پاسبان تھا ایک قافلہ میں	نگہبان ان سرداروں کے مال و متاع کا
پاسباں شب خفت و دزد اسباب برد	رختہا را زیر ہر خاکے فشرد
پاسبان ایک رات سو گیا اور چور اسباب لے گئے	اور سب سامان مٹی کے نیچے دبا دیا
روز شد بیدار شد آں کارواں	دید رفتہ رخت و سیم و اشتراں
دن جو ہوا تو قافلہ بیدار ہوا	سب نے گیا ہوا دیکھا گھوڑے اور چاندی اور اونٹوں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

پاسباں در ہے ہے و چوبک زدن	گرم گشتہ خود ہمو بد راہزن
پاسبان ہائے ہائے کرنے اور چوب لگانے میں	سرگرم ہوا حالانکہ واقعی وہی راہزن تھا
پس بدو گفتند کاے حارس بگو	کہ چہ شد ایں رخت وایں سباب کو
پس اس سے قافلہ والوں نے کہا کہ اے چوکیدار کہہ	تو یہ رخت و اسباب آخر کہاں گیا
گفت دزداں آمدند اندر نقاب	رختہا بردند از پیشم شتاب
کہنے لگا چور آئے ناکوں میں سے	اور اسباب میرے سامنے سے جلدی جلدی لے گئے
قوم گفتندش کہ اے چوں تل ریگ	پس چہ میکردی چہ تو مردہ ریگ
لوگوں نے اس سے کہا کہ اے تودہ ریگ	پھر تو کیا کر رہا تھا تو کس کام کا ہے اے فرومایہ
گفت من یک کس بدم ایشاں گروہ	بلاسلاح و باشجاعت باشکوہ
پاسبان نے کہا میں ایک تھا اور وہ بہت سے	پھر وہ ہتھیار بند اور شجاع اور صاحب شکوہ تھے
گفت اگر در جنگ کم بودت امید	نعرہ بایستی زدن کہ برجہید
پاسبان سے کہا کہ اگر تجھ کو جنگ میں کم امید تھی	تو تجھ کو ایک چیخ مار دینی چاہیے تھی کہ لوگو جلدی اٹھو
گفت آں دم کارد بنمودند و تیغ	کہ خمش ورنہ کشیمت بیدریغ
پاسبان کہنے لگا کہ اس وقت مجھ کو چھری اور تلوار دکھلائی	کہ خاموش ورنہ ہم بے تامل تجھ کو مار ڈالیں گے
آں زماں از ترس بستم من دہاں	ایں زماں فریاد و ہیہائے وفغاں
اس وقت خوف سے میں نے منہ بند کر لیا	اور اس وقت فریاد اور ہائے ہائے اور فغاں کر رہا ہوں
آں زماں بست ایں دمم کہ دم زنم	ایں زماں چندانکہ خواہی می کنم
اس وقت تو میرا دم بند ہو گیا اس سے کہ دم ماروں	اس وقت جتنا کہ چاہو کئے لیتا ہوں
چونکہ عمرت برد دیو فاضحہ	بے نمک باشد اعوذ و فاتحہ
جب رسوا کرنے والا شیطان تیری عمر برباد کر چکا	تو پھر اعوذ اور فاتحہ سب بے لطف ہے
گرچہ باشد بے نمک اکنوں حنیں	ہست غفلت بے نمک تر زاں یقیں
اگرچہ اس وقت نالہ بے لطف ہے	غفلت اس سے بھی زیادہ یقینا بے لطف ہے
ہمچناں ہم بے نمک می نال نیز	کہ ذلیلاں را نظر کن اے عزیز
اس طرح بے نمک بھی نالہ کرتا رہ	کہ اے عزیز آپ ذلیلوں پر نظر فرمایئے

www.besturdubooks.wordpress.com

قادری بیگاہ چہ بود یا بگاہ	از تو چیزے فوت کے شد اے الٰہ
آپ قادر ہیں بے وقت کیا اور باوقت کیا	آپ کے قبضہ سے کوئی چیز کب نکلی ہے اے الٰہ
گفت لا تاسوا علیٰ مافاتکم	کے شود از قدرتش مطلوب گم
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لاتاسوا علےٰ مافاتکم	پس اس کی قدرت سے کوئی مطلوب کب گم ہوسکتا ہے

درمیان مرغ اور صیاد کے عجیب عجیب بہت سے اشکالات (یعنی سوالات مع جوابات) واقع ہوئے اور شب نزدیک ہوگئی کچھ اس نے کہا کچھ اس نے کہا شوق سے اور ان کا مباحثہ اس مضمون میں طویل ہوگیا (آگے اپنے نفس کو خطاب کرتے ہیں کہ) مثنوی کو چلتی ہوئی اور (سامعین کی) حسب مرضی کرو (یعنی اس) ماجرا کو مختصر اور کوتاہ کرو (ورنہ پوری بحث ذکر کرنے سے مثنوی جلدی جلدی نہ چلے گی پھر جلدی ختم نہ ہوگی تو دراز ہوجاوے گی جو مذاق سامعین کے خلاف ہے اب یہ شبہ نہ رہا کہ اگر بحث کو طویل کرتے تو وہ بھی تو مثنوی ہی ہوتی پھر اس کے کیا معنی کہ مثنوی را چابک کن اب جواب معلوم ہو گیا کہ چابک کن سے مقصود جلدی چلا کر منتہا اور اختتام کو پہنچانا ہے سو تطویل میں یہ نہ ہوتا۔ پس بحث کو مختصر کرکے قصہ پورا کرتے ہیں کہ) مرغ کی نگاہ جو گندم پر واقع ہوئی تو اس کا نفس مارے خوشی (اور حرص کے بے طاقت ہوگیا (اور) اس کے بعد اس (صیاد) سے کہا کہ گندم کس کی ملک ہے اس (صیاد) نے کہا کہ ایک یتیم کی امانت ہے جس کا کوئی وصی نہیں (یعنی اس کا باپ اس کے باب میں کسی کو وصیت کرکے نہیں مرا اس لئے سب نے مل کر میرے پاس امانت رکھا دیا ہے سو یہ) یتیموں کا مال میرے پاس امانت ہے کیونکہ لوگ ہم کو امین سمجھتے ہیں۔ مرغ نے (غلبہ حرص سے تاویلیں شروع کیں اور) کہا کہ میں (بھوک سے مضطر اور خستہ حال ہوں (اس لئے) اس وقت حرام بھی مجھ پر حلال ہے (چنانچہ مسئلہ فقہیہ اسی طرح ہے) تو (تیری) اجازت ہے کہ اس گندم سے کھالوں اے امین اور پارسا اور محترم صیاد نے کہا کہ مفتی اضطرار تو ہی ہے (یعنی یہ مسئلہ تو صحیح ہے کہ اضطرار میں درست ہے لیکن یہ امر کہ آیا اضطرار بھی ہے یا نہیں اس کو میں کیسے سمجھ سکتا ہوں کہ اجازت دیدوں یہ امر تیرے ہی سمجھنے کا ہے دیکھ لے اگر ضرورت اس درجہ کی ہے حلال ہے اور) اگر بلا اضطرار کھاوے گا مجرم ہوگا۔ اور اگر اضطرار بھی ہو تب بھی پرہیز ہی بہتر ہے (یہ فقہاء کے ایک قول پر منطبق ہوتا ہے کہ حالت مخمصہ میں میتہ سے پرہیز جائز نہیں ہے اگر پرہیز کیا اور مرگیا گنہگار مرے گا لیکن مال غیر سے پرہیز افضل ہے اگر پرہیز کیا اور مرگیا ماجور مرے گا البتہ اگر وہ غیر بقیمت دیتا ہو اور یہ مضطر بقیمت نہ لے اور مرجاوے تو گنہگار مرے گا۔ کذانقلہ الشامی عن الفقیہ ابی اسحاق الحافظ فی کتاب الاکراہ) اور اگر (اس افضل پر عمل نہ کرسکے اور) کھالے تو ضمان بھی ادا کر (چنانچہ یہ مسئلہ مجمع علیہا ہے کہ مال غیر مخمصہ میں کھانے سے ضمان واجب ہوگا۔ کذافی الدرالمختار کتاب الحظر و الاباحۃ) مرغ بہت سوچ میں پڑا اس وقت (درخود رفتن فکر کردن) اس کے (نفس کے) اسپ سرکش نے لگام کھینچنے سے سر نکال لیا (یعنی قابو میں نہ آیا اور لگام کی مطاوعت نہ کی ستدن گرفتن واز یں مصدر سوائے ایک صیغہ ماضی کے ستد باشد دیگر افعال مشتق نشدہ است کذافی الغیاث حاصل معنی سرباز کشید و در غلبہ آمد) پس وہ گندم کھا ہی لیا اور جال میں پھنس گیا (اور اس وقت) بہت دیر تک سورۂ یاسین اور سورۂ انعام پڑھتا رہا مگر بعد پھنس جانے کے کیا افسوس اور کیا آہ اس (پھنسنے) سے پہلے یہ دود سیاہ (ندامت اور افسوس کا) ضروری تھا اور اب جبکہ بلائے بے درمان میں پھنس گیا اب تنبیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یا تاسف سے کیا ہوتا ہے (اس میں اشارہ ہے ایک مسئلہ کی طرف اور وہ یہ ہے کہ جب عالم غیب منکشف ہو جاوے اور عذاب کا معائنہ ہو جاوے اس وقت توبہ نافع نہیں۔ کما قال تعالیٰ ولیست التوبة الذین یعملون السیئات حتیٰ اذا حضر احدھم الموت قال انی تبت الأن ولاالذین یموتون وھم کفار الأیة کفار کے عطف سے معلوم ہوا کہ الذین یعملون السیئات سے مراد عصاۃ مؤمنین ہیں اور حضور موت کا مطلب یہ ہے کہ اس دوسرے عالم کی چیزیں نظر آنے لگیں اسی حالت کو حالت بأس بباء موحدہ کہتے ہیں اس میں کافر کا ایمان تو بالاجماع مقبول نہیں کما قال تعالیٰ فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رأوا باسنا اور عاصی کی توبہ بھی محققین کے نزدیک مقبول نہیں اور ظاہر قرآن یعنی آیۃ ولیست التوبة الخ سے یہی مفہوم ہوتا ہے بس کذافی الکبیر اور جن کے دوسرے اقوال ہیں وہ آیت کی توجیہ اور طور پر کرلیں گے اور ایک حالت یاس بیاء تحتانیہ ہے وہ یہ کہ زندگی سے ناامیدی ہو جاوے لیکن اب تک اس عالم کے احوال واہوال نظر نہیں آئے اس میں کافر کا ایمان اور عاصی کی توبہ دونوں مقبول ہیں۔ ھذا کلہ من تفسیری المسمیٰ ببیان القرآن پس حالت باس بباء موحدہ مشابہ حالت مرغ کے جال میں پھنس جانے کے ہے بوجہ مشابہت یہ ہے کہ وحشی کے لئے قید میں پڑ جانا عذاب شدید ہے جس کا تدارک اس کے قبضہ سے باہر ہے اور یہی حالت عذاب آخرت کی انسان کے لئے ہے کہ شدید ہے اور تدارک اس کے قبضہ سے باہر ہے پس مرغ کا معائنہ کرلینا اس عذاب کو ایسا ہی ہے جیسا انسان معائنہ کرلے عذاب آخرت کو پس مرغ کے لئے اس حالت میں یٰسین وانعام پڑھنے کو اور افسوس وآہ کرنے کو غیر نافع کہنا اس طرف اشارہ ہو گیا کہ اسی طرح جب انسان عذاب آخرت کو معائنہ کرلیتا ہے اور یہ معائنہ قبیل موت شروع ہو جاتا ہے پس اس وقت تنبہ اور ندامت غیر نافع ہے اس تنبہ اور ندامت کا وقت حضور موت بالمعنی المذکور فی تفسیر الآیۃ سے پہلے تھا آگے یہی مضمون ہے کہ) جس وقت (معصیت کی) حرص وہوس نے حرکت کی تھی اس وقت بار بار (یعنی بالحاح کہ شرط ہے توبہ کی) کہا کر کہ اے فریادرس مجھ پر رحم فرما پس بقرینۂ مقام جواب ندا کا محذوف کر دیا یا فریادرس جواب ندا ہے اور منادیٰ محذوف ہے یعنی اے خدا بفریاد من رس اور جملہ فریادرس بھی ہم معنی ترحم کن کا ہوگا اور ظاہراً آنزمان کہ حرص جنبید الخ واشالہ فی الابیات لآیۃ سے شبہ پڑتا ہے کہ مراد اس وقت سے حرکت الی المعصیۃ کا وقت ہے پس اس سے لازم آتا ہے کہ فریاد اور توبہ کا وقت صدور معصیت کے قبل ہوتا ہے جبکہ اس کا تقاضا ہوتا تھا اور بعد صدور معصیت کے پھر تدارک نہیں ہوتا حالانکہ ایسا نہیں ہے تو جواب یہ سمجھنا چاہئے کہ مراد اس وقت سے تمام عمر ہے قبل حضور الموت باقی اس کی تعبیر اس عنوان سے کہ آنزمان کو حرص جنبید اس لئے ہے کہ مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نہ کسی معصیت کی حرکت عمر بھر باقی رہتی ہے۔ پس تمام اجزاء عمر پر یہ عنوان صادق آ گیا پس مطلب شعر کا یہ ہوا کہ قبل حضور موت فریاد اور تدارک کرلے جس کی ایک صورت اعلیٰ درجہ کی یہ ہے کہ اس تقاضے پر عمل ہی نہ کرے اور صدور معصیت سے بچے دوسری صورت بعد صدور کے یہ ہے کہ توبہ کرلے اور ورائے فریادرس ترحم کن دونوں صورتوں میں ضروری ہے اول صورت میں دعائے حفظ عن المعصیۃ کے لئے اور اس میں اشارہ ہو جائے گا کہ اپنی قوت پر اعتماد نہ کرے بلکہ ہمت کے ساتھ توکل سے اعتصام کرے اور دوسری صورت میں طلب مغفرت کے لئے اور اس کا خاص ہونا فریادرس کے ساتھ ظاہر ہی ہے غرض قبل حضور موت جس طرح ہو تدارک کرلے آگے اسی حضور موت کی حالت کو تشبیہ سے بتلاتے ہیں کہ) قبل اس کے کہ یہ دانہ تجھ پر رجال (کا سبب) ہو جاوے (یعنی معصیت سبب عذاب بن جاوے) اور اس وقت تیری حرص کی گرمی مثل یخ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

(افسردہ) ہو جاوے (چنانچہ قاعدہ ہے کہ سزا کے معائنہ کے وقت جرم کا شوق غائب ہو جاتا ہے اس تمام شعر کا حاصل بعینہ مضمون قبل حضور الموت ہے۔ آگے پھر یہی مضمون ہے کہ) آہ اور (آہ کا) دھواں اور نالہ اس وقت (یعنی آزمان کہ حرص جنید الخ جس سے مراد قبل حضور الموت ہے) عمل میں لا (اور) حرص (معصیت) کو زائل کرائے: ہوشمند (اس زائل کرنے میں دونوں صورتیں آ گئیں تقاضے کی مخالفت کرنا اور صدور کی نوبت نہ آنے دینا اور اس کو ازالۂ حرص کہنا ظاہر ہے اور دوسری صورت بعد صدور کے استغفار کرنا اس کو ازالہ حرص کہنا دو اعتبار سے ہو سکتا ہے یا تو اس اعتبار سے کہ اثر حرص یعنی معصیت کا ازالہ ہے اس کو مجازاً ازالہ حرص کہہ دیا اور یا اس اعتبار سے کہ توبہ سے آئندہ کے لئے حرص بھی مغلوب کا زائل والمعدوم ہو جاتی ہے خلاصہ یہ کہ قبل حضور الموت جس طرح بن پڑے تدارک کر لے) کیونکہ وہ وقت خرابی بصرہ سے پہلے کا ہے شاید کہ بصرہ بھی شکستہ (و ویران) ہونے سے چھوٹ جاوے (فی الحاشیہ ایں بیت اشارہ بمثلے مشہور ست کہ خلیفہ بغداد را خبر کردند کہ دشمن بر شہر بصرہ یورش کردہ است تدارکش بکن خلیفہ ملتفت نہ شد بعد از خرابی بصرہ خلیفہ لشکر بسیار بفرستاد اہل بصرہ بگفتند کہ بعد از خرابی بصرہ لشکر فرستادن چہ سود پس ایں مثل در کارے کہ بعد از وقت کردہ شود شائع شد مطلب یہ کہ بعد حضور موت کے تدارک ایسا ہے جیسا اس قصہ میں خرابی بصرہ کے بعد تدارک کرنا چاہا تھا اگر قبل حضور موت کے تدارک کر لو تو حسب وعدۂ حق تعالیٰ وھو الذی یقبل التوبة عن عبادہ امید ہے کہ تمہاری عمارت روحانیہ اخرویہ بھی جو کہ وابستہ ہے اصلاح اعمال کے ساتھ منہدم و ویران ہونے سے محفوظ رہے اور شاید بمعنی امید کہنا باوجودیکہ وعدۂ حق یقیناً صادق ہے اس لئے ہے کہ خود یہ امر تو مظنون ہی ہے کہ جیسی توبہ کے قبول کا یقینی وعدہ ہے یہ ہماری توبہ بھی ویسی ہی ہے آگے اس نافعیت تدارک قبل حضور الموت وعدم نافعیت تدارک بعد حضور الموت کو ایک شاعرانہ پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں کہ اس پیرایہ سے قلب میں رقت پیدا ہو کر تدارک نافع کی طرف توجہ ہو جاوے اور معنی ظاہری مراد نہیں کہ سچ مچ مجھ پر فلاں وقت رونا فلاں وقت مت رونا۔ پس فرماتے ہیں کہ) میرے لئے گریہ کر اے میرے گریہ کرنے والے اے میرے زاری کرنے والے قبل شکستہ ہونے بصرہ اور موصل کے (اور) نوحہ کر مجھ پر قبل میری موت کے اور (اس درخواست میں مجھ کو) معاف کر (معافی اس لئے مانگی کہ رونے میں آخر ایک گونہ کلفت تو ہوتی ہی ہے تو کلفت دینا مقتضی طلب عفو کو ہے غرض قبل موت تو نوحہ کر اور) میرے مرنے کے بعد میرے لئے نوحہ مت کرنا اور صبر کرنا (اور) میرے لئے گریہ کر قبل میرے ہلاک ہونے کے مصیبت میں (اور) بعد ہجوم مصیبت کے گریہ ترک کر دے (مطلب یہ کہ قبل معائنہ عذاب موقع بکا کا ہے اور بعد میں عبث ہے پس اس جملہ خبریہ کو بصورت انشائیہ ندائیہ ذکر کیا لحکمة ترقیق القلب کما ذکر آگے پھر عود ہے مضمون اشعار سابقہ بعد در ماندن الخ کی طرف یعنی) جس وقت شیطان راہزن ہو رہا تھا (اور گناہ کرا رہا تھا مراد عمر حیات دنیویہ ہے کہ وہ محل ہے وقوع معاصی و اغواء شیطان کا) اس وقت یٰسین پڑھنا چاہئے تھا (کنایہ تدارک سے اور یہ تعبیر خاص بوجہ مصرعہ بالا کے ہے چند او یٰسین والانعام خواند آگے ایک قصہ کی طرف اشارہ کر کے اس مضمون کو بطور مثال کے فرماتے ہیں کہ) قبل اس کے کہ قافلہ غارت ہو اس وقت (جبکہ ڈاکو آئے تھے) ڈنکا بجانا چاہئے تھا اے پاسبان (اور جب وہ لوٹ لے گئے اب نقارہ بجانا بے موقع ہے جس سے تدارک نہیں ہو سکتا آگے وہ قصہ ہے کہ) ایک پاسبان تھا ایک قافلہ میں نگہبان ان سرداروں کے مال و متاع کا تھا۔ پاسبان ایک شب میں سو گیا اور چور اسباب لے گیا اور سب سامان مٹی کے نیچے دبا دیا (جیسے چوروں کی عادت ہوتی ہے) دن جو ہوا تو قافلہ بیدار ہوا سب گیا ہوا دیکھا گھوڑے بھی

besturdubooks.wordpress.com

چاندی بھی اور اونٹ بھی (اس وقت) پاسبان ہائے ہائے کرنے میں اور (نقارہ پر) چوب لگانے میں سرگرم ہوا حالانکہ (واقع میں) وہی راہزن تھا۔ (کہ سو گیا تھا) اس سے (قافلہ کے) لوگوں نے کہا کہ اے چوکیدار کہہ تو یہ رخت واسباب آخر کہاں گیا کہنے لگا چور آئے ناکوں میں سے اور اسباب میرے سامنے سے جلدی جلدی لے گئے۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ اے تودہ ریگ (کاہلی اور جمود میں تشبیہ دی) پھر تو کیا کر رہا تھا تو کس کام کا ہے۔ اب فرمایہ (کذافی الغیاث وهو احد معانیہ) کہنے لگا میں ایک تھا اور وہ گروہ کا گروہ تھا پھر وہ باسلاح و باشجاعت و باشکوہ تھے قافلہ نے (یا ان میں سے کسی ایک نے) کہا کہ اگر تجھ کو جنگ (مقابلہ) میں (غالب آنے کی) کم امید تھی تو تجھ کو ایک چیخ مار دینا چاہئے تھا کہ لوگو جلدی اٹھو کہنے لگا کہ (میں نے ایسا ارادہ تو کیا تھا مگر) اس وقت انہوں نے مجھ کو چھری اور تلوار دکھائی کہ خاموش ورنہ ہم بے تامل تجھ کو مار ڈالیں گے (بس) اس وقت خوف سے میں نے منہ بند کر لیا (اور) اس وقت (البتہ) فریاد اور ہائے ہائے اور فغان کر رہا ہوں (کہ کوئی امر مانع نہیں) اس وقت تو میرا دم بند ہو گیا اس سے کہ (ذرہ) دم ماروں (اور) اس وقت جتنا چاہو (یہ سب کام) کئے لیتا ہوں (پس جس طرح اس حکایت میں یہ نالہ بے ہنگام بے سود تھا اسی طرح تمہاری توبہ بے ہنگام خالی از نفع ہے چنانچہ آگے یہی فرماتے ہیں کہ) جب تیری عمر شیطان رسوا کنندہ برباد کر چکا (اور موت سر پر آ پہنچی (اس وقت) اعوذ اور فاتحہ سب نے نمک (و بے لطف) ہے (کیونکہ اس کا اصلی فائدہ مقبولیت ہے اور الشیی اذا خلا عن فائدته انتفیٰ پس وہ توبہ کالعدم ہوئی اور بے لطف ہونا ایسی غیر معتد بہ توبہ کا ظاہر ہے اور فاضحہ میں تائے تانیث کی چند توجیہ ہو سکتی ہیں یا تو یہ تائے مبالغہ ہے کمافی العلامۃ یا یہ مصدر ہے کالکاذبۃ اور یہ اضافت ایسی ہے جیسے قدم صدق میں یعنی یہ مضاف و مضاف الیہ معنیٰ موصوف وصفت ہیں یعنی الشیطان الفاضح اور یا شیطان معنی جنسی کے اعتبار سے بمعنی شیاطین ہے۔ پس تانیث صفت کی ظاہر ہے اور بردمیں اسناد مجازی الی السبب ہے اور اعوذ و فاتحہ کنایہ ہے توبہ سے کیونکہ مضمون توبہ مستلزم ہوتا ہے ذم شیطان و مدح رحمان کو ذم اس لئے کہ معصیت سے نفرت ظاہر کرتا ہے تو اس کے سبب کی مذمت اس سے ظاہر ہوگی اور مدح اس لئے کہ حق تعالیٰ سے رحمت و مغفرت مانگتا ہے تو اس کا وصف کرنا رحمت و مغفرت کے ساتھ اس سے مفہوم ہوگا غرض حضور موت کے وقت توبہ غیر نافع ہے آگے استدراک ہے کہ گو اس وقت توبہ قانون سے غیر نافع ہے لیکن اس وقت بھی نہ کرنے سے اس کا کرنا پھر بہتر ہے چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) اگرچہ اس وقت (یعنی حضور موت کے وقت) نالہ (وہ توبہ) بے لطف ہے (جیسا بیان ہوا لیکن) غفلت (اور ترک توبہ) اس سے بھی زیادہ یقینا بے لطف ہے (دو وجہ سے ایک تو دلیل ہے سرکشی کی اور نیاز مندی ہر حال میں احسن ہے سرکشی سے گو نافع بھی نہ ہوتی دوسرے اس لئے کہ کبھی نافع بھی ہو جاتی ہے اور آیت موصوفہ لیست التوبة کے منافی نہیں کیونکہ اس آیت میں جو نفی عاصی غیر کافر فرمایا ہے کہ توبہ وقت حضور موت کے مقبول نہیں معنی اس کے یہ ہیں کہ مقبول فرمانے کا وعدہ نہیں اور وعدہ مغفرت اس پر مرتب نہیں اور ویسے بلا وعدہ اگر مشیت سے فضل ہو جاوے تو کوئی امر مانع نہیں کذا حققته فی تفسیری المسمی ببیان القران اور کافر میں اس کا اس لئے احتمال نہیں کہ وہاں مانع قائم ہے یعنی نصوص مشعرہ عدم محلیت کافر للمغفرۃ مطلقاً اور مؤمن میں دوسری نصوص سے محض فضل کا بھی سبب مغفرت ہونا ثابت ہے خوب سمجھ لو خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس مقام یعنی اس مضمون کے متعلق اشعار کا حل ہر طرح سے بے نظیر ہوا ہے۔ وللہ الحمد غرض اس وقت کی توبہ باوجود اس کے بمقابلہ توبہ قبل حضور الموت کے بے نمک ہے مگر پھر بھی عدم توبہ سے احسن واصلح ہے تو) اس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح (یعنی) بے نمک بھی نالہ کرتا رہ کہ اے عزیز آپ (ہم) ذلیلوں پر (عنایت کی) نظر فرمایئے (کیونکہ) آپ (ہر بات پر) قادر ہیں بے وقت کیا اور باوقت کیا آپ کے قبضہ سے کوئی چیز کب نکلتی ہے اے اللہ (ہر وقت ہر چیز قبضہ اور قدرت میں ہے اور اس چیز کے عموم میں قبول توبہ مؤمن وقت الباس بھی آ گئی ہے۔ ولا مانع پس اس لئے باوجود توبہ کے بے وقت ہونے کے آپ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں اور یہ شبہ نہ ہو کہ چیز کے عموم میں تو قبول توبہ کافر وقت الباس بھی داخل ہے جواب اوپر گزر چکا کہ بیشک مقدور ہے مگر وقوع سے مانع موجود ہے آگے باوجود اس مسئلہ کے ظاہر ہونے کے کہ خدائے تعالیٰ کے قبضہ قدرت سے کوئی چیز خارج وفائت نہیں۔ ما ایک لطیف وجدید استدلال فرماتے ہیں کہ سورۂ حدید میں حق تعالیٰ نے) فرمایا ہے (کیلا تاسوا علیٰ مافاتکم۔ یعنی ہم نے مسئلہ تقدیر سے تم کو اس لئے اطلاع کردی) تاکہ تم مغموم نہ ہوا کرو اس چیز پر جو تمہارے قابو سے نکل جاوے (چنانچہ ظاہر ہے کہ جو شخص تقدیر کو مانتا ہے ایسے موقع پر اس کو اسی سے تسلی ہو جاتی ہے کہ یہ تو میرے لئے مقدر ہو چکا تھا کسی طرح ٹل نہ سکتا تھا پھر پریشانی بیکار ہے۔ یہ تو آیت کی تفسیر ہوئی باقی اس سے استدلال اس طرح ہوا کہ دیکھو اس آیت میں حق تعالیٰ نے فعل فات کا مفعول خاص ضمیر مخاطبین کو واقع کیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ چیز عباد کے قابو سے نکلی ہے خدائے تعالیٰ کے قابو سے نہیں نکلی ورنہ فات کا مفعول صرف ضمیر مخاطبین کی نہ ہوتی بلکہ مقتضا بیان علی وجہ الکمال کا یہ تھا کہ فاتکم وفاتنا فرماتے جب یہ نہیں تو معلوم ہوا کہ وہ خدا کے قبضہ میں اب بھی ہے آگے اسی پر متفرع فرماتے ہیں کہ) اس کی قدرت سے کوئی مطلوب کب گم ہو سکتا ہے (میں نے جو تقریر استدلال بلا آیہ کی کی ہے اس میں تفسیر بدلنے کی ضرورت واقع نہیں ہوئی جیسا محشین نے کیا ہے میں نے ناپسندیدگی کی وجہ سے اس کو بطور نقل کے بھی لکھنا پسند نہیں کیا۔

حوالہ کردن مرغ، گرفتاری خود را در دام بفعل ومکر وزرق زاہد وجواب گفتن زاہد مرغ را

پرند کا جال میں اپنی گرفتاری کو زاہد کے فعل اور مکر اور دھوکے سے وابستہ کرنا اور زاہد کا پرند کو جواب دینا

گفت آں مرغ ایں سزای آں بود	کہ فسون زاہداں را بشنود
اس مرغ نے کہا کہ یہ اس کی سزا ہے	جو زاہدوں کے افسوں کو سن لے
گفت زاہد نے سزای آں نشاف	کہ خورد مال یتیماں از گزاف
زاہد نے کہا کہ نہیں یہ سزا اس دیوانگی کی ہے	کہ یتیموں کا مال بے تحقیق کھا جاوے
بعد ازاں نوحہ گری آغاز کرد	کہ فخ وصیاد لرزاں شد ز درد
اس کے بعد مرغ نے اس طرح نوحہ گری شروع کی	کہ دام اور صیاد دونوں درد سے لرزاں ہو گئے
کز تناقضہای دل پشتم شکست	بر سرم جانا بیامی مال دست
کہ قلب کے تناقضات سے میری پیٹھ ٹوٹ گئی	اے محبوب آیئے اور میرے سر پر ہاتھ پھیریئے
زیر دست تو سرم را راحتے ست	دست تو در شکر بخشی آیتے ست
آپ کے ہاتھ کے نیچے سر کو راحت ہے	آپ کا ہاتھ شکر بخشی میں دلیل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سایۂ خود از سر من بر مدار	بیقرارم بیقرارم بیقرار
اپنا سایہ میرے سر پر سے مت اٹھانا	میں بے قرار ہوں بے قرار ہوں بے قرار ہوں
خوابہا بیزار شد از چشم من	در غمت اے رشک سرو و یاسمن
نیندیں میری آنکھ سے بیزار ہو گئیں	آپ کے غم میں اے رشک سرو اور یاسمن کے
گر نیم لائق چہ باشد گر دمے	ناسزائے را پرسی در غمے
اگرچہ میں نالائق ہوں کیا نقصان ہوگا اگر ایک ساعت	آپ نالائق ہی کو پوچھ لیں غم میں
مر عدم را خود چہ استحقاق بود	کہ برو لطفت چنیں در ہا کشود
معدوم کو بھلا کیا استحقاق تھا	کہ اس پر آپ کے لطف نے ایسے دروازے کھول دیے
خاک گرگیں را کرم آسیب کرد	دہ گہر از نور حس در جیب کرد
خاک خارشتی کو کرم آسیب کیا	دس گوہر نور حواس کے اس کی جیب میں بھر دیے
پنج حس ظاہر و پنج نہاں	کہ بشر شد نطفۂ مردہ ازاں
پانچ حواس تو ظاہری اور پانچ باطنی	کہ ان حواس سے ایک بے جان نطفہ انسان ہوگیا
توبہ بے توفیقت اے نور بلند	چیست جز بر ریش توبہ ریشخند
توبہ بدوں آپ کی توفیق کے اے نور عالی	کیا چیز ہے بجز تمسخر کے
سبلتان توبہ یک یک برکنی	توبہ سایہ است و تو ماہ روشنی
آپ توبہ کی ایک ایک مونچھ اکھاڑ دیتے ہیں	توبہ تو محض سایہ ہے اور آپ ماہ روشن ہیں
اے ز تو ویراں دکان و منزلم	چوں ننالم چوں بیفشاری دلم
اے محبوب آپ سے میری دکان اور منزل ویران ہے	میں کیسے نالہ نہ کروں جب آپ میرے دل کو دبوچ دیتے ہیں
چونکہ بے تو نیست کارم را نظام	بے تو ہرگز کار کے گردد تمام
چونکہ بغیر آپ کے میرے کام کا کوئی انتظام نہیں	تو بدوں آپ کے ہرگز وہ کام کب پورا ہو سکتا ہے
چوں گریزم زانکہ بے تو زندہ نیست	بے خداوندیت بود بندہ نیست
میں کیسے بھاگوں کیونکہ بدوں آپ کے تو زندہ بھی نہیں	بدوں آپ کے خداوند کے بندہ کی ہستی بھی نہیں
جان من بستاں تو اے جاں را اصول	زانکہ بے تو گشتہ ام از جاں ملول
آپ میری جان لے لیجئے اے اصل جان کی	اس لئے کہ بدوں آپ کے میں جان سے ملول ہوگیا ہوں
عاشقم من بر فن دیوانگی	سیرم از فرہنگی و فرزانگی
میں فن دیوانگی ہی پر عاشق ہوں	میں عقل اور زیرکی سے سیر ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بدرد شرم گویم راز فاش	چند ازیں صبر و زحیر و ارتعاش
جب شرم دردیہ ہو جاوے تو راز کو فاش کیوں گا	کب تک یہ صبر اور پیچ و تاب اور اختلاج
درحیا پنہاں شدم ہمچوں سجاف	ناگہاں بجہم ازیں زیر لحاف
میں حیا میں سجاف کی طرح پنہاں رہا	دفعۃً زیر لحاف سے باہر آتا ہوں
اے رفیقاں راہہا را بست یار	آہوی لنگیم و او شیر شکار
اے رفیقو راستوں کو محبوب نے بند کر رکھا ہے	ہم لنگڑے ہرن ہیں اور وہ شکاری شیر ہے
جز کہ تسلیم و رضا کو چارۂ	در کف شیر نرے خونخوارۂ
بجز تسلیم اور رضا کے کیا علاج ہو سکتا ہے	ایک شیر نر خونخوار کے قبضہ میں
او ندارد خواب و خور چوں آفتاب	روحہا را می کند بیخورد و خواب
وہ آفتاب کی طرح خواب و خورش نہیں رکھتے	روحوں کو بے خورد و خواب کر دیتے ہیں
کہ بیا من باش یا ہم خوی من	تا بہ بینی در تجلی روی من
اور فرماتے ہیں کہ آ میرا عین ہو جا یا میرا ہم صفت بن جا	تاکہ تجلی میں میرے رخ کو دیکھ لے
ور ندیدی چوں چنیں شیدا شدی	خاک بودی طالب احیا شدی
اور اگر تو نہیں دیکھ چکا تو ایسا شیدا کیونکر ہو گیا	تو تو خاک تھا اور طالب احیا ہو گیا
گز رہ بے سویت نداد ست او علف	چشم جانت چوں بماند ست آں طرف
اگر اس نے تجھ کو لامکاں سے غذا نہیں دی ہے	تو پھر تیری چشم جان اس طرف کیوں لگ رہی ہے
گربہ بر سوراخ زاں شد معتکف	کہ ازاں سوراخ او شد معتلف
بلی سوراخ پر اس لئے تاک لگائے بیٹھی ہے	کہ اس سوراخ سے وہ غذایاب ہوئی ہے
گربہ! دیگر ہمی گردد بہام	کز شکار مرغ یابید او طعام
دوسری بلی منڈیرے پر پھر رہی ہے	کیونکہ اس نے مرغ کے شکار سے غذا پائی ہے
آں یکے را قبلہ شد جولاہگی	واں یکے حارس برائے جامگی
ایک شخص کا قبلہ جولاہے کا پیشہ ہو رہا ہے	اور ایک شخص چوکیدار روزینہ کے لئے
واں یکے بیکار و رو در لامکاں	کہ ازاں سو دادیش تو قوت جاں
اور وہ ایک شخص بیکار ہے اور توجہ لامکان کی طرف ہے	کیونکہ آپ نے اس کو اس طرف سے غذائے روح عطا فرمائی ہے
کار آں دارد کہ حق را شد مرید	بہر کارے او ز ہر کارے برید
کام تو وہی رکھتا ہے جو حق کا طالب ہو گیا	اس نے ایک کام کے لئے اور سب کاموں سے تعلق چھوڑ دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

دیگراں چوں کودکاں ایں روز چند	تا شب ترحال بازی می کنند
دوسرے لوگ تو لڑکوں کی طرح ان چند دنوں میں	رات تک خاک پر کھیل رہے ہیں
خوابناکے کوزیقظہ می جہد	دایۂ وسواس عشوش می دہد
کوئی خوابناک کہ وہ بیداری کے ذریعہ سے اٹھ کر کھڑا ہونا چاہتا ہے	تو دایہ وسواس اس کو فریب دیتا ہے
رو بخسپ اے جاں کہ نگزاریم ما	کہ کسے از خواب بجہاند ترا
ر بہ سو، اے جان کہ ہم کسی کو ایسا نہ کرنے دیں گے	کہ کوئی تجھ کو خواب سے اٹھا دے گا
ہم تو خود را برکنی از بیخ خواب	ہمچو تشنہ کہ شنود او بانگ آب
تو ہی اپنے کو علیحدہ کر بیخ خواب سے	اس پیاسے کی طرح جس نے سن لی پانی کی آواز
بانگ آبم من بگوش تشنگاں	ہمچو باراں می رسم از آسماں
میں بھی پانی کی آواز ہوں پیاسوں کے کان میں	بارش کی طرح آسمان سے پہنچ رہا ہوں
برجہ اے عاشق برآور اضطراب	بانگ آب و تشنہ و آنگاہ خواب
اے عاشق اٹھ اور اضطراب میں آ	پانی کی تو آواز اور پیاسا اور اس وقت بھی نیند

مرغ نے کہا کہ یہ (دام میں پھنسنا) اس کی سزا ہے جو (مکار) زاہدوں کے افسوں کو سن لے (چنانچہ میں تیرے فریب میں آ گیا کہ تو زاہد بنا ہوا تھا پس اس نے پھنسنے کا الزام صیاد پر لگایا) زاہد (یعنی صیاد) نے کہا کہ نہیں (یہ بات نہیں بلکہ) یہ سزا اس دیوانگی کی ہے (نشاف بفتح وتخفیف جنون ودیوانگی وخبط کذافی الغیاث) کہ یتیموں کا مال بے تحقیق کھا جاوے (مطلب یہ کہ خود تیری خطا ہے کہ دانہ کھانے کی حرص پر عمل کیا اور پھنس گیا اور گو مرغ کا قول اس اعتبار سے صحیح ہے کہ یہ زاہد سبب اس ابتلا کا ہو گیا لیکن اس اعتبار سے غلط ہے کہ مقصود اس کا اپنا بالکل بری بتلانا ہے اور وجہ غلط ظاہر ہے کہ زاہد تو سبب ہی تھا لیکن دانہ کھانے کا مباشر جو کہ جزو اخیر ہے پھنسنے کی علت کا یہ خود مرغ ہے۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ معاصی میں اپنے کو بری سمجھنا اور محض تقدیر پر حوالہ کرنا جیسا کہ لازم آتا ہے عقیدہ جبر سے محض غلط ہے اور یہی مقصود تھا اس حکایت کے لانے سے جیسا کہ عشر اول کے اخیر میں مذکور ہوا جو حاصل ہے شعر جرم خود را برکسے دیگر منہ الخ اور متہم کن نفس خود را اے فتی الخ کا اور اس سے جبر کی تو نفی ہو گئی لیکن ممکن تھا کہ اس سے کوئی قدر کا قائل ہو جاتا اس لئے آگے قدرتی اسباب ودواعی سے کہ مقتضیات صدور بعض افعال ہیں انسان کے مغلوب ہو جانے کو گو درجہ اضطرار میں نہ ہو اور اس کے ضعف وعجز کو بیان کرتے ہیں تاکہ استقلال قدرت عبد کی بھی نفی ہو جاوے اور عقیدہ حقہ لاجبر ولاقدر ولکن امر بین بین ثابت ہو جاوے اور بیان ضعف وعجز عبد کے ساتھ التجاء الی الحق وتوکل علی الحق کی تعلیم دیتے ہیں اور اس التجا وتوکل کا درجہ عشق وفنا تک پہنچانے کے لئے ارشاد فرماتے ہیں اور مشغولی بغیر حق کی جو کہ مانع ہے توجہ تام الی الحق سے مذمت کرتے ہیں اور چونکہ اس مقام پر مولانا پر حال غالب ہو گیا ہے اس لئے یہ مضمون بعنوان نوحہ مرغ شروع ہو کر بطور اہل سکر کے دور تک چلے گئے ہیں اسی لئے کہیں کہیں بعض الفاظ

www.besturdubooks.wordpress.com

ظاہری ادب سے متجاوز ہو گئے ہیں مگر نظر مقصود پر رکھنا چاہئے اسی لئے شرح اشعار سے پہلے مقصود کی تعیین کر دی گئی پس فرماتے ہیں کہ) بعد اس کے (مرغ نے اپنے قصور کو سمجھ کر اور اس کے اسباب حرص وغیرہ سے اپنا مغلوب ہونا یاد کر کے غایت اضطراب و بے تابی سے) اس طرح نوحہ گری شروع کی کہ دام اور صیاد دونوں درد سے لرزاں ہو گئے (اور وہ نوحہ یہ تھا) کہ قلب کے تناقضات سے میری پشت شکستہ ہو گئی (قلب کے متعلق دوامر ہیں میل اور خیال مراد یہ ہے کہ قلب میں میل اور دواعی مختلف پیدا ہوتے ہیں مثلاً کبھی معصیت کے ارتکاب کی طرف کبھی معصیت کے اجتناب کی طرف اسی طرح خیالات مختلف پیدا ہوتے ہیں کبھی معصیت کے عاجل مصالح سمجھ میں آتے ہیں اور عقوبت کے خطرہ کا خیال توبہ کے ساتھ مقابلہ کیا جاتا ہے اور کبھی معصیت کے آجل مفاسد خیال میں آتے ہیں اور توبہ کو نفس کا بہانہ سمجھا جاتا ہے ان میول اور خیالات میں کشاکشی ہوتی رہتی ہے کبھی معصیت کا غلبہ ہو جاتا ہے کبھی تقویٰ کا اور اس تقویٰ کے بعد کبھی یہ تقویٰ پھر ٹوٹ جاتا ہے کبھی پھر توبہ کر لی جاتی ہے کبھی یہ توبہ بھی ٹوٹ جاتی ہے غرض یہی محاربہ شدید و منازعت مدید مدتوں جاری رہتی ہے جس کو دیکھ کر سلیم الحس کو پورا یقین ہو جاتا ہے کہ میرا علم اور ہمت بہت ضعیف ہے جب تک کہ خدائے تعالیٰ قوت نہ دے وہو معنی قولہ علیہ السلام **لاحول ای من المعصیۃ ولاقوۃ ای علی الطاعۃ الا باللہ** اور اس مشاہدہ ضعف کے سبب وہ التجاء الی الحق کرتا ہے کہ میں تو ہمت ہار چکا) اے محبوب آیئے اور میرے سر پر (شفقت و رحمت کا) ہاتھ پھیریئے (یعنی مجھ پر رحمت فرمایئے کہ میں معصیت سے بچ سکوں اور طاعات کر سکوں) آپ کے ہاتھ کے نیچے میرے سر کو راحت ہے۔ آپ کا ہاتھ شکر بخشی میں دلیل (روشن) ہے (شکر بخشی سے مراد نعمت بخشی اطلاقاً للمسبب علی السبب یعنی آپ کا ہاتھ نعمت بخشی کا ذریعہ ہے) اپنا سایہ (رحمت) میرے سر پر سے مت اٹھانا میں (بہت بے قرار ہوں بے قرار ہوں بے قرار ہوں (یہ بے قراری باقتضائے مقام اضطرار فی سوال الرحمۃ پر محمول کرنا مناسب ہے **و فیہ الاشارۃ الی ادب الدعاء الذی ذکر فی قولہ تعالیٰ: امن یجیب المضطر اذا دعاہ** اور بے قراری میں چونکہ حق تعالیٰ کی طرف توجہ تام ہو جاتی ہے اور بار بار ادھر توجہ تام رہنے میں خاصیت ہے کہ پھر خود اس کی طلب اور محبت قلب میں پیدا ہو جاتی ہے اس لئے بعد بے قراری کے محبت اور طلب کے آثار کا بیان کرتے ہیں کہ) نیندیں میری آنکھ سے بیزار (اور زائل) ہو گئیں آپ کے غم (یعنی طلب و محبت) میں (پس) اگرچہ میں (پرسش کے لائق نہیں ہوں (لیکن) کیا نقصان ہو جاوے اگر ایک ساعت نالائق ہی کو آپ پوچھ لیں (اس) غم (مذکور) میں (آگے باوجود عدم لیاقت کے حق تعالیٰ کے الطاف کا وارد ہو سکنا بیان کرتے ہیں کہ) معدوم کو کیا استحقاق تھا کہ اس پر آپ کے لطف نے ایسے دروازے (عطیات کے) کشادہ کر دیئے (کہ اس کو موجود کیا اس کو کمالات و نعم عطا فرمائے اور عدم کی تفسیر معدوم سے اس لئے کی گئی کہ وجود و توابع وجود جس کو عطا ہوئے ہیں مثلاً انسان وہ تو موصوف بالعدم تھا نہ کہ خود عدم چنانچہ ظاہر ہے آگے ان ابواب لطف کا بیان ہے کہ مثلاً) خاک خارشتی کو (اس لطف نے) ایسا کر دیا کہ اس (خاک) میں اثر کرم (پیدا) ہو گیا (اس طرح سے کہ) دس گوہر نور حواس کے (اس کی) جیب میں کر دیئے (گر گین بفتح گاف صاحب مرض خارش کذا فی الغیاث و کرم آسیب لفظ مرکب یعنی آنکہ اثر او کرم ست کذا فی الحاشیہ مطلب یہ کہ لطف نے تراب کو جس میں کمالات انسانی نہ تھے انسان بنا دیا اور خاک کو خارشتی اس لئے کہا کہ بقواعد طبیہ خارشتی دوسرے کو خارشتی کر دیتا ہے اور یہی خاصیت خاک کی ہے کہ کیسی ہی لطیف چیز اس میں دبا دی جاوے اس کی محبت سے

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ بھی خاک کثیف بن جاتی ہے تو جو چیز ایسی کثیف تھی اس کو انسان کامل بنادیا کہ اب جو اس کی صحبت میں رہے وہ بھی صاحب کمال ہو جاوے کرم آسیب کے یہ معنی ہوئے یعنی انسان بنادیا اور انسان بنا کر حواس عشرہ عطا فرمائے اور ان کو نور کہنا بوجہ آلہ ادراک ہونے کے ہے اور نور کے اعتبار سے گوہر سے تشبیہ دی آگے ان حواس عشرہ کی تفصیل ہے کہ) پانچ حواس تو ظاہری اور پانچ باطنی کہ ان حواس سے ایک بے جان نطفہ انسان ہو گیا (اور اوپر کہا تھا کہ خاک کو صاحب حواس یعنی انسان بنادیا بات یہ ہے کہ خاک کا انسان ہونا بواسطہ اس کے نطفہ ہونے کے ہے پس دونوں پر انسان ہونے کا حکم صحیح ہے غرض آپ کا لطف ایسا ہے کہ معدوم کو موجود اور ناقص کو کامل بناتا ہے جن میں پہلے سے کوئی استحقاق وجود کمال کا نہ تھا جب آپ بلا استحقاق کرم فرماتے ہیں تو اگر مجھ پر بھی باوجود عدم لیاقت کے کرم ہو جاوے تو کیا بعید ہے آگے ایک کرم کا بیان ہے کہ وہ توفیق ہے استقامت کی یعنی یہ توفیق استقامت عطا فرمائیے کیونکہ ہماری) توبہ بدوں آپ کی توفیق (استقامت علی التوبہ) کے اے نور عالی کیا چیز ہے بجز تمسخر کے (نور اور عالی دونوں صفتیں اسماء الٰہیہ میں مصرحا وارد ہیں پس اگر کسی کو بدوں آپ پر نظر کیے ہوئے محض اپنی توبہ پر ناز ہو تو) آپ (ایسی) توبہ کی ایک ایک مونچھ اکھاڑ دیتے ہیں (یعنی جو توبہ بدوں توکل و استعانت بالحق کے ہو اس کو ثبات نہیں ہوتا کیونکہ اس کے ساتھ نصرت حق نہیں ہوتی اور) توبہ تو محض سایہ (کی طرح ایک تاریک چیز) ہے (سایہ سے مراد وہ ظلمت ہے جو آفتاب و ماہتاب کے غیبوبت کے وقت جو میں ہوتی ہیں) اور آپ (گویا) ماہ روشن ہیں (پس ماہتاب کے طلوع سے وہ ظلمت مبدل بہ نور ہو جاتی ہے اسی طرح توبہ میں نور آپ کی توفیق سے پیدا ہوتا ہے ورنہ محض بے نور و بے رونق رہتی ہے اور یہ سب احکام مشاہد و ظاہر ہیں آگے مستانہ کلام ہے کہ) اے (محبوب) آپ (ہی کے حکم قضا) سے میری دوکان اور منزل ویران (ہو جاتی) ہے (دکان سے مراد جوارح اور منزل سے مراد قلب کیونکہ گھر جیسے پردہ کی چیز ہے اور دکان منظر عام پر ہوتی ہے اسی طرح قلب ایک مخفی چیز ہے اور جوارح حسی چیز ہیں اور جس طرح گھر اور دکان کی ویرانی یہ ہے کہ ان میں جو سرمایہ تھا تباہ ہو جاوے اسی طرح جوارح کا سرمایہ اعمال ظاہری ہیں اور قلب کا سرمایہ اعمال باطنی ہیں جوارح و قلب کا ویران ہونا یہ ہے کہ یہ اعمال فاسد ہو جاویں مثلاً توبہ ہی شکست ہو جاوے جس کا اوپر ذکر تھا اور یہ مطلب نہیں کہ آپ سے ان اعمال کا فساد ہی ہوتا ہے یہ تو بالمشاہدہ غلط ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ ان میں جب فساد آتا ہے گو وہ میرے اختیار ہی سے ہوتا ہے لیکن منتہا سلسلہ اسباب کا آپ کی قضا و قدر ہے اور مقصود اس سے اپنا تمریہ نہیں ہے بلکہ اظہار ہے اپنے ضعف کا اور طلب ہے قوت اور ہمت کی حضرت حق سے کہ آپ مجھ کو استقامت بخشیے کیونکہ سب آپ ہی کے قبضہ میں ہے اور) میں نالہ کیسے نہ کروں جب آپ میرے قلب کو دبوچ دیتے ہیں (جس طرح ضعیف آدمی قوی کے دبوچنے سے رونے لگتا ہے اسی طرح جب میرے قلب کے میول و خیالات قضا و قدر سے مغلوب ہو جاتے ہیں تو پریشان ہو کر نالہ کرنے لگتا ہوں تا کہ میری مدد ہو اور) چونکہ بدوں آپ کے میرے کام کا کوئی انتظام (درست) نہیں (بیٹھتا) جیسا مذکور ہوا کہ قضا و قدر سے مغلوب ہو کر کام غیر منتظم ہو جاتا ہے) تو بدوں آپ کے ہرگز وہ کام کب پورا ہو سکتا ہے (کیونکہ پورا ہونا تو درستی انتظام پر موقوف ہے اور درستی انتظام آپ کے قضا پر موقوف ہے تو پورا ہونا بھی آپ کے قضا پر موقوف ہوا کیونکہ کسی شئے کے موقوف علیہ کا موقوف علیہ اس شئے کا بھی موقوف علیہ ہوتا ہے اس سے بھی مقصود طلب قوت ہے اور کام تو آپ کے حکم پر کیسے موقوف نہ ہوتا وہ تو پھر بھی صفت ہے خود میری ذات موجودہ جو کہ موصوف ہے اس صفت کے ساتھ وہ خود بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

موقوف ہے آپ کے حکم پر اسی کو کہتے ہیں کہ) میں (آپ سے) کیسے بھاگوں کیونکہ بدوں آپ کے تو زندہ (کی زندگی) بھی نہیں (اور) بدوں آپ کی خداوندی (یعنی حکم تکوینی) کے بندہ کی ہستی بھی نہیں (پس جب اس کی ہستی و حیات بھی جو کہ موقوف علیہ ہے صدور افعال کی آپ کے حکم تکوینی پر موقوف ہے جس سے صدور افعال کا موقوف ہونا حکم تکوینی پر بدرجہ اولیٰ واقویٰ ظاہر ہے تو پھر میں آپ سے کیسے بھاگوں اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جب حکم تکوینی مجھ پر جاری ہو گیا کہ فلاں فعل اس سے صادر ہو تو میں قضا سے کہاں بھاگ سکتا ہوں وہ فعل مجھ سے ضرور ہی صادر ہوگا اور مقصود اس سے اپنا تبریہ نہیں بلکہ استعانت ہے یعنی ایسی حالت میں آپ ہی توفیق اور استقامت بخشیے میں ضعیف اور مغلوب ہوں ایک معنی تو چوں گریزم کے یہ ہو سکتے ہیں دوسرے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ میں جو آپ سے التجا کر رہا ہوں جیسا کہ اوپر کے اشعار میں ہے۔ تو آپ کی طرف التجا لانے سے کیسے بھاگ سکتا ہوں اور اس التجا سے مجھ کو کہاں مفر ہے کیونکہ افعال اور ذات کا موقوف علیہ آپ ہی کا حکم ہے تو اگر آپ کی طرف التجا نہ لاؤں تو کہاں لے جاؤں اور دونوں توجیہوں پر جب میری جان آپ کے قبضہ میں ہے تو اگر اعمال کی کوتاہی اور توبہ کے انہدام سے تنگ ہو کر میں موت کی بھی تمنا کروں وہ بھی میرے اختیار سے خارج ہے اس میں بھی آپ ہی سے مدد چاہتا ہوں۔ پس بحالت کذائیہ) میری جان لے لیجئے اے (وہ محبوب) جو کہ جان کی اصل ہے (نہ بمعنی مادہ یا بیخ ونحوهما مما یستحیل علیه تعالیٰ من معانی الاصل بلکہ بمعنی محتاج الیہ وما یستند تحقق الشیٔ الیه وهما ایضا من معانی الاصل اور واجب تعالیٰ کا مستند الیہ ومحتاج الیہ ہونا ظاہر ہے اور بجائے اصل کے اصول کہنا تعظیم و جامعیت اقسام ممکنہ للواجب کالاستناد فی الحدوث والبقاء واعطاء الکما لات ونحوها کے لئے ہے کما فی قوله تعالیٰ ان ابراهیم کان امة قانتا الخ اور جان لینے کی) اس لئے (تمنا کرتا ہوں) کہ بدوں آپ (کی محبت) کے میں (اپنی) جان سے (بھی) ملول (اور تنگ) ہو گیا ہوں۔ (کما قال العارف الشیر ازی

لطف چنان ندارد بے دوست زندگانی لطف چنان ندارد

پس ایسے جینے سے مرنا ہی اچھا ہے اور یہ تمنا موت چونکہ مصیبت اور فتنہ دینیہ سے بچنے کے سبب سے ہے اس لئے منہی عنہ نہیں ہے فی الحدیث الصحیح واذا اردت بقوم فتنة فتوفنی غیر مفتون اور چونکہ یہ کلام مستانہ ہے جس پر ظاہر بین استعجاب واستبعاد کے ساتھ نظر کرتے ہیں اس لئے اپنا عذر بیان کرتے ہیں کہ بیشک یہ ایک قسم کی دیوانگی ہے لیکن) میں فن دیوانگی ہی پر عاشق ہوں (اور) میں عقل اور زیرکی سے سیر (اور بیزار) ہوں (حاصل عذر کا یہ ہوا کہ مجھ پر اس وقت توحید افعال کے غلبہ سے سکر غالب ہے اور چونکہ واردات غیبیہ اضیاف غیبیہ ہیں جو وارد طاری ہو اس پر راضی رہنا ادب ہے اس لئے اس وقت میں اسی وارد سکر پر راضی اور اسی کا عاشق ہوں اور سکر میں ایسے عنوانات عفو ہیں پس یہ عذر ہو گیا اور یہ جو فرمایا کہ میں عقل سے بیزار ہوں مراد اس سے وہ عقل و صحو نہیں ہے جو اہل تمکین کو ہوتا ہے وہ تو سکر سے ارفع ہے بلکہ مراد اس سے وہ عقل ہے جو قبل طریان توحید افعال کے حاصل تھی یعنی عقل محجوبین و محرومین اور وہ واقعی قابل بیزاری ہے بخلاف عقل اہل تمکین کے کہ وہ مرتبہ جامع ہوتا ہے عقل اور کشف توحید دونوں کے لئے یعنی اہل تمکین کو توحید افعال بھی بدرجہ اتم منکشف ہوتی ہے اور اس کے ساتھ بوجہ ضبط وقوت تحمل کے عقل بھی اس کشف سے مغلوب نہیں ہوتی اور اگر کسی کو شبہ ہو کر مولانا تو اہل تمکین سے تھے پھر اس مضمون کے کیا معنی جواب یہ ہے کہ یا تو بزبان حال صاحب حال کے تکلم فرما رہے ہیں مگر یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب اوپر کے کلام مستانہ کی توجیہ کے لئے کافی نہ ہوگا۔اس لئے اچھا جواب یہ ہے کہ کہا جائے کہ اہل تمکین کو بھی گاہ گاہ کوئی وارد مغلوب کر دیتا ہے گو احیاناً ہوتا ہے تو اس وقت ان کے افعال واقوال میں بھی اس کا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے اور چونکہ غلبہ حال میں ضبط کم ہو جاتا ہے آگے اس کی کی خبر دیتے ہیں مع اس کے بعض آثار کے کہ اظہار بعض اسرار کا ہے یعنی) جب شرم (کا پردہ) دریدہ ہو جاوے (یعنی حجاب ضبط اٹھ جاوے اور ضبط کو حیا سے تشبیہاً تعبیر فرمایا اور وجہ شبہ مانعیت ہے) تو میں راز کو فاش کہوں گا (وہ راز سر قدر ہے جس کو حالت تمکین میں فاش اس لئے نہیں کیا جاتا ہے کہ جہلا کو اس سے ضرر حیلہ جوئی کا معاصی میں ہوگا اور غلبہ حال میں اس مصلحت پر نظر نہیں رہتی اور اضطرار اً یہ کہہ کر ظاہر کر ڈالتا ہے کہ) یہ صبر (یعنی ضبط) اور پیچ وتاب (جو کہ ضبط میں ہوتا ہے) اور اختلاج (جو کہ ضبط میں احیاناً بڑھ جاتا ہے) کب تک (برداشت کروں) میں حیا (و ادب وضبط) میں سنجاف کی طرح (بہت) پنہاں رہا (اب تو) دفعۃً زیر لحاف سے باہر آتا ہوں (جس طرح سنجاف لحاف کے نیچے کی طرف ہو اور کسی وجہ سے وہ حصہ اوپر ہو جاوے اسی طرح میں پہلے حجاب ضبط میں تھا اب مجھ سے ضبط نہیں ہوتا سر قدر کو ظاہر کرتا ہوں چنانچہ آگے اور بھی کھلے اور وارستہ الفاظ میں اس مضمون بالا یعنی توحید افعالی کو بیان کرتے ہیں کہ) اے رفیقو (جو راستے قریب کے ہمارے اعمال واحوال زشت سے بند ہوئے ہیں ان) راستوں کو محبوب (حقیقی) نے بند کر رکھا ہے (یعنی مستند اخیر ان ہی کا حکم تکوینی ہے جس کے سامنے ہم ضعیف وعاجز ہیں اور ہمارے ضعف اور ان کی قوت کی ایسی مثال ہے کہ گویا) ہم آہوئے لنگ ہیں اور وہ شکاری شیر ہے (تو بیچارہ آہوئے لنگ شیر کا مقابلہ کب کر سکتا ہے اسی طرح ہماری مشیت ان کی مشیت کا کب مقابلہ کر سکتی ہے وماتشاؤن الاان یشاء اللہ رب العالمین جب اس کے سامنے ہماری ایسی مثال ہے تو بس) بجز تسلیم ورضا کے کیا علاج ہو سکتا ہے ایک شیر زخونخوار کے قبضہ میں (ہو کر یعنی اگر کوئی آہوئے لنگ ایسے شیر کے قبضہ میں ہو تو کان بھی نہیں ہلا سکتا بجز اس کے کہ تسلیم ورضا اختیار کرے۔اس سے البتہ امید چارہ کی ہے جیسا مشہور ہے کہ سامنے پڑے کو شیر بھی نہیں کھاتا اسی طرح ہمارے لئے اگر چارہ ہے تو یہی ہے کہ حاکم حقیقی کے سامنے تسلیم ورضا اختیار کریں یعنی مقاومت چھوڑ کر اس کے احکام تشریعیہ وتکوینیہ کو تسلیم کریں اور اطاعت کا اہتمام کریں اور جو کچھ بلا اختیار واقع ہو اس پر راضی رہیں اور جو باختیار واقع ہو جتنا حصہ اس میں اختیار کا ہے اس پر نادم ہوں کہ یہ بھی شعبہ تسلیم ورضا کا ہے کیونکہ ان ہی کا حکم ندامت کے لئے بھی ہے اور جتنا حصہ اس میں عدم اختیار کا ہے یعنی یہ کہ حق تعالیٰ اس کا بھی خالق ہے اس پر بھی راضی ہوں اور شاکی نہ ہوں اور اس سے رضا بالمعصیت لازم نہیں آتی کیونکہ معصیت اپنا فعل ہے اور یہ اور ہے اور خالق للمعصیت ہونا ان کا فعل ہے اور یہ اور ہے تو ایک پر راضی ہونا دوسرے پر راضی ہونے کو مستلزم نہیں خوب سمجھ لو اور اس چارہ سے تجربہ ہوا ہے کہ حق تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہو جاتی ہے اور رحمت حق سے فضائل کے ساتھ تحلی اور رذائل سے تخلی اور صیانت اور استقامت میسر آجاتی ہے اور چونکہ یہ طریق مذکور منجملہ طرق مشہورہ سلوک کے طریق عشق ہے جس کو اکثر مشائخ متاخرین محققین نے اختیار کیا ہے اس لئے آگے اس طریق عشق کے بعض خواص وآثار مثل تقلیل خواب وخورش اور اضطراب وشورش مذکور ہیں پس فرماتے ہیں کہ) وہ (یعنی محبوب حقیقی) آفتاب کی طرح خواب وخورش نہیں رکھتے (اس لئے عشاق کی) روحوں کو بے خورد وخواب کر دیتے ہیں (اور بدلالت حال عاشق سے یوں کہتے ہیں) کہ (میری طرف) آ (اور یا تو) میرا عین ہو جا یا میرا ہم صفت ہو جا تاکہ تجلی (یعنی انکشاف قلب) میں میرا رخ دیکھ لے (آفتاب کے ساتھ تشبیہ توضیح کے لئے ہے کہ آفتاب کو مع اس کی صفت بے خواب وخور ہونے کے سب دیکھتے اور جانتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں بس یہ تشبیہ ایسی ہے جیسی قرآن مجید میں ہے مثل نوره کمشکوۃ فیها مصباح الخ اور حق تعالیٰ کی یہ صفت منصوص قطعی ہے لاتاخذہ سنة ولانوم وهو یطعم ولا یطعم اور یہ ملازمت مضمون مصرعۂ اولیٰ و مضمون مصرعۂ ثانیہ میں عقلی نہیں صرف عادی ہے یعنی عادۃ اللہ جاری ہے کہ اپنے محبین کو تخلق باخلاق کی دولت نصیب فرماتے ہیں اور حقیقت اس کلام کی یہ ہے کہ بعض صفات حق کے مظاہر مطلق موجودات ہیں اور بعض صفات کے مظاہر خواص عباد ہیں پس محبت حق میں جو خواب و خور عشاق کا ایک درجہ میں متروک ہو جاتا ہے یعنی اس کی کثرت کا درجہ یہ حق تعالیٰ کی صفت نفی مطلق خواب و خور کا ایک ظہور ہے اور غایت اس تقلیل خواب و خور اور اس کی منشا یعنی عشق حق کی حصول نسبت مع اللہ ہے جس کو بیا سے تعبیر فرمایا ہے اور اس نسبت کا ایک کون فنائی الذات و توحید ذاتی ہے جس کو مجازاً من باش سے تعبیر کیا گیا ہے اور ایک فنائی الصفات و توحید صفاتی ہے جس کو ہم خوے من سے کہ لفظ مرادف تخلق باخلاق اللہ کا ہے تعبیر فرمایا ہے اور اوپر کے اشعار میں توحید افعال کا ذکر تھا اسی توحید افعالی سے ترقی ہو کر یہ دونوں قسمیں یعنی توحید صفاتی و توحید ذاتی حاصل ہو جاتی ہیں اور تفسیر ان کی یہ ہے کہ اگر اپنے افعال نظر و التفات سے غائب ہو کر صرف افعال حق پر نظر رہ جاوے وہ توحید فی الافعال ہے اور اگر غیر حق کے صفات بھی نظر میں نہ رہیں تو یہ توحید فی الصفات ہے اور اگر غیر حق کی ذات بھی نظر میں نہ رہے یہ توحید فی الذات ہے اور توحید فی الصفات کو مشاہدہ اور توحید فی الذات کو معائنہ کہتے ہیں مصرعۂ ثانیہ میں بہ بینی ان دونوں مشاہدہ و معائنہ کو عام ہے پس یہ دونوں لفظ اور اسی طرح ان دونوں کا مقسم بہ بینی اصطلاحی الفاظ ہیں اس سے دیکھنا بمعنی متعارف مراد نہیں بلکہ توجہ بحت الی صفات الحق مشاہدہ ہے اور توجہ بحت الی ذات الحق معائنہ ہے اور توجہ فعل قلب ہے۔ پس یہ بہ بینی رویت قلبیہ ہے پس لفظ رو بھی معنی لغوی پر محمول نہ ہوگا بلکہ وہ ترجمہ ہوگا وجہ کا جس کی تفسیر ہوگی۔ ما یتوجه الیه سواء کان صفةً او ذاتاً اسی لئے اکثر مفسرین وجہ اللہ کی تفسیر ذات سے کرتے ہیں اور چونکہ اس تفسیر میں ذات لابشرط شئے ہے خواہ اس کے ساتھ صفات کی طرف التفات ہو یا نہ ہو اس لئے میری تفسیر عام سے منافی نہیں اور چونکہ بہ بینی سے اس کو معنی لغوی پر محمول کر کے کوئی انکار کر سکتا تھا کیونکہ رویت بالمعنی اللغوی دنیا میں شرعاً ممتنع ہے اس لئے آگے استدلال علی الرؤیۃ اور اس کے ضمن میں اس کی تفسیر مذکور فی تقریر الاحقر کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ بہ بینی میں تو ہم نے مستقبل میں ہی رؤیت کا حکم کیا ہے اب ہم ترقی کر کے بدلیل کہتے ہیں کہ ماضی میں بھی تو دیکھ چکا ہے) اور (دلیل اس کی یہ ہے کہ) اگر تو (اس کو) نہیں دیکھ چکا تو (اس پر) ایسا شیدا کیونکر ہو گیا تو تو (پہلے) خاک تھا (اسی حالت میں) تو طالب احیاء ہو گیا (یعنی اس کا طالب ہو گیا کہ حق تعالیٰ تیرا محی یعنی روح بخش ہو چنانچہ تجھ کو حیات عطا ہوئی اور روح انسانی کے ذریعہ سے انسان بنا دیا گیا قال تعالیٰ وبدء خلق الانسان من طین ثم جعل نسلة من سلالة من ماء مهین ثم سواه و نفخ فیه من روحه و جعل لکم السمع والابصار والافئدة الأیة یہ تو تقریر ترجمہ کی ہوئی اور تقریر استدلال کی یہ ہے کہ تجھ کو جو خدائے تعالیٰ سے محبت ہے اور یہ خطاب خواہ تو صرف طالب حق کو ہے اور اس کا محب ہونا ظاہر ہے اور یا خطاب ہر شخص کو ہو کیونکہ کم و بیش محبت حق تعالیٰ کی ہر شخص کو ہے جس کا سبب یہ ہے کہ یہ امر فطری ہے ہر شخص کی فطرت میں رکھا گیا ہے گو بعض احکام میں بوجہ جہل کے بعض سے غلطیاں بھی ہوتی ہوں چنانچہ مشاہدے سے حتیٰ کہ منکرین بھی گو زبان سے انکار صانع کا کرتے ہیں مگر ان کا) قلب زبان سے کبھی موافقت نہیں کرتا قلب بے اختیار کہتا ہے کہ کوئی صانع ہے اور اس کی طرف طبعاً کسی قدر انجذاب بھی ہوتا ہے پس ہر شخص کو محبت حق تعالیٰ کی ہوئی اور محبت موقوف ہے معرفت پر جب

www.besturdubooks.wordpress.com

انسان خاص یا مطلق انسان کو خدائے تعالیٰ سے محبت ہوئی تو لامحالہ اس سے پہلے معرفت ہوئی اور یہ معرفت بھی داخل ہے عموم معنی رویت مذکورۂ مقام میں پس ثابت ہو گیا کہ تو ماضی بھی دیکھ چکا ہے اور مصرعہ ثانیہ میں معرفت کی ایک دوسری دلیل بیان کرتے ہیں کہ تو خاک ہونے کی حالت میں طالب احیاء تھا تو معلوم ہوا کہ تجھ کو نفس فہم بھی تھا کہ حیات کو پہچانتا تھا اور خدائے تعالیٰ کا فہم بھی تھا کہ اس سے حیات مانگتا تھا پس معرفت ثابت ہو گئی اور خاک کی حالت میں فہم و شعور ہونا باوجودیکہ اس حالت میں جماد ہے یہ تسبیح جمادات سے ثابت ہے جس کو محققین نے حقیقی معنوں پر اس لیے محمول کیا ہے کہ ظاہر نص کا یہی مدلول ہے اور کوئی دلیل سمعی یا عقلی اس سے صارف نہیں پس معنی حقیقی پر محمول کیا جاوے گا اور تسبیح حقیقی سے ثابت ہونا فہم کا ظاہر ہے اس لئے کہ بدوں فہم و شعور کے اس کا صدور ممکن نہیں پس شعور و معرفت جماد کا ثبوت ہو گیا باقی طلب احیاء سے خاک کے شعور و معرفت پر استدلال کرنا جیسا مولانا نے اس مقام پر کیا ہے اس کی یہ تقریر ہو سکتی ہے جیسا کہ بعد خلجان کے اسی وقت قلب پر اللہ تعالیٰ نے القا فرمایا کہ قرآن مجید میں مصرح ہے وقال لها وللارض ائتيا طوعاً او كرهاً قالتا اتينا طائعين جس سے بعد حمل على المعنى الحقيقي لما ذكر انفاً معلوم ہوتا ہے کہ زمین خاک کی حالت ترابی میں حق تعالیٰ کی مطیع ہے اور شعور اوپر بھی معلوم ہو چکا اور خود اطاعت کے اعتراف سے بھی شعور ثابت ہوتا ہے پس اس کا مقتضی یہ ہے کہ جب خاک کو بوجہ شعور معلوم ہوا ہو گا کہ مجھ سے آدمی بنایا جاوے گا تو بوجہ اطاعت کے عرض کیا ہو کہ مجھ سے آدمی بنا دیا جاوے پس طالب احیاء ہونا اسی طرح ثابت ہوا اور طالب احیاء ہونا بھی مثل تسبیح کے دلیل ہے معرفت کی اور اثبات معرفت ہی مقصود مقام ہے پس دعویٰ رویت کا ماضی میں ثابت ہوا تو مستقبل میں حکم کرنے میں کیا استبعاد رہا اب صرف یہ بات رہ گئی کہ وجود شعور اس کو مستلزم نہیں کہ اس کو یہ بھی خبر ہو گئی ہو کہ مجھ سے انسان کو بنانا چاہتے ہیں تو یا تو مولانا کے پاس اس کی کوئی دلیل ہو گی یا ظاہر پر اس حکم کو مبنی فرمایا کیونکہ ادھر قرآن مجید سے انی جاعل فی الارض خلیفة فرمانا حق تعالیٰ کا ثابت ادھر شعور ارض کا ثابت تو کہہ سکتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ ارض کو اس کا بھی شعور ہو گیا ہو گا اور بعض قصص میں جو ہے کہ زمین نے فرشتوں کی خوشامد کی تھی کہ قالب انسان بنانے کے لئے مجھ کو مت لے جاؤ جیسا مثنوی کے دفتر پنجم میں بھی دو قصص کے بعد مذکور ہے اگر یہ قصہ ثابت ہو تو ممکن ہے کہ اس وقت تک حق تعالیٰ کی مشیت جازمہ کا اس کو علم نہ ہوا ہو یا یہ حرکت اضطراری ہو اور اطاعت فعل اختیاری بالاختيار الضعيف لاكاختيار المكلف فان الاطلقه تستلزم اختياراً اما رہا یہ امر کہ گرندیدی میں مخاطب خاص انسان محب ہو اور اسی کو شیدائی خاص یعنی درجہ کاملہ محبت مخصوصہ بالعبد العاشق سے استدلال دیدن پر کیا جاوے تو اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ دیدن کا عموم اوپر ثابت ہو چکا ہے جو سبب ہے اس شیدائی کا تو پھر یہ درجہ شیدائی کا عام کیوں نہ ہوا جب سبب اس کا سب میں پایا جاتا ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس جگہ شیدائی سے دیدن پر استدلال کرنا استدلال بالمشروط على الشرط ہے نہ کہ بالمعلول على العلة یعنی دیدن موثر تام نہیں شیدائی میں بلکہ موقوف علیہ ہے شیدائی کا اور علت کے لئے اس دیدن کے ساتھ اور امور کے انضمام کی ضرورت ہے اور وہ انضمام عام نہیں ہے انسان کو پس شبہ جاتا رہا اور شیدائی سے دیدن اور ماضی پر استدلال بلا غبار محفوظ رہا آگے یہی استدلال دوسرے عنوان سے ہے یعنی) اگر اس نے (یعنی محبوب حقیقی نے) تجھ کو لامکان سے غذا نہیں دی (اور وہ غذائے روحانی ہے کیونکہ غذائے جسمانی موقوف ہے جسم عنصری پر اور جسم عنصری اس وقت تھا نہیں چنانچہ قبل ارواح کے ناسوت میں آنے کے کہیں غذائے جسمانی کا ملنا منقول بھی نہیں اور ناسوت سے جانے کے بعد تو روایات میں اس کا ملنا آیا ہے تسرح من الجنة

www.besturdubooks.wordpress.com

حیث شاء ت الحدیث پس جب وہ غذائے روحانی تھی اور بڑی غذائے روحانی مشاہدہ ہے محبوب کا پس معنی یہ ہوئے کہ اگر تو مشاہدہ محبوب کا نہیں کر چکا) تو تیری چشم جان پھر اس طرف کیوں لگ رہی ہے (یعنی کیوں اس کا طالب ہو رہا ہے پس علف دادن مرادف ہوا دیدی کا اور چشم ماندن مرادف ہوا شیدائی کا پس وہی اوپر والا مضمون بعنوان دیگر ہو گیا اور میں نے شعر در ندیدی کے شرح کی تمہید میں کہا تھا استدلال علی الرویۃ اور اس کے ضمن میں اس کی تفسیر مذکور فی کلام الاحقر الخ تو اس تمام تر شرح سے معلوم ہوا ہوگا کہ دیدن بمعنی معرفت ہے اور مصرعہ چشم جانت الخ میں اس توجہ کو چشم جان بماندن سے تعبیر کرنے میں اشارہ قریب بصراحت ہو گیا کہ توجہ اور بچشم جان دیدن ایک ہی چیز ہے پس معائنہ و مشاہدہ جس کا ترجمہ لفظی بچشم دیدن ہے وہ چشم چشم جان ہے اور وہ دیدن دیدن بچشم جان یعنی توجہ ہے آگے اس کی چند مثالیں ہیں کہ کسی شئے کی طرف کسی کی توجہ کرنا مطلقاً دلیل اور علامت اس کی ہے کہ اس نے اس میں پہلے کچھ دیکھا اور پایا اور پہچانا ہے اسی بناء پر توجہ انسان الی الحق سے استدلال صحیح ہو گیا اس پر کہ اس نے پہلے بھی مطلوب کو دیکھا ہے وہ مثالیں یہ ہیں کہ) گربہ (کسی) سوراخ (یعنی بل) پر اس لئے تاک لگائے (اور توجہ کئے) بیٹھی ہے کہ اس سوراخ سے وہ غذا یاب ہوئی ہے (مثلاً چوہا ملا ہے حقیقۃً یا حکماً یعنی اس کو وہاں دیکھا ہے اس لئے اب بھی ......ے کہ پھر مل جاوے پس یہ توجہ علامت معرفت و مشاہدۂ مطلوب کی ہے اسی طرح) دوسری گربہ منڈیر پر پھر رہی ہے ...... اس نے شکار مرغ سے طعام پایا ہے (تو وہی وجدان و مشاہدہ و معرفت سبب اس طلب و توجہ کا ہو رہا ہے اسی طرح) ایک شخص کا قبلہ (توجہ) جلاہے کا پیشہ ہو رہا ہے (کیونکہ اس کو اس میں ادراک نفع کا ہوا ہے اس لئے ادھر متوجہ ہے) اور ایک شخص چوکیدار ہو رہا ہے روزینہ کے لئے (پس اس کو چوکیداری میں نفع کا ادراک ہوا وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا) اور (جس طرح ان سب شکلوں میں جس جس کو جس جس چیز میں غذائے نفس ملی وہ اس کی طرف متوجہ ہو گیا اسی طرح) وہ ایک شخص (ان سب دنیوی مطلوبات سے) بیکار ہے اور (اس کی) توجہ لامکان میں ہے کیونکہ (اے محبوب) آپ نے اس کو اس طرف سے (یعنی لامکان و عالم غیب سے) غذائے روح عطا فرمائی ہے (اور وہ مشاہدہ محبوب ہے کما ذکر فی شرح شعر گر زبیسویت ندا ءست الخ وھذا اعود الیٰ ذاک الشعر والذی قبلہ من قولہ در ندیدی پس اس سب سے شعر ندیدی کے قبل کا مضمون جس پر یہاں تک استدلال تھا یعنی تا بہ بمعنی در جگی الخ ثابت ہو گیا وھو المطلوب اور چونکہ شعر آن یکے بیکار میں اس طالب حق کو بیکار سے تعبیر کیا گیا ہے جس کی تفسیر کے بعد جس کو میں نے بضمن ترجمہ ذکر کر دیا ہے کچھ اشکال نہیں رہ سکتا لیکن قبل تفسیر موہم ہے۔ اس شخص کی خدمت کا اس لئے تفسیر کر کے اس کو رفع کرتے ہیں کہ اصلی) کام تو وہی رکھتا ہے جو حق کا طالب (اور ارادہ کنندہ) ہو گیا (اور) اس نے (اس) ایک (اصلی) کام کے لئے اور سب (دنیوی) کام سے قطع تعلق کر دیا (تو اس کا بیکار کہنا باعتبار خاص غیر مقصود کام کے ہے ورنہ اصل کام والا یہی ہے اور باقی) دوسرے لوگ تو (اس شخص کے کام کے روبرو) لڑکوں کی طرح (عمر دنیا کے) ان ایام معدودہ میں شب تک مٹی میں کھیل رہے ہیں (یعنی جیسے بچے رات آنے تک کھیلا کرتے ہیں پھر شب آتے ہی سب کھیل بگڑ جاتا ہے اور کشاں کشاں گھروں کو لے جائے جاتے ہیں جس کی تفصیل اس عشر کے شروع زیر عنوان حکایت آن صیاد کہ خود را در گیاہ پیچیدہ بود بشرح اشعار کودکانؔ ...... بازی خوش شند الخ مذکور ہو چکی ہے اسی طرح موت کے وقت کہ بحوائے النوم اخو الموت مشابہ وقت نوم یعنی شب کے ہے سب کھیل ختم ہو جاوے گا اور کشاں کشاں آخرت میں لے جائیں گے یعنی طالبان دنیا کا کام وطالبان حق کے کام کے سامنے ہیچ ہے آگے رجوع ہے چند شعر اوپر کے شعر او ندارد خواب و خور چوں

www.besturdubooks.wordpress.com

آفتاب رو بہار امیکند بیخورد و خواب وما قبلہ کی طرف یعنی اشعار آئندہ میں اس مضمون کا تتمہ ہے اور درمیان کے اشعار کا تعلق وربط ضمن شرح کے مذکور ہو چکا ہے یعنی محبوب حقیقی کا عشق تو مقتضی تقلیل خواب کو ہے کما ذکر و لقولہ تعالیٰ کانوا قلیلا من اللیل مایھجعون وبالاسحار ھم یستغفرون اور ادنیٰ اس ترک خواب کا عشا اور صبح کی نماز بجماعت ہے اور اوسط چند رکعات تہجد بھی ہے اور اعلیٰ اس سب کے ساتھ کچھ ذکر و شغل بھی موافق سنت کے ہے اور یہ سب مراتب یقظہ اختیاری کے ہیں اور ایک درجہ اضطراری ہے جس کی نہ کوئی حد نہ کوئی ضابطہ یعنی شورش واضطراب میں نیند ہی نہ آوے یا بہت کم آوے یہاں مفہوم عام مراد لینا مناسب ہے حاصل یہ کہ طلب عشق کا تو مقتضا خواب کی تقلیل ہے لیکن نفس و شیطان اس میں بھی مانع ہوتا ہے اختیاری میں تو ظاہر ہے اور اضطراری میں یہ مانعیت اس طرح کہ اسباب حصول محبت و عشق سے مثلاً کثرت ذکر و فراغ للفکر وصحبت اہل اللہ و اصلاح اعمال و مواظبت تقویٰ سے روکتا ہے اسی مانعیت کا آگے ذکر ہے اسی کو احقر نے شعر او ندارد خواب و خورالخ کا تتمہ کہا ہے پس فرماتے ہیں کہ اس تقلیل خواب اور اس کے اسباب کی مدح سن کر اگر) کوئی خوابناک (وجتلائے غفلت وحجاب) بیداری (وتنبہ باسباب التنبہ) کے ذریعہ سے (خواب سے) اٹھ کر کھڑا ہونا چاہتا بھی ہے (کہ مضمون شعر متصل بہ شعر او ندارد خواب و خورالخ یعنی کہ بیامن باش الخ کے اہتمام میں مشغول ہو) تو (اس وقت) دایہ وسواس اس کو فریب دیتا ہے (مراد نفس یا شیطان یا مفہوم زعم منہما ہے کہ وسواس ڈالتا ہے اور تشبیہ دایہ سے اس اعتبار سے دی کہ دایہ بچہ کو سلایا کرتی ہے اور فریب ہونا اس کا ظاہر ہے کہ ظاہر میں خیر خواہی ہے اور واقع میں بدخواہی آگے بیان ہے اس عشوہ و فریب کا کہ وہ موسوس کہتا ہے کہ) جا سورہ اے جان عزیز کہ ہم کسی کو ایسا نہ کرنے دیں گے کہ کوئی تجھ کو خواب سے اٹھا دیوے (نگذاریم کا صیغہ جمع کے زیادہ مناسب یہ ہے کہ دایہ وسواس سے مجموعہ نفس و شیطان مراد لیا جاوے آگے حضرت محبوب حقیقی کی طرف سے خطاب ہے جس طرح ذیں شعراو پر بھی محبوب حقیقی کی طرف سے خطاب تھا کہ بیامن باش یا ہم خوے من الخ چنانچہ اس کے ترجمہ کی تقریر میں اس کو ظاہر بھی کیا ہے پس یہ شعر معنیً اس شعر سے متصل ہے یعنی محبوب حقیقی کا ارشاد ہے کہ دایہ وسواس تو تجھ کو عشرہ ہی دے رہی ہے تو جاگنے میں اس کے جگانے کا منتظر یا متوقع مت رہنا جیسا بعضے لوگ اس خیال میں رہا کرتے ہیں کہ نفس کی خواہشیں پوری ہو چکیں گی تو طلب حق خود اس میں پیدا ہو جائے گی تو ارشاد حق ہے کہ یہ خیال باطل ہے اس سے اس کی امید چھوڑ اور) تو خود ہی (اپنی ہمت سے) اپنے کو بیخ خواب سے علیحدہ کرنے سے تشنہ جو پانی کی آواز سن لیتا ہے (جو کہ اس کا مطلوب ہے اور پھر اس کو نیند نہیں آتی کیونکہ مطلوب کی آواز سن کر طالب کو نیند کہاں پس) میں بھی (باعتبار اس خطاب کے بمنزلہ) پانی کی آواز (کے) ہوں گوش تشنگان میں (یہ بھی محبوب حقیقی کا ارشاد ہے جیسا اس سے اوپر تھا اور اسی خطاب کے اعتبار سے جو مَنی ہے تشبیہ بانگ آب کا) مثل بارش کے آسمان سے پہنچ رہا ہوں (علوم معقولہ میں مقرر ہو چکا ہے کہ کسی شئے کا خاص حیثیت سے محکوم علیہ کسی حکم کا ہونا درحقیقت اس حیثیت کا محکوم علیہ ہونا ہے اس حکم کے ساتھ مثلاً یوں کہیں کہ زید باعتبار علم کے افضل ہے عمرو سے باعتبار علم کے تو حاصل یہ ہوگا کہ علم زید افضل ہے علم عمرو سے پس اس شعر میں متکلم یعنی محبوب حقیقی محکوم علیہ ہے دو حکموں کا باعتبار خطاب و تکلم المضمون اشعار المقام من قولہ بیامن باش الخ وقولہ ہم تو خود رالخ کے ایک حکم تشبیہ بانگ آب اور دوسرے حکم میرسم از آسمان پس بناء علی القاعدۃ المذکورۃ آنفا حقیقت میں محکوم علیہ ان دونوں مذکورہ حکموں کا محبوب کا وہ خطاب اور کلام و دعوت ہوا جب کلام محبوب مشابہ بانگ آب کے ہوا تو خود محبوب مشبہ بہ آب ہوا اور وجہ تشبیہ مطلوب ہونا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کمین کا جیسے آب مطلوب ہوتا ہے تشنگان کا پس کلام بالکل صاف اور مصرعۂ ثانیہ شعر بالا یعنی ہمچو تشنہ الخ کے بالکل متوافق ہو گیا یعنی جس طرح تشنہ آب کی آواز سن کر نہیں سو سکتا تو بھی مثل تشنہ کے میرا ایسا طالب اور مشتاق ہو جا کہ میرا کلام و خطاب کہ میں بمنزلہ آب کے اور میرا کلام بمنزلہ بانگ آب کے ہے سن کر تو غایت طلب سے نہ سو سکے یعنی کم سویا کرے یہ تو تقریر ہوئی پہلے حکم کی اور دوسرے حکم کی تقریر یہ ہے کہ میرا کلام مثل باران کے آسمان سے پہنچ رہا ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ وحی اور اسی طرح الہام یہ سب من السماء ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ مصرعہ اولی میں تو کلام کو بانگ آب سے اور محبوب کو آب سے تشبیہ دی اور مصرعۂ ثانیہ میں کلام کو خود آب سے کہ باران بھی فرد آب کی ہے تشبیہ دی تو ایک جگہ تو آب مشبہ بہ محبوب کا ہے اور ایک جگہ وہی آب مشبہ بہ کلام محبوب کا ہے۔ تو ظاہراً یہ تدافع ہے کیونکہ جب محبوب کو آب سے تشبیہ دی گئی تو اس کا کلام جیسے بانگ آب ہے ایسے ہی بانگ باران ہونا چاہئے نہ کہ خود باران جواب یہ ہے کہ آب میں اعتبارات مختلف ہیں ایک تو مطلوب ہونا اس اعتبار سے وہ مشبہ بہ محبوب کا ہے اور اس کی بانگ مشبہ بہ کلام محبوب کا اور دوسرا اعتبار نزول من السماء ہے اس اعتبار سے مشبہ بہ محبوب کا نہیں ہو سکتا کہ منزہ ہے من النزول مثل نزول الغیث بلکہ اس اعتبار سے مشبہ بہ کلام محبوب کا ہے پس تشبیہ کلام بباران میں صرف نزول من السماء معتبر ہے نہ کہ اس کا صاحب بانگ ہونا بھی پس کچھ تدافع اور اشکال نہ رہا آگے تشبیہ محبوب باب وتشبیہ کلام ببانگ آب پر متفرع کر کے پھر محبوب کا خطاب ہے کہ) اے عاشق اٹھ اور اضطراب میں آ (جس طرح طالب آب بانگ آب کو سن کر مضطرب ہو کر اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اگر نہ اٹھا تو تعجب ہے کہ) پانی کی تو آواز اور پیاسا اور (پھر) اس وقت بھی نیند (یہ اجتماع کیسے ہو سکتا ہے پس تجھ کو بھی اگر طلب ہے تو اضطراب میں یہ خواب طویل اور تقلیل نہ ہونا چاہئے ورنہ تجھ کو بھی وہی کہا جاوے گا جیسا اس مدعی عشق کو کہا گیا جس کی حکایت آگے آتی ہے کہ تو طفلی گیر این می باز نرد یعنی دعویٰ عشق میں تجھ کو کاذب و بوالہوس و فضول کہا جاوے گا)۔

حکایت آں عاشقے کہ شب بیامد بر امید وعدۂ معشوق بداں وثاقے کہ اشارت کردہ بود وبعضے از شب منتظر بود کہ خوابش بربود معشوق آمد او را خفتہ یافت جیبش پر جوز کرد و او را خفتہ گذاشت و باز گشت و در بیان تحقیق ماہیت آں

اس عاشق کی حکایت جو معشوق کے وعدے کی امید پر اس حجرے میں پہنچا جس کا اس نے اشارہ کیا تھا اور رات کے کچھ حصہ میں منتظر رہا پھر اس کو نیند آ گئی معشوق آیا اس کو سویا ہوا پایا اس کی جیب اخروٹوں سے بھر دی اور اس کو سوتا چھوڑ دیا اور واپس ہو گیا اور اس کی حقیقت کی تحقیق کے بیان میں۔

(ربط اس حکایت کا شعر بالا کی شرح کے اخیر میں مذکور ہو چکا)

عاشقے بود است در ایام پیش	پاسبان عہد اندر عہد خویش
کوئی عاشق تھا پہلے زمانہ میں	جو قول و پیمان کا محافظ تھا اپنے عہد میں
سالہا در بند وصل ماہ خود	شاہ مات و مات شاہنشاہ خود
برسوں سے اپنے محبوب کے وصل کی فکر میں تھا	بادشاہ تھا عاشقوں کا اور مغلوب تھا اپنے معشوق کا

www.besturdubooks.wordpress.com

عاقبت جوینده یابنده بود	کہ فرج از صبر زاینده بود
آخر جوینده یابندہ ہوتا ہے	کیونکہ کشادگی صبر سے طلوع کرنے والی ہوتی ہے
گفت روزے یار او کامشب بیا	کہ بہ پختم از پئے تو لوبیا
ایک دن اس کے محبوب نے کہا کہ آج کی رات آنا	کیونکہ میں نے تیرے لئے لوبیا پکایا ہے
در فلاں حجرہ نشیں تا نیم شب	تا بیایم نیم شب من بے طلب
فلاں حجرہ میں بیٹھنا آدھی رات تک	پس میں آدھی رات کو بغیر بلائے آؤں گا
مرد قرباں کرد و ناںہا بخش کرد	چوں پدید آمد مہش از زر گرد
عاشق نے قربانی کی اور روٹیاں تقسیم کیں	جبکہ اس کا چاند گرد کے نیچے سے ظاہر ہوا
شب دراں حجرہ نشست آں گرم وار	برامید وعدۂ آں یار غار
رات کو اس حجرہ میں انتظار کرنے لگا	اس یار غار کے وعدہ کی امید پر
منتظر بنشستہ خوابش در ربود	اوفتاد و گشت بیخود آں عنود
منتظر بیٹھے بیٹھے اس پر نیند کا غلبہ ہوا	گر پڑا اور وہ غلط کار بے خود ہو گیا
ساعتے بیدار بد خوابش گرفت	عاشق دلدادہ را خواب اے شگفت
دیر تک جاگتا رہا نیند نے اس کو دبا لیا	عاشق دلدادہ کو نیند؟ تعجب کی بات ہے
بعد نصف اللیل آمد یار او	صادق الوعدانہ آں دلدار او
آدھی رات کے بعد اس کا محبوب آیا	صادق الوعدہ لوگوں کی طرح اس کا وہ دلدار
عاشق خود را فتادہ خفتہ دید	اندکے از آستینش او درید
اپنے عاشق کو پڑا ہوا سوتا دیکھا	اس کی آستین کا کچھ حصہ پھاڑ ڈالا
گردگان چندش اندر جیب کرد	کہ تو طفلی گیر ایں می باز نرد
چند اخروٹ اس کی جیب میں بھر دئے	کہ تو لڑکا ہے ان کو لے نرد کھیل
چوں سحر از خواب عاشق برجہید	آستین و گردگانہا را بدید
جب سحر کے وقت عاشق نیند سے اٹھا	آستین کو اور اخروٹوں کو دیکھا
گفت شاہ ما ہمہ صدق و وفاست	آنچہ بر ما میرسد آں ہم زماست
کہنے لگا کہ ہمارا محبوب تو سراپا صدق اور وفا ہے	جو کچھ ہم پر پہنچ رہا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے

کوئی عاشق تھا پہلے زمانہ میں جو اپنے عہد (و پیمان محبت) کا محافظ تھا اپنے عہد میں (یعنی حقوق محبت کا ادا

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنے والا تھا اور) سالہا سال سے اپنے محبوب کے وصل کی فکر میں تھا بادشاہ تھا کشتگان (عشق) کا اور کشتہ تھا اپنے بادشاہ (یعنی محبوب) کا (مات مغلوب در شطرنج و مات اول بدو جنس مراد است) آخر جوئندہ (اکثر) یابندہ ہوتا ہے کیونکہ (اکثر) کشادگی صبر سے طلوع کرنے والی ہوتی ہے۔ (اشارۃ الیٰ حدیث الصبر مفتاح الفرج وھو اعم من الظاھر والباطن ای الانشراح فلا یتخلف الفرج عن الصبر قط چنانچہ اس عاشق کی کامیابی کی بھی یہ صورت نکلی کہ) ایک روز اس کے محبوب نے (اس سے) کہا کہ آج کی رات (میرے ملنے کے لئے) آنا کہ (تیری دعوت ہے اور) میں نے تیرے واسطے لوبیا پکایا ہے (وہ کھلاؤں گا بس) تو فلانے حجرہ میں نصف شب تک بیٹھنا تا کہ میں بے بلائے نصف شب میں (تیرے پاس) آؤں گا (ممکن ہے کہ یہ وقت رقیبوں سے پوشیدہ رہنے کے لئے یا عاشق کے امتحان بیداری یا خواب کے لئے تجویز کیا ہو) اس شخص (عاشق) نے (اس کی خوشی میں) قربانی کی اور روٹیاں (مسکینوں کو) تقسیم کیں جبکہ اس کا چاند گرد کے نیچے سے ظاہر ہوا (یعنی اس کے قلب پر سے غبار غم دور ہوا بوجہ عنایت محبوب کے چنانچہ حسب فرمائش محبوب کے) رات کو وہ اس حجرہ میں (جاکر) انتظار کرنے لگا اس یار غار کے (ایفائے) وعدہ کی امید پر (اور) منتظر بیٹھے بیٹھے اس پر نیند کا غلبہ ہوا (اور) گر پڑا اور وہ غلط کار (نیند سے) بے خود ہو گیا (غلط کار کہنے کی وجہ ظاہر ہے کہ ایسے موقع پر سو گیا) ایک عرصہ تک تو بیدار رہا (پھر) نیند نے اس کو دبا لیا (آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) عاشق دلدادہ کو نیند (آنا) تعجب کی بات ہے (اسی لئے اوپر عنود کہا تھا غرض) بعد نصف شب کے اس کا محبوب آیا صادق الوعد لوگوں کی طرح اس کا وہ دلدار (آیا اور) اپنے عاشق کو پڑا ہوا سوتا دیکھا (اور نشانی کے لئے) اس کی آستین کا کچھ حصہ پھاڑ ڈالا (تاکہ جاگنے کے بعد اس سے معلوم ہو جاوے کہ محبوب آیا تھا اور اس کی غلطی پر متنبہ کرنے کے لئے محبوب نے) چند اخروٹ اس کے جیب میں بھر دیئے (اشارہ اس طرف تھا) کہ تو طفل (عشق) ہے (کامل نہیں) یہ (اخروٹ) لے (اور) ان اخروٹوں سے بچوں کی طرح نرد کھیل (نرد سے مراد مطلق بازی) جب سحر کے وقت عاشق نیند سے اٹھا (اور) آستین اور اخروٹوں کو دیکھا تو کہنے لگا کہ ہمارا بادشاہ تو سراسر صدق و وفا ہے (پھر) جو کچھ (حرمان) ہم پر پہنچتا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے (اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ حق تعالیٰ کی رحمت و عنایت میں کمی نہیں ان کے سب وعدے سچے ہیں لیکن ہم ہی ناقص عہد ہیں اس لئے محروم ہیں قال تعالیٰ اوفوا بعھدی اوف بعھدکم)

اے دل بے خواب ماز ینؔ ایمنیم	چوں حرس بر بام چوبک میزنیم
اے دل بے خواب ہم اس سے بے فکر ہیں	پاسبان کی طرح بام پر ڈنکا بجاتے ہیں
گردگان مادریں مطحن شکست	ہرچہ گوئیم از غم خود اندکست
ہمارے اخروٹ اس چکی میں شکستہ ہو چکے ہیں	ہم جتنا اپنے غم کا بیان کریں وہ تھوڑا ہے
عاذلا چندیں صداع و ماجرا	پندکم دہ بعد ازیں دیوانہ را
اے ملامت کرنے والے کب تک یہ درد سر اور قصہ	نصیحت کم کر اس کے بعد دیوانہ کو

لہ لفظ این کا مشار الیہ اور مطلب کی تقریر آئندہ شرح میں موجود ہے ۱۲

من نخواہم عشوۂ ہجراں شنود	آزمودم چند خواہم آزمود
میں ہجران کا قصہ ہرگز نہ سنوں گا	میں آزما چکا ہوں کہاں تک آزماؤں گا
ہرچہ غیراز شورش و دیوانگی ست	اندریں رہ دوری و بیگانگی ست
جو کچھ بھی شورش اور دیوانگی کے سوا ہے	اس راہ میں وہ دوری اور بیگانگی ہے
ہیں بنہ برپایم آں زنجیر را	کہ دریدم سلسلہ تدبیر را
ہاں میرے پاؤں پر اس زنجیر کو رکھ دیجئے	کیونکہ میں نے تدبیر کے سلسلہ کو دریدہ کر دیا ہے
غیر جعد آں نگار مقبلم	گر دو صد زنجیر آری بکسلم
بجز زلف اس اپنے محبوب صاحب اقبال کے	اگر دو سو زنجیریں لاؤ گے توڑ ڈالوں گا
عشق و ناموس اے برادر راست نیست	بر در ناموس اے عاشق مایست
عشق اور ناموس اے بھائی ٹھیک نہیں	اے عاشق ناموس کے دروازہ پر کھڑا بھی نہ ہونا
وقت آں آمد کہ من عریاں شوم	نقش بگزارم سراسر جاں شوم
وہ وقت آ گیا کہ میں مجرد ہو جاؤں	جسم کو چھوڑ دوں سراسر روح ہو جاؤں
اے عدو شرم و اندیشہ بیا	کہ دریدم پردۂ شرم و حیا
اے مبغوض رکھنے والے شرم اور اندیشہ کے آ جایئے	کیونکہ میں نے شرم اور حیا کا حجاب دریدہ کر دیا ہے
اے بہ بستہ خواب جاں از جادوئی	سخت دل یارا کہ در عالم توئی
اے محبوب کہ جس نے روح کی خواب کو سحر سے روک دیا ہے	صد مطلق اے محبوب عالم میں آپ ہی ہیں
ہیں گلوئے صبر گیر و می فشار	تا خنک گردد دل عشق اے سوار
ہاں صبر کا گلا پکڑ لے اور دبا دے	تاکہ عشق کا دل ٹھنڈا ہو جاوے اے سوار
تا نسوزم کے خنک گردد دلش	اے دل ما خاندان و منزلش
میں جب تک سوختہ نہ ہو جاؤں گا اس کا دل کب ٹھنڈا ہوگا	اے مخاطب ہمارا دل اس کا خاندان اور گھر ہے
خانہ خود را ہمی سوزی بسوز	کیست آنکس کہ بگوید لا یجوز
تو اپنے گھر کو جلاتا ہے تو جلا دے	وہ شخص کون ہے جو لا یجوز کہے
خوش بسوز ایں خانہ را اے شیر مست	خانہ عاشق چنیں اولیٰ ترست
اے مست شیر اس گھر کو اچھی طرح جلا	عاشق کا گھر تو ایسا ہی بہتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازیں من سوز را قبلہ کنم	زانکہ شمعم من بسوزش روشنم
اس کے بعد میں سوختگی کو قبلہ بناؤں گا	اس لئے کہ میں شمع ہوں سوختگی ہی سے روشن ہوں
خواب را بگزار امشب اے پدر	یک شبے در کوئے بے خواباں گزر
اے بابا آج کی رات خواب کو چھوڑ دے	ایک رات تو بے خوابوں کے کوچہ میں گزر کر
بنگر آنہارا کہ مجنوں گشتہ اند	ہمچو پروانہ بوصلش گشتہ اند
ان لوگوں کو دیکھ کہ مجنوں ہو گئے ہیں	پروانہ کی طرح اس کے وصل میں کشتہ ہو چکے ہیں
بنگر ایں کشتی خلقاں غرق عشق	اژدہائے گشتہ گوئی حلق عشق
ایک کثیر خلقت کی کشتی کو دیکھ کر عشق میں غرق ہو گئی ہے	گویا کہ عشق کا حلق ایک بڑا سا اژدہا ہو گیا ہے
اژدہائے ناپدید دل ربا	عقل ہمچو کوہ را او کہربا
ایسا اژدہا کہ غیر محسوس اور دل چھینے والا ہے	کوہ جیسی عقل کے واسطے وہ کہربا ہے
عقل ہر عطار کآگہ شد ازو	طبلہا را ریخت اندر آب جو
جس عطار کی عقل کہ اس سے آگاہ ہو گئی	اس نے قرابوں کو ندی میں بہا کر کہہ دیا
رو کزیں جو بر نیائی تا ابد	لم یکن حقالہٗ کفواً احد
جا کیونکہ اس ندی سے ابدالآباد تک نہ نکلے گا	بالیقین اس کا کوئی ہمسر نہیں
اے مزور چشم بکشاؤ ببیں	چند گوئی می ندانم آن و ایں
اے دروغ گو آنکھ کھول اور دیکھ	کہاں تک کہے گا کہ میں ان باتوں کو نہیں جانتا
ازو بائے زرق و محرومی برآ	در جہان حی و قیوم در آ
تو اس دروغ اور محرومی کے مرض سے نکل	اس عالم کے اندر آ جو کہ حی و قیوم کی طرف منسوب ہے
تا نمی بینم ہمی بینم شود	ویں ندانمہات می دانم شود
تا کہ یہ نمی بینم ہمی بینم ہو جاوے	اور تیرے یہ سب ندانم۔ میدانم ہو جاویں
بگزر از مستی و مستی بخش باش	زیں تلون نقل کن در استواش
تجاوز کر مستی سے اور مستی دینے والا ہو جا	اس تلون سے منتقل ہو جا اس کے استواء میں
چند نازی تو بدیں مستی پست	بر سر ہر کوی چنداں مست ہست
تو کب تک ناز کرے گا اس پست مستی پر	ایسے مست تو ہر گلی کوچہ میں بہتیرے ہیں
گر دو عالم پر شود سرمست یار	جملہ یک باشند و آں یک نیست خوار
اگر دونوں عالم بھی پر ہو جاویں سرمستان یار سے	وہ سب مل کر ایک ہی ہوں گے اور وہ ایک خوار نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں زبسیاری نیابد خوارئے	خوار کہ بود تن پرستے ناریئے
یہ مست کثرت کی وجہ سے خواری نہیں پاتا	خوار کون ہوتا ہے جو تن پرست ناری ہو
گرجہاں پرشدز تاب نور مہ	کے کساد آید بر صاحب دلہ
اگر تمام عالم شعاع نور ماہ سے پر ہو گیا ہو	جوشخص فریفتہ ہو اس کے نزدیک بے قدری کب ہو سکتی ہے
گر جہاں پرشد ز نور آفتاب	کے بود خوار آں تف خوش التہاب
اگر تمام عالم نور آفتاب سے پر ہو گیا ہو	تو بے قدر کب ہو سکتی ہے وہ حرارت خوش اشتعال کی

(حکایت بالا کے قبل اشعار اوندارد خواب وخورالخ سے طریق عشق کے بعض خواص وآثار مثل تقلیل منام وطعام و مثل اضطراب والتہاب مذکور ہوئے تھے چنانچہ اوپر ان کی تمہید میں اجمالاً اور شرح میں تفصیلاً بیان بھی ہوا ہے ان اشعار میں پھر عود ہے اسی مضمون آثار عشق کی طرف پس اولاً بطور تحدث بالنعمۃ کے فرماتے ہیں کہ) اے دل (جو کہ عشق میں) بے خواب (ہو گیا ہے) ہم (بفضلہ تعالیٰ) اس (خواب غفلت) سے (جس میں وہ عاشق خام مبتلا تھا) بے خطر ہیں (کیونکہ عاشق کامل ہیں اور ہم اس مضمون کے اعلان کے لئے) پاسبان کی طرح بام پر (بیٹھ کر) ڈنکا بجاتے ہیں (یعنی بآواز دہل اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو بیان کرتے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ہمارے اخروٹ اس آسیا (ئے عشق) میں شکستہ ہو چکے ہیں (یعنی اس عاشق خام کے خلاف ہم درجہ بازی وخامی سے رہائی پا چکے ہیں مگر اس پختگی کی تحصیل میں میں نے جیسے مجاہدے اور غم جھیلے ہیں) میں جتنا اپنے (اس) غم کا بیان کروں وہ قلیل ہے (اشارہ اس طرف ہے کہ پختگی بدوں مجاہدات شدیدہ مدیدہ کے میسر نہیں ہوتی اور اسی افادہ کے لئے یہاں اپنی حکایت بیان فرمائی کہ اپنے ہم جنس کی حالت معلوم کر کے زیادہ رغبت ہوا کرتی ہے اور اسی مجاہدہ پر پختگی کے موقوف ہونے کو دوسرے قائل نے کہا ہے۔

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامی بسیار سفر باید تا پختہ شود شامی

اس کے بعد ثانیاً مستانہ عنوان سے آثار عشق کو بیان کرتے ہیں اور یہ عنوان اوپر کے اشعار کز تناقض ہائے دل الخ سے شروع ہوا پس فرماتے ہیں کہ) اے ملامت گر (کہ عشق میں مجھ کو ملامت کرتا ہے جیسے اکثر زاہدان خشک عشاق پر اعتراضات کرتے ہیں) کب تک یہ دردسر اور قصہ (رکھے گا جس کو تو بزعم خود نصیحت سمجھتا ہے تو) نصیحت (بھی) کم کر (یعنی مت کر) اس (حالت عشق حاصل ہونے) کے بعد دیوانہ کو (اور ایک نصیحت اس ملامت گر کی یہ ہے طریق عشق اس اعتبار سے بھی قابل اختیار کرنے کے نہیں کہ اس میں کبھی کامیابی ہی نہیں ہوتی کیونکہ جو درجہ وصال کا میسر ہوتا ہے وہ اس سے فوق کا طالب ہوتا ہے اور وہ اگر حاصل ہو گیا تو اس سے فوق کی طلب ہوتی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تمام عمر یعنی جب تک دنیا میں ہے ناکامی وفراق وہجر وپریشانی ہی میں مبتلا رہتا ہے بخلاف دوسرے طرق سلوک کے کہ ایک حد پر پہنچ کر ایک درجہ کی کامیابی و قرب ووصال پر تسلی تو ہو جاتی ہے۔ آئندہ اشعار میں اس کا جواب ہے کہ) میں ہجران کا قصہ نہ سنوں گا (یعنی تو جو مجھ کو قصہ دیتا ہے کہ عشق میں ہمیشہ ہجر ہی نصیب ہوتا ہے میں نہ سنوں گا اور طریق عشق کو نہ چھوڑوں گا کیونکہ) میں (اس کو خود) آزما چکا ہوں (اور) کہاں تک آزماؤں گا (یعنی اب حاجت آزمائش کی نہیں رہی جیسا تیرا مقصود ہے کہ امتحان کر کے دیکھ لو کہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ہجران ہی ہے سو میں اس ہجران کو آزما چکا ہوں وہ بھی لذیذ ہے کیونکہ اول تو وہ واقع میں ہجر نہیں بلکہ ایسا قرب ہے جس کے بعد دوسرے قرب کا تقاضا ہوتا ہے دوسرے مقصود اصلی رضائے محبوب ہے اور وہ اس طریق میں سب سے بڑھ کر حاصل ہے کیونکہ رضائے حق موعود ہے رضائے عبد عبد پحق پر اور عاشق کی رضا ایسی اکمل ہے کہ طبعی ہو گئی تو رضائے حق بھی سب طرق سے زیادہ اس پر مرتب ہوگی اور وہ اصل مطلوب ہے خواہ برنگ وصال ہو یا برنگ فراق و النعم ما قیل

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب　　　که حیف باشد از وغیرہ روتمنائے

پس جب میں اس ہجر کا اوفق بالعاشق ہونا آزما چکا تو اب اس سے مجھ کو کیا ڈراتا ہے میں نہ ڈروں گا اور اس شعر کی تمہید میں جو میں نے اس فراق و ہجر کی غایت عمر دنیا کو کہا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ جنت میں تو جا کر سب کو تسلی ہونا یقینی ہوتا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ وہاں ہر شخص کی منتہائی استعداد کے موافق اس کو وصال و رویت نصیب ہوگی اور استعداد سے زیادہ تمنا نہ ہوگی اور یہاں جس طرح استعداد مقتضی ہے دوسری خصوصیات ہیولانیہ مانع بھی ہیں پس یہاں اس مجموعہ کی رعایت سے وصال ہوتا ہے اور جب طریق عشق ایسا احب والذ ہے آگے اس کی مدح کرتے ہیں کہ) شورش اور دیوانگی کے سوا جو کچھ بھی ہے اس راہ میں وہ دوری اور بیگانگی ہے (مراد اس سے وہ عقل وادراک ہے جو متعلق بغیر حق اور حاجب عن الحق ہو اسی کو غیر شورش کہا ہے اور صحو و تمکین اس غیر میں داخل نہیں بلکہ وہ تو اس شورش ہی میں داخل ہے صرف اتنا ہے کہ صاحب حال اس سورش سے مغلوب ہو جاتا ہے اور صاحب تمکین مغلوب نہیں ہوتا باقی اس کی رگ رگ میں محبت پر ہوتی ہے اور ایک فرد اس غیر کی وہ طریق صلاح بھی ہے جس میں صرف اعمال کی درستی ہے اور حال بالکل نہیں یہ بالفعل تو دوری و بیگانگی نہیں لیکن اس میں احتمال اور خطر ہے کہ یہ اصلاح کسی غرض کے غلبہ سے زائل نہ ہو جاوے اور بفضلہ تعالیٰ طریق عشق میں یہ اندیشہ نہیں چنانچہ اوپر شعراے دل بے خواب الخ میں اپنے کو یعنی عشاق کو اسی بنا پر ایمن کہا ہے اور اس کے یہ معنی نہیں کہ اس سے کوئی غلطی ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ ہے کہ چونکہ طبعی محبت غالب ہوتی ہے غلطی میں دوام و استمرار نہیں ہوتا اندر سے ایسی بے چینی ہوتی ہے کہ بدوں تدارک کے صبر نہیں آتا اور جب کوئی حال نہیں تو یہ بے چینی نہیں پس جس پر جتنا بھی حال ہے وہ اسی درجہ میں طریق عشق کا سالک ہے خواہ ظاہرا اس کو عامہ ناس صاحب حال نہ کہیں آگے اس طریق کی طلب کرتے ہیں کہ) ہاں (اے محبوب) میرے پاؤں پر اس زنجیر (عشق) کو رکھ دیجئے کیونکہ میں نے سلسلہ تدبیر (دنیوی) کو دریدہ کر دیا ہے (یعنی آپ کے ماسوا سے تعلق اٹھا دیا ہے تو مجھ کو اپنا تعلق عشقی عطا کیجئے اور یہ قید عشق مجھ کو ایسی محبوب اور دوسری قیدیں اور تعلقات ایسے مبغوض ہیں کہ) بجز زلف میرے اس محبوب صاحب اقبال کے کہ مراد اس سے عشق ہے) اگر دو سو زنجیریں (یعنی تعلقات بغیر) لاؤ گے تو (سب کو) توڑ ڈالوں گا (یعنی ماسوا سے تعلق ہونے ہی نہ دوں گا اور ان تعلقات بغیر مثل حب مال وحب جاہ و حفظ ناموس عرفی وغیر ذلک میں اشد درجہ کی قید ناموس ہے اس لئے اس کو آگے بالخصوص بیان فرماتے ہیں کہ) عشق اور (پھر اس کے ساتھ) ناموس اے بھائی یہ تو ٹھیک نہیں اے عاشق ناموس کے دروازہ پر تو (کبھی) کھڑا (بھی) مت ہونا (اس طرح جتنی قیود از قبیل صفات ذمیمہ جسمانیہ مثل شہوت و غضب وغیرہ ہیں عشق کے ساتھ سب کو تضاد ہے پس جب عشق حاصل ہو گیا تو الحمدللہ کہ اب) وہ وقت آ گیا کہ میں (ایسی صفات مذکورہ سے) مجرد ہو جاؤں (اور) جسم (کی فات مذکورہ) چھوڑ دوں (اور) سراسر روح (کی صفات کے ساتھ کہ اضداد ہیں صفات مذکورہ کی متصف) ہو جاؤں (آگے محبوب حقیقی سے عرض ہے عاشقانہ و مستانہ عنوان سے اور غلبہ حال میں ایسے عنوانات کا لغو ہونا اوپر معروض ہو چکا ہے پس کہتے ہیں کہ) اے مبغوض

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھنے والے شرم (یعنی ننگ و ناموس نفسانی وھو المذکور فی الشعر السابق عشق و ناموس الخ) اور اندیشہ (یعنی خوف ملامت فی اللہ) کے آجایئے (یعنی میرے دل میں تجلی فرمایئے) کیونکہ میں نے شرم وحیا (المعنی المذکور) کا حجاب دریدہ (اور مرتفع) کر دیا ہے (جو کہ مانع تھا تجلی حق کا چنانچہ ظاہر ہے کہ خودی حجاب ہے کما قیل

میاں عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجاب خودی حافظ از میاں برخیز

جب یہ مانع مرتفع ہو گیا تو تجلی کی استدعا ہے اور گو اس ارتفاع حجاب پر تجلی موعود ہے کما قال تعالیٰ والذین جاھد وافینا لنھدینھم سبلنا لیکن موعود کا مدعو کرنا امتثال ہے تعلیم حق تعالیٰ کا ربنا واتنا ما وعدتنا الآیۃ اور اسی استدعاء تجلی بوقت ارتفاع حجاب کا اس شعر میں بھی مضمون ہے

بے حجابانہ درآ از در کاشانہ ما کہ کسے نیست بجز درد تو درخانہ ما

پھر اس تجلی سے زیادت طلب عشق کا مضمون اس غزل کے دوسرے شعر میں ہے

مرغ باغ ملکوتیم درین دیر خراب میشود نور تجلاے خدادانہ ما

آگے منجملہ آثار عشق کے قلت منامن کا ذکر ہے جس کا ذکر اشعار اوندار و خواب و خور الخ سے شروع ہوا ہے جیسا کہ اشعار زیر شرح کی تمہید میں بھی ذکر کیا گیا ہے پس مثل شعر بالا اے عدو شرم الخ اس مضمون قلت منام کو بھی بعنوان خطاب کہتے ہیں کہ) اے (محبوب) کہ جس نے روح کی خواب کو سحر (یعنی تصرف عجیب) سے روک دیا ہے (یعنی عشق دیکر نیند کو اڑا دیا ہے) صمد مطلق اے محبوب عالم (ہستی) میں آپ ہی ہیں (چونکہ صمد کے معنی لغت میں مصمت لا جوف لہ بھی ہیں اسی لئے صمدۃ کے معنی صخرۃ راسیۃ فی الارض مستوایۃ بھا او مرتفعۃ بھی لکھے ہیں کما فی القاموس اس لئے اس شعر میں معنی صمد کو بلفظ سخت دل تعبیر کر دیا۔ غلبہ حال میں لفظ پر نظر نہ کی جاوے باقی معنی صاف ہیں یعنی سید ومقصود کما فی القاموس ایضاً فی معنی الصمد یعنی چونکہ آپ سب کے محتاج الیہ اور سب سے مستغنی ہیں اس لئے ہر شخص کے ساتھ وہ معاملہ کرتے ہیں جو اس کے لئے مصلحت ہو بخلاف اس شخص کے جو غنی مطلق نہ ہو وہ ہر معاملہ میں اپنی مصلحت اور حاجت کا بھی خیال رکھے گا اور آپ کو اس کی ضرورت نہیں بلکہ آپ کے لئے یہ مستحیل ہے اور عاشق کے لئے یہ حالت مذکورہ مصرعہ اولیٰ مناسب تھی اس لئے وہی عطا فرمائی اس طرح خواب بستن کا سبب صمدیت ہو گئی اور عالم ہر چند کہ ماسوی اللہ کو کہتے ہیں مگر یہاں مطلق موجود کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے اطلاقاً للمقید علی المطلق اسی لئے بجائے عالم امکان کے میں نے عالم ہستی کا لفظ ترجمہ میں اختیار کیا اور جادو سے مراد سحر بمعنی کل مالطف ماخلہ و دق کذافی القاموس ہے جس کا حاصل تصرف عجیب آگے بھی آثار عشق کی تمنا کرتے ہیں کہ اے محبوب) ہاں صبر (وقرار) کا گلا پکڑ لے اور دبا دے (کہ صبر وقرار ہلاک اور زائل ہو جاوے جیسا مقتضی ہے عشق کا اور اس میں خواب کا جاتا رہنا بھی داخل ہو گیا کیونکہ نیند بدوں قرار کے نہیں آتی یعنی میرا قرار دور کر دے) تا کہ عشق کا دل ٹھنڈا (یعنی خوش) ہو جاوے اے سوار (دل خوش ہونا کنایہ ہے ادائے حقوق سے کیونکہ ادائے حقوق علی سبیل الکمال سے صاحب حق کا دل عادۃً خوش ہو جاتا ہے یعنی تا کہ عشق کا حق پورا ادا ہو جاوے اور سوار میں استعارہ ہے مراد سریع التکوین جیسا سوار سریع السیر ہوتا ہے اور سرعت تکوین صفت منصوصہ ہے قال اللہ تعالیٰ انما امرہ) اذآ ارادشیئاً ان یقول لہ کن فیکون اس میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ آپ یہ استدعاء مذکور مصرعہ اولیٰ جلدی پوری کر دیجئے کیونکہ آپ جلدی بھی پوری کر سکتے ہیں واللہ اعلم آگے مضمون مصرعہ ثانیہ کی تاکید ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کر) میں جب تک (عشق سے) سوختہ نہ ہو جاؤں گا (جس کے لئے زوال صبر وقرار لازم ہے یا جو زوال صبر وقرار کے لئے لازم ہے) اس (عشق) کا دل کب ٹھنڈا ہوگا (ومعناہ قد ذکرہ اے مخاطب ہمارا دل اس کا خاندان اور گھر ہے (جس طرح ہر شخص اپنے خاندان اور گھر میں مقیم رہتا ہے وہ ہمارے دل میں مقیم ہے اور اگر خاندان بمعنی خانہ منقول ہو جیسا بعض کا قول ہے تو مرادف ہوگا منزل کا آگے خطاب ہے عشق کو بطور تفریع کے ماقبل پر یعنی اے عشق جب میرا دل تیرا گھر ہے اور تو میری سوزش کو پسند کرتا ہے کما ہو مضمون شعر تا نسوزم الخ اور میری سوزش کا حاصل میرے دل کی سوزش ہے تو گویا تو میرے دل کو سوختہ کرنا چاہتا ہے جو کہ تیرا گھر ہے سو واقع میں) تو اپنے گھر کو جلاتا ہے سو جلا دے (اپنے گھر کا سب کو اختیار ہوتا ہے اسی لئے) وہ شخص کون ہے جو لا یجوز کہے (کیونکہ ہر مالک کو اپنے مملوک میں ہر قسم کے تصرف کرنے کا اختیار ہے الاان یدل دلیل علی المنع ولا دلیل ھھنا یمنع فیجوز مطلقاً پس) خوب (دل کھول کر) اس گھر کو جلا اے (عشق جو کہ سطوت وصولت میں مشابہ) شیر مست (کے ہے) عاشق کا گھر تو ایسا ہی اچھا (معلوم) ہوتا ہے (کیونکہ ایسا ہونا علامت ہے ادائے حق عشق کی جو کہ مطلوب ہے اوپر عاشق کے قلب کو عشق کا گھر کہا تھا اور یہاں عاشق کا گھر کہہ دیا دونوں اضافتیں خاص خاص ملابست سے ہیں چنانچہ ظاہر ہے اور جب مجھ کو ثابت ہو گیا کہ سوختگی عشق کو پسند ہے تو) اس کے بعد میں (بھی) سوختگی (ہی) کو قبلہ (توجہ) رکھوں گا (یعنی سوختگی کا اہتمام رکھا کروں گا) کیونکہ میں (مثل) شمع (کے) ہوں (اور شمع کی طرح) سوختگی (ہی) سے روشن ہوں (ظاہر ہے کہ شمع کی روشنی اس کی سوزش ہی سے ہے اسی طرح عاشق کی روشنی دل عشق اور اس کے آثار ہی سے ہے جن میں سے سوزش بھی ہے اس سب کا حاصل یہ ہے کہ عاشق کو عشق کے متاعب اور مصاعب سے خائف نہ ہونا چاہئے کہ اس میں نفع ہے آگے پھر عود ہے ترغیب ترک خواب کی طرف جس کا اوپر کئی جگہ ذکر ہے یعنی) اے بابا آج کی رات خواب کو چھوڑ دے (اور) ایک رات تو بے خوابوں کے محلہ میں کو گزر آؤ (یعنی اگر تجھ میں عشق کا غلبہ نہیں تو عشاق ہی کو دیکھ آ تا کہ ان کی حالت کی رغبت ہو اور وہاں جا کر ذرہ) ان لوگوں کو دیکھ کہ (عشق حق میں) مجنوں ہو گئے ہیں (اور) پروانہ کی طرح اس کی وصل میں قتل ہو چکے ہیں (اشارہ اس طرف ہے کہ وہ عاشق مہجور و محروم نہیں بلکہ واصل ہیں اور وصل وقرب میں فنا ہوئے ہیں جیسا پروانہ کہ شعلہ کی وصل ہی میں کشتہ ہوتا ہے اور غایت قرب کا خاصہ بھی فنا ہے خواہ شکر کے ساتھ وھو لاھل الحال یا صحو کے ساتھ وھو لاھل المقام اور اس کوی بے خوابان میں جا کر) ایک کثیر خلقت کی کشتی کو دیکھ کہ عشق میں غرق ہو گئی ہے (بس) یوں کہو کہ عشق کا حلق (گویا) ایک اژدہا ہو گیا ہے (کہ سب ماسویٰ کو نگل گیا اور کھا گیا اور) اژدہا (بھی کیسا) جو کہ غیر محسوس (بحواس ظاہرہ) ہے (اور عشاق کا) دل چھیننے والا ہے (اور) کوہ جیسی عقل کے لئے وہ (خاصیت میں مثل) کہربا (کے) ہے (یعنی عقل عرفی باوجود مشابہ کوہ ہونے کے اس کے روبرو مشابہ کاہ کے ہے جس کو کہربا اٹھا لیتا ہے اسی طرح عشق رافع عقل ہو گیا اور محسوس میں بحواس ظاہرہ کی قید اس لئے لگائی کہ عشق کا ادراک وجدان سے تو ہوتا ہے جو کہ حاسۂ باطنی ہے آگے سالب عقل ہونا اس کا ایک حکایت سے بیان کرتے ہیں کہ) عقل جس عطار کی کہ اس (عشق) سے آگاہ ہو گئی اس (عطار) نے (خوشبودار عرقیات کے) قرابے ندی میں بہا دیے (اور بہاتے وقت بزبان حال ان عرقیات یا قرابوں سے کہا کہ) جا (رخصت) کیونکہ اس ندی سے ابدالآباد تک نہ نکلے گا (مطلب یہ کہ اب تیرا طالب نہ ہوں گا کیونکہ) بالیقین اس (محبوب حقیقی) کا کوئی ہمسر نہیں (اگر کوئی نعوذ باللہ اس کا ہمسر ہوتا تو اس کو چھوڑ کر اس ہمسر کو اختیار کرنے کی گنجائش تھی جب کوئی ہمسر نہیں پھر طلب غیر کی کب گنجائش

www.besturdubooks.wordpress.com

رہی اس لئے اے طلبہا اے خوشبو محبوب حقیقی کا طالب ہو کر تیرا طالب نہ ہوں گا اس میں اشارہ ہے قصہ حضرت فریدالدین عطارؒ کی طرف کہ تمام رخت ومتاع عطاری کو ریختہ کر کے عاشق صادق ہو گئے کذافی الحاشیۃ یہاں تک بیان تھا آثار عشق اوراحوال عشاق کا آگے ان مضامین کے منکر کو جیسا دلدادگان فلسفہ کو خود تعلق حب عشق مع اللہ تعالیٰ ہی کے منکر ہیں کہ جب وہ کسی طرح محسوس نہیں تو اس کا عشق کیسے ہو سکتا ہے۔ ورد علیہم الغزالی فی احیاء العلوم ابلغ رد پس ایسے منکر کو خطاب ارشادی ہے کہ) اے (منکر) دروغ گو (تو جو ان حقائق کا انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو ان مضامین کو صحیح نہیں جانتا اور نہ ایسے عشاق دیکھتا ہوں ذرہ) آنکھ کھول اور دیکھ (یعنی تیرے اس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ تو نے طلب کی آنکھ نہیں کھولی پھر کیسے سمجھ میں آوے اور کیونکر نظر آوے قال تعالیٰ انلزمکموھا وانتم لھا کارھون وقال تعالیٰ ان فی ذلک لذکریٰ لمن کان لہ قلب اوالقی السمع وھو شھید وقال تعالیٰ لھم قلوب لایفقھون بھاولھم اعین لایبصرون بھاولھم اذان لایسمعون بھا اور جھوٹا اس لئے کہا کہ اس منکر کا تو مقصود اس قول سے یہی ہے کہ باوجود استعمال قویٰ ادراکیہ وقصد تحقیق کے پھر بھی سمجھ میں اور نظر میں نہیں آیا تو یہ جھوٹ ہے غرض یہ کہ چشم بصیرت کے کام میں نہ لانے کے سبب) کہاں تک کہے گا کہ میں ان باتوں کو نہیں جانتا (یعنی میری سمجھ میں نہیں آتیں اور یہ نمیدانم ایسا ہے جیسا عشر اول میں سرخی حسد بردن امیران بر ایاز سے ذرہ اوپر یہ شعر ہے در بہ بندی چشم خود را از احتجاب الخ جیسا کہ اس کی شرح سے معلوم ہو سکتا ہے غرض تو جو سمجھنے کا انکار کر رہا ہے) تو اس دروغ (فی القال) اور محرومی (فی الحال) کے (کہ انکار کو یہ حرمان لازم ہے) مرض سے نکل (وبا اس لئے کہا کہ یہ مرض انکار بہت شائع ہے اور) اس عالم کے اندر آ جو کہ حی وقیوم کی طرف منسوب ہے (مراد اس عالم سے حالت تصحیح عقائد واصلاح اعمال واکتساب احوال بالاختیار اسبابھا التی اعظمھا صحبۃ المحبین والمربین من اھل الکمال ہے کہ یہ سب منسوب وموصل الی الحی القیوم ہیں۔ مطلب یہ کہ اس دستورالعمل کو اختیار کر) تاکہ (اس کی برکت اور اثر سے) یہ نمی بینم (یعنی جہل) ہی بینم (یعنی علم سے مبدل) ہو جاوے اور تیرے یہ سب ندانم (یعنی جہل) می دانم (یعنی علم) ہو جاویں (چنانچہ واقعی اس دستورالعمل سے بصیرت ووصول الی الحقیقۃ میسر ہو جاتی ہے اور اسی شعر کے نمی بینم اور نمی دانم کے لحاظ سے بندہ نے اے مزور کی شرح میں مضامین کو نہ جاننا اور عشاق کو نہ دیکھنا دونوں لکھ دیئے اور چونکہ منکرین میں جو فلسفہ پرست ہیں ان کو ان کے علوم فلسفہ کا نشہ اس دستورالعمل کے اختیار کرنے سے جس میں سراسر اتباع ہی اتباع ہے محبوب حقیقی کا بھی اور واسطہ الی المحبوب الحقیقی یعنی مرشد کا بھی مانع ہوگا۔ کما قال تعالیٰ فلما جاءتھم رسلھم بالبینات فرحوابما عندھم من العلم وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزؤن اس لئے آگے اس نشہ ومستی وناز وعجب وبطر وفرح کے مبانی کا ہیچ وباطل ہونا بتلاتے ہیں یعنی) تو (اس بے بنیاد) مستی سے (کہ نشہ ہے کمال وہمی کا) تجاوز کر اور جمع بنی ۱۲۱ (وہ مستی حاصل کر کہ تو دوسروں کو) مستی دینے والا ہو جا (دے اور وہ مستی حق ہے کہ اس مستی والے کی صرف صحبت سے بھی دوسروں میں عشق حق کا اثر ہوتا ہے بخلاف وہمی علوم کی مستی کے کہ ایسے شخص کی صرف صحبت سے دوسرے پر ان علوم کا کوئی حصہ بھی نہیں پہنچتا اور) اس تلون سے (جو کہ علوم فلسفہ میں پیش آتا ہے کہ ہمیشہ اس کے مسائل مقصودہ میں بھی مقدمات دلیل میں خدشات ظاہر ہوتے رہنے سے رائے بدلتی رہتی ہے پس اس تلون سے) تو اس (محبوب) کے استواء (وثبات) میں منتقل ہو جا (استواء کی اضافت محبوب کی طرف ادنیٰ ملابست سے ہی یعنی وہ استواء جو اس نے عنایت فرمایا ہے مطلب یہ کہ جب محبوب سے تعلق پیدا کرلے گا علماً و

www.besturdubooks.wordpress.com

عملاً تجھ کو ثبات عطا ہوگا جس میں تبدل نہیں ہوتا چنانچہ ظاہر ہے کہ اس دستور العمل کے لئے جن علوم کی ضرورت ہے اور اسی طرح اس دستور العمل پر عمل کرنے سے جو علوم قلب پر منکشف ہوتے ہیں ان میں جو حصہ مقاصد کا ہے اس میں کبھی تغیر نہیں ہوتا کیونکہ وہ علوم مستند الی الوحی ہیں نصاً یا دلیلاً اور وحی متعین ہے اگر کہیں فروع میں اختلاف بھی ہے تو وہاں بھی یہ تعیین ہے کہ یہ اختلاف رحمت ہے اور قرب حق مقصود میں مخل نہیں پس وہ اختلاف بھی مثل لا اختلاف کے ہو گیا اور علوم فلسفیہ کے اختلاف میں خود مقصود ہی بدل جاتا ہے یہ تو ثبات علمی ہے اور ثبات عملی اس ثبات علمی کی تابع ہے جب علم متعین ہے تو عمل مطلوب بھی متعین ہے اور اختلاف فی الفروع کا شبہ یہاں بھی تقریر مذکور سے مندفع کر لیا جاوے پس جب ایسے علوم پر یہ مستی اور ناز مہمل ہے تو) تو کب تک اس مستی پست پر ناز کرے گا (چونکہ یہ علوم علوم سافلہ سے ہیں اس لئے ان پر جو مستی ہوگی اس کو بھی مستی پست کہا پس اس پر ناز ہی کیا کیونکہ) ایسے مست تو ہر گلی کوچہ میں بہتیرے (مارے مارے پھرتے) ہیں (چنانچہ کوئی مال پرست ہے کوئی جاہ پر کوئی اختیارات پر کوئی کسی صنعت و حرفت پر کوئی اپنے حسن و صورت پر کوئی پہلوانی اور قوت پر جن کو فلاسفہ بھی لاشئے سمجھتے ہیں کیونکہ یہ کمالات حقیقیہ نہیں ہیں پس واقع میں جب علوم فلسفیہ بھی کمال حقیقی نہیں تو ان علوم پر ناز کرنا اور ان امور مذکورہ پر ناز کرنا سب برابر ہوا وہ لغو ہے تو یہ بھی لغو ہے اگر کوئی کہے کہ جیسے ان دنیوی مستوں میں کثرت ہے تمہارے قول پر جیسا اوپر آیا ہے بنگر آنہا را کہ مجنون گشتہ اند الخ اور اسی بناء پر منکر وجود مست حق کو جواب دیا تھا اے مزور چشم بکشا و ببین الخ مستان خدا میں بھی کثرت ہے پس اگر کثرت سے اس کو لاشئے کہا تو کثرت سے یہ بھی لاشئے ہوں گے اس کا جواب دیتے ہیں کہ اول تو ان میں اس طرح کی کثرت نہیں کیونکہ) اگر دونوں عالم بھی سر مستان یار سے پر ہو جاویں وہ سب مل کر ایک ہی ہوں گے اور وہ ایک خوار نہیں ہے (ایک ہوں گے باعتبار اتحاد مقصود و عدم تزاحم کے اور طالبان دنیا یا تو مقاصد مختلف رکھتے ہیں اور ہر شخص دوسرے کو اس کے مقصود کی طلب میں احمق بتا رہا ہے پھر جن کا مقصد بھی ایک ہے ان میں تزاحم ہوتا ہے جیسے دو طالب سلطنت مثلاً سو اول تو مستان حق میں ویسی کثرت نہ ہوئی اور جس کثرت کا حکم کیا تھا وہ باعتبار معنی لغوی کے ہے جو کہ منکر پر حجت ہونے کے لئے کافی ہے پھر اگر اس اتحاد سے قطع نظر کر کے کثرت ہی مان لی جاوے تب دوسرا جواب یہ ہے کہ) یہ مست (بحق) کثرت کے سبب خواری نہیں پاتا خوار کون ہوتا ہے جو تن پرست (اور) ناری (دوزخی) ہو (جواب تحقیقی یہی ہے پہلا جواب تو لطیفہ تھا مطلب یہ کہ ہم نے جو مستان دنیا کو خوار کہا کثرت کے سبب نہیں کہا بلکہ اس وجہ سے کہ بنائے مستی لغو ہے باقی ہم نے جو بر سر ہر کوی الخ میں ان کی کثرت کو پیش کیا تو لا من حیث الکثرۃ بلکہ بطور جواب الزامی کے اس حیثیت سے کہ ان امور پر مستی کرنے والوں کو جو کہ بہت کثرت سے ہیں یہ مدعیان فلسفہ جس بناء پر حقیر سمجھتے ہیں اور ان کی کثرت مانع تحقیر نہ ہوئی اور وہ بناء ان امور کا کمال نہ ہونا ہے وہی بناء مقتضی ہے ان فلاسفہ کے مستی کے حقیر ہونے کو پس قلت و کثرت کا اس میں کوئی دخل نہیں اور نہ کثرت مقتضی بے قدری کو بلکہ دیکھنا یہ چاہئے کہ وہ شئے فی نفسہ اگر قابل قدر کے نہیں تو باوجود قلیل ہونے کے بھی بے قدر ہے اور اگر وہ فی نفسہ قابل قدر ہے تو باوجود کثرت کے بھی قابل قدر ہے چنانچہ آگے اس کی مثالیں ہیں کہ) اگر تمام عالم شعاع نور ماہ سے پر ہو گیا ہو (دیکھو اس نور میں اس وقت کثرت ہوئی لیکن) جو شخص (اس نور ماہ پر) فریفتہ ہو (اس کی نظر میں) بے قدری کب ہو سکتی ہے (اسی طرح) اگر تمام عالم نور آفتاب سے پر ہو گیا ہو تو بے قدر کب ہو سکتی ہے وہ حرارت (آفتاب خوش اشتعال کی (حالانکہ کثرت سے ہے پس اسی طرح اگر مستان حق میں کثرت ہے تو اس کثرت سے بے قدر ہونا لازم نہیں آتا یہاں تک شعر

www.besturdubooks.wordpress.com

گزرتا قصبہائے دل ارنج سے جو کہ سرخی حوالہ کردن مرغ کے ذیل میں ہے مستانہ کلام تھا اور مستی ہی کی مدح اور اسی کے اکثر خواص و آثار کا بیان تھا چنانچہ شعر گزرتا قصبہائے دل ارنج کی تمہید میں بندہ نے اس کی تصریح بھی کردی تھی اور اکثر اس لئے کہا کہ بعض خواص مشترکہ بین السکر والصحو کا بھی کہیں کہیں بیان ہوا ہے چنانچہ اشعار زیر شرح میں جو ایک شعر ہے ہر چہ غیر از شورش ارنج اس کی شرح میں اس اشتراک کی میں نے تصریح بھی کردی ہے لیکن زیادہ مضمون متعلق سکر کے ہے اس سے ممکن ہے کہ کسی کو شبہ ہو جاتا کہ یہ صحو سے بھی افضل وارفع ہے حالانکہ مقصود مولانا کا سکر کی مدح سے تفضیل اس کی ہے غفلت وانہماک فی الدنیا پر اس لئے آگے صحو کا ارفع ہونا فرماتے ہیں تاکہ ناظر ترقی کر کے سکر سے صحو کی طرف متوجہ ہو یعنی اگر صحو ہونے لگے تو اس کو تنزل نہ سمجھے اسی طرح اہل صحو کو اہل سکر سے ادون نہ سمجھے آگے یہی مضمون ہے۔)

لیک بایں جملہ بالا تر خرام	چونکہ ارض اللہ واسع بود و رام
لیکن باوجود اس تمام تر کے بالاتر چلو	چونکہ ارض اللہ واسع اور مسخر ہے
گرچہ ایں مستی چو باز اشہب ست	برتر از وے در زمین قدس ہست
اگرچہ یہ سکر مثل باز سفید کے ہے	ارض مقدسہ پر اس سے بھی بڑھ کر موجود ہے
مست ز ابرار و مقرب زوبہ است	بر مقرب شیر او چوں روبہ است
مست منجملہ ابرار کے ہے اور مقرب اس سے بہتر ہے	مقرب کے روبرو اس کا شیر روباہ کے مثل ہے
رو سرافیلے شو اندر امتیاز	در دمندہ روح و مست و مست ساز
جا اسرافیل ہو جا امتیاز میں	روح پھونکنے والا اور خود مست اور مست کرنے والا
مست را چوں دل مزاح اندیشہ شد	ایں ندانم واں ندانم پیشہ شد
صاحب سکر کا قلب جب ہزل اندیشہ ہو گیا	تو ایں ندانم اور آں ندانم اس کا پیشہ ہو گیا
ایں ندانم واں ندانم بہر چیست	تا بگوئی آنکہ میدانیم کیست
ایں ندانم اور آں ندانم کس غرض کے لئے ہے	تاکہ بتلادو جس کو ہم جانتے ہیں وہ کون ہے
نفی بہر ثبت باشد در سخن	نفی بگزار و ز ثبت آغاز کن
نفی بغرض اثبات ہوتی ہے کلام میں	نفی کو چھوڑ اور اثبات کو شروع کر
نیست ایں و نیست آں ہیں واگزار	آنکہ آں ہست ست آں را پیش آر
ہاں نیست میں اور نیست آن کو چھوڑ دے	وہ جو کہ ہست ہے ... و سامنے
نفی بگزار و ہماں مستی طلب	ترک و مطرب را بگو احوال شب
نفی کو چھوڑ اور اس مستی کو طلب کر	ترک اور مطرب کے رات کے حالات بیان کر

www.besturdubooks.wordpress.com

نفی بگزار و هماں ہستی پرست	ایں بیاموزاے پدرزاں ترک مست
نفی کو چھوڑ اور اس ہستی کی پرستش کر	اے بابا اس کو اس ترک مست سے سیکھ لے

(ربط اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ یعنی گو تم نے سکر و مستی کی بہت مدح سنی لیکن اس کو مقصود مت سمجھنا وہ مدح محض الفاظ محجوبین کے لئے ہے جو اس سے بھی محروم ہیں باقی صحو اس سے بھی ارفع ہے اس کی طرف ترقی کا قصد کرو اسی کو فرماتے ہیں کہ گو سکر و غلبہ حال بھی ممدوح و محمود ہے) لیکن باوجود اس تمام تر (ممدوحیت و محمودیت کے (چونکہ مقصود نہیں اس لئے اس سے) بالاتر چلو (کہ وہ صحو ہے جو کہ سکر سے ارفع ہے) چونکہ ارض اللہ واسع اور (سالکین کے لئے) مسخر ہے (بمعنی ذلول یعنی کوئی چلے تو راہ دیتی ہے کما قال اللہ تعالیٰ ھو الذی جعل لکم الارض ذلولاً الآیۃ مراد ارض اللہ سے طریق سلوک ہے وھو الذی سماہ اللہ تعالیٰ صراط اللہ فی ایات عدیدۃ کقولہ تعالیٰ و انک لتھدی الیٰ صراط مستقیم صراط اللہ الذی لہ ما فی السموات وما فی الارض یعنی راہ سلوک سکر پر ختم نہیں ہوا اس میں بہت وسعت ہے چنانچہ اس سے آگے صحو ہے بلکہ پھر اس میں بھی مراتب مندرجہ ہیں کہ برابر سالک کو اس میں ترقی ہوتی جاتی ہے چنانچہ اس کے آثار مذکورہ فیما سیاتی مثل الجامعیۃ ونفع الخلق کا تفاوت اس کے تفاوت مراتب کی دلیل اور علامت ہے اور صحو دو وجہ سے ارفع ہے ایک اس لئے کہ صاحب صحو کی نظر جامع ہے کہ باوجود نظر الی الخالق کے حقوق خلق سے بھی غافل نہیں اور دونوں میں تمیز بھی کرتا ہے بخلاف صاحب سکر کے کہ ایک طرف نظر ہونے سے دوسری طرف کے حقوق سے قاصر رہتا ہے اور غلبہ حال میں امتیاز بھی نہیں کرتا دوسرے اس لئے کہ صاحب صحو سے دوسرے کو بھی نفع پہنچتا ہے بخلاف صاحب سکر کے کہ اپنے ہی کام کا ہے پس) اگر چہ یہ سکر (جس کی مدح کی گئی محمود و عزیز الوجود ہونے میں مثل باز سفید کے ہے (کہ نادر الوجود ہے اسی طرح یہ سکر بھی ہزاروں میں ایک ہی کو ہوتا ہے کیونکہ دنیا میں زیادہ تو محجوبین ہی ہیں لیکن ارض مقدسہ پر (یعنی طریق سلوک میں) اس سے بھی ارفع (مقام) موجود ہے (اور وہ صحو ہے غرض) مست (یعنی صاحب سکر) یہ منجملہ ابرار کے ہے) اور (صاحب صحو مقرب ہے اور اس لئے یہ) مقرب (یعنی صاحب صحو) اس سے (یعنی صاحب صحو) اس سے (یعنی صاحب سکر سے کہ منجملہ ابرار ہے) بہتر ہے (اور ان دونوں میں اتنا تفاوت ہے کہ) مقرب کے روبرو اس کا شیر مثل روباہ کے ہے (یعنی اگر اہل سکر میں سے کوئی مثل شیر کے بھی ہو یعنی اپنی حالت میں (اقویٰ و اکمل ہو تب بھی صاحب صحو سے اتنا ادون ہے جتنا شیر کے روبرو روباہ اور اسی تفاوت بین الابرار والمقربین کی بناء پر مشہور ہے حسنات الابرار سیئات المقربین اور اس تفاوت بینہما کا ماخذ ارشاد حق ہے فاصحاب المیمنۃ ما اصحاب المیمنۃ الی قولہ والسابقون السابقون اولئک المقربون الیٰ اخر الآیات اور صاحب صحو کی تفصیل کی جو دو وجہ اوپر مذکور ہوئی ہیں آگے اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ اے سالک سکر سے صحو کی طرف) جا (اور مثل) اسرافیل (کے) ہو جا امتیاز (بین مراتب الوجود) میں (اور اسرافیل ہی کی طرح) روح پھونکنے والا اور خود مست اور اپنی مستی کے ساتھ دوسرے کو) مست کرنے والا (ہو جا مصرعہ اول میں وجہ اول کی طرف اور مصرعہ ثانیہ میں وجہ ثانی کی طرف اشارہ ہے حضرت اسرافیل کا صاحب امتیاز ہونا ظاہر ہے کہ بحکم حق خلائق میں روح پھونکیں گے پس اس سے ان کا امتیاز بین الحق والخلق ظاہر ہے اور ان کا روح پھونکنا دوسروں کو نفع حیات پہنچاتا ہے اسی طرح صاحب صحو حیات معنویہ دوسروں کو بخشتا ہے اور صاحب صحو کو مست

www.besturdubooks.wordpress.com

کہنے میں اشارہ ہے کہ اثر سکر سے وہ بھی خالی نہیں کہ غایت اطاعت اور غایت محبت اسی پر مرتب ہے اس کو جذب بھی کہتے ہیں مگر فرق اس میں اور صاحب سکر میں یہ ہے کہ صاحب سکر مست ساز نہیں اور یہ مستی کے ساتھ مست ساز بھی ہے کہ دوسرے بھی اس کی صحبت تعلیم و توجہ سے غایت اطاعت اور محبت سے فائز ہوتے ہیں اور یہ امتیاز اور حیات بخشی تو حالت صاحب صحو کی تھی آگے صاحب سکر کی حالت بتلاتے ہیں جس سے تفاوت ظاہر ہو کر حکم بالا شیر او چوں روبہ است ظاہر ہو جاوے یعنی) یعنی صاحب سکر کا قلب جب ہزل اندیشہ ہو گیا تو ایں ندانم اور آن ندانم اس کا پیشہ (یعنی حال وقال) ہو گیا (سب سے اچھا نسخہ مجھ کو مزاح اندیشہ معلوم ہوا اور مزاح کی تفسیر بوجہ غیر مقصود ہونے کے ہزل کے ساتھ کی گئی جو کہ مقابل ہے جد کا اور ترکیب ہزل اندیشہ کے معنی ہیں اندیشہ (وہزل ست یعنی فکر او چیزی ست کہ غیر مقصود ست اور اس غیر مقصود سے مراد نفی ہے ممکنات کی جو کہ غلبہ فنا و سکر میں قلب پر مستولی ہو جاتی ہے اور اس لئے ماسوی اللہ اس کے علم سے فنا ہو جاتا ہے جو کہ حاصل ہے ایں ندانم آں ندانم کا اور نفی ماسوی اللہ کا جو درجہ صاحب سکر کی نظر میں ہے یعنی بالکلیہ اس کے احکام کا مرتفع ہو جانا اس کا غیر مقصود ہونا اس سے ظاہر ہے کہ اس کا مقتضا تو یہ ہے کہ خلائق کے ساتھ احکام واقعیہ کا تعلق ہی نہ ہو اور اس سے تمام احکام عقلیہ و شرعیہ کا انتفاء لازم آتا ہے۔ واللازم غیر صحیح فالملزوم اے عدم تعلق الاحکام بالخلائق غیر صحیح مثله فمنشأ هذا الملزوم یعنی عدم تعلق النظر بهذه الاحکام لایکون مقصوداً و هو المطلوب اور اس کو بعنوان مزاح تعبیر کرنے میں اشارہ اس طرف ہے کہ اہل سکر کی حالت اہل تمکین کی نظر میں ایسی ہے جیسے لایعقل بچوں کی کہ ان سے ان حالات و حرکات پر مزاح کیا جاتا ہے اور اس پر ہنستے ہیں یہ تو صاحب سکر کی حالت ہوئی کہ ناظر الی النفی الغیر المقصود ہے اور آگے صاحب صحو کی حالت مذکور ہوگی کہ ناظر الی الاثبات المقصود ہے اور مقصود مثل جد کے ہوتا ہے اور غیر مقصود مثل ہزل کے اور مقصود سے مرتبہ غیر مقصود کا ایسا ہی ادون ہے جیسا شیر کے سامنے روباہ پس صاحب سکر صاحب صحو کے مقابلہ میں اس ہزل اندیشہ و نفی پیشہ ہونے کے اعتبار سے ایسا ہو گیا کہ یہ حکم صحیح ہو گیا بر مقرب شیر او چون روبہ است اور اس شعر کا ندانم غیر ہے اس ندانم کا جو اس سے تیرہ شعر پہلے ہے چند گوئی می ندانم آن و ایں الی قولہ دین ندانمہات می دانم شود تا نمی بینم ہمی الخ کیونکہ وہ ندانم غفلت و انکار سے تھا جیسا وہاں بیان ہوا اور یہ ندانم فنا و سکر سے ہے جیسا یہاں بیان ہوا آگے مقصود ہونا اثبات کا مذکور ہے جس کی طرف صاحب صحو ناظر ہے پس فرماتے ہیں کہ) این ندانم اور آن ندانم (معلوم بھی ہے) کس غرض کے لئے ہے (آگے خود جواب دیتے ہیں کہ اس غرض کے لئے ہے) تا کہ تم بتلا دو کہ جس کو ہم جانتے ہیں وہ کون ہے (بہر چیست میں اشارہ اس طرف ہے کہ نفی بھی ایک درجہ میں مقصود ہے اسی واسطے اوپر بندہ نے نفی کے غیر مقصود ہونے میں یہ قید لگائی ہے کہ جو درجہ صاحب سکر کی نظر میں ہے الخ اور وہ درجہ اس کی مقصودیت کا مقصودیت بالغیر ہے اور وہ غیر جو کہ مقصود بالذات ہے اثبات ہے حق تعالیٰ کا آنکہ میدانیم کیست سے یہی مراد ہے مطلب یہ کہ اصل مقصود اثبات ہے حق تعالیٰ کا اور یہ اثبات گو فی نفسہ فطری ہے چنانچہ بعض اقوال اکابر کے اس پر بھی مشتمل ہیں تو یہ فطرت منافی نہ ہوگی استدلالیت کی لیکن جو فطرت سے کام نہ لے اس کے مقابلہ میں یہ اثبات استدلالی اور موقوف ہے دلیل پر اور دلیل اس کی وجود ممکنات ہے پس اگر ممکنات بالکلیہ منفی ہوں تو پھر کوئی دلیل ہی نہ رہے گی اسی طرح اگر بالکلیہ مثبت ہوں یعنی اپنے ثبوت میں کسی مثبت و صانع کے محتاج نہ ہوں کہ ثبات کامل و مستقل وہی ہے جو درجہ وجوب میں ہو تو بھی وہ دلیل نہ ہوگی ثبوت صانع پر دلیل علی الصانع بننے کے لئے ضرور ہوا کہ ممکنات کو من وجہ مثبت اور من وجہ منفی یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

درجہ وجود میں مثبت اور درجہ وجوب و استقلال میں منفی مانا جاوے تا کہ استدلال صحیح ہو سکے اور ممکنات کا اس درجہ میں سمجھنا اور ہر درجہ کے احکام اس پر مرتب کرنا یہ شان ہے صاحب محو کی پس صاحب محو ناظر ہوا اثبات حق کی طرف اور وہ موقوف ہے اثبات الممکنات من وجہ ونفیہا من وجہ پر اس لئے وہ بالکلیہ اس کی نفی نہیں کرتا اس کو یہ تفاوت ہوا صاحب سکر سے اوپر میں نے اسی کو کہا تھا کہ آگے صاحب محو کی حالت ہے کہ ناظر الی الاثبات المقصود ہے پس صاحب محو کو فضیلت ہوئی صاحب سکر سے آگے اشعار میں جو نفی کا غیر مقصود ہونا اور اثبات کا مقصود ہونا مذکور ہے اس سے یہی نفی و اثبات مراد ہے جو مذکور ہوا جس کو فرماتے ہیں کہ) نفی بغرض اثبات ہوتی ہے (محقق کے) کلام میں (سو) نفی کو (بدرجہ مقصودیت بالذات) چھوڑ اور اثبات (کی بات) شروع کر (پس) نیست ایں اور نیست آن کو چھوڑ وہ جو ہست ہے اس کو سامنے لا (یعنی) نفی کو چھوڑ اور اسی ہستی (وجود مطلق) کو طلب کر (اور مثال کے لئے) ترک اور مطرب کے حالات شب کے بیان کر (جس کا قصہ عنقریب آتا ہے کہ وہ مطرب پر اس لئے خفا ہوا تھا کہ اس نے بہت سی نمیدانم نمیدانم چلائی تھی اور کہا تھا کہ آن بگوا ے گیج کہ میدانیش۔ می ندانم می ندانم در مکش) نفی کو (بدرجہ مقصودیت) چھوڑ اور اسی ہستی (مطلق) کی پرستش کر (کہ موقوف ہے اثبات حق پر) اے بابا اس کو اس ترک مست سے سیکھ کما قیل انظر الیٰ ماقال ولا تنظر الیٰ ماقال اور وہ اثبات نفی کی جس درجہ پر موقوف ہے وہ مخصوص ہے صاحب محو کے ساتھ کما ذکر پس مطلوبیت محو کی ثابت ہو گئی والحمد للہ علی حل ذاک المقام العویص) اور یہاں احوال شب کہا ہے اور آگے سرخی میں صبوح ہے اور اس کے ذیل کے شعر میں سحر ہے وجہ تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ اخیر شب سے اس کی ابتدا ہوئی ہوگی اور نوبت صبح تک پہنچ گئی ہوگی پس سب مفہوم صادق آگئے چنانچہ لفظ سحر اس وجہ جمع کا مؤید ہے)

استدعای امیر ترک مخمور مطرب را بوقت صبوح و تفسیر ایں حدیث کہ ان اللہ شرابا عدلا ولیآءہٗ اذا شربوا سکروا واذا سکروا طابوا الیٰ اخر الحدیث

مے درخم اسرار ازاں میجوشد تا ھر کہ مجرد ست ازاں می نوشد قال اللہ تعالیٰ ان الابرار یشربون (الایہ)

ایک مخمور ترک امیر کا گویئے سے صبح کی شراب کے وقت فرمائش کرنا اور اس حدیث کی تفسیر کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ایک شراب ہے جو اس کے دوستوں کے لئے تیار کی گئی ہے وہ جب اس کو پیتے ہیں مست ہو جاتے ہیں اور جب مست ہو جاتے ہیں پاکیزہ بن جاتے ہیں۔

اسرار کے خم میں شراب اس لئے جوش مارتی ہے تا کہ جو مجرد ہے وہ اسے پئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک ابرار پئیں گے

ایں مے کہ تو میخوری حرام ست	ما مے نخوریم جز حلالے
یہ شراب جو تو پیتا ہے حرام ہے	ہم جائز شراب کے سوا نہیں پیتے ہیں
جہد کن تا ز نیست ہست شوی	وز شراب خدای مست شوی
کوشش کرتا کہ تو نیست سے ہست بن جائے	اور خدا کی شراب سے مست بن جائے
اعجمی ترکے سحر آگاہ شد	وز خمار خمر مطرب خواہ شد
ایک ترک عجمی سحر کے وقت ہوش میں آیا	اور خمار شراب کے سبب طالب مطرب ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

مطرب جاں مونس مستاں بود	نقل وقوت وقوت مست آں بود
مطرب باطنی مونس مستان ہوتا ہے	نقل اور غذا قوت مست کی وہ ہوتا ہے
مطرب ایشاں را سوی مستی کشد	باز مستی ازدم مطرب چشد
مطرب ان کو مستی کی طرف کھینچتا ہے	پھر مستی کلام مطرب سے چاشنی لیتی ہے
آں شراب حق بداں مطرب برد	ویں شراب تن ازیں مطرب چرد
وہ شراب حق اس مطرب کی طرف لے جاتی ہے	اور یہ شراب تن اس مطرب سے غذا پاتی ہے
ہر دو گر یک نام دارد در سخن	لیک فرقست زیں حسن تا آں حسن
دونوں اگرچہ لفظوں میں ایک ہی نام رکھتے ہیں	لیکن اس حسن سے اس حسن تک فرق ہے
اشتباہے ہست لفظی در بیاں	لیک خود کو آسماں کو ریسماں
ایک لفظی اشتباہ درمیان میں ہے	لیکن تحقیق کہاں آسمان کہاں ریسمان
اشتراک لفظ دائم رہزن ست	اشتراک گبر و مومن در تن ست
اشتراک لفظ ہمیشہ رہزن ہے	گبر اور مومن کا اشتراک تن میں ہے
جسمہا چوں کوزہائے بستہ سر	تا کہ در ہر کوز چہ بود آں نگر
اجسام مثل ان کوزوں کے ہیں جن کا سر بندھا ہوا ہو	سو ہر کوزہ میں کیا چیز ہے اس کو دیکھو
کوزۂ آں تن پر از آب حیات	کوزۂ ایں تن پر از زہر ممات
کوزہ اس تن کا آب حیات سے پر ہے	کوزہ اس تن کا زہر ممات سے پر ہے
گر بمظروفش نظر داری شہی	ور بظرفش بنگری تو گمرہی
اگر تم اس کے مظروف پر نظر رکھو تو تم بادشاہ ہو	اور اگر اس کے ظرف کو دیکھو گے تو تم گمراہ ہو گے
لفظ را مانندۂ ایں جسم داں	معنیش را در دروں مانند جاں
لفظ کو اس جسم کی طرح سمجھو	اس کے معنی کو اس کے اندر مثل جان کے
دیدۂ تن دائماً تن بیں بود	دیدۂ جاں جان پرفن بیں بود
چشم ظاہری ہمیشہ تن کو دیکھنے والی ہوتی ہے	چشم باطنی جان پرہنر کو دیکھنے والی ہوتی ہے
پس ز نقش لفظہائے مثنوی	صورتش ضال ست و ہادی معنوی
پس نقوش مثنوی کے جو الفاظ ہیں ان میں سے	ان کی صورت تو گمراہ ہے اور معنوی ہدایت کن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در نبے فرمود کایں قرآں ز دل	ہادی بعضے و بعضے را مضل
قرآن میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن قلب سے	بعض کا ہادی ہے اور بعض کا مضل ہے
اللہ اللہ چونکہ عارف گفت مے	پیش عارف کے بود معدوم شے
اللہ اللہ جب عارف لفظ مے کہے	عارف کے نزدیک معدوم کب شے ہو سکتا ہے
فہم تو چوں بادۂ شیطاں بود	کے ترا وہم مے رحماں بود
تیرا مفہوم چونکہ بادۂ شیطان ہوتا ہے	تو کب تجھ کو مے رحمان کا خیال ہو گا
ایں دو انباز ند مطرب با شراب	ایں بداں وآں بدیں آرد شتاب
مطرب اور شراب یہ دونوں باہم مقترن ہیں	یہ اس کی طرف اور وہ اس کی طرف جلدی سے لے آتی ہے
پر خماراں از دم مطرب چرند	مطرباں شاں سوی میخانہ برند
پر خمار لوگ کلام مطرب سے حظ لیتے ہیں	مطرب ان کو میخانہ کی طرف لے جاتے ہیں
آں سر میدان وایں پایان اوست	دل شدہ چوں گوئی در چوگان اوست
وہ تو میدان کا آغاز ہے اور یہ اس کا ختم ہے	دل رفتہ مثل گیند کے اس کے چوگان میں ہے
در سر آنچہ ہست گوش آنجا رود	در سر ار صفراست آں سودا شود
دماغ میں جو کچھ ہوتا ہے کان ادھر ہی جاتا ہے	سر میں اگر صفرا ہو وہ سودا ہو جاتا ہے
بعد ازاں ایں دو بہ بیہوشی روند	والد و مولود آنجا یک شوند
اس کے بعد یہ دونوں بیہوشی کی طرف متجر ہو جاتے ہیں	والد اور مولود اس جگہ ایک ہو جاتے ہیں

(چونکہ ان اشعار میں اول قصہ ایک خمار کا شروع ہوا ہے پھر اس سے شراب حق کے مضمون کی طرف انتقال فرمایا ہے اس مجموعہ سے سرخی کا مفہوم واضح ہو جاوے گا قصہ یہ ہے کہ) ایک ترک عجمی سحر کے وقت (شراب کے نشہ اترنے سے) ہوش میں آیا اور خمار شراب کے سبب (جو کہ ہوش میں آنے کے بعد بھی دماغ میں باقی رہتا ہے) طالب مطرب ہوا (یعنی مطرب کی خواہش دل میں پیدا ہوئی تاکہ گانا سننے سے فرحت ہو اور خمار کی گرانی دفع ہو اور طالب ہونے سے یہ مراد نہیں کہ اس کو بلا لیا کیونکہ بیس اکیس شعر کے بعد ایک شعر میں ہے مطربان را ترک ما بیدار کرد پس بلانے کے بعد بیدار کرنے کے کوئی معنی نہیں آگے مولانا قصہ سے شراب باطنی یعنی محبت حق کے مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح مطرب ظاہری مستان ظاہری کا مونس ہوتا ہے اسی لئے وہ اس کے جویان ہوتے ہیں اسی طرح) مطرب باطنی مونس مستان (باطنی) ہوتا ہے (اور) نقل اور غذا قوت مست (باطنی) کی وہ (مطرب باطنی) ہوتا ہے (اضافت قوت کی طرف قوت کے اس اعتبار سے ہے کہ قوت سے قوت بڑھتی ہے اور مراد مطرب باطنی سے مرشد ہادی الی المحبوب ہے اور مستان باطنی سے مراد محبان حق اور مستی باطنی اور اسی طرح شراب باطنی سے مراد محبت حق پس حاصل مضمون یہ ہوا کہ محبت حق سبب ہوتی ہے طلب مرشد کی

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ اس کی صحبت وتعلیم سے محبوب کے قرب ووصال کا طریقہ معلوم ہوتا ہے اور اس کو نقل وغذا سے تشبیہ دینا اس اعتبار سے ہے کہ انسان کو غذا کی بھی طلب ہوتی ہے اور اس میں اشارہ اس طرف ہوتا ہے کہ مرشد کی طلب ایسی اضطراری ہونا چاہئے جس طرح غذا کی طلب اور تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ جب تک رجوع الی المرشد کا اس قدر شوق اور بے تابی نہ ہو پورا نفع نہیں ہوتا اور طالب حق اس لئے جویان مرشد کا ہوتا ہے کہ وہ) مطرب (یعنی مرشد) ان (مستان حق) کو مستی (باطنی) کی طرف کھینچتا ہے (جس طرح مطرب ظاہری کا گانا شراب خوار کے لئے سبب ہو جاتا ہے شراب کے مکرر تقاضا کا) پھر (وہ) مستی (جو مطرب باطنی کے فیض سے حاصل ہوئی ہے) از کلام مطرب سے چاشنی لیتی ہے (یہ اسناد مجازی ہے باسناد الفعل الی السبب یعنی وہ مست چاشنی لیتا ہے بسبب مستی کے یعنی پھر وہ دم مستی مطرب سے چاشنی لینے کا سبب بنتی ہے اور اس کے سننے کا تقاضا کرتی ہے۔ مطلب شعر کا یہ ہوا کہ مطرب تو مستی کی طرف لاتا ہے اور پھر مستی مطرب کی طرف لاتی ہے جس طرح شراب پی کر گانا سننے کو جی چاہتا ہے اور گانا سن کر شراب پینے کو جی چاہتا ہے اسی طرح صحبت وکلام مرشد سے محبت حق پیدا ہوتی ہے اور محبت حق سے بشوق ترقی قرب پھر مرشد کی صحبت وتعلیم ڈھونڈتا ہے پھر اس کی صحبت سے طرق قرب معلوم کر کے ان پر عمل کرنے سے محبت حق میں اور افزونی ہوتی ہے پھر پہلے کی طرح یہ محبت حق سبب ہوتی ہے مکرر رجوع الی المرشد کی وھکذا حتی یصل الی مقام التمکین لشارب اعتاد الخمر بحیث لا یسکرہ ولا یغلبہ آگے شراب ظاہری وشراب باطنی دونوں کے اثر کو بطور حاصل ماسبق کے ایک شعر میں ذکر فرماتے ہیں کہ حاصل یہ کہ) وہ شراب حق اس مطرب (باطنی) کی طرف لے جاتی ہے اور یہ شراب تن اس طرب (ظاہری) سے غذا پاتی ہے اس ترکیب کی حقیقت ابھی از دم مطرب چشید کی شرح میں بیان کی گئی ہے آگے فرماتے ہیں کہ ہم جو مجازاً محبت حق کو شراب اور اسی طرح اس کے متعلقات کو متعلقات شراب کہہ دیا ان الفاظ پر نظر مت کرنا مراد اور معنی پر نظر کر کے فوائد علمیہ وعملیہ حاصل کرنا پس فرماتے ہیں کہ یہ) دونوں (شرابیں) اگرچہ لفظوں میں ایک ہی نام رکھتی ہیں لیکن (ان کی حقیقت میں ایسا فرق ہے جیسا) اس حسن سے اس حسن تک فرق ہے (اشارہ ہے ایک قصہ کی طرف جو دفتر چہارم میں ذکر کیا ہے کہ کسی شاعر نے ایک بادشاہ کی مدح میں کوئی قصیدہ کہا تھا وزیر نے دس ہزار دینار دلوا دیے تھے پھر بعد چندے دوسری بار قصیدہ لے گیا اس وقت دوسرا وزیر تھا اس نے پچیس دینار دلوائے تھے اور دونوں وزیر کا نام حسن تھا کذا فی الحاشیہ پس اسی طرح یہاں بھی محض ایک لفظی اشتباہ (دونوں شرابوں کے) درمیان میں ہے (کہ دونوں کو شراب کہہ دیا جس سے ناواقف کو احکام میں اشتباہ ہو گیا) لیکن (حقیقت میں) کہاں آسمان (اور) کہاں ریسمان (اگرچہ لفظاً بعضے حروف کے اعتبار سے کچھ تشابہ بھی ہے لیکن بڑا فرق ہے اسی طرح ان دونوں شرابوں کے احکام واقعیہ میں فرق عظیم ہے اور لفظ خود مصرعہ ثانیہ میں زائد ہے اور جس طرح یہاں اشتراک فی صورۃ اللفظ سبب ہو گیا غلط فہمی کا اسی طرح اشتراک لفظ (اور تشابہ فی الصورۃ) ہمیشہ (ہر جگہ) رہزن (اور غلطی میں ڈال دینے والا ہو جاتا) ہے (چنانچہ) گبر اور مومن کا اشتراک (بھی) تن میں ہے (جو کہ صورت ظاہرہ ہے ورنہ اوصاف باطنیہ میں زمین وآسمان کا فرق ہے اور یہاں اشتراک لفظ سے مراد اشتراک اصطلاحی نہیں کیونکہ یہاں تو حقیقت ومجاز ہے بلکہ لغوی مراد ہے مومن وگبر میں اشتراک کا حکم اس کا قرینہ ہے پس مولانا کے اسی ارشاد کے موافق لفظ اشتراک کے اشتراک فی المعنی اللغوی والاصطلاحی سے غلطی میں مت پڑنا آگے اس مضمون کی توضیح ہے ایک تشبیہ سے بطور تفریع کے یعنی پس) اجسام مثل ان کوزوں (یعنی صراحیوں) کے ہیں جن کا سر بندھا ہوا ہو (یعنی منہ بند ہو) سو ہر کوزہ میں کیا چیز ہے اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھو (چنانچہ اس کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ) (ایک تن کا کوزہ تو آب حیات (یعنی کمالات اور محاسن) سے پر ہے (یعنی ایک شخص میں تو یہ صفتیں ہیں اور) دوسرے تن کا کوزہ زہر ممات (یعنی مفاسد مہلکہ) سے پر ہے (یعنی اس میں یہ ذمائم ہیں سو ظرف تو دونوں ایک طرح کے اور مظروف میں فرق پس) اگر تم اس کے مظروف پر نظر رکھو تو تم بادشاہ (یعنی سلطان تحقیق) ہو (اور احکام میں غلطی نہ کروگے) اور اگر (محض) اس کے ظرف کو دیکھوگے تو گم کردہ راہ ہوگے (اور احکام میں غلطی کروگے پس جس طرح اس مثال میں سمجھا کہ اجسام میں تشابہ اور اوصاف میں تخالف اسی طرح) لفظ کو اس جسم کی طرح سمجھو (اور) اس (لفظ) کے معنی (یعنی مراد) کو (خواہ حقیقی یا مجازی) اس (لفظ) کے اندر مثل جان کے (سمجھو جو کہ ایک تن میں اور صفات میں موصوف ہے اور دوسرے تن میں ان کے اضداد سے پس بعض جگہ لفظ متشابہ یا متحد ہوتے ہیں اور مراد میں متخالف ہوتے ہیں اور جس طرح) چشم ظاہری ہمیشہ تن کو دیکھنے والی ہوتی ہے (چنانچہ ظاہر ہے اور) چشم باطنی (یعنی عقل) جان پر ہنر کو دیکھنے والی ہوتی ہے (یہ بھی ظاہر ہے کہ کمالات باطنی کا ادراک چشم ظاہری سے نہیں ہوتا اس کے لئے مدرکات باطنیہ کی ضرورت ہے اسی طرح لفظ پرست ہمیشہ الفاظ پر نظر کرتا ہے اور طالب حقیقت متکلم کی مراد کو دیکھتا ہے اور احکام کو اس کے تابع کرتا ہے آگے اس مضمون پر ایک تفریع ہے کہ) پس (اسی طرح) نقوش مثنوی کے (مدلول) جو الفاظ ہیں ان (الفاظ) میں سے (جو) ان (الفاظ) کی صورت (محضہ کا مرتبہ ہے جس میں لحاظ نہ ہو معنی مراد کا گو مفہوم لغوی کا لحاظ ہو وہ تو اس قدر گمراہ کن اور گمراہی کا سبب ہے کہ گویا خود ہی) گمراہ ہے (یہ مبالغہ ہے کیونکہ غیر ذوی العقول پھر بالخصوص اعراض میں احتمال ضلال کا ممکن ہی نہیں) اور (ان الفاظ میں سے جو ان الفاظ کی صورت مع المعنی المراد کا مرتبہ ہے جس کو تلبس بالمعنی کے سبب معنی کہنا صحیح ہے تو وہ مرتبہ) معنوی ہادی (الی الحقائق) ہے (یعنی ان الفاظ کو بلا تحقیق معانی مراد کے دیکھا جاوے تو بہت مقامات پر خلاف قواعد شرعیہ نظر آویں گے اور اگر مع تحقیق معانی مراد دیکھا جاوے تو بالکل موافق قواعد شرعیہ معلوم ہوویں گے احقر کہتا ہے کہ مثلاً اسی دفتر کے جتنے اشعار کی شرح لکھی گئی ہے ان ہی کو ایک دفعہ قبل شرح دیکھنے کے دیکھا جاوے اور ایک بار بعد شرح دیکھنے کے تو اس مضمون مضل وہادی ہونے کی تصدیق ہو جاوے گی اور لفظ کی اضافت نقشہا کی طرف باعتبار ملابست دالیت ومدلولیت کے ہے کیونکہ نقوش دال ہوتے ہیں الفاظ پر اور ز لفظ میں جو ز حرف جارہ ہے یہ بمعنی منجملہ ہے اور اس کا مجرور بمعنی لفظ بمعنی الفاظ کے ہے حملاً علی الجنس اور صورتش کی ضمیر اسی لفظ کی طرف ہے اور ہادی معنوی میں بضرورت شعر تقدیم وتاخیر ہے یعنی معنوی مبتداء ہے اور معطوف ہے صورتش پر اور یہ دونوں متعاطفین دو مرتبے ہیں لفظ مذکور فی المصراع الاول کے یعنی الفاظ کا ایک مرتبہ تو صورت بلا معنی کا ہے جس کو صورتش سے تعبیر کیا ہے اور دوسرا مرتبہ صورت مع المعنی کا ہے جس کو معنوی سے تعبیر کیا ہے۔ ولم یشرح الشعر احد مثل هذا ولله الحمد آگے تائید ہے مثنوی کے مضل للبعض وهادی للبعض ہونے کی یعنی دیکھو) قرآن میں فرمایا ہے کہ یہ قرآن قلب (وفہم کے تفاوت سے) بعض کا ہادی ہے اور بعض کا مضل ہے (اور ز دل میں یہ بتلایا کہ قرآن فی نفسہ ہادی ہے مگر اس عارض سے بعض کے لئے سبب اضلال ہو جاتا ہے کہ سوء فہم وسقم قلب سے حقیقت کے جویان نہیں ہوتے پس اس سبب سے ثابت ہو گیا کہ محض الفاظ پر نظر نہ چاہئے تو ہم سے لفظ شراب سن کر غلط فہمی میں نہ پڑنا اور) اللہ اللہ (یہ تنبیہ کے لئے محاورہ ہے لفظ شراب سے یہ شراب مت سمجھنا کیونکہ متکلم عارف ہے اور) جب عارف لفظ شراب کہے (الماضی بمعنی المضارع لوقوعہ فی الشرط تو وہ شراب مراد نہ لے گا کیونکہ یہ شراب بوجہ ناپسندیدۂ حق ہونے کے گویا معدوم ہے اور) عارف کے نزدیک معدوم

www.besturdubooks.wordpress.com

کب شئے ہو سکتا ہے (بلکہ لاشئے ہوگا اور جب وہ شراب کے خواص بیان کر رہا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کو شئے معتد بہ سمجھتا ہے اور یہ شراب محض لاشئے ہے پس یہ اس کی مراد نہ ہوگی البتہ اے قاصر النظر) چونکہ تیرا مفہوم (یعنی جو تیرے فہم میں آیا یعنی) بادۂ شیطان ہوتا ہے تو کب تجھ کوئے رحمان کا خیال ہوگا (یعنی تو نے تو جب سے آنکھ کھولی یہی شراب دیکھی تجھ کو کیا خبر کہ کوئی اور بھی چیز ہے جو ماسوی اللہ سے غافل کر دینے میں اس شراب سے بھی تیز ہے یہاں تک لفظ شراب کے التباس کو رفع کر دیا اب پھر مضمون سابق کی طرف رجوع کرتے ہیں مطرب ایشان را سوئے مستی الخ یعنی) یہ دو چیزیں باہم مقترن ہیں (یعنی) مطرب شراب کے ساتھ (مقترن ہے) یہ (یعنی شراب) اس کی طرف (یعنی مطرب کی طرف) اور وہ (یعنی مطرب) اس کی طرف (یعنی شراب کی طرف) جلدی سے لے آتی ہے (یعنی اس سے اس کا اور اس سے اس کا تقاضا اور میلان ہوتا ہے ظاہری شراب ومطرب میں بھی اور باطنی میں بھی کما ذکر فی کلیھما آگے شرح ہے اوپر کی یعنی) پر خمار لوگ (بوجہ اثر شراب کے) کلام مطرب سے حظ لیتے ہیں (اور) مطرب ان کو (اپنے کلام کے اثر سے) میخانہ کی طرف لے جاتے ہیں (فھذا جالب الیٰ ذلک و ذلک جاذب الیٰ ذاک غرض) وہ (یعنی مطرب) میدان کا شروع ہے اور یہ (یعنی میخانہ) اس (میدان) کا ختم ہے (اور) دل رفتہ (شخص) مثل گیند کے اس (مطرب) کے چوگان میں ہے (یعنی اس کا تابع ہے کہ اس نے شراب کی تعریف گائی تو یہ میخانہ کی طرف چلا گیا ہر چند کہ اوپر کلام مطرب مینوشی کو سبب شراب نوشی کا اور شراب نوشی کو سبب کلام مطرب نیوشی کا فرمایا ہے مگر یہاں آن سر میدان الخ میں صرف اول پر اکتفا کیا اور اس کے ساتھ کلام مطرب نیوشی کو سر میدان اور شراب نوشی کو پایان میدان فرمایا جس سے اول کا طریق اور دوسرے کا مقصود ہونا بتلا دیا پس اس میں ایک نہایت ضروری مسئلہ بتلایا ہے کہ گو دونوں امر میں یعنی محبت حق وصحبت مرشد میں ایسا تعلق ہے کہ ہر ایک سبب ہو جاتا ہے دوسرے کا لیکن پھر بھی دونوں ایک درجہ میں نہیں بلکہ محبت حق مقصود ہے اور صحبت مرشد محض طریق جس طرح اصل مقصود شرب ہے کیونکہ اس سے تولید ارواح کی ہوتی ہے جو بقاء شخص و بقاء نوع میں اصل مقصود ہے بخلاف سماع اغانی کے کہ اس تولید ارواح کے اسباب میں صرف معین ہے یہی وجہ ہے کہ شرب یا ماقام مقامہ بلا سماع اس غرض میں کافی ہو سکتا ہے اور سماع بلا شرب یا ماقام مقامہ اس غرض میں کافی نہیں ہو سکتا اسی طرح اگر محبت حق کہ اس کے لئے اطاعت لازم ہے میسر ہو جاوے گو ضعیف ہی سہی اور صحبت شیخ نصیب نہ ہو اصل قرب کے لئے کافی ہے اور اگر صحبت شیخ مگر محبت مع اللوازم المذکور نصیب نہ ہو تو کچھ بھی نہیں اور اس میں اصلاح ہے غالین کی کہ طریق میں اس قدر منہمک ہوتے ہیں کہ مقصود کو بھلا دیتے ہیں پس مصرعہ اولیٰ میں اس افراط کی اصلاح ہے اور مصرعہ ثانیہ میں ایک تفریط کی اصلاح ہے یعنی بعضے اس کو غیر مقصود سمجھ کر شیخ کا اتباع بھی کامل نہیں کرتے یعنی طرق سلوک میں خود رائی کرتے ہیں پس اس تشبیہ میں بتلا دیا کہ ایسی اطاعت کرو جس طرح چوگان کے سامنے گیند ہوتا ہے کیونکہ گو یہ خود مقصود نہیں مگر مقصود کا راستہ تو تم سے زیادہ جانتا ہے اس لئے طرق سلوک میں نہ کہ احکام حلال وحرام میں در بارۂ اطاعت شیخ کے اس قول پر عمل چاہئے۔

چون گزیدی پیر ہین تسلیم شو ہمچو موسیٰ زیر حکم خضرؑ رو

وللہ الحمد علیٰ ما افھمنی ھذا المقام ولاالفتخر بل اتحدث بالنعمۃ من اللہ المنعام

آگے عود ہے مضمون شعر بالا)

فہم تو چوں بادۂ شیطان بود الخ کی طرف یعنی ہم تو ان اشعار میں مطرب وشراب سے باطنی معنی مراد لیتے ہیں مگر تو جو لفظ

www.besturdubooks.wordpress.com

شراب سن کر یہی شیطانی شراب سمجھا تو وجہ اس کی یہ ہے کہ قاعدہ ہے کہ) دماغ میں جو کچھ ہوتا ہے کان ادھر ہی جاتا ہے (کان ادھر جانے کا مطلب یہ ہے کہ کان میں جب ویسا لفظ پڑتا ہے اس معنی حاضر فی الذہن پر محمول کرتا ہے پس جس شخص کے خیال میں ظاہری شراب بسی ہوئی ہو جب وہ لفظ شراب سنے گا اسی معنی پر محمول کرے گا اور غلطی میں پڑے گا آگے اس غلط فہمی کی مثال ہے کہ) سر میں اگر صفرا ہو (جو کہ خلط صالح ہے مگر کوئی سبب اس کے فساد کا عارض ہو جاوے تو) وہ (فاسد و محترق ہو کر) سودا ہو جاتا ہے (جو کہ سبب ہو جاتا ہے خلل دماغ کا اور) بعد ازاں (یعنی بعد اس کے کہ وہ سودا ہو جاوے) یہ دونوں (یعنی صفرا و سودا) بیہوشی (یعنی بدحواسی و خلل دماغ) کی طرف منجر ہو جاتے ہیں (جیسا طب کا مسئلہ ہے اور) والد اور مولود (یعنی سبب و مسبب کہ صفرائے قابل احتراق و سودائے حاصل بعد الاحتراق ہیں) اس جگہ (یعنی خلل پیدا ہونے کے وقت) ایک ہو جاتے ہیں (یعنی ایک ہو کر خلل پیدا کر دیتے ہیں اسی طرح لفظ شراب بمعنی شراب حق دماغ میں پہنچا مگر قبل اس کے اس دماغ میں سبب فساد کا موجود تھا یعنی لفظ شراب کو صرف بمعنی شراب شیطان سمجھنا پس اس سبب فساد سے اس کے ذہن میں وہ لفظ شراب بالمعنی الحسن بھی فاسد ہو گیا یعنی محمول کر لیا گیا شراب بالمعنی القبیح پر جیسا صفرا بسبب فساد سے سودا بن گیا تھا اور جب وہ معنی قبیح پر محمول کر لیا گیا تو وہ دونوں لفظ یعنی ایک لفظ شراب بالمعنی الحسن دوسرا لفظ شراب بالمعنی القبیح غلط فہمی و گمراہی کی طرف منجر ہو گئے اور دونوں اس کے ذہن میں ایک ہو کر موجب غلط فہمی ہو گئے اور یہ مضمون غلط فہمی کے سبب بن جانے کا گویا اعادہ ہے مضمون شعر بالا ہادی بعضے و بعضے را مضل کا واللہ اعلم آگے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف)۔

چونکہ کردند آشتی شادی و درد	مطرباں را ترک ما بیدار کرد
جب طرب اور درد نے صلح کی	مطربوں کو ہمارے ترک نے بیدار کیا
مطرب آغازید بیتے خوابناک	کہ اعطنی الکاس یا من لا اراک
مطرب نے حالت خوابناکی میں ایک بیت شروع کی	کہ مجھ کو پیالہ دے اے وہ شخص جس کو میں نہیں دیکھتا
انت وجھی لا عجب ان لا اراہ	غایۃ القرب حجاب و اشتباہ
آپ بمنزلہ میرے رخ کے ہیں اس میں مجھ کو تعجب نہیں کہ میں اس کو نہیں دیکھتا	غایت قرب حجاب اشتباہ کا ہے
انت عقلی لا عجب ان لم ارک	من وفور الالتباس المشتبک
آپ بمنزلہ میری عقل کے ہیں تو مجھ کو تعجب نہیں اگر میں آپ کو نہ دیکھوں	بوجہ غایت اشتباہ جال در جال کے
حیث اقرب انت من حبل الورید	لم اقل یا یا نداء للبعید
چونکہ آپ حبل ورید سے بھی اقرب ہیں	تو میں نے کلمہ یا نہیں کہا کلمۂ یا ندائے بعید کے لئے ہے
بل اغالطھم انادی فی القفار	کے لاکتم من معی ممن اغار
بلکہ میں ان کو مغالطہ دے رہا ہوں ویرانوں میں پکارتا ہوں	تا کہ اپنے ساتھی کو ان لوگوں سے چھپاؤں جس سے مجھے غیرت آتی ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	بشنو اکنوں نکتۂ صاحب تمیز
یہ کلام انتہا نہیں رکھتا اے عزیز	اب صاحب تمیز کا ایک نکتہ سن لو

www.besturdubooks.wordpress.com

(رجوع ہے قصہ ترک ومطرب کی طرف یعنی) جب طرب (شوق سماع) از زورد (یعنی گرانی خمار) نے صلح کی (یعنی دونوں مجتمع ہوئے اس وقت) مطربوں کو ہمارے ترک نے بیدار کیا (تا کہ گانا سنادیں اور ترک کی اضافت اپنی طرف اس اعتبار سے ہے کہ یہ اس کا قصہ بیان فرما رہے ہیں اور ممکن ہے کہ اس اعتبار سے ہو کہ مولانا سکے اس قول سے کہ می ندانم در کمش نتیجہ نکالتے ہیں کہ اصلی مقصود اثبات ہے نہ کہ نفی اس اعتبار سے اس میں اور مضاف الیہ میں مناسبت ہو گئی چنانچہ جہاں اس کا یہ قول آوے گا وہاں بھی یہی اضافت ہے ترک ما راز یں حرارہ دل گرفت پس بیدار ہو کر) مطرب نے حالت خوابناکی میں (بوجہ اس کے کہ تازہ جگا ہوا تھا) ایک بیت شروع کی (پس خوابناک حال ہے ضمیر آغازید سے اور اس بیت کا مضمون یہ تھا) کہ مجھ کو (شراب کا) پیالہ دے اے وہ شخص جس کو میں (بوجہ بعید وغائب ہونے کے) نہیں دیکھتا (اور احقر کو اس جملہ میں کہ اس بیت کا یہ مضمون تھا دو امر بتلانا منظور ہیں ایک یہ کہ اشعار آئندہ جیسا کہ ان کے مضمون سے معلوم ہوگا مولانا کا قول ہے مطرب کا نہیں تو اس صورت میں مطرب کا قول صرف ایک مصرعہ رہ گیا تو اس کو بیت کس طرح کہا لفظ مضمون سے اس کا جواب ہو گیا کہ وہ پوری بیت ہوگی اس کا مضمون ایک مصرعہ میں تعبیر کر دیا دوسرا امر یہ کہ اس مطرب کی غزل آگے جو آتی ہے وہ فارسی ہے گل یا سوسنی الخ اور یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے عربی میں شروع کیا گو یہ محتمل ہو سکتا ہے کہ شروع کیا ہوا یک زبان میں اور پھر منتقل ہو گیا ہو دوسری زبان میں مگر خود ترک عجمی کے سامنے عربی کا پیش ہونا ہی بعید ہے اس کا جواب بھی لفظ مضمون سے نکل آیا کہ ممکن ہے وہ بھی فارسی ہو مگر اس کا یہ مضمون ہو اور دو امر اور اس مقام پر سمجھنا چاہئے ایک یہ کہ اس مضمون اور آئندہ مضمون نمید انم میں کچھ تعارض نہیں بلکہ دونوں میں تناسب فی الجملہ ہے کہ وہاں اگر نمید انم ہے تو یہاں ترجمہ لا اراک کا می بینم ہے اور اسی تناسب کی بناء پر یہاں سے چالیس شعر اوپر مولانا نے خود دونوں کو جمع کیا ہے۔

نامی بینم ہمی بینم شود ویں ندا نمہات من دانم شود

اور اگر یہ تناسب فی الجملہ بھی نہ ہو تب بھی ایسا ہوتا ہے کہ غزل مقصود سے پہلے کسی دوسرے مضمون کے شعر سے شروع کرتے ہیں دوسرا امر یہ کہ مطرب کا مقصود اس قول لا اراک سے وہ رویت نہیں جو اشعار مابعد میں مذکور ہے جس میں خطاب محبوب حقیقی کو ہے جس کی عدم رویت کا سبب مغائر ہے مخلوق کی عدم رویت کے سبب سے بلکہ وہ عدم رویت ہے جو مخلوق سے متعلق ہے اور خطاب ہے محبوب مجازی کو مگر مولانا اس خطاب اور اس عدم رویت سے انتقال فرما کر اور قصہ کو چھوڑ کر آگے محبوب حقیقی کو خطاب اور اس کی عدم رویت کی بحث فرماتے ہیں یعنی اے محبوب حقیقی) آپ (غایت قرب میں) بمنزلہ میرے رخ کے ہیں (اس لئے) اس میں کچھ عجب نہیں ہے کہ میں اس (رخ) کو نہیں دیکھتا (جیسا کہ ظاہر ہے کہ انسان کو عادۃً اپنا چہرہ نظر نہیں آیا کرتا باوجودیکہ بہت ہی قریب ہے اسی طرح آپ باوجود بے حد قریب ہونے کے کہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید پھر نظر نہیں آتے آگے محبوب حقیقی کے نظر آنے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ خود) غایت قرب حجاب اشتباہ (یعنی اختفا) کا ہے (اس کو دوسرے محققین نے اس طرح کہا ہے کہ غایت ظہور کے سبب مخفی ہو گئے اور اس کی مثال دی ہے کہ جس طرح خفاش کی نظر سے آفتاب کے مختفی ہونے کا سبب اس کا غایت منور ہونا ہے کہ خفاش اس کا متحمل نہیں ہو سکتا چونکہ غایت قرب کو غایت ظہور بشرط صلاحیۃ المحل للظہور لازم ہے اس لئے غایت قرب کو بھی سبب کہنا صحیح ہوگا کیونکہ غایت قرب بوجہ ملزوم ہونے کے سبب ہوگا غایت ظہور کا اور غایت ظہور سبب ہوگا اختفاء کا اور سبب کا سبب سبب ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس غایت قرب بھی سبب ہو جاوے گا اختفا کا اور عند التامل غایت قرب یا غایت ظہور کو مانع رویت کہنا یہ ایک حکم ظاہری ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں تو مقتضی ہیں رویت کو جبکہ محل صالح للرویت ہو تو مقتضی کو مانع کہنا کیسے صحیح ہو سکتا ہے بلکہ کلام کی حقیقت یہ ہے کہ باوجود مقتضی رویت کے رویت نہیں ہے بسبب ایک مانع قوی کے اور چونکہ وہ مانع بھی مقتضی کے ساتھ علی الدوام پایا جاتا ہے اس لئے تجوزاً اس عدم رویت کو اس مقتضی کی طرف مستند کر دیا کہ جس میں ایک ملابس کو دوسرے ملابس کے قائم مقام قرار دیا اور وہ مانع عدم ہے خاص واسطہ کا یعنی رویت کے لئے رائی اور مرئی کے درمیان بعض وسائط کی کہ وہ شرط رویت میں ضرورت ہوتی ہے اور ان واسطوں کے نہ ہونے سے رویت نہیں ہوتی ان میں سے ضیاء ہے اور ان میں سے قوت اور تحمل ہے رائی کا اور ان میں سے قابل رویت ہونا ہے مرئی کا اور ان میں سے منتہی ہونا ہے شعاعوں کا مرئی تک ونحو ذلک مما لا یخفیٰ پس عدم رویت کا تحقق جہاں ہوگا کسی شرط کے فوت ہونے سے ہوگا مثلاً آدمی جو اپنا چہرہ نہیں دیکھتا جس کا اس شعر میں ذکر ہے یا اپنی آنکھ نہیں دیکھتا جس کو میر زاہد نے ایک مثال میں اختیار کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ منتہیٰ شعاع کا نہیں یعنی شعاع اس پر نہیں واقع ہوتی اور مثلاً آدمی اپنی عقل کو نہیں دیکھتا جس کا شعر آئندہ میں ذکر ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ محل صالح للرویت نہیں اور مثلاً خفاش خورشید کو نہیں دیکھتا اس کی وجہ یہ ہے کہ رائی میں قوت وتحمل نہیں اور مثلاً اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں نہیں دیکھتا اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ رائی میں قوت وتحمل نہیں ۔ یہ تو کلام تحقیقی ہے باقی ظاہری کلام میں متکلمین نے شرائط ابصار میں سے یہ بھی کہا ہے کہ مرئی نہ غایت قرب میں ہو اور نہ غایت بعد میں تو اس بناء پر غایت قرب کا مانع ہونا بھی ظاہراً صحیح ہو جاوے گا اور اس شرط عدم غایت قرب کو میری اس شرط کی طرف راجع کر سکتے ہیں کہ وہ مرئی منتہیٰ شعاع کا ہو کیونکہ شعاع کے منتہیٰ ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شعاع کی نسبت اقرب نہ ہو پس حاصل اس شرط کا یہ ہوگا کہ مرئی واسطۂ رویت سے قریب نہ ہو تو باری تعالیٰ کے عدم رویت فی الدنیا کے دو سبب ہو جاویں گے ایک عدم تحمل بصر دوسرے اس کا واسطہ کی نسبت اقرب ہونا اور فی الدنیا کی قید اس لئے لگائی کہ آخرت میں رویت منصوص ہے سو وہاں بھی گو حق تعالیٰ کی اقربیت ایسی ہی ہوگی بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو جاوے گی اور یہ نہ ہوگا کہ وہاں واسطہ اقرب ہو جاوے یہ نسبت حق تعالیٰ کے بلکہ وہاں واسطہ ہی شرط نہ ہوگا اور اسی طرح حق تعالیٰ رائی کو تحمل بھی عطا فرماویں گے اور معتزلہ منکرین رویت فی الآخرۃ ان شرائط کو عقلی کہتے ہیں اور اہل حق عادی اس لئے اس عالم میں عادت بدلنے سے رویت واقع ہوگی آگے اس غایت قرب کے مانع ہونے کی اور مثال ہے کہ) آپ بمنزلہ میری عقل کے ہیں (کہ غایت قریب ہے) تو کچھ تعجب نہیں اگر میں آپ کو نہ دیکھوں بوجہ غایت اشتباہ جال در جال (اس اشتباہ سے مراد بھی اختفاء ہے کہ اشتباہ مستلزم ہے اختفاء کو فاطلق الملزوم واریدبہ اللازم اور جال در جال یعنی شدید اور اس مصرعۂ ثانیہ میں اختفا کو سبب عدم رویت کا قرار دینے سے تعارض نہ سمجھا جاوے کہ اول یعنی سبب غایت قرب کے ساتھ کیونکہ غایت قرب سبب اختفاء کا ہے اور اختفاء سبب عدم رویت کا ہے پس عدم رویت کو کہیں سبب کی طرف منسوب کر دیا کہیں سبب السبب کی طرف اور بعض نسخوں میں مشتبک کی جگہ مشترک ہے اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ جو اختفاء مسبب عن غایت القرب سبب ہے عدم رویت کا وہ خاص نہیں باری تعالیٰ کے ساتھ تا کہ کوئی عقل پرست اس میں استبعاد سمجھے بلکہ مشترک ہے واجب وممکن میں کہ بعض ممکنات کی عدم رویت بھی اسی سبب سے ہے جیسے وجہ کی عدم رویت یا عقل کی عدم رویت البتہ اس دوسری مثال میں دوسرا سبب بھی ماننا پڑے گا علاوہ غایت قرب کے اور وہ عدم قابلیت مبصریت ہے تو مشترک کہنے سے وہ استبعاد دفع ہو گیا آگے

www.besturdubooks.wordpress.com

اوپر کی نداء بکلمۂ یا کے متعلق ایک تحقیق کرتے ہیں جس میں ایک اشکال کا دفع ہے اور وہ ندائیہ ہے یا من لا ادراک اور گو وہ منقول ہے مطرب سے مگر جب اس پر انہوں نے اپنا مضمون مبنی فرمایا تو گویا اس نداء کو بھی اپنی طرف منسوب کر لیا اور وہ اشکال یہ ہے کہ تم نے محبوب حقیقی کو کلمہ یا سے ندا کیا کہ موضوع ہے ندائے بعید کے لئے تو اس میں اور حکم بالاقربیت میں تعارض ہوا اور یہ اشکال جار اللہ زمخشری کے قول پر ہے کہ وہ اس کو نداء بعید کے لئے کہتے ہیں پس اس کے جواب کے لئے اس نداء کی حکمت کی تحقیق کرتے ہیں کہ) چونکہ آپ حبل ورید سے بھی اقرب ہیں تو میں نے کلمۂ یا (بقصد نداء) نہیں کہا (کیونکہ) کلمۂ یا نداء بعید کے لئے ہے بلکہ (اس کلمۂ موہمہ قصد نداء سے مقصود میرا دوسرا ہے اور وہ یہ ہے کہ) میں عام لوگوں کو مغالطہ میں ڈالتا ہوں (عام سے مراد محرومین و منکرین یعنی ان کو مغالطہ دینا مقصود ہے کہ وہ نداء کو مقصود سمجھ کر منادی کو بعید سمجھیں اور غفلت میں رہیں اور ان کو معرفت نصیب نہ ہو اور اسی لئے محبوب حقیقی کو) جنگلوں میں پکارتا پھرتا ہوں (تاکہ جیسے میرے قول یا سے انہوں نے بعد محبوب کا گمان کیا میرے اس فعل سے بھی اسی کا گمان ہو کہ اگر محبوب قریب ہوتا تو یہ جنگلوں میں کیوں ڈھونڈتا (اور مغالطہ اس لئے دیتا ہوں) تاکہ میں ایسے شخص کو جس کو میرے ساتھ محبت (و غایت قرب) ہے ایسے شخصوں سے پوشیدہ رکھوں جن سے میں غیرت (اور رشک) کرتا ہوں۔ (کما قال العارف الشیرازی

بامدعی مگوئید اسرار عشق و مستی   بگذار تا بمیرد در رنج خود پرستی

یہ تو حل تھا اشعار کا باقی اب یہ بات رہ گئی کہ ماموربہ و محبوب عند المحبوب تو یہ ہے کہ دوسروں کو بھی اس کی معرفت کی دعوت دی جاوے نہ یہ کہ کتمان کیا جاوے بلکہ ایہام و تلبیس کو استعمال میں لایا جاوے جواب یہ ہے کہ یہاں دو مرتبے ہیں ایک دعوت ناس الی الحق باللسان دوسری تمنی قبول ناس للحق بالجنان سو دعوت مذکورہ تو ہر حال میں ہر شخص کے لئے عام ہے یہاں اس کی نفی مقصود نہیں اور تمنی مذکور ہر حال میں ہر شخص کے لئے نہیں ہے بلکہ جب معلوم ہو جاوے کہ فلاں شخص فی علم اللہ مردود و مطرود ہے اس وقت مطیعان حق بوجہ رضا بالقضا اسی پر راضی اور بعض اوقات اسی کے متمنی بھی ہونے لگتے ہیں کہ وہ شخص مردود و مطرود رہے۔ قال تعالیٰ حاکیاً عن موسیٰ علیہ السلام ربنا اطمس علیٰ اموالهم و اشدد علیٰ قلوبهم فلا یؤمنوا حتی یروا العذاب الالیم وقال تعالیٰ حاکیا عن نوح علیہ السلام رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا انک ان تذرهم یضلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفارا وقال تعالیٰ امرا لنوح علیہ السلام انه لن یؤمن من قومک الا من قد امن فلا تبتئس بما کانوا یفعلون واصنع الفلک باعیننا ووحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انهم مغرقون وقال تعالیٰ حاکیا عن شعیب علیہ السلام فکیف اسیٰ علی قوم و کفرین وقال تعالیٰ امرا لنبینا صلی اللہ علیہ وسلم واصبر وما صبرک الا باللہ ولا تحزن علیهم و غیر ذلک من النصوص التی لا تحصیٰ پس مقصود مولانا کا یہی ہے کہ میں بھی اس کا متمنی ہوں کہ معاندین و مختومین فی علم اللہ کو معرفت نصیب نہ ہو پس اصل مقصود تو یہ ہے اسی مقصود کو اغالط اور اغار سے تعبیر فرما دیا اور اس تمنی میں غیرت بالمعنی الحقیقی ہونا تو لازم ہے کیونکہ محبوب کی مشیت معلوم ہونے کے بعد اس کے خلاف کی تمنا کرتے ہوئے غیرت آتی ہے باقی اغالطہم میں مجاز ہے کیونکہ یہ تمنی بعض مواد میں فی الجملہ سبب ہو جاتی ہے مغالطہ کا پس اس میں اطلاق المسبب وارادۃ السبب ہے اور گو کسی کا بالتعیین و بالیقین مطرود ہونا صاحب وحی کو معلوم ہوتا ہے لیکن غیر صاحب وحی کو ظناً تو یہ تمنی ممکن ہے کہ جو خدا کے علم میں مطرود ہو وہ مطرود ہی رہے اور اگر اس کلام کو مستانہ کہا جاوے تو یہ اخیر کا اشکال ہی واقع نہیں ہوتا کہ ایہام کو استعمال

www.besturdubooks.wordpress.com

میں لانا خلاف دعوۃ مامور بھا ہے لان السکر عذر لاھل الحال اسی طرح اگر کلمہ یا کو عام لیا جاوے نداء للقریب وللبعید کے لئے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے تو پہلا اشکال واقع نہ ہوگا کہ اس نداء اور حکم بالا قربیت میں تعارض ہوا تو مولانا کا یہ کلام اسی پر مبنی ہوگا کہ مولانا کے نزدیک زمخشری کا مذہب مختار ہوگا اور اگر مولانا کے نزدیک بھی جمہور کا مذہب مختار کہا جاوے تو اس مقام کی دوسری تقریر کی جا سکتی ہے اور اس تقریر پر نداء للبعید میں نداء کو بنا بر خبریت مرفوع نہ پڑھیں گے بلکہ منصوب بنا بر مفعول لم اقل کے کہیں گے اور معنی یہ ہوں گے چونکہ آپ اقرب من حبل الورید ہیں۔ اس لئے میں نے جو یا من لا اراک کہا ہے اور اسی طرح انت وجھی میں بقرینہ نداء سابق ایسی ہی نداء مقدر ہے یعنی یا محبوبی اور اسی طرح انت عقلی میں بھی تو میرا یہ یا یا کہنا بغرض وبطور نداء بعید کے نہیں یعنی ناظر اشتراک یا للقریب والبعید سے شبہ نہ کرے کہ شاید یہ نداء للبعید ہو سو ایسا نہیں ہے بلکہ میں نے یہ کلمہ یا نداء قریب کے لئے استعمال کیا ہے باقی یہ بات کہ پھر ایسا کلمہ کیوں نہ استعمال کیا جو مخصوص ہوتا واسطے نداء قریب کے سو اس کی وجہ نہ تنگی کلام ہے چنانچہ یا من کی جگہ بہت آسانی سے اے من وزن میں آسکتا تھا اور نہ اس کی وجہ اتفاق یا ذہول ہے بلکہ قصداً یہ کلمہ مشترک لایا ہوں تا کہ اس کے اشتراک سے معاند و منکر کو مغالطہ ہو اور وہ سمجھے کہ منادی محتمل البعد ہے اور یقینی اقرب نہیں اور یہ مغالطہ غیرت کے سبب دیتا ہوں آگے پھر وہ سب اوپر والی تقریر سے آگے غیرت کے مضمون کی مناسبت سے ایک حکایت خاندان نبوت کے بیان کرنے کی تمہید ہے یعنی یہ کلام متعلق بہ اقربیت حق تعالیٰ) انتہا نہیں رکھتا اے عزیز (کیونکہ یہ صفات حق میں سے ہے اور صفات کے مباحث و اسرار غیر متناہی ہیں وھو الذی قال تعالیٰ قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی ولو جئنا بمثلہ مدداً اس لئے اس کے غیر متناہی ہونے کے سبب اس کو مختصر کر اور مضمون غیرت کے متعلق) اب صاحب تمیز (یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ایک نکتہ (یعنی ایک مضمون لطیف) سن لو (کہ وہ مضمون حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت غیوریت کے متعلق ہے جس کا آئندہ قریب اس مصرعہ میں ذکر ہے از غیوری رسول رشک ناک اور آخر قصے کے اس مصرعہ میں بھی او نہ بیند من ہمی بینم ور اور یہی وجہ ارتباط ہے اس قصہ کی مضمون مذکور سے۔

فائدہ:۔ قصہ آئندہ و مضمون بالا کے ارتباط کے متعلق ایک سوال و جواب سمجھنے کے قابل ہے سوال یہ ہے کہ ان دونوں کا ارتباط موقوف ہے دونوں مضمونوں کے تطابق پر اور ظاہر اتطابق مفقود ہے کیونکہ خلاصہ قصہ کا یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ نابینا کے آنے کے وقت بہ سبب غیرت نبویہ کے حجاب میں ہو گئیں کہ میری نگاہ اس نابینا پر نہ پڑے تو حاصل اس کا یہ ہوا کہ محبوب کی غیرت مقتضی اس کو ہے کہ اس کا محبّ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اور اشعار بالا کا حاصل یہ ہے کہ محبّ کی غیرت اس کو مقتضی ہے کہ اس کے محبوب کو کوئی نہ دیکھے۔ کما ھو مصرح فی قولہ کے لا کتم من معی ممن اغار تو تطابق نہ ہوا پھر ارتباط اور تائید بھی نہ ہوئی۔ جواب یہ ہے کہ تطابق کے لئے ایک واسطہ لازمہ کے اعتبار کی ضرورت ہے اور وہ واسطہ اور اس کا لزوم چونکہ خفی نہیں اس لئے اس کا مذکور نہ ہونا مضر و مخل مقصود نہیں پس اس کے اعتبار کے بعد تقریر مقام کی یہ ہے کہ اس غیرت میں اصل غیرت محبوب کی ہے کہ اس کا محبّ کسی دوسرے کو نہ دیکھے اور یہ غیرت حاصل ہے قصہ کا تائید اس کی کہ محبوب کو اس التفات الی الغیر پر غیرت اس حدیث سے ہوتی ہے ان سعداً لغیور وانا اغیر منہ واللہ اعلم منی و من غیرتہ حرم الفواحش ماظہر منھا وما بطن تحریم فواحش کا سبب غیرت الٰہیہ کو ٹھہرایا اور فواحش کا حاصل ایک خاص درجہ کی توجہ ہے عبد کی غیر محبوب کی طرف اور اس غیرت مذکورہ کو عادۃً یہ لازم ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اگر مدعی محبت کسی دوسرے کو دیکھے تو پھر محبوب یہ چاہتا ہے کہ پھر وہ مجھ کو یعنی محبوب کو نہ دیکھے اور یہ غیرت وہ واسطہ لازمہ ہے اور چونکہ محب صادق تابع ارادۂ محبوب ہوتا ہے اس لئے ایسے ناظر الی الغیر کے لئے وہ محب صادق بھی چاہتا ہے کہ وہ ناظر الی الغیر محبوب کو نہ دیکھے اور یہ غیرت حاصل ہے اشعار بالا کا اور عن اغاز سے ظاہر ہے کہ یہی محرومین ومعاندین مراد ہیں جیسا کہ اس شعر کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے پس یہاں تین غیرتیں ہیں غیرت اولیٰ جو حاصل ہے قصے کا مستلزم ہے غیرت ثانیہ کو اور غیرت ثانیہ مستلزم ہے غیرت ثالثہ کو جو حاصل ہے شعر بالا کا پس غیرت ثانیہ واسطہ ہے استلزام الاولیٰ للثالثہ میں پس غیرت متضمنہ اشعار کی لم بیان کرنے کے لئے یہ قصہ لائے ہیں یعنی محب احتجاب محبوب کو جو چاہتا ہے اس کا سبب اور اصل خود غیرت محبوب ہے جس کا مظہر یہ محب ہے اور حدیث مذکور سے اس کی بھی تائید ہوتی ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور سعدؓ کی غیرت کو فرد اور غیرت الٰہیہ کو اصل فرمایا کما یدل علیه السیاق اور غیرت ثانیہ میں جو محب صادق کے ارادہ عدم النظر الی المحبوب کو ناظر الی الغیر کے ساتھ خاص کہا ہے اس میں عشق حقیقی وعشق مجازی متمائز ہیں یعنی عشق مجازی میں یہ رشک عام ہے قانع علی المحبوب کو بھی یعنی وہ اپنے ساتھ کسی کی شرکت پسند نہیں کرتا بخلاف عشق حقیقی کے کہ وہ قانع علی المحبوب کی شرکت کے لئے خود کوشش کرتا ہے اور میرے نزدیک راز اس میں یہ ہے کہ مجازی میں شرکت سے محبوب کی توجہ بوجہ انقسام کے کم ہو جاتی ہے اور حقیقی میں انقسام تو محال ہے اور اس کوشش میں امتثال امر بھی ہے اس سے توجہ محبوب کی اور زائد ہو جاتی ہے اس لئے شریک پر حسد نہیں ہوتا۔

آمدن ضریر در خانہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم وگریختن عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا از پیش ضریر وگفتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کہ چہ می گریزی کہ او ترا نمی بیند وجواب دادن عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم را

نابینا کا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں آنا اور نابینا کے سامنے سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بھاگنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ کیوں بھاگتی ہے؟ وہ تجھے نہیں دیکھتا ہے اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دینا

اندر آمد پیش پیغمبرؐ ضریر	کاے نوا بخش تنور ذاہر خمیر
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا آئے	کہ اے سامان بخشنے والے تنور کے ہر قسم کے خمیر سے
اے تو میر آب ؑ من مستقیم	مستغاث المستغاث اے ساقیم
اے حضرت آپ پانی کے سردار ہیں اور میں طالب آب ہوں	فریاد ہے فریاد ہے اے میرے ساقی
چوں در آمد آں ضریر از در شتاب	عائشہؓ بگریخت بہر احتجاب
جب وہ نابینا دروازہ سے آئے تو جلدی سے	حضرت عائشہؓ پردہ میں جانے کے لئے بھاگیں
زانکہ واقف بود آں خاتون پاک	از غیوری رسولؐ رشک ناک
کیونکہ واقف تھیں وہ پاک بی بی	رسول غیور صلے اللہ علیہ وسلم کی غیوری سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ زیبا تر بود رشکش فزوں	زانکہ رشک از ناز خیزد یا بنوں
جو شخص جتنا زیادہ زیبا ہوتا ہے اس کا رشک زیادہ ہوتا ہے	کیونکہ رشک ناز سے پیدا ہوتا ہے اے بیٹو
گندہ پیراں شوی را قماد ہند	چونکہ از زشتی و پیری آگہہ اند
سڑی بڑھیاں شوہر کو کنیزک دے دیتی ہیں	چونکہ بدصورتی اور بڑھاپے سے آگاہ ہیں
چوں جمال احمدیؐ در ہر دو کون	کے بدست اے فریز دانیش عون
جمال احمدیؐ کے برابر دونوں عالم میں	کب ہوا ہے اے مخاطب نور الٰہی ان کا معین ہے
نازہای ہر دو کون او را رسد	غیرت آں خورشید صد تو را رسد
دونوں عالم کے نازوں کا آپ کو استحقاق پہنچتا ہے	رشک اس صد درجہ خورشید کو پہنچتا ہے
کاندر افگندم بکیواں گوی را	درکشید اے اختراں ہی روی را
کہ میں نے زحل پر گیند پھینکا ہے	اے ستارو خبردار اپنا منہ چھپا لو
در شعاع بے نظیرم لاشوید	ورنہ پیش نور من رسوا شوید
میری شعاع بے نظیر میں تم معدوم ہو جاؤ	ورنہ میرے نور کے سامنے رسوا ہو گے
از کرم من ہر شبے غائب شوم	کے روم الانمایم کہ روم
بوجہ کرم کے میں ہر شب غائب ہو جاتا ہوں	میں کب جاتا ہوں لیکن دکھلاتا یہی ہوں کہ میں جا رہا ہوں
تا شمابے من شبے خفاش وار	پر زناں گردید گرد ایں مطار
تاکہ تم بدوں میرے شب کے وقت خفاش کی طرح	پرواز کر لو اس محل طیران کے گرد
ہمچو پاؤساں پرے عرضہ کنید	باز مست و سرخوش و معجب شوید
مثل طاؤسوں کے پروں کو پیش کر لو	پھر مست اور سرخوش اور خود پسند ہو لو
بنگرید آں پای زشت از امتیاز	ہمچو طارق کو بود شمع ایاز
قوت امتیازیہ سے وہ پائے زشت بھی دیکھ لو	اس کفش کی طرح کہ وہ ایاز کی شمع تھی
رونمایم صبح بہر گو شمال	تا نگر دید از منی زاہل شمال
صبح کے وقت گوشمالی کے لئے جمال دکھلاتا ہوں	تاکہ تم کبر کے سبب اصحاب الشمال سے نہ ہو جاؤ
ترک آں کن کہ درازست ایں سخن	نہی کردست از درازی امرکن
اس کو ترک کرو کیونکہ یہ مضمون دراز ہے	نہی فرمائی ہے تطویل سے ان امر فرمانے والے نے

www.besturdubooks.wordpress.com

امتحان کردن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم عائشہ رضی اللہ عنہا کہ چہ پنہاں می شوی پنہاں مشو چوں اعمیٰ ترا نمی بیند تا پدید آید کہ عائشہ رضی اللہ عنہا از ضمیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واقف ست یا خود مقلد گفت ظاہر ست

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عائشہ رضی اللہ عنہا کا امتحان کرنا کہ کیوں چھپتی ہے؟ نہ چھپ کیونکہ نابینا تجھے نہیں دیکھتا ہے تاکہ واضح ہو جائے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی بات سے واقف ہیں یا ظاہری بات کی مقلد ہیں

گفت پیغمبرؐ برائے امتحاں	او نمی بیند ترا کم شو نہاں
پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور امتحان کے فرمایا	کہ وہ تو تم کو نہیں دیکھتے تو پھر پردہ نہ کرو
کرد اشارت عائشہؓ بادستہا	او نمی بیند من ہمی بینم ورا
حضرت عائشہؓ نے ہاتھوں سے اشارہ کیا	کہ وہ تو نہیں دیکھتے میں تو ان کو دیکھ سکتی ہوں

فما کنیزک کذانی الغیاث فر بمعنی نور کذانی الغیاث۔

ربط کی تقریر اوپر کے اشعار کے ختم پر مذکور ہوئی یعنی) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا (صحابی) آئے (اور آ کر عرض کیا) کہ اے سامان بخشنے والے تنور کے ہر قسم کے خمیر سے (یعنی تنور میں جتنی قسم کی روٹیاں لگتی اور نکلتی ہیں وہ آپ ہی کے سامان سے مہیا ہوئی ہیں مطلب یہ کہ تمام اقسام اغذیہ روحانیہ کے قاسم بعطاء حق آپ ہی ہیں کما قال صلی اللہ علیہ وسلم انما انا قاسم واللہ یعطی اور) اے حضرت آپ پانی (بانٹنے) کے سردار ہیں اور میں طالب آب ہوں (پانی کے لئے) فریاد ہے فریاد ہے اے میرے ساقی (مثل شعر بالا کے یہاں پانی سے مراد بھی روحانی آب حیات ہے اور مصداق اس آب و طعام کا علوم و معارف ہیں غرض یہ کہتا ہوا وہ نابینا آیا اور) جب وہ نابینا دروازہ سے آیا تو جلدی سے حضرت عائشہؓ پردہ میں جانے کے لئے بھاگیں (ممکن ہے کہ نابینائی کے سبب آنے والے نے استیذان کی حاجت نہ سمجھی ہو ورنہ آواز سن کر پردہ میں ہو جائیں اب ان کو آتا ہوا دیکھ کر چھپ گئیں) کیونکہ واقف تھیں وہ پاک بی بی رسول غیور صلی اللہ علیہ وسلم کی غیوری سے (کہ اگر بیٹھی رہوں گی تو آپ کو ناگوار ہوگا آگے غیرت کا ایک منشاء طبعی بیان فرماتے ہیں کہ) جو شخص جتنا زیادہ زیبا (صورت) ہوتا ہے اس کا رشک (بمعنی غیرت) زیادہ ہوتا ہے کیونکہ رشک (موجبات) ناز (یعنی حسن و جمال) سے پیدا ہوتا ہے اے بیٹو (یعنی اس کو یہ ناگوار ہوتا ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کی طرف توجہ کی جاوے چنانچہ اس کی دلیل عادی یہ ہے کہ) سڑی بڑھیا (اپنی) شوہر کو کنیزک (صحبت کے لئے) دے دیتی ہیں) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کو گوارا کرتی ہیں) چونکہ (اپنی) بدصورتی اور بڑھاپے سے آگاہ ہیں (اس سے معلوم ہوا کہ رشک خاص ہے زیبائی کے ساتھ جب یہ ثابت ہوا تو ظاہر ہے کہ) جمال احمدی کے برابر دونوں عالم میں کب (کسی کا جمال) ہوا ہے اے مخاطب نور الٰہی انکا معین ہو یا معین ہے (فھو دعاء او خبر و علی التقدیرین اس میں اشارہ ہے آپ کے سبب کمال و جمال کی طرف یعنی وہ نور حق

www.besturdubooks.wordpress.com

سے مستفاد ہے سو جب نور قمر صرف شمس سے مستفاد ہونے پر ایسا ہے سو جو نور حق سے مستفاد ہوگا اس کا کیا کہنا جب ایسا حسن ہے تو) دونوں عالم کے نازوں کا آپ کو استحقاق پہنچتا ہے (یا تو یہ معنی ہیں کہ دونوں عالم کے اہل حسن میں جتنا ناز ہے ان سب کا تنہا آپ کو استحقاق ہے یا یہ معنی ہیں کہ دونوں عالم میں ناز کرنے کا آپ کو حق ہے اور جب آپ کا یہ ناز اور حسن کا یہ انداز ہے اور بقدر حسن کے غیرت ہوتی ہے تو) رشک (کا حق بھی) اس صد درجہ خورشید کو پہنچتا ہے (مراد اس سے ذات مقدسہ نبویہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں کہ حسن ممکن کے تمام مراتب کو جامع ہیں گویا آپ سو درجہ کے خورشید ہیں پس اس لئے آپ غیور تھے اور اس غیوری کے سبب حضرت عائشہؓ چھپ گئیں آگے مقولہ حالیہ ہے اس خورشید صد تو کا جو کہ متفرع ہے کمال حسن پر) کہ میں نے (غایت حسن سے) زحل پر (یعنی مقام رفیع پر) گیند پھینکی ہے (یعنی حسن میں درجہ علیا رکھتا ہوں اس کنایہ کی وجہ یہ ہے کہ اہل ہیئت کے قول پر زحل فلک سابع پر ہے افلاک سیارات میں کہ وہی کواکب عظام ہیں اس سے ارفع کوئی نہیں اور جب میں ایسا مقام رفیع حسن کا رکھتا ہوں تو) اے ستارو خبردار اپنا منہ چھپالو (اور بعض نسخوں میں بجائے ہے کے زدہ ہے مخفف زودہ کا یعنی جلدی منہ چھپالو چنانچہ خورشید کا خاصہ بھی ہے کہ اس کے طلوع کے وقت باقی ستارے مستور النور ہو جاتے ہیں یہی مضمون آگے بھی ہے کہ) میری شعاع بے نظیر میں تم (بمنزلہ) معدوم (کے) ہو جاؤ ورنہ (یعنی اگر اپنا نور تم نے ظاہر کیا تو) میرے نور کے سامنے رسوا ہوگے (یعنی جو شخص تمہارے نور کو میرے نور سے موازنہ کرکے دیکھے گا وہ تمہارے نور کو حقیر سمجھے گا۔ پس میرے سامنے اپنا نور ظاہر نہ کیا کرو البتہ جب میں چلا جایا کروں اس وقت اگر اپنا نور ظاہر کرو مضائقہ نہیں چنانچہ تمہاری ہی رعایت سے) بوجہ کرم کے (جو کہ مقتضی ہوتا ہے ضعفا کی رعایت کو) میں ہر شب غایت ہو جاتا ہوں (اور اس وقت) میں (آسمان سے یا عالم سے بالکل) کب جاتا ہوں (چنانچہ ظاہر ہے کہ شب کو زمین کے اس طرف ہو جاتا ہے) لیکن (ظاہر نظر میں) دکھلاتا یہی ہوں کہ میں جا رہا ہوں تا کہ تم بدوں میرے شب کے وقت خفاش کی طرح (ذرہ) پرواز کرلو اس محل طیران کے گرد (چونکہ کواکب کو خفاش سے اور شعر آئندہ میں طاؤس سے تشبیہ دی اس لئے اس کے لوازم طیران اور پر اور پاؤں ثابت کئے مطار سے مراد حصہ جو یعنی فضا کا کہ مسافت طیران خفاش بھی ہے اور محل انعکاس اشعۂ کواکب بھی اور ذرہ) مثل طاؤسوں کے پروں کو پیش کرلو (یعنی حسن کو ظاہر کرلو کیونکہ طاؤس کا حسن پر میں ہوتا ہے اور) پھر (پر دکھلانے کے وقت) مست اور سرخوش اور خود پسند ہو لو (مگر اس وقت بھی دفع عجب کے لئے تم کو چاہئے کہ) قوت امتیاز یہ ہے (یعنی عقل سے کہ آلۂ امتیاز بین الخیر والشر ہے ذرہ) وہ پائے زشت بھی دیکھ لو اس کفش (کہنہ) کی طرح کہ وہ ایاز کی شمع تھی (اور ایاز اس کو دیکھا کرتا تھا تا کہ عجب اور احسان فراموشی نہ ہو شمع سے تشبیہ اس لئے دی کہ شمع بوجہ نورانی ہونے کے سبب امتیاز بین الخیر والشر ہوتی ہے اسی طرح چارق بھی ایاز کے لئے آلہ تھا امتیاز بین الکبر والتواضع کے لئے سو چاہئے تو تم ہی کو کہ اپنے عیوب واقع عجب کو دیکھو لیکن میں تمہارے دیکھنے کا منتظر نہیں رہتا بلکہ خود ہی) صبح کے وقت (تمہاری) گوشمالی (وتنبیہ بر غلطی) کے لئے (اپنا) جمال دکھلاتا ہوں تا کہ (تمہارا کبر جاتا رہے اور) تم کبر کے سبب اصحاب الشمال (یعنی اہل نار) سے نہ ہو جاؤ (یہ سب مقولہ ہے خورشید کا بزبان حال اور شاید اس میں مولاناؒ کا مقصود علاوہ اظہار حسن و جمال نبویؐ کے اس طرف بھی اشارہ ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنے کمالات حسن ظاہری و باطنی کے ظاہر فرمائے ہیں حکمت اس میں علاوہ ہمارے تصحیح عقائد کے ہماری یہ اصلاح بھی ہے کہ ہم کو اپنے کمالات پر ناز نہ ہو جاوے اگر کبھی ایسا وسوسہ ہو تو آپ کے کمالات کو دیکھ لیا کریں ورنہ آپ کی کوئی مصلحت اس اظہار پر موقوف نہیں باقی حضورؐ کے اظہار پر اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

وسوسہ افتخار کا ہو تو حضورؐ نے ایسے مضامین کے ساتھ لافخر فرما کر اس وسوسہ کو دفع فرمادیا ہے آپ تو مخاطب اول اما بنعمۃ ربک فحدث کے ہیں اور شعر ہر کہ زیباتر بود الخ کی تمہید میں جو منشاء میں طبعی کی قید لگائی وہ اس لئے کہ غیرت کا ایک منشا شرعی بھی ہے اور وہ امر ہے حق تعالیٰ کا اور اتصاف ہے اخلاق الٰہیہ کے ساتھ وقد ورد فی الحدیث واللہ اغیر منی کما قد ذکر قبیل عنوان آمدن ضریر الخ آگے تمہید ہے رجوع بقصہ کی یعنی) اس (مضمون) کو (بالفعل) ترک کرو کیونکہ یہ مضمون دراز ہے (کیونکہ محاسن نبویہ اس کثرت سے ہیں کہ احصاء ان کا متعسر ہے گو متعذر یعنی محال نہ ہو اور جن کے محاسن کا یہ ذکر ہے خود انہوں نے) نہی فرمائی ہے تطویل (کلام یا تطویل محاسن) سے ان امر فرمانے والے نے (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کا صاحب امر و صاحب ارشاد ہونا ظاہر ہے اور آپ کا نہی فرمانا تطویل کلام سے مطلقاً اور اسی طرح اپنی مدح میں مبالغہ کرنے سے بھی نہی فرمانا حدیثوں میں مصرح ہے قال علیہ السلام ان من فقہ المرأ قصر الخطبۃ وقال علیہ السلام قولوا قولکم او بعض قولکم وقال علیہ السلام لا تفضلونی علیٰ موسیٰ علیہ السلام وقال علیہ السلام لا ینبغی لاحد ان یقول انا خیر من یونس بن متی ونحوھا اور عنوان امر کن میں اشارہ اس طرف ہوسکتا ہے کہ جس طرح تطویل سے آپ نے نہی فرمائی ہے اسی طرح بلا تطویل ذکر کمالات کا امر بھی فرمایا ہے چنانچہ خود کمالات بھی بیان فرمائے اور روایات کی تبلیغ کا امر بھی فرمایا جس سے مطلوب ثابت ہو گیا اور درود شریف کی کثرت خود مامور بہا ہے اور اس کثرت کو تطویل نہ سمجھا جاوے تطویل سے مراد اطراء ہے جس کا ایہام مولانا کو اپنے کلام میں محسوس ہوا ہوگا اس لئے ترک کرنا تجویز کیا ہے اور عجب نہیں لفظ دراز میں اشارہ اس طرف بھی ہو کہ طویل ہے مگر غیر متناہی بالفعل نہیں کہ لا متناہی بالفعل کمالات کی خواص واجب تعالیٰ سے ہے احقر نے دراز کی تفسیر میں نفی تعذر سے اس کو ترجمہ میں بھی ظاہر کر دیا ہے اور سرخی آمدن ضریر کے قبل کے شعر میں پایان ندارد جس کے حقیقی معنی ہیں غیر متناہی بالفعل شاید اس لئے لایا گیا ہو کہ وہاں ذکر تھا صفات حق کا اور وہ غیر متناہی بالفعل ہیں چنانچہ وہاں اس کی تفسیر اسی کے ساتھ احقر نے کی ہے اور اگر کہیں مولانا کے کلام میں متناہی بالفعل کے لئے پایان ندارد وغیرہ آیا ہے تو وہ محمول ہوگا معنی مجازی پر اب قصہ بیان فرماتے ہیں کہ) پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے بطور امتحان کے (حضرت عائشہؓ سے) فرمایا کہ وہ تو تم کو نہیں دیکھتا تو پھر پردہ نہ کرو (اور ظاہر ہے کہ یہ فرمانا امتحاناً ہی ہوسکتا ہے کیونکہ آپ کی صفت غیوریت خود مقتضی احتجاب صدیقہؓ کو ہے پس جواب میں) حضرت عائشہؓ نے ہاتھوں سے (آنکھوں کی طرف) اشارہ کیا کہ وہ (گو مجھ کو) نہیں دیکھتا (مگر) میں تو اس کو دیکھتی ہوں (تو میرا اس کو دیکھنا بھی تو امر منکر ہے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے میں کمال احتجاب ہے کہ آواز کا بھی پردہ رکھا)۔

فائدہ:۔ قصہ ختم ہو گیا باقی یہ قصہ میری نظر سے نہیں گزرا البتہ سنن میں ایک دوسرا قصہ تو آیا ہے کہ حضرت ام سلمہؓ اور میمونہؓ ایک روز حضورؐ میں حاضر تھیں حضرت ام مکتومؓ نابینا نے حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے دونوں کو پردہ میں چلے جانے کا حکم فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ وہ تو نابینا ہیں آپ نے فرمایا کہ کیا تم بھی نابینا ہو کیا تم ان کو نہیں دیکھو گی فقط سو اگر مثنوی والی حدیث بھی ثابت ہو تو ظاہراً دونوں میں تعارض کا شبہ ہوسکتا ہے کہ ان دونوں کو تو خود پردہ کا حکم فرمایا اور حضرت عائشہؓ نے جو خود پردہ کیا تو ان کو منع فرمایا مگر جواب خود شعر مثنوی میں مذکور ہے یعنی حضرت عائشہؓ کو جو فرمایا مقصود اس سے امتحان تھا ان کے فہم کا چنانچہ امتحان میں وہ کامیاب ہوئیں)۔

غیرت عقل ست بر خوبی روح	پر ز تشبیہات و تمثیل اے نصوح
عقل کو غیرت ہے روح کے حسن پر	جو کہ تمثیلات اور تشبیہ سے پر ہے اے صاف و خالص

www.besturdubooks.wordpress.com

باچنیں پنہانی کیں روح راست	عقل بروے ایں چنیں رشکیں چراست
باوجود اس قدر اخفاء کے کہ اس روح کو ہے	عقل اس پر اس قدر رشک ناک کیوں ہے
از کہ پنہاں می کنی اے رشک خو	آنکہ پوشیدست نورش روی او
نور کس سے مخفی کر رہی ہے اے رشک خو	ایسے کو کہ اس کے نور نے اس کے چہرہ کو پوشیدہ کر رکھا ہے
میرود بے روی پوش ایں آفتاب	فرط نور اوست رویش را نقاب
یہ آفتاب بدوں روپوش کے چل رہا ہے	اس کا فرط نور ہی اس کے چہرہ کا نقاب ہو رہا ہے
از کہ پنہاں می کنی اے رشک ور	کافتاب ازوے نمی بیند اثر
کس سے پنہاں کر رہی ہے اے رشک ناک	کہ آفتاب بھی اس کا کوئی اثر نہیں دیکھتا
رشک ازاں افزوں ترست اندر تنم	کز خودش خواہم کہ ہم پنہاں کنم
رشک تو اس سے بھی زیادہ ہے میرے اندر	کیونکہ میں اپنے سے بھی اس کو پنہاں کرنا چاہتی ہوں
ز آتش رشک گراں آہنگ من	باد و چشم و گوش خود در جنگ من
آتش غیرت شدید کے سبب سے میرا لشکر	مع اپنی دونوں چشم اور گوش کے میری جنگ میں ہے
چوں چنیں رشکے ستت ایجان و دل	پس دہاں بربند و گفتن را بہل
جب تجھ کو اپنا رشک ہے اے جان و دل	بس منہ بند کر لے اور کہنا ہی چھوڑ دے
ترسم ار خامش کنم آں آفتاب	از سوی دیگر بدر اند حجاب
میں ڈرتی ہوں اگر خاموشی کروں وہ آفتاب	دوسری طرف سے حجاب پھاڑ ڈالے
در خموشی گفت ما اظہر شود	کہ زمنع آں میل افزوں تر شود
خاموشی میں ہمارا گفتن زیادہ ظاہر ہو جاوے گا	کہ منع کرنے سے وہ میل زیادہ ہوتا ہے
گر بغرد بحر غرش کف شود	جوش احببت ان اعرف شود
اگر سمندر جوش میں آوے تو اس کا جوش کف ہوتا ہے	جوش احببت ان اعرف کا سبب ہو جاتا ہے
حرف گفتن بستن آں روزن ست	عین اظہار سخن پوشیدن ست
کچھ الفاظ کہہ دینا اس روزن کا بند کر دینا ہے	خود اظہار سخن۔ مخفی کرنا ہے
بلبلانہ نعرہ زن بر روی گل	تا کنی مشغول شاں از بوئے گل
بلبلوں کی طرح روئے گل پر نعرہ لگا	تا کہ ان کو بوئے گل سے دوسری طرف مشغول رکھے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بقل مشغول گردد گوش شاں	سوی روی گل نپرد ہوش شاں
تا کہ قل کی طرف ان کے کان مشغول رہیں	روئے گل کی طرف ان کا ہوش نہ پہنچے
پیش ایں خورشید کہ بس روشن ست	در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست
اس خورشید کے سامنے جو کہ بہت ہی زیادہ روشن ہے	حقیقت میں ہر ایک دلیل رہزن ہے

(ان اشعار سے مقصود حق تعالیٰ کا ظاہر اور باطن ہونا اور اس کے ظہور کا عین بطون ہونا ہے اس کو ایک خاص شاعرانہ عنوان سے بہ پیرایہ سوال و جواب بیان کیا ہے اور اسی عنوان خاص کے اعتبار سے اس کا ماقبل سے ارتباط بھی ہے کیونکہ حکایت ضریر کے قبل کے اشعار میں دو مضمون متناسب مذکور تھے ایک محبوب کا اختفا بوجہ غایت قرب محبوب کے دوسرا محبت کی جانب سے محبوب کا اخفاء بوجہ غایت غیرت محب کے اور مضمون ثانی کی مناسبت سے حکایت مذکور ہوئی تھی۔ اب ان اشعار میں ان ہی دونوں مضمون کے عنوان سے مقصود کو یعنی ظہور و بطون حق تعالیٰ کو بیان کرتے ہیں جن میں غایت قرب کو سبب کہنا حقیقۃ التعلیل ہے اور غیرت کو سبب کہنا حسن التعلیل ہے اور گو اول کے دو شعر میں لفظ روح سے متوہم ہوتا ہے کہ یہاں روح کے بطون و ظہور کا بیان ہے مگر بعد کے تمام اشعار اس پر منطبق نہیں ہوتے ان میں صریح الفاظ ایسے مذکور ہیں جن کا حق تعالیٰ ہی کے افعال و صفات سے تعلق ہو سکتا ہے اور تاویل بعید کر کے روح پر منطبق کرنا قریب قریب تحریف ہے کلام کی مثلاً پوشید ست نورش روئے او اور مثلاً فرط نور او ست روئش را نقاب اور مثلاً از سوے دیگر بدراند حجاب اور مثلاً جوش احببت بان اعرف شود اور یہ سب سے زیادہ صریح ہے اور مثلاً در حقیقت ہر دلیلے رہزن ست نیز اس قدر شدت سے محجب مطلق ہونا جیسا ان اشعار میں مذکور ہے روح کے لئے صحیح بھی نہیں کیونکہ کشف سے اس کا مشاہدہ و ظہور ہو جاتا ہے اور واجب تعالیٰ پر محمول کرنے میں صرف اول کے دو شعر میں صرف لفظ روح میں تاویل کرنا پڑے گی جو کہ بعید بھی نہیں یعنی بمعنی محی استعارۃً لے لیا جاوے گا کیونکہ روح سبب ہے حیات کا اور حق تعالیٰ معطی ہے حیات کا پس [illegible] حیات کو سبب حیات سے تشبیہ دیکر اس پر روح کا اطلاق کر دیا اور ایسی تشبیہ کی صحت خود منصوص قرآنی ہے مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح جس طرح بہت سے اشعار میں اے جان سے خطاب کیا ہے جو ترجمہ ہے روح کا اور اس تعبیر میں ایک نکتہ مناسب مقام وہ بھی ہو سکتا ہے جو بعض محشین نے اس طرح لکھا ہے وتوداِنستہ کہ آنحضرت حق را سبحانہ از راہ رشک و غیرت بروح تعبیر میفر مایند و اسرار او بیان می نمایند تا غیر عارف بر آں اطلاع نیابد انتہیٰ اب شرح اشعار لکھتا ہوں) عقل کو (جو دریغ ہے اظہار کنہ حق تعالیٰ سے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو) غیرت (آتی) ہے روح (یعنی حیات بخش عالم) کے حسن پر (کہ اس کا اظہار نہیں چاہتی یہ حسن التعلیل ہے کیونکہ اصل وجہ تو یہ ہے کہ اس کو خود ہی اس کا انکشاف نہیں چنانچہ آگے مصرح ہے کہ خودش خواہم کہ ہم پنہاں کنم اور اس حسن التعلیل میں گویا ادعاء ہے اسکا کہ اگر بفرض محال عقل پر اس کی کنہ منکشف بھی ہوتی تب بھی بسبب غیرت کے وہ اظہار نہ کرتی آگے روح کی ایک صفت ہے یعنی ایسے حیات بخش کے حسن پر اس کو غیرت ہے) جو کہ تمثیلات و تشبیہ سے پرے ہے اے صاف و خالص (عقل کے اس خطاب میں اشارہ ہے کہ اس حکم کے سمجھنے کے لئے صفاء و خلوص ذہن کی ضرورت ہے اور روح بالمعنی المعلوم کو پر تمثیلات سے کہنا مجاز ہے اور مراد اس کلام کا پر ہونا ہے جس میں روح کے احکام بیان کئے جاویں اور اس صفت میں اشارہ ہے طریق اخفاء کی طرف مطلب یہ ہے کہ عقل جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات کو تمثیل و تشبیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے واضح کرتی ہے کیونکہ ایضاح کا یہی طریقہ اقرب الی عقول العامہ ہے اور اسی وجہ سے قرآن مجید اور کلام انبیاء علیہم السلام میں یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے۔ قال تعالیٰ وجاء ربک و قال تعالیٰ الا ان یاتیھم اللہ وقال اللہ تعالیٰ مثل نورہ کمشکوۃ وقال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل ربنا تبارک و تعالیٰ کل لیلۃ الی السماء الدنیا و قال علیہ السلام واللہ فوق ذلک الحدیث ای السموات والعرش وقال علیہ السلام لو دلیتھم الحبل الی الارض السفلیٰ لھبط علی اللہ و غیر ذلک من الآیات والروایات سو سامع تو سمجھتا ہے کہ اس سے ایضاح مقصود ہے اور واقع میں وہ عقل بوجہ غیرت کے اس طریق سے اخفاء کا قصد کر رہی ہے تاکہ محبوب ان ہی تمثیلات میں مقید رہ کر حقیقت تک نہ پہنچے تو ظاہر میں تو یہ طریق ایضاح کا ہے مگر عقل نے اس کو اخفاء کے لئے اختیار کیا ہے آگے اپنے نفس کو خطاب کر کے بطور تعجب کے اس کے متعلق ایک سوال کرتے ہیں کہ) باوجود اس قدر اختفاء کے کہ اس روح (الارواح وجان جان) کو (حاصل) ہے (اور وہ یہ اختفاء ہے کہ کسی طرح انکشاف تام یعنی ظہور بالکنہ کا احتمال ہی نہیں چنانچہ اپنے محل میں ثابت ہو چکا ہے لایحدولا یتصور (باوجود اس کے پھر) عقل اس پر اس قدر رشک ناک (اور غیور) کیوں ہے (کہ اخفاء کی تدبیریں کرتی ہے جیسے تشبیہ و تمثیل مذکور بالا یعنی اگر احتمال ظہور تام کا ہوتا تو خیر غیرت کے سبب اہتمام اختفاء عجیب نہ تھا مگر اب تو اس قدر غیرت کی ضرورت ہی نہیں آگے اپنے نفس کے خطاب سے التفات کر کے خود عقل کو خطاب اور اس سے سوال کرتے ہیں کہ) تو کس سے مخفی کر رہی ہے اے رشک جو (یعنی غور) ایسے (محبوب حقیقی) کو کہ اس کے نور (یعنی غایت ظہور) نے (خود) اس کے چہرہ (یعنی وجہ بمعنی الذات) کو پوشیدہ کر رکھا ہے کما قد ذکرنی شرح شعرانت وجھی لا عجب ان لا اراہ غایۃ القرب حجاب الاشتباہ یعنی جب وہ اپنے نور ہی میں مستور ہے تو پھر اہتمام ستر کی کیا حاجت ہے کہ مقصود بدوں اہتمام ہی کے حاصل ہے اور یہی معنی ہیں اس کے کہ اس کا ظہور خود اس کا بطون ہے جس کا ذکر تمہید اشعار میں کیا گیا ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) یہ آفتاب (یعنی نور حقیقی) بدوں (کسی) روپوش (یعنی حجاب) کے چل رہا ہے نظیرہ حدیث اتیتہ ھرولۃ فلا استبعاد فیہ اور) اس (آفتاب) کا فرط نور ہی اس کے چہرہ کا نقاب (وحجاب یعنی ساتر) ہو رہا ہے (اس کی تقریر اوپر گزر چکی اور آفتاب سے اس صفت میں بھی تشبیہ ہے کہ خفاش سے اس کا اختفاء بسبب غایت ظہور و انجلاء ہی کے ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) کس سے پنہاں کر رہی ہے (اس محبوب کو) اے (عقل) رشک ناک (آگے صفت ہے پنہانی کی یعنی پنہانی بھی اس درجہ کی) کہ آفتاب بھی اس کا کوئی اثر نہیں دیکھتا (باوجودیکہ وہ ہر جگہ پہنچتا ہے اور باوجودیکہ تمام اہل ابصار کے ابصار کی وہ شرط اور آلہ ہے اور وہ خود اس صفت میں مشہور ہے کہ غایت نور سے چشم خیرہ اس کے ادراک سے عاجز ہو جاتی ہے مگر ایسا آفتاب خود اس کے دیکھنے سے خیرہ اور عاجز محض ہے تو اس کی پنہانی بہت ہی شدید ہوئی۔ آگے عقل بزبان حال جواب دیتی ہے کہ) رشک تو (جتنا تم سمجھے ہوئے ہو) اس سے بھی زیادہ ہے میرے اندر کیونکہ (تم کو تو میرا رشک اتنا ہی معلوم ہے کہ میں اس کو اوروں سے مخفی رکھنا چاہتی ہوں اور میری حالت رشک کی یہ ہے کہ) میں اپنے سے بھی اس کو پنہاں کرنا چاہتی ہوں (چنانچہ یہ حکم بھی ظاہر ہے کہ جس طرح عقل اوروں سے اس کی حقیقت بیان نہیں کر سکتی وہ خود بھی اس کی حقیقت نہیں جانتی بخلاف بعض ذوقیات و وجدانیات کے کہ خود اس کی کنہ ادراک کر لیتی ہے اور دوسروں کو نہیں سمجھا سکتی مگر حضرت حق کی کنہ نہ تو خود جانتی ہے اور نہ دوسروں کو بتلا سکتی ہے چنانچہ لایحدولا یتصور میں دونوں کی نفی ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) آتش غیرت شدید

www.besturdubooks.wordpress.com

کے سبب سے (خود) میرا لشکر (محال قوئی مدرکہ کا) مع اپنی دونوں چشم و گوش (یعنی قوئی مدرکہ) کے میری جنگ (و مخالفت) میں ہے جمع محل ۱۲ منہ (یعنی مثلاً میرا چشم و گوش وغیرہ حواس ظاہرہ اور حس مشترک و خیال وغیرہ حواس باطنہ کہ محل ہیں قوئی مدرکہ کے اور ان میں جو قوئی مدرکہ حال ہیں جیسے ابصار و سمع وغیرہما اور یہ سب لشکر عقل اس لئے ہیں کہ حواس کو جواسیس عقل کہا گیا ہے غرض یہ سب میرے مخالف ہیں یعنی جو ان کا اصلی کام ہے کہ ادراکات میں میرے معین ہوا کرتے ہیں اس ادراک میں میری اعانت نہیں کرتے خلاصہ یہ کہ نہ عقل بلا واسطہ اس کو ادراک کرتی ہے اور یہ حاصل تھا شعر بالا کا اور نہ بواسطہ ادراک کرتی ہے اور یہ حاصل ہے اس شعر کا۔ اسی مضمون کو حضرت قلندرؒ کے کلام میں اور انداز سے ادا کیا گیا ہے۔

غیرت از چشم برم روئے تو دیدن نہ دہم   گوش را نیز حدیث تو شنیدن ندہم

اور آہنگ بمعنی لشکر غیاث میں لکھا ہے آگے دوسرا سوال ہے عقل سے یعنی) جب تجھ کو ایسا رشک ہے اے جان و دل (مراد اس سے عقل ہے اور جان و دل یا تو باعتبار اس کے عزیز ہونے کے مثل جان و دل کے کہا اور یا اس لئے کہ خود جان و دل کی قدر و عزت بدولت عقل ہی کے ہے۔ ورنہ بدوں عقل کے انسان ملحق بہ جماد ہے پس اول استعارہ ہوگا یعنی مشابہ جان و دل اور ثانی مجاز بالحذف ہوگا یعنی سبب قدر جان و دل غرض جب یہ حالت ہے رشک کی کہ دوسروں سے بھی رشک اور اپنے سے بھی رشک) پس (اس رشک کا مقتضا تو یہ ہے کہ اس کے تذکرہ ہی سے) منہ بند کر لے اور کہنا ہی چھوڑ دے (کیونکہ اس سے بھی تو کچھ ظہور ہو ہی جاتا ہے اور غیرت اس سے مانع ہے عقل بزبان حال اس کا جواب دیتی ہے کہ) میں (اس سے) ڈرتی ہوں اگر خاموشی (اختیار) کروں (کہ) وہ دوسری طرف سے حجاب پھاڑ ڈالے (دوسری طرف سے مراد خموشی کہ جانب مقابل ہے گفتن کی یعنی خاموشی کے سبب اس کا ظہور ہو جاوے جیسا آگے اس کی توجیہ آوے گی پس خاموشی سے کیا فائدہ لیکن اس سے گفتن کی ترجیح ثابت نہیں ہوئی پس اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ جب گفتن میں کوئی ترجیح نہیں تو خاموشی پر اس کو اختیار کرنا ترجیح بلا مرجح ہے بلکہ ایک گونہ خاموشی کو ترجیح ہو سکتی ہے کہ وہ اصل ہے اس لئے اس کے دفع کے لئے آگے گفتن میں ایک ترجیح ثابت کرتی ہیں یعنی بلکہ) خاموشی میں ہمارا گفتن (یعنی گفتن کا اثر کہ ظہور حضرت حق ہے) زیادہ ظاہر ہو جاوے گا (مراد یہ کہ ظہور زیادہ ہو جاوے گا پس اظہر میں تجرید ہو جاوے گی۔ جیسے لیل الیل ای لیل مظلم فکذا قولہ یکون ظہورہ اظہر ای یکون ظہورہ اکثر واشد اور وجہ اظہریت کی یہ ہے کہ خاموشی اپنی وضع کے اعتبار سے ایک گونہ منع کرتا ہے خلق کو اس کی طلب کنہ سے اور قاعدہ ہے) کہ منع کرنے سے وہ میل (جو ممنوع عنہ کے ساتھ متعلق ہے) زیادہ ہو جاتا ہے (تو زیادت میل سے زیادہ درپے ادراک ہوں گے اور غیرت اس سے مانع ہے کہ کوئی اس کے درپے ادراک ہو اس لئے گفتن ہی کو ترجیح ہے کہ اس میں حرص بھی نہ بڑھے گی بلکہ اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ جس چیز کا حال بیان کیا جاوے اس کی طرف چنداں التفات نہیں کرتے یہ سمجھتے ہیں کہ اگر یہ کوئی نفیس چیز ہوتی تو مصون بہ ہوتی اور نیز گفتن میں یہ بھی ہے کہ الفاظ کی طرف متوجہ ہو جاویں گے اور ادراک حقیقت کی طرف زیادہ توجہ نہ ہوگی خاص کر جب کہ اس گفتن میں تمثیلات و تشبیہات بھی ہوں کہ وہ خود حجاب ہے کما ذکر فی شرح شعر غیرت عقل ست بر خوبی روح الخ اس لئے جو میری غرض ہے یعنی اخفا بوجہ غیرت کے وہ گفتن میں کسی قدر حاصل ہے اس لئے میں نے گفتن کو خاموشی پر اختیار کیا ہے۔ آگے بمقابلہ خاموشی کے گفتن کے زیادہ حجاب ہونے کی ایک مثال ہے پس شعر آئندہ متاملہ ہے شعر اور خموشی الخ کا مطلب یہ کہ خاموشی تو سبب اظہریت کا ہی بخلاف گفتن کے کہ وہ پھر ایک گونہ حجاب ہے جس کی یہ مثال ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

) اگر سمندر جوش وخروش میں آوے تو اس کا جوش کف (کی طرف منتہی) ہوتا ہے (غرہ آواز شیر کذا فی الحاشیہ یعنی اس سے اس کی سطح پر کف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ کف ناظر صورت غافل عن الحقیقۃ کے لئے اس کے زعم کے موافق) جوش (دعویٰ مضمون) احببت ان اعرف کا (سبب) ہو جاتا ہے (یعنی اس کف کو دیکھ کر اور اس کے ساتھ خروش سمندر کا سن کر وہ شخص سمجھتا ہے کہ میں نے سمندر کی حقیقت کا ادراک کر لیا اور گمان کرتا ہے کہ احببت ان اعرف میں جو معرفت ہے وہ مجھ کو علیٰ سبیل الکمال حاصل ہو گئی اور ناز کرتا ہے کہ میں محیط ہو گیا حقیقت بحریہ کا حالانکہ بجز صورت کف کے کہ وہ خود ساتر ہے حقیقت بحر کا اور بجز صوت کے کہ وہ ایک فعل ہے بحر کا نہ کہ اس کی حقیقت اور کسی چیز کا مشاہدہ نہیں کیا پس یہی مثال ہے گفتن کی کہ متکلم کو جوش ہوا اظہار اسرار کا اور اس جوش سے کچھ الفاظ پیدا ہوئے۔ جو مشابہ کف کے ہیں ان کو سن کر مدعی کو ادراک حقیقت کا زعم ہو گیا اور سمجھ لیا کہ جملہ احببت ان اعرف میں جو مفعول بہ ہے وہ معرفت مجھ کو علیٰ سبیل الکمال حاصل ہو گئی حالانکہ بجز چند الفاظ کے اور وہ بھی بوجہ عنوان تمثیل وتشبیہ کے ساتر حقیقت ہیں اور کچھ اس کو میسر نہیں ہوا اور سن وجہ معرفت یہ بھی ہے اور یہی معرفت من وجہ محجوب حق تھی بھی تو گفتن میں زیادہ پردہ ہوا پس اس بناء پر) کچھ الفاظ کہہ دینا اس روزن (اسرار) کا بند کر دینا ہے (جو کہ بمقتضائے غیرت میرا مطلوب ہے اور اسطور سے) خود اظہار سخن (باعتبار ترتب اثر کے واقع میں) مخفی کرنا ہے (جب عقل اس گفتن کی مصلحت بیان کر چکی تو مولانا آگے اس کی رائے کی تحسین اور موافقت کر کے اس کو خطاب کرتے ہیں کہ اب میں سمجھ گیا تو میں بھی تیرا ہم رائے ہو کر کہتا ہوں کہ ہاں) بلبلوں کی طرح روئے گل پر نعرہ لگا (یعنی گفتن ہی کو اختیار کر) تا کہ ان (عام خلق) کو بوئے گل سے (یعنی صفات حقیقیہ سے کیونکہ گل کی صفت اصلی یہی بو ہے) دوسری طرف مشغول رکھے (یعنی نعرہ کی طرف متوجہ رہیں اور بو کی طرف التفات نہ کریں) تا کہ قل کی طرف (مراد مصدر قل ہے) ان کے کان مشغول رہیں (اور) روئے گل (یعنی حقیقت ذات) کی طرف ان کا ہوش نہ پہنچے (یعنی ذات وصفات حقیقیہ مخفی رہیں چنانچہ واقع بھی یہی ہے کہ صرف صفات اضافیہ وافعال حق سے آگے کسی کو کنہ کا پتہ نہیں لگتا آگے تمام مضمون کا ملخص بیان کر کے قصہ کی طرف رجوع کریں گے۔ یعنی خلاصہ مقام یہ ہے کہ) اس خورشید (حقیقی) کے سامنے جو کہ بہت ہی زیادہ روشن (اور واضح) ہے (ایسا کہ کوئی اس کے متقارب بھی نہیں) حقیقت میں ہر دلیل (یعنی طرق معرفت باعتبار ایصال الی الکنہ کے) رہزن (اور غلط انداز) ہیں (کیونکہ ثابت ہے کل ماخطر ببالک فھو ھالک واللہ اجل من ذلک سو اس کا حاصل صورت ذہنیہ ہو گی اور وہ اس سے منزہ ہے تو اگر اس کو حقیقت سمجھ جاوے تو ضلالت اور غلطی یقینی ہے اس لئے ہر دلیل کو رہزن فرمایا مطلب یہ کہ کسی طرح ادراک کنہ کا ممکن نہیں و فیہ ما قیل

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں کانجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

اور اس شعر میں بس روشن ست اور دوسرے اشعار میں اس کے قریب قریب جو الفاظ آئے ہیں وہ دال ہیں حق تعالیٰ کے ظاہر ہونے پر اور پھر اس کا ادراک نہ ہو سکنا دال ہے اس کے باطن ہونے پر جس کا ذکر تمہید میں تھا آگے رجوع ہے قصہ کی طرف)

حکایت آں مطرب کہ در بزم امیر ترک ایں غزل آغاز کرد

اس قوال کا قصہ جس نے ترک سردار کی مجلس میں یہ غزل شروع کی

گلی یا سوسنی یا سرو یا ماہی نمیدانم	وزیں آشفتۂ بیدل چہ میخواہی نمیدانم
تو پھول ہے یا سوسن یا سرو یا چاند ہے میں نہیں جانتا	اس پریشان بیدل سے تو کیا چاہتا ہے میں نہیں جانتا

www.besturdubooks.wordpress.com

وبانگ برزدن امیر ترک اورا کہ آں بگو کہ می دانی و جواب مطرب امیر ترک را

اس پر امیر ترک کا چیخ پڑنا کہ وہ کہہ جو تو جانتا ہے اور قوال کا امیر ترک کو جواب

مطرب آغازید پیش ترک مست	در حجاب نغمہ اسرار الست
مطرب ترک مست کے سامنے شروع کیا	نغمہ کے پردہ میں اسرار الست کو
می ندانم کہ تو ماہی یا وثن	می ندانم کہ چہ می خواہی زمن
مجھ کو معلوم نہیں کہ تو چاند ہے یا بت ہے	مجھ کو معلوم نہیں کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے
می ندانم تاچہ خدمت آرمت	تن زنم یا در عبارت آرمت
مجھ کو معلوم نہیں کہ میں تیری کیا خدمت کروں	میں خاموش رہوں یا تجھ کو عبارت میں لاؤں
ایں عجب کہ نیستی از من جدا	من ندانم میں کجایم تو کجا
یہ عجیب بات ہے کہ تو مجھ سے دور نہیں ہے	مجھ کو معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں تو کہاں ہے
من ندانم کہ مرا چوں می کشی	گاہ در بر گاہ درخوں میکشی
مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ تو مجھ کو کس طرح کھینچتا ہے	کبھی بغل میں تو خون میں کھینچتا ہے
ہمچنیں لب در ندانم باز کرد	می ندانم میں ندانم ساز کرد
اسی طرح ندانم میں لب کھولا	می ندانم کو گانا شروع کیا
چوں ز حد شد می ندانم از شگفت	ترک مارا زیں حرارہ دل گرفت
جب می ندانم حد سے گزر گیا تو تعجب سے	ہمارے ترک کا اس ترانہ ... گرفتہ ہو گیا
برجہید آں ترک و دبوسے کشید	تا علیہا برسر مطرب دوید
وہ ترک اٹھا اور اس نے ایک گرز سیدھا کیا	حاصل کلام یہ کہ مطرب کے اوپر دوڑا
گرز را بگرفت سرہنگے بدست	گفت نے مطرب کشی ایندم بدست
گرز کو ایک سرہنگ نے ہاتھ سے پکڑ لیا	اور کہا کہ نہیں مطرب کا قتل اس وقت بری بات ہے
گفت ایں تکرار بیحد و مرش	کوفت طبعم را بکوبم من سرش
ترک نے کہا اس کی بے حد و بے شمار تکرار نے	میری طبیعت کو کوفت پہنچائی میں اس کا سر کچلوں گا
قلتبانا می ندانی گہہ مخور	زانچہ میدانی بزن مقصود بر
اے دیوث اگر تو نہیں جانتا تو گوہ مت کھا	وہ بات کہہ جو تو جانتا ہے اور مقصود کو حاصل کر

www.besturdubooks.wordpress.com

آں بگو اے گیج کہ میدانیش	می ندانم می ندانم در مکش
اے مختل الدماغ وہ کہہ جس کو تو جانتا ہے	می ندانم می ندانم مت کھینچتا چلا جا
من پرسم کز کجائی بے مرے	تو بگوئی نے زبلخ و نز ہرے
میں بغیر کسی پرخاش کے پوچھنے لگوں کہ تو کس جگہ کا ہے	تو کہنے لگے نہ تو بلخ کا ہوں اور نہ ہرات کا
نے زروم و نے زہندو نے زچین	نے زشام و نے عراق و باردیں
نہ روم کا اور نہ ہندوستان کا اور نہ چین کا	نہ شام کا اور نہ عراق کا اور نہ باردین کا
نے زبغداد و نہ موصل نے طراز	در کشی در نے و نے راہ دراز
نہ بغداد کا اور نہ موصل کا نہ طراز کا	اور کھینچتا چلا جاوے نہ اور نہ میں ایک مسافت دراز کو
خود بگوتا از کجائی باز رہ	ہست تنقیح مناط ایں جاگہ
خود کہہ دے جہاں کا رہنے والا ہے چھوٹ جا	مقصود اصلی کی تنقیح اس جگہ میں ہے
یا بہ پرسم کہ چہ خوردی تا شتاب	تو بگوئی نے شراب و نے کباب
یا میں پوچھنے لگوں کہ تو نے کیا کھایا ہے ہاں جلدی کہہ دے	تو کہنے لگے کہ نہ شراب اور نہ کباب
نے بقول و نے پنیر و نے بصل	نے زشیر و نے زشکر نے عسل
نہ سبز ترکاری اور نہ پنیر اور نہ پیاز	نہ دودھ اور نہ شکر اور نہ شہد
نے قدید و نے ثرید و نے عدس	آنچہ خوردی آں بگو تنہا و بس
نہ خشک گوشت اور نہ ثرید اور نہ مسور	جو چیز کھائی ہو وہی تنہا کہہ دے اور بس
ایں سخن خائی دراز از بہر چیست	گفت مطرب زانکہ مقصودم خفی ست
یہ طویل سخن خائی کرنا کس غرض سے ہے	مطرب نے جواب دیا کہ یہ اس لئے ہے کہ میرا مقصود مخفی ہے
میرمد اثبات پیش از نفی تو	نفی کردم تا بری ز اثبات بو
اثبات نکل جاتا ہے قبل اس کے کہ تو نفی کرے	میں نے نفی کی تاکہ تو اثبات کا نشان حاصل کر لے
در نوا آرم بہ نفی ایں ساز را	چوں بمیری مرگ گوید راز را
میں نفی میں اس باجہ کو بولتا کرتا ہوں	تو جب تو مر جاوے تو مرگ راز کو کہہ دے

(حرارہ آواز یکہ از چند ساز و چند حلق یک مرتبہ برآید و غوغائے مردم علیہا محاورہ است بمعنی علی الجملہ و حاصل کلام مربا لفتح بمعنی عدد و پنجاہ و ازیں سبب صدر او مرگویند وگاہے مجازاً بمعنی شمار آید گیج پریشان و پراگندہ مغز مرے ستیزہ باردین نام شہرے

طراز نام شہرے حسن خیز از ترکستان کله من الغیاث الاعلیها من الحاشیة یعنی) مطرب نے ترک مست کے سامنے نغمہ کے پردہ میں اسرار الست کو شروع کیا۔ (یہ ضرور نہیں کہ مطرب کا یہ قصد ہو بلکہ جن پر توحید افعالی غالب ہے ان کو جس طرح مخلوق کے ہر فعل سے فعل حق کی طرف انتقال ہوتا ہے اسی طرح ہر صورت سے کلام الست یاد آ جاتا ہے اور ممکن ہے کہ بعض کو سماع سے جب یکسوئی و غیبت ہوتی ہو تو اس وقت قول الست بربکم جو کہ یوم میثاق میں واقع ہوا تھا مکشوف ہو جاتا ہو پس ایسوں کے اعتبار سے نغمہ محض حجاب تھا اور اس میں الست بربکم کا ظہور ہو رہا تھا جس کا سبب مطرب تھا۔ پس اسناد مجازی الی السبب ہے آگے اس نغمہ کا بیان ہے کہ اس غزل کا یہ مضمون تھا جو کہ باعتبار حال موحد کے ناشی ہے حیرت سے کہ) مجھ کو معلوم نہیں کہ تو چاند ہے یا بت ہے مجھ کو معلوم نہیں کہ تو مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ مجھ کو معلوم نہیں کہ میں تیری کیا خدمت کروں (اور نہ یہ معلوم کہ) میں خاموش رہوں (یعنی تیرے اوصاف سے) یا تجھ کو عبارت میں لاؤں (یعنی تیرے اوصاف کو اور) یہ عجیب بات ہے کہ تو مجھ سے دور نہیں ہے (چونکہ موحد اس سے خطاب بحق سمجھے گا اس کے اعتبار سے اس کی تقریر یہ ہوگی کہ نحن اقرب الیه من حبل الورید فلفظ جداً بمعنی البعید لاالمبائن لانه مبائن عن الخلق قطعاً اور پھر باوجود کمال قرب کے) مجھ کو معلوم نہیں کہ میں کہاں ہوں (اور) تو کہاں ہے (اپنی اینیت کے علم کی نفی مقصود نہیں بلکہ مقصود محبوب کی اینیت کی تو نفی ذاتا ہے لتنزیه من الاین اور اپنی اینیت کی نفی اضافۃً ہے یعنی میری اینیت کو آپ کی اینیت کے ساتھ کوئی نسبت نہیں کیونکہ وجود نسبت موقوف ہے وجود منتسبین پر اور یہاں ایک طرف نسبت کی ہے نہیں یعنی اینیت حق سبحانہ وتعالیٰ پس نسبت بھی نہیں اور یہاں نفی علم کنایہ ہے نفی معلوم سے اور) مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ تو مجھ کو کس طرح (اپنی طرف) کھینچتا ہے (آگے بیان ہے اس کس طرح کا) کہ کبھی بغل میں (لیتا ہے) اور کبھی خون میں گھسیٹتا ہے (اشارہ ہے شان لطف اور شان جلال کی طرف) غرض اسی طرح (اس مطرب نے) ندانم ندانم میں لب کھولا (اور) می ندانم میں ندانم کو گانا شروع کیا جب (یہ) ندانم حد سے گزر گیا تو تعجب کے سبب ہمارے ترک کا اس ترانہ سے دل گرفتہ (یعنی منقبض و آزردہ) ہو گیا (اور غصہ میں اپنی جگہ سے وہ ترک اٹھا اور اس نے ایک گرز سیدھا کیا خلاصہ یہ کہ (گرز سنبھال کر) مطرب کے اوپر دوڑا (اس وقت) گرز کو کسی سرہنگ نے ہاتھ سے پکڑ لیا (اور) کہا کہ نہیں (ایسا مناسب نہیں کیونکہ) مطرب کو قتل کرنا اس وقت بری بات ہے (اس وقت سے مراد بے قصوری کی حالت ہے) اس (ترک) نے کہا کہ اس کے اس تکرار بے حد و شمار نے میری طبیعت کو کوفت پہنچائی (اس لئے) میں اس کا سر کچلوں گا (اور بعد اس کے خود مطرب سے خطاب کیا کہ) اے دیوث تو (اگر) نہیں جانتا (جیسا تیرے می ندانم می ندانم سے مفہوم ہوتا ہے) تو گوہ مت کھا یعنی تو پھر بول ہی مت کہ یہ کہنا پھر بار بار محض فضول ہے) وہ بات کہہ جو تو جانتا ہے اور مقصود کو حاصل کر (یعنی اس مقصود کو ادا کر غرض) اے مختل الدماغ وہ کہہ جس کو تو جانتا ہے (اور) می ندانم می ندانم مت کھینچتا چلا جا (کیونکہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ مثلاً) میں (تجھ سے) بلا کسی پرخاش کے پوچھنے لگوں کہ تو کس جگہ کا (رہنے والا) ہے (پس بے مرے متعلق ہے پرسم کے ساتھ یعنی میری غرض کوئی خلاف و جدال نہ ہو محض استطلاعاً پوچھوں اور) تو (جواب میں) کہنے لگے کہ نہ بلخ کا ہوں اور نہ ہرات کا (اور) نہ موصل کا (اور) نہ طراز کا (اور اسی طرح) نہ اور نہ میں ایک مسافت دراز کھینچتا چلا جاوے۔ (تو دیکھو لغو بات ہے یا نہیں اس سب بیہودہ تطویل کی جگہ) خود (ایک بات) کہہ دے جہاں کا رہنے والا ہے (اور سوال سے) چھوٹ جا (کیونکہ) مقصود اصلی کی تنقیح (بس) اسی (ایک) جگہ میں ہے (یعنی جہاں کا رہنے والا ہے اسی جگہ کا نام لینے سے مقصود کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تعیین ہو جاوے گی اور بدوں اس کے یہ مقصود حاصل نہیں ہوگا) یا (دوسری مثال سن کہ مثلاً) میں (تجھ سے) پوچھنے لگوں کہ تو نے کیا کھایا ہے ہاں جلدی (کہہ دے پس کلمہ تا یہاں تنبیہ کے لئے ہے کمائی قولہ تا چہ خواہی خریدن اے مغرور کذائی الغیاث اور) تو (جواب میں) کہنے لگے کہ نہ شراب اور نہ کباب (اور) نہ سبز ترکاری اور نہ پنیر اور نہ پیاز (اور) نہ دودھ اور نہ شکر اور نہ شہد (اور) نہ خشک گوشت اور نہ ثرید (یعنی شوربے میں ٹوٹی ہوئی روٹی) اور نہ مسور (سو اس فضول تطویل سے کیا فائدہ بس) جو چیز کھائی ہو وہی تنہا کہہ دے اور بس (اور اس مقصود مثبت کو چھوڑ کر غیر مقصود کی نفی میں) یہ طویل سخن خائی کرنا (آخر) کس غرض سے ہے مطرب نے (جواب میں) کہا (کہ یہ تطویل نفی کی) اس لئے (ہے) کہ میرا مقصود (ایک ایسا امر ہے جو تجھ سے) مخفی ہے (اور چونکہ تیرا ذہن وہاں تک نہیں گیا اس لئے تو ناخوش ہوتا ہے اور وہ مقصود خفی بدوں نفی کے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے نفی کا مضمون اختیار کیا اور چونکہ منفیات متکثر ہیں اس لئے اس میں تطویل بالاضطرار ہوگئی آگے اس مقصود کا ذکر ہے کہ اے سالک) اثبات (مقصود کا تیرے ذہن سے) نکل جاتا ہے قبل اس کے کہ تو (غیر کی) نفی کرے (پس اضافت نفی کی طرف ضمیر مخاطب کی اضافت مصدر کی ہے فاعل کی طرف مطلب یہ کہ اگر اولاً اثبات حق کو مستحضر کرنا چاہو تو چونکہ قلب مشغول ہے غیر کی طرف اس لئے اس کا استحضار نہیں ہوتا۔ اس لئے اولاً ان اغیار کو کہ موانع ہیں رفع کرنا چاہئے بذریعہ تقلیل تعلقات و مراقبات فنا کے اس کے بعد استحضار اثبات مقصود کا سہل ہو جاوے گا۔ پس اس طریق کے بتلانے کے لئے) میں نے (غیر مقصود کی) نفی کی تاکہ تو (اس قاعدہ کی بناء پر مقصود کے) اثبات کا نشان (اور طریق) حاصل کر لے (کہ نفی سے اس طرح اثبات مستحضر ہو جاتا ہے پس اس غرض سے) میں نفی (کے مضمون) میں اس باجہ کو بولتا کرتا ہوں (تاکہ) تو جب (اس قاعدہ کو سمجھ کر سب کی نفی کر دے حتیٰ کہ اپنی بھی نفی کر دے جس کو یوں تعبیر کر سکتے ہیں کہ جب تو) مر جاوے تو (وہ) مرگ (یعنی نفی و فنا اس) راز (اثبات حق) کو کہہ دے (یہ اسناد مجازی ہے سبب کی طرف یعنی وہ فنا سبب و ذریعہ ہو جاوے استحضار حق کا اس طرح سے کہ پھر غائب ہی نہ ہو جس کو تمکین کہتے ہیں جو کہ مختص ہے اہل صحو کے ساتھ یعنی مقصود تو یہ اثبات ہی ہے جس سے بوجہ اس کے اختصاص باہل الصحو کے صحو کا مطلوب ہونا بھی ثابت ہے جس کا دعویٰ تھا قبیل سرخی استدعاے امیر ترک مخمور الخ کے مگر خود یہ اثبات بدوں نفی غیر کے حاصل نہیں ہوتا تو یہ نفی گویا بالذات مقصود نہیں مگر بوجہ موقوف علیہ ہونے مقصود کے مقصود بالغیر ضرور ہے اور میری اس تقریر سے ایک شبہ مندفع ہو گیا تقریر شبہ کی یہ ہے کہ حکایت ترک و مطرب کی لائی گئی تھی۔ استشہاد بقول الترکی کے لئے جس سے ترکی کے قول کی ترجیح و تصحیح مفہوم ہوتی ہے اور حکایت کے خاتمہ پر جب مطرب کا قول اخیر رکھا تو اس سے قول مطرب کی ترجیح و تصحیح معلوم ہوتی ہے وجہ اندفاع یہ ہے کہ نفی غیر کے دو درجے ہیں ایک تو یہ کہ اسی کے اہتمام میں لگ جاوے جو حالت ہے اہل سکر کی سرخی کے قبل اس کو ترک کر کے صحو کی طرف ترقی کرنے کا مشورہ دیا تھا اور اس کے ترک پر استشہاد کیا تھا قول ترکی سے پس اس باب میں تو ترکی کا قول صحیح ہے اور دوسرا درجہ یہ ہے کہ نفی غیر کی کر کے اثبات حق کا اہتمام کرے جو حالت ہے اہل صحو کی مطرب کے قول میں اس نفی کی ضرورت بتلا رہے ہیں پس اس رتبہ میں مطرب کا قول صحیح ہے اور مقصود مولانا کا من وجہ من وجہ دونوں قولوں کی تصحیح سے تنبیہ ہے اس پر کہ طریق میں یہ بھی نقص ہے کہ مثل اہل سکر کے نفی و فنا میں لگا رہے اور تمکین و صحو میں ترقی نہ کرے اور یہ بھی غلطی ہے کہ اہل غفلت کی طرح اس نفی و فنا کا بالکل ہی اہتمام نہ کرے پس قول ترکی سے امر اول پر تنبیہ کی اور قول مطرب سے امر ثانی پر خلاصہ یہ کہ یہاں دو دعوے ہیں ایک یہ کہ نفی عین مقصود نہیں اور ترکی کا عتاب اس پر محمول ہے اور دوسرا

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ کہ نفی شرط مقصود ہے اور مطرب کا قول اس پر محمول ہے پس گویا دونوں میں نزاع لفظی ہے اور گو مطرب نے یہ دعویٰ نہ کیا ہو مگر مولاناؒ نے اس کی نفی سے یہ فائدہ نکالا ہے آگے فنا و نفی کا موقوف علیہ ہونا وصول الی المقصود کے لئے بیان فرماتے ہیں۔

تفسیر قولہ صلی اللہ علیہ علیٰ آلہ وسلم موتوا قبل ان تموتوا و بیت حکیم سنائی قدس سرہ

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مر جاؤ قبل اس کے کہ مرو کی تفسیر اور حکیم سنائی قدس سرہ کے شعر کی تفسیر

بمیر اے دوست پیش از مرگ اگر می زندگی خواہی	کہ ادریس از چنیں مردن بہشتی گشت پیش از ما
اے دوست! مرنے سے پہلے جا اگر تو زندگی چاہتا ہے	کیونکہ ادریس ہم سے پہلے ایسے مرنے سے بہشتی بن گئے ہیں
جاں بسے کندی و اندر پردۂ	زانکہ مردن اصل بدنا وردۂ
تو نے بہت ہی مشقت جھیلی اور حجاب ہی میں ہے	اس سبب سے کہ مرنا اصل تھا تو نے حاصل نہ کیا
تا نمیری نیست جاں کندن تمام	بے کمال نرد باں نائی ببام
تو جب تک فنا نہ ہو گا وہ مشقت تامہ نہیں	بدوں پوری نرد بان کے تو بام پر نہیں جا سکتا
چوں ز صد پایہ دو پایہ کم بود	بام را کوشندہ نا محرم بود
جب سو پایوں میں سے دو پائے بھی کم ہوں	تو بام کی کوشش کرنے والا نامحرم رہے گا
چوں رسن یک گز ز صد گز کم بود	آب اندر دلو از چہ کے رود
جب رسی سو گز سے ایک گز بھی کم ہو	تو پانی ڈول میں کنویں سے کب پہنچ سکتا ہے
غرق ایں کشتی نیابی اے امیر	تا کہ ننہی اندر و من الاخیر
اس کشتی کے غرق کو دستیاب نہ کر سکے گا اے امیر	جب تک کہ اس کے اندر بار اخیر نہ رکھے گا
من آخر اصل داں کو طارق ست	کشتی وسواس وغی را غارق ست
من اخیر کو اصل جان کہ وہ طارق ہے	کشتی وسواس و بیراہی کے لئے غرق کرنے والا ہے
آفتاب گنبد ازرق شود	کشتی ہش چونکہ مستغرق شود
آفتاب گنبد نیلگوں کا ہو جاتا ہے	جبکہ کشتی ہوش کی غرق ہو جاتی ہے
چوں نمردی گشت جاں کندن دراز	مات شو در صبح اے شمع طراز
جب تو فنا نہ ہوا تو یہ مشقت طویل ہو گئی	اے شمع طراز تو صبح میں فنا ہو جا
تا نگشتند اختران ما نہاں	دانکہ پنہان ست خورشید جہاں
جب تک ہمارے ستارے پوشیدہ نہ ہوئے ہوں	یوں سمجھ کہ آفتاب عالم پوشیدہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تتمہ مضمون بزبان مطرب

گرز بر خود زن منی را در شکن	زانکہ پنبہ گوش آمد چشم تن
تو گرز اپنے اوپر مار خود ہی کو شکست کر	کیونکہ چشم تن کان کے حق میں پنبہ ہے
گرز بر خود میزنی خود اے دنی	عکس تست اندر فعالم ایں منی
گرز اپنے ہی اوپر مار رہا ہے اے دنی	یہ خودی میرے افعال میں تیرا ہی عکس ہے
عکس خود در صورت من دیدۂ	در قتال خویش بر جوشیدۂ
تو نے اپنا عکس میری صورت میں دیکھ لیا ہے	اپنے قتال میں تجھ کو جوش آ رہا ہے
ہمچو آں شیرے کہ در چہ شد فرو	عکس خود را خصم خود پنداشت او
جس طرح وہ شیر کہ کنویں کے اندر گرا تھا	اپنے عکس کو اس نے اپنا دشمن خیال کیا تھا
نفیٔ ضد ہست باشد بیشکے	تاز ضد ضد را بدانی اند کے
نفی ضد ہے ہست کی بلاشک	تا کہ ایک ضد سے دوسری ضد کو کچھ قدر جان لے

مقولۂ مولاناؒ

ایں زماں جز نفی ضد اعلام نیست	اندریں نشاۃ دمے بیدام نیست
اس وقت بجز نفی ضد کے اعلام نہیں	اس نشاۃ میں ایک ساعت بھی بدوں دام کے نہیں
بے حجابت باید آں اے ذولباب	مرگ را بگزیں و بردر آں حجاب
اگر وہ تجھ کو بے حجاب چاہئے اے عاقل	تو موت کو اختیار کر اور اس حجاب کو پھاڑ ڈال
نے چناں مرگے کہ در گورے روی	مرگ تبدیلی کہ در نورے شوی
نہ ایسی موت کہ تو قبر میں چلا جاوے	موت تبدیل کہ تو جشن میں چلا جاوے
مرد بالغ گشت آں طفلی بمرد	رومیی شد صبغت زنگی سترد
کوئی شخص بالغ ہوگیا وہ طفولیت مر گئی	رومیت ہوگئی رنگ حبشی زائل کر دیا
خاک زر شد ہیأت خاکی نماند	غم فرح شد خار غمناکی نماند
خاک سونا ہو گئی ہیئت خاکی نہ رہی	غم فرح ہو گیا خار غمناکی نہ رہا

(نفی وفنا کا شرط وصول الی المقصود ہونا بیان فرماتے ہیں جیسا اوپر مذکور ہوا یعنی) تو نے بہتیری ہی مشقت

www.besturdubooks.wordpress.com

جہلی (مراد اس سے ریاضت و مجاہدہ ہے) اور (باوجود اس کے ہنوز مقصود سے) حجاب ہی میں ہے (یعنی مقصود سے بعید ہے اور وہ مقصود وصول الی اللہ بمعنی رسوخ نسبت مع اللہ ہے جس کے لوازم میں سے ہے بلکہ یادداشت و سہولت اطاعت یا بلفظ دیگر کثرت وغلبہ ذکر و دوام طاعت یعنی باوجود مجاہدہ کے بھی یہ دولت حاصل نہیں ہوئی اور یہ) اس سبب سے (ہے) کہ مرنا (یعنی فنا) اصل (بمعنی محتاج الیہ یعنی موقوف علیہ اس کا) تھا (جس کو) تو نے حاصل نہ کیا) یعنی اس کی شرط تھی کہ فنائے علمی بھی ہو کہ غیر کی طرف التفات غالب نہ رہے الابقدر الضرورۃ التي اعتبرها الملۃ الحنیفیۃ اور فنائے حسی بھی ہو کہ اخلاق ذمیمہ زائل ہو جاویں پس اس تکمیل فنا سے غیر سے تعلق قطع ہوگا اور اس غیر میں اپنا نفس بھی آ گیا اور دوسری مخلوقات بھی اور جتنا غیر سے تعلق کم ہوگا اتنا ہی حق تعالیٰ سے بڑھے گا اسی تعلق بڑھنے کو نسبت کہتے ہیں جس کے لوازم ابھی ذکر کیے گئے وھو معنی ما قیل

تعلق حجاب ست و بے حاصلی چو پیوند ہا بگسلی واصلی

آگے تفریع ہے اس کی شرطیت کی کہ) تو جب تک فنا نہ ہوگا وہ مشقت (مقصود کے لئے علت) تامہ نہیں (اور بدوں علت تامہ کے معلول پایا نہیں جاتا جس طرح) بدوں پوری نردبان کے تو بام پر نہیں جا سکتا (پس پوری سیڑھی مثال ہے پوری علت کی چنانچہ سیڑھی میں) جب سو پایہ میں سے دو پائے بھی کم ہوں تو بام (پر چڑھنے) کی کوشش کرنے والا (وصول بہ بام اور وہاں کے موجودات پر مطلع ہونے سے) نامحرم رہے گا (اسی طرح) جب رسی سو گز سے ایک گز بھی کم ہو تو پانی ڈول میں کنویں سے کب پہنچ سکتا ہے (حالانکہ ان دونوں مثالوں میں علت کے زیادہ اجزاء موجود ہیں لیکن چونکہ تام نہیں اس لئے موثر فی المعلول نہیں اسی طرح بحر معرفت و حقیقت کے قعر تک پہنچنے کے لئے اپنی) اس کشتی (ہستی) کے غرق کو دستیاب نہ کر سکے گا اے امیر جب تک کہ اس (کشتی) کے اندر بار اخیر نہ رکھے گا (من اخیر اس وزن کو کہتے ہیں کہ جس کے رکھتے ہی کشتی غرق ہو جاوے کہ وہ غرق کے لئے بمنزلہ جزو اخیر علت تامہ کے ہوتا ہے اور اس غرق کی مقصودیت باعتبار ادراک قعر کے ملحوظ ہے جس طرح غواص اس کا قصد کرتا ہے نہ کہ باعتبار سببیت ہلاک کے اور یہاں مراد اس سے فنا مذکور ہے جس کی تفسیر شرح شعر اول میں کی گئی ہے کہ وہ بمنزلہ جزو اخیر علت تامہ مقصود یعنی نسبت مع اللہ کے ہے جس کا کمال بقاء باللہ کہلاتا ہے چنانچہ مسلمات میں سے ہے کہ فنا فی اللہ پر بقاء باللہ مرتب ہوتا ہے پس اس) من اخیر کو (جس کا مصداق مذکور ہوا ہے کہ فناء ہے غرق کے لئے) اصل (اور موقوف علیہ) جان کہ وہ (من اخیر موقوف علیہ باعتبار آخر میں واقع ہونے کے اور نیز کاشف قعر بحر ہونے کے گویا) اخیر شب میں طلوع ہونے والا ستارہ ہے (کہ آخر میں طالع ہے اور بوجہ جرم منیر ہونے کے سبب ادراک و مشاہدۂ اجرام مظلمہ ہے اور وہ) کشتی دسواس دبے راہی کے لئے غرق کرنے والا ہے (طارق جزو اول اسم اشارہ ہے اور غارق خبر ثانی اور دسواس علم بغیر ہے اور کجی یعنی بے راہی اخلاق ذمیمہ ہیں اور اسی مجموعہ کو ہستی واجب الطمی سے تعبیر کیا جاتا ہے پس شعر غرق ایں کشتی میں ہستی سے ترجمہ کرنا تعارض کا شبہ پیدا نہ کرے آگے اسی کو ہوش سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ یہی ہوش سبب ہوتا ہے دسواس و کجی کا پس سب کا حاصل ایک ہی ہے یعنی وہ ہوش مذکور فی المصرع الثانی کالنور ہو کر گویا) آفتاب گنبد نیلگوں (یعنی آسمان) کا ہو جاتا ہے جبکہ کشتی ہوش کی غرق ہو جاتی ہے۔ (یعنی فنا سے جب بقا ہوتا ہے تو علم اور زیادہ کامل ہو جاتا ہے کیونکہ پہلے اس کا تعلق ناقص یعنی مخلوق سے تھا اور اب کامل یعنی حضرت حق سے ہے اور علم کا کمال اور شرف معلوم کرنے کے کمال اور شرف سے ہے اس لئے اب وہ اکمل و اشرف ہوگا شاید اس میں مقصود اس پر تنبیہ ہو کہ فنا علم سے

www.besturdubooks.wordpress.com

زوال علم کا خوف مت کرنا اس علم فانی سے اکمل عطا ہو جاوے گا وہو معنی قولہ

مترس از محبت کہ خاکت کند کہ باقی شوی چون ہلاکت کند

اوپر کے شعر میں فناء کو جسم منیر یعنی ستارہ سے تشبیہ دی تھی اور یہاں فانی کو جسم منیر یعنی آفتاب سے تشبیہ دی سو دونوں میں تدافع نہ سمجھا جاوے کیونکہ تشبیہ فناء سے بھی اصل مقصود یہی تشبیہ فانی ہے کیونکہ فنا کا سبب کشف حقائق ہونا اسی طور پر تو محقق ہوگا کہ آلہ ادراک یعنی ہوش کامل النور ہو جاوے اور چونکہ سبب خود نورانی نہیں ہوتا اس کو ضعیف النور سے جو کہ آفتاب کے سامنے یعنی عدیم النور ہے تشبیہ دینا ایک اتفاقی لطیفہ ہے جس کا شاید قصد بھی نہ کیا گیا ہو۔ اب بعد تمثیلات کے مضمون شعر اول کی طرف رجوع ہے یعنی) جب تو فنا نہ ہوا تو یہ مشقت طویل (بلا طائل) ہوگئی (پس اس کے مختصر اور مثمر کرنے کے لئے) اے شمع طراز (طراز نام شہر کہ خوبان در آن باشند یعنی اے شمع شہر خوبان) تو صبح میں فنا ہو جا (یعنی جس طرح صبح کے آنے کے وقت شمع گل کر دی جاتی ہے گویا فانی فی الصبح ہوگئی اسی طرح ہستی مطلق میں کہ نور کی اصالت میں مثل صبح کے ہے اپنی ہستی موہوم کو کہ گداختہ اور منطفی ہونے میں مثل شمع کے ہے فنا کر دے آگے ایک مثال میں ان لوگوں کے گمان کی غلطی بیان فرماتے ہیں جو باوجود عدم فنا کے اپنے کو واصل الی المقصود سمجھتے ہیں کہ) جب تک ہمارے ستارے پوشیدہ (وغائب) نہ ہوئے ہوں یوں سمجھ کہ آفتاب عالم (ہنوز) پوشیدہ ہے (طلوع نہیں یعنی غیبت کواکب لازم ہے طلوع آفتاب کے لئے اور انتفاء لازم دلیل ہے انتفاء ملزوم کی پس اگر کواکب نظر آتے ہوں تو یقیناً آفتاب نہیں نکلا اسی طرح فناء ہستی مشبہ باختر جس طرح موقوف علیہ ہے بقاء مطلوب کا جیسا اوپر ذکر ہوا اسی طرح وہ فناء ہستی لازم ہے بقاء مطلوب وتجلی حق کے لئے پس اگر ہستی کے آثار من الوسواس والمعی المذکورین فی السابق موجود ہیں تو یقیناً تجلی حق میسر نہیں ہوئی پس اس کا دعوی کرنا دعوی کاذبہ ہے اور اس مثال میں وجہ شبہ صرف لزوم ہے فنا کا بقا کے لئے قطع نظر فنا کے شرط ہونے سے بقا کے لئے پس اس میں یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ تشبیہ فنا وبقا کی صحیح نہیں کیونکہ غیبت کواکب شرط نہیں ہے طلوع شمس کے لئے بل الامر بالعکس آگے زبان مطرب سے تفریع ہے مضمون سابق پر یعنی وہ ترکی سے بعد جواب مذکور قبیل عنوان القام من قولہ زانکہ مقصودم خفی ست الخ کے بخطاب فرضی کہتا ہے کہ تو جو مجھ پر گرز اٹھاتا ہے سو) تو گرز اپنے اوپر مار (اور) خودی کو شکستہ کر (جو کہ شعب فناء سے ہے) کیونکہ چشم تن کان کے حق میں (مثل پنبہ (کے) ہے (یعنی نظر بخود مانع ہے سماع وقبول قول اہل ارشاد سے جو تعلیم کرتے ہیں فناء کی اول اس کبر کو چھوڑ اور اہل ارشاد کے قول کا استماع اور اس کا اتباع کر کہ فناء حاصل ہو ورنہ جس کو تو دوسرے کا عیب سمجھ کر گرز مار رہا ہے وہ واقع میں تیرا عیب ہے اس لئے وہ) گرز اپنے ہی اوپر مار رہا ہے اے دنی (کیونکہ) یہ خودی (جو تیرے اندر نظر آ رہی ہے جو منشاء ہے عیب موجب للغضب کا وہ) میرے افعال میں تیرا ہی عکس ہے۔ تو نے اپنا عکس میری صورت میں دیکھ لیا ہے (اور ظاہر میں مجھ سے قتال کر رہا ہے لیکن واقع میں) اپنے قتال میں تجھ کو جوش آ رہا ہے۔ جس طرح وہ شیر کہ کنویں کے اندر گرا تھا (اور) اپنے عکس کو اپنا دشمن خیال کیا تھا (جس کا قصہ دفتر اول میں گزرا ہے اسی طرح جب کسی شخص پر نفسانیت سے غصہ آتا ہے تو ظاہر میں تو سبب اس کا دوسرے کا عیب ہے مگر چونکہ وہ غصہ ناحق ہے جیسا کہ نفسانیت سے فرض کیا گیا ہے اس لئے واقع میں سبب اس کا اپنا عیب کبر ہے کیونکہ کبر ہی سے ناحق غصہ آیا اور محل غصہ کا اس شخص کے زعم میں عیب دار ہے تو جو عیب دار ہو اسی کا محل غصہ ہونا لازم آتا ہے اور عیب دار خود یہ شخص ہے تو گو التزاماً دوسرا شخص محل ہے غصہ کا مگر لزوماً یہی شخص ہوا اور یہ مطلب نہیں کہ جس عیب پر غصہ کیا ہے بعینہ وہی عیب اس مغضوب میں ہے بلکہ مطلق عیب مراد ہے غرض جب تو خود عیب دار ہے اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کی اصلاح فناء سے ہوتی ہے تو فناء اور نفی ہستی اختیار کر پس اسی نفی کی تعلیم کے لئے میں نے ساز میں نفی کا مضمون اختیار کیا ہے کیونکہ) نفی ضد ہے ہست کی بلاشک (پس میں نے ایک ضد کو ظاہر کیا) تا کہ ایک ضد سے دوسری ضد کو کسی قدر جان لے (اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پھر اس کا عکس کیوں نہ کیا بات یہ ہے کہ عکس کرنے سے لازم آتا کہ نفی مقصود ہے اور اثبات مقدمہ دوسرے نفی کا محل حاضر ہے اس کے متعلق حکم کا سمجھنا آسان ہے اور اثبات کا محکوم علیہ غائب ہے اس کے متعلق حکم کا سمجھنا دشوار ہے اور آسان کو (کہ معرفت دشوار کا بنانا مناسب ہے آگے بطور تائید قول مطرب نفی کردم تا بری ز اثبات بوکے پھر فنا و نفی کے شرط وصول ہونے اور اس کے ساتھ اس فناء و نفی کی تفسیر کے متعلق مولاناؒ کا مقولہ ہے کہ) اس وقت (یعنی حیات دنیویہ میں جیسا کہ مصرعۂ ثانیہ میں اندریں نشاۃ بطور اس کی تفسیر کے ہے) بجز نفی ضد کے (اور کوئی طریق مقصود کے) اعلام (کا) نہیں (ضد سے مراد مطلق غیر نہ کہ ضد اصطلاحی لان المتقابلین بالتضاد هما الله ان لایجتمعان فی شیٔ واحد وار یلیه الموضوع ان کان المتضاد ان ومن الاعراض کالسواد والبیاض والمادة ان کان من الجواهر کالصور النوعیة المتعاقبة علی المادة فاعتبر فی مفهومها الحلول فی الموضوع او المادة والله تعالیٰ منزه عن الحلول اور اعلام سے مراد اعلام ذوقی ہے کیونکہ اعلام استدلالی تو دلیل سے حاصل ہے گو فناء اصطلاحی کا غلبہ نہ ہو یعنی علم ذوقی مطلوب کا اس عالم کا موقوف ہے فناء پر جیسا اوپر گزر چکا ہے بخلاف عالم آخرت کے کہ وہاں حق تعالیٰ خود حجب رویت کو اٹھادیں گے اور حیات دنیویہ میں حجب رویت حق کا ارتفاع تو شرعاً ممتنع ہے جسمیں حکمت یہ ہے کہ یہ قویٰ ادراکیہ اس کے متحمل نہیں ہو سکتے البتہ حجب توجہ الی الحق مرتفع ہو سکتے ہیں۔ سو ان حجب کے مرتفع کرنے کا خود عبد امکلف ہے اور وہ حجب توجہ الی الحق توجہ الی الخلق ہے اس لئے توجہ الی الخلق کو کہ حجاب ہے مرتفع کرنا موقوف علیہ ہوگا توجہ الی الحق کا جس کو علم ذوقی کہا گیا ہے پس وجہ تخصیص نشاۃ دنیویہ کی ظاہر ہوگئی اور یہی مضمون ہے اس مصرعہ کا جو بطور علت کے ہے مضمون مصرعہ اولیٰ کے لئے یعنی اس لئے کہ) اس نشاۃ (دنیویہ) میں ایک ساعت بھی بدوں دام کے نہیں (دام سے مراد غیر حق ہے کہ ہر ایک میں مثل دام کے قابلیت ہے گرفتار کر لینے یعنی اپنی طرف مشغول کر لینے کی مطلب یہ کہ جن کی طرف توجہ ہونا حجاب توجہ الی الحق ہو سکتا ہے وہ ہر وقت موجود ہیں ان کی ذات تو مرتفع ہے نہیں ورنہ پھر وہ اپنی طرف خود ہی متوجہ نہ کرتے جب ذات مرتفع نہیں تو اس کی طرف توجہ بھی ہو سکتی ہے جو کہ حجاب ہے اور یہ توجہ فعل ہے عبد کا پس اس کو مرتفع کرنا چاہئے اور فناء و نفی سے یہی مراد ہے۔
پس اغیار کا وجود اس نشاۃ میں اس طرح علت ہوگئی اس حکم کی کہ ایں زماں جز نفی ضد اعلام نیست اور آخرت میں گو یہ اغیار ہوں گے مگر موثر اس لئے نہ ہوں گے کہ وہاں اولاً ارتفاع حجب رویت کا ہوگا جو کہ ان اغیار اور ان کی طرف متوجہ ہونے کے متغائر ہیں اور ان کے ارتفاع کے بعد پھر حجب توجہ کے مستقلاً مرتفع کرنے کی ضرورت نہ ہوگی جس کا اہتمام یہاں عبد کو کرنا پڑتا ہے بلکہ ظہور جمال بے حجاب خود مستلزم ہو جاوے گا ان حجب کے ارتفاع کو اس لئے وہاں یہ علت جاری نہ ہوگی۔ دے بیدام نیست غرض توجہ الی الغیر حجاب ہے تو اگر) وہ (محجوب) تجھ کو بلا حجاب (معلوم ہونا) چاہئے اے عاقل (جس کو علم ذوقی کہا جاتا ہے) تو موت (یعنی فنا و نفی) کو اختیار کر اور اس حجاب کو پھاڑ ڈال (یعنی حجاب کو کہ توجہ الی الغیر ہے مرتفع کر دے اور یہی ہے فناء و نفی پس بردران حجاب عطف تفسیری ہے مرگ را بگزین پر جب یہ حجاب نہ رہا تو محبوب بے حجاب معلوم ہو گیا یہ تو اشتراط فنا کا مضمون تھا آگے تفسیر ہے فنا کی یعنی فنا سے مراد) نہ ایسی موت (ہے) کہ تو (اس کے سبب) قبر میں چلا جاوے (یعنی فنا سے موت متعارف مراد نہیں بلکہ مراد اس سے) موت تبدیل کہ تو (اس کے سبب) جشن میں چلا جاوے (مراد دولت معرفت و

www.besturdubooks.wordpress.com

نسبت مع اللہ جو فنا پر مرتب ہے اور جس کے سامنے تمام حلاوتیں اور فرحتیں ہیچ ہیں اور بعض نسخوں میں درنوری شوی ہے سو معرفت حق سے زیادہ کون نور ہوگا کہ مبداء انکشاف ہوگیا ایسے معلوم عظیم الشان یعنی حق تعالیٰ کے لئے مطلب یہ کہ فنا لغوی مراد نہیں بلکہ فناء اصطلاحی جس کو تبدیل سے تعبیر کیا ہے بوجہ اس کے کہ اس فناء اصطلاحی میں اخلاق ذمیمہ مبدل باخلاق حمیدہ ہوجاتے ہیں اور علم بخلق مبدل بعلم بحق ہوجاتا ہے آگے تبدیل اخلاق کی بعض مثالیں ہیں مثلاً) کوئی شخص بالغ ہوگیا (تو) وہ طفولیت مرگئی (پس جو معنی مرنے کے یہاں ہیں یعنی باوجود بقا محل کے صفت بدل گئی وہی تبدیل محل بحث میں ہیں اسی طرح مثلاً) رومیت (کسی چیز میں ہوگئی اور) رنگ حبشی زائل کردیا (یعنی کسی چیز پر سے سیاہ رنگ اتار کر سرخ چڑھادیں اور اس وقت کہیں کہ یہ رنگ رومی ہوگیا تو اس میں بھی تبدیل صفت کی ہے اور ذات مصبوغ کی فنا نہیں ہوئی اسی طرح مثلاً معدن میں) خاک سونا ہوگیا (اور) ہیاۃ خاکی نہ رہی (فلسفہ طبعیہ میں ثابت ہے کہ معدن میں چاندی سونا وغیرہ سب تراب سے بنتا ہے یہاں بھی ذات خاک کی باقی ہے صفت بدل گئی اسی طرح مثلاً) غم فرح ہوگیا (اور) خار غمنا کی نہ رہا (یہاں بھی مغموم کی ذات باقی ہے صفت بدل گئی اور بعض جملوں میں گو لفظ امر دو غیرہ کا مسند الیہ ایسا امر ہے جو خود زائل ہوگیا جیسے طفلی یا صبغت زنگی اور اس سے شبہ عدم تطابق مثال و ممثل لہ کا متوہم ہوتا ہے لیکن معنی مقصود اسناد کرنا موت کا ذات محل امر مذکور کی طرف ہے مطلب یہ ہے کہ ان سب امثلہ میں خاص اعتبارات سے خود اس طفل کو اور اس مصبوغ کو اور تراب کو اور اس مغموم کو فانی کہنا صحیح ہے پس جو معنی ان کی فنا کے ہیں یعنی تبدیل صفات وہی معانی سالک کے فانی ہونے کے ہیں جس کو ہم بیان کررہے ہیں آگے اس تفسیر کی تائید نقل سے اور ترغیب بھی ہے فنا کی)

مصطفیٰ زیں گفت کاے اسرار جو	مردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو
مصطفیٰ نے اس سے فرمایا اے طالب اسرار	اگر تو مردہ کو زندہ دیکھنا چاہے
می رود چوں زندگاں برخاکداں	مردہ و جانش شدہ بر آسماں
کہ زندوں کی طرح زمین پر چل رہا ہے	مگر مردہ ہے اور جان اس کی آسمان پر گئی ہوئی ہے
جانش را ایندم بہ بالا مسکنے ست	گر بمیرد روح او را نقل نیست
اور اس کی روح کا اس وقت عالم بالا میں مسکن ہے	اگر وہ مرے گا تو اس کی روح کے لئے انتقال نہ ہوگا
زانکہ پیش از مرگ او کردست نقل	ایں بمردن فہم آید نے بعقل
کیونکہ وہ موت سے پہلے انتقال کرچکا ہے	یہ مرنے سے سمجھ میں آتا ہے نہ کہ عقل سے
نقل باشد نے چو نقل جان عام	ہمچو نقلے از مقام تا مقام
ایک انتقال ہوتا ہے نہ مثل انتقال روح عوام کے	بلکہ مثل انتقال کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک
ہر کہ خواہد کو بہ بیند بر زمیں	مردۂ را می رود ظاہر چنیں
جو شخص چاہے کہ دیکھے زمین پر	ایک مردہ کو کہ وہ ظاہر میں اس طرح چل پھر رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مر ابوبکرؓ تقی را گو بہ بیں	شد ز صدیقی امیر المحشریں
تو کہہ دے کہ ابوبکرؓ تقی کو دیکھ لے	کہ جو صدیقی سے امیر الصادقین ہو گئے ہیں
اندریں نشاۃ نگر صدیق را	تا بحشر افزوں کنی تصدیق را
تو اس عالم میں صدیقؓ کو دیکھ لے	تاکہ تو حشر کی تصدیق زیادہ کرنے لگے
پس محمدؐ صد قیامت بود نقد	زانکہ حل شد در فنائش حل وعقد
پس محمد صلے اللہ علیہ وسلم سو قیامت حاضرہ تھے	کیونکہ آپ کے آستانہ میں حل و عقد حل ہو گیا
زادۂ ثانی ست احمدؐ در جہاں	صد قیامت بود او اندر عیاں
احمد صلے اللہ علیہ وسلم مولود ثانی ہیں عالم میں	آپ سو قیامت تھے عیاناً
زو قیامت را ہمی پرسیدہ اند	کاے قیامت تا قیامت راہ چند
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ قیامت کی نسبت پوچھا کرتے	کہ اے قیامت قیامت تک کس قدر مسافت ہے
با زبان حال می گفتے بسے	کہ ز محشر حشر را پرسد کسے
تو آپ بزبان حال اکثر فرماتے تھے	کہ کوئی محشر سے حشر کو پوچھا کرتا ہے
بہر ایں گفت آں رسولؐ خوش پیام	رمز موتوا قبل موتوا یا کرام
اسی واسطے ان رسول خوش پیام نے فرمائی ہے (یہ)	رمز کے مرنے کے قبل مر جاؤ اے کریم النفس لوگو
ہمچنانکہ مردہ ام من قبل موت	زاں طرف آوردہ ام ایں صیت وصوت
جس طرح میں قبل موت کے مر چکا ہوں	اس طرف سے میں یہ ذکر خیر اور کلام لایا ہوں
پس قیامت شو قیامت را ببیں	دیدن ہر چیز را شرط ست ایں
پس قیامت ہو جا قیامت کو دیکھ لے	ہر چیز کے مشاہدہ کے لئے یہی شرط ہے
تا نگردی او ندانیش تمام	خواہ آں انوار باشد یا ظلام
جب تک تو وہ چیز نہ ہو جاوے گا اس کو پورے سے نجانے گا	خواہ وہ چیز انوار ہوں یا ظلمتیں
تا نگردی او ندانی ایں تمام	خواہ او آزاد باشد یا غلام
جب تک تو وہ چیز نہ ہو جاوے گا اس کو پورے طور سے نہ جانے گا	خواہ وہ چیز آزاد ہو یا غلام
عقل گردی عقل را دانی کمال	عشق گردی عشق را بینی جمال
تم عقل ہو جاؤ تو عقل کو کامل طور سے جانو گے	تم عشق ہو جاؤ تو عشق کا جمال دیکھ لو گے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتمے برہان ایں دعوی مبیں	گر بدے ادراک اندر خورد ایں
میں اس دعویٰ کی برہان واضح کہہ دیتا	اگر ادراک اس کے قابل ہوتا
ہست انجیر ایں طرف بسیار خوار	گر رسد مرغے قنق انجیر خوار
اس طرف انجیر بہت ارزاں ہیں	اگر کوئی مرغ مہمان انجیر خوار پہنچے

(ان اشعار میں اثبات ہے اس فنا کا نقل سے اور ترغیب ہے فنا کی یعنی) مصطفےٰ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے اسی (اعتبار) سے فرمایا ہے کہ اے طالب اسرار (اگر) تو مردہ کو زندہ (پھرتا ہوا) دیکھنا چاہئے کہ زندوں کی طرح زمین پر چل رہا ہے (مگر) مردہ ہے اور جان اس کی آسمان پر گئی ہوئی ہے (اور) اس کی روح کا اس وقت عالم بالا میں مسکن ہے (حتیٰ کہ) اگر وہ (بموت طبعی) مریگا تو اس کی روح کے لئے روح عوام کی طرح) انتقال نہ ہوگا) کیونکہ وہ (شخص مردہ) موت (طبعی) سے پہلے انتقال کر چکا ہے (اور) یہ (انتقال اسی طرح کے) مرنے سے (پورا) سمجھ میں آتا ہے نہ کہ (محض) عقل سے (جیسا کہ جمیع ذوقیات کا حال ہے کہ ان کا انکشاف تام خود ذوق سے معلوم ہوا کرتا ہے اور ہم نے جو کہا ہے کہ وہ موت طبعی سے پہلے انتقال کر چکا ہے تو وہ ایک) انتقال ہوتا ہے نہ مثل انتقال روح عوام کے (بلکہ) مثل انتقال کے ایک مقام سے دوسرے مقام تک (یعنی یہ انتقال بمعنی موت طبعی نہیں جو عوام کے لئے بھی عام ہے بلکہ اس کے دوسرے معنی ہیں جس کو فناء کہتے ہیں جو قبل موت بھی ہو سکتا ہے جیسے انتقال من مقام الی مقام قبل موت ہو سکتا ہے پس چونکہ اس کے لئے یہ فنا حاصل ہے اس لئے اس کی موت طبعی بھی مثل عوام کے نہ ہوگی کیونکہ عوام تو بوجہ حرمان عن الفناء کے بعد موت طبعی کے کمال قرب سے محروم ہیں اور یہ اہل فناء بعد طبعی کے کمال قرب سے مشرف ہیں اور کمال قرب سے حرماں یہ گویا موت ہے اور کمال قرب سے تشرف یہ گویا حیوٰۃ ہے پس یہ کہنا صحیح ہوا کہ یہ خواص موت سے مرتے نہیں اسی کو مولاناؒ نے اوپر کہا ہے گر بمیر در وح اور انقل نیست پس یہ دو شعر زانکہ الخ اور نقل باشد اس دعویٰ کی کہ گر بمیر دالخ دلیل ہوگئی اور اسی کو دوسرے محقق نے اس طرح کہا ہے

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام

اور یہی معنی ہیں اس قول مشہور کے الا ان اولیاء اللہ لایموتون بل ینقلون من دار الیٰ دار مطلب یہ ہے کہ ان کی حالت مشابہ ہوتی ہے منتقل من دار الی دار کے ساتھ اور وجہ مشابہت ابھی مذکور ہوئی کہ کمال قرب کے سبب مثل احیاء کے ہیں باقی یہ مطلب نہیں کہ ان کی موت طبعی کی ماہیت مغائر ہے موت عوام کی ماہیت سے جیسا ظاہر کلام گر بمیر دالخ سے اس کا شبہ ہوتا ہے اور یہ سب درمیان میں جملہ معترضہ ہے درمیان شرط اور جزا کے شرط یہ تھی مردہ را خواہی کہ بینی زندہ تو اور جزا آگے ہے مر ابوبکر تقی را الخ اور چونکہ شرط دور ہوگئی تھی اس لئے اس کا پھر اعادہ کرتے ہیں کہ) جو شخص چاہے کہ دیکھے زمین پر ایک مردہ کو کہ وہ ظاہر میں اس طرح (یعنی مثل دوسرے زندہ لوگوں کے) چل پھر رہا ہے تو (اس شخص سے) کہہ دے کہ ابوبکر تقی کو دیکھ لے (تقی کی صفت میں اشارہ ہے آیہ و سیجنبہا الاتقیٰ کی طرف جو کہ شان صدیق اکبر میں نازل ہوئی ہے اور وہ ایسے ہیں) کہ جو صدیقی سے امیر الصادقین ہو گئے ہیں تو اس عالم میں (ان) صدیق کو دیکھ لے تا کہ (ان کی حالت دیکھ کر) تو حشر کی تصدیق زیادہ کرنے لگے (کیونکہ حشر کا حاصل بقاء بعد الفناء صورۃً ہے اور ان کو یہ حالت معنی

www.besturdubooks.wordpress.com

13

حاصل ہے تو ان کی حالت مقرب حکم حشر الی الذہن ہے اور تصدیق پہلے سے نصوص سے کر چکے ہو اس تقریب سے اس میں افزونی ہو جاوے گی جیسا نمونہ و نظیر میں خاصہ ہے ان اشعار میں اشارہ ہے اس قول مشہور کی طرف جو کہ حدیث کے عنوان سے مشہور ہے من اراد ان ینظر الیٰ میت یمشی علی وجہ الارض فلینظر الیٰ ابن ابی قحافۃ اور تائید اس سے ظاہر ہے کہ آپ نے جوان کو میت کہا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی حالت ایسی ہے کہ اس سے موت کا حکم حیوۃ ہی میں صحیح ہے اس حالت کو ہم فنا کہتے ہیں اور چونکہ موقع مدح میں فرمایا گیا ہے اس سے ترغیب بھی اس حالت کی تحصیل کی مفہوم ہوئی اور اس حدیث کی تو مجھ کو تحقیق نہیں ہے لیکن نفس مضمون دوسری صحیح حدیثوں میں مصرح ہے چنانچہ حضرت طلحہؓ کی شان میں شہید یمشی علی الارض اور زلزلہ جبل کے وقت آپ کا ارشاد وما علیک الانبی وصدیق و شہیدان کہ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ کو حیات میں شہید فرمانا وارد ہے شراح حدیث اس اطلاق کو مآل پر محمول کرتے ہیں اور اہل اسرار حال پر محمول کر کے اس سے اصل فناء کی نکالتے ہیں ولکل وجھۃ ھو مولیھا باقی نفس مسئلہ اس دلیل کا محتاج نہیں کیونکہ حاصل حقیقت فنا کا تبتل ہے جس کا امر قرآن شریف میں منصوص ہے فتبتل الیہ تبتیلا واللہ اعلم۔ آگے بطور دلیل کے ان کے فناء و بقاء صدیقی سے فناء و بقاء محمدی پر استدلال کرتے ہیں کہ) پس فناء و بقاء صدیقی سے معلوم ہوا کہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کہ جن کے اثر سے حضرت صدیقؓ کو مرتبہ فناء حاصل ہوا) سو قیامت حاضرہ تھی (کیونکہ قیامت میں بھی یہ اثر ہوگا کہ اس کے نفخہ اولیٰ میں سب فنا ہو جاویں گے بجز نفخہ ثانیہ میں سب زندہ ہو جاویں گے اور گو نفخہ اولیٰ سے پہلے بھی سب جاندار اپنے اپنے وقت میں مر چکے ہوں گے لیکن نفخہ اولیٰ سے ان اموات کی ارواح پر بھی زیادت صعقہ طاری ہوگا جو پہلے فنا سے اتم ہے تو گویا فناء اتم نفخہ اولیٰ ہی سے ہوا غرض اس اثر افناء و ابقاء میں آپ بھی مشابہ قیامت کے ہوئے) کیونکہ آپ کے آستانہ میں (یہ) حل و عقد حل ہو گیا (حل کے معنی لغوی ہیں کھلنا اور ترکیب کا منفک ہونا اس سے مراد فناء ہے اور عقد کے معنی ہیں بندھنا اور ترکیب کا مجتمع ہونا اس سے مراد بقاء ہے پس حل و عقد سے مراد فنا و بقاء ہوا اور چونکہ یہ فناء و بقاء ایک امر صعب الحصول ہے جیسا ظاہر ہے اس لئے اس کے حصول کو حل شد سے تعبیر کیا گیا اور مصرعہ ثانیہ میں جو فناپیش ہے وہ بکسر فاء بمعنی حوالی و نواحی و گرداگرد و پیش خانہ ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ آپ کے آستانہ مبارک میں یہ مقام صعب الحصول فناء و بقاء کا حاصل ہوتا تھا پس اس اثر کے اعتبار سے یہ حکم صحیح ہوا صد قیامت بود اور صد قیامت کہنا شاید اس لئے ہو کہ قیامت کا اثر تو محض افناء و ابقاء ظاہر ہے اور آپ کا اثر فناء و ابقاء باطن ہے اور یہ اعظم ہے اول سے پس آپ موثر اعظم ہوئے اس لئے گویا صد قیامت آپ میں مجتمع ہوئیں یہاں تک تو آپ کا اس فناء و بقاء کے لئے واسطہ فی الاثبات ہونا ثابت ہوا تھا آگے واسطہ فی الثبوت ہونا بتلاتے ہیں کہ) آپ مولود ثانی (یعنی متصف بولادت ثانیہ) ہیں عالم میں (ولادت اولیٰ خروج ہے رحم مادر سے اور ولادت ثانیہ اصطلاح میں خروج ہے طبیعت اور اس کے احکام سے اور اس خروج من الاحکام الطبیعۃ من الشہوۃ والغضب وغیرھما الیٰ اضدادھا کا حاصل وہی فناء و بقاء ہے تو مطلب یہ ہوا کہ آپ خود بھی موصوف بفناء و بقاء تھے اور در جہاں میں اشارہ اس طرف ہے کہ آپ عالم میں تشریف لاتے ہی ایسے تھے یعنی بوجہ عصمت کے آپ فطرۃً ہی ایسے تھے نہ یہ کہ آپ کو مجاہدات سے یہ بات حاصل ہوئی ہو غرض آپ میں بھی یہ صفت تھی اور دوسروں کو بھی اس کا فیض پہنچاتے تھے سو) آپ سو قیامت تھے عیاناً (جس میں کچھ خفاء نہیں آگے اس فناء و بقاء کا ذوقی ہونا مع الترغیب بتلاتے ہیں تو گویا یہ عود ہے اس مصرعہ کی طرف جو یہاں سے چھ سات شعر اوپر ہے ایں بمردن فہم آید نے بعقل جس کی شرح اوپر

www.besturdubooks.wordpress.com

گزر چکی ہے اور جس طرح اس فناء کا اثبات مع الترغیب اور نقل سے کیا تھا اس ذوقی ہونے کو بھی مع الترغیب ایک نقل سے ثابت کرتے ہیں اور مجھ کو مثل نقل سابق کے اس نقل لاحق کی بھی سنداً تحقیق نہیں اور جس طرح مضمون سابق میں استدلال ایک ادعاء پر موقوف ہے۔ یعنی یہ ادعاء کہ آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو میت باعتبار حال کے فرمایا اسی طرح اس مضمون ثانی میں بھی استدلال ایک ادعاء پر موقوف ہے یعنی یہ کہ آپ کا موتو اقبل ان تموتوا فرمایا اسی طرح اس مضمون ثانی اور اس کے متعلق ادعاء بمقابلہ نقل اول اور اس کے متعلق ادعاء کے اقرب و اسہل کما سیأتی فی الافائدۃ اور جس طرح مضمون اول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک صفت کے اعتبار سے لقب قیامت کا ثابت کیا ہے اس مضمون میں بھی اسی لقب کی رعایت کی ہے یعنی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگ قیامت کی نسبت پوچھا کرتے کہ اے قیامت (اس خطاب میں ہے رعایت اس لقب کی یعنی یا حضرت) قیامت (بالمعنی الشرعی) تک کس قدر مسافت (اور فصل) ہے (یعنی قیامت کب آوے گی) تو آپ بزبان حال اکثر فرماتے کہ کوئی محشر سے حشر کو پوچھا کرتا ہے (یعنی میں نے تو خود قیامت بن کر یہ بات بتلا دی ہے کہ جس کو قیامت کی تحقیق کرنا ہو وہ بھی میری طرح قیامت بن جاوے کہ اس کو حقیقت قیامت کی معلوم ہو جاوے کیونکہ زبانی بتلانے سے حقیقت منکشف نہیں ہوتی اس لئے کوئی پوچھنے کا قصد نہ کرے پھر باوجود اس کے کیوں پوچھتے ہو یہاں تک دو جزو ہوئے ہیں ایک یہ کہ آپ سے قیامت کی نسبت پوچھا گیا یہ تو صحاح میں مذکور ہے دوسرا یہ کہ آپ نے بزبان حال یہ جواب دیا چونکہ اسکے منقول ہونے کا دعویٰ ہی نہیں کیا گیا اس لئے اس کے اثبات بالنقل کی حاجت نہیں بلکہ صرف اس کا ثابت ہونا کافی ہے کہ آپ کی حالت ایسی تھی کہ آپ کو قیامت تک تشبیہ دے سکیں سو اس کو عنقریب شعر پس محمدؐ صد قیامت بود نقد کی شرح میں ثابت کر چکا ہوں اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ محض آپ کی حالت ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ آپ کو یہ دلالت مقصود بھی تھی خاص کر جب کہ آپ نے اس سوال کے جواب میں سکوت بھی نہیں فرمایا بلکہ مختلف جواب احادیث میں منقول ہیں جن سب میں یہ امر مشترک ہے کہ آپ نے تعیین قیامت کی نہیں فرمائی۔ پس جبکہ آپ کا قالی جواب میں موجود ہے تو حال کو جواب پر محمول کرنے کی کیا ضرورت ہے جواب یہ ہے کہ آپ کا تعیین نہ فرمانا یہ بھی باعتبار تعیین کے سکوت ہی ہے جو محتمل ہے وجوہ مختلفہ کو مگر اس کے ساتھ دوسرا قرینہ مقالیہ منضم ہونے سے اس دلالت میں بعد نہیں رہتا اور وہ قرینہ مقالیہ وہ ہے جس کو شعر آئندہ میں فرماتے ہیں اور وہی اصل مدار اثبات ہے اور اسی کے اثبات بالنقل کی حاجت بھی ہے جس کی نسبت شعر زو قیامت را الخ کی تمہید میں بندہ نے کہا ہے کہ اس نقل لاحق کی بھی تحقیق نہیں اور وہ شعر یہ ہے کہ) اسی واسطے (یعنی اس غرض سے کہ جو جواب لسان حال سے دیا گیا ہے مفہوم ہو جاوے) ان رسول خوش پیام نے یہ رمز فرمایا ہے کہ مرنے کے قبل مر جاؤ اے کریم النفس لوگو (اس نداء میں اشارۃ ہو سکتا ہے کہ کرم نفس اسی کو مقتضی ہے کہ ایسا کرو یہ ترجمہ ہے اس عبارت مشہورہ بنام حدیث کا موتو اقبل ان تموتوا (جس کی تحقیق عنقریب فائدہ میں حسب وعدۂ سابقہ آتی ہے اور یہی ہے وہ قرینہ مقالیہ جس کے انضمام سے آپ کا سکوت عن التعیین اس جواب حالی پر محمول ہو سکتا ہے جس کی تقریر بضمن شرح مصرعہ کہ ز محشر حشر را پرسد کسے احقر تو کر چکا ہے اور آئندہ مولانا کے کلام میں وہ تقریر مصرح ہے یعنی وہ جواب حالی یہ تھا کہ) جس طرح میں قبل موت (طبعی) کے (بموت اختیاری) مر چکا ہوں (اور اسی کے ترغیب کے لئے) اس طرف سے میں یہ ذکر خیر اور کلام (مفید یعنی موتو اقبل ان تموتوا) لایا ہوں (تو میری ہی طرح اے مخاطب سائل عن القیامۃ) تو (بھی) قیامت ہو جا (یعنی اسی فناء کو اختیار کر لے اور) قیامت کو دیکھ لے (کہ اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

فناء وبقاء کا کامل نمونہ کہ اس کا معرف بن سکے اپنے اندر مشاہدہ کرے گا اور نمونہ ہونے کی تقریر اوپر پس محمدؐ الخ کی شرح میں گزری ہے اور یہ قرینہ اس طرح ہوا کہ یہ تو اوپر گزر چکا ہے کہ آپ نے سائل کو جو جواب دیا ہے جو کہ حدیثوں میں وارد ہے وہ چونکہ ظاہراً مقتضائے مقام کا نہیں ہے کیونکہ اس میں تعیین قیامت کی نہیں اس لئے گویا مثل عدم جواب یعنی سکوت عن التعیین کے ہو اب رہا یہ کہ سکوت کو کا ہے پر محمول کیا جاوے تو اس حدیث موا توا قبل ان تموتوا میں آپ نے موت قبل الموت کا امر فرمایا ہے اور دوسری حدیث میں ہے من مات فقد قامت قیامۃ (اور حدیث ثانی میں بھی موت کو عام لیا جاوے تو حاصل مجموعہ کا یہ ہوا کہ کونوا قبل الموت کا نما قد قامت قیامتکم بان فنیتم ثم بقیتم و عبر عنہ مجازاً بقولہ پس قیامت شوالخ اور یہ جملہ کونوا صالح ہے جواب عن سائل القیامۃ بننے کا پس اس سکوت کو اس جواب کی طرف اشارہ کرنے پر محمول کیا جاوے کہ مطابق بھی ہے سوال کے پس اس طرح یہ قرینہ مقالیہ دال ہو گیا کہ سکوت کے بھی یہی معنی تھے۔ پس وہ شبہ مذکورہ کہ محض آپ کی حالت ہونے سے الخ بالکلیہ مندفع ہو گیا۔ وللہ الحمد اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پس محمدؐ صد قیامت بود میں تو قیامت شدن کے اور معنی کہے تھے اور قیامت شو میں اس کے اور معنی کہے ہیں جواب یہ ہے کہ دونوں میں تلازم ہے اس لئے صرف اس کو اختلاف عنوان سے زیادہ نہ کہا جاوے گا وجہ تلازم ظاہر ہے کہ قیامت شدن بالمعنی الاول موقوف ہے قیامت شدن بالمعنی الثانی پر اور وجود موقوف مستلزم ہوتا ہے وجود موقوف علیہ کو اسی طرح جب قیامت شدن بالمعنی الثانی پر پایا جاوے گا تو ضرور قصداً یا بلا قصد دوسرے پر بھی یہی اثر پڑے گا بشرطیکہ صلاحیۃ المحل تو قیامت شدن بالمعنی الاول بھی لزوماً متحقق ہوا محل صالح میں۔ پس تلازم ثابت ہوا آگے مصرعہ ہذا کے مضمون پس قیامت شوالخ کے معنیٰ کی تعمیم کرتے ہیں کہ یہ بات کہ قیامت ہو جاتا کہ قیامت کی معرفت ہو جاوے کچھ قیامت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ) ہر چیز کے مشاہدہ (معرفت تحقیقیہ) کے لئے یہی شرط ہے (کہ وہ چیز ہو جا اور جیسے قیامت شو میں تجوز تھا اسی طرح بیان بھی کہ آن چیز شو تجوز ہے یعنی اس چیز کے آثار سے موصوف ہو جاؤ تا کہ بجائے علم استدلالی کے علم ذوقی اس چیز کا ہو جاوے اسی کو دیدن بمعنی مشاہدہ کہا گیا ہے پس قیامت بھی ایک چیز ہے اسی طرح اس کے مشاہدہ کے لئے اس کے آثار کو اپنے اندر پیدا کر لو من الفناء والبقاء تو اس کا مشاہدہ و علم ذوقی میسر ہو جاوے کہ اسی کی مشابہ قیامت میں بھی فناء و بقاء ہو گا باقی علم استدلالی اس مشاہدہ پر موقوف نہیں اور یہی علم استدلالی حاصل قبل المشاہدہ ہے جس کا ذکر اس سوال و جواب میں ہے۔ قال اللہ تعالیٰ الابراھیم علیہ السلام اولم تؤمن قال بلیٰ اور یہی علم ذوقی حاصل بعد المشاہدہ ہے جو رویت احیاء موتیٰ کی غایت میں ابراہیم علیہ السلام نے جواب میں عرض کیا ہے۔ ولکن لیطمئن قلبی آگے اس قاعدہ عامہ کے مواد تحقیق ہیں یعنی) جب تک تو خود وہ چیز نہ ہو جاوے گا اس کو پورے طور پر سے نہ جانے گا خواہ وہ چیز انوار ہوں یا ظلمتیں (اسی طرح) جب تک تو وہ چیز نہ ہو جاوے گا اس کو پورے طور سے نہ جانے گا خواہ وہ چیز آزاد ہو یا غلام (ایک مثال اعراض کی ہے دوسری اعیان کی اور اعیان میں تو آن چیز شدن حقیقت پر بھی محمول ہو سکتا ہے کیونکہ آزاد و غلام ہونا حقیقۃً ممکن ہے اور اعراض میں آں چیز شدن میں تجوز ہے یعنی با آثار او موصوف شدن مثلاً اگر نور کی حقیقت معلوم کرنا چاہے تو آثار نور کے خود اس شخص پر طاری ہوں تب اس کی معرفت محققانہ ہو گی ورنہ جو شخص ہمیشہ عالم ظلمات میں رہتا ہو وہ اس طرح کہ معرفت نور کی حاصل نہیں کر سکتا علیٰ ہذا ظلمت کی ایسی معرفت بھی اس کے آثار سے موصوف ہونے پر موقوف ہے اور اگر غلام کی حقیقت معلوم کرنا چاہے تو خود کسی کا غلام بنے حقیقۃً یا حکماً کہ غلام کی طرح تابع بنے تو معلوم ہو کہ غلام پر کیا کیا گزرتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور غلامی کیا چیز ہوتی ہے اور یہ تعمیم حقیقۃً وحکماً کی مفرد یعنی لفظ غلام میں ہے اس سے حمل میں تجوز لازم نہیں آتا وہ حمل حقیقی ہی رہے گا علیٰ ہذا حر اور خود مختار کی ایسی معرفت بھی خود حر اور خود مختار بننے پر موقوف ہے کما ھو ظاھر اور یہ سب مثالیں مدرکات بحواس ظاہرہ کی ہیں آگے مدرکات باطنیہ کے بعض جزئیات ہیں کہ) تم (اگر) عقل (کے آثار سے موصوف) ہو جاؤ (یعنی صاحب عقل ہو جاؤ) تو عقل کو کامل طور سے جانو گے (جیسا ظاہر ہے کہ جس کو خود عقل نہ ہو وہ عقل کی حقیقت نہ جانے گا اور اگر) تم عشق (کے آثار سے موصوف) ہو جاؤ تو عشق کا جمال (یعنی اس کی حقیقت جمیلہ حسنہ) دیکھ لوگے (چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے کہ جو شخص عشق سے عاری ہو وہ وجداناً اس کا ادراک نہ کر سکے گا اور ہر چند کہ یہ دعویٰ مذکورہ کہ معرفت وجدانیہ موقوف ہے مشاہدہ پر بالکل بدیہی ہے محتاج دلیل نہیں لیکن بعض اوقات بدیہیات میں بھی) امارات کا استعمال کرنے سے ان میں اور زیادہ ظہور ہو جاتا ہے تو اس طور سے یہاں بھی احتمال تھا کہ کسی کو ایسی دلیل بمعنی امارت کا انتظار ہو اس کے بارہ میں مولانا عذر فرماتے ہیں کہ) میں اس دعویٰ (مذکورہ) کی برہان (یعنی امارت) واضح (بھی) کہہ دیتا اگر (عامہ سامعین کا) ادراک اس (برہان کے سمجھنے) کے قابل ہوتا (مگر چونکہ قابل نہیں اس لئے میں بھی بیان نہیں کرتا جس کا سبب متکلم کا بخل یا نقص علم نہیں بلکہ عدم قابلیت سامع پس اس کی ایسی مثال ہے کہ مثلاً) اس طرف انجیر بہت ارزاں ہیں (خوار بمعنی ارزاں نہ کہ بے قدر) اگر کوئی مرغ مہمان انجیر خوار پہنچے (تو اس کے لئے حاضر ہے ورنہ نا قابل کو نہیں دیا جاتا قنق بمعنی مہمان مولاناؒ نے تو اس برہان سے بالکل سکوت فرمایا ہے لیکن احقر فائدہ میں اس کے متعلق کچھ عرض کرے گا)

فائدہ مشتملہ بر دو مضمون موعود شرح اشعار بالا

مضمون اول متعلق بجملۂ موتوا قبل ان تموتوا۔ تصوف کی کتب میں اس کی نسبت حدیث ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے لیکن یہ الفاظ کسی حدیث کی کتاب میں نظر سے نہیں گزرے البتہ مضمون اس کا دوسری حدیثوں سے ثابت ہے مثلاً ایک حدیث میں ہے عدنفسک من اھل القبور کہ دونوں کا حاصل ایک ہی ہے پس جملہ مشہورہ کو باعتبار روایت بالمعنی کے حدیث کہنا صحیح ہے اور عجب نہیں کہ اسی توجیہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے شعر میں اس جملہ سے پہلے لفظ رمز بڑھا دیا گیا ہو باقی اس کے متعلق ایک ادعاء بھی تھا جس کا ذکر احقر نے شعر زو قیامت را ہمی پرسیدہ اندالخ کی تمہید میں کیا ہے اور اس کی توجیہ کا اسی فائدہ میں بیان کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے مگر اتفاق سے اس کی تقریر شعر بہرایں گفت الخ کی شرح میں ایک ضرورت سے آئی اور اب یہاں اس کے اعادہ کی حاجت نہ رہی اسی تقریر کے دیکھنے سے اس کی اصلیت بھی معلوم ہو جاوے گی کہ اس میں زیادہ تکلف کا ارتکاب نہیں کرنا پڑا۔

مضمون دوم متعلق بہ تعیین برہان کہ در شعر گفتنے برہان الخ اشارہ بدان رفتہ

جب شعر گفتے الخ مع ضمن اشعار بالا لکھا گیا اس وقت بھی اس برہان سے ذہن خالی تھا پھر بعد نقل اشعار جب ان کی شرح میں غور کیا گیا اصلا کوئی بات ذہن میں نہیں آخر بنام خدا اول سے شعر لکھنا شروع کئے کہ شاید اثناء شرح میں کوئی مضمون عطا ہو جاوے جب قاعدہ دیدن ہر چیز را شرط است الخ کی جزئیات اور مثالوں کی شرح کی نوبت آئی دفعۃً قلب میں اس برہان کی تعیین میں قول من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور اس کے ساتھ تخلقوا باخلاق اللہ قلب میں القا ہوا اور ان دونوں مقدموں سے وہ دلیل مرکب ہوئی اور جس اعتبار سے اس دلیل کی نسبت یہ حکم کیا ہے کہ گر بدے ادراک اندر خورد ایں وہ بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ذہن میں آ گیا اور دفعۃً القاء ہونے سے گمان ہوتا ہے کہ عجب نہیں مولاناؒ کے خیال میں بھی یہی یا اس کے قریب کچھ ہو اور عجب نہیں کہ اس القاء میں مولاناؒ کا فیض واسطہ ہو وللہ الحمد علیٰ ذلک کله چنانچہ مختصراً اس کی تقریر کرتا ہوں وھو ھذا یہ جو دعویٰ کیا ہے کہ دیدن ہر چیز را شرط ست ایں اور اس کی مثالیں لائے ہیں تا نگر دی او الیٰ قولہ عقل گردی اس پر شبہ یہ ہوتا ہے کہ اس کلیہ سے تو یہ لازم آتا ہے کہ خدا کی معرفت بھی جب ہو جبکہ نعوذ باللہ خدا ہو جاوے اور یہ محال ہے پس معلوم ہوا کہ یہ کلیہ باطل ہے جواب اس کا یہ ہے کہ اس کلیہ کو جس جزئیہ سے باطل کیا جاتا ہے حدیث سے بالخصوص وہی جزئیہ ثابت ہے پس وہ اس کلیہ کی اچھی موید ہوگئی مگر فہم سلیم سے کام لینا شرط ہے اور وہ دو حدیثیں ہیں ایک من عرف نفسه فقد عرف ربه اور دوسری تخلقوا باخلاق الله ایک حدیث میں خبر ہے کہ معرفت نفس سے معرفت رب ہوتی ہے اور ایک حدیث میں حکم ہے کہ اپنے نفس میں اوصاف الٰہیہ پیدا کرنے چاہئیں پس صاف معلوم ہوا کہ معرفت رب کا ذریعہ معرفت نفس ہے جس میں اوصاف الٰہیہ پیدا کئے جاویں تو دیکھو وہ کلیہ بیان بھی رہا کہ جب یہ نفس یعنی یہ شخص موصوف باوصاف حق ہوا تب معرفت تحقیقیہ حق کی اس کو ہوئی تو تا نگر دی او ندانیش تمام بلا غبار ثابت ہو گیا اور ظاہر بھی ہے کہ مثلاً ایک شخص کے قلب میں رحمت ہے تو اس کے آثار کو دیکھ کر ذوقاً حق تعالیٰ کی رحمت کی معرفت اور مشاہدہ ہوتا ہے کہ جب ادنیٰ رحم کی یہ حالت ہے تو اعلیٰ کیا ہوگا اور اس کا لقب معرفت تحقیقیہ تجویز کرنا اچھا معلوم ہوا یہ نسبت معرفت کاملہ کے کیونکہ کامل معرفت حق تعالیٰ کی کس کو ہو سکتی ہے حدیث میں ہے لااحصي ثناءً عليك والحديث اور یہی قید معرفت میں بندہ نے اس مصرعہ کی شرح میں لکھی ہے دیدن ہر چیز را الخ اور ان سطروں کے لکھتے لکھتے ایک اور حدیث ذہن میں آئی ان الله خلق ادم علىٰ صورته اے صفته پس تقریر یہ ہوگی کہ معرفت نفس بھی واسطہ معرفت حق اسی لئے ہوا کہ جب حدیث ان اللہ خلق ادم علیٰ صورتہ انسان کے اندر اوصاف حق ہیں پس چونکہ وہ متصف ہے ان اوصاف سے اس لئے حسب قاعدہ مذکورہ شرط معرفت پائی گئی تو معرفت پائی گئی اور تحقیق من عرف نفسه کی بندہ نے اپنے رسالہ حقیقۃ الطریقۃ میں کی ہے اور اس مضمون کو دلیل شرعی سے ثابت کر دیا ہے اور تخلقوا الخ کے ثبوت معنی کے لئے الرحمٰن يرحمهم الرحمٰن الحديث کافی ہے اور یہ مضامین باوجود صاف ہونے کے اپنے بعض عنوانات کے اعتبار سے چونکہ عوام کے لئے موحش یا متصل ہیں اس لئے ان کی نسبت گر بدی ادراک الخ کہنا بھی صحیح ہو گیا والله اعلم و علمه اتم واحکم وما نحن في جنب علمه الا کالاصم الابکم

درہمہ عالم اگر مرد و زنند	دمبدم در نزع و اندر مردن اند
تمام دنیا میں جتنے مرد و زن ہیں	دمبدم نزع میں اور موت میں ہیں
این سخن شان را وصیتہا شمر	کہ پدر گوید دراں دم با پسر
ان کی ان باتوں کو وصیتیں سمجھا کر	جس کو باپ اس وقت بیٹے سے کہا کرتے ہیں
تا بروید غیرت و رحمت بدیں	تا ببرد بیخ بغض و رشک و کیں
تاکہ اس سے غیرت اور رحمت پیدا ہو	تاکہ بیخ بغض اور حسد اور حقد کی قطع ہو جاوے
تو بداں نیت نگر در اقربا	تاز نزع او بسوزد دل ترا
تو اسی نیت سے دیکھا کر قرابت داروں کو	تاکہ اس کے نزع سے تیرے دل میں سوزش پیدا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

کل آت آت آں را نقد داں	دوست را در نزع او اندر فقد داں
تو کل آت فہو آت کو تو حاضر فی الحال ہی سمجھ	دوست کو نزع میں اور غائب ہونے میں سمجھ
ور غرضہا زیں نظر گردد حجیب	ایں غرضہا را بروں افگن زجیب
اور اگر اغراض اس نظر کرنے سے مانع ہوں	تو تو ان اغراض ہی کو جیب میں سے نکال پھینک
ور نیاری خشک بر عجزے مایست	زانکہ باعاجز گزیدہ معجزیست
اور اگر تو یہ نہ کر سکے تب بھی سوکھا عجز ہی پر مت قائم ہو جا	کیونکہ عاجز ہونے والے کے ساتھ ایک پسندیدہ عاجز کرنے والا بھی ہے
عجز زنجیریست زنجیرت نہاد	چشم در زنجیر نہ باید کشاد
عجز ایک زنجیر ہے اس نے زنجیر تجھ پر رکھ دی ہے	نظر کو زنجیر رکھنے والے میں کھولنا چاہئے
پس تضرع کن کہ اے ہادی زیست	باز بودم پشہ گشتم ایں ز چیست
پس تضرع کر کہ اے ہادی زندگی کے	میں باز تھا پشہ ہو گیا یہ کس سبب سے ہے
سخت تر افشردہ ام در شر قدم	کہ لفی خسرم ز قہرت دمبدم
بہت مضبوط گاڑ رکھا ہے میں نے شر کے اندر قدم	کہ لفی خسر کا مصداق ہوں آپ کے قہر سے دمبدم
از نصیحتہای تو کر بودہ ام	بت شکن دعوی و بت گر بودہ ام
آپ کی نصیحتوں سے میں بہرا ہو گیا ہوں	بت شکن کا دعویٰ اور بت گر ہو گیا ہوں
یاد صنعت فرض تر یا یاد مرگ	مرگ مانند خزاں تو اصل و برگ
صنعتوں کا یاد کرنا زیادہ فرض ہے یا موت کا یاد رکھنا زیادہ فرض ہے	موت مانند خزاں ہے تو پتے کی جڑ ہے
سالہا ایں مرگ طبلک می زند	گوش تو بیگاہ جنبش می کند
مدتوں سے یہ موت تیرے لئے نقارہ بجا رہی ہے	تیرا کان بے وقت جنبش کرے گا
گوید اندر نزع از جاں آہ مرگ	ایں زماں کردت ز خود آگاہ مرگ
روح سے جدا ہونے کے وقت کہے گا ہائے موت	اس وقت تجھ کو موت نے اپنے سے آگاہ کیا
ایں گلوی مرگ از نعرہ گرفت	طبل او بشگافت از ضرب اے شگفت
یہ حلق موت کا چیختے چیختے بیٹھ گیا	اس کا نقارہ بھی بجاتے بجاتے پھٹ گیا
ورد دقائق خویش را در بافتی	رمز مردن ایں زماں دریافتی
تو نے دقائق میں اپنے کو گوندھے رکھا	اس وقت موت کی رمز کو تو نے معلوم کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

درنیاری از یارستن بمعنی طاقت داشتن نہ کہ از آوردن وموید آں نسخہ دیگر ست نتانی اوپر سے فنا وموت قبل الموت کا مضمون چلا آتا ہے چنانچہ اس سرخی کا عنوان ہی یہ ہے در معنی حدیث موتوا الخ اسی کے استحضار واہتمام کا طریقہ بتلاتے ہیں جس کا حاصل مراقبہ موت ہے اپنے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی یعنی اپنے کو اور سب کو بھی مردہ سمجھنا اور اس طریقہ میں جو بعض موانع پیش آتے ہیں کہ وہ اغراض فاسدہ ہیں ان کے رفع کی تدبیر بتلاتے ہیں جس کا حاصل ان اغراض سے انقطاع اور اس کے تعذر کی صورت میں التجاء الی اللہ اور اپنی غفلت و بدحالی پر تنبہ ہے کہ اس سے قطع اغراض مانعہ میں اعانت ہوتی ہے پھر موانع کے ارتفاع سے مراقبہ موت درست ہو جاتا ہے جو کہ طریقہ ہے حصول حالت فناء وموت قبل الموت کا پس اول مراقبہ موت کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ یوں سمجھ کہ) تمام دنیا میں جتنے مرد وزن ہیں (وہ سب) دمبدم نزع میں اور موت میں (گرفتار) ہیں (یعنی یوں خیال کیا کر کہ یہ سب بالفعل مر رہے ہیں اور جب ان کو مردہ سمجھے گا تو) ان کی ان باتوں کو (جو کہ وہ معمولی طور پر کیا کرتے ہیں) وصیتیں سمجھا کر جس کو باپ (مثلاً) اس وقت (یعنی نزع کے وقت) بیٹے سے کہا کرتے ہیں (یعنی وصیت بمعنی مطلق نصیحت نہیں بلکہ بالمعنی المتعارف یعنی مرنے کے وقت کی نصیحت اور یہ سمجھنا ظاہر ہے کیونکہ مردہ کی بات وصیت ہی ہوتی ہے اور باپ بیٹے کی تخصیص محض تمثیلی ہے اور مراد مطلق موصی اور موصی الیہ ہے اور ہم نے جو یہ کہا ہے کہ لوگوں کو مردہ سمجھو جس سے لازم آتا ہے ان کی باتوں کو وصیت سمجھنا تو اس لئے کہا ہے) تا کہ اس (سمجھنے) سے (تیرے قلب میں اپنی حالت پر) غیرت اور (دوسروں کی حالت پر) رحمت پیدا ہو (اور) تا کہ (تیری قلب سے) بیخ بغض اور حسد اور حقد کی قطع ہو جاوے (کیونکہ یہ خاصہ ہے مشاہدہ موت میں اپنی موت کے مشاہدہ سے تو بدرجہ اقویٰ اور دوسروں کی موت کے مشاہدہ سے بھی بدرجہ قوی اور مجموعہ سے جو کہ مقصود مقام ہے کما صرح به في التمهيد اقویٰ سے بھی اقویٰ جب زندوں کو مردہ فرض کرنے میں یہ فائدہ ہے کہ مصلح قلب ہے پس) تو اسی نیت سے (یعنی بہ نیت اصلاح قلب اسی نظر سے کہ گویا یہ مر رہے ہیں) دیکھا کہ قرابت داروں کو تا کہ اس کی نزع سے تیرے دل میں شورش پیدا ہو (وہ نیت یہی ہے تا بسوز دول ترا اور سوزش سے ترحم بھی مراد ہو سکتا ہے جس کو اوپر رحمت کہا ہے اور اس کا ترتب ظاہر ہے اور ندامت وتحرق قلب علی الخطاء بھی مراد ہو سکتا ہے جس کو اوپر غیرت کہا ہے اور مشاہدہ موت غیر پر اکثر یہ ندامت بھی قلب میں پیدا ہو جاتی ہے اور اس مراقبہ میں یہ شبہ نہ کرنا کہ جب موت اقارب واحباب کی بالفعل حاضر نہیں ہے تو ان کو خلاف واقع یہ کس طرح سمجھ لیا جاوے کہ وہ بالفعل مر رہے ہیں کیونکہ گو اس وقت موت نہیں آئی مگر آنے والی تو یقینی ہے اور مقرر ہے کہ کل ات فهو ات یعنی جو چیز آنے والی ہے وہ آخر ایک دن آنے والی ہے تو) تو کل ات فهو ات کو تو حاضر فی الحال ہی سمجھ (اور اس کے مقتضا سے) دوست کو نزع میں اور (دنیا سے) غائب ہونے میں سمجھ (اور اسی طرح اپنے کو بھی غرض اس مراقبہ کی واقعیت میں کوئی شبہ نہ رہا اور بلا شبہ قابل عمل رہا آگے موانع کا اور ان کی رفع کے اہتمام کا ذکر ہے یعنی) اور اگر اغراض (نفسانیہ) اس (طرح پر) نظر کرنے سے مانع ہوں (کیونکہ اس نظر اور مراقبہ کے ساتھ پھر اغراض مغلوب ہو جاویں گی تو جس شخص کو وہ اغراض محبوب ہوں گے یا بزعم اس کے ضروری ہوں گے وہ اس مراقبہ کو اختیار نہ کر سکے گا بلکہ ان اغراض کے سبب تعلقات اس قدر پیچیدہ ہو جاویں گے کہ وہ اس مراقبہ کی فرصت بھی نہ لینے دیں گے جیسا اہل دنیا کی حالت دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے پس فرماتے ہیں کہ اگر یہ اغراض مانع ہوں) تو تو ان اغراض ہی کو جیب میں سے نکال پھینک (جیب گریبان کو کہتے ہیں مراد یہاں ماتحت الجیب یعنی قلب ہے مطلب یہ کہ ان اغراض ہی سے قطع نظر کر لے تو وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تعلقات بھی قطع ہو جاویں گے اور مانع مرتفع ہو جاوے گا) اور اگر تو یہ نہ کر سکے (یعنی اغراض سے قطع کرنے سے عاجز ہو جاوے مطلب یہ نہیں کہ پہلے ہی سے کم ہمتی شروع کردے بلکہ ایسا ہو کہ ہمت کرتا ہے اور ناکامی ہوتی ہے اس طرح سے کہ کوئی غرض از قبیل شہوت یا غضب وحب مال یا جاہ مغلوب کر دیتی ہے) تب بھی سوکھا (یعنی خالی و معطل اس) عجز (اور ضعف ہمت) ہی پر مت قائم ہو جا (کہ تمام عمر اسی میں گزار دے کہ میں تو عاجز ہوں کیا کروں کچھ بنتا نہیں بلکہ اس عجز کے ساتھ بھی ایک عمل کر جو آگے آتا ہے پس تضرع کن الخ کیونکہ عاجز ہونے والے کے ساتھ (بوجہ اس کے کہ اس کا عجز دلیل اس کے امکان وحدوث کی ہے اور ممکن حادث کے لئے ایک محدث واجب وضروری ہے اس لئے اس کے ساتھ) ایک پسندیدہ عاجز کرنے والا بھی ہے (کہ وہ خالق ہے اس عجز کا اور اسباب عجز کا تو) عجز (گویا اس کی پیدا کی ہوئی) ایک زنجیر ہے اس نے (وہ زنجیر تجھ پر رکھ دی ہے (پس اولاً تو علما) نظر زنجیر رکھنے والے میں کھولنا چاہئے (یعنی جاننا چاہئے کہ یہ اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے اور) اس کے بعد (یہ سمجھ کر کہ قدرت متعلق ہوتی ہے ضدین سے جیسا وضع زنجیر اس کی قدرت میں ہے رفع زنجیر بھی اس کی قدرت میں ہے یہ سمجھ کر اس کے سامنے عملاً) تضرع کر (اور یوں عرض کر) کہ اے ہادی زندگی کے (یعنی حیات حقیقی کے راہ بتانے والے) میں (پہلے) باز (کی طرح قوی وباہمت) تھا (مگر اب) پشہ ہو گیا یہ کس سبب سے ہے (مقصود استفہام نہیں بلکہ استعطاف ہے اور معنی کلام کے یہ ہیں کہ اغراض کا غلبہ قبل ان کے رسوخ کے سہل الدفع ہوتا ہے باز بودم یہ ہے پھر بعد رسوخ کے صعب الدفع ہو جاتا ہے پشہ بودم یہ ہے اور استعطاف میں طلب ہے عون کی اور یہی تضرع وہ عمل ہے جس کا امر اوپر کیا ہے بر عجزے مایست میں حاصل یہ کہ ایسے عجز کے مبدل بہ قوت ہونے کی یہ تدبیر ہے کہ حق تعالیٰ سے التجا کرے کہ وہ قوت دے اور مدد فرماوے اور اوپر نیاری کی شرح میں سعی وہمت کا جاری رکھنا آچکا ہے پس ملخص یہ ہوا کہ سعی وہمت سے برابر کام لیتا رہے اور پھر اس کے ساتھ تضرع بھی کرے انشاء اللہ تعالیٰ کامیابی یقینی ہے آگے تتمہ ہے التجا کا جس میں اعتراف اور تنبہ بھی ہے اپنی بدحالی پر یعنی اے اللہ) بہت مضبوط گاڑ رکھا ہے میں نے شر کے اندر (اپنا) قدم (اس طرح سے) کہ لفی خسر (کا مصداق ہو گیا) ہوں آپ کے (اثر) قہر سے دمبدم (اور وہ اثر قہر وہی شیر ومعصیت ہے یعنی اس قدم گڑنے کی نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس معصیت سے لفی خسر کا مصداق ہو گیا ہوں اور شر میں تو ایسا مضبوط ہوں جیسا اوپر کہا گیا اور خیر سے ایسا غیر مربوط ہوں جیسا آگے آتا ہے کہ) آپ کی نصیحتوں سے میں (گویا) بہرا ہو گیا ہوں (اور سب سے بدتر یہ کہ باوجود ملابست شر ومباعدت خیر کے اپنی حالت کو ظاہر اس طرح کیا ہے کہ شر سے مباعدت ہے اور خیر سے ملابست تو گویا) بت شکن (ہونے کا تو) دعویٰ اور (واقع میں) بت گر ہو گیا ہوں یہاں تک تدبیر رفع موانع کی مذکور ہوئی آگے پھر مولانا کا ارشاد ہے جس میں ملامت ہے غفلت عن الموت پر جس سے مقصود تاکید ہے مراقبہ موت کی جو اشعار سابقہ میں مذکور تھا یعنی اے غافل وگرفتار تعلقات فانیہ یہ بتلا کہ آیا) صنعتوں کا یاد کرنا زیادہ فرض ہے (جس میں تو مشغول ہے کہ اس سے دنیا سمیٹے گا) یا موت کا یاد رکھنا زیادہ فرض ہے جس کا تو تارک ہے جواب ظاہر ہے کہ موت ہی کا یاد رکھنا زیادہ فرض ہے کیونکہ) موت (کی مثال تو) مانند خزاں (کے) ہے (اور) تو پتہ کی جڑ ہے (یعنی جو سرا شاخ درخت سے متصل ہوتا ہے یہ تشبیہ بہ نسبت برگ کے ساتھ تشبیہ دینے کے ابلغ ہے کیونکہ خزاں سے خود پتہ میں تو صرف لون اور تازگی ہی میں تغیر آتا ہے لیکن ڈنڈی میں انقطاع اور انکسار کا اثر آتا ہے والثانی اشد من الاول مطلب یہ کہ موت تجھ کو صرف پتہ کی طرح خشک ہی نہ کرے گی یہ اثر تو امراض میں بھی ہے بلکہ تجھ کو شاخ

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم سے منقطع اور دنیا سے جدا کردے گی اور اس وقت سب صنائع وتعلقات بیکار ہو جاویں گے تو موت کا یاد رکھنا صنعت کے یاد کرنے سے زیادہ فرض ہوا پس مصرعہ ثانیہ دلیل ہے جواب مقدر مفہوم المصرعة الاولیٰ کی مگر اس فرض کا تو ایسا تارک ہے کہ خود موت کے یاد دلانے سے بھی تو اس کو یاد نہیں کرتا اور پھر بے وقت یاد کرے گا جبکہ کچھ نفع نہ ہوگا آگے یہی مضمون ہے یعنی) برس ہو گئے۔ یہ موت نقارہ بجا رہی ہے (نقارہ بجانا یہ ہے کہ لوگ مر رہے ہیں مگر) تیرا کان (اس وقت تو استماع کے لئے حرکت نہیں کرتا پھر) بے وقت جنبش کریگا (اور) روح سے جدا ہونے (کی حالت) میں (وہ کان یعنی کان والا) کہے گا ہائے موت (تو نے کیا کیا کہ مجھ کو بھی روح سے) الگ کر دیا اور ظاہر ہے کہ سب اعضا کے ساتھ کان سے بھی روح کا علاقہ منقطع ہو جاتا ہے مولانا کان کو جواب دیتے ہیں کہ ہاں) اس وقت (یعنی موت کے وقت) تجھ کو موت نے اپنے سے (بالمشاہدہ) آگاہ کیا یعنی جب خود موت کی ذات آگئی تب خبر ہوئی کہ موت ایسی ہے باقی پہلے سے بھی اس کی ذات گو غائب تھی مگر اس نے اپنی آواز بلند سے بہت آگاہ کیا مگر آگاہ نہ ہوا اور وہ آواز بھی موت نے اتنی بلند کی کہ یہ حلق موت کا چیختے چیختے بیٹھ گیا (اور) اس کا نقارہ بھی بجاتے بجاتے پھٹ گیا (مگر) تو نے (ہمیشہ) دقائق (وصنائع) میں اپنے کو گوندھے رکھا (اور ایک نہ سنی آخر یہ نوبت آئی کہ خود موت آکھڑی ہوئی تب) اس وقت موت کے (اس) رمز کو (جو کہ دوسروں کے مرنے سے بتلایا جاتا تھا اب کھلی آنکھوں) تو نے معلوم کیا (جبکہ معلوم ہونے سے کوئی نفع نہیں وھذا کما قال اللہ تعالیٰ فیقول لولآ اخرتنیٓ الیٓ اجل قریب الاٰیۃ آگے بے وقت تاسف ونوحہ کے غیر نافع ہونے کی مثال ہے ایک حکایت سے)

فائدہ:۔ اخیر کے اشعار سے تذکر وقت الموت کا غیر نافع ہونا معلوم ہوتا ہے اس مسئلہ کی تحقیق نہایت بسط سے مع ادلہ سرخی ہائے ہوئے کردن پاسبان کے ماقبل ومابعد کے اشعار کی شرح میں ہو چکی ہے ضرور ملاحظہ فرمائی جاوے۔

تشبیہ مغفلے کہ عمر ضائع کند ووقت مرگ دراں تنگا تنگ توبہ واستغفار کردن گیرد بہ تعزیت داشتن شیعہ اہل حلب ماند ہر سالے درایام عاشورا بدروازۂ انطاکیہ ورسیدن غریب شاعر از سفر وپرسیدن کہ ایں غریو ونعرہ چہ تعزیت ست تا فراخور آں مرثیہ گوید

اس غافل کی تشبیہ جو عمر ضائع کر دیتا ہے اور موت کے وقت اس تنگی میں توبہ اور استغفار شروع کرتا ہے اور حلب کے شیعوں کے مشابہ ہے جو ہر سال عاشورا کے ایام میں انطاکیہ کے دروازے میں عزاداری کرتے ہیں اور ایک مسافر شاعر کا سفر سے پہنچنا اور دریافت کرنا کہ یہ شور اور نعرہ کس کی تعزیت میں ہے تاکہ اس کے مناسب مرثیہ پڑھے۔

روز عاشورا ہمہ اہل حلب	باب انطاکیہ اندر تا بشب
عاشورا کے دن تمام اہل حلب	باب انطاکیہ میں رات تک
گرد آید مرد و زن جمع عظیم	ماتم آں خانداں دارد مقیم
جمع ہوتے ہیں مرد اور عورت ایک عظیم مجمع کر کے	اور اس خاندان کا ماتم برپا کرتے ہیں
نالہ و نوحہ کنند اندر بکا	شیعہ عاشورا برائے کربلا
شیعہ لوگ رات تک نوحہ کرتے ہیں گریہ میں	عاشورا کے دن کربلا کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بشمرند آں ظلمہا و امتحاں	کز یزید و شمر دید آں خانداں
شمار کرتے ہیں وہ سب ظلم اور سختیں	جو کہ یزید اور شمر سے اس خاندان نے دیکھی ہیں
از غریو نعرہا در سرگذشت	پر ہمی گردد ہمہ صحراو دشت
شوروغل سے سرگذشت کے متعلق	پر ہوجاتا ہے صحرا اور دشت

رسیدن شاعرے بحلب روز عاشورا و حال معلوم نمودن

یک غریبے شاعرے از رہ رسید	روز عاشورا و آں افغاں شنید
ایک مسافر شاعر راستہ سے عاشوراء کے روز	پہنچا اور وہ شور سنا
شہر را بگذاشت واں سورای کرد	قصد جست و جوئے آں ہیہائے کرد
شہر کو چھوڑا اور اس طرف رائے کی	قصد جس اس ہائے ہائے کا کیا
پرس پرساں می شد اندر افتقاد	چیست ایں غم بر کہ ایں ماتم فتاد
پوچھتا پوچھتا جا رہا تھا اس تحقیق میں	کہ کیا ہے یہ غم کس پر یہ ماتم پڑا ہے
ایں رئیسے زفت باشد کو بمرد	ایں چنیں مجمع نباشد کار خرد
یہ کوئی بڑا رئیس ہو گا جو مر گیا	یہ ایسا مجمع چھوٹی بات نہ ہو گی
نام او القاب او شرحم دہید	کہ غریبم من شما اہل دہید
اس کا نام اور لقب میرے سامنے بیان کرو	کیونکہ میں مسافر ہوں تم بستی کے رہنے والے ہو
چیست نام و پیشہ و اوصاف او	تا بگویم مرثیہ ز الطاف او
اس کا نام اور مشغلہ اور اوصاف کیا ہیں	تا کہ میں اس کے الطاف کا مرثیہ کہوں
مرثیہ سازم کہ مرد شاعرم	تا ازیں جا برگ و لا لنگے برم
میں مرثیہ بناؤں گا کیونکہ میں شاعر ہوں	تا کہ یہاں سے کچھ سامان اور روٹی کا ٹکڑا لے جاؤں
آں یکے گفتش کہ ہے دیوانہ	تو نہ شیعہ عدو خانہ
ایک شخص نے اس سے کہا کہ ہائیں کیا تو دیوانہ ہے	تو شیعی نہیں ہے بلکہ خاندان کا دشمن ہے
روز عاشورا نمی دانی کہ ہست	ماتم جانے کہ از قرنے بہ است
عاشوراء کے دن مجھ کو معلوم نہیں کہ ایک	ایسی روح کا ماتم ہے جو ایک پورے قرن سے افضل ہے
پیش مومن کے بود ایں غصہ خوار	قدر عشق گوش عشق گوشوار
مومن کے نزدیک یہ قصہ کب بے وقعت ہے	بقدر عشق گوش کے عشق ہوتا ہے گوشوارہ کا

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش مومن ماتم آں پاک روح	شہرہ تر باشد ز صد طوفان نوحؑ
مومن کے نزدیک اس پاک روح کا ماتم	زیادہ مشہور ہو گا صدہا طوفان نوح سے بھی

نکتہ گفتن آں شاعر جہت طعن شیعۂ حلب

شاعر کا حلب کے شیعوں کے طعنہ کے لئے ایک نکتہ کہنا

گفت آرے لیک کو دور یزید	کے بدست ایں غم چہ دیر اینجا رسید
اس نے کہا کہ واقعی لیکن کہاں دورہ یزید کا	وہ غم کب ہوا ہے یہاں کس قدر دیر میں پہنچا
چشم کوراں آں خسارت را بدید	گوش کراں آں حکایت را شنید
اندھوں کی آنکھوں نے اس ریاکاری کو دیکھا	بہروں کے کانوں نے ان حکایتوں کو سنا
خفتہ بود ستید تا اکنوں شما	کہ کنوں جامہ دریدید از عزا
کیا تم لوگ اب تک سو رہے تھے	کہ اب تم نے ماتم میں کپڑے چاک کئے
پس عزا بر خود کنید اے خفتگاں	زانکہ بدمرگیست ایں خواب گراں
پس تم اپنے اوپر ماتم کرو اے غافلو	کیونکہ یہ خواب گراں بدترین موت ہے

(ربط اوپر گزر چکا ہے ترجمہ یہ ہے کہ) عاشوراء کے دن تمام اہل حلب باب انطاکیہ میں (کہ شہر حلب کا ایک دروازہ ہے) رات تک (ایسا کرتے ہیں کہ) جمع ہوتے ہیں (تمام) مرد اور عورت ایک عظیم مجمع (کر کے اور) اس خاندان (نبوت) کا ماتم برپا کرتے ہیں (اور) شیعہ لوگ نالہ ونوحہ کرتے ہیں گریہ میں عاشوراء کے دن کربلا کے (واقعات کے لئے (اور) شمار کرتے ہیں وہ سب ظلم اور محنتیں جو کہ یزید اور شمر سے اس خاندان (نبوت) نے دیکھی ہیں (اور) شور و غل سے (اس) سرگذشت (کربلا) کے متعلق پر ہو جاتا ہے تمام صحرا اور دشت (غرض یہ رسم ہے اسی رسم کے موافق ایک بار یہ ہنگامہ برپا تھا کہ اتفاق سے ایسے میں) ایک مسافر شاعر راستہ سے عاشوراء کے روز (شہر میں) پہنچا اور وہ شور سنا (پس) شہر کو چھوڑا اور اس طرف (جدھر شور تھا جانے کی) رائے (قائم) کی (اور) قصد تجسس (سبب) اس ہائے ہائے کا کیا (اور) پوچھتا پوچھتا جا رہا تھا اس تحقیق میں تھا (یعنی لوگوں سے تحقیق کرتا تھا) کہ کیا ہے یہ غم (اور) کس پر یہ ماتم پڑا ہے (غالباً) یہ کوئی بڑا رئیس ہو گا جو مر گیا (کیونکہ) ایسا (بڑا) مجمع (کوئی) چھوٹی بات نہیں (تو اس کا سبب بھی کوئی بڑی ہی بات ہو گی اور لوگوں سے یہ بھی کہا کہ) اس (رئیس) کا نام اور لقب میرے سامنے بیان کرو کیونکہ میں مسافر (ناواقف) ہوں اور تم بستی کے رہنے والے (واقف) ہو (اس لئے تم کو معلوم ہو گا تو مجھ کو بھی بتلا دو کہ) اس کا نام اور مشغلہ اور اوصاف کیا ہیں تا کہ میں اس کے الطاف (واخلاق) کا مرثیہ کہوں (غرض) میں مرثیہ بناؤں گا کیونکہ میں شاعر شخص ہوں تا کہ یہاں سے (یعنی ورثہ میت سے) کچھ روٹی کا ٹکڑا (یعنی انعام و مدد معاش) لے جاؤں (جواب میں) ایک شخص نے اس کو کہا کہ ہائیں تو دیوانہ ہے (کہ تو پوچھتا ہے کون مر گیا معلوم ہوتا ہے کہ) تو شیعی نہیں ہے بلکہ خاندان (نبوت) کا دشمن ہے (اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے اس خاندان سے تجھ کو کچھ تعلق نہیں کیونکہ اگر تعلق ہوتا تو تو بھی آج غمزدہ ہوتا اور یوں پوچھتا نہیں) عاشوراء کے دن تجھ کو معلوم نہیں کہ ایک ایسی (پاک) روح کا ماتم (ہوا کرتا) ہے جو کہ ایک پورے قرن سے افضل ہے (اور) مومن کے نزدیک یہ قصہ کب بے وقعت (ہوسکتا) ہے (قاعدہ ہے) بقدر عشق گوش کے عشق ہوتا ہے گوشوارہ کا (یعنی کسی محبوب کے کان سے جتنی محبت ہوگی چونکہ گوشوارہ کو اس کان سے تعلق ہے اتنی ہی اس گوشوارہ سے ہوگی اسی طرح جس قدر نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہوگی اتنی ہی آپ کے خاندان سے کہ آپ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے محبت ہوگی پس) مومن کے نزدیک اس پاک روح کا ماتم زیادہ مشہور ہوگا صدہا طوفان نوحؑ سے بھی (یعنی وہ ایک ہی طوفان کتنا مشہور ہے کہ سب جانتے ہیں اور اگر کوئی طوفان اس سے سو حصے زیادہ ہوتا تو وہ بہت ہی زیادہ مشہور ہوتا تو اس مضاعف طوفان سے بھی زیادہ یہ قصہ کربلا کا مشہور ہے اور افسوس تجھ کو خبر نہیں کہ پوچھتا ہے) اس (شاعر) نے کہا کہ واقعی (یہ قصہ ایسا ہی عظیم الشان ہے) لیکن کہاں دورہ یزید کا (اور کہاں یہ زمانہ یہ بھی معلوم ہے کہ) یہ غم کب ہوا ہے (اور) یہاں کس قدر دیر میں پہنچا (وہ تو اس قدر مشہور ہے کہ) اندھوں کی آنکھوں نے (ظالموں کی) اس (دینی) زیانکاری کو دیکھا (اور) بہروں کے کان نے اس حکایت کو سنا (یعنی اندھوں بہروں تک کو معلوم ہے تو کیا) تم اب تک سورہے تھے کہ اب (تم کو خبر ملی اور خبر ملنے کے بعد) تم نے ماتم میں کپڑے چاک کئے پس (اس غفلت و خواب گراں کا تو مقتضا یہ ہے کہ) تم اپنے اوپر ماتم کرو اے غافلو کیونکہ یہ خواب گراں بدترین موت ہے (اور بدترین موت واقع میں مصیبت ہے جو قابل ماتم ہے بخلاف ان حضرات کی موت کے کہ وہ ظاہرا موت ہے ورنہ خوشترین حیات ہے پھر اس پر ماتم کیسا چنانچہ آگے مولاناؒ کی زبان سے یہی مضمون ہے اس موت کی خوشترین حیات ہونے کا۔ مطابقت حیات کی ماقبل کے ساتھ نکتہ شاعر سے ظاہر ہے کہ غافل کی حالت اہل حلب کی سی ہے کہ اپنی حالت بدکی اتنے دنوں بعد خبر ہوئی جبکہ عمر گزر گئی اس خواب گراں کی کوئی انتہا بھی ہے اور جس طرح ماتم اہل حلب کا اب کوئی موقع نہیں اسی طرح غافل کی تاسف کا اب یعنی موت کے وقت کوئی موقع نہیں)

روح سلطانے ز زندانے بجست	جامہ چہ دریم و چہ خائیم دست
ایک بادشاہ کی روح ایک زندان سے چھوٹی	ہم کپڑا پھاڑیں اور ہاتھ کیا چبائیں
چونکہ ایشاں خسرو دیں بودہ اند	وقت شادی شد چو بشکستند بند
چونکہ وہ حضرات خسروان دین ہوتے ہیں تو وہ	خوشی کا وقت ہوا جب انہوں نے قید توڑ ڈالی
سوی شادروان دولت تاختند	کندہ و زنجیر را انداختند
وہ طرف شامیانہ دولت کے دوڑ گئے	انہوں نے بیڑی اور زنجیر کو پھینک دیا
روز ملک ست و گہے شاہنشہی	گر تو یک ذرہ از ایشاں آگہی
سلطنت کا دن اور شاہنشہی کا وقت ہے	اگر تو ذرہ برابر بھی ان سے آگاہ ہو
ورنہ آگہ برو برخود گری	زانکہ در انکار نقل و محشری
اور اگر تو آگاہ نہیں ہے جا اپنے اوپر گریہ کر	کیونکہ تو انتقال اور محشر کا منکر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بردل و دین خرابت نوحہ کن	کہ نمی بیند جز ایں خاک کہن
اپنے قلب اور دین فاسد پر نوحہ کر	کہ وہ بجز اس خاک کہن کے اور کچھ نہیں دیکھتا
ورہمی بیند چرا نبود دلیر	پشت دار و جان سپارو چشم سیر
اور اگر یہ شخص دیکھتا ہے تو دلیر اور	مستعد اور جان سپار اور چشم سیر کیوں نہیں ہوتا
در رخت کو ازمی دیں فرخی	گر بدیدی بحر کو کف سخی
تیرے رخ میں جوش دین سے فراخی کہاں ہے	اگر دیکھتا سمندر کو دست سخی کہاں ہے
آنکہ جو دید آب را نکند دریغ	خاصہ آں کو دید آں دریا و میغ
جس شخص نے ندی دیکھ لی وہ پانی کا بخل نہیں کرتا	خاص کر جس نے وہ بحر اور ابر دیکھ لیا ہو

تمثیل مرد حریص نابینندۂ رزاقی حق راو خزائن رحمت اورا بمورے کہ در خرمن گاہ بزرگ بادانۂ گندم می کوشدومی جوشدومی لرزدو بتعجیل می کشد وسعت آں خرمن را نمی بیند

اس لالچی کی مثال جو اللہ تعالیٰ کی رزاقی اور رحمت کے خزانوں کو دیکھنے والا نہیں ہے اس چیونٹی کے ساتھ جو بڑے ڈھیر میں سے ایک دانہ کی کوشاں ہے اور جوش میں ہے اور لرز رہی ہے اور جلدی جلدی کھینچ رہی ہے اس ڈھیر کی وسعت کو نہیں دیکھتی ہے

مور بردانہ ازاں لرزاں شود	کوز خرمنہائے خوش عمیاں بود
چیونٹی دانہ پر اس لئے لرزاں ہوتی ہے	کہ وہ عمدہ خرمنوں سے کور ہوتی ہے
می کشد آں دانہ را با حرص وبیم	کو نمی بیند چناں چاش عظیم
اس دانہ کو حرص اور خوف سے کھینچتی ہے	کہ وہ اس خرمن عظیم کو نہیں دیکھتی
صاحب خرمن ہمی گوید کہ ہے	اے زکوری پیش تو معدوم شے
صاحب خرمن کہتا ہے کہ سن اے اندھی چیونٹی	کہ کوری کے سبب تیرے نزدیک معدوم بھی شے ہے
توز خرمنہای ماآں دیدۂ	کہ دراں دانہ بجاں پیچیدۂ
تو نے ہمارے خرمنوں سے یہی دانہ دیکھا ہے	کہ اس دانہ میں تمام جان سے لپٹ رہی ہے

(اوپر اہل حجاب کے حیات غفلت ومعصیت کا بدترین موت ہونا مذکور تھا یہاں اس کے مقابلہ میں مولانا اہل قرب کی موت ذکر وطاعت کا خوشترین حیات ہونا اور اس حیوٰۃ طیبہ کے محل یعنی عالم باقی کی ترجیح اس عالم فانی پر بیان فرماتے ہیں یعنی تم جو اپنی بدحالی پر ماتم چھوڑ کر ان حضرات شہداء پر ماتم کر رہے ہو تو حماقت محضہ ہے کیونکہ حقیقت ان کی موت کی یہ ہے کہ) ایک بادشاہ کی روح ایک زندان سے (یعنی دنیا سے کہ سجن مومن ہے) چھوٹی (تو پھر) ہم کپڑے کیا پھاڑیں اور ہاتھ کیا چبائیں (بلکہ) چونکہ وہ حضرات خسروان دین ہوئے ہیں تو وہ (ان کے انتقال کا وقت تو) خوشی کا وقت ہوا جب انہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

نے (تعلقات دنیویہ کی) قید توڑ ڈالی (اور) وہ بجانب شاہانہ دولت کے دوڑ گئے (اور) انہوں نے بیڑی اور زنجیر کو پھینک دیا (تو ان کے لئے تو وہ وقت) سلطنت کا دن اور شاہنشہی[1] کا وقت ہے اگر تو ذرہ برابر بھی ان (کے حال) سے آگاہ ہو (تو تجھ کو بھی معلوم ہو جائے کہ واقعی وہ حالت سلطنت سے افضل ہے پس اس شرط کی جزا مقدر ہے و قد ورد کثیراً فی القران کماقال تعالیٰ والعذاب الأخرة اکبر لوکانوا یعلمون و قال ان اجل اللّٰہ اذاجآء لایؤخر لو کنتم تعلمون) اور اگر تو (ان کے اس حال سے) آگاہ نہیں ہے (اور اس لئے ان کے واقعات پر روتا ہے) تو جا اور (بجائے ان پر رونے کے) اپنے (اس حال) پر (کہ تو ان کے حال سے آگاہ نہیں) گریہ کر کیونکہ (اس نا آگاہی کا حاصل یہ ہے کہ) تو انتقال (الی الآخرۃ) اور محشر (حیات آخرت) کا منکر ہے (اور اس کا انکار کفر ہے اور کفر سب سے زیادہ رونے کے قابل حالت ہے جس کا ذکر شعر آئندہ میں ہے) بردل و دین خراب الخ اور اس نا آگاہی کا یہ حاصل ہونا ظاہر ہے کیونکہ اگر عالم جاودانی کی طرف ارواح کے نقل کا کوئی قائل ہو تو ان کی روحوں کا بھی اس عالم میں جانا جائیگا اور چونکہ ان کے احوال سے اور نیز ان کے متعلق بعض نصوص سے وہاں جانے کے بعد بجز تنعم کے دوسرا احتمال نہیں اس لئے اس نقل کو ان کی شادی کا سامان سمجھے گا پھر عقلاً کیوں مغموم ہوگا جو منشا ہے ماتم کا اور حزن طبعی اس کے منافی نہیں کیونکہ اس کا منشا محض مفارقت ہے حتیٰ کہ آدمی اپنی بیٹی کو رخصت کرتے وقت باوجود عقلی خوشی کے طبعاً اسی بناء پر روتا ہے۔ وقد صرح بھذا فی قولہ علیہ السلام انا بفرا قک یا ابراھیم لمحزونون آگے اس انکار نقل و محشر کے موجب گریہ ہونے کا مضمون ہے کہ اس صورت میں) اپنے قلب اور دین فاسد پر نوحہ کر کہ وہ (قلب) بجز اس خاک کہن (دنیا) کے اور کچھ (یعنی عالم جاودانی کو) نہیں دیکھتا (یعنی اعتقاد نہیں رکھتا کہ رویت قلبیہ یہی ہے اور یہ اعتقاد فاسد ہے تو دین فاسد ہوا اور جس قلب میں اعتقاد فاسد ہو اس کا فاسد ہونا بھی یقینی ہے اور اس نہ دیکھنے کا حاصل وہی انکار نقل و محشر ہے جس کا اوپر ذکر تھا اس سے ثابت ہو گیا کہ اعتقاد آخرت مانع گریہ عقلی ہے اور گریہ عقلی دلیل انکار آخرت ہے پس گریہ عقلی اور اعتقاد آخرت جمع نہیں ہو سکتے) اور (اگر کوئی دعویٰ کرے کہ یہ گریہ عقلی نہیں بلکہ طبعی ہے ان کے مصائب کے یاد آنے سے اور وہ جمع ہو سکتا ہے اعتقاد آخرت اور ان کے مشرف بنعمت سمجھنے کے ساتھ تو ہم یہ کہیں گے کہ اچھا اس صورت میں دو امر مجتمع ہیں ایک یاد مصائب اور دوسرا اعتقاد آخرت واطلاع بتنعم شہداء اور امر اول کا اثر ہے گریہ طبعی اور امر ثانی کا اثر ہے جوش تحصیل اسباب تنعم مذکور سو اگر اس شخص کو مصائب یاد آئے اور یہ رو پڑا اور امر اول کا اثر ظاہر ہوا اسی طرح سے) اگر یہ شخص (بوجہ اعتقاد آخرت و نصوص مبشرہ بدرجات شہداء ان کے احوال کو) دیکھتا ہے (اور یہ امر ثانی ہے جس کا اثر تھا جوش تحصیل اسباب تنعم مذکور) تو (یہ شخص اس تنعم کے عالم میں جانے پر (دلیر) اور پر جوش) کیوں نہیں ہوتا (جو اثر تھا اس امر ثانی کا اور یہ شخص اس اعتقاد کے سبب راہ دین میں) مستعد اور جان سپار (اور دنیا سے) چشم سیر (کیوں نہیں ہوتا) خلاصہ یہ کہ جس طرح امر اول کا اثر ظاہر ہوا اسی طرح امر ثانی کا بھی تو کوئی اثر ہوتا جب نہیں ہے تو معلوم ہوا امر ثانی نہیں ہے پس دعویٰ اس گریہ کے طبعی ہونے کا غلط ٹھہرا آگے پھر وہی سوال ہے بعنوان دیگر کہ) تیرے رخ میں جوش دین سے فراخی (اور خرمی) کہاں ہے (یعنی یہ اثر کیوں نہیں آگے اس کی مثال ہے کہ ہر رویت کا ایک اثر ہوتا ہے جب وہ اثر نہ ہو تو وہ رویت بھی نہیں ہے چنانچہ) اگر یہ شخص بحر (اعظم) کو دیکھتا تو (بتلا دے کہ) دست سخی کہاں ہے (یعنی جو شخص سمندر کو دیکھ لے اور یہ بھی یقین کر لے کہ میں

---

[1] (مراد سلطنت عظیمہ نہ بمعنی سلطن جمیع السلاطین پس مخالفت حدیث لازم نیامد ۱۲ ام)

www.besturdubooks.wordpress.com

جتنا چاہوں پانی اس میں سے لے سکتا ہوں تو ممکن نہیں کہ اس کا ہاتھ پانی بخشنے کے لئے سخی نہ ہو جاوے پس اگر یہ اثر نہ ہو تو اس سے استدلال کیا جاوے گا کہ اس نے سمندر نہیں دیکھا اسی طرح یہاں سمجھنا چاہئے کہ اگر نعماء آخرت کی اس کو اطلاع ہے اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کی تحصیل پر قدرت بھی ہے تو پھر اس کی علامت کیوں نہیں پائی جاتی اور جب نہیں پائی جاتی تو معلوم ہوا کہ ملزوم (یعنی اطلاع نعم بھی منتفی ہے آگے اس مثال کی تقویت کرتے ہیں کہ سمندر تو بڑی چیز ہے) جس شخص نے (معمولی) ندی (بھی) دیکھ لی وہ پانی کا بخل نہیں کرتا (تو سمندر تو اس سے بہت زیادہ ہے پھر جب ندی اور سمندر کے دیکھنے میں یہ اثر ہے کہ وہ سیر چشم ہو جاتا ہے تو) خاص کر جس نے وہ بحر (عطائے رحمانی) اور ابر (رحمت یزدانی) دیکھ لیا ہو (تو وہ سیر چشم کیوں نہ ہو جاوے گا اور اس دنیائے دنی کی حرص کو کیوں نہ چھوڑ دے گا آگے ایک اور مثال سے اسی کا بیان ہے کہ عالم جاودانی کا استحضار موجب ہے سیر چشمی کا دنیا سے پس فرماتے ہیں کہ) چیونٹی دانہ (کے فوت ہو جانے) پر اس لئے لرزاں (اور خائف) ہوتی ہے کہ عمدہ خرمنوں سے کور ہوتی ہے (اس لئے) اس دانہ کو حرص اور خوف سے گھسیٹتی ہے کہ وہ اس خرمن عظیم کو نہیں دیکھتی (پس وہ اسی ایک دانہ کو بڑی کائنات سمجھتی ہے اور ڈرتی ہے کہ کوئی چھین نہ لے اسی حالت کو دیکھ کر بزبان حال صاحب خرمن کہتا ہے کہ سن (ہی للتنبیہ کما فی الغیاث) اے (چیونٹی) بسبب کوری کے تیرے نزدیک معدوم بھی شئے ہوئی (یعنی تو دانہ کالمعدوم کو شئے عظیم سمجھتی ہے تو نے ہمارے خرمنوں میں سے یہی دانہ دیکھا ہے کہ اس دانہ میں تمام جان سے لپٹ رہی ہے (اگر پورا خرمن دیکھ لے یہ حرص جاتی رہے یہی حال دنیا دار کا ہے کہ دنیا کے متاع حقیر کو بوجہ کوری نعم آخرت کے عظیم سمجھتا ہے اور جس نے اس کو دیکھ لیا اس سے جی بھر گیا آگے بطور تفریع کے ارشاد فرماتے ہیں حق تعالیٰ حی و باقی کے ساتھ تعلق و نسبت بڑھانے کے لئے جو سب ماسویٰ سے مستغنی کر دے تو کلام سابق پر تفریع مع الترقی ہے کیونکہ اوپر نعمائے آخرت کی طرف متوجہ کیا تھا اور اب منعم کی طرف یہ تو ترقی ہے اور تفریع مشترک ظاہر ہے کہ جب یہ خاص کہن اور زندان قابل دلچسپی نہیں اور اس سے وہی دلچسپی رکھے گا جو محروم عن المقصود الاصلی ہو تو اس کو چھوٹ کر مقصود حقیقی کو لو کہ وہ نعمت آخرت اور منعم ہے اور اصل منعم ہی ہے مگر نعمت بھی اس حیثیت سے کہ منعم کی طرف وصلہ ہے نعم فانیہ سے اصل ہے ع عاشقان جنت برائے دوست میدارند دوست الخ کے یہی معنی ہیں اور اسی تعلق مع الحق کا مضمون دور تک چلا گیا ہے خوب یاد رکھنا کہ ارتباط اشعار میں معین ہوگا)

ترغیب تعلق مع اللہ تعالیٰ

اے بصورت ذرہ کیواں را ببیں	مور لنگی رو سلیماں را ببیں
اے جو کہ صورت میں ذرہ ہے تو کیواں کو دیکھ	تو مور لنگ ہے چل سلیمان کو دیکھ
تو نہ ایں جسم بل آں دیدۂ	وارہی از جسم گر جاں دیدۂ
تو یہ جسم نہیں بلکہ تو وہ دیدہ ہے	تو جسم سے چھوٹ جاوے اگر تو نے روح کو دیکھ لیا
آدمی دیدست و باقی لحم و پوست	ہر چہ چشمش دیدہ است آں چیز اوست
آدمی محض دیدہ ہے اور باقی لحم و پوست ہے	وہ چیز کہ اس کی چشم نے اس چیز کو دیکھا ہے چیز تو وہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کوہ را غرقہ کند یک خم زنم	چشم خم چوں باز باشد سوئ یم
پہاڑ کو غرق کر دیتا ہے ایک مٹکہ نم سے	جبکہ مٹکے کی آنکھ کشادہ ہوتی ہے طرف دریا کے
چوں بدریا راہ شد از جان خم	خم با جیحوں برآرد شتلم
جب دریا کی طرف راہ ہو جاوے مٹکہ کی ذات سے	تو مٹکہ جیحوں کے ساتھ زور ظاہر کرنے لگتا ہے
زاں سبب قل گفتۂ دریا بود	گرچہ نطق احمدؐ گویا بود
اسی سبب سے قل مقولہ دریا کا ہو گا	چہ نطق احمدؐ ناطق کا ہو گا
گفتۂ او جملہ در بحر بوذ	کہ دلش را بود در دریا نفوذ
آپ کا فرمایا ہوا تمام تر موتی دریا کے تھے	کیونکہ آپ کے قلب کا اس دریا میں انتہا تھا
داد دریا چوں زخم ما بود	چہ عجب ورماہیے دریا بود
جب دریا کی عطا ہمارے مٹکہ سے ہوتی ہے	تو کیا تعجب ہے اگر کوئی ماہی دریا ہو جاوے
چشم حس افسردہ برنقش مر	تش ممری بینی و او مستقر
چشم ظاہری جمود کئے ہوئے ہے گزرگاہ کے نقش پر	تو اس کو گزرگاہ دیکھ رہا ہے اور وہ مستقر ہے
ایں دوئی اوصاف دیدا حول ست	ورنہ اول آخرؔ آخر اول ست
یہ تغایر اوصاف دیدۂ احول ہے	ورنہ اول تو آخر ہے آخر اول ہے
ہیں گزر از نقش خم در خم نگر	کاندرو بحرست بے پایان و سر
ہاں صورت خم سے درگزر خم میں نظر کر	کہ اس کے اندر سمندر ہے جس کا نہ ختم ہے نہ شروع
پاک از آغاز و آخر آں عذاب	ماندہ محروماں ز قہرش در عذاب
وہ آب خوش شیریں مبرا ہے آغاز سے اور اختتام سے	جو لوگ محروم ہیں وہ اس کے قہر سے عذاب میں رہیں گے
تا چنیں سردر جہاں ظاہر شود	مقبل اندر جستجو ماہر شود
تاکہ ایسا راز عالم میں ظاہر ہو جاوے	صاحب اقبال طلب میں کامل ہو جاوے
تا فزاید در جہاد و کوشش او	تا میسر گرددش دیدار ہو
تاکہ مجاہدہ اور سعی میں وہ ترقی کرے	تاکہ اس کو مشاہدۂ حق میسر ہو
اہل دل ہمچوں کہ خود روے رواں	بے دوئی یک گشتہ با دریائے جاں
اہل دل ایسے ہیں جیسے ان میں ایک ایک نہر رواں ہو	بغیر تفریق کے . یائے جان کے ساتھ ایک ہو گئے ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں چنیں خم را تو دریم داں یقیں	زندہ ازوے آسمان و ہم زمیں
تو ایسے خم کو دریا جان بالیقین	زندہ ہیں اس سے آسمان اور نیز زمین
بلکہ وحدت گشت او را در وصال	شد خطاب او خطاب ذوالجلال
بلکہ وحدت حاصل ہو گئی اس کو وصال میں	اس شخص کا کلام کلام ذوالجلال ہو جاتا ہے
بعدازاں گوید ''حقم'' منصور وار	تاشود بردار شہرت او سوار
بعد ازاں وہ انا الحق کہنے لگے گا منصور کی طرح	تاکہ دار شہرت پر سوار ہو جاوے

طریق تعلق مع اللہ تعالیٰ

ہے زچہ معلوم گردد ایں ز بعث	بعث را جو' کم کن اندر بعث بحث
ہاں من کس طریق سے معلوم ہو سکتا ہے یہ بعث سے	بعث کو طلب کر بعث میں بحث مت کر
شرط روز بعث اول مردن ست	زانکہ بعث از مردہ زندہ کردن ست
شرط یوم بعث کی اول مرنا ہے	کیونکہ بعث کی حقیقت ہے مردہ سے زندہ کرنا
جملہ عالم زیں غلط کردند راہ	کز عدم ترسند و آں آمد پناہ
جملہ عالم نے اس سبب سے راہ کو غلط کر رکھا ہے	کہ وہ فنا سے ڈرتے ہیں حالانکہ وہی پناہ ہے
از کجا جوئیم علم' از ترک علم	از کجا جوئیم سلم' از ترک سلم
ہم علم کہاں سے طلب کریں ترک علم سے	ہم صلح کہاں سے طلب کریں ترک صلح سے
از کجا جوئیم حال از ترک حال	از کجا جوئیم قال' از ترک قال
ہم حال کہاں سے طلب کریں ترک حال سے	ہم قال کہاں سے طلب کریں ترک قال سے
از کجا جوئیم ہست' از ترک ہست	از کجا جوئیم دست' از ترک دست
ہم وجود کہاں سے طلب کریں ترک وجود سے	ہم قدرت کہاں سے طلب کریں ترک قدرت سے

(وجہ ربط اوپر مذکور ہوئی کہ دنیائے دنیہ سے قطع تعلق کی تعلیم کے بعد تعلق مع اللہ کے تحصیل کی ترغیب ہے کہ اے (مخاطب جو کہ صورت (ظاہری) میں ذرہ (اور حقیر) ہے تو کیوں (یعنی اپنی حقیقت حالیہ) تو دیکھ (جس کا ذکر اشعار آئندہ میں ہے تو نہ ایں جسم ای آن دیدہ اہ لخ مطلب یہ کہ اپنی روح کو دیکھ کر معرفت حق کے لئے پیدا ہوئی ہے اور مقصود اس بیمن سے یہی ہے بھی کہ اس حیثیت سے دیکھ کہ وہ مخلوق للمعرفۃ ہے کما قال تعالیٰ وماخلقت الجن والانس الالیعبدون و ظاہران اصل العبادات ھی المعرفۃ تاکہ اس دیکھنے سے تحصیل معرفت کا قصد کیا جاوے کہ مقصود بالذات یہاں اسی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف متوجہ کرتا ہے جیسا مصرعہ ثانیہ میں ہے کہ) تو (اگر چہ بوجہ ضعف و عجز کے کہ لوازم امکان سے ہے بمنزلہ) مور لنگ (کے) ہے (مگر اپنی حالت موجودہ جہل سے آگے) چل (اور اس روح موضوع للمعرفۃ سے) سلیمان (یعنی شاہنشاہ عالی جاہ حق سبحانہ و تعالیٰ) کو دیکھ (پس مقصود بالذات امر بمعرفۃ الحق ہے اور امر بمعرفۃ الروح مقصود بالعرض ہے فان من عرف نفسہ فقد عرف ربہ اور کیوان زحل ستارہ کو کہتے ہیں چونکہ اہل ہیئت کے نزدیک اس کا مقام فلک سابع ہے اس لئے یہ کنایہ ہے مقام عالی سے جس سے مراد حقیقت عالیہ یعنی روح ہے آگے اس حقیقت عالیہ کی تصریحاً تعیین ہے کہ وہ روح ہے من حیث مشاهدته و معرفته للحق چنانچہ فرماتے ہیں کہ) تو (باعتبار حقیقت کے) یہ جسم نہیں (یعنی تیری حقیقت یہ جسم عنصری نہیں) بلکہ تو (باعتبار حقیقت کے) وہ دیدہ (حق بین) ہے (مراد روح کہ مشاہدہ و معرفت کے اعتبار سے اس کو بجائے صاحب دیدہ کے مبالغۃً دیدہ کہہ دیا اور یہ ظاہر اور مسلم ہے کہ اعظم مصداق حقیقت انسانیہ کا اس کی روح ہے گو جسم بھی اس کا جزء ہے کیونکہ مفہوم جسم جزو ہے مفہوم حیوان کا وقد دل علیه ظاهر قوله تعالیٰ ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين الاية تو روح مصداق کل حقیقت انسانیہ تو نہیں مگر اعظم مصداق ضرور ہے جس کو مبالغۃً کل حقیقت کہہ دیا جاتا ہے غرض حقیقت تیری روح ہے جس کو دیدہ سے تعبیر کیا آگے صریح تعبیر ہے کہ) تو جسم (کے احکام و آثار پر نظر کرنے) سے چھوٹ جاوے اگر تو نے (کبھی) روح کو (یعنی اس کے احکام و آثار کو کہ ان میں سے معرفت حق تعالیٰ ہے) دیکھ لیا (کیونکہ یہ دیکھ لینا یہی ہے کہ معرفت حاصل ہو جاوے کیونکہ معرفت اس صورت میں نفس کی صفت ہو گی اور نفس کو ان ذات و صفات کا علم حضوری ہوتا ہے جس کو اس مصرعہ میں دیدن سے تعبیر کیا پس یہ دیکھنا موقوف ہے معرفت حاصل ہونے پر اور ظاہر ہے کہ معرفت کے سامنے تمام افعال و خواص جسمانیہ ہیچ در ہیچ معلوم ہوں گے اور ان پر نظر نہ رہے گی اسی کو وارہی کہا ہے غرض حقیقت) آدمی (کی) محض (آلۂ) دید (معرفت یعنی روح) ہے اور باقی (تو) لحم و پوست ہے (کیونکہ جسم کی یہی حقیقت ہے اور ظاہر ہے کہ لحم و پوست جو حیوانات خسیسہ تک میں مشترک ہے تو وہ انسان کا جو کہ اشرف المخلوقات ہے جزو اشرف نہیں ہو سکتا ورنہ تمام حیوانات اس اشرفیت میں اس کے مشارک ہوں گے وہو منتف یہاں تک روح کا کہ آلۂ معرفت ہے شرف مذکور تھا آگے وجہ شرف بتلاتے ہیں کہ عالم کا شرف علم کے شرف سے ہے اور علم کا شرف معلوم کے شرف سے اور اس علم روح کا معلوم حضرت حق ہے تو یہ علم اشرف ہوا تو اس علم کا عالم یعنی روح بھی اشرف ہوا یہی مطلب ہے اس مصرعہ کا کہ) وہ چیز کہ اس (آدمی) کی چشم (روح) نے دیکھا ہے اس چیز کو (اور وہ حضرت حق ہے) چیز (یعنی اصل موجود) تو وہی ہے (تو سب موجودات میں اشرف ہوا تو اس کی معرفت علم اشرف ہوا اور اس علم اشرف کا عالم اشرف ہوا اور چیز ترجمہ ہے شئے کا اور شئے کا اطلاق حق تعالیٰ پر قرآن میں آیا ہے قل ای شیٔ اکبر شهادةً قل الله اور اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ مقصود معرفت روح کی ترغیب سے اسی معرفت حق کی ترغیب ہے پس یہ مصرعہ جس طرح علت ہے شرف روح کی اسی طرح تعیین ہے مقصود کلام کی جیسا تقریر ربط مذکور بالا میں معلوم ہوا اور آگے بس دور تک اسی معرفت و تعلق مع اللہ کا مضمون چلا گیا ہے اور ترکیب اس مصرعہ کی ترجمہ سے ظاہر کر دی گئی ہے یعنی ہر چہ تو مبتداء ہے اور چشمش دیدہ است صلہ اور آں بحذف را مفعول دیدہ است کا اور چیز اوست جملہ ہو کر خبر مبتدا کی خوب سمجھ لو آگے اسی مقصود بالذات یعنی تعلق مع اللہ کی ترغیب اور اس کے خواص مذکور ہیں یعنی یہ تعلق وہ چیز ہے کہ اس کے خواص اس مثال سے سمجھو کہ) پہاڑ کو غرق کر دیتا ہے ایک مٹکہ (اپنے) نم سے جبکہ مٹکے کی آنکھ کشادہ ہوتی ہے طرف دریا کے (یعنی اگر مٹکہ کا تعلق دریا سے ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے تو اس طرح سے کہ دریا سے ملکہ میں برابر پانی آتا رہے تو وہ ملکہ اپنے غیر منقطع پانی سے کہ واقع میں وہ سمندر کا پانی ہے اور ملکہ محض سبیل ہے پہاڑ کو غرق کر سکتا ہے دوسری مثال سمجھو کہ) جب دریا کی طرف ایک راہ ہو جاوے ملکہ کی ذات سے (اس کا بھی مطلب اتصال اور تعلق بالبحر ہے) تو ملکہ جیحوں کے ساتھ (کہ نہر عظیم ہے) اور ظاہر کرنے لگتا ہے (اشتلم غلبہ وتندی وزور کذا فی الغیاث یعنی جیحوں پر غالب آنا چاہتا ہے کیونکہ اس کا سلسلہ تو سمندر سے متصل ہے جیحوں کا پانی ختم ہو سکتا ہے اور اس کا ختم نہیں ہو سکتا اور ایسا ہی مضمون شروع دفتر ہذا کے چوبیسویں شعر میں آیا ہے خم کہ از دریا درو راہے شود الخ پس ان ہی دونوں مثالوں کی طرح جب حق تعالیٰ کے ساتھ کسی ناقص کا تعلق علمی وحالی ہو جاتا ہے علمی یہ کہ اس کی معرفت ہو جاوے اور حالی یہ کہ اس کے افعال افعال حق میں اور اس کی صفات صفات حق میں فنا ہو جائیں تو وہ ناقص کامل اور دوسرے مدعیان کمال پر غالب ہو جاتا ہے اور اس کے افعال کو افعال حق کہنا صحیح ہوگا آگے اس پر تفریع ہے کہ) اسی سبب سے (مقولہ) قل (کا بحذف المضاف) مقولہ دریا کا ہوگا (حق کو تشبیہ دی ہے بحر سے) اگرچہ (ظاہر میں) نطق احمدؐ ناطق کا ہوگا (مطلب یہ کہ قرآن مجید میں جو متعدد مقامات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا ہے قل اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے موافق اس مقولہ کو پہنچاویں گے تو تبلیغ کے وقت اس جملہ کے ساتھ آپ نطق فرماتے ہیں تو وہ آپ کا بولا ہوا کلام ہوا اگرچہ منقول عن الحق ہوا مگر صدور تو آپ سے ہوا اور مصرعہ ثانیہ سے یہی مراد ہے لیکن عین اس نطق کی حالت میں بھی اس اعتبار سے کہ آپ کے افعال فانی فی افعال الحق ہیں یوں کہیں گے کہ گویا حق تعالیٰ نطق فرما رہے ہیں کما قال اللہ تعالیٰ لقراءۃ جبرئیل فاذا قرأناہ غرض) آپ کا فرمایا ہوا تمام تر موتی دریا کے تھے (یعنی مقولہ حق کا تھا) کیونکہ آپ کے قلب کا اس دریا میں انفجار (وفنا) تھا (یعنی حق تعالیٰ کے ساتھ آپ کو خاص تعلق تھا اور میں نے یہ ترجمہ نفود بالدال المہملہ کا کیا ہے اور ایک نسخہ نفوذ بالذال المعجمہ کا ہے اس نسخہ پر مصرعہ اولیٰ میں بود کو بھی ذال سے پڑھا جاوے گا جیسا اہل فارس نے جائز رکھا ہے اور اس نسخہ پر ترجمہ یہ ہوگا کہ اس دریا میں ایک راہ تھی اور مطلب ہر صورت میں یہی ہے کہ تعلق تھا آگے فنا فی الافعال وفنا فی الصفات بالمعنی مصطلح کی صحت سے فنا فی الذات کے استبعاد کو دفع کرتے ہیں جس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ بعض اہل حال سے انا الحق یا سبحانی ما اعظم شانی وغیرہ کلمات صادر ہوئے ہیں جو ظاہراً کفر ہیں مولانا اس کی توجیہ وتاویل کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں چنانچہ اس مضمون کے ختم پر یہ فرمانا بعد ازاں گوید ختم منصور دار قرینہ اس کا ہے کہ ان اشعار میں فناء فی الذات کو توجیہ مقصود ہے اور چونکہ یہ سب آثار تعلق مع اللہ کے ہیں گو بعض لازم ہیں بعض غیر لازم اس لئے یہ مضمون بھی مقاصد مقام سے ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ مقصود صرف فنا فی الافعال وفناء فی الصفات کا بیان ہو کیونکہ اہل تمکین کی حالت پر غالب یہی رہ جاتا ہے بلکہ ان میں سے بھی اکثر فنا فی الافعال اس لئے مقصود یہی دو قسم فناء کی ہوں اور فناء فی الذات کو تبعاً بیان کر دیا ہو پس دفع استبعاد اس طرح کرتے ہیں کہ) جب دریا کی عطا ہمارے ملکہ سے (بعض احوال میں) ہوتی ہے (جبکہ فنا فی الافعال کی حالت حاصل ہو اس طرح سے کہ اطاعت حق اس کا امر طبعی بن جاوے اس لئے اس کے افعال گویا حق ہو جاویں جب یہ ممکن ہے) تو (اس میں ہی) کیا تعجب ہے اگر کوئی ماہی (خود) دریا ہو جاوے (ماہی سے مراد عارف اور دریا سے مراد حضرت حق یہ اشارہ ہے فنا فی الذات کی طرف ہے اور وجہ تعجب نہ ہونے کی یہ ہے کہ ان ترکیبات کے مدلولات لغویہ تو یقیناً مراد نہیں اصطلاحی مفہومات مراد ہیں سو ان کے اعتبار سے بہ نسبت فنا فی الافعال کے فناء فی الذات اکثر فی الوقوع واسہل فی الحصول واقرب الی الفہم ہے کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ غیر ذات حق کی طرف التفات نہ رہے تو یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا زیادہ عجیب ہے بخلاف فنائی الافعال کے جس کی تفصیل بذیل شرح شعر زان سبب قل گفت دریا بود مذکور ہوئی ہے کہ وہ اس سے ابعد واشد ہے کما ہو ظاہر اور چونکہ یہ تقریر عجب نہ ہونے کی تصریحاً مولانا کے کلام میں مذکور نہیں اس لئے بندہ نے اس شعر کی تمہید میں یہ لکھا تھا کہ اس کی توجیہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں آگے اس فناء فی الذات کو اس دریا اور خم کی مثال میں بھی ثابت کرتے ہیں جس کو اوپر فناء فی الافعال کے مثال میں ذکر کیا تھا پس فرماتے ہیں کہ) چشم ظاہری جمود کئے ہوئے ہے گزرگاہ (آب یعنی ملکہ) کے نقش (یعنی صورت) پر (اور گزرگاہ اس کو باعتبار آب بحر کے کہا گیا جو اوپر مذکور ہے یعنی تو محض اس کے ملکہ ہونے کو دیکھتا ہے کہ صورت ظاہری ہے اور اس کے معنی وصفی کو نہیں دیکھتا سو) تو اس کو (بوجہ جمود چشم حس کے) گزرگاہ (آب یعنی ملکہ) دیکھ رہا ہے اور (حالانکہ) وہ (باعتبار غایت مرتبہ علی المعنی الوصفی کے) مستقر ہے (پانی کا یعنی سمندر ہے کہ معدن ہے پانی کا مطلب یہ کہ تو اس کو خالی ملکہ سمجھ رہا ہے حالانکہ وہ سمندر ہے کیونکہ اس کے وصف ممریت پر وہی غایت مرتب ہوئی ہے جو سمندر کے پانی پر ہوتی ہے پس دریا سے براہ راست جانا اور اس ملکہ میں سے ہو کر جانا اس غایت کے اعتبار سے برابر ہے اس اعتبار سے وہ ملکہ جس کو ممر کہا ہے اور وہ سمندر جس کو مستقر کہا ہے ایک ہوئے جو ترجمہ ہے فنائی الذات کا اور تفسیر اس کی اوپر گزری ہے اور تو جو ان دونوں میں یعنی بحر اور خم میں تغایر سمجھ رہا ہے تو) یہ تغایر (منجملہ) اوصاف دیدۂ احوال (کے) ہے (احول چشم دو بین کو کہتے ہیں) ورنہ (یہاں) اول تو آخر ہے (اور آخر اول ہے (اول سے مراد سمندر کہ افاضہ آب میں اول ہے اور آخر سے مراد خم کہ اضافہ آب میں ہے سو مطلب یہ ہوا کہ یہاں سمندر ملکہ اور ملکہ سمندر ہے اسی غایت کے اعتبار سے اور اس کو عدم تغایر کہا گیا یہ بھی ایک اصطلاح ہے کہ اس کے اعتبار سے غیر اس مبائن کو کہتے ہیں جو مستقل فی الوجود ہو اور تابع و متبوع میں عدم تغایر کا حکم کرتے ہیں مطلب یہ کہ ملکہ کی ذات کی طرف التفات نہ کرو کہ وہ تابع محض ہے اور یہی فنائی الذات ہے چنانچہ آگے فرماتے ہیں کہ) ہاں صورت خم سے درگزر (اور) خم (کے معنی وصفی مفید للغایت) میں نظر کر (خم سے مراد اس کے معنی وصفی الخ لینا بقرینہ مقابلہ نقش خم کے ہے کہ لامحالہ یہاں غیر نقش مراد ہوگا وہو المعنی الوصفی چنانچہ آگے اسی طرف اشارہ ہے کہ اس کو اعتبار سے دیکھ (کہ اس کے اندر باعتبار مرور آب کے) سمندر ہے جس کا نہ ختم ہے نہ شروع (یعنی غیر متناہی اور مشبہ بہ کا غیر متناہی ہونا تو عادۃً ہے مگر مشبہ کا عقلاً ہے چنانچہ آگے اسی کا ذکر ہے کہ) وہ آب خوش شیریں (دریا کا) مبرا ہے آغاز سے اور اختتام سے (مراد اس ماء عذاب سے مشبہ ہے کیونکہ مشبہ بہ کو تو بحر سے تعبیر کیا گیا ہے جس کو ماء عذاب نہیں کہہ سکتے لملوحۃ اس لئے مشبہ مراد ہے اور اس تعبیر میں نکتہ اس پر تنبیہ کرنا ہو سکتا ہے کہ تشبیہ بالبحر المالح سے ایہام نقص وصف کا نہ ہو وجہ شبہ صرف غزارت ہے تو وہ ایہام اس تعبیر سے رفع ہو گیا جب اس سے مراد مشبہ ہے تو اس کا مبرا ہونا ابتدا اور انتہا سے کہ مستلزم تناہی ہے ظاہر ہے پس جس طرح ملکہ مظہر ہے فیوض بحریہ کا اور اس اعتبار سے دونوں میں ایک معنی کر عینیت بمعنی عدم تغایر بالتفسیر المذکور سابقاً آنفاً ہے اسی طرح انسان کامل مظہر ہے فیوض الہیہ کا اور اس اعتبار سے یہاں بھی تغایر بالمعنی المذکور منتفی ہے آگے اس مظہریت پر ایک تفریع بطور جملہ معترضہ کے ہے کہ) جو لوگ (ان فیوض الہیہ سے) محروم ہیں (جیسے کفار کہ اس مظہریت سے اگی رہے اور رسولوں سے مساوات کا دعویٰ کر کے اتباع سے عار کی) وہ اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے قہر سے عذاب میں رہیں گے آگے پھر وہی مضمون ہے اوپر والا ہیں گزر از نقش الخ یعنی) تو ایسے خم کو (مین) دریا جان بالیقین (اس عینیت کے معنی ابھی بیان ہو چکے ہیں) زندہ (یعنی باقی) ہیں اس (خم) سے آسمان اور نیز زمین (جیسا

www.besturdubooks.wordpress.com

حدیث میں ہے کہ اللہ اللہ کہنے سے زمین اور آسمان قائم ہیں ورنہ قیامت سے سب فناء ہو جاویں گے اور اللہ اللہ کہا جانا یہ ایسے ہی اہل اللہ کی برکت ہے حتیٰ کہ قرب قیامت میں جو خالی لفظ کہنے والے رہ جاویں گے وہ اثر بھی ان ہی حضرات کا ہوگا جو کچھ باقی رہ جاوے گا اور اس شعر آنچنیں خم را تو دریا دان میں اس تعلق کو عنوان اتحاد سے تعبیر کیا گیا ہے چنانچہ دان کے دونوں مفعول واقع ہوئے ہیں اور اتحاد مقتضی ہے اثنینیت کو آگے اس میں مبالغہ کر کے اتحاد سے وحدت کا حکم کرتے ہیں جہاں اثنینیت ہے ہی نہیں پس فرماتے ہیں کہ اتحاد کیا) بلکہ وحدت حاصل ہوگئی اس (انسان کامل) کو (غایت) وصال (اور قرب) میں (یہ ظاہر ہے کہ واقع میں اثنینیت کا مرتفع ہونا محال ہے تو وحدت بھی اصلاحی ہے صرف زیادت اتنی ہے کہ اتحاد میں تو تابعیت و متبوعیت کے ساتھ سالک کی من وجہ نظر بھی تھی تابع و متبوع پر من حیث التابعیت والمتبوعیت نہ کہ استقلالاً اور اسی نظر استقلالی کو اوپر جا بجا منع کیا ہے مثلاً ہیں گزر از نقش و نحو ذلک مگر مقصود اس سے وہ استقلال ہے جو من حیث الاعتقاد ہو ورنہ غالب علی الاحوال کو ایک گونہ استقلالاً یعنی انفراداً فی اثبات الاحکام العقلیہ جدا جدا بھی نظر ہو سکتی ہے اور یہ مضر اور مذموم نہیں اس لئے اس کا منع کرنا بھی مقصود نہیں اور فناء فی الذات میں نظر استقلال کے منع کرنے سے ایہام نہ ہو کہ جو نظر استقلال فناء کو مذکور میں نہ ہوتی ہو وہ سب مقصود بالمنع ہیں بات یہ ہے کہ منکرین فناء مذکور کے چونکہ اکثر فلاسفہ ہیں جن کے انکار کا مبنی یہی نظر استقلال اعتقادی ہے اس لئے اسی کو منع کرنا مقصود ہے اور وحدت میں تابع پر بالکل ہی نظر نہیں رہتی محض متبوع ہی پر نظر رہ جاتی ہے تابع نظر سے مرتفع ہو جاتا ہے اور فناء فی الذات دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے ایک حالت ہے مغلوبین غیر مستغرقین کی اور ایک حالت ہے مغلوبین مستغرقین کی پس اس وحدت میں) اس شخص کا کلام کلام ذوالجلال ہو جاتا ہے (مطلب یہ ہے کہ بطرز کلام حق ہی کلام کرنے لگتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نظر سے اپنی ذات بالکل مرتفع ہو جاتی ہے تو پھر بطرز بشر کیسے کلام کرے گا جب یہ حالت غالب ہوگی تو) بعد ازاں یوں کہنے لگے گا کہ انا الحق (حسین بن) منصور کی طرح تا کہ (یہ تعلیل کے لئے نہیں کیونکہ اس کی غرض یہ تھوڑا ہی ہے بلکہ یہ لام عاقبت ہے یعنی انجام اس کا یہ ہوگا کہ یہ شخص) دار شہرت پر سوار ہو جائے (گا یعنی بوجہ انکار اہل ظاہر کے اس کی شہرت کرائی جاوے گی اور اس میں اشارہ ہے مولانا کا اس طرف کہ یہ حالت کاملین کی نہیں کیونکہ قابل انکار حاملان دین کے ہے اور کاملین کی کوئی حالت قابل انکار اہل دین کے نہیں مگر وہ شخص مغلوبیت اور مستغرقیت سے مضطر ہو جاتا ہے اس لئے بالاضطرار اس سے اس کا صدور ہوتا ہے مگر اس میں ایک حکمت حق تعالیٰ کی ہوتی ہے متعلق تربیت کے وہ یہ ہے کہ) تا کہ (اس کے قول سے) ایسا راز جس کا ہم اوپر سے بیان کرتے آ رہے ہیں کہ ایسا تعلق مع اللہ ہو جاتا ہے) عالم میں ظاہر ہو جاوے (اور معلوم ہو جاوے کہ تعلق مع اللہ زائد بر تعلق عقلی کوئی چیز ہے جس زائد کا بعض متکلمین اہل ظاہر نے انکار کیا ہے اور اس کے ظاہر ہونے سے یہ مقصود نہیں کہ لوگ اس کی تقلید کرنے لگیں کیونکہ اہل استغراق کی حالت قابل تقلید نہیں بلکہ یہ مقصود ہے کہ) صاحب اقبال (یعنی سعید یا صاحب توجہ) طلب (حق) میں کامل ہو جاوے (یعنی اس سے طبعی کشش ہو اور طلب کو حرکت ہو) تا کہ مجاہدہ اور سعی میں وہ ترقی کرے (اور) تا کہ اس کو مشاہدہ حق (حسب استعداد) میسر ہو (یہ تا کہ بمعنی لام کے ہے یعنی اس میں یہ حکمت ہے کہ شوق بڑھے پھر خواہ یہ ابن الحال ہو جاوے یا ابوالحال ہو جاوے یہ تابع استعداد کے ہے مولاناؒ نے یہاں جو نکتہ قول منصوری کا بیان کیا ہے میں اس کی قیمت نہیں بتلا سکتا اگر دل دکھانے کی چیز ہوتی تو دکھلاتا سبحان اللہ سبحان اللہ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم** یہاں تک اہل وحدت کا بھی بیان ہو چکا آگے بطور تخلص کے ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

حکم جو عام ہے اہل اتحاد و اہل وحدت کو بیان کرتے ہیں جو ماحصل ہے تمام کلام مقام کا یعنی) اہل دل (سب کے سب) ایسے ہیں جیسے ان میں (مثلاً) ایک ایک نہر رواں ہو (اور) بدوں تفریق کے دریائے جان (یعنی حضرت حق) کے ساتھ ایک ہو گئے ہوں (خواہ اتحاداً یا وحدۃً مطلب یہ کہ جیسے بہت سی نہریں ایک ہو کر دریا میں جا ملتی ہیں اسی طرح سب اہل باطن گو کہ بوجہ اتحاد مقصود کے مجتمع ہیں حق تعالیٰ کے ساتھ تعلق و ربط حاصل ہے جس کا مفصل بیان ہو چکا اور یہ شعر گویا میزان الکل کے طور پر ہے آگے اس تعلق کے حصول کا طریق بتلاتے ہیں کہ) ہاں بن کس طریق سے معلوم ہو سکتا ہے یہ (مضمون تعلق مع اللہ کا جو مذکور ہوا یہ تو سوال ہے آگے خود جواب دیتے ہیں کہ) بحث یعنی بقاء بعد الفناء سے (معلوم ہو سکتا ہے کیونکہ یہ تعلق مذکور احوال میں سے ہے اور احوال وجدانی ہوتے ہیں اور وجدانیت کا علم تام حصول سے ہوتا ہے اور حاصل اس تعلق کا بقاء بعد الفناء ہے۔ پس لامحالہ اس کا انکشاف تام موقوف ہوگا بقاء بعد الفناء پر جب یہ بات ہے تو اس) بعث کو طلب کر (یعنی حال حاصل کر اور) بعث میں بحث (مقالی) مت کر (یعنی قال و استدلال اس کی تعبیر نہیں آگے اس بعث کی شرط بتلاتے ہیں تا کہ اس بقاء سے بھی پہلے اس کو حاصل کرے اور وہ شرط ہے فناء پس فرماتے ہیں کہ) شرط یوم بعث کی (ظاہر ہے کہ) اول مرنا ہے کیونکہ بعث کی حقیقت ہے مردہ سے زندہ کرنا (اور یہ ظاہر ہے پس اسی طرح بقاء بعد الفناء موقوف ہے اول فناء ہونے پر پس اس کو حاصل کرتا کہ اس سے بقاء ہو پھر اس سے یہ مضمون معلوم ہوا آگے فناء کی ترغیب اور اس کے متعلق محجوبین کی غلطی کا مضمون فرماتے ہیں کہ) تمام عالم نے (یعنی اکثر نے کیونکہ محجوبین اکثر ہیں وللاکثر حکم الکل غرض اکثر نے) اس سبب سے راہ (مقصود) کو غلط کر رکھا ہے کہ وہ فناء سے ڈرتے ہیں (کہ اس سے بعض منافع عاجلہ فوت ہو جاتے ہیں) حالانکہ وہی پناہ ہے (مضار سے وجہ یہ کہ وہ منافع مثل شہوات و کمالات وہمیہ کے انجام کار مضار و حجب عن الحق ہیں پس ان کا فنا کرنا ہی شرط ہوگی ان مضار سے بچنے کی آگے تفریع ہے اس پر کہ بقاء کے لئے فناء شرط ہے جس کا ذکر اس شعر میں تھا اور شرط روز بعث اول الخ اور یہ چند تفریعات ہیں بطور سوال و جواب کے اول) ہم علم کہاں سے طلب کریں (یہ سوال ہے آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک علم سے (یعنی تعلق علمی مع الغیر کی فناء سے تعلق علمی مع اللہ ہوتا ہے دوم) ہم صلح کہاں سے طلب کریں (یہ سوال ہے آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک صلح سے (یعنی تعلق حبی مع الغیر کی فناء سے تعلق حبی مع اللہ ہوتا ہے سوم) ہم حال کہاں سے طلب کریں (یہ سوال ہے آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک حال سے (یعنی احوال مذمومہ کے فنا سے احوال محمودہ حاصل ہوتے ہیں اور یہ حال عام ہے اخلاق اور ان کے مبادی اور ان کے آثار کو مثلاً اتباع شہوت مذمومہ کو اور اس کے مبتداء یعنی میلان کو اور اس کے اثر یعنی رسوخ اور تقاضائے معاودت کو تو ان کی فناء سے ان کے اضداد پیدا ہوتے ہیں پس حاصل اس کا فناء اخلاقی ہے جیسا اس کے قبل فناء علمی و فناء حبی تھا چہارم) ہم قال کہاں سے طلب کریں (یہ سوال ہے آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک قال سے (یعنی جو قال تابع حال کے ہے ظاہر ہے کہ حال مذمومہ کے وجود کے وقت جو قال اس کے تابع تھا اس حال کے فناء کے بعد جب حال محمودہ پیدا ہوگا تو وہ قال سابق بھی فنا ہو کر دوسرے حال محمود کے تابع دوسرا قال مرتب ہوگا پنجم) ہم وجود کہاں سے طلب کریں (یہ سوال ہے آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک وجود سے (یعنی فنا و ذات و صفات سے کہ حاصل وجود کا یہی ذات و صفات ہے بقاء بذات الحق وصفات الحق حاصل ہوتا ہے و سیاتی تفسیر ششم) ہم قدرت کہاں سے طلب کریں (یہ سوال آگے جواب دیتے ہیں کہ) ترک قدرت سے (مراد قدرت سے افعال مقدورہ میں یعنی فناء افعال سے بقاء بافعال الحق حاصل ہوتا ہے تفسیر ان الفاظ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہے کہ اس شخص کو نہ اپنی ذات پر مستقل ہونے کی حیثیت سے نظر رہتی ہے اور یہ فناء ذات ہے اور نہ اپنی صفات پر اور نہ اپنے افعال پر بلکہ ان سب کو تابع ذات وصفت وافعال حق ذوقاً دیکھتا ہے اور اس کے لئے لازم ہے کہ کسی امر غیر مرضی حق کا یہ ارادہ بھی نہ کرے گا کیونکہ جب ارادہ کو بھی مستقل نہیں سمجھے گا تو اس سے خلاف اتباع کام بھی نہ لے گا یہاں تک تحصیل تعلق مع اللہ کی کہ مقصود ہے ترغیب اور اس کے طریق کا بیان ہوا آگے اس مقصود کے موانع کا بیان ہے اور حاصل اس کا جہل یعنی مقصود یا طریق کا نہ جاننا اور کسل یعنی اس کی طلب نہ ہونا ہے)

موانع مقصود از جہل وکسل

ہم تو تانی کردیا نعم المعیں	دیدۂ معدوم بیں را ہست بیں
اے اچھی اعانت کرنے والے آپ ہی کر سکتے ہیں	چشم معدوم بین کو ہست بین
دیدۂ کو از عدم آمد پدید	ذات ہستی را ہمہ معدوم دید
جو آنکھ کہ عدم سے ظاہر ہوئی ہے	اس نے ذات ہستی کو بالکل معدوم دیکھا
ایں جہان منتظم محشر شود	گر دو دیدہ مبدل و انور شود
یہ عالم جو کہ باانتظام ہے محشر معلوم ہونے لگے	اگر دو آنکھیں مبدل اور نورانی ہو جاویں
زاں نماید ایں حقائق ناتمام	کہ بریں خاماں بود فہمش حرام
اس وجہ سے یہ حقائق ناتمام معلوم ہوتے ہیں	کہ ان خام لوگوں پر اس کا سمجھنا حرام ہو گیا
نعمت جنات خوش بر دوزخی	شد محرم گرچہ حق آمد سخی
نعمتیں جنات طیبہ کی دوزخی پر	حرام ہیں اگرچہ حق تعالیٰ صاحب جود ہیں
در دہانش تلخ آمد شہد خلد	چوں نبود از وافیاں در عہد خلد
اس کے منہ میں جنت کا شہد تلخ ہے	چونکہ وہ عہد خلد میں اہل وفا سے نہ تھا
مر شمارا نیز در سوداگری	دست کے جنبد چو نبود مشتری
تمہارا بھی سوداگری میں	ہاتھ کب حرکت کرتا ہے جبکہ خریدار نہ ہو
کے نظارہ زاہل بخریدن بود	آں نظارہ گول گردیدن بود
تماشائی کب اشتراء کا اہل ہوتا ہے	وہ تماشا کرنا احمق ہو کر پھرنا ہے
پرس پرساں کایں بچند وآں بچند	از پئے تغییر وقت و ریشخند
پوچھتا پوچھتا کہ یہ چیز کتنے کو اور وہ چیز کتنے کو	وقت بدلنے کے لئے اور مسخرہ پن کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

از ملولی کالہ می خواہد ز تو	نیست آنکس مشتری و کالہ جو
بغرض ملال کے تجھ سے سودا مانگتا ہے	وہ شخص مشتری اور طالب متاع نہیں ہے
کالہ را صد بار دید و باز داد	جامعہ کے پیمود او پیمود باد
اس نے متاع کو سو بار دیکھا اور واپس دیدیا	اس نے کپڑے کی کب پیائش کی ہے ہوا کی پیائش کی ہے
کو قدوم و کر و فر مشتری	کو مزاح و گنگلی و سرسری
کہاں تو مشتری کا آنا اور کرو فر	کہاں خوش طبعی تمسخر کی اور سرسری
چونکہ در ملکش نباشد حبۂ	جز پئے گنگل چہ جوید جبۂ
چونکہ اس کی ملک میں ایک حبہ نہیں	سو وہ جبہ کیا لے گا بجز تمسخر کے
در تجارت نیستش سرمایۂ	پس چہ شخص زشت او چہ سایۂ
تجارت میں اس کے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہے	سو ایسا ہی اس کا جثہ قبیح اور ویسا ہی اس کا سایہ
مایہ در بازار ایں دنیا زرست	مایہ آنجا عشق و دو چشم ترست
سرمایہ بازار دنیا میں زر ہے	سرمایہ اس جگہ عشق اور دو چشم تر ہیں
ہر کہ او بے مایہ در بازار رفت	عمر رفت و بازگشت او خام تفت
جو شخص بدوں سرمایہ کے بازار میں گیا	عمر گئی اور وہ خام اور سوختہ ہو کر واپس آیا
ہے کجا بودی برادر ہیچ جا	ہے چہ پختی بہر خوردن ہیچ با
ہاں تو کہاں تھا اے بھائی کہیں بھی نہیں	ہاں تو نے کیا پکایا تھا کھانے کے لئے کوئی سالن بھی نہیں
مشتری شو تا بجنبد دست من	لعل زاید معدن آبست من
تو طالب ہوتا کہ میرا ہاتھ حرکت کرے	لعل پیدا کرے میرا معدن حاملہ

(اوپر جو مقصود اور اس کا طریق مذکور تھا اس کے دو امر مانع ہیں ایک غلط فہمی دوسری بے طلبی یہاں ان کا بیان ہے اولاً امر اول مذکور ہے جس کو بعنوان دعا کے شروع کرتے ہیں پس کہتے ہیں کہ) اے اچھی اعانت کرنے والے (خدائے تعالیٰ) آپ ہی کر سکتے ہیں چشم معدوم میں کو ہست بیں (معدوم سے مراد عالم امکان اور ہست سے مراد واجب الوجود یعنی ہماری نگاہ عقل صرف عالم امکان کو دیکھتی ہے اور واجب الوجود سے غافل اور اس کی یہی غلطی ہے کہ جو چیز دیکھنے اور التفات و تعلق کے قابل نہیں اس کو مقصود سمجھتی ہے اور اس میں مشغول ہو کر واجب الوجود سے غافل ہے جس کے ساتھ تعلق کرنے کا اوپر ذکر تھا آپ اپنے فضل سے اس چشم کو ہست بیں یعنی خدا کی طرف متوجہ ہونے والی کر دیجئے تا کہ خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرے اور تعلق پیدا کرنے کے لئے اس کے طریق کو اختیار کرے جس کا اوپر ذکر تھا ایک غلطی تو اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ ہے کہ یہ معدوم کو موجود سمجھتی ہے دوسری غلطی جو پہلی غلطی کے ساتھ متلازم ہے وہ اس کا عکس ہے یعنی موجود کو معدوم سمجھتی ہے چنانچہ آگے اس کا ذکر ہے کہ) جو آنکھ کہ عدم سے ظاہر ہوئی ہے (یعنی اصل اس کی عدم ہے چنانچہ ہر ممکن کے لئے یہ حکم ظاہر ہے) اس نے (بوجہ اس کے کہ اس کو عدم سے اصلی مناسبت ہے اور جن اسباب سے عارضی مگر غیر زائل مناسبت موجود سے ہو جاتی ہے وہ اسباب حاصل نہیں کئے اس لئے اس نے) ذات ہستی (مطلق یعنی حق تعالیٰ) کو بالکل معدوم (کے مثل) دیکھا (کہ ادھر التفات نہیں کیا جس طرح اس معدوم کی طرف التفات نہیں کرتے پس یہ ہے غلط فہمی عقل کی جس کے سبب مقصود سے بعد ہے اور آگے اس غلط فہمی کے رفع ہونے کا اثر بتلاتے ہیں کہ) یہ عالم جو کہ بانتظام ہے (اور معمور و آباد ہے یہ سب باوجود نظام و عمارت کے بمنزلہ) محشر (کے) معلوم ہونے لگے (جس میں بالفعل فانی ہو جاوے گا یعنی یہ عالم فی الحال فانی معلوم ہونے لگے) اگر دونوں آنکھیں (ہماری عقل کی) مبدل اور نورانی ہو جاویں (یہ عطف تفسیری ہے مبدل کا یعنی بے نور اور بے ادراک سے بانور اور باادراک ہو جاویں مطلب یہ کہ اگر ادراک صحیح ہو جاوے تو عالم کا فناء فی الحال حاضر ہو جاوے پس یہاں محشر سے مراد مطلق قیامت جس کا مصداق فناء ہے نہ کہ حشر کے ظاہری معنی کہ وہ اثر احیاء ہے آگے تفریع ہے ادراک کے صحیح نہ ہونے پر کہ) اس وجہ سے یہ حقائق (مذکورہ ہست و نیست کے) ناتمام (یعنی ناقص اور غلط) معلوم ہوتے ہیں (چنانچہ نیست تو ہست معلوم ہوتا ہے اور ہست نیست معلوم ہوتا ہے سو یہ اس وجہ سے ہے) کہ ان (عقل کے) خام لوگوں پر اس کا (صحیح) سمجھنا (بوجہ عدم استعمال قوت عقلیہ کے تکوینًا) حرام (اور ممتنع) ہو گیا (یعنی عادۃ اللہ جاری ہے کہ جو اعراض کرتا ہے بعد چندے اس کی استعداد فاسد کر دی جاتی ہے پس فساد استعداد کا سبب اسی شخص کو سوء اکتساب ہے قال تعالیٰ کلابل ران علیٰ قلوبھم ما کانوا یکسبون آگے مثال ہے اس تحریم تکوینی کی یعنی جس طرح نعمتیں جنات طیبہ کی دوزخی پر (تکوینًا) حرام ہیں (کما قال اللہ تعالیٰ قالوا ان اللہ حرمھما علی الکفرین) اگرچہ حق تعالیٰ (علی الاطلاق) صاحب جود ہیں (مگر ان کے اعمال سیئہ نے ان کو ان نعم کے قابل نہ رکھا اسی طرح ان خام عقلوں کو ان کے سوء اکتساب نے ان حقائق فہمی کے قابل نہ رکھا آگے اعمال سیئہ کے سبب ہونے کا واسطے عدم قابلیت نعماء جنت کے بیان ہے کہ) اس (دوزخی) کے منہ میں جنت کا شہد (تکوینًا) تلخ (یعنی ناموافق و محرم) ہے چونکہ وہ عہد (موجب دخول) خلد میں اہل وفا سے نہ تھا اور وہ عہد احکام ہیں یعنی احکام کی بجا آوری کرنے والا نہ تھا یہی حاصل ہے اعمال سیئہ کا یعنی اعمال سبب ہو گئے عدم قابلیت جنات کے اسی طرح اس خام عقل کا سوء اکتساب یعنی عدم استعمال عقل سبب ہو گیا خفاء حقائق کا اور تلخ آمد سے یہ استدلال کرنا کہ دوزخیاں نعماء جنت متالم شوند کما فعلہ بعضھم بالکل مہمل ولغو ہے یہاں تک قصداً بیان ہوا جہل و غلط فہمی کا جو مانع اول ہے اور چونکہ اسی کے ساتھ اسکا سبب بھی بضمن تمثیل مذکور ہوا کہ چوں نبود از وافیان الخ اور وہ عدم استعمال عقل ہے جس کی تقریر ابھی کی گئی اور یہی حائل ہے عدم طلب حق کا جو کہ مانع دوم ہے تو ضمناً اس مانع دوم کا بھی ذکر ہو گیا جس کا آگے قصداً بیان اس طرح آتا ہے کہ اوپر جس مصرعہ میں اس کا بیان تھا یعنی چوں نبود از وافیان الخ آئندہ کے مضمون کو اس کی مثال توضیحی کے طرز پر لائے ہیں یعنی عدم وفاء عہد و بلفظ دیگر عدم طلب جنت کا سبب ہو جانا عدم عطاء حق کے لئے موجب تعجب نہیں کیونکہ عدم طلب کا تو خاصہ علی الاطلاق یہی عدم عطاء ہے چنانچہ دیکھو) تمہارا بھی سوداگری میں ہاتھ (من حیث التجارۃ سودا تسلیم کرنے کے لئے کب حرکت کرتا ہے جبکہ خریدار (اور طالب ہی) نہ ہو (اور) تماشائی (جس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں طلب نہیں ہے) کب اشتراء کا اہل ہوتا ہے (بلکہ وہ تماشا کرتا (بعض احوال میں خود) احمق ہو کر پھرتا ہے (نظارہ بالتشدید بمعنی نظر کنندگان و بالتخفیف بمعنی نگریستن بچیزے کذا فی الغیاث وخفف من المشدد فی المصراع الاول اور وہ حال احمقی کا یہ ہے کہ) پوچھتا پوچھتا (پھرتا ہے) کہ یہ چیز کتنے کو اور وہ چیز کتنے کو (اور یہ پوچھنا خریداری کے لئے نہیں بلکہ محض) وقت بدلنے کے لئے اور مسخرہ پن کے لئے (وقت بدلنے سے مراد وقت گزرنا ہے کیونکہ جب ایک وقت گزرے گا لامحالہ دوسرے وقت سے وہ مبدل ہوی گا پس ایسا شخص) بغرض (رفع) ملال کے (کہ ذرا دل بہلے) تجھ سے سودا مانگتا ہے (اور حقیقت میں) وہ شخص مشتری اور طالب متاع نہیں ہے (چنانچہ اس نے متاع کو سو بار دیکھا اور واپس دیدیا (تو) اس نے کپڑے کی کب پیائش کی ہے ہوا کی پیائش کی ہے (باد پیمودن کنایہ از بیہودگی بھلا) کہاں تو (حقیقی) مشتری کا آنا اور (اس کا) کروفر (اور) کہاں خوش طبعی تمسخر کی اور سرسری (طور پر قیمت پوچھنا کہ خریداری کا قصد نہ ہو یعنی دونوں میں بڑا تفاوت ہے آگے اس کے کنگلی و سرسری ہونے کی علت یا علامت ہے یعنی دلیل لمی ہے یا دلیل انی فالکل یصح ولکل وجھہ اور وہ یہ ہے کہ) چونکہ اس کی ملک میں ایک حبہ نہیں سو وہ جبہ کیا لے گا بجز تمسخر کے (یعنی وہ واقع میں جبہ کا طالب نہ ہوگا محض دل لگی کرے گا اور جب) تجارت میں اس کے پاس کوئی سرمایہ نہیں ہے سو ایسا ہی اس کا جثہ قبیح اور ویسا ہی اس کا سایہ (یعنی اس کے سایہ کی طرح اس کا جثہ بھی بیکار ہے پس جیسا یہ شخص بوجہ طالب متاع نہ ہونے کے متاع سے محروم ہے اسی طرح جو طالب مقصود نہ ہوگا وہ مقصود سے محروم ہوگا اور جس طرح یہ شخص مشبہ بہ بوجہ مفلس ہونے کے طالب متاع نہیں اسی طرح یہ شخص مشبہ بوجہ محبت نہ ہونے کے طالب مقصود نہیں آگے اسی کو کہتے ہیں کہ) سرمایہ بازار دنیا میں زر ہے اور سرمایہ اس جگہ (یعنی شوق آخرت میں) عشق اور دو چشم تر ہیں (کہ آثار عشق میں سے ہے سو بازار میں جس طرح سرمایہ لے کر جانا چاہیے اسی طرح درد و محبت لے کر راہ حق میں کہ تہیہ آخرت ہے آنا چاہئے ورنہ) جو شخص بدوں سرمایہ کے بازار میں گیا (اس کی) عمر (برباد) گئی اور وہ خام اور سوختہ (و متاسف) ہو کر (ایسی حالت میں) واپس آیا (کہ اگر اس سے کوئی پوچھے کہ) ہاں تو کہاں تھا اے بھائی (تو جواب میں یہی کہے گا کہ) کہیں بھی نہیں (اور اگر کوئی اس سے پوچھے کہ) ہاں تو نے کیا پکایا تھا کھانے کے لئے (تو جواب میں یہی کہے گا کہ) کوئی سالن بھی نہیں (با مخفف با بمعنی نان خورش وجہ اس جواب کی ظاہر ہے کہ بازار جانا اور نہ جانا اس کا برابر ہے اس لئے یہ کہنا صحیح ہے کہ کہیں نہیں گیا اور وہاں سے کچھ نہ لانا جو کہ پکانے کا موقوف علیہ ہے بہت ہی ظاہر ہے یہ سب حالت اس کے غایت حرماں کی ہے تو مطلب یہ ہوا کہ جس طرح یہ شخص محروم محض ہے اسی طرح بدوں درد و محبت اور بدوں طلب کے بھی محض محرومی ہوتی ہے پس یہ سب بیان ہوا مانع ثانی من المقصود کا آگے بعد اشتراط طلب کے طالب ہونے کی ترغیب دیتے ہیں کہ) تو طالب ہوتا کہ میرا ہاتھ (عطا کے لئے) حرکت کرے (یعنی مجھ کو تربیت کا جوش اٹھے اور طالب ہوتا کہ) لعل پیدا کرے میرا معدن حاملہ (یہ کنایہ ہے قلب پر اسرار سے یعنی تیری طلب کو دیکھ کر قلب میں اسرار آویں پھر جارحۂ لسان سے عطا کروں جس کو دست سے تعبیر کیا ہے آگے اہل ارشاد کو خطاب کرتے ہیں کہ گو ہم نے غافلین کو طلب کی ترغیب دی ہے مگر تم ان کی طلب کے منتظر مت رہنا تم تبلیغ و دعوت و ارشاد میں مشغول رہو گو کوئی طالب نہ ہو اور اس میں اگر یہ وسوسہ ہو کہ جب طلب شرط ہے وصول الی المقصود کی تو بلا طلب محض دعوت پر یہ ثمرہ مرتب نہ ہوگا تو پھر دعوت سے کیا فائدہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ تم اس ثمرہ کا قصد مت کرو محض اللہ کی رضا کے واسطے دعوت کرو گو وہ ثمرہ نہ ہو مگر یہ بھی خود ثمرہ ہے آگے یہی مضمون ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

مشتری گرچہ کہ ست و بار دست	دعوت دیں کن کہ دعوت وارد ست
طالب اگرچہ ست اور افسردہ ہے	تو دعوت دین کر کیونکہ دعوت وارد ہے
باز پراں کن حمام روح گیر	دررہ دعوت طریق نوحؑ گیر
باز کو پران کر کبوتر روح کو پکڑ	طریق دعوت میں طریقہ نوح علیہ السلام کا اختیار کر
خدمتے می کن برای کردگار	با قبول و رد خلقانت چہ کار
خدمت کرتا رہ خدا کے واسطے	خلق کے قبول و رد سے تجھ کو کیا کام

داستان آں شخص کہ بر در سرائے نیم شب سحوری میزد ہمسایہ اورا گفت کہ آخر نیم شب است سحر نیست و دیگر آنکہ دریں سرائے کسے نیست بہر کہ میزنی و جواب گفتن مطرب اورا

ایک شخص کا قصہ جو آدھی رات کو ایک مکان میں سحری کا نقارہ بجا رہا تھا پڑوسی نے اس سے کہا کہ آدھی رات ہے سحری کا وقت نہیں ہے دوسرے یہ کہ اس گھر میں کوئی نہیں ہے تو کس کے لئے بجا رہا ہے اور بجانے والے کا اس کو جواب دینا

آں یکے میزد سحوری بر درے	درگہے بود و رواق مہترے
ایک شخص نے کسی دروازے پر سحوری بجائی	ایک درگاہ تھی اور کسی سردار کا ایوان تھا
نیم شب میزد سحوری را بجد	گفت او را قائلے کاے مستمد
نصف شب کے وقت سحوری کو بڑے اہتمام سے بجا رہا تھا	ایک کہنے والے نے اس سے کہا کہ اے طالب امداد
اولاً وقت سحر زن ایں سحور	نیم شب افغاں مکن اے ناصبور
اول تو اس سحوری کو سحر کے وقت بجا	آدھی رات کے وقت شور مت کر اے بے صبرے
دیگر آنکہ فہم کن اے بوالہوس	کاندریں خانہ دروں خود ہست کس
دوسری یہ بات ہے کہ یہ سمجھ لے اے بوالہوس	کہ اس گھر میں اندر خود کوئی ہے بھی
کس دریں جا نیست جز دیو و پری	روزگار خود چہ یاوہ می بری
اس جگہ بجز بھوت پریت کے کوئی نہیں ہے	تو کیوں اپنا وقت ضائع کرتا ہے
بہر گوشے میزنی دف گوش کو	ہوش باید تا بداند ہوش کو
تو کسی کان کے لئے دف بجا رہا ہے کان کہاں ہے	ہوش کی ضرورت ہے تاکہ معلوم کرے ہوش کہاں ہے
گفت گفتی بشنو از چاکر جواب	تا نمانی در تحیر و اضطراب
اس نے کہا کہ بندہ کا جواب سن لے	تاکہ تو تحیر اور اضطراب میں نہ رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ ہستایندم بر تو نیم شب	نزد من نزدیک شد صبح طرب
اگرچہ یہ وقت تیرے نزدیک آدھی رات ہے	لیکن میرے نزدیک صبح طرب قریب ہو گئی
ہر شکستے پیش من فیروز شد	جملہ شبہا پیش چشمم روز شد
ہر شکست میرے نزدیک فتح ہے	تمام شبیں میری آنکھ میں دن ہیں
پیش تو خون ست آب رود نیل	پیش من آبست نے خوں اے نبیل
تیرے نزدیک رود نیل کا پانی خون ہے	میرے نزدیک وہ پانی ہے نہ کہ خون اے دانا
در حق تو آہن ست و آں رخام	پیش داؤد نبیؑ موم ست و رام
یہ تیرے اعتبار سے لوہا ہے اور پتھر	داؤدؑ پیغمبر کے نزدیک موم ہے اور نرم
پیش تو کہ بس گران ست و جماد	مطرب ست او پیش داؤدؑ اوستاد
تیرے نزدیک پہاڑ ثقیل ہے اور جماد	صاحب الحان استاد ہے نزدیک داؤدؑ علیہ السلام کے
پیش تو آں سنگریزہ ساکت ست	پیش احمدؐ او فصیح و قانت ست
تیرے نزدیک وہ سنگریزہ ساکت ہے	احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ فصیح اور مطیع ہے
پیش تو استون مسجد مردہ ایست	پیش احمدؐ عاشق دل بردہ ایست
تیرے نزدیک ستون مسجد کا ایک مردہ ہے	احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عاشق دل بردہ ہے
جملہ اجزائے جہاں پیش عوام	مردہ و پیش خدا داناؤ رام
تمام اجزائے عالم عوام کے نزدیک	مردہ ہیں اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک عاقل اور مطیع ہیں
آنچہ گفتی کاندریں قصر و سرا	نیست کس، چوں میزنی ایں طبل را
تو جو کہتا ہے کہ اس قصر اور سرا میں	کوئی نہیں تو یہ طبل کیوں بجاتا ہے
بہر حق ایں خلق زرہا می دہند	صد اساس خیر و مسجد می نہند
خدا کے واسطے یہ خلائق زر دیتے ہیں	صدہا بنیادیں خیر کی اور مسجد کی قائم کرتے ہیں
مال و تن در راہ حج دور دست	خوش ہمی بازندہ چوں عشاق مست
مال اور بدن حج کے دور و دراز رستہ میں	خوش خوش نثار کرتے ہیں عشاق مست کی طرح
ہیچ می گویند کاں خانہ تہی ست	ایں سخن کے گوید آں کش آگہی ست
کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ گھر خالی ہے	ایسی بات کب کہے گا جس شخص کو آگاہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پر همی بیند سرای دوست را	آنکه از نور الہستش ضیا
پر دیکھتا ہے سرائے دوست کو	وہ شخص جس کو نور الٰہی سے ضیاء حاصل ہے
بس سرای پرز جمع و انبہی	پیش چشم عاقبت بیناں تہی
بہت سے گھر جو کہ جماعت اور ہجوم سے پر ہیں	وہ انجام بینوں کی نظر میں خالی ہیں
ہر کرا خواہی تو در کعبہ بجو	تا بروید در زماں پیش تو او
تو جس کو طلب کر رہا ہے کعبہ میں تلاش کر	تاکہ وہ فوراً تیرے سامنے ظاہر ہو جاوے
صورتے کو فاخر و عالی بود	اوز بیت اللہ کے خالی بود
جو صورت کہ فاخر اور عالی ہوتی ہے	وہ کعبہ سے کب خالی ہوتی ہے
او بود حاضر منزه از رتاج	باقی مردم برائے احتیاج
وہ حاضر ہے اور منزہ ہے اور دروازہ بند ہونے سے	باقی آدمی احتیاج کے لئے ہیں
ہیچ می گویند کایں لبیکہا	بے ندای می کنم آخر چرا
کبھی یہ بھی کہتے ہیں کبھی یہ بار بار کی لبیک	بدوں کسی ندا کے آخر میں کیوں کرتا ہے
کوندا تا خود تو لبیکے دہی	از ندا لبیک تو چوں شد تہی
ندا کہاں ہے جس پر تو لبیک دے رہا ہے	تیری لبیک ندا سے کیسے خالی ہو گئی
بلکہ توفیقے کہ لبیک آورد	ہست ہر لحظہ ندائے از احد
بلکہ تو توفیق کہ لبیک کا باعث ہو رہی ہے	وہی ہر لحظہ ندا ہے حضرت احد کی طرف
من ببودانم کہ ایں قصر و سرا	بزم جاں افتاد و خاکش کیمیا
میں خوشبو سے جان رہا ہوں کہ یہ قصر اور سرا	محفل روحی واقع ہوئی ہے اور اس کی خاک اکسیر
مس خود را بر طریق زیر و بم	تا ابد بر کیمیا اش میزنم
میں اپنے تانبے کو بذریعہ زیر و بم کے	ابد تک کے واسطے اس کی اکسیر پر مل رہا ہوں
تا بجوشد زایں چنیں ضرب سحور	دردر افشانی زبخشایش بحور
تا کہ اس طرح کی ضرب سحوری سے جوش میں آ جاویں	در افشانی کرنے میں عطا کے سبب سے دریا
خلق در صف قتال و کار زار	جاں ہمی بازند بہر کردگار
مخلوق صف قتال و کار زار میں	جانبازی کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے واسطے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں یکے اندر بلا ایوبؑ وار	واں دگر در صابری یعقوبؑ وار
ایک شخص بلا میں ایوب علیہ السلام کی طرح ہے	اور دوسرا صبر میں یعقوب علیہ السلام کی طرح
آں یکے چوں نوحؑ در اندوہ و کرب	واں دگر چوں احمدؐ اندر صف حرب
ایک شخص نوح علیہ السلام کی طرح اندوہ و کرب میں ہے	اور دوسرا احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صف حرب میں ہے
ایں ز دنیا چوں ابوذرؓ پر حذر	واں دگر در استقامت چوں عمرؓ
یہ شخص دنیا سے ابو ذر کی طرح پر حذر ہے	اور دوسرا استقامت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح ہے
صد ہزاراں خلق تشنہ و مستمند	بہر حق از طمع جہدے می کنند
لاکھوں مخلوق تشنہ اور مستمند	حق تعالیٰ کے واسطے امید سے کوشش کرتے ہیں
من ہم از بہر خداوند غفور	میزنم بردر بامیدش سحور
میں بھی خداوند غفور کے لئے	دروازہ پر ان کی امید میں سحوری بجا رہا ہوں

(ربط اوپر مذکور ہوا کہ کسی کی طلب میں نقصان یا اس کے فقدان سے تم دعوت حق میں کمی مت کرو کہ اس شخص کے ذمہ جو حق واجب تھا اس نے تو ضائع کیا تو اس سے تم اپنے ذمہ کے حق کو کیوں ضائع کرتے ہو خواہ وہ واجب ہو یا مستحب پس فرماتے ہیں کہ) طالب اگرچہ سست اور افسردہ ہے (مگر) تو دعوت دین کر کیونکہ دعوت (کا مامور بہ ہونا وجوباً یا استحباباً اس صورت میں بھی) وارد ہے (پس) باز (دعوت) کو پران کر (اور اس کے ذریعہ سے) کبوتر روح کو پکڑ (جس طرح باز سے کبوتر کا شکار کرتے ہیں مطلب یہ کہ تو اس کا قصد کر ممکن ہے کہ وہ روح مسخر اور دعوت سے متاثر ہو جاوے اور اگر خالی ہی ہو گئی تو کیا کوئی شخص اس احتمال سے باز کو شکار کے لئے چھوڑنا ترک کر دیتا ہے اور) طریق دعوت میں طریقہ نوح علیہ السلام کا اختیار کر (کہ ناکامی کا غالب احتمال بھی ان کو وعظ سے مانع نہیں ہوا اور اس طریق کو اختیار کر کے) خدمت (دعوت کی ادا) کرتا رہ خدا کے واسطے (اور) خلق کے قبول و رد سے تجھ کو کیا کام (جس طرح آگے حکایت کی ہے کہ اس شخص نے خالی مکان پر نصف شب کے وقت دف بجایا تصریح دف کی شعر بہر گوشے میزنی دف اِلخ میں ہے اور ممکن ہے کہ طبل ہو جیسا اس شعر کے بعد ایک شعر میں ہے نیست کس چون میزنی ایں طبل را اور ایک جگہ مجاز لینا پڑے گا بہر حال کچھ بجایا اور کسی معترض نے کہا کہ نہ یہ مکان اس کے مناسب ہے اور نہ زمان کیونکہ اس میں نہ کوئی دینے والا ہے اور نہ سننے والا تو یہ بجانا بے فائدہ ہے اور اس نے جواب دیا تھا جس کا حاصل یہ تھا کہ میں اللہ کے لئے بجاتا ہوں جس کی توجیہ ختم قصہ پر انشاء اللہ تعالیٰ بیان کی جاوے گی مقصود صرف حکایت سے یہ ہے کہ اسی طرح تو بھی کسی مستمع کو مت دیکھ کہ کوئی منتفع ہوگا یا نہیں اللہ کے واسطے کہتا رہ اور وہ حکایت یہ ہے کہ) ایک شخص نے کسی دروازہ پر سحوری بجائی (سحور کہتے ہیں آخر شب کھانے کو جس کو سحری بھی کہتے ہیں اور یا اس میں نسبت کی ہے یعنی وہ آلہ جو سحور کے لئے جگانے کے لئے بجاتے ہیں خواہ نقارہ ہو یا دف ہو اور جس مکان کا وہ دروازہ تھا وہ) ایک (عالی شان) درگاہ تھی اور کسی سردار کا ایوان تھا (رواق کے معنی غیاث میں یہ بھی لکھے ہیں مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیکھنے میں ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی سردار کا مسکن ہے یا کسی وقت میں ایسا ہوا ہوگا تاویل کی وجہ یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ آگے اس کا خالی ہونا معلوم ہوتا ہے غرض وہ شخص) نصف شب کے وقت سحوری کو بڑے اہتمام سے بجا رہا تھا ایک کہنے والے نے اس سے کہا کہ اے طالب امداد (یہ اس لئے کہا کہ اس نے گمان کیا کہ یہ کوئی سائل ہے اسی امید میں ایسا کرتا ہے کہ گھر والا کچھ دیدے گا غرض یہ کہا کہ) اول تو (اگر یہ مکان خالی بھی نہ ہو تب بھی) اس سحوری کو سحر کے وقت بجا (اور) آدھی رات کے وقت شورمت کر اے بے صبر (یہ بھی بگمان اس کے سائل حریص ہونے کے کہا کہ غایت حرص سے اتنا صبر نہ ہوا کہ سحر ہونے دے اور دوسری یہ بات ہے کہ یہ سمجھ لے اے بوالہوس کہ اس گھر میں اندر خود کوئی ہے بھی (سو) اس جگہ بجز بھوت پریت کے کوئی نہیں ہے (یعنی مکان بھی خالی ہے پس) کیوں اپنا وقت ضائع کرتا ہے تو (اپنے گمان میں) کسی کان (میں ڈالنے) کے لئے دف بجا رہا ہے (مگر یہاں) کان کہاں ہیں (یعنی نہیں ہے کیونکہ مکان میں کوئی آدمی ہی نہیں اور اسی طرح کان کے ساتھ اس کے لئے) ہوش کی ضرورت ہے تا کہ (اس ہوش کے ذریعہ سے) معلوم کرے (کہ کوئی بجانے والا مانگ رہا ہے سو یہاں) ہوش کہاں ہے (کیونکہ یہاں ذوی العقول رہتے ہی نہیں جیسا پہلے آ چکا) اس (سحوری زن) نے (جواب میں) کہا کہ بندہ کا جواب سن تا کہ تو تحیر واضطراب میں نہ رہے (تو نے جو وقت کے ناوقت ہونے کی نسبت کہا ہے سو بات یہ ہے کہ اگر چہ یہ وقت تیرے نزدیک آدھی رات ہے (لیکن) میرے نزدیک صبح طرب قریب ہوگئی (اور صبح کے قریب ہی کا وقت سحر ہے جس میں بجانے کو تو بھی بے موقع نہیں کہتا مطلب یہ کہ گو صبا یہ نیم شب ہے مگر معنیٰ سحر کا وقت ہے یعنی جو علت سحر کے وقت بجانے کی ہوتی ہے کہ وہ مفید ہے اس علت سے یہ وقت بھی سحر کے حکم میں ہے کیونکہ میرے نزدیک اس وقت کا بجانا بھی مفید ہے وجہ یہ کہ تو نے تو فائدہ کو منحصر کر رکھا ہے فائدہ متعارفہ میں اور وہ منتفی ہے اور میں نے دوسرے فائدہ کا قصد کیا ہے اور وہ قریب ہے کیونکہ میں خدا کے لئے بجاتا ہوں جیسا کہ مکان کے خالی ہونے کے جواب میں آیا ہے من ہم از بہر خداوند غفور الخ اور اس کا فائدہ سحر کے ساتھ مخصوص نہیں نصف شب کے وقت بھی حاصل ہو سکتا ہے مثلاً فرض کیا جاوے کہ وہ اس نیت سے بجاتا ہو کہ اہل تہجد اٹھ جاویں سو تہجد کا وقت افضل نصف شب سے شروع ہو کر اخیر شب تک رہتا ہے گو افضلیت میں یہ اجزاء خود بھی متفاوت ہوں لیکن نفس فضیلت تو مشترک ہے اس لئے تہجد کے لئے جگانے کا ثواب اس وقت کے جگانے سے بھی ملے گا اس اعتبار سے یہ وقت بھی بحکم سحر ہوا اور ممکن ہے کہ اور کچھ قصد مشترک بین الوقتین ہو جس کی کاوش کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ مقصود حکایت کا اس پر موقوف نہیں کہ اس کی کوئی غرض صحیح ہی ہو بلکہ اگر غیر صحیح ہو تو یہ حکایت مقصود پر زیادہ دال ہوگی اس طرح سے کہ دیکھو اس سحوری زن نے ایک ایسا فعل جس کی کوئی غرض بھی صحیح نہ تھی رضائے حق کے واسطے کیا تو تم فعل تبلیغ جس میں اعلیٰ درجہ کی غرض صحیح ہو سکتی ہے یعنی طلب رضائے حق اسی غرض یعنی طلب رضائے حق کے واسطے کیوں نہ کرو غرض مقصود حکایت دونوں طرح حاصل ہے لیکن بندہ نے تبرعاً ایک مثال فرض کر لی جس سے حکایت کی اچھی توجیہ ہوگئی آگے چند مادے بطور مثال کے ایسے مذکور ہیں جس کا ظاہر اور طرح کا اور باطن اور طرح کا اور ان میں اکثر مواد وہ ہیں کہ ظاہر خسیس اور باطن نفیس صرف ایک مادہ اس کا عکس ہے کہ ظاہر نفیس یعنی پانی اور باطن خسیس یعنی خون باعتبار قبطیوں کے اور یہ مثالیں اس لئے لائے تا کہ ان سے اس دعویٰ مذکورہ گرچہ ہست ایں دم الخ کی تقویت وتائید ہو جاوے کہ جس طرح ان مثالوں کی کیفیت ہے کہ صورۃً اور حالت ہے اور معنیٰ اور حالت اسی طرح یہاں بھی ہے کہ صورۃً نیم شب اور معنیٰ سحر اور یہ مثالیں گو زبان سحوری زن سے ہیں مگر واقع میں خود مولانا کے ارشادات ہیں افادات خاصہ کے لئے جو بمناسبت مقام وارد کئے گئے مثال

www.besturdubooks.wordpress.com

اول) ہر شکست (غیر اختیاری) میرے نزدیک (بلکہ ہر عارف کے نزدیک معنیٰ) فتح ہے (کیونکہ اس میں جو حکمتیں اور مصلحتیں ہوتی ہیں ان کے اعتبار سے وہ بھی معنیٰ کامیابی ہی ہے مثال ثانی) تمام شیون (یعنی مصائب) میری آنکھ میں دن (یعنی مسرتیں) ہیں (بالعلۃ التی ذکرت مثال ثالث اے قبطی) تیرے نزدیک رودنیل کا پانی خون ہے (اور) میرے (یعنی سبطی کے) نزدیک وہ پانی ہے نہ کہ خون اے دانا (مثال رابع) تیرے اعتبار سے لوہا ہے اور پتھر (اور) داؤد پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نزدیک موم ہے اور نرم (کما قال اللہ تعالیٰ و النالہ الحدید الآیۃ مثال خامس) تیرے نزدیک پہاڑ ثقیل (الطبع) ہے اور جماد (مگر) صاحب الحان استاد (یعنی کامل) ہے نزدیک داؤد علیہ السلام کے کما قال تعالیٰ انا سخرنا الجبال معہ یسبحن بالعشی و الاشراق الآیۃ مثال سادس) تیرے نزدیک وہ سنگریزہ ساکت ہے (اور) احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک وہ فصیح اور مطیع ہے (کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم سے تشہد پڑھنے لگا جب مولانا نے یہ قصہ کسی مقام پر بیان فرمایا ہے سنگہا اندر کف بوجہل بود الخ مجھ کو یاد نہیں کہ کسی حدیث میں ہے یا نہیں مثال سابع) تیرے نزدیک ستون مسجد (نبویؐ) کا ایک مردہ (و بے جان) ہے (اور) احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے نزدیک عاشق دل بردہ ہے (جیسا کتب حدیث میں صحیح سند سے مشہور ہے آگے تخصیص امثلہ اربعہ اخیرہ کے بعد ان امثلہ کے معنی مشترک کی تعمیم ہے کہ اسی طرح) تمام اجزائے عالم (جو از قسم جمادات و نباتات ہیں) عوام کے نزدیک مردہ ہیں اور خدائے تعالیٰ کے نزدیک عاقل اور مطیع ہیں (عاقل سے مراد قوت علمیہ کے ساتھ اور مطیع سے مراد قوت عملیہ کے ساتھ موصوف ہونا ہے یہاں تک تو تقریر مع التائید تھی معترض کے سوال اول کی کہ ناوقت بجا رہا ہے آگے اس کے دوسرے اعتراض کا جواب ہے یعنی) تو جو کہتا ہے کہ اس قصر اور سرا میں کوئی نہیں تو یہ طبل کیوں بجاتا ہے (سو اس کا جواب یہ ہے کہ) خدا کے واسطے یہ خلائق زر دیتے ہیں (اور خدا ہی کے واسطے) صدہا بنیاد یں خیر کی (مثلاً مدارس و خانقاہ کی) اور مسجد کی قائم کرتے ہیں (اور خدا ہی کے واسطے مال اور بدن حج کے دور و دراز راستہ میں خوش خوش نثار کرتے ہیں عشاق مست کی طرح (حج چونکہ مرکب ہے عبادت بدنیہ و مالیہ سے اس لئے دونوں کو جمع کر دیا تو ان مواقع مذکورہ انفاق مال و بناء مدرسہ و خانقاہ و مسجد و بذل مال و نفس فی الحج میں بھی بطور اعتراض کے) کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ گھر خالی ہے (مثلاً کعبہ میں کون ہے جس کے لئے سفر کر کے آتے ہیں دوسرے انفاقات کس کے لئے کرتے ہو اس دار دنیا میں کوئی نظر نہیں آتا جس سے اس کا عوض چاہتے ہو پس آن خانہ عام ہوگا بیت اللہ اور دار دنیا کو غرض ایسی بات اعتراض کی کوئی نہیں کہتا اور) ایسی بات کب کہے گا جس شخص کو (ذرہ بھی) آگاہی ہے (کیونکہ اس آگاہی سے اس کو معلوم ہے کہ یہ سب کا) خدا کے لئے کیے ہیں اور اس کے لئے کام کرنا اس پر موقوف نہیں کہ وہ یا اور کوئی اس مقام میں ہوا ہی کرے تو دیکھو یہاں بھی گھر خالی اور پھر فعل عبث نہیں آگے بطور ترقی فی الجواب کے فرماتے ہیں کہ یہ خلو جو مذکورہ ہوا باعتبار چشم ظاہر کے ہے باقی چشم باطن سے تو) پر دیکھتا ہے سرائے دوست کو (یعنی بیت اللہ کو یا مطلق دار دنیا کو کہ اول باضافت تشریفیہ اور ثانی باضافت تملیکیہ مضاف ہے اللہ تعالیٰ کی طرف آگے فاعل ہے ہمی بیند کا یعنی سرائے دوست کو پر دیکھتا ہے) وہ شخص جس کو نور الٰہی سے ضیاء حاصل ہے (نور الٰہی سے مراد نور معرفت ہے اور پر دیدن سے مراد اللہ تعالیٰ کے افعال و مظاہر سے پر دیکھنا ہے کہ وہ دال ہیں وجود حق پر پس جیسا استحضار ان کو مشاہدہ بلا واسطہ سے ہوتا ویسا ہی اس مشاہدۂ بواسطہ سے اس لئے یوں کہا جاوے گا کہ سرائے دوست کو گویا خود دوست ہی سے معمور دیکھ لیا کیونکہ اس کی نظر تو مقصود پر سے یہاں اس کا مقصود حاصل ہے تو اس کے نزدیک پر ہے گو ظاہراً خالی ہی ہو اور جہاں مقصود حاصل

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں وہ خالی ہے گو ظاہراً بری ہو چنانچہ اس بنا پر) بہت سے گھر جو کہ جماعت اور ہجوم سے پر ہیں۔ وہ انجام بینوں کی نظر میں خالی ہیں (یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ عارف تو ہر جگہ مقصود کو دیکھتا ہے پھر اس کی نظر میں کوئی گھر خالی کیسے ہوگا جواب یہ ہے کہ یا تو مراد خاص اس حالت کے اعتبار سے ہے جبکہ اس کو احیاناً ذہول ہو جاوے چنانچہ ایسا ہو بھی جاتا ہے ولو قلیلاً اور یا عارف عاقبت بین کے اعتبار سے حکم کرنا مقصود نہیں بلکہ باعتبار) محجوب کے ہے اور پیش چشم کے معنی یہ ہوں گے کہ در نظر عارف ایں حکم ثابت باشد کہ ایں سرائے جامع (نبوہ) باعتبار محجوب و محرم خالی ست آگے تفریع ہے شعر پر ہمی بیند پر اور اس کے بعد کا شعر محض اس کے مقابلہ کے طور پر تھا یعنی جب معلوم ہوا کہ عارف کا اس گھر کو بھی خالی نہ سمجھنا جو ظاہراً خالی ہے معلل اس علت سے ہے کہ اس کو نور معرفت حاصل ہے اور محل اس نور کا قلب ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ اصل موقع طلب حق کا قلب عارف ہے اس سے ارتباط استفادہ کرنے سے حق کا قرب میسر ہوتا ہے چنانچہ ظاہر ہے پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) تو جس کو طلب کر رہا ہے (یعنی مقصود حقیقی کو) تو (اس کو) کعبہ (قلب عارف) میں تلاش کر (کعبہ کی یہ تفسیر آئندہ شعر میں آتی ہے یعنی عارف کی تعلیم و صحبت میں تلاش کر) تا کہ وہ فوراً تیرے سامنے ظاہر ہو جاوے (یعنی تجھ کو اس کی معرفت بھی ہو جاوے اور نسبت بھی اس سے حاصل ہو جاوے یہی اس کا ظہور اور قرب ہے آگے اس کعبہ کی تفسیر ہے کہ مراد ہماری یہ کعبہ مشہورہ نہیں بلکہ) جو صورت کہ فاخر اور عالی ہوتی ہے (مراد بدن عنصری عارف کامل کا یعنی) وہ (صورت) کعبہ سے کب خالی ہوتی ہے (اور ظاہر ہے کہ یہ کعبہ مشہورہ اس بدن میں نہیں ہے البتہ قلب ضرور ہے پس معلوم ہوا کہ مراد اس سے قلب ہے یہ تفسیر ہوگئی کعبہ مذکورہ فی الشعر السابق کی آگے اس قلب کی فضیلت و مدح ہے کہ) وہ (قلب افادۂ خلق کے لئے ہر وقت) حاضر ہے (اور) منزہ ہے دروازہ بند ہونے سے (کذا فی منتخب اللغات فی تفسیر الرتاج مطلب یہ کہ جس طرح کعبہ میں تعبد کو ہر وقت ذریعہ قرب الٰہی کا بنا سکتے ہیں اسی طرح اس مثال کعبہ یعنی قلب عارف سے بھی ہر وقت استفادہ ممکن ہے اس طرح سے کہ اس کی صحبت سے جو برکت حاصل ہوئی اور اس کی تعلیم سے جو طریقہ معلوم ہوا ہر وقت اس سے انتفاع ہو سکتا ہے اور یہ مطلب نہیں کہ ہر وقت اس سے ظاہراً بھی استفادہ سہل ہے اور کسی وقت اس کو نہ تعب ہو نہ ملنے جلنے سے عذر ہو غرض اس کی تو یہ شان ہے کہ ہر وقت افادہ کے لئے حاضر ہے اور) باقی آدمی (جو غیر عارف رہ گئے وہ) احتیاج (یعنی استفادہ) کے لئے ہیں (پس اس کا کام افادہ ہے دوسروں کو چاہیے کہ استفادہ کریں یہاں تک وہ مضمون جو بطور ترقی جواب کے ذکر کیا گیا تھا ختم ہوا گلا مضمون مربوط ہے بیت بالا ہیچ میگویند آنخ کے ساتھ گویا اس شعر کی طرف عود ہے یعنی حج وغیرہ کرنے والوں کو کیا کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ گھر خالی ہے جیسا اوپر مذکور ہوا یا) کبھی (اپنی لبیک کی نسبت) یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ بار بار کی لبیک۔ بدوں کسی نداء کے (جو پہلے ہوئی ہو) آخر میں کیوں کرتا ہوں (مطلب یہ کہ لبیک کے معنی ہیں حاضر ہوتا ہوں اور یہ جواب میں کسی بلانے والے کے ہوتا ہے سو یہ شبہ نہیں ہوتا کہ جب ہم کو کسی نے پکارا نہیں تو ہم لبیک کس کے جواب میں کہتے ہیں سو یہ شبہ بھی کوئی نہیں کرتا ورنہ تجھ سے کوئی پوچھ سکتا ہے کہ) ندا کہاں ہے جس پر تو لبیک (سے جواب) دے رہا ہے (اور کوئی پوچھ سکتا ہے کہ تیری لبیک) (کسی کے) ندا (دینے) سے کیسے خالی ہوگی (یعنی کسی نے تجھ کو ندا نہیں دی تو تو لبیک کیسے کہتا ہے سو باوجود اس کے کہ یہ سوال تجھ پر متوجہ ہو سکتا ہے مگر تجھ کو کبھی یہ شبہ نہیں ہوا) بلکہ (یوں سمجھ لیا گیا اور اگر کوئی پوچھے تو یہ جواب تجویز کر لیا گیا کہ) یہ توفیق کہ لبیک کا باعث ہو رہی ہے وہی ہر لحظہ (بجائے) ندا (کے) ہے حضرت احد کی طرف سے (یعنی لبیک ایک عبادت ہے اور موقوف ہے توفیق پر پس وہی توفیق بجائے نداء حق

کے ہے یہ بات سمجھ کر شبہ نہیں رہا پس ثابت ہوا کہ جیسے یہاں قاطع سوال یہی امر ہے کہ ہم خدا کے لئے اور اس کی توفیق سے کر رہے ہیں اسی طرح مجھ پر جو سوال کیا جاتا ہے کہ تو خالی گھر پر کیوں بجا رہا ہے اس سوال کو بھی ایسے ہی جواب سے قطع کر لو کہ میں خدا کے لئے بجا رہا ہوں اگر گھر خالی ہو تو ہو اور یہ خالی مان لینا باعتبار چشم ظاہر کے ہے باقی چشم باطن سے میں اس کو پر دیکھتا ہوں چنانچہ) میں خوشبو سے جان رہا ہوں کہ یہ قصر و سرا محفل روحی واقع ہوئی ہے اور اس کی خاک اکسیر (واقع ہوئی ہے اس لئے) میں اپنے تانبے کو بذریعہ زیر و بم (یعنی سرود اور ضرب دف یا طبل) کے ابد تک کے واسطے اس (قصر) کی اکسیر پر مل رہا ہوں تا کہ اس طرح کے ضرب سحوری سے جوش میں آ جاویں در افشانی کرنے میں عطا کے سبب (کرم کے) دریا (مراد بخشش حق یعنی بخشائش حق کی تحصیل کے لئے ایسا کرتا ہوں یہ تو تقریر ہے عنایت کی جو تا بجوشد الخ میں مذکور ہے باقی من ببودانم الخ کی توجیہ میرے مذاق کے موافق یہ ہے کہ بو سے مراد ادراک باطنی اور قصر کے بزم جان اور کیمیا واقع ہونے سے مراد اس کا ذریعہ طاعت و بر واقع ہونا ایک خاص وجہ سے جس کی تعیین بضمن تقریر آتی ہے اور جس سے مراد اپنا عمل وارادہ کہ فی نفسہ کم قدر ہے اور قبول کے بعد باقدر ہو جاتا ہے پس تقریر یہ ہے کہ اس قصر خالی پر بجانا بغرض رضائے حق جیسا اوپر خود مثنوی میں مذکور ہوا اور احقر نے اس نیت کی ایک مثال حسن بھی ذکر کی ہے یعنی ایقاظ للتہجد تو اس غرض سے بجانا خالی قصر پر یہ اقرب الی الاخلاص ہے کیونکہ آباد گھر پر تو نفس میں طمع جلب مال کی بھی ہو سکتی ہے اور پھر اخلاص اس سے اور زیادہ ہو گیا کہ اس میں اخفاء اخلاص بھی ہے کیونکہ ویرانہ میں بجاتا تو یہ بے طمعی ظاہر ہو جاتی۔ اب ایسے گھر پر بجا رہا ہوں کہ نفس میں تو کوئی طمع نہ ہو کہ بطور خود پہلے سے اس کا خالی ہونا معلوم کر لیا ہو گا مگر دوسرے ناظرین یہ سمجھیں کہ اس قصر کو آباد سمجھ کر بطمع مال بجا رہا ہے تو اس طرح سے ایسے قصر پر کہ صورت سے آباد معلوم ہوتا ہے اور واقع میں آباد نہیں بجانے میں پورا اخلاص ہوا اور پورے اخلاص سے قرب زیادہ ہوتا ہے تو اس طرح سے یہ گھر ذریعہ بن گیا طاعت و بر کامل کا اور یہی وہ خاص وجہ ہے جس کے بیان کا ابھی وعدہ کیا تھا اس لئے میں اس طریق ضرب کو ذریعہ قرب وقبول کا کر رہا ہوں پس اس بناء پر یہ قصر میرے نزدیک خالی بھی نہیں کیونکہ اس مقام پر عمل کرنے سے محبوب کا قرب مشاہدہ کر رہا ہوں اور یہ مضمون من ببودانم الخ ویسا ہی ہے جیسا اوپر آیا تھا پر ہمی بینند یعنی جیسا وہاں اول جواب میں اولاً گھر کا خلو مان کر پھر بطور ترقی جواب کے اس کا پر ہونا بیان کیا تھا اسی طرح یہاں آخر جواب میں تسلیم خلو کے بعد پھر ترقی کر کے اس کے پر ہونے کا دعویٰ کیا آگے پھر حاصل واصل جواب کی تائید ہے اور وہ اصل جواب اللہ کے لئے اس کام کا کرنا ہے یعنی دیکھو) مخلوق (کثیر) صف قتال وکارزار میں جان بازی کرتے ہیں خدائے تعالیٰ کے واسطے (یہ قتال عام ہے مع النفس ومع الکفار کو یعنی طاعات میں گوناگوں مشقتیں اٹھاتے ہیں چنانچہ) ایک شخص بلا میں ایوب علیہ السلام کی طرح ہے اور دوسرا صبر میں یعقوب علیہ السلام کی طرح ہے ایک نوح علیہ السلام کی طرح اندوہ و کرب میں ہے اور دوسرا احمد صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح صف حرب میں ہے۔ یہ شخص دنیا سے ابوذرؓ کی طرح پر حذر ہے (اور یہ بھی نفس کے خلاف ہے اس لئے قتال مذکور فی السابق کے تحت میں یہ بھی آ گیا) اور دوسرا استقامت میں حضرت عمرؓ کی طرح ہے (استقامت کا خلاف نفس ہونا بہت ہی ظاہر ہے غرض لاکھوں مخلوق (کہ مشقتیں اور مجاہدات اختیار کر کے) تشنہ اور (ترک دنیا اختیار کر کے) محتاج (ہو گئے ہیں مگر اسی حالت میں راضی رہ کر) حق تعالیٰ کے واسطے امید (قبول) سے کوششیں کرتے ہیں (پس اسی قاعدۂ مسلوکہ طالبان حق کے موافق) میں بھی خداوند غفور کے لئے دروازہ پر اس کی (رضا کی) امید میں سحوری بجا رہا ہوں (تو مجھ پر تعجب واعتراض کیوں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ اشعار حکایت کی تمہید میں وعدہ کیا تھا کہ اس حکایت کی توجیہ کہ ضرب سحوری اللہ کے واسطے کیسے ہو سکتی ہے ختم قصہ پر لکھی جاوے گی سو اب اس کے متعلق عرض کرتا ہوں یہاں چند سوال ہیں ان سب کو مع جواب سن لیا جاوے بس توجیہ کے متوجہ ہونے کے لئے یہی کافی ہے۔ سوال اول دف یا طبل بجانا اللہ کے واسطے کیسے ہو سکتا ہے جواب اس کا امکان بیت گرچہ ہست ایندم الخ کی شرح میں مذکور ہوا ہے۔ سوال دوم دف تو فی نفسہ مباح ہے وہ نیت طاعت سے حسن ہو سکتی ہے مگر طبل غیر مباح ہے اس میں نیت کیسے موثر ہو سکتی ہے جواب اگر طبل بمعنی دف ہو تب تو کچھ اشکال ہی نہیں اور اگر اپنے حقیقی معنی پر ہو تو طبل سحور کو فقہاء نے جائز کہا ہے اس پر قیاس کرنے کی گنجائش ہے سوال سوم خالی گھر پر بجانے سے کیا فائدہ تھا جواب اس کا فائدہ ابیات من بہ دانم الی تا بجوشد کی شرح میں گزرا ہے اور وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ پھر ویرانہ کیوں نہ اختیار کیا اور یہ سب توجیہات اس وقت ضروری ہیں جب اس کے فعل کو مشروع کہا جاوے ورنہ سیدھی بات یہ ہے کہ اس نے ممکن ہے کسی غلطی سے ایسی نیت کر لی ہو مگر ہمارا استدلال غرض حکایت کے لئے پھر بھی صحیح رہے گا جیسا بیت گرچہ ہست ایندم کی شرح میں یہ بھی گزرا ہے البتہ اگر مولانا کے کلام میں اس کے فعل کے محمود ہونے پر کوئی دلالت ہوتی تو مثل حکایت پیر چنگی مذکور فی الدفتر الاول کے اس کی توجیہ ضروری تھی خواہ وہ توجیہ جو اوپر مذکور ہوئی خواہ ایسی توجیہ جیسی پیر چنگی کے حکایت کے خاتمہ پر بندہ نے ذکر کی ہے۔

مشتری خواہی کہ از وے زر بری	بہ زحق کے باشد اے دل مشتری
تو مشتری کو چاہتا ہے جس سے ثمن حاصل کرے	حق سے بہتر اے دل کب کوئی مشتری ہو گا
می خرد از مالت انبان نجس	می دہد نور ضمیر مقتبس
وہ تیرے مال میں سے ناقص تھیلا لیتا ہے	قلب روشنی گیرندہ کا نور دیتا ہے
می ستاند ایں نجس جسم فنا	می دہد ملکے بروں از وہم ما
وہ یہ ناقص جسم فانی لیتا ہے	ایک سلطنت جو ہمارے خیال سے باہر ہے دیتا ہے
می ستاند قطرۂ چندے ز اشک	می دہد کوثر کہ آرد قند رشک
وہ چند قطرے اشک کے لیتا ہے	کوثر دیتا ہے کہ اس پر قند بھی رشک کرتا ہے
می ستاند آہ پر سوداو دود	می دہد ہر آہ را صد جاہ و سود
وہ ایک آہ جو عشق اور دود سے پر ہو لیتا ہے	ہر ہر آہ کو صدہا قدر اور نفع دیتا ہے
باد آہے کابر اشک چشم راند	مر خلیلے را بداں اواہ خواند
جس آہ کی ہوا نے ابر اشک چشم کو چلایا	حضرت خلیل کو اس آہ کے سبب اواہ فرمایا
ہیں دریں بازار گرم بے نظیر	کہنہا بفروش و ملک نو بگیر
ہاں اس بازار بارونق ۔ بے نظیر میں	کہنہ چیزیں بیچ ڈال اور ملک تازہ لے لے

www.besturdubooks.wordpress.com

ورترا شکے و ریبے رہ زند	تاجران انبیا را کن سند
اور اگر کوئی شک و تردد تیری رہزنی کرے	تو تو تاجران انبیاء کو مابہ السند گردان لے
بسکہ افزود آں شہنشہ بخت شاں	می نتاند کہ کشیدن رخت شاں
بس کہ اس شہنشاہ نے ان کا نصیب بلند کر دیا تھا	تو پہاڑ بھی ان کی متاع کو نہیں اٹھا سکتا

(نتیجہ متفرع ہے حکایت کا اور یہی مضمون تھا حکایت کے قبل بھی پس مطلوب تو دعویٰ ہے جو حکایت کے قبل مذکور تھا اور حکایت اس پر بطور دلیل کے ہے اور دلیل کے بعد پھر بطور انتاج کے بتغیر الفاظ اعادہ ہے دعویٰ کا کما تقول العالم حادث لانہ متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث یعنی اگر چہ طالب و مشتری کو رغبت نہ ہو تب بھی اللہ کے لئے دعوت کر وھذا ماذکر قبل الحکایۃ وہی اللہ حقیقی مشتری ہے اور وہ قدردان ہے پس اس مشتری کو دیکھ وھذا مابعد الحکایۃ پس فرماتے ہیں کہ اگر) تو مشتری کو چاہتا ہے جس سے ثمن حاصل کرے (اور بلا مشتری کے متاع دینے کی یعنی بذل نفس و افراغ جہد کی ہمت نہیں ہوتی تو) حق سے بہتر اے دل کب کوئی مشتری ہوگا (پس اس مشتری سے سودا کر اور وہ مشتری ایسا ہے کہ) وہ تیرے مال میں ناقص تھیلا (کنایہ ہے اعمال غیر کاملہ سے) لیتا ہے (اور اس کے عوض میں) قلب روشنی گیرندہ کا نور دیتا ہے (مقتبس باعتبار مائل کے کہا گیا کیونکہ وہ اسی نور کے سبب سے مقتبس ہوا ہے اور) وہ (ایسا ہے کہ) یہ ناقص جسم فانی لیتا ہے (اور عوض میں) ایک سلطنت جو ہمارے خیال سے باہر ہے دیتا ہے (قال اللہ تعالیٰ فی الاشتراء ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ وقال فی کونہ ملکا عظیما واذارأیت ثم رأیت نعیماً و ملکاً کبیراً و قال اللہ تعالیٰ فی کونہ خارجاً عن الوھم فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین وقال تعالیٰ علی لسانہ علیہ السلام فی ھذا اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولااذن سمعت ولا خطر علیٰ قلب بشر الحدیث اور) وہ (ایسا ہے کہ) چند قطرے اشک کے لیتا ہے (جو اس کی یاد یا محبت یا خوف سے بہائے جاویں اور عوض میں) کوثر دیتا ہے کہ اس پر قند بھی رشک کرتا ہے (یعنی قند سے بھی زیادہ شیریں ولذیذ ہے کما فی الحدیث احلیٰ من العسل اور) وہ (ایسا ہے کہ) ایک آہ جو عشق و درد سے پر ہو لیتا ہے (اور عوض میں) ہر ہر آہ کو صدہا قدر اور نفع دیتا ہے اور یہ آہ ایسی مقبول ہے کہ) جس آہ کی ہوا نے ابر اشک چشم کو چلایا۔ حضرت خلیل کو اس آہ کے سبب (مقام مدح میں کہ مبنی ہے قبول پر) اواہ فرمایا (الاواہ الرحیم الرقیق القلب من آاہ کذا فی اکثب اللغات القاموس وغیرہ وجہ تشبیہ آہ کی ہوا سے اور بخارات کی ابر سے اور اشک کی قطرات سے ظاہر ہے جس مشتری ایسا ہے تو) ہاں اس بازار بارونق اور بے نظیر میں (جہاں ایسا مشتری ہے) کہنہ (و بوسیدہ) چیزیں بیچ ڈال اور ملک تازہ لے لے (کہنہا سے مراد نفس و اموال دنیا اور ملک تازہ سے ثواب آخرت اور بازار سے مراد یہ عالم جبکہ اس میں یہ تجارت کی جاوے کہ گرم و بے نظیر اسی تجارت کے اعتبار سے کہا گیا ہے وقد اشیرالیٰ صحۃ تسمیۃ سوقاً فی قولہ تعالیٰ یاایھاالذین امنواھل ادلکم علیٰ تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم الآیۃ فان التجارۃ تختص عادۃً بالسوق آگے اس کے متعلق جبن و وساوس عارضہ کی دفع کی تدبیر بتلاتے ہیں کیونکہ یہ بیع العاجل بلآجل ہے جس میں وساوس کا عروض اور احیاناً عزم کا ضعف غیر بعید ہے اس لئے اس کو دفع کرتے ہیں یعنی ہمارے بتلانے کے موافق اپنی طرف سے اس تجارت کی ہمت کر) اور اگر کوئی شک اور تردد تیری رہزنی کرے (گو

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ عقیدہ کے درجہ میں نہ ہو بلکہ باوجود صحت عقیدہ کے محض وسوسہ و منازعت شہوات کے درجہ میں ہو جبکہ اسلام مخاطب اس کا قرینہ ہے تو اس کے دفع کرنے کے لئے) تو تاجران انبیاءؑ کو مایہ السند گردان لے (یعنی یہ دیکھ لے کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے رفقاء میں اس قسم کے تاجر ہوئے ہیں انہوں نے اس تجارت کا کس درجہ اہتمام کیا ہے تو ان کے فعل سے جو کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے روبرو ہوا صاف معلوم ہوگیا کہ قرآن میں ایسی ہی تجارت مطلوب ہے اور اس کی اور کوئی تاویل نہیں ہے اس سے وسوسے تاویل کے بھی دفع ہو جاویں گے اور چونکہ اپنے ابن نوع کے فعل کا طبعاً و خاصۃً قلب پر اثر ہوتا ہے اور اس سے ہمت بڑھتی ہے اس لئے اس سے جبن بھی دفع ہو جاوے گا اور تاجران انبیاءؑ میں اضافت ادنیٰ ملابست سے ہے آگے ان تاجران انبیاءؑ کا اس تجارت میں رائج ہونا کہ اس کا بیان کرنا بھی مقوی رغبت ہے بیان فرماتے ہیں کہ) بس کہ اس شہنشاہ (حقیقی) نے ان کا نصیب بلند کر دیا تھا (کہ ایسی تجارت کی ان کو توفیق ہوئی) تو (ان کو بلند طالعی سے اس تجارت میں اس قدر نفع ہوا کہ) پہاڑ بھی ان کے متاع کو (جو ان کو نفع میں ملی) نہیں اٹھا سکتا (باوجودیکہ پہاڑ ظاہر ہے کہ کتنا بوجھ اٹھا سکتا ہے اور یہ مبالغہ نہیں کیونکہ بوجہ ان کی جزا کے لاتقف عند حد ہونے کے ایک محدود زمانہ میں اس اجر و نعمت کی اتنی مقدار پہنچ جاوے گی کہ پہاڑ کو اس کے ساتھ ایسی نسبت ہو جاوے گی جیسے اس وقت ایک دانہ خردل کو پہاڑ کے ساتھ اور ظاہر ہے کہ خردل کو حامل جبل نہیں کہہ سکتے بس اسی طرح اس کو سمجھنا چاہئے)

فائدہ:۔ آگے مضمون تاجران انبیاءؑ را کن سند کی مناسبت سے قصہ حضرت صدیق و حضرت بلال کا بیان فرماویں گے کہ حضرت صدیقؓ نے اپنا مال حضرت بلالؓ کے استخلاص میں اور حضرت بلالؓ نے اپنا نفس ثبات علی الایمان میں بلا انتظار قدردانی مخلوق کے بذل فرمایا اور ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ کا نفع پایا وھذا اخر العشر الثانی من شرح الدفتر السادس من المثنوی المعنوی اکملہ اللہ تعالیٰ علیٰ یدھذا العبد . بلطفہ الخفی وادعوا اللہ تعالیٰ ان یتم ما بقی منہ و ھو علیٰ کل شیء قدیر و بالاجابۃ جدیر. و صلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد نبیہ البشیر النذیر. الداعی الیہ باذنہ والسراج المنیر و علیٰ الہ و اصحابہ و بارک وسلم و ھو اللطیف الخبیر و قد صرف فی کتابۃ شرح ھذا العشر شھر و ربع شھر بلا زیادۃ و بلا نقصان و ھذا الیوم ھو السادس عشر من شھر صفر المظفر من شھور ۱۳۳۲ من ھجرۃ سدی اھل الاکوان صلی اللہ علیہ و علیٰ الہ و اصحابہ ما طلع القمران و تعاقب الملوان

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الثالث من شرح دفتر السادس من المثنوی افتتحت فیہ للحادی عشر من ربیع الاول یوم السبت من ۱۳۳۲ من الہجرۃ

قصہ احد احد گفتن بلال رضی اللہ عنہ در حر حجاز از محبت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم در چاشت گاہ کہ خواجہ اش از تعصب جہودی بشاخ خارش می زد پیش آفتاب حر حجاز واز زخم خار خوں از تن بلالؓ بر می جوشید واز واحد احدی جست بے قصد او چنانکہ از دردمندان دیگر نالہ جہد بے قصد زیرا کہ از درد عشق ممتلی بود واہتمام دفع زخم خار را مدخل نبود ہمچوں سحرۂ فرعون وجرجیس علیہ السلام وغیرہم لایعد ولا یحصیٰ وبرگذشتن صدیق رضی اللہ عنہ در آں طرف و احوال او را مشاہدہ کردن و نصیحت کردن بلال را رضی اللہ عنہ

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا قصہ حجاز کی گرمی میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں دن چڑھے احد احد کہنا جبکہ ان کا آقا انکار کے تعصب سے ان کو کانٹوں دار لکڑی سے حجاز کی گرمی کی دھوپ میں مارتا تھا اور کانٹوں کی چوٹ سے حضرت بلالؓ کے جسم سے خون ابلتا تھا اور ان کے ارادے کے بغیر ان سے احد احد نکلتا تھا جیسا کہ دوسرے مصیبت زدوں سے بلا ارادہ رونا پھوٹتا ہے کیونکہ وہ عشق کے درد سے پر تھے اور کانٹوں کے زخم کے دفعیہ کے اہتمام کا کوئی دخل نہ تھا' جیسا کہ فرعون کے جادوگر اور جرجیس علیہ السلام وغیرہ جو نہ گنے جا سکیں نہ شمار کیے جا سکیں اور وہاں سے صدیق رضی اللہ عنہ کا گزرنا اور ان کے حالات کو دیکھنا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرنا

تن فدائے خار میکرد آں بلالؓ	خواجہ اش میزد برائے گوشمال
تن کو فدائے خار کرتے تھے وہ بلالؓ	ان کا مالک سزا دینے کے لئے مارتا تھا
کہ چرا تو یاد احمدؐ می کنی	بندۂ بد منکر دین منی
کہ تو کس سبب سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتا ہے	تو برا غلام میرے دین کا منکر ہے
میزد اندر آفتابش او بخار	او احد میگفت بہر افتخار
وہ دھوپ میں ان کو خار سے مارتا تھا	وہ احد کہتے تھے افتخار کے لئے
تا کہ صدیقؓ آں طرف بگذشت تفت	آں احد گفتن بگوش او برفت
یہاں تک کہ حضرت صدیقؓ اس طرف سرعت کے ساتھ گزرے	وہ احد کہنا ان کے کان میں پہنچا

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم او پر آب شد دل پر عنا	زاں احد می یافت بوئے آشنا
ان کی آنکھ پر نم ہو گئی دل پر غم	اس احد سے پاتے تھے خوشبو آشنا کی
بعد ازاں خلوت بدیدش پند داد	کز جہوداں خفیہ میدار اعتقاد
اس کے بعد ان کو خلوت میں دیکھا نصیحت کی	کہ یہودیوں سے اعتقاد کو مخفی رکھو
عالم السرست پنہاں دار کام	گفت کردم توبہ پیشت اے ہمام
خدا پوشیدہ بات کا جاننے والا بھی ہے مقصود پوشیدہ رکھو	کہا کہ میں نے تمہارے سامنے توبہ کر لی اے بزرگوار
روز دیگر از پگہ صدیقؓ تفت	آں طرف از بہر کارے می برفت
کسی اور دن میں صبح سے حضرت صدیقؓ سرعت کے ساتھ	اس طرف کو کسی کام کے لئے جا رہے تھے
باز احد بشنید و ضرب زخم خار	بر فروزید از دلش شور و شرار
پھر انہوں نے احد سنا اور زخم کار کی ضرب	روشن ہوا ان کے دل سے شور اور شرار
باز پندش داد باز او توبہ کرد	عشق آمد توبۂ او را بخورد
پھر ان کو نصیحت کی اور انہوں نے پھر توبہ کر لی	عشق آیا ان کی توبہ کو کھا گیا
توبہ کردن زیں نمط بسیار شد	عاقبت از توبۂ او بیزار شد
توبہ کرنا اس طرح سے بہت دفعہ ہوا	آخر توبہ سے وہ بیزار ہو گئے
فاش کرد اسپرد تن را در بلا	کاے محمدؐ اے عدوے توبہا
ایمان ظاہر کر دیا تن کو بلا میں سپرد کیا	کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے شکستہ کرنے والے توبوں کی
اے تن من وے رگ من پر زتو	توبہ را گنجہ کجا باشد درو
اے کہ میرا تن اور اے کہ میری رگ آپ سے پر ہے	توبہ کی گنجائش اس میں کہاں ہو
توبہ راز یں پس زدل بیروں کنم	از حیات خلد توبہ چوں کنم
توبہ کو اس کے بعد دل سے باہر کرتا ہوں	حیات جاودانی سے کیسے توبہ کروں

(اپنے) تن کو فدائے خار کرتے تھے بلالؓ (یعنی خار کے لئے تن کو بذل کرتے تھے اور اس کو گوارا کرتے تھے اور) ان کا مالک (ان کو) سزا دینے کے لئے مارتا تھا (اور کہتا تھا) کہ تو کس سبب سے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر (ایمان کے ساتھ) کرتا ہے تو برا غلام (اور) میرے دین کا منکر ہے (اور یہ مالک امیہ بن خلف راس الاشقیاء تھا) وہ دھوپ میں (کھڑا کر کے) ان کو خار (دار لکڑی) سے مارتا تھا (اور) وہ احد (احد) کہتے تھے افتخار (دینی حاصل کرنے) کے لئے یہاں تک کہ (ایک روز) حضرت صدیقؓ اس طرف کو سرعت کے ساتھ گزرے (اور) وہ احد کہنا ان کے کان میں پہنچا ان

www.besturdubooks.wordpress.com

کی آنکھ پرنم ہوگئی (اور) دل پرغم (ہوگیا اور) اس احد (کہنے) سے آشنا کی خوشبو آتی تھی (یعنی ہم مذاقی مترشح ہوتی تھی یا آشنا سے مراد محبوب حقیقی یعنی اس سے خدائے تعالیٰ کی طرف کشش ہوتی تھی) اس کے بعد ان کو خلوت میں (کہیں) دیکھا (اور) نصیحت کی کہ یہودیوں سے (اپنے اس) اعتقاد (توحید و رسالت) کو مخفی رکھو (امیہ مشرک تھا مگر یہودی تشبیہاً کہا کیونکہ یہود و مشرکین دونوں عداوت شدیدہ لاہل الایمان میں شریک ہیں قال تعالیٰ لتجدن اشد الناس عداوۃ للذین امنوا الیھود والذین اشرکوا مطلب یہ کہ ایسی حالت میں اخفائے ایمان کی شرع میں اجازت ہے۔ اس رخصت پر عمل کرو کیونکہ خدائے تعالیٰ تو) پوشیدہ بات کے جاننے والے بھی ہیں، (اپنا) مقصود (کہ ایمان ہے ان موذی دشمنوں سے) پوشیدہ رکھو (کہ جس سے معاملہ ہے اس کو تو خبر ہے۔ حضرت بلالؓ نے جواب میں) کہا کہ (بہت اچھا) میں نے تمہارے سامنے (اظہار سے) توبہ کرلی اے بزرگوار (یہ توبہ بمعنی شرعی نہیں بمعنی لغوی ہے یعنی اظہار کو ترک کردیا پھر) کسی اور دن میں صبح سے حضرت صدیقؓ سرعت کے ساتھ اس طرف کو کسی کام کے لئے جارہے تھے پھر انہوں نے احد (احد کی آواز کو) سنا اور زخم خار کی ضرب (کی آواز کو سنا یعنی لکڑیاں مارنے کی آواز بھی آرہی تھی) تو حضرت صدیقؓ کے دل میں اس سے بہت غصہ پیدا ہوا (مگر) پھر ان کو (وہی) نصیحت کی اور انہوں نے پھر (اسی طرح اظہار سے) توبہ کرلی (مگر) عشق (غالب) آیا (اور) ان کی توبہ کو کھا گیا (یعنی فنا کردیا غرض) توبہ کرنا اس طرح سے بہت دفعہ (واقع) ہوا آخر توبہ سے وہ بیزار ہوگئے (اور اپنے ایمان کو اور زیادہ) ظاہر کردیا (اور اپنے) تن کو بلا (ومشقت) میں (اور زیادہ) حوالہ کردیا (اور بزبان حال یہ کہتے تھے) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اے شکستہ کرنے والے ایسی توبوں کے اے کہ میرا تن اور اے کہ میری رگ آپ (کے عشق) سے پر ہے (پھر) توبہ کی گنجائش اس میں کہاں ہو (اس لئے) میں (ایسی) توبہ کو دل سے باہر کرتا ہوں (اور) حیات جاودانی سے (کہ ذکر ہے محبوب حقیقی کا) کیسے توبہ کرلوں۔

عشق قہارست و من مقہور عشق	چوں شکر شیریں شدم از شور عشق
عشق بہت غالب آنے والا ہے اور میں عشق کا مغلوب ہوں	میں شکر کی طرح شیریں ہو گیا ہوں نمک عشق سے
برگ کاہم پیش تو اے تند باد	من چہ دانم تا کجا خواہم فتاد
میں برگ کاہ ہوں تیرے سامنے اے تند باد	مجھ کو یہ خبر نہیں کہ میں کہاں گروں گا
گر ہلالم گر بلالم میں دوم	مقتدی بر آفتابت می شوم
اگر میں ہلال ہوں تب اگر بلال ہوں تب دوڑ رہا ہوں	تیرے آفتاب کا مقتدی بن رہا ہوں
ماہ را بازفتی و زاری چہ کار	درپئے خورشید پوید سایہ وار
چاند کو فربہی اور لاغری سے کیا کام	وہ تو آفتاب کے پیچھے سایہ کی طرح دوڑا کرتا ہے
باقضا ہر کو قرارے می دہد	ریشخند سبلت خودمی کند
قضا کے مقابلہ میں جو شخص کوئی تجویز قرار دے	تو وہ اپنی مونچھوں کی ہنسی کرتا ہے
کاہ برگے پیش باذ آنگہ قرار	رستخیزے وانگہانے عزم کار
ہوا کے سامنے برگ کاہ ہو پھر قرار بھی	قیامت ہو اور پھر کسی کام کا ارادہ بھی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بہ در انبانم اندر دست عشق	یکدمے بالا و یکدم پست عشق
میں عشق کے ہاتھ میں ایسا ہوں جیسے تھیلے میں بلی	عشق کا ایک ساعت بالا کیا ہوا ہوں اور ایک ساعت پست کیا ہوا
او ہمی گرداندم برگرد سر	نے بزیر آرام دارم نے زبر
وہ عشق مجھ کو سر کے گرد گھماتا ہے	نہ تو میں نیچے قرار رکھتا ہوں نہ اوپر

(اوپر بلالؓ کے عزم اخفائے ایمان کا غلبہ عشق سے شکستہ ہو جانا مذکور تھا ان اشعار میں اسی غلبہ عشق کے آثار کا بزبان حال بلالؓ مذکور ہے یعنی) عشق بہت غالب آنے والا ہے اور میں (اس) عشق کا مغلوب ہوں (مگر باوجود اس کے کہ اس سے حلذ ذہوں چنانچہ) میں شکر کی طرح شیریں ہو گیا ہوں نمک عشق سے (شور تمکین و نمک کذا فی الغیاث آگے پھر عشق کے غلبہ کا بیان ہے کہ) میں (مثل) برگ کاہ (کے) ہوں تیرے سامنے اے (عشق جو کہ مشابہ) تند باد (کے ہے کہ اس کے سامنے برگ کاہ بے قرار ہوتا ہے اسی طرح میں عشق کے سامنے بے قرار ہوں کہ) مجھ کو یہ خبر نہیں کہ میں کہاں (جا کر) گروں گا (جیسے برگ کاہ کی نسبت باد تند کے سامنے نہیں معلوم ہو سکتا کہ یہ کہاں جاوے گا) اگر میں ہلال ہوں تب (اور) اگر بلال ہوں تب (اے عشق تیرے ساتھ ساتھ) دوڑ رہا ہوں (یعنی جدھر تو لے جاتا ہے مجھ کو جانا پڑتا ہے اور) تیرے آفتاب کا مقتدی بن رہا ہوں (آگے اس کی توضیح ہے کہ عشق مثل آفتاب کے ہے اور میں تابع عشق ہونے میں مثل چاند کے ہوں اور) چاند کو فربہی و لاغری سے کیا کام وہ تو آفتاب کے پیچھے سایہ کی طرح دوڑا کرتا ہے (یہی شرح ہے مقتدی بر آفتاب میشوم کی اور چاند کے دوڑنے سے مراد اس کا از دیاد قرب ہے آفتاب سے جو بعد بدر ہونے کے واقع ہوتا ہے اور جس سے اس کا نور کم ہوتا جاتا ہے اور یہ مراد نہیں کہ چاند اپنے تمام دورہ میں آفتاب سے قریب ہوتا رہتا ہے کیونکہ اپنے محل میں ثابت ہے کہ اجتماع کے وقت تو اس کو محاق ہوتا ہے اور پھر کسی قدر بعد سے وہ ہلال کی شکل میں نظر آتا ہے پھر حسب از دیاد بعد اس کا نور زائد ہوتا جاتا ہے جب بالکل متقابلہ مواجہ ہو جاتا ہے اس وقت وہ بدر ہو جاتا ہے اس کے بعد شیئاً فشیئاً اس کو قرب شروع ہوتا ہے اور حسب از دیاد قرب اس کا نور کم ہوتا جاتا ہے حتیٰ کہ پھر اجتماع ہوتا ہے اور بدستور اس کی کو محاق عارض ہوتا ہے یعنی بے نور ہو جاتا ہے تو اپنے کو تشبیہ قمر کے ساتھ اس کے بعض احوال کے اعتبار سے دی یعنی جو حال اس کو نصف آخر ماہ میں عارض ہوتا ہے اور تشبیہ کے لئے یہ بھی کافی ہے مطلب یہ ہوا کہ باوجودیکہ اس کو بالمعنی المذکور آفتاب کے پیچھے دوڑنے سے نقصان نور عارض ہوتا ہے جس کو لاغری کہا ہے اور زفتی و فربہی یعنی زیادت نور فوت ہو جاتی ہے مگر اس کو اس سے بحث نہیں آفتاب کے پیچھے پیچھے دوڑنے سے کام۔ اور اس تقارب کی نسبت قمر کی طرف اس لئے ہے کہ قمر کی حرکت سریع ہے اسی حرکت سے یہ قرب ہوتا ہے چنانچہ قمر ایک ماہ میں اپنے دائرہ کو قطع کرتا ہے اور شمس ایک سال میں اور شعر گر ہلالم الخ میں مقتدی بر آفتاب میشوم کا حکم لفظ ہلال کے ساتھ بہت مناسب ہے چنانچہ ظاہر ہے گو مراد ہلال سے یہاں ہلال بمعنی چاند کے نہیں بلکہ علم ہے ایک صحابی کا جن کا قصہ بعد ختم قصہ بلالؓ کے آوے گا اسی سرخی میں ان کا یہ پتہ لکھا ہے ایں ہلال بندہ سائس بود مرا میرے را و آں امیر مسلمان بود اما چشم کور بود مگر میری نظر سے یہ تذکرہ نہیں گزرا حاصل مقصود یہ ہے کہ عاشق خواہ بلالؓ ہو یا ہلال ہو وہ عشق کا تابع ہوتا ہے اور اس سے مغلوب ہو جاتا ہے آگے غلبہ عشق کی ایک تشبیہ ہے قضا کے ساتھ تقویت مقصود کے لئے یعنی عشق اپنے غلبہ میں مثل قضا کے ہے کہ اس کے سامنے آدمی مضطر ہو جاتا ہے گو مشبہ و مشبہ بہ میں امکان تخلف و امتناع تخلف کا تفاوت ہے اگرچہ امتناع بالغیر ہی ہے پس فرماتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ) قضا کے مقابلہ میں جو شخص کوئی (تجویز) قرار دے تو وہ اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

موچھوں کی ہنسی کرتا ہے (کنایہ ہے عاجز ہو جانے سے کہ فی الجملہ سبب ہو جاتا ہے کسی کے ہنسنے کا اور مقصود اس سے مذمت نہیں ہے اس تجویز کو قرار دینے کی کیونکہ اگر وہ تجویز حسن ہے تو اس کا قرار دینا حسن ہے گو بعد میں ثابت ظاہر ہو جاوے کہ قضا اس کے خلاف جاری ہوئی مگر پھر بھی اس کے حسن ہونے میں کوئی شبہ نہیں چنانچہ فعل واجب کا ارادہ واجب ہے گو بعد میں ناکامی ہو بلکہ محض ختم کرنا ہے عجز کو سو قضا سے مغلوب ہونا تو ظاہر ہے اسی کے مشابہ ہے حالت غلبہ عشق کی کہ اس سے بھی آدمی مغلوب ہو جاتا ہے آگے اور مثالیں ہیں اس مغلوبیت کی اور ایک میں اعادہ ہے مضمون بالا برگ کاہم الخ کا یعنی) ہوا کے سامنے برگ کاہ ہو (اور) پھر قرار بھی ہو (مستبعد ہے اسی طرح) قیامت (قائم) ہو اور پھر کسی کام کا ارادہ بھی ہو (مستبعد ہے کیونکہ قیامت کے سامنے ہوش کس کا بجا رہ سکتا ہے آگے اور مثال ہے کہ) میں عشق کے ہاتھ میں ایسا ہوں جیسا تھیلے میں بلی) کہ بے قرار ہوتی ہے اسی طرح میں غایت بے قراری سے) عشق کا ایک ساعت بالا (کیا ہوا) ہوں اور ایک ساعت پست (کیا ہوا) ہوں (پس) وہ (عشق) مجھ کو سر کے گرد گھماتا ہے نہ میں نیچے قرار رکھتا ہوں اور نہ اوپر (جیسے کسی کو برابر سر کے اوپر کرکے گھماتے رہیں پس گردانم کے بے تکلف معنی یہ ہیں کہ قربان میکند مرا گرد سر خود کما تقدم بعضہم)

عاشقاں در سیل تند افتادہ اند	بر قضائے عشق دل بنہادہ اند
عشاق ایک سیل تند میں پڑے ہیں	قضائے عشق پر دل کو رکھے ہوئے ہیں
ہمچو سنگ آسیا اندر مدار	روز و شب نالاں و گرداں بیقرار
مثل سنگ آسیا کے جو کہ گردش میں ہوتا ہے	دن رات نالاں اور گردان اور بے قرار ہیں
گردشش بر جوی جویاں شاہد ست	تا نگوید کس کہ آں جو راکد ست
سیا کی حرکت نہر متحرک پر شاہد ہے	تا کہ کوئی یوں نہ کہے کہ وہ نہر غیر متحرک ہے
گر نمی بینی تو جو را در کمیں	گردش دولاب گردونی ببیں
اگر تو نہر کے جو کمین میں ہے نہیں دیکھتا	تو دولاب چرخ کی گردش کو دیکھ لے
چوں قرار نیست گردوں را ازو	اے دل اختر وار آرامے مجو
جب آسمان کو اس سے قرار نہیں ہے تو	تو اے دل جو کہ اختر کی طرح ہے قرار کا طالب مت بن
گر زنی در شاخ دستے کے ہلد	ہر کجا پیوند سازی بگسلد
اگر تم کسی شاخ میں ہاتھ مارو گے تو وہ قضا کب چھوڑے گی	جس جگہ تم تعلق کرو گے اس کو توڑ دے گی
گر نمی بینی تو تدویر قدر	در عناصر جوشش و گردش نگر
اگر تم قدر کے چکر دینے کو نہیں دیکھتے	تو عناصر میں جوش اور گردش کو دیکھ تو
زانکہ گردشہای آں خاشاک و کف	باشد از غلیان بحر با شرف
کیونکہ اس خاشاک و کف کی گردش	دریائے باشرف ہی کے جوش سے ہوتی ہے

باد سرگرداں ببیں اندر خروش	پیش امرش موج دریا بیں بجوش
ہوائے سرگرداں کو خروش میں دیکھ لو	اس کے حکم کے سامنے موج دریا کو جوش میں دیکھ لو
آفتاب و ماہ دوگاؤ خراس	گرد می گردند و می دارند پاس
آفتاب اور ماہتاب دو بیل ہیں چکی کے	گرد پھرتے ہیں اور پاس رکھتے ہیں
اختراں ہم خانہ خانہ می دوند	مرکب ہر سعد و نحسے می شوند
دوسرے کواکب بھی خانہ خانہ دوڑتے ہیں	مرکب ہر سعد و نحس کے ہوتے ہیں
اختران چرخ گرد و رند ہے	ویں حواست کاہل اندوست پے
کواکب آسمان کے اگر دور ہیں ہاں	اور تیرے یہ حواس کاہل ہیں اور ست قدم
اختران چشم و گوش و ہوش ما	شب کجایند و بہ بیداری کجا
کواکب ہماری چشم اور گوش اور ہوش کے	شب کو کہاں ہیں اور بیداری میں کہاں
گاہ در سعد و وصال و دلخوشی	گاہ در نحس و فراق و بیہشی
کبھی سعادت اور وصال اور دل خوشی میں ہیں	کبھی نحوست اور فراق اور بیہوشی میں
ماہ گردوں چوں دریں گردیدن ست	گاہ تاریک و زمانے روشن ست
ماہ چرخ جب اس دور میں ہے	کبھی تاریک اور ایک زمانہ میں روشن ہے
گہ بہار و صیف ہمچوں شہد و شیر	گہ سیاستہائے برف و زمہریر
کبھی بہار اور گرمی ہے مثل شہد اور شیر کے	کبھی سیاستیں ہیں برف اور زمہریر کی
چونکہ کلیات پیش او چو گوست	سخرۂ و سجدہ کن چوگا اوست
جبکہ بڑی بڑی چیزیں اس کے سامنے مثل گیند کے ہیں	اور مسخر و منقاد اس کی چوگان کی ہیں
تو کہ یک جزوے دلا زیں صد ہزار	چوں نباشی پیش حکمش بیقرار
سو تو اے دل کہ ایک چھوٹا سا جزو ہے اس صد ہزار میں سے	اس کے حکم کے سامنے بے قرار کیسے نہ ہوگا
چوں ستورے باش در حکم امیر	گہ در آخر حبس و گاہے در مسیر
مثل ستور کے رہ حکم امیر میں	کبھی آخور میں محبوس اور کبھی چلنے میں
چونکہ بر میخت بہ بندد بستہ باش	چونکہ بکشاید برو برجستہ باش
جبکہ وہ تجھ کو کھونٹے سے بندھا ہوا دیکھا رہ	جبکہ کھول دے جا کودتا اچھلتا رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

(اوپر جو مضمون زبان بلالؓ سے تھا یہاں وہی مضمون زبان مولاناؒ سے ہے اور اس سے اس قدر زیادت ہے کہ اوپر تو عشق کو قضا سے تشبیہ دیکر صرف عشق کے تصرفات بیان کئے تھے اور یہاں وہی تشبیہ دے کر قضا کے تصرفات بیان کرتے ہیں اس اعتبار سے من وجہ اس کو انتقال بھی کہا جا سکتا ہے پس فرماتے ہیں کہ) عشاق ایک سیل تند میں پڑے ہیں (مراد اس سے عشق ہے کہ مشابہ سیل تند کے ہے کہ خاشاک کو شدت کے ساتھ حرکت دیتا ہے اور) قضائے عشق پر دل کو رکھے ہوئے ہیں (یعنی تصرفات عشق پر جو کہ مشابہ قضا کے ہے کماذکر سابقا فی شرح شعر با قضا ہر کو اِلخ راضی ہیں اس سے تنگ نہیں لہذا المعنی قولہ با قضا عشق قہارست و من مقہور عشق چون شکر شیریں شدم از شور عشق پس اضافت قضائے عشق کی مثل لجین الماء کے ہے یعنی العشق الذی ہو کالقضاء اور وہ عشاق اس عشق کے تصرفات سے) مثل سنگ آسیا کے جو کہ گردش میں ہوتا ہے روز و شب نالاں اور گرداں اور بے قرار (رہتے) ہیں (یہاں آسیا سے مراد پن چکی ہے جو پانی کی حرکت سے حرکت کرتی ہے اور تشبیہ آسیا سے گردش اور بے قراری میں تو ظاہر ہے اور نالہ میں باعتبار آواز آسیا کے ہے اور عشاق کو آسیا کے ساتھ تشبیہ دینے سے محرک کی تشبیہ محرم سے مفہوم ہو گئی یعنی جس طرح آسیا کا محرک آب جو ہے اسی طرح عاشق کا محرک عشق ہے پس عشاق مشابہ آسیا کے ہوئے اور عشق مشابہ نہر کے ہوا آگے بواسطہ تشبیہ عشق مشابہ قضا بالنہر کے احکام و آثار قضا کے بیان فرماتے ہیں یعنی جب عشق جو کہ مشابہ قضا کے ہے مشابہ نہر کے ہوا اور اصل تشابہ ہے مشبہ و مشبہ بہ کا احکام مناسبہ تشبیہ میں الا الدلیل یقتضی التفاوت تو قضا بھی مشابہ نہر کے ہوئی اور نہر سے) آسیا کی حرکت (خود) نہر متحرک پر شاہد (یعنی علامت حرکت نہر کی اور اس کی دلیل انی) ہے تا کہ کوئی یوں نہ کہے کہ وہ نہر غیر متحرک ہے (اسی طرح قضا سے کائنات کا تغیر و تبدل علامت ہے اس کی کہ قضا میں بھی حرکت اور تغیر و تبدل ہے اور کائنات کا تغیر اس کے تابع ہے چنانچہ ظاہر بھی ہے کیونکہ قضا فعل ہے حق تعالیٰ کا اور افعال واجب کے حادث ہیں کیونکہ حقیقت ان کی متعلق کرنا ہے صفت تکوین کا مکون سے اور یہ تعلقات حادث ہیں اور حادث میں تغیر ممکن ہے اور مکونات کے تغیر و تبدل کے مشاہدہ سے ان تعلقات یعنی افعال حق کے تغیر و تبدل کا وقوع ثابت ہے یہی معنی ہیں قضا میں حرکت ہونے کے خلاصہ یہ کہ مقضی کے تغیرات سے قضا کے تغیر پر استدلال کرو مقصود مقام کا تعلیم ہے کہ اپنے عجز و ضعف کا استحضار کرو اور دعویٰ استقلال کا چھوڑ دو تا کہ رضا و تسلیم حاصل ہو اور مدعا اس کلام سے نہر کے تحرک کا قضا کے تحرک کو مستلزم ہونا نہیں ہے کیونکہ اس استلزام کی کوئی دلیل نہیں بلکہ یہ تشبیہ دینا اور احد المتشابہین کے حال سے دوسرے متشابہ کے حال پر استدلال کرنا محض تقریب فہم عامہ کے لئے ہے ورنہ حرکت قضا کی خود دلیل مستقل سے ثابت ہے کماذکرت آنفا فی قولہ چنانچہ ظاہر بھی ہے الخ اور احقر نے جوئے جویان میں جویان کا ترجمہ جو متحرک سے کیا یہ ترجمہ بالحاصل ہے اس کا اصل ترجمہ طالب ہے چونکہ طلب کو حرکت لازم ہے اور حرکت میں بھی کسی نہ کسی شے کی طلب لازم ہے اس تلازم کے علاقہ سے متحرک کے ساتھ ترجمہ کر دیا گیا او فسروہ بوجوہ اخریٰ لا یخلو شی منہا من البعد یہاں تک مطلق کائنات کے تغیر سے تغیر قضا پر استدلال تھا آگے بعض کائنات عظام کے تغیر سے یہی استدلال مذکور ہے اور مقصود اس سب سے یہ بیان کرنا ہے کہ یہ سب کائنات تابع ہیں قضا کے تو تم بھی اپنے کو تابع سمجھو اور تابع رکھو اور میں نے جو دو جملے عرض کئے ایک تو تابع سمجھو یہ تو باعتبار قضائے تکوینی کے جس کا ذکر یہاں بعد بیان تابعیت کائنات للقضا کے اس شعر میں ہے تو کہ یک جزوی الخ اور دوسرا جملہ تابع رکھو یہ باعتبار قضائے تشریعی کے جس کا ذکر شعر مذکور کے بعد اس شعر میں ہے چوں ستورے باش الخ اور دوسرا جملہ پہلے پر متفرع ہے یعنی جب تمہاری کوئی قدرت اس کے سامنے نہیں چلتی تو اوامر شرعیہ میں بھی اس کے تابع رہو اور لفظ

www.besturdubooks.wordpress.com

قضا بمعنے تکوین وتشریع دونوں قرآن مجید میں مذکور ہیں فالاول کمافی قولہ تعالیٰ فقضاهن سبع سمٰوات الآیۃ والثانی کمافی قولہ تعالیٰ و قضیٰ ربک ان لاتعبدوا الا ایاہ الآیۃ وہ استدلال کائنات عظام سے مع تعلیم مقصود مذکور بقولی تابع سمجھو اور تابع رکھو یہ ہے کہ فرماتے ہیں کہ) اگر تو نہر کو جو کہ کمین میں ہے (یعنی مخفی ہے) نہیں دیکھتا (یعنی قضا کا اگر خود مشاہدہ نہیں ہوتا) تو دولاب چرخ (یعنے آسمان) کی گردش کو دیکھ لے (کہ جس طرح دولاب کی گردش سے نہر کی گردش معلوم ہوتی ہے اسی طرح دولاب فلک کے تغیرات مشاہدہ سے قضا کے تصرفات پر استدلال کرلو آگے ایک تعلیم مقصود کو بطور تفریع کے پر فرماتے ہیں کہ) جب آسمان کو اس (کے تصرف) سے قرار نہیں ہے تو اے دل جو کہ (غایت صغر ہے) اختر کی طرح ہے تو قرار کا طالب مت بن (یعنی تو کیسے اس کے تصرفات سے محفوظ رہ سکتا ہے یعنی تجھ کو تو گردوں سے ایسی نسبت ہے جیسی اختر کو کہ اس کا بہت ہی چھوٹا جزو ہے اور اگر باوجود اپنے عجز ومشاہدہ عجز کے تو دعوئی استقلال کا کرے گا اور اس کے ساتھ معارضہ کرے گا تو وہ قضا تیرے تصرفات کو باطل کردے گی چنانچہ) اگر تم کسی شاخ میں ہاتھ مارو گے تو وہ قضا کب چھوڑے گی (بلکہ) جس جگہ تم تعلق کرو گے (جیسے اس شاخ سے تعلق کیا) اس کو توڑ دے گی (کے ہلد کے یہی معنی ہیں اور اس میں قضائے تکوینی کے تصرف کا ذکر ہے کہ اس کے خلاف ارادہ میں کامیابی کا استحالہ یقینی ہے اس تفریع کے بعد پھر تقریر ہے استدلال بتغیر اجسام عظام علی تصریف القضاء کی پس فرماتے ہیں کہ) اگر تم قدر کے چکر دینے کو نہیں دیکھتے (بوجہ اس کے کہ وہ محسوسات سے نہیں ہے کیونکہ قدر کے معنی ہیں تجویز حق جو کہ بوجہ قدم کے غیر متغیر ہے اور اس کی تدویر کی حقیقت ہے اس کا تعلق بواسطہ تکوین کے مکونات کے ساتھ اور اسی تعلق کا نام قضا ہے اور وہ فعل ہے حق کا اور بوجہ حدوث کے متغیر ہے پس تدویر قدر کا مصداق یہ فعل قضا ہے اور ظاہر ہے کہ مثل قدر کے اس کی یہ تدویر یعنی قضا بھی غیر محسوس ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اگر اس کو نہیں دیکھ سکتے) تو عناصر میں جوش اور گردش کو دیکھ لو (چنانچہ عناصر کی حرکات فی الکیف وفی الاین محسوس ہے پس اس سے استدلال کرلو تصرفات قضا پر) کیونکہ اس خاشاک وکف کی گردش دریائے باشرف ہی کے جوش سے ہوتی ہے (یعنی جس طرح دریا کے جوش سے اس پر کے خاشاک اور جھاگ کو حرکت ہوتی ہے اسی طرح قضا کی حرکت سے ان کائنات کو حرکت ہوئی ہے اور قضا کا باشرف ہونا ظاہر ہے لان فعل الشریف شریف پس حرکت کائنات دلیل انی ہے حرکت قضا کی آگے بعض دوسری کائنات کا اسی طرح ذکر ہے کہ) ہوائے سرگرداں کو خروش میں دیکھ لو (مراد سرگرداں سے متحرک اور شدت حرکت کے وقت ہوا میں آواز ہوتی ہے اور) اس کے حکم کے سامنے موج دریا کو جوش میں دیکھ لو (اس میں تخصیص بعد تعمیم ہے کیونکہ اوپر مطلق عناصر کا ذکر تھا یہاں دو عنصر مذکور ہوئے ہوا اور آب اور اس سے اوپر افلاک کا بیان تھا آگے فلکیات کا ذکر ہے کہ) آفتاب اور ماہتاب (گویا) دو بیل ہیں چکی کے (چکی سے آسمان کو تشبیہ دی محض حرکت میں اگرچہ اس کا محرک آفتاب وماہتاب نہیں پھر جوان کو گاؤ سے تشبیہ دی محض اس میں کہ جس طرح بیلوں کی حرکت سے چکی کے گرد ایک دائرہ پیدا ہوجاتا ہے اسی طرح آفتاب وماہتاب کی حرکت سے آسمان کے گرد دائرہ پیدا ہوتا ہے اگرچہ وہ دائرہ ثخن سماء میں ہوتا ہے مگر کسی حصہ آسمان کے گرد تو ہوگیا اور اگرچہ آسمان کی تشبیہ یہ نہ ہو اس کی تقریر اہل ہیات یونانیہ کے نزدیک اور بھی ہوسکتی ہے کہ آفتاب وماہتاب ہی آسمان کے اس کے معنے کو محرک ہیں کہ اصل مقصود حرکت دینا ہی آفتاب وماہتاب کو اور بوجہ امتناع خرق والتیام کے تمام آسمان کو اس کے لئے حرکت دی جاتی ہے لیکن چونکہ یہ تقریر مبنی ہے امتناع خرق والتیام پر اس لئے بندہ نے اس کی جگہ آفتاب وماہتاب میں حرکت ذاتیہ بطریق اہل حق اعتبار کرکے تشبیہ کی تقریر کی غرض یہ دونوں) گرد پھرتے ہیں (اور یہ کہ کس کے گرد پھرتے ہیں اس کی تحقیق

www.besturdubooks.wordpress.com

مصرعہ اولیٰ کی شرح میں ہو چکی ہے) اور (حکم الٰہی کا) پاس رکھتے ہیں (یہ حکم تکوینی ہے کما قال والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامرہ۔ آگے دوسرے کواکب کا ذکر ہے کہ) دوسرے کواکب بھی خانہ خانہ دوڑتے ہیں (چنانچہ بروج میں کواکب کی حرکت بھی ظاہر ہے اور) مرکب ہر سعد و نحس کے ہوتے ہیں (سعد مصدر بھی آتا ہے کذا فی الغیاث اور نحس بسکون حا مصدر ہی ہے اور مرکب سے مراد موصوف کہ بوجہ اپنی صفت کے حامل ہونے کے اس کے لئے بمنزلہ مرکب کے ہے پس معنی یہ ہوئے کہ مختلف بیوت میں جانے سے موصوف سعادت و نحوست کے ساتھ ہوتے ہیں یہ بنا بر قول مشہور منجمین کے شاعرانہ طور پر کہہ دیا ورنہ شرعاً یہ بالکل منفی ہے یہاں تک عناصر و افلاک و فلکیات کا ذکر ہوا آگے بعض عنصریات کا ذکر ہے فرماتے ہیں کہ) کواکب آسمان کے اگر (تجھ سے) دور ہیں ہاں اور تیرے یہ حواس کامل ہیں اور دست قدم (یعنی مدرک بعید اور مدرک بلید اس لئے کواکب کے تغیرات کا تجھ کو ادراک کامل نہیں ہوتا کہ اس سے استدلال کر سکے تصرف قضا پر تو بجائے آیات آفاقیہ کے آیت انفسیہ سے استدلال کر لو اور وہ بعض عنصریت ہیں پس فرماتے ہیں کہ اچھا یہ دیکھو کہ) کواکب ہمارے چشم اور گوش اور ہوش کے شب کو کہاں (ہوتے) ہیں اور بیداری میں کہاں (ہوتے ہیں پس یہ روزانہ انقلاب تو مشاہد ہے یہ بھی کافی دلیل ہے تصرف قضا کی اور ان حواس کو کواکب تشبیہاً کہا یا تو بوجہ اس کے کہ مثل اختر کے ان میں بھی نور رہتا ہے یعنی ادراک کا یا اس وجہ سے جس کا ذکر اوپر کے مصرعہ "اے دل اختر وار آرامے بجو کی شرح میں ہوا ہے اور حواس کا ایک انقلاب تو اوپر مذکور ہوا اور ایک دوسرا انقلاب آگے مذکور ہے کہ یہ اختران حواس) کبھی سعادت اور وصال اور دل خوشی میں (ہیں اور) کبھی نحوست اور فراق اور بیہوشی میں (ہیں میرے نزدیک یہ عطف تفسیری ہے یعنی سعادت سے مراد وصال مرغوبات کا جو حاصل ہے خوشی کا اور نحوست سے مراد فراق مرغوبات کا جو حاصل ہے ناخوشی کا اور بیہوشی سے مراد بقرینہ مقابلہ ناخوشی ہے کیونکہ شدت غم میں آدمی بدحواس و مدہوش سا ہو جاتا ہے اور طریان ان احوال مختلفہ کا بعض مدرکات پر جیسے قلب کہ مراد ہے ہوش سے مجازاً و مبالغۃً اطلاقاً للشئی علیٰ صاحبہ ظاہر ہے اور بعض مدرکات جیسے چشم و گوش پر یہ حکم مجازاً کر دیا بوجہ وسائط فی الطریان ہونے کے کیونکہ ان سے ادراک ہوا اور ادراک سے طریان ہوا آگے ان استدلالات علی التغیرات پر اس تعلیم مقصود کو متفرع فرماتے ہیں جس کو شعر (بالا چوں قرارے نیست گردون را الخ میں متفرع فرمایا ہے جس کا ذکر احقر نے تمہید شعر گر نمی بینی تو جور الخ میں کیا ہے بقولی ایک تو تابع سمجھو اولی قولی تو کہ یک جزوی وہ قول یک جزوی اب آتا ہے یعنی) ماہ چرخ جب اس دور میں ہے (اور) کبھی تاریک اور ایک زمانہ میں روشن ہے (اور مثل افلاک و فلکیات و عناصر و عنصریات کے کائنات الجو میں بھی یہ انقلاب ہے کہ) کبھی بہار اور گرمی ہے مثل شہد اور شیر کے (کیونکہ بہار لذیذ موسم ہے اور) کبھی سیاستین (اور شدتیں ہیں) برف اور زمہریر (سردی) کی (غرض) جب بڑی بڑی چیزیں اس (قضا) کے سامنے مثل گیند کے ہیں (اور) مسخر و منقاد اس کے چوگان کی ہیں (کما قال تعالیٰ الم تر ان اللہ یسجد لہ من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب الآیۃ) سو تو کہ ایک چھوٹا سا جزو ہے اس صد ہزار (کے مجموعہ) میں سے تو اس کے حکم (تکوینی) کے سامنے بے قرار (اور مضطر یعنے متحرک و منقلب بحرکت اضطراریہ) کیسے نہ ہوگا (پس دعویٰ استقلال کو چھوڑ دے اور یہ وہ مضمون ہے جو کہ دفتر اول قصہ "پائے کشیدن خرگوش از شیر الخ میں ان اشعار میں آیا ہے۔ در من آمد انچہ در وے گشت مات الی قولہ چونکہ کلیات را رنج است و درد آگے حکم تشریعی کے لئے منقاد ہونے کو فرماتے ہیں کما ذکرتہ ایضاً فی تمہید شعر (گر نمی بینی تو جور الخ یعنے) مثل ستور کے رہ حکم امیر میں کبھی آخور میں محبوس اور کبھی چلنے میں (اسی طرح) جب وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تجھ کو کھونٹے سے باندھ دے بندھا ہوا رہ (اور) جب وہ کھول دے جا کودتا اچھلتا رہ (یعنی نہی کے مقام پر رک جا اور رخصت کے مقام پر اسی قدر آزاد رہ۔ غرض احکام شرعیہ سے نہ مخالفت واعراض کر اور نہ رائے زنی واعتراض کر من کل الوجوہ تابع رہ آگے اعراض واعتراف کی مذمت ہے کہ)

آفتاب ار بر فلک کژمی جہد	در سیہ روئی کسوفش می دہد
آفتاب اگر فلک پر کج چلنے لگتا ہے	تو سیہ روئی میں وہ اس کو کسوف دیتا ہے
کز ذنب پرہیز کن ہین ہوشدار	تانگردی تو سیہ رو دیگ دار
کہ ذنب سے پرہیز کر۔ خبردار ہو ہوش رکھ	تاکہ تو دیگ کی طرح سیہ رو نہ ہو جاوے
ابر راہم تازیانہ آتشیں	میزنندش کاں چناں رونے چنیں
ابر کو بھی آتشیں تازیانہ	مارتے ہیں کہ اس طرح چل اس طرح مت چل
بر فلاں وادی ببار ایں سو مبار	گوشمالش میدہد کہ گوشدار
فلاں وادی پر برس) اس طرف مت برس	اس کو گوشمالی دیتا ہے کہ کان رکھ
عقل تو از آفتابے بیش نیست	اندراں فکرے کہ نہی آمد مایست
تیری عقل آفتاب سے تو زیادہ نہیں ہے	جس فکر میں کہ نہی آئی ہے اس میں قیام مت کر
کژمنہ اے عقل تو ہم گام خویش	تانیاید آں کسوفت زو بہ پیش
اے عقل تو بھی اپنا قدم کج مت رکھ	تاکہ وہ کسوف تجھ کو اس کے سبب سے پیش نہ آجاوے
چوں گنہ کمتر بود نیم آفتاب	منکسف بینی و نیمے نور و تاب
جب گناہ کم ہوتا ہے تو آدھے آفتاب کو	منکسف دیکھتے ہو اور آدھا بانور و شعاع
کہ بقدر جرم می گیرم ترا	ایں بود تقدیر درداد و جزا
کہ میں بقدر گناہ کے تجھ کو پکڑتا ہوں	یہی انداز ہے عطا میں اور سزا میں
خواہ نیک و خواہ بدفاش وستیر	برہمہ اشیا سمیعم و بصیر
خواہ نیک ہو اور خواہ بد۔ علانیہ ہو یا پوشیدہ	ہم تمام چیزوں پر سمیع اور بصیر ہیں

(یعنی کج روی ومخالفت اور خودرائی ورائے زنی جس کو اوپر اعراض واعتراض سے تعبیر کیا گیا ہے ایسی مذموم چیز ہے کہ آفتاب وابر باوجود اس کے کہ وہ بوجہ منقاد بالاضطرار ہونے کے محل صدور مخالفت وخودرائی کے نہیں ہو سکتے مگر ان میں قدرے صورت مخالفت وخودرائی کی پائی گئی آفتاب کو کسوف سے بے نور ومحوق اور سحاب کو تازیانہ آتشیں سے مقہور ومسوق کیا گیا اور تو اگر ایسا کرے گا تو تجھ سے تو حقیقت مخالفت وخودرائی کی صدور ہوگی تجھ کو کیسی عقوبت جاوے گی ان اشعار میں آفتاب کی صورت کجروی اور سحاب کی صورت خودرائی کا ذکر ہے پس فرماتے ہیں کہ) آفتاب اگر فلک پر کج چلنے لگتا ہے تو سیہ روئی

www.besturdubooks.wordpress.com

میں وہ (حکم قضا جس کا اوپر ذکر تھا) اس کو کسوف دیتا ہے (اور کسوف دیگر بلسان حال مکلف کو متنبہ کرتا ہے) کہ (نقطہ) ذنب (کے مشابہ حالت) سے (جو کہ موقع ہے کسوف آفتاب کا) پرہیز کر (حالت مشابہ سے مراد حالت معصیت وکجروی کہ سبب ہے ظلمت قلب وظلمات آخرت کا یعنی معصیت سے بچ اور) خبردار ہو ہوش رکھ تاکہ (اس حالت شبیہ نقطہ ذنب کے اختیار کرنے سے) تو (بھی مکسوف الباطن ہوکر) دیگ کی طرح سیہ رونہ ہوجاوے (تفصیل مقام کی موقوف ہے ایک تقریر پر وہ یہ کہ کسوف آفتاب کی علت یہ مقرر ہے کہ آفتاب منطقۃ البروج پر چلتا ہے اور قمر فلک مائل پر اور دونوں دائروں میں یعنی جبکہ منطقہ کو قاطع فلک مائل فرض کریں دو نقطوں پر تقاطع ہوتا ہے ایک کا نام راس ہے اور دوسرے کا نام ذنب۔ جب آفتاب اور ماہتاب دونوں اپنی حرکات خاصہ سے ان دو نقطوں میں سے کسی ایک نقطہ پر معاً پہنچتے ہیں چونکہ ماہتاب نیچے ہے اور فی نفسہ مظلم اس لئے آفتاب کے لئے کاسف بن جاتا ہے اب اس علت کے معلوم ہونے کے بعد اس شعر کے مضمون پر چند شبہات ہوتے ہیں ان کو مع جواب کے نقل کرتا ہوں۔ پہلا شبہ یہ کہ آفتاب کے کج چلنے کے کیا معنی اگر خود اس کے منطقہ کے اعتبار سے کہا جاوے تو اس پر تو وہ سیدھا چلتا ہے اور اگر فلک مائل کے اعتبار سے کہا جاوے تو یہ حکم کجی کا تو صحیح ہوگا مگر اس صورت میں دو اعتراض اور ہوں گے ایک یہ کہ اسی طرح قمر کو اپنے فلک مائل میں سیدھا چلتا ہے مگر منطقہ شمس کے اعتبار سے وہ بھی کجرو ہے تو آفتاب کی تخصیص اس کجروی میں کیوں کی گئی دوسرا اعتراض یہ ہوگا کہ اگر بالفرض آفتاب کی حرکت مائل ہی کے منطقہ پر ہوتی تب بھی جب آفتاب وماہتاب اوپر نیچے محاذاۃ میں آجاتے پھر بھی کسوف ہوتا تو فلک مائل کے اعتبار سے کجی ماننا بھی مفید نہ ہوا اور اگر معدل النہار کے اعتبار سے کہا جاوے تو اس پر بھی یہی دو اعتراض اوپر والے ہوں گے ایک یہ کہ معدل کے اعتبار سے قمر بھی کجرو ہے دوسرے یہ کہ معدل کو بھی مائل سے تقاطع ہے اگر آفتاب معدل پر بھی چلتا تب بھی نقطہ تقاطع پر کسوف واقع ہوتا غرض کجروی آفتاب کی سببیت کا کوئی مفہوم محصل نہیں ہوا دوسرا شبہ یہ ہے کہ اس کسوف میں نقطہ ذنب کی کوئی تخصیص نہیں نقطہ راس پر بھی کسوف واقع ہوتا ہے پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ یہاں کجی سے مراد ظاہری سیر کی کجی نہیں بلکہ باطنی وحالی کجی ہے یعنی ارتفاع مکانی کی صورت ہے دعویٰ ارتفاع شانی کی پس معنی یہ ہوں گے کہ چونکہ آفتاب ماہتاب سے اونچا ہے جس سے بزبان حال دعویٰ کر رہا ہے بڑائی کا اور یہ اخلاقی وعملی کجی ہے اس لئے اس کو کسوف ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ اگر آفتاب ماہتاب سے نیچا ہوتا ہوتو بوجہ عدم علت کسوف کے اس کو کسوف نہ ہوا کرتا پس کجی لہذا المعنے کا کسوف کے لئے سبب بننا بلا غبار ظاہر ہوگیا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اونچا تو ہر وقت ہی ہے تو کسوف ہر وقت کیوں نہیں بات یہ ہے کہ یہ حسن التعلیل ہے جیسا آگے آوے گا پس اس کا اطراد ضروری نہیں پھر سزا کا بھی ہر وقت ہونا لازم نہیں اور دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ تخصیص ذنب کی تمثیلاً ہے راس کا حکم باشتراک علت محاذاۃ علی نقطۃ التقاطع مقائسہ سے معلوم ہوگیا پس معنی کرذنب پرہیز کن کے یہ ہوں گے کہ از حالتے پرہیز کن کہ مشابہ ذنب باشد وہمچنیں حالتے کہ مشابہ راس باشد در علت کسوف بودن یعنی دعوے رفعت خصوص پیش احکام الہیہ پس مطلب مقام کا یہ ہوا کہ دیکھو کبر وترفع ایسی مذموم چیز ہے کہ آفتاب کو محض صورت رفعت سے کسوف ہوا پس تم رفعت چھوڑ کر پستی یعنی عقل کو تابع احکام وعلوم وحی کر دینا اختیار کرو اور کسوف کی اس تعلیل سے حکماء کے سب اقوال متعلقہ فلکیات کا ماننا لازم نہیں آتا کیونکہ خرق والتیام کے امکان اور افلاک جزئیہ کے بطلان اور افلاک کے سکون کی تقدیر پر بھی اور حرکات کواکب کی اور ان میں کسی کا اونچا کسی کا نیچا ہونا تو مشاہد ہیں اور ان حرکات سے دوائر کا متوہم ہونا اور ان دوائرین تقاطع وغیرہ ہونا یہ بھی عقلاً لازم ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

احکام مذکورہ کی صحت کے لئے اتنا کافی ہے یہ تو ذکر تھا اثر کجروی شمس کا آگے ذکر ہے اثر صورت خودرائی سحاب کا یعنی چونکہ ابر بوجہ جسم غیر متماسک ہونے کے چاروں طرف پھیلنا چاہتا ہے جو کہ صورت ہی مطلق العنانی وغیر مقید ہونے کی جو حقیقت ہے خودرائی کی پس اس صورت خودرائی کا یہ اثر ہوا کہ اس) ابر کے بھی (موکلان سحاب) آتشین تازیانہ مارتے ہیں کہ اس طرح چل (اور) اس طرح مت چل (یعنی) فلاں وادی پر برس (اور) اس طرف مت برس (غرض حکم قضا) اس کو گوشمالی (یعنی امر جبری) دیتا ہے کہ (ادھر) کان رکھ (یعنی سن اور مان یہ اشارہ ہے مضمون حدیث کی طرف جس میں رعد کی حقیقت فرشتہ موکل بالسحاب کی صورت اور برق کی حقیقت اس فرشتہ کی لمعان سوط وارد ہے اور اس پر حکماء کے قول سے شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ حکماء نے صورت رعد و برق کی ماہیت بیان کی ہے اور حدیث میں ان کی روح و حقیقت بیان کی گئی فلا تعارض اس کا مطلب بھی مثل کجروی آفتاب کے یہ ہوا کہ دیکھو صورت خودرائی پر سحاب کے لئے تازیانہ آتشیں تجویز کیا گیا پس تم خودرائی مت کرنا اور آفتاب و سحاب دونوں کے لئے ان احکام کا ان کی صورت کجروی و خودرائی پر مرتب کرنا حسن التعلیل ہے واسطے ایک تائید لطیف مدعا کے ورنہ ظاہر ہے کہ واقع میں علت ان احکام کی اور ہی ہے یعنی ظاہراً اسباب طبعیہ اور باطناً مشیت الٰہیہ للمصالح الخاصۃ پس اب یہ بھی سوال نہ رہا کہ ماہتاب تو آفتاب سے نیچے رہتا ہے اس کو خسوف کیوں ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ حسن التعلیل ایک نکتہ ہوتا ہے جس کا اطراد ضروری نہیں دوسرے یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ ماہتاب بھی اس وقت من وجہ مرتفع ہوتا ہے کیونکہ وہ زمین کے اوپر ہوتا ہے اور آفتاب زمین کے نیچے اور زمین کی حیلولت سے خسوف ہو جاتا ہے اور یہ اوپر نیچے عرفاً ہے ورنہ بمعنی بعد عن مرکز الارض وقرب بہ کے اعتبار سے تو آفتاب اس وقت بھی فوق ہی ہوتا ہے۔ آگے کسوف آفتاب کے تسبب مذکور پر تعلیم مقصود کو متفرع فرماتے ہیں کہ) تیری عقل آفتاب سے تو زیادہ نہیں ہے (جب اس کی کج روی پر سزا مل گئی تو اگر تیری عقل کجی کرے گی تو اپنی عقل کو مزاحمت احکام الٰہیہ میں علماً یا عملاً صرف کرے گا تو تو بھی مستحق عقوبت ہوگا تو اس کو یاد رکھ اور) جس فکر سے نہی آئی ہے اس میں قیام مت کر (اگر مزاحمت علمی ہے تو نہی فکر سے ظاہر ہے اور اگر مزاحمت عملی ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ خلاف پر عمل کرنا تو بہت بڑی بات ہے خلاف کا خیال بھی مت کرو اور ظاہر ہے کہ خیال ہمیشہ سابق ہوتا ہے عمل پر پس خیال کی نفی سے عمل کی بدرجہ اولیٰ نفی ہو جاوے گی آگے بھی یہی مضمون دوسرے عنوان سے ہے یعنی) اے عقل تو بھی اپنا قدم کج مت رکھ تاکہ وہ کسوف (ظلمت قلب) تجھ کو اس کے سبب پیش نہ آجاوے (اور یہاں تک کسوف آفتاب کا سبب اس کی کجی بتلائی تھی جو کہ اس کی علت فلسفیہ کی ایک تقریر بطور حسن التعلیل کے تھی آگے اس کسوف کا سبب مکلفین کی کجی کو بتلاتے ہیں جو کہ موافق حدیث کے اس کی ایک حکمت شرعیہ ہے اور اس میں ایک تفصیل بطور ایک نکتہ کے فرماتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) جب (مکلفین کا) گناہ کم ہوتا ہے تو نصف آفتاب کو منکسف دیکھتے ہو اور نصف با نور و شاع (ہوتا ہے گویا بدلالت حال حق تعالیٰ مکلف کو خطاب فرماتا ہے) کہ میں بقدر جرم کے تجھ کو پکڑتا ہوں (چونکہ گناہ کم تھا اس لئے کسوف بھی کم ہوا) یہی انداز ہے عطا میں اور سزا میں (یعنی اعمال حسنہ پر عطا اور اعمال قبیحہ پر سزا اور چونکہ یہ انداز علم کامل پر موقوف ہے اس لئے آگے اس کا اثبات ہے کہ) خواہ (عمل) نیک ہو خواہ بد ہو (اور خواہ) علانیہ (ہو) اور (خواہ) پوشیدہ (ہو) ہم تمام اشیاء پر سمیع و بصیر ہیں (اس لئے ہر عمل پر مناسب جزا دیتے ہیں اس لئے زیادہ گناہ پر پورا کسوف ہوتا ہے اور کم گناہ پر کم کسوف یہ حکمت کسوف و خسوف کی تو حدیث میں آئی ہے لقولہ علیہ السلام و لکن یخوف اللہ بھما عبادہ اور یہی جواب ہے تعارض علت فلسفیہ کا کہ وہ علت ہے اور یہ حکمت باقی یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تفصیل جیسا مولاناؒ نے فرمائی ہے کہ گناہ کی مقدار پر کسوف کی مقدار ہوتی ہے منصوص نہیں دیکھی لیکن اس حدیث سے کسی قدر چسپاں معلوم ہوتی ہے گو حکمت میں یہ تفصیل ضرور نہیں جیسی علت میں ضروری ہے کہ بقدر محاذاۃ کسوف کی مقدار ہوگی لیکن نفس مقصود اس تفصیل پر موقوف نہیں نفس حکمت سے بھی حاصل ہے تقریر اس کی یہ ہوگی کہ جب تمہارے گناہ سے آفتاب کو کسوف لگ گیا تو خود تم کو کسوف لگ جانا گناہ سے کچھ بھی بعید نہیں پس اس بناء پر چوں گنہ کمتر بود الخ میں ترقی ہوگی استدلال بالا پر کیونکہ اوپر کسوف آفتاب مقیس علیہ تھا کسوف مکلف کا اور اس میں کسوف آفتاب خود دلیل ہوگئی گناہ مکلف کے مستلزم کسوف مکلف ہونے کی آگے رجوع ہے قصہ بلالؓ کی طرف)

زیں گزر کن اے پدر نو روز شد	خلق از اخلاق خوش فیروز شد
اس سے تجاوز کر اے پدر عید ہو گئی	مخلوق اخلاق خوش سے کامیاب ہو گئی
باز آمد آب جاں در جوئے ما	باز آمد شاہ ما در کوئے ما
روح کا آب ہماری نہر میں پھر آ گیا	ہمارا بادشاہ پھر ہمارے محلہ میں آ گیا
می خرامد بخت و دامن میکشد	نوبت توبہ شکستن می رسد
نصیب ناز کرتا ہے اور دامن کھینچتا ہے	نوبت توبہ شکنی کی آ رہی ہے
توبہ را بار دگر سیلاب برد	فرصت آمد پاسباں را خواب برد
توبہ کو دوبارہ سیلاب نے بہا دیا	فرصت آئی پاسبان کو نیند نے مغلوب کر دیا
ہر خماری مست گشت و بادہ خورد	رخت را امشب گرو خواہیم کرد
ہر ایک خمار والا مست ہو گیا اور اس نے شراب پی لی	ہم رخت کو آج کی رات گرو کر دیں گے
زاں شراب لعل و لعل جانفزا	لعل اندر لعل اندر لعل ما
اس شراب لعل اور لعل جانفزا سے	ہمارا وجود لعل در لعل در لعل ہو گیا
باز خرم گشت و مجلس دلفروز	خیز دفع چشم بد اسپند سوز
پھر خرم ہو گیا اور مجلس دلفروز ہو گئی	اٹھ نظر بد کے دفع کے واسطے سپند جلا دے
نعرۂ مستانہ خوش می آیدم	تا ابد جاناں چنیں می بایدم
مجھ کو نعرۂ مستانہ خوش معلوم ہوتا ہے	اے جاناں مجھ کو ابد تک ایسا ہی مطلوب ہے
نک ہلالؓ با بلالؓ یار شد	زخم خار او را گل و گلزار شد
لو اب تو ہلالؓ بھی بلالؓ کے ساتھ شریک ہو گئے	زخم خار بلالؓ کے لئے گل و گلزار ہو گیا
گر ز زخم خار تن غربال شد	جان و جسمم گلشن اقبال شد
اگر زخم خار سے تن غربال بھی ہو گیا	تو کیا ہے میری روح اور جسم گلشن اقبال ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

تن بہ پیش زخم خار آن جہود	جان من مست وخراب آن ودود
تن تو اس جہودی کے زخم خار کے سامنے ہے	میری روح مست اور عاشق اس ودود کی ہے
بوئے جانے سوئے جانم می رسد	بوئے یار مہربانم می رسد
ایک روح کی خوشبو میری روح کی طرف آ رہی ہے	محبوب مہربان کی خوشبو مجھ کو پہنچ رہی ہے

(رجوع ہے قصہ بلالؓ کے ان اشعار کے بالا مضمون کی طرف یاز پندش داد باز اوتوبہ کرد او عشق آمد تو بہ او بخورد توبہ کردن زیں نمط بسیار شدہ عاقبت از توبہ او بیزار شد عاقبت از توبہ او بیزار شد جس کا حاصل یہ تھا کہ غلبہ عشق وتجلی محبوب سے عزم کتمان ایمان جس کو توبہ عن اظہار الایمان سے تعبیر کیا گیا ہے فسخ ہو جاتا ہے پس اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ) اس (مضمون) سے (جو کہ بمناسبت تصرف عشق کے تصرفات قضا کے متعلق مع اس کے تفریعات کے درمیان قصہ کے آ گیا تھا) تجاوز کرائے پدر (کیونکہ غلبہ عشق وتجلی سے عشاق کی پھر) عید ہوگئی (چنانچہ آگے یہی وجہ بتلاتے ہیں کہ) مخلوق (محبوب کے) اخلاق خوش سے (کہ وہ اخلاق خوش توجہ وعنایت بحال عشاق ہے) کامیاب ہوگئی (اور یہاں خلق کو مفہوماً عام ہے مگر بدلیل خارجی مصداقاً خاص ہے یعنی بالقوہ تو عنایت محبوب کی سب ہی پر ہے اور ادھر سے کسی سے انکار نہیں اس اعتبار سے مفہوم خلق اور یہ حکم عام ہے لیکن بالفعل ان ہی کے ساتھ خاص ہے جو خود بھی اس کے طالب ہیں اور وہ عشاق ہیں پس اس مقتضی خارجی کے اعتبار سے مصداق خلق اور یہ حکم خاص ہے چنانچہ اگلے شعر در جوئے ما در کوے ما میں اس تخصیص کی تصریح ہے اور نکتہ تعبیر باللفظ العام میں اس امر کے بتلانے کو کہہ سکتے ہیں کہ ادھر سے کسی سے دریغ نہیں اگر کوئی خود نہ لے تو انلزمکموہا وانتم لہا کارہون اور بعض نسخوں میں اخلاق کی جگہ خلاق ہے یعنی خلاق کی تجلی سے خلق کامیاب ہوگئی اور لفظ خلق میں یہی تحقیق رہے گی مگر مجھ کو ذوق لسانی سے یہ نسخہ بعید معلوم ہوا اگرچہ معنے بہت سہل ہے اور نوروز سے مراد عید اس لئے لی کہ اہل فارس سال کے اول روز میں کہ پہلی تاریخ ہوتی ہے ماہ فروردین کی اور زمانہ ہوتا ہے برج حمل کے اول نقطہ میں آفتاب کے پہنچنے کا جشن اور عید کرتے تھے پس مطلب شعر کا یہ ہوا کہ پھر عشق وتجلی کا غلبہ ہو گیا جو کہ عید عشاق ہے اس لئے اس مضمون استطرادی کو چھوڑ کر اسی عشق وتجلی کا بیان کرو آگے اسی کے تحقق اور اس کے آثار واحکام کو بیان کرتے ہیں کہ) روح کا آب (حیات) ہماری (یعنی عشاق کی) نہر (ہستی) میں پھر آ گیا (مراد روح کے آب حیات سے غلبہ عشق ہے کہ "ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بہ عشق اور) ہمارا بادشاہ (یعنی محبوب) پھر ہمارے محلہ میں آ گیا (مراد اس سے تجلی فرمانا ہے محبوب کا قلب پر کہ مراد کوے سے قلب ہے پس مجموعہ مصرعین میں مجموعہ عشق وتجلی مذکور ہوا اور ہمارا) نصیب (اس تجلی وعشق کے حصول پر) ناز کرتا ہے اور (فرط ناز سے دامن کھینچتا (ہوا چلتا) ہے (اور اس عشق وتجلی کے غلبہ اور بخت بمعنی صاحب بخت یعنی قلب کے شوق اور جوش سے) نوبت توبہ شکنی کی آ رہی ہے (اور توبہ کی تفسیر عزم کتمان کے ساتھ ابھی گزر چکی ہے اور اس) توبہ کو دوبارہ سیلاب (عشق) نے بہا دیا (اور اس کی ایسی مثال ہوگئی جیسی مثلاً کسی پاسبان کو ذرا بے فکری اور فرصت ہوگئی ہو اور اس سے اس پر نیند غالب ہوگئی ہو اور یہی حاصل ہے اس مصرعہ آئندہ کا کہ) فرصت آئی (اور) پاسبان کو نیند نے مغلوب کر دیا اور بعض نسخوں میں مصرعہ ثانیہ اس طرح "آسیا دسنگہا را آب برد اور توجیہ اس کی ظاہر ہے اور غالباً یہ نسخہ لطف ہے حاصل سب تشبیہات کا یہ ہے کہ جس طرح سیلاب اور خواب اور آب کو خاص خاص اشیاء پر غلبہ ہو جاتا ہے اسی طرح عشق وتجلی کا عاشق پر اور اس کے عزم پر غلبہ ہو گیا اور اس غلبہ سے) ہر صاحب خمار (جس کی مستی

اترنے کو تھی کیونکہ خمار کے معنی ہیں انچہ بعد زائل شدن نشہ شراب اعضا شکنی و دردسر پیدا شد کذا فی الغیاث وہ صاحب خمار اس غلبہ سے پھر) مست ہو گیا اور اس نے (غلبہ عشق کی) شراب (پھر) پی لی (اور ہم عشاق کو اس کا ایسا اشتیاق ہوا کہ اس شراب کی طلب میں) رخت (ہستی) کو آج کی شب گرو کر دیں گے (یعنی ہستی کی حفاظت اور پروانہ کریں گے اور عنوان گرو میں ایک خاص لطافت ہے کہ ہستی بالکل زائل نہیں ہوتی جس طرح گرو میں ملک زائل نہیں ہوتی بلکہ معطل ہو جاتی ہے اور) اس شراب لعل (یعنی عشق) اور (اس) لعل جانفزا (لب معشوق یعنی تجلی) سے ہمارا وجود (غایت فنائی العشق والتجلی التشبیہین باللعل سے گویا خود مصداق) لعل در لعل در لعل (کا) ہو گیا (اس طرح سے کہ فنائے مذکور سے وہ خود لعل ہو گیا پھر اس وجود سے دو لعل کا تعلق ہے ایک عشق کا دوسری تجلی کا پس اس طرح وہ تین لعل کا مجمع ہو گیا حاصل یہ کہ عشق و تجلی سے ہمارا وجود) پھر خرم (و پرجوش) ہو گیا اور (عشاق کی باطنی) مجلس دلفروز ہو گئی۔ (پس یہ مصرعہ اوپر کے شعر سے قطعہ بند ہے ایک توجیہ تو اس کلام کی یہ ہے اور اس مقام پر دو نسخے ہیں (باز خرم گشت و مجلس بواو عطف قبل مجلس اور گشت مجلس بدوں واو عاطفہ اور یہ توجیہ دونوں نسخوں پر درست ہو سکتی ہے واو عاطفہ پر تو ظاہر ہے اور بدوں واو عاطفہ کے یوں کہا جاوے گا کہ مجلس دلفروز کے قبل عاطف مقدر ہے اور اس کے بعد گشت مقدر ہے اور ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ لعل اندر لعل خبر مقدم ہو اور لفظ ما مبتداء موخر ہو یعنی اس شراب لعل و لعل جانفزا سے ہم لعل اندر لعل ہو گئے اور حاصل اس کا بھی وہی ہوگا جو توجیہ اول میں مذکور ہوا یعنے فنائی اللعل ہونے سے ہستی بھی لعل ہو گئی اور اس کو دو لعل سے تعلق ہونے سے وہ تین لعل کی مجمع ہو گئی۔ اور باز خرم گشت مجلس میں مجلس اسم ہوگا گشت کا اور خرم خبر ہوگی گشت کی اور دلفروز یا تو صفت ہوگی مجلس کی اور فک اضافت بضرورت شعر ہوگی اور یا اگر دل اور فروز کسی نسخہ میں علیحدہ علیحدہ لکھا ہو تو فروز امر ہوگا اور دل اس کا مفعول بہ اور یہ توجیہ ثانی نسخہ عدم واو عاطفہ پر ہو سکتی ہے یہ تو لفظی توجیہ ہوگی اور معنوی توجیہ باز خرم گشت کی وہی ہے جو حاصل ہے "باز آمد آب جان در کوئے ما الخ کا یعنی از عشق و تجلی باز مجلس خرم گشت الخ واللہ اعلم اور اس حالت کو غایت درجہ عزیز رکھنے کی وجہ سے کہتے ہیں کہ) اٹھ چشم بد کے دفع کے واسطے سپند جلادے (یہ عادت عوام کی تھی کنایہ اس سے ہے کہ خدا کرے اس کو نظر نہ لگ جاوے بلکہ ہماری یہ حالت گو بظاہر تعب آمیز ہے دائم رہے چنانچہ آگے اس کے عزیز ہونے کی زیادہ تصریح ہے کہ) مجھ کو (ایسا ہی) نعرۂ مستانہ خوش معلوم ہوتا ہے اے جانان مجھ کو ابد تک ایسا ہی (نعرہ یا ایسا ہی حال) مطلوب ہے (آگے علاوہ محبوبیت فی نفسہا حالت مذکورہ کے ایک خارجی سبب بھی اس حالت کے عزیز ہونے کا بیان فرماتے ہیں جس سے مضاعف پسندیدگی ہو گئی وہ یہ کہ) لو اب تو ہلال بھی بلالؓ کے ساتھ شریک (عشقبازی) ہو گئے (بلالؓ کا قصہ یہاں سے تقریباً چالیس شعر اوپر بضمن شرح شعر گر ہلالم گر بلالم الخ بقدر ضرورت بیان ہو چکا ہے حاصل مطلب یہ کہ عشاقؓ کا اجتماع بھی ہو گیا اور قاعدہ ہے کہ ہم مذاقوں کے اجتماع سے مذاق میں اور قوت ہوتی ہے پس بلالؓ کی حالت عشقیہ اس اجتماع سے اور بھی قوی ہو گئی اور یہ قوت زیادہ سبب ہو جاوے گی فسخ توبہ کا اور اس قوت سے) زخم خار بلالؓ کے لئے گل و گلزار ہو گیا (جب اس کو گل و گلزار کی طرح لذیذ سمجھیں گے اور موجب الم ہی نہ سمجھیں گے تو وہ توبہ کہاں رہے گی آگے بلسان بلالؓ کہتے ہیں کہ میری اس لذت میں یہ کیفیت ہے کہ) اگر زخم خار سے (بظاہر) تن غربال بھی ہو گیا تو کیا ہے (باطنا تو) میری روح اور جسم گلشن اقبال ہو گیا (اور) تن تو اس جہودی کے زخم خار کے سامنے ہے (مگر) میری روح مست اور عاشق اس ودود کی ہے (یہودی کہنے کی توجیہ سرخی کے قریب مصرعہ "کز جہودان الخ کی شرح میں گزری ہے اور ایک روح (حقیقی) کی خوشبو میری روح کی طرف آ رہی ہے (آگے تفسیر ہے بوئے جان کی یعنی اس) محبوب مہربان کی خوشبو مجھ کو پہنچ رہی ہے (محبوب کو روح تشبیہا کہا کہ اس کا تعلق

www.besturdubooks.wordpress.com

سرمایہ حیات حقیقی ہے جس طرح روح کا تعلق سرمایہ حیات متعارف ہے اور حق تعالیٰ کا اسم محیی بھی اس تشبیہ کی تائید کرتا ہے آگے رجوع ہے قصہ بلالؓ اور ان کے مشورۂ استخلاص کی حکایت کی طرف ایک عجیب ولطیف تمہید کے ساتھ)

باز گفتن صدیق صورت حال بلالؓ را نزد حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ومشورت کردن در خریدن او

از سوی معراج آمد مصطفیٰ	بر بلالش حبذا آں حبذا
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے آگئے	آپ کے بلال پر مرحبا ہو وہ مرحبا

(یہ تمہید ہے قصہ آئندہ کی اور معراج سے مراد عروج مصطلح صوفیہ ہے یعنی توجہ بمحض حق وعدم التفات اصلاً بخلق جس کا مقابل نزول بمعنی توجہ الی الخلق ہے لکن لاللخلق کماللعوام بل للحق لاصلاحھم و ارشادھم و مصلحتھم کماالانبیاء و ورثتھم تقریر تمہید کی یہ ہوئی کہ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت بلالؓ کے حال کی اطلاع حضرت صدیقؓ کے واسطہ سے ہوتی ہے اور حضورؐ اب ان کی طرف توجہ فرماتے ہیں تاکہ ان کو اس مخمصہ سے نکال کر اپنی صحبت میں رکھ کر ان کی تکمیل فرمادیں چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فطری شان توجہ خالص بحق ہے پس جب خلق کی طرف توجہ فرماویں گے تو وہ توجہ اصطلاحاً نزول بعد العروج ہوگا۔ پس اسی بناء پر حضرت بلالؓ کی طرف جو توجہ فرمائی تو اس توجہ فرمانے کو اس طرح تعبیر کیا جاوے گا کہ) مصطفیٰ (گویا) معراج (اصطلاحی) سے (نزول اصطلاحی عالم ناسوت میں) آگئے (آگے بلال کی تحسین بطور مبارکباد کے ہے کہ اس دولت توجہ نبویؐ ہے) آپکے بلال پر مرحبا ہو (اور مرحبا بھی کیسی) وہ مرحبا (جو اس موقع کے لائق ہو یعنی بڑی مرحبا پس آن اسم اشارہ بعید تفخیم شان کیلئے ہے کما فی قولہ تعالیٰ ذلک الکتاب لاریب فیہ اور ایک توجیہ اور ہوسکتی ہے کہ آن مرحبا کا مشارالیہ بلالؓ کو کہا جاوے یعنی ان پر مرحبا کیسی وہ خود سراپا مرحبا ہوگئے کہ حضور ان کے حال پر متوجہ ہیں پس اس میں سابق سے ترقی ومبالغہ ہوگا۔

فائدہ:۔ اور اس شعر کے حل میں محشین نے وہ وہ بعید اور رکیک تاویلیں کی ہیں کہ ذراذوق قبول نہیں کرتا اور بعد بر بعد اس سے بڑھ گیا کہ بعض نسخوں میں اس شعر کو سرخی سے پہلے لکھ دیا پھر سابق کے مضمون سے اس کو جوڑنا پڑا اور ممکن نہ ہوا بندہ نے اس کو ذوقاً لاحق کے مضمون سے مرتبط سمجھ کر یہ توجیہ مذکور سمجھی اور چونکہ سب سے اقرب اور بالکل جدید تھی اس لئے اوپر ختم مضمون پر اس کو میں نے تمہید عجیب ولطیف کہا واللہ اعلم آگے تمہید کے بعد قصہ ہے۔

باز گردانیدن صدیق رضی اللہ عنہ واقعۂ بلال رضی اللہ عنہ را وظلم جہوداں بروے واحد احد گفتن او وفزوں شدن کینۂ جہوداں وقصۂ او پیش حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ آلہ وسلم گفتن ومشورت کردن در خریدن او از جہوداں

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت بلالؓ کے واقعہ اور ان پر کافروں کے ظلم اور ان کے احد احد کہنے کا اور منکروں کے کینہ کے بڑھنے اور ان کے قصہ کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دہرانا اور منکروں سے خریدنے میں مشورہ کرنا

چونکہ صدیقؓ از بلالؓ دم درست	ایں شنید از توبۂ او دست شست
جبکہ صدیقؓ نے بلالؓ سے جو کہ صادق المقول تھے	یہ سنا ان کی توبہ سے ہاتھ دھو لیا

بعد ازاں صدیقؓ پیش مصطفیٰ	گفت حال آں بلالؓ باوفا
اس کے بعد صدیقؓ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو	اس بلالؓ باصفا کا حال کہا
کاں فلک پیمائے میموں فال چست	ایں زماں در عشق واندر دام تست
کہ وہ آسمان کا قطع کرنے والا مبارک فال چوکہ مستعد ہے	اس وقت آپ کے عشق اور دام میں مبتلا ہے
باز سلطان ست زاں چغداں برنج	در حدث مدفون شد آں زفت گنج
باز شاہی ان چغدوں سے تکلیف میں ہے	نجاست میں مدفون ہو رہا ہے وہ گنج معمور
چغد ہا برباز استم می کنند	پرو بالش بیگاہے می کنند
چغد باز پر ظلم کر رہے ہیں	اس کے بال و پر بدوں کسی گناہ کے اکھاڑتے ہیں
جرم او اینست کو بازست وبس	غیر خوبی جرم یوسف چیست پس
اس کا جرم یہی ہے کہ وہ باز ہے اور بس	بجز حسن کے یوسف علیہ السلام کا پھر کیا جرم ہے
چغد را ویرانہ باشد زاد و بود	ہست شاں بر باز زاں خشم وجحود
چغد کا مولد و مسکن تو ویرانہ ہے	ان کو باز پر اس سبب سے غصہ اور انکار ہے
کہ چرا تو یاد می آری ازاں	لالہ زار و جویبار و گلستاں
کہ تو کس وجہ سے یاد کرتا ہے اس	لالہ زار اور جوئبار اور گلستان کو
کہ چرا می یاد آری زاں دیار	یا ز قصر و ساعد آں شہر یار
یا کس وجہ سے تجھ کو اس دیار کی یاد آتی ہے	یا قصر اور بادشاہ کے ساعد کی یاد کیوں آتی ہے
در دہ چغداں فضولی می کنی	فتنہ و تشویش دری افگنی
تو چغدوں کی بستی میں فضول حرکت کیوں کرتا ہے	تو فتنہ اور تشویش ڈال رہا ہے
مسکن مارا کہ شد رشک اثیر	تو خرابہ دانی خوانی حقیر
ہمارے مسکن کو جو کہ رشک فلک ہے	تو ویرانہ سمجھتا ہے اور حقیر کہتا ہے
شید آوردی کہ تا چغدان ما	مر ترا سازند شاہ و پیشوا
تو نے اس لئے مکر پھیلایا تاکہ ہمارے چغد	تجھ کو بادشاہ اور مقتدا بنا لیں
وہم و سودائی درایشاں می تنی	نام ایں فردوس ویراں می کنی
تو ان میں وہم اور سودا پیدا کر رہا ہے	اس فردوس کا نام ویرانہ رکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بر سرت چنداں زنیم اے بدصفات	کہ بگوئی ترک شید و ترہات
اے بدصفات ہم تیرے سر پر اس قدر ماریں گے	کہ تو اس مکر اور بیہودہ دعووں کو چھوڑ دے گا
پیش مشرق چار میخش می کنند	تن برہنہ شاخ خارش میزنند
آفتاب کے سامنے ان کو عقوبت کرتے ہیں	تن برہنہ کر کے ان کو شاخ خار سے مارتے ہیں
از تنش صد جای خوں بر می جہد	او احد می گوید و سر می نہد
ان کے بدن سے صدہا جگہ خون چھلکتا ہے	وہ احد کہتے ہیں اور سر رکھتے ہیں
پندہا دادم کہ پنہاں دار دیں	سر بپوشاں از جہودان لعیں
میں نے بہت نصیحت کی کہ دین کو مخفی رکھو	راز کو ملعون یہودیوں سے پوشیدہ رکھو
عاشق ست او را قیامت آمد ست	تا در توبہ بر و بستہ شدہ ست
وہ عاشق ہیں ان کے لئے قیامت کی آمد ہے	جس سے توبہ کا دروازہ ان پر بند ہو گیا ہے

(تمہید مذکور فی شرح البیت السابق کے بعد رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) جب صدیقؓ نے بلالؓ سے جو کہ صادق القول (وراسخ) فی الدعویٰ وآخذ بالعزیمت) تھے یہ (بار باران کا احد احد کہنا جو کہ شروع قصہ کے ان ابیات میں مذکور ہوا ہے روز دیگر از پے الیٰ قولہ توبہ کردن زین نمط الخ) سنا ان کی توبہ (بالمعنی اللغوی یعنی عزم اخفاء ایمان) سے ہاتھ دھولیا (یعنے ناامید ہو گئے اور سمجھ گئے کہ یہ رخصت پر عمل نہ کریں گے) اس کے بعد صدیقؓ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آ دیں بلالؓ باصفا کا (یہ سب) حال کہا کہ وہ آسمان (ہمت) کا قطع کرنے والا مبارک فال جو کہ (دین میں) مستعد ہے (مراد بلالؓ) اس وقت آپ کے عشق اور دام (محبت) میں مبتلا ہے (اور وہ) باز شاہی ان چغدوں سے (یعنی کفار سے) تکلیف میں ہے (اور اس مجمع میں اس کی ایسی مثال ہے کہ گویا) نجاست میں مدفون ہو رہا ہے وہ گنج معمور (زفت بمعنی پر و مالا مال نیز آمدہ کمافی الغیاث اور وہ) چغد (اس) باز پر ظلم کر رہے ہیں (اور) اس کے بال و پر بدوں کسی گناہ کے اکھاڑتے ہیں اس کا جرم (صرف) یہی ہے کہ وہ باز ہے اور بس (کقولہ تعالیٰ و مانقموا منہم الا ان یومنوا باللہ الآیۃ اور) بجز حسن کے یوسف علیہ السلام کا پھر کیا جرم ہے (یعنی یہی حسن صورت و سیرت حسد اخوان کا سبب ہو گیا تھا اس طرح سے کہ اس سے وہ باپ کے نزدیک احب ہو گئے اور احب ہونا سبب ہوا حسد کا پس بقاعدۂ سبب السبب سبب وہ حسن سبب ہو گیا حسد کا اور اس باز پر چغدوں کو غصہ اس لئے آتا ہے کہ) چغد کا مولد و مسکن تو ویرانہ ہے ان کو باز پر اس سبب سے غصہ آتا ہے کہ تو کس وجہ سے یاد کرتا ہے اس لالہ زار اور جو بیار اور گلستان کو یا کس وجہ سے تجھ کو اس دیار کی یاد آتی ہے یا قصر اور بادشاہ کے ساعد کی یاد کیوں آتی ہے (اور چغد اس باز سے کہتے ہیں کہ) تو چغدوں کی بستی میں فضول حرکت کیوں کرتا ہے (مراد اس فضول حرکت سے وہی لالہ و جوے و گل و قصر و ساعد شہریار کا تذکرہ اور (اس تذکرہ سے) تو فتنہ اور تشویش (ہمارے مجمع میں) ڈال رہا ہے اور تو ہمارے مسکن کو جو کہ (غایت رونق سے بزعم ایشان)

www.besturdubooks.wordpress.com

رشک فلک ہے (کذا فی الغیاث بعد معانیہ) تو ویرانہ سمجھتا ہے اور (اس کو) حقیر کہتا ہے۔ تو اس لئے مکر لاتا ہے تا کہ ہمارے چغد تجھ کو بادشاہ اور مقتدا بنالیں (کقول فرعون لموسیٰ و ہارون علیہما السلام و تکون لکما الکبریاء فی الارض الایۃ) تو ان (چغدوں) میں وہم اور سودا پیدا کر رہا ہے (کذا فی الغیاث احد معانیہ اور) اس فردوس کا نام ویرانہ رکھتا ہے (یعنی) سب حال ہے دنیا پرستوں کا انبیاء واولیاء کے ساتھ جو کہ ذم دنیا اور ترغیب آخرت میں مشغول ہیں اور ان کے تحقیقات کو اوہام فاسدہ اور ان کے معجزات یا کرامات کو یا ان کی تدابیر خیر خواہی کو مکر و فریب بتلاتے ہیں اور ان پر شبہ حب ریاست کا کرتے ہیں) ہم تیرے سر پراے بدصفات اس قدر ماریں گے کہ تو اس مکر اور بیہودہ دعووں کو چھوڑ دے گا (یہ سب مقولہ چغدوں کا ہے باز کے خطاب میں اور مقصود اس سے بزبان حضرت صدیق یہ ہے کہ ان کفار کے خطاب بلالؓ میں یہ تو اقوال ہیں اور آگے جو مذکور ہے وہ افعال ہیں کہ) آفتاب کے سامنے (یعنی دھوپ میں) ان کو عقوبت مارتے ہیں (اور) تن برہنہ کر کے ان کو شاخ خار سے مارتے ہیں (حتیٰ کہ) ان کے بدن سے صدہا جگہ خون چھلکتا ہے (مگر) وہ احد (احد) کہتے ہیں اور (ان سب تکالیف پر) سر (تسلیم) رکھتے ہیں میں نے بہت نصیحت کی کہ دین کو مخفی رکھو (اور اس) راز کو (ان ملعون یہودیوں سے پوشیدہ رکھو (مگر وہ نہیں مانتے کیونکہ) وہ عاشق ہیں (اور یہ دین) ان کے لئے (گویا) قیامت کی آمد ہے جس سے توبہ کا دروازہ ان پر (گویا) بند ہو گیا ہے یعنی جیسے قرب قیامت میں باب توبہ بند ہو جاوے گا اسی طرح دین کی محبت نے ان پر توبہ بمعنی عزم کتمان کو بند کر دیا ہے وجہ تشبیہ صرف یہی ہے گو دونوں میں یہ تفاوت ہے کہ قرب قیامت میں یہ غلق باب عقوبت و بعد عن القبول ہے اور یہ غلبہ رحمت و عین قرب و قبول ہے اور اس محشی نے غلطی کی جس نے کتمان دین کو قیامت سے تشبیہ دی اس لئے کہ اگر قیامت سے یہ مراد ہوتی تو قیامت کی آمد کا حکم اس وقت صحیح ہوتا جب کتمان متحقق ہوتا اور وہ سبب ہوتا فسخ توبہ کا یہاں تو سبب توبہ کا غلبہ ہے حب دین کا آگے مولانا کا ارشاد مع تحقیق دلیل آوے گا کہ یہ توبہ مذکورہ عشق کے ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتی۔

فائدہ:۔ چارمیخ نوعے از تعذیب کہ مجرم را بہ چہار میخ دست و پابندند از برہان کذا فی الغیاث

عاشقی و توبہ یا امکان صبر	ایں محالے باشد اے جاں بس بطر
عاشقی اور توبہ یا امکان صبر کا	اے جان یہ تو محال عظیم ہے
توبہ کرم و عشق ہمچوں اژدہا	توبہ وصف خلق و آں وصف خدا
توبہ کرم ہے اور عشق اژدہا ہے	توبہ مخلوق کا وصف ہے اور وہ عشق وصف حق تعالیٰ کا ہے
عشق ز اوصاف خدائے بے نیاز	عاشقی بر غیر او باشد مجاز
عشق اوصاف خدائے بے نیاز سے ہے	اس کے غیر پر عاشقی مجازی ہو گی
زانکہ آں مس زراندود آمدست	ظاہرش نور اندروں دود آمدست
اس سبب سے کہ وہ غیر مس زراندود ہے	ظاہر اس کا منور اور باطن دخان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں رود نور و شود پیدا دخاں	بفسرد عشق مجازی آں زماں
جب نور جاتا رہتا ہے اور دخان ظاہر ہو جاتا ہے	اس وقت عشق مجازی افسردہ ہو جاتا ہے
چوں شود پیدا دخان غم فزا	بفسرد نے عشق ماند نے ہوا
جب دخان غم فزا ظاہر ہو جاتا ہے	تو وہ افسردہ ہو جاتا ہے نہ عشق رہتا ہے نہ خواہش رہتی ہے
وا رود آں حسن سوی اصل خود	جسم ماند گندہ و رسوا و بد
وہ حسن اپنی اصل کی طرف چلا جاتا ہے	جسم گندہ اور رسوا اور بدرہ جاتا ہے
نور مہ راجع شود ہم سوئے ماہ	وارود عکسش ز دیوار سیاہ
نور ماہ ماہ ہی کی طرف واپس ہو جاتا ہے	اس کا عکس دیوار سیاہ سے چلا جاتا ہے
نے درد نورے بود نے زندگی	نے جمالش ماند و نے فرخندگی
اس میں نہ نور رہتا ہے نہ حیات	نہ اس میں جمال رہتا ہے اور نہ خوبی
پس بماند آب و گل بے آں نگار	گردد آں دیوار بے مہ دیو وار
پس آب و گل رہ جاتا ہے بدوں اس محبوب کے	وہ دیوار بدوں ماہ کے دیو کی طرح ہو جاتی ہے
قلب را کہ زر زروے او بجست	بازگشت آن زر بکان خود نشست
کھوٹے سونے کی سطح ظاہری سے سونا اتر گیا	وہ سونا لوٹ گیا اپنی اصل میں جا بیٹھا
پس مس رسوا بماند دود وش	روسیہ تر زو بماند عاشقش
پس تانبا رسوا رہ جاتا ہے دخان کی طرح	اس سے زیادہ سیاہ رو اس کا عاشق رہ جاتا ہے
عشق بینایاں بود برکان زر	لاجرم ہر روز باشد بیشتر
اہل بصیرت کا عشق کان زر پر ہوتا ہے	لامحالہ وہ روز بروز ترقی پذیر ہوتا ہے
مرحبا اے کان زر لاشک فیک	زانکہ کاں زا در زری نبود شریک
مرحبا اے کان زر تجھ میں کوئی شک نہیں	کیونکہ کان زر کا زر ہونے کی صفت میں کوئی شریک نہیں ہوتا
ہر کہ قلبے را کند انبار کان	وارود زر تابکان از لا مکان
جو شخص زر قلب کو شریک معدن کا کرے گا	سونا بے موقع جگہ سے معدن کی طرف چلا جاوے گا
عاشق و معشوق مردہ ز اضطراب	ماندہ ماہی رفتہ زاں گرداب آب
عاشق اور معشوق اضطراب سے مر گئے	مچھلی تو رہ گئی اس گرداب سے پانی جاتا رہا

www.besturdubooks.wordpress.com

عشق ربانی ست خورشید کمال	امر نور اوست خلقاں چوں ظلال
عشق ربانی خورشید کمال ہے	عالم امر حق تعالیٰ کا نور ہے عالم خلق مثل ظل کے ہے

(ربط ماسبق سے اوپر یعنی شرح اشعار بالا کے اخیر میں گزر چکا یعنی توبہ بالمعنی المذکور کا عدم اجتماع غلبہ عشق کے ساتھ مع اس کی تحقیق لم کے ذکر فرماتے ہیں اور ان اشعار کا حل موقوف ہے چند مقدمات پر مقدمہ اول توبہ سے مراد توبہ متعارفہ نہیں کہ منجملہ اعمال مقصودہ اور کمالات مطلوبہ کے ہے بلکہ مراد کتمان ایمان ہے کما مر مرارا جو کہ شرعا فی نفسہ مقصود و مطلوب نہیں بلکہ رخصت بعارض ضعف مکلف ہے کما ہو ظاہر مقدمہ دوم کمالات بجمیعہا بالذات صفات واجب تعالیٰ کے ہیں اور ممکن میں جو صفت کمال پائی جاتی ہیں وہ بواسطہ واجب کے ہیں اور گو ظاہر نصوص سے اس واسطہ کا واسطہ فی الاثبات ہونا معلوم ہوتا ہے مگر بعض اہل کشف کے کلام سے واسطہ فی العروض یا واسطہ فی الثبوت ہونا معلوم ہوتا ہے اور دونوں میں کچھ اشکالات بھی ہیں اور ان کے کچھ جواب بھی ہیں اور یہ سب بحث شرح دفتر اول میں بذیل اشعار سرخی بیان آنکہ اختلاف درصورت روش ست نہ در حقیقت راہ بعد قصہ ترتیب بارہ طومار کے گزر چکی ہے البتہ واسطہ فی الثبوت میں جو دوسری خرابی کے عنوان سے ایک اشکال وہاں لازم کیا ہے اس کا جواب وہاں ذکر نہیں کیا گیا اس وقت خیال میں آیا ہے اس کو مع اعادہ اشکال کے ذکر کرتا ہوں وہ اشکال یہ ہے کہ واسطہ فی الثبوت میں واسطہ میں پایا جانا علت ہوتا ہے اور ذی واسطہ میں پایا جانا معلول ہوتا ہے اور علت سے تخلف معلول کا محال ہے اور صفات واجب تعالیٰ کے قدیم ہیں پس اگر وہ علت صفات خلق کی ہوں گی تو صفات خلق کا اور صفات کے ساتھ موصوف یعنی خلق کا قدیم ہونا لازم آوے گا اور یہ عقلاً ونقلاً محال ہے اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ یہ علیت ومعلولیت مذکورہ علی الاطلاق نہیں ہوتی بلکہ مقید ہے تحقق موصوف یعنی ذی واسطہ وتحقق صفت وتحقق اتصاف کے ساتھ جیسا کہ حرکت ید واسطہ ہے حرکت خاصہ مفتاح کی مگر اس وقت کہ مفتاح اور حرکت اور تحرک سب متحقق ہوں اور اس کے قبل اگرچہ ید متحرک ہو مگر اس پر ترتب حرکت مفتاح کا لازم نہیں پس اسی طرح یہاں کہا جاوے گا کہ جب مخلوق میں یہ صفت کمال کی پائی جاوے اس وقت معلول ہو وجود ہذا الکمال فی الواجب سے اور اس کے قبل گو واجب میں وہ کمال نہ ہو مگر اس کمال فی الحادث کا ترتب اس پر لازم نہیں حاصل یہ کہ صرف صفت علت نہیں بلکہ مجموعہ صفت وتعلق مشیت بایجاد صفۃ الحادث فیہ پس اس صورت میں قدم کمال واجب ہے قدم کمال حادث کا لازم نہ آیا پس اس بناء پر اس مقام پر اس کے قائل ہو کر اس کو مقدمہ دوم بنایا جاوے گا کہ صفات کمال کے ساتھ ممکن کے متصف ہونے میں واجب تعالیٰ واسطہ فی الثبوت ہیں اور ظاہر ہے کہ واسطہ فی الثبوت میں واسطہ وذی واسطہ میں صفت متغایر ہوتی ہیں ایک کامل دوسری غیر کامل اس لئے یہ اشکال لازم نہیں کہ عین صفت واجب کی ممکن میں پائی گئی اور چونکہ اس طرح کا واسطہ ہونا مخصوص ہے صفت کمال کے ساتھ اور صفات نقصان حادث میں صرف واسطہ فی الاثبات کے قائل ہوں گے اور ضروری ہے کہ اس مقدمہ کے حل کے لئے وہ مقام مذکور دفتر اول میں ملاحظہ کر لیا جاوے اس لئے یہ اشکال بھی لازم نہ آیا کہ واجب تعالیٰ میں صفات نقص موجود فی الحادث کا تحقق لازم آوے گا مقدمہ سوم عشق ومحبت صفات کمال سے ہے چنانچہ نسبت حب کی طرف اس کی تین دلیل ہے اور توبہ بالمعنے المذکور یعنے کتمان ایمان صفات نقصان سے ہے چنانچہ ضعف وعجز اس کے جواز کا منشاء ہونا اس کی ظاہری دلیل ہے

مقدمہ چہارم۔ کسی چیز کی قوت کبھی باعتبار اس کی ذات کے ہوتی ہے اور کبھی باعتبار اس کے متعلق کے اور دونوں

www.besturdubooks.wordpress.com

اعتبار سے مثلاً گندھک میں آگ لگ جاوے تو اس آگ کی قوت اس لئے بھی ہے کہ وہ فی نفسہ ایک تیز چیز ہے اور اس لئے بھی ہے کہ گندھک کو لگ رہی ہے یا کسی کو کسی سے شدید محبت اس لئے بھی ہے کہ اس شخص میں مادہ محبت کا مفرط ہے اور اس لئے بھی ہے کہ جس سے محبت ہے وہ حسین بے حد ہے۔ مقدمہ پنجم قابل اول صفات کمال کی روح ہے اور قابل اول صفات نقصان کا جسم اور مادۂ ظلمانیہ ہے۔ اب ان مقدمات کے بعد اشعار کا حل عرض کرتا ہوں مولانا فرماتے ہیں کہ) عاشقی اور توبہ یا (اس توبہ کا بلفظ دیگر اس طرح تعبیر کرو کہ) امکان صبر (اور دونوں عنوان کا متحد المعنی ہونا ظاہر ہے کیونکہ کتمان ایمان یعنی توبہ کا حاصل وہی قدرت علی الضبط یعنی امکان صبر ہے غرض یہ کہ عشق کا اس کے ساتھ جمع ہونا) یہ محال عظیم ہے اے جان (کیونکہ) توبہ (کی مثال تو) کرم (کی سی) ہے اور عشق (کی مثال) اژدہا (کی سی) ہے (اور اژدہا سب کرموں کو نگل جاتا ہے اور لم اس کی یہ ہے کہ یہ) توبہ (بوجہ اس کے کہ صفت کمال کی ہے کما مر ایضاً فی المقدمۃ الاولیٰ وفی مقدمۃ الثالثہ) خلق کا وصف ہے اور وہ عشق (بوجہ اس کے کہ صفت کمال کی ہے کما مر ایضاً فی المقدمۃ الثالثہ) وصف حق تعالیٰ کا ہے (گو بواسطہ حق تعالیٰ کے مخلوق میں بھی پایا جاوے کما مر فی المقدمۃ الثانیہ والثالثہ پس جب) عشق اوصاف خدائے بے نیاز سے ہے (اور عشق عبد اسی کا اثر ہے اور کامل کا اثر بھی قوی ہوگا پس عشق عبد اس طرح سے بھی قوی ہوا تو اس کے سامنے توبہ کہ خود اصل ہی سے بوجہ صفت نقصان ہونے کے وصف خلق ہے اور اس لئے وصف حق اور اس کے اثر کے سامنے ضعیف ہے اس لئے یہ توبہ کیسے قائم رہ سکتی ہے دوسرے یہ عشق عبد اس لئے بھی توبہ سے قوی ہوگا کہ اس کا متعلق ذات حق ہے جس سے کوئی اجمل واحسن نہیں اور اس کے سامنے سب حسین وجمیل ایسی ہی نسبت رکھتے ہیں جیسے موصوف حقیقی کے سامنے موصوف مجازی۔ پس اس تفاوت کے اعتبار سے اس پر جو عشق ہوگا وہ بھی حقیقی یعنی کامل ہوگا اور) اس کے غیر پر (جو) عاشقی (ہوگی وہ) مجازی (یعنی ناقص) ہوگی (تو حق تعالیٰ کے ساتھ جو محبت ہوگی اس میں دو وجہ سے قوت ہوگی باعتبار ذات کے بھی کہ وہ فی نفسہ وصف حق ہے اور باعتبار متعلق کے بھی کہ ذات حق ہے کما مر فی المقدمۃ الرابعۃ تو جس میں ایسی قوت ہو اس کے سامنے توبہ کیا ٹھہرے گی آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ اس کے سامنے دوسرے اہل حسن وجمال بلکہ سب اہل فضل وکمال ایسے ہیں جیسے موصوف حقیقی کے سامنے موصوف مجازی جو مدلول ہے مصرعہ عاشقی بر غیر او باشد مجاز کا پس فرماتے ہیں کہ یہ) اس سبب سے (ہے) کہ وہ غیر (جمال وکمال میں مشابہ) مس از راندود (کے) ہے (کہ) ظاہر اس کا منور (اور) باطن دخان (اور سیاہی) ہے (یہ تشبیہ اس میں نہیں کہ نعوذ باللہ اسی طرح خدائے تعالیٰ کی کوئی صفت مخلوق کو لپٹی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کی صفت کا دوسرے محل میں پایا جانا خود محال ہے بلکہ وجہ تشبیہ صرف یہ ہے کہ جیسے اس مس کا حسن عارضی وزائل ہے اور سونے کا حسن جس کا آئندہ اشعار میں ذکر ہے اصلی اور لازم ذات ہے اسی طرح مخلوق کا کمال وجمال عارض وفانی ہے اور خالق کا جمال وکمال اصلی اور باقی ہے آگے تتمہ ہے مضمون کا یعنی) جب (وہ) نور (وحسن ظاہری) جاتا رہتا ہے اور (وہ) دخان (وظلمت مادیہ) ظاہر ہو جاتا ہے اس وقت (وہ) عشق مجازی افسردہ ہو جاتا ہے (اور) جب (وہ) دخان غم فزا ظاہر ہو جاتا ہے تو وہ (عشق مجازی) افسردہ ہو جاتا ہے نہ عشق رہتا ہے نہ خواہش رہتی ہے (اور) وہ حسن اپنی اصل کی طرف چلا جاتا ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ حسن اس جسم سے اتر کر خدائے تعالیٰ کی ذات میں پہنچ گیا دونوں امر محال عقلی ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اس حسن جسمی کا جو سبب تھا یعنی روح اور اس کا سبب ہونا ظاہر ہے وہ اپنی اصل یعنی عالم ارواح کی طرف چلا گیا یعنی روح کا ادھر تعلق نہ رہا خالص اسی طرف ہو گیا یہ معنی ہیں چلے جانے کے بناءً علی کون الروح مجرداً لو سلم تجردہ پس

www.besturdubooks.wordpress.com

مصرعہ ہذا میں حسن سے مراد یا سبب حسن ہے اور یا حسن ہی مراد ہو مگر اس کا جانا بالذات نہیں کیونکہ انتقال اعراض محال ہے بلکہ بواسطہ روح کے ہے اس طرح سے کہ اس حسن کا جو سبب تھا تلبس بالروح اس کے زوال سے حسن زائل ہو گیا پس جانے کے معنے انتقال کے نہیں بلکہ زوال کے ہیں باقی یہ شبہ کہ اس سے تو روح کا موصوف حقیقی بالحسن ہونا لازم آیا اور مقام ہے اثبات موصوفیہ حقیقیہ حق تعالیٰ بالحسن کا جواب اس کا یہ ہے کہ روح مظہر ہے صفات حق تعالیٰ کی اور قابل اول ہے صفات کمال کی اور واسطہ ہے درمیان میں حق تعالیٰ اور عالم اجسام کے پس جسم کو اس سے اس اتصاف میں وہی نسبت ہے جیسی اس کو حق تعالیٰ سے اور جس طرح حسن جسم کی اصل روح ہے اسی طرح حسن روح کی اصل بمعنی محتاج الیہ حق تعالیٰ ہے پس روح کو جسم کے اعتبار سے حسن وغیرہ کے ساتھ موصوف حقیقی کہنا بعینہ حق تعالیٰ کو روح کے اعتبار سے بھی اور جسم کے اعتبار سے بدرجہ اولیٰ اس حسن کے ساتھ موصوف حقیقی کہنا ہے اور یہی حکم وارد و آن حسن سوے اصل خود کمالات روح پر بھی صحیح ہے وقت فنائے روح کے یا صعق روح کے پس مدعائے مقام بلا غبار ثابت ہو گیا مقدمہ خامسہ اسی شبہ کے جواب کے لئے ممہد کیا گیا تھا اور اشعار مقام کے اخیر شعر میں مولانا نے خود اس مقدمہ کی تصریح فرمائی ہے ؏ امر نور اوست خلقان چون ظلال خلاصہ یہ کہ وہ حسن روح کے ساتھ چلا جاتا ہے اور یہ) جسم گندہ اور رسوا اور بد (ہونے کی حالت میں) رہ جاتا ہے (اس کی ایسی مثال ہے جیسے فرض کرو کہ چاند کی روشنی سے دیوار منور ہو گئی جب چاند غروب ہو گیا تو) نور ماہ کی طرف (یعنی اس کے ساتھ) واپس ہو جاتا ہے (اور) اس کا عکس دیوار سیاہ سے چلا جاتا ہے (کہ) اس (جسم) میں (بعد مفارقت روح کے) نہ نور رہتا ہے نہ حیات (اور) نہ اس میں جمال رہتا ہے اور نہ خوبی (رہتی ہے) پس (وہ جسم محض) آب و گل رہ جاتا ہے بدوں اس محبوب (یعنی روح) کے (اسی طرح) وہ دیوار بدوں (نور) ماہ کے (بے نور) دیوار (سیاہ) کی طرح ہو جاتی ہے (اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے) کھوٹے سونے (یعنی جس تانبے پر سونے کا جھول ہو اس) کے سطح ظاہری سے سونا اتر گیا (اور) وہ سونا (یہاں سے) لوٹ گیا (اور) اپنی اصل میں جا بیٹھا پس تانبا رسوا رہ جاتا ہے۔ دخان کی طرح (اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ جھول اتر کر اپنی اصل یعنی سونے کے معدن وغیرہ میں چلا گیا گو یہ عقلاً ممکن ہے کیونکہ وہ جھول بھی جسم رقیق ہے اور اس پر انتقال محال نہیں لیکن مشاہدہ کے خلاف ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ جسم رقیق خود بھی تو سونا ہے وہ منفصل ہو کر جہاں کہیں ہو گا وہ خود وصف زری کی اصل ہے پس یہ کہنا صادق ہو گیا کہ یہ مس تو زری کے ساتھ اس زر رقیق کے سبب موصوف تھا وہ وصف اس سے منفک ہو کر اپنی اصل کے ساتھ قائم رہا اور یہ تانبا تو رسوا و سیاہ رو ہو ہی جاتا ہے مگر) اس سے زیادہ سیاہ رو اس کا عاشق رہ جاتا ہے (کیونکہ اپنی حماقت پر مطلع ہو کر نادم ہونا طبعی امر ہے اور ایسے موصوف بصفت عارضی پر عاشق ہونا احمقوں کا کام ہے اور) اہل بصیرت کا عشق کان زر پر ہوتا ہے لامحالہ وہ روز بروز ترقی پذیر ہوتا ہے کیونکہ کان زر کا زر ہونے کی صفت میں کوئی (جسم ملمع) شریک نہیں ہوتا (یعنی وہ ملمع موصوف حقیقی نہیں اور اس نے بصیرت سے اس موصوف حقیقی کا پتہ لگا لیا جس سے وہ وصف منفک نہیں ہوتا اس لئے اس کے عشق کو روز بروز ترقی ہوتی ہے آگے جوش میں اسی موصوف حقیقی کو خطاب کرتے ہیں کہ) مرحبا اے کان زر تجھ میں (یعنی تیرے موصوف حقیقی ہونے میں) کوئی شک نہیں (جیسے اس ملمع میں اہل بصیرت کو اول ہی شک ہوا تھا پھر تحقیق سے اس میں نفی کا یقین ہو گیا اسی طرح اہل بصیرت صرف حق تعالیٰ کے ساتھ کہ وہی موصوف حقیقی ہیں تعلق رکھتے ہیں اور) جو شخص زر قلب کو (یعنی ملمع کو) شریک معدن کا کرے گا (معدن سے مراد سونا کہ اصل اور موصوف بالذات ہے وصف زری کا یعنی سونا سمجھے گا تو ندامت اٹھاوے گا جبکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ) سونا بے موقع جگہ سے معدن کی طرف چلا جاوے گا (پس لامکان کے یہ معنی ہیں اور اس وقت) عاشق اور معشوق (دونوں) اضطراب سے (ایسے ہو جاویں گے جیسے) مر گئے (مطلوب تو اس لئے کہ وہ حسن اس ملمع سے زائل ہو گیا اس ملمع کا مرنا یہی ہے اور طالب اس لئے کہ اپنی غلطی پر نادم ہو گا اور متاسف ہو گا خصوصی جبکہ تاسف سے کچھ تدارک بھی نہ ہو سکے یہی حالت ہو گی طالب غیر حق کی قال تعالیٰ ضعف الطالب والمطلوب اور اضطراب کا اثبات مطلوب کے لئے بعض جگہ حقیقۃً ہے جہاں اس نے خود اپنی طرف بمقابلہ حق کے دعوت دی ہو اور کہیں مجازاً تشبیہاً یعنی حالتش در ظہور عجز مشابہ آنکس شود کہ از اضطراب مردہ باشد۔ اور ایسی مثال ہو گی جیسے) مچھلی تو رہ گئی (اور) اس گرداب سے (جس میں مچھلی تھی) پانی جاتا رہا (خواہ خشک ہو گیا یا کسی نے نکال لیا تو اس مچھلی کا اضطراب سے کیا حال ہو گا اسی طرح وہ غیر حق مثل گرداب کے ہے اور اس میں جو نور و جمال تھا مثل پانی کے ہے اور اس کا زوال مثل زوال آب کے ہے اور اس کا عاشق مثل ماہی کے اور اس کا قلق مثل اضطراب ماہی کے یہ تو غیر حق کے عشق کا ذکر تھا باقی) عشق ربانی (سو وہ) خورشید کمال ہے (یعنے مشابہ خورشید کے ہے جس کا نور کامل ہوتا ہے کبھی زائل نہیں ہوتا اسی طرح یہ عشق بوجہ اس کے کہ اس کا متعلق جمیل حقیقی ہے زائل نہیں ہوتا جو کہ دوسرا سبب ہے قوت کا منجملہ دو سببوں کے کما مر فی المقدمۃ الرابعۃ پس ان اسباب سے اس عشق کے سامنے وہ ضعیف تو بہ نہیں رہتی آگے فرماتے ہیں کہ دعویٰ تو ہم نے کیا حق تعالیٰ کے موصوف حقیقی اور غیر حقیقی کے موصوف مجازی ہونے کا کما قلنا من قبل عاشقی بر غیر او باشد مجاز اور اس کے بعد جو مضمون لایا گیا اس سے جسم کا موصوف مجازی اور روح کا موصوف حقیقی ہونا مفہوم ہوتا ہے اور اسی کی مثالیں ذکر کی گئی ہیں کما صرح بہ فی قولنا وا رود آن حسن سوے اصل خود جسم ماند گندہ و رسوا و بد تو تطابق کی توجیہ یہ ہے کہ) عالم امر (جس میں سے روح ہے وہ) حق تعالیٰ کا نور (یعنی مظہر) ہے (اور) عالم خلق (کہ عالم اجسام ہے اس کے سامنے) مثل ظل کے ہے (پس ہم نے مظہر کے احکام سے ظاہر کے احکام پر استدلال کر کے مدعا ثابت کیا ہے کما مر تقریرہ مفصلاً فی شرح مصراع وا رود آن حسن سوے اصل خود اور وہ مقدمہ خامسہ یہی مصرعہ نور او ست الخ ہے)

توکیل کردن مصطفیٰؐ ابوبکرؓ را جہت بیع بلالؓ

مصطفیٰؐ ازیں قصہ چوں گل بر شگفت	رغبت افزوں گشت او را ہم بگفت
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ سے مثل گل کے شگفتہ ہوئے	حضرت صدیق کو کہنے کی اور رغبت بڑھی
مستمع چوں یافت ہمچوں مصطفیٰؐ	ہر سر مویش زبانے شد جدا
جب انہوں نے سامع مصطفیٰ جیسے کو پایا	تو ان کا ہر ہر مو ایک مستقل زبان ہو گیا
مصطفیٰؐ گفتش کہ اکنوں چارہ چیست	گفت ایں بندہ مرا او را مشتری ست
مصطفیٰ نے فرمایا کہ اب کیا تدبیر ہے	حضرت صدیق نے کہا کہ یہ بندہ ان کا خریدار ہے
ہر بہا کہ گوید او رامی خرم	در زیان و حیف ظاہر ننگرم
جس قدر قیمت بھی وہ کہے گا اس کو خرید لوں گا	ظاہری زیان اور بے انصافی میں نظر نہ کروں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

کو اسیر اللہ فی الارض آمدست	سخرۂ خشم عدو اللہ شدست
کیونکہ وہ زمین میں اسیر الٰہی ہوا ہے	دشمن خدا کے خشم کا گرفتار ہوا ہے

وصیت کردن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ را کہ چوں بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ را مشتری میشوی ہر آئینہ ایشاں از ستیزۂ بسیار بہای او را خواہند افزود و مرا دریں فضیلت شریک خود کن و وکیل من باش و نیم بہا از من بستاں

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ جب تو بلال رضی اللہ عنہ کا خریدار بنے گا وہ لوگ لامحالہ مخالفت کی وجہ سے اس کی بہت قیمت بڑھا دیں گے اور مجھے اس فضیلت میں اپنا شریک کر لے اور میرا وکیل بن جا اور آدھی قیمت مجھ سے لے لے

مصطفیٰؐ گفتش کا ے اقبال جو	در خریدن می شوم انبار تو
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے طالب اقبال	اس خریدنے میں میں تمہارا شریک ہوتا ہوں
تو وکیلم باش و نیمے بہر من	مشتری شو قبض کن از من ثمن
تم میرے وکیل ہو جاؤ اور نصف کو میرے لئے	خرید لو اور مجھ سے قیمت لے لو
گفت صد خدمت کنم رفت آں زماں	سوی خانہ آں جہود بے اماں
حضرت صدیقؓ نے کہا کہ میں سو خدمت کرتا ہوں اسی وقت	اس یہودی بے امان کے گھر کی طرف چلے
گفت با خود کز کف طفلاں گہر	می تواں آساں خریدن اے پدر
اپنے دل میں کہنے لگے کہ لڑکوں کے ہاتھ سے موتی	بہت آسانی سے خریدنا ممکن ہے اے پسر
عقل و ایماں را ازیں قوم جہول	می خرد با ملک دنیا دیو غول
عقل اور ایمان کو اس جاہل قوم سے	بعوض ملک دنیا کے دیو غول خرید لیتا ہے
آنچناں زینت دہد مردار را	کہ خرد ز ایشاں دو صد گلزار را
وہ مردار کو ایسی زینت دیتا ہے	کہ ان سے دو سو باغ خرید لیتا ہے
آنچناں مہتاب بنماید بسحر	کز خساں صد کیسہ برباید بسحر
اس طرح سے چاند کی روشنی کو جادو سے دکھلاتا ہے	کہ ان ناکاروں سے صدہا کیسے جادو سے اچک لے جاتا ہے
انبیا شاں تاجری آموختند	پیش ایشاں شمع دیں افروختند
انبیا نے ان کو تجارت سکھلائی	ان کے سامنے شمع دین کو روشن کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

دیو و غول و ساحر از سحر و نبرد	انبیا را در نظر شاں زشت کرد
شیطان اور غول اور ساحر نے جادو اور جنگ سے	انبیاء کو ان کی نظر میں قبیح کر دیا
زشت گرداند بجادوی عدو	تا طلاق افتد میان جفت و شو
زشت کر دیتا ہے جادو سے دشمن	یہاں تک کہ طلاق واقع ہو جاتا ہے درمیان زن و شو کے
دیدہاشاں را بسحرے دوختند	تا چنیں گوہر بہ خس بفروختند
انہوں نے ان کی آنکھوں کو جادو سے سی دیا	یہاں تک کہ ایسا گوہر ایک کمتر چیز کے عوض بیچ ڈالا
این گہر از ہردو عالم برترست	ہیں بخر زین طفل جاہل کوخرست
یہ گوہر دونوں عالم سے برتر ہے	ہاں خرید لو اس طفل جاہل سے کہ وہ گدھا ہے

(یعنی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس قصہ سے (یعنی حضرت بلالؓ کی قوت ایمان کی حکایت سننے سے نہ کہ حضرت بلالؓ کے قصہ عقوبت سے) مثل گل کے شگفتہ ہوئے (پس آپ کو شگفتہ دیکھ کر) حضرت صدیقؓ کو کہنے کی اور رغبت بڑھی (پس بگفت مرکب از بائے جارہ و معنی مصدری ست اور رغبت بڑھنے کی وجہ یہ ہے کہ سامع کو جتنا اشتیاق ہوتا ہے متکلم کی رغبت زیادہ ہوتی ہے چنانچہ اسی وجہ سے) جب انہوں نے سامع مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے (کی ذات مقدسہ) کو پایا تو ان کا ہر سر مو ایک مستقل زبان ہو گیا (جب وہ سب کہہ چکے تو) مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (پھر) اب کیا تدبیر ہے (جس سے بلال اس مخمصہ سے نجات پاویں) حضرت صدیقؓ نے کہا کہ یہ بندہ ان کا خریدار ہے۔ جس قدر قیمت بھی وہ شخص (یعنی مالک) کہے گا (اتنے ہی میں) اس کو خرید لوں گا (اور) ظاہری زیاں اور (قیمت میں اس مالک کی) بے انصافی میں نظر نہ کروں گا۔ کیونکہ وہ (یعنی بلالؓ) زمین میں اسیر (محبت) الٰہی ہوا ہے (اور اس محبت الٰہی سے وہ) گرفتار خشم دشمن خدا ہوا ہے (یعنی چونکہ محض حب الٰہی سے عدو اللہ کے ظلم میں گرفتار ہے اس لئے اس کا استخلاص اہل قدرت پر لازم ہے اور مجھ کو خدائے تعالیٰ نے اس پر قادر کیا ہے اس لئے جو قیمت بھی کہے گا میں دوں گا۔ سخرہ بمعنی بیگار کذا فی الغیاث و مجاز ابمعنے گرفتار اطلاقاً للملزوم علے اللازم پس) مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے طالب اقبال (یہ اس لئے کہا گیا کہ اشترا و بلالؓ محل سعادت و اقبال ہے) اس خریدنے میں میں (بھی) تمہارا شریک ہوتا ہوں (پس اس خرید میں) تم میرے وکیل ہو جاؤ اور نصف کو میرے لئے خرید لو (اور) مجھ سے (اس کی) قیمت لے لو۔ حضرت صدیقؓ نے کہا کہ میں سو خدمت کرتا ہوں (یعنی آپ کے فرمان کا اہتمام کرتا ہوں اور یہ کہہ کر) اسی وقت اس یہودی بے ایمان کے گھر کی طرف چلے (یہودی کی توجیہ تو پہلے گزر چکی اور بے امان دو اعتبار سے کہا جا سکتا ہے یا تو اس لئے کہ اس سے عام لوگ مامون نہ تھے بلکہ وہ ظلم کرتا تھا اور یا اس لئے کہ اس کو عقوبت الٰہیہ سے امن نہ ہوگا بلکہ وہ اس میں مبتلا ہوگا اور) اپنے دل میں کہنے لگے کہ لڑکوں کے ہاتھ سے موتی آسانی سے خریدنا ممکن ہے (اسی طرح یہ کفار بدعقلی میں مثل لڑکوں کے ہیں ان سے بلالؓ کا خریدنا سہل ہوگا کیونکہ وہ ان کی قدر نہیں جانتے اور اگر جانتے تو پھر خریدنے کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ وہ پھر تکلیف بھی نہ پہنچاتے آگے تائید ہے اس آسانی سے خریدنے کے خیال کی یعنی دیکھو) عقل اور ایمان کو اس جاہل قوم سے بعوض ملک دنیا کے (کہ عقل و ایمان کے سامنے محض لاشے ہے) دیو غول (یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

شیطان) خرید لیتا ہے (اور صورت اس خریدنے کی یہ ہے کہ) وہ (شیطان) مردار (دنیا) کو ایسی زینت دیتا ہے کہ (اس کو دکھلا کر) ان سے دو سو باغ (عقل وایمان کے) خرید لیتا ہے (اور اس کی ایسی مثال ہے کہ) اس طرح سے چاندنی کی روشنی کو جادو سے دکھلاتا ہے کہ ان ناکاروں سے صدہا کیسے (روپیہ اشرفی کے) جادو سے اچک لے جاتا ہے (مشہور ہے کہ جادوگر ایسی نظر بندی کرتے ہیں کہ چاندنی کی روشنی بشکل کپڑے کے نظر آنے لگتی ہے اس سے دھوکا دے کر خریدار سے روپے لے لیتے ہیں یہی حال شیطان کا ہے کفار کو دھوکہ دینے میں جب اس سے معلوم ہوا کہ یہ کفار ایسے بے عقل ہیں تو حضرت بلالؓ کو ان سے خرید لینا کیا مشکل ہے اور آگے اور دلیل ہے ان کی بے عقلی کی وہ یہ کہ) انبیاؑ نے ان کو تجارت (نافعہ) سکھلائی (تھی اور) ان کے سامنے شمع دین کو روشن کیا (تھا جس کی روشنی میں تجارت نافعہ کے طرق دیکھ سکیں مگر) شیطان اور غول اور ساحر نے جادو سے اور جنگ وجدل سے) (مراد اس جنگ وجدل سے وساوس کا مقابلہ ان کی عقل سے جس سے عقل ان کی مغلوب ہوگئی غرض اس طریقے سے انبیاؑ کو ان کی نظر سے قبیح کر دیا (جس سے انبیاؑ کی تعلیم کردہ تجارت کو نہ لیا سو یہ بھی صاف دلیل ہے بے عقلی کی اور اس زشت کردن انبیاؑ کی ایسی مثال ہے جس طرح سے کہ) زشت کر دیتا ہے جادو سے دشمن یہاں تک کہ طلاق واقع ہو جاتا ہے درمیان زن وشوہر کے (پس اسی طرح) انہوں نے (یعنی شیاطین نے) ان (کفار) کی آنکھوں کو جادو سے سی دیا یہاں تک کہ ایسا گوہر (یعنی ایمان) ایک کمتر چیز (یعنے دنیا) کے عوض بیچ ڈالا (تو اس سے ان کی بے عقلی کا یقین کر واور) یہ گوہر (یعنے بلالؓ جو کہ) دونوں عالم (کے متاع واموال) سے (نہ کہ دونوں عالم کے کل موجودات سے کہ اس میں انبیاؑ اور ایمان وغیرہ بھی ہیں) برتر ہے ہاں خرید لو اس طفل جاہل سے (مراد اس سے تشبیہا کافر جاہل ہے) کہ ہو (غایت بے عقلی سے) گدھا ہے (یہ مضمون شعر اخیر کا مقولہ حضرت صدیقؓ کا ہے مربوط بیت بالا سے گفت ماخود کز کف طفلان کہر)

پیش خر خر مہرہ و گوہر یکیست	آں اشک را در در و دریا شکیست
گدھے کے نزدیک خر مہرہ اور گوہر ایک ہے	اس گدھے کو موتی اور دریا میں شک ہے
منکر بحرست و گہر ہای او	کے بود حیواں درو پیرایہ جو
وہ منکر ہے دریا کا اور اس کے موتیوں کا	حیوان اس میں آرائش کا کب طالب ہوتا ہے
در سر حیواں خدا ننہادہ است	کو بود در بند لعل و در پرست
خدائے تعالیٰ نے حیوان کے دماغ ہی میں یہ بات نہیں رکھی ہے	کہ وہ لعل کی فکر میں ہو اور در پرست ہو
مر خراں را ہیچ دیدی گوشوار	گوش و ہوش خر بود در سبزہ زار
تو نے گدھوں کے لئے کبھی گوشوارہ بھی دیکھا ہے	گوش اور ہوش گدھے کا کوئی چیز ہے سبزہ زار ہے
احسن التقویم در والتین بخواں	کہ گرامی گوہرست اے دوست جاں
سورۂ والتین میں احسن التقویم کو پڑھ لے	کہ روح انسانی ایک معزز گوہر ہے اے دوست
احسن التقویم از عرشش فزوں	احسن التقویم از فکرت بروں
احسن التقویم تیری فکر سے خارج ہے	اور احسن التقویم اس کے عرش سے فائق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بگویم قیمت' ایں ممتنع	ہم بسوزم ہم بسوزد مستمع
اگر میں اس کی قیمت کہنے لگوں تو محال ہے	میں بھی جل جاؤں سننے والا بھی جل جائے

(اشک بکسر اول وفتح شین معجمہ درزبان ترکی بمعنے خرست کذافی الحاشیہ اور یہاں سے مقولہ ہے مولانا کا بتائید شعر سابق ایں گہر الخ کہ مقولہ ہے حضرت صدیق کا یعنی) گدھے کے نزدیک خرمہرہ اور گوہر ایک (حالت میں) ہے (یعنی وہ گوہر کی قدر وقیمت نہ جاننے سے اس کو خرمہرہ سے زیادہ نہیں جانتا کیونکہ) اس گدھے کو موتی اور (خود) دریا (ہی کے وجود) میں (جہاں وہ موتی ہوتا ہے اس قید کے ساتھ کہ اس میں ایسی قیمتی چیز ہوتی ہے) شک ہے (وجود شک سے مراد عدم وجود یقین ہے گو عدم حصول صورت ذہنیہ مطلقاً کے ضمن میں متحقق ہو اور یہی معنی ہیں انکار کے شعر آئندہ میں یعنی) وہ (گدھا) منکر ہے دریا کا (بقید مذکور) اور اس کے موتیوں کا (بقید اس کے قیمتی ہونے کے اور بوجہ ناقدردانی کے وہ) حیوان (ناحق) اس (دریا) میں آرائش (کی چیز یعنی موتی کا کب طالب ہوتا ہے بخلاف انسان کے کہ اس کی شان یہ ہے تستخرجون منہ حلیۃ تلبسونہا) خدائے تعالیٰ نے حیوان کے دماغ ہی میں یہ بات نہیں رکھی کہ وہ لعل کی فکر میں ہو اور در پرست (یعنی طالب در) ہو تو نے (اے مخاطب) گدھوں کے کبھی گوشوارہ بھی دیکھا ہے (کہ ان کی رغبت سے ان کے کان میں ڈالا گیا ہو جب کہ قرینہ مقام اس قید پر دال ہے) گوش اور ہوش گدھے کا کونسی چیز ہے (صرف سبزہ زار (یعنی اس کے قویٰ مدرکہ ظاہری اور باطنی سب کے سب پیٹ بھرنے کی ہی طرف متوجہ ہیں یہی حالت ہے دنیا پرستوں کی کہ نہ اہل حق کی قدر جانتے ہیں جو مشابہ ہیں موتی کے اور نہ ذات حق کی عظمت جانتے ہیں جو مبدی اور معید ہونے کے سبب مشابہ ہے دریا کے بلکہ شب و روز شکم پروری و تن آرائی میں منہمک ہیں یہ تو وجہ تشبیہ تھی کفار کی گدھوں کے ساتھ آگے تقریر ہے تشبیہ اہل حق کی گوہر کے ساتھ جس کی تصریح بھی مقولہ صدیقؓ میں ایں گہر از ہر دو عالم الخ پس فرماتے ہیں کہ انسان کامل کی قدر وقیمت معلوم کرنے کے لئے جو کہ مدار ہے اس کی تشبیہ بگوہر کا) والتین میں احسن تقویم (والی آیت مع سیاقہا) کو پڑھ لے (اس سے معلوم ہو جاوے گا) کہ روح (انسانی) ایک معزز گوہر ہے (اور قید انسانی کی بقرینہ مقام ہے یعنی اس آیت اور اس کے سیاق سے جب اس کا یعنی روح انسانی کا مکرم ہونا ثابت ہو جاوے گا جیسا کہ عنقریب اس کی تقریر آتی ہے تو اس تشبیہ کی صحت کہ وجہ جامع اس تشبیہ کی یہی تکریم ہے معلوم ہو جاوے گی یہ تو حل تھا الفاظ شعر کا اب اس کے معنی مقصود یعنی استدلال علی کون روح الانسان الکامل مکرما جدیرا بہذا التشبیہ کی تقریر عرض کرتا ہوں اول ضرورت ہے آیت کی مختصر تفسیر کی قال اللہ تعالیٰ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم اے تعدیل وتمکیف ومعنی خلقہ فیہ کونہ متلبسا بہ کما یقال فلان فی رضا زید اے متلبس بہ بکونہ مرضیا عنہ عند زید فالمعنے ان الانسان مسوی معدل باعتبار قواہ وصورۃ الجمیلۃ واعضاءہ المتناسبۃ فی غالب الاحوال وہذا موازن بقولہ تعالیٰ الذی خلقک فسوٰک فعدلک الایۃ ثم ذکر ردہ اسفل سافلین اے فی حالۃ الشیب حیث یتبدل حسنہ بقبحہ وقوۃ بضعفہ وصحتہ بسقمہ ثم استثنی من ہذا الرد الذی یتوہم باطلاقہ عمومہ لرواتہ فی الدنیا والآخرۃ المومنین الذی یعملون الصالحات فاثبت لہم الحسن عند اللہ بقولہ فلہم اجر غیر ممنون حاصل یہ کہ اول اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے اس کا باعتبار ترکیب مادی کے اچھے خوبصورت سانچہ میں ڈھالا جانا بیان فرمایا ہے پھر ثانیاً بڑھاپے کے زمانے میں اس کا قبیح الصورۃ اور ردی القویٰ والترکیب ہونا فرمایا ہے پھر ثالثاً اس رواوت سے جس کے ظاہری اطلاق سے ایہام ہوتا ہے اس قبح رواوت کے عام ہونے کا ناسوت اور ملکوت کو مومنین کاملین کو مستثنیٰ فرمایا ہے کہ یہ لوگ عند اللہ عالم غیب میں اس حالت میں بھی ردی وقبیح نہیں ہوئی جب تفسیر کا حاصل

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہو چکا اب استدلال کی تقریر سنیے اصل دعویٰ یہ ہے کہ انسان کامل کی روح نہایت قیمتی و مکرم ہے کما صرح بہ فی شعر قبل ہذا الشعر بقولہ کہ گرامی گوہرست اے دوست جان جس کی فرع ہے اس کو تشبیہ دینا گوہر کے ساتھ اس پر آیت موصوفہ سے استدلال کرتے ہیں مگر اول چند ضروری مقدمات کی تمہید ضروری ہے۔

مقدمہ اول:۔ انسان کی حقیقت روح ہے پس انسان اور روح انسان ایک چیز ہے ایک کے لئے جو احکام ثابت ہوں گے دوسرے کے لئے بھی ان کو ثابت کہنا صحیح ہوگا۔

مقدمہ دوم:۔ کلام مولانا میں آیت متضمنہ احسن التقویم سے مراد آیت موصوفہ مع سیاقہا ہے یعنی مع آیت ثم رددناہ و مع آیت الا الذین آمنوا الخ۔

مقدمہ سوم:۔ آیت میں گو اول وہلہ میں احسن التقویم کا اثبات ہر انسان کے لئے عام ہے لیکن بعد انضمام آیتین آخر میں کے اس احسن التقویم کا ثبوت صرف انسان کامل کے لئے رہ گیا جس کو الذین آمنوا وعملوا الصلحت سے تعبیر کیا ہے فان کمالہ بہذا الجمع کیونکہ جب اثبات عام احسن التقویم کے بعد اہل شیب سے اس کی نفی کر دی اور پھر ان اہل شیب میں سے انسان کامل کو اس نفی سے مستثنیٰ کر دیا تو حاصل استثناء کا یہی ہوا کہ انسان کامل باوجود رداءت صورت کے معنی و حقیقۃً ردی نہیں ہوتا بوجہ صفات خاصہ کے جو اس کے تحسین عند اللہ کا سبب ہیں تو اس انضمام سے لفظاً تو صرف اہل شیب کفار کے لئے رداءت مطلقہ ثابت ہوئی اور شاب کافر میت فی الشباب کے لئے رداءت ثابت نہیں ہوئی کیونکہ اس پر رددناہ اسفل سافلین کا حکم نہیں ہوا تو وہ بدستور محکوم علیہ احسن التقویم کا رہا لیکن تدبر فی العلۃ سے معنے اس شاب کے لئے بھی رداءت اس طرح ثابت ہے کہ اس کو اگر شیب نہ آوے گا تو موت تو آوے گی وہ اس وقت شیب سے بڑھ کر ردی ہو جاوے گا غرض کوئی کافر شیب سے کوئی موت سے ردی ہو جاوے گا اس طرح سے سب کفار رددناہ میں داخل ہو گئے۔ پس انحصار احسن التقویم کا مومن کامل کے لئے ثابت رہا اور چونکہ یہ کمال کلی مشکک ہے کیونکہ عادۃً کم و بیش اعمال صالحہ بھی ہر مومن میں ہوتے ہیں اور بھی کچھ نہیں تو اقرار ہی ایمان کا ہوگا یہ بھی نہیں تو عزم ثبات علی الایمان کا تو ہو ہی گا اور اس عزم کو اعتقاد نہ کہیں گے عمل ہی کہیں گے پس ہر مومن کسی نہ کسی درجے میں جامع للایمان والعمل ہونے کے سبب کامل ہے لیکن ان میں احق بالا حکام وہ ہے جو اکمل ہو ان مقدمات کے بعد استدلال ظاہر ہو گیا کہ آیت سے انسان کامل کا حسن و معزز مطلق ہونا عند اللہ کہ وہی مصداق کامل مفہوم فی الواقع کا ہے ثابت ہوا اور چونکہ انسان اور روح انسان ایک چیز ہے چنانچہ مولانا نے بھی ایک شعر میں بلالؓ کو ایں گہر از ہر دو عالم برترست اور ایک شعر میں روح کو کہ گرامی گوہرست اے دوست جان کہا ہے اس لئے روح انسان کامل کا بھی گرامی ہونا ثابت ہو گیا اور گو یہ اثبات صرف آیت احسن التقویم سے نہیں ہوا مگر مراد مجموعہ آیات ہے اور مجموعہ سے ثابت ہو ہی گیا اس لئے اس آیت سے ثابت کہنا صحیح ہو گیا اور اس تقریر سے بہت سے شبہات متعلقہ بالآیۃ و متعلقہ بالمثنوی بھی رفع ہو گئے مثلاً دعویٰ خاص ہے انسان کامل کے ساتھ اور آیت عام ہے ہر انسان کو اور مثلاً دعویٰ خاص ہے روح کے ساتھ اور آیت میں ذکر ہے انسان کا اور مثلاً دعویٰ ہے اثبات بالاحسن التقویم کا اور اثبات ہوتا ہے تین آیتوں کے مجموعہ سے اور مثلاً بڑھاپے میں مومن بھی بدصورت ہو جاتا ہے اور کافر شاب اس رداءت سے بری ہے اور مثلاً مومن غیر صالح کا الحاق بالکفار لازم آتا ہے فافہم و تدبر آگے اسی گرامی ہونے کی تائید ہے دوسرے عنوان سے یعنی یہ) احسن

www.besturdubooks.wordpress.com

التقویم تیری فکر سے خارج ہے (اور یہ) احسن التقویم اس کے عرش سے فائق ہے (مراد احسن التقویم سے مدلول ہے آیت احسن التقویم مع سیاقہا کا جواوپر ثابت ہوا ہے یعنی روح انسان کامل کا مرتبہ عنداللہ پس حکم اول کا حاصل یہ ہوا کہ انسان کامل کا عنداللہ جو مرتبہ ہے وہاں تمہارا خیال نہیں جاسکتا چنانچہ قرآن مجید میں ہے فلا تعلم نفس ما اخفی لہم من قرۃ اعین اور حدیث میں ہے اعددت عبادی الصالحین مالا عین رات ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر اور ظاہر ہے کہ وہ مرتبہ بھی مفہوم کلمہ ما واقعہ فی القرآن والحدیث میں داخل ہے تو اس کا بھی غیر معلوم لنفس ہونا اور غیر خاطر علی قلب بشر ہونا ثابت ہوا اور یہی مولانا کہہ رہے ہیں اور حکم ثانی کا حاصل اس سے بھی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ عرش بوجہ غیر صاحب اختیار ہونے کے عالی بالاختیار نہیں اور انسان کامل مطیع بالاختیار ہے اور ثانی بالاجماع افضل ہے اول سے آگے تفریع ہے اس شعر سابق کے مضمون پر یعنی) اگر میں اس (انسان کامل) کی قیمت (یعنی مقبولیت عنداللہ کی کنہ) کہنے لگوں تو (شرعاً) محال ہے (کیونکہ کہنا موقوف ہے علم پر اور علم بدلیل سمعی مذکور سابقاً ممتنع ہے اور امتناع موقوف علیہ مستلزم ہے امتناع موقوف کو پس کہنا بھی سمعاً ممتنع ہوگا اور جب کہنا ممتنع ہے تو اگر میں اس کی کوشش کروں اور مستمع اس کے سننے کی کوشش کرے تو بوجہ اس کے کہ سعی فی طلب المحال میں غم وغصہ وکلفت ناکامی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آسکتا اس لئے) میں بھی جل جاؤں (اور) سننے والا بھی جل جائے (یعنی عمر محدود ہے اس لئے فنا لازم اور وہ عمر گزرے گی غم وغصہ میں اس لئے دونوں جل جل کر مرجاویں اور اس مرتبہ کا ہرگز بیان نہ ہوسکے اور یہ سب بالکل ظاہر ہے اور اس مقام پر اگر محشین کی تقریر دیکھی جاوے تو حق تعالیٰ کے فضل کا مشاہدہ ہو جو اس مقام کے سمجھانے میں مجھ پر ہوا وللہ الحمد آگے قصہ کی طرف رجوع فرماتے ہیں)

لب بہ بند اینجا وخر آں سو مراں	رفت آں صدیق سوئے آں خراں
اس مقام پر لب بند کرو اور مرکب اس طرف مت چلاؤ	حضرت صدیقؓ ان گدھوں کی طرف تشریف لے گئے
حلقۂ درزد چو در را بر کشود	رفت بیخود در سرای آں جہود
زنجیر دروازہ پر ماری اس نے جب دروازہ کو کھولا	تو حضرت صدیقؓ بے خود اس یہودی کے گھر میں چلے گئے
بیخود و سرمست در آتش نشست	از دہانش بس کلام تلخ جست
بے خود اور سرمست اور آتش میں بھرے ہوئے جا بیٹھے	ان کے منہ سے بہت تیز تیز باتیں نکلیں
کیں ولی اللہ را چوں میزنی	ایں چہ حقدست اے عدو روشنی
کہ تو اس ولی اللہ کو کیوں مارتا ہے	یہ کیا کینہ ہے اے مخالف نور کے
گر ترا صدقیست اندر دین خود	ظلم بر صادق دلت چوں میدہد
اگر تجھ کو اپنے مذہب میں صدق ہے تو	صادق پر ظلم کرنے کو تیرا دل کیونکر اجازت دیتا ہے
اے تو در دین جہودی مادۂ	کیں گماں داری تو بر شہزادہ
اے شخص تو دین جہودی میں زنانہ ہے	کہ یہ گمان رکھتا ہے تو ایک شہزادہ پر

www.besturdubooks.wordpress.com

در ہمہ ز آئینۂ کژ ساز خود	منگر اے مردود نفرین ابد
سب آدمیوں میں اپنے آئینہ کج ساز سے	نظر مت کر اے مردود لعنت ابدیہ کے
آنچہ آں دم از لب صدیق جست	گر بگویم گم کنی تو پا و دست
جو جو کچھ اس وقت حضرت صدیق کے لب سے صادر ہوا	اگر میں بیان کروں تو تو ہاتھ پاؤں گم کر دے
آں ینابیع الحکم ہمچوں فرات	از دہان او رواں از بے جہات
وہ حکمتوں کے چشمے مثل دریائے فرات کے	ان کے ذہن سے جاری بے جہت کی طرف سے
ہمچو از سنگے کہ آبے شد رواں	نے ز پہلو مایہ دارد نزمیاں
جس طرح سے کہ ایک پتھر سے پانی جاری ہو گیا تھا	نہ کروٹ سے سرمایہ رکھتا ہے نہ درمیان سے
اسپر خود کردہ حق آں سنگ را	برکشادہ آب مینا رنگ را
اپنا حجاب بنا رکھا تھا حق تعالیٰ نے اس سنگ کو	کشادہ کر رکھا تھا آب صاف رنگ کو
ہمچناں کز چشمۂ چشم تو نور	او رواں کردست بے بخل وفتور
جس طرح سے کہ تیرے چشمہ چشم سے نور کو	اس نے جاری کر رکھا ہے بدوں بخل اور انقطاع کے
نے ز پیہ آں مایہ دارد نے ز پوست	روی پوشی کردہ در ایجاد دوست
نہ شحم سے وہ سرمایہ رکھتی ہے نہ جھلی سے	روپوشی کر رکھی ہے ایجاد میں دوست نے
درخلای گوش باد جاذبش	مدرک صدق کلام و کاذبش
تجویف گوش میں اس کی ہوا اے جاذب	مدرک ہے اس کے صادق کلام کی اور کاذب کلام کی
آں چہ بادست اندراں خرد استخواں	کہ پذیرد حرف وصوت قصہ خواں
یہ ہوا اس چھوٹی سی ہڈی میں کیا چیز ہے	کہ قبول کرے قصہ خوان کے حرف و صوت کو
استخوان و باد روپوش ست وبس	در دو عالم غیر یزداں نیست کس
استخوان اور ہوا روپوش ہے اور بس	دونوں عالم میں سوا یزداں کے کوئی بھی نہیں ہے
مستمع او قائل او بے احتجاب	زانکہ الاذنان من راس اے مثاب
مستمع بھی وہی ہے قائل بھی وہی ہے بلا احتجاب کے	اس لئے کہ الاذنان من الراس وارد ہے اے ثواب دیے گئے

(یعنی) اس مقام (بیان فضل مرتبہ انسان کامل) پر لب بند کرو (کیونکہ اس کا بیان علی سبیل الکمال سمعاً ممتنع ہے جیسا اوپر مذکور ہوا) اور مرکب اس (بیان کی) طرف مت چلاؤ (کیونکہ بیان نہ ہو سکے گا پس در جملہ خرمران اطلاق مقید و ارادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلق ست بلکہ ذکر قصہ کی طرف توجہ کرو وہ یہ کہ) حضرت صدیقؓ ان گدھوں کی طرف گئے (اور) زنجیر دروازہ پر (زور سے) ماری (اور) اس (کافر) نے جب دروازہ کو کھولا تو حضرت صدیقؓ (کہ رنج وغصہ سے) بے خود (تھے) اس یہودی کے گھر میں چلے گئے (اور) بے خود اور سرمست اور آتش (غصہ) میں بھرے ہوئے جا بیٹھے (سرمستی کی وجہ بھی وہی ہے جو بے خودی کی ہے اور) ان کے منہ سے بہت تیز تیز باتیں نکلیں کہ تو اس ولی اللہ (بلال) کو کیوں مارتا ہے یہ کیا کینہ ہے اے مخالف نور (حق و ہدی) کے اگر (تیرے زعم کے موافق) تجھ کو اپنے مذہب میں صدق (حاصل) ہے تو (یہ بتلا کہ پھر) صادق پر ظلم کرنے کو تیرا دل کیونکر اجازت دیتا ہے (مطلب یہ کہ تجھ کو یہ تو قرائن قطعیہ سے ثابت ہو چکا کہ حضرت بلالؓ کی اس مشقت کی برداشت کی وجہ بجز صدق نیت کے کچھ نہیں تو اگر تیرے نزدیک ان کا دین صحیح بھی نہ ہوتا ہم طبع سلیم کا مقتضی یہ ہے کہ جس کی نیت اچھی ہو اس کی غلطی پر غیظ نہ کرنا چاہئے بلکہ تلطف وترحم کے ساتھ اس کو فہمائش کرنا چاہئے پس تیرا صدق وخلوص فی مذہبک بزعمک مقتضی اس کو تھا کہ دوسرے صاحب صدق کو ایذا نہ دیتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تو خود صدق وخلوص سے عاری ہے اور یہی عاری ہونا معنی ہیں اس شعر آئندہ کے یعنی) اے شخص تو دین جہودی میں زنانہ (یعنی صدق وخلوص میں ناقص مشابہ مونث کے) ہے کہ یہ گمان (عدم صدق وخلوص کا) رکھتا ہے تو ایک شہزادہ پر (یعنی حضرت بلال پر کہ صاحب قدر ومنزلت عند اللہ ہیں تو ایسا گمان کرتا ہے کہ ان کی نیت میں صدق نہیں اسی لئے ان پر ظلم کرتا ہے یعنی یہ ظلم کرنا بقاعدۂ مذکورہ کہ طبع سلیم کا مقتضے یہ ہے کہ الخ علامت اس کی ہے کہ تو ان پر ایسا گمان کرتا ہے ورنہ ظلم نہ کرتا تو اپنی عدم صدق کی صفت کا اپنے اندر مشاہدہ کر اور باقی) سب آدمیوں میں اپنے آئینہ کج ساز سے نظر مت کر اے مردود لعنت ابدیہ کے (آئینہ کج ساز وہ آئینہ ہے کہ اس میں منہ دیکھنے سے ٹیڑھا نظر آتا ہے گویا وہ منہ کو ٹیڑھا کر دیتا ہے اس میں تمثیل ہے یعنی تو مثل آئینہ کج ساز کے ہے تو اوروں کا سیدھا منہ اپنے اندر مت دیکھ یعنی وہ کجی جو تو اوروں میں سمجھ رہا ہے وہ ان میں نہیں تیرے اندر ہے پس اپنے عیب کو دوسروں میں مت اعتقاد کر تو یہ عدم صدق تیری صفت ہے جس کا گمان تو حضرت بلال میں کر رہا ہے اور) جو جو کچھ اس وقت حضرت صدیقؓ کے لب سے صادر ہوا اگر میں کہنے لگوں تو ہاتھ پاؤں گم کر دے (یعنی حیران رہ جاوے کیونکہ فرط حیرت میں ہاتھ پاؤں قابو میں نہیں رہتے اور حیرت کا سبب ان باتوں کا ایک تو عجیب ہونا ہے دوسرا یہ کہ غلبہ کفر وضعف اسلام کے زمانہ میں ایسی بے دھڑک گفتگو بھی حیرت میں ڈالتی ہے آگے اس کی وجہ بتلاتے ہیں کہ ایسے عجیب اور حیرت انگیز مضامین ان سے کیسے صادر ہوئے اور حاصل اس وجہ کا یہ ہوگا کہ اصل مبداء ان مضامین کا حضرت حق ہیں جن سے کوئی امر بھی عجیب نہیں آگے اسی کی تحقیق اور تمثیل اور تائید ہے یعنی) وہ (مضامین صدیقیہ کہ) حکمتوں کے چشمے (تھے اور) مثل دریائے فرات کے (کہ غیر منقطع ہے) ان کے دہن سے جاری (تھے وہ) بے جہت کی طرف سے تھے (مراد حضرت حق کہ جہات سے منزہ ہے) جس طرح سے کہ ایک پتھر سے پانی جاری ہو گیا تھا (اشارہ ہے قصہ موسویہ کی طرف) نہ (وہ پتھر) کروٹ سے (پانی کا) سرمایہ رکھتا ہے (اور) نہ درمیان سے (یعنی اس پتھر کے کسی جزو میں پانی مخزون نہ تھا بلکہ) اپنا (سپر یعنی) حجاب (اور روپوش) بنا رکھا تھا حق تعالیٰ نے اس سنگ کو (اور اس میں سے) کشادہ کر رکھا تھا آب صاف رنگ کو (کہ صفائی میں مشابہ مینا یعنی آبگینہ کے تھا یعنی موجد پانی کے حق سبحانہ وتعالیٰ ہیں مگر اس پتھر کو درمیان میں ایک واسطہ اور حجاب بنا رکھا تھا اسی طرح یہاں مواجد ان کلاموں کا حضرت حق ہے اور حضرت صدیقؓ محض ایک درمیانی واسطہ ہیں) جس طرح سے کہ تیرے چشمہ چشم سے نور کو اس نے جاری کر رکھا ہے بدوں بخل اور انقطاع

www.besturdubooks.wordpress.com

کے (کہ وہ آنکھ) نہ شحم سے وہ سرمایہ (نور کا) رکھتی ہے اور نہ جھلی سے (آنکھ ان ہی اجزاء سے مرکب ہے مطلب یہ ہے کہ آنکھ کا کوئی جزو فی نفسہ اس نور کا حامل نہیں مگر) روپوشی کر رکھی ہے (اس کے) ایجاد میں دوست نے (اسی طرح) تجویف گوش میں اس کی ہوائے جاذب۔ مدرک ہے اس کے صادق کلام کی اور کاذب کلام کی (یعنی مطلق کلام کی خواہ کیسا ہی ہو اور یہ مطلب نہیں کہ گوش میں صدق وکذب کے ادراک کی خاصیت ہے اور جاذبش اور کاذبش میں اضافت بادنیٰ ملابست ہے کیونکہ کان اس ہوا کا محل اور کلام کا احساس کرنے والا ہے سو) وہ ہوا اس چھوٹی سے ہڈی میں کیا چیز ہے کہ قبول کرے قصہ خوان (یعنی متکلم) کے حروف وصوت کو (سو حقیقت میں وہ) استخوان اور ہوا (محض) روپوش ہے اور بس (ورنہ واقع میں) دونوں عالم میں سوا یزداں کے کوئی بھی (موجود حقیقی) نہیں (جس میں یہ فاعلیت بالذات ہو بلکہ واقع میں) مستمع بھی وہی ہے (اور) قائل بھی وہی ہے (اور یہ مضمون) بلا احتجاب (یعنی بلا اشتباہ وبلا اخفاء ہے اور ترکیب مستمع اور قائل اوکی ویسی ہی ہے جیسی ہمہ اوست کی جس کی تحقیق ابتدائے دفتر اول میں بضمن شرح شعر جملہ معشوق ست الخ گزر چکی ہے۔ آگے بعنوان تشبیہ اس کی ایک دلیل ہے یعنی یہ) اس لئے ہے) کہ (سب حادث تابع محدث کے ہیں جس طرح سے کہ حدیث) الاذنان من الراس (سے ثابت ہوتا ہے کہ کان بعض احکام میں تابع سر کے ہیں مثلاً مسح میں) اسے ثواب دیئے گئے (اور چونکہ یہاں دونوں حادث ہیں تبعیت کان کی اور متبوعیت ومستقلیت سر کی ناقص ہے اور خالق ومخلوق میں چونکہ ایک حادث ایک قدیم ہے اس لئے تبعیت حادث کی اور متبوعیت قدیم کیا کامل وتام ہے پس تکلم واستماع اور جمیع صفات کمال حادث کی مستفاد من القدیم ہوں گی اس لئے یہ حکم صحیح ہوا کہ آن ینابیع الحکم الخ)

فائدہ:۔ آگے پھر رجوع بقصہ ہے

گفت رحمت گرہمی آید برو	زر بدہ بستانش اے اکرام خو
اس نے کہا کہ اگر تم کو اس پر رحم آتا ہے	تو زر دیدو اس کو لے لو اے اکرام خو
از منش و اخر چومی سوزد دلت	بے مؤنث حل نگردد مشکلت
مجھ سے اس کو خرید لو اگر تمہارے قلب میں سوزش ہوتی ہے	بغیر خرچ کے تو تمہاری مشکل حل ہوتی نہیں
گفت صد خدمت کنم پانصد سجود	بندۂ دارم نکو لیکن جہود
کہا کہ میں صدہا طاعت بجالاؤں اور پانچ سو سجدے کروں	میں ایک حسین غلام رکھتا ہوں لیکن یہودی ہے
تن پسید و دل سیاہستش بگیر	در عوض دہ تن سیاہ و دل منیر
بدن کا گورا دل کا کالا تو اس کو لے لے	عوض میں دیدے سیاہ بدن اور سفید دل والے کو
کس فرستاد و بیاورد آں ہمام	بود الحق سخت زیبا آں غلام
کسی کو بھیج دیا اور لائے وہ بزرگ	تھا واقعی نہایت زیبا صورت وہ غلام
آں چنانکہ ماند حیراں آں جہود	آں دل چوں سنگش از جارفت زود
اس طرح کا کہ وہ یہودی حیران رہ گیا	جلد اس کا پتھر جیسا دل از جا رفتہ ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

حالت صورت پرستاں ایں بود	سنگ شاں از صورتے مومیں بود
حالت صورت پرستوں کی یہی ہوتی ہے	ان کا پتھر ایک صورت سے موم جیسا ہو جاتا ہے
باز کرد استیزہ و راضی نشد	کہ بریں افزوں بدہ بے ہیچ بد
اس نے پھر تکرار کی اور راضی نہ ہوا	کہ اس پر اور اضافہ کرو بالضرور
یک نصاب نقرہ ہم بروے فزود	تا کہ راضی گشت حرص آں جہود
انہوں نے ایک نصاب چاندی اور اضافہ فرما دی	یہاں تک کہ اس یہودی کی حرص کو قناعت ہو گئی
بیع کرد و داد و بستد بے غرض	داد گوہر سنگ بستد در عوض
بیع کا معاملہ کر لیا اور دیدیا اور لے لیا بغیر غرض کے	اس نے گوہر دیدیا اور سنگ لے لیا عوض میں
بر خیال آنکہ سودے کردہ ام	دادم اسود ابیضے آوردہ ام
اس خیال پر کہ میں نے بڑا فائدہ کیا ہے	میں نے کالا دیا ہے اور گورا لے لیا ہے

اس (کافر) نے کہا کہ اگر تم کو اس پر رحم آتا ہے تو زر دیدو (اور) اس کو لے لو اے کرام خو۔ مجھ سے اس کو خرید لو اگر تمہارے قلب میں سوزش ہوتی ہے (اور) بے خرچ (کئے ہوئے) تو تمہاری (یہ) مشکل حل ہوتی نہیں۔ (حضرت صدیقؓ نے) کہا کہ (اس کا حل ہونا تو مجھ کو ایسا مطلوب ہے کہ اگر یہ حل ہو جاوے تو) میں (حق تعالیٰ کی صدہا اطاعت بجالاؤں (اور اس کو) پانچ سو سجدے کروں (جب یہ امر میرے نزدیک ایسا مطلوب ہے تو خرچ کرنے میں مجھ کو کیا دریغ ہوگا میں خرچ کرنے پر راضی ہوں سو) میں ایک غلام (اپنی ملک میں) رکھتا ہوں بہت حسین لیکن یہودی ہے (یعنی تیرا ہم مذہب) بدن کا سفید اور دل کا سیاہ تو اس کو لے لے (اور اس کے) عوض میں دیدے (اس بلالؓ) تن سیاہ اور دل سفید کو (یہ بیان ہے اس خرچ کرنے کا پھر اس غلام کے لینے کے واسطے) کسی کو بھیج دیا اور (جب وہ آ گیا تو اس کو اس کافر کے سامنے پیش کرنے کے لئے) لائے وہ بزرگ (یعنی حضرت صدیقؓ آگے حضرت مولانا فرماتے ہیں کہ) تھا واقعی نہایت زیبا صورت وہ غلام (کیونکہ رومی تھا اور وہ) اس طرح کا (حسین تھا) کہ (اس کو دیکھ کر) وہ یہودی حیران رہ گیا (اور) اس کا پتھر جیسا دل از جا رفتہ ہو گیا (آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) حالت صورت پرستوں کی یہی ہوتی ہے (اور) ان کا پتھر جیسے دل) ایک صورت سے موم جیسا ہو جاتا ہے (مگر باوجود اس قدر پسندیدگی و فریفتگی کے) اس (کافر) نے پھر تکرار کی اور صرف اس کے لینے پر) راضی نہ ہوا (اور اصرار کیا) کہ اس پر اور اضافہ کرو بالضرور (سبب اس کا حرص اور یہ جان لینا کہ حضرت صدیقؓ بلالؓ کو ضرور خریدیں گے) انہوں نے ایک نصاب چاندی اور اضافہ فرما دی (پچاس روپیہ تقریباً) یہاں تک کہ اس یہودی کی حرص کو قناعت ہو گئی (اور راضی ہو کر) بیع کا معاملہ کر لیا اور (بلالؓ کو) دیدیا اور (اس رومی غلام کو) لے لیا بے غرض (یعنی معاملہ کی غایت اور غرض کو نہ سمجھا کہ میں کیسی اچھی چیز کو فوت کر رہا ہوں اس میں بیان ہے اس کافر کے جہل کا حاصل یہ کہ) اس نے گوہر دیدیا (اور) سنگ لے لیا عوض میں (محض) اس خیال پر (ایسا کیا) کہ میں نے بڑا فائدہ کیا ہے (کہ) میں نے کالا دیا ہے اور گورا لے لیا ہے (اور حقیقت کالے گورے کی نہ سمجھی)

www.besturdubooks.wordpress.com

خندیدن جہود و پنداشتن کہ صدیقؓ مغبون ست دریں عقد

کافر کا ہنسنا اور خیال کرنا کہ صدیق رضی اللہ عنہ اس معاملے میں ٹوٹے میں ہیں

منعقد چوں گشت بیع اندر میاں	یافت ایجاب و قبول ہر دو آں
جب بیع درمیان میں منعقد ہو گئی	اور ان دونوں کا ایجاب و قبول پایا گیا
قہقہہ زد آں جہود سنگ دل	از سر افسوس و طنز و غش و غل
اس جہود سنگ دل نے ایک قہقہہ لگایا	براہ تمسخر اور طنز اور مکر و فریب کے
گفت صدیقش کہ ایں خندہ چہ بود	در جواب و پرسش او خندہ فزود
حضرت صدیقؓ نے اس سے فرمایا کہ یہ خندہ کیسا ہے	اس پوچھنے کے جواب میں اس نے زیادہ خندہ کیا
گفت اگر جدت نبودے واہتمام	در خریداری ایں اسود غلام
کہنے لگا کہ اگر تم کو کوشش اور اہتمام	اس سیاہ غلام کی خریداری میں نہ ہوتا
من ز استیزہ نمی افروختم	خود بعشر اینش می بفروختم
تو میں تکرار سے گرم ہو کر فروخت نہ کرتا	بیشک میں اس کو اس قیمت کے دسویں حصہ کے بدلے بیچ ڈالتا
کہ بنزد من نیرزد نیم دانگ	تو گراں کردی بہایش را بہ بانگ
کیونکہ میرے نزدیک یہ نصف دانگ کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا	تم نے اس کی قیمت کو آواز کی وجہ سے بڑھا دیا
پس جوابش داد صدیق اے غبی	گوہرے دادی بجوزے چوں صبی
پس حضرت صدیقؓ نے اس کو جواب دیا کہ اے کودن	تو نے ہی ایک گوہر اخروٹ کے عوض میں دیدیا ہے مثل طفل کے
کو بہ نزد من ہمی ارزد دو کون	من بجانش ناظرستم تو بلون
کیونکہ وہ میرے نزدیک دونوں عالم کے برابر قیمت رکھتا ہے	میں اس کی روح کو دیکھتا ہوں تو رنگ کو
زر سرخست و سیہ تاب آمدہ	از برای رشک ایں احمق کدہ
یہ زر سرخ ہے جس کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے	بسبب حسد اس احمق کدہ کے
دیدۂ ایں ہفت رنگ جسمہا	در نیابد زیں نقاب آں روح را
مختلف الوان کے اجسام کی چشم	اس حجاب میں سے اس روح کو ادراک نہیں کرتی
گر مکیسی کردۂ در بیع بیش	دادمے من جملہ مال و ملک خویش
اگر تو بیع میں اور زیادہ تنگی کرتا	تو میں اپنا تمام مال اور املاک دے دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ور ملیس افزودئی من ز اہتمام	دامنے زر کردمے از غیر وام
اور اگر تو اور زیادہ بڑھاتا تو میں اہتمام سے	دامن بھر سونا کسی اور سے قرض کر لیتا
سہل دادی زانکہ ارزاں یافتی	در ندیدی حقہ را نشگافتی
تو نے بہت سہل دیدیا اس لئے کہ تو نے ارزاں حاصل کیا تھا	موتی نہیں دیکھا ڈبہ کو نہیں چیر کر دیکھا
حقہ سر بستہ جہل تو بداد	زود بینی کہ چہ غبنت اوفتاد
سر بستہ ڈبہ تیرے جہل نے دیدیا	تو عنقریب دیکھ لے گا کہ تجھ کو کتنا خسارہ پڑا
حقۂ پرلعل رادادی بباد	ہمچو زنگی در سیہ روئی تو شاد
تو نے حقہ پر لعل کو برباد کر دیا	زنگی کی طرح تو سیہ روئی میں خوش ہے
عاقبت و احسرتا گوئی بسے	بخت و دولت را فروشد خود کسے
انجام میں بہت واحسرتا کہے گا	کوئی بخت اور دولت کو بھی بیچا کرتا ہے
بخت باجامہ غلامانہ رسید	چشم بدبخت بجز ظاہر ندید
بخت غلامانہ لباس سے پہنچا	تیری چشم بدبخت نے بجز ظاہر کے اور کچھ نہیں دیکھا
او نمودت بندگی خویشتن	خوئے زشتت کرد با او مکر و فن
اس نے تجھ کو اپنی غلامی دکھلائی	تیری خوے زشت نے اس کے ساتھ مکر و فن کیا
ایں سیاہ اسرار تن اسپید را	بت پرستانہ بگیر اے ژاژ خا
اس سیاہ باطن سفید جسم کو	بت پرستوں کی طرح لے لے اے ژاژ خا
ایں ترا و آں مرا بردیم سود	ہیں لکم دین ولی دین اے جہود
یہ تیرا اور وہ میرا ہم تم دونوں نے فائدہ حاصل کر لیا	ہاں لکم دینکم ولی دین ہو گیا اے یہودی
خودسزای بت پرستاں ایں بود	جلش اطلس اسپ او چوبیں بود
تحقیق بت پرستوں کی یہی سزا ہے	کہ اس کی جھول اطلس کی اور اس کا گھوڑا لکڑی کا ہوتا ہے
ہمچو گور کافراں پر دود و نار	وز بروں بربستہ صد نقش و نگار
مثل گور کافروں کے دود و نار سے پر ہے	اور باہر سے صدہا نقش و نگار لگا رکھے ہیں
ہمچو مال ظالماں بیروں جمال	وز درونش خون مظلوم و وبال
مثل مال ظالموں کے کہ باہر سے جمال	اور اس کے باطن سے خون مظلوم کا اور وبال

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں منافق از بروں صوم و صلوٰۃ	وز دروں خاک سیاہ بے ثبات
مثل منافق کے باہر سے صوم و صلوٰۃ	اور اندر سے خاک سیاہ بے ثبات
ہمچو ابر خالی پر قر و قر	نے درو نفع زمیں نے قوت بر
مثل ابر خالی کے کہ گرڑ گرڑ سے پر ہے	نہ اس میں زمین کا نفع نہ پھل کی غذا
ہمچو وعدہ مکر و گفتار دروغ	آخرش رسوا و اول با فروغ
مثل وعدۂ فریب اور گفتار دروغ کے	کہ اس کا اخیر رسوا اور اول با فروغ

(مکیس امالہ مکاس بضم میم تنگی در بیع) جب بیع (دونوں کے) درمیان میں منعقد ہو گئی (اور) ان دونوں کا ایجاب و قبول پایا گیا تو اس جہود سنگدل نے ایک قہقہہ لگایا۔ براہ تمسخر اور طنز اور مکر و فریب کے (یہ دیکھ کر) حضرت صدیقؓ نے اس سے فرمایا کہ یہ خندہ کیسا ہے۔ اس پوچھنے کے جواب میں اس نے زیادہ خندہ کیا (اس زیادتی کی وجہ اس پر تعجب تھا کہ یہ میرے ہنسنے سے بھی اپنی غلطی پر متنبہ نہیں ہوئے) کہنے لگا کہ اگر تم کو (اس قدر) کوشش اور اہتمام اس سیاہ غلام کی خریداری میں نہ ہوتا تو میں (اس کو اتنے) تکرار سے فروخت نہ کرتا (بلکہ) میں اس کو اس (قیمت) کے دسویں حصہ کے بدلے بیچ ڈالتا کیونکہ میرے نزدیک یہ نصف دانق کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتا تم نے اس کی قیمت کو آوازکی وجہ سے بڑھا دیا (اس کی دو توجیہ ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ بانگ سے مراد بلالؓ کی آواز ہو احد احد کی یعنی اس پر تم فریفتہ ہوگئے اور اس میں اشارہ ہوگا تشبیہ بجوز بے مغز کی طرف کہ جس طرح اس میں صرف آواز ہوتی ہے لب نہیں ہوتا کما مر مثل ہذا المعنے فی قصۃ الوزیر الیہودی و منازعۃ الامراء فی الخلافۃ انچہ شریں ست آن شد یار دانگ انچہ بوسیدہ است نبود غیر بانگ اور اس توجیہ کا موید ہے پہلے مصرعہ میں نیز دنیم دانگ کا اور جواب میں بجوزے کا واقع ہونا کہ تو اس کو جوز سمجھتا ہے اور میں اس غلام رومی کو جوز سمجھتا ہوں اور دوسری توجیہ یہ کہ بانگ سے مراد حضرت صدیقؓ کی آواز یعنی الفاظ دالہ علی الرغبۃ ہوں یعنے تمہارے کلام سے رغبت مفہوم ہونے سے اتنی قیمت بڑھ گئی) پس حضرت صدیقؓ نے اس کو جواب دیا کہ اے کودن تو نے ہی ایک گوہر اخروٹ کے عوض میں دیدیا ہے مثل طفل (نادان) کے۔ کیونکہ وہ میرے نزدیک دونوں عالم کے برابر قیمت رکھتا ہے (وجہ یہ کہ) میں اس کی روح کو دیکھتا ہوں (اور) تو رنگ کو (دیکھتا ہے پس گویا) یہ زر سرخ ہے جس کا رنگ سیاہ ہوگیا ہے بسبب حسد اس احمق کدہ کہ کے (مراد دنیا ہے کہ ابلہوں سے پر ہے اس تمثیل کی اصل یہ ہے کہ چوروں کی نظر عداوت سے بچانے کے لئے زر سرخ کو سیاہ رنگ سے رنگین کر دیتے ہیں تا کہ کوئی پہچانے نہیں اور محفوظ رہے۔ اسی طرح نااہلوں کی نظر حسد سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان بلالؓ کو کہ زر سرخ ہیں سیاہ رنگ کر دیا پس) مختلف الوان کے اجسام کی (ادراک کرنے والی) چشم اس حجاب (رنگ) میں سے اس روح کو ادراک نہیں کرتی (کیونکہ اس کا خاصہ صرف ادراک الوان ہے اور) اگر تو بیع میں اور زیادہ تنگی کرتا (اور اس قیمت پر بھی راضی نہ ہوتا) تو میں تمام اپنا مال اور املاک دیدیتا اور اگر تو (میرے مال و املاک سے بھی) اور زیادہ (قیمت) بڑھاتا تو میں دامن بھر سونا کسی اور سے قرض کر لیتا (اور قیمت میں ادا کرتا مگر) تو نے بہت سہل دیدیا اس لئے کہ تو نے ارزاں حاصل کیا تھا تو نے (اندر سے) موتی نہیں دیکھا (کیونکہ) ڈبہ کو نہیں چیر کر دیکھا (ویسا ہی)

www.besturdubooks.wordpress.com

سربستہ ذبہ تیرے جہل نے دے دیا (اسنادالی السبب ہے سو) تو عنقریب (یعنی بعد موت) دیکھ لے گا کہ تجھ کو کتنا خسارہ پڑا (کیونکہ موت کے بعد حقیقت منکشف ہوگی) تو نے حقہ پر لعل کو برباد کردیا (اور) زنگی کی طرح تو سیاہ روئی میں خوش ہے (مگر) انجام میں بہت واحسرتا کہے گا (بھلا) کوئی بخت و دولت کو بھی بیچا کرتا ہے (مگر وجہ تیرے اس بیچنے کی اس بخت و دولت کو یہ ہوئی کہ وہ) بخت غلامانہ لباس سے (تیرے پاس) پہنچا (چنانچہ بلالؓ بخت تھے اور غلامانہ وضع رکھتے تھے اور) تیری چشم بد بخت نے بجز ظاہر کے اور کچھ نہ دیکھا۔ اس (بخت) نے تجھ کو (صرف) اپنی غلامی دکھلائی (اور اس کی خوبی مخفی رہی اس لئے) تیری خوے زشت نے اس کے ساتھ مکر وفن کیا (یعنی تو اس کے ساتھ بے قدری وظلم وشرارت سے پیش آیا تو اس گوہر کے عوض) اس (رومی غلام) سیاہ باطن سفید جسم کو بت پرستوں کی طرح لے لے اے ژاژ خا (بت پرست بھی بت کی ظاہری صورت کو دیکھتے ہیں اور اس کے باطن ناکارہ کو نہیں دیکھتے سو) یہ (رومی غلام) تیرا ہو گیا اور وہ (بلال) میرا ہو گیا (اور) ہم دونوں نے (بزعم خود) فائدہ حاصل کرلیا ہاں لکم دینکم ولی دین (کا مضمون) ہو گیا اے یہودی بے تحقیق بت پرستوں کی یہی سزا ہے کہ اس کی جھول اطلس کی اور اس کا گھوڑا لکڑی کا ہوتا ہے (جل سے مراد اس گھوڑے کی جھول اس مثال کا مع مابعد کے مشلہ کے حاصل باطن کا ناکارہ اور ظاہر کا جمیل ہونا ہے) مثل گور کافروں کے دو دو نار سے پر ہے اور باہر سے صد ہا نقش ونگار لگا رکھے ہیں۔ مثل مال ظالموں کے کہ باہر سے جمال اور اس کے باطن سے خون مظلوم کا اور وبال مثل منافق کے باہر سے صوم وصلوٰۃ اور اندر سے خاک سیاہ بے ثبات (یعنی باطن عمل سیاہ جس کی کوئی جڑ نہیں کیونکہ عمل کی جڑ عقیدہ ہے) مثل ابر خالی (از آب) کے گرز گرز سے پر ہے (یعنی بولتا ہے مگر) نہ اس میں زمین کا نفع (اور) نہ پھل کی غذا (کیونکہ یہ دونوں چیزیں پانی سے ہوتی ہیں وقد فرض خلوہ) مثل وعدۂ فریب اور گفتار دروغ کے کہ اس کا اخیر رسوا اور اول بافروغ (کیونکہ تکلم کے وقت تو پر رونق معلوم ہوتا ہے پھر ظہور حقیقت کے وقت وہ ہیچ ثابت ہوتا ہے)

فائدہ:۔ آگے تتمہ قصہ کا ہے

بعد ازاں بگرفت او دست بلالؓ	آں ز زخم ضرس محنت چوں خلال
اس کے بعد انہوں نے بلالؓ کا ہاتھ پکڑا	وہ صدمہ دست تکلیف سے مثل خلال کے ہو رہے تھے
شد خلالے در دہانے راہ یافت	جانب شیریں زبانے می شتافت
وہ خلال ہو گئے تھے دہن میں راہ پائی	اور ایک شیریں زبان کی طرف دوڑے چلے جا رہے تھے
آوریدش تا بنزد آں رسولؐ	کہ بجاں او کردہ بد دینش قبول
حضرت صدیقؓ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے	کیونکہ انہوں نے جان سے آپ کا دین قبول کیا تھا
چوں بدید آں خستہ روئے مصطفیؐ	خر مغشیا فتاد او بر قفا
جب اس خستہ نے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک دیکھا	تو وہ بیہوش ہو کر چت گر پڑے
تا بدیرے بیخود و بیخویش ماند	چوں بخویش آمد ز شادی اشک راند
دیر تک بے خود اور آپے سے باہر رہے	جب آپے میں آئے تو مارے خوشی کے آنسو بہانے لگے

www.besturdubooks.wordpress.com

مصطفیٰؐ اش درکنار خود کشید	کس چہ داند بخششے کو را رسید
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا	کوئی شخص کیا جانے اس عطا کو جو ان کو پہنچی
چوں بود مسے کہ بر اکسیر زد	مفلسے بر گنج پر توفیر زد
کیا حال ہوگا اس تانبے کا جو اکسیر پر جا لگا	ایک مفلس ایسے خزانہ پر جا لگا جو مال ؟ سے پر تھا
ماہی پژمردہ در بحر اوفتاد	کاروان گم شدہ زد بر رشاد
ایک ماہی پژمردہ دریا میں جا گری	ایک قافلہ راہ گم کردہ راہ یابی پر جا لگا
آں خطاباتے کہ گفت آں دم نبیؐ	گرزند بر شب برآید از شبی
وہ ارشادات کہ اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے	اگر شب پر واقع ہو جائیں تو وہ شب ہونے کی صفت سے خارج ہو جاوے
روز روشن گردد آں شب چوں صباح	کے توانم گفت من آں اصطلاح
روز روشن ہووے وہ رات صبح کی طرح	میں اس اصطلاح کو کہہ نہیں سکتا
خود تو دانی کافتاب اندر حمل	تاچہ گوید بانبات و با دقل
خود تم کو معلوم ہے کہ آفتاب برج حمل میں	کیا کچھ کہہ دیتا ہے نباتات سے اور نخل پربار سے
خود تو دانی ہم کہ آں آب زلال	می چہ گوید بار یاحین و نہال
خود تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ آب زلال	ریاحین اور نہال سے کیا کہہ دیتا ہے
صنع حق با جملہ اجزائے جہاں	چوں دم و حرفست از افسونگراں
حق تعالیٰ کی صنعت تمام اجزائے عالم کے ساتھ	مثل پھونک مارنے اور الفاظ پڑھنے کے ہے جو ساحروں سے واقع ہوتے ہیں
جذب یزداں باثرہا وسبب	صد سخن گوید نہاں بحرف ولب
جذب حضرت حق کا آثار اور اسباب سے	صدہا باتیں کرتا ہے بدوں حرف اور لب کے
نے کہ تاثیر از قدر معمول نیست	لیک تاثیرش از و معقول نیست
یہ بات تو نہیں کہ تاثیر قدر سے معمول نہیں	لیکن ان کی تاثیر اس قدر کے سبب سے مدرک بالعقل نہیں
چوں مقلد بود عقل اندر اصول	داں مقلد در فروعش اے فضول
جب عقل اصول میں مقلد ہے	تو اس عقل کو فروع میں بھی مقلد جان لو اے فضول
گر بپرسد عقل چوں باشد مرام	گو چنانکہ تو ندانی والسلام
اگر عقل پوچھے کہ یہ مدعا کس کیفیت سے ہوگا	تو کہہ دینا ایسی کیفیت سے ہے کہ تو نہیں جانتا والسلام

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے بعد انہوں نے بلال کا ہاتھ پکڑا (اور حالت ان کی یہ تھی کہ) وہ صدمہ دست تکلیف (رساں) سے مثل خلال کے (لاغر) ہو رہے تھے (آگے بمصداق ان اللہ مع الصابرین والصبر مفتاح الفرج کے اس تحمل جفا کا ثمرہ بیان فرماتے ہیں کہ) وہ (چونکہ) خلال ہو گئے تھے (اس لئے) دہن میں راہ پائی (جس طرح خلال منہ میں پہنچایا جاتا ہے کہ محل شریف ہے اسی طرح حضرت بلالؓ کو بے برکت صبر و مجاہدہ کے مجلس مقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پہنچانے کا سامان ہو رہا ہے اور) ایک شیریں زبان کی طرف دوڑے چلے جا رہے تھے (جس طرح خلال کو دہن میں پہنچ کر زبان سے اقتران ہوتا ہے اسی طرح یہ بلالؓ اس مجلس مقدس میں پہنچ کر آپ سے کہ شیریں زبان ہیں مقترن ہوں گے غرض) حضرت صدیقؓ ان کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے کیونکہ انہوں نے جان سے آپ کا دین قبول کیا تھا۔ جب (یہاں پہنچ کر) اس خستہ نے مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مبارک دیکھا تو بے ہوش ہو کر گر پڑے (چونکہ خر مغشیا عربی جملہ ہے اس لئے آگے اس کی تفسیر ہے یعنی) وہ پشت کے بل گر پڑے (اور) دیر تک بے خود اور آپے سے باہر رہے (اور) جب آپے میں (یعنی ہوش میں) آئے تو مارے خوشی کے آنسو بہانے لگے۔ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا (آگے مولانا اس شرف کی تفصیل و تفضیل ذکر فرماتے ہیں جو حضرت بلالؓ کو خدمت سرکار نبویؐ میں پہنچنے سے اور حضور کی توجہ سے حاصل ہوا یعنی) کوئی شخص کیا جانے اس عطا کو جو ان کو (آپ کے قرب و عنایت کی بدولت) پہنچی (آگے اس کی چند مثالیں اور تشبیہیں ہیں۔ تشبیہ اول) کیا حال ہوگا اس تانبے کا جو اکسیر پر جا لگا (تشبیہ دوم) ایک مفلس ایسے خزانہ پر جا لگا جو مال کثیر سے پر تھا (تشبیہ سوم) ایک ماہی پژمردہ دریا میں جا گری (تشبیہ چہارم) ایک قافلہ راہ گم کردہ راہ یابی پر جا لگا (یہ تو ان برکات کا ذکر تھا جو آپ کے قرب و توجہ سے حاصل ہوئیں آگے ان کا ذکر ہے جو آپ کے کلمات مبارکہ سے میسر ہوئیں پس فرماتے ہیں کہ) وہ ارشادات کہ اس وقت نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے (بلالؓ سے) فرمائے (نور بخشی میں ایسے موثر ہیں کہ) اگر شب پر واقع ہو جائیں تو وہ شب ہونے کی صفت سے خارج ہو جاوے (یعنی) وہ شب صبح کی طرح روز روشن ہو جاوے (شب سے مراد شب بالمعنی اللغوی نہیں بلکہ مراد وہ قلب ہے جو جہل و ضلال سے تاریک ہو مطلب یہ کہ ان اقوال کے صرف استماع ہی سے بشرطیکہ عناد وغیرہ مانع نہ ہو قبل عمل ہی اس قلب میں نور واقع ہو جاوے کیونکہ عمل کی ہمت و شوق تو اسی نور سے پیدا ہوتا ہے جیسا کہ شب و روز حضرات اہل اللہ کی مجالس میں اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے اور چونکہ یہ اثر ان اقوال میں بطریق دلالت الفاظ تو ہوتا نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ دلالت الفاظ کی تو مدلولات لغویہ یا اصطلاحیہ پر ہوتی ہے ان آثار مذکورہ تنویر وغیرہ پر دلالت الفاظ کی نہیں ہوتی آگے اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ) میں اس اصطلاح کو (کہ جس کے ذریعہ سے ان اقوال پر یہ آثار مرتب ہوتے ہیں) کہہ نہیں سکتا (کیونکہ وہ کہنے سے سمجھ میں نہیں آتا وجہ یہ کہ واسطہ ان آثار کے ترتب کا قوت باطنیہ ہے صاحب اقوال کی خواہ اس قوت باطنیہ کے استعمال کا وہ خود قصد کرے جس کو تصرف و ہمت کہتے ہیں اور خواہ بلا اس کے قصد کے اس کا اثر ہو اس کو برکت و کرامت سے تعبیر کرنا مناسب ہے اور اس قوت باطنیہ کا فعل مدرک بالوجدان ہے اور وجدانیات کی تعبیر الفاظ سے کافی طور پر ہوتی نہیں اس لئے یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ میں اس اصطلاح کو کہہ نہیں سکتا اور اس کو اصطلاح مجازاً اور استعارۃً کہہ دیا کیونکہ حاصل معنی اصطلاح کا اتفاق قومے برائے معین داشتن معنے لفظ سوائے معنی موضوع لہ آن لفظ ہے اسی طرح یہاں یہ اثر ظاہر ہے کہ غیر ہے معنی موضوع لہ کا اور ایک جماعت کے ساتھ مخصوص ہے یہ اثر پس یہ اختصاص قوم بہذا الاثر مشابہ ہو گیا معنی اصطلاحی اصطلاح کے خلاصہ یہ کہ الفاظ

سے اس اثر مغائر للمعانی اللغویہ کا افادہ بلا تکلم بہذ الاثر وان وقع التکلم لافادۃ المعنی اللغوی ان اہل اللہ کا گویا ایک اصطلاحی طریق ہے جو وجدانی ہونے کے سبب بیان میں نہیں آتا۔ حضورؐ کے ارشادات بھی اسی طریق سے قلوب غیر منورہ کو منوا کر دیتے ہیں تو بلال تو ان سے کیوں نہ زائد النور و کامل التنویر ہو گئے ہوں گے آگے اس تاثیر الباطن بلا تکلم کی مثالیں ہیں مثال اول خود تم کو معلوم ہے کہ آفتاب (برج) حمل میں کیا کچھ کہہ دیتا ہے نباتات سے اور نخل پر بار سے (وقل بفتحتین نخل پر بارو تیر کشتی و خرمائے زبون کذافی المنتخب مطلب یہ کہ اس وقت آفتاب کی تاثیر سے نباتات اور میوے شیریں ہو جاتے ہیں اور الفاظ کا واسطہ نہیں ہوتا پس وہ اصطلاح بھی اسی کے مشابہ ہے مثال دوم) خود تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ آب زلال (یعنی بارش کا پانی) ریاحین اور نہال سے کیا کہہ دیتا ہے (تقریرہ کما مر فی شرح الشعر السابق مثال سوم) صنعت حق تعالیٰ کی تمام اجزائے عالم کے ساتھ (تاثیر میں) مثل پھونک مارنے اور الفاظ پڑھنے کے ہے جو ساحروں سے واقع ہوتے ہیں (اس شعر میں ایک تو فعل عبد مذکور فی السابق کو تشبیہ دی گئی ہے فعل حق کے ساتھ اور اسی بناء پر اس کو مثال سوم قرار دیا ہے پہلی دو مثالوں سے اس میں یہ فرق ہے کہ ان میں فاعلیت بالتسبب اور مجازاً ہے اور اس مثال سوم میں فاعلیت بالخالقیہ اور حقیقیۃ ہے اور نفس فاعلیت بلا توقف علی التکلم سب امثلہ میں مشترک ہے اور مشبہ کے ایک طریق میں فاعلیت مجازاً بالتسبب ہے یعنی برکت بلا قصد میں اور ایک طریق میں حقیقۃ بالمباشرۃ ہے یعنی تصرف میں گو بالخالقیہ نہیں یہ کلام تھا تشبیہ فعل عبد بفعل الحق میں پس ایک تو اس شعر میں یہ مذکور ہے اور یہی مقصود مقام نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ اوپر سے توضیح ہے مضمون فاعلیت باطن اہل اللہ کی بلا توقف علی التکلم کی اور اس کے لئے صرف صنع حق کی فاعلیت کا ذکر کافی ہے دوسرے اس لئے بھی مقصود نہیں کہ اس میں تاثیر بواسطہ الفاظ ہے۔ رہا یہ کہ جب صنع حق کو مشبہ بہ بنایا تو پھر اس کو ایسی چیز سے تشبیہ دینا جس میں حروف و الفاظ بھی ہیں جامع تشبیہی کو منہدم کر دے گا تو تشبیہ صحیح نہ ہوگی جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ بتاثیر کلام الساحر صرف سرعت تاثیر کی بناء پر ہے مع قطع النظر عن کونہ بواسطۃ الکلام پس حاصل مقام یہ ہو کہ صنعت حق جو سریع التاثیر ہے مشبہ بہ اور مثال ہے تاثیر اہل الباطن کی خوب سمجھ لو اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ مشبہ آلہ ہوتا ہے تقریر معنے مشبہ کا تو تشبیہ اول میں سوء ادب لازم آتا ہے کہ ذکر افعال حق کو آلہ قرار دیا جاوے بیان فعل عبد کے لئے یا کسی کو شبہ ہو کہ مشبہ بہ اقویٰ ہوتا ہے معنی تشبیہی میں مشبہ سے تو تشبیہ ثانی میں اشکال لازم آتا ہے دونوں کا جواب یہ ہے کہ مدار تشبیہ کا نہ مشبہ بہ کی آلیت پر ہے نہ اس کی اعلائیت پر ہے بلکہ مدار اس کا اشہر واظہر ہونے پر ہے پس فعل عبد مذکور خفی تھا اور تاثیر صنع حق اس فعل سے اظہر و مسلم ہے اور فعل سحر اس تاثیر صنع سے بوجہ مشاہد ہونے فاعل اور فعل کے اشہر اور زیادہ معلوم ہے اس لئے دونوں تشبیہیں موجہ ہو گئیں آگے شعر آئندہ میں تشبیہ اول کے وجہ جامع کی تصریح بغرض توضیح ہے یعنی) جذب حضرت حق کا (جس کو اوپر صنع حق سے تعبیر کیا ہے) آثار اور اسباب سے صدہا باتیں کرتا ہے بدوں حرف اور لب کے (یہ کنایہ ہے کلام سے یعنی بدوں توقف علی الکلام کے اسباب کو بھی پیدا کرتا ہے اور ان اسباب سے آثار کو بھی پیدا کرتا ہے اور گو ایجاد کل اشیاء یا بعض اشیا میں کلمہ کن کا فرمانا بھی عادت ہے لیکن اس پر موقوف تو نہیں اور گو اللہ تعالیٰ اگر کلام بھی فرماویں تب بھی وہ منزہ ہے حروف اور آلات سے مگر یہاں یہ مراد نہیں ہے کہ کلام تو ہے مگر منزہ بلکہ بقرینہ مقام نفس کلام ہی کے واسطہ نہ ہونا مقصود ہے لیکن درجہ تحقق میں نہیں بلکہ درجہ توقف میں جیسا ابھی تقریر کی گئی یہاں تک مقصود مقام کا (کہ توضیح تھی مضمون تاثیر باطن اہل باطن کی قلوب طالبین میں) ختم ہوا آگے مثال اخیر کے متعلق بطور تتمیم فائدہ کے تبعاً ایک مضمون فرماتے ہیں اور وہ مضمون جواب ہے ایک مثال کا جو اس مثال

www.besturdubooks.wordpress.com

اخیر کے متعلق پیدا ہوتا ہے اور یہ سوال بہت مشہور اور فلاسفہ کے منکرین للفاعل المختار کے کلام میں مذکور ہے۔ حاصل سوال یہ ہے کہ تم جو حوادث کو اس شعر میں صنع حق اور جذب حق الخ میں فاعل بالارادہ کی طرف مستند مانتے ہو اور تاثیر الاسباب فی الآثار بالذات کا انکار کرتے ہو یہ عقلاً مستحیل ہے کیونکہ تعلق الارادہ بالحادث اگر قدیم ہے تب تو قدم حادث کا لازم آتا ہے وہ ہذا خلف اور اگر حادث ہے تو اس حادث میں کلام ہوگا پھر ایک تعلق الارادہ کی ضرورت ہوگی اور وہ بھی حادث ہوگا تو اس کے لئے بھی اسی طرح ایک تعلق کی ضرورت ہوگی اسی طرح غیر متناہی سلسلہ چلا جاوے گا اور اگر کسی تعلق کو قدیم کہو گے تو اولاً اس کے معلول کا اور اس کے واسطہ سے اس کے معلول کا اسی طرح تمام سلسلہ حوادث کا قدم لازم آوے گا۔ ہف جب فاعل بالاختیار والارادہ کا قول ثابت نہ ہوا تو فاعل بالاضطرار متعین ہوا جس میں سلسلہ اسباب وآثار کی اور تاثیر صور نوعیہ کے قریب ہونے کی توجیہ حکما ہونے کی ہے اور جواب اس کا اصول متکلمین محققین پر یہ ہے کہ تعلق الارادہ حادث ہے مگر خود اس تعلق کو ایجاد مستقل کی ضرورت نہیں کہ اس کو پیدا کر کے پھر اس کو کسی حادث کے ساتھ لگا دیں بلکہ یہ ایک امر اضافی ہے کسی حادث کے عدم سابق پر وجود لاحق کو باختیار خود ترجیح دے دینا یہی احداث ہے اس تعلق کا تو واقع میں احداث اس حادث کا ہوتا ہے اسی احداث کو تعلق الارادہ سے تعبیر کر دیا جاتا ہے یہ کوئی جدا چیز نہیں ہے پس حادث کا احداث اس تعلق کا بھی احداث ہے یعنی ارادہ سے صرف حادث کو بنایا ہے حادث کو ارادہ سے بنانا اسی کو تعلق ارادہ بحادث اور اسی کو احداث التعلق کہہ دیتے ہیں پس تسلسل لازم نہ آوے گا اور ایک تقریر سوال کی یہ ہے کہ اگر فاعل بالاختیار کے قائل ہو گے تو کیا وجہ کہ ایک وقت تک ایجاد نہ کیا پھر ایجاد کیا پس یا تو اس ترجیح کی کوئی علت ہے یا نہیں اگر علت ہے تو حادث ہے یا قدیم۔ قدیم تو کہہ نہیں سکتے ورنہ ایجاد قدیم ہوتا پس لامحالہ حادث ہے پس اگر وہ بھی صادر عن الاختیار ہے تو اس میں یہی تشقیق ہوگی اور اگر عن الاضطرار ہے تو مذہب اختیار کا باطل ہو گیا اور اگر علت نہیں تو ترجیح بلا مرجح لازم آتی ہے جو کہ محال ہے جواب یہ ہے کہ اس ترجیح کی کوئی علت نہیں اور ترجیح بلا مرجح اس معنی کر مستحیل نہیں بلکہ قائل بالفاعل بالاختیار اس کا التزام کر کے کہے گا کہ ارادہ کی ماہیت یا اس کے لئے لازم ہی ہے ترجیح ماشاء متی شاء جب یہ ترجیح اس کی ذاتی ہے تو سوال عن العلۃ ہی لغو ہے ورنہ تخلل جعل کا ذات اور ذاتیات یا ملزوم ولازم کے درمیان میں لازم آوے گا وہذا محال اور تفصیل وتحقیق ان جوابوں کی توضیح وتلویح کے مقدمات اربعہ میں مذکور ہے من شاء فلیراجع ولیطالع سو اس فاعل مختار کے دعویٰ اور عقیدہ پر جو سوال ہے اگرچہ حسب تقریر مذکور جواب اس کا ممکن اور واقع ہے مگر مولانا جیسا کہ طرز ہے حکماء قلوب کا عام مخاطبین کو کہ زیادہ ان میں غیر طالب حق ہیں جواب دینا پسند نہیں کرتے اور اس سے متکلمین پر شبہ نہ کیا جاوے کہ انہوں نے کیوں جواب دیا اصل یہ ہے کہ ان کا مقصود جواب دینے سے اسکات ہے اہل باطل کا تا کہ وہ عام اہل حق کو شبہ میں ڈال سکیں پس دونوں جماعتوں کے طرز میں کوئی تعارض نہیں باقی یہ کہ مولانا بھی اسی غرض سے جواب دیدیتے اس کا جواب یہ ہے کہ جب ایک جماعت ایک کام سے فارغ ہو چکی پھر اسی کام کو سب کریں اس کی کیا ضرورت ہے اس لئے مولانا اس جواب سے سکوت فرما کر مختصر جواب حسب حال معاندین وضعیف العقول کے اور مقتضائے وقت کے مناسب مشورہ دیتے ہیں کہ) یہ بات تو نہیں کہ تاثیر[۱] (اسباب کی) قدر (یعنے تجویز واختیار حق) سے معزول (اور مجعول) نہیں (جیسا حکما نفی قدر واختیار کی کرتے ہیں مجعول تو ہے) لیکن (یہ ضرور ہے کہ) ان (اسباب[۲]) کی تاثیر اس قدر کے سبب سے (یعنی یہ بات کہ ان اسباب میں تاثیر اس قدر واختیار سے پیدا

---

۱ اشارۃ الی تقدیر المضاف الیہ فی قولہ تاثیر فی المصرع الاول ۱۲ منہ ۲ اشارۃ الی مرجع الضمیر الی المقدر ای المضاف الیہ فی المصرع الاول فی قولہ ازو فی المصرع الثانی ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوئی ہے یہ امر) مدرک بالعقل (العام) نہیں (مگر مستحیل نہیں حاصل جواب یہ کہ حکماء کا اس کو محال کہنا تو غلط ہے چنانچہ اس کے دلیل کے مقدمات کا غلط ہونا اوپر واضح ہو گیا ہے البتہ عامہ عقول کو اس تاثیر اختیار کی کیفیت کا ادراک نہیں ہوتا پس جب تمہاری عقل عامی ہے تو اس کے ادراک کیفیت بالتحقیق کے درپے مت ہو بلکہ محققین کی تقلید کر لو اور یہ سمجھ لو کہ) جب (تمہاری) عقل (خود) اصول میں (یعنی ذات وصفات حق میں کہ اصول ہیں افعال حق کے) مقلد ہے (چنانچہ عوام کو اقامت برہان علی الذات والصفات کی قدرت نہیں محض تقلیداً ہی سے مانتے ہیں تو جب تمہاری عقل اصول میں کہ زیادہ اہم ہیں مقلد ہے) تو اس عقل کو فروع میں بھی (کہ افعال حق ہیں) مقلد جان لو اے فضول (کہ لایعنے شغل یعنی اقامت برہان علی مالا تقدر علیہ میں پڑتا ہے آگے مشورہ دیتے ہیں کہ) اگر (تمہاری) عقل (باتباع وسوسہ وجرات وحماقت تم سے یوں) پوچھے کہ یہ مدعا (یعنی تاثیر بالاختیار فی الاسباب والآثار) کس کیفیت سے ہوگا (یعنی کیفیت پوچھنے لگے) تو (جواب میں) یہ کہہ دینا کہ (وہ مدعا) ایسی کیفیت سے ہے کہ تو نہیں جانتا (جیسا کہ اوپر اس کیفیت کا غیر مدرک بالعقل العامی ہونا مذکور ہوا) والسلام (یا تو مولانا کا مقولہ ہے کہ بس میری نصیحت ختم ہو چکی اب سلام لو اور یا مقولہ مجیب للعقل کا ہے یعنی اے عقل میں مفید جواب دے چکا میرا سلام لے حاصل مشورہ کا یہ ہوا کہ بے ضرورت قیل وقال میں مت پڑو)

فائدہ:۔ آگے رجوع ہے قصہ بلالؓ کی طرف

معاتبہ کردن حضرت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم با صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ ترا وصیت کردم کہ بشرکت من بخر بلال را رضی اللہ عنہ تو چرا بہر خود تنہا خریدی وعذر گفتن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ناراضگی کا اظہار کرنا کہ میں نے تجھ سے کہا تھا کہ بلال رضی اللہ عنہ کو میری شرکت میں خریدنا تو نے صرف اپنے لئے کیوں خریدا؟ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معذرت کرنا

سید کونین و سلطان جہاں	در عتاب آمد زمانے بعد ازاں
دونوں عالم کے سردار اور جہان کے سلطان	عتاب میں آئے تھوڑی دیر تک۔ اس کے بعد
گفت اے صدیق آخر گفتمت	کہ مرا انباز کن در مکرمت
فرمایا کہ اے صدیق آخر میں نے تو تم سے کہہ دیا تھا	کہ مجھ کو بھی شریک۔ کیجیو بزرگی میں
تو چرا تنہا خریدی بہر خویش	باز گو احوال اے پاکیزہ کیش
تم نے تنہا کیوں خریدا اپنے لئے	اپنا حال کہو اے پاکیزہ کیش
گفت ما دو بندگان کوی تو	کردمش آزاد من بر روئے تو
انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو دونوں غلام ہیں آپ کے کوچہ کے	میں نے ان کو آپ کے روبرو آزاد کر دیا
تو مرا میدار بندہ و یار غار	ہیچ آزادی نخواہم زینہار
آپ مجھ کو غلام اور یار غار کر کے رکھیے	کسی وقت آزادی نہ چاہوں گا ہرگز

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ مرا از بندگیت آزادی ست	بے تو بر من محنت و بیداری ست
کیونکہ مجھ کو آپ کی غلامی ہی سے آزادی ہے	بدوں آپ کے مجھ پر محنت اور ستم ہے
اے جہاں را زندہ کردہ ز اصطفا	خاص کردہ عام را خاصہ مرا
اے وہ کہ عالم کو زندہ کر دیا برگزیدگی سے	خاص کر دیا عوام کو خصوص مجھ کو
خوابہا میدید جانم در شباب	کہ سلامم کرد قرص آفتاب
میری روح شباب میں اس قسم کے خواب دیکھا کرتی ہے	کہ مجھ کو قرص آفتاب نے سلام کیا
از زمینم برکشید او بر سما	ہمرہ او گشتہ بودم ز ارتقا
وہ مجھ کو زمین سے آسمان تک کھینچ لے گیا ہے	اس کے ہمراہ چلا جا رہا ہوں اونچے ہو جانے کے سبب
گفتم ایں ماخولیا بود و محال	ہیچ گردد مستحیلے وصف حال
میں نے کہا کہ یہ مالیخولیا اور محال تھا	بھلا کہیں امر محال بھی فی الحال وصف ہو سکتا ہے
چوں ترا دیدم بدیدم خویش را	آفریں آں آئینہ خوش کیش را
جب میں نے آپ کو دیکھا اس وقت اپنے آپ کو بھی دیکھا	آفرین ہے اس آئینہ خوش وصف کے لئے
چوں ترا دیدم محالم حال شد	جان من مستغرق اجلال شد
جب میں نے آپ کو دیکھا تو وہ محال میرا وصف ہو گیا	اور میری روح غرق اجلال ہو گئی
چوں ترا دیدم خودا اے روح البلاد	مہر ایں خورشید از چشمم فتاد
جب میں نے آپ کو دیکھا اے روح البلاد	اس آفتاب کی وقعت میری نگاہ سے ساقط ہو گئی
گشت عالی ہمت از تو چشم من	جز بخواری ننگرد اندر زمن
آپ کی برکت سے میری نگاہ عالی ہمت ہو گئی	بجز بے قدری کے زمانہ کے اندر نظر نہیں کرتی
نور جستم خود بدیدم نور نور	حور جستم خود بدیدم رشک حور
میں نور کی تلاش کرتا تھا سو میں نے خود نور النور کو دیکھ لیا	میں حور کی تلاش کرتا تھا سو میں نے خود رشک حور کو دیکھ لیا
یوسفے جستم لطیف و سیمتن	یوسفستانے بدیدم در تو من
میں ایک یوسف کو تلاش کرتا تھا جو لطیف اور سیمتن ہو	میں نے آپ کے اندر ایک یوسفستان دیکھا
در پئے جنت بدم در جستجو	جنتے بنمود از ہر جزو تو
میں جنت کے درپے تھا تلاش میں	آپ کے ہر جزو سے ایک جنت نمایاں ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست ایں نسبت بمن مدح وثنا	ہست ایں نسبت بتو قدح وہجا
یہ میرے اعتبار سے مدح و ثنا ہے	آپ کے اعتبار سے یہ عیب و ہجو ہے
ہمچو مدح مرد چوپان سلیم	مر خدارا پیش موسیٰ کلیم
جیسی اس مرد راعی سادہ لوح کی مدح تھی	حق تعالیٰ کی نسبت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے روبرو
کہ بجویم اشپشت شیرت دہم	چارقت دوزم من و پیشت نہم
کہ میں تیرے جوئیں ڈھونڈوں گا تجھ کو دودھ دوں گا	تیرا کفش سیوں گا اور تیرے سامنے رکھ دوں گا
قدح اورا حق بمدحے برگرفت	گر تو ہم رحمت کنی نبود شگفت
اس کی اس منقصت کو حق تعالیٰ نے مدح میں لے لیا	اگر آپ بھی رحمت فرماویں تو تعجب نہیں ہے
رحم فرما بر قصور فہمہا	اے ورای عقلہا و وہمہا
آپ رحم فرمایئے افہام کی کوتاہی پر	اے وہ حضرت کہ عقول اور اوہام سے آگے ہیں

دونوں عالم کے سردار اور جہان کے سلطان (صلی اللہ علیہ وسلم محبوبانہ) عتاب میں آئے تھوڑی دیر تک (اور) اس کے بعد فرمایا کہ اے صدیق آخر میں نے تو تم سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو بھی (اس) بزرگی (یعنی عمل نیک) میں (کہ اشتراء بلال ہے) شریک کیجیو تم نے تنہا کیوں خریدا اپنے لئے (یہ بات حضرت صدیقؓ کی بیان سے معلوم ہوئی ہوگی کہ انہوں نے کل کو اصالۃً خریدا ہے نصف کو وکالۃً نہیں خریدا) اپنا حال (اس عدم اشتراء بالاشتراک کے متعلق) کہو اے پاکیزہ کیش (تاکہ اس کی مصلحت اور تمہارا عذر معلوم ہونے سے شکایت رفع ہو جاوے) انہوں نے عرض کیا کہ ہم تو دونوں غلام ہیں آپ کے کوچہ کے (اور شرکت میں خریدنے سے صورۃً آپ اور میں مالک ہوتے اور یہ غلام ہوتے حالانکہ حقیقت باطنیہ کے اعتبار سے میں بھی غلام ہوں تو غلام ہو کر آپ کا شریک ہونا موہم تھا مساوات کا یہ تو عذر ہے عدم شرکت کا پھر میں یہ سمجھا کہ اصل مقصود حضور کا ان کے اشتراء سے انکا آزاد کرنا ہے سو یہ مقصود اس طرح حاصل ہو گئی کہ) میں نے ان کو آپ کے روبرو آزاد کر دیا (اور ایک مقصود اشتراء سے گو آپ کو یہ مقصود نہ ہو مگر درجہ امکان میں استخدام ہو سکتا ہے تو اس استخدام کے لئے) آپ مجھ کو غلام اور یار غار (یعنی رفیق صادق کنایۃً کذانی الغیاث) کر کے رکھیے (اور غلام بھی اس درجہ کا کہ) کسی وقت آزادی نہ چاہوں گا ہرگز کیونکہ مجھ کو آپ کی غلامی ہی سے آزادی (کا شرف حاصل) ہے۔ بدوں آپ (کی خدمت) کے مجھ پر محنت اور ستم ہے (یعنی اگر کوئی مجھ کو آپ کی خدمت سے جبراً روکے تو مجھ پر ظلم کرے اور بیدادی بمعنے ظلم موافق قیاس کے ہے کیونکہ داد بمعنی انصاف ہے تو بیداد قیاس کی رو سے بمعنی بے انصاف وظالم کے ہونا چاہئے لیکن قیاس بیداد بمعنے ظلم آتا ہے کذانی الغیاث سو یہاں اسی قیاس کے موافق استعمال کیا گیا آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی منت اور فضائل اور اپنی تقصیر احصاء ثناء سے عرض کرتے ہیں کہ) اے (حضرت) کہ جنہوں نے ایک عالم کو زندہ کر دیا برگزیدگی سے (یعنی عالم کے آحاد کثیرہ کو دولت اصطفا سے مشرف فرمایا پس عالم سے مراد جماعت کثیرہ نہ کہ تمام عالم احقر نے ترجمہ میں لفظ ایک بڑھا کر اس کی طرف اشارہ کر دیا اور) خاص کر دیا (بہت سے) عوام کو (اور) خصوص مجھ کو (اس میں اشارہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف بھی ہوسکتا ہے کہ ایک مقصود اشتراء بلالؓ سے ثواب واجر ہوسکتا ہے تو آپ کے پاس ثواب کا بہت ساذخیرہ ہے کہ خلق کی اصلاح وتکمیل فرماتے ہیں۔ رہا یہ کہ ذخیرہ کثیرہ کے بعد بھی حاجت ثواب خاص کی رہتی ہے سو وہ ثواب خاص خود اشتراء کی نیت سے حاصل ہوگیا۔ رہا یہ شبہ کہ نیت کا ثواب نفس عمل کے برابر نہ ہوتا ہو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کمی نہ ہو جیسا حدیث میں ہے کہ صلوٰۃ قاعدا کا اجر نصف ہے صلوٰۃ قائما کا مگر حضور کو برابر ملتا ہے۔ اس شعر میں تو بیان تمامت کا آگے فضائل مذکور ہیں یعنی) میری روح شباب میں اس قسم کے خواب دیکھا کرتی تھی کہ مجھ کو قرص آفتاب نے سلام کیا ہے (اور) وہ مجھ کو زمین سے آسمان پر کھینچ لے گیا ہے (اور) میں اس کے ہمراہ چلا جارہا ہوں اونچے ہو جانے کے سبب (یہ خواب دیکھ کر) میں نے (دل میں) کہا کہ یہ (خواب جو میں نے دیکھا تھا) مالیخولیا (یعنی فساد دماغ) اور (ایک امر) محال تھا (یعنی محال عادی جس کا وقوع کبھی نہ ہو اور یہ خواب مطابق واقع کے نہیں کیونکہ) بھلا کہیں امر محال بھی (گو محال عادی ہی ہو واقع ہو کر) فی الحال (کسی کا) وصف ہوسکتا ہے (جب یہ نہیں تو بس یہ خلل دماغ ہے اور محال عادی پر عدم وقوع کے حکم سے خوارق میں کوئی شبہ نہ کرے کیونکہ یہاں محال عادی سے مراد وہ ہے جس کا کبھی وقوع نہ ہو سو جو امر واقع ہو جاوے گا وقوع کے وقت کہیں گے کہ اس کو غلطی سے محال عادی سمجھا تھا پس کسی ممکن عقلی پر کسی وقت بھی اس کا حکم کرنا یقینی صحیح نہیں ہوسکتا جب تک کہ کسی دوسری مستقل دلیل سے تیقن انتفاء وقوع کا نہ ہو مثلاً شرعی سے ثابت ہوگیا کہ مغفرت کافر کی نہ ہوگی تو اس ممکن عقلی کو بالیقین محال عادی کہہ دیں گے اور جہاں ایسی مستقل دلیل نہ ہو وہاں استحالہ کا حکم یقینی صحیح نہ ہوگا چنانچہ خود اس مرئی فی المنام پر باعتبار حقیقت تعبیر یہ کیا اس حکم استحصالہ کا غلط ہونا آخیر میں ثابت ہوا اور ظاہری حقیقت پر بھی کسی وقت استحصالہ کا حکم یقینی صحیح نہیں اور شعر ہذا میں جو محال کہا گیا ہے اس کی صحت لازم نہیں کیونکہ یہ حکایت ہے قبل اسلام کی تو اس وقت ایسی غلطی مستبعد نہیں فافہم بہر حال میں اس خواب کو غلط سمجھتا تھا مگر) جب میں نے آپ کو دیکھا (اس وقت) اپنے آپ کو بھی دیکھا (اور معلوم ہوا کہ الحمد للہ کہ سلام شمس وارتقاء فوق السماء کی مجھ میں قابلیت ہے اور وہ خواب صحیح ہو سکتے ہیں پہلے مجھ کو اپنی حقیقت معلوم نہ تھی اس لئے ان امور کو محال سمجھتا تھا اور جب اپنی حقیقت آپ کے ذریعہ سے مجھ کو معلوم ہوئی تو آپ کی مثال آئینہ کی سی ہوئی سو) آفرین ہے اس آئینہ خوش وصف کے لئے (اس میں التفات ہے خطاب سے غیبت کی طرف اور کیش سے مراد وصف ہے مجازاً اطلاقاً للخاص علی العام اور صرف اعتقاد استحالہ ہی مبدل بامکان نہیں ہوا بلکہ امکان سے متجاوز ہو کر وقوع کا مشاہدہ ہوگیا چنانچہ) جب میں نے آپ کو دیکھا تو وہ محال میرا وصف (ثابت فی الحال) ہوگیا (یعنی سلام شمس وارتقاء فوق السماء کا مشاہدہ بھی کر لیا اس طرح سے کہ وہ آفتاب آپ ہیں اور وہ سلام آپ کی توجہ اور سلامت بخشی از غلط روی ہے اور وہ ارتقاء فوز باسلام ہے اور آپ کی برکت سے) میری روح غرق اجلال ہوگئی (یعنی حضرت حق کے اوصاف جلیلہ کے مراقبہ میں مستغرق ہوگئی اور دوسرے دلائل سے یہ بھی ثابت ہے کہ صورۃ مرئی فی المنام پر جو استحالہ عادیہ کا یقینی حکم لگایا تھا اس کی بھی اصلاح ہوگئی کہ علوم وانوار اسلام سے سب حقائق ضرور یہ صحیح طور پر منکشف ہو جاتے ہیں اور ممکنات غیر واقعہ کے وقوع وعدم وقوع دونوں کا محتمل ہونا واضح ہو جاتا ہے اور چونکہ شعر بالا سے آپ کی تشبیہ آفتاب کے ساتھ مفہوم ہوتی ہے جیسا کہ اس کی شرح میں اس کی تقریر گزری ہے بقولہ اس طرح سے کہ وہ آفتاب الخ اور یہ موہم ہے آفتاب کی مماثلت کو اس لئے آگے رفع ایہام کے لئے کہتے ہیں کہ) جب میں نے آپ کو دیکھا اے روح البلاد (چونکہ حسب ارشاد وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین عالم کا بقاء آپ ہی کی برکت سے ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کو روح سے تشبیہ دی کہ اس سے بقاء ہے حیات بدن کا تو آپ کو دیکھ کر) اس آفتاب (ظاہری) کی وقعت میری نگاہ سے ساقط ہوگئی (تو اس آفتاب کی آپ کے سامنے کیا حقیقت ہے جو مماثلت و مساوات کا احتمال ہو اور نہ تشبیہ سے یہ مقصود ہے مناسبت من وجہ کافی ہے اور اسی مناسبت کی بناء پر خواب اس شکل سے نظر آیا اور مہر اصل میں بمعنے محبت ہے مگر محبت مستلزم ہے وقعت کو اس لئے بقرینہ مقام مجازاً وقعت کے معنی لئے گئے آگے کہتے ہیں کہ صرف ایک آفتاب ہی کم وقعت نہیں ہوا بلکہ آپ کو دیکھنے کے بعد) آپ کی برکت سے میری نگاہ (بہت ہی) عالی ہمت ہوگئی (اس لئے) بجز بے قدری کے زمانہ کے اندر نظر نہیں کرتی (یعنی آپ کے سامنے آفتاب اور تمام عالم کم نظر آتا ہے اور ظاہر بھی ہے کہ آپ سب سے بہت افضل ہیں پس یہ دیکھنا مطابق واقع کے ہے پس خواری سے مراد یہ ہے نہ کہ تحقیر کہ ناشی ہے تکبر سے جس کے بعض افراد ایمان سے بھی خارج ہیں اور لفظ زمن بمعنے آسمان بھی مستعمل ہوتا ہے جبکہ زمین کے مقابلہ میں واقع ہو سو اگر یہاں اس قید سے توسع کر کے بمعنی آسمان لینا صحیح ہو بنا بر اس کے کہ حکماء کے نزدیک زمانہ نام ہے حرکت فلک الافلاک کا پس مسبب بول کر سبب مراد لیا جاوے تو شعر سابق کے بہت مناسب ہوگا کہ وہاں تفضیل علی الشمس تھی یہاں تفضیل علی السماء ہے اور اس خواب میں بھی شمس اور سماء دونوں کا ذکر تھا اس کی مناسبت سے یہ معنے ہوں گے کہ آپ کو اور آپ کے طریق یعنی اسلام کو دیکھنے کے بعد اس آفتاب اور اس سماء کی وقعت نہیں رہی گو خواب میں آپ کو آفتاب اور اسلام کو آسمان سے تشبیہ دی گئی اور ایک نسخہ میں زمن کی جگہ چمن ہے بمعنے رونق دنیا اس پر کوئی نہ معنوی اشکال ہے جیسا زمن بمعنی عالم میں تھا جس کو میں نے اس قول میں رفع کر دیا پس خواری سے مراد لغ اور نہ لفظ اشکال ہے جیسا بمعنے آسمان لینے میں محتمل ہے کہ یہاں زمین کے مقابل استعمال نہیں کیا گیا اور آپ کو دیکھنے کے بعد زینت دنیا کا حقیر ہو جانا ظاہر ہی ہے یہاں تک تفضیل تھی آپ کی آفتاب اور زمانہ یا فلک اور چمن پر اور یہ سب اجزاء عالم شہادت کے ہیں آگے بطور ترقی کے تفضیل ہے آپ کی عالم غیب کے اجزاء پر یعنی) میں نور کی تلاش کرتا تھا سو میں نے (آپ کو دیکھا تو) خود نور النور کو دیکھ لیا (اور) میں حور کی تلاش کرتا تھا سو میں نے خود رشک حور کو دیکھ لیا (نور ہر چند کہ عام ہے) انوار ناسوت و ملکوت کو لیکن اصل عالم نور ملکوت ہی ہے کہ اس میں ملائکہ کا اصل مقام ہے جس کی نسبت حدیث میں ہے خلقوا من نور او کما قال پس مطلق کا کامل پر محمول کرنا زیادہ مناسب ہے خاص کر اس کا اقتران حور کے ساتھ بھی اس کا قرینہ ہو سکتا ہے یعنی قبل آپ کے دیکھنے کے کبھی اہل ادیان سماویہ سے ملائکہ و حور کا ذکر سن کر ان کے قرب کا مشتاق ہوتا تھا مگر آپ اس نور کے بھی نور ہیں اور حور سے بھی افضل ہیں چنانچہ آپ کا مبداء الانوار ہونا آپ کی اولیت نور سے اور آپ کا افضل الخلق ہونا جس میں حور بھی ہے ظاہر اور ثابت ہے اور چونکہ عالم غیب افضل ہے عالم شہادت سے اس تفضیل کا تفضیل سابق سے اعلیٰ ہونا ظاہر ہے آگے بھی عالم غیب کے متعلق مضمون کا تتمہ ہے یعنی) میں ایک یوسف کو تلاش کیا کرتا تھا جو لطیف اور سیمتن ہو (مگر میں نے آپ کے اندر ایک یوسفستان (یعنی محل اجتماع یوسف ہائے کثیر) دیکھا (چونکہ میں اس شعر کو تتمہ مضمون متعلق عالم غیب کے سمجھا ہوں اس لئے اس بناء پر یہ معنی ہوں گے کہ میں اہل ادیان سماویہ سے نجات آخرت کا عقائد و اعمال پر موقوف ہونا سن کر ہادی کی تلاش میں تھا جو باعتبار حسن باطنی کے یوسف سے تعبیر کیا گیا سو میں نے آپ کو تمام ہادیان برحق کے اوصاف کمال و تکمیل کا جامع پایا اسی جامعیت کو یوسفستان سے تعبیر کیا گیا اور چونکہ ہادی ہونا موقوف ہے اتصال عالم غیب پر۔ نیز اس پر فیوض عالم غیب سے وارد ہوتے ہیں جن سے وہ ہدایت کرتا ہے نیز ہدایت اس کی عالم غیب کی تحصیل کی طرف ہے ان وجوہ سے وہ ہادی من

www.besturdubooks.wordpress.com

حیث ہادی اشیاء عالم غیب سے ہے خصوص جبکہ یہ بھی دیکھا جاوے کہ ہادی حقیقت میں روح ہے اور روح عالم غیب سے ہے اور اس میں خود اجزائے عالم غیب مذکورۃ فی الشعر السابق علیہ سے بھی اس لئے ترقی ہے کہ انبیاء افضل ہیں ملائکہ وحور سے پس معنے یہ ہوں گے کہ آپ ملائکہ وحور سے تو کیوں نہ افضل ہوتے خود انبیاء سے بھی افضل ہیں آگے بھی تتمہ ہے اسی مضمون کا بعنوان دیگر یعنے) میں جنت کے در پے تھا (اس کی) تلاش میں (مگر مجھ کو) آپ کے ہر جزو سے ایک جنت نمایاں ہوئی (چونکہ جو چیز کسی کے ہر جزو سے نمایاں ہو وہ ظاہر ہے کہ اس کے تابع ہوتی ہے اس لئے یہ کنایہ ہے اس سے کہ جنت آپ کے تابع ہے اور مراد اس سے بتقدیر مضاف دخول جنت کا تابع ہونا ہے اور چونکہ یہ حکم شعر ہذا میں کسی قید کے ساتھ مقید نہیں اس لئے اپنے اطلاق سے عام ہوگا تمام داخلین جنت کو جن میں انبیاء علیہم السلام بھی داخل ہیں پس وہ بھی دخول جنت میں آپ کے تابع ہوئے چنانچہ حدیث میں بھی ہے کہ سب سے اول میں ہی جنت کا دروازہ کھلواؤں گا پس اس سے حضور کی تفصیل تمام انبیاء پر ثابت ہوئی اور یہی مضمون سابق میں بھی تھا صرف عنوان دوسرا ہے آگے فضائل کے بعد اپنی تقصیر احصائے ثنا سے ذکر کرتے ہیں جیسا شعر ((اے جہان راز ندہ کردہ الخ کی تمہید میں وجہ ربط میں ذکر کیا گیا ہے پس فرماتے ہیں کہ) یہ (سب) میرے اعتبار سے مدح وثنا ہے (لیکن) آپ کے اعتبار سے یہ عیب وہجو ہے (کیونکہ آپ کے کمالات اس سے بہت زیادہ ہیں مگر میرے علوم اتنے ہی ہیں) جیسی اس مرد راعی سادہ لوح کی مدح تھی حق تعالیٰ کی نسبت موسیٰ کلیم علیہ السلام کے روبرو کہ (اے اللہ) میں تیری جوئیں ڈھونڈوں گا (اور) تجھ کو دودھ دوں گا (اور) تیرا کفش سیوں گا اور تیرے سامنے رکھ دوں گا (معاذ اللہ مگر) اس کی اس منقصت کو اللہ تعالیٰ نے مدح میں لے لیا (جیسا دفتر دوم میں مذکور ہے سو اسی طرح) اگر آپ بھی رحمت فرمادیں اور اس مدح ناتمام کو قبول کرلیں) تو تعجب نہیں ہے آپ رحم فرمایئے (ہمارے) افہام کی کوتاہی پر اے (حضرت) کہ عقول اور اوہام سے آگے (متجاوز) ہیں (یعنے نہ مدرک کلیات کہ عقل ہے آپ کے کمالات کا ادراک کرسکتی ہے اور نہ مدرک جزئیات کہ وہم ہے)

فائدہ:۔ شیش بہر دو شین معجمہ وپیش بسین اول مہملہ وثانی معجمہ ہر دو لغت بضم حرفین اولین وبزیادت ہمزہ در اول نیز بمعنے جوں کذافی الغیاث وغیرہ یہاں تک حضرت صدیقؓ کی لسان سے حضورؐ کے وہ فیوض مذکور تھے جو ان پر فائض ہوئے۔ آگے بطور انتقال کے مولاناؒ کا مقولہ ہے جس میں آپ کے فیوض کا عام ہونا تمام امت کے لئے مذکور ہے۔

ایھا العشاق اقبال جدید	از جہان کہنہؑ نو در رسید
اے عاشقو ایک اقبال جدید آیا ہے	ایک عالم کہنہ سے تازہ پہنچا ہے
زاں جہاں کو چارۂ بیچارہ جوست	صد ہزاراں نادرہ عالم و روست
ایسے عالم سے کہ وہ چارہ جو بیچارہ کا ہے	لاکھوں نادرات عالم کے اس میں ہیں
ابشروا یا قوم ازجاء الفرج	افرحوا یا قوم قد زال الحرج
خوش ہو جاؤ اے قوم کیونکہ کشائش آ گئی	خوش ہو جاؤ اے قوم تنگی زائل ہو گئی تھی
آفتابے رفت درکازہ ہلال	در تقاضا کہ ارحنا یا بلالؓ
ایک آفتاب گیا ہے ہلالؓ کے جھونپڑے میں	تقاضے میں ہے کہ اے بلالؓ ہم کو راحت دے

www.besturdubooks.wordpress.com

زیر لب میگفتی از بیم عدو	برمنارہ روبگو کوری او
تم زیر لب کہا کرتے تھے خوف دشمن سے	منارہ پر جاؤ کہو اس کی آنکھیں پھوٹیں
میدمد درگوش ہر غمگیں بشیر	خیز اے مدبرره اقبال گیر
بشیر یعنی آپ ہر غمگین کے کان میں پھونکتے ہیں	اٹھ اے ادبار والے اقبال کا راستہ اختیار کر
اے دریں حبس و دریں گندہ و شپش	ہیں کہ تا کس نشنود زشتی خمش
اے شخص کہ اس حبس اور اس گندگی اور جوؤں میں مبتلا ہے	ہائیں تاکہ کوئی سن نہ لے تو زشت ہے خاموش ہو جا
چوں کنی خامش کنوں اے یار من	کز بن ہر مو بر آمد طبل زن
آپ خاموشی اب کس طرح کیجئے گا اے میرے محبوب	اس لئے کہ ہر بن موسے تو طبل زن ظاہر ہو چکا ہے
آنچناں کر شد عدو رشک خو	گویدایں چندیں دہل را بانگ کو
مخالف حسد طینت ایسا بہرا ہوا ہے	کہ اس قدر دہل کو بھی پوچھتا ہے کہ آواز کہاں ہے
میزند بر روش ریحاں کہ طریست	اوز کوری گویدایں آسیب چیست
اس کے منہ پر کوئی پھول مارتا ہے جو کہ تازہ ہے	وہ اندھے ہونے کے سبب کہتا ہے کہ یہ تکلیف کیا ہے
می شکنجد حور و دستش میکشد	کور حیراں کز چہ دردم میکند
حور چٹکی لیتی ہے اور اس کا ہاتھ کھینچتی ہے	اندھا حیران ہے کہ کس وجہ سے مجھ کو تکلیف دے رہی ہے
ایں کشاکش چیست بر دست و تنم	خفتہ ام بگزار تا خوابے کنم
یہ کھینچا تانی میرے ہاتھ اور بدن پر کیا ہو رہی ہے	میں تو سو رہا تھا چھوڑ دے تاکہ میں سو رہوں
آنکہ در خوابش ہمی جوئی ویست	چشم بکشا کاں مہ نیکو پے ست
جس کو تو خواب میں تلاش کرتا ہے وہی ہے	آنکھ تو کھول کہ وہی ماہ مبارک قدم ہے
زاں بلاہا بر عزیزاں بیش بود	کاں تجمش یار با خوباں نمود
اس سبب سے بلیات مقبولین پر زیادہ ہوتی ہیں	کہ یہ چھیڑ چھاڑ محبوب نے اہل حسن سے کی ہے
لاغ با خوباں کند در ہر رہے	نیز کوراں را بشوراند گہے
وہ چھیڑ چھاڑ اہل حسن سے ہر راہ میں کیا کرتا ہے	کبھی اندھوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے
خویش را یکدم بدیں کوراں دہد	تا غریو از کوئی کوراں برجہد
اپنے کو کسی وقت ان اندھوں کے ہاتھ میں بھی دے دیتا ہے	تاکہ اندھوں کے محلہ سے شور و غل بلند ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

(بیان ہے آپ کے فیض کے عموم کا تمام امت کو جیسا اوپر مذکور ہوا پھر خواہ اس فیض کو کوئی قبول کرے جیسا امت اجابت نے کیا یا نہ کرے جیسا امت دعوت کا حال ہے یعنی) اے عاشقوں ایک اقبال جدید آیا ہے (فجاء مقدر بقرینۃ القام مراد اس سے فیض محمدیؐ ہے کہ اس کا نظیر اس کے قبل نہ آیا تھا اس لئے جدید کہا گیا اور اس خطاب ایہا العشاق سے اور خطاب آئندہ یا قوم سے عموم اس فیض کا مفہوم ہوا کیونکہ خطاب بشارت ان ہی کو عادۃً ہوتا ہے جن کی حالت مقتضی بشارت کو ہو پس جب خطاب عام ہے تو اس اقبال کا سب کے لئے آنا بھی عام ہوگا اور وہ اقبال) ایک عالم کہنہ سے تازہ پہنچا ہے (عالم کہنہ سے مراد عالم ملکوت ہے اس کا کہنہ ہونا ظاہر ہے حدوثاً بھی اور گو ظاہراً اس میں ارض وارضیات بھی شریک ہیں کیونکہ یہ بھی آسمان کے قریب ہی پیدا ہوئی ہے مگر خود آدمی جو کہ بوجہ مورد فیض مذکور کے ہونے کے مقصود بالحکم ہے سب انواع ارضیہ کے بعد پیدا ہوا ہے تو حدوث اس کا بہت متاخر ہے اس لئے ملکوت حدوث میں بھی اس سے اقدام ہوا اور بقاء بھی اس لئے کہ ملکوت میں تغیر نہیں ہے یا کم ہے اور ارضیات کا تغیر بہت زیادہ ہے اور عدم تغیر یا قلت تغیر حکم بقاء کے صادق آنے میں احق اور اولی ہے اور اس فیض کا ملکوت سے آنا اس طرح ہے کہ آپ پر وحی جو کہ آپ سے دوسروں کو پہنچ کر فیضیاب کرتی ہے عالم غیب سے آتی ہے جو اصل ہے تمام فیوض کی اور دوسرے مصرعہ میں جواز جہان آیا ہے آگے اس سے بدل واقع ہوا ہے زاں جہان الخ یعنی وہ اقبال) ایسے عالم سے (آیا ہے) کہ وہ چارہ جو بیچارہ کا ہے (گو مراد بے خبر سے زیادہ کون بیچارہ ہوگا کہ متعرض ہے بلائے بے درمان وعذاب کے لئے اس فیض سے اس کی دستگیری ہوتی ہے اس فیض کے اعتبار سے اس عالم کو بھی چارہ جو کہہ دیا کہ وہ معدن ومنبع ہے اس فیض کا اور وہ عالم ایسا ہے کہ) لاکھوں نادرات (وعجائب) عالم (کائنات) کے اس میں (موجود) ہیں (عالم کائنات سے مراد عام ہے کہ شامل ہے غیب وشہادت یعنی ملکوت وناسوت کو یہ ترقی ہے اس عالم کے وصف میں کہ ایک چارہ جوئے بیچارہ ہی کیا ہے اس میں لاکھوں اوصاف عجیبہ ہیں حتیٰ کہ اس کا ایک فیض جو کہ وحی قرآنی ہے اس کے باب میں حدیث ہے لا تنقضی عجائبہ تو مجموعہ عالم کس قدر عجائب کو شامل ہوگا حتیٰ کہ اس کے کائنات کے عجائب ہونے ہی کے سبب بہت سے اہل بدعت ان کائنات کے منکر ہو گئے جیسے وزن اعمال وعبور صراط اور خود وجود ملائکہ وحور ونعمائے جنت ومثل ذلک آگے تفریع ہے اس اقبال جدید کی آمد پر جو کہ بواسطہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پہنچا جس کا حاصل اظہار سرور ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد مبارک یعنی) خوش ہو جاؤ اے قوم (یعنی تمام امت محمدیہ) کیونکہ کشائش (اور آسائش) آگئی (یعنی سب کشائش کا آ گیا کہ ذات نبویؐ ہے اور) خوش ہو جاؤ اے قوم تحقیق زائل ہوگئی تنگی (یعنی مصیبت دور ہونے کا سامان آیا کیونکہ آپ کا اتباع دافع ہے ہر کلفت وعقوبت کا آگے آپ کے افاضہ کا طریق اولاً خاص کے لئے آفتاب الخ میں اور پھر عام کے لئے مید مد در گوش ہر غمگین الخ میں بتلاتے ہیں کہ) ایک آفتاب گیا ہے ہلال کے جھونپڑے میں (اور وہ آفتاب اس) تقاضے میں (بھی) ہے کہ اے بلال ہم کو راحت دے (اس میں اشارہ ہے دو قصوں کی طرف ایک قصہ ہلال کا جو آگے آتا ہے کہ حضور ان ہلال کی عیادت کو اصطبل میں تشریف لے گئے تھے اس مقام کے دو شعر یہ ہیں۔

مصطفےٰ بہر ہلالؓ باشرف	رفت از بہر عیادت آن طرف
رفت پیغمبرؐ رغبت بہر او	اندر آخر آمد اندر جستجو

دوسرا قصہ بلال کا کہ حدیث میں ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تھا کہ ارحنا یا بلال یعنی اذان دے کر

www.besturdubooks.wordpress.com

نماز سے فارغ ہو جاؤ کہ قلب کو راحت ہو کہ حق تعالیٰ کا فریضہ ادا ہو گیا۔ پس مصرعہ ثانیہ قید اور حال نہیں مصرعہ اول کا کہ رفت در حالت تقاضا جیسا کہ ظاہراً شبہ ہوتا ہے بلکہ جملہ مستقلہ ہے بتقدیر مبتداء وحذف رابطہ ذکر خبر یعنی آن ذات پاک در تقاضا ہست الخ جیسا کہ احقر نے اس کے ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے مطلب دونوں جملوں کا یہ ہے کہ آپ ایسے فیض رسان ہیں کہ اپنے خادموں پر ہر طرح کی نوازش فرماتے ہیں چنانچہ ظاہری مرض میں بھی دستگیری فرماتے ہیں کہ ہلال کی عیادت فرمائی اور باطنی مرض میں بھی چارہ جوئی فرماتے ہیں کہ بلالؓ کو ثواب حاصل کرنے طریق بتلایا جو کفارہ ہوتا ہے سیئات کا اور مشترک طور پر یہ دلیل ہے آپ کی کمال شفقت وتوجہ کی اور یہ اصل ہے فیوض وبرکات کی حاصل یہ ہوا کہ آپ کے افاضہ کا طریق یہی نہیں کہ آپ کی طرف کوئی توجہ کرے تو آپ متوجہ ہوں بلکہ خود بھی تعاہد وتوجہ فرماتے ہیں اور ایسے شیوخ کا بہت زیادہ فیض ہوتا ہے اور آفتاب اور بلال کا تقابل معنی لغوی کے اعتبار سے لطافت لفظیہ شعریہ کو بڑھاتا ہے۔ آگے تتمہ ہے خطاب نبوی ارحنا کا بلالؓ کے لئے کہ اے بلال) تم (ابتدائے اسلام میں خدا کا نام بعض اوقات بمصلحت) زیر لب کہا کرتے تھے خوف دشمن سے (اور اب) منارہ پر جاؤ (اور بضمن اذان خدا کا نام اعلان کے ساتھ) کہو (گو حسد سے) اس کی آنکھیں پھوٹیں (تم اس کی کچھ پروانہ کرو کہ کسی کو ناگوار ہوگا یہ ایسا جملہ ہے جیسے بولتے ہیں وان رغم انفہ اور میں نے جو تقریر ترجمہ کی ہے اس سے دو شبہے دور ہو گئے ایک یہ کہ ابتدائے اسلام میں یعنی قبل ہجرت اذان کہاں تھی جس کو حضرت بلالؓ خفیۃً کہتے تھے اس کا جواب اس لفظ سے ہو گیا کہ ابتدائے اسلام خدا کا نام۔ باقی یہ کہ پھر بر منارہ رو بگو اس کا خاص طور پر مقابل کیا ہوا کیونکہ منارہ پر تو اذان ہوتی تھی اور سیاق سے خاص تقابل کا مقصود ہونا ظاہر ہوتا ہے کہ محمول تو دونوں جگہ ایک ہو صرف اعلان وخفیہ کا تقابل ہو تو مصرعہ ثانیہ کے ترجمہ میں میرے اس لفظ سے کہ بضمن اذان خدا کا نام الخ یہ حل ہو گیا یعنی دونوں جگہ مقول خدا کا نام ہے اول جگہ بغیر اذان دوسری جگہ بضمن اذان دوسرا شبہ یہ کہ حضرت بلالؓ تو ابتدائے اسلام میں بھی نام حق کا اخفاء نہ کرتے تھے پھر زیر لب کے کیا معنے جواب اس کا میرے اس قول سے کہ بعض اوقات بمصلحت الخ ہو گیا کیونکہ جو قصہ اوپر احد احد کہنے کا اور ایذا اٹھانے کا مذکور ہوا ہے وہ اس وقت کا تھا جبکہ اس کا اثر ان ہی کی ذات پر تھا کہ وہ اس کو سہتے تھے پھر جب وہ مجمع میں آگئے اور کسی وقت اظہار سے مجمع پر یا کسی اسلامی مصلحت پر ضرر پہنچے اس وقت اخفاء ہی افضل ہے چنانچہ حضرات صحابہؓ نے بہت بڑے بڑے کام حروب وغیرہ میں اس اخفاء وکتمان وتوریہ سے لئے ہیں کعب بن اشرف کا قتل اور غزوۂ احزاب میں کفار میں باہم تفریق ڈالنا وغیر ذلک کمالا یخفی علی مطالع الحدیث تو ایسے وقت میں حضرت بلالؓ نے بھی اخفاء کیا ہوگا پس اشکال جاتا رہا۔ باقی یہ کہ پھر از بیم عدو کے کیا معنی اس کی علت تو خوف نہ ہوا بلکہ مصلحت ہوئی تو بات یہ ہے کہ خود اس مصلحت کی رعایت کا سبب بھی تو وہی بیم عدو ہے کہ اسلام کو ضرر پہنچا دے گا گو خود ایک شخص کو اپنی ذات کی ضرر کا اندیشہ نہ ہو اب سب شبہات دور ہو گئے اور ان دو شعر میں طریق افاضہ کا خاص کے لئے یعنی مثلاً بلال وہلالؓ کے لئے مذکور تھا آگے طریق افاضہ کا عام کے لئے مذکور ہے جیسا میں نے ان دو شعر کی تمہید میں بھی لکھ دیا ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ آپ کا افاضہ ان ہی دو کے ساتھ خاص نہیں بلکہ) بشیر یعنی آپ ہر غمگین کے کان میں پھونکتے ہیں (کہ) اٹھ اے ادبار والے (اور) اقبال کا راستہ اختیار کرے۔ اے شخص کہ اس محبس اور اس گندگی اور جوؤں میں مبتلا ہے (غمگین سے مراد یا تو وہ شخص جو راہ حق طلب کر رہا تھا اور نہ ملنے سے غمگین تھا اور یہی راہ نہ ملنا ادبار تھا پس اس کو غمگین کہنا باعتبار حال کے ہے اور مدبر کہنا باعتبار ماضی کے پس اس کو یہ خطاب ہوگا کہ اے طالب لے وہ اپنا مطلوب راستہ میری بدولت دیکھ لے اور اختیار کر لے اور یا مراد اس سے مطلق گمراہ ہے اور یہی ظاہر ہے بقرینہ جواب آئندہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں کہ تاکس کماسیاتی تقریر ہ اس کو مدبر کہنا تو باعتبار حال کے ہے اور غمگین کہنا باعتبار مآل اور آخرت کے ہی کہ جب عقوبت دیکھے گا تو غمگین ہوگا اس کو خطاب یوں ہوگا کہ اے بدبخت اپنی بدبختی کو چھوڑ کر اس راہ کو مطلوب بنالے اور اختیار کرلے کہ ادبار یعنی گمراہی اور غمگینی یعنی عقوبت سے نجات ہو اور طالب غیر قابل للحق بھی حکما اسی دوسرے معنی میں داخل ہے یعنی بر مطلق و غیر ناجی عن الادبار اور محبس سے مراد بھی تنگی قلب کی جو کفر سے ہوتی ہے کما قال تعالیٰ و من یردان یضلہ یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء اور گندگی بھی کفر کو کہا کما قال تعالیٰ فاجتنبوا الرجس من الاوثان اور جوؤں سے مراد شیاطین کہ حسب حدیث رگوں کے اندر رینگتے ہیں سب کا خلاصہ یہ کہ اے جتلائے کفر۔ یہ یہاں تک مقولہ ہوا بشیر کا جس سے مدبر کو خطاب ہے آگے مصرعہ ثانیہ میں جواب ہے مدبر کا بشیر کو یعنی وہ مدبر کہتا ہے کہ) ہائیں (کان میں تو کہا جیسا میدمدر گوش دال ہے مگر زور سے مت کہنا) تاکہ کوئی سن نہ لے تو زشت ہے (کہ ایسی زشت بات کہتا ہے) خاموش ہو جا (اور بعض نسخوں میں زشتی کی جگہ رتی ہے یعنی اب تو بوجہ اس کے کہ کسی نے سنا نہیں میں نے ہی سنا تو ایذا و کلفت سے چھوٹ گیا اس کو غنیمت سمجھ اور خاموش ہوجا اس کا حاصل خیر خواہی کے پیرایہ میں ناصح کو روکنا ہے مطلب یہ کہ بشیر تو فیض پہنچاتا ہے کہ کلفت و عقوبت سے نجات ہو اور یہ مخاطب اس کو بولنے نہیں دیتا اگر اوپر غمگین سے مراد طالب ہے تو یہ کہنا وضوح حق سے قبل ہوگا اور ایک حد پر ختم ہو جاوے گا اور اس کے ختم کے ساتھ اس پر وہ ملامت جو اشعار آئندہ میں مذکور ہے نیز ختم ہو جاوے گی اور یہ حالت بعض طالبین ناقص الفہم کی ہوگی۔ ورنہ اکثر طالبین نے تو اول ہی وہلہ میں حق کو قبول کر لیا ہے اور بعض کو باوجود طلب کے علاوہ نقصان فہم کے کہ ایک حد پر ختم ہوسکتا ہے بعض عوارض نفسانیہ بھی مانع ہوئے ہیں جو ختم نہیں ہوتے جیسے ہرقل کو اور بعض علمائے یہود کو کہ یستفتحون علی الذین کفروا فلما جاء ھم ما عرفوا کفروا بہلا آیہ تو اس بعض اخیر کا یہ کہنا ہمیشہ ہوگا اور اسی طرح اگر غمگین سے مراد مطلق کافر غیر طالب ہو تب بھی اس کا یہ قول ہیں کہ الخ ہمیشہ ہوگا اور اس قول ہیں کہ الخ کے اطلاق سے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ غمگین سے مراد وہی ہے جس نے حق کو قبول نہیں کیا خواہ غیر طالب ہو یا طالب کی قسم دوم یعنی متبع غرض نفسانی ہو جیسا عنقریب اوپر بھی اس مقولہ کو قرینہ اس کا ٹھہرایا ہے اور میدمدر گوش الخ سے یا اس کے جواب میں تاکس نشنود الخ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ یہ دعوت خفیہ تھی ہاں براہ شفقت خاص خاص خطاب سے سب کو عام تھی یعنی علاوہ خطاب عام کے خصوصیت کے ساتھ بھی ہر ایک کو فرماتے تھے چنانچہ لفظ ہر غمگین اسی کل افرادی پر دال ہے اور اسی خصوصیت کے سبب در گوش کہا گیا ہے پس اس خصوصیت کی وجہ یہ دعوت نہ پہنچی ہوگی حضرت بشیر کو نصیحت کرتے ہیں کہ ہم سے کہا تو کہا مگر ایسی غیر واقعی بات اور سے مت کہنا اس دعوت کو عام مت کرنا چونکہ ان کی یہ نصیحت مرکب ہے دو جزو سے ایک جزو درخواست کا ورنہ خاموشی کی درخواست بہ پیرایہ خیر خواہی عبث ہوتی اس لئے مولاناؒ آگے دونوں جزوؤں کو رد فرماتے ہیں۔ درخواست کے مقابلہ میں خود ایک درخواست کرتے ہیں اور خیال کی تغلیط اور اس پر ملامت و تشنیع کفار کی کرتے ہیں پس اولاً حضورؐ سے درخواست کرتے ہیں کہ) آپ خاموشی اب کس طرح کیجئے گا اے میرے محبوب (یعنی خاموشی نہ کیجئے خوب فرمایئے یہ مضمون اس مضمون کی نظیر ہو گیا جس کا قصہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ شروع قدوم مدینہ منورہ میں ایک بار ایک مجلس پر گزرے اور وہاں توقف فرما کر آپ نے دعوت اسلام فرمائی تو بعض مخالفین مثل عبداللہ بن ابی وغیرہ نے آپ کو روکا اور کہا ہم نہیں سنتے جو آپ کے پاس جاوے اس کو سنایئے اس وقت تک عبداللہ بن ابی کافر مجاہر تھا پھر بعد میں منافقانہ ظاہرا مسلمان ہوا تھا اور کچھ اس مجلس میں مسلمان تھے انہوں نے ان کفار کو زجر کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ضرور کرم فرمایا کیجئے اور سنایا کیجئے اس پر ان لوگوں

www.besturdubooks.wordpress.com

میں باہم جنگ وجدل ہونے لگی آپ نے سمجھایا اور لڑنے سے روکا ایسا ہی مضمون یہاں ہو گیا کہ مصرعہ ہیں کہ النخ میں منکرین کا منع کرنا تبلیغ سے مذکور ہے اور مصرعہ چون کنی النخ میں مطیعین کا اس منع کو قبول نہ فرمانے کی درخواست مذکور ہے اور اس مصرعہ میں خامش بمعنے خاموشی ہے کمافی الغیاث پس یہ تو درخواست تھی خاموش نہ کرنے کی آگے اس کی علت میں کفار کی اس درخواست خاموشی کی بناء کی تغلیط کرتے ہیں یعنی ہم جو کہتے ہیں کہ خاموشی نہ کیجئے تو) اس لئے (کہتے ہیں) کہ ہر بن مو سے تو طبل زن ظاہر ہو چکا ہے (یعنی آپ کا ہر بن مو اعلان کر چکا ہے قولاً بھی اور عملاً وحالاً بھی کیونکہ حضور کی تو ہر ادا سے اظہار ہوتا ہے حق کا اور اسی لئے ہر ادا خلاف ہے کفار کے تو جب تک اعلان قولی کا حکم بھی نہ تھا تب بھی دلالت حال سے اعلان ہو رہا تھا چنانچہ آپ کا خدائے واحد کی عبادت کرنا اور آلہ باطلہ سے اعراض واستنکاف فرمانا یہی کافی اعلان تھا احقاق حق وابطال باطل کا اور اس کے بعد تو دونوں اعلان مجتمع ہو گئے جب اس طرح اعلان ہو چکا ہے اب خاموشی کے کوئی معنے ہی نہیں یہ علت تھی خاموش نہ ہونے کی اس میں اس خیال کفار کی جو بنا تھی درخواست خاموشی کی تغلیط ہو گئی اور گو یہ درخواست عدم خاموشی کی بصورت مشورہ ہے جیسا لفظ استفہام چوں کنی النخ سے متبادر استفادہ ہوتا ہے لیکن مقصود مشورہ نہیں ہے کیونکہ اس کے خلاف کا احتمال ہی نہ تھا جو مشورہ کی گنجائش ہو بلکہ مقصود اظہار تمنا ہے چونکہ غایت تمنا سے جوش غالب ہو گیا اس لئے ایسا عنوان چوں کنی النخ صادر ہو گیا۔ پس برون رامنگر یدوقال رامل دُرون رابنگرید وحال را آگے تغلیط خیال کے ساتھ کفار کو اس خیال باطل پر ملامت وشناعت فرماتے ہیں یعنی) مخالف حسد طینت (حق علانیہ کے استماع سے) ایسا بہرا ہوا ہے کہ اس قدر (بانگ) دہل (یعنی اس قدر اعلان حق) کو بھی پوچھتا ہے کہ (ان کی) آواز کہاں ہے (یعنی ایسا باطل الحس ہو گیا کہ اب تک اس کو اعلان کی خبر ہی نہیں کہ مشورہ خاموشی سے دلالۃً گویا ان کے استماع کا منکر ہو رہا ہے اور رشک خو میں اشارہ کر دیا سبب صمم کی طرف یعنی حسد کے سبب اس کے کانوں تک آواز عام حق کی نہیں پہنچی کما قال تعالیٰ اولٰئک الذین لعنهم الله فاصمهم الآیۃ حاصل ملامت یہ ہوا کہ وہ تو بہرا ہو گیا ہے۔ آگے یہی ملامت ہے دوسرے عنوان اور مثال سے جس کا حاصل یہ ہے کہ اندھا بھی ہے کما فی الآیۃ السابقۃ بعد فاصمهم واعمیٰ ابصارهم پس فرماتے ہیں کہ اس جاہل مرکب کی ایسی مثال ہے (کہ جیسے) اس کے منہ پر کوئی پھول مارتا ہے جو کہ (بالکل) تازہ ہے (اور) وہ اندھے ہونے کے سبب کہتا ہے کہ یہ تکلیف (کی چیز) کیا ہے (حالانکہ پھول کے لگنے سے تو شاداں سا ہر طرح فرحت ہی ہوتی ہے اور اس کی ایسی مثال ہے جیسے کسی کے) حور (ناز ولطف کے ساتھ) چٹکی لیتی ہے (شکنجیدن بکسر اول وضم دوم گرفتن عضوے باشد بسر ناخن کذا فی الغیاث) اور اس کا ہاتھ (پکڑ کر اپنی طرف) کھینچتی ہے (مگر) اندھا حیران ہے کہ کس وجہ سے مجھ کو تکلیف دے رہی ہے (اور وہ اندھا یہ سوچ رہا ہے کہ) یہ کھینچا تانی میرے ہاتھ اور بدن پر کیا ہو رہی ہے (اور جھلا کر کہتا ہے کہ) میں تو سو رہا تھا (یہ کون پکڑ رہا ہے) چھوڑ دے تاکہ میں سو رہوں (حقیقت شناس اس وقت اس کو نصیحۃً متنبہ کرتا ہے کہ ارے) جس کو تو خواب میں تلاش کرتا ہے (یعنی اس تمنا میں سوتا ہے کہ شاید حور کو خواب ہی میں دیکھ لوں یہ) وہی ہے۔ آنکھ تو کھول کر وہی ماہ مبارک قدم ہے (اندھے سے مراد چونکہ دل کا اندھا ہے اس لئے چشم بکشا میں کچھ اشکال نہیں پس یہی حال ہے معرض عن الحق بعد مجی الحق کا کہ بجائے ممنون وشاکر ہونے کے بالعکس اس کو ناگوار سمجھتا ہے جس کی وجہ جہل عن معرفۃ الحق ہے ان سب مثالوں سے مضمون ملامت ظاہر ہے اور یہ سب حالت امت دعوت بلا اجابت کی تھی آگے امت اجابت کی حالت مذکور ہے بطور تفریع بر امثلہ سابقہ کے یعنی جب معلوم ہوا کہ احکام کا مخاطب و مکلف بنانا گو نفس کو ناگوار ہو باعتبار واقع کے ایسا لطف ہے جیسے کسی کو حور ہاتھ پکڑ کر کھینچے اور وہ ناگواری نفس کی بوجہ جہل کے ایسی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جیسے حور کا کھینچنا کسی اندھے کو نا گوار گزرے اور اس کے لطف ہونے کی علت میں احکام تشریعیہ و تکوینیہ متماثل ہیں اس سے معلوم ہوا کہ بشرط ایمان تکوینی بلاؤں کا آنا بھی علامت مقبولیت و محبوبیت کی ہے پس اس مضمون کو اس شعر میں فرماتے ہیں کہ) اس سبب سے بلیات مقبولین پر زیادہ ہوتی ہیں۔ کہ یہ چھیڑ چھاڑ محبوب نے اہل حسن سے کی ہے (اور) وہ (محبوب) چھیڑ چھاڑ اہل محسن سے ہر راہ (سلوک میں کیا کرتا ہے (یعنی قاعدہ ہے محبوبوں کا کہ جن کو حسن صورت یا حسن سیرت کے سبب چاہا کرتے ہیں ان سے نوک جھوک کیا کرتے ہیں چنانچہ مشاہد ہے نیز چھوٹے بچوں کے ساتھ یہ معاملہ بکثرت ہوتا ہے پس یہ بلیات بھی محبوب حقیقی کی چھیڑ ہے جو علامت ہے اہل بلا کے مورد لطف اور موصوف بالحسن المعنوی عند اللہ ہونے کی پس اس کی قدر کرنا چاہئے اور در ہر رہے الخ میں اشارہ کر دیا ہے عموم للاحکام التشریعیہ والتکوینیہ کی طرف کیونکہ سلوک دونوں کے مجموعہ سے ہوتا ہے اور احکام تکوینیہ میں ایمان کی شرط اس لئے ہے کہ محبوبیت ایمان پر موقوف ہے تو بدوں موقوف علیہ کے صرف علامت یعنی احکام تکوینیہ محبوبیت میں کب کافی ہو سکتے ہیں پس اس میں امت اجابت کا حال مذکور ہو گیا آگے ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ جب بلیات علامت محبوبیت کی ہے اور اسی کی تائید و توضیح مثال سے کی گئی ہے پھر یہ بلیات مبغوضین یعنی کفار پر کیوں آتی ہیں اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہاں) کبھی (کبھی وہ محبوب) اندھوں کو بھی پریشان کر دیتا ہے (اس طرح سے کہ) اپنے کو کسی (کسی) وقت ان اندھوں کے ہاتھ میں بھی دے دیتا ہے (یعنی مثلاً اپنا ہاتھ ان کی گردن میں دے دیا کہیں ان کے ایک لات ماردی کبھی ان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا (تا کہ اندھوں کے محلہ سے شور و غل بلند ہو (یعنی غل مچاویں کہ میاں یہ کون ہے کیوں دق کر رکھا ہے جیسے محبوبوں کو کبھی کبھی ایسا کرتے ہوئے بھی دیکھا جاتا ہے کہ محض تفریحاً اجنبی لوگوں کو بھی جبکہ وہ اندھے ہوں چھیڑا کرتے ہیں حاصل جواب کا یہ ہوا کہ اکثر تو وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ مقبولین پر بلائیں نازل کرتے ہیں لیکن کبھی کبھی مبغوضین کو بھی مبتلا کرتے ہیں کسی مصلحت و حکمت سے اور تشبیہ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ یہاں بھی محض تفریح ہے محبوب مخلوق میں تو تفریح ہی مصلحت ہو سکتی ہے اور حضرت حق میں مصلحت وہی امر ہو سکتا ہے جو واقع میں حکمت ہو اور یہاں سے میرے اس اشتراط ایمان کی تائید ہو گئی معلوم ہوا کہ محض احکام تکوینیہ علامت قبول یقینی نہیں اکثری ہو سکتی ہے۔

فائدہ:۔ فی الغیاث بخش بازی و عشق درزیدن بکسے شورانیدن پریشان کردن فی الحاشیہ لاغ بازی و ہزل و ظرافت۔

فائدہ:۔ یہاں تک قصہ بلالؓ کا ختم ہو گیا آگے قصہ حضرت ہلالؓ کا بیان کریں گے اور وجہ مناسبت دونوں قصوں کی ایک ہی ہے یعنی قصہ بلالؓ سے اوپر جو فرمایا تھا۔ ع تاجران انبیارا کن سند جن سے مراد طالبین حق تھے جن کو انبیاء علیہم السلام نے طریقہ تجارت کا سکھلایا تھا ان تاجروں میں سے ایک حضرت صدیقؓ ایک حضرت بلالؓ تھے اور ان ہی میں سے ایک حضرت ہلالؓ ہیں کہ وہ بھی باوجود اپنے آقا کی خدمت میں مشغول ہونے کے دل سے تمام اوقات اور ظاہر میں بھی کچھ نہ کچھ وقت نکال کر طاعت مولیٰ حقیقی میں مشغول رہتے تھے باوجودیکہ ان کی اس طاعت کی کسی مخلوق کی نظر میں قدر نہ تھی حتیٰ کہ وہ بیمار ہوئے تو اصطبل میں پڑے تھے مگر حق تعالیٰ نے یہ قدر کی کہ وہاں ہی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو عیادت کے لئے بھیجا اور اسی اتحاد وجہ مناسبت ہر دو قصہ کے سبب قصہ ہلالؓ کو اس عنوان سے شروع کیا ہے۔ چوں شنیدی بعضے از قصہ بلالؓ بشنو اکنوں قصہ ضعف ہلالؓ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں کوئی وجہ جامع ہے اور وہ وہی ہے جو اس ف کے اول میں عرض کیا گیا واللہ اعلم

تم النصف من العشر الثالث و بہ تم الربع الاول من الدفتر السادس

www.besturdubooks.wordpress.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

النصف الثانی من العشر الثالث

قصۂ ہلالؓ کہ بندۂ مخلص بود خدای را صاحب بصیرت بے تقلید پنہاں شدہ در بندگی مخلوق بجہت مصلحت نہ از عجز چنانکہ لقمان و یوسف علیہما السلام از روی ظاہر و غیر ایشاں و ایں ہلال بندۂ سائس بود مر امیرے را و آں امیر مسلمان بود اما چشم کور بود

ہلالؓ کا قصہ جو صاحب بصیرت بغیر تقلید کے خدا کے مخلص بندے تھے مصلحت کی وجہ سے نہ کہ عجز کی وجہ سے مخلوق کی غلامی میں پوشیدہ تھے جیسا کہ بظاہر لقمان اور یوسف علیہما السلام وغیرہ اور یہ ہلالؓ ایک سردار کے سائیس تھے اور وہ سردار مسلمان تھا لیکن اندھا تھا

فائدہ:۔ استیعاب میں اس نام کے نو صحابی لکھے ہیں عجب نہیں کہ یہ وہ ہوں جن کی نسبت یہ لکھا ہے ہلال بن الحارث ویقال ہلال بن ظفر ابو الحمراء موالی النبی صلے اللہ علیہ وسلم غلبت علیہ کنیتہ ص ۶۱۵ و ص ۶۵۶ اور گو ان کو مولی النبی صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہے اور مثنوی میں کسی امیر کا مملوک لکھا ہے مگر ممکن ہے کہ حضورؐ نے کسی وقت ان کو خرید کر آزاد فرما دیا ہو اس احتمال سے زیادہ مجھ کو اور کوئی امر محقق نہیں ہوا واللہ اعلم اور یہ شبہ کہ وہ آقا جب مسلمان تھا تو صحابی تھے ان کی تحقیر چشم کور کے وصف سے کیسے درست ہے اس طرح مدفوع ہے کہ مقصود بیان واقع ہو تحقیر نہ ہو اور مراد چشم کور سے یہ ہے کہ ہلال کی عظمت کی خبر نہ تھی سو یہ کوئی تحقیر نہیں اور اسی طرح قصہ میں اس مولٰی کی نسبت کہا گیا ہے بلیسانہ نظر اس سے بھی مراد چشم ظاہر بین ہیں بطور واقعہ کے نہ کہ ذم کے واللہ اعلم

چوں شنیدی بعض اوصاف بلالؓ	بشنو اکنوں قصہ ضعف ہلالؓ
جب تو بلالؓ کے بعض اوصاف سن چکا	تو اب ہلالؓ کے ضعف کا قصہ بھی سن لے
از بلالؓ او بیش بود اندر روش	خوئے بد را بیش کردہ بد کنش
وہ بلالؓ سے بھی زیادہ تھے سلوک میں	انہوں نے اخلاق ذمیمہ کی زیادہ مخالفت کر رکھی تھی
نے چو تو پس رو کہ ہر دم پستری	سوئے لنگی میروی از گوہری
تیری طرح نہیں کہ ہر ساعت پیچھے ہی ہٹتا جاتا ہے	ہجریت کی طرف جا رہا ہے جوہریت سے

www.besturdubooks.wordpress.com

در تقریر ہمیں معنیٰ

اس معنیٰ کے بیان میں

ہمچناں کاں خواجہ را مہماں رسید	خواجہ از ایام سالش پر سید
جس طرح ایک صاحب کے پاس ایک مہمان پہنچا	اس نے اس کے ایام عمر سے سوال کیا
گفت عمرت چند سال ست اے پسر	باز گو و در مدزد و بر شمر
کہا کہ بیٹا تیری عمر کتنے سال کی ہے	بیان کر اور سرقہ مت کر اور شمار کر
گفت ہژدہ ہفدہ یا خود شانزدہ	یا کہ پانزدہ اے برادر خواہ دہ
مہمان نے کہا کہ اٹھارہ سترہ یا خود سولہ	یا کہ پندرہ اے بھائی خواہ دس
گفت واپس واپس اے خیرہ سرت	باز میرو تا بفرج مادرت
اس نے کہا کہ اور پیچھے اور پیچھے اے شخص کہ تیرا دماغ پریشان ہے	اپنی ماں کی شرمگاہ تک چلا جا

حکایت در تقریر ہمیں سخن

اسی معنیٰ کے اثبات میں حکایت

آں یکے اسپے طلب کرد از امیر	گفت رو آں اسپ اشہب را بگیر
ایک شخص نے کسی امیر سے ایک گھوڑا طلب کیا	اس نے کہا جا وہ سفید گھوڑا لے لے
گفت آں را من نخواہم گفت چوں	گفت او واپس روست و بس حروں
کہنے لگا کہ میں اس کو نہیں چاہتا پوچھا کہ کیوں	کہنے لگا کہ وہ تو پیچھے کو چلتا ہے اور بڑا منہ زور ہے
سخت پس پس میرود او سوئے بن	گفت دمش را بسوئے خانہ کن
بہت زیادہ پیچھے ہی پیچھے کو چلا جاتا ہے دم کی طرف کو	اس نے کہا کہ تو اس کی دم کو گھر کی طرف کر لیا کر
دم ایں استور نفست شہوتست	زاں سبب پس پس رود آں خود پرست
تیرے اس بہیمہ نفس کی دم شہوت ہے	اس سبب سے وہ خود پرست پیچھے ہی پیچھے کو چلا کرتا ہے
شہوت او را کہ دم آمد ز بن	اے مبدل شہوت عقبیش کن
اس کی شہوت کو کہ دم واقع ہوئی ہے اصل سے	اس شہوت کو اے مخاطب مبدل بہ شہوت عقبیٰ کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بہ بندی شہوتش را از رغیف	سر کند آں شہوت از عقل شریف
جب تو اس کی خواہش کو روٹی سے بند کرے گا	تو وہ خواہش عقل شریف سے ظہور کرے گی
ہمچو شاخے کش ببری از درخت	سر کند قوت ز شاخ اے نیک بخت
جیسے کسی شاخ کو تو درخت سے قطع کر دے	تو اور شاخ سے قوت ظہور کرتی ہے اے نیک بخت
چونکہ کردی دم او را آں طرف	گر رود پس پس رود تا مکتنف
جب تو نے اس کی دم کو اس طرف کر دیا	اگر وہ پیچھے کو ہٹا چلا جاوے گا تب بھی کل پناہ کی طرف جا پہنچے گا
حبذا اسپان رام پیش رو	نے سپس رونے حرونی را گرو
وہ گھوڑے بہت اچھے ہیں جو رہوار ہیں آگے کو بڑھتے چلے جاتے ہیں	نہ تو پیچھے ہٹنے والے ہیں نہ سرکشی کے مقید ہیں
گرم رو چوں جسم موسیٰ کلیم	تا بجرینش چو پہنائے گلیم
تیز رو ہیں مثل جسم موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے	کہ مجمع البحرین تک ان کو مثل عرض کمل کے تھا
ہست ہفصد سالہ راہ آں حقب	کہ بکرد او عزم در سیران حب
اس حقب سے مراد سات سو سال کا راستہ ہے	جس کا انہوں نے عزم کیا تھا سیر محبت میں
ہمت سیر تنش چوں ایں بود	سیر جانش تا بہ علییں بود
جب ان کی سیر جسم کی یہ ہمت ہے	تو ان کی سیر روح تو اعلیٰ علیین تک ہو گی
شہسواراں در سباقت تاختند	خر بطاں در پاگہ انداختند
شہسوار تو سبقت میں دوڑنے لگے	احمقوں نے اپنے کو اصطبل میں ڈالدیا

حکایت ہم در تقریر ایں معنیٰ

اسی معنیٰ کے اثبات میں حکایت

آنچناں کہ کاروانے می رسید	در دہے آمد درے را باز دید
جیسے کہ ایک قافلہ آ رہا تھا	ایک گاؤں میں آیا ایک دروازہ کھلا ہوا دیکھا
آں یکے اندریں برد العجوز	باربند ازیم اینجا چند روز
ایک نے کہا کہ اس سرمائے سخت میں	ہم چند روز کے لئے یہاں اپنا اسباب اتار دیں

www.besturdubooks.wordpress.com

بانگ آمد نے بیند از از بروں	وانگہانے اندر آ تو اندروں
آواز آئی کہ نہیں باہر ڈال دے	اور اس وقت تو اندر آ جا
ہم بروں افگن ہر انچہ افگندنی ست	در میا با آں کہ ایں مجلس سنی ست
تو بھی باہر پھینک دے جو کچھ پھینکنے کے لائق ہے	اس کو لے کر مت آ کیونکہ یہ مجلس عالی ہے

جب تو بلالؓ کے بعض اوصاف سن چکا تو اب ہلالؓ کے ضعف کا قصہ بھی سن لے (کہ دونوں میں تجارت آخرت مشترک ہے کما ذکر فی آخر شرح الاشعار السابقہ اور ضعف سے مراد یا تو مجاہدہ فی سبیل اللہ ہے غالباً اس کے لئے ضعف جسمی لازم ہے اور یا ضعف مرض ہے کہ آگے ان کے مرض کا قصہ آوے گا تو اس صورت میں خود بیان ضعف مقصود نہ ہوگا بلکہ اس ضعف پر جو اثر مرتب ہوا یعنی عیادت نبویہ اس اثر کا منشا اصلی یعنی تجارت آخرت مقصود بالبیان ہوگا اور ضعف اور ہلال کے تناسب سے لطافت کلام کا بڑھ جانا ظاہر ہے) وہ (ہلال بعض وجوہ سے) بلالؓ سے بھی زیادہ تھے سلوک (طریق) میں (اور) انہوں نے اخلاق ذمیمہ کی زیادہ مخالفت کر رکھی تھی (کنش بفتح اول وکسر نون وشین معجمہ بمعنے کینہ کذا فی الغیاث دمیگویم کہ مراد از کینہ مخالفت باشد اور بعض وجوہ کی قید سے افضلیت من کل الوجوہ کا شبہ مرتفع ہوگیا کہ اس کے لئے دلیل قوی کی حاجت ہے اور مولانا کو کسی طریق سے یہ فضیلت جزئیہ معلوم ہوئی ہوگی جس کی تعیین مجھ کو معلوم نہیں اور وہ) تیری طرح نہیں (تھے) کہ ہر ساعت پیچھے ہی ہٹتا جاتا ہے (یعنی بجائے اصلاح کے فساد اعمال واخلاق میں ترقی کرتا ہے اور) حجریت کی طرف جا رہا ہے جوہریت سے (یہ بیچ میں ناظر کتاب کو تنبیہ ہے کہ ترقی اصلاح میں ہلالؓ کا اقتدا کرنا چاہئے آگے ایک حکایت سے اس پیچھے ہٹنے کی ایک مثال ہے کہ) جس طرح ایک صاحب کے پاس ایک مہمان پہنچا اس نے اس (مہمان) کے ایام عمر سے سوال کیا (اور) کہا کہ بیٹا تیری عمر کتنے سال کی ہے بیان کر اور (اس میں) سرقہ (یعنی اخفاء) مت کر اور (اس کو) شمار کر (کے بتلا دے) مہمان نے کہا کہ اٹھارہ (سال یا) سترہ یا خود سولہ (ہوں گے) یا کہ پندرہ (ہوں) اے بھائی خواہ دس ہوں (پانزدہ بضر ورت شعر باسقاط الف پڑھا جاوے گا) اس (میزبان) نے کہا کہ اور پیچھے اور پیچھے (ہٹتا چلا جا) اے شخص کہ تیرا دماغ پریشان ہے (اور پیچھے ہٹتا ہٹتا) اپنی ماں کی شرمگاہ تک چلا جا (پس اسی طرح صلاح سے فساد کی طرف تیرا ہٹنا ہے اسی طرح ایک اور حکایت ہے جس میں اس پس روی کی ایک لطیف تدبیر کی طرف اشارہ بھی ہے کہ) ایک شخص نے کسی امیر سے ایک گھوڑا طلب کیا۔ اس نے کہا جا وہ سفید گھوڑا لے لے۔ کہنے لگا کہ میں اس کو نہیں چاہتا پوچھا کہ کیوں کہنے لگا کہ وہ تو پیچھے کو چلتا ہے اور بڑا منہ زور ہے۔ بہت زیادہ پیچھے ہی پیچھے کو چلا جاتا ہے دم کی طرف کو (یہاں تک تو پس روی کی مثال ہے آگے بقیہ حیات میں اس کی ایک لطیف تدبیر کی طرف اشارہ ہے وہ بقیہ حکایت یہ ہے کہ) اس (امیر) نے کہا کہ تو اس کی دم کو (اپنے) گھر کی طرف کر لیا کر (تا کہ وہ ہٹتا ہٹتا گھر کو پہنچ جائے جو کہ تیرا مقصود ہے اسی جواب امیر میں اس تدبیر کی طرف اشارہ ہے۔ جس کی تقریر آتی ہے چنانچہ آگے اول حکایت کے پہلے جزو یعنی پس روی کی تطبیق اور پھر بقیہ حکایت یعنی اس تدبیر لطیف کی تقریر مذکور ہے یعنی اسی طرح) تیرے اس بہیمہ نفس کی دم شہوت (لذات کی) (ہے اس سبب سے وہ خود پرست پیچھے ہی پیچھے کو چلا کرتا ہے (کیونکہ اکثر شہوات مذموم اور مبعد عن الدین ہیں یہ تو مثال ہوئی پس روی کی اب تو یہ تدبیر کر کہ) اس (نفس) کی شہوت (و رغبت

لذات) کو کہ بمنزلہ) دم (کے) واقع ہوئی ہے اصل (وضع) سے (یعنی جو نسبت اصل وضع میں دم کو ہے کہ بقیہ اعضاء سے اس کو تاخرحسی ہے یہی نسبت شہوت کو بقیہ ملکات سے ہے کہ اوروں سے اس کو تاخر رتبی ہے اگر مذموم ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر مشروع ہے تب بھی امور نفسانیہ رتبہ میں محض امور روحانیہ وعقلیہ سے موخر ہی ہیں کہ افضلیت منشاء کی فی نفسہٖ مقتضی ہے افضلیت ناشی کو پس) اس شہوت کو اے مخاطب مبدل بہ شہوت عقبیٰ کر دے (حاصل تدبیر کا یہ ہے کہ نفس کے میل الی الشہوات کا ازالہ ضرور نہیں اس میل کو باقی رکھ کر شہوات ولذات آخرت مثل حور وقصور وثمار واطعمہ جنت کی طرف منصرف کر دے جیسے اس امیر نے مشورہ دیا تھا کہ دم کو گھر کی طرف متوجہ کر دے اسی طرح مطلق شہوت کو کہ بمنزلہ دم کے ہے کما مر تقریر تشبہ دار اصلیہ کی طرف منعطف کر دے اور آخرت کی لذات کو یاد کر کے نفس کو اس کی تحصیل میں لگا دے آگے اسی کی توضیح ہے کہ) جب تو اس کی خواہش کو روٹی (یعنی لذات جسمانیہ کے انہماک) سے بند کرے گا تو وہ خواہش عقل شریف (کی راہ) سے ظہور کرے گی۔ (یعنی وہ خواہش ایسے امور کے ساتھ متعلق ہوگی جو عقل معاد کے مقتضیات ہیں مراد اس سے نعمائے آخرت ہیں اور اس ظہور مذکور کی ایسی مثال ہے کہ) جیسے کسی شاخ کو تو درخت سے قطع کر دے تو اور شاخ سے قوت ظہور کرتی ہے اے نیک بخت (یعنی اور اچھی شاخیں نکلتی ہیں جیسا کہ شاخ قلم کرنے کا خاصہ ہے اسی طرح جب تو نے شہوت دنیا کو قطع کیا تو اس سے اچھی رغبت کہ وہ آخرت کی رغبت ہے ظہور کرتی ہے آگے عود ہے مضمون شہوت اور الخ کی طرف کہ) جب تو نے اس (نفس) کی دم (یعنی شہوت) کو اس طرف (یعنی آخرت کی طرف متوجہ) کر دیا (وجہ تشبیہ شہوت) کی دم کے ساتھ اوپر گزر چکی ہے تو اس حالت میں) اگر وہ پیچھے کو ہٹا چلا جاوے گا (یعنی اتباع شہوت ہی کرے گا) تب بھی محل پناہ کی طرف جا پہنچے گا (مراد آخرت ہے کیونکہ اس وقت وہ شہوت آخرت کی ہوگی تو اس کا موصل الی الآخرۃ ہونا ظاہر ہے آگے بعد مذمت ناکص علی العقبین کے مقابلہ میں مدح ہے سابق الی المقصود کی پس فرماتے ہیں کہ) وہ گھوڑے (یعنی نفوس جیسے اوپر نفس کو ستور کہا ہے اس شعر میں دم ایں استور نفست الخ) بہت اچھے ہیں جو (راکب یعنی سالک کے) منقاد ہیں (اور مقصود کی طرف) آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں نہ تو پیچھے ہٹنے والے ہیں (یعنی صاحب شہوت مذمومہ نہیں اور) نہ سرکشی کے مقید ہیں (یعنی صاحب غضب وکبر نہیں اور گو اتباع شہوت کی حالت میں بھی قرب الی المقصود کے لئے ایک تدبیر ذکر کی گئی ہے لیکن اس کو بالنظر الی المعنی پس روی نہ کہا جاوے گا کیونکہ جو معنی ہیں پیش روی کے یعنی قرب من المقصود وہ اس پس روی صوری بمعنی اتباع مطلق شہوت ولو محمودۃ میں حاصل ہے پس اس شعر میں پس روی سے مراد حقیقی پس روی ہے یعنی وہ شہوت مذمومہ کا اتباع نہیں کرتے بلکہ وہ مقصود کی طرف) تیز رو ہیں مثل جسم موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے کہ مجمع البحرین تک (کا فاصلہ) ان کو مثل عرض کمبل کے (معلوم ہوتا) تھا (یعنی عالی ہمتی سے وہ مسافت اس قدر کم معلوم ہوتی تھی اور لفظ پہنا میں یہ لطافت ہے کہ عرض کم ہوتا ہے طول سے تو اس میں بہت ہی مبالغہ ہوا یہ اشارہ ہے موسیٰ علیہ السلام کے اس ارشاد کی طرف لا ابرح حتی ابلغ مجمع البحرین او امضی حقبا جس سے ان کی عالی ہمتی صاف معلوم ہوتی ہے کہ اگر زمانہ دراز تک بھی کہ مراد حقب سے بقرینہ مقام یہی ہے نہ کہ خاص معنی لغوی کہ اسی سال وغیرہ ہیں مجھ کو چلنا پڑے تو مقصود تک پہنچنے کے قبل چلنا نہ چھوڑوں گا اسی کو آئندہ شعر میں فرماتے ہیں کہ) اس حقب (مذکور فی القرآن) سے مراد (بقرینۂ مقام) سات سو سال کا راستہ ہے (اس سے بھی مراد زمانہ کثیر ہے گو اس سے بھی زیادہ ہو) جس کا انہوں نے عزم کیا تھا سیر محبت میں (یعنی محبت مقصود میں کہ ملاقات ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خضر علیہ السلام کی آگے سیر جسم موسوی مذکور فی قولہ گرم روچوں جسم موسیٰ کلیم سے ترقی کرکے سیر روح موسوی کا ذکر کرتے ہیں کہ) جب ان کی سیر جسم کی یہ ہمت ہے تو ان کی سیر روح تو اعلیٰ علیین تک ہوگی (مقصود تخصیص موسیٰ علیہ السلام کی نہیں بلکہ مطلق سالک فی اللہ کا حکم بیان کرنا ہے جس کا اس مقام میں ذکر آرہا ہے حاصل یہ کہ) شہسوار تو سبقت میں دوڑنے لگے (اور مقصود تک بڑھتے ہوئے چلے اور) احمقوں نے اپنے کو اشکل میں ڈال دیا (خربط بط کلان وبمعنے احمق کذا فی الغیاث مراد احمق سے جو عقل دین نہیں رکھتے کہ وہ اشکل یعنی مقام بعد میں گرتے چلے جاتے ہیں آگے ایک مثال کے ضمن میں ایک حالت مذکور ہے سابقین و منقلبین کی کہ وہی حالت مدار اعظم ہے قرب سابقین و بعد منقلبین کی پس فرماتے ہیں کہ) یہ ایسی بات ہے جیسے کہ ایک قافلہ (کسی مقام سے) آرہا تھا (اور) ایک گاؤں میں آیا (اور) ایک دروازہ کھلا ہوا دیکھا (اس قافلہ میں سے) ایک نے کہا کہ اس سرمائے سخت میں (کہ سفر دشوار ہے) ہم چند روز کے لئے یہاں اپنا اسباب اتار دیں (اور ٹھہر جاویں گاؤں میں سے کسی جواب دینے والے کی) آواز آئی کہ نہیں (اندر اسباب لانے کی اجازت نہیں اسباب تو) باہر ڈال دے اور اس وقت تو اندر (گاؤں میں) آجا (کسی مصلحت سے انہوں نے یہ تجویز کیا ہوگا جیسے اب بھی بعض لوگ مسافروں کا سامان رکھنے سے ڈرتے ہیں کہ کوئی نقصان ہو جاوے اور ہمارا نام ہو سو ظاہر ہے کہ اس موقع پر جس نے مال اور درخت سے محبت کی ہوگی وہ گاؤں میں نہ آسکا ہوگا اور جس نے مال کا تعلق چھوڑ دیا ہوگا وہ اندر آگیا ہوگا اسی طرح سابقین کی اور منقلبین کی حالت ہے کہ سابقین تو متاع فانی و غیر اللہ سے تعلق قطع کر دیتے ہیں اور مقصد صدق کی طرف سبقت کرکے وہاں تک ان کی رسائی ہو جاتی ہے اور منقلبین غیر اللہ کی محبت سے پر ہیں اس لئے وہاں تک ان کی رسائی نہیں ہوتی چنانچہ آگے مولانا کے ارشاد میں اس کی تصریح ہے کہ جب یہ بات ہے تو) تو بھی باہر پھینک دے جو کچھ پھینکنے کے لائق ہے (یعنی حب غیر کو جو کہ مانع ہے قلب سے نکال دے اور ہر آنچہ میں اشارہ کر دیا استثناء ضروری شرعی کی طرف غرض لایعنی کو ترک کر دے اور) اس کو لے کر (یہاں) مت آ (یعنی نہیں آسکتا) کیونکہ یہ مجلس (یعنی مقام قرب) عالی ہے (یہاں غیر کے ساتھ گزر نہیں ہوتا یہاں تک یہ سب مضمون مرتبط چلا آیا اس شعر کا نے چتو پس رو کہ ہر دم پستری الخ آگے عود ہے قصہ ہلال کی طرف)

فائدہ: برد عجوز سرمائے سخت ست کہ در ایام ہفت یا ہشت می شود سہ روز از ماہے کہ آفتاب در قوس باشد و باقی از اول ماہے کہ آفتاب در جدی باشد و درین ایام سرما شدید می شود کذا فی الحاشیہ چوں ایں روز ہا در آخر زمستان واقع شدہ لہذا برد عجوز مند چہ برد بمعنی سرما و عجوز بمعنی پیرزن کذا فی الغیاث گویم پیرزن ہم در آخر عمر خود

رجوع بقصۂ ہلال رضی اللہ عنہ

ہلال رضی اللہ عنہ کے قصہ کی جانب رجوع

بد ہلالؓ استاد دل جاں روشنے	سائس و بندہ امیر مومنے
ہلالؓ ایسے تھے کہ ان کا قلب استاد تھا ان کی روح نورانی تھی	وہ سائیس تھے اور کسی مسلمان آقا کے غلام تھے
سائسی کردے در آخر آں غلام	لیک سلطان سلاطیں بندہ نام
وہ غلام آخور میں سائیسی کرتے تھے	لیکن بادشاہوں کے بادشاہ تھے نام غلام تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

سائس اسپان و نفس خویش ہم	از فراواں کس شدہ در پیش ہم
گھوڑوں کے بھی سائیس تھے اور اپنے نفس کے بھی	بہت سے آدمیوں سے سابق ہو گئے تھے
آں امیر از حال بندہ بے خبر	کہ نبودش جز بلیسا نہ نظر
وہ آقا غلام کے حال سے بے خبر تھا	کیونکہ اس کی نگاہ صرف ابلیسانہ تھی
آب و گل میدید و در وے گنج نے	پنج و شش میدید و اصل پنج نے
آب و گل کو دیکھتا تھا اور اس کے اندر خزانہ دیکھتا تھا	پنج و شش کو دیکھتا تھا اور پنج کی اصل نہیں دیکھتا تھا
رنگ طیں پیدا و نور دیں نہاں	ہر پیمبر ایں چنیں بد در جہاں
طین کا رنگ تو ظاہر ہوتا ہے اور دین کا نور پوشیدہ ہوتا ہے	ہر پیغمبر جہاں میں ایسے ہی ہوتے ہیں
آں منارہ دید و بروے مرغ نے	بر منارہ شاہباز پرفنے
اس نے تو منارہ کو دیکھا اور اس پر مرغ نہیں ہے	منارہ پر ایک شاہباز پرفن موجود ہے
واں دوم میدید مرغ پرزنے	لیک موی اندر دہان مرغ نے
اور وہ دوسرا شخص مرغ پرزن کو بھی دیکھتا رہا تھا	لیکن مرغ کے منہ میں بال نہیں ہے
وانکہ او ینظر بنور اللہ بود	ہم ز مرغ و ہم ز مو آگہ بود
اور جو شخص کو ینظر بنور اللہ ہے	وہ مرغ سے بھی اور بال سے بھی آگاہ ہوتا ہے
گفت آخر چشم سوی موی نہ	تا نہ بینی مو نہ بکشاید گرہ
بولا کہ آخر بال کی طرف بھی تو نگاہ رکھ	جب تک تو بال نہ دیکھے گا گرہ نہ کھلے گی
آں یکے گل دید نقشیں در وحل	واں دگر دل دید پر علم و عمل
اس ایک نے تو کیچڑ میں منقش طین ہی دیکھی	اور اس دوسرے نے دل بھی دیکھا جو علم و عمل سے پر تھا
تن منارہ علم و طاعت ہمچو مرغ	خواہ سی صد مرغ گیر و یاد و مرغ
تن تو منارہ ہے علم و عمل مشابہ مرغ کے ہے	خواہ تین ہزار مرغ لے لو اور یا دو مرغ لے لو
مرد اوسط مرغ بین ست او و بس	غیر مرغے می نہ بیند پیش و پس
مرد اوسط مرغ بیں ہے اور بس	بجز مرغ کے یہ اور کچھ پیش و پس نہیں دیکھتا
موی آں نوریست پنہاں آن مرغ	کہ بداں پایندہ باشد جان مرغ
بال وہ نور باطن ہے خاص صفت مرغ کی	کہ اس سے قائم ہے جان مرغ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغ کاں موئیست در منقار او	ہیچ عاریت نباشد کار او
جس مرغ کی منقار میں وہ بال ہے	بالکل عاریت نہیں ہے عمل اس کا
علم او از جان او جوشد مدام	پیش او نے مستعار آمد نہ وام
اس کا علم اس کے باطن سے ہمیشہ جوش مارتا ہے	اس کے نزدیک نہ مستعار ہے نہ قرض ہے

ہلالؒ ایسے تھے کہ ان کا قلب (طریق حق کا) استاد (اور عالم ماہر) تھا (اور) ان کی روح (اس طریق پر عمل کرنے سے) نورانی تھی (اور ظاہر میں) وہ (گھوڑوں کے) سائیس تھے اور کسی مسلمان آقا کے غلام تھے (کہ اسی نے گھوڑوں کی خدمت پر ان کو مقرر کر رکھا تھا غرض ظاہر میں) وہ غلام (گھوڑوں کے) آخور میں سائیسی کرتے تھے لیکن (واقع میں دنیا کے) بادشاہوں کے (بھی) بادشاہ تھے (گو) نام (اور لقب ان کا) غلام تھا (اور سلطان السلاطین کہنے سے جو ممانعت آئی ہے وہ اطلاق کی صورت میں ہے کہ اس درجہ میں اس کا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور تعید بالدنیا وغیرہ کی تقدیر پر ممنوع نہیں خواہ وہ تقیید ملفوظ ہو یا بقرینہ مقام مراد ہو جیسا یہاں ترجمہ میں اشارہ کیا گیا اور وہ) گھوڑوں کے بھی سائیس تھے اور اپنے نفس کے بھی (سائیس) تھے (کہ نفس کی اصلاح و تہذیب کرتے تھے جس طرح گھوڑوں کو شائستہ کرتے ہیں اور) بہت سے آدمیوں سے (مجاہدہ اور رتبہ میں) سابق ہو گئے تھے (مگر باوجود اس کے) وہ آقا (اس) غلام کے حال سے بے خبر تھا کیونکہ اس کی نگاہ (اس خاص اعتبار سے) صرف ابلیسانہ تھی (کہ جس طرح ابلیس نے آدم علیہ السلام میں صرف ماء وطین ہی دیکھا تھا ان کے کمالات باطنیہ نہ دیکھے تھے کما یدل علیہ قولہ اسجد لمن خلقت طینا اسی طرح یہ آقا بھی) آب وگل کو دیکھتا تھا اور اس (آب وگل) کے اندر خزانہ (کمالات باطنیہ کا) نہیں دیکھتا تھا (پنج سے مراد پنج حواس اور شش سے مراد شش جہت یہ کنایہ ہے جسم مادی سے کیونکہ قوی خالہ فی الجسم اور تحیز کے ساتھ متصف ہونا خواص مادی سے ہے اور اصل پنج نے میں بضرورت شعر ایجاز حذف ہے یعنی اصل پنج وشش نے اور مراد اس سے روح ہے یعنی جسم کو دیکھتا تھا اور روح کو جو کہ مجمع ہے کمالات باطنیہ کا نہ دیکھتا تھا اس اعتبار سے اس کی نظر کو نظر ابلیس سے تشبیہ دی اور مقصود تحقیر نہیں جیسا اس قصہ کے بالکل شروع میں بذیل۔

فائدہ۔ کے بھی اس پر تنبیہ کی گئی ہے آگے قصہ سے انتقال ہے (ارشاد کی طرف کہ) طین (وخواص جسم) کا رنگ تو ظاہر ہوتا ہے (سب کو نظر آتا ہے) اور دین (وکمالات باطنیہ) کا نور پوشیدہ ہوتا ہے (کہ ہر ایک کو اس کا ادراک نہیں ہوتا اور) ہر پیغمبر جہاں میں ایسے ہی ہوئے ہیں (کہ ظاہر بینوں نے ان کے ظاہر کو دیکھ کر ان کے حقوق میں کوتاہی کی اور ان کے کمالات کو نہیں دیکھا اور اطاعت نہ کی پس یہی حالت انبیا کے ورثہ یعنی اولیاء کی ہے آگے اس نظر ناقص کی اور مقابلہ میں نظر تام کی ایک تمثیل ہے یعنی ان مختلف نظر والوں کی ایسی مثال ہے جیسے فرض کیا جاوے کہ ایک منارہ پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا ہے اور اس مقام پر کئی شخص ہیں اور ہر ایک کی نظر مختلف ہے چنانچہ ان میں سے) اس (ایک شخص) نے تو (صرف) منارہ کو دیکھا اور اس (منارہ) پر (اس کی نگاہ میں) مرغ نہیں ہے (حالانکہ واقع میں) منارہ پر ایک شہباز پر فن موجود ہے اور وہ دوسرا شخص (اس) مرغ پرزن (یعنی صاحب طیران) کو بھی دیکھ رہا تھا لیکن (اس کی نظر میں اس) مرغ کے منہ میں بال نہیں ہے (یعنی اس کے مرغ تو نظر آتا ہے لیکن اس کا بال نظر نہیں آتا جو اس کے دہان میں ہے اور یہاں سے ساتویں شعر میں اس بال پر یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حکم کیا ہے کان موئیست در منقار او اور اس کے قبل کے شعر میں اس کی نسبت کہا ہے کہ بدان پاینده باشد جان مرغ پس اس بال پر تین حکم لگائے گئے ایک اس کا دہن میں ہونا دوسرا منقار میں ہونا تیسرا اس کے ساتھ جان مرغ کا متعلق ہونا تو میں نے اہل خبرت سے اس کی تحقیق کی یہ معلوم ہوا کہ اکثر پرندوں کی باچھوں میں باریک بال ہوتے ہیں چونکہ باچھ کنارہ ہوتا ہے وہاں کا بھی اور منقار کا بھی اس لئے اس بال پر دونوں پہلے حکم صحیح ہوئے اور ایک تجربہ کار نے بیان کیا کہ اس بال کے اکھاڑنے کا پرندہ میں تو تجربہ نہیں ہوا لیکن ایسے ہی بال اسی موقع پر سانپ کے بھی ہوتے ہیں اور ان کو زہر کی پوٹلی کے ساتھ اکھاڑنے کا اتفاق ہوا ہے جس سے بعضے سانپ مر گئے اور بعضے اندھے ہو گئے عجب نہیں کہ پرندوں میں بھی ان کے اکھاڑنے سے یہی اثر مرتب ہوتا ہو اور آنکھوں کا جاتا رہنا بھی ایک طرح سے گویا جان ہی کا جاتا رہنا ہے۔ پس اس طور پر تیسرا حکم بھی صحیح ہو گیا یہ بیان ہوا دوسرے شخص کا جس کو مرغ نظر آیا مگر بال نظر نہیں آیا) اور جو (تیسرا) شخص کہ ینظر بنور اللہ (کا مصداق) ہے۔ وہ مرغ سے بھی اور بال سے بھی آگاہ ہوتا ہے (ہر چند کہ کسی شخص کا اس بال کو دیکھ لینا ینظر بنور اللہ کے ساتھ متصف ہونے کو مستلزم نہیں کہ وہ ایک امر محسوس بالحواس الظاہرہ ہے لیکن جس چیز کو اس بال سے تشبیہ دینا مقصود ہے جس کا ذکر یہاں سے پانچویں شعر میں ہے موے آن نوریست پنہاں آن مرغ الخ جس کی تفسیر وہاں آوے گی وہ مدرک بنور القلب ہے اس لئے اس کے مدرک پر ینظر بنور اللہ کا حکم فرمایا غرض ان تینوں شخصوں کی نظر اس طرح سے مختلف ہوئی اور ان تینوں میں سے تیسرا شخص اس دوسرے سے) بولا کہ آخر بال کی طرف بھی تو نگاہ رکھ (یعنی اس کو بھی تو دیکھ) جب تک تو بال نہ دیکھے گا گرہ نہ کھلے گی (یعنی مشکل حل نہ ہو گی کیونکہ حقیقت تامہ مخفی رہے گی اور جن مشکلات کا حل ادراک حقیقت تامہ پر موقوف ہے وہ بھی حل نہ ہوں گی جیسا کہ ظاہر ہے اور جب اس تیسرے شخص کا دوسرے سے یہ خطاب ہے تو پہلے سے تو بدرجہ اولیٰ ہوگا کیونکہ اس کو تو مرغ بھی نظر نہیں آیا مقصود اس خطاب الثالث للثانی وغیرہ کی حکایت سے اولین کی نظر کے ناقص ہونے پر تنبیہ ہے آگے اس تمثیل کی تطبیق ہے کہ اسی طرح اہل کمال کو دیکھنے میں نظریں مختلف ہیں کہ) اس ایک (دیکھنے والے) نے تو کیچڑ (سے بنے ہوئے آدمی) میں (صرف) منقش طین ہی دیکھی (یعنی صرف مادہ عنصریہ غالب الطین جس میں اعضاء کا نقش بنا ہوا ہے دیکھا اور کمالات باطنیہ نہ دیکھے) اور اس دوسرے (دیکھنے والے) نے (اس مادہ کے اندر) دل بھی دیکھا جو علم وعمل سے پر تھا (پہلا شخص تو مشابہ منارہ دیکھنے والے کے ہے اور دوسرا شخص مشابہ مرغ دیکھنے والے کے کیونکہ جس طرح مرغ صاحب مو ہے اسی طرح قلب بواسطہ علم وعمل کے صاحب نور ہے اور وہ نور مشابہ ہے مو کے جیسا کہ یہاں سے چوتھے شعر میں آوے گا موے آن نوریست الخ پس اس کا دیکھنے والا مشابہ تیسرے شخص کے ہے آگے اس تطبیق مذکور کی تقریر ہے کہ) تن تو (مشابہ) منارہ (کے) ہے (اور) علم وعمل (جس سے قلب کو اوپر پر کہا ہے) مشابہ مرغ کے ہے (یہ اشکال نہ کیا جاوے کہ اوپر تو قلب کو مشابہ مرغ کے کہا ہے اور یہاں علم وعمل کو مرغ کے مشابہ کہتے ہیں بات یہ ہے کہ مقصود تشبیہ دینا قلب ہی کو ہے چونکہ وجہ تشبیہ کی اس کا حامل ہونا ہے علم وعمل ظاہری کے لئے جس طرح مرغ حامل ہوتا ہے اعضاء ظاہری کے لئے پس یہاں مدار تشبیہ کو مبالغۃً ومجازاً مرغ سے تشبیہ دیدی اور حقیقت اس کی علم وعمل کو مرغ کے اعضاء سے تشبیہ دینا ہے اور احقر نے علم وعمل میں ظاہری کی قید اس لئے لگائی کہ اس علم وعمل کی حقیقت اور روح کو تو آگے تشبیہ دی ہے موے مرغ کے ساتھ جس کو نور سے تعبیر کیا ہے اس آئندہ شعر میں موے آن نوریست الخ آگے یہ بتلاتے ہیں کہ یہ علم وعمل ظاہری خواہ کسی درجہ کا اور کسی مقدار پر ہو درجہ نور میں نہیں ہے وہ علم وعمل مرغ کے اعضاء ظاہری کی مشابہت سے نہیں بڑھ سکتا۔ پس فرماتے ہیں کہ ہم نے جو مصرعہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اولیٰ میں علم وطاعت ظاہری کو مشابہ مرغ کے یعنی مشابہ اعضاء ظاہری مرغ کے کہا ہے کما ذکرتہ بقولی اور حقیقت اس کی علم و عمل کو اٹخ تو اس علم وعمل کا خواہ کوئی درجہ لے لو یعنی) خواہ تین ہزار مرغ لے لو اور یا دو مرغ لے لو (یعنی خواہ تو اس کا عنوان کلی لے لو کہ وہ عدد میں دو ہیں ایک علم اور ایک عمل اور خواہ اس کے جزئیات کثیرہ لے لو کہ فلاں علم اور فلاں علم الی ماآت وآلاف اور فلاں عمل اور فلاں عمل الی ماآت آلاف ہر حال میں وہ درجہ تشبیہ اعضاء مرغ سے تجاوز کر کے درجہ نور تک نہیں پہنچا یہاں تک دو اہل نظر کا بیان ہوا ایک کل بین مشابہ منارہ بین دوسرا ادل بین مشابہ مرغ بین آگے اس دل بین کی تشبیہ کی تقریر ہے کہ یہ) مرد اوسط مرغ بین ہے اور بس بجز مرغ کے یہ اور کچھ پیش وپس نہیں دیکھتا (مرد اوسط کہنا اس کو یا تو باعتبار ترتیب ذکری کے ہے کہ درجہ مشبہ میں بھی ثانیاً مذکور ہے فی قولہ وان دگر دل دید اور آن یکے کل دید اولاً مذکور تھا اور آگے موے آن نور یست ثالثاً مذکور ہوگا اور درجہ مشبہ بہ میں بھی یہ ثانیاً مذکور تھا فی قولہ وان دوم میدید مرغ اور منارہ بین اولاً تھا فی قولہ آن منارہ دید اور مو بین ثالثاً مذکور تھا فی قولہ وانکہ او منظر اٹخ اور یا اوسط کہنا باعتبار درجہ نظر کے ہے کہ نہ ایسا حدید النظر ہے کہ بال کو بھی دیکھ لیتا اور نہ ایسا فقید النظر ہے کہ صرف منارہ ہی کو دیکھتا بلکہ متوسط النظر ہے کہ مرغ کو بھی دیکھ لیتا ہے آگے مو بین کی تشبیہ کی تقریر ہے کہ) بال (جس کا اوپر ذکر ہوا ہے گویا) وہ نور باطن ہے (جو کہ) خاص صفت مرغ کی (ہے) کہ اس سے قائم ہے جان مرغ کی (یعنی وہ نور باطن کی روح ہے علم وعمل کی اس کی مثال اس بال کی سی ہے جس کا اوپر ذکر ہوا ہے اس کے ساتھ مرغ کی حیات یا صحت وابستہ ہے اسی طرح اس نور کے ساتھ حقیقی حیات وحقیقی صحت اس صاحب نور کی وابستہ ہے پس اس نور کا ادراک کرنے والا مشابہ مو بین کے ہے آگے فضیلت بیان کرتے ہیں اس صاحب نور کی کہ) جس مرغ کی منقار میں وہ بال ہے (یعنی جس کو وہ نور مذکور حاصل ہے) بالکل عاریت نہیں ہے عمل اس کا (اور جس طرح عمل اس کا کسی سے مستعار نہیں اسی طرح) اس کا علم (بھی) اسی کے باطن سے ہمیشہ جوش مارتا ہے (اور وہ جو) اس کے نزدیک (ہے تو) نہ مستعار ہے (اور) نہ قرض ہے (حکم مشترک دونوں کا زوال ہے وقت واپسی کے اور مقصود نفی ہے زوال کی مطلب یہ ہوا کہ صاحب نور کے علم وعمل میں رسوخ و ثبات واستقامت ہے بخلاف محض صاحب ظاہر کے کہ علم اس کا الفاظ واصطلاحات اور عمل اس کا محض حرکات وسکنات اور ظاہر ہے کہ ذرہ اہتمام میں قلت ہوئی اور یہ رخصت ہوئے مثل عاریت وقرض کے۔ پس ہلال ایسا ہی نور رکھتے تھے مگر آقا کو اس کا ادراک نہ تھا اس لئے ان کی قدر نہ کرتا تھا اور خدمت اصطبل پر مامور کر رکھا تھا کما مر)

رنجور شدن ہلال رضی اللہ عنہ وبے خبری خواجہ او از رنجوری او از تحقیر وناشناخت و واقف شدن دل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم از رنجوری وحال او وافتقاد و عیادت رسول صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہلال را رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہلال رضی اللہ عنہ کا بیمار ہو جانا اور ان کے آقا کی حقارت اور پہچان نہ ہونے سے ان کی بیماری سے لاعلمی اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کا ان کی بیماری اور حالت سے واقف ہو جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ہلال رضی اللہ عنہ کی دل جوئی اور مزاج پرسی

از قضا رنجور و ناخوش شد ہلالؓ	مصطفیٰؐ را وحی شد غماز حال
قضارا بیمار اور ناخوش ہو گئے ہلالؓ	مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی حال کی مظہر ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

بد ز رنجوریش خواجہ بے خبر	کہ براوبد کساد و بے خطر
ان کی بیمار سے آقا بے خبر تھا	کیونکہ وہ اس کے نزدیک کاسد اور بے قدر تھے
خفتہ نہ روز اندر آخر محسنے	ہیچ کس از حال او آگاہ نے
نو روز سے آخور میں ایک محسن لیٹا تھا	کوئی شخص اس کے حال سے آگاہ نہ تھا
آنکہ کس بود و شہنشاہ کساں	عقل چوں صد قلزمش ہر جارساں
جو شخص کہ شخص تھے اور سب شخصوں کے بادشاہ تھے	ان کی عقل جو کہ سو قلزم کے مثل تھی ہر جگہ پہنچتی تھی
وحیش آمد رحم حق غمخوار شد	کہ فلاں مشتاق تو بیمار شد
ان پر وحی آئی رحم حق غمخوار ہوا	کہ آپ کا فلان مشتاق بیمار ہو گیا
مصطفیٰ بہر ہلالؓ با شرف	رفت از بہر عیادت آں طرف
مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہلالؓ باشرف کے لئے	تشریف لے گئے بغرض عیادت کے اس طرف
در پے خورشید وحی آں مہ رواں	واں صحابہؓ درپیش چوں اختراں
خورشید وحی کے پیچھے پیچھے وہ چاند رواں تھا	اور وہ صحابہؓ اس کے پیچھے مثل کواکب کے تھے
ماہ می گوید کہ اصحابی نجوم	للسریٰ قدوہ وللطاغی رجوم
ماہ فرماتا ہے کہ میرے اصحاب نجوم ہیں	راہرو کیلئے قابل پیروی کے ہیں اور شریروں کیلئے سبب رجم ہیں
میر را گفتند کاں سلطاں رسید	اوز شادی بیدل و جاں برجہید
امیر سے لوگوں نے کہا کہ وہ بادشاہ آ پہنچے	وہ خوشی کے مارے بے اختیار اچھلنے لگا
برگمان آں زشادی زد دو دست	کاں شہنشہ بہر آں میر آمدست
اس گمان پر اس نے خوشی سے دونوں ہاتھ بجانے شروع کیے	کہ وہ شہنشاہ اس امیر کے لئے تشریف لائے ہیں
چوں فرود آمد ز غرفہ آں امیر	جاں ہمی افشاند پامژد بشیر
جب وہ امیر بالاخانہ سے اترا	تو جان کو نثار کرتا تھا بشارت دینے والے کے صلہ میں
پس زمیں بوس و سلام آورد او	کرد رخ را از طرب چوں ورد او
پھر اس نے زمین بوسی اور سلام ادا کیا	رخ کو طرب سے مثل گلاب کے کر لیا
گفت بسم اللہ مشرف کن وطن	تا کہ فردوسے شود ایں انجمن
عرض کیا بسم اللہ مسکن کو مشرف کیجئے	تا کہ یہ انجمن فردوس ہو جاوے

تا فزاید قصر من بر آسماں	کہ بدیدم قطب دوران زماں
تاکہ میرا قصر آسمان پر فائق ہو جاوے	کہ میں نے دورۂ زمانہ کا قطب دیکھا ہے
گفتش از بہر عتاب آں محترم	من برائے دیدن تو نامدم
اس محترم نے اس سے بغرض عتاب فرمایا	کہ میں تیرے دیکھنے کے لئے نہیں آیا ہوں
گفت زوخم آن تو خود روح چیست	ہیں بفرما کیں تجشم بہر کیست
اس نے عرض کیا کہ میری جان آپ ہی کی ہے خود جان کیا چیز ہے	ہاں یہ فرما دیجئے کہ یہ تکلیف فرمائی کس کے لئے ہے
تا شوم من خاکپائے آں کسے	کہ بباغ لطف تستش مغرسے
تاکہ میں اس شخص کا خاک پا ہو جاؤں	جس کو آپ کے باغ لطف میں جاگیری حاصل ہے
چوں چنیں گفت او و نخوت را براند	مصطفیؐ ترک عتاب او بخواند
جب اس نے اس طرح کی باتیں کیں اور نخوت کو دور کر دیا	تو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے عتاب کو ترک فرما دیا
پس بگفتش کاں ہلال عرش کو	ہمچو مہتاب از تواضع فرش کو
پھر اس سے فرمایا کہ وہ ہلالؓ عرش کہاں ہے	وہ جو مہتاب کی طرح تواضع کے سبب فرش ہے کہاں ہے
آں شہے در بندگی پنہاں شدہ	بہر جاسوسی بدنیا آمدہ
وہ ایک بادشاہ ہے جو غلامی میں پنہاں ہو رہا ہے	جاسوسی کے لئے دنیا میں آیا ہوا ہے
تو مگو کان بندہ و آخرچی ماست	ایں بداں کہ گنج در ویرانہ ہاست
تو یوں مت کہنا کہ وہ تو ہمارا غلام اور ملازم آخور ہے	یہ جان لینا کہ ویرانوں میں خزانہ ہے
اے عجب چونست از سقم آں ہلالؓ	کہ ہزاراں بدر ہستش پایمال
اے تعجب بیماری سے وہ ہلالؓ کیسا ہے	جس کے سامنے ہزاروں بدر پامال ہیں
گفت از رنجش مرا آگاہ نیست	لیک روزے چند بر درگاہ نیست
اس نے عرض کیا کہ اس کی بیماری سے مجھ کو آگاہی نہیں ہے	لیکن چند روز سے مجلس میں نہیں ہے
صحبت او با ستور و اشتر ست	سائس ست و منزلش آن آخر ست
اس کی بود و باش ستور اور خچر کے ساتھ ہے	وہ سائیس ہے اور اس کی منزل وہ آخور ہے
رفت پیغمبرؐ برغبت بہر او	اندر آخر آمد اندر جستجو
پیغمبرؐ رغبت کے ساتھ ان کے لئے چلے	آخور میں تشریف لائے تلاش میں

www.besturdubooks.wordpress.com

بود آخر مظلم و زشت و پلید	ویں ہمہ برخاست چوں سید رسید
وہ آخور تاریک اور زشت اور نجس تھا	اور یہ سب دور ہو گیا جب سید الخلق پہنچے
بوئے پیغمبرؐ ببرد آن شیر نر	ہمچنانکہ بوئے یوسفؑ را پدر
اس شیر نر نے پیغمبرؐ کی خوشبو کو محسوس کیا	جس طرح کہ خوشبوئے یوسفؑ کو باپ نے
موجب ایماں نباشد معجزات	بوی جنسیت کند جذب صفات
معجزات موجب ایمان نہیں ہوتے ہیں	بوئے جنسیت صفات کو جذب کرتی ہے
معجزات از بہر قہر دشمن ست	بوی جنسیت پے دل بردن ست
معجزات دشمن کے مغلوب کرنے کے لئے ہیں	بوئے جنسیت دل لینے کے لئے ہے
قہر گردد دشمن اما دوست نے	دوست کے گردد بہ بستہ گردنے
دشمن مقہور تو ہو جاتا ہے مگر دوست نہیں ہوتا	گردن بندھا ہوا دوست کب ہو سکتا ہے
اندر آمد اوز خواب از بوی او	گفت سرگیں داں، درد زینگونہ بو
وہ نیند سے بیداری میں آئے آپ کی خوشبو سے	کہنے لگی کہ یہ سرگین دان اس میں اس طرح کی خوشبو؟
از میان پائی استوراں بدید	دامن پاک رسولؐ بے ندید
انہوں نے ستوروں کے پاؤں کے درمیان میں سے دیکھا	دامن پاک رسول بے نظیر کا
پس ز کنج آخر آمد غو غواں	روی بر پایش نہاد آں پہلواں
پس گھسٹتے ہوئے آخور کے گوشہ سے آئے	آپ کے قدم پر چہرہ رکھ دیا اس پہلوان نے
پس پیغمبرؐ روی بر رویش نہاد	بر سر و بر چشم و رویش بوسہ داد
پس پیغمبرؐ نے ان کے چہرہ پر اپنا چہرہ رکھ دیا	ان کے سر اور آنکھوں اور چہرہ پر بوسہ دیا
گفت یارا تاچہ پنہاں گوہری	اے غریب عرش چونی، خوشتری
فرمایا کہ اے یار ہاں تو کیسا مخفی گوہر ہے	اے مسافر عرش تو کیسا ہے؟ اچھا بھی ہے؟
گفت چوں باشد خود آں شوریدہ خواب	کہ درآید در دہانش آفتاب
کہا کہ اس پریشان خواب کا کیا حال ہو گا	جس کے منہ میں آفتاب برآمد ہو جاوے
چوں بود آں تشنۂ کو گل خورد	آب برسر بنہدش خوش می برد
اس تشنہ لب کا کیا حال ہو گا جو کیچڑ کھا رہا ہو	پانی اس کو اپنی سطح پر رکھے ہوئے خوش لے جا رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قضارا بیمار اور ناخوش ہو گئے ہلال مصطفیٰ کو وحی (ان کے) حال کی مظہر ہوئی ان کی بیماری سے (ان کا) آقا بے خبر تھا۔ کیونکہ وہ اس کے نزدیک کاسد اور بے قدر تھے۔ (اور) نوروز سے آخور میں ایک مخلص لیٹا تھا (مراد ہلالؓ اور) کوئی شخص اس کے حال سے آگاہ نہ تھا (اور دوسروں کا تو کیا ذکر) جو شخص کہ (کامل) شخص تھے اور سب شخصوں کے بادشاہ تھے (اور) ان کی عقل جو کہ (وسعت میں) سو قلزم کے مثل (اور) ہر جگہ پہنچتی تھی (باوجود اس کے) ان پر (بھی) وحی آئی (تب ان کو خبر ہوئی اور قبل وحی ان کو بھی خبر نہ ہوئی حالانکہ قوت عاقلہ بحد کمال تھی وجہ یہ کہ منقولات میں تو نقل ہی کی حاجت ہے اور مرض کسی کا معقولات میں سے ہے نہیں اور اس وحی سے) رحم حق (ہلال کا) غمخوار ہوا (غمخواری ظاہر ہے کہ حضور کو خبر کر کے ان کے تفقد حال کی طرف متوجہ کر دیا جو ان کے لئے ہر طرح کی شفا تھی اور مضمون وحی کا یہ تھا) کہ آپ کا فلاں مشتاق بیمار ہو گیا (اس وحی کے بعد) مصطفیٰ ہلال باشرف کے لئے تشریف لے گئے بغرض عیادت کے اس طرف (سو) خورشید وحی کے پیچھے پیچھے (تو) وہ چاند (مراد ذات اقدس دواں تھا اور وہ صحابہؓ (چاند) کے پیچھے مثل کواکب کے (رواں) تھے (دوانی اور روانی وجہ تشبیہ میں داخل نہیں محض ماہ و نجوم صرف تفاوت مراتب نور میں مشبہ بہ ہیں اور وحی چونکہ کلام حق ہے جو کہ صفات قدیمہ حق سے ہے گو تعلق اس کا حادث ہو اور قدیم کا نور ظاہر ہے کہ حادث کے نور سے اکمل ہے اس لئے اس کی تشبیہ خورشید سے برمحل ہوئی آگے تائید ہے صحابہؓ کی تشبیہ بالنجوم کی کہ خود) ماہ فرماتا ہے کہ اصحابی کالنجوم (آگے وجہ تشبیہ مذکور ہے ایک تو وہی جو مذکور ہوئی یعنی صاحب نور ہونا کہ اس کے لوازم سے ہے رہنمائی اور اس حدیث کے ظاہر الفاظ سے یہی مقصود بھی معلوم ہوتا ہے حیث قال فیہ بایہم اقتدیتم اہتدیتم اور دوسری وجہ سبب رجم شیاطین ہونا اور یہ وجہ گو اس حدیث میں مذکور نہیں مگر ایک دوسری حدیث کے اشارہ سے مفہوم ہوتی ہے حیث قال صلی اللہ علیہ وسلم النجوم امنۃ للسماء فاذا ذہبت النجوم الی السماء ماتوعدوا انا امنۃ لاصحابی فاذا ذہبت انا الی اصحابی مایوعدون و اصحابی امنۃ لامتی فاذا ذہب اصحابی الیٰ امتی مایوعدون رواہ مسلم کذا فی المشکوٰۃ باب مناقب الصحابۃ یعنی آپ نے اس حدیث میں نجوم کی اور صحابہؓ کی یہ ایک خاصیت مشترک بیان فرمائی ہے کہ وہ سبب ہیں امن کے اور ان کا ذہاب سبب ہوگا حوادث و فتن کا اور ظاہر ہے کہ امت میں شر و فتن کا ہونا سبب ہے شیاطین سے پس صحابہؓ سبب ہوئے دفع شیاطین کا اور یہی حاصل ہے رجم شیاطین کا پس ان ہی دو وجہوں کو آئندہ مصرعہ میں فرماتے ہیں کہ وہ صحابہؓ) راہرو کے لئے قابل پیروی کے (اور رہنما) ہیں (السریٰ مصدر والمراد صاحب السریٰ) اور شریروں کے لئے سبب رجم ہیں (کما مر تقریرہ غرض سب ہمراہ چلتے چلتے اس آقا کے گھر پہنچے پس اس) امیر سے لوگوں نے کہا کہ وہ بادشاہ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) آپہنچے وہ خوشی کے مارے بے اختیار اچھلنے لگا (چونکہ اختیار) قصدی فعل ہے قلب اور روح کا بخلاف حرکات غیر اختیاریہ کے کہ اس میں قلب و روح کا قصد نہیں ہوتا اس لئے بے دل و جان کی تفسیر بے اختیار سے کی گئی آگے اس کے اچھلنے کی علت بتلاتے ہیں کہ) اس گمان پر اس نے خوشی سے دونوں ہاتھ بجانے شروع کئے کہ وہ شاہنشہ اس امیر کے لئے تشریف لائے ہیں (اور یہ خیال کر کے) جب وہ امیر بالاخانہ سے اترا تو جان کو نثار کرتا تھا بشارت دینے والے کے صلہ میں (یعنی جس نے حضور کی تشریف آوری کی خبر دی تھی اس کے عوض میں اس مبشر پر اپنی جان نثار کر رہا تھا (فی الحاشیۃ پامژدای برائے نثار بشیر و مژد بشارت دہندہ جان را قربان و فدای ساخت ۱۲) پھر (آپ کے پاس آکر) زمین بوسی اور سلام ادا کیا (اور) رخ کو طرب سے اس نے مثل گلاب کے کر لیا (اور) عرض کیا بسم اللہ (میرے) مسکن کو مشرف کیجئے تا کہ یہ انجمن (مشابہ) فردوس

(کے) ہو جاوے (اور) تا کہ میرا قصر (رتبہ میں) آسمان پر فائق ہو جاوے (اور بزبان حال فائق ہونے کی وجہ بتلادی) کہ میں نے دورِ زمانہ کا قطب دیکھا ہے (دیکھنے کی اسناد قصر کی طرف مجازی ہے کیونکہ دیکھنا فعل صاحب قصر کا ہے اور یا خود دیکھنے کے معنی میں مجاز ہے یعنی مجاورت وملابست اور یہاں قطب سے مراد معنی اصطلاحی نہیں کیونکہ وہ رتبہ نبوت کے سامنے محض بے حقیقت ہے تو اس کا اطلاق آپ پر ایک گونہ خلاف ادب ہے بلکہ معنی لغوی مراد ہیں یعنی آپ مراد اور مقصود ہیں کائنات زمانہ یعنی عالم کے) اس (نبی) محترم نے (اس کے جواب میں) بغرض عتاب فرمایا کہ میں تیرے دیکھنے کے لئے نہیں آیا ہوں (عتاب کا قصد اس لئے فرمایا کہ وہ آنے کی وجہ پوچھے تو اس کے بتلانے سے اس کو اپنی غلطی بے خبری حال ہلالؓ کے باب میں معلوم ہو جاوے) اس (امیر) نے عرض کیا کہ میری جان آپ ہی کی ہے (اس کو میں آپ پر فدا کرتا ہوں اور) خود جان (بھی) کیا چیز ہے (کہ آپ پر نثار کروں اس سے بڑھ کر اگر کوئی چیز ہو تو وہ آپ پر نثار ہے) ہاں یہ فرما دیجئے کہ یہ تکلیف فرمائی کس کے لئے ہے تا کہ میں اس شخص کا خاک پا ہو جاؤں جس کو آپ کے باغ لطف میں جائے گیری حاصل ہے (یعنی جس کی یہ قدر ہے کہ وہ مثل نہال کے آپ کے باغ لطف میں جما ہوا ہے) جب اس (امیر) نے اس طرح کی باتیں کیں اور نخوت کو دور کر دیا۔ تو مصطفیٰ نے اس کے عتاب کو ترک فرما دیا (یعنی اس کی تواضع سے خوش ہو گئے اور) پھر اس سے (اس کے سوال کا جواب دینے کے لئے) فرمایا کہ وہ ہلال عرش کہاں ہے (یعنی ہلال جو باعتبار علو شان کے گویا ساکن عرش ہے اور) وہ جو (نور) مہتاب کی طرح تواضع کے سبب (زمین کا) فرش (بن رہا ہے وہ) کہاں ہے۔ یعنی جس طرح چاند باوجود بلند ہونے کے پھر اس کی روشنی زمین پر پڑی ہوئی ہے اسی طرح ہلال رتبہ میں تو عرشی ہے لیکن تواضع سے وہ ارضی اور فرشی بن رہا ہے اور) وہ ایک بادشاہ ہے جو (لباس) غلامی میں پنہاں ہو رہا ہے (اور گویا) جاسوسی کے لئے دنیا میں آیا ہوا ہے (یہ تشبیہ باعتبار اخفاء کے ہے کہ جاسوس اپنے کو مخفی رکھتا ہے باعتبار غرض کے نہیں ہے کیونکہ اس کی غرض تجسس ہے یہاں ہلالؓ کے لئے کسی امر کا تجسس ثابت کرنا مقصود نہیں اور اے امیر) تو یوں مت کہنا کہ وہ (ہلالؓ) تو ہمارا غلام اور ملازم آخور ہے۔ یہ جان لینا کہ ویرانوں میں خزانہ ہے (آخرچی کا مد ساقط ہو کر واؤ عاطفہ اس سے موصول ہو گیا ہے) اے تعجب بیماری سے وہ ہلالؓ کیسا ہے جس کے سامنے ہزاروں بدر پامال ہیں (ہلال اور بدر کے تقابل کا لطف ظاہر ہے اسی طرح ہلال کے لئے سقم اور نحافت کے اثبات کا لطف بھی اور اسی عنوان کے اعتبار سے شاعرانہ تعجب کیا گیا ہے یعنی متعارف ہلال تو سقیم اور نحیف ہوتا ہی ہے مگر جس ہلال پر بدر بھی قربان ہو وہ تو بدر سے بھی زیادہ اتم ہونا چاہئے اس کی سخافت عجیب ہے اور معنون کے مرتبہ میں تعجب مقصود نہیں کیونکہ کسی کامل کا بیمار ہونا کیا تعجب ہے تو معنون کے درجہ میں مقصود صرف سوال ہے کیفیت سے بدوں تعجب کے) اس (امیر) نے کہا کہ اس کی بیماری سے مجھ کو آگاہی نہیں (فی الحاشیۃ آگاہ نیست اے آگاہی نیست محمد افضل ۱۲) لیکن چند روز سے (میری) مجلس میں (حاضر) نہیں (ہوتا اور وجہ آگاہ نہ ہونے کی یہ ہے کہ) اس کی بود و باش (ہر وقت کی) ستور اور خچر کے ساتھ ہے (کیونکہ) وہ سائیس ہے اور اس کی منزل (اور رہنے کا مقام) وہ آخور ہے (اس لئے بھی خبر نہیں ہوتی) پیغمبر رغبت کے ساتھ ان کے لئے چلے (اور) آخور میں (ان کی) تلاش میں تشریف لائے (اور) وہ آخور (پہلے سے) تاریک اور زشت اور نجس تھا اور یہ سب (عیب) دور ہو گیا جب سید الخلق پہنچے (یہ مطلب نہیں کہ وہ نجاست حسًا مرتفع ہو گئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کا اثر ایسا مغلوب ہو گیا گویا کہ ذات ہی مرتفع ہو گئی پس مقصود بیان کرنا ہے آپ کے انوار و آثار و برکات کے غلبہ کا چنانچہ ان ہی انوار و آثار کو حضرت ہلالؓ کا ادراک کرنا آگے مذکور ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی) اس شیرز (یعنی ہلالؓ) نے پیغمبر کی خوشبو کو محسوس کیا۔ جس طرح کہ خوشبوئے یوسفؑ کو (ان کے) باپ نے (محسوس کیا آگے بوئے پیغمبرؑ بہر دآن شیرز کی مناسبت سے ایک مضمون متعلق تاثیر بوئے جنسیت کے بیان فرماتے ہیں کہ بوئے جنسیت وہ چیز ہے کہ معجزات کا موجب ایمان ہونا اسی بوئے جنسیت پر موقوف ہے چنانچہ) معجزات (بنفسہا) موجب ایمان نہیں ہوتے (اور نہ اس کے معائنہ سے ایمان متخلف نہ ہوتا حالانکہ صدہا کفار نے معجزات دیکھے اور ایمان نہیں لائے بلکہ) بوئے جنسیت (پیغمبر کی) صفات کو (قلب مومن بمعنی من سیؤمن کی طرف) جذب کرتی ہے (یعنی مناسبت وہبیہ سے نبی کی صفات کا اثر اس کے قلب پر ہوتا ہے اور وہ اثر سبب ایمان کا ہوتا ہے پس موثر قریب ایمان میں بوئے جنسیت ہوئی اور معجزات سبب بعید ہوئے۔ جس سے تخلف بھی ہو جاتا ہے پس اس سے اس شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ معجزات دلیل نبوت نہیں جیسا اس وقت بعض اہل زیغ نے دعویٰ کیا ہے البتہ معجزات کا اثر بالذات۔ جس کا اس سے تخلف نہیں ہوتا دوسرا ہے وہ یہ کہ) معجزات دشمن (دین) کے مغلوب (اور معارضہ سے عاجز) کرنے کے لئے ہیں (چنانچہ ظاہر بھی ہے کہ وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اس کا لقب بھی معجزہ اسی واسطے ہوا ہے اور قرآن مجید میں بھی اس کی تصریح ہے ان نشا ننزل علیہم من السماء آیۃ فظلت اعناقہم لہا خاضعین پس معجزات کا تو لازم اثر یہ مقہوری ہے اور) بوئے جنسیت دل لینے کے (یعنی انقیاد و اطاعت پیدا کرنے کے) لئے ہے (حتیٰ کہ معجزات دیکھ کر بھی اگر کوئی ایمان لاتا ہے تو اس بوئے جنسیت ہی کے واسطہ سے لاتا ہے یعنی کبھی معجزات کے بعد یہ بوئے جنسیت پیدا ہو جاتی ہے پھر وہ سبب ایمان کی ہوتی ہے جیسا اوپر عرض کیا ہے کہ موثر قریب ایمان میں بوئے جنسیت ہوئی الخ اور اگر بوئے جنسیت نہیں ہوتی تو صرف معجزات کے دیکھنے سے) دشمن مقہور تو ہو جاتا ہے مگر دوست نہیں ہوتا (اور ظاہر بات بھی ہے کہ) گردن بندھا ہوا (آدمی) دوست کب ہو سکتا ہے (یعنی خالی معجزات کا دیکھنے والا جبکہ اس میں بوئے جنسیت نہ ہو عجز میں مشابہ اس شخص کے ہے۔ جس کی گردن بندھی ہو اور صرف گردن باندھنا دوستی کا سبب ہرگز نہیں ہو سکتا پس بستہ میں بائے زائدہ ہے بائے الصاق وغیرہ نہیں پھر رجوع ہے قصہ کی طرف کہ) وہ (ہلالؓ) نیند سے بیداری میں آئے آپ کی خوشبو سے (اور ابھی آپ کو دیکھا نہیں تھا اس لئے دل میں) کہنے لگے کہ (حیرت ہے) یہ سرگین دان (اور) اس میں اس طرح کی خوشبو (یہ کیا بات ہے اسی اثناء میں دفعۃً) ستوروں کے پاؤں کے درمیان میں سے انہوں نے دیکھا۔ دامن مبارک رسول بے نظیر (صلی اللہ علیہ وسلم) کا (اور بے نظیری آپ کی اس درجہ کی ہے کہ آپ کی نظیر شرعاً ممتنع ہے) پس (آپ کو دیکھ کر) گھسٹتے ہوئے (آخور کے گوشہ سے حضورؐ کے قریب) آئے (اور گھسٹنے کا سبب غایت ضعف ہے اور آ کر) آپ کے قدم پر (بوسہ دینے کے لئے) چہرہ رکھ دیا اس پہلوان نے پس پیغمبرؑ نے (قدم پر سے سر اٹھا کر) ان کے چہرہ پر اپنا چہرہ رکھ دیا (یعنی) ان کے سر اور آنکھوں اور چہرہ پر بوسہ دیا (اور یہ سب جائز ہے جب شہوت نہ ہو البتہ فقہاء نے مرد کے فم یعنی دہن پر بوسہ دینے کو منع کیا ہے سو یہاں اس کا وقوع نہیں ہوا اور پیغمبرؑ نے) فرمایا کہ اے یہاں تو کیسا مخفی گوہر ہے (تا برائے تنبیہ کذا فی الغیاث اور گوہر باعتبار قدر و قیمت کے کہا اور مخفی اس لئے کہا کہ ان کا گوہر ہونا عام کو معلوم نہیں) اے مسافر عرش (یعنی جس کا وطن عالم بالا ہے اور دنیا میں مسافر ہے) تو کیسا ہے اچھا بھی ہے (یہ عیادت کے طور پر دریافت کیا) انہوں نے (جواب میں بجائے اظہار حالت مرض کے حضورؐ کی عنایت کی مسرات اور توجہ کے برکات کو بیان کرنا شروع کیا اور) کہا کہ اس پریشان خواب کا کیا حال ہوگا۔ جس کے منہ میں آفتاب برآمد ہو جاوے (یعنی جس شخص کی نیند کسی عارض مرض وغیرہ کے سبب پریشان ہو گئی ہو اور وہ دن کا ہونا چاہتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو اس حالت میں دیکھا گیا ہے کہ اس کے منہ میں دھوپ گھس رہی ہے تو اس کی مسرت کی کیا انتہا ہوگی بوجہ مطلوب کے مل جانے کے اسی طرح مجھ کو میرا مطلوب مل گیا یعنی آپ پس میری خوش حالی کی کیا حد ہے آگے دوسری مثال ہے کہ) اس تشنہ کا کیا حال ہوگا جو (غایت تشنگی کے سبب کیچڑ کھا رہا ہو (اور اسی حالت میں دیکھا گیا ہے کہ) پانی اس کو اپنی سطح پر رکھے ہوئے خوش خوش لے جا رہا ہے (تو اس کی مسرت کا بوجہ اس کے مطلوب کے مل جانے کے کیا حال ہوگا پس یہی حال میرا ہے اور آب بر سر بنہدش کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بلا حائل وہ پانی پر چلتا ہو کیونکہ مسرت عطشان کی اس پر موقوف نہیں اس کا سبب تو قرب ہے پانی کا جس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ مثلاً وہ اپنے کو سطح آب پر بواسطہ کشتی کے پائے مثال میں اس صورت کی تخصیص کا یہ مرجح ہوسکتا ہے کہ یہ صورت ہے آب کثیر کے مل جانے کی اور ظاہر ہے کہ پیاسے کو جس قدر کثیر پانی سے تلبس ہوگا وہ زیادہ مسرور و فرحاں ہوگا)۔ فائدہ:۔ آگے محض بمناسبت لفظیہ مصرعہ ثانیہ شعر اخیر بالا۔

آب بر سر بنہدش خوش می برد

انتقال فرماتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام کے پانی پر چلنے کے قصہ کی طرف گو مضمون بالا کو اس قصہ کیساتھ کوئی مناسبت معنویہ نہیں۔

در بیان آنکہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم شنید کہ عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام

برروی آب رفت فرمود کہ لو ازداد یقینہ لمشیٰ علی الھواء

اس کا بیان کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ عیسیٰ ہمارے نبی پر اور ان پر
درود و سلام ہو پانی پر چلتے تھے فرمایا کہ اگر ان کا یقین بڑھ جاتا تو یقیناً ہوا پر چلتے

ہمچو عیسیٰ برسرش گیرد فرات	کائمنی از غرقہ در آب حیات
عیسیٰ علیہ السلام کی طرح اس شخص کو فرات اپنے سر پر لے لیتا ہے	کہ تو بے خوف ہے غرق سے آب حیات میں
گوید احمدؐ گر یقینش افزوں بدے	خود ہوالیش مرکب و ہاموں شدے
احمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر ان کو یقین اور زیادہ حاصل ہو جاتا	تو خود ہوا ان کا مرکب اور صحرا ہو جاتا
ہمچو من کہ بر ہوا راکب شدم	در شب معراج مستصحب شدم
جیسا میں ہوں کہ ہوا پر راکب ہوا	شب معراج میں صحبت رکھنے والا ہوا

عیسیٰ علیہ السلام کی طرح (کہ وہ پانی پر چلتے تھے) اس شخص (مذکور فی الشعر السابق) کو فرات (مراد مطلق دریا) اپنے سر پر لے لیتا ہے) اور بزبان حال اس سے کہتا ہے) کہ تو بے خوف ہے غرق سے (اور) آب حیات میں (ہے تشبیہ عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اشارہ ہے ایک قصہ کی طرف۔

فائدہ:۔ میں آتا ہے آگے رفع استبعاد کرتے ہیں کہ پانی پر چلنا تو کیا بعید ہوتا) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ) فرماتے ہیں کہ اگر ان کو یقین اور زیادہ حاصل ہو جاتا تو خود ہوا ان کا مرکب اور صحرا (کہ محل قطع مسافت ہے) ہو جاتا۔ جیسا میں ہوں کہ ہوا پر راکب ہوا (اور) شب معراج میں (ملائکہ سمٰوات کے ساتھ) صحبت رکھنے والا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوا (جو کہ سفر علی الہواء کے بعد واقع ہوا اور گو یہ سفر علی الہواء براق پر ہوا مگر یہ مشی علی الہواء بواسطہ براق بھی تو ایک خارق عادت اور دلیل کرامت علی اللہ ہے جو برکات یقین سے ہے اور گو عیسیٰ علیہ السلام کو بھی ایسا ہی سفر علی الہواء گو بواسطہ ملائکہ سہی اخیر عمر دنیا میں ہوا لیکن اس حکم میں کوئی اشکال نہیں معنی یہ ہیں کہ جس زمانہ میں پانی پر چلتے تھے اسی وقت میں ہوا پر چلتے چنانچہ جب وہ مرتبہ یقین کا حاصل ہو گیا تو آسمانوں کی طرف مرفوع کر لئے گئے)

فائدہ۔ اب بعد شرح اشعار کے اس قصہ کی تحقیق اور اس کے متعلق بعض سوالات و جوابات ضروری ہیں تحقیق روایت فی الاحیاء کتاب الصبر والشکر وایضاً کتاب التوکل قیل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ان عیسیٰ علیہ السلام یقال انہ مشیٰ علی الماء فقال لوازداد یقیناً لمشیٰ علی الھواء ہ فی شرح الاحیاء اللزبیدی قال العراقی ھذا حدیث منکر لایعرف ھکذا والمعروف مارواہ ابن ابی الدنیا فی کتاب الیقین من قول بکر بن عبداللہ المزنی قال فقد الحواریون بینھم فقیل لھم توجہ نحو البحر فانطلقوا یطلبونہ فلما انتھوا الی البحر اذا ھو قداقبل یمشی علی الماء فذکر حدیثا فیہ ان عیسیٰ قال لو ان لابن آدم من الیقین قدر شعیرۃ مشیٰ علی الماء قلت روی ابن ابی الدنیا ایضاً و ابن عساکر عن فضیل ابن عیاض قال قیل لعیسی بن مریمؑ بای شئ تمشی علی الماء قال بالایمان والیقین قالوافانا آمنا کما آمنت وایقنا کماایقنت قال فامشوا اذاً فمشوا معہ فجاء الموج فغرقوا فقال لھم عیسیٰؑ مالکم فقالوا اخفنا الموج قال الاخفتم رب الموج فاخرجھم اھ حاصل عبارت مذکورہ کا یہ ہے کہ صاحب احیاء نے نقل کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام پانی پر چلتے تھے آپ نے فرمایا کہ اگر ان کے یقین میں اور زیادہ ترقی ہوتی تو ہوا پر چلتے شارح نے عراقی سے نقل کیا کہ یہ حدیث منکر ہے یعنی اس کے راوی غیر ثقہ نے ثقات کے خلاف روایت کی ہے معروف وہ روایت ہے جس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب الیقین میں بکر بن عبداللہ مزنی کا قول کر کے نقل کیا ہے کہ ایک بار حوارین نے اپنے پیغمبر کو نہ پایا کسی نے کہا کہ وہ دریا کی طرف گئے ہیں لوگ ان کو تلاش کرنے دریا کی طرف چلے جب دریا پر پہنچے تو دیکھتے کیا ہیں کہ وہ پانی پر چلتے ہوئے آرہے ہیں پھر ایک مضمون بیان کیا جس میں یہ بھی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر آدمی کے پاس یقین میں سے ایک جو کے برابر بھی ہو تو پانی پر چلنے لگے۔ شارح کہتے ہیں کہ نیز ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے فضیل بن عیاض سے نقل کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ پانی پر کس چیز کے ذریعہ سے چلتے ہیں آپ نے فرمایا کہ ایمان اور یقین کے ذریعہ سے لوگوں نے کہ پس ہم بھی ایمان لائے ہیں جیسا آپ ایمان لائے ہیں اور ہم بھی یقین رکھتے ہیں جیسا آپ یقین رکھتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ پس چلو وہ ان کے ساتھ چلے ایک موج آئی اور وہ سب غرق ہونے لگے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری کیا حالت ہے انہوں نے کہا کہ ہم موج سے ڈر گئے آپ نے فرمایا کہ تم رب موج سے کیوں نہ ڈرے پھر آپ نے ان کو نکالا فقط اس عبارت سے چند امور مستفاد ہوئے (۱) یہ روایت احیاء کی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت یہ فرمایا کہ اگر ان کو زیادہ یقین ہوتا تو ہوا پر چلتے۔ ثابت نہیں (۲) خود عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ارشاد میں یقین کی تاثیر بیان فرمائی ہے کہ اس سے پانی پر چل سکتے ہیں ایک روایت میں مطلق یقین کی اور ایک روایت میں اس کی قلت کی تصریح کے ساتھ بھی (۳) ہوا پر چلنے کا مضمون کسی طرح سے بھی کسی روایت میں مذکور نہیں (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان میں سے کوئی مضمون منقول نہیں بلکہ یہ حکایت بکر بن

www.besturdubooks.wordpress.com

عبداللہ و فضیل بن عیاض سے منقول ہے یہ تو مدلولات ہیں اس عبارت کے اب بعض سوال و جواب اس مقام کے متعلق ہیں۔ سوال اول کیا مولاناؒ اور امام غزالیؒ نے یہ روایت بے اصل لکھ دی ہے جواب قصداً لکھنا محل اشکال ہوتا باقی بنا بر حسن ظن بالراوی کے ایسی لغزش بعید نہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ان حضرات کے پاس کوئی سند ہو جو اوروں کو نہ ملی ہو۔

سوال دوم: کیا یقین کے لئے لازم ہے کہ پانی پر بنا بر روایت ثابتہ کے یا ہوا پر بنا بر روایت متکلم فیہا کے چلنے پر قادر ہو اگر ایسا ہے تو جن حضرات کی عدم قدرت کی ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں وہاں تو ہم انتفاء لازم سے انتفاء ملزوم کا اشکال نہیں کر سکتے گو اس کا وقوع نہ ہوا ہو کیونکہ نفی وقوع نفی قدرت کو مستلزم نہیں لیکن جن کی عدم قدرت ثابت ہے جیسے ہر مومن اپنی حالت سے اس کا علم رکھتا ہے یا جیسے امام اور مولانا کی روایت سے عدم قدرت عیسیٰ علیہ السلام کی مشی علی الہواء پر معلوم ہوتی ہے تو کیا ان مقامات پر یا خصوص عیسیٰ علیہ السلام کے لئے نعوذ باللہ یہ حکم کر دیں گے کہ ان کو یقین کے بعض مراتب حاصل نہ تھے۔ سوال سوم:۔ یقین میں اور خوارق عادات میں کوئی وجہ علاقہ کی نہیں یقین فی نفسہ ایک کمال مطلوب ہے خواہ خوارق کے ساتھ ہو یا بلا خوارق گو حضرات انبیاء علیہم السلام میں ان کا اقتران اس لئے ہو گیا کہ خوارق علامت ہیں نبوت کی لیکن تب بھی وہ خوارق ثمرہ ایمان و یقین کا نہیں اور غیر انبیاء میں تو خواہ ایمان کیسا ہی کامل ہو خود خوارق کا ہونا ہی ضرور نہیں اکابر فن نے تصریح کی ہے کہ خارق کا مرتبہ ذکر لسانی سے بھی کم ہے غرض وہ اتنی بڑی چیز نہیں جیسا اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ علامت ہو کمال ایقان کی جواب ان دونوں سوالوں کا یہ ہے کہ یہاں یقین سے مراد ایمان و تصدیق شرعی نہیں جن کا متعلق ذات و صفات اور بعض افعال حق ہیں جن کے اعتقاد رکھنے کا شرع میں امر وارد ہے اور جو کہ کمال مطلوب ہے اور جس کے لئے خوارق ہونا ضروری نہیں اور جس سے خوارق کا کوئی تعلق نہیں بلکہ مراد یہاں یقین سے جزم کرنا ہے ان بعض خاص افعال حق کا جن کا تعلق حوادث یومیہ کے ساتھ ہے اور یہ ایک قسم ہے توکل کی مثلاً یہ کہ ہم زید پر غالب آویں گے اور مثلاً فلاں شخص اس بیماری میں نہ مرے گا اور مثلاً اگر ہم دریا میں گھس جاویں ہرگز نہ ڈوبیں گے اور مثلاً ہم ہوا میں معلق ہو کر فلاں مسافت قطع کر سکیں گے۔ پس اس یقین کے بعض احکام کا بیان کرنا مقصود ہے اور وہ حکم اثبات فضیلت نہیں بلکہ اس کی ایک خاصیت بیان کرنا ہے اور اس کی وہ خاصیت تجربا کثیرہ سے ثابت اور منقول ہے کہ اگر کسی فعل ممکن کے وقوع کا خواہ وہ فعل عادۃً قریب ہو یا مستبعد ہو ایسا جزم ہو جاوے کہ اس کے خلاف جانب کا احتمال ہی ذہن میں نہ ہو تو عادۃ اللہ جاری ہے کہ اس کو واقع کر دیتے ہیں گو کسی جگہ کسی خاص مانع کے سبب تخلف بھی ہو جاتا ہے اور اس کے لئے مقبولیت بھی شرط نہیں گو ایمان اور مقبولیت سے اس میں برکت رہ جاتی ہے دھو معنے قول عیسیٰ علیہ السلام بالایمان والیقین اور نہ مقبولیت کے لئے ایسا جزم لازم ہے کیونکہ اس جزم کا جو متعلق ہے یعنی حادث یومی وہ خود مطلوب شرعی نہیں اس تقریر سے ان دونوں سوالوں کا جواب ہو گیا (اور جس طرح اس میں مقبولیت شرط نہیں اسی طرح کمال مقبولیت کے منافی بھی نہیں جیسا بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ یہ جزم ایک قسم کی مغلوبیت ہے جو کمال نبوت سے بعید ہے جواب یہ ہے کہ یہ ایسی مغلوبیت نہیں ہے جس میں قوی علمیہ و عملیہ میں ضعف و فتور اور بعض حدود سے تجاوز ہو جاوے جیسے متوسطین سلوک کو ہو جاتا ہے۔ سوال چہارم:۔ حضرت علیؓ کا قول مشہور ہے لو کشف لی الغطاء ما ازددت یقیناً اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یقین کے تمام مراتب حاصل تھے اور اوپر عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بعض مراتب یقین کا حاصل نہ ہونا مولانا اور امام کی روایت پر معلوم ہوتا ہے تو تفضیل ولی کی نبی پر لازم آئی اور یہ باطل ہے اور یہی لازم کافی دلیل تھی اس حدیث کے بطلان کی تو ان دونوں بزرگوں کو اس پر تنبہ کیوں نہیں ہوا جواب یہ ہے کہ اگر حضرت علیؓ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے یہ قول ثابت ہو تو اس میں یقین سے مراد ایمان ہے نہ کہ معنی مذکور بالا اور اس کا منتہیٰ کمال کا یہ ہے کہ علم الیقین بمنزلہ عین الیقین ہو جاوے سو اس میں مفضول ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا لازم نہیں آتا بلکہ تمام انبیاء تمام اولیا سے اس میں افضل ہیں اور نفی زیادت سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ اس میں مافوق مرتبہ ہے ہی نہیں کیونکہ منتہیٰ سے آگے کوئی مرتبہ نہیں ہو سکتا پھر انبیا کس میں افضل ہوں گے جواب یہ ہے کہ مافوق کا وجود تو یقینی ہے جو انبیاء کو حاصل ہے اور نفی زیادت کا مطلب یہ ہے کہ غیر نبی کی استعداد کے اعتبار سے جو اخیر منتہیٰ ہے وہ مجھ کو اس وقت بھی حاصل ہے جیسے کسی خاص درجہ کی ڈگری حاصل کرنے والے کو ڈپٹی کلکٹری کا عہدہ ملتا ہو اور اس کے بھی درجات مختلف ہوں اور کسی کو اس کا منتہیٰ حاصل ہو جاوے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ڈپٹی کلکٹری سے بڑا کوئی عہدہ نہیں ہے غرض اس قول میں ایمان غیر نبی کے مراتب کے منتہیٰ کا حاصل ہونا اپنے لئے فرماتے ہیں اور انبیاء کے لئے ان کی شان کے مناسب جدا منتہیٰ ہوتا ہے اور ہر شخص کو اس کی استعداد کے مناسب اس مرتبہ انتہائی کے بعد اگر معائنہ ہو جاتا ہے تو اس سے یقین میں زیادت نہیں ہوتی۔ البتہ اطمینان زائد ہو جاتا ہے جس کی حقیقت ہے سکون نفس جس میں پہلے سے جو اس کی کیفیت وقوع میں نہ کہ نفس وقوع میں تردد تھا وہ زائل ہو گیا کما قال تعالیٰ لابراہیم علیہ السلام اولم تومن قال بلیٰ ولکن لیطمئن قلبی اور دو اشکال ان اشعار میں اور تھے ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مشی علی الہواء کہاں واقع ہوا کیونکہ معراج تو بواسطہ براق کے ہوئی دوسرے عیسیٰ علیہ السلام کے لئے تو رفع الی السماء کے وقت ایسا مشی علی الہواء واقع ہوا حل ان دونوں کا ان اشعار کی شرح کے ضمن میں ہو چکا ہے اور اگر حضورؐ کے معراج کے مرتب علی الیقین ہونے پر یہ شبہ ہو کہ یقین کے جو معنی ذکر کئے گئے ہیں وہ اس کو مقتضی ہیں کہ اس کے قبل آپ کو اس مشی علی الہواء کا جزم ہو حالانکہ کسی دلیل سے یہ بھی ثابت نہیں کہ آپ کو اس کا پہلے سے خیال بھی تھا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ آیات و لقد آتینا موسیٰ الکتٰب فلاتکن فی مریۃ من لقاءہ وقولہ واسال من ارسلنا من قبلک من رسلنا بعض مفسرین کے قول پر اور آیت لترکبن طبقا عن طبق ابن عباسؓ کے قول پر معراج پر محمول ہیں اور صیغہ امر و مضارع موکدہ بلام و نون مفید ہے معنے استقبال کو پس گنجائش اس کہنے کی ہے کہ ان آیت کے اطلاق سے آپ کو جزم کے ساتھ یہ خیال ہو کہ یہ لقاء موسیٰ و اجتماع مع الانبیاء و عروج طبقات سموات ضرور ہو گا اگرچہ بواسطہ اسباب خارقۃ الاعادۃ کے ہو جیسا خود عروج مسبب مثلاً ہر حال میں خارق ہے گو بواسطہ اسباب عادیہ کے ہو تا مثل طیارہ وغیرہا کے پس مذکورہ چار مدلول روایات کے اور چار سوال و جواب اور دو یہ اشکال مع ان کے حل کے یہ سب ملا کر عشرہ کاملہ کے لقب سے ملقب کئے جا سکتے ہیں آگے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف تتمہ مقولہ حضرت ہلالؓ کا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے جواب میں عرض کرتے ہیں۔

گفت چوں باشد سگے کور پلید	جست او از خواب و خود را شیر دید
عرض کیا کہ اس سگ کور پلید کا کیا حال ہو گا	کہ وہ نیند سے اٹھا اور اپنے کو شیر دیکھا
نے چناں شیرے کہ کس تیرش زند	بل زبیمش تیغ و پیکاں بشکند
ایسا شیر نہیں کہ کوئی اس کو تیر مار دے	بلکہ اس کے خوف سے تیغ اور پیکان ٹوٹ جاوے
کور بر اشکم روندہ ہمچو مار	چشمہا بکشادہ در باغ و بہار
کسی اندھے نے جو کہ سانپ کی طرح شکم کے بل چلنے والا تھا	باغ و بہار میں آنکھیں کھول دی ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

(ہلالؓ نے) عرض کیا (اور یہ تیسری مثال ہے) کہ اس سگ کور پلید کا کیا حال ہوگا کہ وہ نیند سے اٹھا اور اپنے کو شیر دیکھا (اور) ایسا شیر نہیں کہ کوئی اس کو تیر مار دے۔ بلکہ (ایسا شیر کہ) اس کے خوف سے تیغ و پیکان ٹوٹ جاوے (یعنی اس حالت میں ظاہر ہے کہ وہ بے حد خوش ہوگا اسی طرح تواضعاً باعتبار دناءت واد ناس کے اپنے کو کلب سے تشبیہ دی اور حضور کی برکت سے باعتبار رفعت وعلوشان کے شیر کے مشابہ ہو جانا بیان کیا اور آگے ترقی ہے کہ شیر تو تیر وغیرہ کا بھی نشانہ بنایا جاتا ہے سو یہ ایسا شیر نہیں ہے بلکہ خود تیغ و پیکان اس کے سامنے شکستہ اور بے اثر ہو جاتا ہے اور میرے ذوق میں یہ اشارہ اس طرف ہے کہ عباد کاملین پر شیطان سہام اضلال واغواء چلانے کی ہمت نہیں کرتا کیونکہ ان سے ان پر کچھ اثر نہیں ہوتا قال تعالیٰ حکایۃ عنہ لاغوینھم اجمعین الا عبادک منھم المخلصین الآیۃ وقال تعالیٰ انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلیٰ ربھم یتوکلون الآیۃ آگے چوتھی مثال ہے کہ میری وہ حالت ہوگئی کہ گویا) کسی اندھے نے جو کہ سانپ کی طرح شکم کے بل چلنے والا تھا (یعنی بالکل ہی معذور تھا کہ پاؤں سے بھی نہ چل سکتا تھا خواہ اس لئے کہ پاؤں سے بھی شل تھا یا اس لئے کہ بوجہ کوری کے کھڑے ہوکر چلنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ کہیں گر نہ پڑوں اس لئے اس طرح چلتا تھا ایسے اندھے نے) باغ و بہار میں آنکھیں کھول دی ہوں (یعنی آنکھیں جو کھلیں تو سامنے باغ و بہار نظر پڑا اس کی فرحت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے یہی حالت میری ہے یہاں تک مقولہ ہلالؓ کا ختم ہوا آگے مولانا کا ارشاد ہے)

چوں بود آں چوں کہ از چونی رہید	در حیاتستان بیچونی رسید
وہ چوں کیساں ہوگا جو کہ چونی سے چھوٹ گیا ہو	اور بیچونی کے دارالحیات میں پہنچ گیا ہو
گشت چونی بخش اندر لامکاں	گرد خوانش جملہ شیراں چوں سگاں
چونی بخشنے والا ہو گیا لامکان میں	اس کے خوان کے گرد تمام شیر کتوں کی طرح
اوز بیچونی دہد شاں استخواں	در جنابت تن زن ایں سورہ مخواں
وہ بیچونی سے ان کو ہڈی دے رہا ہے	تو جنابت میں خاموش رہ یہ سورۃ مت پڑھ
تا ز چونی غسل ناری تو تمام	تو بریں مصحف منہ کف اے غلام
جب تک تو چونی سے غسل کامل نہ کرے گا	اس مصحف پر ہاتھ مت رکھنا اے لڑکے
گر پلیدم ور نظیفم اے شہاں	ایں نخوانم پس چہ خوانم در جہاں
اگر میں پلید ہوں تو اور اگر نظیف ہوں تو اے سلاطین	میں یہ نہ پڑھوں تو پھر عالم میں کون چیز پڑھوں
تو مرا گوئی کہ از بہر ثواب	غسل ناکردہ مرو در حوض آب
تم مجھ سے کہتے ہو کہ ثواب کے لئے	بدوں غسل کے حوض میں مت جا
از برون حوض غیر خاک نیست	ہر کہ او در حوض ناید پاک نیست
حوض کے باہر بجز خاک کے کچھ نہیں	جو شخص حوض کے اندر نہ آوے گا پاک نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نباشد آب ہارا ایں کرم	کہ پذیرد مر خبث را دمبدم
اگر پانیوں میں یہ کرم نہ ہو	کہ ناپاک کر لے لیا کریں دمبدم
وای بر مشتاق و بر امید او	حسرتا بر حسرت جاوید او
تو بڑی خرابی ہو مشتاق پر اور اس کی امید پر	اور بڑی حسرت ہو اس کی حسرت دائمی پر
آب دارد صد کرم صد احتشام	کو پلیداں را پذیرد والسلام
پانی صدہا کرم اور صدہا احتشام رکھتا ہے	کہ وہ پلیدوں کو لے لیتا ہے والسلام
اے ضیاء الحق حسام الدین کہ نور	پاسبان تست از شر الطیور
اے ضیاء الحق حسام الدین کہ نور	تمہارا محافظ ہے شر الطیور سے
پاسبان تست نور و ارتقاش	اے تو خورشید مستر از خفاش
تمہارا محافظ نور ہے اور اس کا بلند ہونا	اے مخاطب تم خورشید ہو مستور خفاش سے
چیست پردہ پیش نور آفتاب	جز فزونی شعشعہ و تیزی و تاب
کیا چیز حاجب ہے نور آفتاب کے سامنے	بجز زیادتی شعاع اور تیزی اور لمعان کے
پردۂ خورشید ہم نورے ربست	بے نصیب از وے خفاش ست و شب ست
حجاب خورشید کا نور الٰہی ہی ہے	بے نصیب اس سے خفاش ہے اور شب ہے
ہر دو چوں در بعد و پردہ ماندہ اند	با سیہ رویاں فسردہ ماندہ اند
چونکہ دونوں بعد میں اور حجاب میں رہے ہوئے ہیں	سیہ رو لوگوں کے ساتھ افسردہ رہے ہوئے ہیں
چوں نوشتی بعضے از قصہ ہلالؓ	داستان بدر آر اندر مقال
جب آپ ہلالؓ کا تھوڑا سا قصہ لکھ چکے	بدر کی داستان بھی گفتگو میں لائیے
آں ہلال و بدر دارند اتحاد	از دوئی دور اند و از نقص و فساد
وہ ہلال اور بدر اتحاد رکھتے ہیں	اختلاف سے دور ہیں اور نقص و فساد سے
آں ہلال از نقص در باطن بریست	آں بظاہر نقص تدریج آوریست
وہ ہلال نقص سے باطن میں بری ہے	وہ بظاہر نقص ہے تدریج کا جلب کرنے والا ہے
درس گوید شب بشب تدریج را	در تانی بر دہد تفریج را
شب بہ شب تدریج کا درس کہتا ہے	تانی میں تفریج کا ثمرہ دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

درتانی گوید اے عجول خام	پایہ پایہ برتواں رفتن بہام
تانی میں کہتا ہے کہ اے جلد باز خام	ایک ایک پایہ کر کے بام تک جانا ممکن ہے
دیگ را تدریج و استادانہ جوش	کارنائید قلیۂ دیوانہ جوش
دیگ کو تدریج کے ساتھ اور استادوں کی طرح جوش دے	کام میں نہیں آتا وہ قلیہ جس کو دیوانہ نے جوش دیا ہو
حق نہ قادر بود بر خلق فلک	در یکے لحظہ بکن بے ہیچ شک
کیا حق تعالیٰ قادر نہ تھے آسمانوں کے پیدا کرنے پر	ایک لحہ میں لفظ کن سے بدوں کسی شک کے
پس چرا شش روز آنرا در کشید	کل یوم الف عام اے مستفید
پھر کس لئے اس کو چھ روز تک کھینچا	ہر یوم ایک ہزار سال کا اے مستفید
خلقت طفل از چہ اندر نہ مہ است	زانکہ تدریج از شعار آں شہ است
طفل کی پیدائش کس وجہ سے نو ماہ میں ہے	اس وجہ سے کہ تدریج عادت اس بادشاہ کی ہے
خلقت آدم چرا چل صبح بود	اندراں گل اندک اندک میفزود
آدم علیہ السلام کی پیدائش کس لئے چالیس صبح میں ہوئی	اس کیچڑ میں تھوڑی تھوڑی ترقی ہوتی رہی
زیں سحر تا آں سحر سالے ہزار	تا با آخر یافت آں صورت قرار
ایک صباح سے دوسری صباح تک ایک ہزار سال	یہاں تک کہ آخر میں وہ صورت قرار پائی
نے چو تو اے خام کا کنوں تاختی	طفلی و خود را تو شیخے ساختی
نہ کہ تیری طرح اے خام کہ ابھی سے دوڑنے لگا	تو طفل ہی ہے اور اپنے کو تو نے شیخ بنا لیا
بر دویدی چوں کدو فوق ہمہ	کو ترا پائی جہاد و ملحمہ
تو کدو کی طرح سب سے فوق ہو کر دوڑ پڑا	کہاں ہے تیرا قدم مجاہدہ اور جنگ کا
تکیہ کردی بر درختان و جدار	بر شدی اے اقرعک ہم قرع وار
تو درختوں پر اور دیوار پر ٹیک لگاتا ہوا	اے گنجے کدو کی طرح اوپر بھی جا پہنچا
اول ار شد مرکبت سرو سہی	لیک آخر خشک بے مغز و تہی
اول میں اگرچہ تیرا مرکب سرو سہی بن گیا	لیکن آخر میں خشک اور بے مغز اور تہی رہ گیا
رنگ سبزت زرد شد اے قرع زود	زانکہ از گلگونہ بود اصلی نبود
تیرا رنگ جو سبز تھا اے کدو وہ جلدی زرد ہو گیا	کیونکہ وہ گلگونہ سے تھا اصلی نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

(آگے مولانا کا ارشاد ہے جس میں تفصیل ہے اس مضمون کی جو مقولہ ہلالؓ میں مجمل تھا یعنی کاملین کی صحبت اور توجہ کی برکات کیونکہ اوپر صرف اتنا مذکور تھا کہ کاملین کی توجہ سے فیوض و برکات عجیبہ حاصل ہوتے ہیں۔ کما صرح بہ فی قولہ کہ درآید درد ہانش آفتاب و فی ما بعدہ الی قولہ چشمہا بکشادہ در باغ و بہار اور یہاں ان اشعار میں اس توجہ سے فیوض و برکات حاصل ہونے کی کیفیت یعنی تربیت کا طریق مع اس کے متعلقات کے مذکور ہے۔ اولاً خود ان کاملین کا متصف بکمال ہونا فی قولہ چوں بود آن چوں کہ از چونی رہید پھر ان کا دوسروں کی تکمیل و تربیت کرنا من قولہ گشت چونی بخش الخ اس کے بعد اس کی کیفیت مع دیگر احکام کے فرماتے ہیں یعنی) وہ چون کیسا (کچھ خوش حال و صاحب کمال) ہوگا جو کہ چونی سے چھوٹ گیا ہو اور بے چونی کے دار الحیات میں پہنچ گیا ہو (چون کے لغوی معنے کیفیت کے ہیں مراد اس سے خاص کیفیات و عوارض بشریہ جن میں محجوبین مبتلا ہیں اور بے چونی میں خاص ان ہی کیفیت کی نفی مراد ہے ورنہ ظاہر ہے کہ کسی موجود کا مطلق کیفیات و اعراض سے خلو محال ہے اسی بے چونی کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے پس معنے یہ ہوئے کہ وہ موصوف بالفناء ہو گیا اور چونکہ فناء کے لئے بقاء یعنے بجائے اتصاف باوصاف مذکورہ بشریہ کے اتصاف باوصاف حق لازم ہے اس لئے اس کو حیاتستان سے تعبیر فرمایا کہ حیات و بقاء مفہوماً متقارب ہیں یہ تو بیان تھا حصول کمال کا جس کا نسق مثل نسق اشعار گفت چون باشد خود آن شوریدہ خواب اور ع چون بود آن تشنہ الخ اور ع گفت چون باشد سگے الخ کے ہے کہ ان میں بھی ہلالؓ کے کامل ہو جانے کا مذکور تھا۔ آگے اس کامل کا دوسروں کو مکمل کرنا مذکور ہے جو کہ اوپر بھی حصول کمال ہلالؓ سے مفہوم و لازم ہے کہ حضورؐ نے ان کی تکمیل فرمائی یعنی جب مرتبہ فناء و بقاء سے مشرف ہو کر مرتبہ ارشاد اس کو عطا ہو گیا تو) وہ (دوسروں کو) چونی بخشنے والا ہو گیا لامکان میں (اور) اس کے خوان (افاضہ) کے گرد (بگرد) تمام شیر کتوں کی طرح (محتاج اور نگران) ہوتے ہیں (اندر لامکان حال ہے فاعل گشت سے یعنی خود لامکان میں ہوتا ہے یہ کنایہ اسی بے چونی مذکور بالا سے ہے کیونکہ متمکن کے لئے متکیف ہونا لازم ہے پس تکیف کی نفی سے تمکن کی نفی لازم ہوگی پس اندر لامکان کہنا بھی صحیح ہوگا اور چونی بخش میں چونی سے مراد معنے مذکور نہیں ہے جس میں محجوبین مبتلا ہوتے ہیں بلکہ میرے ذوق میں وہ کیفیات مراد ہیں جو ابتدائے سلوک میں اکثر پیش آتی ہیں جیسے سکر و محو و غیبت و وجد و استغراق و امثالہا اور قرینہ اس کا ظاہر ہے کیونکہ اہل ارشاد کی صحبت و تعلیم کا ان کیفیات سے تو تعلق ہوتا ہے اور کیفیات دنیویہ حجابیہ سے تو وہ بعید کرتے ہیں تو ان کے اعتبار سے ان کو چونی بخش کہنا کیسے زیبا ہوگا اور شیر ان سے مراد طالبان حق اور تشبیہ ان کی سگان سے مولانا کی طرف سے نہیں ہے بلکہ خود ان طالبین کے زعم پر جس کا منشاء تواضع ہے یعنی وہ اپنے کو غایت تذلل سے کلاب کے درجہ میں سمجھ کر ان سے دریوزہ گری کرتے ہیں بعد حل مفردات کے حاصل شعر کا یہ ہوا کہ وہ خود تو کیفیات سے حتیٰ کہ ان کیفیات مبتدیان سلوک سے بھی منزہ ہیں اور دوسرے طالبین کے لئے جن کی وہ تکمیل کر رہے ہیں حصول کیفیات ابتدائیہ کے سبب بن رہے ہیں فالاسناد مجازی کما فی قولہ لا ہب لک غلاماً زکیا اور یہ ابتدائے طریق کی حالت ہے جو اکثر پیش آتی ہے اور) وہ (مقام) بے چونی سے ان کو ہڈی دے رہا ہے (اس بے چونی کو اوپر لامکان کہا ہے والعلاقۃ قد ذکرت اور ہڈی سے چونی مذکور فی الشعر السابق کو تشبیہ دی اس اعتبار سے کہ گوشت کے مقابلہ میں غیر مطلوب ہے اسی طرح کیفیت کہ مقصود اصلی کے مقابلہ میں غیر مطلوب ہیں اور تخصیص استخوان کی بمناسبت سگان کے ہے اور دینے کی تفسیر ابھی شعر سابق کی شرح میں مذکور ہوئی یہاں تک تو ذکر تھا کیفیات ابتدائیہ کے پیش آنے کا آگے ان اہل ارشاد کا ان کیفیات کو غیر مقصود بتلانا اور ان کے مقصود سمجھنے والے کے غلط کار

www.besturdubooks.wordpress.com

ہونے پر ان اہل ارشاد کا متنبہ کرنا ایک مقاولت کے پیرایہ میں بیان فرماتے ہیں کہ یہ کیفیات جبکہ ان کو مقصود سمجھا جاوے چونکہ مقصود حقیقی سے حجاب ہیں اس لئے اگر کوئی طالب باوجود طلب کیفیات کے مقصود حقیقی تک پہنچنے کی ان حضرات سے درخواست کرتا ہے تو وہ اس کو یہ جواب دیتے ہیں کہ) تو جنابت (کی حالت) میں خاموش (پڑا) رہ (اور) یہ سورۃ مت پڑھ (کہ جنابت میں سورۂ قرآنیہ پڑھنا منع ہے یعنی جس طرح جنابت مانع ہے شرعاً قراءۃ قرآن سے اسی طرح ان کیفیات کا شیفتہ ہونا مانع ہے حصول مقصود حقیقی سے اور جنابت چونکہ نجاست حکمیہ ہے ورنہ بدن حقیقۃً طاہر ہے اور یہی معنی ہیں حدیث ان المومن لاینجس کے اور اسی طرح ان کیفیات کے طلب سے قلب حقیقۃً طاہر رہتا ہے کہ جائز کی طلب ہے لیکن برکات حقیقیہ سے محروم رہتا ہے جیسا جنب قرأت سے محروم رہتا ہے اس لئے تشبیہ جنابت سے نہایت مناسب ہے اور اس بناء پر معاصی وکیفیات مجوبین ولبعدین کو نجاست حقیقیہ کے مشابہ کہنا مناسب ہوگا حاصل مطلب یہ کہ مرشد محقق سالک کو کیفیات مذکورہ کی طرف التفات بالذات سے روکتا ہے اور یہ مضمون بھی داخل ہے طریق تربیت میں جس کا مقصود فی المقام ہونا احقر نے تمہید اشعار ہذا میں بیان کیا ہے آگے بھی شعر بالا ہی کا مضمون ہے یعنی وہ مرشد محقق کہتا ہے کہ اے سالک جو کیفیات اور مقصود دونوں کو جمع کرنا چاہتا ہے۔ایں خیال ست ومحال ست وجنون بلکہ) جب تک تو جونی (یعنے ان ہی کیفیات مذکورہ) سے (یعنی ان کے مطلوب وملتفت الیہ بالذات بنانے سے) غسل نہ کرے گا (یعنی توبہ نہ کرے گا اور تعبیر بالغسل بمناسبت جنابت کے ہے اس وقت تک) اس مصحف (مقصود حقیقی) پر ہاتھ (بھی) مت رکھنا اے لڑکے (یعنی) اے ناتجربہ کار کہ مسائل سلوک کو نہیں جانتا۔آگے یہ بتلاتے ہیں کہ حصول مقصود حقیقی کے لئے خود ان کیفیات کی نفی شرط نہیں کیونکہ یہ نفی تو عادۃً خود موقوف ہے حصول مقصود حقیقی پر اور قبل اس کے یہ کیفیات کم وبیش رہتی ہی ہیں تو اگر حصول مقصود ان کیفیات کی نفی پر موقوف ہو تو دور لازم آوے بلکہ حصول مقصود کے لئے ان کیفیات کی طلب بالذات کی نفی شرط ہے یعنے ان کو مطلوب بالذات نہ سمجھے اس مضمون کو ایک مثال کے ضمن میں جو مثال جنابت کا تتمہ ہے بطور سوال و جواب کے فرماتے ہیں اور وہ سوال کلام سابق سے ناشی ہوا ہے یعنی طالب چونکہ مسئلہ کی حقیقت نہیں سمجھا مرشد سے پوچھتا ہے کہ آپ جو قبل غسل سورۃ پڑھنے سے منع کرتے ہیں جس سے مقصود یہ ہے کہ قبل نفی کیفیات کے مقصود تک وصول نہیں ہو سکتا تو اس کی نسبت یہ عرض ہے کہ) اگر میں پلید ہوں تو اور اگر نظیف ہوں تو اے سلاطین (ملک طریقت اگر) میں یہ نہ پڑھوں تو پھر عالم میں کون چیز پڑھوں (یعنی یہی تو ایک چیز قابل تحصیل ہے تو اس کو کیسے حاصل نہ کروں باقی یہ جو کہتے ہو کہ غسل کر کے پڑھ تو خود غسل یعنی نفی کیفیات بھی اسی وصول الی المقصود ہی سے ہوگا تو اس تقدیر پر یہ کہنا کہ بدوں نفی خطرات کے مقصود حاصل نہیں ہو سکتا اور وہ نفی خود موقوف ہے حصول مقصود پر گویا یہ کہنا ہے کہ بدوں حصول مقصود کے حصول مقصود نہیں ہو سکتا تو اس کی ایسی مثال ہوگئی کہ جیسے) مجھ سے کہتے ہو کہ تو آب (حاصل کرنے) کے لئے بدوں غسل کے حوض میں مت جا (حالانکہ) حوض کے باہر بجز خاک کے کچھ (پانی) نہیں (تو اس حالت میں) جو شخص حوض کے اندر نہ آوے گا پاک نہیں (ہوگا آگے کا مضمون بطور جواب اس سوال کے ہے یعنی گویا مرشد کہتا ہے کہ یہ مطلب میرا نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ تطہیر تو کام پانی کا ہے ورنہ) اگر پانی میں یہ کرم نہ ہو کہ ناپاک کو لے لیا کرے دمبدم۔تو بڑی خرابی ہو مشتاق (یعنی طالب) پر اور اس کی امید پر اور بڑی حسرت ہو اس کی حسرت دائمی پر (سو ایسا نہیں ہے بلکہ) پانی صدہا کرم اور صدہا حیا رکھتا ہے کہ وہ پلیدوں کو لے لیتا ہے والسلام (خیر ختام یعنے ہمارا کلام اس مضمون کی قوت میں نہیں کہ غسل ناکردہ مرو الخ کیونکہ اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

قوت میں سمجھنا اس سے ناشی ہوا کہ حصول مقصود کی شرط بھی نفی کیفیات جو خود موقوف ہے حصول مقصود پر حالانکہ ہمارا یہ مطلب نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ حصول مقصود کی شرط ہے نفی طلب بالذات کیفیات کی اب سب اشکال مندفع ہو گئے آگے ایک اور مضمون ہے کہ وہ بھی مثل مضمون بالا کے داخل ہے طریق تربیت میں وہ یہ کہ تربیت میں تدریج ہوتی ہے سالک کو تعجیل اور تقاضا مضر ہے جس کا ایک ضرر یہ ہے کہ وہ اس میں کبھی قبل از وقت شیخ بن بیٹھتا ہے پس اوپر بھی بیان تھا ایک مانع عن المقصود کا کہ طلب کیفیات ہے اور یہاں بھی بیان ہے ایک مانع کا کہ تعجیل ہے پس اس مضمون کو مولانا ضیاء الحق کے خطاب سے شروع کرتے ہیں اور فرماتے ہیں) اے ضیاء الحق حسام الدین (جواب ندا جو کہ مقصود بالذکر ہے کئی شعر بعد ہے چوں نوشتی بعضے از قصہ ہلال اور درمیان میں حضرت مخاطب کے اوصاف بطور جملہ معترضہ کے ہیں یعنی تم ایسے ہو) کہ نور تمہارا (مثل آفتاب کے بقرینہ اشعار متاخرہ) محافظ ہے شر الطیور (یعنی خفاش کے ادراک) سے (محافظ سے مراد مطلق حاجب و مانع نہ کہ معنے متعارف یعنی محافظ عن الضرر کیونکہ خفاش سے آفتاب کو کیا ضرر ہو سکتا ہے مطلب یہ کہ تمہارے کمالات خفاش سیرتوں سے مستتر ہیں اور وجہ اختفاء کی ان کمالات کا دقیق و عالی ہونا ہے غرض) تمہارا محافظ نور ہے اور اس (نور) کا بلند ہونا (جس طرح نور آفتاب کا بلند ہونا کہ اس وقت وہ تیز بھی ہوتا ہے بعض کو ادراک سے مانع ہو جاتا ہے) اے مخاطب تم خورشید (کے مثل) ہو (کہ) مستور (ہوتا ہے) خفاش سے (چنانچہ ظاہر ہے کہ) کیا چیز حاجب ہے نور آفتاب کے سامنے بجز (اس کی) زیادتی شعاع اور تیزی اور لمعان کے (مقصود استفہام سے خبر ہے یعنی یہی ایک حاجب ہے آگے بھی اسی مضمون کی تاکید ہے کہ) حجاب خورشید کا نور الٰہی ہی ہے (اضافت نور کی رب کی طرف تشریف کے لئے ہے جیسے و نفخ فیه من روحه میں اور) بے نصیب اس (نور) سے خفاش اور شب ہے (خفاش پر نور خورشید کے لئے غیر مدرک ہونے کا حکم تو حقیقۃً ہے چنانچہ ظاہر ہے اور شب پر یہ حکم کرنا مجازاً ہے کیونکہ اس میں قابلیت ہی ادراک کی نہیں پس ملکہ کی قابلیت نہ ہونے کی صورت میں عدم کا حکم ظاہر ہے کہ مجاز ہے پس یہ عدم ادراک مجاز ہے عدم اجتماع سے کما قال تعالیٰ ولا اللیل سابق النهار یعنی نہار گزرنے کے قبل لیل نہیں آ سکتی۔ پس اس عدم ساتھیہ بھذا التفسیر کو مشابہ اس کے ٹھہرایا کہ گویا لیل بوجہ عدم تحمل نور نہار کے اس سے دور رہتی ہے اور یہی مطلب ہے بعد کا جو مابعد میں مذکور ہے یعنے) دونوں (کے دونوں یعنی خفاش بھی اور شب بھی) بعد میں اور حجاب میں رہے ہوئے ہیں (اور) سیہ رو لوگوں کے ساتھ (یہ دونوں بھی) افسردہ رہے ہوئے ہیں (یعنے جس طرح سیہ رو لوگ نور حسن سے اور اس نور کے خاص سرور سے محروم ہوتے ہیں اسی طرح یہ بھی ہیں یہ حکم بھی خفاش کے لئے حقیقۃً اور شب کے لئے مجازاً ہے اور ایک حاشیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی نسخہ میں یہ مصرع اس طرح ہے یا سیہ رو یا فسردہ ماندہ اند یعنے خفاش اور شب یا تو سیہ رو ہیں اور یا افسردہ ہیں اور یہ تردید یا تو ہر واحد کے اعتبار سے بطور مانعۃ الخلو کے ہو اور دونوں کے لئے دونوں حکم ثابت ہوں جیسے اوپر تقریر گزری اور بہتر یہ ہے کہ مجموعہ حکمین مجموعہ امرین کے اعتبار سے ہو اور کلمہ یا تقسیم کے لئے ہو یعنی ان میں سے ایک سیہ رو ہے یعنی شب میں جس کا مظلم ہونا ظاہر ہے اور ایک افسردہ ہے یعنی خفاش کہ سرور ادراک خورشید سے محروم ہے یہ سب بیچ میں جملے معترضہ تھے۔ مدح مولانا ضیاء الحق میں آگے مقصود خطاب ہے کہ اے مولانا ضیاء الحق) جب آپ ہلالؓ کا تھوڑا سا قصہ لکھ چکے (اب) بدر کی داستان بھی گفتگو میں لایئے (تھوڑا سا کہنا قید واقعی ہے یعنی جتنا قصہ مذکور ہوا ظاہر ہے کہ ہلالؓ کی تمام سوانح عمری تو ہے ہی نہیں اور یہاں ہلالؓ سے مراد کوئی خاص ہے لیکن اس میں اشارہ مقصود ہے معنے طالب کی طرف کہ وہ ہلالؓ بھی طالب

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے اور اسی اعتبار سے ان کا قصہ لایا گیا اور حضور کی توجہ کے جو برکات انہوں نے بیان کئے اس سے بھی اس شان طالبیت پر دلالت ہوتی ہے اور بدر سے مراد شیخ مربی ہے اور وجہ اس تعبیر کی یہ ہے کہ چونکہ طالب کو ہلال سے تعبیر کیا تھا گو یہ تعبیر باعتبار مشابہت بالہلال المذکور قصہ کے تھی لیکن چونکہ اس کا استعمال دوسرے معنے یعنی قمر اول ماہ میں بھی آتا ہے اس اعتبار سے اس کے مقابلہ میں شیخ کو بدر سے تعبیر کردیا اور قصہ بیان کرنا گو مولانا کا فعل ہے مگر اسناد اس کی مولانا ضیاء الحق کی طرف اس اعتبار سے ہے کہ سبب تالیف مثنوی کے وہی ہیں پس یہ اسناد الی المسبب ہے سلب شعر کا یہ ہوا کہ جب قصہ مذکورہ کے ضمن میں طالب کی حالت مذکور ہو چکی تو اب شیخ کی حالت کا بھی ذکر مناسب ہے چنانچہ اس کے بعد کے اشعار میں شیخ کا تدریجا تربیت فرمانا مذکور ہوگا اور مراد شیخ کی حالت سے یہی حالت ہے گو شیخ کی ایک شان تربیت کا اوپر بھی ذکر ہو چکا ہے جس کی تقریر اوپر آچکی ہے کہ وہ طالب پر افاضہ کیفیات خاصہ کا سبب بھی بنتا ہے اور ان کیفیات کے غیر مطلوب بالذات ہونے کا ارشاد بھی کرتا ہے اور اس پر یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ جب اوپر بھی شیخ کے بعض احوال مذکور ہوئے ہیں تو پھر اس کے کیا معنے کہ اوپر تو طالب کا حال تھا اور آگے شیخ کا حال ہے مگر بات یہ ہے کہ اوپر شیخ کا یہ حال تبعاً مذکور تھا اور قصداً طالب ہی کا حال تھا چنانچہ دور سے اس کا استمداد اس قصد کا قرینہ ہے چونکہ اس کے اخیر میں ہلال کا ایک مقولہ مشعر برکات توجہ کاملین کا آ گیا تھا اس کی تفصیل کے لئے مولانا وہ مضمون حال شیخ کا لے آئے تھے پس اس طرح سے وہ ضمناً مذکور ہو گیا چنانچہ ان دونوں میں مجمل و مفصل ہونے کا فرق اور دونوں میں ارتباط اشعار مقام ہذا کی تمہید میں ذکر کیا گیا ہے اور یہاں بعد میں جو مضمون مذکور ہے اس سے حالت شیخ کا قصداً بیان کرنا منظور ہے گو اس حالت یعنی تربیت تدریجیہ اور اوپر کی حالت یعنی افاضہ وارشاد متعلق کیفیات میں باہم تناسب و تناسق متحقق ہے جس کی طرف شعراے ضیاء الحق کی تمہید میں اشارہ بھی کیا گیا ہے بقولی پس اوپر بیان تھا ایک مانع الخ لیکن ضمناً و قصداً مذکور ہونے کا باہم تفاوت بھی ہے فافہم اور اس شعر چون نوشتی الخ میں طالب و شیخ کو ہلال و بدر کے ساتھ تشبیہ دینے سے دو شبہ ہوتے ہیں ایک یہ کہ ان دونوں میں ہمیشہ تخالف رہتا ہے یعنی گو ذات ایک ہی ہے مگر تضاد وصفین سے گویا ان کو دو ذات فرض کر کے باہم تضاد و تخالف کا حکم متوہم ہو اور دوسرے یہ کہ ہلال میں صفت نقص فی الحال کی ہے اور بدر میں صفت انتقاص فی المآل کی تو اس سے لازم آتا ہے کہ اسی طرح طالب و شیخ میں بھی تخالف اور وصف نقص و انتقاص کا ہوگا اور لازم غلط ہے کیونکہ شیخ و طالب میں توافق تو اتنا ہوتا ہے کہ دنیا میں کوئی توافق اس کے برابر نہیں ہوتا اسی طرح شیخ میں انتقاص کا قائل ہونا ممکن نہیں ورنہ ہر شیخ کا منکوس ہونا لازم آتا ہے اور طالب میں گو بظاہر نقص کا قائل ہونا ممکن ہے کہ کامل کے سامنے تو ناقص ہی ہے لیکن باطناً وہ بھی اس لئے ناقص نہیں کہ کمال حاصل کرنے کا عزم کئے ہوئے ہے اور عزم رکھنے والا عنداللہ عامل کے حکم میں ہے اور عامل کے لئے فائز ہونے کا وعدہ ہے پس عازم بھی باطناً فائز بالکمال ہے۔ پس یہ تشبیہ صحیح نہ ہوگی اشعار آئندہ میں اس کا جواب دیتے ہیں اور جواب ہی کے سلسلہ میں شیخ کی حالت تربیت تدریجیہ کا ذکر بھی شروع ہو کر مع بعض مضار عدم تدریج کے اشعار مقام کے اخیر تک ممتد چلا جاوے گا۔

پس فرماتے ہیں کہ وہ تشبیہ ہلال و بدر کے ساتھ من کل الوجوہ نہیں محض مبتدی و منتہی ہونے کے اعتبار سے ہے پس) وہ ہلال اور بدر (واقع میں) اتحاد رکھتے ہیں (اور) اختلاف سے دور ہیں اور نقص اور فساد (یعنے انتقاص) سے (بھی دور ہیں اور اس سب کی تحقیق تقریر سوال میں گزر چکی اور طالب میں جو نقص ظاہری معلوم ہوتا ہے تو) وہ ہلال (یعنی طالب) نقص سے باطن میں بری ہے۔ وہ (نقص ظاہری) بظاہر نقص ہے (اور باطناً نقص نہیں کیونکہ وہ نقص) تدریج کا جلب کرتا ہے (یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ نقص سبب ہے تدریجی تربیت کا کہ اس نے اپنا نقص دیکھ کر اپنی تکمیل کی غرض اور قصد سے اپنے کو مربی کے سپرد کر دیا پس یہ نقص مقرون ہوا عزم تکمیل کے ساتھ اور عازم بحکم عامل و فائز ہے کما مر فی تقریر السوال اور قید تدریجی کو جواب میں دخل نہیں مقصود صرف یہ حکم ہے کہ مشاہدۂ نقص سبب ہو گیا اپنی تربیت کرانے کے عزم کا اور تدریج قید واقعی تھی تربیت کی اس لئے اس کا ذکر کر دیا پس مصرعہ ثانیہ میں تدریج سے مراد مطلق تربیت اور تدریج آوری ست میں جو ضمیر نقص کی طرف ہے اس سے مراد بطور استخدام کے مشاہدۂ نقص ہے ہکذا ینبغی ان یوجہ المقام اب آگے اسی جواب شبہات کے سلسلہ میں اصل مقصود یعنی مضمون تربیت تدریجیہ کہ اصل مقصود مقام ہے مذکور ہے یعنی وہ بدر ہلال کے ساتھ) شب بہ شب تدریج کا درس کہتا ہے (اور) تانی میں تفریج (یعنی غم سے آزاد کرنے) کا ثمرہ دیتا ہے) یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ بدر تو ہلال کا متمم نور نہیں ہوتا بلکہ تتمیم نور کے بعد وہ ہلال ہی بدر ہو جاتا ہے پھر درس گوید بارجاع الضمیر الی البدر کے کیا معنے بات یہ ہے کہ یہاں مراد بدر و ہلال سے شیخ و طالب ہیں اور شب سے مراد مطلق وقت یعنے شیخ وقتاً فوقتاً طالب کو تدریج کی تعلیم کرتا ہے اور اسی تانی و عدم تعجیل کی حالت میں مجاہدہ کے ثمرہ تک پہنچا کر غم ناکامی سے نجات دیتا ہے اور وہی بدر یعنی شیخ اس طالب سے) تانی میں کہتا ہے کہ اے جلد باز خام ایک ایک پایہ کر کے بام تک جانا ممکن ہے (عجول میں دو توجیہیں ہو سکتی ہیں یا تو عجول میں بضرورت شعر جیم مشدد ہو گیا اور ترجمہ اسی نسخہ کا کیا گیا ہے اور یا سنور کے وزن پر بمعنے ولد البقرہ کے لیا جاوے بمثل ضرب المثل ہے حماقت میں پھر اس کا بھی بچہ کہ وہ ناتجربہ کاری سے اور زیادہ احمق ہوگا پس معنے یہ ہوں گے کہ اے احمق خام آگے ایک تشبیہ ہے ضرورت تدریج کی کہ) دیگ کو تدریج کے ساتھ اور استادوں کی طرح (کہ بتدریج پکاتے ہیں) جوش دے۔ کام میں نہیں آتا وہ قلیہ جس کو دیوانہ نے جوش دیا ہو (کہ مارے جلدی کے پکنے بھی نہ دے اور کچا ہی اتار لے (اسی طرح سالک بھی تعجیل سے خام رہتا ہے آگے تدریج کا سنۃ اللہ ہونا بتلاتے ہیں تین قصوں سے یعنی) کیا حق تعالیٰ قادر نہ تھا آسمانوں کے پیدا کرنے پر ایک لمحہ میں لفظ کن سے (ضرور قادر تھا) بدوں کسی شک کے۔ پھر (باوجود اس کے آخر) کس لئے اس کو چھ روز تک کھینچا (اور ان چھ یوم میں سے) ہر یوم ایک ہزار سال کا (تھا) اے مستفید (کما قال تعالیٰ و ان یوماً عند ربک کالف سنۃ مما تعدون مولانا نے اس یوم مذکور فی الآیۃ میں ان ایام کو بھی داخل سمجھا سو یہ صرف محتمل ہے قطعی نہیں لا اثباتاً ولا نفیاً مقصود استفہام سے یہ ہے کہ یہ چھ دن تک امتداد اسی لئے ہے کہ تانی محبوب ہے ایک قصہ تو یہ ہوا آگے دوسرا قصہ ہے یعنی) طفل کی پیدائش کس وجہ سے نو ماہ میں ہے (صرف) اس وجہ سے کہ تدریج عادت اس بادشاہ (حقیقی) کی ہے (آگے تیسرا قصہ ہے یعنی) آدم علیہ السلام کی پیدائش کس لئے چالیس صبح (یعنی چالیس دن) میں ہوئی (کہ ان چالیس دن تک) اس کیچڑ میں (جو کہ مادہ سے خلقت آدم کا) تھوڑی تھوڑی ترقی (استعداد کی) ہوتی رہی (اور پھر ان چالیس دن کی یہ کیفیت تھی کہ ان میں) ایک صباح سے دوسری صباح تک ایک ہزار سال (کما فصل تحالما مر من الآیۃ مع تحقیق الاستدلال بہا) یہاں تک کہ (کمال استعداد کے بعد) آخر میں وہ صورت (آدمیہ) قرار پائی (اسی طرح حکمت حق مقتضی ہے کہ طالب کی استعداد شیئاً فشیئاً بڑھتی ہے کمال استعداد کے بعد فوز علی المطلوب اس پر مرتب ہو جاتا ہے اس لئے تانی ضرور ہے غرض تشبیہ سے بھی اور سنۃ اللہ سے بھی مضمون پایہ پایہ بر تو ان رفتن بہ بام ثابت ہو گیا جس کی تائید کے لئے تشبیہ اور حکایات سنۃ اللہ کی وارد کی گئی آگے اسی مضمون سابق پایہ پایہ الخ کی طرف رجوع کرے اس کے مقابل یعنی تعجیل کی مذمت کرتے ہیں یعنی پایہ پایہ بام تک جانا چاہئے) نہ کہ تیری طرح اے خام کہ ابھی سے دوڑنے لگا (ابھی) تو

www.besturdubooks.wordpress.com

طفل ہی ہے اور اپنے کو تو نے شیخ بنالیا (اور) تو کدو کی طرح سب سے فوق ہو کر دوڑ پڑا۔ (یعنی جیسا کدو کہ بہت جلدی اس کی بیل بڑھ جاتی ہے اور درختوں اور چھتوں پر چڑھ جاتی ہے اسی طرح تو جلدی جلدی سب کاموں کا نام کر کے سب مشائخ پر تفوق ڈھونڈھنے لگا یہ تو بتلا کہ) کہاں ہے تیرا قدم مجاہدہ اور جنگ (نفس) کا (یہ عطف تفسیری ہے یعنی تو نے مجاہدہ کب کیا تھا جس کے بعد تو شیخ ہو گیا جو عادۃً مستبعد ہے اور اس میں بھی رعایت ہے تشبیہ کدو کی کیونکہ اس کا بلندی پر چڑھ جانا قدم سے نہیں ہے جیسے تنہ دار درخت کہ اپنی شاخ پر کھڑا ہو کر بلند ہوتا ہے اور دیر بھی لگتی ہے پس) تو (کدو کی طرح) درختوں پر اور دیوار پر ٹیک لگاتا ہوا اے گنجے کدو کی طرح اوپر بھی جا پہنچا (یعنی مثل کدو کے کہ اپنے پاؤں سے اونچا نہیں ہوتا جیسے اور تنادار درخت کہ اپنی قوت سے بلند ہوتے ہیں سو تو بھی مثل کدو کے دوسروں کے سہارے پر دعویٰ بلندی کا کرنے لگا اور یہ دوسرے میرے ذوق میں وہ اہل کمال ہیں جن کے مقالات یاد کر کے دعویٰ عرفان کا عوام میں کرنے لگا پس ایسی ہی حالت ہو گئی جیسا کدو کہ دوسروں کے سہارے رفعت ظاہری حاصل کر لے آگے کدو کو خطاب کر کے پھر اس تعجیل کا اثر بیان فرماتے ہیں کہ) اول میں اگرچہ تیرا مرکب سرد سبز بن گیا (کیونکہ کبھی سرو پر بھی اس کی بیل چڑھ جا سکتی ہے) لیکن آخر میں خشک اور بے مغز اور تہی رہ گیا (اور) تیرا رنگ جو سبز تھا اے کدو وہ جلدی زرد ہو گیا کیونکہ وہ (ناپائیدار ہونے کے سبب مشابہ عارضی کے تھا گویا کہ) گلگونہ سے (یعنی پوڈر سے) تھا اصلی نہ تھا (اور کدو کی یہ حالت ظاہر ہے یہی حالت ناقص کی ہے کہ اول اول میں ان ہی ملفوظات کی بدولت عوام میں رنگ جم جاتا ہے لیکن چونکہ خود اپنے پاس تو کوئی کمال ہے نہیں اخیر میں خلو عن الکمال ظاہر ہو جاتا ہے اور وہ رونق مبدل بہ بے رونقی ہو جاتی ہے جیسے سبزی مبدل بہ زردی ہو گئی تھی جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ کمال ملمع تھا اصل نہ تھا یہ سب مضرتیں ہوئیں جلدی کی جس کا حاصل یہ ہوا کہ ناقص رہ جاتا ہے مگر عوام بوجہ بعض ظاہری حالات وکیفیات کے معتقد ہو کر ہجوم کرتے ہیں اس ضرورت سے یہ اپنے کو شیخ بناتا ہے پھر اس کے نباہنے کو مکر وفریب کرنا پڑتا ہے کہ مقالات کا نقل کرنا بھی اس غرض سے بھی ہوتا ہے پھر یہ مکر وفریب کبھی عوام پر بھی کھل جاتا ہے جس سے ان میں بھی رسوا ہوتا ہے اور اگر یہ بھی نہ ہوا تو خسارہ آخرت تو اس پر موجود ہے ہی فقط آگے مصرعہ زانکہ از گلگونہ بود الخ کی مناسبت سے ایک عجوزہ کی حکایت لاتے ہیں جو اپنے کو حسین بنانے کے لئے گلگونہ ملا کرتی تھی جیسا اس حکایت کے ختم کے قریب تصریح ہے چند گلگونہ بمالید الخ پھر گلگونہ کے بعد ایک اور تدبیر بھی کی کہ قرآن کی آیتوں میں جو سونے کا پانی لگا ہوا تھا ان ٹکڑوں کو منہ پر چپکایا مگر چونکہ اصلی حسن نہ تھا اس لئے عیب نہ چھپا قلعی کھل کھل گئی تائید مضمون بالا کی اس حکایت سے ظاہر ہے کہ اسی طرح تو مکر وفریب کرتا ہے مگر رسوا ہوتا ہے اکثر دنیا میں بھی اور آخرت میں ضرور الا ان یعفی عنہ)

داستان آں عجوزہ کہ روی زشت خود را گلگونہ می ساخت وساختہ نمی شد وپذیرا نمی آمد

اس بوڑھی کا قصہ جو اپنے بھدے چہرے پر پوڈر ملتی تھی وہ نہ لگتا تھا اور بھلا معلوم نہیں ہوتا تھا

بود کمپیرے نود سالہ کلاں	پر تشنج روی و رنگش زعفراں
ایک بڑھیا نوے سال کی بڑی عمر کی تھی	جس کا چہرہ جھریوں کا بھرا ہوا اور اس کا رنگ زعفران تھا
چوں سر سفرہ رخ او تو بتوی	لیک در وے بود ماندہ عشق شوی
مثل سر سفرہ کے اس کا چہرہ سلوٹ پڑا ہوا تھا	لیکن اس میں شوہر کا عشق باقی تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

ریخت دندانہاش و موچوں شیر شد	قد کمان و ہر حسش تغییر شد
اس کے دانت بھی گر گئے تھے اور بال دودھ کے مثل ہو گئے تھے	قد کمان اور اس کا ہر حاسہ متغیر ہوگیا تھا
عشق شوی و شہوت و حرص تمام	عشق صید و پارہ پارہ گشتہ دام
شوہر کا عشق اور شہوت اور حرص اس کی کامل تھی	شکار کی طالب تھی اور جال پارہ پارہ ہو گیا تھا
مرغ بے ہنگام و راہی بیر ہے	آتش پر دربن دیگ تہی
مرغ بے ہنگام اور راہ چلنے والا جو کہ راہ والا نہ ہو	آتش وافر دیگ تہی کے تحت میں
عاشق میدان و اسپ و پائے نے	عاشق زمر و لب و سرنائے نے
عاشق میدان کا اور گھوڑا اور پاؤں نہ ہو	عاشق بانسلی بجانے کا اور لب اور بانسلی نہ ہو
حرص در پیری جہوداں را مباد	اے شقیے کہ خداش ایں حرص داد
حرص بڑھاپے میں یہودیوں کو بھی نہ ہو	اے بدبختی اس شخص کی جس کو خدائے تعالی نے یہ حرص دی ہو
ریخت دنداں ہای سگ چوں پیر شد	ترک مردم کرد و سرگیں گیر شد
کتے کے دانت گر پڑے جب وہ بڈھا ہو گیا	اس نے آدمیوں کو ترک کر دیا اور سرگین کو چاٹا
ایں سگان شصت سالہ را نگر	ہر دمے دنداں سگ شاں تیز تر
ان ساٹھ سال کے کتوں کو دیکھو	ہر وقت ان کا کتے کا سا دانت زیادہ ہی تیز ہے
پیر سگ را ریخت پشم از پوستیں	ایں سگان پیر اطلس پوش بیں
بڈھے کتے کا رودان تو پوست سے جھڑ گیا	ان اطلس پوش بڈھے کتوں کو دیکھ
عشق شان و حرص شاں در فرج و زر	دمبدم چوں نسل سگ بیں بیشتر
ان کے عشق کو ان کی حرص کو فرج اور زر میں	دمبدم کتے کی نسل کی طرح زیادہ ہی زیادہ دیکھتا رہ
ایں چنیں عمرے کہ مایہ دوزخ ست	مر قصابان غضب را مسلخ ست
ایسی عمر جو کہ مایہ دوزخ ہے	قصابان غضب کے لئے کھال کھینچنے کا محل ہے
چوں بگویندش کہ عمرے تو دراز	میشود دلخوش دہانش از خندہ باز
جب لوگ اس کو کہتے ہیں کہ تیری عمر دراز ہو	تو یہ شخص خوش دل ہو جاتا ہے اور اس کا منہ خندہ سے کھل جاتا ہے
ایں چنیں نفریں دعا پندارد او	چشم نکشاید سرے برنارد او
وہ اس نفرین کو دعا گمان کرتا ہے	آنکھ نہیں کھولتا سر نہیں اٹھاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بدیدے یک سرمو از معاد	اوش گفتے ایں چنیں عمر تو باد
اگر بال برابر بھی انجام دیکھتا	وہ اس کو کہتا کہ اس طرح کی عمر تیری ہی ہو

داستان آں درویش کہ آں گیلانی را دعا کرد کہ

خدائے تعالیٰ ترا بسلامت بخان ومان تو باز رساند

اس فقیر کا قصہ جس نے ایک گیلانی کو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی کے ساتھ گھربار کو واپس پہنچا دے

گفت یک روزے بخواجہ گیلئے	ناں پرستے نر گدا ز نبیلئے
ایک روز ایک گیلان کے رہنے والے خواجہ سے کہا	ایک نان پرست پورے بھیک منگے جھولے والے نے
ناں ہمی باید مرا ناں دہ مرا	تا بگویم مر ترا من یک دعا
مجھ کو روٹی کی ضرورت ہے مجھ کو روٹی دے دے	تاکہ میں تجھ کو ایک دعا دوں
چوں ستد زوناں بگفت اے مستعان	خوش بخان ومان خود بازش رساں
جب اس سے روٹی لے چکا تو کہا اے مستعان	اس کو اچھی طرح اپنے وطن اور سامان میں پھر پہنچا دے
گفت اگر آنست خاں کہ دیدہ ام	حق ترا آنجا رساند اے دژم
کہا اگر وطن و سامان وہی ہے جو میں نے دیکھا ہے	خدائے تعالیٰ وہاں تجھ کو پہنچا دے اے پریشان حال
ہر محدث راخساں بدول کنند	حرفش ارعالی بود نازل کنند
ہر متکلم کو کم درجہ کے لوگ بددل کر دیتے ہیں	اس کا کلام اگر عالی ہوتا ہے تو اس کو پست کر دیتے ہیں
زاں کہ قدر مستمع آید نبا	بر قد خواجہ برد درزی قبا
کیونکہ بقدر مستمع کے کلام ہوتا ہے	قامت خواجہ کے موافق درزی قبا کو قطع کرتا ہے
چونکہ مجلس بے چنیں بیغارہ نیست	از حدیث پست ونازل چارہ نیست
جبکہ مجلس ایسے طعنہ سے خالی نہیں	تو کلام پست اور نازل سے چارہ نہیں
واستاں ہیں ایں سخن را از گرو	سوی افسانہ عجوزہ باز رو
اس کلام کو رہن سے واپس لے لو	بجانب افسانہ عجوزہ کے پھر عود کرو

(فی الغیاث فی موضعین سرنالے بالضم بمعنے شہنائی وایں مخفف سورنائے است چہ سور بمعنی شادی ست از برہان وشہنائی نام ساز کہ آنرا سرنا گویند از برہان ایک بڑھیا نوے سال کی بڑی عمر کی تھی جس کا چہرہ جھریوں کا بھرا ہوا اور اس کا رنگ زعفران (کی طرح) زرد تھا (اور) مثل سر مقعد کے اس کا چہرہ سلوٹ پڑا ہوا تھا لیکن اس میں شوہر (یعنی مرد) کا عشق باقی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا (یعنی جماع کی شہوت رکھتی تھی) اس کے دانت بھی گر گئے تھے اور بال دودھ کے مثل (سفید) ہوگئے تھے (اور اس کا) قد کمان (ہوگیا تھا) اور ہر حاسہ اس کا متغیر ہوگیا تھا (اور) شوہر کا عشق اور شہوت اور حرص اس کی کامل تھی (اور وہ) شکار کی طالب تھی اور (شکار کا آلہ یعنی) جال پارہ پارہ ہوگیا تھا (یعنی مرد کو راغب کرنا چاہتی تھی مگر کوئی ذریعہ رغبت کا نہ رہا تھا حسن و جمال وغیرہ اور وہ اس بے موقع شہوت میں ایسی تھی جیسے) مرغ بے ہنگام (کہ بے موقع اذان دے) اور (ایسی تھی جیسی) راہ چلنے والا جو کہ راہ والا نہ ہو (یعنی بے راہ چلتا ہو تو اس کا چلنا بھی بے موقع ہوگا اور ایسی تھی جیسی) آتش وافر دیگ تہی کے تحت میں (کہ یہ بھی بے موقع ہوگی اور ایسی تھی جیسے کوئی) عاشق (ہو) میدان (قطع کرنے) کا اور (اس کے پاس) گھوڑا اور پاؤں نہ ہو (یعنی نہ سواری اور نہ پاؤں میں قوت تو اس کا شوق قطع میدان کا بے موقع ہوگا اور ایسی تھی جیسے کوئی) عاشق (ہو) بانسلی بجانے کا اور (اس کے پاس) لب اور بانسلی نہ ہو (تو کیا بجاوے اور کاہے سے بجاوے آگے انتقال ہے قصہ سے ارشاد کی طرف یعنی) حرص (غیر مشروع یوں تو مطلقاً اور خصوص) بڑھاپے میں (ایسی بری چیز ہے کہ خدا کرے) یہودیوں کو بھی نہ ہو (یعنی خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے) اے بدبختی اس شخص کی جس کو خدائے تعالیٰ نے یہ حرص دی ہو (آگے اس حرص پیری کی تقبیح ہے کہ جو لوگ بڑھاپے میں شہوات غیر مشروعہ میں مبتلا ہیں وہ کتے سے بھی بدتر ہیں کیونکہ کتے کی تو یہ کیفیت ہے کہ) کتے کے دانت گر پڑے جب وہ بڈھا ہوگیا اس نے آدمیوں (کے شانے) کو ترک کر دیا اور سرگین کو جالگا (یا تو اس کے کھانے میں اور یا وہاں پڑے رہنے میں مگر) ان ساٹھ سال کے کتوں کو (یعنی ان آدمیوں کو جو کہ بڑھاپے میں مبتلائے شہوت غیر مشروعہ ہیں) دیکھو (کہ) ہر وقت ان کا کتے کا سا دانت زیادہ ہی تیز (رہتا) ہے بڈھے کتے کا رودان تو پوست سے جھڑ گیا (مگر) ان اطلس پوش بڈھے کتوں کو دیکھ (کہ بڑھاپے میں بھی زینت کر رہے ہیں غرض) ان کے عشق کو ان کی حرص کو فرج اور زر (وغیرہ) میں دمبدم کتے کی نسل کی طرح زیادہ ہی زیادہ دیکھا رہ (حدیث میں اس مضمون کی تائید ہے ان اللہ یبغض الثلاثۃ ومنھم شیخ زان پس) ایسی عمر (بوجہ معاصی میں صرف ہونے کے) جو کہ مایہ دوزخ ہے۔ قصابان غضب کے لئے کھال کھینچنے کا محل ہے (یعنی وہ عمر زندگی کی نہیں جس سے وہ خوش ہوتا ہے بلکہ انجام اس کا یہ ہے کہ ملائکہ غضب الٰہی کے لئے اس شخص کی کھال کھینچنے کا یعنی عذاب کا سبب اور ذریعہ ہے اور اسی کھال کھینچنے کے سبب سے قصاب سے تشبیہ دی اور حدیث میں بہت تیز گرم پانی کے قریب آنے سے چہرہ کی کھال کا اتر جانا بھی وارد ہے چونکہ وہ پانی فرشتے ہی پیش کریں گے اس لئے اس کی اسناد ملائکہ کی طرف بھی ہوسکتی ہے اور قرآن مجید میں نزاعۃ للشویٰ بھی اس مضمون پر دال ہے آگے ایسی دعا سے خوش ہونے پر تحمیق کرتے ہیں کہ) جب لوگ اس کو کہتے ہیں کہ تیری عمر دراز ہو۔ تو یہ شخص خوشدل ہوجاتا ہے (اور) اس کا منہ خندہ سے کھل جاتا ہے (تو) وہ اس نفرین (یعنی بددعا) کو دعا گمان کرتا ہے (اور) آنکھ نہیں کھولتا (کہ اس کا بددعا ہونا معلوم ہو اور) سر نہیں اٹھاتا (کہ اس کے بددعا ہونے کی طرف التفات کرے ورنہ) اگر بال برابر بھی (اس عمر کا) انجام دیکھتا (تو) وہ اس (دعا دینے والے) کو (فوراً) کہتا کہ اس طرح کی عمر تیری ہی ہو (میری نہ ہو مطلب یہ کہ اس دعا سے برا مانتا کیونکہ انجام ایسی عمر کا دوزخ ہے تو گویا دوزخ میں جانے کی دعا دیتا ہے آگے ایک حکایت میں اس کی مثال ہے کہ) ایک روز ایک گیلان کے رہنے والے خواجہ سے ایک نان پرست پورے بھیک منگے جھولی والے نے کہا (کہ) مجھ کو روٹی کی ضرورت ہے مجھ کو روٹی دے دے تا کہ میں تجھ کو ایک دعا دوں (اس نے روٹی دیدی) جب اس سے روٹی لے چکا تو کہا (کہ) اے (خدائے) مستعان۔ اس کو اچھی طرح اپنے وطن اور

www.besturdubooks.wordpress.com

سامان میں پھر پہنچادے (یعنی وطن اصلی میں بحفاظت دین وایمان پہنچادے اور اتفاق سے اس کو اپنے وطن میں کچھ پریشانی پیش آئی تھی جب سبب ہوا تھا گیلان سے سفر کرنے کا اس لئے اس کو سن کر سخت برہم ہوا اور اس فقیر سے) کہا (کہ) اگر وطن وسامان وہی ہے جو میں نے دیکھا ہے) (تو) خدائے تعالیٰ وہاں تجھ کو پہنچادے اے پریشان حال (وژم بمعنے پریشان حال کذافی الغیاث وفی الحاشیہ خان سرا وخانہ ومان اسباب خانہ غرض جس طرح اس نے اپنے وطن کی حقیقت کو جس کو اس لفظ سے سمجھا تھا یاد کر کے اپنی فہم کے موافق اس دعائے گدا سے برا مانا اسی طرح اگر اس کو اپنی عمر کی حقیقت معلوم ہوتی تو درازی عمر کی دعا سے یہ بھی برا مانتا اور اس حکایت میں اسی لطیفہ سے غرابت بھی ہے جس کے سبب مثل ہونے کے ساتھ لاحق ہوگئی اور بطور مثل کے لائی گئی جیسا کانپور میں ایک بار ایسا ہی لطیفہ پیش آیا کہ ایک مسافر عرب کے لئے ایک صاحب نے بعد نماز جمعہ اپنے ملازم سے کہ مرزا مرزا کر کے مشہور تھے اور بوڑھے اور سیدھے آدمی تھے بازار سے کھانے کی کوئی چیز لانے کو کہا وہ نان پاؤ اور کباب لائے اور اظہار کارگزاری کے لئے کہنے لگے کہ دیکھیے یہ کباب کا وقت نہ تھا پھر بھی میں بنوا کر لایا وہ عرب خوش ہو کر کہنے لگے ہو اہل ان یعطی تحسین غلاما تو مرزا صاحب سمجھے تو ہیں نہیں صرف تحسین کا لفظ یاد رکھ کر فرماتے ہیں سنو جی اگر تحسین کوئی اچھی بات ہے تب تو ہم ورنہ تم اور تمہارے باپ اسی طرح اس گدا نے دعا تو دی اچھی اور اس نے غلط سمجھ کر برا مانا اور اسی غلط فہمی کے وقوع سے مولانا اس حکایت سے ایک دوسرا فائدہ مستنبط کرتے ہیں جس کا مضمون بالا یعنی مذمت شہوت ومضرت طول عمر جالائے شہوت سے کوئی تعلق نہیں پس فرماتے ہیں کہ ایسی ہی غلط فہمی سے) ہر متکلم (بکلام عالی) کو کم درجہ کے لوگ (جن کا فہم میں کم درجہ ہے) بددل کر دیتے ہیں (اور) اس کا کلام اگر عالی (درجہ کا) ہوتا ہے تو (اس کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں کہ وہ کلام عالی کے ساتھ تکلم نہیں کرتا بلکہ کلام کو پست کر کے ان کے فہم کے موافق بولتا ہے چونکہ سبب اس پست کرنے کے یہی لوگ ہیں ۔ لئے اس پست کرنے کو ان کی طرف منسوب فرماتے ہیں بطریق اسناد الی السبب کے یعنی یہ لوگ) اس (کے کلام) کو پست کر دیتے ہیں (یعنی وہ متکلم ان کی وجہ سے کلام کو مناسب سمجھ کر پست کر دیتا ہے) کیونکہ بقدر (فہم) مستمع کے کلام ہوتا ہے (جیسا) قامت خواجہ کے موافق درزی قبا کو قطع کرتا ہے (نبا بمعنی خبر اس تعبیر میں ایک نکتہ قلب پر وارد ہوا وہ یہ کہ کلام کی دو قسم ہیں خبر اور انشا تو جس قدر مضامین دقیقہ ہیں وہ سب جمل خبریہ ہی ہیں بخلاف اوامر ونواہی شرعیہ کے کہ وہ سب انشا ہیں اور ان میں کوئی دقت اور غموض نہیں یہاں سے شریعت کی سہولت کا اندازہ ہو گیا ہوگا البتہ علل وحکم ان کے کہیں کہیں دقیق ہیں سو وہ بھی جملہ خبریہ ہی ہیں آگے تفریع ہے مضمون زانکہ قدر مستمع الخ پر یعنی) جبکہ (اکثر) مجلس ایسے طعنہ (زننده) سے خالی نہیں (ہوتی) اس لئے کلام پست اور نازل سے چارہ نہیں (یعنے عوام کی رعایت سے کلام کرنا مناسب ہے کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم ۔ بیغارہ بالفتح بمعنے سرزنش وطعنہ کذافی الغیاث ومن بحاصل ترجمہ کردم پس حکایت مذکورہ سے ایک فائدہ تو مستنبط کیا بنظر مطلق انتقال ذہن گیلانی کے کہ جس طرف ذہن منتقل ہوا وہ ضرور قابل برا ماننے کے تھا اور دوسرا فائدہ مستنبط کیا بنظر غلط ہونے اس انتقال ذہنی کے کہ کم فہموں کو بھی ایسا ہی پیش آتا ہے اس لئے کلام میں مذاق مخاطب کی رعایت ضروری ہے اور اول فائدہ کا محض انتقال ذہنی اور دوسری کا غلطی انتقال کی حیثیت سے مستنبط ہونا ظاہر ہے آگے پھر حکایت عجوز کی طرف عود کرنا چاہتے ہیں یعنی) اس کلام (یعنی کلموا الناس علیٰ قدر عقولہم) کو جس سے واپس لے لو (یعنی اس مضمون کو جو قید بیان میں لائے ہو اس قید سے رہا کر دو یعنی یہ بیان ترک کر دو کیونکہ قصہ پورا کرنا ہے اور اس کو ترک کر کے) بجانب افسانہ عجوزہ کے پھر عود کرو (مگر اس عجوز

www.besturdubooks.wordpress.com

کی حالت سے پھر ذہن منتقل ہو گیا مضمون ایں سگان شصت سالہ رانخ کی طرف اور حکایت پھر دور جا کر تمام فرمادیں گے)

صفت آں عجوز و رجوع بحکایت آں

اس بڑھیا کا بیان اور اس کے قصہ کی جانب واپسی

چوں مسن گشت و درین رہ نیست مرد	تو بنہ نامش عجوز سالخورد
جب کوئی عمر کا زیادہ ہو گیا اور اس راہ میں پھر بھی مرد نہیں ہے	تو تو اس کا نام عجوز سال خوردہ رکھ دے
نے مر او را راس مال و مایہ	نے پذیرا اے قبول و پایہ
نہ اس کے پاس راس المال اور سرمایہ ہے	نہ وہ مقبولیت اور رتبہ کا قبول کرنے والا ہے
نے دہندہ نے پذیرندہ خوشی	نے دروں معنی و نے معنے کشی
نہ وہ دینے والا ہے نہ لینے والا ہے خوشی کا	نہ اس میں کوئی وصف ہے اور نہ وصف کی کشش ہے
نے زبان نے گوش و نے عقل و بصر	نے ہش و نے بیہشی و نے فکر
نہ زبان ہے نہ گوش ہے نہ عقل اور چشم ہے	نہ صحو ہے اور نہ سکر ہے اور نہ تفکرات ہیں
نے نیاز و نے جمالے بہر ناز	تو بتویش گندہ مانند پیاز
نہ نیاز ہے اور نہ جمال ہے ناز کرنے کے لئے	اس کی ایک ایک تہ گندہ ہے مثل پیاز کے
نے رہے ببریدہ و نے پائے راہ	نے تپش آن قحبہ را نے سوز و آہ
نہ اس نے کوئی راستہ قطع کیا ہے اور نہ قدم ہی راہ کا	نہ گرمی ہے اس قحبہ کے لئے نہ سوز و آہ ہے

(رجوع تو کرنا چاہتے تھے عجوز حقیقی کے قصہ کی طرف مگر ذہن منتقل ہو گیا عجوز حکمی یعنی حریصان دنیا کے قصہ کی طرف جو مشابہ ہیں اس عجوز حقیقی کے حرص و شہوت مذمومہ میں جن کا ذکر بمناسبت حال عجوز کے ان اشعار میں تھا ایں سگان شصت سالہ را نگر انخ پس فرماتے ہیں کہ ہم ابھی اس عجوز حقیقی کا قصہ پھر چھوڑے دیتے ہیں عجوز حکمی کا بیان کرتے ہیں اور اس کو عجوز کہنے کا تعجب مت کرو کیونکہ) جب کوئی عمر کا زیادہ ہو گیا اور اس راہ (دین) میں پھر بھی مرد نہیں ہے تو تو اس کا نام عجوز سال خوردہ رکھ دے سال خوردہ یعنی کلاں سال کہ اتنے برس کو گویا کھائی گئی مطلب یہ کہ جب اس میں اوصاف عجوز کے ہوں تو اس کو تشبیہا عجوز کے کہنے میں کیا استبعاد ہے آگے اس عجوز حکمی کے اوصاف ہیں جو موکد تشبیہ کے ہیں کہ وہ ایسا ہے کہ) نہ اس کے پاس راس المال اور سرمایہ ہے (کہ وہ عمر تھی کیونکہ وہ ختم ہونے کو ہے اور نہ وہ مقبولیت اور رتبہ کا قبول کرنے والا ہے (کیونکہ یہ متعلق ہے اعمال صالحہ کے اور وہ اس سے اور اس کے عزم سے بھی خالی ہے اور) نہ وہ دینے والا ہے (خوشی کا اور) نہ لینے والا ہے خوشی کا (یعنی نہ اس میں افادہ ہے کہ سبب ہے دوسرے کے خوش کرنے کا اور نہ استفادہ ہے کہ سبب ہے اپنی خوشی کا اور) نہ اس میں کوئی وصف (کمال) ہے اور نہ وصف (کمال) کی کشش ہے (یعنی نہ شیخ ہے کہ صاحب کمال ہو اور نہ طالب

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ جاذب کمال ہو اور) نہ (اس میں) زبان (حق گو) ہے (اور) نہ گوش (حق شنو) ہے (اور) نہ عقل (مدرک حق) اور نہ چشم (حق بین) ہے (اور) نہ اس میں) محو ہے اور نہ سکر ہے اور نہ تفکرات (ومراقبات) ہیں (اور) نہ (اس میں) نیاز ہے (جو طالبین میں ہوتا ہے) اور نہ جمال (اور کمال) ہے ناز کرنے کے لئے (جو شیوخ اور عارفین میں ہوتا ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ کمال سے ان کو ناز مقصود ہوتا ہے مطلب یہ ہے کہ کمال پر وہ اکثر مرتب ہوتا ہے اور اس میں بھی مصلحتیں ہوتی ہیں غرض اس میں ان مذکورہ خوبیوں میں سے کوئی خوبی نہیں بلکہ) اس کی ایک ایک تہہ گندہ ہے مانند پیاز کے (یعنی اس کے اکثر حالات مذمومہ ہیں اور) نہ اس نے کوئی راہ (سلوک کو) قطع کیا ہے اور نہ قدم ہے راہ (قطع کرنے) کا (یعنی قدم سے کام لینے کا عزم بھی نہیں اور) نہ گرمی ہے (محبت کی) اس تحیہ (حکمی) کے لئے (اور) نہ سوز و آہ (اہل محبت کی سی) ہے (یعنی نہ حال میں کوئی صلاحیت ہے اور نہ مآل میں اس کی تحصیل کا اہتمام و عزم ہے آگے اس شخص کی تمثیل میں ایک حکایت ہے۔

قصۂ درویشے کہ از خانہ ہر چہ میخواست می گفتند کہ نیست

اس فقیر کا قصہ کہ ایک گھرانے سے جو کچھ بھی وہ مانگتا تھا وہ کہہ دیتے تھے کہ نہیں ہے

سائلے آمد بسوئے خانۂ	خشک نانے خواست یا ترنانۂ
ایک سائل کسی گھر کی طرف آیا	خشک یا تر روٹی کا سوال کیا
گفت صاحب خانہ ناں اینجا کجاست	خیرۂ کے ایں دکان نانباست
صاحب خانہ نے کہا روٹی یہاں کہاں ہے	تو بیہودہ ہے یہ نانبائی کی دکان کب ہے
گفت بارے اندکے پیہم بیاب	گفت آخر نیست دکان قصاب
کہنے لگا کہ خیر تھوڑی چربی ہی مجھ کو حاصل کرا دے	جواب دیا کہ یہاں قصائی کی دکان نہیں ہے
گفت مشت آرد دہ اے کدخدا	گفت پنداری کہ ہست ایں آسیا
کہنے لگا کہ ایک مٹھی آٹا دیدے اے گھر کے مالک	جواب دیا کہ تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ چکی گھر ہے
گفت بارے آب دہ از مکرعہ	گفت آخر نیست جویا مشرعہ
کہنے لگا کہ اچھا پانی ہی دے دے پانی پینے کے برتن سے	جواب دیا کہ نہیں نہیں یہاں ندی یا گھاٹ نہیں ہے
ہر چہ او درخواست از نان و سبوس	چربکے میگفت و می کردش فسوس
اس نے جو کچھ بھی مانگا روٹی اور بھوسی سے	وہ پھبتی کہتا تھا اور اس سے تمسخر کرتا تھا
آں گدا در رفت و دامن در کشید	واندراں خانہ بجست و خواست رید
وہ گدا چلا اور دامن سمیٹا	اور اس گھر میں جا کودا اور ہگنے کا ارادہ کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت ہے ہے گفت تن زن اے دژم	تا دریں ویرانہ خود فارغ کنم
کہا کہ ہائیں ہائیں جواب دیا کہ چپ رہ اے پریشان دماغ	تاکہ اس ویرانہ میں اپنے کو فارغ کروں
چوں دریں جانیست وجہ زیستن	در چنیں خانہ بباید ریستن
جب اس جگہ کوئی سامان زندہ رہنے کا نہیں ہے	تو ایسے گھر میں تو ہگنا چاہئے

(یعنی جس شخص میں کوئی کمال نہ ہو اس کی مثال ایسے گھر کی سی ہے جس کا یہ قصہ ہے کہ) ایک سائل کسی گھر کی طرف آیا (اور) خشک یا تر روٹی کا سوال کیا۔ صاحب خانہ نے کہا کہ روٹی یہاں کہاں ہے تو بیہودہ (ہوا) ہے یہ نان بائی کی دکان کب ہے۔ کہنے لگا کہ خیر تھوڑی چربی ہی مجھ کو حاصل کرادے (صاحب خانہ نے) جواب دیا کہ یہاں قصائی کی دکان نہیں ہے (جہاں چربی ملتی ہو) کہنے لگا کہ ایک مٹھی آٹا دیدے اے گھر کے مالک۔ جواب دیا کہ تو یہ سمجھتا ہے کہ یہ چکی گھر ہے۔ کہنے لگا کہ اچھا پانی ہی دے دے کسی پانی پینے کے برتن سے۔ جواب دیا کہ نہیں نہیں یہاں ندی یا گھاٹ نہیں ہے (غرض) اس نے جو کچھ بھی مانگا روٹی یا بھوسی وہ (گھر والا) ایک پھبتی کہتا تھا اور اس سے تمسخر کرتا تھا (یہ سن کر) وہ گدا (آگے) چلا اور دامن سمیٹا اور اس گھر میں جا کودا اور ہگنے کا ارادہ کیا (گھر والے نے) کہا کہ ہائیں ہائیں (یہ کیا کرتا ہے گدا نے) جواب دیا کہ چپ رہ اے پریشان دماغ۔ تاکہ اس ویرانہ میں اپنے کو (ہگنے سے) فارغ کروں (کیونکہ) جب اس جگہ کوئی سامان زندہ رہنے کا نہیں ہے تو ایسے گھر میں تو ہگنا چاہئے (پس اس گھر کی طرح یہ شخص بھی بالکل خالی ہے آگے پھر اسی خلو عن الکمالات کی تفصیل ہے پس یہ عود ہے مضمون ماقبل کی طرف۔ ع نے مراد وار اس مال و مایہ الخ پس فرماتے ہیں)۔

چوں نہ بازے کہ گیری تو شکار	دست آموز شکار شہر یار
جب تو باز نہیں ہے کہ شکار پکڑے	اور دست شہریار کا شکار آموختہ ہو
نیستی طاؤس باصد نقش و بند	کہ بنقشت چشمہا روشن کنند
نہ تو طاؤس ہے جو موصوف ہو صدہا نقش و ترکیب کے ساتھ	کہ تیرے نقش سے لوگ آنکھیں روشن کریں
ہم نہ طوطی کہ چوں قندت دہند	گوش سوی گفت شیرینت نہند
تو طوطی بھی نہیں ہے کہ جب تجھے کم کھلائیں	تری میٹھی گفتگو میں کان دھریں
ہم نہ بلبل کہ عاشق وار زار	خوش بنالی در چمن با لالہ زار
تو بلبل بھی نہیں ہے کہ عاشق کی طرح زار زار	خوب نالے کرے چمن میں لالہ زار کے ساتھ
ہم نہ ہدہد کہ پیکیہا کنی	نے چو لکلک کہ وطن بالا کنی
تو ہدہد بھی نہیں ہے کہ قاصدی کرے	نہ تو مانند لکلک کے ہے کہ اوپر ہی وطن بنا دے

در زمستاں سوی ہندوستاں روی	در بہاراں سوی ترکستاں شوی
جاڑے میں ہندوستان کی طرف چلا جاوے	بہار میں ترکستان کی طرف روانہ ہو جاوے
در چہ کاری تو و بہر چت خرند	تو چہ مرغی و ترا باچہ خورند
تو کس کام میں ہے اور تجھ کو کس لئے خریدیں	تو کونسا پرندہ ہے اور تجھ کو کس چیز کے ساتھ کھاویں
زیں دکان بامکیساں برتر آ	تا دکان فضل اللہ اشتری
تو ان تنگ معاملہ لوگوں کی دکان سے علیحدہ آ جا	اللہ اشتری کے دکان فضل کی طرف
کالۂ کہ ہیچ خلقش ننگرید	از خلاقت آں کریم آں را خرید
اس لئے کہ جو متاع کہ جس کو کسی مخلوق نے نہیں دیکھا	کہنگی کے سبب اس کریم نے اس کو خرید لیا
ہیچ قلبے پیش او مردود نیست	زانکہ قصدش از خریدن سود نیست
کوئی کھوٹا اس کے سامنے واپس نہیں کیا جاتا	کیونکہ اس کا مقصود خریدنے سے نفع حاصل کرنا نہیں ہے
سود او و بیع آں یار نکو	کوست نیکو خلق وہم نیکوش خو
اس کا نفع اور اس یار جمیل کی خرید تو یہی ہے	کہ وہ نیک اخلاق ہے اور نیز اس کی عادت نیک ہے
بیحدست افضال او آئیس مشو	سوئے دستان عجوزہ باز رو
اس کے افضال بے حد ہیں تم ناامید مت ہو	داستان عجوزہ کی طرف پھر چل
بازمیگردم سوئے قصہ عجوز	زانکہ پایانے ندارد ایں رموز
بن قصہ عجوز کی طرف پھر رجوع کرتا ہوں	کیونکہ یہ رموز تو انتہا نہیں رکھتے

(یعنی اے خالی عن الکمالات) تو نہ باز ہے کہ شکار پکڑے (اور) دست شہریار کا شکار آموختہ ہو (میرے ذوق میں ضرورت شعریہ سے اجزاء جملہ میں تقدیم و تاخیر ہوگئی اصل میں اس طرح ترتیب تھی جس طرح ترجمہ میں ظاہر کر دیا جیسا اس مصرعہ میں حکیم سخن برزبان آفرین اے سخن آفرین برزبان اور) نہ تو طاؤس ہے جو موصوف ہو صد ہا نقش و ترکیب کے ساتھ (ماخوذ از بند بھنے پیوند اندامہا) کہ تیرے نقش سے لوگ آنکھیں روشن کریں (اور) نہ تو بلبل ہے کہ عاشق کی طرح زار زار خوب نالے کرے چمن میں لالہ زار کے ساتھ (اور) نہ تو ہدہد ہے کہ قاصدی کرے (اور) نہ تو لکلک ہے (کہ ایک طائر آبی ہے مار و ماہی کو شکار کرتا ہے کذا فی الغیاث) کہ اوپر ہی وطن بنا دے (یعنی زمین سے اوپر کیونکہ پانی ظاہر ہے کہ سطح آب سے فوق ہے اور وہ پانی کی سطح پر ہوتا ہے اور لکلک کی طرح) جاڑے میں ہندوستان کی طرف چلا جاوے (اور) بہار میں ترکستان کی طرف روانہ ہو جاوے (لکلک ایسا کرتا ہوگا مطلب یہ کہ کوئی ناز و انداز و عمل و طرز محبوب نہیں رکھتا پھر) تو کس کام میں (آنے کے لائق) ہے اور تجھ کو کس لئے خریدیں (اور) تو (مذکورہ پرندوں میں سے) کونسا پرندہ ہے (یعنی کس کا وصف تیرے اندر ہے) اور تجھ کو کس چیز کے ساتھ کھاویں (آگے ارشاد فرماتے ہیں توبہ و انابت کے لئے یعنی جب معلوم ہوگیا کہ تجھ میں کوئی کمال

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں پھر مخلوق کو کیا چیز دکھلاتا ہے اور ان کی نظر میں کس خوبی سے مقبول ہونا چاہتا ہے پس تجھ کو چاہئے کہ اپنے کو عاری عن الکمالات سمجھ کر اس عجزانہ ریا سے باز آ اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور یہ شبہ نہ کر جب مجھ میں کمال ہی نہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کیوں قبول کرلیں گے وہاں کا قبول موقوف علی الکمال نہیں بلکہ موقوف علی الاقبال ہے۔ بخلاف مخلوق کے کہ جب ان کو تعری عن الکمال معلوم ہو جاوے پھر بے حد بے قدری کرتے ہیں جب یہ بات ہے تو بس) تو ان تنگ معاملہ لوگوں کی دکان سے علیحدہ آ جا۔ اللہ اشتریٰ کی دکان فضل (وکرم) کی طرف (دوڑ آ۔ فی الغیاث مکیس بضم میم وکسر کاف ویاے مجہول وسین مہملہ امالہ مکاس در معاملہ نہایت طلبی کردن وتنگی گرفتن در بیع اھ تنگ معاملہ اس لئے کہا کہ بعد اطلاع بے کمال کے پھر نہیں خریدتے۔ آگے دکان اللہ اشتریٰ کی طرف آنے کی علت ہے یعنی) اس لئے کہ جو متاع کہ جس کو کسی مخلوق نے (غایت) کھنگی کے سبب (آنکھ اٹھا کر بھی کبھی) نہیں دیکھا (جب وہاں لے گئے تو) اس کریم نے اس کو خرید لیا۔ کوئی کھوٹا اس کے سامنے واپس نہیں کیا جاتا کیونکہ اس کا مقصود خریدنے سے نفع حاصل کرنا نہیں ہے۔ اس کا نفع اور اس رفیق جمیل کی خرید تو یہی ہے کہ وہ نیک اخلاق ہے اور نیز اس کی عادت نیک ہے (میرے ذوق میں مصرعہ اول مبتداء ہے اور ہمیں ست مقدر خبر ہے اور مصرعہ ثانیہ اس مقدر کا قائم مقام ہے اور اس شعر میں دو محکوم علیہ پر یعنی سودا اور بیع پر ایک حکم ہے یعنی محبوب کا نیک خو ہونا اور دونوں حمل مجازی ہیں مگر توجیہ دونوں کی مختلف ہیں اول کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ربح مقتضی بیع وشرا کا ہوتا ہے وہاں مقتضی بیع کا صرف یہ ہے کہ وہ جمیل الاخلاق والافعال ہے بندہ کو نفع پہنچانا چاہتا ہے پس اصل کلام تو یہ ہے کہ مقتضی ایں معاملہ ہمیں ست کہ آں نیک خلق ست مقتضی کو ربح سے تعبیر کر دیا اور ثانی میں اول سے ترقی کرنا مقصود ہے حاصل یہ کہ وہاں ربح کا تو احتمال ہی نہیں وہ تو بالمعنی المجازی ہی صادق آ سکتا ہے جس کی تقریر اوپر ہو چکی اس سے بڑھ کر یہ کہ لفظ بیع جس کا وہاں استعمال کیا گیا ہے جیسے ان اللہ اشتری اور جیسے بایعتم وہ بھی بالمعنے الحقیقی وہاں متحقق نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ جب سب ہی کی ملک ہے پھر بیع جو مقتضی ہے تباین ملک متعاقدین کو کہاں پائی گئی اس کے معنی بھی یہی ہیں کہ وہ جمیل الاخلاق ہیں مطلب یہ کہ وجہ استعمال اس لفظ کی یہ جمیل الاخلاق ہونا ہے تاکہ بندوں کا دل بڑھے کہ ہم بھی کسی چیز کے مالک قرار دیئے گئے ہیں پس اصل کلام یوں ہوگا کہ مقتضی استعمال ایں لفظ ہمیں ست اور خلق اور خو ہم معنے ہیں مگر یہاں بقرینہ عطف کہ مقتضی تغایر کو ہے مناسب ہے کہ خلق سے مراد صفات اور خو سے مراد افعال لے لئے جاویں کہ دونوں کا استعمال دونوں میں آتا ہے ہکذا ینبغی ان یفہم المقام ولم ار من تنبلہ او نبہ علیہ غرض) اس کے افضال بے حد ہیں تم ناامید مت ہو (اس کی طرف بلا کمال ہی متوجہ ہو جاؤ پھر وہ اس توجہ اور انابت ہی سے جبکہ موافق طریق کے ہو مقبول فرما لیتے ہیں آگے پھر حکایت عجوز کی طرف متوجہ ہونے کا قصد ظاہر فرماتے ہیں کہ) داستان عجوز (کے سننے) کی طرف پھر چل۔ میں قصہ عجوز (کے بیان) کی طرف رجوع کرتا ہوں کیونکہ یہ موز (افضال حق کے) تو (کہیں) انتہا نہیں رکھتے۔ (کما قال تعالیٰ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر الآیۃ

رجوع بدستان آں کمپیر

اس بوڑھی کی داستان کی جانب رجوع

بود در ہمسایہ اش سور عجب	کردہ بودند از قضا او را طلب
اس کے ہمسایہ میں کوئی تقریب عجیب تھی	اتفاقاً اس کو بھی طلب کیا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں عروسی خواست رفت آں گندہ پیر	کرد ابرو راسیاہ او ہمچو قیر
اس مزبل بڑھیا نے جب عروسی میں جانا چاہا	تو ابرو کو قیر کی طرح سیاہ کر لیا
چوں عروسی خواست رفت آن مستخیف	موئے ابرو پاک کردہ آن حریف
اس ظلم کا سامان کرنے والی نے جب عروسی میں جانا چاہا	تو موئے ابرو کو صاف کر دیا اس حرفت والی نے
پیش رو آئینہ بگرفت آں عجوز	تا بیا راید رخ و رخسار و پوز
منہ کے سامنے اس بڑھیا نے آئینہ لے کر رکھا	تاکہ چہرہ کو رخسار کو اور ناک کو آراستہ کر
چند گلگونہ بمالید از بطر	سفرۂ رویش نشد پوشیدہ تر
اترانے کے لئے کتنا ہی گلگونہ ملا	اس کا سفرہ رخ کچھ زیادہ نہ ڈھکا گیا
عشرہائے مصحف از جائی برید	می بچسپانید بر روآں پلید
وہ مصحف کے اعشار کو جگہ سے تراشتی تھی	چہرہ پر ان کو وہ پلید چپکاتی تھی
تاکہ سفرہ روی او پنہاں شود	تانگیں حلقۂ خوباں شود
تاکہ اس کا سفرۂ رخ چھپ جاوے	تاکہ وہ حسینوں کے حلقہ میں نگین ہو جاوے
عشرہا برروی ہر جا می نہاد	چونکہ بر می بست چادر می فتاد
اعشار کو چہرہ پر جگہ جگہ جماتی تھی	جب چادر کو کھینچتی تھی تو وہ گر پڑتے تھے
باز او آں عشر ہارا با خدو	می بچفسانید بر اطراف رو
وہ پھر ان اعشار کو تھوک سے	جماتی تھی چہرہ کے اطراف پر
باز چادر راست کردے آں نگیں	عشرہا افتادے از رو بر زمیں
پھر چادر کو ٹھیک کرتی تھی وہ آتش	اعشار چہرہ پر سے زمین پر گر پڑتے تھے
چوں بسے می کرد فن و آں می فتاد	گفت صد لعنت براں ابلیس باد
جب وہ بہت سی تدبیریں کرتی رہی اور گر گر پڑتے رہے	تو بولی اس ابلیس پر سینکڑوں لعنتیں ہوں
شد مصور آں زماں ابلیس زود	گفت اے قحبہ قدید بے ورود
اسی وقت فوراً ابلیس متشکل ہوا	اور کہا کہ اے قحبہ گوشت خشک جس پر کوئی وارد نہیں ہوتا
من ہمہ عمر ایں نیندیشیدہ ام	نے زجز تو قحبۂ ایں دیدہ ام
میں نے تمام عمر اس کو نہیں سوچا ہے	نہ بجز تجھ قحبہ کے اس فعل کو کسی سے دیکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تخم نادر در فضیحت کاشتی	در جہاں ت مصحفے نگذاشتی
تو نے رسوائی میں تخم نادر بویا ہے	دنیا میں تو نے ایک مصحف نہیں چھوڑا ہے
صد بلیسی تو خمیس اندر خمیس	ترک من گو اے عجوز دردبیس
تو صدہا ابلیس ہے لشکر در لشکر	اے مزیل بڑھیا میرا نام ترک کر
چند دزدی عشر از ام الکتیب	تاشود رویت ملون ہمچو سیب
تو قرآن مجید سے کب تک اعشار کو چراوے گی	تاکہ تیرا چہرہ سیب کی طرح رنگ دار ہو جاوے

انتقال بارشاد از مولانا

چند دزدی حرف مردان خدا	تا فروشی و ستانی مرحبا
تو کہاں تک مردان خدا کے ملفوظات کو چرا دے گا	تاکہ ان کو فروخت کرے اور مرحبا کو خریدے
رنگ بربستہ ترا گلگوں نکرد	شاخ بربستہ فن عرجوں نکرد
جمائے ہوئے رنگ نے تجھ کو گلگوں نہیں کر دیا	باندھی ہوئی شاخ نے شاخ قدیم کا کام نہیں دیا
عاقبت چوں چادر مرگت رسد	از رخت ایں عشرہا اندر فتد
انجام کار جب تم کو چادر مرگ لگے گی	تو تمہارے چہرے سے یہ سب اعشار گر پڑیں گے
چونکہ آید خیز خیزآن رحیل	گم شود زاں پس فسون قال و قیل
جب اس کوچ کا اٹھو اٹھاؤ آ پہنچے گا	تو اس کے بعد قال و قیل کا افسون گم ہو جاوے گا
عالم خاموشی آید پیش بیست	وائے آنکو در دروں انسیش نیست
عالم خاموشی آجاوے گا کہ سامنے کھڑا ہو	اس شخص کی بڑی خرابی ہے کہ اس کے باطن میں انس نہیں ہے
صیقلے کن یک دو روزے سینہ را	دفتر خود ساز آں آئینہ را
صیقل کر ایک دو روز سینہ کو	اپنا دفتر بنالے اس آئینہ کو
کہ ز سایہ یوسف صاحبقراں	شد زلیخای عجوز از سر جواں
کہ یوسف صاحب قران کے سایہ سے	زلیخائے عجوز از سر نو جوان ہو گئی تھی
می شود مبدل بخورشید تموز	آں مزاج بارد بر دالعجوز
آفتاب موسم گرما کے سبب مبدل ہو جاتا ہے	وہ سرد مزاج سردی شدید کا

www.besturdubooks.wordpress.com

می شود مبدل بسوز مریمی	شاخ لب خشکے بہ نخل خرمی
مبدل ہو جاتی ہے سوز مریم کے سبب سے	شاخ خشک لب نخل خرمی کے ساتھ
اے عجوزہ چند کوشی با قضا	نقد جو اکنوں رہا کن ما مضیٰ
اے عجوزہ تو کب تک قضا کے مقابلہ میں کوشش کرے گی	تو اب نقد کو ڈھونڈھ اور ماضی کو ترک کر
چوں رخت رانیست درخوبی امید	خواہ گلگونہ نہ و خواہی مدید
جب تیرے چہرہ کے لئے حسن کی کوئی امید نہیں ہے	تو خواہ گلگونہ رکھ اور خواہ سیاہی

اس (بڑھیا) کے ہمسایہ میں کوئی تقریب عجیب (یعنی جدید) تھی (فی الغیاث سور بمعنی جشن وشادی وعروسی اھ دفیہ نگین آتش دمراد درینجا آتش شہوت مبالغۃً پر آتش را آتش گفتہ اور) قضارا (یعنی اتفاقاً شادی والے) لوگوں نے اس کو بھی بلایا تھا (سو) اس سڑیل بڑھیا نے جب عروسی میں جانا چاہا۔ تو (بناؤ سنگھار کے لئے) ابرو کو قیر (یعنی رال یا روغن سیاہ) کی طرح سیاہ کرلیا (کہ جوان معلوم ہو نیز) اس ظلم کا سامان کرنے والی نے جب عروسی میں جانا چاہا تو موئے ابرو کو صاف کردیا اس حرفت والی نے (سامان تزئین کو ظلم اس لئے کہا کہ ظلم کے معنی ہیں وضع الشئے فی غیر محلہ اور اس کی تزئین بے محل تھی وہذا من الحیف بمعنے الظلم اور ابرو کے سیاہ کرنے اور صاف کرنے میں تعارض نہ سمجھا جاوے زائد بال صاف کردیئے ہوں اور بقیہ کو سیاہ کرلیا ہو نیز) منہ کے سامنے اس بڑھیا نے آئینہ لے کر رکھا تا کہ چہرہ کو اور رخسار کو اور ناک کو آراستہ کرے (فی الغیاث پوز بمعنے بینی چار پایان وچہرۂ بہائم اھ اس کی ناک کو تقبیحاً پوز بہائم سے تشبیہ دی غرض اس نے) اترانے کے لئے کتنا ہی گلگونہ (چہرہ کو) ملا (مگر) اس کا سفرۂ رخ کچھ زیادہ نہ ڈھکا گیا (سفرۂ رخ میں اضافت مشبہ بہ کی مشبہ کی طرف ہے مثل لجین الماء مطلب یہ کہ جھریاں چہرہ کی جو مثل جلد مقعد کے تھا پورے طور پر سے نہ چھپ سکیں کیونکہ وہ اس شعر کا مصداق تھی تروح الی العطاء تبغی شبابہا ولن یصلح العطار ما افسد الدہر نیز) وہ مصحف کے اعشار کو (اون کی) جگہ سے تراشتی تھی (اور اپنے) چہرہ پر وہ پلید (ان کو) چپکاتی تھی (اعشار وہ علامتیں ہیں جو دس دس آیت پر بنادی جاتی ہیں چونکہ بعض کی عادت تھی کہ یہ علامت سونے کے پانی سے بناتے تھے اور دس آیت کی بھی تخصیص نہ رہی تھی ہر آیت پر بنانے لگے تھے اس لئے مراد یہاں مطلق سونے کی بھری آیات ہیں یعنی ان چھپیوں کو کاٹ کاٹ کر چہرہ پر چپکاتی تھی کہ چہرہ چمکدار معلوم ہو اور پلیدی اس کی یا تو حسی ہے کہ بالکل سڑ بس گئی تھی اور یا شرعی کہ قرآن مجید کی بے حرمتی اور ریاء اور تلبیس اور زور کہ یہ سب معصیت ہیں خصوص اگر سبب اس فعل کا اجنبی مردوں کو مائل کرنا ہو کہ اس کا معصیت ہونا اور زیادہ ظاہر ہے اور وہ ایسا اس لئے کرتی تھی) تا کہ اس کا سفرۂ رخ چھپ جاوے (مراد یہ کہ جھریاں چھپ جاویں) تا کہ (وہ) حلقہ حسینان میں (مثل) نگین (کے) ہو جاوے (جس طرح نگین سے زینت حلقہ کی ہوتی ہے بس وہ اس غرض سے اعشار کو چہرہ پر جگہ جگہ جماتی تھی (مگر) جب (چہرہ پر) چادر لپیٹتی تھی تو وہ (اعشار) گر پڑتے تھے۔ وہ پھر ان اعشار کو تھوک سے جماتی تھی اطراف چہرہ پر (اور) پھر چادر کو ٹھیک کرتی وہ آتش (شہوت کی بھری ہوئی تو تو اس سے وہ) اعشار چہرہ پر سے (پھر) زمین پر گر پڑتے جب

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ بہت سی تدبیریں کرتی رہی اور وہ (اعشار) گر گر پڑتے تو (تنگ ہو کر) بولی کہ اس ابلیس پر سب لعنت (کہ ایسا طریقہ تزئین کا میرے قلب میں ڈالا کہ وہ بن ہی نہیں پڑتا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مقصود مجھ کو پریشان ہی کرنا تھا) اسی وقت فوراً ابلیس متمثل ہوا (اور) کہا (کہ) اے قحبہ گوشت خشک جس پر کوئی وارد نہیں ہوتا (جس طرح خشک گوشت کی خریداری کے لئے دکان پر کوئی آمد و رفت نہیں کرتا تو مجھ پر لعنت کرتی ہے کہ میں نے تجھ کو یہ سکھلایا سو) میرے تو تمام عمر (بھی) یہ بات خیال میں نہیں آئی (کہ اعشار قرآن سے بناؤ سنگار ہو سکتا ہے اور) نہ بجز تجھ قحبہ کے (اور کسی کا) یہ فعل میں نے دیکھا تو نے (ہی یہ) تخم نادر (باب) رسوائی میں بویا ہے (یعنی اس حرکت فضیحت کن کی موجد تو ہی ہے اور) دنیا میں (جہاں تک تجھ کو مل سکے) ایک مصحف (بھی سالم) نہیں چھوڑا (بلکہ سب کے اعشار کاٹ کاٹ کر اپنی تزئین میں برباد کئے میں تو ایک ہی ابلیس ہوں مگر) تو صدہا ابلیس (کے برابر) ہے (کہ تو ابلیس کا) لشکر در لشکر (ہے کہ ایسی بات سوچی جو میرے ذہن میں بھی کبھی نہیں آئی جب یہ بات ہے تو) میرا نام ترک کر اے بڑھیا رذیل (یعنی اس کو میری طرف منسوب مت کر بلکہ اپنی طرف نسبت کر کے اپنے اوپر لعنت بھیج اب تو یہ سمجھ کر باز (آ کہ) کہاں تک ام الکتاب (یعنی قرآن مجید) سے (کہ اصل اور اعظم ہے سب کتابوں میں) اعشار کو چراوے گی تا کہ تیرا چہرہ رنگ دار ہو جاوے مثل سیب کے (یہاں حکایت ختم ہوئی اب مولانا مقصود حکایت کی طرف جو کہ حکایت سے قبل مذکور تھا یعنے بدوں کمال کے دعویٰ کمال کا کرنا اور ملفوظات اکابر کی نقل سے دعویٰ کو روشن کرنا انتقال فرماتے ہیں کہ اسی طرح بڑھیا کے مانند) تو (بھی) کہاں تک مردان خدا کے ملفوظات کو چراوے گا تا کہ (ان ملفوظات کو عوام و جہلائے معتقدین میں) فروخت کرے اور (ان سے) مرحبا (مول) لے (مگر یاد رکھ کہ اس جمائے ہوئے رنگ (یعنی نقل و تلبیس) نے تجھ کو (واقع میں) گلگوں (حسین) نہیں کر دیا (جس طرح اوپر سے باندھی ہوئی شاخ نے شاخ قدیم کا کام نہیں دیا (یعنی اگر کسی درخت کے خالی تنہ میں بدوں رعایت قواعد پیوند لگانے کے ویسے ہی بہت سی شاخیں لالا کر باندھ دی جاویں کہ وہ درخت پر شاخ نظر آنے لگے لیکن جو آثار اصلی شاخوں کے ہیں وہ ان پر مرتب نہ ہوں گے بلکہ بہت جلد خشک ہو کر اس درخت کی قلعی کھل جاوے گی اور جس طرح اس بڑھیا کہ چیپیاں چادرہ سے گر گر پڑتی تھیں اسی طرح) انجام کار جب تجھ کو چادر مرگ لگے گی تو تیرے چہرہ سے یہ اعشار سب گر پڑیں گے (موت کے محیط ہونے سے چادر سے تشبیہ دینے کا لطف اور بڑھ گیا اور مطلب اعشار اتر جانے کا یہ ہے کہ) جب اس کوچ (آخرت) کا اٹھو اٹھو آ پہنچے گا (یعنی موت کہے گی کہ اٹھو اٹھو) تو اس کے بعد (یہ سب) افسوں قال وقیل (نقلی کا) گم ہو جاوے گا (اور) عالم خاموشی آ جاوے گا (جس میں یہ کہا جاوے گا کہ) سامنے کھڑا ہو (یعنی موت اس عالم قال وقیل سے اٹھا کر اس عالم خاموشی میں لے جا کھڑا کرے گی اس وقت) اس شخص کی بڑی خرابی ہے کہ اس کے باطن میں انس (مع الحق) نہیں ہے (بلکہ انس مع الخلق تھا مگر آج وہ خلائق معتقدین جن سے انس تھا سب غائب ہیں اور خدائے تعالیٰ کی حضوری ہے مگر اس سے انس نہیں تو کس قدر توحش ہوگا جب اس تلبیس و افلاس عن التعلق مع الحق کا انجام یہ ہونے والا ہے تو جلدی اس کا تدارک کر جس سے حقیقی دولت حاصل ہو کہ پھر تلبیس کی نوبت نہ آوے اور جس سے یہ افلاس مذکور دفع ہو کر انس مع الحق پیدا ہو آگے اس تدارک کا طریق ہے کہ) صیقل کر ایک دو روز (یعنی بقیہ عمر میں) سینہ کو (اور) اپنا دفتر بنا لے اس آئینہ کو (یعنی آئینہ قلب کو صیقل کر جس سے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

میں انعکاس انوار الٰہیہ کا ہو کر وہ مثل دفتر جامع نقوش کے ہو جاوے اور میں صیقل کرنے کے واسطے تجھ کو اس لئے کہتا ہوں) کہ یوسف صاحب قرآن کے سایہ (یعنی قرب و برکت) سے زلیخائے عجوز از سر نوجوان ہوگئی تھیں (پس اسی طرح جب تو قلب کو صیقل کرلے گا اور صیقل کے سبب اس میں انوار الٰہیہ منعکس ہوں گے تو ان انوار الٰہیہ کی برکت سے جو کہ انوار یوسفیہ سے برکت میں زیادہ ہیں تو بھی کہ مثل عجوز کے تھا جیسا کہ اوپر مفصل مستقل بھی اور بضمن حکایت بھی بیان ہوا۔ مثل زلیخا کے نوجوان اور حسن الباطن ہو جاوے گا و فی الغیاث قرآن باصطلاح نجوم یکجا شدن دو کوکب ازہفت سیارہ سوائے شمس در برجے بیک درجہ یا یک دقیقہ و صاحب قرآن کسی کہ وقت ولادت او زہرہ و مشتری راقران باشد اھ باختصار و فی الحاشیہ و آن طفل پادشاہ عظیم میشود و آن پادشاہ سعادت مند بود و دیر سال باظفر باشد اھ بتقدیم و تاخیر آگے بعض امثلہ ہیں اس تبدل من القبح الی الحسن کہ یعنے جس طرح) آفتاب موسم گرما کے سبب سردی شدید کا وہ مزاج مبدل ہو جاتا ہے (مطلب یہ کہ جس طرح اثر آفتاب سے سردی مبدل بہ گرمی ہو جاتی ہے اسی طرح اثر انوار الٰہیہ سے تیری افسردگی مبدل بہ گرمی محبت حق سبحانہ و تعالیٰ ہو جاوے گی فی الغیاث تموز بزبان رومی مدت ماندن آفتاب در برج سرطان و بہندی تقریباً ماہ ساون باشد چون در ماہ مذکور گرمی بسیار میباشد لہذا در فارسی بمعنی شدت موسم گرما مستعمل اھ و تحقیق بردالعجوز قبیل داستان بدہلال استاد دل جان روشنی گذشت آگے دوسری مثال ہے کہ جس طرح) سوز مریم کے سبب شاخ خشک لب نخل خرمی سے مبدل ہو جاتی ہے (یعنی ہوگئی تھی جس کا قصہ سورۂ مریم میں ہے وہزی الیک بجذع النخلۃ تساقط علیک رطبا جنیا کہ اول وہ درخت خشک تھا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مریم علیہا السلام کے واسطے اس کو تازہ اور بارآور کردیا اور یہ فضل مریم علیہا السلام پر ان کے سوز و محبت حق و توجہ الی الحق سے ہوا اس لئے سوز مریم کی طرف نسبت صحیح ہوئی اور تطبیق مثال کی ظاہر ہے اور اس مقام میں تدارک کی ضرورت سن کر طالب تدارک کو ایک غلطی ہو سکتی ہے بلکہ ہوا کرتی ہے وہ یہ کہ ماضی کی فکر و غم میں حد سے زیادہ پڑ جاتے ہیں اور اس کے افسوس و ندامت میں بعض اوقات یہاں تک غلو ہوتا ہے کہ غم و حسرت سے مغلوب ہو کر ناامید محض ہو جاتے ہیں اور ناامید ہو کر آئندہ معطل ہو جاتے ہیں اور یہ ضرر عظیم ہے کہ ماضی کے اعادہ پر تو قدرت نہیں اور مستقبل میں کچھ کیا نہیں یہاں تک کہ بقیہ مستقبل بھی مثل ماضی کے بیکار گزر جاتا ہے اس لئے مولانا اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) اے عجوزہ (حکمیہ بمعنے مشابہ بہا فی قبح الحال) تو کب تک قضا (وقدر) کے مقابلہ میں کوشش کرے گی (مراد اس سے اس سوچ میں پڑنا کہ ماضی اس حال میں گزرا اب اس کا کیا انتظام کروں اور جو محرومی اس ماضی کی سبب پیش آوے گی اب وہ کیونکر زائل ہو تو یہ فی الحقیقت قضا کا مقابلہ ہے کیونکہ جو ہوا قضا سے ہوگیا اب کیا ہو سکتا ہے اس لئے چاہیے کہ) تو اب نقد کو ڈھونڈھ اور ماضی کو ترک کر (یعنی آئندہ کے لئے اصلاح حال کر اور ماضی کے اتنے غم کو چھوڑ کہ تیری قدرت سے خارج ہے اس لئے کہ کچھ مفید نہیں در عبث کو ترک کرنا لازم ہے پس ماضی کے چھوڑنے کا یہ مطلب ہے نہ یہ کہ ذنوب ماضیہ کو توبہ کی غرض سے بھی یاد نہ کرے خوب سمجھ لو اسی طرح قضا کی طرف ماضی کے صدور کو نسبت کرنا اس سے بھی یہ مقصود نہیں کہ اپنی طرف نسبت نہ کرے کہ اثر اس کا بیباکی و اعتقاد جبر اور توبہ کو فضول سمجھنا ہوگا بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس کا وجود قضا سے ہوا تھا اب اعدام اس کا قدرت بشر سے خارج ہے اس لئے اس کی فکر عبث ہے بلکہ جو امر قدرت میں ہے کہ ماضی کی یاد ہو بغرض توبہ کے اور آئندہ کو عزم ہو ترک کا اس میں نسبت الی قدرۃ العبد کا استحضار

www.besturdubooks.wordpress.com

واجب ہے صرف قضا پر نظر جائز نہیں اور اسی کے قبیل سے ہے جواب حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو انکوانسی الخ یعنے ملامت سے فائدہ یہ ہونا چاہئے کہ آئندہ کو توبہ واحتیاط ہو سو یہ تو اب برزخ میں ممکن نہیں اور حیات دنیویہ میں اس کو کر چکا ہوں تو اب ملامت سے صرف مقصود تشنیع ہی رہی جو مفید نہیں کیونکہ اس کا ایجاد بقضائے حق ہوا تھا جس کے اعدام پر میں قادر نہیں تو پھر بے نتیجہ ملامت کیوں کی جاوے اور بقیہ عمر میں تہیہ اصلاح کا یہ مضمون اسی کے قریب قریب ہے جو کہ اس سرخی اخیر کے قبل کے ان اشعار میں مذکور تھا زین دکان با یکساں الیٰ قولہ بیحدست انفعال او انغ حاصل دونوں کے مجموعہ کا یہ ہے کہ ماضی کی فکر بالمعنی المذکور انغا چھوڑ اور بقیہ مستقبل میں جس قدر قدرت میں ہو اصلاح میں مشغول ہو اور ماضی کو یاد کرتے رہنا مانع عن الانابۃ نہ ہونے پاوے وہ اسی حالت میں قبول فرماتے ہیں اور موافق استعداد کے ثمرات عطا فرماتے ہیں پس دونوں مضمون ایک دوسرے کے متمم ہیں اول مضمون میں اصل مسوق الکلام معاصی واقعۃ فی الماضی وموجود فی الحال کی یاد کا مانع عن الانابۃ نہ ہونا ہے اور دوسرے مضمون میں اصل مسوق لہ الکلام انابۃ میں ماضی کے غم میں غلو نہ کرنا ہے اور باقی احکام ان کے متعلق وتابع ہیں آگے اعدام واقع کا امتناع بیان فرماتے ہیں کہ) جب تیرے چہرہ کے لئے حسن (حاصل ہونے) کی کوئی امید نہیں ہے۔ تو (پھر سب تدبیریں بے سود ہونے میں برابر ہیں) خواہ (اس چہرہ پر) گلگونہ رکھ اور خواہ مداد (یعنی سیاہی رکھ اس سے دونوں غرض حاصل ہوگئیں مضمون بالا کی بھی تائید ہے کہ اس لئے ماضی کو چھوڑ کر مستقبل کی فکر کر کہ ماضی کا مٹانا ممتنع ہے اور جو شخص کہ یہ سب سن کر بھی تلبیس سے باز نہ آوے اور اپنے عیوب کے رنگنے ہی میں مشغول رہے اس کو جھلا کر فرماتے ہیں کہ ان عیوب کا کمالات ہونا محال ہے خواہ تو کچھ ہی کر کامیابی ہرگز نہ ہوگی۔ اور اس امتناع مشترک مع اختلاف الغرضین کی مثال امتناع صحت رنجور کی ہے جس کا قصہ آگے آوے گا کہ طبیب نے صحت سے مایوس کر دیا تھا بس وجہ تشبیہ صرف اس قدر ہے نہ کہ قول طبیب کا کہ تو جو چاہے کر کہ اس کو تشبیہ میں دخل نہیں واللہ اعلم)

فائدہ:۔ الحمدللہ کہ یہ عشر ثالث باوجود تعاقب عوائق وموانع کثیرہ کے ہفدہم جمادی الاخریٰ ۱۳۳۲ھ کو اختتام کو پہنچا اسی وجہ سے اس میں سوا تین ماہ صرف ہوئے۔ باوجودیکہ یہ عشر ایک عارض کے سبب عشر اول وثانی سے تخمیناً بقدر ایک عشر کے مقدار میں بھی کم ہے یعنی تقریباً یہ ان دونوں عشر کے نو دس کے برابر ہے اور وہ عارض یہ ہے کہ برابر کرنے میں آئندہ قصہ رنجور کا باضرورت تجزیہ کرنا پڑتا کہ کچھ اس میں ہوتا کچھ عشر رابع میں اور چونکہ یہ تفاوت کوئی معتد بہ نہ تھا اس لئے ضرورت کا درجہ بھی نہیں تھا ممکن ہے کہ اس کی کو آئندہ دو عشر میں تقسیم کر دیا جاوے اور ان کے مضامین کی خصوصیات سے بھی یہی انداز ہوتا ہے کہ ایک میں قصہ رنجور کا اور ایک میں قصہ طالب گنج کا پورا پورا آجاوے گا فقط۔

الحمدللہ والمنہ کہ اس جگہ پر عشر ثالث کا نصف ثانی اختتام کو پہنچا اس کے بعد عشر رابع شروع ہوا ہے اس کے ختم ہونے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ عشر خامس شروع ہوگا جس کے ختم ہونے پر دفتر ششم کی شرح کا نصف ہو جاوے گا۔ واللہ الموفق والمعین

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الرابع من شرح الدفتر السادس من المثنوی المعنوی افتتحت فیہ لمنتصف ذی القعدۃ من ۱۳۳۲ھ من الہجرۃ

حکایت آں رنجور کہ طبیب در وامید صحت ندید

اس بیمار کی حکایت جس میں طبیب نے صحت کی امید نہ دیکھی

آں یکے رنجور شد سوی طبیب	گفت نبضم را فرو بیں اے لبیب
ایک بیمار طبیب کے پاس گیا	کہا کہ اے عاقل میری نبض دیکھ لو
تاز نبض آگہ شوی بر حال دل	کہ رگ دست ست بادل متصل
تاکہ تم نبض سے قلب کی حالت پر مطلع ہو جاؤ	کیونکہ ہاتھ کی رگ قلب کے ساتھ متصل ہے

یعنی ایک بیمار طبیب کے پاس گیا (اور) کہا کہ اے عاقل (ذرا میری نبض دیکھ لو تا کہ تم نبض سے قلب کی حالت پر مطلع ہو جاؤ کیونکہ ہاتھ کی رگ قلب کے ساتھ متصل ہے (چنانچہ طب میں ثابت و مشہور ہے)

چونکہ دل غیبست خواہی زو مثال	زو بجو کہ بادلستش اتصال
چونکہ قلب غیب ہے اس کی مثال مطلوب ہو	تو اس سے طلب کر کیونکہ قلب سے اس کو اتصال ہے
باد پنہانست از چشم اے امیں	در غبار و جنبش برگش بہبیں
ہوا آنکھ سے مخفی ہے اے امین	اس کو غبار اور جنبش برگ میں دیکھ
کز یمین ست او وزاں یا از شمال	جنبش برگت بگوید وصف حال
کہ وہ یمین سے چل رہی ہے یا شمال سے	حرکت برگ اس کی حالت کا وصف کہہ دے گی
مستی دل را نمی دانی کہ کو	وصف او از نرگس مخمور جو
تو مستی دل کو نہ جانتا ہو کہ کہاں ہے	تو اس کی کیفیت نرگس مخمور سے طلب کر لے
چوں ز ذات حق بعیدی وصف ذات	باز دانی از رسول و معجزات
جب تو ذات حق سے بعید ہے تو وصف ذات	بواسطہ رسولؐ کے اور بواسطہ معجزات کے تجھ کو معلوم ہو گا

(شعر اول میں تائید ہے مضمون سابق کی کہ واقعی) قلب چونکہ (حواس سے) غائب (و مخفی) ہے (اگر)

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کی مثال مطلوب ہو تو اس (ہاتھ) سے طلب کر کیونکہ قلب سے اس کو (بواسطہ نبض کے) اتصال ہے (جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اور مراد مثال سے وصف اور حالت ہے مجازاً کیونکہ مثال ذریعہ ہوتا ہے انکشاف اوصاف و احوال کا پس سبب کا اطلاق مسبب پر کیا گیا آگے اس کی بعض مثالیں ہیں) ہوا آنکھ سے مخفی ہے اے امین (سو اگر اس کی حالت معلوم کرنا ہو تو) اس (کی حالت) کو غبار اور حرکت برگ میں دیکھ کہ وہ (مثلاً) یمین سے چل رہی ہے یا شمال سے۔ حرکت برگ تجھ سے اس کی حالت کا وصف کہہ دے گی۔ (اسی طرح) تو (اگر کسی کی) مستی دل (یعنی عشق) کو نہ جانتا ہو کہ کہاں ہے تو اس کی کیفیت نرگس مخمور (یعنی چشم پر خمار) سے طلب کر لے (کہ قلب کا یہ وصف آنکھوں میں اثر کرتا ہے اور آنکھوں پر اس کی گرمی محسوس ہوتی ہے چنانچہ مشاہد ہے یہ دونوں مثالیں ممکنات سے ہیں پھر اول باعتبار حالت ظاہری کے ہے دوسری باعتبار حالت باطنی کے آگے تیسری مثال واجب کی ہے کہ) جب تو ذات حق سے (باعتبار معرفت مقدورۃ للعبد کے) بعید ہے تو (اس کا) وصف ذات بواسطہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے (کہ واسطہ قریبہ ہیں) اور بواسطہ معجزات کے (کہ واسطہ بعیدہ ہیں کیونکہ معجزات سے اولاً معرفت رسول کی ہوتی ہے پھر معرفت رسولؐ سے معرفت ذات حق کی) تجھ کو معلوم ہوگا۔

معجزاتے و کراماتے خفی	برزند بردل ز پیران صفی
معجزات اور کرامات خفیہ	قلب پر اثر کرتے ہیں پیران مقبول کی وجہ سے
کہ درون شاں صد قیامت نقد ہست	کمتریں آنکہ شود ہمسایہ مست
کہ ان حضرات کا باطن صد قیامت عاجلہ ہے	ادنیٰ یہ ہے کہ ہمسایہ مست ہو جاتا ہے
پس جلیس اللہ گشت آں نیک بخت	کو بہ پہلوئے سعیدے بردرخت
پس وہ نیک بخت اللہ کا جلیس ہو گیا	جس نے کسی سعید کے پہلو میں اسباب جا اتارا
معجزہ کاں برجمادے زد اثر	یا عصا یا بحر یا شق القمر
جس معجزہ نے جماد پر اثر کیا ہے	خواہ وہ عصا ہو خواہ بحر ہو خواہ شق القمر ہو
گر اثر برجاں کند بے واسطہ	متصل گردد بہ پنہاں رابطہ
اگر روح پر بلاواسطہ اثر کرے	تو مخفی طور پر ارتباط متصل ہو جاوے گا
برجمادات آں اثرہا عاریہ است	آں پئے روح خوش متواریہ است
جمادات پر وہ اثر عاریت ہے	وہ روح پاکیزہ مخفیہ کے لئے ہے
تا ازاں جامد اثر گیرد ضمیر	حبذا ناں بے ہیولائے خمیر
تاکہ اس جامد سے ضمیر اثر قبول کرے	روٹی بدوں مادہ خمیر کے نہایت ہی خوب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حبذا خوان مسیحؑ بے کمی	حبذا بے باغ میوہ مریمؑ
بہت خوب ہے خوان مسیحا بلا کمی کے	بہت خوب ہے بدوں باغ کے میوہ مریم علیہا السلام کا
برزند از جان کامل معجزات	بر ضمیر جان طالب چوں حیات
باطن کاملین کی وجہ سے معجزات موثر ہوتے ہیں	باطن روح طالب پر مثل حیات کے
معجزہ بحرست وناقص مرغ خاک	مرغ آبی دروے ایمن از ہلاک
معجزہ دریا ہے اور ناقص مرغ خاک	مرغ آبی اس میں ہلاکت سے بے خوف ہے
عجز بخش جان ہر نا محرمے	لیک قدرت بخش جان ہمدمے
عجز بخش ہے جان ہر نامحرم کا	لیکن قدرت بخش ہے جان ہمدم کا
چوں نیابی ایں سعادت در ضمیر	پس ز ظاہر ہر دم استدلال گیر
اگر یہ سعادت تو ضمیر میں نہیں پاتا	پس ظاہر ہی سے ہر وقت استدلال کرنا اختیار کر لے
کہ اثرہا بر مشاعر ظاہرست	ویں اثر باز موثر مخبرست
کہ آثار حواس پر ظاہر ہیں	اور یہ آثار موثر سے مخبر ہیں
ہست پنہاں معنی ہر داروئے	ہمچو سحر و صنعت ہر جادوئے
صفت ہر دارو کی پنہاں ہے	مثل سحر اور صنعت ہر جادو کے
چوں نظر در فعل و آثارش کنی	گرچہ پنہانست اظہارش کنی
جب اس کے افعال و آثار میں تم نظر کرو	تو اگرچہ وہ مخفی ہے اس کا اظہار کر دو گے
قوتے کاں اندرونش مضمرست	چوں بفعل آید عیان مظہرست
جو قوت کہ اس میں مضمر ہے	جب وہ فعل میں آتی ہے تو اسکی عیاں ہو جاتی ہے کہ ظاہر کر دی جاتی ہے
چوں بآثار ایں ہمہ پیدا شدت	چوں نشد ظاہر بآثار ایزدت
جب آثار سے تجھ کو یہ سب ظاہر ہو گئے	تو پھر تجھ کو ایزد آثار سے کیوں نہیں ظاہر ہوا
نے سببہا و اثرہا مغز و پوست	چوں بجوئی جملگی آثار اوست
کیا یہ بات نہیں ہے کہ تمام اسباب اور آثار یعنی مغز اور پوست	جب جستجو کرو تو یہ سب اسی کے آثار میں
دوست گیری چیزہا را از اثر	پس چرا ز آثار بخشے بے خبر
تو بہت سی چیزوں کو اثر سے محبوب بنا لیتا ہے	سو معطی آثار سے تو بے خبر کس لئے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از خیالے دستگیری خلق را	چوں نگیری شاہ غرب و شرق را
ایک خیال سے تو مخلوق کو محبوب بنا لیتا ہے	سلطان غرب و شرق کو کیوں نہیں محبوب بناتا
ایں سخن پایاں ندارد اے قباد	حرص مارا اندریں پایاں مباد
یہ کلام تو انتہا ہی نہیں رکھتا اے بادشاہ	ہماری حرص کو اس میں انتہا نہ ہو
باز گرد و قصۂ رنجور گو	با طبیب آگہ و ستار خو
رجوع کر اور قصہ بیمار کا کہہ	جو طبیب آگاہ اور ستار خصلت کے ساتھ واقع ہوا

(ان اشعار میں شعر بالا کی جو کہ اشعار سابقہ کا اخیر ہے تفصیل ہے کہ معجزات انبیاء علیہم السلام وکرامات اولیاء سے کہ وہ بھی انبیاء کے معجزات ہی ہیں اصل مقصود وصول الی اللہ ہے علماً واستدلالاً بھی اور عملاً وحالاً بھی چنانچہ ان اشعار میں سے بعض میں علم واستدلال کے متعلق مضامین ہیں اور بعض میں عمل اور حال کے اور اجمالاً یہی حاصل تھا اس شعر بالا چون زذات حق بعیدی الخ کا چنانچہ ظاہر ہے پس فرماتے ہیں کہ) معجزات اور کرامات خفیہ) قلب پر اثر کرتے ہیں۔ پیران مقبول کی وجہ سے (پیران مقبول عام ہے انبیاء واولیاء کو بقرینہ معجزات وکرامات کے پس معجزات انبیاء سے صادر ہوتے ہیں اور کرامات اولیاء سے اور ہر چند کہ بعض معجزات اور کرامات جلی بھی ہوتی ہیں اور ان کا بھی وہی اثر ہے جو یہاں مذکور ہے پھر خفی کی تخصیص کے کیا معنے سو یہاں مخفی کے معنے یہ ہیں جس کا منشاء اور سبب خفی ہو یعنی سبب اس کا طبعی نہ ہو جس کو عوام بھی جانتے ہیں بلکہ امر غیبی ہو جو عامۃ سے خفی ہے پس اس معنے کے اعتبار سے یہ جلی کو بھی شامل ہے پس مطلب شعر کا یہ ہوا کہ تمام معجزات انبیاء وکرامات اولیاء قلب پر یہ اثر کرتی ہیں کہ اس میں معرفت حق سبحانہ وتعالیٰ کی پیدا کر دیتی ہیں اور ہر چند کہ اس اثر میں موثر ظاہراً وصورۃً خوارق یعنی معجزات وکرامات بواسطہ ظہور کے مواد خاصہ میں ہیں لیکن باطناً وحقیقۃً موثر دوسری چیز کے واسطے سے ہیں یعنی ان مقبولین کے باطن کے واسطہ سے اور قولہ ز پیران صفی کے یہی معنے ہیں پس ز بمعنے من علیہ یعنی لاجل کے ہے اور شعر آئندہ میں اسی توسط کی تعلیل ہے کہ یہ اثر ان کے باطن کے واسطہ سے) اس لئے (ہوتا ہے) کہ ان حضرات کا باطن صد قیامت عاجلہ (کے مشابہ) ہے (جس طرح قیامت کا خاصہ باذن حق احیاء اجسام میتہ ہے اسی طرح ان کے باطن کا خاصہ بھی احیاء قلوب میتہ ہے پس خوارق بواسطہ ان حضرات کی برکت باطنی کے موثر فی ہدایۃ القلوب ہوتی ہیں اور دلیل اس کی کھلی ہوئی ہے وہ یہ کہ بعض عجائب مشابہ خوارق کے بعض اہل باطل سے بھی صادر ہوتے ہیں مگر عامۃ اہل قلوب سلیمہ پر اس کا ذرہ اثر نہیں ہوتا حالانکہ سبب ومنشاء ان کا بھی عامۃ پر خفی ہوتا ہے جس طرح معجزات وکرامات کا سبب خفی ہوتا ہے تو اس کی وجہ حقیقت میں یہی ہے کہ اہل باطل کے قلوب میں برکت نہیں ہوتی اس لئے عامۃ کے قلوب پر ان کا اثر نہیں ہوتا تو اس سے معلوم ہوا کہ مقبولین کے خوارق میں جو اثر ہے وہ ان کے قلوب کی برکت ہے آگے ان قلوب کی ایک برکت نمونہ کے طور پر بیان کرتے ہیں کہ اس سے دوسری برکات پر استدلال کیا جا سکے پس فرماتے ہیں کہ) ادنیٰ (اثر ان کے قلب کا) یہ ہے کہ (ان کا) ہمسایہ (اور جلیس) مست ہو جاتا ہے (یعنی ان کے پاس بیٹھتے ہی سے قلب میں ایک قسم کی شورش ومستی محبت الٰہیہ کی پیدا ہو جاتی ہے چنانچہ مشاہدہ ہے) پس وہ نیک بخت اللہ کا جلیس ہو گیا جس نے کسی سعید (ومقبول) کے پہلو میں اسباب جا اتارا (یعنی مقیم ہو گیا یہ تفریع ہے ماقبل پر اور وجہ تفریع ظاہر ہے کیونکہ اللہ کی مجالست یہی ہے کہ اس کا قرب ہو اور

www.besturdubooks.wordpress.com

قرب یہی ہے کہ اس سے علاقہ محبت ہو پس مستی محبت پر مجالست کا ترتب ظاہر ہے اور اوپر جو تاثیر خوارق میں مواد خاصہ کے توسط کی نفی کی ہے جیسا کہ زیر ان صفی کا مدلول و مفہوم ہے جس کی تقریر اس کی شرح میں کی گئی ہے اس نفی میں ظاہراً استبعاد تھا کیونکہ ظاہراً تو وہی واسطہ معلوم ہوتے ہیں اس لئے آگے اس استبعاد کو دفع فرماتے ہیں کہ تم اس حکم میں استبعاد مت کرو کہ معجزات بدوں واسطہ مواد خاصہ کے قلب پر اثر کرتے ہیں کیونکہ خیال کرنے کی بات ہے کہ) جس معجزہ نے جماد پر اثر کیا ہے خواہ وہ عصا ہو (کہ اژدہا بن گیا تھا) خواہ بحر ہو (جو موسیٰ علیہ السلام کے لئے شگافتہ ہو گیا تھا) خواہ شق القمر ہو (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور معجزہ ہے) اگر (ایسا معجزہ) روح (اور قلب) پر بلاواسطہ (ان مواد کے جن میں ظہور معجزات مذکورہ کا ہوا اور جن کو معجزات مذکورہ سے انقلاب و استحالہ ہو گیا) اثر کرے تو (اس میں تو مقصود معجزات کا اور زیادہ حاصل ہوگا اور وہ مقصود یہ ہے کہ طالب و مطلوب یعنی عبد عاشق و لہٰ محبوب میں) مخفی طور پر ارتباط (و تعلق اور بھی) متصل (و پیوستہ) ہو جاوے گا (جب یہ صورت تاثیر بلا توسط مواد کی ترتب مقصود میں زیادہ اقرب ہے اور ہے مقدور حق تو اس کا وقوع بہ نسبت تاثیر بتوسط مواد کے زیادہ متوقع ہوگا پھر اس کے وقوع میں استبعاد کی کیا وجہ اور بعض نے لفظ بیواسطہ کو مصرعہ دوم کی قید سمجھی ہے یعنی متصل گردد بلاواسطہ اور اس تقدیر پر اثر بر جان کند میں یہ قید بلاواسطہ کی اس سے مفہوم ہو گی کہ اس میں زند کے ساتھ واسطہ کی قید نہیں اور اصل تاثیر میں بلاواسطہ ہے پس متبادر زند سے زند بلاواسطہ ہوگا تو اس کا بھی حاصل وہی ہوگا جو ترکیب اول کا ہے اب یہ بات رہ گئی کہ ترتب مقصود معجزات میں یہ صورت اقرب کیوں ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ اصل مقصود معجزات کا تاثیر فی القلوب ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ معجزات اسی لئے دکھلائے جاتے ہیں کہ قلوب میں معرفت و ہدایت پیدا ہو اور یہی تاثیر فی القلوب ہے اور معجزات کی جو تاثیر مواد میں ہوتی ہے وہ اثر فی المواد خود مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس سے یہی غرض ہوتی ہے کہ مواد کا یہ انقلاب دیکھ کر قلوب و ارواح کو ہدایت ہو۔ پس تاثیر فی المواد مقصود بالغیر ٹھہری اور تاثیر فی القلوب مقصود بالذات پس جب حق تعالیٰ مواد میں تاثیر ظاہر فرما دیتے ہیں جو کہ مقصود بالذات بھی نہیں اور اس مصرعہ میں معجزہ کان بر جمادے زد اثر اسی طرف اشارہ ہے تو اگر خود قلوب میں تاثیر ظاہر فرما دیں جو کہ مقصود بالذات ہے تو اس میں استبعاد کیا ہے چنانچہ آگے اسی مضمون کی تصریح ہے کہ) جمادات (یعنی مواد) پر (گو وہ نباتات و حیوانات ہوں کیونکہ روح کے مقابلہ میں تو وہ جمادات ہی ہیں وجہ یہ کہ مقابلہ کے قرینہ سے ان کو بلا روح اعتبار کیا جاوے گا تو جماد ہونا ان کا ظاہر ہے اور روح حیوانی بمقابلہ روح انسانی کے بمنزلہ جماد کے ہے غرض بعض حقیقۃً بعض تشبیہاً جماد ہوئے غرض جمادات پر) وہ اثر (معجزات کا) عاریت (یعنی عارضی بمعنے غیر مقصود) ہے (اور) وہ (اثر مذکور جمادات پر) روح پاکیزہ مخفیہ کے لئے ہے (یعنی مقصود اس سے روح کی ہدایت ہے) تاکہ اس جامد سے ضمیر اثر قبول کرے (پس اگر روح پر وہ اثر بلاواسطہ مواد کے ہو جاوے تو ایسی مثال ہوگی جیسے روٹی بدوں واسطہ خمیر کے حاصل ہو جاوے سو) روٹی بدوں مادۂ خمیر کے نہایت ہی خوب ہے (کیونکہ خمیر خود تو مقصود نہیں اگر مقصود بدوں اس کے حاصل ہو جاوے تو سبحان اللہ اور بعض نے بے ہیولائے خمیر کو قید مشبہ بہ کی نہیں کہا بلکہ مشبہ کی صفت کہا یعنی وہ اثر مثل روٹی کے ہے غذائے روحانی ہونے میں اور وہ برکت باوجود اس تشبیہ کے بدوں مادۂ تخمین کے حاصل ہے کیونکہ غذائے جسمانی نہیں جس میں مادہ کی حاجت ہو اور اس اثر بلاواسطہ مواد کی ایسی مثال ہے کہ) بہت خوب ہے خوان مسیحا بلا کی کے (اور) بہت خوب ہے بدوں باغ کے میوہ مریم علیہا السلام کا (کہ یہ برکات بدوں وسائط اسباب طبعیہ کے عطا ہوئے تھے اسی طرح مثال سمجھو آثار بے واسطہ مواد کے اور یہاں جو توسط جمادات کی نفی کی ہے اس سے مطلق توسط کی نفی مقصود نہیں گو کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بالکل معجزہ ہی کا واسطہ نہیں ہوتا مگر یہاں اس کا ذکر نہیں بلکہ سیاق و سباق میں تصریح ہے کہ یہ موثر

www.besturdubooks.wordpress.com

تو معجزہ ہی ہے لیکن بلا توسط مواد کے چنانچہ اوپر فرمایا ہے معجزہ کان بر جماد ے زد اثر الخ اور آگے ہے برزند از جان کامل معجزات الخ پس مراد اس توسط کی نفی ہے جیسا توسط باطن کاملین کو حاصل ہے یعنی ظاہری واسطہ تو مواد ہیں اور باطنی واسطہ باطن کاملین جس کی تقریر شرح شعر معجزاتے وکراماتے خفی اور درون شان الخ میں گزر چکی ہے فتذکرہ آگے اس کا بیان ہے کہ ہم نے جو اوپر بیان کیا ہے کہ معجزات کا اثر ارواح پر بلا واسطہ مواد کے محض بواسطہ باطن مقبولین کے ہے سو گو یہ حکم عام ہے لیکن ظہور اس کا مقید ہے ارواح متاثرہ کے صدق فی الطلب وسعی فی الحق کے ساتھ ورنہ وہ اثر باوجود موثر کے قوی ہونے کے بوجہ عدم قابلیت متاثر کے ظاہر نہ ہوگا بلکہ بجائے اس اثر کے ایک دوسرا اثر یعنی عجز وسکوت گو جحود اور عناد کے ساتھ ہو ظاہر ہوگا پس اختلاف قابل سے معجزہ کا اثر مختلف ہو گیا چنانچہ ارشاد ہے کہ) باطن کاملین کی وجہ سے معجزات موثر ہوتے ہیں باطن روح طالب پر مثل حیات کے (یعنی وہ اثر مثل حیات کے ہوتا ہے کہ اس سے ارواح طالبین میں حیات حقیقیہ پیدا ہو جاتی ہے پس محط فائدہ اس کلام میں قید طالب کی ہے یعنی تاثیر مذکور سابق کے لئے وجود طالب کا شرط ہے بخلاف غیر طالب کے جس کو آگے ناقص سے تعبیر کریں گے کہ وہاں اس کے خلاف اثر ہوگا چنانچہ فرماتے ہیں کہ) معجزہ (کی مثال تو) دریا (کی سی) ہے اور ناقص (یعنی غیر طالب کی مثال) مرغ خاک (کی سی) ہے (اور) مرغ آبی (کہ مثال ہے طالب کی) اس (دریا) میں ہلاکت سے بے خوف ہے (بخلاف مرغ خاکی کے کہ دریا میں ہلاک ہو جاتا ہے بوجہ عدم استعداد للسکنیٰ فی البحر کے پس جس طرح دریا ایک شے ہے اور باختلاف استعداد ساکن اس کے مختلف آثار ظاہر ہوئے اسی طرح معجزہ کا اثر طالب پر احیاء ہے اور معاند پر اہلاک آگے دوسرے عنوان سے یہی مضمون ہے کہ معجزہ) عجز بخش ہے جان ہر نامحرم کا۔ لیکن قدرت بخش ہے جان ہمدم کا (اس عجز سے مراد وہی ہے جو احقر نے تمہید شرح شعر برزند از جان کامل الخ میں لکھا ہے۔ یعنی عجز وسکوت گو جحود وعناد کے ساتھ ہو اور ممکن ہے کہ جحود وعناد کو بھی عجز کی فرد بنالی جاوے کیونکہ یہ جحود وعناد سبب ہوتا ہے عدم قدرت علی الفلاح کا کمال قال تعالیٰ لا یقدرون مما کسبوا علی شیء ذٰلک ھو الضلال البعید اور اس میں لطیف اشارہ ہے وجہ تسمیہ معجزہ کی طرف یعنی معجزہ بمعنے عاجز کنندہ ان لوگوں کے اعتبار سے ہے اور میں نے اس کو لطیفہ اس لئے قرار دیا کہ اس تسمیہ کی بنا تو عجز عن المقاومۃ ہے اور وہ سب کو عام ہے اور دوسرے مصرعہ میں اس عجز مذکور فی المصرع الاول کے مقابلہ میں قدرت کا اثبات ہے بمعنے قبول وقوت عمل واکتساب اسباب فلاح اور یہ ہلاکت ہے اور یہ قدرت حیات جو اس کے اوپر کے شعر میں مذکور تھی یہاں تک یہ تحقیق توسط برکات قلوب درباب ظہور آثار معجزات ختم ہوئی اب عود کرتے ہیں شعر بالا چوں ز ذات حق بعیدی الخ کی طرف چونکہ اشعار قریبہ میں معجزات کے متعلق دو ہی فرقوں کا بیان کیا تھا ایک وہ جن پر معجزات کا اثر ذوقاً غالب ہو جاوے جن کو طالب صادق ومرغ آبی وہمدم کہا تھا ایک وہ جن پر بالکل یہ اثر نہ ہو جن کو ناقص ومرغ خاکی ونامحرم کہا تھا اور یہاں ایک تیسرا فرقہ بھی ہے کہ نہ ایسا صحیح الادراک مثل اول کے اور نہ منکر ومعاند بلکہ طالب ہے مگر ظاہری دلائل کا محتاج خواہ وہ دلائل معجزات ہوں یا دوسرے مصنوعات ہوں پس آگے مولانا فرماتے ہیں کہ حسب شعر بالا چوں ز ذات حق الخ تم آثار سے ضرور کام لو اور اگر صحت ادراک وسلامت فطرت میں مثل فرقہ اولیٰ کے نہ ہو تو فرقہ ثانیہ میں مت داخل ہو جاؤ فرقہ ثالثہ ہی میں رہو کہ حرمان تو نہ رہے گا پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) اگر یہ سعادت (درجہ مذکورہ کی حد تک) تو (اپنے) ضمیر میں نہیں پاتا (جس سے تو فرقہ اول میں داخل ہو سکے) پس ظاہر ہی سے ہر وقت (معرفت صانع کے لئے) استدلال کرنا اختیار کر لے (کہ فرقہ ثالثہ سے ہو جاوے غرض فرقہ ثانیہ میں تو مت داخل ہو آگے استدلال کا طریقہ بتلاتے ہیں جس کا حاصل آثار سے موثر پر دلالت ہے جیسے نبض کی دلالت صفات قلب پر یعنی آثار سے موثر پر اس

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے استدلال کرنے کو کہا جاتا ہے) کہ (بہت سے) آثار (ایزد صانع کے تو) حواس پر ظاہر ہیں (یعنی مدرک بالحواس ہوتے ہیں گو بعض آثار مدرک بالحواس نہیں بھی ہیں لیکن جو مدرک بالحواس ہیں ان کو تو غبی سے غبی بھی سمجھ سکتا ہے اور وہ بھی دلالت میں کافی ہیں اس لئے ان کی تخصیص ذکر میں کی) اور یہ آثار (مذکورہ) موثر سے مخبر ہیں (کہ ان سے وجود و کمالات علمیہ و عملیہ موثر صانع پر استدلال ہو سکتا ہے اور اس دلالت آثار علی المؤثر کی ایسی مثال ہے جیسے کہ) صفت (خاصہ) ہر دارو کی پنہاں (ہوتی) ہے۔ مثل سحر اور صنعت ہر جادو کے (یعنی صفات ادویہ کا خفاء ایسا ہے جیسا سحر یعنی اس سحر کی صنعت یعنی تصرف و اثر پس یہ عطف تفسیری ہے اس طرح سے کہ سحر سے مراد مجازاً اس کا اثر ہو غرض اثر جادو کی طرح اثر ادویہ کا بھی مخفی ہے لیکن) جب اس (دارو) کے افعال و آثار میں (جبکہ وہ ظاہر ہوں) تم نظر کرو تو اگر چہ وہ (پہلے سے) مخفی ہے (مگر) اس کا اظہار کرو گے (یعنی) جو قوت کہ اس (دوا) میں مضمر ہے جب وہ فعل میں آتی ہے تو ایسی عیاں ہو جاتی ہے کہ ظاہر کر دی جاتی ہے (مثلاً ایک دوا میں خاصہ اخراج فضول کا مبطن ہے پھر اس کا فعل یعنی اس فعل کا اثر ظاہر ہوا کہ فضول کا خروج ہوا کہ یہ خروج اس کے فعل اخراج کا اثر ہے اس سے اس خاصہ مبطنہ پر استدلال صحیح ہو گیا اسی طرح حق تعالیٰ کی ذات و صفات کہ امر مبطن ہے جب اس کے افعال یعنی احیاء و اماتت کے آثار یعنی حیات زید و موت عمرو مثلاً ظاہر ہوئی اس سے اس مبطن پر استدلال صحیح ہو گا آگے اسی کی تطبیق ہے کہ) جب آثار سے تجھ کو یہ سب (مخفیات یعنی خواص ادویہ و تصرفات سحر) ظاہر ہو گئے تو پھر تجھ کو ایزد (تعالیٰ) آثار سے کیوں نہیں ظاہر ہوا (یعنی ہونا چاہئے آگے آثار ایزدی کی تعمیم فرماتے ہیں کہ مثل ادویہ وغیرہ کے اس کے آثار محدود نہیں بلکہ غیر محصور ہیں پس بعنوان استفہام انکاری کے فرماتے ہیں کہ) کیا یہ بات نہیں ہے کہ تمام اسباب اور آثار یعنی مغز اور پوست جب جستجو (اور غور) کرو تو یہ سب اسی (ایزد تعالیٰ) کے آثار ہیں (گو بواسطہ افعال کے ہوں اور مغز اور پوست بطور لف و نشر مرتب کے بطور عطف بیان کے ہے سببہا و اثرہا کا یعنے اسباب بوجہ متبوع فی الوجود ہونے کے مشابہ مغز کے ہے کہ وہ متبوع فی القصد ہوتا ہے اور آثار بوجہ تابع فی الوجود ہونے کے مشابہ پوست کے ہے کہ وہ بھی تابع فی القصد ہوتا ہے یہاں تک تو ارشاد ہوا آثار سے صانع کی معرفت کا آگے آثار سے صانع سے محبت کرنے کا ارشاد ہے پس ایک فائدہ علم ہوا دوسرا عمل یعنی) تو بہت سی چیزوں کو (ان کی مطلوب) اثر سے محبوب بنا لیتا ہے (یعنی مثلاً لذات مرغوبہ کی وجہ سے کسی مطعوم سے محبت ہو جاوے) سو معطی آثار سے تو بے خبر کس لئے ہے (کہ اس اثر مرغوب کا پیدا ہو جانا یہ اس معطی آثار کے فعل تخلیق و ایجاد کا اثر ہے تو اس سے محبت کیوں نہیں کرتا آگے اس سے ترقی کرتے ہیں کہ خیر یہ اثر مذکور فی قولہ دوست گیری چیز ہا را از اثر اس میں تو ممکن ہے کہ واقعی ہو کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ محض) ایک خیال (ہی) سے تو (کسی) مخلوق کو محبوب بنا لیتا ہے (کہ اس میں وہ اثر اور کمال واقع میں بھی نہیں ہوتا تو) سلطان غرب و شرق کو (جس کے تمام کمالات حقیقی ہیں) کیوں نہیں محبوب بناتا (آگے تمہید ہے رجوع الی القصہ کی کہ) یہ کلام تو (کہیں) انتہا ہی نہیں رکھتا اے بادشاہ (مخاطب کو تعظیماً کہہ دیا اور غیر متناہی ہونا اس کا ظاہر ہے کہ ہر مصنوع سے استدلال ہوتا ہے صانع پر اور مخلوقات جانب ابد میں لاتقف عند حد ہیں تو مضمون استدلالات کا بھی اس معنے کر غیر متناہی ہو گا اس لئے کلام کو ختم کر کے مقصود کی دعا کرتا ہوں کہ) ہماری حرص (یعنی محبت) کو اس (شاہ شرق و غرب) میں (جس کی محبت کا اوپر بیان ہوا ہے) انتہا نہ ہو (یعنی گو کلام ختم کر دیا گیا ہے مگر خدا کرے اس محبت کا کبھی خاتمہ نہ ہو بلکہ ترقی اور تزاید ہی میں رہے اس تمہید و دعا کے بعد رجوع الی القصہ ہے کہ) رجوع کرو اور قصہ (اس) بیمار کا کہہ جو طبیب آگاہ اور ستار خصلت کے ساتھ واقع ہوا ستار خصلت اس لئے کہا کہ اس نے اس بیمار کی بیماری عام پر ظاہر کر کے رسوا نہ کیا ہو گا اور سلیس نسخہ یہ ہے باز گرد و قصہ رنجور خوان با طبیب آگہ و بسیار دان)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نبض او بگرفت و واقف شد ز حال	کہ امید صحت او بد محال
اس کی نبض پکڑی اور حال سے واقف ہوا	کہ امید اس کی صحت کی محال تھی
گفت ہرچت دل بخواہد آں بکن	تا رود از جسمت ایں رنج کہن
طبیب نے اس سے کہا کہ جو کچھ تیرا دل چاہے وہی کر	تاکہ تیرے جسم سے یہ رنج کہن دور ہو
ہرچہ خواہد خاطر تو وامگیر	تا نگردد صبر و پرہیزت زحیر
جس چیز کو تیرا دل چاہے اس کو روک مت	تاکہ تیرا ضبط و پرہیز مصیبت نہ ہو جاوے
صبر و پرہیز ایں مرض را داں زیاں	ہرچہ خواہد دل در آرش درمیاں
ضبط اور پرہیز کو اس مرض کے لئے زیاں سمجھ	جس چیز کو دل چاہے اس کو عمل میں لے آ
ایں چنیں رنجور را گفت اے عمو	حق تعالیٰ اعملوا ماشئتم
اے عمو ایسے ہی بیمار کو فرمایا ہے	حق تعالیٰ نے کہ تم جو چاہو کرو
گفت رو ہیں خیر بادت جان عم	من تماشائے لب جو میروم
اس مریض نے کہا کہ بس جاؤ تمہارا بھلا ہو اے جان عم	میں تماشائے لب دریا کے لئے جاتا ہوں
بر مراد دل ہمی گشت او بر آب	تا کہ صحت را بیابد فتح باب
حسب مراد دل وہ پانی کے نزدیک ٹہل رہا تھا	تاکہ باب صحت کی کشودگی حاصل کرے
برلب جو صوفی بنشستہ بود	دست و روی شست و پا کی میفزود
لب دریا ایک صوفی بیٹھا تھا	ہاتھ اور منہ دھو رہا تھا اور پاکی بڑھا رہا تھا
او قفائش دید چوں تخلیلیے	کرد او را آرزوئے سیلیے
اس مریض نے اس کی گدی دیکھی تو خیالی آدمی کی طرح	اس کو ایک چپت لگانے کی آرزو ہوئی
بر قفائے صوفی آں حیرت پرست	راست میکرد از برائے صفع دست
صوفی کی گدی پر وہ حیرت پرست	ہاتھ تان رہا تھا چپت لگانے کے لئے
کارزو را گر نرانم تا رود	آں طبیبم گفت کاں علت شود
کہ اگر میں آرزو کو جاری نہ کروں یہاں تک کہ وہ جاتی رہے	تو اس طبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ علالت ہو جاوے گی
سیلیش اندر برم در معرکہ	زانکہ لا تلقوا بایدی تھلکۃ
اس کی چپت کو میں معرکہ میں لاتا ہوں	کیونکہ حکم ہے کہ اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو

www.besturdubooks.wordpress.com

تہلکہ ست ایں صبر و پرہیز اے فلاں	خوش بکوبش تن مزن چوں کاہلاں
یہ ضبط و پرہیز ہلاکت ہے اے فلانے	اس پر خوب لگا کاہلوں کی طرح خاموش مت ہو
چوں زدش سیلی برآمد یک طراق	گفت صوفی ہے ہے اے قواد عاق
جب اس کے چپت لگائی اور تڑاق سے آواز ہوئی	تو صوفی نے کہا کہ ہیں ہیں اے قلتبان آزار دہندہ
خواست صوفی تا دو سہ مشتش زند	سبلت و ریشش یکایک برکند
صوفی نے چاہا کہ اس کے دو تین گھونسے لگادے	اس کی مونچھ اور داڑھی یکبارگی نوچ ڈالے
لیک او راختہ و رنجور دید	بس ضعیف و خوار و زار و عور دید
لیکن اس کو خستہ اور رنجور دیکھا	بہت ہی ضعیف اور خوار اور زار و نزار اور برہنہ دیکھا
باز اندیشید او ضعف ورا	گفت اگر مشتش زنم گردد فنا
پھر اس کی ناتوانی کو سوچا	کہا کہ اگر اس کے گھونسا مارتا ہوں تو وہ فنا ہی ہو جاوے گا
رنج دق ازوے برآوردہ دمار	دید شخصے سخت مدقوق و نزار
مرض دق نے خود ہی اس کا کوچ نکال رکھا ہے	ایک ایسا شخص دیکھا کہ مدقوق ہے اور بے حد لاغر ہے

(اس طبیب نے) اس کی نبض (ہاتھ میں) لی اور (اس کی حرکت کی کیفیت سے) حال (مریض) سے واقف ہوا (آگے اس حال کا بیان ہے اور کاف بیانیہ ہے یعنی وہ حال یہ تھا) کہ امید اس کی صحت کی (عادۃً) محال تھی (یعنی وہ مایوس العلاج تھا چونکہ ایسی حالت میں علاج اور پرہیز سب بیکار تھا اس لئے) طبیب نے اس سے کہا کہ (کھانے پینے کے متعلق) جو کچھ تیرا دل چاہے وہی کرتا کہ تیرے جسم سے یہ رنج کہن دور ہو (رنج کہن سے مراد مرض کہن نہیں ہے ورنہ شعر بالا کے مصرعہ دوم سے اس کا تعارض لازم آوے گا بلکہ مراد اس سے وہ تنگی وکلفت ہے جو پرہیز کے سبب ہوتی تھی اور نفع اس سے کچھ نہ تھا بلکہ بعض اوقات اس سے طبیعت اور ضعیف ہو جاتی ہے پس ہر چہ خواہی آن بکن سے یہ کلفت دور ہو جاوے گی اور اس کلفت کا اثر بھی جسم ہی پر ہوتا ہے اس لئے از جسمت کہا گیا آگے یہی مضمون دوسرے عنوان سے ہے کہ) جس چیز کو تیرا دل چاہے اس کو روک مت تاکہ تیرا ضبط اور پرہیز (یہ عطف تفسیری ہے) مصیبت نہ ہو جاوے (زحیر کے لغوی معنے پیچش کے ہیں یہاں مجازاً (مطلق تکلیف اور مصیبت مراد ہے غرض) ضبط اور پرہیز کو اس مرض کے لئے زیاں سمجھ (اس طرح سے کہ اس سے طبیعت ضعیف ہو جاوے گی مرض کا اور زیادہ استیلاء ہوگا اور یہ قاعدہ عام نہیں ہے مگر خاص اس کی حالت سے ایسا تحقیق ہو گیا ہوگا اس لئے) جس چیز کو دل چاہے اس کو عمل میں لے آ (اور بعد تحریر اس توجیہ مذکور کے ایک اور تقریر مقام کی ذہن میں آئی اور وہ سہل اور ابعد عن التکلف ہے وہ یہ کہ گو اس کو مایوسی صحت سے ہو گئی ہے اور یہی منشا تھا اس کو مطلق العنان کر دینے کا لیکن اس مریض پر بخیال اس کی دل شکنی اور پریشانی کے اس نے یہ امر ظاہر نہیں کیا اس کو یہی کہا کہ پرہیز سے مرض بڑھے گا اور بد پرہیزی سے صحت ہو جاوے گی اب تعارض بھی نہ ہوگا اور سب مضامین صاف ہو جاویں گے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

22

قرینہ اس توجیہ کی ترجیح کا آئندہ کے ایک شعر کا یہ مصرعہ ہے تا کہ صحت را بیابد فتح باب آگے بمناسبت مریض جسمانی بطور استقبال کے ایسے ہی مایوس العلاج مریض روحانی کے متعلق فرماتے ہیں کہ) ایسے ہی (مایوس الصحت) بیمار کو فرمایا ہے حق تعالیٰ نے کہ تم جو چاہو کرو (سورۂ فصلت میں کفار کو خطاب ہے اعملوا ماشئتم انه بماتعملون بصیر یعنے جو چاہو کرتے رہو وہ بیشک تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے اور یہ امر اذن واباحت کے لئے نہیں بلکہ زجر وتوبیخ کے لئے ہے جیسے معلوم بدشوق لڑکے سے کہتا ہے کہ بیٹھا رہ کھیلتا رہ میں خوب دیکھتا ہوں مولانا نے مریض روحانی مایوس الصحت سے مراد کفار کو لیا ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح اس مریض کے لئے اس طبیب کا قول اعملو ماشئت علامت تھی اس کے مایوس الصحت ہونے کی اسی طرح خاص کفار کے لئے حق تعالیٰ کا قول اعملوا ماشئتم علامت ہے ان کے مایوس الاصلاح ہونے کی جیسا دوسری آیت میں اس کی تصریح ہے ان الذین کفروا سواء علیهم الی قوله ختم الله الخ اور خاص کفار سے مراد وہی لوگ ہیں جن کا ختم علی الکفر علم الٰہی میں سابق ہے۔ پس مقصود مولانا کا صرف تشبیہ دینا مریض روحانی کو مریض جسمانی کے ساتھ اس امر میں ہے کہ دونوں کا یہ خطاب علامت ہے مایوس الصحت ہونے کی اور یہ مقصود نہیں کہ دونوں جگہ صیغہ امر کا مدلول ایک ہی ہے کیونکہ یقینی بات ہے کہ اس طبیب کے قول میں یہ امر اباحت کے لئے ہے اور قرآن مجید میں توبیخ کے لئے ہٰکذا یجب ان یحقق المقام ومن ذہب الی غیر ہذا ان المولوی فسر الآیۃ بالمعنی الباطنی بحملہا علے الخطاب للعشاق وکونہم غیر مکلفین فیما صدر عنہم لفرط العشق فقد ضل وزل عن المرام وان کان ہذا الذاہب من الاعلام وللہ الحمد علیٰ ما انعم علی فی ہذا الافہام مع کونی لاشیأ محضا من الانام آگے پھر قصہ ہے کہ) اس مریض نے (یہ سن کر طبیب سے) کہا کہ بس جاؤ تمہارا بھلا ہو اے جان عم (اب) میں (تمہاری تجویز کے موافق کہ جو چاہے کر) تماشائے لب دریا کے لئے جاتا ہوں (چنانچہ وہ وہاں گیا اور) حسب مراد دل وہ پانی (کے کنارہ) پر ٹہل رہا تھا تا کہ باب صحت کی کشودگی حاصل کرے (جیسا کہ طبیب نے امید دلائی تھی اور اوپر کے ایک شعر میں جو آیا ہے تاروداز جسمت این رنج کہن اگر اس کی توجیہ اول اختیار کی جاوے تو صحت سے مراد صحت اضافی ہوگی یعنے پرہیز سے جو کوفت بڑھتی اب وہ کوفت نہ ہوتا اس کے مقابلہ میں بمنزلہ صحت کے ہے اتفاق سے) لب دریا ایک صوفی بیٹھا تھا (اور) ہاتھ اور منہ دھو رہا تھا اور پا کی بڑھا رہا تھا (مطلب یہ کہ طہارت حقیقی تو اس کو پہلے سے حاصل تھی طہارت حکمی حاصل کر رہا تھا یعنے وضو کر رہا تھا اور ظاہر ہے کہ مجموعہ طہارتین زائد ہوگا ایک طہارت سے) اس مریض نے اس (صوفی) کی گدی دیکھی تو خیالی (یعنے سودائی و پابند خیالات) آدمی کی طرح اس کو (اس کی قفا پر) ایک چپت لگانے کی آرزو ہوئی (در محاورۂ قدما آمدہ کہ مرا آرزو میکند یعنی میشود محمد افضل) صوفی کی گدی پر وہ حیرت پرست (یعنی متحیر العقل و پریشان خیال) ہاتھ تان رہا تھا چپت لگانے کے لئے (اور دل میں کہہ رہا تھا) کہ اگر میں (اپنی) آرزو کو جاری نہ کروں یہاں تک کہ وہ (آرزو بے پوری ہوئے) جاتی رہے تو اس طبیب نے مجھ سے کہا تھا کہ وہ علالت (کی ترقی کا سبب) ہو جاوے گی (اس لئے) اس کی چپت کو میں معرکہ میں (یعنی وقوع میں) لاتا ہوں کیونکہ (حق تعالیٰ کا حکم ہے کہ) اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو (اور) یہ ضبط و پرہیز (اور چپت نہ مارنا) ہلاکت ہے (جس سے بچنا ضروری ہے اس لئے) اے فلانے (یعنی اے نفس) اس (صوفی کی گدی) پر خوب لگا (اور) کاہلوں کی طرح خاموش مت ہو (سکوت سے مراد سکون ہے یعنی سکون مت اختیار کر اور ظاہر ہے کہ یہ استدلال اس کا قرآن سے جہل محض ہے غرض اس بیچارہ غریب کے ایک چپت لگا ہی دی سو) جب اس کے چپت لگائی اور تڑاق کی آواز ہوئی تو صوفی نے کہا کہ ہیں ہیں اے قلتبان آزار

www.besturdubooks.wordpress.com

دہندہ (یہ کیا کرتا ہے اور یہ کہہ کر) صوفی نے چاہا کہ اس کے دو تین گھونسے لگا دے (اور) اس کی مونچھ اور داڑھی یکبارگی نوچ ڈالے لیکن اس کو (بالکل) خستہ اور رنجور دیکھا (اور) بہت ہی ضعیف اور خوار اور زار و نزار اور برہنہ دیکھا (برہنہ سے مراد قوت سے بے سامان اور خالی) پھر (یہ دیکھ کر) اس کی ناتوانی کو سوچا (اور اپنے دل میں) کہا کہ اگر اس کے گھونسہ مارتا ہوں تو وہ فنا ہی ہو جاوے گا۔ مرض دق نے خود ہی اس کا کوبیج نکال رکھا ہے (غرض) ایک ایسا شخص دیکھا کہ مدقوق ہے اور بے حد لاغر ہے (اس لئے بدلہ لینے سے رک گیا)۔

خلق رنجور دق و بیچارہ اند	وز خداع دیو سیلی بارہ اند
خلائق مریض دق اور لاعلاج ہیں	اور اغوائے شیطان سے سیلی دوست ہیں
جملہ در ایذائے بیجرماں حریص	در قفای ہمدگر جویاں نقیص
سب کے سب بے جرم لوگوں کی ایذارسانی کے شوقین ہیں	ایک دوسرے کی غیبت میں نقائص کی جستجو کرنے والے ہیں
اے زنندہ بے گناہاں را قفا	در قفای خود نمی بینی چرا
اے شخص جو بے گناہوں کی قفا پر مار رہا ہے	تو اپنی قفا کو کیوں نہیں دیکھتا
اے ہوا را طب خود پنداشتہ	بر ضعیفاں صفع را بگماشتہ
اے شخص کہ خواہش نفس کو اپنی شفا سمجھے ہوئے ہے	ناتوانوں پر سیلی کو مسلط کئے ہوئے ہے
بر تو خندید آنکہ گفت ایں دوا ست	اوست کادم را بگندم رہنما ست
تجھ پر وہ ہنس رہا ہے جس نے تجھ سے یہ کہا ہے کہ یہ دوا ہے	وہ ہے جو آدم علیہ السلام کو گندم کی طرف راہ دکھانے والا ہے
کہ خورید ایں دانہ اے دو مستعیں	بہر دارو تا تکونا خالدین
کہ اس دانہ کو کھا لیجئے اے یاری چاہنے والے	بغرض علاج کے تاکہ تم دونوں اہل خلود سے ہو جاؤ
اوش لغزانید و زد او را قفا	آں قفا وا گشت و گشت ایں را جزا
اس شیطان نے ان آدم کو لغزش دیدی اور ان کی قفا پر مار دیا	وہ قفا واپس ہوئی اور اس کی سزا ہو گئی
اوش لغزانید سخت اندر زلق	لیک پشت و دستگیرش بود حق
اس شیطان نے ان کو پھلنے کی جگہ میں سخت پھسلایا	لیکن ان کا پشت پناہ اور دستگیر حق سبحانہ و تعالیٰ تھے
کوہ بود آدم اگر پر مار شد	کان تریاقست و بے اضرار شد
آدم علیہ السلام ایک پہاڑ تھے اگر وہ پر بھی مار بھی ہو گئے	تو وہ کان تریاق بھی ہیں اور بے اضرار ہو گئے
تو کہ تریاقے نداری ذرۂ	از خلاص خود چرائی غرۂ
تو کہ تریاق نہیں رکھتا تو اے ذرہ ہے	تو اپنی خلاصی سے کس برتے پر غفلت میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں توکل کو خلیلانہ ترا	واں کرامت چوں کلیمؑ از کجا
وہ توکل خلیل علیہ السلام کا سا تجھ کو کہاں حاصل ہے	اور وہ کرامت موسیٰ علیہ السلام کی سی تجھ کو کہاں سے نصیب ہے
تا نبرد تیغت اسماعیلؑ را	تا کنی شہ را قعر نیل را
تاکہ تیری تلوار اسماعیلؑ کو قطع نہ کرے	تاکہ تو قعر نیل کو شاہراہ بنالے
گر سعیدے از منارہ اوفتید	بادش اندر جامہ اوفتاد و رہید
اگر شیخ سعید منارہ پر سے گر پڑے	تو ہوا ان کے کپڑے کے اندر واقع ہوگئی اور بچ گئے
چوں یقینت نیست آں بخت حسن	تو چرا برباد دادی خویشتن
جب یقینا تجھ کو وہ نصیبہ نیک میسر نہیں	تو تو نے کیوں اپنے آپ کو برباد کیا
زیں منارہ صد ہزاراں ہمچو عاد	درفتادند و سراسر باد داد
اس منارہ سے لاکھوں آدمی عاد کی طرح	گر چکے ہیں اور سر اور جسم برباد کیا ہے
سرنگوں افتادگاں زیر منار	می نگر تو صد ہزار اندر ہزار
بہت سے سرنگوں گرے ہوئے لوگوں کو منارہ کے نیچے	دیکھ لے لاکھوں ہزاروں
تو رسن بازی نمی دانی یقیں	شکر پاہا گو و میرو بر زمیں
تو رسن بازی یقینا نہیں جانتا	پیروں کا شکر کر اور زمین پر چلا کر
پرمساز از کاغذ و از کہ مپر	کہ دراں سودا بسے رفتست سر
کاغذ کے پر مت بنا اور پہاڑ پر سے مت اڑ	کیونکہ اس خیال میں بہت سے سر جاتے رہے ہیں

(بارہ بمعنے دوست ہم آمدہ کذافی الغیاث عن المصطلحات غرہ بالفتح وتشدید فریفتہ شدن وبکسر اول وتشدید فریفتگی وغافلی کذافی الغیاث عن الطائف دوراں مصرعہ کہ ایں کلمہ واقع شدہ دو نسخہ اند یکے چرائی غرہ دیگر چرا می چرہ بر نسخہ اول غرہ را بیاے مجہول خواندن اولیٰ ست یعنی غرہ چرا ہستی وغرہ را بمعنے ذی غرہ باید گرفت وبراے موافقتش ذرہ را کہ در مصرعہ اولیٰ ست ہم بیاے مجہول باید خواند وآن صفت تریاق باشد یعنے تریاق برابر ذرہ ہم نداری لیکن درین توجیہ یکے تکلف لازمی آید کہ غرہ را بمعنے ذی غرہ گرفتند ودیگرے تقابل کوہ کہ در شعر سابق ازین واقع ست فوت می شود حالانکہ متبادر رعایت آن ست چنانچہ بعض شراح نیز آن را چنین ترجمہ کردہ اند کہ تو ذرہ ہستی نہ کہ کوہ مثل آدم علیہ السلام و معنی نسخہ ثانی مرا ظاہر نشدہ مگر آنکہ گویند کہ این از غریدن باشد بمعنے شور کردن وصیغہ واحد مخاطب باشد بمعنے چرا شور و فخر میکنی لیکن اندریں صورت قیاس آن بود کہ می غری بودے اگر مضارع بودے یا اگر ماضی بودے می غریدی بودے باز حرف از در صلہ اش افتادن معنے ندارد غرض نسخہ ثانیہ بوجہے صحت ندارد ونسخہ اول تکلف دارد در قلب من بلا

www.besturdubooks.wordpress.com

دلیل می افتد کہ عجب[1] نیست کہ صحیح درغرہ باشد ویائے معروف باشد یعنی چرا در غفلت ہستی و اگر فی الواقع ایں نسخہ نباشد پس از تصرف تو بہ می کنم و نسخہ اول اختیار می کنم واللہ اعلم وقولہ گر سعیدے شراح گفتہ اند کہ اشارہ است بکرامت حضرت شیخ شجاع سعید رحمۃ اللہ علیہ کہ از منارہ خود را فرو انداخت و ہیچ ضرر او را نرسید چنانکہ ہمیں سان حکایت شیخ محمد سرازیؒ در دفتر پنجم نیز مذکور ست کہ در غلبہ حال از سر کوہ بزیر خود را افگند و نہ مرد وقولہ چون یقینت نیست آن بخت مغنیش آنکہ چون یقینا ترا آن بخت نیست نہ کہ چون ترا یقین حاصل نیست چنانکہ بعض محشین فہمیدند چرا کہ بریں تقدیر ربط آن بخت بوجہے ظاہر نمی شود مگر آنکہ عاطف مقدر باشد و تکلف بودنش ظاہر و توجیہے کہ احقر اختیار کردہ است نظیرش در شعر چہارم ازیں شعر موجود ست حیث قال تو رسن بازی نمیدانی یقین یعنے رسن بازی را یقیناً نمیدانی ان اشعار میں انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف یعنی جیسا وہ مریض مدقوق تھا اسی طرح اکثر) خلائق مریض دق (باطنی اور لاعلاج (ہو رہے) ہیں اور اغواء شیطان سے سیلی دوست (ہو رہے) ہیں (یعنے سیلی زنی کے دوست رکھنے والیا اور پسند کرنے والے جیسے علم دوست مطلب یہ کہ جس طرح اس مریض کا مرض جسمی انتہائی درجہ کو پہنچ گیا تھا اور طبیب نے اس پر ظاہر نہ کیا تھا اور مطلق العنانی کو طریق شفا بتلا دیا تھا اور اس نے اسی پر عمل کر کے ایک بے گناہ کو جا ستایا اسی طرح بہت لوگوں کا مرض روحانی یعنے فساد اخلاق و ملکات نفسانیہ انتہائی درجہ کو پہنچ گیا اور اسی معنی کر لاعلاج مبالغۃً ورنہ امراض روحانی کا علاج تو ہر وقت ہو سکتا ہے اگر مریض چاہے اور شیطان نے اس طبیب کی طرح ان لوگوں کو تلبیس میں ڈال رکھا ہے گو اس طبیب کے لئے اس کا باعث ایک مصلحت تھی اور شیطان کے لئے اس کا باعث غرض فاسد ہے اور تلبیس میں ڈال کر مطلق العنان واتباع ہوئی کو طریق شفائے نفس بتا رکھا ہے اور ان لوگوں نے اس پر عمل کر کے بیگناہوں کو ایذا پہنچا رکھی ہے اور ان میں بعضے وہ بھی ہیں کہ معصیت میں کچھ تاویلیں بھی نکال لیتے ہیں منجملہ ان کے بعض افعال میں ایک یہ بھی تاویل ہے کہ فلاں فعل فلاں بزرگ نے بھی کیا ہے ہم ان کی تقلید کرتے ہیں حالانکہ یہ قیاس مع الفارق ہوتا ہے آگے یہ سب مضامین اسی ترتیب سے مذکور ہوتے ہیں یعنے اس اغوائے شیطانی سے مثل اس مریض مذکور کے) سب کے سب (یعنی بہت سے) بے جرم لوگوں کی ایذا رسانی کے شوقین ہیں (اور) ایک دوسرے کی غیبت میں نقائص کی جستجو کرنے والے ہیں (یعنے ہر ایک دوسرے کی عیب جوئی و عیب گوئی کر رہا ہے اور اس مقام پر لفظ قفا بہت ہی مناسب ہے کیونکہ اس مریض کا محل ظلم قفا ہی تھا اور یہ عیب جوئی و عیب گوئی بمنزلہ سیلی زدن بر قفا کے ہے اسی لئے آگے فرماتے ہیں کہ) اے شخص جو بے گناہوں کی قفا پر مار رہا ہے تو اپنی قفا کو کیوں نہیں دیکھتا (کہ مکافات میں اس پر بھی مار پڑے گی) اے شخص کہ خواہش نفس (کی اتباع) کو اپنی شفا سمجھے ہوئے ہے (اور) ناتوانوں پر سیلی کو مسلط کئے ہوئے ہے۔ تجھ پر (خود) وہ (بھی) ہنس رہا ہے جس نے تجھ سے یہ کہا ہے کہ یہ دوا (وعلاج) ہے (یعنی شیطان تیری حماقت پر اور اپنی کامیابی پر کہ دشمن کو دوزخ میں لے جانے کا سامان کیا ہنس رہا ہے اور یہ ہنسنے والا) وہ ہے جو آدم علیہ السلام کو گندم کی طرف راہ دکھانے والا ہے (آگے اس راہ دکھانے کا بیان ہے کہ اس نے ان سے یوں کہا) کہ اس دانہ کو کھا لیجئے اے یاری چاہنے والے (خدائے تعالیٰ سے یعنی اے متوکل یہ لفظ بعنوان مدح ضرورت شعر کے لئے ہے جیسے اے نیک مرد) بغرض علاج (وتدبیر خلود) کے تاکہ تم دونوں (یعنی آدم کہ مخاطب بالاصالۃ ہیں اور حوا کہ مخاطب بالتبع ہیں) اہل خلود

---

[1] چنانکہ آئندہ قبیل سرخی بر تخت نشاندن سلطان محمود ازغ بہیر شعر این ہمین بارے کہ ہر کش عقل ہست روز وشب در جستجوئے نیست ہست در نسخہ نولکشوری ایں حاشیہ نوشتہ است ایں شعر قافیہ ندارد و در کل نسخ ایں چنیں نوشتہ اند و در نیست کہ قافیہ در جستجوئے نیست پست باشد اھ و ایں نسخہ مصحح مولانا عبداللہ بلگرامی طبع شدہ است غالباً ایں حاشیہ ہم از ایشان باشد واللہ اعلم ۱۲ منہ عفی عنہ۔

سے ہو جاؤ (فاصل الکلام تکونا من الخالدین کیا۔ تخالف الاسم والخبر فی التثنیۃ والجمع وہو مختصر من القرآن لضرورۃ الوزن اور اس تقدیر پر لفظ بہر دارو متعلق ہے بخور کے ساتھ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مستعین کے متعلق ہو یعنے کھا لیجئے اے ایسے مخاطب جو تدبیر خلود کے لئے استعانت چاہتا ہے۔ یعنی خلود جو کہ مطلوب ہے اس کے اسباب کی تلاش میں اور ان اسباب سے انتفاع واستعمال کی فکر میں ہے غرض) اس شیطان نے ان آدمؑ کو لغزش دیدی اور (ایسا دھوکہ دیا جیسے گویا) ان کی قفا پر مار دیا (کیونکہ قفا پر مارنے کی پہلے سے خبر بھی نہیں ہوتی اور اس مصرعہ تک اوپر کا مضمون جو کہ مقصود تھا یعنے لوگ اغوا شیطان سے متاثر ہو کر مردم آزار ہو رہے ہیں ختم ہوا آگے مصرعہ ثانیہ سے شعر پر مساز الخ تک ان لوگوں کے متعلق مضمون ہے جو تاویل کر کے معاصی میں مبتلا ہوتے ہیں اور اپنے معاصی کو بعض بزرگوں کی بعض زلات پر یا بعض مباحات بصورت غیر مباحات پر قیاس کرتے ہیں چنانچہ اشعار مقام ہذا کی تمہید میں بھی ان دونوں مضمونوں کا خلاصہ بیان کر کے تنبیہ کی تھی کہ یہ مضامین اس ترتیب سے آگے بیان ہوتے ہیں چنانچہ اول مضمون کے بعد یہ دوسرا مضمون مذکور ہوتا ہے یعنے اہل کمال پر اپنے کو قیاس مت کرو گو ان کو بھی کبھی ذلت ہوتی ہے لیکن اس کا انجام بوجہ ان کی انابت کے برا نہیں ہوتا جیسا آدم علیہ السلام کو شیطان نے بہکایا ضرور لیکن اخیر انجام اس کا شیطان ہی کی خسارت ہوا اس طرح سے کہ) وہ قفا (کی ضرب) واپس ہوئی اور اس (شیطان) کی سزا ہو گئی (یعنے آدم علیہ السلام تو استغفار کر کے بدستور پاک وصاف ہو گئے اور یہ استغفار بھی اعادۂ کمال قبول کے لئے تھا ورنہ نفس قبول پہلے بھی زائل نہیں ہوا تھا کیونکہ خطائے اجتہادی عفو ہوتی ہے گو بوجہ غایت اختصاص کے مقربین پر اس میں بھی ملامت ہو جاتی ہے بہر حال یہ تو اصلی رتبہ قبول پر آ گئے اور شیطان جس نے شرارت بھی عمداً کی اور پھر توبہ بھی نہ کی خسارہ میں پڑا اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ شیطان کی ملعونیت کا سبب تو اباء عن السجدہ تھا اور یہاں مولانا کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اغواء آدمؑ اس کا سبب تھا جواب یہ ہے کہ اباء سبب تھا اصل ملعونیت کا اور یہ اغواء سبب ہو گیا زیادت ملعونیت کا پس یہ فرمانا کہ آن قفا واگشت وگشت ایں راجزا باعتبار اس زیادت کے ہے فارتفع الاشکال غرض) اس شیطان نے ان کو پھلنے کی جگہ میں سخت پھسلایا لیکن (انجام کار ان کو اس لئے ضرر نہ ہوا کہ) ان کے پشت پناہ اور دست گیر حق سبحانہ وتعالیٰ تھے (اس دستگیری سے ان کو توفیق توبہ عطا فرمائی آگے اس عدم تضرر آدم علیہ السلام کی ایک مثال ہے یعنی یوں سمجھو کہ) آدم علیہ السلام (گویا) ایک پہاڑ تھے (اس لئے) اگر وہ پر مار بھی ہو گئے تو (کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ) وہ (مثل پہاڑ کے) کان تریاق بھی ہیں اور (اس وجہ سے) سب انمرار ہو گئے (یعنی جس طرح بعضے پہاڑوں میں جیسے سانپ ہوتے ہیں اسی طرح ان میں تریاق یعنی نباتات دافع زہر مار بھی پیدا ہوتے ہیں اسی طرح آدم علیہ السلام سے جہاں لغزش ہوئی جو مثل زہر کے مضر تھی وہاں توفیق توبہ بھی ہوئی جو مثل تریاق کے دافع ضرر تھی سو آدم علیہ السلام کی تو یہ شان تھی اب باقی رہا) تو کہ تریاق نہیں رکھتا (اور اس لئے) تو (پہاڑ نہیں بلکہ محض) ایک ذرہ ہے (سو) تو اپنی خلاصی سے (یعنے معاصی سے اپنے کو بچانے سے) کس برتے پر غفلت میں ہے (ہذا علی النسخۃ یا کس برتے پر تو غافل ہے وہذا علی النسخۃ الاولیٰ المذکورۃ فی حل العبارات حصلا بالا شعار مطلب یہ کہ ان کے اندر تو ایک ملکہ راسخہ انابت کا تھا کہ وہ باعث قوی ہو گیا فوراً توبہ کر لینے پر جس سے تخلف توبہ کا عادۃً مستبعد ہے بخلاف تیرے کہ تجھ میں وہ ملکہ نہیں ہے بلکہ شر اور داعیہ نفس ہی غالب ہے اگر تو نے کسی معصیت کا ارتکاب کیا اور بوجہ باعث کے قوی نہ ہونے کے مستبعد نہیں کہ توبہ کا تخلف ہو جاوے پس تو تو ہلاک ہوا اس لئے اپنے کو ان پر قیاس کرنا غلطی عظیم ہے اور اس تقریر کے بعد اب یہ شبہ نہیں رہا کہ جب تریاق سے مراد توفیق توبہ ہے سو یہ ہم میں بھی ہوتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے پھر اس کے کیا معنے کہ تریاق غداری الخ جواب ظاہر ہے کہ مراد تریاق سے وہ توفیق توبہ ہے جس کا باعث ملکہ راسخہ انابت کا ہو کہ بدوں اس کے تخلف کثیر ہے پس غداری کا حکم صحیح ہو گیا آگے اسی مضمون کی تاکید فرماتے ہیں یعنی جس طرح تیرے اندر انابت آدم نہیں اسی طرح) وہ توکل خلیل علیہ السلام کا سا (جس کا اثر شعر آئندہ میں آتا ہے) تجھ کو کہاں حاصل ہے اور (اسی طرح) وہ کرامت موسیٰ علیہ السلام کی سی (جس کا اثر نیز شعر آئندہ میں آتا ہے) تجھ کو کہاں سے نصیب ہے تاکہ تیری تلوار اسماعیل کو قطع نہ کرے (یہ اثر ہے توکل خلیلی کا اور) ہے کہ تو قعر نیل کو شاہراہ (اور سڑک) بنالے (یہ اثر ہے کرامت موسوی کا مطلب یہ کہ کاملین میں صفت تفویض الی الحق غالب ہوتی ہے اور نیز وہ مکرم و مقبول عند اللہ ہوتے ہیں اس لئے مضر چیزیں بھی ان کو ضرر نہیں پہنچا تیں بلکہ کبھی نافع ہو جاتی ہیں جس طرح حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اس خنجر سے یہ مضرت نہیں ہوئی کہ ذبح ولد کا طبعی قلق دیکھتے اور حضرت کلیم اللہ کو اس دریا سے نفع پہنچا کہ سڑک بننے سے ان کے اعداء یعنی فرعون وآل فرعون اس میں گھسے اور غرق ہو گئے پس جس طرح یہ مضر چیزیں ان کے حق میں مضر نہیں ہوئیں یا نافع ہو گئیں اسی طرح اگر ان سے کوئی ظاہری لغزش صادر ہو جاتی ہے اگر وہ واقعی لغزش بھی ہو تب بھی ببرکت ان کے تفویض الی الحق اور ان کے مقبولیت عند الحق کے اس میں ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ اس لغزش سے ان کو ضرر نہیں ہوتا مثلاً توفیق توبہ کاملہ کی فوراً ہو گئی یا کبھی وہ نافع ہو جاتی ہیں مثلاً زلت آدم علیہ السلام سے ان کی معرفت اسماء کمالیہ الٰہیہ کی حالاً بڑھ گئی جیسا احقر نے اپنی تفسیر میں بضمن قصہ آدم علیہ السلام بیان کیا ہے بخلاف تیرے کہ تجھ میں نہ وہ تفویض نہ وہ مقبولیت تو تجھ کو اپنی حالت کا ان پر قیاس کب زیبا ہے اور اگر وہ واقع میں لغزش نہ تھی تو یہ حکم اور زیادہ ظاہر ہے اور یہاں تک فساد قیاس کے لئے کمالات انبیاً کا ذکر تھا آگے بعض کمالات اولیاء کا ذکر ہے کہ ان پر بھی اپنے کو قیاس مت کرو کیونکہ) اگر شیخ سعید (نام ہے ایک بزرگ صاحب کرامت کا یعنی حضرت شیخ شجاع سعید جو منارہ پر سے کود پڑے تھے اور چوٹ نہیں لگی یا معنے وصفی مراد لئے جاویں یعنی کوئی باسعادت بزرگ اور مراد وہی ہیں اگر) منارہ پر سے (عمداً) گر پڑے تو (وہ اپنی کرامت خداداد سے اس طرح ہلاک سے بچ گئے کہ) ہوا ان کے کپڑے کے اندر واقع ہو گئی اور بچ گئے (لیکن) جب یقیناً تجھ کو وہ نصیبہ نیک میسر نہیں (مراد اس سے کرامت مذکورہ ہے اور اس کو بخت کہنا اس لئے ہے کہ کرامت وہبی ہوتی ہے جیسا نصیبہ کہ اس میں اکتساب کو دخل نہیں ہوتا یعنی جب تجھ کو وہ کرامت میسر نہیں) تو تو نے (منارہ پر سے کود کر) کیوں اپنے آپ کو برباد کیا (کیونکہ تو ہلاک ہو جاوے گا اور اگر کسی کو مصرعہ باد ش اندر جامہ افتاد و رہید سے وسوسہ ہو کہ یہ تو عدم ہلاکت کا ایک طبعی اور معمولی سبب ہوا بعضے عوام کے بھی ایسے واقعات مشہور ہیں کہ بڑی سی چھتری ہاتھ میں لے کر منارہ پر سے کود پڑے اور اس میں ہوا بھرنے سے آہستہ آہستہ نیچے آ گئے تو اس میں کرامت کی کیا بات ہے جواب یہ ہے کہ مراد جامہ سے معمولی ہر وقت کے پہننے کا لباس ہے جس میں اس قدر ہوا کہ آدمی کو تھامنے کے لئے کافی ہو نہ بھر سکے پس اب کرامت ہونا ظاہر ہے مطلب یہ ہے کہ افعال محتملۃ الضرر میں ان کی تقلید کرنا موجب ہلاک ہے اور اپنا قیاس ان پر مع الفارق ہے پس وقوع من المنارہ سے مراد استعارۃً عمل مہلک ہے۔ غرض تو اس منارہ سے مت کودنا کیونکہ) اس منارہ سے لاکھوں آدمی عاد کی طرح گر چکے ہیں اور (اپنا) سر اور جسم برباد کیا ہے (چنانچہ) بہت سے سرنگوں گرے ہوئے لوگوں کو منارہ کے نیچے (پڑے ہوئے) دیکھ لے لاکھوں ہزاروں (عاد کے ساتھ تشبیہ دینے میں یہ نکتہ ہے کہ وہ بڑے بڑے منارے بنایا کرتے تھے کما قال تعالیٰ اتبنون بکل ریع آیۃ تعبثون وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون اور یہ تشبیہ خاص منارہ پر سے گرنے

www.besturdubooks.wordpress.com

میں نہیں کیونکہ کوئی قصہ نظر سے نہیں گزرا کہ قوم عاد منارہ پر سے گر کر ہلاک ہوئے ہوں بلکہ مطلق ہلاکت میں ہے یعنے در فتادند وہچو عاد ہلاک شدند اور ان کا ہلاک چونکہ عجیب طرح سے ہوا جیسا قرآن مجید میں ہے۔ واما عاد فاهلكوا بريح صرصر عاتية سخرها عليهم سبع ليال و ثمانية ايام حسوما فترى القوم فيها صرعىٰ كانهم اعجاز نخل خاوية اس لئے اس کو مشبہ بہ بنایا گیا یہاں تک بطلان قیاس علی الانبیاء وعلی الاولیاء کا بیان ہو چکا آگے ترقی کے طور پر ایک مثال ذکر فرماتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ خواص کے ساتھ تو مساوات کا کیا دعویٰ زیبا ہے بعض افعال میں بعضے عوام کی تقلید و مساوات کا دعویٰ و حوصلہ نہیں ہو سکتا چنانچہ اسی مثال کو فرماتے ہیں کہ) تو رسن بازی (جو کہ عوام بازی گروں کا ہنر ہے کہ رسی پر چلا کرتے ہیں) یقیناً نہیں جانتا (پس) پیروں (کی نعمت) کا شکر کر اور زمین پر چلا کر (کہ زمین پر چلنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے پاؤں تو دیے ہیں پھر رسی پر چل کر گرنے اور مرنے سے کیا فائدہ اس میں تنبیہ ہوگئی کہ اس باب میں عوام کے مساوات کی تو ہمت ہوتی نہیں پھر آگے کیسے بڑھتا ہے آگے اس سے ترقی کر کے بتلاتے ہیں کہ عام آدمیوں کو چھوڑو تم سے بعض امور میں جانور کی مساوات تو ہوتی ہی نہیں چنانچہ فرماتے ہیں کہ) کاغذ کے پر مت بنا اور پہاڑ پر سے مت اڑ (یعنی کسی پرندہ کو دیکھ کر کہ پہاڑ پر سے اڑ گیا کسی کو ہوس ہو کہ میں بھی اڑوں اس لئے ویسی ہی شکل کے پر کاغذ کے لگا کر لگا اڑنے تو بجز ہلاکت کے اور کیا ہوگا تو ایسا مت کرو) کیونکہ اس خیال (خام) میں بہت سے مرجاتے رہے ہیں (اگر ثابت ہو جاوے کہ طیران کی ہوس ایجاد و امتحان میں کچھ لوگ ہلاک ہوئے ہیں تب تو مشار الیہ ایں کا یہی ہوگا اور اگر اس کو مشار الیہ نہ کہا جاوے تو پر ساختن از کاغذ و پریدن از کوہ ہے جس کو تشبیہ دینا ہے یعنی تقلید بلا بصیرت و قیاس مع الفارق وہ مشار الیہ ہو جاوے گا اور اس میں بہتوں کا ہلاک ہو جانا ظاہر ہے آگے ایک شعر میں عود ہے قصہ کی طرف اور ایک ہی شعر کے بعد انتقال ہو گیا ہے مضمون ارشادی کی طرف)

گرچہ آں صوفی پر آتش شد زخشم	لیک او بر عاقبت انداخت چشم
اگرچہ وہ صوفی غصہ سے پرآتش ہو گیا	لیکن اس نے انجام کار پر نظر ڈالی
اول صف بر کسے ماند بکام	کو نگیرد دانہ بیند بند دام
صف اول پر وہی شخص بامراد ہو کر رہتا ہے	جو دانہ نہ لے دام کا بند دیکھ لے
حبذا دو چشم پایاں بین راد	کہ نگہدارند تن را از فساد
آفرین کے قابل ہیں وہ دو آنکھیں انجام بین بزرگ	جو کہ تن کو فساد سے محفوظ رکھیں
آں ز پایاں دید احمدؐ بود کو	دید دوزخ را ہم ایں جا موبمو
جس ذات نے انجام کو دیکھ لیا وہ احمدؐ تھے کہ انہوں نے	دوزخ کو اسی جگہ موبمو دیکھ لیا
دید عرش و کرسی و جنات را	تا درید او پردۂ غفلات را
عرش اور کرسی اور جنتوں کو دیکھ لیا	آپ نے غفلتوں کے پردہ کو پھاڑ ڈالا
گر ہمی خواہی سلامت از ضرر	چشم ز اول بند و پایاں را نگر
اگر تو ضرر سے سلامتی چاہتا ہے	تو آنکھ کو اول سے بند کر اور انجام کو دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

تا عدمہا را بہ بینی جملہ ہست	ہستہا را بنگری محبوس و پست
تاکہ تو اعدام کو بالکل ہست سمجھے	موجودات کو تو محبوس اور پست دیکھے
ایں بہ بیں بارے کہ ہر کش عقل ہست	روز و شب در جستجوئے نیست ہست
ذرہ اس کو دیکھ لے کہ جس شخص کو عقل ہے	وہ روز و شب عدم ہی کی جستجو میں مست ہے
در گدائی طالب جودے کہ نیست	بر دکانہا طالب سودے کہ نیست
گدائی میں طالب جود ہے جو کہ نیست ہے	دکانوں پر طالب نفع ہے جو کہ نیست ہے
در مزارع طالب دخلے کہ نیست	در مغارس طالب نخلے کہ نیست
واقع زراعت میں طالب پیداوار ہے جو کہ نیست ہے	درخت لگانے کے مواقع میں طالب درخت ہے جو کہ نیست ہے
در مدارس طالب علمے کہ نیست	در صوامع طالب حلمے کہ نیست
مدارس میں طالب فن علمی ہے جو کہ نیست ہے	خانقاہوں میں طالب صفت حلم ہے جو کہ نیست ہے
ہستہا را سوی پس افگندہ اند	نیستہا را طالب اندو بندہ اند
وجودات کو لوگوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے	اعدام کے طالب اور غلام ہیں
زانکہ کان و مخزن صنع خدا	نیست غیر نیستی در انجلا
اس سبب کہ معدن اور مخزن صنعت خدا کا	بجز نیستی کے اور کچھ نہیں ہے ظہور میں
پیش ازیں رمزے بگفتستیم ازیں	این و آں را تو یکے بیں دو مبیں
ہم اس کے قبل بھی اس میں سے کچھ رمز کہہ چکے ہیں	تو اس کو اور اس کو ایک ہی دیکھ دو مت دیکھ
گفتہ شد کہ ہر صناعت گر کہ رست	در صناعت جائگاہ نیست جست
کہا گیا ہے کہ جو صنعت گر بھی پیدا ہوا ہے	اس نے صنعت میں موقع نیست ہی کا تلاش کیا ہے
جست بناموضعے ناساختہ	گشت ویراں سقفہا انداختہ
معمار نے وہی موقع تلاش کیا ہے جو کہ بے بنا ہوا ہو	ویران ہوا ہو اس کی چھتیں گری ہوئی ہوں
جست سقا کوزۂ کش آب نیست	واں درو گر خانہ کش باب نیست
سقا نے وہی صراحی تلاش کی ہے جس میں پانی نہ ہو	اور اس بڑھئی نے وہ گھر جس میں کیواڑ نہ ہو
وقت صید اندر عدم بیں حملہ شاں	وز عدم آنگہ گریزاں جملہ شاں
شکار کے وقت ان کا حملہ عدم کے اندر دیکھ لے	اور اسی وقت میں وہ سب کے سب عدم سے نفور بھی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں امیدت لاست زو پرہیز چیست	با انیس طبع خود استیز چیست
جب تیری امید گاہ نیستی ہے اس سے پرہیز کیا ہے	اپنی طبیعت کے انیس سے مخالفت کیا ہے
چوں انیس طبع تو آں نیستی ست	از فنا و نیست ایں پرہیز چیست
جب تیری طبیعت کی انیس نیستی ہے	فنا اور نیستی سے یہ پرہیز کیا ہے
گر انیس لانۂ اے جاں بسر	در کمین لا چرائی منتظر
اے جان اگر تو نیستی کا انیس باطن سے نہیں ہے	نیستی کی گھات میں تو منتظر کس لئے ہے
زانکہ داری جملہ دل برکندۂ	شست دل در بحر لا افگندۂ
ایسی چیزوں سے جن کو تو رکھتا ہے تو نے دل برداشتہ کرلیا ہے	دل کی شست کو دریائے نیستی میں ڈال دیا ہے
پس گریز از چیست زیں بحر مراد	کو بشستت صد ہزاراں صید داد
پھر ایسے بحر مراد سے نفرت کیا ہے	جس نے شست کے ذریعہ سے تجھ کو لاکھوں شکار دیے
از چہ نام برگ را کردی تو مرگ	جادوئے بیں کہ نمودت مرگ برگ
تو نے سامان کا نام موت کس سبب سے قرار دے رکھا ہے	تصرف عجیب دیکھ جس نے تجھ کو برگ بصورت مرگ دکھلا رکھا ہے
ہر دو چشمت بست سحر صنعتش	تاکہ جاں را در چہ آمد و غبتش
تیری دونوں آنکھیں اس کی صنعت کے تصرف نے بند کردی ہیں	اس کا یہ اثر ہے کہ نفس کی رغبت کنویں سے ہوگئی ہے
در خیال او ز مکر کردگار	جملہ صحرا فوق چہ زہرست و مار
اس کے خیال میں تدبیر خفی کردگار سے	تمام صحرا جو کنویں کے اوپر ہے زہر ہے اور مار
لاجرم چہ را پناہے ساختست	تاکہ مرگ او را بچاہ انداختست
اس ضرورت سے اس نے کنویں کو پناہ بنا رکھا ہے	یہاں تک کہ مرگ نے اس کو کنویں میں ڈال دیا
آنچہ گفتم از غلطہاش اے عزیز	ہم بریں بشنیدم از عطار نیز
اے عزیز میں نے جو اس کی غلطیاں بیان کی ہیں	اس پر میں نے عطار سے بھی سنا ہے

(قولہ فی الشعر الثانی اول صف براے فی الحاشیۃ من ولی محمد یعنے بر صف اول اھ چنانکہ حرف جر در فارسی گاہے از مجرور موخر آید چنانچہ لفظ در موخرا بکثرت واقع شدہ قولہ فی الشعر الثامن بارے فی الغیاث لفظے ست کہ برائے قلت قبول واستدعاے قلیل آید قولہ فی ہذا الشعر در جستجوے نیست ست ایں لفظ در نسخ موجودہ دو گونہ است در بعضے نیست ہست و بعضے نیست ست بر نسخہ اول در حاشیہ چناں نوشتہ است ایں شعر قافیہ ندارد در کل نسخ ایں چنیں نوشتہ اند و در نیست کہ قافیہ در جستجوے نیست باشد اھ و بر نسخہ دیگر در حاشیہ چنیں نوشتہ است قافیہ دریں بیت لفظ ہست و است ست کہ اول لعل ست و دوم رابطہ واللہ اعلم اھ چوں توجیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اول باعتبار معنے وتوجیہ دوم باعتبار لفظ از رکاکت خالی نیست دردلم القا شد کہ بعید نیست کہ مست باشد واز تصرفات نساخ بصورت ہست شدہ باشد آرے رابطہ را محذوف اعتبار کردن لازم خواہد آمد مگر ایں کثیر الوقوع ست قولہ در شعر بست ودوم وبست وسوم شست فی الغیاث فلانی کہ بدان ماہی شکار کنند وآن آہنی باشد سرکج وقلاب بالضم وتشدید لام خار آہنی خمیدہ حلقہ مانند کہ چیزے بدان توان آویخت اھ قولہ جادوئی الخ در جمیع نسخ بترکیب ہمزہ ویا کہ دلیل بودن یائے نسبت باشد نوشتہ اند وملخص غیاث دریں مقام آنست کہ جادو بمعنے ساحر وجادوئی بیائے نسبت بمعنے سحر در کلام قدماء جادو بمعنے سحر وجادوگر بمعنے ساحر ودر کلام شاعران متاخرین بکثرت واقع ست واز ہمین جا در برہان جادو بمعنے سحر وساحر ہر دو آمدہ اھ وجادوئی بیائے نسبت بمعنے ساحر نقل نہ کردہ پس درین شعر بمعنے سحر باشد اب شرح سنیے یعنی) اگر چہ وہ صوفی غصہ سے پر آتش ہو گیا (کہ مجھ کو خواہ مخواہ کیوں مارا) لیکن اس نے انجام کار پر نظر ڈالی (کہ اگر میں انتقام لوں گا تو مرجاوے گا اور میں قصاص میں مارا جاؤں گا۔ آگے مولانا انجام بینی کی مدح کی طرف انتقال فرماتے ہیں) صف اول پر وہی شخص بامراد ہو کر رہتا ہے جو دانہ نہ لے (بلکہ) دام کا بند دیکھ لے (اور اس سے بچا رہے مطلب یہ کہ وہ کامیابی کے ساتھ اول درجہ کے لوگوں میں ہوتا ہے اور وجہ ظاہر ہے کیونکہ جن لوگوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ دانہ یعنی طمع عاجل کے سبب بند دام یعنے ضرر آجل میں مبتلا ہو گئے ان میں سے بھی مومنین کو نجات ہو ہی جاوے گی تو باکام وہ بھی ہوں گے لیکن متاخر درجہ میں ہوں گے اور درجہ اول میں مخلصین کاملین ہی ہوں گے جو ضرر آجل کو دیکھ کر نفع عاجل سے باز رہے خواہ اول ہی سے یا تدارک کر کے یعنی توبہ کر کے) آفرین کے قابل ہیں وہ دو آنکھیں انجام بین بزرگ جو کہ (انجام کو دیکھ کر) تن کو فساد (وضرر معصیت) سے محفوظ رکھیں (آگے انجام بینوں میں سے ایک فرد اکمل کا بیان ہے تاکہ دوسرے ان کا اتباع کریں یعنی) جس ذات نے (کامل طور سے) انجام کو دیکھ لیا وہ احمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے کہ انہوں نے دوزخ کو اسی جگہ (دنیا ہی میں) موبمو دیکھ لیا (اسی طرح) عرش اور کرسی اور جنتوں کو دیکھ لیا (اور) آپ نے غفلتوں کے پردہ کو پھاڑ ڈالا (اس دیکھنے سے مراد) وہ دیکھنا نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لیلۃ المعراج میں اور دوسرے موقعوں پر بھی بالعین ان اشیاء کا مشاہدہ فرمایا ہے کیونکہ مقصود اس پایان بینی احمدیؐ کے ذکر سے تائید ترغیب تقلید ہے پایان بینی مذکور بالا کی جو کہ مامور بہ فی الکلام وفعل اختیاری ہے اور مشاہدہ بالعین اختیاری نہیں اس لئے اس میں تقلید ممکن نہیں بلکہ مراد اس دیکھنے سے دل کا دیکھنا ہے جس کا حاصل توجہ الی الوحی تھی چنانچہ قرینہ اس کا مصرعہ بردریدا و پردہ غفلات را ہے اور اس غفلت کا مصداق وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے ما کنت تدری سے اس آیت میں تعبیر فرمایا ہے ما کنت تدری ما الکتٰب ولا الایمان الآیۃ۔ جس کا حاصل بے خبری ہے اور یہ مذموم نہیں مذموم وہ بے خبری ہے جو باوجود منبہات کے بے توجہی کا سبب ہو اور آیۃ و وجدک ضالاً فھدیٰ میں بھی یہی بے خبری اور خبر مراد ہے مطلب یہ کہ اس پایان بینی میں آپ کا اتباع کرنا چاہئے جس طرح آپ نے توجہ الی الوحی سے اپنی بے خبری کو زائل فرمایا تو بھی توجہ الی الوحی سے اپنی غفلت کی اصلاح کر غرض) اگر تو ضرر سے سلامتی چاہتا ہے تو آنکھ کو (صرف) اول (بینی یعنے دنیا بینی) سے بند کر اور انجام (یعنی آخرت) کو (بھی) دیکھ (صرف اس لئے بڑھایا کہ دنیا کا دیکھنا مطلقاً مذموم نہیں ہے بلکہ اس میں بھی بعض منافع ہیں دنیویہ مباحہ بھی اور بعضے اخرویہ بھی چنانچہ ظاہر ہے پس مطلب یہ ہے کہ اسی پر نظر کو مقتصر مت کر آخرت کو بھی دیکھ کہ جو چیز آخرت میں جا کر مضر ہو اس سے بچا رہے لہٰذا مثل قولہ تعالیٰ لعلکم تتفکرون فی الدنیا و الآخرۃ ای فی کلیھما فناء الدنیا و بقاء الآخرۃ آگے ثمرہ بتلاتے ہیں پایان بینی کا یعنے ہم پایان بینی کی اس لئے ترغیب دے رہے ہیں) تاکہ تو اعدام (فی الظاہر یعنے غائب عن الحس) کو بالکل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہست سمجھے (الجملہ والرؤیۃ قلبیۃ ومن ثم عدی الی المفعولین الاول عدمہا والثانی ہست اور) موجودات (فی الظاہر یعنے حاضر عندالحس) کو تو محبوس (گرفتار فنا) اور پست (وبے قدر) دیکھے (یعنی جس عالم غیب وآخرت کو تو معلوم سمجھ رہا ہے اس کا وجود معتد بہ معلوم ہونے لگے اور جس عالم دنیا کو تو موجود معتد بہ سمجھ رہا ہے وہ تجھ کو فانی وکالعدم نظر آنے لگے وہذا کقولہ تعالیٰ ما عندکم ینفد وما عند اللہ باق الآیۃ و کقولہ تعالیٰ و ماھذہ الحیوۃ الدنیا الا لہو ولعب وان الدار الآخرۃ لہی الحیوان الآیۃ آگے چند مثالوں سے ظاہری نیستی کا مطلوب ہونا اور ظاہری ہستی کا نا قابل التفات ہونا فرماتے ہیں یعنے اگر تجھ کو اعدام کے مطلوب ہونے کے متعلق تقریر بالا نظری معلوم ہو تو دوسرے طریق بدیہی بلکہ حسی سے سمجھ لے اور) ذرا اس کو دیکھ لے کہ جس شخص کو (بھی کچھ) عقل ہے وہ روز وشب عدم ہی کی جستجو میں مست (یعنے منہمک) ہے (آگے اس کی تفصیل ہے کہ دیکھو مثلاً) گدائی (ونا داری کی حالت) میں (وہ گدا) طالب جود ہے جو کہ نیست (ومعدوم بالفعل) ہے (اسی طرح) دکانوں پر (تاجر) طالب نفع ہے جو کہ نیست (ومعدوم بالفعل) ہے (اور اسی طرح) مواقع زراعت میں (کاشتکار) طالب پیداوار ہے جو کہ نیست (اور معدوم بالفعل) ہے (اسی طرح) درخت لگانے کے مواقع میں (باغبان) طالب درخت ہے جو کہ نیست (اور معدوم بالفعل) ہے (اسی طرح) مدارس میں (شاگرد) طالب فن علمی ہے جو کہ نیست (اور معدوم بالفعل) ہے (اسی طرح) خانقاہوں میں (درویش) طالب صفت حلم (واخلاق حمیدہ) ہے جو کہ نیست (اور معدوم بالفعل ہے) (اور ایک توجیہ اس ترکیب طالب جود ے کہ نیست وغیرہ کی اور بھی ہوسکتی ہے کہ یہ کاف کدامیہ ہو یعنے گدائی میں طالب جود کون نہیں ہے اور دوسرا مقدمہ کہ وہ جود معدوم بالفعل ہے مطوی ہوگا والحاصل واحد حاصل یہ کہ ان سب مرادِ مذکورہ میں) وجودات (یعنی حالات حاصلہ بالفعل) کو لوگوں نے پس پشت ڈال رکھا ہے (اور ان کو ترک کئے ہوئے ہیں چنانچہ گدا حالت فقر کو کہ موجود بالفعل ہے اور تاجر حالت بقاء المال علی المقدار الخاص کو کہ موجود بالفعل ہے اور مزارع حالت وہیات تخم کو کہ موجود بالفعل ہے اور غارس حالت نواۃ کو کہ موجود بالفعل ہے اور طالب علم حالت زاجت کو کہ موجود بالفعل ہے اور درویش اخلاق ردیہ کو کہ موجود بالفعل ہے ترک کرکے) اعدام (یعنے حالات غیر حاصلہ بالفعل) کے طالب اور غلام (ہورہے) ہیں (اور وہ حالات غیر حاصلہ بالفعل علی الترتیب وہی ہیں جو اشعار میں مصرحاً مذکور ہیں یعنے جود وتمول وریع ودخل ونخل وعلم وعمل پس ثابت ہوگیا کہ ہر کش عقل ہست روز وشب در جستجوئے نیست مست اور اس سے تائید ہوگئی اس سے اوپر کے مضمون کی جو کہ مقصود مقام تھا کہ اول یعنی دنیا کو جو کہ موجود یعنی حاضر عندالحس ہے مت دیکھ بلکہ انجام یعنی آخرت کو جو کہ معدوم بمعنے غائب عن الحس ہے دیکھ تنبیہ اشعار مذکورہ میں جو نیستی بالتفسیر المذکور مراد ا کو مطلوب کہا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ معدوم من حیث ہو معدوم مطلوب ہے یہ تو واقع کے بھی خلاف ہے اور مسئلہ فن کے بھی خلاف ہے واقع کے خلاف تو اس لئے کہ مثلاً آخرت جو مطلوب ہے تو اسی حیثیت سے کہ وہ ہم کو حاصل ہو جاوے پس جو چیز مطلوب ہوئی وہ موجود من حیث ہو موجود ہوئی اسی طرح امثلہ متاخرہ میں تمول اور ریع ودخل ونخل وعلم وعمل یہ سب اسی حیثیت سے مطلوب ہیں کہ وہ موجود اور حاصل ہو جاویں تو مطلوب حقیقت میں موجود من حیث موجود ہی ہوا اور مسئلہ فن کے خلاف اس طرح کہ فن میں مصرح ہے کہ اصل تمام شرور کی عدم ہے اور اصل تمام خیر کی وجود ہے پس جو چیز مبداء شر کا ہے یعنی عدم یا موصوف بالشر ہے یعنی معدوم وہ مطلوب کیسے ہو گا غرض مولانا کا یہ مطلب نہ ہوا کہ عدم من حیث ہو عدم یا معدوم من حیث ہو معدوم مطلوب ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ مطلوب وہ موجود ہے جو اس وقت معدوم ہے جیسے امثلہ متاخرہ یا وہ موجود ہے جو اس وقت کالمعدوم ہے بوجہ غیبت عن الحس کے جیسے

www.besturdubooks.wordpress.com

آخرت پس معدوم فی الحال یا فی الحس ہونے کے سبب اس کو معدوم سے تعبیر کردیا گو یہ حیثیت اس کی مطلوبیت کی نہیں اور نکتہ اس تعبیر میں یہ ہوسکتا ہے کہ کلام علیٰ سبیل التسلیم دمجاراۃ الخصم ہو جاوے یعنی جس کو تو معدوم یا کالمعدوم سمجھ کر اس کے معدوم ہونے کے سبب اس سے اعراض اور اس کی بے قدری کررہا ہے مثلاً آخرت کو طلب نہیں کرتا اور دنیائے حاضر کو دیکھ کر اس پر ریجھ رہا ہے ہم نے مانا کہ وہ معدوم سہی لیکن محض عدم سبب صالح للاعراض ہونے کا نہیں ہوسکتا ورنہ امثلہ مذکورہ میں عقلاً ان معدومات کو کیوں حاصل کرتے ہیں اور ان کی معدومیت کو سبب اعراض کا کیوں نہیں بناتے اس سے معلوم ہوا کہ مدار مطلوبیت کا نافعیت ہے اگر چہ وہ نافع موجود نہ بھی ہو معدوم ہی ہو کہ کوشش سے موجود ہوسکے باقی اگر موجود بالفعل بھی ہو اور مطلوب اس کا ابقاء اور تب بھی منافی مطلوبیت کے نہیں مثلاً صحت موجود ہے اور مرض معدوم اور صحت کا ابقاء مطلوب ہو اور اس سے اس شبہ کا جواب ہو گیا کہ موجود کا متروک ہونا اور معدوم کا مطلوب ہونا مثال صحت میں تو متخلف ہو گیا وجہ دفع تقریر مذکور سے ظاہر ہے جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ یہ مطلب نہیں کہ معدوم ہی ہمیشہ مطلوب ہوتا ہے اور معدومیت شرط مطلوبیت ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ معدوم بھی کبھی مطلوب ہوتا ہے اور معدومیت مانع مطلوبیت نہیں پس شعراین ہیں بارے الخ میں یہ قضیہ کہ ہر کش عقل ہست الخ مشتمل علی الحصر و متضمن قصر نہیں ہے والحمد للہ علیٰ ما الہمنی ہذا المقام اس سے مضمون سابق بفضلہ تعالیٰ حل ہو گیا اور مضمون لاحق بھی جو آگے آتا ہے چنانچہ نیستہا را طالب اند و بندہ اندکی حکمت فرماتے ہیں کہ اعدام میں جو شان مطلوبیت ہے وہ) اس سبب (سے ہے) کہ معدن اور مخزن صنعت خدا کا بجز نیستی کے اور کچھ نہیں ہے ظہور میں (یعنی ظہور صنع خداوندی کا صرف نیستی میں ہوتا ہے یہاں صنع سے مطلق تصرف مراد نہیں بلکہ خاص تصرف ایجاد نہ کہ تصرف اعدام اور نہ تصرف ابقاء کیونکہ تصرف اعدام و تصرف ابقاء کے لئے تو اس محل کا موجود ہونا ضروری ہے ورنہ اعدام معدوم لازم آوے گا جو کہ محال ہے اسی طرح جبکہ ابقاء کی شرط وجود ہے تو بدوں وجود کے تحقق المشروط بدوں الشرط لازم آوے گا اور وہ بھی محال ہے البتہ تصرف ایجاد کے لئے اس محل کا معدوم ہونا ضروری ہے ورنہ ایجاد موجود لازم آوے گا کہ وہ بھی محال ہے پس یہاں جو نفی اور استثناء یعنی لفظ نیست اور لفظ غیر سے حصر کا حکم کیا گیا ہے تو مطلوبیت بانحو الخاص یعنے ایجاد کے اعتبار سے ہے اور اوپر جو احقر نے کہا ہے کہ ہر کش عقل ہست الخ مشتمل علی الحصر و متضمن قصر نہیں تو مطلق مطلوبیت کے اعتبار سے پس دونوں میں تعارض نہیں حاصل یہ کہ نیستی اور عدم ایسی چیز ہے کہ خدائے تعالیٰ کا یہ تصرف خاص یعنی ایجاد بھی نیستی ہی میں ہوتا ہے یہاں بھی وہی اوپر والی بات سمجھنا چاہئے کہ کائنات کی حالت معدومیت جو محل تصرف ایجاد حق تعالیٰ ہی تو نہ من حیث المعدومیت یعنی باعتبار مقصودیت معدومیت کے ورنہ اگر اس میں مقصودیت ہوتی تو وہ معدومیت ہی باقی رہتی ورنہ مقصود و مراد کا تخلف قصد اور ارادہ الٰہیہ سے لازم آتا ہے وہذا خلف بلکہ وہ معدومیت اس اعتبار سے محل تصرف بنی ہے کہ وہ مبدل بموجودیت ہو جاوے پس مقصود ایجاد ہی ہوا کما وقع فی القول کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق باقی مقصود مقام اس سے بھی حاصل ہو گیا کہ تو مطلق معدومیت کو اگر چہ اضافی ہی ہو مانع التفات سمجھ رہا ہے حالانکہ حق تعالیٰ نے عین معدومیت کی حالت میں باوجودیکہ وہ حقیقی تھی کائنات کی طرف التفات فرمایا ہے اور جیسا عبد کے التفات الی العدم کا مدار منافع خاصہ ہیں جیسا اوپر آچکا ہے اسی طرح التفات حق الی العدم کی حکمت مصالح خاصہ ہیں دمنہا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق چونکہ نیستی کا ایسا ہی مضمون جیسا اس شعر میں ہے ذانکہ کان و مخزن صنع الخ پہلے بھی مثنوی میں آچکا ہے چنانچہ اس وقت ایک مقام تو نظر میں ہے اور ایک ذہن میں نظر میں تو دفتر پنجم کے اس سرخی کے سیاق وسباق میں ہے در مثال عالم نیست ہست نما و عالم ہست نیست

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا جس کے بعض اشعار یہ ہیں پس خزانہ صنع حق باشد عدم الی قولہ آفرین اے اوستاد سحر باف الخ اور ذہن میں جس کا مقام یاد نہیں رہا اس طرح سے ہے کہ کارگاہ صنع حق در نیستی ست الخ اس لئے شعر آئندہ میں اس کا حوالہ دیتے ہیں یعنے) ہم اس کے قبل بھی اس میں سے کچھ رمز کہہ چکے ہیں تو اس کو اور اس کو ایک ہی دیکھ دمت دیکھ (یعنے حاصل دونوں کا ایک ہی ہے بلکہ ایک جگہ مابعد میں بھی اس وقت یہ مضمون نظر پڑ گیا یعنے سرخی آئندہ بار دیگر رجوع کردن بقصہ الخ کے سولہ سترہ شعر قبل سے مذکور ہے غرض ان سب کا حاصل ایک ہی ہے اور یہاں لفظ رمز لانے میں ممکن ہے کہ رمز اسی طرف ہو جو بندہ نے اوپر تقریر لکھی ہے کہ گو الفاظ میں تو نیستی کا مطلوب ہونا مذکور ہے مگر مقصود وجود کا مطلوب ہونا ہے اور چونکہ لفظوں سے اس کا ظاہر ہونا محتاج تامل ہے اس لئے رمز کہنا مناسب ہوا اور چونکہ مصرعہ ثانیہ میں ان سب مقاموں کو ایک ہی کہا ہے اس لئے سب جگہ ایسا ہی سمجھنا چاہئے آگے تفسیر ہے اس رمز کی یعنی اس کے قبل) کہا گیا ہے (اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ بعینہ اسی عبارت سے آ چکا ہے بلکہ روایت بالمعنی ہے بنا بر مضمون مصرعہ ثانیہ شعر بالا کے یعنی ایں وآں را تو یکے بین دو مبین مطلب یہ کہ ایسا مضمون پہلے بھی آ چکا ہے جس کا حاصل یہ ہے) کہ جو صنعت گر بھی کبھی پیدا ہوا ہے (از رستن بمعنے روئیدہ شدن) اس نے صنعت میں موقع نیست ہی کا تلاش کیا ہے (چنانچہ) معمار نے (ہمیشہ) وہی موقع تلاش کیا ہے جو کہ بے بنا ہوا ہو (اور) ویران ہوا ہو (اور) اس کی چھتیں گری ہوئی ہوں (پس وہ ایسے محل میں اپنی صنعت کا تصرف ظاہر کرتا ہے اسی طرح) سقا نے وہی صراحی تلاش کی ہے جس میں پانی نہ ہو (تا کہ اس میں پانی بھرے) اور (اسی طرح) اس بڑھئی نے بھی وہ گھر (تلاش کیا ہے) جس میں کیواڑ نہ ہو (تا کہ اپنی صنعت ظاہر کرے اس نیست کے طلب کرنے کی حقیقت ابھی اوپر گزر چکی ہے جس کا تذکرہ آگے بطور تفریع کے تعجباً فرماتے ہیں کہ شکار (یعنے تلاش) کے وقت ان کا (یعنی سب آدمیوں کا بلا تخصیص معمار و نجار و آب کش کے مثلاً) حملہ (یعنے قصد) عدم کے اندر دیکھ لے اور (باوجود اس کے) اسی وقت میں وہ سب کے سب عدم سے نفور بھی ہیں (یعنی بعض اعدام کے تو طالب ہیں جیسے امثلہ سابقہ در گدائی طالب جودے الخ اور امثلہ لاحقہ جست بنا الخ میں جس سے عملاً عدم کی مطلوبیت تسلیم کر لی اور بعض اعدام سے ہارب ہیں جیسے موت سے جس کا ذکر بعد کے اشعار میں ہے از چہ نام برگ را کردی تو مرگ الخ اور وہ فی الحال معدوم ہے اور جیسی آخرت جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور وہ باوجود فی الحال موجود ہونے کے کالمعدوم ہے حالانکہ مدار مطلوبیت کا دونوں قسم کے اعدام میں مشترک ہے یعنی نافعیت اور یہی وجہ تعجب کی ہے آگے بھی مضمون بطور استفہام کے ہے یعنے) جب (بہت سے مواد میں) تیری امیدگاہ نیستی ہے (پھر بعض دوسرے مواد میں جو نافع ہونے میں ان کے مماثل ہیں) اس (نیستی) سے پرہیز کیا ہے (اور) اپنی طبیعت کے انیس سے (یعنی نیستی سے جس کا انیس ہونا بعض مواد میں ظاہر ہو چکا) مخالفت کیا ہے (آگے اسی کی تاکید ہے یعنی) جب تیری طبیعت کی انیس نیستی ہے (تو پھر) فنا و نیستی سے یہ (اتنا) پرہیز کیا ہے (اس استفہام کا تو حاصل یہ تھا کہ جب ایک جگہ نیستی مرغوب فیہ ہے تو دوسری جگہ مہروب عنہ کیوں ہے آگے استفہام اس کا عکس ہے یعنی) اے جان اگر تو نیستی کا انیس باطن سے نہیں ہے (یعنی بعض مواد میں اس کو مہروب عنہ بنا رکھا ہے تو پھر) نیستی کی گھات (اور اس کے موقع حصول) میں تو (اس کا) منتظر کس لئے ہے (یعنی بعض مواد میں وہ مرغوب فیہ کیوں ہے آگے اس انتظار کا بیان ہے کہ مواقع کثیرہ میں دیکھا جاتا ہے کہ) ایسی چیزوں سے جن کو تو (اپنے قبضہ میں) رکھتا ہے تو نے دل کو برداشتہ کر لیا ہے (اور اپنے) دل کی شست کو (بمعنے شکار کرنے کا کانٹا) دریائے نیستی میں ڈال دیا ہے (جیسا اشعار در گدائی طالب جودے الخ کی شرح میں اس کی تقریر ہو چکی ہے کہ حالات موجودہ سے اعراض کر کے امور غیر موجودہ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

طلب کیا ہے جب یہ بحر نیستی ایسی چیز ہے کہ اس کے ساتھ تمہارے طلب وارادہ کا بھی تعلق ہوتا ہے اسی لئے آگے بحر مراد سے اس کو تعبیر فرمایا تو) پھر ایسے بحر مراد سے نفرت کیا ہے جس (کی یہ شان ہے کہ اس) نے شست کے ذریعہ سے تجھ کو لاکھوں شکار دیئے (شست سے مراد وہی ہے جس کو اوپر شست دل سے تعبیر کیا ہے یعنے ارادۂ دل اور مرادات اختیاریہ کے حصول میں توسط ارادہ کا دخل ظاہر ہے آگے بعض اعدام مرغوب فیہا کی تعیین ہے جس کو مہروب عنہ بنا رکھا ہے اور وہ موت ہے جس کا ذکر شعر مذکور بالا وقت صید اخ کی شرح میں ہوا ہے پس فرماتے ہیں کہ) تو نے سامان (یعنی متاع نافع) کا نام موت کس سبب سے قرار دے رکھا ہے (یعنے مرگ تو فی الواقع برگ بتفسیر مذکور ہے اور مرغوب فیہ تو نے اس کا نام مرگ رکھا ہے اور اس سے ہارب ہے اور یہاں تک استفہامات تعجبیہ میں اس غلطی پر ملامت تھی کہ تو نے مطلوب کو مہروب عنہ بنا رکھا ہے آگے اس غلطی کا سبب بتلاتے ہیں اور سبب دو قسم پر ہے قریب اور بعید یعنے سبب السبب یہاں دونوں قسم کے سبب کو بتلاتے ہیں سبب قریب تو سلطان محمود کے قصہ کے ختم پر کہ وہ قصہ قریب ہی مذکور ہے اور بتامہا اس مضمون سے مرتبط ہے بتلایا ہے اس شعر میں فقر آن محمود تست اے بے سعت طبع از و دائم ہمی ترسانَدت اور سبب بعید یعنی سبب السبب اشعار متصلہ میں بتلاتے ہیں جادوئی بین سے در خیال او اخ تک حاصل سبب اول کا یہ ہے کہ تیری طبیعت نے تجھ کو اس غلط بینی میں ڈال رکھا ہے کہ تجھ کو نیستی سے کہ اس میں مثل دیگر مطلوبات اخرویہ مذکورہ سابق کے ثمرات فقر بھی داخل ہیں ڈرا رکھا ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کہ طبیعت ہی کا نفس کو ابھارنا سبب ہوتا ہے تحبون العاجلة وتذرون الآخرة کا اور حاصل سبب ثانی کا یہ ہے کہ یہ میلان طبیعت میں اور یہ ہیجان نفس میں پیدا کیا ہوا حق جل وعلا شانہ کا ہے جس کو بحکمت ابتلاء پیدا کر کے اس کے مقتضا سے روکنے کا اختیار بھی دیا اور روکنے کا امر بھی فرمایا اور اس سے جبر کا شبہ بھی دفع ہو گیا یہ بیان ہے دونوں سببوں کا اور چونکہ سبب بعید سبب حقیقی ہے اس لئے ذکر میں اس کو مقدم فرماتے ہیں کہ یہ جو تو برگ نافع کو مرگ ضار سمجھ رہا ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ نیستی کو کہ وہ واقع میں ہستی اور نافع ہے نیستی سمجھ کر اس سے ہارب ہے اور ہستی موہوم کو کہ وہ واقع میں نیستی اور ضار ہے ہستی سمجھ کر اس کا طالب ہے تو اس کا سبب حقیقی سمجھو اور) تصرف عجیب (حق تعالیٰ کا دلیلہ ماسیاتی زمکر کردگار) دیکھ جس نے تجھ کو برگ بصورت مرگ دکھلا رکھا ہے (میں نے برگ کو مفعول ثانی نمود کا جو بمعنے ارادہ ہے اور جس کا مفعول تاے خطاب ہے اور مرگ کو مفعول ثالث سمجھا ہے تا کہ مصرعہ اول سے متوافق رہے کیونکہ اس غلطی کا حاصل تو یہی تھا کہ برگ کو مرگ سمجھا اور یہاں ذکر ہے اس کے سبب کا تو ترکیب لفظی میں سبب و معلول نہ بدلنا چاہئے گو واقع میں اس تصرف سے اس کا عکس بھی ہوا ہے کہ مرگ ضار یعنی دنیا بصورت برگ نافع نظر آئی جس کا شعر آئندہ میں بیان ہے کہ چاہ مرغوب ہو گیا لیکن وہ اس مصرعہ کا مدلول نہیں آگے اس تصرف حق تعالیٰ کی تفصیل ہے کہ) تیری دونوں آنکھیں اس کی (یعنی حق تعالیٰ کی) صنعت کے تصرف نے بند کر دی ہیں۔ اس کا یہ اثر ہے کہ نفس کی رغبت کنوے سے ہو گئی (اور) اس (نفس) کے خیال میں تدبیر خفی کردگار سے تمام صحرا جو کنوے کے اوپر ہے (بصورت) زہر ہے اور (بصورت) مار (ہے) اس ضرورت سے اس نے کنوے کو (اپنی) پناہ بنا رکھا ہے (اور اسی غلطی میں تمام عمر گزر ی) یہاں تک کہ مرگ (طبعی) نے اس کو کنوے میں ڈال دیا (یعنی اس وقت اس کو بھی معلوم ہوا کہ واقع میں میں کنوے میں پڑا ہوں پس انداخت سے مراد از پیش انداختہ شدن را ظاہر نمود اور یہاں مصرعہ اولیٰ میں اور شعر ہر دو چشمت کے مصرعہ ثانیہ میں دنیا کو ایک تنگ و مہلک کنوے سے اور آخرت کو اس صحرائے وسیع و پر فضا سے جو کنوے کے باہر ہو مگر کوئی شخص اپنے فساد تخیلہ سے اس صحرا کو پر زہر و پر مار سمجھ کر کنوے کو اپنی حفاظت کا محل سمجھ کر اس میں رہنا پسند

www.besturdubooks.wordpress.com

کرے تشبیہ دی گئی ہے اسی طرح نفس کو غلطی واقع ہورہی ہے آگے اس پر ایک قصہ تمثیلیہ بیان کرنے کی تمہید ہے کہ) اے عزیز میں نے جو اس (نفس) کی غلطیاں بیان کی ہیں (کہ چاہ کو پناہ اور صحرا کو پر زہر یعنی نافع کو ضار اور ضار کو نافع سمجھا) اس پر میں نے (حضرت) عطارؒ سے (قصہ) بھی سنا ہے (جو آگے آوے گا اور اسی کے بعد پھر مضمون بالا کی طرف انتقال کیا جاوے گا پھر یہی مضمون سرخی آئندہ سے آئندہ یعنی بار دیگر رجوع کردن تک ہے)

فائدہ۔ مولانا نے جو غلط بینی مذکور کے دونوں سبب ظاہری و حقیقی بیان فرمائے ہیں مقصود سبب ظاہری پر تنبیہ کرنے سے تحذیر ہے اس کے اتباع سے چنانچہ اسی مقام پر ارشاد ہے گرچہ اندر پرورش تن مادرست لیک از صد دشمنت دشمن ترست اور مقصود سبب حقیقی بتلانے سے ترغیب ہے التجا و تضرع کی چنانچہ اسی قدر دور چل کر ارشاد ہے اے دہندہ عقل ہا فریاد رس واللہ اعلم۔

قصہ سلطان محمود و غلام ہندو

ہندو غلام اور سلطان محمود کا قصہ

رحمتہ اللہ علیہ گفتہ است	ذکر شہ محمود غازی سفتہ است
حضرت عطار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے	ذکر سلطان محمود غازی کا نظم کیا ہے
کز غزای ہند پیش آں ہمام	در غنیمت او فتادش یک غلام
کہ غزوۂ ہند سے اس سردار کی پیشی میں	ان کی غنیمت میں ایک غلام واقع ہوا
پس خلیفہ اش کرد و بر تختش نشاند	بر سپہ بگزیدش و فرزند خواند
پس اس کو نائب بنایا اور اس کو تخت پر بٹھلایا	تمام سپاہ پر اس کو ترجیح دی اور اپنا فرزند لقب دیا
طول و عرض و وصف قصہ تو بجو	در کلام آں بزرگ دیں بجو
قصہ کا طول و عرض اور حال مفصل	اس بزرگ دین کے کلام میں تلاش کر
حاصل آں کودک براں تخت نضار	شستہ پہلوئے قباذ شہر یار
حاصل یہ کہ وہ لڑکا اس تخت زرین پر	بادشاہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا
گریہ کردے اشک میراندے بسوز	گفت شاہ اورا کہ اے پیروز روز
رونے لگا آنسو بہانے لگا سوز کے ساتھ	بادشاہ نے اس سے کہا کہ اے نیک بخت
از چہ گریی دولت شد ناگوار	فوق افلاکی قرین شہر یار
تو کس سبب سے روتا ہے دولت تجھ کو ناگوار ہوئی	بالائی افلاک ہے بادشاہ کا قرین
تو بریں تخت و وزیران و سپاہ	پیش تخت صف زدہ چوں نجم و ماہ
تو اس تخت پر ہے اور وزراء اور لشکر	تیرے تخت کے روبرو صف باندھے ہوئے ہیں آفتاب و ماہتاب کی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت کودک گریہ ام زانست زار	کہ مرا مادر دراں شہر و دیار
لڑکے نے کہا کہ میرا گریہ زار زار اس سبب سے ہے	کہ میری ماں مجھ کو اس شہر اور گھر میں
از توام تہدید کردے ہر زماں	بینمت در دست محمود ارسلاں
آپ سے ڈرایا کرتی ہر وقت	میں تجھ کو محمود کے ہاتھ میں جو کہ شیر ہے دیکھوں
پس پدر مر مادرم را در جواب	جنگ کردے کانچہ خشم ست و عتاب
پس باپ میری ماں سے جواب میں	لڑا کرتا کہ یہ کیا غصہ اور عتاب ہے
می نیابی ہیچ نفرین دگر	زیں چنیں نفرین مہلک سہل تر
کیا تو اور کوئی بددعا نہیں پاتی	جو اس بددعاء مہلک سے خفیف ہو
سخت بیرحمی و بس سنگین دلی	کہ بصد شمشیر او را قاتلی
تو سخت بے رحم اور بہت ہی سنگدل ہے	کہ سینکڑوں تلواروں سے تو اس کو قتل کرتی ہے
من زگفت ہر دو حیراں گشتمے	در دل افتادے مرا بیم و غمے
میں دونوں کی گفتگو سے حیران ہوا کرتا	میرے دل میں خوف اور غم واقع ہوا کرتا
تا چہ دوزخ خوست محمود اے عجب	کہ مثل گشت ست در ویل و کرب
کہ کیسا کچھ دوزخ خصال ہے محمود اے عجب	کہ سختی اور کرب میں ضرب المثل ہو گیا ہے
من ہمی لرزیدمے از بیم تو	غافل از اکرام و از تعظیم تو
میں آپ کے خوف سے تھرایا کرتا تھا	آپ کے اکرام اور تعظیم سے غافل تھا
مادرم کوتا بہ بیند ایں زماں	مر مرا بر تخت اے شاہ جہاں
میری ماں کہاں ہے تاکہ وہ اس وقت	مجھ کو تخت پر دیکھے اے شاہ جہان
یا پدر کوتا مرا بیند چنیں	خوش نشستہ پہلوئے سلطان دیں
یا باپ کہاں ہے کہ مجھ کو اس طرح دیکھے	خوش بیٹھا ہوا سلطان دین کے پہلو میں

حضرت عطار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے (اور) ذکر سلطان غازی محمود کا نظم کیا ہے (معلوم نہیں کس کتاب میں ہوگا اگر کسی کتاب نثر میں ہے تو سفتہ کا ترجمہ نظم اصطلاحی سے نہ سمجھا جاوے نظم لغوی پر محمول کیا جاوے وہ قصہ یہ ہے) کہ غزوۂ ہند سے اس سردار کی چیشی میں ان کی غنیمت میں ایک غلام واقع ہوا (اور کسی وجہ سے سلطان کو وہ پسند آیا) پس (سلطان نے) اس کو (اپنا) نائب بنایا اور اس کو تخت پر بٹھلایا (اور) تمام سپاہ پر اس کو ترجیح دی اور اپنا فرزند لقب دیا (اور اس) قصہ کا

www.besturdubooks.wordpress.com

طول اور عرض اور حال مفصل اس بزرگ دین کے کلام میں تلاش کر (میں صرف حاصل بیان کرتا ہوں سو) حاصل یہ (ہے) کہ وہ لڑکا اس تخت زرین پر بادشاہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا رونے لگا (اور) آنسو بہانے لگا سوز (ودرد) کے ساتھ (نضار زرد شستہ مخفف نشستہ اور زرین کہنے سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وہ تخت سونے کا تھا تو سلطان محمود نے کہ ایک دیندار بادشاہ تھا اس پر بیٹھنا یا بٹھلانا کیسے جائز رکھا زرین کا صدق اس طرح پر بھی ممکن ہے کہ اس میں کہیں کہیں سونے کا کام ایسے موقع پر ہو کہ بیٹھنے میں وہ بدن سے الگ رہے یا اس پر سونے کا جھول ہو تو اس کا حکم جرم کا سا نہیں ہے۔ اس کو روتا ہوا دیکھ کر) بادشاہ نے اس سے (تعجب کے ساتھ) کہا کہ اے نیک بخت تو کس سبب سے روتا ہے (کیا) دولت تجھ کو ناگوار ہوئی (یہ تو دیکھ کہ) تو (باعتبار رتبہ کے اس وقت) بالائے افلاک ہے بادشاہ کا قرین (اور) تو تخت پر (بیٹھا) ہے اور وزرا اور لشکر تیرے تخت کے روبرو صف باندھے ہوئے ہیں (جو کہ آب وتاب میں) آفتاب و ماہتاب کی طرح (ہیں اور اس ترجمہ پر چوں مہر و ماہ صفت وزیران وسپاہ کی ہے اور ایک نسخہ چون نجم وماہ ہے تو اس نسخہ پر دوسری ترکیب زیادہ مناسب ہے کہ صف زدگی میں تشبیہ ہو اور نسخہ اولی پر یہ ترکیب نہیں ہو سکتی کیونکہ مہر و ماہ کا اجتماع بصفت نورانیت نہیں ہوتا اور نجم و ماہ کا ہو سکتا ہے) لڑکے نے کہا کہ (میں ناگواری دولت سے نہیں روتا بلکہ یہ) میرا گریہ زار زار اس سبب سے ہے کہ (مجھ کو ایک بات یاد آ گئی وہ بات یہ ہے کہ جب میں اپنے وطن میں اور گھر میں تھا اور کوئی شوخی کیا کرتا تو) میری ماں مجھ کو اس شہر اور گھر میں آپ (کے نام) سے ڈرایا کرتی ہر وقت (اور یوں کہتی کہ) میں تجھ کو (خدا کرے) محمود کے ہاتھ میں جو کہ شیر ہے دیکھوں (جیسے بچوں کو ڈراتے ہیں کہ دیکھ تجھ کو ہوا کے حوالے جاوے گا چونکہ محمود نے ہندوستان پر متعدد حملے کئے اور کامیابی ہوتی رہی اس لئے کفار ہند میں اس کا رعب بیٹھ گیا تھا اور اس کو خوفناک چیز سمجھتے تھے) پس (میرا) باپ میری ماں سے (اس تہدید کے) جواب میں لڑا کرتا کہ یہ کیا (واہیات) غصہ اور عتاب ہے (کہ محمود کے نام سے ڈراتی ہے) کیا تو اور کوئی بددعا نہیں پاتی جو اس بددعائے مہلک سے خفیف ہو (نفرین دعائے بد از بزہان کنذانی الغیاث) تو سخت بے رحم اور بہت ہی سنگدل ہے کہ (ایسی بددعا دیتی ہے کہ گویا) سینکڑوں تلواروں سے تو اس کو قتل کرتی ہے میں دونوں کی گفتگو سے حیران ہوا کرتا (اور) میرے دل میں خوف اور غم واقع ہوا کرتا کہ کیسا کچھ دوزخ خصال ہے محمود اے عجب کہ سختی اور کرب میں ضرب المثل ہو گیا ہے (کہ ماں بھی اس کو ایسا ظالم سمجھتی ہے کہ اس سے ڈراتی ہے اور باپ بھی ایسا ظالم سمجھتا ہے کہ اس کے ہاتھ میں میرے پڑ جانے کو تمام بددعاؤں کے اثر سے سخت تر جانتا ہے اس لئے) میں آپ کے خوف سے تھرایا کرتا تھا (اور) آپ کی (اس) اکرام اور تعظیم سے غافل تھا (پس اس وقت اپنے ماں باپ کو اور ان کی باتوں کو یاد کر کے روتا ہوں کہ ہائے) میری ماں کہاں ہے تاکہ وہ اس وقت مجھ کو تخت پر دیکھے اے شاہ جہان یا (میرا) باپ کہاں ہے کہ مجھ کو اس طرح دیکھے خوش بیٹھا ہوا سلطان دین کے پہلو میں (آگے انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف)

نفرآں محمودتست اے بے سعت	طبع از و دائم ہمی ترساندت
نفر تیرا وہ محمود ہے اے کم ہمت	طبیعت اس سے ہمیشہ تجھ کو ڈراتی ہے
گر بدانی رح مایں محمود راد	خوش بگوئی عاقبت محمود باد
اگر تو اس محمود سخی کے رحم کو معلوم کرے	تو یوں کہنے لگے کہ عاقبت محمود ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

فقر آں محمود تست اے نیم دل	کم شنوزیں مادر طبع مضل
فقر تیرا وہ محمود ہے اے ضعیف القلب	تو اس مادر طبیعت کی جو کہ غلط انداز ہے بات کم سن
چوں شکار فقر گردی تو یقیں	ہمچوں کودک اشک باری یوم دیں
جب تو فقر کے قبضہ میں ہو جائے گا تو یقینا	پاداش کے دن میں کودک کی طرح اشکباری کرے گا
گرچہ اندر پرورش تن مادرست	لیک از صد دشمنت دشمن ترست
اگرچہ پرورش کے اعتبار سے یہ تن ماں ہے	لیکن سو دشمن سے بھی زیادہ تیرا دشمن ہے
تن چو شد بیمار دار وجوت کرد	ور قوی شد مر ترا طاغوت کرد
تن اگر مریض ہو گیا تب تو تجھ کو طالب دارو کر دیا	اور اگر قوی ہو گیا تو تجھ کو اس نے شیطان بنا دیا

(انتقال ہے قصہ سے مضمون سابق از قصہ کی طرف کہ تو جو ظاہری نیستی سے جو کہ واقع میں انجام کے اعتبار سے ہستی ہے بھاگتا ہے یہ توحش ایسا ہے جس طرح یہ غلام محمود سے ڈرتا تھا اور سبب عادی اس توحش کا غلبہ مقتضیات طبع ہے جیسا کہ ان اشعار سے اوپر شعر از چہ نام برگ رانخ کے مصرعہ ثانیہ کی تمہید میں بھی ذکر کیا گیا ہے اور سبب حقیقی خود اس مصرعہ میں مذکور ہوا ہے اور اس طبیعت کا سبب توحش ہونا ایسا ہے جیسا اس غلام کے لئے اس کی ماں کا سبب توحش ہونا پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) فقر (جو ظاہر میں ناداری و نیستی اور باعتبار ثمرات کے عین دولت اور ہستی ہے تو یہ فقر) تیرا وہ محمود ہے (جس کا قصہ مذکور ہوا یعنے مشابہ محمود کے ہے) اے کم ہمت (فالسدہ بمعنے الطاقۃ والتمہ اور) طبیعت اس سے ہمیشہ تجھ کو ڈراتی ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ فقر میں بہت سے مرغوبات طبیعت فوت ہوتے ہیں اس لئے فقر اس کو ناگوار ہے لیکن) اگر تو اس محمود سخی کے رحم کو معلوم کرے تو (اس وقت) یوں کہنے لگے کہ عاقبت (ہماری) محمود ہو (اس کے معنی مدلول تو یہ ہیں کہ فقر جو مشابہ محمود کے ہے اگر اس کے ثمرات مآلیہ معلوم ہوں تو اس پر نظر کر کے دعا طلب کرے کہ ہمارا مال اچھا ہو یعنی اس کے وہ ثمرات ہم کو نصیب ہو جاویں جیسا وہ غلام محمود کے ملنے سے خوش تھا اور اس دعا میں لفظ محمود لانے سے اشارہ محمود کے نام کی طرف بھی کیا گیا ہے۔ پس بلسان اشارت اس کے یہ معنے ہوں گے کہ انجام کار ہم کو یہ محمود نصیب ہو غرض جب تجھ کو معلوم ہو گیا کہ) فقر تیرا وہ محمود ہے اے ضعیف القلب (تو) تو اس مادر طبیعت کی جو کہ غلط انداز ہے بات کم سن (یعنی مت سن کیونکہ تو اب تو اس فقر سے ڈرتا ہے لیکن) جب تو فقر کے قبضہ میں ہو جائیگا تو یقیناً (اس کی) پاداش (یعنی ثمرات) کے دن میں (اس) غلام کی طرح اشکباری کرے گا (اس افسوس سے کہ میں بڑی غلطی میں ڈالا گیا تھا اس کے ثمرات تو بہت اچھے ہیں اور یوم دین سے مراد یہاں یوم قیامت نہیں ورنہ شکار فقر گردی کے معنے قصہ کے مطابق نہ ہوں گے کیونکہ مطابقت تو اس وقت ہوگی کہ جب مبتلائے فقر ہو اور مبتلائے فقر ہو کر اس کے منافع کا مشاہدہ کرے سو یہ آخرت میں نہ ہوگا کیونکہ اگر وہاں کوئی مبتلائے فقر مانا جاوے تو وہ وقت اس کے منافع حاصل ہونے کا نہیں بلکہ مراد اسی عمر کا وہ وقت ہے جب حق تعالیٰ فقر کے برکات کا مشاہدہ کرا دے اس وقت اپنی گذشتہ غلطی پر تاسف ہوگا اور چونکہ اوپر طبیعت کو بمنزلہ اس لڑکے کی غلط انداز ماں کے قرار دیا ہے اس اعتبار سے آگے اس کا دشمن ہونا بتلاتے ہیں یعنی) اگرچہ پرورش کے اعتبار سے یہ تن (جس کو اوپر طبیعت سے تعبیر کیا گیا ہے) گویا ماں ہے لیکن (باعتبار حقیقت شناسی کے) سو دشمن سے بھی زیادہ تیرا دشمن ہے (چونکہ مرجع

www.besturdubooks.wordpress.com

اقتضائے طبع کا اقتضائے قویٰ جسمانیہ ہی کی طرف ہے اس لئے طبیعت کو یہاں تن سے تعبیر فرمادیا اور پرورش کا مضاف الیہ اور مفعول نفس ہے بمعنی مطلق حقیقت شخصیہ بلا اعتبار آمر بالسوء ہونے کے اور چونکہ قضاء بعض شہوات جسمانیہ سے نفس کو بھی قوت پہنچتی ہے اور تن کے جوع وعطش سے نفس بھی اپنے بعض افاعیل سے معطل ہو جاتا ہے اس لئے طبیعت کو مربی نفس کا قرار دیا گیا اور جسم کا مددگار روح اور روح کا مددگار جسم ہونا مسلم اور ظاہر بھی ہے حاصل یہ کہ اگرچہ طبع اور جسم سے روح اور نفس کو کچھ قوت بھی پہنچتی ہے لیکن بعض احوال میں اس سے ضرر بھی پہنچتا ہے۔ آگے بیان ہے دشمنی کا کہ) تن اگر مریض ہو گیا تب تو تجھ کو (یعنی نفس کو کہ حقیقت مخاطب کی نفس ہی ہے) طالب دارو کر دیا (اور فکر وغم میں ڈال دیا اور بعض اوقات یہ فکر درجہ ضرر دینی تک پہنچ جاتا ہے تو اس حالت میں یہ دشمنی ہوئی) اور اگر تن (صحیح ہو کر) قوی ہو گیا تو تجھ کو (یعنی نفس کو) اس نے شیطان بنا دیا (یعنی بعض احوال میں چنانچہ ظاہر ہے غرض ایسا دشمن ہے کہ علالت اور صحت دونوں حال میں گاہ گاہ ضرر پہنچاتا ہے اس لئے اور نصیحت کی گئی ہے کہ کم شنو زین مادر طبع مفضل)۔

چوں زرہ داں این تن پر حیف را	نے شتارا شاید و نے صیف را
مثل زرہ کے جان اس تن پر ظلم کو	نہ وہ جاڑے کے لائق ہے اور نہ گرمی کے
یار بد نیکو ست بہر صبر را	کہ کشاید صبر کردن صدر را
قرین بد صبر کے لئے اچھا ہے	کیونکہ صبر کرنا سینہ کو کھولتا ہے
صبر مہ باشب منور داردش	صبر گل باخار اذفر داردش
چاند کا صبر شب کے ساتھ اس کو منور رکھتا ہے	صبر گل کا خار کے ساتھ اس کو تیز خوشبو والا کر دیتا ہے
صبر شیر اندر میان فرث وخوں	کرد او را ناعش ابن اللبون
دودھ کے صبر کرنے نے درمیان گوبر اور خون کے	اس کو شیر خوار بچہ کا زندگی بخش بنا دیا
صبر جملہ انبیا بامنکراں	کردشاں خاص حق وصاحبقراں
تمام انبیاء علیہم السلام کے صبر نے منکروں کے ساتھ	ان کو حق تعالیٰ کا خاص اور عالی مرتبہ بنا دیا
ہر کہ را بینی[1] یکے جامہ درست	دانکہ او آں را بصبر وکسب جست
تو جس کو درست لباس دیکھے	جان لے کہ اس نے اس کو صبر اور کسب سے طلب کیا ہے
ہر کرا بینی برہنہ و بینوا	ہست بر بے صبری او آں گوا
جس کو تو برہنہ اور بے سامان دیکھے	تو وہ اس کی بے صبری پر شاہد ہے
ہر کہ مستوحش بود پر غصہ جاں	کردہ باشد بادغائی اقتراں
جو شخص متوحش ہو اور جان غم آلودہ ہو	اس نے کسی دغا باز کے ساتھ اقتران کیا ہوگا

---

[1] چوں قولہ ہر کرا بینی یکے اس کی اصل یوں تھی۔ ہر یکے را کہ بینی۔ مگر ضرورت شعر سے ترتیب بدل گئی فافہم ۱۲ام

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ مستوحش بود پر غصہ جاں	کردہ باشد بادغائی اقتراں
جو شخص متوحش ہو اور جان غم آلودہ ہو	اس نے کسی دغا باز کے ساتھ اقتران کیا ہوگا
صبر اگر کردے زالف آں بیوفا	از فراق او نخوردے ایں قفا
اگر وہ بے وفا اس دوست سے صبر کرتا	تو اس کے فراق سے یہ چپت نہ کھاتا
خوی باحق ساختے چوں انگبیں	بالبن کہ[1] لا احب الآفلین
وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ موافقت کرتا جیسا شہد	دودھ کے . تحقیق کہ میں غائب ہونے والوں کو دوست نہیں رکھتا
لاجرم تنہا نماندے ہمچناں	کاتشے ماندہ براہ از کارواں
لامحالہ تنہا نہ رہتا جس طرح	کہ آگ راہ میں قافلہ سے[2] رہ گئی
چوں ز بے صبری قرین غیر شد	در فراقش پر غم و بے خیر شد
جب تک[3] یہ بے صبری سے غیر کا قرین ہو گیا	اس کے فراق میں پر غم ہے اور بے خیر ہو گیا

(اوپر تن کا نفس کے لئے غیر نافع ہونا ذکر فرمایا تھا آگے اس کی ایک مثال دیتے ہیں جس سے اس مضمون کی تقویت ہوتی ہے اور اس کے بعد شعر بطور دفع دخل کے ہے کہ گو یہ تن قرین سوء ہے لیکن قرین سوء بھی احیاناً بالعرض موجب نفع ہو جاتا ہے اور اس مضمون کی طرف من وجہ مثال مذکور میں بھی اشارہ ہو سکتا ہے چنانچہ آگے سب کی تقریر آتی ہے پس فرماتے ہیں کہ) مثل زرہ (آہنی) کے جان اس تن پر ظلم کو (پر حیف اسی معضرت کے اعتبار سے کہا جو اس سے روح و نفس کو پہنچتی ہے آگے وجہ تشبیہ ہے کہ) نہ وہ جاڑے کے لائق ہے اور نہ گرمی کے (اور ظاہر یہی ہے کہ اس سے نہ سردی دفع ہو سکتی ہے نہ گرمی اسی طرح تن غیر نافع ہے اور اسی مثال میں غور کرنے سے دوسری وجہ شبہ کے لحاظ سے دوسرا مضمون بھی جو آئندہ شعر میں بطور دفع دخل کے مذکور ہوگا مفہوم ہو گیا اس طرح سے کہ زرہ اگرچہ دفع حر و برد کے کام کی تو نہیں مگر ناکارہ بھی نہیں بلکہ محاربات اعداء میں خوب کام دیتی ہے اسی طرح تن بھی ہے کہ دو طرح سے نافع بھی ہے ایک کا تو اوپر ذکر آ چکا تھا اس شعر میں گرچہ اندر پرورش تن مادرست یعنی وہ معین ہے نفس کا صدور بعض افاعیل میں اور ایک کا ذکر مابعد کے شعر میں ہے جس کا حاصل یہ ہوگا

---

[1] کاف (کہ) کے پہلے وگفتے محذوف ہے جس کا ترجمہ ہے اور کہتا پس کاف کے پہلے اس ترجمہ کو ملا کر ترجمہ کرلو ۱۲ محمد انعام اللہ

[2] رہ گئی ترجمہ ہے ماندہ کا جو اردو محاورہ کے موافق آخر میں اور مونث لکھا گیا ۱۲ محمد انعام اللہ غفرلہ اللہ

[3] لفظ یہ ترجمہ ہے اس ضمیر غائب کا جو لفظ شد میں پوشیدہ ہے اور اگرچہ بجائے یہ کے وہ ہونا چاہئے تھا لیکن اردو محاورہ کے موافق یہ لکھا گیا کیونکہ قریب ہے ذکر میں فافہم ۱۲ محمد انعام اللہ جب وہ بے صبری سے قرین غیر اور اس کے فراق میں پرغم ہو گیا تو اس کا بے خیر ہونا یعنی محروم عن الخیر ہونا ظاہر ہے فافہم ۱۲ محمد انعام اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ اگر مشتہیات طبعیہ و مقتضیات جسمیہ نہ ہوتے تو نفس کو مجاہدہ کی فضیلت حاصل نہ ہوتی پس یہ تن مثل زرہ کے محاربہ شیطان میں نافع ہوا اسی کو بطور دفع دخل کے فرماتے ہیں کہ تن کو اگرچہ قرین بد اور مضر کہا گیا ہے لیکن یہ حکم کلی نہیں کبھی بالعرض نافع بھی ہو جاتا ہے چنانچہ) قرین بد صبر کے لئے اچھا ہے کیونکہ صبر کرنا سینہ کو کھولتا ہے (یعنی مرتبہ شرح صدر کا صبر سے عنایت ہوتا ہے جس سے قلب میں قابلیت معارف علمیہ و واردات حالیہ کی پیدا ہوتی ہے تو صبر ایسی فضیلت کی چیز ہوئی اور اس فضیلت کا سبب بالعرض وہی جسم اور طبع ہے کہ وہ سبب میلان الی المعاصی کا ہوا اور نفس نے اس کے ساتھ منازعت کی اور اس کی مدافعت کی جس کا نام صبر ہے پس اس طرح سے وہ قرین بد نافع ہو گیا آگے آخر اشعار تک صبر بجمیع اقسامہ کے فضائل و منافع اور بے صبری کے مضار بیان فرماتے ہیں اور گو ان میں سے بعض اقسام از قبیل صبر بمعنی محاربۃ الشیطان و منازعۃ الہویٰ نہیں ہیں مثلاً ہر کرا بینی یکے جامہ درست الخ لیکن مقصود مطلق صبر کے فضائل بیان کرنا ہے تا کہ صبر مبحوث عنہ کی فضیلت کی تقویت ہو جاوے پس ارشاد ہے کہ دیکھو) چاند کا صبر کرنا شب کے ساتھ (کہ نورانی ہو کر شب ظلمانی سے نہ گھبرانا) اس کو نور رکھتا ہے (اسی طرح) صبر گل کا خار کے ساتھ اس کو تیز خوشبو والا کر دیتا ہے (از فرتیز بو کذا فی الغیاث اسی طرح) دودھ کے صبر کرنے نے درمیان گوبر اور خون کے اس کو شیر خوار بچہ کا زندگی بخش بنا دیا (یہ قسم صبر کی تکوینی و اضطراری ہے یعنی لبث و مکث بلا اختیار جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شے کا ایک حالت پر چندے رہنا سبب ہو گیا اس میں بعض کمالات کے حدوث یا ظہور کا چنانچہ اگر چاند کا شب میں طلوع نہ ہو تو اس کا نور ظاہر نہ ہو اور شاخ گل میں کہ بلز درم عادی خاردار ہے اگر گل شگفتہ نہ ہو تو اس میں خوشبو نہ ہو کیونکہ قبل شگفتگی کے خوشبو نہیں ہوتی یا کم ہوتی ہے اسی طرح اگر مادہ مستعدہ للبن کو مادۂ مستعد للدم و مادہ مستعدہ للفرث کے ساتھ قرار نہ ہو تو وہ لبن نہ بنے کیونکہ یہ سب مواد قبل تحلیل و تفصیل مادۂ واحدہ علف منہضم فی المعدہ ہوتا ہے اسی میں سے ایک جزو لبن ہوتا ہے اگر مادۂ قابلہ للبن وہاں ہی سے جدا ہو جاوے تو ثدی و ضرع تک پہنچنے ہی کی نوبت نہ آوے پھر لبن کیسے بنے اور عجب نہیں کہ صبر اضطراری کے امثلہ لانے میں اشارہ اس طرف ہو کہ مجاہدہ اضطرار یہ بھی نفع سے خالی نہیں بشرط قصد انتفاع چنانچہ مصائب میں اپنی شکستگی و افتقار کا اور حق تعالیٰ کی قدرت و مالک الامر ہونے کا خوب ظہور ہو جاتا ہے اور اخلاق کی اصلاح بھی آسان ہوتی ہے اسی طرح) تمام انبیاء علیہم السلام کے صبر نے منکروں کے ساتھ ان کو حق تعالیٰ کا خاص اور عالی مرتبہ بنا دیا (یہ قسم صبر کی اختیاری اور صبر علی المکارہ بمعنے الایذاء والمصائب ہے اور ایک صبر علی المکارہ بمعنے علی الطاعۃ ہے وہ بھی اسی سے مفہوم ہو گیا کیونکہ اس ایذا پر بھی انہوں نے طاعات تبلیغ وغیرہ کو نہیں چھوڑا اور صبر جیسا منافع دینیہ کا مثمر ہے منافع دنیویہ کا بھی ذریعہ ہے ا ماسی طرح بے صبری مضار دینیہ کی طرح مضار دنیویہ کا بھی سبب ہے پس) تو جس کو درست لباس دیکھے (حسب عادت غالبہ) جان لے کہ اس نے اس (لباس) کو صبر اور کسب سے طلب کیا ہے (یعنی مجموعہ صبر و کسب سے پس معطوف بطور قید معطوف علیہ کے ہے یعنی صبر علی الکسب اور بخلاف اس کے) جس کو تو برہنہ اور بے سامان دیکھے تو وہ (اس کی بے نوائی) اس کی بے صبری (کے ارتکاب) پر شاہد ہے (کہ اس نے صبر علی الکسب نہیں کیا اس لئے کچھ اس کے ہاتھ نہیں آیا اور یہ قسم صبر کی علی النافع الدنیوی ہے گو بعض اوقات نافع دینی میں بھی وہ معین ہو سکتا ہے اور اس کو صبر علی اسباب الطاعات کہا جاوے گا اور ممکن ہے کہ یہ فضیلت اسی اعتبار سے بیان کرنا مقصود ہو اور ممکن ہے کہ مقصود اس سے مطلق صبر کا نافع ہونا بیان کرنا ہو جیسا شعر صبر مہ با شب کی تمہید میں مذکور ہوا اسی طرح) جو شخص متوحش (معلوم) ہو (اور اس کی) جان غم (سے) آلودہ ہو (اس کی وجہ بھی ایک بے صبری ہی ہے اور وہ بے صبری یہ ہے کہ) اس نے (خدائے تعالیٰ کی محبت اور تعلق پر صبر نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کرکے) کسی دغاباز (غیر حق) کے ساتھ اقتران اور تعلق پیدا) کیا ہوگا (اور اس نے اس شخص سے مفارقت اختیار کرلی ہوگی اس سبب سے اس رنج میں مبتلا ہوا اور) اگر وہ بے وفا اس (دغاباز) دوست سے صبر کرتا (یعنی باوجود میلان کے اس سے تعلق پیدا نہ کرتا) تو (آج) اس کے فراق سے یہ چپت (کا سا صدمہ) نہ کھاتا (کیونکہ غم تو صرف محبوب کی مفارقت سے ہوتا ہے جب وہ شخص محبوب نہ ہوتا تو اس کے فراق سے غم بھی نہ ہوتا اور الف بمعنی دوست کذافی المنتخب سے مراد وہ دغائی اور آن بے وفا سے مراد جس نے اس دغائی سے تعلق پیدا کیا بے وفا اس لئے کہا کہ اس نے حق تعالیٰ سے بے وفائی کی کہ اس کے غیر سے تعلق کیا اور الف بمعنی دوستی بھی آتا ہے کذافی المنتخب لیکن یہاں معنے اول ہی مناسب ہیں تا کہ مصرعہ ثانیہ میں جو لفظ او واقع ہے اس کا مرجع لفظ مذکور ہے اور ان دو شعروں میں جو بے صبری کی یہ خاص تفسیر کی گئی اس کی دلیل صریح آئندہ اشعار ہیں یعنی اس غیر سے تعلق کرکے غم میں نہ پڑتا بلکہ) وہ خدائے تعالیٰ کے ساتھ موافقت کرتا جیسا شہد دودھ کے ساتھ (موافقت کرتا ہے کہ پھر جدا نہیں ہوتا اس میں اشارہ ہے کہ تعلق سے مراد نسبت دائمہ مع اللہ ہے اور غیر حق سے یہ کہہ کر قطع تعلق کرلیتا ہے) کہ میں غائب (اور فانی) ہونے والوں کو (اس میں سب غیر حق آ گئے) دوست نہیں رکھتا (اور جب ایسا کرتا تو) لامحالہ (کسی حال میں) تنہا نہ رہتا جس طرح کہ آگ راہ میں قافلہ سے (جدا ہوکر تنہا) رہ گئی (کیونکہ قافلہ آگ کو منزل پر چھوڑ کر چل دیتا ہے اور تنہا نہ رہنا اس شخص کا ظاہر ہے کیونکہ اس صورت میں اس کو معیت خاصہ دائمہ حق کی نصیب ہوتی پھر تنہائی کہاں جیسا اقتران دغائی میں اس کے فراق کے بعد یہ تنہا رہ گیا جیسا فرماتے ہیں کہ) جب یہ بے صبری سے (یعنی صبر مع الحق ترک کرکے) غیر (حق) کا قرین ہوگیا (تو) اس کے فراق میں پرغم اور بے خیر ہوگیا (پس ان اشعار میں تصریح ہوگئی کہ اوپر کے اشعار کی وہی تفسیر ہے جو وہاں اختیار کی گئی اور یہ قسم صبر کی صبر مع الحق و صبر عن غیر الحق ہے جس کے مقابل بے صبری کو مذموم فرمایا ہے اور صبر عن غیر الحق میں صبر عن جمیع المعاصی داخل ہوگیا۔

فائدہ:۔ پس جمیع اقسام صبر کے جو یہاں مذکور ہیں یہ ہوئے نمبر ۱ صبر علی المجاہدۃ الاضطراریہ نمبر ۲ صبر علی المصائب نمبر ۳ صبر علی الطاعات نمبر ۴ صبر علی اسباب الطاعات نمبر ۵ صبر مع اللہ نمبر ۶ صبر عن غیر الحق نمبر ۷ صبر عن المعاصی اور ان سے کوئی قسم خارج نہیں رہی سبحان اللہ مولانا کا کیسا جامع بیان ہے اور جاننا چاہئے کہ جو تعلق مخلوق کے ساتھ للحق ہو وہ تعلق مع الحق میں داخل ہے تعلق مع غیر الحق نہیں ہے پس غیر مقابل عین کا نہیں بلکہ مقابل ملابس کا ہے خوب سمجھ لو۔ واللہ اعلم۔

صحبت چوں ہست زردہ دہی	پیش خائن چوں امانت می نہی
تیری صحبت جب زر خالص ہے	خائن کے پاس کیوں امانت رکھتا ہے
خوی با او کن کا ماتہائے تو	ایمن آید از افول و از عتو
تعلق اس کے ساتھ کر کہ تیری امانتیں	مامون ہو جاویں غائب ہو جانے سے اور تعدی سے
خوی با او کن کہ خورا آفرید	خویہائی انبیا را پرورید
اس کے ساتھ تعلق کر جس نے اخلاص کو پیدا کیا	انبیاء علیہم السلام کے اخلاق کی تربیت فرمائی
برہ بدہی رمہ بازت دہد	پرورندہ ہر صفت خود رب بود
تو ایک بکری کا بچہ دیتا ہے وہ تجھ کو ایک گلہ واپس دیتا ہے	ہر صفت کا مربی خود رب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برہ پیش گرگ امانت می نہی	گرگ و یوسفؑ را مفرما ہمرہی
تو بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت رکھتا ہے	تو گرگ اور یوسف کی ہمراہی کا مت حکم دے
گرگ اگر باتو نماید روبہی	ہیں مکن باور کہ ناید زوبہی
اگر بھیڑیا تیرے ساتھ روبہی ظاہر کرے	تو خبردار یقین مت کرنا اس لئے کہ اس سے بہبودی نہ ہوگی
جاہل اربا تو نماید ہمدلی	عاقبت زخمت زند از جاہلی
اگر جاہل تیرے ساتھ ہمدلی ظاہر کرے	انجام کار تجھ کو صدمہ پہنچادے گا جہالت کے سبب سے
او دوآلت دارد و خنثی بود	فعل ہر دو بے گماں پیدا شود
وہ دو آلے رکھتا ہے اور خنثیٰ ہوتا ہے	دونوں کا فعل بلاشبہ ظاہر ہوتا ہے
او ذکر را از زناں پنہاں کند	تا کہ خود را خواہر ایشاں کند
وہ ذکر کو عورتوں سے پوشیدہ کر لیتا ہے	تا کہ اپنے کو ان کی خواہر بنا دے
شلہ از مرداں بکف پنہاں کند	تا کہ خود را جنس آں مرداں کند
فرج کو مردوں سے ہاتھ کے ذریعہ سے پوشیدہ کر لیتا ہے	تا کہ اپنے کو ان مردوں کا ہم جنس بنا دے
گفت یزداں زاں کس مکتوم او	شلۂ سازیم برخرطوم او
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کی فرج مکتوم کی	ایک علامت اس کی ناک پر لگا دیں گے
تا کہ بینایان مازاں دو دلال	در نیایند از فن او در جوال
تا کہ ہمارے اہل بصیرت ان دونوں ناز سے	یعنی اس کے فن سے دھوکے میں نہ پڑ جاویں
حاصل آں کز ہر زکر ناید نری	ہیں ز جاہل ترس گر دانشوری
حاصل یہ ہے: ہر مرد سے مردانگی صادر نہیں ہوتی	خبردار جاہل سے حذر رکھ اگر تو دانشمند ہے
دوستی جاہل شیریں سخن	کم شنوکاں ہست چوں سم کہن
دوستی جاہل شیرین سخن	کم شنوکان ہست چون سم کہن
جان مادر چشم روشن گویدت	جز غم و حسرت ازاں نفزویدت
تجھ کو جان مادر چشم روشن کہتا ہے	بجز غم اور حسرت کے اس سے تیری کوئی چیز نہ بڑھے گی
مر پدر را گوید آں مادر جہار	کہ زمکتب بچہ ام شد وبس نزار
باپ سے کہا کرتی ہے وہ مادر علانیہ	کہ مکتب سے میرا بچہ بالکل لاغر ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

از زن دیگر گرش آوردۂ[1]	بروے ایں جور و جفا کم کردۂ
اگر تو اس کو دوسری عورت سے حاصل کرتا	تو اس پر تو یہ جور و جفا نہ کرتا
از جز[2] از تو گر بدے ایں بچہ ام	ایں فشار آں زن بگفتے[3] نیز ہم
اگر تیرے سوا اور کسی سے میرا یہ بچہ ہوتا	تو یہی بیہودہ بات وہ عورت بھی کہتی
ہیں بجہ زیں مادر و تیبای او	سیلیے بابا بہ از حلوائے[4] او
خبردار تو اس ماں سے اور اس کے افسوں سے دور بھاگ	باپ کی چپت اس کے حلوے سے اچھی ہے
ہست مادر نفس و بابا عقل راد	اولش تنگی و آخر صد گشاد
نفس ماں ہے اور عقل دانا باپ ہے	کہ اس کا ابتدا تنگی ہے اور انتہا صدہا کشائش

(اوپر مضمون فضل صبر کی تائید میں تعلق مع الحق کی منفعت اور تعلق مع غیر الحق بالتفسیر المذکور فی خاتمۃ المضمون السابق کی مضرت مذکور ہوئی تھی ان اشعار میں بھی تعلق اول کی ترغیب اور تعلق ثانی سے ترہیب ہے یعنی) تیری صحبت (اور معیت) جب زر خالص (کی طرح ایک عزیز چیز) ہے (تو اس کو) خائن کے پاس کیوں امانت رکھتا ہے (مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ اختیار دیا ہے کہ اپنے تعلق کو وہ حق تعالیٰ کی طرف منصرف کر کے اس سے منتفع ہو سکتا ہے صحبت سے مراد یہی تعلق ہے اور اسی انصراف وانتفاع کے اعتبار سے اس کو زر خالص سے تشبیہ دی ہے کہ زر خالص سے جس طرح اچھی سے اچھی چیز خرید سکتا ہے اسی طرح اس صحبت و تعلق سے بواسطہ انصراف کے حق تعالیٰ کے قرب کو جس سے اچھی کوئی چیز نہیں حاصل کر سکتا ہے جب وہ اس اعتبار سے زر خالص کے مشابہ ہے تو زر خالص کو کوئی عاقل خائن کے پاس امانت نہیں رکھتا امین کے پاس رکھتا ہے پس تو بھی اپنے اس تعلق کو مخلوق کی طرف منصرف مت کر کہ وہ ایسا ہے جیسا خائن کے پاس کوئی امانت رکھ دے کیونکہ اس صورت میں اس تعلق کا کوئی ثمرہ نہیں پس وہ تعلق ہی گویا ضائع ہوا بلکہ حق تعالیٰ کی طرف منصرف کر کہ وہ ایسا ہے جیسا امین کے پاس امانت رکھے چنانچہ آگے فرماتے ہیں کہ) تعلق اس کے ساتھ (پیدا) کر کہ (جس کے پاس یہ امانتہائے تعلقات رکھنے سے) تیری امانتیں مامون ہو جاویں غائب (اور مفقود) ہو جانے سے اور تعدی (اور جحود) سے (امانت میں دو ہی طرح کا ضرر ہوتا ہے یا گم ہو جاوے یا امین براہ سرکشی ادا نہ کرے تو یہاں دونوں کا احتمال نہیں اور اس صفت کے ساتھ موصوف حق تعالیٰ ہے۔ مطلب یہ کہ اس سے تعلق کر جو اس تعلق کا صلہ تجھ کو عطا فرماوے کہ یہی ہے امانت

---

[1] اس شعر میں لفظ آوردہ اور کردہ اگر ماضی قریب کے صیغے ہیں تو بمعنی آوردی و میکردی ہیں اور اس سے ماضی قریب کے اس معنی میں آنے کا ثبوت ہوتا ہے اور اس میں کچھ مضائقہ نہیں اور اگر یہ دونوں واحد حاضر ماضی تمنائی کے صیغے ہیں اور ظاہر و راجح یہی معلوم ہوتا ہے تو ان کو اس طرح لکھنا چاہئے آوردیے۔ کردیے اور اس وقت چونکہ تلفظ میں ثقل پیدا ہوتا ہے اس لئے آخری یا کو جو مجہول ہے معروف پڑھنا مناسب ہے اور کتابت بھی اسی طرح سے یعنی آوردی کردی اور اس وقت بھی یہ صیغے بمعنی ماضی آوردی و میکردی ہونگے کیونکہ اس جگہ تمنا مقصود نہیں ہے فافہم ۱۲ محمد انعام اللہ غفرلہ اللہ۔ [2] یہ شعر باپ کا مقولہ ہے یعنی باپ نے جواب دیا ہے اور بوجہ خصوصیت مضمون کے لفظ گفت کی ضرورت نہیں ہے۔ [3] لفظ نیز کے بعد لفظ ہم کا لانا تاکید کے لئے معلوم ہوتا ہے حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہا ہے ع در واز یار ست و درمان نیز ہم فافہم ۱۲ ام [4] او جو کہ غائب کے لئے ہے مادر کی طرف راجع ہے فافہم ۱۲ ام

www.besturdubooks.wordpress.com

تعلق کا ادا کرنا اور اس صلہ کی بعض صورتوں کا بیان عنقریب خو بہائے انبیا را پروریدکی شرح میں آتا ہے اور اس ترجمہ سے ترکیب بھی معلوم ہوگئی ہوگی کہ صلہ میں عائد الی الموصول محذوف مانا گیا ہے یعنی خوے باکسے کن کہ امانتہاے تو بسپر دنش بدست او ایمن آید الخ اور) اس کے ساتھ تعلق (پیدا) کر جس نے اخلاق کو پیدا کیا (کہ وہی بنا ہے تعلقات کی کہ ان اخلاق کو خالق کی طرف منصرف کرلیا جاوے یا مخلوق کی طرف اسی علاقہ سے خوئے با او کن کا ترجمہ تعلق کے ساتھ کیا گیا مطلب یہ کہ جب وہ خالق خو ہے تو اس خو کے انصراف کا زیادہ مستحق وہی ہے ورنہ بڑی نمک حرامی ہے کہ ایک چیز عطیہ تو اس کا اور اس سے خدمت کی جاوے دوسرے کی اور اس کی طاعت میں اس کو صرف نہ کیا جاوے اور اس مصرعہ میں تو حق تعالیٰ کے فعل تخلیق کا ذکر کیا ہے جس کو مبنیٰ احکم خوے با او کن کا ٹھہرایا ہے آگے حق تعالیٰ کے فعل تربیت کا ذکر فرماتے ہیں جو مبنیٰ احکم مذکور ہونے کے علاوہ مضمون شعر خوے با او کن کہ امانت ہائے کا مفسر بھی ہے یعنی اس نے اخلاق کی آفرینش بھی فرمائی ہے اور) انبیاء علیہم السلام کے اخلاق کی تربیت (بھی) فرمائی ہے (یعنی ان کی فعل تربیت کی یہ شان ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اخلاق جو کہ باجماع جمیع اہل ملل وجمیع عقلاء افضل اخلاق ہیں ان کی تربیت وتکمیل حق تعالیٰ ہی نے فرمائی ہے اس سے اندازہ کرلو کہ وہ کیسے مربی ہیں یعنی کس طرح سے کمالات میں روز افزوں ترقی بخشتے ہیں یہ تو حاصل ہوا الفاظ کا باقی اس کا مبنیٰ احکم مذکور ہونا اس طرح ہے کہ جب اخلاق کے وہی خالق اور وہی مربی ہیں تو ان اخلاق کے انصراف کے احق بھی وہی ہیں اور اس کا مفسر ہونا اس طرح ہے کہ مخلوق کے ساتھ خو کرنے سے تو خود وہ خو ہی بے ثمر ہونے کے سبب کا (ضائع ہو جاتی ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ خو کرنے سے وہ اس خو کو ترقی دیتے ہیں اور اس کی تکمیل فرماتے ہیں اور جو آخرت میں اس تکمیل کے ثمرات ہوں گے وہ الگ رہے تو وہ گویا ایسے امین ہیں کہ جو چیز ان کے پاس رکھی اس کو اور بڑھا کر ادا فرمادی اور یہ اس وعدہ کا ایفا ہے جو شعر خوئے با او کن کہ امانتہائے تو الخ کی شرح میں کیا گیا تھا اور وہاں بعض صورتیں اس لئے کہا تھا کہ رد امانت کی یہ ایک صورت ہے کہ اخلاق میں ترقی فرمائی اور دوسری صورت آخرت کا صلہ ہے جس کو ابھی بعد ذکر ترقی کے ذکر کیا گیا ہے آگے خدائے تعالیٰ کی اسی صلہ افزائی اور غیر حق کی اسی تضییع کا ذکر ہے کہ) حق تعالیٰ کی عطاء ایسی ہے کہ (گویا) تو ایک بکری کا بچہ دیتا ہے وہ تجھ کو ایک گلہ واپس دیتا ہے (یعنی ناقص لے کر کامل دیتا ہے اور) ہر صفت کا مربی خود رب (حقیقی ہی) ہے (وہ اپنی شان ربوبیت سے ہر صفت کی تربیت فرماتے ہیں پس جن صفات کو تو نے ان کی طرف منصرف کردیا وہ ان کو ذا اتا و ثمراً ترقی دیتے ہیں یہ تو خدائے تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھنے کی حالت ہے اور اگر تو نے ان صفات و اخلاق کو مخلوق کی طرف منصرف کردیا تو وہ ایسا ہے کہ گویا) تو بکری کا بچہ بھیڑیے کے پاس امانت رکھتا ہے (کہ وہ اس کو ضائع کردے گا سو خدارا) تو گرگ اور یوسف کی ہمراہی کا مت حکم دے (یعنی نہ تجویز کر نہ عمل میں لا اس میں اشارہ ہوسکتا ہے کہ جس طرح سے بکری کا بچہ گرگ کے سپرد کرنے سے یوسف کو سپرد کرنا اور بھی ظلم ہے اسی طرح معمولی اخلاق کے منصرف کرنے سے بڑھ کر ظلم یہ ہوگا کہ اخلاق فاضلہ کو مخلوق کی طرف منصرف کیا جاوے چونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ابتداء تو مخلوق سے تعلق نہیں کیا جاتا لیکن جب اس طرف سے استمالت ہو تو آدمی اس میں گرفتار ہوجاتا ہے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) اگر بھیڑیا تیرے ساتھ روبہی (وتملق) ظاہر کرے تو خبردار (اس کا) یقین مت کرنا) کہ وہ تیرا خیر خواہ ہے) اس لئے اس سے (کبھی) بہبودی نہ ہوگی (اسی طرح) اگر جاہل (جس کو خدائے تعالیٰ کی معرفت نہ ہو) تیرے ساتھ ہمدلی ظاہر کرے (لیکن) انجام کار تجھ کو صدمہ پہنچاوے گا جہالت کے سبب سے (از جاہلی میں اشارہ اس طرف ہے کہ اگر وہ بالفرض

www.besturdubooks.wordpress.com

قصداً بھی تجھ کو ضرر نہ پہنچاوے اور مخلص ہی ہو لیکن چونکہ دین سے جاہل ہے جانتا نہیں کہ کیا نفع ہے اور کیا ضرر اس لئے اگر نفع پہنچانے کا بھی قصد کرے گا تب بھی ضرر ہی پہنچاوے گا کیونکہ وہ نفع خود ضرر ہی ہوگا اور بالفرض اس لئے کہا گیا کہ جاہل باللہ کو مخلص ہی ہونا شاذ و نادر کالمعدوم ہے وہ ہمیشہ غرض پرستی میں مشغول ہوتا ہے اس کی دوستی غرض تک ہوگی جب غرض فوت ہونے کا اس کو احتمال بھی ہوگا فوراً مخالف ہو جاوے گا سو یہ اخلاص کہاں ہوا غرض اکثر تو وہ غیر مخلص ہوگا اور اگر شاذ و نادر نادان ماں کی طرح محب و مخلص بھی ہوا تو ضار من حیث لا یدری ہوگا آگے ان ہی دونوں قسم کے جاہلوں کا بیان ہے غیر مخلص کو خنثیٰ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور مخلص کو شعر جان مادر ائخ و مابعدہ میں والدہ احمق کے ساتھ تشبیہ دی ہے اشعار مقام کے آخر تک کا یہی حاصل ہے پس فرماتے ہیں کہ) وہ (جاہل غرض پرست بوجہ دو وجہیں ہونے یا متخالف الظاہر والباطن ہونے کے گویا) دو آلے رکھتا ہے (ذکر بھی فرج بھی) اور (وہ) خنثیٰ ہوتا ہے (اور) دونوں (آلوں) کا فعل (یعنی اثر مختلف اوقات میں) بلاشبہ ظاہر ہوتا ہے (جس کا طریقہ آگے مذکور ہے یعنی) وہ (خنثیٰ) ذکر کو (تو) عورتوں سے پوشیدہ کر لیتا ہے (اور فرج کو ظاہر ہونے دیتا ہے) تاکہ اپنے کو ان کی خواہر بنا دے (اور ان کو مجانست کے گمان سے اس سے وحشت نہ ہو یہ طریقہ تو فرج کے ظاہر ہونے کا ہوا اور) فرج کو مردوں سے ہاتھ کے ذریعہ سے (یعنی ہاتھ رکھ کر) پوشیدہ کر لیتا ہے تاکہ اپنے کو ان مردوں کا ہمجنس بنا دے (کیونکہ مردوں کو عورتوں سے اپنی مجانس میں انقباض ہوتا ہے اور اس کے سامنے بے تکلفی سے اسرار ظاہر نہیں کرتے گو شہوانی رغبت کی حیثیت سے تنفر اور توحش نہ ہو اس تقریر پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ عورت تو مرد کی مرغوب ہوتی ہے تو مردوں سے اپنی انوثت چھپانے کی کوئی وجہ نہیں وجہ دفع ظاہر ہے اب یہاں ایک شبہ ہو سکتا تھا وہ یہ کہ جب اس جاہل کے فریب کی یہ حالت ہے تو پھر تم جو اس سے تحذیر کر رہے ہو ایسے فریبی سے حذر کس طرح ہو سکتا ہے آگے اس کا جواب دینا مقصود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ حذر کا طریق دینی بصیرت حاصل کرنا ہے اور یہ اختیاری ہے جس کو یہ بصیرت حاصل ہے اس کے نہ سامنے اس کا مکر نہیں چلتا آثار سے وجدانا وہ اس کا ادراک کر لیتا ہے گو اس ادراک پر اس کو ضرر پہنچانا جائز نہ ہو لیکن اپنی احتیاط کے لئے تو کافی ہے اور اس جواب میں ایک آیت کے مضمون کی روایت بالمعنیٰ کرتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس (جاہل بد دین) کی فرج مکتوم کی ایک علامت اس کی ناک پر لگا دیں گے تاکہ ہمارے اہل بصیرت (اس کے) ان دونوں (قسم کے) ناز (وکرشمہ وعشوہ وفریب دہی) سے یعنی اس کے فن سے دھوکے میں نہ پڑ جاویں (یہ اشارہ ہے اس آیت کی طرف جو ولید بن مغیرہ کے باب میں ہے سنسمہ علی الخرطوم یعنے ہم عنقریب داغ لگا دیں گے اس کی ناک میں اور گو اس کی راجح تفسیر یہ ہے کہ مراد اس سے قیامت کے دن میں اس کی ذلت و رسوائی کی علامت کی وعید ہے مگر مشہور مفسرین میں یہ ہے کہ یہ داغ لگنا دنیا میں ہوا ہے کسی غزوہ میں اس کی ناک زخمی ہو گئی تھی پھر وہ نشان عمر بھر رہا۔ مولانا نے بھی یہی تفسیر اختیار کی ہے اور اس بد دین کے حال کو ولید کے حال سے اور اس کے عیوب کی علامت کو ولید کے داغ بینی سے تشبیہ دی ہے اور ایک نظیر کو دوسری نظیر پر دال سمجھ کر تکلم باحد النظیرین سے دوسری نظیر کو بھی معنے مقولہ حق تعالیٰ کا قرار دیدیا اور کس اور شلہ سے مراد مطلق عیوب اور ان کی علامات اور رودلال سے مراد ذکر اور فرج کہ آلہ فریب ہے اور ازلن بدل ہے زان رودلال سے اور جوال کے معنے گون اور دلق درویشانہ کے ہیں یہاں مراد معنی ثانی ہیں اور مراد اس سے مجازاً دھوکہ ہے اطلاقاً للسبب علی المسبب خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اہل بصیرت کو محفوظ رکھتے ہیں اور بصیرت ہوتی ہے دین سے اور دین اختیاری ہے پس اس طرح سے اس کے فریب سے بچنا اختیاری ہوا اور ہمارا امر بالتحذیر

www.besturdubooks.wordpress.com

شبہات سے خالی رہا آگے اسی کے بطور حاصل بیان کرتے ہیں کہ) حاصل (کلام کا) یہ ہے کہ ہر مرد سے مردانگی صادر نہیں ہوتی (کیونکہ بعضوں کی مردی مخلوط بالانوشتہ ہوتی ہے جیسے مخنثیٰ کی اسی طرح جاہل بددین اپنے اخلاق وافعال کا کامل یعنی قرین اخلاص ہونا دکھلاتا ہے مگر اس میں مکر کی آمیزش ہوتی ہے جب یہ بات ہے تو) خبردار جاہل سے حذر رکھ اگر تو دانشمند ہے (اور اگر تیرے حذر پر وہ خود دوستی کی باتیں بگھار کر تیری استمالت کرے اس وقت بھی) جاہل شیریں سخن کی دوستی (کی باتیں) مت سن کہ وہ مثل زہر کہن کے (ان اقسام کے) ہے (جو کہنہ ہو کر زیادہ قاتل ہو جاتا ہے چنانچہ مشہور ہے کہ سانپ جتنا پرانا ہو زیادہ زہری ہوتا ہے اور میں نے ایک طبیب سے سنا ہے کہ سنکھیا پرانی ہونے سے اوسکا کس بڑھ جاتا ہے اور وہ زیادہ قاتل ہو جاتی ہے اور غایت سے غایت اس کی دوستی ایسی ہوگی جیسی ماں کی کہ اس میں واقعی خلوص ہوتا ہے لیکن تب بھی اس سے باحذر رہ کیونکہ وہ اس صورت میں گو دل ہی سے سہی) تجھ کو (پیار کے الفاظ مثلاً) جان مادر (اور) چشم روشن کہتا ہے (لیکن انجام میں) بجز غم اور حسرت کے اس سے تیری کوئی چیز نہ بڑھے گی (جان مادر کے معنے یہ ہیں کہ اے بیٹے جو کہ ماں کی یعنی میری جان ہے یہ تو ندا ہے اور چشم روشن دعا ہے یعنی خدا کرے تیری آنکھیں ہمیشہ روشن رہیں آگے اس خلوص مع الجہل کی مثال ہے کہ) باپ سے کہا کرتی ہے وہ مادر (مشفقہ) علانیہ کہ مکتب سے میرا بچہ بالکل لاغر ہو گیا (اور طعن کے طور پر یوں کہتی ہے کہ) اگر تو اس کو دوسری عورت سے حاصل کرتا (یعنی دوسری بیوی کا ہوتا) تو اس پر تو یہ جور جفا نہ کرتا (بس تو میری ضد میں اس کو تکلیف دیتا ہے مقصود اس طعن سے باپ کا متاثر کرنا ہے آگے باپ کا جواب ہے گو کلام میں گفت وغیرہ نہیں ہے مگر خصوصیت مضمون اس کا کافی قرینہ ہے کہ گفت وغیرہ کی تصریح کی حاجت نہیں یعنی باپ کہتا ہے کہ) اگر تیرے سوا اور کسی (عورت) سے میرا یہ بچہ ہوتا تو یہی بیہودہ بات وہ عورت بھی کہتی (پس میں ایسے طعن سے متاثر نہیں ہوتا اور مکتب میں بھیجنا نہیں چھوڑ سکتا تو دیکھو یہ ماں مخلص ہے مگر جہل سے ضرر رساں یہی حالت ہے جاہل مخلص کی بھی جب یہ ہے تو) خبردار تو اس ماں سے اور اس کے افسوں سے دور بھاگ (سچ تو یہ ہے کہ) باپ کی چپت اس (ماں) کے حلوے سے اچھی ہے (کیونکہ یہ انجام میں نافع ہے اور وہ انجام میں ضار اور جیسا یہ جاہل مشابہ نادان ماں کے ہے اور عارف مشابہ باپ کے اسی طرح) نفس (مشابہ) ماں (کے) ہے اور عقل دانا (مشابہ) باپ (کے) ہے کہ اس (عقل) کا ابتدا تنگی ہے اور انتہا صدہا کشائش (اور اس میں من وجہ عود ہو گیا اس مضمون کی طرف کہ بعد ختم قصہ سلطان محمود کے کہا تھا۔ ع کم شنوین مادر طبع مضل اوس گرچہ اندر پرورش تن مادر ست لیک از صدد شمنت دشمن تر ست۔ اور درمیان میں مناسبات خاصہ سے اور مضامین تھے جن کے ارتباطات ساتھ ساتھ بیان ہوتے آتے ہیں اور یہاں تک طبع ونفس کے غوائل سے تحذیر تھی چونکہ انسان ضعیف ہے اور یہ غوائل قوی وشدید اس لئے آئندہ اشعار میں حق تعالیٰ سے التجا واستعانت کرتے ہیں)

اے دہندہ عقلہا فریاد رس	تانخواہی تو نخواہد ہیچ کس
اے واہب العقول فریاد رسی فرمائیے	جب تک آپ نہ چاہیں کوئی شخص نہیں چاہ سکتا
ہم طلب از تست وہم آں نیکوئی	ماکئیم اول توئی آخر توئی
طلب بھی آپ ہی کی طرف سے ہے اور وہ نیکی بھی	ہم کون چیز ہیں اول بھی آپ ہی ہیں اور آخر بھی آپ ہی ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم بگو تو ہم تو بشنو ہم تو باش	ماہمہ لاشیم باچندیں تراش
آپ ہی کہیے آپ ہی سنیے آپ ہی رہیے	ہم تو سب لاشے ہیں باوجود اس قدر تراش خراش کے
زیں حوالت رغبت افزا در سجود	کاہلی جبر مفرست و خمود
اس حوالہ سے آپ رغبت سجدہ میں بڑھا دیجئے	جبر کی کاہلی اور افسردگی مت بھیجئے

(ربط اوپر مذکور ہوا یعنی) اے واہب العقول فریادرسی فرمایئے جب تک آپ (کسی امر کے وقوع کو) نہ چاہیں کوئی شخص نہیں چاہ سکتا (یعنی دوسرے کی مشیت بھی نہیں ہو سکتی اور وقوع تو بڑی دور رہا اور یہ ترجمہ ہے اس آیت کا وماتشاؤن الاان یشاء الله رب العالمین اور اے ہماری) طلب بھی آپ ہی کی طرف سے ہے (یعنی آپ ہی نے نیکی کی طلب عطا فرمائی ہے اور یہ مطلب نہیں کہ ہماری طلب آپ کی صفت ہے یعنی آپ ہی طالب ہیں نعوذ باللہ) اور وہ نیکی بھی (یعنی اس کا وقوع و صدور بھی آپ ہی کی توفیق و مشیت سے ہوتا ہے بس) ہم کون چیز ہیں اول بھی آپ ہی ہیں اور آخر بھی آپ ہی ہیں (چنانچہ جب کچھ نہ تھا آپ جب بھی تھے اور جب کچھ نہ رہے گا چنانچہ مابین النفختین جب بھی آپ ہی ہوں گے تو آپ قدیم الوجود اور واجب الوجود ہوئے بخلاف ہمارے کہ ہمارا وجود خود محفوف بین العدمین ہے اس لئے ان کے تمام کمالات قوی و مستقل اور ہمارے سب کمالات ضعیف اور مضمحل اور منجملہ ان کے طلب و نکوئی بھی ہے جب ہم ایسے مضمحل الوجود والاوصاف ہیں تو اے اللہ) آپ ہی کہیے اور آپ ہی سنیے اور آپ ہی رہیے ہم تو سب لاشے (محض) ہیں باوجود اس قدر تراش خراش (یعنی کوشش) کے (جیسا ایک جگہ فرمایا ہے۔ ع اندریں رہ می تراش و می خراش مصرعہ اولیٰ کے تینوں صیغہ امر میں مجاز ہے یہ افعال اصل میں منسوب عبد کی طرف ہیں لیکن چونکہ ان کا صدور موقوف ہے ایجاد حق پر اس لئے مبالغۃً اسی طرف منسوب کر دیا جیسے حدیث میں ہے مرضت فلم تعدنی اور حدیث میں ہے کنت سمعہ الذی یسمع بی مطلب یہ ہے کہ ہمارا اچھی بات کہنا یا اچھی بات سننا یا اچھی حالت پر رہنا ہمارے مستقل اختیار میں نہیں آپ ہی توفیق دے کر ہم سے صادر کرا دیجئے گویا آپ ہی یہ کام کر لیجئے اور اے اللہ ہم نے جو یہ سب آپ کے حوالہ اور آپ کے سپرد کیا ہے تو) اس حوالہ سے (مقصود ہمارا یہ ہے کہ) آپ (ہماری رغبت سجدہ (و طاعت) میں بڑھا دیجئے (اور ہم پر) جبر کی کاہلی اور افسردگی مت بھیجئے (اس مضمون سے زیادہ مقصود تعلیم ہے سامعین کی اور دفع ہے ان کے ایہام کا کہ اوپر کے مضمون سے وہ اپنے کو مجبور و بے اختیار محض سمجھ کر طاعات میں کاہل و افسردہ نہ ہو جاویں اس لئے بصورت دعا اس کی نفی کر دی۔ یعنی یہ حوالہ اس غرض سے کیا ہے کہ خدائے تعالیٰ کو مختار جان کر اس سے مدد حاصل کرے اور توفیق طاعات کی زیادہ مانگے اور اپنی کوشش پر اعتماد نہ کرے نہ یہ کہ کوشش ہی چھوڑ دے بلکہ اس کو برابر جاری رکھے چنانچہ باچندیں تراش میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ باوجود کوشش کے پھر اپنے کو لاشے یعنی ناقابل وثوق سمجھے جو اثبات کوشش میں صریح ہے)۔

جبر باشد پر و بال کاملاں	جبر ہم زندان و بند کاہلاں
ایک جبر تو کاملوں کا پر و بال ہوتا ہے	دوسرا جبر کاہلوں کا زندان اور بند ہوتا ہے
ہمچو آب نیل داں ایں جبر را	آب مومن را و خوں مر گبر را
اس جبر کو آب نیل کی طرح جان	مومن کے لئے پانی اور گبر کے لئے خون

www.besturdubooks.wordpress.com

بالِ بازاں را سوئے سلطاں برد	بال زاغاں را بگورستاں برد
باز و شہبازوں کو سلطان کی طرف لے جاتا ہے	باز و کووں کو گورستان کی طرف لے جاتا ہے

(اوپر جبر کی مذمت کو ممکن تھا کہ کوئی اطلاق یعنی عموم پر محمول کر لیتا حالانکہ اہل فن کے نزدیک اس کی دو قسم ہیں محمود و مذموم اس لئے یہاں اس میں تفصیل کرتے ہیں کہ ہم علی الاطلاق جبر کو مذموم نہیں کہتے بلکہ ایک) جبر (تو) کاملوں کا پر و بال (وذریعہ ترقی فی الطاعات) ہوتا ہے (اور) دوسرا جبر کاہلوں کا زندان اور بند (بمعنی قید یعنی طاعات سے مانع) ہوتا ہے (اول جبر محمود ہے اور دوسرا مذموم پس مقصود اوپر مذمت کرنا مذموم کی ہے چنانچہ لفظ کاہلی کی اضافت سے اس تقیید کی طرف اشارہ بھی ہو سکتا ہے کہ مطلق جبر کے بھیجنے کے ساتھ نہی دعائی کو متعلق نہیں کیا کاہلی جبر کے ساتھ کیا جس سے مفہوم ہوا کہ جبر میں کبھی کاہلی ہوتی ہے کبھی اس کی ضد ہوتی ہے ورنہ متعلق حکم کا صرف جبر کو بنایا جاتا پس اس میں جبر کے دو اثر اشارۃً معلوم ہو گئے اور اسی کی ان اشعار میں تصریح ہو گئی آگے ان دونوں قسموں کی دو مثالیں ہیں ایک یہ کہ) اس جبر (مقسم) کو آب نیل کی طرح جان (کہ) مومن کے لئے پانی اور گبر (یعنی کافر) کے لئے خون (دوسری یہ کہ جبر مثل پر و بازو کے ہے اور) باز و شہبازوں کو سلطان کی طرف لے جاتا ہے (کہ وہ اس کے ذریعہ سے اڑ کر بادشاہ تک پہنچتے ہیں اور) بازو (ہی) کووں کو گورستان کی طرف لے جاتا ہے (کوا چونکہ آدمی سے وحشت کرتا ہے اور گورستان آدمیوں سے خالی جگہ ہوتی ہے اس لئے اکثر وہ اپنا مسکن ایسی ہی جگہ کو بناتا ہے گو کھانے پینے کے لئے آبادی میں آتا ہو)

فائدہ۔ جبر کی یہ دو قسمیں مولانا نے دفتر اول میں تحت عنوان بازترجیح نہادن شیر جہد را بر توکل بضمن اشعار ہاں مجسپ اے کاہل بے اعتبار الخ ذکر فرمائی ہیں احقر اس مقام کی شرح میں سے بقدر ضرورت عبارت نقل کرتا ہے وھو ہذا جاننا چاہیے کہ جبر بالمعنی الاعم یعنی مطلق نفی الاختیار دو قسم ہے ایک وہ جس کا منشا فساد اعتقاد ہے یعنی یہ اعتقاد کرنا کہ واقع میں بندہ کو کوئی اختیار قوی یا ضعیف دیا ہی نہیں گیا یہ جبر مذموم کہلاتا ہے اور فرق جبریہ اسی کے معتقد ہیں اور اہل حق نے کتاب و سنت سے اسی کو باطل و رد کیا ہے اور اس کے قائل ہونے کا اثر اعمال خیر کا ناقص یا متروک ہو جانا اور شہوات میں بے باک اور دلیر اور اپنی بیگناہی کا معتقد ہو جانا ہے دوسرا وہ جس کا منشا غلبہ مشاہدہ اختیار خداوندی ہے یعنی چونکہ حق جل وعلا شانہ کے تصرفات واختیارات عالم میں جاری و ساری دیکھ رہا ہے اس لئے باوجود اس اعتقاد کے کہ ہم کو بھی واقع میں کچھ اختیار دیا گیا ہے اس اختیار خداوندی کے روبرو اپنے اس اختیار ضعیف کو محض عدم تو نہیں مگر کالعدم سمجھتا ہے جیسا وحدۃ الوجود کے مسئلہ میں وجود ضعیف کا مضمحل ہونا وجودی کے سامنے بیان کیا گیا ہے یہ جبر محمود کہلاتا ہے اور یہ عارفین کا مذاق ہے اور کتاب و سنت اس کو رد نہیں کرتے بلکہ موید ہیں اور اس کے حاصل ہونے کا اثر طاعات کا زائد اور کامل ہو جانا اور خلاف مرضی الٰہی ارادوں کا فنا ہو جانا ہے اھ۔

باز گرد اکنوں تو در شرح عدم	کو چو پازہر[1] ست و پنداریش سم
تو اب پھر عدم کی شرح کی طرف عود کر	کہ وہ زہر مہرہ ہے اور تو اس کو زہر سمجھتا ہے
ہمچو ہندو بچہ ہیں اے خواجہ تاش	روز محمود عدم ترساں مباش
تو اس ہندو بچہ کی طرح ہاں اے خواجہ تاش	چل محمود عدم سے ترسان مت ہو

[1] فی الغیاث یعنی پاک کنندہ زہر چہ لفظ پاز بمعنی شستن آمدہ است یا مخفف پاد زہر بدال مہملہ بمعنے پاس دارندہ و دفع زہر معرب آن باشد ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

از وجودے ترس کاکنوں دروئی	آں خیالت لاشئی و تو لاشئی
اس وجود سے ڈر جس میں تو اب ہے	وہ تیرا خیال لاشے اور تو لاشے ہے
لاشئی برلاشئی عاشق شدست	ہیچ نے مر ہیچ نے رارہ زدست
ایک لاشئے دوسری لاشئے پر عاشق ہو رہا ہے	ایک لاشئے نے دوسری لاشے کی رہزنی کر رکھی ہے
چوں بروں شد ایں خیالات ازمیاں	گشت نامعقول تو بر تو عیاں
جب یہ خیالات درمیان سے خارج ہو گئے	تو تیرا غیر مفہوم بالعقل تجھ پر مشاہد بالعین ہو جاوے گا

(سلطان محمود کے قصہ سے اوپر جو عدم و معدوم کی مطلوبیت کا مضمون تھا جس کی توجیہ و تحقیق بھی وہاں گزر چکی ہے یہاں اس کی طرف عود ہے گو درمیان کے سب مضامین بھی اسی سے سلسلہ وار مرتبط چلے آئے ہیں جیسا ہر مضمون پر معلوم ہوگا مگر اب بلاواسطہ اس کی طرف عود کرنے کو فرماتے ہیں کہ) تو اب پھر عدم کی شرح کی طرف عود کر کہ وہ زہر مہرہ (و تریاق نافع) ہے اور تو اس کو زہر (مضر) سمجھتا ہے (جب یہ بات ہے تو) تو (اس) ہندو بچہ کی طرح ہاں اے خواجہ تاش (محمود کی طرف) چل (اور محمود عدم سے ترساں مت ہو (یعنی اس عدم سے جو مثل محمود کے ہے کھین الماء بلکہ) اس وجود سے ڈر جس میں تو اب ہے (کیونکہ وہ وجود واقع میں معتد بہ نہیں بلکہ ایک خیال ہے (اور) وہ نیز خیال (بھی) لاشے ہے اور تو (بھی) لاشے ہے (پھر جو تو اس وجود خیالی پر عاشق ہو رہا ہے تو گویا) ایک لاشئے دوسری لاشئے پر عاشق ہو رہا ہے اور ایک (ہیچ نے یعنی) لاشئے نے (کہ وہ وجود خیالی ہے) دوسری لاشے کی (کہ وہ تو ہے) رہزنی کر رکھی ہے (پس مصرعہ اول کا پہلا لاشے اور مصرعہ ثانیہ کا دوسرا لاشے دونوں کا مصداق ایک ہے اور اسی طرح مصرعہ اول کا دوسرا لاشے اور مصرعہ ثانیہ کا پہلا لاشئی ان دونوں کا مصداق ایک ہے (جب یہ خیال درمیان سے خارج (اور مرتفع) ہو گئے (یعنی ہو جاویں گے) تو (اس وقت) تیرا غیر مفہوم بالعقل (مضمون) تجھ پر مشاہد بالعین ہو جاویگا (یعنی نظری خفی بدیہی جلی مثل محسوس کے ہو جاوے گا)

فائدہ:۔ چونکہ اصل مقام پر اس مضمون کی پوری تحقیق ہو چکی ہے اس لئے یہاں صرف حل عبارت پر کفایت کی گئی آگے تائید ہے مضمون بالا کی کہ ان خیالات کے ارتفاع کے وقت کہ اس ارتفاع کا ایک وقت موت بھی ہے جیسا کہ ایک وقت دنیا میں حصول معرفت و بصیرت بھی ہے سب حقیقت منکشف ہو جاوے گی اور ہستی یعنی حیات دنیویہ کو نیستی اور نیستی یعنی حیات اخرویہ کو ہستی سمجھا جاوے گا اور اسی لئے مرنے کا افسوس نہ ہوگا کیونکہ وہ تو واقع میں ہستی ہے اگر نیستی ہوتی تو اس کے عروض کا افسوس ضرور ہوتا تو ثابت ہوا کہ جس کو نیستی سمجھے تھے وہ ہستی نکلی اس کی تائید تو اس جملہ سے ہوئی لیس للماضین هم الموت اسی طرح جب یہ افسوس ہوگا کہ ہم نے حیات دنیویہ میں اعمال صالحہ کیوں نہ کئے اور حیات دنیویہ میں جو تمتعات حاصل کئے تھے وہ دافع افسوس نہ ہو سکے اس سے ثابت ہوا کہ جس کو ہستی سمجھے تھے وہ نیستی تھی اس کی تائید اس جملہ سے ہوئی وانماالهم حسرة الفوت قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس للماضین هم الموت وانماالهم حسرة الفوت.

www.besturdubooks.wordpress.com

راست فرمود آں سپہدار بشر	کہ ہر آنکہ کرد از دنیا گذر
صحیح فرمایا ہے اس سید البشر صلے اللہ علیہ وسلم نے	کہ جس شخص نے بھی دنیا سے انتقال کیا ہو
نیستش درد و دریغ و غبن موت	بلکہ ہستش صد دریغ از بہر فوت
اس کو موت کا درد اور افسوس اور زیاں نہیں ہے	بلکہ اس کو صد افسوس فوت ہونے کے سبب سے ہے
لیس للماضین ھم الموت گفت	لیک شاں با حسرت فوت اند جفت
لیس للماضین ہم الموت فرمایا ہے	لیکن وہ لوگ حسرت فوت کے ساتھ قرین ہوتے ہیں
کہ چرا قبلہ نکردم مرگ را	مخزن ہر دولت و ہر برگ را
کہ میں نے موت کو قبلہ کیوں نہ بنایا	ہر دولت اور ہر سامان کے مخزن کو
قبلہ کردم من ہمہ عمر از حول	آں خیالاتے کہ گم شد در اجل
میں نے تمام عمر کج بینی کے سبب قبلہ	ان خیالات کو بنایا جو کہ موت میں غائب ہو گئے
حسرت آں مردگاں از مرگ نیست	زانست کاندر نقشہا کردیم ایست
ان مردوں کی حسرت موت کے سبب نہیں ہے	اس سے ہے کہ ہم نے نقوش میں قیام کیا
ما ندیدیم اینکہ ایں نقش ست وکف	کف ز دریا جنبد و یابد علف
ہم نے یہ نہ دیکھا کہ یہ نقش اور حباب ہے	کف دریا سے حرکت کرتا ہے اور غذا پاتا ہے
چونکہ بحر افگند کفہا را ببر	رو بگورستاں رواں کفہا نگر
جب بحر نے جابوں کو خشکی میں پھینک دیا	گورستان میں جا حبابوں کو دیکھ
پس بگو کو جنبش و جولان تاں	بحر افگندست در بحران تاں
پھر کہہ تمہاری حرکت اور جولانی کہاں ہے	دریا نے تمہارے تغیر عظیم میں پھینک دیا ہے
تا بگویندت بلب نے بل بحال	کہ ز دریا کن نہ از ما ایں سوال
تا کہ وہ تجھ سے لب سے نہیں بلکہ حال سے کہیں	کہ یہ سوال ہم سے نہیں دریا سے کر
نقش چوں کف کے بجنبد بے ز موج	خاک بے بادے کجا آید باوج
نقش مثل حباب کے بدوں موج دریا کے کب جنبش کرتا ہے	خاک بدوں ہوا کے کہاں آتی ہے جہت فوق میں
چوں غبار نقش دیدی باد بیں	کف چو دیدی قلزم ایجاد بیں
جب تو نے غبار نقش دیکھا ہے تو ہوا کو دیکھ	جب کف دیکھا ہے تو قلزم ایجاد کو دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں بہ بیں کز تو نظر آید بکار	باقیت شحمے و لحمے پود و تار
خبردار دیکھ کیونکہ تیرے اجزا میں سے نظر کارآمد ہے	تیرے باقی اجزاء شحم اور لحم اور تاروپود ہے
شحم تو در شمعہا نفزود تاب	لحم تو مخمور را نامد کباب
تیری شحم نے شمعوں میں روشنی نہیں بڑھائی	تیرا لحم مخمور کا کباب نہیں بنا
در گداز ایں جملہ تن را در بصر	در نظر رو در نظر رو در نظر
تو اس سب جسد کو بصر میں گھلا دے	نظر میں چل نظر میں چل نظر میں چل
یک نظر دو گز ہمی بیند ز راہ	یک نظر دو کون دید و روی شاہ
ایک نظر دو گز راستہ دیکھتی ہے	ایک نظر نے دونوں عالم اور جمال شاہ کو دیکھ لیا
درمیان ایں دو فرق بیشمار	سرمہ جو واللہ اعلم بالسرار
ان دونوں کے درمیان بے شمار فرق ہے	تو سرمہ تلاش کر اور غیب کا علم خدا تعالیٰ کو خوب ہے

(ربط کی وجہ کہ تائید ہے ماسبق کی اور اس وجہ کی تحقیق وتطبیق اوپر مذکور ہوئی ہے اور اس تائید کے لئے ایک حدیث لائے ہیں جس کی حدیث ہونے کی تحقیق نہیں باقی مضمون کی صحت ظاہر ہے چنانچہ قرآن مجید میں جابجا کفار کی حسرت تفریط فی الاعمال پر نقل فرمائی ہے نفس فراق دنیا پر کہیں بھی نقل نہیں فرمائی بلکہ آخرت کو انکشاف حقائق عند الجمیع کا عالم فرمایا ہے اور حیٰوۃ دنیا کا ناقابل اعتداد ہونا منجملہ حقائق ہے تو لامحالہ یہ بھی منکشف ہوگی پس دونوں مضمون قرآن مجید سے ثابت ہو گئے قال تعالیٰ قالوا یاحسرتنا علی مافرطنا فیہا الآیۃ وقال تعالیٰ اسمع بہم وابصر یوم یا توننا الآیۃ وقال تعالیٰ وماھذہ الحیٰوۃ الدنیا الالھو لعب وان الدار الآخرۃ لھی الحیوان لوکانوایعلمون۔ پس فرماتے ہیں کہ) صحیح فرمایا ہے اس سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے بھی دنیا سے انتقال کیا ہو اس کو موت کا درد اور افسوس اور (اس کے) زیاں (کا خیال) نہیں ہے (کیونکہ وہ واقع میں افسوس اور زیاں کی چیز نہیں ہے) بلکہ اس کو صد افسوس (اعمال صالحہ اور عمر کے) فوت ہونے کے سبب سے ہے (چنانچہ اسی مضمون میں آپ نے) لیس للماضین ہم الموت فرمایا ہے (اور یہ بھی فرمایا ہے کہ) لیکن وہ لوگ حسرت فوت (مذکور) کے ساتھ قرین (ہوتے) ہیں (آگے حسرت فوت کی تفسیر ہے) کہ میں نے موت کو قبلہ (توجہ یعنی نصب العین کیوں نہ بنایا (یعنی) ہر دولت اور ہر سامان کے مخزن کو (قبلہ توجہ کیوں نہ بنایا یہ ترکیب میں بدل ہے مرگ را سے اور معنے صفت ہے موت کی یعنی موت ایسی چیز ہے کیونکہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب اور حبیب ہونا اختیاری ہے پس ہر شخص باختیار خود اس کو مخزن دولت بنا سکتا ہے اور کسی کے سوا استعمال سے اگر وہ مخزن نہ رہے تو یہ کمی عامل کی ہے اور وہ اس پر حسرت کرتا ہے کہ میں بجائے اس کے کہ موت کو قبلہ بناتا) میں نے تمام عمر کج بینی کے سبب قبلہ ان خیالات (دنیویہ) کو بنایا جو کہ موت میں غائب ہو گئے (چنانچہ محسوس بھی ہے اور منصوص بھی قال تعالیٰ وقدمنا الی ماعملوامن عمل فجعلناہ ہباءً منثوراً وقال تعالیٰ وضل عنکم ماکنتم تزعمون غرض) ان مردوں کی حسرت موت کے سبب نہیں ہے (بلکہ) اس سے (حسرت) ہے کہ میں نے نقوش (بے ثبات مثل نقوش آب

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی ہستی دنیا) میں (عمر بھر) قیام کیا (اور اس کو طویل البقا مقصود سمجھا اور) ہم نے (بصیرت سے) یہ نہ دیکھا کہ یہ (محض) ایک نقش (آب) اور حباب (دریا) ہے (اور) کف (خود معتد بہ وجود نہیں رکھتا کیونکہ وہ) دریا سے حرکت کرتا ہے اور (اسی سے) غذا (یعنی بقاء اطلاقاً للسبب علی المسبب) پاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح یہ ہستی ابدان بحیثیت تربیت وقابلیت مصدریت افعال وابستہ ہے ہستی ارواح کے ساتھ جو بوجہ جزو عالم غیب ہونے کے مخفی اور نیستی نما ہے مگر ہم نے دریا کو جو حبابات کے تحت میں مستور تھا نہ دیکھا کہ اس کو دیکھ کر عالم غیب کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کے لئے سامان کرتے کہ وہ اعمال صالحہ ہیں آگے مولانا اس تشبیہ پر تفریع فرماتے ہیں کہ) جب بحر (روح) نے (ان) حبابوں کو (اپنے سے علیحدہ کر کے) خشکی میں پھینک دیا (یعنی جس طرح دریا حبابوں کو اپنے سے جدا کر دے اسی طرح ارواح نے ابدان سے علاقہ چھوڑ دیا اس وقت کی حالت دیکھنے کیلئے) گورستان میں جا (اور ان) حبابوں کو دیکھ (یعنی ابدان مردہ کو دیکھ) پھر (ان سے) کہہ (کہ) تمہاری حرکت اور جولانی کہاں ہے (کیا) دریا نے (تم کو) تمہارے تغیر عظیم میں (گرفتار کر کے) پھینک دیا ہے (وہ تغیر عظیم مفارقت ہے روح کی ابدان سے اور بحران کے معنے اصل میں ایک خاص تغیر عظیم کے ہیں کہ طبیعت اور مرض کی باہمی مقاومت سے مزاج میں واقع ہو جاتا ہے یہاں مجازاً اطلاقاً للمقید علی المطلق مطلق تغیر عظیم مراد لیا گیا اور میں نے ترجمہ میں اس ترکیب کی طرف اشارہ کیا ہے لہ افگند کا مفعول مقدر ہے اور بحران مضاف ہے تان کی طرف کیونکہ اگر اس تان کو مفعول کہا جاوے تو بلا اضافت پڑھا جاوے گا اور اس صورت میں جولان اور بحران کا قافیہ درست نہ ہوگا آگے اس خطاب فرضی کا نتیجہ بکلمہ تا کہ بمعنی لام عاقبت کے ہے بتلاتے ہیں کہ) تا کہ وہ (حبابات) تجھ سے (جواب میں) لب سے نہیں (کیونکہ وہ ظاہراً ناطق نہیں) بلکہ حال سے کہیں کہ یہ سوال ہم سے نہیں (بلکہ) دریا سے کر (کیونکہ ہم تو جواب دینے کے قابل بھی نہیں رہے اور اس سے کلام یا سماع موتی کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ وہ کلام یا سماع اگر ثابت ہو تو فعل روح کا ہے اس کو محاورات میں کلام وسماع موتی کہا جاتا ہے اور یہاں نفی کی ہے خود اجساد بلا ارواح سے اور اس سے انتفاء ظاہر و مجمع علیہ ہے یا تو اس جواب کی کہ ز دریا کن نہ از ما ایں سوال یہ وجہ ہے اور یا یہ کہا جاوے کہ کسی فعل یا اس کے آثار سے سوال کرنے میں اصل یہی ہے کہ اس کے فاعل سے سوال کیا جاوے سو اگر مقصود سوال فعل مفارقت سے ہے تب تو یہ بدن کا فعل ہی نہیں اور اگر اس کے اثر سے ہے تو گو بدن پر وہ اثر ظاہر ہوا ہے لیکن پھر بھی یہ اثر کسی فعل بدن کا تو نہیں دونوں حال میں بقاعدۂ مذکورہ روح ہی سے سوال کرنا اصل ہے اور ان تین اشعار تفریعیہ میں روح کا موثر و متصرف فی البدن ہونا اور متاثر سے موثر کی طرف نظر کرنے کی ترغیب ہے اس سے دوسرے مضمون کی طرف مولانا کا ذہن منتقل ہو گیا کہ جس طرح بدن میں روح موثر ہے اسی طرح روح میں بلکہ بدن اور تمام موجودات میں موجود حقیقی موثر ہے پس ان سب سے اس کی طرف نظر کو منصرف کرنا چاہئے پس آگے اسی کو فرماتے ہیں یعنی یہ بات مسلم ہے کہ یہ) نقش (عالم امکان) مثل حباب کے بدوں موج دریا کے کب جنبش کرتا ہے (یعنی جس طرح حباب بدوں موج کے جنبش نہیں کرتا اسی طرح) خاک بدوں ہوا کے کہاں آتی ہے جہت فوق میں (جب یہ بات ہے تو) جب تو نے (اس عالم امکان کا) غبار نقش دیکھا ہے تو ہوا کو (بھی) دیکھ لیا (اور) جب کف دیکھا ہے تو قلزم ایجاد کو (بھی) دیکھ (غبار نقش کی اضافت مثل لجین الماء کے ہے اور قلزم ایجاد کے معنے وہ قلزم جس نے اس کف کو بنایا مطلب یہ ہے کہ اس عالم امکان سے کہ مشابہ غبار اور کف کے ہے موجد حقیقی کی طرف کہ مشابہ ہوا اور دریا کے ہے نظر کو متوجہ کر آگے اس نظر توحیدی کا ایجاب اور اس کی مدح اور اس کی تحصیل کا طریق فرماتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں یعنی) خبردار (ضرور واحد حقیقی کو نظر بصیرت سے) دیکھ کیونکہ تیرے اجزاء میں سے (یہ) نظر (ہی) کارآمد (چیز) ہے (اور) تیرے باقی اجزاء (تو بس) شحم اور لحم اور (اعصاب و اوتار و عروق کا) تار و پود (اور جالا) ہے (جو کہ کسی کام کا نہیں چنانچہ دیکھ لے کہ) تیری شحم نے شمعوں میں (کوئی) روشنی نہیں بڑھائی (اور) تیرا لحم مخمور (یعنی شراب خوار) کا کباب (بھی) نہیں بنا (چنانچہ) ظاہر ہے کہ آدمی کا شحم و لحم ان کاموں میں نہیں آتا اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اگر ان کاموں میں آسکتا یا اب کوئی لانے لگے تو یہ حکم صحیح نہ رہے گا بلکہ حکم اس وقت بھی صحیح ہے کیونکہ یہ انتفاعات بمقابلہ انتفاع بالنظر کے غیر معتد بہ ہیں اور اس سے روح کا بیکار ہونا نہ سمجھا جاوے کیونکہ یہ نظر خاص فعل روح ہی کا ہے پس اس نظر کا کارآمد ہونا بعینہ روح کا کارآمد ہونا ہے مگر بشرط نظر ورنہ وہ بھی خود حصب جہنم ہے اس میں تو ایجاب و مدح ہوئی نظر کی آگے اس کی تحصیل کا طریق ہے بطور تفریع علے المذکور کے کہ جب معلوم ہو گیا کہ صرف نظر ہی کارآمد چیز ہے اور سب اجزاء بیکار ہیں تو بس) تو اس سب جسد کو بصر (کی تحصیل) میں گداختہ کردے (اور) نظر (کی تحصیل) میں چل (یعنی کوشش کر پھر اسی کی تاکید ہے کہ) نظر میں چل نظر میں چل (گداختہ کرنے سے مراد) ریاضات بشرائطہا المعروفۃ فی الفن ہے اگر چہ اس سے جسد کی تحلیل ہی ہو مگر حد کے اندر اور یہ مطلب نہیں کہ تحلیل ضروری ہے یا اس کی کوئی حد نہیں چونکہ اوپر نظر لفظاً مطلق ہے اگر چہ قرینہ مقام سے خاص نظر معرفت ہی مراد ہے آگے اس خصوصیت کی تصریح کیے دیتے ہیں کہ) ایک نظر (تو) دوگز راستہ (ہی) دیکھتی ہے (سو یہ مطلوب نہیں اور) ایک نظر (ایسی ہے کہ اس) نے دونوں عالم اور جمال شاہ کو دیکھ لیا (اور یہی مطلوب ہے اور) ان دونوں کے درمیان بے شمار فرق ہے (پس) تو (دوسری نظر حاصل کرنے کے لئے) سرمہ تلاش کر (کہ وہ ریاضت اور صحبت اہل اللہ ہے) اور غیب کا علم خدائے تعالیٰ کو خوب ہے (اس جملہ کا مطلب یہ کہ ہمارے ان مضامین میں حقائق منحصر نہیں بہت سے حقائق ہم سے مخفی ہیں جن کا علم خدائے تعالیٰ ہی کو ہے مگر بقدر اپنے علم کے خیر خواہی سے پیش کر دیا کہ عمل و وصل الی المقصود کے لئے کافی ہے اور ایک توجیہ ان اخیر کے دو شعروں کی یہ خیال میں آتی ہے کہ اوپر نظر من المتاثر الی الموثر کا امر تھا اور اس نظر کے دو درجے ہیں ایک نظر من البدن الی الروح اور ایک نظر من الروح الی الموثر الحقیقی پس تقریر مقام کی یہ ہوگی کہ ہم جو نظر من المتاثر الی الموثر کا امر کر رہے ہیں ہمارا مطلب صرف درجہ اول نہیں ہے کبھی کوئی اسی کو حاصل کر کے اس پر مغرور ہو جاوے پس یہ تو ایسا ہے کہ جیسے دوگز راستہ دیکھ لیا ایک گز پر بدن نظر آیا دوسرے گز پر روح بلکہ مطلب ہمارا درجہ دوم ہے کہ دونوں عالم سے گزر کر روئے شاہ تک نظر پہنچ جاوے پس اس تقریر پر شعر بالا نقش چوں کف میں جو مضمون نظر الی الموثر الحقیقی کی طرف انتقال ہوا ہے یہ شعر اس کا قرینہ مقالیہ ہو جاوے گا جیسا مقام خود قرینہ حالیہ پہلے سے ہے فقط)

فائدہ:۔ یہ مضمون ہیں ہین الخ پہلے بھی کسی دفتر میں اس عنوان سے آیا ہے۔ آدمی دیدست و باقی پوست ست دید آں باشد کہ دید دوست ست آگے پھر عود ہے مدح نیستی کی طرف۔

چوں شنیدی شرح بحر نیستی	کوش دایم تا دریں بحر ایستی
جب تو نے بحر نیستی کی شرح سن لی	تو ہمیشہ کوشش کرتا کہ تو اس بحر میں قیام رکھے
چونکہ اصل کارگاہ ایں نیستی ست	کہ خلا و بے نشانست و تہی ست
چونکہ اصل اس کارخانہ کی یہ نیستی ہے	جو کہ خلاء اور بے نشان اور خالی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ استاداں پئے اظہار کار	نیستی جویند و جای انکسار
تمام استاد لوگ کام ظاہر کرنے کے لئے	نیستی کو ڈھونڈتے ہیں اور شکستگی کی جگہ کو
لاجرم استاد استاداں صمد	کارگاہش نیستی ولا بود
بالضرور جو سب استادوں کا استاد صمد ہے	اس کا کارخانہ نیستی اور عدم ہو گا
ہر کجا ایں نیستی افزوں ترست	کار حق و کارگاہش آں سرست
یہ نیستی جہاں کہیں جتنی زیادہ ہو گی	حق تعالیٰ کا کام اور اس کا کارخانہ اس جانب زیادہ ہو گا
نیستی چوں ہست بالائیں طبق	بر ہمہ بردند درویشاں سبق
نیستی چونکہ عالی مرتبہ ہے	درویش لوگ سب پر سبقت لے گئے
خاصہ درویشے کہ شد بے جسم و مال	کار فقر جسم دارد نے سوال
خاص کر وہ درویش جو کہ بے جسم اور بے مال ہو گیا	اعتبار تو فقر جسمی رکھتا ہے نہ کہ سائل ہونا
سائل آں باشد کہ جسم او گداخت	قانع آں باشد کہ مال خویش باخت
سائل وہ ہے جس کا جسم گھل گیا	قانع وہ ہے جس نے اپنا مال ہار دیا
پس زدرد اکنوں شکایت بر مدار	کوست سوی نیست اسپے راہوار
پس تو درد سے شکایت کا اظہار مت کر	کیونکہ وہ نیستی کی طرف ایک اسپ خوش رفتار ہے
ایں قدر گفتیم و باقی فکر کن	فکر اگر جامد بود رو ذکر کن
اس قدر تو ہم کہہ چکے باقی تو فکر کر لے	اگر فکر جامد ہو تو جا ذکر کر
ذکر آرد فکر را در اہتزاز	ذکر را خورشید ایں افسردہ ساز
ذکر فکر کو حرکت میں لاتا ہے	ذکر کو اس افسردہ کا خورشید بنا لے
اصل خود جذب ست لیک اے خواجہ تاش	کارکن موقوف آں جذبہ مباش
اصل تو جذب ہی ہے اے خواجہ تاش لیکن	تو عمل کرتا رہ اس جذب پر موقوف مت رہ
زانکہ ترک کار چوں نازے بود	ناز کے درخورد جانبازے بود
کیونکہ ترک عمل مثل ناز کرنے کے ہے	ناز کرنا کب مناسب کسی جان باز کے ہے
نے قبول اندیش نے ردّ اے غلام	امر را و نہی را می بیں مدام
نہ تو قبول کو سوچ اور نہ رد کو اے نوجوان	امر و نہی کا ہمیشہ لحاظ رکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

مرغ جذبہ ناگہاں پرد ز عش	چوں بدیدی صبح شمع آنگہ بکش
دفعۃً مرغ جذب آشیانہ سے اڑے گا	جب تو نے صبح کو دیکھ لیا اس وقت شمع بجھا دینا
چشمہا چوں شد گزارہ نور اوست	مغزہا می بیند او در عین پوست
جب آنکھیں گداختہ ہو گئیں تو حق تعالیٰ کا نور ہے	مغزوں کو دیکھنے لگتا ہے عین پوست میں
بیند اندر ذرہ خورشید بقا	بیند اندر قطرہ[1] کل بحر را
وہ ذرہ میں خورشید بقا کو مشاہدہ کرتا ہے	ایک قطرہ میں تمام دریا کو مشاہدہ کرتا ہے

(بعد تفریع کے جو کہ شعر بحر افگند الخ میں مذکور ہے پھر عود ہے مضمون مدح نیستی کی طرف جو اس تفریع سے پہلے بھی مذکور ہے اور بہت اوپر سے چلا آ رہا ہے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو نے بحر نیستی کی شرح سن لی (جو کہ بعنوان بحر اس مصرعہ قبل التفریع میں مذکور ہے۔ ع کف ز دریا جنبد و یابد علف اور مراد اس دریا سے روح ہے لیکن بوجہ اختفاء عن الابصار کے وہ نیستی نما ہے اس لئے یہاں اس کو بحر نیستی سے تعبیر فرمایا غرض جب تو اس کی شرح میں اس کی مدح سن چکا تو بس) تو ہمیشہ کوشش کرتا کر تو اس بحر میں قیام رکھے (یعنی اس طرف توجہ رکھ جس کا طریق اعمال صالحہ ہے جیسا شعر حسرت آن مردگان الخ وشعر ماندیدیم الخ کی شرح میں گزر چکا آگے پھر نیستی کی مدح دوسرے طرز پر ہے جس طرز پر کہ سلطان محمود کے قصہ سے پندرہ سولہ شعر قبل یہ مضمون آیا ہے یعنی وہاں بھی شعر زانکہ کان ومخزن صنع الخ کے قبل عدم اضافی کے متعلق تھا پھر اس شعر میں تائید کے لئے عدم حقیقی کے متعلق مضمون لایا گیا اور وجہ تائید اسی مقام پر احقر نے ذکر کی ہے اسی طرح یہاں بھی اب تک عدم اضافی کے متعلق مضمون تھا اور آگے اس کے تائید ہی کے لئے شعر چونکہ اصل کارگاہ الخ میں عدم حقیقی کے متعلق مضمون ہے اور وجہ تائید بھی وہی ہے جو اس مقام پر مذکور ہوئی ہے اور ان اشعار مویدہ کی تحقیق بھی وہی ہے جو ان اشعار مویدہ کی شرح میں عرض کی گئی وہاں ضرور ملاحظہ فرما لیا جاوے اس لئے یہاں اس کا اعادہ نہ کیا جاوے گا صرف حل لفظی پر اکتفا کیا جاوے گا۔ پس فرماتے ہیں کہ چونکہ اصل اس کارخانہ کی یہ نیستی ہے جو کہ (بالکل) خلا اور بے نشان اور (آثار ہستی سے) خالی ہے (اور عدم حقیقی کی یہ شان ظاہر ہے اور قاعدہ ہے کہ) تمام استاد لوگ (اپنے) کام (اور صنعت) ظاہر کرنے کے لئے نیستی کو ڈھونڈتے ہیں اور شکستگی کی جگہ کو (جیسا کہ اسی شعر زانکہ کان ومخزن الخ کے بعد اشعار گفتہ شد الخ میں یہ مضمون گزر چکا ہے اور میرے اس لفظ میں کہ اور یہ قاعدہ ہے اشارہ ہے اسی شعر پر عاطف مقدر ہونے کی طرف آگے چونکہ کی جزا ہے یعنی اس لئے) بالضرور جو سب استادوں کا استاد (اور) صمد ہے اس کا کارخانہ نیستی اور عدم (ہی) ہوگا (اور لاجرم میں اشارہ ہو سکتا ہے اس عدم کے شرط عقل ہونے کی طرف تفصیل اس کی یہ ہے کہ مراد اس تصرف حق سے جو کہ کارخانہ نیستی میں قرار دیا گیا ہے خاص تصرف ایجاد ہے نہ تصرف اعدام اور نہ تصرف ابقاء اس کا بیان اس مضمون کے مقام سابق میں مع الدلیل ہو چکا ہے جب تصرف ایجاد مراد ہے تو ظاہر ہے کہ اگر محل تصرف پہلے سے موجود ہو تو ایجاد موجود و تحصیل حاصل لازم آتا ہے اور یہ محال ہے اس لئے عقلاً لازم ہے کہ وہ معدوم ہوتا کہ اس کو موجود کیا جاوے اور عجب نہیں کہ

---

[1] اس لفظ (قطرہ) پر اگر ہمزہ نہ لکھا جائے جیسا کہ متن میں ہے تو لفظ کل کے لام کو تشدید پڑھا جائے گا اور اگر ہمزہ لکھا جائے یعنی اس طرح قطرۂ تو یہ ہمزہ مفید ہوگا معنی وحدت کو اور اس کا ترجمہ ہوگا ایک قطرہ اس وقت لفظ کل کے لام کو ساکن پڑھا جائے گا اور قافیہ اس شعر میں بقا

www.besturdubooks.wordpress.com

صمد میں اشارہ اس طرف ہو کہ اس کے شرط عقلی ہونے سے حق تعالیٰ کا محتاج الی ہذا الشرط ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ایجاد موجود محالات عقلیہ سے ہے اور معاملات عقلیہ کے تحت القدرۃ داخل نہ ہونے سے قدرت میں نقص نہیں ہے بلکہ خود اس محال میں عدم قابلیت کے سبب نقص ہے والمسئلۃ معروفۃ فی الکلام اب تائید کے بعد پھر بطرز سابق علی التائید نیستی کی مدح بغرض ترغیب تحصیل فرماتے ہیں کہ) یہ نیستی جہاں کہیں جتنی زیادہ ہوگی حق تعالیٰ کا کام (یعنی لطف) اور اس کا کارخانہ (یعنی افاضہ انوار و فیوض) اس جانب زیادہ ہوگا (اور) نیستی چونکہ (اس قدر) عالی مرتبہ (چیز) ہے (اسی لئے اس کو حاصل کرنے کی بدولت) درویش لوگ سب پر سبقت لے گئے (یہ نیستی فقر اور ترک کی ہے اول تو سب ہی درویش اہل حق اس فضیلت سبقت میں شریک ہیں لیکن) خاص کر وہ درویش (اس فضیلت کے ساتھ زیادہ موصوف ہے) جو کہ بے جسم اور بے مال ہو گیا (جس کی تفسیر اس کے بعد والے شعر میں آتی ہے اور مصرعہ ثانیہ مفسر و مفسر کے درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے ہے تائید مصرعہ اولیٰ کے لئے کہ واقع میں) اعتبار تو فقر جسمی رکھتا ہے نہ کہ (متعارف) سائل ہونا (یعنی فقیری جس کی ہم مدح کر رہے ہیں یہ متعارف فقیری نہیں یعنی گداگری بلکہ وہ جسمی فقیری ہے یعنی جسم تک کو گھلا دے جیسا آئندہ شعر میں آتا ہے اور چونکہ سلیم العقل کے نزدیک جسم اعز ہے مال سے تو جسم کا گھلانے والا مال کا دل سے نکالنے والا ضرور ہوگا اور اسی پر دلالت کرنے کے لئے احقر نے جسمی فقیری کی تفسیر میں لفظ تک کہا ہے آگے ایک طرز بدیع سے تفسیر ہے درویش بے جسم و مال کی جو مصرعہ اولیٰ میں واقع ہے یعنی) سائل (معتبر) وہ ہے جس کا جسم (ریاضات و طاعات بدنیہ میں) گھل گیا (اور) قانع (معتبر) وہ ہے جس نے اپنا مال (ریاضات و طاعات مالیہ میں) ہار دیا (مقصود تو تفسیر کرنا ہے درویش ممدوح فی البیت الاول کی کہ جس نے اپنے مال و جان کو رضائے محبوب میں فدا اور فنا کر دیا۔ پس سائل اور قانع سے مراد وہی درویش ہے لیکن یہ تفسیر ایک طرز بدیع سے اختیار کی ہے وہ یہ کہ قرآن مجید میں صدقات و عطیات کا مستحق بعض آیات میں سائل کو اور بعض آیات میں قانع کو قرار دیا ہے۔ قال تعالیٰ و فی اموالھم حق للسائل والمحروم وقال تعالیٰ واطعموا القانع والمعتر اور اگرچہ قانع کی دونوں تفسیریں کی گئی ہیں سائل بھی من قنع بالفتح قنوعا اور غیر سائل بھی من قنع بالکسر قناعۃ لیکن اس شعر میں تقابل کے قرینہ سے غیر سائل پر محمول کرنا اولیٰ ہے پس یہ دو قسمیں ہوئیں فقیر مستحق کی اور محروم اور معتر بھی ان دو قسموں سے خارج نہیں محروم کی تفسیر تو غیر سائل کے ساتھ متعین ہے اور معتر بمعنے معتری و معترض بالسوال او بغیر السوال فی نفسہ دونوں کو محتمل ہے۔ قانع کی جو تفسیر کی جاوے گی اس کے مقابل کے ساتھ معتر کی تفسیر ہو جاوے گی بہر حال فقیر کی دو قسمیں ہوئیں۔ پس مولانا فرماتے ہیں کہ ان دونوں قسموں میں بھی معتبر و ممدوح وہی ہے جو اپنی جان و مال کو راہ حق میں فدا کر چکا ہو اور یہ مقصود نہیں کہ قرآن مجید میں یہ معنے مراد ہیں قرآن کے الفاظ تو مطلق اور عام ہیں دونوں کو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس عام کی افراد میں سے فرد کامل اور قابل مدح یہ ہیں پس معنے سائل آن باشد و قانع آن باشد کے یہ ہیں کہ سائل بالکمال و قانع باکمال آن باشد کما فی قولہ علیہ السلام المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ ای المسلم الکامل الخ اور سائل کی تفسیر میں جسم کی تخصیص اور قانع کی تفسیر میں مال کی تخصیص محض ذکری ہے احترازی نہیں اور یہ تخصیص ذکری بطور اکتفاء فی الذکر اعتمادا علی القرائن فی فہم المقصود کے ہے اور قرینہ یہاں یہ ہے کہ ان دونوں قسموں کا مقسم اوپر کے شعر میں یہ ہے درویشے کہ شد بے جسم و مال یعنی جو دونوں کا تارک ہو اور مقسم کا صادق آنا قسموں پر لازم ہے پس ان دونوں قسموں میں بھی دونوں کا ترک ماخوذ ہوگا اور ایک نسخہ میں مصرعہ اولیٰ میں مال اور دوسرے میں باخت ہے مگر میں نے

www.besturdubooks.wordpress.com

گداختت کے ساتھ جسم کو زیادہ مناسب سمجھا اور چونکہ اصل نسخوں میں عدم تعارض ہے اس لئے مجموعہ نسخین سے بھی دونوں قسموں کا دونوں کے لئے تارک ہونا مفہوم ہو گیا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ درویش ممدوح فی المقام کی قسم سائل کیسے ہو سکتی ہے کیونکہ جو شخص خود اپنے مال و جان کو فدا کر دے گا وہ کسی سے مانگے گا کیوں جواب یہ ہے کہ بعض افراد سوال کی واجب بھی ہیں وہ ایسے موقع پر ضرور سوال کرے گا ورنہ تارک واجب ہوگا جو کہ جسم گداختن کے منافی ہے کیونکہ جسم گداختن کے لئے مقتضیات شہوت و غضب کا فنا لازم ہے اور سوال واجب سے عار کرنا جو کہ کبر کا شعبہ ہے ناشی ہے غضب نفسانی سے اور اس کا فنا مفروض ہو چکا اور وہ فرد واجب یہ ہے مثلاً نماز کے لئے قبلہ کا سوال کرنا کہ کدھر ہے وضو کے لئے پانی کا پتہ پوچھنا کہ کہاں ہے یا خود پانی کا مانگ لینا کہ جب یہ یقین ہو کہ بطیب خاطر دے دے گا یا مخمصہ کے وقت کسی سے سد رمق مانگ لینا و مثل ذلک یا بلسان اشارت اس شبہ کا یوں جواب دیا جاوے کہ سائل سے مراد سائل من اللہ ہے مگر اس صورت میں اس کو قرآن مجید کی تفسیر نہ کہا جاوے گا بلکہ تاویل بطرز اعتبار کے کہیں گے و لکل وجهة ہو مولیہا اور لفظ خاصہ کا شعر سابق میں بڑھانا مشیر اس طرف ہے کہ درویشی میں ریاضات خاصہ جس میں تعلقات ظاہری متروک ہو جاویں لازم اور مدار مطلق فضل نہیں ہاں موجب کمال ضرور ہیں باقی قلب کا مسخر تعلقات و عبد المال والجسم نہ ہونا یہ مطلقاً درویشی میں فرض ہے اور خود یہ درویشی بھی فرض ہے پس حاصل مقام یہ ہوا کہ نیستی کے اختیار کرنے سے ہر درویش ممدوح ہے خواہ یہ نیستی بمعنے ترک تعلقات مباحہ ظاہراً بھی ہو یا صرف باطناً ہو خاص کر وہ درویش جو دونوں کا جامع ہو آگے نیستی کی مدح پر تفریع فرماتے ہیں کہ جب یہ بات معلوم ہو گئی) پس تو درد (وبلا) سے (خواہ جسم کے متعلق ہو یا مال کے) شکایت کا اظہار مت کر کیونکہ وہ نیستی کی طرف ایک اسپ خوش رفتار ہے (یعنی اگر صبر کیا جاوے تو اس سے مال باختن یا جسم گداختن کے برکات حاصل ہو گئے جس کے اوپر مدح سن چکے ہو اور بر مدار بمعنے آواز برداشتن و اظہار کردن میں اشارہ ہے عدم ذم شکوی الی اللہ کی طرف جو اس آیت میں مذکور ہے قال انما اشکو بثی و حزنی الی اللہ الآیۃ آگے مضمون کو مختصر کر کے فکر کرنے کا امر تا کہ اس سے فضائل اس ترک کے معلوم ہوں اور ذکر کرنے کا امر تا کہ اس سے فکر صحیح ہو سکے اور فکر صحیح کے بعد ترک پر عمل ہو سکے کہ مقصود عمل ہی ہے اور طاعات واعمال کا امر کہ وہ خود مقصود ہی ہیں اور پھر ان اعمال و طاعات پر کہ سلوک کہلاتے ہیں جذب کا مرتب ہونا اور اس جذب سے قرب خاص کا حاصل ہو جانا بیان فرماتے ہیں یعنی) اس قدر تو (فقر و نیستی کے متعلق) ہم کہہ چکے باقی (مضمون میں) تو فکر کر لے (یعنی سوچ لے کہ اور ثمرات بھی اس کے معلوم ہوں گے اور اس سے زیادہ رغبت اس ترک کی ہو گی (اور) اگر فکر جامد (وافسردہ) ہو (اور کام نہ دے) تو جا ذکر (الہی) کر (کیونکہ) ذکر (الہی) فکر کو حرکت میں لاتا ہے (اور اس سے حقائق قلب پر وارد و منکشف ہونے لگتے ہیں پس) ذکر کو اس (فکر) افسردہ کا خورشید بنا لے (آفتاب میں دو خاصیتیں ہیں تنویر اور حرکت دادن افسردہ جیسا یخ جو جامد تھی پگھل کر اور پانی بن کر چلنے لگتی ہے اور نا تمین کہ افسردہ پڑے تھے خورشید کے طلوع کے وقت دن ہونے سے دن میں حرکت ہونے لگتی ہے اسی طرح ذکر فکر کو متحرک اور حقائق کو منور کر دے گا اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ مقصود ذکر سے صرف تحریک فکر و تنویر حقائق کشفیہ ہیں جن میں سے ثمرات فقر و ترک بھی ہیں بلکہ اصل معاملہ بالعکس ہے یعنی خود تحریک فکر و انکشاف حقائق سے مقصود یہی ذکر ہے جو تمام طاعات کو شامل ہے کما فی الحصن الحصین بل کل مطیع للہ تعالیٰ فہو ذاکر اور فکر اس کا آلہ ہے کہ جب فکر سے حقائق واقعیہ منکشف ہو جاویں تو ذکر و طاعات کو خوب خلوص سے بجا لا دے گا چنانچہ خود مولانا کا کلام بھی اس پر دال ہے کیونکہ اوپر نیستی

www.besturdubooks.wordpress.com

بمعنے ترک تعلقات کی مدح تھی اور ظاہر ہے کہ یہ ترک ایک طاعت ہی ہے جو کہ فرد ہے ذکر کی اور اس کی مدح اس کے اختیار کرنے ہی کے لئے کی ہے اور دوسری وجوہ مدح سمجھنے کے لئے فکر کا امر کیا ہے تا کہ اور وجوہ معلوم کر کے اس طاعت کو اور زیادہ رغبت سے اختیار کیا جاوے پھر جو فکر کی تحریک کے لئے ذکر کا امر فرماتے ہیں اس سے مقصود یہ ہے کہ فکر جو کہ آلہ مقصود ہے اور مقصود بالعرض ہے اس لئے ایک درجہ میں اس سے بھی کام لینا ضروری ہے تو وہ بھی اس مقصود بالذات یعنی ذکر و طاعت ہی کے اختیار کرنے سے کام دیتا ہے اور اس سے دور کا شبہ نہ کیا جاوے بات یہ ہے کہ ذکر و طاعات کے دو درجے ہیں ایک ابتدائی اس سے تو فکر کو حرکت ہو کر بصیرت و معرفت میسر ہوتی ہے اور ایک انتہائی اور کمال کا درجہ وہ اس بصیرت کے بعد میسر ہوتا ہے پس ابتدائی درجہ ذکر و طاعت کا سبب ہے حرکت فکر کا اور انتہائی درجہ فکر و طاعات کا مسبب ہے حرکت فکر یہ کا پس موقوف ہونا اور اعتبار سے ہے اور موقوف علیہ ہونا اور اعتبار سے۔ پس دور نہ رہا اور اس مضمون مذکور یعنی ترغیب ذکر پر جو کہ شامل ہے تمام اعمال و طاعات کو ایک شبہ ہوتا تھا کہ اکابر کے کلام سے اور خود نصوص صحیحہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ اصل مدار جذب الٰہی پر ہے چنانچہ خود مولانا نے بھی سرخی قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس للماضین الخ کے قبل ایک مناجات میں اس کی تصریح کی ہے۔ تا نخواہی تو نخواہد ہیچ کس الخ پھر اعمال کو اس میں کیسا دخل جس کا یہاں امر کیا جاتا ہے آگے اس کا جواب دیتے ہیں کہ واقعی) اصل تو جذب (الٰہی) ہی ہے اے خواجہ تاش لیکن تو عمل کرتا رہ اس جذب پر موقوف مت رہ کیونکہ ترک عمل مثل ناز کرنے کے ہے (اور) ناز کرنا کب مناسب کسی جانباز (اور عاشق) کے لئے ہے (مطلب یہ کہ ترک عمل شان طالبیت و عبدیت کے خلاف ہے پس تو طالب ہونے کی حیثیت سے) نہ تو قبول کو سوچ اور نہ رد کو اے نوجوان (بلکہ) امر و نہی کا ہمیشہ لحاظ رکھ اور اس کے مقتضا پر چلتا رہ اس جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اگر فرض کیا جاوے کہ عمل کا کوئی بھی ثمرہ نہیں مگر شان محبت خود مقتضی ہے کہ محبوب کی طاعت کی جاوے یہ جواب تو عاشقانہ ہے آگے دوسرا جواب حکیمانہ اور حجت علی العشاق و غیر العشاق جمیعا ہے وہ یہ کہ ہم نے مانا کہ کام جذب ہی سے ہوتا ہے لیکن عادت الٰہیہ جاری ہے کہ یہ جذب بھی اس عمل پر مرتب ہوتا ہے پس اس جذب کی تحصیل کے لئے بھی عمل ہی کی ضرورت ہوئی اور ترتیب یہ ہوگی کہ اعمال پر جذب مرتب ہوگا پھر جذب پر مقصود پس عمل کرنا منافی اعتقاد موثریت جذبہ کے نہ ہوا بلکہ عین علامت ہوا اس اعتقاد کی پس فرماتے ہیں کہ ہم نے جو کہا ہے امر و نہی رامی بین مدام اگر ایسا کرو گے تو) دفعۃً مرغ جذب آشیانہ سے اڑے گا (اور اس سے تمہارا کام بن جاوے گا اور عمل تو اس وقت بھی رہے گا لیکن اس حالت میں ایک تغیر ہوگا اس تغیر کے وقوع کو کہ ایک واقعہ خبریہ ہے بصورت انشاء کے بصیغہ امر بتلاتے ہیں کما فی قولہ تعالیٰ تعالیٰ قل من کان فی الضلالۃ فلیمددلہ الرحمن مدا الآیۃ وکما فی قولہ تعالیٰ ربنا لاتؤاخذنا ان نسینا الآیۃ ای یقع المدولایقع المواخذۃ کما فی قولہ تعالیٰ فلیضحکوا قلیلاً ولیبکوا کثیراً ای یضحکون و یبکون یعنی) جب تو نے صبح کو دیکھ لیا اس وقت شمع بجھا دینا (مقصود اس سے جملہ خبریہ ہے کہ صبح کے طلوع ہونے سے حاجت شمع نہ رہے گی کیونکہ نور جو کہ شمع سے مقصود تھا وہ بوجہ اکمل بلا شمع حاصل ہے یہ ہے وہ تغیر جس کی تقریر یہ ہے کہ طریق میں مقصود تو دراصل طاعت ہے جیسے مشبہ بہ میں مقصود نور ہے اور اس کا ذریعہ قبل جذب کے جد و جہد و اہتمام و تکلف تھا جیسے مشبہ بہ میں نور کا ذریعہ شمع تھی اور بعد جذب کے اس طاعت کا ذریعہ شوق و ذوق و تقاضائے طبعی ہو جاتا ہے جس کے خلاف کرنے سے سخت تکلیف ہوتی ہے جس طرح قبل جذب عمل میں تکلیف ہوتی تھی جیسے مشبہ بہ میں اب نور کا ذریعہ صبح ہو جاتی ہے پس

www.besturdubooks.wordpress.com

تکالیف شرعیہ تو مرتفع نہ ہوئیں البتہ تکالیف لغویہ یعنی کلفت اور صعوبت رفع ہوگئی آگے اس جذب کے آثار خاصہ جن کا حاصل قرب خاص ہے بیان فرماتے ہیں کہ) جب آنکھیں گداختہ ہوگئیں تو (پھر ان آنکھوں کا نور) حق تعالیٰ کا نور ہے (جیسا وارد ہے کنت سمعه الذی سمیع بی و بصره الذی یبصر بی اور وہ اس نور کے ذریعہ سے) مغزوں کو (یعنی مقصود کو) دیکھنے لگتا ہے عین پوست میں (یعنی غیر مقصود میں مطلب یہ کہ مظاہر میں ظاہر کا مشاہدہ کرنے لگتا ہے اور واصل و عارف کی یہ حالت ظاہر ہے آگے اسی بینش کو دوسرے عنوانوں سے بیان فرماتے ہیں کہ) وہ ذرہ میں (یعنی کائنات عالم میں) خورشید بقاء (یعنی نور باقی) کو (کہ حق تعالیٰ ہے) مشاہدہ کرتا ہے (اور) قطرہ میں (یعنی کائنات عالم میں) تمام دریا (یعنی وجود حقیقی) کو مشاہدہ کرتا ہے (وہ دحقیقی کی دریا سے تشبیہ اس اعتبار سے ہے کہ جس طرح دریا منشاء وجود قطرات کا ہوتا ہے اسی طرح حق تعالیٰ منشاء وجود ممکنات کے ہیں گو طریق منشاء یت جدا جدا ہے)

فائدہ:۔ آگے پھر عود ہے قصہ صوفی کی طرف۔

بار دیگر رجوع کردن بقصہ آں صوفی و قاضی

صوفی اور قاضی کے قصہ کی جانب دوبارہ واپسی

گفت صوفی در قصاص یک قفا	سر نشاید باد دادن از عمیٰ
صوفی نے کہا کہ ایک قفا کے انتقام میں	سر کور چشمی سے برباد کرنا نہ چاہئے
خرقۂ تسلیم اندر گردنم	بر من آساں کرد سیلی خوردنم
خرقہ تسلیم جو میری گردن میں ہے	اس نے مجھ کو سیلی کھانا آسان کر دیا ہے
دید صوفی خصم خود را سخت زار	گفت اگر مشتش زنم من خصم وار
صوفی نے اپنے مدعا علیہ کو بالکل ہی زار دیکھا	کہا کہ اگر میں اس کو مخاصمانہ ایک گھونسا ماروں
او بہ یک مشتم بریزد چوں رصاص	شاہ فرماید مرا از جر و قصاص
تو وہ میرے ایک ہی گھونسے سے رانگ کی طرح بکھر جائے گا	بادشاہ میرے لئے زجر اور قصاص کا حکم دے گا
خیمہ ویرانست و بشکستہ وتد	او بہانہ می کند تا در فتد
خیمہ ویران ہے اور شکستہ چوب ہے	وہ بہانہ ڈھونڈتا ہے تا کہ گر پڑے
بہر ایں مردہ دریغ آید دریغ	کہ قصاصم افتد اندر زیر تیغ
اس مردہ کی وجہ سے دریغ آتا ہے دریغ	کہ مجھ پر تہ تیغ قصاص واقع ہو
چوں نمیتانست کف بر خصم زد	عزمش آں شد کش سوئے قاضی برد
جب مدعا علیہ پر ہاتھ نہ چلا سکا	تو اس کا عزم یہ ہوا کہ اس کو قاضی کی طرف لے جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ترازوئے حق ست وکیل او	زاں سوی حق ست دائم میل او
کیونکہ وہ حقوق کے لئے میزان اور کیال ہے	اس سبب سے حقوق کی طرف اس کا میلان ہے
مخلص ست از مکر دیو و حیلہ اش	مامن ست از قید دیو و قیلہ اش
سبب رہائی کا ہے شیطان کے مکر و حیلہ سے	سبب امن کا ہے شیطان کی قید سے اور قول سے
ہست او مقراض احقاد و جدال	قاطع جنگ دو خصم و قیل و قال
وہ قاطع ہے کینوں کا اور جدال کا	اور قاطع ہے متخاصمین کی جنگ اور قیل و قال کا
دیو در شیشہ کند افسون او	فتنہ ہا ساکن کند قانون او
دیو کو شیشہ میں کر لیتا ہے اس کا افسون	فتنوں کو ساکن کر دیتا ہے اس کا قانون
چوں ترازو دید خصم پر طمع	سرکشی بگزارد و گردد تبع
جہاں خصم پر طمع نے ترازو کو دیکھا	سرکشی کو چھوڑ دیتا ہے اور تابع ہو جاتا ہے
ور ترازو نیست گرافزون دہیش	از قسم راضی نگردد آگہیش
اور اگر ترازو نہیں ہے تو اگر تو اس کو زیادہ بھی دے دے	قسم کھانے سے بھی راضی نہ ہو اس کی آگاہی
کے شود راضی ز تو طبع تہیش	از پے بیدانشی و ابلہیش
کب تجھ سے راضی ہو اس کی طبع خالی	بوجہ اس کی بیدانشی اور ابلہی کے
ہست قاضی رحمت و دفع ستیز	قطرۂ از بحر عدل رست خیز
قاضی رحمت ہے اور سبب دفع ستیز ہے	قطرہ ہے دریائے عدل قیامت سے

صوفی نے (اپنے دل میں) کہا کہ ایک (ضرب) قفا کے انتقام میں (اپنا) سر کور چشمی سے برباد کرنا نہ چاہئے (یعنی اگر میں اس سے بدلہ لوں تو یہ غایت ضعف سے مر جاوے گا پھر میں قصاص میں مارا جاؤں گا تو یہ خلاف بصیرت ہے نیز) خرقہ تسلیم جو میری گردن میں (پڑا) ہے اس نے مجھ کو سیلی کھانا آسان کر دیا ہے (اس پر ظاہرا شبہ ہوتا ہے کہ جب تسلیم کو مانع قصاص قرار دے لیا پھر قاضی کے پاس جا کر کیوں فریاد کی جیسا عنقریب آتا ہے جواب یہ ہو سکتا ہے کہ اس فریاد سے ممکن ہے کہ مقصود بالذات قصاص نہ ہو بلکہ مقصود بالذات یہ ہو کہ دوسرے لوگ دوسرے صوفیہ غربا پر ایسی جرات نہ کریں گو اس غرض کے لئے قاضی قصاص یا اور کوئی تعزیر تجویز کرے تو اس صورت میں یہ قصاص یا تعزیر مقصود بالعرض ہوگی پس اس غرض کے لحاظ سے فریاد اور تسلیم میں منافاۃ نہ ہوئی اور سزا میں تعمیم کہ خواہ قصاص ہو یا اور کوئی زجر ہو سرخی آئندہ کے شعر دوم و سوم سے اور دوسرے صوفیہ کی مصلحت کی مقصودیت اس سرخی کے بعد کی سرخی کے ختم کے قریب کے اس شعر سے کہ روا باشد کہ ہر خرس قلاش صوفیان را صفع اندازد بلاش مفہوم ہوتی ہے آگے تفسیر ہے شعر بالا کی یعنی)

www.besturdubooks.wordpress.com

صوفی نے اپنے مدعا علیہ کو بالکل ہی زار (ونحیف) دیکھا (اپنے جی میں) کہا کہ اگر میں اس کو مخاصمانہ ایک گھونسا ماروں تو وہ میرے ایک ہی گھونسے سے رانگ کی طرح بکھر جائے گا (پھر) بادشاہ میرے لئے زجر اور قصاص کا حکم دے گا (اس لئے ایسا کرنا خلاف بصیرت ہے جیسا اوپر گزرا آگے اس کی مثال ہے کہ) خیمہ ویران ہے اور شکستہ چوب ہے وہ بہانہ ڈھونڈتا ہے تا کہ گر پڑے۔ اس مردہ کی وجہ سے (مجھ کو) دریغ آتا ہے دریغ کہ مجھ پر تیغ قصاص واقع ہو (یعنی یہ تو گویا مردہ ہے اگر اس کو مار دیا تو کیا وصول ہوا بس ایک مردہ کو مار دیا پھر عوض میں میں مارا جاؤں جو کہ معتد بہ زندگی رکھتا ہوں غرض) جب (اپنے) مدعا علیہ پر ہاتھ نہ چلا سکا تو اس کا عزم یہ ہوا کہ اس کو قاضی کی طرف لے جاوے کیونکہ وہ حقوق (عباد) کے لئے میزان اور کمیال ہے (کہ حقوق) کی تعیین کرتا ہے) اس سبب سے حقوق کی طرف ہمیشہ اس کا میلان ہے (تا کہ ان کی تنقیح کر کے ان کی تعیین وتمیز کر دے جس طرح وزن وکیل سے ہر ایک کا حق معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا اتنا چاہئے اور قاضی) سبب رہائی کا ہے شیطان کے مکروحیلہ سے (اور) سبب امن کا ہے شیطان کی قید سے اور قول سے (قیلہ بکسر قاف قول کمافی قولہ تعالیٰ وقیلہ یارب والتاء للجنسیۃ مطلب یہ کہ شیطان جو کسی خائن کو مکروحیلہ سکھلاتا ہے دوسرے کے حق کو کم وبیش کرنے کے لئے اور شیطان اس خائن کو اپنے اس قول ووسوسہ میں مقید کر لیتا ہے کہ وہ اس پر عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے قاضی اپنی تحقیق وتفتیش سے مظلوم کو اس سے خلاصی دیتا ہے اور وہ قاطع ہے کینوں کا اور جدال کا اور قاطع ہے متخاصمین کے جنگ اور قیل وقال کا (اور) دیو کو شیشہ میں (مقید) کر لیتا ہے اس کا افسوں (اور) فتنوں کو ساکن کر دیتا ہے اس کا قانون۔ (دیو در شیشہ کردن مغلوب کردن ۱۲) پر قاضی کو ترازو سے تشبیہ دی ہے آگے اس مشبہ بہ کی خاصیت بیان کرتے ہیں تا کہ بواسطہ تشبیہ کے قاضی کے لئے بھی اسی خاصیت کا اثبات ہو جاوے یعنی ترازو ایسی چیز ہے کہ) جہاں خصم پر طمع نے ترازو کو دیکھا (فوراً) سرکشی کو چھوڑ دیتا ہے اور تابع ہو جاتا ہے اور اگر ترازو نہیں ہے تو اگر تو اس (خصم) کو زیادہ بھی دے دے (تب بھی) قسم کھانے سے بھی راضی نہ ہو اس کی آگاہی (اور ہوشیاری جس میں تجربہ بھی داخل ہے یہ اسناد مجازی الی السبب ہے یعنی بسبب ہوشیاری وتجربہ کے کہ بہت سے لوگوں کو اس نے جھوٹی قسمیں کھاتے دیکھا ہے زیادہ پر بھی راضی نہ ہو یہی گمان رہے کہ شاید کم ہو اور جب باوجود آگاہی کے وہ راضی نہ ہو تو اگر آگاہی سے بھی خالی ہو اس حالت میں تو) کب تجھ سے راضی ہو اس کی طبع خالی بوجہ اس کی بیدانشی اور ابلہی کے (کہ وہ زیادہ سبب ہے ناراضی کا کیونکہ تجربہ کا معارض تو کبھی دوسرا تجربہ بھی ہو جاتا ہے کہ بعض لوگ زیادہ بھی دیدیا کرتے ہیں پھر اپنی ہوشیاری سے تخمین بھی زیادتی کا کر سکتا ہے اور ابلہی میں تو اس کے پاس کوئی آلہ ہی نہیں یقین زیادت کا اور بیدانشی سے مراد خاص وہی قسم ہے جس میں دوسرے کو جھوٹا ہی سمجھا کرے مطلق بیدانشی مراد نہیں ہے تا کہ یہ شبہ ہو کہ بعض اوقات ناتجربہ کاری اور بھولے پن سے باوجود کمی کے بھی زیادت کا یقین کر لیتا ہے اور قرینہ اس تخصیص کا غلبہ ہے اس قسم کے وقوع کا اور دوسری قسم کے لوگ تو بہت ہی کم ہیں (اور) قاضی رحمت ہے اور سبب دفع ستیز ہے (اور) قطرہ ہے دریائے عدل قیامت سے (یعنی جس عدل کا ظہور قیامت میں ہوگا اس کا ایک مظہر عدل قاضی ہے جس طرح قطرہ مظہر اور حاکی ہوتا ہے بحر اور اس کے اوصاف وخواص کا وجہ تخصیص اس عدل کی یہ ہے کہ اس عدل کی غایت جزا وسزا ہوگی اور یہی غرض ہوتی ہے قاضی کی اور مطلب ان اشعار کا یہ ہے کہ قاضی باعتبار اصل وضع قضا کے ایسا ہوتا ہے فلا ینتقض بالظالم)

www.besturdubooks.wordpress.com

قطرۂ گرچہ خرد و کوتہ پا بود	لطف آب بحر ازو پیدا بود
قطرہ اگرچہ خرد اور کوتاہ قدم ہوتا ہے	آب بحر کی لطافت اس سے ظاہر ہوتی ہے
از غبار ار پاک داری کلہ را	تو زیک قطرہ بہ بینی دجلہ را
اگر تو غبار سے اپنے کلہ کو پاک رکھے	تو ایک قطرہ سے دجلہ کو دیکھنے لگے
جزوہا بر حال کلہا شاہد ست	چوں شفق غماز خورشید آمدست
اجزا احوال کل پر شاہد ہوتے ہیں	جس طرح شفق غماز خورشید ہے
آں قسم بر جسم احمدؐ راند حق	آنچہ فرمودہ ست کلا والشفق
وہ قسم جسم احمدؐ پر حق تعالیٰ نے جاری فرمائی ہے	وہ جو فرمایا ہے کہ قسم کھاتا ہوں شفق کی
مور بر دانہ چرا لرزاں بدے	گر ازاں یک دانہ خرمن در بدے
چیونٹی ایک دانہ پر کیوں لرزاں ہوتی	اگر اس دانہ کے ذریعہ سے وہ خرمن کی جانے والی ہوتی

(یہاں سے انتقال ہے مضمون توحید کی طرف چنانچہ سب اشعار کا عنوان بالخصوص شعر ثانی و شعر اخیر کا اس پر دال ہے کیونکہ مولانا ان ہی عنوانات سے اکثر جگہ یہ مضمون لایا کرتے ہیں اور نیز کلہ کا پاک رکھنا جو شعر ثانی کا مدلول ہے اسی کی شرط ہو سکتی ہے نہ کہ دلالت قطرہ ظاہری علی البحر الظاہری کی یعنی صفت الٰہی کے مظہر ہونے میں کچھ قاضی ہی کی تخصیص نہیں بلکہ تمام مخلوق مظہر ہے صفات الٰہیہ کی اور جس طرح قاضی کی مظہریت مشابہ مظہریت قطرہ کے ہے اسی طرح تمام مخلوق کی مظہریت اسی کے مشابہ ہے آگے مظہریت قطرہ کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ) قطرہ اگرچہ (مقدار میں بھی) خرد اور (رفتار میں بھی) کوتاہ قدم ہوتا ہے (اور ظاہر بھی ہے کہ دریا جتنی دور چلا جاتا ہے عادۃً ایک قطرہ اس قدر دور نہیں جاتا تھوڑی ہی دور میں جذب اور خشک ہو جاتا ہے اور خردی سے اس کا نقصان ذات اور کوتہ پائی سے اس کا نقصان صفات معلوم ہوا یعنی گو ناقص الذات والصفات ہوتا ہے لیکن) آب بحر کی لطافت اس سے ظاہر ہوتی ہے اور وہ اس کا مظہر ہوتا ہے کیونکہ اس میں تو اس کے مشابہ ہی ہوتا ہے اسی طرح ممکنات باوجود ناقص ہونے کے مظہر ہیں ذات و صفات حق کے اور اگر اس مظہریت کی تجھ کو معرفت نہ ہو تو وجہ اس کی یہ ہے کہ اس کی شرائط نہیں پائی جاتیں جن میں سے ایک اہم شرط ترک حرام و ترک انہماک فی الشہوات ہے چنانچہ) اگر تو غبار سے (اپنے) کلہ (یعنی دہن) کو پاک رکھے تو ایک قطرہ سے تو دجلہ کو دیکھنے لگے (غبار سے مراد لقمہ حرام وغیرہ کہ چشم قلب کو تاریک کرتا ہے مثل غبار ظاہری کے چشم سر کے لئے اور قطرہ سے ممکن کو اور دجلہ سے واجب کو تشبیہ دی ہے باعتبار نقصان و کمال و مظہریت و ظاہریت کے قطع نظر دوسرے اوصاف سے پس اس سے اتحاد حقیقت ممکن و واجب کا شبہ نہ کیا جاوے جو کہ قطرہ و بحر میں متحقق ہے آگے دوسری تشبیہات اس دلالت ممکن علی الواجب کی لاتے ہیں کہ جس طرح اس دلالت کی ایک تشبیہ قطرہ اور بحر کی مثال تھی اسی طرح اس کی دوسری تشبیہ یہ ہے کہ) اجزا احوال کل پر شاہد (ودال) ہوتے ہیں (تیسری تشبیہ یہ ہے کہ) جس طرح شفق غماز خورشید ہے (بوجہ اس کے کہ شفق نور خورشید کا عکس ہوتا ہے جب وہ افق کے قریب ہوتا ہے آگے مولانا بطور جملہ معترضہ کے خورشید و شفق حسی سے ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

خورشید و شفق معنوی کی طرف کہ اس میں بھی ایسی ہی دلالت ہے اور اسی اعتبار سے وہ چوتھی تشبیہ ہو سکتی ہے فرماتے ہیں کہ) وہ قسم (جس کا ذکر دوسرے مصرعہ میں ہے) جسم احمدؐ پر حق تعالیٰ نے جاری فرمائی ہے (یعنی) وہ جو فرمایا ہے کہ قسم کھاتا ہوں شفق کی (قرآن مجید میں فلا اقسم بالشفق آیا ہے مگر لا کے زائدہ ہونے سے مراد قسم ہے ایک تو اس وجہ سے دوسری ضرورت شعر سے نظم میں صرف اقسم لائے ہیں اور بضرورت شعر میم کو ساکن پڑھنا چاہئے اور ایک نسخہ میں کلا والشفق ہے اس کو روایت بالمعنی کہنا چاہئے مولانا نے بلسان اشارت بطور علم اعتبار کے شفق سے مراد جسم محمدی لیا کہ وہ مظہر ہے خورشید روح محمدی کا آگے پانچویں تشبیہ ہے کہ) چیونٹی ایک دانہ پر کیوں لرزاں (ترساں) ہوتی (جس طرح اب لرزاں ہے کہ اس کے فوت ہو جانے سے خائف ہے کہ پھر کیا کھاؤں گی) اگر اس دانہ کے ذریعہ سے وہ خرمن کی جاننے والی ہوتی (کیونکہ اس کو جاننے کے بعد مطمئن ہوتی کہ اگر یہ نہ رہے گا خرمن سے اور حاصل ہو جاوے گا پس دانہ دال اور مظہر ہے خرمن کا مگر جس کو اس کی معرفت نہیں وہ پریشان ہے اور صاحب معرفت مطمئن ہے پس اسی طرح جس کو ممکنات سے واجب کی معرفت ہو گئی وہ لاخوف علیهم ولاهم يحزنون کا مصداق کامل ہو گیا ورنہ يحبونهم كحب الله اور یخشون الناس كخشية الله او اشد خشية کا مصداق رہا آگے عود ہے قصہ کی طرف۔

برسر حرف آ کہ صوفی بیدل ست	در مکافات جزا مستعجل ست
مضمون کے سلسلہ پر آ جا کیونکہ صوفی بیدل ہے	مکافات جفا میں جلدی کر رہا ہے
اے تو کردہ ظلمہا چوں خوشدلی	از تقاضائے مکافا غافلی
اے شخص کہ تو بہت ظلم کئے ہوئے ہے کیونکر خوشدل ہے	اور تقاضائے مکافات سے غافل ہے
یا فراموشت شدست آں کردہات	کہ فرو آویخت غفلت پردہات
یا کہ تجھ کو اپنے وہ کئے ہوئے کام فراموش ہو گئے	تیری عقل نے تیرے پردے لٹکا رکھے ہیں
گر نہ خصمیہا ستے اندر قفات	جرم گردوں رشک بردے بر صفات
اگر تیرے تعاقب میں مخاصمیں نہ ہوتیں	تو جرم فلک تیری صفائی پر رشک لے جاتا
لیک محبوسی برای آں حقوق	اندک اندک عذر میخواہ از عقوق
لیکن تو تو ان حقوق کے سبب محبوس ہو رہا ہے	تھوڑا تھوڑا آزار ہی سے عذر چاہتا رہ
تا بیکبارت نگیرد محتسب	آب خود روشن کن اکنوں یا محب
تاکہ تجھ کو محتسب دفعۃً نہ پکڑ لے	اپنا پانی اب صاف کر لے اے محب

مضمون کے سلسلہ پر آ جا کیونکہ (وہ) صوفی بیدل (ہو رہا) ہے (اور) مکافات جفا میں جلدی کر رہا ہے (کہ اس ظالم سے جلدی بدلہ لوں آگے مضمون نصیحت کی طرف انتقال ہے کہ) اے شخص کہ تو بہت سے ظلم کئے ہوئے ہے کیونکر خوش دل ہے (اور) تقاضائے مکافات سے غافل ہے (مکافات سے تا حذف کر دی گئی اور بعض نسخوں میں مکافی بمعنے مکافات کنندہ اور

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب ظاہر ہے) یا کہ (یاد ہونے پر غافل نہیں بلکہ) تجھ کو اپنے وہ کئے ہوئے کام فراموش ہوگئے (اور یاد ہی نہیں رہے اور فراموشی کے سبب) تیری عقل نے (جس سے انجام کو سوچ کر ڈرتا) تیرے پردے لٹکا رکھے ہیں (یعنی تیری آنکھوں کے سامنے حجاب ہو گیا ہے کہ حقیقت کو نہیں دیکھ سکتا وہو کقولہ تعالیٰ و علیٰ ابصارھم غشاوۃ اور پردہا کی اضافت تائے خطاب کی طرف بادنیٰ ملابست ہے۔ مطلب یہ کہ باوجود یاد ہونے کے غفلت ہے یا یاد ہی نہیں یعنی تعامی ہے یا عمیٰ ہے آگے ان مظالم کا ضرر عاجل و آجل بیان فرماتے ہیں کہ ضرر عاجل تو یہ ہے کہ) اگر تیرے تعاقب میں مخاصمتیں نہ ہوتیں (پس خصمیہا یائے معروف ہے) تو جرم فلک (جو کہ ہر وقت کسی نہ کسی کوکب سے منور ہی رہتا ہے) تیری صفائی (اور نورانیت) پر رشک لے جاتا لیکن تو توان حقوق (ومخاصمات) کے سبب (ظلمات و کدورت باطنیہ میں) محبوس ہو رہا ہے (اس لئے نور حاصل نہیں ہوتا اور یہ ضرر عاجل ہوا جس سے بعد میں ضرر آجل مواخذہ اخرویہ کا پیدا ہوگا اس لئے تجھ کو لازم ہے کہ) تھوڑا تھوڑا آزاد رہ (گذشتہ) سے عذر چاہتا رہ (یعنی جو جو اصحاب حقوق ملتے جاویں ان سے وقتاً فوقتاً معافی چاہتا رہ) تا کہ تجھ کو محتسب (محاسب حقیقی آخرت میں) دفعۃً (دفعۃً کہ تجھ کو مواخذہ کا گمان بھی نہ تھا) نہ پکڑ لے (اور گمان نہ ہونا خواہ اعتقاداً ہو جیسا عفو کا بلا دلیل یقین کر لیا ہو یا حالاً ہو کہ اس کا تدارک دنیا میں نہ کیا ہو جس سے اس گمان کا گمان ہوتا ہے اور اس مواخذہ سے اخرویہ مراد ہونے کا قرینہ دوسرے مصرعہ میں لفظ اکنون ہے اگر تو اس مواخذہ سے بچنا چاہے تو) اپنا پانی اب (یعنی دنیا میں) صاف کر لے اے محبّ (پانی سے اعمال کو تشبیہ دی ہے کہ پانی مادہ حیات جسمی ہے اور اعمال مادۂ حیات روحی اور تائید اس تشبیہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھا کہ عثمانؓ بن مظعون کا ایک چشمہ جاری ہے اور آپ نے تعبیر میں یہ ارشاد فرمایا ذلک عملہ الحدیث)

رفتن صوفی سوی سیلی زنش و بردن او را بقاضی

صوفی کا اپنے طمانچہ مارنے والے کی جانب جانا اور اس کو قاضی کے یہاں لے جانا

رفت صوفی سوی آں سیلی زنش	دست زد چوں مدعی بر دامنش
صوفی اپنے اس سیلی مارنے والے کی طرف چلا	مدعی کی طرح اس کے دامن پر ہاتھ مارا
اندر آوردش برقاضی کشاں	کایں خراد بار را بر خرنشاں
اس کو قاضی کے پاس کشاں کشاں لایا	کہ اس خر ادبار کو گدھے پر بٹھلایئے
یا بزخم درہ او را دہ جزا	آنچنانکہ رائی تو بیند سزا
یا زخم درہ سے اس کو سزا دیجئے	جس طرح آپ کی رائے مناسب دیکھے
کانکہ از زخم تو میرد در دمار	بر تو تاواں نیست باشد آں جبار
کیونکہ جو شخص آپ کی ضرب سے مر جاوے ہلاکت میں	آپ پر تاوان نہیں ہے وہ ہدر ہوتا ہے
کانکہ از زجر تو بیند مرگ خویش	فارغ از دوزخ رود تا خلد پیش
اور جو شخص آپ کے زجر سے اپنی موت دیکھے	وہ دوزخ سے فارغ جنت تک آگے چلا جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

در حد و تعزیز قاضی ہر کہ مرد	نیست بر قاضی ضماں کو نیست خرد
قاضی کی حد و تعزیر میں جو شخص مر گیا	تو قاضی پر ضمان نہیں ہے کیونکہ وہ چھوٹے درجہ کا شخص نہیں ہے
نائب حق ست و سایہ عدل حق	آئینہ ہر مستحق و مستحق
وہ نائب حق ہے اور ظل ہے عدل حق کا	آئینہ ہے ہر مستحق کا اور ہر مستحق علیہ کا
کو ادب از بہر مظلومے کند	نے برائے عرض و خشم و دخل خود
کہ وہ تادیب ایک مظلوم کے لئے کرتا ہے	نہ کہ اپنے مال اسباب اور غصہ اور آمدنی کے لئے
چوں برائے حق و روز آجل ست	گر خطائی شد دیت بر عاقلست
چونکہ حق تعالی کے اور یوم قیامت کے لئے ہے	تو اگر کوئی غلطی بھی ہو گئی تو اس کی دیت عاقلہ پر ہے
عاقلہ او کیست دانی ہست حق	سوئے بیت المال برگرداں ورق
اس کا عاقلہ تو جانتا ہے کون ہے حق تعالی ہے	بیت المال کی طرف ورق لوٹ
آنکہ بہر خود زند او ضامن ست	وآنکہ بہر حق زند او آمن ست
جو شخص اپنے لئے مارے وہ ضامن ہوتا ہے	اور جو حق کے لئے مارے وہ مامون ہوتا ہے
گر پدر زد مر پسر را او بمرد	آں پدر را خونبہا باید شمرد
اگر باپ نے بیٹے کو مارا وہ مر گیا	تو اس باپ کو خونبہا شمار کر دینا چاہئے
زانکہ او را بہر کار خویش زد	خدمت او ہست واجب بر ولد
کیونکہ اس نے اس کو اپنے کام کے لئے مارا ہے	اس کی خدمت اولاد پر واجب ہے
چوں معلم زد صبی راشد تلف	بر معلم نیست چیزے لا تخف
اگر معلم نے لڑکے کو مارا وہ تلف ہو گیا	تو معلم پر کچھ بھی نہیں تو مت ڈر
کان معلم نائب افتاد و امین	ہر امینے ہست حکمش اینچنیں
کیونکہ وہ معلم نائب واقع ہوا ہے اور امین	ہر امین کا یہی حکم ہے
نیست واجب خدمت استاد برو	پس بز جرش نبود استاد کار جو
استاد کی خدمت اس پر واجب نہیں ہے	پس اس کے زجر سے استاد کام کا مطالبہ کرنے والا نہیں ہوگا
ور پدر زد او برائے خود زدست	لاجرم از خونبہا دادن نرست
اور اگر باپ نے مارا ہے تو اپنے نفس کے لئے مارا ہے	لامحالہ خون بہا دینے سے نہیں چھوٹا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس خودی را سر ببر بازو الفقار	بیخودی شو فانی و درویش وار
پس تو خودی کا سر قطع کر دے تلوار سے	بے خود اور فانی اور درویش کی طرح ہو جا
چون شدی بیخود ہر انچہ تو کنی	مارمیت ازرمیت ایمنی
جب تو بے خود ہو گیا تو تو جو کچھ کرے گا	مارمیت اذرمیت کا صداق اور بے خوف ہو جاوے گا
آن ضمان برحق بود نے بر امین	ہست تفصیلش بفقہ اندر ببین
وہ ضمان حق تعالیٰ پر ہو گا نہ امین پر	اس کی تفصیل فقہ میں ہے دیکھ لے

صوفی اپنے اس سیلی مارنے والے کی طرف چلا (اور) مدعی کی طرح اس کے دامن پر ہاتھ مارا (یعنی دامن پکڑ لیا اور) اس کو قاضی کے پاس کشاں کشاں لایا کہ اس خرادبار کو (سزا کے طور پر) گدھے پر بٹھلایئے (تا کہ رسوا ہو اور خرادبار کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ادبار اس پر سوار ہے اور یہ خر کی طرح اس کا مرکب ہے یا بمعنے خر مدبر) (اور) یا ضرب درہ سے اس کو سزا دیجئے (غرض) جس طرح آپ کی رائے مناسب دیکھے (اور چونکہ یہ تعزیر تھی حد نہیں ہے اس لئے حاکم کی رائے پر مفوض ہے آگے مانع سزا کا ارتفاع اور مقتضی سزا کا تحقق بتلاتے ہیں کہ اس سزا دینے میں آپ کا کوئی ضرر نہیں جو مانع ہوتا) کیونکہ جو شخص آپ کی ضرب (معتاد[1]) سے مرجاوے ہلاکت میں آپ پر تاوان نہیں ہے (بلکہ) وہ ہدر (اور باطل) ہوتا ہے (کما فی الدر المختار وغیرہ تو آپ کا تو کوئی ضرر نہ ہوا اور اس سزا یاب کا نفع ہے جو کہ مقتضی سزا کو ہے اور وہ نفع یہ ہے کہ) جو شخص آپ کے زجر سے اپنی موت دیکھے وہ دوزخ سے فارغ (اور بے تعلق ہو کر) جنت تک آگے چلا جاوے (جن ... کے نزدیک عقوبات کفارات ہیں ان کے نزدیک تو صرف اجراء عقوبت سے خواہ حد ہو یا تعزیر چنانچہ حدیث میں فعوقب کا لفظ وارد ہے اور جن کے نزدیک کفارات نہیں ان کے نزدیک اس میں ایک قید اور ہو گئی یعنی وہ معاقب اس سزا کو خوشی سے گوارا کر لے کہ گوارا کرنا موقوف ہے اپنے فعل پر نادم ہونے پر اور یہ توبہ ہے اور توبہ مکفر ہے اور چونکہ یہاں صاحب حق نے اس سزا میں اپنا انتقام لے لیا ہے اس لئے حق العبد بھی معاف ہو جاوے گا جیسا ندامت سے حق اللہ معاف ہو گیا جو کہ حق العبد کے ضمن میں پایا گیا ہے اور اگر یہ تقریر کی جاوے کہ محل بحث میں اصل حق عبد ہی ہے اور اس کی درخواست پر انتقام لے لیا گیا اس لئے بلا اشتراط توبہ معاف ہو گیا اور ردونا خلد پیش کا حکم صحیح ہو گیا تو اور بھی قصر مسافت ہو جاوے گا حاصل یہ کہ مانع سزا کا معدوم اور مقتضی اس کا موجود پس سزا دینا مناسب ہے آگے شعر ۔ آنکہ از زجر تو بیند الخ کی تفصیل ہے کہ) قاضی کی حد تعزیر میں جو شخص مر گیا۔ تو قاضی پر ضمان نہیں ہے کیونکہ وہ چھوٹے درجہ کا شخص نہیں ہے (بلکہ جلیل القدر ہے کیونکہ) وہ نائب حق ہے اور ظل (یعنی مظہر) ہے عدل حق کا (جیسا اٹھارہ انیس شعر اوپر آیا ہے ۔ قطرۂ از بحر عدل رستخیز الخ اور سایہ عدل حق کا عطف تفسیری ہے نائب حق کا اور وہ) آئینہ ہے ہر مستحق (بکسر حا یعنی من لہ الحق) کا اور ہر مستحق علیہ (بفتح حا یعنی من علیہ الحق) کا (کیونکہ جس طرح آئینہ مرآۃ یعنی آلہ رویت مرئی ہے اسی طرح قاضی آلہ رویت یعنی ذریعہ انکشاف ظالم ومظلوم ہے کہ اس کی تحقیق سے دونوں ممتاز اور متعین ہو جاتے ہیں اور آئینہ الخ بلا واسطہ تفسیر ہے سایہ عدل حق کی اور اس کے واسطے سے تفسیر ہے نائب حق کی پس چونکہ وہ نائب حق ہے اور حق پر ضمان نہیں اس لئے اس پر بھی ضمان نہیں پس ایک مانع

---

[1] اس قید کی تحقیق عنقریب تحت ف کے آتی ہے ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ضمان تو اس کی یہ صفت ہوئی یعنی نیابت حق اور دوسرا مانع ضمان اس کا ایک فعل ہے جو ناشی ہے اس نیابت سے وہ یہ) کہ وہ (ظالم کو) تادیب ایک مظلوم کے لئے کرتا ہے نہ کہ اپنے مال اسباب اور غصہ اور آمدنی کے لئے (یعنی نہ غرض مالی کے لئے نہ جاہی کے لئے پھر وہ غرض مالی خواہ حفظ مال قدیم ہو والیہ الاشارۃ فی قولہ عرض خواہ حصول مال جدید ہو والیہ الاشارۃ فی قولہ دخل اور یہ عدم ضمان تو فعل معتاد میں ہے اور اگر فعل غیر معتاد اس سے صادر ہو جاوے جو کہ موجب ضمان ہوتا ہے تب بھی اس نیابت کا یہ اثر ہے کہ بیت المال سے دیت دلائی جاتی ہے اسی کو شعر آئندہ میں فرماتے ہیں کہ اس کی تادیب) چونکہ حق تعالیٰ کے اور یوم قیامت کے لئے ہے (یعنی نفس تادیب خدا کے فرمانے سے اور قیامت کے خوف سے کی ہے) تو اگر (جہل کے سبب اس میں) کوئی غلطی بھی ہو گئی تو (اس کی) دیت (قاضی من حیث القاضی کے) عاقلہ پر ہے (جیسا کہ دیت فی الخطا کا یہی قانون ہے اور) اس کا عاقلہ (بحیثیت مذکورہ) تو جانتا ہے کون ہے حق تعالیٰ ہے (اور اس عاقلہ پر دیت ہونے کا مطلب سمجھنے کے لئے) بیت المال (کی بحث یعنی مسائل وجوب دیت فی بیت المال) کی طرف ورق لوٹو (یعنی ورق لوٹ کر وہ بحث نکالو وہاں یہ مسئلہ دیکھو گے کہ قضا میں ایسی غلطی ہونے سے بیت المال سے دیت دلائی جاتی ہے کما فی الدر المختار اور وہ خزانہ ہے حق تعالیٰ کا پس دیت بر عاقلہ است کے یہی معنے ہیں اور یہاں ورق گردانیدن کے معنی لغوی ہیں جیسا تقریر کی گئی اصطلاحی معنے مراد نہیں فعل عبث کردن وعیب بے علمی خود نہفتن دوضع قدیم خود یکبارگی ترک نمودن کما فی الغیاث اور اوپر جو علت عدم ضمان فی الضرب المعتاد میں کہا ہے۔ کو ادب از بہر مظلومے کند اور علت ضمان فی الضرب الغیر المعتاد فی بیت المال میں کہا ہے۔ چوں برائے حق الخ آگے اس کا کلیہ بیان فرماتے ہیں گویا وہ اشعار تعلیل کے لئے بطور صغریٰ کے تھے اور یہ کلیہ اس تعلیل کا کبریٰ ہے یعنی) جو شخص اپنے لئے مارے وہ ضامن ہوتا ہے اور جو حق کے لئے مارے وہ (ضمان سے) مامون ہوتا ہے (ضمان سے مراد اپنے یا عاقلہ کے مال میں سے ضامن ہونا پس بیت المال میں سے ضمان ہونے پر اس ضمان مذکور سے مامون ہونا صادق آوے گا اس لئے قاضی پر ہر حال میں یہ حکم او آمن ست صادق آوے گا پس اس حکم میں اوپر کے حکم۔ گر خطائے شد الخ سے تعارض نہ ہوگا آگے اس کلیہ پر تفریع ہے کہ) اگر باپ نے بیٹے کو مارا (اور) وہ مر گیا تو اس باپ کو خونبہا شمار کر دینا چاہئے کیونکہ اس نے اس کو اپنے کام کے لئے مارا ہے (کیونکہ) اس کی خدمت اولاد پر واجب ہے (اور خدمت کے لئے مارنا اپنے نفس کے لئے مارنا ہے اور) اگر معلم نے لڑکے کو مارا (اور اس سے وہ تلف ہو گیا تو معلم پر کچھ بھی (ضمان) نہیں (اے معلم) تو مت ڈر کیونکہ وہ معلم نائب واقع ہوا ہے اور امین (اور) ہر امین کا یہی حکم ہے (کہ ضامن نہیں ہوتا تو اس کا مارنا نفس کے لئے نہیں ہے کیونکہ) استاد کی خدمت اس (لڑکے) پر واجب نہیں ہے۔ پس اس کی زجر (و تادیب) سے استاد (اپنے) کام کا مطالبہ کرنے والا نہیں ہوگا اور اگر باپ نے مارا ہے تو اپنے نفس کے لئے مارا ہے۔ لامحالہ خون بہا دینے سے نہیں چھوٹتا (جب برائے خود برائے حق میں اس قدر فرق ہے) پس تو خودی کا سر قطع کر دے تلوار سے (اور) بے خود اور فانی اور درویش کی طرح (کہ وہ فانی ہوتا ہے) ہو جا۔ جب تو بے خود ہو گیا تو تو جو کچھ کرے گا مارمیت اذرمیت (کا مصداق اور) بے خوف ہو جاوے گا (اس وقت کی غلطی کا) وہ ضمان حق تعالیٰ پر ہوگا نہ (حق کے) امین پر (چنانچہ) اس کی تفصیل فقہ میں ہے دیکھ لے ف اس مقام کے خصوص شعر آنکہ بہر خود سے ان اشعار کے آخر تک کے حل کے لئے بعض مسائل فقہیہ نقل کئے جاتے ہیں حاکم اسلام کی حد میں ضمان لازم نہیں اور غیر حاکم کو اجرا حد کا اختیار نہیں اور حاکم کی تعزیر میں تفصیل ہے اگر ضرب غیر معتاد ہے تو ضمان بیت المال میں ہے اور اگر معتاد ہے تو ضمان نہیں خلافاً للشافعیؒ اور باپ اور معلم کی تعزیر اگر غیر معتاد ہو تب تو ضمان لازم ہے اور اگر معتاد ہو تو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں اقوال مختلف ہیں نمبر ۱ دونوں ضامن ہیں نمبر ۲ دونوں ضامن نہیں نمبر ۳ باپ ضامن ہے اور معلم میں تفصیل ہے اگر بلا اذن باپ وغیرہ کے مارا ہے ضامن ہے اور اگر اذن سے مارا ہے ضامن نہیں اور وجہ فرق کی باپ میں اور معلم میں جبکہ باذن مارا ہو یہ لکھی ہے الواجب لایتقید بوصف السلامة والمباح یتقید به و ضرب الاب ابنه مباح و ضرب المعلم الماذون واجب (للالتزام) وهذا قول ابی حنیفة خاصة و رجع الی قولهما انه لا ضمان علی الاب ایضاً هذا کله ماخوذ من الدار المختار باب التعزیر وما قبیل باب الشهادة فی القتل جب یہ مسائل معلوم ہو گئے تو سمجھنا چاہیے کہ مولانا نے جو قاضی کے متعلق ایک صورت عدم ضمان کی اور ایک صورت ضمان میں بیت المال کی بیان فرمائی ہے وہ ان مسائل کے موافق ہے اور باپ اور معلم میں جو فرق کیا ہے وہ صرف اقوال ثلثہ میں سے قول ثالث کے موافق ہے اور گو وہ قول مرجوع عنہ ہے لیکن یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ دیکھا آخر کسی مجتہد کی تو رائے اس طرف گئی تھی تو تائید کے لئے اس قدر کافی ہے اور مولانا کی تعلیل اور وجہ فرق ظاہر اور مختار کے وجہ فرق سے مبائن ہے مگر اس پر قدرے تکلف سے تطبیق بھی ممکن ہے وہ یہ کہ جب معلم پر شرعاً واجب ہے تو وہ شارع کا نائب ہو گیا اور باپ پر واجب نہیں ہے تو وہ اس درجہ کا نائب نہ ہوا اور وجوب خدمت علی الولد وعدم وجوب مدار حکم نہیں بلکہ معرف ہے مدار حکم کا اس طرح سے کہ معلم نے باوجود صبی پر خدمت واجب نہ ہونے کے جو مارا تو معلوم ہوا کہ واجب شرعی کے ادا کرنے کے لئے مارا اور باپ نے جو مارا تو احتمال ہے کہ خدمت واجبہ کے استیفاء کے لئے مارا ہو اور استیفاء اس کا واجب نہیں تو واجب شرعی کے ادا کرنے کے لئے نہیں مارا پس معلم نائب شارع کا ہوا اور باپ نہ ہوا فقط۔

ہر دکانے راست سودائے دگر	مثنوی دکان فقرست اے پسر
ہر دکان کا الگ سودا ہوا کرتا ہے	مثنوی فقر کی دکان ہے اے پسر
در دکان کفش گر چرمست خوب	قالب کفش ست اگر بینی تو چوب
کفش گر کی دکان میں چڑا خوب ہے	اگر تو لکڑی دیکھے تو وہ کفش کا قالب ہو گی
پیش قزازاں خزاد کن بود	بہر گز باشد اگر آہن بود
ابریشم فروشوں کے پاس جامہ ابریشم سیاہ ہو گا	اگر لوہا ہو گا تو وہ گز کے لئے ہو گا
مثنوی ما دکان وحدت ست	غیر واحد ہر چہ بینی آں بت ست
ہماری مثنوی دکان توحید کی ہے	واحد کے سوا تو جو کچھ دیکھے وہ بت ہے
بت ستودن بہر دام عامہ را	ہمچناں داں کالغرانیق العلیٰ
بت کی مدح کرنا تسخیر عامہ کی غرض سے	ایسا سمجھ جیسا الغرانیق العلیٰ
خواندش در سورۂ والنجم زود	لیک آں فتنہ بد از سورہ نبود
اس کو سورۂ النجم میں جلدی سے پڑھ دیا	لیکن وہ ایک امتحان تھا سورۃ کا جزو نہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ کفار آں زماں ساجد شدند	ہم سرے بود آنکہ سر بر در زدند
اس وقت سب کفار ساجد ہوئے	یہ بھی ایک بھید تھا کہ انہوں نے در پر سر مارا
بعد ازیں حرفیست پیچا پیچ و دور	با سلیماں باش و دیواں رامشور
اس کے بعد ایک کلام ہے پیچ در پیچ اور دور	سلیمان کے ساتھ رہ اور شیاطین کو شورش میں مت ڈال
ہیں حدیث صوفی و قاضی بیار	واں ستمگار ضعیف زار زار
ہاں قصہ صوفی اور قاضی کا لا	اور اس ظالم کا بھی جو ضعیف زار زار ہے

(اوپر قاضی اور معلم پر ضمان نہ ہونے کو کہ مسائل فقہیہ ہیں وانکہ بہر حق زند او آمن ست اور کان معلم نائب افتاد وامین کے ساتھ معلل فرما کر بطور تفریع کے ایک مضمون توحیدی کی طرف انتقال فرمایا تھا۔ پس خودی راالخ اور چون شدی بیخود الخ اور آن ضمان بر حق الخ اور ان مسائل کو مذاق توحید پر منطبق فرمایا تھا آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ان ہی مسائل کی تخصیص نہیں اس کتاب میں کوئی مضمون بھی ہو سب کو مسئلہ توحید ہی پر منطبق سمجھو کیونکہ مقصود بالذات اس کتاب میں یہی مسئلہ ہے اور دوسرے مضامین مذکور بالتبع پس فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ) ہر دکان کا الگ سودا ہوا کرتا ہے (جس میں اصل وہی سودا ہوتا ہے اور دوسری اشیاء اس کے تابع تو یہ) مثنوی فقر کی دکان ہے اے پسر (جس میں ام المسائل توحید ہے آگے تفصیل ہے ہر دکانے راست الخ کی کہ دیکھو) کفش گر کی دکان میں چمڑا خوب ہے (اور در اصل مقصود ہے اور اس کا غیر اس کے تابع چنانچہ) اگر (اس میں) تو لکڑی دیکھے تو وہ کفش کا قالب ہوگی (تو کفش ہی کی تابع ہوئی اور خود مقصود نہ ہوگی (اسی طرح ابریشم فروشوں کے پاس جامہ ابریشم سیاہ ہوگا (مثلاً اور) اگر اس میں) لوہا ہوگا تو وہ گز کے لئے ہوگا (جس سے جامہ ابریشم کی پیائش کی جاتی ہے تو ابریشم ہی کا تابع ہوا اسی طرح ہماری مثنوی دکان توحید کی ہے (کما قالؒ فی الدفتر الاول ایضا وحدت اندر وحدت ست ایں مثنوی از سمک رو تا سماک اے معنوی پس مقصود بالذات اس میں مضمون توحید ہے اور دوسرے مضامین مقصود بالتبع آگے دوسرے مصرعہ میں ترقی کر کے کہتے ہیں کہ بلکہ مثنوی میں ذکر) واحد (حقیقی) کے سوا تو جو کچھ (مضمون) دیکھے وہ (مثل) بت ہے (کہ مقصود بالتبع بھی نہیں ہوتا بلکہ متروک و مذموم ہوتا ہے اور اسی اعتبار سے اس تشبیہ میں تشبیہات سابقہ سے ترقی ہوئی اب یہاں ایک شبہ ہوا کہ مثنوی میں تو دوسرے مضامین متروک نہیں ہیں بلکہ مذکور ہیں گو بالتبع سہی تو اس وصف میں بت کے ساتھ تشبیہ کہاں صحیح ہوئی آگے اس کا جواب دیتے ہیں جس کی تقریر یہ ہے کہ مذکوریت منافی متروکیت کے نہیں منافی وہ ہے جو مقصود ہو گو تبعاً سہی اور یہاں بالکل ہی مقصود نہیں محض ذکر لفظی ہے جس کے ساتھ ہی قرائن اس کی متروکیت کے بھی ہیں سو یہ مذکوریت منافی متروکیت نہیں چنانچہ افراد مذکوریت میں سے سب سے بڑی فرد ممدوحیت ہے اور متروکیت کے افراد میں سب سے بڑھ کر مذمومیت ہے اور یہ دونوں یعنی ممدوحیت و مذمومیت دونوں مختلف اعتبار سے جمع ہو سکتے ہیں اس طرح سے کہ مذمومیت تو ہو واقعی باعتبار قصد متکلم کے اور ممدوحیت ہو لفظی باعتبار فہم سامع عامی جاہل کے اور صورت اس کی یہ ہو کہ وہ عنوان ذووجہین ہو اور گو متکلم نے ذووجہین ہونے کی حیثیت سے اس کو اختیار نہ کیا ہو اس کے ذہن میں ایک ہی وجہ مذمومیت کی ہو اور کلام میں قرائن اس کے دوسری وجہ محتمل کی قطع کے لئے کافی قائم ہوں مگر سامع نے اپنے جہل سے اس کو دوسری وجہ پر محمول کر کے مدح سمجھا ہو تو اس طرح دونوں جمع ہو سکتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خصوص جبکہ اس جمع میں کوئی حکمت بھی ہو خواہ وہ حکمت متکلم کے علم وقصد میں بھی نہ ہو بلکہ اس جمع کے علم کے بعد خواہ وہ متکلم پر گراں ہی ہوا ہو مگر اس حکمت کی تحصیل کے لئے یہ صورت جمع کی تکوینا واقع ہو گئی ہو مثلاً یہ حکمت ہو کہ سامعین جہلاء کو اس کلام سے اس ایہام کی بناء پر کچھ دلچسپی ہو جاوے خواہ تو اس مصلحت سے کہ وہ آئندہ کسی وقت مانع یعنی توحش کے ارتفاع سے اس میں تدبر کر کے ہدایت پاویں یا اس مصلحت سے کہ حجت البیان پر زیادہ تام ہو جاوے کہ تم کو دلچسپی کے بعد زیادہ موقع ملا تھا تدبر کا پھر کیوں نہ تدبر کیا یہ تقریر ہے جواب کی آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) بت کی مدح کرنا تسخیر عامہ (جہلاء سامعین) کی غرض سے ایسا سمجھ جیسا الغرانیق العلیٰ (کا قصہ کہ) اس (عبارت مشتملہ بر غرانیق علیٰ) کو سورۂ والنجم میں جلدی سے (بقصد ذم) پڑھ دیا (جس طرح آیات وعدہ وعید پر سوال وتعوذ کے کلمات پڑھ دیئے جاتے ہیں اور جس طرح بعض سورتوں کے آخر میں بعض جملے حدیث میں وارد ہیں) لیکن وہ ایک امتحان (کے لئے تکویناً واقع ہوا) تھا سورۃ کا جزو نہ تھا (پس اس کے پڑھنے کے بعد ختم سورۃ پر جب حضورؐ نے سجدہ کیا) اس وقت سب کفار ساجد ہوئے (جیسا صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کذا فی المشکوٰۃ اور) یہ (سجدہ کرنا) بھی ایک بھید تھا کہ انہوں نے (حق تعالیٰ کے) در پر سر مارا (یعنی سجدہ کیا اور) اس کے بعد ایک کلام ہے پیچ در پیچ (یعنی پر اشکالات) اور (اذہان ضعیفہ سے) دور (اس لئے اس کو حذف کر کے) سلیمانؑ کے ساتھ (جو دافع شر شیاطین تھے) رہ اور شیاطین کو شورش میں مت ڈال (کہ وہ اس کلام کے ذریعہ سے یہ شورش برپا کریں کہ عقول ضعیفہ کو شبہات میں ڈالیں)

فائدہ:۔ یہ تو ان چار اشعار کا حل لفظی تھا اب ان کی شرح سنا چاہیے شعر اول وثانی میں اشارہ کیا ہے ایک قصہ کی طرف جس کو بعض محدثین نے نقل کیا ہے حاصل اس قصہ کا یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ والنجم کی تلاوت فرمائی جب اس آیت پر پہنچے افرایتم اللات والعزیٰ ومناۃ الثالثۃ الاخریٰ الخ تو آپ کی زبان مبارک پر بلاقصد یہ الفاظ جاری ہو گئے تلک الغرانیق العلیٰ وان شفاعتھا لترتجی جو بظاہر دال ہیں مدح اصنام پر والغرانیق جمع غرنوق طائر مائی الشاب الابیض الجمیل مشرکین نے جو کہ اس مجلس میں تھے سن کر کہا ما ذکر آلھتنا بخیر قبل الیوم پھر جب آپ نے آیت سجدہ پر سجدہ کیا تو ان مشرکین نے بھی سجدہ کیا اھ اور اس قصہ کو قاضی عیاض اور اکثر محققین نے نقلاً وعقلاً رد کیا ہے نقلاً تو اس طرح کہ قاضی عیاض نے کہا ہے ہذا الحدیث لم یخرجہ احد من اہل الصحۃ ولا رواہ ثقۃ بسند سالم متصل مع ضعف نقلتہ واضطراب روایاتہ وانقطاع اسنادہ وقال ایضاً ومن حملت عنہ ہذہ القصۃ من التابعین والمفسرین لم یسندہا احد منہم ولا رفعہا الی صحابی واکثر الطرق فی ذلک عنہم ضعیفۃ قال وقد بین البزار انہ لا یعرف من طریق یجوز رفعہ الا طریق ابی بشر عن سعید بن جبیر مع الشک فی اصلہ واما الکلبی فلا تجوز الروایۃ عنہ لقوۃ ضعفہ اور عقلاً اس طرح کہ لو وقع شی من ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم لارتفعت الثقۃ بالشریعۃ وبطل حکم العصمۃ۔ اگرچہ بعض نے رد عقلی کا اس آیت سے جواب دیا ہے فینسخ اللہ مایلقی الشیطان ثم یحکم اللہ آیاتہ۔ مگر تاہم طریق اسلم وارجح محققین ہی کا ہے کہ اس قصہ کو غلط سمجھا جاوے اور مولانا کا مقصود اس کی طرف اشارہ کرنے سے خود قصہ کا اثبات نہیں ہے بلکہ مقصود محض تمثیل ہے جس کے لئے محض مثال کی من وجہ شہرت کافی ہے خواہ ثابت ہو یا نہ ہو البتہ یہ ضرور ہے کہ اس مثال کے فرض سے کوئی قبح شرعی لازم نہ آوے سو یہاں اس کے ظاہر پر جو قبح لازم آتا تھا مولانا نے اس کے جواب اور توجیہ قصہ کی طرف بھی ساتھ ساتھ اشارہ کر دیا ہے جس کی تفصیل کے لئے احقر کی تقریر جو ان اشعار کی تمہید میں گزری ہے اور بعض قیود وعبارات جو حل اشعار میں ظاہر کی گئی ہیں کافی ہیں مگر سہولت کے لئے مختصراً پھر اعادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کرتا ہوں حاصل توجیہ مولانا کا یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ قصہ واقع ہوا ہو تو آپ نے ان اصنام کے ذکر کے بعد یہ عبارت ان کی مذمت کے لئے فرمائی تھی اور گو ظاہر عبارت موضوع مدح کے لئے ہے مگر قرینہ مقام و قرینہ حال متکلم دونوں دال ہیں کہ مقصود تحکم ہے یا باعتبار زعم مخاطب کے رد کرنے کے لئے فرض کرلیا جاتا ہے یا حرف استفہام مقدر ہے یعنے سبحان اللہ یہ تو بڑے عالی قدر ہیں ضرور ان کی شفاعت کی بڑی امید ہے یعنی ہرگز ایسا نہیں ہے جیسا تم سمجھتے ہو چنانچہ ان کا یہ اعتقاد تو معلوم ہے اور ممکن ہے کہ کبھی انہوں نے اپنی زبان سے بھی ایسے الفاظ مدحیہ کہے ہوں جیسے کسی شریر شخص کے ذمائم کا جس کو ایک جاہل بزرگ سمجھتا ہو ذکر کر کے اہل مجلس سے کہا جاوے کہ دیکھئے صاحب یہ بزرگ ہیں خود قرآن مجید میں بھی اس طرز کے جملے میں قال تعالیٰ حاکیاً عن موسیٰ علیہ السلام خاطب فرعون وتلک نعمۃ تمنہا علی ان عبدت بنی اسرائیل وقال تعالیٰ ذق انک انت العزیز الکریم وقال تعالیٰ حاکیا عن ابراہیم علیہ السلام للکواکب ہذا ربی قرینہ حال متکلم تو ظاہر ہے اور قرینہ مقام سیاق و سباق کی آیتیں ہیں چنانچہ سباق میں ہے افتمارونہ علیٰ ما یریٰ جس میں رد ہے مشرکین پر تو ان ہی کے الٰہہ کی مدح کا کیا احتمال ہوسکتا ہے اور سیاق میں ہے ان ہی الا اسماء سمیتموہا انتم الآیۃ جب وہ مشرکین سورۃ کے ختم تک حاضر تھے چنانچہ حدیث میں مصرح ہے کہ آپ کے ساتھ انہوں نے بھی سجدہ کیا تو یہ سیاق کی آیتیں بھی سنیں پھر مدح کا کیا احتمال رہا۔ خصوص جبکہ آپ نے اس کا لہجہ بھی بدل دیا ہو جیسا کہ مستحب بھی ہے کہ اگر درمیان قرآن کے کوئی جملہ تعوذ یا دعا وغیرہ کا پڑھا جاوے تو قرآن کے لہجہ میں نہ پڑھے چنانچہ لفظ زود شعر ثانی میں اس طرف اشارہ بھی ہوسکتا ہے کیونکہ قرآن میں آپ کا لہجہ جلدی کا نہ تھا قال تعالیٰ ورتل القرآن وقال تعالیٰ لتقراہ علی الناس علیٰ مکث مگر جہل یا تجاہل سے اس کو مدح سمجھا اور کہا ماذکر الہتنا بخیر قبل الیوم اور جب آپ کو یہ معلوم ہوا اس پر آپ کو طبعاً رنج بھی ہوا جس پر بقول بعض مفسرین وہ آیت فینسخ اللہ الخ نازل ہوئی جس طرح آیۃ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم کے نزول پر بوجہ جہل کے خوش ہوئے تھے اور سمجھے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام بھی ہمارے اصنام کے ساتھ رہیں گے نعوذ باللہ منہ اور اس پر یہ آیات نازل ہوئی تھیں ولما ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منہ یصدون وقالوا ألہتنا خیر ام ہو الآیات یہ ہے توجیہ قصہ کی۔ جس کے بعد نہ یہ اشکال رہا کہ آپ کی زبان سے اصنام کی مدح کیسے ہوئی کیونکہ معلوم ہوگیا کہ آپ نے مذمت فرمائی تھی نہ یہ اشکال رہا کہ اس کے وقوع سے وثوق شریعت سے اٹھ جاوے گا کیونکہ جب قرائن قویہ ذم کے موجود ہیں اور خود قرآن میں اس کے نظائر مذکور ہیں پھر رفع وثوق اور التباس کی کیا گنجائش رہی اور اس تقریر کے بعد اگر شعر ثانی میں خواند کا فاعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا جاوے اور اس خواندن کو قصداً بھی کہا جاوے جیسا ظاہر سوق کلام سے یہی ہے تب بھی کچھ حرج نہیں اور شعر اول میں جو بت ستودن واقع ہوا ہے مراد اس سے لفظی ستودگی ہے جو واقعی نکوہش ہے جیسا تمہید میں اور تقریر توجیہ میں بھی گزرا ہے اور اس میں جو بہر دام عامہ را واقع ہوا ہے یہ لفظ بہر یہاں غایت کے لئے نہیں ہے۔ جس کے ساتھ قصد متعلق ہو کیونکہ مدح اختیاری بت کی اس مصلحت سے بھی جائز نہیں دوسرے اس مقام پر یہ مدح اختیاری واقع بھی نہیں ہوئی بلکہ یہ مرادف ہے لام عاقبت کا کما فی قولہ تعالیٰ فالتقطہ آل فرعون لیکون لہم عدوا وحزنا یعنی گو متکلم کا قصد تسخیر عامہ کا نہ تھا مگر تکلم بالذم کا اثر بعد تو ہم مدح کے سامع کو یہ ہوا کہ وہ مسخر ہوگیا اور تقریر تمثیل کی۔ جس کے لئے یہ شعر لایا گیا ہے توجیہ مذکور کے بعد یہ ہوگی کہ مثنوی میں میرا غیر توحید کو جو کہ مثل بت کے مقصود بالترک والذم ہے ذکر کرنا جو کہ بقصد ذم و حمل المخاطبین علی الترک کے ہے چنانچہ جابجا ان مضامین غیر مقصودہ سے مقصود کی طرف انتقال فرماتے جاتے ہیں اور کہیں توحید کے مضمون کے چھوڑنے کا جو ذکر ہے تو ایک عارض کی وجہ سے کہ کلام دقیق ہو جاتا ہے جس کا تحمل سامعین کو نہیں ہوتا بہر حال غیر توحید کا ذکر بغرض اس مذکور کے ترک کے ہے اور سامعین غیر

www.besturdubooks.wordpress.com

بصیر اس کو ذکر مقصود سمجھتے ہیں کہ یہی سمجھنا منشا شبہ کا ہوا تھا کہ مثنوی میں یہ کیسے مذکور ہوا سو یہ ذکر کرنا بیش برین نیست کہ مدح قرار دی جاوے مگر ایسی لفظ مدح پر جب کوئی مصلحت مرتب ہو تو کیا حرج ہے جیسا غرانیق کے قصہ میں بتقدیر اس کے فرض کے ایسا ہی واقع ہوا اور چونکہ مثال محض توضیح کے لئے ہوتی ہے ممثل اس پر موقوف نہیں ہوتا اس لئے اگر قصہ غرانیق کا غیر واقعی ہو تب بھی اصل مضمون کہ جواب ہے شبہ ذکر غیر توحید کا مثنوی میں وہ باقی ہے جس کا حاصل صرف یہ ہے کہ یہ قصد اذکر نہیں بلکہ محض لفظا ہے اور ایسی ہی حکمت کے لئے جیسی کہ قصہ غرانیق میں واقع ہوئی جس کی تقریر عنقریب آتی ہے فانتظرہ اور یہ شبہ نہ ہو کہ یہاں تو مسائل فقہیہ کا ذکر تھا کیا وہ بھی قابل ترک ہے بات یہ ہے کہ وہ خود استطرادا آ گیا ہے اصل میں قصہ رنجور کا مذکور ہے تو اس کو واجب الترک کہنے میں کیا حرج ہے اور شعر ثانی میں جو اس خواندن کو فتنہ کہا ہے اس سے اس کے شر ہونے کا وہم نہ کیا جاوے قرآن مجید میں بعض امور خیر کی نسبت یہ لفظ آیا ہے قال تعالیٰ وما جعلنا الرؤیا التی ارینک الا فتنۃ للناس اور احقر نے جو اس شعر کے حل میں اس لفظ کے ترجمہ کے ساتھ لفظ تکوینا بڑھایا ہے اس سے خواندگی کی عدم اختیاریت پر دلالت نہ سمجھی جائے کیونکہ خواندن بقصد ذم کو تو اوپر اختیاری مان لیا گیا ہے بلکہ اس کا ذریعہ امتحان ہو جانا غیر اختیاری تھا کیونکہ یہ ذریعہ امتحان ہونا موقوف ہے توہم غلط سامعین پر جو خوانندہ کا اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر جو موقوف ہو وہ غیر اختیاری ہے پس امتحان ہونا غیر اختیاری ہے جس کو حق تعالیٰ نے بلا قصد متکلم واقع کر دیا اور جس حکمت کا شعر اول میں ذکر ہے بہر دام عامہ را جس کی تقریر ان اشعار کی تمہید میں ہے اس قول میں مثلاً یہ حکمت ہو کہ سامعین جہلاء کو الخ وہ حکمت یہی امتحان ہے جیسا کہ اسی عبارت تمہیدیہ میں ہے خواہ تو اس مصلحت سے الیٰ قولہ تدبر نہ کیا یعنی اس لفظی مدح میں حکمت ہے اور وہ تسخیر عامہ للامتحان ہے اس طرح سے کہ دیکھا جاوے کہ اس دلچسپی کے بعد کون ایمان لاتا ہے اور کون کفر پر مصر رہتا ہے پس تسخیر عامہ تو مدح کی غایت بلا واسطہ ہے اور امتحان اس غایت کی غایت ہونے سے بالواسطہ مدح کی بھی غایت ہوئی اس لئے احقر نے دونوں کو متحد قرار دیا ہے اس قول میں وہ حکمت یہی امتحان ہے چنانچہ اس حکمت کا ظہور اس طرح ہوا کہ ختم سورۃ کے بعد جب حضورؐ نے سجدہ کیا تو اکثر مشرکین نے بھی سجدہ کیا کما مر فی اثناء حل الاشعار عن البخاری یعنی خدا کے لئے سجدہ کیا نہ کہ اصنام کے لئے ورنہ ایسی تسخیر سے کیا فائدہ جس سے شرک کی اور تجدید ہو نیز لمعات میں ہے لما ظہر من سطوۃ سلطان العزۃ والجبروت وسطوع الانوار العظیمۃ والکبریاء من توحید اللہ عزوجل وصدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اور یہ سجدہ علامت تھی ان کی تاثر من الحق کی اور امیہ ابن خلف نے اس وقت بھی نہیں کیا کما فی البخاری عن ابن مسعود غیر ان شیخا من قریش وہو امیۃ بن خلف اخذ کفا من حصی او تراب فرفعہ الی جبہتہ وقال یکفینی ہذا فلقد رأیتہ بعد قتل کافرا کذا فی المشکوۃ اور امتحان کی یہی شان ہوتی ہے کہ اس سے ہر ایک کی حالت قوہ سے فعل میں آ جاتی ہے چنانچہ اس غیر ساجد کے سجدہ نہ کرنے کو ذکر کر کے یہ فرمانا قتل کافرا مشعر اس کا ہے کہ ساجدین کو ایمان نصیب ہوا تو کسی کا ایمان ظاہر ہو گیا کسی کا کفر اور سجدہ نہ کرنے پر قتل کافرا کا فرمانا یہ بھی قرینہ ہے کہ وہ سجدہ مشرکین کا اللہ تعالیٰ تھا کہ اس سے استکبار کا یہ وبال ہوا اور اگر سجدہ للاصنام ہوتا تو اس کے نہ کرنے کا کیا وبال ہوتا اور مثنوی میں اس حکمت کی نظیر اس طرح سے جاری ہوگی کہ چونکہ عامہ کو غیر توحید کے ساتھ دلچسپی زیادہ ہے اس کے ذکر سے ان کو مثنوی سے موانست ہو جاتی ہے پھر بعد موانست ان کو مقصود مثنوی یعنی توحید میں مشغول کر دینا آسان ہے اور امتحان کی تقریر اس طرح ہو سکتی ہے کہ بعضے اب بھی نہ مانیں گے تو ان پر الزام اہل بصیرت کا رہے گا کہ باوجود اسباب موانست کے بھی ان کو مناسبت نہ ہوئی اور اگر کہا جاوے کہ مثال میں تو تسخیر عامہ یا امتحان متکلم کے قصد و اختیار میں نہ تھا ممثل میں اس کے ماننے کی کیا صورت ہوگی جواب یہ ہے کہ تالیف مثنوی کی کیفیت میں لکھا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روز و شب دشت معارف را نوشت او ہمیگفت و حسام الدین نوشت جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے اور مشہور بھی ہے کہ مولانا پر واردات کا غلبہ ہوتا تھا اور اس میں بلا اختیار زبان پر اشعار آتے تھے اور مولانا حسام الدینؒ لکھتے جاتے تھے اور بعض دفاتر کے ابتدائی اور بعض بعض جگہ درمیانی اشعار سے بھی یہی مترشح ہوتا ہے جب تالیف مثنوی بلا اختیار ہوئی تو اس میں نفس ذکر ہی غیر توحید کا غیر اختیاری ہوگا تو اس کی غایت یعنی تسخیر عامہ و امتحان بھی غیر اختیاری ہوگا پس مثال اور ممثل دونوں میں غایت غیر اختیاری ہوئی اور شعر ثالث میں جو اس سجدہ مشرکین میں ایک راز بتلایا ہے بقولہ ہم سری بود دق احقر میں یہ سر قدر ہے یعنی ایسے سخت منکروں کا دفعۃً بلا اسباب قویہ و مع بقاء الموانع علی حالہا قرآن سے متاثر ہو جانا دلیل واضح ہے اس پر کہ لوشاء ربک لآمن من فی الارض کلہم جمیعا اور یضل من یشاء و یہدی من یشآء اور اوپر سجدہ کا اثر تسخیر و امتحان ہونا اور اس کے واسطہ سے اثر خواندن ہونا بتلایا ہے اور یہاں اثر مشیت الٰہیہ بتلاتے ہیں تو اس میں کوئی تعارض نہیں کیونکہ مشیت موثر و موقوف علیہ حقیقی ہے اور دوسرے اسباب موثر ظاہری حتیٰ کہ اگر قصہ مذکورہ صحیح نہ مانا جاوے تب بھی مشیت پر سجدہ مرتب ہوگا پھر خواہ تو اور کوئی واسطہ ہو یا کوئی بھی نہ ہو اور چونکہ بعد تعلق مشیت کے وقوع فعل کا ضروری اور ممتنع التخلف ہے اس لئے اس سجدہ کو بہ عنوان سر بزد تعبیر کیا جس سے اختیار ساجد کا کالمعدوم ہونا مترشح ہوتا ہے کما یشیر الیہ قولہ تعالیٰ والقی السحرۃ سجدا الآیۃ گو معدوم نہیں ورنہ جبر لازم آوے گا جو کہ باطل ہے اور شعر چہارم میں بھی ذوقاً اسی راز قدر کے متعلق مضمون ہے یعنی بعد معلوم ہونے اس امر کے کہ تعلق مشیت الٰہیہ علت تامہ ہے حوادث کی اس مسئلہ کے متعلق سخت سخت مباحث ہیں جیسا کہ عقل پرستوں کے مختلف شبہات پیش کرنے سے مثل السوال عن العقاب علی من کان مجبوراً و مثل السوال عن حکمۃ اللہ تعالیٰ فی عدم ایمان کل الناس و فی خلق الکفر والکافر و نحوہما من الشبہات اور اہل معرفت و بصیرت کے جواب دینے سے مثل اثبات الاختیار بالدلائل والمنع عن السوال عن الحکمۃ فی افعال اللہ تعالیٰ او بیان بعض الحکم معلوم ہے اس کی نسبت حدیث کے موافق کی قدر میں کلام کرنے سے ممانعت آئی ہے فرماتے ہیں کہ محققین کا طرز اختیار کرو کہ اجمالی بیان پر کفایت کر کے تفصیل اور کاوش کو ترک کر دو اور روک بھی دو کہ اس میں شر بند ہوتا ہے اس لئے محققین کو سلیمان علیہ السلام سے تشبیہ دی اور ان مباحث کو ظاہر کرنے سے مضلین انس و شیاطین کو تشکیک ضعفاء کا موقع ملے گا ان کو اس شر کے پھیلانے کا موقع مت دو الحمد للہ چاروں شعروں کی شرح بے مثل ہوگئی وللہ الحمد۔

فائدہ:۔ اور اگر اس قصہ غرانیق کو صحیح مانا جاوے تو اس کی ایک اور سہل توجیہ ہو سکتی ہے کہ جب آپ اس مقام پر پہنچے تو کسی شریر کافر نے شرارت سے یہ جملہ پکار کر کہہ دیا ہو اور جو مشرک دور تھے انہوں نے بوجہ عدم امتیاز صوت کے یہ اڑا دیا ہو کہ آپ نے ہمارے الٰہ کی تعریف کی اس پر آپ کو رنج ہوا ہو اس پر حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی ہو وما ارسلنا من قبلک من رسول ولا نبی الا اذا تمنی القی الشیطان الآیۃ پس یہ القاء ایسا ہو جیسا دوسری آیت میں کفار کا قول منقول ہے۔ وقال الذین کفروا لا تسمعوا لہذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون اور شیطان سے مراد وہ کافر ہو جو کہ شیطان الانس ہے جیسا کعب بن اشرف کو ایک آیت میں طاغوت بمعنے شیطان نے فرمایا ہے الم تر الی الذین یزعمون انہم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت الآیۃ اور جیسے نعیم بن مسعود اعرابی کو اس آیت میں خود لقب شیطان سے ذکر فرمایا انما ذلکم الشیطان یخوف اولیاءہ اس توجیہ پر سرے سے کوئی اشکال ہی متوجہ نہیں ہوگا جو دفع کی ضرورت ہو اور یہ بر تقدیر ثبوت ہے ورنہ اسلم یہی ہے کہ اس قصہ کی نفی کی جاوے اور آیت وما ارسلنا الخ کی تفسیر اس قصہ پر موقوف نہیں احقر کی تفسیر ملاحظہ فرمائی جاوے فقط آگے عود الی القصہ کی تمہید ہے کہ) ہاں قصہ صوفی اور قاضی کا (بیان میں) لا اور اس ظالم کا

بھی جو کہ (بدن میں) ضعیف (اور) زار زار ہے (یعنی اس رنجور کا جس نے سیلی مار کر ظلم کیا)۔

ہم در تقریر قصہ ٔ قاضی وصوفی

قاضی اور صوفی کے قصہ تقریر

گفت قاضی ثبت العرش اے پسر	تا برو نقشے کنم از خیر و شر
قاضی نے کہا کہ محل کو قائم کر اے پسر	تا کہ اس پر اچھا برا نقش کروں
کو زندہ کو محل انتقام	ایں خیالے گشتہ است اندر سقام
کہاں ہے مارنے والا کہاں ہے محل انتقام	یہ تو ایک خیال ہو گیا ہے مرض میں
شرع بہر زندگان و غنیاست	شرع بر اصحاب گورستاں کجاست
شرع زندوں کے لئے اور اغنیا کے لئے ہے	شرع اہل قبور پر کہاں ہے

(مثل ہے ثبت العرش ثم انقش یعنی اول تخت کو قائم کر پھر اس پر نقش کر یعنے ہر تصرف کے لئے اول محل ہونا چاہئے) قاضی نے (اس مثل کی طرف اشارہ کرکے) کہا کہ (اول) محل کو قائم کر اے پسر تا کہ اس پر اچھا برا نقش کروں (برا اسطر ادا کہہ دیا کیونکہ قاضی کا حکم شرعی تو اچھا ہی ہوگا مطلب یہ کہ تصرف سزا کے لئے محل تو دیکھ لے سو ظاہر ہے کہ) کہاں ہے مارنے والا (اور) کہاں ہے محل انتقام یہ تو ایک خیال (کے مشابہ) ہو گیا ہے مرض میں (اور جس طرح یہ شرط عقلی ہے اسی طرح شرعی بھی ہے چنانچہ ثابت ہے کہ) شرع (کا حکم) زندوں کے لئے (ہے) اور پھر حکم متعلق بالمال ان زندوں میں سے خصوصا) اغنیاء کے لئے ہے شرع اہل قبور پر کہاں ہے (اور یہ بوجہ غایت ضعف وعدم تحمل سزا کے مثل اصحاب قبور کے ہے پس اس پر تعزیر جاری نہیں کی جاتی چنانچہ مسئلہ فقہیہ بھی ہے کہ حاکم کو قتل سے کم جو کسی کو سزا دینا ہو خواہ حد ہو یا تعزیر اس میں قوت تحمل شرط ہے مریض وضعیف کی صحت وقوت کا انتظار واجب ہے عمداً اس کے خلاف کرنا جائز نہیں اور اجتہاداً غلطی ہو جاوے وہ عفو ہے اور یہاں عدم تحمل بین ہے محل اجتہاد بھی نہیں۔

آں گروہے کز فقیری بے برند	صد جہت زاں مردگاں فانی ترند
جو گروہ کہ فقیری کا سراغ لگائے ہوئے ہیں	صدہا جہت سے ان مردوں سے زیادہ فانی ہیں
مردہ از یک روست فانی در گزند	صوفیاں از صد جہت فانی شدند
مردہ تو ایک ہی حیثیت سے فانی ہے مرض میں	صوفی صدہا حیثیت سے فانی ہو گئے ہیں
مرگ یک قتل ست وایں سیصد ہزار	ہر یکے را خونبہائے بے شمار
موت تو ایک ہی قتل ہے اور یہ سیصد ہزار	ہر ایک کے بے شمار خونبہا ہیں

گرچہ کشت ایں قوم را حق بارہا	ریخت بہر خونبہا انبارہا
اگرچہ اس قوم کو حق تعالیٰ نے بارہا کشتہ کیا ہے	خونبہا کے لئے انبار بکھیر دیئے ہیں
ہمچو جرجیس اند ہر یک در سرار	کشتہ گشتہ زندہ گشتہ شصت بار
جرجیس کی طرح ہر ایک باطن میں	کشتہ ہوا اور زندہ ہوا ساٹھ بار
کشتہ از ذوق سنان دادگر	می بزارد کہ بزن زخم دگر
جو شخص خدائے دادگر کی سنان کے ذوق سے کشتہ ہوا ہو	وہ زاری کرتا ہے کہ اور زخم لگا دے
واللہ از عشق و جود جان پرست	کشتہ بر قتل دوم عاشق ترست
واللہ بہ نسبت عشق ہستی جان پرست کے	یہ کشتہ قتل ثانی پر زیادہ عاشق ہے

(یہاں انتقال ہے قصہ سے بیان حال اہل سکر کی طرف کہ) جو گروہ کہ فقیری کا سراغ لگائے ہوئے ہیں (یعنی فقیری سے باخبر ہیں ان میں جو مغلوب الحال داہل سکر ہیں) صدہا جہت سے ان مردوں سے (بھی جو کہ شرع کے مکلف نہیں) زیادہ فانی ہیں (یعنی) مردہ تو ایک ہی حیثیت سے فانی ہے (کہ کسی) مرض میں (مبتلا ہو کر جان نکل گئی اور) صوفیہ (مغلوب الحال صدہا حیثیت سے فانی ہو گئے ہیں (پس تضیہ آن گروہ الخ اور صوفیان الخ مہملہ یعنی غیر مسورہ ہیں حکم جزئیہ میں اور محکوم علیہ صرف بعض افراد یعنی مغلوب السکر ہیں اور در گزند میں لفظ در بمعنی لاجل ہے کمافی قولہ علیہ السلام فی ہرۃ اور وہ صدہا حیثیت واردات واحوال ہیں جو ان کو مغلوب کر دیتے ہیں اور وہ بعض پر صد سے بھی زیادہ طاری ہوتے ہیں اور چونکہ وہ مختلف بھی ہوتی ہیں اور نیز درمیان درمیان افاقہ بھی ہوتا ہے اس لئے ان کو مثل موت کے واحد مستمر کہنا صحیح نہیں ہوگا متعدد کہیں گے اسی بناء پر مردہ کو فانی از یک رو اور صوفیہ کو فانی از صد جہت فرمایا اور غلبہ حال اور سکر اگر بے خبری تک پہنچ جاوے اس کا غیر مکلف ہونا اس حالت میں ظاہر ہے اور یہاں فنا بمعنے غیبت ہے فنائے اصطلاحی مراد نہیں اس میں بے خودی نہیں ہوتی جس سے غیر مکلف ہو جاوے غالباً مقصود مولانا کا اس کے بیان سے معترضین خشک کو روکنا ہے ایسے لوگوں پر اعتراض کرنے سے آگے فنائے صوفیہ کا انفع واحب ہونا فرماتے ہیں کہ) موت تو ایک ہی قتل (یعنی ہلاکت) ہے اور یہ (فنائے صوفیہ) سے صد ہزار (قتل ہیں مگر یہ ایسے قتل ہیں کہ) ہر ایک (قتل) کے بے شمار خونبہا ہیں اگرچہ اس قوم کو حق تعالیٰ نے بارہا کشتہ کیا ہے (مگر) خونبہا کے لئے انبار بکھیر دیئے ہیں (مراد اس خونبہا سے ثمرات ہیں من الحبۃ والمعیۃ والتقرب الیہ والانقطاع عما سواہ اور اس میں اشارہ ہے قول مشہور کی طرف من قتلتہ فانا دیتہ یہ تو بیان تھا اس کے انفع ہونے کا آگے انفعیت کی بنا پر ان لوگوں کے نزدیک اس کا رحب ہونا فرماتے ہیں کہ) جرجیس (پیغمبر) کی طرح (کہ ان کو ایک ظالم بادشاہ نے کئی بار قتل کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر کر دیا تو ان ہی کی طرح) ہر ایک (اس قوم مذکور سے) باطن میں کشتہ ہوا (اور) زندہ ہوا ساٹھ بار یعنی بمرات کثیرہ اور فنا وقتل سے مراد جیسے سکر تھا احیاء مراد صحو ہے اہل حال پر یہ دونوں کیفیتیں متعاقباً آتی ہیں اور یہ قتل ان کو ایسا محبوب ہوتا ہے کہ) جو شخص خدائے دادگر کے سنان کے ذوق سے کشتہ ہوا ہو وہ زاری (اور التجا) کرتا ہے کہ اور زخم لگا دے (ذوق کہنے میں اشارہ ہے اس کے ذوقی ہونے کی طرف اور) واللہ (یہ) کشتہ بہ نسبت عشق ہستی جان پرست کے (کہ یہ

عشق حقیقی بھی ہے) قتل ثانی پر زیادہ عاشق ہے (نظیرہ قولہ علیہ السلام وددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیٰ ثم اقتل ثم احیٰ ثم اقتل الحدیث۔ ہستی جان پرست یہ زندگی عنصری ہے جس میں جان یعنی زندگی کی پرستش یعنی محبت شدیدہ ہوتی ہے اس محبت سے بھی زیادہ قتل ثانی کی محبت ہوتی ہے بوجہ ثمرات خاصہ کے کہ اس کے سامنے اس جسمانی زندگی کی کوئی حقیقت نہیں اور چونکہ ہر بار ثمرات میں ترقی ہوتی ہے اس لئے وہ بار بار متمنی ہوتا) ہے

فائدہ۔ اور اس سے احوال ومواجید کا مطلوب ہونا لازم نہیں آتا مطلوب بالذات ثمرات ہیں وہ اس پر راضی ہوتا ہے کہ اگر ثمرات بوجہ اقتضائے خصوصیت استعداد کے اس طریق سے ملنے والے ہوں تو یہ طریق بھی منظور ہے باقی جو ترقی بواسطہ اتباع سنت کے ہو وہ اس سے بھی زیادہ احب ہے چنانچہ عنقریب ہی بعنوان احیاء ان کی فضیلت بھی مذکور ہوتی ہے۔ چھ شعر کے بعد اور وہ فضیلت اس فانی کی فضیلت سے اکمل ہے کہ وہ نائب حق ہے چنانچہ آگے فرمائیں گے۔ کانکہ زندہ روکند حق کرد رد بخلاف اس فانی کے کہ اس کے ثمرات میں نیابت کا ذکر نہیں فرمایا آگے عود ہے قصہ کی طرف۔

گفت قاضی من قضا دار حیم	حاکم اصحاب گورستاں کیم
قاضی نے کہا کہ میں زندہ پر حکومت رکھنے والا ہوں	اہل قبور کا حاکم کب ہوں
ایں بصورت گر نہ در گور ست پست	گور ہا در دود مانش آمدہ است
یہ صورۃ اگرچہ قبر میں پست نہیں ہے	بہت سی قبریں اس کے خاندان کے اندر ہیں
بس بدیدی مردہ اندر گور تو	گور را در مردہ بیں اے کور تو
تو نے مردے تو قبر کے اندر بہت دیکھے ہوں گے	اے کور قبر کو مردہ کے اندر دیکھ لے
گرز گورے خشت بر تو او فتاد	عاقلاں از گور کے خواہند داد
اگر کسی گور سے تجھ پر اینٹ گر پڑے	تو عقلاء گور سے کب داد چاہتے ہیں
گرد خشم و کینہ مردہ مگرد	ہیں مکن بانقش گرمابہ نبرد
تو مردہ کے خشم اور کینہ کے گرد مت پھر	ہاں تو نقش حمام سے لڑائی مت کر

قاضی نے کہا کہ میں زندہ (آدمی) پر حکومت رکھنے والا ہوں اہل قبور کا حاکم کب ہوں (اور) یہ (مریض) صورۃً اگرچہ قبر میں پست نہیں ہے (یہ قید واقعی ہے کیونکہ مدفون فی القبر پستی ہی میں ہوتا ہے یعنی اگرچہ یہ قبر کے اندر نہیں ہے مگر خود) بہت سی قبریں اس کے خاندان (کالبد) کے اندر ہیں (کالبد کو بوجہ اشتمال علی الاعضاء والقوی المختلفہ ایک خاندان سے تشبیہ دی مطلب یہ کہ اگر یہ قبر کے اندر نہیں مگر قبر اس کے اندر ہے مقصود مبالغہ ہے اس کے بحکم میت ہونے میں آگے اس معنے کی تصریح ہے کہ) تو نے مردے تو قبر کے اندر بہت دیکھے ہوں گے (مگر یہاں) اے کور قبر کو مردہ کے اندر دیکھ لے (کور اس لئے کہا کہ اب تک مخاطب نے اس کو نہیں سمجھا مطلب یہ کہ یہ مردہ سے بھی بڑھ کر ہے اور اس مبالغہ کی ایک توجیہ واقعی بھی ہو سکتی ہے کہ مردہ کو اگر مارنے لگیں تو وہ متاثر ومتاذی ہو کر پھر تو نہ مرے اور یہ تو مر

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے گا اور جب یہ بحکم گورستان ہے کما ہو مدلول الشعر الثانی والثالث تو) اگر کسی گور سے تجھ پر اینٹ گر پڑے تو عقلاً گور سے کب داد چاہتے ہیں (اسی طرح جب یہ بحکم مردہ ہے کما ہو مدلول الشعر الاول تو) تو مردہ کے خشم وکینہ کے گرد مت پھر (یعنی اس پر خشم وکینہ مت کر) ہاں تو نقش حمام سے لڑائی مت کر (اس تشبیہ میں سابق پر بھی ترقی ہے کہ مردہ جواہر میں سے تو ہے جو کسی وقت موصوف بالحیوۃ ہو سکتا ہے اور نقش گرمابہ تو عرض ہی ہے کہ اس میں حیات کی قابلیت ہی نہیں)

فائدہ:۔ قاضی کی اس تقریر میں دو احتمال ہو سکتے ہیں یا تو حکم ہے مہلت وانتظار کا صحت مدعیٰ علیہ تک اور انکار ہے فی الحال سزا دینے سے اور یا سفارش ہے معاف کر دینے کے لئے اول احتمال پر یہ حکم منصبی ہے جس پر قاضی جبر کر سکتا ہے اور ثانی پر منصبی نہیں مدعی مخیر ہے فقط۔

شکر کن کہ زندۂ بر تو نزد	کانکہ زندہ رد کند حق کرد درد
شکر کر کہ کسی زندہ نے تجھ کو نہیں مارا	کیونکہ جس کو زندہ رد کرے اس کو حق ہی نے رد کر دیا
خشم احیا خشم حق و زخم اوست	کہ بحق زندست آں پاکیزہ پوست
زندوں کا غصہ خدا تعالیٰ کا غصہ اور عقوبت ہے	کیونکہ وہ پاکیزہ پوست زندہ بحق ہے
حق بکشت اورا و در پاچہ اش دمید	پوستش از سر چو قصاباں کشید
حق تعالیٰ نے اس کو کشتہ کیا اور اس کے پاؤں میں پھونک دیا	قصابوں کی طرح پوست اس سے کھینچ لیا
نفخ دروے باقی آمد تا مآب	نفخ حق نبود چو نفخ آں قصاب
اس میں نفخ مآب تک باقی رہا	نفخ حق اس قصاب کے نفخ جیسا نہیں ہے
فرق بسیارست بین النفختین	اینہمہ زین ست واں سر جملہ شین
دونوں نفخوں میں بہت فرق ہے	یہ بالکل خوبی ہے اور باقی تمام عیب ہے
ایں حیات از وے برید و شد مضر	واں حیات از نفخ حق شد مستمر
اس نے اس سے حیات کو قطع کیا اور ضرر رساں ہوا	اور وہ حیات نفخ حق کے سبب مستمر ہوئی
ایندم آں دم نیست کاید آں بشرح	ہیں برآ زیں قعر چہ بالائے صرح
یہ نفخ وہ نفخ نہیں ہے جو شرح میں آ سکے	ہاں اس قعر چاہ سے بالائے کوشک چلا آ

(اس رنجور کو اوپر مردہ قرار دے کر اس کے احکام بیان کئے تھے یہاں بمناسبت تقابل بعض افراد زندہ کے کہ وہ زندہ بحق ہے احکام بیان کرتے ہیں پس یہ انتقال ہے قصہ سے طرف بیان آثار بقاء بالحق کے اور شعر اول بلسان قاضی اور باقی بلسان مولانا ہے یعنی قاضی نے صوفی سے یہ بھی کہا کہ) تو (یہی) شکر کر کہ کسی زندہ نے تجھ کو نہیں مارا کیونکہ جس کو زندہ رد کرے اس کو حق ہی نے رد کر دیا (مراد زندہ سے زندۂ کامل یعنی باقی بالحق ہے بقرینہ جملہ حق کرد درد کے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

رد کردن زندہ رد کردن حق کی دلیل ملتی نہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ بلکہ دلیل انی یعنی علامت ہے کیونکہ جو شخص باقی بالحق یعنی متخلق باخلاق اللہ ہو وہ بالکل تابع حق ہوگا پس اس کا رد و قبول بالکل حکم خداوندی کے موافق ہوگا پس لامحالہ علامت ہوگی عند اللہ رد و قبول کی اور یہ شخص نائب حق و وجیہ اللہ ہوتا ہے مشیت اور ارشاد اسی کی شان ہوتی ہے پس اگر ایسا شخص تجھ سے ناخوش ہوتا یہ بھی زیادہ فکر کی بات اور تو جس چیز کے درپے ہوا ہے وہ کوئی مہتم بالشان امر نہیں اس سے درگزر خواہ الی الاجل خواہ الی الابد آگے مولانا تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ ایسے) زندوں کا غصہ خدائے تعالیٰ کا غصہ اور عقوبت ہے کیونکہ وہ پاکیزہ پوست زندہ بحق ہے (پاکیزہ پوست میں یہ بتلا دیا کہ اس کا جسم بھی مطہر ہوتا ہے تلبس بالمعاصی سے اور اس میں رد ہے ان جہلاء پر جو اعمال ظاہری کو ضروری نہیں کہتے آگے ایک تمثیل میں اس کے زندہ بحق ہونے کی کیفیت اور اس تمثیل کا ناقص ہونا بھی تا کہ اس سے کوئی مماثلت نہ سمجھ جاوے بیان کرتے ہیں یعنی) حق تعالیٰ نے اس کو (اول) کشتہ کیا اور اس کے پاؤں میں پھونک دیا (اور) قصابوں کی طرح پوست اس سے کھینچ لیا (حاصل تمثیل کا یہ ہے کہ قصابوں کی عادت ہے کہ بعد ذبح بکری کی پاؤں کی طرف سے کھال کھینچنے کی ابتداء کرتے ہیں اور جہاں جہاں موقع چربی کا ہے وہاں ساتھ ساتھ کھال کے اندر پھونک بھی مارتے جاتے ہیں تا کہ چربی پھول کر گوشت پر نظر آ دے اور گوشت فربہ معلوم ہو پس مولانا اسی حالت سے تشبیہ دیتے ہیں باقی باللہ کی حالت کو کہ اول اس کو فانی کرتے ہیں پھر اس کو نفحہ ربانیہ کے نفحہ سے مشرف فرماتے ہیں جس سے اس میں صفات مرضیہ الہیہ راسخ ہو جاتی ہیں اور اس سے رذائل بشریہ جسمانیہ زائل ہو جاتی ہیں جس کو پوست کشیدن سے تعبیر فرمایا اور در پاچہ اس نعل دمید مشبہ بہ کی قید واقعی ہے اور مقصود صرف دمید ہے پس مشبہ میں اس قید کا ہونا ضروری نہیں آپ تمثیل کے ناقص بتلانے کے لئے دونوں نفخوں میں فرق بیان فرماتے ہیں کہ) اس (باقی بحق) میں نفخ (کا اثر) مآب (یعنی یوم قیامت) تک باقی رہا (اور نفخ قصاب ایسا نہیں پس) نفخ حق اس قصاب کے نفخ جیسا نہیں ہے دونوں نفخوں میں بہت فرق ہے یہ (نفخ حق) بالکل خوبی (ہی خوبی) ہے اور (اس کے علاوہ) باقی تمام (نفخ جس میں نفخ قصاب بھی آ گیا) عیب (ہی عیب) ہے (آگے فرق کی تصویر ہے کہ) اس (نفخ قصاب) نے اس (مذبوح) سے حیات کو قطع کیا اور (اس لئے) ضرر رسان ہوا اور وہ حیات (اس مقتول حق کی) نفخ حق کے سبب مستمر ہوئی (بر یدکی اسناد سبب کی طرف ہے کیونکہ یہی نفخ اپنے اغراض کے اعتبار سے سبب ہوتا ہے ذبح اور اہلاک کا اور استمرار حیات باقی بالحق کا منصوص قرآنی ہے خالدین فیھا ابدا اور اہل نار کے خلود سے شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ اس کی شان لایموت فیھا ولا یحیی ہے آگے اس نفخ کی تحقیق و کاوش کو ترک کرا کر اس کی تحصیل کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ) یہ نفخ وہ نفخ نہیں ہے جو شرح میں آ سکے (کیونکہ وجدانی ہے اسی لئے اس کی مثال بھی ناقص رہی۔ پس شرح کی فکر چھوڑ کر) ہاں (اس کی تحصیل کر اور) اس قعر چاہ (توجہ بحادث) سے بالائے کوشک (توجہ بقدیم) چلا آ (۔ کہ اس نفحہ سے مشرف ہو)

فائدہ:۔ آگے تتمیم ہے قصہ کی۔ فقط

نیستش برخر نشاندن مجتہد	نقش ہیزم را کسی بر خر نہد
اس کو گدھے پر بٹھلانا محل اجتہاد نہیں	کیا نقش ہیزم کو کوئی گدھے پر رکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بر نشست او نہ پشت خر سزد پشت تابوتیش اولیٰ تر سزد

اس کی نشست کے لئے پشت خر مناسب نہیں کسی تابوت کی پشت زیادہ سزاوار ہے

ظلم چہ بود وضع غیر موضعش ہیں مکن در غیر موضع ضائعش

ظلم کیا چیز ہے وضع کرنا شے کا اس کے غیر موضع میں خبردار غیر موضع میں اس شے کو ضائع مت کر

گفت صوفی پس روا داری کہ او سیلیم زد بے قصاص و بے تسو

صوفی نے کہا تو پھر تم اس بات کو روا رکھتے ہو کہ اس نے میری سیلی ماری بلا قصاص کے اور بلا نسوں کے

کے روا باشد کہ ہر خرس قلاش صوفیاں را صفع اندازد بلاش

کب روا ہو سکتا ہے کہ ہر ریچھ بے آبرو صوفیوں کو طمانچہ مارا کرے بلاشی

گفت صوفی را چہ باک از صفع خیز با چنیں بیمار کمتر کن ستیز

قاضی نے کہا کہ صوفی کو کیا اندیشہ طمانچے سے اٹھ ایسے بیمار سے مت لڑ

گفت قاضی تو چہ داری بیش و کم گفت دارم در جہاں من شش درم

قاضی نے کہا کہ تو بیش یا کم کتنا مال رکھتا ہے اس نے کہا کہ میں جہاں میں چھ درم رکھتا ہوں

گفت قاضی سہ درم تو خرچ کن آں سہ دیگر را بدو دہ بے سخن

قاضی نے کہا کہ تین درم تو تو خرچ کرنا ان دوسرے تین کو اس کو دیدے بلا کلام

زار و رنجور ست و درویش و ضعیف سہ درم باید ترا بہر رغیف

یہ زار اور رنجور اور غریب اور ناتواں ہے تین درم اس کو بھی چاہئے ترکاری اور روٹی کے واسطے

قاضی و صوفی بہم در قال و قیل لیک آں رنجور بر گشتہ سبیل

قاضی اور صوفی باہم قیل و قال میں تھے لیکن وہ جو رنجور زار اور بد حال تھا

بر قفای قاضی افتادش نظر از قفای صوفی آمد خوب تر

قفائے قاضی پر اس کی نگاہ پڑی قفائے صوفی سے زیادہ خوب معلوم ہوئی

راست میکرد از پے سیلیش دست کہ قصاص سیلیم ارزاں شدست

اس کے سیلی مارنے کے لئے ہاتھ کو سیدھا کرنے لگا کہ میری سیلی کا معاوضہ ارزاں ہو گیا ہے

سوی گوش قاضی آمد بہر راز سیلیے آورد قاضی را فراز

گوش قاضی کی طرف کوئی راز کہنے کے بہانہ سے آیا ایک چپت قاضی پر اونچے سے لایا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت ہرشش را بگیرید اے دو خصم	من شوم آزاد و بے خرخاش و وصم
بولا اے دونوں مدعی تم پورے چھ کے چھ ہی لے لو	میں آزاد و بے خرخشہ اور بے عیب ہو جاؤں

تیرہ شدن قاضی از سیلیے آں درویش رنجور و سرزنش کردن صوفی قاضی را

اس بیمار فقیر کے طمانچے سے قاضی کا مکدر ہونا اور صوفی کا قاضی کو ملامت کرنا

گشت قاضی تیرہ صوفی گفت ہے	حکم تو عدل ست لا شک نیست غے
قاضی مکدر ہوا صوفی نے کہا کہ ہاں	آپ کا حکم تو بلا شک عدل ہے برائی نہیں ہے
آنچہ نہ پسندی بخود اے شیخ دیں	چوں پسندی بر برادر اے امیں
اے شیخ دین جو چیز اپنے اوپر پسند نہ کرو	وہ اپنے بھائی پر کیونکر پسند کرتے ہو
ایں ندانی کز پے من چہ کنی	ہمدراں چہ عاقبت خود افگنی
تم یہ نہیں جانتے کہ میرے لئے کنواں کھودو گے	تو اسی کنویں میں انجام کار اپنے کو ڈالو گے
من حفر بئرا نخواندی از خبر	آنچہ خواندی کن عمل جان پدر
تم نے من حفر بیرا الخ خبر میں نہیں پڑھا؟	جو کچھ پڑھا ہے اس پر عمل کیا اے جان پدر
ایں یکے حکمت چنیں بد در قضا	کو ترا آورد سیلے در قفا
یہ تو اس طرح کا تمہارا ایک حکم تھا فیصلہ دینے میں	جو تمہارے قفا میں سیلی کو لایا
وای بر احکام دیگر ہائے تو	تاچہ آرد برسر و بر پای تو
وائے ہے تمہارے دوسرے احکام پر	وہ کیا کچھ لاویں گے تمہارے سر اور تمہارے پاؤں پر
ظالمے را رحم آری از کرم	کہ برای نفقہ بدہش سہ درم
تم ایک ظالم پر رحم لاتے ہو کرم سے	تو خرچ کرنے کے لئے اس کو تین درم دے دے
دست ظالم را ببر چہ جای آں	کہ بدست او نہی حکم و عناں
ظالم کے تو ہاتھ کو قطع کرو چہ جائیکہ	اس کے ہاتھ میں فیصلہ اور باگ دیدو
تو بداں بزمانی اے مجہول داد	کہ نژاد گرگ را او شیر داد
تم اس بکری کے مشابہ ہو اے مجہول العدل	جس نے نسل گرگ کو دودھ دیا تھا

اس (رنجور) کو گدھے پر بٹھلانا (بھی) محل اجتہاد نہیں (جو کہ تیری ایک یہ بھی درخواست ہے کہ ایں خر اد بار را بر خر نشان

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ) کیا نقش ہیزم کو کوئی گدھے پر رکھتا ہے (ہیزم کو البتہ رکھتے ہیں سو یہ تو نقش ہیزم کی مثل ہے) اس کی نشست کے لئے پشت خر مناسب نہیں (بلکہ بوجہ مردہ ہونے کے) کسی تابوت کی پشت (اس کیلئے) زیادہ سزاوار ہے (پس اس کو گدھے پر بٹھانا ظلم ہوگا کیونکہ) ظلم کیا چیز ہے وضع کرنا شے کا اس کے غیر موضع میں (پس) خبردار غیر موضع میں اس شے کو ضائع مت کر (ضائعش میں ضمیر شین کا مرجع لفظ وضع کا مضاف الیہ مقدر ہے یعنی شے ممکن ہے کہ وہ ایسا ضعیف ہو کہ گدھے پر بھی نہ بیٹھ سکتا ہو اس لئے قاضی نے یہ بات کہی ہو) صوفی نے کہا تو پھر تم اس بات کو روا رکھتے ہو کہ اس نے میرے سیلی ماری بلا قصاص کے (یعنی عوض جسمی کے) اور بلا تسو کے (کہ چار جو کی مقدار ہوتا ہے مراد دیت قلیلہ ہے یعنی بلا عوض مالی کے) کب روا ہو سکتا ہے کہ ہر ریچھ بے آبرو صوفیوں کو طمانچہ مارا کرے بلا شے۔ قاضی نے کہا کہ صوفی کو کیا اندیشہ طمانچہ سے (کیونکہ صوفی کو مجاہدہ کرنا چاہئے تو یہ بھی ایک مجاہدہ سہی) اٹھ (اور) ایسے بیمار سے مت لڑ (یعنی دعوے سے دست بردار ہو کر مجلس قضا سے اٹھ کر چل دے پھر کہا کہ اصل بات تو یہی تھی کہ دست بردار ہو جاتا مگر خیر تیری خاطر سے اس پر کچھ جرمانہ کئے دیتا ہوں اور تجھ کو ولائے دیتا ہوں پس رنجور سے) قاضی نے کہا کہ تو بیش یا کم کتنا مال (اپنے پاس) رکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ میں (تمام) جہان (کی اموال) میں چھ درم رکھتا ہوں۔ قاضی نے (اس سے) کہا کہ (اچھا) تین درم تو تو خرچ کرنا (اور) ان دوسرے تین کو اس (صوفی) کو دے دے بلا کلام (اور اس صوفی کو تسلی دینے کے لئے کہا کہ) یہ زار اور رنجور اور غریب و ناتوان ہے۔ تین درم اس کو بھی چاہیے ترکاری اور روٹی کے واسطے (ورنہ تجھ کو زیادہ دلاتا تو یہ شعر زار و رنجور ست الخ خطاب صوفی کو ہے اور قرینہ اس کا شعر آئندہ کا مصرعہ اولیٰ ہے۔ قاضی و صوفی بہم در قیل و قال کہ یہ دال ہے ان دونوں کی مقاولت پر حالانکہ اوپر مقاولت منقول ہے۔ قاضی در نجور کی دوسرے ضمائر غائب کی بھی اس کا قرینہ ہے صوفی نے کچھ عذر کیا ہوگا کہ اس سے میری اشک شوئی نہیں ہو سکتی غرض اسی طرح سے) قاضی اور صوفی (تو) باہم قیل و قال میں (مشغول) تھے لیکن وہ جور نجور زار و بدحال تھا (اس کا واقعہ یہ ہوا کہ) قفائے قاضی پر اس کی نگاہ پڑی (جو اس کی نظر میں) قفائے صوفی سے زیادہ خوب معلوم ہوئی (زیادہ صاف ہونے سے طمانچہ کے لئے زیادہ موزوں سمجھا ہوگا۔ پس جی للچایا ادھر طبیب کا قول یاد ہی تھا کہ جس چیز کو جی چاہے کر لیا کر پس) اس کے سیلی مارنے کے لئے ہاتھ کو سیدھا کرنے لگا (اور سوچا کہ میری سیلی کا معاوضہ (بہت) ارزاں ہو گیا ہے (کہ ایک سیلی کے تین درم کہ ایک سیلی کا عوض دے کر دوسری سیلی کے عوض میں دینے کو بھی میرے پاس موجود ہیں۔ بس یہ سوچ کر) گوش قاضی کی طرف کوئی راز کہنے کے بہانہ سے آیا (اس لئے قاضی نے بھی منع نہ کیا اور پاس آ کر) ایک چپت قاضی (کی گدی) پر (بہت) اونچے سے لا (کر جما) ئی (اور) بولا اے دونوں مدعی تم پورے چھ کے چھ ہی لے لو (ایک تو مدعی تھا قالاً دوسرا اب ہو گیا حالاً) میں (سارا ذخیرہ خرچ کر کے) آزاد و بے خرخشہ اور بے عیب ہو جاؤں (چونکہ مال کا رکھنا بعض تارکین کے نزدیک عیب ہے اس لئے فلوالید کو بے عیبی کہا) قاضی (اس حرکت سے) مکدر ہوا (تو) صوفی نے (طعن کے طور پر) کہا کہ ہاں (صاحب) آپ کا حکم تو بلا شک عدل ہے بیر اہی نہیں ہے (جب مجھ کو سیلی مارنے کے عوض میں تین درم پر راضی کیا جاتا تھا تو آپ بھی اس عوض پر راضی رہیں پھر مکدر کیوں ہوتے ہو اور اگر اپنے لئے یہ پسند نہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ) اے شیخ دین جو چیز اپنے اوپر پسند نہ کرو وہ اپنے بھائی پر کیونکر پسند کرتے ہو۔ تم یہ نہیں جانتے کہ (اگر) میرے لئے کنواں کھودو گے تو اسی کنویں میں انجام کار اپنے کو ڈالو گے (اشارہ ہے اس قول کی طرف من حفر بیراً لاخیہ فقد وقع فیہ اور یہ کنایہ ہے مطلق مضرت سے خواہ اس کا وقوع دنیا میں ہو یا

www.besturdubooks.wordpress.com

آخرت میں) تم نے من حضر بیر الخ خبر میں نہیں پڑھا (اور اگر پڑھا ہے تو) جو کچھ پڑھا ہے اس پر عمل کرائے جان پدر یہ تو اس طرح کا تمہارا ایک حکم تھا فیصلہ دینے میں جو تمہارے قفا میں سیلی کو لایا (یعنی اس کے وبال سے تمہارے سیلی لگی کیونکہ وہ حکم خلاف عدل تھا پس) وائے ہے تمہارے دوسرے احکام پر (معلوم نہیں) وہ کیا کچھ (وبال) لاویں گے تمہارے سر اور تمہارے پاؤں پر (آگے اس حکم کے خلاف عدل ہونے کی تقریر ہے کہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ) تم ایک ظالم پر رحم لاتے ہو کرم سے (اور اس رحم وکرم کے سبب اس کو صرف یہ حکم دیتے ہو کہ) تو خرچ کرنے کے لئے اس (صوفی) کو (یعنی مجھ کو) تین درم دے دے۔ ظالم کے تو ہاتھ کو قطع کر دو چہ جائیکہ اس کے ہاتھ میں فیصلہ اور (اس کی) باگ دے دو (جیسا اس تجویز میں ہوا کہ فیصلہ اس کا اختیاری ہو گیا دو طور پر ایک تو یہ کہ اس فیصلہ کی تکمیل میں میں اس کا محتاج اور دست نگر ہو گیا کہ جب وہ اپنے ہاتھ سے درم دے تب مجھ کو بدلہ ملے اور یہ دینا اس کا فعل اختیاری ہے تو فیصلہ ایک تو اس طرح اس کا اختیاری ہو گیا دوسرے یہ کہ اس کے پاس جب تین درہم چھوڑ دیے تو اس کو یہ بھی گنجائش رہی کہ ایک سیلی اور جس کے چاہے مار سکے اور تین درم ادا کر دے۔ چنانچہ آخر اس نے اس فیصلہ کو اپنے اختیار سے تمہارے حق میں بھی جاری کیا تو اس کی گنجائش اس کے ہاتھ میں ہونا ایک اس طرح یہ فیصلہ اس کا اختیاری ہوا) تم (اس رحم وکرم بے محل میں) اس بکری کے مشابہ ہوائے مجہول العدل (یعنی جس کے عدل کی کوئی بناء اور اصل ہی نہیں بے ضابطہ فیصلہ کر دیا۔ پس تم اس بکری کے مثل ہو) جس نے نسل گرگ کو دودھ دیا تھا (اور پالا تھا اور پھر اسی پر حملہ کر کے اس کو چیر ڈالا تھا جس کا قصہ مشہور ہے اور اس کے متعلق اس بکری والے کے چند اشعار بھی مشہور ہیں جن میں سے ایک یہ ہے ۔ غذیت بدرہا ونشات فینا فمن انباک ان اباک ذئب پس جس طرح اس بکری نے اس پر کہ وہ اہل نہ تھا رحم کیا اور اس نے اسی پر حملہ کیا۔ اسی طرح تم نے اس نااہل پر رحم کیا اور اس نے تم ہی پر حملہ کیا)

فائدہ:۔ عجب نہیں قاضی نے اس سفارش میں اس صوفی پر زیادہ زور دیا ہو گا جو کہ تجاوز عن حد الشرع ہے کیونکہ سفارش وہی ہے جس میں مخاطب کی آزادی میں خلل نہ آوے اور اس پر جبر وگرانی نہ ہو اور اس صوفی نے اسی کو ظلم سے تعبیر کیا اور مجازاۃ فی الدنیا پر متنبہ کر کے دوسرے احکام میں رعایت عدل کا امر کیا ہے اس طرح سے صوفی کی تقریر قواعد شرعیہ پر منطبق ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم آگے عود ہے قصہ کی طرف۔

جواب دادن قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی واجب آید ماں رضا	ہر قفا و ہر جفا کارد قضا
قاضی نے کہا ہم پر رضا واجب ہے	ہر قفا اور ہر جفا پر جس کو قضا لاوے
خوش دلم در باطن از حکم زبر	گرچہ شد رویم ترش کالحق مر
میں باطن میں خوشدل ہوں حکم کب سے	اگرچہ میرا منہ ترش ہو گیا کیونکہ حق تلخ ہوتا ہے
ایں دلم باغست وچشم ابر وش	ابر گرید باغ خندد شاد و خوش
میرا یہ دل باغ ہے اور میری آنکھ ابر کے مثال ہے	ابر روتا ہے باغ شاد و خوش ہنستا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قاضی نے کہا ہم پر رضا (بقضاء) واجب ہے ہر (اس) وفا (پر بھی) اور ہر (اس) جفا پر (بھی) جس کو قضا (ے الٰہی سامنے) لاوے (اس لئے) میں باطن میں خوشدل ہوں حکم کتب (الٰہیہ) سے (کہ ان میں رضا بالقضاء کا حکم ہے) اگرچہ (ظاہر میں) میرا منہ ترش ہو گیا کیونکہ (امر) حق (طبعاً) تلخ ہوتا ہے (خواہ وہ امر حق تشریعی ہو یا تکوینی پس میرے پیلی لگ جانا کہ تکوینا امر حق بمعنی متضمن فوائد واقعیہ یا بمعنے سزائے جرم واقعی ہے جس کا ذکر بہ تحت

فائدہ:۔ متعلقہ اشعار گذشتہ بالا ہوا ہے گو طبعاً مجھ کو گراں ہے مگر عقلاً میں اس پر راضی ہوں اور ایسا ہی راضی ہوں جیسا وفا پر راضی ہوتا اور شاید اسی نکتہ کے لئے وفا کا ذکر کیا ہو ورنہ یہاں وفا کا وقوع نہیں ہوا تھا پس تیرا یہ طعن کہ انچہ نہ پسندی بخود الخ غلط ہے بلکہ میں جس طرح تجھ کو راضی ہونے کے لئے کہتا تھا خود بھی اسی طرح راضی ہوں خواہ آئندہ کے فوائد کی توقع پر یا اپنے جرم کے کفارہ ہو جانے پر اور اس پر شبہ نہ کیا جاوے کہ عقلی رضا اور طبعی ناگواری کیسے جمع ہو گئے کیونکہ مختلف حیثیتوں سے ایسا کیونکر ہو سکتا ہے پس اس اجتماع کے اعتبار سے گویا) میرا یہ دل باغ ہے اور میری آنکھ ابر کی مثال ہے (تو دیکھو) ابر روتا ہے (اور) باغ شاد و خوش ہنستا ہے (اسی طرح میرا ظاہر ترش ہے اور باطن خوش ہے اور اس مثال پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہاں تو ترشی اور خوشی کا محل ہی بدل گیا کہ ایک چشم ہے ایک دل بات یہ ہے کہ چشم کا گریہ یقیناً مسبب ہے تاثر قلب سے۔ پس گریہ چشم علامت تکدر قلب ہی کی ہوئی اور وہی محل تھا رضا کا پس دونوں کیفیتوں کا محل ایک ہی ہوا مگر مختلف اعتبارات سے یعنی ایک کا محل طبعاً دوسرے کا عقلاً)۔

سال قحط از آفتاب خیرہ خند	باغہا در مرگ و جانکندن رسند
سال قحط میں آفتاب کے سبب سے جو کہ بے باکی سے خندہ کرتا ہے	باغ موت اور جانکنی میں پہنچ جا جاتے ہیں
زامر حق وابکوا کثیراً خواندۂ	چوں سر بریاں چہ خنداں ماندۂ
امر حق سے تو نے وابکوا کثیراً یعنی خوب روؤ پڑھا ہے	سر بریان کی طرح کیا خندان رہ رہا ہے
روشنی خانہ باشی ہمچو شمع	گر فروباری تو ہمچوں شمع دمع
تو شمع کی طرح روشنی خانہ بن جاوے	اگر شمع کی طرح تو اشک برسانے لگے
آں ترش روی مادر یا پدر	حافظ فرزند شد از ہر ضرر
وہ ترشروئی ماں یا باپ کی	فرزند کی محافظ ہے ہر ضرر سے
ذوق خندہ دیدۂ اے خیرہ خند	ذوق گریہ بیں کہ ہست آں کان قند
تو نے خندہ کا ذوق تو دیکھ لیا اے بے باک ہنسنے والے	گریہ کا ذوق بھی تو دیکھ لے کہ وہ کان قند ہے
چوں جہنم گریہ آرد یاد آن	پس جہنم خوشتر آید از جنان
جب جہنم کی یاد گریہ لاوے	تو جہنم جنت سے خوشتر ہو گی

www.besturdubooks.wordpress.com

خندہا در گریہا آمد کتیم	گنج در ویرانہ ہا جو اے سلیم
گریوں میں خندے مکتوم ہیں	گنج کو ویرانہ میں تلاش کر اے سادہ دل
ذوق در غمہاست پے گم کردہ اند	آب حیوان را بہ ظلمت بردہ اند
غموں میں ذوق ہے قضاء قدر نے نشان گم کر دیا ہے	آب حیات کو ظلمت میں لے گئے ہیں

(یہ مقولہ مولانا کا انتقال ہے بطور ترقی کے مضمون سابق سے اوپر تو تشبیہ چشم و دل بہ ابر و باغ سے رضا و خندۂ دل کے ساتھ ترشروئی و گریہ چشم کے اجتماع کا امکان ہی بتلایا تھا یہاں اس گریہ ظاہری کا بعض اوقات نافع ہونا اور اس کے خلاف کا بعض اوقات مضر ہونا ایک مثال میں بتلاتے ہیں یعنی دیکھو) سال قحط میں آفتاب کے سبب جو کہ بے باکی سے خندہ کرتا ہے (کیونکہ ابر نہ آنے کے سبب وہ ہر وقت خنداں و درخشاں رہتا ہے تو اس کے سبب) باغ موت اور جانکنی (کی حالت) میں پہنچ جاتے ہیں (تو دیکھو یہاں خندہ مضر ہوا اور مقصود اس مثال سے ایضاح ہے نہ کہ استدلال و اثبات اور جب) امر حق سے تو نے وابکو کثیراً یعنی خوب رو دو پڑھا ہے (یہ روایت بالمعنی ہے قرآن مجید میں فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا ہے تو پھر) سر بریان کی طرح تو کیا خنداں رہ رہا ہے (سر بریان کا خندہ یہ ہے کہ اس کے برشتہ کرنے کے وقت انقباض جلد کی وجہ سے دانت ظاہر ہو جاتے ہیں یہ تو مقتضی سمعی بکاء کہ مطلوبیت کا تھا آگے اس کا مقتضی عقلی اس کے منافع کے بیان سے فرماتے ہیں کہ) تو شمع کی روشنی خانہ بن جاوے اگر شمع کی طرح تو اشک برسانے لگے (چنانچہ) وہ ترشروئی ماں یا باپ کی فرزند کی محافظ ہے ہر ضرر سے (کیونکہ وہ سبب ہے فرزند کی تحذیر کا اور وہ تحذیر سبب ہے اس کے حذر کا تو دیکھو ترشروئی میں یہ نفع ہوا اور لازم سے گزر کر متعدی ہوا اور خود ان کو بھی یہ نفع ہوا کہ ادائے حق فرزند کا اجر ملا اور) تو نے خندہ کا ذوق تو دیکھ لیا اے بے باک ہنسنے والے (اب) گریہ کا ذوق بھی تو دیکھ لے کہ وہ کان قند (کی طرح باحلاوت) ہے (اور اصلاح فرزند کا نفع تو فی الدنیا تھا اس گریہ سے نفع فی الآخرۃ بھی حاصل ہوتا ہے سو اس نفع کے اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ) جب جہنم کی یاد گریہ لاوے تو جہنم (باعتبار یاد کے) جنت سے خوشتر ہوگی (یعنی وہ جنت کی یاد سے بہتر ہوگی اور گریہ ایسی چیز ہے کہ) گریوں میں خندے مکتوم ہیں (یعنی گریہ کا انجام اچھا ہے پس) گنج کو ویرانہ میں تلاش کر اے سادہ دل (اور) غموں میں ذوق (و سرور) ہے (مگر) قضاء و قدر نے (حکمت ابتلاء کے لئے اس کا) نشان گم کر دیا ہے (جس سے بدوں تدبر و تفکر و نور بصیرت کے حقیقت تک ہر شخص نہیں پہنچتا اور اس کی ایسی مثال ہے جس طرح) آب حیات کو ظلمت میں لے گئے ہیں (کہ سرسری رہرو کو پتہ نہ لگے)

فائدہ:۔ حاصل مقام کا یہ ہے کہ بعض خندہ مضر اور بعض گریہ نافع ہے پس ہر وقت خندہ کا سامان مت جمع کر گریہ میں بھی مشغول رہا کر۔ اگر شبہ ہو کہ جس مضمون کی تائید میں یہ اشعار ہیں وہ بکاء ہے رضاء کے ساتھ تو اس بکاء سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ اگر رضائے قلب کے ساتھ ظاہری سرور بھی ہو تو یہ حالت اکمل ہے جواب یہ ہے کہ اکمل یہی ہے کہ مشاق و مصائب سے جیسا کہ قاضی کو پیش آیا طبعاً متاثر ہو چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جب وفات ہوئی تو باوجود رضا و شکر قلبی کے آپ کے آنسو جاری ہوئے فرمایا العین تدمع والقلب یحزن او کما قال اور ظاہر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کس کی حالت اکمل ہو سکتی ہے اور بعض اولیاء سے جو ایسے وقت ضحک منقول ہوا ہے وہ اثر غلبہ حال کا ہے جو کہ چنداں

www.besturdubooks.wordpress.com

کمال نہیں اور راز اس میں یہ ہے کہ تاثر طبعی میں ظہور ہے عجز وافتقار اور ضعف وانکسار کا جو کہ اقرب الی العبدیت اور ابعد عن العجب وصورۃ الدعویٰ ہے جس کا تو ہم ضحک میں ہوتا ہے اور قرآن مجید میں جو ارشاد ہے فلیضحکوا قلیلا ولیبکوا کثیرا یہاں طلب مراد نہیں بلکہ مقصود اخبار عن الوقوع للکفار ہے جس کا قرینہ ہے جزاءً بما کانوا یکسبون اور مولانا کے کلام سے متبادر ہوتا ہے اس کا محمول کرنا معنی امر پر سو اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مقصود مولانا کا بھی اخبار عن الوقوع ہو اور معنے یہ ہوں کہ جب تم نے قرآن میں یہ صیغہ امر جو بمعنے خبر ہے پڑھا ہے اور یہ ان لوگوں کے حق میں وعید ہے جو خندان بمعنے غافل و مستہزی بالدین ہیں کمافی قولہ افمن ھذا الحدیث تعجبون و تضحکون ولا تبکون وانتم سامدون تو پھر تم کیوں ایسے خنداں ہوتے ہو بلکہ تم کو گریاں ہونا چاہئے۔ پس اس توجیہ پر گریہ کی طلب وابکوا یا ولیبکوا سے نہ ہوگی بلکہ چہ خندان ماندۂ سے ہوگی خوب سمجھ لو۔

باژ گونہ نعل در رہ تارباط	چشمہا را چارکن در احتیاط
الٹے نعل ہیں راستہ سے منزل تک	تو آنکھوں کو چار کر احتیاط میں
چشمہا را چارکن در اعتبار	یار کن باچشم خود دو چشم یار
آنکھوں کو چار کر عبرت حاصل کرنے میں	اپنی آنکھ کے ساتھ رفیق بنالے یار کی دو آنکھوں کو
امرھم شوریٰ بخواں اندر صحف	یار را باش ومکن از ناز اف
امرہم شوریٰ پڑھ لے اجزاء قرآنیہ میں	یار کا ہو کر رہ اور ناز کے سبب تنگدلی کا کلمہ مت کہہ
یار باشد راہ را پشت و پناہ	چونکہ نیکو بنگری یار ست راہ
رفیق طریق کا مددگار ہوتا ہے	اگر تو خوب دیکھے تو رفیق خود طریق ہے

(اوپر خندہ کے گریہ میں مکتوم ہونے کے ساتھ بے گم کردہ اند میں بتلایا تھا کہ ہر شخص کی نظر حقیقت تک پہنچنے کے لئے کافی نہیں ان اشعار میں اس نظر کے صحیح وحقیقت شناس ہونے کا طریق بتلاتے ہیں کہ جب یہ بات ہے کہ) الٹے نعل (بنے) ہیں راستہ سے منزل (مقصود) تک (جس سے غیر مبصر کو منزل کا پتہ نہیں لگتا جس طرح جو شخص بے پتہ ہونا چاہتا ہے جوتے میں الٹے نعل لگا لیتا ہے تا کہ اگر یہ مشرق کو گیا ہو تو اہل سراغ مغرب میں تلاش کریں پس ایسی حالت میں حقیقت کا پتہ چلانے کے لئے) تو آنکھوں کو چار کر احتیاط میں (یعنی) آنکھوں کو چار کر عبرت (اور استدلال صحیح) حاصل کرنے میں (پس اعتبار تفسیر ہوگئی احتیاط کی اور یہ حرف در ایسا ہے جیسا اس حدیث میں فی ہے عذبت فی ہرۃ ای لاجل ہرۃ آگے تفسیر ہے چارکن کی یعنی مطلب چارکن کا یہ ہے کہ) اپنی آنکھ کے ساتھ رفیق بنالے یار (طریق یعنی مرشد) کی دو آنکھوں کو (پس دو اور دو مل کر چار ہوگئیں مطلب یہ کہ اپنی رائے پر مت چل مرشد کا اتباع اختیار کر کہ اس کی بصیرت سے تیری بصیرت مستفید ہو کر حقیقت شناسی کے لئے کافی ہو جاوے گی اور نفع وضرر حقیقی کا ادراک کرنے لگے گی اور صورت نفع وصورت ضرر سے دھوکہ نہ کھاوے گی آگے اس چارکن کی تائید ہے کہ) امرہم شوریٰ پڑھ لے اجزا قرآنیہ میں (کہ اس کا حاصل بھی یہی ضم الرای

www.besturdubooks.wordpress.com

الکامل الی غیر الکامل ہے پس) یار کا ہو کر رہ اور ناز (اور دعویٰ استغنا) کے سبب تنگدلی کا کلمہ مت کہہ (یعنی اس سے نفرت اور وحشت مت کر کیونکہ رفیق (مذکور) طریق (سلوک) مددگار ہوتا ہے اگر تو خوب (غور کر کے) دیکھے تو رفیق خود طریق ہے (اس میں مبالغہ ہے یعنی رفیق کی ایسی شرط اعظم ہے گویا خود طریق ہے جیسا حدیث میں ہے الحج عرفۃ یا کسی نے سوال کیا ما الحج آپ نے فرمایا الحج والحج مولانا نے اسی مضمون کو دفتر اول میں اس سے زیادہ صریح فرمایا ہے ۔ بر نویس احوال پیر راہ دان پیر را بگزین و عین راہ دان شراح نے اس کی وجہ میں لکھا ہے در مشرب مولانا صحبت پیر از ذکر و فکر بہتر ست اھ اور اس سے دوسرے اجزاء طریق کی نفی مقصود نہیں ہے)

چونکہ در یا یاراں رسی خامش نشیں	اندراں حلقہ مکن خود را نگیں
جب تو رفقا میں پہنچ جاوے تو خاموش بیٹھا رہ	اس حلقہ میں اپنے کو نگیں مت بنا
در نماز جمعہ بنگر خوش بہوش	جملہ جمع اند و یک اندیش و خموش
نماز جمعہ میں اچھی طرح ہوش کے ساتھ دیکھ لے	کہ سب جمع ہیں اور ایک خیال ہیں اور خاموش ہیں
رختہار اسوی خاموشی کشاں	چوں نشاں جوئی مکن خود را نشاں
اسباب کو خاموشی کی طرف کھینچ لے جا	اگر تو نشان تلاش کرتا ہے تو اپنے کو نشان مت کر
گفت پیغمبرؐ کہ در بحر ہموم	در دلالت داں تو یاراں را نجوم
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بحر ہموم میں	رہنمائی کے باب میں تو یاروں کو نجوم جان
چشم در استارگاں نہ رہ بجوی	نطق تشویش نظر باشد مگوی
آنکھ کو ستاروں میں جمائے رکھ راہ تلاش کر	کلام کرنا سبب تشویش نظر ہوتا ہے کلام مت کر

(اوپر ترغیب تھی اتخاذ رفیق کی یہاں بعض آداب رفقا کی تعلیم ہے یعنی) جب تو (ایسے) رفقاء میں پہنچ جاوے تو خاموش بیٹھا رہ (اور) اس حلقہ میں اپنے کو (مثل) نگین (کے صدر) مت بنا (جیسا انگشتری کے حلقہ میں نگین کا صدر ہونا ظاہر ہے کیونکہ اگر وہاں بولے گا تو ان کی کب سنے گا اور ضرورت سننے کی زیادہ ہے کہ اس سے حقیقت منکشف ہو آگے اس خاموشی کی تائید ہے کہ) نماز جمعہ میں اچھی طرح ہوش کے ساتھ دیکھ لے کہ سب جمع ہیں اور ایک خیال ہیں اور (پھر) خاموش ہیں (جمعہ کے دو جزو ہیں ایک نماز اس میں تو خاموشی شرط صحت صلوٰۃ ہی ہے دوسرا خطبہ کہ اس میں شرط صحت تو نہیں مگر شرط اجر و احتراز عن الاثم ہے یہاں یہی مراد لینا مناسب ہے یعنی باوجودیکہ بدوں خاموشی کے بھی نفس خطبہ ادا ہو جاتا ہے اور نطق کے مقتضی بھی موجود ہیں جماعت کا کثیر ہونا اور پھر سب کا متفق الخیال ہونا کہ ایسی حالت میں خواہ مخواہ یہی جی چاہتا ہے کہ بولیں مگر پھر بھی بایجاب شریعت سب خاموش ہیں اور صرف ایک خطیب کلام کر رہا ہے اس حکم شرعی سے معلوم ہوا کہ نفع کا طریقہ یہی ہے کہ شیخ کے سامنے سب خاموش رہ کر اس کا کلام سنیں اسی طرح تو بھی) اسباب کو خاموشی کی طرف کھینچ لے جا (یعنی مقام خاموشی میں فروکش ہو) اگر تو (حقیقت کا) نشان تلاش کرتا ہے تو اپنے کو (مثل نشان (کے) مشہور و ممتاز) مت کر (آگے دوسری تائید ہے کہ) پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بحر ہموم (و افکار دین) میں رہنمائی کے باب میں تو (میرے) یاروں کو نجوم جان

www.besturdubooks.wordpress.com

(اشارہ ہے اس حدیث کی طرف اصحابی کالنجوم جب یہ ستارے ہیں تو) آنکھ کو ستاروں میں جمائے رکھ (اور) راہ تلاش کر (اور چونکہ) کلام کرنا سبب تشویش نظر ہوتا ہے (اس لئے) کلام مت کر (چنانچہ مشاہد ہے کہ بولنے میں جب مشغولی ہو جاوے تو پھر نظر کی چیز سے استدلال نہیں ہو سکتا خیال پریشان ہو جاتا ہے پس نجوم سے راہ پر استدلال کرنا موقوف ہوا سکوت پر اور اصحاب نجوم ہیں تو ان سے جب ابتداً مطلوب ہو ان کے سامنے سکوت کر اور اصحاب پر دوسرے ہادیوں کو قیاس کر کے یہی حکم ان کے لئے ثابت ہوگا اور یہی مطلوب ہے مقام میں)

گر دو حرف صدق گوئی اے فلاں	گفت تیرہ در تبع گردد رواں
اگر تو دو باتیں صدق کی کہے اے فلانے	تو کلام تیرہ تعاقب میں جاری ہو جاتا ہے
ایں نخواندی کالکلام اے مستہام	فی شجون جرہ جرالکلام
تو نے یہ نہیں پڑھا اے مرد حیران کہ کلام	مختلف شعبوں میں واقع ہو جاتا ہے اس کو کھینچ لاتا ہے کلام کا کھینچے چلے آنا
ہیں مشو شارع دراں حرف رشد	چوں سخن بیشک سخن را می کشد
ہاں تو اس مضمون ہدایت ہی میں شروع کرنے والا مت بن	جبکہ ایک کلام دوسرے کلام کو لے آتا ہے
نیست در ضبطت چو بکشادی دہاں	از پے صافی شود تیرہ رواں
تیرے قابو میں نہیں ہے جب تو نے منہ کھول دیا	صاف بات کے پیچھے تیرہ بھی رواں ہو جاتی ہے
آنکہ معصوم رہ وحی خدا ست	چوں ہمہ صافست بکشاید رواست
جو کہ راہ وحی الٰہی کا معصوم ہے	چونکہ وہ بالکل صاف ہے اگر وہ منہ کھولے روا ہے
زانکہ ما ینطق رسول بالھویٰ	کے ہوا زاید ز معصوم خدای
کیونکہ کوئی رسول ہوائے نفس سے نطق نہیں کرتے	معصوم خدا سے ہوائے نفسانی کب پیدا ہوتی ہے
خویشتن را ساز منطیقے ز حال	تا نگردی ہمچو من سخرۂ مقال
تو اپنے کو حال سے کثیر النطق بنا	تا کہ میری طرح تو بھی مغلوب القال نہ ہو جاوے

(شجن فی المنتخب بالفتح الی قولہ وشاخ درہم شدہ بشاخ دیگر وشعبہ وشاخ از ہر چیز وشجون جمع وفی المثل الحدیث ذو شجون یعنی خداوند شاخہا وراہہاست الخ اوپر ترغیب تھی سکوت عندالشیخ کی ان اشعار میں ترغیب ہے سکوت فی اکثر الاحوال کی یعنی غیر کامل کا تکلم اکثر اوقات مضر ہو جاتا ہے اگرچہ بالخیر ہی ہو جبکہ وہ خیر غیر ضروری ہو باقی ضروری بدلیل مستثنیٰ ہے یعنی تکلم اکثر اس لئے مضر ہے کہ) اگر تو دو باتیں صدق کی کہہ اے فلانے تو (اکثر) کلام تیرہ (اس کے) تعاقب میں جاری ہو جاتا ہے (اور یہ بالکل مشاہد ہے آگے ایک قول مشہور سے اس کی تائید کرتے ہیں کہ) تو نے (مثل مشہور میں) یہ نہیں پڑھا اے مرد حیران کہ کلام مختلف شعبوں میں واقع ہو جاتا ہے (اور اس لئے) اس (کے بعض) کو کھینچ لاتا ہے (دوسرے بعض) کلام کا کھینچے چلے آنا (یعنی کلام کا ایک شعبہ ممتد ہو کر دوسرے شعبہ میں واقع کر دیتا ہے مولانا نے اس شعر میں دو مثلوں کو جمع

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمادیا ہے ایک وہ جو منتخب سے نقل کی گئی ہے الحدیث ذوشجون دوسری جو بعض حواشی میں ہے الکلام یجر الکلام اور ترکیب اس عبارت عربیہ کی جو اس شعر میں واقع ہوئی ہیں دو ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ الکلام واقع فی المصرعۃ الاولیٰ مبتدا ہو اور فی شجون خبر ہو یعنی الکلام یجری فی شجون مختلفۃ ایک جملہ اسمیہ تو یہ ہوا اور آگے دوسرا جملہ فعلیہ ہے یعنی جرہ میں فعل اور مفعول ہے اور اس ضمیر مفعول کا مرجع کلام مذکور فی المصرع الاول ہے بطور استخدام کے یعنی مراد وہ کلام ہے جو کلام سابق سے پیدا ہو کر ترتیب تکلم میں متاخر اور فاعل اس فعل کا جرالکلام باضافۃ الجرالی الکلام ہے اور یہ مضاف الیہ وہ کلام ہے جو سبب ہو گیا اس کلام متاخر کے پیدا ہونے کا اور ترتیب تکلم میں متقدم ہے اور احقر کا ترجمہ اسی ترکیب پر مبنی ہے۔ اور دوسری ترکیب یہ ہوسکتی ہے کہ جرہ جرالکلام جملہ فعلیہ خبر ہو الکلام مبتداء کی اور فی شجون حال ہو فاعل یعنی جرالکلام سے جو بضرورت شعر یہ مقدم ہو گیا یعنی الکلام المتاخر المسبب جرہ جرالکلام المتقدم السبب حال کون ہذا الجر الفاعل موقعا فی شجون حاصل ترجمہ اس کا یہ ہوگا کہ جو کلام پہلے کلام سے پیدا ہو گیا اس کو پہلے کلام کا ممتد کرنا وجود میں لے آیا کیونکہ اس ممتد نے مختلف شعبوں میں واقع کر دیا تو اس ترکیب پر یہ سب ایک جملہ ہو کر صرف مثل ثانی کی طرف اشارہ ہوگا البتہ اگر صرف مفرد کو اشارہ کے لئے کافی کہا جاوے تو فی شجون میں مثل اول کی طرف بھی اشارہ مانا جاسکتا ہے۔ آگے اسی کا حاصل بیان فرماتے ہیں کہ) ہاں تو اس مضمون ہدایت ہی میں شروع کرنے والا مت بن جبکہ ایک کلام دوسرے کلام کو لے آتا ہے (اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ بات) تیرے قابو میں نہیں (رہتی) ہے جب تو نے منہ کھول دیا (اس وجہ سے) صاف (بات) کے پیچھے تیرہ بھی رواں ہو جاتی ہے (جس طرح کسی بوتل میں کوئی شربت وغیرہ ہو جس کے اجزاء کدرہ نیچے بیٹھ گئے ہوں تو اس کے الٹا کرنے سے اول صاف پھر تیرہ نکلے ہی گا (البتہ) جو (ذات پاک) کہ راہ وحی الٰہی کا معصوم ہے چونکہ وہ بالکل صاف ہے (اگر وہ منہ) کھولے روا ہے۔ کیونکہ کوئی رسول ہوائے نفس سے نطق نہیں کرتے (اور بھلا) معصوم خدا سے ہوائے نفسانی کب پیدا ہوتی ہے (پس ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے ایک شربت کو ایسا لطیف کر دیا ہو جس میں کوئی جزو کدر نہیں رہا تو وہ سارا الٹ دینے سے بھی صاف ہی نکلے گا اور اصل میں تو یہ حالت انبیاء و رسل کی ہے کہ معصوم ہیں لیکن اگر حق تعالیٰ ان کا پورا اتباع کسی کو نصیب فرمادے تو تبعاً ان کی بھی اسی کی مشابہ شان ہو جاتی ہے اس کا آگے ذکر فرماتے ہیں کہ) تو اپنے کو حال سے کثیر النطق بنا (بدوں حال کے مت بنا) تاکہ میری طرح تو بھی مغلوب المقال نہ ہو جاوے (یعنی جیسا میں بفضلہ تعالیٰ مقال و کلام سے مغلوب نہیں ہو۔ بلکہ غالب و قادر علی اللسان ہوں اسی طرح اگر تو حال صادق کامل پیدا کرلے گا تو تو بھی قادر ہو جاوے گا پھر کثرت نطق مضر نہ ہوگا اور یہاں حال بمقابلہ مقام کے نہیں کہ شبہ ہو کہ صاحب حال تو مغلوب ہوتا ہے بلکہ حال بمقابلہ قال کے ہے یعنی قال سے گزر کر کمال باطنی پیدا کر تو پھر ہر نافع بات ہی کا تکلم کرے گا یا اگر حال سے مراد وہی معنے اول ہوں تو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ صاحب حال اگر مغلوب ہوتا ہے تو کلام حق ہی کا ہوتا ہے گو وہ غامض ہونے کے سبب قابل اظہار نہ ہو کلام باطل کا تو اہل نفس کی طرح مغلوب نہیں ہوتا)

فائدہ:۔ ما ینطق عن الہویٰ سے اجتہاد کی نفی پر دلالت نہ سمجھی جاوے کیونکہ آپ کے اجتہاد کا منشا و مبنیٰ بھی تو ہوائے نفس نہیں وحی الٰہی ہی ہے کما قیل القیاس مظہر لا مثبت اگرچہ طریق استنباط میں کچھ فروگذاشت ہو جاوے مگر وہ پھر بھی منسوب الی الوحی ہوگی اور اس پر اجر بھی ملے گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سوال کردن صوفی از قاضی

صوفی کا قاضی سے سوال کرنا

گفت صوفی زیک کان ست زر	ایں چرا نفع ست وآں دیگر ضرر
صوفی نے کہا کہ جب ایک ہی معدن سے زر ہے	یہ کس لئے نافع ہے اور وہ دوسری مضر ہے
چونکہ ایں جملہ زیک دست آمدست	ایں چرا ہشیار وآں مست آمدست
جب کہ یہ تمام تر ایک ہی دست سے حاصل ہوئی ہے	تو یہ ہوشیار اور وہ مست کس لئے ہے
چوں زیک دریاست ایں جوہا رواں	ایں چرا نوش ست وآں زہر دہاں
جب ایک ہی دریا سے یہ سب نہریں جاری ہیں	تو یہ زہر اور وہ نوش جان کس لئے ہے
چوں ہمہ انوار از شمس بقاست	صبح صادق صبح کاذب از چہ خاست
جب سب انوار شمس بقا سے ہیں	تو صباح صادق اور صبح کاذب کس چیز سے پیدا ہوئیں
چوں زیک سرمہ است ناظر راکحل	از چہ آمد راست بینی و حول
جب ایک ہی سرمہ سے سب ناظرین کی سرمہ کشی ہے	تو کس سبب سے راست بینی اور کج بینی حاصل ہوئی
چونکہ دارالضرب راسلطاں خداست	نقد را چوں ضرب خوب و نارواست
جب کہ دارالضرب کا سلطان خدائے تعالیٰ ہے	تو نقد کا ٹھپا خوب اور کاسد کیوں ہے
چوں خدا فرمود رہ را راہ من	ایں خفیر از چیست وآں یک راہ زن
جب خدائے تعالیٰ نے راہ دین کو راہ من فرمایا ہے	تو یہ ایک رہبر اور وہ ایک راہزن کس سبب سے ہے
از یک اشکم چوں رسد حبر وسفیہ	چوں یقیں شد کالولد سر ابیہ
ایک ہی شکم سے عالم اور جاہل کیوں پیدا ہوتے ہیں	جب کہ یہ یقینی ہے کہ الولد سر لابیہ
وحدتے کہ دید با چندیں ہزار	صد ہزاراں جنبش از عین قرار
وحدت کس نے دیکھی ہے اتنے ہزار کے ساتھ	لاکھوں حرکتیں عین قرار سے

فائدہ:۔قبل حل اشعار کے مقام کا حاصل لکھ دینا مناسب ہے کہ حل اشعار میں معین ہوگا اس مقام پر مولانا کو صوفی اور قاضی کی زبان سے بعض اسرار تکوینیہ کی تحقیق کرنا مقصود ہے۔ بمناسبت شعر اول سرخی بالا کے یعنی گفت قاضی واجب آمد ماں رضا ہر وفا و ہر جفا کا ردقضا اور یہ تحقیق یہاں سے تیرہویں چودھویں سرخی حکایت زن وشوہر کے قریب تک ممتد ہوئی ہے اس شعر تک۔ من ہمی دانم کہ تو پاکی نہ خام ویں سوالت ہست از بہر عوام اور اس میں صوفی وقاضی کے درمیان

www.besturdubooks.wordpress.com

میں تین بار سوال و جواب واقع ہوا ہے حاصل صوفی کے سوال اول کا استبعاد و امتناع عادی ہے صدور اضداد کا واحد بسیط سے وبلفظ دیگر صدور متغیر و متضاد کا غیر متغیر و غیر متضاد سے اور حاصل جواب قاضی کا رفع ہے اس استبعاد کا اور حاصل صوفی کے سوال ثانی کا امکان عادی کو تسلیم کر کے اس ممکن یعنی خلق اضداد کے وقوع کی حکمت پوچھنا ہے اور یہ کہ مقتضائے رحمت صدور تھا صرف خلق راحت ولذت کا بدوں ان کے اضداد کے اور حاصل جواب قاضی کا بیان کرنا ہے۔ بعض مضار لذات محضہ کا اور حاصل صوفی کے سوال ثالث کا بیان ہے قدرت حق کا ان مضار کے مرتب نہ ہونے دینے پر اور حاصل جواب قاضی کا انعدام ہے ابتلاء کا اس صورت میں جو کہ موقوف ہے کمال واجر کا اور چونکہ کمال واجر مطلوب ہے اور اس کا توقف بھی ابتلاء پر باقتضائے خصوصیت استعداد و مکلف ظاہر ہے اس لئے اس حکمت کے معلوم ہونے پر طبائع سلیمہ کو سکون ہو جاتا ہے اور باوجودیکہ اہل شغب کو ہنوز اس سوال کی اور گنجائش ہے کہ خود یہ ابتلاء یا اجر و کمال ہی ضروری نہیں ہے یا یہ توقف ہی واجب نہیں یا یہ کہ مکلف کی استعداد کی یہ خصوصیت بھی لازم نہیں لیکن طالب تحقیق کو چونکہ مشاغبہ مقصود نہیں اس لئے اس جواب پر سوالات منقطع ہو گئے اب اشعار کو حل کیا جاتا ہے۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ (قولہ گفت صوفی الخ حل بعض تخمین سرگیں شدن چشم حول بعض تخمین احول شدن کذانی المنتخب۔ ظہیر رہبر۔ حبر عالم متبحر۔ نقد فی الغیاث سیم وزر مسکوک۔ اوپر شعر گفت قاضی الخ میں وفا و جفا کا منسوب الی القضاء ہونا مذکور ہوا ہے اس پر) صوفی نے (بطور سوال کے) کہا کہ جب ایک ہی معدن سے زر (آتا) ہے (یعنی سب مخلوق ایک ہی حکم سے پیدا ہوتی ہے جیسے ایک معدن سے سونا نکلتا ہو تو پھر) یہ (مخلوق) کس لئے نافع ہے اور وہ دوسری مضر ہے (جیسے ایک معدن سے جو سونا نکلتا ہے اصل یہی ہے کہ متماثل و متشابہ ہو اسی طرح یہاں بھی سب مکونات متماثل و متشابہ ہوتے یہ مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ ایک نافع ہو گیا ایک مضر ایک وفا ہو گیا ایک جفا۔ یہ اضداد و تغیرات و تضادات واحد حقیقی غیر متغیر و غیر متضاد کے حکم سے کیسے صادر ہوئے اور بعض نسخوں میں شعر اول سرخی بالا میں مصرعہ ثانیہ اس طرح ہے ہر وفا و ہر جفا کا رو قضا جس میں صرف ضرر ہی کا منسوب الی القضاء ہونا مذکور ہے اس نسخہ کی دلالت وفا پر بطور دلالت ضد علی ضد آخر کی ہو جاوے گی کما فی قولہ تعالیٰ و جعل لکم سرابیل تقیکم الحر ای والبرد و کما فی قولہ تعالیٰ بیدک الخیر ای والشر تو پھر بھی یہ سوال متوجہ ہو جاوے گا کہ واحد غیر متغیر و غیر متضاد سے کثیر متغیر و متضاد کیونکر ظاہر ہوئی آگے بھی یہی سوال مختلف عنوانات سے واقع ہے یعنی) جبکہ یہ تمام تر (مخلوق) ایک ہی دست (قدرت) سے حاصل ہوئی ہے تو یہ (ایک شخص) ہشیار اور وہ (دوسرا) مست کس لئے ہے (سب یکساں ہی ہوتے اور) جب ایک ہی دریا سے یہ سب نہریں جاری ہیں تو یہ (ایک) زہر (یعنی تلخ) اور وہ (دوسری) نوش جان (یعنی شیریں) کس لئے ہے (سب یکساں ہوتیں یہ مثال ہے وجود واجب و ممکن کی نہ کہ مثل من کل الوجوہ اور) جب سب انوار شمس بقاء سے ہیں تو صبح صادق اور صبح کاذب کس چیز سے پیدا ہوئیں (دونوں صبح یکساں ہوتیں بقاء بمعنے باقی صفت شمس کہ مثال حق است اور) جب ایک ہی سرمہ سے سب ناظرین کی سرمہ گینی ہے تو کس سبب سے راست بینی اور کج بینی حاصل ہوئی (سب ایک ہی صفت کے ہوتے اور) جب کہ دار الضرب (یعنی ٹکسال) کا سلطان (و حاکم منتظم) خدائے تعالیٰ ہے تو (پھر) نقد (یعنی چاندی سونے) کا ٹھپا خوب اور کاسد (دو طرح کا) کیوں ہے (سب ایک ہی قسم کا ہوتا ایسا منتظم کاسد کو دار الضرب میں کیوں داخل کرتا ہے اور) جب خدائے تعالیٰ نے راہ دین کو راہ من فرمایا ہے (یعنی اپنی طرف منسوب فرمایا ہے قال تعالیٰ فمن تبع ھدای الآیۃ وقال تعالیٰ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا الآیۃ) تو (پھر) یہ (ایک شخص)

www.besturdubooks.wordpress.com

رہبر اور وہ ایک راہزن کس سبب سے ہے (بلکہ سب اشخاص اس راہ دین کی طرف ہادی ہی ہوتے ایک تو مقتضی مذکور بالا کے سبب کہ واحد حقیقی نے سب کو پیدا کیا ہے دوسرے اس وجہ سے بھی کہ راہ دین منسوب الی الحق ہے تو اس میں تصرف رہزن کا اور بھی بعید ہے اور اس وجہ کو اصل سوال میں داخل نہیں محض مزید تائید کے لئے اس کو لایا گیا اور اس کا جواب بالکل اخیر کے جواب سے نکل سکتا ہے یعنی ابتلاء کے لئے ایسا کیا گیا کہ رہزن کو اختیار دیا اور اس کی اتباع و مخالفت میں بھی مکلف کو مختار رکھا تو اس کا منسوب الی الحق ہونا اس تصرف کے منافی نہیں کیونکہ نسبت بایں معنے نہیں کہ اس میں کسی کو تصرف نہیں کرنے دیں گے بلکہ بایں معنے ہے کہ وہ واصل من الحق اور موصل الی الحق ہے اور) ایک ہی شکم سے عالم اور جاہل کیوں پیدا ہوتے ہیں جبکہ یہ یقینی ہے کہ الولد سر لابیہ (یعنی اولاد اپنے والد کا راز ظاہر ہو گیا کہ اولاد کو اور اس کے اوصاف کو دیکھ کر یہ سمجھا جاتا ہے کہ باپ کے اوصاف ایسے ہی ہیں جو بواسطہ اولاد کے ظاہر ہو گئے گو باپ کو نہ بھی دیکھا ہو مطلب یہ ہے کہ جیسے اس کا مقتضی یہ ہے کہ ایک شخص کی اولاد یکساں ہو اسی طرح صادر بحکم الواحد حقیقی بھی مختلف نہ ہوتا اور) وحدت (مبداء کی) کس نے دیکھی ہے جاتے ہزار (آثار مختلفہ) کے ساتھ (یعنی کہیں ایسا نہیں دیکھا کہ مبداء واحد ہو اور آثار اتنے مختلف اس لئے تعجب ہے کہ مکون واحد حقیقی کے کائنات اس قدر مختلف ہو گئے پس مقصود تعجب ہے وحدت حقیقیہ کے ساتھ اختلاف کائنات کے اجتماع پر اور اس اختلاف سے وحدت کی نفی پر استدلال مقصود نہیں نعوذ باللہ منہ) اور لاکھوں حرکتیں عین قرار سے (کس نے دیکھی ہیں یعنی یہ بھی عجیب ہے کہ مصدر میں قرار ہو اور صادر میں حرکات مختلفہ یہ بھی مثال ہے مثل امثلہ سابقہ کے)

فائدہ:۔ اور حاصل سوال کا جیسا کہ اوپر ذکر کر چکا ہوں یہ ہے کہ عادۃً اس میں امتناع یعنی استبعاد ہے کہ خالق جس میں کوئی حیثیت بھی اختلاف کی نہیں اس کی مخلوقات میں ایسا عظیم اختلاف ہو باوجودیکہ موثر اور متاثر میں اور جاعل اور مجعول میں اور مصدر اور صادر میں اور علت و معلول میں اصل اور ظاہر یہی ہے کہ مناسبت ہونا چاہئے)

جواب گفتن آں قاضی صوفی را

قاضی کا اس صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی صوفیا خیرہ مشو	یک مثالے در بیان ایں شنو
قاضی نے کہا کہ اے صوفی تو حیران مت ہو	اس کے بیان میں ایک داستان سن لے
ایں ببیں وحال آں را نیک داں	ورنہ بینی حال را نیکو بخواں
اس کو دیکھ لے اور اس کے حال کو اچھی طرح جان لے	اور اگر نہ دیکھے تو حال کو اچھی طرح پڑھ لے
ہم چنانکہ بیقراری عاشقاں	حاصل آمد از قرار دلستاں
جس طرح سے عاشقوں کی بے قراری	حاصل ہو گئی قرار معشوق سے
او چو کہ در ناز ثابت آمدہ	عاشقاں چوں برگہا لرزاں شدہ
وہ تو مثل کوہ کے ناز میں ثابت رہا ہوا ہے	عشاق مثل پتوں کے لرزاں ہو رہے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خندۂ او گریہ ہا انگیختہ	آبرویش آبرو ہا ریختہ
اس کے خندہ نے بہت سے گریے پیدا کر رکھے ہیں	اس کی آبرو نے بہت سی آبروئیں برباد کر دی ہیں

(تطبیق و تحقیق جواب از مولاناؒ)

ایں ہمہ چون و چگونہ چوں زبد	بر سر دریائے بیچوں می طپد
یہ تمام چوں و چگونہ مثل کف دریا کے	دریای بیچوں کی سطح پر حرکت کر رہے ہیں
ضد وندش نیست در ذات و عمل	زاں بپوشیدند ہستی ہا حلل
اس کا نہ کوئی ضد ہے اور نہ کوئی ند ہے نہ ذات میں اور نہ افعال میں	اس سبب سے موجودات نے حلے پہن رکھے ہیں
ضد ضد را بود و ہستی کے دہد	بلکہ زو بگریزد و بیروں جہد
ایک ضد دوسری ضد کو وجود اور ہستی کب دیتا ہے	بلکہ اس سے بھاگتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے
ند چہ بود مثل مثل نیک و بد	مثل، مثل خویشتن را کے کند
ند کیا چیز ہے وہ مثل ہے خواہ کسی نیک کی مثل ہو یا بد کی مثل ہو	ایک مثل اپنی دوسری مثل کی جاعل کب ہو گی
چونکہ دو مثل آمدند اے متقی	ایں چہ اولیٰ تر ازاں در خالقی
جب دو چیزیں مثل ہیں اے متقی	تو یہ ایک اس دوسری سے اولیٰ کیوں ہے خالقیت میں
بر شمار برگ بستاں ضد و ند	چوں کفے بر بحر بے ند ست و ضد
حسب تعداد برگہای باغ کے اضداد و انداد	کف دریا کی طرح دریائے بے ند و بے ضد پر جاری ہیں
بے چگونہ بیں تو برد و مات بحر	چوں چگونہ گنجد اندر ذات بحر
تو دریا کے برد و مات کو بے چگوں دیکھ لے	تو ذات بحر میں چگوں کیا گنجائش رکھے گا
کمترین لعبت او جان تست	ایں چگونہ و چوں جاں کے شد درست
اس کا ایک ادنیٰ سا کھلونا تیری روح ہے	یہ چوں و چگوں روح کا کب جائز ہے
پس چناں بحرے کہ در ہر قطرہ زاں	زیں بدن ناشی تر آمد عقل و جاں
پس جو ایسا دریا ہو کہ اس کے ہر ہر قطرہ میں	اس بدن سے زیادہ پیدا ہونے والی عقول اور ارواح ہیں
کے بگنجد در مضیق چند و چوں	عقل کل آنجاست از لایعلمون
وہ تنگنای چند و چوں میں کب سماوے گا	اس جگہ تو عقل کل بھی لایعلمون والوں سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل گوید مر جسد را کاے جماد	بوی بردی ہیچ ازاں بحر معاد
عقل کہتی ہے جسد سے کہ اے جماد	تو نے کچھ پتہ لگایا ہے اس بحر معاد کا
جسم گوید من یقین سایہ تو ام	یاری از سایہ کہ جوید جان عم
جسم کہتا ہے میں یقینا تیرا ظل ہوں	ظل سے کون مدد طلب کیا کرتا ہے اے جان عم
عقل گوید کایں نہ آں حیرت سراست	کہ سزا گستاخ تر از نا سزاست
عقل کہتی ہے کہ یہ ایسی حیرت سرا نہیں ہے	کہ جس میں قابل ناقابل سے زیادہ دلیر ہو
اندریں جا آفتاب انورے	خدمت ذرہ کند چوں چاکرے
اس جگہ آفتاب انوری	خدمت ذرہ کی کرتا ہے مثل چاکری کے
شیر ایں سو پیش آہو سر نہد	باز ایں جا پیش تیہو پر نہد
شیر اس طرف آہو کے سامنے سر جھکا دیتا ہے	باز اس جگہ تیہو کے سامنے بازو پست کر دیتا ہے
ایں ترا باور نیاید مصطفیٰ	چوں ز مسکیناں ہمی جوید دعا
تجھ کو اس کا یقین نہیں آتا کہ مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم	مساکین سے کس طرح دعا چاہتے ہیں
گر بگوئی از پئے تعلیم بود	عین تجہیل از چہ رو تفہیم بود
اگر تو یوں کہے کہ یہ تعلیم کے لئے تھا	تو عین جہل میں واقع کرتا ہوا کس طور پر یہ تفہیم ہوئی
بلکہ میداند کہ گنجے شہار	در خرابیہا نہد آں شہر یار
بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ گنج بے شمار	ویرانوں میں رکھا کرتا ہے وہ شہر یار
بدگمانی نعل معکوس ویست	گرچہ ہر جزو یش جاسوس ویست
بدگمانی اس ویرانہ کی نعل معکوس ہے	اگرچہ اس ویرانہ کا ہر جزو اس گنج کا جاسوس ہے
بل حقیقت در حقیقت غرقہ شد	زیں سبب ہفتاد بل صد فرقہ شد
بلکہ حقیقت فی الحقیقۃ غرق ہو گئی	اس سبب سے ستر بلکہ صدہا فرقے ہو گئے

قاضی نے (جواب میں) کہا کہ اے صوفی تو (اس میں) حیران (ومتعجب) مت ہو (اور استبعاد مت کر کہ ذات غیر متغیر وغیر متضاد مبداء تغیرات ومتضادات کا کیسے ہو گئی اور) اس کے بیان میں ایک مثال سن لے (کہ استبعاد دفع ہو جاوے کہ مثال سے ممثل اقرب الی الذہن ہو جاتا ہے پس) اس (مثال) کو (حواس سے) دیکھ لے اور اس (مثال) کے حال کو اچھی طرح (عقل سے) جان لے۔ اور اگر (اتفاق سے مثال کو) نہ دیکھے تو (اس کے) حال (ہی) کو اچھی طرح (میرے کلام میں) پڑھ لے (یعنی پڑھ کر اس حال کو سمجھ لے اور اچھی طرح پڑھنے کا یہی مطلب ہے کہ تو اس کے سمجھنے سے ممثل

www.besturdubooks.wordpress.com

میں استبعاد جاتا رہے گا اور یہ مطلب نہیں کہ اس صورت میں دیکھنے کو دخل نہ ہوگا کیونکہ جو چیز دیکھنے کی ہے عقل محض تو اس کے ادراک کے لئے کافی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ نیکو خواندن یعنی بغور خواندن سے وہ دیکھی ہوئی چیز یاد آ جاوے گی پھر اس دیکھنے کے توسط سے عقل استدلال کرے گی پس نہ بینی کے معنے یہ ہیں کہ فی الحال و مکرر نہ بینی آگے وہ مثال ہے کہ دیکھو) جس طرح سے عاشقوں کی بے قراری حاصل ہوگئی قرار معشوق سے (اور) وہ (معشوق) تو مثل کوہ کے ناز میں ثابت رہا ہوا ہے (اور) عشاق مثل پتوں کے لرزاں ہو رہے ہیں (اور) اس (معشوق) کے خندہ نے (عشاق بہت سے گریے پیدا کر رکھے ہیں (اور) اس (معشوق) کی آبرو نے بہت سی آبروئیں برباد کر دی ہیں۔ (پس قرار مبدا ہو گیا بے قراری کا اور ثبات مبدا ہو گیا لرزہ کا اور خندہ مبدا ہو گیا گریہ کا اور آبرو مبداء ہو گیا بے آبروئی کا اور یہ مبادی صفات و افعال ہیں معشوق کے اور ظاہر ہے کہ محبوب کے ہر فعل کو عاشق کے عشق اور اس کے آثار میں دخل ہے پس جس طرح اس مثال میں مبادی اور آثار میں تقابل ہے خصوص قرار و ثبات کو عدم تغیر کی فرد ہیں پھر وہ سبب بن گئے بے قراری و لرزہ کے کہ تغیر کی فرد ہیں اسی طرح) یہ تمام چون و چگوں (یعنی کیفیات اور مراد عام ہے کیفیات و ذی کیفیات کو یعنی سب ممکنات) مثل کف دریا کے دریائے بیچون کی سطح پر حرکت کر رہے ہیں (دریا سے تشبیہ دی ذات واجب کو اور بیچون ہونا اس کا ظاہر ہے اگر چوں اور کیف سے مراد کیف اصطلاحی ہے تب تو اس لئے کہ یہ مقولہ قسم ہے عرض کی اور عرض قسم ہے ممکن کی اور وہ امکان سے منزہ ہے اور اگر کیف سے مراد لغوی ہے یعنی مطلق صفت تو بیچون سے مراد غیر ثابت الوصف نہ ہوگا بلکہ غیر مدرک الوصف ہوگا اور بیچون کی دلالت اس معنے پر اس طرح سے ہے کہ جب اس کا ادراک کسی کو نہیں ہو سکتا تو اس کی بابت سوال و جواب نہیں ہو سکتا جس میں ما ہو و کیف ہو کا استعمال ہوتا ہے پس معنے اول کے اعتبار سے معدوم الکیف ہوگا اور معنی ثانی کے اعتبار سے مجہول الکیف اور اشعار آئندہ کے قرینہ سے معنے ثانی اظہر ہیں کہ آگے عقل کا متحیر و لا یعلم و عاجز ہونا بیان کریں گے۔ حاصل شعر یہ کہ اسی طرح بیچون مبداء ہو گیا باچون کا کہ تغیر اس کے لوازم سے ہے۔ پس غیر متغیر کا مبداء بن جانا متغیر کے لئے مستبعد نہ رہا اور یہی مقصود تھا جواب سے۔ رہا شبہ مناسبت کا مبداء اور اثر میں جو سوال بالا کے اخیر میں مذکور ہے سو مناسبت سے مراد تماثل و تشابہ نہیں ہے کہ بداہۃً باطل ہے کیا ہر مبدا اور اس کے اثر میں کوئی اس کا دعویٰ کر سکتا ہے بلکہ مراد ارتباط و تعلق ہے جس سے قضیہ لزومیہ بن سکے محض اجتماع و اقتران فی الوجود کافی نہیں جس سے قضیہ اتفاقیہ بن جاوے غرض نہ مطلق تقابل مانع مبدیت ہے جس سے غیر متغیر کے معلول کا متغیر ہونا ممتنع ہو اور نہ تشابہ و تماثل شرط مبدئیت ہے جس سے غیر متغیر کے معلول کا غیر متغیر ہونا لازم ہو البتہ باہم تناسب و ارتباط ضروری ہے پھر خواہ اس کے ساتھ کوئی درجہ تقابل کا جمع ہو جاوے اور خواہ تماثل کا لیکن اس تقابل جائز میں ایک حد ہے کہ درجہ تضاد تک نہ پہنچے کیونکہ متضادین کا اجتماع محال ہے اور علت و معلول کا اجتماع واجب ہے اسی طرح اس تماثل جائز میں ایک حد ہے کہ درجہ تساوی من کل الوجوہ تک نہ پہنچے کیونکہ اس تقدیر پر اگر ایک علت اور ایک معلول ہوا تو تساوی من کل الوجوہ نہ رہی اور اگر تساوی من کل الوجوہ ہوئی تو ایک علت اور دوسرا معلول نہ رہا لہٰذا خلف آئندہ اشعار میں تناسب جائز الاجتماع مع التقابل والتماثل کے ان ہی دونوں حدوں کو بتلاتے ہیں یعنی موجودات معلولہ للواجب میں) اس (ذات بے چون و بیچگون) کا نہ کوئی ضد ہے اور نہ کوئی ند (یعنی مثل) ہے نہ ذات میں اور نہ افعال میں اس سبب سے موجودات نے (وجود کے) حلے پہن رکھے ہیں (یعنی وجود کے ساتھ موصوف ہوگئی ہیں ورنہ وہ موجود جو کہ ضد اور ند ہوتا موجود نہ ہوتا کیونکہ) ایک ضد دوسری ضد کو وجود اور ہستی کب دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(یعنی وہ اس کی علت نہیں ہوسکتی) بلکہ اس سے بھاگتا ہے اور باہر نکل جاتا ہے (یعنی دونوں مجتمع نہیں ہوتے یہ تو دلیل ہے ضد کے موجود نہ ہوسکنے کی اور ند کے موجود نہ ہوسکنے کی یہ دلیل ہے کہ) ند کیا چیز ہے وہ مثل ہے خواہ کسی نیک کی مثل ہو یا بد کی مثل ہو (اور) ایک مثل اپنی دوسری مثل کی جاعل کب ہوگی (کیونکہ) جب دو چیزیں باہم من کل الوجوہ مثل ہیں اے متقی۔ تو یہ ایک اس دوسرے سے اولیٰ (اور احق وارجح) کیوں ہے خالقیت (وعلیت) میں (یعنی پھر ایک کا علت دوسرے کا معلول ہونا ترجیح بلا مرجح ہے جیسا کہ اوپر ضد اور ند دونوں کے متعلق احقر تقریر کر چکا ہے اور یہاں ضد سے مراد مطلق ممتنع الاجتماع فی الوجود ہے نہ معنے اصطلاحی کہ اس کی نفی کی دوسری دلیل ہے وہو تنزہہ عن الحلول اسی طرح ند سے مراد مساوی من کل الوجوہ ہے نہ معنے اصطلاحی یعنی مشارک فی النوع کہ اس کی نفی کی دوسری دلیل ہے وہو تنزہہ عن الترکیب اسی طرح یہاں معلولات واجب میں اس کی ضد وند کی نفی کرنا مقصود ہے نہ کہ مطلقاً اس ضد وند کی نفی کرنا کہ اس کی دوسری دلیل ہے وہو وجودہ تعالیٰ المنافی لضدہ بالمعنی المذکور ووحدتہ تعالیٰ النافی للمثل آگے پھر جود ہے مضمون شعر ۱۵ نہمہ چون وچگونہ چوں زبد الخ کی طرف یعنی) حسب تعداد برگہائے باغ کے اضداد وانداد (یعنی جو باہم اضداد وانداد ہیں وہ سب) کف دریا کی طرح دریائے بے ند وبے ضد پر جاری ہیں (یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ انداد کی جو اوپر تفسیر کی گئی ہے اس معنے کے اعتبار سے تو ممکنات کا بھی تو باہم انداد ہونا محال ہے کیونکہ اثنینیت مستلزم ہے تغایر کو اور تغایر میں تساوی من کل الوجوہ کہاں رہی کیونکہ تشخص میں ضرور ہی تغایر ہے۔ جواب یہ ہے کہ وجوہ سے مراد وجوہ کمالیہ ہیں سو ممکنات میں ایسے بہت ہیں جو کمالات میں مساوی ہوں اور حق تعالیٰ کے ساتھ کسی موجود کو ایسی تساوی محال ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا ایک کمال علیت لجمیع الموجودات ہے جو اس میں نہ ہوگا یہاں جواب اس استبعاد صوفی کا ختم ہو گیا آگے بمناسبت شعر بالا حق تعالیٰ کے بے چون وبیچگون ہونے کے متعلق مضمون ہے یعنی اے مخاطب) تو (اس) دریا (بے قدم) کے بردومات (یعنی افعال وتصرفات احیاء و اماتت وقبض وبسط وغیرہا) کو بے چگون (یعنی غیر معلوم الکنہ) دیکھ لے تو (پھر) ذات بحر میں چگون کیا گنجائش رکھے گا (یعنی افعال حق جو کہ قدیم اور واجب بھی نہیں لیکن صادر اول ہیں جب ان ہی کی کہنہ معلوم نہیں اور یہ ظاہر بھی ہے چنانچہ آج تک وجہ تعلق حادث بالقدیم کے سمجھنے میں عقلاء سرگرداں ہو رہے ہیں۔ کما ذکر فی علم الکلام والاصول تو پھر ذات کی کہنہ کیا معلوم ہوگی آگے ایک تائید ہے ذات حق کے غیر معلوم الکنہ ہونے کی یعنی دیکھو) اس کا ایک ادنیٰ سا کھلونا تیری روح ہے (اور اس کی یہ حالت ہے کہ) یہ چون وچگون روح کا کب جائز ہے۔ پس جو ایسا دریا ہو کہ اس کے ہر ہر قطرہ میں اس بدن (باچند وچون) سے زیادہ پیدا ہونے والی عقول اور ارواح ہیں (جو بے چند وچون ہیں تو) وہ (ایسا دریا) تنگنائے چند وچون (یعنی کمیت وکیفیت) میں کب سمائیگا اس جگہ تو عقل کل بھی لایعلمون والوں سے ہے (کھلونا بمعنے عبث یا مشغلہ نہیں ہے کہ عقلاً ونقلاً دونوں منتفی ہیں۔ عقلاً تو اس لئے کہ ایک میں حکمت کا انتفاء دوسرے میں احتیاج کا شائبہ لازم آتا ہے اور نقلاً اس لئے کہ ارشاد ہے افحسبتم انما خلقناکم عبثاً الآیۃ اور ارشاد ہے وما خلقنا السماء والارض و ما بینھما لاعبین لو اردنا ان نتخذ لھوا لاتخذناہ من لدنا ان کنا فاعلین بلکہ کھلونے کے ساتھ تشبیہ ہے اہونیت خلق میں اور عدم عظمت میں اور سہولت کے ساتھ اس کے محل تصرف وستعمال ہونے میں اور اس کا کمتر وادنیٰ ہونا باعتبار صانع حق کے ہے تو اس سے روح انسان کے اشرف المخلوقات ہونے میں قدح نہیں ہوتا یا اگر باعتبار مصنوعات کے ہی ہو تو مصنوعات مقدورہ مقدورہ کے اعتبار سے ہوسکتا ہے یعنی حق تعالیٰ ایسی مخلوقات عظیمہ کی تخلیق پر قادر ہے کہ وہ روح سے بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اعظم ہیں اور روح کو بے چون و چگون اس اعتبار سے کہا کہ اکثر عقلاء اس کی کنہ سے بے خبر ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا اور دریا سے ذات حق کو تشبیہ دی ہے اور اس کے شیون وافعال کو قطرات سے تشبیہ دی ہے جیسے مکونات کو اور پر زبد سے تشبیہ دی ہے کہ قطرہ کا تعلق بہ نسبت زبد کے بحر کے ساتھ زیادہ ہوتا ہے جس طرح تکوین کا تعلق حق تعالیٰ سے قریب ہے اور مکونات کا بواسطہ تکوین کے ہے پس نعوذ باللہ اس سے حق تعالیٰ کے لئے تجزیہ کا حکم لازم نہیں آتا اور عقول و ارواح سے مراد کائنات لطیفہ ہیں خواہ مجرد عن المادہ یا لطیف المادہ اور ان کو جو پیدائش میں ابدان سے زیادہ کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر بدن جتنے جسم انسان وحیوان کے ساتھ کم از کم ایک موجود لطیف کا تو تعلق ضروری ہے اور بعضے ابدان کے ساتھ کئی کئی لطائف بھی متعلق ہیں جیسے انسان کے ساتھ عقل اور روح تو سب ہی کے نزدیک اور دوسرے لطائف مثل قلب وسر وخفی واخفیٰ بھی اہل کشف کے نزدیک متعلق ہیں تو کائنات لطیفہ یادہ ہوئے ابدان سے اور اگر ابدان میں توسع کر کے تمام عالم شہادت کے اجسام کو شامل کہا جاوے تو عقول وارواح میں توسع کر کے ملائکہ کو بھی کہ عالم ملکوت کے کائنات لطیفہ ہیں گو مادی ہیں شامل کر لیا جاوے تب بھی یہ حکم ناشی تر آمد کا صحیح رہے گا اور مقصود کلام کا یہ ہے کہ کائنات لطیفہ کہ اکثر احوال میں اور اکثر کے اعتبار سے مجہول الکیف والکنہ ہیں وہ حق تعالیٰ نے ایک ایک امر کن میں کہ وہ شیون وافعال ہیں حق تعالیٰ کے اتنے پیدا کئے ہیں کہ وہ اجسام معلومۃ الکنہ والکیف سے بھی زیادہ ہیں پس جس نے اتنے بے چون پیدا کئے جو عدد میں اشیاء باچون سے بھی زیادہ ہیں تو وہ کیسے بے چند و چون اور مجہول الکنہ والوصف نہ ہوگا خلاصہ یہ کہ جب اس کی مخلوق کہ روح ہے وہ مجہول الکنہ والوصف ہے تو وہ خود کہ خالق ایسی ایسی بے شمار ارواح وغیرہ کا ہے کیونکہ مدرک الکنہ والوصف ہو سکتا ہے کیونکہ ممکن کا احاطہ علمی ممکن ہے اور واجب کا محال جب وہ ممکن ہی کا محال ہو رہا ہے تو وہ محال حقیقی تو کب ممکن ہو جاوے گا اور عقل کل سے مراد کل یہ ہے کہ وہ عقل لی جاوے جس کے مدرکات سب عقول سے زیادہ ہوں۔ پس کل سے مراد تام اور تام سے مراد من یکون علمہ تاما بالنسبۃ الی سائر العقول وان کان غیر تام بالنسبۃ الی خالق العقول و غیر محیط بجمیع المعلومات اور مصداق ایسی عقل جامع کا صرف ذات مقدسہ محمدیہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور لا یعلمون مرادف ہے قول حضور کا لا احصی ثناء علیک انت کما اثنیت علی نفسک۔ آگے بتلاتے ہیں کہ جب عقل کل کا یہ حال ہے تو عامہ عقول کا تو بدرجہ اولیٰ عدم ادراک کنہ ذات وصفات حق میں یہی حال ہوگا چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) عقل کہتی ہے جسد سے کہ اے جماد تو نے کچھ پتہ لگایا ہے اس بحر معاد کا (جواب میں) جسم کہتا ہے کہ میں یقیناً تیرا ظل (یعنی تابع) ہوں (بھلا اپنے) ظل (اور تابع) سے کون مدد طلب کیا کرتا ہے اے جان عم (جسد کو جماد تشبیہاً باعتبار اس کی ذات کے کہا کیونکہ وہ نفس ذات میں بدوں اعتبار تعلق روح کے مثل جماد ہی کے ہے اور اگر باعتبار اصل اجزاء مادیہ کے جماد کہا جاوے تو جماد حقیقی ہے کیونکہ عناصر میں نہ نفس نباتی ہے نہ حیوانی نہ انسانی اور بحر کی اضافت معاد کی طرف اضافت موصوف کی ہے صفت کی طرف اور حق تعالیٰ کا مرجع الکل ہونا معلوم ہے اور جسم کو تابع روح کا کہنا باعتبار ان افعال کے ہے جو موقوف ہیں تعلق روح پر اور ان میں سے علم وادراک بھی ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ عقل کا ادراک کنہ میں عاجز اور غلبہ عجز سے متحیر ہونا بتلاتے ہیں کہ اس پر اس قدر اس عجز وحیرت کا غلبہ ہوا کہ جسد سے استفادہ کرنے لگی جس پر جسد نے جواب دیا کہ میں تو ادراکات میں تیری برابر قابلیت ہی نہیں رکھتا کہ تیری قابلیت بلا میرے واسطہ کے ہے اور میری قابلیت تیرے واسطہ سے تو میں تیرا محتاج ہوں نہ کہ بالعکس پس) عقل (اس کے جواب میں) کہتی ہے کہ یہ (مقام ادراک کنہ) ایسی حیرت سرا نہیں ہے کہ جس میں

www.besturdubooks.wordpress.com

قابل (ادراک) نا قابل (ادراک) سے زیادہ دلیر ہو (یعنی ادراک کا حوصلہ کرتا ہو مطلب یہ کہ اور اشیاء کے ادراک میں تو مجھ میں اور تجھ میں تفاوت قابلیت ونا قابلیت کا ہے مگر واجب کے ادراک میں میں قابل اور تو نا قابل برابر ہیں اور اپنے کو جو قابل کہا تو باعتبار دوسرے ادراکات کے اور جب میں اور تو برابر ہیں تو ایک مساوی دوسرے مساوی سے مدد طلب کر سکتا ہے اور منشاء اس قول کا غایت غلبہ حیرت ہے ورنہ ظاہر ہے کہ مدرک معقولات سے جب ادراک محال ہے تو غیر مدرک معقولات سے بدرجہ اولیٰ محال ہے تو توہم واحتمال وادراک منشاء اس قول کا نہیں خوب سمجھ لو آگے ترقی کے ساتھ تائید ہے ماسبق کی یعنی ماسبق میں تو اتنا ہی بیان کیا گیا ہے کہ اس استفادہ کا خاص میں قابل وکامل کو کچھ پیشی نہیں ہے نا قابل وناقص پر آگے اس کا بیان ہے کہ بلکہ بعض استفادات میں کامل کو ناقص کی طرف احتیاج ہوتی ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اس جگہ آفتاب انوری خدمت ذرہ کی کرتا ہے (اور خدمت بھی کیسی) مثل چاکری کے۔ شیر اس طرف آہو کے سامنے سر جھکا دیتا ہے (اور) باز اس جگہ تیہو (یعنی کبک یالوے) کے سامنے بازو پست کر دیتا ہے۔ تجھ کو اس کا یقین نہیں آتا (اس لئے میں دلیل بتلاتا ہوں کہ) مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مساکین سے کس طرح دعا چاہتے ہیں (جس استفادہ کا اوپر ذکر تھا یعنی ادراک کنہ حق یہاں اس کا ذکر نہیں ہے پس ترقی مطلق استفادہ کے اعتبار سے ہے مطلب یہ ہے کہ معاملات متعلقہ حضرت حق سبحانہ عجیب وغریب ہیں کہ بعض میں تو کامل وناقص سب امتناع استفادہ میں برابر ہیں اور بعض میں کامل مستفید ہوتے ہیں ناقصین سے اور ادراک کنہ حق قسم اول سے ہے اور زیادت اجر وقرب قسم ثانی سے ہے کہ اس باب میں ناقصین تو کاملین سے ہمیشہ مستفید ہوتے ہی ہیں چنانچہ حضرات انبیاء علیہم السلام سے جو جو فیوض وبرکات علمیہ وعملیہ وظاہرہ وباطنہ تعلیم سے بھی صحبت سے بھی توجہ سے بھی دعا سے بھی امم کو پہنچے ہیں وہ مخفی نہیں لیکن گاہے اس کا عکس بھی ہوتا ہے کہ کامل اپنے فائدہ کے لئے احتیاج پیش کرتا ہے۔ ناقص کے سامنے آفتاب اور شیر اور باز سے مراد کامل اور ذرہ اور آہو اور تیہو سے مراد ناقص اور خدمت اور سر نہادن اور پر نہادن سے مراد عرض احتیاج ہے استدلال کی تقریر یہ ہے کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت عمرؓ سے فرمایا یا اخی اشرکنا فی الدعا اور امت کو تعلیم فرمایا کہ میرے لئے مقام وسیلہ کا سوال کیا کرو اور ترغیب دی کہ مجھ پر درود بھیجا کرو کہ وہ دعا ہے رحمت کی اور ظاہر ہے کہ یہ سب دعائیں اگر نافع نہ ہوتیں تو کیوں امر فرماتے اور نافع ہونا یہی ہے کہ آپ کا قرب اور مزید برمزید ہوتا چلا جاوے تو دیکھئے کامل بلکہ اکمل نے خود اپنے ہی غلاموں سے اس کی درخواست فرمائی گو وہ غلام اس دعا کے قابل بھی حضور ہی کے طفیل سے ہوئے اور اس میں بھی حضورؐ ہی کا بڑا کمال ثابت ہوا کہ آپ کی اتباع کی برکت سے وہ ایسے ہو گئے اور امت میں بیشمار مساکین بھی ہیں اس لئے یہ کہنا بھی صحیح ہو گیا چون زمسکینان ہمی جوید دعا آگے اس پر ایک شبہ اور پھر اس کا جواب نقل فرماتے ہیں کہ) اگر تو یوں کہے کہ یہ (دعا کی درخواست کرنا) تعلیم (امت) کے لئے تھا (تا کہ وہ اپنے سے کم درجہ کے لوگوں سے بھی دعا کرایا کریں اور اس لئے نہ تھا کہ آپ کو ان دعاؤں سے کوئی نفع پہنچا یا کامل کو ناقص سے کوئی نفع پہنچتا ہے) تو (جواب اس کا یہ ہے کہ پھر یہ تو) عین جہل میں واقع کرنا ہوا کس طور پر یہ تفہیم ہوئی (تقریر اس کی یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں یا کامل کو ناقص کی دعا سے نفع ہوتا ہے یا نہیں اگر ہوتا ہے تب تو شبہ ہی نہیں ہوتا اور اگر نہیں ہوتا تو پھر تعلیم ایک عبث چیز کی ہوئی تو دعا عبث ہوئی بلکہ عبث سے بڑھ کر مضر ہوئی یعنی آپ کی تعلیم سے لوگ اس غلطی میں پڑ گئے کہ دعائے ناقص کو کامل کے لئے نافع سمجھ گئے اس تعلیم سے تو اور تجہیل ہو گئی تفہیم نہ ہوئی۔ وہذا باطل والملزوم للباطل باطل فابداء احتمال التعلیم مع انتفاء نفع باطل احقر کہتا

ہے کہ ایک شبہ ابھی باقی رہا وہ یہ کہ جواب شبہ میں یہ کہنا کہ دو حال سے خالی نہیں غیر مسلم ہے یہاں ایک تیسرا احتمال اور بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اس استفادہ سے منزہ ہوں اور دوسرے کاملین کو ناقصین سے نفع پہنچا کرے اب انتفاء انتفاع و حکمت تعلیم دونوں جمع ہو گئیں جواب یہ ہے کہ قاعدہ عقلیہ ہے کہ جب فاعل اور قابل دونوں جمع ہوں اور کوئی مانع نہ ہو تو ترتب اثر کا لازم عقلی ہے اب اس قاعدہ کے بعد دیکھئے کہ ناقصین کی دعا کی فاعلیت للنفع دوسرے محل میں تو مورد کے نزدیک بھی مسلم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محل للقرب الحز ائد الی مالا یقف عند حد ہونا بھی ثابت کما قال اللہ تعالیٰ وقل رب زدنی علما وقال تعالیٰ وللآخرۃ خیرلک من الاولیٰ اور اسکا کون قائل ہو سکتا ہے کہ جن اسباب سے اوروں کو قرب ہو حضور کو نہ ہوتا ہو آپ تو بدرجہ اولیٰ اس کے احق ہیں جب فاعل و قابل دونوں موجود اور مانع کوئی ہے نہیں پھر نفع نہ ہونے کے کیا معنے اس پر اگر کوئی پھر کہے کہ ایک مانع موجود ہے وہ یہ کہ اس نفع کے قائل ہونے سے ایک محذور لازم آتا ہے کہ دوسرا شخص جو نفع کا سبب ہے وہ نعوذ باللہ افضل ہو جاوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کلیہ ہی غلط ہے کہ ہر نافع افضل ہوتا ہے منتفع سے کیا خادم سے نفع نہیں ہوتا مخدوم کو کیا جبرئیل علیہ السلام حضورؐ پر وحی نہ لاتے تھے اور کیا وحی نفع نہیں ہے اور کیا جبرئیل علیہ السلام اس میں واسطہ نہ تھے اور کیا اس باب میں یہ آیت نہیں ہے علمه شديد القوىٰ پھر کیا اس واقعہ سے انکار ہو سکتا ہے یا جبرئیل علیہ السلام کی افضلیت کا معتزلہ کی طرح کوئی قائل ہو سکتا ہے اور معتزلہ کہاں کہاں اس کا التزام کریں گے کیا حدیثوں سے ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک آیت بھول گئے تھے کسی صحابی کے پڑھنے سے آپ کو یاد آ گئی اور آپ نے ان کے لئے اسی بناء کو ظاہر فرما کر دعا فرمائی تو کیا معتزلہ اس صحابی کو حضورؐ سے افضل کہیں گے اور یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا ہو گا کہ بعض متشددین نے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو کچھ ثواب بخشنے کو منع کیا ہے کہ آپ کو کیا حاجت ہے یہ اس متشدد کی غلطی ہے علامہ شامی نے بھی اس پر رد کیا ہے غرض مانع کا احتمال باطل ٹھہرا اور فاعل و قابل بلا مانع جمع ہو گئے اور اصل تقریر مولانا کی جو اس شعر میں ہے محفوظ رہی اور ثابت ہو گیا کہ یہ دعا چاہنا محض تعلیم کے لئے نہ تھا بلکہ (یہ وجہ بھی تھی کہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ گنج بے شمار ویرانوں میں رکھا کرتا ہے وہ شہریار (یہ بطور ایک قاعدہ کلیہ کے ہے جس کی ایک جزئی حکم مذکور فی المقام یعنی سبب طلب دعا من المساکین بھی ہے اور اس سے ترقی کر کے مطلقاً کائنات سے بلا تخصیص مساکین نفع توجہ الی الحق حاصل کرنے کی ترغیب بھی ہے یعنی حق تعالیٰ اشیاء مستحقرہ میں بھی منافع ودیعت رکھتے ہیں اور یہ گنج اور ویرانہ عام ہے سب منافع مطلوبہ اخرویہ کو کہ اوپر سے اسی کا ذکر ہے من المعاملات المتعلقۃ بحضرۃ الحق اور سب اشیاء کو چنانچہ لفظ بے شمار اور ویرانہا اس کا قرینہ بھی ہو سکتا ہے یعنی کوئی شے نفع سے خالی نہیں کسی میں کچھ کسی میں کچھ پس اگر ظاہری مسکین کی دعا سے کوئی نفع پہنچ جاوے تو کیا بعید ہے حضورؐ یہ جانتے تھے اس لئے دعا کرائی اور چونکہ یہ عام ہے اس میں یہ نفع مشترک بھی تمام اشیاء کا داخل ہو گیا کہ ان سے استدلال ہو سکتا ہے صانع حق اور اس کے شیون و تجلیات پر جس سے عارفین منتفع ہوتے ہیں گو وہ اشیاء کیسی ہی مستحقر ہوں لیکن محجوبین ظاہر بین ان اشیاء مستحقرہ کی کہ ان میں مساکین بھی آ گئے ظاہری حالت دیکھ کر ان کو اس نفع کے قابل گمان نہیں کرتے اور ان سے منتفع نہیں ہوتے آگے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ اشیاء مستحقرہ پر یہ) بدگمانی اس ویرانہ کی نعل معکوس ہے (یعنی ویرانی و استحقار سے ان اشیاء پر خلوعن النفع کا گمان ہوتا ہے اس لئے اس کو ذریعہ رہبری نہیں بناتے پس نہ مساکین کو دعا کے قابل سمجھتے ہیں نہ کائنات سے توجہ الی الحق کرتے ہیں جس طرح نعل معکوس لگانے سے ناواقف مقصود تک نہیں پہنچتا بلکہ الٹا جاتا ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

اگرچہ (واقع میں) اس ویرانہ کا ہر جزو اس گنج کا جاسوس (ومخبر) ہے (جس طرح مبصر تجربہ کار نعل معکوس ہی سے استدلال علی المطلوب کرلیتا ہے یعنی واقع میں تو ہر شے دال ہے حضرت حق پر مگر بصیرت سے کام لینا شرط ہے اور اس کے فقدان سے وہ شے بجائے دلالت کے اور بالعکس سبب ضلالت کا ہوجاتی ہے آگے ماسبق پر ترقی ہے بیان سبب ضلالت میں یعنی اوپر کہا تھا کہ سبب بدگمانی وغلط فہمی کا نعل معکوس ہے جسے کہتے ہیں کہ) بلکہ حقیقت (واقعیہ ان اہل ضلالت کے اعتبار سے ایسی ہوگئی جیسے) فی الحقیقت (بالکل ہی) غرق (یعنی ناپید) ہوگئی اس سبب سے ستر بلکہ صدہا فرقے ہوگئے (ترقی ظاہر ہے کیونکہ نعل معکوس کا نشان نظر تو آتا ہے اور جب بالکل ہی غرق ہوجاوے مثلاً اس نعل معکوس کے نشان پر کچھ پانی آگیا یا خاک میں غرق ہوگیا اگر اس پر غرق کا اطلاق آتا ہو جس سے وہ نشان بھی مٹ گیا تو اب بالکل نظر ہی نہ آوے گا یہ تو توجیہ ہوئی کلمہ بلکہ کی اور تقریر مقام کی یہ ہے کہ واقع میں ضلالت جہلاء کی حالت دوسری ہی قسم کے مشابہ ہے کیونکہ نعل معکوس سے جو غلطی واقع ہوتی ہے وہ سب دیکھنے والوں کو یکساں ہوگی حالانکہ سب گمراہ ایک ہی غلطی میں مبتلا نہیں ہیں کوئی کسی غلطی میں کوئی کسی غلطی میں پس ان کی حالت اس کے مشابہ ہے جیسے نعل کا نشان بھی مٹ گیا اب بالکل پچھو قیاسات انحاء مختلفہ پر دوڑا رہے ہیں کوئی مشرق کو چل دیا کوئی مغرب کو کوئی جنوب کو کوئی شمال کو اور متی توجہ کا کسی کے پاس نہیں پس یہاں ہفتاد فرقے سے مراد وہ مشہور فرقے اہل بدعت کے نہیں ہیں کیونکہ ان کی گمراہی غرق نعل کے مشابہ نہیں ہے خود اسلام پر سب متفق ہیں بلکہ مراد کفار کے فرقے ہیں اور ہفتاد سے مراد کثرت ہے اسی واسطے آگے صدہا بڑھا دیا تاکہ اور کثرت پر دلالت ہو اور واقع میں کفار کے فرقے صدہا ہیں پس بعض محشین کی توجیہ کہ اہل بدعت کے فرقے اول بہتر تھے جس کو بضرورت شعر ہفتاد کہدیا پھر شعبے پیدا ہوکر سو ہوگئے یہ بناء الفاسد علی الفاسد ہے اور مثال ثانی یعنے غرقہ شد میں جو حضرت نے یہ قید لگائی کہ ان اہل ضلالت کے اعتبار سے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ واقع میں تو حق وحقیقت بالکل واضح ہے قال تعالیٰ ھذا بصائر للناس و ھدیً و رحمۃ لقوم یومنون وقال تعالیٰ ذلک الکتٰب لاریب فیہ وقال تعالیٰ و بینات من الھدیٰ والفرقان)

فائدہ:۔ الحمدللہ آغاز سرخی سے یہاں تک کے اشعار جس قدر سنگلاخ تھے اللہ تعالیٰ نے اسی قدر آسان کر دیئے کہ بے نظیر شرح لکھی گئی جس کی قدر دوسری حواشی وشروح سے موازنہ کر کے معلوم ہوسکتی ہے آگے عود ہے قاضی کے اصل جواب کی طرف یعنی گفت قاضی واجب آمد مان رضا جو کہ صوفی کے اس اشکال اور اس کے جواب سے سابق ہے اور تقریر ربط کی آگے بھی مذکور ہوئی۔

باتو قلماشیست خواہم گفت ہاں	صوفیا خوش پہن بکشا گوش جاں
ایک حارج قیتی اور بھی ہے میں تجھ سے کہوں گا آگاہ رہ	اے صوفی خوب فراخ طور پر گوش جان کو کشادہ کر لے
مرترا ہر زخم کاید ز اسماں	منتظر می باش خلعت بعد ازاں
تجھ کو جو صدمہ آسمان سے پہنچے	تو اس کے بعد خلعت کا منتظر رہا کر
آں قفا دیدی صفا راہم ببیں	گرد راں باگردن آمد اے امیں
تو نے وہ قفا تو دیکھ لی صفا کو بھی دیکھ	گردن کے ساتھ ران کا بھی گوشت ملتا ہے اے امین

www.besturdubooks.wordpress.com

کونہ آں شاہ ست کتا سیلی زند	کہ نہ تاج و تخت بخشد مستند
کیونکہ وہ ایسا بادشاہ نہیں ہے کہ تجھ کو سیلی مارے	کہ تاج اور ایسا تخت نہ بخشے جس پر تکیہ لگا کر بیٹھا جاوے
جملہ دنیا را پر پشہ بہا	سیلئے را رشوت بے منتہا
تمام دنیا کی قیمت پر پشہ ہے	ایک سیلی پر عطیہ بے منتہا ہے
گردنت زیں طوق زریں جہاں	چست در دزد و زحق سیلی ستاں
تو اپنی گردن دنیا کے اس طوق زریں سے	جلدی سے نکال اور حق کی طرف سے سیلی کو قبول کر
آں قفاہا کانبیا برداشتند	زاں بلا سرہائے خود افراشتند
جو صدمات انبیاء علیہم السلام نے برداشت کئے ہیں	اس بلا سے اپنے سروں کو بلند کیا ہے
لیک حاضر باش در خود اے فتیٰ	تابخانہ او بیابد مر ترا
لیکن تو حاضر رہا کر اپنے اندر اے جوان	تاکہ وہ تیرے خانہ میں آوے
ورنہ خلعت را برد او باز پس	کہ نیابیدم بخانہ ہیچ کس
ورنہ وہ خلعت کو واپس لے جاوے گا	کہ میں نے گھر میں کسی کو نہیں پایا

(قلماش بالضم وشین معجمہ بیہودہ و ہرزہ ظاہرا بایں معنے مخفف قل ماشئت باشد یعنی بگو ہر چہ خواہی تو و در فرہنگے بمعنے متاع خانہ مرقوم ساختہ ظاہرا بایں معنے مزید قماش خواہد بود (یعنی دران لام زائد کردہ شد) از لطائف وقماش بضم اول رخت واسباب وجامۂ ابریشمی ومتاع خانہ وبمعنے جوہر وصف نیز آمدہ از منتخب وکشف صراح ومویدو لطائف کذافی الغیاث وبذوق احقر درینجا بمعنے ثانی چسپاں باشد قولہ باتو متعلق ست بہ خواہم گفت وقولہ است در قلماشے ست بمعنے کان تامہ است قولہ گردران با گردن الخ مراد راحت مقرون برنج وگردران بکاف فارسی مکسور استخوان ران را گویند کہ بران گوشت بسیار باشد وچون دران گوشت بسیار باشد و در گردن کم قصاباں گوشت گردن را با گوشت گردران آمیختہ میفروشند ایں مثل افتادہ کہ گردران با گردن ست ومقصود آن باشد کہ نیک وبد بہم آمیختہ میباشد حکیم سوزنی فرماید دست برو لش نہادم مشت زد بر گردنم ایں مثل در یادم آمد گردران با گردن ست من الحواشی للبحر والا فضل وجہ ربط اشعار او پر آخر۔

فائدہ:۔ میں مذکور ہو چکی اور تقریر ربط یہ ہے کہ قاضی نے کہا کہ میرا جو اصل مضمون تھا کہ ہر واقعہ پر رضا چاہئے کیونکہ وہ سب قضا سے ہے اور اس پر رضا واجب ہے اور تو نے اس دلیل پر ایک سوال کر دیا تھا جس کا جواب بھی ہو چکا اب میں اسی اصل مضمون کے متعلق بیان کرتا ہوں کہ وہ ناتمام رہ گیا تھا کیونکہ وہاں رضا کی وجہ میں صرف اس واقعہ کے آثار ہیں پس مجموعہ بیانین سے دو مقتضی رضا کے ثابت ہو جاویں گے ایک موثر فی البلاء کہ قضا ہے ایک اثر للبلاء کہ عطا در عطا ہے پس بلسان قاضی فرماتے ہیں کہ علاوہ مضمون مقتضی مذکور رضا کے کہ وہ موثریت ہے قضا کی بلا میں) ایک (مضمون مثل) متاع قیمتی (کے) اور بھی ہے (کہ وہ بھی مقتضی ہے رضا کو)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں (وہ بھی) تجھ سے کہوں گا آگاہ رہ اے صوفی (اور) خوب فراخ طور پر گوش جان کو کشادہ کر لے (وہ مضمون یہ ہے کہ بلا کے آثار نہایت عظیم الشان ہیں پس) تجھ کو جو صدمہ آسمان سے پہنچے تو اس کے بعد خلعت کا منتظر رہا کر تو نے وہ قفا تو دیکھ لی (اب اس کے انعام میں) صفا کو بھی دیکھ (اور مثل مشہور ہے کہ) گردن کے ساتھ ران کا بھی گوشت ملتا ہے اے امین۔ کیونکہ وہ (بادشاہ حقیقی) ایسا بادشاہ نہیں ہے کہ تجھ کو سیلی مارے کہ (تجھ کو) تاج اور ایسا تخت نہ بخشے جس پر تکیہ لگا کر بیٹھا جاوے (اور یہ تیری غلطی ہے کہ منعم کو مطلوب اور تالم کو مھروب عنہ سمجھتا ہے واقع میں امر بالعکس ہے چنانچہ) تمام دنیا کی قیمت (واقع میں) پر پشہ (کے برابر) ہے (تو وہ مطلوب ہونے کے قابل کب ہے اور) ایک سیلی پر عطیہ بے منتہا (ملتا) ہے (تو وہ مطلوب ہونے کے قابل کب ہے اور) ایک سیلی پر عطیہ بے منتہا (ملتا) ہے (تو وہ مھروب عنہ نہیں ہے جب یہ بات ہے تو) تو اپنی گردن دنیا کے اس طوق زرین سے جلدی سے نکال اور حق کی طرف سے (اگر) سیلی (پہنچے اس) کو قبول کر جو صدمات انبیاء علیہم السلام نے برداشت کئے ہیں اس بلا سے اپنے سروں کو بلند کیا ہے (یہ ہے وہ خلعت جو بلا پر ملتا ہے۔ جس کے متعلق اوپر کہا ہے منتظری باش خلعت الخ) لیکن (اس خلعت ملنے کی ایک شرط ہے اور مطلق وقوع بلا کافی نہیں اور وہ شرط حضور مع الحق ہے یعنی حق تعالیٰ کی طرف رضا و محبت کے ساتھ متوجہ رہنا پس وقوع بلا کے وقت) تو حاضر (مع الحق بالمعنے مذکور) رہا کر اپنے (خانہ قلب کے) اندر (کہ وہی قلب محل ہے حضور کا) اے جوان تا کہ وہ (بادشاہ حقیقی خلعت لے کر) تیرے خانہ (قلب) میں آوے (یعنی تیرے قلب پر متوجہ ہو کر فیض و برکات نازل فرماوے) ورنہ (اگر تو بالمعنی المذکور حاضر نہ رہا تو) وہ خلعت کو واپس لے جاوے گا کہ میں نے تو گھر میں کسی کو نہیں پایا (تو کس کو دیتا ظاہر ہے کہ ازافات الشرط فات المشروط اور نیا بیدم پر اشکال نہ کیا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کے یافتن بمعنے دیدن سے کون چیز خارج ہو سکتی ہے بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ کا علم مطابق واقع کے گو واقع سے متقدم بھی ہے پس جو شخص حضور سے خالی ہے حق تعالیٰ کا علم اس کی نسبت یہی ہو گا کہ یہ خالی ہے۔ اتصاف بالحضور کا علم کیسے ہو گا ورنہ نعوذ باللہ علم میں غلطی لازم آوے گی فافہم۔

فائدہ:۔ قلماش کو محشین نے ہرزہ کے معنے پر محمول کر کے اس صوفی کی بیہودگیاں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ایک محشی نے تو اسرار آئندہ کو بزعم منکرین ہرزہ قرار دے کر صوفی کو منکر قرار دیا ہے ایک نے قل ماشئت بمعنے بگو ہر چہ خواہی قرار دے کر اور معنی بیہودگی کو اس سے مستفاد کر کے صوفی کے طعن سابق کو مصداق بیہودگی کا کہا ہے سو علاوہ بعید عن الذوق ہونے کے خود مولانا کا ایک شعر جو سرخی حکایت زن با شوہر سے ذرہ قبل آتا ہے ان تمام تفسیروں کو صریحاً رد کرتا ہے وہ شعر یہ ہے من ہمیدانم کہ تو پاکی نہ خام ویں سوالت ہست از بہر عوام۔

باز سوال کردن آں صوفی ازاں قاضی

پھر اس صوفی کا اس قاضی سے سوال کرنا

گفت صوفی کہ چہ بودے کایں جہاں	ابروی رحمت کشادے جاوداں
صوفی نے کہا کہ کیا تھا یہ جو عالم	ہمیشہ رحمت کی ابرو کو کشادہ رکھتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر دمے شورے نیاوردے بہ پیش	بر نیاوردے ز تلوینہاش نیش
ہر لحظہ شور نہ لاتا سامنے	اپنی بوقلمونیوں سے نیش کو ظاہر نہ کرتا
شب نہ دزدیدے چراغ روز را	دے نبودے باغ عیش اندوز را
شب کا زمانہ چراغ روز کو سرقہ نہ کرتا	خزاں نہ ہوا کرتی باغ عیش اندوز کو
جام صحت را نبودے سنگ تب	ایمنی را خوف ناوردے کرب[1]
جام صحت کے لئے سنگ تپ نہ ہوتا	بے خوفی پر خوف اندوہ گینی کو نہ لاتا
خود چہ کم گشتے زجود و رحمتش	گر نبودے خرخشہ در نعمتش
خود کیا کم ہو جاتا اس کی جود و رحمت سے	اگر اس کی نعمت میں خرخشہ نہ ہوتا
حال بودے خوب وخوش بر جملگاں	تیرہ کم بودے روان انس و جاں
سب پر حال خوب اور خوش رہتا	انسان اور جن کی جان تیرہ نہ ہوا کرتی
جاوداں بودے حضور و ذوق خوش	دائما در جاں بدے ہم شوق خوش
ہمیشہ حضور و ذوق کامل رہتا	روح میں ہمیشہ شوق کامل رہتا

جواب قاضی سوال صوفی را وقصہ ترک و درزی را مثل آوردن

صوفی کے سوال پر قاضی کا جواب دینا اور ترک اور چور کے قصہ کی مثال دینا

گفت قاضی بس تہی رو صوفیی	خالی از فطنت چو کاف کوفیی
قاضی نے کہا کہ تو بالکل ہی خالی دماغ صوفی ہے	کاف کوفی کی طرح فطانت سے خالی ہے
تو نہ بشنیدی کہ آں پر قند لب	غدر خیاطاں ہمی گفتے بشب
تو نے وہ نہیں سنا کہ وہ شیریں کلام	شب میں خیاطوں کی دغا بازی کا بیان کر رہا تھا
خلق را وردزدی آں طائفہ	می نمود افسانہائے سالفہ
اس گروہ کے چوری کے باب میں	خلق کو افسانہ ہای گذشتہ دکھلا رہا تھا
قصۂ پارہ ربائی در بریں	می حکایت کرد او باآن وایں
قصہ پارہ ربائی کا قطع کرنے کے وقت	بیان کر رہا تھا اس سے اور اس سے
در سمری خواند درزی نامۂ	گرد او جمع آمدہ ہنگامۂ
فسانہ گوئی میں درزی نامہ پڑھ رہا تھا	اس کے گرد ایک ہنگامہ جمع تھا

[1] بالفتحتین بے آرام واندوہگین شدن ۱۲ منتخب ۱۲

www.besturdubooks.wordpress.com

(ابرو کشادن اگرچہ از نظر نگذشتہ اما متقابلش یعنی ابرو نازک وتنگ کردن درغیاث بمعنے ناز وغرور نمودن آوردہ پس ایں قرینہ است کہ ابرو کشادن بمعنے خوش خوئی وشگفتہ روئی باشد برین بفشم بمعنے کرج خربزہ وامثال آن ومراد پارہ از ولی محمد وکرج را درغیاث بہ شوشہ یعنی پارچہ وقاش خربزہ وہندوانہ وغیرہ تفسیر کردہ ودرذوق احقر برین درینجا بمعنے بریدن اولٰی ست اور یہ سوال ثانی ہے صوفی کا قاضی سے اور جواب ہے قاضی کا حاصل سوال جیسا سوال اول کے اشعار متعلقہ کی تمہید میں گزرا ہے یہ ہے کہ استبعاد تو تکوین ضدین کا دفع ہوگیا لیکن اس کے وقوع میں حکمت کیا ہے مقتضائے رحمت تکوین تھی صرف راحت ولذت کی بدوں ان کے اضداد کے اور حاصل جواب کا بیان کرتا ہے بعض مضار لذات کا پس فرماتے ہیں کہ) صوفی نے کہا کہ (اس میں) کیا (ضرر) تھا جو یہ عالم ابروے رحمت کو ہمیشہ کشادہ رکھتا (یہ اسناد ہے ظرف کی طرف یعنی اللہ تعالیٰ اس عالم میں صرف رحمت ہی کے آثار ظاہر فرماتے ہیں مجازاً عالم کی طرف اسناد کردی اور یہ عالم) ہر لحظہ شور نہ لاتا (اور) اپنی بوقلمونوں سے نیش کو ظاہر نہ کرتا (اور) شب کا زمانہ چراغ روز (یعنی آفتاب) کو سرقہ نہ کرتا (یعنی پوشیدہ نہ کردیتا جس سے وحشت انگیز تاریکی ہو جاتی ہے اور) خزاں نہ ہوا کرتی باغ عیش اندوز کو (اور) جام صحت کے لئے سنگ تپ (ومرض) نہ ہوتا (جس سے صحت شکستہ ہوجاتی ہے اور) بے خوفی پر خوف اندوہ گینی کو نہ لاتا (غرض) خود کیا کم ہوجاتا اس کی جود ورحمت سے اگر اس کی نعمت میں خرخشہ نہ ہوتا (یہاں مسند الیہ حقیقی کو ظاہر کردیا آگے خرخشہ نہ ہونے پر تفریع ہے کہ) سب پر حال خوب اور خوش رہتا (اور) انسان اور جن کی جان تیرہ نہ ہوا کرتی (اور جس کا یہ نفع بھی ہوتا کہ) ہمیشہ حضور (مع اللہ) وذوق کامل رہتا (اور) روح میں ہمیشہ شوق کامل رہتا (اس اثر پر نظر جانا یہ خوش نیتی کا ثمرہ ہے جیسا حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے دریافت فرمایا کہ جب فتوحات وسامان بے فکری میں وسعت ہوگی تمہارا کیا حال ہوگا تو انہوں نے عرض کیا کہ بس کاروبار دنیا سے بے فکر ہوکر خوب عبادت فراغ خاطر سے کریں گے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں وسعت دنیا کا جو خاصہ بیان فرمایا تھا اس سے مضار دینیہ کا پیدا ہوجانا ہی حاصل ہے جواب قاضی کا جو آئندہ مذکور ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب باوجود قصد اعانت علی الطاعات کے بھی وہ مضار مرتب ہوتے ہیں جو جہان خود دنیا ہی کی راحت مقصود بالذات ہو وہاں تو بدرجہ اولٰی اور بہت زیادہ ان مضار کا ترتب ہوگا پس) قاضی نے کہا کہ تو بالکل ہی خالی دماغ صوفی ہے (یعنی) کاف کوفی کی طرح فطانت سے خالی ہے (کاف کوفی کی شکل یہ ہے جس کا جوف خالی ہوتا ہے اور رو کا اطلاق دماغ پر مجاورت واتصال کے علاقہ سے ہوسکتا ہے اور تحقق اس مجاورت کا علاقہ لو... مادہ میں ہوگا بوجہ اس کے کہ صاحب وجہ ہونا عادۃً مستلزم ہے صاحب دماغ ہونے کو کسطول البخاد لطول القامۃ مگر یہ اطلاق ہمیں نظر سے نہیں گزرا اور کچھ سمجھ میں نہیں آیا اگر کوئی اور توجیہ بن سکے تو ملحق کر دی جاوے اور فطنت سے خالی ہونا پاکی کے خلاف نہیں بخلاف ہرزہ وبیہودگی کے پس یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ قلماش کی تحقیق میں جس آئندہ شعر کا حوالہ دیا گیا ہے یہاں بھی اس سے تعارض ہے یہ تو جواب کی تمہید ہے آگے ترکم محض کے بیان مضار سے جواب ہے اور اس کے قبل ایک مثل تائید جواب کے لئے لائی گئی ہے یعنی) تو نے وہ (قصہ) نہیں سنا کہ وہ شیریں کلام (قصہ گو ایک) شب میں خیالوں کی دغابازی کا بیان کر رہا تھا (اور) اس گروہ کی چوری کے باب میں خلق کو افسانہائے گذشتہ دکھلا رہا تھا (اور) قصہ (ان کی) پارہ ربائی کا قطع کرنے کے وقت بیان کر رہا تھا اس سے اور اس سے (غرض) فساد گوئی میں (اس وقت) درزی نامہ پڑھ رہا تھا (اور) اس کے گرد ایک ہنگامہ جمع تھا (پورا قصہ آگے آوے گا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ قصہ سن کر

www.besturdubooks.wordpress.com

کسی ترکی کو غصہ آیا اس نے کہا میرے سامنے کوئی درزی ہرگز نہیں چرا سکتا چنانچہ ایک عیار درزی کا لوگوں نے اس کو پتہ دیا وہ اسی کے پاس گیا اور ایک اطلس لے گیا کہ اس کی قبا قطع کر دے اس نے ہنسی دل لگی کی باتوں میں اس کو مشغول کیا حتیٰ کہ کئی بار یہ ہنستے ہنستے مدہوش ہو ہو گیا اور وہ ہر بار میں کچھ چرا لیتا الخ مقصود اس قصہ کے لانے سے یہ بتلانا ہے کہ دیکھو سر ور وضحک سے ایسے نقصان ہوتے ہیں اسی طرح اگر مسرت و نعمت محضہ ہوتی ایسے ہی مضار اس پر مرتب ہوتے چنانچہ اس قصہ تمثیلی کے ختم پر ان اشعار میں اسی کی تصریح ہے اطلس عمرت بمقراض شہور الخ تو تمنای بری الخ داخترت گویدالخ اب مولانا قصہ کے درمیان سے انتقال کرتے ہیں ایک مضمون ارشادی کی طرف جیسا کہ سرخی آئندہ سے ظاہر ہے)۔

تفسیر قولہ علیہ السلام ان اللہ یلقن الحکمۃ

علیٰ لسان الواعظین بقدر ھمم المستمعین

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کی تفسیر اللہ تعالیٰ واعظوں کی زبان سے سننے والوں کی ہمت کی بقدر تلقین کرتا ہے

مستمع چوں یافت جاذب آں وقود	جملہ اجزائش حکایت گشتہ بود
اس گرم سخن نے جب مستمع کو جاذب پایا	تو اس کے تمام اجزاء حکایت بن گئے تھے
جذب سمع ست ارکسے را خوش لبی ست	گرمی وجد معلم از صبی ست
اگر کسی کو خوش لبی ہے تو وہ جذب ہے سمع کا	وجد معلم کی گرمی لڑکے کی وجہ سے ہے
چنگیے را کو نوازد بست و چار	چوں نیابد گوش گردد چنگ وار
وہ چنگ نواز کہ جو بست و چار بجاتا ہے	جب وہ کان نہ پاوے تو چنگ کی طرح ہو جاتا ہے
نے حرارہ یادش آید نے غزل	نے وہ انگشتش بجنبد در عمل
نہ اس کو ترانہ یاد آتا ہے نہ غزل	نہ اس کی دس انگلیاں کام کرنے میں حرکت کرتی ہیں
گر نبودے گوشہائے غیب گیر	وحی ناوردے ز گردوں یک بشیر
اگر غیب کے قبول کرنے والے کان نہ ہوتے	تو آسمان سے ایک بشیر بھی وحی نہ لاتا
ور نبودے دیدہائے صنع بیں	نے فلک گشتے نہ خندیدے زمیں
اور اگر صنعت دیکھنے والی آنکھیں نہ ہوتیں	تو نہ فلک گردش کرتا نہ زمین رونق پذیر ہوتی
آں دم لولاک ایں باشد کہ کار	از برائے چشم تیز ست و نزار
وہ مضمون لولاک یہی ہے کہ صنعت	چشم تیز اور صاحب نظر کے لئے ہے
عامہ را از عشق ہمخوابہ و طبق	کے بود پروائے عشق صنع حق
عوام کو ہمخوابہ اور طبق کے عشق سے	صنع حق کی کب پروا ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آب تتماجی نریزی در تغار	تا سگے چندے نباشد طعمہ دار
آش کا پانی تو تغار میں نہ ڈالے	جب تک کہ چند سگ طعمہ خوار نہ ہوں
رو سگ کہف خداوندیش باش	تا رہاند زیں تغارت اصطفاش
جا حق تعالیٰ کے کہف خداوندی کا سگ ہو جا	تا کہ تجھ کو اس تغار سے اس کا مقبول فرمالینا چھڑا دیوے

(وقود بفتح واو ہیزم وانچہ بدان آتش افروزند کذافی الغیاث ومراد ازاں قصہ گو کہ گرم سخن گشتہ بود تشبیہا لہ بالوقود فی الالتہاب بست وچار ای شعبۃ اربعۃ وعشرون للغناء من ارغج القوی خرارہ ترانہ تتماج بالضم وجیم عربی نام قسمے از آش ست درتر کی تغار طشت گلی کذافی الغیاث بمناسبت شعراخیر اشعار بالا درسر میخواند الخ وشعر اول اشعار مقام مستمع چون یافت الخ انتقال ہے اس مضمون کی طرف کہ طلب جالب مقصود ہے اور مقصود اس سے ترغیب ہے طلب کی پس فرماتے ہیں کہ) اس گرم سخن نے جب مستمع کو جاذب (وشائق قصہ) پایا تو اس کے تمام اجزاء حکایت بن گئے تھے (اور یہ جذب کچھ اسی قصہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) اگر کسی کو خوش لبی (یعنی قوت وجوش بیان) ہے تو وہ جذب ہے سمع کا (چنانچہ) وجد معلم کی گرمی لڑکے کی وجہ سے ہے (کہ شوق سے متوجہ ہے اسی طرح) وہ چنگ نواز کہ جو بست وچار (شعبے) بجاتا ہے جب وہ (قدر دان کا) کان نہ پاوے تو چنگ کی طرح (کہ خمیدہ ہوتا ہے) وہ خود (خمیدہ) ہو جاتا ہے (یعنی) افسردہ وخمیدہ قامت ہو کر بیٹھ رہتا ہے اور اس حالت میں) نہ اس کو ترانہ یاد آتا ہے نہ غزل (اور) نہ اس کی دس انگلیاں کام کرنے میں حرکت کرتی ہیں (اسی طرح) اگر غیب کے قبول کرنے والے کان نہ ہوتے (کہ اولاً انبیاء علیہم السلام کے کان ہیں اور ثانیاً امت اجابت کے) تو آسمان سے ایک بشیر (فرشتہ) بھی وحی نہ لاتا (اصل وحی لانے والے احکام کے گو صرف جبرئیل علیہ السلام ہیں مگر وحی کے وقت ان کے ساتھ ایک جماعت ملائکہ کی ہوتی تھی قال تعالیٰ الامن ارتضیٰ من رسول فانہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصدا) اور (اسی طرح) اگر صنعت (حق کی) دیکھنے والی آنکھیں نہ ہوتیں تو نہ فلک گردش کرتا (اور) نہ زمین (نباتات سے) رونق پذیر ہوتی وہ مضمون لولاک (بھی) یہی ہے کہ (سب) صنعت (تخلیق) چشم تیز اور صاحب نظر کے لئے ہے (یعنی چونکہ آپ صاحب نظر ہیں اولاً اور دوسرے مصدقین تبعاً اس لئے نظر کرنے کو افلاک وغیرہ پیدا کئے اگر صاحب نظر نہ ہوتے تو پیدا نہ کئے جاتے یہ ایک توجیہ محتمل ہے لیکن مطلوب چونکہ اس پر موقوف نہیں اس لئے احتمال مخالف قادح ومضر نہیں چنانچہ یہی مضمون کہ اہل نظر کی نظر لاستدلال علی التوحید اعظم غایات ہے خلق سموات والارض کی اس آیت میں ارشاد کیا گیا ہے وما خلقنا السماء والارض وما بینہما باطلا کما ذکرتہ فی تفسیری تو صنع الٰہی پر نظر کرنا واقع میں تو اتنی بڑی چیز ہے کہ وہ غایت اعظم ہے خلق اعظم کی لیکن) عوام (یعنی اہل غفلت) کو بخوابہ اور طبق کے عشق سے (یعنی شہوت فرج وبطن سے) صنع حق (میں نظر کرنے) کی کب پروا ہوتی ہے (آگے پھر ایک مثال ہے طلب کے جالب مقصود ہونے کی یعنی) آش کا پانی (جو کہ خوراک ہے بعضے جانوروں کی) تو تغار میں (کبھی) نہ ڈالے جب تک کہ چند سگ طعمہ خوار نہ ہوں (آگے برعایت مناسبت اس مثال کے تتمیم ہے مضمون شعر عامہ را الخ یعنے) جا حق تعالیٰ کے کہف خداوندی کا سگ ہو جا (یعنی اس کی طرح کہ وہ ملازم غار ہے ملازم توجہ ونظر ہو جا) تا کہ تجھ کو اس تغار (حرص بطن وفرج) سے اس کا مقبول فرمالینا چھڑا دیوے (یعنی عشق بخوابہ وطبق جو مانع ہے اس مانع کے ارتفاع کا یہ طریقہ ہے)

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ آگے عود ہے قصہ دزدی خیاطین کی طرف۔

دعویٰ کردن و گرو بستن ترک کہ درزی از من چیزے نتواند برد

ایک ترک کا دعویٰ کرنا اور بازی لگانا کہ کوئی درزی میری کوئی چیز نہیں چرا سکتا

چونکہ دزدیہائے بیرحمانہ گفت	کہ کنند آں درزیاں اندر نہفت
جب اس نے ان سرقات بے رحمانہ کا بیان کیا	جو خفیہ طور پر درزی لوگ کیا کرتے ہیں
اندراں ہنگامہ ترکے از خطا	سخت تیرہ شد ز کشف آں غطا
اس ہنگامہ میں ایک ترک خطا کا رہنے والا	اس پردہ کے کھلنے سے سخت مکدر ہوا
شب چو روز رستخیز آں رازہا	کشف می کرد از پئے اہل نہی
وہ شب کے وقت روز قیامت کی طرح ان رازوں کو	کھول رہا تھا اہل عقول کے لئے
ہر کجا آئی تو در کنج فراز	بینی آنجا دو عدو در کشف راز
تو جہاں گوشہ میں بھی جاوے	تو وہاں دو دشمن دیکھے گا کشف راز میں
آں زباں را محشر مذکور داں	واں گلوئے راز گو را صور داں
اس زبان کو محشر مذکور جان	اور اس گلوے راز کو صور جان
کہ خدا اسباب خشمی ساخت ست	واں فضائح را بکوی انداخت ست
کہ خدا تعالیٰ نے اسباب خشم بنا دیئے ہیں	اور ان فضائح کو محلہ میں ڈال دیا ہے

جب اس (قصہ گو) نے ان سرقات بے رحمانہ کا بیان کیا جو خفیہ طور پر درزی لوگ کیا کرتے ہیں اس ہنگامہ میں ایک ترک (شہر) خطا کا رہنے والا اس پردہ (سرقہ خیاطین) کے کھلنے سے سخت مکدر (وغضبناک) ہوا (جس کا قصہ عنقریب آوے گا آگے اس کشف غطا کو کشف۔ غطائے قیامت سے تشبیہ دیتے ہیں یعنی) وہ (قصہ گو) شب کے وقت روز قیامت کی طرح (خیاطین کے) ان رازوں کو کھول رہا تھا اہل عقول کے لئے (آگے مولانا قصہ سے اس تشبیہ کی تحقیق کی طرف بطور ارشاد کے انتقال فرماتے ہیں کہ) تو جہاں گوشہ میں بھی جاوے تو وہاں دو دشمن دیکھے گا کشف راز میں (ایک تو) زبان (کہ اس) کو محشر مذکور جان (یعنی جو کہ شعر بالا میں مذکور ہے بلفظ رستخیز اور معنے یہ ہیں کہ محشر مذکور کے مشابہ جان کہ سبب ہے کشف راز کا) اور اس گلوے راز گو کو صور جان (کہ یہ دوسرا دشمن ہے کیونکہ آواز اسی سے نکلتی ہے جس سے وہ زبان مشابہ قیامت کاشف راز ہو جاتی ہے کیونکہ اگر آواز نہ نکلے تو زبان کا صرف مخارج پر پہنچ جانا کاشف راز نہیں ہو سکتا اور صورت ان اسرار کے انکشاف کی یہ ہے) کہ خدائے تعالیٰ نے اسباب خشم (باضافت بیانیہ) بنا دیئے ہیں اور (اس خشم کے واسطے سے) ان فضائح کو محلہ میں (یعنی مجمع میں) ڈال دیا ہے (پس لفظ فراز زائد ہے اور کاف شعر اخیر میں یا بیان ہے انکشاف اسرار کا جو تشبیہ واقع شعر سابق متصل سے مفہوم ہوتا ہے اور یا عطف کے لئے ہے کما فی قول السعدی اے بسا اسپ تیز رو کہ بماند کہ خر لنگ جا بمنزل برد)

www.besturdubooks.wordpress.com

فائدہ:۔ حاصل اشعار ثلثہ کا یہ ہے کہ وہ قصہ گو جو زبان سے اس طرح کشف اسرار کر رہا تھا جیسا قیامت میں کشف اسرار ہوگا یہ کچھ اسی موقع کے ساتھ خاص نہیں بلکہ زبان میں یہ خاصیت علی الاطلاق ہے حتیٰ کہ اگر تم گوشہ تنہائی میں بھی ہو تب بھی یہ زبان اور اسی طرح حلقوم جو کہ دشمن ہیں گاہے تمہارے گاہے دوسرے کے یہ وہاں بھی تمہارے ہمراہ ہیں اور کبھی تمہارے کبھی دوسروں کے کشف اسرار میں نمونہ قیامت ہیں جس میں حلق تو صور کے مشابہ ہے اور زبان قیامت کے مشابہ جیسا کہ بضمن ترجمہ مذکور ہوا اور صورت اس کشف کی یہ ہوتی ہے کہ اول غصہ آتا ہے اس میں آدمی کبھی اپنے قبائح کبھی دوسرے کے فضائح ظاہر کر دیتا ہے اور گو یا اظہار کے وقت وہ گوشہ میں نہیں ہوتا مگر یہ ذخیرہ اسرار کا تو گوشہ میں بھی مجتمع تھا اور اس کے کاشف بھی ہمراہ تھے جن کے تقاضے کے وقت گوشہ سے نکلنا کون دشوار ہے اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اظہار مافی الضمیر بدوں غصہ کے بھی تو ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ یہ حکم مطلق اسرار کے لئے نہیں فرمایا بلکہ خاص اسرار عیوب وفضائح کے لئے اور ان کا اظہار عادۃً غصہ ہی کے بعد ہوتا ہے شاید مقصود مولانا کا اس ارشاد سے تنبیہ ہو آفات لسان وغضب پر اور تحذیر ہو اس کی مضرت ومعرت سے واللہ اعلم۔

دعویٰ کردن ترک کہ درزی از من نبرد گرو بستن ونشان جستن خانہ درزی را

بس کہ غدر درزیاں را ذکر کرد	حیف آمد ترک را و خشم و درد
اس نے جو بہت سا غدر خیاطین کا ذکر کیا	ترک کو ستم اور غصہ اور درد معلوم ہوا
گفت اے قصاص در شہر شما	کیست استاتر دریں مکر و دغا
کہنے لگا اے قصہ گو لوگو تمہارے شہر میں	سب سے بڑھ کر اس مکر و دغا میں کون استاد ہے
گفت خیاطیست نامش پورشش	اندریں دزدی و چستی خلق کش
اس نے کہا کہ ایک درزی ہے اس کا نام ہے پورشش	اس سرقہ میں اور چالاکی میں خلق کش ہے
گفت من ضامن کہ با صد اضطراب	او نیارد برد پیشم رشتہ تاب
ترک نے کہا میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ باوجود صد ہا دست وبازی کے	وہ میرے سامنے ایک بنا ہوا تاگا نہیں لے جا سکتا
پس بگفتندش کہ از تو چست تر	مات او گشتند در دعویٰ مپر
لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ چالاک لوگ	اس سے ہار گئے ہیں۔ تو دعویٰ میں مت اڑ
تو بعقل خود چنیں غرہ مباش	کہ شوی یاوہ تو در تزویر ہاش
تو اپنی عقل پر اس قدر مغرور مت ہو	اس لئے کہ تو اس کی چالوں میں حواس گم کردہ ہو جائیگا
گرم تر شد ترک وبست آنجا گرو	کہ نیارد برد نے کہنہ نہ نو
وہ ترک اور تیز ہوا اور وہاں اس پر یہ شرط باندھ لی	کہ وہ درزی کچھ نہیں لے سکتا نہ کہنہ اور نہ نیا

www.besturdubooks.wordpress.com

مطمعانش گرم تر کردند زود	او گرد بست و دہاں را بر کشود
طمع دلانے والوں نے اس کو جلدی سے اور گرم کر دیا	اس نے شرط باندھ لی اور منہ کھول دیا
کہ گرد ایں مرکب تازی من	بدہم ار دزد و قماشم را بفن.
کہ میرا یہ مرکب تازی رہن رہا	میں یہ دے دوں گا اگر وہ میرے جامہ ابریشم کو چالاکی سے چرا لے
ور نتاند برد اسپے از شما	داستانم بہر رہن مبتدا
اور اگر وہ نہ لے سکا تو ایک گھوڑا تم سے	لے لوں گا رہن ابتدائی کے طور پر
ترک راآں شب نبرد از غصہ خواب	باخیال دزدی کرد او حراب
ترک کو اس شب میں بوجہ غصہ کے نیند نہ آئی	وہ چور کے خیال سے لڑتا رہا
بامداداں اطلسے زد در بغل	شد ببازار و دکان آں دغل
صبح ہی ایک اطلس بغل میں دبایا	بازار میں اور اس مکار کی دکان پر پہنچا
پس سلامش کرد گرم و اوستاد	جست از جا لب بپرسش بر کشاد
پس اس استاد نے اس کو تپاک سے سلام کیا	جگہ سے کھڑا ہو گیا حال پوچھنے کے لئے لب کھولا
گرم پرسیدش ز حد ترک بیش	تا فگند اندر دل او مہر خویش
بڑے تپاک سے اس ترک کے رتبہ سے بھی زیادہ اس کو پوچھا	یہاں تک کہ اس کے دل میں اپنی الفت ڈال دی
کہ ببر ایں را قبائے روز جنگ	زیر دامن واسع و بالاش تنگ
کہ اس کو روز جنگ کی قبا قطع کر دے	نیچے سے دامن واسع ہو اور اس کا حصہ بالائی تنگ ہو
چوں شنید ازوے نوائے بلبلی	پیشش افگند اطلس اصطنبلی
جب اس نے اس سے نوائے بلبلا نہ سنی	اس کے سامنے اطلس استنبولی ڈال دیا
تنگ بالا بہر جسم آرائے را	زیر واسع تا نگیرد پائے را
حصہ بالائی تو تنگ ہو جسم کی آرائش کے لئے	نیچے سے واسع ہوتا کہ پاؤں میں نہ الجھے
گفت صد خدمت کنم اے زود داد	دست بر دو چشم و بر سینہ نہاد
درزی نے کہا کہ اے صاحب مودت میں سو خدمت کروں گا	ہاتھ دونوں آنکھوں پر اور سینہ پر رکھ لیا
پس بہ پیمود و بدید او روی کار	بعد ازاں بکشاد لب را در فشار
پھر ناپا اور کام کا انداز دیکھا	اس کے بعد اس نے بکواس کے لئے منہ کھولا

www.besturdubooks.wordpress.com

از حکایتہائے میران دگر	وز کرمہائے و عطای آں نفر
دوسرے امرا کی حکایات کا	اور اس جماعت کے کرم و عطا کا
وز بخیلان و ز تخسیرات شاں	از برای خندہ داد اوہم نشاں
اور بخیلوں کا اور ان کی کمی کرنے کا	ہنسانے کے لئے اس نے نشان بھی دیا
ہمچو آتش کرد مقراضے بروں	می برید ولب بر افسانہ وفسوں
آتش کی طرح ایک مقراض باہر نکال لی	قطع کرتا جاتا تھا اور لب افسانہ افسوں پ

اس (قصہ گو) نے جو بہت سا غدر خیاطین کا ذکر کیا ترک کو ستم اور غصہ اور درد معلوم ہوا کہنے لگا اے قصہ گو لو تو تمہارے شہر میں سب سے بڑھ کر اس مکر و دغا میں کون استاد ہے (چونکہ قصہ کی تصدیق میں سب شریک تھے اس لئے سب کو قصہ گو کہہ دیا) اس (قصہ گو) نے کہا کہ ایک درزی ہے اس کا نام ہے پورشش اس سرقہ میں اور چالاکی میں خلق کش ہے (ایک حاشیہ میں لکھا ہے در وجہ تسمیہ پورشش نوشتہ اند کہ چون شش بادمی یا بد یعنی نفس دران داخل می شود و ازان خارج و دائما چون مردحہ باد پیمائی میکند چنانکہ مردحہ قلب ہم بہمین سبب اور امیگویند و آن خیاط نیز چوں بیہودہ گو و باد پیما بود پورشش لقب اونہادند اہ) ترک نے کہا میں ذمہ دار ہوتا ہوں کہ باوجود صدہا دست و بازی کے وہ میرے سامنے ایک بٹا ہوا تاگا نہیں لے جا سکتا لوگوں نے اس سے کہا کہ تجھ سے زیادہ چالاک لوگ اس سے ہار گئے ہیں تو دعوے میں مت اتر تو اپنی عقل پر اس قدر مغرور مت ہو اس لئے کہ تو اس کی چالوں میں حواس گم کردہ ہو جاوے گا وہ ترک اور تیز ہوا اور وہاں اس پر یہ شرط باندھ لی کہ وہ درزی کچھ نہیں لے سکتا نہ کہنہ اور نہ نیا طمع دلانے والوں نے اس کو جلدی سے اور گرم کر دیا اس نے شرط باندھ لی اور منہ (اس بات کہنے کے لئے) کھول دیا کہ یہ میرا مرکب تازی رہن رہا میں یہ دے دوں گا اگر وہ (درزی) میرے جامہ ابریشم کو چالاکی سے چرا لے اور اگر وہ نہ لے سکا تو ایک گھوڑا تم سے لے لوں گا۔ رہن ابتدائی کے طور پر (ابتدائی کہنے کی غالباً یہ وجہ ہے کہ جیسا ترک نے اسی وقت ایک گھوڑا رہنے کے لئے معین کر دیا ایسا ان لوگوں کی طرف سے اس وقت کوئی معین گھوڑا نہیں رکھا گیا جس کا اخیر میں دینا انتہائی رہن ہوتا بلکہ ہارنے کی صورت میں جو گھوڑا یہ دیں گے وہ دینا ابتدائی طور پر ہوگا اور اس شعر سے دو شعر پہلے جو ان لوگوں کو طمع دلانے والا کہا ہے وہ اسی فرمائش کے اعتبار سے جو کہ ترک نے ان لوگوں سے ایک گھوڑا لینا کیا لوگوں نے ایسے انداز سے گفتگو کی ہوگی کہ اس کو ایک گھوڑا ہاتھ آ جانے کی طمع دامن گیر ہو گئی بوجہ اس اعتماد کے کہ میرے سامنے درزی کپڑا نہیں چرا سکتا تو ان لوگوں نے طمع میں ڈال کر اس کو اس شرط پر آمادہ کر دیا اور یہ یقین تھا کہ یہی ہارے گا غرض) ترک کو اس شب میں بوجہ غصہ کے نیند نہ آئی (رات بھر) چور کے خیال سے لڑتا رہا (اور) صبح ہی ایک اطلس بغل میں دبایا (اور) بازار میں اور اس مکار کی دکان پر پہنچا۔ پس اس استاد (یعنی درزی) نے اس کو تپاک سے سلام کیا (اور اپنی) جگہ سے (تعظیم کے لئے) کھڑا ہو گیا (اور) حال پوچھنے کے لئے لب کھولا (اور) بڑے تپاک سے اس ترک کے رتبہ سے بھی زیادہ اس کو پوچھا یہاں تک کہ اس کے دل میں اپنی الفت ڈال دی۔ جب اس (ترک) نے اس (درزی) سے طوائے بلبلانہ سنی (خوش ہو کر) اس کے سامنے اطلس استنبولی ڈال دیا۔ (ابدال سین بصاد کثیر ست چون صدو غیرہ) کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کو روز جنگ کی قبا قطع کردے نیچے سے دامن واسع ہو اور اس کا حصہ بالائی تنگ ہو حصہ بالائی تو تنگ ہو جسم کی آرائش کیلئے (اور) نیچے سے واسع ہوتا کہ پاؤں میں نہ الجھے درزی نے کہا کہ اے صاحب مودت میں سو خدمت کرونگا (اور یہ کہہ کر) ہاتھ (اپنی) دونوں آنکھوں پر اور سینہ پر رکھ لیا پھر (اس کپڑے کو) ناپا اور (کپڑے کو الٹ پلٹ کر) کام کا انداز دیکھا (جیسے عادت ہے درزیوں کی) اس کے بعد اس نے بکواس کے لئے لب کھولا (یعنی) دوسرے امراء کی حکایات کا اور اس جماعت کے کرم وعطا کا اور بخیلوں کا اور (خرچ میں) ان کی کمی (وخست) کرنے کا ہنسانے کے لئے (ان سب مضامین کا) نشان دیا (اور) آتش کی طرح (تیز) ایک مقراض باہر نکال لی (کہ اس سے تو کپڑا) قطع کرتا جاتا تھا اور لب افسانہ اور افسون پر (رکھا تھا چونکہ افسانہ کی غرض افسون تھا کہ ترک کو غافل کر کے چرالوں اس لئے اس کو افسوں سے تعبیر کیا)

مضاحک گفتن درزی ترک را واز قوت خندہ بستہ شدن دو چشم تنگ وفرصت یافتن درزی در دزدی

درزی کا ترک سے ہنسی کی باتیں کرنا اور ہنسی کی زیادتی کی وجہ سے دو چھوٹی آنکھوں کا بند ہو جانا اور درزی کا چوری کا موقع پانا

یک مضاحک چست گفت آں اوستاد	ترک مست از خندہ شد سست وفتاد
ایک ہنسی کی بات چٹ پٹ کہی اس استاد نے	ترک مست ہنسی سے ڈھیلا ہو گیا اور گر پڑا
ترک خندیدن گرفت از داستاں	چشم تنگش گشت بستہ آں زماں
ترک نے اس داستان سے ہنسنا شروع کیا	اس وقت اس کی چشم تنگ بند ہو گئی
پارۂ دزدید و کردش زیر راں	غیر حق از جملۂ احیا نہاں
اس نے ایک ٹکڑا چرا لیا اور اس کو ران کے نیچے دبا لیا	بجز حق تعالیٰ کے اور سب زندوں سے پوشیدہ
حق ہمی دید آں ولے ستار خوست	لیک چوں از حد بری غماز اوست
حق تعالیٰ جانتے ہیں و لیکن ستار خو ہیں	لیکن جب تو حد سے گزر جاوے تو وہ غماز ہیں
ترک را از لذت افسانہ اش	رفت از دل دعوی پیشانہ اش
ترک کے ذہن سے اس کے افسانہ کی لذت کے	وہ اس کا دعوے سابقہ جاتا رہا
اطلسے چہ دعوی چہ رہن چہ	ترک سرمست ست در لاغ اے اچہ
کیسی اطلس کیسا دعویٰ کیسی شرط	ترک تو ہزل میں مست ہو رہا ہے اے بھائی
لابہ کردش ترک کز بہر خدا	لاغ می گوکاں مرا شد معتذی
ترک نے اس کی خوشامد کی کہ خدا کے واسطے	کوئی خوش طبعی کی بات کہہ کہ وہ میری غذا بن گئی
گفت لاغ خندہ انگیز آں دغا	کہ فتاد از قہقہہ او بر قفا
اس دغا باز نے پھر ایک خندہ انگیز مسخری کی بات کہی	جس سے وہ ترک ہنستے ہنستے قفا کے بھی گر پڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

پارۂ اطلس سبک بر نیفہ زد	ترک غافل خوش مضاحک می مزد
اس نے ایک ٹکڑا اطلس کا جلدی سے نیفہ میں لگا لیا	ترک غافل اور خوش اس مضحک بات کو چاٹ رہا ہے
ہمچنیں بار سوم ترک خطا	گفت لاغے گوئے از بہر خدا
اسی طرح تیسری بار اس ترک خطا نے	کہا کہ اور مسخری کی بات کہہ خدا کے لئے
گفت لاغے خندہ میں تراز و دوبار	کرد او ایں ترک را کلی شکار
اس نے ایک مسخری کی بات جو دوبار سے زیادہ خندہ آمیز تھی کہی	اس نے اس ترک کا پورے ہی طور سے شکار کر لیا
چشم بستہ عقل جستہ مولہہ	مست ترک مدعی از قہقہہ
آنکھ بند ہو گئی عقل حیران ہو کر سلب ہو گئی	ترک مدعی قہقہہ سے مست ہو گیا
پس سوم بار از قبا دزدید شاخ	کہ زخندش یافت میدان فراخ
پس تیسری بار اس نے قبا سے اور ٹکڑا چرا لیا	کیونکہ اس نے ترک کے خندہ سے میدان فراخ پایا
چوں چہارم بار آں ترک خطا	لاغ زاں استادی کرد اقتضاء
جب چوتھی بار وہ ترک خطا	مسخری کا اس استاد سے تقاضا کرنے لگا
رحم آمد بروے آں اوستاد را	کرد در باقی فن بیداد را
تو اس پر رحم آیا اس استاد کو	اس نے فن بیداد کو باقی کے متعلق کر دیا
گفت مولع گشتہ ایں مفتوں دریں	بیخبر کیں چہ خسارست و غبیں
کہا کہ یہ مفتون تو اس پر حریص ہو رہا ہے	بے خبر ہے کہ یہ کیا خسارہ اور غبن ہے
بوسہ افشاں کرد بر استاد او	کہ بمن بہر خدا افسانہ گو
اس نے استاد پر بوسہ نثار کیا	کہ خدا کے لئے مجھے افسانہ کہہ دے

(قال بحر العلوم مضاحک جمع مضحکہ است بمعنے محل ضحک و آن کلامے و فعلے کہ ضحک ازو پیدا آید کہا تزاد در لغت عرب انحو کہ گویند گویا محل ضحک ست و مولوی مضاحک بمعنے مفرد استعمال کردند بمعنے جنس انحوکہ) ایک ہنسی کی بات چٹ پٹ کہی اس استاد نے ترک مست ہنسی سے ڈھیلا ہو گیا اور گر پڑا (چست اور ست کا تقابل نہایت لطیف واقع ہوا) ترک نے اس داستان سے ہنسا شروع کیا (اور) اس وقت اس کی چشم تنگ بند ہو گئی (ترکوں کی آنکھیں چھوٹی ہوتی ہیں اس وقت) اس نے ایک ٹکڑا چرا لیا اور اس کو ران کے نیچے دبا لیا (اور) بجز حق تعالیٰ کے اور سب زندوں سے پوشیدہ حق تعالیٰ جانتے ہیں ولیکن ستار خو ہیں لیکن جب تو حد سے گزر جاوے تو وہ (اس وقت) غماز ہیں ترک کے ذہن سے اس کے افسانہ کی لذت کے سبب وہ اس کا دعویٰ سابقہ جاتا رہا کیسا اطلس کیسا دعویٰ کیسی شرط ترک تو ہزل میں مست ہو رہا ہے بھائی (فی بعض الحواشی اچہ ترکی برادر بزرگ اھ وفی

www.besturdubooks.wordpress.com

الغیاث اِلّی بالیاء) ترک نے اس کی خوشامد کی کہ خدا کے واسطے (پھر) کوئی خوش طبعی کی بات کہہ کہ وہ میری غذا بن گئی (در اصل متعدی بہ بود بر طریق حذف وایصال چنانچہ مشترک بمعنے مشترک فیہ و معتبر بمعنے معتبر بہ وامثال این کذا فی بعض الحواشی) اس دغا باز نے پھر ایک خندہ انگیز تمسخر کی بات کہی جس سے وہ ترک ہنستے ہنستے قفا کے بھل گر پڑا اس نے ایک ٹکڑا اطلس کا جلدی سے نیفہ میں لگا لیا ترک غافل اور خوش اس مضحک بات کو چاٹ رہا ہے (ترجمہ بالحاصل وفی الاصل مزیدن بمعنے مکیدن کما فی بعض الحواشی) اسی طرح تیسری بار اس ترک خطا نے کہا کہ اور تمسخر کی بات کہہ خدا کے لئے اس نے ایک تمسخر کی بات جو (پہلی) دوبار سے زیادہ خندہ آمیز تھی کہی (میم در خندہ میں برائے نسبت چنانچہ در نیلم منسوب بہ رنگ نیلگوں ویا و نون ہم برائے نسبت چنانچہ در اولین وشاید کہ یک اداۃ نسبت تاکید اداۃ دیگر باشد واللہ اعلم) اس نے اس ترک کا پورے ہی طور سے شکار کر لیا آنکھ بند ہوگئی عقل حیران ہو کر سلب ہوگئی (پس مولہہ بصیغہ اسم مفعول مونث حال ست از ضمیر جستہ کہ عائد ست بہ عقل وتانیث او بتاویل عقل بقوت عقلیہ) ترک مدعی قہقہہ سے مست ہو گیا۔ پس تیسری بار اس نے قبا سے اور ٹکڑا اچا لیا (شاخ پارۂ جامہ کما فی الغیاث) کیونکہ اس نے ترک کے خندہ سے میدان فراخ پایا۔ جب چوتھی بار وہ ترک خطا تمسخر کا تقاضا کرنے لگا تو اس پر رحم آیا اس استاد کو (اور اس لئے) اس نے (اپنے) فن بیداد (وظلم) کو باقی (یعنی مستقبل) کے متعلق کر دیا (یعنی یہ سوچ لیا کہ یار باقی صحبت باقی اب پھر آئندہ کبھی یہ کپڑا لاوے گا (اس وقت اپنے فن کی مشق کروں گا اور ایک حاشیہ میں لکھا ہے کہ در باقی کردن اصطلاح ہے بمعنے بر طرف ساختن وبیباق نمودن تو اس پر یہ ترجمہ مناسب ہے کہ رحم کر کے فن بیداد کو باقی میں ڈال دیا یعنے اس فن کو اور خرچ نہیں کیا جس کے لئے لازم ہے کہ ترک کر دیا اور اپنے دل میں) کہا کہ یہ مفتون تو اس پر حریص ہو رہا ہے (اور اس سے) بے خبر ہے کہ یہ کیا خسارہ ہے اور کیا غبن ہے اس (ترک) نے استاد پر بوسہ نثار کیا کہ خدا کے لئے مجھ سے (اور) افسانہ کہہ لے۔

خطاب با ہر نفسے کہ بمثل ایں بلا مبتلا ست

اس نفس کو خطاب جو اس جیسی بلا میں پھنسا ہے

اے فسانہ گشتہ و محو از وجود	چند افسانہ بخواہی آزمود
اے شخص کہ تو فسانہ ہو رہا ہے اور ہستی سے محو ہو رہا ہے	تو کہاں تک فسانہ کو آزما دے گا
خندہ مے تر از تو ہیچ افسانہ نیست	بر لب گور خراب خویش ایست
تجھ سے زیادہ کوئی افسانہ مضحک نہیں ہے	اپنی گور خراب کے کنارہ پر ذرہ کھڑا ہو
اے فرو رفتہ بقبر جہل و شک	چند جوئی لاغ و دستان فلک
اے شخص کہ جہل و شک کی قبر میں گھسا ہوا ہے	کہاں تک طلب کرے گا بازی اور فریب زمانہ کا
تا بکے نوشی تو عشوہ ایں جہاں	کہ نہ عقلت ماند بر قانوں نہ جاں
تو کب تک اس دنیا کا عشوہ نوش کرے گا	کہ نہ تیری عقل قانون پر رہی نہ روح
لاغ ایں چرخ ندیم کرد و مرد	آبروئے صد ہزاراں چوں تو برد
اس چرخ کی بازی نے جو کہ ندیم ہے بدعقلوں کا بھی اے بدعقلوں کا بھی	تجھ جیسے لاکھوں کی آبرو برباد کر دی

www.besturdubooks.wordpress.com

میدرد میدوزد ایں درزی عام	جامۂ صد سالگان و طفل خام
یہ درزی عام پھاڑتا ہے اور سیتا ہے	صد سالہ لوگوں کے بھی اور طفل خام کے بھی کپڑے
پیر و طفلاں شستہ پیشش بہر کد	تا بسعد و نحس او لاغے کند
پیر اور طفل سب اس کے سامنے گداگری کے لئے بیٹھے ہیں	تاکہ وہ سعد و نحس سے بازی کرے
لاغ او گر باغہا را داد داد	چون دے آمد دادہا بر باد داد
اس کی بازی نے اگر باغوں کو عطا دی ہے	تو جب خزاں آئی اس نے سب عطاؤں کو برباد کر دیا ہے

اے شخص کہ تو فسانہ ہو رہا ہے اور ہستی (مطلوب) سے محو ہو رہا ہے تو کہاں تک فسانہ کو آزماوے گا (یعنی اس ترک کی طرح تو اسباب عیش و غفلت کا عاشق ہو کر اس کی ترقی کا طالب ہو رہا ہے اور اس سے سیر نہیں ہوتا انجام یہ کہ خود تو افسانہ ہو گیا جس طرح وہ ترک مثل ہو گیا کہ اس کی حکایت تمثیل کے لئے لائی جا رہی ہے) تجھ سے زیادہ کوئی افسانہ مضحک نہیں ہے اپنی گور خراب کے کنارہ پر ذرہ کھڑا ہو (یعنی موت کو یاد کر اور کنارہ قبر پر جا کر غور کر کہ انجام تیرا یہ گور خراب ہے مگر بجائے اس قبر و یاد موت کے تو) اے شخص کہ جہل و شک کی قبر میں گھسا ہوا ہے کہاں تک طلب کرے گا بازی اور فریب زمانہ کا (یعنی دنیا کا عیش و عشرت ظاہری جو اپنے مضرت باطنی کے سبب مشابہ لاغ و دستان کے ہے تو کب تک اس کا طالب رہے گا اور) تو کب تک اس دنیا کا عشوہ نوش کرے گا کہ نہ تیری عقل قانون پر رہی نہ روح اس چرخ کی بازی نے جو کہ ندیم ہے باریش والوں کا بھی اور بے ریش والوں کا بھی (فان الکر وجیل من العرب وبقرینۃ مقابلۃ للمرد والذی ہو جمع امرد یحمل علی معنے صاحب اللحیۃ) تجھ جیسے لاکھوں کی (جو کہ غفلت و بازی میں مبتلا ہو گئے) آبرو برباد کر دی (جس طرح اس درزی نے اس ترک کی اطلس برباد کر دی جب وہ بازی و لاغ میں مشغول ہوا) یہ درزی عام (یعنے چرخ) پھاڑتا ہے اور سیتا ہے صد سالہ لوگوں کے بھی اور طفل خام کے بھی کپڑے (یعنی سب عمر بھی پاتے ہیں اور سب کی عمر گزرتی بھی جاتی ہے کما قال تعالیٰ ومایعمر من معمر ولاینقص من عمرہ الافی کتاب اور) پیر اور طفل سب اس کے سامنے گداگری کے لئے بیٹھے ہیں (یعنی اسباب معیشت کی طلب کر رہے ہیں جس طرح وہ ترک قبا سلوانے کے لئے بیٹھا تھا) تاکہ وہ (اپنے) سعد و نحس (کے ذریعہ) سے (سب کے ساتھ) بازی کرے (لفظ تاکہ عاقبت کے لئے ہے آگے بیان ہے لاغ مذکور کا کہ) اس کی بازی سے اگر باغوں کو عطا دی ہے تو جب خزاں آئی اس نے سب عطاؤں کو برباد کر دیا ہے (وہ داد اثر سعد کا ہے اور یہ بربادی اثر نحس کا مطلب یہ کہ اس کے اسباب عیش پر غافل مت بنو کہ وہ سبب مضرت کا ہے جیسے اس درزی کے مضحکات سبب ہوئے خسارہ ترک کے اور سعد و نحس بناءً علے الشہرۃ کہہ دیا مقصود اس مضمون سے تنبیہ ہے کہ ترک مست کی طرح دنیوی عیش سے غفلت میں مت پڑ جانا)

فائدہ:۔ ان اشعار میں جو فلک کو صاحب دستان اور جہان کو صاحب عشوہ کہا ہے اس کی تحقیق مابعد کے اشعار میں بضمن شرح شعر اطلس عمرت بمقراض شہور الخ لکھی جاوے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتن درزی ترک را کہ ہے خموش کن کہ اگر مضاحک دیگر بگویم قبایت تنگ آید

ترک سے درزی کا کہنا کہ خبردار! چپ ہو جا' کہ اگر ہنسی کی دوسری بات کہوں گا تیری قبا تنگ ہو جائیگی

گفت درزی ترک رازیں درگزر	وائے بر تو گر کنم لاغ دگر
درزی نے ترک سے کہا کہ اب اس سے درگزر	تیرے حال پر افسوس ہوگا اگر میں اور تمسخر کروں گا
بس قبایت تنگ آید باز پس	ایں کند با خویشتن خود ہیچ کس
پھر تیری قبا بہت تنگ ہو جاوے گی	بھلا کوئی شخص اپنے ساتھ ایسا ہی کیا کرتا ہے
سر ایں خندہ اگر دانستیے	آں ز صد گریہ بتر دانستیے
اگر تو اس خندہ کا راز جانتا	تو تو اس کو صدہا گریہ سے بدتر جانتا
ترک خندہ کن ایا اے ترک مست	زانکہ عمرت رفت خواہی گشت پست
اے ترک مست تو خندہ کو ترک کر دے	کیونکہ تیری عمر گئی گزری تو پست ہو جاوے گا
چونکہ بنہاد آں قبا درزی زدست	اسپ را برباد داد آں ترک مست
جب کہ اس درزی نے قبا ہاتھ سے رکھی	تو اس ترک مست نے گھوڑے کو برباد کر دیا

درزی نے ترک سے کہا کہ (اب) اس (تمسخر کی درخواست) سے درگزر تیرے حال پر افسوس ہوگا اگر میں اور تمسخر کروں گا (وہ افسوس یہ ہوگا کہ) پھر تیری قبا بہت تنگ ہو جاوے گی بھلا کوئی شخص اپنے ساتھ ایسا بھی کیا کرتا ہے (کہ اپنے ضرر کے سبب کی درخواست کرے) اگر تو اس خندہ کا راز (یعنی انجام مخفی) جانتا تو تو اس کو صدہا گریہ سے بدتر جانتا (آگے مولانا کا ارشادی مقولہ ہے کہ) اے ترک مست تو خندہ کو ترک کر دے (یعنی اے غافل اشتغال شہوات ذمیمہ کو ترک کر دے) کیونکہ تیری عمر (جو مشابہ اطلس کے ہے جیسا عنقریب آتا ہے کچھ تو) گئی گزری (جیسے وہ اطلس ضائع ہوئی اگر اب بھی تو نے ترک شہوت نہ کیا تو) تو (زیادہ) پست ہو جاوے گا (کہ بقیہ عمر بھی ضائع ہو جاوے گی جیسا درزی نے کہا تھا کہ زیادہ لاغ سے بقیہ کپڑا بھی برباد ہو جاوے گا اور قبائے مقصود کے لئے کافی نہ ہوگا پھر آگے تتمہ ہے قصہ کی کہ) جب اس درزی نے قبا ہاتھ سے رکھی (اور ظاہر ہوا کہ اس طرح کپڑا چرایا گیا) تو (موافق شرط کے) اس ترک مست نے گھوڑے کو برباد کر دیا (یعنی ہار میں دیدیا آگے قصہ ترک و درزی کی تطبیق ہے جواب قاضی پر جس کو احقر اوپر سرخی ان اللہ یلقن الحکمۃ سے ذرہ پہلے لکھ بھی چکا ہے۔)

مخلصش بشنو توئی آں ترک گول	عالم غدار خیاط چو غول
تو اس کا خلاصہ سن وہ ترک احمق تو ہے	عالم غدار خیاط مشابہ غول ہے
اطلسے کز بہر تقویٰ و صلاح	دوخت باید خرج کردی از مزاح
جو اطلس تقویٰ و صلاح کے لئے	سینا چاہیے تھا تو نے مزاح سے خرچ کر ڈالا

www.besturdubooks.wordpress.com

اطلست عمر و مضاحک شہوت ست	روز و شب مقراض و خندہ غفلت ست
اطلس تیری عمر ہے اور ہزلیات شہوت ہے	دن اور رات مقراض ہے اور خندہ غفلت ہے
اسپ ایمان ست و شیطاں در کمیں	باخود آ افسانہ را بگزار ہیں
گھوڑا ایمان ہے اور شیطان کمین میں ہے	تو اپنے آپے میں آ اور افسانہ کو خبردار چھوڑ دے

بیان آنکہ بیکاراں وافسانہ جویاں مثل آں ترک اندو عالم غدار غرار ہمچوں آں درزی و شہوات و زناں مضاحک گفتن ایں دنیاست و عمر ہمچوں آں اطلس پیش ایں درزی جہت قبائے بقا ولباس تقویٰ ساختن

اسکا بیان کہ بیکار اور افسانے کے جویاں اس ترک جیسے ہیں اور دھوکے باز غدار عالم اس درزی کی طرح ہے اور شہوت اور عورتیں اس دنیا کی ہنسانے والی باتیں کہنا ہے اور عمر اس اطلس کی طرح ہے اس درزی کے سامنے بقا کی قبا اور تقوے کا لباس بنانے کے لئے

اطلس عمرت بمقراض شہور	برد پارہ پارہ خیاط غرور
تیری اطلس عمر کو مہینوں کی مقراض سے	ٹکڑے ٹکڑے کر کے خیاط مکار لے گیا
تو تمنا ی بری کاختر مدام	لاغ کردے سعد بودے بر دوام
تو تمنا کرتا ہے کہ کوکب ہمیشہ	خوش طبعی کیا کرتا ہمیشہ سعد ہی رہتا
سخت می تولی زیر بیعات او	وز وبال و کینہ و آفات او
تو اس کی نحوستوں سے گھبراتا ہے	اور اس کے وبال اور کینہ اور آفات سے
سخت می رنجی ز خاموشی او	وز نحوس و قبض و کیں کوشی او
اس کی خاموشی سے سخت رنجیدہ ہوتا ہے	اور اس کی نحوست اور انقباض اور کینہ کوشی سے
مشتری و زہرہ چوں در رقص نیست	چونکہ بہرام و زحل را نقص نیست
جس حالت میں کہ مشتری و زہرہ رقص میں نہیں ہیں	جبکہ مریخ اور زحل کو نقصان نہیں ہے
کہ چرا زہرہ طرب در رقص نیست	بر سعود و رقص و سعد او مالیست
کہ کس لئے زہرہ طرب رقص میں نہیں ہے	تو اس کے سعود اور رقص اور نحس پر قیام مت کر
اخترت گوید کہ گر افزوں کنم	لاغ را پس کلیت مغبوں کنم
تیرا اختر کہتا ہے کہ اگر میں زیادہ کردوں گا	خوش طبعی کو تو تجھ کو بالکلیہ زیاں یافتہ کر دوں گا
تو مبیں قلابی ایں اختراں	عشق خود بر قلب زن بیں اے فلاں
تو ان کواکب کی گردش مت دیکھ	اپنے عشق کو قلب کے موڑ پر دیکھ اے فلانے

www.besturdubooks.wordpress.com

(مولانا بلسان قاضی طالبان لذات کو بسمع صوفی بعنوان تطبیق قصہ خطاب فرماتے ہیں کہ) تو اس کا خلاصہ سن وہ ترک احمق تو ہے (اور) عالم غدار خیاط مشابہ غول ہے جو اطلس (عمر کہ) تقوی و صلاح کے لئے سینا چاہئے تھا (جس طرح اس ترک کا قبائے اطلس حرب کے لئے سلتا) تو نے (اس کو) مزاح (و غفلت) سے خرچ کر ڈالا۔ اطلس تیری عمر ہے اور ہزلیات شہوت (مذمومہ) ہے (اور) دن اور رات (کا زمانہ) مقراض ہے (کہ اس میں بھی دو جزو ہوتے ہیں) اور خندہ غفلت ہے گھوڑا ایمان ہے اور شیطان کمین میں ہے (جس طرح وہ شرط باندھنے والے گھوڑے کی تاک میں تھے کہ اس کو جوش دلا کر شرط بند والی اور گھوڑا لے لیا) تو اپنے آپے میں (یعنی ہوش میں) آ اور افسانہ کو خبردار چھوڑ دے تیری اطلس عمر کو مہینوں (اور سالوں کے گزرنے کی مقراض سے ٹکڑے ٹکڑے کر کے خیاط مکار لے گیا (عالم کو جو یہاں خیاط غرور اور اوپر غدار کہا ہے اسی طرح اس کے قبل کے اشعار میں فلک کو صاحب دستان اور عالم کو صاحب عشوہ کہا ہے اور بعض تصرفات کو بھی اس کی طرف منسوب کیا ہے یہ سب محاورات شاعرانہ پر مبنی ہے ورنہ حدیث میں سب الدہر سے ممانعت آئی ہے اور ان اللہ ہو الدہر میں دہر کی طرف تصرفات کی نسبت سے بھی ممانعت فرمائی ہے چونکہ دہر ظرف ہے واقعات کا اس کی طرف اسناد مجازی کر دی گئی۔ جیسے انبت الربیع البقل اور چونکہ بانضمام جہل مکلف وہ واقعات سبب ہو جاتے ہیں دھوکہ میں پڑنے کے اس کو دستان و عشوہ و غدر و غیرہ سے تعبیر کر دیا گیا کما اسند الغرور الی الحیٰوۃ الدنیا فی قولہ تعالیٰ فلا تغرنکم الحیٰوۃ الدنیا اب تطبیق قصہ کے بعد عود ہے جواب قاضی للصوفی کی طرف کہ صوفی کا مقولہ اوپر ان اشعار میں گزرا ہے۔ گفت صوفی کہ چہ بودے کا شہاں ابروئے رحمت کشادے جاودان الابیات المسبحۃ المارۃ من قبل یعنی اے صوفی) تو تمنا کرتا ہے کہ کوکب ہمیشہ خوش طبعی کیا کرتا ہمیشہ سعد ہی رہتا (اور) تو اس کی نحوستوں سے گھبراتا ہے (از تولیدن بمعنے رمیدن کذا فی الغیاث و تربیع نظر کردن کوکب از برج سوم کہ ربع فلک ست بکوکب دیگر از منتخب و ایں نظر دلیل دشمنی ست از مدار کما فی الغیاث پس کنایہ از نحوست باشد علی اصطلاح اہل التنجیم) اور اس کے وبال اور کینہ اور آفات سے (گھبراتا ہے اور تو) اس کی خاموشی سے سخت رنجیدہ ہوتا ہے (جس طرح وہ ترک درزی کی خاموشی سے اور تو) اس کی خاموشی سے سخت رنجیدہ ہو کر اس سے درخواست کرتا تھا کہ اور ہنسی کی بات کر اس مصرعہ میں خاموشی کنایہ ہے اسباب سرور و شہوت کے عدم وقوع سے) اور اس کی نحوست اور انقباض اور کینہ کوشی سے (رنجیدہ ہوتا ہے) جس حالت میں کہ مشتری و زہرہ رقص میں نہیں ہیں (اور) جبکہ مریخ اور زحل کو نقص نہیں ہے (بلکہ اپنے فعل نحوست کے کمال پر ہیں اس حالت میں مشتری و زہرہ کی خاموشی سے اور مریخ و زحل کی نحوست و قبض و کین کوشی سے رنجیدہ ہوتا ہے جس کا ذکر اس شعر میں تھا سخت می رنجی الخ پس لفظ چون اور چونکہ جو اس شعر میں واقع ہیں ظرف ہیں فعل سخت می رنجی کے جو شعر سابق میں ہے اور خاموشی او اور کین کوشی او کا مرجع مطلق اختر ہے جو ذرہ اوپر کے شعر میں مذکور ہے اور شامل ہے تمام کواکب کو جن میں یہ سب کواکب مذکورہ شعر ہذا آگئے آگے بیان ہے رنجیدگی کا یعنی اس پر رنجیدہ ہوتا ہے) کہ کس لئے زہرہ طرب (یعنی زہرہ جو سبب طرب ہے) رقص میں نہیں ہے (اور اسی سے یہ تمنا بھی لازم آ گئی کہ کس لئے کوکب نحس عمل نحوست میں ہے آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) تو اس (اختر شامل للسعد والنحس) کے سعود اور رقص اور نحس پر قیام مت کر (یعنی ان مجموعی آثار پر نظر مت کر اور مقصود نہی کرنا ہے ناگوار واقعات پر نظر کرنے سے یعنی شہوات کو مرغوب اور بلیات کو نامرغوب مت سمجھ کیونکہ تیری تمنائے شہوات کے جواب میں) تیرا اختر کہتا ہے کہ اگر میں خوش طبعی کو زیادہ کر دوں گا تو تجھ کو بالکلیہ زیان یافتہ کر دوں گا (کہ انہماک فی الشہوات سے زیان عمر ظاہر ہے آگے پھر مولانا فرماتے ہیں کہ) تو ان کواکب (نحسہ) کی

www.besturdubooks.wordpress.com

گردش (نظر ناگواری سے) مت دیکھ (بلکہ اس کے وقوع کے وقت) اپنے عشق کو (اس) تقلیب کے موثر پر دیکھ اے فلانے (کہ اس وقت تو ان حکمتوں اور مصلحتوں اور رحمتوں پر جو کہ ان حوادث و بلیات میں مودع ہیں نظر کر کے دل میں حق تعالیٰ کی محبت پاتا ہے یا نہیں اس کو دیکھ مقصود یہ ہے کہ اگر محبت نہ پاوے تو ان منافع کا استحضار و مراقبہ کر کے محبت پیدا کر کہ اس نے تجھ کو یہ نعمت عطا فرمائی اور شہوات ولذات نفسانیہ کے مضار سے بچالیا یہی حاصل تھا جواب قاضی کا کہ اگر لذات وشہوات محضہ کی تکوین ہوتی تو بہت مضار اس پر مرتب ہوتے اب حق تعالیٰ نے مصائب کی بھی تکوین فرمائی جس پر یہ ثمرات وبرکات مرتب ہیں پس قلب کو بمعنے گردانیدن اور رزون کو بمعنے کردن لیا گیا الاول من المنتخب والثانی من الغیاث)

فائدہ:۔ اور شعر سخت می رنجی اور شعر مشتری وزہرہ اور شعر کہ چرا زہرہ کی اور ایک توجیہ ہو سکتی ہے کہ سخت می رنجی کے قرینہ سے شعر ثانی کے اول میں میگوئی مقدر ہو اور چون بمعنے چرا ہو اور چونکہ اپنے معنے ظرفی پر ہے اور نقص بمعنے نقص کامل یعنی نحس کامل ہو اور شعر ثالث بیان ہو میگوئی مقدر کا بطور حاصل کے پس تقریر یہ ہوگی کہ تو رنجیدہ ہو کر یوں کہتا ہے کہ جس حالت میں کہ مریخ اور زحل کے لئے بھی باوجود منحوس مشہور ہونے کے پوری نحوست ثابت نہیں کما سیاتی تو پھر مشتری وزہرہ جو کہ سعد مشہور ہیں کیوں ہر وقت رقص میں نہیں رہتے جس رقص کا بیان یہ ہے کہ مثلاً زہرہ جو کہ طرف کا موجب ہے وہ من حیث الطرب رقص میں کیوں نہیں حاصل یہ کہ وہ طرب بخش کیوں نہیں اور مثلاً اس لئے کہا کہ مراد مشتری وزہرہ دونوں ہیں جو کہ شعر ثانی میں مذکور تھے یہ توجیہ ہوگی اب یہ بات رہ گئی کہ مریخ اور زحل میں پوری نحوست نہیں سو اس کا بیان یہ ہے کہ مولانا نے دفتر پنجم کے اخیر میں فرمایا ہے گرچہ در تاثیر نحس آمد زحل وقت فکر آیداز وے در عمل اور ولی محمد اور محمد افضل نے حاشیہ میں کہا ہے کہ جس کے طالع میں زحل ہوتا ہے وہ دقیق الفکر ہوتا ہے اور یہ کمال اور سعادت ہے اھ اور مریخ کی نسبت فرمایا ہے پیشہ مریخ اگر خونریزی ست اور ظاہر ہے کہ خون ریزی موقوف ہے قوت وشہامت پر اور اس کا فی نفسہ کمال ہونا ظاہر ہے ہذا منی وہذا کلہ عنوانات شعریہ۔

تمثیل ایں جہاں در تسکین فقیراں از جور روزگار

زمانہ کے ظلم سے فقیروں کو تسکین دینے میں اس دنیا کی مثال دینا

آں یکے می شد برہ سوئے دکاں	پیش رہ را بستہ دید او از زناں
ایک شخص راستہ میں دکان کی طرف چلا جا رہا تھا	اس نے راستہ کا آگا عورتوں سے رکا ہوا دیکھا
پائے او می سوخت از تعجیل وراہ	بستہ از جوق زنان ہمچو ماہ
اس کا پاؤں تعجیل سے جلا جاتا تھا اور راستہ	رکا ہوا تھا ماہر و عورتوں کے غول سے
رو بیک زن کرد و گفت اے مستہاں	ہے چہ بسیار اند ایں دختر چگاں
اس شخص نے ایک عورت کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے ذلیل	اوہو یہ تو عمر لڑکیاں کس قدر زیادہ ہیں
رو بدو کرد آں زن وگفت اے مہیں	ہیچ بسیاری ما منگر چنیں
اس عورت نے اس کی طرف منہ کر کے کہا اے ذلیل	تو ہماری کثرت کو بالکل مت دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

بیں کہ با بسیاری ما بر بساط	تنگ می آید شمارا انبساط
اس کو دیکھ کہ باوجود ہماری کثرت کے فرش زمین پر	تم کو انبساط تنگ معلوم ہوتا ہے
در لواطت می فتید از قحط زن	فاعل و مفعول رسوائے زمن
تم قحط نساء سے لواطت میں واقع ہوتے ہو	فاعل اور مفعول رسوائے زمانہ ہوتے ہیں
تو مبیں ایں واقعات روزگار	کز فلک می گردد اینجا ناگوار
تو اس روزگار کے واقعات کو مت دیکھ	جو کہ فلک کی طرف سے اس جگہ ناگوار ہوتے ہیں
تو مبیں تخسیر روزی و معاش	تو مبیں ایں قحط وخوف وارتعاش
تو روزی اور معاش کی کمی کو مت دیکھ	تو اس قحط اور خوف اور لرزہ کو مت دیکھ
بیں کہ با ایں جملہ تلخیہائے او	مردۂ اوئی و باپروائے او
اس کو دیکھ کہ باوجود اس کی ان تمام تلخیوں کے	تو اس پر جان دیتا ہے اور اس کی طرف التفات رکھتا ہے
رحمتے داں امتحان تلخ را	نقمتے داں ملک مرو و بلخ را
رحمت جان امتحان تلخ کو	اور نقمت جان ملک مرو اور بلخ کو
آں براہیم از تلف بگریخت و ماند	وایں براہیمؑ از شرف بگریخت وراند
وہ ابراہیم تلف سے بھاگا رہ گیا	اور یہ ابراہیم شرف سے بھاگے آگے چل دیئے
ایں نسوزد ویں بسوزد اے عجب	نعل معکوس ست در راہ طلب
یہ ابراہیم نہ تو جلیں اور وہ ابراہیم جل جاوے تعجب ہے	نعل معکوس ہے راہ طلب میں

(اوپر شعر تو مبین قلاب الخ کا حاصل مضمون یہ تھا کہ قلابی کو اکب کو مت دیکھ اور اس سے عیش ونشاط کے عود کا متوقع مت ہو بلکہ مقلب کے ساتھ متعلق ہونے کو دیکھ کہ اس سے بھی تعشق ہو جس کے لئے لازم ہے بے تعلقی عالم اسباب سے اس سرخی میں بھی اسی مضمون کی تاکید وتائید ہے چنانچہ آگے ان اشعار میں اس کی تصریح ہے تو مبین ایں واقعات الخ تو مبین تخسیر الخ بین کہ بایں جملہ الخ کہ اس کے مجموعہ کا حاصل وہی ہے جو ابھی مضمون بالا کا حاصل بیان کیا گیا ہے اور اس دیدن چیزے راوندیدن چیزے دراپرایک مثل لائے ہیں کہ اس عورت نے جواب دیا تھا بسیاری ما منگر الخ اور بین کہ بابسیاری الخ اور حوادث کو نہ دیکھنے اور منافع کو دیکھنے سے تسکین ناداروں کی ظاہر ہے اس لئے اس کو سرخی میں لایا گیا یہ حاصل ہے مقام کا پس فرماتے ہیں کہ) ایک شخص راستہ میں دکان کی طرف چلا جا رہا تھا اس نے راستہ کا آگا عورتوں سے رکا ہوا دیکھا (کسی اتفاق سے وہاں عورتیں زیادہ جمع ہو گئی ہوں گی) اس کا پاؤں عجیل سے جلا جاتا تھا (یہ تشبیہ ہے کہ اس کو ایسی جلدی تھی جیسے گویا آتش پر پاؤں رکھا ہے اور اس کو جلدی اٹھانا چاہتا ہے کما فی الحدیث کانہ علی الرضف) اور راستہ رکا ہوا تھا ماہرو عورتوں کے غول سے اس شخص نے ایک عورت کی طرف منہ کر کے کہا کہ اے ذلیل الوفیہ نوعمر لڑکیاں کس قدر زیادہ ہیں (کلمہ چہ برائے تعظیم ست دکان

www.besturdubooks.wordpress.com

برائے جمع یعنی اس قدر ہیں کہ اتنا بڑا راستہ ان سے بند ہو گیا) اس عورت نے اس کی طرف منہ کر کے کہا اے ذلیل جواب ترکی بترکی ہو یا محض وزن کے لئے بڑھایا گیا ہو غرض یہ کہا کہ) تو ہماری کثرت کو بالکل مت دیکھ (بلکہ) اس کو دیکھ کہ باوجود ہماری کثرت کے فرش زمین پر تم کو انبساط تنگ معلوم ہوتا ہے (یعنی ہماری یہ کثرت بھی تمہارے انبساط و عیش کے لئے کافی نہیں بلکہ) تم قحط نساء سے لواطت میں واقع ہوتے ہو (اور لڑکوں سے اپنا انبساط پورا کرتے ہو باوجودیکہ) فاعل اور مفعول رسوائے زمانہ ہوتے ہیں (یہ مثل ختم ہو گئی آگے تطبیق ہے اس مثل کے مقصود پر یعنی جیسا اس عورت نے کہا تھا کہ ہماری کثرت کو مت دیکھ کہ یہ دیکھنا نافع نہیں بلکہ اپنی اس حرکت کو دیکھ کہ موجب نصیحت ہے اسی طرح) تو اس روزگار کے واقعات کو مت دیکھ جو کہ فلک کی طرف سے اس جگہ (تجھ کو) ناگوار (معلوم) ہوتے ہیں (اور) تو روزی اور معاش کی کمی کو مت دیکھ (اور) تو اس قحط اور خوف اور لرزہ کو مت دیکھ (بلکہ) اس کو دیکھ کہ باوجود اس (فلک) کی ان تمام تلخیوں کے تو اس پر جان دیتا ہے اور اسی کی طرف التفات رکھتا ہے (یعنی عالم اسباب پر پھر دلدادہ ہے اور اس توقع میں ہے کہ تدابیر و اسباب سے یہ تلخیاں دفع ہو جاویں گی اور پھر عیش و نشاط تدبیر سے عود کر آوے گا اور جس کے لئے ببین کہا ہے اس کے دیدن کا سبب حوادث کو قمست سمجھنا تھا کہ ان کو ناگوار سمجھ کر ان کی سوچ میں پڑ گیا اور جس کے لئے ببین کہا ہے اس کے ندیدن کا سبب عیش و نشاط کو رحمت سمجھنا تھا کہ اس کی توقع میں عالم اسباب سے اعراض نہیں کرتا پس جب اول کے ساتھ مبین اور دوسرے کے ساتھ ببین متعلق ہوگا تو اس سے لازم آوے گا کہ جس قمست سمجھتا ہے اس کو رحمت اور جس کو قمست سمجھتا ہے اس کو رحمت اور جس کو رحمت سمجھتا ہے اس کو قمست جانے تب اس دیدن و ندیدن کا استبدال ہوگا آگے اسی لازم کی تقریر ہے کہ) رحمت جان امتحان تلخ کو اور قمست جان ملک مرد اور تلخ کو (آگے تائید ہے اس کی کہ دیکھو) وہ ابراہیم یعنی زرتشت آتش پرست ملک و مال کے) تلف (اور فوت ہونے) سے بھاگا (اور بچا تو ترقی سے) رہ گیا اور یہ ابراہیم (خلیل اللہ علیہ السلام دنیوی) شرف سے بھاگے آگے چل دیئے (تو دیکھ لو ملک و مال قمست ہو گیا اور اس کی ضد رحمت ہو گئی آگے ماند اور راند کے بعض آثار ہیں کہ) یہ (دوسرے) ابراہیم تو نہ جلیں (نہ دنیا میں نہ آخرت میں) اور وہ (پہلا) ابراہیم جل جاوے (کیونکہ آتش پرست جہنم میں جاویں گے یہ بات ظاہر میں) تعجب ہے (یہ) نعل معکوس ہے راہ طلب میں (ظاہر میں تعجب ہے کہ سوزندہ تو عابد تھا آگ کا تو وہ نہ جلتا اور نہ سوزندہ منکر تھے عبادت غیر حق کے تو وہ جل جاتے مگر باوجود اس اقتضاء ظاہری کے جو خلاف واقع ہوا یہ اثر اسی کے گریختن از تلف و گریختن از شرف کا تھا پس اب تو بلائے تلخ کا رحمت اور ملک تلخ کا قمست ہونا ثابت ہو گیا اور زرتشت کے لئے آن اور حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے این کا لانا غالباً اول کے بعد عن الخاطر اور ثانی کے قرب الی الخاطر کی بناء پر ہیں)۔

باز مکرر کردن صوفی آں سوال را

صوفی کا اس سوال کو پھر مکرر کرنا

گفت صوفی قادرست آں مستعاں	کہ کند سودائے ما را بے زیاں
صوفی نے کہا کہ وہ مستعان قادر ہے	کہ ہمارے سودے کو بے خسارہ کر دے
آنکہ آتش را کند ورد و شجر	ہم تواند کرد ایں را بے ضرر
جو کہ آگ کو گلاب اور درخت بنا دیتا ہے	وہ اس کو بھی بے ضرر کر سکتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ گل آرد بروں از عین خار	ہم تواند کرد ایں دے را بہار
جو کہ گل کو عین خار سے باہر لے آتا ہے	وہ اس خزاں کو بہار بھی کر سکتا ہے
آنکہ زوہر سرو آزادی کند	قادرست از غصہ را شادی کند
جو ایسا ہو کہ اس سے ہر سرو آزادی کر رہا ہے	وہ قادر ہے اگر رنج کو شادی کر دے
آنکہ شد موجود از وے ہر عدم	گر بدارد باقیش او راچہ غم
جو ایسا ہے کہ اس سے ہر عدم موجود ہو گیا	اگر وہ اس کو باقی رکھے تو اس کو کیا غم ہے
آنکہ تن را جاں دہد تاحی شود	گر نمیر اند زیانش کے شود
جو تن کو جان دے دے جس سے وہ تن حیات والا ہو جاوے	اگر وہ اس کو موت نہ دے اس کا کب نقصان ہے
خود چہ باشد گر ببخشد آں جواد	بندہ را مقصود جاں بے اجتہاد
خود کیا ہو جاوے اگر وہ صاحب جود	بندہ کو بلا مجاہدہ مقصود جان دے دے
دور دارد از ضعیفاں در کمیں	مکر نفس و فتنۂ دیو لعیں
دور رکھے ضعفاء سے گھات میں	مکر نفس کو اور فتنۂ شیطان لعین کو

جواب گفتن قاضی صوفی را

قاضی کا صوفی کو جواب دینا

گفت قاضی گر نبودے امر مر	ور نبودے خوب و زشت و سنگ و در
قاضی نے کہا کہ اگر تلخ امور نہ ہوتے	اور اگر خوب اور زشت اور سنگ اور در نہ ہوتے
ور نبودے نفس و شیطان و ہوا	ور نہ بودے زخم و چالیش و وغا
اور اگر نفس اور شیطان اور ہوائے نفسانی نہ ہوتے	اور اگر زخم اور حملہ اور جنگ نہ ہوتی
پس بچہ نام و لقب خواندے ملک	بندگان خویش را اے منہمک
تو بادشاہ کس نام اور لقب سے پکارتے	اپنے بندوں کو اے منہمک
چوں بگفتے اے صبور و اے حلیم	چوں بگفتے اے شجاع و اے کریم
وہ کیونکر فرماتے اے صبور اور اے حلیم	اور کیونکر فرماتے اے شجاع اور اے کریم
صابرین و صادقین و منفقین	چوں بدے بے رہزن دیو لعیں
صابرین اور صادقین اور منفقین	کیونکر ہوتے بدوں راہزن شیطان لعین کے

www.besturdubooks.wordpress.com

رستم و حمزہؓ مخنث یک بدے	علم و حکمت باطل و مندک بدے
رستم اور حمزہ اور مخنث ایک ہو جاتے	علم و حکمت باطل اور ریزہ ریزہ ہو جاتے
علم و حکمت بہر راہ و بیرہی ست	چوں ہمہ رہ باشد آں حکمت تہی ست
علم و حکمت تو بوجہ راہ اور بے راہی کے ہے	جبکہ سب راہ ہی تو وہ حکمت خالی ہے
بہر ایں دکان طبع' شورہ آب	ہر دو عالم را رواداری خراب
تو اس دکان طبیعت کے لئے جو کہ شورہ آب ہے	دونوں عالم کے ویران رہنے کا روادار ہوتا ہے
می ہمیدانم کہ تو پاکی نہ خام	ویں سوالت ہست از بہر عوام
میں جانتا ہوں کہ تو پاک ہے خام نہیں ہے	اور یہ تیرا سوال عوام کے لئے ہے
جور دوران و ہر آں رنجیکہ ہست	سہل تر از بعد حق و غفلت ست
جور دوران اور جو تکلیف بھی کہ واقع ہے	وہ بعد حق اور غفلت سے سہل تر ہے
زانکہ ایںہا بگذرد واں نگذرد	دولت آں دارد کہ جاں آگہ برد
کیونکہ یہ چیزیں تو ختم ہو جاتی ہیں اور وہ ختم ہی نہیں ہوتا	دولت تو وہ شخص رکھتا ہے جو کہ جان آگاہ لے جاوے
رنج و درد و جور و فقر ایں دیار	صعب نبود چوں فراق و بعد یار
رنج اور درد اور جور اور فقر اس عالم کا	فراق و بعد محبوب کے مثل صعب نہیں ہے

(ان اشعار میں صوفی کا سوال ثالث اور قاضی کی طرف سے اس کا جواب مذکور ہے حاصل سوال یہ ہے کہ تم نے سوال ثانی کے جواب میں لللذات محضہ کے بعض مضار بیان کئے ان کا ترتب مسلم اور واقع ہے لیکن حق تعالیٰ کو یہ بھی تو قدرت ہے کہ ان مضار کو مرتب نہ ہونے دیتے اور حاصل جواب یہ ہے کہ قدرت بے شک مگر اس ترتب میں جو حکمت ہے یعنی ابتلاء وہ اس صورت عدم ترتب میں منعدم ہو جاتی اور وہ ابتلاء موقوف علیہ ہے کمال اور اجر کا اور کمال اور اجر مطلوب ہے اور موقوف علیہ مطلوب کا بھی مطلوب ہے پس ابتلاء مطلوب ہوا اور وہ مخصوص ہے ترتب مضار کے ساتھ باقتضائے خصوصیت استعداد مکلف کے اور یہ امر اول ہی سوال کے اشعار کی تمہید میں مذکور ہو چکا ہے کہ چونکہ سائل کو شغب مقصود نہیں اس مقام پر پہنچ کر دوسرے سوالات محتملہ عقلیہ منقطع ہو گئے۔ پس فرماتے ہیں کہ) صوفی نے کہا کہ وہ مستعان قادر ہے کہ ہمارے سودے کو بے خسارہ کر دے (آگے بیان ہے اس کی قدرت عظیمہ محیطہ کا بیان مظاہر قدرت سے یعنی) جو (قادر) کہ آگ کو (ابراہیم علیہ السلام پر) گلاب اور درخت بنا دیتا ہے وہ اس (ہمارے نفع دلذت) کو بھی بے ضرر کر سکتا ہے جو (قادر) کہ گل کو عین خار سے باہر لے آتا ہے (درخت خار دار سے گل کا پیدا ہونا ظاہر ہے اسی درخت کو مبالغۃً عین خار کہہ دیا ہے کیونکہ خار اول ہی سے پیدا ہو جاتا ہے جس سے ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت میں صرف خار ہی کی قابلیت ہے گل کی صلاحیت نہیں اس حالت میں گل کا پیدا ہونا عجیب ہے تو) وہ (قادر) اس خزاں کو بہار بھی کر سکتا ہے جو ایسا ہو کہ اس سے ہر

www.besturdubooks.wordpress.com

سرو آزادی کر رہا ہے (یعنی جس نے سرو کو آزاد بنایا کہ یہ بھی دلیل ہے قدرت کاملہ کی کہ اور درختوں کے خلاف اس کو بے ثمر بنادیا) وہ قادر ہے اگر رنج کو شادی کردے جو ایسا ہے کہ اس سے ہر عدم موجود ہو گیا اگر وہ اس کو باقی بھی رکھے تو اس کو کیا غم ہے (کیونکہ حدوث سے بقاء سہل ہے جو اول پر قادر ہو ثانی پر بدرجہ اولیٰ قادر ہے) جو تن کو جان دے دے، جس سے وہ تن حیات والا ہو جاوے اگر وہ اس کو موت نہ دے اس کا کب نقصان ہے خود کیا (نقصان) ہو جاوے اگر وہ صاحب جود بندہ (طالب) کو بلا مجاہدہ مقصود جان دے دے (اور) دور رکھے ضعفا (الہمت) سے گھات میں کہ نفس کو اور فتنہ شیطان لعین کو (چونکہ یہ مکر اور فتنہ کمین گاہ سے واقع ہوتا ہے تو اس کے دفع وانسداد کا محل اور ظرف بھی کمین گاہ ہوگا اس لئے دور دار دکا اس کو ظرف فرمایا۔ مطلب یہ کہ مضرت تو لذت کی یہی ہے کہ وہ آلہ ہو جاتا ہے نفس و شیطان کے اغواء واضلال کا تو حق تعالیٰ باوجود لذات محضہ کے بھی اس کو روک سکتے ہیں اور بلا مجاہدہ مقصود حقیقی تک پہنچا سکتے ہیں تو ایسا کیوں نہ ہوا (آگے قاضی کا جواب ہے یعنی) قاضی نے کہا کہ اگر (عالم میں) تلخ امور نہ ہوتے اور اگر خوب اور زشت اور سنگ اور دور نہ ہوتے اور اگر نفس اور شیطان اور ہوائے نفسانی نہ ہوتے اور اگر زخم اور حملہ اور جنگ نہ ہوتی (خلاصہ یہ کہ مکارہ ظاہرہ و باطنہ نہ ہوتے جو حاصل ہے مضار کا یعنی اگر یہ مضار نہ ہوتے) تو بادشاہ (حقیقی) کس نام اور لقب سے اپنے بندوں کو پکارتے اے (شہوات کے) منہمک (کہ شہوات محضہ کا متمنی ہے اور چونکہ پکارنا ان اوصاف سے مستلزم ہے ان اوصاف کے تحقق و مابہ المدح ہونے کو اس لئے یہ کنایہ ہے تحقق و مدح سے آگے ان اسماء والقاب کا بیان ہے یعنی) وہ (اپنے بندوں کو ان القاب و اوصاف سے) کیونکر (نداء و خطاب) فرماتے اے صبور اور اے حلیم (اور اسی طرح یہ) کیونکر فرماتے اے شجاع اور اے کریم (اسی طرح القاب) صابرین اور صادقین اور منفقین کیونکر (متحقق) ہوتے بدوں راہزن شیطان لعین کے (بلکہ) رستم اور حمزہ (یعنی شجاع) اور مخنث (یعنی غیر شجاع) ایک ہو جاتے (کیونکہ) علم و حکمت (کے کمالات سب) باطل اور ریزہ ریزہ (مندک من الاندکاک یعنی بیکار) ہو جاتے (اور اسی طرح) علم و حکمت تو بوجہ راہ اور بے راہی کے (تحقق کے) ہے (اور) جبکہ سب راہ ہی (راہ) ہو تو وہ حکمت خالی (از غایت) ہے (اور یہ سب ظاہر ہے کیونکہ مدح ان اوصاف پر بلکہ خود تحقق ہی ان اوصاف کا اسی لئے ہے کہ اس کے معارضات و مزاحمات بھی موجود ہیں مثلاً اگر نفس و شیطان کا تقاضا نہ ہو تو صبر و حلم کا تحقق ہی کب ہو جس کی حقیقت میں کف اور ضبط ماخوذ ہے علیٰ ہذا سب اوصاف میں غور کر لیا جاوے جب ان اوصاف کا تحقق ہی نہ ہوتا یا یہ مدارج نہ ہوتے تو نہ اتصاف بالکمال ہوتا اور نہ اجر ملتا اور یہی غایات اصلیہ ہیں خلق انسان کی یہ نہ ہوتیں تو انسان نہ ہوتا اور انسان ہی کے لئے دونوں عالم پیدا کئے گئے انسان نہ ہوتا تو دونوں عالم نہ ہوتے پس لذات و شہوات محضہ کی تمنا کرنا ان وسائط کے لحاظ سے اس تمنا کو مستلزم ہے کہ دونوں عالم نہ ہوتے شعر آئندہ میں یہی مضمون ہے یعنی) تو اس دکان طبیعت (و نفس) کے لئے جو کہ شورہ آب ہے (شورہ مشہور ہے اور آب کلمہ نسبت ہے جیسے سرداب بمعنی سردخانہ کمافی الغیاث پس معنے شورہ آب کے منسوب بہ شورہ یعنی جس کی متاع شورہ ہو جو کہ غیر مرغوب چیز ہے یہ کنایہ ہے فاسد و کاسد سے مطلب یہ کہ نفس و طبع کی دکان کاسد کے لئے کہ نفس اور طبیعت کی خواہشیں چلیں تو) دونوں عالم کے ویران رہنے کا روادار ہوتا ہے (جس کی تقریر ابھی ہو چکی ہے بس یہاں سوال و جواب ختم ہو گئے وللہ الحمد علیٰ عطاءا حسن جل واوضحہ چونکہ ان سوالوں کا جواب اس طرز سے دیا گیا ہے جس سے مخاطب یعنی صوفی کے تعنت کا جو کہ عملی آلودگی ہے شبہ ہوتا ہے اگر باوجود جاننے کے پوچھا ہے یا اس کے جہل کا جو کہ علمی خامی ہے شبہ ہوتا ہے اگر بوجہ نہ جاننے کے پوچھا ہے قاضی

www.besturdubooks.wordpress.com

ان ایہامات کو دفع کرتا ہے کہ) میں جانتا ہوں کہ تو (عملی آلودگی سے بھی) پاک ہے (اور علماً بھی) خام نہیں ہے اور (پھر جو پوچھتا ہے تو اس کا سبب ایک تیسرا امر ہے وہ یہ کہ) یہ تیرا سوال عوام کے (افادہ کے) لئے ہے (تا کہ اور لوگ بھی جن کو ایسے شبہات ہوتے ہیں اور پوچھ نہیں سکتے مستفید ہو جاویں شاید مقصود مولانا کا اس مضمون کے لانے سے دو امر پر تنبیہ ہو ایک یہ کہ مکالمات میں مخاطب کے ادب کی مراعات ضروری ہے دوسرے یہ کہ افادہ خلق کا یہ بھی ایک طریقہ ہے کہ غیر عالم کے سامنے عالم سے پوچھ لے مگر اس میں دو شرط ہیں ایک یہ کہ فضول باتیں نہ ہوں دوسرے یہ کہ اپنا کوئی حرج و ضرر نہ ہونے لگے حدیث میں اسکی نظیر ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند سوال اسی غرض سے کئے آگے پھر عود ہے اسی اصل مضمون وجوب رضا بالقضاء کی طرف جو ان سوالات و جوابات سے بھی پہلے ان اشعار میں مذکور تھا۔ گفت قاضی واجب آمد مان رضا ہر وفا و ہر جفا کارد قضا الی آخر ما ہنا لک اگر یہ قاضی کی لسان سے ہے تو تقریر یہ ہے کہ اے صوفی میرے اصل مضمون وجوب رضا بالقضاء کے متعلق جو شبہات پیدا ہوئے تھے وہ جب دفع ہو گئے تو اب پھر اسی کی تتمیم و تفصیل کرتا ہوں کہ جور دوران الخ اور اگر یہ مولانا کے لسان سے ہے اور غالباً یہی احسن ہے تو مولانا (اس اصل مضمون کی جو کہ اشکالات و شبہات سے سالم رہ گیا تائید و تاکید کرتے ہیں کہ واقعی قاضی کا وہ مضمون درست ہے چنانچہ جور دوران الخ یعنی) جور دوران اور جو تکلیف بھی کہ واقع ہے وہ بعد حق اور غفلت سے سہل تر ہے کیونکہ یہ چیزیں تو (دنیا کے ساتھ) ختم ہو جاتی ہیں اور وہ (بعد عن الحق) ختم ہی نہیں ہوتا (بلکہ آخرت تک اس کا اثر پہنچتا ہے پھر اگر ایمان ہے تو بعد عفو یا بعد عقوبت وہاں ختم ہو جاوے گا مگر احتمال عقوبت تو ہے اس لئے قابل حذر ہے) اور (اصلی) دولت تو وہ شخص (اپنے پاس) رکھتا ہے جو کہ جان آگاہ (اپنے ساتھ آخرت میں) لے جاوے (اشارۃ الی قولہ تعالیٰ الامن اتی اللہ بقلب سلیم وقولہ تعالیٰ و جاء بقلب منیب اور) رنج اور درد) اور جور اور فقر اس عالم کا فراق و بعد محبوب کے مثل صعب نہیں ہے (مطلب یہ کہ تکالیف دنیو یہ اکثر سبب ہوتی ہیں توجہ الی اللہ کا جس کے لئے قرب حق لازم ہے پس اس لئے ان پر راضی رہنا چاہئے کہ شاید اگر یہ نہ ہوتیں تو توجہ نہ ہوتی جس سے بعد عن الحق ہوتا جس کا تحمل محال ہے پس اس کے استحالہ کو سوچ کر ان مصائب کا تحمل کرنا چاہئے آگے اس کے مناسب حکایت ہے کہ کسی بی بی نے تنگی سختی کی شوہر سے شکایت کی اس نے اخیر جواب یہ دیا کہ اگر تو اس کی برداشت نہ کر سکے تو انجام طلاق ہے اب تو دیکھ لے یہ تنگی سہل ہے یا طلاق و فراق)

حکایت در تقریر آنکہ صبر در رنج کار سہل تر از صبر در فراق یار و محنت او باشد

اس بیان میں حکایت کہ رنج پر صبر کر لینا دوست کے فراق پر صبر کرنے اور اس کی مشقت سے زیادہ آسان ہے

آں یکے زن شوی خود را گفت ہے	اے مروت را بیک رہ کردہ طے
ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ سن	اے شخص جس نے مروت کو یکبارگی ہی طے کر دیا
ہیچ تیمارم نمیداری چرا	تا بکے داری دریں خواری مرا
تو میری کچھ تیمارداری کیوں نہیں کرتا	کب تک اس خواری میں مجھ کو رکھے گا
گفت شو من نفقہ چارہ می کنم	گرچہ عورم دست و پائے می زنم
شوہر نے کہا میں نفقہ کی تدبیر تو کرتا ہوں	اگرچہ نادار ہوں ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

نفقہ و کسوہ ست واجب اے صنم	از منت ایں ہر دو ہست و نیست کم
نفقہ اور کسوت اے صنم واجب ہے	سو میری طرف سے یہ دونوں موجود ہیں اور کم نہیں ہیں
آستین پیرہن بنمود زن	بس درشت و پر وسخ بد پیرہن
عورت نے کرتے کی آستین دکھلائی	کرتا بہت موٹا اور میل بھرا تھا
گفت از سختی تنم را می خورد	کس کسے را کسوہ زینساں آورد
کہنے لگی سخت ہونے کی وجہ سے یہ میرے بدن کو کھاتا ہے	بھلا کوئی کسی کو ایسا کپڑا لا کر دیتا ہے
گفت اے زن یک سوالت میکنم	مرد درویشم ہمیں آمد فنم
شوہر نے کہا اے عورت میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں	میں تو فقیر ہوں میری حیثیت اتنی ہی ہے
ایں درشت ست و غلیظ و ناپسند	لیک اندیشہ کن اے اندیشمند
یہ کرتا سخت بھی ہے اور موٹا بھی ہے اور ناپسندیدہ بھی ہے	لیکن اے سوچ سکنے والی عورت یہ بات سوچ لے
ایں درشت وزشت تر یا خود طلاق	ایں ترا مکروہ تر یا خود فراق
کہ یہ سخت اور زشت زیادہ ہے یا کہ طلاق	یہ تجھ کو زیادہ ناگوار ہے یا کہ فراق

(وجہ ربط اوپر مذکور ہوئی یعنی) ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ سن اے شخص جس نے مروت کو یکبارگی ہی طے کر دیا تو میری کچھ تیمارداری کیوں نہیں کرتا کب تک اس خواری میں مجھ کو رکھے گا شوہر نے کہا میں نفقہ کی تدبیر تو کرتا ہوں اگرچہ نادار ہوں ہاتھ پاؤں مارتا رہتا ہوں۔ نفقہ اور کسوت اے صنم واجب ہے سو میری طرف سے یہ دونوں موجود ہیں اور کم نہیں ہیں۔ عورت نے کرتے کی آستین دکھلائی کرتا بہت موٹا اور میل بھرا تھا کہنے لگی سخت ہونے کی وجہ سے یہ میرے بدن کو کھاتا ہے بھلا کوئی کسی کو ایسا کپڑا لا کر دیتا ہے۔ شوہر نے کہا اے عورت میں تجھ سے ایک سوال کرتا ہوں میں تو فقیر ہوں میری حیثیت اتنی ہی ہے یہ کرتا سخت بھی ہے اور موٹا بھی ہے اور ناپسندیدہ بھی ہے لیکن اے سوچ سکنے والی عورت یہ بات سوچ لے کہ یہ سخت اور زشت زیادہ ہے یا طلاق یہ تجھ کو زیادہ ناگوار ہے یا کہ فراق۔

فائدہ:۔ آگے مولانا حکایت کی تطبیق مضمون مقصود پر کرتے ہیں جو حکایت سے پہلے سے مذکور ہے۔

ہمچناں اے خواجہ تشنیع زن	از بلاؤ فقر و از رنج و محن
اسی طرح اے خواجہ جو کہ تشنیع زنی کرتا ہے	بلا و فقر و رنج و محن سے
لاشک ایں ترک ہوا تلخی دہ ست	لیک از تلخی بعد حق بہ است
بے شک یہ ترک ہوا تلخی بخش ہے	لیکن بعد حق کی تلخی سے بہتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر جہاد و صوم سخت ست و خشن	لیک آں بہتر ز بعد اے ممتحن
اگر جہاد اور روزہ سخت اور درشت ہے	لیکن وہ بعد سے بہتر ہے اے امتحان کرنے والے
رنج کے ماند دمے کاں ذوالمنن	گویدت چونی تو اے رنجور من
رنج کہاں رہے گا اس ساعت میں کہ وہ ذوالمنن	تجھ سے یوں فرماوے کہ اے میرے مریض تو کیسا ہے
ورنہ گوید کت نہ آں فہم و فن ست	لیک آں ذوق تو پرسش کردن ست
اور اگر نہ کہے کیونکہ تجھ کو وہ فہم و فن نہیں ہے	لیکن وہ تیرا ذوق پرسش کرتا ہے
آں ملیحاں کہ طبیبان دل اند	سوی رنجوراں بہ پرسش مائل اند
حسین لوگ جو قلوب کے طبیب ہیں	مریضوں کی طرف پرسش کے ساتھ مائل ہوتے ہیں
ور حذر از ننگ و از نامی کنند	چارۂ سازند و پیغامی کنند
اور اگر ننگ و نام سے اندیشہ کرتے ہیں	تو کوئی اور تدبیر کرتے ہیں اور پیغام بھیجتے ہیں
ورنہ دردلشاں بود آں مفتکر	نیست معشوقے ز عاشق بیخبر
ورنہ ان کے دل میں وہ فکر ہوتی ہے	کوئی معشوق عاشق سے بے خبر نہیں ہے
اے تو جویاے نوادر داستاں	ہم فسانہ عشق بازاں را بخواں
اے شخص تو نادر داستانوں کا طالب ہے	عاشقوں کا افسانہ بھی تو پڑھ

اسی طرح اے خواجہ جو کہ تشنیع زنی کرتا ہے بلا و فقر و رنج و محن سے بے شک یہ ترک ہوا تلخی بخش ہے لیکن بعد حق کی تلخی سے بہتر ہے اگر جہاد اور روزہ سخت اور درشت ہے لیکن وہ بعد (حق) سے بہتر ہے اے امتحان کرنے والے (اس عنوان میں امر ہے تحمل و امتحان کا یعنی وجدان سے امتحان کر لے) رنج کہاں رہے گا اس ساعت میں کہ وہ ذوالمنن تجھ سے (الہاماً) یوں فرماوے کہ اے میرے مریض تو کیسا ہے اور اگر (تیرے علم میں یہ) نہ کہے کیونکہ تجھ کو وہ فہم و فن نہیں ہے (کہ الہام کا ادراک کر سکے) لیکن وہ تیرا ذوق (جو اس حالت میں حاصل ہوگا جیسا اہل نسبت کو ہوتا ہے وہ ذوق ہی) پرسش کرتا ہے (آگے سہولت تصدیق بالمقائسہ کے لئے معشوقان مجازی کا قاعدہ بیان کرتے ہیں کہ) حسین لوگ جو قلوب (عشاق) کے طبیب ہیں مریضوں کی طرف پرسش کے ساتھ مائل ہوتے ہیں اور اگر ننگ و نام سے (بھی) اندیشہ کرتے ہیں (کہ پوچھنے جاویں گے تو بدنام ہوں گے) تو کوئی اور تدبیر (وحیلہ) کرتے ہیں اور (کسی کے ہاتھ) پیغام بھیجتے ہیں (ممکن ہے کہ یہ عطف تفسیری ہو) ورنہ (یعنی اگر کسی وجہ سے یہ بھی خلاف مصلحت ہو تو) ان کے دل میں وہ فکر (عاشق کی) ہوتی ہے (غرض) کوئی معشوق عاشق سے بے خبر نہیں ہے اے شخص تو نادر داستانوں کا طالب ہے (ان داستانوں کے علاوہ ذرہ) عاشقوں کا افسانہ بھی تو پڑھ (کہ میرے اس مضمون کی تجھ کو تصدیق ہوگی اور بعد اس کی تصدیق کے التفات الحق الی المحبین کے مضمون ثابت بالدلیل کی تصدیق قیاس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

آسان ہوگی اور پھر فقر وغیرہ سہل ہو جاوے گا اور معشوقان ظاہری کے یہ احکام جو کبھی متخلف ہو جاتے ہیں وہ کسی عارض کے سبب ہوتے ہیں مثلاً محب سے کوئی حرکت اظہار وغیرہ ناگوار صادر ہوگئی ورنہ نفس عشق کا مقتضی یہی احکام ہیں اور مقصود اس تشبیہ وقیاس سے نفس التفات کا ثابت کرنا ہے نہ کہ ان سب احکام کی ترتیب خاص بھی تا کہ یہ شبہ ہو کہ حق تعالیٰ کی جناب میں یہ کیسے صادق آوے گا اور حذر ارانخ ورنہ در دل الخ)

فائدہ:۔ اوپر مذمت تھی بعد عن الحق کی آگے اس کی شکایت ہے کہ تو نے اس بعد کا تمام عمر میں بھی احساس نہ کیا اور اپنی حالت کی اصلاح نہ کی اور غیر حق کے تعلقات کو جو کہ سبب ہے بعد کا قطع نہ کیا باوجود تکثر منبہات وتوفر دواعی کے فقط۔

بس بجوشیدی دریں عہد مدید	ترک جوشے ہم نگشتی اے قدید
تو اس زمانہ دراز میں خوب جوش کرتا رہا	تو نیم پختہ بھی نہ ہوا اے خشک گوشت
دیدۂ عمرے تو داد و داوری	وانگہ از نادیدگاں ناسی تری
تو نے ایک عمر تک عطا اور حکومت دیکھی ہے	اور اس وقت تو بے دیکھے لوگوں سے زیادہ بھولنے والا ہے
ہر کہ شاگردیش کرد استاد شد	تو سپس تر رفتۂ اے گول لد
جس نے اس کی شاگردی کر لی وہ استاد ہو گیا	تو اور بھی زیادہ پیچھے کو چلا گیا اے اول خصومت کے احمق
خود نبود از والدینت اعتبار	ہم نبودت عبرت از لیل و نہار
نہ تجھ کو والدین سے عبرت ہوئی	نہ تجھ کو لیل و نہار سے عبرت ہوئی

مثل پرسیدن عارفے از کشیش کہ تو بزرگ تری از ریش یا ریش از تو

ایک عارف کی ایک پادری سے دریافت کرنے کی مثال کہ تو داڑھی سے زیادہ عمر کا ہے یا داڑھی تجھ سے

عارفے پرسید زاں پیر کشیش	کہ توئی خواجہ مسن تر یا کہ ریش
کسی عارف نے اس بڈھے قسیس سے پوچھا	کہ میاں تو زیادہ عمر والا ہے یا کہ داڑھی
گفت نے من پیش از وزائیدہ ام	بس بہ بے ریشی جہاں را دیدہ ام
اس نے کہا نہیں میں اس سے پہلے پیدا ہوا ہوں	بہت دنوں بے ریشی کی حالت میں میں نے جہاں کو دیکھا ہے
گفت ریشت شد سفید از حال گشت	خوئے زشت تو نگردیدست دشت
عارف نے کہا کہ تیری داڑھی تو سفید ہوگئی، حال سے بدل گئی	تیری خوئی زشت درست نہ ہوئی
او پس از تو زاد و از تو بگزرید	تو چنیں خشکی ز سودای ثرید
وہ تجھ سے پیچھے پیدا ہوئی اور تجھ سے گزر گئی	تو دنیا کی خشک ہے خیال ثرید سے
تو براں رنگی کہ اول زادۂ	یک قدم زاں پیشتر ننہادہ
تو اسی رنگ پر ہے جس پر اول پیدا ہوا تھا	ایک قدم بھی اس سے آگے تو نے نہیں رکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دوغ ترشی ہمچناں در معدنی	خود نگردی زو مخلص روغنی
تو اسی طرح کھپالی میں دوغ ترش ہے	تو اس سے نکالا ہوا روغن نہ ہوا
ہم خمیری خمر الطینہ دری	گرچہ عمرے در تنور آذری
نیز تو خمیر ہے خمر الطینہ کی حالت میں ہے	اگرچہ ایک عمر تک تنور آتش میں ہے
چوں حشیشی پا بگل برہشتۂ	گرچہ از باد ہوس سرگشتۂ
تو مثل گھاس کے ہے کہ قدم گل کی اندر جما رکھا ہے	اگرچہ باد ہوس سے سرگشتہ ہو رہا ہے
ہمچو قوم موسیٰؑ اندر حر تیہ	ماندۂ چل سال برجا اے سفیہ
قوم موسیٰ کی طرح گرمی تیہ میں	تو چالیس سال تک ایک ہی جگہ پر ہے اے سفیہ
میروی ہر روز تا شب ہر ولہ	خویش می بینی در اول مرحلہ
تو ہر روز شب تک دوڑ کر چلتا ہے	اپنے کو تو اول ہی منزل میں دیکھتا ہے
نگذری زیں بعد سہ صد سالہ تو	تا کہ داری عشق آں گوسالہ تو
تو اس بعد سہ صد سالہ سے پار نہ ہو سکے گا	جب تک کہ تو اس گوسالہ کا عشق رکھے گا
تا خیال عجل شاں از جاں نرفت	بد بر ایشاں تیہ چوں گرداب زفت
جب تک گوسالہ کا خیال ان کی جان سے نہیں گیا	وادی تیہ ان پر مثل ورطہ سخت کے رہا
غیر ایں عجلے کز و یا بیدۂ	بے نہایت لطف و نعمت دیدۂ
اس عجل کا غیر ہے جس سے تو نے	بے انتہا لطف پایا ہے اور انعام دیکھا ہے
گاو طبعی زاں نکو یہائے زفت	از دلت در عشق آں گوسالہ رفت
تو گاؤ طبع ہے اس سبب سے بڑے بڑے احسانات	تیرے دل سے اس گوسالہ کے عشق میں جاتے رہے
بارے اکنوں تو ہر جزوت وپرس	صد زباں دارند ایں اجزائے خرس
خیر اب تو تو اپنے ہر ہر جزو سے پوچھ لے	یہ گونگے اجزاء سو زبان رکھتے ہیں
ذکر نعمتہائے رزاق جہاں	کہ نہاں شد آں در اوراق زماں
رزاق جہان کی نعمتوں کا ذکر	جو کہ اوراق زمانہ میں نہاں ہو رہے ہیں
روز و شب افسانہ جویائی تو چست	جزو جزو تو فسانہ گوی تست
تو روز و شب مستعدی کے ساتھ افسانہ کا جویاں رہتا ہے	تیرا ایک ایک جزو تیرا افسانہ کہہ رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جزو جزوت تا بر ستت از عدم	چند شادی دیدہ است و چند غم
تیرا ایک ایک جزو جب سے عدم سے پیدا ہوا ہے	اس سے کتنی خوشیاں اور کتنے غم دیکھے ہیں
زانکہ بے لذت نروید ہیچ جزو	بلکہ لاغر گردد از ہر پیچ جزو
اس لئے کہ بدوں لذت کے کوئی جزو نمو نہیں پاتا	بلکہ لاغر ہو جاتا ہے ہر پیچ و تاب سے وہ جزو
جزو ماند و آں خوشی از یاد رفت	بل نرفت آں خفیہ شد از پنج و ہفت
جزو تو رہ گیا اور وہ خوشی یاد سے جاتی رہی	بلکہ نہیں گئی مخفی ہو گئی حواس خمسہ اور ہفت اندام سے
ہمچو تابستاں کہ از وے پنبہ زاد	ماند پنبہ رفت تا بستاں زیاد
جیسے موسم گرمی کے اس سے روئی پیدا ہوئی	روئی تو رہ گئی موسم گرما یاد سے جاتا رہا
یا مثال یخ کہ زاید از شتا	شد شتا پنہان و آں یخ پیش ما
یا مثال یخ کے کہ موسم سرما سے پیدا ہوتا ہے	موسم سرما تو غائب ہو گیا اور وہ یخ ہمارے سامنے ہے
ہست آں یخ زاں صعوبت یادگار	یادگار صیف در وے ایں ثمار
وہ یخ تو اس صعوبت کا یادگار ہے	صیف کا یادگار خزاں میں یہ ثمرات ہیں
چوں زنے کہ بیست فرزندش بود	ہر یکے حاکی حال خوش بود
جیسے کوئی عورت ہو کہ اس کے بیس فرزند ہوں	ہر واحد حال خوش کا حکایت کنندہ ہو گا
حمل نبود بے زمستی و ز لاغ	بے بہارے کے شود زایندہ باغ
حمل بدوں مستی اور ملاعبت کے نہیں رہتا	بدوں بہار کے باغ تولید کرنے والا نہیں ہوتا
حاملان و بچگاں شاں در کنار	شد دلیل عشقبازی با بہار
حمل والے اور ان کی آغوش میں بچے	دلیل ہیں بہار کے ساتھ عشق بازی کی
ہر درختے در رضاع کودکاں	ہمچو مریمؑ حامل از شاہ جہاں
ہر درخت بچوں کے دودھ دینے میں	مثل مریم علیہا السلام کے حاملہ ہیں ایک سلطان سے باطن میں
گرچہ در آب آتشے پوشیدہ شد	صد ہزاراں کف برو جوشیدہ شد
اگرچہ پانی میں آگ مخفی ہو گئی	لاکھوں بلبلے اس پر جوشیدہ ہو گئے
گرچہ آتش سخت پنہاں می تند	کف بدہ انگشت اشارت میکند
اگرچہ آگ بہت ہی پنہاں آمد و رفت کر رہی ہے	بلبلہ دسوں انگلی سے اشارہ کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(ربط اوپر بیان ہو چکا کہ اس پر شکایت ہے کہ باوجود منبہات و مذکرات آفاقیہ وانفسیہ کے تو نے تعلق بغیر الحق سے تخلیہ اور توجہ الی الحق سے تحلیہ حاصل نہ کیا پس فرماتے ہیں کہ) تو (اپنی عمر کے) اس زمانہ دراز میں (طلب غیر حق میں تو) خوب جوش (اور کوشش) کرتا رہا (اور پختہ بن گیا مگر طلب حق میں) تو نیم پختہ (اور ادھورا) بھی نہ ہوا۔ اے خشک گوشت (جو کہ مشکل سے گلا کرتا ہے چونکہ ترک گوشت کو نیم خام رکھ کر کھاتے تھے اس لئے ترک جوش بمعنے نیم پختہ مستعمل ہوتا ہے یعنی طلب غیر حق میں تو کامل ہو گیا مگر طلب حق میں ناقص بھی نہ ہوا اور بالکل اس سے مناسبت ہی حاصل نہ کی اس میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ طلب حق میں اگر کچھ بھی توجہ ہو تو حرمان نہیں ہوتا۔ آگے بعض منبہات کا ذکر فرماتے ہیں کہ) تو نے ایک (دراز) عمر تک (حق تعالیٰ کی) عطا (بھی) اور حکومت (بھی) دیکھی ہے (جس کا مقتضا متنبہ تھا) اور (باوجود اس کے) اس وقت تو بے دیکھے لوگوں سے (بھی) زیادہ بھولنے والا ہے جس نے اس (دیکھنے) کی (جو کہ اوپر دیدۂ الخ میں مذکور ہے) شاگردی کر لی (یعنی اس کی رہبری سے متمتع ہوا) وہ استاد ہو گیا (کیونکہ افعال الٰہیہ میں غور کرنے سے معرفت نصیب ہوتی ہے (مگر) تو اور بھی زیادہ پیچھے کو چلا گیا اے اہل خصومت کے احمق (یہ اضافت ایسی ہے جیسے نادان قوم) نہ تجھ کو والدین سے عبرت ہوئی (یا تو اس طرح کہ سوچتا کہ وہ کہاں گئے وہاں ہی مجھ کو جانا ہے تو اس عالم سے تعلق کم ہوتا یا اس طرح سے کہ والدین باوجود عجز و افتقار کے مجھ کو اس قدر نفع پہنچاتے ہیں اس کا مبداء حقیقی کوئی دوسرا قادر غنی ہے تو اس سے کچھ تعلق بڑھتا) نہ تجھ کو لیل و نہار (کے تقلب) سے عبرت ہوئی (کہ مقلب کی طرف توجہ کرتا آگے ایک مثل سے اس حالت عدم اصلاح پر شرم دلاتے ہیں کہ) کسی عالم نے اس بڈھے قسیس (عالم نصاریٰ) سے پوچھا کہ میاں تو زیادہ عمر والا ہے یا کہ (تیری) داڑھی۔ اس نے کہا نہیں میں اس سے پہلے پیدا ہوا ہوں (اور) بہت دنوں بے ریشی کی حالت میں میں نے جہاں کو دیکھا ہے (اس کے بعد داڑھی نکلی ہے تو میں ہی بڑا ہوا) عارف نے کہا کہ (افسوس) تیری داڑھی تو سفید ہو گئی (اور اپنے) حال سے بدل گئی (مگر باوجود اس کے کہ تو عمر میں اس سے بڑا ہے) تیری خوے زشت درست نہ ہوئی (دشت فی الغیاث خوب وخوش) وہ تجھ سے پیچھے پیدا ہوئی اور تجھ سے (آگے) گزر گئی (اور) تو ویسا ہی خشک (وغیر متاثر) ہے خیال ثرید سے (یعنی شہوات بطن سے) تو اسی رنگ پر ہے جس پر اول پیدا ہوا تھا ایک قدم بھی اس سے آگے تو نے نہیں رکھا ہے (اور) تو اسی طرح کھپالی میں دوغ ترش (کی طرح) ہے (فی الحاشیہ معدن آوندیکہ از دروغنہا می برآرند) تو اس (دوغ) سے نکالا ہوا روغن نہ ہوا (فی الحاشیہ نگردی یعنی نشدی اقول اقامۃ للحال مقام الماضی) نیز (اب تک) تو خمیر ہے (یعنی) خمر الطینہ کی حالت میں ہے (یہ اشارہ ہے ایک روایت کی طرف خمرت طینۃ آدم اربعین صباحا یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے آدم کی کیچڑ کو چالیس دن خمیر کیا یعنی سڑایا ضرورت وزن سے فعل کو مفعول مالم یسم فاعلہ کی طرف منسوب کر دیا۔ مطلب یہ کہ ہنوز تو مثل گل خام کے ہے) اگرچہ ایک عمر (طویل) تک تو ر آتش میں ہے (مگر پختہ نہیں ہوا فی الغیاث آذر بمعنے آتش مراد آتش سے واقعات جو اسباب ہیں پختگی واتقان فی العلم والعمل کے من الآیات بمعنے الآفاقیۃ والانفسیۃ) تو مثل گھاس کے ہے کہ قدم گل کے اندر جا رکھا ہے (مشتن فی الغیاث گذاشتن و رہا کردن) اگرچہ بادہوس سے سرگشتہ ہو رہا ہے (جس طرح گیاہ ہوا سے اوپر سے جنبش کرتی ہے مگر جڑ اسی طرح جامد ہے اسی طرح تجھ کو ہوا و ہوس تو حرکت دیتی ہے لیکن طلب حق میں حرکت نہیں ہوتی تیری مثال) قوم موسیٰ علیہ السلام کی طرح (ہے) گرمی (وادی) تیہ میں (کہ) تو چالیس سال تک ایک ہی جگہ پر (قائم) ہے اے سفیہ (چالیس برس سے مراد عمر طویل ہے) تو ہر روز شب تک دوڑ کر چلتا

ہے (مگر پھر) اپنے کو تو اول ہی منزل میں دیکھتا ہے (اسی طرح تو اپنے نزدیک تو مقصود میں بڑی ترقی کر رہا ہے لیکن وہ واقع میں مقصود ہی نہیں مقصود کے اعتبار سے جب دیکھا جاوے تو اس کی طرف ایک قدم بھی نہیں بڑھا ہے) تو اس بعد سہ صد سالہ (یعنی مسافت دراز) سے پار نہ ہو سکے گا۔ جب تک کہ تو اس گوسالہ کا عشق (دل میں) رکھے گا (مطلب یہ کہ تیرے اور مقصود حقیقی کے درمیان جو بعد ہے مشابہ وادی تیہ کے اس سے نکلنا موقوف اس پر ہے کہ غیر اللہ کے تعلق مذموم کو جو کہ عشق گوسالہ کے مشابہ ہے ترک کرے اور اس حکم کی صحت ظاہر ہے آگے اس توقف کی تائید تشبیہ سے فرماتے ہیں کہ دیکھو) جب تک گوسالہ کا خیال ان (بنی اسرائیل) کی جان سے نہیں گیا (تب تک) وادی تیہ ان پر مثل ورطہ سخت کے رہا (کہ ورطہ کی طرح اس سے نکلنا مشکل رہا پس جس طرح ان کا وادی تیہ سے نکلنا موقوف تھا زوال خیال عجل پر اسی طرح تیرا نکلنا بھی اسی کے مثل پر موقوف ہے جیسا ذکر کیا گیا اس شعر پر یہ اشکال کیا گیا ہے کہ وادی تیہ میں پھنسنا عبادت عجل کے سبب نہ تھا بلکہ انکار عن قتال الجبابرہ کے سبب تھا دوسرے یہ کہ قتل انفس سے وہ معاف ہو گیا تھا پھر مکرر سزا کے کیا معنی تیسرے یہ کہ مشہور ہے کہ جو تیہ میں گرفتار ہوئے تھے وہ نہیں نکلے تھے وہ سب وہاں ہی مر گئے تھے وہ ان کی اولاد تھی جو کہ نکلے تھے اور ظاہر اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ مبتلا اور ناجی ایک ہی تھے جواب امر اول کا بحر العلوم نے بہت اچھا دیا ہے کہ تقاعد عن القتال کا سبب اثر تھا محبت عجل کا اس لئے یہ اثر بواسطہ تقاعد کے سبب ہو گیا تیہ کا اھ اور اسی سے امر ثانی کا جواب بھی نکل آیا کہ قتل انفس سزا عبادت عجل کی تھی وہ معاف ہو گیا اور ممکن ہے کہ کچھ میلان اوروں میں بھی ہو جس کے مقتضا پر عمل نہ کرنے کا سبب وہ معصیت کے درجہ میں نہ ہو جیسا کسی کو زنا کی طرف میلان ہو مگر کبھی زنا نہ کرے اور نہ عزم کرے وہ گنہگار نہیں ہوتا لیکن ایسا میلان باوجود خود معصیت نہ ہونے کے کبھی کسی معصیت کا سبب بن جاتا ہے گو بواسطہ ہی اسی طرح سے یہ میلان عجل بھی پایا گیا ہو جس کی نہ سزا ہوئی اور نہ اس سے معافی مذکور متعلق تھی کیونکہ وہ معصیت ہی نہ تھی لیکن مفضی الی المعصیۃ ہو گیا پھر اس معصیت کی سزا تیہ ہوئی اور ثالث کا جواب یہ ہے کہ خیال کا جانا صاحب خیال کے جاتے رہنے سے متحقق ہوا اور چونکہ آباء و ابناء سب ایک ہی قوم ہیں اس لئے ابناء پر حکم کر دیا گیا جس کا حاصل یہ ہوا کہ وہ جماعت رہ گئی جو خیال عجل سے خالی تھی اس لئے قتال کے لئے بھی آمادہ ہو گئے اور اس لئے ان کو تیہ سے بھی نجات ہوئی آگے بتلاتے ہیں کہ اس عجل سے اعراض کر کے کس سے تعلق کرنا چاہئے یعنی جس سے تعلق پیدا کرنے کو کہا جا رہا ہے اور اس تعلق کے پیدا نہ کرنے پر مذمت کی جا رہی ہے وہ) اس عجل کا غیر ہے جس (کی شان یہ ہے کہ اس) سے تو نے بے انتہا لطف و انعام دیکھا ہے (رابطہ محذوف ہے یعنی مجلے ست اور اس غیر سے مراد حق تعالیٰ ہے مگر) تو (تو) گاؤ طبع ہے (یعنی تیری طبیعت گائے کی سی ہے جو حریص ہے لذات فانیہ کی) اس سبب سے بڑے بڑے احسانات (حق تعالیٰ کے) تیرے دل سے اس گوسالہ (غیر حق) کے عشق میں جاتے رہے (یعنی عجل چونکہ گاؤ کی جنس ہے اس لئے بقاعدہ الجنس یمیل الی الجنس تجھ کو اس کی محبت ہے جو بسبب افراط کے سبب ہو گیا خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کے بھول جانے کا اور ظاہر بھی ہے کہ مائل اور مائل الیہ میں مناسبت ضرور ہوتی ہے آگے ان نعمتوں کو یاد دلاتے ہیں کہ ایک تو بھولا رہا تھا مگر) خیر اب تو تو اپنے ہر ہر جزو سے پوچھ لے (کیونکہ) یہ گونگے اجزاء (کہ لسان قال نہیں رکھتے اس لئے گونگے ہیں) سو زبان (حال) رکھتے ہیں (آگے پرس کا مفعول ہے یعنی کیا پوچھ لے) رزاق جہان کی نعمتوں کا ذکر (پوچھ لے) جو کہ اوراق زمانہ میں نہاں ہو رہی ہیں (یعنی زمانہ کے واقعات و حوادث مثل اوراق کے ہیں جن میں ان نعمتوں کا ذکر لکھا ہے ان کائنات میں بعض وہ بھی ہیں جو

www.besturdubooks.wordpress.com

تیرے اجزاء سے متعلق ہیں) تو روز و شب مستعدی کے ساتھ افسانے کا جویاں رہتا ہے تیرا ایک ایک جزو تیرا افسانہ کہہ رہا ہے (اس کو من آگے اس کا بیان ہے کہ) تیرا ایک ایک جزو جب سے عدم سے پیدا ہوا ہے اس نے کتنی خوشیاں اور کتنے غم دیکھے ہیں (غم کا تو خود بھی ہر شخص مدعی رہتا ہے باقی خوشی کا حکم محتاج اثبات ہے یعنی بہت سی خوشیوں کے وقوع کا جو حکم کیا گیا تو) اس لئے کہ بدوں لذت کے کوئی جزو نمو نہیں پاتا بلکہ لاغر ہو جاتا ہے ہر پیچ و تاب سے وہ جزو (اور تیرے اجزا کو نمو ہمیشہ رہا ہے پس ثابت ہوا کہ بہت سی لذتیں اور فرحتیں تجھ کو حاصل ہوئی ہیں پس وہ حکم ثابت ہو گیا لیکن پھر جو اس حکم کی صحت میں شبہ ہو جاتا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے کہ) جزو تو (باقی) رہ گیا اور وہ خوشی (جس سے اس جزو کو نمو ہوا تھا) یاد سے جاتی رہی (آگے اضراب ہے کہ نہیں) بلکہ (یاد سے بھی) نہیں گئی (البتہ) مخفی ہو گئی (ان) حواس خمسہ اور ہفت اندام (یعنی جسم ظاہری) سے (یعنی اس خوشی کے جو آثار وقت عروض کے حواس خمسہ سے مدرک ہوتے تھے اور جو حرکات وجدیہ ان آثار سے جسم میں پیدا ہو گئی تھیں وہ اس وقت یعنی بعد زوال عروض کے مدرکات باطنہ میں مخزون و محفوظ ہو گئے جس میں قوت حافظہ خازنہ معانی و حس مشترک خازن صور بھی ہے اس لئے بل از یاد رفت الخ کا حکم صحیح ہو گیا اور ہفت اندام کنایہ تمام جسم سے ہے خواہ اس کی تفسیر سر اور سینہ و پشت و ہر دو دست و ہر دو پا سے کی جاوے اور خواہ دماغ و دل و جگر و سپر و شش و زہرہ و معدہ سے کی جاوے اور خواہ چشم و گوش و زبان و بطن و فرج و دست و پا سے کی جاوے ہذہ الاقوال کلہا مذکورۃ فی الغیاث آگے مثالیں ہیں خفاء مؤثر و بقاء آثار کی یعنی) مثل موسم گرمی کے کہ اس (کے اثر) سے روئی پیدا ہوئی (پھر) روئی تو رہ گئی (اور) موسم گرما یاد سے جاتا رہا یا مثال یخ کے کہ موسم سرما سے پیدا ہوتا ہے (پھر) موسم سرما تو غائب ہو گیا اور وہ یخ ہمارے سامنے (موجود) ہے (سو) وہ یخ تو اس صعوبت (سرما) کا یادگار ہے (اور) صیف کا یادگار خزاں میں یہ ثمرات ہیں (جو تابستان میں پیدا ہوتے ہیں پنبہ وغیرہ آگے اور مثال ہے کہ) جیسے کوئی عورت ہو کہ اس کے (مثلاً) بیس فرزند ہوں (ان میں) ہر واحد حال خوش (یعنی لذت مقاربت) کا حکایت کنندہ ہوگا (کیونکہ) حمل بدوں مستی اور ملاعبت کے نہیں رہتا (جس طرح) بدوں بہار کے باغ تولید کرنے والا (ثمرات کا) نہیں ہوتا (آگے اس پر تفریع ہے کہ) حمل والے (درخت) اور ان کے آغوش میں بچے (یعنی ثمار یہ سب) دلیل ہیں بہار کے ساتھ عشقبازی () و اقتران و تاثر) کی (اور) ہر درخت (اپنے) بچوں کے دودھ دینے میں مثل مریم علیہا السلام کے حاملہ ہیں ایک سلطان سے باطن میں (بچوں سے مراد پھل اور پھول اور دودھ دینے سے مراد درخت کے خاص مادہ سے پھل پھول کی افزائش اور سلطان سے مراد بھی وہی پھل اور پھول کہ قبل ظہور گویا حالت حمل میں ہیں اور نہاں اسی حالت قبل ظہور کو کہا اور بعد ظہور کے جب تک تزاید میں ہیں گویا حالت رضاع میں ہیں پس دونوں حکم صحیح ہو گئے اور تشبیہ مریم علیہا السلام اس میں ہے کہ وہ بھی ایک سلطان دین یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حاملہ تھیں اور بوجہ عدم مس رجل وہ حمل بہت ہی باطن تھا کہ کسی کو احتمال بھی نہ تھا جیسا ذات الزوج میں احتمال تو ہوتا ہے آگے اور مثال ہے خفاء مؤثر اور ظہور اثر کی یعنی) اگرچہ پانی میں (جبکہ اس کو گرم کیا جاوے) آگ مخفی ہو گئی (لیکن اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں کہ) لاکھوں بلبلے اس پر جوشیدہ ہو گئے (جس سے اجزا ناریہ کا اس پانی میں پتہ لگتا ہے پس اس مثال میں) اگرچہ آگ (اس پانی میں) بہت ہی پنہاں آمد و رفت کر رہی ہے (لیکن) بلبلہ دسوں انگلی سے اشارہ کرتا ہے (کہ یہاں آگ ہے اشارہ تام مراد ہے کیونکہ دسوں انگلی سے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیوں کا مجموعہ ہے اشارہ کرنا ظاہر ہے کہ بہت ہی تام ہوگا پس ان مثالوں کی طرح سے سمجھو کہ خدائے تعالیٰ کی نعمتوں کے جو آثار تیرے اندر باقی ہیں گو

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ مخفی ہو گئیں تو ان آثار سے ان نعمتوں پر استدلال کر کے منعم سے تعلق خاص پیدا کر آگے تیرہ شعر بعد پھر اس مضمون کی طرف عود ہو گا اس شعر سے حال رفت و ماند جز وت ائح اور درمیان کے تیرہ اشعار میں انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف)

ہمچنیں اجزائے مستان وصال	حامل از تمثالہائے حال و قال
اسی طرح اجزا مستان وصال کے	حامل ہیں پیکر ہائے حال و قال سے
در جمال حال و امانده دہاں	چشم غائب مانده از نقش جہاں
جمال حال میں تو منہ کھلا رہ گیا	آنکھ غائب رہ گئی نقش عالم سے
آں موالید از رہ ایں چار نیست	لاجرم منظور ایں ابصار نیست
وہ موالید ان چار کے طریق سے نہیں	لامحالہ ان آنکھوں سے نظر نہیں آتے
آں موالید از تجلی زادہ اند	لاجرم مستور پردہ سانده اند
وہ موالید تجلی سے پیدا ہوئے ہیں	لامحالہ یہ بھی پردۂ بے رنگ میں مستور ہیں
زادہ گفتیم و حقیقت زاد نیست	ایں عبارت جز پئے ارشاد نیست
ہم نے زادہ کہہ دیا اور حقیقت میں زادہ نہیں ہیں	یہ عبارت بجز غرض تفہیم کے نہیں ہے
ہیں خمش کن تا بگوید شاہ قل	بلبلی مفروش با ایں جنس گل
ہاں خاموشی کر یہاں تک کہ بادشاہ یہ فرما دے کہ کہہ	بلبلی مت خرچ کر گل کے اس ہمجانس کے ساتھ
ایں گل گویاست پر جوش و خروش	بلبلا ترک زباں کن باش گوش
یہ گل گویا ہے پرجوش و خروش	اے بلبل تو زبان کو ترک کر دے گوش ہو جا
ہر دو گوں تمثال پاکیزہ مثال	شاہد عدل اند برسر وصال
دونوں قسم کی تمثال پاکیزہ مثال	شاہد عادل ہیں راز وصال پر
ہر دو گوں حسن لطیف مرتضی	شاہد احیا و حشر ما مضے
دونوں قسم کے حسن لطف پسندیدہ	شاہد ہیں احیاء و حشر ماضی کے
ہمچو یخ کاندر تموز مستجد	ہر دم افسانہ زمستاں می کند
جیسے یخ کہ گرمائے شدید میں	ہر وقت حکایت زمستان کی کرتا ہے
ذکر آں ارياح سرد زمہریر	اندراں ایام و ازمان عسیر
زمہریر کی ان سرد ہواؤں کا ذکر	ان ایام اور ازمنہ دشوار میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچوں آں میوہ کہ در وقت شتا	می کند افسانہ لطف صبا
جیسے وہ میوہ جو کہ وقت زمستان میں	لطف صبا کا افسانہ کرتا ہے
قصۂ دور تبسمہائے شمس	واں عروسان چمن را لمس و لمس
آفتاب کے تبسمات کے دورہ کا قصہ	اور ان عروسان چمن کی مواصلت و ملامست کا

(یہاں انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت دلالت وشہادت آثار ظاہرہ مذکورہ اشعار سابقہ کے موثرات خاصہ خفیہ پر جیسا کہ اوپر بیان ہوا یعنی جس طرح نمو اجزاء لذت پر اور پنبہ تابستان پر اور یخ زمستان پر اور فرزند مستی ولاغ پر اور ثمار اشجار بہار پر اور کف آتش مکنون پر دال ہیں) اسی طرح اجزاء (واعضا) مستان وصال (حق) کے (بوجہ اس کے کہ) حال (ومتاثر) ہیں پیکر ہائے حال وقال سے (دال ہیں حال وقال پر چنانچہ ان اجزاء کی) دلالت حال وقال پر اس طرح ہے کہ) جمال حال میں تو (فرط حیرت سے) منہ کھلا (کا کھلا) رہ گیا (اور) آنکھ غائب رہ گئی (مشاہدہ) نقش عالم (شہادت) سے (قال سے مراد قول تقلیدی بلا مشاہدہ نہیں بلکہ مراد وہ قال ہے جو کشف وشہود سے ناشی ہو خواہ وہ کلام نفسی ہو یعنی وہ مضامین و اسرار کہ قلب میں جوش زن ہوتے ہوں اور زبان پر نہ لائے جاویں اور یہی اظہر والصق بالمقام ہے چنانچہ عنقریب آتا ہے اور یا وہ کلام لفظی ہو یعنی وہ مضامین واسرار کہ زبان پر بھی آجاویں گو غامض ہونے کے سبب مفہوم للعامہ نہ ہوں کہ ایک توجیہ سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے چنانچہ وہ توجیہ بھی عنقریب آتی ہے اور چونکہ یہ حال وقال صفت ایسے مجرد کی یعنی قلب یا روح کی ہے جس کا تعلق مادی یعنی جسم کے ساتھ ہے اس لئے اس صفت کو نہ تو من کل الوجوہ عالم مجرد سے کہا جاوے گا کیونکہ بواسطہ ایک مادی کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور نہ من کل الوجوہ عالم مادی سے کہا جاوے گا کیونکہ بلا واسطہ مجرد کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ بلکہ دونوں جہتوں کے لحاظ سے اس کو بین بین قرار دیا جاوے گا جو شان ہوتی ہے عالم مثال کی اس لئے اس کو تمثال کے عنوان سے تعبیر کرنا نہایت مناسب ہوا اور قال بالمعنی الثانی گو صفت مادی کی ہے لیکن بوجہ غیر مفہوم عند العامہ ہونے کے اس کو مثل غیر ظاہر علی اللسان کے قرار دے کر حکما قال نفسی ہی میں داخل کر کے مجازاً عالم مثال میں سے کہا جاوے گا اور وہ اجزاء مذکور فی الشعر الاول دہان اور چشم ہیں جو شعر ثانی میں مذکور ہیں یعنی وہ اجزاء اس حال وقال سے اس طرح مخبر ہیں کہ اس کا اثر ان اجزاء پر اس طرح ظاہر ہوا کہ غلبہ حیرت میں مثلاً منہ کھلا رہ گیا اور مثلاً آنکھ اس عالم کے مشاہدہ سے بند ہو گئی اور مثلاً اس لئے کہا کہ اسی طرح اور سب اجزاء میں غلبہ حال کا اثر ظاہر ہونا ظاہر ہے پس مثل امثلہ مذکورۂ بالا جن میں آثار ظاہر تھے اور موثرات خفی یہاں بھی ایسا ہی ہوا کہ اجزاء کی کیفیات مذکورہ ظاہر ہیں اور ان کا موثر یعنی حال وقال خفی ہیں حال کا خفی ہونا تو ظاہر ہے اور اسی طرح قال بمعنے الکلام النفسی کا بھی اور یہی وجہ ہے قال کی اس تفسیر کے راجح ہونے کی جس کے بیان کا میں نے ابھی وعدہ کیا تھا اور قال بمعنی الکلام اللفظی کے خفی ہونے کی توجیہ وہی ہے جو ابھی مذکور ہوئی تھی یعنی بوجہ غیر مفہوم عند العامہ ہونے کے گویا کلام نفسی ہی کے حکم میں ہے اور اس توجیہ کا بھی میں نے ابھی وعدہ کیا تھا اور ان دو شعروں سے اس حال وقال کا مخفی عن الحواس ہونا معلوم ہوا جس میں لفظ مخفی صریح ہے کیونکہ دال ہے تشبیہ بالسابق المذبور بھی المستور پر آگے اسی حال وقال کے خفی ہونے کا سبب بتلاتے ہیں یعنی چونکہ) وہ موالید (یعنی احل و قال مذکور) ان چار (عنصر) کے طریق (توبیل) سے نہیں (اس لئے) لامحالہ ان (ظاہری) آنکھوں سے نظر نہیں آتے

www.besturdubooks.wordpress.com

(اور لفظ از راہ شامل ہے عنصر و مرکب میں العناصر کو یعنی یہ نہ عناصر میں سے ہیں اور نہ عنصریات سے ہیں مطلب یہ کہ مادی نہیں کیونکہ عالم کون وفساد کے مادیات ان ہی دو قسم میں منحصر ہیں اور یہ دونوں حکم ظاہر ہیں یعنی ایک یہ کہ وہ واردات قلبیہ روحیہ نہ خود مادی ہیں اور بوجہ قیام بالمجرد کے نہ حال فی المادی ہیں اور دوسرا یہ کہ یہ مبصرات میں سے بھی نہیں کیونکہ اس عالم میں منجملہ شرائط عادیہ ابصار مبصر کی مادیت بھی ہے خلاصہ یہ کہ یہ عنصر و عنصری نہیں بلکہ) وہ موالید تجلی (حق) سے پیدا ہوئے ہیں (یعنی سبب ورود حال وقال کا تجلیات خاصہ ہیں اور وہ تجلیات خود بھی مادی و مبصر نہیں اس لئے) لامحالہ یہ (موالید یعنی حال وقال) بھی پردۂ بے رنگ (و بے نقش یعنی پردۂ عالم غیب) میں مستور (ومخفی) ہیں (نقش سے مراد نقش عالم شہادت پس بے نقش کنایہ ہوا پردۂ عالم غیب سے اور عالم غیب سے مراد مقابل ہے عالم شہادت کا اور شامل ہے عالم مثال کو بھی پس یہاں مستور عالم غیب کہنا منافی نہ ہوگا اس کو اور تمثال بمعنی عالم مثال کہنے کے اور ان کو موالید وزادہ کہا گیا اس پر اشکال وارد ہوتا ہے کہ ولادت وزائیدن تو مقتضی ہے اتصال وانفصال کو اور وہ مستلزم ہے متوالدین کی مادیت کو اور یہاں تجلی حق جو سبب ہے حال وقال کا اور خود حال وقال بھی دونوں غیر مادی ہیں اس لئے آگے اس اشکال کو رفع کرتے ہیں کہ) ہم نے (ان حال و قال کو تجلی سے) زادہ (اور مولود) کہہ دیا اور حقیقت میں زادہ (بالمعنی الحقیقی) نہیں ہیں (اور) یہ عبارت (یعنی تعبیر) بجز غرض تفہیم کے نہیں (جس کے لئے کبھی فہم ومذاق سامع کی رعایت سے الفاظ مجازی بھی استعمال کر لئے جاتے ہیں ورنہ مراد زادن سے صرف ترتب ہے حال وقال کا تجلی حق پر اور مرتب ومرتب علیہ میں توالد بعضیت کی نسبت ہونا ضروری نہیں لیکن چونکہ اس ترتب کا سمجھنا اہل ظاہر کو گونہ صعوبت سے خالی نہ تھا اس لئے پیرایہ تشبیہ میں سمجھانے کے لئے لفظ زادہ استعارۃً لے آیا گیا اور رفع ایہام کے لئے ساتھ کے ساتھ تصریح بھی کر دی کہ استعارہ ہے حقیقت نہیں جیسا خلق اللہ نور نبیک من نورہ میں لفظ من سے بعض الفاظ پرستوں کو جزئیت کا ایہام ہو گیا حالانکہ وہاں اس استعارہ کی بھی ضرورت نہیں من بعضیت کی طرح علیت میں بھی حقیقۃً واشتراکاً مستعمل ہوتا ہے اور یہاں ایک ایراد ہوتا ہے وہ یہ کہ شعر آن موالید از تجلی زادہ اند میں مبداء کے غیر مادی ہونے کو مستلزم مانا ہے معلول کے غیر مادی ہونے کے لئے ورنہ بدوں اس کے یہ حکم لاجرم مستوراند صحیح نہ ہوگا حالانکہ یہ استلزام غلط اور ارادۂ الٰہیہ کے کہ وہ بھی ایک تجلی ہے مبداء للمواد والمادیات ہونے میں متخلف ہے جواب یہ ہے کہ یہ برہان نہیں ہے خطابہ ہے یعنی اصل یہی ہے کہ منشاء وناشی میں مادیت وعدم مادیت میں مناسبت ہو جب تک کہ کوئی دلیل خلاف پر قائم نہ ہو خصوص جبکہ خود اس مناسبت مذکورہ کے تحقق پر کوئی برہانی دلیل بھی ہے جیسا کہ محل مبحوث عنہ میں حلول فی المجرد حال وقال کے غیر مادی ہونے کی دلیل برہانی ہے پس یہاں اس اصل کو موافق حکم کیا جاوے گا بخلاف اس کے جہاں خلاف پر دلیل قائم ہو وہاں اس اصل کو چھوڑ دیں گے جیسے ارادۂ الٰہیہ کا مواد و مادیات کے لئے مبداء اور علت ہو جانا خوب سمجھ لو اور جس حال وقال کے متعلق اوپر کا مضمون چونکہ وہ امور ذوقیہ وجدانیہ سے ہے اور امور وجدانیہ وذوقیہ کا ادراک تام موقوف ہے اتصاف وحصول پر عبارات سے اس کی تعبیر کافی ہوتی نہیں بلکہ اکثر عبارات موہم غلط ہو جاتی ہیں جیسا لفظ موالید کے استعمال سے اس کا احتمال ہوا اور جس کے رفع کرنے کی ضرورت ہوئی اور بعد اس رفع کے بھی کنہ اس کا غیر صاحب حال کو مدرک نہیں ہو سکتا اس لئے شعر آئندہ میں اپنے نفس کو بلکہ ہر صاحب ارشاد کو خطاب کرتے ہیں کہ) ہاں (اس مضمون متعلق حال وقال سے محجوبین کے سامنے) خموشی (اختیار) کر یہاں تک کہ بادشاہ (حقیقی) یہ فرماوے کہ کہہ (اور ایک نسخہ میں ہے تا نگوید یعنی خاموش رہ جب تک بادشاہ حقیقی یہ نہ فرماوے کہ کہہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مطلب دونوں کا یہ ہے کہ جب کہنے کا حکم ہوگا تب کہنا خود مت کہہ اور بیان غایت کے لئے محاورات میں دونوں تعبیروں کا ایک ہی حاصل ہے مثلاً یہ بھی کہتے ہیں کہ جب تک زید آ وے تو بیٹھا رہنا اور یوں بھی کہتے ہیں کہ جب تک زید نہ آ وے تو بیٹھا رہنا دونوں کا ایک حاصل ہے غرض یہ کہ خاموش رہ اور) بلبلی (یعنی گویائی) مت خرچ کر گل کے اس مجانس کے ساتھ (یعنی حال وقال جو کہ حسن ولطافت وپسندیدگی میں مجانس ومشابہ گل کے ہیں جیسا یہاں سے چوتھے شعر میں ان تینوں صفتوں کے وجہ شبہ ہونے کی طرف اشارہ بھی ہے فی قولہ ہر دو گون حسن لطیف مرتضٰی اس حال وقال کے متعلق گویائی بند کر اورنا بگو یدیا تا نگوید شاہ قل کی تقریر یہ ہے کہ جب الہام من الحق ہو اس وقت اس کے متعلق گفتگو کر اور یہ الہام اس وقت ہوتا ہے جب مخاطب کو مناسبت اور ضرورت ہو اور مناسبت جو کہ علامت ہے ذوق کی صحیح خطاب ہوگی اور ضرورت جو کہ علامت ہے طلب وشوق کی مرجح خطاب ہوگی اس وقت یہ گفتگو مخاطب کو وجداناً مفہوم بھی ہوگی اور تربیت میں مفید بھی ہوگی اور بدوں اس کے یا عبث ہے یا مضر ہے اور جب تک ایسا مخاطب صحیح نہ ہو صاحب ارشاد کو مناسب ہے کہ اس کو کلام لفظی میں نہ لاوے بلکہ اس کو کلام نفسی ہی پر کفایت کرے جو کہ اس صاحب ارشاد کو حاصل اور اس کے باطن میں جوش زن ہے کہ وہ اس حالت میں بھی اس کو تو نافع ہی ہے اور دوسرے کے افادہ کا موقع نہیں شعر آئندہ میں اسی کو کہتے ہیں کہ) یہ (حال وقال گویا ایک) گل گویا ہے پر جوش وخروش اے بلبل تو زبان کو ترک کر دے گوش ہو جا (گل کے ساتھ وجہ تشبیہ تو ابھی اوپر گزری اور گویا کہنا اس کا مبالغہ ہے کیونکہ قال تو خود گویائی نفسی ہے حقیقۃً یا حکماً اور حال سبب ہے اس گویائی نفسی کا پس گویا خود ہی گویا ہے اور پر جوش وخروش کے ساتھ موصوف کرنا باعتبار صاحب حال کے ہے۔ مطلب یہ کہ اس کی وہ گویائی باطنی بلا کسی کے خطاب کے بھی مفید ہے پس اس میں مشغول اور اس کی طرف متوجہ رہے گوش ہونے کا یہی مطلب ہے اور نفع اس کا یہ ہوتا ہے کہ حاصل کی تقویت اور غیر حاصل کا حصول اس سے میسر ہوتا ہے اور اصل مضمون مقصود اس مقام پر ظاہر ہے کہ اجزائے مستان کے آثار کی دلالت کرنا تھا حال وقال مخفی پر جو شعر نگنجیں الخ میں شروع ہوا تھا باقی درمیان میں ان مو الیداز رو الخ وآن مو الیداز تجلی الخ میں اس حال وقال کے مخفی ہونے کی وجہ اور زادہ تفہیم میں ایک ایہام کا رفع اور ہین خمش کن الخ اور ایں گل گویاست الخ میں غیر اہل سے خطاب نہ کرنے کا ارشاد یہ تینوں مضمون استطراداً آ گئے اب آ گے اسی اصل مضمون مقصود پر اسی کی نظری ایک مضمون کو بحذف عاطف عطف کرتے ہیں یعنی اجزائے مستان تو حال وقال پر دال ہیں اور خود یہ) دونوں قسم کے تمثال پاکیزہ مثال (یعنی حال وقال) شاہد عادل ہیں راز وصال (وقرب حق) پر (حال وقال کے تمثال ہونے کی توجیہ اوپر بضمن حل مصرعہ حامل از تمثالہائے حال وقال گزر چکی ہے اور پاکیزہ مثال کی دو توجیہ ہو سکتی ہے یا تو اس مثال سے مراد وہی ہے جو اس کے قبل کے دو شعر میں اس کی تشبیہ گل کے ساتھ مذکور ہوئی ہے اور یا مطلق مثال مراد ہے یعنی یہ ایسی پاکیزہ چیز ہے کہ اگر اس کی کوئی مثال تجویز کی جائے تو وہ مثال بھی پاکیزہ ہی ہوگی اور ان کی دلالت وصال پر اس لئے ہے کہ حال وقال مقبول سبب بھی ہے قرب حق کا اور پھر وہ قرب بھی سبب ہے مزید حال وقال کا تو حال وقال باعتبار قرب کے سبب ومسبب دونوں ہے اور دلالت شے کی اپنے سبب اور مسبب دونوں پر ہوتی ہے اور وہ نسبت دال ومدلول علیہ کی جو اوپر اشلہ حسیہ اور دلالت اجزائے مستان بر حال وقال میں تھی کہ دال ظاہر اور مدلول مخفی ہے وہی نسبت یہاں بھی ہے کہ حال وقال کی نسبت وصال وقرب زیادہ مخفی ہے اسی لئے وصال کے ساتھ لفظ سر لایا گیا گو حال وقال فی نفسہ بھی مخفی ہیں مگر وصال وقرب کی نسبت ظاہر اضافی ہیں اور یہ سب احکام بین ہیں اس شعر میں جو حال وقال کو شاہد وصال کہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے وصال کی حقیقت بیان کرتے ہیں تاکہ معنی لغوی پر محمول کرنے سے کسی کو غلطی واقع نہ ہو جاوے پس فرماتے ہیں کہ ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ ہر دو گون تمثال الخ اس کی تفسیر یہ ہے کہ) دونوں قسم کے حسن لطیف پسندیدہ (یعنی حال وقال والحسن بمعنی صاحب الحسن کزید عدل تو یہ دونوں) شاہد ہیں احیاء وحشر ماضی کے (مراد احیاء وحشر سے بقاء وفنا مصطلح یعنی احیاء سے مراد تو بقاء اور حشر سے مراد فنا کیونکہ حشر مجازاً بمعنے مطلق قیامت کے بھی مستعمل ہوتا ہے کذا فی الغیاث اور قیامت سے متبادر معنے فنا کے مفہوم ہوتے ہیں مطلب یہ کہ وصال سے مراد یہ فناء وبقاء ہے کہ اماتت اخلاق ذمیمہ واکتساب اخلاق حمیدہ کہ فناء وبقاء حسی ہے اور ترک توجہ الی الغیر وغلبہ توجہ الی الحق کہ فناء وبقاء علمی ہے یہی قرب ہے حق تعالیٰ کا قال السعدیؒ تعلق حجاب ست وبے حاصلی چو پیوندہا بگسلی واصلی وقال آخر تو در وگم شو وصال اینست وبس گم شدن گم کن کمال این ست وبس قولہ گم شدن گم کن ویسمی فناء الفناء آگے دو مثالیں ہیں اس دلالت حال وقال علی سر الوصال کی جو کہ امثلہ سابقہ علی مضمون الحال والقال میں سے ہونے کی وجہ سے بمنزلہ تمہید ہیں عود من المنتقل الیہ الی المنتقل منہ کے لئے یعنی اس دلالت کی ایسی مثال ہے کہ) جیسے یخ کہ گرمائے جدید (ونو وارد) میں ہر وقت حکایت زمستان کی کرتا ہے (یعنی) زمہریر کی ان سرد ہواؤں کا ذکر (کرتا ہے جو کہ) ان ایام اور ازمنہ دشوار میں (چلا کرتی تھیں اور ایسی مثال ہے) جیسے وہ میوہ جو کہ وقت زمستان میں لطف صبا کا افسانہ (بیان) کرتا ہے (یعنی) آفتاب کے تبسمات کے دورہ کا قصہ اور ان عروسان چمن کے (ساتھ) مواصلت و ملامست کا (قصہ بیان کرتا ہے پہلی مثال میں گرمی میں سردی کی یادگار اور دوسری مثال میں سردی میں گرمی کی یادگار مذکور ہے اور ان ہی دونوں مثالوں کا مضمون حال وقال کے مضمون سے پہلے ان اشعار میں آ چکا ہے ہمچو تابستان الخ یا مثال یخ الخ اور شعر ہمچنیں اجزائے مستان سے یہاں تک وہ تیرہ شعر ہو چکے جن کی طرف ان کے سابق کے مضمون سے انتقال کیا گیا تھا آگے پھر اسی مضمون سابق استدلال بالنعم علی المنعم کی طرف عود ہے یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ جز وماند و آن خوشی از یاد رفت الخ اس کو بغرض استدلال علی النعم وشکر المنعم پھر سمجھو کہ حال رفت اے آخر ما سیاتی)۔

حال رفت و ماند جزوت یادگار	یا ازو واپرس یا خود یاد آر
حال تو چلا گیا اور تیرا جزو یادگار رہ گیا	یا تو اس سے پوچھ لے یا خود یاد کر لے
چوں فرو گیرد غمت گر چستیی	زاں دم نومید کن وا جستیی
جب تجھ کو غم گھیرے اگر تو چست ہوتا	تو اس ناامید کرنے والے وقت سے مطالبہ کرتا
گفتیش اے غصۂ منکر بحال	راتبہ انعامہا را ازاں کمال
اس سے یہ کہتا کہ اے غم وغصہ جو کہ حال سے انکار کر رہا ہے	وظائف انعامات کا جو کہ اس ذی کمال سے ہوئے ہیں
ہر دمت گر نہ بہار و خرمی ست	ہمچو چاش گل تنت انبار چیست
اگر تجھ کو ہر دم بہار اور خرمی نہیں ہے	تو تودہ گل کی طرح تیرا تن انبار کیوں ہے
چاش گل تن فکر تو ہمچوں گلاب	منکر گل شد گلاب اینت عجاب
تن تو تودہ گل اور تیری قوت فکریہ مثل گلاب کے ہے	گلاب منکر گل ہوا عجیب تعجب کی بات ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از کپی خویان کفراں کہ دریغ	بر نبی خویاں نثار مہر و میغ
بوزنہ خصال ناسپاس لوگوں سے تو گھاس بھی دریغ ہے	نبی خصال لوگوں پر مہر و میغ کا نثار ہو
آں لجاج و کفر قانون کپی ست	واں سپاس و شکر منہاج نبی ست
وہ مخالفت اور کفران طریقہ بوزینہ کا ہے	اور وہ سپاس اور شکر طریقہ نبی کا ہے
با کپی خویاں تہتکہا چہ کرد	با نبی رویاں تنکسہا چہ کرد
بوزنہ خصال لوگوں کے ساتھ پردہ دریوں نے کیا کچھ کیا	نبی خصال لوگوں کے ساتھ عبادت نے کیا کچھ کیا
در عمارتہا سگانند و عقور	در خرابیہاست گنج عز و نور
عمارات میں کتے ہیں اور کٹ کھنے ہیں	ویرانوں میں خزانہ عزت اور نور ہے
گرنبودے ایں بزوغ اندر کسوف	گم نکردے راہ چندیں فیلسوف
اگر یہ طلوع کسوف میں نہ ہوتا	تو اتنے فلاسفہ راہ گم نہ کرتے
زیرکان و موشگافان دہی	دیدہ برخرطوم داغ ابلہی
زیرکوں اور موشگافان دانا نے	ناک پر ابلہی کا داغ دیکھ لیا

(ربط اوپر بیان ہو چکا یعنی وہ) حال (خوشی کا) تو (یاد سے) چلا گیا اور تیرا جزو (جو اس سے ناشی ونامی ہوا تھا جیسا شعر جزو ماندو آن خوشی ازنج کے قبل شعر زانکہ بے لذت ازنج میں گزرا ہے اس کا) یادگار رہ گیا یا تو اس (جزو) سے پوچھ لے (کہ وہ بلسان حال اس خوشی گذشتہ کی حکایت کرے گا) یا (بلا اس کے واسطہ کے) خود (سوچ کر) یاد کرلے (آخر گذشتہ احوال سوچنے سے بھی تو یاد آجاتے ہیں (آگے اس مذکور پر تفریع ہے یعنے جب یاد کرنے سے یا یاد دلانے سے خدا تعالیٰ کی یہ نعمتیں لذت و فرحت وغیرہ ثابت ہوگئیں تو اب ان نعمتوں کا انکار اور منعم کا نسیان اور اس کی باطنی نعمتوں سے مثل بلا و فقر وغیرہ کے توحش اور شہوات ولذات کی طلب میں بعد حق کو گوارا کرنا سراسر کفران اور خسران ہے اور یہی مضمون قصہ قاضی وصوفی کے اختتام سے ممتد چلا آرہا ہے پس ان اشعار آتیہ میں اشعار ماضیہ کی طرف عود ہے جو کہ حکایات زن وشوہر و پرسیدن عارفے کے سیاق و سباق میں ہیں قولہ جور دوران وہر آن رنجے کہ ہست سہل تر از بعد حق وغفلت ست وقولہ لاشک ایں ترک ہوا تلخی وہ است لیک از تلخی بعد حق بہ است وقولہ دیدہ عمرے تو داد و داوری وانگہ زنادیدگان ناشی تری وقولہ بارے اکنوں تو زہر جزو ت بپرس صد زبان دارند ایں اجزائے خرس ذکر نعمہائے رزاق جہان کہ نہاں شد آن دراوراق زمان وپس اسی کو فرماتے ہیں کہ) جب تجھ کو (کوئی) غم گھیرے (و) اگر تو (عقل وفہم میں) چست ہوتا تو اس ناامید کرنے والے وقت (یعنی حالت غم وغصہ) سے مطالبہ کرتا (یعنی) اس سے یہ کہتا کہ اے غم وغصہ جو کہ (لسان) حال سے انکار کر رہا ہے (ان) وظائف انعامات کا جو کہ اس ذی کمال (یعنی حضرت ذوالجلال) سے (فائض) ہوئے ہیں اگر تجھ کو ہر دم بہار اور خرمی نہیں ہے تو تو دہ گل کی طرح تیرا (یہ) تن انبار (کا انبار) کیوں ہے (مطلب یہ کہ غم وغصہ کی حالت میں بھی پلہ انعام ہی کا غالب ہے یعنی انعام طبعی کا بھی کیونکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

یوں تو معنےٰ وعقلاً غم وغصہ بھی نعمت ہی ہے اور اس غلبہ کا بیان یہ ہے کہ عین غم وغصہ ونومیدی میں بھی اپنے اس حالت میں غور کر کہ تیرا تن جو نعمت ولذات وفرحت سے نامی ہوا ہے تو وہ کا تودہ موجود ہے تو اس غم وغصہ سے بلسان اصل یہ سوال کر کہ تو جو حامل ہو رہا ہے نفی وانکار نعم پر پس گویا خود ہی منکر ہے یہ بتلا کہ اگر نعمتوں کی نفی صحیح ہے اور نعمتیں فائض نہ ہوئی تھیں تو ان نعمتوں کا اثر یعنی یہ تن جسیم کہاں سے آ گیا اور غصہ کے خطاب میں جو تنت کیا گیا ہے یہ اضافت بادنیٰ ملابست ہے ورنہ وہ تن تو صاحب غم کا ہے آگے اس انکار پر اظہار تعجب ہے کہ) تن تو تودہ گل (اور) تیری قوت فکریہ مثل گلاب کے ہے (پھر) گلاب منکر گل ہوا عجیب تعجب کی بات ہے (فی الغیاث اینت کلمہ تحسین وتعجب بمعنے زہے مطلب یہ کہ جو قوت فکریہ نعمتوں کی منکر ہے خود وہ قوت نتیجہ ہے نشوونمو بدن کا جیسا گلاب نتیجہ ہے گل کا چنانچہ اگر بدن کو غذا نہ پہنچے تو قویٰ دماغیہ بھی مضمحل ومعطل وزائل ہو جاویں اور نشوونمو ئے بدن موقوف ہے نعمت ولذات پر جیسا اوپر ثابت ہوا پس قوت فکریہ کا وجود خود بلسان حال مدعی ہے نشوونمو بدن کا بھی اور اس کے واسطے سے مدعی ہے نعمائے حق کا جو کہ موقوف علیہ ہے باوجود اس کے پھر قوت فکریہ کا انکار کرنا نعمتوں کا مستلزم ہے انکار نشوونما کا کیونکہ وہ نعمتیں بوجہ موقوف علیہ ہونے کے لئے لازم ہیں نشوونمو کے لئے اور لازم کا انکار ملزوم کا انکار ہے پس نعمتوں کا انکار مستلزم ہوا انکار نشوونمائے بدن کا تو ایسی مثال ہوگئی جیسے گلاب انکار کرے وجود گل کا اور اس کا عجیب ہونا ظاہر ہے آگے کفران کی مذمت اور شکر کی مدح کرتے ہیں کہ) بوزنہ خصال ناسپاس لوگوں سے تو گھاس (کا) بھی دریغ (آتا) ہے (یعنی ہم کو ایسا غصہ آتا ہے کہ ان کو گھاس کا تنکا بھی نہ ملے یا بددعا ہے کہ خدا کرے ان کو تو تنکا بھی نہ ملے اور دونوں توجیہوں پر یہ معارض نہیں ہے توسع دنیا علیٰ اہل الکفر ان کے ساتھ کما قال علیہ السلام تعس عبدالدینار تعس عبدالدرہم تعس وان تکس واذا شک فلا انتقش مع قولہ علیہ السلام لوکانت الدنیا عنداللہ تزن جناح بعوضۃ ما سقی منہا کافرا شربۃ ماء و کپی اببائے موحدہ و بائے فارسی بہ تشدید وتخفیف بمعنے بوزنہ من الغیاث اور) نبی خصال لوگوں پر مہر ومیغ کا نثار ہو (یعنی اجرام علویہ بھی نثار ہوں فالسفلیۃ بالاولیٰ اور میغ یعنی ابر گو کائنات جو سے ہے مگر بہ نسبت سفلیات کے تو علوی ہے اور بوزینہ سے تشبیہ کفران میں دی اور اس کے تقابل سے نبی سے تشبیہ کی وجہ شکر کا ہونا مفہوم ہو گیا چنانچہ آگے اس سے زیادہ اصرح ہے کہ) وہ مخالفت اور کفران طریقہ بوزینہ کا ہے اور وہ سپاس اور شکر طریقہ نبی کا ہے (آگے ثمرہ وانجام ہے اس مخالفت واطاعت کا کہ دیکھ لو) بوزنہ خصال لوگوں کے ساتھ پردہ دریوں (اور مخالفات) نے کیا کچھ کیا (کہ دنیا میں ضلالت اور آخرت میں عقوبت اور) نبی خصال لوگوں کے ساتھ عبادات (وطاعات) نے کیا کچھ کیا (کہ دنیا میں ہدایت اور آخرت میں فلاح قال تعالیٰ اولئک علیٰ ھدی من ربھم و اولئک ھم المفلحون پس اصل طریق نافع طاعت ہے اگرچہ فقر ومحن وخرابی تن وریاضات کے ساتھ ہو اور معصیت کے ساتھ اگر ثروت وتنعم وتن پروری بھی ہو تو سرتاپا مضر ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ بہت دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ) عمارات میں (تو) کتے ہیں اور (ان میں بعضے) کٹ کھنے (بھی) ہیں (فھو من عطف الخاص علی العام اور) ویرانوں میں خزانہ عزت وفور ہے (پس جو اسباب تنعم وتعمیر بدن معصیت کے ساتھ ہوں وہ مثل اس عمارت کے ہے جو سگان عقور پر مشتمل ہے اور جو فقر ومحن وتخریب بدن طاعت کے ساتھ ہو وہ مثل اس خرابہ کے ہے جو کنز پر مشتمل ہے کہ اس تن پروری سے مواد خبیثہ مبعدہ عن الحق کہ مثل کلاب عقور کے ہیں قوت پا کر ضرر پہنچاتے ہیں اور اس تن گدازی سے انوار وفیوض وتجلیات حق کہ مثل کنوز کے ہیں میسر ہوتے ہیں آگے یہ بتلاتے ہیں کہ حقیقت امر تو یہی ہے لیکن اس کے ادراک کے لئے عقل دین کی ضرورت ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ ظاہر پر محدود نہ ہے حقیقت کو دیکھے۔ اور عقل دنیا کافی نہیں جو محض ظاہری قمت و نعمت کو دیکھتی ہے اس قمت میں جو نعمت ہے اور اس نعمت میں جو قمت ہے اس کو نہیں دیکھتی پس ان ظاہر پرستوں کی اس غلطی کا بیان کرتے ہیں کہ) اگر یہ طلوع (انوار حقیقت کے (ظاہری) میں (مستور) نہ ہوتا تو اتنے (بڑے بڑے) فلاسفہ (دنیوی علوم کے ماہر) راہ (حقیقت) گم نہ کرتے (مگر اس مستوری کے سبب بڑے بڑے (زیرکوں اور موشگافان دانا نے (اپنی) ناک پر ابلہی کا داغ دیکھ لیا (یعنی ان کی حماقت وسفاہت نمایاں ہوگئی جس کی وجہ وہی مستوری ہے بروج کی کسوف میں اور نعمت کی قمت میں اور کنوز کی خرابہ میں پس ثابت ہو گیا کہ ان حقائق کے ادراک کے لئے عقل حقیقت بین درکار۔ ہے اور عقل ظاہر بین بیکار ہے۔

فائدہ:۔ آگے اس مستوری و خفا اور اس غلط بینی و خطا کی مثال میں ایک قصہ لائے ہیں کہ کوئی شخص رزق بلا اکتساب کی دعا کیا کرتا تھا اور اس کو خواب میں ایک رقعہ کا پتہ بتلایا گیا کہ اس میں تیرے مطلوب کا نشان لکھا ہے چنانچہ وہ رقعہ ملا اور اس میں لکھا تھا کہ فلاں ویرانہ میں جو ایک گنبد دار قبر ہے تو وہاں جا کر ایسا کر کہ۔ پشت بادی کن تو رو با قبلہ آر رو انکہاں از قوس تیرے دا گزار چوں فگندی تیر از قوس اے سعاد بر کن آن موضع کہ تیرت او فتاد یعنی وہاں خزانہ نکلے گا چنانچہ وہ شخص وہاں ایک تیر و کمان لے کر پہنچا اور کمان میں رکھ کر تیر اچھالا اور اس کے گرنے کی جگہ کو کھودا مگر خزانہ نہ ملا مدتوں یوں ہی کرتا رہا جب خزانہ نہ ملا پریشان ہو کر پھر دعا کی کہ آپ ہی اس کو ظاہر فرمایئے آخر یہ جواب ملا گفت گفتم در کمان تیرے بنہ کے بگفتم من کہ اندر کش تو زہ من نہ گفتم این کمان را سخت کش در کمان نہ گفتمت نے بر کنش تو اس قصہ کا ایک جزو یعنی خزانہ کا ویرانہ میں ہونا مناسب ہے مضمون مستوری و خفا کے جو مقام ہذا کے مصرعہ در خرابہاست گنج عزودنور میں مذکور ہے اور اس قصہ کا دوسرا جزو یعنی اس طالب گنج کے فہم میں غلطی ہونا مناسب ہے مضمون غلط بینی و خطا کے جو مصرعہ گم بکردی راہ چندین فیلسوف میں مذکور ہے اور یہ قصہ انشاء اللہ تعالیٰ عشر خامس میں آتا ہے فقط۔

وقد تم بحمد اللہ العظیم العلی العشر الرابع من شرح الدفتر السادس من المثنوی فی مدۃ اعتکاف موسیٰ علیہ السلام بالطور اعنی فی اربعین یوما الذی ورد فضلہ فی حدیث سیدنا معدن النور صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ الی مالا یتناہی من الدھور فقط۔

ے فان الافتتاح کان لنصف ذی القعدۃ والاختتام لخمس وعشرین من ذی الحجہ سن ۱۳۳۲ھ ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الخامس من شرح الدفتر السادس من المثنوی للمولوی المعنوی افتتحت فیہ لغرۃ شہر اللہ محرم الحرام یوم الجمعۃ الاغر سید الایام ۱۳۴۳ من ہجرۃ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام قصہ فقیر روزی طلب بے واسطۂ کسب و رنج

اس فقیر کا قصہ جو بغیر کمائی اور مشقت کے روزی طلب کرتا تھا

آں یکے بیچارۂ مفلس ز درد	کہ ز بے چیزی ہزاراں زخم خورد
وہ ایک بیچارہ مفلس درد سے	کہ اس نے ناداری سے ہزاروں تکلیفیں جھیلی تھیں
لابہ کردے درنماز و در دعا	کاے خداوند و نگہبان رعا
تضرع کرتا تھا نماز میں اور دعا میں	کہ اے خداوند نگہبان گلہ کے
بے ز جہدے آفریدی مر مرا	بے فن من روزیم دہ زیں سرا
بدوں کسی مشقت کے آپ نے مجھ کو پیدا کیا	بدوں میرے فن کے مجھ کو رزق دیجئے اس سرائے سے
پنج گوہر دادیم در درج سر	پنج حس دیگرے ہم مستتر
آپ نے مجھ کو پانچ گوہر سر کے ڈبہ میں عطا فرمائے	اور پانچ حس اور بھی مستتر ہیں
لایعد ایں داد و لایحصیٰ ز تو	من کلیلم از بیانش شرم رو
بے شمار یہ عطیات اور غیر محصور آپ کی طرف سے ہیں	میں عاجز ہوں اس کے بیان سے اور شرمندہ
چونکہ در خلاقیم تنہا توئی	کار رزاقیم کن تو مستوی
جب آپ میری تخلیق میں تنہا ہیں	تو میری قوم تو زیق کا کام بھی آپ ہی درست کیجئے
سالہا زو ایں دعا بسیار شد	عاقبت زاری او برکار شد
سالہا سال اس کی طرف سے یہ دعا بکثرت ہوئی	انجام کار اس کی زاری بکار آمد ہوئی
ہمچو آں شخصے کہ روزی حلال	از خدا میخواست بے کسب و کلال
اس شخص کی طرح : کہ روزی حلال	خدائے تعالیٰ سے چاہتا تھا بدوں کسب اور تعب کے
گاؤ آوردش سعادت عاقبت	عہد داؤدؑ لدنی معدلت
انجام کار خوش بختی اس شخص کے پاس گائے کو لے آئی	عہد داؤد علیہ السلام میں جو کہ وہبی عدل والے تھے
ایں متیم نیز زاریہا نمود	ہم ز میدان اجابت گور بود
اس عاشق نے بھی بہت سی زاریاں کیں	یہ بھی میدان اجابت سے گیند لے گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گاہ بدظن می شدے اندر دعا	از پے تاخیر پاداش و جزا
وہ کبھی بدگمان ہو جاتا دعا میں	بوجہ تاخیر نتیجہ اور جزا کے
باز ارجائے خداوند کریم	در دلش بشار گشتے و زعیم
پھر خداوند کریم کا امید دلانا	اس کے دل میں مبشر ہوتا اور کفیل
چوں شدے نومید در جہد از کلال	از جناب حق شنیدے کہ تعال
جب وہ ناامید ہو جاتا مشقت میں خستگی سے	تو جناب حق سے سنتا کہ آ

(رعا در لطائف بکسر اول بمعنی گلہ گاؤ و گلہ گوسپند وغیرہ و در کشف بمعنی شبانان و حاکمان وار جا امیدوار کردن و پس افگندن کذا فی الغیاث میگویم ہر دو لفظ بہر دو معنی اول در لغت عربی ندیدہ شدہ لیکن در فارسی مستعمل باشد و مناسب مقام ہمیں ست) وہ ایک بیچارہ مفلس درد (دل) سے (اس زدرد کا عامل شعر آئندہ میں لایہ کردے ہے اور مصرعہ ثانیہ میں صفت ہے اس مفلس کی یعنی وہ ایسا مفلس تھا) کہ اس نے ناداری سے ہزاروں تکلیفیں جھیلی تھیں تضرع کرتا تھا نماز میں اور دعا میں (اور وہ دعا یہ تھی) کہ اے خداوند نگہبان گلہ (مخلوق یا نگہبان چوپایوں) کے (اور دوسرے ترجمہ کا حاصل یہ ہوگا کہ خود پرورش کنندے بھی آپ کی پرورش و نگہداشت کے محتاج ہیں تا بہ پرورش یافتگان چہ رسد) بدوں (میری) کسی مشقت کے آپ نے مجھ کو پیدا کیا (یعنی میری ایجاد میں میرے کسب کو کوئی دخل نہیں ہوا اور یہ ظاہر ہے پس) بدوں میرے (کسی) فن (و ہنر) کے مجھ کو رزق دیجئے اس سرائے (گیتی) سے (مطلب یہ ہے کہ ایجاد و ابقاء دونوں آپ ہی کے فعل ہیں جب بدوں میرے اکتساب کے ایجاد واقع ہوا تو ابقاء بھی بدوں میرے اکتساب کے آپ کی قدرت میں ہے میں اس کی درخواست کرتا ہوں اور یہ مطلب نہیں کہ پھر ابقاء و ترزیق بھی بلا اکتساب لازم ہے کیونکہ لزوم کی کوئی نہ دلیل عقلی نہ نقلی اور نہ وہ واقع) آپ نے مجھ کو پانچ گوہر (یعنی پانچ حس جو لطافت میں مشابہ گوہر کے ہیں) سر کے ڈبہ میں عطا فرمائے (سر کو اس سے اس لئے تشبیہ دی کہ موتیوں کو ڈبہ میں رکھنا معتاد ہے اور) پانچ حس اور بھی مستتر ہیں (اول پنج حواس سے مراد ظاہری باصرہ وسامعہ و شامہ و ذائقہ و لامسہ کہ چار اول تو سر کے اندر ہی ہیں اور پانچواں مشترک ہے تمام بدن میں جس میں سر بھی داخل ہے مگر اصل معدن اس کا بھی دماغ ہی ہے کیونکہ تعلق شعور کا روح نفسانی سے ہے اور وہ دماغ میں ہے اس لئے در درج سر فرمایا اور دوسرے پنج حواس سے مراد باطنی حس مشترک خیال وہم حافظہ متخیلہ حاصل یہ کہ) بے شمار یہ عطیات اور غیر محصور آپ کی طرف سے ہیں (کما قال تعالیٰ وان تعدوا نعمة الله لاتحصوها اور) میں عاجز ہوں اس کے بیان سے (اور) شرمندہ (اور) جب آپ میرے تخلیق میں تنہا ہیں (آپ کا کوئی شریک نہیں قال تعالیٰ ما اشهدتهم خلق السموٰت والارض ولا خلق انفسهم وقال تعالیٰ هل من خالق غير الله يرزقكم من السماء والارض) تو میری ترزیق کا کام بھی آپ ہی درست کیجئے (یہاں بھی نہ لزوم مقصود ہے جیسا شعر بے زجہدی الخ کی شرح میں اس کی تقریر گزر چکی اور نہ یہ مقصود ہے کہ اکتساب کے واسطہ فی الرزق ہونے سے رزاق حقیقی کے تفرد میں کوئی قدح لازم آتا ہے کیونکہ وسائط موثر حقیقی تو نہیں جیسا خود تخلیق میں بھی آخر وسائط ہوتے ہیں گو ان کے موثر حقیقی نہ ہونے سے شرک لازم نہیں آتا اسی لئے باوجود وسائط کے خلق میں اوپر کی آیتیں فرمائیں اور رزق میں اوپر کی ایک آیت میں بھی یرزقکم بڑھایا اور مستقلاً بھی ارشاد فرمایا قل من یرزقکم من السموٰت والارض

www.besturdubooks.wordpress.com

قل اللہ لا آیۃ بلکہ مقصود صرف اظہار قدرت علی الترزیق بلا اسباب اور ایسی ہی ترزیق کا سوال ہے غرض) سالہا سال اس کی طرف سے یہ دعا بکثرت ہوئی انجام کار اس کی زاری بکار آمد (یعنی مثمر و مقبول) ہوئی اس شخص کی طرح جو کہ روزی حلال خدائے تعالیٰ سے چاہتا تھا بدوں کسب اور تعب کے انجام کار خوش بختی اس شخص کے پاس گائے کو لے آئی (یعنی دعا اس طرح قبول ہوئی کہ اس کے پاس ایک گائے خود آ گئی اور یہ قصہ اس شخص کا) عہد داؤد علیہ السلام میں (ہوا) جو کہ وہی عدل والے تھے (اور یہ قصہ دفتر سوم میں مذکور ہوا ہے پس اسی طرح سے) اس عاشق (روزی بلا جہد) نے بھی (جس کا قصہ اس وقت مذکور ہو رہا ہے) بہت سی زاریاں کیں (اور اس داعی عہد داؤدؑ کی طرح) یہ بھی میدان اجابت سے گیند لے گیا (اور کیفیت اس قبولیت کی سرخی آئندہ میں آوے گی اور درمیان میں قبل القبول کی ایک کیفیت اور اس کی مناسبت سے کچھ مضامین ارشاد یہ فرماتے ہیں کہ قبل قبول یہ حالت تھی کہ) وہ کبھی بدگمان ہو جاتا دعا میں بوجہ تاخیر نتیجہ اور جزاء کے پھر خداوند کریم کا امید لانا اس کے دل میں مبشر ہوتا اور کفیل (ہوتا اور اگر ارجاء کے دوسرے معنی لئے جاویں تو یہ تقریر ہوگی کہ خداوند کریم کا مہلت دینا اور برائے چندے ملتوی کرنا مبشر ہوتا تھا یعنی اس کو یہ القاء ہوتا تھا کہ منظوری تو ہوگی مگر چندے موخر کر دی گئی ہے اور) جب وہ ناامید ہو جاتا مشقت اور خستگی میں تو جناب حق سے (بطور القاء کے) سنتا کہ (ادھر) آ یعنی دعا کرتا رہ اور قبول کا امیدوار رہ دعا میں ان کیفیتوں کا تعاقب اکثر کو معلوم ہے کبھی ناامیدی اور کبھی امید آگے انتقال ہے دوسرے مضامین ارشادیہ کی طرف)۔

خافض ست و رافع ست ایں کردگار	بے ازیں دو بر نیاید ہیچ کار
وہ کردگار پست کرنے والے اور بلند کرنے والے ہیں	بدوں ان دو کے کوئی کام وقوع میں نہیں آتا
خفض ارضی بیں و رفع آسماں	بے ازیں دو نیست دورانش اے فلاں
زمین کی پستی کو دیکھ اور آسمان کی بلندی کو	بدوں ان دو کے اس کی گردش نہیں ہے اے فلاں
خفض و رفع ایں زمیں نوع دگر	نیم سالے شورہ نیمی سبز و تر
پستی اور بلندی اس زمین کی ایک دوسری نوع کی بھی ہے	نصف سال شورہ اور نصف سال سبز اور تر
خفض و رفع روزگار باکرب	نوع دیگر نیم روز و نیم شب
زمانہ باکرب کا خفض اور رفع	دوسری طرح کا ہے کہ نصف دن ہے اور نصف رات
خفض و رفع ایں مزاج ممتزج	گاہ صحت گاہ رنجوری مضج
مخلط کے اس مزاج کا خفض و رفع	کبھی صحت کبھی مرض ہے شور میں لانے والا
ہمچنیں داں جملہ احوال جہاں	قحط و خصب و صلح و جنگ وافتتاں
اسی طرح معلوم کرلے تمام احوال عالم کو	قحط و ارزانی ہے اور صلح اور جنگ و فتنہ ہے
ایں جہاں بایں دو پر اندر ہواست	زیں دو جانہا موطن خوف و رجاست
یہ عالم ان ہی دو پروں سے ہوا میں ہے	ان دو سے ارواح محل خوف و رجا ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

تا جہاں لرزاں بود مانند برگ	در شمال و در سموم و بعث و مرگ
تاکہ عالم پتے کی طرح لرزاں رہے	شمالی ہوا میں اور سموم میں اور حیات و مرگ میں
تا خم یک رنگی عیسیٰ ما	بشکند نرخ خم صد رنگ را
تاکہ جاوے عیسیٰ کی یک رنگی کا مٹکا	خم صد رنگ کے نرخ کو شکستہ کر ڈالے

(اوپر اس شخص کے دو متضاد متعاقب کیفیتوں کا ذکر تھا اس کی مناسبت سے بطور انتقال کے یہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایسا ہی تضاد اور اس کے ساتھ کبھی تعاقب بھی بکثرت اجزائے عالم میں حق تعالیٰ نے بعضے ظاہری اور بعض باطنی حکمتوں کے لئے پیدا کیا ہے جس کا بیان اس طرح ہے کہ) وہ کردگار پست کرنے والے (بھی) اور بلند کرنے والے (بھی) ہیں (اور انخفاض و ارتفاع میں تضاد ظاہر ہے (اور) بدوں ان دو کے کوئی کام وقوع میں نہیں آتا (گو حق تعالیٰ اس پر قادر ہیں کیونکہ نفی وقوع سے نفی امکان لازم نہیں اور یہ حکم استقرائی ہے یا پیچ سے مراد اکثر لے لیا جاوے آگے اس کی قدرے تفصیل ہے کہ) زمین کی پستی کو دیکھ اور آسمان کی بلندی کو (دیکھ) بدوں ان دو کے اس (آسمان) کی گردش (زمین کے گرد) نہیں ہے جاے فلانے (یہاں بھی توقف عقلی کا حکم نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وقوع دوران خاص یعنی حرکت سماء حول الارض اس طرح ہے کہ محیط فوق ہے اور ارض تحت اور آسمان کو دوار بناء علی المشہور کہا گیا اور مثال مذکور میں تو خفض و رفع کا موصوف جدا جدا تھا آگے ایک ہی شے کا دونوں کے ساتھ علی التعاقب موصوف ہونا بیان فرماتے ہیں پس اس میں سابق سے ترقی ہے کہ دو چیزوں میں متضادین کا تحقق تو کیا بعید ہے عجیب یہ ہے کہ ایک ہی چیز میں دونوں علی التعاقب متحقق ہوتے ہیں گو بالمعنی المجازی سہی چنانچہ) پستی و بلندی زمین کی ایک دوسری نوع کی بھی ہے (وہ یہ کہ) نصف سال (مثل) شورہ (کے خالی از نبات) اور نصف سال سبز و تر (رہتی ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جس میں ربیع کی کاشت ہوتی ہے وہ خریف میں خالی رہتی ہے اور جس میں خریف کی کاشت ہوتی ہے وہ ربیع میں خالی رہتی ہے اور یہ حالتیں خفض و رفع مجازی ہیں کہ ایک ادنیٰ حالت ہے مشابہ خفض اور دوسری اعلیٰ مشابہ رفع یہ تو زمین میں دونوں حالتیں متحقق ہوئیں اسی طرح) زمانہ بار کرب کا خفض و رفع دوسری طرح کا ہے کہ نصف (زمانہ) دن اور نصف (زمانہ) رات (ہے تو دیکھو زمانہ ایک شے ہے اور اس میں علی التعاقب ان متضادین کا تحقق ہو گیا اور اگر بناء علی قول الحکماء زمانہ کو حرکت فلک کہا جاوے تو روزگار سے مجازاً آسمان بھی مراد لے سکتے ہیں تو یہ اوپر کے شعر کا مقابل ہو جاوے گا کہ وہاں زمین کا ذکر تھا اور یہاں آسمان کا اور وہ اس طرح محل متضادین کا ہو جاوے گا کہ اس کے نصف دورہ کا اثر نہار ہے اور نصف دورہ کا اثر لیل یہ تو بعض بسائط کا ذکر ہوا ایک سفلی یعنی ارض کا دوسرا علوی یعنی آسمان کا ایک شعر میں تو دونوں کا مجتمعاً اور دو شعر میں منفرداً زمین کا تو مصرحاً اور آسمان کا محتملاً اگر روزگار سے مراد فلک ہو ورنہ لزوماً اگر روزگار سے مراد زمانہ ہی ہو اور اس کو حرکت فلک نہ کہا جاوے لیکن یہ ظاہر ہے کہ تبدل لیل و نہار علی المشہور اثر ہے فلک ہی کا اس طرح سے کہ یہ تبدل مسبب ہے دورہ شمس سے اور وہ مسبب ہے حرکت فلک سے پس اس طرح سے ذکر تبدل روز کا مستلزم ہو گیا ذکر دورہ فلک کو آگے بسائط کے بعد ایک مرکب کی کیفیت کے موصوف بالمتضادین ہونے کو بیان فرماتے ہیں کہ) مختلط (یعنی مرکب من العناصر المختلفہ) کے اس مزاج (یعنی کیفیت حاصلہ بالترکیب) کا خفض و رفع (یہ ہے کہ) کبھی صحت (اور) کبھی مرض ہے شور میں لانے والا (من افصح واضح اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں

www.besturdubooks.wordpress.com

حالتیں مزاج کو عارض ہوتی ہیں کہ خروج المزاج من الاعتدال مرض ہے اور بقاء المزاج علی الاعتدال یا عودہ الیہ صحت ہے آگے تعمیم اور تخصیص ہے کہ) اسی طرح معلوم کرلے تمام احوال عالم کو (کہ) قحط وارزانی (میں باہم تضاد) ہے اور صلح اور جنگ وفتنہ (میں باہم تضاد) ہے (پس) یہ عالم ان ہی دو پروں سے (یعنی خفض ورفع حقیقی یا مجازی یعنی کیفیتیں متضادین سے) ہوا میں ہے (ہوا سے مراد تحقیق ووجود چونکہ ان کیفیتوں کو پر سے تشبیہ دی اس لئے تحقق کو ہوا سے تشبیہ دی گئی اور) ان دو (متقابل کیفیتوں) سے ارواح محل خوف ورجا ہیں (یعنی خوف ورجا کا یہی معنیٰ ہے کہ کبھی ایک کیفیت کا احتمال ہوتا ہے کبھی دوسری کیفیت کا اگر وہ ملائم طبع ہے تو اس کا احتمال موجب رجا ہے اور اگر غیر ملائم ہے تو اس کا احتمال موجب خوف چنانچہ ظاہر ہے اس مصرعہ ثانیہ میں اشارہ ہے ایک حکمت کی طرف جس کا ذکر ان اشعار کی شرح کی تمہید میں کیا گیا ہے آگے لفظ دال علی الغایۃ سے اس حکمت کی تصریح ہے یعنی یہ کیفیات متقابلہ اس لئے رکھی ہیں) تا کہ عالم (یعنی اس کے موجودات ذوی العقول) پتے کی طرح (امید وبیم سے) لرزاں رہے (کبھی) شمالی ہوا میں اور (کبھی) سموم میں اور (کبھی) حیٰوۃ (میں) اور (کبھی) مرگ میں (یعنی ان مختلف حالتوں میں واقع ہونے کے احتمالات میں رہیں اور ترتب اس غایت خوف ورجا کا ان احوال مختلفہ پر ظاہر ہے اور گو بعض اقسام خفض ورفع کے بعض کائنات میں متبادل ومتعاقب نہیں ہوتے جیسے ارض کا انخفاض مکانی اور فلک کا ارتفاع مکانی اور اس کو ترتب غایت مذکورہ میں جس کا مدار تبدل ہے دخل نہیں ہے لیکن خود ان کائنات میں بھی دوسری قسم کا خفض ورفع متبادل بھی ہوتا ہے اور وہ ترتب مذکور میں دخیل ہے اور مقصود اس غایت میں حصر کرنا نہیں ہے اسرار حق کا استیعاب کون کرسکتا ہے بلکہ ایک حکمت یہ بھی ہے اور تخصیص (اس کے ذکر کی اس لئے ہے کہ اس غایت کا استحضار ہمارے مناسب حال ہے کہ اس سے ایک دینی فائدہ ہے اور وہ ہے جس کو شعر آئندہ میں فرماتے ہیں اور اس پر بھی کلمہ تا دالہ علی الغایۃ اس لئے لائے کہ وہ اس غایت کی غایت ہے پس غایت اصلیہ ہوئی یعنی یہ تضاد وتقابل کیفیت عالم تو اس لئے ہے کہ اس سے خوف ورجا پیدا ہو اور یہ خوف ورجا اس لئے اس پر مرتب کیا گیا ہے) تا کہ ہمارے عیسیٰ کی یک رنگی کا مٹکا خم صدرنگ کے نرخ کو شکستہ (اور بے قدر) کرڈالے۔ (عیسیٰ سے مراد تشبیہاً محبی حقیقی اور خم یک رنگی سے مراد عالم غیب کہ اس میں یہ اختلاف احوال جو کہ موجب تشویش وکلفت ہو نہیں ہے بلکہ وہاں سراسر جمعیت وطمانیت ہی ہے چنانچہ اس عالم سے تعلق پیدا ہوجانے سے جب اس کے فیوض وبرکات وارد ہونے لگتے ہیں تب اس جمعیت کا مشاہدہ ہوتا ہے اور اسی اختلاف کے انتفاء سے اس کو خم یک رنگی کہہ دیا اور خم صدرنگ سے مراد یہ عالم جس کا اوپر سے ذکر چلا آتا ہے اور گو خم عیسیٰ کا معجزہ اس کا عکس مشہور ہے کہ ایک خم میں سے مختلف الوان نکلتے تھے پھر اس کا یک رنگی سے کنایہ ہونا یا تو اس طرح ہے کہ وہ تو خم ظاہری تھا لیکن ان کا خم باطنی اس کا عکس تھا اور یا (اس طرح ہے کہ سب کا ایک معدن سے نکلنا یہ معنوی یک رنگی ہے گو ظاہراً صدرنگی ہو اور ایسی صدرنگی فیوض وبرکات میں بھی متحقق ہے لیکن باہم تزاحم وتخالف نہیں جیسا یہی عدم تزاحم اون الوان خم عیسوی میں بھی تھا کہ ایک رنگ کا اس میں سے نکلنا مانع نہ ہوتا تھا دوسرے کے اس میں سے نکلنے سے حالانکہ ظاہراً وعادۃً ایک رنگ کا کسی مٹکے سے نکلنا علامت مستلزمہ اس کی ہے کہ اس میں دوسرا لون نہیں ہے بہر حال حاصل اس غایت الغایت کا یہ ہوا کہ مقصود حق تعالیٰ کو اس اختلاف مذکور سے جس پر خوف ورجا مرتب ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کی یہ کلفتیں اور عالم غیب کی جمعیتیں دیکھ کر ان میں موازنہ کرکے اس عالم کی قدر نظر میں نہ رہے اور اس سے اعراض کرکے عالم غیب کی طرف متوجہ ہو وہو معنے قولہ تعالیٰ کذلک یبین اللہ لکم الآیات لعلکم تتفکرون فی

www.besturdubooks.wordpress.com

الدنیا والاٰخرۃ قولہ تعالیٰ انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء الیٰ قولہ کذلک نفصل الاٰیات لقوم یتفکرون واللہ یدعوا الی دار السلام اور بندہ نے جو تمہید میں کہا تھا بعض ظاہری اور بعض باطنی حکمتوں کے لئے الخ ظاہری سے مراد غایت مذکورہ اور باطنی سے مراد غایت الغایت مذکورہ ہے آگے اس خم یک رنگی کی صفت یک رنگی کی تقریر فرماتے ہیں کہ اسی تقریر کے ضمن میں خم یک رنگی کی تفسیر بھی ہوجاوے گی)۔

کاں جہاں ہمچو نمکسار آمدست	ہر چہ آنجا رفت بے تلویں شدست
کہ وہ عالم مثل کان نمک کے ہے	جو چیز وہاں گئی وہ بے تلوین ہو گئی
خاک را بیں خلق رنگا رنگ را	می کند یک رنگ اندر گورہا
تو خاک کو دیکھ رنگ برنگ کی مخلوق کو	قبروں میں یک رنگ کر دیتی ہے
ایں نمکسار جسوم ظاہرست	خود نمکسار معانی دیگرست
یہ اجسام ظاہرہ کا نمکسار ہے	اشیاء باطنہ کا نمکسار دوسری چیز ہے
آں نمکسار معانی معنویست	از ازل آں تا ابد اندر نویست
وہ نمکسار اشیاء باطنہ کا باطن ہے	وہ ابتداء سے ابد تک تازگی میں ہے
ایں نوی را کہنگی ضدش بود	آں نوی بے ضد و بے ند و عدد
اس تازگی کی کہنگی اس کی ضد ہوتی ہے	وہ تازگی بدوں ضد اور بدوں مقابل اور بدوں شمار کے ہے
آں چناں کز صقل نور مصطفیٰ	صد ہزاراں نوع ظلمت شد ضیا
جیسا کہ صیقل نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے	لاکھوں طرح کی ظلمت ضیا بن گئی
از جہود و مشرک و ترسا و مغ	جملگی یکرنگ شد زاں الپ ولغ
یہود اور مشرکین اور نصاریٰ اور مجوس میں سے	سب ایک رنگ ہو گئے اس دلیر بزرگ سے
صد ہزاراں سایہ کوتاہ و دراز	شد یکے در نور آں خورشید راز
لاکھوں سایہ کوتاہ اور دراز	ایک ہو گئے اس خورشید معنوی کے نور میں
نے درازی ماند و نے کوتہ نہ پہن	گونہگونہ سایہ در خورشید رہن
نہ کوئی دراز رہا اور نہ کوتاہ اور نہ پھیلا ہوا	اقسام اقسام کے سایے خورشید میں رہن ہو گئے

(یعنی میں نے اس عالم کو خم یک رنگی کہا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے) کہ وہ عالم مثل کان نمک کے ہے (پس) جو چیز وہاں گئی وہ بے تلوین ہوگئی (جیسے کان نمک کی خاصیت ہے کہ ہر چیز کہ در کان نمک رفت نمک شد اور مراد تلوین سے تلوین خاص یعنی جور نگا رنگی اور اختلاف احوال اس عالم میں ہے جس سے پریشانی اور خوف وحزن پیدا ہوتا ہے یہ وہاں نہیں حتی کہ جس

www.besturdubooks.wordpress.com

روح کو اس عالم غیب سے تعلق پیدا ہو جاتا ہے وہ اس پریشانی سے بری ہو جاتی ہے۔ قال تعالیٰ الابذکر اللہ تطمئن القلوب اور یہی معنے ہیں اس کے۔ ہر چہ آنجا رفت بے تلوین شدست آگے مثال ہے اس عالم کی اس خاصیت مذکورہ کی کہ) تو خاک کو دیکھ رنگ برنگ کی مخلوق کو قبروں میں (سب کو) یک رنگ کردیتی ہے (چنانچہ سب خاک ہو جاتے ہیں یہ (خاک تو) اجسام ظاہرہ کا نمکسار ہے (اور) اشیاء باطنہ کا (جن میں روح بھی داخل ہے) نمکسار دوسری چیز ہے (یعنی عالم غیب پس معانی بمقابلہ اجسام کے ہے نہ کہ بمقابلہ اعیان پس روح مجرد کو بھی شامل ہے اور) وہ نمکسار اشیاء باطنہ کا (خود بھی) باطن (اور مستتر) ہے (اور آگے اس کی یک رنگ پر ایک تفریع فرماتے ہیں کہ جب وہ عالم یک رنگی اور یک رنگ ساز ہے تو اس یک رنگی بمعنے عدم اختلاف الاحوال کے لئے عادۃً یہ بھی لازم ہے کہ) وہ (عالم) ابتداء سے ابد تک تازگی میں ہے (یعنی اس میں کہنگی مفضی الی الفناء والزوال نہیں آگے اس تازگی کی علت بطور خطابہ کے بتلاتے ہیں جو معنے اعادہ ہے بناء مذکورہ تفریع مسطور کا وہ یہ کہ) اس تازگی (ظاہری) کی (جو کہ عالم حسی کی صفت ہے) کہنگی (کا سبب) اس (عالم) کی (یعنی) اس عالم کے اجزاء موجودہ کی) ضد ہوتی ہے (یعنی بتدریج اس شے کی ضد حادث ہونا شروع ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ شی اس سے فنا ہو جاتی ہے پس ضد کا تدرج سبب کہنگی اور ضد کا ثبوت سبب فناء ہو جاتا ہے جیسے آب گرم کی گرمی کہ اسباب مبردہ سے بتدریج برد ہوتے ہوتے وہ گرمی فنا ہو جاتی ہے تو ضد سبب تو انی وتفانی ہوئی اسی ضد کا وجود حاصل ہے اختلاف احوال کا جس کا عدم بناء تھی اس تفریع کی اور) وہ تازگی (اس عالم کی) بدوں ضد اور بدوں مقابل اور بدوں شمار (مدت) کے ہے (ان دو شعر کا ویسا ہی مضمون ہے جیسا دفتر ہذا کے شروع سے تقریباً ساٹھ شعر کے بعد ان دو شعر کا مضمون ہے۔

آن جہان جز باقی و آباد نیست	زانکہ آن ترکیب از اضداد نیست
ایں تفانی از ضد آید ضد را	چوں نباشد ضد نبود جز بقا

کہ نوی کا حاصل بھی وہی بقاء ہے اور وہاں شرح میں نفی ضد عن ذاک العالم اور استدلال بہذا النفی علی بقاءہ کی تقریر کی گئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس عالم کے موجودات میں گو تباین فی الصدق تو ہے مگر تباین فی التحقق نہیں بخلاف عالم دنیا کے کہ اس کے اکثر اجزاء مجتمع نہیں ہوسکتے جیسے آگ اور پانی کہ ہر ایک دوسرے کو فنا کرنا چاہتا ہے۔ یہ بات عالم غیب میں نہیں مثلاً فیوض الٰہیہ میں سے خوف ورجا کہ متقابل ہیں مگر مجتمع ہوتے ہیں اور زیادہ مقصود بیان اسی عالم فیوض کا ذکر فرماتا ہے اور مثلاً نعماء جنت کہ ہر نعمت تمام نعم کے ساتھ جمع ہوسکتی ہے یہ تو تقریر ہوئی ضد کی اور اس نفی سے جو استدلال علی البقاء کیا ہے تو نفی اور بقاء میں یہ لزوم عقلی نہیں بلکہ لزوم عادی ہے کہ جو طریق فناء کا عناصر وعنصریات میں معتاد ہے چونکہ یہ فناء خاص یہاں نہیں ہے اس لئے اس کا مقابل جو کہ بقاء ہے وہ عادۃً گویا لازم ہو گیا اور ازل کی تفسیر مطلق ابتداء کے ساتھ اس لئے کی گئی کہ ممکنات میں ازلیت باطل ہے اور چونکہ ابدیت ثابت ہے اس لئے ابد کی تفسیر میں مجاز اختیار نہیں کیا اور یہاں ضد اور ند کا مصداق ایک ہی ہے اختلاف عنوان کے اعتبار سے ایک کا دوسرے پر عطف کردیا اور عدد سے مراد شمار مدت اس لئے لیا کہ ابدیت تو اس کی ثابت ہے لیکن اس کا بالفعل غیر متناہی فی العدد ہونا باطل ہے جیسا ظاہر ہے یہاں اس عالم کی تشبیہ نمکسار وخاک گور کے ساتھ خاصیت یک رنگ سازی میں مع اس کی ایک تفریع یعنی بقاء وتازگی عالم مذکور کے ختم ہوئی آگے اسی یک رنگ سازی کی ایک اور تشبیہ ہے کہ) جیسا کہ صیقل نور مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے لاکھوں طرح کی ظلمت (کفریہ) ضیا بن (کر یک رنگ ہو) گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

(اس طرح سے کہ) یہود اور مشرکین اور نصاریٰ اور مجوس میں سے (جتنے اسلام لائے وہ) سب ایک رنگ ہو گئے اس دلیر بزرگ (یعنی مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم) سے (فی الغیاث الپ لغ کلمہ مرکب ست بمعنی دلیر و بزرگ فی الحاشیہ این ہر دو لفظ ترکی ست آگے یہی مضمون بعنوان دیگر ہے کہ) لاکھوں سایہ کوتاہ و دراز (مراد ظلمات کفر شدید و اشد سب) ایک ہو گئے اس خورشید معنوی کے نور میں اور نور میں سب سایوں کا یک رنگ ہونا ظاہر بھی ہے پس اس نور سے ان سایوں میں) نہ کوئی دراز (سایہ) رہا اور نہ کوتاہ اور نہ پھیلا ہوا (جیسا ٹیلوں وغیرہ کا ہوتا ہے مطلب یہ کہ کسی قسم کا بھی سایہ نہیں رہا) اقسام اقسام کے سایے خورشید میں رہن (یعنی غائب و فنا) ہو گئے (جس طرح مرہون مرتہن کے قبضہ میں جا کر راہن سے غائب ہو جاتا ہے)۔

فائدہ: ان سب تشبیہات و امثلہ سے عالم غیب کی یک رنگی کی توضیح ہو گئی اب جاننا چاہئے کہ عالم غیب کے دو موطن ہیں ایک موجود فی الحال جس سے بالفعل نزول فیوض و برکات و انوار و اسرار کا قلوب عارفین پر ہوتا ہے اور دوسرا موجود فی المآل یعنی واقعات محشر اور اوپر شعر آن نمکسار معانی معنوی است الخ میں عالم غیب کو جو مستتر کہا گیا تھا ہر چند کہ قرائن مقامیہ سے اس کا مصداق عالم فیوض کہ عالم معانی مقابل عالم اجسام ہے معین ہے لیکن قبل تامل فی القرینہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس حکم کو دونوں مواطن کے لئے عام سمجھ جاتا حالانکہ عالم محشر مستتر نہ ہوگا اس لئے آگے بناء علی ظاہر الاطلاق و تعمیم اس حکم استتار سے عالم محشر کا استدراک فرماتے ہیں گو یک رنگی میں وہ بھی شریک ہے باعتبار معنے عدم اختلاف احوال کا اختلاف الاحوال فی الدنیا کے وہاں جس چیز کا جو حال ہے وہ محصل اور متعین ہے مرحومیت یا مطرودیت وغیر ذلک۔

لیک یکرنگی کہ اندر محشر ست	بر بد و بر نیک کشف و ظاہر ست
لیکن جو یک رنگی محشر میں ہے	نیک و بد پر مکشوف اور ظاہر ہے
کہ معانی آں جہاں صورت شود	نقشہاماں درخور خصلت شود
کہ معانی اس عالم میں صورت ہو جاویں گے	ہمارے نقوش مناسب خصلت کے ہو جاویں گے
گرد دانگہ فکر نقش نامہا	ایں بطانہ روئے کار جامہا
اس وقت افکار مکتوبات کے نقوش ہو جاویں گے	یہ استر کپڑوں کا رو کر ہو جاوے گا
ایں زماں سرہا مثال گاؤ پیس	دوک نطق اندر ملل صد رنگ ریس
اس وقت تو اسرار مثل گاؤ ابلق کے ہیں	گویائی کا تکلہ مذاہب میں صدہا رنگ کا کاتتا ہے
نوبت صد رنگی ست و صد دلی	عالم یک رنگ کے گردد جلی
صد رنگی اور صد دلی کی نوبت ہے	عالم یک رنگ کب ظاہر ہو گا
نوبت زنگی ست و رومی شد نہاں	ایں شب ست و آفتاب اندر رہاں
زنگی کی نوبت ہے اور رومی پوشیدہ ہو رہا ہے	یہ شب ہے اور آفتاب قید میں ہے
نوبت گرگ ست و یوسف زیر چاہ	نوبت قبطی ست و فرعون ست شاہ
نوبت گرگ کی ہے اور یوسف زیر چاہ ہیں	نوبت قبطی کی ہے اور فرعون بادشاہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا ز زرق بے دریغ و خیرہ خند	ایں سگاں را حصہ باشد روز چند
تاکہ رزق بے دریغ لاابالی سے	ان کتوں کا بھی چند روز تک کچھ حصہ ہو جاوے
در درون بیشہ شیراں منتظر	تا شود امر تعالوا منتشر
بیشہ کے اندر شیر منتظر ہیں	تاکہ حکم تعالوا مشتہر ہو جائے
پس بروں آیند آں شیراں زمرج	بے حجابے حق نماید دخل و خرج
پس شیر چراگاہ سے باہر آویں گے	بدوں کسی حجاب کے حق تعالیٰ آمد و خرج ظاہر کر دیں گے
جوہر انساں بگیرد بر و بحر	پیسہ گاواں بسملان روز نحر
جوہر انسان بر و بحر پر قبضہ کرلے گا	ابلق گائیں یوم نحر کے ذبائح ہوں گے
روز نحر رستخیز سہمناک	مومناں را عید و گاواں را ہلاک
یوم نحر قیامت ہولناک کا	اہل ایمان کی عید ہے اور گایوں کی ہلاکت ہے
جملہ مرغان آب آں روز نحر	ہمچو کشتیہا رواں بر روئے بحر
تمام مرغان آب اس یوم نحر میں	کشتیوں کی طرح رواں ہوں گے سطح بحر پر
تاکہ یہلک من ھلک عن بینۃ	تاکہ ینجوا من نجا واستیقنہ
تاکہ ہلاک ہو جو کوئی ہلاک ہو بعد دلیل کے	تاکہ نجات پاوے جو کوئی نجات پاوے اور جو یقین رکھتا ہو اس کا
تاکہ بازاں جانب سلطاں روند	تاکہ زاغاں سوئے گورستاں روند
تاکہ باز بجانب سلطان چلے جاویں	تاکہ زاغ بجانب گورستان چلے جاویں
کاستخواں و اجزائے سرگیں ہمچوناں	نقل زاغاں آمدست اندر جہاں
کیونکہ ہڈی اور اجزاء سرگین کے مثل روٹی کے	زاغوں کی خوراک ہے جہاں میں
قند حکمت از کجا زاغ از کجا	کرم سرگیں از کجا باغ از کجا
کہاں قند حکمت کہاں زاغ	کہاں کرم سرگین کہاں باغ
نیست لائق غزو نفس مرد غر	نیست لائق عود و مشک و کون خر
شایان نہیں جہاد نفس اور مرد کم است	شایان نہیں عود اور مشک اور مقعد خر
چوں غزاندہد زناں را ہیچ دست	کے دہد آنکہ جہاد اکبر ست
جب زنانوں کو جہاد حاصل نہیں ہوتا	جو جہاد اکبر ہے وہ تو کب حاصل ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

جز بنادر در تن زن رستمے	گشتہ باشد خفیہ ہمچوں مریمے
بجز اس کے کہ نادرا عورت کے قالب میں کوئی رستم	مخفی ہو گیا ہو مریم جیسا
آنچناں کہ در تن مرداں زناں	خفیہ اند و ماندہ از ضعف جناں
جس طرح سے کہ مردوں کے قالب میں عورتیں	مخفی ہیں اور ضعف قلب کے سبب رہ گئے ہیں
آنجہاں صورت شود درمادگی	ہر کہ در مردی ندید آمادگی
اس عالم میں مصور ہو جاوے گا انوثت میں	وہ شخص کہ جس نے مردانگی میں آمادگی نہ دیکھی
روز عدل وعدل وداد اندر خورست	کفش زان پاکلاہ آن سرست
دن عدل کا ہے اور عدل اور عطا متناسب ہیں	کفش تو پاؤں کے حصہ میں ٹوپی سر کے حصہ میں ہے
تا بمطلب در رسد ہر طالبے	تا بغرب خود رود ہر غاربے
تاکہ مطلب تک پہنچ جاوے ہر طالب	تاکہ اپنے مغرب میں چلا جاوے ہر غروب ہونے والا
نیست ہر مطلوب از طالب دریغ	جفت تابش شمس و جفت آب میغ
کسی مطلوب میں طالب سے بخل نہیں ہے	تابش کا قرین شمس ہے اور پانی کا قرین ابر ہے

(تقریر ربط اشعار کے قبل ذکر ہو چکی ہے یعنی گو عالم غیب کا ایک موطن اور اس کی یک رنگی مستتر ہے لیکن (اس کا دوسرا موطن اور اس کی یک رنگی مستتر نہیں یعنی جو یک رنگی محشر میں ہے (وہ اپنے وقت میں نیک و بد (سب) پر مکشوف اور ظاہر ہے (اور وجہ اس کی یہ ہے) کہ معانی اس عالم میں صورت ہو جاویں گے (یعنی) ہمارے نقوش (وصور ظاہرہ) مناسب (ہماری) خصلت کے ہو جاویں گے (پس جو چیز مثل معانی کے دنیا میں مستور تھی وہ وہاں مثل صورت کے ظاہر ہو جاوے گی اور) اس وقت افکار (باطنہ گویا) مکتوبات کے نقوش ہو جاویں گے (اور) یہ استر (کے مشابہ جو فعل مستور ہے وہ گویا) کپڑوں کا روکار (یعنی ابرہ) ہو جاوے گا (کما قال تعالیٰ یوم تبلی السرائر وقال تعالیٰ و حصل ما فی الصدور) اس وقت تو (یعنی دنیا میں ایسا غلط ملط ہو رہا ہے کہ) اسرار (وخیالات پوشیدہ) مثل گاؤ ابلق کے (ہو رہی) ہیں (اور) گویائی کالکلہ مذاہب (مختلفہ) میں صدہا رنگ کا کاتتا ہے (یعنی جس طرح گاؤ ابلق میں مختلف رنگ مقترن ہیں اسی طرح نیک و بد خیالات میں اقتران واختلاط ہو رہا ہے اور مذاہب مختلفہ والے طرح طرح کی بولیاں بول رہے ہیں جس سے حق و باطل تشابہ ہو رہا ہے غرض اس طور پر اس وقت) صدرنگی وصددلی (یعنی تردد) کی نوبت (آ رہی) ہے (دیکھئے) عالم یک رنگ (جس میں رنگہائے مختلفہ میں پورا تمایز وتعین ہو جاوے) کب ظاہر ہو گا (یہاں استخبار سے مقصود اخبار ہے یعنی عنقریب آنے والا ہے اس وقت) زنگی کی نوبت ہے اور رومی پوشیدہ ہو رہا ہے (اور) یہ شب (کا وقت) ہے اور آفتاب قید (حجاب) میں ہے (جیسا رات کو آفتاب حجاب میں ہوتا ہے اور اس وقت) نوبت گرگ کی ہے اور یوسف زیر چاہ ہیں (اور اس وقت) نوبت قبطی کی ہے اور فرعون بادشاہ (ہو رہا) ہے (دونوں شعر کا حاصل یہ ہے کہ یہاں بکثرت ایسا بھی واقع ہے کہ باطل اور اہل باطل غالب اور

www.besturdubooks.wordpress.com

حق اور اہل حق مغلوب ہیں آگے اس کی حکمت بیان کرتے ہیں یعنی یہ اس لئے ہے) تا کہ رزق بے دریغ لاابالی سے ان کتوں کا بھی چند روز تک کچھ حصہ ہو جاوے (ورنہ اگر اعمال کے حقائق و آثار کا یہیں ظہور ہو جاتا تو ایسے لوگوں کو تمتع کا کون وقت ملتا) بیشہ کے اندر شیر منتظر (بیٹھے) ہیں تا کہ حکم تعالوا مشتہر ہو جاوے پس (اس وقت) شیر چراگاہ (بیشہ) سے باہر آویں گے (اور) بدوں کسی حجاب کے حق تعالیٰ آمد و خرچ (ہر چیز کا) ظاہر کر دیں گے (اور اس وقت) جوہر انسان (یعنی انسان کامل) بر و بحر پر قبضہ کر لے گا (یعنی اس کی سلطنت کا وقت ہوگا اور) ابلق گائیں (کہ حق و باطل کو ملتبس کرتے تھے) یوم نحر کے ذبائح ہوں گے (پس) یوم نحر قیامت ہولناک کا اہل ایمان کی عید ہے اور گایوں کی ہلاکت ہے (اس سے شعر بالا کی بھی شرح ہو گئی اور) تمام مرغان آب اس یوم نحر میں کشتیوں کی طرح رواں ہوں گے سطح بحر پر (یعنی جس طرح مرغ شناوری میں بے خوف ہوتا ہے اس طرح لاخوف علیہم ان کی شان ہوگی اور یہ کشف تام سرائر کا اس لئے ہوگا) تا کہ ہلاک ہو جو کوئی ہلاک ہو بعد دلیل کے (اور) تا کہ نجات پاوے جو کوئی نجات پاوے اور جو یقین رکھتا ہو اس (یوم) کا (مطلب یہ کہ ہلاک اور نجات ایسی دلیل واضح سے ہو جس میں خود صاحب معاملہ کو بھی شک نہ رہے اور یہ بدوں کشف تام سرائر کے نہیں ہوتا اس لئے ایسا کیا گیا اور یہاں الخ میں تفسیر قرآن کی مقصود نہیں کیونکہ وہ آیت بدر میں ہے بلکہ مقصود تشبیہ ہے اس سے کیونکہ اس واقعہ کا لقب بھی مثل قیامت کے بطشہ کبریٰ آیا ہے تو ایک کی تشبیہ دوسرے سے نہایت ہی اوفق و انسب ہے اور آگے اسی غایت کا اعادہ باختلاف عنوان ہے یعنی) تا کہ باز بجانب سلطان چلے جاویں (اور) تا کہ زاغ بجانب گورستان چلے جاویں کیونکہ ہڈی اور اجزاء سرگین کے مثل روٹی کے زاغوں کی خوراک ہے جہاں میں (اس لئے وہ قبرستان میں جایا کرتے ہیں پس اسی طرح محشر میں اپنے اپنے مناسب حالت اور مقام میں جا پہنچیں گے آگے تتمہ ہے بالا کا یعنے) کہاں قند حکمت (اور) کہاں زاغ (اور) کہاں کرم سرگین (اور) کہاں باغ (کہ باہم تناسب نہیں اسی طرح) شایان نہیں جہاد نفس اور مرد کم ہمت (جس طرح) شایان نہیں عود اور مشک اور مقعد خر (اور) جب زنانوں کو جہاد (اصغر) حاصل نہیں ہوتا (بوجہ ان کی کم ہمتی کے تو) جو جہاد اکبر ہے وہ تو کب حاصل ہوگا (زنانہ سے مراد عام ہے عورت اور عورت خصلت کو اور جہاد نفس جہاد اکبر اس لئے ہے کہ مزاحمت طویلہ ہے اور عورت پر یہ حکم بناء علی الاکثر ہے اس لئے آگے خود استثناء فرماتے ہیں کہ عورتوں سے جو غزوہ نہیں ہوتا تو) بجز اس کے کہ نادرا عورت کے قالب میں کوئی رستم (دل) مخفی ہو گیا ہو مریم جیسا (کما کہ حدیث میں جہاں عورتوں پر عدم کمال کا حکم فرمایا ہے وہاں مریم علیہا السلام کو مستثنٰی فرمایا ہے کما فی المشکوٰۃ بروایت ابی موسیٰ عن الشیخین یعنی کوئی صورۃً عورت اور سیرۃً مرد ہو وہ اس سے مستثنٰی ہے آگے اس کے عکس کا ذکر فرماتے ہیں کہ) جس طرح سے کہ مردوں کے قالب میں عورتیں مخفی ہیں اور ضعف قلب کے سبب (غزا سے) رہ گئے ہیں (پس یہ صورۃً مرد ہیں اور سیرۃً عورت ہیں اس لئے اوپر کہا گیا تھا کہ نیست لائق عز نفس و مرد غر یہاں تک یہ مضمون تناسب و عدم تناسب کا مذکور ہوا آگے یہ جتلاتے ہیں کہ اس مثال میں بھی دنیا میں ظاہر و باطن مخلوط و مختلف ہو رہا ہے محشر میں اس کا بھی تمیز ہو جاوے گا یعنی) اس عالم میں مصور ہو جاوے گا انوثت میں وہ شخص کہ جس نے مردانگی میں آمادگی نہ دیکھی ہوگی (اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعضے مرد عورتوں کی شکل میں ظاہر ہوں گے بلکہ مطلب یہ ہے کہ یہ صفت زنانہ پن کی دنیا میں کبھی لباس و شکل و گفتار و دعویٰ مردانہ سے مخفی ہو جاتی ہے وہاں یہ چیزیں اس کے ساتھ نہ ہوں گی غرض بوجہ ظہور اسرار و جزائے وفاق کے وہ) دن عدل کا ہے اور عدل اور (عمل کی موافق) عطا (یہ دونوں) متناسب ہیں (اور وہ عدل یہ ہے کہ) کفش تو پاؤں کے حصہ میں (اور) ٹوپی سر کے حصہ میں ہے تا کہ مطلب تک پہنچ جاوے ہر طالب

www.besturdubooks.wordpress.com

(اہل حق تو طلب اختیاری کے موافق اور اہل باطل طلب اضطراری یعنی حالی واستعدادی کے موافق کہ نار وحرماں ان کے استعداد کا مقتضا ہے اور) تاکہ اپنی مغرب میں چلا جاوے ہر غروب ہونے والا (یعنی جو تلمیع وتلبیس اور خداع وتاویل وتسویل تھی سب غائب ہو جاوے گی اور کشف حقائق کے لئے اس کا لزوم ظاہر ہے آگے تاکید ہے تا مطلب الخ کی مع مثال کے یعنی) کسی مطلوب میں طالب سے بخل نہیں ہے (چنانچہ) تابش کا قرین شمس ہے اور پانی کا قرین ابر ہے (اور یہ قرآن حق تعالیٰ ہی کا بنایا ہوا ہے قال تعالیٰ اعطیٰ کل شیء خلقه پس ان کی شان عدل ایسی ہے اور اس شان عدل کا زیادہ ظہور تو قیامت ہی میں ہوگا جس کا یہاں تک بیان چلا آیا مگر دنیا میں بھی ظہور ہوتا ہے جو قدرے تامل کے بعد صاف معلوم ہو جاتا ہے اگلے اشعار میں اس ظہور فی الدنیا کے آثار کو بیان فرماتے ہیں۔)

ہست دنیا قہر خانہ کردگار	قہر بیں چوں قہر کردی اختیار
دنیا کردگار کا دار قہر ہے	اگر تو نے قہر اختیار کیا ہے تو قہر ہی دیکھنا
استخوان و موئے مقہوراں نگر	تیغ قہر افگندہ اندر بحر و بر
مقہورین کی ہڈیاں اور بال دیکھ لے	تیغ قہر نے بحر و بر میں ڈال رکھا ہے
پر و بال مرغ بیں برگرد دام	شرح قہر حق کنندہ بے کلام
مرغ کے پر اور بال جال کے گردا گرد دیکھ لے	وہ بلا کلام قہر حق کی شرح کرنے والے ہیں
مرد او برجائے خر پشتہ نشاند	وانکہ کہنہ گشت پشتہ ہم نماند
وہ تو مر گیا اپنی جگہ پر بڑا سا پشتہ بٹھلا گیا	اور جو پرانا ہو گیا پشتہ بھی نہ رہا
ہر کسے را جفت کردہ عدل حق	پیل را با پیل و بق را جنس بق
ہر شخص کو قرین کر رکھا ہے عدل حق نے	ہاتھی کو ہاتھی کے ساتھ مچھر کو جنس مچھر کے ساتھ
مونس احمد بمجلس چار یار	مونس بو جہل عتبہ و ذوالخمار
احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے مونس مجلس میں اصحاب اربعہ ہیں	ابوجہل کے مونس عتبہ اور ذوالخمار ہیں
کعبۂ جبرئیل و جانہا سدرۂ	قبلۂ عبدالبطوں شد سفرۂ
جبرئیل علیہ السلام اور روحانیات کا کعبہ سدرہ ہے	قبلہ بندہ شکم کا دستار خوان ہے
قبلۂ عارف بود نور وصال	قبلۂ عقل مفلسف شد خیال
عارف کا قبلہ نور وصال ہے	عقل فلسفی کا قبلہ خیالی ہے
قبلۂ زاہد بود یزدان بر	قبلۂ مطمع بود ہمیان زر
زاہد کا قبلہ یزدان محسن ہے	طامع کا قبلہ ہمیان زر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قبلۂ مردان حق اعمال نیک	قبلۂ نااہل جہل مرد ریگ
مردان حق کا قبلہ اعمال نیک ہیں	نااہل کا قبلہ جہل ذلیل ہے
قبلۂ معنی وراں صبر و درنگ	قبلہ صورت پرستاں نقش سنگ
اہل معانی کا قبلہ صبر اور تانی ہے	صورت پرستوں کا قبلہ نقش سنگ ہے
قبلۂ باطن نشیناں ذوالمنن	قبلۂ ظاہر پرستاں روئے زن
باطن نشینوں کا قبلہ ذوالمنن ہے	ظاہر پرستوں کا قبلہ روئے زن ہے
قبلۂ عاشق حق آمد اے پسر	قبلۂ باطل بلیس ست اے پدر
عاشق کا قبلہ حق تعالی ہے اے لڑکے	اہل باطل کا قبلہ ابلیس ہے اے پدر
قبلۂ فرعون نیلے سر بسر	قبلہ خر بندہ چہ بود کون خر
فرعون کا قبلہ دنیا ہے سربسر	بندۂ خر کا قبلہ کیا ہوگا مقعد خر ہو گا
ہمچنیں بر می شمر تازہ و کہن	در ملولی رو تو کار خویش کن
اسی طرح شمار کرتا رہ جدید اور قدیم	اور اگر تو ملول ہے تو جا اپنا کام کر
رزق مادر کاس زریں شد عقار	واں سگاں را آب تتماج وتغار
ہمارا رزق پیالہ زریں میں شراب ہے	اور ان کتوں کے لئے آش کا پانی ہے اور تغاری
لائق آں کہ بد او خود دادہ ایم	درخور آں رزق او بفرستادہ ایم
وہ جس چیز کے لائق تھا ہم نے خود دی ہے	اس کے لائق رزق ہم نے بھیجا ہے
عاشق ناں ساختیم آں خواجہ را	سیر از جاں ساختیم ایں را چرا
اس خواجہ کو ہم نے روٹی کا عاشق بنا دیا ہے	اس کو ہم نے جان سے سیر کر دیا ہے یہ کس سبب سے ہوا
خوی آں را عاشق ناں کردہ ایم	جان ایں را مست جاناں کردہ ایم
ہم نے اس کی سرشت کو روٹی کا عاشق کر دیا ہے	اس کی جان کو ہم نے مست محبوب کر دیا
چوں بخوی خود خوشی و خرمی	پس چرا از خورد خویت می رمی
جب تو اپنی عادت پر خوش اور خرم ہے	پھر کس لئے اپنی عادت کے مناسب چیز سے تو بھاگتا ہے
مادگی خوش آیدت چادر بگیر	رستمی خوش آیدت خنجر بگیر
اگر تجھ کو مونث ہونا پسند آوے تو چادر لے	تجھ کو رستم ہونا خوش معلوم ہو تو خنجر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

غازیی خوش آیدت جوشن بپوش	ور بحیزی مائلی رو کوں فروش
غازی ہونا خوش معلوم ہو جوشن پہن لے	اور اگر تو مخنث ہونے کی طرف مائل ہو تو جا مقعد فروخت کر
ایں سخن پایاں ندارد آں فقیر	گشتہ است از زخم درویشی عقیر
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا وہ فقیر	زخم فقر سے زخم رسیدہ ہو رہا ہے

(ربط اشعار کے قبل بیان ہو چکا یعنی دنیا میں بھی عدل خداوندی کے آثار ظاہر ہوتے ہیں جس کا بیان یہ ہے کہ) دنیا کردگار کا دار القہر (بھی) ہے (احقر نے لفظ بھی میں اشارہ کیا ہے ایک اشکال کی دفع کی طرف وہ اشکال یہ ہے کہ قہر کی تخصیص کیوں کی باوجودیکہ اس میں قہر کی طرح رحم بھی ظاہر ہوتا ہے نیز غرض مقام یعنی بیان عدل بھی اس پر دال ہے کیونکہ عدل کا ظہور تو دونوں کے مجموع سے ہوتا ہے جواب یہ ہے کہ مقصود تخصیص نہیں بلکہ مقصود مبالغہ اور دلالت علی الرحمۃ بالاولیٰ ہے اس طرح سے کہ دنیا تو مظہر رحمت زیادہ ہے کہ یہاں کفار پر بھی بعض اقسام رحمت فائض ہیں پس اس کا دار الرحمۃ ہونا تو کیا بعید ہوتا وہ تو دار القہر بھی ہے یعنی بعض اوقات ظاہراً بھی اور باطناً تو ہمیشہ ظالمین پر قہر نازل ہو جاتا ہے پس) اگر تو نے قہر (وظلم) اختیار کیا ہے تو (پاداش میں) قہر ہی دیکھنا (آگے امم ہالکہ مقہورہ کا نمونہ کے طور پر ذکر کرتے ہیں جیسے قرآن مجید میں جابجا انداز اہل مکہ کے بعد عاد وثمود وقریٰ لوط وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے یعنی) مقہورین کی ہڈیاں اور بال (یا اور آثار جو دلالت اور تذکیر میں ویسے ہی ہوں) دیکھ لے تیغ قہر نے (ان مقہورین کو) بحر و بر میں ڈال رکھا ہے (آگے مثال ہے کہ) مرغ کے پر و بال جال کے گرداگرد دیکھ لے وہ بلا کلام (یعنی بلا شبہ) قہر حق کی شرح کرنے والے ہیں وہ (مقہور) تو مر گیا (اور) اپنی جگہ بڑا سا پشتہ بٹھلا گیا (یہ اسناد ہے سبب کی طرف کیونکہ اس کا مرنا اور مدفون ہونا ہی سبب اس پشتہ یعنی قبر بننے کا ہوا) اور جو پرانا ہو گیا (یعنی جس مقہور کو زیادہ زمانہ گزر گیا اس کا) پشتہ بھی نہ رہا (یعنی قبر بھی مٹ گئی پس یہ نزول قہر علی موجبات القہر ظہور ہے عدل حق کا آگے اور آثار ہیں اسی عدل حق کے ظہور کے کہ) ہر شخص کو (اس کے مناسب کے ساتھ) قرین کر رکھا ہے عدل حق نے (چنانچہ) ہاتھی کو ہاتھی کے ساتھ (اور) مچھر کو جنس مچھر کے ساتھ (اور) احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مونس مجلس میں اصحاب اربعہ ہیں (اور) ابوجہل کا مونس عتبہ اور ذوالخمار ہیں (فی الحاشیۃ عتبہ نام کافر قریشی کا در جنگ بدر کشتہ شد ذوالخمار کافر بود در جاہلیت کہ سر و روئے خود پوشیدہ میداشت اور) جبرئیل علیہ السلام اور روحانیت (یعنی بعض ملائکہ) کا کعبہ (یعنی جہت توجہ یا محل عبادت) سدرہ ہے (جیسا حدیث معراج میں ان ملائکہ کو بصورت نورانی زرین پروانہ کے معائنہ فرمانا وارد ہے اور جبرئیل علیہ السلام کے لئے اس کا مقام ہونا مشہور ہے اور) قبلہ (توجہ) بندۂ شکم کا دستار خوان ہے (اور) عارف کا قبلہ نور وصال ہے (اور) عقل فلسفی کا قبلہ خیال ہے (اور) زاہد کا قبلہ یزدان محسن ہے (اور) طامع کا قبلہ ہمیان زر ہے (اور) مردان حق کا قبلہ اعمال نیک ہیں (اور) نااہل کا قبلہ جہل ذلیل ہے (مردہ ریگ مال میراثی و زبون و ضائع و ناچیز و بے قدر) اور اہل معانی کا قبلہ صبر و تانی ہے (اور) صورت پرستوں کا قبلہ نقش سنگ ہے (اور) باطن نشینوں کا قبلہ ذوالمنن ہے (اور) ظاہر پرستوں کا قبلہ روئے زن ہے (اور) عاشق کا قبلہ حق تعالیٰ ہے اے لڑکے (اور اہل) باطل کا قبلہ ابلیس ہے اے پدر (اور) فرعون کا قبلہ دنیا ہے سربسر (اور) بندۂ خر کا قبلہ کیا ہوگا مقعد خر ہوگا اسی طرح شمار کرتا رہ جدید اور قدیم (کیونکہ اس میں اسی طرح باہم تناسب و تجاذب ہے) اور اگر تو (باوجود ان امثلہ سے نہ سمجھنے کے اور دوسرے امثلہ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

شمار کرنے کی طرف محتاج ہونے کے پھر بھی ان کے شمار کرنے سے) ملول ہے تو جا اپنا کام کر (یعنی ہمارا کیا نقصان ہے تو جان اور تیرا کام جانے ہم کو کیا ضرور ہے کہ تیرے سمجھانے کی کوشش کریں ہم کو خود اپنا سمجھنا کافی ہے اور عجب لطیفہ ہے کہ عین اس اعراض عن التفہیم میں بھی مقصود کی تعلیم ہے کیونکہ مخاطب کا نہ سمجھنا اس کے لائق ہے اور ہمارا سمجھنا ہمارے لائق ہے پس اس میں بھی ظہور ہوا عدل الٰہی کا کہ ہر ایک کو وہ چیز ملی جو اس کے لائق تھی شعر آئندہ میں یہی مضمون ہے پس ظاہراً ترک ہے اضافہ امثلہ کا اور واقع میں اضافہ ہے کیونکہ یہ خود بھی مقصود کی ایک مثال ہوگئی پس فرماتے ہیں کہ) ہمارا (یعنی عارفین کا) رزق پیالہ زرین میں شراب (طہور) ہے (یعنی حقائق و معارف کہ ان میں سے مضمون مقام بھی ہے) اور ان (دنیوی) کتوں کے لئے آتش کا پانی ہے اور تغاری (جس میں رکھ کر دیا جاتا ہے مراد لذات حسیہ جن میں منہمک ہو کر علوم حقہ سے انکار و کسل کرتا ہے چونکہ اس شعر میں پھر بیان ہوگیا مضمون مقام کا آگے پھر اس کا سلسلہ جاری فرماتے ہیں لیکن چونکہ مصرعہ در ملولی رد تو کار خویش کن میں اس سے اعراض بھی فرما چکے ہیں اس لئے اگلا بیان دوسرے طرز سے ہوتا ہے یعنی بمقولہ حق تعالیٰ پس گویا اشارہ اس طرف ہوگیا کہ ہم تو اس مضمون کو ختم کر چکے لیکن حق تعالیٰ مثل تکلم حق از شجر کا موسیٰ علیہ السلام ہماری زبان سے فرماتے ہیں کہ) وہ (ایک) جس چیز کے لائق تھا ہم نے خود (اس کو وہی چیز) دی ہے اور اس (دوسرے) کے لائق رزق (اس کے پاس) ہم نے بھیجا ہے (آگے قدرے تفصیل ہے اس دی ہوئی چیز کی کہ) اس (ایک) خواجہ کو ہم نے روٹی کا عاشق بنا دیا ہے (اور) اس (دوسرے) کو ہم نے جان سے سیر کر دیا ہے (کہ ہر شخص کے لائق یہی تھا آگے خود سوال فرماتے ہیں کہ) یہ کس سبب سے ہوا (شعر آئندہ میں اس کا جواب دیتے ہیں کہ سبب اس کا یہ ہے کہ) ہم نے اس (ایک) کی سرشت (باطنی) کو روٹی کا عاشق کر دیا ہے (اور) اس (دوسرے) کی جان کو ہم نے مست محبوب (حقیقی) کر دیا ہے (یہاں ظاہراً مسبب و سبب متحد معلوم ہوتے ہیں پس تغایر کی توجیہ یہ ہے کہ مسبب جو کہ شعر سابق میں مذکور ہے وہ ظہور ہے آثار محبت دنیا و حب مولیٰ کا افعال جوارح پر اور سبب جو شعر لاحق میں مذکور ہے وہ رسوخ ہے ان کے ملکات کا باطن میں اور ملکہ باطن کا سبب ہونا افعال ظاہر کے لئے ظاہر ہے آگے بطور تفریع یہ مضمون ہے کہ ان ملکات باطنی اور ان افعال ظاہری پر جزا بھی مناسب ہی مرتب ہوتی ہے اور یہ بھی ظہور ہے عدل حق کا جس کا بیان ہو رہا ہے اور اس تفریع بالفاء کے ضمن میں تفریع بالقاف یعنی ملامت بھی ہے اس شخص کو جو اخلاق و افعال ذمیمہ کو خوش خوش اختیار کرتا ہے اور اس کی جزا کو ناگوار سمجھتا ہے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو اپنی عادت (ظاہری و باطنی) پر خوش اور خرم ہے پھر کس لئے اپنی عادت کے مناسب چیز سے (کہ وہ جزا وفاق ہے) تو بھاگتا (اور گھبراتا) ہے (پس اس پر بھی راضی رہ کہ الشی اذا ثبت ثبت بلوازمہ آگے اس رضاء باللوازم کی مثالیں ہیں کہ) اگر تجھ کو مونث ہونا پسند آوے تو (زنانی) چادر (خوشی سے) لے (اور اگر) تجھ کو رستم (و شجاع) ہونا خوش معلوم ہو تو (خوشی سے) خنجر لے (اور اگر) غازی ہونا خوش معلوم ہو جوشن پہن لے (جو کہ لباس جنگ کی ایک نوع ہے جس میں آہنی تختے جڑے ہوئے ہوتے ہیں) اور اگر تو مخنث ہونے کی طرف مائل ہے تو جامۂ مقعد فروخت کر (یہ مضمون یہاں ٹھہرا دیا آگے تمہید ہے رجوع الی القصہ کی یعنی) یہ مضمون (بیان آثار عدل الٰہی) انتہا نہیں رکھتا کما قال تعالیٰ قل لو کان البحر مدادا لکلمات ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمات ربی الآیۃ) وہ فقیر (دعا کنندہ روزی بے کسب) زخم فقر (و ناداری) سے زخم رسیدہ ہو رہا ہے (اور طالب ہے اپنے مقصود کا اس کی کامیابی کا جلدی ذکر کرو الحقیر المفتقر عفی عنہ اجرحہ من اقرب المواد آگے رجوع الی القصہ ہے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قصہ آں گنجنامہ کہ گفتند پہلوئے قبہ روی بقبلہ کن وتیر در کمان نہ و بینداز آنجا کہ افتد گنجست

اس گنجنامہ کا قصہ کہ انہوں نے کہا' قبہ کے پہلو میں قبلہ کو رخ کر اور تیر کمان میں رکھ اور پھینک جس جگہ وہ گرے خزانہ ہے

دید در خواب او شبے و خواب کو	واقعہ بے خواب صوفی راست خو
اس نے خواب میں ایک شب دیکھا اور خواب کہاں تھا	واقعہ بلا خواب تو صوفی کی عادت ہوتی ہے
ہاتفے گفتش کہ اے دیدہ تعب	رقعۂ در مشق وراقاں طلب
ایک ہاتف نے اس سے کہا کہ اے مشقت دیکھے ہوئے شخص	ایک پرچہ کاغذی لوگوں کے پاس سے تلاش کر
خفیہ زاں وراق کت ہمسایہ است	سوئے کاغذ پارہاش آور تو دست
خفیہ طور پر اس کاغذی سے جو کہ تیرا ہمسایہ ہے	اس کے پارہائے کاغذ کی طرف تو ہاتھ بڑھانا
رقعۂ شکلش چناں رنگش چنیں	پس بخواں آں را بخلوت اے حزیں
ایسا رقعہ جس کی شکل ایسی ایسی اور اس کا رنگ ایسا ایسا ہے	پھر اس کو خلوت میں پڑھنا اے حزیں
چوں بدزدی آں ز وراق اے پسر	پس بروں روز انبہی و شور و شر
جب تو اے پسر اس کو وراق سے خفیہ طور سے لے چکے	پھر باہر چلا جانا ہجوم شور و شر سے
تو بخواں آں را بخود در خلوتے	ہیں مجو در خواندن آں شرکتے
تو اس کو خود تنہائی میں پڑھنا	خبردار اس کے پڑھنے میں شرکت مت ڈھونڈنا
ور شود آں فاش ہم غمگیں مشو	کہ نیابد غیر تو زاں نیم جو
اور اگر وہ ظاہر بھی ہو جاوے تو خبردار غمگین مت ہونا	کیونکہ تیرے سوا کوئی اس میں سے آدھا جو بھی نہیں پا سکتا
ور کشد آں دیر ہیں زنہار تو	ورد خود کن دمبدم لا تقنطوا
اور اگر اس میں دیر ہو جاوے تب بھی خبردار تو	اپنا ورد دمبدم لاتقنطوا ہی رکھنا
ایں بگفت و دست خود آں مژدہ ور	بر دل او زد کہ رو زحمت ببر
یہ کہا اور اس بشارت دہندہ نے اپنا ہاتھ	اس کے قلب پر مارا کہ جا زحمت لے جا
چوں بخویش آمد ز غیبت آں جواں	می نگنجید از فرح اندر جہاں
جب وہ جوان غیبت سے افاقہ میں آیا	تو خوشی کے سبب عالم میں نہ سماتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

زہرۂ او بردریدے از قلق	گر نبودے عون رفق وحفظ ولطف حق
اس کا پتہ اضطرار سے پھٹ جاتا	اگر حق تعالیٰ کی مہربانی اور لطف کی مدد نہ ہوتی
یک فرح آں کز پس ہفصد حجاب	گوش او بشنید از حضرت جواب
ایک فرحت یہ کہ نو سو حجابوں کے پیچھے سے	اس کے کان نے اس درگاہ سے خطاب سنا
از حجب چوں حس سمعش در گذشت	شد سرافراز وز گردوں بر گذشت
حجابوں سے جب اس کا حاسہ سمع گزر گیا	تو وہ سرافراز ہوا اور آسمان سے آگے بڑھ گیا
کے بود کاں حس چشمش ز اعتبار	زاں حجاب غیب ہم یابد گزار
یہ کب ہوگا کہ اس شخص کا حاسہ بصر بھی عبرت گیری سے	اس حجاب غیب سے گزر جاوے
چوں گزارہ شد حواسش از حجاب	پس پیاپے گردش دید و خطاب
جب اس کے حواس حجاب سے گزر جاتے ہیں	پھر علی التواتر اس کو رویت اور خطاب ہوتا ہے
چوں سیاہ زنگ پنہاں شد ز روم	تیغ زد خورشید و پیدا شد علوم
جب سیاہ زنگی روم سے پنہاں ہو جاتی ہے	تو خورشید تلوار مارتا ہے اور علوم ظاہر ہوتے ہیں
یک فرح آں کز سوال آمد خلاص	خواہش حاصل شدن آں گنج خاص
ایک فرحت یہ تھی کہ سوال سے خلاصی ہوئی	اس کو وہ گنج خاص حاصل ہو جاوے گا
یک فرح آنکہ نشد ردش دعا	عاقبت آمد اجابت مرورا
ایک فرحت یہ کہ اس کی دعا رد نہیں ہوئی	انجام کار اس کو اجابت حاصل ہوئی
جانب دکان وراق آمد او	دست میزد او بمشقش سو بسو
وہ وراق کی دکان کی جانب آیا	اس کے مشق کاغذ میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا
پیش چشمش آں آمد مکتوب زود	با علاماتے کہ ہاتف گفتہ بود
اس کی آنکھ کے روبرو وہ لکھا ہوا جلدی سے آ گیا	ان ہی علامات سے جو ہاتف نے کہی تھیں
در بغل زد گفت خواجہ خیر باد	ایں زماں وا میرسم اے اوستاد
بغل میں مار لیا اور کہا کہ صاحب خیر کے ساتھ رہو	ابھی لوٹ کر آتا ہوں اے استاد
رفت کنج خلوتے آں را بخواند	وز تحیر والہ و حیراں بماند
ایک گوشہ تنہائی میں گیا اس کو پڑھا	اور حیرت سے والہ و حیران رہ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بدینساں گنج نامہ بے بہا	چوں فتادہ ماند اندر مشتبہا
کہ اس طرح کا یہ گنجنامہ بے بہا	کس طرح سے مشتبہ کاغذوں میں پڑا رہ گیا
باز اندر خاطرش ایں فکر جست	کز پئے ہر چیز یزداں حافظ ست
پھر اس کے دل میں اس فکر نے حرکت کی	کہ ہر چیز کے لئے حق تعالیٰ محافظ ہیں
کے گزارد حافظ اندر اکتناف	کہ کسے چیزے رباید از گزاف
نگہبان پناہ دہی کے اندر کب چھوڑتا ہے	کہ کوئی شخص کوئی چیز بھی بے ضابطہ لے سکے
گر بیاباں پر شود زر و نقود	بے رضائے حق جوے نتواں ربود
اگر تمام صحرا زر اور نقود سے پر ہو جاوے	بدوں مرضی حق کے کوئی ایک جو بھی نہیں لے سکتا
ور بخوانی صد صحف بے سکتۂ	بے قدر یادت نماند نکتۂ
اور اگر تو سو صحیفے بلا سکتہ پڑھ جاوے	بدوں تقدیر ایک نکتہ بھی تجھ کو یاد نہیں رہ سکتا
ور کنی خدمت نخوانی یک کتیب	علمہائے نادرہ یابی ز جیب
اور اگر تو خدمت کرے اور ایک کتاب بھی نہ پڑھے	تو علوم نادرہ گریبان سے تجھ کو مل جاویں
شد ز جیب آں کف موسیٰ ضو فشاں	کاں فزوں آمد ز ماہ آسماں
گریبان ہی سے وہ ید موسیٰ نور افشاں ہو گیا تھا	کہ وہ ماہ آسمان سے بھی فائق تھا
کانکہ می جستی ز چرخ با نہیب	سر بر آوردست اے موسیٰ ز جیب
کہ جس چیز کو تم آسمان باعظمت سے تلاش کرتے تھے	وہ اے موسیٰ گریبان سے ظاہر ہوئی ہے
تابدانی کآسمانہائے سمی	ہست عکس مدرکات آدمی
تاکہ تجھ کو معلوم ہو جاوے کہ آسمانہائے رفیع	آدمی کے قویٰ مدرکہ کے عکس ہیں
نے کہ اول دست یزداں مجید	از دو عالم پیشتر عقل آفرید
کیا یہ بات نہیں ہے کہ دست حق تعالیٰ نے	دونوں عالم سے اول عقل کو پیدا کیا
ایں سخن پیدا و پنہانست و بس	کہ نباشد محرم عنقا مگس
یہ مضمون ظاہر ہے اور بہت مخفی ہے	کیونکہ عنقا کا محرم مکھی نہیں ہوتی
باز سوی قصہ باز آ اے پسر	قصہ گنج و فقیر آور بسر
اے پسر پھر قصہ کی طرف آ	قصہ گنج اور فقیر کا ختم کر

www.besturdubooks.wordpress.com

اس (شخص) نے خواب میں ایک شب دیکھا اور خواب کہاں تھا (یعنی اس کو یقظہ کے مقابلہ میں خواب کہہ دیا ورنہ وہ بین النوم والیقظہ تھا جس کو اصطلاح میں واقعہ کہتے ہیں اور اس سے تعجب مت کرنا کیونکہ) واقعہ بلا خواب تو صوفی کی (بکثرت) عادت ہوتی ہے (تو اگر اس کو بھی ایسا اتفاق ہو گیا تو تعجب کی کیا بات ہے اگر چہ وہ صوفی نہ ہو اور اگر صوفی تھا تو اور بھی تعجب نہیں اور وہ بات جو دیکھی یہ تھی کہ) ایک ہاتف (غیب) نے اس سے یہ کہا کہ اے مشقت دیکھے ہوئے شخص ایک پرچہ (جس کا پتہ آگے آتا ہے) کاغذی لوگوں کے پاس سے تلاش کر خفیہ طور پر اس کاغذی سے جو کہ تیرا ہمسایہ ہے اس کے پارہائے کاغذ کی طرف تو ہاتھ بڑھانا (وہ) ایسا رقعہ (ہے) جس کی شکل ایسی ایسی اور اس کا رنگ ایسا ایسا ہے (رقعہ بدل ہے لفظ رقعہ واقعہ شعر باقی الخ سے) پھر اس کو خلوت میں پڑھنا اے حزین جب تو اے پسر اس کو وراق سے خفیہ طور سے لے چکے پھر باہر چلا جانا ہجوم شور و شر سے (اگر شبہ ہو کہ کسی کی ملک کی کوئی چیز اس سے خفیہ و بلا اذن لینا کب جائز ہے جواب یہ ہے کہ اگر وہ چیز متقوم نہ ہو تو اس میں اذن کی حاجت نہیں یہ پرچہ ردی ہوگا جس کو اس نے بیکار کاغذات میں ڈال دیا ہوگا اور یا یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اسی آخذ کی ملک ہوگا کسی طرح اس کے یہاں سے اس کی ردی میں چلا گیا ہوگا جیسے حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں وہ گائے اس دعا کرنے والے کے گھر میں آ گھسی تھی اسی کی ملک تھی جس کے ساتھ مولانا نے اس صاحب قصہ کو شروع قصہ کے اس شعر میں تشبیہ بھی دی ہے ہمچو آن شخصے کہ روزی حلال الخ غرض) تو اس کو خود تنہائی میں پڑھنا خبردار اس کے پڑھنے میں (کسی کی) شرکت مت ڈھونڈھنا (تاکہ دوسروں پر ظاہر نہ ہو) اور اگر (کسی طرح سے) ظاہر بھی ہو جاوے تو خبردار غمگین مت ہونا کیونکہ تیرے سوا کوئی اس میں سے آدھا جو بھی نہیں پا سکتا (یعنی وہ سب تیری ہی قسمت کا ہے اس شق کا حکم اس لئے بتلا دیا گیا کہ لوگوں کو دوسرے قرائن سے اس کا پتہ لگ گیا تھا کہ یہ کسی خزانہ کی تلاش میں ہے چنانچہ قصہ میں آگے آوے گا کہ وہ خبر بادشاہ تک پہنچ گئی مگر اس کو خزانہ نہیں ملا اور آخر میں اسی شخص کو ملا اور یہ بات کہ اس شخص کو وہ خزانہ کس طرح مباح ہو گیا یا تو اس طرح ہو سکتی ہے کہ قصہ گاؤ کی طرح وہ بھی اس کی ملک ہو اور یا یوں کہا جاوے کہ جب لقطہ کا مالک نہ مل سکے تو وہ لاقط مسکین کا حق ہے) اور اگر اس (کے ملنے) میں دیر ہو جاوے تب بھی خبردار تو اپنا ورد مبدم لاتقنطوا ہی رکھنا۔ یہ (مضمون اس ہاتف نے) کہا اور اس بشارت دہندہ نے (کہ وہی ہاتف تھا جس نے بعد نداء کے قریب آ کر بھی گفتگو کی ہوگی) اپنا ہاتھ (اس کے قلب پر مارا (تاکہ قلب میں قوت و استقلال پیدا ہو اور کہا) کہ جا (سامان) رحمت (کہ خزانہ ہے) لے جا (اور ممکن ہے کہ یہ کلام اور ہاتھ مارنا بھی بعید ہی سے ہو اور باوجود نظر نہ آنے کے ایسا معلوم ہوا ہو جیسے کسی نے ہاتھ مارا ہے بہرحال) جب وہ جوان (اس) غیبت (واقعہ) سے افاقہ میں آیا تو خوشی کے سبب عالم میں (پھولا) نہ سماتا تھا (اس قدر خوش تھا کہ) اس کا پتہ (شدت) اضطراب سے (جو کہ غایت فرح میں) بھی ہوتا ہے) پھٹ جاتا اگر حق تعالیٰ کی مہربانی اور لطف کی مدد نہ ہوتی (یعنی شادی مرگ ہو جاتی آگے اس شدت فرح کے سبب کی تفصیل ہے کہ اس کو کئی فرحتیں جمع ہو گئی تھیں سب مل کر فرح شدید ہو گیا تھا چنانچہ) ایک فرحت یہ کہ نو سو حجابوں کے پیچھے سے اس کے کان نے اس درگاہ (عالی) سے خطاب اور کلام) سنا (نو سو سے مراد کثرت اور ممکن ہے کہ ہفت آسمان اور آٹھویں نویں کرسی و عرش میں سے ہر ایک کو بجائے سو سو حجاب کے قرار دے کر مجموعہ کو نو سو سے تعبیر کیا ہو اور ممکن ہے کہ بطور علم ضروری اس کو معلوم ہو گیا ہو کہ یہ خطاب بالائے عرش سے ہے اس لئے از پس نہصد حجاب کہا گیا ہو اور اسی پر نظر کر کے مصرعہ بالا ایں بگفت و دست خود

www.besturdubooks.wordpress.com

آن مژدہ ور کی دوسری توجیہ کو ظاہراً رجحان معلوم ہوتا ہے غرض ان کثیر) حجابوں سے جب اس کا حاسہ سمع گزر گیا تو وہ سرفراز ہوا اور (رتبہ میں) آسمان سے آگے بڑھ گیا (حاسہ سمع کا حجب سے گزرنا یہ ہے کہ اس حاسہ کو ایسی چیز کا ادراک ہوا جو وراء الحجب ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ حجب سے گزرنا تو اس صوت کی صفت ہے نہ کہ سامع کے سمع کی آگے مولانا کا مقولہ بطور تمنی کے ہے کہ) یہ کب (میسر) ہوگا کہ اس شخص کا (جس کا حاسہ) سمع حجب سے بالمعنی المذکور گزر گیا ہے اس کا) حاسہ بصر بھی عبرت گیری (کی برکت) سے (کہ عبرت و تفکر صحیح ہے نظر کی) اس حجاب (عالم) غیب سے گزر جاوے (پس کلمہ ہم قید حس چشم کی ہے نہ کہ زان حجاب غیب کی یعنی یہ مطلب نہیں کہ جس طرح فلاں حجاب سے گزری ہے اسی طرح عالم غیب سے بھی گزر جاوے کیونکہ اس کے قبل چشم کا کسی حجاب سے بھی گزرنا مذکور نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرح ان حجب عالم غیب سے کہ سموات سبعہ و کرسی و فلک سب اس کے آحاد ہیں حاسہ سمع گزرا ہے اسی طرح ان حجب سے حاسہ بصر بھی گزر جاوے یعنی یہ شخص مثل مکالمت کے رویت قلبیہ سے مشرف ہو جس طرح یہ سمع بھی قلبی ہی ہے اس سمع و بصر قلبی کو حاسہ کہنا مجاز ہے اور یہ مسموع جس طرح صوت حادث ہے اسی طرح جو صورت مرئی ہوگی وہ بھی حادث ہو گی لیکن مولانا کے ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ رویت کو سمع پر مزیت ہے کہ سمع کے بعد رویت کی تمنا کرتے ہیں شاید وجہ اس کی یہ ہو کہ رویت میں بہ نسبت سماع کے عادۃً قرب زیادہ ہوتا ہے واللہ اعلم احقر کو اس کے قبل اس مسئلہ کی تحقیق کا اتفاق نہیں ہوا اور یہ بھی ممکن ہے کہ باوجود مزیت نہ ہونے کے تمنا جامعیت کی ہو کہ جس طرح ایک دولت میسر ہوئی دوسری بھی میسر ہو جاوے آگے مجموعہ کے حصول پر تفریع ہے کہ) جب اس کے حواس حجاب سے گزر جاتے ہیں پھر علی التواتر اس کو رویت اور خطاب (میسر) ہوتا ہے (جس کی تحقیق اس کے قبل کے اشعار کی شرح میں گزری ہے آگے رویت و خطاب کے علاوہ ایک تیسری چیز کے میسر ہونے کی تفریع ہے کہ) جب سپاہ زنگی (یعنی ظلمت بشریہ) روم سے (یعنی انوار و تجلیات سے) پنہاں (یعنی مغلوب) ہو جاتی ہے تو خورشید (وجود حقیقی فناء کی) تلوار مارتا ہے اور (فنا کے بعد جب بقاء و تخلق باخلاق الٰہیہ حاصل ہوتا ہے تو صفت علمیہ حضرت حق کے ساتھ مناسبت ہونے سے) علوم (لدنیہ) ظاہر ہوتے ہیں (مجموعہ اشعار کا حاصل یہ ہوا کہ اعمال و اخلاق کی اصلاح سے کہ فنائے حسی ہے اور شعر چوں سپاہ الخ میں مذکور ہے اور فکر و مراقبات کی مزاولت سے کہ فنائے علمی اور اس شعر سے پہلے مذکور ہے عالم غیب بفتح اللام و عالم الغیب بکسر اللام سے نسبت ہو کر واردات و علوم و معارف میسر ہوتے ہیں اللھم ارزقنا بجودک وفضلک یہ مضمون بطور جملہ معترضہ کے تھا آگے پھر قصہ ہے کہ ایک فرحت تو وہ تھی جو مذکور ہوئی اور) ایک فرحت یہ تھی کہ سوال سے خلاصی ہوئی (اب) اس کو وہ گنج خاص حاصل ہو جاوے گا (خلاص عن السوال پر فرح من حیث السوال نہیں کہ سوال تو عبادت ہے بلکہ من حیث تضمنہ للتعب والنصب ہے اور) ایک فرحت یہ کہ اس کی دعا رد نہیں ہوئی انجام کار اس کو اجابت حاصل ہوئی (بس یہ وجوہ تھے فرحت شدیدہ کے غرض ان فرحتوں کو لئے ہوئے) وہ وراق کی دکان کی جانب آیا (اور) اس (وراق) کے مشقی کاغذ میں ہر طرف ہاتھ مارتا تھا (مشقی کاغذ کے دو معنے ہو سکتے ہیں ایک وہ کاغذ جس کے بنانے میں اور اس نے اپنی صنعت کی مشق کی یعنی اس کا بنایا ہوا کاغذ ایک یہ کہ خوشخطی کی تعلیم کے لئے مشق کردہ وصلیاں بکتی ہوں گی اور گو اس کی لکھی ہوئی نہ ہوں لکھوائی ہوئی ہوں مگر یہ ان کی تجارت کرتا ہو اس لئے ادنیٰ ملابست سے اس کی طرف اضافت کردی ہو چنانچہ اس سرخی کے شروع کے دوسرے شعر کے دوسرے مصرعہ میں ایک نسخہ یہ بھی ہے۔ ع رقعہ در مشق وراقان طلب۔ وہاں یہ بھی یہی دو

www.besturdubooks.wordpress.com

توجیہ ہو سکتی ہیں واللہ اعلم خلاصہ یہ کہ کاغذوں میں ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے) اس کی آنکھ کے روبرو وہ لکھا ہوا (پرچہ) جلدی سے آ گیا ان ہی علامات سے جو ہاتف نے کہی تھیں (بس کاغذ لیتے ہی) بغل میں مار لیا (اور وراق سے) کہا کہ صاحب خیر کے ساتھ رہو (یعنی خدا کے سپرد اب جاتا ہوں کچھ کام ہے اس کو کر کے پھر) ابھی آتا ہوں اے استاد (اور) ایک گوشہ تنہائی میں گیا (اور) اس کو پڑھا اور (مضمون پڑھ کر کہ اس میں خزانہ کا پتہ لکھا تھا) حیرت سے والہ وحیران رہ گیا کہ اس طرح سے یہ گنجنامہ بے بہا کس طرح سے مشتق کاغذوں میں پڑا رہ گیا (ظاہرا اس سے مصرعہ دست میزد کی توجیہ ثانی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے) پھر اس کے دل میں (اس سوال تحیر کے جواب میں) اس فکر نے حرکت کی کہ ہر چیز کے لئے حق تعالیٰ محافظ ہیں (وہ) نگہبان (حقیقی) بناوہی کے اندر کب چھوڑتا ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز بھی بے ضابطہ لے سکے اگر تمام صحرا زر اور نقود سے پر ہو جاوے (جس کو سب دیکھیں بھی لیکن) بدوں مرضی (یعنی مشیت) حق کے کوئی ایک جو بھی نہیں لے سکتا اور اگر تو سو صحیفے بلا سکتہ پڑھ جاوے (یعنی کہیں رکاوٹ و اٹکاؤ نہ ہو مگر پھر بھی) بدوں تقدیر (خداوندی) ایک نکتہ بھی تجھ کو یاد نہیں رہ سکتا اور اگر تو خدمت (وعبادت) کرے (اور) ایک کتاب بھی نہ پڑھے (اور وہ علم دینا چاہیں) تو علوم نادرہ گریبان (یعنی سینہ) سے تجھ کو مل جاویں (مطلب یہ کہ اگر وہ چاہیں تو بلا اسباب کے مسبب کو عطا کر دیں اور باوجود اسباب کے بھی اگر وہ نہ چاہیں تو مسبب مرتب نہ ہو آگے تائید ہے مصرعہ علمہائے نادرہ یابی زجیب کی کہ دیکھو) گریبان ہی سے وہ ید موسیٰ نور افشاں ہو گیا تھا کہ وہ (نور) ماہ آسمان سے بھی فائق تھا (اور یہ ارشاد ہوا تھا) کہ جس چیز کو (یعنی نور کو) تم آسمان باعظمت سے تلاش کرتے تھے وہ اے موسیٰ گریبان سے ظاہر ہوئی ہے (یہ مثال تائید کی ختم ہوئی آگے مولانا اس قصہ موسوی کے ایراد کی ایک اور غرض بھی علاوہ غرض مذکور تائید کے بتلاتے ہیں کہ ہم یہ قصہ اس لئے بھی لائے) تا کہ تجھ کو معلوم ہو جاوے کہ آسمانہائے رفیع آدمی کے (بعض) قوی مدرکہ کے (بمنزلہ) عکس (کے) ہیں (تشبیہ عکس کے ساتھ تابع ہونے میں ہے اور یہ تابعیت مقصودیت میں ہے اور اس بعض مدرکات سے مراد عقل کامل جو آلہ ہے معرفت حق کا اور معرفت ہی مقصود اصلی من الخلق ہے کما اشتہر کنت کنزاً مخفیاً الخ پس اصلی مقصود خلائق میں سے وہ ہوگا جو یہ عقل ومعرفت رکھتا ہو اور باقی کائنات سمٰوات وارض اس کے قوام وبقا کے لئے ہے قال تعالیٰ ھو الذی خلق لکم ما فی الارض الخ تو قصہ ید بیضا سے بھی انسان کے افضل من السمٰوات ہونے کی تائید ہوئی کہ انسان کامل کے ہاتھ میں وہ نور تھا جو آسمان میں نہ تھا اور تابدانی کے بھی یہی معنے ہیں آگے اس بعض مدرکات یعنی عقل کی مقصودیت پر استدلال ہے کہ) کیا یہ بات نہیں ہے کہ دست حق تعالیٰ نے اول عقل کو پیدا کیا (جیسا بعض روایات میں ہے اول ما خلق اللہ العقل اور اصل یہی ہے کہ افضل کو تقدم ہو گو اس عالم میں ہو فلا ینتقض بعثتہ صلی اللہ علیہ وسلم آخراً اور تمام عالم اس کے بعد پیدا ہوا اور گو یہ حدیث متکلم فیہ ہے مگر اثبات مدعا یعنی مقصودیت عقل وشرف عقل اس پر موقوف نہیں آیت و ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون اس پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہے اور شاید کوئی اس مقام پر شائق ہوتا بحث کیفیت اولیت فی الخلق کا اس لئے اس کو روکنے کے لئے فرماتے ہیں) یہ مضمون (اجمالاً تو بوجہ سمعی ہونے کے) ظاہر ہے اور (تفصیلاً بوجہ کشفی ہونے کے اہل قال سے) بہت مخفی ہے کیونکہ عنقا کا محرم (اور واقف) مکھی نہیں ہوتی (پس ماہیت عقل مثل عنقا کے ہے اور نظر فکری مثل مگس کے وہ اس سے واقف نہیں ہو سکتی آگے تمہید ہے رجوع بقصہ کی کہ) اے پسر پھر قصہ کی طرف آ قصہ گنج اور فقیر کا ختم کر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تمامی قصۂ آں فقیر و نشان جای آں گنج

اس فقیر کے قصہ کی تکمیل اور اس خزانہ کی جگہ کا پتا

اندراں رقعہ نوشتہ بود ایں	کہ بروں شہر گنجے داں دفیں
اس پرچہ میں یہ لکھا تھا	کہ شہر سے باہر ایک خزانہ مدفون سمجھ
آں فلاں قبہ کہ در وے مشہد ست	پشت او در شہر و رو در فدفد ست
وہ فلانا گنبد جو ہے کہ جس میں مزار ہے	جس کی پشت شہر کی طرف اور دروازہ صحرا میں ہے
پشت با وے کن تو رو با قبلہ آر	وانگہاں از قوس تیرے واگزار
تو اس گنبد کی طرف پشت کرنا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا	اور اس وقت کمان سے ایک تیر چھوڑنا
چوں فگندی تیر از قوس اے سعاد	بر کن آں موضع کہ تیرت او فتاد
جب تو کمان سے تیر پھینک چکے اے سعاد	تو وہ جگہ کھود جہاں تیر گرے
پس کمان سخت آورد آں فتی	تیر پرانید در صحن فضا
پس وہ جوان کمان سخت لایا	تیر کو صحن خلا میں اڑایا
بیل آورد و تبر او شاد شاد	کند آں موضع کہ تیرش او فتاد
بیلچہ اور تبر خوش خوش لایا	وہ موقع کھودا جہاں اس کا تیر پڑا تھا
کند شد ہم او وہم بیل و تبر	خود ندید از گنج پنہانی اثر
وہ شخص بھی کند ہو گیا اور بیلچہ و تبر بھی	خزانہ مخفی کا کچھ اثر بھی نہ دیکھا
ہمچنیں ہر روز تیر انداختے	لیک جای گنج را نشناختے
اسی طرح ہر روز تیر پھینکا کرتا	لیکن خزانہ کے موقع کو نہ پہچانتا
چونکہ ایں را پیشہ کرد او بر دوام	فجفجے افتاد اندر خواص و عوام
جب اس نے یہ ہمیشہ کا وطیرہ کر لیا	تو خاص و عام میں ایک چرچا واقع ہو گیا
ہر کسے در گفتگوئے او فتاد	کاینچنیں بازی نباشد در نہاد
ہر شخص ایک گفتگو میں واقع ہو گیا	کہ اس طرح کا لعب تو طبیعت میں ہو نہیں سکتا
ہر کسے در گفتگوئے فاسدے	ہر طرف برخاستہ یک حاسدے
ہر شخص ایک گفتگوئے فاسد میں تھا	ہر طرف ایک حاسد اٹھ کھڑا ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس پرچہ میں یہ لکھا تھا کہ شہر سے باہر ایک خزانہ مدفون سمجھو وہ فلانا گنبد جو ہے کہ جس میں (کسی کا مزار ہے جس کی پشت شہر کی طرف اور دروازہ صحرا میں ہے تو اس (گنبد) کی طرف پشت کرنا (اور) قبلہ کی طرف منہ کرنا اور اس وقت (یعنی جبکہ اس طرح کھڑا ہو جاوے) کمان سے ایک تیر چھوڑنا (مطلب اس کا جیسا کہ بالکل آخر قصہ میں آوے گا یہ تھا گفت گفتم درکمان تیرے بنہ کے بلفتم من کہ اندر کش قوزہ من نلفتم کاین کمان راسخت کش در کمان نہ گفتمت نے بر کش اے تفسیر از قوس تیرے واگزار این بود کہ تیر را در کمان نہادہ بگذار پس جائیکہ تیر تو بیفتد گنج زر را طلب یعنی تیر چھوڑنا یہ نہیں کہ کمان میں تیر رکھ کر کمان کھینچ کر تیر چلانا بلکہ مراد یہ ہے کہ کمان میں تیر رکھ کر ویسے ہی بلا کھینچے ہوئے اس کو چھوڑ دے جہاں تیر گرے وہ جگہ ہے خزانہ کی چونکہ دفن کرنے والے کو خزانہ کا عام سے مخفی کرنا تھا اس لئے اس رقعہ یادداشت میں جس کو کسی خاص خاص کے لئے لکھا ہو گا ایسا عنوان اختیار کیا کہ بدوں تفسیر کے کسی کی سمجھ میں نہ آوے اور ان خاص خاص کو بتلا دیا ہو گا پھر شاید ان جاننے والوں کا سلسلہ نہ رہا ہو گا اور پرچہ یادداشت رہ گیا چنانچہ اس شخص نے بھی یہی ظاہری مطلب سمجھا اور مدتوں حیران رہا پھر رجوع الی الغیب کرنے سے یہ تفسیر بتلائی گئی اور کامیاب ہوا چنانچہ یہ سب آگے آوے گا خلاصہ یہ کہ اس پرچہ میں یہ تھا کہ تو اس طرح کھڑا ہو کر کمان سے تیر چھوڑنا اور) جب تو کمان سے تیر پھینک چکے اے سعاد تو وہ جگہ کھود جہاں تیرا تیر گرے (یعنی بے کمان کھینچے جہاں تیر گرے اور چونکہ یہ تیر بے کھینچے بھی اسی شخص کے ہاتھ سے گرے گا جب یہ اس کو انگلیوں میں سے چھوڑ دے اس لئے فگندی کہا گیا اور سعاد ایک محبوبہ کا نام ہے مراد مطلق مخاطب مشابہ سعاد در محبوبیت یعنی اے عزیز) پس وہ جوان (غلط فہمی کے سبب ایک) کمان سخت لایا (اور اس میں رکھ کر زور سے کھینچ کر) تیر کو صحن خلا میں اڑایا (یعنی چلایا اور) بیلچہ اور تبر خوش خوش لایا (اور) وہ موقع کھودا جہاں اس کا تیر جا کر پڑا تھا۔ (کھودتے کھودتے) وہ شخص بھی کند ہو گیا اور بیلچہ و تبر بھی (کند ہو گیا مگر اس) خزانہ مخفی کا کچھ اثر بھی نہ دیکھا اسی طرح ہر روز تیر پھینکا کرتا لیکن خزانہ کے موقع کو نہ پہچانتا جب اس نے یہ ہمیشہ کا وطیرہ کر لیا تو خاص و عام میں (اس کا) ایک چرچا واقع ہو گیا (گنج مخفے کہ در افواہ افتد بطریق اخفاء سخن با ہم آہستہ گفتن از لطائف کذائی الغیاث اور) ہر شخص ایک گفتگوئے فاسد میں (مشغول) تھا (اور) ہر طرف ایک حاسد اٹھ کھڑا ہوا۔

فاش شدن خبر آں گنج ورسیدن بگوش پادشاہ

اس خزانہ کی خبر کا پھیلنا اور بادشاہ کے کان میں پہنچنا

پس خبر کردند سلطاں را ازیں	آں گروہے کہ بدند اندر کمیں
پس خبر کر دی بادشاہ کو اس کی	اس جماعت نے کہ اس کی گھات میں تھے
عرضہ کردند آں سخن را زیر دست	کہ فلانے گنجنامہ یافت ست
اس مضمون کو ان لوگوں نے مخفی طور پر عرض کر دیا	کہ فلاں شخص نے ایک گنجنامہ پایا ہے
چوں شنید آں شخص کیں باشہ رسید	جز کہ تسلیم و رضا چارہ ندید
جب اس شخص نے سنا کہ یہ بات بادشاہ کو پہنچ گئی	تو بجز تسلیم و رضا کے چارہ نہ دیکھا

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش ازاں کاشکنجہ بیند زاں قباد	رقعہ را آورد بہ پیش شہ نہاد
قبل اس کے کہ کوئی سختی دیکھے اس بادشاہ کی طرف سے	رقعہ کو لا کر بادشاہ کے سامنے رکھ دیا
گفت تا ایں رقعہ را یابیدہ ام	گنج نے ورنج بیحد دیدہ ام
کہا کہ جب سے میں نے یہ رقعہ پایا ہے	خزانہ تو نہیں اور رنج بے حد میں نے دیکھا ہے
خود نشد یک حبہ از گنج آشکار	لیک پیچیدم بسے مانند مار
خزانہ میں سے تو ایک حبہ بھی ظاہر نہیں ہوا	لیکن سانپ کی طرح میں نے بل بہت کھائے ہیں
مدت ماہے چنینم تلخ کام	کہ زیان وسود ایں برمن حرام
ایک مہینہ گزرا ہے کہ میں اسی طرح ناکام ہوں	کہ اس کا زیاں اور نفع مجھ پر حرام ہے
بو کہ بخت برکند زیں کاں غطا	اے شہ فیروز جنگ و دژکشا
شاید آپ کا نصیبہ اس معدن سے پردہ ہٹا دے	اے بادشاہ نصرت جنگ فاتح قلعہ
مدت شش ماہ و افزوں پادشاہ	تیری انداخت و برمی کند چاہ
چھ مہینہ اور کچھ زیادہ مدت تک بادشاہ	تیر پھینکتا تھا اور کنواں کھودتا تھا
ہر کجا سختہ کمانے بود چست	تیر می انداخت ہر سو گنج جست
جہاں کہیں کوئی شخص سنجیدہ کمان مستعد ہوتا تھا	وہ تیر چلاتا ہر طرف خزانہ تلاش کیا
غیر تشویش وغم و طامات نے	ہمچو عنقا نام فاش و ذات نے
بجز تشویش اور غم اور بے معنے باتوں کے کچھ نہیں	عنقا کی طرح نام تو مشہور اور ذات نہیں
چونکہ تعویق آمد اندر عرض و طول	شاہ شد زاں گنج دل سیر و ملول
جب درنگ عرض و طول میں ہوئی	تو بادشاہ اس خزانہ سے سیر دل اور ملول ہو گیا
دشتہا را گز گزاں شہ چاہ کند	می ندید از گنج او جز ریشخند
بادشاہ نے تمام جنگل میں ایک ایک گز پر کنواں کھود ڈالا	خزانہ سے بجز دل لگی کے کچھ نظر نہ آتا تھا
پس طلب کرد آں فقیر دردمند	رقعہ را از خشم پیش او فگند
پس اس فقیر دردمند کو طلب کیا	رقعہ کو غصہ سے اس کے سامنے پھینک دیا
گفت گیر ایں رقعہ کش آثار نیست	تو بدیں اولیٰ تری کت کار نیست
کہا کہ یہ رقعہ لے کہ اس کے کچھ آثار نہیں ہیں	تو اس کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ تجھ کو کوئی کام نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست ایں کار کسے کش ہست کار	گر بسوزد گل نگردد گرد خار
یہ اس شخص کا کام نہیں جس کو کوئی کام ہو	اگر پھول جل جاوے تو وہ خار کے گرد نہیں پھرتا
نادر افتد اہل ایں ماخولیا	منتظر کش روید از آہن گیا
ایسا مالیخولیا والا شاذ و نادر واقع ہوتا ہے	جو اس کا منتظر ہو کہ اس کے آہن سے گھاس جے
سخت جانے باید ایں فن را چو تو	تو کہ داری جان سخت ایں را بجو
اس کام کے لئے کوئی سخت جان تجھ جیسا چاہئے	تو جان سخت رکھتا ہے اس کو ڈھونڈتا
گر نیابی نبودت ہرگز ملال	ور بیابی آں بتو کردم حلال
تجھ کو اگر نہ ملا تو تجھ کو ملال نہ ہو گا	اور اگر تجھ کو مل گیا تو میں نے تجھ کو معاف کیا

پس خبر کردی بادشاہ کو اس (واقعہ) کی اس جماعت نے کہ اس کی گھات میں تھے (اور) اس مضمون کو ان لوگوں نے مخفی طور پر (بادشاہ سے) عرض کر دیا کہ فلاں شخص نے ایک گنجنامہ پایا ہے (جس میں پتہ گنج کا لکھا ہے) جب اس شخص نے سنا کہ یہ بات بادشاہ کو پہنچ گئی تو بجز تسلیم ورضا کے چارہ نہ دیکھا قبل اس کے کہ کوئی سختی دیکھے اس بادشاہ کی طرف سے رقعہ کو لا کر بادشاہ کے سامنے رکھ دیا (اور) کہا کہ جب سے میں نے یہ رقعہ پایا ہے خزانہ تو نہیں اور (الٹا) رنج بے حد میں نے دیکھا ہے خزانہ میں سے تو ایک حبہ بھی ظاہر نہیں ہوا لیکن سانپ کی طرح میں نے بل بہت کھائے ہیں ایک مہینہ گزرا ہے کہ میں اسی طرح ناکام ہوں کہ اس کا زیاں اور نفع (سب) مجھ پر حرام ہے (یعنی خزانہ ملتا تو پھر اس میں تصرف وتجارت وغیرہ کرنے سے سود وزیاں کا اندازہ ہوتا جب خزانہ ہی نہیں ملا تو سود وزیاں سے کیا تعلق اس لئے یہ رقعہ آپ رکھیے) شاید آپ کا نصیبہ اس معدن سے پردہ ہٹادے اے بادشاہ نصرت جنگ فاتح قلعہ چھ مہینہ اور کچھ زیادہ مدت تک بادشاہ تیر پھینکتا تھا اور کنواں کھودتا تھا (یعنی زمین کھودتے کھودتے پانی تک پہنچا دیتا تھا اور) جہاں کہیں کوئی شخص سنجیدہ کمان (یعنی مجرب الرمی) مستعد (دستیاب) ہوتا تھا وہ (بلایا جاتا اور بحکم شاہی) تیر چلاتا (اس طرح سے) ہر طرف خزانہ تلاش کیا (سختہ بالضم وبالفتح بمعنے سنجیدہ ووزن کردہ شدہ مگر باوجود ان تمام کوششوں کے) بجز تشویش اور غم اور بے معنے باتوں کے کچھ نہیں (ملا) عنقا کی طرح نام تو مشہور اور ذات (کہیں) نہیں (غرض) جب درنگ (اس قدر) عرض وطول میں (واقع) ہوئی تو بادشاہ اس خزانہ سے سیر دل اور ملول ہو گیا بادشاہ نے تمام جنگل میں ایک ایک گز پر کنواں کھود ڈالا (مگر) خزانہ سے سیر دل اور ملول ہو گیا بادشاہ نے تمام جنگل میں ایک ایک گز پر کنواں کھود ڈالا (مگر) خزانہ سے بجز دل لگی کے کچھ نظر نہ آتا تھا پس اس فقیر دردمند کو طلب کیا (اور) رقعہ کو غصہ سے اس کے سامنے پھینک دیا (اور) کہا یہ رقعہ لے کر اس کے کچھ آثار نہیں ہیں تو اس کا زیادہ مستحق ہے کیونکہ تجھ کو کوئی کام نہیں ہے یہ اس شخص کے کام نہیں جس کو کوئی کام ہو (کیونکہ) اگر پھول جل جاوے تو وہ (کام والا) خار کے گرد نہیں پھرتا (یعنی فوت مقصود کے وقت وہ فضول کام اختیار نہیں کرتا دنیا میں) ایسا مالیخولیا والا شاذ ونادر واقع ہوتا ہے جو اس کا منتظر ہو کہ اس کے آہن سے گھاس جے اس کام کے لئے کوئی سخت جان تجھ جیسا چاہئے تو جان سخت رکھتا ہے اس کو ڈھونڈھ (کیونکہ) تجھ کو اگر نہ ملا تو تجھ کو ملال نہ ہو گا (کیونکہ تیرا کوئی حرج تو ہوا ہی نہیں بوجہ اس کے کہ تجھ کو کوئی کام نہیں جس کا حرج ہوتا) اور اگر تجھ کو مل گیا تو میں نے تجھ کو معاف کیا (تجھ سے کچھ تعرض نہ ہو گا)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

انتقال از مولانا

عقل راہ ناامیدی کے رود	عشق باشد کاں طرف بر سر دود
عقل ناامیدی کے راستہ پر کب چلتی ہے	عشق ہی ہوتا ہے کہ اس کی طرف سر کے بل دوڑتا ہے
لا ابالی عشق باشد نے خرد	عقل آں جوید کزاں سودے برد
لاابالی عشق ہوتا ہے نہ کہ عقل	عقل تو وہی طلب کرتی ہے جس سے کوئی نفع حاصل کرے
ترکتاز ے تن گداز و بے حیا	در بلا چوں سنگ زیر آسیا
غارتگر ہے تن گداز ہے بے حیا ہے	بلا میں جیسا پتھر چکی کے نیچے
سخت روی کہ ندارد ہیچ پشت	بہرہ جوئی را درون خویش کشت
سخت رو ایسا کہ پشت ہی نہیں کرتا	بہرہ جوئی کو اس نے اپنے باطن میں قتل کر ڈالا ہے
پاک می بازد نہ جوید مزد او	آنچناں کہ پاک می گیرد ز ہو
وہ پاکبازی کرتا ہے وہ اجرت نہیں ڈھونڈتا	جس طرح کہ وہ حق تعالیٰ سے پاک طور پر لیتا ہے
می دہد حق ہستیش بے علتے	می سپارد باز بے علت فتے
حق تعالیٰ اس کو ہستی عطا فرماتے ہیں بدوں علت کے	پھر یہ جوانمرد بدوں علت کے حوالہ کر دیتا ہے
کہ فتوت دادن بے علت ست	پاکبازی خارج از ہر ملت ست
اس لئے کہ فتوت بے علت دینا ہے	پاکبازی ہر ملت سے خارج ہے
زانکہ ملت فضل جوید یا خلاص	پاکباز انند قربانان خاص
کیونکہ اہل ملت تو فضل ڈھونڈتے ہیں یا خلاصی	پاکباز لوگ قربانان خاص ہیں
نے خدارا امتحانے می کنند	نے در سود و زیانے می زنند
نہ وہ خدائے تعالیٰ کا امتحان کرتے ہیں	نہ وہ سود و زیاں کے دروازہ کو کھٹکھٹاتے ہیں

(اوپر بادشاہ کا حال مذکور ہوا ہے کہ شاہ شدزان کج دل سیر وملول اور بادشاہ کا قال اس فقیر کے خطاب میں مذکور ہوا ہے۔ گر نیابی نبودت ہرگز ملال جس سے بادشاہ کا ناکامی سے ملول ہونا اور فقیر کا باوجود ناکامی کے ملول نہ ہونا معلوم ہوا آگے اس فرق کی وجہ پھر اس وجہ کی تعمیم ارشاد فرماتے ہیں یعنی فرق دونوں میں یہ تھا کہ بادشاہ کی طلب تو ناشی تھی عقل سے اور فقیر کی طلب ناشی تھی عشق سے اور قاعدہ کلیہ ہے کہ) عقل ناامیدی کے راستہ پر کب چلتی ہے (بلکہ غایت مقصودہ سے مایوسی ہونے کے وقت طلب کو چھوڑ دیتی ہے اس شان کا) عشق ہی ہوتا ہے کہ اس (راہ ناامیدی) کی طرف سر کے بل دوڑتا ہے (کیونکہ عاقل کے لئے تو محرک غایت تھی جس کا تصور پہلے اور ترتب پیچھے ہوتا ہے جب ترتب کی توقع نہیں

رہتی تصور میں قوت تحریک نہیں رہتی اور عاشق کے لئے محرک غایت نہیں بلکہ محض محبت ہے جو پہلے بھی تھی اور اب بھی ہے اس کو کسی غایت کا تصور ہی نہیں آتا کہ اس میں توقع یا عدم توقع سے قوت یا ضعف ہو اس لئے بادشاہ تو ناامید ہو کر بیٹھ رہا اور فقیر کو امید و ناامیدی سے بحث ہی نہ تھی طلب خود مطلوب تھی اور یہی فرق ہے ان اہل طاعت میں جن کا محرک جلب نفع اخروی و دفع ضرر اخروی ہے اور ان اہل طاعت میں جن کا محرک محض حب حق ہے اور یہی وجہ ہے کہ اگر کسی قرینہ عملی یا حالی سے عدم قبول طاعات کا علم ہو جائے تو پہلا شخص طاعات و اعمال میں سست ہو جاویگا اور دوسرا ویسا ہی مستعد رہے گا گو جنت کو یہ شخص بھی طلب کرتا ہے اور دوزخ سے پناہ مانگتا ہے مگر اس شخص کی نیت میں اس مسئول و مامول کی اجابت موقوف علیہ طاعات کا نہیں اور غالباً مقصود مولانا کا ان اشعار سے اسی محبت و عشق الٰہی کی تحصیل کی ترغیب ہے آگے اسی مضمون کو مفصل فرماتے ہیں کہ) لاابالی عشق ہوتا ہے نہ کہ عقل عقل تو وہی طلب کرتی ہے جس سے کوئی نفع (کہ غایت ہے شے مطلوب کی) حاصل کرے (وہ عاشق) غارت گر ہے (کہ اپنے نفع کو لٹا دیا ترکتاز تاختن بر سبیل غارت مثل تاختن ترکان و بمعنے مرد سپاہی و غارتگر کذافی الغیاث اور وہ عاشق) تن گداز ہے (اور عرفی حیا بمعنے ننگ و ناموس مذموم کے اعتبار سے) بے حیا ہے (اور) بلا (ومجاہدہ) میں (ایسا ہے) جیسا پتھر چکی کے نیچے (اور) سخت رو ایسا کہ (مقصود کی طرف بھی) پشت ہی نہیں کرتا (خواہ اس پر کچھ ہی گزر جاوے اور) بہرہ جوئی کو اس نے اپنے باطن میں قتل کر ڈالا ہے (بہرہ جوئی و کامیابی سے غرض ہی نہیں رکھتا) وہ پاکبازی کرتا ہے (یعنی) وہ اجرت (بطور مدار امر کے) نہیں ڈھونڈتا (پاکبازی سے یہی مراد ہے یعنی طلبش پاک و خالی ست از غرض و غایت) جس طرح سے کہ وہ حق تعالیٰ سے پاک طور پر لیتا ہے (یعنی اس کو جو کچھ عطا ہوتا ہے حق تعالیٰ کی اس میں کوئی غرض نہیں ہوتی گو دونوں بے غرضیوں میں بون بعید ہے کہ ممکن میں طلب کو طلب غرض نہ ہو مگر حصول تو ہے غرض کا جس سے وہ مستکمل ہے اور حق تعالیٰ اس سے بھی منزہ ہیں آگے اسی شعر کی تفسیر ہے کہ) حق تعالیٰ اس کو ہستی عطا فرماتے ہیں بدوں علت (غائیہ یعنی غرض) کے پھر (وہ ہستی) یہ جوانمرد بدوں علت (غائیہ یعنی غرض) کے (حضرت حق کی درگاہ میں) حوالہ کر دیتا ہے (اور ہم نے جو سپردن کے محکوم علیہ کو بعنوان فتے ذکر کیا تو) اس لئے کہ فتوت (یعنی جوانمردی) بے علت (و بے غرض) دینا ہے (اور ایسی) پاکبازی (کہ غایت کا تصور بھی نہ ہو) ہر ملت (کی صورت ظاہر) سے خارج ہے کیونکہ اہل ملت (بمعنے صورت ظاہری) تو (طاعات) فضل (یعنی ثواب) ڈھونڈھتے ہیں یا (عذاب سے) خلاصی (ڈھونڈھتے ہیں یہ ان کی غایت ہوتی ہے اور) پاکباز لوگ قربانان خاص ہیں (کہ) نہ وہ خدائے تعالیٰ کا امتحان کرتے ہیں (کہ دیکھیں اعمال پر کیا دیں گے کہ یہ صورت امتحان ہے جس میں محض ظاہر پرست مبتلا ہیں اور) نہ وہ سود و زیان کے دروازہ کو کھٹکھٹاتے ہیں (ملت میں صورت ظاہرہ کی قید اس لئے لگائی کہ اخلاص عاشقانہ تو داخل ملت اسلام ہے مگر اہل صورت نہیں جانتے اہل حقیقت جانتے ہیں)

نومید شدن و باز دادن پادشاہ آں گنجنامہ را بآں فقیر کہ بگیر کہ ما از سر ایں گنج درگذشتیم

بادشاہ کا ناامید ہو جانا اور گنجنامہ کو اس فقیر کو واپس کر دینا کہ لے کیونکہ ہم اس خزانہ کے خیال سے باز آئے

چونکہ رقعہ گنج پرآشوب را	شہ مسلم داشت آں مکروب را
جب گنج پرآشوب کے رقعہ کو	بادشاہ نے اس فقردہ کو تسلیم کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

گشت ایمن اوز خصمان و زنیش	رفت وی پیچیده در سودائے خویش
وہ بے خوف ہو گیا مخالفین سے اور نیش سے	چلا گیا اور اپنے خیال میں بل کھانے لگا
یار کرد او عشق درد اندیش را	کلب لیسد خویش ریش خویش را
اس نے عشق درد اندیش کو رفیق بنا لیا	کتا اپنے زخم کو آپ ہی چاٹتا ہے
عشق را در پیچش خود یار نیست	محرمش درده یکے دیار نیست
عشق کا اپنے پیچ و تاب میں کوئی رفیق نہیں ہے	اس کا محرم بستی میں ایک گھر والا نہیں ہے
نیست از عاشق کسے دیوانہ تر	عقل از سودای او کورست و کر
عاشق سے زیادہ کوئی دیوانہ نہیں ہے	عقل اس کے خیالات سے کور اور کر ہے
زانکہ ایں دیوانگی عام نیست	طب را ارشاد ایں احکام نیست
کیونکہ یہ عام جنون نہیں ہے	طب کو ان احکام کی رہبری نہیں ہے
گر طبیبے را رسد زیں گوں جنوں	دفتر طب را فرو شوید بخوں
اگر کسی طبیب کو یہ جنون ہو جاوے	تو وہ دفتر طب کو خون سے دھو ڈالے
طب جملہ عقلہا مدہش اوست	روئ جملہ دلبراں روپوش اوست
طب تمام عقلوں کی اس کی مغلوب الحیرت ہے	تمام دلبروں کا چہرہ اس کا روپوش ہے
روی در روی خود آرائے عشق کیش	نیست اے مفتوں ترا جز خویش خویش
اپنی توجہ اپنی طرف کر اے عاشق	بجز اپنے تیرا کوئی اپنا نہیں اے مفتون
قبلہ از دل ساخت آمد در دعا	لیس للانسان الا ما سعیٰ
اس نے دل سے قبلہ بنایا دعا میں مشغول ہوا	انسان کو بجز اس کے کچھ نہیں ملا جس کی وہ سعی کرے
پیش ازاں کو پاسخے نشیدہ بود	سالہا اندر دعا پیچیدہ بود
اس کے قبل بھی کہ اس نے کوئی جواب نہیں سنا تھا	برسوں دعا میں غلطاں پیچاں تھا
بے اجابت بر دعا ہا می تنید	از کرم لبیک پنہاں می شنید
بلا اجابت ہی دعاؤں پر مستعد رہتا تھا	کرم سے لبیک مخفی سنتا تھا
چونکہ بیدف رقص میکرد آں علیل	ز اعتماد جود خلاق جلیل
جبکہ بغیر دف ہی کے وہ بیمار رقص کرتا تھا	بنا بر اعتماد جود خلاق جلیل کے

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے او نے ہاتف و نے پیک بود	گوش امیدش پر از لبیک بود
اس کی طرف نہ ہاتف تھا اور نہ قاصد تھا	اس کا گوش امید لبیک سے پر تھا
بے زباں می گفت امیدش تعال	از دلش می رفت آں دعوت ملال
بدوں زبان کے اس کی امید تعال کہتی تھی	وہ بلانا اس کے دل سے ملال کو صاف کر دیتا تھا
آن کبوتر را کہ بام آموخت ست	تو مخوان میرانش کان پر دوخت ست
جس کبوتر کو کہ بام سکھلا دیا ہے	تو اس کو بلامت اس کو ہنکا دے کیونکہ وہ پرسا ہوا ہے

جب (اس) گنج پر آشوب کو بادشاہ نے اس غمزہ کو تسلیم کر دیا (پر آشوب اس لئے کہا کہ اس کی تلاش میں بہت پریشانی اٹھائی پس بعد تسلیم کے) وہ بے خوف ہو گیا مخالفین سے اور (ان کے) نیش سے (رقعہ لے کر دربار شاہی سے) چلا گیا اور اپنے (اسی) خیال میں بل کھانے لگا (اور) اس نے عشق دور اندیش کو رفیق بنا لیا (یہاں ظاہرا اشکال ہوتا ہے کہ اوپر کے اشعار میں آ چکا ہے کہ عشق غایت کا تصور نہیں کرتا اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دور تک کی غایت سوچتا ہے جواب یہ ہے کہ یہاں غایت کا سوچنا مراد نہیں ہے بلکہ یہ دور اندیشی یہ ہے کہ غایت سے بھی آگے نکل کر بدوں قصد غایت کے کام کرتا ہے تو یہ بعد الغایت نہیں عن الغایت ہے آگے اس مصرعہ کے مضمون کی ایک مثال ہے کہ قاعدہ ہے کہ کتا اپنے زخم کو (علاج کے لئے) آپ ہی چاٹتا ہے (دوسرے رفیق کو نہیں ڈھونڈھتا اسی طرح عاشق اپنے عشق میں دوسرے رفیق کو نہیں ڈھونڈھتا بس وہ ہے اور اس کا عشق آگے اس سے زیادہ اس کی تصریح ہے کہ) عشق کا اپنے پیچ و تاب میں کوئی (دوسرا) رفیق نہیں ہے (اور) اس کا محرم بستی میں ایک گھر والا نہیں ہے آگے اسی قبیل کے مضامین متعلق عشق کے ہیں جس طرح اشعار بالا میں بعض یہی آثار عشق کے مذکور ہوئے تھے یعنی) عاشق سے زیادہ کوئی دیوانہ نہیں ہے (کہ غایت کا تصور بھی نہیں کرتا جو کہ مقتضا عقل کا ہے اور اسی لئے) عقل اس کے خیالات سے کور اور کر ہے (یعنی اس کے ان خیالات کا کہ باوجود جنون نہ ہونے سے تصور غایت نہ ہو ادراک نہیں کر سکتی) کیونکہ یہ عام جنون نہیں ہے (جس کی بحث طب میں ہے اور اس کی ماہیت عقل کو معلوم ہو سکتی ہے اور اس میں عدم تصور غایت کی عقل سمجھ سکتی ہے کہ وہ علت جنون ہے اور) طلب کو ان احکام (عشقیہ) کی رہبری (حاصل) نہیں ہے (کیونکہ طب میں ایک مسئلہ بھی یہ نہیں ہے کہ کوئی شخص فاعل مختار صحیح العقل کوئی فعل اختیاری بلا تصور غایت کے کیا کرتا ہے بلکہ طب ظاہری تو صدور افعال اختیاریہ کے لئے سبق تصور غایت کی شرط کہتی ہے مگر عشق میں اس کے تخلف سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ شرط عادی ہے عقلی نہیں) اگر کسی طبیب کو یہ جنون (عشق) ہو جاوے (جو مجازا جنون ہے) تو وہ دفتر طب کو خون سے دھو ڈالے (یعنی گریہ عاشقانہ و آثار عشق کے غلبہ سے طب سے اس کو ذہول ہو جاوے) طب تمام عقلوں کی اس (عشق) کی مغلوب الحیرۃ ہے (اور) تمام دلبروں کا چہرہ اس (عشق) کا روپوش (یعنی برقعہ) ہے (جس میں جمال عشق پوشیدہ ہو گیا اور صورت پرست ان صورتوں کو مقصود سمجھنے لگے اور ان کو اپنا رفیق بنانا چاہا جس سے اس حکم میں شبہ ہونے لگا عشق را در پیچش خود یار نیست الخ اور جو حقیقت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں وہ ان صورتوں کو روپوش اور خود عشق کو مقصود سمجھ کر اس کو بدوں تعلق کسی صورت کے اپنے دل میں جگہ دیتے ہیں اور بجز عشق کے کسی صورت کو اپنا رفیق بنانا نہیں چاہتے اور ظاہر ہے کہ جس صورت میں محبوب ہونا محتمل تھا جب اسی سے قطع نظر کرلی تو دوسروں کو کیا رفیق بناویں گے اب وہ حکم عشق راو ر پیچش خود یار نیست الخ صحیح ہو گیا اور مقصود نفی مرافقت خلق کی ہے نہ کہ مرافقت خالق کی کہ عشق کے رفیق بنانے سے تو مقصود بالذات وہی ہے کیونکہ اس عشق غیر متعلق بالصور کا متعلق وہی ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ جب یہ بات ہے تو) اپنی توجہ اپنی طرف کرائے عاشق (اور کسی رفیق کو مت ڈھونڈھ کیونکہ اس راہ میں) بجز اپنے تیرا کوئی اپنا نہیں اے مفتوں (یعنی اے عاشق آگے پھر قصہ ہے یعنی) اس (فقیر) نے دل۔ قبلہ بنایا (اور) دعا میں مشغول ہوا (یعنی دل کو واسطہ توجہ الی اللہ بنایا مطلب یہ کہ دل سے متوجہ ہوا جس طرح کعبہ بھی واسطہ توجہ الی اللہ ہی ہے خود متوجہ الیہ بالذات نہیں اور وہ دعا میں اس لئے مشغول ہوا کہ جانتا تھا کہ) انسان کو بجز اس کے کچھ نہیں ملتا جس کی وہ سعی کرے (یہ ایک آیت ہے جس کا یہ ترجمہ ہے اور یہ آیت بقرینہ مقام وسبب نزول جس کو احقر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے خاص ہے ان اعمال وثمرات کے ساتھ جو ہبہ کا محل نہیں مثلاً ایمان کہ ایک کا ایمان دوسرے بے ایمان کو نہیں ملتا اور جیسے قرب وتعلق خاص حق تعالیٰ کے ساتھ کہ یہ بھی غیر مقرب کو دینے سے نہیں ملتا پس تلاوت قرآن وصدقات کے ثواب پہنچنے کی اس سے نفی نہیں ہوتی جیسا معتزلہ نے سمجھا ہے اور گو میں نے تفسیر میں تقریر ترجمہ میں ایمان ہی کا ذکر کیا ہے لیکن وہ تخصیص ذکری بخصوصیت مضمون ہے تخصیص حکمی نہیں پس اس مقام پر اس شخص کی دعا کا جو ثمرہ اصلی ہے یعنی تعلق خاص حق تعالیٰ کے ساتھ وہ بھی بلا غبار اس آیت میں داخل ہو جاوے گا اور اس کے ثمرہ ہونے کی طرف اس حدیث میں اشارہ قریب بصراحت ہے الدعاء مخ العبادۃ کیونکہ عبادت کا ثمرہ مطلق قرب ہے تو مخ العبادۃ کا ثمرہ قرب خاص ہوگا اور اس ثمرہ کے ترتب میں ثمرکا غیر اصلیہ یعنی حصول کنز کی نیت کی مزاحمت کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ حدیث مطلق ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا کے لئے بھی عبادت ہو تب بھی اس ہیئت تضرع وفروتنی میں یہ خاصہ ہے کہ حق تعالیٰ کی عنایت خاصہ کا یہ مورد ہو جاتا ہے خاص کر اگر یہ فرض کر لیا جاوے کہ اس شخص کا طلب کنز بھی تفرغ للعبادۃ کے لئے ہو واللہ اعلم آگے تائید ہے اس کی کہ یہ شخص دل سے دعا میں متوجہ ہوا جس کا دعویٰ تھا مصرعہ قبلہ از دل ساخت الخ میں یعنے اب کیوں نہ دل سے دعا کرتا وہ تو) اس (وقت) کے قبل بھی (یعنی بشارت گنجنامہ سے پہلے) کہ (اس وقت تک) اس نے (عالم غیب سے) کوئی جواب نہیں سنا تھا برسوں دعا میں غلطاں وپیچاں تھا (اور) بلا (بشارت) اجابت ہی دعاؤں پر مستعد رہتا تھا (اور) کرم سے لبیک مخفی سنتا تھا (مراد اس سے توفیق دعا کما قال مولانا فی موضع گفت آن اللہ تو لبیک ماست الخ پس) جبکہ بدوں دف ہی کے وہ بیمار (عشق) رقص کرتا تھا بنا بر اعتماد جود خلاق جلیل کے (اس حالت میں کہ) اس کی طرف نہ ہاتف تھا اور نہ قاصد تھا (پھر بھی) اس کا گوش امید لبیک (مخفی بالمعنی المذکور آنفا) سے پر تھا (اور) بدوں زبان کے اس کی امید تعال (یعنی آجا) کہتی تھی (اور) وہ بلانا (تعالیٰ مذکور کا) اس کے دل سے ملال (وکسل) کو صاف کر دیتا تھا (یہ سب بے دف سے یہاں تک شرط ہے معمول کلمہ شرط چونکہ کا اور جزا اس کی مقدر ہے جس پر قرینہ مقام دال ہے یعنی چون درچنین حالت کہ اسباب شوق نبود دعا میکرد پس اکنون کہ اسباب شوق ہم بوجود آمد وآن بشارت وکلام ہاتف بہ نشان دادن گنج ست پس چرا دعا نکند واز شوق رقص

www.besturdubooks.wordpress.com

نکند اور ایسا حذف قرینہ سے سب زبانوں میں مستعمل ہے مثلاً ہمارے محاورہ میں کہا جاوے کہ فلاں شخص جب بے کہے ہماری خدمت کیا کرتا ہے بس اس کہنے سے جزا خود بجھ میں آ جاتی ہے گو مذکور نہ ہو یعنی کہنے سے تو کیوں نہ خدمت کرے گا اور شعر پیش ازاں کو پانچ الخ میں آن اسم اشارہ ہے جس کا مشار الیہ وقت پانچ شنیدن ہے اور کو پانچ نشنیدہ بود بیان ہے اس پیش ازاں کا گو متبادر ترکیب یہ معلوم ہوتی ہے کہ آن بجائے موصول کے ہو اور کو پانچ تشنیدہ بود صلہ ہو اس موصول کا یعنی آن بیان ہو لیکن یہ ترکیب اس لئے مراد نہیں کہ اس میں معنے فاسد ہوں گے تقدیر کلام یہ ہوگی پیش از پانچ نشنیدن اور یہ ظاہر الفساد ہے کیونکہ وہ وقت تو خود پانچ نشنیدن کا اور قبل ہے پانچ شنیدن سے نہ کہ قبل پانچ نشنیدن سے کہ اس صورت میں وہ وقت ہونا چاہئے پانچ شنیدن کا اور اس صورت میں یہ مطلب ہوگا کہ جب پانچ شنیدن کے وقت وہ ایسا مشغول تھا تو پانچ نشنیدن کے وقت بدرجہ اولی مشغول ہونا چاہئے اور یہ ظاہر الفساد ہے لان الامر بالعکس بندہ نے اپنی تقریر ترجمہ میں اس ترکیب کو ظاہر کر دیا ہے آگے ایسی روح کو جس کی یہ شان مذکور ہو کہ بدوں مشاہدۂ ثمرات بھی کہ وہ ثمرات اسباب شوق ہوتے ہیں خدمت وطاعت میں مستعد و مشغول ہو جس کا سبب صرف عشق ہو سکتا ہے جیسا اشعار مقام و اشعار سابقہ میں مفصل مذکور بھی ہوا ہے پس ایسی روح کو اس کبوتر سے تشبیہ دیتے ہیں جو بام سے مالوف ہو گیا ہو کہ ہنکانے سے بھی نہیں ہٹتا پس فرماتے ہیں کہ) جس کبوتر کو کہ بام (پر رہنا کسی نے) سکھلا دیا ہے تو اس کو بلامت (بلکہ) اس کو ہنکارے (وہ تب بھی نہ ٹلے گا) کیونکہ وہ (ایسا جما ہے جیسے گویا وہ) پر سیا ہوا ہے (تخوان میران انشائیہ بتقدیر خبر یہ ہے یعنی اگر اور انخوانی بلکہ برانی تاہم نخواہد رفت چہ جائیکہ نرانی بلکہ بخوانی چرا خواہد رفت پس یہی حالت ہے روح عاشق کی کہ فرضا اگر اس کو نکالا بھی جاوے تب بھی ورنہ چھوڑے چنانچہ بعض بزرگوں کو بعض حالات یا بعض واردات سے شبہ مردود ہونے کا ہو گیا ہے لیکن وہ یہی کہتے رہے۔ تو انی ازان دل بپرداختن کہ دانی کہ بے او توان ساختن اور اس کی برکت سے ان کا وہ شبہ دور کیا گیا کہ۔

قبول ست گرچہ ہنر نیستت کہ جز ما پناہ ہے دگر نیستت

اور اس تذکرہ عشق وعشاق سے مولانا کو جوش پیدا ہوا اس لئے آگے مولانا حسام الدین کو مخاطب بنا کر عاشقانہ و مستانہ کلام شروع کر دیا جو سرخی تک چلا گیا ہے)

اے ضیاء الحق حسام الدین بر دانش	کز ملاقات تو بر رستست جانش
اے ضیاء الحق حسام الدین اس کو نکال دو	کیونکہ تمہاری ملاقات سے اس کی جان کو نشو و نما ہوا ہے
گر برانی مرغ جانش از گزاف	ہم بگرد بام تو آرد طواف
اگرچہ طائر روح کو بے وجہ نکال دو گے	جب بھی وہ تمہارے بام کے گرد چکر لگاتا رہے گا
چینہ و نقلش ہمہ بر بام تست	پر زناں بر اوج مست دام تست
اس کا دانہ اور غذا سب تمہارے بام پر ہے	وہ بلندی پر اڑتا ہوا بھی تمہارے دام کا عاشق ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گردمے منکر شود دزدانہ روح	در ادائی شکرت اے فتح فتوح
اگر کسی وقت روح چوروں کی طرح منکر ہو جاتی ہے	آپ کے ادائے شکر میں اے خزانہ فیوض
شحنۂ عشق مکرر کینہ اش	طشت آتش می نہد بر سینہ اش
تو اس کا شحنۂ عشق جو مکرر کینہ ہے	اس کے سینہ پر طشت پر آتش رکھ دیتا ہے
کہ بیا سوئے مہ و بگزر ز گرد	شاہ عشقت خواند زوتر باز گرد
کہ ماہ کی طرف آ اور غبار سے علیحدہ ہو	تجھ کو شاہ عشق نے بلایا ہے جلدی واپس چل
گرد ایں بام و کبوتر خانہ من	چوں کبوتر پرزنم مستانہ من
اس بام اور کبوتر خانہ کے گرد میں	کبوتر کی طرح مستانہ پرواز کر رہا ہوں
جبرئیل عشقم و سدرم توئی	من سقیمم عیسیٰ مریم توئی
میں جبرئیل عشق ہوں اور میرا سدرۃ تم ہو	میں بیمار ہوں تم عیسیٰ بن مریم ہو
جوش دہ آں بحر گوہر بار را	خوش بپرس امروز ایں بیمار را
تم اس دریائے گوہر بار کو جوش میں لاؤ	اچھی طرح پوچھ لو آج اس بیمار کو
چوں تو آن او شدی بحر آن تست	گرچہ ایں دم نوبت بحران تست
جب تو اس کا ہو گیا تو دریا تیرا ہو جاتا ہے	اگرچہ یہ وقت تیرے بحران کی باری کا ہے
ایں خود آں نالہ ست کو کرد آشکار	آنچہ پنہان ست یارب زینہار
یہ تو صرف وہ نالہ ہے جو اس نے ظاہر کر دیا ہے	جس قدر مخفی ہے اے اللہ اس سے پناہ
دو دہاں داریم گویا ہمچو نے	یک دہاں پنہانست در لبہائے وے
ہم نے کی طرح گویا دو منہ رکھتے ہیں	ایک منہ اس کے لبوں میں چھپا ہوا ہے
یک دہاں نالاں شدہ سوئے شما	ہائے و ہوئے در فگندہ در ہوا
ایک منہ تم لوگوں کی طرف نالاں ہو رہا ہے	اس نے ہائے ہو فضا میں ڈال رکھا ہے
لیک داند ہر کہ او را منظر ست	کہ فغان ایں سرے ہم زاں سر ست
لیکن اس کو وہی جانتا ہے جس کو نظر ہے	کہ اس طرف کا فغاں یہ بھی اسی طرف سے ہے
دمدمہ ایں نائی از دمہائے اوست	ہائے ہوئے روح از ہیہائے اوست
اس نے کا شور بلند اس کے نغمات سے ہے	روح کا ہائے ہو اس کے ہائے ہو سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودے بالبش نے راسمر	نے جہاں را پر شکر دے از شکر
اگر نے کی قصہ گوئی کو اس کے لب سے تلبس نہ ہوتا	تو نے ایک عالم کو شکر سے پر نہ کر دیتی
باکہ خفتی وز چہ پہلو خاستی	کہ چنیں پر جوش چوں دریاستی
تم کس کے پاس سوئے تھے اور کس پہلو سے اٹھے ہو	کہ اس طرح دریا کے مثل پرجوش ہو رہے ہو
یا ابیت عند ربی خواندئی	در دل دریائی آتش راندئی
یا تم نے ابیت عند ربی پڑھ لیا ہے	یا کر دریائے آتش کے قلب میں اپنے کو چلایا ہے
نعرہ یا نار کونی بار دا	عصمت جان تو گشت اے مقتدا
ندائے یا نار کونی بردا	تمہاری جان کی عاصم ہو گئی اے مقتدا

(یہاں بیان ہے آثار عشق کا جس کا ربط اشعار سابقہ کے اخیر میں مذکور ہوا یعنی جس روح کا اس کے قبل کے شعر میں بیان ہوا ہے کہ وہ مثل کبوتر بام آموختہ کے پر دوختہ ہے نکالنے سے بھی نہیں نکلتی اس طرح روح کو جیسا یہ تعلق حق تعالیٰ سے ہے ایسا ہی ہادی الی الحق سے بھی ہے کیونکہ تعلق للحق یہ بھی تعلق بالحق کی ایک قسم اور بوجہ مقدمہ ہونے کے لازم ہے چنانچہ) اے ضیاء الحق حسام الدین (کہ تم ہادی الی الحق ہو) اس (کبوتر روح یعنے صاحب روح) کو نکال دو (اور نکال کر دیکھ لو وہ کبھی بھی نہ نکلے گا) کیونکہ تمہاری ملاقات سے اس کی جان کو نشو و نما ہوا ہے (یعنی تمہارا تعلق اس کی غذا ہے اور غذا ملنے کی جگہ سے طائر کب ہٹتا ہے پس) اگر طائر روح کو بے وجہ (بھی) نکال دو گے تب بھی وہ تمہارے بام کے گرد چکر لگاتا رہے گا (کیونکہ) اس کا دانہ اور غذا سب تمہارے بام پر ہے (اس لئے) وہ بلندی پر اڑتا ہوا بھی تمہارے دام کا عاشق ہے (یعنی پھر تمہارے ہی بام پر آ جاوے گا جو کہ بمنزلہ دام کے ہے مطلب یہ کہ تمہارے آستانہ کو نہ چھوڑے گا خواہ ظاہر میں کہیں پھر آوے اور از گزاف بمعنے بے وجہ میں مبالغہ ہے اس طرح سے کہ بے وجہ نکالنے میں احتمال رنج و کینہ کا ہو سکتا ہے جب اس سے بھی اس کو تکدر نہ ہوا تو اگر کسی وجہ صحیح مثلاً اس کی کسی خطا وغیرہ پر یہ طرد ہو جس میں اس کو خود اپنی خطا پر ندامت بھی ہوگی تب تو بدرجہ اولیٰ اس کے لزوم میں خلل نہ آوے گا وہذہ الفائدۃ لقولہ از گزاف من الملہمات وللہ الحمد اور چونکہ عاشق حق واہل حق سے بھی اقتضائے بشریت سے گاہ گاہ ادائے حقوق عشق ومحبت من الطاعات والمراقبات میں کوتاہی ہو جاتی ہے مگر چونکہ سویداء قلب عشق سے معمور ہے پھر اسی کا غلبہ ہو کر حالت اصلیہ کی طرف عود ہوتا ہے اور حالت گذشتہ پر سخت تندم و تالم ہوتا ہے آگے اس کا بیان فرماتے ہیں کہ) اگر کسی وقت (یہ) روح (عاشق) چوروں (اور خائنین حقوق محبت) کی طرح (حالاً) منکر (یعنے غافل بھی) ہو جاتی ہے (کہ غفلت اور تادواً انکار نہیں ہے حالاً مشابہت انکار ہے اور یہ غفلت) آپ کے ادائے شکر میں (ہوتی ہے) اے خزانہ فیوض (و برکات) تو اس (روح) کا شحنۂ عشق جو مکرر کینہ (ہونے کی صفت رکھتا) ہے (مکرر کینہ بسیار کینہ کہ در کشیدن کینہ بیک بار اکتفا نمی کند بلکہ بکرات کینہ میکشد پس ایسا شحنۂ عشق) اس (روح) کے سینہ پر طشت پر آتش رکھ دیتا ہے (یعنی پھر آتش عشق بھڑکتی ہے جیسا اس شعر کی تمہید میں مذکور ہوا اور وہ شحنۂ عشق اس کو کہتا ہے) کہ ماہ (یعنی نور) کی طرف آ اور غبار (یعنی ظلمات) سے علیحدہ ہو (ماہ و نور سے مراد طاعات و خدمات کہ منور قلب ہیں اور غبار و ظلمات سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مراد معاصی و مقتضیات بشریت کہ مکدر قلب ہیں اور وہ شحنہ عشق کہتا ہے کہ) تجھ کو شاہ عشق نے بلایا ہے جلدی واپس چل (بہتر یہ ہے کہ شحنہ عشق مذکور فی الشعر السابق سے مراد خود عشق اور شاہ عشق سے مراد حضرت محبوب حقیقی لیا جاوے یعنی وہ غلبہ عشق پھر حضرت حق کی طرف متوجہ کردیتا ہے پس یہ مضمون بطور دفع دخل کے ہے کہ ہمارے اوپر کے مضمون پر شبہ نہ کیا جاوے کہ ہم اس لزوم کے خلاف کا بھی مشاہدہ کرتے ہیں جواب یہ ہوا کہ یہ لزوم معدوم نہیں ہوا تھوڑی دیر کے لئے مکتوم ہو گیا آگے پھر رجوع ہے مضمون اشعار ثلثہ اول اے ضیاء الحق الخ گر برانی الخ چیہ الخ کی طرف ہے۔ درمیان میں یہ اشعار ثلثہ گردے الخ شحنہ عشق الخ کہ بیا الخ بطور دفع دخل کے آ گئے تھے جیسا بیان ہوا پس مولانا ضیاء الحق کو من حیث انہ عارف خطاب کرتے ہیں کہ) اس بام اور کبوتر خانہ (یعنی تمہارے آستانہ) کے گرد میں کبوتر کی طرح مستانہ پرواز کر رہا ہوں میں (گویا) جبرئیل عشق ہوں اور میرا سدرۃ تم ہو (اور) میں بیمار ہوں تم عیسیٰ بن مریم ہو (تم (اپنے فیوض و برکات کے) اس دریائے گوہر بار کو جوش میں لاؤ (گوہر بار اس لئے کہا کہ (افاضہ میں حقائق و معارف تکلما صادر ہوتے ہیں اور) اچھی طرح پوچھ لو آج اس بیمار کو (اشارہ ہے کہ مسترشد کو استفاضہ اور مرشد کو افاضہ زیبا ہے آگے مطلق عاشق کو خطاب ہے تشویق حصول عشق کے لئے کہ عشق حق ایسی چیز ہے کہ) جب تو اس کا (یعنی حضرت حق کا) ہو گیا (اس طرح سے کہ تو اس کا عاشق ہو گیا) تو دریا (مجازاً او استعارۃً حق تعالیٰ کو کہا ہے یعنی وہ) تیرا ہو جاتا ہے (کما قیل من کان اللہ کان اللہ لہ) اگرچہ یہ وقت (یعنی اس کا ہو جانے کے قبل) تیرے بحران کی باری کا ہے (یعنی جس طرح منازعت طبیعت بمرض خطرناک ایک خطرناک حالت ہے اسی طرح قبل فنائی العشق تذبذب کی حالت ہے کبھی خیر غالب کبھی شر غالب بخلاف حالت فنائے عشق کے کہ مصداق کذلک الایمان اذا خالط بشاشۃ القلوب کا ہو جاتا ہے آگے مولانا پر توحید کا غلبہ ہو گیا اس غلبہ میں فرماتے ہیں کہ میں جو اشعار ثلثہ بعد الستۃ المذکورۃ سابقا گردایں بام الخ جبرئیل عشقم الخ جوش دہ الخ میں آہ و نالہ عاشقانہ کر رہا ہوں یہ بھی میری طرف سے نہیں بلکہ حضرت محبوب کی طرف سے ہے اور وہ بھی سب آہ و نالہ نہیں بلکہ) یہ تو صرف وہ نالہ ہے جو اس (محبوب حقیقی) نے (میری زبان پر) ظاہر کر دیا ہے (اور) جس قدر مخفی ہے (وہ تو اس کثرت سے ہے کہ) اے اللہ اس سے پناہ (دے مقصود پناہ مانگنا نہیں ہے کیونکہ وہ تو خیر محض ہے یہ محاورات میں کنایہ کثیر اور باہیبت ہونے سے ہے اور نسبت نالہ کی جو حضرت حق کی طرف تو جیہ اس کی مشہور ہے کہ جب اختیار عبد کا فنا بمعنے معدوم یا مغلوب ہو جاتا ہے یا سالک اس کا مشاہدہ نہیں کرتا ہے یا ان کا اجتماع ہو جاتا ہے تو صدور کی نسبت مضمحل ہو کر خلق ہی کی نسبت مطمح نظر رہ جاتی ہے اور اس کا منسوب الیہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہیں اور ممکن ہے کہ اس عنوان میں تنبیہ اس پر ہو کہ عاشق کو اپنے عشق پر ناز نہ کرنا چاہئے یہ بھی ان ہی کی طرف سے عطا ہے اور ظاہر کو قلیل اور مخفی کو کثیر کہنے میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ صاحب تمکین کا ضبط غالب ہونا چاہئے اظہار سے آگے اسی عنوان توحید سے ان آثار عشقیہ کے ادھر سے ہونے کا مضمون فرماتے ہیں جو کہ مصرعہ ایں خود آن نالہ است الخ میں تھا یعنی) ہم نے کی طرح دو منہ رکھتے ہیں (جن میں سے) ایک منہ اس (محبوب حقیقی) کے لبوں میں چھپا ہوا ہے (اور) ایک منہ تم لوگوں کی طرف نالاں ہو رہا ہے (اور) اس نے ہائے ہو (کا شور) فضا (ئے عالم) میں ڈال رکھا ہے لیکن اس کو وہی جانتا ہے جس کو نظر (معرفت) ہے کہ اس طرف کا فغان یہ بھی اسی طرف سے ہے (غرض) اس نے کا شور بلند (کما فی الغیاث آواز نقارہ) اس (محبوب حقیقی) کے نفحات سے ہے (اور) روح کا ہائے ہو اس (محبوب حقیقی) کے ہائے ہو سے ہے (یعنی عشاق کا نالہ مثل مثال نے کے سب اسی طرف سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بالمعنی الذی ذکرا آگے ایک دلیل انی اس آہ ونالہ کی اس جانب سے ہونے کی فرماتے ہیں کہ) اگر نے کی قصہ گوئی (یعنے عاشق کے نغمات) کو اس (محبوب حقیقی) کے لب سے تلبس نہ ہوتا تو نے ایک عالم کو شکر (یعنی جذبات وتاثیرات عشقیہ) سے پر نہ کر دیتی (یعنی ان کے نالہ وآہ میں یہ اثر انجذاب الی الحق کا نہ ہوتا پس اس میں یہ اثر محمود ہونا دلیل ہے کہ یہ ادھر سے بلا توسط ہے اور اس قید بلا توسط سے ایک شبہ کا جواب ہو گیا کہ یوں تو تمام شرور وقبائح بھی ادھر ہی سے ہیں حالانکہ ان میں اثر محمود نہیں پس اثر کا محمود نہ ہونا کیسے مستلزم ہوا اس طرف سے نہ ہونے کو جیسا اس استدلال کا مقتضا ہے جواب یہ ہے کہ مطلق ادھر سے ہونا ملزوم نہیں ہے اثر کے محمود ہونے کا بلکہ کسی چیز کا ادھر سے بلا توسط اختیار عبد ہونا یہ ملزوم ہے اثر کی محمودیت کو پس جہاں اثر محمود نہ ہوگا وہ چیز بتوسط اختیار عبد ادھر سے ہوگی اور جو چیز بلا اختیار عبد ہوگی وہ سب خیر محض ہے وفیہ قیل ع در طریقت ہر چہ پیش سالک آید خیر او ست اور عاشق کے افعال قریب قریب غیر اختیاری کے ہیں فصح الاستدلال الحمد کور فی ہذا الشعر گر نبودے بالبش نے راسمر اور یہ شعر شروع دفتر اول میں بھی بعض الفاظ کے تفاوت سے گزرا ہے اس کی وجہ ایک حاشیہ میں نہایت لطیف لکھی ہے السلطان یتصرف فی ملکہ کیف یشاء آگے اشعار ثلثہ میں پھر خطاب بقرینہ مضمون ہے مولانا ضیاء الحق کو مثل اشعار ستہ سابقہ کے جن کے درمیان میں اشعار ثلثہ متضمن دفع دخل مقدر آ گئے تھے اور بقرینہ مضمون اس لئے کہا کہ ان اشعار ثلثہ کے بعد پھر صریح خطاب ہے ان کو پس فرماتے ہیں کہ) تم (اے ضیاء الحق بتلاؤ تو شب کو) کس کے پاس سوئے تھے اور کس پہلو سے (جاگتے) اٹھے ہو کہ اس طرح دریا کے مثل پر جوش ہو رہے ہو (اور یہ کلام مستانہ خود مولانا نے کیا ہے پھر ضیاء الحق کی طرف نسبت کرنے میں اس پر تنبیہ ہے کہ یہ میرا جوش وخروش فیض ہے ضیاء الحق کا پس گویا کہ یہ ان ہی کا جوش ہے پس اس میں یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ مسترشد میں جو کمال ہو اس کو مرشد کا کمال سمجھے اور گو بعض حواشی میں اس کو خطاب اپنے نفس کی طرف ٹھہرایا ہے مگر میں نے اس کو اس لئے پسند نہیں کیا کہ اسی مضمون کے تیسرے شعر میں اے مقتدا سے ندا واقع ہوئی ہے اور اپنے نفس کو ایسی نداء امر مستبشع ہے اور مراد اس استفہام سے اخبار ہے ان کی معیت حق سے یعنی یہ اسرار ناشی ہیں غلبہ معیت سے چونکہ کلام غلبہ مستی میں ہے ایسے عنوانات محمود ہیں) یا تم نے ابیت عند ربی پڑھ لیا ہے (اس مصرعہ میں کہ وچہ واقعتین فی البیت السابق کی گویا تعیین کر دی یعنی تم اور کسی کے پہلو میں شب باش ہوئے ہو یا کہ رب تعالیٰ کے قرب میں شب باش ہوئے ہو پڑھنے سے مراد مجازاً اس حال سے موصوف ہو جانا) یا کہ دریائے آتش (یعنی عشق) کے قلب میں اپنے کو چلایا ہے (کہ ایسا آتشیں کلام تم سے صادر ہو رہا ہے اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ یا بقرینہ مقام مقدر ہے اور یہ تردید علی سبیل منع الخلو ہے کیونکہ دونوں سبب جمع ہیں طلب اور عشق بھی اور معیت ووصول بھی اب یہاں ایک شبہ ہوا کہ اگر عشق کی خاصیت آتش کی سی ہے تو اس سے ضیاء الحق سالم کیسے رہے۔ اس کا آگے جواب دیتے ہیں کہ اے ضیاء الحق مشککین کو اس میں ناحق شک ہے ان کو خبر نہیں کہ) ندای یا نار کونی برداً تمہاری جان کی عاصم ہو گئی (یعنی حق تعالیٰ نے مثل ابراہیم علیہ السلام کے تم کو اس نار عشق کا تحمل بلکہ اس میں تلذذ عطا فرما دیا اس لئے سالم رہنا عجیب نہیں اور ہر چند کہ مولانا ضیاء الحق حضرت مولانا جلال الدینؒ کے پیر نہیں ہیں مگر اکثر ان سے اسی طرز سے مخاطبت کرنا آپ کی عادت ہے چونکہ اشعار مقام کے کئی شعر میں مولانا ضیاء الحق کے فضائل کا مضمون ہے اور شعر اخیر میں ان کی ایک فضیلت پر شبہ کرنے والوں کا جواب بھی دیا ہے آگے بھی ان کو خطاب صریح کر کے بیان ہے ان کے بعض فضائل کا مع مذمت ان کے منکرین فضائل کے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اے ضیاء الحق حسام الدیں و دل	کے تواں اندود خورشیدے بگل
اے ضیاء الحق حسام الدین اور حسام دل	خورشید کو کیچڑ سے کب لیپ سکتے ہیں
قصد کردستند ایں گل پارہا	کہ بپوشانند خورشید ترا
ان مٹی کے ٹکڑوں نے اس کا قصد کیا ہے	کہ تمہارے خورشید کو پوشیدہ کر دیں
دردل کہ لعلہا دالال تست	باغہا از خندہ مالا مال تست
پہاڑوں کے قلب میں جل تمہارا پتہ بتلا رہے ہیں	باغ خندہ سے تمہارے ہی سبب مالا مال ہیں
محرم مردیت را کو رستمے	تاز صدخرمن یکے جو گفتمے
تمہاری مردی کا محرم کوئی رستم کہاں ہے	تاکہ میں سو خرمن میں سے ایک جو کہتا
چوں بخواہم کز سرت آہے کنم	چوں علیؓ سر را فرو چاہے کنم
میں جب چاہتا ہوں کہ تمہارے اسرار سے کوئی آہ کروں	تو مثل حضرت علیؓ کے سر کو کنویں کے اندر کر دیتا ہوں
چونکہ اخواں را دل کینہ ورست	یوسفم را قعر چہ اولیٰ ترست
چونکہ بھائیوں کے پاس دل کینہ ور ہے	میرے یوسف کے لئے قعر چاہ اولیٰ تر ہے
مست گشتم خویش برغوغا زنم	چہ چہ باشد خیمہ بر صحرا زنم
میں مست ہوگیا اپنے کو غوغا پر ڈالے دیتا ہوں	کنواں کیا ہے میں خیمہ صحرا میں لگاؤں گا
بر کف من نہ شراب آتشیں	وانگہاں کرو فر مستانہ بیں
میرے ہاتھ پر شراب آتش رنگ رکھ دو	اور اس وقت کروفر مستانہ دیکھو
منتظر گو باش بے گنج آں فقیر	زانکہ ماغرقیم ایں دم در عصیر
گو وہ فقیر بغیر گنج کے منتظر رہے	کیونکہ ہم اس وقت شراب میں خود غرق ہو رہے ہیں
از خدا خواہ اے فقیر ایں دم پناہ	از من غرقہ شدہ یاری مخواہ
اے فقیر اس وقت خدا ہی سے پناہ کی درخواست کر	مجھ غرق شدہ سے کوئی امداد مت چاہ
کہ مرا پروائے ایں اسناد نیست	از خود و از ریش خویشم یاد نیست
کیونکہ مجھ کو پروا اس سند کی نہیں ہے	مجھ کو اپنی اور اپنی داڑھی کی بھی یاد نہیں ہے
باد سبلت کے بگنجد و آب رو	در شرابے کہ نگنجد تار مو
ہوائے نخوت اور جاہ کب سماوے گی	اس شراب میں کہ جس میں ایک تار مو نہ سما سکے

www.besturdubooks.wordpress.com

درده اے ساقی یکے رطل گراں	خواجہ را از ریش وسبلت وارہاں
اے ساقی ایک بڑا پیانہ دے دے	ان میاں کو داڑھی اور مونچھ سے چھڑا دے
نخوتش برما سبالے میزند	لیک ریش از رشک ما بر میکند
اس کی نخوت ہم پر مونچھوں کو تاؤ دیتی ہے	لیکن وہ ہمارے اوپر حسد کرنے کے سبب سے اپنی ہی داڑھی نوچتا ہے
مات او شومات او شومات او	کہ ہمیدانیم تزویرات او
تو اس کا مغلوب ہوجا تو اس کا مغلوب ہوجا تو اس کا مغلوب ہوجا	اس لئے کہ ہم اس کی تزویرات کو جانتے ہیں
از پس صد سال انچہ آید برو	پیرمی بیند معین مو بمو
سو برس کے بعد جو کچھ اس پر آوے گا	شیخ معین طور پر موبمو دیکھ لیتا ہے
اندر آئینہ چہ بیند مرد عام	کہ نہ بیند پیر اندر خشت خام
عامی شخص آئینہ میں ایسی کیا چیز دیکھتا ہے	جس کو شیخ کچی اینٹ میں نہیں دیکھ لیتا
آنچہ لحیانی بخانہ خود ندید	ہست برکوسہ یکا یک آں پدید
جو چیز داڑھی والے نے اپنے گھر میں نہیں دیکھی	وہ بے ریش پر ایک ایک کر کے ظاہر ہے

اے ضیاء الحق حسام دین اور حسام دل (دین سے مراد احکام شرعیہ اور دل سے مراد احوال قلبیہ یعنی مقامات واحوال دلوں کے متعلق تمہارے ارشادات وتصرفات جاری ونافذ ہیں جس طرح سے حسام جاری ہوتی ہے) خورشید کو کیچڑ سے لب لیپ سکتے (اور چھپا سکتے) ہیں (اسی طرح تمہارے کمالات پر منکرین کب پردہ ڈال سکتے ہیں گو) ان مٹی کے ٹکڑوں (اور ٹھیکروں) نے اس کا قصد کیا ہے کہ (بزعم خود) تمہارے خورشید کو پوشیدہ کردیں (مگر ان کی اس کوشش سے کیا ہوتا ہے کیونکہ) پہاڑوں کے قلب میں لعل تمہارا پتہ بتلا رہے ہیں (چنانچہ لعل کی دلالت فیض خورشید پر ظاہر ہے اور) باغ خندہ (و شگفتگی) سے (جو مالا مال ہے وہ) تمہارا ہی مالا مال (کیا ہوا) ہے (چنانچہ آفتاب سے باغ کی شگفتگی بھی ظاہر ہے اور پہاڑ سے مراد اہل مقامات وتمکین کہ ان کو وقار میں پہاڑ سے تشبیہ دی اور لعل سے مراد ان کے قلوب اور باغ سے مراد اہل احوال وتلوین کہ رنگارنگی وعروض بہار وخزاں سے ان کو باغ سے تشبیہ دی اور خندہ سے مراد ان کے ذوقیات ومواجید کہ مثل شگفتگی باغ کے وہ ظاہر ہوتے ہیں مطلب یہ کہ اہل مقام سب تمہارے کمالات کے معترف اور اہل حال ومریدین بکثرت تمہارے برکات سے معترف ہیں پھر کسی کے انکار سے کیا ہوتا ہے اور تمہارے فضائل تو بہت کثرت سے ہیں مگر) تمہاری مردی (و کمال) کا محرم کوئی رستم (یعنی مرد کامل وقابل فہم اسرار) کہاں ہے تا کہ سو خرمن میں سے (بقدر) ایک جو (کے) کہتا (درادر مردیت راز ابداست وزائد آمدنش در غیاث نوشتہ مراد محرم کی نایابی نہیں بلکہ کمیابی ہے اور حرکت بیان کو مخاطبین کی کثرت سے زیادہ ہوتی ہے لیکن اس حالت کمیابی محرم میں بھی کبھی کبھی مجھ کو جوش بیان اسرار وفضائل حسامیہ ہوتا ہے تو اس جوش میں) میں جب چاہتا ہوں کہ تمہارے اسرار سے کوئی آہ کروں (یعنی اس کا کوئی شمہ ظاہر کروں) تو مثل حضرت علیؓ

www.besturdubooks.wordpress.com

کے (اپنے) سر کو کنویں کے اندر کر دیتا ہوں (اور کنوے کے اندر اسرار کہہ دیتا ہوں تا کہ شدت ضبط سے تنگی بھی نہ ہو اور نامحرم سے خطاب بھی نہ ہو حاشیہ میں ہے از حضرت مولائے درویشان و امام حقیقت کیشان مشہور ست کہ بارہا چون از کتمان بعضے اسرار دل تنگ شدے و ہمدمے نیافتے سر فرو چاہ بردہ راز خود در آن چاہ گفتے و گاہے آب چاہ خون شدے اھ واللہ اعلم بصحۃ الحکایۃ لکن اصل المقصود لا یدار علیہا آگے سر افرو چاہ کرنے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) چونکہ بھائیوں کے پاس دل کینہ ور ہے (اس لئے) میرے یوسف کے لئے قعر چاہ اولیٰ تر ہے (کہ وہاں گزند قتل سے تو بچ گئے تھے پس اسی طرح میرے اسرار اس حالت میں حساد سے پوشیدہ ہی اچھے کہ اضاعت سے تو محفوظ رہیں گے آگے جوش و مستی کا ایسا غلبہ ہو گیا کہ کتمان بھی قدرت سے نکلنے لگا اس حالت میں فرماتے ہیں کہ) میں مست ہو گیا (اس لئے ضبط سے عاجز ہو کر) اپنے کو غوغا پر ڈالے دیتا ہوں کنواں (بیچارہ) کیا ہے میں تو خیمہ صحرا میں لگاؤں گا (یعنی علی الاعلان اسرار کہوں گا) میرے ہاتھ پر (اے حسام الدین) شراب آتش رنگ رکھ دو اور اس وقت (میرا) کر و فر ستانہ دیکھو کہ وہ فقیر بدون گنج کے منتظر رہے کیونکہ ہم اس وقت شراب میں خود غرق ہو رہے ہیں (ہم کو فقیر کا کام کرنے کی فرصت نہیں ہے اس لئے) اے فقیر (اس وقت خدا ہی سے پناہ کی درخواست کر (کہ تجھ کو تعب اور کلفت ناکامی سے پناہ دے اور خزانہ تک پہنچا دے باقی) مجھ غرق شدہ سے کوئی امداد مت چاہ (میں تیرے اس کام میں خالی تذکرہ کی بھی مدد نہیں دے سکتا) کیونکہ مجھ کو پروا اس سند (خزانہ یعنے رقعہ) کی نہیں ہے (کہ اس کی عبارت کا مطلب بیان کروں جو خزانہ کے ملنے کا ذریعہ ہو جاوے اور اس کی پروا تو کیا ہوتی) (مجھ کو اپنی اور اپنی داڑھی کی بھی یاد نہیں ہے (داڑھی سے مراد جاہ و آبرو یعنے جب مجھ کو جان اور آن کی بھی جو کہ اکثر کے نزدیک جان سے بھی عزیز ہے چنانچہ مشہور ہے کہ جان جائے پر آن نہ جائے تو اس حالت میں فقیر کے روپیہ ملنے کی مجھ کو کیا پرواہ ہوگی آگے غلبہ عشق میں جاہ و نخوت کے فنا ہو جانے کو بتلاتے ہیں کہ) ہوائے نخوت اور جاہ کب سماوے گی اس شراب میں کہ جس میں ایک تار مو نہ سما سکے (یعنی جب عشق نے اتنی جگہ بھی قلب میں نہیں چھوڑی کہ وسوسہ جاہ بھی کہ مشابہ تار مو ہے آ سکے تو خود عزم جاہ تو کہاں آوے گا جس طرح جس شیشہ شراب میں تار مو نہ سما سکے ہوائے معتد بہ کب سماوے گی باد بمعنے ہوا و بمعنے نخوت غیاث میں لکھا ہے اور سبلت بمعنے بروت مشہور ہے اور بمعنے کبر بھی آتا ہے جیسا ہمارے محاورات میں مونچھوں کا تاؤ بولتے ہیں آگے اسی غلبہ عشق کو مجلس نخوت سے نجات کا علاج بتلاتے ہیں کہ) اے ساقی (اس مجبوس نخوت کو شراب کا) ایک بڑا پیمانہ دے دے (رطل گراں پیمانہ بزرگ از برہان کذا فی الغیاث اور شراب دے کر) ان میاں کو داڑھی اور مونچھ سے چھڑا دے (یعنی کبر و نخوت سے کہ بعض اہل کبر داڑھی بھی آبرو ہی کے لئے رکھتے ہیں اس لئے یہ کنایہ ہو گیا کبر و جاہ سے چنانچہ جب داڑھی نہ رکھنے کا فیصلہ سبب جاہ ہوتا ہے وہ اسی کو اختیار کر لیتے ہیں مراد ساقی سے بقرینہ مقام مولانا حسام الدین یعنی فیض عشقی سے اس متکبر کا علاج کر دو) اس (متکبر) کی نخوت ہم پر مونچھوں کو تاؤ دیتی ہے (سبال بکسر جمع سبلت کذا فی الغیاث یہ اسناد مجازی الی السبب ہے یعنی متکبر ہم پر یعنی عشاق پر تفاخر کرتا ہے) لیکن (اس کے اس تفاخر سے ہم کو کوئی ضرر نہیں پہنچتا اسی کو ضرر پہنچتا ہے چنانچہ) وہ ہمارے اوپر حسد کرنے کے سبب سے اپنی ہی داڑھی نوچتا ہے (یہ کنایہ ہے ضرر یابی سے مطلب یہ ہے کہ گرفتاران ننگ و ناموس اہل عشق کی تحقیر کر کے خود متضرر ہوتے ہیں آگے اس متکبر کو بطور صنعت التفات کے بی مضرت حسد و تفاخر کے بارہ میں خطاب کرتے ہیں کہ خیر اچھی بات ہے) تو اس (حسد و تفاخر) کا مغلوب (و تابع) ہو جا تو اس کا مغلوب ہو جا (جیسا تو ہو رہا ہے یہ امر تو بیخی ہے در میں تو بیخ) اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

(کررہاہوں) کہ ہم (یعنی عارفین) اس (حسد وتفاخر) کی تزویرات (یعنے مکروفریب) کو (خوب) جانتے ہیں (تونہیں جانتا اس لئے اس کا اتباع کررہا ہے اور اس کی مضرات کو تزویرات اس لئے کہ) کہ خود اس حاسد متکبر کو بھی اس کی خبر نہیں فہو کقولہ تعالیٰ و ما یخدعون الا انفسھم لاسیما علیٰ قراءۃ و مایخادعون من المفاعلۃ وھذا التفسیر لھذا الشعر مما من اللہ تعالیٰ بہ علی خاصہ وللہ الحمد آگے عارفین کا اخلاق ذمیمہ کے مضرات دقیقہ عمیقہ بعیدہ مستقبلہ پر مطلع ہوجانے کا مضمون ہے کہ) سو برس کے بعد جو کچھ (ضرر) اس (صاحب حسد واخلاق ذمیمہ) پر آوے گا شیخ (مبصر ماہر اس کو) معین (یعنی متمیز) طور پر (لان التعیین اعلیٰ ما تمیز بہ الشئی) مو بمو (پہلے سے) دیکھ لیتا ہے (سو برس سے مراد مدت دراز مثلاً اگر کسی کی عمر سو برس سے زیادہ ہو اور وہ آج ایک خلق ذمیم کو اپنے نفس میں متمکن کرلے تو اس کے بعضے مضرات جو سو برس کے بعد ظاہر ہوں اور خاص اس شخص کو اب وقوع کے وقت اس کا مشاہدہ ہو شیخ مبصر اس کو اس روز جانتا تھا جس روز یہ خلق ذمیم متمکن ہوا تھا یہ تفسیر ہے اس شعر کی کشف کونی وغیرہ سے اس کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ کشف لوازم کمال مشیخت سے نہیں آگے اسی مضمون کی ایک مثال ہے کہ) عامی شخص (یعنی غیر عارف) آئینہ میں ایسی کیا چیز دیکھتا ہے جس کو شیخ کچی اینٹ میں نہیں دیکھ لیتا (کچی کی تخصیص شاید اس لئے ہو کہ پکی اینٹ میں بعض اوقات ایک قسم کی چمک پیدا ہو جاتی ہے جب وہ زیادہ پک جاتی ہے اور کچی میں بالکل شفافی نہیں ہوتی تو وہ آئینہ سے ابعد ہے آگے اسی کی دوسری مثال ہے کہ جس طرح) جو چیز داڑھی والے نے اپنے گھر میں نہیں دیکھی وہ بے ریش (لڑکے) پر ایک ایک کرکے ظاہر ہے (مثلاً داڑھی والا اپنے محارم کے اعضاء مستورہ کو نہیں دیکھ سکتا اور بعض اعضاء بچوں سے نہیں چھپائے جاتے مثلاً ماں جوان بیٹے کے سامنے کمر نہیں ملوا سکتی تو اس کو یہ نہیں معلوم ہوسکتا کہ آج کل اس کی کمر کیسی ہے اور بچہ اگر اجنبی بھی ہو اس کے سامنے کمر کھول سکتی ہے اور وہ بچہ دیکھ سکتا ہے تو اس داڑھی والے کو اپنے گھر کی یہ خاص خبر نہیں جو اس بچہ کو اس غیر گھر کی ہے اسی طرح خود صاحب خلق ذمیم کو اپنے خلق کے مضار کی وہ خبر نہیں جو اس شیخ کو پرائے خلق کی خبر ہے اور کوسہ کے لغوی معنے یہ ہیں کہ کسی کہ بعد از وقت برآمدن ریش موئے ریش او نرویدہ باشد کذا فی الغیاث لیکن یہاں مجازاً اطلاقاً للمقید علی المطلق مطلق بے ریش مراد ہے آگے پھر خطاب ہے مغرور نفس ومغبون عشق کو جیسا مامات او شوائخ میں تھا مگر پہلا خطاب توبیخی تھا اور یہ آگے خطاب ارشادی وترغیبی ہے جس میں ترغیب تحصیل محبت ومعرفت وبیان وصف محبوب ومعروف مع دیگر متعلقات کے مذکور ہیں)۔

رو بدریائے کہ ماہی زادۂ	ہمچو خس در ریش چوں افتادۂ
تو دریا کی طرف توجہ کر کہ تو ماہی زادہ ہے	تنکے کی طرح داڑھی میں کیوں الجھ رہا ہے
خس نۂ دور از تو رشک گوہری	درمیان موج و بحر اولیٰ تری
تو تنکا تو نہیں ہے تجھ سے خس ہونا دور ہے تو تو رشک گوہر ہے	تو درمیان موج اور بحر کے زیادہ اولیٰ ہے
بحر وحدانی ست فرد و زوج نیست	گوہر و ماہیش غیر موج نیست
وہ بحر واحد محض ہے فرد اور زوج نہیں ہے	اس کا گوہر اور ماہی مغائر موج نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اے محال واے محال اشراک او	دور ازاں دریا و موج پاک او
اے طالب محال ہے اور اے طالب محال ہے اس کا شریک کرنا	بہ بعید ہے اس دریا اور اس کی موج سے
نیست اندر بحر شرک و پیچ پیچ	لیک با احول چگویم ہیچ ہیچ
دریا میں تو شرک اور ایچ پیچ کچھ نہیں ہے	لیکن احوال سے کیا کہوں کچھ بھی نہیں کچھ بھی نہیں
چونکہ جفت احولانیم اے شمن	لازم آمد مشرکانہ دم زدن
چونکہ ہم احولوں کے ساتھ قرین ہیں اے بت پرست	ضروری ہوا مشرکانہ باتیں کرنا
آں یکے کہ زانسوئے وصف ست وحال	جز دوئی ناید بمیدان مقال
وہ وحدت وصف اور خیال سے اس طرف ہے	بدوں دوئی کے میدان مقال میں نہیں آ سکتی
یا چو احوال ایں دوئی را نوش کن	یا دہاں بر بند و خوش خاموش کن
تو یا تو احوال کی طرح اس دوئی کو نوش کر	یا منہ بند کر اور لب کو خاموش کر
یا بنوبت گہ سکوت و گہ کلام	احولانہ طبل می زن والسلام
نوبت بہ نوبت کبھی سکوت اور کبھی کلام	احولوں کی طرح نقارہ بجایا کر اور سلام
چوں بہ بینی محرمے گو سر جاں	گل بہ بینی نعرہ زن چو بلبلاں
جب تو کوئی محرم دیکھے تو راز جان کہہ دیا کر	تو پھول دیکھے تو بلبلوں کی طرح نعرہ لگایا کر
چوں بہ بینی مشک پر مکر و مجاز	لب بہ بند و خویشتن راخب ساز
جب تو مشک پر مکر اور پر مجاز کو دیکھے	تو لب بند کر لیا کر اور اپنے کو مٹکا بنا لیا کر
دشمن آ بست پیش او مجنب	ورنہ سنگ جہل او بشکست خب
وہ دشمن پانی کا ہے اس کے سامنے حرکت مت کر	ورنہ اس کا سنگ جہل مٹکے کو توڑ دے گا
با سیاستہائے جاہل صبر کن	خوش مدارا کن بعقل من لدن
تو جاہل کی ایذا دہی پر صبر کر	اچھی طرح مدارات کر عقل لدنی کے ساتھ
صبر با نااہل اہلاں را جلے ست	صبر صافی میکند ہر جا دلے ست
صبر کرنا نااہلوں کے ساتھ اہلوں کے لئے جلا ہے	صبر صاف کر دیتا ہے جس جگہ کوئی دل ہے
آتش نمرود ابراہیمؑ را	صفوت آئینہ آمد در جلا
آتش نمرودی ابراہیم علیہ السلام کے لئے	صفائی آئینہ کی ہو گئی جلا میں

www.besturdubooks.wordpress.com

32

جور کفر نوحیان و صبر نوحؑ	نوحؑ راشد صیقل مرأت روح
قوم نوح کا جور اور کفر اور نوح علیہ السلام کا صبر	نوح علیہ السلام کے لئے آئینہ روح کا صیقل ہوگیا

تو دریا کی طرف توجہ کر کہ تو ماہی زادہ ہے تنکے کی طرح داڑھی میں کیوں الجھ رہا ہے (دریا سے واجب تعالیٰ کو تشبیہ دی وجہ تشبیہ امر وحدانی کا منشا ہونا امور متکثرہ کے لئے گو وجہ تشابہ مختلف ہو اور ماہی سے مراد عاشق وجہ تشبیہ ظاہر ہے حضرت آدم خلیفۃ اللہ کا عاشق ہونا اور مخاطب کا عاشق زادہ ہونا ظاہر ہے اور داڑھی سے مراد کبر و نخوت وجہ دلالت شرح شعر دردوا ے ساقی الخ میں گزر چکی ہے مطلب ظاہر ہے کہ گرفتار نفس کیوں ہو رہا ہے محبت و معرفت کے ساتھ توجہ بحق کر اور) تو تنکا (یعنی حقیر) تو نہیں ہے (جو ریش بمعنے کبر میں پھنس رہا ہے) تجھ سے خس ہونا دور ہے تو تو رشک گوہر ہے (گوہر سے مراد ذوقاً ملائکہ معلوم ہوتے ہیں کہ نور سے پیدا ہوئے ہیں جیسا گوہر نورانی ہوتا ہے اور ان کی مناسبت حضرت حق سے مثل مناسبت گوہر کی دریا سے ظاہر ہے کہ گوہر دریا کے موجودات شریفہ سے ہے لیکن اشتیاق و عشق دریا سے خالی ہے اسی طرح ملائکہ کائنات شریفہ سے ہیں لیکن انسان کا سا عشق و شوق ان میں نہیں ہے کما ہو مشہور فی الفن پس رشک گوہر کا حاصل رشک ملائکہ ہوا اور نوع انسان کی تفضیل نوع ملائکہ پر معلوم ہے فصحح قولہ رشک گوہری اور جب تو رشک گوہر ہے تو) تو درمیان موج اور بحر کے زیادہ اولیٰ ہے (جس طرح گوہر احق بالبحر ہوتا ہے یعنی تجھ کو متوجہ الی الحق رہنا زیادہ بہتر ہے چونکہ اوپر بحر سے تشبیہ دینے میں ایہام مماثلت کا ہوتا ہے دشتان مابین المشابہۃ والمماثلۃ اس لئے آگے اس ایہام کے دفع کرنے کو مشبہ کی شان بتلاتے ہیں کہ) وہ بحر واحد محض ہے فرد اور زوج نہیں ہے (اور) اس کا گوہر اور ماہی مغائر موج نہیں ہے (یعنی یہ بحر مشبہ بہ تو وحدت حقیقیہ کے ساتھ متصف نہیں اور بحر مشبہ واحد حقیقی ہے جس میں کثرت عددی تو کیا ہوتی اسی لئے اس سے زوجیت واثنینیت کی نفی کی اس میں تو وحدت عددی بھی نہیں اسی لئے اس سے فردیت کی بھی نفی کی کیونکہ بوجہ تقابل زوجیت کے اس کا محل بھی عددہی ہے اور عدد کم منفصل ہے جو مقولات تسعہ میں سے ایک مقولہ ہے اور اس لئے قسم ہے ممکن کی تو واجب تعالیٰ پر ہی صادق نہیں آتا قسم تو کیونکر صادق آوے گی اسی لئے حسب نقل بحر العلوم فقہ اکبر میں حضرت امام ہمام نے فرمایا ہے اللہ واحد لیس وحدتہ کوحدۃ الاعداد بل بمعنے انہ لاشریک لہ اھ اور گو واحد اصطلاحاً عدد نہیں ہے لیکن جزر تو ہے عدد کا تو وہ اس اعتبار سے عددی ہے حق تعالیٰ کسی متکثر کا جزر بھی نہیں تو وہ اس سے بھی منزہ ہوا پس بحر مشبہ و بحر مشبہ بہ میں مماثلت نہ ہوئی وہو المطلوب اور گوہر سے ملائکہ مراد ہونا شرح شعر بالا میں مذکور ہوا ہے اور ماہی سے مراد انسان کامل لیا جاوے بوجہ اس کے کہ مثل ماہی کے اس میں شوق و عشق کی ایک خاص شان ہے اور موج سے مراد صفت وجود کہ محققین کے نزدیک زائد علی الذات نہیں جیسے موج کہ زائد علی البحر نہیں پس معنے مصرعہ ثانیہ کے یہ ہوئے کہ اس کے خواص عباد خواہ ملائکہ ہوں یا بشر ان کا وجود عین وجود حق ہے جس کی تفسیر مع اس کے اقسام اور مع تعیین اس قسم عینیت کے جو منجملہ جمیع اقسام خاص مقبولان حق میں صادق آتی ہے شرح دفتر اول میں گزر چکی ہے پس یہاں مغائرت لغویہ کی نفی نہیں ہے بلکہ مغائرت اصطلاحیہ کی نفی ہے اور حاصل اس عینیت کے معنے کا یہ ہے کہ خلق کی جو احتیاج خالق کی طرف ہے وجود و توابع وجود میں اس احتیاج کی معرفت و استحضار تام ہو جانا جس کا مخصوص بخواص عباد ہونا ظاہر ہے آگے مع معیت میں جو کہ مصرعہ گوہر و ماہیش الخ میں مذکور تھے ترقی کرتے ہیں کہ خواص عباد کی کیا تخصیص ہے کوئی موجود بھی اس کا مغائر نہیں ورنہ اگر کوئی دوسرا موجود ہوگا تو اشتراک فی الوجود لازم آوے گا اور) اے مخاطب محال ہے اور اے مخاطب محال ہے (کسی کو) اس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

شریک کرنا یہ بعید ہے اس دریا اور اس کی موج سے (یعنی نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے اور نہ اس کی صفت وجود میں بلکہ لاموجود الا اللہ اور یہ حکم سب موجودات کو شامل ہے پس اس طرح یہ ترقی ہوگئی ماسبق سے اور اس عینیت کی تفسیر بھی شرح دفتر اول میں گزر چکی ہے جس کا حاصل ہے کسی مخلوق کے وجود کا مستقل نہ ہونا اور وجود مستقل میں واجب تعالیٰ کا منفرد ہونا اور سب کائنات کا وجود میں واجب کا محتاج ہونا اور اسی تعلق احتیاج کا نصب العین ہو جانا وحدۃ الوجود ہے اور مخلوق کے اسی وجود غیر مستقل کے ساتھ وجود مستقل کا سا معاملہ کرنا گو بلا فساد اعتقاد ہو اہل حال کے کلام میں شرک سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی کو اس شعر میں اشراک کہا ہے اور اسی کو آگے شرک اور احولی یعنی یک را دو دین فرماتے ہیں کہ) دریا میں تو شرک اور اینچ پیچ کچھ نہیں ہے لیکن احول سے کیا کہوں (پھر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ) کچھ بھی نہیں (کہتا) کچھ بھی نہیں (کہتا اور اینچ پیچ سے مراد خفا و اشکال ہے یعنی اس وحدۃ الوجود کا اثبات اور اس اشراک فی الوجود کا انتفاء نہایت واضح ہے علماً تو بعد تفسیر مذکور کے سب کے لئے اور حالاً خاص اہل بصیرت کے لئے لیکن جو صاحب حال نہ ہو اور اس لئے وہ دوسرے وجودات کا مشاہدہ کرتا ہو اس سے کیا کہوں کہ میں جس توحید کو کہہ رہا ہوں جس میں سب ممکنات کی نفی کی جاتی ہے وہ وجدانی ہے اور وہ وجدان کا فاقد ہے اس لئے اس سے کچھ کہنا بیکار ہے اس سے اسی توحید کی گفتگو کی جا سکتی ہے جس میں دوسرے موجودات کو اول ثابت ماننا پڑے تاکہ ان سے استدلال کیا جاوے وجود صانع پر جیسا متکلمین کی توحید ہے آگے یہی مضمون ہے یعنی) چونکہ ہم اصولوں کے ساتھ قرین (ہو رہے) ہیں اے بت پرست (اس لئے) ضروری ہوا مشرکانہ باتیں کرنا (یعنی کلموا الناس بقدر عقولھم پر نظر کر کے دوئی وجود غیر پر نظر رکھنے والوں کے مذاق کی موافق کلام کرنا چاہیے اور ایسی ہی نظر والے کو مجازاً بت پرست کہہ دیا اور اس شرک کی اصطلاحی ہونا اوپر ابھی معلوم ہوا آگے علت ہے لازم آمد مشرکانہ دم زدن کی یعنی یہ اس لئے کہ) وہ وحدت وصف (یعنی بیان لفظی) اور خیال (یعنی تصور ذہنی) سے اس طرف (یعنی خارج) ہے (اس وجہ سے) بدوں دوئی کے میدان مقال میں نہیں آ سکتی (مطلب از اں سو ہونے کا یہ ہے کہ بیان اور خیال سے اس کا ادراک تام نہیں ہو سکتا کیونکہ ذوقیات کا ایسا ادراک اتصاف ہی سے ہوتا ہے باقی وہ وحدت گفتگو میں جب آوے گی تو استدلال بالمصنوعات یا مثال من المصنوعات سے اور دوئی سے یہی مراد ہے آگے مصرعہ جز دوئی الخ پر تفریع ہے یعنی جب بدوں دوئی کے اس یکی کا بیان مقال میں نہیں آ سکتا بس) تو یا تو احول کی طرح اس دوئی کو نوش (یعنی گوارا) کر (اور بواسطہ دوئی کے توحید کا بیان کر اور) یا (اگر یہ گوارا نہ ہو تو) منہ بند کر اور لب کو خاموش کر (اور) یا (اگر کبھی کلام میں مصلحت معلوم ہو اور کبھی سکوت میں تو یوں کر کہ) نوبت بنوبت کبھی سکوت اور کبھی کلام (کیا کر اور ان مجموعی نوبتوں میں) احولوں کی طرح نقارہ بجایا کر (کہ اس کو ایک نقارہ کے دو نظر آتے ہیں اسی طرح اس مجموعہ میں تیری نظر بھی دو چیزوں پر ہوگی ایک مصلحت سکوت پر دوسری مصلحت تکلم پر اور یہ خود غلبہ توحید کا خلاف ہے اس لئے اس کو احولانہ طبل زدن سے تشبیہ دی آگے اس نوبت کی تفسیر ہے جس کو میں نے شرح شعر ہذا کی شروع میں اختلاف مصلحت سے تعبیر کیا ہے یعنی وہ نوبت بنوبت یہ ہے کہ) جب تو کوئی محرم (اسرار) دیکھے تو راز جان کہہ دیا کر (آگے اس کی مثال ہے کہ) تو پھول دیکھے تو بلبلوں کی طرح نعرہ لگایا کر (راز جان توحید عارفین کو اس لئے کہا کہ اس توحید ذوقی کے ساتھ روح کو اتصاف ہوتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ سکوت و کلام میں کلام سے مراد تکلم بتوحید المتکلمین نہیں ہے وہ تو مصرعہ یا چو احول این دوئی را نوش کن میں مذکور ہوا بلکہ تکلم بتوحید العارفین مراد ہے پس کل تین شقیں ہوئیں ایک تکلم بتوحید المتکلمین دوسرے سکوت محض تیسرے توحید متکلمین

www.besturdubooks.wordpress.com

سے بالکل سکوت اور توحید العارفین کا کبھی تکلم جب کوئی مخاطب صحیح ملے اور کبھی سکوت جب مخاطب صحیح نہ ہو چنانچہ تکلم کی شق تو اس شعر میں آچکی آگے سکوت کی شق ہے کہ) جب تو مشک پر مکر اور پر مجاز کو دیکھے تو لب بند کر لیا کر اور اپنے کو مٹکا بنا لیا کر (یہاں مٹکہ سے مراد خاص جس میں کوئی چیز مثلاً پانی بھر کر سر بمہر کر دیا ہو چنانچہ ایک حاشیہ منقولہ عن مرشدیؒ میں لکھا ہے خُب ساز ساکت و سر بمہر اہ اسی طرح مشک سے مراد وہ خاص جس میں ہوا بھر دی ہو چنانچہ لفظ پر مکر اس کا قرینہ ہے کہ دیکھنے والے تو سمجھیں کہ اس میں پانی ہے اور وہاں پانی نہیں اسی کو پر مکر کہا اور مراد اس سے غیر عارف ہے کہ دعویٰ سے پر ہے اور نظر بخلق سے بھی پر ہے جس کو پر مجاز کہا یعنی جب غیر عارف کو دیکھے خاموش ہو جا) وہ (غیر عارف جو پر باد ہونے میں مشابہ مشک کے ہے) دشمن پانی کا ہے اس کے سامنے حرکت مت کر (یعنی زبان کو اسرار کے ساتھ حرکت مت دے) ورنہ اس کا سنگ جہل مٹکے کو توڑ دے گا (یعنی متکلم کو تکلیف دے گا اس لئے کہ بوجہ الناس اعداء ما جہلوا وہ دشمن ہے اسرار کا اور اس اعتبار سے وہ مشابہ پتھر کے بھی ہے تو دو تشبیہیں دو اعتبار سے ہیں یہاں تک تو اس ایذا کا بیان تھا جو تکلم اسرار پر ہوتی کہ اس کا انسداد عدم تکلم ہے لیکن بعض اوقات بدوں اظہار اسرار محض حسد یا بدگمانی سے بھی اہل اللہ کو عوام یا خواص کالعوام ایذا پہنچاتے ہیں خواہ زبان سے یا ہاتھ سے اور اس کا انسداد قدرت میں بھی نہیں آگے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہاں بجائے انسداد کے صبر ہے پس) تو جاہل کی ایذاؤں پر صبر کر (اور بجائے انتقام اس کی) اچھی طرح مدارات کر عقل لدنی کے ساتھ (یعنی اس عقل عارفانہ کا یہی مقتضا ہے وہذا کما قال اللہ تعالیٰ ادفع بالتی ہی احسن الی قولہ تعالیٰ وما یلقاہا الا ذو حظ عظیم آگے اس صبر کی فضیلت ہے کہ) صبر کرنا نا اہلوں کے ساتھ اہلوں کے لئے جلا (وتنویر) ہے (یعنی) صبر صاف کر دیتا ہے جس جگہ کوئی دل ہے (یعنی جس دل میں جتنی قابلیت ہوتی ہے ویسا ہی جلا کرتا ہے چنانچہ) آتش ضروری ابراہیم علیہ السلام کے لئے صفائی آئینہ (قلب) کی ہو گئی جلا میں (صفوف احد معالیہ صاف شدن کذا فی الغیاث اور) قوم نوح کا جور اور کفر اور نوح علیہ السلام کا صبر نوح علیہ السلام کے لئے آئینہ روح کا صیقل ہو گیا۔

فائدہ:۔ آگے اس پر حکایت لاتے ہیں شیخ ابوالحسن خرقانیؒ کی کہ ان کو اپنی بی بی کی ایذاؤں پر صبر کرنے سے کیا درجہ نصیب ہوا جس کو خود انہوں نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔ گر نہ صبرم می کشیدے بار زن کے کشیدے شیر نر بیگار من

حکایت آں مرید شیخ ابوالحسن خرقانی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ کے مرید کا قصہ

رفت درویشے ز شہر طالقاں	بہر صیت بوالحسنؒ تا خارقاں
ایک درویش شہر طالقان سے	شیخ ابوالحسنؒ کی شہرت کے سبب خارقان کی طرف چلا
کوہہا ببرید و وادی دراز	بہر دید شیخ با صدق و نیاز
بہت سے پہاڑ اور وادی دراز قطع کیے	شیخ کی زیارت کے واسطے صدق و نیاز کے ساتھ
آنچہ در رہ دید از جور و ستم	گرچہ درخور دست کوتہ می کنم
راستہ میں جو کچھ جور و ستم دیکھا	اگرچہ لائق بیان ہے میں مختصر کرتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بمقصد آمد از راہ آں جواں	خانۂ آں شاہ را جست او نشاں
جب مقصود پر وہ جوان راہ سے پہنچا	ان بادشاہ کے گھر کا پتہ تلاش کیا
چوں بصد حرمت بزد حلقہ درش	زن بروں کرد از در خانہ سرش
جب بصد ادب ان کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹائی	تو عورت نے گھر کے دروازے سے اپنا سر باہر کیا
کہ چہ میخواہی گو اے بوالکرم	گفت بر قصد زیارت آمدم
اے صاحب کرم تو کیا چاہتا ہے کہہ	اس نے کہا میں بقصد زیارت آیا ہوں
خندۂ زد زن کہ خہ خہ ریش بیں	ایں سفرگیری و ایں تشویش بیں
عورت نے ایک قہقہہ لگایا کہ کیا خوب کیا خوب داڑھی تو دیکھ	اس سفر کے اختیار کرنے کو اور اس پریشانی کو دیکھ
خود ترا کارے نبود آں جایگاہ	کہ بہ بیہودہ کنی ایں عزم راہ
کیا تجھ کو کوئی کام نہ تھا اس جگہ	کہ فضول اس راہ کا تو نے عزم کیا
اشتہای گول گردی آمدت	یا ملولی وطن غالب شدست
گردش احمقانہ کی تجھ کو رغبت ہوئی	یا وطن سے ملال تجھ پر غالب ہوا
یا مگر دیوت دو شاخہ برنہاد	بر تو وسواس سفر را در کشاد
یا شاید شیطان نے تجھ پر دو شاخہ لگا دیا	اور تجھ پر وسوسہ سفر کا کھولا
گفت نافرجام و فحش و دمدمہ	من نتانم باز گفتن آں ہمہ
اس نے نافرجام اور فحش اور لغو باتیں کیں	میں ان سب کو نہیں کہہ سکتا
از مثل و ز ریشخندے بے حسیب	آں مرید افتاد از غم در نشیب
مثل اور استہزاء بے حساب سے	وہ مرید غم اور اضطراب میں واقع ہو گیا

ایک درویش شہر طالقان سے شیخ ابوالحسنؒ کی شہرت کے سبب (یعنی ان کی شہرت سن کر) خارقان کی طرف چلا (طالقان نام شہریست معروف وخارقان نام دہے ست از خراسان نزدیک بسطام واور اخرقان نیز گویند کذافی حاشیۃ ولی محمدؒ اور) بہت سے پہاڑ اور وادی دراز (جو راستہ میں واقع ہوتے تھے) قطع کیے شیخ کی زیارت کے واسطے صدق و نیاز کے ساتھ (اور) راستہ میں جو کچھ جور وستم (مراد تکلیف ومصیبت) دیکھا اگرچہ لائق بیان ہے (لیکن) میں (کلام) مختصر کرتا ہوں (غرض) جب (منزل) مقصود پر وہ جوان راہ سے پہنچا ان بادشاہ (ملک باطن) کے گھر کا پتہ تلاش کیا جب بصد ادب ان کے دروازہ کی زنجیر کھٹکھٹائی تو (ان کی) عورت نے گھر کے دروازہ سے اپنا سر باہر کیا (شاید عجوزہ ہوگی جیسا آگے ایک شعر میں آوے گا شمع حق را پف کنی تو اے عجوز اور پوچھا) کہ اے صاحب کرم تو کیا چاہتا ہے کہہ اس نے کہا میں بقصد زیارت (شیخ کے) آیا ہوں۔ عورت نے ایک قہقہہ لگایا (اور کہا) کیا خوب کیا خوب (ذرہ اپنی) داڑھی تو دیکھ (اور یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ریش فش) اس سفر کے اختیار کرنے کو اور اس پریشانی کو دیکھ (معلوم ہوتا ہے کہ) تجھ کو اس جگہ (یعنی اپنے وطن میں) کوئی کام نہ ہوگا کہ فضول اس راہ کا تو نے عزم کیا (کژ بمعنے کردی) گردش احمقانہ کی تجھ کو رغبت ہوئی یا وطن سے ملال (یعنی جی اکتا جانا) تجھ پر غالب ہوا یا شاید شیطان (موسوس) نے تجھ پر دو شاخہ) بمعنے چوب بطور شکنجہ کہ بر گردن مجرمان نہند کذا فی الغیاث) لگا دیا (اور) تجھ پر وسوسہ سفر (راہ) کا کھولا (اسی وسوسہ کو جس میں یہ گرفتار ہوا تشبیہ دی ہے دو شاخہ سے حاصل یہ ہے کہ) اس (عورت) نے نافرجام اور فحش اور لغو باتیں کیں میں (ادب کے سبب) ان سب کو نہیں کہہ سکتا (کہ بلا ضرورت ان کو نقل کرنا بھی سوء ادب ہے اور) مثل اور استہزاء بے حساب سے وہ مرید غم اور اضطراب میں واقع ہو گیا (غم تو اس کی بکواس کا اور اضطراب غصہ کی بے چینی سے اور مرید کے معنے متعارف نہیں ورنہ وہ اس طرح اجنبیانہ طور پر آ کر پتہ نہ پوچھتا اور بہر صیت کے بھی کوئی معنے نہ ہوتے بلکہ مراد معتقد اور یہی معنے سرخی میں بھی مراد ہیں)۔

پرسیدن آں وارد از حرم شیخ کہ شیخ کجاست و کجا جویم و جواب نافرجام دادن حرم شیخ آں مرید را

اس آنیوالے کا شیخ کی بیوی سے معلوم کرنا کہ شیخ کہاں ہیں اور کہاں تلاش کروں اور اس مرید کو شیخ کی بیوی کا نامناسب جواب دینا

اشکش از دیدہ بجست و گفت او	باہمہ آں شاہ شیریں نام کو
اس کا آنسو آنکھ سے جاری ہو گیا اور کہا کہ	باوجود ان سب کے وہ شاہ شیریں نام کہاں ہیں
گفت آں سالوس زراق تہی	دام گولان و کمند گمرہی
کہنے لگی کہ وہ مکار ریاکار کورا	احمقوں کا جال اور گمراہی کی کمند
صد ہزاراں خام ریشاں ہمچو تو	او فتادہ از وے اندر صد عتو
لاکھوں بے عقل تجھ جیسے	اس کے سبب صدہا سرکشی میں واقع ہو گئے
گر نہ بینیش و سلامت وا روی	خیر تو باشد نگردی زو غوی
اگر تو اس کو نہ دیکھے اور سلامتی سے چلا جاوے	تو بھی تیری خیر ہے تو اس سے گمراہ نہ ہو گا
لاف کیشے کاسہ لیسے طبل خوار	بانگ طبلش رفتہ اطراف و دیار
وہ ایک شیخی باز ... لیس بسیار خوار ہے	اس کے نقارہ کی آواز اطراف و دیار میں پہنچ گئی
سبطی اند ایں قوم گوسالہ پرست	بر چنیں گاوے ہمی مالند دست
سبطی ہیں یہ قوم گوسالہ پرست	ایسی گاؤ پر ہاتھ پھیر رہے ہیں
جیفۃ اللیل ست و بطال النہار	ہر کہ او شد غرۂ ایں طبل خوار
وہ شخص جیفۃ اللیل اور بطال النہار ہے	کہ جو اس بسیار خوار کا فریفتہ ہو جاوے
ہشتہ اند ایں قوم صد علم و کمال	مکر و تیزویرے گرفتہ کاینست حال
اس قوم نے تمام علم و کمال کو چھوڑ رکھا ہے	مکر و فریب اختیار کر رکھا ہے کہ یہ حال ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آل موسیٰ کو دریغا تا کنوں	عابدان عجل را ریزند خوں
افسوس آل موسیٰ کہاں ہیں تاکہ اب	وہ گوسالہ پرستوں کی خونریزی کریں
کورہ پیغمبر و اصحاب او	کو نماز و سبحہ و آداب او
کہاں ہے سنت پیغمبرؐ اور ان کے اصحابؓ کی	کہاں ہے نماز اور تسبیح اور اس کے آداب
شرع وتقویٰ را فگندہ سوئے پشت	کو عمرؓ کو امر معروف درشت
شرع اور تقویٰ کو پس پشت ڈال رکھا ہے	عمرؓ کہاں ہیں کہاں ہے امر بالمعروف اور سخت
کایں اباحت زیں جماعت فاش شد	رخصت ہر مفلس و قلاش شد
کیونکہ یہ اباحت اس جماعت سے شائع ہوئی ہے	ہر مفلس قلاش کی رخصت ہو گئی ہے

اس (معتقد) کا آنسو آنکھ سے جاری ہو گیا اور کہا کہ باوجود ان سب (عیوب فرضیہ مزعومہ) کے (میں پوچھتا ہوں کہ) وہ شاہ شیریں نام کہاں ہیں کہنے لگی کہ وہ مکار ریاکار (کمالات سے) کور (اور) احمقوں کا جال اور گمراہی کی کمند (اور ایسا کہ) لاکھوں بے عقل (کمافی الغیاث) تجھ جیسے اس کے سبب صدہا سرکشی (یعنی ضلالت) میں واقع ہو گئے (آن سالوس سے یہاں تک مبتدا ہوا آگے خبر ہے کہ) اگر تو اس کو نہ دیکھے اور سلامتی سے (واپس) چلا جاوے تو یہی تیری خیر ہے (کہ اس صورت میں) تو اس سے گمراہ نہ ہو گا (ورنہ تو بھی بددینی میں مبتلا ہو جاوے گا) اور جب نہ دیکھنا بہتر ہے تو پھر پتہ پوچھ کر کیا کرے گا) وہ ایک شیخی باز (اور) کاسہ لیس (اور) بسیار خوار ہے (کذافی حاشیۃ ولی محمد مگر باوجود ان عیوب کے) اس کے نقارہ کی آواز (تمام) اطراف و دیار میں پہنچ گئی (آگے وہ شیخ کے معتقدین کی مذمت کرتی ہے کہ تشبیہا) سطحی ہیں یہ قوم گوسالہ پرست (اس لئے) ایسی گاؤ پر (محبت سے) ہاتھ پھیر رہے ہیں وہ شخص (بھی) جیفۃ اللیل اور بطال النہار ہے کہ وہ جو اس بسیار خوار کا فریفتہ ہو جاوے (یعنی اس کے معتقد ہونے کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ وہ بھی رات بھر مردار کی طرح سوتا ہے اور دن بھر بیکار رہتا ہے کیونکہ یہ خود بھی ایسا ہی ہے کہ نہ دنیا کا کام کرے نہ دین کا نہ کوئی اس کے یہاں تعلیم وتلقین پس لامحالہ اس کا یہی نتیجہ ہو گا آگے وہ مطلقاً اس جماعت صوفیہ کی مذمت کرتی ہے کہ) اس قوم نے تمام علم و کمال کو چھوڑ رکھا ہے (اور) مکر و فریب اختیار کر رکھا ہے (اور اس کو کہتے ہیں) کہ یہ (باطنی) حال ہے افسوس آل موسیٰ کہاں ہیں تاکہ اب دو گوسالہ پرستوں کی خونریزی کریں (آل موسیٰ سے علماء حقانی کو تشبیہ دی کہ جملہ صوفیہ پر رد کرتے ہیں) کہاں ہے سنت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی اور ان کے اصحاب کی (اور) کہاں ہے نماز اور تسبیح اور اس کے آداب (یعنی) ان لوگوں نے ان سب کو مٹا دیا چنانچہ آگے فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے) شرع اور تقویٰ کو پس پشت ڈال رکھا ہے (افسوس) عمرؓ کہاں ہیں (اور) کہاں ہے امر بالمعروف سخت (یعنی) اس کی ضرورت ہے) کیونکہ یہ اباحت (اور استحلال حرام جو جہلاء میں شائع ہے یہ) اس جماعت سے شائع ہوئی ہے (اور یہ جماعت) ہر مفلس قلاش کی رخصت (کا سبب) ہو گئی ہے (قلاش بمعنے بے نام وننگ و مفلس و مرد بے خیر و مجرد دلوند کذافی الغیاث مطلب یہ کہ دنیا میں جو آزادی اور بے باکی اور خلاف شرع باتیں پھیل

www.besturdubooks.wordpress.com

رہی ہیں اور اس صفت کے لوگ اکثر مفلس ہوتے ہیں کہ نہ ان میں کوئی تہذیب ہوتی ہے نہ آبرو کا خیال ہوتا ہے ورنہ اہل وجاہت اتنے زاد نہیں ہوتے تو یہ سب ایسے صوفیوں کا اثر ہے کہ وہ شریعت کی بے وقعتی کرتے رہتے ہیں اور عام لوگ ان کے معتقد ہوتے ہیں پس ان کے دلوں میں سے بھی پابندی نکل جاتی ہے)

فائدہ:۔ عجب نہیں مولانا کا مقصود اس کلام میں اشارہ کرنا ہو غیر متشرع درویشوں کی مذمت کی طرف۔

جواب گفتن مرید وزجر کردن او آں طعانہ را از کفر و بیہودہ گفتن

مرید کا جواب دینا اور اس طعنہ زن کو کفر اور بیہودہ گوئی سے جھڑکنا

بانگ زد بروے جوان و گفت بس	روز روشن از کجا آمد عسس
اس پر جوان نے ایک ڈانٹ دی اور کہا بس	روز روشن میں عسس کہاں سے آ گیا
نور مرداں مشرق و مغرب گرفت	آسمانہا سجدہ کردند از شگفت
مردوں کے نور نے مشرق و مغرب کا احاطہ کر رکھا ہے	آسمانوں نے تعجب سے سجدہ کر رکھا ہے
آفتاب حق برآمد از حمل	زیر چادر رفت خورشید از خجل
آفتاب حق حملوں سے نکلا	تو خورشید خجلت کے سبب زیر چادر چلا گیا
ترہات چوں تو ابلیسے مرا	کے بگرداند ز خاک ایں سرا
تجھ جیسے ابلیس کی خرافات مجھ کو	کب ہٹا سکتی ہے اس گھر کی خاک سے
من بباد ے نامدم ہمچوں سحاب	تا بگرد ے باز گردم زیں جناب
میں ہوا کا لایا ہوا نہیں آیا ہوں مثل سحاب کے	تاکہ ایک غبار سے میں اس درگاہ سے لوٹ جاؤں
قبلہ با آں نور شد قبلہ کرم	قبلہ بے آں نور شد کفر و صنم
اس نور کے ہوتے ہوئے گوسالہ بھی قبلہ کرم ہو گیا	بدوں اس نور کے قبلہ بھی کفر اور بت ہو گیا
ہست اباحت کز ہوا آمد ضلال	ہست اباحت کز خدا آمد کمال
جو اباحت ہوا سے ہوئی ہو وہ تو ضلال ہے	جو اباحت خدا سے ہوتی ہو کمال ہے
کفر ایماں گشت و دیو اسلام یافت	آں طرف کاں نور بے اندازہ تافت
کفر ایمان ہو گیا اور شیطان نے اسلام اختیار کر لیا	اس طرف کہ وہ نور غیر محدود درخشاں ہوا
مظہر عشق ست و محبوب بحق	از ہمہ کرو بیاں بردہ سبق
مظہر عشق ہے اور محبوب بالحق ہے	تمام کروبیوں سے سبقت لے گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سجدہ آدم را بیان سبق اوست	سجدہ آرد مغز را پیوستہ پوست
آدم کے سامنے سجدہ ہونا اس کی سبقت کا بیان ہے	ہمیشہ مغز کے سامنے پوست سجدہ کیا کرتا ہے
شمع حق را پف کنی تو اے عجوز	ہم تو سوزی ہم سرت اے گندہ پوز
تو شمع حق کو پھونک مار رہی ہے اے عجوز	تو بھی جل جائیگی اور تیرا سر بھی اے گندی دہن
کے شود دریا ز پوز سگ نجس	کے شود خورشید از تف منطمس
دریا دہن سگ سے کب نجس ہوتا ہے	خورشید پھونک سے کب محو ہوتا ہے
حکم بر ظاہر اگر ہم می کنی	چیست ظاہر تر بگوزیں روشنی
اگر تو ظاہر ہی پر حکم کرتی ہے	تو اس روشنی سے ظاہر تر بتلا کیا چیز ہو گی
جملہ ظاہر ہا بہ پیش ایں ظہور	باشد اندر غایت نقص و قصور
تمام ظواہر اس ظاہر کے روبرو	غایت نقص و قصور میں ہیں
ہر کہ بر شمع خدا آرد پفو	شمع کے میرد بسوزد پوز او
جو شخص شمع خدائی پر پھونک مارے گا	شمع تو کب بجھے گی اسی کا منہ جل جاوے گا
چوں تو خفاشان بسی بینند خواب	کایں جہاں ماند یتیم از آفتاب
مجھ جیسے خفاش بہت سے خواب دیکھتے ہیں	کہ یہ عالم آفتاب سے یتیم رہ جاوے
موجہائے تیز دریا ہائے روح	ہست صد چندانکہ بد طوفان نوح
روح کے دریاؤں کی تیز موجیں	جتنا طوفان نوح تھا اس سے سو حصے زیادہ ہیں
لیک اندر چشم کنعاں موئے رست	نوح و کشتی را بہشت و کوہ جست
لیکن کنعان کی آنکھ میں بال جم آیا ہے	اس نے نوح اور کشتی کو چھوڑ دیا اور پہاڑ پر جا کودا
کوہ و کنعاں را فرو برد آں زماں	نیم موج تا بقعر امتہاں
پہاڑ کو بھی اور کنعان کو بھی اس وقت	ایک آدھی موج قعر ذلت میں لے گئی
مہ فشاند نور و سگ وع وع کند	سگ ز نور ماہ کے مرتع کند
چاند نور افشانی کرتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے	کتا نور ماہ سے کب انتہاس کرتا ہے
شبروان و ہمرہان مہ بتگ	ترک رفتن کے کنند از بانگ سگ
جو لوگ شب کے چلنے والے ہیں اور چاند کے ہمراہ ہیں دوڑنے میں	بانگ سگ سے چلنا کب ترک کرتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

جزو سوئے کل رواں مانند تیر	کے کند وقف از پئے ہر گندہ پیر
جزو کل کی طرف تیر کے مانند رواں ہوتا ہے	کب توقف کرتا ہے ہر گندہ پیر کی وجہ سے

اس (معترضہ) پر جوان نے ایک ڈانٹ دی اور کہا بس (چپ ہو) روز روشن میں عسس کہاں سے آ گیا (یہ ایک مثل ہے کہ جس طرح دن میں عسس کی گنجائش نہیں اسی طرح شیخ میں ان کلمات و مضامین کا احتمال نہیں مزوروں میں ہے جو مثل شب تاریک کے ہیں) اور روز روشن سے تشبیہ دینے میں اشارہ ہے ان کے نورانی ہونے کی طرف اور اسی نورانیت کا مضمون تمام اشعار مقام میں چلا گیا کہیں نور کہا اور کہیں آفتاب کہیں شمع کہیں ماہ کما ستعلم چنانچہ فرماتے ہیں کہ) مردوں کے نور نے مشرق و مغرب کا احاطہ کر رکھا ہے آسمانوں نے تعجب سے سجدہ کر رکھا ہے (مطلب یہ کہ مردان حق کے فیوض و برکات کے ایسے انوار عالم میں پھیل رہے ہیں کہ آسمان جو کہ مطلع الانوار و مہبط الامطار ہے ان کو دیکھ کر اس شرمندگی سے سر جھکا دیتا ہے کہ ایسے انوار اور امطار تو میرے اندر بھی نہیں اور ظاہر بھی ہے کہ کہاں انوار و فیوض باطنی اور کہاں اشعہ و غیث ظاہری اور یہ تو آسمان کی حالت تھی اور آفتاب کی حالت یہ ہے کہ جب) آفتاب حق حجابوں (یعنی مسہریوں) سے نکلا تو (یہ خورشید (ظاہری) خجلت کے سبب زیر چادر چلا گیا (اور اس کی وجہ بھی وہی ہے کہ نور باطنی کہاں اور نور ظاہری کہاں پس جب شیخ میرے اعتقاد میں ایسے ہیں تو) تجھ جیسے ابلیس کی خرافات مجھ کو کب ہٹا سکتی ہے اس گھر کی خاک سے (کیونکہ میں ہوا (یعنی افواہی شہرت) کا لایا ہوا نہیں آیا ہوں مثل سحاب کے (جو کہ ہوا سے آتا ہے) تا کہ ایک (ادنیٰ) غبار سے (جس سے کلمات شنیعہ معترضہ کو تشبیہ دی) میں اس درگاہ سے لوٹ جاؤں (جیسا تو کہتی ہے سلامت واردی جس طرح ہوا سے آئی ہوئی چیز گرد کی حرکت سے ہٹ جاوے گی اس وجہ سے کہ گرد کی حرکت بھی ہوا کی حرکت سے ہوگی اور اس کے اجزاء میں بہ نسبت سحاب کے صلابت ہے اور اجزائے سحاب میں رخوت پس لامحالہ وہ اس سے منقشع یعنی پراگندہ ہو جاویں گے خلاصہ یہ کہ جو ہوا سے آوے وہ ہوا سے جاوے میں افواہی مدح سن کر نہیں آیا کہ افواہی مذمت سن کر چلا جاؤں اور تو جو شیخ کو گوسالہ سے تشبیہ دیتی ہے تو یاد رکھ کہ جو نور شیخ میں ہے وہ ایسا ہے کہ) اس نور کے ہوتے ہوئے گوسالہ بھی قبلہ کرم ہو گیا (اور) بدوں اس نور کے قبلہ بھی کفر اور بت ہو گیا (یہ دونوں جملے معنے قضایائے شرطیہ ہیں با آن نور اور بے آن نور دال علی الشرط ہیں اور شد ماضی دونوں مصرعوں میں بمعنے مضارع ہیں جیسا جملہ شرطیہ میں معروف ہے پس تقدیر جملوں کی یہ ہے کہ اگر آن نور در عجل باشد عجل قبلہ بود و اگر آن نور در قبلہ نباشد قبلہ عجل بود اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ شیخ میں جو نور ہے وہ نور حق ہے جو اس مظہر خاص میں ظاہر ہو رہا ہے مثلاً اسم ہادی شیخ میں متجلی ہے اور نور حق کے لئے یہ حکم ظاہر ہے کہ کعبہ جو جہت سجدہ بنا تو اس نور کے تلبس و تعلق سے جب مدار مسجدیت کا یہ ہے تو ظاہر ہے کہ اگر کعبہ میں اس کا انتفاء اور کسی دوسری مخلوق مثلاً عجل ہی میں اس کا تحقق فرض کیا جاوے تو عجل کی طرف مثل کعبہ سجدہ کرنے کا اور کعبہ کی طرف مثل عجل کے سجدہ کی ممانعت کا حکم نازل ہوتا خلاصہ یہ ہوا کہ اگر شیخ کو عجل ہی مان لیا جاوے تب بھی مضر نہیں لانہ محل الظہور نور النور تعالیٰ اور تو جو کہتی ہے کہ ایں اباحت زین جماعت فاش شد الخ تو اباحت کی بھی دو قسمیں ہیں ایک محمود ایک مذموم یعنی) جو اباحت ہوا (ئے نفسانی) سے ہوئی ہو وہ تو ضلال ہے (اور) جو اباحت خدا (ئے برتر) سے ہوتی ہو وہ کمال ہے (پس محققین کاملین میں جس اباحت کا شبہ خشک ظاہر پرستوں کو ہو جاتا ہے اس کی حقیقت یا غلبہ حال ہے جیسے سماع و وجد وغیرہ یا کسی مرض باطنی کا علاج ہے مثلاً کسی سالک میں عجب و کبر کا احساس ہوا اس کی مجاہدات و ریاضات چھڑا کر توسع فی اللذات والمباحات کا حکم فرمایا اور یا کسی وارد کا اتباع

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے۔ مثلاً کسی رخصت پر اس لئے عمل کیا کہ اس وقت شکر یا اظہار افتقار مطلوب معلوم ہوا و مثل ذٰلک اور یہ سب من اللہ و سبب کمال یا مسبب عن الکمال ہے اور اس کو باصلاح فقہ اباحت کہیں گے باصلاح کلام اباحت نہ کہیں گے یعنی استحلال حرام اور جو اباحت جہلا میں ہے جس کا منشا اتباع ہوئی ہے اعتقاداً یا عملاً وہ ضلال محض ہے اور یہ اباحت باصطلاح کلام ہے فشتان مابینہما۔ یہ تیری غلطی ہے کہ معنے مذموم کو شیخ کی طرف منسوب کرتی ہے اور وہ نور ایسا ہے کہ) کفر (مبدل بہ) ایمان ہو گیا اور (اس سے مراد یہ ہے کہ) شیطان نے اسلام اختیار کرلیا (اور یہ امر) اس طرف (ہوا) کہ (جہان) وہ نور غیر محدود درخشاں ہوا (مراد اس طرف سے ذات مقدس نبویہ ہے صلی اللہ علیہ وسلم حدیثوں میں آیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ایک شیطان ہے ولکن اللہ تعالیٰ اعانتی علیہ فاسلم۔ یعنی وہ اسلام لے آیا بناء علی کون الصیغۃ للمعنی کما ہو الاشہر فی الروایۃ اور اسلام لے آنے کے بعد کفر کا مبدل بایمان ہونا ظاہر ہے اور نور کو جو غیر محدود کہا اگر بمعنے غیر متناہی بالفعل ہے تو معنے یہ ہوں گے کہ نور حق کہ غیر متناہی ہے ذات نبویؐ میں تجلی ہوا گو محل تجلی میں لاتناہی بالفعل نہیں اور اگر بمعنے لاتقف عند حد ہے تو معنے یہ ہوں گے کہ حضورؐ کا نور جو کہ یوماً فیوماً متزائد ہے اس کی یہ شان ہے اور حاصل دونوں توجیہوں کا ایک ہی ہے کہ مرتبہ مظہر میں وہ نور نبویؐ ہے اور مرتبہ ظاہر میں نور الٰہی مقصود یہ ہے کہ وہ نور ایسا ہے کہ اس نور والے کے پاس شیطان گیا تو وہ بھی مسلمان ہو گیا اور یہ نور ایسا ہے کہ اس نور والا) مظہر عشق ہے اور محبوب بالحق ہے (مظہر عشق یعنی عاشق حق اور محبوب بالحق یعنے محبوب بعلاقہ حق خلاصہ یہ کہ حق کا تو محب ہے اور مخلوق کا محبوب کما ورد فی الحدیث فیوضع لہ القبول فی الارض ای بعد کونہ محبوباً فی السموات اور احقر کے وجدان میں یہ لفظ محبوب حق معلوم ہوتا ہے اور عطف ہے عشق پر بمعنی محبوب حق کا مظہر اس کا بھی وہی مطلب ہوا کہ اصل میں حق تعالیٰ محبوب ہے یہ اس محبوبیت کا مظہر ہو گیا اور اس نور والا) تمام کروبیوں سے سبقت لے گیا ہے (کیونکہ یہ نور علیٰ سبیل الکمال خواص بشر میں ہوگا اور ان کی فضیلت ملائکہ پر معروف فی الکلام ہے آگے اس سبقت کی ایک دلیل انی ہے یعنی) آدمؑ کے سامنے (فرشتوں کا) سجدہ ہونا (یہ) اس (نور والے) کی سبقت کا بیان ہے (کیونکہ) ہمیشہ مغز کے سامنے پوست سجدہ کیا کرتا ہے (مغز سے مراد افضل اور پوست سے مراد ادنیٰ پس یہ دلیل ہے افضلیت آدم علیہ السلام کی ملائکہ سے اور اس فضیلت کی وجہ وہی نور حق ہے جو شیخ میں بھی حسب استعداد پایا جاتا ہے آگے اسی نور کی بناء پر شیخ کو شمع سے تشبیہ دیتے ہیں کہ یہ تو شمع حق ہے پس تو جو ان کی شان میں تشنیع کر رہی ہے تو گویا) تو شمع حق کو پھونک مار رہی ہے اے عجوز (تو یہ سمجھ لینا کہ ایسا کرنے سے) تو بھی جل جائیگی اور تیرا سر بھی (جل جاوے گا جو سر پھونک مارنے کے وقت اس شمع کے قریب ہو رہا ہے اس سر کا جل جانا اولاً ہوگا اور تمام بدن کا ثانیاً) اے گندہ دہن (اور اس سے شیخ کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ) دریا میں سگ سے کب نجس ہوتا ہے (اور اسی طرح) خورشید پھونک سے کب محو (اور خاموش) ہوتا ہے (پس شیخ تو دریا اور خورشید کی مثال ہے وہذا کمال قال اللہ تعالیٰ یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ الآیۃ یہ گفتگو تو باطن شیخ کے اعتبار سے ہے کہ وہ ایسے نور کا تجلی گاہ ہے اور) اگر (تجھ کو باطن کا ادراک نہیں ہے اور اس لئے اس کی تصدیق نہیں کرتی اور اس لئے) تو ظاہر ہی پر حکم کرتی ہے (جیسا اکثر ظاہر پرستان خشک اسی کی بناء پر بزعم خود اس کو خلاف شرع کم فہمی سے سمجھ کر اہل اللہ کا انکار کیا کرتے ہیں) تو (شیخ کے) اس (تقویٰ کی) روشنی سے (جو کہ مشاہد خاص و عام ہے) ظاہر تر بتلا (اور) کیا چیز ہوگی (یعنی اس سے بڑھ کر کیا تقویٰ ہوگا جو ان کو حاصل ہے اور شیخ کا ظاہر بھی اتنا شریعت سے آراستہ ہے کہ اور متقیوں کے) تمام ظواہر (شیخ کے) اس ظاہر کے روبرو

www.besturdubooks.wordpress.com

غایت نقص و قصور میں ہیں (غرض جس طرح سے ان کا باطن مثل شمع نورانی ہے ایسا ہی ان کا ظاہر بھی پس) جو شخص (ایسی) شمع خدائی پر پھونک مارے گا شمع تو کب بجھے گی (کما قال تعالیٰ یریدون ان یطفئوا (آیۃ خود) اس کا منہ جل جاوے گا (آگے اسی نور مذکور کی بناء پر شیخ کو آفتاب سے اور منکر کو اخفاش سے تشبیہ دیتے ہیں کہ) تم جیسے خفاش بہت سے خواب دیکھتے ہیں کہ یہ عالم آفتاب سے یتیم رہ جاوے (جو بوجہ تربیت خاصہ کے مثل پدر عالم کے ہے مطلب یہ ہے کہ شیخ بمثل آفتاب کے ہے تیرا یہ خیال انکار و نفی کا مثل اس خواب کے فاسد ہے عالم ایسے کاملین سے معمور ہے جن میں شیخ بھی ہیں آگے وہاں انکار کا بیان ہے کہ) روح کے دریاؤں کی تیز موجیں (ایسی ہیں کہ) جتنا طوفان نوح تھا اس سے سو حصے زیادہ ہیں (یعنی ان کو منغص و مکدر کرنا مشابہ تیز موج کے ہے مہلک ہونے میں اور دریا ہائے روح کی ترکیب مثل لجین الماء کے ہے) لیکن کنعان کی آنکھ میں بال جم آیا ہے (اس لئے وہ اس موج سے ڈرتا نہیں اور اس سبب سے) اس نے نوح (یعنی اہل اللہ) اور کشتی (یعنی ان کی محبت و اتباع) کو چھوڑ دیا اور پہاڑ (یعنی مال و جاہ) پر جا کودا (مگر) پہاڑ کو بھی اور کنعان کو بھی اس وقت ایک آدمی موج (یعنی موج خفیف) تعرزلت میں لے گئی (یعنی ان کی تھوڑی سی کدورت سب اہلاک ہو گئی و نعم ما قیل شعر۔ بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات بادرد کشان ہر کہ برافتاد برافتاد آگے اسی نور مذکور کی بناء پر شیخ کو ماہتاب سے اور منکرین مشاغبین کو کلاب سے تشبیہ دیتے ہیں کہ) چاند نور افشانی کرتا ہے اور کتا بھوں بھوں کرتا ہے (اور اسی نفرت کے سبب) کتا نور ماہ سے کب اقتباس کرتا ہے (مرتع چراگاہ و مصدر میمی اسی طرح منکر بجائے استفادہ کے انکار و اعتراض کرتا ہے لیکن) جو لوگ شب کے چلنے والے ہیں اور چاند کے ہمراہ دوڑنے میں (یعنی اپنی سیر میں اس کے متبع ہیں کہ اس کی رفتار گویا اس کے نور کو رہبر بنا کر چلتے ہیں وہ لوگ) بانگ سگ سے چلنا کب ترک کرتے ہیں (اسی طرح) جزو (یعنی تابع و مقصد) کل کی طرف (یعنی متبوع و معتقد فیہ کی طرف) تیر کے مانند رواں ہوتا ہے (اور) کب توقف کرتا ہے ہرگز وہ پیر کی وجہ سے (جس طرح مسافر شب رو بانگ سگ کے سبب توقف نہیں کرتا)۔

جان شرع و جان تقویٰ عارف ست	معرفت محصول زہد سالف ست
شریعت کی جان اور تقویٰ کی جان عارف ہے	معرفت زہد گذشتہ کا محصول ہے
زہد اندر کاشتن کوشیدن ست	معرفت آں کشت را روئیدن ست
زہد بونے میں کوشش کرنا ہے	معرفت اس کھیتی کا پیداوار ہونا ہے
پس چو تن باشد جہاد و اعتقاد	جان ایں کشتن نبات ست و حصاد
پس مجاہدہ اور عقائد مثل تن کے ہوئے	اس بونے کی جان روئیدگی ہے اور کھیتی کا کاٹنا ہے
امر معروف او وہم معروف اوست	کاشف اسرار وہم مکشوف اوست
وہ امر بالمعروف بھی ہیں اور وہ پسندیدہ بھی ہیں	وہ کاشف اسرار ہیں اور مکشوف بھی ہیں
شاہ امروزینہ و فردائے ماست	پوست بندہ مغز نغزش دائماست
وہ ہمارے امروز و فردا کے بادشاہ ہیں	پوست ہمیشہ اپنے مغز نغز کا بندہ ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں اناالحق گفت شیخ و پیش برد	پس گلوئے جملہ کوراں را فشرد
شیخ نے انا الحق کہا اور آگے لے گئے	پس تمام نابیناؤں کے حلق کو دبادیا
چوں انائی بندہ لاشد از وجود	پس چہ ماند تو بیندیش اے جحود
جب بندہ کی انانیت نفی ہوگئی وجود سے	پھر کیا رہ گیا تو ہی سوچ لے اے منکر
گر ترا چشم ست بکشا در نگر	بعد لا آخر چہ می ماند دگر
اگر تیری آنکھ ہے تو کھول اور دیکھ	بعد نفی کے آخر اور کیا رہتا ہے
اے بریدہ آں لب وحلق ودہاں	کہ کند تف سوئے مہ یا آسماں
اے مخاطب کٹ جائیو وہ لب اور حلق اور دہان	جو کہ چاند کی یا آسمان کی طرف تھوک پھینکے
تف برویش باز گردد بیشکے	تف سوی گردوں نیابد مسلکے
تھوک اسی کے منہ کی طرف بلاشبہ لوٹے گا	تھوک آسمان کی طرف کوئی راہ نہ پاوے گا
تا قیامت تف برو بارد زرب	ہمچو تبت بر روان بو لہب
قیامت تک اس پر تھوک برستا رہے رب کی طرف سے	جس طرح ابو لہب کی جان پر تبت

(اور تو جو کہتی ہے کہ شرع وتقویٰ را فگندہ سوئے پشت سوشیخ کی شان میں یہ بھی باطل کیونکہ شیخ عارف ہیں اور) شریعت کی جان اور تقویٰ کی جان عارف ہے (اس کی دو توجیہ ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ عارف پر حمل جان کا مبالغۃً مثل زید عدل کے ہے یعنے عارف موصوف بہ حقیقت تقویٰ وحقیقت شرع ست اور ایک یہ کہ حمل تشبیہا ہو۔ یعنی چون شرع وتقویٰ قائم ست بہ عارف مثل قیام الصفۃ بالموصوف پس عارف سبب بقاء شرع وتقویٰ شدہ مثل جان شرع وتقویٰ بودہ چرا کہ جان سبب بقاء صاحب جان می باشد مطلب دونوں توجیہوں پر ایک ہی ہے کہ عارف پورا متقی ہوتا ہے کیونکہ معرفت (جو اس کو حاصل ہوئی ہے وہ) زہد گذشتہ کا محصول (یعنی ثمرہ) ہے (پس معرفت موقوف ہے زہد وتقویٰ پر اور موقوف کا وجود دلیل وجود موقوف علیہ کی اور موقوف کا وجود مشاہد ہے پس وجود تقویٰ کا ثابت ہوا آگے اسی کی مثال ہے کہ) زہد (کی ایسی مثال ہے کہ گویا وہ) بولنے میں کوشش کرتا ہے (اور) معرفت (گویا) اس کھیتی کا پیدا ہونا ہے پس (اس بناء پر) مجاہدہ (یعنی عمل صالح) اور عقائد (صحیحہ کو مجموعہ عبارت ہے شرع وتقویٰ سے) مثل تن کے ہوئے (اور) اس بونے (یعنی اعتقاد وعمل) کی جان (اور مقصود کہ معرفت ہے) روئیدگی ہے اور کھیتی کا اُگنا ہے (وجہ تشبیہ یہ کہ جس طرح تن تابع اور جان مقصود ہے اسی طرح اعمال ظاہری وباطنی مقدمہ اور معرفت کاملہ جس میں محض ذات حق کی طرف التفات اور غیر سے قطع التفات ہوجاوے بوجہ اس کے کہ قرب مقصود کی فرد کامل ہے غایت مقصود ہے ان اعمال کی پس وہ حکم صحیح ہوگیا معرفت محصول (زہد سالف ست اور اس میں مولانا کا اس طرف اشارہ ہے کہ جو معرفت بدوں شریعت اور تقویٰ کے حاصل ہو وہ حقیقی معرفت نہیں ہے یا حال وخیال باطل ہے یا محض علم عقلی ہے اور تو جو کہتی ہے کہ عرگو امر معروف ورشت۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ شیخ امر معروف سے عاری ہیں اس لئے کسی دوسرے امر بالمعروف کی ضرورت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جوان کی بھی اصلاح کرے سوخوب سمجھ لے کہ) وہ امر بالمعروف بھی ہیں (یہ حمل مبالغۃً ہے مثل زید عدل کے یعنی امر کرتے کرتے گویا خود امر بن گئے) اور وہ (اپنے افعال کے اعتبار سے) پسندیدہ بھی ہیں (تو دوسرا ان کو کیا امر بالمعروف کرے گا جبکہ ان کے افعال خود معروف ہیں یہ تو باعتبار ظاہر کے ان کی حالت ہے اور باعتبار باطن کے) وہ کاشف اسرار و باطنی) ہیں اور (خود راز) مکشوف بھی ہیں (یہ حمل بھی مبالغۃً ہے مطلب یہ کہ راز باطنی سے خود ایسے متصف بھی ہیں گویا کہ خود ہی راز ہی ہو گئے خالی یہی نہیں کہ زبانی ہی بیان کرنے والے ہیں خلاصہ یہ کہ ظاہراً و باطناً کامل اور کاشف ہونے سے مکمل بصیغہ اسم الفاعل بھی ہیں غرض یہ ہے کہ) وہ ہمارے امروز و فردا کے (یعنی دنیا و عقبیٰ کے) بادشاہ ہیں (اور قاعدہ ہے کہ) پوست ہمیشہ اپنے مغز نغز کا بندہ (اور طفیلی) ہوتا ہے (اضافت مغز نغز کی پوست کی طرف بادنیٰ ملابست ہے یعنی اسی طرح ہم چونکہ مثل پوست کے ہیں اور یہ مثل مغز کے اس لئے اس قاعدہ کے موافق ہم ان کے طفیلی اور یہ ہمارے شاہ ہیں آگے دفع ہے ایک دخل مقدر کا وہ یہ ہے کہ اوپر جوان کو صاحب شرع و تقویٰ کہا ہے اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ بعض اوقات شیخ یا مثال شیخ سے بعض اقوال خلاف شرع صادر ہو جاتے ہیں جیسے انا الحق وغیرہ پھر ان کو صاحب شرع کہنا صحیح ہے آگے اس شبہ کا جواب ہے کہ) جب (ایسے) شیخ نے انا الحق کہا اور (دعویٰ کو حد ظاہر شرع سے) گے لے گئے پس (واقع میں انہوں نے کوئی خلاف بات نہیں کہی چنانچہ اہل بصیرت اس کو سمجھتے ہیں البتہ) تمام نابیناؤں کے حلق کو دبا دیا (یعنی ان کو غصہ اور تنگی ضرور پیش آئی لیکن اس سے واقع میں خلاف شرع ہونا لازم نہیں آتا چنانچہ حقیقت اس کی یہ ہے کہ) جب بندہ کی انانیت (ذہنی) نفی ہو گئی وجود (ذہنی و التفات ذہنی) سے پھر (ذہن میں) کیا رہ گیا تو ہی سوچ لے اے منکر اگر تیری (بصیرت کی) آنکھ ہے تو کھول اور دیکھ (کہ) بعد نفی (غیر) کے اور کیا رہتا ہے (بجز اثبات حق کے حاصل جواب یہ ہوا کہ مقصود قائل انا الحق کا اپنے اتحاد مع الحق کا حکم کرنا نہیں ہے کہ یہ شرعاً و عقلاً باطل ہے بلکہ اپنے انا کی نفی اور اللہ کا اثبات ہے جیسا قرآن میں ہے اجعل الالٰهة الٰهاً واحداً ای نفی سائر الآلهة واثبت مکانها الٰهاً واحداً اور حدیث میں ہے من جعل الهموم هماً واحداً هم الآخرة ای نفی جمیع الهموم واثبت مکانها الهاً واحداً اور یہی معنے ہیں انا الحق و ہمہ اوست کے یعنی انا و ہمہ چیزے نیست ہر چہ ہست حق ست و اوست کما ذکرتہ فی شرح الاشعار الابتدائیہ من الدفتر الاول اور یہ نفی بھی باعتبار وجود خارجی کے نہیں ہوتی بلکہ التفات اور شہود کے اعتبار سے ہوتی ہے البتہ بدوں غلبہ حال کے ایسے موہم عنوانات کی اجازت نہیں اور غلبہ حال میں خود شریعت معذور رکھتی ہے پس اس سے شبہ مخالفت شرع کا جاتا رہا اور اس تحقیق کے بعد بھی اگر کوئی اعتراض ہی کیا کرے تو اس کا منشاء اشتباہ نہیں بلکہ عناد ہے جس پر ناگواری امر طبعی ہے اس لئے مولانا اس ناگواری کی حالت میں فرماتے ہیں کہ) اے مخاطب کٹ جائیو وہ لب اور حلق اور دہان جو کہ چاند کی یا آسمان کی طرف تھوک پھینکے تھوک اسی کے منہ کی طرف بلا شبہ لوٹے گا تھوک آسمان کی طرف کوئی راہ پناہ دے گا (مطلب یہ کہ ان اہل کمال کا اس سے کچھ ضرر نہ ہوگا یہی شخص متضرر ہوگا جیسا حدیث میں ہے من قال الفیہ کافر فان لم یکن کذلک رجع الی صاحبہ او کما قال پس) قیامت تک اس پر تھوک برستا ہے دب کی طرف سے جس طرح ابولہب کی جان پر تبت (کی بددعا برسی)

فائدہ:۔ یہ بددعا بغض فی اللہ کا ایک شبہ ہو سکتا ہے

سگ کسے کہ خواند اورا طبل خوار	طبل ورایت ہست ملک شہریار
وہ کتا ہے کہ اس کو طبل خوار کہے	طبل اور علم ایسے شہریار کی ملک میں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

آسمانہا بندۂ ماہ وے اند	شرق ومغرب جملہ ناں خواہ وے اند
تمام آسمان اس کے چاند کے غلام ہیں	مشرق و مغرب سب اس سے روٹی مانگنے والے ہیں
زانکہ لولاک ست بر توقیع او	جملہ در انعام و در توزیع او
کیونکہ اس کے فرمان شاہی پر لولاک ہے	سب اس کے انعام اور بخشش میں ہیں
گر نبودے او نیابیدے فلک	گردش و نور و مکانی ملک
اگر وہ نہ ہوتا تو نہ پاتا فلک	گردش اور نور اور ملائکہ کے لئے مکان بننے کو
گر نبودے او نیابیدے بحار	ہیبت ماہی و در شاہوار
اگر وہ نہ ہوتا تو نہ پاتے دریا	ماہی اور در شاہوار کی ہیبت کو
گر نبودے او نیابیدے زمیں	در درونہ گنج و بیروں یاسمیں
اگر وہ نہ ہوتا تو نہ پاتی زمین	اندر سے ۔ گنج اور باہر سے یاسمین کو
گر نبودے او نیابیدے جبال	زر و لعل و مومیائی بے سوال
اگر وہ نہ ہوتا تو نہ پاتے پہاڑ	زر اور لعل اور مومیائی کو بلاسوال کے
گر نبودے او نیابیدے جہاں	بے تقاضا رزقہائے بیکراں
اگر وہ نہ ہوتا تو نہ پاتا عالم	بلا تقاضا ۔ رزق وافر کو
رزقہا ہم رزق خواران وے اند	میوہا لب خشک باران وے اند
رزق بھی اس شخص کے رزق خوار ہیں	میوے بھی اس شخص کی بارش کے خشک لب ہیں
ہیں کہ معکوس ست درامر ایں گرہ	صدقہ بخش خویش را صدقہ بدہ
آگاہ ہو کہ صیغہ امر میں یہ عقدہ معکوس ہے	اپنے صدقہ دینے والے کو صدقہ دے
از فقیر ستت ہمہ زر و حریر	ہیں غنی را دہ زکاتے اے فقیر
تیرے پاس سب زر و حریر فقیر کی طرف سے ہے	ہاں زکوٰۃ دے غنی کو اے فقیر

(اور تو جو شیخ کو طبل خوار کہتی ہے کمافی ہذہ المصرعۃ لاف کیشے کاسہ لیسے طبل خوار سو سمجھ رکھ کہ) طبل اور علم (سب ایسے) شہریار کی ملک میں ہیں وہ کہتا ہے کہ اس کو طبل خوار کہے (حاصل یہ ہے کہ طبل خوار بمعنے بسیار خوار وہ ہے جو حریص ہے زیادہ کھانے کا اور شیخ مثل ایک شہریار صاحب سامان کے ہے اور جس کے پاس اتنا سامان ہو وہ عادۃً ادنیٰ چیزوں کا حریص نہیں ہوتا پس شیخ کو حریص کہنا کلبیت و بدنفسی ہے اور جو ملک باطن کا بادشاہ ہو اس کی شان تو یہ ہے کہ) تمام

www.besturdubooks.wordpress.com

آسمان اس کے چاند (یعنی نور مذکور اشعار متصلہ سرخی) کے (کہ نور حق ہے) غلام ہیں (اور) مشرق و مغرب سب اس سے روٹی مانگنے والے ہیں (یعنی حدوث اور بقاء و کمالات تابع وجود میں اس کے طفیلی ہیں (اور یہ حکم تمام مقبولین کو عام ہے آگے اس حکم کی دلیل ہے یعنی) کیونکہ اس (مقبول) کے فرمان شاہی پر (نشان) لولاک ہے (یعنی بادشاہ حقیقی نے اس کو رتبہ لولاک و مقصودیت کا دیا ہے اور باقی) سب (مخلوقات) اس کے انعام اور بخشش میں ہے (یعنی دوسری مخلوقات کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ آلہ و سامان و انعام و اکرام مقبولین ہے مثلاً آسمان اور زمین و ما بینہما سے مقصود یہ ہے کہ ان کو پیدا کر کے ان کو مقبولین کے لئے سامان نعمت و اسباب عیش بنادے کما قال تعالیٰ هو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعاً ثم استوی ای لکم بقرینة العطف الی السماء فسوٰهن سبع سمٰوات یہ معنے ہیں جملہ درانعام و در توزیع او کے اور مضمون لولاک علی المشہور مخصوص ہے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مگر یہ مخصوصیت اولاً ہے اور ثانیاً آپ کے توسط سے تمام مقبولین کے لئے ہے بیان اس کا یہ ہے کہ مقصود خلق عالم سے اجنبیت ان اعرف ہے اور عارفیت صفت مقبولین کی ہے پس مقصود اولاً خلق عالم سے وجود عارفین و مقبولین کا ہوا اور بقیہ مخلوقات ان کے تبعاً و تطفلاً پس آسمانوں کو ان کی نورانیت میں اور مشرق و مغرب کو ان کی غذا و نیابی بقاء میں اس کا محتاج کہنا شعر آسمانہا الخ میں صحیح ہوا آگے شعر رزقہا الخ تک یہی مضمون ہے یعنی) اگر وہ نہ ہوتا تو فلک گردش اور نور اور ملائکہ کے لئے مکان بننے (کی صفات) کو نہ پاتا اگر وہ نہ ہوتا تو دریا ماہی اور در شاہوار کی ہیئت کو نہ پاتے اگر وہ نہ ہوتا تو زمین اندر سے (مخزن معادن) اور باہر سے یاسمین کو نہ پاتی اگر وہ نہ ہوتا تو پہاڑ زر اور لعل اور مومیائی کو نہ پاتے بلا سوال (مومیائی سے مراد اس کی وہ قسم ہے جو کانی ہوتی ہے اور بلا سوال کے معنے ظاہر ہیں کہ جبال وغیرہ اس کی درخواست نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ پیدا کر دیتے ہیں) اگر وہ نہ ہوتا تو عالم بلا تقاضا رزق وافر نہ پاتا (مجموعہ عالم کا تقاضا نہ کرنا تو ظاہر ہے اور اگر یہ حکم ہر ہر جزو کے اعتبار سے ہو تب بھی اس طرح صحیح ہے کہ تقاضائے موقوف علیہ نہیں ہے عطاء رزق کا چنانچہ اگر کوئی بھی نہ مانگے بلکہ یہ درخواست کریں کہ ہم کو بالکل نہ ملے تب بھی ضرور ملے گا اور خود) رزق بھی اس شخص کے رزق خوار ہیں (اور خود) میوے بھی اس شخص کی بارش کے خشک لب (اور آب خوار) ہیں رزق خواری سے مراد نشو و نما و اغتذا اور ظاہر ہے کہ خود ارزاق و اقوات بھی اپنے تکون میں ان امور کے محتاج ہیں اور مثل دیگر اجزاء عالم کے یہ تکون بھی مقبولین کے طفیل میں ہے پس یہ حکم صحیح ہو گیا اور یہی تقریر ہے مضمون مصرعہ ثانیہ کی آگے مضمون سابق پر ایک تفریع ہے بطور لطیفہ کے یعنی) آگاہ رہو کہ صیغہ امر میں (جو مصرعہ آئندہ میں آتا ہے) یہ عقدہ معکوس ہے (اور وہ امر بعد اعتبار عکس کے یہ ہے کہ) اپنے صدقہ دینے والے کو صدقہ دے (واقع میں تو) تیرے پاس سب زر و حریر فقیر کی طرف سے ہے ہاں زکوٰۃ دے غنی کو اے فقیر (مطلب یہ ہے کہ یہ مضمون اوپر ثابت ہو چکا کہ جو کچھ عالم میں ہے یہ طفیل مقبولین کا ہے پس اگر کوئی مقبول بظاہر غیر متمول ہو اور کسی دنیا دار متمول کو کہا جاوے کہ تو اس کی خدمت مالیہ کر تو یہ بات بناء پر مضمون مذکور بالا اس اعتبار سے الٹی ہے کہ واقع میں تو یہ دنیادار اس تمول میں اسی مقبول کا طفیلی اور محتاج ہے جس سے اس مقبول کا غنی اور اس دنیادار کا فقیر ہونا لازم آتا ہے تو فقیر کو کہا جاتا ہے کہ تو غنی کو دے اور اس کا عقدہ مشکلہ اور معکوسہ ہونا ظاہر ہے اور بعض فقراء کے اعتبار سے اس حکم کا صحیح ہو جانا صحت تفریع کے لئے کافی ہے پس اس پر یہ شبہ واقع نہ کیا جاوے کہ اگر کوئی فقیر بھی مثل معطی کے دنیا پرست ہو تو وہاں یہ حکم کیسے صحیح ہو گا)

فائدہ:۔ مقصود زیادہ ان مضامین سے مولانا کے ارشادات ہیں گو بلسان مرید ہیں آگے خود مرید کا خطاب ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں تو ننگے جفت آں مقبول روح	چوں عیال کافر اندر عقد نوحؑ
تجھ جیسی ننگ خلق زوجہ ہے اس مقبول الروح کی	جیسے زوجہ کافرہ نوح علیہ السلام کے عقد میں
گر نبودے نسبت تو زیں سرا	پارہ پارہ کردمے ایں دم ترا
اگر تیرا تعلق اس گھر سے نہ ہوتا	میں اسی وقت تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا
دادمے آں نوح را از تو خلاص	تا مشرف گشتمے من در قصاص
اور اس نوح کو تجھ سے خلاصی دیتا	تاکہ میں قصاص میں مشرف ہوتا
لیک با خانہ شہنشاہ زمن	ایں چنیں گستاخی ناید زمن
لیکن شاہ زماں کے گھر کے ساتھ	مجھ سے ایسی گستاخی نہیں ہو سکتی
رو دعا کن کہ سگ ایں موطنی	ورنہ اکنوں کردمے من کردنی
جا دعا دے کہ تو اس مقام کی کتیا ہے	ورنہ میں اس وقت جو کام کرنے کا تھا کرتا

تجھ جیسی ننگ (خلق) زوجہ ہے اس مقبول الروح کی (وترکیبہ کحسن الوجہ) جیسے زوجہ کافرہ نوح علیہ السلام کے عقد میں اگر تیرا تعلق اس گھر سے (یعنی حضرت شیخ کی زوجیت سے) نہ ہوتا میں اس وقت تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالتا (اور) اس نوح (صفت شیخ) کو تجھ سے خلاصی دیتا تاکہ میں قصاص میں مشرف ہوتا (اس کی دو توجیہ ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ میں جو تجھ سے قصاص بمعنے انتقال ان کلمات کا لیتا مجھ کو نصرت شیخ کا شرف حاصل ہوتا اور ایک یہ کہ میں تیرے قتل کے قصاص میں اگر مارا جاتا تو اس سے بھی شرف حاصل ہوتا کہ ایسے شیخ کی محبت میں میری جان فدا ہوئی) لیکن شاہ زمان کے گھر کے ساتھ مجھ سے ایسی گستاخی نہیں ہوسکتی جا (شیخ کی جان کو) دعا دے کہ تو اس مقام کی کتیا ہے (کہ وہ مقام ہے میرے محبوب کا اور کوئے محبوب کا کتا بھی باقدر رہتا ہے ورنہ میں اس وقت جو کام کرنے کا تھا وہ کرتا (یعنی تجھ کو قتل کر ڈالتا)

بازگشتن مرید از وثاق شیخ و پرسیدن از مردم و نشان دادن ایشاں کہ شیخ بفلاں بیشہ رفتہ است

شیخ کے گھر سے مرید کا لوٹنا اور لوگوں سے دریافت کرنا اور ان کا پتا بتا دینا کہ شیخ فلاں جنگل میں گئے ہیں

بعد ازاں پرساں شد او از ہر کسے	شیخ را می جست از ہر سو بسے
اس کے بعد وہ ہر شخص سے پوچھتا ہوا چلا	شیخ کو ہر طرف سے بہت جستجو کرنے لگا
پس کسے گفتش کہ آں قطب دیار	رفت تا ہیزم کشد از کوہسار
پس کسی نے اس سے کہا کہ وہ قطب عالم	گئے ہیں تاکہ پہاڑ سے لکڑیاں لادیں

www.besturdubooks.wordpress.com

آں مرید ذوالفقار اندیش تفت	در ہوای شیخ سوئے بیشہ رفت
وہ معتقد سریع الفکر جلدی سے	محبت شیخ میں بیشہ کی طرف چلا
دیوی آورد پیش ہوش مرد	وسوسہ تا خفیہ گردد مہ ز گرد
شیطان اس شخص کی عقل کے سامنے	وسوسہ لاتا تھا تاکہ غبار سے چاند مخفی ہو جاوے
کایں چنیں زن راچرا ایں شیخ دیں	دارد اندر خانہ یارو ہمنشیں
کہ ایسی عورت کو کس لئے یہ شیخ دین	گھر میں یار اور ہمنشین بنا کر رکھتے ہیں
ضد را با ضد ایناس از کجا	با امام الناس، نسناس از کجا
ضد کو ضد سے انس کہاں سے	امام الناس کے ساتھ بن مانس کہاں سے
باز او لاحول می کرد آتشیں	کاعتراض من بر وکفرست وکیں
پھر وہ لاحول سوزندہ کہتا تھا	کہ میرا اعتراض ان پر کفر و کینہ ہے
من کہ باشم با تصرفہائے حق	کہ برآرد نفس من اشکال و دق
میں کون ہوتا ہوں تصرفات حق کے روبرو	کہ میرا نفس اشکال اور اعتراض لاتا ہے
باز نفسش حملہ می آورد زود	زیں تعرض در دلش چوں کاہ دود
پھر اس کا نفس جلدی سے حملہ کرتا تھا	بواسطہ اس تعرض کے اس کے دل میں جیسے گھاس دھوئیں کو
کہ چہ نسبت دیو را با جبرئیلؑ	کہ بود با او بصحبت ہم مقیل
کہ شیطان کو جبرئیلؑ سے کیا مناسبت	کہ وہ اس کے ساتھ مصاحبت میں ہمخواب ہوں
چوں تواند ساخت با آزر خلیلؑ	چوں تواند ساخت با رہزن دلیل
آزر کے ساتھ خلیلؑ کیونکر موافقت کر سکتے ہیں	رہزن کے ساتھ رہبر کیونکر موافقت کر سکتا ہے

اس کے بعد (یعنی اس معترضہ کی مکالمت سے فارغ ہو کر) وہ (معتقد) ہر شخص سے پوچھتا ہوا چلا (اور) شیخ کو ہر طرف سے بہت جستجو کرنے لگا پس کسی نے اس سے کہا کہ وہ قطب عالم گئے ہیں تاکہ پہاڑ سے لکڑیاں لاویں (یہ سن کر) وہ معتقد سریع الفکر جلدی سے محبت شیخ میں بیشہ کی طرف چلا (اور راہ میں) شیطان اس شخص کی عقل کیسامنے وسوسہ لاتا تھا تاکہ غبار (وسوسہ) سے چاند (اعتقاد کا) مخفی ہو جاوے (اور وہ وسوسہ یہ تھا) کہ ایسی عورت کو کس لئے یہ شیخ دین گھر میں یار اور ہمنشین بنا کر رکھتے ہیں ضد کو ضد سے انس کہاں (ہو سکتا ہے) امام الناس کے ساتھ بن مانس کہاں سے (میل کھا سکتا ہے نسناس حیوانے کہ انسان مشابہت دارد کذا فی الحاشیہ حاصل وسوسہ کا یہ ہے کہ اس سے شبہ ہوتا ہے کہ شیخ مغلوب شہوت ہوں گے کہ ایسی عورت کا رکھنا گوارا کرتے ہیں چنانچہ آئندہ شیخ نے جو اس کا جواب دیا ہے کان تحمل از ہوائے نفس نیست آن خیال نفس

www.besturdubooks.wordpress.com

تست ایں جاہلیت الی قولہ بار آں ابلہ کشیم وصد چاوے نے زعشق رنگ نے سودائے بوردہ قرینہ سے اس تعیین کا) پھر (اس وسوسہ کے بعد) وہ لاحول سوزندہ (وساوس) کہتا تھا (اسی سوزندگی کی وجہ سے آتشین کہا) کہ میرا اعتراض ان پر کفر اور کینہ (کے مثل قبیح) ہے میں کون ہوتا ہوں تصرفات حق کے روبرو کہ (جس پر) میرا نفس اشکال اور اعتراض لاتا ہے (دق احد معانیہ اعتراض ومواخذہ کردن درکار کسے کذافی الغیاث مطلب یہ کہ متصرف احوال شیخ میں حق تعالیٰ ہیں جس حال میں مصلحت جانتے ہیں رکھتے ہیں میں اعتراض کرنے والا کون ہوں اور) پھر اس کا نفس جلدی سے حملہ کرتا تھا بواسطہ اس تعرض (بحال شیخ ووسوسہ) کے (جو) اس کے دل میں (پیدا ہوتا تھا اور نفس اس وسوسہ کو اس طرح جلدی سے پیدا کرتا تھا) جیسا گھاس دھوئیں کو (پیدا کرتا ہے کمافی الحاشیہ یعنی چنانچہ کاہ وود دی آرد بزودی وہ وسوسہ وہی تھا جو اوپر مذکور ہوا اور آگے بھی دوسرے عنوان سے مذکور ہے یعنی یہ) کہ شیطان کو جبرئیل سے کیا مناسبت کہ وہ (جبرئیل) اس کے ساتھ مصاحبت میں ہم خواب ہوں (اور) آزر کے ساتھ خلیل کیونکر موافقت کر سکتے ہیں (اور) رہزن کے ساتھ رہبر کیونکر موافقت کر سکتا ہے۔

یافتن آں مرید مراد را و ملاقات او با شیخ نزدیک آں بیشہ

مرید کا مراد حاصل کر لینا اور جنگل کے قریب شیخ سے اس کی ملاقات

اندریں بود او کہ شیخ نامدار	زود پیش افتاد بر شیرے سوار
وہ اسی میں تھا کہ شیخ نامدار	دفعۃً سامنے آ گئے ایک شیر پر سوار ہوئے
شیر غراں ہیزمش را می کشید	برسر ہیزم نشستہ آں سعید
شیر غراں ان کی لکڑیوں کو لادے لاتا تھا	ہیزم کے اوپر وہ سعید بیٹھے ہوئے
تازیانہ اش مار نر بود از شرف	مار را بگرفت چوں خرزن بکف
ان کا چابک ایک نر سانپ تھا بوجہ بزرگی کے	سانپ کو تازیانہ کی طرح ہاتھ میں لے رکھا تھا
تو یقیں میداں کہ ہر شیخے کہ ہست	ہم سواری می کند بر شیر مست
تو یقیناً جان لے کہ جو شیخ بھی ہے	وہ شیر مست پر سواری کرتا ہے
گرچہ آں محسوس وایں محسوس نیست	لیک آں بر چشم جاں ملبوس نیست
اگر وہ محسوس ہے اور یہ محسوس نہیں ہے	لیکن وہ چشم باطن پر ملتبس نہیں ہے
صد ہزاراں شیر زیر ران شاں	پیش دیدہ غیب داں ہیزم کشاں
لاکھوں شیر ان کی ران کے نیچے	چشم غیب بین کے روبرو وہ ہیزم کش ہیں
لیک آں یک را خدا محسوس کرد	تا کہ بیند نیز او کہ نیست مرد
لیکن اس ایک کو خدائے تعالیٰ نے محسوس کر دیا	تاکہ ایسا شخص بھی دیکھ لے جو کہ مرد نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دیدش از دور و بخندید آں خدیو	گفت آں رامشنو اے مفتون دیو
اس کو دور سے دیکھا اور ہنسے وہ بزرگ	کہا کہ اس کو مت سنا اے بہکائے ہوئے شیطان کے
از ضمیر او بدانست آں جلیل	ہم زنور دل بلے نعم الدلیل
اس کے خیال مضمر سے بھی وہ بزرگ واقف ہو گئے	بسبب نور دل کے ہاں یہ خوب دلیل ہے
خواند بروے یک بیک آں ذوفنوں	انچہ در رہ رفت باوے تا کنوں
ایک ایک کر کے سب کہہ دیا اس کے سامنے ان ذوفنون نے	جو کچھ راستہ میں اس کے ساتھ ہوا تھا اب تک
بعدازاں در مشکل انکار زن	برکشاد آں خوش سرایندہ دہن
اس کے بعد انکار زن کے اشکال کے بارہ میں	ان خوش گو نے منہ کھولا
کاں تحمل از ہوائے نفس نیست	آں خیال نفس تست اینجا مایست
کہ وہ تحمل شہوت نفس سے نہیں ہے	وہ تو تیرے نفس کا خیال ہے اس مقام میں مت کھڑا ہو
گر نہ صبرم می کشیدے بار زن	کے کشیدے شیر نر بیگار من
اگر میرا صبر عورت کے بار کو نہ برداشت کرتا	تو شیر نر میری اس بیگار کو کب برداشت کرتا
اشتران بختیم اندر سبق	مست و بیخود زیر محملہائے حق
ہم سابقیت میں شتران قوی ہیں	مست اور بے خود حق تعالیٰ کے محملوں کے نیچے
من نیم درامر وفرماں نیم خام	تا بیندیشم من از تشنیع عام
میں امر اور فرمان میں نیم خام نہیں ہوں	تا کہ تشنیع عام سے اندیشہ کروں
عام ما و خاص ما فرمان اوست	جان ما بر رو دواں جویان اوست
ہمارا عام اور ہمارا خاص اس کا حکم ہے	ہماری جان چہرہ کے بل دوڑنے والی اس کی جویاں ہے
دورم از تحسین و تشویقش ہمہ	فارغ از تکذیب و تصدیقش ہمہ
میں اس کی تحسین و تشویق سے بالکل دور ہوں	اور اس کی تکذیب و تصدیق سے بالکل فارغ ہوں
فردی ما جفتی ما نہ از ہواست	جان ما چو مہرہ در دست خداست
ہمارا فرد ہونا ہمارا جفت ہونا خواہش نفس سے نہیں ہے	ہماری جان مہرہ کی طرح خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے
برآں ابلہ کشیم و صد چو او	نے زعشق رنگ و نے سودائے بو
اس احمق کا اور اس جیسے سینکڑوں کا ہم بوجھ اٹھاتے ہیں	نہ عشق رنگ سے اور نہ خیال بو سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اینقدر خود درس شاگردان ماست	کرو فر ملحمہ ما تا کجاست
یہ مقدار تو ہمارے شاگردوں کا سبق ہے	ہمارا کروفر اور رزمگاہ تو کس جگہ ہے
تا کجا آنجا کہ جارا راہ نیست	جز سنا برق مہ اللہ نیست
کس جگہ تک اس جگہ تک کہ جگہ کو راستہ نہیں ہے	بجز روشنی برق ماہ حق کے نہیں ہے
از ہمہ اوہام و تصویرات دور	نور نور نور نور نور نور
تمام اوہام اور تصورات سے دور ہے	نور ہی نور ہے نور ہی نور ہے نور ہی نور ہے
بہر تو من پست کردم گفتگو	تا بسازی با رفیق زشت خو
میں نے تیرے لئے گفتگو کو پست کر دیا تھا	تاکہ تو رفیق زشت خو کے ساتھ موافقت رکھے
تا کشی خندان و خوش بار حرج	از پے الصبر مفتاح الفرج
اور تاکہ تو خنداں و فرحاں بار تنگی کو برداشت کرے	الصبر مفتاح الفرج کے لئے
چوں بسازی باخسی ایں خساں	گردی اندر نور سنتہا رساں
جب تو ان کمینوں کی کمینگی کے ساتھ موافقت کرے گا	تو نور سنن میں لورسائی حاصل کرنے والا ہو گا
کانبیا رنج خساں بس دیدہ اند	از چنیں ماراں بسے پیچیدہ اند
کیونکہ انبیا علیہم السلام نے کمینوں کی بہت اذیتیں دیکھی ہیں	ایسے سانپوں سے بہت پیچ و تاب کھائے ہیں

وہ اسی (تدابیع) میں تھا کہ شیخ نامدار دفعۃً سامنے آ گئے ایک شیر پر سوار ہوئے شیر غران ان کی لکڑیوں کو لادے لاتا تھا (اور) ہیزم کے اوپر وہ سعید بیٹھے ہوئے (اور) ان کا چابک ایک نر سانپ تھا بوجہ بزرگی کے (اور) سانپ کو تازیانہ کی طرح ہاتھ میں لے رکھا تھا (خرزن تازیانہ کذانی الغیاث بیچ میں مولانا فرماتے ہیں کہ یہ سواری شیر کچھ شیخ ابوالحسنؒ کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ) تو یقینا جان لے کہ جو شیخ (کامل) ہے وہ شیر مست پر سواری کرتا ہے اگرچہ وہ (یعنی) شیخ ابوالحسن کا شیر پر سوار ہونا) محسوس ہے اور یہ (یعنی ہر شیخ کا شیر پر سوار ہونا) محسوس نہیں ہے لیکن وہ (غیر محسوس) چشم باطن پر ملتبس (اور مشتبہ یعنی مخفی) نہیں ہے (اور ایک شیر نہیں بلکہ) لاکھوں شیران کی ران کے نیچے چشم غیب بین کے روبرو ہیزم کش ہیں لیکن اس ایک کو (یعنی شیخ ابوالحسن کی سواری شیر کو نمونہ کے طور پر) خدائے تعالیٰ نے محسوس کر دیا تاکہ ایسا شخص بھی دیکھ لے جو کہ مرد (کامل و باطن بین) نہیں ہے (اور ایسوں کو بھی انکار نہ رہے مراد مولانا کی اس شیر سے جس پر سب شیوخ کاملین سوار ہوتے ہیں نفس امارہ ہے کہ غلبہ شیر میں مشابہ شیر کے ہے وہ حضرات اس کو مغلوب کر کے اس کے خلاف طبع اس سے کام لیتے ہیں اس کو دفتر اول خاتمہ قصہ خرگوش میں بعد مضمون اہلاک شیر کے اس طرح فرمایا ہے اے شہان کشتیم ما خصم برون ماند خصمے زد بتر در اندروں کشتن ایں کار عقل و ہوش نیست شیر باطن سخرۂ خرگوش نیست الی قولہ سہل شیرے داں کہ صفہا بشکند شیر آنست آنکہ خود را بشکند تا شود شیر خدا از عون او وا رہد از نفس و از فرعون او اور اس شیر نفس کا محسوس عوام نہ ہونا اور مدرک خواص ہونا ظاہر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور شعر صد ہزاراں شیر الخ میں ان سے مراد یا تو جنود نفس ہیں من الدواعی والنوازع الشہویۃ والغضبیۃ التی لاتحصر اور نفس کے اسی مبدائیت للشرور کی بناء پر مولانا نے دفتر اول قصہ آتش افروزی بادشاہ یہودی میں یہ ارشاد فرمایا ہے مادر بتہابت نفس شماست زانکہ آن بت مار وایں بت اژدہاست الی قولہ ہر نفس مکرے ودر ہر مکر ازان غرق صد فرعون بافرعونیاں اوران کی ہیزم کشی ان کا غالب نہ آتا کما قال تعالیٰ ان النفس لامارۃ بالسوء الا مارحم ربی اور یا مراد جنود ابلیس ہیں اوران کی ہیزم کشی ان کا غالب نہ آسکنا کما قال تعالیٰ انہ لیس لہ سلطان علی الذین آمنوا وعلیٰ ربھم یتوکلون آگے پھر قصہ ہے کہ) اس (معتقد) کو دور سے دیکھا اور ہنسے وہ بزرگ (اور) فرمایا کہ اس (وسوسہ وخطرہ) کو مت سنائے بہکائے ہوئے شیطان کے (اور وجہ اس فرمانے کی یہ ہوئی کہ) اس کے خیال مضمر سے بھی وہ بزرگ واقف ہوگئے یہ سبب نور دل کے (پس کلمہ از در مصراع اول صلہ است دانست را بتضمین او معنے آگاہ شدن را وکلمہ ہم در مصراع ثانی قیدست دانست را یعنی ضمیر اورا ہم دانست را بتضمین او معنے آگاہ شدن را وکلمہ ہم در مصراع ثانی قیدست دانست را یعنی ضمیر اورا ہم دانست چنانکہ دیگر واقعات طریق را دانست کہ در شعر آئندہ خوانده بروی الخ مذکور خواہد شد اور نور دل سے مراد کشف آگے اس نور دل کی مدح ہے کہ) ہاں (واقعی) یہ خوب دلیل ہے (کہ مصداق ہے حدیث اتقوا فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ کی گو بوجہ ظنی ہونے کے کسی کے ضرر میں حجت نہیں اور جس طرح اس وسوسہ کا علم ہوگیا اسی طرح دوسرے واقعات کا بھی جو اس کو پیش آئے تھے چنانچہ) ان ذوفنون نے اس کے سامنے ایک ایک کرکے جو کچھ راستہ میں اس کے ساتھ ہوا تھا (اس سے لے کر اب تک (جو کچھ ہوا) سب کہہ دیا اس کے بعد انکار زن کے (سبب جو) اشکال (اور وسوسہ اس کو پریشان کررہا تھا اس) کے بارہ میں ان خوش گو نے منہ کھولا (اور فرمایا) کہ (میرا) وہ تحمل (اس عورت کے معاملہ میں) شہوت نفس سے نہیں ہے وہ (شہوت نفس کا خیال) تو (صرف) تیرے نفس کا خیال ہے اس مقام میں مت کھڑا ہو (یعنی اس خیال سے درگزر بلکہ وجہ اس کی میرا صبر ہے جو ماموربہ ہے سو) اگر میرا صبر (اس) عورت کے بار (مخالفت وایذا) کو نہ برداشت کرتا تو شیر نر میرے اس بیگار کو کب برداشت کرتا (اور میری کیا تخصیص ہے میں اس جماعت سے ہوں کہ) ہم (سب کے سب) سابقیت (فی السفر الی الخیرات) میں شتران قوی ہیں (اور) مست اور بے خود حق تعالیٰ کے محملوں کے نیچے (یعنی) احکام الٰہیہ کے تحت میں شوق وہمت سے چلتے ہیں بختی بالضم نوع از شتر قوی وبزرگ منسوب بہ بخت نصر کہ مادہ شتر عرب ونر شتر عجم را جفت ساختہ بود نتیجہ را بختی گویند کذافی الغیاث باختصار پس اس جماعت میں ہونے کے سبب میری بھی یہ حالت ہے کہ) میں امر (تکوینی) وفرمان (تشریعی) کا نیم خام (ونیم پختہ) نہیں ہوں تاکہ تشنیع عام سے اندیشہ کروں (جس میں وہ عورت بھی داخل ہے مثلاً اس سے یہ اندیشہ ہوتا کہ یہ برا بھلا کہے گی تو لوگوں کو شبہ ہوگا کہ جب بیوی ہی معتقد نہیں ہیں تو یہ کامل نہ ہوں گے اور ایسے وسوسہ کرنے والے بھی داخل ہیں کہ ایسی عورت کو رکھنا دلیل ہے شیخ کی شہوت پرستی کی غرض میں کچھ اندیشہ نہیں کرتا کہ سراسر پختہ ہوں اور ہم لوگ عام کو جو کہ از تشنیع عام میں مذکور ہے یا خاص کو کہ وہ بھی عام کی ایک فرد ہے جس کا مصداق وہ عورت اور موسوس ہے جو کہ اس عام میں داخل ہے جیسا ابھی مذکور ہوا کیا جانیں ہمارا تو عام اور ہمارا خاص اس کا حکم ہے (مطلب یہ کہ ہمارا مطمح نظر اس کا حکم ہے چونکہ کسی کو عام پر کسی کو خاص پر نظر ہوتی ہے پس لفظ عام وخاص مجازاً عبارت ہے مطمح نظر سے اور) ہماری جان چہرہ کے بل دوڑنے والی اس کی جویان ہے (اور) میں اس (عام) کی (جس کا ذکر شعر سابق علی السابق کے مصرعہ ثانیہ میں ہے) تحسین وتشویق سے بالکل دور ہوں (یعنی نہ اس کی طمع ہے کہ وہ مجھ کو اچھا سمجھیں نہ اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کی طمع ہے کہ وہ میری تعریف کر کے دوسروں کو میرا مشتاق کریں اسی طرح میں) اس کی تکذیب وتصدیق سے بالکل فارغ ہوں (یعنی مجھ کو خواہ جھوٹا سمجھیں یا سچا سمجھیں سب سے آزاد ہوں اور چونکہ عام میں خاص بھی داخل ہے اس سے فارغ عن الخاص ہونا بھی مفہوم ہو گیا فصح قولہ فی الشعر السابق عام ماؤ خاص ما فرمان اودست الخ اور میری تقریر سے مثل تکذیب و تصدیق کے تحسین وتشویق میں بھی تقابل معلوم ہو گیا گو مثل تکذیب وتصدق کے غایت خلاف نہ سہی کہ تضاد حقیقی کہلاتا ہے لیکن یہ بھی تو تقابل ہے کہ تحسین کی غرض کا دوسرے سے متعلق ہونا ضروری نہیں اور تشویق میں ضروری ہے پس یہ تقابل مشابہ تضاد مشہوری کے ہو گیا کہ جن میں غایت خلاف نہیں ہوتا من وجہ خلاف ہونا کافی ہوتا ہے کالحمرۃ والسواد فسقط مانی الحواشی ہہنا من قولہ بعضہم ان التقابل لیس بضروری وتاویل بعضہم للفظ التشویق بسلب الشوق تحصل التقابل خلاصہ یہ کہ میں متبع نفس نہیں ہوں کہ مدح وذم پر نظر ہو بلکہ متبع امر ہوں اور) ہمارا فرد ہونا (اور) ہمارا جفت ہونا خواہش نفس سے نہیں ہے (بلکہ بامر حق ہے اور) ہماری جان مہرہ کی طرح خدائے تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے (یقلب کیف یشاء مطلب یہ کہ ہم جو اس عورت سے نباہ کرتے ہیں یہ بھی بحکم حق ہے یہ تو جفتی ہے اور اگر ہم کو حکم ہو جاوے کہ اس کو چھوڑ دو تو یہ فردی بھی بحکم حق ہوگی غرض یہ کہ) اس احمق (عورت) کا اور اس جیسے سینکڑوں (احمقوں) کا ہم بوجھ اٹھاتے ہیں نہ عشق رنگ سے اور نہ خیال بو سے (رنگ وبو کنایہ ہے حسن ظاہری سے اور محبوب اکثر خوشبو وغیرہ کا بھی استعمال کرتے ہیں اسی طرح حقیقی معنے بھی ہو سکتے ہیں آگے اس میں ترقی ہے کہ) یہ مقدار (اتباع احکام وتعلق مع اللہ کی جس کا بیان کیا گیا یہ) تو ہمارے شاگردوں (اور مریدوں) کا سبق ہے ہمارا کر وفر اور رزمگاہ (یعنی مرتبہ) تو کس جگہ (پہنچا ہوا) ہے (آگے جواب دیتے ہیں کہ) کس جگہ تک (بتلاؤں اس جگہ تک (ہے) کہ (وہاں) جگہ کو بھی راستہ نہیں (ملتا اور وہاں بجز روشنی برق ماہ حق کے نہیں (حاصل اس دونوں شعروں کا یہ ہے کہ یہ جو صبر واتباع احکام کا بیان کیا گیا یہ تو تعلق مع اللہ کے مراتب میں سے مرتبہ مجاہدہ کا ہے جو ادنیٰ مریدین کو بھی حاصل ہوتا ہے ہم کو تو بفضلہ تعالیٰ مراتب تعلق مع اللہ میں سے مرتبہ مشاہدہ ومعائنہ کا میسر ہے اور چونکہ متعلق مشاہدہ ومعائنہ یعنی التفات بحث الی صفات الحق وذات الحق کا صفات وذات حق ہے اور ظاہر ہے کہ وہ حیز ومکان سے منزہ ہے اس لئے یہ حکم صحیح ہوا کہ جا را راہ نیست اور اس کو ان جا بمعنے آن مرتبہ کہنا مجازاً ہے اور ماہ حق سے مراد تمثیلاً حق تعالیٰ اور روشنی برق سے مراد تمثیلاً نور حق یعنی اس مرتبہ میں بجز نور حق کے کچھ نہیں اور یہ ظاہر ہے کیونکہ صفات وذات سب نور ہی ہے چنانچہ آگے اس کی بالکل تصریح ہے کہ وہ مرتبہ) تمام اوہام وتصورات سے دور ہے (اور سرتاسر) نور ہی نور ہے نور ہی نور ہے نور ہی نور ہے (یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب وہ خیال وتصور سے منزہ ہے تو ان کی رسائی وہاں کیسے ہوئی اصل یہ ہے کہ یہاں پوری رسائی کا حکم کرنا مقصود نہیں ہے مطلب یہ ہے کہ ہمارا التفات گو بابجہ تو سب کو حاصل ہے اصل یہ ہے کہ ایسا التفات کہ غیر کی طرف التفات نہ ہو اور اسی کو مشاہدہ ومعائنہ کہتے ہیں مخصوص عارفین کاملین کے ساتھ ہے مطلب یہ کہ ہم بفضلہ تعالیٰ اس مرتبہ تک پہنچے ہوئے ہیں جو آخر میں کہا ہے باقی میں نے جو ابتداء میں اپنی حالت بیان کی تھی من قولہ اشتران بختیم الی قولہ بار آن ابلہ کشیم یہ گفتگو بطور تنزیل کے تھی اور) میں نے تیرے (نفع کے) لئے گفتگو کو پست کر دیا تھا تاکہ تو (اس سے یہ نفع حاصل کرے کہ) رفیق زشت خو کے ساتھ موافقت رکھے (اور) تاکہ تو خنداں وفرحاں بارتنگی کو برداشت کرے الصبر مفتاح الفرج (کا مرتبہ حاصل کرنے) کے لئے (مطلب یہ کہ میری غرض اصلی تیری مخاطبت سے تعلیم تھی اخلاق وسلوک کی اور اس غرض کے لئے یہ گفتگو مرتبہ مجاہدہ کی کافی ہے اس لئے ابتدائے کلام میں صرف اسی مرتبہ کی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتگو کی گئی تھی یہ تقریر ہے بہر تو من پست کردم الخ و تا کشتی الخ کی مگر بعد میں اس احتمال سے کہ کبھی کوئی مخاطب کاملین کی حالت کو اسی پر منحصر نہ سمجھ لے مرتبہ مشاہدہ کو بھی ذکر کر دیا گو غرض اصلی مقام یعنی تعلیم میں اس کی ضرورت نہ تھی جو ایں قدر خود درس سے از ہمہ اوہام الخ تک ذکر کی گئی اور اسی اصلی غرض پر نظر کر کے پھر اسی مرتبہ مجاہدہ کے ذکر کی طرف عود فرمایا کہ) جب تو ان کمینوں کی کمینگی کے ساتھ موافقت کرے گا تو نور سنن (انبیاء) میں تو رسائی حاصل کرنے والا ہوگا کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے کمینوں کی بہت اذیتیں دیکھی ہیں (اور) ایسے سانپوں سے بہت پیچ و تاب کھائے ہیں (اور صبر فرمایا ہے پس یہ ان کی سنت ہوئی اگر تو ایسا کرے گا تو ان کی سنت کا متبع ہوگا اور ان سنن کے انوار سے مشرف ہوگا۔

فائدہ:۔ آگے حکمت مذکور ہے ابرار کے ساتھ ان اشرار و اہل شرور و اعداء ابرار کی تکوین کی کہ ظہور اسماء ہے اور ہر زمانہ میں ابرار و اشرار میں تصادم و تزاحم کے مستمر رہنے کی جس سے اس حکمت کا ظہور ہوا اور اس کے ضمن میں کن وجہ آیہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ کی تفسیر بھی ہے۔

حکمت در آیہ انی جاعل فی الارض خلیفۃ

"میں زمین میں قائم مقام بنانے والا ہوں" میں حکمت

چوں مراد و حکم یزدان غفور	بود در قدمت تجلی و ظہور
جب مقصود اور حکم یزدان غفور کا	علم قدیم میں تجلی اور ظہور تھا
بے زضدے ضد را نتواں نمود	واں شہ بیمثل را ضدے نبود
اور بدوں ایک ضد کے دوسری کو ظاہر نہیں کیا جا سکتا	اور اس شاہ بے مثل کی کوئی ضد تھی نہیں
پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ	تا بود شاہیش را آئینہ
پس ایک صاحب سینہ کو خلیفہ بنایا	تاکہ وہ اس کی شاہی کا آئینہ ہو جاوے
پس صفائی بیحد و ش داد او	وانگہ از ظلمت ضدش بنہاد او
پھر اس کو بے انتہا از حدود صفائی عطا فرمائی	اور اس وقت ظلمت سے اس کی ضد مقرر کی
دو علم برساخت اسفید و سیاہ	آن یکے آدمؑ دگر ابلیس راہ
دو پرچم بلند کیے سفید اور سیاہ	ایک آدم علیہ السلام دوسرا ابلیس راہ
درمیان آن دو لشکر گاہ زفت	چالش و پیکار انچہ رفت رفت
ان دونوں لشکر گاہ عظیم کے درمیان	جنگ و پیکار جو کچھ بھی جاری رہی جاری رہی
ہمچناں دور دوم ہابیل شد	ضد نور پاک او قابیل شد
اسی طرح دور دوم میں ہابیل ہوئے	ان کے نور مقدس کا ضد قابیل ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچناں ایں دو علم از عدل و جور	تا بہ نمرود آمد اندر دور دور
اسی طرح یہ دونوں پرچم عدل اور جور سے	نمرود تک دور دور ہوتے ہوئے آئے
ضد ابراہیمؑ گشت و خصم او	واں دو لشکر کیں گزار و جنگجو
وہ ضد ابراہیمؑ کا ہوا اور ان کا مخالف	اور وہ دونوں لشکر کین گزار اور جنگجو رہے
چوں درازی جنگ آمد ناخوشش	فیصل آں ہر دو آمد آتشش
جب جنگ کی درازی اس کو ناخوش معلوم ہوئی	تو ان دونوں کا فیصل آتش قرار پائی
حکم کرد او آتشے را و نکر	تا شود حل مشکل آں دو نفر
پس آتش کو فیصل کنندہ اور عذاب بنایا	تاکہ ان دونوں شخصوں کی مشکل حل ہو جاوے
دور دور و قرن قرن ایں دو فریق	تا بفرعون و بموسیٰؑ شفیق
دور دور اور قرن قرن میں یہ دونوں فریق	فرعون اور موسیٰ شفیق تک پہنچے
سالہا اندر میان شاں حرب بود	چوں ز حد رفت و ملولی میفزود
برسوں ان کے درمیان حرب ہوتی رہی	جب حد سے گزر گئی اور ملولی بڑھانے لگی
آب دریا را حکم سازید حق	تا کہ ماند کہ برد زیں دو سبق
تو آب دریا کو حق تعالیٰ نے حکم بنایا	تاکہ کون عاجز رہتا ہے کون ان دو میں سے سبقت لے جاتا ہے
تا کہ فرعوں را باآں فرعونیاں	آب دریا غرق شاں کرد آں زماں
یہاں تک کہ فرعون کو مع ان فرعونیوں کے	آب دریا نے ان کو اس وقت غرق کر دیا
ہم نکر سازید از بہر ثمود	صیحۂ کہ جان شاں را در ربود
ثمود کے لئے بھی عذاب بنایا اس صیحہ کو	اس صیحہ کو جس نے ان کی روح سلب کر لی
ہم نکر سازید بہر قوم عاد	زود خیزے تیز رو یعنی کہ باد
قوم عاد کے لئے بھی عذاب بنایا	ایک زود خیز تیز رو کو یعنی ہوا کو
ہم نکر سازید بر قاروں ز کیں	تا فرو بردش چو اژدرہا زمیں
عذاب بنایا قارون کے لئے بھی بسبب کینہ کے	یہاں تک کہ اس کو اژدہا کی طرح زمین نگل گئی
تا حلیمی زمیں شد جملہ قہر	برد قاروں را و گنجش را بقعر
یہاں تک کہ زمین کا حلم بالکل قہر بن گیا	قارون کو اور اس کے خزانہ کو قعر تک لے گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

لقمۂ را کاں ستون ایں تن ست	دفع تیغ جوع ناں چوں جوشن ست
وہ لقمہ کہ اس تن کا ستون ہے	گرسنگی نان کی تلوار کا جوشن کی طرح دفعیہ ہے
چونکہ حق قہرے نہد در نان تو	چوں خناق آں ناں بگیرد در گلو
جب حق تعالیٰ تیری روٹی میں قہر رکھ دے	تو خناق کی طرح وہ روٹی تیرے گلے میں پھنس جاوے
ایں لباسے کہ ز سرما شد مجیر	حق دہد او را مزاج ز مہریر
یہ لباس جو کہ سرما سے پناہ دہندہ ہے	حق تعالیٰ اس کو مزاج زمہریر کا دے دے
تا شود بر جسمت ایں جبکہ شگرف	سرد ہمچوں یخ گزندہ ہمچو برف
یہاں تک کہ ہو جاوے یہ جبہ عجیب تیرے جسم پر	یخ کی طرح سرد برف کی طرح ایذا رساں
تا گریزی از وشق ہم از حریر	زو پناہ آری بسوئے ز مہریر
یہاں تک کہ تو بھاگنے لگے پوستین سے اور حریر سے بھی	اس سے زمہریر کی طرف پناہ لے جاوے
تو دو قلہ نیستی یک قلۂ	غافل از قصہ عذاب ظلۂ
تو دو قلہ نہیں ہے بلکہ ایک قلہ ہے	تو قصہ عذاب ظلہ سے غافل ہے
امر حق آمد بشہرستان و دہ	خانہ و دیوار را سایہ مدہ
حق تعالیٰ کا حکم پہنچا شہر اور دیہات میں	گھروں اور دیواروں کو کہ سایہ مت دو
مانع از باراں مباش و آفتاب	تا بداں مرسل شدند امت شتاب
بارش اور آفتاب کی مانع مت ہو	یہاں تک کہ اس رسولؑ کے پاس امتی لوگ دوڑے گئے
کہ بمردیم اغلب اے مہتر اماں	باقیش از دفتر تفسیر خواں
کہ ہم بگمان اغلب مر گئے اے حضرتؑ امن دلوایئے	اس کا بقیہ دفتر تفسیر سے پڑھ لے
چوں عصا را ما کرد آں چست دست	گر ترا عقلے ست ایں نکتہ بس ست
جب عصا کو سانپ بنا دیا اس چالاک دست نے	اگر تجھ کو عقل ہے تو یہی نکتہ کافی ہے
ہمچنیں تا دور و طور مصطفیٰؐ	با ابو جہل آں سپہدار جفا
اسی طرح دور اور طور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک	اس ابوجہل سپہ دار ظلم کے ساتھ
سنگ در تسبیح آمد در شتاب	از میان اصبعین آفتاب
سنگریزہ تسبیح میں آیا فوراً	آفتاب کے دونوں انگشت کے درمیان میں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

منکر آں دید و فرونا ورد سر	دشمنی او کور کردش از نظر
منکر نے اس کو دیکھا اور سر کو نہیں جھکایا	اس کی عداوت نے اس کو نظر کرنے سے کور کر دیا

(وجہ ربط اوپر مذکور ہو چکی ہے کہ بیان حکمت تکوین اشرار مع الابرار کی یعنی) جب مقصود اور حکم (تکوینی) یزدان غفور کا (حلم) قدیم میں (اپنی) تجلی اور ظہور (بعطف تفسیری) تھا (اور) بدوں ایک ضد کے (دوسری) ضد کو (عادۃً بمرتبہ ظہور علمی) ظاہر نہیں کیا جا سکتا اور اس شاہ بے مثل کی کوئی ضد تھی نہیں (کما سیاتی فی ف اور اسی طرح خود ظہور ذات نیبی بحت بھی مرآۃ پر موقوف ہے کما سیاتی فی ف اس لئے دو چیزوں کا وجود قرین حکمت ہوا ایک مرآۃ دوسری اس مرآۃ کی ضد کہ وہ بالواسطہ ضد کہی جا سکتی ہے ذات حق کی اور ضدی کی طرح من وجہ سبب ظہور علمی بھی حق تعالیٰ کی ہو سکتی ہے کما سیاتی ایضاً فی ف کیونکہ ضد بلا واسطہ تو محال ہے کما مر من قولہ وان شہ بے مثل را الخ) پس (ان دو چیزوں کے وجود کا یہ سامان کیا کہ) ایک صاحب سینہ کو (یعنی انسان کامل کو کہ وجہ خلافت اس کی نور قلب وصدر ہے اپنا) خلیفہ بنایا تاکہ وہ اس کی شاہی کا آئینہ ہو جاوے (شاہی سے مراد اجتماع جمیع کمالات کہ شاہی کا مستحق ایسا ہی شخص سمجھا جاتا ہے اور) پھر اس (خلیفہ) کو خارج از حدود صفائی عطا فرمائی (جس سے وہ مرآۃ ہو گیا وہذا ہو المعنی بقولہ علیہ السلام ان اللہ خلق آدم علیٰ صورتہ ای علیٰ صفتہ) اور اس وقت ظلمت سے اس کی ضد مقرر کی (پس اس طرح دونوں چیزیں حاصل ہو گئیں آگے) اس خلیفہ اور ظلمت کا مصداق متعین فرماتے ہیں دو علم افراخت الخ یعنی ایک آدم وامثالہ مما ذکر فی التفصیل الآتی دوسرا ابلیس وامثالہ کذلک پھر دور تک تفصیلاً ایسے ہی متقابلین کا ذکر چلا گیا ہے پس اس طرح سے ظہور ہو گیا تمام کمالات الٰہیہ کا اور حکمت معلوم ہو گئی تکوین اشرار مع الابرار کی وہذا ہو المقصود ان اشعار اربعہ میں جو استدلال مذکور ہے ایک فائدہ میں اس کی تقریر بقیہ اشعار کی شرح سے پہلے مناسب معلوم ہوتی ہے فاقول بحول اللہ تعالیٰ)

فائدہ۔ حاصل تقریر مقام کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اپنا کمال ظہور منظور ہوا اور کمال ظہور کسی شے موجود فی الخارج کا یہ ہے کہ اس کی ذات کا بھی ظہور ہو اور اس کو ظہور واقعی کہنا چاہئے اور اس کی طرف التفات بھی ہو اور اس کو ظہور علمی کہنا چاہیے پس کمال ظہور مجموعہ ہے ظہور واقعی وعلمی کا اور ظہور واقعی کبھی بلا واسطہ ہوتا ہے جب وہ شے مشاہد ہو جیسے اجسام حاضر عند الحس اور کبھی بواسطہ امور دالہ کے جو اس کے مناسب ہوں ہوتا ہے جب وہ شے مشاہد نہ ہو جیسے روح کہ بواسطہ افعال وحرکات اس کا ظہور ہوتا ہے اور ظہور علمی عادۃً ہمیشہ بواسطہ ایسی چیز کے ہوتا ہے جو اوصاف میں اس کے مقابل اور مقولہ یعنی جنس عالی میں اس کا مشارک ہو اسی کو عرف میں ضد کہتے ہیں اور یہ عام ہے ضد اصطلاحی سے کیونکہ اصطلاحی میں متضادین کا قابل حلول ہونا بھی ضروری ہے اور متضادین عرفی میں یہ ضروری نہیں مثلاً زید وعمر و کو وقت اختلاف اوصاف کے عرفاً ضد کہیں گے اور اصطلاحاً نہ کہیں گے اور اسی ظہور علمی کا عادۃً موقوف ہونا ضد پر حاصل ہے قول مشہور الاشیاء تعرف باضدادہا کا مثلاً دھوپ ہے کہ اس کی ذات کا ظہور تو طلوع شمس سے ہو جاتا ہے لیکن التفات اس کی طرف اور تنبہ اس کے وجود پر کہ حاصل ہے اس کی معرفت کا یہ موقوف ہے مشاہدۂ ظل پر کہ اس کی بالمعنی المذکور ضد ہے پس اللہ تعالیٰ کا کمال ظہور بھی اس تقریر کے موافق موقوف ہوگا ایک تو اس کی ذات کے ظہور پر اور دوسرے کسی ضد کے وجود پر اور چونکہ وہ ذات مشاہد نہیں ہے غیب بحت ہے اس لئے ظہور ذات تو بواسطہ کسی دوسرے امر دال کے ہوگا جو اس کے مناسب ہو ایسے ہی امر دال کو عرف قوم میں

www.besturdubooks.wordpress.com

مظہر اور مثال ور مرآۃ کہتے ہیں جس کا مصداق ان کے نزدیک انسان کامل ہے اور یہ مقدمہ کلام میں صریحاً وقصداً مذکور نہیں لیکن مطوی ہے اور شعر پس خلیفہ ساخت صاحب سینہ تا بود شاہیش را آئینہ اس پر دال ہے پس ظہور ذات حق تو بواسطہ اس مظہر اور خلیفہ کے ہوا اور چونکہ اس کی کوئی ضد بالمعنی المذکور نہیں کیونکہ اس کے لئے کوئی جنس بھی نہیں پس مشارک فی الجنس کہاں ہوگا اور یہی مضمون ہے اس شعر کا بے ز ضدے ضد را نتوان نمود وان شہ بے مثل را ضدے نبود اس لئے ظہور علمی اس کی ضد کے واسطہ سے تو ہو نہیں سکتا اور ظہور علمی عادۃً موقوف ہے وجود ضد پر اس لئے اس کی یہ صورت ہوگی کہ وہ جو واسطہ تھا ظہور ذات کا یعنی انسان کامل اس واسطہ کی ایک ضد موجود کی گئی تا کہ وہ ضد اولاً اس واسطہ کی کاشف وسبب ظہور علمی ہو اور ثانیاً بواسطہ اس واسطہ کے ذات حق کی کاشف اور سبب ظہور علمی ہو اور یہی مضمون ہے اس شعر کا پس صفائی بے حدودش داداو وانگہ از ظلمت ضدش بنہاد او پس جس طرح اس کا ظہور واقعی بواسطہ مثال کے ہوا اسی طرح اس کا ظہور علمی بواسطہ ضد اس مثال کے ہوا اور مظہریت کی اس تقریر پر بعض کائنات مظاہر حق ہوں گے اور بعض کائنات ان مظاہر کے اضداد ہوں گے اور اس مظہریت کی بعض تقریرات مشہورہ پر یہ مظہریت جمیع کائنات کو عام ہے والاحکام تختلف باختلاف الاعتبارات فافہم انہت الفائدۃ (اب بقیہ اشعار کی شرح لکھتا ہوں یعنی حق تعالیٰ نے خلیفہ وضد خلیفہ پیدا کر کے گویا) دو پرچم بلند کئے (ایک) سفید (دوسرا) سیاہ (یعنی) ایک آدم علیہ السلام (اور) دوسرا ابلیس راہ (یعنی جو راہ حق میں ابلیسی واغواء کرتا ہے اور ان) دونوں لشکرگاہ عظیم میں جنگ و پیکار جو کچھ بھی جاری رہی جاری رہی (یعنی تخالف آدمؑ وابلیس کا صفات میں افعال میں سب امور میں مشہور ہے یہ تو دور اول میں واقع ہوا) اسی طرح دور دوم میں (ایک) ہابیل تھا (اور) اس کے نور مقدس کا ضد قابیل تھا اسی طرح یہ دونوں پرچم (سفید وسیاہ) یعنی عدل وجور نمرود (کے زمانہ) تک دور دور ہوتا ہوا آیا (پس) وہ ضد ابراہیمؑ کا ہوا اور ان کا مخالف اور وہ دونوں لشکر ہدایت وضلالت کے) کین گزار اور جنگ جو (رہے) جب (اس) جنگ (فیما بین ابراہیم علیہ السلام ونمرود) کی درازی اس کو (یعنی حق تعالیٰ کو) ناخوش معلوم ہوئی تو (بحکم حق) ان دونوں کا فیصل آتش قرار پائی پس (حق تعالیٰ نے) آتش کو فیصل کنندہ اور عذاب (نمرود کے لئے) بنایا (وہ فیصل یہی عذاب ہے) تا کہ ان دونوں شخصوں کی مشکل حل ہو جاوے (نہ کہ بقول بعض محشیین بمعنی عذاب ہم آمدہ اور عذاب سے مراد شاید خسار ہو کما قال تعالیٰ بعد ذکر برد النار فجعلنا ہم الاخسرین یعنی وہ آتش ابراہیم علیہ السلام کو تو ضرر رساں نہ ہوئی اور اس کو زیاں رساں ہوئی یہ دونوں کا فیصلہ ہوا اور تحکیم کی نسبت الی اللہ سے شبہ نہ کیا جاوے کہ آگ تو نمرود نے جلائی تھی جواب یہ ہے کہ ایقاد اس کا فعل تھا اور بعد اس کی ایقاد کے تحکیم فعل حق تعالیٰ کا ہے اسی طرح) دور دور اور قرن قرن میں یہ دونوں فریق (اہل ہدایت واہل ضلالت کے) فرعون اور موسیٰ شفیق تک (پہنچے اور) سالہا ان کے درمیان حرب ہوتی رہی (اور) جب (حرب) حد سے گزر گئی اور (منتظران فیصلہ کی) ملولی بڑھانے لگی تو آب دریا کو حق تعالیٰ نے حکم بنایا تا کہ (ظاہر ہو جاوے کہ) کون عاجز (و مغلوب) رہتا ہے (اور) کون ان دونوں سے سبقت (وغلبہ) لے جاتا ہے یہاں تک کہ فرعون کو مع ان فرعونیوں کے آب دریا نے ان کو اس وقت غرق کر دیا (اسی طرح) ثمود کے لئے بھی عذاب بنایا اس صیحہ کو جس نے ان کی روح سلب کر لی (اسی طرح) قوم عاد کے لئے بھی عذاب بنایا ایک زود خیز تیز رو کو یعنی ہوا کو (اسی طرح) عذاب بنایا قارون کے لئے بھی بسبب (اس کے) کینہ کے جو اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا) یہاں تک کہ اس کو اژدہا کی طرح زمین نگل گئی یہاں تک کہ زمین کا حلم بالکل قہر بن گیا (اور) قارون کو اور اس کے خزانہ کو قعر (زمین) تک لے گیا (اور اے مخاطب اس سے تعجب مت کر کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

زمین کا سکون اور حلم سبب عذاب ہو گیا کیونکہ حق تعالیٰ کی ایسی قدرت ہے کہ) وہ لقمہ کہ اس تن کا ستون (وما بہ القوام) ہے (اور) گرسنگی نان کی تلوار کا جوشن کی طرح دفعیہ ہے (مگر) جب حق تعالیٰ تیری روٹی میں (جس کا وہ لقمہ جزو ہے) قہر رکھ دے تو خناق کی طرح وہ روٹی تیرے گلے میں پھنس جاوے (اسی طرح) یہ لباس جو کہ سرما سے پناہ دہندہ ہے حق تعالیٰ (اگر چاہے) اس کو مزاج زمہریر کا دیدے (یعنی بجائے گرمی کے اس میں سخت سردی پیدا ہو جاوے) یہاں تک کہ وہ جبہ عجیب تیرے جسم پر یخ کی طرح سرد (اور) برف کی طرح ایذا رساں ہو جاوے یہاں تک کہ تو (اس کی سردی کے سبب) وشق (یعنی پوستین) سے اور حریر سے بھی (جو کہ دفع برد کے لئے موضوع ہیں) بھاگنے لگے (اور) اس سے زمہریر کی طرف پناہ لے جاوے (یعنی وہ گرم کپڑے ایسے سرد ہو جاویں کہ سردی میں زمہریر سے بھی صدہا درجے بڑھ جاویں کہ تم ان کی سردی کے سامنے زمہریر کو گرم اور غنیمت سمجھ کر زمہریر کی پناہ لینا چاہو جب حق تعالیٰ کی ایسی قدرت ہے تو سکون ارض کا ان کے حکم سے مبدل بہ قہر ہونا کیا بعید ہے آگے اور عذابوں کا ذکر ہے کہ) تو قلتین نہیں ہے بلکہ ایک قلہ ہے (چونکہ بعض فقہاء کے قول پر قلتین کی مقدار کامل ہے اس لئے یہ کنایہ کامل سے ہے خواہ متکلم حنفی ہوں یا شافعی پس بعض محشین نے جو مولانا کا حنفی ہونا مناقب العارفین سے نقل کیا ہے محل اشکال نہیں مطلب یہ کہ تو عبرت و بصیرت میں کامل نہیں ناقص ہے اس لئے) تو قصہ عذاب ظلہ سے غافل ہے (جو اصحاب ایکہ پر آیا اور وہ قصہ یہ ہے کہ) حق تعالیٰ کا شہر اور دیہات میں گھر اور دیوار کو حکم پہنچا کہ تو سایہ مت دے (اور) مانع بارش اور (مانع) آفتاب مت ہو (کیونکہ جو چیز سایہ افگن ہیں بحکم حق ہیں اگر حق تعالیٰ سایہ دار چیزوں کے اندر سے دھوپ کو چھان دیں تو وہ سایہ افگن نہیں ہو سکتیں پس یہی حکم ہو گیا) یہاں تک کہ اس رسول (یعنی شعیب علیہ السلام) کے پاس امتی لوگ دوڑے گئے کہ ہم بگمان اغلب (جو قریب یقین ہے) مر گئے اے حضرت امن (دلوایئے) اس کا بقیہ دفتر تفسیر سے پڑھ لے (یہ سوال اور اس کا جو جواب دیا ہو میری نظر سے نہیں گزرا عجب نہیں انہوں نے ایمان لانے کو ذریعہ اس سے بچنے کا بتلایا ہو اور انہوں نے نہ مانا ہو اور پھر گرمی سے گھبرا کر ظلہ کے نیچے جمع ہو کر ہلاک ہو گئے ہوں اسی طرح دور موسوی میں) جب عصا کو سانپ بنا دیا اس چابک دست (یعنی موسیٰ علیہ السلام) نے (چابک دست بوجہ فوریت کے کہا قال تعالیٰ فاذا ھو ثعبان اے مخاطب) اگر تجھ کو (دین کی) عقل ہے تو یہی نکتہ کافی ہے (یعنی اثبات کمال حق وقبول دین کے لئے) اسی طرح دور اور طور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک (وہی تقابل ابرار و اشرار کا پہنچا چنانچہ آپ کا معاملہ) اس ابوجہل سپہ دار ظلم کے ساتھ (واقع ہوا اس میں سے ایک یہ ہوا کہ) سنگ ریزہ تسبیح میں آیا فوراً آفتاب (حق یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کی دونوں انگشت کے درمیان میں سے (جس کا قصہ اس طرح ہے سنگہا اندر کف بوجہل بود گفت اے احمد بگو ایں چیست زود گر) منکر (یعنی ابوجہل) نے اس کو دیکھا اور سر خم نہیں کیا اس کی عداوت نے اس کو نظر (وفکر) کرنے سے کور کر دیا۔ آگے بمناسبت شعر اخیر کے بطور انتقال کے نظر کی ضرورت اور اس کے نافع ہونے کے شرائط کہ امعان واستعانت بصحبت کاملین ہے ذکر فرماتے ہیں۔

تو نظر داری و لے امعانش نیست	چشمۂ افسردہ است و کردہ ایست
تو نظر رکھتا ہے ولیکن اس میں امعان نہیں ہے	ایک چشمہ جامد ہے اور وہ رکود کئے ہوئے ہے
زیں ہمی گوید نگارندہ فکر	کہ بکن اے بندہ امعان نظر
اسی وجہ سے مصور افکار فرماتے ہیں	کہ اے بندہ امعان نظر اختیار کر

www.besturdubooks.wordpress.com

آں نمی خواہد کہ آہن کوب سرد	لیک اے پولاد بر داؤدش گرد
حق تعالیٰ یہ نہیں چاہتا کہ لوہے کو ٹھنڈا کوٹتا رہ	لیکن اے فولاد تو داؤد علیہ السلام کے پاس رجوع کر
تن بمردت سوی اسرافیل راں	دل فسردت رو بخورشید رواں
تیرا تن مر گیا ہو تو اسرافیل کی طرف رواں ہو	تیرا دل افسردہ ہو گیا ہو تو خورشید روح کی طرف جا
در خیال از بسکہ گشتی ملتبس	نک بسو فسطائی بدظن رسی
تو خیال میں از بسکہ پیچیدہ ہو رہا ہے	تو سو فسطائی بداعتقاد کی طرف پہنچا جاتا ہے
او خوداز لب خرد معزول گشت	شد زحس محروم و معزول کشت
وہ خود ہی مغز عقل سے برکنار تھا	حس سے بھی محروم ہوا اور وجود سے بھی برکنار ہوا
گرز خود و زلب خود معزول بود	شد زحس محروم و معزول از وجود
وہ اگر اپنے سے اور اپنے مغز سے برکنار ہوا	تو اپنے وجود حس سے بھی علیحدہ ہو گیا
ہیں سخن خا' نوبت لب خائی ست	گر بگوئی خلق را رسوائی ست
ہاں اے سخن خا۔ لب خائی کا موقع ہے	اگر خلق سے کہدو گے تو رسوائی ہے
چیست امعاں؟ چشمہ را کردن رواں	چوں زتن جاں رست گویندش رواں
امعان کیا چیز ہے چشمہ کو جاری کرنا	چونکہ تن سے روح چھوٹ جاتی ہے تو اس کو رواں کہتے ہیں
آں حکیمے را کہ جاں از بند تن	باز رست و شد رواں اندر چمن
وہ ایک فلسفی جس کی جان بند تن سے	چھوٹ کر چمن میں روانہ ہوئی ہے
یارواں شد خود بسوئے ھاویہ	ہمچو موش از زاویہ در زاویہ
یا ہاویہ کی طرف روانہ ہوئی ہے	چوہے کی طرح ایک بل سے دوسرے بل میں
دو لقب را او بریں ہر دو نہاد	بہر فرق اے آفریں بر جانش باد
اس نے ان دونوں پر دو لقب رکھے ہیں	فرق کرنے کے لئے اے مخاطب اس کی روح پر آفریں ہو
در بیان آنکہ بر فرماں رود	گر گلے را خار خواہد آں شود
اس شخص کے بیان کے لئے ہے جو کہ فرمان حق پر چلتا ہے	اگر وہ گل کو خار چاہے تو وہی ہو جاتا ہے

تو نظر (عقلی) رکھتا ہے ولیکن اس میں امعان نہیں ہے (امعان بمعنی تیز کردن نظر و در رفتن درکارے یعنی درکارے غور کردن کذا فی الغیاث و نیک نگریستن و معن رواں شدن آب کذا فی المنتخب فالامعان من ہذا بمعنی رواں کردن اب باشد

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی تعمق سے فکر نہیں کرتے اس لئے) وہ (مثل) ایک چشمہ جامد (کے) ہے اور وہ رکو دلئے ہوئے ہے (اسی طرح تیری قوت فکریہ مطالب حقیقیہ میں توجہ نہیں کرتی) اسی وجہ سے مصور الانکار (یعنی حق تعالیٰ) فرماتے ہیں کہ اے بندہ امعن نظر (اختیار) کر (اشارہ ہے اس آیت کی طرف فارجع البصر هل ترىٰ من فطور ثم ارجع البصر کرتین الآیۃ کذافی الحاشیۃ اور ظاہر ہے کہ بار بار نظر کرنا بھی امعان ہے اور اسی پر قیاس کرلیں گے نظر عقلی کو کہ وہ مطلوبیت میں اس سے زیادہ ہے اور یا اشارہ ہے اس قسم کی آیات کی طرف وکاین من آیۃ فی السموٰت والارض یمرون علیها وهم عنها معرضون کہ شکایت مستلزم ہے امر بالنظر کو پس ایک شرط تو نافعیت نظر کی اس کا امعان ہے اور دوسری شرط آگے ہے یعنی) حق تعالیٰ (امر بالنظر میں) یہ نہیں چاہتا کہ لوہے کو ٹھنڈا کوٹا رہ (یعنی صرف غور اور فکر مطلوب نہیں کہ اگر اس کے ساتھ استعانت بمقبولین و متبعین وحی نہیں تو وہ نظر عقلی فلاسفہ کی سی نظر ہوگی جو حقیقت بینی کے لئے کافی نہیں جیسے کوئی ٹھنڈا لوہا پیٹا کرے کہ کوشش تو ہوگی مگر بیکار سو یہ مطلوب نہیں) لیکن (مطلوب حق یہ ہے کہ) اے فولاد تو داؤد علیہ السلام کے پاس رجوع کر (یعنی جو شخص اپنے زمانہ کا داؤد صفت ہو جس کی صحبت میں اہل قساوت متاثر ہوں اس سے تعلق پیدا کر مقصود اس سے امر ہے صحبت کاملین کا کہ ایک شرط نافعیت نظر کی یہ ہے چنانچہ مقبولین کے مستفیضین اور عقل محض کے متبعین کی صحت نظر اور نور فہم میں فرق عظیم مشاہد ہے آگے صحبت مقبولین کے اس اثر کی کہ اس سے نظر نافع اور صحیح ہو جاتی ہے وجہ بتلاتے ہیں کہ اگر) تیرا تن مر گیا ہو تو اسرافیل کی طرف رواں ہو (اور اگر) تیرا دل افسردہ ہو گیا ہو تو خورشید روح کی طرف جا (یعنی ایسی روح کی طرف کہ تنویر میں مثل خورشید کے ہو حاصل وجہ کا یہ ہوا کہ اولیاء اللہ کی صحبت چونکہ محیی قلب ہے جس کے اعتبار سے وہ حیات بخشی میں اسرافیل علیہ السلام سے بھی اکمل ہیں اور حیات قلب کا دخل ادراک کے صحیح ہونے میں ظاہر ہے اس لئے یہ صحبت موجب صحت ادراک ہے مگر) تو (بوجہ اس کے کہ) خیال میں از بسکہ پیچیدہ (مثل کسوت پوشیدہ کے) ہو رہا ہے (اس لئے بجائے صحبت مقبولین کے) تو سوفسطائی بد اعتقاد کی طرف پہنچا جاتا ہے (جو کہ تمام عالم کو خیال فاسد بتلاتا ہے پس تیرا خیال فاسد مجانست کا سبب ہو کر تجھ کو اس کی طرف لئے جاتا ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب وہ حقائق ہی کا منکر ہے تو امعان نظر حقائق میں کیوں کرے گا اس واسطے تو بھی اس کی صحبت میں حقائق سے اعمیٰ رہے گا آگے اس کے اسی انکار حقائق کا بیان فرماتے ہیں کہ) وہ خود ہی مغز عقل سے برکنار تھا (اور سوفسطائی ہونے کے سبب وہ) حس سے بھی محروم ہوا اور (اس سے بڑھ کر یہ کہ اپنی) وجود (کے اعتقاد) سے بھی برکنار ہوا (اور یہی مضمون بالفاظ دیگر ہے کہ) وہ اگر اپنے (وجود کے اعتقاد) سے اور اپنے مغز (عقل) سے برکنار ہوا تو (اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اپنے وجود حس سے بھی علیحدہ ہو گیا (دونوں شعروں میں سے ہر شعر میں تین حکم کیے ہیں۔ مغز عقل سے جدا ہونا حس سے محروم ہونا اپنے وجود کے اعتقاد سے علیحدہ ہونا حکم اول تو اس اعتبار سے کہ انکار حقائق ظاہر ہے کہ عقل صحیح کے خلاف ہے اور عقل کا مغز یہی ادراک صحیح ہے اور دوسرا حکم اس لئے کہ جب وہ سوفسطائیت کے سبب منکر حقائق ہے اور بہت اشیاء کے حقائق مدرک بالحواس ہیں تو گویا حس سے بھی محروم ہوا کیونکہ کوئی حاسہ اس کے کام نہ آیا اور تیسرا حکم بھی اسی لئے کہ وہ جب ہر حقیقت کا منکر ہے تو اپنے وجود کی حقیقت کا بھی منکر ہوگا پس انکار اعتقاد وجود کا حکم صحیح ہو گیا خلاصہ یہ کہ تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرتا ہے اور یہ شبہ نہ ہو کہ اہل اللہ کی صحبت سے گریز کرنے والے سب تو سوفسطائیہ کی صحبت اختیار نہیں کرتے پھر یہ حکم کیسے صحیح ہوگا جواب یہ ہے کہ غیر اہل اللہ اگر اعتقاداً سوفسطائی نہیں تو عملاً و حالاً تو ہیں کیونکہ جب حقائق مقصودہ کی طرف انہوں نے توجہ نہ کی تو یہ مشابہ دن

www.besturdubooks.wordpress.com

ہی کے ہو گئے جو کہ ان حقائق کے منکر ہیں اور دوسرے حقائق ان حقائق کے سامنے غیر معتد بہ ہیں پس ان کا انکار گویا تمام حقائق کا انکار ہے پس اس طرح یہ لوگ سوفسطائی ہو گئے اور ان دو شعروں میں جو لب عقل کا ذکر ہوا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے اس کے بعض مدرکات خاصہ مثل اسرار توحید وغیرہ کی طرف ذہن منتقل ہو کر اس کے بیان کا کچھ جوش ہوا ہے خصوص جبکہ اس سے اوپر شروع سرخی میں مسئلہ ظہور حق بواسطہ خلق کا بھی مذکور ہو کر اس کا سلسلہ یہاں تک پہنچا ہے مگر ساتھ ہی ضعف فہم عامہ سامعین کی طرف بھی نظر پہنچی ہے اس لئے اس سے سکوت کو ترجیح دے کر اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ) ہاں اے سخن خا (یعنی سخن گو اب) لب خائی یعنے سکوت) کا موقع ہے (پس بجائے سخن خائی کے لب خائی کو اختیار کرو اور) اگر خلق سے (وہ اسرار) کہہ دوگے تو رسوائی (کی بات) ہے (انکار و اعتراض کا رسوائی ہونا ظاہر ہے اور اس سے متکلم کا تو کوئی ضرر نہیں مخاطب کو یہ ضرر ہے کہ شاید کوئی ارشاد نافع قبول کر لیتا جیسے اسی مقام پر جس مضمون کا ذکر ہو رہا ہے یعنی امعان نظر و صحبت اہل نظر اس سے شاید مخاطب کو نفع ہوتا تو انکار و اعتراض کی بدولت اس سے بھی محروم ہو جاوے گا اس لئے ان اسرار کو چھوڑ کر پھر مضمون مقام یعنی امعان کے متعلق فرماتے ہیں کہ) معان (لغت میں) کیا چیز ہے چشمہ کو جاری کرنا (جیسا کہ شعر اول کے حل کے ضمن میں نقل کیا گیا ہے اور اصل یہی ہے کہ علوم میں جب تک کہ دوسرے معنے کی طرف نقل کرنا کسی دلیل سے ثابت نہ ہو الفاظ کو اپنے معانی لغویہ پر رہنا چاہئے پس اس بناء پر امعان نظر کے معنے ہوں گے روان کردن نظر اور یہ نظر کی روانی یہی تحریک قوت فکریہ ہے جو ذریعہ ہے ادراک حقائق صحیحہ کا پس ہم اس قول زبن ہی گویدا لخ میں اسی کا امر کر رہے ہیں آگے دوسرے مصرعہ میں روانی نظر کے اس معنے کی تائید میں جو کہ نظر کے لئے بضمن تفسیر لفظ امعان ثابت کیا گیا ہے فرماتے ہیں کہ دیکھو) چونکہ تن سے روح چھوٹ جاتی ہے خواہ حقیقۃً جیسے موت کے وقت خواہ حکماً جیسے نوم کے وقت یا توجہ الی المعقولات والمغیبات کے وقت) تو اس کو (فارسی میں) رواں کہتے ہیں (اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ بدون دلیل نقل الفاظ اپنے معانی لغویہ پر رہتے ہیں تو روح کے لئے روان ہونا ثابت ہوا اور چونکہ الفاظ میں یہ بھی اصل ہے کہ اشتراک نہ ہو اس لئے اس کو مستقل لغت نہ کہیں گے بلکہ رواں بمعنے جاری کے اس کو بھی ایک فرد کہیں گے تو دیکھو روانی کا اطلاق غیر آب وغیر اجسام پر بھی ہوا جبکہ اس کے مناسب اس میں روانی ہو پس جیسی روح کے لئے ایک روانی اس کے مناسب ثابت ہوئی اسی طرح نظر و فکر کے لئے اس کے مناسب روانی کا ثابت کرنا بعید نہ ہوا فصح تفسیر نا لامعان النظر بما ذکرنا آگے روح کے رواں کہنے کو ایک حکیم سے احتجاجاً علی معتقدی الفلاسفۃ نقل کرتے ہیں کہ) وہ ایک فلسفی جس کی جان بند تن سے چھوٹ کر (خدا کو معلوم کہ) چمن (بہشت) میں روانہ ہوئی ہے یا ہاویہ کی طرف روانہ ہوئی ہے چوہے کی طرح (کہ) ایک بل سے دوسرے بل میں (جاتا ہے اسی طرح ہاویہ میں جانے کی تقدیر پر وہ ایک بجن یعنی دنیا سے دوسری بجن یعنی ہاویہ میں گئی ہو) اس (فلسفی) نے ان دونوں (روحوں) پر (کہ ایک روح انسانی ہے دوسری روح حیوانی) دو لقب رکھے ہیں (دونوں میں) فرق کرنے کے لئے اے مخاطب (میں اس فرق کی وجہ سے دعا کرتا ہوں کہ اس کی روح پر آفرین ہو (بعض محشین نے اس کے حل میں شیخ ابو علی بن سینا کا قول اس کے رسالہ معراجیہ سے نقل کیا ہے کہ رواں نفس ناطقہ است و جان روح حیوانی اھ پس اس فلسفی سے مراد شیخ ابو علی ہوگا یعنی دیکھو ابو علی بھی روان صرف ناطقہ کو کہتا ہے روح حیوانی کو نہیں کہتا اس سے معلوم ہوا کہ اس نے بھی معنے روانی کا اعتبار کیا ہے چونکہ روح حیوانی یعنی بخار خاص کہیں منتقل ہو کر نہیں جاتا یہاں ہی مثل چراغ کے منطفی ہو جاتا ہے اس کو روان نہیں کہا اور نفس ناطقہ عالم غیب کی طرف جاتا ہے بالمعنی المناسب کہا

www.besturdubooks.wordpress.com

اس لئے اس کو رواں کہا پس احتجاج للتائید صحیح ہو گیا اور یہ جو درمیان میں فرمایا کہ بہشت میں گیا ہے یا دوزخ میں وجہ اس کی یہ ہے کہ بعض نے اس کی تکفیر کی ہے پس مولانا نے اس میں اشارہ فرمایا کہ اس میں احتیاط اور علم الٰہی کی طرف حوالہ کرنا بہتر ہے اور بوجہ اس کے دعوے اسلام کے اس کے موجبات کفر میں تاویلات مناسبہ کر لی جاویں اور اگر شبہ ہو کہ باوجود شک کے اس کے اسلام و کفر میں اس کو دعا کیسے دی کہ نفع دعا کا بلکہ جواز دعا کا بھی موقوف ہے اسلام پر جواب یہ ہے کہ دعا عمل ہے اس کے جواز کے لئے ظن بھی کافی ہے اور اس کا دعویٰ اسلام دلیل ظنی ہے اسلام کی اور اس کے مومن و کافر عند اللہ ہونے کا حکم یہ اعتقاد ہے اس کے لئے دلیل یقینی ضروری ہے اس کو حوالہ بہ علم حق کیا اور اگر شیخ کا اسلام ثابت مان لیا جاوے جیسا کہ ظاہر بھی ہے تو یہ تردید اس اعتبار سے ہو گی کہ اس کے بعض عقائد بدعیہ پر عفو یا عذاب غیر مخلد دونوں محتمل ہیں اور حدیث افتراق میں فی النار کے یہی معنے ہیں اور دعا مسلم مبتدع کے لئے بھی جائز بلکہ افضل ہے اور شعر دو لقب را و برین ہر دو نہاد الخ میں ایں ہر دو کا مشار الیہ گو یہاں مذکور نہیں لیکن اس کے قول کے شہرت کی بناء پر غیر مذکور کو بجائے مذکور کے قرار دے کر اشارہ کر دیا اور یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ مصرعہ چوں ز تن جان رست گویندش رواں میں ایک تو صریحاً مذکور ہے اور علوم بلاغت میں مقرر ہوا ہے کہ ایک مقابل کا ذکر دوسرے مقابل کے ذکر پر بھی دال سمجھا جاتا ہے و نظائر کثیرہ قال تعالیٰ بیدک الخیر ای والشر و قال تعالیٰ و جعل لکم سرابیل تقیکم الحر ای والبرد وغیر ذلک پس اس طرح سے ذکر رواں دال ہوا ذکر جان پر بھی پس اس طرح دونوں مشار الیہ مذکور ہو گئے اور چونکہ اس قول سے احتجاج کرنا مستلزم ہے اس کے اعتقاد صحت کو اس لئے اس کے اس قول پر بصیغہ دعا اس کی تحسین کی آگے فرماتے ہیں کہ اگرچہ یہ مضمون کہ روح کو رواں کہتے ہیں ظاہراً نظر کی روانی کے معنے تائید میں لایا گیا ہے لیکن اصل میں اس مضمون کا لانا) اس شخص کے بیان (حال) کے لئے ہے جو کہ فرمان حق پر چلتا ہے (اور وہ حال اس کا جس کا کہ بیان کرنا مقصود ہے بناء بر مقبولیت یہ ہے کہ) اگر وہ (مثلاً) گل کو خار (بنوانا حق تعالیٰ سے) چاہے تو (خدا کے بنانے سے) وہی ہو جاتا ہے (یعنی صرف تائید تفسیر اسعان کی اصلی مقصود نہیں بلکہ مقصود اصلی یہ ہے کہ اس تائید سے اسعان کی تفسیر محقق ہو پھر اس تفسیر کے موافق اسعان پر عمل کرے اور اسعان پر عمل کرنے سے اس کو ایسے حضرات کی معرفت ہو کیونکہ عدم اسعان ہی ان کی معرفت و اتباع سے مانع تھا چنانچہ اسعان کے مضمون سے پہلے غیر اہل اسعان کی حالت کا بیان کیا گیا تھا کہ ابوجہل معجزات دیکھ کر بھی منکر رہا اور اس کی عداوت نے اس کو نظر نہ کرنے دیا یہی حاصل تھا عدم اسعان کا اسی پر اسعان کا مضمون شروع ہو گیا تھا غرض عدم اسعان جو کہ مانع تھا وہ مرتفع ہو اور اسعان حاصل ہو اور اسعان سے ایسے حضرات کی معرفت ہو اور معرفت سے ان کی اتباع کرے پس اس طرح سے اصل مقصود اس مضمون اطلاق رواں بر روح سے ایسے فرمانبرداروں کا حال و وصف بیان کرنا ہوا تا کہ ان کو معلوم کر کے ان کی اتباع کرے پس در بیان میں لفظ در بمعنے فی اجلیہ ہے کما فی قولہ علیہ السلام عذبت فی ہرۃ ای لہرۃ اور دوسرے مصرعہ میں جو حال بیان کیا ہے مقصود حصر نہیں ہے بلکہ منجملہ اس کے احوال کے یہ بھی ہے اور یہ کنایہ ہے مقبولیت سے کیونکہ یہ بھی ایک مقبولیت کا اثر ہے پس حاصل اس حال کا بیان ہوا اس کی مقبولیت کا یعنی یہ سب مضمون بغرض بیان مقبولیت مقبولین کے ہے تا کہ سامع ان میں داخل ہو آگے ہود علیہ السلام کا قصہ متضمن بعض آثار مقبولیت بتائید مضمون مقبولیت بیان فرماویں گے)

فائدہ:۔ احقر اس ایک شعر اخیر کی شرح سوچنے میں غالباً ایک گھنٹہ یا کچھ زیادہ پریشان رہا حواشی متعددہ سے بھی شفا نہ ہوئی آخر حضرت مرشد رحمۃ اللہ تعالیٰ کی اتنی عبارت اس شعر کے متعلق حاشیہ پر نظر آئی یعنی اطلاق رواں بر جان اھ جس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

میں مبتدا سمجھا اور دریان آنکہ لح کو خبر سمجھا اور رجوع بحق کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مرشدی کی برکت سے اس شعر کا حل قلب میں اس طور پر القا فرمایا جیسا لکھا گیا واقطن انہ لا یوجد احسن من ہذا واللہ اعلم وفوق کل ذی علم علیم فقط۔

معجزۂ ہود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام در تخلیص مومنان امت بوقت نزول باد

پیغمبر ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معجزہ ہوا کے نازل ہونے کے وقت اُمت کے مومنوں کو بچانے کے لئے

(اس قصہ سے حضرت ہود علیہ السلام اور مومنین دونوں کی مقبولیت ظاہر ہوتی ہے کیونکہ صدور معجزہ اور نجات عن العذاب دونوں آثار مقبولیت سے ہیں اور یہی مقبولیت وجہ ربط ہے اس کی ماقبل کے ساتھ جیسا اوپر مذکور ہوا اور عنوان گل و خار کی خصوصیت سے ربط اور بھی موکد ہو جاوے گا کہ ہوا کہ فرحت بخشی میں مثل گل کے ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام اور مومنین کی استدعا پر خواہ وہ استدعاء قالی ہوا گر انہوں نے بددعا کی ہو یا حالی ہوا گر انہوں نے بددعا نہ کی ہو لیکن حق تعالیٰ نے ان پر ظلم ہونے کے سبب عذاب نازل کیا ہو تو سبب نزول عذاب ان کے لئے انتقال لینا ہوا اور یہ استدعا حالی ہے کما قال تعالیٰ قصہ نوح علیہ السلام جزاءً لمن کان کفر اور ہر حال میں یہ مضمون اول کے دو تین شعر میں مذکور ہو کر پھر ایک مناسب سے دوسرے مضمون کی طرف انتقال فرمادیں گے اور اس کے بعد متعدد انتقالات ہوں گے چنانچہ معلوم ہوگا)۔

ہودؑ گرد مومناں خطے کشید	تاز باد آں قوم او رنجے ندید
ہود علیہ السلام نے مومنین کے گرد ایک خط کھینچ دیا	یہاں تک کہ ہوا سے ان کی اس قوم نے کوئی تکلیف نہیں دیکھی
مومناں از دست باد ضائرہ	جملہ بنشستند اندر دائرہ
مومنین باد ضرر رساں کے ہاتھ سے	سب کے سب دائرہ کے اندر بیٹھ گئے
باد طوفاں بود و او کشتی عسے	ہست ازیں طوفاں وایں کشتی بسے
ہوا تو طوفان تھی اور وہ کشتی تھا بالیقین	اس طوفان اور اس کشتی سے بہت ہیں
باد طوفاں بود و کشتی لطف ہو	بس چنیں کشتی و طوفاں وارو او
ہوا طوفان تھی اور کشتی لطف حق تھا	حق تعالیٰ بہت سی کشتی اور طوفان رکھتا ہے
پادشاہے را خدا کشتی کند	تا بحرص خویش بر صفہا زند
ایک بادشاہ کو خدائے تعالیٰ کشتی کر دیتا ہے	یہاں تک کہ وہ اپنی حرص سے صفوں پر حملہ کرتا ہے
قصد شاہ آں نے کہ خلق ایمن شوند	قصدش آنکہ ملک گردد پائے بند
بادشاہ کا یہ قصد نہیں ہوتا کہ خلق مامون رہیں	اس کا قصد یہ ہوتا ہے کہ ملک مسخر ہو جاوے
آں خراسی می دود قصدش خلاص	تا بیابد او ز زخم آں دم مناص
وہ چکی میں چلنے والا جانور دوڑتا ہے اس کا قصد خلاصی ہوتی ہے	تا کہ وہ ضرب سے اس وقت رہائی حاصل کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

قصد او آں نے کہ آبے بر کشد	یا کہ کنجد را بداں روغن کند
اس کا یہ مقصود نہیں ہوتا کہ پانی کھینچے	یا کہ اس دوڑنے سے کنجد کو روغن کر دے
گاؤ بشتابد زبیم زخم سخت	نے برائے بردن گردوں ورخت
بیل ضرب شدید کے خوف سے دوڑتا ہے	نہ کہ گاڑی اور اسباب کے لے جانے کے لئے
لیک دادش حق چنیں خوف و وجع	تا مصالح حاصل آید در تبع
لیکن حق تعالیٰ نے اس کو ایسا خوف درد کا دیدیا ہے	تاکہ جتنا مصلحتیں بھی حاصل ہو جاویں
ہمچنیں ہر کاسبے اندر دکاں	بہر خود کوشد نہ اصلاح جہاں
اسی طرح ہر صاحب کسب دکان میں	اپنے لئے کوشش کرتا ہے نہ کہ اصلاح عالم میں
ہر یکے بر درد جوید مرہمے	در تبع قائم شدہ زیں عالمے
ہر شخص اپنے درد پر مرہم تلاش کرتا ہے	تبعیت میں اس سے عالم قائم ہو گیا ہے
حق ستون ایں جہاں از ترس ساخت	ہر یکے از ترس جاں در کار باخت
حق تعالیٰ نے اس عالم کا ستون خوف سے بنایا ہے	ہر شخص نے نفس کے خوف سے جان بازی کر رکھی ہے
حمد ایزد را کہ ترسے را چنیں	کرد او معمار و اصلاح زمیں
حضرت ایزد کے لئے حمد ہے کہ اس نے خوف کو اس طرح	جب عمارات اور سبب اصلاح دنیا کر دیا
ایں ہمہ ترسند ہاں از نیک و بد	ہیچ ترسندہ نترسد خود ز خود
یہ سب نیک اور بد خائف ہیں	کوئی ڈرنے والا خود بخود نہیں ڈرتا
پس حقیقت بر ہمہ حاکم کسے ست	کہ قریب ست وا گر محسوس نیست
پس حقیقت میں سب پر حاکم کوئی ایسا شخص ہے	کہ وہ قریب ہے اگرچہ محسوس نہیں ہے
ہست او اندر کمیں اے بوالہوس	تا نگردی فارغ از شب اے عسس
وہ گھات میں ہے اے بوالہوس	تاکہ تو اے عسس شب سے بے فکر نہ ہو جاوے
ہست او محسوس اندر مکمنے	لیک محسوس حس ایں خانہ نے
وہ محسوس ہے ایک گھات میں	لیکن وہ اس خانہ کے حواس کا محسوس نہیں ہے
آں حسے کہ حق براں حس مظہر ست	نیست حس ایں جہاں آں دیگر ست
وہ حس جس حس پر کہ حق تعالیٰ ظاہر ہے	وہ اس عالم کی حس نہیں ہے اس عالم کی حس دوسری ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حس حیواں گر بدیدے آں صور	بایزیدؒ وقت بودے گاؤ و خر
حس حیوانی اگر ان صور کو ادراک کر لیا کرتی	تو گاؤ و خر بایزید وقت ہو جایا کرتے
آنکہ تن را مظہر ہر روح کرد	وانکہ کشتی را براق نوحؑ کرد
جس نے جسم کو ہر روح کا مظہر کیا	اور جس نے کشتی کو نوح علیہ السلام کا براق بنایا
گر بخواہد عین کشتی را بخو	او کند طوفان تو اے نور جو
وہ اگر چاہے تو عین کشتی کو خاصیت میں	وہ تیرا طوفان بنا دے اے طالب نور
ہر دمت طوفان و کشتی اے مقل	باغم و شادیت کرد او متصل
اے قلیل البضاعۃ ہر وقت تیرے طوفان اور کشتی کو	اس نے غم اور خوشی کے ساتھ متصل کر رکھا ہے
گر نہ بینی کشتی و دریا بہ پیش	لرزہا بیں در ہمہ اجزائے خویش
اگر تو کشتی اور دریا سامنے نہیں دیکھتا	تو اپنے تمام اجزاء میں لرزے کو دیکھ لے
چوں نہ بیند اصل ترسش را عیوں	ترس دارد از خیال گونا گوں
جب اپنے خوف کے مبداء کو آنکھوں والا نہیں دیکھتا	خیالات گونا گوں سے وہ خوف رکھتا ہے
مشت بر اعمیٰ زند یک جلف مست	کور پندارد لکد زن استرست
کسی اندھے کو کوئی جفا کار مست ایک گھونسا لگائے	اندھا خیال کرے کہ لات مارنے والا کوئی خچر ہے
زانکہ آں دم بانگ استری شنید	کور را گوش ست آئینہ نہ دید
کیونکہ اس وقت وہ خچر کی آواز سن رہا تھا	اندھے کا آئینہ کان ہے نہ کہ آنکھ
باز گوید کور نے ایں سنگ بود	یا مگر از قبۂ پرطنگ بود
پھر اندھا کہتا ہے نہیں یہ پتھر تھا	یا شاید کسی قبر پر آواز سے تھا
ایں نبود و آں نبود و او نبود	آنکہ او ترس آفرید اینہا نمود
یہ بھی نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا	جس شخص نے قلب میں خوف پیدا کیا اسی نے یہ سب چیزیں ظاہر کیں
ترس و لرزہ باشد از غیرے یقیں	ہیچکس از خود نترسد اے حزیں
خوف اور لرزہ غیر کی طرف سے ہوتا ہے بالیقین	کوئی شخص از خود نہیں ڈرا کرتا اے حزیں
آں حکیمک وہم خواند ترس را	فہم کژ کردست او ایں درس را
وہ مردک حکیم خوف کو وہم کہتا ہے	اس نے اس درس کے متعلق فہم کو کج کر دیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ وہمے بے حقیقت کے بود	ہیچ قلبے بے صحیحے کے رود
کوئی وہم بلاحقیقت کب ہوتا ہے	کوئی کھوٹا بدوں کھرے کے کب چلتا ہے
کے دروغے قیمت آرد بے زراست	در دو عالم ہر دروغ از راست خاست
کب جھوٹ بات رونق پاتی ہے بدوں سچ کے	دونوں عالم میں ہر جھوٹ سچ ہی کے سبب پیدا ہوا ہے
راست را دید او رواجے و فروغ	بر امید آں رواں کرد او دروغ
سچ کا اس نے رواج اور فروغ دیکھا	اس کی امید پر اس نے جھوٹ کو جاری کر دیا
اے دروغے کہ ز صدقت ایں نواست	شکر نعمت کن مکن انکار راست
اے جھوٹ جس کا یہ سامان سچ کے سبب سے ہے	تو نعمت کا شکر کر سچ کا انکار مت کر

ہود علیہ السلام نے مومنین کے گرد (عذاب صرصر کے وقت) ایک خط کھینچ دیا یہاں تک کہ ہوا سے ان کی اس قوم (مومنین) نے کوئی تکلیف نہیں دیکھی (اور وہ) مومنین باد ضرر رساں کے ہاتھ سے سب کے سب (اس) دائرہ کے اندر بیٹھ گئے (پس وہ) ہوا تو طوفان تھی اور وہ (دائرہ) کشتی تھا بالیقین (عیے بیائے مجہول امالہ عسی بالف مقصورہ کلمہ ترجی ست و بمعنے یقین ہم آمدہ اور) اس (قسم کے) طوفان اور اس (قسم کی) کشتی (میں) سے بہت (افراد) ہیں (اور بعنوان دیگر اس مضمون کو یوں سمجھو کہ) ہوا طوفان تھی اور کشتی لطف حق تھا (جو بواسطہ دائرہ کے فائض تھا اور اختلاف عنوان اسی جزو میں ہے اور) حق تعالیٰ بہت سی کشتی اور طوفان رکھتا ہے (یعنی بہت سی چیزوں کو آلہ ضرر اور بہت سی چیزوں کو اس ضرر سے آلہ حفاظت بنایا ہے اور یہ تکثیر ان آلات کے اعتبار سے ہے نہ کہ موثر حقیقی کے اعتبار سے جس کو ایک شعر میں لطف ہوئے تعبیر کیا ہے کیونکہ لطف تو امر واحد ہے البتہ اگر لطف کے تعلقات کا اعتبار کیا جاوے تو اس میں بھی تعدد کا حکم صحیح ہو سکتا ہے کیونکہ اس کا تعلق ایک محل کے ساتھ اور ہے اور دوسرے محل کے ساتھ دوسرا کما ہو مقرر فی علم الکلام مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کا تصرف نہایت وسیع ہے اس نے کسی چیز کو نافع بنا دیا کسی چیز کو مضر آگے ان کشتیوں یعنی اشیاء نافعہ بتکوین حق کی مختصری تفصیل ہے تا کہ مضمون کا خوب استحضار ہو جاوے اور اس میں مضمون سابق یعنی بیان آثار مقبولیت مقبولین سے انتقال ہو گیا طرف مضمون توسع فی الاشیاء النافعۃ والمضرۃ کے پس فرماتے ہیں کہ مثلاً) ایک بادشاہ کو خدائے تعالیٰ کی کشتی (حکمی) کر دیتا ہے (جس سے عام آدمی طوفان مفسدین سے امن پاتے ہیں آگے اس کے کشتی بنانے کی ایک تفریع ہے یعنی) یہاں تک کہ وہ اپنی حرص سے (اعداء کی) صفوں پر حملہ کرتا ہے (اور اس بادشاہ کا یہ قصد نہیں ہوتا کہ خلق مامون (ہو کر) رہیں (بلکہ) اس کا قصد (صرف) یہ ہوتا ہے کہ ملک مسخر ہو جاوے (مگر اس پر امن بھی مرتب ہو جاتا ہے تقریر تفریع کی یہ ہوئی کہ خدائے تعالیٰ کو اس سے کشتی کا کام لینا تھا اس میں یہ مادہ حرص پیدا کر دیا اور اس کی فرع حملہ بر اعداء ہوا اور اس پر سبیت امن مرتب ہو گیا تو تا بحرص خویش الخ اصل میں فرع ہے ایداع حرص کی مگر کشتی کردن چونکہ بعادت حق اس کو مستلزم ہے اس لئے کشتی کردن کا ذکر گویا اس ایداع کا ذکر ہے پس تفریع صحیح ہے اور تفصیل کی اس مثال میں انتقال ذرا انتقال ہے کیونکہ ایک انتقال تو یہ تھا کہ بعض اشیاء نافع اور بعض مضر ہیں اور دوسرا انتقال یہ ہوا کہ اشیاء نافعہ میں جو ذی اختیار ہیں ان میں بعض وہ ہیں جن کا نافع ہونا ارادی و قصدی نہیں ہے یعنی وہ کوئی کام اپنی مصلحت کے لئے کرتے ہیں مگر

www.besturdubooks.wordpress.com

بلا قصد اس پر دوسروں کی بھی مصلحت مرتب ہو جاتی ہے اور زیادہ ایسی ہی ہیں چنانچہ بادشاہ کی مثال میں معلوم ہوا آگے اسی کی اور مثال ہے یعنی دیکھو کہ) وہ چکی میں چلنے والا جانور دوڑتا ہے (اور) اس کا قصد (اپنی) خلاصی ہوتی ہے تا کہ وہ ضرب سے اس وقت رہائی حاصل کرے اس کا یہ مقصود نہیں ہوتا کہ پانی کھینچے (اگر اس کو کنویں سے پانی کھینچنے کے کام میں لگایا گیا ہو) یا کہ اس دوڑنے سے کنجد کو روغن کر دے (یعنی تیل نکالنا بھی اس کو مقصود نہیں بلکہ وہ) بیل (تو صرف) ضرب شدید کے خوف سے دوڑتا ہے (کہ نہیں چلوں گا تو مار کھاؤں گا اس کی صرف یہ غرض ہوتی ہے) نہ کہ گاڑی اور اسباب کے لے جانے کے لئے (وہ دوڑتا ہو) لیکن حق تعالیٰ نے اس کو ایسا خوف درد کا دیدیا ہے (درد سے مراد وہ تکلیف جو مارنے سے اس کو پہنچے گی) تا کہ تبعاً (دوسری) مصلحتیں بھی حاصل ہو جاویں (آگے اس قاعدہ کی تعمیم فرماتے ہیں خواہ بمعنے استغراق یا بمعنے اغلبیت واکثریت اگر کوئی فاعل قاصد مصلحت غیر مان لیا جاوے جیسے اہل اللہ کہ ان کا مقصود ہی دوسروں کو نفع پہنچانا ہوتا ہے لیکن اگر اس میں بھی اس پر نظر کی جاوے کہ خود اس میں بھی ان کا قصد رضائے حق ہے اور وہ ان ہی کی مصلحت ہے تو پھر کوئی مخلوق ایسی نہ نکلے گی پس فرماتے ہیں کہ) اسی طرح ہر صاحب کسب دکان میں اپنے (نفع کے) لئے کوشش کرتا ہے نہ کہ اصلاح عالم میں (غرض) ہر شخص (اپنے ہی) درد پر مرہم تلاش کرتا ہے (اور) تبعیت میں اس سے عالم قائم ہو گیا ہے (آگے ایک تیسرا انتقال ہے یعنی ان امثلہ میں جو ان اشیاء کی نفع رسانی غیر ارادی کا منیٰ معلوم ہوا کہ فعل میں اپنی مصلحت کی تحصیل اور ترک میں اس مصلحت کے فوت کا خوف ہی اس میں بھی حکمت ہے پس اس حکمت کا بیان فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ نے اس عالم کا ستون خوف (کے مادہ) سے بنایا ہے (کہ) ہر شخص نے (اپنے) نفس (کی مصلحت فوت ہونے) کے خوف سے جان بازی کر رکھی ہے (حاصل اس حکمت کا بقا و قیام عالم ہوا جس کا ترتب اوپر کے اشعار کے حل میں معلوم ہوا آگے اس حکمت پر شکر کرتے ہیں کہ) حضرت ایزد کے لئے حمد ہی کہ اس نے خوف کو اس طرح سبب عمارت اور سبب اصلاح دنیا کر دیا (آگے ایک چوتھا انتقال ہے یعنی اس تخویف کو دلیل انی قرار دے کر وجود صانع پر استدلال کرتے ہیں کہ دیکھو ایک مقدمہ تو یہ ہے جو کہ اوپر مذکور ہے یعنی یہ کہ) یہ سب نیک اور بد (جو اوپر مذکور ہوئے کسی نہ کسی چیز سے) خائف ہیں (مثلاً خوف مصلحت ہی سے دوڑتے ہیں پس کلمہ از در قولہ از نیک و بد بمعنی من بیانیہ ہے اور دوسرا مقدمہ گو اوپر مذکور نہیں مگر بالکل ظاہر ہے کہ) کوئی ڈرنے والا خود بخود نہیں ڈرتا (کیونکہ خوف ایک حادث ہے اور حادث کا وجود بدوں محدث کے محال ہے اور اگر وہ محدث بھی حادث ہو تو پھر اس کے لئے محدث کی ضرورت ہوگی لامحالہ کسی محدث قدیم پر سلسلہ ٹھہرے گا پس اس سے ثابت ہوا کہ خوف نہ تو خود یعنی بلا محدث پیدا ہوا اور نہ باحداث المحدث الحادث حادث ہوا) پس (ضرور) حقیقت میں سب (حوادث) پر حاکم (و متصرف) کوئی ایسا شخص ہے کہ وہ قریب ہے اگر چہ محسوس نہیں (کما قال تعالیٰ ونحن اقرب الیہ منکم ولکن لاتبصرون اور تقریر مذکور سے صانع و مؤثر کا وجود اور تصرف تو صریح ثابت ہے لفظ حاکم سے یہی تصرف مراد ہے باقی قریب ہونا اس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ تصرف من حیث التصرف عقلاً مستلزم ہے قرب متصرف للمتصرف فیہ کو چنانچہ اگر دونوں میں کوئی تعلق نہ ہو تو تصرف کا وجود محال ہے پس گونہ تعلق ہونا ضرور ہوا اور قرب کی ایک قسم یہ بھی ہے اور اس میں صاحب قرب کا محسوس ہونا بھی ضرور نہیں اور حق تعالیٰ کے قرب کا بھی مجملاً یہی حکم کیا جا سکتا ہے باقی کہنہ تو اس کی کسی کو معلوم ہی نہیں آگے ایک پانچواں انتقال ہے اس کے قریب اور غیر محسوس ہونے کے متعلق یعنی) وہ گھات میں (مخفی) ہے اے بوالہوس تا کہ تو اے عسس شب (کی خدمت) سے بے فکر نہ ہو جاوے (جیسے اگر عسس کو علم ہو جاوے کہ بادشاہ کسی

www.besturdubooks.wordpress.com

گھات میں چھپا ہوا مجھ کو دیکھ رہا ہے تو وہ شب کو گشت کرنے سے کہ اس کا فرض منصبی ہے غافل اور بے فکر نہ ہوگا اسی طرح ہر شخص کو چاہئے کہ جس امر کا جو شخص بھی عسس کی طرح مکلف ہے اپنے وقت خدمت میں کہ مشابہ شب عسس کے ہے بے فکر نہ ہو اور یہ تفریع ہے قرب پر کیونکہ قرب کی جو دلیل اوپر بیان کی گئی یعنی تصرف وہ قرب کے ساتھ علم متصرف کو بھی مستلزم ہے اور علم پر اس کا متفرع ہونا ظاہر ہے۔ پس مجموعہ قرب و علم و اختفاء مدلول ہے اندر کمین کا اور اختفاء کو تفریع میں بایں معنی دخل نہیں کہ عدم جواز فراغ عدم اختفاء میں نہیں ہوتا اس میں تو زیادہ ہوتا ہے بلکہ بایں معنے ہے کہ اختفاء کو مانع عدم جواز فراغ و مقتضی جو فراغ نہ سمجھو بلکہ قرب و علم کو اگرچہ وہ مقرون ہے اختفاء کے ساتھ مستلزم عدم جواز فراغ سمجھو اور یہ شعر گویا ترجمہ ہے قولہ تعالیٰ کان ربک لبالمرصاد یہ مضمون تو متعلق تھا قرب کے آگے غیر محسوس ہونے کے متعلق مضمون ہے کہ ہم نے جو غیر محسوس کہا ہے تو مراد مطلق غیر مدرک نہیں بلکہ مراد غیر مدرک بہذہ المدرکات العامۃ من الحواس والعقل المتوسط ہے باقی عقل عالی و قوت قدسیہ سے اس کا ادراک ہوتا ہے اسی مضمون کو اس طرح فرماتے ہیں کہ) وہ محسوس (یعنی مدرک) ہے ایک گھات میں (یعنی جس کمین گاہ میں وہ مخفی ہے جو وہاں پہنچے اس کو وہ مدرک ہوگا مراد اس سے باطن اور غیب ہے چنانچہ جس کی عقل و روح کو غیب سے تعلق ہو جاتا ہے اس کو ادراک خاص و عرفان حسب استعداد بشری حق تعالیٰ کا ایسا ہوتا ہے کہ عقلاء و حکما کو نہیں ہوتا اور اندر مکمنے میں مکمن کی ظرفیت مراد نہیں کہ حق تعالیٰ تقید بالحادث سے منزہ ہیں بلکہ تجلی خاص کا تعلق مراد ہے کما فی قولہ تعالیٰ الرحمن علی العرش استویٰ و قولہ علیہ السلام یرحمکم من فی السماء) لیکن وہ اس خانہ (قالب) کے حواس کا محسوس نہیں ہے (اس کا صدق حواس پر تو ظاہر ہے کہ وہ حال فی الجسم ہیں اور عقل متوسط چونکہ محتاج ان حواس کی ہے کما ثبت ان المحسوسات مبادی المعقولات اس لئے وہ بھی مضاف الی الجسم ہوئی اور عقل قدسی بوجہ عدم احتیاج الی الاستدلال کے اس اضافت سے منزہ ہے اور میری تقریر سے معلوم ہوا ہوگا کہ حواس ایں خانہ سے مراد عام ہے حواس اور عقل کو اور یہ بھی معلوم ہوا ہوگا کہ ادراک منفی سے مراد ادراک خاص ہے جو قوت قدسیہ سے ہوتا ہے اور جس سے عقلاً محروم ہیں پس یہ شبہ نہ رہا کہ حق تعالیٰ پر محسوس فی المکمن ہونے کا حکم کیسے صحیح ہو سکتا ہے اس کا دراک بالحواس تو اس حیث دنیویہ تک ممتنع ہے اور نہ یہ شبہ رہا کہ اگر حواس سے مراد عام لیا جاوے تو اس عقل متوسط سے بھی جس کو حس ایں خانہ کہا ہے ادراک ہوتا ہے میری تقریر سے سب شبہات رفع ہو گئے آگے بھی اسی مضمون کا حاصل فرماتے ہیں کہ) وہ حس جس پر کہ حق تعالیٰ ظاہر ہے وہ اس عالم (ظاہر) کی حس نہیں ہے اس عالم (باطن) کی حس دوسری ہے (اسی شعر کے سب اجزاء کی شرح اوپر کے شعر میں کر دی گئی ہے آگے بھی اسی مضمون کی تاکید ہے کہ) حس حیوانی (شامل للعقل المتوسط) اگر ان صور (مدرکہ عقل عالی) کو ادراک کر لیا کرتی تو گاؤ و خر (سب) بایزید وقت ہو جایا کرتے (تجلیات مدرکہ عقل عالی کو صورت سے تعبیر کرنا اشارہ لطیف ہے ایک مسئلہ مہمہ کی طرف وہ یہ کہ ہر چند کہ عقل عالی کا ادراک بمقابلہ عقل متوسط کے از بس عمیق ہے لیکن کنہ حق اس عقل عالی سے بھی مخفی ہے پس کنہ کے مقابلہ میں وہ تجلیات بھی مرتبہ صور میں ہیں جن سے حق تعالیٰ منزہ ہے کما قیل کل خطر ببالک فهو هالک والله اجل و اعلیٰ من ذلک و قیل هو وراء الوراء ثم وراء الوراء الی مالا یتناهی اور گاؤ و خر سے مراد بھی بالمعنی اللغوی ہیں تو اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ حس حیوانی کو اگر عقل متوسط کو شامل نہ کہا جاوے تب تو اس حکم کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ کوئی شخص اس کا قائل نہیں کہ حق تعالیٰ کا ادراک حواس جسمانیہ سے ہوتا ہے سب متفق ہیں کہ بوجہ تجرد کے اس کا ادراک مخصوص ہے عقل کے ساتھ پھر اس کی نفی کی کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ضرورت ہے نیز عقل متوسط کے لئے اس کے ادراک کو صحیح کہا جاوے گا حالانکہ یہ بھی مقصود مقام کے خلاف ہے اور اگر حواس کو عقل متوسط کو عام کہا جاوے جیسا کہ مقتضا مقام کا بھی یہی ہے تو استلزام کا حکم غلط ہے کیونکہ گاؤ خر میں قوت عاقلہ کہاں ہے مگر اس شبہ کا جواب یوں ہوسکتا ہے کہ حیوانات میں بھی کسی قدر قوت عاقلہ کے وجود کے قائل ہو جاویں چنانچہ ظاہر قصہ ہد ہد اور نملہ کی تقریر سے جو کہ مذکور فی القرآن ہے اسی کو ترجیح معلوم ہوتی ہے اور اگر گاؤ خر سے مراد گرفتاران شہوات بطن وفرج لئے جاویں گو ان میں عقل متوسط بھی تو کلام پر کوئی غبار ہی نہیں یہاں تک مضمون ہو گیا اس کے غیر محسوس ہونے کا آگے عود ہے مضمون بالا قریب سرخی باد طوفان بود و کشتی لطف ہو بس چنین کشتی و طوفان وارد اس کی طرف اور بیان ہے حق تعالیٰ کے کشتیہائے ظاہری و باطنی کے مالک ہونے اور ان کشتیوں میں متصرف ہونے کا جو مدلول تھا شعر مذکور آنفاً کے مصرعہ ثانیہ کا پس فرماتے ہیں کہ) جس نے جسم کو ہر روح کا (یعنی جو جو روح جس جس جسم کے متعلق ہے) مظہر کیا (اور یہ ظاہر ہے کہ ظہور آثار وافعال روح کا بواسطہ جسم کے ہوتے ہے) اور جس نے کشتی کو نوح علیہ السلام کا براق (یعنی مرکب محافظ) بنا یا وہ (ایسا قادر و متصرف ہے کہ) اگر چاہے تو عین کشتی کو (جو کہ آلہ تھا حفاظت کا) خاصیت میں وہ تیرا طوفان بنا دے اے طالب نور (یعنی طالب علم صحیح مطلب یہ کہ عین نفع کو ضرر بنانے پر وہ قادر ہیں آگے اس کی ایک نظیر بیان فرماتے ہیں کہ دیکھ) اے قلیل البضاعۃ ہر وقت تیرے (ایک) طوفان اور (ایک) کشتی کو اس نے غم اور خوشی کے ساتھ متصف کر رکھا ہے (یعنی غم کے ساتھ ایک طوفان ہے اور خوشی کے ساتھ ایک کشتی اور وہ طوفان و کشتی خود غم اور خوشی ہی ہیں پس باور قولہ باغم وشادیت گویا تجرید یہ است چنانکہ در لقیت بزید اسدا مطلب یہ کہ تیرے قلب کے اندر ہر وقت کا غم اور خوشی کیونکہ ہر وقت ان دونوں کیفیتوں میں سے کچھ نہ کچھ تو رہتی ہے یہ بمنزلہ طوفان اور کشتی کے ہیں ضرر اور نفع میں پھر یہ بھی دیکھ لو کہ بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ جو بناء ہوتی ہے خوشی کی وہی بعینہ خیال کے بدلنے سے یا کسی حال کے بدلنے سے بناء ہو جاتی ہے غم کی و بالعکس مثلاً اول کسی شخص کے آنے سے اس خیال سے کہ ہماری مدد کرے گا خوشی ہوئی پھر یا تو خیال بدل گیا یا خود اس شخص کا حال بدل گیا پس اس خیال سے کہ ہماری مخالفت کرے گا وہی آنا سبب غم ہوا وہوالمذکور فیما قبل گر بخواہد عین کشتی را بخواوکند طوفان تو ای نور جو اور کبھی اس کا عکس واقع ہو کر سبب غم سبب خوشی ہو گیا اور یہ اوپر مذکور نہیں ہوا مگر ایک مقابل دوسرے مقابل پر دلالت کرنے کے لئے کافی ہے اور اس شعر میں جو غم وخوشی کے ہر وقت طاری رہنے کا حکم ہے اس پر شبہ ہو سکتا تھا کہ ہم نے زیادہ اوقات ان دونوں سے خالی دیکھتے ہیں تو یہ طریاں اکثری بھی نہیں جس میں ہر دم کہنے کی گنجائش بناء الاکثر حکم الکل ہوتی۔ پس یہ حکم کیسے صحیح ہوا آگے اس شبہ کا جواب دیتے ہیں کہ) اگر تو کشتی (خوشی) اور دریا وی غم کا طوفان اپنے) سامنے نہیں دیکھتا (جیسا تو نے شبہ کیا ہے کہ مجھ کو اکثر اوقات اس سے خالی گزرتے ہیں تو یا تو اس پر استدلال کرنے کے لئے) اپنے تمام اجزاء میں (وقتاً فوقتاً) لرزے دیکھ لے (جو کہ امید وبیم کے تعاقب سے وقتاً فوقتاً پیدا ہوتے ہیں یعنی ایک بیم سے ایک لرزہ دوسرے بیم سے دوسرا لرزہ اور ان دونوں لرزوں کے درمیان جو وقت فاصل اور لرزہ سے خالی ہے جیسا کہ تعاقب کے لوازم سے ہے اس میں امید ایک مقدمہ تو یہ ہوا جو شعر میں مذکور ہے اور دوسرا مقدمہ جو مطوی ہے بین اور غیر محتاج الی الذکر ہے یعنی امید کا تعلق کسی خوشی کی بات سے ہوتا ہے اور بیم کا کسی غم کی بات سے اور ان دونوں کیفیتوں سے شاذ و نادر کسی وقت قلب خالی رہتا ہے پس امید وبیم جو علامت ہے وجود خوشی و وجود غم کی جب اکثر اوقات انکا طریان رہا تو حکم ہر دمت طوفان وکشتی ارنج صحیح ہو گیا منشاء اشتباہ کا یہ ہوا تھا کہ معترض نے غم اور خوشی کے وہ درجات مراد سمجھے تھے جس سے انسان مغلوب ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاوے اور جواب میں یہ بتلا دیا کہ مراد ہماری اس کے عام درجات ہیں خواہ غالب یا غیر غالب اور یہ سوال صرف لفظ ہر دم کے اعتبار سے واقع ہوتا ہے ورنہ جو اصل مضمون ہے کہ خدائے تعالیٰ مضر کو نافع اور نافع کو مضر کر دیتے ہیں وہ اس وقت بھی صادق ہے کہ ایسا گاہ گاہ ہو جاوے آگے عود ہے مضمون انتقال رابع کی طرف جو کہ یہاں سے نو دس شعر اوپر مذکور ہوا تھا ابنہمہ ترسندہ انداخ پس حقیقت الخ یعنے یہ لرزہ اور ترس جیسا کہ اوپر مذکور ہوا دلیل بانی ہے کسی مخوف قدیم کی مگر بعض منکران حق اس خوف کو مخوف حادث کی طرف جس میں موثر حقیقی ہونے کی صلاحیت بھی نہیں منسوب کرتے ہیں یہی مضمون ہے اشعار آئندہ کا یعنی) جب اپنے خوف کے مبداء (حقیقی) کو (ظاہری) آنکھوں والا (جو کہ باطنی آنکھوں سے جس سے اس مبداء کا ادراک کرتا اعمیٰ ہے) نہیں دیکھتا (اس لئے) خیالات گونا گوں سے (ان کو مخوف حقیقی اعتقاد کرنے کی بناء پر) وہ خوف رکھتا ہے (مراد اس شخص سے فلسفی دہری ہے کہ وہ منکر حق ہو کر ہر شے کا فاعل حقیقی اسباب طبعیہ کو سمجھتا ہے چنانچہ ایسے ایسے خوفوں کا فاعل بھی ان کے سبب طبعی کو کہ وہ خیالات ہیں جن میں بکثرت غیر واقعی بھی ہوتے ہیں سمجھتا ہے آگے اس شخص کور باطن کی مثال ہے یعنی اس شخص کی ایسی حالت ہے جیسے) کسی اندھے کو کوئی جفا کار مست ایک گھونسا لگائے (اور وہ) اندھا خیال کرے کہ لات مارنے والا کوئی خچر ہے (یعنی کسی خچر نے لات ماردی ہے) کیونکہ اس وقت وہ خچر کی آواز سن رہا تھا (اس سے قیاس کر لیا کہ بس مارنے والا بھی یہی ہوگا اور قاعدہ ہے کہ) اندھے کا آئینہ (جس میں انطباع وارتسام محسوسات کا ہوتا ہے) کان ہے نہ کہ آنکھ (اس لئے اس نے کان کے مسموع سے استدلال کیا) پھر (کسی قرینہ سے وہ) اندھا کہتا ہے نہیں (خچر نہیں تھا) یہ پتھر تھا (جو کسی نے پھینک کر مارا) یا شاید کسی قبہ پر آواز سے (لگا) تھا (ملک بالفتح بمعنے صدا و آواز کذافی الغیاث مراد اس سے کہل یہ ہے کہ پہاڑ ہو کر ارتفاع میں اور اس کے اندر صدا کے منعکس ہونے میں مشابہ فیہ کے ہے مطلب یہ کہ کسی پہاڑ پر سے لڑھک کر آیا ہے پھر کسی قرینہ سے اس کا غلط ہونا بھی معلوم ہوا تو کہتا ہے کہ) یہ بھی نہ تھا اور وہ بھی نہ تھا (یہ تین نفی اوپر کے تینوں اسباب سے متعلق ہیں استر سنگ زنندہ کوہ حاصل یہ کہ حقیقت نہ معلوم ہونے سے وہ ان اسباب غیر واقعیہ کو اسباب سمجھا یہی حال ہے دہری کا آگے مولانا اس دہری کو حقیقت امر پر دلالت فرماتے ہیں کہ) جس شخص نے قلب میں خوف پیدا کیا اسی نے یہ سب چیزیں (ذہن کور میں) ظاہر کیں (یعنی ان خیالات کا خالق بھی وہی ہے جو خوف کا خالق ہے اس میں زیادہ رد ہو گیا اس پر کہ وہ تو خوف کا محدث ان خیالات کو بتلاتا تھا مولانا نے بتلا دیا کہ یہ خیالات بے چارے خود اپنے تکون میں بھی اسی محدث حقیقی کے محتاج ہیں آگے اسی کی مزید تقریر ہے کہ) خوف (جو کہ شعر ابنہمہ ترسندہ انداخ میں مذکور تھا) اور لرزہ (جو کہ مصرعہ لرزہا بین الخ میں مذکور تھا) غیر کی طرف سے (کہ وہ مخوف ہے) ہوتا ہے بالیقین کوئی شخص از خود (بلا مخوف کے) نہیں ڈرا کرتا اے حزین (جس کی تقریر شعر ابنہمہ ترسندہ انداخ کی شرح میں گزر چکی مگر) وہ مردک حکیم (جو کہ دہری ہے اس) خوف (کے سبب) کو وہم کہتا ہے (یعنی یہ کہتا ہے کہ الوہم خلاق الاشیاء بس اسی واہم نے کچھ خیالات ذہن میں پیدا کر دیئے کہ وہ سبب ہو گئے خوف کے پہلے مصرعہ ترس وار واز خیال گونہ گوں میں اس کا اعتقاد یہ نقل کیا ہے کہ وہ خیالات کو علت خوف کہتا ہے اور یہاں یہ نقل کیا کہ وہ قوت واہمہ کو علت کہتا ہے مگر دونوں میں تنافی نہیں اصل یہ ہے کہ خوف کو مسبب خیالات سے اور خیالات کو مسبب وہم سے بتلاتا ہے پس اس کے نزدیک خوف کا سبب قریب خیالات اور سبب السبب واہم ہے ایک جگہ سبب قریب کی طرف نسبت کر دی ایک جگہ سبب بعید کی طرف والکل صحیح اور مقولہ حکیم کے اس دوسرے عنوان میں بقرینہ انطباق رد آئندہ کے ایک خاص استدلال

www.besturdubooks.wordpress.com

کی طرف اشارہ ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ خوف کا سبب بعض اوقات خیالات غیر واقعیہ ہوتے ہیں اور امور غیر واقعیہ کو محدث کی ضرورت نہیں ہوتی پس سلسلہ سبب حدوث خود کا خیالات سے آگے چلنا ضرور نہ ہوا جس کا تم عموماً بھی اور مصرعہ آنکہ اندرس آفریدہ نہانمود میں خصوصاً دعویٰ کر رہا ہے ہو مقولہ وہم خواند لخ فیہ تعرض بالرد اے ذاک المصراع ایضاً۔ جب خیالات سے آگے سبب کا سلسلہ نہیں پھر محدث قدیم کے وجود کی ضرورت نہ ہوئی آگے اس کے اس خیال کا رد ہے کہ) اس (دہری) نے اس درس کے متعلق (اپنی) فہم کو کج کر دیا ہے (جس کی آگے ایک دلیل ہے اور وہ یہ کہ یہ مقدمہ ظاہر ہے کہ) کوئی وہم بلا حقیقت کب ہوتا ہے (یعنی نہیں ہوتا اور توضیح کے لئے اس کی یہ مثال ہے کہ) کوئی کھوٹا بدوں کھرے کے کب چلتا ہے (اور یہ مثال ہے کہ) کب جھوٹ بات رونق پاتی ہے بدوں سچ کے (وجود کی چنانچہ) دونوں عالم میں ہر جھوٹ سچ ہی کے سبب پیدا ہوا ہے (مطلب اس پیدا ہونے کا یہ ہے کہ) سچ کا اس (جھوٹ بولنے والے) نے رواج اور فروغ دیکھا اس (رواج و فروغ) کی امید پر اس نے جھوٹ کو جاری کر دیا (آگے بطور تفریع کے جھوٹ کو فرضی مخاطب بنا کر کہتے ہیں کہ) اے جھوٹ جس کا یہ سامان (مقبولیت) سچ کے سبب سے ہے تو نعمت کا شکر کر (یعنی) سچ (کے وجود) کا انکار مت کر (کہ دنیا میں سچ کوئی چیز ہی نہیں تقریر و توضیح اس مقدمہ کی یہ ہے کہ وہم سے اگر کوئی غلط خیال بھی کسی سلیم الحس کو پیدا ہو گیا ہو جو سبب ہو گیا خوف کا تب بھی خود یہی دلیل ہے بعض اوقات میں اس خیال کی واقعیت کی کیونکہ وہ خیال اگر کبھی واقعی نہ ہوتا تو پھر اس کے احتمال سے اندیشہ و خوف ہی کیوں ہوتا مثلاً کسی وجہ سے کسی کو خیال غلط پیدا ہو گیا کہ مجھ کو کوئی مار نہ ڈالے تو یہ خوف تب ہی پیدا ہو سکتا ہے جب ایسے واقعات بھی ہو بھی جاتے ہوں۔ جس طرح کھوٹا جو چل جاتا ہے تو خود یہ دلیل ہے کہ کھرا بھی دنیا میں ہے اسی کا دھوکہ دے کر تو کھوٹا چلا دیا جاتا ہے اور جس طرح جھوٹ جو چل جاتا ہے تو یہ خود دلیل ہے کہ سچ بھی دنیا میں ہے اسی کا دھوکہ دے کر تو جھوٹ چلایا جاتا ہے پس اگر کھوٹا یا جھوٹا وجود خالص یا وجود راست کا انکار کرے تو کفران عظیم ہے کہ اپنی ہی بنا و قدر کو منہدم کرتا ہے جب یہ مقدمہ ثابت ہو گیا تو جواب کی تقریر یہ ہے کہ اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ خیالات غیر واقعیہ ہیں تب بھی یہ خود دلیل ہیں ان خیالات کے بعض اوقات میں واقعی ہونے کی اور واقعیت کے وقت ان کو محدث قدیم کی حاجت ہو گی پس ہر خیال غیر واقعی اس طرح پر مستلزم ہو گیا وجود محدث کو کیونکہ خیال غیر واقعی مستلزم ہے خیال واقعی کو اور خیال واقعی مستلزم ہے وجود صانع کو پس خیال غیر واقعی مستلزم ہو گیا وجود صانع کو وہذا المطلوب اور میں نے سلیم الحس کی قید اس لئے لگائی کہ ماؤف الحواس بسا اوقات ایسی چیز فرض کر کے ڈرتا ہے جس میں عادۃً بھی واقعیت نہیں ہوتی لیکن کوئی شخص اس مادہ خصوصیت مجنون سے اس مقدمہ کے منتقض ہونے کا شبہ نہ کرے کیونکہ جب بعض واقعیات سے وجود صانع کا ثابت ہو جائیگا تو اگر ایک مادہ دال نہ بھی ہو مدعا پر تو مدعا میں کوئی قدح نہیں ہوا کیونکہ فن میں مقرر ہے کہ انتفاء دلیل خاص مستلزم نہیں انتفاء مدلول کو ممکن ہے کہ دوسری دلیل وجود مدلول پر دال ہو اور یہ جواب علی سبیل التنزل ہے ورنہ ہم اول ہی سے حکیم کے اس قول پر کہ بعض اوقات خیالات غیر واقعیہ ہوتے ہیں اور امور غیر واقعیہ کو محدث کی ضرورت نہیں مواخذہ کر سکتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ خیالات کے غیر واقعی ہونے کے کیا معنے اگر یہ ہے کہ ان امور کا وجود خارجی نہیں تو مسلم مگر پھر یہ مسلم نہیں کہ ایسے امور غیر واقعیہ کو محدث کی ضرورت نہیں کیونکہ وجود ذہنی بھی ایک قسم ہے وجود واقعی کی اور اس مرتبہ میں بھی محدث کی احتیاج ہے اور اگر یہ معنے ہیں کہ ان امور کا وجود ذہنی بھی نہیں تو بداہۃً غلط پس دلیل اصل ہی سے منہدم ہے اس کے بعد مولانا کو پھر مضمون سابق کشتی کا یاد آیا مگر کچھ اثر اس مضمون فلسفی کا بھی ذہن میں باقی ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے تردد کو ظاہر کریں گے کہ ان میں سے کونسا مضمون بیان کروں پھر ترجیح دیں گے کشتی کے مضمون کو پھر مضمون کشتی سے ایک چھٹا انتقال کریں گے عزلت عن العامہ کی ترغیب اور اختلاط مع العامہ سے ترہیب کی طرف)

از مفلسف گویم و سودائے او	یاز کشتیہا و دریا ہائے او
فلسفی اور اس کے خیال کے متعلق کچھ کہوں	یا حق تعالیٰ کی کشتیوں اور دریاؤں کے متعلق کہوں
بل زکشتیہاش کاں بند دلست	گویم از کل جزو در وے داخل ست
بلکہ اس کی کشتیوں ہی کے متعلق کیونکہ وہ قلوب کا مسخر کرنے والا ہے	میں کل کے متعلق کہتا ہوں جزو بھی اس میں داخل ہے
ہر ولی را نوح و کشتیبان شناس	صحبت ایں خلق را طوفاں شناس
ہر ولی کو نوح اور کشتیبان سمجھ	اس خلق کی صحبت کو طوفان سمجھ
کم گریز از شیر و اژدرہائے نر	ز اشنایان. و ز خویشاں کن حذر
تو شیر اور اژدہائے نر سے کم بھاگ	آشناؤں اور اقارب سے احتیاط کر
در تلاقی روز گارت می برند	یادہاشاں غائبی ات می چرند
ملاقات میں تیرا وقت ضائع کرتے ہیں	ان کی یادیں تیری غیبت کو چرتی ہیں
چوں خر تشنہ خیال ہر یکے	از قف تن فکر را شربت کے
مثل پیاسے گدھے کے ہر ایک کا خیال	قیف جسم سے فکر کے شربت کو چوسنے والا ہے
نشف کرد از تو خیال آں وشات	شبنمے کہ داری از بحر الحیات
ان چغل خوروں کے خیال نے تجھ سے چوس لیا	اس شبنم کو جو بحر الحیات سے تو رکھتا تھا
پس نشان نشف آب اندر غصون	آں بود کہ می بجنبد در رکون
پھر شاخوں کے اندر پانی کے نشف کی علامت	وہ ہوتی ہے کہ وہ میلان میں جنبش کرتی ہیں
عضو چوں شاخ تر و تازہ بود	می کشی ہر سو کشیدہ ہی شود
عضو مثل تر و تازہ شاخ کے ہوتا ہے	کہ تو جس طرف کھینچے وہ کھنچ جاتا ہے
گر سبد خواہی توانی کردنش	ہم توانی کرد چنبر گردنش
اگر تجھ کو ٹوکرا بنانا منظور ہو تو اس کو بنا سکتا ہے	نیز اس کو گردن کی ہنسلی بنا سکتا ہے
چوں شد آں ناشف ز نشف بیخ خود	نایدآں سوئے کہ امرش می کشد
جب وہ شاخ ناشف اپنی جڑ سے ناشف بننے سے جاتی رہے	تو وہ اس طرف نہیں آتی کہ حکم اس کو کھینچتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بخواں قاموا کسائی از نبے	چوں نیابد شاخ از بیخش طبے
پھر قرآن سے قاموا کسائی پڑھ لے	جبکہ شاخ اپنی جڑ سے بہتان نہ پاوے

(ربط اوپر مذکور ہوا یعنی اثنائے مضمون رد علی الفلسفی میں اوپر والا مضمون کشتی ہائے حق کا یاد آیا پس اولاً بطور تردد کے فرماتے ہیں کہ اس وقت یہ دونوں مضمون ذہن میں جمع ہو گئے تو میں آیا) فلسفی اور اس کے خیال کے متعلق کچھ کہوں یا حق تعالیٰ کی کشتیوں اور دریاؤں (یعنی طوفان) کے متعلق کہوں (آگے مضمون کشتی کو ترجیح دے کر خود ہی جواب دیتے ہیں کہ نہیں فلسفی کے متعلق نہیں کہتا) بلکہ اس کی کشتیوں ہی کے متعلق (کہتا ہوں) کیونکہ وہ (مضمون) قلوب کا مسخر کرنے والا ہے (کیونکہ اس میں مقصوداً بالذات ذکر ہے عنایات ولطف وحفاظت حق کا اور محبوب کا ذکر مسخر قلب ہوتا ہی ہے اگرچہ تبعاً ماعنہ الحفظ یعنی طوفان و شر کا بھی ذکر ہوگا بخلاف ذکر فلسفی کے کہ اس میں خود اسی کا ذکر مقصود ہے اگرچہ رد وابطال کے لئے سہی مگر خود رد وابطال ہی تو مقصود بالذات نہیں مقصود بالتبع ہی ہے کیونکہ اگر اس کے اضرار کا اندیشہ نہ ہوتا تو خود رد میں کوئی معنے عبادت مقصودہ کے نہیں اور حق تعالیٰ کا ذکر خود عبادت مقصودہ ہے اور نیز کشتیوں کا ذکر فلسفی کے ذکر کو بھی متضمن ہو جاوے گا اس طرح سے کہ آگے بھی آتا ہے کہ صحبت عامہ خلق کہ اس میں فلسفی بھی داخل ہے طوفان ہے اور اس سے حفاظت کی کشتی صحبت اہل اللہ ہے پس اہل اللہ کا ذکر کہ مظہر لطف حق ہیں اور کشتی کا حاصل یہی لطف حق ہے اس کشتی کا یہ ذکر متضمن ہو گیا ذکر فلسفی کو بھی جو کہ فرد ہے عامہ خلق کی جس سے تحرز کے لئے اس کا ذکر کیا گیا ہے تو اس طرح دونوں کا ذکر ہو جاوے گا اور اس کا عکس نہیں ہے اس لئے) میں کل کے متعلق (مضمون) کہتا ہوں جزو بھی اس میں داخل ہے (ذکر کشتی کو کل اور ذکر فلسفی کو جزو تشبیہاً کہا کیونکہ کل کا ذکر جس طرح مستلزم ہوتا ہے ذکر جزو کو اسی طرح کشتی کا ذکر مستلزم ہو گیا ذکر فلسفی کو جیسا ابھی مذکور ہوا اور اسی تضمن اور استلزام کی نسبت کہہ دیا دردی داخل ست آگے مشابہ کشتی ہونے کی حیثیت سے اولیاء اللہ کی صحبت کی ترغیب اور مشابہ طوفان ہونے کی حیثیت سے عامہ خلق کی صحبت سے تحذیر اور اس کے مضار کا مضمون آخر اشعار مقام تک بعنوان خاص چلا گیا ہے پس اس عنوان کے اعتبار سے یہ انتقال سادس ہے گو معنوں کے اعتبار سے تفصیل ہے مضمون سابق کشتی کی پس فرماتے ہیں کہ) ہر ولی (کی صحبت کو کشتی اور اس ولی) کو نوح اور کشتیبان سمجھ (اور) اس (عامہ) خلق کی صحبت کو طوفان سمجھ (آگے تفریع ہے عامہ خلق کو طوفان سمجھنے پر کہ جب وہ ایسے ضرر رساں ہیں تو) تو شیر اور اژدہا سے نر سے کم بھاگ (لیکن) آشناؤں اور اقارب سے (بہت) احتیاط کر (کہ وہ شیر واژدہا سے بھی زیادہ ضرر رساں ہیں چنانچہ ان کا ضرر یہ ہے کہ) ملاقات میں تیرا وقت ضائع کرتے ہیں (اور) ان کی یادیں تیری غیبت (کے اوقات) کو چرتی ہیں (یعنی ان کا تعلق حضور وغیبت دونوں میں مضیع وقت ہے حضور میں بواسطہ ملاقات اور غیبت میں بواسطہ یاد اور اس سب سے دین برباد ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ شیر واژدہا دین کو ضائع نہیں کرتے آگے احباب واقارب کے ان تعلقات اور یاد وخیال کے ضرر کا بیان ہے کہ) مثل پیاسے گدھے کے ہر ایک (دوست اور عزیز) کا خیال قیف م سے فکر (روحانی) کے شربت کو چوسنے والا ہے (قف بالکسر مخفف قیف ظرفیکہ بآن آب وغیر آن در ظروف دہان تنگ وشیشہ ہا کنند کذا فی الحواشی مطلب یہ کہ روح میں جو قوت متفکرہ ہے اور اس کو ایک نسبت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے کہ وہ نسبت اس قوت متفکرہ کو حق تعالیٰ کی طرف منصرف کرتی ہے اور یہ نسبت بوجہ حلاوت بخشی کے مشابہ شربت کے ہے اور بوجہ تعلق روح با جسم کے اس کا اثر اعضاء جسم پر بھی ظاہر ہوتا ہے یعنی طاعت وخدمت وغیرہ اس کو احباب واقارب کی نفسانی یادیں سلب کر لیتی ہیں اور یہ سلب اولاً وبالذات متعلق ہوتا ہے روح سے کہ روح میں سے وہ فکر

www.besturdubooks.wordpress.com

زائل ہو جاتی ہے اور ثانیاً و بالعرض متعلق ہوتا ہے جسم سے کہ اس توجہ کا جو اثر تھا طاعت و خدمت اب وہ جسم اس میں کسل کرتا ہے اسی تعلق بالعرض کے اعتبار سے اس شعر میں از تف تن فرمایا اور تعلق بالروح کا ذکر کرنے کی یا تو ضرورت نہ سمجھی کہ وہ تو اس کا متعلق بہ اولی ہی ہے اس میں کس کو خطا ہو سکتا ہے خاص کر جبکہ ما بالعرض دال بھی ہوتا ہے ما بالذات پر اور یا اس لئے ذکر نہیں کیا کہ اس کے آثار تو بواسطہ جسم ہی کے شاہد ہوں گے اور جسم کو تیف سے تشبیہ دینا اس وجہ سے ہے کہ تیف واسطہ ہوتا ہے وصول اشے من لشے کا اسی طرح جسم واسطہ ہے وصول الشی ای الاثر من لشے ای الروح الی لشے ای الاعضاء کا جس طرح بیخ درخت واسطہ ہے وصول البلۃ من الارض المبولۃ الی الاغصان کا چنانچہ اسی بناء پر آگے اعضاء کو غصوں سے اور جسم کو باعتبار اس کے قوئ باعثہ وارادیہ کے بیخ سے تشبیہ دیں گے فافہم توجیہ اجزا الکلام السابقۃ واللاحقۃ باسہل وجہ وقارب وللہ الحمد آگے اس شربت مذکور کے مصداق کی تعیین اور مضمون مذکور کی زیادہ تبیین فرماتے ہیں کہ) ان چغلخوروں (یعنی احباب واقارب مذکورین) کے خیال (یعنی یاد اور توجہ و تعلق) نے تجھ سے چوس لیا (اور خشک کر دیا) اس شبنم (مشابہ شربت) کو جو بحر الحیاۃ (الحقیقیہ) سے تو (اپنے پاس) رکھتا تھا (یعنی وہ جو ایک فطری تعلق مع اللہ تھا وہ ضعیف یا زائل ہو گیا اور بحر الحیوۃ تعلق تام کو کہا کہ حیاۃ حقیقیہ کا سبب وہی ہے اور من وجہ تعلق بمنزلہ اس کے قطرات وشبنم کے ہے اور جاننا چاہئے کہ چوسنا اور نشف دو قسم ہے ایک وہ جو مذکور ہوا کہ خیال ناشف ہو گیا تعلق مع اللہ کا تن سے اور حاصل اس نشف کا زوال وذہاب ہے تعلق مع اللہ کا جس طرح کسی شاخ سے ہوا اور دھوپ اس کی نمی کو خشک کر دیتی ہے اور دوسری قسم یہ کہ اعضاء ناشف ہوں تعلق مع اللہ کے تن سے باعتبار اس کے قوئ باعثہ وارادیہ کے اور حاصل اس نشف کا اکتساب وتحصیل ہے تعلق مع اللہ کی جس طرح شاخیں پانی کو جڑ سے چوس کر تر و تازہ ہو جاتی ہیں اور اول نشف کا صلہ حرف از اور دوسرے کا حرف در ہو گا چنانچہ اوپر کہا گیا ہے نشف کرد از تو اور آگے (آوے گا) نشف آب اندر غصوں اور چونکہ ان دونوں میں عادۃً تنافی حقیقی ہے کہ ہر ایک کا وجود دوسرے کی عدم کی دلیل ہے وبالعکس اور اوپر اول کے وجود کا حکم کیا گیا ہے اور اس کی کوئی دلیل مذکور نہیں ہوئی) آگے اس کی دلیل ذکر کرتے ہیں کہ وہ عدم ہے ثانی کا اور اس ثانی کے عدم کو اس کے آثار وعلامات کے عدم سے ثابت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے ایک مضمون تو سن لیا یعنی دعویٰ) پھر (دوسرا مضمون سن لو یعنی دلیل وہ یہ کہ یہاں نشف ثانی نہیں دیکھا جاتا اور نشف ثانی کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس کے آثار نہیں کیونکہ) شاخوں کے اندر پانی کے نشف کی علامت یہ ہوتی ہے کہ وہ میلان میں جنبش کرتی ہیں (یعنی ان کو جس طرف لچک دو مڑ جاتی ہیں چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح) عضو (بھی) مثل تر و تازہ شاخ کے ہوتا ہے کہ تو جس طرف کھینچے وہ کھنچ جاتا ہے (آگے مشبہ بہ کی حالت کی تفصیل ہے کہ) اگر تجھ کو ٹوکرا بنانا منظور ہو تو اس کو بنا سکتا ہے نیز اس کو گردن کی ہنسلی بنا سکتا ہے (اور یہ سب اسی وقت تک ہے کہ وہ نمی کو جڑ سے کشش کرتا ہو اور تازہ ہو اور) جب وہ شاخ ناشف اپنی جڑ سے ناشف بننے (کی صفت) سے جاتی رہے (یعنی یہ اس صفت سے دور ہو جاوے) تو (پھر) وہ اس طرف نہیں آئی کہ حکم (موڑنے والے کا) اس کو کھینچتا ہے (پس یہی حال مشبہ کا ہے) پھر (اس کی تصدیق کے لئے) قرآن سے قاموا کسالی پڑھ لے جبکہ شاخ اپنی جڑ سے پستان (مراد شیر یعنی رطوبات) نہ پاوے (یعنی جب قوئ جسمانیہ ارادیہ باعثہ سے مدد نہ پہنچے تو عبادات میں کسل ہو گا پس نشاط وحرکت یہ آثار تھے نشف ثانی کے ان کا نہ ہونا دلیل ہے نشف ثانی کے نہ ہونے کی اور نشف ثانی کا نہ ہونا دلیل ہے نشف اول کے ہونے کی وہو المطلوب الحمد کو رفی تمہید شعر پس شانشف آب الخ پس لفظ شعر پس نشان اور شعر پس نجوان میں تعقیب ذکری کے لئے ہے و نبی بضم اول و کسر ثانی مواحدہ و یائے معروف بفارسی

www.besturdubooks.wordpress.com

قرآن کذانی الغیاث وطبی الکسروالضم پستان بہائم وسباع کذانی المنتخب آگے اس سے قصہ کی طرف عود کا قصد کر کے پھر اس کو ترک کر کے مضمون عشق وفنا کی طرف انتقال فرماتے ہیں اور یہ انتقال سائغ ہے)۔

آتشین ست ایں نشاں کوتہ کنم	بر فقیر و گنج و احوالش زنم
یہ علامت آتشیں ہے کوتاہ کرتا ہوں	فقیر اور گنج پر اور اس کے احوال پر متوجہ ہوتا ہوں
آتشے دیدی کہ سوزد او نہال	آتش جاں بیں کز د سوزد خیال
تو نے ایسی آگ تو دیکھی ہے کہ وہ درخت کو جلا دے	آتش جان کو دیکھ کہ وہ خیال کو جلاتی ہے
زآتش عشق ست سوزاں جان و دل	لیک بے انوار زو آں جان و دل
آتش عشق سے جان و دل سوزاں ہے	لیکن بے نور ہے اس سے وہ جان و دل
نے خیال و نے حقیقت را اماں	زیںچنیں آتش کہ شعلہ زد زجاں
نہ خیال کو امن ہے اور نہ حقیقت کو	ایسی آتش سے جس نے جان سے شعلہ مارا ہے
خصم بر شیر آمد و ہر روبہ او	کل شی ھالک الا وجھہ
وہ شیر پر اور ہر روباہ پر غالب آ گیا	ہر شی ہالک ہے بجز اس کی ذات کے
در وجوہ وجہ او رو خرج شو	چوں الف در بسم در رو درج شو
اس کی ذات کی تجلیات میں جا فنا ہو جا	تو الف کی طرح بسم میں جا اور درج ہو جا
آں الف در بسم پنہاں کردہ ایست	ہست او در بسم وہم در بسم نیست
اس الف نے بسم اللہ میں پنہاں طور پر قیام کیا ہے	وہ بسم میں ہے اور نہیں بھی ہے
ہمچنیں جملہ حروف گشتہ مات	وقت حذف حرف از بہر صلات
اسی طرح تمام وہ حروف جو معدوم ہو جاتے ہیں	اس حرف کے حذف کے وقت بوجہ اتصالات کے
او صلہ ست و بے وسیں زو وصل یافت	وصل بے وسین الف را بر نتافت
وہ ہمزہ واسطہ وصل ہے اور ب وس نے اسی سے اتصال پایا ہے	ب و س کا اتصال الف کو برداشت نہ کر سکا
چونکہ حرفے بر نتابد ایں وصال	واجب آمد کہ کنم کوتہ مقال
جبکہ ایک حرف کو برداشت نہیں کرتا یہ وصال	تو ضروری ہوا کہ میں کلام کو کوتاہ کروں
چوں یکے حرفے فراق سین و بے ست	خامشی اینجا مہم تر واجبے ست
جب ایک حرف فراق ہے س و ب کا	خاموشی اس جگہ مہم تر واجب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں الف از خود فنا شد مکتنف	بے و سیں بے او ہمی گویند الف
جب الف اپنے سے فنا ہو گیا اور پناہ لینے والا	تو ب دس بدوں اس کے کہہ رہے ہیں کہ یہاں الف معتبر ہے
مارمیت اذرمیت بے ویست	ہمچنیں قال اللہ از ضمنش بجست
مارمیت اذرمیت بدوں اس کے ہے	اسی طرح اس کے ضمن سے قال اللہ مستفاد ہوا
تابود دار و ندارد او عمل	چونکہ شد فانی کند دفع علل
جب تک دوا رہتی ہے وہ عمل نہیں کرتی	جبکہ وہ فانی ہو گئی تو امراض کا دفعیہ کرتی ہے

(اوپر شعر پس نشان نشف آب (الٰی) شعر چوں شد آں ناشف میں حرکت الی الطاعات کو نشان تعلق مع اللہ کا جس کو اس سے اوپر شبنم بحر الحیٰوۃ کہا ہے اور عدم حرکت کو نشان عدم تعلق مع اللہ کا فرمایا ہے چونکہ حقیقت اس تعلق کی بوجہ علوم مکاشفہ میں سے ہونے کے غامض اور دقیق ہے کہ وہ راجع ہے تحقیق علاقہ فیما بین الروح والحق کی طرف جو کہ منشاء ہے مسئلہ وحدۃ الوجود واسرار توحید ووارد فنا وبقاء واحوال عشق کا جن کا اظہار ظاہر ہے کہ عوام کے مناسب نہیں اس لئے فرماتے ہیں کہ) یہ علامت (کا مضمون) آتشین ہے (کہ عامہ سامعین کو مضر ہے اس لئے میں اس کو) کوتاہ کرتا ہوں (اور اس مضمون کو چھوڑ کر) فقیر اور گنج پر اور اس کے احوال پر متوجہ ہوتا ہوں (مگر قصہ شروع نہیں کرنے پائے کہ ان اسرار وواردات کا بیساختہ غلبہ ہو گیا جن کا غموض باعث ہوا تھا ان کے ترک ذکر کا مگر مغلوبیت میں معذوری ہے اس لئے ان اسرار وواردات کی طرف بالا انتقال السابع منتقل ہو گئے پس فرماتے ہیں کہ) تو نے ایسی آگ تو (بہت) دیکھی ہے کہ وہ درخت کو جلادے (مگر) آتش جان کو دیکھ کہ وہ خیال کو جلاتی ہے (آگے اس آتش جان کا مصداق مع اشارہ بوجہ تسمیہ بتلاتے ہیں کہ) آتش عشق سے جان ودل سوزان ہے (پس آتش جان کا مصداق آتش عشق ہوئی اور آتش جان اس اعتبار سے کہی گئی کہ جان کے لئے مثل آتش کے سوزندہ ہے جس سوزندگی جان کا ایک اثر یہ ہے کہ جان کے خیالات کو جو کہ ماسوٰی کے ساتھ متعلق تھے سوختہ وفنا کر دیا) لیکن (باوجود اس کے ایسے سوزندہ ہونے کے) بے نور ہے اس سے وہ جان ودل (یہ اشارہ ہے جان بے نور کی طرف قرینہ اس کا عنوان مبتداء کا ہے حاصل یہ کہ فاعل تو بہت قوی ہے مگر فاعلیت کے شرائط میں سے وجود قابل بھی ہے جو جان قابل نہ ہو وہ اس سے احتراق تو کیا حاصل کرتا جو موقوف ہے غایت تلبس پر اس کو تو نور بھی حاصل نہیں جو بعید سے بھی حاصل ہو جاتا ہے چنانچہ چراغ اور آفتاب سے دور ہونے پر بھی نور حاصل کیا جاتا ہے اور جو جان قابل ہے اسکے اعتبار سے یہ فاعل ایسا موثر ہے کہ وہ صرف مفنی خیال ہی نہیں بلکہ مفنی حقائق بھی ہے پس) نہ خیال کو امن ہے اور نہ حقیقت کو ایسی آتش سے جس نے جان سے شعلہ مارا ہے (یعنی جس عشق نے جان کو سوختہ کر دیا اس کا اثر اس جان ومتاثر وقابل میں یہ ہے کہ اس سے فنا علمی کہ علوم وخیالات سے متعلق ہے اور فنا حسی کہ موجودات واقعیہ یعنی اخلاق ذمیمہ سے متعلق ہے دونوں متحقق ہو گئیں اور ان دونوں فناؤں کے اعتبار سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ) وہ (یعنی عشق) شیر (یعنی موجود قوی) پر (کہ موجود خارجی ہے) اور ہر روباہ (یعنی موجود ضعیف) پر (کہ وہ موجود ذہنی ہے) غالب آ گیا (چنانچہ ارشاد ہے کہ) ہر شے ہالک ہے بجز اس کی ذات مستلزم للصفات) کے (استدلال اس طرح ہوا کہ اس سے حق تعالیٰ کے وجود کا استقلال اور دوسرے موجودات کا اضمحلال ثابت ہوا اور ظاہر ہے کہ جب موجود قوی کے آثار غلبہ کرتے ہیں جیسا کہ عشق میں ایسا ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا ہے پس اس وقت موجود ضعیف بعض مغلوب بعض مسلوب ہو جاویں گے پس کل شی ہالک سے استدلال صحیح ہو گیا آگے بعد بیان خواص و آثار عشق کے ان خواص و آثار یعنی قرب و وصل و فنا کی تحصیل کی ترغیب بطور تفریع علی الآیۃ کے فرماتے ہیں یعنی) اس (محبوب حقیقی موصوف فی الآیۃ باستقلال الوجود) کی ذات کی تجلیات میں جا فنا ہو جا (کہ اس کا استقلال وجود اور ہمارا اضمحلال وجود اسی کو مقتضی ہے و ہذا التقریر التفریع علی الآیۃ پس وجہ سے مراد ذات کہ اس لفظ کا استعمال ذات میں آتا ہے اور وجوہ سے مراد تجلیات کہ وہ اطوار ہیں ظہور حق کے کہ وجوہ کے معنے اطوار کے آتے ہیں کما فی المنتخب آگے اس فنا کی ایک مثال ہے کہ) تو الف (یعنی ہمزہ) کی طرح بسم میں جا اور درج ہو جا) آگے وجہ تشبیہ کا بیان ہے کہ) اس الف (یعنی ہمزہ) نے بسم میں پنہاں طور پر قیام کیا ہے (ایست حاصل مصدر ایستادن پس) وہ من وجہ) بسم میں ہے اور (من وجہ) نہیں بھی ہے (حاصل تقریر کا یہ ہے کہ بسم اصل میں باسم تھا ہمزہ وصل دو کلموں کے درمیان آ کر حذف ہو جاتا ہے اس لئے جب ہائے جارہ اسم پر آئی ہمزہ حذف ہو کر وہ ب س سے مل گئی پس وہ ہمزہ لفظاً و ظاہراً تو موجود نہیں اور معنے اور باطناً موجود ہے۔ پس اسی طرح فنا میں اس فانی کا وجود من وجہ رہتا ہے اور من وجہ نہیں رہتا یعنے حساً تو رہتا ہے یعنی معدوم و مفقود نہیں ہوتا لیکن التفاتاً و استحضاراً نہیں رہتا یعنے معلوم و مشہود نہیں ہوتا پس وجہ تشبیہ وجود من وجہ و عدم من وجہ ہے گو وجہ شبہ طرفین تشبیہ میں مختلف ہو آگے اور تشبیہ ہے کہ) اسی طرح تمام وہ حروف جو معدوم ہو جاتے ہیں اس حرف کے حذف کے وقت بوجہ اتصالات (کلمات) کے (مثلاً غلام زید اصل میں غلام لزید تھا جب غلام کو زید کے ساتھ اضافت کے لئے متصل کیا اس اتصاف کی وجہ سے لام محذوف ہو کر معدوم ہو گیا پس یہ حرف لام بھی من وجہ موجود ہے اور من وجہ معدوم جیسا ہمزہ وصل میں بیان کیا گیا اس مثال پر مضمون ترغیب فنا کا جو خرج شو اور درج شو کا مدلول ہے ختم ہوا اور چونکہ وجہ ترغیب یہ ہے کہ وہ موقوف علیہ ہے وصل کا اور وصل مطلوب ہے اور مطلوب کا موقوف علیہ بھی مطلوب ہوتا ہے آگے اس کا موقوف علیہ ہونا یعنی فناء کا شرط وصال ہونا بھی اسی مثال سے دوسرے اعتبار سے واضح کرتے ہیں کہ دیکھو) وہ (ہمزہ) واسطہ وصل ہے اور ب اور س نے اسی سے اتصال پایا ہے (مگر) ب و س کا اتصال (اس) الف (یعنی ہمزہ) کو برداشت نہیں کر سکا (یعنی وصل ب و س کا وجود الف کے ساتھ جمع نہیں ہو سکا پس جس طرح مشبہ بہ میں حذف ہمزہ شرط اتصال فیما بین ب و س ہے باوجودیکہ یہ ہمزہ واسطہ اتصال بھی ہے چنانچہ اگر بجائے اس ہمزہ کے کوئی دوسرا ایسا حرف ہو جو حذف نہیں ہوتا تو اس کے ماقبل و مابعد میں وصل نہ ہوتا مثلاً ہمزہ قطعی ہوتا تو وہ بحالہ فاصل رہتا اسی طرح مشبہ میں حذف و فنا ہستی و خودی شرط وصل فیما بین العبد والحق ہے گو وہی ہستی واسطہ وصل بھی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ یہ فناء مصطلح ایک حالت وجودیہ ہے جس کا ثبوت کسی کے لئے فرع ہے ثبوت مثبت لہ کی اور میں نے جو اس شعر کی تمہید میں یہ لفظ بڑھایا ہے کہ دوسرے اعتبار سے وجہ اس کی یہ ہے کہ اوپر ہمزہ سے عبد فانی کو تشبیہ دی تھی اور ب و س سے جانب حق کو اور یہاں عبد کو ب یا س سے اور اس کے وجود کو ہمزہ سے اور حق کو احد الطرفین الباقی سے تشبیہ دی والصحہ کل وجہ کما سیاتی فی الشعر السابق علی الاخیر و برتافتن بمعنی برداشتن کذا فی الغیاث آگے اس برتافتن مشبہ بہ سے علاوہ توضیح اشتراط مذکور فیما قبل کے ایک اور فائدہ نکال کر بطور تفریع فرماتے ہیں کہ) جب ایک حرف کو برداشت نہیں کرتا یہ وصال تو ضروری ہوا کہ میں کلام کو کوتاہ کروں (کیونکہ کلام میں تو بہت حروف بلکہ کلمات بلکہ جملے ہیں یہ مجھ کو وصال حق سے کیوں نہ مانع ہوں گے اس لئے مجھ کو چاہئے کہ کلام کو بھی حذف کروں اور توضیح اس کی یہ ہے کہ کلام بھی تو آثار ہستی سے ہے اور فنا میں ان آثار کا عدم ضروری ہے پس عدم کلام ضروری ہوا اور یہ حکم کہ فنا کے لئے عدم

www.besturdubooks.wordpress.com

کلام ضروری ہے باعتبار بعض مراتب فناء کے ہے مثلاً استغراق سو ممکن ہے کہ مولانا اس وقت اس مرتبہ کو اپنے او پر وارد کرنا چاہتے ہوں اس لئے کلام کو مانع سمجھا وہذا التقریر لہذا الشعر مما حضنی اللہ تعالیٰ بہ ولا فخر وانما الحمد والشکر آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جب ایک حرف (یعنی ہمزہ سبب) فراق ہے س و ب کا (پس) خاموشی اس جگہ بہم تر واجب ہے اور ان دونوں شعر کو ماقبل کا ہم معنے بھی کہہ سکتے ہیں پس یہ تقریر ہوگی ہر گاہ کہ در حرف ایں حالت است کہ از وجود یک حرف فراق بے و سین ست پس دراصل عاشق چہ طور گنجائش وجود عاشق باشد درین مقام مجال مقال نیست خاموشی واجب ست اھ کذا فی الحاشیہ و نسبہا الی مرشدی" ویمکن ان یرجع ہذا الی ما قلت باضافۃ مقدمۃ وہی ہذہ وکلام ومقال از آثار وجود عاشق ست پس آن ہم گنجائش ندارد واللہ اعلم چونکہ فناء کا ثمرہ بقاء ہے آگے اس کو اسی مثال سے اول اعتبار سے بیان فرماتے ہیں کہ) جب الف اپنے سے فنا ہو گیا (اور ب و س کی) پناہ لینے والا (ہو گیا) یعنی ان کے بیچ میں جا کر پوشیدہ ہو گیا فقولہ ملتحف معطوف بتقدیر العاطف) تو ب و س بدوں اس کی (وجود ظاہری کے) کہہ رہے ہیں (کہ یہاں) الف (معتبر ہے چنانچہ اس مرکب کی تحلیل الی المفردات کے وقت اس ب و س ہی کے درمیان میں الف کے وجود کا حکم کیا جاتا ہے پس اسناد ہمیگویند کی ب و س کی طرف اسناد مجازی ہے۔ سبب دال کی طرف پس اسی طرح جب عبد فانی فی الحق ہو جاتا ہے تو پھر حق تعالیٰ کا مقولہ ما رمیت اذ رمیت بدوں اس کے (وجود کے واقع ہوتا) ہے (یہ مقولہ تو افعال عبد کی نسبت ہے اور) اسی طرح اس کے ضمن سے (ما قلت ولکن) قال اللہ مستفاد ہوا (یہ اقوال عبد کی نسبت ہوا اور اس کے ضمن سے حاصل ہونا اشتراک علت ومعنی کی وجہ سے ہے اور اسی اشتراک سے اس کا عموم بھی ہر فانی کے لئے ہوگا گو مورد خاص ہے اور حاصل بقاء کا یہی ہے کہ اس کے اقوال وافعال بوجہ کمال موافقت حق کے گویا عین اقوال وافعال حق کے ہوتے ہیں جیسے عبد سے صادر ہی نہیں ہوئے اور اس شعر کی تمہید میں میں نے یہ کہا ہے کہ اول اعتبار سے وجہ اس کی یہ ہے کہ سابق میں ب و س کو مشبہ بہ جانب حق کا قرار دیا تھا اور ہمزہ کو مشبہ بہ عبد کا فی قولہ آن الف در بسم الخ اور بعد میں ب و س کو مشبہ بہ مجموعہ عبد و حق کا اور ہمزہ کو مشبہ بہ وجود عبد کا فی قولہ او صلاست الخ کما ذکرتہ فی تمہید الشعر الثانی اور یہاں پھر مثل سابق ہی ب و س کو مشبہ بہ جانب حق کا اعتبار کیا ہے چنانچہ تقریر شعر چوں الف از خود الخ سے ظاہر ہے اس لئے میں نے اس شعر کی تمہید میں کہا تھا کہ اول اعتبار سے اب یہ بات رہ گئی ہے کہ شعر اول وشعر اخیر میں جو ب و س کو مشبہ بہ جانب حق کا قرار دیا اس میں کس حرف سے کس شان کی تشبیہ زیادہ الیق ہے سو احقر کے ذوق میں اقرب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ب کو مشبہ بہ ذات وصفات حق کا اور س کو مشبہ بہ افعال حق کا کہا جاوے اس لئے کہ اس ب جارہ میں یہ صفات ہیں ایک بساطت کیونکہ حرف مفرد ہے کسی کلمہ کا جز و نہیں ہے اور نہ اس میں اور کوئی حرف جز و ہے پس بسیط ہوا بخلاف اس کے کہ کلمہ اسم کا جز و ہے دوسرے استقلال یعنی کلمہ ہونے میں مستقل ہے کسی کا محتاج نہیں اور وہ استقلال مراد نہیں جو اسم اور فعل کے خواص میں سے ہے بخلاف س کے کہ مستقل کلمہ نہیں چنانچہ ظاہر ہے تیسرے عامل اور موثر ہونا چنانچہ کلمہ اسم کو اس نے جر کیا اور ظاہر ہے کہ جب کلمہ اسم وجود میں مستتبع ہے حرف س کا کیونکہ کل مستتبع ہوتا ہے جز و کو وہ متاثر ہے حرف جر سے تو تابع میں بھی اس تاثر کا اثر ضرور ہوگا پس س بھی متاثر ہوا ب سے اور یہ اوصاف ذات وصفات واجب تعالیٰ کے زیادہ مناسب ہیں کہ وہ بسیط بھی ہیں مستقل بھی ہیں موثر بھی ہیں خواہ اس میں اتنا اور اعتبار کر لیا جاوے کہ ذات واجب کو ذات ب سے اور صفات حق کو نقطہ با سے کہ باوجود تابع ہونے کے ذات سے منفک نہیں اسی طرح صفات باوجود تابع فی الوجود ہونے کے ذات سے منفک نہیں بہر حال ذات وصفات کو تو ب سے تشبیہ دینا

www.besturdubooks.wordpress.com

زیادہ مناسب ہے اور افعال حق کو س کے ساتھ کیوں وہ بوجہ ممکن ہونے کے تعلق بالمرکب کی صورت میں حبعاً ترکیب کے ساتھ بھی موصوف ہوں گے اور ان میں احتیاج فی الوجود وتاثر بھی ہو گا پس معنے یہ ہوں گے کہ جس طرح ہمزہ ب دس میں فنا ہو گیا اسی طرح عبد بھی ذات وصفت حق اور افعال حق میں فنا ہو جاتا ہے چنانچہ فناء کی یہی تین قسمیں مشہور بھی ہیں ۔ فناء فی الذات فناء فی الصفات فناء فی الافعال اور یہی تقریر ہے جس کا وعدہ شعر اوصلاءاست کے حل کے اخیر میں کیا گیا تھا بقولی کما سیاتی الخ اور مضمون بقاء میں جو تشبیہ مذکور ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ جس طرح فناء ہمزہ کے بعد یہ کہنا صحیح ہے کہ ہمزہ موصوف بالوجود نہیں اگر وہ موصوف بالوجود ہے تو اس کا موصوف بالوجود ہونا یہی ہے کہ ب دس موصوف بالوجود ہیں وھو معنے قولہ بے سین بے ادہمی گوید بندالف اسی طرح فناء عبد کے بعد یہ کہنا صحیح ہے کہ عبد موصوف بالفعل وبالقول نہیں ہے وہذا معنے مارمیت وما قلت اگر وہ موصوف بالفعل وبالقول ہے وھو معنے اذ رمیت واذ قلت تو اس کا موصوف بالفعل وبالقول ہونا یہی ہے کہ حق تعالیٰ موصوف بالفعل وبالقول ہے وھو معنے ولکن اللہ رمیٰ ولکن اللہ قال یہاں تک فناء کے اشتراط ونافعیت کا مضمون ختم ہوا آگے اسی اشتراط ونافعیت کی ایک مثال ہے کہ دیکھو) جب تک دوا (اپنی صورت نوعیہ پر باقی) رہتی ہے وہ عمل (اور اثر) نہیں کرتی (اور) جب وہ فانی ہو گئی (اور بہ تبدل صورت بدن میں ساری ہوئی) تو امراض کا دفعیہ کرتی ہے (تو دیکھو اس مثال سے بھی فناء دوا کا شرط عمل ونافع صحت ودافع مرض ہونا واضح ہوا چونکہ ان مضامین کے نہایت نافع وعالی ہونے پر نظر واقع ہونے سے مثنوی کی مدح کا جوش ہوا جس کے یہ مضامین جزو ہیں اس لئے آگے اشعار میں مثنوی کی مدح اس کی مقبولیت وبقاء برکت واشتمال معانی واسرار غیر محدودہ سے بطور انتقال ثامن کے فرماتے ہیں)۔

گر شود بیشہ قلم دریا مدید	مثنوی را نیست پایانی امید
اگر بیشہ قلم ہو جاوے اور دریا روشنائی	مثنوی کے ختم کی توقع نہیں
چار جوب خشت زن تا خاک ہست	میدہد تقطیع شعرش نیز دست
خشت زن کا قالب خاک تک ہے	اس کے اشعار کی تقطیع بھی میسر رہے گی
چوں نماند خاک و بادش حف کند	خاک سازد بحر او چوں کف کند
جب خاک نہ رہے گی اور ہوا اس کو صاف کر دے گی	تو اس کا دریا خاک بنا دے گا جبکہ کف لاوے گا
چوں نماند بیشہ و سر در کشند	بیشہا از عین دریا سر کشند
جب بیشے نہ رہیں گے اور روپوش ہو جاویں گے	تو اور دوسرے بیشے عین دریا سے ظاہر ہوں گے
بہر ایں گفت آں خداوند فرج	حد ثواعن بحر نا اذلا حرج
اسی لئے اس مالک کشادگی نے فرمایا	ہمارے دریا سے حکایتیں کئے جاؤ کیونکہ تنگی نہیں ہے
باز گرد از بحر رو در خشک نہ	ہم زلعبت گو کہ کودک راست بہ
تو دریا سے ہٹ منہ خشکی کی طرف کر	کھیل کی بات بھی کہہ لے کیونکہ کودک کے لئے بہتر ہے

تاز لعبت اندک اندک درصبا	جانش گردد باہم عقل آشنا
تاکہ کھیل سے تھوڑا لڑکپن میں	اس کی جان دریائے عقل سے آشنا ہو جاوے
عقل زاں بازی ہمی گیرد صبی	گرچہ با عقل ست در ظاہر ابی
لڑکا اس کھیل سے عقل حاصل کر لیتا ہے	اگرچہ بظاہر وہ عقل کے ساتھ منافی ہے
کودک دیوانہ بازی کے کند	جزو باید تا کہ کل را پے کند
دیوانہ لڑکا کب کھیل کرتا ہے	جزو تو ضروری ہے تا کہ کل کا سراغ لگا لیوے

اگر بیشہ (شامل علی الاشجار) قلم ہو جاوے (اور دریا روشنائی (ہو جاوے مدید بکسر دال دیائے مجہول امالہ مداد تب بھی) مثنوی (کے مضامین و برکات) کے ختم (وانقطاع) کی توقع (واحتمال) نہیں (امید بضم اول وکسر میم دیائے مجہول الخ کذافی الغیاث فصحت القافیہ آگے اس مضمون کی تفصیل ہے مع ایک مثال کے یعنی جس طرح) خشت زن کا قالب (یعنی سانچہ وجود) خاک تک (باقی) ہے (اسی طرح وجود خاک زمین تک) اس (مثنوی) کے اشعار کی تقطیع بھی میسر (وموجود) رہے گی (دست دادن میسر شدن کذافی الغیاث مطلب یہ کہ مثنوی اس قدر اسرار و برکات بے شمار پر مشتمل ہے کہ اگر اشجار کو اقلام اور بحر کو مداد بناویں تو اس کے مضامین کی شرح ختم نہ ہو کیونکہ وہ کلمات اللہ یعنی معاملات حق کے متعلق مضامین ہیں وقال اللہ تعالیٰ قل لو کان البحر مداداً الخ اور اس کی برکات بھی قیامت تک رہیں گی بلکہ امید ہے کہ اس کے خود الفاظ بھی باقی رہیں گے چنانچہ تقریباً سات سو برس تک الفاظ بھی ویسے ہی مقبولیت کے ساتھ منقول چلے آتے ہیں اور اگر تقطیع شعر سے مراد معنے مجازی لئے جاویں یعنی معانی اشعار مقطعہ تو یہ تقریر ہوگی کہ میرے وقت سے قیامت تک اس کے معانی میں صدر الی صدر و من لسان الی لسان مسلسل چلے جاویں گے خواہ ان ہی الفاظ میں یا دوسرے الفاظ میں اور اس کا تحقق اس طرح ہو سکتا ہے کہ سلسلہ معارف کا بذریعہ صحت تمام عارفین مقبولین سے برابر قائم ہے اور قیامت تک عارفین کے وجود کے ساتھ وہ بھی ممتد رہے گا کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لایزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق الحدیث و تقطیع وزن کردن شعر کہ الفاظ را از ہم جدا کردہ خوانند آگے ترقی فرماتے ہیں کہ اس عالم کے بعد بھی اس کی برکات رہیں گی یعنی) جب (یہ) خاک (یعنی دنیا) نہ رہے گی (جس کا اوپر ذکر تھا تا خاک ہست) اور ہوا اس (خاک) کو صاف (اور مستاصل) کر دے گی (فی المنتخب حف پاک وسادہ کردن سر وروے را از موے وخشک شدن گیاہ در زمین وگرفتن بردت وپیراستن ریش وخشک شدن موی سر از بے روغنی الخ در ہوا سے مراد وہ ہوا ہے جس کے اثر سے قیامت کے روز زمین اور پہاڑ اس طرح اڑتے پھریں گے جیسا ارشاد ہے اذا رجت الارض رجا و بست الجبال بسا فکانت ھباء منبثا اور ارشاد ہے و تکون الجبال کالعھن المنفوش اور ارشاد ہے کلا اذا دکت الارض دکاً دکا یعنی جب یہ عالم نہ رہے گا) تو اس (مثنوی) کا دریا (ایک اور) خاک (یعنی زمین) بنا دے گا جب کہ کف لاوے گا (کف لانا کنایہ ہے جوش سے یعنی اس عالم کے بعد جب معانی مثنوی کا دریا جوش کرے گا تو وہ ایک اور زمین یعنی عالم کو بنا دے گا اور پھر اس عالم میں اس کے معانی و برکات ظاہر ہوں گے شرح اس کی یہ ہے کہ مصداق ان معانی مثنوی کا کلمات اللہ ہیں خواہ وہ بالفاظ مثنوی ہوں یا

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرے الفاظ سے اور یہی کلمات اللہ معنون وحقیقت ہیں مثنوی کی اور جوش سے مراد اقتضاء آثار اور وہ آثار جزا وثمرات ہیں ان کلمات کے اعتقاد اور انقیاد کے اور زمین جدید سے مراد ارض دار الجزا جس کا ذکر اس آیت میں ہے واورثنا الارض نتبوأ من الجنۃ حیث نشاء اب مطلب ظاہر ہے کہ یہ کلمات اللہ ایسے دائم البرکات ہیں کہ جب یہ دار العمل منقطع ہو جاوے گا تو وہ کلمات اللہ جس میں تمام دین آ گیا مقتضی ہوں گے کہ عامل کو اس کے اعتقاد وانقیاد کی جزا ملے پس حق تعالیٰ دار الجزاء کو ظاہر فرما کر ان کلمات اللہ پر جزا دیں گے اور یہ ہے وہ برکت دائمہ پس اسناد خاک سازو کی مجازی ہے سبب اور مقتضی کی طرف آگے بھی اس عالم کے انقطاع پر اس عالم کا ظہور بتلاتے ہیں کہ) جب (اس عالم کے) بیشے نہ رہیں گے (اور پردۂ عدم میں) روپوش ہو جاویں گے تو (اور دوسرے) بیشے (اس عالم کے) عین دریا سے ظاہر ہوں گے (یعنی کلمات اللہ کا اقتضاء جزا سبب ہوگا اس عالم کے ظہور کا قال تعالیٰ ان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیھا لتجزیٰ کل نفس بما تسعیٰ آگے تفریع ہے ان کلمات اللہ کی لاتناہی پر جس کا ذکر شعر گرشود بیشہ الخ میں تھا یعنی چونکہ وہ محدود ومعدود نہیں) اسی لئے اس مالک کشادگی (یعنی حضرت حق) نے فرمایا ہے کہ) ہمارے (کلمات اللہ کے) دریا سے حکایتیں کئے جاؤ کیونکہ (ان میں) تنگی (اور انقطاع) نہیں ہے (تو کسی وقت بھی لاتحدثوا کی نوبت نہ آوے گی یہ روایت بالمعنی ہے یہ مضمون ناشی ہوتا ہے آیہ قل لو کان البحر الخ سے آگے تمہید ہے رجوع بقصہ کی اور چار شعر کے بعد راجع بقصہ ہوں گے پس فرماتے ہیں کہ) تو دریا (کے ذکر) سے (جس کا ذکر اوپر سے کرتے آتے ہو اب اس سے) ہٹ (اور) منہ خشکی کی طرف کر (یعنی قصہ ظاہرہ کی طرف توجہ کر جس کو ان معانی کے ساتھ ایسی ہی نسبت ہے جیسی خشکی کو دریا کے ساتھ کہ وقوعاً خشکی میں تنگی ہے اور دریا میں فراخی آگے رجوع الی القصہ کی مثال ہے کہ) کھیل کی بات بھی کہہ لے کیونکہ کودک کے لئے (وہی) بہتر (یعنی مناسب) ہے (اور بہتر اس لئے ہے) تاکہ کھیل سے تھوڑا تھوڑا لڑکپن میں اس کی جان دریائے عقل سے آشنا ہو جاوے (یعنی کھیل ہی سے عقل اور کمال کی باتیں سیکھ لے یعنی قصہ بھی مقصود بالعرض ہے کیونکہ قصص سے شدہ شدہ ذکری اور عبرت کا بھی خوگر ہو جاتا ہے جس طرح بچوں کو لکڑی کی تلوار دیتے ہیں کہ اس سے مشق کر کر کے سچ مچ کی تلوار کا ماہر ہو جاوے ورنہ اگر پہلے ہی سے اس کو تلوار دیدی جاوے تو ضرور ہے کہ سب سے پہلے اپنا ہی ہاتھ پاؤں کاٹ کر رکھ دے اسی طرح اسرار بلاواسطہ عوام کے مناسب نہیں ہاں قصص کے ضمن میں کچھ کچھ علوم نافعہ ان کو بتلائے جائیں تو ترقی کر کے علوم حقیقیہ کی صلاحیت بھی ان میں ہو جاوے گی۔ اسی واسطے کہا تھا کہ اسرار کو چھوڑ کر قصہ کہو آگے بھی شعر سابق کا مضمون ہے کہ) لڑکا اس کھیل سے عقل حاصل کر لیتا ہے اگرچہ بظاہر وہ (کھیل) عقل کے ساتھ منافی ہے (لیکن واقع میں دونوں میں بہت مناسبت ہے چنانچہ یہ مناسبت بھی ہے کہ کھیل سبب ہو جاتا ہے عقل کا جیسا اوپر ذکر کیا گیا اور یہ بھی مناسبت ہے کہ عقل بھی سبب ہوتا ہے کھیل کا چنانچہ اس کا آگے ذکر ہے کہ) دیوانہ لڑکا کب کھیل کرتا ہے (کیونکہ اس میں بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے خلاصہ یہ ہوا کہ اول تھوڑی عقل ہوتی ہے جو کھیل کے سمجھنے کے لئے کافی ہو پھر کھیل میں لگا دیئے جاتے ہیں پھر اس سے عقل کو ترقی ہو جاتی ہے اسی طرح قصہ کو علوم مقصودہ سے بظاہر تباعد ہے اور اسکا اقتضاء یہ ہو سکتا ہے کہ علوم کے لئے قصص کو نہ بیان کیا جاوے لیکن ان میں یہی نسبت ہے کہ جس کو تھوڑی سی عقل ہو جس سے قصص کے مدلولات وغایات ظاہرہ تو سمجھ لے اس کو قصص سنائے جاتے ہیں پھر اگر وہ غور کیا کرے تو اس سے تفکر وتذکر کی شدہ شدہ عادت ہو کر اس میں اسرار ومعانی کی قابلیت ہو جاتی ہے پھر اسرار بتلا دیئے جاتے ہیں آگے اول تھوڑی سی عقل کی ضرورت کو بتلاتے ہیں کہ) جز و (یعنی ادنیٰ اور

www.besturdubooks.wordpress.com

بقدر ضرورت) تو ضروری ہے تا کہ کل (یعنی اعلیٰ اور اکمل) کا سراغ لگا لیوے (جیسا ابھی اوپر اس کی شرح کی گئی یہ تمہید تھی رجوع بقصہ کی آگے رجوع بقصہ فرماتے ہیں مگر شروع کے ساتھ ہی اور مضمون کی طرف انتقال بھی فرما جائیں گے۔

رجوع کردن بقصہ قبہ و گنج

قبہ اور خزانہ کے قصے کی جانب رجوع

تنگ خیال آں فقیر بے ریا	عاجز آورد از بیاؤ از بیا
اب اس فقیر بے ریا کے خیال نے	عاجز کر دیا بیا بیا سے
بانگ او تو نشوی من بشنوم	زانکہ در اسرار ہمراز ویم
اس کی آواز تو نہیں سنتا میں سنتا ہوں	کیونکہ میں اسرار میں اس کا ہمراز ہوں
طالب گنجش مبیں خود گنج اوست	دوست کے باشد بمعنیٰ غیر دوست
تو اس کو طالب گنج مت دیکھ وہ خود گنج ہے	دوست باعتبار باطن کے دوست کا غیر کب ہوتا ہے
سجدہ خود را می کند ہر لحظہ او	سجدہ پیش آئینہ ست از بہر رو
وہ ہر لحظہ اپنے ہی سامنے انقیاد کر رہا ہے	آئینہ کے سامنے سجدہ کرنا چہرہ کے لئے ہو گا
گر بدیدے ز آئینہ او یک پشیز	بے خیال او نماندے ہیچ چیز
اگر وہ آئینہ میں سے بقدر ایک پائی کے بھی دیکھ لیتا	تو بجز ایک خیال کے اس کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہتی
ہم خیالاتش ہم او فانی شدے	دانش او محو نادانی شدے
اس کے خیالات بھی اور وہ خود بھی فانی ہو جاتے	اس کا علم عدم علم میں محو ہو جاتا
دانش دیگر ز نادانی ما	سر بر آوردے عیاں کانی انا
ہمارے عدم علم سے ایک دوسرا علم	عیاناً ظاہر ہوتا کہ انی انا اللہ
اسجدوا لآدم ندا آمد ہمے	کادمید و خویش بینید ش دمے
سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو ندا آ رہی تھی	کہ تم سب آدم ہی ہو اور اپنے کو ایک دم تو دیکھو
احولی از چشم ایشاں دور کرد	تا زمیں شد عین چرخ لاجورد
اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھ سے احولی کو دور کر دیا تھا	یہاں تک کہ زمین عین آسمان لاجوردی ہو گئی
لآ الٰہ گفت و الا اللہ گفت	گشت لا الا اللہ و وحدت شگفت
اس نے لاالٰہ الا اللہ کہا ہے	وہ لاخود الا اللہ ہو گیا اور وحدت ظاہر ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں حبیب و آں خلیل بارشد	وقت آں آمد کہ گوش ما کشد
وہ حبیب اور وہ خلیل ہادی	وقت اس بات کا آ گیا ہے کہ ہمارا کان کھینچے
سوئے چشمہ کہ دہاں زینہا بشو	زآنچہ پوشیدیم از خلقاں مگو
چشمہ کی طرف کہ منہ ان اسرار سے دھو دے	جو چیز ہم نے خلائق سے مخفی کی ہے وہ مت کہہ
وربگوئی خود نہ گردد آشکار	تو بقصد کشف گردی جرم دار
اور اگر تو کہے گا تو وہ ظاہر تو نہ ہو گا	تو قصد اظہار سے مجرم ہو جاوے گا
لیک من اینک پریشاں می تنم	قائل ایں سامع ایں ہم منم
لیکن میں اس وقت پریشان بیان کر رہا ہوں	قائل بھی اس کا سامع بھی اس کا میں ہی ہوں
صورت درویش و نقش گنج گو	رنج کیشند ایں گروہ از رنج گو
درویش کی صورت کو اور گنج کے نقش کو کہہ	یہ گروہ رنج کیش ہیں تو رنج کی بات کو کہہ
چشمۂ رحمت بر ایشاں شد حرام	می خورند از زہر قاتل جام جام
چشمہ رحمت ان پر حرام ہوگیا	زہر قاتل کے جام کے جام پی رہے ہیں
خاکہا پر کردہ دامن می کشند	تا کنند ایں چشمہارا خشک بند
دامن بھر بھر کر مٹی لا رہے ہیں	تاکہ ان چشموں کو خشک اور بند کر دیں
کے شود ایں چشمۂ دریا مدد	ملتبس زیں مشت خاک نیک وبد
یہ چشمہ جس کو دریا سے مدد مل رہی ہے	کب اٹا شدہ ہو سکتا ہے اس مشت خاک نیک یا بد سے
لیک گوید باشما من بستہ ام	بے شما من با ابد پیوستہ ام
لیکن وہ کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ بند ہی ہوں	بدوں تمہارے میں ابد سے اتصال رکھتا ہوں
قوم معکوس اندر اندر مشتہا	خاک خوار و آب را کردہ رہا
یہ لوگ مرغوبات میں معکوس ہیں	خاک تو کھاتے ہیں اور پانی کو ترک کر دکھلا
ضد طبع انبیاء دارند خلق	اژدہا را متکا دارند خلق
خلائق طبع انبیاء کے خلاف طبیعت رکھتے ہیں	خلائق اژدہا کو تکیہ گاہ بنائے رہتے ہیں
چشم بند خلق چوں دانستۂ	ہیچ دانی از چہ دیدہ بستۂ
خلق کی آنکھ بند کرنے والی چیز کو جب تونے معلوم کرلیا	تجھ کو یہ بھی معلوم ہے تونے کیسی چیز سے آنکھ بند کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برچہ بکشادی بدل ایں دیدہا	یک بیک بس البدل داں آں ترا
کسی چیز پر بدل میں یہ آنکھیں تو نے کھولی ہیں	تو سر بسر اس کو اپنے لئے بس البدل جان
لیک خورشید عنایت تافتہ است	آئیسان را از کرم دریافتہ است
لیکن خورشید عنایت چمکا ہے	مایوسوں کو کرم سے پا لیا ہے
نرد بس نادر ز رحمت باختہ	عین کفراں را انابت ساختہ
بہت عجیب نرد رحمت سے کھیلی ہے	عین کفران کو انابت کر دیا ہے
ہم ازیں بدبختی خلق آں جواد	منفجر کردہ دو صد چشمہ و داد
خلق کی اسی شقاوت سے اس جواد نے	دو سو چشمے محبت کے جاری کر دیئے
غنچہ را از خار سرمایہ دہد	مہرہ را از مار پیرایہ دہد
وہ غنچہ کا سرمایہ خار سے عطا فرماتا ہے	اور وہ مہرہ کو سانپ سے لباس عطا فرماتا ہے
از سواد شب بروں آرد نہار	وز کف معسر برویاند یسار
وہ تاریکی شب سے دن کو ظاہر کرتا ہے	اور وہ تنگدست کے ہاتھ سے تونگری پیدا کرتا ہے
آرد سازد ریگ را بہر خلیلؑ	کوہ با داؤدؑ گردد ہم رسیل
وہ خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے ریگ کو آٹا بنا دیتا ہے	پہاڑ بھی داؤد علیہ السلام کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے
کوہ با وحشت دراں ابر ظلم	برکشاید بانگ چنگ و زیر و بم
پہاڑ جو کہ باوحشت ہے اس ابر ظلمات میں	ظاہر کرتا ہے بانگ چنگ کو اور زیر و بم کو
خیز اے داؤدؑ از خلقاں نفیر	ترک آں کردی عوض از ما بگیر
اٹھو اے داؤد جو خلائق سے نفرت کرنے والے ہو	تم نے اس کو ترک کر دیا ہم سے عوض لو
حد ندارد گنج بے پایان او	باز رو سوئے فقیر گنج جو
حق تعالیٰ کا گنج بے پایاں حد نہیں رکھتا	پھر متوجہ ہو فقیر طالب گنج کی طرف

اب اس فقیر بے ریا کے خیال نے عاجز (وتنگ) کر دیا یعنی (کے تقاضے) سے (یعنی) اس کے اہتمام قصہ کا جو خیال آیا تو وہ خیال متقاضی ہے کہ اہتمام قصہ کی طرف متوجہ ہو اور بے ریا اس لئے کہا کہ طلب گنج میں اس کی دوسری غرض نہ تھی خود گنج ہی مقصود تھا ممکن ہے کہ اس میں اشارہ ہو کہ جب غیر حق کی طلب میں لوگ اخلاص کرتے ہیں تو طلب حق میں تو بدرجہ اولیٰ اس کا اہتمام ضروری ہے واللہ اعلم اب یہاں ایک سوال پیدا ہوا کہ تم جو کہتے ہو کہ اس کا خیال بیاد بیا کہہ رہا ہے تو ہم نے تو نہیں سنا اس لئے جواب دیتے ہیں کہ) اس کی آواز تو نہیں سنتا (مگر) میں سنتا ہوں کیونکہ میں اسرار میں اس کا ہمراز ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

(چنانچہ ایک گنج مجازی کا وہ طالب ہے اور ایک گنج حقیقی کا میں طالب ہوں وہو مصداق قولہ کنت کنزاً مخفیاً الخ تو مجھ میں اور اس میں مناسبت ہوئی اور اپنے مطلوب کی طلب میں چونکہ مجھ کو بھی تقاضا ہوتا ہے اس سے مجھ کو اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ اسی طرح اس کو بھی اپنے مطلوب کی طلب میں تقاضا ہوتا ہوگا بخلاف اس شخص کے جس پر کسی چیز کی طلب اس قدر غالب نہیں اس کو تقاضائے فقیر کا اندازہ نہیں ہو سکتا یہ معنے ہیں تو نشوی من بشنوم کے اور یہی مراد بھی سوال میں کہ ہم نے تو نہیں اس یعنی ہماری سمجھ میں تو نہیں آیا کہ اس میں تقاضا ہوگا کیونکہ ایسے لوگ تو کم ہی ہیں کہ ان میں کسی چیز کی طلب بدرجہ عشق و جنون اس لئے عدم ادراک تقاضا عجیب نہیں چونکہ اس شعر کے دوسرے مصرعہ میں اپنا اور اس کا اشتراک اسرار میں بیان فرمایا ہے آگے ان اسرار کا بیان ہے اول اس کے اسرار کا اور پھر اسی قبیل کے اپنے اسرار کا چنانچہ اشتراک کا مقتضا بھی ظاہراً یہی ہے کہ دونوں کے اسرار متجانس ہوں پس فرماتے ہیں کہ) تو اس کو طالب گنج مت دیکھ (بلکہ) وہ خود گنج ہے (کیونکہ) دوست باعتبار باطن کے دوست کا غیر کب ہوتا ہے (چنانچہ ابھی آتا ہے آگے اس پر تفریع یا اس کی تائید ہے کہ) وہ (جو معشوق کے ساتھ انقیاد و خضوع سے پیش آ رہا ہے تو واقع میں وہ) ہر لحظہ اپنے ہی سامنے انقیاد کر رہا ہے (وجہ یہ کہ وہ مطلوب بناء طلب کے اعتبار سے اس طالب کا آئینہ ہے جیسا انشاء اللہ تعالیٰ ابھی اس کی شرح آتی ہے اور ظاہر ہے کہ) آئینہ کے سامنے سجدہ کرنا (اپنے ہی) چہرہ کے لئے ہوگا (کیونکہ اس میں اپنا چہرہ نظر آوے گا تو وہ سجدہ اس کے سامنے ہوگا خواہ اس کا التزام ہو جیسا کہ جب صورت ہی کو سجدہ کرنا ہو یا لازم آ جاوے جب آئینہ کو سجدہ کرنا ہو کیونکہ وہ کمال جس سے اس کو مسجود و مقصود بنایا یہی ہے کہ وہ چہرہ کا آلہ رویت ہے پس متی سجدہ کا وہی چہرہ ٹھہرا پس اسی طرح آدمی جس چیز سے محبت کرتا ہے واقع میں وہ اپنے ہی سے محبت کرتا ہے مثلاً خزانہ کا طالب ہے تو اس کی طلب کی جو بناء ہے وہ عائد اور راجع اسی کے نفس کی کیفیت کی طرف ہے مثلاً لذت و راحت و قضاء شہوات و دفع مضرات و مثل ذلک پس اس مطلوب میں اس کو یہ بات نظر آ رہی ہے کہ اس سے یہ اغراض نفسانیہ پوری ہوں گی اس لئے اس کی طلب کر رہا ہے تو واقع میں وہ اپنا ہی محب ہوا یہ معنے ہیں دوست کے باشد بمعنے غیر دوست اور بمعنے یعنی بباطن اس لئے فرمایا کہ ظاہراً تو دوسری ہی چیز مطلوب ہے اور یہ اپنی مطلوبیت امر مخفی و محتاج الی التامل ہے اور یہی معنے ہیں آئینہ ہونے کے کہ وہ مطلوب طالب کا آئینہ ہے اور ابھی جو دو وعدے کئے تھے پورے ہو گئے یہ تو بیان ہو گیا اسرار طالب گنج اور اس کے امثال کا اب بیان کرتے ہیں اپنے اور اپنے امثال یعنی طالب حق کے اسرار کا اسی لئے آگے کہیں ضمائر غائب کی ہیں جیسا کہ متصل کے دو شعر میں اور کہیں ضمیر متکلم کی ہے جیسا تیسرے شعر ... نادانی اور وہ اسرار یہ ہیں کہ جس طرح صورت مذکورہ اور اس کے امثال میں مطلوب ظاہری دوسری چیز ہے اور مطلوب باطنی اپنا نفس اور وہ مطلوب ظاہری اس مطلوب باطنی و مقصود بالذات کا آئینہ ہونے سے ظاہراً مطلوب و مقصود بالعرض ہو گیا اسی طرح واقع میں اس مطلوب باطنی کے پردہ میں ایک اور مطلوب باطنی ہے کہ حقیقت میں مطلوب بالذات وہ ہے اور اس کے اعتبار سے پہلا مطلوب بالذات بھی مطلوب بالعرض ہے اور پہلا مطلوب بالعرض تو بدرجہ اولیٰ مطلوب بالعرض ہوگا یعنی اس مطلوب حقیقی باطنی کے اعتبار سے تمام مطلوبات بالذات و مطلوبات بالعرض سب مطلوب ظاہری ہیں اور صرف اس لئے مطلوب العرض ہو گئے ہیں کہ وہ آئینہ ہیں اس مطلوب حقیقی کے خواہ کسی کو اس کی مطلوبیت بالذات کا قصد و التزام ہو جیسا عارفین کو ہوتا ہے یا نہ ہو مگر لازم جب بھی آ ہی جاوے گا جیسا محجوبین کو کیونکہ جو کمال کسی مخلوق کا مبنیٰ اس کی محبوبیت و مطلوبیت کے ہوگا وہ واقع میں راجع الی الحق ہی ہوگا کما ذکرت نظیرہ فی شرح الشعر سجدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خود را لخ کیونکہ ان کے سوا کوئی موصوف بالکمال حقیقۃً ہے ہی نہیں لیکن چونکہ اس محجوب کو اس مخلوق کی صفت مرآتیت کی طرف التفات نہیں اس لئے مرئی اس سے محجوب ہے اور عارف اس مخلوق کو اسی حیثیت سے دیکھتا ہے اس لئے وہ مرئی کا مشاہدہ کرتا ہے اور یہی مضمون حاصل ہے اشعار آئندہ کا چنانچہ اول ہی کے دو شعر میں آئینہ کی دید کو تمام خیالات اور خود اپنی ذات کے فناء کا سبب کہنا اس پر دلالت کے لئے کافی ہے کیونکہ ذات وخیالات کی غیبت عن المشاہدہ کے لوازم میں سے ہے حق تعالیٰ کا مقصود ومطلوب ومرئی بالذات سمجھنا اور خلق کو مرآۃ سے زیادہ نہ سمجھنا پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) اگر وہ (طالب) آئینہ میں سے بقدر ایک پائی کے بھی دیکھ لیتا (یعنی جس طرح مرئی ہونے کی ٭بت سے مخلوق کو بتامہ دیکھا اگر مرآتیت کی حیثیت سے کچھ بھی نظر کرتا) تو بجز ایک (وجود ضعیف مشابہ) خیال کے اس ٭وئی چیز بھی باقی نہ رہتی (یعنی) اس کے (تمام) خیالات (وعلوم) بھی (جو متعلق بغیر تھے) اور وہ خود بھی (سب) فانی ہو جاتے (یعنی اس کو نہ اپنی ذات کی طرف التفات رہتا نہ دوسروں کا علم اور خیال رہتا جیسا کہ غیبت میں ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ) اس کا علم (اس) عدم علم میں محو ہو جاتا (شعر اول کی شروع میں جو او کا مرجع طالب کو کہا گیا ہے یا تو اس کی توجیہ طالب حق سے کی جاوے تو یہ اطلاق باعتبار مایؤل کے ہوگا یعنی بعد دید کے اور فی الحال اس پر طالب حق صادق نہیں آتا کیونکہ گر بدیدے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو دید قلیل بھی نہیں اور طالب حق کسی وقت بھی اس دید قلیل سے خالی نہیں اور یا طالب غیر حق مراد لیا جاوے جو بعد دید کے طالب حق ہو جاوے گا اور بے خیالے میں کلمہ بے بمعنے غیر ہے کما فی قولہ تعالیٰ ولا الضآلین اور خیال سے مراد وجود موہوم اصطلاحی جس کی نسبت مولانا نے دفتر اول میں ایک جگہ فرمایا ہے۔ نیست بود وہست بر شکل خیال اور اگر کلمہ بے کو بمعنے غیر نہ لیا جاوے اپنے معنے مشہور نفی پر محمول کیا جاوے تو بے خیال کے معنے ہوں گے بے مزاحمت خیالے یعنی اس کی کوئی چیز بھی باقی نہ رہتی اور اس فناء میں ادنیٰ خیال بھی مزاحم نہ ہوتا کیونکہ مزاحم وہ شے ہو سکتی ہے جو خود موجود ہو اور جب یہاں خیالات بھی فنا ہو جاتے ہیں جیسا شعر آئندہ میں ہے تو پھر کسی خیال کی مزاحمت کیسے ہو؟ کذا رایت فی حاشیۃ مرشدیؒ فسر قولہ بے خیالے بقولہ بے مزاحمت اشارۃً الی حذف المضاف وہو احسن من توجیہات سائر المحشین اور پشیز کا ترجمہ پائی اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ غیاث میں اس کے معنے پول ریزہ کوچک کہ از مس باشد لکھے ہیں اور ہمارے وقت کے سکہ میں پائی اس کا مصداق ہے اور غیبت میں علوم کا محو ومبدل بہ عدم علم ہونا ظاہر ہے اسی لئے مصرعہ اخیرہ کو میں نے خلاصہ کہا ہے اور اس مصرعہ میں عدم علم کے حکم سے شاید کوئی شخص جہل متعارف سمجھ جاتا جو کہ مذموم ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ یہ عدم علم ایسا ہے کہ) ہمارے (اس) عدم علم سے ایک دوسرا علم عیاناً ظاہر ہوتا (اور وہ یہ ہے) کہ انی انا اللّٰہ (حاصل یہ کہ وہ عدم علم باعتبار علم بخلق کے ہے جو کہ مذموم ہے نہ کہ باعتبار علم بہ حق کے کہ وہ مطلوب ہے۔ یعنی اس عدم علم بخلق سے علم بحق ومشاہدہ نصیب ہوگا جیسا کہ غیبت وفنائے اتم کے لئے لازم ہے اور چونکہ غیبت میں مشاہدہ کا غلبہ ہو گیا اس لئے گاہے کلمات منصورانہ کا صدور بھی ہو جاوے گا اور اس سے ان کلمات کا مطلوب ہونا نہ سمجھا جاوے مقصود صرف اثبات ہے مشاہدۂ حق کا جس کی ایک دلیل انی یہ صدور بھی ہے اور چونکہ مبنیٰ ان کلمات منصورانہ کا حق تعالیٰ کا ظہور بالمعنی المصطلح ہے متکلم میں اور متکلم کی مظہریت خاصہ ہے حق تعالیٰ کے لئے مثل شجرۂ طور کے اور غلبہ مشاہدہ میں اسی کا انکشاف ہوتا ہے اس لئے آگے تائید کے لئے اس مظہریت کی ایک اور تفریع بیان کرتے ہیں کہ دیکھو اسی پر حق تعالیٰ کا حکم ہوا تھا ملائکہ کو کہ) سجدہ کرو آدم علیہ السلام کو (کیونکہ وہ مظہر خاص تھے کمالات حق کے کما ورد فی الحدیث ان اللّٰہ خلق آدم علیٰ صورتہ تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ مظہور

www.besturdubooks.wordpress.com

خاص کے ساتھ بعض احکام ظاہرا کے صورۃً متعلق ہو جاتے ہیں جیسا آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ کرایا گیا پس اگر یہ قول انی انا اللہ بھی کہ منجملہ احکام ظاہرا کے ہے مظہر کی طرف صورۃً منسوب ہو جاوے تو اس میں کیا بعد ہے اور دونوں جگہ صورۃً اس لئے کہا گیا کہ واقع میں مسجود حق تعالیٰ ہیں آدم علیہ السلام سمت سجدہ تھے جس طرح کعبہ کہ اسی مظہریت تجلیات خاصہ کے سبب جہت سجدہ ہے کما قال مولانا فی بعض المقامات کعبہ را ہر دم تجلی میفزود اور جہت سجدہ واقع میں مسجود نہیں صورۃً بادی النظر میں مسجود ہے اسی طرح انی انا اللہ کا قائل حقیقۃً منصور ونحوہ نہیں ہے محض صورۃً قائل ہے واقع میں قائل حق تعالیٰ ہیں جس طرح شجرۂ طور واقع میں اس کا قائل نہ تھا قول حق اس سے ظاہر ہوا اور مولانا کی یہ تائید قصہ مسجودیت آدمیہ سے موقوف اس پر ہے کہ یہ سجدہ سجدۂ عبادت لیا جاوے کیونکہ انی انا اللہ کے مشابہ اس صورت میں ہوگا کہ مسجود حقیقی حق تعالیٰ ہیں اور یہ مسجود صوری یعنی جہت سجدہ جس طرح انی انا اللہ کا قائل و مستحق قول حقیقۃً اللہ تعالیٰ ہیں اور صورۃً منصور وذہب الیہ بعض المفسرین ایضاً بخلاف سجدۂ تحیت کے کہ وہ مشابہ انی انا اللہ کے نہیں کیونکہ سلام وتحیت کا استحقاق شرعاً مخلوق کے لئے بھی ثابت ہے پس اس مسجودیت آدمیہ سے انی انا اللہ کی توجیہ حاصل ہوگئی جو مقصود تھا مقام میں اور اس پر ایک سوال ہوا وہ یہ کہ اس قصہ سے تو صرف آدم علیہ السلام ہی کا مظہر خاص ہونا ثابت ہوا دوسروں کا مظہر خاص ہونا لازم نہیں آیا پھر اس مظہریت کی بناء پر دوسروں سے انی انا اللہ کے صدور کی کیسے گنجائش ہوگی اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس سجدہ کے وقت بلسان حال یہ بھی) ندا آرہی تھی کہ تم سب (امثال آدم من اولاد آدم) آدم ہی ہو اور اپنے کو ایک دم تو دیکھو (کہ اپنی معرفت سے حق کی معرفت ہو اور معرفت حق سے تمہاری مظہریت للحق مثل مظہریت آدم کے ظاہر ہو جس سے تم کو معلوم ہو کہ تم سب حکماً آدم بھی ہو اور مسجود ملائکہ بھی ہو وجہ اس کی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کی مسجودیت کی بناء خلافت ہے اس کی تکمیل کے لئے علم اسماء عطا فرمایا اور یہ خلافت وعلم اسماء تمام امثال آدم کے لئے عام ہے بس مسجودیت بھی عام ہے چنانچہ وقت سجدہ صلب آدم ان کو بھی متضمن تھی جس کی بناء پر اھبطوا کا ان کو خطاب ہوا تھا اور مسجودیت دلیل ہے مظہریت کی جیسا اوپر بیان ہوا پس تمام امثال آدم مظہر ہوئی حق تعالیٰ کی پس جمیع امثال آدم سے غلبہ مشاہدہ میں اس قول انی انا اللہ کے صدور کی گنجائش نکل آئی اور وہ شبہ جاتا رہا آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح آدم علیہ السلام کی مظہریت واقع میں مبنی تھی سجدۂ ملائکہ کی اسی طرح ملائکہ کو اس مظہریت کا علم بھی عطا فرما دیا تھا اور اس مظہریت خاصہ کو مکشوف کر کے) اللہ تعالیٰ نے ان (ملائکہ) کی آنکھ سے احولی (وکج بینی) کو (جو کہ) تلبیس میں تھی) دور کر دیا تھا یہاں تک کہ (اس کشف سے) زمین (یعنی طین آدم ان کی نظر میں) عین آسمان لاجوردی (یعنی عالم انوار ہو کر نمایاں) ہوگئی (یعنی ابلیس کی طرح انہوں نے طینت پر نظر نہیں کی بلکہ ان کی نوریت ومظہریت پر نظر کی یہ سب بیان تھا مظہریت آدم کا تائید مظہریت قائل انی انا اللہ کے لئے آگے پھر اسی قائل انی انا اللہ کی نسبت فرماتے ہیں کہ ظاہر میں تو اس نے انی انا اللہ کہا ہے لیکن واقع میں) اس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے (مگر اس طرح کہا ہے کہ) وہ لاؔ ۔ الا اللہ ہو گیا اور وحدت ظاہر ہو گئی (مطلب یہ کہ اور لوگ تو اس طرح کہتے ہیں کہ ان کا تلفظ بمعنی التعبیر جدا ہے اور اثبات حق جدا اور اس شخص کی نفی عین اثبات ہے کیونکہ اوروں کی نفی واثبات تو لفظی و قالی ہے اور الفاظ میں تعاقب ضروری اور اس شخص کی نفی واثبات عملی اور حالی ہے کہ غیر کو فنا کر کے حق کا مشاہدہ کیا اور یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں بلکہ نفی غیر ومشاہدہ حق ایک ہی چیز ہے اس لئے اس کا لا اور اس کا الا اللہ ایک ہی ہے یعنی جس کی نفی کرتا اس کو بھی فانی فی الحق اور لاشے قرار دے کر اس کو بھی عین حق بمعنے تابع حق مثل ان اللہ ہو الدہر کے کہہ دیا جو حاصل

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے انی انا اللہ کا پس معنون تو لا الٰہ الا اللہ اور انی انا اللہ کا ایک ہی ہے صرف عنوان کا تفاوت ہے جس کی بناء پر بوجہ ایہام کے غیر مطلوب کو اس کا تلفظ جائز نہیں یہاں تک بیان ہوا عارفین کے بعض اسرار کا جس کی تمہید مصرعہ بالا زانکہ وراسرار ہمراز دیم میں تھی اور یہ مضمون یہاں ختم ہو گیا اور چونکہ یہ اسرار نہایت غامض و دقیق و مضر عوام ہیں چنانچہ ظاہر ہے اس لئے آگے ان کے بلا اختیار اظہار کا شرعاً ممنوع ہونا فرماتے ہیں کہ) وہ حبیب اور وہ خلیل ہادی (یعنی اللہ تعالیٰ کہ محبوب و خلیل حقیقی ہیں) وقت اس بات کا آ گیا ہے کہ ہمارا کان (پکڑ کر) کھینچے چشمہ (رحمت یعنی شریعت کما سیاتی ہذا اللقب فی الشعر الخامس من ہٰہنا حیث قال چشمہ رحمت پس اس چشمہ) کی طرف (کھینچے اور یوں کہے) کہ (اس چشمہ کا پانی لے کر) منہ ان اسرار (مذکورہ) سے دھو دے (یعنی جو اثر اظہار اسرار کا منہ کے اندر لگا ہوا اس کو زائل کر دے اور) جو چیز ہم نے (عام) خلائق سے مخفی کی ہے وہ مت کہہ اور اگر تو کہے ہی گا تو وہ ظاہر تو (ہرگز) نہ ہوگا (لیکن) تو قصداً اظہار سے مجرم ہو جاوے گا (حاصل یہ کہ اب جو اسرار کا اظہار باعتبار ظاہر الفاظ کے حد شرع سے متجاوز ہو گیا اس لئے حق تعالیٰ احکام شرعیہ کی طرف متوجہ فرما کر حکم کرتے ہیں کہ شریعت کو غالب رکھو اور اظہار اسرار مت کر جس کو ہم نے عامہ سے پوشیدہ رکھا ہے کہ علوم وحی میں ظاہر نہیں کیا گو عارفین پر کشفاً ظاہر کر دیا ہے مگر عام مصالح اس سے متعلق نہیں اس لئے ممانعت ان کے اظہار کی فرمائی اور شعر در بگوئی کا حاصل یہ ہے کہ اظہار کی غایت یہ ہوتی ہے کہ سامعین پر ظاہر ہو جاوے اور وہ غموض کے سبب ظاہر ہوگا نہیں پھر اظہار عبث بھی ہوا یہ معنے ہیں نگردد کے اور چونکہ عبث کے ساتھ مضر بھی ہے اس لئے موجب گناہ بھی ہوگا یہ معنی ہیں گردی جرم دار کے اور یہ سب اس صورت میں ہے کہ باختیار اظہار ہو ممکن ہے کہ مولانا کو غلبہ سابقہ سے کچھ افاضہ ہو گیا اس وقت احکام شرعیہ متوجہ ہو جاویں گے اور یہ ارشاد حق تعالیٰ کا یا الہام سے ہوا ہو یا خطاب عام احکام شرعیہ کو اس طرح تعبیر کر دیا اور احکام شریعت و علوم وحی کو چشمہ رحمت کہنے کی وجہ ظاہر ہے کہ اس پر عمل کرنے میں کوئی خطرہ ہی نہیں بخلاف علوم مکاشفہ کے کہ جس طرح وہ موجب سبق مراتب کا ہے اگر وہ حق ہو اسی طرح سبب طرد بعید کا بھی ہے اگر حق سے منحرف ہو اور چونکہ تامل سے متنبہ ہو سکتا تھا اور اس میں غفلت ہو گئی اس لئے ایسے وقت معذور بھی نہیں ہوتا پس اس وجہ سے وہ بہت خطرناک ہے اسی لئے محققین ایسے مکاشفات میں قطعی اعتقاد اور یقینی اعتماد نہیں کرتے اور ولا تقف مالیس لک بہ علم کو اپنا رہنما رکھتے ہیں آگے بعض حالات کے اعتبار سے بطور استدراک کے فرماتے ہیں کہ) لیکن میں اس وقت (یعنی تکلم کے وقت) پریشان (اور اسرار) بیان کر رہا ہوں (کیونکہ) قائل بھی اس کا (اور) سامع بھی اس کا میں ہی ہوں (یعنی ممانعت یہ ہے انچہ پوشیدیم از خلقان مگر جس کا مطلب یہ تھا کہ انچہ از خلق پوشیدیم با خلق مگر سو میں جو کہہ رہا ہوں کوئی شخص خلائق میں سے اس کو سنتا ہی نہیں بس میں ہی کہنے والا میں ہی سننے والا۔ پس میں نے امر حق کے بھی خلاف نہیں کیا اور اسرار کے ساتھ بھی تکلم کر دیا معلوم ہوتا ہے کہ وہ افاقہ پھر مغلوب ہو گیا اور سکر غالب ہو گیا اسی لئے یہ تم کہہ رہے ہیں اور اسی لئے کوئی سامع ان کو مشہود نہیں ہوتا جیسا کہ سکر کے لوازم سے ہے چنانچہ لفظ پریشان میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ مجھ کو افاقہ و صحو نہیں ہے اور یہی ہے وہ حال جس کی نسبت میں نے اس شعر کی تمہید میں کہا تھا کہ بعض حالات کے اعتبار سے الخ پس اس تقریر پر یہ استدراک محض باعتبار ظاہر کے ہے کیونکہ پہلی ممانعت مخصوص تھی حالت افاقہ کے ساتھ اور یہ اظہار اس حالت میں نہیں ہے کہ استدراک حقیقی ہو سکے اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ باوجود ممانعت کے ان کو اظہار کی کیسے ہمت ہوئی اور یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اگر سکر میں یہ اظہار ہے تو پھر استدراک کے کیا معنے سو معلوم ہو گیا کہ ممانعت حالت

www.besturdubooks.wordpress.com

اختیار میں ہے اور اظہار حالت اضطرار میں پس مخالفت ممانعت کی بھی نہیں ہوتی اور استدراک بھی حقیقی نہیں محض ظاہری ہے یہاں پہنچ کر پھر افاقہ ہوا اور دو مضمون یاد آئے ایک قصہ طالب گنج کا دوسرا مضمون چشمہ رحمت یعنی شریعت کا جس کا اوپر شعر سوئے چشمہ ائح میں بضمن اسرار ذکر آیا تھا پس منتظرین قصہ کی رعایت سے بادل ناخواستہ اول قصہ شروع کرنے کا ارادہ کیا مگر مصالح دینیہ کی رعایت غالب آ کر مضمون چشمہ رحمت کی طرف عود کیا جس کا سلسلہ آخر اشعار مقام تک چلا گیا چنانچہ ذکر قصہ کا ارادہ اس طرح ظاہر کیا کہ اپنے نفس کو خطاب فرماتے ہیں کہ) درویش (طالب گنج) کی صورت (قصہ) کو اور (قصہ) گنج کے نقش (والفاظ) کو کہہ (آگے دل کی کراہت کو ظاہر کیا کہ) یہ گروہ (منتظرین قصہ ظاہری) اور غیر منتظرین حصہ باطنی کا) رنج کیش (لوگ) ہیں (اس لئے اے نفس) تو رنج کی بات (یعنی قصہ) کو کہہ (رنج اس لئے کہا کہ ہر چیز جز ذکر خدائے احسن ست گرشکر خواری ست آن جان کندن ست اور اسی سے کراہت دل کی معلوم ہوتی ہے اسی لئے وہ مضمون پھر چھوٹ گیا اور چشمہ رحمت کا مضمون کہ افادہ عامہ کے اعتبار سے مضمون اسرار سے بھی زیادہ ضروری ہے شروع کر دیا یعنی یہ گروہ رنج کیش ایسا ہے کہ قصہ سے تو دلچسپی رکھتے ہیں جو کہ کارآمدنی نفسہ نہیں اور کام کی چیز سے اعراض کرتے ہیں جس کا شعر آئندہ میں ذکر فرماتے ہیں یعنی) چشمہ رحمت (کہ شریعت ہے جس کے اس لقب کی وجہ اوپر گزری ہے بضمن شرح شعر سوئے چشمہ ائح پس وہ چشمہ رحمت) ان پر (بمنزلہ) حرام (کے) ہو گیا (یعنی جس طرح حرام کو متروک کر دینا ضروری ہے اس طرح انہوں نے شریعت کو چھوڑ رکھا ہے (اور) زہر قاتل (یعنی فلسفہ) کے جام کے جام پی رہے ہیں (گو اپنے کو مسلمانوں میں بھی شمار کرتے ہیں لیکن ان کے عقائد واعمال واقوال سے شریعت کا منہدم ہونا لازم آتا ہے جیسے ہمارے زمانہ کے دلدادگان علوم جدیدہ کے باوجود دعویٰ خیر خواہی اسلام کے پھر اسلام کو سخت ضرر پہنچا رہے ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ) دامن بھر بھر کر مٹی (یعنی شبہات) لا رہے ہیں تا کہ ان چشموں کو (یعنی شرائع کو) خشک (اور) بند کر دیں (یعنی اس کو صورت اصلیہ پر نہ رہنے دیں جیسا فلاسفہ مدعیان اسلام نے بھی چاہا کہ شریعت کو اپنی تحقیقات فلسفیہ پر منطبق کر کے رواج دیں لیکن) یہ چشمہ جس کو دریا سے مدد مل رہی ہے کب اپنا شتہ ہو سکتا ہے اس مشت خاک نیک یا بد سے (دریا سے مراد امداد وحفاظت حق تعالیٰ کہ دین حق کے لئے موجود ہے قال اللہ تعالیٰ و انا لہ لحافظون وقال تعالیٰ ویابی اللہ الا ان یتم نورہ وقال صلی اللہ علیہ وسلم لا یزال طائفۃ من امتی منصورین علی الحق الحدیث اور باوجود کثرت شبہات کے مشت خاک اس لئے کہا کہ امداد حق کے مقابلہ میں تو وہ سب لاشئی ہے اور نیک و بد میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ ان میں ممکن ہے کہ بعضے نیک نیتی سے ایسی حرکت کرتے ہوں جیسا ہمارے زمانہ میں ایک مدعی خیر خواہ نے یہی دعویٰ کیا کہ فلاسفہ جدیدہ قرآن کو نہیں مانتے جب تک کہ ان کے فلسفہ پر منطبق نہ کر دیا جاوے اس مصلحت سے یہ تاویلات کی جاتی ہیں لیکن مولانا اس کو بھی مشت خاک ہی فرماتے ہیں کیونکہ اس کی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی شخص کہے کہ میں چشمہ صافی میں اس لئے خاک جھونک رہا ہوں کہ فلاں کثیف الطبع جو دیہات میں ہمیشہ گندہ تالابوں کا پانی پیتا تھا وہ بدوں اس کے کہ اس پانی کو اسی تالاب کے رنگ پر میلا کر دیا جاوے پانی نہیں پیتا کیا یہ عذر قبول ہے کہ اس ایک ناپاک کے لئے چشمہ کو مکدر کر دیں کہ دوسرے لطیف الطبع لوگوں کی طبیعت اس کو قبول نہ کرے اور پر کہا تھا کہ وہ چشمہ ان کے بند کرنے سے بند نہیں ہوتا آگے اس سے استدراک کرتے ہیں کہ گو واقع میں تو بند نہیں ہوتا) لیکن وہ (چشمہ) کہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ (گویا) بند ہی ہوں (اور) بدوں تمہارے (یعنی اوروں کے ساتھ) میں ابد سے اتصال رکھتا ہوں (مطلب یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تمہارے حق میں میرا وہی اثر ہے جو چشمہ بند شدہ کا ہوتا ہے یعنی تم کو پانی سے محروم رکھوں گا اور دوسروں کے ساتھ ابداً آباد تک جاری ہوں یہ مضمون بھی ظاہر ہے کہ جو لوگ ایسی کوشش کرتے ہیں وہ خود برکات دین سے اس طرح محروم ہو جاتے ہیں کہ وہ دین باوجودیکہ دوسروں کے لئے ہادی ہے مگر ان کے حق میں گویا مضل ہو گیا قال تعالیٰ یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا اور دین کے برکات کا ابد یعنی غیر متناہی ازمنہ تک چلا جانا بھی ظاہر ہے کہ خلود اہل جنت یہ اسی کی برکت ہے آگے ان مذکورین کی بے عقلی بیان کرتے ہیں کہ) یہ لوگ مرغوبات میں معکوس (الطبع) ہیں (کہ) خاک تو کھاتے ہیں (جس سے اس چشمہ کو انباشتہ کرنا چاہتے ہیں) اور پانی کو ترک کر رکھا ہے (جو کہ اس چشمہ صافی میں جاری ہے یعنی شرائع کو چھوڑ کر علماً تاویلات باطلہ کو اور عملاً تسویلات عاطلہ کو اختیار کرتے ہیں آگے بھی اسی شعر کی تاکید ہے کہ) خلائق طبع انبیاء کے خلاف (طبیعت) رکھتے ہیں (اور اس اعتبار سے گویا) خلائق اژدہا کو (اپنا) تکیہ گاہ بنائے رہتے ہیں (آگے ان علوم فلسفیہ کی مذمت اور علوم وحی و شرائع کو چھوڑ کر اس کی تحویل و مشغولی کی وخامت فرماتے ہیں کہ اے مخاطب) خلق کی آنکھ بند کرنے والی چیز کو جب تو نے (ہمارے اوپر کے کلام یعنی لیک گویدالخ قوم معکوس الخ ضد طبع الخ سے) معلوم کر لیا (جس سے سبب چشم بندی کا معلوم ہو گیا کہ عدم التفات الی علوم الوحی وانہماک فی الفلسفہ و مخالفت انبیاء علیہم السلام ہے اب یہ پوچھتا ہوں کہ) تجھ کو یہ بھی معلوم ہے (کہ) تو نے کیسی چیز سے آنکھ بند کی ہے (اور) کیسی چیز پر (اس کے) بدل میں یہ آنکھیں تو نے کھولی ہیں (از چہ اور بر چہ میں اس چیز کی ذات کی تعیین سے سوال مقصود نہیں تعیین تو ان ہی اشعار ثلثہ میں ہو چکی ہے جس کی نسبت دانستہ کا حکم کیا ہے بلکہ مقصود اس چیز کی صفت سے سوال کرنا ہے کما فی قولہ تعالیٰ فی قصۃ البقرۃ ماہی الذی اجیب عنہ بقولہ لا فارض الخ و بقولہ بقرۃ لا ذلول الخ آگے خود جواب دیتے ہیں کہ) تو سر بسر اس کو اپنے لئے بئس البدل جان (یعنی دونوں کی صفت مجملاً اس سے سمجھ لے کہ یہ علوم فلسفیہ شرائع کا بئس البدل ہے یعنی وہ اس سے اشکل یا اس کا مماثل تو کیا ہوتا اس کے مشابہ و مدانی بھی نہیں جس سے بعض مصالح و آثار میں بدل ہی ہونے کی اس میں صلاحیت ہو بلکہ یہ انفع بغایت اور وہ مضر بغایت ہے جس سے بئس البدل کہنا صحیح ہے اور اس انفعیت واضریت کا تحقق اس سے بڑھ کر کیا کہ ایک مفضی الی الجنان رزقنا اللہ اور دوسرا مفضی الی النیران حفظنا اللہ ہے یہ تو فلاسفہ کا ذکر تھا جن کا اصل اعتقاد فلسفہ پر ہے گو شرائع کو بھی کھینچ تان کر اس پر منطبق ہو جانے سے مان لیتے ہیں حتیٰ کہ اگر منطبق نہ ہوتا ان سے توقع نہ تھی کہ پھر شرائع کی تصدیق کرتے آگے ایک دوسرے گروہ کا ذکر ہے جو طرز و طریق بحث و استدلال میں بظاہر ان ہی کے ہم رنگ ہیں مگر ان میں تدین ہے اور اصل اعتقاد ان کا شرائع پر ہی ہے مگر بوجہ قلت فہم و غلبہ وہم کے بعض نصوص کے ظواہر جن کو سلف نے بھی ظاہر ہی پر محمول رکھا بوجہ معارضہ ان کے بعض علوم تخمینیہ خرصیہ فنیہ و ریاضیہ والہیہ کے ان کے زعم میں واجب التاویل ہیں اس لئے وہ ان کو ظاہر سے منصرف کر کے اپنے محامل مزعومہ پر محمول کر مخالفت سلف کی اختیار کر لیتے ہیں اور ان کی حالت سے یہ بھی یقینی ہے کہ اگر ان سے تاویل نہ ہو سکتی تو تاویل کی فکر و کوشش میں تو لگے رہتے مگر شرائع کا ہرگز انکار نہ کرتے یہ جماعت اہل بدعت مثل معتزلہ و خوارج وغیرہم کے متکلمین کی ہے چونکہ اوپر کے مضمون سے شبہ ان کے اشتمال کا بھی ظاہر تشابہ سے ہو سکتا ہے اس لئے مضمون بالا سے ان کا استدراک کرتے ہیں یعنی گو مشتغلین فلسفہ سب مذموم ہیں) لیکن (تاہم ان میں سب کا درجہ مذمت ایک نہیں بلکہ بعضے ان میں جو دین کو اصل مقصود سمجھتے ہیں ایسے ہیں کہ ان کی نسبت یہ مضمون ہے کہ) خورشید عنایت (حق ان پر ایک درجہ میں) چمکا ہے (اور گو وہ بوجہ عدم اتباع سلف و ترک ظواہر نصوص بناءً

www.besturdubooks.wordpress.com

علی علومہم الخرصیہ ادراک حقائق اصلیہ سے محروم اور مایوس ہیں کیونکہ اسباب ادراک کے بھی تھے تو ان کو ترک کرنے سے ادراک صحیح کی کیا توقع رہی لیکن تاہم اس عنایت حق نے ان) مایوسوں کو کرم سے پالیا ہے (یعنی ان پر بھی ایک درجہ کا کرم فرمایا ہے اور ان کے ساتھ) بہت عجیب نرد رحمت سے کھیلی ہے (یعنی ان کے) عین کفران کو (بجائے) انابت کر دیا ہے (یہ مصرعہ تیسرے مصرعہ اولیٰ وشعر سابق کی شرح اس کی یہ ہے کہ تمہید شعر لیک خورشیدالخ میں اس گروہ کا مصداق بتلا چکا ہوں کہ مبتدعین کے متکلمین ہیں اور ان کا فساد عقائد ظاہر ہے کفران اسی فساد عقائد کو کہا ہے مگر چونکہ وہ عقائد حد کفر تک نہیں محض بدعت تک ہیں اس لئے بعد عقوبت علی البدعۃ مثل عقوبت علی الاعمال الفسقیہ خواہ بلا عقوبت مثل عفوعن الاعمال الفسقیہ یہ عقائد موجب نجات بھی ہو جاویں گے اور یہی مطلب ہے عین انابت ساختہ کا یعنی اثر آن را مثل اثر انابت ساختہ اور عین کہنا مبالغہ ہے گو اہل حق کے درجہ تک نہ پہنچیں اور یہی مطلب ہے خورشید عنایت اور کرم کے ترجمہ میں میرے اس کہنے کا کہ ایک درجہ میں اور ایک درجہ کا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ نجات اس عقیدہ بدعیہ سے تو نہیں ہوئی بلکہ جو جزو اس میں حق تھا اس سے نجات ہوئی پھر یہ حکم کہ کفران کو انابت بنا دیا کہاں صحیح ہوا جواب یہ ہے کہ واقعی سائل کا یہ کہنا صحیح ہے مگر چونکہ اس مجموعہ میں جزو حق و جزو باطل میں اقتران شدید ہے اور ایک دوسرے سے منفک نہیں اس لئے مجموعہ کو شے واحد قرار دے کر اسی کو ایک جزو کے اعتبار سے کفران اور ایک جزو کے اعتبار سے انابت قرار دے کر اسی کو سبب تعذیب اور اسی کو موجب نجات کہہ دیا اور اس طرح سے دونوں حکم صحیح ہو گئے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) خلق (مذکور یعنی مبتدعین متکلمین) کی اسی شقاوت سے (کہ عقیدہ حقہ میں ایک جزو باطل ملا دیا) اس جواد (مطلق) نے دو سوچشمے محبت (و رحمت) کے جاری کر دیئے (یعنی ان کو بھی ایک درجہ میں محبوب و مرحوم بنا دیا جیسا اوپر مذکور ہوا آگے اللہ تعالیٰ کی اس شان کو کہ سبب ضرر کو سبب نفع کا بنا دیتے ہیں چند امثلہ سے واضح کرتے ہیں کہ) وہ (ایسا قادر مطلق ہے کہ وہ غنچہ کا سرمایہ خار سے عطا فرماتا ہے (یعنی خار دار درخت سے جس سے قطع نظر عادت سے کبھی توقع ہی نہیں ہو سکتی کہ اس میں پھول کھلے گا انبار کے انبار غنچے آتے ہیں جو شگفتہ ہو کر گل ہو جاتے ہیں اس انبار کو سرمایہ کہہ دیا گیا اور) وہ مہرہ کو سانپ سے لباس عطا فرماتا ہے (یعنی سانپ کے اندر مہرہ پیدا کرتا ہے کہ وہ سانپ اس پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے بمنزلہ اس کے لباس کے ہو جاتا ہے اور) وہ تاریکی شب سے دن کو ظاہر کرتا ہے اور وہ (بعض اوقات) تنگدست کے ہاتھ سے تونگری پیدا کرتا ہے (کہ وہ جس چیز میں ہاتھ ڈالے ثروت ہی بڑھتی چلی جاتی ہے اور) وہ خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے ریگ کو آٹا بنا دیتا ہے (یہ ایک مشہور معجزہ ہے مجھ کو سند محفوظ نہیں اور اس کے حکم و قدرت سے) پہاڑ بھی داؤد کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے کما قال تعالیٰ انا سخرنا الجبال معه يسبحن الاية فی المنتخب ربیل نامہ بروآ نکہ در تیر انداختن وجز آن شریک وموافق با کے باشد و ہم پیغام او وکلمہ ہم بمعنے نیز ست نہ کہ مرکب بار بیل آگے بیان ہے اس پہاڑ کی آہنگ کا یعنی) پہاڑ جو کہ باوحشت ہے اس ابر ظلمات میں (کہ ایسے وقت اس کا ایحاش اور بڑھ جاتا ہے) ظاہر کرتا ہے بانگ چنگ کو اور زیر و بم کو (ابر میں تسبیح کرنے کا کوئی خاص واقعہ میری نظر سے نہیں گزرا مگر جب وہ تسبیح دائم تھی تو ابر میں بھی ہوتی ہو گی اور اس تسبیح جبل کے متعلق یہ ارشاد ہوا قالاً یا حالاً کہ) اے داؤد جو خلائق سے نفرت کرنے والے ہو (کذا فی الغیاث) تم نے اس (مخلوق کو) ترک کر دیا ہم سے (اس کا) عوض لو (یعنی بجائے اس مخلوق کے تمہارے انس کے لئے ہم نے اس جبل مسبح کر دیا (حاصل سب امثلہ کا وہی ہے جو ان امثلہ کی تمہید میں لکھا گیا کہ حق تعالیٰ کی ایسی شان ہے کہ جس جگہ جس چیز کی امید نہ ہو وہاں اس کو پیدا کرتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں پس اسی طرح مبتدعین کے عقائد میں بوجہ فساد کے نجات کی امید نہ تھی مگر اللہ تعالیٰ نے نجات مرتب فرمائی اور جاننا چاہیے کہ متکلمین اہل سنت واہل حق جو کہیں کہیں تاویل کرتے ہیں وہ تاویل اس میں داخل نہیں کیونکہ اس کا سبب دلائل قطعیہ سمعیہ یا عقلیہ کے معارضہ کا دفع کرنا ہے جو کہ ضروری ہے اور غرض اس کی حفاظت ہے عقول عامہ کی اور اس میں سلف کی مخالفت نہیں بلکہ ان کے عقائد سے شبہات کو دور کرنا بھی غرض ہے بس سبب اور غایت دونوں مغائر ہیں سبب و غایت تاویل مبتدعین سے کیونکہ وہاں سبب ہے علوم خرصیہ اور غایت ہے ان علوم کی صحت کی حفاظت فشتان ما بینہما فتاویل اہل البدعۃ یشابہ حیلۃ اسقاط الزکوٰۃ فی فساد الغرض وتاویل اہل السنۃ یشابہ حیلۃ تصحیح العقد فی صحۃ الغرض وقد ورد الاذن الشرعی فی ہذہ الحیلۃ حیث قال صلی اللہ علیہ وسلم لبلال ؓ بع الجمع بالدراہم ثم ابتع بالدراہم الحدیث واللہ اعلم ولہ الحمد علی حل ہذہ الاشعار العویصۃ وقد اقلقتنی واز عجتنی کثیرا ولم یشفنی حاشیۃ ولاشرح لاسیما فی نصفہا الاول فرجعت الی اللہ تعالیٰ و بدات فی حلہا متوکلا علیہ فکانما نشطت من عقال وارتفعت الحجب عن المقصود باسہل وجہ واحسنہ وذلک من فضل اللہ تعالیٰ وان لم اکن اہلا لذالک آگے رجوع الی القصہ کی تمہید ہے یعنی) حق تعالیٰ کا گنج بے پایاں حد نہیں رکھتا (یعنی ان کے معاملات کے متعلق مضامین غیر محدود ہیں کما قال تعالیٰ قل لوکان البحر الخ اس لئے سردست ان میں اسی قدر پر اکتفا کر کے) پھر متوجہ) ہو فقیر طالب گنج) کے قصہ) کی طرف (اس کے بعد قصہ کی طرف عود ہوگا)

فائدہ:۔ یہ شعر اخیر اکثر نسخوں میں نہیں ہے مگر مناسب مقام سمجھ کر بعض نسخوں سے لکھ دیا گیا۔

انابت آں طالب گنج بحق تعالیٰ بعد از طلب بسیار و عجز واضطرار کہ اے ولی الاظہار تو کن آں پنہاں را آشکار

بہت سے عجز اور مجبوری کے بعد اس خزانہ کے طلبگار کا اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا کہ اے ظاہر کرنے کے والی تو اس پوشیدہ کو ظاہر کر دے

گفت آں درویش اے دانای راز	از پے ایں گنج کردم یاوہ تاز
اس درویش نے کہا کہ اے دانائے اسرار	اس خزانے کے لئے میں نے بے سود دوڑ دھوپ کی
دیو حرص و آز مستعجل تگی	نے تانی جست و نے آہستگی
مستعجل امیر ہونے کی حرص اور ہوس کے دیو نے	نہ تحمل کو طلب کیا اور نہ آہستگی کو
من ز دیگے لقمۂ نندوختم	کف سیہ کردم دہاں را سوختم
میں نے دیگ میں سے ایک لقمہ بھی حاصل نہ کیا	ہاتھ سیاہ کر لئے منہ جلا لیا
خود نگفتم چوں دریں ناموقنم	زاں گرہ زن ایں گرہ را حل کنم
میں نے یہ نہ کہا جبکہ میں اس میں یقین کرنے والا نہ تھا	کہ اس عقدہ کو اسی عقدہ لگانے والے سے حل کروں

www.besturdubooks.wordpress.com

قول حق را ہم زحق تفسیر جو	ہیں مخاژاژ از گماں اے یاوہ گو
کلام حق کی تفسیر کلام حق ہی سے تلاش کر	ہاں تخمین سے ژاژ خائی مت کر اے یاوہ گو
آں گرہ کوزد ہمو بکشایدش	مہرہ کو انداخت او بربایدش
جو گرہ اس نے لگائی ہے وہی اس کو کھولتا ہے	جو مہرہ اس نے ڈالا ہے وہی اس کو اٹھاتا ہے
گرچہ آسانت نمود ایں ساں سخن	کے بود آساں رموز من لدن
اگرچہ تجھ کو اس قسم کا کلام آسان معلوم ہوا ہو	رموز لدنیہ کب آسان ہوتے ہیں
گفت یارب توبہ کردم زیں شتاب	چوں تو دربستی تو کن ہم فتحباب
عرض کیا کہ اے رب میں نے عجلت سے توبہ کی	جب آپ نے دربند کیا ہے تو آپ ہی دروازہ کھولیے
برسر حرفہ شدم بار دگر	در دعا کردن بدم من بے ہنر
میں بار دگر پھر حرفہ کے سر ہو گیا	میں دعا کرنے میں بھی بے ہنر ہی تھا
کو ہنر کو من کجا دل مستوی	ایں ہمہ عکس تواست و خود توئی
ہنر کہاں ہے میں کہاں ہوں دل برقرار کہاں ہے	یہ سب آپ ہی کا عکس ہے اور خود آپ ہی ہیں

اس درویش نے (پھر دعا کی اور) کہا کہ اے دانائے اسرار اس خزانہ کے لئے میں نے بے سود دوڑ دھوپ کی (اور) مستعجل السیر ہونے کی حرص اور ہوس کے دیو نے نہ تحمل کو طلب کیا اور نہ آہستگی کو (اضافت حرص و آز کی بیانیہ ہے یعنی آن حرص مستعجل السیر بودن کہ بمنزلہ دیوست دراغوا میری ایسی مثال ہوگئی کہ جیسے) میں نے دیگ میں سے ایک لقمہ بھی حاصل نہ کیا (لیکن) ہاتھ سیاہ کر لئے (اور) منہ جلالیا (اور اس نے یہ بھی اپنی غلطی دعا میں غرض کی کہ) میں نے (دل میں) یہ نہ کہا (یعنی یہ نہ سمجھا فالکلام نفسی) جبکہ میں اس (تفسیر بشارت غیبیہ) میں یقین کرنے والا نہ تھا (یعنی جب کمان سے تیر پھینکنے کی تفسیر مزعوم کا مجھ کو یقین نہ تھا کیونکہ وہ تو غلط نکلی تو باوجود تصدیق بشارت کے اس کی اس تفسیر کا یقین نہ ہونا ظاہر ہے تو اس وقت میں نے یہ غلطی کی کہ یوں نہ سمجھا) کہ اس عقدہ کو اسی عقدہ لگانیوالے سے حل کروں (یعنی جب اول ایک دوبار میں ناکامی ہوئی تھی تو مجھ کو اسی وقت یہ سمجھنا چاہئے تھا مگر میں بہ خلاف اس کے کوشش ہی میں ترقی کرتا رہا آگے مولانا کا ارشاد ہے کہ) کلام حق کی تفسیر کلام حق ہی سے تلاش کر (خواہ وحی جلی ہو یا وحی خفی جیسا کہ حدیث یا قواعد نقلیہ قطعیہ کہ وہ سب وحی کی طرف مستند ہیں) ہاں (محض) تخمین سے ژاژ خائی مت کر اے یاوہ لوگ (کیونکہ ان الظن لایغنی من الحق شیئا) جو گرہ اس نے لگائی ہے وہی اس کو کھولتا ہے جو مہرہ اس نے ڈالا ہے وہی اس کو اٹھاتا ہے (اور کسی کی مجال نہیں کہ اس مہرہ کو اس کی جگہ سے اٹھا کر بازی لے جاوے اور) اگرچہ تجھ کو اس قسم کا کلام (جیسا تیر ڈالنے کا تھا کلام حق میں) آسان معلوم ہوا ہو (لیکن یہ سمجھنا چاہئے کہ) رموز لدنیہ کب آسان ہوتے ہیں (یعنی باعتبار مدلول لغوی وغیرہ کے آسان دیکھ کر محض رائے سے اس کا کوئی محمل متعین مت کر لے ممکن ہے اس کی مراد میں کوئی جزو خفی ہو کہ وہ من اللہ ہی منکشف ہوگی

www.besturdubooks.wordpress.com

جیسے جب تک من الفجر نازل نہ ہوا صرف خیط ابیض واسود کا لفظ سن کر بعض صحابہ لغوی معنی سمجھ گئے جس کو وحی نے مفسر کیا حالانکہ اس میں کچھ زیادہ غموض نہ تھا پس سہل ظاہری کو بھی وحی ہی سے حل کرو آگے پھر قصہ ہے کہ) اس نے (دعا میں) عرض کیا کہ اے رب میں نے تعجیل سے توبہ کی (اب آپ سے التجا ہے کہ) جب آپ نے در بند کیا ہے تو آپ ہی دروازہ کھولیے (میں نے ان اسباب و حرفہ کو چھوڑ کر تو دعا کی تھی کہ بلا اسباب روزی عطا فرما چنانچہ بشارت بھی ملی مگر میں نے یہ غلطی کی کہ) میں بار دیگر پھر حرفہ کے سر ہو گیا (یعنی اس بشارت پر اپنی رائے سے ایسے طور پر عمل کیا کہ وہ بشارت پر عمل نہ ہوا بلکہ جس حرفہ کو چھوڑا تھا گویا پھر اسی کو اختیار کر لیا کیونکہ اپنی رائے سے اسباب اختیار کرنا یہی تو حرفہ ہے اور یہ تیر اندازی بطرز خاص اپنی ہی رائے سے تھی تو گویا عہد ترک حرفہ کو توڑ ڈالا اور اس سے مجھ کو ثابت ہوا کہ) میں دعا کرنے میں بھی بے ہنر ہی تھا (یعنی حرفہ چھوڑ کر دعا اختیار کی تھی مجھ سے وہ بھی سلیقہ سے نہ ہوا کیونکہ اجابت دعا میں جو بشارت ہوئی اس پر صحیح عمل نہ ہوا پس دعا کے ساتھ بھی پورا تمسک نہ کیا اور بر سر حرفہ شدم کی ایک اور توجیہ ایک حاشیہ میں لکھی ہے بر سر حرفہ شدن کنایہ از گناہ و تقصیر ست اے گناہ کردم عفو فرما اھ اگر یہ ثابت ہو جاوے تو بہت سہل ہے یعنی مجھ سے غلطی ہوئی کہ اس بشارت کے معنے اپنی طرف سے گڑھ لئے جس سے معلوم ہوا کہ مجھ کو دعا کا تمسک بھی نہیں آتا تو آپ معاف فرما دیجئے اوپر ہنر کی نفی خاص دعا سے تھی آگے اس نفی کی تعمیم ہے یعنی مجھ میں) ہنر کہاں ہے (بلکہ خود) میں (ہی) کہاں ہوں (اور) دل برقرار کہاں ہے (یعنی میرا وجود اور ادراک علمی معبر بہ دل و ہنر عملی سب ہیچ ہے بلکہ مجھ میں جو کچھ ہے) یہ سب آپ ہی (کے کمالات) کا عکس ہے اور (بلکہ) خود آپ ہی ہیں (یعنی) میں عکس کے درجہ میں بھی نہیں ہوں (یہ نفی مبالغۃً بالنظر الی اضمحلال الوجود ہے اور پہلا اثبات بالنظر الی الوجود ہے ولو ضعیفاً فلا تعارض آگے اپنی ادراکات اور ہنر و کمالات کا ہیچ ہونا اس طرح بیان کرتے ہیں کہ وہ میرے قبضہ میں بھی نہیں چنانچہ ہر شب وہ مسلوب ہو جاتے ہیں ادراک کا سلب تو ظاہر ہے اور ہنر کا اس لئے کہ وہ عمل ہے اور موقوف ہے علم پر جب موقوف علیہ سلب ہو گیا موقوف بھی سلب ہو گیا اور ہر روز وہ عود کر آتے ہیں اور یہ دونوں بلا میرے اختیار کے ہیں پس معلوم ہوا کہ میں اور یہ سب ہیچ و مضمحل الوجود والبقاء ہیں فصح قولہ کو ہنر الخ موجود (حقیقی وہی ہے جس کے قبضہ میں یہ سب ہے فصح قولہ نہ ہمہ الخ پس اس مضمون کی تفصیل اشعار آئندہ میں بطور انتقال کے فرماتے ہیں دو شعر اس فقیر کی زبان سے اور اس کے بعد مولانا کی زبان سے)۔

ہر شبے تدبیر و فرہنگم بخواب	ہمچو کشتی غرقہ می گردد در آب
ہر شب میری تدبیر اور عقل سونے میں	مثل کشتی کے پانی میں غرق ہو جاتی ہے
خود نہ من می مانم و نے آں ہنر	تن چو مردارے فتادہ بے خبر
نہ میں خود رہتا ہوں اور نہ وہ ہنر	تن مثل مردہ کے لئے خبر پڑا ہوا ہوتا ہے
تا سحر جملہ شب آں شاہ علا	خود ہمی گوید الست و خود بلیٰ
سحر تک تمام شب وہ شاہ علا	خود ہی الست فرماتا ہے اور خود ہی بلیٰ
گو بلیٰ گو جملہ را سیلاب برد	یا نہنگے کرد کل را خرد مرد
بلیٰ کہنے والے کہاں ہیں سب کو سیلاب لے گیا	یا کسی نہنگ نے سب کو ریزہ ریزہ کر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

صبحدم چوں تیغ گوہر دار خود	از نیام ظلمت شب برکشد
صبح کا زمانہ جب اپنی شمشیر گوہر بار کو	ظلمت شب کے نیام سے باہر نکالتا ہے
آفتاب شرق شب را طے کند	ایں نہنگ آں خورد ہا را قے کند
آفتاب شرقی شب کو طے کر لیتا ہے	یہ نہنگ ان کھائی ہوئی چیزوں کو قے کرتا ہے
رستہ چوں یونس ز جوف آں نہنگ	منتشر گردیم اندر بو و رنگ
ہم یونس علیہ السلام کی طرح اس نہنگ کے جوف سے نکل کر	بو اور رنگ میں پھیل پڑتے ہیں
خلق چوں یونسؑ مسبح آمدند	کاندراں ظلمات پر راحت شدند
مخلوق مثل یونس علیہ السلام کے تسبیح گو ہو گئے تھے	کہ ان ظلمات میں پر راحت ہو گئے تھے
ہر یکے گوید بہنگام سحر	چوں زبطن حوت شب آید بدر
ہر شخص ہنگام سحر میں کہتا ہے	جبکہ بطن حوت شب سے باہر آتا ہے
کاے کریمے کاندراں لیل وحش	گنج رحمت بنہی و چندیں چشش
کہ اے ایسے کریم کہ اس شب وحشت میں	آپ خزانہ رحمت رکھتے ہیں اور اس قدر لذت
چشم تیز و گوش تازہ تن سبک	از شب ہمچوں نہنگ ذوالحبک
آنکھ تیز اور کان تازہ اور بدن ہلکا ہو گیا	شب کی وجہ سے جو نہنگ کے مشابہ اور سیاہ زلفوں والی ہے

ہر شب میری تدبیر (یعنی قوت عملیہ) اور عقل (یعنی قوت علمیہ) سونے میں مثل کشتی کے پانی میں غرق ہو جاتی ہے (بلکہ نہ میں خود رہتا ہوں اور نہ وہ ہنر (بس) تن مثل مردہ کے بے خبر پڑا ہوا ہوتا ہے (یہی بے خبری تفسیر ہے خود نہ من مانم کی حاصل یہ کہ مصداق من کا عرفاً حی ہے اور ظاہری اثر حیٰوۃ کا خبر اور ہوش ہے بخلاف ادراک کے کہ وہ اثر کہ وہ عام ناظرین کے سامنے ظاہر نہیں پس ہوش کا نہ ہونا گویا حیٰوۃ کا نہ ہونا ہے۔ پس عرفاً مصداق من کا مثل منعدم کے ہو گیا اور اس میں ماقبل سے ترقی ہو گئی پس مجموعہ شعرین میں تین چیزوں کی نفی ہو گئی قوت عملیہ قوت ادراکیہ ہوش آگے بلسان مولانا اسی مضمون کی مزید توضیح کی ہے کہ) سحر تک تمام شب وہ شاہ علا (یعنی حق جل وعلا) خود ہی الست فرماتا ہے اور خود ہی بلیٰ (یعنی سوال وجواب خود ہی فرماتا ہے کیونکہ اور) بلیٰ کہنے والے (یعنی جواب دینے والے) کہاں ہیں سب کو (خواب مشابہ) سیلاب لے گیا یا (ایک دوسری تشبیہ سے یوں کہو کہ) کسی نہنگ نے سب کو ریزہ ریزہ (یعنی ہلاک) کر دیا (کذا فی الغیاث فی معنے خرد مرد شب بھر تو یہ قدرت حق تعالیٰ کی ظاہر ہوئی پھر بعد گزرنے شب کے دوسری یہ قدرت ظاہر ہوئی کہ) صبح کا زمانہ جب اپنی شمشیر گوہر بار (یعنی آفتاب منبع الاشعہ) کو ظلمت شب کے نیام سے باہر نکالتا ہے (اور) آفتاب شرقی (یعنی طالع من الشرق) شب کو طے کر لیتا ہے (یعنی شب کے اندر معدل النہار کی دوسری قوس کو قطع کر لیتا ہے پس یہ مصرعہ بحذف عاطف معطوف ہے ماقبل پر اور سب مل کر شرط ہے آگے جزا ہے کہ اس وقت) یہ نہنگ

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کھائی ہوئی چیزوں کو تے کرتا ہے (یعنی ہوش وحواس مدرکہ وہنر وتدبیر سب عود کر آتے ہیں اور) ہم (اس وقت) یونس علیہ السلام کی طرح اس نہنگ (شب) کے جوف سے نکل کر بو اور رنگ میں (یعنی ادراکات سے کام لینے میں) پھیل پڑتے ہیں (اور) مخلوق مثل یونس علیہ السلام کے (بطن شب میں بزبان حال) تسبیح گو (اور ثناخوان حق) ہوگئے تھے (اس بات پر) کہ ان ظلمات میں پر راحت ہوگئے تھے (جس طرح یونس علیہ السلام بطن حوت میں تسبیح خوان تھے قال تعالیٰ فلولا انہ کان من المسبحین وقال تعالیٰ فنادی فی الظلمٰت ان لا الٰہ الا انت سبحٰنک الخ اور یہ تشبیہ صرف تسبیح میں ہے گو باعث مختلف ہو چنانچہ مشبہ میں راحت کو باعث قرار دیا اور مشبہ بہ میں طلب نجات میں الظلمات باعث تھا پھر بعد شب گزرنے کے) ہر شخص ہنگام سحر میں کہتا ہے جبکہ بطن حوت شب سے باہر آتا ہے کہ اے ایسے کریم کہ اس شب باوحشت میں آپ خزانہ رحمت (یعنی راحت) رکھتے ہیں اور اس قدر لذت (ایک منفعت تو شب میں یہ ودیعت رکھی یعنی اس میں سونا موجب لذت وراحت ہوا اور دوسری منفعت اس سونے کے واسطے سے یہ رکھی کہ) آنکھ تیز اور کان تازہ اور بدن ہلکا (ہوگیا) شب کی وجہ سے جو مشابہ ہے نہنگ کے اور جو سیاہ زلفوں والی ہے (شب کی وجہ سے یہ معنے کہ وہ اس کا سبب بواسطہ ہے فی المنتخب حباک موے جعد وپیچین جبکہ جبک جمع آگے ایک انتقال ہے بطور جملہ معترضہ کے اور اس کے بعد شعر شب شکستہ الخ سے پھر یہی مضمون متعلق آثار شب کے آوے گا)۔

از مقامات وحش روزیں سپس	ہیچ نگریزیم ما با چوں تو کس
اس کے بعد ہم ان مقامات سے جو کہ موحش نما ہیں	ہرگز نہ بھاگیں گے آپ ایسی ذات کے ہوتے ہوئے
موسیٰ آں رانا رودید و نور بود	زنگی دیدیم شب را حور بود
موسیٰ علیہ السلام نے اس کو آگ دیکھا اور وہ نور تھا	ہم نے شب کو ایک زنگی سمجھا وہ حور تھی
مانمی خواہیم غیر از دیدۂ	دیدۂ تیزے گشے بگزیدۂ
ہم بجز دیدہ کے کچھ نہیں چاہتے	ایسا دیدہ کہ تیز خوش پسندیدہ ہو
بعد ازیں ما دیدہ خواہیم از تو بس	تا نپوشد بحر را خاشاک وخس
اس کے بعد ہم آپ سے صرف دیدہ مانگتے ہیں	تاکہ دریا کو خس و خاشاک نہ ڈھانپ لے
ساحراں را چشم چوں رست از عمیٰ	کف زناں بودند بے ایں دوست پا
ساحروں کی آنکھ جب نابینائی سے چھوٹ گئی	تو وہ بدوں اس دست و پا کے کف زنان تھے
چشم بند خلق جز اسباب نیست	ہر کہ لرزد بر سبب ز اصحاب نیست
اخلاق کی آنکھ کی پٹی بجز اسباب کے اور کچھ نہیں ہے	جو شخص اسباب پر لرزے اصحاب سے نہیں
لیک حق اصحاب و نا اصحاب را	در کشاد و برد تا صدر سرا
لیکن حق تعالیٰ نے اصحاب اور نااصحاب کے لئے	دروازہ کھول رکھا ہے اور صدر مکان تک لے گئے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

باکفش نامستحق و مستحق	معتقان رحمت اند از بند رق
اس کے کف میں غیر مستحق اور مستحق	آزاد کردگان رحمت ہیں قید غلامی سے
در عدم ما مستقان کے بدیم	کہ بریں جان و بریں دانش زدیم
عدم میں ہم مستحق کب تھے	کہ ہم اس حیات اور اس علم پر پہنچ گئے
اے بکردہ یار ہر اغیار را	وے بدادہ خلعت گل خار را
اے خدا جس نے تمام اغیار کو یار بنایا ہے	اور اے خدا جس نے خار کو خلعت گل عطا فرمایا ہے
خاک ما را ثانیا پالیز کن	ہیچ نے را بار دیگر چیز کن
آپ ہماری خاک کو دوبارہ سرسبز کر دیجئے	لاشئے کو دوبارہ شئے کر دیجئے
ایں دعا تو امر کردی زابتدے	ورنہ خاکے را چہ زہرہ ایں بدے
اس دعا کا بھی آپ ہی نے ابتدا سے حکم کیا ہے	ورنہ ایک خاک کو کیا طاقت تھی اس پکارنے کی
چوں دعاماں امر کردی اے عجاب	ایں دعائے خویش را کن مستجاب
جب دعا کرنے کا ہم کو آپ نے حکم فرمایا ہے اے عجیب الکمالات	تو پھر اپنی اس دعا کو قبول بھی کیجئے

(یہ انتقال ہے بیان آثار شب سے ایک دوسرے مضمون مناسب کی طرف خواہ بلسان مولانا خواہ بلسان متکلم مذکور اشعار سابقہ کہ ہر کیے گوید بہنگام سحر الخ یعنی اے اللہ جس چیز کو ہم نے وحشت ناک سمجھا تھا یعنی شب کو وہ ایسی راحت بخش ثابت ہوئی اس سے ہم کو معلوم ہوا کہ ہماری دید کا کچھ اعتبار نہیں آپ کی طرف سے جو چیز ہو وہ محمود اور موجب راحت ہی ہے گو بظاہر وحشت ناک ہو پس) اس کے بعد (یعنی اپنی غلطی ثابت ہونے کے بعد) ہم ان مقامات سے جو کہ موحش نما ہیں (ہرگز) نہ بھاگیں گے آپ ایسی ذات (کی تجویز) کے ہوتے ہوئے (بلکہ یہ سمجھیں گے کہ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست آگے اس کی تائید ہے کہ ہر شئے کا ہمارے خیال کے موافق ثابت ہونا ضروری نہیں چنانچہ) موسیٰ علیہ السلام نے اس کو آگ دیکھا اور وہ (واقع میں) نور تھا (اسی طرح) ہم نے شب کو ایک زنگی سمجھا (اور) وہ حور تھی (پس جب ہماری دید موجود صحیح نہیں ہے تو اب آپ سے) ہم بجز دیدہ (صحیح بین) کے کچھ نہیں چاہتے اور وہ (ایسا دیدہ (ہو) کہ تیز (اور) خوش (اور پسندیدہ (ہو اور یہ حصر اضافی ہے بمقابلہ دیدہ غلط بین کے نہ کہ حقیقی کہ اس سے جمیع مطلوبات کی نفی لازم آوے آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اس کے بعد (یعنی اپنی غلطی ثابت ہونے کے بعد) ہم آپ سے صرف دیدہ (صحیح بین) مانگتے ہیں تا کہ (حقائق واقعیہ کے) دریا کو (موانع حق بینی کا) خس و خاشاک نہ ڈھانپ لے (آگے چشم حق بین کی خوبی بیان کرتے ہیں کہ وہ ایسی چیز ہے کہ) ساحروں کی آنکھ جب نابینائی سے چھوٹ گئی تو وہ بدوں اس (ظاہری) دست و پا کے کف زنان (اور رقص کنان) تھے (یعنی مسرت روحانی ان کو نصیب ہوگئی آگے حق بینی کے موانع کی تعیین فرماتے ہیں کہ) خلائق کی آنکھ کی پٹی بجز اسباب (طبعیہ) کے اور کچھ نہیں (اس میں اصل سبب بتلایا ہے کہ تمام موانع شہویہ وغضبیہ کا مرجع کوئی نہ کوئی سبب طبعی ہے کما یظہر بالتامل آگے اس پر تفریع ہے کہ جب یہ اسباب چشم بند ہے تو) جو شخص (محض) اسباب

www.besturdubooks.wordpress.com

(کی بناء) پر لرزے (ڈرے وہ) اصحاب (دید صحیح) سے نہیں (کیونکہ اس کی یہ حالت دلیل ہے اس کے چشم بندکی اور محض میں نے اس لئے کہا کہ اسباب کو اسباب کے درجہ میں سمجھ کر اس سے متاثر ہونا مگر موثر حقیقی جل وعلا شانہ کو علماً وعملاً سمجھنا عین عرفان ہے آگے بطور استدراک کے غیر اصحاب دید کو اس لئے امید دلاتے ہیں کہ شاید کوئی ایسا شخص رجوع بحق کرے اور متردد ہو کہ یہ رجوع مفید ہو سکتا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ اگرچہ جامد علی الاسباب فی الحال تو اصحاب دید سے نہیں ہے) لیکن (اگر وہ رجوع بحق کرے تو) حق تعالیٰ (کی ایسی رحمت ہے کہ اس نے اصحاب اور نااصحاب (سب) کے لئے دروازہ (رحمت کا) کھول رکھا ہے اور (سب کو) صدر مکان تک لے گئے ہیں (آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) اس کے کف (لطف) میں غیر مستحق اور مستحق (سب) آزاد کردگان رحمت ہیں قید غلامی (نفس وہوا) سے استحقاق سے مراد واجب نہیں اور عدم استحقاق سے مراد عدم استعداد نہیں کیونکہ پہلا استحقاق منفی ہے اور دوسرا استحقاق ثابت ہے بلکہ مراد اس سے استحقاق ظاہری وعدم استحقاق ظاہری ہے جو اعمال صالحہ وخدمت کا سبب سمجھا جاتا ہے مطلب یہ کہ خواہ اعمال صالحہ پہلے سے نہ ہوں مگر رجوع ہو تو غیر عاملین پر بھی خدائے تعالیٰ کا فضل ہو جاتا ہے اور ان کو بھی چشم صحیح بین عطا فرما کر کامیاب کر دیتے ہیں آگے تائید مع الترقی ہے اوپر کے مضمون کی کہ رجوع سے تو کیوں نہ فضل ہوتا بعض اوقات بلا استحقاق وبلا رجوع بھی فضل ہو چکا ہے چنانچہ) عدم (کی حالت) میں ہم (بالمعنی المذکور) مستحق (وجود کی) کب تھے (ہم نے کونسی خدمت وطاعات کی تھی یا کونسا رجوع کیا تھا کہ خدمت وطاعات بالمعنی الاعم اس کو بھی شامل ہے) کہ ہم (اس کی بدولت) اس حیات اور اس علم پر پہنچ گئے (بعض فضل بلا استحقاق ہی تھا آگے حق تعالیٰ کی اس شان کے استحضار سے دعا کا جوش ہوا پس عرض کرتے ہیں کہ) اے خدا جس نے تمام (ان اغیار کو جو کہ طلب سے یا بھی محض فضل سے یار ہو گئے ہیں ان کو آپ ہی نے) یار بنایا ہے اور اے خدا جس نے خار کو خلعت گل عطا فرمایا ہے (یعنی ناقص کو کامل بنایا ہے) آپ ہماری خاک کو دوبارہ سرسبز کر دیجئے (دوبارہ اس لئے کہا کہ ایک بار حیات جسمی عطا فرمائی ہے اب حیات روحانی عطا کیجئے یا پھر معروف باغ وبستان و کشت زار کذا فی الحاشیہ اور اس) لاشئے کو دوبارہ شئے (معتدبہ) کر دیجئے (یعنی ایک بار شئے بمعنی موجود کیا اب بمعنے موجود معتدبہ یعنی موصوف بالکمال کر دیجئے آگے مثل حیات جسمی عطا شدہ وروحی بدعا طلب کردہ شدہ کے خود اس دعا کا بھی من اللہ ہونا فرماتے ہیں کہ) اس دعا کا بھی آپ ہی نے ابتداء سے حکم کیا ہے (ابتداء سے مراد یہ کہ ہمارے طلب کے قبل کیونکہ اس کی طلب بھی تو کبھی نہیں ہوئی کہ آپ ہم کو دعا کی اجازت دیجئے) ورنہ (اگر آپ کا امر نہ ہوتا ایک (مشت) خاک کو کیا طاقت تھی اس پکارنے کی (یعنی دعا کی کیونکہ درخواست کی ہمت کے لئے منادی اور منادیٰ میں عادۃً تقارب وتناسب شرط ہے تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں ہماری کیا ہمت ہوتی مگر آپ نے اجازت دیدی اس لئے دعا کر لیتے ہیں آگے اس پر تفریع ہے کہ پس) جب دعا کرنے کا ہم کو آپ نے حکم فرما دیا ہے اے مجیب (الکمالات) تو (پھر) اپنی اس دعا کو قبول بھی کیجئے (دعائے خویش باعتبار نسبت اذن کے کہا گیا اس کی شرح ہمارے استاد حضرت مولانا محمد یعقوبؒ کے اس ارشاد سے ہوگی کہ اگر حاکم عرضی کا مضمون خود بتلا کر کہے کہ اس مضمون کی عرضی ہم کو دو تو وہ عرضی ضرور مقبول ہوگی اھ پس اس صورت میں اس عرضی کے مضمون کو کہہ سکتے ہیں کہ یہ مضمون حاکم ہی کا ہے یہی توجیہ دعائے خویش کی ہے اور مجیب الکمالات ہونا اس سے ظاہر ہے کہ بلا اپنی کسی مصلحت کے خود دعا کرنے کی رہنمائی فرماتے ہیں آگے پھر عود ہے مضمون بالا آثار دخواص شب اور اس مضمون کی غرض کی طرف جو اوپر کے اس شعر میں مذکور تھی ہر شبے تدبیر وفرہنگم الخ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

شب شکستہ کشتی فہم و حواس	نے امیدے ماندہ نے خوف و نہ یاس
شب کے وقت فہم و حواس کی کشتی شکستہ ہو گئی	نہ امید رہی نہ خوف اور نہ ناامیدی
بردہ در دریائے حیرت ایزدم	تاز چہ فن پر کند بفرستدم
ایزد تعالیٰ مجھ کو دریائے حیرت میں لے گیا	تاکہ کس فن سے پر کر کے مجھ کو بھیجتا ہے
آں یکے را کردہ پر نور و جلال	ویں دگر را کردہ پر وہم و خیال
اس ایک کو نور اور جلال سے پر کر دیا	اور اس دوسرے کو وہم اور خیال سے پر کر دیا
گر بخویشم ہیچ رائے وفن بدے	رائے و تدبیرم بحکم من بدے
اگر از خود میری کچھ رائے اور فن ہوتا	تو میری رائے اور تدبیر میرے حکم میں ہوتے
شب زرفتے ہوش بے فرمان من	زیر دام من بدے مرغان من
شب کو میرا ہوش بدوں میرے فرمان کے زائل نہ ہوتا	میرے طیور میرے دام کے تحت میں ہوتے
بودمے آگہ ز منزل ہائے جاں	وقت خواب و بیہشی و امتحاں
میں روح کے منازل سے آگاہ ہوتا	وقت خواب اور بیہوشی اور امتحان کے
چوں کفم زیں حل و عقد او تہی ست	اے عجب ایں معجبی من زکیست
جب میرا ہاتھ اس کے حل و عقد سے خالی ہے	تو تعجب ہے کہ میری یہ خود بنی کاہے سے ہے

شب کے وقت فہم وحواس کی کشتی شکستہ ہوگئی (اور آب خواب میں غرق ہوگئی جس کے سبب) نہ امید رہی اور نہ خوف اور نہ ناامیدی (کیونکہ یہ سب موقوف ہیں فہم وحواس پر اور اس خواب کے وقت ایزد تعالیٰ مجھ کو دریائے حیرت میں لے گیا تاکہ (دیکھا چاہئے کہ) کس فن سے پر کرکے مجھ کو (حالت بیداری کی طرف) بھیجتا ہے (آگے اس کا بیان ہے کہ) اس ایک (کے ادراکات) کو نور وجلال سے پر کردیا (مراد عارفین ہیں) اور اس دوسرے وہم وخیال سے پر کردیا (مراد فلاسفہ ہیں شرح اس کی یہ ہے کہ جس خیال میں آدمی اکثر اوقات رہتا ہے جب قوت متفکرہ کو فراغ ملتا ہے وہ اس خیال میں تصرف کرتی ہے جس سے اس کے متعلق بہت سے مجہولات معلوم ہو جاتے ہیں اور خواب میں پورا فراغ ملتا ہے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعد بیداری کے عارفین کے معارف اور فلاسفہ کے فلسفیات میں اضافہ ہو جاوے گا اسی کو نور و جلال اور وہم وخیال سے پر کرنا فرمایا آگے ان آثار وخواص پر اس مضمون کی غرض کی تفریع فرماتے ہیں کہ اس سے ثابت ہوا کہ) اگر از خود میری کچھ رائے (علمی) اور فن (عملی) ہوتا (یعنی مستفاد من اللہ نہ ہوتا) تو میری رائے اور تدبیر میرے حکم (واختیار) میں ہوتی (جیسا غیر مستفاد من الغیر کی شان ہے آگے مصرعہ ثانیہ کی تفسیر ہے یعنے) شب کو میرا ہوش بدوں میرے فرمان کے زائل نہ ہوتا (بلکہ بالکل زائل ہی نہ ہوتا اور) میرے (طیور (حواس) میرے دام کے تحت میں (یعنی قبضہ میں) ہوتے (اور) میں (اپنی) روح کے منازل سے آگاہ ہوتا وقت خواب اور بیہوشی اور امتحان کے (یعنی مجھ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

سونے میں یا کم از کم جاگنے کے بعد یہ معلوم ہوتا کہ میری روح کس کس حال اور کس کس خیال میں مشغول رہی ہے حالانکہ اکثر اوقات سوتے میں بھی کچھ نہیں معلوم ہوتا اور نہ جاگنے کے بعد یاد رہتا ہے اور امتحان حالت خواب ہی کو کہا کہ اس سے امتحان وظہور ہوتا ہے انسان کی بیچارگی کا پس یہ عطف تفسیری ہے آگے اس پر تفریع کرتے ہیں ثبوت بیچارگی کی یعنی) جب میرا ہاتھ (یعنی میرا اختیار) اس (روح) کے اس حل وعقد (یعنی تغیر وتبدل) سے خالی ہے (یعنی یہ میرے اختیار میں نہیں) تو تعجب ہے کہ (پھر) میری (یا اور کسی کی) یہ خودبینی کاہے سے ہے (یعنی بلا سبب ہے اور نادانی ہے آگے پھر عود ہے حکایت طالب گنج کی اس دعا کی طرف گفت یارب توبہ کردم الخ مع اس کے سیاق وسباق کے)۔

دیدہ را نادیدہ خود انگاشتم	باز زنبیل دعا برداشتم
میں نے دیکھی ہوئی چیز کو ان دیکھی سمجھ لیا	پھر زنبیل دعا کو میں نے اٹھایا ہے
چوں الف چیزے ندارم اے کریم	جز دلے دل تنگ تر از چشم میم
اے کریم میں الف کی طرح کوئی چیز نہیں رکھتا	بجز ایک دل کے جو کہ چشم میم سے بھی زیادہ دل تنگ ہے
ایں الف ایں میم ام بود ماست	میم ام تنگ ست الف زوتر گداست
یہ الف اور یہ میم ہمارے وجود کی ام یعنی اصل ہے	ام کی میم تنگ ہے اور الف اس سے بھی زیادہ کاہل گدا
ایں الف چیزے ندارد غافلی ست	میم دلتنگ آں زمان عاقلی ست
یہ الف کوئی چیز نہیں رکھتا یہ غافلی ہے	میم دل تنگ ہے وہ زمانہ عاقلی کا
در زمان بیخودی خود ہیچ من	در زمان ہوش اندر پیچ من
زمانہ بے خودی میں تو خود ہیچ ہوتا ہوں	زمانہ ہوش میں میں پیچا پیچ ہوتا ہوں
ہیچ دیگر بر چنیں ہیچے منہ	نام دولت بر چنیں ہیچے منہ
دوسرا ہیچ ایسے ہیچ پر نہ رکھئے	دولت کا نام ایسے ہیچ پر نہ رکھئے
خود ندارم ہیچ بہ سازد مرا	کہ زوہم ست ایں کہ دارم صد عنا
خود ندارم ہیچ مجھ کو اچھا بنا دے گا	کیونکہ دارم کے یہ صدہا رنج ہیں
ورنہ دارم ہم تو داریم کن	رنج دیدم راحت افزائیم کن
اگر میں کچھ نہیں رکھتا تو آپ میری رکھوالی کیجئے	میں نے رنج دیکھا ہے آپ میری راحت افزائی کیجئے
ہم در آب دیدہ عریاں بیستم	بر در تو چونکہ دیدہ نیستم
میں آب دیدہ میں بھی عریاں ہو کر کھڑا ہوں	آپ کے در پر چونکہ میرے پاس دیدہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاب دیدہ بندۂ بے دیدہ را	سبزۂ بخش و نباتے زیں چرا
آب دیدہ سے بندۂ بے بصیرت کو	سبزہ اور نبات دیجئے اس چراگاہ سے
ورنماند آب آبم دہ زعین	ہمچو عینین نبی ہطالتین
اور اگر پانی نہ رہے تو آپ پانی بھی آنکھوں سے مجھ کو دیجئے	مثل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے کہ جاری ہونے والی تھیں
او چو آب دیدہ جست از جود حق	باچناں اجلال و اقبال و سبق
آپ نے جب آب دیدہ کی طلب کی جود حق سے	باوجود ایسے اجلال اور اقبال اور اسباب سابقت کے
چوں نباشم زاشک خوں باریک ریس	من تہیدست فضول کاسہ لیس
تو میں کیونکر اشک خونی سے کام کا انجام دینے والا نہ ہوں	میں کہ تہی دست فضول کاسہ لیس ہوں
چوں چناں چشم اشک رامفتوں بود	اشک من باید کہ صد جیحوں بود
جب ایسی آنکھ آنسوؤں پر عاشق ہو	تو میرے آنسو تو چاہیے کہ سو جیحوں ہوں
قطرۂ زاں زیں دوصد جیحوں بہ است	کہ بداں یک قطرہ جن وانس رست
اس آنسو میں سے تو ایک قطرہ بھی دوسو جیحوں سے بہتر ہے	اس لئے کہ اس ایک قطرہ کے سبب جن وانس چھوٹ گئے
چونکہ باراں جست آں روضہ بہشت	چوں نجوید آب شورہ خاک زشت
جب کہ بارش کی خواہش کی اس باغ بہشت نے	تو خاک شورہ زشت کیونکر پانی نہ ڈھونڈھے
اے اخی دست از دعا کردن مدار	با اجابت یا رد اویت چہ کار
اے میرے بھائی دعا کرنے سے ہاتھ مت روکو	اس کے قبول یا رد سے تجھ کو کیا کام
ناں کہ سد و مانع ایں آب بود	دست زاں نانی می باید مشست زود
روٹی جو کہ حجاب اور مانع اس آب کی ہو	اس روٹی ہی سے جلدی ہاتھ دھونا چاہئے
خویش راموزوں و چست وسختہ کن	زاب دیدہ نان خود را پختہ کن
اپنے کو موزوں اور مستعد اور سنجیدہ کر	آب دیدہ سے اپنی نان کو پختہ کر

اور اس طالب گنج نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ) میں نے (اس وقت دیکھی ہوئی چیز کو ان دیکھی سمجھ لیا اور از سر نو) پھر زنبیل دعا کو میں نے اٹھایا (کہ اس زنبیل میں مراد لے مطلب یہ ہے کہ گو میں نے پہلے خواب میں بشارت اور بیداری میں گنج نامہ دیکھا ہے لیکن دوبارہ اس طرح دعا کرتا ہوں کہ گویا نہ میں نے خواب میں کچھ دیکھا اور نہ بیداری میں جیسا بالکل شروع میں دعا کی تھی مقصود یہ ہے کہ اب مجھ کو اس طرح جواب عطا ہو کہ گویا میں بالکل خالی الذہن ہوں کنایہ ہے اس سے کہ بہت واضح ارشاد ہو جیسا ان جان سے ارشاد ہوا کرتا ہے پس یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اجابت آئندہ میں جو جواب ملا ہے وہ تو بشارت سابقہ ہی پر مبنی ہے دفع وسوسہ یہ ہے کہ یہ کنایہ ہے کمال ایضاح سے اور وہ حاصل ہے اس کی ایسی مثال ہے جیسے شاگرد عرض کرے کہ مجھ کو ابتداء سے اس طرح پڑھا دیجئے کہ جیسے میں نے گویا کچھ پڑھا ہی نہیں آگے بمناسبت دیدہ را نادیدہ ان کاشتن کے کہ دال ہے خاص امر میں عجز و بیچارگی و نابودی پر مطلقاً اپنی

www.besturdubooks.wordpress.com

عاجزی و بیچارگی و نابودی و ناداری معروض ہے نیز اس اعتراف بعجز و قصور کو کہ مکمل تضرع و توکل و مزیل و قاطع دعویٰ اجابت دعا میں بھی دخل ہے جو کہ مقام کا مقصود ہے یعنی) اے کریم میں الف کی طرح کوئی چیز (اپنے پاس) نہیں رکھتا (جس طرح الف نہ نقطہ رکھتا ہے نہ حرکت نہ کوئی مخرج جس پر وہ اعتماد کرتا ہو محض جوف دہان اور اس کا مخرج ہے اسی طرح میں بھی کوئی معتد بہ چیز نہیں رکھتا) بجز ایک دل کے جو کہ چشم میم سے بھی زیادہ دل تنگ ہے (دل کو ایک شخص قرار دے کر اس کو دل تنگ کے ساتھ موصوف کیا گیا اور میم سے مراد خط نسخ کا میم ہے جس کی یہ شکل ہے م اس کے سرے کو چشم سے تشبیہ دی اور تنگی اس کی معاین ہے مطلب یہ کہ اول تو میرے پاس کچھ ہے نہیں اور اگر برائے نام کچھ ہے تو وہ صرف ایک دل ہے کہ علوم و اعمال وغیرہ کا معدن ہے اور تمام صفات و کمالات انسانیہ نظریہ واکتسابیہ بوجہ راجع الی العلم والعمل والخیرۃ ہونے کے راجع الی القلب ہی ہیں پس یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ بجز قلب کے میرے پاس کچھ نہیں اور اس اعتبار سے الف سے تشبیہ دی گئی کہ وہاں بھی بجز صوت کے کچھ نہیں اور چونکہ صفات مذکورہ قلب کی بمقابلہ صفات واجب کے بالکل ضعیف و قلیل اور محدود و غیر مستقل اور بوجہ آمیزش اضداد کے گاہ گاہ موجب پریشانی ہیں مثلاً علم میں جہل ملنے سے ادراک تام نہ ہونے سے تردد و اضطراب اور قدرت میں عجز ملنے سے عمل کے اتمام نہ ہونے سے کلفت و ضیق کا وقوع ہوگا اس لئے اس کی نسبت تنگ تر از چشم میم کہنا بھی صحیح ہو گیا اور یہی حاصل ہے وحدۃ الوجود کا کہ مرتبہ استقلال میں چیزے نداشتن اور مرتبہ عدم استقلال میں چیزے داشتن کا حکم کیا جاتا ہے آگے الف اور میم کے ساتھ تشبیہ دینے پر تفریع ہے کہ بس) یہ الف اور یہ میم (جیسی حالت) ہمارے وجود (و توابع وجود کی ام یعنی اصل ہے (کہ) ام کی میم (بھی) تنگ ہے (اور الف (بوجہ خلو محض کے) اس سے بھی زیادہ کامل گدا (و نادار) ہے (جیسا اوپر دونوں مصرعوں کا مضمون مذکور ہوا ہے اور یہاں ایک لفظی لطیفہ اتفاقیہ بھی ہو گیا ہے کہ لفظ ام بمعنے اصل بھی مرکب ہے الف عرفی اور میم سے پس گویا خود یہ لفظ بھی جبکہ اس میں اضافت الینا کا اعتبار کیا جاوے مشیر ہے کہ مضاف الیہ کی اصل اور حقیقت ایسی ہے جیسا یہ لفظ ہے جو دال ہے معنی اصلی پر اور وہ اصل اس کا مدلول ہے پس دال و مدلول دونوں کی شان متماثل و متشابہ ہے آگے بعض اعتبارات سے دونوں تشبیہوں کو دو حالتوں پر تقسیم کرتے ہیں کہ یہ جو کہا ہے کہ) یہ الف کوئی چیز نہیں رکھتا (اور میں اس کے مشابہ ہوں) یہ (تو باعتبار حالت) غافلی (طبعی کے) ہے (اور یہ جو کہا ہے کہ) میم دل تنگ ہے (اور میں اس کے مشابہ ہوں) وہ زمانہ عاقلی (طبعی) کا (یعنی اس زمانہ کا حال) ہے (اس شعر کی تمہید میں جو میں نے کہا ہے کہ بعض اعتبارات سے شرح اس کی یہ ہے کہ اوپر تو بلا تقسیم دو حالتوں کے ہر حال میں دو حیثیتوں سے دونوں حرفوں سے تشبیہ دی تھی کہ نفس وجود کے ثبوت کی حیثیت سے میم کے مشابہ ہے اور وجود معتد بہ کے نفی کی حیثیت سے الف کے مشابہ ہے تو ہر حالت میں دونوں تشبیہیں صادق و مجتمع ہیں اور یہاں ایک تشبیہ ہے حالت غافلی بالجمہ والفناء میں اور ایک تشبیہ ہے حالت عاقلی بالجملہ والفاق میں پس کسی حال میں دونوں تشبیہیں مجتمعاً صادق نہیں تو بظاہر سابق اور لاحق میں تعارض ہوا سو احقر کے اس کہنے میں کہ بعض اعتبارات سے اشارہ ہے اس تعارض کے دفع کی طرف یعنی یہاں خود وجود غیر مستقل ہی میں جو کہ مبنیٰ تھا تشبیہ بہ میم کا دو حالتوں کا اعتبار کیا ایک یہ حالت کہ اس وجود غیر مستقل کے آثار مقصودہ یعنی علم و عمل ظاہر نہ ہوں گو موجود ہوں اس کو زمانہ غافلی بالفناء کہا ہے کہ غفلت میں ادراک اور علم کا نہ ہونا تو ظاہر ہے اور چونکہ عمل موقوف ہے علم پر اس لئے علم کے نہ ہونے سے عمل کی نفی بھی کی جاوے گی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ قوت علمیہ قوت عملیہ اس وقت بھی معدوم نہیں ہوتی سو اس حالت کے اعتبار سے تشبیہ الف سے دی اور دوسری حالت وہ کہ اس میں اس وجود غیر مستقل کے آثار مذکورہ ظاہر بھی ہوں اس کو زمانہ عاقلی بالفاق کہا ہے اور اس حالت کے اعتبار سے تشبیہ میم سے دی فاندفع التعارض آگے اسی مضمون کا ملخص ہے کہ) زمانہ بےخودی (طبعی) میں (جو کہ بیداری و ہوش میں بھی ہوتی ہے یعنی (اس میں) تو ہیچ ہوتا ہوں (جس کو اوپر کہا ہے این الف چیزے ندارد غافلی ست اور) زمانہ ہوش (یعنی خیالات وانفعال کے ہجوم طبعی) میں میں ہیچا ہیچ ہوتا ہوں (جس کو اوپر کہا ہے میم دل تنگ آن زمان عاقلی ست اور ہیچا ہیچ و تنگی کا ایک ہی حاصل ہے جیسا اس ہیچ و تنگی کا اتحاد آخر شرح شعر چوں الف چیزے ندارم الخ میں خصوصیت سے بیان

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا گیا ہے جس کا حاصل علوم واعمال میں پریشانی ہے آگے اس ہیچ اور ہیچ کی بناء پر ایک دعا ہے کہ اے خدا ایک ہیچ اور ہیچ میں تو میں فطرۃً مقید ہی ہوں چنانچہ شعر این الف چیز ے ندارد واخ میں عاقلی اور عاقلی میں طبعی کی قید میں نے اسی لئے لگا دی تھی آپ) دوسرا ہیچ ایسے ہیچ (مذکور فی المصراع الثانی السابق) پر نہ رکھیے (اور) دولت کا نام ایسے ہیچ (مذکور فی المصراع الاول السابق) پر نہ رکھیے (اور یہ ہیچ ہیچ اور نام دولت فطری نہیں ہے مکتسب عبد اور مذموم ہے کیونکہ مراد اس ہیچ دیگر سے شہوات اور اغراض کی تحصیل میں سعی وانہماک ہے اور نام دولت سے مراد یہ ہے کہ اس غفلت طبعیہ کو کہ وقت ہے تعطل قوی علمیہ عملیہ کا اس وجہ سے کمال مقصود و دولت سمجھنے لگے کہ یہ حافظ عن الشر تو ہے کیونکہ اس وقت یہ قوی کاسب شر بھی نہیں ہوتے اور اس لئے اس کو باقی رکھے اور اکتساب علوم نافعہ واعمال صالحہ نہ کرے اور بزعم خود اپنا یہ حال سمجھے جیسا مولانا نے بہت آگے ایک بادشاہ کے تین بیٹوں کو وصیت کرنے کی حکایت کے قبل ارشاد فرمایا ہے با خود آمد گفت[1] اے بحر خوشی اے نہادہ ہو اور عشقی خواب در نہادہ بیدار بے بستہ در بیدلی ولدار بے جیسا بہت لوگ اس جہل میں مبتلا ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں حالتیں یعنی انہماک فی الشہوات وابقاء العری عن الکمالات دونوں مکتسب اور مذموم ہیں اول کا مذموم ہونا تو ظاہر ہے اور دوسرے مذمومیت کی وجہ کہ وہی جواب ہے ایسے لوگوں کے منشا غلط کا یہ ہے کہ گو وہ حالت حافظ عن الشر ہے لیکن مانع عن الخیر بھی تو ہے اور باوجود قدرت کے کمالات سے محروم رہنا یقیناً مذموم پس مطلب شعر کا یہ ہے کہ اے اللہ اس نقصان فطری کے ساتھ جس پر ملامت نہیں یہ دوسری آفتیں جو موجب ملامت ہیں پیدا نہ ہو جاویں اور باوجود مکتسب ہونے کے منہ فعل کی اسناد حق تعالیٰ کی طرف باعتبار خالقیت کے ہے اور اس میں اشارہ بھی ہے کہ باوجود مکتسب ہونے کے اس سے بچنا آپ ہی کی توفیق سے ہو سکتا ہے ہم اس سے بھی عاجز ہیں آگے استحضار عجز مذکور فی قولہ چیز ے ندارم وغیرہ کی مدح کرتے ہیں کیونکہ وہی سبب ہوتا ہے التجاء الی الحق کا چنانچہ اس کے بعد ہی دوسرے شعر میں اسی بناء پر التجا بھی شروع کر دی یعنی) خود ندارم ہیچ (کا اعتقاد و اعتراف) مجھ کو اچھا بدلا دے گا کیونکہ دارم کے وہم (فاسد) سے یہ صد ہا رنج (پیش آئے) ہیں (کیونکہ رنج کا اصلی سبب اپنے علم و عمل کو کافی وموثر سمجھنا اور اس بناء پر اس کے نتائج کا منتظر رہنا اور پھر اس کے خلاف بکثرت پیش آنا اور نیز اس کو کافی سمجھ کر آئندہ اکتساب کمالات کا نہ کرنا ہے کہ ایک سے رنج دنیا اور دوسرے سے رنج آخرت پیش آتا ہے بخلاف استحضار اپنے ضعف و عجز کے کہ یہ حق تعالیٰ پر نظر پہنچاتا ہے اور اس کے ہر حکم میں خیر سمجھتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کر کے اکتساب کمالات کرتا ہے اور اس سے دنیا وآخرت کی راحت ہوتی ہے آگے استحضار عجز پر التجاء الی الحق کو متفرع کرتے ہیں کہ میں شعر خود ندارم کا بھی اقرار کرتا ہوں) اور (یہ بھی التجا کرتا ہوں کہ) اگر میں کچھ نہیں رکھتا (جیسا کہ یقینی ہے تو یہ شرط شک کے لئے نہیں بلکہ تحقیق کے لئے ہے) تو آپ میری رکھوال کیجئے (فی الغیاث ہر بادشاہ را دار اگو بند و گاہ باشارت بذات حق تعالیٰ کنند چہ دارا معنے دارندہ وحق تعالیٰ دارندۂ ہمہ عالم ست و دارائی بمعنے بادشاہی اھ مختصراً اور میں نے اسی شعر ندارم میں وہم دارم سے اپنا رنج میں ہونا بھی عرض کیا تھا اس پر عرض کرتا ہوں کہ) میں نے رنج دیکھا ہے آپ میری راحت افزائی کیجئے (یعنی جو سبب ہے اس رنج کا وہم دارم اس کو زائل کر دیجئے کہ حقائق پر نظر ہونے سے راحت ہو جاوے آگے بھی التجا کا مضمون ہے مع اشارہ کے اس کے بعض آداب یعنی بکاء کی طرف یعنی آپ آداب تضرع والتجا بھی مجھ کو عطا فرمائیے کہ) میں آب دیدہ میں بھی عریاں ہو کر آپ کے در پر کھڑا ہوں چونکہ میرے پاس دیدہ (تر یا دیدہ حقیقت بین) نہیں ہے (اور یہ عریانی اسی حقیقت بینی سے یا دیدہ تر سے ہے اور یا عریانی سے مراد علانیہ یعنی مجھ کو تضرع سے استنکاف بھی نہ ہو مطلب یہ کہ میرے پاس ذاب تضرع بھی نہیں حقیقت بینی و دیدۂ تر وخلوص یہ بھی سب آپ ہی بخشیے آگے دور تک گریہ ہی کی طلب اور مدح ہے کہ گریہ قلب بھی حکماً اس میں

---

[1] یہ اشعار اس لئے نقل کئے گئے کہ میں شعر ہذا کی شرح میں بہت پریشان ہوا اور حواشی سے بوجہ عدم توافق اسباب بالموعدہ کے شفا نہ ہوئی آخر میں نے بسم اللہ کر کے مولانا کے کلام سے تفسیر سمجھنے کے لئے ایک مقام نکالا اور یہ اشعار نکلے جس سے بحمد اللہ شعر مقام حل ہو گیا اس لئے تتمیماً للتفسیر واظہاراً للنشاط یہ اشعار بھی لکھ دیئے ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

داخل ہے بوجہ اس کے کہ بکاے عین فعل اختیاری نہیں جو موقوف علیہ ہو ثواب کا یعنی) آب دیدہ سے (اس) بندہ بے بصیرت کو سبزہ اور نبات دیجئے اس چراگاہ سے (مراد سبزہ و نبات سے تازگی احوال و اعمال اور چراگاہ سے مراد دنیا کہ مزرعۃ الآخرۃ ہے) اور اگر (میرے پاس یہ) پانی (گریہ کا) نہ دے (جس سے وہ سبزہ و نبات جمتا) تو آپ پانی بھی آنکھوں سے مجھ کو دیجئے مثل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کے کہ جاری ہونے والی تھیں (اشارہ ہے حدیث اللھم ارزقنی عینین ھطالتین کی طرف) آپ نے جب آب دیدہ کی طلب کی جو حق سے (جیسا حدیث موصوف کے الفاظ اس میں صریح ہیں) باوجود ایسے بزرگی اور اقبال اور اسباب مسابقت (و افضلیت) کے تو میں کیونکر اشک خونی سے کام کا انجام دینے والا نہ ہوں یعنی میں کہ تہی دست فضول کاسہ لیس (دنیا) ہوں (مجھ کو تو اس کی زیادہ حاجت ہے فی الغیاث سبق بفتحتین انچہ گرو بندند بداں در اسپ دوانیدن و جز آن و فیہ باریک رسیدن درکار ے بغور تمام وار سیدن واندک اندک بکمال خوبی سرانجام دادن اھ آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) جب ایسی آنکھ آنسوؤں پر عاشق ہو تو میرا آنسو تو چاہئے کہ سو جیحوں (کے برابر) ہو (کیونکہ) اس آنسو میں سے تو ایک قطرہ بھی اس (میرے) دو سو جیحوں سے بہتر ہے (اس لئے اگر وہاں ایک قطرہ گرے تو یہاں دو سو جیحوں سے زیادہ بہانا چاہئے اس لئے حکم بالا اشک من باید الخ صحیح ہو گیا اور وہ سو جیحوں سے میں نے بہتر) اس لئے (کہا) کہ اس ایک قطرہ کے سبب جن و انس (عذاب سے) چھوٹ گئے (مطلب یہ کہ جن و انس میں جن کو نجات ہوئی سبب اس کا آپ کی دعا و بکا ہے خواہ دنیا میں جیسے احادیث میں امت کے لئے آپ کا دعائیں مانگنا اور ان دعاؤں پر وعدے حق تعالیٰ کے ہونا وارد ہے خواہ آخرت میں جیسے احادیث شفاعت میں آیا ہے اور یہ شبہ نہ ہو کہ بعض کو اعمال صالحہ سے نجات ہوگی بات یہ ہے کہ وہ اعمال صالحہ بھی آپ کی دعا کی برکت سے صادر ہوئے کہ آپ نے اس کی بھی دعائیں کی ہیں چنانچہ اکثر دعائیں بصیغہ متکلم مع الغیر ہیں اور یا یوں کہا جاوے کہ حصر کا حکم مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ رستگاری کا یہ بھی ایک سبب ہے سو اس سے بھی فضیلت ثابت ہو جاوے گی آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) جبکہ بارش کی خواہش کی اس باغ بہشت نے (جو کہ بدوں بارش بھی محض آب رحمت ہی سے سرسبز و شاداب ہے) تو خاک شورہ زشت (یعنی ہم جیسے) کیونکر پانی نہ ڈھونڈے (یہاں تک داعی نے اپنے متعلق مضمون بیان کئے ہیں آگے مولانا امر فرماتے ہیں دعا کا جبکہ اوپر سے اسکی فضیلت معلوم ہو چکی یعنی) اے میرے بھائی دعا کرنے سے ہاتھ مت روکو اس کے قبول یا رد (ظاہری) سے تجھ کو کیا کام (ظاہری اس لئے کہا کہ معنے تو ہمیشہ دعا قبول ہی ہوتی ہے گو بصورت قبول متعارف نہ سہی کیونکہ ایک صورت قبول کی یہ بھی ہے کہ اس سے اچھی کوئی دولت عطا ہو جاوے خواہ دنیا میں یا آخرت میں اور خواہ دولت آفاقی یا دولت انفسی مثل دولت انابت الی اللہ و کمال استعداد وصول الی اللہ ونحو ذلک آگے امر فرماتے ہیں کہ بکا کا ایک خاص عنوان سے یعنی اسکے مانع کے ارتفاع کا امر فرماتے ہیں جس سے وہ امر لازم آ جاوے گا یعنی) روٹی جو کہ حجاب اور مانع اس آب (دیدہ) کی ہو اس روٹی ہی سے جلدی ہاتھ دھونا چاہئے (روٹی سے مراد اسباب) شہوت بمناسبت آب کے اس کو نان کہنا لطافت شعری ہے یعنی شہوات مانع ہیں خشوع سے انکی تقلیل و تعدیل کر چنانچہ شعر آئندہ کا یہی مطلب ہے کہ) اپنے کو موزوں اور مستعد اور سنجیدہ کر (کذا فی الغیاث فی تفسیر پختہ) آب دیدہ سے اپنی نان کو پختہ کر (و مفہوم کل ذلک قد مضے آب حکایت دعائے طالب گنج کے بعد آگے قصہ ہے اس کی اجابت دعا کا)۔

آواز دادن ہاتف مر طالب گنج را و اعلام کردن از حقیقت سر آں

غیبی آواز کا خزانہ کے طلبگار کو آواز دینا اور اس کے راز کی حقیقت سے باخبر کرنا

اندریں بود او کہ الہام آمدش	کشف شد ایں مشکلات از ایزدش
وہ اس میں تھا کہ اس کو الہام ہوا	یہ مشکلات منجانب اللہ اس کو منکشف ہو گئیں

گفت گفتم در کماں تیرے بنہ	کے بگفتم من کہ اندر کش توزہ
کہا کہ میں نے کہا تھا کہ کمان میں تیر رکھ	میں نے کب کہا تھا کہ توزہ کو کھینچ
من نگفتم کایں کماں راسخت کش	در کماں نہ گفتمت نے برکنش
میں نے نہیں کہا تھا کہ کمان کو سخت کھینچ	میں نے تجھ کو کہا تھا کہ کمان میں رکھ نہ کہ اس کو باہر کر
از فضولی تو کماں افراشتی	صنعت قواسی برداشتی
تو نے فضول کاری سے کمان کو بلند کیا	کمان سازی کی صنعت کو تو حال ہوا
ترک ایں سختہ کمانی رو بگو	در کماں نہ تیر و پریدن مجو
جا تو اس سنجیدہ کمانی کو ترک کر	کمان میں تیر رکھ اور اڑنے کی فکر مت کر
چوں بیفتد برکن آنجامی طلب	زور بگزار و بزاری جوذہب
جب تیر گر پڑے کھود اسی جگہ تلاش کر	زور چھوڑ دے اور زاری سے زر کو ڈھونڈھ

وہ (فقیر طالب گنج) اس (دعا) میں (مشغول) تھا کہ (دفعۃً) اس کو الہام ہوا (اور) یہ مشکلات منجانب اللہ اس کو منکشف ہو گئیں (یعنی ہاتف نے) کہا کہ میں نے (تو بہ) کہا تھا کہ کمان میں تیر کو رکھ (اور ڈال دے اور) میں نے (یہ) کب کہا تھا کہ توزہ (یعنی چلہ) کو کھینچ (یعنی) میں نے (یہ) نہیں کہا تھا کہ اس کمان کو سخت کھینچ (یہ قید واقعی ہے مقصود مطلق کھینچنے کی نفی ہے جیسا اوپر مطلق کہا ہے کے بگفتم من کہ اندر کش توزہ بلکہ) میں نے تجھ کو (صرف یہ) کہا تھا کہ کمان میں رکھ نہ (یہ) کہ اسکو (کمان سے) باہر کر (جیسا کمان کھینچ کر تیر پھینکنے کے لئے یہ لازم ہے فی چراغ ہدایت بر کردن بر آوردن بخلاف اس کے کہ تیر کو کمان میں رکھ کر کھینچا نہ جاوے تو وہ کمان کے اندر ہی رہے گا اور یہی مراد تھی جیسا ابھی شعر اخیر میں آتا ہے) تو نے فضول کاری سے کمان کو بلند کیا (جیسا دور پھینکنے کے لئے کرتے ہیں اور) کمان سازی کی صنعت کا تو حامل ہوا (کمان سازی سے مراد کمان کشی کی کمان سازی کے لئے عادۃً کمان کشی لازم ہے کیونکہ کمان کشی ہی سے تو وہ اپنی کمان مصنوع کی جانچ کرتے ہیں پس اب تجھ کو بتلایا جاتا ہے کہ) جا تو اس سنجیدہ کمانی (و مہارت تیر اندازی) کو ترک کر (اور) کمان میں تیر رکھ (اور یہ رکھنا تو موافق عادت کے ہوگا) اور) تیر کے) اڑنے (اور دور گرنے) کی فکر مت کر (اور یہ امر خلاف عادت ہوگا اور یہی پردہ رکھا تھا اس خزانہ کے پتہ میں کیونکہ عبارت از قوس تیرے واگزار سے متبادر یہی ہے کہ تیر نہادن در قوس بھی موافق عادت کے ہو اور تیر گزاردن بھی موافق عادت کے ہو اور واقع میں مراد یہ تھی کہ اول امر تو موافق عادت کے ہو اور یہی معنے ہیں در کمان نہ کے اور گزاردن موافق عادت کے نہ ہو اور یہی معنے ہیں پریدن مجو کے پس صورت اس کی یہ ہوگی کہ کمان میں تیر رکھ کر کھڑے ہوں اور پھر اس کو ویسے ہی ہاتھ سے چھوڑ دیں تو تیر اس صورت میں قبہ کے پاس ہی گرے گا وہاں خزانہ ڈھونڈ و اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ پھر کمان کو کیا دخل ہوا ویسے ہی ہاتھ میں لے کر چھوڑ دیں تب بھی اتنے ہی فاصلے سے گرے گا جواب یہ ہے کہ عادت یہ ہے کہ کمان میں تیر رکھنے کے وقت ہاتھ پورا کھینچا ہوا ہوتا ہے اور تیر کچھ کمان سے باہر ہوتا ہے اور کچھ کمان کے اندر تو اس طرح کمان میں رکھ کر تیر ڈال دینے سے ایک خاص فاصلہ کا اندازہ متعین ہو گیا جو صرف ہاتھ میں تیر لے کر ڈال دینے سے نہیں ہو سکتا غرض) جب تیر گر پڑے کھود (اور) اسی جگہ (خزانہ) تلاش کر زور چھوڑ دے (جس کا استعمال کمان کشی میں کرتا تھا) اور زاری سے زر کو ڈھونڈ (یہاں قصہ ختم ہوا آگے انتقال ہے مضمون معارف و سلوک کی طرف)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچہ حق ست اقرب از حبل الورید	تو فگندہ تیر فکرت را بعید
وہ جو حق ہے حبل الورید سے بھی نزدیک تر ہے	تو اپنے تیر فکر کو دور پھینک رہا ہے
اے کمان و تیرہا برساختہ	صید نزدیک و تو دور انداختہ
اے جو کہ کمان اور تیر کو تیار کئے ہوئے ہے	صید تو نزدیک ہے اور تو دور پھینک رہا ہے
ہر کہ او دور ست دور از روئے او	کازماید قوت بازوی او
جو شخص دور ہے وہ روئے محبوب سے دور ہے	کیونکہ وہ اپنی قوت بازو کو آزما رہا ہے
ہر کہ دور انداز تر او دور تر	وز چنیں گنج ست او مہجور تر
جو شخص زیادہ دور انداز ہے وہی دور زیادہ ہے	اور ایسے خزانہ سے وہی مہجور زیادہ ہے
فلسفی خود را از اندیشہ بکشت	گو بدو کورا سوی گنجست پشت
فلسفی نے اپنے کو فکر سے مار ڈالا	اس سے کہہ دے کہ خزانہ کی طرف اس کی پشت ہے
گو بدو چندانکہ افزوں میدود	از مراد دل جدا تر می شود
اس سے کہہ دے کہ وہ جتنا دوڑتا ہے	مراد دل سے زیادہ جدا ہوتا جاتا ہے
جاھدوا فینا بگفت آں شہریار	جاھدوا عنا نگفت اے بیقرار
اس بادشاہ نے جاھدوا فینا فرمایا ہے	اور جاھدوا عنا نہیں فرمایا ہے اے بے قرار
ہمچو کنعاں کوز ننگ نوح رفت	برفراز قلہ آں کوہ زفت
مثل کنعان کے جو نوح علیہ السلام سے ننگ کر کے گیا	اس کوہ عظیم کی چوٹی کے اوپر
ہرچہ افزوں تر ہمی جست او خلاص	سوی کہ می شد جدا تر از مناص
وہ جس قدر زیادہ خلاصی ڈھونڈھتا تھا	پہاڑ کی طرف جائے پناہ سے زیادہ جدا ہوتا جاتا تھا
ہمچو ایں درویش بہر گنج و کاں	ہر صباحی سخت تر جستے کماں
مثل اس درویش کے کہ گنج اور معدن کے لئے	ہر صبح کو سخت سے سخت کمان تلاش کرتا تھا
ہر کمانے کو گرفتے سخت تر	بودے از گنج و نشاں بدبخت تر
وہ جتنی بھی زیادہ سخت کمان لیتا تھا	گنج اور نشان سے زیادہ محروم ہوتا جاتا تھا
ایں مثل اندر زمانہ جانی ست	جان نادانان برنج ارزانی ست
یہ مثل زمانہ میں جان کے قابل ہے	جان جہلا کی رنج کے سزاوار ہے
زانکہ جاہل داشت ننگ از اوستاد	لاجرم رفت و دکان نو کشاد
اس وجہ سے جاہل نے استاد سے عاری رکھی	لامحالہ وہ گیا اور نئی دکان کھولی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں دکاں بالائے استادان کار	گندہ و پر کژدم ست و پر زمار
وہ دکان جو استادان فن سے اوپر ہے	وہ گندہ اور پرکژدم اور پر مار ہے
زود ویراں کن دکان و باز گرد	سوی سبز و گلستان و آب خورد
تو دکان جلدی ویران کر اور رجوع کر	سبزہ اور گلستان اور پانی کی نہر کی طرف

منزہ ہے اور مثلاً کیا کیا صفات اس کے خواص میں سے ہیں اور مثلاً عالم معاد میں وہ کس کس عمل اور کس کس خلق پر کیا کیا معاملہ کریں گے و مثل ہذا اور ان امور تک حکما انظار فکریہ سے آج تک نہیں پہنچ سکے تو مومن اول ہی قدم میں حکماء سے آگے ہے اور نیز تقلیداً ہی اس کو قرب حق کا گو مجملاً ہی سہی یقین ہو جاتا ہے اور قبول حق کی برکت سے اس کو برکات بھی وہی میسر ہوتے ہیں جو مشاہدہ حق سے ہوتے پھر جب عقائد و احکام میں انبیاء کا اتباع کامل کرنا شروع کرتا ہے تو اس کے یہ علوم تصدیقیہ اجمالیہ ترقی پا کر مشاہدات تفصیلیہ بقدر الاستعداد ہو جاتے ہیں۔ یعنی علم الیقین کا عین الیقین ہو جاتا ہے اور وہ قرب بھی بلا کیف وجداناً مشہود ہوتا ہے اور اس درجہ معرفت میں حکما اس کے سامنے محض جاہل و حمقاء معلوم ہوتے ہیں اس مضمون کو مولانا اس طرح فرماتے ہیں کہ انچہ حق ست اقرب الخ اور آگے بھی اسی کی تفصیل ہے۔ یعنی) اے (شخص) جو کہ کمان اور تیر کو تیار کئے ہوئے ہے (مراد انظار فکریہ) صید (یعنی مطلوب) تو نزدیک ہے اور تو (تیر کو) دور (دور) پھینک رہا ہے (کما مر فی شرح الشعر السابق اور اس دور اندازی سے مقصود سے اور بعد بڑھتا چلا جاتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جو شخص (فکراً زیادہ) دور ہے (یعنی وہ قوت فکریہ کو زیادہ دور پہنچاتا ہے فقولہ فکرا تمیزی) وہ روئے محبوب سے (اور زیادہ) دور ہے کیونکہ وہ اپنی قوت بازو کو آزما رہا ہے (اور تیر کو بہت دور پھینک رہا ہے آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جو شخص زیادہ دور انداز ہے وہی (مقصود سے) دور زیادہ ہے اور ایسے خزانہ سے وہی مہجور زیادہ ہے (آگے فلسفی کی ناکامی کی تصریح فرماتے ہیں کہ) فلسفی نے اپنے کو فکر (ونظر) سے مار ڈالا (یعنی فکر و نظر کی تعب میں عمر گزار دی مگر) اس سے کہہ دے کہ خزانہ کی طرف اس کی پشت ہے (اور) اس سے کہہ دے کہ وہ جتنا دوڑتا ہے مراد دلی سے زیادہ جدا ہوتا جاتا ہے (پس گو اس نے کوشش کی مگر ہر کوشش تو موصل نہیں چنانچہ) اس بادشاہ (حقیقی) نے (مدح کوشش میں) جاهدوا الینا فرمایا ہے (یعنی ہماری طرف آنے میں جو کوشش کرتے ہیں ان کو بشارت فرمائی ہے اور) جاہدوا عنا نہیں فرمایا ہے اے بے قرار (جس کے معنی ہیں ہماری طرف سے جانے میں کوشش کرنا اور بے قرار میں بھی اشارہ ہے حرکت کی طرف مگر چونکہ وہ فینا نہیں عنا ہے اس لئے بے سود بلکہ مضر ہے خلاصہ یہ ہوا کہ کوشش کی دو قسم ہیں ایک فی القرب ایک فی البعد اول نافع ہے دوسری مضر پس ہر کوشش موصل نہ ہوئی ایسی مثال ہے کوشش مذموم کی گو وہ بھی فردے کوشش کی یعنے) مثل کنعان کے جو نوح علیہ السلام سے ننگ کر کے گیا اس کوہ عظیم (الشان) کی چوٹی کے اوپر (تو دیکھئے کوشش تو یہ بھی تھی لیکن اس کوشش کا اثر یہ تھا کہ) جس قدر زیادہ وہ (طوفان سے) خلاصی ڈھونڈتا تھا (اسی قدر) پہاڑ کی طرف (واقعی) جائے پناہ سے (کہ وہ قرب تھا نوح علیہ السلام کا) زیادہ جدا ہوتا جاتا تھا (اور) مثل اس درویش (صاحب قصہ) کے کہ گنج و معدن کے لئے ہر صبح کو سخت سے سخت

نے چو کنعاں کوز کبر و ناشناخت	از کہ عاصم سفینہ فوز ساخت
نہ کہ کنعان کی طرح کہ اس نے کبر اور عدم معرفت کے سبب	کوہ محافظ سے کشتی نجات بنائی تھی
علم تیراندازیش آمد حجیب	واں مراد او رابدے حاضر بجیب
اس کا علم تیراندازی اس کا حجاب ہو گیا	اور وہ اس کی مراد اس کی جیب میں موجود تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

اے بسا علم و ذکاوات و فطن	گشتہ رہرو را چو غول و راہزن
اے بہت سے علوم اور ذکاوتیں اور زیرکی	رہرو کے لئے مثل غول اور رہزن کے ہو گئیں
بیشتر اصحاب جنت ابلہ اند	تاز شر فیلسوفی می رہند
اکثر اہل جنت بھولے بھالے ہیں	تاکہ فلسفی کے شر سے محفوظ رہتے ہیں
خویش را عریاں کن از فضل و فضول	تا کند رحمت ترا ہر دم نزول
تو اپنے کو فضیلت اور فضول سے معرا کر لے	تاکہ رحمت تجھ پر ہر وقت نزول فرماوے
زیرکی ضد شکست ست و نیاز	زیرکی بگذار و باگولی بساز
زیرکی شکستگی اور نیاز کی ضد ہے	تو زیرکی کو چھوڑ دے اور بلاہت کے ساتھ موافقت کر
زیرکی داں دام بردو طمع گاز	تاچہ خواہد زیرکی را پاک باز
زیرکی کو سوہان سائی کا جال جان اور طمع کو کمین گاہ صیاد	پھر زیرکی کو پاکباز آدمی کیا چاہے گا
زیرکاں با صنعتے قانع شدہ	ابلہاں از صنع در صانع شدہ
جو زیرک لوگ ہیں وہ صنعت پر قانع ہوئے ہیں	اور ابلہ لوگ صنع سے صانع میں مشغول ہو گئے
زانکہ طفل خرد را مادر نہار	دست و پا باشد نہادہ برکنار
کیونکہ طفل خرد کے لئے ماں دن بھر ہاتھ پاؤں ہوتی ہے	یعنی اس کو آغوش میں لئے رہتی ہے

مقولہ ہے کہ مولانا کا بطور انتقال کے یعنی جس طرح قصہ مذکورہ میں مطلوب قریب تھا اور وہ اس کو بعید سمجھ کر طلب کرتا تھا اور واصل نہ ہوتا تھا اسی طرح) وہ جو حق ہے (جو کہ تیرا بلکہ سب کا مطلوب حقیقی ہے وہ) حبل الورید (یعنی رگ گردن) سے بھی نزدیک تر ہے (کما قال تعالیٰ فی سورۃ ق (اور) تو اپنے تیر فکر کو (بہت) دور (دور) پھینک رہا ہے (مطلب یہ کہ تو نظر فکری سے اس کی معرفت حاصل کرنا چاہتا ہے مثل فلاسفہ کے جو کہ موقوف ہے تامل فی المقدمات ومقدمات المقدمات وہکذا الی الوسائط البعیدۃ پر حالانکہ وہ جس طرح مدرک باسم الفاعل ہونے میں قریب ہے اسی طرح مدرک باسم المفعول ہونے میں بھی قریب ہے گو وہ ادراک بکنہہ نہ ہو لیکن حکماء کے ادراک سے وہ ادراک بدرجہا اصوب واقرب ہے اور یہ ادراک بذریعہ اتباع وحی انبیاء علیہم السلام حاصل ہوتا ہے اس طرح کہ اول ان کی تقلید سے معرفت صحیحہ یقینیہ میسر ہو گئی کہ حق تعالیٰ مثلاً کن کن صفات سے موصوف ہے اور کن کن اوصاف سے کمان تلاش کرتا تھا (مگر) جتنی بھی زیادہ سخت کمان لیتا تھا وہ گنج اور نشان (گنج) سے زیادہ محروم ہوتا جاتا تھا (پس معلوم ہوا کہ کوشش وہی مفید ہے جو طریقہ سے ہو کہ وہی موصل الی المطلوب ہوتی ہے اور وہ طریقہ اتباع ہے اہل حق کا جیسا آئندہ شعر اول کی شرح میں بقرینہ اشعار آئندہ واین مثل الی قولہ نے چو کنعان بیان کیا گیا ہے اور اشعار آئندہ میں مولانا اس کی تصریح فرماتے ہیں کہ زور آزمائی ونظر دوانی تو طریقہ کامیابی ووصول قرب حق کا نہیں اب ہم طریقہ بتلاتے ہیں سو اول بطور تمہید کے یہ سمجھ لے کہ) یہ (ایک) مثل زمانہ میں جان (میں رکھنے) کے

www.besturdubooks.wordpress.com

قابل ہے (وہ یہ کہ) جان جہلاء کی رنج (وتعب) کے سزاوار (کذافی الغیاث) ہے اس وجہ سے کہ جاہل نے استاد سے عار رکھی (اور اس کا اتباع کر کے کمالات حاصل نہ کیئے اور اس لئے) لامحالہ وہ (اس کی خدمت سے دور ہو کر) گیا اور نئی دکان (دعویٰ کمال و ہنر کی) کھولی (مگر) وہ دکان جو استادان فن سے اوپر (ہو کر کھلی) ہے وہ (محض) گندہ (بالفتح بمعنے آلودہ نجاست یا بالضم بمعنے آلودہ چیز ہائے بیکار) اور پر کژدم اور پر مار (یعنی سراسر ضرر رسان) ہے (تو جب وجہ رنج کی معلوم ہوئی کہ عار عن الاستاد ہے اسی سے ثابت ہوا کہ کامیابی کا طریقہ صرف اتباع اہل حق ہے اور ان سے مخالفت سبب ناکامی کا ہے آگے مدعی و معرض عن اتباع اہل الحق کو خطاب بطور تفریع علی ماقبلہ کرتے ہیں کہ اے شخص) تو دکان جلدی ویران کر اور سبزہ و گلستان اور پانی کے نہر کی طرف رجوع کر (کذافی الغیاث یعنی ایسی جگہ جا جہاں تجھ کو علوم و معارف و کمالات میسر ہوں اور مار و کژدم یعنی جہل و ذمائم سے محفوظ رہے اور وہ جگہ خدمت و صحبت ہے اہل حق کی چنانچہ آگے اس کے مقابلہ سے بھی اس پر دلالت ہوتی ہے یعنی) نہ کہ کنعان کی طرح کہ اس نے کبر اور عدم معرفت (حقیقت) کے سبب کوہ محافظ (بزعم خود) سے کشتی نجات بنائی تھی (جس کا باطل ہونا جلدی ہی محقق ہو گیا اور اس کنعان کی ایسی مثال ہو گئی جیسا وہ شخص تھا کہ) اس کا علم تیر اندازی اس (کے مقصود) کا حجاب ہو گیا اور وہ اس کی مراد اس کی جیب میں موجود (وقریب) تھی (اسی طرح کنعان کی نجات قریب تھی مگر اس نے دور جا کر ڈھونڈھی پس تو ایسا مت ہو جانا بلکہ اہل حق ہی کے ساتھ لازم رہنا کہ ان کی تقلید و اتباع تیری تحقیق و نظر سے بدر جہا اسلم و اصلح ہے چنانچہ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) اے بہت سے علوم اور ذکاوتیں اور زیرکی رہرو کے لئے مثل غول اور راہزن کے ہو گئیں (کمافی الحدیث ان من العلم لجہلا اور وہ علم اس کا مصداق ہے علے کہ رہ بحق نماید جہالت ست آگے اس ذکاوت مذمومہ کے مقابلہ میں جو عدم ذکاوت ہے کہ داعی ہے اتباع اہل حق کی طرف اس کی مدح فرماتے ہیں کہ) اکثر اہل جنت بھولے بھالے ہیں (اشارہ ہے اکثر اہل الجنۃ کی طرف دوسری صحیح حدیث ہے المومن غر کریم الخ) تا کہ فلسفی کے شر سے محفوظ رہتے ہیں (یعنی یہ فائدہ ہے ان کے بلاہت کا آگے اس ذکاوت کی مذمت اور اس بلاہت کی فضیلت پر تفریع ہے کہ جب یہ بات ہے تو) تو اپنے کو فضیلت (مزعومہ) اور فضول (علوم و دعاوی) سے معریٰ کر لے تا کہ رحمت (حق) تجھ پر ہر وقت نزول فرما دے (وہ رحمت وصول الی الحق ہے آگے مزید تعیین کرتے ہیں زیرکی مذموم کی کہ وہ) زیرکی شکستگی اور نیاز کی ضد ہے تو (اس) زیرکی کو چھوڑ دے اور بلاہت (بالمعنی المذکور) کے ساتھ موافقت کر اور اس) زیرکی کو سوہان سائی کا جال جان اور طمع (کی چیزوں) کو کمین گاہ صیاد (جب وہ ایسی چیز ہے) پھر زیرکی کو پاکباز آدمی کیا چاہے گا (برفی المنتخب بسوہان سائیدن مراد نقصان دین و روح فی الغیاث کا ز دکازہ مغاکے کہ صیادان در ان نشیند د بران شاخہائے درخت گذارند تا صید او را نہ بیند اھ مراد یہ کہ وہ ایک دام جان زدا و ایمان فرسا ہے اور جو اکثر مصرف ہے زیرکی کا یعنے مصالح عاجلہ وہ بھی سامان ہلاکت ہے پس ایسی چیز پاکبازوں کی مرغوب نہ ہونا چاہئے اور زیرکی مذکور کے اعتبار سے) جو زیرک لوگ ہیں وہ صنعت پر قانع ہوئے ہیں (اور شب و روز صنائع ہی کی تحصیل میں مشغول ہیں جن میں صناعات نظریہ بھی داخل ہیں اور) ابلہ لوگ صنع سے (تجاوز کر کے) صانع میں (مشغول) ہو گئے کیونکہ (انہوں نے دیکھا کہ) طفل خرد کے لئے ماں دن بھر ہاتھ پاؤں (کی طرح) ہوتی ہے (یعنی اس کو) آغوش میں لئے رہتی ہے (جس کا سبب بچہ کا کسی بات سے آگاہ نہ ہونا ہے پس انہوں نے بھی علوم مذمومہ کے بارہ میں یہی شان اختیار کی تو رحمت حق نے ان کو آغوش میں لے لیا آگے ایک حکایت اس کی تائید میں ہے کہ ایک یہودی اور ایک نصرانی اور ایک مسلمان ہم سفر ہوئے کہیں حلوا ملا ان دونوں نے مسلمان کو چالاکی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

محروم کرنا چاہا اللہ تعالیٰ نے اس کے بھولے پن پر لطف فرما کر ایسا سامان کیا کہ وہ اسی کو نصیب ہوا اور چالاک محروم رہے یہی حالت حلوائے روحانی یعنی معارف و برکات کی سمجھو فقط)۔

فائدہ: ۔اشعار مقام میں سے شعر اول کے حل میں بندہ نے یہ لکھا ہے حالانکہ وہ جس طرح مدرک باسم الفاعل ہونے میں قریب ہے اسی طرح مدرک باسم المفعول ہونے میں بھی قریب ہے گو وہ ادراک بکنہہ نہ ہو اھ اس عبارت سے دو مضمونوں کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے اول مضمون یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو آیہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید جس کا حوالہ اس شعر میں ہے آئی ہے اسی طرح اس مضمون کی چند مقامات پر آیات آئی ہیں ان مقامات پر ذکر حق تعالیٰ کے عالم و مطلع ہونے کا ہے جس سے اکثر علما نے ان آیات کی تفسیر قرب علمی سے کی ہے مگر مولانا نے اس آیت سے قرب فی المعلومیت پر استدلال کیا ہے پس اس کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ مولانا نے مطلق قرب کے ساتھ تفسیر کی ہو جیسا اکثر صوفیہ و سلف اس طرف گئے ہیں جو قرب عالمیت و قرب معلومیت و قرب ذات بلا کیف سب کو محتمل یا شامل ہے اس صورت میں استدلال صحیح ہو جاوے گا اور دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ تفسیر تو قرب فی العالمیت ہی سے کی جاوے گی لیکن اصل یہی ہے کہ علم میں جو قریب ہوگا وہ ذاتاً بھی قریب ہو جب تک کہ کوئی سبب عدول کا اس اصل سے نہ پایا جاوے اصل ہی کے موافق حکم کریں گے اور یہاں عدول کی کوئی دلیل نہیں اس لئے قرب ذاتی بھی آیت سے لازم ہوگا اور قرب ذات مستلزم قرب فی المعلومیہ کو ہے اس طرح سے قرب فی المعلومیہ پر بھی استدلال صحیح ہو جاوے گا اور میری وہ عبارت دونوں توجیہوں پر چسپاں ہو سکتی ہے ایک مضمون تو یہ تھا اور دوسرا مضمون یہ ہے کہ عارفین نے حق تعالیٰ کو وراء الوراء ثم وراء الوراء الی مالا یتناہی فرمایا ہے جو دال ہے بعد پر پھر قرب کا حکم کیسے صحیح ہوگا میری عبارت میں جو ادراک بکنہہ کی نفی ہے اس میں اس کے جواب کی طرف اشارہ ہو گیا یعنی قرب مطلق ادراک کے اعتبار سے ہے اور بعد ادراک بکنہہ کے اعتبار سے فتوافقا۔

فائدہ: بحمد اللہ تعالیٰ یہاں عشر خامس ختم ہو گیا آگے انشاء اللہ تعالیٰ عشر سادس آتا ہے اور جس مضمون پر یہ عشر خامس ختم ہوا ہے اسی کے قریب کے مضمون پر عشر رابع ختم ہوا تھا یعنی حقیقت بینی کے لئے چشم حقیقت بین کی ضرورت ہے چشم ظاہر بین کافی نہیں ورنہ فلاسفہ و مدعیان زیرکی راہ گم نہ کرتے اس سے بھی علوم فلسفیہ و زیرکی دنیوی کی تزئیف ہوتی ہے اور یہی مضمون اس مقام میں ہے پس دونوں کا خاتمہ متناسب ہوا اور چونکہ عشر رابع کا خاتمہ عشر خامس کے فاتحہ سے اور عشر خامس کا خاتمہ عشر سادس کے فاتحہ سے متناسب ہے جیسا کہ دونوں کے خاتمہ پر تقریر کی گئی ہے اس لئے عشر خامس و سادس کے فاتحوں میں بھی تناسب معلوم ہوا چنانچہ ظاہر ہے اور ایسا تناسب و تقارب اتنے اجزاء کا منجملہ لطائف ہے۔

و قد تم هذا العشر للثاني والعشرين من شهر الله المحرم يوم الجمعة ۱۳۳۳ من الهجرة ووقع في اثناء مدة كتابة اربع جمع لكن الجمعتين منها اعني الاولىٰ والاخرة لم قد وقع فيهما شي من الكتابة ولو قليلاً فاستثنيت الجمعتان من هذه المرة فكان كل زمان كتابة عشرين يوما ولله الحمد على الفراغ من هذا الخطب الطويل في هذا الزمان القليل ولله الحمد اولاً وآخراً وباطناً و ظاهراً و صلى الله تعالىٰ علىٰ خير خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعين برحمتك يا ارحم الراحمين۔

وبتمام هذا العشر تم الربع الثاني

من شرح هذا الدفتر والحمد لله العلي الجليل الاكبر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عارف باللہ حضرت مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی نادر روزگار
اور معرکہ آراء کتاب ''مثنوی مولوی معنوی'' کی جامع اور لاجواب اُردو شرح

کلید مثنوی

جلد 23-24 دفتر 6

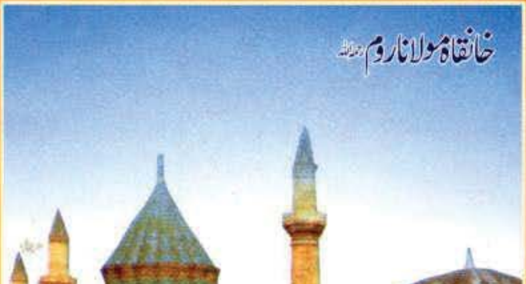

مع افادات و ارشادات
حضرت شیخ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

از

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ
چوک فوارہ ملتان پاکستان
(061-4540513-4519240

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر السادس من شرح الدفتر السادس

من المثنوی للمولوی المعنوی افتتح فیہ لمنتصف صفر ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

داستان آں سہ مسافر مسلمان وترساوجہود وآنکہ بمنزل قوتے یافتند ترساوجہود سیر بودند گفتند آں قوت را فردا خوریم مسلمان صائم بود گرسنہ ماند ازاں کہ مغلوب بود

تین مسافروں نصرانی اور یہودی اور مسلمان کا قصہ ان کو راستہ میں کھانے کو ملا نصرانی اور یہودی پیٹ بھرے تھے انہوں نے کہا کھانا کل کھائیں گے مسلمان روزہ دار اور بھوکا رہا کیونکہ وہ عاجز تھا۔

یک حکایت بشنو اینجا اے پسر	تا نگردی ممتحن اندر ہنر
ایک حکایت سن اس مقام میں اے پسر	تا کہ ہنر میں تیرا امتحان نہ ہونے لگے
آں جہود و مومن و ترسا مگر	ہمرہی کردند باہم در سفر
اس یہودی اور مومن اور عیسائی نے غالباً	سفر میں باہم معیت اختیار کی
باد و گمرہ ہمرہ آمد مومنے	چوں خرد با نفس و با آہرمنے
دو گمراہوں کے ساتھ ایک مومن ہمراہ ہو گیا	جس طرح عقل نفس کے ساتھ اور شیطان کے ساتھ
مروزی و رازی افتند در سفر	ہمرہ وہم سفرہ پیش ہمدگر
ایک مرو کا رہنے والا اور ایک رے کا رہنے والا سفر میں	ہم طریق اور ہم سفرہ ایک دوسرے کے سامنے واقع ہو جاتے ہیں
در قفس افتند زاغ و چغد و باز	جفت شد در حبس پاک و بے نماز
قفس میں زاغ اور چغد اور باز واقع ہو جاتے ہیں	حبس میں ایک پاک اور ایک بے نماز مجتمع ہو گئے
کردہ منزل شب بیک موضع بہم	مشرقی و مغربی قانع بہم
باہم منزل کی شب کے وقت ایک مقام میں	ایک مشرقی اور ایک مغربی نے باہم دگر قانع ہو کر
ماندہ در منزل زرہ خرد و شگرف	روز ہا باہم ز سرما وز برف
منزل میں رہ گئے ہیں راہ سے ایک خرد اور ایک بزرگ	کئی روز تک باہم دگر بوجہ سرما اور برف کے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں کشاید راہ و بردارند بند	بگسلند و ہر یکے جائے روند
جب راستہ کھل جاوے گا اور مانع کو مرتفع کر دیں گے	تو باہم قطع تعلق کر دیں گے اور سب ایک جگہ چلے جاویں گے
چوں قفص را بشکند شاہ خرد	جمع مرغاں ہر یکے سوئے پرد
جب قفس کو شاہ عقل توڑ ڈالے	تو جماعت طیور کی ہر ایک ایک طرف کو اڑ جائے
پر کشادہ پیش ازیں پر شوق و یاد	در ہوائے جنس خود سوئے معاد
اس سے پہلے شوق اور یاد میں بھرے ہوئے پر کھولے ہوئے تھے	اپنے ہم جنس کی محبت میں مقام عود کی طرف
پر کشادہ ہر دمے با اشک و آہ	لیک پریدن ندارد روئے و راہ
پر کھولے ہوئے تھے ہر دم اشک و آہ کے ساتھ	لیکن اڑنے کی کوئی صورت اور طریق نہ تھا
چونکہ رہ یابد پرد ہر یک چو باد	سوئے آں کز یاد آں پر می کشاد
جب راہ کشادہ ہو گیا ہر ایک ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے	اسی کی طرح جس کی یاد سے وہ پر کھولتا تھا
آں طرف کش بود اشک و سوز و آہ	چونکہ فرصت یافت آں سو کوفت راہ
جس طرف کہ اس کا گریہ اور سوز اور آہ تھا	جب اس نے فرصت پائی اس طرف راہ چلنا شروع کر دیا
در تن خود بنگر ایں اجزائے تن	از کجا جمع آمدند اندر بدن
تو اپنے تن میں ان اجزائے تن کو دیکھ لے	کہ بدن میں کہاں سے جمع ہو گئے
آبی و خاکی و بادی و آتشی	عرشی و فرشی و رومی و کشی
آبی اور خاکی اور بادی اور آتشی	عرشی اور فرشی اور رومی اور کشی
از امید عود ہر یک بستہ طرف	اندریں منزل بہم از بیم برف
ہر ایک امید عود سے ٹکٹکی لگائے ہوئے ہے	اس منزل میں مجتمع ہیں خوف برف سے
برف گوناگوں جمود ہر جماد	در شتائی بعد آں خورشید داد
برف گوناگوں سکون ہے ہر ساکن کا	اس خورشید عدل کے بعد کے زمستان میں
چوں بتابد تف آں خورشید خشم	کوہ گردد کاہ، ریگ و کاہ پشم
جب اس خورشید قہر کی گرمی چمکے گی	پہاڑ تو گھاس ہو جاوے گا، ریگ اور گھاس مثل اون کے ہو جاوے گا
در گداز آید جمادات گراں	چوں گداز تن بوقت نقل جاں
گدازگی میں آویں گے جمادات ثقیلہ	مثل گدازگی تن کے وقت نقل روح کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک حکایت سن اس مقام میں اے پسر تا کہ ہنر (اور زیرکی) میں تیرا امتحان نہ ہونے لگے (جس کا انجام ناکامی ہوا اور یہ تا غایت کے لئے ہے۔ یعنی حکایت سننے سے یہ فائدہ ہوگا تو ہنر اور زیرکی کا دعویٰ نہ کرے گا جس کی مذمت حکایت کے قبل کے اشعار میں بھی تھی اور اسی کی تائید میں یہ حکایت لائے ہیں اور حکایت سننے سے یہ فائدہ اس لئے ہوگا کہ اس میں چالاکی کی مضرت جو کہ یہودی اور ترسا کو پہنچی مذکور ہے وہ حکایت یہ ہے کہ) اس یہودی اور مومن اور عیسائی نے غالباً (کسی ضرورت سے قصداً) سفر میں باہم معیت باختیار کی (یا شاید اتفاق سے مرافقت ہوگئی ہو اور) دو گمراہوں کے ساتھ ایک مومن ہمراہ ہوگیا جس طرح عقل (کہ) نفس کے ساتھ اور شیطان کے ساتھ (ہمراہ ہوگئی جن کا اجتماع انسان میں ظاہر ہے کہ عقل آمر بالخیر مثل مومن کے لئے اور نفس و شیطان آمر بالشر مثل یہود و ترسا کے ہیں آگے اس اجتماع کی اور مثال ہے کہ جیسے کبھی ایک مرو کا رہنے والا اور ایک رے کا رہنے والا سفر میں ہم طریق اور ہم سفرہ ایک دوسرے کے سامنے واقع ہو جاتے ہیں۔ (اور جس طرح کبھی) قفس میں زاغ اور چغد (مشابہ یہود و ترسا) اور باز (مشابہ مومن) واقع ہو جاتے ہیں (اور جس طرح) حبس میں ایک پاک اور ایک بے نماز مجتمع ہوگئے (اور جس طرح) باہم منزل کی (ہو) شب کے وقت ایک مقام میں ایک مشرقی اور ایک مغربی نے باہم گر قانع ہوکر (اور جس طرح گویا) منزل میں رہ گئے ہیں راہ سی (تجاوز کر کے) ایک خرد اور ایک بزرگ کئی روز تک باہم گر بوجہ سرما اور برف کے (ان سب مثالوں میں ما بہ الاشتراک اجتماع اتفاقی عارضی ہے آگے اس کے عارضی ہونے پر تفریع ہے کہ) جب راستہ کھل جاوے گا اور مانع کو (مرتفع کرنے والے) مرتفع کر دیں گے (مثلاً برف جو کہ مانع تھا موقوف ہوگیا) تو باہم قطع تعلق کر دیں گے اور سب ایک جگہ چلے جاویں گے (سب سے مراد مروزی و رازی اور مشرقی و مغربی اور خرد و بزرگ اسی طرح) جب قفس کو شاہ عقل توڑ ڈالے (شاہ خرد سے مراد انسان صاحب عقل یعنی کوئی آدمی اس کو توڑ ڈالے) تو جماعت طیور کی ہر ایک ایک طرف کو اڑ جائے (طیور سے مراد زاغ اور چغد اور باز جو اوپر مذکور تھے یہ حالت تو قفس شکستن کے بعد ہوئی باقی) اس (قفس شکنی) سے پہلے (بھی یہ حالت تھی کہ) شوق اور یاد میں بھرے ہوئے (سب طیور) پر کھولے ہوئے تھے اپنے ہم جنس کی محبت میں (اپنے اپنے) مقام عود کی طرف (پر کھولنے سے مراد مستعد ہونا یعنی اس وقت بھی اڑنے کے لئے کہ اپنے اپنے موطن یعنی مسکن مشارکات فی النوع میں پہنچ جاویں پھڑ پھڑاتے تھے جس میں پر کا کسی قدر کھلنا ظاہر ہے اور آگے یہی مضمون بلفظ دیگر ہے کہ سب (پر کھولے ہوئے تھے ہر دم اشک و آہ کے ساتھ (کنایہ ہے شوق سے) لیکن اڑنے کی کوئی صورت اور طریق نہ تھا (کیونکہ قفس مانع تھا پس) جب (قفس ٹوٹنے سے) راہ کشادہ ہوگیا ہر ایک (پرندہ) ہوا کی طرح اڑ جاتا ہے اسی (مقام) کی طرف جس کے یاد (اور شوق) سے وہ پر کھولتا تھا (اور پھڑ پھڑاتا تھا یعنی) جس طرح کہ اس کا گریہ اور سوز اور آہ (یعنی اشتیاق) تھا جب اس نے فرصت پائی اس طرف راہ چلنا شروع کر دیا (حاصل یہ کہ اجتماع عارضی و اتفاقی جو کہ مورد حکایت میں اور اس کے امثلہ میں ہوا تھا اس کے یہ آثار ہیں کہ قسری ہوتا ہے اور اجتماع کے وقت بھی انجذاب الی المجانس ہوتا ہے اور بمجرد ارتفاع مانع کے سب مجتمعات اپنی اپنی مقتضائے طبعی کی طرف راجع ہوتے ہیں پس اسی کلیہ اور مواد مذکورہ کی موافق) تو اپنے تن میں (بھی) ان اجزائے تن کو دیکھ لے کہ بدن میں کہاں سے جمع ہوگئے (ایک)

www.besturdubooks.wordpress.com

آبی (ہے) اور (ایک) خاکی (ہے) اور (ایک) بادی (ہے) اور (ایک) آتشی (ہے گویا ایک) عرشی (ہے) اور (ایک) فرشی (ہے) اور (ایک) رومی (ہے) اور (ایک) کشی (ہے یعنی باشندہ شہر کش از ماوراء النہر کذا فی الغیاث مراد مطلق موصوف باوصاف مختلفہ چنانچہ اجزائے بدن کا اختلاف بالماہیۃ وبالخواص ظاہر ہے اوران اجزائے بدنیہ مختلفہ میں) ہر ایک امید عود (الی الاصل) سے ٹکٹکی لگائے ہوئے ہے (اور) اس منزل (دنیا) میں مجتمع ہیں خوف برف سے (جیسے وہ مسافرین مختلف الاحوال خوف برف سے جمع ہوگئے تھے آگے اس برف کا مصداق بتلاتے ہیں کہ) برف گونا گوں سکون ہے ہر ساکن کا اس خورشید عدل کے بعد کے زمستان (کے زمانہ) میں (مطلب یہ کہ دنیا عالم ابتلاء ہے اور آخرت عالم ظہور عدل ہے اور یہ وقت حیوۃ دنیویہ کا اس عالم آخرت سے بعد کا وقت ہے پس یہ مشابہ ہے موسم زمستان کے کہ اس میں برف گرتا ہے جس سے ہر متحرک چیز جامد ہو جاتی ہے اسی طرح زمانہ بعد ظہور عدل میں کہ زمانہ حیوۃ دنیویہ کا ہے ان سب اجزاء مختلفۃ الطبع کو حرکت بالفعل الی اصولہا سے سکون ہو گیا ہے چنانچہ ظاہر ہے ورنہ سب میں انفکاک ہو کر حیوۃ زائل ہو جاوے پس وہ برف یہ ہے کہ اس کے قسر سے یہ سب جمع ہو رہے ہیں اور) جب اس خورشید قہر کی گرمی چمکے گی (خورشید قہر سے مراد وہی خورشید عدل ہے باوجودیکہ عدل میں لطف اور قہر دونوں ظاہر ہوں گے مگر اس کو خورشید خشم اس لئے کہا کہ لطف تو اس عالم ابتلاء میں بھی ظاہر ہو رہا ہے وہ تو رہے ہی گا صرف خشم اپنے محل پر ظاہر ہو جاوے گا۔ مطلب یہ کہ جب عالم عدل ظہور پاوے گا جس کا مبدا قیامت ہے اس وقت) پہاڑ تو گھاس (اور ریگ) ہو جاوے گا (اور پھر وہ) ریگ اور گھاس مثل ان کے (منتشر و متفرق) ہو جاوے گا (قال تعالیٰ وتکون الجبال کالعھن المنفوش وقال تعالیٰ و بست الجبال بسا فکانت ھباء منبثا پس اس وقت) گداختگی (اور حرکت) میں آویں گے جمادات ثقیلہ (یعنی جبال وغیرہا) مثل گداختگی (وانحلال اجزاء) تن کے وقت نقل روح کے (کہ روح نکلتی ہے سب اجزاء مضمحل و منحل ہو کر روح اپنے مقر میں اور سب اجزاء کے عناصر اپنے مستقر میں پہنچ جاتے ہیں جیسا آفتاب نکلنے سے اجزاء مائیہ منجمدہ گداختہ ہو کر مرکز ماء کی طرف حرکت کرنے لگتے ہیں مطلب یہ کہ مواد مذکورہ سابقہ کو دیکھ کر اپنی حالت میں غور کر اور عبرت پکڑ اور اس اجتماع پر مغرور مت ہو اور روح کی اصل کو یاد کر کے اس عالم سے مناسبت بڑھا آگے رجوع ہے قصہ کی طرف)۔

چوں رسید نداایں سہ ہمرہ منزلے	ہدیہ شاں آورد حلوا مقبلے
جب یہ تینوں ہمراہی ایک منزل میں پہنچے	تو ان کے لئے ہدیہ کے طور پر حلوا لایا ایک صاحب اقبال
برد حلوا پیش آں ہر سہ غریب	محسنے از مطبخ انی قریب
ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا	ایک محسن مطبخ انی قریب سے
نان گرم و صحن حلوائے عسل	برد آکاں کا اندر ثوابش بد امل
نان گرم اور صحنک حلوائے شہد کی	لایا وہ شخص کہ ثواب میں اس کی امید تھی
الکیاسۃ والادب لاھل المدر	الضیافۃ والقریٰ لاھل الوبر
زیرکی اور تہذیب تو اہل شہر میں ہے	ضیافت اور مہمانداری اہل دیہات میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

الضیافۃ للغریب والقریٰ	اودع الرحمن فی اھل القریٰ
مسافر کی ضیافت اور مہمانی	اللہ تعالیٰ نے اہل قریہ میں ودیعت رکھی ہے
کل یوم فی القریٰ ضیف حدیث	مالہٗ غیر الالٰہ من مغیث
ہر روز دیہات میں ایک نیا مہمان ہوتا ہے	جس کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا
کل لیل فی القریٰ وفد جدید	مالھم ثم سوی اللہ المجید
ہر شب دیہات میں جدید واردین ہوتے ہیں	جن کا اس جگہ سوا اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہوتا
تخمہ بودند آں دو بیگانہ ز خور	بود صائم روز آں مومن مگر
وہ دونوں بیگانے تو خورش سے تخمہ کے قریب تھے	وہ مومن دن میں غالباً روزہ سے تھا
چوں نماز شام آں حلوا رسید	بود مومن ماندہ در جوع شدید
جب نماز مغرب کے وقت وہ حلوا پہنچا	وہ مومن سخت بھوک کی حالت میں رہا ہوا تھا
آں دو کس گفتند ما از خور پریم	امشبش بنہیم وفردایش خوریم
ان دونوں شخصوں نے کہا ہم تو خورش سے پر ہیں	آج کی شب اس کو رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے
صبر گیریم از خور امشب تن زنیم	بہر فردا لوت را پنہاں کنیم
آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں خاموش رہیں	کل کے واسطے طعام لذیذ کو چھپا کر رکھیں
گفت مومن امشب ایں خوردہ شود	صبر را بنہیم تا فردا بود
مومن نے کہا کہ آج کی شب تو یہ کھا لیا جاوے	صبر کو رکھ دیں تاکہ کل کا روزہ ہو جاوے
پس بدو گفتند زیں حکمت گری	قصد تو آنست تا تنہا خوری
پس وہ دونوں اس سے کہنے لگے کہ اس حکمت سے	تیرا قصد یہ ہے تاکہ تو تنہا کھا لے
گفت اے یاراں کہ نے ما سہ تنیم	چوں خلاف افتاد ما قسمت کنیم
اس نے کہا کہ اے رفیقو یہ بات نہیں ہم تین شخص ہیں	جب اختلاف واقع ہوا تو ہم تقسیم کر لیں
ہر کہ خواہد قسم خود بر جان زند	وانکہ خواہد قسم خود پنہاں کند
جس کا جی چاہے اپنا حصہ جان کو لگا لے	اور جس کا جی چاہے اپنا حصہ چھپا کر رکھ دے
آں دو گفتندش ز قسمت درگزر	گوش کن قسام فی النار از خبر
ان دونوں نے اس سے کہا کہ تقسیم سے درگزر	القسام فی النار کو حدیث سے سن

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت قسام آں بود کو خویش را	کرد قسمت بر ہوائے بر خدا
اس نے کہا کہ قسام وہ ہوتا ہے جس نے اپنے کو	ہوا پر تقسیم کر دیا نہ کہ خدا پر
ملک حق و جملہ قسم او ستی	قسم دیگر را ذہی دو گوستی
تو مملوک حق اور تمام تر اس ہی کا حصہ ہے	تو دوسرے کو حصہ دیتا ہے دو کا قائل ہے
ایں اسد غالب شدے ہم بر سگاں	گر نبودے نوبت آں بدرگاں
یہ شیر کتوں پر غالب بھی ہو جاتا	اگر ان بدطینتوں کا دور دورہ نہ ہوتا
ایں اسد کہ نیست غالب شدے ہم بر بقور	نوبت گاواں بدو آں گاؤ زور
یہ شیر گایوں پر غالب بھی ہو جاتا	اگر اس گاؤ مکار کا دور دورہ نہ ہوتا
قصد شاں آں کاں مسلماں غم خورد	شب برو در بینوائی بگذرد
ان کا قصد یہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھاوے	شب اس پر بے سامانی میں گزرے
بود مغلوب او بتسلیم و رضا	گفت سمعاً طاعۃً اصحابنا
وہ مغلوب تھا تسلیم و رضا کے ساتھ	کہنے لگا کہ سن لیا اور مان لیا اے ہمارے امراہیو
پس بخفتند آں شب و برخاستند	بامداداں خویش را آراستند
پس اس شب کو سب سو گئے اور اٹھے	صبح کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کیا
روی شستند و دہان و ہر یکے	داشت اندر ورد راہ و مسلکے
باہر و اندر سے منہ دھویا اور ہر ایک	اوراد میں ایک طریق و مسلک رکھتا تھا
یک زمانے ہر یکے آورد روی	سوی ورد خویش از حق فضل جوی
ایک خاص وقت میں ہر شخص اپنے ورد کی طرف متوجہ ہوا	حق تعالیٰ سے فضل کا جویاں تھا
مؤمن و ترسا جہود و گبر و مغ	جملہ را وسوئے آں سلطاں الغ
مومن اور ترسا اور یہودی اور گبر و مغ	سب کا رخ اس سلطان معظم کی طرف ہے
مومن و ترسا جہود و نیک و بد	جملگاں راہست روسوی احد
مومن اور ترسا اور یہودی اور نیک و بد	سب کا رخ احد کی طرف ہے
بلکہ سنگ و خاک وکوہ و آب را	ہست و اگشت نہانی با خدا
بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی	ایک رجوع نہانی خدا کے ساتھ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جب یہ تینوں ہمراہی ایک منزل میں پہنچے (کہ وہ کوئی گاؤں تھا بدلیل اشعار عربیہ آئندہ) تو ان کے لئے ہدیہ کے طور پر حلوا لایا ایک صاحب اقبال (یعنی ان تینوں مسافروں کے سامنے حلوا لایا ایک محسن مطبخ انی قریب سے (اشارہ ہے آیت و اذا سالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذادعان کی طرف یعنی چونکہ حق تعالیٰ علماً و لطفاً قریب ہیں اور دعا و حاجات عباد کے مجیب ہیں ان کی حاجت کے انجام کے لئے انہوں نے اس مہدی کے واسطہ سے حلوا بھیجا اشارہ اس طرف ہے کہ وہ شخص برائے نام مہدی تھا اور معطی حقیقی حضرت حق ہیں کما فی الحدیث انما انا قاسم واللہ یعطی غرض) نان گرم اور صحنک حلوائے شہد کی لایا وہ شخص کہ ثواب میں اس کی امید تھی (قرائن مقالیہ سے معلوم ہوتا ہے وہ مہدی مسلمان ہے ورنہ می بلرزد عرش از مدح شقی اس کو قبل اور محسن نہ فرماتے اسی طرح راجی ثواب نہ کہتے کہ یہ رجاء مشروط بہ ایمان ہے اور بدوں اس کے وہ رجاء نہیں غرور ہے۔ اس کو بدوں رد کے نقل نہ فرماتے اس اثبات اسلام سے ختم قصہ پر کام لیا جاوے گا اور وہاں بھی یہاں کا حوالہ دیا جاوے گا انشاء اللہ تعالیٰ آگے دیہاتیوں کا مہمان نواز ہونا بیان فرماتے ہیں اور اس سے ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ منزل کوئی گاؤں تھا پس ارشاد ہے کہ اکثر) زیرکی اور تہذیب تو اہل شہر میں (ہوتی) ہے (اور) ضیافت اور مہمانداری (اکثر) اہل دیہات میں (ہوتی) ہے (ضیافت و قری میں عطف تفسیری ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) مسافر کی ضیافت اور مہمانی اللہ تعالیٰ نے اہل قریہ میں ودیعت رکھی ہے ہر روز دیہات میں ایک نیا مہمان ہوتا ہے جس کا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں ہوتا (اور ہر شب دیہات میں جدید واردین ہوتے ہیں جنکا اس جگہ سوا اللہ بزرگ کے کوئی نہیں ہوتا (آگے قصہ ہے کہ جس وقت حلوا پہنچا تو) وہ دونوں (یہودی و ترسا جو خدا سے) بیگانے (تھے وہ) تو خورش سے (خوب پر ہونے کے سبب) تخمہ کے قریب تھے (اور) وہ مومن دن میں غالباً روزہ سے تھا جب نماز مغرب کے وقت وہ حلوا پہنچا وہ مومن سخت بھوک کی حالت میں رہا ہوا تھا ان دونوں شخصوں نے کہا ہم تو خورش سے پر ہیں (اس لئے) آج کی شب اس کو رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں (اور) خاموش رہیں کل کے واسطے (اس) طعام لذیذ کو چھپا کر رکھ دیں اور اس کو کل کھائیں گے آج کی شب خورش سے صبر اختیار کریں (اور) خاموش رہیں کل کے واسطے (اس) طعام لذیذ کو چھپا کر رکھ دیں مومن نے کہا کہ آج کی شب تو یہ کھا لیا جاوے (اور) صبر کو رکھ دیں تاکہ کل کے روز ہو جاوے (نہ یہ کہ آج کے لئے صبر تجویز کیا جاوے اور کل کے لئے کھانا) پس وہ دونوں اس سے کہنے لگے کہ اس حکمت سے تیرا قصد یہ ہے کہ تاکہ تو تنہا کھالے (کیونکہ بوجہ سیری کے ہم سے تو کچھ کھایا نہ جاوے گا تو ہی سارا کھا جاوے گا) اس (مومن) نے کہا کہ اے رفیقو یہ بات نہیں (جو تم سمجھے بلکہ) ہم تین شخص ہیں جب (ہماری رائے میں) اختلاف واقع ہوا تو ہم (سب اس کو باہم) تقسیم کرلیں (پھر بعد تقسیم) جس کا جی چاہے اپنا حصہ جان کو لگالے (یعنی کھالے) اور جس کا جی چاہے اپنا حصہ چھپا کر رکھ دے (اور پھر کھالے ان دونے اس سے کہا کہ تقسیم سے درگزر (یعنی اس کو تجویز مت کر اور) القسام فی النار کو حدیث سے سن (ترجمہ اس کا یہ ہے کہ تقسیم کنندہ جہنم میں ہے اگرچہ حدیث ہو جس کی مجھ کو تحقیق نہیں تو اس کے یہ معنی نہیں جو ان قائلین نے سمجھے حقوق مشترکہ میں باہم افراز و امتیاز کر دینا تو تمام ملل میں عبادت ہے بلکہ مراد اس سے وہ قسام ہے جو اپنی نفسانی غرض مثل رشوۃ وغیرہ کیلئے ایک شریک کے نفع کے لئے دوسرے کو ضرر پہنچاوے جیسے آج

www.besturdubooks.wordpress.com

کل اکثر امین تقسیم ہوتے ہیں مگر ان دونوں نے اپنے مطلب کے لئے حدیث میں تحریف کی آگے مومن نے اس کے صحیح معنی بیان کئے یعنی) اس (مومن) نے کہا کہ قسام (جہنمی) وہ (قسام) ہوتا ہے جس نے اپنے کو ہوا (ئے نفسانی) پر تقسیم کر دیا نہ کہ خدا پر (آگے بطور التفات کے ایسے قسام کو خطاب ہے کہ) تو مملوک حق اور تمام تر اس ہی کا حصہ ہے (پھر افسوس ہے کہ باوجود اس کے) تو دوسرے کو حصہ دیتا ہے (اور) دو کا قائل ہے (اس طرح سے کہ دوسرے کی ایسی اطاعت کرتا ہے جیسی اس واحد حقیقی کی اطاعت کرنا چاہئے تھا یہ تفسیر قسام ناری کی لازم کے ساتھ کر دی اصل تفسیر وہی ہے جو احقر نے بذیل شعر آں دو گفتندش کے بتلائی ہے جس میں قسام کا مفعول بہ اور متعلق شرکاء کے حقوق ہیں نہ کہ ذات قسام کی لیکن اس کا منشا کہ اس کے لئے لازم ہے یہی ہے کہ اس شخص نے اپنے کو بجائے خدا و حکم خدا کے سپرد کرنے کے ہمہ تن ہوائے نفسانی اور نفس کے کہ دیگر را کا مصداق بھی ہے حوالہ کر دیا پس بعض محشین کا یہ قول مومن ایں حدیث را حسب بطن تفسیر کردہ است اھ تکلف غیر ضروری بلکہ عدول عن الصواب ہے غرض مومن نے جواب دے کر ان کو لاجواب تو کر دیا مگر رائے میں اس کو غلبہ نہیں ہوا کیونکہ یہ ایک تھا وہ دو تھے مولانا اسی کو فرماتے ہیں کہ) یہ شیر کتوں پر (رائے میں) غالب بھی ہو جاتا اگر ان بد طینتوں کا دور دورہ نہ ہوتا (اور) یہ شیر گایوں پر غالب بھی ہو جاتا اگر اس گاؤ مکار کا دور دورہ نہ ہوتا ان (دونوں) کا قصد یہ تھا کہ وہ مسلمان غم کھاوے (اور) شب اس پر بے سامانی (اور گرسنگی) میں گزرے وہ (مومن) مغلوب تھا (اس لئے) تسلیم و رضا کے ساتھ کہنے لگا کہ سن لیا اور مان لیا اے ہمارے ہمراہیو (تسلیم و رضا سے مراد ان کی رائے ہونے کی حیثیت سے نہیں یہ حیثیت تو کراہت کی تھی بلکہ کائن من اللہ ہونے کی حیثیت سے پس من وجہ عدم رضا تھی اور من وجہ رضا اب شبہ آگے تمام حلوا کھا جانے کے منافات رضا کا نہ ہوگا) پس (اس گفتگو کے بعد) اس شب کو سب سو گئے (خواہ حقیقۃً خواہ صورۃً جیسا مومن کہ شاید اس کو نیند نہ آئی ہو یا کم آئی ہو گی) اور (پھر نیند پوری کر کے) اٹھے (اور) صبح کے وقت اپنے آپ کو آراستہ کیا (یعنی) باہر اور اندر سے منہ دھویا اور ہر ایک (اپنے اپنے) اوراد میں ایک طریق اور مسلک رکھتا تھا (یعنی ہر شخص کا اس کے مذہب کے موافق کچھ خاص خاص وظیفہ اور معمول بھی تھا اسی کے موافق) ایک خاص وقت میں ہر شخص اپنے ورد کی طرف متوجہ ہوا (اس حالت میں کہ) حق تعالیٰ سے فضل کا جویاں (تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) مومن اور ترسا اور یہودی اور گبر اور مغ (اس میں عطف تفسیری ہے) سب کا رخ (اپنے اپنے قصد کے موافق) اُس سلطان معظم کی طرف سے (خواہ وہ قصد طریق صحیح کے موافق ہو جیسا اہل حق کا قصد ہے یا نہ ہو جیسا اہل باطل کا قصد ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) مومن اور ترسا اور یہودی اور نیک اور بد سب کا رخ احد کی طرف (آگے ترقی ہے یعنی) بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی ایک رجوع (و توجہ) نہانی اور نیک اور بد سب کا رخ احد کی طرف ہے (آگے ترقی ہے یعنی) بلکہ سنگ اور خاک اور کوہ اور آب کو بھی ایک رجوع (و توجہ) نہانی خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے (رجوع و توجہ نصوص سے ظاہر ہے فقال لها وللارض ائتیا طوعاً او کرهاً قالتا اتینا طائعین وقال الم تران اللہ یسجدله من فی السموات ومن فی الارض والشمس والقمر والنجوم والجبال والشجر والدواب و غیر ذلک اور نہانی ہونا اس لئے کہ عامہ کو محسوس نہیں قال تعالیٰ ولکن لاتفقهون تسبیحهم آگے تتمہ ہے قصہ کا)۔

ایں سخن پایاں ندارد ہر سہ یار	روبہم کردند آں دم یار وار
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا تینوں رفیقوں نے	ایک دوسرے کی طرف منہ کیا اس وقت رفقاء کی طرح
آں یکے گفتا کہ ہریک خواب خویش	آنچہ دید او دوش گو آور بہ پیش
اس ایک نے کہا کہ ہر شخص اپنا اپنا خواب	جو کچھ اس نے شب گذشتہ میں دیکھا ہو اس سے کہو کہ پیش کر
ہر کہ خوابش بہترایں را او خورد	قسم ہر مفضول را فاضل برد
جس کا خواب اچھا ہو اس کو وہ کھاوے	ہر کہتر کے حصہ کو مہتر لے جاوے
آنکہ اندر عقل بالاتر رود	خوردن او خوردن جملہ بود
جو شخص عقل میں فائق تر ہو	اس کا کھانا سب کا کھانا ہو گا
فائق آید جان پر انوار او	باقیاں را بس بود تیمار او
اس کی روح پر انوار فائق ہو گی	باقیوں کے لئے اس شخص کی خدمت ہی کافی ہے
عاقلاں را چوں بقا آمد ابد	پس بمعنیٰ ایں جہاں باقی بود
چونکہ عقلاء کو ابد تک بقاء حاصل ہے	پس معنی یہ عالم باقی ہو گا
پس جہود آورد آنچہ دیدہ بود	تا کجا شب روح او گردیدہ بود
یہودی لایا اس نے جو کچھ دیکھا تھا	کہ کہاں کہاں شب کو اس کی روح پھری تھی
گفت در رہ موسیٰؑ آمد بہ پیش	گربہ بیند دنبہ اندر خواب خویش
کہنے لگا کہ راستہ میں موسیٰ میرے سامنے آئے	بلی اپنے خواب میں دنبہ ہی کو دیکھتی ہے
درپئے موسیٰؑ شدم تا کوہ طور	ہر سہ ماں گشتیم ناپید از نور
میں موسیٰ کے پیچھے پیچھے کوہ طور تک گیا	ہم تینوں نور سے مستور و غائب ہو گئے
ہر سہ سایہ محو شد زاں آفتاب	بعدازاں زاں نور شد یک فتحباب
تینوں سایہ اس آفتاب سے محو ہو گئے	بعد ازاں اس نور سے ایک فتح باب ہوا
نور دیگر از دل آں نور رست	پس ترقی جست آں ثانیش چست
ایک دوسرا نور اس نور کے وسط سے پیدا ہوا	پھر اسکے ثانی نے بہت جلد ترقی حاصل کی
ہم من وہم موسیٰؑ وہم کوہ طور	ہر سہ گم گشتیم زاں اشراق نور
میں بھی اور موسیٰ بھی اور کوہ طور بھی	ہم تینوں گم ہو گئے اس تابش نور سے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازاں دیدم کہ کہ سہ شاخ شد	چونکہ نور حق در و نفاخ شد
بعد ازاں میں نے دیکھا کہ کوہ تین ٹکڑے ہو گیا	جبکہ نور حق اس میں دم ڈالنے والا ہوا
وصف ہیبت چوں تجلی زد برو	می گسست از ہم ہمی شد سو بسو
صفت ہیبت نے جب اس پر تجلی فرمائی	تو وہ ایک دوسرے منقطع ہو کر ایک ایک طرف جا رہا
زاں یکے شاخے کہ آمد سوی یم	گشت شیریں آب تلخ ہمچو سم
اس میں سے ایک شعبہ تو وہ تھا جو دریا کی طرف آیا	آب تلخ جو مشابہ زہر کے ہے شیریں ہو گیا
آں یکے شاخش فرو شد در زمیں	چشمۂ زاد و بروں آمد معیں
ایک شعبہ اس کا زمین کے اندر اتر گیا	ایک چشمہ پیدا ہوا اور جاری ہو کر باہر نکلا
کہ شفائی جملہ رنجوراں شد آب	از ہمایونی وحی مستطاب
کہ پانی تمام مریضوں کے لئے شفا ہو گیا	بسبب برکت وحی مستطاب کے
واں یکے شاخے دگر پرید زود	تا جوار کعبہ کہ عرفات بود
اور وہ ایک اور شعبہ جلدی سے۔	قریب کعبہ تک اڑا کوہ عرفات ہو گیا
باز زاں صعقہ چو با خود آمدم	طور بر جا بود نے افزوں نہ کم
پھر اس بے ہوشی سے جب میں خودی میں آیا تو	طور جگہ پر تھا نہ زیادہ اور نہ کم
لیک زیر پائی موسیٰ ہمچو یخ	می گدازید و نماندش شاخ و شخ
لیکن موسیٰ کے زیر قدم وہ یخ کی طرح پگھل رہا تھا	اور اس میں شاخ اور سخت نہ رہا
باز میں ہموار شد کہ از نہیب	گشت بالایش ازاں ہیبت نشیب
پہاڑ ہیبت سے زمین کی برابر ہو گیا	اس کا ارتفاع اس ہیبت سے نشیب ہو گیا
باز با خود آمدم زاں انتشار	باز دیدم طور و موسیٰ برقرار
پھر اس انتشار سے میں خودی میں آیا	پھر طور اور موسیٰ کو برقرار دیکھا
واں بیاباں سر بسر در ذیل کوہ	پر خلائق شکل موسیٰ باشکوہ
اور وہ صحرا سر بسر دامن کوہ میں	ایسی مخلوق سے پر ہے جو موسیٰ کی ہمشکل باشکوہ ہیں
چوں عصا و خرقۂ او خرقہ شاں	جملہ سوئے طور خوش دامن کشاں
ان ہی کے عصا اور خرقہ جیسا ان کا خرقہ ہے	سب کے سب طور کی طرف خوش بخوشی دامن کشاں ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ کفہا در دعا افراختہ	نغمۂ ارنی بہم در ساختہ
سب نے ہاتھوں کو دعا میں بلند کر رکھا ہے	ترانہ ارنی مل کر آراستہ کر رکھا ہے
باز آں غشیاں چو از من رفت زود	صورت ہر یک دگر گونم نمود
پھر جب وہ بیہوشی جلی مجھ سے جلدی جاتی رہی	تو ہر ایک کی صورت مجھ کو اور اور طرح کی دکھلائی دی
انبیا بودند ایشاں اہل ود	اتحاد انبیا ام فہم شد
وہ انبیاء تھے جو اہل مودت ہیں	مجھ کو انبیاء کا اتحاد مفہوم ہوا
باز املاکے ہمی دیدم شگرف	صورت ایشاں بداز اجرام برف
پھر میں ملائکہ کو دیکھنے لگا عجیب عجیب	جن کی صورت اجرام برف سے تھی
حلقۂ دیگر ملائک مستعیں	صورت ایشاں ہمہ بد آتشیں
ایک دوسری جماعت ملائکہ کی استعانت چاہ رہے تھے	ان کی صورت تمام تر آتش کی تھی
زیں نسق می گفت آں شخص جہود	بس جہودے کاخرش محمود بود
اس طرح سے وہ یہودی کہہ رہا تھا	بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے
ہیچ کافر رابخواری منگرید	کہ مسلماں مردنش باشد امید
کسی کافر کو حقارت سے مت دیکھو	کیونکہ اس کے مسلمان ہو کر مرنے کا احتمال ہوتا ہے
چہ خبر داری ز ختم عمر او	تا بگردانی ازو یکبارہ رو
تو اس کے خاتمہ عمر کی کیا خبر رکھتا ہے	تاکہ تو اس سے ایک بارگی اعراض کرتا ہے
بعد ازاں ترسا درآمد در کلام	کہ مسیحم رونمود اندر منام
اس کے بعد تمام ترسا کلام میں آیا	کہ مجھ کو مسیح نے خواب میں دیدار دکھلایا
من شدم با او بچارم آسماں	مرکز و مثوائے خورشید جہاں
میں ان کے ساتھ آسمان چہارم پر پہنچا	جو مرکز و مقام ہے آفتاب عالم کا
خود عجب ہائے قلاع آسماں	نسبتش نبود بآیات جہاں
خود قلعہائے آسمان کے عجائب کو	کوئی نسبت نہیں عجائب عالم کے ساتھ
ہر کسے داند اے فخر البنیں	کہ فزوں باشد فن چرخ از زمیں
تمام اشخاص جانتے ہیں اے فخر فرزنداں	کہ افضل ہوتا ہے حال آسمان کا زمین سے

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ مضمون (کہ سب مطیع حق ہیں طوعاً و کرہاً) انتہا نہیں رکھتا (کیونکہ افراد اطاعت کے بقدر افراد مطیعین ہیں اور وہ خود غیر محصور عادۃً ہیں تو جدا جدا سب کی اطاعت کا مضمون بھی عادۃً غیر محدود ہے اس لئے اس کو ترک کر کے قصہ بیان کردہ یہ کہ) تینوں رفیقوں نے (اپنے اوراد سے فارغ ہوکر) ایک دوسرے کی طرف منہ کیا اس وقت رفقاء کی طرف (یعنی سب آمنے سامنے ہوکر مل کر باتیں کرنے بیٹھے) اس ایک نے کہا کہ ہر شخص اپنا اپنا خواب جو کچھ اس نے شب گذشتہ میں دیکھا ہو اس سے کہو کہ پیش کر (تاکہ) جس کا خواب (سب سے) اچھا ہو اس (حلوے) کو وہ (تنہا) کھاوے (اور) ہر کہتر کے حصہ کو بہتر لے جاوے (وجہ اس کی ترجیح کی یہ ہے کہ اچھا خواب غالباً علامت ہے اس کی عقل کی افزونی کی پس) جو شخص عقل میں فائق تر ہو اس کا کھانا (گویا) سب کا کھانا ہوگا (کیونکہ وہ بوجہ کمال کے اکیلا قائم مقام سب کے ہے کما قیل ۔ لیس علی اللہ مستنکر ان یجمع العالم فی واحد نیز عقل کی افزونی دلیل ہے اس کی روح کے فائق ہونے کی پس) اس (اچھا خواب دیکھنے والے) کی روح پر انوار (بھی) فائق ہوگی (ان وجوہ سے اس کو ترجیح ہونا چاہئے اور) باقیوں کے لئے اس شخص کی خدمت ہی کافی ہے (کیونکہ ایسے اچھے شخص کی خدمت کرنا یہ بھی باطنی حصہ ہے تیمار غمخواری و خدمت کردن کذا فی الغیاث اور اچھا خواب بعادۃ غالبہ عقل اور روح کے فائق ہونے کی علامت اس لئے ہے کہ سچے خواب میں اتصال ہوتا ہے ملاء اعلیٰ کے ساتھ اور عقل اور روح میں جس قدر استعداد کامل ہوگی اس کو اتصال و ادراک زیادہ ہوگا اور مصرعہ بالا خوردن او خوردن جملہ بود سے صاحب عقل کا بجائے سب کے ہونا جو مفہوم ہوتا ہے آگے اس پر ایک تفریع بطور جملہ معترضہ کے ہے یعنی) چونکہ (عقلاء قائم مقام سب کے ہوتے ہیں اور) عقلاء کو ابد تک بقاء حاصل ہے (چنانچہ نصوص قطعیہ میں اہل ایمان کا خلود مع النعیم مصرح ہے اور عاقل حقیقی وہی ہے جو صانع کی بہمہ وجوہ تصدیق کرے) پس معنی یہ عالم باقی ہوگا (کیونکہ وہ عقلاء اس عالم کے اجزاء میں سے قائم مقام کل اجزاء کے ہیں پس ان کے بقاء کو اس عالم کے کل اجزاء کا بقا کہا جاوے گا اور کل اجزاء کا مجموعہ یہ عالم ہے پس کل اجزاء کے بقاء سے اس عالم کے بقاء کا حکم صحیح ہوگا پس ظاہراً یہ عالم فانی ہے اور باطناً توجیہ مذکور سے یہ عالم باقی ہے پس دونوں حکم یعنی خوردن عاقل خوردن جملہ بود اور بقاء عاقل بقاء جملہ بود متناظر اور جزئی ہیں کلیہ قیام العاقل مقام الکل کی اور مقصود اس تفریع سے مدح ہے عاقل حقیقی کی اور اس فیصلہ میں مومن کا اتفاق معلوم نہیں بلکہ غالباً یہ تدبیر نکالی گئی ہے اس کے محروم کرنے کی یا تو اس لئے کہ اس تجویز کنندہ نے اسی طرح دوسرے نے بھی کوئی عجیب خواب دیکھا ہو جیسا آگے یہودی و ترسا کا خواب آتا ہے اور انہوں نے ان خوابوں کو اتنا عجیب سمجھا ہو کہ یہ گمان نہ ہوا ہو کہ مسلمان نے ایسا خواب دیکھا ہوگا اس لئے دونوں متفق ہوگئے ہوں اور یا خواب وغیرہ کچھ نہ دیکھا ہو اور ارادہ یہ ہو کہ عجیب سے عجیب خواب گھڑ کر مستحق ہو جاویں گے اور مومن کو قرائن سے سمجھا ہوگا کہ یہ سلیم ہے یا تو گھڑ نہ سکے گا یا گھڑے گا نہیں پس محروم رہے گا اور خواب دیکھنے کی تقدیر پر بھی دو احتمال ہیں یا تو خیال کا تصرف ہو اور یا قابل تعبیر ہو اس بناء پر کہ آئندہ وہ مومن ہونے والا ہو اور ان ہی دونوں احتمالوں پر مولانا کے آئندہ دو مقولے منطبق ہوتے ہیں احتمال اول پر تو مصرعہ قریبہ گر بہ بیند الخ اور احتمال ثانی پر مصرعہ قریب ختم اشعار مقام بس جہود ے کا خرش محمود بود مع مابعد خود جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کی رائے میں بھی کوئی احتمال متعین نہیں ہے ہر احتمال پر ایک ایک کلام فرما دیا غرض اس فیصلہ کے بعد) یہودی (معرض بیان میں) لایا اس نے جو کچھ دیکھا تھا کہ کہاں کہاں شب کو اس کی روح پھری تھی کہنے لگا کہ راستہ میں موسیٰ علیہ السلام میرے سامنے آئے (مولانا فرماتے ہیں کہ) بلی اپنے خواب میں دنبہ ہی (کے گوشت) کو دیکھتی ہے (آگے تتمہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خواب کا کہ) میں موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے پیچھے کوہ طور تک گیا (اور) ہم تینوں نور (حق) سے مستور و غائب ہو گئے (یعنی موسیٰ علیہ السلام بھی اور طور بھی اور میں بھی یعنی ہم) تینوں (کہ اس نور کے سامنے مثل) سایہ (کے تھے) اس آفتاب (نور حق) سے محو ہو گئے بعد ازاں اس نور سے ایک فتح باب ہوا (یعنی ایک اور فیض کا دروازہ کھلا اور وہ یہ تھا کہ) ایک دوسرا نور اس (پہلے) نور کے وسط سے پیدا ہوا پھر اس (نور اول) کے ثانی نے بہت جلد ترقی حاصل کی (یعنی اس نور ثانی میں وسعت و تزائد ہوا اس قدر کہ) میں بھی اور موسیٰ علیہ السلام بھی اور کوہ طور بھی ہم تینوں گم ہو گئے اس تابش نور سے (نور اول میں لفظ غائب تھا اور نور ثانی میں لفظ گم ہے جو استعمال میں غائب سے ابلغ ہے کیونکہ گم ہونے کو تو غائب ہونا لازم ہے اور غائب ہونے کو گم ہونا لازم نہیں جیسے کسی چیز کا نشان معلوم ہو مگر آنکھوں کے روبرو نہ ہو تو اس بناء پر یہ نور ثانی اقویٰ تھا اور ترقی جست بھی ظاہراً اسی پر دال ہے) بعد ازاں میں نے دیکھا کہ کوہ (طور) تین ٹکڑے ہو گیا جبکہ نور حق اس میں دم ڈالنے والا ہوا (یعنی حق تعالیٰ کی) صفت ہیبت نے جب اس پر تجلی فرمائی تو وہ ایک دوسرے سے منقطع (وجدا) ہو کر ایک ایک طرف جا رہا (پس) اس میں سے ایک شعبہ تو وہ تھا جو دریا (ئے شور) کی طرف آیا (اور اس کی برکت سے) آب تلخ جو مشابہ زہر کے ہے شیریں ہو گیا (اور اگر اس کو خواب بھی مانا جاوے تو اس کی کوئی تعبیر مناسب ہو گی بالفعل دریا کے شور ہونے سے شبہ نہ کیا جاوے اور) ایک شعبہ اس کا زمین کے اندر اتر گیا (جس کی برکت سے) ایک چشمہ پیدا ہوا اور جاری ہو کر باہر نکلا کہ (وہ) پانی تمام مریضوں کے لئے شفا ہو گیا بسبب برکت وحی مستطاب کے (یعنی کوہ طور کہ محل وحی ہے اس وحی کی برکت اس کے اس شعبہ میں بھی تھی اس سے یہ اثر اس چشمہ میں پیدا ہوا) اور وہ ایک اور (یعنی تیسرا) شعبہ جلدی سے قریب کعبہ تک اڑا (اور) کوہ عرفات ہو گیا (کہ قریب ہے کعبہ سے گو اقرب نہیں) پھر اس بیہوشی سے (جس کو اوپر گم گشتیم سے تعبیر کیا تھا جس کے مدلول کا ایک جزو حواس گم شدن بھی ہے) جب میں خودی میں آیا تو (دیکھا کہ) طور (اپنی) جگہ پر تھا نہ زیادہ اور نہ کم (یعنی اصلی حالت پر تھا پارہ پارہ نہ تھا جس سے کمی ہو جاتی) لیکن (فوراً اس میں ایک اور تغیر شروع ہوا وہ یہ کہ) موسیٰ علیہ السلام کے زیر قدم وہ یخ کی طرح پگھل رہا تھا اور اس میں شاخ (یعنی جزو مرتفع) اور سخت (یعنی جزو صلب) نہ رہا (یعنی وہ) پہاڑ ہیبت سے زمین کی برابر ہو گیا (اور) اس کا ارتفاع اس ہیبت (تجلی) سے نشیب ہو گیا پھر اس انتشار (حواس) سے میں خودی میں آیا (تو) پھر طور اور موسیٰ علیہ السلام کو (بحالت اصلیہ) برقرار دیکھا اور (ایک بات پھر عجیب دیکھی کہ) وہ صحرا سر بسر دامن کوہ میں ایسی مخلوق سے پر ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی ہم شکل (اور) باشکوہ ہیں (یعنی) ان ہی کے عصا اور خرقہ جیسا ان کا (عصا اور) خرقہ ہے (اور) سب کے سب طور کی طرف خوش بخوش دامن کشاں (جا رہے) ہیں (اور) سب نے ہاتھوں کو دعا میں بلند کر رکھا ہے (اور) ترانہ ارنی مل کر آراستہ کر رکھا ہے پھر جب وہ بیہوشی بھی مجھ سے جلدی جاتی رہی تو ہر ایک کی صورت مجھ کو اور اور طرح کی دکھائی دی (یعنی مختلف جیسی واقع میں ہے) وہ انبیاء علیہم السلام تھے جو اہل صورت (حق) ہیں (ان کی تشابہ اشکال سے) مجھ کو انبیاء کا اتحاد مفہوم ہوا پھر میں ملائکہ کو دیکھنے لگا عجیب عجیب جن کی صورت اجرام برف سے تھی ایک دوسری جماعت ملائکہ کی (حق تعالیٰ سے) استعانت چاہ رہے تھے ان کی صورت تمام تر آتش کی تھی اس طرح سے وہ یہودی کہہ رہا تھا (اور اگر یہ واقعی خواب بھی ہو تو تعجب مت کر کیونکہ) بہت سے یہودی ہیں جن کا انجام اچھا ہوا ہے (تو ایسا شخص بوجہ مومن فی علم اللہ ہونے کے ایسا مبارک خواب دیکھ سکتا ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ کسی کافر کو حقارت (کی نظر) سے مت دیکھو کیونکہ اس کے مسلمان ہو کر مرنے کا احتمال ہوتا ہے تو اس کے خاتمہ عمر کی کیا خبر رکھتا ہے (کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کس حالت پر ہوگا) تا کہ تو اس سے یکبارگی (اور بالکلیہ براہ تحقیر) اعراض کرتا ہے (مراد تحقیر سے وہ اہانت نہیں جو کافر کے لئے) مامور بہ اور شعبہ ہے بغض فی اللہ کا جس کا منشاء حق تعالیٰ کی محبت ہے بلکہ مراد اس سے وہ تحقیر ہے جس کا منشاء اپنے ایمان پر عجب اور کبر نفس ہے) اس کے بعد ترسا کلام میں آیا کہ مجھ کو مسیح علیہ السلام نے خواب میں دیدار دکھلایا (اور) میں ان کے ساتھ آسمان چہارم پر پہنچا جو مرکز اور مقام ہے آفتاب عالم کا (اور ظاہر بات ہے کہ) خود قلعہائے آسمان کے عجائب کو کوئی نسبت نہیں عجائب عالم (سفلی) کے ساتھ (بلکہ) تمام اشخاص جانتے ہیں اے (فرزند) فخر فرزندان کہ افضل ہوتا ہے حال آسمان کا زمین (کے حال) سے (فن بمعنی حال از غیاث مطلب ان اخیر کے دو شعر کا یہ ہے کہ مجھ کو تطویل کلام کی یہودی کی طرح حاجت نہیں سماء و ما فیہا کا اعجب والطف ہونا ظاہر ہے پس میرا خواب یقیناً احسن ہوا اس کے خواب سے اس لئے حلوے کا استحقاق مجھ کو ہے اور اس مضمون کا تتمہ یہاں سے تین سرخی کے بعد تحت عنوان رجوع بتقریر بر ترسا تین شعر میں اور آوے گا جملگان دانند الخ اور درمیان میں اس مضمون یعنی آیات سماء کے اعظم من آیات الارض ہونے کی تائید میں ایک حکایت شتر اور گاؤ اور گوسفند کی آگئی جس کی ان اشعار اخیرہ میں وجہ تائید مصرح ہے کہ مرا خود حاجت الخ خود ہمہ کس الخ دانند ایں را الخ پس بعض محشین کی تقریر وجہ ربط میں کہ جہود ترسا بسبب گلہ زنی از خوردن حلوا محروم ماند و مومن گلہ زنی بگذاشت و آں حلوا را بخورد چنانکہ قچ و گاؤ بسبب گلہ زنی از خوردن بند گیاہ بے نصیب شد و اشتر آں را بخورد واہ علاوہ بعید و خلاف مقام ہونے کے قبل از وقت ہے کیونکہ ہنوز حلوا خوردن مومن کا ذکر بھی نہیں آیا بلکہ تقریر ترسا بھی پوری نہیں ہوئی۔

فائدہ:۔ عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان چہارم پر ہونا بناء علی المشہور العالم فرما دیا ورنہ حدیثوں میں آپ کا آسمان دوم پر ہونا مذکور ہے علیٰ ہذا خورشید کا فلک چہارم پر ہونا بناء علی تخمین الریاضیین ہے ورنہ اس پر دلیل نہ ہونے کا اعتراف ان کو بھی ہے۔

حکایت شتر گاؤ و قچ کہ درراہ بند ہو گیاہ یافتند ہر یکے

می گفت کہ من می خورم گفتند ہر کہ از ما پیرتر او بہ برد

اونٹ اور بیل اور دنبہ کا قصہ جنہوں نے راستے میں گھاس کا مٹھا پایا (اور) ہر ایک کہتا تھا کہ میں کھاؤں گا انہوں نے کہا جو ہم میں زیادہ بوڑھا ہے وہ لے جائے گا۔

اشتر و گاؤ و قچ در پیش راہ	یافتند اندر روش بند گیاہ
ایک اونٹ اور ایک بیل اور ایک دنبہ نے راستہ کے سامنے	چلنے کی حالت میں ایک گھاس کا پولہ پایا
گفت قچ بخش ار کنیم ایں را یقیں	ہیچ کس از ماں نگردد سیر ازیں
دنبہ نے کہا کہ اگر اس کو تقسیم کرتے ہیں تو یقیناً	ہم میں سے ایک بھی اس سے سیر نہ ہوگا
لیک عمر ہر کہ باشد بیشتر	ایں علف اور است اولیٰ گو بخور
لیکن جس کی عمر سب سے زیادہ ہو	یہ گھاس اس کے لئے اولیٰ ہے کہو کہ کھالے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ اکابر را مقدم داشتن	آمدست از مصطفیٰؐ اندر سنن
کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا	وارد ہے مصطفیٰؐ سے حدیثوں میں
گرچہ پیراں را دریں دور لئام	درد و موضع پیش میدارند عام
اگرچہ بڑی بوڑھیوں کو لئیموں کے اس زمانہ میں	دو موقعہ میں عام لوگ آگے رکھتے ہیں
یادراں لوتے کہ او سوزاں بود	یا براں پل کز خلل ویراں بود
یا تو اس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو	یا اس پل پر جو کہ خلل سے ویران ہو
خدمت شیخے بزرگے قائدے	عام نارد بے قرینہ فاسدے
خدمت کسی شیخ بزرگ پیشوا کی	عام لوگ بدوں شمول کسی غرض فاسد کے نہیں کرتے
خیر شاں اینست چہ بود شر شاں	قبح شاں را بازداں از قر شاں
ان کی خیر تو یہ ہے ان کا شر کیسا ہو گا	تو ان کی قبح کو ان کی خوبی سے پہچان لے

ایک اونٹ اور ایک بیل اور ایک دنبہ نے راستہ کے سامنے چلنے کی حالت میں ایک گھاس کا پولہ پایا دنبہ نے کہا کہ اگر اس کو تقسیم کرتے ہیں تو یقیناً ہم میں سے ایک بھی اس سے سیر نہ ہوگا لیکن (یوں کرو کہ) جس کی عمر سب سے زیادہ ہو یہ گھاس اس کے لئے اولیٰ ہے (اس سے) کہو کہ کھالے کیونکہ بڑوں کو مقدم رکھنا وارد ہے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثوں میں (جیسا حدیث میں ہے کبر الکبر) اگرچہ بڑے بوڑھوں کو لئیموں کے اس زمانہ میں دو موقع میں عام لوگ آگے رکھتے ہیں یا تو اس کھانے میں جو جلتا ہوا ہو (کہتے ہیں کہ آپ شروع کیجئے تا کہ کھانے کے قابل وہ کریں اور اس وقت خود کھاویں اور) یا اس پل پر جو کہ خلل سے ویران ہو (کہتے ہیں آگے چلئے تا کہ جو کچھ ضرر ہو اس کو ہو یہ تو سن کے اکابر سے خود غرض لوگ معاملہ کرتے ہیں اسی طرح رتبہ کے اکابر سے اہل غرض لوگ برتاؤ کرتے ہیں کہ ان کی خدمت و تعظیم دنیوی اغراض کے لئے کرتے ہیں چنانچہ) خدمت کسی شیخ بزرگ پیشوا کی عام لوگ بدوں شمول کسی غرض فاسد کے نہیں کرتے (آگے اس سے استنباط کرتے ہیں) ان (دنیا پرستوں) کی خیر تو (کہ خدمت اس کی ایک فرد ہے) یہ ہے ان کا شر کیسا ہوگا تو ان کی قبح کو ان کی (اس) خوبی سے پہچان لے (یعنی اس خوبی ظاہری سے کہ وہ بھی شر ہے ان کے شر حقیقی کا اندازہ کرلے قیاس کن زگلستان من بہار مرا) آگے اس پر ایک حکایت ہے ایسوں کی خیر جب مضر ہے تو شر کیسا ہوگا)۔

حکایت در بیان حال خود پرستاں وشر ایشاں در لباس خیرات

خود پرستوں کی اور بھلائی کے پردے میں ان کی برائی کی حالت کے بیان میں حکایت

سوی جامع می شد آں یک شہریار	خلق را می زد نقیب و چوبدار
جامع مسجد کو ایک بادشاہ جا رہا تھا	خلق کو نقیب اور چوبدار مارتا جاتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

آں یکے را سر شکستے چوب زن	واں دگر رابر دریدے پیرہن
چوب زن ایک کا سر توڑتا تھا	اور دوسرے کا کرتہ پھاڑتا تھا
درمیانہ بیدلے دہ چوب خورد	بے گناہے کہ برو از راہ گرد
درمیان میں ایک آزاد شخص نے دس لکڑیاں کھائیں	بدوں خطا کے کہ چل راستہ سے ہٹ
خوں چکاں روکرد باشاہ وبگفت	ظلم ظاہر بیں چہ پرسی از نہفت
خون ٹپکتے ہوئے بادشاہ کی طرف منہ کیا اور کہا	ظلم ظاہر دیکھ باطن سے تو کیا پوچھتا ہے
خیر تو اینست جامع میروی	تاچہ باشد شر وضرت اے غوی
تیری خیر تو یہ ہے تو جامع مسجد جا رہا ہے	سو تیرا شر اور ضرر تو کیا کچھ ہو گا اے گمراہ
یک سلامے نشود پیر از خسے	تانہ پیچد عاقبت از وے بسے
ایک سلام بھی کوئی شیخ کسی خسیس سے ایسا نہیں سنتا	جس کے بعد انجام کار اس کے سبب بہت پیچ وتاب نہ کھاتا ہو
گرگ دریا بد ولی را بہ بود	زانکہ دریا بد مراو را نفس بد
کسی ولی کو گرگ مل جاوے تو یہ اس سے بہتر ہے	کہ اس کو کوئی نفس بد مل جاوے
زانکہ گرگ ارچہ کہ بس استم گریست	لیکش آں فرہنگ وکید ومکر نیست
کیونکہ گرگ اگرچہ بہت ظالم ہے	لیکن اس میں یہ تدبیر اور کید و مکر نہیں ہے
ورنہ کے اندر فتادے او بدام	مکر اندر آدمی باشد تمام
ورنہ وہ جال میں کب واقع ہو جاتا ہے	مگر آدمی ہی میں پورا پورا ہوتا ہے
مکر زان اوست کو دارد درم	بشنود آواز و گوید نگرم
مگر اس شخص کا حصہ ہے جو روپیہ رکھتا ہے	آواز سنتا ہے اور کہتا ہے میں بہرا ہوں

جامع مسجد کو ایک بادشاہ جارہا تھا خلق کو نقیب اور چوبدار مارتا جاتا تھا چوب زن ایک کا سر توڑتا تھا اور دوسرے کا کرتہ پھاڑتا تھا (اس) درمیان میں ایک آزاد (بزرگ) شخص نے دس لکڑیاں کھائیں بدوں خطا کے (اور چوبدار نے مار کر کہا) کہ چل راستہ سے ہٹ (بے سرودل بے پروا کذا فی الغیاث ودر حاشیہ است مراد صاحب کمال پس از مجموع با آزاد بزرگ ترجمہ کردم) خون ٹپکتے ہوئے بادشاہ کی طرف منہ کیا اور کہا (یہ تو) ظلم ظاہر دیکھ (کہ خون ٹپکنے سے نظر آ رہا ہے اور ظلم) باطن سے تو کیا پوچھتا ہے (ظلم باطن سے مراد یا تو دل دکھنا ہے اور یا وہ ظلم جس کو بادشاہ سے بھی پوشیدہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور یہ کہا کہ) تیری خیر تو یہ ہے (آگے اس کی تفسیر ہے یعنی) تو جامع مسجد جا رہا ہے سو تیرا

www.besturdubooks.wordpress.com

شر اور ضرر تو کیا کچھ ہوگا اے گمراہ (یہ شرح ہوگئی شعر سابق علے العنوان کی خیر شاں لیست الخ پھر رجوع ہے اس سے قبل کے شعر کی طرف خدمت شیخے الخ جس سے مضمون خیر شان لیست الخ کو مستنبط فرمایا تھا یعنی ان اہل غرض کی غرض پرستی سے یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ) ایک سلام بھی کوئی شیخ کسی خسیس (دنی الطبع غرض پرست) سے ایسا نہیں سنتا جس کے بعد انجام کار اُس کے سبب بہت پیچ وتاب نہ کھاتا ہو (یعنی سلام بھی چونکہ غرض سے ہوتا ہے اول بگمان خلوص اس کے ساتھ خصوصیت کا معاملہ کرتا ہے پھر یہ شخص خود شیخ سے یا بذریعہ اظہار تعلق مع الشیخ کے اس کے دوسرے منتسبین سے دنیا کی کارروائیاں کرتا ہے جب اخیر میں معلوم ہوتا ہے تو شیخ کو سخت کلفت ہوتی ہے چنانچہ و شب روز ان واقعات کا جابجا مشاہدہ ہوتا ہے آگے ان خود غرض نفس پرستوں کا گرگ سے زیادہ ضرر رساں ہونا بیان فرماتے ہیں کہ اگر) کسی ولی (بزرگ) کو گرگ مل جاوے تو یہ اس سے بہتر ہے کہ اس کو کوئی نفس بد (والا) مل جاوے کیونکہ گرگ اگرچہ بہت ظالم ہے لیکن اس میں یہ تدبیر اور کید اور مکر نہیں ہے ورنہ وہ جال میں کب واقع ہو جاتا (یہ) مکر (وفریب) آدمی ہی میں پورا پورا ہوتا ہے (چنانچہ اس کے بعض مکر کا مثال کے طور پر آگے بیان ہے یعنی) مکر اس شخص کا حصہ ہے جو روپیہ رکھتا ہے (اور حاجت مند کی) آواز (بھی) سنتا ہے اور (پھر) کہتا ہے میں بہرا ہوں (تاکہ دینا نہ پڑے پس اس مکر سے گرگ خالی ہے اور نفس پرست خود غرض اس سے مالی ہے پس اس کا ضرر گرگ سے دو وجہ سے زیادہ ہے ایک یہ کہ گرگ کا ضرر آنی ہے اور اس شخص سے ہر وقت کلفت ہوتی ہے دوسرے یہ کہ گرگ کا ضرر جانی ہے اور اس سے بعض اوقات خود شیخ کو بھی دینی ضرر پہنچتا ہے کہ اپنی غرض فاسد کے لئے مثلاً کسی کی چغلی کھا دی اس پر سختی کرا دی جس سے ارتکاب ظلم کا گناہ شیخ کو ہوا اور بعض اوقات یہ شخص شیخ کو خلائق کی گمراہی اور ضرر دینی کا آلہ بناتا ہے کہ اپنی غرض کے لئے شیخ کی طرف بعض اقوال وافعال غیر واقعیہ کو منسوب کرتا ہے جس سے لوگوں کو اس سے سوء ظن ہوتا ہے اور سوء ظن کا ان کو گناہ ہوتا ہے اور بعض اوقات دوسرے بزرگوں سے بھی قیاساً علی ہذا الشیخ سوء ظن ہو کر سب کا اتباع چھوڑ کر اپنی رائے کے متبع بن کر گمراہ ہو جاتے ہیں)۔

بازگشتن بحکایت شتر وگاؤ وقچ وہر یکے از تاریخ عمر خود ظاہر کردن

اونٹ اور بیل اور دنبہ کی حکایت کی جانب واپسی اور ہر ایک کا اپنی عمر کی تاریخ ظاہر کرنا

گفت قچ باگاؤ واشتر کاے رفاق	چوں چنیں افتاد مارا اتفاق
دنبہ نے بیل اور شتر سے کہا کہ اے رفیقو	جب ہم کو ایسا اتفاق واقع ہوا ہے
ہر یکے تاریخ عمر املا کنید	پیر تر اولیٰ ست باقی تن زنید
تو ہر ایک عمر کی تاریخ بیان کرو	جو زیادہ مسن ہو وہ احق ہے باقی خاموش رہو
گفت قچ مرج من اندر آں عہود	باقچ قربان اسماعیلؑ بود
دنبہ نے کہا کہ میری چراگاہ ان زمانوں میں	دنبہ قربانی اسماعیل کے ساتھ تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

گاؤ گفتا بودہ ام من سالخورد	جفت آں گاؤم کش آدم زرع کرد
بیل نے کہا میں ہوں کہنہ سال	میں اس بیل کی جوڑی ہوں جس سے آدم نے زراعت کی تھی
جفت آں گاؤم کش آدم جد خلق	در زراعت بر زمیں میکرد فلق
میں اس بیل کی جوڑی ہوں کہ اس سے آدم جد خلق	زراعت میں زمین کے اندر شگاف کرتے تھے
چوں شنید از گاؤ و قچ اشتر شگفت	سر فرود آورد و آں را برگرفت
جب بیل اور دنبہ سے شتر نے یہ عجیب بات سنی	تو سر نیچا کیا اور اس کو لے لیا
در ہوا برداشت آں بند قصیل	اشتر بختی سبک بے قال و قیل
ہوا میں اس خوید کے دستہ کو اٹھا لیا	شتر بختی نے سہولت کے ساتھ بدوں قال و قیل
کہ مرا خود حاجت تاریخ نیست	کایں چنیں جسمے و عالی گردنیست
کہ مجھ کو خود حاجت تاریخ کی نہیں	کیونکہ ایسا جسم اور اتنی بلند گردن ہے
خود ہمہ کس داند اے جان پدر	کہ نباشم از شما من خرد تر
خود تمام اشخاص جانتے ہیں اے جان پدر	کہ میں تم سے تو چھوٹا نہ ہوں گا
داند ایں را ہر کہ ز اصحاب نہاست	کہ نہاد من فزوں تر از شماست
اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو اہل عقل سے ہے	کہ میری سرشت تم سے زیادہ ہی ہے

جواب گفتن مسلمان آنچہ دید بتر سا و جہود و حسرت خوردن ایشاں

عیسائی اور نصرانی کو مسلمان کا جواب دینا ہے اس نے دیکھا اور ان کا حسرت کرنا

پس مسلماں گفت کاے یاران من	پیشم آمد مصطفیٰؐ سلطان من
پس مسلمان نے کہا کہ اے میرے رفیقو	میرے پاس مصطفیٰؐ میرے بادشاہ تشریف لائے
سید سادات و سلطان رسل	مفخر کونین و ہادی سبل
سب سرداروں کے سردار اور پیغمبروں کے بادشاہ	فخر کونین اور رہنما طریقوں کے
پس مرا گفت آں یکے بر طور تاخت	با کلیمؑ اللہ نرد عشق باخت
پس مجھ سے فرمایا کہ ایک تو طور پر پہنچا	اس نے حضرت کلیم اللہؑ کے ساتھ عشق کی نرد کھیلی
واں دگر را عیسیٰؑ صاحبقراں	برد بر اوج چہارم آسماں
اور دوسرے کو حضرت عیسیٰؑ صاحب قراں	آسمان چہارم کی بلندی پہ لے گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

خیز اے پس ماندۂ دیدہ ضرر	بے توقف زود حلوا را بخور
اے پیچھے رہے ہوئے ضرر دیکھے ہوئے	تو اٹھ ہاں اس رکھے ہوئے حلوے کو کھا لے
آں ہنر منداں پر فن راندند	نامۂ اقبال و منصب خواندند
وہ ہنر منداں پر فن تو روانہ ہو گئے	انہوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھا
آں دو فاضل فضل خود دریافتند	با ملائک از ہنر دربافتند
ان دو صاحب فضیلت نے اپنی فضیلت کو حاصل کر لیا	ہنر سے ملائکہ کے ساتھ منسلک ہو گئے
اے سلیم گول واپس ماندہ ہیں	برجہ و برکاسۂ حلوا نشیں
اے سادہ لوح کم فہم پیچھے رہا ہوا ہاں	جلدی اٹھ اور کاسہ حلوا پر جا بیٹھ

دنبہ نے بیل اور شتر سے کہا کہ اے رفیقو جب ہم کو ایسا اتفاق واقع ہوا ہے (جس کا ذکر شروع قصے کے اس شعر میں ہے گفت حق بخش ار کلیم ایں را یقیں ہیچ کس از ما مگر دو دیر ازیں) تو ہر ایک (اپنی) عمر کی تاریخ بیان کرو (اطلاقا للمقید علے المطلق لان الاملاء ھو البیان لغرض خاص ای الاستکاب) جو زیادہ مسن ہو وہ احق ہے باقی خاموش رہو (پس) دنبہ نے کہا کہ میری چراگاہ ان (پرانے) زمانوں میں دنبہ قربانی اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ تھی (پس میں ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ کا ہوں) بیل نے کہا میں ہوں کہنہ سال میں اس بیل کی جوڑی ہوں کہ جس سے آدم علیہ السلام نے زراعت کی تھی میں اس بیل کی جوڑی ہوں کہ اس سے آدم جد خلق زراعت میں زمین کے اندر شگاف کرتے تھے (جو قلبہ رانی میں ہوتا ہے تو میں آدم علیہ السلام کے وقت کا ہوا اور دنبہ سے میری زیادہ عمر ہوئی) جب بیل اور دنبہ سے شتر نے یہ عجیب بات سنی تو سر نیچا کیا اور اس (پولہ) کو (منہ میں) لے لیا (اور) ہوا میں اس خوید کے دستہ کو اٹھا لیا شتر بختی نے سہولت کے ساتھ بدوں قال و قیل (یعنی بلا استفسار رفقاء کے اور یہ کہا) کہ مجھ کو خود حاجت تاریخ (بیان کرنے) کی نہیں کیونکہ (میرے پاس) ایسا جسم اور ایسی بلند گردن ہے خود تمام اشخاص جانتے ہیں اے جان پدر کہ میں تم سے تو (کسی حال میں) چھوٹا نہ ہوں گا اس کو ہر وہ شخص جانتا ہے جو اہل عقل سے ہے کہ میری سرشت تم سے زیادہ ہی ہے (پس عمر بھی میری تم سے زیادہ ہی ہوگی یہ ایک لطیفہ ہے جو مثال کی تطبیق کے لئے کافی ہے پس ترسا نے کہا کہ اسی طرح آسمان افضل و اعلیٰ ہے زمین سے پس میرا خواب آسمان میں جانے کا اس یہودی کے خواب سے کہ اس نے اپنے کو زمین پر دیکھا اعجب و اعظم ہے آگے اشعار میں یہی مضمون ہے۔

فائدہ:۔ فی الغیاث بختی نوعے از شتر قوی و بزرگ و سرخ رنگ کہ از جانب خراسان آرند وایں منسوب بہ بخت نصر بادشاہ است کہ مادہ شتر عرب و نر شتر عجم را جفت ساختہ بود۔

رجوع بہ تقریر ترسا

جملگاں دانند کایں چرخ بلند	ہست صد چندانکہ ایں خاک نژند
سب جانتے ہیں کہ یہ چرخ بلند ہے	صدہا حصہ زیادہ اس خاک پست سے

www.besturdubooks.wordpress.com

کو کشاد قلعہائے آسماں	کو نہاد بقعہائے خاکداں
کہاں تو وسعت قلعہائے آسمان کی	کہاں ذات خانہ ہائے خاکدان کی
کو عجابہائے بام آسماں	کو غرابہائے گنج خاکداں
کہاں عجائب بام آسمان کے	کہاں ویرانے گوشہ خاکدان کے

سب جانتے ہیں کہ یہ چرخ بلند ہے صدہا حصے زیادہ اس خاک پست سے (کذافی الغیاث فی معنی نشرند) کہاں تو وسعت قلعہائے آسمان کی کہاں ذات خانہ ہائے خاکدان کی۔ کہاں عجائب بام آسمان کے کہاں ویرانے گوشہ خاندان کے "مقصود ان اشعار کا سرخی ہذا کے قبل مذکور ہوا ہے کہ ترجیح دینا ہے اپنے خواب کو خواب یہودی پر)۔

من بفرمان چناں شاہ جہاں	خوردم آں دم کاسۂ حلوا ؤ ناں
میں ایسے شاہ عالم کے حکم کے موافق	اس وقت کاسۂ حلوا اور روٹی کھا گیا
پس بگفتندش کہ اے ابلہ حریص	اے عجب خوردی زحلوائے خبیص
پس ان دونوں نے اس سے کہا کہ اے ابلہ حریص	تعجب ہے تو نے حلوائے روغن و خرما کھا لیا
گفت چوں فرمود آں شاہ مطاع	من کہ باشم تا کنم زاں امتناع
اس نے جواب دیا کہ جب اس شاہ واجب الاطاعت نے حکم دیا	تو میں کون ہوں کہ اس سے انکار کروں
تو جہود از امر موسیٰ سرکشی	گر بخواند در خوشی یا ناخوشی
تو یہودی ہے بھلا حکم موسیٰ سے سرکشی کر سکتا ہے	اگر وہ آسانی یا سختی میں بلاویں
تو مسیحی ہیچ از امر مسیح	سر توانی تافت در خوب و قبیح
تو عیسائی ہے کبھی حکم عیسیٰ سے	سرتابی کر سکتا ہے اچھی میں اور بری حالت میں
من ز فخر انبیاء چوں سر کشم	خوردہ ام حلوا و ایں دم سرخوشم
میں فخر انبیاء سے کیونکر سرکشی کرتا	میں نے حلوا کھا لیا اور اس وقت خوش ہوں
پس بگفتندش کہ واللہ خواب راست	تو بدیدی ویں بہ از صد خواب ماست
پس دونوں نے اس سے کہا کہ واللہ خواب صادق	تو نے ہی دیکھا ہے اور یہ ہمارے صدہا خواب سے بہتر ہے
خواب تو بیداری ست اے ذو نظر	کہ بہ بیداری عیانستش اثر
خواب تیرا بیداری ہے اے صاحب نظر	کہ بیداری میں اس کا اثر عیاں ہے
خواب تو بیداری ست اے خوش نہاد	کہ تو در خوابت رسیدی بامراد
خواب تیرا بیداری ہے اے خوش نہاد	کہ تو اپنے خواب میں مراد کو پہنچ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

خواب تو بیداریست اے نیک خو	کہ ازاں خوابت رسد امر کلوا
خواب تیرا بیداری ہے اے نیک خو	کہ اس خواب سے تجھ کو حکم کلوا پہنچتا ہے
خواب تو بیداری ست اے نیک مرد	کہ ازاں خواب تو روئے ماست زرد
خواب تیرا بیداری ہے اے نیک مرد	کہ تیرے اس خواب سے ہمارا منہ زرد ہے
خواب تو بیداریست اے سیر جاں	کہ ہماں را ظاہرا دیدی عیاں
خواب تیرا بیداری ہے اے سیر جاں	کہ اس کو ظاہرا بھی عیاں دیکھ لیا
خواب تو مانند خواب انبیاست	کہ شد ایں خواب تو بے تعبیر راست
خواب تیرا مانند خواب انبیا کے ہے	کہ تیرا یہ خواب بدوں تعبیر ہی صادق ہو گیا

پس مسلمان نے کہا کہ اے میرے رفیقو میرے پاس مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بادشاہ تشریف لائے سب سرداروں کے سردار اور پیغمبروں کے بادشاہ فخر کونین اور رہنما طریقوں کے پس مجھ سے فرمایا کہ ایک تو طور پر پہنچا (اور) اس نے حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے ساتھ عشق کی نرد کھیلی اور دوسرے کو حضرت عیسیٰ صاحبقراں علیہ السلام آسمان چہارم کی بلندی پر لے گئے اے پیچھے رہے ہوئے ضرر دیکھے ہوئے تو اٹھ ہاں اس رکھے ہوئے حلوے کو کھالے (کہ بالکل خسارہ میں تو نہ رہے فی الغیاث یعنی انچہ بدارند از مال یا طعام کہ بوقت حاجت بکار آید اور مجھ سے فرمایا کہ) وہ ہنرمنداں پر فن تو (طور اور چرخ پر) روانہ ہو گئے (اور) انہوں نے اقبال اور منصب کا نامہ پڑھا ان دو صاحب فضیلت نے اپنی فضیلت کو حاصل کر لیا (اور) ہنر سے ملائکہ کے ساتھ منسلک ہو گئے اے سادہ لوح کم فہم پیچھے رہا ہوا ہاں جلدی اٹھ اور کاسۂ حلوا پر جا بیٹھ (پس) میں ایسے شاہ عالم کے حکم کے موافق اس وقت کاسہ حلوا اور روٹی کھا گیا۔ پس ان دونوں نے اس (مسلمان) سے کہا کہ اے ابلہ حریص تعجب ہے تو نے (تنہا) حلوائے روغن و خرما کھا لیا (کذا فی الغیاث فی معنی الخبیص) اس نے جواب دیا کہ جب اس شاہ واجب الاطاعت نے حکم دیا تو میں کون ہوں کہ اس (حکم) سے انکار کروں تو یہودی ہے بھلا حکم موسوی سے سرکشی کر سکتا ہے اگر وہ (تجھ کو) آسانی یا سختی میں بلا دیں (اور) تو عیسائی ہے کبھی حکم عیسوی سے سرتابی کر سکتا ہے اچھی حالت میں اور بری حالت میں (تو) میں فخر انبیاء (کے حکم) سے کیونکر سرکشی کرتا میں نے حلوا کھا لیا اور اس وقت خوش ہوں پس دونوں نے اس سے کہا کہ واللہ خواب صادق تو نے ہی دیکھا ہے اور یہ ہمارے صدہا خواب سے بہتر ہے خواب تیرا بیداری ہے اے صاحب نظر کہ بیداری میں اس کا اثر عیاں ہے (کہ حلوا کھایا ہوا ہے) خواب تیرا بیداری ہے اے نیک خو کہ اُس خواب سے تجھ کو حکم کلوا (نجوریہ) پہنچتا ہے خواب تیرا بیداری ہے اے نیک مرد کہ تیرے اس خواب سے ہمارا منہ زرد ہے (یعنی ہم شرمندہ ہیں) خواب تیرا بیداری ہے اے سیر جان (کہ تیری جان نعمت سے پر ہے) کہ اس کو ظاہرا بھی عیاں دیکھ لیا خواب تیرا مانند خواب انبیاء کے ہے کہ تیرا یہ خواب بدوں تعبیر ہی صادق ہو گیا (یعنی بلا تاویل بصورتہ واقع ہو گیا)۔

فائدہ:۔ اگر ان یہود و ترسا کا خواب مخترع تھا تو ظاہر یہ ہے کہ یہ مسلمان اس بات کو سمجھ گیا اور اس نے بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

حلوا کھا کر خواب تصنیف کیا ہے اور اس صورت میں تائید اس کی ہنروزیری کام نہیں آتی جو کہ مقصود ہے مولانا کا اس حکایت سے جیسا شروع حکایت میں بھی احقر نے لکھ دیا ہے بزعم اس یہود و ترسا کے ہوگی کہ وہ اپنے کو بڑا بڑا ہنرور سمجھتے تھے مگر محروم رہے اور خواب بنانا گو ناجائز ہے مگر ایک عامی کا فعل موجب اشکال نہیں اور اگر ان دونوں کا خواب واقعی ہے تو اس کا بھی صحیح ہوسکتا ہے اور اس پر یہ اشکال ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں حق غیر کھانے کی کیسے اجازت دی جواب یہ ہے کہ مہدی حلوہ کا مومن تھا جس کے قرائن شروع حکایت کے بیس شعر کے بعد اشعار ثلثہ چوں رسید نداالخ کی شرح میں مذکور ہوئے ہیں اور اس نے وہ حلوا اس مومن ہی کی ملک کیا ہوگا مگر اس نے براہ مروت ان دونوں کو اباحت کے طور پر شریک کرلیا ہوگا اور حاجت اسی کو زیادہ تھی اس لئے اس کا تنہا کھانا جو نہ شریعت کے خلاف ہے اور نہ مروت کے ماموربہ من النبیؐ ہوسکتا ہے اور ایک اشکال ظاہراً اس صورت میں یہ متوہم ہوتا ہے کہ اشعار ہنرمنداں الخ میں کفار کے لئے ایسے مدائح حضورؐ نے کیسے فرمائے اس کا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ شاید وہ بعد میں ایمان لانے والے ہوں کما قال مولانا من قبل بس جھودے کا خرش محمود بود۔

درگزر از فضل و از جلدی و فن	کار خدمت دارد و خلق حسن
فضیلت اور چستی اور ہنرمندی سے باز آ	خدمت اور خلق حسن کام آتا ہے
بہر ایں آورد ما یزداں برون	ماخلقت الانس الا لیعبدون
اسی کے واسطے ہم کو حق تعالیٰ باہر لائے ہیں	میں نے انسان کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے
سامری را آں ہنر چہ سود کرد	کاں فن از باب اللّٰہش مردود کرد
سامری کو اس ہنر نے کیا نفع دیا	کہ اس فن نے باب حق سے اس کو مردود کیا
چہ کشیداز کیمیا قاروں ببیں	کہ فرو بردش بقعر خود زمیں
قارون نے کیمیا سے کیا حاصل کیا	کہ اس کو زمین اپنے قعر میں لے گی
بوالحکم آخر چہ بربست از ہنر	سرنگوں رفت او ز کفراں در سقر
ابوالحکم نے ہنر سے کیا جمع کیا	وہ کفران سے سرنگوں دوزخ میں گیا
خود ہنر آں داں کہ دید آتش عیاں	نے گپ دل علی النار الدخان
یہ تحقیق ہنر اس کو جان کہ آتش کو معاینہ دیکھ لیا	نہ یہ دعویٰ کہ دخان دلالت کرتا ہے نار پر
اے دلیلت گندہ تر پیش لبیب	در حقیقت از دلیل آں طبیب
اے شخص تیری دلیل عاقل کے روبرو زیادہ گندی ہے	حقیقت میں اس طبیب کی دلیل سے بھی
چوں دلیلت نیست جز ایں اے پسر	گوہ می خور در کمیزے می نگر
جب تیرے پاس بجز اس کے اور دلیل نہیں ہے	تو گوہ کھاتا رہ موت میں نظر کرتا رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اے دلیل تو مثال آں عصا	در کف دل علیٰ عیب العمیٰ
اے شخص تیری دلیل اس عصا کی مثال ہے	جو تیرے ہاتھ میں ہے کہ عیب نابینائی پر دلالت کر رہی ہے
اے دلیل ماچو فکر ما ذلیل	پیشی ما پیش دانایاں قلیل
اے شخص ہماری دلیل ہمارے نتیجہ فکر کی طرح ذلیل ہے	ہمارا پیش ہونا عارفین کے سامنے کم قدر ہے
غلغل و طاق و طرم و گیرو دار	کہ نمی بینم مرا معذور دار
غلغلہ اور دھوم دھام اور آفت برپا ہے	کہ مجھ کو نظر نہیں آتا مجھ کو معذور رکھ

(اس میں بیان ہے مقصود قصہ کا جو کہ قصہ کے قبل ان اشعار میں مذکور تھا اے بساعلم وذکاوت الابیات السبعۃ یعنی) فضیلت اور چستی اور ہنرمندی (کے دعویٰ) سے باز آ (کیونکہ) خدمت (یعنی طاعت حق) اور خلق حسن (مع الخلق جس میں تواضع بھی داخل ہے) کام آتا ہے (آگے اس کی دلیل ہے یعنی) اسی (خدمت وطاعات) کے واسطے ہم کو حق تعالیٰ (پردۂ عدم سے) باہر لائے ہیں (چنانچہ ارشاد ہے کہ) میں نے انسان (اور جن) کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے (تنگی وزن سے لفظ جن نظم میں نہیں آسکا مگر مراد پوری آیت ہے آگے ہنرمندی مذموم مانع عن الحق کی مثالیں ہیں کہ دیکھو) سامری کو اس ہنر (اصطناع گوسالہ) نے کیا نفع دیا کہ اس فن نے باب حق سے اس کو مردود کیا قارون نے کیمیا سے کیا حاصل کیا کہ اس کو زمین اپنے قعر میں لے گئی ابوالحکم (ابوجہل) نے ہنر سے کیا جمع کیا وہ کفران سے سرنگوں دوزخ میں گیا (آگے بعض ہنر مقصود اور بعض ہنر غیر محمود کی تعیین بطور تمثیل ہے یعنی) تحقیق ہنر اس کو جان کہ آتش کو معاینۃً دیکھ لیا نہ یہ دعویٰ کہ دخان دلالت کرتا ہے نار پر (مراد اول سے علوم دینیہ ومعارف یقینیہ کہ قلب ذوقاً ان کے معلومات کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے الصدق طمانینت کا تحقق ہوتا ہے اور مراد ثانی سے علوم استدلالیہ تخمینیہ غیر موصلہ الی الحق کہ خود مدعی کو بھی ان میں تذبذب ہوتا ہے جس سے الکذب ریبۃ کا تحقق ہوتا ہے مگر بضرورت صورت دلیل کے اس کی تحقیق کا دعویٰ کرتا ہے آگے بھی اسی کی نسبت فرماتے ہیں کہ) اے شخص تیری دلیل (مذکور بوجہ مانع عن الحق ہونے کے) عاقل (یعنی عارف) کے روبرو زیادہ گندی ہے حقیقت میں اس طبیب کی دلیل سے بھی (مراد اس سے قارورہ ہے جس سے وہ استدلال کرتا ہے اور مقصود اس سے مشبہ بہ کی من حیث الاستدلال تقبیح شرعی نہیں کیونکہ اس سے استدلال بوجہ مطلوب کے مباح ہونے کے کہ دراک ہے کیفیت مزاج کا شرعاً جائز ہے بلکہ قبیح شرعی کو تشبیہ دینا ہے قبیح عرفی سے تنفیر کے لئے اور اس کو اس سے زیادہ گندہ اس لئے کہا کہ اس کی نجاست ظاہری اور سریع الزوال ہے اور اس کے باطنی وصعب العلاج ہے خصوص اس وجہ سے کہ صاحب دلیل اس کو نجس بھی نہیں سمجھتا بلکہ ان خرافات پر فخر کرتا ہے آگے اس مجس پر تفریع ہے کہ) جب تیرے پاس بجز اس (دلیل نجس) کے اور دلیل نہیں ہے (جو کہ عارفین کے پاس ہے اور نہ تجھ کو اس کی طلب ہے بلکہ فرحوا بما عندھم من العلم کی حالت ہے اور اسی پر قناعت ہے تو) تو (جان) گوہ کھاتا رہ (اور) موت میں نظر کرتا رہ (یعنی ان ہی قاذورات باطنیہ میں مبتلا رہ) اے شخص تیری دلیل اس عصا کی مثال ہے جو تیرے ہاتھ میں ہے کہ عیبا نابینائی پر دلالت کر رہی ہے (یعنی نابینا کے ہاتھ میں عصا ہونا جیسے دال ہے اس کے کور ہونے پر اسی طرح تیرے یہ علوم وادلہ جزافیہ دال ہیں علوم صحیحہ سے تیرے کورے ہونے پر) اے شخص

www.besturdubooks.wordpress.com

ہماری دلیل ہمارے نتیجہ فکر (یعنی دعویٰ) کی طرح ذلیل ہے (کیونکہ دعویٰ کا مہمل و باطل ہونا مستلزم ہے دلیل کے اہمال و بطلان کو اور) ہمارا (ان علوم جزافیہ کے ساتھ) پیش ہونا (اور روبرو آنا) عارفین کے سامنے (بالکل) کم قدر ہے (ان دونوں مصرعوں میں وما لا اعبد کے طرز پر حکم ہے اور مقصود مخاطب بالا کی مذمت ہے اور ان علوم جزافیہ کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی اندھا شخص آ رہا ہے اور اس کا ایک) غلغلہ اور دھوم دھام اور (ایک) آفت برپا ہے کہ مجھ کو نظر نہیں آتا مجھ کو معذور رکھ (یعنی اتنے شور وغل واہتمام سے یہ مہمل مضمون ظاہر کیا اسی طرح ان فلاسفہ کا کر وفر دعویٰ تو اس قدر اور ادلہ وعلوم جب پیش کئے تو سب کا حاصل یہ ثابت ہوا کہ ہم اہل مشاہدہ نہیں رجماً بالغیب ہانک رہے ہیں اور مقصود سے دور ہیں جس طرح آگے حکایت ہے کہ وہ مسخرا ایسے تو اہتمام سے آیا اور کہا تو یہ تم نے جو سمرقند جانے کا اشتہار دیا ہے سن لو کہ میں نہیں جا سکتا۔

منادی کردن سید ملک ترمذ کہ کسے باشد بسمرقند رود بسہ روز بفلاں مہم خلعت و مال بدہم وشنیدن دلقک دردہ وآمدن بالاغ نزد آں سید ملک کہ من بارے نتوانم

ترمذ کے بادشاہ کا منادی کرانا کہ کون ہوگا جو تین دن میں فلاں ضروری کام کے لئے سمرقند جائے ہم خلعت اور مال دیں اور مسخرے کا گاؤں میں سننا اور قاصد بن کر سید بادشاہ کے پاس آنا کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا۔

سید ترمذ کہ آنجا شاہ بود	مسخرہ او دلقک دلخواہ بود
شہر ترمذ کا سردار کہ اس جگہ کا بادشاہ تھا	اس کا مسخرہ دلقک محبوب دل تھا
داشت کارے در سمرقند او مہم	جست الاغے تا شود او مستتم
بادشاہ ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا	اس نے ایک قاصد تلاش کیا تا کہ وہ اہتمام کو پہنچانے والا ہو
زد منادی کانکہ او در پنج روز	آردم پیغام خوب بافروز
منادی کرائی کہ جو شخص پانچ روز میں	میرے پاس پیغام خوب بارونق لا دے
بخشم او را زر و گنج بے شمار	تا شود میرو عزیز اندر دیار
میں اس کو زر اور گنج بیشمار دوں گا	یہاں تک کہ وہ امیر اور معزز ہو جاوے گا دیار میں
دلقک اندر دہ بدوآں را شنید	بر نشست و تا بہ ترمذی دوید
دلقک کسی گاؤں میں تھا اس نے یہ سنا	بیٹھا اور ترمذ تک دوڑنے لگا
مرکب دو اندراں رہ شد سقط	از دوانیدن فرس را زاں نمط
دو مرکب بھی اس راستہ میں ہلاک ہوئے	بسبب اس طرح گھوڑا دوڑانے کے
پس بدیواں درد وید از گرد راہ	وقت ناہنگام رہ جست او بشاہ
پھر دارالعدالت میں دوڑ کر آیا گرد راہ سے	ناہنگام وقت میں اس نے بادشاہ کے پاس راہ ڈھونڈا

www.besturdubooks.wordpress.com

فجّے در جملۂ دیواں فتاد	شورشے در وہم آں سلطاں فتاد
تمام دارالعدالت میں ایک بھگدڑ ہونے لگی	ایک شورش اس بادشاہ کی قوت واہمہ میں واقع ہو گئی
خاص و عام شہر را دل شد زدست	تاچہ تشویش و بلا حادث شدست
شہر کے عوام و خواص کا دل قابو سے نکل گیا	کہ کیا تشویش و بلا پیدا ہوئی ہو گی
یا عدوے قاہرے در قصد ماست	یا بلائے مہلکے از غیب خاست
یا کوئی دشمن جلا ہمارے قصد میں ہے	یا کوئی مہلک بلا غیب سے اٹھی ہے
کہ زدہ دلقک بسیران درشت	چند اسپ قیمتی در راہ کشت
جس کے سبب دلقک نے گاؤں سے رفتار سخت میں	کئی گھوڑے قیمتی راستہ میں ہلاک کر دیئے
جمع گشتہ برسرائے شاہ خلق	تاچرا آمد چنیں اشتاب دلق
بادشاہ کی محل سرائے پر خلقت جمع ہو گئی	کہ اس قدر تیز دلقک کیوں آیا ہے
از شتاب او وجد و اجتہاد	غلغل و تشویش در ترمذ فتاد
اس کی تعجیل اور کوشش و اہتمام سے	ایک غلغلہ اور تشویش ترمذ میں واقع ہو گئی
آں یکے دو دست بر زانو زناں	واں دگر از وہم واویلے کناں
ایک دونوں ہاتھ زانوں پہ مار رہا تھا	اور دوسرا وہم سے واویلا کر رہا تھا
از نفیر و فتنہ و خوف و نکال	ہر دلے رفتہ بصد گونہ خیال
فریاد اور فتنہ اور خوف اور عقوبت سے	ہر دل صدہا طرح کے خیال کی طرف جا رہا تھا
ہر کسے فالے ہمی زد از قیاس	تاچہ آتش او فتاد اندر پلاس
ہر شخص قیاس سے ایک فال لگا رہا تھا	کہ کونسی آگ ٹاٹ میں لگ گئی ہو گی
راہ جست و راہ دادش شاہ زود	چوں زمیں بوسید گفتا ہے چہ بود
اس نے راستہ چاہا اور بادشاہ نے اس کو جلدی راستہ دیدیا	جب اس نے زمین بوسی کی پوچھا ہائیں کیا ہوا
ہر کہ می پرسید حالے زاں ترش	دست بر لب می نہاد او کہ خمش
جو شخص اس ترش رو سے حال پوچھتا تھا	وہ لب پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ
وہم می افزود زیں فرہنگ او	جملہ در تشویش گشتہ دنگ او
اس کی اس ترکیب سے اور وہم بڑھتا تھا	سب تشویش میں اس کے سبب دنگ ہو رہے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

کرد اشارت دلق کاے شاہ کرم	یک دمے بگزار تا من دم زنم
دلقک نے اشارہ کیا کہ اے بادشاہ ذی کرم	تھوڑی دیر چھوڑ دیجئے پھر بولوں گا
تا کہ باز آید بمن عقلم دمے	کہ فتادم در عجائب عالمے
تاکہ میری عقل ذرا ٹھکانے ہو جاوے	کیونکہ میں عجیب عالم میں واقع ہو رہا ہوں
بعد یک ساعت کہ شاہ از وہم وظن	تلخ گشتش ہم گلو ہم دہن
تھوڑی دیر کے بعد جبکہ وہم و گمان سے	بادشاہ کا حلق اور منہ سب تلخ ہو گیا
کو ندیدہ بود دلقک را چنیں	کہ ازو خوشتر نبودش ہمنشیں
کیونکہ اس نے دلقک کو اس حالت میں نہ دیکھا تھا	کیونکہ اس سے زیادہ خوش مزاج اس کا کوئی ہمنشین نہ تھا
دائماً دستان و لاغ افراشتے	شاہ را او شاد و خنداں داشتے
ہمیشہ افسانے اور ظرافت نکالا کرتا تھا	بادشاہ کو وہ شاد اور خنداں رکھا کرتا تھا
آنچناں خنداں نش کردے در نشست	کہ گرفتے شہ شکم را با دو دست
اس کو اس قدر خنداں کرتا تھا مجلس میں	کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ پکڑ لیتا تھا
ہم ز زور خندہ خوی کردے تنش	رو در افتادی ز خندہ کردنش
نیز غلبہ خندہ سے اس کا جسم عرق لے آتا تھا	منہ کے بل گر پڑتا تھا اس کے یا اپنے خندہ کرنے سے
باز امروز ایں چنیں زرد و ترش	دست بر لب میزند کاے شہ خمش
پھر بھی آج کے دن اس طرح سے زرد اور ترش	لب پر ہاتھ مارتا ہے کہ اے بادشاہ خاموش رہ
وہم در وہم و خیال اندر خیال	شاہ را تا خود چہ آید از نکال
وہم اندر وہم اور خیال اندر خیال	بادشاہ کو ہو گیا کہ دیکھئے کیا وبال آتا ہے
کہ دلے شہ باغم و پرہیز بود	زانکہ خواز شاہ بس خونریز بود
وجہ یہ کہ بادشاہ کا دل پر غم اور پر حذر تھا	اس سبب سے کہ خوارزم شاہ بہت خونریز تھا
جائے تخت او سمرقند گزیں	بد وزیر داہے او را ہمنشیں
اس کا پایہ تخت سمرقند پسندیدہ تھا	ایک چالاک وزیر اس کا ہم نشیں تھا
بس شہان آں طرف را کشتہ بود	یا بحیلت یا بسطوت آں عنود
اس نواح کے بہت بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا	یا تو کسی حیلہ سے یا غلبہ سے وہ معاند

www.besturdubooks.wordpress.com

واین شہ ترمذ ازو در وہم بود	وزفن دلقک خود آں وہمش فزود
اور یہ شاہ ترمذ اس کی طرف سے وہم میں تھا	اور دلقک کی چال سے اس کا وہم اور بڑھتا تھا
گفت زوتر باز گو تا حال چیست	ایں چنیں آشوب و شور تو زکیست
بادشاہ نے کہا جلدی سے کہہ کیا حال ہے	تیرا اس قدر آشوب اور شور کس شخص کے سبب ہے
گفت من در دہ شنیدم آنکہ شاہ	زد منادی برسر ہر شاہ راہ
دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں سنا تھا کہ بادشاہ نے	ہر سڑک کے سرے پر منادی کرائی ہے
کہ کسے خواہم کہ تازد در سہ روز	تا سمرقند و دہم او را کنوز
کہ میں ایسا شخص چاہتا ہوں کہ تین روز میں وہ	سمرقند کو جا دوڑے شکل پیک شاندار کے
گنجہا بدہم و را اندر عوض	چوں شود حاصل ز پیغامش غرض
تو اس کو معاوضہ میں خزانے دوں گا	جب اس کے پیغام سے غرض حاصل ہو جاوے
من شتابیدم برتو بہر آں	تا بگویم کہ ندارم آں تواں
میں تمہارے پاس اس لئے دوڑ کر آیا ہوں	تاکہ عرض کروں کہ میں ایسی قوت نہیں رکھتا ہوں
ایں چنیں چستی نیاید از چو من	تار ایں امید را برمن متن
ایسا کام مجھ سے نہیں بن سکتا	اس امید کے تار کو مجھ پر نہ تنئے
گفت شہ لعنت بریں زودیت باد	کہ دو صد تشویش در شہر اوفتاد
بادشاہ نے کہا کہ تیرے اس اضطراب پر لعنت ہو	کہ شہر میں دو سو تشویشیں واقع ہو گئیں
از برائے ایں قدر اے خام ریش	آتش افگندی دریں مرج و حشیش
محض اتنی بات کے واسطے اے احمق مسخرے	تو نے ایک آگ ڈال دی اس چراگاہ اور گھاس میں

(وجہ مناسبت حکایت کی ماقبل میں مذکور ہو چکی ہے یعنی) شہر ترمذ کا سردار کہ اس جگہ کا بادشاہ تھا اس کا مسخرہ دلقک محبوب دل تھا (دلقک نام مسخرہ کذانی الغیاث) بادشاہ ایک ضروری کام سمرقند میں رکھتا تھا اس نے ایک قاصد تلاش کیا (کذانی الغیاث فی معنی الالاغ بالفتم) تاکہ وہ (قاصد اس مہم کا) اہتمام کو پہنچانے والا ہو (پس اس غرض کے لئے) منادی کرائی کہ جو شخص پانچ روز میں میرے پاس پیغام خوب (یعنی صحیح) بارونق (یعنی بااطمینان) لاوے میں اس کو زر اور گنج بیشمار دوں گا یہاں تک کہ وہ امیر اور معزز ہو جاوے گا (اپنے) دیار میں دلقک کسی گاؤں میں تھا اس نے (بھی) یہ (اشتہار) سنا (سواری پر) بیٹھا اور ترمذ تک دوڑنے لگا دو مرکب بھی اس راستہ میں ہلاک ہوئے۔ بسبب اس طرح (تیزی سے) گھوڑا دوڑانے کے پھر دار العدالت میں دوڑ کر آیا گرداوہ سے (اور) ناہنگام وقت میں اس نے بادشاہ کے

www.besturdubooks.wordpress.com

پاس راہ ڈھونڈا (یعنی گرد بھی نہیں جھاڑی اور بے موقع جلدی کی وجہ سے اسی طرح جا پہنچا پس) تمام دارالعدالت میں ایک کھچر پچر ہونے لگی ایک شورش اس بادشاہ کے قوت واہمہ میں واقع ہوگئی شہر کے عوام وخواص کا دل قابو سے نکل گیا کہ کیا تشویش اور بلا پیدا ہوئی ہوگی یا کوئی دشمن جلاد ہمارے قصد میں ہے یا کوئی مہلک بلا غیب سے اٹھی ہے جس کے سبب دلقک نے گاؤں سے رفتار سخت میں کئی گھوڑے قیمتی راستہ میں ہلاک کر دیئے بادشاہ کی محل سرائے پر خلقت جمع ہوگئی کہ اس قدر تیز دلقک کیوں آیا ہے اس کی تعجیل اور کوشش واہتمام سے ایک غلغلہ اور تشویش ترمذ میں واقع ہوگئی ایک دونوں ہاتھ زانوں پر مار رہا تھا اور دوسرا وہم سے واویلا کر رہا تھا فریاد اور فتنہ اور خوف اور عقوبت سے ہر دل صدہا طرح کے خیال کی طرف جا رہا تھا ہر شخص قیاس سے ایک فال لگا رہا تھا کہ کونسی آگ ٹاٹ میں لگ گئی ہوگی (کنایت از حادثہ عظیم کذافی الحاشیہ) اس (دلقک) نے (بادشاہ تک) راستہ چاہا اور بادشاہ نے اس کو جلدی راستہ دے دیا جب اس نے زمین بوسی کی پوچھا ہائیں کیا ہوا (مگر) جو شخص (اہل دربار میں سے) اس ترشرو سے حال پوچھتا تھا وہ لب پر ہاتھ رکھتا تھا کہ چپ۔ اس کی اس ترکیب سے اور وہم بڑھتا تھا سب تشویش میں اس کے سبب دنگ ہو رہے تھے دلقک نے اشارہ کیا کہ اے بادشاہ ذی کرم تھوڑی دیر (مجھ کو) چھوڑ دیجئے پھر (دم لے کر) بولوں گا تاکہ میری عقل ذرا ٹھکانے ہو جاوے کیونکہ میں ایک عجیب عالم میں واقع ہو رہا ہوں تھوڑی دیر کے بعد جبکہ وہم اور گمان سے بادشاہ کا حلق اور منہ سب تلخ ہو گیا کیونکہ اس نے دلقک کو (کبھی) اس حالت میں نہ دیکھا تھا کیونکہ اس سے زیادہ خوش مزاج اس کا کوئی ہمنشین نہ تھا ہمیشہ افسانے اور ظرافت نکالا کرتا تھا۔ بادشاہ کو وہ شاد اور خنداں رکھا کرتا تھا اس کو اس قدر خنداں کرتا تھا مجلس میں کہ بادشاہ دونوں ہاتھوں سے پیٹ پکڑ لیتا تھا۔ نیز غلبہ خندہ سے اس کا جسم عرق لے آتا تھا منہ کے بل گر پڑتا تھا اس کے یا اپنے خندہ کرنے سے پھر بھی آج کے دن اس طرح سے زرد اور ترش لب پر ہاتھ مارتا ہے کہ اے بادشاہ خاموش رہ۔ وہم اندر وہم اور خیال اندر خیال بادشاہ کو ہو گیا کہ دیکھئے کیا وبال آتا ہے وجہ یہ کہ بادشاہ کا دل پرغم اور پرحذر تھا اس سبب سے کہ خوارزم شاہ بہت خونریز تھا اس کا پایہ تخت سمرقند پسندیدہ تھا۔ ایک چالاک وزیر اس کا ہمنشین تھا (وہ تدبیریں تسخیر ملک کی بتلاتا تھا) اس نواح کے بہت بادشاہوں کو قتل کر چکا تھا یا تو کسی حیلہ سے یا غلبہ سے وہ معاند اور یہ شاہ ترمذ اس کی طرف سے وہم میں تھا اور دلقک کی (اس) چال سے اس کا وہم اور بڑھتا تھا۔ بادشاہ نے کہا جلدی سے کہہ کیا حال ہے تیرا اس قدر آشوب اور شور کس شخص کے سبب ہے۔ دلقک نے کہا کہ میں نے گاؤں میں سنا تھا کہ بادشاہ نے ہر سڑک کے نکڑ پر منادی کرائی ہے کہ میں ایسا شخص چاہتا ہوں کہ تین روز میں وہ سمرقند کو جا دوڑے مثل پیک شاندار کے تو اس کو معاوضہ میں خزانے دوں گا۔ جب اس کے پیغام سے غرض حاصل ہو جاوے (وہ غرض صرف پیغام رسانی ہے) میں تمہارے پاس اس لئے دوڑ کر آیا ہوں تاکہ عرض کروں کہ میں ایسی قوت نہیں رکھتا ہوں ایسا کام مجھ سے نہیں بن سکتا اس امید کے تار کو مجھ پر نہ تنئے۔ بادشاہ نے کہا کہ تیرے اس اضطراب پر لعنت ہو کہ شہر میں دو سو تشویشیں واقع ہو گئیں۔ (یہ کونسی کہنے کی بات تھی اور پھر کہنا بھی اس قدر اہتمام سے) محض اتنی بات کے واسطے اے احمق مسخرے۔ تو نے ایک آگ ڈال دی اس چراگاہ اور گھاس میں (یعنی جس طرح گھاس میں آگ لگا دینے سے پریشانی ہوتی ہے تو نے ایسا پریشان کیا جز ومقصود حکایت کا تو ختم ہو گیا آگے بترتیب انتقال اور حکایت کا اکمال ہے) یعنی اولا انتقال ہے اور پھر حکایت کا کمال ہے ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو ایں خامان باطبل و علم	کہ اما مانیم در فقر و عدم
جیسے یہ خاماں باطبل و علم ہیں	کہ ہم امام ہیں فقر و فنا میں
لاف شیخی در جہاں انداختہ	خویشتن را بایزیدےؒ ساختہ
لاف مشیخت جہان میں ڈال رکھی ہے	اپنے کو بایزید بنا رکھا ہے
ہم زخود سالک شدہ واصل شدہ	محفلے وا کردہ در دعویٰ کدہ
خود ہی سالک بھی ہو گئے خود ہی واصل بھی ہو گئے	ایک مجلس کھول رکھی ہے دعویٰ خانہ میں
خانۂ داماد پرآشوب و شر	قوم دختر را نبودہ زو خبر
دولہا کا گھر تو شور و شر سے پُر ہو رہا ہے	دلہن کے خاندان کو اس کی خبر بھی نہیں
ولولہ کہ کار نیمے راست شد	شرطہائے کاں زسوئے ماست شد
جوش و خروش ہے کہ آدھا کام تو ٹھیک ہو گیا ہے	جو ضروریات ہماری طرف سے ہیں وہ سب ہو گئیں
خانہارا روفتیم آراستیم	زیں ہوس سرمست وخوش برخاستیم
ہم نے گھروں کو صاف و آراستہ کر لیا ہے	اس شوق سے ہم مست اور خوش اٹھے ہیں
زاں طرف آمد یکے پیغام نے	آمد ایں سو مرغکے زاں بام نے
اس طرف سے ایک پیغام بھی نہیں آیا	اس بام سے اس طرف ایک چھوٹا سا پرندہ بھی نہیں آیا
زیں رسالات مزید اندر مزید	یک جوابے از حوالے شاں رسید
اتنے بسیار در بسیار پیاموں میں سے	ایک جواب بھی ان لوگوں کی طرف سے پہنچا ہے؟
نے ولیکن یار ما زیں آگہ ست	زانکہ از دل سوئے دل لابد رہ ست
نہیں۔ لیکن ہمارا محبوب اس سے آگاہ ہے	کیونکہ دل سے دل کی طرف لابد راستہ ہے
پس ازاں یارے کہ امید شماست	از جواب نامہ رہ خالی چراست
تو پھر اس محبوب کی طرف سے کہ تمہارا محل امید ہے	جواب نامہ سے راستہ خالی کیوں ہے
صد نشانست از سرا رو از جہار	لیک بس کن پردہ زیں در بر مدار
صدہا آثار ہیں باطن سے اور ظاہر سے	لیکن بس کرو پردہ اس راز سے مت اٹھاؤ
باز رو تا قصۂ آں دلق گول	کہ بلا بر خویش آورد از فضول
پھر رجوع کرو دلقک جاہل کے قصہ کی طرف	کہ اپنے اوپر ایک فضول حرکت سے بلا لایا

www.besturdubooks.wordpress.com

(یہاں بطور استقلال کے مقولہ ہے مولانا کا کہ اس دلقک مسخرہ کی اس بے بنیاد طمطراق کی ایسی مثال ہے) جیسے یہ خامان باطبل وعلم میں (یعنی مشائخ مزورین جنہوں نے شہرت کا سامان فراہم کر رکھا ہے اور بزبان قال یا حال اس بات کے مدعی ہیں) کہ ہم امام ہیں فقر وفنا میں (اور) لاف مشیخت جہان میں ڈال رکھی ہے (اور) اپنے کو بایزید بنا رکھا ہے خود ہی سالک بھی ہو گئے (پھر) خود ہی واصل بھی ہو گئے (یعنی بوجہ عار و کبر کسی شیخ کامل سے استفادہ بھی نہیں کیا اور) ایک مجلس کھول رکھی ہے دعوی خانہ میں (اور ان مشائخ کی اس شہرت بے بنیاد کی ایسی مثال ہے جیسے) دولہا کا گھر تو شور وشر سے پر ہو رہا ہے (مگر) دلہن کے خاندان کو اس کی خبر بھی نہیں (آگے اس شور وشر خانہ داماد کا بیان ہے کہ دولہا والوں کو) جوش وخروش ہے کہ آدھا کام تو ٹھیک ہو گیا ہے (یعنی) جو ضروریات ہماری طرف سے ہیں وہ سب ہو گئیں (مثلاً) ہم نے گھروں کو صاف وآراستہ کر لیا ہے (اور) اس شوق سے ہم مست اور خوش اٹھے ہیں (وعلی ہذا تو آدھا کام یعنی ہماری طرف کا مکمل ہو گیا ہے آدھے کی کسر رہی ہے یہ تو ادھر ہو رہا ہے اور خانہ عروس کی حالت یہ ہے کہ) اس طرف سے ایک پیغام بھی نہیں آیا (اور) اس بام سے اس طرف ایک چھوٹا سا پرندہ بھی (نامہ لے کر) نہیں آیا (ان دولہا والوں سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تمہارے) اتنے بسیار در بسیار پیاموں میں سے (کسی پیام کا کوئی) ایک جواب بھی ان لوگوں کی طرف سے (تم کو) پہنچا ہے (وہ جواب دیتے ہیں کہ) نہیں (جواب تو نہیں آیا) لیکن ہمارا محبوب اس سے آگاہ ہے کیونکہ دل سے دل کی طرف لابد راستہ ہے (یہی حالت ہے شیخان مکار کی کہ نہ ان کو حق تعالیٰ سے کوئی نسبت ہے نہ ادھر سے علامات قبول ہیں اور پھر دعویٰ ہے کہ ہم محبوب ومقبول ہیں گو کوئی علامت نہیں مولانا اس جواب پر جرح فرماتے ہیں کہ اگر تمہارے اور محبوب حقیقی کے درمیان تعلقات ہیں) تو پھر اس محبوب کی طرف سے کہ تمہارا محل امید ہے جواب نامہ سے راستہ خالی کیوں ہے (یعنی جواب کیوں نہیں آتا مطلب یہ ہے کہ علامات وآثار قبول کیوں نہیں جو نصوص میں آئے ہیں۔ مثلاً حدیث میں ہے یوضع له القبول فی الارض اور مثلاً اذا راؤ ذکر الله قرآن میں علامات اولیاء میں فرمایا ہے الذین امنوا وکانوا یتقون یہ آثار لازمہ کیوں نہیں اور جب آثار لازمہ نہیں تو موثر ملزوم کا دعویٰ کیسا کہ وجود ملزوم بدوں لازم محال ہے آگے مولانا ان آثار کی نسبت فرماتے ہیں کہ) صدہا آثار ہیں باطن سے اور ظاہر سے لیکن بس کرو (اور) پردہ اس راز سے مت اٹھاؤ (یہ بات علامات باطنہ کے اعتبار سے فرمائی کیونکہ علامات ظاہرہ جو قرآن وحدیث سے ابھی مذکور ہوئیں ان سے تو پردہ اٹھا چکا ہے اور حفاظت خلق کے لئے اس سے پردہ اٹھنا ضرور بھی تھا۔ اب صرف علامات باطنہ رہ گئیں جن کا ادراک وجدان و فراست صحیحہ سے ہوتا ہے اس کا بیان ضروری تو اس لئے نہیں کہ عوام فاقد قوت قدسیہ اس سے پہچان نہیں سکتے اور خواص کو بتلانے کی ضرورت نہیں اور مناسب اس لئے نہیں کہ عوام شاید اپنے وجدان غیر صحیح کو صحیح سمجھ کر ممکن ہے کسی مزور کو ان علامات سے موصوف اور کسی کامل منتہی لطیف النسبۃ کو اس سے معرا سمجھ کر ضرر اور غلطی میں پڑ جاویں۔ پس اس لئے اس کو چھوڑ کر) پھر رجوع کرو دلقک جاہل کے قصہ کی طرف کہ اپنے اوپر ایک فضول حرکت سے بلا لایا (جو بعد میں مذکور ہے گفت دلقک راسوئے زنداں برید اور جہالت ہونا اس حرکت کا ظاہر ہے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پس وزیرش گفت اے حق راستن	بشنو از بندہ کمینہ یک سخن
پس وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اے حق کے ستون	بندۂ کمتر سے ایک بات سن لیجئے
دلقک از دہ بہر کارے آمدست	رائے اوگشت و پشیمانش شدست
دلقک گاؤں سے کسی اور کام کے لئے آیا ہے	اس کی رائے بدل گئی ہے اور اس سے پشیمان ہوا ہے
زاب و روغن کہنہ را نومی کند	او بمسخرگی بروں شومی کند
آب و روغن سے کہنہ کو نیا کرتا ہے	تمسخر سے خلاصی کی صورت کرتا ہے
غمد را بنمود و پنہاں کرد تیغ	باید افشردن مر او را بیدریغ
اس نے نیام کو ظاہر کیا ہے اور تلوار کو پوشیدہ کر لیا ہے	اس کو بے دریغ شکنجہ میں کسنا چاہئے
او میاں بنمود و پنہاں کرد کارد	بیگماں او را ہمی باید فشارد
اس نے غلاف کو ظاہر کیا اور چاقو کو چھپایا ہے	بلاشبہ اس کو شکنجہ میں کسنا چاہئے
پستہ را یا جوز را تا نشکنی	نے نماید دل نہ بدہد روغنی
پستہ کو یا اخروٹ کو جب تک توڑو نہیں	نہ تو وہ مغز ظاہر کرتا ہے اور نہ اجزاء چرب کو دیتا ہے
مشنو ایں دفع وے و فرہنگ او	در نگر در ارتعاش و رنگ او
آپ اس کے اس ٹالنے کو اور ترکیب کو نہ سنئے	آپ اس کے کانپنے کو اور رنگ کو دیکھئے
گفت حق سیماھم فی وجہھم	زانکہ غماز ست وسیما و منم
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی نشانی اس کے چہرہ میں ہے	کیونکہ یہ نشانی، غماز اور نمام ہے
ایں معاین ہست ضد آں خبر	کہ بشر بسرشتہ آمد ایں بشر
یہ معائنہ کیا ہوا اس خبر کے خلاف ہے	کہ شرارت میں خمیر کیا ہوا ہے یہ بشر
گفت دلقک با فغان و با خروش	صاحبا درخون ایں مسکیں کوش
دلقک کہنے لگا فغاں و خروش کے ساتھ	کہ اے وزیر اس غریب کے خون میں کوشش نہ کیجئے
بس گمان و وہم آید در ضمیر	کاں نباشد حق وصادق اے امیر
بہت سے گمان اور خیال آتے ہیں دل میں	جو کہ واقعی اور راست نہیں ہوتے اے امیر
ان بعض الظن اثم ست اے وزیر	نیست استم راست خاصہ بر فقیر
ان بعض الظن اثم ہے اے وزیر	ظلم کرنا ٹھیک نہیں ہے خاص کر غریب پر

www.besturdubooks.wordpress.com

شه نگیرد آنکه می رنجاندش	از چه گیرد آنکه میں خنداندش
بادشاہ تو اس پر بھی گرفت نہیں کرتے جوان کو رنجیدہ کرے	کس سبب سے گرفت کریں گے ایسے شخص پر جوان کو ہنساتا ہو
گفت صاحب پیش شه جاگیر شد	کاشف ایں مکر و ایں تزویر شد
وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جاگزیں ہو گئی	وہ اس مکر و تزویر کی کاشف ہو گئی
گفت دلقک را سوئے زنداں برید	چاپلوس و زرق او را کم خرید
بادشاہ نے حکم دیا دلقک کو جیل خانہ میں لے جاؤ	اس کی خوشامد اور فریب کو مت قبول کرو
میزنیدش چوں دہل اشکم تہی	تا دہل وار او دہد ماں آگہی
اس کو پیٹتے رہو دہل خالی شکم کی طرح	تاکہ دہل کی طرح وہ تم کو آگاہی دے
زانکه هم پرهم تهی باشد دہل	بانگ او آگه کند ما راز کل
وجہ یہ ہے کہ دہل پر بھی ہوتا ہے اور تہی بھی ہوتا ہے	اس کی آواز ہم کو کل صفتوں سے آگاہ کر دیتی ہے
تا بگوید سر خود را از اضطرار	آنچنانکه گیرد ایں دلہا قرار
تاکہ مضطر ہو کر یہ اپنا راز کہہ دے	اس طور سے کہ یہ قلوب مطمئن ہو جاویں
چوں طمانین ست صدق با فروغ	دل نیارامد بگفتار دروغ
چونکہ صدق بافروغ سبب طمانیت کا ہے	جھوٹ بات سے دل کو سکون نہیں ہوتا
کذب چوں خس باشد و دل چوں دہاں	خس نگردد در دہاں ہرگز نہاں
جھوٹ مثل تنکے کے ہوتا ہے اور قلب مثل دہان کے	تنکا دہان کے اندر ہرگز مخفی نہیں رہتا
تا درو باشد زبانے میزند	تا بدانش از دہاں بیروں کند
جب تک وہ اس میں رہتا ہے زبان چلاتا رہتا ہے	یہاں تک کہ دانائی سے باہر نکال دیتا ہے
خاصه کاندر چشم افتد خس زباد	چشم افتد در نم و بند و کشاد
خاص کر جبکہ آنکھ میں ہوا سے تنکا پڑ جاوے	آنکھ اشک میں اور بند ہونے اور کھلنے میں واقع ہو جاتی ہے
ما پس ایں خس را زنیم اکنوں لکد	تا دہان و چشم زیں خس وارہد
پس ہم بھی اس خس کو اب لاتیں ماریں گے	تاکہ دہان اور چشم اس خس سے خلاصی پاوے

(بروزن شو مخلصی کذا فی الحاشیہ میان وسط چیزی او ہمیں سبب غلاف تیغ وغیرہ را گویند چرا کہ سلاح درمیان آں

میماند کذانی الغیاث مضا صاحب بمعنی وزیر کذانی الغیاث ایضاً) پس وزیر نے بادشاہ سے کہا کہ اے حق کے ستون۔ بندۂ کمترین سے ایک بات سن لیجئے۔ دلقک گاؤں سے کسی اور کام کے لئے آیا ہے (اور یہاں آ کر) اس کی رائے بدل گئی ہے اور اس سے پشیمان ہوا ہے (اس لئے اس نے یہ بات بنائی ہے اور اس راز کو آپ سے پوشیدہ کرنا چاہتا ہے پس یہ) آب و روغن سے کہنہ کو نیا کرتا ہے (کنایہ ہے تلبیس سے اور) تمسخر سے (اپنی) خلاصی کی صورت کرتا ہے اس نے نیام کو ظاہر کیا ہے اور تلوار کو پوشیدہ کر لیا ہے (یہ بھی کنایہ ہے تلبیس سے اس لئے) اس کو بے دریغ شکنجہ میں کسنا چاہئے اس نے غلاف کو ظاہر کیا اور چاقو کو چھپایا ہے بلاشبہ اس کو شکنجہ میں کسنا چاہئے پستہ گویا اخروٹ کو جب تک توڑو نہیں نہ تو وہ مغز ظاہر کرتا ہے اور نہ اجزاء چرب کو دیتا ہے آپ اس کے اس ٹالنے کو اور ترکیب کو نہ سنئے آپ اس کے کانپنے کو اور رنگ کو دیکھئے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کی نشانی ان کے چہرہ میں ہے کیونکہ یہ نشانی غماز اور نمام (یعنی مخبر) ہے یہ معائنہ کیا ہوا (رنگ وارتعاش) اس خبر کے خلاف ہے (جو یہ دلقک زبان سے کہہ رہا ہے پس معائنہ کا اعتبار ہوگا نہ کہ اس کے دعویٰ وخبر کا اور وہ مدلول رنگ وارتعاش کا یہ ہے) کہ شرارت میں خمیر کیا ہوا ہے۔ یہ بشر (غالب یہ ہے کہ وزیر کو غصہ میں یہ ترکیب اس کے سزا دلوانے کی سوجھی ہے اور غصہ اس بے موقع تمسخر پر آیا تا کہ سزا سے پھر آئندہ یہ ایسی حرکت نہ کرے) دلقک (بڑا گھبرایا اور) کہنے لگا فغان وخروش کے ساتھ کہ اے وزیر اس غریب کے خون میں کوشش نہ کیجئے۔ بہت سے گمان اور خیال آتے ہیں دل میں جو کہ واقعی اور راست نہیں ہوتے اے امیر ان بعض الظن اثم (ارشاد) ہے اے وزیر ظلم کرنا ٹھیک نہیں ہے خاص کر غریب پر بادشاہ تو اس پر بھی گرفت نہیں کرتے جو ان کو رنجیدہ کرے (پھر) کس سبب سے گرفت کریں گے ایسے شخص پر جو ان کو ہنساتا ہو (یہ بادشاہ کی خوشامد کے لئے کہا مگر) وزیر کی بات بادشاہ کے سامنے جاگزین ہوگئی (اور اس کے خیال میں) وہ (بات) اس مکر وتزویر (دلقک) کی کاشف ہوگئی (یعنی بادشاہ یہ سمجھا کہ وزیر نے اس کا واقعی مکر کھولا ہے پس) بادشاہ نے حکم دیا دلقک کو جیل خانہ میں لے جاؤ اس کی خوشامد اور فریب کو مت قبول کرو اس کو پیٹتے رہو دہل خالی شکم کی طرح تا کہ دہل کی طرح وہ تم کو آگاہی (حقیقت حال سے) دے (اور اوپر کے شعر کے دو مصرعوں میں جو اس کو دہل کے ساتھ دو حیثیت سے تشبیہ دی جن میں سے اول مقتضی ہے دہل کے تہی ہونے کو اور ثانی مقتضی ہے دہل کے پر ہونے کو کہ آگاہی موقوف ہے پر ہونے پر تو) وجہ (ان دونوں تشبیہ کی) یہ ہے کہ دہل پر بھی ہوتا ہے اور تہی بھی ہوتا ہے (اور) اس کی آواز ہم کو (ان) کل صنعتوں سے آگاہ کر دیتی ہے (یعنی آواز اس کی اس پر بھی دال ہے کہ یہ ہوا سے پر ہے اور اس پر بھی کہ اس میں کوئی جسم صلب نہیں پس یہی حالت اس کی ہے کہ صدق سے خالی اور کذب سے پر ہے اس لئے اس کو پیٹو) تا کہ مضطر ہو کر یہ اپنا راز کہہ دے (مگر) اس طور سے کہ یہ قلوب مطمئن ہو جاویں (یعنی جی کو لگ جاوے کہ اس نے سچ کہہ دیا ہے) چونکہ صدق با فروغ سبب طمانینت کا ہے جھوٹ بات سے دل کو سکون نہیں ہوتا جھوٹ مثل تنکے کے ہوتا ہے اور قلب مثل دہان کے تنکہ دہان کے اندر ہرگز مخفی نہیں رہتا۔ جب تک وہ (تنکہ) اس (دہان) میں رہتا ہے زبان چلاتا رہتا ہے یہاں تک کہ دانائی سے باہر نکال دیتا ہے خاص کر جب کہ آنکھ میں ہوا سے تنکا پڑ جاوے آنکھ (فوراً) اشک میں اور بند ہونے اور کھلنے میں واقع ہو جاتی ہے پس ہم بھی اس (دلقک مشابہ) خس کو اب لاتیں ماریں گے تا کہ دہان اور چشم اس خس سے خلاصی پائے (یعنی سب کو پریشانی سے نجات ہو)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت دلقک کاے ملک آہستہ باش	روی حلم و مغفرت را کم خراش
دلقک نے کہا اے بادشاہ ذرا توقف کیجئے	حلم و مغفرت کے چہرہ کو خراش نہ دیجئے
تابدیں حد چیست تعجیل نقم	من نمی پرم بدست تو درم
اس حدتک کس لئے ہے تعجیل اور انتقام	میں اڑا تو نہیں جاتا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوں
آں ادب کہ باشد از بہر خدا	اندراں مستعجلی نبود روا
جو تادیب خدا کے لئے ہوتی ہے	اس میں تعجیل روا نہیں ہوتی
وانچہ باشد طبع و خشم عارضی	می شتابد تا نگردد منقضی
اور جو مقتضئے طبیعت اور غصہ عارضی کا ہوتا ہے	اس میں تعجیل کرتا ہے تاکہ ختم نہ ہو جاوے
ترسد ار آید رضا خشمش رود	انتقام و ذوق آں فائت شود
ڈرتا ہے کہ اگر رضا آ جاوے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا	انتقام اور ذوق اس سے فوت ہو جاوے گا
شہوت کاذب شتابد در طعام	خوف فوت ذوق ہست آں خودسقام
اشتہائے کاذب میں تعجیل کرتا ہے طعام میں	بسبب خوف فوت ہو جانے ذوق کے اور وہ بجز مرض کے کچھ نہیں ہے
اشتہا صادق بود تاخیر بہ	تا گوارندہ شود آں بے گرہ
اشتہا صادق ہو تو تاخیر بہتر ہے	تاکہ وہ خوب ہضم ہو گرہ نہ ہو جاوے
تو پئے دفع بلایم می زنی	تاہ بینی زخنہ را بندش کنی
آپ مجھ کو دفع بلا کے لئے مارتے ہیں	تاکہ آپ رخنہ کو دیکھ لیں اس کو بند کر دیں
تا ازاں رخنہ بروں ناید بلا	غیر آں رخنہ بسے دارد قضا
تاکہ اس رخنہ سے بلا ظاہر نہ ہو	اس کے علاوہ اور رخنہ قضا کے پاس ہیں
چارۂ دفع بلا نبود ستم	چارہ احسان باشد و عفو و کرم
دفع بلا کا چارہ ظلم کرنا نہیں ہے	چارہ احسان اور عفو و کرم ہے
گفت الصدقۃ ترد للبلا	دا و مرضاک بصدقۃ یافتیٰ
ارشاد فرمایا ہے کہ صدقہ رد کرتا ہے بلا کو	دوا کر اپنے مریضوں کی صدقہ سے اے فتےٰ
صدقہ نبود سوختن درویش را	کور کردن چشم حلم اندیش را
درویش کو جلانا صدقہ نہیں ہے	چشم حلم اندیش کو کور کرنا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت شہ نیکوست خیر و موقعش	لیک چوں خیرے کنی در موضعش
بادشاہ نے کہا کہ خیر کرنا اور اس کا واقع ہونا اچھی بات ہے	لیکن جب کہ خیر کرے اس کے موقعہ پر
موضع رخ شہ نہی ویرانی ست	موضع شہ پیل ہم نادانی ست
تو شاہ کے موقعہ پر رخ رکھ دے تو ویرانی ہے	شاہ کے موقعہ پر پیل یہ بھی نادانی ہے
در شریعت ہم عطا ہم زجر ہست	شاہ را صدر و فرس را درگہ است
شریعت میں عطا بھی ہے زجر بھی ہے	بادشاہ کے لئے صدر ہے اور گھوڑے کے لئے دروازہ کی جگہ ہے
عدل چہ بود وضع اندر موضعش	ظلم چہ بود وضع در ناموقعش
عدل کیا چیز ہے اس کے موقعہ پر رکھنا	ظلم کیا چیز ہے اس کے غیر محل میں رکھنا
عدل چہ بود آب دہ اشجار را	ظلم چہ بود آب دادن خار را
عدل کیا چیز ہے درختوں کو پانی دے	ظلم کیا چیز ہے خار کو پانی دینا
نیست باطل ہرچہ یزداں آفرید	از غضب و ز حلم و ز نصح و مکید
عبث کوئی چیز نہیں جو کچھ بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے	غضب اور حلم اور خلوص اور چال میں سے
خیر مطلق نیست زینہا ہیچ چیز	شر مطلق نیست زینہا ہیچ نیز
ان میں سے کوئی چیز نہ تو خیر مطلق ہے	ان میں سے کوئی چیز شر مطلق بھی نہیں
نفع و ضر ہر یکے از موضع ست	علم زیں رو واجب ست و نافع ست
ہر ایک کا نفع اور ضرر موقع کے اعتبار سے ہے	اس جہت سے علم واجب اور نافع ہے
اے بسا زجرے کہ بر مسکیں رود	در ثواب از نان و حلوا بہ بود
اے شخص بہت دفعہ زجر کہ مسکین پر جاری ہوتا ہے	وہ ثواب میں نان و حلوا سے بھی بہت ہوتا ہے
زانکہ حلوا گرمی و صفرا کند	سیلیش از خبث مستنقا کند
اس سبب سے کہ حلوا تو گرمی اور صفرا کرتا ہے	چنانچہ اس کو گندگی سے صاف کرتا ہے
سیلئے در وقت بر مسکیں بزن	کہ رہاند آنش از گردن زدن
طمانچہ وقت میں مسکین پر مار	کہ وہ اس کو گردن مارنے سے رہائی دے گا
زخم در معنی فتد بر خوی بد	چوب بر گرد اوفتد نے بر نمد
چوٹ حقیقت میں اس خلق مذموم پر واقع ہو گی	لکڑی گرد پر پڑتی ہے نہ کہ نمدہ پر

www.besturdubooks.wordpress.com

بزم و زنداں ہست ہر بہرام را	بزمِ مخلص را و زنداں خام را
بزم اور زنداں ہر بادشاہ کے پاس ہوتی ہیں	بزم تو مخلص کے لئے اور زنداں خام کے لئے
شق باید ریش را مرہم کنی	چرک را در ریش مستحکم کنی
شگاف کی ضرورت ہے زخم کو مرہم کرنے لگے	تو مادہ خبیثہ کو زخم میں اور مستحکم کر دے گا
تا خورد مر گوشت را در زیر آں	نیم سودے باشد و پنجہ زیاں
انجام یہ ہو گا کہ گوشت کو اندر ہی اندر کھا لے گا	آدھا تو فائدہ ہو گا اور پچاس حصہ نقصان ہو گا
از تف آں اندروں ویراں شود	مرگ ناگہ درمیاں پنہاں شود
اس کی گرمی سے اندر کی جگہ خراب ہو جاوے گی	موت ناگہاں درمیاں میں پوشیدہ ہو جاوے گی

دلقک نے کہا اے بادشاہ ذرا توقف کیجئے حلم و مغفرت کے چہرہ کو خراش نہ دیجئے۔ اس حد تک کس لئے ہے تعجیل اور انتقام میں اڑا تو نہیں جاتا آپ ہی کے ہاتھ میں ہوں۔ جو تادیب خدا کے لئے ہوتی ہے اس میں تعجیل روا نہیں ہوتی اور جو (ادب) مقتضا طبیعت اور غصہ عارضی کا ہوتا ہے اس میں تعجیل کرتا ہے تا کہ ختم نہ ہو جاوے (یعنی) ڈرتا ہے کہ اگر رضا آ جاوے تو اس کا غصہ جاتا رہے گا (اور اسکے جانے سے) انتقام اور ذوق (نفس) اس سے فوت ہو جاوے گا (اس غصہ کو عارضی اس اعتبار سے کہا کہ اس کا سبب رضائے نفس ہے جو مومن کے اعتبار سے حالت اصلیہ نہیں ہے اس کی اصلی حالت رضائے حق ہے اس کی ایسی مثال ہے کہ اشتہائے کاذب میں تعجیل کرتا ہے۔ طعام میں بسبب خوف فوت ہو جانے ذوق کے اور وہ (تعجیل طعام) بجز مرض کے کچھ نہیں ہے (اور اگر) اشتہا صادق ہو تو تاخیر بہتر ہے تا کہ وہ (طعام) خوب ہضم ہو گرہ (اور سدہ) نہ ہو جاوے آپ مجھ کو دفع بلا کے لئے مارتے ہیں (کہ مارنے سے وہ راز جو آپ کے خیال میں موہوم ہو گیا ہے بتلا دوں تا کہ اس کی وہ مضرت جو آپ کے نزدیک مزعوم ہے دفع ہو جاوے یعنی مجھ کو اس لئے مارتے ہیں) تا کہ آپ (اس) رخنہ کو دیکھ لیں (اور) اس کو بند کر دیں تا کہ اس رخنہ سے بلا ظاہر نہ ہو (لیکن) اس کے علاوہ اور رخنے قضا کے پاس ہیں (اگر بلا مقدر ہے تو ایک رخنہ کے بند کرنے سے کیا ہوتا ہے دوسرے) دفع بلا کا چارہ ظلم کرنا نہیں ہے (بلکہ اس کا چارہ احسان اور عفو و کرم ہے (چنانچہ) ارشاد فرمایا ہے کہ صدقہ رد کرتا ہے بلا کو (یعنی) دوا کرا اپنے مریضوں کی صدقہ سے اے فتی (اور) درویش کو جلانا صدقہ نہیں ہے (اور اسی طرح) چشم حلم اندیش کو کور کرنا (صدقہ نہیں ہے) بادشاہ نے کہا کہ (واقع میں جیسا تو کہتا ہے چارہ احسان باشد الخ) خیر کرنا اور اس کا واقع ہونا (بیشک) اچھی بات ہے لیکن جبکہ خیر کرے اس کے موقع پر (جب اچھی بات ہے ورنہ اچھی بات نہیں چنانچہ اگر) تو شاہ کے موقع پر (شطرنج میں) رخ رکھ دے تو (بساط شطرنج کی) ویرانی ہے (اسی طرح) شاہ کے موقع پر پیل (رکھ دے) یہ بھی نادانی ہے (اسی واسطے) شریعت میں عطا بھی ہے زجر بھی ہے۔ بادشاہ کے لئے صدر (مجلس) ہے اور گھوڑے کے لئے دروازہ کی جگہ ہے (در بمعنی دروازہ و گاہ بمعنی موضع چنانکہ آرامگاہ یعنی ہر شے کا جدا موقع ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اور یہی عدل ہے کیونکہ) عدل کیا چیز ہے ہر شی کا) اس کے موقع پر رکھنا (اور) ظلم کیا چیز ہے (کسی شے کا) اس کے غیر محل میں رکھنا (مثلاً) عدل کیا چیز ہے درختوں کو پانی دے (اور) ظلم کیا چیز ہے خار کو پانی دینا (وجہ یہ کہ) عبث کوئی چیز نہیں جو کچھ بھی خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے غضب اور حلم اور خلوص اور چال میں سے (بلکہ ہر شے اپنے موقع پر کام کی ہی غرض) اس میں سے کوئی چیز نہ تو خیر مطلق ہے (کہ ہر جگہ نافع ہو اور اسی طرح سے) ان میں سے کوئی چیز شر مطلق بھی نہیں (کہ ہر جگہ مضر ہو بلکہ) ہر ایک کا نفع اور ضرر موقع کے اعتبار سے ہے اس جہت سے علم واجب اور نافع ہے (کہ اس سے) ہر شے کا موقع معلوم ہوتا ہے آگے مثالوں میں موقع کی تفصیل ہے یعنی) اے شخص بہت دفعہ زجر کہ مسکین پر جاری ہوتا ہے وہ ثواب میں نان وحلوا (دینے) سے بھی بہتر ہوتا ہے (اور ظاہر ہیں کو اس کی مسکنت پر نظر کر کے اس پر رحم آتا ہے اور وہ بہتر ہوتا) اس سبب سے (ہے) کہ حلوا تو (بعض اوقات) گرمی اور (تولید) صفرا کرتا ہے (اور) طمانچہ اس کے گندگی (اخلاق) سے صاف کرتا ہے (اور ظاہر ہے کہ عطا نافع اکثر فی الثواب ہے اعطاء مضر سے) طمانچہ (مناسب) وقت میں مسکین پر مار کہ وہ اس کو گردن مارنے سے رہائی دے گا (یعنی بعض اوقات نرمی ورعایت سے اس مسکین میں کوئی ایسا عیب پیدا ہو جاوے جس سے کوئی فعل گردن زدنی صادر ہو تو یہ سختی اس عیب اور اس کے نتیجہ سے حفاظت کرے گی پس یہ) چوٹ حقیقت میں اس خلق مذموم پر واقع ہوگی (کہ اس کا ازالہ مقصود ہے جیسے) لکڑی (باعتبار قصد کے) گرد پر پڑتی ہے نہ کہ نمدہ پر (گو ظاہراً اس پر پڑتی ہے) بزم اور زندان (دونوں چیزیں) ہر بادشاہ کے پاس ہوتی ہیں بزم تو مخلص کے لئے اور زندان خام (فی الاخلاص) کے لئے کہ شگاف کی ضرورت ہے زخم کو (اگر ایسے وقت زخم کا) مرہم کرنے لگے تو مادۂ خبیثہ کو زخم میں اور مستحکم (اور قائم) کر دے گا (کیونکہ مرہم سے منہ بند ہو کر سب مادہ فاسدہ اندر ہی رہ جاوے گا) انجام یہ ہو گا کہ گوشت کو اندر ہی اندر کھا لے گا آدھا تو فائدہ ہوگا اور پچاس حصہ نقصان ہوگا (کیونکہ) اس (مادہ خبیثہ) کی گرمی (والتہاب) سے اندر کی جگہ خراب ہو جاوے گی (پھر) موت ناگہاں درمیان میں پوشیدہ ہو جاوے گی (یعنی مادہ خبیثہ سرایت کر کے مفضی الی الہلاک ہو جاوے گا)۔

گفت دلقک من نمی گویم گزار	لیک می گویم تحری پیش آر
دلقک نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ چھوڑ ہی دیجئے	لیکن میں کہتا ہوں کہ تحقیق کو پیش نظر رکھیے
ہیں رہ صبر و تأنی در مبند	صبر کن اندیشہ می کن روز چند
ہاں راستہ ضبط و تحمل کا بند نہ کیجئے	توقف کیجئے اور چندے تامل کیجئے
درتانی بر یقینے بر زنی	گوشمال من بایقا نے کنی
تامل کرنے سے امر یقینی پر آپ جا پہنچیں گے	میری سزا یقین کے ساتھ کریں گے
در روش یمشی مکبا خود چرا	چوں ہمی شاید شدن در استوا
رفتار میں یمشی مکبا کا مصداق کیوں بنا جاوے	جب کہ ممکن ہے حالت استواء پر چلنا

www.besturdubooks.wordpress.com

مشورت کن باگروہ صالحاں	برپیغمبرؐ امر شاورھم بداں
مشورہ کیجئے گروہ صالحین سے	پیغمبرؐ پر شاورھم کا حکم سمجھئے
امرھم شوریٰ برائے ایں بود	کز تشاور سہو و کژ کمتر شود
امرہم شورے اس واسطے ہے	کہ باہم مشورہ کرنے سے سہو اور کجی کم ہوتی ہے
ایں خردہا چوں مصابیح انورست	بیست مصباح از یکے روشن ترست
کیونکہ یہ عقول مثل چراغوں کے نورانی ہیں	بیس چراغ ایک سے زیادہ نورانی ہیں
بوکہ مصباحے فتد اندر میاں	مشتعل گشتہ ز نور آسماں
ممکن ہے کہ کوئی چراغ درمیان میں ایسا واقع ہو	جو کہ نور آسمان سے مشتعل ہوا ہو
غیرت حق پردۂ انگیختہ ست	سفلی و علوی بہم آمیختہ ست
غیرت حق نے ایک پردہ ڈال رکھا ہے	سفلی و علوی کو باہم ملا رکھا ہے
گفت سروامی طلب اندر جہاں	بخت و روزی را ہمی کن امتحاں
ارشاد فرمایا ہے کہ چلو پھرو عالم میں	طالع اور رزق کو تلاش کرتا رہ امتحان کرتا رہ
در مجالس می طلب اندر عقول	آنچناں عقلے کہ بود اندر رسولؐ
مجالس میں عقول میں	ایسی عقل کو بھی طلب کرو جیسی رسولؐ میں تھی
زانکہ میراث از رسول آنست و بس	کو بہ بیند غیبہا از پیش و پس
کیونکہ رسول سے میراث یہی عقل ہے اور بس	جو کہ امور مخفیہ کو آگے اور پیچھے سے دیکھ لے
در بصر ہامی طلب ہم آں بصر	کہ نتابد شرح آں ایں مختصر
ابصار میں بھی اس بصر کو طلب کر	کہ یہ مختصر مجموعہ اس کی شرح کا تحمل نہیں کر سکتا
بہر ایں کردست منع آں باشکوہ	از ترہب و ز شدن خلوت بکوہ
اسی واسطے منع فرما دیا ہے اس عظیم الشان نے	رہبانیت سے اور پہاڑ میں خلوت سے
تانگردد فوت ایں نوع التقا	کاں نظر بخت ست و اکسیر بقا
تاکہ اس قسم کی ملاقات فوت نہ ہو جاوے	کیونکہ ایسی نظر طالع ہے اور اکسیر بقا ہے
درمیان صالحاں یک اصلحے ست	برسر توقیعش از سلطاں صحے ست
صالحین کے درمیان میں ایک اصلح ہے	اس کے فرمان پر سلطان کی طرف سے ایک صح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کاں دعا شد با اجابت مقترن	کفو او نبود کبار انس و جن
کہ وہ دعا اجابت سے مقرون ہو گئی	اس کے ہمسر اکابر انس و جن بھی نہیں ہیں
در مرے اش آنکہ حلوو حامض ست	حجت ایشاں برحق داحض ست
ایسے شخص کے ساتھ مجادلہ کرنے میں جو شخص شیریں اور ترش ہے	ان لوگوں کی حجت حق تعالیٰ کے نزدیک لچر ہے
کہ چوما او را بخود افراشتیم	عذر و حجت از میاں برداشتیم
کہ جب ہم نے اس کو خود بلند رتبہ کیا ہے	تو عذر و جدال کو درمیان میں مرتفع کر دیا ہے
قبلہ را چوں کرد دست حق عیاں	پس تحری بعد ازاں مردود داں
جب قبلہ کو تصرف حق نے معائن کر دیا	پھر تحری کو اس کے بعد مردود جان
ہیں بگرداں از تحری رو و سر	کہ پدید آمد معاد و مستقر
ہاں تحری سے منہ اور سر پھیر لے	کیونکہ معائن ہو گیا محل رجوع اور محل قرار
یک زماں زیں قبلہ گر ذاہل شوی	سخرۂ ہر قبلۂ باطل شوی
اگر ایک ساعت بھی اس قبلہ سے غافل ہو جاوے گا	تو بیگاری ہر قبلہ باطل کا ہو جاوے گا
چوں شوی تمیز دہ را ناسپاس	بجہد از تو خطرۂ قبلہ شناس
جب تو تمیز دہندہ کا ناسپاس ہو جاوے گا	تو تجھ سے وہ خیال جو کہ قبلہ شناس ہے سلب ہو جاوے گا
گر ازیں انبار خواہی بر و بر	نیم ساعت روز ہمرہاں مبر
اگر تو اس انبار سے نیکی اور گندم چاہتا ہے	تو تو آدھی ساعت کے لئے بھی توجہ ہمراہوں سے مت قطع کر
کاندراں دم کہ ببری زاں معین	مبتلا گردی تو بائیس القرین
کیونکہ جس وقت تو اس معین سے قطع تعلق کرے گا	تو تو بری قریں کے ساتھ مبتلا ہو جاوے گا

دلقک نے کہا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ (مجھ کو) چھوڑ ہی دیجئے لیکن میں (یہ ضرور) کہتا ہوں کہ تحقیق کو پیش نظر رکھئے (یعنی جو کچھ کرنا ہو تحقیق سے کیجئے ہاں راستہ ضبط اور تحمل کا بند نہ کیجئے توقف کیجئے اور چندے تامل کیجئے (کیونکہ) تامل کرنے سے امر یقینی پر آپ جا پہنچیں گے (اور) میری سزا یقین کے ساتھ کریں گے (اور) رفتار میں یمشی مکبا کا مصداق کیوں بنا جاوے جبکہ ممکن ہے بحالت استوا پر چلنا (اقتباس ہے اس آیت سے افمن یمشی مکبا علی وجهه اهدی ام من یمشی سویا علی صراط مستقیم یمشی مکبا کا ترجمہ یہ ہے کہ چلتا ہے واژگوں خلاصہ یہ کہ یہ تحقیق کر لیجئے کہ واقعی کیا میں کوئی راز رکھتا ہوں جس کو بدل کر میں نے یہ تسخر کی بات بنائی ہے یا اپنی عادت کے موافق تسخر ہی مقصود تھا اور اپنے تامل کے علاوہ) مشورہ (بھی) کیجئے گروہ صالحین سے

www.besturdubooks.wordpress.com

(اور مشورہ ایسی چیز ہے کہ) پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شاورہم کا حکم سمجھ (آگے منفعت مشورہ کی مذکور ہے کہ) امرہم شوری اس واسطے ہے کہ باہم مشورہ کرنے سے سہو اور کجی کم ہوتی ہے کیونکہ یہ عقول مثل چراغوں کے نورانی ہیں (اور ظاہر ہے کہ) بیس چراغ ایک (چراغ) سے زیادہ (ہی) نورانی ہیں ممکن ہے کہ کوئی چراغ (ان چراغوں کے) درمیان میں ایسا واقع ہو جو کہ دوسرے عامہ عقول کے درمیان میں ہے جس کا ذکر اس شعر میں ہے گو کہ مصباحے فتد اندر میاں وجہ اس کی خفاء کی یہ ہے کہ) غیرت حق نے ایک پردہ ڈال رکھا ہے (اور) سفلی و علوی کو باہم ملا رکھا ہے غیرت سے مراد حکمت جو مثل غیرت کے مقتضی ہے اخفاء کو یعنی حکمت اخفاء نے ایسی عقل کو عقول عامہ سے مشتبہ و ملتبس کر رکھا ہے اور وہ حکمت ابتلاء ہے آگے تفریع ہے اختلاط مذکور پر کہ اسی واسطے) ارشاد فرمایا ہے کہ (زمین میں) چلو پھرو (یعنی) عالم میں طالع اور رزق کو تلاش کرتا رہ (اور مواقع احتمال کا) امتحان کرتا رہ (معلوم ہوتا ہے دو آیتوں کا مضمون ملا دیا ہے ایک مضمون یہ ہے سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المکذبین وسیروا فی الارض فانظروا کیف بدا الخلق ثم اللّٰہ ینشئ النشاۃ الاخرہ اور ایک مضمون یہ ہے فامشوا فی مناکبھا وکلوا من رزقہ الایہ طالع سے مراد نظر علمی کہ سبب سعادت ہے جو کہ اول مضمون ہے اور رزق سے مراد دوسرا مضمون اور ظاہر ہے کہ نظر علمی عادۃً موقوف ہے صحبت اہل نظر و اہل علم پر پس امر بنظر علمی مستلزم ہے طلب اہل علم و اہل نظر کو مطلب یہ کہ جس طرح طلب رزق کا امر ہے اسی طرح طلب اہل عقل کا بھی چنانچہ آگے اسی کی تصریح ہے کہ آیت کے معنی میں یہ بھی داخل ہے کہ) مجالس میں (جاکر) عقول میں ایسی عقل کو بھی طلب کرو جیسی رسول اللہ علیہ وسلم میں تھی (یعنی عقل حق بیں) کیونکہ (بروئے حدیث ولکن ورثوا العلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث یہی عقل ہے اور بس جو کہ امور مخفیہ (غامضہ دینیہ) کو آگے اور پیچھے سے دیکھ لے (آگے پیچھے سے مراد احاطہ ہے ضروریات کا یعنی جمیع ماھو الضروری فی الوصول الی الحق کو محیط ہو اسی طرح) ابصار میں بھی اس بصر کو طلب کر کہ یہ مختصر مجموعہ اس کی شرح کا تحمل نہیں کر سکتا (یعنی میری کتاب اس کی شان کے بیان کے لئے کافی نہیں عقل چونکہ مدرک معقولات کی ہوتی ہے اور بصر مدرک محسوسات کی شاید یہ مطلب ہو کہ نور حق کی مدد سے اس عارف کے ادراک معقولات کی شان بھی دوسرے عقلاء سے متفاوت ہوتی ہے اور اس کے ادراک محسوسات کی شان بھی دوسرے اہل احساس سے متفاوت ہوتی ہے چنانچہ ظاہر ہے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بصر سے مراد بصیرت لیا جاوے اور یہ شعر در بصر ہا الخ بطور تفسیر کے ہو شعر در مجالس الخ کی اور لفظ ہم کے یہ معنی نہ ہوں کہ مثل عقل کے ایسی بصر کو بھی طلب کر بلکہ یہ معنی ہوں کہ دوسرے ابصار میں ایسی بصر کو بھی طلب کر آگے اس وجوب طلب اہل عقل و بصر پر تفریع ہے کہ) اسی واسطے منع فرما دیا ہے اس (پیغمبر) عظیم الشان نے رہبانیت سے اور پہاڑ میں خلوت (اختیار کرنے) سے تاکہ اس قسم کی ملاقات (اہل عقل و اہل بصر کے ساتھ) فوت نہ ہو جاوے کیونکہ ایسی نظر (جس کو اوپر عقل اور بصر کہا ہے) طالع ہے اور اکسیر بقا ہے اور طالع کی توجیہ بدلیل شرح گفت سیروا الخ گزر چکی ہے اور اکسیر بقاء اس لئے کہا کہ اس سے حیوۃ حقیقیہ باقیہ حاصل ہوتی ہے غرض ایسا شخص) صالحین کے درمیان ایک اصلح (یعنی سب سے زیادہ صالح) ہے (اور) اس کے (نام زد) فرمان پر سلطان (حقیقی) کی طرف سے ایک صح (لکھا ہوا) ہے (جو کہ علامت ہے منظوری و اجراء

www.besturdubooks.wordpress.com

فرمان کی مطلب یہ کہ اس کی مقبولیت منظور شدہ عنداللہ ہے اور اس صبح کا حاصل یہ ہے) کہ (اس عارف کی) وہ دعا (جو ہر مومن کرتا ہے کہ اے اللہ مجھ کو مقبول بنالے) اجابت سے مقرون ہوگئی (اور وہ شخص مقبول ہوگیا اور مقبولیت بھی ایسی عظیم ہوئی کہ اس میں) اس کے ہمسر اکابر انس وجن بھی نہیں ہیں (یعنی اپنے زمانہ میں ان اتقیاء انس وجن سے جو عارف نہیں وہ افضل ہے آگے ایسے شخص کے مخالف کی حالت کا بیان ہے کہ) ایسے شخص کے ساتھ مجادلہ کرنے میں جو شخص شیریں اور ترش ہے ان لوگوں کی محبت حق تعالیٰ کے نزدیک لچر (اور باطل) ہے (آگے بیان ہے عندالحق اس کی حجت کے باطل ہونے کا یعنی گویا حق تعالیٰ اس باب میں یہ فرماتے ہیں) کہ جب ہم نے اس (عبد مقبول) کو خود بلند رتبہ کیا ہے تو (مخالفین کے) عذر وجدال کو درمیان میں مرتفع کر دیا ہے (یعنی لاشے و باطل قرار دیا ہے چنانچہ اہل حق کے مخالفین کی حج کا بطلان ظاہر ہے لقولہ تعالیٰ فماذا بعد الحق الا الضلال اور اسی لئے اس میں کوئی اثر معتد بہ بھی نہیں ہوتا لقولہ تعالیٰ یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہ ولو کرہ الکافرون ھو الذی ارسل رسولہ بالھدے و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون ولقولہ تعالیٰ قل جاء الحق و ما یبدئ الباطل وما یعید الایہ اور ان اشعار کان دعا شد الابیات الثلثہ میں اشارہ ہے اس آیت کے مضمون کی طرف والذین یحاجون فی اللہ من بعد ما استجیب لہ حجتھم داحضۃ عند ربھم الایہ فقولہ کان دعا شد با اجابت مقترن اشارۃ الی قولہ تعالیٰ من بعد ما استجیب لہ وقولہ در مری اش اشارہ الی قولہ تعالیٰ یحاجون وقولہ حجت ایشاں الخ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ حجتھم داحضۃ اور ہر چند کہ آیت میں محاجہ فی اللہ مذکور ہے اور استجابت بھی للہ مذکور ہے لیکن اہل حق سے محاجہ کرنا بھی حق ہی میں محاجہ ہوگا اور اسی طرح استجابت للہ بواسطہ ایسے ہی عباد کے قبول قول کے ہوگا جن کے مسئولات مجاب عنداللہ ہو کر وہ عباد مقبول ہو چکے ہیں اس لئے آیت کا اشتمال مضمون اشعار کو صحیح ہے اور حلو وحامض سے مراد متردد و مذبذب ہے کہ کبھی نرم ہو جاتا ہے کبھی گرم اور اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جب ان کے معاملہ میں تردد وشک کرنے والا مطرود ہے تو معاند تو بالاولیٰ ایسا ہوگا آگے مثال ہے اہل حق کے معاملہ میں اہل باطل کے حجت کے داحض ہونے کی کہ) جب قبلہ کو تصرف حق نے معاین کر دیا پھر تحری (وقیاس محض) کو اس کے بعد مردود جان (حاصل مثال کا ظاہر ہے کہ جس طرح کعبہ معاینہ کے ہوتے ہوئے تحری پر عمل جائز نہیں اسی طرح حق کے سامنے باطل لاشے ہے (اور یہاں سے بیس شعر اوپر گفت دلقک الخ میں جو تحری کو واجب الاتباع کہا ہے اور یہاں تحری کو ممنوع الاتباع سو وہاں تحرے کے اور معنی ہیں یعنی تحقیق حق میں اجتہاد و کوشش کرنا اور یہاں اور معنی ہیں یعنی دلیل صحیح کے سامنے محض رائے پر عمل کرنا فلا تعارض آگے شعر سابق کی تاکید ہے یعنی) ہاں تحری سے منہ اور سر پھیر لے کیونکہ معاین ہوگیا (قبلہ جو کہ تیرا) محل رجوع اور محل قرار (قلب ہے اسی طرح اہل حق کو مثل قبلہ کے اپنا مرجع بنا اور اہل باطل سے روگردانی کرو ورنہ) اگر ایک ساعت بھی اس قبلہ (مذکورہ) سے غافل ہو جاوے گا تو بیگاری ہر قبلہ باطل کا ہو جاوے گا (یعنی ان کے دست اضلال میں گرفتار ہو جاوے گا اور انجام اس کا اکثر یہ ہے کہ بعد چندے استعداد بھی حق شناسی کی مضمحل ہو جاتی ہے آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) جب تو تمیز دہندہ کا ناسپاس ہو جاوے گا تو تجھ سے وہ خیال جو کہ قبلہ شناس ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سلب ہو جاوے گا (تمیز دہ سے مراد عارف جس کی تعلیم و توجہ سے حق و باطل میں امتیاز کرنے کا سلیقہ پیدا ہوتا ہے اور ناسپاسی سے مراد بے قدری و مخالفت اور اس پر اصرار کرنے سے) استعداد کا اضمحلال مشاہد ہے پس جب اس کی مخالفت و مجانبت ایسی مضر ہے تو) اگر تو اس انبار (معرفت حق) سے نیکی اور گندم (یعنی ذخیرہ) چاہتا ہے تو تو آدھی ساعت کے لئے بھی توجہ (قابل ہمراہی) ہمراہوں سے مت قطع کر کیونکہ جس وقت تو اس معین سے قطع تعلق کرے گا تو تو برے قرین کے ساتھ مبتلا ہو جاوے گا (جس کا انجام خسارہ و ہلاک ہے جس طرح آگے حکایت آتی ہے کہ ایک مینڈک نے چوہے سے دوستی کی اور ایک ڈورا دونوں نے اپنے پاؤں میں باندھ لیا اتفاق سے چوہے کو ایک زاغ پکڑ کر ہوا میں اڑا تو اس ڈورے کے سبب مینڈک بھی ہوا میں معلق ہوا اور پچھتایا کہ ناجنس کے ساتھ دوستی کا یہ انجام ہوا پس یہ حکایت مضمون مبتلا گردی تو بابئس القرین کے ساتھ مربوط ہوئی)

حکایت تعلق موش باچغز و بستن پائے ہر دو بر شتۂ دراز و بر کشیدن زاغ موش را و معلق شدن چغز و نالیدن و پشیماں شدن او از تعلق با غیر جنس و با جنس خود ناساختن

حکایت چوہے اور مینڈک کا تعلق اور دراز دھاگے میں دونوں کے پاؤں باندھنا اور کوے کا چوہے کو کھینچنا اور مینڈک کا لٹک جانا اور رونا اور اس کا اپنی جنس سے ہٹ کر دوسری جنس کے ساتھ تعلق پیدا کرنے پر پشیمان ہونا

از قضا موشے و چغزے با وفا	بر لب جو گشتہ بودند آشنا
قضا را ایک چوہا اور ایک مینڈک با وفا	ندی کے کنارہ پر آشنا ہو گئے تھے
ہر دو تن مربوط میقاتے شدند	ہر صباحے گوشۂ می آمدند
دونوں پابند ایک معین وقت کے ہو گئے تھے	ہر صبح کو ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے
نرد دل باہم گرمی باختند	از وساوس سینہ می پرداختند
دل کی نرد ایک دوسرے سے کھیلتے تھے	اور خیالات سے سینہ کو خالی کرتے تھے
ہر دو را دل از تلاقی متسع	ہمدگر را قصہ خوان و مستمع
دونوں کا دل باہم ملاقات سے کشادہ ہوتا تھا	ایک دوسرے سے قصہ کہتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے
راز گویاں بازبان و بے زباں	الجماعۃ رحمہ را تاویل داں
راز گو تھے بازبان بھی اور بے زبان بھی	الجماعۃ رحمۃ کے معنے جاننے والے تھے
آں اشر چوں جفت ایں شاد آمدے	پنجسالہ قصہ اش یاد آمدے
وہ مسرور جب اس مسرو کا قرین ہوتا	تو پانچ پانچ سال کا قصہ اس کو یاد آتا

قضا را ایک چوہا اور ایک مینڈک باوفا ندی کے کنارہ پر آشنا ہو گئے تھے دونوں پابند ایک معین وقت کے ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

تھے (یعنی) ہر صبح کو ایک جگہ جمع ہوا کرتے تھے دل کی نزد ایک دوسرے سے کھلتے تھے اور خیالات سے سینہ کو خالی کرتے تھے (جیسے دو متحابین جمع ہو کر اپنے اپنے مافی الضمیر کو بیان کیا کرتے ہیں) دونوں کا دل باہم ملاقات سے کشادہ ہوتا تھا ایک دوسرے سے قصہ کہتے بھی تھے اور سنتے بھی تھے راز گو تھے بازبان بھی اور بے زبان بھی (یعنی قالاً بھی اور حالاً بھی گویا) الجماعۃ رحمۃ کے معنی جاننے والے تھے (کیونکہ جو اس کے معنی جانے گا وہ اس پر عمل کرے گا پس وہ اس پر عامل تھے مثل عالم کے) وہ (ایک) مسرور (محبت) جب اس (دوسرے) مسرور (محبت) کا قرین ہوتا تو پانچ پانچ سال کا قصہ اس کو یاد آتا (مراد اشر و شاد سے مطلق محب و محبوب اور متحابین میں ایسا ہونا معتاد ہے)۔

جوش نطق از دل نشان دوستی ست	بستگی نطق از بے الفتی ست
جوش گویائی کا دل سے علامت محبت کی ہے	بستگی گویائی کی بسبب بے الفتی کے ہے
دل کہ دلبر دید کے ماند ترش	بلبلے گل دید کے ماند خمش
دل کہ جس نے دلبر کو دیکھ لیا وہ ترش کب رہتا ہے	کسی بلبل نے گل کو دیکھ لیا وہ خاموش کب رہتی ہے
ماہی بریاں ز آسیب خضرؑ	زندہ شد در بحر گشت او مستقر
ماہی بریاں اثر خضر سے	زندہ ہو گئی دریا میں رواں ہو گئی
یار چوں با یار خود بنشستہ شد	صد ہزاراں لوح دل دانستہ شد
جب یار اپنے یار کے پاس بیٹھتا ہے	تو لاکھوں لوح قلب معلوم ہو جاتے ہیں
لوح محفوظ ست پیشانی یار	راز کونینش نماید آشکار
لوح محفوظ ہے یار کی پیشانی	اس کو کونین کے اسرار آشکارا کر دیتی ہے
ہادی راہ است یار اندر قدوم	مصطفیؐ زیں گفت اصحابی نجوم
ہادی طریق ہے یار سلوک میں	اسی سے مصطفیؐ نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم
نجم اندر ریگ و دریا رہنما ست	چشم اندر نجم نہ کو مقتدا ست
ستارہ خشکی اور دریا میں رہنما ہوتا ہے	آنکھ ستارہ سے لگائے رکھ کہ وہ مقتدا ہے
چشم را با روی او می دار جفت	گرد منگیزاں ز راہ بحث و گفت
تو آنکھ کو اس کے چہرے کے قرین رکھو	غبار مت اٹھا مباحثہ و مکالمت کے طریقہ سے
زانکہ گردد نجم پنہاں زاں غبار	چشم بہتر از زبان باعثار
اس لئے کہ نجم اس غبار سے پوشیدہ ہو جاتا ہے	چشم بہتر ہے زبان بالغزش سے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بگوید آنکہ وحیستش شعار	کاں نشاند گرد و نتگیزد غبار
تاکہ وہ شخص کہے جس کا شعار وحی ہے	کیونکہ یہ عمل گرد کو ساکن کر دیتا ہے غبار کو متحرک نہیں کرتا
چوں شد آدمؑ مظہر وحی و وداد	ناطقہ او علم الاسماء کشاد
جب آدم علیہ السلام وحی اور مودت کے مظہر ہوئے	تو ان کی قوت ناطقہ نے علم الاسماء کو کھول دیا
نام ہر چیزے چنانکہ ہست آں	از صحیفہ دل روی گشتش زباں
ہر چیز کا نام جس طرح سے کہ وہ چیز ہے	ان کی زبان صحیفۂ دل سے سیراب ہو گئی
فاش می گفتے زباں از رویتش	جملہ را خاصیت و ماہیتش
زبان صاف صاف اس ہر چیز کے دیکھنے سے کہہ رہی تھی	سب کی خاصیت اور ماہیت کو
آنچناں نامے کہ اشیا را سزد	نے چنانکہ حیز را خوانند اسد
ایسے نام جو کہ اشیاء کے مناسب تھے	نہ ایسا کہ حیز کو شیر کہہ دیتے ہیں
نوحؑ نہ صد سال در راہ سوی	بود ہر روزیش تذکیر نوی
نوح علیہ السلام نے نو سو سال تک صراط مستقیم میں	ان کا ہر روز نیا وعظ ہوتا تھا
لعل او تازہ زیاقوت القلوب	نے رسالہ خواندہ نے قوت القلوب
ان کا لب لعل تازہ تھا یاقوت القلوب سے	نہ تو انہوں نے رسالہ پڑھا تھا اور نہ قوت القلوب
وعظ را ناموختہ ہیچ از شروح	بلکہ ینبوع کشوف و شرح روح
انہوں نے وعظ کو کچھ شروح سے بھی نہیں سیکھا تھا	بلکہ چشمہ مکاشفات اور انشراح رو سے سیکھا تھا
زاں مے کاں مے چو نوشیدہ شود	آب نطق از گنگ جوشیدہ شود
اس شراب سے کہ وہ شراب جب پی لی جاوے	تو گونگے میں آب نطق جوش کرنے لگے
طفل نو زادہ شود حبر و فصیح	حکمت بالغ بخواند چوں مسیحؑ
طفل نوزادہ عالم اور فصیح ہو جاوے	وہ عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حکمت بالغہ پڑھنے لگے
از گہے کہ یافت زاں مے خوش لبی	صد غزل آموخت داودؑ نبی
جس وقت سے اس شراب سے خوش لبی حاصل کی تھی	صدہا غزل داؤد علیہ السلام نے سیکھ لی تھی
جملہ مرغاں ترک کردہ چیک چیک	ہمزبان و یار داودؑ ملیک
تمام طیور اپنی چیں چیں ترک کر کے	داؤد علیہ السلام صاحب ملک کے ہمزبان اور رفیق ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

چہ عجب گر مرغ گردد مست او	چوں شنید آہن صدائے دست او
تعجب کیا ہے اے پرندہ ان کا مست ہو جاوے	جب کہ لوہے نے ان کے ہاتھ کی آواز سن لی
صرصرے بر عاد قتالے شدہ	مر سلیمانؑ را چو حمالے شدہ
وہ صرصر جو عاد پر قتال ہو چکی تھی	سلیمان علیہ السلام کے لئے مثل حمال کے ہو گئی تھی
صرصرے می برد بر سر تخت شاہ	ہر صباح و ہر مسا یک ماہہ راہ
وہ صرصر اپنے سر پر تخت شاہی کو لے چلتی تھی	ہر صباح اور ہر شام ایک مہینے کے راستہ تک
ہم شدہ حمال وہم جاسوس او	گفت غائب را کناں محسوس او
وہ ہوا ان کی حمال بھی تھی اور ان کی جاسوس بھی تھی	قائل غائب کی گفتار کو ان کو محسوس کراتی تھی
باد چوں گفتار غائب یافتے	سوی گوش آں ملک باشتافتے
وہ ہوا جب کسی غائب کی گفتار کو پاتی	تو ان بادشاہ کے کان کی طرف دوڑتی
کاں فلانے ایں چنیں گفت ایں زماں	اے سلیمانؑ شہ صاحبقراں
کہ فلاں شخص نے ایسی بات اس وقت کہی ہے	اے سلیمان شاہ صاحبقراں

(یہاں سے مقولہ ہے مولانا کا اور چند شعر اول کے علت ہیں مائل کی کہ دونوں کی ملاقات سے ان کو مضامین یاد آتے تھے پھر اس سے انتقال ہے دوسرے مضامین ارشادیہ کی طرف یعنی ان دونوں کو جو مضامین کی آمد ہوتی تھی وجہ اس کی یہ ہے کہ) جوش گویائی کا (جو) دل سے (اٹھتا ہے یہ) علامت محبت کی ہے (پس محبت اس کی علت ہوئی اور) بستگی گویائی کی بسبب بے الفتی کے ہے دل کہ جس نے دلبر کو دیکھ لیا وہ ترش (اور منقبض) کب رہتا ہے (دیکھنے کو دل کی طرف نسبت کرنا باوجودیکہ دیکھنا فعل آنکھ کا ہے اس لئے کہ یہ حواس جو آسیں ہیں اصل مدرک قلب یا نفس ہے باختلاف العبارات آگے مثال ہے مضمون مصرعہ اولی کی کہ) کسی بلبل نے گل کو دیکھ لیا وہ خاموش کب رہتی ہے (آگے اور مثال ہے کہ جیسے) ماہی بریاں اثر (چشمۂ) خضر علیہ السلام سے (کہ عین الحیات ہے اور اضافت اس کی خضر علیہ السلام کی طرف بادنی ملابستہ ہے کہ وہ مقام تھا لقاء خضر عم کا پس وہ ماہی) زندہ ہو گئی (اور) دریا میں رواں ہو گئی (جیسا احادیث میں مصرح ہے پس اسی طرح محبوب سے ملنے سے ایک قسم کی حیات وتازگی قلب میں پیدا ہوتی ہے جس سے نطق کو جوش ہوتا ہے آگے بطور انتقال کے صحبت شیخ کے برکات اور پھر چشم را باروی اوالخ سے اس کے بعض آداب اور پھر علوم شیخ کامل کا موہوب ہونا چوں شد آدم الخ سے پھر ایسے مقبولین کے بعض دوسرے احوال موہوبہ جملہ مرغاں الخ سے مذکور ہیں پس ارشاد ہے کہ جس طرح متحابین للطبع کی تلاقی مظہر اسرار محبت مجازیہ ہوتی ہے اسی طرح متحابین فی اللہ کی تلاقی مظہر اسرار محبت حقیقیہ یعنی محبت حق ہوتی ہے کہ اس تحابب کا اصلی سبب محبت حق ہی ہے پس جو اثر لقاء حق کا ہوتا وہی اثر لقاء ہادی الی الحق کا ہوتا ہے چنانچہ) جب یار (یعنی طالب) اپنے یار (یعنی مرشد) کے پاس بیٹھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

(لوقوع الماضی فی موقع الشرط) تو لاکھوں لوح قلب معلوم ہو جاتے ہیں (یعنی مرشد کے قلب سے فیض و برکات وعلوم ومعارف وواردات جو پہلے سے ظاہر نہ تھے منعکس ومنکشف ہوتے ہیں چنانچہ شب وروز سالکین کو اس کا مشاہدہ ہوتا ہے آگے بھی بعنوان دیگر یہی مضمون ہے کہ) لوح محفوظ (کے مشابہ) ہے یار (یعنی مرشد) کی پیشانی (کہ) اس (طالب سالک) کو کونین کے اسرار آشکارا کردیتی ہے (یعنی اس کی زیارت کو مستلزم ہے صحبت کو کہ اصل موثر یہی ہے سبب ہو جاتی ہے انکشاف اسرار متعلقہ سلوک کا خواہ وہ عالم شہادت کے متعلق ہوں جیسے اپنے امراض وعلل ومعالجات کا معلوم ہونا خواہ عالم غیب کے متعلق ہوں جیسے معاملات مع الحق کا معلوم ہونا آگے اس پر تفریع ہے کہ پس اس سے ثابت ہوا کہ ہادی طریق ہے یار (بالمعنی المذکور) سلوک میں (کہ جس کی صحبت بھی سبب ہدایت ہے چہ جائیکہ تعلیم) اسی سے مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اصحابی کالنجوم (یعنی میرے اصحاب مثل ستاروں کے ہیں یعنی وجہ تشبیہ ذریعہ ہدایت ہونا ہے چنانچہ اسی حدیث میں اس وجہ تشبیہ کی بھی تصریح ہے۔ بایھم اقتدیتم اھتدیتم اور اسی کو آگے مولانا خود بھی فرماتے ہیں کہ) ستارہ خشکی اور دریا میں رہنما ہوتا ہے (کما قال تعالیٰ وھو الذی جعل لکم النجوم لتھتدوا بھا فی ظلمات البر والبحر پس) آنکھ ستارہ سے لگائے رکھ کہ وہ مقتدا ہے (کما مر آنفا من الحدیث آگے آداب مرشد بطور تفریع علم التشبیہ المذکور۔ بتلاتے ہیں کہ جب اس کی شان نجم کی سی ہے تو) تو آنکھ کو اس کے چہرہ کے قرین رکھ (یعنی اس کی زیارت وصحبت وانتظار تعلیم وفیض کو اختیار کر اور) غبار مت اٹھا مباحثہ ومکالمت کے طریقہ سے (یعنی اس کے ساتھ رد وقدح وسوال بطور اعتراض واشکال مت کرو کہ اس کا اثر مثل غبار کے ہے کہ قلب شیخ کو مکدر کردیتا ہے جس سے فیض بند ہو جاتا ہے آگے اس کی علت ہے یعنی) اس لئے کہ نجم اس غبار سے پوشیدہ ہو جاتا ہے (جس کی تطبیق کی توجیہ ابھی گزری پس) چشم (جو اس کی زیارت وتوقع وانتظار افادہ میں مشغول ہو) بہتر ہے زبان بالغزش سے (جو مباحثہ میں مشغول ہو جو کہ لغزش اور خطا کی بات ہے پس جب اس زبان سے وہ چشم بہتر ہے تو تو حسب مضمون مصرعہ چشم را باروی او میدار جسفت چشم ہی سے کام لے) تاکہ وہ شخص (خود) کہے جس کا شعار (اور طریقہ) وحی (کا اتباع) ہے (علماً وعملاً) کیونکہ یہ عمل (یعنی قیل وقال نہ کرنا اور منتظر افادہ رہنا) گرد کو ساکن کردیتا ہے غبار کو متحرک نہیں کرتا (یعنی اس سے شیخ مکدر نہیں ہوتا اور تا بگوید متعلق میدار حفت کے ہے جیسا میں نے تقریر بھی اسی کے موافق کی ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بالکل اس کے سامنے مت بولو کیونکہ بالکل نہ بولنا بھی مانع فیض ہے کیونکہ ہر ضرورت شیخ کو خود نہیں معلوم ہوتی تو بالکل نہ بولنے سے بعض احوال مخفی رہیں گے نیز باہم موانست ومناسبت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ مطلب یہ ہے کہ بطور معارضہ کے کلام مت کرو چنانچہ اوپر بھی مصرعہ گرد منگیز ان الخ کی تقریر میں اس قید کی تصریح کردی گئی ہے آگے بمناسبت وحیستش شعار مذکور فی ھذا الشعر کے مرشدین اہل اللہ کے علوم وبعض دیگر برکات کا مستفاد من الوحی وموہوب من اللہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں اور چونکہ اس میں اصل حضرات انبیاء علیہم السلام ہیں کہ خود بلاواسطہ مستفید ومقتبس ہیں حضرت حق سے کیونکہ ملائکہ کا توسط محض سفارت بطور واسطہ فی الاثبات کے ہے افادہ نہیں اور اولیاء وعارفین اس میں تابع ہیں انبیاء علیہم السلام کے کہ بواسطہ ان حضرات کرام کے وہ ان علوم وبرکات سے مستفید ومقتبس ہوتے ہیں اس لئے اس مقام پر حضرات انبیاء ہی کے استفادہ علوم وبرکات من اللہ کا ذکر کیا ہے اول آدم علیہ السلام کا پھر نوح علیہ السلام کا پھر عیسیٰ علیہ السلام کا پھر داؤد علیہ السلام کا پھر سلیمان علیہ السلام کا کہیں علوم کا کہیں دوسرے برکات کا اور

www.besturdubooks.wordpress.com

23-24 کاپی-4

اولیاء تابعین کا حکم سوق کلام سے معلوم ہو جاوے گا کیونکہ اوپر سے اولیاء و عارفین ہی کا ذکر چلا آتا تھا اور وحیستش شعار میں ان کا تابع وحی ہونا مذکور تھا آگے اہل وحی کا ذکر فرمایا جس نے واضح طور پر دلالت کی کہ یہ متبوعین ایسے ہی علوم و برکات میں ان تابعین کے لئے واسطہ فی الثبوت یا واسطہ فی العروض ہیں یعنی اگر ان فیوض ثابتہ الانبیاء کے خصوصیات پر بھی نظر کی جاوے تب تو اولیاء کے لئے یہ حضرات واسطہ فی العروض ہیں کیونکہ وہ خصوصیات اولیاء کے لئے غیر جائز الثبوت ہیں اور اگر اطلاق کا درجہ لیا جاوے تو واسطہ فی الثبوت ہونا موجب کسی اشکال کا نہیں باقی دونوں کے صفات میں حقیقت و مجاز کا تفاوت ہونا ظاہر بھی ہے پس خلاصہ مقصود مقام کا یہ ہوا کہ عارفین جن کے فیوض کا ہم ذکر کر رہے ہیں ان میں وہ تابع و مشابہ انبیاء کے ہیں جو مدلول ہے جملہ وحیستش شعار کا چنانچہ ان متبوعین کی یہ شان تھی کہ) جب آدم علیہ السلام وحی اور مودت (یعنی محبت و مقبولیت حق) کے مظہر ہوئے تو ان کی قوت ناطقہ نے علم الاسماء کو کھول دیا (پس اتباع کی برکت سے یہی شان ہو جاتی ہے عارفین کی اور جلیسان ان و مستفیدان عارفین کی کما یدل علی الاول قولہ وحیستش شعار و علی الثانی راز کوینش نماید آشکارا آگے شرح ہی علم الاسماء کشادی کہ) ہر چیز کا نام (و وصف) جس طرح سے کہ وہ چیز ہے (اس کے نطق کے ساتھ) ان کی زبان صحیفہ دل سے سیراب ہوگئی (یعنی زبان نے اس کے ساتھ ایسا پورے طور پر سے نطق کیا کہ وہ سیراب ہوگئی۔ کذا فی المنتخب فی معنی روی اور از صحیفہ دل اس لئے بڑھایا کہ اصل محل وحی قلب ہی ہے اور میں نے نام کے ساتھ جو وصف بھی بڑھا دیا دلیل آگے کی میری تفسیر میں ہے اور شعر آئندہ میں خود مولانا نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے غرض) زبان (آدم علیہ السلام کی) صاف صاف (سب اسماء کو) اس ہر چیز کے دیکھنے سے (کہ مسمیات میں ان اسماء کے) کہہ رہی تھی (یعنی وہ سب مسمیات ان کے سامنے مرئی اور منکشف تھے دیکھتے جاتے تھے اور زبان سے کہتے جاتے تھے آگے مفعول ہے میگفتے کا یعنی) سب کی خاصیت اور ماہیت کو (اور چونکہ اسماء کی بھی تفسیر ہے اس لئے میں نے اسماء کو مفعول کے طور پر نکال دیا آگے بدل ہے خاصیت و ماہیتش کا یعنی) ایسے نام جو کہ (واقع میں ان) اشیاء کے مناسب تھے (یعنی اسماء و اوصاف و خواص و حقائق واقعیہ) نہ ایسا کہ چیز (یعنی بزدل کو (تمسخرا) شیر کہہ دیتے ہیں (یعنی غیر واقعی نہیں اول نام ہر چیزے کو مقول کہنا پھر خاصیت و ماہیش کو میگفتی کا مفعول بنانا پھر آنچناں نامی کو اس کا بدل بنانا یہ دلیل ہے اس کی کہ اسماء سے مراد صرف اعلام والفاظ نہیں بلکہ مع خواص وغیرہا ہے اسی کو میں نے ابھی کہا تھا کہ مولانا نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے۔ یہ تو بیان ہوا آدم علیہ السلام کے علوم وہبیہ کثیرہ وافرہ کا آگے بیان ہے نوح علیہ السلام کے علوم موہوبہ غزیرہ متکاثرہ کا کہ) نوح علیہ السلام نو سو سال تک صراط مستقیم (کی دعوت) میں (اس حالت پر رہے کہ) ان کا ہر روز نیا وعظ ہوتا تھا (اور ظاہر ہے کہ علم مکتسب میں اتنی وسعت کہاں کہ نو سو سال تک ہر روز نیا وعظ ہو کیونکہ اگر سال تین سو ساٹھ دن کا لیا جاوے تو نو سو سال کے تین لاکھ چوبیس ہزار دن ہوتے ہیں اگر کم سے کم ہر وعظ میں دس ہی مضمون رکھے جاویں تو بتیس لاکھ چالیس ہزار مضمون ہوتے ہیں بیچارہ اکتساب کہاں تک ساتھ دے سکتا ہے یہ وسعت وہب ہی سے ہو سکتی ہے اور یہ ضرور نہیں کہ مقاصد اتنے تھے مقصود تو چند اصول یا کچھ فروع بھی ہوں گے یہ سب ان مقاصد کے طرق تھے کہ ایک ایک مقصود کو ہزاروں طریق سے بیان فرماتے تھے جو اور بھی زیادہ عجیب ہے کیونکہ مضامین مختلفہ کو اسالیب مختلفہ سے بیان کرنا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک مضمون کو اتنے اسالیب سے بیان کیا جاوے) ان کا لب لعل تازہ تھا یا قوت القلوب سے (مراد اس سے ان کا قلب ہے جو اور قلوب سے افضل

www.besturdubooks.wordpress.com

تھا یعنی ان کے قلب سے مضامین کا جوش ہوتا تھا اور لب سے تازہ مضامین نکلتے تھے) نہ تو انہوں نے رسالہ (مکیہ امام قشیری کا) پڑھا تھا اور نہ قوت القلوب (ابوطالب مکی کی پڑھی تھی کذا فی الحواشی اور) انہوں نے وعظ کو کچھ شروح سے بھی نہیں سیکھا تھا (یعنی مکتسب نہ تھا) بلکہ چشمۂ مکاشفات اور انشراح روح سے سیکھا تھا (مراد وحی ہے یعنی موہوب تھا آگے اس علم وہبی کی خاصیت مدحیہ ہے کہ) اس شراب (الٰہی) سے (وہ وعظ حاصل کیا تھا) کہ وہ شراب جب پی لی جاوے تو گونگے میں آب نطق جوش کرنے لگے (اور اس سے) طفل نوزادہ عالم اور فصیح ہو جاوے (اور) وہ (طفل) عیسیٰ علیہ السلام کی طرح حکمت بالغہ پڑھنے لگے (چنانچہ خود عیسیٰ علیہ السلام نے بھی طفولیت ہی میں اس علم وہبی سے کیسے حکمت آمیز مضامین فرمائے انی عبداللہ اتانی الکتب الیٰ قولہ ابعث حیا تشبیہ کے پیرایہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے علوم کا بھی ذکر ہو گیا آگے داؤد علیہ السلام کے علوم کا ذکر ہے کہ) جس وقت سے اس شراب (الٰہی) سے خوش لبی حاصل کی تھی صدہا غزل (یعنی کلام رقت انگیز و محبت آمیز خواہ از قبیل مناجات باشد) داؤد علیہ السلام نے سیکھ لی تھی (جن علوم و مضامین پر دوسرے آثار عجیبہ و برکات غریبہ اور بھی یہ مرتب ہوئے کہ) تمام طیور اپنی چیں چیں (کی آواز) ترک کر کے داؤد علیہ السلام صاحب ملک (وسلطنت) کے ہمزبان اور رفیق ہو گئے (کما قال تعالیٰ یجبال او بی معہ والطیر آگے مولانا اس سے تعجب کو رفع فرماتے ہیں کہ) تعجب کیا ہے اگر پرندان کا مست ہو جاوے جبکہ لوہے نے ان کے ہاتھ کی آواز سن لی (یہ سننا مجاز ہے یعنی ان کے ہاتھ لگانے سے لوہا نرم ہو گیا گویا وہ ہاتھ کی آہٹ سنتا اور پہچانتا تھا قال تعالیٰ و النالہ الحدید مقصود یہ کہ جب ان کی برکت سے جماد متاثر ہوتا تھا تو حیوان کا تاثر کیا عجیب ہے یہاں داؤد علیہ السلام کے علوم اور دوسرے برکات کا بیان ہو گیا آگے سلیمان علیہ السلام کے بعض برکات علاوہ علوم کے قصداً اور بعض طرق بعض علوم وہبیہ کے استطراداً اخیر اشعار میں بیان فرماتے ہیں جس طرح داؤد علیہ السلام کے علوم کا قصداً بیان فرمایا تھا اور دوسرے برکات کا استطراداً جس کی استطرادیت کی طرف احقر نے تمہید شعر جملہ مرغاں الخ میں اس قول سے اشارہ بھی کر دیا تھا جن علوم و مضامین پر دوسرے آثار الخ پس فرماتے ہیں کہ) وہ صرصر (یعنی باد تند) جو عاد پر قتال ہو چکی تھی سلیمان علیہ السلام کے لئے مثل حمال کے ہو گئی تھی (چنانچہ) وہ صرصر اپنے سر پر تخت شاہی کو لے چلتی تھی ہر صباح اور ہر شام ایک مہینہ کے راستہ تک (کما قال تعالیٰ غدوھا شھر ورواحھا شھر اور صرصر اس کو تیز روی کے سبب کہا کما قال تعالیٰ ولسلیمان الریح عاصفۃ نہ کہ تخت روی کے سبب کہ اس کا انتفاء تو دوسری آیت میں مذکور ہے فسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاءً یہ ذکر ہو گیا دوسری برکات کا آگے استطراداً علوم کے متعلق بھی کچھ بیان ہے کہ) وہ ہوا ان کی حمال بھی تھی اور ان کی جاسوس (و مخبر) بھی تھی (یعنی) قائل غائب کی گفتار کو ان کو محسوس (و معلوم) کراتی تھی (اس طرح سے کہ) وہ ہوا جب کسی غائب کی گفتار کو پاتی تو ان بادشاہ کے کان کی طرف دوڑتی کہ فلاں شخص نے ایسی بات اس وقت کہی ہے اے سلیمان شاہ صاحبقران (ظاہر ہے کہ یہ طریقہ علم بالاقوال کا مکتسب اور اختیاری نہیں پس موہوب ہوا تو ایک قسم علم وہبی کی یہ بھی ہوئی جبکہ اس میں یہ لحاظ بھی ہو کہ یہ خبر پہنچنا کسی دینی عمل و غرض سے تعلق رکھے چنانچہ انبیاء علیہم السلام کا مقصود ہر امر میں یہی دین ہوتا ہے تو وہ علم وہبی محمود و مقصود بھی ہوا ورنہ نفس خبر من حیث خبر علوم وہبیہ میں شمار نہیں کی جاتی اور یہ خبر پہنچانا ہوا کا اضطراری بواسطہ تسخیر ہے پس اسناد ایصال خبر کی اس کی طرف ان اشعار میں اسناد مجازی الی السبب ہے آگے عود ہے قصہ کی طرف) ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تدبیر کردن موش بچغز کہ من نمی توانم آمدن بر تو بوقت حاجت در آب درمیان ما وسیلتے باید کہ چوں من برلب آب آیم تراتوانم خبر کردن وچوں تو بردر سوراخ آں موش خانہ آئی مراتوانی خبر کردن

چوہے کی مینڈک سے تدبیر کرنا کہ میں ضرورت کے وقت تیرے پاس پانی میں نہیں آ سکتا ہوں ہمارے درمیان کوئی وسیلہ چاہیے کہ میں جب پانی کے کنارے آؤں تجھے خبر کر سکوں اور جب تو چوہے کے گھر کے سوراخ کے دروازے پر آئے مجھے خبر کر سکے۔

ایں سخن پایاں ندارد گفت موش	چغز را روزے کہ اے مصباح حوش
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا چوہے نے کہا	مینڈک سے ایک روز کہ اے فخر وحوش
وقتہا خواہم کہ گویم با تو راز	تو درون آب داری ترکتاز
بہت اوقات چاہتا ہوں کہ تجھ سے اسرار کہوں	تو پانی کے اندر دوڑ لگاتا پھرتا ہے
برلب جو من ترا نعرہ زناں	نشنوی درآب بانگ عاشقاں
میں ندی کے کنارہ پر تجھ کو آوازیں دیتا ہوں	تو پانی کے اندر عاشقوں کی آواز نہیں سنتا
من دریں وقت معین اے دلیر	من نگردم از محاکات تو سیر
میں اس معین وقت میں اے دلیر	تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا
پنج وقت آمد نماز اے رہنمون	عاشقاں را فی صلوٰۃ دائمون
پانچ وقت وارد ہے نماز اے رہنما	عاشقوں کے لئے ھم فی صلوٰۃ دائمون ہے
نے بہ پنج آرام گیرد آں خمار	کاندراں سرہاست نے پانصد ہزار
نہ پانچ سے سکون حاصل کرتا ہے وہ خمار	جو کہ ان سروں میں ہے نہ پانچ سو سے
نیست زرغباً نشان عاشقاں	سخت مستسقی ست جان صادقاں
نہیں ہے زرغباً نشان عشاق کا	صادقین کی روح سخت مستسقی ہے
نیست زرغباً وظیفہ ماہیاں	زانکہ بے دریا ندارند انس جاں
زرغباً معمول مچھلیوں کا نہیں ہے	کیونکہ بدوں دریا کے وہ انس روح نہیں رکھتے
آب ایں دریا کہ ہائل بقعہ ایست	باخمار ماہیاں خود جرعہ ایست
اس دریا کا پانی کہ ایک ہولناک موقع ہے	مچھلیوں کی خمار کے سامنے خود ایک جرعہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یک دم ہجراں بر عاشق چو سال	وصل سال متصل پیشش خیال
ہجر کا ایک لحظہ بھی عاشق کے نزدیک مثل سال کے ہے	متواتر ایک سال کا وصل بھی اس کے سامنے ایک خیال ہے
عشق مستسقی ست مستسقی طلب	در پے ہم این و آں چوں روز و شب
معشوق بھی مستسقی ہے اور مستسقی کا طالب ہے	یہ اور وہ ایک دوسرے کے پیچھے مثل روز اور شب کے ہیں
روز بر شب عاشق ست و مضطر ست	چوں بہ بینی شب برو عاشق تر ست
دن تو شب پر عاشق ہے اور مضطر ہے	جب دیکھو تو شب اس پر زیادہ عاشق ہے
نیست شاں از جستجو یک لحظہ ایست	از پے ہم شاں یکے دم ایست نیست
ان کو طلب سے ایک لحظہ بھی توقف نہیں ہے	ایک دوسرے کے پیچھے ان کو ایک دم بھی توقف نہیں ہے
ایں گرفتہ پائے آں، آں گوش ایں	ایں براں مدہوش و آں بیہوش ایں
اس نے اس کا پاؤں پکڑ رکھا ہے اس نے اس کا کان	یہ اس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بے ہوش ہے
در دل معشوق جملہ عاشق ست	در دل عذرا ہمیشہ وامق ست
معشوق کے دل میں بالکل عاشق ہی ہے	عذرا کے قلب میں ہمیشہ وامق ہے
در دل عاشق بجز معشوق نیست	در میاں شاں فارق و مفروق نیست
عاشق کے دل میں بجز معشوق کے کچھ نہیں ہے	ان کے درمیان کوئی فارق اور مفروق نہیں ہے
بر یکے اشتر بود ایں دو درا	پس چہ زرغباً بگنجد ایں دورا
ایک شتر پر یہ دو جرس ہیں	پھر زرغبا کیا گنجائش رکھتا ہے ان دونوں کے لئے
ہیچکس باخویش زرغباً نمود	ہیچ کس باخود بنوبت یار بود
کسی شخص نے اپنے ساتھ بھی زر رغبت کو ظاہر کیا ہے	کوئی شخص اپنے ساتھ نوبت سے یار ہوا ہے
آں یکی نے کہ عقلش فہم کرد	فہم ایں موقوف شد بر مرگ مرد
وہ ایسا اتحاد نہیں ہے کہ عقل نے اس کو سمجھ لیا ہو	اس کا سمجھنا موقوف ہے موت شخص پر
جز مگر مردے کہ پیش از مرگ مرد	رخت ہستی را بسوی یار برد
مگر بجز اس شخص کے کہ مرنے سے پہلے مر گیا	رخت وجود کو محبوب کی طرف لے گیا
ور بعقل ادراک ایں ممکن بدے	قہر نفس از بہر چہ واجب شدے
اور اگر عقل سے اس کا ادراک ممکن ہوتا	تو مجاہدہ نفس کے لئے ضروری ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

باچناں رحمت کہ دارد شاہ ہش	بے ضرورت چوں بگوید نفس کش
باوجود ایسی رحمت کے کہ سلطان العقول رکھتا ہے	بے ضرورت کیونکر فرماتے کہ نفس کشی کر

(یہاں سے عود ہے قصہ کی طرف پھر چار پانچ ہی شعر کے بعد انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف یعنی) یہ مضمون (مذکورہ فیما قبل متعلق بیان آثار و برکات قبول عنداللہ) انتہا نہیں رکھتا (کما قال تعالٰی و یزیدھم من فضلہ واللہ یرزق من یشاء بغیر حساب اس لئے قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ) چوہے نے کہا مینڈک سے ایک روز کہ اے فخر وحوش بہت اوقات چاہتا ہوں کہ تجھ سے اسرار (دل) کہوں (مگر) تو پانی کے اندر دوڑ لگاتا پھرتا ہے (اور) میں ندی کے کنارے پر تجھ کو آوازیں دیتا ہوں (اور) تو پانی کے اندر عاشقوں کی آواز نہیں سنتا (یا تو پانی حائل ہونے سے کہ اس میں ہوا نہیں پہنچتی اور یا اس لئے کہ پانی دور تک ہے اور تو بعض اوقات اس کنارہ سے دور چلا جاتا ہے اور) میں (بوجہ غایت محبت کے) اس معین وقت میں (جو کہ میری تیری ملاقات کے لئے مقرر ہے جیسا شروع قصہ میں ہے ہر صباحے گوشئی آمدند) اے دلبر تیرے ساتھ بات چیت کرنے سے سیر نہیں ہوتا (دوسرے وقت بھی جی چاہتا ہے کہ تجھ سے ملوں بات کروں اور تجھ کو خبر نہیں ہوتی اس لئے کوئی ایسی تدبیر ہونا چاہئے کہ تجھ کو خبر کرسکوں جس کا بیان سرخی آئندہ سے آئندہ میں آوے گا کہ

بدست آرندیک رشتہ دراز تاز جذب رشتہ گردد کشف راز

اب یہاں سے بمناسبت می نگردم از محاکات تو سیر کے انتقال ہے بیان آثار محبت وفنا کی طرف یعنی) پانچ وقت وارد ہے نماز اے رہنما (لیکن) عاشقوں کے لئے ہم فی صلوۃ دائمون ہے (کیونکہ) نہ پانچ سے سکون حاصل کرتا ہے وہ خمار (عشاق کا) جو کہ ان سیروں میں ہے (اور) نہ پانچ سو سے (اس لئے ان کے لئے ارشاد ہے مضمون فی صلوۃ دائمون کا مولانا نے اس آیت کی تاویل بطور علم تعبیر کے فرمائی ہے تفسیر مقصود نہیں تقریر یہ ہے کہ نماز گو پانچ وقت ہے مگر یہ باعتبار وجوب کے ہے اور عوام اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور عشاق کی حالت یہ ہے کہ باوجودیکہ فرض ان پر بھی یہی پانچ ہیں لیکن ان کو اس سے سکون نہیں ہوتا اس لئے باستثنائے اوقات مکروہہ ہمہ وقت نوافل میں مشغول ہوتے ہیں اور فضائل ناجین میں جو ارشاد ہے واللذین ھم علی صلوتھم دائمون اس کا یہی محمل ہے بطور علم اعتبار کے اور فضائل میں مذکور ہونا مستلزم افتراض کو نہیں ہوگا اور مضمون مقام اس تاویل پر موقوف نہیں اگر آیت اپنی تفسیر منقول پر رہے کہ دوام سے مراد محافظت علی الخمس ہے تب بھی حدیث جعلت قرۃ عینی فی الصلوۃ وغیرہ سے عشاق کی کثرت صلوۃ کی مرغوبیت پھر مشاہدہ سے اس میں ان کی مشغولیت ظاہرہ ثابت ہے اور حدیث لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل میں مشروعیت نوافل کی ترقی قرب محبین کے لئے ہونے کی طرف بھی اشارہ ہے اس مجموع سے مقصود مقام حاصل ہوگیا اور جس طرح اس آیت میں تخصیص بالعشاق کا حکم کیا آگے ایک حدیث میں تخصیص العشاق کا حکم ہے یعنی آیت میں تو یہ کہا تھا کہ یہ عاشقوں کے ساتھ مخصوص ہے اور حدیث میں یہ کہیں گے کہ اس سے عاشق مخصوص ہیں یعنی آیت سے تو غیر عشاق خارج ہیں اور حدیث سے عشاق خارج ہیں لیکن آیت میں تعبیراً کلام تھا اور حدیث میں تفسیراً ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) نہیں ہے (مضمون حدیث) زرغبا (کا یعنی ملاقات کیا کر ایک دن فصل کر کے پس یہ مضمون) نشان عشاق کا

www.besturdubooks.wordpress.com

(یعنی یہ امر جو کہ شرعی نہیں ارشادی ہے عشاق کے حق میں نہیں کیونکہ) صادقین (یعنی طالبان صادق کی روح تخت مستسقی (ومشتاق سیر ناشوندہ) ہے (بلکہ ان کی وہ شان ہے جیسا حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کنت الزمهم لصحبة رسول الله صلى الله عليه وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس لزوم کو جائز رکھنا جس سے یہ حدیث مرفوع تقریری ہو گئی صریح دلیل ہے حدیث زرغباً کے مطلق نہ ہونے کی چنانچہ اس کا شان ورود بھی قرینہ ہے اس کی تقیید کا جیسا کہ مقاصد حسنہ میں ہے کہ ابو ہریرہ سے پوچھا گیا کہ کل تم کہاں تھے انہوں نے کہا کہ بعض اعزہ کی ملاقات کو گیا تھا آپ نے فرمایا اباهريرة زرغبا تزدد حبا ظاہر یہی ہے کہ جس ملاقات کا ابو ہریرہؓ نے ذکر کیا اسی کی نسبت یہ فرمایا گیا پس معلوم ہوا کہ ایسے تعلقات کے حق میں فرمایا جیسا عام اعزہ سے ہوتا ہے پس اس مجموع لزوم وشان ورود مذکور سے دونوں میں تطبیق اس طرح ہوئی کہ لزوم کا موقع تعلق شدید ومحبت قوی ہے اور غب کا موقع تعلق غیر قوی ومحبت غیر شدید ہے فھصل ما قاله المولویؒ اور مقاصد میں اس حدیث کے طرق جمع کئے ہیں اور باوجود درجہ صحت کے نہ پہنچنے کے ایک گونہ اس میں قوت کا حکم کیا ہے آگے بھی یہی مضمون شعر ہذا کا ہے یعنی) زرغباً معمول مچھلیوں کا نہیں ہے کیونکہ بدوں دریا کے وہ انس روح نہیں رکھتے (عشاق کو ماہی سے اور خدمات وتعلقات محبوب کو دریا سے تشبیہ وہی ہے آگے بھی اسی کے مناسب تعبیر ہے کہ) اس دریا کا پانی کہ ایک ہولناک موقع ہے مچھلیوں کی خمار (اشتیاق) کے سامنے خود ایک جرعہ ہے (جس سے سیری نہیں ہوا کرتی اسی طرح ان کو دریا سے سیری نہیں ہوتی) ہجر کا ایک لحظہ بھی عاشق کے نزدیک مثل سال کے (کثیر) ہے (اور) متواتر ایک سال کا وصل بھی اس کے سامنے (مثل) اک خیال (کے قلیل) ہے (یہاں تک امر زرغباً کے مخصوص بغیر اہل المحبت ہونے کا مقتضی جانب محب سے ہونے کا بیان ہوا تھا آگے اس کا مقتضی جانب محبوب سے بھی ہونیکا بیان ہے تو اس میں سابق سے مبالغہ ہو گیا عاشق تو عاشق عشق کا اثر معشوق پر بھی ہوتا ہے اور بھی اس قول میں جانب محبوب سے بھی اس لئے کہا گیا کہ محب کی جانب سے تو مقتضی ہے ہی اس کے ساتھ محبوب کی جانب سے بھی وجود مقتضی کا حکم کرتے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا کہ یہ تعلق محبت جانبین سے اسی کو مقتضی ہے کہ نہ وہ اس سے سیر ہو نہ یہ اس سے اگر چہ حیثیت عدم سیری کی متفاوت ہے پس فرماتے ہیں کہ) معشوق بھی مستسقی (وسیر ناشوندہ ومشتاق) ہے اور مستسقی (یعنی عاشق) کا طالب ہے (اور عاشق کا مستسقی وطالب ہونا تو معلوم ہی ہے پس یہ امر متحقق ہوا کہ) یہ اور وہ (یعنی عاشق ومعشوق) ایک دوسرے کے پیچھے مثل روز اور شب کے ہیں (کہ وہ اس کا طالب ہے اور وہ اس کا کما قال تعالیٰ يغشي الليل النهار يطلبه حثيثا الايه على الاحتمالين كون ضمير الفاعل النهار والمفعول الليل و بالعكس اسی طرح عاشق ومعشوق کا حال ہے پس شعر ہذا میں عشق بمعنے معشوق ہے مبالغۃً جیسا دفتر اول کے دیباچہ کے اس شعر میں یہی معنے تھے۔

چوں نباشد عشق را پروائے او   او چو مرغے ماند بے پروائے او

اور معشوق من حیث المعشوقیہ کا طالب ہونا بایں معنے ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کہ مجھ پر کوئی عاشق ہو اور یہ عاشق خواہ کتنے ہی ہو جاویں یا ایک ایک عاشق کسی حد محبت تک بھی پہنچ جاوے مگر معشوق اس میں بس نہیں کرتا زیادہ کثرت اور قوت چاہتا ہے اور اگر وہ معشوق کسی وجہ سے عاشق بھی ہو جاوے جیسے بعض دو شخص میں دونوں جانب سے عشق ہوتا ہے تو وہ اس حکم میں داخل نہیں یہاں وہ طالب مراد ہے جو من حیث المعشوقیہ ہو اور عاشق کے طالب ہونے کے معنے ظاہر اور معلوم ہیں آگے تشبیہ چوں روز وشب کی شرح ہے کہ) دن تو شب پر عاشق ہے اور مضطر ہے جب (بغور) دیکھو تو شب اس پر زیادہ عاشق

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے ان (روز و شب) کو طلب سے ایک لحظہ بھی توقف نہیں ہے ایک دوسرے کے پیچھے ان کو ایک دم بھی توقف نہیں ہے اس نے اس کا پاؤں پکڑ رکھا ہے (اور) اس نے (یعنی دن نے اس کا (یعنی رات کا) کان یہ اس پر مدہوش ہے اور وہ اس پر بیہوش ہے (یہ سب تعبیرات ہیں طلب کی اور طلب بمعنی مطلق تعاقب ہے اور یطلبہ حثیثا میں یہی تعاقب مراد ہے آگے مشبہ یعنی محب و محبوب کے متعلق احکام جو کہ مقصود مقام ہے مذکور ہیں کہ) معشوق کے دل میں بالکل عاشق ہی ہے (یہ مطلب نہیں کہ اور کچھ ہے ہی نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ عاشق اس کے دل میں اتنا ہے کہ گویا دوسری چیز نہیں ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ اپنے کو سب سے زیادہ مترفع رکھنا چاہتا ہے اور معشوق ہونے سے اس کا ترفع بہت زیادہ بڑھتا ہے اور اس کا ذریعہ کسی کا عاشق ہوتا ہے اس لئے یہ خیال کہ عاشق مجھ پر عاشق رہے بہت زیادہ اس کو پسند اور دل نشین ہوگا آگے مصرعہ اولیٰ کلیہ کا ایک جزئیہ ذکر فرماتے ہیں کہ) عذرا کے قلب میں ہمیشہ وامق ہے (عذرا نام معشوقہ خاصہ و وامق نام عاشق خاص یہ حکم تو جانب معشوق میں تھا آگے جانب عاشق کا حکم بتلاتے ہیں کہ) عاشق کے دل میں بجز معشوق کے کچھ نہیں ہے (اور یہ ظاہر ہے آگے مجموعہ حکم میں مذکورین طلب من جانب العاشق وطلب من جانب المعشوق پر تفریع ہے کہ) ان کے درمیان کوئی فارق اور مفروق نہیں ہے (بہتر یہ ہے کہ مفروق سے مراد مفروق بہ ہو یعنی ان میں ایسا تعلق ہے کہ نہ کوئی بالاختیار والمباشرۃ اس کو قطع کرسکتا ہے اور فارق سے یہ مراد ہے اور نہ کوئی بالاولیۃ والتسبب اس کو قطع کرسکتا ہے اور مفروق بہ سے یہ مراد ہے اور یہ حکم بالکل ظاہر ہے جب تک دونوں وصف عاشقیت و معشوقیت سے موصوف ہوں گے اس وقت تک اس حکم کا ثبوت لازم ہے آگے اس تعلق و عدم فرق کی مثال ہے کہ گویا) ایک شتر پر یہ دو جرس ہیں (کذا فی الغیاث فی معنے درا بالفتح بالکسر پس) جس طرح ان دونوں جرس میں تقارب و تعلق ہے کہ جب تک ایک شتر کی گردن میں ہیں ان میں فصل و فرق نہیں ہوسکتا اسی طرح جب تک دونوں اس وصف سے موصوف ہیں ان میں بھی عدم فرق لازم ہے آگے دونوں جانب سے مقتضی مخصوصیت زر غبا بغیر اہل الحبت کے تحقق پر تفریع ہے اس مقتضی یعنی مخصوصیت مذکورہ کی جس کا اوپر بھی ذکر تھا یعنی جب دونوں طرف سے یہ مقتضے مذکور محقق ہے) پھر زر غبا کیا گنجائش رکھتا ہے ان دونوں کے لئے (آگے اس کی مزید توضیح ہے کہ بھلا) کسی شخص نے اپنے ساتھ بھی زر غبا کو ظاہر کیا ہے (یعنی) کوئی شخص اپنے ساتھ نوبت (اور باری) سے (مراد ناغہ کرنا ہے) یار (و مصاحب) ہوا ہے (کیونکہ اپنے ساتھ تو ہر وقت ہی رہے گا تو جس شخص سے ایسی محبت ہو جیسی اپنے سے اس کے ساتھ زر غبا کا تعلق کیسے ہوگا یہاں تک مطلق محبت کے آثار و احکام کا بیان تھا جو کہ محبت مجازیہ کو بھی شامل تھی مگر چونکہ مقصود مولانا و جملہ عارفین کا محبت مجازیہ کے آثار کے ذکر سے بھی محبت حقیقیہ کی طرف متوجہ کرنا ہوتا ہے اور وہ صرف توطیہ ہوتا ہے اس لئے آگے احکام محبت حق کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم نے محب و محبوب مجازی میں تشبیہ مذکور شعر ہذا یعنی ہیچ کس با خویش الخ میں اتحاد کا حکم کیا ہے ایسے ہی اتحاد کا فیما بین المحب والمحبوب الحقیقی حکم جا بجا عارفین کے کلام میں پاؤ گے مگر اس کو اس مجازی پر قیاس مت کر لینا کیونکہ) وہ ایسا اتحاد نہیں ہے کہ عقل نے اس کو سمجھ لیا ہو اس کا سمجھنا موقوف ہے موت شخص پر (حاصل یہ کہ محبت مجازیہ میں تو عاشق کو معشوق کے سامنے اپنے وجود سے محض ذہول ہو جاتا ہے مگر واقع میں اس کا وجود بھی ایسا ہی مستقل ہوتا ہے جیسا معشوق کا بخلاف محبت حقیقیہ کے کہ وہاں ذہول بھی ہوتا ہے اور اضمحلال واقعی بھی مکشوف ہوتا ہے اور اسی مکشوفیت کے اعتبار سے اس کو محبت پر مبنی کہا گیا اور نہ اضمحلال تو واقع میں پہلے سے بھی ہے مگر محبت سے اس کا انکشاف بھی ہو گیا اسی کو اصطلاح میں اتحاد و فنا بھی کہتے ہیں اور چونکہ یہ امر ذوقی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مدرک بالعقل نہیں ہوتا بلکہ مشاہدہ پر موقوف ہے اور موت سے سب کو مشاہدہ ہو جاوے گا اس لئے اس شعر میں دو حکم فرمائے ایک غیر مفہوم بالعقل ہونا دوسرا مفہوم بالموت ہونا اور چونکہ علاوہ موت کے ایک اور طریق بھی ہے اس کے مشاہدہ کا اس لئے آگے حکم کلی مذکور فی المصراع الثانی سے بطور استثناء کے فرماتے ہیں کہ) مگر بجز اس شخص کے مرنے سے پہلے مر گیا (اور) رخت وجود کو محبوب کی طرف لے گیا (اور اس کے نذر کر دیا یعنی موت قبل الموت حاصل کر لی اس کو بھی ذوق اس کا ہو سکتا ہے) اور اگر عقل (نظری) سے اس کا ادراک ممکن ہوتا تو مجاہدہ نفس کے لئے ضروری ہوتا (کیونکہ) باوجود ایسی رحمت (و شفقت) کے کہ سلطان المعقول (یعنی حق تعالیٰ) رکھتا ہے بے ضرورت کیونکر فرماتے کہ نفس کشی کر (مگر باوجود اس کے جو پھر مجاہدہ کا حکم فرمایا حیث قال اتقو اللہ حق تقاتہ وقال تعالیٰ جاھدوا فی سبیلہ اس سے معلوم ہوا کہ اس کی بڑی ضرورت ہے اور وہ ضرورت اصل تو یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی معرفت ہو لیکن اُسکی معرفت اور اپنے وجود و ہستی کا مضمحل سمجھنا متلازم ہیں اور وہ کشف اضمحلال موقوف ہے مجاہدہ پر اس لئے مجاہدہ ضروری ہوا تا کہ اُس سے اضمحلال و فنا ذوقاً منکشف ہو اور اُسکے ساتھ معرفت حق نصیب ہو کما قیل من عرف نفسہ فقد عرف ربہ پس امر بوجوب المجاہدہ سے توقف انکشاف اضمحلال و فناء کا کہ دوسری تعبیر اس کی اتحاد ہے ذوق پر اور عقل فکری کا اس کے لئے کافی نہ ہونا ثابت ہوا اور یہی مقصود تھا کلام سابق میں پس مقصوداً تو یہ حکم مذکور ثابت ہوا اور چونکہ مقصود اس انکشاف و علم سے حصول ہے فنا و اتحاد مذکور کا اس لئے اس کے ضمن میں توقف حصول فنا و اتحاد کا بھی مجاہدہ پر ثابت ہوا اور یہ حصول و معرفت حق چونکہ متلازم ہیں اس لئے معرفت حق کی مقصودیت بھی مجاہدہ سے ثابت ہو گئی گو اس مقام میں اس کا ذکر صراحۃً نہیں ہے مگر بوجہ اس کی مقصودیت کے اس کی مدلولیت کی بھی تقریر کر دی گئی)

مبالغہ کردن موش در لابہ وزاری کردن و وصلت جستن از چغز آبی

خوشامد میں چوہے کا مبالغہ کرنا اور عاجزی کرنا اور پانی کے مینڈک سے جوڑ چاہنا

گفت اے یار عزیز مہر کار	من ندارم بے رخت یکدم قرار
چوہے نے کہا اے یار عزیز مہر کار	میں بدوں تیرے رخ کے ایک دم قرار نہیں رکھتا
روز نور و مکسب و تابم توئی	شب قرار و سلوت و خوابم توئی
دن کو میرا نور اور کسب اور روشنی تو ہی ہے	شب کو میرا قرار اور تسلی اور نیند تو ہی ہے
از مروت باشد ار شادم کنی	وقت و بے وقت از کرم یادم کنی
مروت کی بات ہو گی اگر تو مجھ کو شاد کر دیا کرے	وقت بے وقت سے مجھ کو یاد کر لیا کرے
در شبا روزے وظیفہ چاشتگاہ	راتبہ کردی وصال اے نیک خواہ
شب و روز میں معمول چاشت کے وقت	تو نے معین کر لیا وصال کو اے خیر خواہ
من بدیں یکبار قانع نیستم	در ہوایت طرفہ انسانیستم
میں اس ایک بار پر قانع نہیں ہوں	تیری محبت میں ایک عجیب انسان کے ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

پانصد استسقاستم اندر جگر	با ہر استسقا قرین جوع البقر
میرے جگر میں پانسو استسقاء ہیں	ہر استسقاء کے ساتھ جوع البقر مقرون ہے
بے نیازی از غم من اے امیر	دہ زکات جاہ و بنگر در فقیر
تو میرے غم سے بے پروا ہے اے امیر	حسن کی زکوٰۃ دے اور محتاج میں نظر کر
ایں فقیر بے ادب نادر خورست	لیک لطف عام تو زاں برترست
یہ محتاج بے ادب نالائق ہے	لیکن آپ کا لطف عام اس سے ارفع ہے
می نجوید لطف عام تو سند	آفتابے بر حدثہا می زند
آپ کا لطف عام سند نہیں ڈھونڈتا	آفتاب نجاستوں پر اثر کرتا ہے
نور او را زاں زیانے نابدہ	واں حدث از خشکی ہیزم شدہ
اس کے نور کو اس سے کوئی نقصان نہیں ہوا	اور وہ نجاست خشک ہونے کے سبب ہیزم ہو گئی
تا حدث در گلخنی شد نور یافت	بر در و دیوار حمامے بتافت
نجاست چولہے میں پہنچی روشنی ہو گئی	حمام کے درودیوار پر تاباں ہوئی
بود آلائش شد آرائش کنوں	چوں برو برخواند خورشید آں فسوں
وہ آلائش تھی اب آرائش ہو گئی	جبکہ اس پر آفتاب نے وہ افسوں پڑھ دیا
شمس ہم معدہ زمیں را گرم کرد	تا زمیں باقی حدثہا را بخورد
آفتاب نے نیز معدۂ زمین کو گرم کر دیا	یہاں تک کہ زمین باقی نجاستوں کو کھا گئی
جزو خاکی گشت و رست ازوے نبات	ھکذا یمحو الالہ السیات
وہ جزو خاکی ہو گئی اور اس سے نباتات اگے	اسی طرح اللہ تعالیٰ سیئات کو محو کر دیتے ہیں
جزو خاکی گشت ازوے پر ز نور	ھکذا یغفر لمن یعطی الغفور
جزو خاکی اس سبب سے پر از نور ہو گیا	اسی طرح مغفرت فرماتا ہے غفور اس شخص کیلئے جس پر عطا فرماتا ہے
جزو خاکی گشت ازوے بارشاد	ھکذا یرحم اللہ للعباد
جزو خاکی اس سے باسامان ہو گیا	اسی طرح رحمت فرماتا ہے اللہ بندوں کیلئے
با حدث کاں بدترین ست ایں کند	کش نبات و نرگس و نسریں کند
وہ نجاست کے ساتھ جو کہ سب سے بدتر ہے یہ کرتا ہے	کہ اس کو نبات اور نرگس اور نسریں کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بہ نسرین مناسک در وفا	حق چہ بخشد در جزا و در عطا
تو نسرین عبادات کے ساتھ ایفاء حق کی حالت میں	حق تعالیٰ کیا کچھ دیں گے جزاء اور عطاء میں
چوں خبیثاں را چنیں خلعت دہد	طیبیں را تا چہ بخشد در رسد
جب خبیثوں کو ایسا خلعت دیتے ہیں	تو طیبین کو تو کیا کچھ بخش دیں گے حصہ میں
آں دہد حق شاں کہ لاعین رأت	کہ نگنجد در زبان و در لغت
حق تعالیٰ ان کو وہ دیں گے جو آنکھ نے نہیں دیکھا	جو کہ زبان اور لغات میں نہیں سما سکتا
ما کئیم ایں را بیاں کن یار من	روز من روشن کن از خلق حسن
ہم کون ہیں اس کو آپ ہی بیان کیجئے اے میرے محبوب	میرے دن کو خلق حسن سے روشن کیجئے
منگر اندر زشتی و مکر و ہئیم	کہ ز پر زہرے چو مار کوہیم
آپ میری زشتی اور کراہیت کو نہ دیکھئے	کیونکہ میں پر زہر ہونے کی وجہ سے مثل پہاڑی سانپ کے ہوں
ایکہ من زشت و خصالم جملہ زشت	چوں شوم گل چوں مرا او خار کشت
اے محبوب میں بھی زشت ہوں اور میرے تمام خصائل بھی زشت ہیں	میں گل کیسے ہو جاؤں جب اس نے مجھ کو خار پیدا کیا
نو بہارا حسن گل دہ خار را	زینت طاؤس دہ ایں مار را
اے نو بہار آپ خار کو گل کا حسن دیجئے	اس سانپ کو زینت طاؤس دیجئے
در کمال زشتیم من منتہی	لطف تو در فضل و در فن منتہی
میں کمال زشتی میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہوں	آپ کا لطف فضل میں اور ہنر میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہے
حاجت ایں منتہی زاں منتہی	تو برآر اے غیرت سرو سہی
حاجت اس کامل کی اس کامل سے	برلائیے اے غیرت سرو سہی
چوں بمیرم فضل تو خواہد گریست	از کرم گرچہ ز حاجت او بریست
جب میں مر جاؤں گا تو تیرا ہی لطف روئے گا	بوجہ کرم کے اگرچہ وہ محتاج ہونے سے بری ہے
بر سر گورم بسے خواہد نشست	خواہد از چشم لطیفش اشک جست
میری گور پر بہت دنوں بیٹھا رہے گا	اس کی چشم پر لطف سے اشک نکلے گا
نوحہ خواہد کرد بر محرومیم	چشم خواہد بست از مظلومیم
وہ میری محرومی پر نوحہ کرے گا	اور وہ میری مظلومی سے آنکھ بیچی کرے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

اند کے زاں لطفہا اکنوں بکن	حلقہ در گوش من کن بے سخن
تھوڑا سا ان الطاف میں سے ابھی کر دے	ان باتوں میں سے میرے کان میں ایک ہی حلقہ ڈال دے
آنکہ خواہی گفت تو باخاک من	برفشاں بر مدرک غمناک من
تو جو جو باتیں میری خاک سے کہے گا	میری جان باادراک غمناک پر چھڑک دے
دست گیرم در چنیں بیچارگی	شاد گردانم دریں غمخوارگی
میری دستگیری کر ایسی بیچارگی میں	مجھ کو شاد کر دے اس غمخوارگی میں

لابہ کردن موش مر چغز را کہ بہانہ میندیش و در نسیہ میندازانجاح آں حاجت مرا کہ فی التاخیر آفات والصوفی ابن الوقت وابن دست از دامن پدر باز ندارد واب مشفق صوفی کہ وقت ست اورا بنگرش فرد احتاج نگرداند چندانش مستغرق دارد در گلزار مرتع الحسنات خویش کہ چوں عوام منتظر مستقبل نباشد نہ دہری باشد و نہ قدری نہ نہری باشد و نہ دہری کہ لیس عند اللہ صباح ولا مساء ماضی و مستقبل وازل وابد آنجا نباشد آدم سابق و دجال مسبوق نباشد کہ ایں رسوم در خطۂ عقل جزوی ست و روح حیوانی را در عالم لامکان ولازمان ایں رسوم نباشد پس او ابن وقت ست کہ لا یفہم منہ الا التفرقۃ الازمنۃ چنانکہ ان اللہ تعالیٰ واحد فہم شود و نفی دوئی نہ حقیقت واحدی

چوہے کا مینڈک کی خوشامد کرنا کہ بہانہ نہ سوچ اور میری ضرورت کے پورا کرنے کو ادھار میں نہ ڈال' کیونکہ تاخیر میں مصیبتیں ہیں اور صوفی ابن الوقت ہے اور بیٹا باپ کے دامن سے ہاتھ نہیں ہٹاتا ہے اور صوفی کا مہربان باپ جو کہ وقت ہے اس کی نگہداشت کرتا ہے آئندہ کے لئے اس کو محتاج نہیں بناتا ہے اور اس کو اپنے حسنات کی چراگاہ کے چمن میں اس قدر معروف رکھتا ہے کہ وہ عوام کی طرح آنے والے زمانہ کا منتظر نہیں ہوتا ہے' وہ نہ دہری ہوتا ہے نہ قدری نہ منع کرنے والا ہوتا ہے اور نہ زمانہ سے ساز باز کرنے والا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ صبح ہے نہ شام گزرا ہوا زمانہ اور آنے والا زمانہ اور ازل اور ابد وہاں نہیں ہے آدم پہلے اور دجال بعد میں نہیں ہوتا ہے کیونکہ یہ باتیں جزوی عقل کے دائرہ میں ہیں اور عالم لامکان ولازمان میں حیوانی روح کے لئے یہ رسمیں نہیں ہیں' تو وہ ابن الوقت ہے کہ اس سے زمانوں کے تفرقہ کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا جس طرح اللہ (تعالیٰ) ایک ہے سمجھ میں آتا ہے اور دوئی کی نفی کہ واحدی حقیقت

صوفی را گفت خواجہ سیم پاش	اے قدمہائے ترا جانم فراش
کسی صوفی سے کسی خواجہ سیم بخش نے کہا	کہ تیرے قدم کے لئے میری جان فرش ہے
یک درم خواہی تو امروز اے شہم	یا کہ فردا چاشتگاہے سہ درم
اے میرے شاہ صاحب تو آج ایک درم چاہتا ہے	یا کہ کل چاشت کے وقت تین درم

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت امروز ایں درم راضی ترم	زانکہ امروز این و فردا صد درم
اس نے کہا کہ میں ایک درم پر زیادہ راضی ہوں	جو کہ تو آج ہی دے دے اور کل کو سو درم
سیلیئے نقد از عطائے نسیہ بہ	نک قفا پیشت کشیدم نقد دہ
نقد چپت بھی ادھار عطا سے بہتر ہے	اب تیرے سامنے قفا پیش کرتا ہوں نقد دیدے
خاصہ آں سیلی کہ از دست تو است	کہ قفا و سیلیش مست تو است
خاص کر وہ چپت جو تیرے ہاتھ سے ہے	کیونکہ قفا اور اس کا چپت تیرے عاشق ہیں
ہیں بیا اے شادی جان و جہاں	خوش غنیمت دار نقد ایں زماں
ہاں آ جا اے ... جان کے اور جہان کے	اس وقت کے نقد کو خوب غنیمت رکھ
در مدزد آں روی ماہ از شب رواں	بر مکش زیں جوئے اے آب رواں
وہ چاند کا سا منہ رات کے چلنے والوں سے مت چھپا	اے آب رواں اس ندی سے سر مت پھیر
تا لب جو خندد ازمای معیں	وز لب جو سر برآرد یاسمیں
تا کہ آب رواں سے ندی کا لب خندہ ہو جاوے	اور لب جو سے یاسمین ظاہر ہو
چوں بہ بینی برلب جو سبزہ مست	پس بداں از دور کانجا آب ہست
تو ندی کے کنارہ پر جب سبزہ مست دیکھے	پس دور سے جان لے کہ اس جگہ پانی ہے
گفت سیماھم وجوھم کردگار	کہ بود غماز باراں سبزہ زار
سیماھم فی وجوھم فرمایا ہے کردگار نے	کیونکہ بارش کا مخبر سبزہ زار ہوتا ہے
گر ببارد شب نہ بیند ہیچ کس	کہ بود در خواب ہر نفس و نفس
اگر شب کو بارش ہو کوئی نہ دیکھے	کیونکہ نیند میں ہوں ہر شخص اور ہر سانس والا
تازگی ہر گلستان جمیل	ہست برباران پنہانی دلیل
ہر باغ باجمال کی تازگی	باران مخفی پر علامت ہو گی

چوہے نے کہا اے یار عزیز مہر کار میں بدوں تیرے رخ کے ایک دم قرار نہیں رکھتا۔ دن کو میرا نور اور کسب اور روشنی تو ہی ہے (یعنی دن ان منافع کے لئے موضوع ہے تو بجائے ان منافع کے تو ہی میرا مطلوب ہے اور اسی معنی کر) شب کو میرا قرار اور تسلی اور نیند تو ہی ہے۔ مروت کی بات ہوگی اگر تو مجھ کو شاد کر دیا کرے۔ وقت بے وقت کرم سے مجھ کو یاد کر لیا کرے (مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ذریعہ باہمی اطلاع کا تجویز کر کے کبھی میں بلایا کروں تو آ جایا کر اور یہ مصرع

www.besturdubooks.wordpress.com

اول میں ہے اور کبھی تو بھی مجھ کو بلا لیا کر اور یہ مصرعہ ثانی میں ہے اور مجموعہ) شب و روز میں معمول چاشت کے وقت تو نے معین کر لیا ہے وصال کو اے خیر خواہ (او پر صباح کا لفظ آیا ہے مگر صباح عرفاً عام ہے قبل زوال تک کو) میں اس ایک بار (کی ملاقات) پر قانع نہیں ہوں (اور) تیری محبت میں (بمنزلہ) ایک عجیب انسان کے ہوں (کہ جیسے انسان دور دور کے خیالات سوچتا ہے اسی طرح مجھ کو تیری محبت میں دور دور کے خیالات آتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ کوئی تدبیر اطلاع باہمی کی ہونا چاہئے) میرے جگر میں پانسو استسقاء ہیں (لان سببہ بردالکبد کما صرحوا بہ اور) ہر استسقاء کے ساتھ جوع البقر مقرون ہے (یعنی میری حالت شدت اشتیاق سے مشابہ اس شخص کے ہے جس کو استسقاء اور جوع البقر دونوں مرض ہوں کہ پیاس بھی نہ بجھے اور بھوک بھی نہ بھرے) تو میرے غم (عشق) سے بے پروا (و بے خبر) ہے اے امیر (ورنہ اتنی بے فکری تجھ کو نہ ہوتی کہ میں جس چیز کو سوچ رہا ہوں تو نہیں سوچتا مجھ کو اپنے) حسن کی زکوۃ دے اور (اس) محتاج میں نظر کر (زکوۃ اور فقیر کے لفظ سے اے امیر کا تناسب کس قدر با موقع ہے) یہ محتاج بے ادب نالائق ہے لیکن آپ کا لطف (و رحم) عام اس سے ارفع ہے (یعنی وہ میری بے ادبی و نالائقی کو مانع عن التوجہ نہیں سمجھتا میرے نزدیک اس شعر ایں فقیر الخ سے دور تک انتقال ہے خطاب الی المحبوب المجازی سے طرف خطاب الی المحبوب الحقیقی کے جیسا سیاق میں نظر کرنے سے صاف ظاہر ہے اور اسی لئے ضمیر مخاطب کا ترجمہ میں نے عنوان ادب سے کیا ہے پھر جہاں سے عود ہو گا خطاب الی المجازی کی طرف وہاں بھی متنبہ کر دیا جاوے گا یعنی اے محبوب حقیقی آپ کا لطف ایسا عام ہے کہ لیاقت کاملہ کے ساتھ مشروط نہیں اور لیاقت میں کاملہ کی قید اس لئے لگائی کہ ضروری درجہ لیاقت کا کہ مصداق اس کا مطلق ایمان ہے نصاً شرط ہے توجہ لطف کی کیونکہ مراد یہاں لطف سے رحمت مختصہ باہل الایمان ہے دلیل اس کے مراد ہونے کی یہ ہے کہ اس لطف کو طلب کر رہے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو رحمت عام ہے کفار کو بھی اس کی طلب پر مومن اکتفا نہیں کرتا۔ پس اس لطف کو جو شعر میں عموم کے ساتھ موصوف کیا ہے مراد اس سے وہ عموم نہیں جو رحمت شاملہ الکفار میں عموم ہے بلکہ اس عموم کے مقابل خصوص کا اعتبار کرنے کے بعد پھر اس میں عموم بایں معنی معتبر ہے کہ سب اہل ایمان کو جن میں عصاۃ بھی ہیں شامل ہے خصوصیت متقین کی نہیں پس یہ لطف من وجہ خاص بھی ہے یعنی بمقابلہ عام الکفار کے اور من وجہ عام بھی ہے یعنی بمقابلہ خاص للابرار کے کہ ایک رحمت ایسی خاص بھی ہے جو اتقیاء و ابرار ہی کے ساتھ متعلق ہے ایک اس سے بھی اخص ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام کے ساتھ متعلق ہے خوب سمجھ لو آگے اسی لطف خاص مذکور کے عموم کے احکام و افعال بیان کرتے ہیں کہ) آپ کا لطف عام سند (استحقاق کی یعنی علت و شرط نہیں ڈھونڈھتا (بلکہ) آفتاب (کی طرح) نجاستوں پر اثر کرتا ہے (جس کا آگے تتمہ ہے کہ) اس (آفتاب) کے نور کو اس (نجاست) سے کوئی نقصان نہیں ہوا اور وہ نجاست (اس آفتاب کے اثر سے) خشک ہونے کے سبب (بمنزلہ) ہیزم (کے) ہو گئی (یہاں تک کہ وہ) نجاست (حمام کے) چولہے میں پہنچی (اور) روشنی ہو گئی (اور) حمام کے در و دیوار پر تاباں ہوئی (چنانچہ ظاہر ہے کہ سوختہ حمام کا اگرچہ سرگیں وغیرہ ہی ہو جلنے کے وقت خود بھی صاحب نور ہوتا ہے اور حمام کے در و دیوار کو بھی اس پر عکس پڑنے سے منور کرتا ہے پس) وہ (پہلے) آلائش تھی (اور) اب آرائش (کا آلہ) ہو گئی (چنانچہ تنویر کا موجب آرائش ہونا ظاہر ہے) جبکہ اس پر آفتاب نے وہ افسوں پڑھ دیا (آفتاب کے اثر پہنچنے کو افسوں خوانی سے تشبیہ دی کہ افسوں کا بھی اثر پہنچتا ہے اور جو نجاست سرگیں وغیرہ حمام وغیرہ میں نہیں پہنچا جس سے وہ متنور اور منور ہوتا بلکہ وہ زمین ہی پر مدت دراز

www.besturdubooks.wordpress.com

تک پڑا رہا اس پر آفتاب کا اور طرح فیض پہنچا وہ یہ کہ) آفتاب نے نیز معدۂ زمیں کو گرم کر دیا یہاں تک کہ زمیں باقی نجاستوں کو کھا گئی (اور جس طرح معدہ کی گرمی سے کھانا ہضم ہو کر جزو بدن ہو جاتا ہے اسی طرح) وہ (نجاست گرمی زمین سے) جزو خاکی ہو گئی اور اس سے نباتات اگے (چنانچہ کھاد سے پیداوار زمین میں قوت ہونا مشاہد ہے اور اس استحالہ کو حرارت کا مسبب بنانا اس لئے ہے کہ برودت کا خاصہ حفظ صورت ہے چنانچہ برف میں گوشت تک نہیں بگڑتا پس باوجود برودت مزاج ارض کے اس سے ایسا استحالہ ہونا یہ عارض حرارت سے ہے جو آفتاب سے مکتسب ہے خواہ سطح ارض پر ہو یا اعماق ارض میں ہو جیسا احتباس کے وقت اور مصرعۂ آفتاب برحد نامی زند سے اس مصرعہ جزو خاکی کی گشت درست از و سے نبات تک خواص مشبہ بہ کے بیان کئے اب تطبیق تشبیہ کے ساتھ مشبہ کا وصف بیان کرتے ہیں کہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ سیئات کو محو کر دیتے ہیں (اور حسنات سے مبدل کر دیتے ہیں کما ہو منصوص یعنی جس طرح آفتاب سے بعد تصرفات مذکورہ کے وہ انجاس متبدل ہو کر ان میں سے نجاست کا وصف زائل ہو گیا اور وہ سبب ہو گیا انوار جمع نور بالضم بمعنے روشنی اور انوار جمع نور بمعنے شگوفہ کا اسی طرح رحمت حق سے بعد مغفرت کے وہ سیئات متبدل ہو کر ان میں سے وصف انحاط کا زائل ہو گیا اور اس کا بدل یعنی حسنات سبب ہو گیا انوار رضوان وانوار جنان کا آگے بھی یہی تطبیق ہے کہ جس طرح جزو خاکی اس (آفتاب) سے پر از نور ہو گیا (جیسا مثال حمام میں بیان کیا) اسی طرح مغفرت فرماتا ہے غفور اس شخص کے لئے جس پر عطا فرماتا ہے (اور جس طرح) جزو خاکی اس (آفتاب) سے باسامان ہو گیا (ہکذا فی المنتخب فی معنی رشاد جیسا مثال انبات میں بیان کیا اور ازہار واشجار کا سامان فرحت وحاجت ہونا ظاہر ہے) اسی طرح رحمت فرماتا ہے اللہ (حق) بندوں کے لئے (یہاں تک ذکر تھا نا قابل کے ساتھ رحمت فرمانے کا آگے اسی سے استنباط کر کے ذکر فرماتے ہیں قابل تام کے ساتھ رحمت فرمانے کا وکون هذا القابل تاما بمقابلة الناقص المذکور والافالکل ناقص بالنظر الى عظمة حق الحق تعالیٰ یعنے) وہ (آفتاب معنوی جب) نجاست (سیئات) کے ساتھ جو کہ سب سے بدتر ہے یہ (معاملہ لطف کا) کرتا ہے کہ اس کو نبات اور نرگس اور نسریں (یعنی حسنات) کر دیتا ہے تو نسرین عبادات (و حسنات) کے ساتھ ایفاء حق کی حالت میں حق تعالیٰ کیا کچھ دے دیں گے جزاء (ثواب موعود) اور عطا (ثواب مزید غیر موعود) میں (حاصل اس کا یہ ہے کہ) جب خبیثوں کو ایسا خلعت دیتے ہیں تو طیبین کو تو کیا کچھ بخش دیں گے حصہ میں (کذافی الغیاث فی معنی رسد آگے اس دینے کا اجمالاً بیان ہے کہ) حق تعالیٰ ان کو وہ دیں گے جو آنکھ نے نہیں دیکھا جو کہ زبان اور لغات میں نہیں سما سکتا (اشارہ ہے طرف حدیث قدسی اعددت لعبادی الصالحین مالاعین رأت ولااذن سمعت ولاخطر علی قلب بشر کے آگے مناجات ہے جس میں اول درخواست ہے بیان نعم کی بطور تفریع کے اپنے عجز عن البیان پر جو اوپر مذکور تھا پھر درخواست ہے ان نعم فضل وکرم کے عطا کی اور ساتھ ساتھ اپنے نا قابل ہونے کا مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) ہم کون (چیز) ہیں (کہ نعم مذکورہ کو بیان کر سکیں) اس کو آپ ہی بیان کیجئے اے میرے محبوب (مطلب یہ کہ آپ ہی پورا بیان کر سکتے ہیں لیکن ہماری استعداد کے موافق ہم پر بھی ذوقاً ظاہر کر دیجئے کہ طلب میں ترقی ہو اور اس کے ساتھ) میرے دل کو خلق حسن سے روشن کیجئے (یعنی وہ نعمتیں خلق حسن یعنی فضل وکرم سے عطا بھی کیجئے کہ یوم السرور نورانی ہوتا ہے اور گو میں اس کے قابل نہیں ہوں لیکن) آپ میری زشتی اور مکروہیت کو نہ دیکھئے کیونکہ میں پر زہر ہونے کی وجہ سے مثل پہاڑی سانپ کے ہوں (کہ خشک پہاڑ کے سانپ زیادہ زہری ہوتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں اور اسی قرینہ سے مراد خشک پہاڑ ہے) اے محبوب میں بھی زشت ہوں اور میرے تمام خصال بھی زشت ہیں میں گل کیسے ہو جاؤں جب اس نے مجھ کو خار پیدا کیا (اس میں التفات ہے خطاب سے غیبت کی طرف اور مقصود اس سے اپنا بیان عذر نہیں ہے بلکہ اپنا عجز بیان کرنا ہے تاکہ زشتی کا درجہ بالغہ ثابت ہو جاوے مگر عجز بدرجہ جبر نہیں ورنہ زشتی کو اپنی اور اپنے خصال وافعال کی طرف منسوب نہ کرتے کیونکہ افعال اضطراریہ موصوف بالقبح والذم نہیں ہوتے آگے پھر خطاب کے صیغوں سے کلام ہے کہ) اے نو بہار (کے مشابہ فی اعطاء النضرۃ) آپ خار کو گل کا (سا) حسن دے دیجئے (لان من شانک تبدیل السیئات بالحسنات کما مر اور) اس سانپ کو زینت طاؤس دے دیجئے۔ (مصرعہ اول ناظر ہے مصرعہ بالا چوں شوم گل الخ کی طرف اور مصرعہ ثانیہ ناظر ہے مصرعہ سابقہ از بالا کہ پر زہرے چو مار کوہیم کی طرف) میں کمال زشتی میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہوں (اور) آپ کے لطف فضل میں اور ہنر میں مرتبہ نہایت تک پہنچا ہوا ہے (یہ مشاکلۃ و مجازاً کہہ دیا ورنہ فضل ولطف کی تو کوئی نہایت ہی نہیں مراد دونوں مصرعوں میں کامل ہے گو ایک کا کمال بوصف تناہی ہے دوسرے کا کمال بوصف عدم تناہی اور جب میں قبح میں کامل ہوں اور آپ کا لطف حسن میں تو) حاجت اس (قبح) کامل کی اس (حسن) کامل سے برلائیے اے غیرت سروسہی (یعنی اے جامع المحاسن اور میرے نزدیک یہاں خطاب الی المحبوب الحقیقی ختم ہو گیا آگے عود ہے خطاب الی المحبوب المجازی کی طرف جیسا کہ تمثیل آئندہ کا انطباق اسی پر موقوف ہے ورنہ خدا تعالیٰ کے معاملہ عاجلہ کو ان کے معاملہ آجلہ پر ترجیح دینا لازم آوے گا۔ اس قول میں سیلے نقد از عطائے نسیہ اور اس کا کون قائل ہو سکتا ہے اور اس صورت میں یہ احکام آئندہ کہ خواہد گریست اور اشک خواہد جست اور نوحہ خواہد کرد اور نیز اثبات اپنی مظلومی کا سب بے تکلف درست ہو جاوے گا صرف دو خدشے خفیف رہیں گے ایک لفظی کہ اوپر بھی فضل کا ذکر آیا ہے الطف تو در فضل الخ اور آئندہ بھی ہے چوں بمیرم فضل تو الخ تو ظاہر ادونوں فضل کا فاعل ایک ہوگا مگر یہ ضروری نہیں دوسرا معنوی کہ آگے فضل کو حاجت سے بری کہا ہے لیکن خاص حاجت الی المتکلم سے بری کہنا صحیح ہو سکتا ہے حاصل یہ کہ وہ موش اس غوک سے اس شعر سابق علی الانتقال الی الخطاب لمحبوب الحقیقی بے نیازی از غم من اے امیر الخ کے مضمون سے مرتبط کر کے کہتا ہے کہ تو آج تو میرے غم عشق سے بے نیاز و بے پرواہ ہے لیکن) جب میں مر جاؤں گا تو تیرا ہی لطف (مجھ کو) روئے گا بوجہ کرم کے اگرچہ وہ (میری طرف) محتاج ہونے سے بری ہے (یعنی وہ رونا اس لئے نہ ہوگا کہ میرے مرنے سے اس کی کوئی حاجت جو مجھ سے متعلق تھی فوت ہو گئی بلکہ وہ رونا مقتضا کرم کا ہوگا کہ اہل کرم دوسروں کی مصیبت سے کڑھا کرتے ہیں اور موت کا مصیبت ہونا ظاہر ہے قال تعالیٰ فاصابتکم مصیبة الموت مطلب یہ ہوا کہ میرے مرنے پر کل تو ہی بیٹھ کر روئے گا تو آج اتنی بے پروائی مت کر آگے بھی یہی مضمون بلفظ دیگر بطور التفات من الخطاب الی الغیبۃ ہے کہ) وہ (محبوب) میرے گور پر بہت دنوں بیٹھا رہے گا (اور) اس کی چشم پر لطف سے اشک نکلے گا (اور) وہ (محبوب) میری محرومی (عن وصلہ) پر نوحہ کرے گا (یعنی افسوس کرے گا کہ میں نے اس کو اپنے وصل سے باوجود اس کی درخواست کے کیوں محروم رکھا اور) وہ (محبوب) میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا کہ میں نے اس کو اپنے وصل سے باوجود اس کی درخواست کے کیوں محروم رکھا اور) وہ (محبوب) میری مظلومی سے آنکھ نیچی کرے گا (یعنی یہ یاد کر کے شرمندہ ہوگا کہ میں نے ناحق اس پر ظلم کیا۔ آگے پھر التفات ہے غیبت سے طرف خطاب کے کہ اے محبوب جب انجام کار یہ سب الطاف میرے حال پر تو مبذول کرے ہی گا تو) تھوڑا سا ان الطاف میں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ابھی (مجھ پر مبذول) کر دے (اور جو جو باتیں اس وقت میری قبر پر بیٹھ کر کرے گا) ان باتوں میں سے میرے کان میں ایک ہی حلقہ ڈال دے (یعنی تیری باتیں کہ بمنزلہ حلقہ وزیور گوش کے ہیں اس میں سے ایک ہی بالی میرے کان میں ڈال دے یعنی ایک ہی آدھ بات کرلے چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) تو جو جو باتیں میری خاک (گور) سے کہے گا (ان میں سے کچھ) میری جان بادراک غمناک پر اب) چھڑک دے (غرض) میری دستگیری کر ایسی بے چارگی میں (اور) مجھ کو شاد کر دے اس غمخوارگی میں (اور جو کچھ قلیل و کثیر کرنا ہو ابھی کر دے وعدوں سے قناعت نہیں ہوتی کہ نقد قلیل بہتر ہے نسیہ کثیر سے جیسا کہ ایک تمثیلی قصہ ہے کہ) کسی صوفی سے کسی خواجہ سیم بخش نے کہا کہ تیرے قدم کے لئے میری جان فرش ہے (یعنی تیرے قدموں کے نیچے اپنی جان بچھاتا ہوں یہ مدح و تعظیم ہے یہ بتلا کہ) اے میرے شاہ صاحب تو آج ایک درم (لینا) چاہتا ہے یا کہ کل چاشت کے وقت تین درم۔ اس نے کہا کہ میں ایک درہم پر زیادہ راضی ہوں جو کہ تو آج ہی دے دے اور کل کو سو درم (بھی دے تب بھی آج کا ایک درم اچھا اور یہ تو درم ہے نقد تو ایسی چیز ہے کہ) نقد چپت بھی ادھار عطا سے بہتر ہے۔ اب تیرے سامنے قفا پیش کرتا ہوں نقد دے دے (کیونکہ انتظار کی کلفت تو رفع ہوئی تو اس میں اس خاص وجہ سے ارجحیت ہوگی نہ کہ من کل الوجوہ اور سیلی نقد کا ارجح ہونا بوجہ مذکور عام بھی ہے پھر) خاص کر وہ چپت جو تیرے ہاتھ سے ہے کیونکہ (میری) قفا اور اس کا چپت (لگنا یعنی چپت کھانا یہ سب) تیرے عاشق ہیں (وہ من کل الوجوہ عطائے نسیہ سے بہتر ہے اوروں کے عطا سے تو ظاہر ہی ہے اور تیری عطا سے بھی جب کہ وہ عطا ہوتی تو یہ سیلی نہ ہوتی اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں تو قرب ابھی ہوتا ہے اور اس میں بعد حین اور قرب ایسی چیز نہیں کہ اس کا تاخر اس کے تقدم سے کسی وجہ سے بھی راجح ہو گو یہ قرب بصورت قہر ہوگا لیکن معنیٰ لطف ہی ہے اور مومنین کے بعض اقسام قرب کے تاخر کا وسوسہ نہ کیا جائے کیونکہ اس قرب کی اس وقت ان میں استعداد نہیں ہے اور جو قرب ان کی استعداد کے لائق ہے اس سے یہ اس وقت بھی محروم نہیں یعنی قبول ورضا ونسبت ومعیت اب قصہ تمثیلی ختم کر کے حاصل تمثیل کی درخواست کرتا ہے کہ) ہاں آ جا اے سرور جان کے اور جہان کے (یہ مبالغہ ہے) اس وقت کے نقد کو خوب غنیمت رکھ (اور) وہ چاند کا سامنہ رات کے چلنے والوں سے (کہ طالب ہیں چاند کے) مت چھپا (اور) اے آب رواں (غیر منقطع) اس ندی سے (کہ محتاج ہے آب رواں کی اور اس کی طالب ہے) سر مت پھیر تا کہ آب رواں سے ندی کا لب خندہ ہو جاوے (یعنی وہ شاداں ورونق دار ہو) اور (پھر) لب جو سے یاسمیں ظاہر ہو (پانی سے پھولوں کا پیدا ہونا ظاہر ہے مطلب یہ کہ فرحت اور آثار فرحت نمایاں ہوں آگے مقولہ ہے مولانا کا بطور انتقال کے طرف مضمون ارشادی کے کہ بنائے علے مضمون الشعر المذکور) تو ندی کے کنارہ پر جب سبزہ مست دیکھے (اور اتفاق سے یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں ندی ہے اور یہ اس کا کنارہ ہے مثلاً اشجار وغیرہ حائل تھے مگر اس سبزہ کو جب دیکھے) پس دور سے جان لے کہ اس جگہ پانی ہے (خواہ ندی ہو یا مثل ندی کے مقصود بقرینہ شعر آئندہ یہ ہے کہ جب انوار وبرکات کسی شخص پر دیکھو سمجھ لو کہ صاحب نسبت ہے کہ آب نسبت سے یہ پھول کھلے ہیں اسی کی نسبت) سیماھم فی وجوھھم فرمایا ہے کردگار نے کیونکہ بارش کا تخم سبزہ زار ہوتا ہے اگر شب کو (مثلاً) بارش ہو (اور) کوئی نہ دیکھے کیونکہ نیند میں ہوں ہر شخص اور ہر سانس والا (یعنی حیوانات مگر) ہر باغ باجمال کی تازگی (جو صبح کو نظر آوے گی) باران مخفی پر علامت ہوگی (کہ شب کو مینہ برسا ہے گو وہ دیکھا نہیں گیا آگے پھر رجوع ہے طرف قصہ کے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رجوع بحکایت موش و چغز آبی

چوہے اور پانی کے مینڈک کی حکایت کی جانب رجوع

اے اخی من خاکیم تو آبئ	لیک شاہ رحمت و وہابئ
اے میرے بھائی میں خاکی ہوں اور تو آبی ہے	لیکن تو شاہ ترحم اور منسوب الی الوہاب ہے
آنچناں کن از عطا و از قسم	کہ گہ و بیگہ بخدمت میرسم
تو ایسا کر عطا اور حصہ بخشی سے	کہ وقت اور بے وقت میں خدمت میں پہنچا رہوں
برلب جو من بجاں میخوانمت	می نہ بینم از اجابت مرحمت
لب نہر پر میں جان سے تجھ کو بلاتا ہوں	منظوری کی عنایت میں نہیں دیکھتا ہوں
آمدن درآب برمن بستہ شد	زانکہ ترکیبم ز خاکے راستہ شد
پانی میں آنا مجھ پر مسدود ہے	کیونکہ میری ترکیب خاک سے ناشی ہوئی ہے
یا رسولے یا نشانے کن مدد	تا ترا از بانگ من آگہ کند
یا تو کوئی قاصد یا کوئی علامت مدد کے لئے مقرر کر	تاکہ تجھ کو میرے پکارنے سے آگاہ کر دے
بحث کردند اندریں کارآں دو یار	آخر آیں بحث آں آمد قرار
ان دونوں یاروں نے اس بارہ میں بحث کی	اس بحث کا انجام یہ قرار پایا
کہ بدست آرند یک رشتہ دراز	تازجذب رشتہ گردد کشف راز
کہ ایک لمبا ڈورا ہاتھ میں لاویں	تاکہ اس ڈورے کو کھینچنے سے کشف راز ہو جاوے
یکسرے برپائے ایں بندہ دوتو	بستہ بایدٔ دیگرش برپائے تو
ایک سرا تو اس بندہ خمیدہ یا مضاعف العقیدہ کے پاؤں میں	بندھا ہوا ہونا چاہئے اس کا دوسرا سرا تیرے پاؤں میں
تابہم آئیم زیں فن ما دوتن	اندر آمیزیم چوں جاں با بدن
تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں شخص مجتمع ہو سکیں	مل جایا کریں جس طرح جان ہے بدن کے ساتھ
ہست تن چوں ریسماں برپائے جاں	می کشاند بر زمینش ز آسماں
جسم مثل ریسمان کے ہے روح کے پاؤں میں	وہ اس کو آسمان سے زمین پر کھینچ لیتا ہے
چغز جاں درآب خواب بیہشی	رستہ از موش تنؑ آید در خوشی
چغز روح آب خواب بیہوشی میں	موش تن سے چھوٹ کر خوشی میں آتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

موش تن زاں ریسماں بازش کشد	چند تلخی زیں کشش جاں می چشد
موش جسم اس ریسمان سے اس کو پھر کھینچ لیتا ہے	بہت تلخیاں اس کھینچ لینے سے روح چکھتی ہے
گر نبودے جذب موش گندہ مغز	عیشہا کردے درون آب چغز
اگر موش گندہ مغز کی کشش نہ ہوتی	تو چغز پانی کے اندر بہت سے عیش کرتا
باقیش چوں روز برخیزی زخواب	بشنوی از نور بخش آفتاب
اس کا بقیہ جب تو روز معہود کو خواب سے اٹھے گا	تو سن لے گا آفتاب نور عطا کرنے والے سے
یک سر رشتہ گرہ برپائے من	زاں سر دیگر تو برپا عقد زن
ایک سرا ڈورے کا میرے پاؤں میں گرہ لگا ہوا ہے	اس دوسرے سرے کی گرہ تو پاؤں پر لگا لے
تاتوانم من دریں خشکی کشید	مر ترا نک شد سر رشتہ پدید
تاکہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں تجھ کو	اب مقصود کی صورت سمجھ میں آ گئی
تلخ آمد بردل چغز ایں حدیث	کہ مرا در عقد آرد ایں خبیث
چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی	کہ مجھ کو بند میں لانا چاہتا ہے یہ خبیث

(موش نے غوک سے کہا کہ) اے میرے بھائی (اگرچہ) میں خاکی ہوں (اور) تو آبی ہے (اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ بوجہ عدم تجانس کے تو مجھ پر مہربانی نہ کرتا) لیکن (باوجود اس کے چونکہ) تو شاہ ترحم اور منسوب الے الوہاب (یعنی مظہر رحمت حق) ہے (اس لئے میں تجھ سے درخواست ترحم کی کرتا ہوں چنانچہ جس کی رحمت کا تو مظہر ہے وہ بھی باوجود عدم تجانس کے بندوں پر رحمت فرماتا ہے پس اس ترحم کے مقتضا سے) تو ایسا کر عطا اور حصہ بخشی سے (جو کہ مقتضا ہے اس ترحم کا) کہ وقت بے وقت میں (تیری) خدمت میں پہنچتا رہوں (اب تو یہ کیفیت ہے کہ) لب نہر پر (آ کر) میں (دل و) جان سے تجھ کو بلاتا ہوں (مگر) منظوری کی عنایت میں نہیں دیکھتا ہوں (اور کنارہ سے آگے بڑھ کر) پانی میں آنا مجھ پر مسدود ہے کیونکہ میری ترکیب (عنصر) خاک سے ناشی ہوئی ہے (اس لئے آگے چل کر تجھ کو نہیں بلا سکتا پس اسلئے اسکی ضرورت ہے کہ) یا تو کوئی قاصد (جو باوجود خشکی میں رہنے کے ہر وقت پانی میں پہنچ سکے کہ میں اس سے کہہ دیا کروں اور وہ تیرے پاس تو جہاں ہو پہنچ جاوے) یا کوئی (اور) علامت (اطلاع کی) مدد کے لئے مقرر کرتا کہ تجھ کو میرے پکارنے سے آگاہ کر دے (قاصد تو مباشرۃً اور علامت تسببا غرض) ان دونوں یاروں نے اس بارہ میں بحث (وگفتگو) کی (اور) اس بحث کا انجام یہ قرار پایا کہ ایک لمبا ڈورا ہاتھ میں لا دیں تاکہ اس ڈورے کے کھینچنے سے کشف راز ہو جاوے (اس طریقہ سے کہ) ایک سرا تو اس بندۂ خیدہ (بارعشق) یا (بندہ) مضاعف العقیدہ (کذانی الحواشی) کے پاؤں میں بندھا ہوا ہونا چاہئے (اور) اس کا دوسرا سرا تیرے پاؤں میں (بندھا ہوا رہے) تاکہ اس ترکیب سے ہم دونوں شخص مجتمع ہو سکیں (کہ جب خبر کرنا چاہا ڈورا کھینچ لیا اور) مل جایا

www.besturdubooks.wordpress.com

کریں جس طرح جان (ملی ہوئی) ہے بدن کے ساتھ (آگے انتقال ہے ظاہری قصہ سے باطنی حصہ کی طرف کہ اسی طرح یہ) جسم مثل ریسمان کے ہے روح کے پاؤں میں وہ (جسم) اس (روح) کو آسمان سے زمین پر کھینچ لیتا ہے (جیسا وہ چوہا ریسمان سے مینڈک کو کھینچ لیتا تھا۔ پس روح مثل غوک کے ہوئی چنانچہ آئندہ شعر میں مع شرح فرماتے ہیں کہ) چغز روح آب خواب بیہوشی میں موش تن سے چھوٹ کر خوشی میں آتا ہے (یعنی بیہوشی واستغراق کی نیند سے جو کہ بوجہ راحت بخش ہونے کے مشابہ پانی کے ہے تعلقات مخصوصہ جسم سے اس روح کو ذہول اور ملاء اعلیٰ کی طرف اس کو کچھ مشغولی ہو جاتی ہے اور اوپر جسم کو ریسمان سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہاں موش سے سواء پر تسامح ہے مراد جسم سے تعلق ہے جسم کا پس جسم مشابہ موش کے ہوا اور علاقہ جسم مشابہ ریسمان کے اور کھینچنا یہ ہے کہ جسم ہی کا مزاج وخواص وطبیعت وعوارض سبب ہوتا ہے جاگ اٹھنے کا پس گویا جسم سبب ہوتا ہے روح کے ادھر متوجہ ہو جانے کا ورنہ اگر جسم سے مفارق ہو جاوے اور اس سے علاقہ نہ رہے تو پھر احکام وافعال جسم سبب نہیں ہوتے توجہ روح کے چنانچہ آگے اسی تعلق ومفارقت کا ایک ایک شعر میں بیان ہے کہ) موش جسم اس ریسمان سے اس (روح) کو پھر کھینچ لیتا ہے۔ بہت تلخیاں اس کھینچ لینے سے روح چکھتی ہے اگر موش گندہ مغز کی کشش نہ ہوتی (جیسا بعد مفارقت کے) تو چغز (روح) پانی کے اندر بہت سے عیش کرتا (ایک حالت تو اس کشش کی یہ ہے اور) اس (مضمون) کا بقیہ جب تو روز معہود (یعنی قیامت) کو خواب (مرگ) سے اٹھے گا (یعنی دوبارہ زندہ ہوگا) تو سن لے گا آفتاب کو نور عطا کرنے والے سے (یعنی حق تعالیٰ سے اور یہ سننا حالی ہوگا جو سماع قالی سے اوضح فی الکشف ہے مطلب یہ کہ اس روز اس عودالروح الی الجسم کے کامل درجہ کا مشاہدہ ہو جاوے گا اور کامل ہونا اس کا ظاہر ہے کیونکہ وہ عود بعد مفارقت تام کے ہوگا بخلاف خواب کے کہ مفارقت من وجہ ہوتی ہے اور جس درجہ کی مفارقت ہوگی اسی درجہ کا عود ہوگا ان ناقصاً فناقص وان تاماً فتام آگے پھر مقولہ ہے موش کا یعنی) ایک سرا (اس) ڈورے کا میرے پاؤں میں گرہ لگا ہوا ہے (اور) اس دوسرے سرے کی گرہ تو (اپنے) پاؤں پر لگا لے تاکہ میں اس خشکی میں کھینچ سکوں تجھ کو (بس) اب مقصود کی صورت سمجھ میں آ گئی۔ چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی کہ مجھ کو بند میں لانا چاہتا ہے یہ خبیث۔

ہر کراہت در دل مرد بہی	چوں در آید زافتے نبود تہی
جو کراہت مرد روشن ضمیر کے قلب میں آتی ہے	وہ کسی آفت سے خالی نہیں ہوتی
وصف حق داں آں فراست را نہ وہم	نور دل از لوح کل کردست فہم
اس فراست کو وصف حق جان نہ کہ وہم	نور دل نے لوح کل سے فہم کیا ہے
امتناع پیل از سیراں بہ بیت	باجد آں پیلبان و بانگ ہیت
ہاتھی کا ٹھٹھکنا بیت اللہ شریف کی طرف چلنے سے	باوجود اس پیلبان کی کوشش کے اور بانگ ہیا کے
جانب کعبہ نرفتے پائے پیل	باہمہ لت نے کثیر و نے قلیل
جانب کعبہ کے نہیں چلتا تھا پاؤں ہاتھی کا	باوجود تمام تر لاتیں مارنے کے نہ بہت اور نہ تھوڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتیی خود خشک شد پاہای او	یا بمرد آں جان ہول افزائے او
یوں کہو کہ اس کے پاؤں خشک ہی ہو گئے تھے	یا اس کی وہ جان ہول افزا مر گئی تھی
چونکہ کردندے سرش سوی یمن	پیل زرد و اسپہ گشتے گام زن
جب اس کا رخ یمن کی طرف کرتے	تو وہ فیل زر تیزی سے قدم اٹھانے لگتا
حس پیل از زخم غیب آگاہ بود	چوں بود حس ولی با ورود
فیل کی حس اثر غیب سے باخبر تھی	تو ولی صاحب واردات کی حس کی تو کیا کیفیت ہو گی
نے کہ یعقوبؑ نبی گفت آں زماں	کہ ازو جستند یوسفؑ را نہاں
کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اس وقت	کہ ان سے یوسف علیہ السلام کو خفیہ طور پر مانگا
نے کہ یعقوبؑ نبی آں پاک خو	بہر یوسفؑ باہمہ اخوان او
کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب نبی پاک خو نے	یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے بھائیوں سے
از پدر چوں خواستند آں داوراں	تا برندش سوی صحرا یک زماں
جب ان بھائیوں نے باپ سے مانگا	تاکہ ان کو ایک زمانہ کے لئے صحرا کی طرف لے چلیں
جملہ گفتندش میندیش از ضرر	یک دو روزش مہلتے دہ اے پدر
سب نے ان سے کہا کہ آپ ضرر سے اندیشہ نہ کیجئے	ایک دو روز ان کو مہلت دے دیجئے اے پدر
تو چرا مارا نہ پنداری امین	یوسفؑ خود نسپری با حافظین
آپ ہم کو معتمد کیوں نہیں سمجھتے	اپنے یوسف کو محافظین کے سپرد نہیں کرتے
تا بہم در مرجہا بازی کنیم	ما دریں دعوت امین و تسلیم
تاکہ ہم سبزہ زاروں میں ملاعبت کریں	ہم اس درخواست میں معتمد اور نیک معاملہ ہیں
گفت ایں دانم کہ نقلش از برم	می فروزد در دلم رنج و سقم
یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں یہ جانتا ہوں کہ میرے پاس سے ان کا لے جانا	میرے دل میں رنج اور کلفت کو مشتعل کرتا ہے
ایں دلم ہرگز نمی گوید دروغ	کہ ز نور عرش دارد دل فروغ
میرا دل یہ ہرگز دروغ نہیں کہتا	کیونکہ نور عرش سے وہ دل روشنی رکھتا ہے
آں دلیل قاطعی بد بر فساد	از قضا آں را نکرد او اعتداد
وہ خرابی پر دلیل قاطع تھا	قضا کے سبب انہوں نے اس کو معتدبہ قرار نہیں دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

درگذشت از وے نشانے آنچناں	کہ قضا در فلسفہ بود آں زماں
وہ دلیل جو اس درجہ کی تھی ان سے گزر گئی	کیونکہ قضا حکمت میں تھی اس وقت
ایں عجب نبود کہ کور افتد بچاہ	بوالعجب افتادن بینائے راہ
یہ عجیب نہیں کہ نابینا گر پڑے کنوئیں میں	بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا
ایں قضارا گونہ گوں تصریفہاست	چشم بندش یفعل اللہ ما یشاست
اس قضا کے انواع انواع تصرفات ہیں	اس کی چشم بندی یفعل اللہ ما یشاء ہے
ہم بداند ہم نداند دل فنش	موم گردد بہرآں مہر آہنش
قلب اس کے فن کو جانتا بھی ہے اور نہیں بھی جانتا ہے	اس کی مہر کے لئے اس کا آہن موم ہو جاتا ہے
گوئیا دل گوید اے کہ میل او	چوں دریں شد ہرچہ افتد باش گو
گویا قلب کہتا ہے کہ اے شخص اس کا جب اس میں میلان ہے	تو پھر جو کچھ بھی ہو ہونے دے
خویش راہم زیں مغفل می کند	درعقالش جاں معقل می کند
وہ اپنے کو اس سے مغفل بھی کر دیتا ہے	اس کی رسن میں جان کو بستہ کر دیتا ہے
گرشود مات اندریں آں بوالعلا	آں نباشد مات باشد ابتلا
اگر وہ صاحب مرتبہ عالیہ اس میں کم ہمت ہو جاتا ہے	تو وہ کم ہمت نہیں ہوتا ایک امتحان ہوتا ہے
یک بلا از صد بلا لیش و اخرد	یک ہبوطش برمعار جہا برد
ایک بلا اس کو سو بلاؤں سے چھڑا لیتی ہے	ایک ہبوط اس کو مراتب عالیہ پر لے جاتا ہے
خام شوخے کہ رہانیدش مدام	از خمار صد ہزاراں زشت خام
وہ شوخ خام کہ اس کو شراب نے	لاکھوں زشت خام کے خمار سے چھڑا دیا تھا
عاقبت او پختہ و استاد شد	جست ازرق جہاں آزاد شد
انجام کار وہ پختہ اور استاد ہو گیا	دنیا کی غلامی سے نکل گیا۔ آزاد ہو گیا
از شراب لایزالی گشت مست	شد ممیز از خلائق باز رست
شراب لایزالی سے وہ مست ہو گیا	وہ خلائق سے ممیز ہو گیا وہ چھوٹ گیا
زاعتقاد سست پر تقلید شاں	وز خیال دیدۂ بے دیدشاں
ان کے اعتقاد سست پر تقلید سے	اور ان کے دیدۂ بے بصیرت کے خیال سے

www.besturdubooks.wordpress.com

(یہاں سے مقولہ ہے مولانا کا بطور انتقال کے بمناسبت مضمون بالا کے کہ چغز کے قلب پر یہ بات تلخ معلوم ہوئی یعنی یہ تو ایک جزئیہ تھا کہ جس بات کا انجام ضرر ہونے والا تھا وہ چغز کے قلب کو مکروہ معلوم ہوئی لیکن یہ حکم کلی بھی ہے کہ) جو کراہت مردِ روشن ضمیر کے قلب میں آتی ہے (من البہار بمعنی روشنی) وہ کسی آفت سے خالی نہیں ہوتی (اور) اس فراست کو وصف حق جان نہ کہ وہم نور دل نے لوح کل سے (اس کو) فہم کیا ہے (وصف حق سے مراد خاص صفت علم ہے اور اسی کو لوح کل اس اعتبار سے کہا ہے کہ کل معلومات اس کے روبرو حاضر ہیں۔ اور نور دل سے مراد وہی فراست مذکورہ مصرعہ اولے پس مصرعہ ثانیہ تفسیر ہے مصرعہ اولٰے کی اور اسی لوح کل و حق کو حدیث میں نور اللہ سے اور اس فراست و نور قلب کو نظر سے تعبیر فرمایا ہے حیث قال علیہ السلام اتقوا فراسة المومن ینظر بنور اللہ اور اس فراست کے استناد الے صفۃ علم الحق کا مبنی مسئلہ مظہریت صفات عبد الصفات الحق اور تناسب بین الظاہر والمظہر ہے کما اشار الیه الحدیث الذی رواه البیهقی عن ام الدرداؒ فی فضل هذه الامة قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الله تبارک و تعالیٰ قال یا عیسی انی باعث من بعد امة اذا اصابهم مایحبون حملوا الله وان اصابهم ما یکرهون احتسبوا وصبروا ولاحلم ولاعقل فقال یارب کیف یکون هذالهم ولا حلم ولا عقل قال اعطیهم من حلمی و علمی کذافی المشکوة آخر باب البکار علی المیت اور اس فراست کی صحت شب و روز خواص عباد میں مشاہد ہے اور کسی جگہ تخلف ہو جانا قادح اس کی کلیت کا نہیں کیونکہ وہ مشروط ہے ارتفاع عوارض کے ساتھ اور چونکہ عوارض غیر صاحب وحی میں ہر وقت محتمل ہیں اس لئے یہ فراست حجت شرعیہ نہیں اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح یہ واقعات میں جاری ہے اسی طرح احکام شرعیہ ظاہرۃ الدلیل میں بھی کما قال علیه السلام الاثم ماحاک فی صدرک وقال علیه السلام استفت قلبک اور احتمال عوارض یہاں بھی ہے آگے شعر ہر کراہت الخ کی دلیل ہے کہ انسان کامل میں ہونے کا کیا تعجب ہے بعض اوقات جانوروں کو اللہ تعالیٰ ایسا ادراک دے دیتا ہے چنانچہ ابرہہ کے قصہ میں) ہاتھی کا ٹھٹکنا بیت اللہ شریف کی طرف چلنے سے باوجود اس پیلبان کی کوشش کے اور بانگ بیا کے (ہیت اسم فعل ہے بمعنے بیا اور امتناع الخ یا مبتداء ہے محذوف المبتداء یعنی دلیل بر آن ست آگے اس امتناع کا بیان ہے کہ) جانب کعبہ کے نہیں چلتا تھا پاؤں ہاتھی کا باوجود (فیلبان کے) تمام تر لاتیں مارنے کے نہ بہت (چلتا تھا) اور نہ تھوڑا (چلتا تھا گویا) یوں کہو کہ اس کے پاؤں خشک ہی ہو گئے تھے یا (یوں کہو کہ) اس کی وہ جان ہول افزا (کہ دوسرے اس کو دیکھ کر ہول کھاویں) مرگئی تھی (لیکن) جب اس کا رخ یمن کی طرف کرتے تو وہ فیل نر تیزی سے قدم اٹھانے لگتا (پس جس حالت میں کہ) فیل کی حس از غیب سے باخبر تھی تو ولی صاحب واردات کی حس کی تو کیا کیفیت ہوگی (یہ تقریر ہوئی استدلال کی جو کہ ظاہر ہے آگے پھر دعویٰ کی تقریر ہے یعنی) کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اس وقت کہ ان سے (بھائیوں نے) یوسف علیہ السلام کو خفیہ طور پر مانگا (اس گفت کا مفعول آگے آوے گا مکرر تفت کے ساتھ ایں دانم الخ اور خفیہ کے معنے یہ ہیں کہ مانگنے کی غرض خفیہ تھی) کیا یہ بات نہیں ہوئی کہ یعقوب نبی پاک خو نے یوسف علیہ السلام کے لئے ان کے بھائیوں سے (اس با اخوان کا عامل آگے آوے گا گفت ایں دانم الخ اور در میان کے جملے خواستند اور گفتند یہ سب حال واقع ہو جاویں گے یعنی) جب ان بھائیوں نے (کذافی الغیاث) باپ سے مانگا تاکہ ان کو ایک زمانہ کے لئے صحرا کی طرف لے جاویں سب نے ان سے کہا کہ آپ ضرر (و تکلیف) سے اندیشہ نہ کیجئے۔ ایک دو روز ان کو مہلت

www.besturdubooks.wordpress.com

دے دیجئے اے پدر آپ ہم کو معتمد کیوں نہیں سمجھتے (اور) اپنے یوسف کو (ہم) محافظین کے سپرد نہیں کرتے (کما قال تعالیٰ مالک لاتا منا علی یوسف و انا له لنا صحون تاکہ ہم سبزہ زاروں میں ملاعبہ کریں ہم اس درخواست میں معتمد اور نیک معاملہ ہیں یعقوب علیہ السلام نے فرمایا میں یہ جانتا ہوں کہ میرے پاس سے ان کا لے جانا میرے دل میں رنج اور کلفت کو مشتعل کرتا ہے کما قال تعالیٰ انی لیحزننی ان تذھبوا به اور کوئی آفت آنے والی معلوم ہوتی ہے کما قال واخاف ان یاکله الذئب اور) میرا یہ دل ہرگز دروغ نہیں کہتا۔ کیونکہ نور عرش سے وہ دل روشنی رکھتا ہے (کوئی شخص شبہ نہ کرے کہ ان کو گرگ نے تو نہیں کھایا تو وہ خیال دل کا تو غلط ہو گیا جواب یہ ہے کہ قلب کو اجمالاً اسی قدر منکشف ہوا تھا کہ کوئی آفت آوے گی اور یہ صحیح تھا باقی تعیین اس آفت کی وہ منکشف نہ ہوئی تھی اس کو رائے سے بطور احتمال فرمایا جیسا کہ اخاف کا مدلول صریح ہے کہ وہ محض احتمال تھا اور رائے کا غلط ہو جانا مضر نہیں اور اسی طرح اس تمام قصہ یوسفی میں جو خیال یعقوب علیہ السلام کے صحیح ہوئے وہ کشف تھا اور جو صحیح نہیں ہوئے وہ تفصیل کے درجہ میں رائے تھے اور اجمال کے درجہ میں وہ بھی کشف تھا اور اس درجہ میں ایک بھی غلط نہیں ہوا اور گو کشف و فراست کا خلاف واقع ہونا بوجہ اس کے ظنی ہونے کے ممکن ہے جیسا اوپر فراست کی ظنیت کو احقر نے تصریحاً لکھا ہے مگر میں نے یہاں اس جواب کو اس لئے اختیار نہیں کیا کہ یعقوب علیہ السلام صاحب وحی ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ ان کا کشف و فراست مستند الی الوحی ہے اس لئے اس کو ظنی کہنا زیبا نہیں چنانچہ آگے مولانا بھی اس کو دلیل قاطع کہہ رہے ہیں یعنی) وہ (ان کے دل کا حزن) خرابی (واقع ہونے) پر دلیل قاطع تھا (لیکن) قضا کے سبب انہوں نے اس کو (معمول بہ ہونے کی حیثیت سے) معتد بہ نہیں قرار دیا (گو قطعی ہونے کے سبب معتقد فیہ سمجھا اس لئے) وہ دلیل جو اس درجہ (قطعیت) کی تھی ان (کے عمل) سے گزر گئی کیونکہ قضا (اپنی) حکمت میں تھی اس وقت (نشان دلیل کو اس لئے کہا کہ دلیل انی علامت ہوتی ہے مدلول کی اور مطلق دلیل کا اطلاق دلیل انی ہی پر ہوتا ہے اور لمی کا اصل لقب علت ہے اور یہاں کشف یعقوبی موثر فی الواقعہ نہ تھا بلکہ صرف دال علی الواقعہ تھا پس اس کو نشان کہنا بلا تکلف صحیح ہوا اور آنچناں کا ترجمہ ہے ویسا اور ویسے کا مطلب ہے عظیم الشان یعنی قطعی جیسا اوپر کے شعر میں اس کو دلیل قاطع کہا ہے پس نشان آنچناں اور دلیل قاطع اپنی اپنی دونوں جزو کے اعتبار سے کالمترادف ہیں اور میں نے جو مصرعہ از قضا از انکر داو اعتداد کی تقریر کی ہے اس سے یہ شبہ دفع ہو گیا کہ جب وہ قطعی تھا تو ان کو اس کا معتد بہ قرار نہ دینا جائز کیسے ہو سکتا ہے تقریر دفع ظاہر ہے کہ صرف حادثہ کا وقوع منکشف ہوا تھا سو وقوع کو غیر معتد بہ نہیں سمجھا واشرت الیہ بقولی گو قطعی ہونے کے سبب الخ اور یہ حکم منکشف نہ ہوا تھا کہ اس کشف پر عمل کرو اور یوسف علیہ السلام کو نہ جانے دو اس واسطے عمل کو غیر معتد بہ و غیر مہتم بالشان سمجھنا جائز تھا واشرت الیہ بقولی معمول بہ ہونے کی حیثیت سے الخ بلکہ جب قضا کا تعلق اس واقعہ سے مع اس کی حکمتوں کے اور مع عدم نہی عن ارسال یوسف کے مکشوف ہوا تو رضا بالقضا کا مقتضی یہی عدم اعتداد بالکشف بدرجہ عمل تھا اور اس واقعہ میں جو حکمتیں تھیں ان کی طرف مولانا نے اس شعر کے مصرعہ ثانیہ کہ قضا در فلسفہ الخ میں اشارہ کیا ہے کیونکہ فلسفہ کے معنے حکمت ہیں پس بعض کا فریب کے ساتھ تفسیر کرنا پھر اس کی توجیہ تصحیح کی کرنا تکلف و تعسف ہے اور شعر ایں دلم الخ کی اخیر شرح میں جو میں نے کہا ہے کہ اس کو ظنی کہنا زیبا نہیں باوجودیکہ ظاہر عبارت اس تقدیر استناد الی الوحی پر یہ ہے کہ ظنی کہنا صحیح نہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ خود اس تقدیر استناد کی نسبت اس کے قبل کہا گیا ہے کہ ظاہر یہی ہے الخ پس اگر یہ استناد قطعی ہوتا تو وہ دوسری عبارت واجب تھی اب چونکہ یہ استناد خود ظنی ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

پہلی عبارت اختیار کی گئی خوب سمجھ لو یہ سب مضامین ان تینوں شعروں کے متعلق یعنی ایں دلم الخ وآں دلیل الخ ودر گذشت الخ نہایت ضروری ہیں آگے مولانا یعقوب علیہ السلام کے عدم اعتداد عمل بالکشف پر ظاہر کے اعتبار سے تعجب فرماتے ہیں کہ) یہ عجیب نہیں کہ نابینا گر پڑے کنویں میں۔ بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا (اور میں نے جو یہ کہا کہ ظاہر کے اعتبار سے الخ وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اس لئے عجیب نہیں کہ وہ بینا گر پڑے کنویں میں۔ بڑا تعجب گر پڑنا ہے بینائے راہ کا (اور میں نے جو یہ کہا کہ ظاہر کے اعتبار سے الخ وجہ اس کی یہ ہے کہ حقیقت میں یہ اس لئے عجیب نہیں کہ وہ بینا دھوکہ یا غفلت سے نہیں گرا جو تعجب ہو بلکہ اس بینا کو جہاں اس کی بینش ہوئی کہ یہ کنواں ہے یہ بھی بینش ہوتی کہ میرا گرنا اس میں مشیت ورضا دونوں امر کا متعلق بفتح اللام ہے اس لئے قصداً اس میں گر پڑا کہ ضرب الحبیب للعاشقین زبیب والرضا بالقضا للعارفین نصیب وقد مر تقریرہ فی شرح مصراع کہ قضا در فلسفا الخ آگے بھی اسی تعجب باعتبار الظاہر پر تفریع ہے کہ) اس قضا کے انواع انواع تصرفات ہیں اس کی چشم بندی (یعنی اس قضا کا لوگوں کی آنکھیں بند کر دینا) یفعل اللہ مایشاء (سے مسبب) ہے (پس مبالغۃً سبب کو مسبب پر محمول کر دیا یہ تو اس کی ترکیب تھی آگے تفسیر ہے کہ وہ تصرف اور چشم بندی اس طرح ہے کہ عارف ذی کشف کا) قلب اس (قضا) کے فن (وتدبیر) کو (من وجہ) جانتا بھی ہے اور (اس وجہ) نہیں بھی جانتا ہے (اور یہ دونوں وجہ مصرعہ از قضا آزانہ کرد واعتداد کی شرح میں گزر چکی ہیں یعنی مرتبہ علم واعتقاد میں تو جانتا ہے اور مرتبہ عمل میں نہ لانے کے سبب گویا نہیں جانتا جیسا کہ علم بلا عمل کو بہت آیات میں عدم علم کے حکم میں ٹھہرایا ہے پس مطلب نداند بالنون کا عمل نمی کند ہے اسی کو اوپر چشم بند اور اسی کو تصریفات متنوعہ قضا کہا ہے پس یہ چشم بند بھی باعتبار ظاہر کے ہے یعنی صورت چشم بندی کی سی ہے ورنہ وہ تو جاننے کے بعد تسلیم وتفویض کرتا ہے اس لئے اس شعر کی تمہید میں کہا گیا ہے کہ تعجب باعتبار الظاہر پر تفریع ہے آگے مصرعہ ثانیہ میں اس بداند بالباء پر تفریع ہے کہ اسی وجہ سے) اس (قضا) کی مہر (کرنے) کے لئے اس (قلب) کا آہن (کحجین الماء یعنی قلب قوی غیر متاثر من الحادث وہو قلب اہل التمکین) موم (کی طرح) ہو جاتا ہے (جس پر مہر کرنا متعارف ہے یعنی تسلیم وتفویض اختیار کر لیتا ہے اور کشف پر اس طرح عمل نہیں کرتا کہ احتیاط وحذر اختیار کرے اس کا حاصل وہی ہے جس کو اوپر ایک جگہ عدم اعتداد فی درجۃ العمل اور ایک جگہ نداند سے تعبیر کیا ہے تو اس اخیر تعبیر کے اعتبار سے نویابداند بالباء پر نداند بالنون متفرع ہوا آگے مصرعہ موم گردد الخ کی مزید شرح ہے یعنی) گویا (وہ) قلب (مذکور اپنے سے) کہتا ہے کہ اے شخص اس (محبوب صاحب قضا) کا جب اس میں میلان ہے تو پھر جو کچھ بھی ہو ہونے دے (مراد اس سے تسلیم ورضا جیسا پہلے گزرا ہے اور اس رضا وتسلیم کے سبب) وہ اپنے کو اس (بداند بالباء) سے مغفل بھی کر دیتا ہے (اور نداند بالنون کا مصداق ہو جاتا ہے اور) اس (قضا) کی رسن میں (اپنی) جان کو بستہ (ومقید) کر دیتا ہے (اس کا حاصل وہی تسلیم ورضا ہے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ ظاہر میں تو اس کی یہ حالت تدبیر واحتیاط سے تقاعد کرنا حالت نقصان کی معلوم ہوتی ہے لیکن چونکہ تفویض وتسلیم ورضا بالقضا تو اس کا منشا ہے اور مراتب قرب وقبول وترقی علوم ومعارف اس سے ناشی ہیں اس لئے یہ حالت عین کمال کی ہے پس شعر گرشود مات سے شعر ز اعتقاد ست تک یہی مضمون ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اگر وہ صاحب مرتبہ عالیہ (یعنی عارف) اس (معاملہ) میں (تدبیر سے) کم ہمت ہو جاتا ہے تو وہ (واقع میں) کم ہمت نہیں ہوتا (اس کا یہ حال) ایک امتحان ہوتا ہے (یعنی وہ ظہور ہوتا ہے اس کے کمال رضا بالقضا کا اس کو امتحان کہہ دیا کیونکہ غایت امتحان کی یہی ظہور ہے فاطلق السبب وارید المسبب اس میں تو اس کی اس

www.besturdubooks.wordpress.com

حالت کے منشاء کی حالت اشارہ ہو گیا کہ وہ تفویض ورضا ہے اور آگے اس سے جو ثمرات ناشی ہوتے ہیں ان کا ذکر ہے یعنی یہ) ایک بلا اس کو سو بلاؤں سے چھڑا لیتی ہے (اور اس کا یہ) ایک (ظاہری ہبوط اس کو مراتب عالیہ پر لے جاتا ہے (یعنی ایک بلا کو جو اس نے دل سے قبول کیا اس سے بہت سے اس کے اخلاق درست ہوئے گناہ معاف ہوئے جو کہ اصلی بلائیں ہیں اور ظاہر میں تو یہ اس کی پستی ہے کہ گرفتار بلا ہو کر اپاہج بیٹھا ہے لیکن رضا بالقضا کے سبب اس کا قرب بڑھتا ہے اس ثمرہ کا حاصل تو حاصل ومقام کی ترقی ہوئی آگے دوسرا علم کی ترقی کا مذکور ہے کہ) وہ شوخ (یعنی عاشق) خام (یعنی ناقص) کہ اس کو شراب (عشق الٰہی) نے (ایک درجہ میں) لاکھوں (خیالات) زشت خام کے خمار (وغلبہ وہجوم) سے چھڑا دیا تھا (اس کو بھی ان حوادث میں رضا وتسلیم اختیار کرنے سے یہ نفع ہوتا ہے کہ ان خیالات غیر اللہ کا زوال اور اس کی نظر توحید بجائے حال کے مقام ہو جاتا ہے چنانچہ) انجام کار (اگر اس نے رضا کو اختیار کر لیا تو) وہ پختہ اور استاد ہو گیا (اور) دنیا کی غلامی سے نکل گیا (یعنی خلق سے اس کی نظر بدرجہ رسوخ مرتفع ہو گئی اور) آزاد ہو گیا (اور) شراب لایزالی سے وہ مست ہو گیا (اور) وہ خلائق سے (اس صفت میں) ممیز ہو گیا (اور) وہ چھوٹ گیا (کس چیز سے اگلے شعر میں بتلاتے ہیں کہ) ان کے اعتقاد سست پر تقلید سے (کہ غیر حق کے وجود کو معتد بہ سمجھتے ہیں بتقلید عقل متوسط کے) اور (وہ چھوٹ گیا) ان کے دیدۂ بے بصیرت کے خیال سے (دیدہ سے مراد دیدۂ عقل یعنی ہر چند کہ وہ حصول عشق ابتدائی سے بھی غافل عن الخلق وشاغل مع الحق تھا اور ظاہرا اس کو درجہ علم حاصل تھا مگر یہ علم اس کا پختہ نہ تھا رضا وتفویض سے کہ شعبہ ہے عبدیت کا ان علوم میں رسوخ وکمال حاصل ہو گیا پس رضا بالقضا سے احوال وعلوم سب میں ترقی ہوئی یہ بیان ہو گیا اس کے ثمرات کا اور شوخ کے لغوی معنے بیباک کے ہیں مگر چونکہ عشق کے لوازم عادیہ سے ہے بے باکی نہ بمعنے بے حیائی بلکہ بمعنی دلیری وعالی ہمتی وآزادی اس لئے مجازاً شعر خام شوخ الخ میں یہ تعبیر کی گئی۔

فائدہ:۔ ان اشعار کی شرح جیسی ہو گئی ہے مجھ کو ویسی امید نہ تھی۔ وللّٰہ الحمد وھو الذی ینزل الغیث من بعد ماقنطوا وینشر رحمتہ وھوالولی الحمید۔

اے عجب چہ فن زند ادراک شاں	پیش جزر و مد بحر بے نشاں
تعجب کی بات ہے ان کا ادراک کیا تیر مارے گا	دریائے بے نشان کے اتار چڑھاؤ کے سامنے
زاں بیاباں ایں عمارتہا رسید	ملک و شاہی و وزارتہا رسید
اس بیابان سے یہ سب عمارتیں پہنچی ہیں	ملک اور شاہی اور وزارتیں پہنچی ہیں
زاں بیاباں عدم مستان شوق	میرسند اندر شہادت جوق جوق
اس صحرائے عدم سے مستان شوق	پہنچ رہے ہیں شہادت میں جوق جوق
کارواں بر کارواں زیں بادیہ	مس رسد در ہر مساء و غادیہ
قافلہ پہ قافلہ اس صحرا سے	پہنچ رہے ہیں ہر شام اور ہر صبح میں
آید و گیرد وثاق ما گرو	کہ رسیدم نوبت ماشد تو رو
آتا ہے اور ہمارے گھر کو قبضہ کر کے لے لیتا ہے	کہ میں آ پہنچا ہوں میری باری ہو گئی تو جا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں پسر چشم خرد را واکشاد	زود با بارخت برگردوں نہاد
جب بیٹے نے ہوش کی آنکھ کھولی	تو جلدی سے بابا نے سامان آسمان پر رکھا
جادۂ شاہ ست آں زیں سو رواں	واں ازاں سو صادران و وارداں
یہ ایک سڑک اعظم ہے کہ ایک ادھر سے جا رہا ہے	اور دوسرا ادھر سے صادر ہیں اور وارد ہیں
نیک بنگر ما نشستہ میرویم	می نہ بینی قاصد جائے نویم
خوب دیکھ ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں	تو یہ نہیں دیکھتا کہ ہم ایک نئی جگہ کے قصد کرنے والے ہیں
بہر حالے می نگیری راس مال	بلکہ از بہر غرضہا در مآل
تو حال کے لئے راس المال نہیں لیا کرتا	بلکہ خاص اغراض کے لئے مال میں
پس مسافر آں بود اے رہ پرست	کہ مسیر و روش در مستقبل ست
پس مسافر وہی ہے اے ابن السبیل	کہ سیر اور توجہ اس کی مستقبل میں ہو
ہمچناں کز پردۂ دل بے کلال	دمبدم در میرسد خیل خیال
جس طرح سے کہ پردۂ قلب سے بلا تعب	دمدم پہنچا کرتے ہیں سواران خیال
گر نہ تصویرات از یک مغرسند	در پے ہم سوی دل چوں میرسند
اگر یہ تصورات ایک منبت سے نہیں ہیں	تو ایک دوسرے کے پیچھے قلب کی طرف کیوں آ رہی ہیں
جوق جوق اسپاہ تصویرات ما	سوئے چشمہ دل شتاباں از ظما
جوق جوق ہمارے تصورات کا لشکر	چشمۂ قلب کی طرف دوڑتے ہیں تشنگی سے
جرہا پر می کنند و میروند	دائما پیداو پنہاں می شوند
وہ تصورات گھڑے بھر بھر کر چلے جاتے ہیں	ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں
فکر ہارا اختران چرخ داں	دائر اندر چرخ دیگر آسماں
افکار کو اختران چرخ جان	دائر ہیں دوسرے آسمان کے دائرے میں
سعد دیدی شکر کن ایثار کن	نحس دیدی صدقہ و استغفار کن
تو نے سعد دیکھا تو شکر کر اور دوسروں پر بھی ایثار کر	نحس دیکھا تو صدقہ کر اور استغفار کر

(اوپر تصرفات قضا کے وہ مصالح مذکور تھے جو راجع الی الدین یا بعنوان دیگر راجع الی الباطن تھے چنانچہ برمعار

جہاں رو سے باز رست تک کے حل میں عالی اور علمی ثمرات کی تقریر ہو چکی ہے آگے تصرفات قضا کے وہ مصالح مذکور ہیں جو راجع الی الدنیا یا بعنوان دیگر راجع الی المظاہر ہیں چنانچہ معلوم ہوگا اور یہ مضمون مستقلاً ذکر فرمایا جاتا ہے ما قبل کا تتمہ نہیں ہے یعنی عارف کو جو تفویض و رضا بالقضا سے ترقی ہوتی ہے جس کا اوپر ذکر تھا یہاں یعنی مابعد میں یہ مقصود نہیں کہ قضا کے ان تصرفات نوع آخر کے تفویض سے بھی ترقی ہوتی ہے گو وہ بھی سبب ترقی ہے مگر یہاں اس کا ذکر نہیں ہے چنانچہ تمام اشعار مقام میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں پس چونکہ یہ تتمہ نہیں بلکہ مستقل ہے اس لئے اس کو انتقال کہا جاوے گا دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت آخر اشعار بالا زاعتقادست الخ کے یعنی اس شعر سے جو عوام کا تحقیق و بصیرت سے خالی ہونا مذکور ہے اس کے متعلق ہم مضمون آئندہ ذکر کرتے ہیں وہ یہ کہ) تعجب کی بات ہے (اگر عوام بحالت عوام یعنی بے بصیرت ہونے کے ادراک حقائق مذکورہ فیما بعد کا کرلیں) ان (بیچاروں) کا ادراک (بحالت مفروضہ واقعیہ) کیا تیر مارے گا دریائے بے نشان کے اتار چڑھاؤ (یعنی گھٹاؤ بڑھاؤ) کے سامنے (مراد اس دریا سے عالم غیب ہے جہاں سے تصرفات قضا کا تعلق عالم شہادت سے ہوتا ہے اور جزر و مد سے مراد ان تصرفات کا تنوع و تلون ہے اور اس کو بے نشان کہنا بوجہ اس کے غائب عن الحواس ہونے کے ہے جس طرح سے بے پتہ چیز محسوس نہیں ہوا کرتی مطلب یہ کہ بے بصیرت آدمی بے چارہ تصرفات قضا کو جن کا نزول عالم غیب سے ہوتا ہے کیا سمجھے گا اور مقصود اس نفی ادراک سے ان کا عذر بیان کرنا نہیں جیسا ظاہراً عنوان بے نشان سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ مطلب ہو کہ جب وہ بے نشان ہے تو اس کا کوئی کیا ادراک کرے بلکہ مقصود ترغیب ہے تحصیل بصیرت کی دلیل اس کی اشعار آئندہ ہیں نیک بنگر الخ بہر حالے الخ پس مسافر الخ فکر ہا را الخ سعدو یدی الخ خلاصہ یہ کہ بلا بصیرت تو ادراک ہوتا نہیں اور ادراک ضروری پس بصیرت حاصل کرنا چاہئے آگے شرح ہے اس جزر و مد یعنی تصرفات کی یعنی) اس بیابان (عالم غیب) سے یہ سب عمارتیں (عالم شہادت کی) پہنچی ہیں (اور) ملک اور شاہی اور وزارتیں (سب وہاں ہی سے) پہنچی ہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ عالم شہادت مسبب احکام عالم غیب ہی سے ہے اور اوپر بحر اور یہاں بیابان کہنا محض اختلاف عنوان باختلاف اعتبارات ہے اول باعتبار تشبیہ اس کے تصرفات کے جزر و مد کے ساتھ اور ثانی باعتبار اس کی وسعت و سنداجت کے ان قیود خاصہ عالم شہادت سے جیسا صحرا ساذج ہوتا ہے قیود خاصہ آبادی سے آگے ابہام مذکور کی تفسیر کی تصریح ہے یعنی اوپر عنوان بیابان مبہم تھا آگے اس کو عدم کے ساتھ مقید کیا جو کہ اہل فن کے عرف خاص میں عالم عیب پر اطلاق کیا جاتا ہے اسی طرح اوپر ملک و شاہی مبہم تھا آگے اس کو شہادت سے تعبیر کیا پس شعر آئندہ شعر مذکور کی تفسیر ہوگئی اور اس کے بعد پھر اسی کی تفصیل چلی گئی پس فرماتے ہیں کہ) اس صحرائے عدم سے مستان شوق (یعنی کائنات کہ حکم تکوینی کی اطاعت میں مشابہ ہیں مستان شوق کے) پہنچ رہے ہیں (عالم) شہادت میں جوق جوق (جس کی تفصیل یہ ہے کہ) قافلہ پر قافلہ اس صحرا (ئے عدم یعنی غیب) سے (عالم شہادت میں) پہنچ رہے ہیں ہر شام اور ہر صبح میں (اس طرح سے کہ ایک نیا قادم) آتا ہے اور ہمارے (یعنی پرانے آئے ہوئے قافلہ کے) گھر کو قبضہ کر کے لے لیتا ہے (اور بزبان حال کہتا ہے) کہ میں آ پہنچا ہوں میری باری (آنے کی) ہوگئی (اب) تو (یہاں سے) جا (اس مضمون کا ایک مادہ تحقق یہ بھی ہے کہ) جب بیٹے نے ہوش کی آنکھ کھولی تو جلدی سے بابا نے (اپنا) سامان آسمان پر (لے جا کر) رکھا (یہ ایک مثال ہے اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ اولاد کے ہوش سنبھالنے کے بعد ماں باپ مر جاتے ہیں غرض) یہ (مسافت بین عالم الغیب و عالم الشہادۃ) ایک سڑک اعظم ہے کہ (اس میں ایک ادھر سے (ادھر) جا رہا ہے اور دوسرا ادھر سے (ادھر آ رہا ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

کچھ) صادر ہیں اور (کچھ) وارد ہیں۔ (صادر معنی کام کر کے واپس ہونے والا اور وارد کے معنی نیا آنے والا یہ تو بیان ہوا تصرفات کا آگے ترغیب ہے اس تصریف کو بنظر بصیرت لوراک کرنے کی جس کے عدم پر اوپر نکیر مذکور تھی اے عجب چہ فن زند اوراک شان الخ میں پس ارشاد ہے کہ) خوب (غور سے) دیکھ (کہ) ہم بیٹھے بیٹھے چل رہے ہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ گوہم فی الارکان حرکت نہ کریں اور نشستن سے یہ مراد ہے مگر فی الزمان عالم غیب کی طرف حرکت کر رہے ہیں اور میر دیم سے یہ مراد ہے) تو (واقعات میں غور کر کے) یہ نہیں دیکھتا کہ ہم ایک نئی جگہ کے قصد کرنے والے ہیں (نیا کہنا عوام کے حال کے اعتبار سے ہے کہ عالم شہادت کو اپنی اصلی جگہ سمجھتے ہیں ورنہ اول اور قدیم مقام تو عالم غیب ہی ہے نیک بنگر میں تو صریح امر ہے نظر عبرت وبصیرت حاصل کرنے کا اور می نہ بنی میں بھی جو کہ استفہام توبیخی ہے مقصود امر ہے اسی نظر عبرت وبصیرت کا اب اس نظر کی جو غایت ہے کہ وہی مقصود ہے امر بالنظر سے اس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی تجھ کو دنیا کی تجارت کے متعلق یہ معلوم ہے کہ) تو حال کے لئے راس المال نہیں لیا کرتا بلکہ بالنظر سے اس کی طرف متوجہ کرتے ہیں یعنی تجھ کو دنیا کی تجارت کے متعلق یہ معلوم ہے کہ) تو حال کے لئے راس المال نہیں لیا کرتا بلکہ خاص اغراض کے لئے (لیا کرتا ہے) مآل میں (چنانچہ ظاہر ہے کہ تاجر جو راس المال لے کر تصرف کرتا ہے مقصود بالذات خود وہ راس المال یا تصرف نہیں ہوا کرتا بلکہ ربح فی المآل مقصود ہوتا ہے اسی طرح تو عمر کا راس المال لے کر دنیا میں آنے کو سمجھ کہ مقصود اس عمر سے مقاصد حالیہ اکل و شرب وتمتع وتلذذ نہیں بلکہ مقصود اس سے مقاصد مآلیہ ہیں یعنی مثوبات آخرت اور وہ موقوف ہیں بعض خاص تصرفات فی العمر پر کہ وہ اعمال صالحہ وطاعات ہیں پس تجھ کو چاہئے کہ اغراض حالیہ سے اغراض کر کے اغراض مآلیہ میں مشغول ہو اور یہی مقصود تھا نظر عبرت کی تحصیل سے آگے اس کی سابق سے زیادہ تصریح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) پس مسافر (فہیم) وہی ہے اے ابن السبیل کہ سیر اور توجہ اس کی مستقبل میں ہو (یہاں تک تو بیان تھا عالم غیب اور عالم شہادت میں ان اشیاء کے ورود وصدور کا جن کو یہاں سے ذہاب کے بعد پھر ایاب نہیں ہوتا آگے بیان ہے ایسی اشیاء کے صدور ورود کا جن کو اکثر صدور وذہاب کے بعد پھر بھی ورود وایاب ہو جاتا ہے کہ یہ ورود وصدور سابق سے زیادہ عجیب ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ پہلی اشیاء موجودات خارجیہ ہیں عدم عن الخارج کے بعد پھر اس عالم میں ان کا وجود حسب عادۃ الٰہیہ عود نہیں کرتا اور یہ اشیاء موجودات ذہنیہ ہیں یعنی خیالات اور ان کا عود خلاف عادت الٰہیہ نہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ ان موجودات مذکورہ کا عالم غیب سے عالم شہادت میں آنا اور جانا ایسا ہے) جس طرح سے کہ پردۂ قلب سے بلا تعب (یعنی بے تکلف) دمبدم پہنچا کرتے ہیں سو ان خیال (از پردۂ دل میں تو مبداء ان کا بتلایا ہے اور منتہا ان کا دو شعر آئندہ میں ہے فی قولہ سوئے دل وفی قولہ سوے چشمہ دل اور اس طرح مبتداء ومنتہا قلب ہی ہوا تو میرے نزدیک دل سے مراد مبداء میں تو قلب حقیقی ہے جو کہ لطیفہ مجردہ ہے اور موجودات عالم غیب سے ہے اسی لئے مولانا نے اس کو پردۂ بمعنی انچہ در پردہ باشد سے تعبیر کیا ہے اور منتہائے مراد قلب صنوبری ہے جو کہ مضغہ لحمیہ ومورد خیالات وموجودات عالم شہادت سے ہے پس خیالات کا عالم غیب سے عالم شہادت کی طرف آنا اس سے ظاہر ہو گیا آگے اس کی تائید ہے کہ یہ سب خیالات اسی لطیفہ قلبیہ من اجزاء عالم الغیب سے ہیں یعنی اگر یہ تصورات ایک منبت (بمعنے جائے درخت نشاندن وجائے روئیدن) سے نہیں ہیں تو ایک دوسرے کے پیچھے قلب (صنوبری) کی طرف کیوں آ رہے ہیں (یہ استدلال امتناعی مقدمہ عادیہ سے ہے یعنی عادت یہ ہے کہ ایسا تعاقب کہ بلا کسی کے اہتمام کے ایک دوسرے کے پیچھے برابر آ رہا ہو عادۃً موقوف ہے خاص اس تناسب پر کہ وہ سب چندے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک جگہ مجتمع رہے ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ خیالات جو قلب صنوبری میں وارد ہیں ان میں ایسا ہی تعاقب ہے کہ خود بخود ایک خیال کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا الی مالا یقف عند حد سلسلہ وار چلے آتے ہیں تو ضرور ان میں بھی ایسا ہی تناسب ہے اور چونکہ وہ اعراض ہیں ان میں بلا واسطہ محل کے اجتماع ہو نہیں سکتا تو لامحالہ وہ چندے ایک محل میں جمع رہے ہیں اور قلب صنوبری کے قبل بجز قلب حقیقی کے اور کوئی محل ثابت نہیں ہوا پس ظناً واقناعاً ثابت ہوا کہ وہ سب قلب حقیقی میں مجتمع تھے اور یہی معنی ہیں از یک مغرسند کے غرض) جوق جوق ہماری تصورات کا لشکر چشمہ قلب (صنوبری) کی طرف دوڑتے ہیں تشنگی (یعنی اشتیاق) سے (اور اس اشتیاق سے ویسے ہی معنی مراد ہیں جیسے اوپر شعر زاں بیاباں عدم میں مستان شوق میں مراد تھے یعنی حکم تکوینی سے مثل شائق کے مطیع ہیں اور یہاں تک ذکر تھا ان خیالات کے ورود کا آگے ذکر ہے صدور کا یعنی) وہ تصورات گھڑے بھر بھر کر (واپس) چلے جاتے ہیں (چونکہ اوپر کہا ہے از ظما اس لئے اس کی مناسبت سے یہاں ان خیالات کے ذہاب بعد حصول غایا تھا کو اس عنوان سے تعبیر کیا اور وہ غایات خواہ واقعی ہوں یا خیالی مثلاً یہ خیال آیا کہ روپیہ حاصل کروں اور جب روپیہ حاصل ہو گیا وہ خیال جاتا رہا یہاں تو غایت واقعیہ حاصل ہوئے یا یہ خیال آیا کہ میں فلاں شخص سے رتبہ میں بڑا ہوں اور اپنے نزدیک کچھ تائیدات خیالیہ سے تسلی کر کے وہ خیال ختم ہو گیا یہاں غیر واقعی غایت حاصل ہو گئی و مثل ذلک اور اس میں ان خیالات کے مصالح بھی معلوم ہو گئے کہ ان ہی غایات پر تمام کارخانہ عالم چل رہا ہے گو غیر واقعی ہی کیوں نہ ہوں اور یہ جاتا رہنا اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پھر عود کرآتا ہے تو ضرور اس اثناء میں وہ کسی خزانہ میں رہا ہے کہ اس سے پھر چلا آتا ہے جیسا حکماء نے ہر قوت مدرکہ کا ایک ایک خزانہ جدا جدا مانا ہے سو اگر کوئی شخص خزانہ حقیقی صرف قلب حقیقی کو مان لے اور ان خزائن کو محض وسائط مانے جیسے حکماء نے اصل مدرک نفس کو مانا ہے اور باقی مدرکات کو آلات تو اس میں کیا استبعاد ہے اور اس صورت میں ان سب خیالات کا صدور عالم غیب کی طرف ظاہر ہو جاوے گا۔ مولانا کا ظاہر کلام اسی پر منطبق ہوتا ہے اور کبھی اگر بالکل نسیان ہو جاوے تو ممکن ہے کہ وہ اس مقام پر مذکور نہ ہو اگر اکثر خیالات کا صدور بھی مذکور ہو نفس مدعا کے اثبات میں کافی ہے کیونکہ ایجاب کلی کا دعویٰ مقصود بھی نہیں چونکہ اس صدور کے بعد پھر بھی کبھی ورود ہوتا ہے اور یہی ورود بعد الصدور مابہ الامتیاز ہے اشیاء سابقہ و اشیاء لاحقہ میں اس لئے ورود اول پھر صدور پھر ورود ثانی بعد الصدور کا سلسلہ جاری رہنے کی بناء پر فرماتے ہیں کہ یہ خیالات) ہمیشہ ظاہر اور غائب ہوتے رہتے ہیں (اور جس طرح اشیاء سابقہ کے ورود و صدور پر نظر اعتبار و استبصار کی ترغیب دی تھی اسی طرح ان اشیاء لاحقہ کے ورود و صدور مذکور پر ایسی ہی نظر کی ترغیب ہے پس فرماتے ہیں کہ ان) افکار کو (مثل) اختران چرخ (کے) جان (جو) دائر ہیں دوسرے آسمان کے دائرے میں (مراد اس دیگر آسمان سے قلب ہے حقیقی بھی کہ اول وہاں گردش کرتے ہیں اور اس کا احساس اس شخص کو نہیں ہوتا اور صنوبری بھی کہ ثانیاً اس میں گردش کرتے ہیں اور اس کا احساس بھی ہوتا ہے آگے اس گردش کے محسوس ہونے پر جو کہ قلب صنوبری میں آنے کے وقت ہوگا تفریع کرتے ہیں کہ اگر) تو نے سعد دیکھا تو شکر کر اور دوسروں پر بھی ایثار کر (یعنی دوسروں کو بھی نفع پہنچا اور اگر) نحس دیکھا تو صدقہ کر اور استغفار کر (مطلب یہ کہ جس طرح نجومی کواکب میں سعد و نحس مانتے ہیں وہ تو مہمل ہیں مگر ہاں ان خیالات میں سعد و نحس ضرور ہیں یعنی جو خیال سبب طاعت ہو وہ سعد ہے اور جو جاذب الی المعصیت ہو وہ نحس ہے پہلے خیال پر شکر بجالا اور دوسرے پر پناہ مانگ اور یہی مراد ہے اعتبار و استبصار سے)۔

فائدہ۔ میں ان اشعار کے ارتباط میں ماقبل کے ساتھ اور شعر اول میں جو لفظ بحر واقع ہوا ہے اس کی مراد

www.besturdubooks.wordpress.com

میں دو دن بہت بہت دیر متحیر رہا جب عاجز ہوگیا دعا کی کہ مولانا کے کلام کی تفسیر ان ہی کے کلام سے واضح فرمادی جاوے پس بسم اللہ کرکے اس دفتر سادس کو بند کرکے کیف ما اتفق کھولا تو یہ اشعار نکلے۔

طالب الدنیا و توفیراتہا طالب العلم و تدبیر اتہا
پس دریں قسمت چو بگماری نظر غیر دنیا باشد ایں علم اے پدر
غیر دنیا پس چہ باشد آخرت کت کند زینجا و باشد رہبرت
غیر دنیا آخرت باشد یقیں کان بروز نجات آنجا اے امیں

اس سے تو ارتباط ظاہر ہوگیا جس کو میں نے ان اشعار کی شرح کے اول میں لکھا ہے کہ اوپر مصالح راجع الی الدین تھے اور آگے راجع الی الدنیا ہیں پھر دوبارہ کھولا تو اس دفتر کے اختتام کا یہ شعر نکلا۔

دندراں جمعہ اش سقائے زرع بود آب نہر آں روز بہرش می کشود

اس سے تفسیر بحر کی سمجھ میں آ گئی کہ مراد اس بحر سے موجود حادث ہے اس لئے عالم غیب سے اس کی تفسیر کر دی گئی موجود قدیم مراد نہیں کہ کبھی اس کو بھی مجازاً بحر سے تعبیر کر دیتے ہیں بحکم واما بنعمة ربک فحدث اس واقعہ کو ذکر کیا گیا۔

ما کئیم ایں را بیا اے شاہ من	طالعم مقبل کن و چرخے بزن
ہم اس کے لئے کیا چیز ہیں اے میرے بادشاہ آپ توجہ فرمایئے	میری طالع کو بااقبال کر دیجئے اور ایک گردش دیجئے
روح را تاباں کن از انوار ماہ	زاں کز آسیب ذنب شد جاں سیاہ
روح کو روشن کیجئے انوار ماہ سے	کیونکہ وہ جان صدمہ ذنب سے سیاہ ہو گئی ہے
روح رازاں نور مہ کن ملتہب	کہ سیہ شد جان من ز آسیب تب
روح کو اس نور ماہ سے مشتعل کیجئے	کیونکہ میری روح سیاہ ہو گئی ہے صدمہ تپ سے
از خیال و وہم وظن بازش رہاں	از چہ و وجور رسن بازش رہاں
خیال اور وہم اور ظن اسے اس کو چھڑا دیجئے	چاہ اور جور رسن سے اس کو چھڑا دیجئے
تاز دلداری خوب تو دلے	پر برآرد بر پرد زاب و گلے
تاکہ آپ کی دلداری خوب سے ایک دل	پر پیدا کر لے آب و گل سے اڑ جاوے
اے عزیز مصر جانم دستگیر	عذر ایں زندانی خود در پذیر
اے میرے مصر روح کے عزیز دستگیری کیجئے	اپنے اس قیدی کا عذر قبول کیجئے
اے عزیز مصر در پیماں درست	یوسف مظلوم در زنداں تست
اے عزیز مصر جو کہ درست عہد ہیں	یوسف مظلوم آپ کے زندان میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در خلاص او یکے خوابے ببیں	زودْ کاللہ یحب المحسنین
اس کی خلاصی کے لئے ایک خواب دیکھ لیجئے	جلدی سے کیونکہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو
ہفت گاو لاغرے و پرگزند	ہفت گاو فربہش را میخورند
سات گائے لاغر پر ضرر	اس کی سات گائے فربہ کو کھا رہی ہیں
ہفت خوشہ خشک و زشت و ناپسند	سنبلات تازہ اش را می چرند
سات خوشہ خشک اور زشت اور ناپسند	اس کے تازہ خوشوں کو چر رہے ہیں
قحط از مصرش برآمد اے عزیز	ہیں مباش اے شاہ ایں را مستجیز
اے بادشاہ اس کے مصر سے قحط ظاہر ہوا ہے	ہاں اے بادشاہ اس کو جائز نہ رکھئے
یوسفم در حبس تو اے شہ نشاں	ہیں ز دستان زنانم وارہان
میں یوسف ہوں آپ کے حبس میں اے بادشاہ ایک نشان بھیج دیجئے	ہاں عورتوں کے مکر سے مجھ کو چھڑا دیجئے
از سوی عرشے کہ بودم مربط او	شہوت مادر فگندم کاھبطوا
عرش کی جانب سے کہ وہ میرا مسکن تھا	مجھ کو ماں کی شہوت نے گرا دیا کہ اترو
پس فتادم زاں کمال مستتم	از فن زالے بزندانے رحم
پس میں اس کمال تام سے گر گیا	ایک پیرزال کے فن سے زندان رحم میں
روح را از عرش آرد در حطیم	لاجرم کید زناں باشد عظیم
روح کو عرش سے ایک شکستہ مکان میں لے آتا ہے	لاجرم عورتوں کا کید عظیم ہوتا ہے
اول و آخر ہبوط من ز زن	چونکہ بودم روح و چوں ہستم بدن
میرا اول ہبوط اور آخری ہبوط عورت ہی سے ہوا	جبکہ میں روح تھا اور جبکہ میں بدن ہوں
بشنو ایں زاری یوسفؑ در عثار	یا براں یعقوبؑ بیدل رحم آر
یوسف کی یہ زاری ٹھوکر کھانے میں سن لیجئے	یا اس یعقوب بیدل پر رحم کیجئے
نالہ از اخواں کنم یا از زناں	کہ فگندندم چو آدمؑ از جناں
میں نالہ بھائیوں سے کروں یا عورتوں سے	جنہوں نے مجھ کو آدم علیہ السلام کی طرح جنت سے باہر پھینک دیا
زاں مثال برگ دے پژمردہ ام	کز بہشت وصل گندم خوردہ ام
میں اس لئے مثل خزاں کے پژمردہ ہو رہا ہوں	کہ بہشت وصل سے گیہوں کھا لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بدیدم لطف و اکرام ترا	واں سلام سلم و پیغام ترا
جب میں نے آپ کے لطف و اکرام کو دیکھا	اور آپ کے سلام صلح اور پیام کو
من سپند از چشم بد کردم پدید	در سپندم نیز چشم بد رسید
تو میں نے چشم بد کے سبب اسپند کو نکالا	سپند میں بھی مجھ کو چشم بد لگ گئی
دافع ہر چشم بد از پیش و پس	چشمہائے پرخمار تست و بس
ہر چشم بد کی دافع پیچھے سے اور آگے سے	آپ کی پرخمار آنکھیں ہیں اور بس
چشم بد را چشم نیکویت شہا	مات و مستاصل کند نعم الدوا
چشم بد کو آپ ہی کی چشم خوب اے بادشاہ	عاجز اور از بیخ برکندہ کرتی ہے وہی اچھی دوا ہے
بل ز چشمت کیمیا ہای رسد	چشم بد را چشم نیکو می کند
بلکہ آپ کی چشم سے کیمیائیں پہنچتی ہیں	وہ چشم بد کو چشم خوب کر دیتی ہے
چشم شہ بر چشم باز دل زدست	چشم بازش سخت باہمت شدست
چشم شاہی نے باز قلب کی چشم پر اثر کیا	اس شاہ کے باز کی چشم نہایت باہمت ہو گئی
تا ز بس ہمت کہ یابید از نظر	می نگیرد باز شہ جز شیر نر
یہاں تک کہ غایت ہمت کے سبب جو کہ اس نے نظر سے پائی ہے	بازشاہی بجز شیر نر کے کسی کو نہیں پکڑتا
شیر چہ کاں شہباز معنوی	ہم شکار تست وہم صیدش توئی
شیر کیا چیز ہے بلکہ وہ شاہباز معنوی	آپ کا شکار بھی ہے اور آپ اس کے صید بھی ہیں
شد صفیر باز جاں در مرج دیں	نعرہائے لا احب الآفلین
باز روح کی آواز چراگاہ دین میں	لا احب الآفلین کے نعرے ہیں
باز دل را کز پئے تو می پرید	از عطای بیحدت چشمے رسید
باز قلب کو جو کہ آپ کے لئے اڑ رہا تھا	آپ کے عطائے غیر محدود سے ایک بینا آنکھ وصول ہوئی
یافت بینی بوی و گوش از تو سماع	ہر حسے را قسمتے آمد مشاع
بینی نے قوت شامہ اور کان نے آپ کی طرف سے قوت سامعہ	حاصل کی ہر حس کا حصہ مشہور ہے
ہر حسے را چوں دہی رہ سوی غیب	نبود آں حس را فتور مرگ و شیب
جس حس کو بھی جب آپ غیب کی طرف راہ دیتے ہیں	تو اس حس کو ضعف موت اور بڑھاپے کا نہیں ہوتا

www.besturdubooks.wordpress.com

مالک الملکی بکس چیزے دہی	تا کہ برحسہا کند آں حس شہی
آپ مالک الملک ہیں جس کو ایسی چیز دے دیتے ہیں	تاکہ اور حسوں پر وہ حس بادشاہی کرے
جہد کن تا حس تو بالا رود	تا کہ کارے حس ازاں بالا شود
تو کوشش کر تاکہ تیری حس بالا کی طرف جاوے	تاکہ حس کا فعل اس کے سبب بالا ہو جاوے

(یہاں سے انتقال ہے دوسرے مضمون کی طرف جو مضمون بالا کا عین تو نہیں مگر مناسب ہے یعنی اوپر اشیاء مختلفہ کا عالم غیب سے عالم شہادت میں اضطرارا وتکوینا متوجہ ہونے کا مضمون تھا اب اس کی مناسبت سے اپنے اختیارا وقصدا عالم شہادات میں متوجہ ہونے کا یعنی مقتضیات غضب وشہوات میں مبتلا ہو جانے کا جو کہ اکثر اہل غفلت کی حالت ہے مضمون ہے گو اس کے ساتھ تبعا اظہار عجز واستجلاب ترحم کے لئے کہیں کہیں توجہ اضطراری مذکور کا بھی ذکر ہے لیکن مقصود توجہ اختیاری ہی مذکور ہے اور اس کو بطریق مناجات والتجا بجناب حق سبحانہ وتعالیٰ ذکر کیا ہے جس کا حاصل استدعا ہے اس بلیہ سے نجات وخلاصی کی اور طلب ہے عنایت واصطلاح کی اور بیان ہے اس عنایت وکرم کے بعض آثار وخواص کا لیکن حسب عادت ایک آدھ جگہ غلبہ حال میں کلام مستانہ بھی ہو گیا ہے جس میں بعض عنوانات وتعبیرات ظاہر کے خلاف اور محتاج تاویل ہیں یہ خلاصہ ہے ان سب اشعار کا پس کہتے ہیں کہ میں نے جو اوپر کہا ہے کہ خیالات نحسہ ومضرہ کو جو کہ عالم غیب سے اضطرارا آئے ہیں تدارک کی تدبیر طاعات بدنیہ ومالیہ سے کرو اور اس کی غوائل میں قصدا واختیارا مت پھنس جاؤ کہ ان کے مقتضاء پر عمل مت کرنے لگو اس طرح سے کہ شہوات وغضب میں مبتلا ہو جاؤ سو گو میں نے اس کی تدبیر کرنے کو کہا ہے لیکن اصل تو یہ ہے کہ اس تدبیر کا نافع وموثر ہونا بھی حق تعالیٰ ہی کے فضل وتوفیق پر موقوف ہے اس لئے اس کی درگاہ میں مناجات کرتا ہوں کہ وہ ان بلیات سے نجات بخشے وہ مناجات واسترحام یہ ہے) ہم اس (تدارک مذکور) کے لئے کیا چیز ہیں (یعنی ہماری تدبیر کیا کافی ہے) اے میرے (حقیقی) بادشاہ آپ توجہ فرمایئے (اور) میرے طالع کو باقبال کر دیجئے (یعنی حالات نحسہ مذکورہ کی تبدیل کر دیجئے) اور (ان کواکب خیالات نحسہ کو) ایک گردش دیجئے (جس سے وہ سعد ہو جاویں گے آگے بلفظ دیگر اس کی تفسیر ہے یعنی میری) روح کو روشن کیجئے انوار ماہ (ذکر وطاعات وحسنات) سے کیونکہ وہ جان (یعنی روح) صدمہ ذنب سے (کہ ایک نقطہ ہے مجملہ دو نقطوں کے جس میں آفتاب کے آجانے سے اس کو کسوف ہو جاتا ہے جس کی تحقیق عشر ثالث کے شروع میں بذیل شعر کز ذنب پرہیز کن الخ گزری ہے مراد اس سے ظلمت ہے سیئات وغفلت کی یعنی اس ظلمت غفلت ومعصیت سے) سیاہ ہو گئی ہے روح کو اس نور ماہ سے مشتعل کیجئے کیونکہ میری روح سیاہ ہو گئی ہے صدمہ تپ (شہوت وغضب) سے (شہوت وغضب میں حرارت طبعیہ ہونے سے اس کو تپ سے تشبیہ دینا نہایت مناسب ہے) خیال اور وہم اور ظن (ان تصورات نحسہ مضرہ مفضی الی المعاصی) سے اس (روح) کو چھڑا دیجئے (اور) چاہ اور جور رسن (یعنی اعمال مضرہ مفضی الی الاہلاک والبوار) سے اس کو چھڑا دیجئے (اور احوال مبعدہ عن الحق دو ہی ہیں علوم مضرہ واعمال مضرہ دونوں سے نجات طلب کی گئی) تاکہ آپ کی دلداری خوب سے ایک دل (یعنی میرا دل) پر پیدا کرلے (اور) آب وگل (یعنی تعلقات مذمومہ عالم شہادت) سے اڑ جاوے (اور جلدی سے نکل جاوے دلے کی تنکیر تحقیر کے لئے ہے بغرض ترحم کے) اے میری مصر روح کے عزیز (بادشاہ میری) دستگیری کیجئے (اور) اپنے اس قیدی کا عذر قبول کیجئے (عزیز کا اطلاق مصر کے وزیر وبادشاہ دونوں پر آتا ہے یہاں بادشاہ مراد ہے روح

www.besturdubooks.wordpress.com

کو یوسف علیہ السلام سے تشبیہ دی بوجہ زنداں میں گرفتار ہونے کے اور چونکہ ان کو شاہ مصر نے چھوڑا تھا اس لئے حق تعالیٰ کو عزیز سے تشبیہ دی یعنی میں زندان غضب و شہوت میں مبتلا ہوں مجھ کو خلاصی دیجئے) اے عزیز مصر جو کہ درست عہد ہیں (کما قال تعالیٰ و من اوفی بعهده من الله) یوسف مظلوم آپ کے زندان میں ہے (یہ اضافہ تملیکیہ ہے اور یہ مطلب کہ آپ نے پھنسادیا اس کو تو بیاندرست میں قطع کر دیا اشارہ اس طرف ہے کہ آپ کی طرف سے تو وفا ہی وفا ہے یہ سب جفا میری طرف سے ہے اور مظلوم اس لئے کہا کہ نفس شیطان نے روح پر تعدی کر رکھی ہے آگے اسی مضمون کا ایک عنوان محتاج تاویل ہو گیا ہے یعنی) اس (یوسف) کے خلاصی کے لئے ایک خواب دیکھ لیجئے جلدی سے کیونکہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو (مراد توجہ ہی جو سبب ہو جاوے خلاصی کا جیسا شاہ مصر کا خواب بواسطہ تعبیر یوسف علیہ السلام کے ان کی خلاصی کا سبب ہو گیا تھا اور وہ تاویل یہی تشبیہ ہے اور تشبیہ بھی من کل الوجوہ نہیں کہ سب اجزاء مشبہ بہ کے مقابل مشبہ میں بھی اتنے ہی امور ہوں ۔ من رویته للمنام و طلب تعبیره ثم ذکر احد الفتیین له ثم تعبیر یوسف نحوذلک کما هو ظاهر اور الله یحب المحسنین میں وضع مظہر موضع مضمر ہے مطلب یہ کہ آپ مجھ پر توجہ فرمایئے کیونکہ آپ تو اہل احسان کو دوست رکھتے ہیں تو خود کیوں نہ احسان فرماویں گے ۔ لاتظهر باحسن من هذا الوجه لهذا الکلام اب لفظ خواب بیں کی مناسبت سے بعض اجزاء خواب کے مناسب عنوان سے عرض حاجت کرنے لگے کہ روح کی ایسی حالت ہو گئی ہے کہ) سات گائے لاغر پر ضرر اس (روح) کے سات گائے فربہ کو کھا رہی ہیں (اور) سات خوشہ خشک اور زشت اور ناپسند اس کے تازہ خوشوں کو چر رہے ہیں (مراد یہ کہ اس کے احوال سیئہ اس کے احوال حسنہ کو ضرر پہنچا رہے ہیں اور اس شعر کی تمہید میں جو میں نے تقریر کی ہے اس سے یہ اشکال جاتا رہا کہ جب اللہ تعالیٰ کو بادشاہ مصر سے تشبیہ دی تو اللہ تعالیٰ میں اس کا تحقق بے معنے ہے وجہ دفع ظاہر ہے کہ مقصود تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہے محض مناسبت لفظیہ مقام سے یہ بھی ایک تعبیر ہے مقصود کی اسی طرح ایسی ہی مناسبت سے شعر آئندہ کا بھی عنوان ہے یعنی) اے بادشاہ اس (یوسف روح) کے مصر سے قحط ظاہر ہوا ہے ہاں اے بادشاہ اس (قحط) کو جائز نہ رکھئے (اس کی تدبیر کیجئے مطلب یہ کہ مجھ میں غلبہ غفلات و معصیت سے ودائی (طاعت و ذکر کے ضعیف و مضمحل ہو گئے ہیں آپ ان کو تقویت دیجئے) میں (مثل) یوسف (کے) ہوں آپ کے حبس میں اے بادشاہ ایک نشان بھیج دیجئے (جیسے سلاطین سند حکم استخلاص کے لئے ایسا کرتے ہیں مراد یہاں صرف یہ ہے کہ اس کا حکم کر دیجئے) ہاں عورتوں کے مکر سے مجھ کو چھڑا دیجئے (مراد اس سے مکاید و شہوات نفس ہیں جو سبب ہو گئے غفلت و معصیت میں مقید ہو جانے کا آگے اس شہوت نفس معبر بکید زن کی تسبب کی ایک صورت ایک لطیفہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ) عرش کی جانب سے (یعنی عالم علوی و عالم ارواح کی جانب سے) کہ وہ میرا مسکن تھا مجھ کو ماں کی شہوت نے (عالم سفلی میں) گرا دیا کہ اترو (یعنی ماں کا جماع جو مسبب ہے شہوت سے اس کا سبب ہو گیا چنانچہ ظاہر ہے کہ جماع سے طلوق حمل کا ہوا پھر اس سے روح کا تعلق ہوا مطلب یہ کہ شہوت نفس مجھ کو دو طرح ضرر رساں ہوئی ایک تو مباشرۃ کہ خود معاصی و شہوات مذمومہ میں مبتلا ہوا اور دوسرے تسبباً کہ ماں باپ کو شہوت ہوئی اس سے باہم صحبت ہوئی اس سے میری روح میرے بدن سے متعلق ہوئی پھر میں اپنے ہاتھوں مبتلا ہوا تو وہ شہوت گو مباح تھی مگر بوسائط میں اس سے متضرر ہوا گو اپنی سوء اختیار ہی سے ہوا تو شہوت کا ایک امر خطرناک ہونا تو اس سے ثابت ہوا اور ظاہر ہے کہ اس کو دستان زناں کی تائید میں لانا نفظاً لطیفہ ہے کہ دیکھو عورتوں سے یہ نقصان مجھ کو ہوا اور معنے بالکل محققانہ مضمون ہے جیسا ابھی تسبب سے توجیہ کی گئی آگے بھی اسی لطیفہ کی صورت میں اس مضمون کی تتمیم ہے کہ)

پس میں اس کمال تام (یعنی سکونت عالم علوی) سے گر گیا ایک پیرزال (یعنی مادر) کی فن (شیق) سے زندان رحم میں (جس کی تقریر اوپر ہو چکی) روح کو (فن مذکور) عرش سے ایک شکستہ (ودیران) مکان (عالم) میں (فی المنتخب حطیم شکستہ) لے آتا ہے لاجرم (یہ مضمون صحیح ہے کہ) عورتوں کا کید عظیم ہوتا ہے (آگے اسی مضمون کی تائید ہے اسی عنوان سے کہ) میرا اول ہبوط (بضمن ہبوط آدم علیہ السلام) اور آخری ہبوط (بواسطہ تعلق روح بحمل) عورت ہی سے ہوا (اول وآخر کی آگے تفسیر ہے یعنی) جبکہ میں روح تھا اور جبکہ میں بدن (ہو گیا) ہوں (ہبوط آدم کے وقت جسد کا نہ ہونا اور تعلق روح کے وقت بدن کا ہونا ظاہر ہے اشارہ ہے قصہ مشہورہ کی طرف کہ آدم علیہ السلام کو حضرت حوا علیہا السلام نے گیہوں کھانے کا ایک تاویل سے مشورہ دیا اور گندم کھانا بھی ایک فرد ہے شہوت بطن کی جیسا کہ شہوت مادر ایک فرد ہے شہوت فرج کی) یوسف (روح) کی یہ زاری (اس کے) ٹھوکر کھانے میں سن لیجئے (یعنی وہ ٹھوکر کھا کر پریشانی میں زاری کر رہا ہے اور) یا اس یعقوب بیدل پر رحم کیجئے (یعقوب سے مراد مرشد وشیخ کذافی الحاشیہ عن مرشدی کہ جس طرح یعقوب علیہ السلام مربی یوسف علیہ السلام تھے اسی طرح شیخ مربی مرید ہے اس میں اشارہ اس طرف ہے کہ جو شخص اپنی اصلاح چاہتا ہے جیسا مولانا اس مقام پر اس کی درخواست کر رہے ہیں خواص عباد بھی اس کے لئے دعا ہمت کیا کرتے ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ اگر میری درخواست بوجہ فقدان شرائط قابل قبول نہیں تو اپنے خاص بندوں ہی کی دعا کی برکت سے میری اصلاح فرما دیجئے اور اس میں یہ بھی تعلیم ہو جاوے گی کہ عبادت صالحین سے بھی دعا کے لئے رجوع کرنا چاہئے اپنی دعاء پر تکیہ نہ کرے جیسے شروع اشعار میں اس کی تعلیم تھی کہ کوشش وتدبیر پر تکیہ نہ کرے بلکہ التجا بجناب حق سبحانہ بھی کرے) میں نالہ بھائیوں سے کروں یا عورتوں سے جنہوں نے مجھ کو آدم علیہ السلام کی طرح جنت سے باہر پھینک دیا (میرے نزدیک اخوان میں بمشارکت حسد کے اشارہ ہے غوائل غضب کی طرف اور زنان میں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے اشارہ ہے غوائل شہوت کی طرف مطلب یہ کہ میں اپنے شر شہوت وغضب دونوں سے نالاں ہوں اور فلگندم الخ کی وہی تقریر ہے جو اول وآخر ہبوط من الخ کی شرح میں گزر چکی ہے) میں اس لئے مثل خزاں کے پژمردہ ہو رہا ہوں کہ بہشت وصل (وقرب) سے (جہاں بے حد نوا کہ ذکر وطاعات وسرور روح کے تھے اور ابتلاء کے لئے وہاں دواعی شہوت وغیرہ کی بھی تھی میں نے براہ نادانی اس جنت میں) گیہوں (جو کہ شجرہ منہی عنہا تھا) کھا لیا (اس لئے معبود ہو کر افسردہ ہو رہا ہوں اور توبہ کر کے عود کرنا چاہتا ہوں اس حالت مالوفہ کی طرف بہشت وصل کہا ہے دواعی طاعت کو اور اس کے ساتھ دواعی معصیت کا بھی مجتمع ہونا ظاہر ہے اس کے بعد باقی تقریر ظاہر ہے یہاں تک طلب تھی ترحم کی اپنے فضائح و مفاسد کے اظہار کے ساتھ آگے استجلاب ہے عنایت کا حضرت حق کے مدائح ومحامد اور اس عنایت کے خواص وآثار کے بیان کے ساتھ کہ ادب دعا کا یہی ہے کہ اپنی نااہلی اور حضرت حق کے کمالات عرض کرے پس کہتے ہیں کہ) جب میں نے آپ کے لطف واکرام کو دیکھا (جس کا ہر وقت مشاہدہ ہوتا ہے) اور آپ کے سلام صلح (وعدہ قبول توبہ) اور پیام (دعوت الی دار السلام) کو (دیکھا جس کا مقتضا یہ تھا اور یہی واقع بھی ہوا کہ عدو مبین یعنی شیطان لعین کو حسد ہوا اور وہ اضرار واغواء کے درپے ہو کما قال تعالیٰ ناقلا منہ لما امر بالسجود ثم ابی حسدا وکبراً فقال ارایتک ھذا الذی کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیمة لاحتنکن ذریته الاقلیلا پس اس کے دفع کے لئے میں نے تدبیر اور کوشش کی جس کو آگے ایک خاص عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ جب میں نے یہ لطف دیکھا) تو میں نے چشم بد کے سبب اسپند کو نکالا (کہ اس سے چشم بد کو دفع کروں گا جیسا بعض میں متعارف تھا کہ اس غرض کے لئے اسپند جلاتے تھے یہ ماخذ ہے اس کنایہ کا لیکن اس) سپند

www.besturdubooks.wordpress.com

(جلانے) میں بھی مجھ کو چشم بد لگ گئی (چشم بداسی حسد وقصد اغوا ابلیس کو کہا اور اس سے بچنے کی تدابیر کرنے کو سپند سوختن کہا پھران تدابیر میں بھی خلل ڈالنے کو جیسا کہ شیطان کا طریقہ مستمرہ ہے کہ ان میں بھی طرح طرح کے علمی وعملی غلطیوں میں مبتلا کردیتا ہے چشم بدرسیدن در پسند سے تعبیر کیا مطلب یہ ہوا کہ قبل اہتمام تدبیر تو اس کا تختہ مشق ہوں ہی بڑی مصیبت یہ ہے کہ بعد اہتمام تدبیر بھی اس کے پنجہ میں گرفتار ہوں جب یہ حالت ہے تو بس اصلی تدبیر آپ کی حفاظت وعنایت ہے آگے اسی کو کہتے ہیں کہ) ہر چشم بد کی دافع پیچھے سے اور آگے سے ہے (یعنی جس طرف سے بھی چشم بد کو) آپ کی پرخمار آنکھیں ہیں اور بس (مراد چشمہائے پرخمار سے عنایت محبوبانہ ہے آگے بھی اس کی خاصیت کا بیان ہے کہ) چشم بد کو آپ ہی کی چشم خواب اے بادشاہ عاجز اور از بیخ برکندہ کرتی ہے (اور اس کی) وہی اچھی دوا (یعنی موثر حقیقی) ہے (نہ کہ سپند تدبیر یعنی وہ علت حقیقیہ نہیں مگر بوجہ مامور بہ ہونے کے اس کا کرنا بھی عبادت ضرور یہ ہے اور اکثر اسی پر وہ علت حقیقی بھی متوجہ ہو جاتی ہے آگے اس خاصیت مذکورہ کے بیان میں ترقی کرتے ہیں یعنی آپ کی چشم دافع تو کیوں نہ ہوتی) بلکہ (دافع سے بڑھ کر ہے وہ یہ کہ) آپ کی چشم سے کیمیائیں پہنچتی ہیں (یعنی) وہ چشم بد کو چشم خوب کردیتی ہے (یہ تفسیر ہے کیمیا کی جس کی خاصیت تبدیل خواص ہے مراد اس سے یہ ہے کہ اپنی خواص عبادت کی نظر وتوجہ میں یہ خاصیت رکھ دیتے ہیں کہ ان کے محل عنایت پر چشم بد ابلیسی اثر نہیں کرتی بلکہ ہر طرح محفوظ رہتے ہیں۔ قال تعالیٰ انه ليس له سلطان على الذين امنوا و على ربهم يتوكلون و نقل تعالیٰ عنه لاغوينهم اجمعين الا عبادک منهم المخلصين اور یہ ظاہر ہے کہ ایمان اور توکل اور اخلاص یہ سب برکت صحبت انبیاء یا من صحب الانبياء ولو بوسائط کی ہے پس یہ حکم مذکور صحیح ہو گیا اور اس میں اشارہ ہو سکتا ہے اس طرف کہ تدبیر و دعا کے ساتھ صحبت مقبولین کا بھی اہتمام رکھے کہ ان کی طرف رجوع کرنا یہ عین رجوع الی الحق ہے کیونکہ وہ ہادی الی الحق ہیں قال تعالیٰ ان الذين يبايعونک انما يبايعون الله الآیہ اور اس شعر میں تو خواص عباد کی نظر کی وہ خاصیت مذکور تھی جو باعتبار تاثیر فی الغیر یعنی المستفید ہے کہ دوسروں سے چشم بد کی دافع ہو جاتی ہے جیسا ذکر کیا گیا آگے اس کی وہ خاصیت مذکور ہے جو اس میں فی نفسہ ہے یعنی باعتبار مستفید کے نہیں اور یہ مطلب نہیں کہ اس کا اپنے کسی غیر سے تعلق نہیں کیونکہ نظر کے لئے کسی منظور الیہ کے ساتھ متعلق ہونا ضروری ہے پس فرماتے ہیں کہ) چشم شاہی نے باز قلب کی چشم پر اثر کیا (اس سے) اس شاہ کے باز کی چشم نہایت باہمت ہو گئی یہاں تک کہ غایت ہمت کے سبب جو کہ اس نے نظر (شاہی) سے پائی ہے باز شاہی بجز شیر نر کے کسی کو نہیں پکڑتا (یعنی ادنی درجہ کے جانوروں کو نہیں پکڑتا مراد اس سے یہ ہے کہ وہ عالم شہادت کی طرف التفات نہیں کرتا بلکہ عالم غیب کی طرف متوجہ رہتا ہے چنانچہ اہل اللہ کی یہ حالت ظاہر ہے آگے اور ترقی ہے کہ) شیر کیا چیز ہے بلکہ وہ شاہباز معنوی (یعنی صاحب معنے وباطن) آپ کا شکار بھی ہے اور آپ اس کے صید بھی ہیں (مطلب ترقی کا یہ ہوا کہ وہ عالم غیب کی طرف بھی التفات بالذات نہیں کرتا بلکہ صرف آپ ہی کی طرف کرتا ہے چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے مگر کچھ غلبہ حال کچھ مشاکلۃ شکار تست کی اس کی تصحیح کی توجیہ ہے اور ان دونوں حکموں میں تعارض نہ سمجھا جاوے عالم غیب کی طرف التفات کا اثبات بمقابلہ دنیا کے ہے اور اس کی طرف التفات کی نفی بمقابلہ حق تعالیٰ کے ہے اور مجموع شکار تست اور صید تو ئی کا حاصل يحبهم و يحبونه ہے آگے شعر مذکور پر تفریع ہے کہ) باز روح کی آواز چراگاہ (یعنی شکار گاہ) دین میں لا احب الآفلین کے نعرے ہیں (اور آفلین سے مراد کل ممکنات پس وہی مضمون حاصل ہو گیا شیر چہ باشد آگے بھی اسی باز شاہی یعنی جانباز الٰہی کے بقیہ افعال واوصاف ہیں کہ) باز قلب کو جو کہ آپ کے لئے اڑ رہا تھا (یعنی رضائے الٰہی کے لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

مجاہدہ کرر ہا تھا) آپ کے عطائے غیر محدود سے (اس کو) ایک بینا آنکھ وصول ہوئی (یعنی مشرف بہ بصیرت و مشاہدہ ہوا اور آنکھ کے علاوہ اس کی) بینی نے قوت شامہ اور کان نے آپ کی طرف سے قوت سامعہ حاصل کی (اور ان حواس مذکورہ میں سے) ہر حس کا حصہ (مدرکات کا) مشہور (اور معلوم) ہے (کہ باصرہ کے مثلاً مدرکات الگ ہیں اور سامعہ کے الگ پس اہل اللہ کو جو باصرہ عطا ہوتا ہے اس سے وہ مبصرات حقیقت کو دیکھتے ہیں اور جو سامعہ عطا ہوتا ہے اس سے وہ مسموعات حقیقت کو سنتے ہیں وعلےٰ ہذا اور مراد اس باصرہ وسامعہ سے جس کا یہاں ذکر ہے وہ ہے جو اس حدیث میں مذکور ہے۔ کنت بصرہ الذی یبصربہ و سمعہ الذی یسمع بہ اسی طرح دوسرے قویٰ فاطلہ مثل ید ورجل کی نسبت فرمایا ہے حاصل یہ کہ ایسا شخص مبصر للحق وبالحق اور سامع للحق وبالحق ہو جاتا ہے جس کو فانی فی الحق وباقی بالحق کہا جاتا ہے چنانچہ آگے بطور تفریع کے اسی بقاء کا ذکر ہے یعنی) جس حس کو بھی جب آپ غیب کی طرف راہ دے دیتے ہیں (یعنی عالم حقائق سے اس کا تعلق ہو جاتا ہے جس کا اوپر ذکر تھا) تو (پھر) اس حس کو ضعف موت اور بڑھاپے کا (لاحق) نہیں ہوتا (بوجہ اس کے کہ وہ باقی ببقاء حق ہو جاتا ہے اور گو نفس بقاء میں کفرو بھی شریک ہیں مگر وہ بقاء ہلاک سے بھی بدتر ہے کما قال تعالیٰ لایموت فیہا ولا یحییٰ وقال تعالیٰ و یاتیہ الموت من کل مکان وما ھو بمیت اس لئے اس کو معتد بہ قرار نہیں دیا اور عارف واصل کے چونکہ سب افعال طبعاً مرضی حق ہو جاتے ہیں اور یہی معنی ہیں بقاء بالحق کے اس لئے وہ بقاء جو حیوۃ طیبہ کے ساتھ ہو معتد بہ قرار دیا گیا آگے اس حس کی تفصیل کی دوسرے حواس پر تصریح ہے اگرچہ ما قبل سے بھی مفہوم ہے پس کہتے ہیں کہ) آپ مالک الملک ہیں جس کو ایسی چیز یعنی ایسی خاصیت دے دیتے ہیں تاکہ اور (لوگوں کے) حسوں پر وہ حس بادشاہی کرے (جیسا اوپر ابصار للحق و بالحق و سمع کذالک کا بیان ہو چکا یہاں مناجات ختم ہوئی اخیر شعر میں مضمون بالا پر تفریع کے طور پر ارشاد کی طرف انتقال ہے گویا ایک قسم کا عود ہے مضمون سابق علے المناجات کی طرف کہ وہاں ترغیب تھی تحصیل بصیرت وتصحیح نظر کی مثلاً اس شعر میں فکر ما را اختران چرخ داں الخ اور اس کے اوپر اسی شعر میں نیک بنگر الخ جیسا دونوں کی شرح میں اس کا بیان بھی ہوا ہے پس اس قسم کا مضمون آئندہ کے شعر میں ہے کہ جب تک احساس وادراک کے مراتب حلمیا اوپر اشعار مناجات میں معلوم ہو گئے تو) کوشش کرتا کہ تیری حس بالا کی طرف جاوے تاکہ (اس) حس کا فعل اس (بالا جانے) کے سبب بالا ہو جاوے (بالا کی طرف جانا اور فعل کا بالا ہونا سب اوپر کے اشعار سے واضح ہو چکا ہے)۔

فائدہ:۔ آگے اسی مضمون پر کہ حس میں ترقی ہو جانا نافع ہوتا ہے حکایت لاتے ہیں سلطان محمود کی اور راہ میں چوروں کے ملنے کی اور ہر چور کے اپنے اپنے کمال بیان کرنے کی اور پھر چوری کرنے اور پکڑے جانے کی اور سلطان کے روبرو پیش ہونے کی اس چور کے حس کے نافع ہونے کی جو احساس میں اوروں سے بڑھا ہوا تھا کہ شب تاریک میں دیکھے ہوئے شخص کو پہچان لیتا تھا جس نے سلطان کو پہچانا اور اس کے بعض اوصاف کو جتلایا اور سب کو رہائی ہوگئی چنانچہ اس قصہ کے اخیر میں اس کی بھی تصریح ہے کہ اس کی حس کو دوسرے حواس پر فضیلت تھی ان اشعار میں۔

آں ہنر ہا گردن ما را بہ بست الخ اور جز ہماں خاصیت آں خوش حواس الخ اور اس کی تصریح ہے کہ وہ فضیلت نافع بھی ہوئی اس شعر میں۔

شاہ را شرم آمد ازروے روز بار | کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار

اور اس کے حس کا بڑھا ہوا ہونا معنےٰ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی حس شاہ میں تھی بہرحال خواہ صورۃً بڑھی ہوئی ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

یا معنی ترقی حس سے یہ نفع ہوا لازم بھی اور متعدی بھی کہ اور بھی اس کے ساتھ چھوٹے و کذلک من فاق نظرہ علی الناظرین بان یشاھد الحق فنظرہ ھذا نافع لہ و لغیرہ ممن معہ من المستفیدین والمحبین لہ یہ وجہ ہوگئی ربط کی واللہ اعلم

فائدہ: یہاں عشر سادس ختم کر دیا گیا گو یہاں پر ختم کر دینے سے اس عشر کا متن اپنے دو سابق عشروں کے متن سے تخمیناً بقدر عشر العشر کم ہے لیکن اس سے آگے بڑھنے میں چونکہ سلطان محمود کا قصہ پورا ہونے کے قبل کوئی سرخی نہ تھی کم از کم وہاں تک پہنچنا ضرور ہوتا اور اول تو وہاں تک بھی زیادہ بڑھ جاتا پھر وہاں پہنچ کر اس کے متصل موش و چغز کا تتمہ حکایت مذکور ہے اس کا چھوڑنا بھی گوارا نہ ہوتا اور اس کو لینے سے بہت ہی زیادہ بڑھ جاتا اس لئے یہاں ہی ختم کرنا مناسب ہوا جیسے عشر ثالث بھی اسی کے قریب مصلحت سے اتنی ہی مقدار پر ختم کر دیا گیا تھا جس کا اس کے آخیر میں ذکر بھی کیا گیا ہے اور اتفاق سے بلا قصد عشر ثانی بھی اتنی ہی مقدار کا ہے پس یہ عشر سادس اپنے دو سابق عشروں سے تو بقدر عشر العشر کے کم ہے اور ان دو سابق عشروں سے دو سابق عشروں کے برابر ہے یہ تو متن کی کمی کی مصلحت تھی اور اتفاق سے اس کی شرح اپنے ہر سابق عشر سے انداز کرنے سے متعدبہ مقدار میں کم معلوم ہوتی ہے جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مجھ کو یہ عشر اپنے سابق اعشار سے آسان معلوم ہوتا ہے اس لئے شرح زیادہ نہیں کرنا پڑی البتہ اس کا صرف اخیر حصہ یعنی تحقیق احکام فراست سے من ابتدائے شعر

ہر کراہت در دل مراد بی الخ جو کہ سرخی رجوع بحکایت موش و چغز آبی میں ہے یہ غامض اور دقیق معلوم ہوا سو اسی مقام سے شرح میں طول ہو گیا ہے۔

فائدہ:۔ موش و چغز کی حکایت اس عشر میں بوجہ مذکور

فائدہ:۔ سابق پوری نہ ہو سکی لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تتمہ کا خلاصہ یہاں بھی نقل کر دیا جاوے تا کہ ناظرین کو بے لطفی نہ ہو وھو ھذا

آں سرشتہ عشق رشتہ می کشد   بر امید وصل چغز بارشد
چوں غراب البین آمد ناگہاں   در شکار موش و بردش زاں مکاں
چوں برآمد برہوا موش از غراب   منسحب شد چغز نیز از قعر آب
موش در منقار زاغ و چغز ہم   در ہوا آویختہ پا در رتم

وقد کتب ھذا العشر فی اسبوعین من آخر صفر ۱۳۳۳ھ و یتلوہ العشر السابع انشاء اللہ تعالیٰ اتمہ اللہ کباقی الاعشار بالخیر والبرکۃ واعانتی بفضلہ فی ھذہ الحرکۃ و صلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ اولاً و آخراً و باطناً و ظاھراً و ماضیاً و غابراً سلاماً متکاثراً متوافراً فقط

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر السابع من شرح الدفتر السادس

من المثنوی للمولوی المعنوی افتتح فیہ لغرۃ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکایت شب ودزداں کہ شاہ محمود میان ایشاں افتاد کہ من نیز یکے از شمااام وبر حال ایشاں مطلع شد الخ

رات اور چوروں کا قصہ کہ سلطان محمود ان میں پہنچ گیا کہ میں بھی تم میں کا ایک ہوں اور ان کی حالت سے باخبر ہو گیا

شب چو شہ محمود برمی گشت فرد	باگروہ قوم دزداں باز خورد
شب کو جو سلطان محمود تنہا پھر رہا تھا	رات کے چلنے والے گروہ دزد کے ساتھ مڈبھیڑ ہو گئی
پس بگفتندش کہ اے بوالوفا	گشت شہ من ہم یکے ام از شما
پس چوروں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اے صاحب وفا	بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں کا ایک ہوں
آں یکے گفت اے گروہ مکر کیش	تا بگوید ہر یکے فرہنگ خویش
ایک نے کہا کہ اے گروہ مکر کیش	ہاں سب اپنے اپنے فن اور دانائی کو بیان کرو
تا بگوید با حریفاں در سمر	کو چہ دارد در جبلت از ہنر
تاکہ یاروں سے افسانہ گوئی میں بیان کرے	کہ وہ جبلت میں کیا ہنر رکھتا ہے
آں یکے گفت اے گرہ فن فروش	ہست خاصیت مرا اندر دو گوش
ایک بولا کہ اے گروہ فن کے دعوے کرنے والے	میرے دونوں کانوں میں خاصیت ہے
کہ بدانم سگ چہ می گوید بہ بانگ	قوم گفتندش ز دیناری دو دانگ
کہ میں جان لیتا ہوں کتا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے	جماعت نے اس کو کہا کہ تو دینار میں سے دودانگ کی برابر ہے
آں دگر گفت اے گروہ زر پرست	جملہ خاصیت مرا چشم اندر ست
دوسرا بولا اے گروہ طالب زر	تمام تر خاصیت میری آنکھ میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ را شب بینم اندر قیرواں	روز بشناسم من او را بیگماں
میں جس کو شب تاریک میں دیکھ لوں	دن کو بلا کسی شک کے اس کو پہچان لوں
گفت یک خاصیتم در بازوست	کہ زنم من نقبہا بازور دست
ایک بولا میری خاصیت بازو میں ہے	کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں
گفت یک خاصیتم در بینی ست	کار من در خاکہا بو بینی ست
ایک نے کہا میری خاصیت ناک میں ہے	میرا کام خاک کے اندر بو کا دریافت کر لینا ہے
سر الناس معادن داد دست	کہ رسول آں راپۓ چہ گفتہ است
راز الناس معادن کا حاصل ہو گیا	کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کس بت سے فرمایا ہے
من ز خاک تن بدانم کاندراں	چند نقد ست و چہ دارد اوز کاں
میں خاک تن سے جان لیتا ہوں کہ اس کے اندر	کتنا نقد ہے اور وہ معدن سے کس قدر رکھتی ہے
در یکے کاں زر بے اندازہ درج	واں دگر دخلش بود کمتر ز خرج
کسی کان میں تو زر بے حساب مندرج رہتا ہے	اور دوسری کان کی آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے
ہمچوں مجنوں بو کنم من خاک را	خاک لیلیٰ را بیابم بے خطا
میں مجنوں کی طرح ہر خاک کو سونگھتا ہوں	خاک لیلیٰ کو بلا غلطی پا لیتا ہوں
بو کنم دائم ز ہر پیراہنے	گر بود یوسفؑ و گر آہر منے
میں سونگھ لیتا ہوں ہر قمیص سے جان لیتا ہوں	اگر وہ یوسف ہو تب بھی اور اگر اہرمن ہو تب بھی
ہمچو احمدؐ کہ برد بو از یمن	زاں نصیبے یافت ایں بینی من
مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ یمن کی طرف سے خوشبو پاتے ہیں	اس سے ایک حصہ پایا ہے میری ناک نے
کہ کدامیں خاک ہمسایہ زرست	یا کدامیں خاک صفر و ابترست
کہ کونسی خاک قرین زر ہے	یا کونسی خاک خالی اور منقطع ہے
گفت یک ایں خاصیت در پنجہ ام	کہ کمندے افگنم طول علم
ایک بولا میری وہ خاصیت میرے پنجہ میں ہے	کہ کمند پھینک دیتا ہوں ارتفاع کوہ تک
قصر اگرچہ چند باشد بس بلند	کنگرہ اش در سخت گردانم کمند
قصر اگرچہ کتنا ہی بہت بلند ہو	اس کے کنگرہ کے اندر کمند کو مضبوط لگا دیتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو احمدؐ کہ کمند افگند جانش	تا کمندش برد سوئے آسمانش
مثل احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کی روح نے کمند ڈالی	یہاں تک کہ وہ کمند آپ کو آسمان کی طرف لے گئی
ہمچو احمد کہ کمند انداخت سخت	کہ کمندش برد سوئے بخت وتخت
مثل احمد صلے اللہ علیہ وسلم کے کہ آپ نے مضبوط کمند ڈالی	کہ وہ کمند آپ کو تخت اور بخت کی طرف لے گئی
گفت حقش اے کمند انداز بیت	آں زمن داں مارمیت اذ رمیت
حق تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ اے کمند انداز بیت المعمور کے	اس کو میری طرف سے جانئے مارمیت اذ رمیت
پس پرسیدند زاں شہ کاے سند	مر ترا خاصیت اندر چہ بود
پھر سب نے سلطان سے پوچھا کہ اے مستند	تیری کس چیز میں خاصیت ہے
گفت در ریشم بود خاصیتم	کہ رہانم مجرماں را از نقم
سلطان نے کہا کہ میری خاصیت میری داڑھی میں ہے	کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں
مجرماں را چوں بجلاداں دہند	چوں بجنبد ریش من ایشاں رہند
جب مجرموں کو جلادوں کے حوالہ کر دیں	اگر میری داڑھی ہل جاوے وہ چھوٹ جاویں
چوں بجنبانم برحمت ریش را	طے کنند آں قتل وآں تشویش را
جب میں رحم سے داڑھی کو ہلا دوں	تو ختم کر دیں اس قتل اور تشویش کو
قوم گفتندش کہ قطب ما توئی	کہ خلاص روز محنتہا شوی
قوم نے اس سے کہا کہ بس قطب ہمارا تو ہی ہے	چونکہ یوم مشقت کا سبب خلاصی تو ہی ہے
بعد ازاں جملہ بہم بیروں شدند	سوی قصر آں شہ میموں شدند
اس کے بعد سب جمع ہو کر باہر چلے	اور اس بادشاہ مبارک کے قصر کی طرف چلے
چوں سگے بانگے بزد از دست راست	گفت می گوید کہ سلطاں باشماست
ایک کتے نے جو داہنے ہاتھ کی طرف سے ایک آواز کی	کہا کہ یہ یوں کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ہمراہ ہے
خاک بو کرد آں دگر از ربوۃ	گفت ایں ہست از وثاق بیوہ
اس دوسرے نے ایک ٹیلہ کی خاک سونگھی	کہا کہ یہ کسی بیوہ کے گھر کا جزو ہے
پس کمند انداخت استاد کمند	تا شدند آں سوی دیوار بلند
پھر استاد کمند نے کمند پھینکی	یہاں تک کہ دیوار بلند کے اس جانب گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

جای دیگر خاک راچوں بوئے کرد	گفت خاک مخزن شاہے ست فرد
دوسری جگہ خاک کو جب سونگھا	کہنے لگا کہ خزانہ شاہی کی خاک ہے جو فرد ہے
نقب زن زد نقب در مخزن رسید	ہر یکے از مخزن اسبابے کشید
نقب زن نے نقب دیا اور خزانہ تک پہنچا	ہر شخص نے خزانہ سے کچھ کچھ اسباب نکالا
بس زر و زربفت و گہر ہای زفت	قوم بردند و نہاں کردند تفت
بہت سا زر اور زربفت اور بڑے بڑے موتی	وہ قوم لے گئی اور جلدی جلدی پوشیدہ کر دیا
شہ معین دید منزل گاہ شاں	حلیہ و نام و پناہ و راہ شاں
سلطان نے بالتعیین ان کی منزل گاہ دیکھ لی	ان کا حلیہ اور نام اور حفاظت کی جگہ اور راستہ دیکھ لیا
خویش را دزدید از ایشاں بازگشت	روز در دیواں بگفت آں سرگذشت
اپنے کو ان سے مخفی کر لیا ان کے پاس سے لوٹ گیا	دن کو عدالت میں وہ سرگذشت بیان کی
پس رواں گشتند سرہنگان مست	تا کہ دزداں را گرفتند و بہ بست
پس مست سرہنگ روانہ ہو گئے	یہاں تک کہ ہر ہر سرہنگ نے ایک ایک چور کو باندھ لیا
دست بستہ سوی دیواں آمدند	وز نہیب جان خود لرزاں شدند
مشکیں کسی ہوئی سب عدالت میں حاضر ہوئے	اور خوف جان سے سب لرزاں تھے
چونکہ استادند پیش تخت شاہ	یار شب شاں بود آں شاہ چو ماہ
جب تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہوئے	ان کا رفیق شب تھا وہ سلطان جو مثال ماہ کے ہے
آنکہ شب بر ہر کہ چشم انداختے	روز دیدے بے شکش بشناختے
جو شخص کہ شب جس پر نظر ڈالتا تھا	دن کو دیکھتا بدوں کسی شک کے اس کو پہچان لیتا
شاہ را بر تخت دید و گفت ایں	بود مارا دوش شب گرد و قریں
اس نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا اور کہا کہ یہ	شب گذشتہ میں ہمارے ساتھ شب گرد اور قرین تھا
آنکہ چندیں خاصیت در ریش اوست	ایں گرفت ماہم از تفتیش اوست
وہ شخص کہ اتنی بڑی خاصیت اس کی داڑھی میں ہے	یہ ہماری گرفتاری بھی اسی کی تفتیش سے ہے
عارف شہ بود چشمش لا جرم	برکشاد از معرفت لب با حشم
اس کی آنکھ سلطان کی عارف تھی اس لئے اس نے	مجمع سے بنا بر معرفت لب کھولے

www.besturdubooks.wordpress.com

وھو معکم گفت او ایں شاہ بود	فعل ما می دید و سرماں شنود
اس نے کہا کہ وھو معکم یہ بادشاہ تھا	وہ ہمارا فعل دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا
چشم من رہ برد شب شہ را شناخت	جملہ شب با روی ماہش عشق باخت
میری آنکھ نے پتہ لگالیا شب کے وقت بادشاہ کو پہچان لیا	تمام شب اس کے روے چوں ماہ سے عشق بازی کی
امت خود را بخواہم من ازو	کو نگرداند ز عارف ہیچ رو
اپنے گروہ کو میں اس سے مانگ لوں گا	کیونکہ وہ جان پہچان والے سے بالکل اعراض نہ کرے گا

(ایک) شب کو جو سلطان محمود تنہا پھر رہا تھا رات کے چلنے والے گروہ دزد کے ساتھ مڈ بھیڑ ہوگئی۔ پس چوروں نے اس سے کہا کہ تو کون ہے اے صاحب دانا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی میں کا ایک ہوں (وہ سمجھے کہ چور ہے اور ساتھ لے لیا۔ پھر باتیں کرنے لگے) ایک نے کہا کہ اے گروہ مکر کیش (چوروں کا مکر کیش ہونا ظاہر ہے) ہاں سب اپنے اپنے فن اور دانائی کو بیان کر دو کہ (اپنے) رفیقوں سے افسانہ گوئی میں بیان کرے کہ وہ (اپنی) جبلت میں کیا ہنر رکھتا ہے ایک بولا کہ اے گروہ فن کے دعوی کرنے والے میرے کانوں میں (ایک) خاصیت ہے کہ میں جان لیتا ہوں کتا اپنی آواز میں کیا کہتا ہے۔ جماعت نے اس کو کہا کہ تو دینار میں سے دو دانگ کی برابر ہے (یعنی قلیل الفن ہے کیونکہ دانق چھٹا حصہ ہے درم کا اور درم دسواں حصہ ہے دینار کا تو دانق ساٹھواں حصہ ہوا دینار کا پس دو دانگ تیسواں حصہ ہوا گویا اٹھنی میں سے ایک پیسہ) دوسرا بولا اے گروہ طالب زر تمام تر خاصیت میری آنکھ میں ہے میں جس کو شب تاریک میں (جو کہ روغن قیر کی مانند ہو) دیکھ لوں دن کو بلا کسی شک کے اس کو پہچان لوں (فی الغیاث قیر بالکسر روغن سیاہ کہ بر شتران گرگیں مالند و قیر وآں حرف تشبیہ بمعنی مانند) ایک بولا میری خاصیت بازو میں ہے کہ میں ہاتھ کے زور سے نقب لگا لیتا ہوں (خواہ کیسی ہی مضبوط دیوار یا زمین ہو) ایک نے کہا میری خاصیت ناک میں ہے میرا کام خاک کے اندر بو کا دریافت کر لینا ہے (مولانا درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر اس اختلاف اوصاف مذکورہ حکایت سے ایک استنباط کرتے ہیں کہ اس سے) راز الناس معادن (کمعادن الذهب والفضة) کا حاصل ہو گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو کس بات سے فرمایا ہے (مطلب یہ کہ جس طرح ان لوگوں کے اوصاف وخواص متعلق بدنیا مختلف تھے اسی طرح لوگوں کے اوصاف وخواص متعلق بالدین مختلف ہوتے ہیں جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا ہے پس یہ خواص دینیہ چونکہ مخفی تھے مولانا نے موقع پا کر اس مثال مذکور فی الحکایت سے اس کی توضیح کر دی اور اسی اختفاء کے سبب اُس کو راز کہا اور اسکی وضاحت کو وادوست کہا اور اختلاف خواص دینیہ کو جو کہ مبنی ہے اس ارشاد کا جہ سے تعبیر کیا اور اُسکے مبنی ہونے کو از کا رمدلول قرار دیا اور خیارهم فی الجاهلیة کو منافی ان خواص کے دینی ہونے کے نہ سمجھا جاوے کیونکہ جاہلیت کے ساتھ ان خواص کا مرتبہ استعداد میں جمع ہونا ممکن و واقع ہے آگے پھر قصہ ہے کہ اس شخص نے کہا کہ) میں خاک تن (زمین یعنی ظاہر سطح زمین کی خاک) سے جان لیتا ہوں کہ اس کے اندر کتنا نقد ہے اور وہ معدن سے کس قدر رکھتی ہے (چنانچہ) کسی کان میں تو زر بے حساب مندرج رہتا ہے اور دوسری کان کی آمدنی خرچ سے کم ہوتی ہے (یعنی اس کے نکالنے میں جس قدر صرف ہو اس میں سے اتنا بھی حاصل نہیں ہوتا تو پہچاننے سے یہ فائدہ ہے کہ ایسی کان کے کھودنے کا

www.besturdubooks.wordpress.com

اہتمام نہ کیا جاوے) میں مجنوں کی طرح ہر خاک کو سونگھتا ہوں (اور اس میں سے) خاک لیلیٰ کو بلا غلطی پالیتا ہوں (جیسا کہ مجنون کا قصہ مشہور ہے کہ لیلیٰ کی قبر کو کسی نے بتلایا نہیں تھا اس کی مٹی سونگھ کر پہچان لیا) میں سونگھ لیتا ہوں (اور) ہر قمیص سے جان لیتا ہوں اگر وہ (صاحب قمیص) یوسف ہو تب بھی اور اگر اہرمن ہو تب بھی (یہ سب بعبارت مولانا تشبیہات ہیں ادراک کے یقیناً صحیح ہونے کی اسی طرح تشبیہاً آئندہ بھی یعنی) مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ یمن کی طرف سے خوشبو پاتے ہیں (اشارہ ہے حدیث انی لاجد نفس الرحمن من ھھنا و اشار الی الیمن کی طرف رواہ الطبر انی کذا فی کنز العمال ج ۶ ص ۲۰۵ جس کا مصداق اویس قرنی تابعی خصوصاً اور دوسرے اہل یمن ناصرین اسلام عموماً ہیں پس) اس (مطلق ادراک بالشامہ نہ کہ ادراک مدلول حدیث) سے ایک حصہ پایا ہے میری ناک نے کہ کونسی خاک قرین زر ہے یا کونسی خاک خالی اور مقطوع (المال) ہے ایک بولا میری وہ خاصیت (جس کے اظہار کے لئے اس وقت فرمائش ہے) میرے پنجہ میں ہے کہ (اس پنجہ کے زور سے) کمند پھینک دیتا ہوں ارتفاع کوہ تک (کذا فی المنتخب بمعنی علم) قصر اگرچہ کتنا ہی بہت بلند ہو (مگر) اس کے کنگرہ کے اندر کمند کو مضبوط لگا دیتا ہوں (آگے اس کی بھی تشبیہ بعبارت مولانا ہے کہ) مثل احمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ ان کی روح نے (عشق الٰہی کی) کمند ڈالی یہاں تک کہ وہ کمند آپ کو آسمان کی طرف لے گئی (کیونکہ معراج کا سبب محبوبیت ہے اور محبوبیت متفرع ہوتی ہے نحسبیت پر آگے اس سے ترقی ہے کہ) مثل احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ آپ نے مضبوط کمند (عشق الٰہی کی) ڈالی کہ وہ کمند آپ کو تخت (یعنی عرش) اور بخت (یعنی مقام قرب) کی طرف لے گئی (اور عرش کا آسمان کی نسبت مقام ترقی ہونا اور مقام قرب خاص کا عرش کی نسبت مقام ترقی ہونا ظاہر ہے آگے بطور مقائسہ کے اس کمند اندازی کو ایک آیت کے مضمون سے مؤید فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ اے کمند انداز بیت المعمور کے (کہ لیلۃ المعراج میں وہاں بھی آپ پہنچے) اس (کمند اندازی) کو میری طرف سے جانئے (جس کی دلیل قیاسی یہ ہے کہ) مارمیت اذرمیت (ولکن اللہ رمی پس جس طرح سنگریزہ انداز گو ظاہر میں آپ تھے مگر واقع میں میں تھا کہ محل مقصود تک اس کو میں نے پہنچایا اسی طرح کمند انداز محبت گو ظاہر میں آپ ہیں مگر واقع میں میں ہوں کہ محل مقصود تک اس کو بھی میں نے ہی پہنچایا کہ اس نحسبیت پر ثمرہ محبوبیت ومقبولیت کو مرتب فرمایا آگے پھر قصہ ہے کہ) پھر سب نے سلطان سے پوچھا کہ اے مستند تیری کس چیز میں خاصیت ہے (جیسے کسی کے کان میں ہے کسی کی ناک میں ونحوہما) سلطان نے کہا کہ میری خاصیت میری ڈاڑھی میں ہے کہ میں مجرموں کو سزاؤں سے چھڑا دیتا ہوں جب مجرموں کو جلادوں کے حوالہ کردیں اگر میری داڑھی ہل جاوے وہ چھوٹ جاویں (کیونکہ بادشاہ کے اختیار میں ہے رہائی کا حکم دینا اور حکم خواہ بان سے ہو یا اشارہ سر سے دونوں حالت میں داڑھی کو حرکت ہوگی) جب میں ترحم سے داڑھی کو ہلادوں تو ختم کردیں اس قتل اور اس تشویش کو قوم نے اس سے کہا کہ بس قطب ہمارا تو ہی ہے چونکہ یوم مشقت کا سبب خلاصی تو ہی ہے (کیونکہ اوروں کے ہنروں سے چوری کی تو تکمیل ہوگئی مگر یہ کسر رہ گئی تھی کہ اگر پکڑے جاویں تو کیا ہو تیرے ہنر سے یہ کسر بھی مٹ گئی اور بالکل ہی بے فکری ہوگئی) اس کے بعد سب جمع ہو کر باہر چلے اور اس بادشاہ مبارک کے قصر کی طرف چلے ایک کتے نے جو داہنے ہاتھ کی طرف سے ایک آواز کی (تو اس شناسندہ آواز سگ نے) کہا کہ یہ یوں کہتا ہے کہ سلطان تمہارے ہمراہ ہے اس دوسرے نے ایک ٹیلہ کی خاک سونگھی (یا ہوشیاری سے خاک کو سونگھا اور بعض نسخ ربوہ بباء موحدہ واقع ست ومعنی آں ہمانست کہ نوشتہ شد ودر بعضے ریوہ بیاء تحتیہ واقع ست وظاہر قافیہ بیوہ مقتضی ہمیں ست لیکن ایں لغت بنظر نیامدہ دو احتمال بذہن می آید یکے آنکہ ایں مخفف کریوہ باشد کہ ہم معنی ربوہ است چنانچہ نظیرش

بعد بست اشعاری آید در شب دنیا کہ محجوب ست شید کہ در حاشیہ مخفف خورشید نوشتہ است و دیگر آنکہ در رد یو یعنی مکر وفریب ہا زائد کردہ باشند چنانچہ نظیرش بعدہ اشعار از حکایت ترک مخمور گذشتہ لفظ رہا نندہ ایں جسم داں کہ ہار ادر مانند زائد کردہ اند پس معنے آں باشد کہ از فن وفرہنگ خاک رابو کرد زیادہ ازیں تحقیق نشدہ من ظفر بہ تعلیق اور سونگھ کر) کہا کہ یہ کسی بیوہ کے گھر کا جزو ہے (بیوہ ہونا مالک کا بالتخصیص مدرک قوت شامہ کا نہیں ہوا بلکہ شم سے اتنا معلوم ہوا ہوگا کہ یہاں مال نہیں ہے تو ایسا گھر غریبوں ہی کا ہوتا ہے تو بیوہ کی تخصیص تمثیلا ہے اور یہ پشتہ زمین مقصود ان لوگوں کا نہ تھا قصر شاہی کی راہ میں یہ جگہ آ گئی اس نے صرف اپنے کمال کا یقین دلانے کو یہ بھی خبر دے دی اور اس پشتہ پر کوئی عمارت بنی تھی جس کی دیوار بہت بلند تھی) پھر استاد کمند نے کمند پھینکی یہاں تک کہ دیوار بلند کے اس جانب گئے (پھر) دوسری جگہ خاک کو جب سونگھا کہنے لگا کہ خزانہ شاہی کی خاک ہے جو (اور خاکوں سے) فرد (اور ممتاز) ہے (یعنی ان خاکوں سے ممتاز ہے جس کے نیچے خزانہ نہیں پھر) نقب زن نے نقب دیا اور خزانہ تک پہنچا (اور) ہر شخص نے خزانہ سے کچھ کچھ اسباب نکالا۔ بہت ساز راور زربفت اور بڑے بڑے موتی وہ قوم لے گئی اور جلدی جلدی پوشیدہ کر دیا۔ سلطان نے بالتعیین ان کی منزل گاہ دیکھ لی (اور پہچان لیا) ان کا حلیہ اور نام اور حفاظت کی جگہ اور راستہ دیکھ لیا (اور) اپنے کو ان سے مخفی کر لیا (اور) ان کے پاس سے لوٹ گیا (اور) دن کو عدالت میں وہ سرگذشت بیان کی۔ پس مست سرہنگ روانہ ہو گئے یہاں تک کہ ہر ہر سرہنگ نے ایک ایک چور کو باندھ لیا۔ مشکیں کسی ہوئی سب عدالت میں حاضر ہوئے اور خوف جان سے سب لرزاں تھے جب تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہوئے (تو اس شناسندۂ شب کو معلوم ہوا جیسا آئندہ شعر میں تصریح ہے پس یہاں یہ جملہ جزائیہ مقدر ہے یعنی یہ معلوم ہوا کہ) ان کا رفیق شب تھا وہ سلطان جو مثال ماہ کے ہے (تشبیہ یا تو تابانی میں ہے یا رفاقت شب میں کہ شب کو ماہ بھی رفیق ہوتا ہے) جو شخص کہ شب کو جس پر نظر ڈالتا تھا دن کو دیکھتا (اور) بدوں کسی شک کے اس کو پہچان لیتا اس نے بادشاہ کو تخت پر دیکھا اور کہا (یا تو اپنے دل میں یا رفیقوں سے) کہ یہ شب گذشتہ میں ہمارے ساتھ شب گرد اور قرین تھا (اور یہ بھی اسی کا قول ہے) وہ شخص کہ اتنی بڑی خاصیت (یعنی تخلیص مجرمیں) اس کی داڑھی میں ہے۔ یہ ہماری گرفتاری بھی اسی کی تفتیش سے ہے (اور یہ ظاہر بھی ہے کیونکہ سلطان کی معیت ان کے ساتھ بغرض تفتیش کے تھی کہ یہ کہاں چوری کریں گے اور کہاں رہتے ہیں مثلاً اور اس شعر کا مضمون بعبارت مولانا اشارہ ہے امر بعدیل رجاء وخوف ونہی عن الغرور کی طرف کہ اسی طرح حق تعالیٰ کی ساتھ معاملہ رکھے کہ اس کے لطف پر مغرور نہ ہو اس کو منتقم وقاہر بھی سمجھتا ہے اور ڈرتا رہے) اس (تیز بین) کی آنکھ سلطان کی عارف تھی اس لئے اس نے مجمع سے بنا بر معرفت لب کھولے (اور) اس نے کہا کہ (ایک صورت سے وان لم یکن معا ذکر فی الایہ) و ھو معکم (کا مصداق) یہ بادشاہ تھا (فی العبارۃ تقدیم وتاخیر وحقہ ہکذا گفت او وھو معکم ایں شاہ بود بحذف المضاف اور) وہ ہمارا فعل دیکھ رہا تھا اور ہمارا راز سن رہا تھا (اس میں بھی بعبارت مولانا اشارہ ہے امر بالمراقبہ کی طرف کہ حق تعالیٰ کو سمیع وبصیر ہر وقت سمجھے اور وہو معکم کو نصب العین رکھے کہ مانع ہو مخالفت سے) میری آنکھ نے پتہ لگا لیا شب کے وقت بادشاہ کو (ایسا خوب) پہچان لیا (کہ جس کی بناء پر اس وقت بھی پہچان لیا اور) تمام شب اس کے روئی چوں ماہ سے عشق بازی کی (اس لئے اس وقت رات کی بات عرض کرکے) اپنے گروہ کو میں اس سے مانگ لوں گا کیونکہ وہ (غایت مروت سے اپنے) جان پہچان والے سے بالکل اعراض نہ کرے گا (بلکہ عرض قبول کرکے سب کو چھوڑ دے گا اس میں بعبارت مولانا اشارہ ہے کہ اسی طرح قیامت کے روز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کو اور دوسرے اولیاء وعارفین بھی اپنے اتباع کو حق جل وعلا شانہ سے شفاعت کرکے انشاء اللہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تعالیٰ بخشوالیں گے اور حق تعالیٰ ان کی شفاعت کو اس لئے قبول فرمالیں گے کہ وہ محبوب ہیں اور چونکہ یہ محبوبیت مسبب ہے محبیت سے اور محبیت مرتب ہے معرفت مطلوبہ یعنی علم مع العمل والحال پر اور سبب کا سبب سبب ہے اس لئے مدار اس استخلاص کا تعبیر میں معرفت پر رکھا گیا تو جس طرح شعر آنکہ چندیں خاصیت مع مابلیہ میں اشارہ تھا معاملہ حق تعالیٰ کی طرف عصاۃ کے ساتھ اسی طرح اس شعر چشم من مع مابلیہ میں اشارہ ہے معاملہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و دیگر مقبولین کی طرف ان عصاۃ کے ساتھ چنانچہ آگے اس کو صراحۃً ذکر فرمارہے ہیں۔

چشم عارف داں امان ہر دو کون	کہ بدو یابید ہر بہرام عون
عارف کی آنکھ کو دونوں عالم کے لئے امن جان	کہ اسی کی بدولت ہر بادشاہ نے مدد پائی ہے
زاں محمدؐ شافع ہر داغ بود	کہ ز جز حق چشم او مازاغ بود
اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر داغ کے شافع ہوئے ہیں	کیونکہ غیر حق سے ان کی آنکھ مازاغ تھی
در شب دنیا کہ محجوب ست شید	ناظر حق بود و زو بودش امید
شب دنیا میں جہاں کہ خورشید مخفی ہے	آپ ناظر حق تھے اور آپ کو حق سے امید تھی
از الم نشرح دو چشمش سرمہ یافت	دید آنچہ جبرئیلؑ آں بر نتافت
الم نشرح سے آپ کی دونوں آنکھوں نے سرمہ حاصل کیا	آپ نے وہ چیز دیکھی جس کو جبرئیل برداشت نہ کر سکے
ہر یتیمے را کہ سرمہ حق کشد	گردد او در یتیم بار شد
جس یتیم کے حق تعالیٰ سرمہ لگادیں	وہ در یتیم با ہدایت ہو جاویں گے
نور او بر درہا غالب شود	آنچناں مطلوب را طالب شود
ان کا نور دوسرے موتیوں پر غالب ہو جاوے گا	ایسے مطلوب کے طالب ہو جاویں گے
در نظر بودش مقامات العباد	لاجرم نامش خدا شاہد نہاد
آپ کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے	لاجرم آپ کا نام خدا تعالیٰ نے شاہد رکھا
آلت شاہد زبان و چشم تیز	کہ ز شب خیزش ندارد سر گریز
شاہد کا آلہ زبان اور چشم تیز ہے	کہ آپ کے قلب شب بیدار سے راز مخفی گریز نہیں کرتا
گر ہزاراں مدعی سر بر زند	گوش قاضی جانب شاہد کند
اگر مدعی ہزار سر ٹیکے	تب بھی قاضی کان بجانب شاہد کے کرتا ہے
قاضیاں را در حکومت ایں فن ست	شاہد ایشاں را دو چشم روشن ست
حکام کا حکومت میں یہی فن ہے	شاہد ان کے لئے دو چشم روشن ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت شاہدزاں بجای دیدہ است	کہ بدیدہ بیغرض سر دیدہ است
شاہد کا قول اس لئے بجائے دیدہ کے ہے	کہ اس نے دیدۂ بے غرض سے حقیقت کو دیکھا ہے
مدعی دیدہ است امابا غرض	پردہ باشد دیدۂ دل را غرض
مدعی نے دیکھا ہے مگر بغرض	غرض دیدۂ دل کے لئے حجاب ہو جاتا ہے
حق ہمی خواہد کہ تو زاہد شوی	تاغرض بگزاری و شاہد شوی
حق تعالی چاہتے ہیں کہ تو زاہد ہو جاوے	تا کہ تو غرض کا تارک ہو جاوے اور شاہد ہو جاوے
حق ہمی گوید غرض را ترک کن	تا قبول افتد ترا باما سخن
حق تعالی فرماتے ہیں کہ تو غرض کو ترک کر دے	تا کہ ہمارے نزدیک تیری بات مقبول واقع ہو
کایں غرضہا پردۂ دیدہ بود	بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بود
کہ یہ اغراض حجاب دیدہ ہوتا ہے	نظر پر وہ مثل پردہ کے لپٹا ہوا رہتا ہے
پس نہ بیند جملہ را باطم ورم	حبک الاشیاء یعمی و یصم
پس وہ مجموعہ کو مع رطب و یابس کے نہیں دیکھتا	تیری محبت کرنا کسی شئے سے کورا ور کر دیتا
دردلش خورشید چوں نورے فشاند	پیشش اختر را مقادیرے نماند
آپ کے قلب میں خورشید نے جب نور افشانی فرمائی	تو آپ کے سامنے کواکب کی کوئی قدر نہ رہی
پس بدید او بے حجاب اسرار را	سیر روح مومن و کفار را
پس آپ نے اسرار کو بے حجاب دیکھ لیا	ارواح مومنین اور کفار کی سیر کو
در زمیں حق را و در چرخ سمی	نیست پنہاں تر ز روح آدمی
زمین میں اور چرخ بلند میں حق تعالی کی کوئی چیز	روح انسانی سے زیادہ مخفی نہیں
بازکرد از حق دو چشم خویشتن	آنکہ صاحب رفعت آمد در سنن
حق تعالی سے اپنی دونوں آنکھیں ایسے شخص نے کھول لی ہیں	جو کہ احادیث میں صاحب رفعت ہے
بازکرد از رطب و یابس حق نورد	روح را من امر ربی مہر کرد
حق تعالی نے رطب و یابس سے پیچ کھول دیا ہے	روح پر من امر ربی کی مہر لگا دی ہے
پس چو دید آں روح را چشم عزیز	پس بروپنہاں نماند ہیچ چیز
پھر جب اس روح کو چشم عزیز نے دیکھ لیا	پس آپ پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

شاہد مطلق بود در ہر نزاع	بشکند گفتش خمار ہر صداع
آپ ہر نزاع میں شاہد کامل ہیں	آپ کا قول ہر درد سر کا خمار زائل کر دیتا ہے
نام حق عدلست شاہد آن اوست	شاہد عدلست زیں رو چشم دوست
نام حق تعالیٰ کا عدل ہے شاہد اس کا مخصوص ہوتا ہے	اس لئے یہ شاہد عدل باصرہ ہیں دوست کے
منظر حق دل بود در دوسرا	کہ نظر در شاہد آید شاہ را
قلب دونوں جہاں میں محل نظرِ حق ہو گیا	کہ بادشاہ کی نظر شاہد میں ہوا کرتی ہے
عشق حق و سر شاہد بازیش	بود مایہ جملہ پردہ سازیش
حق تعالیٰ کی محبت اور حق تعالیٰ کا راز جیت	اس کی تمام تر پردہ سازی کا سرمایہ تھا
پس ازاں لولاک گفت اندر لقا	در شب معراج شاہد بازما
پس اسی واسطے ملاقات کے وقت لولاک الخ فرمایا	شب معراج میں ہمارے محب نے
ایں قضا بر نیک و بد حاکم بود	بر قضا شاہد نہ حاکم می شود
یہ قضا نیک و بد پر حاکم ہوتی ہے	قضا پر کیا شاہد حاکم نہیں ہوتا
شد اسیر آں قضا میر قضا	شادباش اے چشم تیز مرتضیٰ
جو ذات کہ اسیر قضا تھی وہ امیر قضا ہو گئی	شادباش اے چشم تیز بیں مرتضوی

(اوپر..... صاحب قصہ کو عارف سلطان محمود تھا بعبارت خود بضمن معاملہ حق و معاملہ نبوی جو مضمون فضائل و خواص معرفت و بصیرت کا اشارۃً واجمالاً مولانا نے ذکر فرمایا تھا ان اشعار میں مولانا اسی کو بلسان خود مشکل عبارت خود صراحۃً وتفصیلاً بیان فرماتے ہیں یعنی معرفت و بصیرت کے ایسے فضائل و خواص ہیں کہ) عارف کی آنکھ کو دونوں عالم کے لئے امن جان کہ اسی کی بدولت ہر بادشاہ نے (کاطلاق حاتم علے مطلق الجواد) مدد پائی ہے (یعنی جن کے پاس ظاہری اسباب و سامان بھی ہے عون فی الحاجات کے لئے وہ سامان کافی نہیں وہ بھی محتاج بصیرت عارف کا ہے وجہ احتیاج یہ ہے کہ امان دنیا کا موقوف ہے اس کے بقاء اور دفع بلاء پر اور بقاء اس کا حسب حدیث موقوف ہے اللہ تعالیٰ کا نام لئے جانے پر کما قال صلی اللہ علیہ وسلم لاتقوم الساعة یقال فی الارض اللہ اللہ اور یہ نام لیا جانا موقوف ہے معرفت حق پر خواہ کسی درجہ کی معرفت ہو اسی طرح دفع بلا و نزول مطر وغیرہ کا مسبب ہونا عباد صالحین خصوص ابدال کی برکت سے حدیثوں میں وارد ہے منھا ما قال صلی اللہ علیہ وسلم ھل تنصرون وترزقون الابضعفائکم اور اس خطاب میں ملوک و امراء بھی داخل ہیں اور صلاح موقوف ہے معرفت پر اور امان آخرت کا موقوف ہے ایمان و اعمال صالحہ پر اور یہ موقوف ہے علم و معرفت حق پر نیز آخرت کا امان بعض کے لئے بواسطہ شفاعت محقق ہوگا اور شافع ہونا موقوف ہے مقبولیت و محبوبیت پر اور وہ موقوف ہے خشیت پر اور وہ موقوف ہے معرفت پر جیسا کہ یہی تقریر مختصراً شعر بالا امت خود را الخ کی شرح میں بیان بھی کی گئی ہے پس یہ کہنا صحیح ہو گیا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم عارف داں اماں ہر دو کون الخ اور ہر داغ کا عموم اگر اہل ایمان تک محدود ہو تب تو کوئی اشکال نہیں اور اگر کفار کو بھی عام ہو تو شفاعت کو عام کہا جاوے گا۔ تخفیف عقوبت کے لئے بھی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے آپ کے لئے ایک قسم شفاعت کی یہ بھی ثابت کی ہے کہ آپ کی شفاعت سے کفار کو بھی عقوبت میں تخفیف ہو جاوے گی اور اس صورت میں لایخفف عنهم العذاب کو خاص کہا جاوے گا اس تخفیف کے غیر کے ساتھ یا یوں کہیں گے کہ جو عذاب اخیر میں ان کے لئے مقدر ہو چکے گا اس سے تخفیف نہ ہوگی حاصل دونوں توجیہوں کا ایک ہی ہے صرف الفاظ کا اختلاف ہے اور ابو طالب کے لئے تخفیف آپ کی برکت سے خود صحاح میں مصرح ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ) اسی لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر داغ (یعنی جرم) کے شافع ہوئے ہیں کیونکہ غیر حق سے ان کی آنکھ (بدلیل) مازاغ (ہٹی ہوئی) تھی (تقریر ترجمہ سے تقدیر کلام کی ظاہر ہوگئی اور بدوں تقدیر کے ظاہر عبارت مشکل ہے کیونکہ مازاغ کا مدلول تو یہ ہے کہ مازاغ عن الحق اور اس مصرعہ کے ظاہر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مازاغ عن غیر الحق اس تقدیر کے بعد یہ حاصل ہوا۔ ان بصره كان مصروفا عن غير الحق بدلیل قول...... اللہ تعالیٰ مازاغ البصر ای بصره عن الحق فالمذكور فی الأية يستلزم المقدر ای صرفه عن غير الحق اور مصرعہ ثانیہ تعلیل ہے مصرعہ اولیٰ کی یعنی آپ شافع ہوئے بوجہ عارف کامل ہونے کے پس تفریع ماقبل پر ظاہر ہوگئی اور عارفیت پر اس کا ترتب شعر چشم عارف کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے آگے بھی اسی کی تفصیل ہے کہ) شب دنیا میں جہاں کہ خورشید (حقیقی) مخفی ہے آپ (وہاں بھی) ناظر حق تھے اور آپ کو حق سے امید تھی (بمعنے یقین بوجہ وعدہ کے کہ آپ کو ذریعہ امان امت کا بنایا جاوے گا چنانچہ قیامت میں اس کا ظہور ہوگا)...... الم نشرح سے آپ کی دونوں آنکھوں نے سرمہ حاصل کیا (یعنی شرح صدر کے سبب آپ کی معرفت و بصیرت میں ترقی ہوگئی جیسے سرمہ سے بصر میں ترقی ہوتی ہے پس) آپ نے وہ چیز دیکھی جس کو جبرئیل برداشت نہ کر سکے (بلکہ انہوں نے تو اس مقام پر پہنچنے تک کے متحمل نہ ہو سکنے کو ظاہر فرما دیا کہ

اگر یک سر موئے برتر پرم فروغ تجلی بسوزد پرم

کذا فی نشر الطیب عن شفاء الصدور بروایۃ ابن عباسؓ) جس یتیم کے حق تعالیٰ سرمہ لگا دیں (اس سرمہ کا شعر سابق میں ذکر ہوا ہے) وہ (بصیرت میں مثل) در یتیم (کے یکتا اور) باہدایت ہو جاویں گے (اور) اُن کا نور (اُس سرمۂ حق سے) دوسرے موتیوں پر (یعنی اور انوار پر) غالب ہو جاوے گا (اور نور کی افزونی سے حقائق کا ادراک زیادہ ہو جانے کے سبب) ایسے مطلوب (یعنی سرمہ کشندہ) کے طالب ہو جاویں گے (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ادراک حقائق کا دخل اس میں ظاہر ہے اس لئے اسی ادراک سے معلوم ہوا کہ مطلوب حقیقی بنانے کے قابل وہی ہے جس نے یہ نور عطا فرمایا بصیرت کے اس خاصہ کا حاصل تو یہ ہوا کہ حق تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوئی اب دوسرا خاصہ اُسکا آگے مذکور ہے کہ حقائق محدثہ کی بھی معرفت کاملہ آپ کو حاصل ہوئی اور کاملہ سے مراد محیط نہیں کہ خواص باری تعالیٰ سے ہے بلکہ نبوت کے لئے جتنے مراتب کی ضرورت ہے ان میں کوئی کمی نہیں رہی آئندہ اشعار میں جہاں جہاں الفاظ ظاہرۃ العموم ہیں جیسے مقامات العباد اور پنہاں نماند ہیچ چیز اور در ہر نزاع وہاں استغراق عرفی مراد ہے حقیقی نہیں اور جو الفاظ مطلق ہیں جیسے نداردسر گریز اور دیدا سرار اور سیر روح مومن وکفار وہ اور بھی سہل ہے کیونکہ اطلاق مستلزم عموم کو نہیں پس آپ کی اس معرفت تامہ متعلقہ بالمحدثات کا بیان یہ ہے کہ) آپ کی نظر میں بندوں کے مقامات تھے (مقامات سے مراد احوال و اعمال جو محل ہیں جزاء کے اور نظر میں ہونا بعض کا تو مشاہدہ سے اور بعض کا عرض اعمال سے کما فی المواہب عن سعید بن المسیب) لاجرم آپ کا نام خدا تعالیٰ نے شاہد رکھا (کما قال تعالیٰ انا

www.besturdubooks.wordpress.com

ارسلناک شاهدا و مبشرا و نذیرا الخ پس آپ کا شاہد نام رکھا جانا دلیل انی ہے درنظر بودش کی کہ تحمل شہادت کا موقوف علی المعرفت ہونا ظاہر ہے آگے یہی مضمون تحمل شہادت کا مع اضافہ مضمون متعلق ادائے شہادت کے مذکور ہے یعنی) شاہد کا آلہ زبان اور چشم تیز (یعنی صحیح بین) ہے (چشم تو تحمل کے لئے اور زبان ادا کے لئے اس مجموعہ سے تکمیل ہو جاتی ہے شہادت کی چنانچہ آپ کا شاہد نام رکھا جانا چشم کی بھی دلیل ہوئی جیسا اوپر مذکور ہوا اور ادا کی بھی چنانچہ قرآن مجید میں ہے وجئنا بک علیٰ هؤلاء شهيدا اور يكون الرسول عليكم شهيدا چونکہ چشم کے ظاہر لفظ سے متبادر مشاہدہ کا حکم ہوتا ہے اور آپ نے جمیع واقعات مشہود فیہا کا مشاہدہ نہیں فرمایا اس لئے دوسرے مصرعہ میں چشم تیز واقع فی المصراع الاول کی تفسیر ہے کہ چشم تیز سے مراد یہ ہے کہ) آپ کے قلب شب بیدار سے راز مخفی (متعلق بہ مقامات العباد) گریز (اور سبقت) نہیں کرتا (یعنی چشم سے مراد باصرہ نہیں بلکہ بصیرت وادراک قلب ہے اور بصیرت آپ کو بواسطہ عرض اعمال و اعلام حق تعالیٰ کے سب واقعات مشہود فیہا کی حاصل ہے اور شب خیز کہنے میں اشارہ ہے مضمون حدیث تنام عيناى ولا ينام قلبى کی طرف اور اس شہادت پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ واقعہ غیر مشاہدہ کی شہادت کیسے صحیح ہو سکتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس اشتراط کی علت تیقن ہے اور شریعت نے احکام دنیویہ میں تیقن کی شرط مشاہدہ ٹھہرا دیا ہے تو اگر احکام اخرویہ میں دوسرا واسطہ تیقن کا قرار دیا جاوے تو اس میں اشکال کیا ہے دوسرے خود احکام دنیویہ میں بھی بعض حقوق میں شہادت علی الشهادة کو جائز رکھا گیا ہے سو اس کو اس کی نظیر بھی کہہ سکتے ہیں رہا نصاب شہادت میں تعدد نہ ہونا یہ بھی ایک امر راجع الی القانون ہے وہاں دوسرا قانون ہو سکتا ہے دوسرے بعض حقوق میں دنیا میں بھی تعدد شرط نہیں کشهادة القابلة على الولادة یہاں تک آپ کے شاہد ہونے کا مدار یعنی عارف ہونا بیان کیا ہے آگے بھی اس کا تتمہ درد لش خورشید الخ سے آوے گا۔ درمیان میں مطلق شاہد میں بھی مدار شہادت معرفت کا ہونا اور شاہد کی فضیلت اور اس فضیلت کی شرط اس لئے مذکور ہے تاکہ آپ کے لئے ان کا بھی اثبات ہو جائے فان الشي اذا ثبت ثبت بلوازمه یعنی عام قاعدہ سے شاہد کی یہ فضیلت و مقبولیت ہے کہ) اگر مدعی ہزار سر ٹیکے (پس ہزاراں قید مدعی نیست قید سر برزند ہست) تب بھی قاضی (حاکم) کان بجانب شاہد کے کرتا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ مدعی کیسا ہی ثقہ ہو مگر مدعا علیہ کے انکار پر محض اس کے دعویٰ سے حق نہیں دلاتے البتہ شاہد کے قول پر بشرائط حق دلاتے ہیں) حکام کا حکومت میں یہی فن ہے (جو مذکور ہوا پس) شاہدان (حکام) کے لئے (گویا) دو چشم روشن ہے (یعنی مشاہدہ سے اس کا بیان بمنزلہ اس کے ہے کہ گویا حاکم نے خود مشاہدہ کر لیا تو وہ بمنزلہ چشم کے آلہ ہے اس کے مشاہدہ حکمیہ کا بلکہ اس مسئلہ کی بناء پر کہ قضاء قاضی بعلمہ جائز نہیں یہ مشاہدہ حکمیہ مشاہدہ حقیقیہ سے ارجح واقویٰ ہے آگے اس کا نکتہ بیان کرتے ہیں کہ مدعی کا قول معتبر نہیں حالانکہ وہ بھی مثل شاہد واقعہ کا مشاہدہ کرنے والا ہے اور شاہد کا قول معتبر ہے حالانکہ وہ مشاہدہ میں مدعی سے بڑھا ہوا نہیں پس فرماتے ہیں کہ فرق ان دونوں میں یہ ہے کہ) شاہد کا قول (قانوناً) اس لئے بجائے دیدہ کے ہے (کما مر قبل) کہ اس نے دیدۂ بے غرض سے حقیقت کو دیکھا ہے (اور) مدعی نے (بھی گو) دیکھا ہے مگر بہ غرض (دیکھا ہے اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ) غرض دیدۂ دل کے لئے حجاب ہو جاتا ہے (اس لئے حقیقت کا کوئی جزو اس سے مخفی رہ جاتا ہے اور مشاہدہ تام نہیں ہوتا یا وہ قصداً کسی جزو کو مخفی رکھتا ہے اور اس لئے مشاہدۂ تام کا اظہار حاکم کے سامنے نہیں ہوتا اور چونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے اس واسطے حاکم کے نزدیک وہ مشاہدہ محتمل ہو گیا اور محتمل میں قابلیت دلیل بننے کی نہیں ہوتی اور حاکم کو دلیل کی ضرورت ہے اس لئے قول مدعی پر حکم نہیں ہو سکتا۔ بخلاف شاہد کے کہ وہ بے غرض ہے اس لئے

www.besturdubooks.wordpress.com

وہاں یہ احتمالات نہیں اور دوسرے احتمالات کذب وغیرہ کا انسداد شاہد کی عدالت سے کرلیا گیا ہے مگر غرض مندی کا احتمال منتفی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جہاں قوی احتمال غرض وانتفاع کا ہو ایسے شخص کی شہادت بھی مقبول نہیں جیسے اصول کی فروع کے لئے وبالعکس یا غایت صداقت میں یا غایت عداوت میں کما ہو مبسوط فی الفروع الفقیہہ اس مضمون کا تتمہ تین شعر کے بعد پس نہ جیندالخ میں آتا ہے گو اپنے متصل کا بھی تتمہ ہے پس اس کی تتمیت مشترک ہے اور درمیان میں ایک مضمون جو بمنزلہ جملہ معترضہ کے ہے بطور تفریع کے ماقبل پر مذکور ہے۔ یعنی جس طرح شاہد عند القاضی وہی ہوتا ہے جو علم قاضی میں بے غرض ہو اسی طرح شاہد عنداللہ بھی وہی ہوتا ہے جو علم الٰہی میں یعنی واقع میں بے غرض ہو پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ تو زاہد ہوجاوے تاکہ (زہد کے سبب جس کی حقیقت ہے دنیا و اغراض دنیا سے بے رغبتی) تو غرض کا تارک ہو جاوے اور شاہد ہو جاوے (آگے اسی کی تاکید ہے کہ) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تو غرض کو ترک کردے تاکہ ہمارے نزدیک تیری بات مقبول واقع ہو (یہ قید بامراد قرینہ ہے اس کا کہ مراد اس شہادت مذکورہ فی الشعر السابق میں شہادت عنداللہ ہے جیسا بندہ نے اس شعر کی تمہید میں لکھا ہے گویا مولانا کے اس کلام میں اشارہ ہو جاوے گا تفسیر آیۃ لتکونوا شهداء على الناس کی طرف یعنی اس آیت میں جو علی القول المشہور والمنصور شہادت یوم القیمۃ مخاطبین کی مذکور ہے تو اس کی قابلیت جب ہوگی کہ زہد و اخلاص اختیار کیا جاوے اور اس میں ترغیب بھی ہوگی زہد و اخلاص کی اسی طرح اس سے شرح ہو جاوے گی حدیث انتم شهداء الله في الارض کی جبکہ صحابہؓ نے ایک جنازہ کی تعریف کی اور ایک جنازہ کی مذمت کی اس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا تھا حاصل شرح کا یہ ہوا کہ ہر شخص کا بھلا برا کہنا علامت ناجی یا جانی ہونے کی نہیں بلکہ جو قابلیت شہادت کی رکھتے ہوں یعنی بلا کسی غرض کے مدح یا قدح کریں بخلاف اس شخص کے جس کو اس میت سے کوئی نفع دنیوی تھا یا وہ اس کو کوئی ضرر پہنچاتا تھا ایسے شخص کا قول علامت وشہادت نہیں ہے آگے علت ہے مضمون شعر ہذا کی یعنی قبول سخن کا مدار ترک غرض پر اس لئے رکھا گیا ہے) کہ یہ اغراض حجاب دیدہ ہوتا (جیسا اوپر بھی مذکور ہوا اور) نظر پردہ مثل پردہ کے لپٹا ہوا رہتا ہے (پس وہ غشاوہ مانع ابصار ہوتا ہے آگے تفریع ہے مصرعہ متصلہ بر نظر چوں پردہ پیچیدہ بود اور مصرعہ منفصلہ پردہ باشد دیدۂ دل را غرض پر کہ ایک شہادت عند الخلق میں ہے اور ایک شہادت عند الخالق میں۔ یعنی دونوں جگہ جب غرض حجاب قلب ہوتا ہے پس (اس حجاب کے سبب) وہ (واقعہ کے) مجموعہ کو مع (اس کے) رطب ویابس کے نہیں دیکھتا (فی المنتخب طم بالکسر آب و دریا و رم بالکسر خاک نمناک وعرب گویند جاء بالطم والرم یعنی تر و خشک اھ مختصراً و می گویم کہ چوں رم بمقابل طم باشد پس قید نمناک در خاک ملحوظ نبود و اداگر چہ نمناک بود لاکن بمقابلہ آب و دریا خشک پنداشتہ شود یہاں رطب ویابس کنایہ ہے جمیع اجزاء سے اگرچہ ان میں دونوں وصف نہ ہوں مطلب یہ کہ صاحب غرض کی نظر محیط نہیں ہوتی کیونکہ مسئلہ حکمیہ ہے کہ) تیری محبت کرنا کسی شے سے (فالاشیاء بجنس) کور اور کر کردیتا ہے (یعنی اس کے عیوب کو وہ نہ سنتا ہے نہ دیکھتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ بعض اغراض سے بعض خطا نظر میں ہوتی ہے اسی پر دوسرے اغراض مثل بغض کو اور دوسری خطائی النظر کو قیاس کرلیا جاوے گا یہاں تک شاہد کی فضیلت اور شرط بیان کرکے پھر عود کرتے ہیں مضمون سابق یعنی آپ کی عارفیت کی طرف کہ مدار ہے شاہد ہونے کا یعنی آپ کی عارفیت کی یہ شان ہے کہ) آپ کے قلب میں خورشید (معنوی یعنی حضرت حق) نے جب نور افشانی فرمائی (یعنی اپنی صفت علم کا فیض اکمل عطا فرمایا) تو آپ کے سامنے کواکب کی کوئی قدر نہ رہی (یعنی تمام اہل علوم و اہل معارف سے آپ کا علم اکمل وافضل ہوگیا جس طرح قمر کے سامنے کہ نور میں شمس سے مستفید ہے دوسرے کواکب ماند ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتے ہیں حتیٰ کہ بعض تو نظر بھی نہیں آتے اور بعض کو نظر آتے ہیں مگر ان کا نور ضعیف معلوم ہوتا ہے جب آپ کو حق تعالیٰ نے اپنی صفت علیہ کا ایسا مظہر اکمل فرمایا) پس آپ نے اسرار کو بے حجاب دیکھ لیا (یعنی) ارواح مومنین اور کفار کی سیر (اور اس سیر کے محل یعنی جنان ونیران) کو (دیکھ لیا جیسا اوپر اس سیر کے مدار کو کہ اعمال واحوال ہیں ملاحظہ فرمانا اس شعر میں مذکور ہوا ہے درنظر بودش مقامات العباد الخ پس وہاں عمل مذکور تھا یہاں جزاء اور اس شعر کی تمہید میں ایک ضروری بحث اطلاق وعموم کے تحقیق میں لکھی ہے یہاں کے لئے بھی دیکھ لی جاوے آگے آپ کی کمال معرفت وبصیرت کو جس کا اوپر دعویٰ تھا پس بدیداو بے حجاب اسرار الخ جس کے مصرعہ ثانیہ میں دلیل آئندہ کا ایک مقدمہ بھی ہے سیر روح الخ ایک خاص دلیل سے بیان کرتے ہیں کہ دیکھو) زمین میں اور چرخ بلند میں حق تعالیٰ کی کوئی چیز روح انسان سے زیادہ مخفی نہیں (یہ ایک مقدمہ ہوا آگے دلیل ہے اس مقدمہ کی کہ چنانچہ) حق تعالیٰ (کی تعلیم) سے اپنی دونوں آنکھیں ایسے شخص نے کھول لی ہیں جو کہ (آیات) واحادیث (کے علم) میں صاحب رفعت (یعنی فاضل کامل) ہے (پس) حق تعالیٰ نے (قرآن وحدیث میں اپنے کلام سے یا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے سب ضروری) رطب ویابس (یعنی ہر قسم کے معلومات) سے پیچ (یعنی پردہ) کھول دیا ہے (یعنی بیان فرمادیا ہے کما قال تعالیٰ تبیانا لکل شی ای مما لابد منہ فی الدین لیکن باوجود اس کے) روح پر من امر ربی کی مہر لگادی ہے (یعنی اجمالی جواب پر اکتفا کرنے سے اور تفصیل بیان نہ فرمانے سے اس کو قرآن میں مخفی رکھا جہاں کہ دوسرے مغیبات کا مفصل بیان فرمادیا ہے اسی طرح حدیث میں بھی چنانچہ جنت اور دوزخ اور حور اور غلمان اور ملائکہ وعرش وکرسی وبیت المعمور وسدرۃ المنتہیٰ سب کی معتدبہ تفصیل ہے مگر روح میں بالکل اجمال ہے یہ دلیل ہوئی اس مقدمہ کی نیست پنہاں تر زروح آدمی اور رطب ویابس سے مراد وہ اشیاء ضروریہ فی الدین ہیں جن کا علم نقل پر موقوف ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اشیاء حسیہ کا علم بھی قرآن سے حاصل ہو وہ تو خود محسوس ہیں ان سے اخفی ہونا روح کا تو محتاج اثبات ہی نہیں اور ضروریہ فی الدین کی قید سے قرآن مجید میں تمام علوم کا مذکور ہونا یا صاحب وحی کے علم کا مثل علم حق کے محیط ہونا بھی لازم نہ رہا آگے ایک مصرعہ میں دوسرا مقدمہ ہے اور دوسرے مصرعہ میں مدعا ہے یعنی یہ تو تم کو معلوم ہوگیا کہ روح سے مخفی زیادہ کوئی چیز نہیں) پھر جب اس روح (اخفی) کو (آپ کی) چشم عزیز نے دیکھ لیا (جس کا اوپر بھی مثل یہاں کے بلادلیل ذکر ہوا ہے سیر روح الخ اور یہ دوسرا مقدمہ ہے) پس (اس صورت میں) آپ پر کوئی چیز مخفی نہ رہے گی (یہ مطلوب ہے جو اوپر اس عنوان سے مذکور ہوا تھا پس بدیداو بے حجاب اسرار الخ اور پیچ چیز کے عموم کی تحقیق اوپر شعر درنظر بودش الخ کی تمہید میں مکرر دیکھ لی جاوے اب دو امر باقی رہ گئے ایک یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ آپ نے روح کو دیکھا ہے دوسرے یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ روح کو دیکھنا مستلزم ہے دیگر اشیاء مخفیہ کے دیکھنے کو سوامر اول کی دلیل سہل میرے نزدیک اہل کشف کا مشاہدہ کرنا ہے روح کو اور چونکہ یہ علوم عالیہ سے ہے اس لئے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اور اعلم ہونا ضروری ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ آپ نے بھی مشاہدہ فرمایا ہے اور اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ اوپر صاحب رفعت درسنن سے بھی علم روح کا مکتوم ہونا آچکا ہے پھر یہ کہ اس اشتراک سے آپ کا اعرف واعلم ہونا جو کہ مقصود مقام ہے کیسے ثابت ہوگا جواب یہ ہے کہ اس صاحب رفعت سے مراد فاضل غیر صاحب کشف وشہود ہے اور اشتراک کا جواب یہ ہے کہ آپ واسطہ فی الثبوت ہیں پس بالعرض کو جو اشتراک ہوتا ہے وہ قادح اعرفیۃ کا نہیں اور اس باب مشاہدہ روح میں حدیث تجلی لی کل شیٔ سے استدلال مناسب نہیں کیونکہ یہ کل شی مقید ہے ضروری فی الدین کے ساتھ اور امر ثانی

کی دلیل استلزام عادی ہے اور اس کی ظنیت اس لئے مضر نہیں کہ مستقل دلائل سے بھی آپ کا اعلم الخلق ہونا ثابت ہے اور اثبات شاہدیت کاملہ کے لئے یہی اعلمیت کافی ہے یہاں تک بیان ختم ہوا آپ کے شاہدیت کے مدار کا کہ اعلمیت و عارفیت ہے آگے بیان ہے اس شاہدیت کے آثار کا کہ مقبولیت و کاشفیت ہے اور یہاں بھی اول عارفیت پر شاہدیت کی تفریع اور اس شاہدیت پر کاشفیت کی تفریع کر کے وہ مضمون فرماتے ہیں یعنی تقریر بالا سے ثابت ہوا کہ) آپ ہر نزاع (و خصومت) میں (جو قیامت کے روز واقع ہوگی جس کا اوپر ذکر ہوا ہے فی قولہ در شب دنیا الٰی قولہ در نظر بودش بلکہ دنیا میں بھی دین کے ابواب واحکام میں آپ) شاہد کامل ہیں (اور شاہد ہونے سے ثابت ہوا کہ) آپ کا قول ہر درد سر کا خمار زائل کر دیتا ہے (جیسے کہ شاہد کی یہی شان ہوتی ہے کہ خصومت وتعب اختلاف اس سے رفع ہو جاتا ہے چنانچہ قیامت میں بھی خاص خصومات رفع ہوں گی اور یہاں بھی امور دینیہ میں آپ فاصل ہیں اور اس وصف شاہد کا اوپر بھی ذکر آیا ہے گر ہزاراں مدعی الخ یہ کاشفیت کا بیان ہو چکا آگے آپ کی مقبولیت ومحبوبیت کا ذکر ہے کہ یہ بھی شان ہوتی ہے مطلق شاہد کی کہ حاکم عادل کے نزدیک مقبول ومحبوب ہوتا ہے۔ فذكر المحبوبية التي هي من آثار الشاهدية لمطلق الشاهد ههنا كذكر المعرفة التي هي مدار الشاهدية لمطلق الشاهد فيما مضى من قوله گر ہزاراں مدعی الخ كما قد ذكر في تمهيده خصوص جبکہ اور اوصاف موجبۂ حب بھی اس میں مجتمع ہوں جیسے آپ میں ہیں اسی کو فرماتے ہیں کہ) نام حق تعالیٰ کا عدل (بمعنی عادل) ہے (اور) شاہد (عدل مطلقاً) اس کا (یعنی مطلق حاکم عادل کا) مخصوص ہوتا ہے (پس) اس لئے یہ شاہد عدل (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باصرہ ہیں (یعنی بمنزلہ باصرہ کے محبوب ومظہر علم ہیں) دوست (یعنی حق تعالیٰ) کے (جن کا نام عدل ہے کما ذکر اور اس تشبیہ میں احتیاج ملحوظ نہیں جیسا کہ نفس کیلئے باصرہ مظہر احساس احتیاج کے ساتھ ہے تعالیٰ اللہ عن ذلک اور اس تشبیہ میں تلمیح ہے مضمون بالا شاہد ایشاں را دو چشم روشن ست کی طرف مگر قطع نظر احتیاج سے آگے تائید مدعائے مقام کے لئے ایک دوسرے خاص شاہد کی محبوبیت کا ذکر فرماتے ہیں کہ شاہدیۃ کا اثر محبوبیت اس درجہ ہے کہ) قلب دونوں جہاں میں محل نظر حق ہو گیا (کما ورد ان الله لا ينظر الى صوركم ولكن ينظر الى قلوبكم پس وہ اس لئے محل نظر حق ہو گیا) کہ بادشاہ (حاکم) کی نظر شاہد میں ہوا کرتی ہے (اور قلب میں شان شاہدیۃ کی ہے کما ورد استفت قلبك فاعتبر صلى الله عليه وسلم شهادة القلب بالشرط الخاص في المحل الخاص پس اس سے تائید ہوگئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی آگے تفریع ہے آپ کی محبوبیۃ مطلقہ پر کہ آپ اس محبوبیت میں تمام خلق سے ایسے اکمل واسبق ہیں کہ) حق تعالیٰ کی محبت (جو آپ کے ساتھ ہے) اور حق تعالیٰ کا راز محبیت (جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہے شاہد بازی کنایہ است از عشق بازی ولا يخفى لطافة لفظ الشاهد وان ساستعمل في معنى آخر) اس کی تمام تر پردہ سازی (یعنی ایجاد عالم) کا سرمایہ (اور اصل) تھا (یعنی ایجاد عالم کا اصل سبب وہی محبت ہے جو حق تعالیٰ کو آپ کے ساتھ ہے اس محبت سے آپ کو ایجاد کرنا مقصود تھا اور باقی عالم آپ کے طفیل میں پیدا فرمایا اور اسی واسطے اس ایجاد کو پردہ سازی سے تعبیر کیا گیا زیرا کہ پردہ سازی آں باشد کہ شخصے کار کند و مراد و غرض از اں کار چیزے دیگر باشد کذا فی الخلاصۃ آگے اس پر تفریع ہے تائید کے لئے یعنی چونکہ آپ ہی اصل مقصود ہیں) پس اسی واسطے ملاقات کے وقت لولاک الخ فرمایا شب معراج میں ہماری محبت (للرسول یعنی حق تعالیٰ) نے (تائید اس سے ظاہر ہے آگے مثل موقعین مذکورین گر ہزاراں مدعی الخ اور نام حق عدل ست الخ کے اول ایک خاصہ مطلق شاہد کا پھر اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے استدلال کر کے ویسا ہی خاصہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ وہ احبیۃ مقصودہ مقام میں اور بھی اظہر ہے بیان فرماتے ہیں یعنی قاعدہ ہے کہ) یہ قضا (یعنی حکم حاکم) نیک وبد (سب) پر حاکم ہوتی ہے (چنانچہ ظاہر ہے لیکن شاہد کی یہ شان ہے جو تم کو بھی معلوم ہے کہ) قضا پر کیا شاہد حاکم نہیں ہوتا (یعنی حاکم خود شاہد کا تابع ہوتا ہے تو اس سے شاہد کی بڑی شان ظاہر ہوئی کہ جو سب پر حاکم ہے شاہد خود اس پر حاکم ہے یہ تو قاعدہ عامہ ہے اسی سے اس خاص مدعائے مقام کو سمجھ لو کہ) جو ذات (نبویہ) کہ (بحیثیت محبوبیہ مطلقہ کے) امیر قضا ہوگئی (نہ بمعنے متبوع بلکہ بمعنے من یرائی موافقۃ اور وہ بھی اضطرارا نہیں نعوذ باللہ جس طرح کہ قاضی موافقت میں مضطر ہے بلکہ بمعنی ان یقصد موافقۃ بالاختیار اور یہ امر نصوص صریحہ صحیحہ سے ثابت ہے قال تعالیٰ ولسوف یعطیک ربک فترضی وقال تعالے فلنولینک قبلۃ ترضاھا وفی الحدیث عن عائشۃؓ ما اری ربک الا یسارع فی ھواک آگے اس تمام شان مجموعی مذکور پر جوش میں آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بطور خطاب عرض کرتے ہیں کہ) شاد باش اے چشم تیز بین مرتضوی (کہ اس معرفت سے یہ شان محبوبیت مطلقہ کی آپ کو عطا ہوئی یہاں فضائل نبویہ میں مضمون مقام پر کفایت کر کے آگے پھر عود ہے مضمون شعر بالا یعنی اولین اشعار مقام چشم عارف الخ کی طرف جس میں امان کا ایک خاص طریق مذکور ہے یعنی مناجات جس میں سب کے لئے عارف امان کی درخواست کر رہا ہے اور مرجو القبول ہونے سے امان بھی متوقع الحصول ہے۔

عارف از معروف بس درخواست کرد	کاے رقیب ما تو اندر گرم و سرد
بس عارف نے معروف سے یہ درخواست کی	کہ اے ہمارے واقف احوال تکلیف اور راحت میں
اے مشیر ما تو اندر خیر و شر	زاشارتہائے دل ما بے خبر
اے ہمارے مشیر خیر اور شر میں	ہم اشارات قلب سے بے خبر ہیں
اے یرانا لانراہٗ روز و شب	چشم بند ناشدہ دید سبب
اے وہ ذات کہ وہ روز و شب ہم کو دیکھتا ہے ہم اس کو نہیں دیکھتے	ہمارا مانع ابصار سبب بینی ہے
چشم من از چشمہا بگزیدہ شد	تا کہ در شب آفتابم دیدہ شد
میری آنکھ اور آنکھوں سے متمیز ہوئی	یہاں تک کہ ظلمت میں آفتاب مجھ کو دکھائی دے گیا
لطف معروف تو بود اے منتہی	پس کمال البرفی اتمامہ
یہ لطف معروف ہو چکا ہے اے کامل	پس کمال احسان اس کے اتمام میں ہے
رب اتمم نورنا فی الساھرہ	وانجنا من مفضحات القاھرہ
اے میرے رب ہمارے نور کو زمین محشر میں تام فرمایئے	ہم کو رسوا کنندہ قہروں سے نجات دیجئے
یار شب را روز مہجوری مدہ	جان قربت دیدہ را دوری مدہ
رفیق شب کو مہجوری کا دن مت دیجئے	اس روح کو جو کہ قرب دیدہ ہے دوری مت دیجئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد تو مرگیست با درد و نکال	خاصہ بعدے کاں بود بعد الوصال
آپ کی دوری ایک موت ہے جو درد و عقوبت کے ساتھ مقرون ہے	خاص کر وہ بعد جو بعد وصال کے ہو
آنکہ دیدستت مکن نادیدہ اش	آب زن بر سبزۂ بالیدہ اش
جس نے آپ کو دیکھ لیا اس کو ان دیکھا نہ کیجئے	اس کے سبزۂ بالیدہ پر پانی چھڑکئے
من نکردم لا ابالی در روش	تو مکن ہم لاابالی در خلش
میں نے سلوک میں بے پروائی نہیں کی	تو آپ بھی بے پروائی نہ کیجئے عقوبت میں
ہیں مراں از روی خود او را بعید	آنکہ او یک بار آں روی تو دید
ہاں ایسے شخص کو اپنے قرب سے دور نہ نکالئے	جس نے ایک بار آپ کا رخ دیکھ لیا
دید روی جز تو شد غل گلو	کل شی ماسوی اللہ باطل
آپ کے رخ کے سوا اور کسی چیز کی دید طوق گلو ہے	تمام اشیاء ما سوی اللہ باطل ہیں
باطلند و می نمایندم رشد	زانکہ باطل باطلاں را می کشد
یہ سب باطل ہیں اور مجھ کو صواب دکھائی دیتے ہیں	کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے
ذرہ ذرہ کاندریں ارض وسماست	جنس خود را ہر یکے چوں کہرباست
ذرہ ذرہ جو کہ اس ارض و سما میں ہے	اپنے جنس کے لئے ہر واحد مثل کہربا کے ہے
معدہ ناں را می کشد تا مستقر	می کشد مرآب را تف جگر
معدہ روٹی کو استقرار گاہ تک کھینچتا ہے	پانی کو حرارت جگر کھینچتی ہے
چشم جذاب بتاں زیں کویہا	مغز جویاں از گلستاں بویہا
آنکھ کشش کرنے والی ہے معشوقوں کے ان کوچوں سے	مغز طالب ہے روائح کا باغ سے
زانکہ حس چشم آمد رنگ کش	مغز و بینی می کشد بوہای خوش
کیونکہ حاسہ باصرہ رنگ کا کشش کرنے والا ہے	مغز اور شامہ روائح طیبہ کو کشش کرتا ہے
زیں کششہا اے خدای راز داں	تو بجذب لطف خود ماں دہ اماں
ان جذبات سے اے خدائے رازداں	آپ اپنے جذب لطف کے طفیل ہم کو امان دیجئے
غالبی بر جاذباں اے مشتری	شاید ار در ماندگاں را واخری
آپ سب جاذبوں پر غالب ہیں اے خریدار	ممکن ہے اگر آپ درماندوں کو خرید لیجئے

www.besturdubooks.wordpress.com

(اس میں عود ہے شعر مذکور بالا چشم عارف داں اماں الخ کی طرف اس کے مضمون عام میں سے ایک وجہ خاص یعنی شفاعت کی حیثیت سے اور اس میں اشعار متصلہ کی مناسبت کا بھی لحاظ ہے یعنی اشعار بالا کے اول میں مذکور ہوا ہے کہ عارف سبب اماں خلق کا ہوتا ہے اور اشعار متصلہ کے اخیر میں مذکور ہوا ہے کہ بوجہ محبوب ہونے کے اس کی درخواستیں مقبول ہوتی ہیں اس کا اقتضا یہ ہوا کہ) بس عارف نے (جس میں انبیاء اصل ہیں اور غیر انبیاء تابع ہیں) معروف (یعنی حضرت حق) سے یہ درخواست (ومناجات) کی (جس میں بعض متعلق قیامت کے ہیں اور بعض عام ہیں) کہ اے ہمارے واقف احوال تکلیف اور راحت میں (یعنی ہر حال میں اور) اے ہمارے مشیر خیر اور شر (خیر میں تو ترغیب کے ساتھ اور شر میں ترہیب کے ساتھ اور طریق خاص اس مشورہ کا غیر صاحب وحی کے لئے بعد خطابات شرعیہ عامہ مشترکہ کے یہ ہے کہ قلب کو اس پر متنبہ ہوتا ہے جیسا حدیث میں ہے الاثم ماحاک فی صدرک اور الصدق طمانینۃ والکذب ریبۃ چنانچہ ظاہر ہے کہ اسباب اکثر کے لئے حجب ہو جاتے ہیں توجہ و معرفت حق وحقیقت سے پس ابصار سے مراد بصیرت ہے اور اس تمام مناجات میں عارف نے جن احوال کو اپنی طرف منسوب کیا ہے ان میں بعض ظاہرا شان عارفیت پر منطبق نہیں ہوتے جیسے از اشارتہا الخ اور چشم بند ما الخ اوپر کے اشعار میں اور بعض آگے بھی آویں گے سوان کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ محمول کیا جاوے تواضع پر کیونکہ ہر مرتبہ میں طلب ہوتی ہے مرتبہ فوق کی تو وہ مرتبہ ماتحت ناقص معلوم ہوتا ہے اور یا عارف نے اس درخواست میں عوام غیر عارفین کو بھی شریک کر رکھا ہے ایسے احوال ان کے اعتبار سے ذکر کیے گئے اور بعض جو عارفیت کی شان کے مناسب ہیں جیسے آگے آتا ہے چشم من الخ اور نہ کردم لاابالی الخ اس سے دعویٰ مقصود نہیں بلکہ اعتراف بالنعمۃ اور ادائے شکر اور اس کو بقیہ نعم کی درخواست کی توطیہ قرار دینا کہ جب اتنی نعمتیں دی ہیں تو اور بھی عطا فرمایئے تاکہ لاتم نعمتی کا مصداق ہو جاوے کدعاء یوسف علیہ السلام رب قد آتیتنی من الملک و علمتنی من تاویل الاحادیث فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پس اسی طرز پر عرض کرتے ہیں کہ اے اللہ باوجودیکہ اسباب مانع ابصار ہیں عوام کے لئے تو زیادہ اور میرے لئے بھی ایک درجہ میں مگر باوجود اس کے آپ کی رحمت و فضل ولطف وکرم سے کما یدل علیہ صیغۃ بگو یدہ شد) میری آنکھ اور آنکھوں سے تمیز ہوئی یہاں تک کہ ظلمت (دنیا) میں آفتاب مجھ کو دکھلائی دے گیا (مطلب یہ کہ مجھ کو حسب استعداد نعمت معرفت نصیب ہوئی جب آپ کا) یہ لطف معروف (اور معمول) ہو چکا ہے اے کامل پس کمال احسان (جس کے آپ اہل ہیں) اس (احسان) کے اتمام میں ہے (یعنی احسان میں اور ترقی فرما اور اس کی اور تکمیل فرما جس کا بیان آخر اشعار تک چلا گیا یعنی) اے میرے رب ہمارے نور کو زمین محشر میں (کذا فی المنتخب فی الساہرہ) تام فرمایئے (اور) ہم کو رسوا کنندہ قہروں سے نجات دیجئے (اور) رفیق شب کو مہجوری کا دن مت دیجئے (مراد شب سے دنیا جیسا اس کے قبل مصرعہ تا کہ در شب الخ کی شرح میں یہی تفسیر کی گئی ہے اور اس عنوان میں رعایت ہے قصہ رفاقت محمود وقت شب کی جیسا اس کے قبل بھی اے رقیب ما تو اندر گرم و سرد اور تاکہ در شب آفتابم دیدہ شد میں اس کی رعایت ہے چونکہ اسی قصہ سے ان مضامین کی طرف انتقال ہوا ہے اس لئے اس رعایت میں ایک خاص استحسان بھی ہے اور میری) اس روح کو جو کہ قرب دیدہ دوری مت دیجئے آپ کی دوری (مطلقا) ایک (سخت) موت ہے جو درد و عقوبت کے ساتھ مقرون ہے۔ خاص کر وہ بعد جو بعد وصال کے ہو (جیسی معرفت کے بعد طرد ہو نعوذ باللہ من الحور بعد الکور) جس نے آپ کو نظر معرفت سے) دیکھ لیا اس کو (مطرود کرکے) آن دیکھا نہ کیجئے (بلکہ) اس کے سبزہ بالیدہ پر پانی چھڑکئے (جس

سے اس کو زیادہ نشوونما ہو یعنی اس کی معرفت کو مع اس کے مقصود کے کہ قرب ہے ترقی دیجئے) میں نے سلوک (طریق) میں بے پروائی (اور بے فکری وتولی مذکور فی الآیۃ لآ تیہ) نہیں کی (کہ نہ قرب کی طلب ہوتی اور نہ بعد سے استعاذہ گو اسباب قرب کی کم توفیق ہوئی مگر اس کی دھن میں رہا) تو آپ بھی (مجھ سے) بے پروائی (واستغناء مذکور فی قولہ فکفروا وتولوا واستغنی اللہ) نہ کیجئے عقوبت میں (از خلیدن) ہاں ایسے شخص کو اپنے قرب سے دور نہ نکالئے جس نے ایک بار آپ کا رخ (بنظر معرفت وبصیرت) دیکھ لیا آپ کے رخ کے سوا اور کسی چیز کی دید طوق گلو (کی طرح قید وبند) ہے (کیونکہ) تمام اشیاء ماسوی اللہ باطل (یعنی مستہلک) ہیں (اور مستہلک میں نظر کرنے کا ظاہر ہے کہ انجام ضرر ہے) یہ سب (ماسوی اللہ) باطل ہیں اور مجھ کو صواب دکھلائی دیتے ہیں (فی المنتخب رشد بفتحتین براہ شدن) کیونکہ باطل باطلوں کو کھینچتا ہے (صواب نمودن ظاہر ہے کہ سبب ہوگا کشش کا تو می نمایند م رشد قوت میں اس کلام کے ہوا کہ مرا بسوئے خودمی کشد اب تعلیل مدلول مصرعہ ثانیہ جس میں ایک مقدمہ من بالظلم مطوی ہے جس کی دلیل موضوع کا فرد ہونا ہے کل شی محکوم علیہ بالباطل کا واضح ہو گئی یعنی ایں باطلاں مرا بسوئے خود ازیں جہت می کشد کہ من ہم باظلم و باطل و باطلاں رامی کشد آگے اس مصرعہ ثانیہ کی تائید ہے کہ) ذرہ ذرہ جو کہ اس ارض وسما میں ہے اپنے جنس کے لئے ہر واحد مثل کہرباء کے (جاذب) ہے (چنانچہ) معدہ روٹی کو استقرار گاہ تک کھینچتا ہے (اور) پانی کو حرارت جگر کھینچتی ہے (ان امثلہ سے معلوم ہوا کہ جنس سے مراد معنی اصطلاحی نہیں بلکہ مطلق مناسب گو ان میں اصطلاحی تجانس نہ ہو آئندہ امثلہ میں بھی معنی ہیں یعنی) آنکھ کشش کرنے والی ہے معشوقوں کی ان کوچوں سے (یعنی معشوق جو بن سنور کر نکلتے ہیں اسی واسطے کہ کوئی ہم کو دیکھے اور مفتون ہو تو آنکھ ان کی جذاب ہوئی اسی طرح) مغز طالب ہے روائح کا باغ سے کیونکہ حاسہ باصرہ رنگ (وروغن) کا کشش کرنے والا ہے (اس لئے رنگ والی اس کے سبب کھنچ آئے کما ذکر تو ان میں باہم مناسبت تھی اور مغز اور شامہ روائح طیبہ کو کشش کرتا ہے (کہ ان میں باہم مناسبت ہے اور یہ کشش اس قول حکماء پر اور زیادہ ظاہر ہے جو کہتے ہیں کہ بعض اجزاء مشموم کی منفصل ہو کر شامہ تک پہنچتے ہیں پس جب اس قاعدہ مؤیدہ بالا امثلہ کی موافق مجھ کو اشیاء باطلہ مستہلک اپنی طرف منجذب اور مائل کرتی ہیں اور میرے لئے مضر ومہلک ہے پس) ان جذبات سے اے خدائے راز دان (جو کہ کشش مخفی اور اس کے اسباب ومضار پر مطلع ہیں) آپ اپنے جذب لطف کے طفیل ہم کو امان دیجئے (یعنی اپنے لطف سے اپنی طرف منجذب کر لیجئے کہ ان جذبات کے مضار سے امان ونجات ہو) آپ سب جاذبوں پر غالب ہیں اے خریدار (اشارۃ الی قولہ ان اللہ اشتری من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ) ممکن (اور آپ کا مقدور) ہے اگر آپ درماندوں کو (ان جذبات سے) خرید لیجئے (یعنی چھڑا لیجئے کیونکہ آپ ان سب پر غالب ہیں گو ہم درماندہ ہونے کے سبب خود نہیں بچ سکتے اور اے مشتری میں اشارہ کیا ہے کہ حق تعالیٰ بھی جاذب ہوتے ہیں کیونکہ اشتراء کے لوازم میں سے جلب المشتری المبیع اور عجب نہیں کہ اس عنوان مشتری وغالبی میں اس شبہ کا جواب ہو کہ جذب تو فعل مجانس کا ہے پھر باطل کو حق کس طرح جذب کرے گا جس کی درخواست شعر بالا میں کی ہے ذیں کششہا الخ دوسرے اس وقت بھی تو باطل جذب کرے گا بوجہ مجانست کے پھر اس جذب باطل کا یہی اثر ہوگا حاصل جواب کا یہ ہے کہ فعل جذب کا مجانس کے لئے ثابت ہونا مستلزم حصر کو نہیں کہ غیر مجانس جذب ہی نہ کر سکے۔ مجانس کا تو وہ فعل طبعی ہے لیکن غیر مجانس بھی اگر اپنی قدرت واختیار سے جذب کرے تو کوئی مانع نہیں گو وہ جذب طبعی نہ ہوگا ارادی ہوگا اور اگر وہ جاذب غالب ہو تو اور جاذب اثر نہ کریں گے آگے تتمہ ہے قصہ کا۔)

www.besturdubooks.wordpress.com

رو بشہ آورد چوں تشنہ بابر	آنکہ بود اندر شب قدر آں چو بدر
اس نے بادشاہ کی طرف منہ کیا جیسا تشنہ ابر کی طرف	اس کی طرف جو کہ شب قدر میں بدر کی طرح تھا
چوں لسان و حال او بود آن او	آن او با او بود گستاخ گو
چونکہ اس کی زبان اور حال اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا تھا	جو شخص اس کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہو گا وہ اس کے ساتھ جرات سے کلام کریگا
گفت ماگشتیم چوں جاں بندطیں	آفتاب جاں توئی در یوم دیں
کہا کہ ہم ایسے ہو گئے جس طرح روح قید ہو جاتی ہے خاک میں	آپ آفتاب روح ہیں یوم جزا میں
وقت آں شد اے شہ مکتوم سیر	کز کرم ریشے بجنبانی بخیر
اس بات کا وقت آ گیا اے بادشاہ جس کا چلنا مخفی ہے	کہ براہ کرم ڈاڑھی ہلا دیجئے خیر کے ساتھ
ہر یکے خاصیت خود وانمود	آں ہنرہا جملہ بدبختی فزود
ہر شخص اپنی اپنی خاصیت دکھلا چکا	ان تمام کمالات نے شقاوت ہی بڑھائی
آں ہنرہا گردن مارا بہ بست	زاں مناصب سرنگونساریم و پست
ان ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی	ہم ان منصبی کاموں سے سرنگوں اور پست ہیں
آں ہنر فی جیدھا حبل مسد	روز مردن نیست زاں فنہا مدد
وہ ہنر فی جیدھا حبل من مسد ہے	مرنے کے دن ان فنون سے مدد نہ ملے گی
جز ہماں خاصیت آں خوش حواس	کہ بشب بد چشم او سلطاں شناس
بجز اس خاصیت اس خوش حواس کے	کہ شب میں جس کی آنکھ سلطان شناس تھی
آں ہنرہا جملہ غول راہ بود	غیر چشمے کوز شاہ آگاہ بود
وہ سب ہنر تمامی غول طریق تھے	بجز اس آنکھ کے کہ وہ بادشاہ سے آگاہ تھی
شاہ را شرم آمد از وے روز بار	کہ بشب بر روئے شہ بودش نظار
بادشاہ کو اس سے شرم آ گئی پیشی کے دن	اس لئے کہ شب میں روئے شاہ پر اس کی نظر تھی
واں سگ آگاہ از شاہ و داد	خود سگ کہفش لقب باید نہاد
اور وہ کتا جو شاہ محبوب سے آگاہ تھا	اس کا لقب خود سگ کہف رکھنا چاہئے
خاصیت در گوش ہم نیکو بود	کو بہ بانگ سگ ز شیر آگہ شود
کان میں جو خاصیت تھی وہ بھی اچھی تھی	کیونکہ اس خاصیت والا بانگ سگ کے سبب شیر سے آگاہ تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

سگ چو بیدارست شب چوں پاسباں	بیخبر نبود ز شب خیز شہاں
جب سگ بیدار ہے شب کے وقت مثل پاسبان کے	وہ بے خبر نہیں ہے بادشاہوں کی شب خیزی سے
ہیں ز بدناماں نباید ننگ داشت	ہوش بر اسرار شاں باید گماشت
ہاں بدناموں سے ننگ رکھنا نہ چاہئے	ہوش ان کے کمالات خفیہ پر مسلط رکھنا چاہئے
ہر کہ او یک بار خود بدنام شد	خود نباید نام جست و خام الد
جو شخص ایک بار بدنام ہو گیا ہو	تو خود نام ڈھونڈھنا اور خام ہونا نہ چاہئے
اے بسا زر کہ سیہ تابش کنند	تاشود ایمن ز تاراج و گزند
اے شخص بہت زر ایسا ہوتا ہے کہ اس کو سیاہ رنگ کر دیتے ہیں	تا کہ وہ تاراج اور گزند سے مامون ہو جاوے
ہر کسے کے پے برد در سرما	باز کن دو چشم سوئے ماپیا
ہر شخص ہمارے راز مخفی کا کب سراغ لگا سکتا ہے	دونوں آنکھیں کھول ہماری طرف آ

اس (دزد شاہ شناس) نے بادشاہ کی طرف منہ کیا جیسا تشنہ ابر کی طرف (توجہ کرتا ہے آگے بادشاہ کی صفت ہے یعنی) اس (بادشاہ) کی طرف جو کہ شب قدر میں بدر کی طرح تھا (یہ اندر شب قید ہے بدر کی یعنی اگر شب قدر میں چاند بھی پورا ہو تو نور علی نور ہوگا وہ بادشاہ ایسا ہی تھا کیونکہ ملک دنیا بودش وہم ملک دین چنانچہ محمود کے مناقب مشہور ہیں اور اس میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ شب قدر غیر عشرہ اخیرہ میں بھی کبھی ہوتی ہے چنانچہ ایک قول یہ بھی ہے اور روایات عشرہ کو اکثر پر محمول کیا جاوے گا جیسا کہ لفظ تحروا اس کا قرینہ بھی ہو سکتا ہے آگے اس توجہ الی السلطان کا طریق اور توجہ کے بعد جو کلام کیا اس کا بیان ہے یعنی) چونکہ اس (دزد شاہ شناس) کی زبان اور (اس کا) حال اس (بادشاہ) کے ساتھ خصوصیت رکھتا تھا (اور قاعدہ کلیہ ہے کہ) جو شخص اس (بادشاہ) کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہوگا وہ اس کے ساتھ جرات سے کلام کرے گا (اس سبب سے اس نے بھی جرات کے ساتھ اور وہ طریق توجہ یہ تھا بادشاہ سے یہ) کہا کہ ہم (اس وقت) ایسے (قید) ہوگئے جس طرح روح قید ہو جاتی ہے (جسم) خاک میں (کہ اس میں قید ہونے کے سبب مکلف ہو کر اور معاصی کی مرتکب ہو کر مستحق سزا کی ہو جاتی ہے یہی حالت ہماری ہے کہ ہم مقید اور مستحق سزا ہوگئے ہیں ہماری تو یہ مثال اور یہ حالت ہے اور) آپ آفتاب روح (کے مثال) ہیں یوم جزاء میں (وجہ تشبیہ یہ ہے کہ آفتاب سے روح کو جیسا اطباء نے کہا ہے انشراح وانبساط ہوتا ہے اور ان کا انشراح موقوف ہے خلاصی پر حاصل یہ کہ آج کا دن مشابہ ہے یوم الجزاء کے اور اس میں آپ سبب ہیں ہماری خلاصی کے جس کا طریقہ شعر آئندہ میں آتا ہے اور شعر بالا میں چوں شرط ہے اور شعر ثانی جزا اور مصرعہ ثانیہ شعر بالا کا جملہ معترضہ حاصل جملہ شرطیہ کا یہ ہے کہ وہ عارف تھا بادشاہ کا اور خصوصیت سے یہی مراد ہے اور جملہ معترضہ کا حاصل یہ ہے کہ جس قدر شناسائی زیادہ ہوتی ہے دل کھلا ہوا زیادہ ہوتا ہے چنانچہ یہ امر طبعی اور مشاہد اور موافق عادت کے ہے اور گستاخی اور جرات سے یہی مراد ہے نہ کہ بے باکی و بے حیائی اور اس میں من وجہ اشارہ اس طرف بھی ہے کہ اسی طرح عارف حق ایک گونہ حق تعالیٰ کے ساتھ بے تکلف ہوتا ہے مگر ادب کے ساتھ اور قرینہ اس اشارہ کا اوپر کے بعض اشعار میں بھی اس عارف شاہ کے حالات سے انتقال

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے عارف حق کے حالات کی طرف کمافی قولہ چشم عارف داں اماں الخ اور بعض اشعار میں عارف حق کے حالات میں عنوانی رعایت ہے اس عارف شاہ کے قصہ کی کمافی قولہ چشم من از چشمہا الخ کما ذکر ثم آگے تتمہ ہے کلام کا یعنی جب آپ ہی سبب ہیں خلاصی کے تو اب) اس بات کا وقت آ گیا اے بادشاہ جس کا (شب کا) چلنا (اوروں سے) مخفی ہے (مگر مجھ پر ظاہر ہو گیا آگے بیان ہے کہ کا ہے کا وقت آ گیا۔ یعنی اس بات کا) کہ براہ کرم ڈاڑھی ہلا دیجئے خیر کے ساتھ (یعنی ہماری خیر اس کے ساتھ مقرون ہے) ہر شخص اپنی اپنی خاصیت دکھلا چکا۔ (جس کا رات تذکرہ تھا مگر) ان تمام کمالات نے شقاوت ہی بڑھائی (چنانچہ) ان ہنروں نے ہماری گردن باندھ دی (اور) ہم ان منصبی کاموں سے سرنگوں اور پست ہیں وہ (ہمارا) ہنر فی جیدھا حبل من مسد (کی مثال) ہے (یہ آیت ابولہب کی بیوی کی شان میں ہے وزن شعر کے سبب من نہ آ سکا یعنی اس کی گردن میں دوزخ میں مضبوط رسی کی مشابہ زنجیر ہوگی کذا فی تفسیری مطلب یہ کہ سبب عقوبت کا ہو گیا اور اس میں انتقال ہے وخامت عاقبت حیل دنیویہ کی طرف اشارۃً اور دوسرے مصرعہ میں صراحۃً یعنی) مرنے کے دن ان فنون سے (کچھ) مدد نہ ملے گی (اور مراد ان ہنروں سے ان چوروں کے صرف وہ فنون ہیں جو سرقہ میں معین ہیں جیسے خاک کو سونگھ کر خزانہ بتلا دینا کہ یہ مفضی ہوا سرقہ کی طرف جو کہ سبب ہے عقوبت کا اسی طرح کمند ڈال کر چڑھ جانا اسی طرح نقب لگانا ان سب کا سبب سرقہ ہونا ظاہر ہے اور کتے کی آواز پہچاننا اور تاریکی میں دیکھے ہوئے شخص کو پہچان لینا یہ اس عموم میں داخل نہیں چنانچہ آگے جز ہماں خاصیت میں صورت شناسی کا استثناء بھی ہے اور نیز اوپر بھی اس کے منافع وخواص مذکور ہو چکے ہیں جس کی مناسبت سے معرفت حق کے فضائل و برکات مفصلاً مذکور ہوئے تھے اور صورت شناسی یعنی آواز کی شناخت کی مدح عنقریب آتی ہے خاصیت در گوش الخ اور اس میں یہی استماع للحق کی نافعیت وکفایت اجمالاً مذکور ہوگی اور اس صورت شناسی وصوت شناسی کا نافع ہونا ظاہر بھی ہے چنانچہ ایک کا نفع تو ظاہر ہوا کہ بادشاہ کے ترحم کا سبب ہوا اور دوسرے سے بھی اگر کام لیا جاتا تو وہ سبب ہو جاتا چوری سے بچ جانے کا کیونکہ اس صوت سے یہ معلوم ہو گیا تھا کہ بادشاہ ہمارے ساتھ ہے تو چاہئے تھا کہ سرقہ سے رک جاتے مگر کام نہ لینے سے اس کا نفع ظاہر نہ ہوا اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ اگر یہ دونوں وصف نافع تھے تو پھر گرفتار کیوں ہوئے جواب یہ ہے کہ گرفتاری یا سبب گرفتاری یعنی سرقہ میں ان وصفوں کو دخل نہیں چنانچہ ظاہر ہے یہ گرفتاری سرقہ سے ہوئی جس کا ان وصفوں سے کوئی تعلق نہیں اسی واسطے آگے ان دونوں کا استثناء ہے ایک کا یعنی صورت شناسی کا لفظاً دوسرے کا یعنی صوت شناسی کا معنےً چنانچہ فرماتے ہیں کہ یہ سب فنون مضر تھے) بجز اسی خاصیت اس خوش حواس کے کہ شب میں جس کی آنکھ سلطان شناس تھی (آگے اسی کی تاکید ہے کہ) وہ سب ہنر تماہی غول طریق تھے بجز اس آنکھ کے کہ وہ بادشاہ سے آگاہ تھی (جس نے شناسائی کو واسطہ بنا کر اوپر کی گفتگو کی جس کا اثر یہ ہوا اور یہی سبب اس استثناء کا ہے کہ) بادشاہ کو اس سے شرم آ گئی پیشی کے دن (از بار بمعنے بارگاہ یعنی دربار یا باریافتن یعنی حاضر شدن ہر دو معنی در غیاث ست وتفسیر ہر دو بلفظ یعنی از احقر اور شرم) اس لئے (آ گئی) کہ شب میں روئے شاہ پر اس کی نظر تھی (مخفف نظارہ بمعنی نگریستن بفتح وتخفیف از غیاث یعنی بادشاہ کو اس سے شرم آ گئی کہ جب اس نے رات کے دیکھنے سے دن کو پہچان لیا تو میری رفاقت اور محبت اس کو اولاً اور دوسروں کو اس کے واسطے سے محقق ہو گئی تو ایسے شخصوں کو کیا سزا دوں جن کو میرا رفیق ہونا معلوم ہے تو اصل سبب شرم کا یہ ہے مگر اس کا سبب معرفت ہے اور اس کا سبب شب کا دیکھنا ہے تو شب کا دیکھنا سبب بعید ہوا ظہور وتحقق رفاقت کا اس کی طرف منسوب کر دیا یہ تو استثنا ملفوظا تھا صورت شناسی کا آگے معنی استثناء ہے صوت شناسی کا بعد ایک توطیہ کے کہ اس میں بھی ایک شناسندہ شاہ کی مدح

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے یعنی) اور وہ کتا جو شاہ محبوب سے آگاہ تھا اس کا لقب خود سگ (اصحاب) کہف رکھنا چاہئے (کہ اس نے بھی شاہان دین کو پہچانا تھا اس لئے ساتھ ہولیا تھا تو اس شعر کے مضمون کو ماقبل سے بھی مناسبت ہوئی کہ ماقبل میں ایک شناسندہ کی مدح تھی اور اس میں ایک شناسندہ کی مدح ہے اور مابعد سے بھی مناسبت ہے کہ مابعد میں اس سگ شناسندہ کی آواز شناس کی مدح ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جس طرح آنکھ کی خاصیت والا بوجہ معرفت اچھا تھا اور اسی معرفت کے سبب یہ سگ بھی اچھا تھا اسی طرح ایک کے) کان میں جو خاصیت تھی وہ بھی اچھی تھی کیونکہ اس خاصیت والا بانگ سگ کے سبب شیر (یعنی شاہ) سے آگاہ تھا (جس کی ممدوحیت کی تقریر تمہید شعر جز ہماں خاصیت الخ میں لکھ چکا ہوں اور اس میں اشارہ ہے استماع للحق کی نافعیت کی طرف جس کے ذکر کا وعدہ تمہید مذکور میں احقر نے کیا ہے تقریر اس کی یہ ہے جو کہ بعض حواشی میں لکھی ہے یعنی مرتبہ صاحب دید از ہمہ بالاتر ست داگر آں نبود مرتبہ شنید کہ بگفتن کسے از حق آگاہ شود ہم کمالے ست اھ کما قال تعالیٰ وقالو الو کنا نسمع او نعقل الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ محقق نہ ہو تو مقلد ہی ہو اور اس کا دوسرے درجہ میں ہونا عنوان ہم نیکو بود سے بھی ظاہر کر دیا ہے اور مراد دید سے بصیرت ہے یہاں تک مضمون مقصود مقام ختم ہو چکا آگے سگ کے فعل مذکور یعنی آگاہی از شاہ پر متفرع کر کے ایک مستقل مضمون کی طرف انتقال فرماتے ہیں یعنی) جب (یہ بات معلوم ہے کہ) سگ بیدار ہے شب کے وقت مثل پاسبان کے (جیسا قصہ میں بھی مذکور تھا اور یہ بھی معلوم ہے کہ) وہ بے خبر نہیں ہے بادشاہوں (یعنی بزرگوں) کی شب خیزی سے (اور یہ ظاہر ہے کہ جو شب کو بیدار رہے گا دوسرے کی شب خیزی سے بھی آگاہ ہوگا اور قصہ میں بھی مع زیادت شناخت شاہ مذکور تھا پس جب سگ میں یہ خاصیت ہے تو اس سے یہ مضمون سمجھو کہ) ہاں بدناموں سے (کسی بدنامی کے سبب) ننگ رکھنا نہ چاہئے (بلکہ) ہوش ان کے کمالات خفیہ پر مسلط رکھنا چاہئے (چنانچہ کتا بدنام تو ہے مگر اس میں دیکھو یہ ایک وصف کیسے کام کا ہے کہ قابل عمل ہے اسی طرح ظاہری وعرفی ذلت پر نفرت نہ کرے ممکن ہے کہ اس میں کوئی خوبی ہو اس کو تتبع کر کے اس کا اتباع اور اس کی قدر کرے البتہ اگر بدنام کے ساتھ بدکام بھی ہو تو اس سے بُغض فی اللہ کا معاملہ ضروری ہے بلکہ اگر چہ بدنام نہ بھی ہو اور مقصود یہاں صرف یہ مضمون ہے نہ کہ کتے کے فضائل بیان کرنا جس سے اس کے اقتناء کی نہی پر شبہ ہو سکے اہل نظر کی عادت ہے کہ حیوانات بلکہ جمادات تک سے عبرت حاصل کیا کرتے ہیں جیسا بکثرت ان حضرات کے بلکہ حکماء کے کلام میں بھی فرضی مکالمات حیوانات ونباتات وجمادات کے مذکور ہیں جن کا مبنی یہی ہے گلستان کے اول ہی میں اس قسم کی ایک حکایت ہے۔

گلے خوشبوئے در حمام روزے | رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری | کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلے ناچیز بودم | ولیکن مدتے باگل نشستم
جمال ہمنشیں در من اثر کرد | وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

آگے بھی اسی مضمون کی تفصیل ہے کہ) جو شخص ایک بار بدنام ہو گیا ہو تو خود (دوسروں کو تو اس کا) نام ڈھونڈنا اور خام (وناقص) ہونا نہ چاہئے (یعنی صرف اس نام پر مدار کار نہ رکھے کہ یہ خام شدن ہے ممکن ہے کہ اس میں کوئی خوبی ہو جس کی مثال آگے ہے یعنی) اے شخص بہت زر ایسا ہوتا ہے کہ اس کو (قصداً) سیاہ رنگ کر دیتے ہیں تاکہ وہ تاراج اور گزند سے مامون ہو جاوے (دیکھنے والے اس کی سیاہی دیکھ کر لوہا وغیرہ سمجھ کر چھوڑ

www.besturdubooks.wordpress.com

دیں فی الغیاث سیہ تاب رنگے باشد سیاہ بنفسجی کہ آہن صیقل دیدہ را بہ آب لیموں وگرمی آتش رنگ کنند اھ اور اس وقت وہ زر بزبان حال کہتا ہے کہ) ہر شخص ہمارے راز مخفی کا کب سراغ لگا سکتا ہے۔(اے طالب دونوں آنکھیں کھول (اور) ہماری طرف آ کہ پاس آ کر کسوٹی سے پتہ لگے گا دور دور جاہل ومحروم رہے گا حاصل اس مضمون کا وہی ہے جو شعر ہیں زبدناماں الخ کی شرح میں مذکور ہوا ہے آگے اس کی تائید میں گاو بحری کی حکایت لاتے ہیں کہ اس کے گوہر شب چراغ کے حاصل کرنے کے لئے تاجر اس پر گارا رکھ دیتا ہے پھر موقع سے اٹھالیتا ہے تو دیکھو اگر کوئی شخص صرف ظاہر پر نظر کرے تو گارا ہے چنانچہ یہی سمجھ کر وہ گاؤ دریائی اس کو چھوڑ دیتی ہے مگر اس کے باطن میں کیسا بے بہا گوہر ہے چنانچہ تاجر اس راز سے آگاہ ہے وہ نہیں چھوڑتا)۔

فائدہ:۔شعر سگ چو بیدار ست کا مصرعہ اول شرط ہے اور مصرعہ ثانیہ بحذف عاطف اس پر معطوف ہے اور شعر مابعد ہیں زبدناماں الخ جزا ہے اور میری تقریر ترجمہ سے بھی یہ ترکیب ظاہر ہوتی ہے اور اس مثال میں اور اسی طرح اس سے اوپر زر سیہ تاب کی مثال میں اشارہ اس طرف ہے کہ کبھی اہل کمال اپنے کمال کو اور کبھی ایزد متعال ان کے کمال کو قصداً بھی مخفی کر دیتے ہیں۔لبعض الحکم من الابتلاء و نحوہ واللہ اعلم۔

قصہ آں گاؤ بحری کہ گوہر کاویانی از قعر دریا برآوردہ شب بر ساحل دریا نہد و در درخش وتاب آں می چرد و بازرگان از کمین بیروں آید چوں گاؤ از گوہر دور تر رفتہ باشد بازرگاں بلجم و باگل تیرہ گوہر را پوشاند و بر درخست گریزد

اس سمندری بیل کا قصہ جو ایک قیمتی گوہر دریا کی گہرائی سے نکال کر رات کو دریا کے کنارے پر رکھتا ہے اور اس کی روشنی اور چمک میں چرتا ہے اور تاجر گھات سے باہر آتا ہے جب بیل گوہر سے زیادہ دور چلا جاتا ہے تاجر تلچھٹ اور کالی مٹی سے چھپا دیتا ہے اور درخت پر بھاگ جاتا ہے۔

گاو آبی گوہر از بحر آورد	بنہد اندر مرج و گردش می چرد
دریائی گاؤ دریا سے گوہر کو نکال کر لاتا ہے	سبزہ زار میں رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے
در شعاع نور گوہر گاو آب	می چرد از سنبل و سوسن شتاب
نور گوہر کی شعاع میں وہ گاؤ دریائی	سنبل اور سوسن جلدی جلدی چرتا ہے
زاں فگندہ گاو آبی عنبرست	کہ غذائش نرگس و نیلوفرست
اس لئے گاؤ آبی کا بس انگندہ عنبر ہوتا ہے	کیونکہ اس کی غذا نرگس اور نیلوفر ہیں
ہرکہ باشد قوت او نور جلال	چوں نزاید از لبش سحر حلال
جس کی غذا نور جلال ہو	کیونکر اس کے لبوں سے سحر حلال پیدا نہ ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ چوں زنبور وحیستش نقل	چوں نباشد خانۂ او پر عسل
جس کا حصہ زنبور کی طرح الہام ہو	کیونکر اس کا گھر پر عسل نہ ہو گا
می چرد در نور گوہر آں بقر	ناگہاں گردد ز گوہر دور تر
وہ گاؤ نور گوہر میں چرتا رہتا ہے	اچانک وہ گوہر سے دور چلا جاتا ہے
تاجرے بردر نہد وحل سیاہ	تاشود تاریک مرج و سبزہ گاہ
کوئی تاجر اس گوہر پر سیاہ کیچڑ رکھ دیتا ہے	تاکہ وہ سبزہ زار اور سبزہ گاہ تاریک ہو جاوے
پس گریزد مرد تاجر بر درخت	گاو جویاں مرورا با شاخ سخت
پھر مرد تاجر درخت پر بھاگ جاتا ہے	وہ گاؤ اس کو مضبوط سینگ لئے ہوئے ڈھونڈھتا ہے
چند بارآں گاؤ تازد گرد مرج	تا کند آں خصم را در شاخ درج
چند بار وہ گاؤ چراگاہ کی اطراف میں پھرتا ہے	تاکہ اس مخالف کو سینگ میں لپیٹ لے
چوں ازو نومید گردد گاو نر	آیدآنجا کہ نہادہ بدگہر
جب وہ گاؤ نر اس سے ناامید ہو جاتا ہے	تو وہاں آتا ہے جہاں موتی رکھا تھا
وحل بیند فوق در شاہوار	پس زطیں بگریزد او ابلیس وار
کیچڑ دیکھتا ہے در شاہوار کے اوپر	پس کیچڑ سے بھاگ جاتا ہے ابلیس کی طرح
کاں بلیس از متن طیں کوروکرست	گاؤ کے داند کہ در گل گوہرست
کہ وہ ابلیس مابین الطین سے کور و کر ہے	گاؤ کب جانتا ہے کہ گل کے اندر گوہر ہے
اہبطوا افگند جاں را در حضیض	از نمازش کرد محروم آں محیض
حکم اہبطوا نے روح کو پستی میں ڈال دیا	اس روح کو نماز سے محروم کر دیا اس حیض نے
اے رفیقاں زیں مقیل وزاں مقال	اتقوا ان الھویٰ حیض الرجال
اے رفیقو اس قیلولہ اور اس مقولہ سے	پرہیز کرو تحقیق ہوائے نفسانی حیض الرجال ہے
اہبطوا افگند جاں را در بدن	تابگل پنہاں بود در عدن
حکم اہبطوا نے روح کو بدن میں ڈال دیا	تاکہ گل میں درعدن پنہاں ہو جاوے
تاجرش داند ولیکن گاؤ نے	اہل دل دانند ہرگل کاؤ نے
اس کو تاجر جانتا ہے اور گاؤ نہیں	اہل دل جانتے ہیں ہر مٹی کا کھودنے والا نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر گلے کاندر دل او گوہریست	گوہرش غماز طین دیگریست
جس گل کے قلب میں کوئی گوہر ہے	اس کا یہ گوہر دوسری گل کا مخبر ہے
واں گلے کز رش حق نورے نیافت	صحبت گلہائے پر در برنتافت
اور جس گل نے نور پاشی حق سے نور نہیں پایا	گلہائے پردر کی صحبت کو برداشت نہیں کر سکا
ایں سخن پایاں ندارد موش ما	ہست برلبہائے جوبر گوش ما
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس ہمارے چوہے کی آواز	لب جو پر ہمارے کان میں ہے

دریائی گاؤ (گائے یا بیل) دریا سے گوہر کو نکال کر لاتا ہے (اور) سبزہ زار میں (اس کو) رکھتا ہے اور اس کے گرد چرتا ہے (رات کو) ایسا کرتا ہوگا تا کہ اس کی روشنی سے نظر آوے) نور گوہر کی شعاع میں وہ گاؤ دریائی سنبل اور سوسن (وغیرہ) جلدی جلدی چرتا ہے اس لئے گاؤ آبی کا پس افگندہ عنبر ہوتا ہے کیونکہ اس کی غذا نرگس اور نیلوفر (وغیرہ لطیف اور خوشبودار نباتات ہیں) یہ ایک مشہور قول ہے بعض نے اس کو رد کر کے عین فی البحر یا نبات فی البحر اس کی ماہیت لکھی ہے کما نقلہ العلامۃ الشامی فی کتاب الطہارۃ اور صاحب غیاث نے تحقیق کیا ہے کہ وہ ایک موم ہے جو زنبور عسل سے جس کی غذا انواع گیاہ خوشبودار ہے حاصل ہوتا ہے الخ آگے انتقال ہے کہ جس طرح گاؤ بحری کا خوشبو کھانا سبب ہوتا ہے خوشبو حاصل ہونے کا اسی طرح) جس کی (روحانی) غذا نور جلال (ذکر و طاعت) ہو کیونکر اس کے لبوں سے سحر حلال (کلام موثر) پیدا نہ ہوگا جس کا حصہ زنبور کی طرح الہام (حق) ہو کیونکر اس کا گھر (یعنی دہن) پر عسل نہ ہوگا (نحل بالتحتین غنیمت وہبہ من القاموس اشارہ ہے آیت واوحی ربک الی النحل الی قولہ کلی من کل الثمرات الی قولہ یخرج من بطونہا اس آیت میں مذکور ہے کہ نحل سے عسل حاصل ہونا الہام سے مسبب ہے اسی طرح صاحب الہام کے منہ سے معارف ظاہر ہوتے ہیں جو مسبب ہیں الہام سے اور بعض نے خانہ سے مراد دل لیا ہے مگر اس کو بطون نحل سے تشبیہ دینا زیادہ مناسب ہوتا البتہ فم مثل خانہ عسل کے ظاہر اور مظہر عسل ہے غرض) وہ گاؤ نور گوہر میں چرتا رہتا ہے اچانک (چرتے چرتے) وہ گوہر سے دور چلا جاتا ہے (اس وقت) کوئی تاجر (جو اسی غرض سے وہاں گیا ہوا ہوتا ہے) اس گوہر پر سیاہ کیچڑ رکھ دیتا ہے تا کہ وہ سبزہ زار اور سبزہ گاہ تاریک ہو جاوے (کیونکہ وہ موتی کو چھپا کر شعاعوں کو روک دیتا ہے) پھر (کیچڑ رکھتے ہی) مرد تاجر درخت پر بھاگ جاتا ہے (اور) وہ گاؤ اس کو مضبوط سینگ لئے ہوئے ڈھونڈتا ہے چند بار وہ گاؤ چراگاہ کی اطراف میں پھرتا ہے تا کہ اس مخالف کو سینگ میں لپیٹ لے (مگر وہ درخت پر مامون بیٹھا رہتا ہے پس) جب وہ گاؤ اس سے ناامید ہو جاتا ہے تو وہاں آتا ہے جہاں (اول) موتی رکھا تھا (مگر وہاں آ کر) کیچڑ دیکھتا ہے (جو) در شاہوار کے اوپر (رکھ دیا گیا تھا) پس کیچڑ سے بھاگ جاتا ہے ابلیس کی طرح کہ وہ ابلیس (بھی) ما بین الطین سے (یعنی ما فی بطن الطین سے) کور و کر ہے (اسی طرح) گاؤ کب جانتا ہے کہ گل کے اندر گوہر ہے (اس تشبیہ با بلیس میں اشارہ ہے اس کے سبب اباء کی طرف خلقتنی من نار وخلقتہ من طین پس اس نے صرف طین آدم کو دیکھا اس طین کے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندر جو روح متصف بالکمالات تھی اس کو نہ دیکھا فی المنتخب متن مابین پر تیر تا سیان تیر اس شعر میں تو روح آدم علیہ السلام کا طین بدن میں مستور ہونا مذکور تھا آگے تمام بنی آدم کی روح کی یہی کیفیت کہ تکوینیہ ہے اور اس کے ساتھ بعض کے سوء اکتساب سے روح کی ایک دوسری کیفیت کہ اختیاریہ ہے بیان فرماتے ہیں کہ) حکم اھبطوا نے روح کو پستی میں (جس کی تفسیر آگے ہے در بدن) ڈال دیا۔ (یعنی ارواح کو حکم ہوا کہ نیچے زمین میں اترو اور زمین میں اترنا یہی ہے کہ بدن خاکی سے متعلق ہو جاؤ اور ممکن ہے کہ یہ اھبطو وہی ہو جو قصہ آدم علیہ السلام میں واقع ہوا ہے وہ تو جنت سے بدن بھی لے کر آئے اور دوسروں کے ابدان یہاں بنتے ہیں پھر روح متعلق ہو جاتی ہے تو اوروں کی صرف روح مخاطب ہوگی بضمن خطاب آدم علیہ السلام اسی لئے جمع کا صیغہ آیا حاصل دونوں توجیہ کا ایک ہی ہے سو یہ ہبوط تو اضطراری اور غیر مذموم تھا مگر یہ سبب ہو گیا بعض کے لئے بواسطہ سوء اکتساب کے دوسرے تنزل معنوی کا یعنی معاصی کا آگے اس سبب کی تقریب سے اس مسبب کا بھی ذکر کرتے ہیں ترہیب کے لئے کما یدل علیہ اتقوا الاثمی یعنی) اس روح کو نماز (یعنی قرب) سے محروم کر دیا اس حیض (یعنی گناہ) نے (جس کا ذکر شعر آئندہ میں ہے الھوی حیض الرجال یعنی) اے رفیقو اس قیلولہ (یعنی عیش غیر مباح) اور اس مقولہ (یعنی تکلم بالجناح) سے پرہیز کرو بتحقیق ہوائے نفسانی (مقرون بالمعصیت) حیض الرجال ہے (کہ مانع قرب حق ہے اس ہبوط معنوی کا ذکر اس کے سبب بعید یعنی ہبوط سوری کے ساتھ ایسا ہے جیسا قرآن مجید میں انا عرضنا الامانۃ الی قولہ حملھا الانسان کے بعد انہ کان ظلوما جھولا لیعذب اللہ الخ ارشاد ہوا ہے ظاہر ہے کہ محض عرض یا حمل نہ ظلومیت و جہولیت کو مستلزم ہے نہ تعذیب کو مگر چونکہ بواسطہ وہ سبب ہو گیا اس کا اس لئے بصورت ترتب کے اس کا ذکر فرما دیا جیسا وہ اس کے مقابل یعنی یتوب کا بھی بواسطہ حسن اکتساب کے آیت میں سبب قرار دیا گیا اسی طرح از نمازش کرد الخ میں بعد ہبوط اضطراری کے بصورت ترتب اس کا ذکر بھی لایا گیا آگے اسی اھبطوا اور حضیض مبہم کی تفسیر ہے یعنی) حکم اھبطوا نے روح کو بدن میں ڈال دیا تا کہ گل (بدن) میں (روح کا) در عدن پنہاں ہو جاوے (اور جس طرح) اس (گوہر) کو تاجر جانتا ہے اور گاؤ نہیں (جانتا اسی طرح گوہر روح باکمال کو) اہل دل جانتے ہیں ہر مٹی کا کھودنے والا (باحث عن احکام الجسم) نہیں (جانتا آگے اہل دل دانند کا بیان ہے کہ) جس گل کے قلب میں کوئی گوہر ہے (یعنی جس بدن میں کوئی روح صاحب کمال ہے) اس کا یہ گوہر دوسرے گل کا مخبر ہے (یعنی اس کو دوسرے بدن کی روح باکمال کا بھی پتہ لگ جاتا ہے کہ ولی را ولی می شناسد اور جس گل نے (جو کہ اس مذکور کی ضد ہے کہ اس نے) نور پاشی حق سے نور نہیں پایا (یعنی وہ مہتدی نہ ہوا کما فی الحدیث المرفوع ان اللہ خلق خلقہ فی ظلمۃ فالقی علیھم من نورہ فمن اصابہ من ذلک النور اھتدی ومن اخطاہ ضل رواہ احمد والترمذی کذا فی المشکوٰۃ وہ) گل ہائے پر در کی صحبت کو برداشت نہیں کر سکا (چنانچہ معاندین کو اہل اللہ سے نفور دیکھا جاتا ہے آگے رجوع ہے قصہ موش و چغز واقعہ عشر سادس کی طرف کہ) یہ مضمون (مذکور اختفاء کمال در صورت ظاہر الابتذال) انتہا نہیں رکھتا (لکثرۃ جزئیاتہ اس لئے اس کو رہنے دو اور وہ قصہ پورا کرو کیونکہ) اس ہمارے چوہے کی آواز لب جو پر ہمارے کان میں ہے (جو چغز سے بول رہا ہے یعنی ہم اس قصہ کو بھولے نہیں)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رجوع کردن بقصہ طلب کردن آں موش آں چغز را از لب جو و کشیدن او سر رشتہ تا چغز در آب خبردار شود از طلب او

اس چوہے کے اس مینڈک کو نہر کے کنارے سے طلب کرنے کے قصہ کی طرف واپسی اور اس کا ڈورے کے سرے کو کھینچنا تا کہ مینڈک پانی میں اس کے بلانے سے خبردار ہو جائے

آں سرشتہ عشق رشتہ می کشد	بر امید وصل چغز بارشد
وہ عشق کا خمیر کیا ہوا ڈورے کو کھینچ رہا ہے	چغز صاحب رشد کی امید وصل پر
می تند بر رشتۂ دل دمبدم	کہ سررشتہ بدست آوردہ ام
تن رہا ہے رشتہ دل پر دمبدم	کہ ڈورے کا سرا میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے
ہمچو تارے شد دل و جاں در شہود	تا سر رشتہ بمن روی نمود
مثل تار کے ہو گیا دل و جان مشاہدہ میں	تب کہیں یہ سر رشتہ مجھ کو نظر آیا ہے
چوں غراب البین آمد ناگہاں	در شکار موش و بردش زاں مکاں
جب فراق کا کوا آیا ناگہاں	شکار موش میں اور اس کو اس جگہ سے لے گیا
چوں برآمد برہوا موش از غراب	منسحب شد چغز نیز از قعر آب
جب چوہا غراب کے سبب ہوا میں آیا	تو چغز بھی قعر آب سے کھنچ گیا
موش در منقار زاغ و چغز ہم	در ہوا آویختہ پا در رتم
موش تو منقار زاغ میں اور چغز بھی	ہوا میں معلق پاؤں بندھا ہوا ڈورے میں
خلق می گفتند زاغ از مکر و کید	چغز آبی را چگونہ کرد صید
عام خلق کہہ رہے تھے کہ زاغ نے مکر و حیلہ سے	چغز آبی کو کیونکر شکار کیا ہے
چوں شد اندر آب و چونش در ربود	چغز آبی کے شکار زاغ بود
وہ پانی کے اندر کیسے گیا اور اس کو کیسے اچک لیا	چغز آبی زاغ کا شکار کب تھا
چغز گفتا ایں سزای آں کسے	کو چو بے آباں شود جفت خسے
چغز نے کہا کہ یہ سزا اس شخص کی ہے	جو کہ بے آبروؤں کی طرح کمینوں کا قرین ہو جاوے
اے فغاں از یار ناجنس اے فغاں	ہمنشین نیک جوئید اے مہاں
اے لوگو فریاد ہے یار ناجنس سے اے لوگو فریاد ہے	ہمنشین صالح ڈھونڈو اے بزرگو

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ عشق کا خمیر کیا ہوا (چوہا) ڈورے کو کھینچ رہا ہے چغز صاحب رشد کی امید وصل پر (اور) تن رہا ہے (یعنی عجب وناز کر رہا ہے) رشتہ دل (یعنی تعلق قلب) پر دمبدم کہ ڈورے کا سرا میں نے ہاتھ میں لے لیا ہے (یعنی اپنے علاقہ محبت کے استحکام پر خوش ہے کہ اس کا ایک ذریعہ میرے ہاتھ آ گیا اور اس سے کام لے کر جس وقت چاہتا ہے چغز کو کھینچ لیتا ہے جیسا شعر اول میں ہے اور وہ اپنی اس مشقت کے بعد کارگزاری و کامیابی پر اتراتا ہے اور کہتا ہے کہ) مثل تار کے ہو گیا (میرا) دل وجان (شوق) مشاہدہ میں تب کہیں یہ سررشتہ مجھ کو نظر آیا ہے (یعنی مشقت اور سوچ میں میرا دل تارتار ہو گیا تب اس تدبیر کا ظہور ہوا پھر اس کا جو انجام ہوا اس کو ذکر فرماتے ہیں کہ) جب فراق کا کوا آیا ناگہاں شکار موش میں اور اس کو اس جگہ سے (اٹھا) لے گیا۔ جب چوہا غراب کے سبب ہوا میں آیا تو چغز بھی قعر آب سے کھنچ گیا (کیونکہ دونوں ایک رشتہ میں منسلک تھے اور بعض اقسام غراب کو جاہلیت میں سبب فراق احبا کا سمجھتے تھے اس سے یہ محاورہ ہو گیا مطلق منحوس اور مضر شے میں اور یہاں اس غراب سے نصرت کا وقوع ظاہر ہے کہ) موش تو منقار زاغ میں اور چغز بھی ہوا میں معلق پاؤں بندھا ہوا ڈورے میں عام خلق (اس تماشہ کو دیکھ کر) کہہ رہے تھے کہ (دیکھو) زاغ نے مکر وحیلہ سے چغز آبی کو کیونکر شکار کیا ہے (یعنی وہ (زاغ) پانی کے اندر کیسے گیا اور اس (چغز) کو کس طرح اچک لیا (ورنہ بھلا) چغز آبی زاغ کا شکار کب تھا چغز نے (دل میں) کہا کہ یہ سزا اس شخص کی ہے جو کہ بے آبروؤں کی طرح کمینوں کا قرین ہو جاوے (یعنی صحبت اشرار کا یہ نتیجہ ہے اور ایسی صحبت چونکہ سبب ہوتا ہے بے آبروئی کا اس لئے ایسی صحبت والے کو تشبیہ دی بے آبروؤں کے ساتھ اور بے آب ان میں عجیب لطیفہ ہے کہ وہ چغز آبی تھا اور موش بے آب تھا آگے مولانا نتیجہ قصہ کا بتائید شعر سابق فرماتے ہیں کہ) اے لوگو فریاد ہے یار ناجنس سے اے لوگو فریاد ہے ہمنشیں صالح ڈھونڈو اے بزرگو (ناجنس سے مراد بد کہ وہ نیکوں کا مجانس نہیں اور ہمنشین نیک جوئید میں اشارہ اس طرف ہے کہ چغز کو جو موش کی صحبت سے ضرر ہوا وہ اختلاف صنفی کے سبب نہیں ہوا اگر وہ عاقل ہوتا تو یہ اختلاف مضر نہ تھا کیونکہ وہ ایسی مہمل حرکت ہی نہ کرتا بلکہ اس لئے ضرر ہوا کہ وہ نیک یعنی عاقل نہ تھا پس مجانست سے مراد اوصاف حمیدہ میں اشتراک ہے نہ کہ جنس ونوع منطقی میں اسی طرح ناجنسی سے مراد اوصاف مذکورہ میں اختلاف ہے پس اب یہ شبہ بھی نہ رہا کہ انسان کو اگر انسان کی صحبت ہو وہ کیوں مذموم ہے وہ تو دونوں متجانس ہیں چنانچہ اشعار مابعد میں آگے کی سرخی تک یہی مضمون ہے اس تقریر میں وہاں تک کا ربط ظاہر ہو گیا)۔

عقل را افغاں ز نفس پر عیوب	ہمچو بینی بدے بر روی خوب
عقل کو نفس پر عیوب سے فغاں ہے	جیسے بری ناک خوبصورت چہرہ پر
عقل می گفتش کہ جنسیت یقیں	از رہ معنیٰ ست نے از آب وطیں
عقل اس سے کہتی تھی کہ جنسیت یقینا	راہ اوصاف سے ہے نہ کہ آب وگل سے
ہیں مشو صورت پرست وایں مگو	سر جنسیت بصورت در مجو
ہاں تو صورت پرست مت ہو اور یہ مت کہہ	حقیقت تجانس کو صورت سے مت ڈھونڈھ

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت آمد چوں جماد و چوں حجر	نیست جامد را ز جنسیت خبر
صورت مثل جماد اور مثل حجر کے ہے	جماد کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں
جاں چو مور و تن چو دانہ گندمے	می کشاند سو بسویش ہر دمے
روح مثل چیونٹی کے اور جسد مثل دانہ گندم کے ہے	وہ چیونٹی اس گندم کو ہر دم کھینچے لئے پھرتی ہے
مور داند کاں حبوب مرتہن	مستحیل و جنس من خواہد شدن
چیونٹی جانتی ہے کہ وہ مقبوضہ حبوب	مستحیل اور میری جنس ہو جاویں گے
آں یکے مورے گرفت از راہ جو	مور دیگر گندمے بگرفت و دو
ایک چیونٹی نے تو راستہ سے جو لے لیا	دوسری چیونٹی نے ایک گندم لے لیا اور دوڑا
جو سوی گندم نمی تازد ولے	مور سوی مور می آید بلے
جو گندم کی طرف نہیں دوڑتا لیکن	ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کی طرف آ رہی ہے البتہ
رفتن جو سوی گندم تابع ست	مور را بیں کو بجنسش راجع ست
جو کا جانا گندم کی طرف تابع ہے	چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنے جنس کی طرف حرکت کر رہی ہے
تو مگو گندم چرا شد سوی جو	چشم را بر خصم نہ نے بر گرو
تو مت کہہ کہ گندم کیوں گیا جو کی طرف	چشم کو صاحب معاملہ پر رکھ نہ کہ مقبوض پر
مور اسود برسر لبد سیاہ	مور پنہاں دانہ پیدا پیش راہ
سیاہ چیونٹی سیاہ نمدہ کی سطح پر ہو	تو چیونٹی مخفی رہے گی دانہ ظاہر راستہ کے سامنے ہو گا
عقل گوید چشم را نیکو نگر	دانہ ہرگز کے رود بیدانہ بر
عقل آنکھ سے کہے گی کہ خوب غور سے دیکھ	دانہ بدوں دانہ بر کے ہرگز نہیں چل سکتا
زیں سبب آمد سوی اصحاب کلب	ہست صورتہا حبوب و مور قلب
اسی سبب سے اصحاب کی طرف کتا آیا	صورتیں حبوب ہیں اور قلب مور ہے
زاں شود عیسیٰؑ سوی پاکان چرخ	بد قفسہا مختلف یک جنس فرخ
اسی سے عیسیٰ علیہ السلام قدسیاں چرخ کی طرف چلے جاتے ہیں	قفس تو مختلف ہیں چوزے ایک جنس ہیں
ایں قفس پیدا و آں فرخش نہاں	بے قفس کش کے قفس گردد رواں
یہ قفس تو ظاہر ہے اور اس کا وہ چوزہ مخفی ہے	بدوں قالب کش کے قالب کب متحرک ہو سکتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اے خنک چشمے کہ عقلستش امیر	عاقبت بیں باشد و حبر و قریر
اے مخاطب وہ آنکھ ٹھنڈی رہی کہ عقل اس کی حاکم ہو	وہ عاقبت بین ہو اور دانشمند اور خنک ہو
فرق زشت و نغز از عقل آورید	نے ز چشمے کز سیہ گفت و سپید
فرق قبیح اور حسن کا عقل سے لاؤ	نہ کہ آنکھ سے کہ سیاہ و سفید سے حکایت کرتی ہے
چشم غرہ شد بخضرای دمن	عقل گوید بر محک ماش زن
آنکھ فریفتہ ہو گئی سرگین پر جمے ہوئے سبزہ پر	عقل کہتی ہے کہ اس کو ہماری کسوٹی پر لگا
آفت مرغست چشم کام بیں	مخلص مرغست عقل دام بیں
مرغ کی آفت ہے چشم مرغوب بیں	مرغ کی خلاصی کا سبب ہے عقل دام بیں
دام دیگر بد کہ عقلش در نیافت	وحی غائب بیں بداں سوزاں شتافت
ایک دوسرا دام اور بھی تھا جس کو عقل دریافت نہ کر سکی	وحی غیب بیں اس طرف اس سبب سے دوڑی
جنس و ناجنس از خرد تانی شناخت	سوی صورتہا نشاید زود تاخت
جنس اور ناجنس کو تو عقل سے شناخت کر سکتا ہے	صورتوں کی طرف جلدی دوڑنا نہ چاہئے
نیست جنسیت بصورت لی و لک	عیسیٰؑ آمد در بشر جنس ملک
جنسیت صورت سے نہیں جو میرے لئے اور تیرے لئے حاصل ہے	جیسے علیہ السلام بشر میں رہ کر ملائکہ کے جنس تھے
برکشیدش فوق ایں نیلی حصار	مرغ گردونی چو چغزش زاغ وار
ان کو اس نیلے قلعہ پر کھینچ لیا	طائر آسمانی نے مثل اس موش کے چغز کے مانند زاغ کے

(انتقال ہے قصہ سے طرف ارشاد کے جو اس سے اوپر کے شعر میں مجمل تھا یہاں مفصل ہے اور ربط کی تقریر اس شعر کی شرح میں مذکور ہو چکی ہے کہ تحذیر ہے صحبت ناجنس سے اور تفسیر ہے ناجنس کی یعنی ہم نے جو ناجنس سے فغاں بغرض تحذیر کیا ہے اس ناجنس سے مراد غیر متوافق فی الخلق بفتح الخاء نہیں بلکہ غیر متوافق فی الخلق بضم الخاء ہے چنانچہ اسی بناء پر روح اور نفس میں باوجود اس کے کہ حقیقۃ خلقیہ بفتح الخاء میں باہم متوافق یعنی جنس قریب میں شریک ہیں کہ جوہر مجرد کی دونوں نوع ہیں اگر روح اور نفس کچھ ذاتیات میں بھی مختلف ہوں یا اس معنے کر متوافق ہیں کہ نوع میں شریک ہیں اگرچہ دونوں میں عوارض ہی کا اختلاف ہو کہ داعی الی الخیر کو روح اور داعی الی الشر کو نفس کہا جاوے گو یہ دعوت الی الشر امر بالسوء کبھی مجاہدہ وغیرہ سے بدل کر اس کی صفت لوامہ و مطمئنہ ہو جاوے جیسے ایک اقلیم کا آدمی دوسری اقلیم میں رہ کر وہاں کے لوگوں کی عادات راسخ کر لے لیکن اصل کے اعتبار سے وہ صنفاً مختلف ہی رہے گا اور اس طرح ان دونوں میں صرف اختلاف صنفی ہی ہو اور یہ دو احتمال اس لئے نکالے ہیں کہ ان کی حقیقت کسی دلیل قطعی سے معلوم نہیں ہوئی اور ذوقاً مجھ کو دوسرا احتمال اقرب معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل یہ کہ روح نفس میں باوجود یکہ حقیقۃ خلقیہ بفتح الخاء میں باہم توافق ہے اور اس اعتبار سے ناجنس نہیں ہیں لیکن چونکہ حقیقۃ خلقیہ بضم الخاء میں باہم متوافق نہیں یعنی اوصاف میں مختلف ہیں چنانچہ نفس باعتبار اقتضاء اپنی اصل صنف کے امارہ بالسوء ہے اور روح آمر بالخیر ہے اس لئے اس اعتبار سے یہ ناجنس ہیں اور ہمارے اس کلام بالا میں کہ اے فغاں از یار ناجنس اے فغاں ناجنس سے یہی مراد ہے پس اس بناء پر) عقل (یعنی روح صاحب قوت عاقلہ) کو نفس پر عیوب سے فغاں ہے (کہ وہ نفس عدم تجانس کے سبب باعتبار روح کے ایسا ہے) جیسے بڑی ناک خوبصورت چہرہ پر (روح کو بعنوان عقل تعبیر کرنے میں اشارہ ہے اس کے وصف دعوت الی الخیر کی طرف اس لئے کہ عقل کا اقتضاء للخیر مشہور ہے اور نفس کو پر عیوب کے ساتھ موصوف کرنا اس کے امارہ بالسوء ہونے پر صریح دال ہے تو دونوں وصف کے ذکر میں اقل درجہ ان کے اختلاف صنفی کی طرف اشارہ ہو گیا اور جس طرح ان دونوں وصف یعنی عاقلیت ومعیوبیت کے ایراد میں دلالت ہو گئی روح اور نفس کے مختلف الاوصاف ہونے پر جس کا ذکر اس شعر کی تمہید کے آخر میں ہوا ہے اور شعر آئندہ میں بھی از رہ معنی ست میں اس کا ذکر ہوگا اسی طرح اسی شعر آئندہ میں روح اور نفس کے توافق فی الجنس یا فی النوع کو جس کا ذکر شعر عقل را افغاں الخ کی تمہید کے اول میں احقر نے کیا ہے بیان فرماتے ہیں اور اسی کو دیکھ کر احقر نے تمہید میں ربط ہر دو شعر اور توضیح معنے کے لئے لکھا تھا پس فرماتے ہیں کہ) عقل (یعنی روح) اس (نفس) سے (فغاں کے وقت) کہتی تھی کہ جنسیت یقینا راہ اوصاف (باطنیہ) سے ہے نہ کہ آب وگل (یعنی صورت وحقیقت خلقیہ بکسر الخاء) سے (اور اے نفس مجھ کو یعنی روح کو تیرے ساتھ شرکت وصفی وخلقی بضم الخاء ہی نہیں گو شرکت صوری وخلقی بکسر الخاء ہو اس لئے تجھ سے میں فغاں کرتی ہوں آگے اسی تحقیق مذکور متعلق تجانس کی تفصیل وتوضیح ہے بمقولہ مولانا پس فرماتے ہیں کہ) ہاں تو صورت پرست مت ہو (یعنی شرکت خلقیہ بالکسر پر نظر مت کر) اور یہ مت کہہ (کہ صورت معتبر ہے اور) حقیقت تجانس کو صورت (بالمعنی المذکور) سے مت ڈھونڈھ (آگے صورت بالمعنے المذکور کو کہ شامل ہے ذوی العقول کو بھی چنانچہ اسی بناء پر روح ونفس میں اوپر شرکت صوری کا حکم کیا گیا اس صورت کو تشبیہ دیتے ہیں صورت بمعنی جسد محض کے ساتھ کہ غیر ذوی العقول میں سے ہے اور تشبیہ دیکر صورت مشبہ بہ کے لئے حکم مذکور عدم اعتداد بالصورۃ کا ثابت کر کے صورت شبہ کے لئے اس حکم کے اثبات سابق کی توجیہ کرتے ہیں کیونکہ صورت مشبہ کے احکام بوجہ اس کے کہ وہ خود خفی الوجود ہے خفی تھے اور صورت مشبہ بہ کے احکام بوجہ اس کے کہ وہ خود محسوس ہے ظاہر پس مقصود استدلال نہیں کیونکہ حکم مذکور نظری نہیں بدیہی ہے مگر چونکہ بدیہی جلی بھی نہیں بلکہ خفی ہے اس لئے تشبیہ وتمثیل سے اس کی توضیح مناسب ہوئی پس فرماتے ہیں کہ) صورت (جسدیہ) مثل جماد اور مثل حجر کے ہے (یعنی اگر اس کے ساتھ روح کا تعلق ملحوظ نہ ہو تو وہ ہوئی نفسہ جماد ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ وہ مجموعہ ہے چند عناصر کا مثل دیگر جمادات کے اور مثل اس لئے کہا کہ اور جمادوں سے اس کو یہ فرق ہے کہ اس کے ساتھ بالفعل روح کا بھی تعلق ہے اس اعتبار سے مثل جماد کے ہوا لیکن فی نفسہ وہ جماد ہی ہے اور مقصود اس مقام پر یہی ہے خصوصیت مماثلت کی مقصود نہیں وسیاتی القرینۃ علیہا ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور) جماد کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں (دوسرا مقدمہ یہ ہوا وہذا قرینۃ ماذعیت قبل والالم یتکرر الاوسط فلا ینتج نتیجہ یہ نکلا کہ صورت کو جنسیت کی کچھ خبر نہیں اور اس کے ساتھ ایک مقدمہ یہ منضم ہوگا کہ جنسیت معتبرہ معتد بہا مبحوث عنہا فی الفنون المقصودہ وہ ہے جس کی جنس کو خبر بھی ہو جس کی دلیل یہ حدیث ہے الارواح جنود مجندۃ فما تعارف منہا ائتلف وما تناکر منہا اختلف کہ اس میں ائتلاف کہ مستلزم ہے تناسب اخلاق واوصاف کو جو حقیقت ہے تجانس کی مبنی کیا گیا ہے تعارف پر والضد علی الضد اور تعارف اور تناکر دونوں مستلزم ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خبر و شعور کو اس سے صاف معلوم ہوا کہ جنسیت معتبرہ وہ ہے جس کی اس مجانس کو خبر بھی ہو پس جب صورت کو جنسیت کی خبر نہیں پس اس کا تجانس معتبر بھی نہیں پس ثابت ہو گیا کہ صورت میں تجانس کا اعتبار نہیں پس اس صورت مشبہ بہ میں تجانس کے غیر معتبر ہونے سے صورت مشبہ میں بھی تجانس کے غیر معتبر ہونے کی توضیح ہو گئی آگے اس صورت مشبہ بہ کی بے خبری از جنسیت کو کہ مطلوب تھا قیاس اول کا ایک مثال سے واضح کرتے ہیں جس میں ایک شبہ کا بھی دفع ہے جو اس مطلوب پر واقع ہوتا ہے کہ ہم تو جسد کو بھی حساس اور متحرک دیکھتے ہیں جس سے اس کی باخبری ثابت ہوتی ہے پھر یہ دعویٰ کیسے صحیح ہوا حاصل دفع کا اس مثال کے بعد یہ ہوگا کہ اس کا حساس سمجھنا دھوکہ ہے وہ حساس نہیں بلکہ حساس روح ہے اسی طرح متحرک وہ خود نہیں اس کی محرک روح ہے پس وہ دعویٰ بلا غبار صحیح رہا تقریر مثال کی یہ ہے کہ) روح مثل چیونٹی کے اور جسد مثل دانہ گندم کے ہے وہ چیونٹی اس گندم کو ہر دم کھینچے لئے پھرتی ہے (اور ایک شبہ مقدمہ ثانیہ قیاس ثانی پر خود اس مثال سے واقع ہو سکتا تھا کہ دانہ اگر چیونٹی کی جنس نہیں ہے تو چیونٹی کو اس کی رغبت کیوں ہے اور اگر جنس ہے تو دانہ بے خبر ہے تو جنسیت کے لئے باخبری ضروری نہ ہوئی تو مقدمہ ثانیہ قیاس ثانی کا غلط ہو گیا شعر آئندہ میں اس کا جواب دیتے ہیں کہ) چیونٹی جانتی ہے کہ وہ مقبوضہ جبوب مستحیل اور میری جنس ہو جاویں گے (جیسا کہ غذا ہونے کے بعد ہوتا ہے حاصل جواب کا یہ ہے کہ دانہ بالفعل تو چیونٹی کی جنس نہیں اور اس کی حالت بالفعل کی اس کا مدار رغبت بھی نہیں اس کو رغبت ہے آئندہ کے حالت کے اعتبار سے اور اس وقت وہ اس کی جنس ہو جاوے گا اور جب وہ جنس ہو چکے گا تو ذی روح ہونے کے سبب باخبر بھی ہوگا پس وہ مقدمہ بھی صحیح رہا اب ایک اور شبہ ہو سکتا تھا قیاس اول کے مطلوب پر کہ اگر اجساد باخبر نہ ہوتے تو ان میں باہم ایک کا دوسرے کی طرف چلنا پھرنا کیسے ہوتا اور یہ بھی ویسا ہی شبہ ہے جیسا اسی مطلوب پر پہلے بھی ہوا تھا جس کا جواب جان چو مور لخ میں دیا ہے اور اس کا جواب بھی اسی طرح کا ہے تقریر جواب اسی مثال سے ہے کہ فرض کرو کہ) ایک چیونٹی نے تو راستہ سے جو (کا دانہ) لے لیا (اور) دوسری چیونٹی نے ایک گندم لے لیا اور دوڑنا (اختیار کیا فقولہ دو معطوف علے قولہ گندی و معمول کمثلہ لقولہ بگرفت یعنی دویدن گرفت اور پھر مثلاً وہ جو لینے والی چیونٹی گندم والی کی طرف چلی تو ظاہر ہے کہ) جو (خود) گندم کی طرف نہیں دوڑتا لیکن ایک چیونٹی دوسری چیونٹی کی طرف آرہی ہے البتہ (اور ظاہر میں کم بین نا حقیقت داں کو جو یہ معلوم ہوگا کہ جو جا رہا ہے گندم کی طرف تو یہ) جو کا جانا گندم کی طرف تابع ہے (حرکت مور کے اور واقع میں) چیونٹی کو دیکھ کہ وہ اپنے جنس کی طرف حرکت کر رہی ہے تو (تعجب سے یوں) مت کہہ کہ گندم کیوں گیا جو کی طرف (بلکہ) چشم کو صاحب معاملہ (یعنی مور) پر رکھ نہ کہ (اس کے) مقبوض پر (وسماہ خصماً بمناسبة لفظ الرمن الذی یقتضی الفریقین اللذین یختصمان احیاناً حاصل جواب یہ ہوا کہ ایک کا دوسرے کی طرف چلنا پھرنا بالذات نہیں بلکہ بواسطہ روح محرک کے ہے اب ایک شبہ اس جواب پر یہ ہے کہ ہم تو مشاہدۃً اجساد کو متحرک دیکھتے ہیں روح کا تو کہیں نشان بھی نہیں دیکھتے آگے اس کا جواب ایک مثال میں دیتے ہیں کہ فرض کرو کہ) سیاہ چیونٹی سیاہ نمدہ کی سطح پر ہو تو چیونٹی (نظر سے) مخفی رہے گی (اور) دانہ ظاہر راستہ کے سامنے ہوگا (لیکن) عقل آنکھ سے کہے گی کہ خوب غور سے دیکھ (کیونکہ) دانہ بدوں دانہ بر کے ہرگز نہیں چل سکتا (حاصل جواب یہ ہوا کہ اسی طرح یہاں گو مشاہدہ روح کا نہیں ہوتا مگر دلیل عقلی سے ثابت ہے کہ وہی محرک ہے پس وہ مطلوب صحیح رہا اور مثال صورت مشبہ بہ سے حکم متعلق بصورت مشبہ واضح ہو گیا کہ جنسیت میں شرکت خلقیہ بالکسر معتبر نہیں شرکت خلقیہ بالضم معتبر ہے آگے اس حکم پر بعض تفریعات ہیں جن میں تفریع اول کے عنوان تعبیری میں مثال صورت مشبہ بہ کے الفاظ رعایت ہے یعنی) اسی (حکم مذکور

www.besturdubooks.wordpress.com

کے) سبب سے اصحاب (کہف) کی طرف کتا (دوڑ کر) آیا (کیونکہ) صورتیں (بمنزلہ) حبوب (کے) ہیں اور قلب (بمنزلہ) مور (کے) ہے (اور اس کلب کے قلب میں مثل اصحاب کہف کے توحید و معرفت و حب حق تھی اس سے اس میں معنی جنسیت کے تھے گو صورۃ نوعیہ میں متخالف تھے یہ فرع ہوئی شرکت اوصاف کے معتبر و موثر ہونے کی اور عاریت مثال کی محض لفظاً ہے اس مثال پر یہ تفریع نہیں آگے دوسری تفریع ہے یعنی اور) اسی (حکم مذکور کے سبب) سے عیسیٰ علیہ السلام قد سیاں چرخ کی طرف چلے جاتے ہیں (کہ ان سب کے) قفس (یعنی قوالب) تو مختلف ہیں (لیکن) چوزے (یعنی ارواح جو اس تن میں ہیں) ایک جنس ہیں (یعنی گو ایک بشر اور دوسرے ملائکہ ہیں مگر اوصاف روحیہ کے اشتراک سے اس میں تجانس ایسا تھا کہ اس کے بعض آثار نہایت ہی قوی و خارق عادت ظاہر بھی ہو گئے کہ وہ ملحق بالملائکہ ہو گئے آگے روح کے اختفاء کو کہ وہی سبب ہو جاتا ہے حکم مذکور میں تشکیک کا فرماتے ہیں جیسا شعر مذکور مورا سوداخ میں بھی اس کو فرمایا تھا یعنی) یہ قفس (یعنی قالب) تو ظاہر ہے اور اس کا وہ چوزہ (یعنی روح) خفی ہے (لیکن عقل سے سمجھنا چاہئے کہ) بدوں قالب کش کے قالب کب متحرک ہو سکتا ہے (یہاں قالب کی تشبیہ بہ قفس اس اعتبار سے نہیں کہ طیر مقید فی القفس قفس کو لئے پھرتا ہے یہ تو واقع کے خلاف ہے بلکہ اوپر جو تشبیہ صرف باعتبار تقید الطیر فی القفس کے دے گئی ہے اسی اعتبار سے یہاں بھی اس عنوان سے تعبیر فرما دیا خوب سمجھ لو چونکہ اس شعر کے مصرعہ ثانیہ میں اشارۃً اور اوپر کے ایک شعر عقل گو یداخ میں صراحۃً عقل کو اس تلبیس غلط انداز کا رافع بتلایا ہے اس لئے آگے عقل کی مدح کرتے ہیں کہ) اے مخاطب وہ آنکھ ٹھنڈی رہے کہ عقل اس کی حاکم ہو (کہ اپنی ادراکات میں اس کی تابع رہی جہاں اپنے مشاہدہ کو اس کے حکم کے خلاف دیکھے اپنی عقل سمجھے اور اس کے اتباع کے سبب) وہ عاقبت بین ہو اور دانشمند اور خنک (یعنی روشن) ہو (افسوس ہے کہ اہل سائنس مشاہدہ بلکہ تخمین کے ایسے غلام ہیں کہ اس دولت اتباع عقل صحیح سے بالکل محروم ہیں آگے بھی تتمہ ہے مدح کا کہ) فرق قبیح اور حسن کا عقل سے لاؤ نہ کہ آنکھ سے کہ (صرف) سیاہ و سفید سے حکایت کر دیتی ہے (یعنی محض الوان کا ادراک کرتی ہے حقائق کا ادراک نہیں کر سکتی یہ کام عقل ہی کا ہے اس لئے آنکھ نے دانہ کو متحرک دیکھا اور ابدان کو مجتمع و متلاقی دیکھا اور بشر اور کلب کی صورت مختلف دیکھی اور قالب عیسوی کو ملائکہ کا مغائر دیکھا اور دھوکہ میں پڑ گئی عقل نے سب جگہ رہبری کی آگے کچھ امثلہ سے عقل کی ترجیح چشم پر ذکر فرماتے ہیں کہ) آنکھ فریفتہ ہو گئی سرگیں پر جمے ہوئے سبزہ پر (مگر) عقل کہتی ہے کہ اس کو ہماری کسوٹی پر لگا (تا کہ اس کی پوری حالت واقعیہ معلوم ہونے پر وہ فریفتگی نہ رہے اسی طرح اس کی اور مثال ہے کہ) مرغ کی آفت ہے چشم مرغوب بیں (یعنی جو صرف دانہ کو دیکھتی ہے اور) مرغ کی خلاصی کا سبب ہے عقل دام بیں (یعنی جو جال کو بھی دیکھ کر مرغ کو بچاتی ہے اسی طرح علوم نافعہ میں بھی مشاہدات کے اغلاط والتباسات کو دلائل صحیحہ عقلیہ ہی رفع کرتے ہیں اب چونکہ مدح عقل سے احتمال یہ بھی تھا کہ شاید کوئی شخص احکام سمعیہ ثابتہ بالوحی پر بھی اس کو ترجیح دینے لگے اور افسوس ہے کہ اہل سائنس اس بلا میں بھی مبتلا ہیں اس لئے آگے اس پر تنبیہ فرماتے ہیں کہ گو عقل کو ہم نے اس شعر میں دام بیں کہا ہے یعنی رافع التباس و کاشف حقیقت لیکن) ایک دوسرا دام اور بھی تھا جس کو عقل (مذکور) دریافت نہ کر سکی وحی غیب بیں اس (عقل کی) طرف اس مسبب سے دوڑی (کہ عقل اس دام کو نہ سمجھ سکی اور پھنسنے یا پھنسانے کے قریب ہے میں اس کو رہبری و اطلاع کر دوں مطلب یہ کہ بعض اغلاط ایسے خفی ہیں جیسے مبدا و معاد کے متعلق اشتباہات و شکوک ہیں کہ جن لوگوں نے محض عقل کا اتباع کیا جیسے فلاسفہ و امثالہم ومنہم بعض من یدعی العقل فی عصرنا وہ ان اغلاط سے نہ بچ سکے ان اغلاط سے وحی نے پردہ اٹھایا اور اسی لئے اس کو غیب

www.besturdubooks.wordpress.com

میں کہا یعنی کوئی غلطی کیسی ہی غائب و مختفی ہو وہ اس کے ادراک کا سبب اور ذریعہ بن جاتی ہے پس غیب بینی بمعنی غیب یابی کے سبب کو غیب بیں کہا گیا اور شناختن میں اشارہ ہے رحمت حق کی طرف کہ جس طرح بچہ کو کنوئیں میں گرنے سے بچانے کے لئے اس کا شفیق باپ دوڑتا ہے اس شعر میں استعمال عقل کی تعدیل کر کے آگے پھر عود ہے تجانس میں اوصاف کے معتبر اور صورت کے غیر معتبر ہونے کا اور اس کے ادراک کے لئے عقل سے کام لینے کا جو رافع التباس ہے پس فرماتے ہیں کہ) جنس اور ناجنس کو تو عقل سے شناخت کر سکتا ہے (جو بتلاتی ہے کہ اس میں اوصاف کا اعتبار ہے پس اوصاف ہی کا اعتبار کرنا چاہئے اور) صورتوں کی طرف جلدی (یعنی بے سوچ سمجھے) دوڑنا نہ چاہئے (کیونکہ) جنسیت صورت سے نہیں جو میرے لئے اور تیرے لئے حاصل ہے (بلکہ جنسیت اوصاف سے ہے چنانچہ) عیسیٰ علیہ السلام بشر میں رہ کر ملائکہ کے جنس تھے (اسی سبب سے) ان کو اس نیلے قلعہ (یعنی آسمان) پر کھینچ لیا طائر (قدسی) آسمانی نے (یعنی ملائکہ نے بامر حق بالرفع) مثل اس موش کے چغز کے مانند زاغ کے (مصرعہ ثانیہ میں دو تشبیہ ہیں جو چغز اور زاغ دار تشبیہ اول کا مشبہ عیسیٰ علیہ السلام اور تشبیہ ثانی کا مشبہ طائر گردونی یعنی جس طرح چغز کو زاغ لے گیا بتبعیت موش کے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کو ملائکہ لے گئے بتبعیت اوصاف مشترکہ کے اور یہ تشبیہ صرف برکشیدن میں ہے نہ کہ وصف مضرت میں جیسا اس قصہ کے ایراد کا مبنیٰ وہی مضرت تھا یہاں اس کا اعتبار نہیں کیا گیا آگے قصہ ہے اس حکم کی تاکید و تائید میں کہ جنسیت کا مدار تناسب فی الوصف ہے نہ تشارک فی النوع کہ عبدالغوث کوئی آدمی ہوگا اس میں مناسبت اوصاف جن سے تھی سالہا سال ان ہی میں رہا پھر اتفاق سے اپنے وطن میں آ گیا مگر اس مناسبت کی کشش سے پھر ان ہی میں چلا گیا اور اپنے گھر والوں میں باوجودیکہ ان کا ابن النوع تھا نہ رہ سکا واللہ اعلم اس قصہ کی کیا تفصیل اور حقیقت ہے معلوم نہیں)۔

قصہ عبدالغوث و ربودن پریاں اورا و سالہا درمیان پریاں ساکن شدن و بعد ازاں بشہر خود باز آمدن و فرزنداں را دیدن و از پریاں نا شکیفتن بحکم جنسیت و ہمدلی با ایشان

عبدالغوث کا قصہ اور اس کو پریوں کا لے جانا اور سالوں پریوں میں رہنا اور اس کے بعد اپنے شہر میں آ جانا اور اولاد کو دیکھنا اور پریوں سے صبر نہ کرنا ان کے ساتھ ہم جنس اور ہمدل ہونے کی وجہ سے

بود عبدالغوث ہم جنس پری	چوں پری نہ سال در پنہاں پری
عبدالغوث جنات کا ہم جنس تھا	بمثل جنات کے نو سال خفیہ اڑنے میں
چونکہ بربودند اورا از وطن	گشت ناپید از فرزند و زن
جب وہ جنات اس کو وطن سے لے اڑے	وہ غائب ہو گیا فرزند اور زن سے
شد زنش را نسل از شوی دگر	واں یتیمانش ز مرگش در سمر
اس کی بی بی کے دوسرے شوہر سے بچے ہو گئے	اور اس کے دو یتیم اس کی موت سے حکایت کیا کرتے
کہ مر او را گرگ زد یا رہزنے	یا فتاد اندر چہے یا مکمنے
کہ اس کو بھیڑیئے نے مار لیا یا کسی ڈاکو نے	یا کسی کنوئیں میں گر پڑا یا کسی پوشیدہ جگہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ فرزندانش در اشغال مست	خود نگفتندے کہ بابائے بدست
اس کے تمام فرزند کاروبار میں مست رہتے	یہ بھی نہ کہتے کہ کوئی بابا بھی تھا
بعد نہ سال آمد آں ہم عاریہ	گشت پیدا بازشد متواریہ
وہ نو سال کے بعد آیا وہ بھی عارضی طور پر	ظاہر ہوا پھر پوشیدہ ہو گیا
یک بیک فرزند وزن را دید باز	گشت پنہاں کس ندیدش باز راز
یکا یک فرزندان کو دیکھا	پھر پنہاں ہو گیا پھر کسی نے اسکا راز نہ دیکھا
یک مہے مہمان فرزندان خویش	بود وزاں پس کس ندیدش رنگ پیش
ایک ماہ اپنے فرزندوں کا مہمان	رہا اور اس کے بعد کسی نے اس کا رنگ سامنے نہ دیکھا
برد ہمجنسی پریانش چناں	کہ رباید روح را زخم سناں
جنات کی ہمجنسی اس کو اس طرح اڑا لے گئی	جیسا کہ روح کو زخم سناں اڑا دیتی ہے

عبدالغوث جنات کا ہمجنس تھا (اور) مثل جنات کے نوسال خفیہ اڑنے میں (رہا) جب وہ جنات اس کو وطن سے لے اڑے وہ غائب ہو گیا فرزند اور زن سے (اور خفیہ اڑنا یا تو اس طرح ہوگا کہ وہ جنات اس کو پکڑے ہوئے اڑتے ہوں گے یا دفعۃً منخطف جن غائب ہونے کو اڑنا کہہ دیا اور ان میں رہنے سے اس میں دوسرے اوصاف بھی ان کے مناسب پیدا ہو گئے ہوں گے) اس کی بی بی کے دوسرے شوہر سے بچے ہو گئے اور اس کے وہ یتیم اس کی موت سے حکایت کیا کرتے (جو شعر آئندہ میں ہے) کہ اس کو بھیڑیئے نے مار لیا یا کسی ڈاکو نے (قتل کر دیا) یا کسی کنوئیں میں گر پڑا یا کسی پوشیدہ جگہ (غار وغیرہ) میں (گر گیا) اس کے تمام فرزند (اپنے) کاروبار میں مست (یعنی منہمک) رہتے۔ یہ بھی نہ کہتے کہ (ہمارے) کوئی بابا بھی تھا (یعنی خاص تعلق کے طور پر یاد نہ کرتے تو یہ منافی نہ ہوا اس اوپر کے مضمون کے کہ وہ اس کی موت کی حکایت بیان کیا کرتے پھر اتفاقاً) وہ نو سال کے بعد آیا (اور) وہ (آنا) بھی عارضی طور پر ظاہر ہوا پھر پوشیدہ ہو گیا (اتناء للمبالغۃ کمافی العلامۃ) یکا یک فرزند وزن کو دیکھا (اور) پھر پنہاں ہو گیا پھر کسی نے اس کا راز نہ دیکھا ایک ماہ اپنے فرزندوں کا مہمان رہا اور اس کے بعد کسی نے اس کا رنگ (چہرہ کا اپنے) سامنے نہ دیکھا (چونکہ مبصرہ کو ادراک لون ہی کا ہوتا ہے اور جہت مقابل ہی سے یہ ادراک ہوتا ہے اس لئے رنگ اور پیش کہا گیا آگے دوسری بار جانے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) جنات کی ہمجنسی اس کو اس طرح اڑا لے گئی جیسا کہ روح کو زخم سنان اڑا دیتی ہے (کہ پھر عود ہی نہیں کرتی وہ بھی ایسا ہی غائب ہوا کہ پھر عود ہی نہیں کیا وجہ تشبیہ یہی ہے اور یہ دوبارہ جانا ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ قسراً نہیں ہوا قصداً وشوقاً ہوا ان میں رہ کر ان سے موانست ومناسبت بڑھ گئی ہوگی کہ وہ یاد آئے اور یہاں جی نہ لگا ان کا مقام وغیرہ جانتا ہو چلا گیا جیسا بعض نسخ میں سرخی کی عبارت میں بشہر آمدن کے بعد یہ الفاظ بھی زائد ہیں واز پریاں ناشکیفتن بحکم جنسیت وہمدلی باایشاں)۔

فائدہ:۔ کئی سال ہوئے مدرسہ دیو بند میں ایک نو عمر بنگالی طالب علم جو صبیح تو نہ تھا مگر قدرے ملیح تھا تحصیل علم کرتا تھا ایک شب اس پر کچھ اثر ہوا جو جن کا اثر سمجھا گیا اس شب میں احقر وہاں حاضر تھا مجھ سے بھی اس نے قصہ بیان کیا تھا بعد چندے سنا گیا کہ اس کو جن اڑا لے گئے اور ایک حسین لڑکی کے سامنے جا بٹھلایا اور ہر قسم کے اسباب عیش و آرام کے وہاں مہیا پائے اور اس سے فرمائش کی گئی کہ اس سے نکاح قبول کرو اس نے رونا شروع کیا اور نامنظوری ظاہر کی اور بتصریح علما ہماری شریعت میں واقعی جن کے ساتھ آدمی کا نکاح جائز بھی نہیں پھر وہ لوگ اس کو اسی طرح لے کر اڑے اور سہارنپور کے جنگل میں چھوڑ گئے پھر وہ دیو بند پہنچا اور اس کے بعد رام پور چلا گیا۔ غالباً اخبار میں دیکھا تھا کہ وہاں سے بھی اسی طرح غائب ہو گیا پھر نہیں معلوم ہوا کہ کیا ہوا ممکن ہے کہ عبدالغوث کو بھی کوئی ایسا قصہ پیش آیا ہو مگر اتنا فرق رہا کہ عبدالغوث ان میں رم گیا اور یہ طالب علم ان سے رم کر گیا واللہ اعلم آگے قصہ سے انتقال ہے ارشاد کی طرف جس میں عود ہے مضمون سابق علی القصہ کی طرف کہ بیان تھا مدار جنسیت و خواص و آثار جنسیت کا چنانچہ قصہ کے قبل متصل ہی شعر نیست جنسیت بصورت الخ میں مدار جنسیت اور شعر برکشید ش الخ میں بعض آثار جنسیت کا ذکر تھا آگے بھی قریب سرخی تک بعض میں مضمون اول بعض میں مضمون ثانی مذکور ہے کما یظہر لک بالمطالعہ۔

چوں بہشتی جنس جنت آمدست	ہم زجنسیت شود یزداں پرست
چونکہ بہشتی بہشت کی جنس ہے	جنسیت کی وجہ سے وہ یزداں پرست ہوتا ہے
نے نبیؐ فرمود جود و محمدہ	شاخ جنت داں بد نیا آمدہ
کیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ جود اور محمودیت کو	شاخ جنت کی جاں دنیا میں آئی ہوئی
مہرہا را جملہ جنس مہر خواں	قہرہا را جملہ جنس قہرداں
محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس کہہ	قہروں کو تمام تر قہر کی جنس جان
لاابالی لا ابالی آورد	زانکہ جنس ہم بوند اندر خرد
لاابالی آدمی لاابالی کو لاتا ہے	کیونکہ وہ دونوں عقل کے نزدیک باہم ہمجنس ہیں
بود جنسیت در ادریس از نجوم	ہشت سال او باز حل بد در قدوم
ادریس علیہ السلام میں کواکب کی جنسیت تھی	آٹھ سال وہ زحل ستارہ کے ساتھ ہم نشان رہے
درمشارق در مغارب یار او	ہم حدیث و محرم اسرار او
مشارق میں مغارب میں اس کے رفیق رہے	اس کے ہم سخن اور محرم اسرار رہے
بعد غیبت چونکہ آورد او قدوم	در زمیں می گفت او درس نجوم
بعد غیبت کے جگہ تشریف لائے	تو زمیں میں وہ نجوم کا درس فرماتے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش او استارگاں خوش صف زدہ	اختراں در درس او حاضر شدہ
ان کے سامنے کواکب خوب صف لگائے ہوئے ہوتے	کواکب ان کے درس میں حاضر ہوتے
آنچنانکہ خلق آواز نجوم	می شنیدند از خصوص و از عموم
اس طرح سے کہ خلائق کواکب کی آواز	سنتے تھے خواص میں سے بھی اور عوام میں سے بھی
جذب جنسیت کشیدہ تا زمیں	اختراں را پیش او کردہ مبیں
جذب ۔جنسیت زمین تک کھینچ لائی	کواکب کو ادریس علیہ السلام کے سامنے بیان کنندہ کردیا
ہر یکے نام خود و احوال خود	باز گفتہ پیش او شرح رصد
ہر ایک نے اپنا نام اور اپنا حال	ان کے سامنے مثل شرح آلات رصدیہ کے کہہ دیا
چیست جنسیت یکے نوع نظر	کہ بداں یابندہ در ہمدگر
جنسیت کیا چیز ہے ایک ہی قسم کی نظر ہونا	کہ جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پاویں
آں نظر کہ کرد حق در وے نہاں	چوں نہد در تو تو گردی جنس آں
جو نظر کہ حق تعالیٰ نے اس شخص میں رکھی ہے	جب تجھ میں رکھ دے تو اس شخص کی جنس ہو جاوے گا
ہر طرف چہ می کشد تن را نظر	بے خبر را کہ کشاند با خبر
ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے جسم کو نظر	بے خبر کو کون کھینچ رہا ہے باخبر
چونکہ اندر مرد خوی زن نہد	او مخنث گردد و گاں می دہد
جبکہ مرد کے اندر عورت کی خاصیت رکھ دے	تو وہ مخنث ہو جاوے گا اور لواطت کرانے لگے گا
چوں نہد در زن خدا خوی نری	طالب زن گردد آں زن سحتری
جبکہ عورت کے اندر خدا تعالیٰ ذکورۃ کی خصلت رکھ دے	تو وہ عورت طالب زن یعنی دوسری عورت کی استعمال کرنیوالی ہونے لگی
چوں نہد در تو صفات جبرئیلؑ	ہمچو فرخے بر ہوا جوئی سبیل
جب تیرے اندر جبریل علیہ السلام کی صفات رکھ دے	تو مثل بچہ طائر کے تو عالی کی طرف راہ ڈھونڈھنے لگے
منتظر بنہادہ دیدہ در ہوا	از زمیں بیگاہ عاشق بر سما
تو منتظر رہے ہوا میں تاک لگائے ہوئے	زمیں سے بیگانہ آسمان پہ عاشق
چوں نہد در تو صفتہای خری	صد پرت گرہست بر آخر پری
جب تیرے اندر خری کی صفات رکھ دے	تو اگر تیرے سو پر بھی ہیں تب بھی تو آخور ہی پر اڑے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

از پئے صورت نیامد موش خوار	از خبیثی شد زبون موش خوار
صورت کے سبب موش بے قدر نہیں ہے	خبث کی وجہ سے وہ چوہا کھانے والے جانور کا مغلوب ہو گیا
طعمہ جوی و خائن و ظلمت پرست	از پنیر و فستق و دوشاب مست
لقمہ جو ہے اور خائن ہے اور ظلمت پرست ہے	پنیر اور پستہ اور شیرہ انگور سے مست ہے
باز اشہب را چو باشد خوئے موش	ننگ موشاں باشد و عار وحوش
اگر باز سفید میں موش کی خصلت ہو	تو وہ ننگ موشاں اور عار وحوش ہو جاوے گا
خوئی آں ہاروت و ماروت اے پسر	چوں بگشت و داد شاں خوئے بشر
ان ہاروت و ماروت کی خصلت اے پسر	جب بدل گئی اور ان کو بشر کی خصلت دیدی
در فتادند از لنحن الصافون	در چہ بابل بہ بستہ سرنگون
تو وہ مقام لنحن الصافون سے گر گئے	چاہ بابل میں اس حال میں کہ بندھے ہوئے ہیں نگونسار ہیں
لوح محفوظ از نظرشاں دور شد	لوح ایشاں ساحر و مسحور شد
لوح محفوظ ان کی نظر سے دور ہو گئی	ان کی لوح ساحر اور مسحور کا شغل رہ گیا
پرہمان و سر ہماں ہیکل ہماں	موسیٰ برعرش و فرعونے مہاں
سر وہی اور پر وہی ہیکل وہی	موسے علیہ السلام تو عرش پر اور فرعون ذلیل

(ربط اوپر بیاں ہو چکا یعنی جنسیت کے مدار و آثار کا مزید بیان یہ ہے کہ) چونکہ بہشتی بہشت کی جنس (یعنی اس کے ساتھ مناسبت رکھتا) ہے (اسی) جنسیت کی وجہ سے وہ یزداں پرست ہوتا ہے (یہ مناسبت اس حدیث سے ثابت ہے ان اللہ تعالیٰ خلق للجنۃ اھلا و خلق للنار اھلا رواہ مسلم کذافی المشکوۃ اور) کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کہ جود اور محمودیت کو شاخ جنت کی جان دنیا میں آئی ہوئی (الفاظ حدیث مرفوع کے یہ ہیں السخاء شجرۃ فی الجنۃ فمن کان سیخنا اخذ بغصن منھا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ الجنۃ والشح شجرۃ فی النار فمن کان شحیحاً اخذ بغصن منھا فلم یترکہ الغصن حتی یدخلہ النار رواہ البیھقی فی شعب الایمان کذافی المشکوۃ پس جنت کے ساتھ جنتی کی مناسبت تو حدیث اول سے ثابت ہوئی اور جنت کے ساتھ عبادت کی مناسبت حدیث ثانی سے ثابت ہوئی اور ایک مقدمہ بھی اس کے ساتھ منضم کیا جاوے یعنی مناسبت کا مناسب مناسب ہوتا ہے تو نتیجہ یہ نکلا کہ جنتی اور عبادت میں بھی مناسبت ہوئی۔ پس اس مناسبت کی وجہ سے دونوں میں یہ ملابست ہوگی کہ جنتی فاعل ہوگا اور عبادت اس کا فعل ہوگا و ہذا معنے قولہ ہم ز جنسیت شود یزداں پرست اور محمدہ مصدر میمی بمعنی المفعول ہے اور عطف تفسیری ہے جود کا شاید اشارہ اس طرف ہو کہ جود سے مراد وہ جود ہے جس سے عند اللہ محمود بھی ہو جاوے یعنی خالصاً للہ ہو نہ ویسا جود جس پر قیامت میں کہا جاوے گا لکنک فعلت لیقال ھو جواد فقد قیل رواہ مسلم کذافی المشکوۃ اور دوسری عبادات

www.besturdubooks.wordpress.com

کامناسب ہونا جنت کے ساتھ دوسرے دلائل سے ثابت ہے جن میں دلیل مشترک یہ ہے کہ وہ شرط ہیں دخول جنت کی نصاً اور تخصیص ذکری جود کی نمونہ کے طور پر ہے پس حکم مذکور سب عبادات کو عام ہو گیا یا محمدہ سے مراد مطلق نکوکاری کہ سبب ہے محمودیت کا تو عطف تغائر کے لئے ہوگا اور نبی فرمود کا تعلق اس کے ساتھ ان الفاظ سے نہ ہوگا کہ شاخ جنت داں الخ بلکہ دوسرے الفاظ سے ہوگا اور شاخ جنت داں الخ اس کے اعتبار سے روایت بالمعنے کے طور پر ہوگا اور جیسی ان مذکورات میں ایک دوسرے کی جنس ہے اسی طرح) محبتوں کو تمام تر محبت کی جنس کہہ (اور) قہروں کو تمام تر قہر کی جنس جاں (اور یہ بالکل ظاہر ہے اسی طرح) لاابالی (یعنی بیباک) آدمی لاابالی کو لاتا ہے (یعنی اس کا جاذب ہے) کیونکہ وہ دونوں عقل کے نزدیک باہم مجانس ہیں (والجنس یمیل الی الجنس اسی طرح) ادریس علیہ السلام میں کواکب کی جنسیت (یعنی ان سے مناسبت) تھی (موہوب یا مکسوب ریاضت سے واللہ اعلم اس لئے) آٹھ سال وہ زحل ستارہ کے ساتھ کے ہم نشان رہے (یعنی) مشارق میں (اور) مغارب میں اس (زحل) کے رفیق رہے (اور) اس کے ہم سخن اور محرم اسرار رہے (اشارہ ہے قصہ مشہورہ کی طرف کہ وہ حیات دنیویہ ہی میں آسمان پر پہنچ گئے اور زحل اہل ہیئت کے مشہور قول پر فلک ہفتم پر ہے شاید مقصود مولانا کا اس آسمان کی تعیین ہو کہ وہ آسمان ہفتم پر پہنچے تھے چونکہ وہاں بقول مشہور زحل بھی ہے پس دونوں کا ایک مسکن ہوا اور ممکن ہے کہ اس کے ساتھ علاوہ مساکنت کے کوئی اور روحی مناسبت بھی ہو جیسا کہ بعض عملیات سے بھی کواکب کے ساتھ کچھ مناسبتیں پیدا کرلی جاتی ہیں مولانا کے طرز کلام سے شعر در مشارق کے مصرعہ ثانیہ میں اسکا بھی دعویٰ معلوم ہوتا ہے پس مصرعہ اولیٰ دال ہوگا شرکت مساکنت پر کہ جب وہ فلک زحل کو لیکر چلتا تھا جس سے زحل کے لئے مشارق و مغارب ثابت ہوتے تھے تو ان مشارق و مغارب میں ادریس علیہ السلام بھی اُسکے قریب ہوتے تھے اور مصرعہ ثانیہ دال ہوگا مناسبت روحیہ پر اور اس دعویٰ کے کل مقدمات شہرت پر مبنی ہیں جن میں بعض کی شہرت تو اس وقت بھی ہے اور بعض کی مولانا کے وقت میں غالباً شہرت ہوگی اگر ثابت بھی نہ ہوں تو اصل مقصود مقام میں کوئی قدح نہیں کہ وہ مستقل دلائل سے ثابت ہے آگے ادریس علیہ السلام کے قصہ کی تتمیم ہے اور وہ بھی مبنی علی المشہور رہوگا یعنی) بعد غیبت کے جبکہ (واپس) تشریف لائے تو زمین میں وہ نجوم کا درس فرماتے تھے (یعنی کواکب کے آثار و خواص کو جن پر وہاں رہ کر مطلع ہوئے تھے جن میں سے زحل کا تو اوپر ذکر ہوا ہے اوروں پر مطلع ہونا بھی کسی دلیل سے مولانا کو ثابت ہو گیا ہوگا ظاہر فرماتے تھے اور اس سے علم نجوم کے بطلان میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ یہ ضرور نہیں کہ یہ خواص وہی ہوں جن کا منجمین بلا دلیل دعویٰ کرتے ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور خواص ہوں کیونکہ مطلق خواص کا انکار تو شریعت نے بھی نہیں کیا بلکہ بعض کا تصریحاً اور بعض کا اشارۃً اثبات کیا ہے هوالذی جعل الشمس ضیاء والقمر نورا وقال تعالی لاتنفروا فی الحر حیث اثبت الحرارة للشمس وقال تعالیٰ ثم یهیج فتراه مصفرا حیث اشار الی کون الشمس سببا لاصفرره اور یہ آثار مشاہدہ سے بھی ثابت ہیں تو اس کی نفی نص کیوں کرتی اسی طرح اور کچھ خواص واقعیہ علاوہ دعویٰ منجمین کے ہوں مگر وہ منقول نہ ہوں اس لئے اب ان کا دعویٰ بھی جائز نہ ہو جیسا رمل کے باب میں مسلم کی حدیث مرفوع ہے کان نبی من الانبیاء یخط فمن وافق خطه فذاک کذا فی المشکوة آگے مجلس درس کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ اس جنسیت مذکورہ فی قولہ بود جنسیت در ادریس الخ کی وجہ سے) ان کے سامنے کواکب خوب صف لگائے ہوئے ہوتے (اور) کواکب ان کے درس میں حاضر ہوتے (اور) اس طرح سے (حاضر ہوتے) کہ خلائق (ان) کواکب (کے بولنے) کی آواز (جس کا ذکر عنقریب شعر ہر یکے نامسلخ میں آتا ہے) سنتے تھے خواص میں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی اور عوام میں سے بھی (وہی) جذب جنسیت (جو کہ ادریس علیہ السلام کو آسمان پر لے گئی تھی وہی) زمین تک کھینچ لائی کواکب کو (اور ان کو اس نے) ادریس علیہ السلام کے سامنے بیان کنندہ کر دیا (جس کا بیان یہ ہے کہ ان کواکب میں سے) ہر ایک نے اپنا نام اور اپنا حال ان کے سامنے مثل شرح آلات رصدیہ کے کہہ دیا (یہ تشبیہ اقوی کے ساتھ نہیں ہے کیونکہ آلات رصدیہ سے اتنے احوال مفصل نہیں معلوم ہوتے صرف احکام سیر کے معلوم ہوتے ہیں بلکہ تشبیہ اشہر واعرف کے ساتھ ہے کہ آلات رصدیہ کا اس غرض کے لئے موضوع ہونا معروف ہے فهو كقوله تعالىٰ مثل نوره كمشكوة الايه في الغياث رصد چوترہ کہ بجا بلندی ہفت صد گز برقالہ کوہ بلندی سازند و منجمان برآں نشستہ احوال کواکب معلوم کنند الی آخر ماقال اطال و افاد واجاد اور شعر جذب جنسیت الخ میں مع شعر بالا بود جنسیت الخ یہ بتلا دیا کہ اس جنسیت کے دو اثر ظاہر ہوئے ایک صعود ادریس علیہ السلام کا دوسرا ہبوط کواکب کا اور کواکب کا آنا اور بولنا جوذکر فرمایا ہے کوئی قول اس باب میں ہوگا اور بولنے میں تو صرف عوام کو اشکال ہو سکتا ہے کہ بے جان چیزیں کیسے بولیں لیکن سہل جواب یہ ہے کہ اس کو خرق عادت پر محمول کیا جاوے اور کواکب کے آنے میں اہل علم کو یہ اشکال واقع ہوگا کہ ستارے بعضے تو زمین سے بھی بڑے ہیں اور بعضے اگر زمین سے بڑے نہ ہوں تب بھی بہت بڑے ہیں اگر بہت سے جمع ہو کر آئے تو مجلس میں کیسے سماویں گے بلکہ ایک ستارہ کے لئے بھی مجلس کافی نہیں ہے تو اس حکم کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ یا تو اس قضیہ کو استارگان الخ اختران الخ غیر مسورہ ہونے کے سبب قوۃ جزئیہ میں کہا جاوے تو جو زمین سے بڑے ہیں ان کو یہ حکم شامل نہ کہا جاوے ان کے خواص پر مطلع ہونے کا دوسرا طریقہ ہوگا اور جو زمین میں آسکتے ہیں ان کا آنا علی سبیل الاجتماع نہ مانا جاوے بلکہ دو دو چار چار کی حاضری فرض کی جاوے تاکہ صف زدہ صادق آسکے باقی یہ کہ مجلس ایک کے لئے بھی کافی نہ ہوگی تو ممکن ہے کہ بالکل زمین پر مستقر نہ ہوں قریب زمین کے آجاویں یعنی فضاء کے ایسے حصہ میں رہیں کہ اس میں ان کی گنجائش ہو اور تازمین کے معنے تاقرب زمین کے جاویں اور گو اس وقت بھی بعید ہوں گے لیکن اضافی قرب کافی ہے اور آواز ان کی اگر بلند ہو تو اتنی دور سے بھی سنی جا سکتی ہے جیسے رعد کی آواز اور یہ سب اس وقت ہے جب آنا اور حاضر ہونا باشباحہا مانا جاوے ورنہ اگر بارواحہا مان لیا جاوے تو روح کے لئے کسی مقدار متعین کا ہونا ثابت نہیں ممکن ہے کہ اس میں یہ احکام بسہولت جاری ہو جاویں بعض حکماء بھی افلاک کے لئے ارادہ اور نفس کے قائل ہوئے ہیں اور اس صورت میں جس طرح ان کے ہبوط کو روحانی مان لیا ممکن ہے کہ ادریس علیہ السلام کا صعود بھی روحانی ہو یعنی ان کی روح کو ارواح کواکب سے کوئی خاص اتصال ہو گیا ہو جس کی ابتداء میں تو یہ کواکب کی طرف متوجہ ہوں ادراک اسرار کے لئے اور انتہا میں کواکب مسخر ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے ہوں کشف اسرار کے لئے اور یہ تقدیر قدرے قریب ہو جاوے گی تفسیر محقق و راجح کے کہ رفعناه مكانا علياً میں رفعت اور مکان اور علو سب معنوی ہیں حسی نہیں کما هو المشهور اور معنے یہ ہوں گے کہ ہم نے ان کو بلند رتبہ پر پہنچایا ای من النبوة والصديقية المذكورتين في الاية ونحوهما اور ہر حال میں یہ اوپر تمہید شعر بعد غیبت الخ میں بیان کر چکا ہوں کہ اصل مقصود مقام اس قصہ کے ان اجزاء مذکورہ پر موقوف نہیں آگے تجانس کی حقیقت بعض متجانسات کے اعتبار سے بیان فرماتے ہیں کہ وہ حقیقت فرد ہے اس حقیقت اصطلاحیہ کی جو اشعار بالا عقل را افغاں الخ کے سیاق وسباق میں مذکور ہوئی ہے یعنی اشتراک فی الاوصاف اور ان اوصاف میں سے ایک وصف نظر اور فکر ہے پس اس میں جو دو شخص شریک ہوں ان کو بھی متجانس کہا جاوے گا چنانچہ اس شعر میں اسی کو فرماتے ہیں کہ) جنسیت کیا چیز ہے (آگے خود جواب دیتے ہیں کہ) ایک ہی قسم کی نظر (دو شخصوں میں) ہونا کہ جس کی وجہ سے ایک دوسرے میں راہ پاویں (یعنی اس تماثل نظر سے اس کو

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے اسرار کا ادراک ہو اور اس کو اس کے اسرار کا آگے اسی کی شرح ہے کہ) جو نظر کہ حق تعالیٰ نے (مثلاً) اس شخص میں (ودیعت) رکھی ہے جب (ویسی ہی نظر) تجھ میں (ودیعت) رکھ دے تو اس شخص کی جنس ہو جاوے گا (آگے وہ مضمون ہے جو سرخی ہذا سے تقریباً بیس شعر اوپر آیا تھا صورت آمد چوں جماد الخ جان چو مور الخ جس کا حاصل یہ تھا کہ تجانس اجساد میں معتبر نہیں کیونکہ وہ بے خبر ہیں ارواح میں معتبر ہے کہ وہ باخبر ہیں اور اس کی دلیل نہایت شرح وبسط سے ان ہی شعروں کی شرح میں گزر چکی ہے یہاں پھر اس مضمون کی طرف اس لئے عود کرتے ہیں کہ ابھی شعر چیست جنسیت الخ میں نظر کو مایہ التجانس کہا ہے اب عود کر کے یہ بتلاتے ہیں کہ بس تجانس بھی موصوف بالنظر میں ہوگا نہ کہ معرائن النظر یعنی جسد میں اس کی بھی شرح وہاں دیکھ لی جاوے بس فرماتے ہیں کہ ہر طرف کیا چیز کھینچ رہی ہے جسد کو (آگے خود ہی جواب دیتے ہیں کہ) نظر (اور فکر کھینچ رہی ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ حرکت ارادیہ مسبوق بالعلم ہوتی ہے) بے خبر (یعنی جسد) کو کون کھینچ رہا ہے (ایک) باخبر (آگے بقیہ امثلہ تجانس کے لاتے ہیں یعنی) جبکہ مرد کے اندر (خدا تعالیٰ) عورت کی خاصیت رکھ دے تو وہ (اس زنانہ وصف کے سبب جنس اناث میں داخل ہو کر) مخنث ہو جاوے گا اور لواطت کرانے لگے گا (اور اسی طرح اس کے برعکس) جبکہ عورت کے اندر خدا تعالیٰ ذکورۃ کی خصلت رکھ دے تو وہ عورت (اس مردانہ وصف کے سبب جنس ذکور میں داخل ہو کر) طالب زن یعنی دوسری عورت کی استعمال کرنے والی ہونے لگے گی (سترگی در ترکیب تفسیر ست طالب زن را کذا فی الغیاث فی معناہ بالفتح بعضے زنے کہ بآلت چرمین بازن دیگر جماع کند اسی طرح) جب تیرے اندر جبرئیل علیہ السلام کے صفات (ملکوتیہ) رکھ دے تو مثل بچہ طائر کے تو (بھی) عالی کی طرف (کہ عالم غیب ہے) راہ ڈھونڈنے لگے (یعنی توجہ تیری عالی کی طرف ہو جاوے جیسا کہ مشاہد ہے اور) تو (اس صورت میں) منتظر ہے (یعنی) ہوا میں تاک لگائے ہوئے (اور) زمین (یعنی عالم سفلی) سے بیگانہ (غیر مانوس اور) آسمان (یعنی عالم علوی) پر عاشق (اسی طرح) جب تیرے اندر خری کی صفات (بہیمیت وغیرہ) رکھ دے تو اگر تیرے سو پر بھی ہیں (جن سے عالم بالا کی طرف پرواز کر سکے یعنی اگر ترقی وعروج کے کتنے ہی اسباب تجھ کو حاصل ہوں) تب بھی تو آخور ہی پر اڑے گا (یعنی جلدی جلدی دوڑے گا کیونکہ اعتبار صفت کا ہے صورت کا نہیں پس ہر حال میں وہی فعل جو مقتضا صفت کا ہے ظاہر ہوگا آگے بھی صورت کے غیر معتبر اور صفت کے معتبر ہونے کی تائید بعض مواد سے ہے یعنی) صورت کے سبب موش بیقدر نہیں ہے (ورنہ کوئی بدصورت جانور عزیز نہ ہوتا والواقع خلافہ کالجاموس بلکہ) خبث کی وجہ سے وہ چوہا کھانے والے جانور کا مغلوب (اور شکار) ہو گیا (اور وہ خبث یہ ہے کہ وہ) لقمہ جو ہے اور (لقمہ جوئی میں) خائن ہے اور (خائن ہونے کی حالت میں) ظلمت پرست ہے (کہ ظلمت میں خیانت کا خوب موقع ملتا ہے آگے بیان ہے طعمہ جوئی کا کہ) پنیر اور پستہ اور شیرۂ انگور سے مست ہے (یعنی یہ اشیاء جن کو انسان لطیف المزاج اپنے لئے ذخیرہ کرتا ہے یہ ان کا حریص ہے اس سے مبغوض بھی ہے اور پھر ان کی طلب وحرص میں اپنی پناہ سے نکل کر ادھر ادھر پھرتا ہے تو اس حالت میں موش خوار جانور کا شکار ہو جاتا ہے پس مطلق زبونی وذلت بھی اور خاص زبونی یعنی صید بن جانا سبب ہوا اس کے اوصاف خبیثہ مذکورہ سے اور جب مدار ذلت موش کا یہ اوصاف خبیثہ ہیں تو ظاہر ہے کہ) اگر باز سفید میں (یعنی جس میں سیاہی پر سفیدی غالب ہو اور یہ صفت نفیس ہے) موش کی خصلت ہو (یعنی خبث حرص وغیرہ) تو (چونکہ مدار اوصاف ہی ہیں اس لئے) وہ ننگ موشاں اور عار وحوش ہو جاوے گا (باز اور موش دونوں وحوش میں سے ہیں آگے ایک اور مادہ سے اعتبار اوصاف کی تائید ہے کہ) ان ہاروت وماروت کی خصلت اے پسر جب بدل گئی اور ان کو (خدا تعالیٰ نے) بشر کی خصلت (یعنی شہوت

www.besturdubooks.wordpress.com

وغیرہ) دیدی تو وہ مقام لنحن الصافون سے (جو کہ اس آیت میں مذکور ہے وما منا الا له مقام معلوم وانا لنحن الصافون) گر گئے چاہ بابل میں اس حال میں کہ بندے ہوئے ہیں (اور) نگونسار (لٹک رہے) ہیں (اور) لوح محفوظ (جس کا وہ پہلے سے مطالعہ کرتے تھے) ان کی نظر سے دور ہوگئی (اور بجائے لوح محفوظ کے) ان کی لوح (جوان کے مطالعہ میں رہنے لگی) ساحر اور مسحور کا شغل رہ گیا (مراد اس شغل سے سحر ہے یعنی ان کا محل مطالعہ سحر رہ گیا یہ بناءً علے المشہور فرمادیا باقی اگر یہ ثابت بھی نہیں تب بھی موقوف علیہ ثبوت مدعا کا نہیں جیسا قصاد رسیہ میں لکھا گیا اور تحقیق اس کی احقر کی تفسیر میں ہے آگے ایک اور مادہ ہے اعتبار اوصاف وعدم اعتبار صورت کی تائید میں کہ دیکھو موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی صورت ظاہرہ یکساں ہے چنانچہ دونوں کا) سر وہی (یعنی جیسا ایک کا ویسا دوسرے کا) اور (یعنی دست و بازو) وہی ہیکل (کالبدی) وہی (مگر اختلاف اوصاف سے باہم اس قدر فرق ہے کہ) موسیٰ علیہ السلام تو عرش (قرب) پر اور فرعون (طرد ولعنت سے) ذلیل۔

فائدہ:۔ پر کے معنے غیاث میں گوشہ و کنارہ ہر چیز بھی لکھے ہیں دست و بازو بھی عرضا جسد کے کنارہ پر ہیں اس لئے اس کے ساتھ تفسیر کی مگر کہیں منقول نہیں دیکھا اور بعض محشیں نے لفظ پر کو اپنے ظاہر پر رکھ کر ہاروت و ماروت کے پر مراد لئے ہیں کہ ان کے پر وغیرہ بدستور باقی تھے یعنی ملکیہ میں تغیر نہ ہوا تھا سو اس بقاء صورت ملکیہ میں تو احقر کو کلام نہیں بلکہ اس کا قائل ہونا خود مقام کے زیادہ مناسب ہے کہ ذکر ہو رہا ہے صورت کے عدم اعتبار کا اور یہ حکم بقاء صورت کی تقدیر پر اظہر ہے لیکن دوسرا مصرعہ ذوقاً اس حمل سے آبی ہے اور وہ اس معنے پر چسپاں نہیں ہوتا جب تک کہ تکلف شدید نہ کیا جاوے اور وہ تکلف یہ ہے جو بعض محشین نے کیا ہے موسیٰ کنایت از معنے وصفات ملکی فرعونے کنایت از صورت ہاروت و ماروت الخ اور مجھ کو ذوقاً یہ بھی بہت بعید معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

درپئے خوباش و باخوشخو نشیں	خو پذیری روغن و گل را ببیں
تو خصال کی طلب میں رہ اور خوشخصال کے پاس بیٹھ	گل اور روغن کی خوپذیری دیکھ لے
خاک گور از مرد حق یابد شرف	تا نہد برگور او دل روی و کف
خاک گور بھی مرد حق سے شرف پاتی ہے	یہاں تک کہ اس کی گور پر قلب اپنا روی اور کف رکھتا ہے
خاک از ہمسائگی جسم پاک	چوں مشرف آمد و اقبالناک
جب کہ خاک بوجہ ہمسائگی جسم پاک کے	مشرف اور اقبال ناک ہے
پس تو ہم الجار ثم الدار گو	گر دلے داری برو دلدار جو
پس تو بھی الجار ثم الدار کہہ	اگر تو قلب رکھتا ہے جا دلدار کو ڈھونڈھ
خاک او ہم سیرت جاں میشود	سرمۂ چشم عزیزاں میشود
اس کی خاک جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے	سرمۂ چشم عزیزاں ہو جاتی ہے
اے بسا در گور خفتہ خاک وار	بہ ز صد احیاء بنفع و انتشار
اے مخاطب بہت سے لوگ گور میں خاک کی طرح سوتے ہوئے	بہتر ہیں صدہا زندوں سے نفع میں اور بشارت میں

www.besturdubooks.wordpress.com

سایۂ بود او و خاکش سایہ مند	صد ہزاراں زندہ در سایہ ونید
وہ سایہ تھا اور اس کی خاک سایہ مند ہو گئی	لاکھوں زندہ اس کے سایہ میں ہیں

(شعر اول میں بطور تفریع علی ماقبلہ کے ترغیب ہے تزکیۂ اخلاق اور محبت اہل تزکیہ کی اور اشعار باقیہ میں منافع و برکات مذکور ہیں اہل تزکیہ اور ان کی صحبت کے یعنی جب ثابت ہو گیا کہ اعتبار صورت کا نہیں بلکہ صفات وخصال کا ہے پس) تو خصال (حسنہ) کی طلب میں رہ اور (اس کی طلب وتحصیل کی اعانت وسہولت کے لئے) خوشخصال کے پاس بیٹھ (یعنی اس کی صحبت وتعلق اختیار کر اور اس صحبت کے نفع وتاثیر معلوم کرنے کے لئے) گل اور روغن کی خوپذیری دیکھ لے (کہ روغن میں پھول ڈالنے سے روغن میں اس کا اثر کیسے آ جاتا ہے اور کلام میں مجاز ہے کیونکہ خو پذیری تو فعل روغن کا ہوا اور منسوب کیا گیا مجموعہ کی طرف پس یہ نسبت مجموع کی طرف باعتبار اس کے ایک جز کے ہے اور کلام میں ایسا بہت شائع ہے اور ان کی صحبت کی تجھ میں تو کیوں نہ تاثیر ہوتی ان کی برکت تو ایسی ہے کہ ان کی قبر میں بھی سرایت کرتی ہے پس اسی کو فرماتے ہیں کہ) خاک گور بھی مرد حق سے شرف پاتی ہے یہاں تک کہ اس (مرد حق) کی (اس) گور پر قلب (طالب کا) اپنا روی اور کف رکھتا ہے (یعنی اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس سے جواز تقبیل ولمس قبر کا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ روی اور کف قلب کا ہے اور نہادن کنایہ ہے توجہ سے اور یہ توجہ استفادۂ باطنہ کے لئے ہے اور اس سے استعانت ممنوعہ کا جواز لازم نہیں آتا اور ہر چند کہ مقصود توجہ سے مقبور ہے لیکن جہت توجہ تو قبر ہی ہے جیسے معبود حق سبحانہ وتعالیٰ ہیں مگر جہت عبادت بیت اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ جہت ہونا بھی شرف ظاہر ہے اور بعض قبور کے لئے اور شرف بھی بدلیل مستقل ثابت ہے جیسے سید القبور یعنی قبر سید اہل القبور صلے اللہ علیہ وسلم آخر الدہور کے باب میں علماء نے لکھا ہے کہ جس خاک سے جسم اطہر ملصق ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے کذا حققہ العلامۃ الشامیؒ آگے تفریع ہے مقبور کی شرف بالذات اور قبر کے شرف بالعرض پر کہ) جبکہ خاک بوجہ ہمسائیگی جسم پاک کے مشرف اور تابناک ہے پس تو بھی الجار ثم الدار کہہ (کہ اول ہمسایہ کو دیکھ پھر گھر لے اور) اگر تو قلب (سلیم) رکھتا ہے جا دلدار کو ڈھونڈھ (مراد دلدار سے مرشد کامل کہ محبوب خالق ہونے سے محبوب خلق بھی ہے تقریر تفریع کی یہ ہے کہ جب قبر کی یہ برکت اہل اللہ کے جوار سے ہے پس تو بھی ایسے جار کو تلاش کر کے اس کو اپنا محبوب ومتبوع بنا اور جس مقام پر ایسا شخص ہو اس شخص کے لئے اس مقام کا بھی قصد کر آگے تاکید ہے مضمون خاک گور از مرد حق الخ کی یعنی) اس کی خاک (بعض برکات کے اعتبار سے) جان کی ہم سیرت ہو جاتی ہے (اس کا بیان یہ ہے کہ وہ) سرمۂ چشم عزیزاں ہو جاتی ہے (سرمہ کی خاصیت ہے افزایش نور پس حاصل اس کا یہ ہے کہ صاحب نسبت کا نور نسبت اہل قبور کے فیض سے بڑھ جاتا ہے پس گویا اس شعر میں شعر خاک گور الخ کی تاکید کے ساتھ اس کے ایک جز وتا نہد بر گور او الخ یعنی توجہ کا ثمرہ بھی مذکور ہو گیا یعنی طالبان برکات اس طرف صرف متوجہ ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ توجہ مفید بھی ہوتی ہے اور لفظ سرمہ میں اشارہ اس فائدہ کی تعیین کی طرف بھی کر دیا جس کی تقریر اوپر کر چکا ہوں اور وہ تقویت ہے نسبت کی شرح اس کی یہ ہے کہ اہل قبور سے نسبت کا استفادہ تو نہیں ہو سکتا اس کے لئے تو صحبت حی کی ضرورت ہے۔ البتہ نسبت حاصلہ کی تقویت ہو جاتی ہے پس اس شعر میں دو مسئلے مذکور ہو گئے ایک اثبات افادۂ اہل قبور دوسرے تعیین فائدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل من اہل القبور اور یہ فائدہ باوجودیکہ مستفاد اہل قبور سے ہے مگر نسبت کرنا قبور کی طرف ملابست کے سبب ہے کیونکہ ان میں بھی ایک قسم کی برکت ہونا بضمن شرح شعر خاک گور الخ مذکور ہو چکا ہے اور اس اثبات افادۂ اہل قبور میں مبالغہ ہوگیا مضمون شعر اول ترغیب صحبت اہل اللہ میں کہ جب وہ صحبت بعد ان کی ممات کے بھی نافع ہے تو ان کی حیات میں تو کس قدر نافع ہوگی چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) اے مخاطب بہت سے لوگ گور میں خاک کی طرح (یعنی بے جان) سوتے ہوئے بہتر ہیں صدہا زندوں سے نفع میں اور بشارت میں (جس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ (حیات میں مثل) سایہ (کے پناہ عالم) تھا اور (اس وجہ سے بعد ممات) اس کی خاک (بھی) سایہ مند ہوگئی لاکھوں زندہ اس کے سایہ میں ہیں (اگر اس پر حکایت لاتے ہیں کہ کسی شخص نے ایک سخی کے بھروسہ قرض کرلیا تھا کہ اس کو کچھ دیا کرتا تھا جب اس سے مانگنے کے لئے آیا تو وہ سخی مرچکا تھا بہت پریشان ہوا آخر خواب میں اس سخی نے بشارت دی کہ وہ اتنا روپیہ اس کے قرض کے لئے رکھ گیا تھا اس سے قرض ادا کیا گیا تو دیکھئے اس مردہ سے ایسا نفع ہوا کہ بہت سے زندوں سے بھی نہیں ہوتا اور جب مشتغل بالدنیا فی الظاہر سے ایسا وقوع میں آیا تو مشتغلین بالحق فی الظاہر والباطن سے کیا مستبعد ہے اور میں نے فی الظاہر اس لئے کہا کہ آگے ایک سرخی استغفار کردن الخ میں مولانا کے بعض اشعار سے اس محتسب کا خواص رجال سے ہونا معلوم ہوتا ہے من قولہ باز عقلش الخ)

داستان آں مرد کہ وظیفہ داشت در تبریز از محتسب و وامہا کردہ بود بر امید آں وعدہ و وظیفہ و او را خبر نبود از وفات محتسب حاصل از ہیچ زندہ دام او گزاردہ نشد الا از محتسب متوفی گزاردہ شد چنانکہ گفتہ اند بیت لیس من مات فاستراح یمیت انما المیت میت الاحیاء

اس شخص کی داستان جس کا محتسب کی جانب سے تبریز میں وظیفہ مقرر تھا اور اس کے وظیفہ اور وعدے کی امید پر اس نے قرض کر لئے تھے اور اس کو محتسب کے مرجانے کی خبر نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہے کہ کسی زندہ سے اس کا قرض ادا نہ ہوا مگر وفات پائے ہوئے محتسب کی جانب سے ادا ہوا چنانچہ کہا ہے جو مرگیا اور اس نے راحت پالی وہ مردہ نہیں ہے مردہ زندوں میں کا مردہ ہے

آں یکے درویش ز اطراف دیار	جانب تبریز آمد وام دار
ایک فقیر اطراف دیار سے	تبریز کی طرف آیا قرضدار ہو کر
نہ ہزارش وام بود از زر مگر	بود در تبریز بدرالدیں عمر
اسکا قرضہ سکہ طلائی کے نو ہزار تھے	تبریز میں بدرالدین عمر تھا
محتسب بود و بدل بحر آمدہ	ہر سر مویش یکے حاتم کدہ
وہ محتسب تھا اور دل سے ایک دریا تھا	اس کا ہر سرمو ایک حاتم خانہ تھا
حاتم ار بودے گدائے او شدے	سر نہادے خاکپائے او شدے
اگر حاتم ہوتا تو اس کا گدا ہوتا	سر رکھ دیتا اس کے پاؤں کی خاک ہو جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بدادے تشنہ را بجر زلال	وز کرم شرمندہ بودے زاں نوال
اگر وہ تشنہ کو آب شیریں کا تمام دریا بھی دے دیتا	تو بوجہ کرم کے اس عطا سے شرمندہ ہوتا
ور بکر دے ذرۂ را مشرقے	بود آں در ہمتش نالائقے
اور اگر وہ ذرہ کو مشرق بھی بنا دیتا	تو اس کی ہمت کے مقابلہ میں یہ بھی ناسزاوار تھا
برامید او بیامد آں غریب	کو غریباں را بدے خویش وقریب
وہ پردیسی ان کی امید پر آیا	کیونکہ وہ پردیسیوں کے لئے اپنے اور رشتہ دار تھا
بادرش بود آں غریب آموختہ	وام بیحد از عطایش توختہ
وہ پردیسی ان کے دروازے کا پلا ہوا تھا	ان کی عطا سے بے حد قرض اتار چکا تھا
ہم بہ پشتی آں کریم او وام کرد	کہ بہ بخشش ہاش واثق بود مرد
اس سخی کے بھروسے پر اس نے قرض لیا	کیونکہ وہ ان کی بخششوں پر بھروسہ رکھتا تھا
لا ابالی گشتہ او و وام جو	برامید قلزم اکرام خو
وہ لاابالی اور طالب قرض ہو گیا تھا	دریائے اکرام خصلت کی توقع پر
وام داراں رو ترش او شاد کام	ہمچو گل خنداں ازاں روض والکرام
قرض دار لوگ روترش تھے اور شاد کام تھا	مثل گل کے خنداں تھا اس باغ کرام کے سبب
گرم شد پشتش ز خورشید عرب	چہ غمستش از سبال بو لہب
اس کی پشت آفتاب عرب سے گرم ہو گئی	تو اس کو ابولہب کی مونچھوں پر تاؤ دینے سے کیا غم ہے
چونکہ دارد عہد و پیوند سحاب	کے دریغ آید ز سقایانش آب
جب کوئی شخص عہد اور علاقہ سحاب کا رکھتا ہو	تو اس کو پانی دینے میں سقوں سے کیا بخل ہو گا
ساحران واقف از دست خدا	کے نہند ایں دست و پا را دست و پا
ساحر لوگ جو کہ حق تعالیٰ کے دست شفقت سے واقف ہیں	وہ ان دست و پا کو دست و پا کے رتبہ میں کب رکھتے ہیں
روبہے کہ ہست زاں شیرانش پشت	بشکند کلہ پلنگاں را بمشت
جس روباہ کی پشتی پر شیر ہو	وہ چیتوں کا کلہ گھونسہ سے توڑ ڈالے گی

(ربط اوپر ذکر ہو چکا اور سرخی میں صفت وظیفہ دار کی دلیل اس مقام کا آٹھواں شعر ہے بادرش بود الخ اور شعر عربی کا ترجمہ احقر نے مثنوی ہی کے ہم وزن اس طرح پر نظم کیا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نیست مردہ مستریح از مرگ خود　　　مرادہ ست آں زندہ کو بیکار شد

مضمون مقام یہ ہے کہ) ایک فقیر اطراف دیار سے تبریز کی طرف آیا قرضدار ہو کر (آمد بمعنے رسید نہیں اس کے پہنچنے کا ذکر سرخی آئندہ کے مابعد میں آویگا بلکہ آمد بمعنی سامان آمدن کردوازسفر وغیرہ غالبًا) اس کا قرضہ سکہ طلائی کے نو ہزار تھے (یعنی نو ہزار دینار اور) تبریز میں (آنے کی وجہ یہ تھی کہ وہاں) بدرالدین عمر (نام کا ایک شخص) تھا (اور) وہ (عہدہ کے اعتبار سے) محتسب تھا اور (سخاوت میں) دل سے ایک دریا تھا (اور) اس کا ہر سرمو ایک حاتم خانہ تھا۔ اگر (اس کے زمانہ میں) حاتم (بھی) ہوتا تو اس کا گدا ہوتا (اور اس کے سامنے) سر رکھ دیتا (اور) اس کے پاؤں کی خاک ہو جاتا (اور سخاوت کے ساتھ کریم النفس ایسا تھا کہ) اگر وہ (کسی) تشنہ کو آب شیریں کا تمام دریا بھی دے دیتا (جو کہ ظاہر ہے کہ عطائے کثیر ہے) تو (بجائے اس کے کہ اس پر فخر کرتا اور الٹا) بوجہ کرم کے اس عطا سے (اس کو قلیل سمجھ کر) شرمندہ ہوتا (جیسا کریموں کا شیوہ ہے) اور اگر وہ ذرہ کو مشرق بھی بنا دیتا (کہ اس سے آفتاب طلوع ہوا کرے) تو اس کی ہمت کے مقابلہ میں یہ بھی ناسزاوار تھا (یعنی وہ اپنی ہمت کے نزدیک اس کو بھی ادنیٰ درجہ کی بات سمجھتا تھا غرض) اس (محتسب) کی امید پر وہ غریب الوطن آیا کیونکہ وہ غریب الوطن لوگوں کا (گویا) عزیز اور قریب تھا وہ غریب الوطن اس کے دروازہ کا ہلا ہوا تھا (اور اس کے قبل) بے حد قرض اس کے عطا سے ادا کر چکا تھا (کذا فی الغیاث فی معنی توختن اور) اس (فقیر) نے اسی کریم کے اعتماد پر قرض لیا تھا کہ اس کی بخششوں پر وہ شخص وثوق رکھتا تھا (کہ میں جب جا کر کہوں گا فوراً اتنا دے دے گا کہ قرض ادا کروں گا پس) وہ لاابالی اور طالب قرض ہو گیا تھا (اس) دریائے اکرام خصلت کی توقع پر (دوسرے) قرض دار لوگ (جو محتسب سے تعلق نہ رکھتے تھے غایت اندیشہ وغم سے) روترش تھے (کہ دیکھئے ہمارا قرض کس طرح ادا ہو گا اور) وہ شادکام تھا (اور) مثل گل کے خنداں تھا۔ اس باغ کرام کے سبب (مراد محتسب ہے یعنی جو کریموں میں ایسا تھا جیسے خشک وخاردار درختوں کے مقابلہ میں باغ وجہ تشبیہ تازگی وشگفتہ روئی اور بعض محشین نے وام داروں سے مراد قرض خواہ لئے ہیں لیکن شعر اول میں یہی لفظ آیا ہے اور وہاں یقیناً قرضدار مراد ہے پس اشتراک لفظ کے لئے دلیل کی ضرورت ہے ولا دلیل آگے اس فقیر کی شادکامی کی مثال ہے کہ کوئی شخص فرض کرو کہ) اس کی پشت آفتاب عرب (یعنی سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم) سے گرم ہو گئی (ہو) تو اس کو ابولہب کی مونچھوں پر تاؤ دینے سے (یعنی اس کی کبر وظلم وایذاء) سے کیا غم ہے (آگے دوسری مثال ہے کہ) جب کوئی شخص عہد اور علاقہ سحاب کا (یعنی سحاب سے) رکھتا ہو تو اس کو پانی دینے میں مشکوں سے کیا بخل ہوگا (کیونکہ ان کے لینے سے سحاب تو خالی نہ ہوگا اور اس کی نظر اس پر ہے آگے تیسری مثال ہے کہ) ساحر لوگ جو کہ خدا تعالیٰ کے دست شفقت سے واقف ہیں وہ ان (ظاہری) دست وپا کو دست وپا کے رتبے میں کب رکھتے ہیں (چنانچہ فرعون کی اس دھمکی سے متاثر نہ ہوئے آگے چوتھی مثال ہے کہ) جس روباہ کی پشتی پر شیر ہو وہ چیتوں کا کلہ گھونسہ سے توڑ ڈالے گی (کیونکہ اس کی نظر شیر پر ہونے سے وہ پلنگ سے نہ ڈرے گی جس طرح حضرت جعفر کی نظر حق پر تھی تو جمعیت کفار سے نہیں ڈرے آگے یہی قصہ ہے پھر اس سے دوسرے مضامین مناسبہ کی طرف منتقل ہوں گے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آمدن جعفر طیار رضی اللہ عنہ بگرفتن قلعہ تنہا و مشورت کردن ملک آں قلعہ با وزیر و دفع کردن وزیر ملک را کہ زنہار تسلیم کن واز جہل تہور مکن کہ ایں مرد مؤید ست از حق و جمعیت عظیم دارد در جان خویش

(حضرت) جعفر طیار رضی اللہ عنہ کا قلعہ پر قبضہ کرنے کے لئے تنہا آنا اور اس قلعہ کے بادشاہ کا وزیر سے مشورہ کرنا اور وزیر کا بادشاہ کو روکنا کہ خبردار سپر کردے اور نادانی سے جسارت نہ دکھا کیونکہ اس شخص کو خدا کی تائید حاصل ہے اور اپنی جان میں بڑا مجمع رکھتا ہے

چونکہ جعفرؓ رفت سوئے قلعۂ	قلعہ پیش کام خشکش جرعۂ
جب جعفرؓ ایک قلعہ کی طرف گئے	قلعہ ان کے گھوڑے کے تالو کے روبرو ایک گھونٹ تھا
یک سوارہ تاخت تا قلعہ بکر	تا در قلعہ بہ بستند از حذر
وہ تن تنہا قلعہ کی طرف حملہ کے ساتھ دوڑ پڑے	یہاں تک کہ قلعہ کا دروازہ خوف سے بند کر لیا
زہرہ نے کس را کہ پیش آید بجنگ	اہل کشتی راچہ زہرہ با نہنگ
کسی کی تاب نہ ہوئی کہ ان کے سامنے جنگ کے ساتھ آوے	کشتی والوں کو کیا طاقت ہے نہنگ کے ساتھ
روئی آورد آں ملک سوئے وزیر	کہ چہ چارہ ست اندریں وقت اے مشیر
وہ بادشاہ وزیر کی طرف متوجہ ہوا	کہ اس وقت کیا تدبیر ہے اے وزیر
گفت آنکہ ترک گوئی کبر و فن	پیش او آئی بشمشیر و کفن
اس نے کہا یہی ہے آپ کبر اور فن کو ترک کریں	ان کے سامنے شمشیر و کفن لے کر جا پہنچیں
گفت آخر نے یکے مردیست فرد	گفت منگر خوار در فردی مرد
بادشاہ نے کہا آخر ایک ہی تو شخص ہے تنہا	وزیر نے کہا کہ اس شخص کی تنہائی میں بے وقعتی کے ساتھ نظر نہ کیجئے
چشم بکشا قلعہ را بنگر نکو	ہمچو سیماب ست لرزاں پیش او
آنکھ کھولئے قلعہ کو اچھی طرح دیکھئے	سیماب کی طرح ان کے سامنے لرزاں ہو رہا ہے
شستہ در زیں آنچناں محکم پے ست	گوئیا شرقی و غربی با ویست
یہ شخص زین کے اندر ایسا ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے	گویا شرقی و غربی اس کے ہمراہ ہیں
چند کس ہمچوں فدائی تاختند	خویشتن را پیش او انداختند
چند شخص مثل فدائیوں کے دوڑے	اپنے کو ان کے سامنے لا ڈالا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر یکے را او بگرزے می فگند	سرنگونسار اندر اقدام سمند
ہر ایک کو گرز سے گرا رہے تھے	گھوڑے کے پیروں میں سرنگوں کر کے
دادہ بودش صنع حق جمعیتے	کہ ہمیزد یک تنہ بر امتے
حق تعالیٰ نے ان کو ایسی جمعیت عطا فرمائی تھی	کہ وہ یکہ و تنہا ایک جماعت پر حملہ کر رہے تھے
چشم من چوں دیدی روی آں قباد	کثرت اعداد از چشم فتاد
جب میری آنکھ نے اس عظیم الشان کا منہ دیکھا	تو کثرت عدد میری نظر سے گر گئی
اختراں بسیار خورشید اریکیست	پیش او بنیاد ایشاں مندکیست
اگر ستارے بہت اور خورشید ایک ہی ہے	اس کے سامنے ان کی بنیاد ریزہ ریزہ ہے
گر ہزاراں موش پیش آرند سر	گربہ را نے ترس باشد نے حذر
اگر ہزاروں چوہے سر نکال لیں	بلی کو نہ خوف ہوتا ہے نہ احتیاط
گربہ پیش آیند موشاں اے فلاں	نیست جمعیت درون جان شاں
اگر بہت سے چوہے سامنے آ جاویں	ان کی جان کے اندر جمعیت نہیں ہے
ہست جمعیت بصورتہا فشار	جمع معنی خواہ ہیں از کردگار
جمعیت بواسطہ صورتوں کے لغو ہے	جمعیت باطن کو حق تعالیٰ سے مانگ
نیست جمعیت ز بسیاری جسم	جسم را برباد قائم داں چواسم
جمعیت کثرت اجسام سے نہیں ہے	جسم کو تو ہوا پر قائم جان مثل نام کے
دردل موش اربدے جمعیتے	جمع گشتے چند موش از حمیتے
اگر چوہے کے باطن میں جمعیت ہوتی	تو چند چوہے حفاظت کی غرض سے جمع ہو جاتے
بر زندے چوں فدائی حملۂ	خویش را بر گربۂ بے مہلۂ
ایک حملہ میں اپنے کو فدائیوں کی طرح	بلی پر جا ڈالتے بلا مہلت کے
آں یکے چشمش بکندے از ضراب	واں دگر گوشش دریدے ہم بناب
ایک تو اس کی آنکھ ضرب سے نکال لیتا	اور دوسرا اس کا کان دانت سے چیر ڈالتا
واں دگر سوراخ کردے پہلویش	از جماعت گم شدے بیروں شوش
اور دوسرا اس کے پہلو میں سوراخ کر ڈالتا	جماعت کے سبب اس کی خلاصی مفقود ہو جاتی

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک جمعیت ندارد جان موش	بجہد از جانش ببانگ گربہ ہوش
لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی	اس کی جان سے بلی کی آواز کے سبب ہوش نکل جاتا ہے
خشک گردد موش ازاں گربہ عیار	گر بود اعداد موشاں صد ہزار
اگر چوہوں کی تعداد لاکھ تک ہو	وہ ایک لاغر بلی سے خشک ہو جاتے ہیں
از رمہ انبہ چہ غم قصاب را	انبہ ہش چہ بندد خواب را
گلہ کی کثرت سے قصاب کو کیا غم	ہوش کی کثرت کیا روک سکتی ہے نیند کو
مالک الملک ست جمعیت دہد	شیر را تا بر گلہ گوراں جہد
وہ مالک الملک ہے جمعیت دیتا ہے	شیر کو یہاں تک کہ گورخروں کے گلہ پر جا کودتا ہے
درزمانے شاں بسازد ترت ومرت	کس نیارد گفتنش از راہ ہرت
تھوڑے زمانہ میں ان کو تتر بتر کر دیتا ہے	اس کو کوئی یہ کہنے کا یارا نہیں رکھتا کہ راستہ سے ہٹ
صد ہزاراں گور دہ شاخ دلیر	چوں عدم باشند پیش ہول شیر
لاکھوں گورخر دس دس سینگ والے دلیر	ہول شیر کے سامنے کالعدم ہو جاتے ہیں

جب جعفرؓ ایک قلعہ کی طرف (اس کو فتح کرنے) گئے (اور وہ) قلعہ ان کے گھوڑے کے تالو کے روبرو ایک گھونٹ (کی برابر) تھا (کہ اس سے سیری نہ ہوتی دوسری فتوحات کا اشتیاق ہوتا اس میں مبالغہ ہے کہ وہ تو وہ ان کا گھوڑا بھی ایسا شجاع تھا اور) وہ تن تنہا قلعہ کی طرف حملہ کے ساتھ دوڑ پڑے یہاں تک کہ (قلعہ والوں نے) قلعہ کا دروازہ خوف سے بند کرلیا کسی کی تاب نہ ہوئی کہ اس کے سامنے جنگ کے ساتھ آوے (آگے مثال ہے کہ) کشتی والوں کو کیا طاقت ہے نہنگ کے ساتھ (مقابلہ کرسکیں) وہ بادشاہ (وہاں کا) وزیر کی طرف متوجہ ہوا کہ اس وقت کیا تدبیر ہے اے وزیر اس (وزیر) نے کہا (تدبیر) یہی ہے آپ کبر اور فن (حرب) کو ترک کریں (اور) ان کے سامنے شمشیر و کفن لے کر جا پہنچیں بادشاہ نے کہا آخر ایک ہی تو شخص ہے تنہا (پھر ایسی رائے کیوں دی جاتی ہے) وزیر نے کہا کہ اس شخص کی تنہائی میں بے وقعتی کے ساتھ نظر نہ کیجئے۔ آنکھ کھولئے قلعہ کو اچھی طرح دیکھئے (کہ) سیماب کی طرح ان کے سامنے لرزاں ہورہا ہے (حقیقۃً بطور خارق کے ہوگا یا حکماً برعدۃ اہلہا) یہ شخص زین کے اندر (بے فکری سے) ایسا ثابت قدم بیٹھا ہوا ہے گویا (تمام) شرقی و غربی اس کے ہمراہ ہیں (چنانچہ دیکھئے کہ ان کی ابتداء آمد میں اہل قلعہ میں سے) چند شخص مثل فدائیوں کے (کسی کہ خود را فدائے مخدوم خود کند و او را فدوی ہم گویند ان کے مقابلہ کے لئے) دوڑے (تھے اور) اپنے کو ان کے سامنے لا ڈالا (تھا مگر) یہ ایک ایک کو گرز سے گرا رہے تھے گھوڑے کے پیروں میں سرنگوں کر کے۔ حق تعالیٰ نے ان کو (اس وقت) ایسی جمعیت (قلبیہ) عطا فرمائی تھی کہ وہ یکہ تنہا ایک جماعت پر حملہ کر رہے تھے جب میری آنکھ نے (اس وقت) اس عظیم الشان کا منہ دیکھا تو کثرت عدد میری نظر سے گر گئی (اور معلوم ہوگیا کہ کثرت عدد کوئی چیز نہیں بلکہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اصل چیز جمعیت ہے جس کا ذکر دادہ بودش میں ہوا ہے اور یہ فطری ہے یا بعد اکتساب وجاہدات کے حصول نسبت سے وہی ہے آگے مولانا اس کی چند مثالیں فرماتے ہیں کہ مدار جمعیت پر ہے۔

مثال اول:۔ اگر ستارے بہت اور خورشید ایک ہی ہے (لیکن) اس (خورشید) کے سامنے ان (کواکب) کی بنیاد ریزہ ریزہ (من الاندکاک مجردہ دک۔

مثال ثانی:۔ اگر ہزاروں چوہے سر نکال لیں بلی کو نہ (ان سے) خوف ہوتا ہے نہ احتیاط (ہوتی ہے) اگر بہت سے چوہے جمع ہو کر) سامنے آجاویں (مگر) ان کی جان کے اندر جمعیت نہیں ہے (اور بلی میں جمعیت ہے گو بلی ایک ہے اور چوہے کثیر پس معلوم ہوا کہ) جمعیت بواسطہ (جسمی) صورتوں کے لغو ہے (بلکہ) جمعیت باطن کو خدا تعالیٰ سے مانگ جمعیت کثرت اجسام سے نہیں ہے جسم کو تو ہوا پر قائم جان مثل نام کے (کہ اس کا قائم بالہواء ہونا بوجہ اس کے کہ وہ ایک صوت ہے ظاہر ہے پس اسی طرح مشبہ کو ناپائیدار نا قابل اعتبار سمجھ اور وجہ تشبیہ یہی نا اعتباری ہے گو جسم ہوا پر قائم نہیں پس اس تکلف کی حاجت نہیں جو بعض محشین نے کیا ہے اجسام حیوانات برانفاس قائم اند وانفاس ہوا اند اہ) اگر چوہے کے باطن میں جمعیت ہوتی تو چند چوہے (اپنی) حفاظت کی غرض سے جمع ہو جاتے (کذا فی الغیاث فی معنے الحمیہ بکسر الحاء وسکون المیم وتخفیف الیاء اور جمع ہو کر) ایک حملہ میں اپنے کو فدائیوں کی طرح بلی پر جا ڈالتے بلا مہلت کے۔ ایک تو اس کی آنکھ ضرب سے نکال لیتا اور دوسرا اس کا کان دانت سے چیر ڈالتا اور دوسرا اس کے پہلو میں سوراخ کر ڈالتا (غرض) جماعت (موشاں) کے سبب اس (بلی) کی خلاصی (کی صورت) مفقود ہو جاتی (یعنی کوئی سبیل اس کی خلاصی کی نہ رہتی) لیکن چوہے کی جان جمعیت نہیں رکھتی (اس لئے) اس کی جان سے بلی کی آواز کے سبب ہوش نکل جاتا ہے۔ اگر چوہوں کی تعداد لاکھ تک ہو وہ (سب) ایک لاغر بلی سے خشک ہو جاتے ہیں۔

مثال ثالث: گلہ کی کثرت سے قصاب کو کیا غم۔

مثال رابع:۔ ہوش (وحواس) کی کثرت کیا روک سکتی ہے نیند کو (بلکہ سب پر نیند غالب آ کر سب کو فنا کر دیتی ہے)۔

مثال خامس:۔ جس کی تمہید یہ ہے کہ) وہ مالک الملک ہے جمعیت دیدیتا ہے شیر کو (یہاں سے مثال شروع ہوئی ہے) یہاں تک کہ وہ گورخروں کے گلہ پر جا کودتا ہے (اور) تھوڑے زمانہ میں ان کو تتر بتر کر دیتا ہے (اور) اس کو (ان گورخروں میں سے) کوئی یہ کہنے کا یارا نہیں رکھتا کہ راستہ سے ہٹ (کذا فی الغیاث بالضم بردو از راہ یکسو شواہ بلکہ) لاکھوں گورخر دس سینگ والے دلیر ہول شیر کے سامنے کالعدم ہو جاتے ہیں۔

مالک الملک ست بدہد ملک حسن	یوسفؑ را تا بود چوں ماہ مزن
وہ مالک الملک ہے وہ ملک حسن عطا فرماتا ہے	ایک حسین کو جیسا بادل کا پانی
در رخے بنہد شعاع اخترے	کہ شود شاہے غلام دخترے
کسی رخ میں وہ ایک آفتاب کی سی شعاع رکھ دیتا ہے	کہ ایک بادشاہ ایک لڑکی کا غلام ہو جاتا ہے
بنہد اندر روی دیگر نور خود	کہ بہ بیند نیم شب ہر نیک و بد
وہ دوسرے رخ میں اپنا نور رکھ دیتا ہے	جس سے وہ آدھی رات میں ہر نیک و بد کو دیکھ لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یوسفؑ و موسیٰؑ زحق بردند نور	در رخ و رخسار و در ذات الصدور
یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے نور حاصل کیا تھا	رخ اور رخسار میں بھی اور سینہ والے قلب میں بھی
روی موسیٰؑ بارقے انگیختہ	پیش رو او توبرہ آویختہ
موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایک برق پیدا کرتا تھا	ان کے چہرے کے سامنے نقاب لٹکا رہتا تھا
نور رویش آنچناں بردے بصر	کہ زمرد از دو دیدہ مار کر
ان کے چہرہ کا نور اس طرح سے نگاہ کو سلب کر لیتا تھا	جیسا کہ زمرد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے
اوز حق درخواستہ تا توبرہ	گردد آں نور قوی را ساترہ
انہوں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی کہ تاکہ نقاب	اس نور قوی کا ساتر بن جاوے
توبرہ گفت از گلیمت ساز ہیں	کاں لباس عارفے آمد امیں
ارشاد ہوا کہ نقاب اپنے کمبل کا بنا لو ہاں	کہ وہ باتمکین عارف کا لباس ہے
کاں کسا بر نور صبرے یافتہ است	نور جاں در تار و پودش تافتہ است
کہ اس کمبل نے نور پر تحمل حاصل کیا ہے	نور جان اس کے تانے بانے میں روشن رہا ہے
جز چنیں خرقہ نخواہد شد صواں	نور مارا بر نتابد غیر آں
بجز اس خرقہ کے اور کوئی چیز اس کا حامل نہیں ہو سکتا	ہمارے نور کو اس کے سوا اور کوئی برداشت نہیں کر سکتا
کوہ قاف ارپیش آید بہر سد	ہمچو کوہ طور نورش بر درد
اگر کوہ قاف بھی بند کرنے کے لئے آ جاوے	تو مثل کوہ طور کے یہ نور اس کو بھی پھاڑ ڈالے
از کمال قدرت ابدان رجال	یافت اندر نور بیچوں احتمال
کمال قدرت سے مردان خدا کے ابدان نے	نور بے کیف میں تحمل حاصل کیا ہے
آنچہ طورش بر نتابد ذرۂ	قدرتش جا سازد از قارورۂ
جس چیز کو طور ذرہ برابر برداشت نہیں کر سکتا	قدرت حق اس کی جگہ بنا دیتی ہے ایک آبگینہ میں
آنچہ طورش بر نتابد اے کیا	قدرتش اندر زجاجے ساخت جا
جس چیز کو طور نہیں برداشت کر سکا اے لطیف	قدرت نے اس کی جگہ ایک شیشہ میں کر دی
گشت مشکوٰۃ زجاجی جای نور	کہ ہمی درد زنور آں قاف وطور
مشکوٰۃ زجاجی اس نور کی جگہ بن گیا	کہ اس نور سے وہ کوہ قاف اور طور پارہ پارہ ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جسم شاں مشکوٰۃ داں دلشاں زجاج	تافتہ برعرش و افلاک ایں سراج
ان کے جسم کو مشکوٰۃ جان ان کے قلب کو زجاج	یہ مصباح عرش و افلاک پر تاباں ہے
نور شاں حیران ایں نور آمدہ	چوں ستارہ زیں ضحٰی فانی شدہ
ان کا نور اس نور سے دنگ ہو گیا	وہ اس نور چاشت سے فانی ہو گیا
زیں حکایت کرد آں ختم رسل	از ملیک لایزال لم یزل
اسی سے حکایت کی ہے اس خاتم رسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے	بادشاہ ابدی و ازلی سے
کہ نگنجیدم در افلاک و خلا	در عقول و در نفوس باعلا
کہ میں نہیں سمایا ہوں افلاک اور خلا میں	عقول میں اور نفوس میں جو کہ علوی ہیں
دردل مومن بگنجیدم چو ضیف	بے زچون و بے چگونہ بے زکیف
قلب مومن میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں	بلا چوں اور بلا چگون اور بلا کیف کے
تا بدلالی آں دل فوق و تحت	یا بد از من پادشاہیہائے بخت
تاکہ اس قلب کی دلالی سے مخلوقات فوقیہ اور تحتیہ	مجھ سے سلطنتیں اور سعادت پا دیں
بے چنیں آئینہ ایں خوبی من	بر نتابد نے زمین و نے زمن
بدوں ایسے آئینہ کے میرے جمال کو	کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ آسمان
بر دوکون اسپ ترحم تاختیم	پس عریض آئینۂ برساختیم
ہم نے دونوں عالم پر ترحم کا گھوڑا دوڑایا	بہت وسیع آئینہ ہم نے بنایا
ہر دمے زیں آئینہ پنجاہ عرس	بنگر آئینہ و لے شرحش مپرس
ہر ساعت اس آئینہ پنجاہ شادی والے سے	آئینہ سنتا رہ و لیکن اس کی شرح مت پوچھ
حاصل آں کز لبس خویشش پردہ ساخت	کہ نفوذ آں قمر رامی شناخت
حاصل یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہی لباس سے اس کا پردہ بنایا	کیونکہ وہ اس قمر کے نفوذ کو پہچانتے تھے
گر بدے پردہ ز غیر لبس او	پارہ گشتے گر بدے کوہ دو تو
اگر ان کے لباس کے سوا اور کوئی نقاب ہوتا	تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا اگر مضاعف حجم کا بھی پہاڑ ہوتا
زاہنیں دیوارہا نافذ شدے	تو برہ با نور حق چہ فن زدے
لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا	نقاب تو نور حق کے سامنے کیا تیر مارتا

www.besturdubooks.wordpress.com

گشتہ بود آں توبرہ صاحب تفے	بود وقت سوز خرقہ عارفے
وہ تھیلا صاحب حرارت عشق کا رہا تھا	سوز کے وقت وہ ایک عارف کا خرقہ رہ چکا تھا
گشتہ بود آں توبرہ ستار نور	زانکہ بود از خرقۂ یک با حضور
وہ تھیلا نور کا ساتر ہو گیا تھا	اس لئے کہ وہ ایک صاحب حضور کے خرقہ کا جزو تھا
زاں شود آتش رہین سوختہ	کوست با آتش ز پیش آموختہ
آگ یا لوہا اس لئے چقماق کا مرہون ہے	کہ وہ پہلے سے آگ کے ساتھ خو آموختہ ہے
وزہوای و عشق آں نور رشاد	خود صفورا ہر دو دیدہ باد داد
اس نور ہدایت کی محبت اور عشق میں	خود حضرت صفورا نے دونوں آنکھیں کھو دیں
اولاً بربست یک چشم و بدید	نور روی او وآں چشمش پرید
اولاً انہوں نے ایک آنکھ بند کر لی	اوران کے چہرہ کے نور کو دیکھا اوران کی وہ آنکھ غائب ہوگئی
بعد ازاں صبرش نماند وآں دگر	برکشاد و کرد خرج آں قمر
اس کے بعد ان کو صبر نہ رہا اور وہ دوسری بھی	کھول دی اور اس ماہ پر بذل کر ڈالی
ہمچناں مرد مجاہد ناں دہد	چوں بروز د نور طاعت جاں دہد
اسی طرح مجاہدہ کرنے والا شخص روٹی حوالہ کرتا ہے	جب اس پر نور طاعت اثر کرتا ہے تو جان حوالہ کر دیتا ہے
پس زنے گفتش ز چشم عبہری	کہ ز دستت رفت حسرت میخوری
پس ان سے ایک عورت نے کہا کہ چشم نرگسین سے	جو کہ تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی کیا تم کچھ حسرت کرتی ہو
گفت حسرت میخورم کہ صد ہزار	دیدہ بودے تا ہمی کردم نثار
انہوں نے جواب دیا کہ یہ حسرت کرتی ہوں کہ ایک لاکھ	آنکھ ہوتی تاکہ میں نثار کر دیتی
روزن چشمم زمہ ویراں شدست	لیک مہ چوں گنج در ویراں نشست
میرا دریچہ چشم ماہ سے ویران ہو گیا ہے	لیکن ماہ خزانہ کی طرح ویرانہ میں جم گیا ہے
کے گزارد گنج کایں ویرانہ ام	یاد آرد از رواق و خانہ ام
خزانہ اس بات کی کب نوبت آنے دے گا کہ میرا ویرانہ	میرے ایوان اور خانہ کو یاد کیا کرے
حق شنید ایں زود چشم باز داد	دید موسیٰ را ز نورش ساز داد
حق تعالیٰ نے اس کو سنا بہت جلد ان کو پھر آنکھیں دیدیں	موسیٰ علیہ السلام کی دید کے لئے اپنے نور سے ان کو سامان دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

از نظر آں نور زو پنہاں نشد	از خزینہ خاص بد ویراں نشد
نظر کرنے سے وہ نور ان سے غائب نہیں ہوا	خزانہ خاص سے تھا ویراں نہ ہوا

(اوپر ذکر تھا حق تعالیٰ کے ایک عطائے خاص یعنی ہیبت وجلال کا آگے اس امر کی تصریح کے لئے عطائے حق کسی خاص کمال وصفت میں منحصر نہیں ذکر فرماتے ہیں دوسری عطا یعنی حسن و جمال کا پھر دوہی شعر کے بعد اس جمال سے جس کا منشاء حسن متعارف ہو منتقل ہو کر اس جمال کے متعلق مضمون فرمادیں گے جس کا سبب نور حق ہو خواہ اس کا اثر صرف باطن پر ہو یا ظاہر پر بھی ہو پس ارشاد ہے کہ) وہ مالک الملک ہے وہ ملک حسن عطا فرماتا ہے ایک حسین کو جیسا بادل کا پانی (خاص غیر مکدر ہوتا ہے یعنی ایسا صاف حسن عنایت فرمایا ہے اور یوسف میں یائے تنکیر قرینہ ہے اس کا کہ مراد مطلق حسین ہے جیسے حاتم سے کبھی مطلق سخی مراد لیتے ہیں) کسی رخ میں وہ ایک آفتاب کی سی شعاع رکھ دیتا ہے کہ (اس کے سبب) ایک بادشاہ ایک (ادنیٰ) لڑکی (کنیز وغیرہ) کا غلام ہو جاتا ہے (یہ تو جمال معتاد تھا اور کسی کو دوسرا جمال غیر معتاد خارق عادت خواہ باطنی محض یا مع الظاہری عطا فرماتا ہے جس کا آگے بیان ہے یعنی) وہ دوسرے رخ میں اپنا نور رکھ دیتا ہے جس سے وہ آدمی رات میں ہر نیک و بد کو دیکھ لیتا ہے (ظاہر یہ ہے کہ رخ سے مراد رخ باطن ہے کما قالوا فی قولہ تعالیٰ انی وجھت و جھی للذی فطر الایہ لان المتوجہ الی اللہ تعالیٰ فی الاصل ھو القلب پس یہ جمال باطنی محض ہے جس کا اثر ادراک حقائق وامتیاز بین الخیر والشر ہے جس کو نیک وبد کہا ہے اور نیم شب عبارت ہوگی اسباب تلبیس واشتباہ سے یعنی شبہات اس کو مانع نہیں ہوتے اور ممکن ہے کہ یہ نور کشف کو بھی شامل کہا جاوے تو خارق ہونا اور ظاہر ہو جاوے گا گو اول بھی عام حکماء کی حالت کے اعتبار سے خارق ہے اور قرینہ اس کے باطن ہونے کا یہ بھی ہے کہ اس جمال معبر بعنوان النور کا خاصہ ادراک فرمایا ہے فی قولہ کہ بہ بیند الخ حالانکہ جمال ظاہری کے لئے آلہ ادراک ہونا ضروری کیا بلکہ واقع بھی نہیں مدرک باسم المفعول البتہ ہوتا ہے آگے اس جمال غیر معتاد کا بیان ہے جو باطن کے ساتھ جسم پر بھی ظاہر ہو جیسے یوسف علیہ السلام کا حسن کہ سب کو معلوم ہے اور موسیٰ علیہ السلام کا حسن کہ بعد تجلی طور کے بعض نے لکھا ہے کہ حسن کی یہ کیفیت ہوگئی تھی کہ کوئی شخص دیکھ نہیں سکتا تھا جو دیکھ لیتا اندھا ہو جاتا تھا اس لئے آپ چہرہ پر نقاب رکھتے تھے اور بعض نے لکھا ہے کہ حضرت شاہ بدیع الدین قطب الدار اسی شان موسوی سے مشرف تھے اس لئے ان کے چہرہ میں بھی یہی اثر تھا اور وہ بھی نقاب رکھتے تھے واللہ اعلم آگے دور تک یہی مضمون ہے یعنی) یوسف علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے نور (خاص) حاصل کیا تھا رخ اور رخسار میں بھی اور سینہ والے قلب میں بھی (یعنی باطن میں بھی چنانچہ نبوت بلکہ ولایت کے لئے بھی لازم ہے اور ظاہر جسم پر بھی چنانچہ لکھا گیا) موسیٰ علیہ السلام کا چہرہ ایک برق پیدا کرتا تھا (جس کے دیکھنے کی کوئی تاب نہ لاتا تھا اس لئے) ان کے چہرہ کے سامنے نقاب لگا رہتا تھا (بارق بمعنی روشن ست مبالغۃً روشنی را بارق گفتہ) ان کے چہرہ کا نور اس طرح سے نگاہ کو سلب کر لیتا تھا جیسا کہ زمرد بہرے سانپ کی دونوں آنکھوں سے (نگاہ کو سلب کر لیتا ہے فی الحاشیہ مار کر تاریکہ گزیدہ اوراہیچ افسوں و پازہر اثر نکند و آں را بتازی حیۃ الاصم گویند اھ) انہوں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی تا کہ نقاب اس نوری قوی کا ساتر

www.besturdubooks.wordpress.com

بنجاوے (یعنی یہ دعا کی کہ کوئی چیز ایسی بتلا دیجئے کہ وہ حاجب ہو سکے اور خود اس لئے تجویز نہیں کر سکے کہ بظاہر متعارف نقاب کا حاجب ہونا ایسے تیز نور سے مستبعد ہے وہ تو اس نقاب سے بھی نفوذ کرنے لگے گا جیسے نور آفتاب کو بادل نہیں چھپا سکتا) ارشاد ہوا کہ نقاب اپنے کمبل کا بنالو ہاں (یعنی کمبل کا کنارہ آگے کو کر لیا کرو جس سے چہرہ چھپ جاوے ہم اس میں حاجبیت کا خاصہ پیدا کر دیں گے اور کمبل کی تخصیص اس لئے ہے) کہ وہ بالیقین عارف کا (یعنی اے موسیٰ تمہارا) لباس ہے (اس لئے اس میں تمہارے تلبس سے یہ خاصہ ہو جاوے گا جس کی شرح آگے ہے) کہ اس کمبل نے نور پر تحمل حاصل کیا ہے (اور) نور جان (یعنی نور موسوی) اس کے تانے بانے میں روشن رہا ہے (پس اس کو ایک قسم کی مناسبت موجب تحمل ہے باقی) بجز اس خرقہ کے اور کوئی چیز اس کا حامل نہیں ہو سکتا (اور) ہمارے نور کو اس کے سوا اور کوئی (حجاب) برداشت نہیں کر سکتا (فی المنتخب صوان بہر سہ حرکت جامہ داں وتختہ کہ در آں رخت نگاہدار ند آھ اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کا حامل ہو بحتاج جعل نہیں یا دوسری چیز بعد جعل کے بھی حامل نہیں ہو سکتی بلکہ ایک حکمت ہے اس کو جعل میں ترجیح دینے کی دوسری اشیاء پر) اگر (فرضاً) کوہ قاف بھی (اس کے) بند کرنے کے لئے آجاوے تو مثل کوہ طور کے یہ نور (رخ موسوی) اس کو بھی پھاڑ ڈالے (اس سے یوں نہ سمجھا جاوے کہ یہ نور وہی تجلی طوری تھی اس کا تحمل تو موسیٰ علیہ السلام کو بھی نہ ہوا تھا کما قال تعالیٰ و خر موسی صعقا بلکہ اس کا ایک ایسا اثر تھا جس کو موسیٰ علیہ السلام تحمل کر سکتے تھے اور دوسری اشیاء تحمل نہ کر سکتیں الا النقاب المجعول الآن وھذا کقولہ تعالیٰ لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعاً الایۃ و قلبہ صلی اللہ علیہ وسلم وان خشع لہ لکن لم یتصدع بل تحملہ چنانچہ آگے مولانا اس کساء ملابس بموسیٰ کے تحمل سے انتقال فرماتے ہیں اہل اللہ کے قوالب ملابسہ کالکساء الموسوی وقلوب حاملہ کالوجہ الموسوی کے تحمل کے مضمون کی طرف جو حاصل تھا میرے ایراد آیت لو انزلنا کا پس فرماتے ہیں کہ) کمال قدرت (حق) سے مردان خدا کے ابدان (وقوالب) نے نور بے کیف میں تحمل حاصل کیا ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ اس نور سے ان کے قوالب منعدم ومنہدم نہیں ہوئے گو یہ تحمل بواسطہ قلوب کے ہے ورنہ قلوب کے انشقاق کو قوالب کی موت لازم تھی) جس چیز کو طور ذرہ برابر برداشت نہیں کر سکتا قدرت حق اس کی جگہ بنا دیتی ہے ایک آبگینہ میں (مراد اس سے قلب ہے کما سیاتی اوپر قوالب کے تحمل کا ذکر تھا یہاں قلوب کے تحمل کا اول بالذات اور ثانی بالعرض مراد اس چیز سے نور حق ہے اور ذرہ میں اشارہ ہے اس تقریر کی طرف جو احقر نے بضمن شرح شعر کوہ قاف الخ کے لکھی ہے یعنی جس قلیل کو موسیٰ علیہ السلام نے برداشت کر لیا طور اس قلیل کو بھی برداشت نہ کر سکا) جس چیز کو طور نہیں برداشت کر سکا اے لطیف (کذا فی الغیاث) قدرت (حق) نے اس کی جگہ ایک شیشہ میں (یعنی قلب میں) کر دی (اور اس شعر میں اور اسی طرح اس کے ماقبل ومابعد کے شعروں میں جگہ سے مراد اگر خود نور کی جگہ ہے تو نور حق سے مراد نور مجعول بجعل الحق من المعرفۃ والمحبۃ والعلم والحال ونحو ذلک ہے اور اگر نور حق سے مراد نور قدیم ہے جیسا انچہ طورش بر نتابد سے ظاہر یہی ہے تو جگہ سے مراد نور کی جگہ نہیں بلکہ اس نور کے ظہور وتعلق حادث کی جگہ ہے آگے قالب کے تحمل میں قلب کے واسطہ ہونے کی تصریح ہے یعنی) مشکوٰۃ زجاجی اس نور کی جگہ بن گیا کہ اس نور

www.besturdubooks.wordpress.com

سے وہ کوہ قاف اور طور پارہ پارہ ہوتا ہے (اشارہ ہے طرف آیت نور کے جس میں یہ جملہ بھی ہے مثل نورہ کمشکوۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ اور اشارہ ہے طرف تاویل خاص کے کہ مشکوۃ بمعنی طاقچہ چراغ سے مراد جسم مومن کا اور زجاجہ بمعنی شیشہ سے مراد قلب مومن کا اور مصباح سے نور حق کہ زجاجہ مذکورہ سے اولاً اس کا تعلق ہے اور مشکوۃ سے ثانیاً پس مشکوۃ کو زجاجی کے ساتھ موصوف کرنے میں اشارہ ہو گیا اس تعلق اولاً و ثانیاً کی طرف چنانچہ آگے اس تفسیر کی تصریح بھی فرماتے ہیں کہ) ان (رجال حق) کے جسم کو مشکوۃ جان (اور) ان کے قلب کو زجاج اور پھر ثالثاً اس مشکوۃ وزجاج کے واسطہ سے) یہ مصباح (یعنی نور حق) عرش وافلاک پر تاباں ہے (اور ارض پر بالاولی جو کہ جملہ اللہ نور السموات والارض کا مدلول ہے جس کے بعد مثل نورہ الخ فرمایا ہے گویا مولانا اشارۃً فرماتے ہیں کہ سموات وارض پر تجلی ہونے کی صورت میں قرآن میں یہ بتلائی ہے مثل نورہ کمشکوۃ الخ اور اس توسط کا ذکر آگے تصریحاً اس شعر میں آوے گا تابدلالی الی بردوکون اسپ ترحم تا ختیم الخ جس کا حاصل یہ ہے کہ مقصود دونوں عالم سے انسان ہے خصوص انسان کامل کما قال تعالیٰ ولو یؤا خذاللہ الناس بما کسبوا ماترک علیٰ ظہرھا من دابۃ الایہ فاستلزام ہلاک الناس ہلاک الجمیع دل علی ماقلت پس اولاً عنایت حق انسان پر متوجہ ہے اور ثانیاً باقی مخلوق پر جس میں سب علویات وسفلیات آگئے کما اوردلفظ الخلق الشامل للجمیع فی القول المشہور الثابت معناہ بالدلیل المنصور کنت کنزامخفیاً الخ کما فکرتہ فی شرح الشطر الثانی من الدفتر الاول اور اس میں چونکہ غایت معرفت کو ٹھہرایا ہے اور کمال معرفت انسان کامل کو ہے انسان کامل کا واسطہ ہونا اس سے بھی ثابت ہو گیا و نیز حدیثوں میں مصرح ہے کہ بقاء عالم زمین پر اللہ کا نام لینے والوں سے ہے اور جب یہ نہ رہے گا تو قیامت آجاوے گی اور ظاہر ہے کہ زمین پر یہ نام پاک لیا جانا بدولت اہل ایمان خصوص اہل عرفان کے ہے کہ اول یہ ختم ہوں گے پھر معرفت وعلم نہ رہنے سے اہل ایمان کم ہوں گے اور قیامت آجاوے گی پس ہر طرح تجلی علی سائر الخلق کا واسطہ انسان کامل ہوا اسی کو کہا ہے تافتہ برعرش الخ) ان (عرش وفلک) کا نور (جو خاص ان کے استعداد کے موافق ان کو عطا ہوا ہے) اس نور (رجال حق) سے دنگ ہو گیا۔ (لکونہ اعجب واعظم منہ لانہ نور معرفۃ الحق والعرش والسموات لیس معرفتہا کمعرفۃ الانسان فنورہ اقوی و اشد اور) وہ (نور عرش وافلاک) اس نور چاشت سے (یعنی نور رجال حق سے کہ مشابہ نور آفتاب وقت چاشت کے ہے) فانی (یعنی مضمحل اور کالعدم) ہو گیا (آگے اس کی تائید ایک روایت مشہور عندالصوفیہ سے کرتے ہیں کہ) اسی سے حکایت کی ہے اس خاتم رسل صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہ ابدی وازلی سے (یعنی حدیث قدسی ہے) کہ میں نہیں سمایا ہوں افلاک اور خلا (یعنی فوق العرش) میں (کیونکہ تحت العرش خلا نہیں ہے گو امتناع ثابت نہ ہو اور اسی طرح میں نہیں سمایا) عقول میں اور نفوس میں جو کہ علوی ہیں (فالسفلی بالاولی لیکن) قلب مومن میں مہمان کی طرح سما گیا ہوں (تشبیہ ضیف کے ساتھ اکرام و محبوبیت میں ہے اور پورا دخل دینے میں جیسا مہمان محبوب پورا دخیل وحاکم ہوتا ہے اور یہ سمانا ظرفیت و مظروفیت کا نہیں بلکہ) بلاچوں اور بلاچگون اور بلا کیف کے (آگے ایک حکمت اس سمانے کی ہے بلا قصد حصر کے

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی اس لئے سمایا) تا کہ اس قلب (صاحب نورِ حق) کی دلالی (یعنی توسط) سے مخلوقات فوقیہ (سماویہ) اور تحتیہ (ارضیہ) مجھ سے سلطنتیں اور سعادت پاویں (کماذکر تقریرہ بقدر الضرورۃ فی شرح شعر جسم شان مشکوۃ الخ اور جس روایت کا حوالہ دیا جارہا ہے اس میں ایسا مضمون تصریحاً مذکور نہیں لیکن دوسرے دلائل سے جس کا بیان شعر جسم شان کی شرح میں ہوا ہے اس کے ساتھ منضم کر دیا نیز اگر اس روایت میں بھی غور کیا جاوے تو اشارۃً اس سے مستنبط ہو سکتا ہے کیونکہ قلب مومن میں گنجائش ہونا اور ارض وسما میں نہ ہونا مستلزم ہے زیادت شرف واختصاص بالحق کو قلب مومن کے لئے اور عادۃً اشرف ومختص عند السلطان متبوع اور واسطہ ہوتا ہے غیر اشرف وغیر مختص کے لئے عنایات وعطیات میں آگے بھی اس روایت کے حاصل مضمون کا تتمہ ہے کہ) بدوں ایسے آئینہ کے میرے جمال کو کوئی برداشت نہ کر سکتا تھا نہ زمین اور نہ آسمان (لان الزمان علی المشہور مقدار حرکتہ) ہم نے دونوں عالم پر ترحم کا گھوڑا دوڑایا (اور) بہت وسیع آئینہ ہم نے بنایا (وسیع حکماً مراد ہے من حیث خاصیۃ وکونہ مجلا للتجلی الواسع آگے اس آئینہ کی فخامت ہے کہ) ہر ساعت اس آئینہ پنجاہ شادی والے سے آئینہ (کا نام) ستارہ ولیکن اس کی شرح مت پوچھ (یعنی اس آئینہ کے احوال وحکایات میں سے اتنا ہی سن لے کہ یہ ایک عجیب آئینہ ہے مطلب یہ نہیں کہ فقط نام ہی سن لے مطلب یہ ہے کہ اجمالاً اس کا حال سن لے جتنا ہم نے بیان کر دیا اس کو مبالغۃً بشنو آئینہ کہہ دیا چنانچہ دلیل اس کی یہی ہے کہ اس کے مقابل کہا ہے شرحش مپرس یعنی تفصیل مت پوچھ اور ظاہر ہے کہ تفصیل کے مقابل اجمال ہے پس اجمال کی اجازت ہے اور تفصیل سے نہی ہے اور وجہ اس نہی کی یہ ہے کہ اس کے آئینہ ہونے کی حقیقت موقوف ہے اس کے تجلی گاہ ہونے کے ادراک پر اور یہ ادراک موقوف ہے ادراک تجلیات پر اور یہ امر ذوقی ہے شرح اور قال سے منکشف نہیں ہوتے اور ان ہی تجلیات حق سے کہ ہر تجلی مایہ سرور ومتاع حبور ہے اس کو پنجاہ عرس کہا گیا ہے اور یہ دلالت علی الفخامت اس صیغہ نہی سے ہے کما فی قولہ تعالیٰ ولا تسأل عن اصحاب الجحیم علی قراءۃ النہی اور جس روایت کا حوالہ ان اشعار میں ہے خاص اس مضمون کی نسبت تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف ثابت نہیں البتہ اسرائیلیات میں یہی مضمون اور حدیث مرفوع میں اس کے مشابہ مضمون ثابت ہے چنانچہ امام احمد زہد میں وہب بن منبہ سے یہ روایت کی ہے ان اللہ تعالیٰ فتح السموات لحزقیل حتی نظر الی العرش فقال حزقیل سبحنک ما اعظمک یا رب فقال اللہ تعالیٰ ان السموات والارض ضعفن عن ان یسعنی و وسعنی قلب المومن الوادع اللین اور حدیث مرفوع طبرانی نے اس طرح روایت کی ہے ان اللہ آنیۃ من اہل الارض و انیۃ ربکم قلوب عبادہ الصالحین و احبہا الیہ الینہا وارقہا کذافی المقاصد الحسنۃ فی باب المیم بلفظ ماوسعنی سمائی ولاارضی ولکن وسعنی قلب عبدی المؤمن و فیہا و معناہ وسع قلبہ الایمان بی و محبتی و معرفتی اھ. اور مراد صوفیہ کی بھی وسعت سے یہی ہے نہ کہ تحیز وتمکن حلول کما قال مولانا بے زچون و بے چگونہ بے زکیف والتحیز والتمکن والحلول متکیف فان قیل ان المعرفۃ والمحبۃ ایضاً متکیف قلت ان التجلی الذی من آثارہ ھذہ المعرفۃ والمحبۃ غیر متکیف اب احقر کہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ بعد تعیین معنی روایت کے یہ مضمون خود قرآن مجید سے ثابت ہے قال تعالیٰ انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها و حملها الانسان الایہ فان حاصل معنی حمل الامانة هو معنی الوسع المذکور یہ مضمون استطراداً الذکر الجمال الموسوی مذکور ہوا ہے آگے پھر اسی مضمون سابق جمال موسوی کی تتمیم ہے کہ) حاصل یہ کہ موسوی علیہ السلام نے اپنے ہی لباس سے اس (نور) کا پردہ بنایا کیونکہ وہ اس قمر (یعنی نور حق) کے (اثر) نفوذ کو پہچانتے تھے (کہ یہ بڑے بڑے حجابوں اور نقابوں میں سے پار ہو جاوے گا اور مستور نہ ہوگا بجز میرے لباس کے کہ باعلام حق اس کے ساتر ہونے کا یقین تھا اور موسیٰ علیہ السلام اس کے نفوذ کو جیسا جانتے تھے واقع میں بھی ایسا ہی نفوذ تھا چنانچہ) اگر ان کے لباس کے سوا اور کوئی نقاب ہوتا تو وہ پارہ پارہ ہو جاتا اگر (حجم موجود بالفعل سے) مضاعف حجم کا بھی پہاڑ ہوتا (اور) لوہے کی دیواروں سے پار ہو جاتا (اور (نقاب) بیچارہ) تو نور حق کے سامنے کیا تیر مارتا (اور وہ نقاب کساء موسوی کا جو کافی ہو گیا تھا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ) وہ نقاب مصاحب حرارت عشق کا رہا تھا (یعنی) سوز (عشق موسوی) کے وقت وہ ایک عارف (کامل یعنی موسیٰ علیہ السلام) کا خرقہ رہ چکا تھا (پس وہ اس تلبس واعتیاد کے سبب اس نور کا حامل و متحمل ہو سکتا تھا آگے بھی اسی کی تاکید ہے یعنی) وہ نقاب نور کا ساتر ہو گیا تھا اس لئے کہ وہ ایک صاحب حضور (وقرب الہی) کے خرقہ کا جزو تھا (حقیقت اس مضمون کی بضمن شرح شعر کان کسا از نور الخ و شعر جز چنیں خرقہ الخ ذکر کر چکا ہوں آگے اس تحمل کساء للملابسۃ بموسیٰ عم کی مثال ہے کہ) آگ یا لوہا اس لئے چقماق کا مرہون ہے کہ وہ پہلے سے آگ کے ساتھ خو آموختہ ہے (کتب لغت کے مطالعہ اور اہل تجربہ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ چقماق جس سے آگ حاصل کی جاتی ہے وہ تین قسم پر ہے پتھر۔ لوہا۔ خاص درختوں کی لکڑی جیسے مرخ اور عفار اور ہر حال میں یہ دو چیزیں ہوتی ہے جن میں سے ایک کو دوسرے پر مارنے سے آگ پیدا ہوتی ہے اوپر والے کو زند اور نیچے والے کو زندہ کہتے ہیں اور مرخ اور عفار میں عفار اوپر ہوتا ہے اور مرخ نیچے اور جس چیز میں اس چقماق سے آگ لے جاتی ہے کہ جس سے آگے کوئی چیز سلگائی جاتی ہے اس کو عربی میں حراقہ اور فارسی میں سوختہ کہتے ہیں اور یہ بھی کئی قسم کا ہوتا ہے کوئی گھاس یا روئی کپڑا جلا ہوا یا بے جلا ہوا کوئلہ مسلم یا پیس کر بطور ٹکیہ کے بنا ہوا سو جلے ہوئے کو سوختہ کہنا ظاہر ہے اور بے جلے کو سوختہ کہنا مجاز ہے باعتبار مایؤل کے اور ہر حال میں اس سوختہ میں مادہ آتش گیر ہونا لازم ہے کہ اسی سے وہ آگ کو جلدی قبول کر لیتا ہے یہ تو تحقیق ہے آتش زند اور آتش گیر کی اور نسخ اس شعر میں دو ہیں زاں بود آتش اور زاں بود آہن نسخہ اول کی تقریر یہ ہے کہ آتش اس لئے سوختہ کی گرفتہ اور محمول ہو جاتی ہے یعنی سوختہ حامل آتش کا ہو جاتا ہے کہ وہ پہلے سے آتش کا خوگرفتہ ہے اگر وہ پہلے سے سوختہ ہو چکا ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر پہلے سے سوختہ نہیں ہے تو آموختہ کے معنی مناسب اور قابل کے ہوں گے یعنی اس کو چونکہ آتش سے پہلے سے مناسبت ہے اور نسخہ ثانیہ کی تقریر یہ ہے کہ آہن چقماق اس لئے سوختہ کا قرین ہے چنانچہ بعض نسخوں میں رہین کی جگہ قرین ہے اور چونکہ قرآن دونوں جانب سے ہوتا ہے مراد بطور لازم کے یہ ہوگی کہ سوختہ اس لئے قرین ہے چقماق کا یعنی اس سے اس لئے آتش گیر ہے کہ وہ سوختہ پہلے سے آتش سے خوگرفتہ ہے بالمعنی الذی ذکر فی النسخہ الاولی اور ہر حال میں متحمل کو

www.besturdubooks.wordpress.com

حال سے تشبیہ دی کہ دونوں میں مابہ الاشتراک تناسب ہے ورنہ ظاہر ہے کہ سوختہ آتش کا متحمل کسی حال میں نہیں پس ظاہراً القاب کے تحمل کو اس کے ساتھ تشبیہ دینا محل شبہ ہے مگر وضوح مقصود کے بعد شبہ دفع ہو گیا آگے پھر قصہ جمال موسوی یعنی کسی کا اس کی تاب نہ لا سکنے کا اور باوجود اس کے طالب صادق کے نزدیک اس کی محبوبیت و مطلوبیت کا مذکور جیسا جمال ظاہری کی محبوبیت کا درور نے۔ بنہد الخ میں تھا یعنی) اس نور ہدایت کی محبت اور عشق میں خود حضرت صفورا (زوجہ مطہرہ موسیٰ علیہ السلام) نے (اپنی) دونوں آنکھیں کھودیں (نور ہدایت اس لئے کہا کہ وہ آیت قدرت حق بھی تھی جس سے کمال صانع و توحید پر دلالت ہوتی تھی آگے بہا دادن کا بیان ہے کہ باوجود اس امر کے جاننے کے کہ تحمل نہ ہوگا غایت اشتیاق سے) اولاً انہوں نے ایک آنکھ بند کر لی اور (ایک آنکھ سے) ان کے چہرہ کے نور کو دیکھا اور ان کی وہ آنکھ (یعنی اس کی نگاہ) غائب ہو گئی (اور ایک آنکھ اس لئے بند کر لی تھی کہ ایک تو باقی رہے گی لیکن باوجود اس کے جاتے رہنے کے بھی) اس (دیکھنے) کے بعد ان کو (پھر دیکھنے سے) صبر نہ رہا اور وہ دوسری (آنکھ) بھی کھول دی (اور اس سے بھی دیکھ لیا) اور اس ماہ (حسن موسوی) پر بذل کر ڈالی (آگے اس کی مثال ہے کہ) اسی طرح مجاہدہ کرنے والا شخص (اولاً) روٹی (اور غذائے لذیذ مجاہدہ کے) حوالہ کرتا ہے (یعنی ترک لذات کرتا ہے پھر) جب اس پر نور طاعت (پورا) اثر کرتا ہے تو جان حوالہ کر دیتا ہے (ظاہراً یا باطناً پھر عود ہے قصہ کی طرف کہ جب ایسا ہوا) پس ان سے ایک عورت نے کہا کہ چشم نرگسیں سے جو کہ تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی کیا تم کچھ حسرت کرتی ہو (عبہر نرگس کے درمیان آں زرد باشد بخلاف شہلا کہ سیاہ باشد کذا فی الغیاث) انہوں نے جواب دیا کہ (آنکھ جاتی رہنے کی تو حسرت نہیں البتہ) یہ حسرت کرتی ہوں کہ (میرے پاس) ایک لاکھ آنکھ ہوتی تاکہ میں (ان سب کو) نثار کر دیتی (اور آنکھ جانے کی اس لئے حسرت نہیں کہ مجھ کو ایک بڑی دولت میسر ہو گئی وہ یہ کہ) میرا دریچہ چشم (اگرچہ) ماہ (حسن موسوی) سے ویران ہو گیا ہے لیکن (وہ) ماہ خزانہ کی طرح (اس ویرانہ) میں جم گیا ہے (یعنی جو اس چشم کے مدرکات کی قوۃ حافظہ ہے یعنی خیال اس میں وہ مخزوں اور متمکن ہو گیا ہے پس میں ہر وقت اس کے مشاہدہ سے متمتع ہوں وہ دولت یہ ہے پس وہ (خزانہ) صورت جمال) اس بات کی کب نوبت آنے دے گا کہ میرا (یہ) ویرانہ (وجود) میرے ایوان اور خانہ کو یاد کیا کرے (کذا فی الغیاث فی معنی روزن و فی معنی رواق) حق تعالیٰ نے اس (بات) کو بنظر قبول) سنا (یعنی یہ بات پسند آئی اور) بہت جلد ان کو پھر آنکھیں دیدیں۔ موسیٰ علیہ السلام کی دید کے لئے اپنے نور (خاص) سے ان کو سامان دیا (الاضافۃ فی نورش للتشریف پھر موسیٰ علیہ السلام کے چہرہ پر) نظر کرنے سے وہ نور (دوبارہ دیا ہوا) ان سے غائب نہیں ہوا (چونکہ وہ خزانہ خاص سے تھا (جس میں خاصیت تحمل کی رکھی تھی وہ) ویران نہ ہوا (چونکہ بہت اوپر شعر یوسف و موسیٰ زحق الخ میں دونوں حضرات کے نور کا مجملاً ذکر تھا پھر نور موسوی کی تفصیل بیان کر چکے آگے نور یوسفی کی قلیل تفصیل ہے اور اس سے جمال محبوب حقیقی کے مشاہدہ کے مضمون کی طرف انتقال ہے)۔

نور روی یوسفی وقت عبور	می فتادے در شباک ہر قصور
نور رخ یوسف علیہ السلام عبور کے وقت	مکانات کی جالیوں میں جھلکتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بگفتندے درون خانہ در	یوسفستؑ ایں سو بسیراں در گزر
پس لوگ گھر کے اندر کہا کرتے تھے	کہ یوسف اس طرف کو چلتے ہوئے گزر رہے ہیں
زانکہ بر دیوار دیدندے شعاع	فہم کردندیش اصحاب بقاع
کیونکہ دیوار کے اوپر شعاع دیکھتے تھے	اس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے
خانہ راکش دریچہ ست آں طرف	دارد از سیران آں یوسفؑ شرف
جس خانہ کا دریچہ اس طرف ہے	وہ اس محبوب حقیقی کی توجہ سے شرف رکھتا ہے
ہیں دریچہ سوی یوسفؑ باز کن	وز شگافش فرجۂ آغاز کن
ہاں دریچہ یوسف کی طرف کشادہ کر	اور اس کے شگاف سے تفرج شروع کر
عشق ورزی آں دریچہ کردن ست	کز جمال دوست سینہ روشن ست
عشق ورزی وہ دریچہ کرنا ہے	جمال محبوب سے دیدہ روشن ہے
پس ہمارہ روی معشوقہ نگر	ایں بدست تست بشنو اے پسر
پس ہمیشہ معشوقہ کا رخ دیکھتا رہ	یہ تیرے ہاتھ میں ہے سن اے پسر
راہ کن در اندرونہا خویش را	دور کن ادراک غیر اندیش را
اپنے بواطن میں راہ کر لے	اس ادراک کو دور کر دے جو غیر کا تصور کرے
کیمیا داری دوائے پوست کن	دشمناں رازیں صناعت دوست کن
تو اپنے پاس کیمیا رکھتا ہے تو پوست کی دوا کر	دشمنوں کو اس صناعت سے دوست کر لے
چوں شدی زیبا بداں زیبا رسی	کہ رہاند روح را از بیکسی
جب تو جمیل ہو جاوے گا تو اس جمیل تک پہنچ جاوے گا	کہ روح کو بے کسی سے چھڑا دیتا ہے
پرورش مرباغ جانہا را نمش	زندہ کردہ مردۂ غم را دمش
باغ ارواح کے لئے اس کا اونے نم مربی ہے	مردۂ غم کو اس کے دم نے زندہ کر دیا ہے
نے ہمہ ملک جہان دوں دہد	صد ہزاراں ملک گوناگوں دہد
یہی نہیں کہ وہ کل دنیائے دنی ہی کا ملک دیتے ہیں	لاکھوں ملک گونا گوں دیتے ہیں
برسر ملک جمالش داد حق	ملکت تعبیر بے درس و سبق
علاوہ دولت جمال کے ان کو حق تعالیٰ نے	دولت تعبیر بلا درس اور بلا سبق دی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ملکت حسنش سوی زنداں کشید	ملکت علمش سوی کیواں کشید
دولت حسن ان کو زندان کے طرف لائی	دولت علم ان کو زحل کی طرف لایا
شہ غلام اوشد از علم و ہنر	ملک علم از ملک حسن آسودہ تر
بادشاہ علم و ہنر کے سبب ان کا غلام ہو گیا	دولت علم دولت حسن سے زیادہ محمود ہے

نور رخ یوسف علیہ السلام عبور (راہ) کے وقت مکانات کی جالیوں میں جھلکتا تھا (جس طرح تاریک شب میں کوئی مشعل لے کر سڑک پر گزرے تو دیوار اور کیواڑ کے سوراخوں میں سے مکان کے اندر شعاعیں پڑتی ہیں) پس لوگ گھر کے اندر کہا کرتے تھے کہ یوسف اس طرف کو چلتے ہوئے گزر رہے ہیں کیونکہ دیوار کے اوپر شعاع دیکھتے تھے اس کو گھر والے سمجھ جاتے تھے (آگے انتقال ہے تجلی محبوب حقیقی کے مضمون کی طرف کہ اسی طرح) جس خانہ (دل) کا دریچہ (جس کی تفسیر شعر ثالث میں ہے) اس طرف (یعنی محبوب حقیقی کی طرف) ہے وہ اس محبوب حقیقی کی توجہ سے شرف رکھتا ہے (والتعبیر بالسیر کحدیث من اتانی یمشی اتیتہ ہرولۃ) ہاں دریچہ یوسف کی طرف کشادہ کر اور اس کے شگاف سے تفرج (وسیر) شروع کر (آگے دریچہ کشودن کی تفسیر ہے کہ) عشق ورزی وہ دریچہ کرنا ہے (کہ اسی کی بدولت) جمال محبوب سے دیدہ (قلب) روشن ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ یحبونہ کے لئے یحبھم لازم ہے اور اس کے لئے قرب ومشاہدہ لازم ہے) پس (اس طریق سے) ہمیشہ معشوق کا رخ دیکھا رہ یہ تیرے ہاتھ میں ہے سن اے پسر (کیونکہ محبت مع الحق اختیاری ہے اور اس پر بواسطہ محبوبیت کے مشاہدہ کا ترتب لازم ہے) اپنے بواطن میں راہ (مذکور) کر لے (اور) اس ادراک کو دور کر دے جو غیر کا تصور کرے۔ تو اپنے پاس کیمیا رکھتا ہے (یعنی عشق الٰہی کہ اس کی خاصیت تبدیل ذمائم ہے پس) تو پوست (یعنی جسم اور اس کی شہوات) کی دوا (اس کیمیا سے) کر (کہ وہ مبدل بحمائد ہو جاویں اور) دشمنوں کو (کہ نفس وشیطان ہیں) اس صناعت (کیمیائے مذکور) سے دوست کر لے (کہ نفس تو مطمئنہ ہو جاوے اور شیطان مشابہ دوست کے ہو جاوے عدم اضلال میں لاستشارہ المخلصین من الاغواء) جب تو (اس تبدیل سے) جمیل ہو جاوے گا تو اس جمیل تک (جس کے جمال کا ذکر ہو رہا ہے) پہنچ جاوے گا (لانہ جمیل یحب الجمال اور وہ ایسا جمیل ہے) کہ روح کو بے کسی سے چھڑا دیتا ہے (کہ اپنی معیت نصیب کر دیتا ہے بخلاف محبوبان دنیا کے کہ محبین سے اعراض کرتے ہیں اور وہ ایسا مربی ومحسن ہے کہ) باغ ارواح کے لئے اس کا ادنیٰ نم (فضل کا) مربی ہے (اور) مردۂ غم کو اس کے دم (التفات) نے زندہ (جاوید) کر دیا ہے (اور) یہی نہیں کہ وہ کل دنیائے دنی ہی کا ملک دیتے ہیں (کہ وہ متاع قلیل ہے بلکہ) لاکھوں ملک گوناگوں دیتے ہیں (کہ وہ خیر کثیر ہے یعنی معرفت ومحبت جیسا یوسف علیہ السلام کو اس حسن کے علاوہ بوجہ ان کے محبوبیت کے وہ بھی کہ حسن سے افضل ہے کما سیاتی فی قولہ ملکت حسنش الخ عطا فرمادیا جس کا بیان آگے ہے اور یہ عود یا انتقال نہایت ہی لطیف وعجیب طریق سے ہوا ہے عود باعتبار نفس قصہ کے کہا اور انتقال باعتبار خصوصیت مضمون کے کہ قصہ سابقہ میں علم کا ذکر نہ تھا بہر حال فرماتے ہیں کہ) علاوہ دولت جمال کے ان کو حق تعالیٰ نے دولت تعبیر بلا درس اور بلا سبق (متعارف) دی تھی (جو کہ دولت جمال سے بھی اکمل تھی جس کی دلیل یہ بھی ہے کہ) دولت حسن ان کو زندان کی طرف لائی (اور) دولت علم (ومنہ التعبیر ان کو زحل (یعنی مرتبہ رفیع) کی طرف لایا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

(چنانچہ) بادشاہ (مصر) علم و ہنر کے سبب ان کا غلام ہوگیا (پس ثابت ہوا کہ) دولت علم دولت حسن سے زیادہ محمود ہے (مملکت بالضم بادشاہی ازمنتخب کنز الغیاث آگے عود ہے قصہ درویش و محتسب کی طرف)۔

رجوع بحکایت آں شخص وام کردہ و آمدن او بامید عنایت آں محتسب بسوی تبریز

قرض لئے ہوئے شخص کی حکایت کی طرف رجوع اور اس کا محتسب کی مہربانی کی امید پر تبریز کی جانب آنا

آں غریب ممتحن از بیم وام	در رہ آمد سوی آں دارالسلام
وہ غریب الوطن جو کہ اندیشہ قرض سے محنت زدہ تھا	راہ میں آیا اس دارالسلامۃ کی طرف
شد سوی تبریز و کوئے گلستاں	خفتہ امیدش فراز گل ستاں
تبریز کی طرف اور مقام گلستاں کی طرف چلا	اس کی امید پھولوں کے اوپر چت لیٹی ہوئی تھی
زد ز دارالملک تبریز سنی	برامیدش روشنی بر روشنی
دارالسلطنۃ تبریز روشن سے	اس کی امید پر بالائے روشنی واقع ہوئی
جانش خنداں شد ازاں روضہ رجال	از نسیم یوسف و مصر وصال
اس کی روح شگفتہ ہو گئی اس باغ مردان سے	ہوائے یوسف مصر وصال سے
گفت یا حادی انخ لی ناقتی	جاء اسعادی و طارت فاقتی
کہنے لگا اے شتر راں میرے ناقہ کو بٹھلا دے	میری امداد آ گئی اور میرا فاقہ بھاگ گیا
ابر کی یاناقتی طاب الامور	ان تبریزاً مناجات الصدور
بیٹھ جا اے میری ناقہ سب کام خوب ہو گئے	بے شک شہر تبریز دلوں کی گفتگو کی جگہ ہے
اسرحی یاناقتی حول الریاض	ان تبریزاً لنا نعم المفاض
چرتی رہ اے میری ناقہ باغوں کے گرد	بے شک تبریز ہمارے لئے خوب محل فیض ہے
سارباناں باربگشاز اشتراں	شہر تبریز ست و کوی دلستاں
اے ساربان اسباب کھول دے اونٹوں پر سے	یہ شہر تبریز ہے اور محبوب کا مقام ہے
فرفردوسی ست ایں فالیز را	شعشعہ عرشی ست ایں تبریز را
فردوس کا سا شکوہ ہے اس چمن کے لئے	عرش کی سی روشنی ہے اس تبریز کے لئے
ہر زمانے موج روح انگیز جاں	از فراز عرش بر تبریزیاں
ہر وقت خوشبو راحت انگیز روح کی	فوق عرش سے تبریزیوں پر ہے یا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں وثاق محتسب جست آں غریب	خلق گفتندش کہ بگذشت آں حبیب
جب اس غریب الوطن نے محتسب کا گھر تلاش کیا	تو لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ محبوب گزر گیا
او پریر از دار دنیا نقل کرد	مرد و زن از واقعہ او روی زرد
وہ پرسوں دار دنیا سے انتقال کر گیا	مرد و زن اس کے واقعہ سے زرد رو ہیں
رفت آں طاؤس عرشی سوی عرش	چوں رسید از ہاتفانش بوی عرش
وہ طاؤس عرشی عرش کی طرف چلا گیا	جبکہ اس کے پاس ہاتفوں سے عرش کو خوشبو پہنچی
سایہ اش گرچہ پناہ خلق بود	در نور دید آفتابش زود زود
اس کا سایہ اگرچہ پناہ خلق تھا	اس کو آفتاب نے جلدی جلدی تہ کر ڈالا
راند او کشتی ازیں ساحل پریر	گشتہ بود آں خواجہ زیں غمخانہ سیر
اس نے اس ساحل سے کشتی پرسوں آخرت کی طرف روانہ کردی	وہ خواجہ اس غمکدہ سے سیر ہو گیا تھا
نعرۂ زد مرد و بیہوش اوفتاد	گوئیا او نیز درپے جاں بداد
اس شخص نے ایک نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑا	گویا اس نے بھی اس کے پیچھے جان دیدی
پس گلاب و آب بر رویش زدند	ہمرہاں بر حالتش گریاں شدند
پس لوگوں نے اس کے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا	ہمراہی لوگ اس کی حالت پر گریاں ہوئے
تا بشب بیخویش بود و بعد ازاں	نیم مردہ بازگشت از غیب جاں
شب تک بے خود رہا اور اس کے بعد	غیب سے جان واپس ہوئی نیم مردہ

باخبر شدن آں غریب از وفات آں محتسب واستغفار او از اعتماد بر مخلوق و تعویل بر عطائے مخلوق و یاد نعمت ہای حق سبحانہ و تعالیٰ کردن و انابت بحق از جرم خود

ثم الذین کفروا بربھم یعدلون ھو الذی خلقکم من طین ثم قضیٰ اجلاً

اس پردیسی کا محتسب کی وفات سے باخبر ہونا اور اس کا مخلوق پر بھروسہ کرنے اور مخلوق کی عطا پر اعتماد کرنے سے استغفار پڑھنا اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرنا اور اپنے قصور سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا' پھر وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اپنے رب کا مثل قرار دیتے ہیں وہ وہی ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا' پھر ایک مدت مقرر کی

چوں بہوش آمد بگفت اے کردگار	مجرمم بودم بخلق امیدوار
جب ہوش میں آیا کہنے لگا کہ اے کردگار	میں خطاوار ہوں کہ میں مخلوق سے امیدوار ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

گرچہ خواجہ بس سخاوت کرد وجود	ہیچ آں کفو عطای تو نبود
اگرچہ خواجہ نے بہت سخاوت اور جود کی ہے	بالکل بھی وہ آپ کی عطا کے ہم پلہ نہ تھی
او کلہ بخشید و تو سرپر خرد	او قبا بخشید و توبالا و قد
اس نے ٹوپی دی تھی اور آپ نے سر دیا جو پر عقل ہے	اس نے قبا دی تھی اور آپ نے قد و قامت دیا
او زرم دادو تو دست زر شمار	او ستورم داد تو عقل سوار
اس نے مجھ کو زر دیا اور آپ نے ہاتھ دیا جو زر کو شمار کرتا ہے	اس نے مجھ کو مرکب دیا اور آپ نے عقل دی جو سوار ہوتی ہے
خواجہ شمعم داد و تو چشم قریر	خواجہ نقلم داد و تو طعمہ پذیر
خواجہ نے مجھ کو شمع دی اور آپ نے چشم خنک	خواجہ نے مجھ کو نقل دیا اور آپ نے طعام کا قبول کرنے والا دیا
او وظیفہ داد تو عمر و حیات	وعدہ اش زر وعدۂ تو طیبات
اس نے تنخواہ دی اور آپ نے عمر اور حیات دی	اس کا وعدہ زر تھا آپ کا وعدہ پاکیزہ نعمتیں
او وثاقم داد و تو چرخ و زمیں	در وثاقت او وصد چوں او سمیں
اس نے مجھ کو گھر دیا اور آپ نے آسمان اور زمین	آپ کے گھر میں وہ اور اس جیسے سینکڑوں مرہون ہیں
آنچہ او داد اے ملک ہم از تو داد	کہ دلو دست و را کردیتو راد
جو چیز اس نے دی ہے اے بادشاہ وہ بھی آپ ہی کی طرف	سے دی ہے کیونکہ اس کے دل اور ہاتھ کو آپ ہی نے سخی بنایا ہے
زر ازان تست او زر نافرید	نان از آن تت ناں ازتش رسید
زر آپ ہی کی ملک ہے اس نے زر نہیں پیدا کیا	روٹی آپ ہی کی ملک ہے روٹی آپ کی طرف سے اس کو پہنچی
آں سخا و رحم ہم تو دادیش	کز سخاوت می فزودے شادیش
وہ سخا و رحم بھی اس کو آپ ہی نے دیا	کہ سخاوت سے اس کی فرحت بڑھتی تھی
من مرا او را قبلۂ خود ساختم	قبلہ ساز اصل را انداختم
میں نے اس کو اپنا قبلہ بنا لیا	جو اصل قبلہ ساز ہے اس کو نظرانداز کر دیا
ما کجا بودیم کان دیان دیں	عقل می کارید اندر ماوطیں
ہم کہاں تھے کہ وہ حاکم محکم	عقل کو بو رہے تھے آب و گل میں
چوں ہمی کرد از عدم گردوں پدید	ویں بساط خاک را می گسترید
جبکہ وہ عدم سے آسمان کو ظاہر کر رہے تھے	اور اس بساط زمین کو بچھا رہے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

ز اختراں می ساخت او مصباحہا	وز طبائع قفل با مفتاحہا
کواکب سے وہ چراغ بنا رہے تھے	اور اجسام طبعیہ سے قفل مع مفتاحوں کے
اے بسا بنیاد ہا پنہاں و فاش	مضمر ایں سقف کرد وایں فراش
اے شخص بہت سی مصنوعات مخفی اور ظاہر	اس سقف اور اس فرش میں مضمر کی ہیں

وہ غریب الوطن جو کہ (اس) اندیشۂ قرض سے (کہ دیکھئے کیونکر ادا ہو) محنت زدہ تھا راہ میں آیا (جو کہ) اس دارالسلامۃ کی طرف (پہنچا تھا یعنی) تبریز کی طرف اور مقام (مشابہ) گلستاں کی طرف چلا (اور) اس کی امید پھولوں کے اوپر چت لیٹی ہوئی تھی (یعنی اس امید سے اس کو راحت اور بے فکری ہوتی تھی کہ محتسب میری مراد پوری کردے گا اور) دارالسلطنۃ تبریز روشن سے اس کی امید پر روشنی بالائے روشنی واقع ہوئی (یعنی امید میں قوت ہوتی جاتی تھی یہ تو راستہ کا قصہ ہے پھر جب تبریز پہنچا تو) اس کی روح شگفتہ ہوگئی اس باغ مرداں (طالب) سے (مراد اس سے تبریز ہے آگے اس کا بدل الاشتمال ہے یعنی) ہوائے یوسف مصر وصال سے (روح تازہ ہوگئی۔ یعنی محتسب جو کہ مشابہ تھا یوسف علیہ السلام کے جو کہ مصر میں رہتے تھے جہاں یعقوب علیہ السلام کو ان کا وصال میسر ہوا اس محتسب کے خیال قرب سے جو مشابہ ریح یوسف کے تھا۔ روح شگفتہ ہوگئی اور جوش شوق میں) کہنے لگا اے شترراں میرے ناقہ کو بٹھلا دے (یعنی ٹھہرادے کہ منزل مقصود آگئی اور اس منزل میں) میری امداد آگئی (کذافی المنتخب یاری کردن) اور میرا ناقہ بھاگ گیا (آگے ناقہ کو خطاب ہے کہ) بیٹھ جا اے میری ناقہ سب کام خوب ہوگئے بے شک شہر تبریز دلوں کی گفتگو کی جگہ ہے (یعنی وہی مقام ہے جس کے لئے مدتوں سے حدیث النفس ہوا کرتا تھا) چرتی رہ اے میری ناقہ باغوں کے گرد (اوپر کہا تھا بیٹھ جا جو سفر کے ختم پر دال ہے یہاں کہتے ہیں کہ سفر ختم کرکے یہاں ہی اقامت کرلے اور اقامت میں ظاہر ہے کہ چرنے کی بھی ضرورت ہوگی) بے شک تبریز ہمارے لئے خوب محل فیض ہے (تبریز کی یہ مدح اسی طرح آگے بھی مع تبریزیوں کے ذکر کے گو اس مسافر کی لسان سے ادا کیا ہے لیکن اصل میں یہ مولانا کا جوش ہے حضرت شمس تبریزیؒ کے موطن ہونے سے اس کا تذکرہ بتقریب قصہ کے بہانہ ہو گیا اس کے ساتھ اظہار عشق ومحبت کا کما قیل و من دیللي حب الديار لاهلها) اے ساربان اسباب کھول دے (اور اتار دے) اونٹوں پر سے یہ شہر تبریز ہے اور محبوب کا مقام ہے فردوس کا سا شکوہ ہے اس چمن کے لئے (فی الحاشیہ پالیز باغ وبستان وکشت زار را گویند عموماً وکشت خربزہ را خصوصاً اھ اور) عرش کی سی روشنی ہے اس تبریز کے لئے ہر وقت خوشبو راحت انگیز روح کی فوق عرش سے تبریزیوں پر ہے یا (الاول اخبار والثانی دعاء آگے پھر قصہ ہے کہ) جب اس غریب الوطن نے محتسب کا گھر تلاش کیا تو لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ محبوب (حاجتمنداں) گزر گیا وہ پرسوں دار دنیا سے انتقال کر گیا (کذا فی الغیاث فی معنی پریر بیائے مجہول وقیل بوزن حریر) مرد وزن اس کے واقعہ سے زرد رو (اور غمگین) ہیں (یا تو پرسوں بمعنی حقیقی ہے یا مراد زمانہ قریب) وہ طاؤس عرشی عرش کی طرف چلا گیا جبکہ اس کے پاس ہاتفوں سے عرش کی خوشبو پہنچی (عرشی شاید اس اعتبار سے کہا ہو کہ بعض ابرار کی ارواح قنادیل عرش میں معلق رہتی ہیں اور بوئے عرش شاید اس خوشبو کو کہا ہو جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ مومن کی قبض روح کے لئے فرشتے جنت کا حریر خوشبودار لے کر آتے ہیں اور ہاتف ان ہی فرشتوں کو کہا ہو) اس کا سایہ اگرچہ پناہ خلق تھا اس کو آفتاب (قضا) نے جلدی جلدی تہ کر ڈالا (یعنی محو کردیا آفتاب سے سایہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کا محو ہونا ظاہر ہے جس سے پھر بجائے سایہ کے دھوپ آجاتی ہے اور وہ آرام جاتا رہتا ہے) اس نے اس ساحل (دنیا) سے کشتی پرسوں آخرت کی طرف روانہ کردی وہ خواجہ اس غمکدہ (دنیا) سے سیر (اور ملول) ہو گیا تھا (اس لئے دنیا کو چھوڑ دیا یہ سن کر) اس شخص نے (فرط غم سے) ایک نعرہ مارا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا گویا اس نے بھی اس کے پیچھے جان دے دی پس لوگوں نے اس کے منہ پر گلاب اور پانی چھڑکا ہمراہی لوگ اس کی حالت پر گریاں ہوئے (یا تو سفر میں بھی دو چار آدمی رفیق ہوں گے یا نیا مسافر دیکھ کر پوچھنے پاچھنے کو کچھ لوگ ساتھ ہو لئے ہوں) شب تک بے خود رہا اور اس کے بعد (عالم) غیب سے جان واپس ہوئی (یعنی ہوش آیا مگر) نیم مردہ جب ہوش آیا (تو دوسرا ہوش بھی آیا جس سے اعتماد علی الخلوق کی غلطی سمجھ میں آئی اور حق تعالیٰ کی نعمتیں یاد کر کے اس کی طرف رجوع ہوا اور توبہ کی یہ حاصل تھا سرخی کا چنانچہ آگے اشعار میں یہی مضمون ہے یعنی) کہنے لگا کہ اے کردگار میں خطاوار ہوں کہ میں مخلوق سے امیدوار ہوا (کیونکہ معطی حقیقی اور منعم کامل آپ ہیں اس کی عطا کو آپ کی عطا سے کیا نسبت جس کی آگے کچھ تفصیل ہے یعنی) اگرچہ خواجہ (مرحوم) نے بہت سخاوت اور جود کی ہے (مگر) بالکل بھی وہ آپ کی عطا کے ہم پلہ نہ تھی (چنانچہ اس نے ٹوپی دی تھی (اور وہ بھی محض ظاہرا) اور آپ نے سر دیا جو پر عقل ہے (یہ مردہ ظاہر میں بھی نہ دے سکا اسی طرح) اس نے قبادی تھی اور آپ نے قد و قامت دیا اس نے مجھ کو زر دیا اور آپ نے ہاتھ دیا جو زر کو شمار کرتا ہے اس نے مجھ کو مرکب دیا اور آپ نے عقل دی جو (بواسطہ جسم کے اس مرکب پر) سوار (اور اس میں متصرف اور حاکم) ہوتی ہے خواجہ نے مجھ کو شمع دی اور آپ نے چشم خنک (یعنی روشن کہ بدوں اس کے شمع محض بیکار ہے) خواجہ نے مجھ کو نقل (اور طعام) دیا اور آپ نے (اس) طعام کا قبول کرنے والا (معدہ) دیا اس نے تنخواہ دی اور آپ نے عمر اور حیات دی (کہ جس کے بدوں تنخواہ محض لاشے ہے اور) اس کا وعدہ زر تھا آپ کا وعدہ پاکیزہ نعمتیں (جنت کی) اس نے مجھ کو گھر دیا اور آپ نے آسمان اور زمین آپ کے (اس) گھر میں وہ اور اس جیسے سینکڑوں مرہون (منت) ہیں (بلکہ) جو چیز اس نے دی ہے (جس کا ذکر اشعار بالا میں ہوا ہے) اے بادشاہ وہ بھی آپ ہی کی طرف سے دی ہے (یعنی اس میں بھی حقیقۃً وہ معطی نہیں ہے) کیونکہ اس کے دل اور ہاتھ کو (بھی جو کہ آلات عطا ہیں) آپ ہی نے تو بنایا ہے (کذا فی الغیاث فی معنی راد اور) زر (بھی جو کہ متعلق ہے عطا کا حقیقۃً) آپ ہی کی ملک ہے اس نے زر نہیں پیدا کیا۔ (اسی طرح) روٹی (بھی) آپ ہی کی ملک ہے روٹی آپ کی طرف سے اس کو پہنچی (اور) وہ سخا و رحم (جو کہ منشا ہے عطا کا وہ) بھی اس کو آپ ہی نے دیا کہ سخاوت سے اس کی فرحت بڑھتی تھی (جس سے آگے پھر وہ سخاوت کرتا تھا پس سب آپ کی طرف سے ہوا تو وہ حقیقی معطی ان چیزوں میں بھی نہیں ہوا اسی لئے احقر نے اوکلہ بخشید کی شرح میں ظاہرا کہہ دیا تھا اور باوجود اس کے میری یہ غلطی ہے کہ) میں نے اس کو اپنا قبلہ (توجہ) بنا لیا (اور) جو اصل قبلہ ساز ہے اس کو نظر انداز کر دیا (قبلہ ساز یعنی اس قبلہ توجہ یعنی محتسب کو بنایا آگے تعداد ہے بعض نعم مخصہ بحق کی بطریق التفات من الخطاب الی الغیبۃ کی یعنی) ہم (اس وقت) کہاں تھے کہ (جس وقت) وہ حاکم حکم (کذا فی المنتخب فی معنی الدیان والدین) عقل کو بو رہے تھے آب و گل میں (یعنی اس کو جسم کے ساتھ متعلق کر رہے تھے اور ہم اس وقت کہاں تھے) جبکہ وہ عدم سے آسمان کو ظاہر کر رہے تھے اور اس بساط زمین کو بچھا رہے تھے (اور) کواکب سے وہ چراغ بنا رہے تھے اور اجسام طبعیہ (شاملہ للعناصر والعنصریات والفلکیات) سے قفل مع مفتاحوں کے (بنا رہے تھے مراد مفتاح سے اسباب اور قفل سے مسببات کہ اسباب سے مسببات کے آثار کے ابواب کشادہ و ظاہر ہوتے ہیں آگے تعمیم بعض تخصیص ہے یعنی) اے شخص بہت سی مصنوعات

www.besturdubooks.wordpress.com

(جن میں بعض) مخفی (ہیں) اور (بعض) ظاہر اس سقف (آسمان) اور اس فرش (زمین) میں مضمر (اور ودیعت) کی ہیں (اس میں سب مافي السموات والارض آ گئے اور مضمر کے معنی یہاں مستور کے نہیں مطلق موضوع و مودوع کے ہیں اس اعتبار سے کہ اگر کوئی آسمان و زمین سے خارج ہو اس کے اعتبار سے وہ مستور بھی ہوں گی)۔

آدمؑ اصطرلاب اوصاف علوست	صف آدمؑ مظہر آیات اوستو
آدم اس کے اوصاف عالیہ کا اصطرلاب ہے	آدم کا وصف اس کے آیات کا مظہر ہے
ہر چہ در روے می نماید عکس اوست	ہمچو عکس ماہ کاندر آب جوست
جو کچھ اس میں دکھلائی دیتا ہے اس کا ظل ہے	مثل عکس ماہ کے کہ آب جو میں ہے
بر صطرلابش نقوش عنکبوت	بہر اوصاف ازل دارد ثبوت
آدم کے اصطرلاب پر عنکبوت کے نقوش	اوصاف قدیمہ کے لئے ثبت ہیں
تا ز چرخ غیب وز خورشید روح	عنکبوتش درس گوید باز شروح
تاکہ عنکبوت آدم فلک غیب اور آفتاب	روح کا درس مع شروح کے کرے
عنکبوت و ایں صطرلاب رشاد	بے منجم در کف عام اوفتاد
یہ عنکبوت اور یہ اصطرلاب رہنما	بلاواسطہ نجم کے عوام کے ہاتھ میں پڑ گیا ہے
انبیا را داد حق تنجیم ایں	غیب را چشمے بباید غیب بیں
اس کی منجمی حق تعالیٰ نے انبیاء ہی کو دی ہے	غیب کے لئے چشم غیب بیں ہی کی ضرورت ہے
در چہ دنیا فتادند ایں قروں	عکس خود را دید ہر یک چہ دروں
چاہ دنیا میں یہ اہل زمانہ گر پڑے ہیں	اپنے عکس کو ہر ایک نے چاہ کے اندر دیکھا ہے
عکس در چہ دید از بیروں ندید	ہمچو شیر گول کاندر چہ دوید
عکس کو کنویں کے اندر دیکھا اور باہر سے نہ دیکھا	مثل شیر احمق کے کہ چاہ کے اندر دوڑ پڑا
از بروں داں ہر چہ در چاہت نمود	ورنہ آں شیری کہ در چہ شد فرود
تو باہر سے سمجھ جو کچھ تجھ کو چاہ میں دکھلائی دیا	ورنہ تو بھی وہ شیر ہو گا جو چاہ کے اندر پہنچا
برد خرگوشیش از رہ کاے فلاں	در تگ چاہست آں شیر ژیاں
اس کو ایک خرگوش راستہ سے لے گیا کہ اے فلاں	قعر چاہ میں ہے وہ شیر ژیاں
در رو اندر چاہ و کیں از وے بکش	چوں ازو غالب تری سر بر کنش
چل چاہ کے اندر اور کینہ اس سے نکال	جب تو اس سے غالب تر ہے اس کا سر جدا کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں مقلد سخرۂ خرگوش شد	از خیال خویشتن پرجوش شد
وہ غیر محقق خرگوش کا تابع ہو گیا	اپنے خیال سے پرجوش ہو گیا
اونگفت ایں نقش واودر آب نیست	ایں بجز تقلیب آں قلاب نیست
اس شیر نے یوں نہ کہا کہ یہ محض نقش ہے اور وہ شیر پانی میں نہیں ہے	یہ بجز منقلب کر دینے اس کثیر الدغا کے اور کچھ نہیں
توہم از دشمن چو کینے می کشی	اے زبون شش غلط در ہر ششی
تو بھی دشمن سے کینہ نکال رہا ہے	اے تابع تمام جہات کی غلطیوں کے تو ششدر ہو رہا ہے
آں عداوت اندرو عکس حق ست	کز صفات قہر آنجا مشتق ست
وہ عداوت اس میں حق کا عکس ہے	کہ وہاں کی صفات قہر سے مستفاد ہے
واں گنہ دروے زعکس جرم تست	باید آں خور از طبع خویش شست
اور وہ گناہ اس میں تیرے جرم کا عکس ہے	اس خلق کو اپنی طبیعت سے دھونا چاہئے
خلق زشتت اندر و رویت نمود	کہ ترا او صفحۂ آئینہ بود
تیرا خلق مذموم اس کے اندر تجھ کو نمایاں ہوا	کہ وہ تیرے لئے تختۂ آئینہ ہو گیا
چونکہ قبح خویش دیدی اے حسن	اندر آئینہ بر آئینہ مزن
جب تو نے اس آئینہ میں اپنے قبح کو دیکھ لیا اے حسن	تو تو آئینہ پر ضرب مت لگا
می زند برآب استارہ سنی	خاک تو برعکس اختر میزنی
پانی پر ایک روشن ستارہ کا عکس پڑتا ہے	تو ستارہ کے عکس پر مٹی مار رہا ہے
کایں ستارہ نحس درآب آمدست	تاکند او سعد مارا زیردست
کہ یہ منحوس ستارہ پانی کے اندر آیا ہے	تاکہ وہ ہمارے طالع نیک کو مغلوب کر دے
خاک استیلا بریزی برسرش	چونکہ پنداری ز شبہ اخترش
اس کے سر پر غلبہ کی خاک ڈال رہا ہے	چونکہ تو اس کو شبہ کی وجہ سے ستارہ خیال کر رہا ہے
عکس پنہاں گشت واندرغیب راند	تو گماں بردی کہ آں اختر نماند
عکس پوشیدہ ہو گیا اور غیبت میں چلا گیا	تو نے یہ گمان کیا کہ وہ ستارہ نہیں رہا
آں ستارہ نحس ہست اندر سما	ہم بداں سو بایدش کردن دوا
وہ منحوس ستارہ آسمان میں ہے	اسی طرف اس کی تدبیر بھی کرنا چاہئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ باید دل سوی بیسوئے بست	نحس ایں سو عکس نحس بیسوست
بلکہ دل کو بے جہت کی طرف لگانا چاہئے	اس جہت کی نحوست بے جہت کی سوء القضا کا عکس ہے
داذ داد حق شناس و بخشش	عکس آں دادست اندر پنج وشش
عطاء تو عطا حق کو سمجھ اور اس کی بخشش کو	پنج اور شش میں اس عطاء کا عکس ہے
گر بود داد خساں افزوں زریگ	تو بمیری واں بماند مرد ریگ
اگر کمینہ مخلوق کی عطاء ریگ سے بھی زیادہ ہو	تو مر جاوے گا اور وہ میراث رہ جاوے گی
عکس آخر چند پاید در نظر	اصل بینی پیشہ کن اے کژنگر
عکس آخر نظر میں کب تک باقی رہے گا	اصل بینی کو پیشہ کر لے اے کج بیں
حق چو بخشش کرد بر اہل نیاز	با عطا بخشید شاں عمر دراز
حق تعالیٰ نے جب اہل نیاز پر بخشش فرمائی	تو عطا کے ساتھ ان کو عمر دراز بھی عطا فرمائی
خالدیں شد نعمت و منعم علیہ	محیی الموتیست فاجتاروا الیہ
نعمت اور منعم علیہ دونوں خالد ہو گئے	وہ مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں پس اسی کی طرف التجا کرو
داد حق باتو در آمیزد چو جاں	آنچنانکہ آں تو باشی و تو آں
عطاء حق تیری ساتھ جان کی طرح مل جاتی ہے	اس طرح سے کہ وہ تو تو ہو جاتا ہے اور تو وہ ہو جاتا ہے
گر نماند اشتہائے نان و آب	بدہدت بے ایں دو قوت مستطاب
اگر نان و آب کی رغبت نہ رہے	تو وہ تجھ کو بدون ان دونوں کے غذائے طیب عطا فرماتا ہے
فربہی گر رفت حق در لاغری	فربہی پنہانت بخشد آں سری
اگر فربہی بھی جاتی رہی ہو تو حق تعالیٰ لاغری میں	تجھ کو باطنی فربہی عطا فرما دیتے ہیں اس طرف کی
چوں پری را قوت از بوی دہد	ہر ملک را قوت جاں او می دہد
جبکہ وہ جن کو خوشبو سے غذا دیتے ہیں	فرشتہ کو غذائے روح وہ دیتے ہیں
جاں چہ باشد کہ تو سازی زو سند	حق بعشق خویش زندت می کند
جان کیا چیز ہے کہ تو اس سے سہارا ڈھونڈتا ہے	حق تعالیٰ اپنے عشق سے تجھ کو زندہ کر دیتے ہیں
زو حیات عشق خواہ و جاں مخواہ	تو ازو آں رزق خواہ و ناں مخواہ
تو اس سے حیات عشق مانگ اور جان مت مانگ	تو اس سے وہ رزق مانگ اور روٹی مت مانگ

www.besturdubooks.wordpress.com

خلق راچوں آب داں صاف وزلال	اندراں تاباں صفات ذوالجلال
خلق کو مثل آب صاف اور زلال کے جان	اس کے اندر تاباں ہیں صفات ذوالجلال
علم شان وعدل شان ولطف شاں	چوں ستارہ چرخ درآب رواں
ان لوگوں کا علم اور ان کا عدل اور ان کا لطف	مثل ستارہ چرخ کے ہے آب رواں میں
بادشاہی زیبد آں خلاق را	بادشاہاں جملگی عاجز و را
بادشاہی اسی خلاق کو زیبا ہے	تمام بادشاہ اس کے سامنے عاجز ہیں
پادشاہاں مظہر شاہی حق	فاضلاں مرآت آگاہی حق
تمام بادشاہ مظہر ہیں بادشاہی حق کے	تمام فاضل آئینہ ہیں علم حق کے
قرنہا بگذشت وایں قرن نویست	ماہ آں ماہ است آب آں آب نیست
بہت سے قرن گزر گئے اور یہ ایک جدید قرن ہے	چاند وہی چاند ہے پانی وہ پانی نہیں ہے
عدل آں عدل ست فضل آں فضل ہم	لیک متبدل شد آں قرن و امم
عدل وہی عدل ہے فضل وہی فضل ہے	لیکن متبدل ہو گئے وہ اہل قرن اور جماعتیں
قرنہا برقرنہا رفت اے ہمام	ایں معانی برقرار و بردوام
قرون پر قرون چل دیئے اے سردار	یہ صفات قرار اور دوام پر ہیں
آب مبدل شد دریں جو چند بار	عکس ماہ و عکس اختر برقرار
پانی بدل گیا اس نہر میں چند بار	عکس چاند کا اور عکس ستارہ کا برقرار ہے
پس بنااش نیست برآب رواں	بلکہ بر اقطار عرض آسماں
پس اس کی بناء آب رواں پر نہیں ہے	بلکہ اطراف وسعت آسمان پر ہے
ایں صفتہا چوں نجوم معنویست	وانکہ بر چرخ معانی مستولیست
یہ صفات مثل کواکب معنویہ کے ہیں	جان لے کہ فلک معانی پر قائم ہیں
خوبرویاں آئینہ خوبی او	عشق ایشاں عکس مطلوبی او
تمام خوبرو اس کے حسن کے آئینہ ہیں	ان کی معشوقی اس کی مطلوبی کا عکس ہے
ہم باصل خود رود ایں خدوخال	دائما درآب کے ماند خیال
یہ سب خدوخال اپنی اصل ہی کی طرف چلا جاتا ہے	دائما پانی میں عکس کب رہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ تصویرات عکس آب جوست	چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست
سب صورتیں عکس ہیں آب جو کی	اگر تو اپنی آنکھ ملے تو سب وہی خود ہے

(اصطرلاب آلتے ست کہ در تہیا باشد کہ ازاں احوال آفتاب بہ نسبت ارض معلوم می شود و طول بلدان و عرض آنہا من بحر العلوم و قال ولی محمد مطرلاب بضم ترازوئے آفتاب و آں طاسے و حلقہ ایست کہ بداں موازنہ ساعات معلوم می شود آ ںے و عنکبوت در اصطلاح منجمان صفحہ بالائیں اصطرلاب را گویند مثل نسج عنکبوت سوراخ دارد من بحر العلوم کذا فی الحواشی اوپر مقصوداً نعم و آیات آفاقیہ کا اور تبعاً آیات انفسیہ کا بیان تھا اور یہاں سے برعکس اور یہ سب مولانا کے مقولات ہیں بلسان اس فرضدار غریب الوطن کے یعنی منجملہ نعم و آیات عظیمہ عجیبہ حق تعالیٰ کے خود انسان ہے جس کے عظیم و عجیب ہونے کا بیان یہ ہے کہ) آدم (اور ان کی اولاد) اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) اوصاف عالیہ کا اصطرلاب (یعنی آلہ معرفت) ہے (اور) آدم کا وصف اس کے (یعنی حق تعالیٰ کے) آیات کا مظہر ہے مصرعہ اولیٰ میں انسان کا مظہر اسماء الٰہیہ ہونا اور مصرعہ ثانیہ میں مظہر بمعنی جامع حقائق کونیہ ہونا مذکور ہے آگے پھر مظہر اسماء الٰہیہ ہونا مذکور ہے یعنی) جو کچھ اس میں (یعنی انسان میں) دکھلائی دیتا ہے اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ظل ہے مثل عکس ماہ کے کہ آبجو میں ہے آدم کے اصطرلاب پر (یعنی اس کی ذات پر جو مشابہ اصطرلاب کے ہے آلہ معرفت ہونے میں فالاضافۃ لجین الماء) عنکبوت کے نقوش (یعنی صفات آدم کے مشابہ عنکبوت کے ہیں تعبیت للذات و آلیت للمعرفۃ میں) اوصاف قدیمہ (حق تعالیٰ) کے (انکشاف کے) لئے ثبت ہیں۔ تاکہ (جس طرح آلہ مذکور آفتاب کے احوال کا کہ ان کو احوال فلک بھی کہا جا سکتا ہے اور اس اعتبار سے فلک کے احوال کا بھی کاشف ہے اسی طرح) عنکبوت آدم فلک غیب اور آفتاب روح کا درس مع شروح کے کرے (یعنی اس کا کاشف ہو اور غیب اور روح سے مراد بقرینہ مقام صفات حق ہیں غیب ہونا تو اس کا ظاہر ہے اور روح بمعنی حیات بخش کہا گیا اور صفات حق کا دخل حیات بخشی میں ظاہر ہے کہ احیاء جو کہ فعل حق ہے موقوف ہے ارادہ و قدرت و علم پر عقلاً اور کلام پر عادۃً لقولہ تعالیٰ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون پس حاصل معنی یہ ہوا کہ تاکہ صفات آدم کاشف ہوں صفات حق کے والمسئلۃ مشہورۃ عند القوم لایحتاج الی البیان ھٰھنا آگے اس کاشفیت کے توقف علی اتباع صاحب الوحی کو بیان فرماتے ہیں تاکہ اپنے عقل و کشف پر اعتماد کر کے ان سے مستغنی نہ ہو جاوے پس فرماتے کہ اگرچہ) یہ عنکبوت اور یہ اصطرلاب رہنما (و کاشف) بلا واسطہ منجم کے (جس کا مصداق آگے آتا ہے) عوام کے ہاتھ میں پڑ گیا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر شخص کو ذات انسانی و صفات انسانیہ کا مشاہدہ حسیہ حاصل ہے خصوصاً اپنی ذات و صفات کا علم حضوری ہر وقت میسر ہے لیکن) اس (اصطرلاب اور عنکبوت) کی منجمی (و طریقہ استعمال و جعل آلیت) حق تعالیٰ نے انبیاء ہی کو دی ہے (کیونکہ) غیب کے (دیکھنے کے) لئے چشم غیب بین ہی کی ضرورت ہے (اگرچہ وہ غیب بینی کسی آلہ ہی کے واسطے سے ہو مگر آخر باصرہ میں تو اس کے دیکھنے کی قوت ضروری ہے جس طرح سے کوئی شخص آئینہ یا عینک کے ذریعہ سے دیکھتا ہو مگر آخر آنکھ میں تو استعداد کی حاجت ہوگی پس صفات حق غیب ہیں تو ان کا مشاہدہ اگرچہ بواسطہ مرآۃ مخلوق کے ہو مگر اس چشم میں ایسی قوت ہونا ضروری ہے اور وہ قوت اولاً و بالذات انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے اور دوسروں کو ثانیاً و بالعرض ان کے متابعت کے طفیل سے اس لئے اس اصطرلاب مذکور کا کاشف ہونا موقوف ہوا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر کہ اس سے حق تعالیٰ بصیرت میں نور دیتا ہے جس سے مظہر سے ظاہر کا مشاہدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کشفیہ کرتا ہے پس اصطرلاب مذکور کا عطاء تکوینی تو عام ہوا لقولہ در کف عام او فتاد اور اس کا نفع تشریعی خاص ہوا لقولہ انبیاء را الخ هکذا ینبغی ان یفهم المقام آ گے مظہریت انسان للحق کے بعد دو مضمون مختلط طور پر بیان کئے گئے ہیں ایک مظہریت عالم للحق اور زیادہ مقصود یہی معلوم ہوتا ہے گو ذکر میں موخر ہے حیث ذکر فی قولہ واداد حق شناس الخ مع ملیلیہ۔ اور دوسرا مضمون مظہریت عالم للانسان اور اس کے ساتھ ساتھ عوام کی غفلت اس مظہریت سے اور اس عالم مضاف الیہ للمظہریت میں ایک انسان کے اعتبار سے دوسرا انسان بھی داخل ہے کالمرایا المتعاکسۃ جس کے بیان کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ انسان چونکہ مظہر اتم ہونے سے مثال اشبہ ہے۔ حضرت حق کی و عبر عنه بقوله علیه السلام ان الله تعالیٰ خلق آدم علی صورته اس لئے انسان اس شان میں بھی مثال ہوگا حق تعالی کی کہ جس طرح عالم حق تعالی کا مظہر ہے اسی طرح ایک درجہ میں انسان کا بھی مظہر ہے جس کا راز جامعیت ہے انسان کی پس جو کچھ عالم میں ہے اس کی اصل گویا انسان میں ہے اور فرع عالم میں جس کی شرح یہ ہے کہ اصل عالم کی صفات حق ہیں اور یہ صفات انسان میں باتم وجہ ظاہر ہیں پس گویا عالم کی اصل انسان میں ہوئی اور یہ دوسرا مضمون ذکر میں مقدم ہے حیث ذکر فی قولہ عکس خود را دیدا الخ اور بعض اشعار میں دونوں مضمون مجتمع ہیں کما فی قولہ آں عداوت الخ وقولہ واں گنہ الخ وغیرہما پس فرماتے ہیں کہ) چاہ دنیا میں یہ اہل زمانہ گر پڑے ہیں (جس کی وجہ یہ ہے کہ) اپنے عکس کو ہر ایک نے چاہ کے اندر دیکھا ہے (اور غلطی سے یہ سمجھا کہ یہ ہمارا غیر ہے اس لئے اس پر حملہ کر کے چاہ میں جا رہے جیسا شیر کا قصہ دفتر اول میں مفصل ہے اور مجمل اس مقام پر بھی اشارہ کیا ہے پس اس) عکس کو کنویں کے اندر دیکھا (کہ اندر کوئی میرا مغائر ہے) اور باہر سے نہ دیکھا (کہ میرا ہی عکس ہے اور میں باہر ہوں) مثل شیر احمق کے کہ چاہ کے اندر دوڑ پڑا (اسی طرح تو اکثر اوقات دوسروں کے ساتھ معاملہ کرنے میں غلطی کرتا ہے مثلاً عداوت کا منشاء دوسرے میں سمجھتا ہے اور واقع میں وہ منشا تیرے اندر ہوتا ہے اس لئے) تو باہر سے سمجھ جو کچھ تجھ کو چاہ میں دکھلائی دیا (باہر سے مراد اپنی ذات اور چاہ سے مراد دوسرا شخص اور ہر چہ سے مراد صفات مناشی عداوت مثلاً) اور نہ تو بھی وہ شیر (یعنی اس کے مشابہ) ہوگا جو چاہ کے اندر پہنچا اس کو ایک خرگوش راستہ سے لے گیا (جس طرح تجھ کو نفس لے جاتا ہے) کہ اے فلانے قعر چاہ میں ہے وہ شیر ژیاں چل چاہ کے اندر اور کینہ اس سے نکال۔ جب تو اس سے غالب تر ہے اس کا سر جدا کر دے (یہ سب مقولہ خرگوش کا ہے) وہ (شیر) غیر محقق خرگوش کا تابع ہو گیا (جس طرح تو اپنے نفس کا تابع ہو جاتا ہے اور) اپنے خیال سے پر جوش ہو گیا (جس طرح تو بکثرت اپنے خیالات غیر واقعیہ کا تابع ہو کر دوسروں سے الجھتا ہے) اس شیر نے (تحقیق حقیقت کی کر کے) یوں نہ کہا کہ یہ محض نقش ہے (میرا) اور وہ شیر (دوسرا) پانی میں نہیں ہے (یعنی اگر تحقیق کرتا تو اس مجموعہ مقولہ کو کہتا ہو) یہ (نہ کہنا اور نہ سمجھنا بھی) بجز منقلب کر دینے اس کثیر العطا کے اور کچھ نہیں (یعنی یہ بھی ان ہی کا تصرف تکوینی ہے کہ حقیقت مخفی ہو گئی جس میں بہت سی حکمتیں ہیں کہ ان کے اعتبار سے یہ بھی خیر اور نافع ہے کثیرین کو اور اسی نفع کے بناء پر مقلب کو وہاب کہا یہ تو شیر کی حکایت ہوئی اسی طرح دوسرے شخص میں منشاء عداوت کا توہم کر کے) تو بھی دشمن سے کینہ نکال رہا ہے اے تابع تمام جہات کو غلطیوں کے تو (حقیقت کے نہ جاننے سے) ششدر ہو رہا ہے (یہاں تک بیان ہوا اس کا کہ اجزاء عالم تیرے مظہر ہیں اور تو نہیں سمجھتا آ گے کہتے ہیں کہ اجزاء عالم من وجہ حق کے مظہر اور من وجہ تیرے مظہر ہیں اس طرح سے کہ) وہ عداوت (کی صفت) اس میں (قطع نظر خصوصیت متعلق کے) حق کا عکس ہے (اس طور پر) کہ وہاں کی صفات قہر سے مستفاد ہے اور وہ گناہ (جو) اس میں (ہے یعنی ظلم وغیرہ جو عداوت سے صادر ہوا وہ) تیرے جرم کا عکس ہے (یہ باعتبار اکثر کے ہے پس اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر ظلم کا

www.besturdubooks.wordpress.com

سبب مظلوم ہی کا جرم ہے اور مقصود مقام اس حکم اکثری سے بھی حاصل ہو گیا کیونکہ مقصود غفلت عام کا ازالہ ہے کہ جس جگہ ایسا ہے وہاں بھی تحقیق نظر نہیں کی جاتی حقیقت مضمون ہر دو شعر کی یہ ہے کہ حسن و قبح افعال اختیاریہ عبد میں ہے مبادی فطریہ میں نہیں حتی کہ عداوت جو کہ مبداء ہے ظلم کا مثلاً اگر اپنے محل میں صرف ہو حسن ہے اس میں اگر قبح ہوتا ہے تو صرف الی غیر المحل سے اور یہ صرف فعل اختیاری ہے اس لئے نفس عداوت کو صفات قہریہ حق کا ظل کہا اور گناہ مثلاً ظلم کو کہ قبیح ہے دوسرے عبد کے فعل کا ظل کہا یہ معنی تھے میرے قول کی تمہید میں کہ اجزاء عالم من وجہ حق کے مظہر ہیں اور من وجہ تیرے مظہر ہیں آگے مصرعہ اولی پر تفریع ہے کہ جب اس عدو کا گناہ تیرے جرم کا عکس ہے تو بجائے اس کے کہ عدو سے الجھتا ہے تجھ کو اپنے) اس خلق (مذموم) کو (کہ سبب ہوا اس کے ظلم کا) اپنی طبیعت سے دھونا چاہئے (کیونکہ) تیرا خلق مذموم اس (عدو) کے اندر تجھ کو نمایاں ہوا (اس طرح سے) کہ وہ تیرے لئے (بمنزلہ) تختہ آئینہ (کے) ہو گیا (پس) جب (ہماری اس تنبیہ سے) تو نے اس آئینہ میں اپنے قبح کو دیکھ لیا اے حسن تو تو آئینہ پر ضرب مت لگا (لفظ اندر آئینہ مصرعہ ثانیہ میں معمول ہے دیدی کا آگے پھر بیان ہے مظہریت عالم للحق کا کہ عداوت عدو کو عکس قہر حق نہ سمجھنے کی اور اس سے الجھنے کی جس کی تحقیق ابھی شعر آں عداوت اندرو عکس حق ست الخ میں کی گئی ہے ایسی مثال ہے کہ جیسے مثلاً) پانی پر ایک روشن ستارہ کا عکس پڑتا ہے (اور) تو (اس کو پانی کے اندر سمجھ کر جبکہ اس ستارہ کا منحوس جانتا ہے اس کو غائب کرنے کے لئے تاکہ نحوست کا اثر نہ ہو) ستارہ کے عکس پر مٹی مار رہا ہے (کہ اس کو دفن کر دوں اور خاک زنی کے وقت یوں کہتا جاتا ہے) کہ یہ منحوس ستارہ پانی کے اندر آیا ہے تاکہ وہ ہمارے طالع نیک کو مغلوب کر دے (بس یہ سمجھ کر) اس کے سر پر (بزعم خود) غلبہ کا خاک ڈال رہا ہے چونکہ تو اس کو شب کی وجہ سے ستارہ خیال کر رہا ہے (اتفاق سے تھوڑی دیر میں وہ) عکس پوشیدہ ہو گیا اور (افق) غیبت میں چلا گیا تو نے یہ گمان کیا کہ وہ ستارہ نہیں رہا (میں نے اس کو دفن کر دیا حالانکہ جس وقت تو اس کو پانی میں سمجھ کر یہ تدبیر کر رہا ہے اس وقت) وہ منحوس ستارہ (جو تیرے زعم غیر واقعی میں منحوس ہے) آسمان میں ہے (سو) اسی طرف اس کی تدبیر بھی کرنا چاہئے (یعنی اگر تیرے خیال میں کوئی تدبیر ضروری ہے تو اس طرف کر جہاں وہ ستارہ ہے پانی میں مٹی بھرنے سے کیا فائدہ) بلکہ تحقیق تو یہ ہے کہ اگر جہت آسمان کے اندر ستارہ کا ہونا بھی معلوم ہو جاوے تاہم آسمان پر بھی نظر مت کرو بلکہ) دل کو بے جہت کی طرف لگانا چاہئے (کیونکہ) اس جہت (والے ستارہ) کی نحوست بے جہت کی سوء القضا کا عکس ہے (اس ترقی بلفظ بلکہ میں مقصود بھی ظاہر ہو گیا مثال میزند کا یعنی اسی طرح مشل میں حضرت حق پر نظر کر اور نحس بے سوکی اس تفسیر کے بعد کوئی اشکال نہ رہا جیسے حدیث میں ہے بالقدر خیرہ و شرہ و یمکن ان سمی نحساً لان مسببہ النحس کما سمی الجزاء سیئۃ لان سببہ السیئۃ اور جس طرح عداوت عدو عکس ہے صفات قہریہ حق کا اسی طرح احسان محسن عکس ہے صفات لطیفہ حق کا اسی کو آگے فرماتے ہیں کہ) عطاء (حقیقی) تو عطاء حق کو سمجھ اور اس کی بخشش کو (اور) پنج (حواس) اور شش (جہات) میں (جو کچھ عطا واقع اور مدرک ہے وہ) اس عطاء کا عکس ہے (آگے عطائے خلق کا غیر معتدبہ ہونا بتلاتے ہیں تاکہ حکم مذکور واو حق شناس الخ کی مزید توضیح ہو جاوے کہ) اگر کمینہ مخلوق کی عطاء ریگ (بیابان) سے بھی زیادہ ہو (تب بھی) تو مر جاوے گا اور وہ (عطا) میراث رہ جاوے گی (پس مخلوق کی عطا ناپائیدار ہے بخلاف حق تعالیٰ کے کہ وہ اگر کسی حکمت سے کوئی عطا بقصد چند روزہ ہی دیں تب تو وہ چند روزہ ہوگی جیسے مال دینا لیکن اگر بقصد دوام دینا چاہیں تو وہ دائم رہے گی جیسے ایمان و اعمال صالحہ و حیوۃ طیبہ من الدنیا الی آخر الابد اور مخلوق تو بقصد بھی ایسا نہیں کر سکتی پس عطائے مخلوق غیر معتدبہ ہوئی آگے تفریع ہے عکس آں واوست فی الشعر القریب پر یعنی جب یہ عطا عکس

www.besturdubooks.wordpress.com

23-2 کاپی-11

ہے تو) عکس آخر (تیری) نظر میں کب تک باقی رہے گا (یعنی نظر میں باقی مت رکھ بلکہ) اصل بینی کو پیشہ کر لے اے کج بین (یعنی حق تعالیٰ پر نظر کر جو اصل معطی ہیں آگے عطائے حق کی ایک خاص شان بیان کرتے ہیں تا کہ مقابلہ ظاہر ہو مضمون تو بمیر داں بماند مردہ ریگ کا یعنی) حق تعالیٰ نے جب اہل نیاز (واہل اطاعت) پر بخشش فرمائی (من ثمرات الاعمال) تو عطا کے ساتھ ان کو عمر دراز بھی عطا فرمائی (مراد اس سے حیات جنت ہے جس کو میں نے ابھی چند سطر اوپر حیوۃ طیبہ من الدنیا الی آخر الابد کہا تھا اس لئے) نعمت اور منعم علیہ دونوں خالد ہو گئے (کما صرح بہ فی النصوص القطعیۃ) وہ مردوں کو زندہ کرنے والے ہیں (ممکن ہے کہ اس میں ایک شبہ کا جواب ہو وہ یہ کہ اہل نیاز کو بھی جو عمر عطا فرمائی ہے وہ موت سے تو منقطع ہو جاوے گی جواب یہ دیدیا گیا کہ اگر اس موت کا اعتبار بھی کیا جاوے تو خود وہ موت بھی منقطع و مبدل بہ حیات ہو جاوے گی پھر دوام ہو جاوے گا اور ہمارا مقصود اس سے بھی حاصل ہے الذی ذکرتہ قریبا بقولی لیکن اگر بقصد دوام دینا چاہیں الخ جب ان کو ایسی شان ہے پس اسی کی طرف التجا (ورجوع) کرو (فی الحاشیہ یعنی تضرعوا الیہ من جا الی اللہ ای تضرع بالدعاء ۱۲ اصراح اھ آگے ایک اور شان عطائے حق کی مذکور ہے یعنی) عطائے حق (میں یہ امتیاز ہے کہ وہ) تیرے ساتھ جان کی طرح مل جاتی ہے اس طرح سے کہ وہ (عطا) تو تو ہو جاتا ہے اور تو وہ (عطا) ہو جاتا ہے (چنانچہ ہضم کے بعد یہ حکم ظاہر ہے اور مخلوق اس پر قادر نہیں ہاتھ میں دیدیا یا بہت سے بہت حلق میں ڈال دیا لیکن استحالہ پر قدرت کہاں یہ تو غذائے حسی کے متعلق عطا کا بیان تھا آگے غذائے روحانی کا ذکر ہے جس کا اوپر بھی دوسرے عنوان سے ذکر ہوا ہے فی قولہ حق جو بخشش کرد الخ وفی قولہ خالدین شد الخ یعنی وہ ایسے صاحب عطا ہیں کہ) اگر (تجھ کو بوجہ انہماک فی الذکر والطاعات کے اس) نان وآب (حسی) کی رغبت (زیادہ) نہ رہے (کما ہو شاہد فی اہل الذکر اور بدوں اشتہا کے کھایا پیا نہیں جاتا اور بے کھائے پئے ضعف ہو جاتا ہے اس لئے ضعف و فتور محتمل ہو) تو وہ تجھ کو بدوں ان دونوں (یعنی نان وآب) کے غذائے طیب (روحانی) عطا فرماتا ہے (وھو المذکور فی قولہ علیہ السلام یطعمنی ربی و یسقینی جس سے اکثر تو جسم بھی قوی رہتا ہے ورنہ طبیعت تو ضرور قوی رہتی ہے وکل ذلک مشاھد آگے بھی اسی کا تتمہ ہے کہ) اگر (حالت مذکور میں جسمانی) فربہی بھی جاتی رہی ہو تو حق تعالیٰ لاغری میں تجھ کو باطنی فربہی (قوت روحانی) عطا فرما دیتے ہیں اس طرف کی (اور چونکہ بلا غذائے معتاد قوت کا رہنا مستبعد تھا اس لئے آگے مثال سے استبعاد کو دفع کرتے ہیں کہ اس کو مستبعد مت سمجھو) جبکہ وہ جن کو خوشبو سے غذا دیتے ہیں (اور) فرشتہ کو غذائے روح وہ دیتے ہیں (استدلال میں تدرج ہے یعنی جن کے لئے صرف خوشبو تغذیہ کے لئے کافی ہوتی ہے جس سے ثابت ہوا کہ بدوں آب و نان بھی تغذیہ ممکن ہے آگے اس سے بھی ترقی ہے کہ فرشتہ کو اس کی بھی ضرورت نہیں ہوتی کہ خوشبو اگر جسم نہیں تو اوصاف جسم سے تو ہے اس کو محض روحی غذا ذکر وطاعت کافی ہے پس اگر انسان کے لئے بھی کسی خاص درجہ میں اس کو کافی کر دیں تو بعید ہی کیا ہے اور جن کی غذا خوشبو ہونا مولانا کو کسی دلیل سے تحقیق ہوا ہوگا اکثر آسیب زدوں کے قصے تو سنے ہیں کہ خوشبو اور پھول کی فرمائش کیا کرتے ہیں واللہ اعلم آگے بھی اسی کی تاکید وتائید ہے کہ) جان (حیوانی جو آب و نان سے متغذی ہے) کیا چیز ہے کہ تو اس سے (حیات میں) سہارا ڈھونڈتا ہے (اور سمجھتا ہے کہ بدوں اس کے حیات کیسے ہوگی چنانچہ بعضے جنتیوں کے خلود میں ایسے ہی شبہات نکالتے ہیں کہ ان کا مدار حیات بھی غذا ہے پس اس کے لئے تغیر و تبدل وفنا واضمحلال لازم ہے پھر خلود کیسے ہو سکتا ہے تو واقع میں جان حیوانی مدار حیات نہیں بلکہ) حق تعالیٰ اپنے عشق سے تجھ کو زندہ کر دیتے ہیں (جب تو اس کا اہل ہوتا ہے حتیٰ کہ جنت کے قبل دجال کے زمانہ میں ذکر اللہ سے اہل ایمان زندہ رہیں گے آگے اس پر تفریع ہے یعنی جب عشق حق ایسی حیات

www.besturdubooks.wordpress.com

بخش چیز ہے تو) تو اس سے حیات عشق مانگ اور جان (حیوانی کی پائندگی و درازی) مت مانگ (اور) تو اس سے وہ رزق (روحانی) مانگ اور (صرف) روٹی مت مانگ (آگے پھر عود ہے مظہریت عالم للحق کی طرف یعنی) خلق کو مثل آب صاف اور زلال کے جان اس کے اندر تاباں ہیں صفات ذوالجلال ان لوگوں کا علم اور ان کا عدل اور ان کا لطف مثل ستارہ چرخ کے (عکس کے) ہے آب رواں میں (حقیقی) بادشاہی اسی خلاق کو زیبا ہے (اور باقی) تمام بادشاہ اس کے سامنے عاجز ہیں (کیونکہ ان کی بادشاہی ظل ہے اس کی بادشاہی کا اور ظل عاجز ولاشے ہوتا ہی ہے ذی ظل کے سامنے آگے اسی کی تصریح ہے کہ) تمام بادشاہ مظہر ہیں بادشاہی حق کے (اور) تمام فاضل (اور عالم) آئینہ ہیں علم حق کے۔ بہت سے قرن گزر گئے اور (ان کے بعد) یہ (زمانہ حال) ایک جدید قرن ہے (ان تمام قرون میں یہ حکم باقی ہے کہ) چاند وہی چاند ہے (مگر) پانی وہ پانی نہیں ہے (جیسے آب رواں میں اگر چاند کا عکس پڑتا ہو تو پانی ہر آن میں نیا آجاتا ہے مگر اس نئے میں جو عکس ہوگا وہ بھی اسی چاند کا ہوگا اسی طرح مظاہر میں تبدل ہے ظاہر میں نہیں چنانچہ) عدل وہی عدل ہے (جس کو اوپر کہا ہے پادشاہان مظہر شاہی حق اور) فضل (وعلم) وہی فضل ہے (جس کو اوپر کہا ہے فاضلان مرات الخ) لیکن متبدل ہو گئے وہ اہل قرن اور جماعتیں (عادلوں اور فاضلوں کی بس) قرون پر قرون چل دیئے اے سردار (لیکن) یہ صفات (کہ صفات حق ہیں) قرار اور دوام پر ہیں (پس اس کی وہی مثال ہے جو اوپر آچکی کہ) پانی بدل گیا اس نہر میں چند بار (لیکن) عکس چاند کا اور عکس ستارہ کا برقرار ہے (یہ مثالیں دونوں ایک ہی چیز کی ہیں آگے اس پر ایک تفریع ہے کہ جب آب رواں کے تبدل سے ماہ و اختر نہیں بدلتا) پس (ثابت ہوا کہ) اس (ماہ و کوکب) کی بناء آب رواں پر نہیں ہے بلکہ اطراف وسعت آسمان (یعنی آسمان وسیع) پر ہے (یہ حکم مشبہ بہ یعنی کواکب کا ہے اور ان کا آسمان کے اجزاء پر ہونا ظاہر ہے آگے مشبہ کے لئے یہ حکم ثابت کرتے ہیں کہ بس اسی طرح) یہ صفات (حق) مثل کواکب معنویہ کے ہیں (ان کو بھی کواکب حسیہ کی طرح) جان لے کہ فلک معانی پر قائم ہیں (چرخ معانی سے تشبیہ دی ذات حق تعالیٰ کو کہ وہ محل استقرار صفات ہے آگے مشبہ کے حکم پر تفریع ہے کہ پس معلوم ہوا کہ) تمام خوبرو اس کے حسن کے آئینہ ہیں (اور) ان کی معشوقی اس کی مطلوبی کا عکس ہے (جب یہ عکس ہیں اور وہ اصل تو) یہ سب خد و خال اپنی اصل ہی کی طرف چلا جاتا ہے (جیسا عکس کواکب راجع الی الکواکب ہو جاتا ہے) وہما پانی میں عکس کب رہتا ہے (پس) سب صورتیں (مظاہر کی) عکس ہیں آب جو کی (یہ اضافت الی الظرف ہے یعنی ایسے عکس جو آب جو میں نمایاں ہیں اور) اگر تو اپنی آنکھ ملے (یہ کنایہ ہے تصحیح نظر سے یعنی اگر نظر صحیح سے دیکھے) تو (وجود حقیقی کے اعتبار سے) سب وہی خود ہے (یعنی اور وجودات چونکہ عکس اور ظل اور تابع اور مستہلک اور لاشے اور غیر معتد بہ ہیں اس لئے وہ قابل شمار نہیں پس ہمہ اوست کی توجیہ پر یہاں بھی یہی کہا جاوے گا کہ جملہ اوست یعنی چیزے دیگر قابل موجود گفتن نیست کما بینتہ فی مفتح الدفتر الاول واللہ اعلم وللہ الحمد علی حل المقام باسہل وجہ واحسنہ ولم اکن اھلاً للک و ذلک فضلہ العظیم و لطفہ الجسیم)

باز عقلش گفت بگزار ایں حول	خل دوشاب ست و دوشاب ست خل
پھر اس سے عقل نے کہا کہ یہ دو بینی چھوڑ دے	سرکہ تو شیرہ انگور ہے اور شیرہ انگور سرکہ ہے
خواجہ را چوں غیر گفتی از قصور	شرم دار اے احول از شاہ غیور
جب تو نے خواجہ کو غیر کہا قصور کے سبب	تو شرم رکھ اے احول شاہ غیور سے

www.besturdubooks.wordpress.com

خواجہ را کو در گذشت ست از اثیر	جنس ایں موشان تاریکی مگیر
اس خواجہ کو جو کہ کرۂ ناری سے آگے بڑھ گیا	ان موشان تاریکی کی جنس مت سمجھ
خواجہ را جاں بیں مبیں جسم گراں	مغز بیں او را مبینش استخواں
اس خواجہ کو جان سمجھ جسم ثقیل مت سمجھ	اس کا مغز دیکھ اس کی ہڈی مت دیکھ
خواجہ را از چشم ابلیس لعیں	منگر و نسبت مکن او را بطیں
اس خواجہ کو چشم ابلیس لعین سے مت دیکھ	اور اس کو طین کی طرف منسوب مت کر
ہمرہ خورشید را شپر مخواں	آنکہ او مسجود شد ساجد مداں
مصاحب خورشید کو شپر مت کہہ	جو مسجود ہو گیا ساجد مت جان
عکسہا را ماند و ایں عکس نیست	در مثال عکس حق بنمودنیست
وہ عکوس کے مشابہ ہے اور یہ عکس نہیں ہے	مشابہ عکس میں حق تعالیٰ تجلی میں ہے
آفتابے دید و او جامد نماند	روغن گل روغن کنجد نماند
آفتاب کو دیکھا اور وہ منجمد نہیں رہا	روغن گل روغن کنجد نہیں رہا
چوں مبدل گشتہ اند ابدال حق	نیستند از خلق برگرداں ورق
جب ابدال حق مبدل ہو گئے	تو وہ خلائق میں سے نہیں رہے ورق الٹ
قبلۂ وحدانیت دو چوں بود	خاک مسجود ملائک چوں شود
قبلہ توحید دو کیونکر ہو سکتے ہیں	خاک مسجود ملائکہ کیونکر ہو سکتی ہے
چوں دریں جو دید عکس سیب مرد	دامنش را دید آں پر سیب کرد
جب کسی شخص نے اس ندی میں سیب کا عکس دیکھا	اس کے دیکھنے نے اس کے دامن کو سیب سے مالا مال کر دیا
آنچہ در جو دید کے باشد خیال	چونکہ شد از دیدنش پر صد جوال
تو اس نے جو کچھ ندی میں دیکھا تھا وہ خیال کب ہوگا	جبکہ اس کے دیکھنے سے صدہا گونین بھر گئیں
تن مبین و جاں مکن کاں بکم و صم	کذبوا بالحق لما جائهم
تن کو مت دیکھ اور مصیبت میں مت پڑ کہ ان گونگوں بہروں	نے دین حق کی تکذیب کی تھی جبکہ وہ ان کے پاس آیا
مارمیت اذرمیت احمد بدست	دیدن او دیدن خالق شدست
مارمیت اذرمیت احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے ہیں	آپ کا دیکھنا خالق کا دیکھنا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

حق مرا او را برگزید از انس و جاں	رحمة للعالمینش خواند ازاں
حق تعالیٰ نے آپ کو انسان اور جن سے منتخب فرمایا ہے	اس سبب سے آپ کو رحمۃ اللعالمین فرمایا ہے
خدمت او خدمت حق کردن ست	روز دیدن دیدن آں روزن ست
آپ کی خدمت کرنا حق تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے	آفتاب دیکھنا اس دریچہ کا دیکھ لینا ہے
خاصہ ایں روزن درخشاں از خودست	بے ذریعہ آفتاب و فرقدست
خاص کر یہ دریچہ تو از خود ہی درخشاں ہے	بدوں ذریعہ آفتاب اور فرقد کے ہے
ہم ازاں خورشید زد بر روزنے	لیک از راہ و سوئے معہود نے
اسی خورشید سے ایک دریچہ پر شعاع پڑی ہے	لیکن متعارف منفذ اور جہت سے نہیں
درمیان شمس و ایں روزن رہے	ہست روزنہا نشد زاں آگہے
شمس کے اور اس دریچہ کے درمیان میں ایک منفذ ہے	دوسرے دریچے اس سے آگاہ نہیں
تا اگر ابرے برآید چرخ پوش	اندریں روزن بود نورش بجوش
تاکہ اگر کوئی ابر چرخ کا ساتر آ جاوے	اس دریچہ میں اس کا نور جوش میں رہے
غیر راہ ایں ہوا و شش جہت	درمیان روزن و خور مالفت
بدوں راہ اس ہوا اور شش جہت کے	دریچہ اور آفتاب کے درمیان الفت ہے
مدحت و تسبیح او تسبیح حق	میوہ می روید زعین ایں طبق
آپ کی مدح اور تنزیہ تسبیح ہے حق تعالیٰ کی	عین اس طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے
سیب روید زیں طبق خوش لخت لخت	عیب نبود گر نہی نامش درخت
سیب پیدا ہوتا ہے اس طبق سے خوب بار بار	تو عیب نہیں ہے اگر تو اس کا نام درخت رکھ دے
ایں سبد را تو درخت سیب خواں	کہ میان ہر دو راہ آمد نہاں
تو اس ٹوکرے کو درخت سیب کہہ	کیونکہ دونوں کے درمیان میں کوئی راہ مخفی ہے
آنچہ روید از درخت بار ور	زیں سبد روید ہماں نوع از ثمر
جو چیز درخت ثمردار سے پیدا ہوتی ہے	اس ٹوکرہ سے بھی وہی نوع پھل کی پیدا ہوتی ہے
پس سبد را تو درخت بخت بیں	زیر سایہ ایں سبد خوش می نشیں
پس تو ٹوکرہ کو درخت نصیب ور دیکھ	اس ٹوکرہ کے زیر سایہ خوش ہو کر بیٹھا کر

www.besturdubooks.wordpress.com

ناں چو اطلاق آوردا ے مہرباں	ناں چرا می خوانیش محمودہ خواں
روٹی اگر اسہال لادے اے مہرباں	تو اس کو روٹی کس لئے کہتا ہے ستھونیا کہہ
خاک رہ چوں چشم روشن کرد و جاں	خاک او را سرمہ بین و سرمہ داں
خاک راہ نے جب چشم اور جان کو روشن کر دیا	تو اس کی خاک کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان
چوں ز روئے ایں زمیں تابد شروق	من چرا بالا کنم رو در عیوق
جب اس زمین کی سطح سے روشنی دے طلوع آفتاب	تو میں کس لئے اوپر کی طرف ستارہ عیوق میں توجہ کروں
شد فنا ہستش مخواں اے چشم شوخ	در چنیں جو خشک کے ماند کلو
آپ فنا ہو گئے آپ کو ہست مت کہہ اے شوخ چشم	ایسی ندی میں کلوخ کب خشک رہ سکتا ہے
پیش ایں خورشید کے تابد ہلال	باچناں رستم چہ باشد زور زال
اس خورشید کے سامنے ہلال کب روشن ہو سکتا ہے	ایسے رستم کے سامنے کیا ہو سکتا ہے زور زال کا
طالب ست و غالب ست آں کردگار	تاز ہستیہا برآرد او دمار
وہ کردگار طلب کرتے ہیں اور غالب ہیں	تاکہ ہستیوں کو ہلاک کر ڈالیں
دو مگوے و دو مخوان و دو مداں	بندہ را در خواجۂ خود محو داں
دو مت کہہ اور دو مت پڑھ اور دو مت جان	غلام کو تو اپنے آقا میں محو جان
خواجہ ہم در نور خواجہ آفریں	فانی ست و مردہ و مات و دفیں
یہ خواجہ بھی خالق خواجہ کے نور میں	فانی ہے اور میت ہے اور مدفون ہے
چوں جدا بینی ز حق ایں خواجہ را	گم کنی ہم متن و ہم دیباجہ را
اگر تو اس خواجہ کو حق سے جدا دیکھے گا	تو تو اصل اور مقدمہ کو گم کر دے گا
چشم دل را ہیں گزارہ کن ز طیں	ایں یکے قبلہ است دو قبلہ مبیں
تو چشم دل کو متجاوز کر طین سے	یہ ایک ہی قبلہ ہے دو قبلے مت دیکھ
چوں دو دیدی ماندی از ہر دو طرف	آتشے در خف فتاد و رفت خف
اگر تو نے دو دیکھے تو تو دونوں طرف سے رہا	آگ سوختہ میں واقع ہو گئی اور وہ سوختہ بھی جاتا رہا

(اوپر کے اشعار میں تمام خلائق کا ظل حق ہونا جس معنی کے اعتبار سے بیان کیا تھا جس کو شرح اشعار کے اخیر میں احقر نے ظاہر بھی کر دیا ہے اور جس کو مولانا نے اخیر شعر کے مصرعہ ثانیہ میں بعنوان عینیت ذکر کیا ہے جو سابق کے ساتھ محض

www.besturdubooks.wordpress.com

عنوان تعبیری ہی میں مختلف ہے اور معنون ایک ہی ہے یعنی اگر وجود کے مرتبہ ضعیف پر بھی نظر کی جاوے تو جملہ تصوریات عکس آبجوست کے عنوان سے تعبیر کیا جاوے گا اور اگر مرتبہ ضعیف پر نظر نہ کی جاوے تو چوں بمالی چشم خود خود جملہ اوست کے عنوان سے حکم کیا جاوے گا اور دونوں تعبیروں کا معبر عنہ ایک ہی ہے یعنی وجود واجب کا اصل اور متبوع اور مستقل ہونا اور وجود ممکن کا فرع اور تابع اور مضمحل ہونا بلکہ اگر ظل خاص یعنی عکس مرئی فی الماء و فی المراۃ کی حقیقت میں غور کیا جاوے تو وہ بھی عین ہی ہے کیونکہ پانی یا آئینہ میں کوئی مغائر چیز موجود نہیں ہو جاتی بلکہ شعاع بصری اس جسم شفاف سے لوٹ کر عین مرئی پر واقع ہوتی ہے اور اس سے عین وہ مرئی ہی نظر آتا ہے بہر حال یہ معنی، م خلائق اور ان کی جمیع صفات کو عام اور شامل میں آتے ہیں اس عینیت پر ایک قید زائد کر کے اس کو خاص کرتے ہیں متصفین بصفات کمال و متخلقین باخلاق ایزد متعال کے ساتھ اور وہ قید بھی اتصاف و تخلق ہے اور چونکہ اس قید کے اعتبار سے ان متخلقین کو بہ نسبت عام خلائق کے کہ صرف معنی اول کے مصداق تھے حق تعالیٰ کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے اس لئے اس معنی ثانی کی تعبیر کے لئے عنوان بھی اقوی و ابلغ اختیار کرتے ہیں یعنی معنی اول کو ظل اور عکس کہا تھا یہاں ظل اور عکس کی نفی کر کے اس کو عینیت و اتحاد بمعنی الوحدۃ کہتے ہیں جیسا اوپر بھی معنی اول کو بالکل اخیر میں اس عنوان سے بھی تعبیر کر دیا تھا مگر وہاں یہ تعبیر تبعاً بغرض کشف بعض وجوہ معنی اول تھی کہ وہ عدم اعتداد ہے وجود ممکن کا وجود واجب کے سامنے اور یہاں یہ تعبیر قصداً ہے بغرض افادہ ترقی و زیادت معنی عینیت للمتخلقین المذکورین کے اور ان دونوں معنی میں فرق اور ان کی تحقیق باختلاف الفاظ شرح دفتر اول میں بذیل حکایت بقال و طوطی گزر چکی ہے اس کا ملاحظہ موجب زیادت بصیرت ہوگا اور جیسا احقر نے اوپر شرح اشعار بالا آدم اصطرلاب الخ کی تمہید میں لکھا ہے کہ یہ سب مقولات مولانا کے ہیں بلسان اس قرضدار غریب الوطن کے وہی یہاں بھی سمجھئے بلکہ یہاں تو اس سے بڑھ کر باز عقلش گفت میں تصریح بھی ہے اس مقولہ کے انتساب کی اس کی طرف اور اس نسبت کی تصریح سے مضامین اشعار بالا کی نسبت بھی اس کی طرف لازم آ گئی کیونکہ اگر مضامین بالا کو مولانا کی طرف منسوب کہا جاوے تو باز عقلش گفت کے کوئی معنی نہ ہوں گے کہ لفظ باز صریح دال ہے کہ اس کے قول اول کے بعد اس کے عقل کا یہ قول ثانی واقع ہوا پس ارشاد فرماتے ہیں کہ جب وہ ظلیت اور عکسیت کا مضمون دل میں یا زبان سے کہہ چکا تو) پھر اس سے عقل نے کہا کہ یہ دوبینی (جو کہ حکم بظلیت و عکسیت سے لازم آتی ہے) چھوڑ دے (کیونکہ محل متکلم فیہ یعنی محتسب کریم مذکور متصف بوصف حق کما سیاتی خواجہ راچوں غیر گفتی الخ مع بالعدہ کی حق تعالیٰ کے ساتھ ایسی مثال ہے جیسے کہ) سرکہ تو شیرہ انگور ہے اور شیرہ انگور سرکہ ہے (اور چونکہ مثال کے لئے مثل ہونا لازم نہیں اور مثال میں کوئی خاص ما بہ الاشتراک ملحوظ ہوتا ہے اس لئے تمام اوصاف میں اشتراک لازم نہیں آتا سو اس مثال سے مقصود صرف یہ ہے کہ پہلے جو چیز متصف بالعصیر تھی وہ اب تبدل وصف عصیریت بوصف الخلیۃ کے سبب موصوف بالخل ہو گئی اور ایک کو دوسرے کا ظل نہیں کہتے بلکہ عین کہتے ہیں اسی طرح اس محتسب کریم نے جب اپنے اوصاف نقص مقتضائے امکان کو اوصاف کمال ثابتہ بالذات للواجب الحق سے متبدل کر لیا اس تبدل وصف کے سبب وہ موصوف بصفات حق ہو گیا پس یہاں بھی جس طرح بالمعنی الشامل للتخلق اس کو ظل کہا جا سکتا ہے اس خصوص مناسبت مع الحق فی صفات الکمال پر نظر کر کے بغرض امتیاز عن عامۃ الخلق عین اصلاحاً کہنا نامناسب نہ ہوگا پس باوجود دونوں عنوانوں کے معنون ہونے کے تمائز فی مابین العام والخاص مرجح ہے اس کا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

دونوں کی تعبیت فی الاتصاف کو جدا جدا عنوانوں سے تعبیر کیا جاوے نیز ایک اور فرق بھی دونوں اتصافوں میں ہے کہ اول اتصاف تکوینی ہے دوسرا تشریعی یہ بھی مقتضی ہے کہ دونوں کی تعبیر الگ الگ عنوان سے ہو خواہ کوئی عنوان ہوتا چونکہ صوفیہ کی اصطلاح پر یہ دونوں عنوان اس فرق کے مودی ہیں اور اصطلاح جاننے والوں کو غلطی کا ایہام نہیں ہوتا اس لئے انہوں نے اس کو اختیار کیا باقی جہاں غلط فہمی کا احتمال ہو وہاں تحریم تعبیر مذکور کا فتویٰ دیا جاوے گا آگے مثال مذکور فی المصراع الثانی من الشعر السابق کا مقصود بیان کرتے ہیں کہ) جب تو نے خواجہ کو غیر کہا قصور (نظر) کے سبب تو شرم رکھا اے احول شاہ غیور (حقیقی یعنی حق تعالیٰ) سے (کہ اس کے غیر کے لئے صفت کمال ثابت کرتا ہے گو اس غیر کو درجہ ظل ہی میں ثابت کیا جاوے سو کسی مرتبہ میں بھی اس کو ثابت مت کرو اور جملہ شرم دار مشیر ہے اس طرف کہ یہ نفی غیر مقتضی غیرت ذوقیہ کا ہے گو عقلاً اس غیر کا ثبوت صحیح ہو آگے اس خواجہ کا خواص میں سے ہونا مبنی ہے اس کے لئے اس حکم خاص کے ثابت کرنے کا بتلاتے ہیں کہ) اس خواجہ (محتسب) کو جو کہ کرہ ناری سے آگے بڑھ گیا (یعنی اس کی روح سماء اور علیین میں چلی گئی

وبذلک دل علی کونہ مقبولا لان غیر المقبول لایتصعد روحہ فی السماء کما قال تعالیٰ فیھم لاتفتح لھم ابواب السماء تو اس خواجہ مقبول حق کو) ان موشان تاریکی (مقیدان ظلمت محبت دنیا) کی جنس مت سمجھ (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اولاً اپنی توقع میں غلط کار ہونے کی بناء یہ بیان کی ہے کہ وہ محتسب کیا چیز تھا محض ظل تھا تو اس سے توقع مت رکھا اور اب جبکہ اس ظلیت کے حکم میں غلطی ثابت ہوئی اور خواجہ کو مظہر کرم حق سمجھا تو چاہئے کہ پھر اس سے توقع لگانا غلطی نہ ہو حالانکہ اس کی غلطی ظاہر ہے سو اس سے یہ لازم نہیں آتا کیونکہ وہ توقع اس کے استقلال بالکرم کے خیال پر تھی اب جب اس کا عدم استقلال ثابت ہو گیا اولاً اس کی ظلیت پر نظر کر کے اور ثانیاً اس کی عینیت مصطلحہ پر نظر کر کے کہ یہ اور بھی زیادہ قاطع توقع ہے کیونکہ اس میں تو اتنے وجود غیر مستقل کی بھی نفی کر دی جو ظل کے لئے تھا تو نفی ظل سے زیادہ عدم استقلال ثابت ہوا نہ کہ استقلال جو کہ ظل سمجھنے سے پہلے متوہم تھا جیسا احقر نے ابھی شرح شعر خواجہ را چوں غیر الخ میں اس کی تقریر کی ہے پس مقصود عود نہیں ہے صحت توقع کی طرف بلکہ وہ عدم توقع بحالہ ہے صرف ایک نظری غلطی تھی توحید میں جس کو رفع کر رہے ہیں نیز سابق سے شبہ ذم محتسب کا ہوتا تھا اس کو بھی رفع کر دیا پس نظری غلطی کے ساتھ یہ عملی غلطی تھی آگے بھی اس کا مقبول و مظہر خاص ہونا بیان کرتے ہیں کہ) اس خواجہ کو جان سمجھ جسم ثقیل مت سمجھ (یعنی اس کی حیثیت روحیہ حصفہ بالکمال پر نظر کرا و صا: جسمیہ مشترکہ کو مت دیکھ) اس کا مغز دیکھ اس کی ہڈی مت دیکھ۔ اس خواجہ کو چشم ابلیس لعین سے مت دیکھو اور اس کو (صرف) طین کی طرف منسوب مت کر مصاحب خورشید کو شپر مت کہہ (کیونکہ تو خورشید سے بھاگتا ہے اس کا مصاحب کیونکر ہو سکتا ہے پس اسی طرح جو شخص حق تعالیٰ کے ساتھ معیت بحکم حدیث انا جلیس من ذکرنی مجالست معنویہ رکھے اس کو کاحد من کل ظلمۃ الدنیا کہ مشابہ شپر کے ہے مت سمجھو یہ مضمون وہی ہے جو جنس ایں موشان الخ میں تھا آگے وہ مضمون ہے جو ظل دو شاب ست الخ اور خواجہ را چوں غیر الخ میں تھا یعنی) جو مسجود ہو گیا (اس کو) ساجد مت جان (تقریر اس کی یہ ہے کہ آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ ہوئے اور غیر اللہ مسجود ہوتا نہیں ولو للتحیۃ لانہ التعظیم والمستحق لہ بالذات ھو اللہ تعالیٰ پس معلوم ہوا کہ وہ بحیثیت خصوصیت آدمیہ مسجود نہ تھے بلکہ بحیثیت مظہریۃ صفات الٰہیہ کہ حاصل ہے معنی خلافت کا مسجود تھے والحکم الثابت للشئی بالحیثیۃ الخاصۃ ھو الثابت لتلک

www.besturdubooks.wordpress.com

التحیۃ پس مسجود در حقیقت صفات حق ہوئیں یہ دلیل ہوگئی عینیت مصطفیٰ کی جو اوپر مذکور تھی بعد اثبات عینیت مصطفیٰ کے عکسیت کی نفی کرتے ہیں کہ) یہ (خوابجہ مع امثالہ) عکوس کے مشابہ ہے اور یہ (خوابجہ) عکس نہیں ہے (اور اس) مشابہ عکس میں حق تعالیٰ تجلی میں ہے (نمودن مصدر بباء جارہ بمعنی ور ویا زائد یعنی در نمودن است اور عکس کی نفی کا مبنیٰ اثبات عینیت مصطفیٰ ہے خواص کے لئے اور چونکہ ظاہراً عوام وخواص کی حالت اتصاف میں تشابہ ہے اور عوام سے ظلیت کی نفی نہیں کی اس لئے مشابہ عکس کہہ دیا آگے تبدل اوصاف خواص کی جو مبنیٰ تھا حکم بالعینیۃ المذکورہ کا مثالیں ہیں۔

اول:۔ آفتاب کو دیکھا اور وہ (یعنی یخ بقرینہ مقام) منجمد نہیں رہ (بلکہ متبدل باب ہوگیا۔

مثال ثانی:۔ روغن گل (جو اصل میں روغن کنجد تھا اور پھولوں میں بسا دینے سے روغن گل ہوگیا اب وہ) روغن کنجد نہیں رہا (وجہ تمثیل مطلق تبدل ہے نہ دوسری خصوصیات پس مثال اول پر یہ شبہ بھی نہیں واقع ہوتا کہ مشبہ بہ میں تو تبدل باوصاف متجلی یعنی حق ہوا ہے اور مشبہ بہ میں تبدل باوصاف متجلی یعنی خورشید نہیں ہوا آگے تصریح ہے مدعائے مقام کی بعد امثلہ کے یعنی اسی طرح) جب ابدال حق (باعتبار اپنے اوصاف کے) مبدل ہوگئے (یعنی ان کے اوصاف مبدل ہوگئے) تو وہ (عام) خلائق میں سے نہیں رہے ورق الٹ (یعنی اس مضمون سے فارغ ہوکر آگے چل اس میں کلام مت کر آگے پھر وہی مضمون ہے آنکہ او مسجود شداز لخ یعنی) قبلہ توحید دو کیونکر ہوسکتے ہیں (یعنی جو توجہ کہ مقتضائے توحید ہے یعنی توجہ خالص جس میں دوسرا من وجہ بھی شریک نہیں ولو بوجہ التحیۃ کما ذکرتہ فی شرح آنکہ او مسجود شد از لخ اس کا قبلہ یعنی جہت توجہ دو نہیں ہوسکتی یعنی) خاک (جو کہ عنصر آدم ہے) مسجود ملائکہ کیونکر ہوسکتی ہے (آگے مشابہ عکس کی جو کہ واقعی عکس نہ ہو جس کا شعر عکسہا را ماند لخ میں ذکر تھا ایک مثال دیتے ہیں کہ فرض کرو) جب کسی شخص نے اس ندی میں (یعنی کسی ندی میں) سیب کا عکس دیکھا (یعنی اول نظر میں عکس سمجھا مگر تحقیق کے لئے ہاتھ ڈالا اور) اس کے دیکھنے نے اس کے دامن کو سیب سے مالا مال کر دیا (یعنی دیکھنا سبب اس کا ہوگیا مطلب یہ کہ ہاتھ ڈالنے سے سیب واقعی اس کو ملے) تو (اس صورت میں) اس نے جو کچھ ندی میں دیکھا تھا وہ خیال (اور عکس) کب ہوگا جبکہ اس کے دیکھنے سے صدہا گونین بھر گئیں (وہ تو واقعی سیب ہوگا تو اس مثال میں جیسے اولاً عکس سمجھا مگر دلیل سے ثابت ہوا کہ عین ہے اسی طرح یہاں بھی آثار و برکات مختصہ بصفات حق مثل مغظمیت و مسجودیت آدم یا نافعیت مثل سخاوت و کرم مکتسب جب صفات خلق پر مرتب ہوئے تو دلیل سے ثابت ہوا کہ عکس نہیں بلکہ عین ہے بالتفسیر المذکور مراداً یہاں بھی مثال سے صرف بعض اعتبار سے عکس نہ ہونا مقصود ہے اور اس عدم عکسیت میں تماثل ضروری نہیں تاکہ اشکال لازم آوے کہ مثال میں تو عین من کل الوجوہ ہے اور مثل میں نہیں آگے ان مضامین کو بطور تخصیص بعد تعمیم بعد اثبات لجمیع الخواص کے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ افضل الخواص ہیں خاصۃً دور تک ثابت کرتے ہیں جیسا صریح الفاظ دال ہیں یعنی آپ کے) تن (ظاہری) کو مت دیکھ (کہ ماء وطین سے ہے) اور مصیبت (جہل) میں مت پڑ (کہ ماء وطین کے دیکھنے پر مرتب ہے) کہ ان گونگوں بہروں (یعنی کفار) نے (اسی ماء وطین کو دیکھ کر) دین حق کی تکذیب کی تھی جبکہ وہ ان کے پاس آیا (یہ اقتباس ہے شروع سورۃ انعام کی آیت سے یعنی انہوں نے یہی کہا کہ یہ وحی کا لانے والا ہم جیسا بشر ہے کما فی سورۃ الانعام ھنالک وقالوا لولا انزل علیہ ملک الخ پس اس مضمون کا اعادہ ہوا آپ کے لئے یعنی مضمون بنگر و نسبت کمن اور بطین کا) مارمیت اذرمیت (کے مصداق) احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے ہیں (جس سے عینیت مصطفیٰ معلوم ہوئے آگے اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

تفریع ہے کہ پس) آپ کا دیکھنا (من وجہ) خالق کا دیکھنا ہے) بناءً علی العینیۃ المذکورۃ و نظریہ ایضاً قولہ من یطع الرسول فقد اطاع اللہ) حق تعالیٰ نے آپ کو انسان اور جن سے منتخب فرمایا ہے (اس لئے کہ آپ کو یہ اختصاص مجوث عنہ حضرت حق کے ساتھ سب سے زیادہ تھا) اس سبب سے آپ کو رحمۃ للعالمین فرمایا ہے (اور ظاہر ہے کہ سب کے لئے واسطہ رحمت وہی ہوگا جو سب سے افضل واقرب واحب ہو) آپ کی خدمت کرنا حق تعالیٰ کی خدمت کرنا ہے (کما سبق من یطع الرسول اور اس کی ایسی مثال ہے کہ) آفتاب دیکھنا اس دریچہ کا دیکھ لینا ہے (اس میں مبتدا موخر اور خبر مقدم ہے یعنی اگر دریچہ تاباں از آفتاب کو دیکھ لیا گویا آفتاب کو دیکھ لیا پس جو بندۂ مقبول حق تعالیٰ کے نور سے منور ہے اور اس سے تعلق رکھتا ہے اس کا دیکھ لینا بعض اعتبارات سے حضرت حق کا دیکھ لینا ہے کہ مظہر ظاہر کے لئے مظہر باسم الفاعل من الاظہار ہوتا ہے اور یہ حکم تمام انبیاء واصفیاء کے لئے عام تھا اس لئے آپ کی پھر تخصیص ہے یعنی) خاص کر یہ دریچہ (تعین محمدی) تو از خودی درخشاں ہے (از خود کے معنی بلا واسطہ حق نہیں کہ خلاف واقع بھی ہے اور حکم سابق روز دیدن اخ کے بھی خلاف ہے بلکہ بلا واسطہ خلق مراد ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ تمام خلائق کے لئے آپ خود واسطہ فیض الٰہی ہیں آپ کے لئے کوئی بھی واسطہ نہیں آگے اسی کا ذکر ہے کہ یہ درخشانی) بدوں ذریعہ آفتاب (یعنی دیگر انبیاء) اور (ستارہ) فرقد (یعنی دیگر اصفیاء) کے ہے (پس آپ کا کمال حق تعالیٰ کے اعتبار سے بالعرض ہے اور مخلوق کے اعتبار سے بالذات اور میرے ترجمہ سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس شعر میں آفتاب کا مصداق مغائر ہے شعر بالا میں مصداق روز بمعنی آفتاب اور شعر آئندہ میں مصداق خورشید سے) اسی خورشید (حقیقی) سے ایک دریچہ (یعنی تعین محمدی) پر شعاع پڑی ہے لیکن متعارف منفذ اور جہت سے نہیں (چنانچہ حق تعالیٰ کا تنزہ اس سے ظاہر ہے بلکہ) شمس (حقیقی) کے اور اس دریچہ کے درمیان میں ایک منفذ (خاص معنوی) ہے دوسرے دریچے اس سے آگاہ نہیں (کیونکہ ہر مقام کی تجلی کا ادراک اسی مقام والا کرسکتا ہے اور وہ منفذ خاص معنوی اس لئے ہے) تا کہ اگر کوئی ابر چرخ کا ساتر آجاوے (تب بھی) اس دریچہ میں اس (شمس) کا نور جوش (اور غلبہ) میں رہے (وہ ابر مانع اور حائل نہ ہوسکے جیسا آسمان ظاہری پر ابر آجانے سے اس کا نور کسی قدر بند ہوجاتا ہے عجب نہیں کہ اس ابر سے مراد وہ ہو جس کی نسبت ارشاد ہے انہ لیغان علیٰ قلبی تو مولانا نے اس میں یہ بتلا دیا کہ وہ غین مانع یا منقص تجلی نہیں کیونکہ وہ تجلی جو آپ کے قلب پر ہوتی ہے اس قدر قوی النور ہے کہ خود اس غین کو بھی منور کردیتی ہے چنانچہ ظاہر بھی ہے کہ وہ تعلقات وتوجہات الی الخلق جو مصداق ہیں اس غین کا اور عامہ کے لئے ساتر تجلیات ہیں آپ کے لئے موجب زیادت قرب اور عین طاعت تھے پس خود ان کی ظلمت جو ان کی اصل وضع کا مقتضا تھا بالکلیہ محو ہوگئی اور یہی حکم سب انبیاء علیہم السلام کے لئے عام ہے بخلاف اولیاء کے کہ ان کے لئے جب بشریہ کسی وقت ساتر تجلیات ہوجاتے ہیں گو قوی الستر نہ ہوں۔ پس یہاں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص کی دوسرے اولیاء کے اعتبار سے ہے نہ کہ انبیاء علیہم السلام کے اعتبار سے گو آپ کی نورانیت ؛روں سے زیادہ ہو یہ اور بات ہے) بدوں راہ اس ہوا اور (بدوں اس) شش جہت کے دریچہ اور آفتاب کے درمیان الفت (اور تعلق) ہے (بخلاف دریچہ حسی وآفتاب حسی کے کہ جہت اور درمیانی ہوا جو اولاً تکیف ہوتی ہے شعاعوں سے شرط ہے تنویر وتنور کے لئے) آپ کی مدح (یعنی اثبات الکمالات لہ صلے اللہ علیہ وسلم) اور تنزیہ (یعنی نفی النقائص عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کما فی الحدیث لم یکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فحاشا ولا متفحشا ولا صخاباً فی الاسواق ومثل ذلک یہ سب) تسبیح ہے حق تعالیٰ کی (کہ حق تعالیٰ سے آپ استفادہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میں بہت اقرب ہیں کہ کسی اور مخلوق کا واسطہ نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ موصوف بالعرض کی مدح مستلزم ہے اس کے مابالذات قریب کے لئے اور وہ حضرت حق ہے بخلاف دوسرے اہل کمال کی مدح کے کہ جب آپ ان کے لئے واسطہ فیض ہیں تو ان کی مدح بواسطہ آپ کے مدح حق ہوئی یہ فرق ہے دونوں مقام میں آگے آپ کے اسی استفادہ من الحق بلاواسطہ خلق کو فرماتے ہیں کہ آپ کی ایسی مثال ہے جیسے گویا) عین اس طبق سے میوہ پیدا ہوتا ہے۔ (آگے میوہ کی تفسیر تمثیلی ہے یعنی مثلاً) سیب پیدا ہوتا ہے اس طبق سے خوب بار بار۔ تو (اس حالت میں) عیب نہیں ہے اگر تو اس (طبق) کا نام درخت رکھ دے (کیونکہ اس میں درخت کی خاصیت ظاہر ہوئی آگے طبق کی تفسیر ہے کہ طبق سے مراد سبد یعنی ٹوکرا ہے یعنی اس صورت میں) تو اس ٹوکرے کو درخت سیب کہہ کیونکہ دونوں کے درمیان میں کوئی راہ مخفی ہے (جس کی وجہ سے) جو چیز درخت ثمر دار سے پیدا ہوتی ہے اس ٹوکرہ سے بھی وہی نوع پھل کی پیدا ہوتی ہے (جب یہ بات ہے) پس تو ٹوکرہ کو درخت نصیب ور دیکھ (اور) اس ٹوکرہ کے زیر سایہ خوش ہو کر بیٹھا کر (جس طرح کہ درخت سیب کے نیچے اس توقع میں بیٹھا تھا کہ کوئی پھل ہاتھ آوے گا وہی توقع اس سے رکھ گو درخت سے بالذات اور اس سے بالعرض لاتصاله بالشجرة کما ذکر فی شعر ایں سبد رانی قولہ کہ میاں ہر دو راہ آمد۔ اور وہ راہ نہاں یہ ہو سکتی ہے کہ مثلاً کسی صناع نے اظہار صنعت عجیبہ کے لئے کسی درخت سیب کی جو کہ ادنیٰ قسم کا تھا ہری لکڑیوں کا ایک ٹوکرا ایسی طرح بنایا کہ ان لڑکیوں کے سب سرے باہر چھٹے رہے اور ان سب شاخوں کے دونوں کناروں کو کسی اعلیٰ درجہ کے درخت سیب میں پیوند کر دیا اور وہ اس کا جزو بن گیا پس اس کے بعد جب ان شاخوں میں پھل لگے گا تو اس حصہ میں یہ پھل آوے گا جو کہ اس ٹوکرہ کا سطح بالائی ہے تو ناواقف جس نے کبھی ایسا نہ دیکھا ہوگا اس کی ہیئت دیکھ کر اس کو ٹوکرہ سمجھے گا اور خیال کرے گا کہ کسی نے پھول توڑ کر اس میں جمع کر دیئے ہیں اور جو واقف ہے وہ اس ٹوکرہ کو درخت ہی کہے گا پس اسی طرح آپ میں اور منبع فیض حقیقی میں ایک تعلق بلاواسطہ ہے جس سے بعض صفات حق کے آثار آپ میں نمایاں ہوتے ہیں پس اس اعتبار سے آپ کو مظہر اتم حق کہا جاوے گا اور بعض امور میں جو معاملہ حضرت حق کے ساتھ ہوتا ہے کہ شجرۃ التفاح ان کی مثال میں مذکور ہوا ہے وہی معاملہ آپ کے ساتھ ہوگا کما مر من قولہ تعالیٰ من یطع الرسول الخ گو حضرت حق کے ساتھ بالذات اور آپ کے ساتھ بالعرض آگے توضیح کے لئے ایک مثال ہے بطور دلیل کے شعر بس سبد را الخ کے مضمون کے لئے یعنی بعد اشتراک خاصہ کے اس سبد کو درخت کہنا ایسا ہی صحیح ہے جیسے مثلاً) روٹی اگر اسہال (کی خاصیت ظہور میں) لاوے اے مہربان تو اس کو روٹی کس لئے کہتا ہے سقمونیا کہہ (مثال سے صرف مقصود اس قدر ہے کہ اسی طرح ممثل میں بھی خواص کے اعتبار سے اس کو درخت کہو اور جمیع خصوصیات میں اشتراک ضروری نہیں اور ایک مثال ہے کہ فرضاً) خاک راہ نے جب چشم اور جان کو روشن کر دیا تو اس (راہ) کی خاک کو سرمہ دیکھ اور سرمہ جان (یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ اعتبار خواص کا ہے اور ایک مثال ہے کہ فرضاً) جب اس زمین کی سطح سے روشنی دے طلوع آفتاب (کذا فی المنتخب) تو میں کس لئے اوپر کی طرف ستارہ عیوق میں توجہ کروں (فی المنتخب عیوق بالفتح وتشدید یا ستارہ ایست سرخ رنگ روشن در کنار راست کاہ کشاں کہ پس ثریا برآید و پیش آں شود اھ یہاں بھی یہی مقصود ہے کہ جب اجرام علوی کا خاصہ اجرام سلفیہ میں ظاہر ہونے لگے پھر ان ہی کو حکما اجرام علویہ سمجھیں گے کیونکہ اعتبار خاصہ کا ہے پس اسی طرح تخلق باخلاق اللہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بعض امور میں معاملہ مثل حق تعالیٰ کے کیا جاویگا اور یہ مضمون کا پندرہ سولہ شعر اوپر مارمیت اذ رمیت الخ سے شروع ہوا تھا درمیان میں تائید کے

www.besturdubooks.wordpress.com

لئے اشکلا لائے تھے اب پھر عود علی البدر ہے یعنی) آپ (صفات حق میں) فنا ہو گئے آپ کو ہست (مبائن ومغائر مقابل عینیت مشتبہ مقام) مت کہہ اے شوخ چشم (یعنی آپ کے لئے ایسی مباینت کا حکم کرنا جرات علی الغلط ہے آگے مثال ہے کہ) ایسی ندی میں (یعنی تجلی حق میں) کلوخ کب خشک رہ سکتا ہے (بلکہ فنا فی الماء ہو جاتا ہے اسی طرح آپ کے جسم اطہر مخلوق من الطین تک میں اسی تجلی وتخلق نے سرایت کی ہے آگے اور مثال ہے کہ) اس خورشید کے سامنے ہلال کب روشن ہو سکتا ہے (آگے اور مثال ہے کہ) ایسے رستم کے سامنے کیا ہو سکتا ہے زور زال کا (اسی طرح تجلی واجب کے سامنے آپ کی ہستی کیونکر فنا نہ ہوتی اور گو یہ فنا فی حسب الوجود الواجب عام ہے تمام ممکنات کو مگر یہاں مطلق تجلی مراد نہیں بلکہ جس تجلی سے تخلق وغلبہ حال بھی ہو جاوے سو یہ خاص ہے خواص کے ساتھ خصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باعتبار اس کے درجہ عظمیٰ کے یہاں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مضمون تھا آگے پھر عام ہے سب خواص کو اور چونکہ اہل ظاہر اس فناء مذکور کو مستبعد سمجھتے ہیں کیونکہ ظاہرا تو ہوش وحواس ان کے بحالہ رہتے ہیں پھر فناء کیا چیز ہوتی ہے اس لئے اس استبعاد کو دفع کرتے ہیں کہ) وہ کردگار (فناء ہستی عبد کی) طلب (اور ارادہ) کرتے ہیں اور (اس افناء پر) غالب (یعنی قادر بھی) ہیں تاکہ ہستیوں کو ہلاک (وفنا) کر ڈالیں (پس جب ان کو قدرت بھی ہے اور ان کو وہ مطلوب اور خواستہ بھی ہے اور تخلف مراد کا ان کے ارادہ سے ممتنع ہے تو لامحالہ یہ فناء واقع ہوگا گو بقاء ہوش وحواس کے ساتھ یہ عجیب ہو لیکن اللہ تعالیٰ عجائب پر بھی قادر ہیں اور گو فناء کی ایک قسم جو کہ فناء اخلاق ہے وہ محسوس بھی ہے لیکن اس کے ساتھ بھی جو حال عطا ہوتا ہے یعنی اس تخلق سے ایک خاص بے کیف تعلق حق کے ساتھ وہ ذوقی ہونے کے سبب اوروں کو محسوس نہیں ہوتا پس استبعاد باعتبار مجموعہ تخلق وحال مقارن کے تھا جس کو دفع کر دیا پس اس تمام تر تقریر کے بعد فانی فی الحق کو اور حق کو بمعنی مغائرت مقابلہ عینیت مذکورہ فی المقام) دو مت کہہ اور دو مت پڑھ اور دو مت جان (بلکہ) غلام (یعنی مبتدی) کو تو اپنے آقا (یعنی مرشد کامل) میں محو جان (کہ اولاً تخلق باخلاق شیخ ہوتا ہے اور پھر یہ سمجھ کر) یہ خواجہ (یعنی مرشد) بھی خالق خواجہ (یعنی اپنے خالق) کے نور (وتجلی) میں فانی ہے اور میت ہے اور مدفون ہے (یہ سب تاکید ہے یہ بعد تخلق باخلاق شیخ کے ہوتا ہے کہ جب صاحب نسبت ہو جاتا ہے پھر اس کا معاملہ حق تعالیٰ کے ساتھ معاملہ مرشد سے جدا بھی ہو سکتا ہے اور تخلق باخلاق الرسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ تخلق باخلاق اللہ ہی کے مفہوم میں آ گیا) اگر تو اس خواجہ (یعنی مرشد) کو حق سے جدا (مبائن ومغائر بالمعنی المذکور مراداً) دیکھے گا تو تو اصل (یعنی مقصود) اور مقدمہ (یعنی طریق دونوں کو گم کر دے گا (یعنی طریق ہی میں غلطی ہوگی تو مقصود تک کیسے رسائی ہوگی اور یہ غلطی طریق میں اس لئے ہوگی کہ اس صورت میں مرشد کو کامل نہ سمجھے گا کیونکہ کمال کے لئے تخلق باخلاق الٰہیہ لازم ہے جب تخلق کا معتقد نہ ہوا تو کمال کا معتقد نہ ہوا پھر اتباع وفیض کیسے ہوگا اس لئے تخلق کا اعتقاد ضروری ہے اور یہی ہے فناء وعینیت محکوم بہا فی المقام) تو چشم دل کو متجاوز کر طین (اوصاف بشریہ خواص عباد خصوص مرشد) سے (اور یہ سمجھ کہ) یہ ایک ہی قبلہ ہے دو قبلے مت دیکھ (کہ حق تعالیٰ ایک قبلہ توجہ ہے اور فانی فی الحق دوسرا قبلہ توجہ بلکہ حق تعالیٰ ہی کو قبلہ توجہ اور فانی فی الحق کو مظہر اتم اس قبلہ کا سمجھ اور) اگر تو نے دو دیکھے تو تو دونوں طرف سے رہا (چنانچہ ظاہر ہے کہ دو مقصود کی طرف توجہ نہیں ہوتی ہر ایک دوسرے سے حاجب ہوگا اور یہاں ہر واحد سے حجاب مضر اور دونوں طرف سے رہ جانے کی ایسی مثال ہوگی جیسے) آگ (چقماق سے) سوختہ میں (کذا فی الغیاث) واقع ہو گئی (اور کوئی شخص اس کو اصل معدن نار یعنی چقماق کا مغائر سمجھ کر چقماق کی طرف متوجہ ہو گیا) اور (اتنے میں) وہ سوختہ بھی جاتا رہا (یعنی اس کی آگ بجھ گئی اب اور

www.besturdubooks.wordpress.com

سوختہ نہیں اور چقماق سے آگ نکلنے کے لیے سوختہ شرط ہے وہ مثال ہوگئی نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم یہی نتیجہ ہوگا شیخ کو مقصود کا مغائر مطلق سمجھنے کا آگے اس دو بینی کے مضر ہونے پر ایک حکایت بطور مثال کے ہے)۔

مثل دو بیں ہمچو آں غریب شہر کاش عمر نام کہ از یک دکانش بسبب آں نام نانبا بدکان دیگر حوالہ می کرد و او فہم نہ کرد کہ ہمہ دکانہا یکے ست دریں معنیٰ کہ بعمر نام نان نفروشند ہم ایں جا تدارک کنم کہ من غلط کردم نامم عمر نیست چوں بدیں دکان تدارک و توبہ کنم نان یابم از ہمہ دکانہائے شہر، و اگر بے تدارک ہمچنیں عمر نام باشم ازیں دکان در گذرم محروم مانم و احوال ایں دکانہا از ہم جدا دانستہ باشم

دو دیکھنے والے کی مثال اس کاش شہر کے پردیسی کی ہے جس کا عمر نام تھا کہ اس نام کی وجہ سے نان بائی ایک دکان سے دوسری دکان کا حوالہ دیدیتا تھا اور وہ نہ سمجھا کہ تمام دکانیں یکساں ہیں اس سلسلہ میں کہ عمر نامی کے ہاتھ روٹی نہیں بیچتے ہیں اسی جگہ تدبیر کرلوں کہ میں نے غلطی کی ہے میرا نام عمر نہیں ہے جب اسی دکان پر تدارک اور توبہ کرلوں گا شہر کی تمام دکانوں سے روٹی حاصل کرلوں گا اور اگر بغیر تدارک کے اسی عمر نام کے ساتھ رہوں گا تو اس دکان سے چلا جاؤں گا محروم رہوں گا اور اس دکان کے احوال بھی میں جداگانہ سمجھتا رہوں گا۔

گر عمر نامی تو اندر شہر کاش	کس نیفروشد بصد دانگت لواش
اگر تو عمر نام کا شخص ہے شہر کاش میں	تو تیرے ہاتھ کوئی شخص سو دانگ کو بھی روٹی نہ بیچے گا
چوں بیک دکاں بگفتی عمرم	ایں عمر راناں فروشید از کرم
جب وہ ایک دوکان پر کہتا کہ میں عمر ہوں	اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دو از راہ کرم
او بگوید روبداں دیگر دکاں	زاں یکے ناں بہ کزیں پنجاہ ناں
تو وہ کہتا ہے جا اس دوسری دوکان پر	کہ اس کی ایک روٹی اس پچاس روٹی سے بہتر ہے
گر نبودے احوال او اندر نظر	او بگفتے نیست دکان دگر
اگر وہ نظر میں احول نہ ہوتا تو	وہ کہتا کہ دوسری دوکان تو ہے ہی نہیں
پس زدے اشراق آں ناحولی	بردل کاشی شدے عمر علی
بس اس ناحولی کا نور	کاشی کے دل پر اثر کرتا وہ عمر علی ہو جاتا
ایں ازیں جا گوید آں خباز را	ایں عمر راناں فروش اے نانبا
یہ یہاں سے اس نان بائی کو کہتا ہے	کہ اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دے اے نان بائی

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں شنید او ہم عمر از احولی	درکشید آں ناں کہ ہست آن علی
جب اس نے بھی بھی عمر نام سنا تو احولی کے سبب	وہ روٹی ہٹا لی کہ یہ تو علی کا حق ہے
پس فرستادش بدکان بعید	ناں ز پیش روی او اندرکشید
پس اس نے اس کو ایک اور دور کی دوکان میں بھیج دیا	اس نے بھی جب عمر نام سنا تو روٹی ہٹا لی
کیں عمر را نان دہ اے انباز من	را ز یعنی فہم کن ز آواز من
کہ اس عمر کو روٹی دے دی اے میرے شریک	یعنی میری اس صوت سے راز کو سمجھ لے
او ہمت زاں سو حوالہ می کند	ہیں عمر آمد کہ تابرناں زند
وہ بھی تجھ کو اس طرف سے حوالہ کر دیگا	ہاں عمر آیا ہے تاکہ روٹی پر قائز ہو
چوں بیک دکاں عمر بودی برو	درہمہ کاشاں زناں محروم شو
جب تو ایک دوکان پر عمر ہو گیا تو چلا جا	تمام کاشان میں روٹی سے محروم رہ
ور بیک دکاں علی گفتی بگیر	ناں ازینجا بے حوالہ بے زحیر
اور اگر ایک دوکان پر تو نے علی کہہ دیا	تو اس جگہ سے روٹی لے لے بدوں حوالہ کے بدوں کلفت کے
احول دوبیں چو بے برشد زنوش	احول صد بینی اے مادر فروش
جب احول دو بین بے ثمر رہ گیا نوش سے	تو تو احول صدبیں ہے اے تارک الاصل
اندریں کاشان دنیا ز احولی	چوں عمر میگرد چوں نبوی علی
تو اس کاشان دنیا میں احولی کے سبب	اس عمر کی طرح پھرتا رہ جبکہ تو علی نہیں ہے
ہست احول را دریں ویرانہ دیر	گوشہ گوشہ نقل نو کہ ثم خیر
اس دیر ویرانہ میں احول کو	گوشہ گوشہ میں انتقال حالت ہے کہ وہاں اچھا ہے
درد و چشم حق شناس آمد ترا	دوست پر بیں عرصۂ ہر دوسرا
اور اگر تجھ کو چشم حق شناس حاصل ہو جاوے	تو محبوب سے پر دیکھ لے دونوں عالم کے میدان کو
وارہیدے از حوالہ جا بجا	اندریں کاشان پر خوف و رجا
تو جا بجا کے حوالہ سے چھوٹ جاتا	اس کاشان میں جو پر خوف و رجا ہے

(کاش نام ہے ایک شہر کا کذافی الغیاث اور کاشان کو بھی اس میں ایک شہر کا نام لکھا ہے مولانا نے ان اشعار میں کہیں پہلے نام سے تعبیر کیا ہے کہیں دوسرے نام سے معلوم ہوتا ہے وہ ایک ہی شہر دونوں نام سے مشہور ہوگا پس اس تکلف کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ضرورت نہیں جو بعض حواشی میں کیا گیا ہے کہ کاشان کو بعض کاشانہ لیا ہے اور یہ شہر اہل رفض کا ہے کذا قال محمد افضل وہاں کوئی شخص سنی ناواقف جس کا نام عمر تھا مسافرانہ جا پہنچا دکان سے روٹی خریدنا چاہا مگر اس کا نام سن کر تعصب سے بہانہ کر دیتے وہ علت نہ سمجھتا تھا دوسری دوکان پر بھی اسی سبب روٹی نہ ملتی مولانا اس حکایت کو بتقدیم خلاصہ نتیجہ ذکر فرماتے ہیں کہ اگر تو عمر نام کا شخص ہے شہر کاش میں تو تیرے ہاتھ کوئی شخص سوا نگ کو بھی روٹی بیچے گا (فی الغیاث لواش بفتحہ و شین معجمہ ورتر کی نان تنگ و نرم از گندم اھ چنانچہ اس نام کے آدمی کا قصہ یہ ہوا کہ وہ کاش میں پہنچا اور روٹی خریدنا چاہا لیکن) جب وہ ایک دوکان پر (غالباً پوچھنے پر کہ پوچھنے کا سبب تعصب ہوگا) کہتا کہ میں عمر ہوں اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دو از راہ کرم تو وہ (دکاندار) کہتا ہے جا اس دوسری دکان پر (اور بہانہ یہ کرتا) کہ اس (دکان) کی ایک روٹی اس (دکان کی) پچاس روٹی سے بہتر ہے (پسائی پکائی یا نرخ کے اعتبار سے چنانچہ دوسری دکان پر بھی اس غریب کو یہی مصیبت پیش آتی مولانا فرماتے ہیں کہ) اگر وہ (مسافر) نظر میں احول (اور غلط بین) نہ ہوتا تو وہ (اپنے دل میں) کہتا کہ (یہاں) دوسری دکان تو ہے ہی نہیں (بلکہ اس معنی میں سب ایک ہی ہیں کہ عمر نام بتلانے پر روٹی نہ دیں گے مطلب یہ ہے کہ اگر اس کو حقیقت واقعہ کی معلوم ہوتی کہ وجہ روٹی نہ ملنے کی یہ ہے تو اپنے دل میں اس کو سمجھ کر اپنا نام علی یا اس کے مثل بتلا دیتا پس بگفتے کا یہ مطلب ہے اور یہ مطلب نہیں کہ اس دکاندار کو یہ جواب دیتا کیونکہ اس جواب سے کچھ بھی فائدہ نہ تھا وہ اس اتحاد اہل دوکان کو تسلیم کرنے کے بعد روٹی نہ دیتا کیونکہ مانع تو مرتفع نہ ہوا تھا آگے نبودے احول اور بگفتے پر جو کہ مستلزم تھا علی نام بتلانے کو تفریع ہے کہ اگر ایسا ہوتا) پس اس نا احولی (و علم حقیقت) کا نور کاشی (دوکاندار) کے دل پر اثر کرتا (اور) وہ عمر (اس کی نظر میں) علی ہو جاتا (مراد اس سے خاص وہ کاشی نہیں جو انکار کر چکا ہے وہ تو اس کو بہانہ سمجھتا بلکہ دوسرا دکاندار جو وہاں سے دور ہو جس کو اس قصہ کی اطلاع نہ ہو کیونکہ پاس والوں کو تو اس پہلے نے اطلاع کر دی تھی جیسا آئندہ اشعار میں ہے مطلب یہ کہ حقیقت کا علم سبب ہوتا دوسرے بازار میں علی وغیرہ نام بتلانے کا اور چونکہ ظاہراً کوئی دلیل تکذیب کی نہ تھی یہ بتلانا سبب ہوتا اس کی تصدیق کا پس وہ شخص اس کا نام علی ہی سمجھتا اور روٹی دے دیتا تو علم بالحقیقۃ بواسطہ سبب ہوتا کاشی کی نظر میں اس مسمی بعمر کے مسمی بعلی ہونے کا اور چونکہ علم کی حقیقت نور ہے کما حققہ اہل المعقول اس لئے اشراق سے تعبیر کیا گیا پس نا احولی سے مراد علم اور زدے بر دل سے مراد یہ تصدیق اور شدے عمر علی سے مصدق بہ یہ حل ہے مفردات و مراد شعر کا مگر چونکہ اس کو حقیقت کی اطلاع نہ ہوئی تو اس کا یہ حال ہوا کہ) یہ (ایک دکاندار) یہاں سے اس (دوسرے) نانبائی کو (پکار کر) کہتا ہے کہ اس عمر کے ہاتھ روٹی فروخت کر دے اے نانبائی (جس سے غرض یہ بتلانا ہے کہ اس کا نام یہ ہے تو بھی مت دیجیو چنانچہ) جب اس نے بھی یہی عمر نام سنا تو احولی (وغلط بینی) کے سبب وہ روٹی ہٹا لی (اس خیال سے) کہ یہ (روٹی) تو علی (نام والے) کا حق ہے (اس شعر میں مولانا نے ان دوکانداروں کے لئے بھی احولی کا حکم کیا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کو جدا جدا سمجھ کر ایک سے بغض دوسرے سے محبت رکھتے جو سبب ہوا اس نام والے کو روٹی نہ دینے کا اور دوسرے نام والے کو روٹی دینے کا اور اوپر مسافر کے لئے احولی کا حکم کیا ہے جس کی توجیہ گزر چکی تو اس بناء پر حکایت کا مقصود کہ ترتب ضرر ہے دوبینی پر دو طرح ثابت ہوا ایک یہ کہ وہ مسافر مشتری امر دنیاوی کی حقیقت میں احول تھا اس کو دنیا کا ضرر ہوا اور یہ لوگ بائع امر دینی کی حقیقت میں احول تھے ان کو دین کا ضرر ہوا پس جس مرتبہ کی احولی ہوگی اسی مرتبہ کا ضرر ہوگا اب اس کے بعد ہمارے زمانہ کے احولوں میں سے کسی احول کو اس کی گنجائش نہیں رہی کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مولانا پر تشیع کا شبہ کرے کہ دیکھو اس حکایت سے نعوذ باللہ حضرت عمرؓ کے حرمان کا حکم لازم آتا ہے اول تو یہ مثال ہے جس کو ممثل لہ کے ساتھ من وجہ اشتراک ہوتا ہے نہ کہ من کل الوجوہ اور وہ وجہ مشترک یہاں حرمان ہے ایک نفع دنیا سے جو کہ کوئی موجب ذم نہیں گو ممثل لہ میں جو حرمان ہے یعنی احولی از حقائق نافعہ فی الدین اس میں جو حرمان ہے وہ موجب ذم ہو دوسری مثال میں بھی حضرت عمرؓ کا ذکر نہیں ہے اس نام کے ایک مسافر کا ذکر ہے تیسرے اگر ایسا ہی استدلال ہے تو اس سے بڑھ کر محبان علی کو یہاں مولانا نے احول کہا ہے تو ایک خارجی کہہ سکتا ہے کہ نعوذ باللہ مولانا خارجی اور شیعوں کے بیحد مخالف تھے اور واقع میں وہ نہ شیعی ہیں اور نہ خارجی ہماری طرح سنی ہیں یہ تو الزامی جواب تھا شبہ تشیع کا اور تحقیقی جواب یہ ہے کہ اول ہی دفتر میں حکایت کنیزک کے ضمن میں بادشاہ کا خطاب طبیب الٰہی کو اس طرح نقل کیا ہے اے مراتو مصطفیٰ من چوں عمر الخ اور اس دفتر سادس میں شیعان حلب کی تحمیق نقل فرمائی ہے اور نیز اسی دفتر میں حضرت صدیقؓ کے کس قدر فضائل قصہ اشتراء بلال میں ذکر کئے ہیں اور دفتر چہارم میں خلفاء ثلثہ کی مدح منبر نشینی کے قصہ میں ارشاد فرمائی ہے۔

منبر مہتر کہ سہ پایہ بدست — رفت بوبکرؓ و دوم پایہ نشست
واں سوم پایہ عمرؓ در دور خویش — از برائے حرمت اسلام کیش
دور عثمان آمد و بالائے تخت — بر شد و بہ نشست آں مسعود بخت الخ

تو ان تصریحات کے بعد اس شبہ کی کیا گنجائش رہی لیکن شاید تقیہ کی پناہ لینا چاہیں تو خدا تعالیٰ ہزاروں درجات عالیہ بڑھاوے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے ہمیشہ کے لئے اس پناہ کی بنیاد اکھاڑ ڈالی ہے اب اس کے سایہ میں بیٹھنا بالکل مصداق ہے مضمون ام من اسس بنیانہ علی شفاجرف ھار فانھاربہ فی نار جھنم الایہ کا احقر نے یہ زائد علی المقام کلام اس لئے کیا کہ ایک بار میرے کانوں میں یہ بات پڑی تھی کہ بعض تبحر میں شیعہ مولانا اور دوسرے بعض اکابر کی نسبت اپنی جماعت میں سے ہونے کے مدعی ہیں) پس اس (دوسرے دکاندار) نے اس (مسافر) کو ایک اور دور کی (تیسری) دکان میں بھیج دیا (دور قید واقعی ہے وہ ذرا دور ہوگی مگر) اس نے بھی جب عمر نام سنا تو روٹی ہٹالی (اور اس دوسری دکان والے نے جب تیسری دکان پر بھیجا تھا تو یہ کہہ کر بھیجا تھا جو آگے مذکور ہے اور اسی لئے اس نے بھی روٹی ہٹالی تھی یعنی یہ کہا تھا) کہ اس عمر کو روٹی دے دے اے میرے شریک یعنی میری اس صورت (وکلمات) سے راز کو سمجھ لے (وہ راز یہ کہ اس کا ایسا نام ہے اس کو روٹی مت دینا چنانچہ وہاں بھی نہ ملی وھکذا الی ان انتھت الحوانیت کلھا یہ قصہ تھا اس مسافر کی عمر کا اب عود ہے شعر اول کی طرف یعنی اسی طرح اگر ایسے شہر میں یہ نام بتلادے گا تو اگر ایک جگہ چھوڑ کر دوسری جگہ جاوے گا تو) وہ بھی تجھ کو اس طرف سے (جہاں کہ تو بعد میں گیا ہے یہ کہہ کر تیسری جگہ) حوالہ کردے گا (کہ) ہاں عمر آیا ہے تا کہ روٹی پر فائز ہو (تو اس کو دینا مت غرض یہ کہ) جب تو ایک دکان پر عمر ہو گیا تو (جس دکان پر جا ہے) چلا جا (کہیں روٹی نہ ملے گی پس اس نام کے بتلانے سے) تمام کاشان میں روٹی سے محروم رہ۔ اور اگر ایک دکان پر تو نے (اپنا نام) علی کہہ دیا تو اس جگہ سے روٹی لے لے بدوں حوالہ (دوسری دکان) کے (اور) بدوں کلفت کے (آگے تطبیق ہے مثال کی ممثل لہ پر بطور دلالت بالاولی کے یعنی جب احول دو بین بے ثمر رہ گیا نوش (یعنی مقصود شیریں) سے تو تو احول صد بین ہے اے تارک الاصل (گو محاورہ میں مادر فروش گالی ہے مگر احقر نے مولانا کی شان اور خصوصیت مضمون پر نظر کر کے مجازاً یہ معنی لئے فان الام ھی الاصل والبیع

www.besturdubooks.wordpress.com

مستلزم ترک المبیع اور ظاہر ہے کہ دو بینی یا صد بینی میں اصل یعنی یک بینی کا ترک ضرور ہے اور حکایت مسافر کاشی میں دو کا نیں دو سے زیادہ تھیں پس مراد دو سے تقلیل ہے یعنی جب اشیاء قلیلہ کے تغائر سمجھنے میں یہ ضرر ہے تو اشیاء کثیرہ کے تغائر سمجھنے میں جس میں تو مبتلا ہو رہا ہے عموماً کائنات لاتحصیٰ کو موجودات مستقلہ سمجھ رہا ہے باوجود ان کے ظل ہونے کی جس کی بحث شعر جملہ تصویرات الخ تک میں مذکور ہے جو سرخی مقام سے اڑتیں شعر اوپر ہے اور خصوصاً خاص متخلقین باخلاق الٰہیہ کو غیر بالمعنی الاصطلاحی سمجھ رہا ہے کہ وہ بھی کثیر ہیں جس کی بحث شعر باز عقلش الخ واقع بعد اشعر المذکور سے ہے اور اشعار آئندہ قریبہ بھی بعضے بحث اول کے مضمون کے ہیں بعض ثانی کے کما سانبه علیه قریباً انشاء الله تعالیٰ بہرحال تیرے اس تغائر سمجھنے اور صد بینی میں کس قدر ضرر اور حرمان ہوگا جس کو آگے اول بعنوان مناسب قصہ مثال پھر بعنوان ممثل لہ بیان فرماتے ہیں یعنی وہ ضرور حرمان یہ ہے کہ) تو اس کاشان دنیا میں (اس) احولی کے سبب اس (مسمی بہ) عمر کی طرح (محروم) پھرتا رہے جبکہ تو (مسمی بہ) علی نہیں ہے (یہ کنایہ ہے بتاء احولی سے کیونکہ اس مسافر کی ناحقیقت بینی اس نام پر جمود کا سبب ہوا مطلب یہ کہ غلط بینی کے سبب دنیا میں مقصود حقیقی سے محروم رہے گا اور یہاں کے اس حرمان کو آخرت کا حرمان لازم ہے قال تعالیٰ من کان فی هذه اعمیٰ فهو فی الأخرة اعمیٰ حاصل یہ کہ) اس دیر ویرانہ (دنیا) میں احول (وغلط بین) کو گوشہ گوشہ میں انتقال حالت ہے (اس خیال سے) کہ وہاں (یہاں سے) اچھا ہے (اسی طرح وہاں سے پھر اور جگہ مطلب یہ کہ واحد حقیقی کو مقصود نہ سمجھنے سے ہمیشہ قبلہ توجہ بدلتا ہے جیسا غیر حق کے طالبین کی کیفیت مشاہد ہے) اور (نہیں تو) اگر تجھ کو چشم حق شناس (یعنی بصیرت و معرفت حق سبحانہ وتعالیٰ) حاصل ہو جاوے تو محبوب سے پر دیکھ لے دونوں عالم کے میدان کو (اور اگر تو عالم کو محبوب سے پر دیکھ لیتا تو) تو جا بجا کے حوالہ سے چھوٹ جاتا اس کاشان (دنیا) میں جو (بوجہ عالم ابتلا ہونے کے) پر خوف و رجا ہے (ان اشعار میں اجزاء عالم کے مظاہر حق ہونے کا مضمون ہے اور آگے اشعار مابعد میں متخلقین بالاخلاق الالٰہیہ کے مظہر خاص ہونے کا مضمون مذکور ہوگا اور وہ تنبیہ یہی ہے جس کا وعدہ میں نے شعر احول دو بین الخ کی شرح میں کیا تھا)۔

اندریں جو غنچہ دیدی با شجر	ہمچو ہر جو تو خیالش ظن مبر
اس ندی میں تو نے غنچہ مع شجر کے دیکھ لیا ہے	تو اس کو اور ندیوں کی طرح خیال گمان مت کر
کہ ترا از عین ایں عکس نقوش	حق حقیقت گردد و میوہ فروش
کہ ان نقوش کے عین عکس سے	حضرت حق حقیقت اور میوہ دینے والا ہو جاوے
چشم ازیں آب از حول حری شود	عکس می بیند سبد پر می شود
اس پانی سے آنکھ احولی سے آزاد ہو جاتی ہے	یہ شخص عکس دیکھتا ہے سبد پر ہو جاتا ہے
پس بمعنیٰ باغ باشد ایں نہ آب	پس مشو عریاں چو بلقیس از حباب
پس معنی یہ باغ ہو گا نہ کہ پانی	سو تو بلقیس کی طرح حباب سے برہنہ مت ہو
بار گونا گونست بر پشت خراں	ہیں بیک چوب ایں خراں را تو مراں
طرح طرح کے اسباب ہیں گدھوں کی پشت پر	ہاں ایک ہی لکڑی سے سب گدھوں کو مت ہانک

www.besturdubooks.wordpress.com

بر یکے خر بار لعل و گوہر ست	بر یکے خر بار سنگ و مرمرست
ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھ ہے	ایک گدھے پر سنگ اور مرمر کا بوجھ ہے
بر ہمہ جوہا تو ایں حکمت مراں	واندریں جو ماہ بیں عکسش مخواں
تو ان سب ندیوں پر اپنا یہ حکم مت جاری کر	اور اس ندی میں خود چاند کو دیکھ اس کو عکس مت کہہ
آب خضر ست ایں نہ آب دام ودد	ہر چہ اندر وے نماید حق بود
آب خضر ہے نہ کہ چرندہ اور درندہ کا پانی	اس میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ واقعی ہے
زیں تگ جو ماہ گوید من مہم	من نہ عکسم ہمحدیث وہم رہم
اس قعر جو سے چاند بول رہا ہے میں چاند ہوں	میں عکس نہیں ہوں ہم سخن اور ہمراہ ہوں
اندریں جو آنچہ بر بالاست ہست	خواہ بالا خواہ دروے دار دست
اس ندی میں جو اوپر ہے وہی ہے	خواہ تو اوپر اور خواہ اس کی طرف ہاتھ بڑھا
از دگر جوہا مگیر ایں جوئے را	ماہ داں ایں پر تو مہروئے را
دوسری ندیوں سے اس ندی کا قیاس مت لے	ماہ سمجھ اس عکس ماہرو کو
اندریں جو ہر چہ داری تو مراد	بازبیں و شکر گو بہر زیاد
اس میں طلب کر لے تو جو کچھ مراد رکھتا ہے	پھر دیکھ لے اور شکر کر افزونی کے لئے
اندریں جو ہر چہ می خواہی ببیں	از نعیم و ناز و تاج و ملک و دیں
اس ندی میں جو کچھ تو چاہتا ہے دیکھ لے	ناز و نعم اور تاج و ملک اور دین سے
جملہ مطلوبات خلق ہر دو کون	گشت موجود اندروے بعد د بون
تمامی مطلوبات خلائق کونین کے	اس کے اندر موجود ہیں بدوں بعد اور دوری کے
ایں سخن پایاں ندارد آں غریب	بس گریست از درد خواجہ شد کئیب
یہ مضمون پایاں نہیں رکھتا اس مسافر نے	گریہ کیا اس مرد عاقل کے رنج سے

(ربط اوپر مذکور ہوا اور اس ربط کے اعتبار سے یہ عود ہے مضمون اشعار باز عقلش گشت الخ کی طرف اور اس عود میں ان اشعار بالا میں سے امثلہ مذکورہ چوں دریں جو الخ اور عکس بار اماند الخ اور سیب رو ید الخ اور خواجہ را کو در گذشت الخ کی رعایت خصوصیت کے ساتھ ہے کہ دوسرے الفاظ سے پھر وہی مثالیں لائی گئی ہیں پس فرماتے ہیں کہ متخلقین بالاخلاق الالہیہ کا یہ نسبت دوسرے اجزاء عالم کے حق تعالیٰ کے ساتھ مظہریت کا خاص تعلق سمجھنا چاہئے جس کا بیان پہلے بھی ہوا ہے اور پھر بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا ہے اور چونکہ پہلے اشعار بالا محال علیہا کی شرح میں مقصود مقام خوب حل ہو چکا ہے یہاں صرف حل ترجمہ پر اکتفا کیا جاوے گا یعنی) اس ندی میں (جب) تو نے غنچہ مع شجر کے دیکھ لیا ہے تو اس کو اور ندیوں کی طرح (محض) خیال (اور عکس) گمان مت کر (تا) کہ (عکس نہ سمجھنے سے) ان نقوش (وجودات اہل اللہ) کے عین عکس (مزعوم) سے حضرت حق (درجہ) حقیقت (میں ثابت ہو جاوے) اور میوہ دینے والا (ثابت) ہو جاوے (یعنی تجھ کو یہ ثابت ہو جاوے کہ یہ عکس حق نہیں بلکہ حقیقت حق ہے جو میوہ دے رہا ہے کیونکہ پانی کے اندر جس کو عکس سمجھا تھا وہ درخت تھا جس کا ذکر یہاں شعر اول میں ہے اور وہ میوہ بخش بھی تھا جس کا ذکر وہاں اوپر شعر چوں دریں جو دیداخ میں بھی تھا اور شعر آئندہ میں بھی ہے یعنی) اس (ندی کے) پانی سے آنکھ احولی سے آزاد (اور رہا) ہو جاتی ہے (اور یہ برکت اہل اللہ کی ظاہر ہے کہ بصیرت راست بین میسر ہو جاتی ہے اور) یہ شخص (اول نظر میں) عکس دیکھتا ہے (لیکن اس سے) سبد پر ہو جاتا ہے (جب یہ ہے) پس معنی یہ باغ (و درخت) ہو گا نہ کہ پانی (جس میں محض عکس ہو) سو تو بلقیس کی طرح حباب (کے گمان) سے برہنہ (ساق) مت ہو (جس طرح بلقیس کو شیشہ پر یہی غلط گمان ہوا کہ یہ پانی ہے قال تعالیٰ حسبته لجة و کشفت عن ساقیها تشبیہ محض اس میں ہے کہ اس نے غیر آب یعنی شیشہ کو آب سمجھا اسی طرح تو غیر آب یعنی باغ کو آب مت سمجھ کما فی المصراع الاول آگے عوام اور خواص کے تمائز کی مثال ہے یعنی) طرح کے طرح کے اسباب ہیں گدھوں کی پشت پر۔ ہاں ایک ہی لکڑی سے سب گدھوں کو مت ہانک (آگے بیان ہے ان اسباب کے مختلف ہونے کا یعنی) ایک گدھے پر لعل و گوہر کا بوجھ ہے (اور) ایک گدھے پر سنگ اور مرمر کا بوجھ ہے (بس اسی طرح) تو ان سب ندیوں پر اپنا یہ (ایک) حکم (کہ ان سب میں ماہ کا عکس ہے) مت جاری کر اور اس ندی (خاص) میں (جس کا ذکر اس شعر میں ہوا ہے اندریں جو غنچہ دیدی الخ) خود چاند کو دیکھ اس کو (چاند کا) عکس مت کہہ (اس ندی کا پانی) آب خضر (یعنی آب حیات) ہے نہ کہ جرندہ اور درندہ (کے پینے) کا پانی (کذا فی الغیاث فی معنی دام ودد) اس (پانی) میں جو کچھ نظر آتا ہے وہ واقعی ہے (عکس نہیں) اس قعر جو سے چاند بول رہا ہے میں چاند ہوں۔ میں عکس نہیں ہوں (بلکہ) ہم سخن اور ہمراہ ہوں (جو منافی ہے عکس ہونے کے) اس ندی میں جو اوپر ہے وہی (اندر) ہے (اب) خواہ تو اوپر اور خواہ اس (ندی میں نظر آنے والے) کی طرف ہاتھ بڑھا (جو اوپر سے ملے گا وہی اندر سے یعنی خواہ بلا واسطہ حضرت حق سے فیض لو یا اہل اللہ کے واسطہ سے وہ ایک ہی فیض ہے اور یہ تخییر کے لئے نہیں کیونکہ مبتدی کو واسطہ کی ضرورت تو ہوتی ہے بلکہ حکم ہے تساوی کا دونوں فیض میں باعتبار حقیقت کے گو استعداد طالب سے طریق متساوی نہ ہو) دوسری ندیوں سے اس ندی کا قیاس مت لے۔ ماہ سمجھ اس عکس ماہ رو کو (عکس بعض اعتبارات سے کہہ دیا حسب زعم مخاطب) اس میں طلب کر لے تو جو کچھ مراد رکھتا ہے پھر (بنظر تحقیق) دیکھ لے (نظیرہ ثم ارجع البصر کرتین) اور شکر کر افزونی (نعمت) کے لئے اس ندی میں جو کچھ تو چاہتا ہے دیکھ لے۔ ناز و نعم اور تاج و ملک (حقیقی) اور دین سے تمامی مطلوبات خلائق کونین کے اس کے اندر موجود ہیں بدوں بعد اور دوری کے (یعنی سب مطلوبات قریب سے مل جاویں گے لان من کان اللہ له کان له کل شیئ آگے تمہید ہے رجوع بہ قصہ کی کہ) یہ مضمون (مظہریت انسان کامل کا) پایاں نہیں رکھتا (چنانچہ ان کے برکات و فضائل کی کثرت ظاہر ہے قصہ پورا کرو یعنی) اس مسافر نے (بہت) گریہ کیا اس مرد عاقل (محتسب مرحوم کی وفات) کے رنج سے (بوجہ اپنے قرض مایوس ہونے کے)

www.besturdubooks.wordpress.com

توزیع کردن پائمرد در جملہ شہر تبریز و جمع شدن اندک چیز و رفتن آں غریب بتربت محتسب بزیارت وایں قصہ را بر سر گور او گفتن بطریق نوحہ

مددگار کا تمام شہر تبریز میں چندہ جمع کرنا اور بہت تھوڑا جمع ہونا اور اس پردیسی کا محتسب کی قبر کی زیارت کو جانا اور نوحہ کے طریقے پر اس قصہ کو اس کی قبر پر کہنا

واقعہ آں وام او مشہور شد	پائمرد از درد او رنجور شد
اس کے اس قرضہ کا قصہ مشہور ہو گیا	مددگار اس کے درد سے متاثر ہوا
از پے توزیع گرد شہر گشت	از طمع می گفت ہر جا سرگذشت
چندہ کے لئے شہر کے اطراف میں پھرا	طمع سے ہر جگہ اس کی سرگذشت بیان کرتا تھا
ہیچ ناورد از رہ گدیہ بدست	غیر صد دینار آں گدیہ پرست
سوال کے ذریعہ سے وہ سائل کچھ وصول نہ کر سکا	بجز سو دینار کے
پائمرد آمد بدو دستش گرفت	شد بگور آں کریم بس شگفت
وہ مددگار اس کے پاس آیا اس کا ہاتھ پکڑا	اس کریم کی گور پر جو کہ عجیب تھا گیا
گفت چوں توفیق یابد بندۂ	کو کند مہمانی فرخندۂ
کہا کہ جب کوئی بندہ اس کی توفیق پاوے	کہ وہ کسی صاحب نصیب کی مہمانی کرے
مال خود ایثار راہ او کند	جان خود ایثار جاہ او کند
وہ اپنا مال اس کی بابت صرف کرے	اپنی جان اس کی جاہ پر صرف کرے
شکر او شکر خدا باشد یقیں	چوں باحساں کرد توفیقش قریں
اس کی شکر گزاری خدا تعالیٰ کی شکر گزاری ہے یقینا	چونکہ خدا تعالیٰ نے اس کے موفق ہونے کو احسان کے ساتھ مقرون فرمایا
ترک شکرش ترک شکر حق بود	حق اولا شک بحق ملحق شود
اس کی شکر گزاری کا ترک کرنا شکر حق کا ترک کرنا ہوگا	اس کا حق بلاشک حق تعالیٰ کے ساتھ ملحق ہوگا
شکر می کن مر خدارا در نعم	نیز می کن شکر و ذکر خواجہ ہم
تو نعمتوں میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا رہ	نیز خواجہ کا بھی شکر اور ذکر کرتا رہ
رحمت مادر اگرچہ از خداست	خدمت او ہم فریضہ ست و سزاست
ماں کی محبت اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے	اس کی خدمت بھی واجب اور مناسب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

زیں سبب فرمود حق صلوا علیہ	کہ محمدؐ بود محتاج الیہ
اسی سبب سے فرمایا ہے حق تعالیٰ نے صلوا علیہ	کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محتاج الیہ تھے
در قیامت بندہ را گوید خدا	ہیں چہ کردی آنچہ دادم مر ترا
قیامت میں بندہ سے خدا تعالیٰ فرماویں گے	ہاں تو نے کیا کیا میں نے جو کچھ تجھ کو دیا تھا
گوید اے رب شکر تو کردم بجاں	چوں ز تو بود اصل آں روزی و ناں
وہ کہے گا اے رب میں نے آپ کا جان سے شکر کیا	چونکہ اس روزی اور نان کی اصل آپ ہی کی طرف سے تھی
گویدش حق نے نکردی شکر من	چوں نکردی شکر آں اکرام و فن
حق تعالیٰ اس سے فرماویں گے نہیں تو نے میرا شکر ادا نہیں کیا	جبکہ تو نے اس اکرام اور فضل کا شکر نہیں کیا
بر کریمے کردۂ ظلم و ستم	نے ز دست او رسیدت نعمتم
تو نے ایک کریم پر ظلم و ستم کیا	کیا تجھ کو اس کے ہاتھ سے میری نعمت نہ پہنچی تھی
چون بگور آں ولی نعمت رسید	گشت گریاں زار و آمد در نشید
جب وہ اس ولی نعمت کی قبر پر پہنچا	زار زار گریہ کرنے لگا اور گیت گانے لگا
گفت اے پشت و پناہ ہر نبیل	مرتجا و غوث ابناء السبیل
کہا اے پشت و پناہ ہر عظیم الشان کے	امیدگاہ اور مددگار مسافروں کے
اے غم ارزاق ما بر خاطرت	اے چو رزق عام احسان و برت
اے شخص ہمارے رزقوں کا بار تیری خاطر پر تھا	اے شخص تیرا احساں اور نیکی مثل رزق عام کے تھا
اے فقیراں را عشیرہ و والدین	در خراج و خرج و در ایفائے دین
اے شخص تو فقیروں کے لئے بمنزل کنبہ اور والدین کے تھا	آمدنی میں اور خرچ میں اور ادائے قرض میں
اے چو بحر از بہر نزدیکاں گہر	دادہ تحفہ سوی دوراں از مطر
اے شخص تو نے بحر کی طرح نزدیکوں کے لئے گوہر دے تھے	اور دور والوں کی طرف بارش کو تحفہ دیا تھا
پشت ما گرم از تو بود اے آفتاب	رونق ہر قصر و گنج ہر خراب
ہماری پشت تجھ سے گرم تھی اے آفتاب	تو رونق تھا ہر قصر کا اور خزانہ تھا ہر ویرانہ کا
اے در ابرویت ندیدہ کس گرہ	اے چو میکائیلؑ را دو رزق دہ
شخص تیری ابرو میں کسی نے بل نہیں دیکھا	اے شخص جو کہ مثل میکائیل کے جوانمرد اور رزق دینے والا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

اے دلت پیوستہ با دریائے غیب	اے بقاف مکرمت عنقائے غیب
اے شخص تیرا دل دریائے غیب سے متصل تھا	اے شخص کہ کرم کے کوہ قاف میں عنقائے غیب ہے
یاد ناوردہ کہ از مالم چہ رفت	سقف قصر ہمت ہرگز نکفت
تو نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ میرے مال میں سے کیا چلا گیا	تیرے قصر ہمت کی سقف کبھی شگافتہ نہیں ہوئی
اے من و صد ہمچوں من در ماہ و سال	مر ترا چوں نسل تو گشتہ عیال
اے شخص میں اور مجھ جیسے صدہا ہر ماہ اور ہر سال میں	تیرے لئے تیری اولاد کی طرح بطور عیال کے رہتے تھے
نقد ما و جنس ما و رخت ما	نام ما و فخر ما و بخت ما
ہمارا نقد اور ہماری جنس اور ہمارا سامان	ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا طالع
ایں ہمہ از حق بدو تو واسطہ	درمیان ما و حق تو رابطہ
یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے تھیں اور تو واسطہ تھا	ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان رابطہ تھا
تو نمردی ناز و بخت ما بمرد	عیش ما و رزق مستوفا بمرد
تو نہیں مرا ہمارا ناز اور نصیبا مر گیا	ہمارا عیش اور رزق بتمامہ مر گیا
واحد کالف در رزم و کرم	صد چو حاتم گاہ ایثار نعم
تو ایک مثل ہزار کے تھا شجاعت اور سخاوت میں	سو حاتم کی مثل تھا بوقت صرف کرنے نعمتوں کے
حاتم ار مردہ بمردہ میدہد	گرد گانہای شمردہ میدہد
حاتم اگر ایک بے جان چیز ایک بیجاں کو دیتا ہے	وہ معدودے چند اخروٹ دیتا ہے
تو حیاتے میدہی در ہر نفس	کز نفیسی می نگنجد در نفس
تو تو ہر سانس میں ایک حیات دیتا تھا	جو کہ نفاست کے سبب بیان میں نہیں آتی
تو حیاتے میدہی بس پائدار	نقد زر بے کساد و بے شمار
تو حیات دیتا تھا بہت پائیدار	زر نقد بے کساد اور بے شمار
وارثے نابودہ یک خوی ترا	اے فلک سجدہ کناں کوی ترا
تیرے اس خلق کا وارث کوئی نہیں ہوا	اے شخص فلک تیرے کوچہ کو سجدہ کرتا ہے
خلق را از گرگ غم لطفت شباں	چوں کلیم اللہ شبان مہرباں
خلائق کے لئے گرگ غم سے تیرا لطف محافظ تھا	مثل حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے محافظ مہربان

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے اس قرضہ کا قصہ مشہور ہو گیا (اور کوئی شخص تھا باہمت) مددگار (وہ) اس کے درد سے متاثر ہوا (اور تحصیل) چندہ کے لئے شہر کے اطراف میں پھرا (اور رقم کی) طمع سے ہر جگہ اس کی سرگذشت بیان کرتا تھا (مگر) سوال کے ذریعہ سے وہ مسائل (للمدیون لاللنفسہ) کچھ وصول نہ کر سکا بجز سو دینار کے (جس کو اس کے قرضہ سے کہ نو ہزار تھا کچھ بھی نسبت نہیں یعنی نوے حصہ میں سے ایک حصہ اس کے بعد) وہ مددگار اس کے پاس آیا (اور) اس کا ہاتھ پکڑا (اور اس کو ہمراہ لے کر) اس کریم کی گور پر جو کہ عجیب (وغریب شخص) تھا گیا (اور اس سے راہ میں) کہا کہ جب کوئی بندہ اس کی توفیق (منجانب اللہ) پاوے کہ وہ کسی صاحب نصیب کی مہمانی کرے (مہمان کو صاحب نصیب کہنا اس لئے ہے کہ اس کو نفع مہمانی کا پہنچانا یہ صاحب نصیبی ہے اور وہ مہمانی کرنا اس طرح ہو کہ) وہ اپنا مال اس کی بابت صرف کرے (اور) اپنی جان اس (مہمان) کی جاہ پر صرف کرے (یعنی اس کا اکرام اپنی جان سے کرے سو جو میزبان ایسا موفق وخادم ہو) اس کی شکر گزاری خدا تعالیٰ کی شکر گزاری ہے یقیناً چونکہ خدا تعالیٰ نے اس کے موفق ہونے کو (اس کے) احسان کے ساتھ مقرون فرمایا (یعنی توفیق احسان کو مفضی الی الاحسان بنایا اور اس کریم کا شکریہ اسی بناء پر ہے پس مستلزم ہو گا شکریہ جاعل بنا کو اور اسی سے لازم آوے گا کہ) اس کی شکر گزاری کا ترک کرنا شکر حق کا ترک کرنا ہو گا (غرض) اس کا حق بلاشک حق تعالیٰ (کے حق) کے ساتھ ملحق ہو گا تو نعمتوں میں خدا تعالیٰ کا شکر کرتا رہ نیز خواجہ (محسن) کا بھی شکر اور ذکر (خیر وثنا) کرتا رہ (اشارۃ الی حدیث فان لم تکافئو فاثنوا علیه خیرا فان ذلک من المکافاۃ آگے اس پر تفریع ہے کہ) ماں کی محبت (اولاد کے ساتھ) اگرچہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے (لیکن خدا تعالیٰ ہی کے فرمانے سے) اس کی خدمت بھی واجب اور مناسب ہے (کوئی خدمت واجب ہے کوئی مناسب ہے آگے اس کی تائید ہے کہ) اسی سبب سے فرمایا ہے حق تعالیٰ نے صلوا علیہ (وسلموا تسلیما یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلاۃ وسلام بھیجو) کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم (نعم دینیہ میں) محتاج الیہ (اور واسطہ) تھے (جیسے ماں نعم دنیویہ میں واسطہ تھی آگے اس کی دلیل حدیث سے ہے اور حاشیہ میں بحر العلوم کا شیخ عبد اللطیف سے اس کو نقل کرنا لکھا ہے اور حدیث کے الفاظ یہ لکھے ہیں اذا حشر الخلائق یوم القیمة جئ بعبد اصطنع الیه عبد من عباده معروفا فیقال له هل شکرت عبدی فیقول یارب علمت ان ذلک منک فشکرتک علیک علیه فیقول الله عزوجل لم تشکرنی اذا لم تشکر من اجریت ذلک علی یدہ اور مخرج کا نام نہیں لکھا مولانا اسی مضمون کو فرماتے ہیں کہ) قیامت میں بندہ سے خدا تعالیٰ فرماویں گے ہاں تو نے کیا کیا میں نے جو کچھ تجھ کو دیا تھا۔ وہ کہے گا اے رب میں نے آپ کا جان (ودل) سے شکر کیا چونکہ اس روزی اور نان کی اصل آپ ہی کی طرف سے تھی۔ حق تعالیٰ اس سے فرماویں گے نہیں تو نے میرا شکر ادا نہیں کیا جبکہ تو نے (محسن کے) اس اکرام اور فضل کا شکر نہیں کیا۔ تو نے ایک کریم پر ظلم وستم کیا۔ کیا تجھ کو اس کے ہاتھ سے میری نعمت نہ پہنچی تھی۔ (یہ سب مضمون منجانب پایمرد کے منقول ہے مقصود اس سے اس قرضدار کو یہ بتلانا ہے کہ جب یہ شخص تیرا محسن رہ چکا ہے جس کی دلیل شروع داستان کے اشعار کی تمہید میں احقر نے ذکر کی ہے تو اس کا مقتضا یہ ہے کہ اس کی شکر گزاری کر جو کہ اب بصورت زیارت قبر ودعائے مغفرت اس کے لئے ممکن ہے یہ کام تو کر لے چونکہ یہ شکر محسن شکر حق ہو گا اور شکر حق موجب مزید نعمت ہے ممکن ہے کہ یہ سبب ہو جاوے تجھ کو اس قدر مال مل جانے کا غرض پایمرد کے کرنے پر وہ محتسب

www.besturdubooks.wordpress.com

اور شکر حق موجب مزید نعمت ہے ممکن ہے کہ یہ سبب ہو جاوے تجھ کو اس قدر مال مل جانے کا غرض پایمرد کے کرنے پر وہ محتسب کی قبر کی طرف چلا اور) جب وہ اس ولی نعمت کی قبر پر (اس پایمرد کے ہمراہ) پہنچا (زیارت و دعا کے بعد کچھ اس کی یاد کا کچھ اپنی مصیبت کا غلبہ ہو کر) زار زار گریہ کرنے لگا اور (غم کا) گیت گانے لگا (یعنی اُسکو خطاب کر کے یہ) کہا اے پشت پناہ ہر عظیم الشان کے (اور) امید گاہ اور مددگار مسافروں کے (یعنی معمولی مسافر بھی اور اہل حاجت معززین بھی تجھ سے منتفع ہوتے تھے) اے شخص ہمارے رزقوں کا بار تیری خاطر پر تھا۔ اے شخص تیرا احسان اور نیکی مثل رزق عام کے (سب کو شامل) تھا اے شخص تو فقیروں کے لئے بمنزلہ کنبہ اور والدین کے تھا آمدنی میں اور خرچ میں اور ادائے قرض میں اے شخص تو نے بحر کی طرح نزدیکوں کے لئے گوہر دیئے تھے اور دور والوں کی طرح بارش کو تحفہ دیا تھا۔ ہماری پشت تجھ سے گرم (اور قوی) تھی اے آفتاب۔ تو رونق تھا ہر قصر کا اور خزانہ تھا ہر ویرانہ کا۔ اے شخص تیری ابرو میں کسی نے (کبھی) بل نہیں دیکھا۔ اے شخص جو کہ مثل میکائیل کے جوانمرد اور رزق دینے والا تھا اے شخص تیرا دل دریائے غیب سے متصل تھا (اس لئے اس میں کبھی انقطاع فیض کا نہ ہوتا تھا) اے شخص کہ کرم کے کوہ قاف میں عنقائے غیب (کی طرح جلیل القدر) ہے تو نے کبھی یہ خیال نہیں کیا کہ میرے مال میں سے کیا چلا گیا۔ تیرے قصر ہمت کی سقف کبھی شکافتہ (اور شکستہ) نہیں ہوئی (از کفتن بفتح کاف عربی بمعنی شکافتن کذا فی الغیاث) اے شخص میں اور مجھ جیسے صدہا ہر ماہ اور ہر سال میں تیرے لئے تیری اولاد کی طرح بطور عیال کے رہتے تھے۔ ہمارا نقد اور ہماری جنس اور ہمارا سامان ہمارا نام اور ہمارا فخر اور ہمارا طالع یہ سب چیزیں حق تعالیٰ کی طرف سے (ہمارے پاس) تھیں اور تو واسطہ تھا (اور) ہمارے اور حق تعالیٰ کے درمیان رابطہ تھا (صرف) تو نہیں مرا (بلکہ تیرے مرنے سے) ہمارا ناز (و نعم) اور نصیبہ مر گیا (اور) ہمارا عیش اور رزق بتمامہ مر گیا تو ایک مثل ہزار کے تھا شجاعت اور سخاوت میں۔ سو حاتم کی مثل تھا بوقت صرف کرنے نعمتوں کے (یعنی حاتم سے بڑھ کر تھا آگے اس بڑھے ہوئے ہونے کا بیان ہے کہ) حاتم اگر ایک بے جان چیز ایک بے جان کو دیتا ہے (یہ تو اس کے عطا میں کیفا کمی ہے اور پھر اس کی ساتھ یہ بھی ہے کہ) وہ معدودے چند اخروٹ دیتا ہے (یہاں محط فائدہ مفہوم معدود کا ہے یعنی وہ عطا محصور و محدود بھی ہے اور یہ کمی کما ہے اور عطا اور معطی لہ کو بے جان اس لئے کہا کہ بہت جلد بے جان ہونے والا ہے تو اگر حاتم کی یہ حالت ہے) تو (تیری یہ کیفیت ہے کہ) تو ہر سانس میں ایسی حیات دیتا تھا جو کہ (غایت) نفاست) کے سبب بیان میں نہیں آتی (از نفس بمعنی دم و چوں کلام از صوت ست و صوت را دم لازم لہذا مجازاً بمعنی بیان گرفتہ شد۔ یہ تو اس کی ترجیح ہوئی کیفا کہ وہ عطا حیات ہے اور ترجیح کما یہ ہے کہ) تو حیات دیتا تھا بہت پائیدار (یہاں محط فائدہ پائیدار ہے کما کان فی مقابلة شمردہ الدال علی المفضولیة الکمیة و ھذا دال علی الافضلیة الکمیة غالباً اس حیات خالدہ سے مراد اعانت فی الدین ہے یا تو بلا واسطہ اگر اس محتسب کے اہل اللہ ہونے پر نظر کی جاوے جیسا ایک سرخی گذشتہ استغفار کردن کے بعض اشعار باز عقلش الخ میں مولانا کے کلام سے بھی معلوم ہوتا ہے اور یا بواسطہ جبکہ باوجود اس کے تحقق کے اس کا لحاظ نہ کیا جاوے صرف اس کا اعتبار کیا جاوے کہ اس کی عطا معین فی الطاعات ہوتی تھی فالاول کالمباشرۃ والثانی کالتسبب اور آگے جو فرمایا ہے کہ) زر نقد بے کساد (یعنی جید) اور (مقدار میں) بے شمار (دیتا تھا سو اس میں دو احتمال ہیں اول یہ کہ صرف عاطف مقدر ہو یعنی حیات پائیدار یعنی فیض باطنی کے علاوہ حسی نعمتیں بھی دیتا تھا ثانی یہ کہ حیات پائیدار یعنی سبب حیات کا بیان ہو یعنی

وہ حیات مسببہ بھی کماً و کیفاً کامل ہے اور اس کا سبب یعنی مال بھی کماً و کیفاً کامل ہے بے کساد اس کے کمال کیفی پر اور بے شمار اس کے کمال کمی پر دال ہے خلاصہ یہ کہ تو ایسا تھا ایسا تھا اور) تیری اس خلق (مذکور) کا وارث کوئی نہیں ہوا (یعنی تو ان اخلاق کا اپنے وقت میں خاتم ہو گیا) اے شخص فلک (مرتفع) تیرے کوچہ (متسفلہ) کو سجدہ کرتا ہے (یعنی تیرے یہاں کی سافل چیز کی شان دوسری عالی چیز سے بڑی ہے خلائق کے لئے گرگ غم سے تیرا لطف محافظ تھا (اور محافظ بھی کیسا کہ) مثل حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کے محافظ مہربان (تھا جن کی مہربانی بحال گوسفند کا بیان آگے آتا ہے اور پھر ایک حدیث موید کے ایراد کے بعد خطاب محتسب مذکور فی القصہ کی طرف عود ہوگا)۔

گریختن گوسفندے از موسیٰ علیہ السلام و شفقت و مہربانی وی علیہ السلام بروے

ایک بکری کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھاگنا اور اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مہربانی اور شفقت

گوسفندے از کلیم اللہ گریخت	پائے موسیٰ آبلہ شد نعل ریخت
ایک بکری حضرت کلیم اللہ کے پاس سے بھاگ گئی	موسیٰ علیہ السلام کا پاؤں پر آبلہ ہو گیا خستہ ہو گیا
درپئے او تا بشب در جستجو	واں رمہ غائب شدہ از چشم او
اس کے پیچھے شب تک تلاش میں رہے	اور وہ گلہ ان کی نظر سے غائب ہو گیا
گوسپند از ماندگی شد سست و ماند	پس کلیم اللہ گرد ازوے فشاند
وہ بکری تکان سے سست ہو گئی اور رہ گئی	پس حضرت کلیم اللہ نے اس سے گرد جھاڑی
کف ہمی مالید بر پشت و سرش	می نوازش کرد ہمچو مادرش
اس کی پشت اور سر پر ہاتھ پھیرتے تھے	ماں کی طرح اس پر نوازش فرماتے تھے
نیم ذرہ تیرگی و خشم نے	غیر مہر و رحم و آب چشم نے
آدھا ذرہ بھی کدورت اور غیظ نہیں	بجز مہربانی اور رحم اور آب چشم کے نہیں
گفت گیرم بر منت رحمے نبود	طبع تو برخود چرا استم نمود
فرمانے لگے کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ کو مجھ پر رحم نہیں آیا	تیری طبیعت نے اپنے اوپر کس لئے ظلم کیا
با ملائک گفت یزداں آں زماں	کہ نبوت را ہمی زیبد فلاں
ملائکہ سے حضرت حق نے اس وقت فرمایا	کہ نبوت کے لئے فلاں شخص زیبا ہیں
مصطفٰیؐ فرمود خود کہ ہر نبی	کرد چوپانیش برنا یا صبی
خود مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے	بکریوں کی چوپانی کی ہے جوان ہو کر یا طفل ہونے کے وقت
بے شبانی کردن و آں امتحاں	حق ندادش پیشوائی جہاں
بدوں شبانی کرنے کے اور بدوں اس امتحان کے	حق تعالیٰ نے اس کو جہان کی پیشوائی نہیں دی

www.besturdubooks.wordpress.com

تاشود پیدا وقار و صبر شاں	کردشاں پیش از نبوت حق شباں
تاکہ ان کا وقار اور صبر ظاہر ہو جاوے	ان کو حق تعالیٰ نے نبوت سے پہلے شبان بنایا ہے
گفت سائل ہم تو نیز اے پہلواں	گفت من ہم بودہ ام دہرے شباں
کسی سائل نے عرض کیا کہ آپ نے بھی اے سید الخلائق	آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک زمانہ تک شبان رہا ہوں
ہر امیرے کو شبانی بشر	آنچناں آرد کہ باشد موتمر
جو حاکم کہ بشر کی شبانی	اس طرح سے بجالاوے کہ وہ حکم کا امتثال کرنے والا ہو
حلم موسیٰ وار اندر رعی خود	او بجا آرد بتدبیر و خرد
تو وہ اپنی شبانی میں حلم موسوی رکھتا ہے	وہ تدبیر و خرد سے بجالاتا ہے
لاجرم حقش دہد چو پانئے	بر فراز چرخ مہ روحانیے
لامحالہ حق تعالیٰ اس کو ایک چوپانی عطا فرماتا ہے	فلک قمر کے اوپر روحانی چوپانی
آنچنانکہ انبیا را زیں رعا	برکشید و داد رعی اصفیا
جس طرح سے انبیا کو اس رعی سے	مرتفع کر دیا اور رعی مقبولین عطا فرمائی
خواجہ بارے تو دریں چوپانیت	کردی آنچہ کور گردد شانیت
اے خواجہ البتہ تو نے اپنی اس چوپانی میں	وہ کیا جس سے تیرا دشمن اندھا ہو جاوے
دانم آنجا در مکافات ایزدت	سروری جاودانہ بخشدت
میں جانتا ہوں کہ اس عالم میں حق تعالیٰ تجھ کو	فضیلت دائمی عطا فرماوے گا

ایک بکری حضرت کلیم اللہ کے پاس سے بھاگ گئی (شعیب علیہ السلام کے پاس رہنے کے زمانہ میں بکریاں چرانا قرآن میں منصوص ہے) موسیٰ علیہ السلام کا پاؤں (اس کی تلاش میں دوڑنے سے) پرآبلہ ہوگیا (اور) خستہ ہوگیا (فی الغیاث نعل افگندن و نعل در یختن دویدن و ماندن اسپ از رفتار آمدہ) اس کے پیچھے شب تک تلاش میں (پھرتے) رہے اور وہ گلہ (جس میں سے وہ بکری بھاگ گئی تھی) ان کی نظر سے غائب ہوگیا (یعنی اس کی تلاش میں اتنی دور نکل گئے کہ اصل گلہ بھی نظر نہ آتا تھا) وہ بکری (آخر) تکان سے سست ہوگئی اور (کسی جگہ) رہ گئی (تب وہ حضرت کلیم اللہ کو ملی جب وہ ملی) پس حضرت کلیم اللہ نے اس سے گرد جھاڑی (اور) اس کے پشت اور سر پر (شفقت سے) ہاتھ پھیرتے تھے (اور) ماں کی طرح اس پر نوازش فرماتے تھے (اور باوجود اس قدر اذیت برداشت کرنے کے) آدھا ذرہ بھی کدورت اور غیظ نہیں (اور) بجز مہربانی اور رحم اور آب چشم کے نہیں (یعنی اس کی تکلیف کو دیکھ کر رقت ہوتی تھی اور اس بکری سے) فرمانے لگے کہ میں نے فرض کیا کہ تجھ کو مجھ پر رحم نہیں آیا (اس لئے مجھ کو تھکایا لیکن) تیری طبیعت نے اپنے اوپر کس لئے ظلم کیا (اپنے اوپر تو ترحم کرنا چاہئے تھا) ملائکہ سے حضرت حق نے اس وقت فرمایا کہ نبوت کے لئے فلاں شخص (یعنی حضرت کلیم اللہ) زیبا ہیں (اور یہ قصہ رعی غنم کا نبوت کے قبل تھا جیسا قرآن مجید

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ہے کہ بعد رعیٔ غنم کے جب مدین سے واپس آنے لگے ہیں راستہ میں کوہ طور پر نبوت عطا ہوئی آگے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ رعیٔ غنم کی مناسبت سے دوسرے انبیاء علیہم السلام کے رعیٔ غنم کا مضمون فرماتے ہیں کہ) خود مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر نبی نے بکریوں کی چوپانی کی ہے (کما فی البخاری) جوان ہو کر یا طفل ہونے کے وقت (اور ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ خواہ وہ نبی جوان ہو یا صبی یعنی خواہ اس کو شباب میں نبوت ملی ہو یا شباب کے قبل کما یفھم من ظاھر قولہ تعالیٰ و اٰتیناہ الحکم صبیا اور اس پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ مشہور یہ ہے کہ کسی نبی کو چالیس سال کے قبل نبوت نہیں ملی لیکن چونکہ یہ حدیث ثابت نہیں کما فی المقاصد الحسنۃ ص ۱۷۵ فی تحقیق حدیث مامن نبی نبی الا بعد الاربعین قال ابن الجوزی موضوع اس لئے یہ شبہ رفع ہو گیا آگے بھی حدیث رعیٔ غنم انبیاء کے متعلق مضمون ہے جس میں خود اس کی حکمت بیان کی ہے حدیث میں یہ مضمون نہیں ہے یعنی) بدوں شبانی کرنے کے اور بدوں اس امتحان کے (جس کا بیان شعر آئندہ میں ہے) حق تعالیٰ نے اس کو (یعنی کسی نبی کو) جہاں کی پیشوائی نہیں دی (اور وہ امتحان کہ یہی حکمت ہے یہ ہے کہ) تا کہ ان (انبیاء) کا وقار اور صبر ظاہر ہو جاوے (اس لئے) ان کو حق تعالیٰ نے نبوت سے پہلے شبان بنایا ہے (اور اس میں صبر و حلم کی عادت اس طرح پڑتی ہے کہ بکریاں اکثر مختلف جوانب بکھر جاتی ہیں ان کے جمع رکھنے اور نگرانی میں پریشانی ہوتی ہے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے قصہ مذکورہ میں اس بکری نے پریشان کیا آگے پھر حدیث مذکور بخاری کا تتمہ ہے کہ) کسی سائل نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) عرض کیا کہ آپ نے بھی اے سید الخلائق (بکریاں چرائی ہیں) آپ نے فرمایا کہ میں بھی ایک زمانہ تک شبان رہا ہوں (آپ کے جواب کے الفاظ یہ ہیں نعم کنت ارعی علی قراریط لاھل مکۃ ا ہ والقیراط نصف دانق والدانق سدس الدرھم او ھو اسم موضع فیکون علی بمعنی فی کذا قالوا آگے مقولہ ہے مولانا کا کہ) جو حاکم بشر کی شبانی اس طرح سے بجالاوے کہ وہ (اس میں) حکم کا امتثال کرنے والا ہو (یعنی جس طرح سے کہ وہ مامور ہوا تھا فی الغیاث موتمر بکسر میم دوم فرمانبردار و مشورت کنندہ از لطائف و منتخب) تو وہ (حاکم) اپنی شبانی میں حلم موسوی رکھتا ہے (اور چونکہ وہ (اس کو) تدبیر و خرد سے بجالاتا ہے لامحالہ حق تعالیٰ اس کو ایک (خاص) چوپانی (مذکور فی المصراع الثانی) عطا فرماتا ہے (یعنی) فلک قمر کے اوپر (اس کو) روحانی چوپانی (یعنی مقام ارشاد و تربیت عباد۔ جیسا کہ حضرات انبیاء نے جب حق رعی ادا فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو نبوت کہ رعی روحانی ہے عطا فرمائی اور فلک قمر چونکہ حد ہے دنیا کی تو اس سے فوق کنایہ ہوا فوق الدنیا سے کہ وہ رعی اخروی و دینی ہے آگے مقولہ ہے اس قرضدار کا بخطاب محتسب مقبور کے پس) جس طرح سے (حق تعالیٰ نے) انبیاء کو اس رعی سے (منصب عالی نبوت پر) مرتفع کر دیا اور رعی مقبولین عطا فرمائی (یہ عطف تفسیری ہے اسی طرح) اے خواجہ البتہ تو نے اپنی اس چوپانی (خلق) میں وہ (کام) کیا جس سے تیرا دشمن (اور حاسد) اندھا ہو جاوے (یعنی جل مرے یا یہ کہ باوجود حسد کے اس کو عیب بینی کی گنجائش نہ ملے غالباً اس میں اقتباس ہے ان شانئک ھو الابتر سے تو تجھ کو بھی انبیاء کی طرح تیری استعداد کے موافق اس رعی پر ثمرہ عطا فرمایا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) میں جانتا ہوں کہ اس عالم میں حق تعالیٰ تجھ کو فضیلت دائمی عطا فرماوے گا (حاصل اشعار ثلثہ یعنی آنچنانکہ الی دانم آنجا کہ انبیاء کے رعیٔ غنم پر منصب عالی نبوت کے ترتب کے ساتھ تشبیہ دینا ہے محتسب کے رعیٔ غنم پر منصب عالی جنت کے ترتب کو آگے خطاب میں حکایت ہے اپنے قرضہ اور مطالب کے فقدان پر غم و الم کی)۔

برامید کف چوں دریای تو	بر وظیفه دادن و ایفائے تو
تیرے کف مشابہ دریا کی امید پر	تیرے وظیفہ دینے اور تیرے ایفاء پر

www.besturdubooks.wordpress.com

وام کردم نہ ہزار از زر گزاف	تو کجائی تا شود ایں درد صاف
میں نے نو ہزار زر بے احتیاطی سے قرض کر لیے	تو کہاں ہے تاکہ یہ تلچھن صاف ہو
تو کجائی تا کہ صد چنداں کرم	با من خستہ بجا آری نعم
تو کہاں ہے تاکہ سو حصہ کرم	مجھ خستہ کے ساتھ تو بجا لاوے البتہ
تو کجائی تا دو صد لطف و عطا	با غریب خستہ دل آری بجا
تو کہاں ہے تاکہ دو سو لطف و عطا	غریب خستہ دل کے ساتھ تو بجا لاوے
تو کجائی تا کہ خنداں چوں چمن	گوئیم بستاں دو صد چنداں زمن
تو کہاں ہے تاکہ چمن کی جگہ خنداں کرتا ہوا	تو مجھ کو کہے کہ مجھ سے دو سو حصے لے
تو کجائی تا مرا خنداں کنی	لطف و احساں چوں خداونداں کنی
تو کہاں ہے تاکہ مجھ کو خنداں کرے	آقاؤں کی طرح لطف و احسان کرے
تو کجائی تا بری در مخزنم	تا کنی از وام و فاقہ ایمنم
تو کہاں ہے تاکہ مجھ کو خزانہ میں لے جاوے	تاکہ قرض اور فاقہ سے مجھ کو مامون کرے
من ہمی گویم بس و تو مفضلم	گفتہ کایں ہم گیر از بہر دلم
میں تو کہوں بس اور تو کہ مجھ پر کثیر الفضل ہے	یوں کہتا ہو کہ یہ بھی لے لے میری خاطر سے
چوں ہمی گنجد جہانے زیر طیں	چوں بگنجد آسمانے در زمیں
ایک پورا جہاں خاک کے نیچے کیونکر سماتا ہے	ایک آسمان زمین کے نیچے کیونکر سماتا ہے
حاش للہ تو برونی زیں جہاں	ہم بوقت زندگی ہم ایں زماں
حاش للہ تو اس جہاں سے باہر ہے	زندگی کے وقت میں بھی اور اس زمانہ میں بھی
در ہوائے غیب مرغے می پرد	سایۂ او برزمیں می گسترد
فضائے عالم غیب میں ایک مرغ اڑ رہا ہے	اس کا سایہ زمین پر مبسوط ہے
جسم سایہ سایۂ سایہ دلست	جسم کے اندر خور پایہ دلست
جسم جو ہے تو قلب کے ظل الظل کا ظل ہے	جسم کب لائق مرتبہ قلب کے ہے
مرد خفتہ روح او چوں آفتاب	در فلک تابان و تن در جامہ خواب
آدمی سوتا ہوتا ہے اس کی روح آفتاب کی طرح	فلک میں تاباں ہوتی ہے اور جسم لباس خواب میں ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جاں نہاں اندر خلا ... سجاف	تن تقلب می کند زیر لحاف
روح مخفی ہے خلاء میں ... پردہ کے	جسم کروٹ لیتا ہے لحاف کے نیچے
روح چوں من امر ربی مختفی ست	ہر مثالے کہ بگویم منتفی ست
روح جبکہ امر رب سے ہے مختفی ہے	جو مثال کہوں وہ منفی ہے
اے عجب کو لعل شکر بار تو	واں جوابات خوش و اسرار تو
اے شخص عجب ہے وہ تیرا لب شکر بار کہاں ہے	اور تیرے وہ جوابات خوش اور اسرار کہاں ہیں
اے عجب کو آں عقیق قند خا	آں کلید قفل مشکلہائے ما
اے شخص عجب ہے وہ عقیق قند خا کہاں ہے	وہ کلید ہمارے مشکلات کے قفل کی کہاں ہے
اے عجب کو آں دم چوں ذوالفقار	آنکہ کردے عقلہا را بیقرار
اے شخص عجب ہے وہ سخن مشابہ ذوالفقار کے کہاں ہے	وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا
چند ہمچو فاختہ کاشانہ جو	کو و کو و کو و کو و کو
کب تک آشیانہ ڈھونڈنے والی فاختہ کی طرح	کوکو اور کوکو اور کو کو کرے گا
کو ہمانجا کہ صفات رحمت ست	قدرت ست و نزہت ست و فطنت ست
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں صفات رحمت ہیں	قدرت ہے اور فرحت ہے اور علم ہے
کو ہمانجا کہ دل و اندیشہ اش	دائم آنجا بد چو سیر و بیشہ اش
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں اس کی توجہ اور فکر	ہمیشہ تھی مثل شیر اور اس کے بیشہ کے
کو ہمانجا کہ امید مرد و زن	میرود در وقت اندوہ و حزن
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں تمام مرد و زن کی امید	اندوہ اور حزن کے وقت رجوع ہوتی ہے
کو ہمانجا کہ بوقت علتے	چشم پر دہر امید صحتے
وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں علالت کے وقت	آنکھ الحق ہے صحت کی امید پر
آں طرف کہ بہر دفع زشتیے	بادجوئی بہر کشت و کشتیے
وہ اس طرف ہے جہاں سے تو دفع خرابی کے لئے	ہوا کی استدعا کیا کرتا ہے زراعت اور کشتی کے واسطے
آں طرف کہ دل اشارت میکند	چوں زباں یاہو عبارت میکند
وہ اس طرف ہے جہاں قلب اشارہ کیا کرتا ہے	جبکہ زبان یا ہو کو عبارت میں لاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

او مع اللہست بے کو کو ہمے	کاش جولاہا نہ "ماکو" گفتے
وہ اللہ کے پاس ہے بدوں کوکو کے ہے	کاش جولاہوں کی طرح میں ماکو کہتا
عقل ما کوتا بہ بیند غرب و شرق	روحہا رامی زند صد گونہ برق
ہماری عقل کہاں ہے تاکہ مغرب و مشرق کو دیکھے	ارواح پر صدہا اقسام کی برق واقع ہو رہی ہے
جزر و مدش بد بہ بحرے در زبد	منتہی شد جزر و باقی ماندمد
اس کو زبد میں بحر کے ساتھ گھٹنا بڑھنا ہوتا تھا	گھٹاؤ موقوف ہو گیا اور بڑھاؤ باقی رہ گیا
نہ ہزارم وام و من بیدست رس	ہست صد دینار ازیں توزیع و بس
نو ہزار دینار تو میرا قرض ہے اور میں بے دسترس ہوں	سو دینار چندہ کے ہیں اور بس
حق کشیدت ماندہ ام در کشمکش	میروم نومید اے خاک تو خوش
حق تعالیٰ نے تجھ کو اٹھا لیا میں کشمکش میں رہ گیا	ناامید جاتا ہوں اے شخص طاب ثراک
ہمتے میدار در پر حسرتت	اے ہمایوں روی و دست وہمتت
کچھ ہمت لگا اپنے مالا مال حسرت کے لئے	اے مبارک ہے تیرا رخ اور ہاتھ اور ہمت
آمدم بر چشمۂ اصل عیوں	یافتم در وے بجای آب خوں
میں ایسے چشمہ پر آیا تھا جو سب چشموں سے بڑھ کر ہے	اس میں میں نے بجائے پانی کے خون پایا
چرخ آں چرخ ست وتاب آں تاب نیست	جوی آں جویست آب آں آب نیست
آسمان تو وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں	ندی وہی ندی ہے پانی وہ پانی نہیں
محسناں ہستند کو آں مستطاب	اختراں ہستند کو آں آفتاب
محسن ہیں وہ پاکیزہ کہاں	اختر تو ہیں وہ آفتاب کہاں
تو شدی سوی خدا اے محترم	پس بسوئے حق روم من نیز ہم
تو خدا کے پاس چلا گیا اے محترم	پس میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں
مجمع و پائے علم ماوی القرون	ہست حق کل لدینا محضرون
محل اجتماع اور پائے علم اور ماوا تمام اہل قروں کا	حق تعالیٰ ہی ہے بدلیل کل لدنیا محضرون کے

تیرے کف مشابہ دریا کی امید پر (اور) تیرے وظیفہ دینے اور تیرے ایفاء (قرض کی امید) پر میں نے نو ہزار (دینار) زر بے احتیاطی سے قرض کر لئے تو کہاں ہے تاکہ یہ گھمن صاف ہو (یعنی یہ مشکل آسان ہو) تو کہاں ہے تاکہ سو حصہ کرم مجھ خستہ کے ساتھ تو

www.besturdubooks.wordpress.com

بجالاوے البتہ (یعنی کرم متوقع سے اتنا زیادہ کرم کرے) تو کہاں ہے تا کہ دوسو لطف وعطا غریب خستہ دل کے ساتھ تو بجالاوے تو کہاں ہے تا کہ چمن کی جگہ خندہ کرتا ہوا تو مجھ کو کہے کہ مجھ سے دوسو حصے لے (یعنی قرض سے بھی اتنا زیادہ لے) تو کہاں ہے تا کہ مجھ کو خنداں کرے (اور) آقاؤں کی طرح لطف واحسان کرے۔ تو کہاں ہے تا کہ مجھ کو خزانہ میں لے جاوے تا کہ قرض اور فاقہ سے مجھ کو مامون کرے (اس طرح سے کہ) میں تو کہوں بس اور تو کہ مجھ پر کثیر الفضل (والاحسان) ہے یوں کہتا ہو کہ یہ (اور) بھی لے لے میری خاطر سے (اور مجھ کو یہ تعجب ہے کہ) ایک پورا جہاں خاک کے نیچے کیونکر سماتا ہے (اور) ایک آسمان زمین کے نیچے کیونکر سماتا ہے (یعنی تو اکیلا کہ بمنزلہ تمام عالم کے ہے کما قیل ۔ لیس علی الله بمستکران یجمع العالم فی واحد اور بمنزلہ آسمان کے ہے قبر میں کیسے آ گیا یہ تعجب شاعرانہ مضمون سے آگے اس سے اضراب محققانہ ہے یعنی) حاش للہ (تو زمین میں کیوں سماتا وہ تو محض جسم ہے اور باقی جو مصداق اصلی ہے انت کا اس کا حکم تو یہ ہے کہ) تو اس جہاں سے باہر ہے زندگی (دنیوی) کے وقت میں بھی اور اس زمانہ میں بھی (وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مصداق انت کا روح ہے اور وہ اس عالم تحیز سے خارج ہے علی ما راٰه المکاشفون اور جسم سے تعلق اس کو محض تدبیر کا ہے حلول کا نہیں و یستوی فیه الحیوة والممات پس تعجب رفع ہو گیا آگے یہی مضمون ہے کہ) فضائے عالم غیب میں (مراد عالم مجردات ہے) ایک مرغ اڑ رہا ہے (اور) اس کا سایہ زمین پر مبسوط ہے (اس میں روح کو مرغ سے اور جسم کو اس کے سایہ سے تشبیہ دی یعنی مصداق انت کا روح ہے باقی یہ جسم تو اس کا ایک ظل ہے۔ آگے اس ظلیت کی تحقیق ہے کہ ظل بھی بلا واسطہ بلکہ بوسائط تو بہت ہی منزل دوجہ میں ہوا اس طرح سے کہ) جسم جو ہے تو قلب (حقیقی والمراد به الروح) کے ظل الظل کا ظل ہے (تقریر اس کی یہ ہے کہ قلب سے مراد روح اور یہ مراد لینا اتحاد لطائف کے قول پر تو ظاہر ہے جیسا بعض اہل کشف کا قول ہے اور تغائر لطائف کے قول پر مجاز استعارہ ہو جاوے گا لان کلامنهما یشابه الاخر فی بعض الاوصاف وادناها التجرد سو قلب سے مراد روح ہوئی اور روح حقیقی اہل کشف کے نزدیک دو ہیں ایک سراجی کہ وہ روح اعظم واحد ہے مربی تمام ارواح کی اور دوسری زجاجی کہ وہ ہر شخص کی جدا جدا ہے اور یہ روح زجاجی استفادۂ آثار میں تابع ہے روح سراجی کی تو یہ زجاجی اس سراجی کی بایں معنی ظل ہوئی یعنی کالظل فی التبعیة پھر اس کا تعلق اجسام کے ساتھ بواسطہ روح حیوانی کے ہے تو افادۂ آثار حیاۃ وغیرہ میں یہ روح حیوانی اس روح زجاجی کی تابع اور ظل ہے اور اس روح سراجی کی ظل الظل ہوئی پھر جسم استفادۂ آثار حیوۃ وغیرہ میں اس روح حیوانی کا تابع اور ظل ہے پس اس بناء پر یہ جسم اس روح سراجی کا کہ اصل الارواح ہے ظل ظل الظل ہوا یعنی تین بار لفظ ظل ہے اول مضاف دوسرا مضاف الیہ ومضاف تیسرا مضاف الیہ یہ معنی ہیں اس مصرعہ کے جسم سایہ سایہ سایہ دل ست اور ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بجائے روح سراجی کے روح زجاجی کو کہا جاوے اور اس کا ظل عالم مثال کو اور اس کا ظل روح حیوانی کو اور اس کا ظل جسم کو آگے اس ظلیت بوسائط پر تفریع ہے کہ پس) جسم کب لائق مرتبہ قلب (یعنی روح) کے ہے (یعنی چہ نسبت خاک را با عالم پاک آگے اسی پر اور احکام متفرع فرماتے ہیں یعنی) آدمی سوتا ہوتا ہے (اور) اس کی روح (وهذه قرینة علی ارادة الروح بالقلب فیما سبق) آفتاب کی طرح فلک (عالم مجردات) میں تاباں ہوتی ہے اور جسم لباس خواب میں ہوتا ہے روح مخفی ہے (عالم غیب کے) خلاء میں مثل پردہ (اندرونی) کے (فی المنتخب سجاف بالکسر پردہ یا آنکہ بجفت دو پردہ کہ بروا ویزند و در میان آنہا فرجہ باشد و ہر پارچہ آنراں سجاف گویند اھ) جسم کروٹ لیتا ہے لحاف کے نیچے (چونکہ اوپر ایک شعر میں روح کو مرغ سے اور ایک شعر میں آفتاب سے اور ایک شعر میں سجاف سے تشبیہ دی ہے شاید اس تشبیہ وتمثیل سے کسی کو غلط فہمی ہوتی ہو اس لئے آگے اس پر تنبیہ کرتے ہیں کہ) روح جبکہ امر رب سے ہے (اور یہاں اس کی حقیقت اجمالی ہے اور مرتبہ تفصیل میں عالم کے علم سے) مخفی ہے (اس لئے) جو مثال (اس کے ایضاح کے لئے) کہوں وہ (اس کی کشف کی حیثیت سے) منگی ہے (یعنی وہ کاشف کنہ نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے اور یہ اشعار متضمنہ احکام روح مولانا کا مقولہ تھا آگے پھر اس تیر ضدار کا خطاب ہے محتسب کو یعنی) اے شخص عجب ہے وہ تیرا لب شکر بار کہاں ہے اور تیرے وہ جوابات خوش اور اسرار کہاں ہیں اے شخص عجب ہے وہ عقیق قندخا (یعنی لب شیریں کلام) کہاں ہے وہ کلید ہمارے مشکلات کے قفل کی کہاں ہے (یعنی لب یا زبان) اے شخص عجب ہے وہ سخن مشابہ ذوالفقار (شمشیر حضرت علیؓ) کے (سرعت نفوذ میں) کہاں ہے وہ جو عقلوں کو بے قرار کر دیتا تھا (یعنی عقلا اس سخن کی بلاغت وکمال سے حیران رہ جاتے تھے آگے خود اپنے نفس کو جواب کے لئے خطاب کرتا ہے کہ) کب تک آشیانہ ڈھونڈھنے والی فاختہ کی طرح کوکو اور کوکو کرے گا (یعنی اگر معلوم نہ ہوتا تو خیر یہ سوال بے موقع نہ تھا اور اب تو محض بے موقع ہے کیونکہ معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے چنانچہ سن تو جو کہتا ہے کہ) وہ کہاں ہے (سوتو بھی جانتا ہے کہ) وہیں ہے جہاں صفات رحمت ہیں (جہاں) قدرت ہے اور فرحت ہے اور علم ہے (یعنی اللہ کے پاس ہے کما سیاتی تو مع اللہست آگے بھی سوال و جواب کی یہی توجیہ ہے یعنی) وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں اس (متوفی صالح) کی توجہ اور فکر ہمیشہ (رہتی) تھی مثل شیر اور اس کے بیشہ کے (کہ شیر ہمیشہ بیشہ کی طرف توجہ رکھتا ہے اسی طرح صلحاء ہمیشہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے ہیں) وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں تمام مرد وزن کی امید اندوہ اور حزن کے وقت رجوع ہوتی ہے (یعنی اللہ کے پاس ہے) وہ کہاں ہے وہیں ہے جہاں علالت کے وقت آنکھ اٹھتی ہے صحت کی امید پر (آگے محض جواب ہیں بلا اعادہ سوال کے یعنی) وہ اس طرف ہے جہاں سے تو دفع خرابی کے لئے ہوا کی استدعا کیا کرتا ہے زراعت اور کشتی کے واسطے (یعنی جب ہوا بند ہونے سے زراعت اور سیر کشتی میں خلل آنے لگتا ہے تو خدا تعالیٰ سے ہوا مانگتے ہو) وہ اس طرف ہے جہاں قلب اشارہ کیا کرتا ہے جبکہ زبان یاھو (یعنی اے آں ذات پاک) کو عبارت میں لاتی ہے (ظاہر ہے کہ اس ضمیر کا مرجع قلب ذات حق ہی کو قرار دیتا ہے آگے ابہام مذکور کی تعیین کرتے ہیں یعنی) وہ (متوفی) اللہ کے پاس ہے (اور یہ پاس ہونا) بدوں کوکو (یعنی بدوں کجا کجا وسوال عن اللاین والمکان) کے ہے (یعنی اس مع اللہ ہونے سے یہ نہ سمجھنا کہ اس کا مکان نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کا بھی مکان ہے اور گو وہ مکانی ضرور ہے حقیقۃً اگر روح سے مرتبہ روح مفسر بجسم لطیف کا لیا جاوے جس کی نسبت حدیثوں میں عروج وخروج وہبوط وغیرہ آیا ہے وہ تحقیقہ فی رسالتی الفتوح اور یا حکماً اگر روح سے مرتبہ روح مجرد کا لیا جاوے مگر اس کا متعلق وہی جسم لطیف مذکور ہے کہ لہذا نہ حیثیہ سے اس کا حکم اسی پر موقوف ہے تو ہر حال میں مکانی ہوا مگر مع اللہ ہونا اس مکانیت کے اعتبار سے نہیں بلکہ باعتبار قرب وقبول کے ہے پس حق تعالیٰ کے لئے گنجائش اس سوال کی نہیں بلکہ اس موقع پر ایسا سوال تو چونکہ ہم کو اپنے لئے زیبا ہے اس لئے) کاش جولاہوں کی طرح (بجائے آں کو کے) میں ماکو کہتا (ماکو کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ ہم کہاں ہیں اور یہاں یہی مراد ہے دوسرے آلتے ست آہنی جولاہگاں کہ ہندی آنرا نال گویند وما شورہ را یعنی نے پارہ کو چک میان تہی راہ سمانے برآں پیچیدہ ودر ماکو نہادہ می بافند کذا فی الغیاث وحاشیہ ولی محمد یہاں یہ مراد نہیں محض لطیفہ وظرافت کے طور پر یہ تشبیہ دیدی اور اس تشبیہ ظریفانہ میں اشارہ اس طرف ہو سکتا ہے کہ ہم سے تو جولاہے زیادہ عقل رکھتے ہیں باوجودیکہ کم عقل مشہور ہیں کہ وہ ہر وقت ماکو ماکو کہتے ہیں ہماری طرح آں کو تو ایسے موقع پر نہیں کہتے۔ جس سے ایہام ہو لاینبغی حق تعالیٰ کا آگے اس موقع پر ہم کو اپنے لئے اس سوال کے زیبا ہونے کی وجہ نہ کہ حق تعالیٰ کے لئے۔ جس میں ماکو کی تفسیر بھی عقل ماکو کے ساتھ ہے بتلاتے ہیں۔ جس کی طرف احقر نے تمہید مصرعہ کاش جولاہانہ میں اشارہ کیا ہے یعنی) ہماری عقل کہاں ہے تا کہ مغرب ومشرق کو دیکھے (اور اس میں ہر طرف یہ دیکھے کہ کاملین امثال متوفی کی) ارواح پر صدہا اقسام کی برق (یعنی تجلیات الٰہیہ اس وقت بھی) واقع ہو رہی ہیں (یعنی ہم کو اپنی عقل وبصیرت کی درستی کو ڈھونڈنا چاہئے اگر بصیرت درست ہو جاوے تو مقبولین کے مرنے کے قبل بھی ان کو جو معیت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے وہ مدرک ہو جاوے اور یہ سوالات ان کے وفات کے بعد بھی نہ کئے جاویں بلکہ سمجھ لیں کہ ان کو حیات میں بھی حق تعالیٰ کے ساتھ معیت تھی اور وہی

www.besturdubooks.wordpress.com

معیت اب بھی ہے اور چونکہ اس سے شبہ ہوتا تھا تماثل من کل الوجوہ کا حیات و ممات میں اس لئے دونوں کا تفاوت جو کہ حکم مذکور کے منافی بھی نہیں بیان فرماتے ہیں کہ) اس (روح) کو (جبکہ وہ جسم مشابہ) زبد میں (تھی مراد حالت حیات) بحر (حقیقی کے تعلق) کے ساتھ گھٹنا بڑھنا (ہر واحد) ہوتا تھا (اور بعد ممات) گھٹاؤ موقوف ہو گیا اور بڑھاؤ باقی رہ گیا (تقریر مقام کی یہ ہے کہ گو نفس معیت تو حالت حیات میں تھی لیکن اس میں گاہے ترقی گاہے دوسرے مشاغل سے تنزل ہو جاتا تھا اب بعد ممات چونکہ بجز مشاہدہ کے کوئی شغل نہیں اس لئے اب فتور نہیں ہوتا لیکن یہ تفاوت اس سوال کا صحیح تو نہیں ہوا اور بھی مطلب تھا تمہید شعر جزر ومدش میں احقر کے اس قول کا جو کہ حکم مذکور کے منافی بھی نہیں آہ آگے پھر خطاب ہے اس قرضدار کا اس متوفی کو یعنی) تو ہزار دینار تو میرا قرض ہے اور میں بے دست رس ہوں (کل یہ) سو دینار چندہ کے ہیں اور بس حق تعالیٰ نے تجھ کو اٹھا لیا (اور) میں کشمکش میں رہ گیا (اب) ناامید جاتا ہوں اے شخص طاب ثراک۔ کچھ ہمت لگا اپنے مالا مال حسرت (سائل) کے لئے اے مبارک ہے تیرا رخ اور ہاتھ اور ہمت۔ میں ایسے چشمہ پر آیا تھا جو سب چشموں (یعنی احیاء) سے بڑھ کر ہے۔ اس میں میں نے بجائے پانی کے خون پایا آسمان تو وہی آسمان ہے اور روشنی وہ روشنی نہیں۔ ندی وہی ندی ہے پانی وہ پانی نہیں (یعنی عالم نہیں بدلا مگر تیرا فیض نہیں اور) محسن ہیں۔ (مگر) وہ پاکیزہ کہاں (گیا) اختر تو ہیں (مگر) وہ آفتاب کہاں (گیا) تو خدا کے پاس چلا گیا اے محترم پس میں بھی خدا کے پاس جاتا ہوں (یعنی مرتا ہوں کیونکہ) محل اجتماع اور پائے علم (یعنی مرجع لان الناس یرجعون الی ماتحت الرایۃ) اور ماوا تمام اہل قرون کا حق تعالیٰ ہی ہے بدلیل کل لدینا محضرون کے (مختصر من آیۃ یٰس و فی ایۃ قبلھا ذکر القرون ایضاً)

نقشہا گر بے خبر گر با خبر	در کف نقاش باشد مختضر
نقوش خواہ بے خبر ہوں خواہ باخبر ہوں	نقاش کے ہاتھ میں مختضر ہوتے ہیں
دمبدم در صفحۂ اندیشہ شاں	ثبت و محوے میکند آں بے نشاں
ساعۃ فساعۃ صفحہ فکر میں ان نقوش کو	وہ بے نشان ثبت و محو فرماتا ہے
خشم می آرد رضا را می برد	بخل می آرد سخا را می برد
غصہ کو لاتا ہے رضا کو زائل کرتا ہے	بخل کو لاتا ہے سخاوت کو زائل کرتا ہے
گہہ برد حقد و صفا آرد ہمی	بد رود عجز و عطا کارد ہمی
کبھی کینہ کو زائل کرتا ہے اور صفا کو لاتا ہے	کم ہمتی کو قطع کرتا ہے اور عطا کو کاشت کرتا ہے
نیم لحظہ مدرکاتم شام و غدو	ہیچ خالی نیست زیں اثبات و محو
آدھا لحظہ بھی میرے قویٰ مدرکہ شام اور صبح	اس اثبات و محو سے خالی نہیں
کوزہ گر با کوزہ باشد کارساز	کوزہ از خود کے شود پہن و دراز
کوزہ گر کوزہ کے ساتھ صنعت گری کرتا ہے	کوزہ خود بخود عریض و طویل کب ہو جاتا ہے
چوب در دست درو گر معتکف	ورنہ چوں گردد بریدہ موتلف
چوب نجار کے ہاتھ میں جاگیر ہوتی ہے	ورنہ مفصول اور موصول کب ہو سکتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جامہ اندر دست خیاطے بود	ورنہ از خود چوں بدوزد یا درد
کپڑا خیاط کے ہاتھ میں ہوتا ہے	ورنہ از خود کب سل سکتا ہے یا پھٹ سکتا ہے
مشک با سقا بود اے منتہیٰ	ورنہ از خود چوں شود پر یا تہی
مشک سقا کے ساتھ ہوتی ہے اے منتہی	ورنہ از خود کب ہو سکتی ہے پر یا خالی
ہر دمے پر می شوی تی می شوی	پس بداں کہ در کف صنع وی
تو ہر دم پر ہوتا ہے اور خالی ہوتا ہے	پس جان لے کہ تو اس کے دست صنعت میں ہے
چشم بند از چشم دوزے کے رود	صنع از صانع چساں شید اشود
چشم بند بہ نسبت چشم دوز کے آگاہ ہے	صنعت صانع سے کیونکر ظاہر ہوتی ہے
چشم داری تو بچشم خود نگر	منگر از چشم سفیہ بے خبر
تو آنکھ رکھتا ہے تو اپنی آنکھ سے دیکھ	سفیہ۔ بے خبر کی آنکھ سے مت دیکھ
گوش داری تو بگوش خود شنو	گوش گولاں را چرا باشی گرو
تو کان رکھتا ہے اپنے کان سے سن	احمقوں کے کان کا کیوں پابند ہو گیا
بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن	ہم برائے عقل خود اندیشہ کن
بدوں کسی تقلید کے نظر کا طریقہ اختیار کر	نیز اپنی عقل اور رائے سے فکر کر
بشنو از من یک حکایت در نظیر	تا شوی از سر گفت من خبیر
نظیر میں مجھ سے ایک حکایت سن لے	تا کہ میرے قول کی حقیقت سے تو باخبر ہو جاوے

(اور حق تعالیٰ کے مرجع ہونے کی دلیل بیان کی تھی وان کل لما جمیع لدینا محضرون جو ظاہراً مسوق ہے محضریت فی المآل کے لئے اب آگے ایک مثال کے ساتھ ترقی کرتے ہیں طرف اثبات محضریت فی الحال کے بھی بمعنی مسخر تصرف الحق کے یعنی حق تعالیٰ کے سامنے تمام کائنات بمنزلہ نقوش کے نقاش کے سامنے ہیں اور) نقوش (باعتبار محل نقش کے) خواہ بے خبر ہوں (یعنی ان کا محل بے خبر ہو کالنقوش فی الجماد) خواہ باخبر ہوں (کالنقوش فی الحیوان دونوں حالت میں) نقاش کے ہاتھ میں مضطر (مع الانقیاد) ہوتے ہیں (آگے بعض صورتیں اور مثالیں انقیاد الخلق للحق کی بیان فرماتے ہیں کہ) ساحۂ فسحۂ صفحۂ فکر میں ان نقوش کو (کہ علوم وادراکات ہیں) وہ بے نشان (یعنی غیر مدرک الکنہ بلا آثار) ثبت ومحو فرماتا ہے (نہ محل اباء کر سکتا ہے نہ حال اسی طرح کبھی احوال کو بھی چنانچہ) غصہ کو لاتا ہے رضا کو زائل کرتا ہے بخل کو لاتا ہے سخاوت کو زائل کرتا ہے کبھی کینہ کو زائل کرتا ہے اور صفا کو لاتا ہے (کبھی) کم ہمتی کو قطع کرتا ہے اور عطا (وہمت) کو کاشت کرتا ہے (یہ سب احوال ہیں اور شعر دمبدم میں علوم کا ذکر ہو بھی چکا اور آگے بھی ہے کہ اسی طرح) آدھا لحظہ بھی میرے قوی مدرکہ شام اور صبح اس اثبات ومحو سے خالی نہیں (چنانچہ ظاہر ہے کہ ہر وقت اس کا وقوع ہوتا رہتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے اس منع سے استدلال کرتے ہیں صانع پر جس کی غایت عنقریب خود بتلادیں گے چشم داری تو بچشم خود نگر جس کا حاصل نظر تحقیقی ہے جو مخصوص ہے۔عارفین کے ساتھ تو گویا اس میں ایک مراقبہ کی تعلیم ہے اور تقریر استدلال کو کئی مثالوں سے واضح کیا ہے اول) کوزہ گر کوزہ کے ساتھ صنعت گری کرتا ہے (اور) کوزہ خود بخود عریض وطویل کب ہوجاتا ہے (ثانی) چوب نجار کے ہاتھ میں جاگیر ہوتی ہے ورنہ مفصول اور موصول کب ہوسکتی ہے (ثالث) کپڑا خیاں کے ہاتھ میں ہوتا ہے ورنہ از خود کب سل سکتا ہے یا پھٹ سکتا ہے (رابع) مشک سقا کے ساتھ ہوتی ہے جائے منتہی ورنہ از خود کب ہوسکتی ہے پر یا خالی (اسی طرح جب) تو ہر دم پر ہوتا ہے اور خالی ہوتا ہے پس (اس سے) جان لے کہ تو اس کے دست صنعت میں ہے (اور اس جاننے کے مراتب مختلف ہیں ایک ابتدائی دوسرا انتہائی اور ہر چند کہ مقصود مرتبہ انتہائی ہے جس کو آگے بچشم خود اور بے تقلیدی کہیں گے لیکن اگر وہ دفعۃً میسر نہ ہو تو مرتبہ ابتدائی ہی کو حاصل کرے کہ بالکلیہ نظر نہ کرنا تو کوری ہی ہے جا گلے شعر میں صاحب مرتبہ ابتدائی کو چشم بند اور فاقد النظر مطلقاً کو چشم دوز سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ) چشم بند بہ نسبت چشم دوز کے (پھر کسی قدر) آگاہ ہے (کہ) صنعت صانع سے کیونکر ظاہر ہوتی ہے (کیونکہ چشم بند کو چشم کشائی کی ہر وقت قدرت ہے اور چشم کشائی اس کی ترقی ہے اسی طرح مبتدی فی البصیرت ترقی کر کے منتہی فی البصیرت ہوسکتا ہے بخلاف چشم دوز کے کہ اس کی استعداد کالمفقود ہوگئی اسی طرح عمی و اعراض موجب تعطل بصیرت ہے اور اس مرتبہ ابتدائیہ کا مرغوب فیہ ہونا اضافی بمقابلہ عمی کے ہے باقی اصل مقصود بصیرت انتہائی محققانہ ہے آگے اس کو فرماتے ہیں کہ) تو (بفضلہ تعالیٰ) آنکھ رکھتا ہے تو اپنی آنکھ سے دیکھ (اور سفیہ بے خبر کی آنکھ سے مت دیکھ (یعنی ایسی آنکھ سے مت دیکھ جیسی آنکھ سفیہ بے خبر کی ہوتی ہے جس کے پاس نہ دلیل عقلی ہے (یدل علیہ لفظ سفیہ نہ دلیل نقلی ہے یدل علیہ لفظ بے خبر فھو کما قال تعالیٰ و قالوا لو کنا نسمع او نعقل الایہ یعنی بالکل فاقد النظر مت ہو اسی طرح) تو کان رکھتا ہے اپنے کان سے سن (اور) احمقوں کے (سے) کان کا کیوں پابند ہوگیا (یعنی اپنے کان کو احمقانہ کان رکھنے کا کیوں مقید ہوگیا گوش ہوش سے سن خلاصہ یہ کہ) بدوں کسی تقلید کے نظر (تحقیقی) کا طریقہ اختیار کر نیز اپنی عقل اور رائے سے فکر کر (مراد نظر عارفانہ ہے کیونکہ اس کے۔ نظر استدلالی عقلی متعارف داخل نظر تقلیدی ہے کیونکہ وہ لوگ خود استدلال میں بھی مقلد ہیں گو اعراض محض سے غنیمت ہے کما مر آگے نظر تحقیقی کے صحیح ہیں اور نظر تقلیدی کے غلط بیں ہونے کی تائید میں ایک حکایت لانا چاہتے ہیں اس کی تمہید کے لئے فرماتے ہیں کہ) نظیر میں مجھ سے ایک حکایت سن لے تاکہ میرے قول کی حقیقت سے تو باخبر ہوجاوے (اس حکایت کا خلاصہ یہ ہے کہ خوارزم شاہ کو کسی امیر کا گھوڑا جو واقع میں بھی عمدہ تھا پسند آیا اس نے اس کو جبراً لینا چاہا اس نے عماد الملک سے مدد چاہی اس نے اس کی برائی کر کے اس کے دل سے اتار دیا تو نظر تقلیدی غلط بینی کا سبب ہوگئی جیسا اول نظر تحقیقی صحیح بینی کا سبب تھی بس وجہ تشبیہ صرف اتنا امر ہے قطع نظر اس سے کہ وہ نظر تحقیقی ایک عارض کے سبب مضر تھی کہ سبب تھا ظلم کا اور یہ نظر تقلیدی نافع اور محافظ ہوئی اس ظلم سے سو وجہ تمثیل میں اس کا لحاظ نہیں ہے خوب سمجھ لو تاکہ بعض محشین کی طرح لغزش نہ ہو)

فائدہ:۔ الحمد للہ کہ یہاں عشر سابع ختم ہوا اور اس کا متن دوسرے عشروں سے اتنا ہی مقدار میں زیادہ ہے جتنا عشر سادس اوروں سے کم تھا اور حکایت اس قرضدار کی انشاء اللہ تعالیٰ عشر ثامن میں پوری ہوگی خلاصہ اس کا یہ ہے کہ پائیمردنے محتسب کو خواب میں دیکھا کہ مجھ کو اس کا قرضہ معلوم تھا اور احتمال تھا کہ یہ آوے گا اس لئے میں نے اتنا مال اس کے قرضہ کے لئے فلاں جگہ دفن کر دیا ہے میرے وارثوں سے کہہ دے کہ سب اس کو دے دیں فقط والیوم الثانی والعشرون من ربیع الاول و خرج من المدۃ ثلث جمع فبقی تسعۃ عشر یوما ھو زمان کتابۃ شرح ھذا العشر وللہ الحمد و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین.

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر الثامن من شرح الدفتر السادس

من المثنوی المعنوی افتتاح فیہ لثمان بقین من شہر ربیع الاول ۱۳۳۳ من الہجرۃ

دیدن خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ در سیران در موکب خود اسپے بس نادر و تعلق دل شاہ بخوبی و حسن و چستی آں اسپ و سرد کردن عماد الملک آں اسپ را در دل شاہ و گزیدن شاہ گفت او را بر دیدۂ خویش چنانکہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ در الٰہی نامہ می فرماید

خوارزم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا سفر میں اپنے جلوس میں ایک نادر گھوڑے کو دیکھنا اور شاہ کے دل کا اس گھوڑے کی چستی اور حسن اور خوبی سے تعلق اور عماد الملک کا شاہ کے دل میں اس گھوڑے کو بے وقعت کر دینا اور شاہ کا اس کی بات کو اپنے مشاہدہ پر اختیار کر لینا' جیسا کہ حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ الٰہی نامہ میں فرماتے ہیں۔

چوں زبان حسد شود نخاس	یوسفؑ یابی از گز کرباس
جب حسد کی زباں بردہ فروش ہو	ایک گز کپڑے کے عوض تو یوسف کو حاصل کر لے گا

از دلالی برادران یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام حسودانہ در دل مشتریاں آں چنداں حسن پوشیدہ شدہ زشت نمودن گرفت وکانوا فیہ من الزاہدین

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائیوں کی حاسدانہ دلالی کی وجہ سے خریداروں کے دل میں اس قدر زیادہ حسن چھپ کر برا نظر آنے لگا اور وہ ان میں بے رغبت تھے

بود امیرے را یکے اسپ گزیں	در گلہ سلطاں نبودش یک قریں
ایک امیر کے پاس ایک عمدہ گھوڑا تھا	سلطان کے گلہ میں بھی اس کے جوڑ کا ایک نہ تھا
او سوارہ گشت در موکب پگاہ	ناگہاں دید اسپ را خوارزم شاہ
وہ امیر حشم میں صبح کو سوار ہوا	ناگاہ گھوڑے کو خوارزم شاہ نے دیکھا
چشم شہ را فرد رنگ او ربود	تا برجعت چشم شہ بر اسپ بود
بادشاہ کی آنکھ کو اس کی شان اور رنگ نے فریفتہ کر لیا	واپسی تک بادشاہ کی آنکھ گھوڑے پر رہی

www.besturdubooks.wordpress.com

بر ہر آں عضوے کہ افگندے نظر	ہر کمیش خوشتر نمودے زاں دگر
جس عضو پر بھی نظر ڈالتا تھا	ہر عضو اس کو دوسرے عضو سے خوشنما معلوم ہوتا تھا
غیر چستی و کشی و روحت	حق برو افگندہ بد نادر صفت
علاوہ چستی اور رعنائی اور سبکروی کے	حق تعالیٰ نے اس پر اور بھی عجیب صفتیں القاء فرمائی تھیں
پس تجسس کرد عقل بادشاہ	کایں چہ باشد کو زند بر عقل راہ
پس بادشاہ کی عقل نے بہت ٹٹولا	کہ یہ گھوڑا کیا چیز ہے کہ عقل کی رہزنی کرتا ہے
چشم من پرست و سیرست و غنی	از دو صد خورشید دارد روشنی
میری آنکھ تو پر ہے اور سیر ہے اور غنی ہے	دو سو خورشید سے روشنی رکھتا ہوں
اے رخ شاہاں بر من بیذقے	نیم اسپم در رباید بے حقے
اے دل بادشاہوں کا رخ تو میرے سامنے پیادہ ہے	ایک آدھا گھوڑا مجھ کو فریفتہ کرتا ہے ناحق
جادوئی کردست جادو آفریں	جذبہ باشد آں نہ خاصیات ایں
جادو کر دیا ہے جادو آفریں نے	جذب ہے نہ کہ اس کی خاصیتیں
فاتحہ خواند و بسے لاحول کرد	فاتحہ اش در سینہ می افزود درد
اس نے فاتحہ پڑھی اور بہت لاحول کی	فاتحہ اس کے سینے میں اور درد زیادہ کرتی تھی
زانکہ او را فاتحہ خود می کشید	فاتحہ در جرو دفع آمد وحید
اس لئے کہ اس کو فاتحہ خواں خود کھینچ رہا تھا	فاتحہ والا کھینچنے میں اور دفع کرنے میں یگانہ ہے
گر نماید غیر ہم تمویہ او ست	ور رود غیر از نظر تنبیہ اوست
اگر وہ غیر کو دکھلاتے ہیں تو وہ ان کا ملمع کرنا ہے	اور اگر غیر کسی کی نظر سے جاتا رہے تو وہ ان کا متنبہ کرنا ہے
پس یقیں گشتش کہ جذبہ آں سریست	کار حق ہر لحظہ نادر آوریست
پس بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ یہ اس طرف کی کشش ہے	حق تعالیٰ کا کام ہر لحظہ نادر چیزوں کو پیدا کرنا ہے
اسپ سنگیں گاؤ سنگیں ز ابتلا	می شود مسجود از مکر خدا
پتھر کا گھوڑا پتھر کی گائے ابتلا کے سبب	مسجود ہو جاتا ہے خدا کی تدبیر خفی سے
پیش کافر نیست بت را ثانیے	نیست بت را فرّ نے روحانیے
کافر کے نزدیک بت کا کوئی ثانی ہی نہیں	نہ بت میں کوئی عظمت ہے نہ کوئی روحانی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چیست آں جاذب نہاں اندر نہاں	در جہاں تابندہ از دیگر جہاں
وہ جاذب مخفی در مخفی کیا ہے	عالم میں دوسرے عالم سے ظاہر ہوتا ہے
عقل محجوب ست و جاں ہم زیں کمیں	من نمی بینم توی تانی ببیں
عقل اور روح اس سر مخفی سے محجوب ہیں	میں تو اس کو نہیں دیکھ سکتا اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ
چونکہ خوارم شہ زسیراں باز گشت	باخواص ملک خود ہمراز گشت
جب خوارزم شاہ سیر سے واپس ہوا	اپنے خواص سلطنت کے ساتھ ہمراز ہوا
پس بسرہنگاں بفرمود آں زماں	تا بیارند اسپ رازاں خانداں
پس سرہنگوں کو حکم دیا اس وقت	تاکہ اس کے گھر سے گھوڑے کو لے آویں
ہمچو آتش در رسیدند آں گروہ	ہمچو کاہے گشت امیر ہمچو کوہ
وہ جماعت آگ کی طرح پہنچی	امیر جو مثل کوہ کے تھا مثل کاہ کے ہو گیا
جانش از درد و غبیں تالب رسید	جز عماد الملک زنہارے ندید
اس کی جان درد اور نالہ سے لب تک پہنچی	بجز عماد الملک کے کوئی پناہ نہ دیکھی
کہ عماد الملک بد پائے علم	بہر ہر مظلوم و ہر مغبون غم
کیونکہ عماد الملک مرجع الخلق تھا	ہر مظلوم اور ہر زیاں رسیدہ غم کیلئے
محترم تر خود نہ بد زد سرورے	پیش سلطاں بود چوں پیغمبرے
اس سے زیادہ معزز کوئی سردار نہ تھا	سلطان کے نزدیک مثل پیغمبر کے تھا
بے طمع بود و اصیل و پارسا	رائض و شب خیز و حاتم در سخا
بے طمع تھا اور اصیل اور پارسا	ریاضت کرنیوالا اور شب بیدار اور سخاوت میں مثل حاتم کے
بس ہمایوں رائے و باتدبیر وداد	آزمودہ رائے او در ہر مراد
نہایت مبارک رائے اور باتدبیر و عدل	ہر مطلب میں مجرب الرائے
ہم ببذل جاں سخی و ہم بمال	طالب خورشید غیب او چوں ہلال
نیز بذل جان میں بھی سخی اور مال میں بھی	وہ خورشید غیب کا طالب بھی ہلال کی طرح
در امیری او غریب و محتبس	در صفات فقر و خلت ملتبس
امیری میں وہ غریب اور پابند ہونے والا	صفات درویشی اور دوستی کے ساتھ ملتبس

www.besturdubooks.wordpress.com

بود ہر محتاج را ہمچوں پدر	پیش سلطاں شافع و دفع ضرر
وہ ہر محتاج کے لئے مثل باپ کے تھا	سلطان کے سامنے سفارشی اور دافع ضرر
مربداں راستر چوں حلم خدا	خلق او بر عکس خلقان و جدا
بدوں کے لئے پردہ پوش مثل حلم خدا تعالیٰ کے	اس کے اخلاق خلائق سے برعکس اور جدا
بارہا می شد بسوی کوہ فرد	شا باصد لابہ او را منع کرد
بارہا تنہا پہاڑ کی طرف چلا جایا کرتا	بادشاہ نے صدہا خوشامد کے ساتھ اس کو منع کیا
ہر دم ار صد جرم را شافع شدے	چشم سلطاں را ازو شرم آمدے
ہر وقت اگر سو جرموں کی بھی شفاعت کرتا	تو بادشاہ کو اس سے شرم آ جاتی
رفت او پیش عماد الملک راد	سر برہنہ کرد و بر خاک اوفتاد
وہ امیر عماد الملک جوانمرد کے پاس گیا	سر کو برہنہ کیا اور زمین پر گر پڑا
کہ حرم با ہر چہ دارم گو بگیر	تا بگیرد حاصلم را ہر مغیر
کہ گنج مال یعنی ان اشیاء کے جو میں رکھتا ہوں کہدیجئے کہ آپ سب لے لیجئے	تا کہ میرے تمام حاصل کو ہر لوٹنے والا لے لے
آں یکے اسپ ست جانم رہن اوست	گر برد مردم یقیں اے خیر دوست
وہ ایک گھوڑا ہے میری جان اس میں اٹکی ہوئی ہے	اگر وہ لے لیں گے میں یقیناً مر جاؤں گا اے خیر دوست
گر برد ایں اسپ را از دست من	من یقیں دانم نخواہم زیستن
اگر بادشاہ اس گھوڑے کو میرے ہاتھ سے لے لے گا	تو مجھے یقین ہے کہ میں زندہ نہ رہوں گا
چوں خدا پیوستگی ام دادہ است	بر سرم مال اے مسیحا زود دست
چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قرب عطا فرمایا ہے	میرے سر پر اے مسیحا جلدی ہاتھ پھیرئے
از زن و زر و عقارم صبر ہست	ایں تکلف نیستے تزویر ست
زن اور زر اور جائیداد سے مجھ کو صبر ہے	یہ تکلف نہیں بلا کسی فریب کے
اندریں گر می نداری باورم	امتحاں کن امتحاں گفت و فرم
اگر اس امر میں میرا آپ یقین نہیں کرتے	تو امتحان کر لیجئے امتحان میرے قول اور دعویٰ کا
آں عماد الملک گریاں چشم مال	پیش سلطاں دررویدآشفتہ حال
عماد الملک روتا ہوا آنکھیں ملتا ہوا	بادشاہ کے سامنے آشفتہ حال دوڑا

www.besturdubooks.wordpress.com

لب بہ بست و پیش سلطاں ایستاد	راز گویاں با خدا رب العباد
لب بند کر لئے اور بادشاہ کے روبرو کھڑا ہو گیا	خدائے رب العباد سے راز کہا
ایستادہ راز سلطاں می شنید	واندراں اندیشہ اش ایں می تنید
کھڑا ہوا بادشاہ کا تو راز سن رہا تھا	اور اس حالت میں اس کی قوت فکریہ یہ مضمون بنا رہی تھی
کاے خدا گر آنجواں کژ رفت راہ	کہ نشاید ساختن جز تو پناہ
کہ اے خدا اگر یہ جوان ٹیڑھا راستہ چلا ہے	کہ آپ کے سوا کسی کو پناہ بنانا نہ چاہئے
تو از آن خود بکن بروے مگیر	گرچہ او خواہد خلاص از ہر اسیر
تو آپ اپنی شان کا معاملہ کیجئے اس پر مواخذہ نہ کیجئے	اگرچہ وہ خلاصی کی درخواست ہر اسیر سے کرتا ہے
زانکہ محتاج اند ایں خلقاں ہمہ	از گدائے گیر تا سلطاں ہمہ
اس لئے کہ یہ تمام مخلوق محتاج ہیں	گدا سے لے کر بادشاہ تک سب کو لے لو
با حضور آفتاب باکمال	رہنمائی جستن از شمع و ذبال
آفتاب باکمال کے موجود ہوتے ہوئے	رہنمائی تلاش کرنا شمع اور فتی سے
باحضور آفتاب خوش مساغ	رہنمائی جستن از شمع و چراغ
آفتاب خوش رفتار کے ہوتے ہوئے	رہنمائی تلاش کرنا شمع اور چراغ سے
بیگماں ترک ادب باشد زما	کفر نعمت باشد و فعل ہوا
بلاشبہ ہماری جانب سے ترک ادب ہے	کفران نعمت ہے اور ہوائے نفس کا فعل ہے
لیک اغلب ہوشہا در افتکار	ہمچو خفاش اند ظلمت دوستدار
لیکن اغلب عقلیں فکر کرنے میں	خفاش کی طرح ظلمت کی دوست رکھنے والی ہیں
در شب از خفاش کرمے می خورد	کرم را خورشید جاں می پرورد
شب میں اگر خفاش کوئی کرم کھاتا ہے	تو کرم کو خورشید ہی پرورش کرتا ہے
در شب ار خفاش از کرمے ست مست	کرم از خورشید جنبیدہ شدہ است
شب میں اگر خفاش کرم سے مست ہے	تو کرم خورشید ہی سے متحرک ہوا ہے
آفتابے کہ ضیا زوی زہد	دشمن خود را نوالہ می دہد
آفتاب جس سے کہ ضیا جوش زن ہے	وہ اپنے دشمن کو نوالہ دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک خفاشے کہ او رہ گم کند	آخر از خورشید ہم یابد سند
کیا یہ بات نہیں کہ جو خفاش راہ گم کرتا ہے	آخر وہ بھی خورشید ہی سے سہارا پاتا ہے
لیک شہبازے کہ او خفاش نیست	چشم بازش راست بین و روشنیست
لیکن جو شہباز کہ خفاش نہیں ہے	اس کی چشم کشادہ راست بیں اور روشن ہے
گر بشب جوید چو خفاش او نمو	در ادب خورشید مالد گوش او
اگر وہ شب میں خفاش کی طرح خروج کی طلب کرے	تو تادیب میں خورشید اس کی گوشمالی کر دیتا ہے
گویدش گیرم کہ آں خفاش لد	علتے دارد ترا بارے چہ شد
وہ اس سے کہے گا کہ وہ ضدی خفاش	تو علت رکھتا ہے مگر تجھ کو کیا ہو گیا
مالشت بدہم بزجر و اکتیاب	تا نتابی سر دگر از آفتاب
میں تجھ کو مالش دوں گا زجر اور غم کے ساتھ	تاکہ دوبارہ تو آفتاب سے سرتابی نہ کرے

(روحست فی الشعر الخامس در کتب لغت از نظر نگذشتہ و در بعض حواشی احتمالاً مخفف روحانیت گفتہ و حوالہ پر نسخ قوی کردہ چنانکہ در شعر سعدی پیر ہفتا سلہ جنی مکنہ ایک امیر (شاہی) کے پاس ایک عمدہ گھوڑا تھا۔ سلطان (خوارزم شاہ) کے گلہ میں بھی اس کے جوڑ کا ایک نہ تھا وہ امیر (سلطان کے) حشم میں صبح کو سوار ہوا (المواکب الجماعۃ رکباناً و مشاۃ کذا فی الحاشیہ من اقرب الموارد) ناگاہ گھوڑے کو خوارزم شاہ نے دیکھا بادشاہ کی آنکھ کو اس کی شان اور رنگ نے فریفتہ کر لیا واپسی تک بادشاہ کی آنکھ گھوڑے پر رہی۔ جس عضو پر بھی نظر ڈالتا تھا ہر عضو اس کو دوسرے عضو سے خوشنما معلوم ہوتا تھا علاوہ چستی اور رعنائی اور سبکروی کے حق تعالیٰ نے اس پر اور بھی عجیب صفتیں القاء فرمائی تھیں پس بادشاہ کی عقل نے (اپنے دل میں) بہت ٹٹولا کہ یہ گھوڑا کیا چیز ہے کہ (اس طرح سے) عقل کی رہزنی کرتا ہے میری آنکھ تو (گھوڑوں سے) پر ہے اور سیر ہے اور غنی ہے (اور) دو سو خورشید سے روشنی رکھتا ہوں (یعنی آنکھ میں اس قدر غنا کی روشنی ہے جیسے فرض کیا جاوے کہ دو سو خورشید سے مستفید ہوئی ہے) اے دل بادشاہوں کا رخ تو (کہ شطرنج میں شریف مہرہ ہے) میرے سامنے پیادہ ہے (کہ شطرنج میں خسیس مہرہ ہے یعنی بڑے بڑے بادشاہ میرے سامنے ادنیٰ ہیں باوجود میری اس شان وعظمت کے) ایک آدھا گھوڑا (یعنی ادنیٰ درجہ کا م) مجھ کو فریفتہ کرتا ہے ناحق (بے شک) جادو کر دیا ہے جادو آفرین نے (یہ اس کا) جذب ہے نہ کہ اس (گھوڑے) کی خاصیتیں (اور اس خیال کے دفع کے لئے) اس نے فاتحہ پڑھی اور بہت لاحول کی (لیکن) فاتحہ اس کے سینہ میں اور درد زیادہ کرتی تھی (یعنی اثر نہ کرتی تھی نہ یہ کہ وہ سبب تھی زیادت درد کی یہ تو خلاف واقع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فاتحہ پڑھنے کی حالت میں بھی درد ایسا بڑھتا جاتا تھا جیسے گویا فاتحہ سے درد بڑھ رہا ہے پس کلام مبنی ہے استعارہ پر کہ اقتران افزونی درد مع الفاتحہ کو تشبیہ دی مسببیت افزونی درد من الفاتحہ کے ساتھ آگے باوجود فاتحہ کے درد بڑھنے کی علت بیان فرماتے ہیں یعنی) اس لئے (درد بڑھتا تھا) کہ اس کو فاتحہ والا (یعنی حق تعالیٰ) خود کھینچ رہا تھا۔ (کذا نقل عن مرشدیؒ فیما بین السطور بقولہ رب الفاتحہ اور اسکی

www.besturdubooks.wordpress.com

دو توجیہ ہوسکتی ہیں یا تو مضاف محذوف ہے کما یدل علیہ ظاھر قولہ رب الفاتحہ اور یا یہ کہا جاوے کہ فاتحہ کلام ہے اور کلام ایک مرتبہ میں صفت ہے اور صفات غیر ذات نہیں ایک مقدمہ تو یہ ہوا کہ اور ارب الفاتحہ میکشید اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) فاتحہ والا کھینچنے میں اور دفع کرنے میں (دونوں میں) یگانہ ہے (کہ کوئی اس کا مزاحم نہیں ہوسکتا پھر درد کیوں نہ بڑھتا یہ تقریر ہوگئی تعلیل کی اور یہ کشیدن رب الفاتحہ تو علت حقیقیہ ہے باقی اس کا ظہور اس طرح ہوتا ہے کہ ایسے میلان کے وقت اکثر مستعیذ زبان سے فاتحہ والا عمل پڑھتا ہے دل کو اس شے کے حصول کی حدیث النفس سے خالی نہیں کرتا اور عزم وہمت کے ساتھ خالی کرنا بھی نہیں چاہتا پس اس کا وہ حال ہوتا ہے۔

سبحہ بر کف توبہ برلب دل پر از ذوق گناہ معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

سو یہ عدم خلوص سبب ہوتا ہے عدم تاثیر استعاذہ کا ورنہ ان کی شان یہ ہے یجیب المضطر اذا دعاہ اور اللذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا آگے حق تعالیٰ کے جر و دفع کی صورت کو بیان فرماتے ہیں کہ) اگر وہ غیر کو (نظر میں) دکھلاتے ہیں (یعنی وہ غیر نظر میں استحسان کے ساتھ سما جاتا ہے اور یہ جر ہے) تو وہ ان کا طمع کرتا ہے (کہ غیر حسین حسین معلوم ہوتا ہے اور یہ جر کی صورت ہے) اور اگر غیر کسی کی نظر سے جاتا رہے (اور یہ دفع ہے) تو وہ ان کا متنبہ کرتا ہے (کہ اس کے غیر مستحسن ہونے پر آگاہ فرمادیتے ہیں اور یہ دفع کی صورت ہے اور مراد یہ درجہ خاص ہے استحسان کا کہ ضرورت سے زائد مستحسن معلوم ہونے لگے جس سے عقل اور دین مختل ہو جاویں اتنے ہی استحسان کو مصرعہ اولیٰ میں تمویہ کہا ہے احقر کو بھی اس وقت ایک تمویہ میں ابتلا اور ایک تنبیہ کی استدعا ہے اے اللہ رحم و کرم فرما اور اے ناظرین آپ بھی میرے لئے دعا کریں ہر تمویہ سے نجات کی اور نجات کے بعد حفاظت کی اور موت کے بعد مغفرت کی۔ اللھم نج اشرف علی و احفظ اشرف علی واغفر لاشرف علی آمین) پس بادشاہ کو یقین ہوگیا کہ یہ اس طرف کی کشش ہے (اور) حق تعالیٰ کا کام ہر لحظہ نادر چیزوں کو پیدا کرنا ہے (چنانچہ) پتھر کا گھوڑا (اور) پتھر کی گائے ابتلاء کے سبب (بت پرستوں کا) معبود ہو جاتا ہے خدا کی تدبیر خفی سے (حتیٰ کہ) کافر کے نزدیک بت کا کوئی ثانی ہی نہیں (ہوتا حالانکہ) نہ بت میں کوئی (ظاہری) عظمت ہے (اور) نہ کوئی روحانی (صفت) ہے (پھر یہ کہ) وہ جاذب خفی در خفی (یعنی بہت ہی خفی) کیا ہے (جو کہ اس) عالم میں (ایک) دوسرے عالم سے (باعتبار اثر کے) ظاہر ہوتا ہے (یعنی اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے یہ تو سوال تھا آگے جواب ہے کہ) عقل اور روح (کہ ایک کا فعل ادراک بالدلیل اور دوسرے کا فعل ادراک بالکشف ہے دونوں) اس سر خفی سے محجوب ہیں (فی المنتخب کمین پنہاں شوندہ سو) میں تو اس (جاذب) کو نہیں دیکھ سکتا اگر تو دیکھ سکے تو دیکھ (کیونکہ مصداق اس کا سر قدر ہے اور کنہ اس کا کسی کو معلوم نہیں اور گو نفس جاذب سب کو معلوم ہے کہ حکم حق ہے لیکن مراد یہاں جاذب مع حکمۃ الجذب ہے جو حاصل ہے سر قدر کا سو وہ کسی کو مفصلاً معلوم نہیں اور معلوم ہونا محذر بھی ہے اس لئے اس میں خوض سے نہی آئی ہے) جب خوارزم شاہ سیر سے واپس ہوا (اور) اپنے خواص سلطنت کے ساتھ ہمراز ہوا۔ پس سرہنگوں کو حکم دیا اس وقت تاکہ اس (امیر) کے گھر سے گھوڑے کو لے آویں (پس) وہ جماعت آگ کی طرح پہنچی (اور ان کے سامنے) امیر جو مثل کوہ کے تھا (عجز میں) مثل کاہ کے ہوگیا (اور) اس کی جان درد و نالہ سے لب تک پہنچی (اور اس وقت) بجز عماد الملک کے (کہ وہ مقرب شاہی تھا) کوئی پناہ نہ دیکھی کیونکہ عماد الملک مرجع الخلق تھا۔ ہر مظلوم اور ہر زیاں رسیدہ غم کے لئے (اور) اس سے زیادہ معزز کوئی سردار نہ تھا (اور) سلطان کے نزدیک مثل پیغمبر کے تھا (تقدس و مقبول

www.besturdubooks.wordpress.com

الامر ہونے میں) بے طمع تھا اور اصیل اور پارسا ریاضت کرنے والا اور شب بیدار اور سخاوت میں مثل حاتم کے (اور) نہایت مبارک رائے باتدبیر وعدل (اور) ہر مطلب میں مجرب الرائے نیز بذل جان میں بھی سخی اور (بذل) مال میں بھی (اور) وہ خورشید غیب (ذات حق) کا طالب بھی ہلال کی طرح (کہ وہ طالب ہوتا ہے نور شمس حسی کا کہ نور القمر مستفاد من نور الشمس اور) امیری میں وہ غریب اور (مساکین کے ساتھ) پابند ہونے والا (ناظر الی قولہ تعالیٰ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم اور) صفات درویشی اور دوستی (حق) کے ساتھ متلبس (اور) وہ ہر محتاج کے لئے مثل باپ کے تھا (اور) سلطان کے سامنے (مجرموں کا) سفارشی اور دافع ضرر (اور) بدوں کے لئے پردہ پوش مثل حلم خدا تعالیٰ کے (اور) اس کے اخلاق (اور) خلائق سے برعکس اور جدا (اور شجاع ایسا کہ) بارہا تنہا پہاڑ کی طرف چلا جایا کرتا (جہاں کہ درندے وگزندے بکثرت ہوتے اور) بادشاہ نے صدہا خوشامد کے ساتھ اس کو (وہاں جانے سے) منع کیا ہر وقت اگر سو جرموں کی بھی شفاعت کرتا تو بادشاہ کو اس سے شرم آ جاتی (یعنی مقبول الشفاعۃ تھا غرض) وہ امیر (اس) عماد الملک جوانمرد کے پاس گیا سر کو برہنہ کیا اور زمین پر گر پڑا (اور یہ صورت غایت تضرع کی ہے اور کہا) کہ کنیز خاص مع تمامی ان اشیاء کے جو میں (اپنی ملک میں) رکھتا ہوں (بادشاہ سے) کہہ دیجئے کہ آپ یہ سب لے لیجئے (اس طرح سے کہ وہ حکم دے دیں) تاکہ میرے تمام حاصل (مملوک چیزوں) کو ہر لوٹنے والا لے لے (یعنی حکم دے دیں اس کے لوٹ لینے کا مطلب یہ کہ خواہ میرا تمام مال حتیٰ کہ کنیز خاص کہ محبوبہ ہوتی ہے وہ لے لیں بجز اس گھوڑے کے اور حرم کے یہ معنی غیاث میں لکھے ہیں پس بمعنی منکوحہ لینے کی کوئی حاجت نہیں اگرچہ اس معنی میں بھی آتا ہے کمافی الغیاث جیسا بعض محشین نے لیا ہے اور یہ یاد نہ رکھا کہ کیا کوئی شریف آدمی گھوڑے پر بیوی کو نثار کر سکتا ہے یہاں صرف استیعاب جنس مال کا مقصود ہے صرف) وہ ایک گھوڑا (ایسا) ہے (کہ) میری جان اس میں اٹکی ہوئی ہے اگر وہ (اس کو) لے لیں گے میں یقیناً مر جاؤں گا اے خیر دوست (کہ خیر سے محبت رکھتے ہو) اگر بادشاہ اس گھوڑے کو میرے ہاتھ سے لے لے گا تو مجھے یقین ہے کہ میں زندہ نہ رہوں گا چونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو قرب (اپنا یا کہ بادشاہ کا) عطا فرمایا ہے میرے سر پر اے مسیحا جلدی (شفقت کا) ہاتھ پھیریئے (قرب بادشاہ کا حکم اس میں دخل ظاہر ہے اور قرب حق کا دخل اس طرح ہو گا کہ ایسے حضرات خدا ترس وخادم خلق ورحیم ہوتے ہیں اور ان کا دخل ظاہر ہے) زن (مملوکہ) اور زر اور جائیداد (وغیرہ سب) سے مجھ کو صبر ہے (اور) یہ تکلف (اور تصنع کی بات) نہیں بلا کسی فریب کے۔ اگر اس امر میں میرا آپ یقین نہیں کرتے تو امتحان کر لیجئے امتحان میرے قول اور دعویٰ کا (فی الغیاث فر بمعنی شان وشوکت اھ چوں عادۃً اظہار شوکت بدعوی می باشد مجازاً بمعنی دعوی گرفتم اطلاقاً للملزوم علی الملازم یعنی میری سب چیزیں لے کر دیکھ لیجئے کہ اس کو گوارا کرتا ہوں یا نہیں مگر گھوڑے لینے پر صبر نہیں ہوتا وہ دلوا دیجئے پس) عماد الملک روتا ہوا آنکھیں ملتا ہوا بادشاہ کے سامنے (گھوڑا پہنچنے کے قبل بدلیل قولہ اسپ را اندر کشیدند قبل عنوان رجوع بحکایت) آشفتہ حال دوڑا (اور) لب بند کر لئے اور خاموش) بادشاہ کے روبرو کھڑا ہو گیا (لیکن دل دل میں) خدائے رب العباد سے راز کہتا ہوا (جس کا بیان آگے آتا ہے کہ اے خدا الخ) کھڑا ہوا بادشاہ کا تو راز سن رہا تھا (یعنی اس کی باتوں سے اس کے مافی الضمیر کو معلوم کر رہا تھا) اور اس حالت میں اس کی قوت فکریہ (خدا سے راز کہنے کے لئے) یہ مضمون بنا رہی تھی (خلاصہ یہ کہ سلطان مجازی کے راز کا تو شنوا تھا اور سلطان حقیقی سے راز کا گویا تھا اور وہ مضمون یہ تھا) کہ اے خدا اگر یہ جوان (مراد وہ امیر ہے) ٹیڑھا راستہ چلا ہے (اور وہ یہ کہ مجھ کو اس نے پناہ بنایا ہے اور یہ راستہ ٹیڑھا اس لئے کہ آپ کے سوا کسی کو پناہ بنانا نہ

www.besturdubooks.wordpress.com

چاہئے (یہ شرط ہے اور جزا آگے ہے یعنی اگر اس نے ایسی حماقت کی ہے) تو آپ اپنی شان کا معاملہ کیجئے (یعنی) اس پر مواخذہ نہ کیجئے (کہ وہ معاملہ یہی ہے) اگرچہ وہ (اپنی حماقت کے سبب) خلاصی کی درخواست ہر اسیر سے کرتا ہے (یعنی مخلوق تو خود اسیر احتیاج ہے کما سیاتی اس سے طلب خلاصی سراسر خطا ہے جس کا مقتضا یہ ہے کہ آپ اس سے ناخوش ہو کر اس کو خلاصی نہ دیں مگر آپ اس پر نظر نہ کیجئے اور اس کی وہ حاجت جس میں مجھ کو واسطہ بنایا ہے پوری کر دیجئے آگے اسیری مذکور فی المصراع الثانی القریب کی دلیل ہے یعنی میں نے جو اسیر کہا تو) اس لئے کہ یہ تمام مخلوق محتاج ہیں گدا سے لے کر بادشاہ تک سب کو لے لو (آگے تفصیل ہے مضمون نشاید ساختن جز تو پناہ کی یعنی) آفتاب باکمال کے موجود ہوتے ہوئے۔ رہنمائی تلاش کرنا شمع اور بتی سے (اور اسی کی تاکید یہ ہے کہ) آفتاب خوش رفتار کے ہوتے ہوئے رہنمائی تلاش کرنا شمع اور چراغ سے (یہ مبتدا تھا آگے خبر ہے کہ یہ فعل) بلاشبہ ہماری جانب سے ترک ادب ہے (اور) کفران نعمت ہے اور ہوائے نفس کا فعل ہے (اس لئے اوپر کہا گیا ہے کہ نشاید ساختن جز تو پناہ اور چونکہ اس کے خلاف ادب اور کفران ہونے کا مقتضا یہ تھا کہ اس پر مواخذہ ہو اور اوپر درخواست کی گئی ہے تو از ان خود بکن بروے مکیر تو یہ درخواست ظاہرا بے محل ہے اس لئے آگے بطور استدراک کے کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہے تو یہ بڑی گستاخی) لیکن (سبب اس گستاخی کا یہ ہے کہ) اغلب عقلیں فکر کرنے میں خفاش کی طرح ظلمت کی دوست رکھنے والی ہیں (یعنی فکر کر کے بھی اسباب کی طرف کہ معبر بہ ظلمت ہیں اکثر نظر جاتی ہے کہ مدار تشبیہ بالخفاش ہے مسبب کی طرف کم جاتی ہے گو اعتقاد صحیح ہو مگر حال نہیں ہے جیسا خفاش کو توجہ اور تعلق آفتاب سے نہیں مگر باوجود اس کے آفتاب کا اس کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ وہ خفاش کے ساتھ احسان کرتا ہے چنانچہ) شب میں اگر خفاش کوئی کرم کھاتا ہے تو (اس) کرم کو خورشید ہی پرورش کرتا ہے (ایسی چیزیں حرارت آفتاب سے بواسطہ عفونت کے پیدا ہوتی ہیں آگے اسی کی تاکید ہے کہ) شب میں اگر خفاش کرم (کے ملنے) سے مست (وشاداں) ہے (کہ اب اس کو کھاؤں گا) تو (وہ) کرم خورشید ہی سے متحرک ہوا ہے (غرض) آفتاب جس سے کہ ضیا جوش زن ہے وہ اپنے دشمن (یعنی خفاش) کو (کہ نفور ہے آفتاب سے) نوالہ (اور غذا مثل کرم مذکور) دیتا ہے (اسی طرح) کیا یہ بات نہیں (یعنی ہے) کہ جو خفاش (طبع) راہ گم کرتا ہے (کہ غیر کی طرف التجا لے جاتا ہے) آخر وہ بھی خورشید (حقیقی) ہی سے سہارا پاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ ہی ان کی بھی کار برآری اور حاجت برآری فرماتے ہیں خلاصہ یہ ہوا کہ مثل آفتاب کے حق تعالیٰ کا معاملہ بھی ہے پس یہ عنایت و معاملہ رعایت نظر الی جہل المشتغلین بالاسباب سبب جرات ہوا اس درخواست مذکور بروے مکیر کا پس جواب ہو گیا اس کے بے محل ہونے کا مختصر یہ کہ ان کے لطف و کرم کے بھروسہ یہ دعا کی جاتی ہے اور ان اشعار میں بیان تھا معاملہ عوام کا کہ ان کی اسباب بینی پر دار و گیر نہیں ہوتی اگر وہ حد شرعی کے اندر ہے تب تو آخرت میں بھی نہیں اور اگر حد سے متجاوز ہے تو صرف دنیا میں اکثر نہیں آگے بیان ہے معاملہ خواص کا کہ ان کو باوجود حد شرعی سے متجاوز نہ ہونے کے اس وجہ سے کہ ان کے ساتھ خاص معاملہ ہے غفلت کے ساتھ اسباب پر نظر کرنے سے بکثرت متنبہ کر دیا جاتا ہے یعنی ہر چند کہ خفاش خاصیتوں کے ساتھ خورشید حقیقی کا یہ معاملہ ہے) لیکن جو شہباز (صفت) کہ خفاش نہیں ہے (بلکہ اس کی چشم کشادہ راست بین اور روشن ہے) اگر وہ شب (غفلت) میں خفاش کی طرح خروج کی طلب کرے (یعنی آفتاب سے من وجہ اعراض کر کے صرف رات کو نکلے) تو تادیب میں خورشید اس کی گوشمالی کر دیتا ہے (نمو لغت میں خاص برآمدن نبات از زمین ہے کما فی المنتخب یہاں مقید بول کر مطلق مراد لیا گیا آگے بیان ہے تادیب کا کہ) وہ (آفتاب) اس

www.besturdubooks.wordpress.com

(شہباز) سے کہے گا کہ وہ ضدی خفاش تو (باصرہ میں) علت رکھتا ہے (اس لئے آفتاب کی طرف نظر نہیں کرسکتا۔ اللدجمع الداطلق الجمع ھھنا للمبالغة اویراد بالخفاش الجنس) مگر تجھ کو کیا ہوگیا (کہ باصرہ میں قوت رکھ کر پھر اعراض کیا اس لئے) میں تجھ کو مالش دوں گا زجر اور غم کے ساتھ تاکہ دوبارہ تو آفتاب سے سرتابی نہ کرے (چنانچہ ظاہر اور معلوم ہے کہ عوام سے مباحات پر مواخذہ نہیں ہوتا مگر خواص سے اس پر بعضے مواخذات ہوتے ہیں جیسا آگے اس کی تائید میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں کہ انہوں نے جو زندانی سے فرمایا اذکرنی عند ربک اس پر یہ اثر مرتب کیا گیا فلبث فی السجن بضع سنین)

فائدہ:۔ جاننا چاہئے کہ ایسے مواخذات کا حاصل کوئی دنیوی کلفت ہے نہ کو مواخذہ اخرویہ ورنہ مباح شرعی مباح نہ رہے گا۔ وھذا اخلف

مواخذئہ یوسف صدیق علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بجس بضع سنین بسبب یاری خواستن از غیر حق و گفتن واذکرنی عند ربک الیٰ اٰخر الاٰیۃ

(حضرت) یوسف صدیق کا (ہمارے نبی اور ان پر درود اور سلام ہو) قید خانہ کے ذریعہ کچھ سال مواخذہ ان کے خدا کے غیر سے مدد چاہنے اور کہنے کے سبب کہ "اور میرا ذکر کردے اپنے آقا کے سامنے"

آنچنانکہ یوسفؑ از زندانیے	بانیازے خاضعے شعدائیے
جیسا یوسف علیہ السلام نے ایک زندانی سے	جو کہ بانیاز خاضع مغلوب غم تھا
خواست یاریٔ گفت چوں بیروں روی	پیش شہ گردد امورت مستوی
یاری چاہی فرمایا کہ جب تو باہر جاوے	بادشاہ کے نزدیک تیرے معاملات درست ہو جاویں
یاد من کن پیش تخت آں عزیز	تا مرا ہم و اخرد زیں حبس نیز
تو میرا بھی ذکر کرنا اس عزیز کے روبرو	تاکہ مجھ کو بھی اس حبس سے خلاصی دے دے
کے دہد زندانیے در اقتناص	مرد زندانی دیگر را خلاص
ایک زندانی جو خود شکار کردگی میں ہے	دوسرے زندانی شخص کو کب رہائی دے سکتا ہے
اہل دنیا جملگاں زندانی اند	انتظار مرگ دار فانی اند
اہل دنیا سب زندانی ہیں	موت دار فانی کے منتظر ہیں
جز مگر نادر یکے فردانیے	تن بزندان جان او کیوانیے
بجز نادر کسی یکتا کے	جس کا تن تو زندان میں ہو روح اس کی کیوانی ہو
پس جزائے آنکہ دید او را معیں	ماند یوسفؑ حبس در بضع سنیں
پس اس امر کی جزاء میں کہ انہوں نے اس کو معین دیکھا	یوسف علیہ السلام حبس چند سال اور رہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یاد یوسفؑ دیو از عقلش سترد	وز دلش دیو آں سخن از یاد برد
یاد یوسف کو شیطان نے اس کے ذہن سے محو کر دیا	اور اس کے دل سے شیطان نے وہ بات یاد سے نکال دی
زیں گنہ کامد ازاں نیکو خصال	ماند در زنداں زداور ہفت سال
اس لغزش سے کہ اس کو نیکو خصال سے صادر ہوئی	وہ زندان میں حق تعالیٰ کی طرف سے سات سال اور رہے
کہ چہ تقصیر آمد از خورشید داد	تاتو چوں خفاش افتی در سواد
کہ کون سی کمی ہوئی تھی خورشید عطا کی طرف سے	جس سے تم خفاش کی طرح ظلمت میں پڑ جاؤ
ہیں چہ تقصیر آمد از بحر و سحاب	تاتو یاری خواہی از ریگ و سراب
ہاں کونسی کمی ہوئی تھی بحر اور سحاب کی طرف سے	جس سے تم ریگ اور سراب سے یاری چاہنے لگو
عام اگر خفاش طبع اند و مجاز	یوسفاً داری تو آخر چشم باز
عوام اگر خفاش طبع اور مجاز پرست ہیں	اے یوسف آخر تم تو چشم کشادہ رکھتے ہو
گر خفاشے رفت در کور و کبود	باز سلطاں دیدہ را بارے چہ بود
اگر کوئی خفاش کوری و کبودی میں چلا گیا	اس باز کو جو سلطان کو دیکھے ہوئے ہے آخر کیا ہو گیا
پس ادب کردش بدیں جرم اوستاد	کہ مساز از چوب بوسیدہ عماد
پس اس لغزش پر ان کو مصلح نے تادیب فرمائی	کہ چوب بوسیدہ سے ستون مت بنانا
لیک یوسفؑ را بخود مشغول کرد	تا نیاید در دلش زاں حبس درد
لیکن یوسف علیہ السلام کو اپنے میں مشغول فرما لیا	تاکہ ان کے دل میں حبس سے کلفت نہ ہو
آنچنانش انس و مستی داد حق	کہ نہ زنداں ماند پیشش نے غسق
ان کو حق تعالیٰ نے ایسا انس اور سکر عطا فرمایا	کہ ان کو نہ زندان کا خیال آیا نہ تاریکی کا
نیست زندانے وحش تر از رحم	ناخوش و تاریک و پرخون و وخم
رحم سے زیادہ کوئی زندان موحش نہیں ہے	ناخوش اور تاریک اور پرخون اور ناگوار
چوں کشادت حق دریچہ سوئے خویش	در رحم ہر دم فزاید تنت بیش
لیکن چونکہ حق تعالیٰ نے تیرے لئے اپنی طرف ایک دریچہ کھول دیا ہے	تو رحم ہی میں ہر وقت تیرا جسم زیادہ ہی زیادہ بڑھتا چلا جاتا ہے
اندراں زنداں ز ذوق بیقیاس	خوش شگفت از غرس جسم تو حواس
اسی زندان میں بوجہ ذوق بے حساب کے	تیرے درخت جسم سے حواس خوب شگفتہ ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

زاں رحم بیروں شدن بر تو درشت	می گریزی از زہارش سوئے پشت
اس رحم سے باہر آنا تجھ پر گراں ہو گیا	تو اس کی فرج سے پشت کی طرف بھاگنے لگتا ہے
راہ لذت از دروں داں نز بروں	ابلہی داں جستن قصر و حصوں
لذت کا راستہ داخل سے جان نہ کہ خارج سے	قصر اور قلعوں کا تلاش کرنا ابلہی جان
آں یکے در کنج مسجد مست و شاد	واں یکے در باغ ترش و بیمراد
ایک شخص گوشہ مسجد میں مست اور شاد ہے	اور ایک شخص باغ میں ترش رو اور بے مراد ہے
قصر چیزے نیست ویراں کن بدن	گنج در ویرانی ست اے میر من
قصر کوئی چیز نہیں بدن کو ویران کر دے	خزانہ ویرانی ہی میں ہے اے میرے امیر
ایں نمی بینی کہ در بزم شراب	مست آنگہ خوش شود کو شد خراب
کیا تو یہ نہیں دیکھتا کہ بزم شراب میں	مست اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ خراب ہو جاوے
گرچہ پر نقش ست خانہ بر کنش	گنج جو و ز گنج آباداں کنش
اگرچہ یہ گھر پر نقش ہے	خزانہ ڈھونڈ لے اور خزانہ سے اس کو آباد کر دے
خانۂ پر نقش و تصویر و خیال	ویں صور چوں پردہ بر گنج وصال
خانہ پر نقش و تصویرات و خیالات	اور یہ تصویرات گنج وصال پر مثل حجاب کے ہیں
پرتو گنج ست و تابشہائے زر	کہ دریں سینہ ہمی جوشد صور
یہ اس گنج کا عکس ہے اور زر کی شعاعیں ہیں	کہ اس سینہ میں تصورات جوش کر رہی ہیں
ہم ز لطف و عکس آب باشرف	پردہ شد بر روی آب اجزائے کف
نیز آب باشرف کی لطافت اور جھلک سے	حاجب ہو گئے کف کے اجزاء جو کہ روئے آب پر ہیں
ہم ز لطف و جوش جان باثمن	پردۂ بر روئے جاں شد شخص تن
نیز روح باقیمت کی لطافت اور جوش سے	حاجب ہو گیا چہرۂ روح پر یہ شخص بدن
پس مثل بشنو کہ در افواہ خاست	کانچہ بر ما می رود آں ہم ز ماست
پس وہ مثل سن لے جو کہ زبانوں پر جاری ہے	کہ ہم پر جو گزرتا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے
زیں حجاب ایں تشنگان کف پرست	زاب صافی اوفتادہ دور دست
اس حجاب کے سبب یہ تشنگاں کف پرست	آب صاف سے دور واقع ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

(سعداں گیا ہے ست وگرہ بند نعل وگرہ رشتہ ترازو کمانی العراج وایں جا بمعنی گرہ مناسب می نماید یعنی منسوب بگرہ اے غمگین کذا قال ولی محمد قلت زیرا کہ از غم وتنگی بردل مشابہ گرہ می افتد اور قاموس میں اس گیاہ کو خاردار کہا ہے تو سعدانی کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں آنکہ خار غم دردل داشتہ باشد دونوں حال میں حاصل معنی مغلوب غم ہوئے وجہ ربط اوپر مذکور ہوئی یعنی خواص کی تو اس طرح تادیب ہوتی ہے) جیسا یوسف علیہ السلام نے ایک زندانی سے جو کہ (خود) بانیاز (یعنی عاجز اور) خاضع (یعنی پست اور قبل خلاص کلفت زنداں سے) مغلوب غم تھا (کہ یہ مغلوبیت و تاثر بھی دلیل ہے نفی قدرت وکبریا کی حاصل معنی یہ کہ انہوں نے زندانی عاجز سے) یاری چاہی (یعنی یوں) فرمایا کہ جب تو (زنداں سے) باہر جاوے (اور) بادشاہ کے نزدیک تیرے معاملات درست ہو جاویں تو میرا بھی ذکر کرنا اس عزیز (یعنی شاہ مصر) کے روبرو (قال تعالیٰ و قال للذی ظن انه ناج منهما اذکرنی عند ربک اور لفظ تخت تابع ہے جیسا زنجیر فیل و ضرب بندوق) تاکہ مجھ کو بھی (تیری طرح) اس حبس سے خلاصی دےدے (تتمیم مضمون کے قبل مولانا ہم لوگوں کو خطاب کرتے ہیں نہ کہ یوسف علیہ السلام کو بطور فرض کے تاکہ یہ محذور لازم آوے کہ غیر نبی کو کیا منصب ہے نبی کو نصیحت کرنے کا یا نعوذ باللہ ان کی غلطی نکالنے کا ہاں نبی کو نصیحت یا ان کا تخطیہ حق تعالیٰ فرما سکتے ہیں۔ کما سیاتی کہ چہ تقصیر آمد الخ یا دوسرے نبی کچھ فرما سکتے ہیں۔ کما سیاتی من الحدیث اور غیر نبی اس کو نقل کر سکتا ہے پس یہ خطاب ہم کو ہے کہ حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو جو نصیحت فرمائی جس کو ہم بدوں حق تعالیٰ کے فرمائے ہوئے و دخل فیه الحدیث ایضاً ہرگز نہیں سمجھ سکتے تھے ہم کو بھی اس نصیحت پر عمل کرنا چاہئے اور غیر حق پر اتنی نظر بھی نہ رکھنا چاہئے خصوص اہل دنیا پر پس اسی کو فرماتے ہیں کہ یہ معلوم اور ظاہر ہے کہ) ایک زندانی جو خود شکار کردگی (اور بستگی کی حالت) میں ہے (یعنی زندان میں ہے وہ) دوسرے زندانی شخص کو کب رہائی دے سکتا ہے (ایک مقدمہ تو یہ ہوا جو بہت ظاہر ہے اور دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ) اہل دنیا سب زندانی ہیں (یعنی زندانیوں کی طرح عاجز و مغلوب ہیں اور محبان دنیا گرفتار شہوات وغیرہ بھی چنانچہ ایک کھلی علامت ان کے زندانی ہونے کی یہ ہے کہ) موت دار فانی کے منتظر ہیں (جیسا زندانی منتظر خلاص کا ہوتا ہے پس دونوں مقدموں سے یہ مدعا ثابت ہوا کہ ایک گرفتار دنیا دوسرے گرفتار دنیا کو خلاصی نہیں دے سکتا۔ پس اس سے کیا استعانت کی جاوے اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعد مرگ بالمعنی المانع عن الاستعانة به زندانی نہیں رہتا کیونکہ اس معنی کا حاصل تو غیر حق و مسخر القدرة الالٰہیہ ہونا ہے اور یہ معنی مشترک ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اہل دنیا علاوہ اس معنی مشترک کے دوسرے اعتبار سے بھی زندانی ہیں کہ گرفتار شہوات وغیرہ ہیں ان پر نظر رکھنا اور بھی زیادہ قبیح ہے پس یہ گرفتاری موت پر ختم ہو جاتی ہے اسی طرح اہل مجاہدہ اس گرفتاری سے حیات میں بھی رہا ہو جاتے ہیں جس کا شعر آئندہ میں استثنا کرتے ہیں اور اسی لئے باوجود استعانت مذکورہ کے مذموم علی الاطلاق رہنے کے ایک اور استعانت اس زندان شہوات سے رہائی پانے والوں سے جائز بلکہ محمود ہو جاتی ہے چنانچہ اہل حق سے امر دین میں استعانت محمود ہے کہ وہ استعانت بالحق اور للحق ہی ہے قال تعالیٰ من یطع الرسول فقد اطاع الله وقال تعالیٰ فاسئلوا اهل الذکر ان کنتم لاتعلمون و قال تعالی کونوا مع الصادقین وقال تعالیٰ واتبع سبیل من اناب الی وہ استثناء یہ ہے کہ سب اہل دنیا بمعنی محبین للدنیا گرفتار ہیں) بجز نادر کسی یکتا (یعنی کامل) کے جس کا تن تو زندان (دنیا) میں ہو (مگر) روح اس کی کیوانی (یعنی عالی مشابہ مقیم فلک سابع زحل) ہو (آگے تتمیم ہے مضمون قصہ یوسف علیہ السلام کی یعنی چونکہ انہوں نے اس زندانی سے وہ درخواست کی) پس اس امر کی جزاء میں کہ انہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ں نے اس کو معین دیکھا یوسف علیہ السلام حبس میں چند سال اور رہے (جس کی صورت یہ ہوئی کہ) یاد یوسف کو شیطان نے اس (زندانی) کے ذہن سے محو کر دیا اور (مطلب اس کا یہ ہے کہ) اس کے دل سے شیطان نے وہ بات یاد سے نکال دی (قال تعالیٰ فانساہ الشیطان ذکر ربه پس) اس لغزش سے کہ اس نیکو خصال سے صادر ہوئی۔ وہ زندان میں حق تعالیٰ کی طرف سے سات سال اور رہے (وقال تعالیٰ فلبث في السجن بضع سنین والبضع مابین الثلث والتسع اور اس کو مولانا کا لفظ گناہ سے تعبیر کرنا بطور حکایت من اللہ کے ہے کہ ان کو حق ہے زلت کو عصیان فرمانے کا کما قال تعالیٰ و عصی آدم ربه فغوی ورنہ عصمت انبیاء کی عموماً اور تشبث بالاسباب فی مرتبۃ التدبیر کا معصیت نہ ہونا خصوصاً نصوص قطعیہ سے ثابت ہے پس لفظ گناہ اپنے معنی پر نہیں۔ رہا یہ عتاب سو اس لئے تھا کہ یوسف علیہ السلام کی شان یہ تھی کہ فاضل کو چھوڑ کر افضل کو اختیار فرماتے کہ وہ عدم استعانت مطلقاً تھی اسباب ظنیہ سے کیونکہ یہ تدبیر اسباب یقینیہ عادیہ سے نہ تھی جس کا ترک کرنا ناجائز ہوتا اور یہ امر کہ ان کا لبث فی السجن اس وجہ سے تھا مدلول قرآنی تو نہیں ہے جیسا احقر نے تفسیر میں لکھ دیا ہے مگر ایک حدیث میں وارد ہوا ہے جس کی سند کی مجھ کو تحقیق نہیں لیکن اگر سند صحیح بھی ہو تب بھی اس کی توجیہ ابھی معروض ہوئی ہے بقولی یوسف علیہ السلام کی شان یہ تھی الخ اور وہ حدیث یہ ہے عن ابن عباسؓ مرفوعاً فی حدیث طویل مدح فیه اولاً علی صبر یوسف و کرمه فی الثانی فی الخروج من السجن ثم قال ثانیاً ولولا الکلمة لمالبث فی السجن حیث یبتغی الفرج من عند غیر اللہ قوله اذکرنی عند ربک کذافی کنز العمال عن الطبرانی و ابن مردویه وابن النجار جلد ٦ ص ١٢٩ نمبر ٢٠٢٧ اور مصرعہ ثانیہ میں زد اور آیا ہے وہ جیسا صراحۃً لبث کے من اللہ ہونے پر دال ہے اسی طرح اشارۃً مقولہ آئندہ کے من اللہ ہونے کا قرینہ ہو سکتا ہے یعنی حضرت داور کی طرف سے اس یاری کے سبب لبث ہونے کے متعلق ارشاد ہوا) کہ کونسی کمی ہوئی تھی خورشید عطا کی طرف سے جس سے تم خفاش کی طرح ظلمت (شب) میں پڑ جاؤ ہاں کونسی کمی ہوئی تھی بحر اور سحاب کی طرف سے جس سے تم ریگ اور سراب سے یاری چاہنے لگو۔ عوام اگر خفاش طبع اور مجاز پرست ہیں (مگر) اے یوسف آخر تم تو چشم کشادہ رکھتے ہو اگر کوئی خفاش کوری و کبودی میں چلا گیا (تو تعجب نہیں مگر) اس باز کو جو سلطان کو دیکھے ہوئے ہے آخر کیا ہو گیا پس اس لغزش پر ان کو مصلح (حقیقی) نے تادیب فرمائی کہ (آئندہ کو) چوب بوسیدہ سے ستون مت بنانا (یہ تو حاصل ہوا عتاب و تادیب کا) لیکن (چونکہ اس حالت میں بھی یوسف علیہ السلام مقبول و محبوب تھے اس لئے عین اس عتاب میں یہ عنایت بھی فرمائی کہ) یوسف علیہ السلام کو اپنے میں مشغول فرمالیا (یعنی تجلیات خاصہ میں مستغرق فرما دیا) تاکہ ان کے دل میں اس حبس سے کلفت نہ (پیدا) ہو (یعنی) ان کو حق تعالیٰ نے ایسا انس اور سکر عطا فرمایا کہ ان کو نہ زندان کا خیال آیا نہ تاریکی کا (جو کہ زندان میں تھی آگے اس استبعاد کو کہ زندان و تاریکی سے کیسے کوئی مانوس ہو سکتا ہے دفع فرماتے ہیں کہ دیکھو) رحم (مادر) سے زیادہ کوئی زندان موحش نہیں ہے (کہ) ناخوش (بھی) اور تاریک اور پرخون اور ناگوار (یعنی فی نفسہ وہ ایسا ہے چنانچہ ظاہر ہے) لیکن (باوجود اس کے) چونکہ حق تعالیٰ نے تیرے لئے (وہاں) اپنی طرف ایک دریچہ کھول دیا ہے تو (اس) رحم ہی میں ہر وقت تیرا جسم زیادہ ہی بڑھتا چلا جاتا ہے (اور) اسی زندان (رحم) میں بوجہ ذوق بے حساب کے (اور وہ دریچہ بھی ذوق تکوینی و عدم توحش من الرحم ہے پس اس ذوق کی وجہ سے اسی زندان میں) تیرے درخت جسم سے (تیرے) حواس (کے پھول کیسے) خوب شگفتہ ہو گئے (اور نشو و نما بدن اور قویٰ کا موقوف ہے ملائمت و مناسبت پر اور عدم ملائمت و منافرت میں تو ذبول ہوتا ہے اور وہ ذوق

www.besturdubooks.wordpress.com

وانس ایسا غالب تھا کہ) اس رحم سے باہر آنا تجھ پر گراں ہو گیا (کہ) تو (بوقت) قرب ولادت کبھی کبھی) اس (حاملہ) کی فرج سے (کذا فی الغیاث اس کی) پشت کی طرف بھاگنے لگتا ہے (یعنی رحم کے بالائی حصہ میں جو محاذ پشت کی ہے چڑھ جاتا ہے چنانچہ تولد کے وقت کبھی ایسا بھی ہوتا ہے تو اگر طبعاً وہ جگہ مانوس نہ ہوتی تو ایسا کبھی واقع نہ ہوتا تو اس رحم کی مانوسیت سے وہ استبعاد دفع ہو گیا اور زہارش میں مرجع عورت ہے لفظ رحم مصرعہ اولیٰ میں اس پر قرینہ دالہ ہے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پھر جب وہ محل ایسا مانوس بہ ہے تو چاہئے اس سے خروج ہی نہ ہو بات یہ ہے کہ جب حق تعالیٰ اس کو چاہتے ہیں تو خروج کو مقتضا طبیعت کا اور مانوس بہ بنا دیتے ہیں پس وقت وضع کے قبل تک رحم مانوس بہ رہتا ہے اور اس وقت کے قریب خروج من الرحم کو مانوس بہ بنا دیتے ہیں اور جو مقصود تھا یعنی دفع استبعاد وہ مدت مقدرہ تک مانوسیت رحم کے ثابت ہونے سے بھی حاصل ہو گیا وہ مانوسیت ابدیہ پر موقوف نہیں آگے اس مانوسیت فیما لا یتوقع ظاہراً کی لم تفصیلاً بیان کرتے ہیں جس کو اجمالاً اوپر یوسف را بخود مشغول کرداور زذوق بے قیاس میں بھی ذکر کر چکے ہیں یعنی) لذت کا راستہ داخل سے جان نہ کہ خارج سے (یعنی لذت کا مدار اسباب خارجیہ نہیں بلکہ اس کا مدار قلب ہے اس میں انس پیدا ہونے سے لذت ہوتی ہے گو ظاہری اسباب اس کے خلاف ہی ہوں پس) قصر اور قلعوں کا (لذت کے لئے) تلاش کرنا ابلہی جان (چنانچہ رحم جیسے تنگ جگہ میں حصول ذوق ہوتا ہے چنانچہ اسی سبب سے) ایک شخص گوشہ مسجد میں مست اور شاد ہے (اور ظاہر میں گو وہ گوشہ ویران ہی ہو) اور ایک شخص باغ میں ترش رو اور بے مراد ہے (حالانکہ ظاہراً بہار کی جگہ میں ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ پہلے شخص کے قلب میں کوئی خوشی کا خیال ہے اور دوسرے کے قلب میں کوئی غم کا خیال ہے آگے بطور انتقال کے اس قاعدہ مذکورہ پر ایک مستقل مضمون کی تفریع ہے جس کا اوپر ذکر نہ تھا یعنی جب معلوم ہو گیا کہ اصل اعتبار باطن کا ہے اور اس کے مقابلہ میں ظاہر کوئی چیز نہیں تو تجھ کو تن پروری و تن آرائی چھوڑ کر عمارت باطن میں مشغول ہونا چاہئے مقصود امر ہے مجاہدہ وریاضت واصلاح باطن کا اسی کو فرماتے ہیں کہ) قصر کوئی چیز نہیں (کما علمت ابلہی دان پس) بدن کو (کہ مشابہ قصر ہے) ویران کر دے (کیونکہ) خزانہ ویرانی ہی میں (ہوتا) ہے اے میرے امیر (پس اسی طرح جب مجاہدہ سے مقتضیات مذمومہ قویٰ جسمانیہ شہوت و غضب کو مغلوب کرے گا کہ یہ ان کی ویرانی ہے نفس صفات حمیدہ سے متصف ہو کر مورد تجلیات بنے گا کہ یہ گنج ہے یہ ایک مثال تھی آگے اس ویرانی کے مطلوب ہونے کی دوسری مثال ہے کہ) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ بزم شراب میں مست اس وقت خوش ہوتا ہے جب وہ (باعتبار حواس بدنیہ کے) خراب (اور ویران) ہو جاوے) یعنی اس کے حواس معطل ہو جاویں مراد اس سے کامل نشہ ہے کہ یہ اس کے لوازم سے ہے اسی طرح تجھ پر جب مستی حق ان ادراکات کے خاص افعال و آثار پر کہ توجہ الی غیر الحق وانہماک فی اللذات ہے غالب ہو جاوے جب فرح حقیقی حاصل ہوگی اور چونکہ ظاہراً اس ویرانی مذکور میں ایک درجہ کی دنیوی مضرت ہے اور یہ خیال مانع ہمت ہو سکتا تھا اس لئے اس خیال کو رفع کر کے ہمت بڑھاتے ہیں کہ) اگرچہ یہ گھر پر نقش (وجمیل) ہے (اور اس لئے ویران کرنا مضر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نقش ونگار بھی سب مٹ جاویں گے لیکن واقع میں مضر نہیں پس اس کو ویران کر کے اس میں سے) خزانہ ڈھونڈ لے اور (اسی) خزانہ سے اس کو آباد کر دے (حاصل یہ ہوا کہ اس کی ایسی مثال ہے کہ کسی گھر کے اندر بنیاد کے نیچے خزانہ مدفون ہو جو بدوں بنیاد نکالے ہوئے حاصل نہ ہو اور پھر اس خزانہ سے پہلے سے بھی اچھا گھر بنا دیا جاوے تو اس ویرانی کو مضر کون کہے گا اسی طرح جن اخلاق و مقتضیات کو زائل کرو گے اس سے اچھے اخلاق وملکات میسر ہوں گے جس سے آخرت میں تو خیر اور باقی ملے ہی گا باقی دنیا میں بھی ایسی حیوٰۃ طیبہ

www.besturdubooks.wordpress.com

میسر ہوگی جس پر سلاطین بھی غبطہ کریں اس لئے یہ ویرانی سبب زیادہ آبادی کا ہوگئی اس سے تو ویرانی مذکور کا مضر نہ ہونا بلکہ انفع ہونا ثابت ہوا لیکن واجب ہونا اور اس کا ترک کا مضر ہونا ثابت نہیں ہوا اور مطلوب یہی تھا جیسا کہ اوپر ویران کن بدن اور خانہ پر کنش میں امر مفید وجوب ہے آگے اس کو فرماتے ہیں یعنی جس خانہ پر نقش ونگار کے انہدام کو اور اس نقش ونگار کے انعدام کو مانع تخریب واستیصال سمجھ رہے ہو فی الحقیقت اس گھر کا اور ان نقوش کا رہنا مضر اور مانع مقصود ہے کیونکہ یہ) خانہ پر نقش وتصویرات وخیالات اوپر (اس خانہ میں جو) یہ تصوریات (ہیں یہ سب) گنج وصال پر مثل حجاب کے ہیں (خیال عطف تفسیری ہے مطلب یہ کہ یہ خیالات کہ بمنزلہ نقوش وتماثیل کے ہیں چنانچہ ان کا صور ذہنیہ ہونا ظاہر ہے یہ مانع ہیں توجہ تام الی اللہ سے اور یہ بھی ظاہر ہے اور بدوں توجہ تام کے معیت وقرب کہ وصل اس سے عبارت ہے میسر نہیں ہوتا اس لئے ان کا نہ مٹانا مضر ہے یہ ایک مثال ہوئی ادراکات متعلقہ غیر کے مانع عن المقصود ہونے کی آگے اس مثال کی تتمیم ہے کہ) یہ اس گنج کا عکس ہے اور زر (گنج) کی شعاعیں ہیں کہ اس سینہ میں تصوریات جوش کر رہی ہیں (یعنی یہ تصورات محبوبہ جو تمہارے قوی مدرکہ میں ہجوم کرتے ہیں ان کی نسبت اس مقصود حقیقی کے ساتھ ایسی ہے جیسے عکس وشعاع کو زر وگوہر خزانہ کے ساتھ تو عکس کو جب کوئی شخص ایسا محبوب سمجھتا ہے اگر وہ اصل کا مشاہدہ کر لے تو عکس کو یاد بھی نہ کرے نیز عکس کے جمال ومحبوبیت سے اصل کے جمال ومحبوبیت پر استدلال کر کے اس کے مشاہدہ کا اشتیاق اور رغبت بھی ہونا چاہئے لیکن جب تک عکس سے نظر نہ ہٹاوے اصل کا مشاہدہ ہو نہیں سکتا اسی طرح جن صور ذہنیہ سے تم کو محبت وعشق ہے کہ ان کا نکالنا نہیں چاہتے یہ سب عکس اور ظل سے محبوب حقیقی کا۔

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردہ الخ پس چہ باشد آں نگار خود کہ بندد ایں نگارہا۔ تو اصل کا مشاہدہ کر و تا کہ ان کی کچھ بھی وقعت نہ رہے لیکن بدوں ان سے نظر ہٹائے ہوئے اس کا مشاہدہ ممکن نہیں پس یہ صور خیالیہ حجاب مقصود ہیں ان کو رفع کرو آگے اسی حاجبیت ومانعیت کی دوسری مثال ہے کہ) نیز (اس کی ایسی مثال ہے جیسے) آب باشرف کی لطافت اور جھلک سے حاجب ہوگئے کف کے اجزاء جو کہ روئے آب پر ہیں (کہ باوجودیکہ اسی سے ناشی مگر اس سے ہی حجاب ہوگئے اسی طرح صور خیالیہ اسی موجود حقیقی سے ناشی اور اس کا حجاب ہوگئے آگے اس مانعیت کی تیسری مثال ہے کہ) نیز روح باقیمت کی لطافت اور جوش (عشق حق) سے حاجب ہوگیا چہرہ روح پر یہ شخص بدن (چنانچہ ظاہر ہے کہ غلبہ احکام جسمیہ سے روح کے یہ آثار مغلوب ومضمحل ہو رہے ہیں آگے اس تقریر مذکور پر ایک تفریع ہے یعنی جب تقریر مذکور سے معلوم ہوا کہ مانع عن المقصود ایسی چیزیں ہیں کہ وہ ہمارے ہی ادراکات وصفات ہیں جو کہ ہمارے اندر موجود ہیں) پس (اس سے) وہ مثل سن لے (کہ صادق آگئی) جو کہ زبانوں پر جاری ہے کہ ہم پر جو گزرتا ہے وہ ہماری ہی طرف سے ہے (چنانچہ ہم پر بلا بعد عن الحق کا منشاء ہمارے ہی اندر کی چیزیں ہیں آگے اسی حاجبیت مذکورہ کا ایک مثال میں جو اوپر بھی شعر ہم زلطف وعکس آب الخ میں آچکی ہے پھر ایسے طور پر اعادہ ہے کہ اس میں اس حاجبیت کا خصوصیت کے ساتھ ایک عملی اثر بھی تصریحاً مذکور ہے یعنی رجوع الی غیر الحق جس سے علاوہ تائید مقام کے ایک قسم کی تمہید بھی ہوگئی قصہ عماد الملک اور اس کے مضمون مذکور بالا با حضور آفتاب الخ کی طرف رجوع کرنے کی جو کہ مابعد کے شعر سے ہے آفتاب الخ اور یہ طریق رجوع کا نہایت ہی لطیف واقع ہوا پس فرماتے ہیں کہ) اس حجاب (مذکور) کے سبب یہ تشنگان کف پرست آب صاف سے دور واقع ہوگئے (اور تشنگی سے کف کے طالب ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گئے اور عملی غلطی یہ ہے جیسا وہ امیر صاحب اسپ عماد الملک کی طرف رجوع لایا اور گویا یہاں تک سب عماد الملک کے اقوال ہیں بدلیل قولہ التقریب در عماد الملک ایں اندیشہا الخ اور آگے تو صراحۃً اسی کا قول ہے آفتابا و سیاتی)

آفتابا باچو تو قبلہ وامیم	شب پرستی و خفاشی می کنیم
اے آفتاب تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے	ہم شب پرستی اور خفاشی کر رہے ہیں
سوئے خودکن ایں خفاشاں رامطار	زیں خفاشی شاں بخر اے مستجار
آپ ان خفاشوں کی پرواز کو اپنی طرف کیجئے	اس خفاشی سے ان کو چھڑا دے اے وہ ذات جس کی پناہ چاہی جاتی ہے
ایں جواں زیں جرم ضالست و مغیر	کہ بمن آمد و لے او رامگیر
یہ جوان اس جرم سے گمراہ ہے اور غارت کنندہ ہے	کہ یہ میرے پاس آیا لیکن اس پر مواخذہ مت فرما
در عماد الملک ایں اندیشہا	گشت جوشاں چوں اسد در بیشہا
عماد الملک کے اندر یہ خیالات	جوش زن ہو رہے تھے جیسا شیر بیشہ میں
ایستادہ پیش سلطاں ظاہرش	در ریاض غیب جان طائرش
اس کا ظاہر سلطان کے روبرو کھڑا تھا	اس کی روح پاک ریاض غیب میں تھی
چوں ملائک او باقلیم الست	ہر دمے می شد ز شرب تازہ مست
مثل ملائکہ کے وہ اقلیم الست میں	ہر لحظہ شراب نوشی تازہ سے مست ہو رہا تھا
اندروں سور و بروں چوں پر غمے	در تن ہمچوں لحد خوش عالمے
باطن میں تو شادی تھی اور ظاہر مثل پر غم کے تھا	تن مشابہ لحد میں ایک لطیف عالم تھا
او دریں حیرت بدو در انتظار	تا چہ پیدا آید از غیب و سرار
وہ اسی حیرت اور انتظار میں تھا	کہ دیکھئے کیا ظاہر ہوتا ہے غیب اور نہاں سے
اسپ را اندر کشیدند آں زماں	پیش خرم شاہ سرہنگاں کشاں
گھوڑے کو اس وقت خوارزم شاہ کے روبرو	سرہنگ کشاں کشاں لائے
الحق اندر زیر ایں چرخ کبود	آنچناں اسپے بقد و تگ نبود
واقعی اس چرخ کبود کے نیچے	ویسا گھوڑا قد میں اور دوڑ میں نہ تھا
می ربودے رنگ او ہر دیدہ را	مرحبا آں برق و مہ زائیدہ را
اس کا رنگ ہر آنکھ کو چھینے لیتا تھا	مرحبا اس مولود من البرق والقمر پر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمچو مہ ہمچوں عطارد تیز رو	گوئیا صرصر علف بودش نہ جو
وہ مثل چاند کے مثل عطارد کے تیز رو تھا	گویا باد صرصر اس کا چارہ تھا نہ کہ جو
ماہ عرصہ آسماں را در شبے	می برد اندر مسیر و مذہبے
چاند میدان آسمان کو ایک شب میں	قطع کرتا ہے سیر اور رفتار میں
چوں بیک شب مہ برید ابراج را	از چہ منکر می شوی معراج را
جب ایک شب میں قمر نے برجوں کو قطع کر لیا	کس سبب سے تو منکر ہوتا ہے معراج کا
صد چو ماہ است آں عجب در یتیم	کہ بیک ایمائے او شد مہ دو نیم
وہ عجب در یتیم تو سو چاند جیسے ہیں	کہ آپ کے ایک اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا
آں عجب کو در شگاف مہ نمود	ہم بقدر ضعف حس خلق بود
وہ عجیب معاملہ جو آپ نے شق القمر میں ظاہر فرمایا	محض ادراک خلق کے ضعف کی مقدار پر تھا
کاروبار انبیا و مرسلوں	ہست از افلاک و اختر ہا بروں
انبیاء و مرسلین کے کاروبار	تو افلاک و کواکب سے بھی باہر ہیں
تو بروں رو ہم ز افلاک و دوار	وانگہاں نظارہ کن آں کاروبار
تو افلاک گردندہ سے باہر جا	اور اس وقت اس کاروبار کو دیکھ
درمیان بیضۂ چوں فرخہا	نشنوی تسبیح و مرغان ہوا
مثل چوزہ پرند کے بیضہ کے اندر ہے	مرغان ہوا کی تسبیح کو نہیں سنتا
معجزات اینجا نخواہد شرح گشت	زاسپ و خرم شاہ گوی و سرگذشت
معجزات اس مقام پر شرح میں نہیں آ سکتے	اسپ اور خوارزم شاہ کا قصہ اور سرگذشت کہو
آفتاب لطف حق بر ہر چہ تافت	از سگ و از اسپ فر کہف یافت
جس چیز پر بھی لطف حق کا آفتاب چمک گیا	خواہ وہ سگ ہو یا اسپ ہو اس نے پرتو کہف کا پا لیا
تاب لطفش را تو یکساں ہم مداں	سنگ را و لعل را داد او نشاں
تو اس کے شعاع لطف کو بھی یکساں مت جان	سنگ کو اور لعل کو اس نے نشان دیا ہے
لعل را زاں ہست گنج مقتبس	سنگ را گرمی و تابانی و بس
لعل کے پاس اس سے ایک خزانہ حاصل شدہ ہے	سنگ کے پاس گرمی اور تابش ہے اور بس

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ بر دیوار افتد آفتاب	آنچناں نبود کز آب و اضطراب
وہ دھوپ جو دیوار پر واقع ہوتی ہے	وہ ویسی نہیں ہوتی جیسے کسی پانی سے جنبش کرتی ہوئی

رجوع بحکایت سلطان و اسپ و عماد الملک و پشیمان کردن شاہ را

سلطان اور گھوڑے اور عماد الملک کے قصہ کی جانب رجوع اور شاہ کو شرمندہ کرنا

چوں دمے حیراں شد از وے شاہ فرد	روی خود سوی عماد الملک کرد
جب تھوڑی دیر تک اس سے حیران ہو چکا وہ شاہ یکتا	تو اپنا رخ عماد الملک کی طرف کیا
کاے اخی بس خوب اسپے نیست ایں	از بہشت ست ایں مگر نے از زمیں
کہ اے بھائی کیا بہت عمدہ گھوڑا نہیں ہے یہ	بہشت سے آیا ہے یہ غالباً زمین کا نہیں ہے
پس عماد الملک گفتش اے خدیو	چوں فرشتہ گردد از میل تو دیو
پس عماد الملک نے اس کو جواب دیا کہ اے بادشاہ	آپ کی رغبت سے دیو بھی مثل فرشتہ کے ہو جاتا ہے
در نظر آنچہ آوری گردید نیک	پس گش و رعناست ایں مرکب ولیک
جس چیز کو آپ نظر میں لے آویں وہ عمدہ ہی ہو گئی	یہ مرکب بہت خوب اور زیبا ہے لیکن
ہست ناقص آں سر اندر پیکرش	چوں سر گاؤ ست گوئی ایں سرش
وہ سر جو اس کے دھڑ میں ہے وہ ناقص ہے	گویا اس کا یہ سر مثل سرگاؤ کے ہے
در دل خرم شہ ایں دم کارکرد	اسپ را در منظر شہ خوار کرد
خوارزم شاہ کے دل میں یہ کلام کام کر گیا	اس نے اسپ کو نظر شاہ میں بے قدر کر دیا
چوں غرض دلالہ گشت و واصفے	از سہ گز کرباس یابی یوسفے
جب غرض دلال اور بیان کرنے والی ہو جاوے	تو تین گز پارچہ سے تو یوسف کو پا سکتا ہے
چوں کہ ہنگام فراق جاں شود	دیو دلال در ایماں شود
جب مفارقت روح کا وقت ہوتا ہے	شیطان گوہر ایمان کا دلال ہوتا ہے
پس فروشد ابلہ ایماں را شتاب	اندراں تنگی بیک ابریق آب
پس احمق ایمان کو جلدی سے بیچ ڈالتا ہے	اس تنگی کے وقت پانی کی ایک لٹیا کے عوض
واں خیالے باشد و ابریق نے	قصد آں دلالہ جز تخریق نے
اور وہ ایک خیال ہوتا ہے اور لٹیا نہیں ہوتی	اس دلال کا قصد بجز پارہ پارہ کرنے کے نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں زماں کہ تو صحیح و فربہی	صدق را بہر خیالے میدہی
اس وقت کہ تو تندرست اور قوی ہے	صدق کو ایک خیال کے واسطے دے ڈالتا ہے
می فروشی ہر زماں درے زکاں	می ستانی ہمچو طفلے گردگاں
تو ہر وقت معدن میں سے ایک موتی بیچ ڈالتا ہے	بچہ کی طرح ایک اخروٹ لے لیتا ہے
پس دراں رنجوری و روز اجل	نیست . در گر بودانیت عمل
پس اس رنجوری اور یوم مرگ میں	کچھ عجیب نہیں اگر تیرا یہ عمل واقع ہو
در خیالت صورتے جوشیدۂ	ہمچو جوزے وقت دق بوسیدۂ
تیرے خیال میں ایک صورت جوش کرتی ہے	چوٹ مارنے کے وقت مثل جوز بوسیدہ کے
ہست از آغاز چوں بدر آنخیال	لیک آخر می شود ہمچوں ہلال
شروع سے وہ خیال مثل بدر کے ہے	لیکن آخر میں وہ مثل ہلال کے ہو جاتا ہے
گر تو اول بنگری در آخرش	فارغ آئی از فریب فاترش
اگر اول ہی سے نظر کر لیا کرے اس کے آخر میں	تو تو اس کے فریب سست سے فارغ ہو جاوے
جوز بوسیدست دنیا اے امیں	امتحانش کم کن از دورش ببیں
دنیا جوز بوسیدہ ہے اے امین	اس کا امتحان مت کر اس کو دور ہی سے دیکھ لے
شاہ دید آں اسپ را با چشم حال	واں عمادالملک با چشم مآل
بادشاہ نے تو اس اسپ کو چشم حال سے دیکھا	اور اس عماد الملک نے چشم مآل سے دیکھا
چشم شہ دو گز ہمی دید از لغز	چشم آں پایاں نگر پنجاہ گز
بادشاہ کی آنکھ دو گز دیکھتی تھی پیچدار سوراخ سے	اس انجام کی آنکھ پچاس گز دیکھتی تھی
تا چہ سرمہ ست آنکہ یزداں میکشد	کز پس صد پردہ بیند جاں رشد
کیسا کچھ سرمہ ہے جو خدا تعالیٰ لگا دیتے ہیں	جس سے سو حجابوں میں سے روح راہ راست کو دیکھ لیتی ہے
چشم مہتر چوں بآخر بود جفت	پس بداں دیدہ جہاں را جیفہ گفت
سیدنا صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ چونکہ آخر کے ساتھ مقروں تھی	پس اس آنکھ سے دنیا کو جیفہ فرمایا
زیں یکے ذمش کہ بشنود و حسب	بس فسرد اندر دل شہ مہر اسپ
اس کی اس ایک ہی مذمت سے کہ بادشاہ نے سنی اور بس	بالکل افسردہ ہو گیا اسپ کا میلان بادشاہ کے دل میں

www.besturdubooks.wordpress.com

چشم خود بگذاشت چشم او گزید	ہوش خود بگذاشت قول او شنید
اپنی آنکھ چھوڑ دی اس کی آنکھ کو اختیار کیا	اپنے ہوش کو چھوڑ دیا اس کے قول کو سن لیا
ایں بہانہ بود آں دیان فرد	از نیاز آں دردل شہ سرد کرد
یہ ایک بہانہ تھا اس دیان فرد نے	نیاز سے اس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا
در بہ بست از حسن او پیش بصر	آں سخن بد درمیاں چوں بانگ در
اس نے اس کے حسن سے نظر کے سامنے دروازہ بند کر دیا	وہ قول درمیان میں مثل بانگ در کے تھا
پردہ کرد آں نکتہ را بر چشم شہ	کہ ازاں پردہ نماید مہ سیہ
اس نکتہ کو شاہ کی آنکھ پر حجاب کر دیا	کہ اس پردہ سے چاند سیاہ دکھائی دینے لگا
پاک بنائے کہ برساد حصوں	در جہان غیب از گفت وفسوں
اس تعمیر بنانے والے نے جو کہ قلعے بناتا ہے	عالم غیب میں گفتار اور افسوں سے

اعمادالملک کی لسان سے رجوع ہے مضمون سابق باحضور آفتاب باکمال الخ کی طرف یعنی) اے آفتاب تجھ جیسے قبلہ اور امام کے ہوتے ہوئے (دوسرے کی طرف جو ہم حاجات میں رجوع کرتے ہیں تو گویا) ہم شب پرستی اور خفاشی کر رہے ہیں (پس) آپ ان خفاشوں کی پرواز کو اپنی طرف کھینچئے (اور) اس خفاشی سے ان کو چھڑا دے اے وہ ذات جس کی پناہ چاہی جاتی ہے یہ جوان (مالک اسپ) اس جرم سے گمراہ ہے اور غارت کنندہ (کمال توحید) ہے (آگے بیان ہے اس جرم کا) کہ یہ میرے پاس (حاجت لے کر) آیا لیکن اس پر مواخذہ مت فرما (یہ عود ہے مضمون بالا شعر کا اے خدا گر آں جوان کژ رفت راہ الخ وشعر تو ازاں خود بکن بروے مکیر الخ کی طرف غرض) عمادالملک کے (ذہن کے) اندر یہ خیالات (مذکورہ از شعر کاے خدا الخ الی شعر ایں جواں الخ) جوش زن ہو رہے تھے جیسا شیر بیشہ میں (جوش وخروش میں ہوتا ہے اور) اس کا ظاہر (جسم) سلطان کے روبرو کھڑا تھا (اور) اس کی روح پاک ریاض غیب میں (ان واردات اور مناجات میں مشغول) تھی مثل ملائکہ کے۔ واقلیم است میں (یعنی مقام الہام ومکالمت حق میں جس طرح الست بربکم مع جوابہ میں مکالمت مع الحق ہوئی) ہر لحظہ شراب نوشی تازہ سے مست ہو رہا تھا (یعنی سکر سے حال غالب ہوتا تھا اور خطاب من الحق کو اور پر صراحۃً مذکور نہیں لیکن ایسے مضامین چونکہ ملہم من اللہ ہوتے ہیں اس لئے ان کو کلام حق میں داخل کیا جس پر الست دال ہے جو کہ کلام حق تھا اور ملائکہ سے تشبیہ اسی غلبہ حال میں دی جس کا ذکر قرآن مجید میں حسب تفسیر منصوص فی الحدیث ہے حتی اذا فزع عن قلوبھم الآیہ عمادالملک کی مجموعی حالت یہ تھی کہ اس کے) باطن میں تو شادی تھی اور (اس کا) ظاہر مثل پر غم کے تھا (شادی کی وجہ مکالمت حق تھی اور غم کی وجہ فکر معاملہ صاحب اسپ تھی اور اس مجموعہ کے اعتبار سے گویا اس کے) تن مشابہ لحد میں ایک لطیف عالم تھا (یعنی جسم تنگی غم سے مثل لحد تنگ کے تھا اور اس کے اندر ان الہامات سے ایک شادی کا عالم تھا اور) وہ (معاملہ اسپ کے متعلق) اسی حیرت اور انتظار میں تھا کہ دیکھئے کیا ظاہر ہوتا ہے غیب اور نہاں سے (کہ دفعۃً) گھوڑے کو اس وقت خوارزم شاہ کے روبرو سرہنگ کشاں کشاں لائے (فقولہ اودریں حیرت بد معمول لقولہ اسپ را اندر

www.besturdubooks.wordpress.com

کشیدند کما اشرت الیه بالترجمة آگے گھوڑے کے اوصاف ہیں کہ) واقعی اس خرچ کبود کے نیچے ویسا گھوڑا قد میں اور دوش میں (اس وقت) نہ تھا اس کا رنگ ہر آنکھ کو چھینے لیتا تھا (کما یکاد البرق یخطف ابصارھم) مرحبا اس (اسپ) مولود من البرق والقمر پر (وجہ شبہ نور و صفائی ہے) وہ مثل چاند کے (اور) مثل عطارد کے تیز رو تھا (مراد چاند اور عطارد کی حرکت یومیہ نہیں ہے کیونکہ اس میں تو سب کواکب سیارہ کہ ان ہی میں کلام ہے متساوی ہیں تو تخصیص بے معنی ہوگی بلکہ مراد ان کی حرکات خاصہ بلا واسطہ فلک معدل النہار کے اور بواسطہ حوامل کے ہیں جو کہ افلاک شاملہ للارض میں محرک قریب ہیں کواکب کے یعنی بہ نسبت مدیر فی العطارد اور ممثل فی جمیع الکواکب اور مائل فی القمر کے کہ یہ تینوں بواسطۂ حوامل کے محرک ہیں اس لئے حوامل کو قریب کہا گیا ورنہ بہ نسبت تداویر غیر شاملہ للارض کے یہ حوامل بعید ہیں مگر ان تداویر کی تحریک سے دائرہ شاملہ للارض نہیں بنتا اور حرکات محوثہ فی المقام میں دوائر شاملہ للارض ہی معتبر ہیں پس حرکات راسمہ دوائر شاملہ میں محرک قریب حوامل ہیں اسی لئے ان حرکات کو خاصہ کہا گیا پس ان حرکات خاصہ مرتسمہ تحریک الحوامل میں سے جو کہ من المغرب الی المشرق ہونے میں سب مشترک ہیں سب سے زیادہ سریع حرکت قمر اور عطارد کی ہے چنانچہ عطارد کی حرکت یوم ولیلہ میں ایک درجہ اور انچاس دقیقہ اور سولہ ثانیہ اور چالیس ثالثہ ہیں اور قمر کی حرکت چوبیس درجہ اور بائیس دقیقہ اور ترپن ثانیہ اور بائیس ثالثہ ہیں اور اس قدر سریع اور کسی کوکب کی حرکت نہیں چنانچہ زحل کی دو دقیقہ اور پینتیس ثالثہ ہیں اور مشتری کی چار دقیقہ اور انچاس ثانیہ اور سولہ ثالثہ ہیں اور مریخ کی اکتیس دقیقہ اور سولہ ثانیہ اور چالیس ثالثہ ہیں اور زہرہ اور شمس کی انچاس دقیقہ اور آٹھ ثانیہ اور بیس ثالثہ ہیں یعنی ان میں سے کسی میں ایک بھی درجہ نہیں اور درجہ کہتے ہیں منطقہ کے تین سو ساٹھ حصوں میں سے ایک حصہ کو اور پھر ایک درجہ کے ساٹھ حصوں میں سے ایک حصہ کو دقیقہ کہتے ہیں پھر ساٹھویں دقیقہ کو ثانیہ اور ساٹھویں ثانیہ کو ثالثہ اسی طرح رابعہ و خامسہ و سادسہ وغیرہ کہلاتے ہیں ہذا کل من شرح الچغمینی اس تفصیل سے وجہ تخصیص ماہ اور عطارد کی مفہوم ہوگئی ہوگی آگے تیز روی کے لئے ایک اور تشبیہ دیتے ہیں کہ) گویا باد صرصر اس کا چارہ تھا نہ کہ جو (مثل دوسرے گھوڑوں کے کہ جو وغیرہ کھاتے ہیں اور اس نے گویا ریح صرصر کھائی اس لئے دوسرے گھوڑے اس کی برابر تیز نہ چل سکتے تھے آگے چاند کی سرعۃ سیر کو کہ شعر بالا میں مشبہ بہ تھی تصریحاً فرماتے ہیں کہ) چاند میدان آسمان کو ایک شب میں قطع کرتا ہے سیر اور رفتار میں (گو ظاہر الفاظ سے یہاں حرکۃ یومیہ متبادر ہوتی ہے کیونکہ حصہ مرئیہ آسمان کو قطع کرنا اسی حرکت سے ہوتا ہے لیکن اس کی نفی کی دلیل اوپر گزر چکی ہے باقی یہ کہ حرکت خاصہ میں یہ حکم عرصہ آسمان را کیسے صحیح ہوگا سو اس کی توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ عرصہ سے مراد حصہ معتد بہا ہو نہ کہ جمیع عرصہ چنانچہ ظاہر معنی پر بھی جمیع عرصہ مراد نہیں ہو سکتا بلکہ صرف حصہ مرئیہ اور اگر ظاہر کو ترک نہ کیا جاوے تو کواکب مشترکہ متساویہ فی الحکم میں سے قمر کی تخصیص کو تمثیلاً کہا جاوے گا آگے اس سرعۃ سیر قمر سے ایک مسئلہ اعتقادیہ کے عدم امتناع پر استدلال کرتے ہیں کہ) جب ایک شب میں قمر نے برجوں کو قطع کر لیا (پھر) کس سبب سے تو منکر ہوتا ہے معراج کا (کیونکہ آپ قمر سے بدرجہا افضل واکمل ہیں کما سیاتی فی الشعر الاتی پس مفضول کے لئے جب یہ صفت عجیبہ ثابت ہے تو اگر افضل کے لئے ہو تو کیا استبعاد ہے اور برج منطقہ البروج کا بارہواں حصہ ہے اگر قمر کی حرکت یومیہ لیجاوے تب تو ایک شب میں وہ تقریباً چھ برج کو قطع کرتا ہے تو یہ حکم صحیح ہو گیا اور گو بروج کا اعتبار فلک ثامن پر کیا گیا ہے لیکن اس کو جب قاطع عالم فرض کیا جاوے تو افلاک ممثلہ پر بھی ان بروج کو متوہم مان لیتے ہیں اور اگر حرکت خاصہ مراد لی جاوے تو اس کی حرکت خاصہ مذکورہ عنقریب بقدر ایک برج کے بھی نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ مقدار برج کی کہ بارہواں حصہ ہے منطقہ کا جو کہ تین سو ساٹھ درجہ پر منقسم ہے تیس درجہ ہوتے ہیں اور قمر چوبیس درجہ مع قدرے کسر قطع کرتا ہے تو اس صورت میں ابراج سے مراد اجزاء ابراج لیں گے آگے آپ کی افضلیت کو بیان کرتے ہیں یعنی) وہ عجیب در یتیم (یعنی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) تو سو چاند جیسے ہیں (یعنی چاند سے صدہا درجے بڑھے ہوئے ہیں چنانچہ ایک علامت افضلیت کی یہ ہے) کہ آپ کے ایک اشارہ سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا (سو آپ کے اکرام و اظہار کرامت کے لئے چاند کی ہیئت وترکیب کو بدل ڈالنا دلیل ہے آپ کی مقصودیت اور چاند کی تبعیت کی اور مقصود تبع سے افضل ہوتا ہے ایک مقدمہ یہ ہوا دوسرا مقدمہ اوپر کے شعر میں گزرا کہ چاند کے لئے یہ سرعت سیر جائز رکھی گئی۔ پس مدعا ثابت ہو گیا کہ پھر افضل کے لئے اس کا کیا استبعاد ہے جیسا احقر نے شعر بالا کی شرح میں اس کی تقریر بھی کر دی ہے اور اصل مقصود اس سے دفع استبعاد ہے ورنہ استدلال میں نظیر کی حاجت نہیں ہوا کرتی اور صاحب حمیدیہ نے سرعۃ سیر کا استبعاد ایک اس سے زیادہ سہل نظیر سے دفع کیا ہے وہ یہ کہ تحقیقات جدیدہ ہیئت میں یہ ثابت ہے کہ مشتری ستارہ ہماری زمین سے چودہ سو حصے بڑا ہے پھر وہ ایک گھنٹہ میں تیس ہزار میل چلتا ہے یعنی ایک منٹ میں پانچ سو میل اور ایک بار سانس لینے کی مقدار میں نو دس میل اور طبعی قاعدہ ہے کہ جسم متحرک جس قدر زیادہ چھوٹا ہو گا وہ سرعۃ حرکت کو زیادہ قبول کرے گا تو اب دیکھنا چاہئے کہ اس حساب سے جو جسم زمین کی برابر ہو اس کی حرکت کس قدر سریع ہو سکتی ہے اور پھر جسم انسان کی نسبت زمین کے ساتھ دیکھ کر اس کی نسبت مشتری کی ضخامت سے کی جاوے تو اس کی حرکت کس قدر سریع ہو سکتی ہے تو اس بناء پر تو معراج میں جس قدر حرکت سریع ہوئی ہے اس سے بدر جہا زائد سرعت غیر مستبعد ہے آگے دلیل فضل نبوی مذکور فی قولہ صد چو ماہ ست الخ میں ترقی فرماتے ہیں کہ آپ کے فضل کا منتہا یہی شق قمر نہ سمجھا جاوے کیونکہ) وہ عجیب معاملہ جو آپ نے شق القمر میں ظاہر فرمایا محض ادراک خلق کے ضعف کی مقدار پر تھا (یعنی اس سے زیادہ عجائب کے ادراک کا وہ تحمل نہ کر سکتے ورنہ) انبیاء ومرسلین کے (کہ آپ ان سب میں افضل ہیں) کاروبار (یعنی تصرفات تو افلاک وکواکب سے بھی باہر ہیں (میرے ذوق میں اس کی توجیہ یہ ہے کہ افلاک وکواکب تو مادی ہیں اور ارواح بقول اکثر اہل کشف مجرد ہیں جن کو بوجہ عدم تحیز وعدم تمکن کے بھی بروں از افلاک واختر کہنا صحیح ہے اور مادیات سے فوق فی المرتبہ ہونے کے اعتبار سے بھی بروں از افلاک واختر کہنا صحیح ہے اور انبیاء کا تصرف ارواح میں ہوتا ہے ارشاد وتربیت کے ساتھ چنانچہ ظاہر بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تو عالم ارواح میں ہونے کے وقت تصرف فی الارواح حتی فی ارواح الانبیاء نقل کیا گیا ہے اور واقع میں یہ اس سے زیادہ عجیب ہے اور غیر انبیاء کے تصرف فی الارواح سے شبہ نہ ہو کیونکہ یہ بہ تبعیت انبیاء ہے اسی وجہ سے غیر متبع اس سے عاری ہے پس وہ بھی انبیاء ہی کا معجزہ ہوا آگے اس تصرف خارج عن الافلاک والکواکب کے ادراک کا طریقہ بتلاتے ہیں تاکہ کوئی عدم ادراک کے سبب انکار نہ کر سکے یعنی) تو افلاک گروندہ سے باہر جا اور (پھر) اس وقت اس کاروبار (انبیاء) کو دیکھ (دوار مخفف دوار بالتشدید اور حالت موجودہ میں تو) مثل چوزہ پرند کے بیضہ کے اندر ہے (اس لئے) مرغان ہوا کی تسبیح کو نہیں سنتا (یعنی جیسا چوزہ محبوس بیضہ مرغان ہوا کی صوت نہیں سن سکتا اسی طرح تو گرفتار سفلیات ہے علویات کا ادراک نہیں کر سکتا اس سے رہائی حاصل کر اور عالم باطن سے مناسبت پیدا کر کہ برون رو کے یہی معنی ہیں پس تو بھی ان تصرفات فی الارواح کا مشاہدہ کرنے لگے گا آگے عود ہے قصہ کی طرف اور پھر فوراً ہی انتقال ہے مضمون حصہ کی طرف یعنی) معجزات (باعتبار کشف کنہ کے) اس مقام پر شرح میں نہیں آ سکتے (لتوقفها علی المناسبة بعالم الغیب الموقوفة علی

www.besturdubooks.wordpress.com

الصفا والجلاء اس لئے) اسپ اور خوارزم شاہ کا قصہ اور سرگذشت کہو (کہ وہ گھوڑا نہایت لطیف تھا کما ذکر قریبا من قولہ الحق اندر قولہ میر بودے وقولہ ہمچو ماہ آگے فرماتے ہیں کہ وہ گھوڑا ہو یا اور کوئی لطیف چیز ہو سب کی لطافت ظل ہے لطف حق کا پس) جس چیز پر بھی لطف حق کا آفتاب چمک گیا خواہ وہ سگ ہو یا اسپ ہو اس نے پرتو کہف کا پالیا (کذا فی الغیاث یعنی جس طرح اصحاب کہف کو پرتو حاصل ہوا گو دونوں جگہ اختلاف استعداد سے یہ پرتو مختلف ہو گا چنانچہ اس اختلاف کو آگے تصریحا بیان فرماتے ہیں کہ) تو اس کے شعاع لطف کو بھی یکساں مت جان (چنانچہ) سنگ کو اور لعل کو اس نے (جدا جدا) نشان دیا ہے (یعنی دونوں کو ماہیات وخواص میں ممتاز بنایا جس کا حاصل وہی اختلاف افاضہ حسب اختلاف استعداد ہے آگے اس اختلاف آثار وخواص کا بیان ہے کہ) لعل کے پاس اس (لطف حق کی تاثیر) سے ایک خزانہ حاصل شدہ ہے (اس کے آثار کا اور) سنگ کے پاس (اس سے) گرمی اور تابش (بمعنی گرمی بعطف تفسیری) ہے اور بس (یعنی اس میں لعل کی روشنی وزینت نہیں ہے آگے اس کی مثال ہے کہ) وہ دھوپ جو دیوار پر واقع ہوتی ہے وہ (نور وصفا میں) ویسی نہیں ہوتی جیسی کسی پانی سے جنبش کرتی ہوئی (نظر آوے یعنی پانی میں زیادہ روشن ہوگی چونکہ لطیف ہے اور دیوار کثیف ان اشعار میں مسئلہ مظہریت خلق للخالق کا اجمالاً بیان فرما دیا اور تفصیل اس مسئلہ کی بارہا گزر چکی ہے خصوص دفتر اول کی شرح کے حصہ اول میں قصہ طوطی وزیر کے بعد بعنوان اصطلاحی واسطہ فی العروض وفی الثبوت بہت مفصل لکھا گیا ہے پھر رجوع ہے حکایت کی طرف کہ) جب تھوڑی دیر تک اس (اسپ کے جمال) سے حیران ہو چکا وہ شاہ یکتا تو اپنا رخ عماد الملک کی طرف کیا (اور کہا) کہ اے بھائی کیا بہت عمدہ گھوڑا نہیں ہے یہ بہشت سے آیا ہے یہ عجائبات زمین کا نہیں ہے پس عماد الملک نے اس کو جواب دیا کہ اے بادشاہ (یوں تو) آپ کی رغبت سے دیو بھی مثل فرشتہ کے ہو جاتا ہے (اور) جس چیز کو آپ نظر میں لے آویں (سمجھنا چاہئے کہ) وہ عمدہ ہی ہوگی (یعنی ادب تو یہی ہے کہ جس چیز کو آپ مرغوب رکھیں اور اچھی بتلاویں ہم لوگوں کو چاہئے کہ اس کو یہی کہیں کہ واقع میں عمدہ ہے کما قیل اگر شہ روز را گوید شب ست ایں خصوص جبکہ آپ خود ہی پوچھیں جیسا اس وقت آپ پوچھ رہے ہیں اے اخی بس خوب اسپے نیست ایں تو جواب میں یہی کہنا چاہئے کہ اے اخی بس خوب اسپے ہست ایں لیکن اگر اس حسن ادب سے قطع نظر کر کے اظہار حقیقت کی اجازت دی جاوے تو حقیقت تو یہ ہے کہ) یہ مرکب (اگرچہ اکثر وجوہ سے) بہت خوب اور زیبا ہے لیکن (من کل الوجوہ زیبا نہیں چنانچہ) وہ سر جو اس کے دھڑ میں ہے وہ ناقص ہے (اور بدصورت) ہے گویا اس کا یہ سر شکل سر گاؤ کے ہے (ولم ارتض بما قال بعضہم فی تقریرہ بسبب میل توزیرا کہ حب از رویت قبح در محبوب مانع می آید اھ لانہ لا معنی لتخصیص بقولہ از میل تو وقولہ انچہ آوری خطابا للسلطان خاصۃ لان ہذا الامر عام لکل محب بخلاف ما قلت فان وجہ التخصیص فیہ الادب السلطانی بس) خوارزم شاہ کے دل میں یہ کلام کام کر گیا (اور) اس (کلام) نے اسپ کو نظر شاہ میں بے قدر کر دیا (اور اس کی واپسی کا حکم آگے مذکور ہوگا مولانا نتیجہ حکایت جس پر حکایت لائے تھے بیان فرماتے ہیں جو حکایت سے پہلے بھی مذکور ہوا ہے اور شروع سرخی میں بھی اس کا ذکر فرمایا ہے یعنی) جب غرض (کسی متاع کے معاملہ میں) دلال اور (بیع کی حالت) بیان کرنے والی ہو جاوے (وصف الغرض بوصف صاحبہ) تو تین گز پارچہ سے تو یوسف کو پا سکتا ہے (جیسے اخوان یوسف کو چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کو کنعان سے جدا کرنا مقصود تھا اس غرض کے غلبہ سے ان کے حسن وجمال کے موافق بھی قیمت نہ کہی کیونکہ اس میں احتمال تھا کہ شاید نہ بک سکیں بلکہ بہت معمولی داموں پر بیچ ڈالا کما قال و شروہ بثمن بخس دراہم معدودۃ اسی طرح یہاں چونکہ عماد

www.besturdubooks.wordpress.com

الملک کے بیان وصف اسپ کا منشا ایک غرض تھی کہ نظر شاہ میں اس کو بے قدر کر دے اس لئے وہ خوار اور ارزاں شمار ہونے لگا اور وجہ تشبیہ صرف یہ ہے کہ قطع نظر اس سے کہ یہ غرض محمود تھی یا مذموم کہ تشبیہ میں مماثلت من کل الوجوہ ضروری نہیں اور اس کو احقر آخر عشر سابع میں بضمن تقریر ربط اس حکایت کے ذکر بھی کر چکا ہے آگے اس کلیہ چوں غرض آمد الخ کا ایک جزئیہ اس کی تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ) جب مفارقت روح کا وقت ہوتا ہے (اس وقت) شیطان گوہر ایمان کا دلال ہوتا ہے (یعنی ایمان کو ارزاں بتلاتا ہے جس کی صورت آگے آتی ہے) پس (اس کے اغواء سے) احمق (جس کو دین کی عقل نہیں ہوتی) ایمان کو جلدی سے بیچ ڈالتا ہے اس تنگی کے وقت پانی کی ایک لٹیا کے عوض (کہ اس وقت پیاس غالب ہوتی ہے) اور شیطان ابریق آب دکھلا کر کہتا ہے کہ اگر ایمان ترک کر دے تو یہ تجھ کو دے دوں یہ صورت ہے ایمان کے ارزاں بتلانے کی یعنی بدلالت حال نہ بدلالت قال) اور وہ (محض) ایک خیال ہوتا ہے اور لٹیا (پانی کی) نہیں ہوتی (اور) اس دلال (یعنی شیطان) کا قصد بجز (ایمان کے) پارہ پارہ کرنے کے نہیں ہے (پس اس پر احمق فی الدین ایمان کو ترک کر دیتا ہے اور چونکہ ظاہراً اس میں استبعاد تھا کہ خیال کے عوض اپنا دین کون چھوڑ دیتا ہوگا آگے اس کو دفع کرتے ہیں کہ اس میں استبعاد ہی کیا ہے دیکھو) اس وقت کہ تو تندرست اور قوی ہے (مگر) صدق (یعنی تقویٰ و عبادت) کو (لذت دنیا کے) ایک خیال کے واسطے دے ڈالتا ہے (جس کی مثال ایسی ہے کہ گویا) تو ہر وقت معدن میں سے ایک موتی بیچ ڈالتا ہے (اور) بچہ کی طرح ایک اخروٹ لے لیتا ہے (چنانچہ شب و روز اکثر لوگوں کی حالت سے اس کا مشاہدہ ہوا کرتا ہے جب صحت و قوت میں تیرا یہ حال ہے جس میں ہمت و ضبط بھی آسان تھا) پس اس رنجوری اور یوم مرگ میں (کہ نہ قوت ہے نہ ہمت) کچھ عجیب نہیں اگر تیرا یہ عمل واقع ہو (کہ پانی سے صبر نہ کر سکے اور اس کا کہنا مان لے اس سے وہ استبعاد دفع ہو گیا اور اس سے تائید ہو گئی اس کلیہ چوں غرض آمد الخ کی کہ یہاں بھی شیطان صاحب غرض تھا اس لئے اس نے ایمان جیسے گوہر بے بہا کو کیسا حقیر نظر میں دکھلایا۔ احقر کہتا ہے کہ محض دفع استبعاد مستلزم وقوع نہیں اس کے لئے مستقل دلیل ثبوت کی حاجت ہے جو کہیں نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی۔ غالباً بناء علی المشہور ایسا لکھ دیا یا کسی خاص مقام پر کسی بزرگ کو یہ مکشوف ہوا ہو تب بھی استمرار و کلیت لازم نہیں یا کسی محتضر نے اپنا حال بیان کیا ہو تب بھی دوام لازم نہیں اور اگر کہیں ایسا واقع بھی ہوا ہو تو اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ بدحواسی و بے ہوشی کی حالت میں بھی ترک ایمان کا وقوع ہو سکتا ہے اور اس اعتقاد سے اپنے حسن خاتمہ سے مایوس نہ ہو جاوے کیونکہ ایسی حالت میں تو انسان مکلف بھی نہیں رہتا اور غیر مکلف کا ہر فعل عفو ہے بلکہ اس کی توجیہ ہوگی کہ جو شخص اس وقت باوجود بقاء عقل و ہوش قصداً اللہ و رسول کی تکذیب کرے وہ مسلوب الایمان ہوتا ہے ورنہ نہیں جیسا کہ حالت حیات میں یہی تفصیل ہے بلکہ سوء خاتمہ اکثر تو اس طرح ہوتا ہے کہ ایمان حالت حیات ہی میں ضائع کر چکا تھا استہزاء بالدین یا شبہات باطلہ کے اعتقاد سے مگر حیات میں اس پر متنبہ نہ ہوا تھا اس وقت متنبہ ہو گیا کہ وقت ہے کشف حقائق کا پس سلب حادث نہیں ہوا بلکہ ظاہر ہوا آگے بمناسبت بطلان خیال ابریق مذکور کے مطلقاً خیالات باطلہ کی حقیقت کی تحقیق اور ان سے تحذیر کا حکم فرماتے ہیں کہ) تیرے خیال میں (بعض اوقات) ایک صورت (مرغوب) جوش کرتی ہے (اور مستحسن معلوم ہوتی ہے مگر) چوٹ مارنے کے وقت (یعنی امتحان و تحقیق کے وقت) مثل جوز بوسیدہ کے (ثابت ہوتی ہے آگے اس کی تفسیر ہے کہ) شروع سے وہ خیال مثل بدر کے (کامل الحسن معلوم ہوتا) ہے لیکن آخر میں وہ مثل ہلال کے ہو جاتا ہے (آخر سے مراد یا تو آخر حسی کہ دنیا کی ہر شے جمیل آخر میں قبیح ہو جاتی ہے یا آخر نظری یعنی فکر سے اس کی حقیقت

www.besturdubooks.wordpress.com

کو کہ اس کے آثار کا مرجع و منتہیٰ ہے دیکھا جاوے یا نظر سے اس کے آخر حسی کو سوچا جاوے کہ یہ چیز ایسی ہو جاوے گی دونوں طرح سے اس کا نقص مدرک ہوگا پس) اگر اول ہی سے نظر کر لیا کرے اس کے آخر میں (وہذا یوید التوجیہ الاخیر) تو تو اس کے فریب سست سے فارغ ہو جاوے (یعنی اس کے خیال استحسان حالی سے مغرور نہ ہوا کرے۔ آگے اس خیال باطل مذکور کے مفہوم کا ایک مصداق بتلاتے ہیں جو کہ راس ہے تمام اشیاء باطلہ کا بلکہ کوئی شے باطل اس سے خارج نہیں پس فرماتے ہیں کہ) دنیا (مثل) جوز بوسیدہ (کے) ہے اے امین (پس) اس کا امتحان مت کر (کہ توڑنے سے بے مغز ہی ثابت ہوگا سو پہلے ہی سے قرائن صحیحہ سے اس کو بوسیدہ سمجھ اور اس کو دور کر اسی طرح دلائل صحیحہ نقلیہ و عقلیہ سے دنیا کو باطل اور مستہلک سمجھ کہ امتحان کی ضرورت نہ رہے) اس کو دور ہی سے دیکھ لے (اور معرفات مذکورہ سے پہچان لے خصوص جبکہ بارہا تجربہ بھی ہو چکا ہو من جرب المجرب الخ آگے اس کی تائید اس قصہ زیر بحث کے ایک جزو سے کرتے ہیں کہ اس میں من وجہ رجوع لطیف بھی ہے قصہ کی طرف مگر اس رجوع میں اس غرض سابق کے علاوہ غرض دوسری بدل گئی ہے کما ستعلم یعنی اول بینی میں جو کہ اوپر کے (اشعار میں مرہوب عنہ ہے اور آخر بینی میں جو کہ مرغوب فیہ ہے ایسا فرق ہے کہ) بادشاہ نے تو اس اسپ کو چشم حال سے دیکھا (اور یہ اول بینی تھی اور اس کے سبب مضرت ظلم میں مبتلا ہوا) اور اس عماد الملک نے چشم مآل سے دیکھا (اور یہ آخر بینی تھی اور اس کے سبب دافع ظلم ہوا چنانچہ آگے گھوڑے کے واپس کر دینے کا ذکر آوے گا آگے بھی اسی مضمون کی تاکید ہے یعنی) بادشاہ کی آنکھ دو گز (مسافت کو) دیکھتی تھی پیچ دار سوراخ سے (فی الغیاث بضم لام و فتح عین معجمہ و زای معجمہ سوراخ موش دشتی و آں بغایت پیچدار باشد لہذا نام نو عے از کلام مبہم کہ بفارسی چیستاں گویند اھ اور ظاہر ہے کہ جب سوراخ سید ھا نہ ہوگا تو اس سے نگاہ دور نہ جاوے گی اور) اس انجام بیں (عماد الملک) کی آنکھ پچاس گز دیکھتی تھی (اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ ایراد حکایت کی غرض سابق میں جس میں بادشاہ کی نظر کو تحقیق اور صحیح بیں اور عماد الملک کی نظر کو غرضی اور غلط انداز قرار دیا ہے اور اس حکایت کی اس دوسری رض میں جس میں بادشاہ کی نظر کو اول میں اور غلط بیں اور عماد الملک کی نظر کو آخر بیں اور صحیح بیں ٹھہرایا ہے تنافی ظاہر ہے بات یہ ہے کہ اعتبارات مختلفہ سے دونوں حکم صحیح ہیں پہلا حکم باعتبار حسن صورت اسپ کے تھا جو کہ واقع کے مطابق تھا اس لئے اس میں نظر حسن میں محقق تھی اور نظر قبح نما باغرض اور غلط انداز تھی اور دوسرا حکم باعتبار قبح عمل اخذ و غصب کے ہے کہ یہ بھی مطابق واقع کے ہے اس لئے اس میں نظر اول بیں کہ وہ اول تحصیل اسپ سے غلط بیں ہے اور نظر آخر بیں کہ وہ آخر وبال ہے اس اخذ و غصب کا صحیح بیں ہے پس حکایت سے دونوں غرضیں حاصل ہوئیں ایک غرض سبب سے ایراد حکایت کا دوسری غرض مسبب ہو گئی ایراد حکایت سے اور دونوں غرضیں اپنے اپنے مقام میں صحیح ہیں اور مجموعہ ہر دو مقام سے دو مسئلے حاصل ہوئے اول یہ کہ تحقیق فی نفسہ افضل ہے تقلید سے یہ مسئلہ حکایت سے پہلے مذکور تھا چشم داری تو بچشم خود نگر الخ گوش داری تو بگوش خود شنو الخ بے ز تقلیدے نظر را پیشہ کن الخ دوسرا مسئلہ یہ کہ بعض تقلید بعض تحقیق سے باعتبار خصوص محل کے افضل ہے جیسا بادشاہ نے اپنی تحقیق چھوڑ کر عماد الملک کی تقلید کی کما سیاتی قربا چشم خود بگذاشت الخ یہ مسئلہ یہاں بھی مذکور ہوا ہے اور اس سرخی کے اخیر میں بھی دوسرے عنوان سے مذکور ہوگا مکر کہ کرد آں عماد الملک الخ حیلہ محمود الخ مکر حق الخ اگرچہ یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اس محقق کے بعض اقوال کسی مصلحت و حکمت سے خلاف تحقیق ہیں جیسا یہاں بادشاہ کو یہ امر محسوس بھی ہو گیا تھا چنانچہ یہاں سے تمیں بتیس شعر کے بعد بادشاہ کا یہ قول اس پر دال ہے با دل خود شہ بفرمود الخ آگے بمناسبت مضمون پایاں بینی کے اس پایاں بینی کی مدح کرتے ہیں کہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

کیسا کچھ سرمہ ہے جو خدا تعالیٰ (کسی آنکھ میں) لگا دیتے ہیں جس سے سو حجابوں میں سے (بعض) روح راہ راست کو دیکھ لیتی ہے (چنانچہ) سیدنا صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھ چونکہ آخر کے ساتھ مقرون تھی۔ پس اس آنکھ سے (دیکھ کر) دنیا کو جیفہ فرمایا (اشارہ ہے الدنیا جیفۃ وطالبوکلاب کی طرف اور اس کے حدیث ہونے کی مجھ کو تحقیق نہیں آگے قصہ ہے کہ) اس کی اس ایک ہی مذمت سے کہ بادشاہ نے سنی اور بس (یعنی اور زیادہ سنی بھی نہیں) بالکل افسردہ ہو گیا اسپ کا میلان بادشاہ کے دل میں (یعنی اس کے دل سے اتر گیا اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس کی نظر میں مذموم ومکروہ ہو گیا بے قدری سے مذمومیت لازم نہیں کیونکہ محبوبیت ومبغوضیت کے درمیان میں ایک واسطہ بھی ہے کہ لا محبوب ولا مبغوض یہ واسطہ بے قدری کے ساتھ جمع ہو سکتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ وہ دل فریبی نہ رہی پس اب یہ شبہ نہیں وارد ہوتا کہ آگے اشعار بادل خود الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اس ذم کا معتقد ومصدق نہیں ہوا اور یہاں معلوم ہوتا ہے کہ اس مضمون ذم سے وہ متاثر ہوا جواب یہ ہے کہ تاثر مرتبہ تصدیق تک نہیں ہوا صرف وہ شغف جاتا رہا باقی یہ کہ باوجود عدم تصدیق کے شغف کیسے زائل ہوا بات یہ ہے کہ بحوائے ان من البیان لسحرا بعض عنوانات میں حق تعالیٰ نے خاص اثر رکھا ہے کہ باوجود عدم تصدیق وہ اپنا کام کر جاتے ہیں جس کا غیبی راز تو مولانا کے اس کلام میں عنقریب آتا ہے ایں بہانہ بود الی پاک بنائے اور حسی راز یہ ہے کہ اس عنوان سے کوئی خیال خاص ذہن میں جاگزیں ہو جاتا ہے وہ خیال اثر کرتا ہے جیسے اہل معقول نے شعر کی مثال میں نقل کیا ہے کہ کوئی شخص شہد کی نسبت مہوع وغیرہ کہنے لگے اور اس سے نفس میں انقباض ہو جاوے جیسے ایک شخص شہتوت اس لئے نہیں کھا سکتا تھا کہ اس کو دیکھ کر کیڑوں کا خیال آ جاتا تھا دیکھئے باوجود عدم تصدیق بلکہ تصدیق عدم کے کیسا اثر ہو جاتا ہے پس سب اشکال رفع ہو گیا اور گھوڑے سے دل اترنے کے بعد بادشاہ نے) اپنی آنکھ چھوڑ دی (یعنی اس کے مقتضا پر کہ استحسان واخذ ہے عمل ترک کر دیا اور) اس کی آنکھ (کے مقتضا) کو اختیار کیا (اور) اپنے ہوش (وتحقیق) کو چھوڑ دیا (اور) اس کے قول کو (تقلیدا) سن لیا (عنقریب اس تحقیق وتقلید کی بحث لکھ چکا ہوں آگے مولانا اس افسردگی کا غیبی راز جس کو احقر بھی لکھ چکا ہے فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حوادث ناسوتیہ کے اصل اسباب عالم غیب میں ہیں جن کے ساتھ اسباب عالم شہادت کی ایسی نسبت ہے جیسی بانگ در کو در کے ساتھ یعنی اصل موثر وہ اسباب غیبیہ ہیں جس طرح اصل موثر ستر مافی البیت میں در ہے نہ بانگ در خواہ بعض اوقات یہ اسباب غیبیہ خود بھی ان اسباب ناسوتیہ ہی سے حادث ہوئے ہوں کما سیاتی پاک بنائے کہ برساز دحصوں مثلاً عماد الملک نے ایک بات کہی اور وہ بوجہ اخلاص ونیاز وحسن نیت مقبول ہو گئی اس کی برکت سے قضاء حق نافذ ہوئی اور بادشاہ کا دل پھیر دیا اسی کو فرماتے ہیں کہ) یہ ایک بہانہ تھا (کہ عماد الملک کا قول اس کا ظاہری سبب بواسطہ خاص خیال کے ہو گیا ورنہ واقع میں) اس دیان فرد نے (عماد الملک کی جزو) نیاز (یعنی دعا والتجائی الباطن المذکور قبل عنوان مواخذہ یوسف بقولہ کاے خدا گر بخواں الخ وبعد ختم مضمون عنوان مذکور بقولہ آفتابا الخ) سے اس کو شاہ کے دل میں سرد کر دیا (اور) اس (دیان) نے اس (اسپ) کے حسن سے (شاہ کی) نظر کے سامنے دروازہ (جس میں سے حسن جھلکتا تھا) بند کر دیا (اور یہ نیاز خود اصلی سبب نہیں بلکہ اصلی سبب قضاء حق ہے مگر اس نیاز کے مقبول ہونے سے وہ قضاء حق واقع ہوئی اس لئے مجازاً اس کو سبب اصلی کہہ دیا پس سبب اصلی یہ تھا اور) وہ قول (عماد الملک کا) درمیان میں مثل بانگ در کے تھا (یعنی جس طرح دروازہ بند کرنے کے وقت کیواڑ کی آواز بھی ہوتی ہے مگر اس آواز کو مافی البیت کے مستور ہونے میں کوئی دخل نہیں ہوتا لیکن جس شخص نے فقط آواز سنی ہو اور دروازہ نہ دیکھا ہو اور آواز سننے کے بعد اندر کی چیزوں کو مستور پایا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتو وہ شخص ان کی مستوریت کا سبب اس آوازی کو سمجھے گا اسی طرح جو شخص سبب غیبی کو نہ دیکھے وہ اس حسن بندی اسپ کو اس صوت کی طرف کہ مثلاً کلام ہے عماد الملک کا منسوب کرے گا اور وجہ تشبیہ در اور بانگ در سے موثریت و عدم موثریت ہے پس یہ شبہ نہ کرنا چاہئے کہ بانگ در تو مسبب ہوتی ہے اور یہاں اس کا مشبہ یعنی قول عماد سبب تھا راز غیبی یعنی قضاء کا اور) اس نکتہ (یعنی جملہ عماد الملک کی) شاہ کی آنکھ پر حجاب کر دیا کہ اس پردہ سے چاند سیاہ دکھلائی دینے لگا (سیاہ سے مراد کم نور نہ کہ بدرنگ و مکروہ جیسا ابھی اس کی تحقیق گزری ہے کہ بادشاہ کی نظر میں اتنا حسین نہیں رہا تھا نہ یہ کہ زشت و مکروہ ہو گیا تھا آگے فاعل مذکور ہے پردہ کردکا یعنی حجاب کر دیا) اس تعمیر بنانے والے (کاریگر) نے جو کہ قلعے بناتا ہے عالم غیب میں گفتار اور افسوں سے (یہ تخصیص بعد تعمیم ہے کہ افسوں ایک قسم ہے گفتار کی خواہ افسوں متعارف ہو یعنی سحر وغیرہ یا غیر متعارف جیسے عماد الملک کا قول کہ مثل افسوں کے تھا یعنی ان اقوال ظاہری سے عالم غیب میں کچھ آثار پیدا ہوتے ہیں مثلاً قبول عند اللہ جس کی برکت سے قضا نافذ ہو جاوے مثلاً اور اسی کو مشابہ حصوں کہا گیا ابرام و استحکام میں اور اصل میں موثر حوادث مسببہ ناسوتیہ میں وہ ہیں رہے اسباب ناسوتیہ سو اگر خود ان آثار غیبیہ کے سبب ہیں کما فی ہذہ القصۃ تب تو وہ اسباب ناسوتیہ بواسطہ ان آثار غیب کے موثر ہوں گے اور اگر وہ اسباب ناسوتیہ سبب ان اسباب غیبیہ کے نہیں ہیں جیسے خود اسباب ناسوتیہ سے قضا متعلق ہوتی ہے تو پھر یہ اسباب ناسوتیہ مع اپنے مسببات کے اسباب غیبیہ سے مسبب ہوں گے بہر حال اصل موثر اسباب غیبیہ ہی ہوئے آگے اسی مضمون موثریت اسباب غیبیہ کی تفصیل کی طرف مع دیگر فروع ولواحق کے انتقال ہے)۔

بانگ درداں گفت را از قصر راز	تا کہ بانگ واشدست ایں یا فراز
گفتار کو قصر تخلی کے دروازہ کی آواز سمجھ	کہ یہ کشادہ ہونے کی بانگ ہوئی ہے یا بستہ ہونے کی
بانگ در محسوس و دراز حس بروں	تبصروں ایں بانگ و در لا تبصروں
یہ بانگ در تو محسوس ہے اور در خارج از حس ہے	تبصروں یہ بانگ در ہے اور در لا تبصروں ہے
چنگ حکمت چونکہ خوش آواز شد	تا چہ در از روض جنت باز شد
اگر حکمت کا چنگ خوش آواز ہوا	تو کونسا در روضہ جنت سے کھل گیا
بانگ گفت بد چو درو امی شود	از سقر تا خود چہ در وامی شود
اگر گفتار بد کی بانگ آرہتہ ہوتی ہے	تو سقر کا کونسا در کشادہ ہو جاتا ہے
بانگ در بشنو چو دوری از درش	اے خنک آں را کہ واشد منظرش
تو بانگ در سن لے اگر تو اس کے در سے دور ہے	اے شخص اس کے لئے تو تحسین ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا
چوں تو می بینی کہ نیکی می کنی	بر حیات و راحتے بر می تنی
جب تو دیکھے کہ تو نیکی کر رہا ہے	تو حیات اور راحت کی تیاری کر رہا ہے
چونکہ تقصیر و فسادے می رود	آں حیات و ذوق پنہاں میشود
جب کوئی تقصیر اور فساد جاری ہو رہا ہے	تو وہ حیات اور ذوق غائب ہو رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

دید خود مگزار از دید خساں	کہ بمردارت کشند ایں کرگساں
تو اپنی دید کو دید خساں کی وجہ سے مت چھوڑ	کیونکہ یہ کرگس تجھ کو مردار کی طرف کھینچتے ہیں
چشم چوں نرگس فرو بندی کہ چی	ہیں عصام ام کش کہ کورم اے اخی
آنکھ جو کہ نرگس کی طرح ہے تو بند کرلے کہ کیا بات ہے	ہاں میرا عصا پکڑ کر کھینچ کہ میں اندھا ہوں اے بھائی
ویں عصا کش کہ گزیدی در سفر	چوں بہ بینی باشد از تو کور تر
اور یہ عصا کش جو تو نے سفر میں اختیار کیا ہے	اگر تو دیکھے تو تجھ سے بھی زیادہ اندھا ہے
دست کورانہ بحبل اللہ زن	جز بر امرونہی یزدانی متن
حبل اللہ سے کورانہ تمسک کر	بجز امر و نہی ربانی کے قصد مت کر
چیست حبل اللہ رہا کردن ہوا	کیں ہوا شد صرصرے مرعاد را
حبل اللہ کیا چیز ہے ہوی کا ترک کرنا	کہ یہی ہوا عاد کے لئے صرصر ہو گئی تھی
خلق در زنداں نشستہ از ہواست	مرغ را پرہا بہ بستہ از ہواست
خلق زندان میں ہوا ہی سے بیٹھی ہے	مرغ کے پر ہوا ہی سے بندھ جاتے ہیں
ماہی اندر تابۂ گرم از ہواست	رفتہ از مستوریاں شرم از ہواست
ماہی گرم توے میں ہوا ہی سے ہے	مستورات سے اسی ہوا سے شرم رخصت ہو جاتی ہے
خشم شحنہ شعلہ نار از ہواست	چار میخ و ہیبت دار از ہواست
شحنہ کا غصہ ہوا ہی کا شعلہ نار ہے	چار میخ اور ہیبت دار ہوا ہی سے ہے
شحنۂ اجسام دیدی بر زمیں	شحنۂ احکام جاں راہم بہ بیں
تو نے شحنہ اجسام کو زمین پر دیکھ لیا	شحنہ احکام روح کو بھی دیکھ
روح را در غیب خود اشکنجہا ست	لیک تا نجہی شکنجہ در خفاست
روح کے لئے بھی غیب میں شکنجے ہیں	لیکن جب تک تو نہیں نکلا وہ شکنجہ مخفی ہے
چوں رہیدی بینی اشکنجہ دمار	زانکہ ضد از ضد گردد آشکار
جب تو چھوٹے گا تو اس شکنجہ ہلاکت کو دیکھے گا	اس لئے کہ ایک ضد دوسری ضد سے آشکارا ہوتی ہے
آنکہ درچہ زاد و درآب سیاہ	اوچہ داند لطف دشت و رنج چاہ
جو شخص کنویں میں اور آب سیاہ میں پیدا ہوا ہو	وہ کیا جانے لطف دشت کو اور رنج چاہ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں رہا کردی ہوا از بیم حق	در رسد سغراق از تسنیم حق
جب تو نے خوف حق سے ہوا کو ترک کر دیا	تو تجھ کو تسنیم حق سے پیالہ ملے گا
لاتطرق فی ھواک سلسبیل	من جناب اللہ نحوالسلسبیل
اپنی ہوا میں بھی مت چل سبیل کی درخواست کر	درگاہ الٰہی سے بجانب سلسبیل کے
لاتکن طوع الھویٰ مثل الحشیش	ان ظل العرش اولیٰ من عریش
تو مطیع ہوا مت ہو مثل گھاس کے	بے شک سایہ عرش اولیٰ ہے جھونپڑے سے

(اوپر حوادث ناسوتیہ میں اسباب غیبیہ کے مؤثر ہونے کا بیان تھا آگے اسی کی قدرے تفصیل پھر دوسرے مضامین اس کے مناسب مذکور ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) گفتار (ظاہری) کو قصر مخفی (فی عالم الغیب) کے دروازہ کی آواز سمجھ (اور سوچ) کہ یہ کشادہ ہونے کی بانگ ہوئی ہے یا بستہ ہونے کی (یعنی اگر اس گفتار کا اثر کسی مطلوب کا بسط ہے تو گویا وہ آواز ہے در کے کھلنے کی اور اگر قبض ہے تو گویا وہ آواز ہے در کے بند ہونے کی واللہ یقبض و یبسط و الیه ترجعون اور مصداق اس قصر کا اوپر لفظ حصوں واقع شعر سابق کی شرح میں مذکور ہو چکا ہے اور) یہ بانگ در تو محسوس ہے (کہ کائنات عالم شہادت سے ہے) اور در خارج از حس ہے (کہ کائنات عالم غیب سے ہے پس) تبصرون (کا ایک مصداق) یہ بانگ در ہے اور در لاتبصرون (کا ایک مصداق) ہے (یعنی قرآن مجید میں جو ہے فلا اقسم بما تبصرون وما لاتبصرون ان کا ایک ایک مصداق یہ بھی ہے آگے چنگ حکمت سے اسی بانگ در اور در کی دوسری قسم کی بعض جزئیات کا ذکر فرماتے ہیں جو جزئیات مذکورۂ سابقہ سے مختلف ہیں اور وہ اختلاف یہ ہے کہ اوپر در کے ساتھ موثرات غیبیہ کو تشبیہ دی تھی اور آگے آثار غیبیہ کو تشبیہ دیتے ہیں چنانچہ اوپر قضا و نحوہ کو در قرار دیا تھا اور گفتار ظاہری کو بانگ اور قضا موثر غیبی ہے اور آگے مثوبات جنان و عقوبات نیران کو در قرار دیں گے اور گفتار طاعات و معاصی کو بانگ اور مثوبات و عقوبات آثار ہیں اور تشبیہ اول میں تو کوئی اشکال نہیں مگر تشبیہ ثانی میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ جب مثوبات و عقوبات آثار ہیں تو وہ در کے مشابہ کیسے ہوئے کہ در تو بانگ میں موثر ہوتا ہے سو توجیہ اس تشبیہ کی یہ ہے کہ مبنیٰ اس کا محض خفا و ظہور ہے قطع نظر تاثیر و تاثر سے یعنی جس طرح در مخفی ہوتا ہے اور بانگ ظاہر اسی طرح مثوبات و عقوبات مخفی ہیں اور اقوال طاعت و معصیت ظاہر پس اوپر اقوال ظاہرہ محض علامت ہیں مشبہ بالباب کی اور آگے علت بھی ہیں اس کی اور علامت بھی اور مقصود مشترک جزئیات سابقہ و لاحقہ میں یہ ہوا کہ ناسوت پر نظر کو منحصر مت رکھو اصل چیز قابل نظر عالم غیب ہے موثر آ کان او اثرا اس کے بعد ایسے اعمال سے تحذیر کریں گے جن سے عالم غیب میں اثر بد و مضر پیدا ہو اور وہ عمل اتباع ہویٰ ہے احقر نے شروع تمہید میں مضامین مناسبہ سے یہی مضامین مراد لئے ہیں پس اول ان جزئیات قسم ثانی میں سے بعض کا بطور مثال کے ذکر فرماتے ہیں کہ مثلاً) اگر (گفتار) حکمت (وعلم) کا چنگ خوش آواز (اور ظاہر) ہوا تو (سمجھ لو کہ خبر نہیں) کونسا در روضہ جنت سے کھل گیا (اور اسی طرح) اگر گفتار بد کی بانگ آویختہ (کذا فی الغیاث فی معنی درو ایعنی متعلق بکام و زبان) ہوتی ہے تو (سمجھ لو کہ خبر نہیں) سقر کا کونسا در کشادہ ہو جاتا ہے (یعنی حسنہ سے عالم غیب میں جنت کا اثر اور سیئہ سے دوزخ کا اثر مرتب ہوتا ہے اور) تو بانگ در سن لے اگر تو اس کے در سے دور ہے (اور) اے شخص اس کے لئے تو چین ہے جس کا منظر کشادہ ہو گیا (اور اس کو در نظر آ گیا مطلب یہ کہ ہم نے جو جنت و سقر کو مرتب کہا ہے اعمال پر تو اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ نظر نہ آدیں تو اعمال تو محسوس ہیں جوان پر دال بھی ہیں پس شک مت کر اور آگے ترغیب دی ترقی کی کہ بصیرت مفتوح ہو جاوے اور ذوقاً جنان و نیران کا ادراک ہونے لگے کما للعارفین تو سبحان اللہ آگے اسی کی تاکید ہے دوسرے عنوان سے کہ طاعت پر راحت وثواب کا اور معاصی پر عقوبت کا عالم غیب میں ترتب ہوتا ہے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو دیکھے کہ (عالم ناسوت میں) تو نیکی کر رہا ہے تو (سمجھ لے کہ) حیات (دائمہ) اور راحت کی تیاری کر رہا ہے (جس کا تحقق عالم غیب میں ہو رہا ہے اور اسی طرح) جب (ناسوت میں) کوئی تقصیر اور فساد جاری ہو رہا ہے تو (اس سے عالم غیب میں) وہ حیات (مذکورہ) اور ذوق (روحانی) غائب (وزائل) ہو رہا ہے (کہ اس زوال کا ترتب بھی عالم غیب میں ہے اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ چوں تو می بینی کہ نیکی می کنی اور یہ کہا ہے کہ چونکہ تقصیر وفسادے می رود تو اس باب میں یعنی اعمال حسنہ وسیہ کے تمیز میں) تو اپنی دید کو دید خسان کے وجہ سے مت چھوڑ کیونکہ یہ کرگس تجھ کو مردار کی طرف کھینچتے ہیں (مطلب یہ کہ جن اعمال سے استدلال مثوبات و عقوبات پر کیا جاتا ہے ان کی تعیین میں تحقیق سے کام لینا محبان دنیا کی رائے پر مدارمت رکھنا کہ وہ تو تجھ کو دنیا ہی کی طرف لے جاتے ہیں جس سے مثل ان کے تیرا بھی یہ حال ہو جاوے گا افمن زین له سوء عمله فراٰه حسنا جیسا کفار کو گمراہوں کی تقلید سے پیش آیا اور ایسا نہ کرنا کہ) آنکھ جو کہ نرگس کی طرح (کھلی ہوئی) ہے (یعنی تحقیق پر قادر ہے اور اہل حق کی تقلید بھی ایک قسم ہے تحقیق کی اس کو) تو بند کر لے (اور گمراہوں سے پوچھتا پھرے) کہ کیا بات ہے (اور ان گمراہوں سے یہ کہے کہ) ہاں میرا عصا پکڑ کر کھینچ کہ میں اندھا ہوں اے بھائی اور (حقیقت یہ ہے کہ) یہ عصا کش جو تو نے سفر میں اختیار کیا ہے اگر تو (غور سے) دیکھے تو تجھ سے بھی زیادہ اندھا ہے (کیونکہ ضال کا قصد تو اس تقلید میں احیاناً اہتدا کا بھی ہوتا ہے بخلاف مضل کے کہ ہمیشہ اضلال ہی کا قصد کرتا ہے غرض ایسے شخص کی تقلید مت کر بلکہ اول تو تحقیق ومشاہدہ کا مرتبہ حاصل کر کہ عارف اور مبصر ہوتا ہے جن کو اعمال کا حسن وقبح دلیل شرعی کے ساتھ ذوق ووجدان سے بھی مدرک ہوتا ہے اور اگر یہ میسر نہ ہو اور ذوق ووجدان نصیب نہ ہو تو ظاہر شریعت ہی کا اتباع اعتقاد کے ساتھ کر آگے اسی کو کہتے ہیں کہ اگر تو محقق نہ ہو تو) حبل اللہ سے کورانہ (ومقلدانہ) تمسک کر (اور) بجز امر ونہی ربانی کے (اور کسی امر کا) قصد مت کر (کہ یہی امر ونہی یعنی احکام ظاہرہ شریعت مقدسہ کے حبل اللہ ہے اور اتباع شرع کی ضد چونکہ اتباع ہوئی ہے اور اتباع شرع مستلزم ہے ترک ہوئی کو اس لئے آگے حبل اللہ کی تفسیر اس لازم سے کرتے ہیں کہ) حبل اللہ کیا چیز ہے ہوئی (نفسانی) کا ترک کرنا (اور اس میں اشارہ ہے اتباع احکام کے تسہیل طریق کی طرف یعنی ہوئی نفسانی جو کہ اس سے مانع ہے اس کو ترک کر دینا معین ہوتا ہے اس میں اور اکثر اغلاط سے محافظت کا سبب ہوتا ہے آگے مذمت ہے اتباع ہوئی کی بغرض اس سے تحذیر کے جیسا کہ شعر جنگ حکمت کی تمہید میں بھی احقر نے اس کا ذکر کیا ہے یعنی ہم نے جو رہا کردن ہوا کا امر کیا ہے تو وجہ اس کی یہ ہے) کہ (وہ نہایت مذموم اور مضر ہے چنانچہ) یہی ہوا عاد کے لئے صرصر ہو گئی تھی (یعنی عقوبت کا سبب یہی اتباع ہوئی نفسانی وترک احکام الٰہیہ تھی اور) خلق (کثیر) زندان (متعارف) میں ہوئی ہی سے بیٹھی ہے (کہ ارتکاب جرائم کا سبب ظاہر ہے کہ یہی ہے اور) مرغ کے پر ہوئی ہی سے بندھ جاتے ہیں (کہ وہ حرص دانہ سے دام میں پھنس جاتا ہے اور) ماہی گرم توے میں ہوئی ہی سے ہے (کہ کھانے کی حرص سے شست میں الجھ گئی اور) مستورات سے اسی ہوئی سے شرم رخصت ہو جاتی ہے (کہ مال یا لذت کی حرص میں عورتیں فحش اختیار کرتی ہیں اور) شحنہ کا غصہ (مجرمین پر) ہوئی ہی کا شعلہ نار ہے (کہ ان مجرمین کا اتباع ہوئی سبب اس خشم کا ہوا اور) چار میخ (کہ ایک نوع ہے عقوبت کی فی الغیاث کہ مجرم را چہار میخ دست و پا بندند) اور ہیبت دار ہوئی ہی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے (یہ آثار تو ہوئی سے ناسوت میں مرتب ہوتے ہیں جن کا مورد اولاً جسم ہے اور اس کے واسطہ سے روح آگے عالم غیب میں اس ہوئی پر آثار کے ترتب کو بتلاتے ہیں جن کا مورد اولاً روح اور اس کے واسطہ سے جسم ہے اور زیادہ مقصود یہی بتلانا ہے جس کا ذکر اوپر بھی ہو چکا ہے کہ اعمال کے آثار عالم غیب میں متحقق ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) تو نے شحنہ (معذب اجسام کو زمین پر دیکھ لیا (نظر کو بڑھا کہ) شحنہ احکام روح کو بھی دیکھ (یعنی روح کے لئے جو آثار اعمال بد سے ثابت ہوتے ہیں وہ بمعنی الاحکام اور وہ آثار مشابہ شحنہ ہیں تنغیص و تعذیب روح میں ان کو بھی سمجھ آگے اس کا بیان ہے کہ) روح کے لئے بھی (عالم) غیب میں شکنجے (عقوبتیں) ہیں لیکن جب تک تو (اس عالم سے) نہیں نکلا وہ شکنجہ مخفی ہے (اور یہ ظاہر بات ہے مگر) جب تو (اس عالم سے) چھوٹے گا تو اس شکنجہ ہلاکت کو دیکھے گا اس لئے کہ ایک ضد دوسری ضد سے آشکارا ہوتی ہے (حاصل یہ کہ یہاں تو خود کدورات وظلمات میں مبتلا ہے جو کہ ایک قسم کا شکنجہ ہے تو نے فضا و وسعت دیکھی ہی نہیں جس سے زندان دنیا کا شکنجہ ہونا معلوم ہوتا مرنے کے بعد عالم قدس کا فضا و وسعت دیکھے گا پھر اپنی حالت حرمان پر نظر کر کے سمجھ میں آوے گا کہ میں شکنجہ میں ہوں اور اسی حکمت سے قبر میں کافر کو جنت بھی دکھلائی جاتی ہے تا کہ عقوبت کا پورا ادراک ہو کہ حسرت فوت نعیم کو اس ادراک کے تام ہونے میں دخل ہے اور آشکارا سے بھی ادراک تام مراد ہے ورنہ نفس ادراک عقوبت اس پر موقوف نہیں آگے شعر بالا کی ایک تائید ہے یعنی) جو شخص کنوئیں میں اور آب سیاہ میں پیدا ہوا ہو (اور وہاں ہی رہا ہو) وہ کیا جانے لطف دشت کو اور رنج چاہ کو (لطف دشت کو تو اس لئے نہیں جانتا کہ اس نے اس کا کبھی مشاہدہ ہی نہیں کیا اور رنج چاہ کو اس لئے نہیں جانتا کہ اس کی ضد کو کہ لطف دشت ہے نہیں دیکھا پس اسی طرح جو شخص ہمیشہ سے کدورت دنیا میں مبتلا ہے وہ عالم غیب کے نہ لطف کو جانے نہ عقوبت کو اور یہی مضمون تھا شعر سابق کا پس اس لئے وہاں جا کر بعد مشاہدہ عالم قدس کے وہاں کی عقوبت کا ادراک تام ہو گا حتیٰ کہ جن حضرات کو اس عالم کا لطف ذوق و بصیرت سے دنیا ہی میں محسوس ہو جاتا ہے وہ ظلمات اعمال و کدورات احوال کا یہاں بھی ادراک کرنے لگتے ہیں اور صدور معاصی سے بے حد پریشان و منقبض ہوتے ہیں اور بعد توبہ و اقلاع و اصلاح کے بے حد مسرور و منشرح ہوتے ہیں اور اس شعر کے مضمون پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جب چاہ میں پیدا ہوا اور یہ ضد ہے لطف دشت کی اور ضد سے ادراک ضد کا ہوتا ہے تو چاہئے کہ اس کو لطف دشت کا ادراک ہوا کرے پھر اس کے کیا معنی او چہ داند لطف دشت بات یہ ہے کہ ضد سے دوسری ضد کا ادراک جب ہوتا ہے جبکہ اس دوسری ضد کا بھی مشاہدہ ہو جاوے تب مقابلہ و موازنہ سے ادراک تام ہوتا ہے اور یہ نہیں کہ صرف ایک ہی ضد کا ادراک اس کے لئے کافی ہے آگے پھر عود ہے ترغیب ترک ہوئی اور تحذیر اتباع ہوئی کی طرف یعنی ترک ہوئی ایسی نافع چیز ہے کہ) جب تو نے خوف حق سے ہوا کو ترک کر دیا تو تجھ کو تسنیم حق سے پیالہ ملے گا (کذا فی الغیاث فی معنی مغراق اور پیالہ سے خواہ حسی مراد ہو جیسا جنت میں ملے گا یا معنوی جیسا عارفین کو یہاں ثمرات عطا ہوتے ہیں جب ترک ہوا ایسی چیز ہے تو اس کے اتباع سے ہمیشہ پر حذر رہ اور) اپنے ہوئی (نفسانی میں کبھی مت چل (اور) سبیل کی درخواست کر درگاہ الٰہی سے بجانب سلسبیل کے (من جناب اللہ اور نحو السلسبیل متعلق ہے سل کے یعنی سلسبیل تک پہنچنے کا راہ اللہ سے مانگ کہ وہ اتباع ہے احکام حق کا اور) تو مطیع ہوئی (نفسانی) مت ہو مثل گھاس کے (کہ تابع ہوائے عنصری ہوتا ہے پس ہوئی بالف مقصورہ بھی مشابہ ہے ہواء بالف ممدودہ کے اور) بیشک سایہ عرش (جو ترک ہوا ہے میسر ہو گا جیسا حدیث میں ہے کہ ایک وہ شخص بھی عرش کا سایہ پاوے گا جس کو کوئی عورت برے کام کے لئے بلاوے اور وہ خدا کے خوف سے باز رہے پس یہ سایہ) اولیٰ ہے جھونپڑے سے (یعنی لذت

www.besturdubooks.wordpress.com

دنیائے دینہ سے کہ مثل سایہ عرش کے خسیس المرتبہ و زائل ہے پس اس ظل عریش کو ظل عرش پر ترجیح مت دے آگے شاہ کا قصہ ہے اور اس میں بھی رجوع لطیف ہو گیا اس کی طرف کہ شاہ نے بھی ہوائے نفسانی کو ترک کر کے گھوڑا واپس کر دیا تھا چنانچہ آگے مذکور ہے مع دیگر افادات کے)

فائدہ:۔ شعر زین یکے زمش الخ سے اس مقام تک شرح لکھنے کے وقت معلوم نہیں کس سبب سے میری طبیعت بستہ رہی جس کی وجہ سے عبارت میں بے ساختگی نہیں رہی۔ واللہ یفعل مایشاء و یحکم مایرید.

گفت سلطاں اسپ را واپس برید	زود تر زیں مظلمہ بازم خرید
بادشاہ نے کہا کہ گھوڑے کو واپس لے جاؤ	بہت جلد مجھ کو اس مظلمہ سے چھڑاؤ
بادل خود شہ بفرمود ایں قدر	شیر را مفریب زیں راس البقر
اپنے دل سے کہا کہ اس قدر	شیر کو اس راس البقر سے فریب مت دے
پای گاؤ اندرِ میاں آری ز داؤ	رو نہ دوزد حق بر اسپے شاخ گاؤ
تو براہ حیلہ گاؤ کی ٹانگ کو بیچ میں گھسیڑے دیتا ہے	چل حق تعالیٰ اسپ پر شاخ گاؤ کو نہیں لگاتا
بس مناسب صنعت ست ایں شہرزاؤ	کے نہد بر جسم اسپ او عضو گاؤ
بہت ہی مناسب الصنعۃ ہے وہ	جسم اسپ پر گاؤ عضو کو کیسے رکھ دے گا
زاؤ ابداں را مناسب ساختہ	قصر ہائے منتقل پرداختہ
بانی تعمیرات نے ابدان کو مناسب بنایا ہے	چلتے پھرتے کو شک آراستہ کئے ہیں
درمیان قصر ہا تخریجہا	از سوی ایں سوی آں صہریجہا
ان کو شکوں کے درمیان میں منافذ ہیں	اس کی طرف سے اس کی طرف کو نہریں ہیں
وز دروں شاں عالمے بے منتہا	درمیان خرگہے چندیں فضا
اور ان کے درمیان میں ایک بے نہایت عالم ہے	ایک خیمہ کے اندر اتنے بڑے بڑے میدان ہیں
قبض و بسط چشم و دل از ذوالجلال	دمبدم چوں می کند سحر حلال
قبض و بسط بصر اور بصیرت کا جو ذوالجلال کی طرف سے ہوتا ہے	دمبدم کس طرح سے سحر حلال کرتا ہے
گہ چو کا بوسے نماید ماہ را	گہ نماید روضہ قعر چاہ را
وہ کبھی ماہ کو کابوس کی مشابہ دکھلا دیتا ہے	کبھی قعر چاہ کو باغ دکھلا دیتا ہے
زیں سبب درخواست از حق مصطفےٰ	زشت را ہم زشت و حق را حق نما
اسی سبب سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی	آپ زشت کو زشت اور حق کو حق ہی دکھلائیے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بآخر چوں بگردانی ورق	از پشیمانی نیفتم در قلق
تاکہ انجام کار میں جب آپ ورق الٹیں	میں پشیمانی سے قلق میں نہ پڑوں
مکر کہ کرد آں عماد الملک فرد	مالک الملکش بداں ارشاد کرد
جو کید کہ عماد الملک فرد نے کیا تھا	اس کو مالک الملک نے اس کی طرف رہنمائی فرمائی تھی
حیلۂ محمود ایں باشد و لیک	تو ممیز باش مرید راز نیک
یہ حیلہ محمود ہوتا ہے لیکن	تو مذموم کو محمود سے تمیز کرنے والا ہو
مکر حق سرچشمۂ ایں مکرہاست	قلب بین الاصبعین کبریاست
تدبیر حق ان سب حیل کا سرچشمہ ہے	قلب حضرت کبریا کی دو انگشت کے درمیان میں ہے
آنکہ سازد در دلت مکر و قیاس	آتشے داند زدن اندر پلاس
جو ذات کہ تیرے دل میں حیلہ اور قیاس کو پیدا کرتی ہے	وہ ٹاٹ میں آگ لگانا بھی جانتی ہے

بادشاہ نے کہا کہ (اس) گھوڑے کو (مالک کی طرف) واپس لے جاؤ (اور) بہت جلد مجھ کو اس مظلمہ (اخذ اسپ) سے چھڑاؤ (اور اس حکم دینے کے بعد) اپنے دل سے کہا کہ اس قدر شیر کو (یعنی مجھ کو) اس راس البقر (کے عنوان) سے (جو عماد الملک کے کلام میں مذکور ہے چوں سرگاو است گوئی ایں سرش) فریب مت دے (مطلب اس کا یہ ہے کہ میں اتنا نادان اور ناواقف نہیں کہ اس مضمون چوں سرگاو است الخ کو مطابق واقع کے سمجھ جاؤں کیونکہ ایسا وہ کر سکتا ہے جو گھوڑوں کی پہچان نہ رکھتا ہو میں جانتا ہوں کہ عماد الملک نے ایک تدبیر کی ہے استخلاص اسپ کی مگر چونکہ اس میں اس کو میرا بھی استخلاص مقصود ہے ظالمیت سے اور اس امیر کا مظلومیت سے اور یہ مقصود محمود ہے اور مقصود محمود کا ذریعہ وطریق بھی محمود ہے بشرط عدم مقتضی ذم کے اس لئے میں نے اس کے اس مضمون کو باوجود غیر واقعی سمجھنے کے قبول کر کے اس پر عمل کر لیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی توفیق عمل کے ساتھ یہ مدد فرمائی کہ وہ مضمون موثر ہو گیا جس سے وہ خیال افسردہ ہو گیا باقی میں گھوڑے کو اب بھی حسین سمجھتا ہوں اور حق اس مضمون کا یہ تھا کہ عماد الملک اس کا مخاطب ہوتا لیکن اس میں ایہام ہوتا عدم قبول کا نیز اظہار ہوتا عماد الملک کے کید کے منکشف ہو جانے کا اس لئے اپنے قلب کو خطاب کیا اور وجہ تصحیح خطاب قلب کی یہ ہے کہ قلب نے عماد الملک کی موافقت کی جس سے اس اسپ کا خیال چھوڑ دیا پس گویا قلب بھی اس مضمون میں اس کا مشارک ہے اور صیغہ نہی مفریب سے مقصود اس فریب وتدبیر کی ممانعت نہیں ہے بلکہ یہ انشاء بمعنی خبر ہے یعنی در فریب تو نیایم اور راس البقر سے تعبیر حکایۃً لقول العماد ہے آگے بھی یہی مضمون ہے کہ) تو (موافقۃً للعماد) براہ حیلہ (کما فی الغیاث فی معنی داؤ) گاؤ کی ٹانگ کو بیچ میں گھسیڑے دیتا ہے (یہ محاورہ ہے کہ اس کا مضمون تشبیہ اس معاملہ اسپ میں ملائے دیتا ہے) چل (میں تیرے اس حیلہ کو مطابق واقع کے نہ سمجھوں گا کیونکہ علاوہ اس کے کہ میں گھوڑوں کی پہچان میں مہارت رکھتا ہوں کما یدل علیہ کلمۃ شیر المذکورۃ فی الشعر السابق ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میں خوب جانتا ہوں کہ) حق تعالیٰ اسپ پر شاخ گاؤ (یعنی سرگاؤ) کو نہیں لگاتا۔ (وھذا من اطلاق الحال علی المحل او اللازم الاکثری علی الملزوم غرض یہ کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس قول کی تصدیق واقعی سے دوامر مانع ہیں ایک یہ کہ میں گھوڑوں کو پہچانتا ہوں وہ ویسا ہی ہے جیسا میں نے سمجھا تھا گو بتوفیق حق میری رغبت جاتی رہی فان زوال العمل لا یستلزم زوال العلم دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کی صنعت کلیاً ودواماً کامل اور مناسب ہے اور اس مانع ثانی میں مانع اول سے ترقی ہے کیونکہ مانع اول کا حاصل تو یہ ہے کہ وہ عرفاً بھی حسین ہے دوسرے کا حاصل یہ ہے کہ اگر بالفرض عرفاً بھی حسین نہ ہو جیسے بہت سی اشیاء وحیوانات اور انسان کریہ الصورت وقبیح المنظر اور بھدے سمجھے جاتے ہیں مگر نظراً الیٰ حکمة الباری فی صنعه میں پھر بھی حسین سمجھتا ہوں اور اس تقدیر تنزل پر تقریر میں ترقی ظاہر ہے گویا جز قصہ تو جواب بمانع اول ہی ہے اور جواب بمانع ثانی ایک گونہ انتقال ہے قصہ سے حصہ کی طرف جس میں مستقلاً یہ بتلاتا ہے کہ قبیح عرفی کو بھی قبیح حقیقی نہ سمجھنا چاہئے کہ اس میں بھی حکمتیں ہیں بلکہ جو چیزیں حقیقۃً بھی قبیح ہیں جیسے افعال قبیحہ یا ان کے فاعلین کی شرع نے ان کو قبیح بتلایا ہے جس کے بعد ان کے قبیح حقیقی میں کوئی شک نہیں ان قبائح حقیقیہ کو بھی من کل الوجوہ قبیح نہ سمجھنا چاہئے بلکہ ان کو حقیقۃً قبیح کہا جاوے گا اور بالنظر الی الحکم المودعة فیہا للعارض غیر قبیح کہا جاوے گا کما قال مولانا فی بعض المقامات کفر ہم نسبت بخالق حکمت ست در بما نسبت کنی کفر آفت ست۔ اسی لئے محققین نے کہا ہے کہ شر مطلق کوئی چیز نہیں اور یہاں تو گھوڑا شرعاً وحقیقۃً بھی قبیح نہیں اس لئے اس کو حقیقۃً حسن کہا جاوے گا کہ دلیل قبیح حقیقی مطلقاً منتفی اور دلیل حسن یعنی کمال صنعت وتضمن حکم ومصالح موجود چنانچہ حکم مذکور مصرعہ مذکور کا مبنیٰ حسن صنع حق کا ہونا آگے مصرحاً مذکور ہے یعنی) یہ صناع شہر (یعنی خالق عالم کما فی الغیاث زادٗ معمار) بہت ہی مناسب الصنعت ہے (اس کی ترکیب مثل حسن الوجہ کے ہے اے مناسب صنعۂ پھر) وہ جسم اسپ پر گاؤ کے عضو کو (مثلاً سر کو) کیسے رکھ دے گا (بلکہ اس) بانی تعمیرات نے (تمام) ابدان کو مناسب بنایا ہے (تخصیص ابدان کی اس لئے ہے کہ محسوس وہی ہیں اور ان ہی میں حسن وقبح کا حکم کرنے کی عادت ہے ورنہ ارواح بھی اس حکم مناسبت صنع میں شریک ہیں اور اس بانی نے) چلتے پھرتے (یعنی زندہ) کوشک آراستہ کئے ہیں (کذا فی الغیاث فی معنی پرداختن آگے ان کی آراستگی کا بیان ہے یعنی) ان کوشکوں کے درمیان میں منافذ ہیں (ارادۂ بالتخریج سببه و کون المنافذ سبب التخریج لاشیاء و کذا الدخول ظاهر اور) اس (ایک منفذ) کی طرف سے اس (دوسرے منفذ) کی طرف کو نہریں (جاری) ہیں (ان قصر ہائے منتقل ومتحرک سے مراد ابدان حیوانات کے ہیں جن میں انسان بھی داخل ہے اور یہ وصف اس کے عجیب ہونے کے سبب بڑھایا ورنہ قصر عرفی تو غیر منتقل ہوتا ہے ان کو شک تشبیہاً کہا کہ ان میں بالکل ایک عجیب چلتی پھرتی کا سا کارخانہ ہے اور منافذ سے مراد بدن کے وہ تمام حصے ہیں جن سے عروق متصل ہیں کہ تغذیہ کے لئے دم ان میں نفوذ کرتا ہے اور نہروں سے مراد یہی عروق ہیں اور ان کا بدن بھر میں جال کی طرح پھیلا رہنا معلوم ہے جس کی تفصیل علم تشریح میں خوب مبسوط ہے جس کے مطالعہ سے حق تعالیٰ کی صنعت کی عظمت معلوم کرکے حیرت ہوتی ہے یہ تو مطلق ابدان حیوانات کا حکم مشترک تھا آگے بطور تخصیص بعد التعمیم کے خاص ابدان انسانیہ مع ما فیہا من القویٰ الخاصہ کے متعلق مضمون فرماتے ہیں کہ ان ہی قصر ہائے ابدان مذکورہ میں بعض ابدان وہ ہیں کہ یہ احکام عامہ مذکورہ تو ان کے لئے ثابت ہیں ہی) اور (ان کے علاوہ خاص احکام یہ ہیں کہ) ان کے درمیان میں ایک بے نہایت عالم ہے (جس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ تو ایسی بات ہوگئی کہ جیسے گویا) ایک خیمہ کے اندر اتنے بڑے بڑے میدان ہیں (مراد اس سے انسان کا مظہر جامع ہونا ہے جس کی تفسیر یہ ہے کہ تمام اجزاء عالم جن اسماء الٰہیہ کے مظاہر ہیں انسان منفرداً ان سب اسماء کا مظہر ہے اور

www.besturdubooks.wordpress.com

عالم کی حقیقت ان اسماء کے آثار ہیں جب انسان تمام اسماء کا مظہر ہوا تو لامحالہ ان سب اسماء کے آثار کا بھی جامع ہوگا اور یہی آثار حقیقت تھے عالم کے پس اس طرح سے وہ تمام عوالم بے منتہا بمعنی کثیرہ کا جامع ہوا اور تحقیق و تفصیل اس مسئلہ کی احقر کے رسالہ انوار الوجود میں بقدر ضرورت مذکور ہے اور عوالم کو جمع اس لئے لائے کہ ہر نوع ایک عالم ہے جیسا قرآن مجید میں اسی بناء پر عالمین فرمایا ہے اور چونکہ اسماء الٰہیہ میں سے قابض و باسط بھی ہے اور انسان پر ان کی بھی تجلی ہوتی ہے اس لئے ان کے بعض آثار بیان فرماتے ہیں کہ) قبض و بسط بصر اور بصیرت کا جو ذوالجلال کی طرف سے ہوتا ہے (کہ وہ تجلی ہے قابض و باسط کی وہ) دمبدم کس طرح سے سحر حلال (یعنی تصرف صعب لاقترانہ بالحکمۃ) کرتا ہے (یعنی) وہ کبھی ماہ کو کابوس کی مشابہ دکھلا دیتا ہے (اور) کبھی قعر چاہ کو باغ (کے مشابہ) دکھلا دیتا ہے (کابوس ایک دماغی مرض ہے جس سے سوتے میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے دبالیا اور آواز تک نہیں نکلتی مراد اس سے موجب انقباض و تنگی مطلب یہ کہ کبھی ماہ کو موجب انبساط ہے بشکل موجب انقباض معلوم ہوتا ہے اور یہ تجلی ہے قابض کی اور کبھی چاہ کہ موجب انقباض ہی بشکل موجب انبساط معلوم ہوتا ہے اس کو عجیب اور قوی ہونے کے سبب سے سحر کہا اور حلال اس لئے کہا کہ حق تعالیٰ کا ہر تصرف خیر ہے گو کسی خاص کے ضرر کے اعتبار سے اس کے حق میں خلاف خیر ہو اور مصداق اس موجب انبساط و موجب انقباض کا حق و باطل ہے کہ حق کا سبب راحت ہونا اور باطل کا سبب کلفت ہونا ظاہر ہے خلاصہ یہ ہوا کہ قابض کی تجلی سے کبھی ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ حق بصورت باطل نظر آنے لگتا ہے اور اس سے منقبض اور معرض ہو جاتا ہے اور باسط کی تجلی سے کبھی ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں کہ باطل بصورت حق نظر آنے لگتا ہے اور اس سے منبسط و مرتبط ہو جاتا ہے یہ حاصل ہوا ان دونوں شعروں کا اور تخصیص ان دو اسماء کی ذکر کے ساتھ تمثیلاً ہے اور نکتہ ترجیح کا یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی تجلی محل تنبہ ہے تاکہ حق و باطل میں تمیز کی کوشش کرے کہ اس تمیز کے اسباب بھی اختیار میں دیئے ہیں اور ان آثار مذکورہ کا محل اصل میں قلب ہے مگر چشم کے ذکر میں عجب نہیں اس طرف اشارہ ہو کہ اکثر اس غلطی کا سبب اولاً ادراک حسی ہوتا ہے چنانچہ حواس کو جواسیس قلب کہا جاتا ہے مثلاً کسی چیز کو دیکھ کر یا کسی بات کو سن کر شہوت یا غضب کا غلبہ ہوا اور اس سے عقل مغلوب ہو کر غلطی میں مبتلا ہوگئی اور یہ دونوں شعر تمام نسخوں میں مقدم و موخر تھے مگر میرے قلب پر بے ساختہ بے حد تقاضا معلوم ہوا کہ شعر قبض و بسط الخ کو مقدم لکھوں اور گہ چو کابوسے الخ کو موخر جس کی وجہ یہ ہے کہ تقریر مطلب اسی طرح آسان معلوم ہوئی اور اگر نسخوں کی ترتیب پر رکھا جاوے تو اس صورت میں نماید کا فاعل ضمیر مستتر راجع الی الحق ماننے سے یہ اقرب الی السیاق ہے کہ قبض و بسط مذکور موخراً کو مانا جاوے اور مصرعہ دمبدم بطور خلاصہ کے ہو جاوے گا اور اوپر جس تصرف کا بیان ہے اس کے وقوع پر ایک تفریع بطور اس کی تائید کے کرتے ہیں کہ) اسی سبب سے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی (کہ اے اللہ) آپ زشت کو زشت اور حق کو حق ہی دکھلایئے (اشارہ ہے دعائے اللھم ارنا الاشیاء کما ھی کی طرف جس کے الفاظ حدیث میں میری نظر سے نہیں گزرے لیکن مضمون اس کا بہت حدیثوں میں وارد ہے مثلاً اھدنی ولاتضلنی کا یہی حاصل ہے آگے حضور کی اس دعا کی غایت ہے یعنی اے اللہ یہ دعا اس لئے کرتا ہوں کہ) تاکہ انجام کار میں جب آپ (حیات کا) ورق الٹیں (یعنی حیات متبدل بہ وفات ہو جو وقت ہے انکشاف حقائق کا اور اس وقت حق و باطل میں تمیز ہو سو اس وقت) میں پشیمانی سے قلق میں نہ پڑوں (اس لئے ابھی وقت مجھ کو حفاظت میں رکھئے کہ التباس موجب للقلق سے بچا رہا ہوں فی چراغ ہدایت ورق گشتن دگرگوں شدن حال اھ قلت ویوخذمن ھذا ان ورق

گردانیدن دگرگوں کردن حال اور چونکہ ظاہراً اس مضمون بالا سے غلط بینی و غلط اندازی کا مطلقاً مضر ہونا مفہوم ہوتا ہے حالانکہ بعض افراد اس کے نافع بھی ہیں جیسے عماد الملک نے اس گھوڑے کی غلط مذمت کر کے غلط اندازی کی اور وہ سبب ہو گئی بادشاہ کے معصیت سے بچنے کا اس لئے آگے بطور استدراک کے اس کا استثنا کرتے ہیں اور من وجہ اس میں لطافت کے ساتھ رجوع بھی ہو گیا قصہ کی طرف باعتبار بحث کے اس کے ایک جزو سے یعنی ہر تلبیس قابل استعاذہ نہیں بلکہ بعض تلبیس مطلوب بھی ہے چنانچہ) جو کید کہ عماد الملک فرد نے کیا تھا اس کو مالک الملک نے اس کی طرف رہنمائی فرمائی تھی (یعنی الہام سے سو) یہ حیلہ محمود ہوتا ہے (کما قال تعالیٰ کذلک کدنا لیوسف اب اس سے تمتع نفس سے احتمال تھا کہ وہ تمام حیل کو محمود ہی سمجھنے لگے جیسے بعض نے حیل باطلہ کا نام حیل شرعیہ رکھا ہے اس لئے فرماتے ہیں کہ گو بعض حیل محمود بھی ہوتے ہیں) لیکن تو (حیلہ) مذموم کو (حیلہ) محمود سے متمیز کرنے والا رہ (جس کا قاعدہ یہ ہے کہ جس حیلہ سے کوئی مصلحت شرعیہ فوت نہ ہو وہ جائز ہے اور جس سے کوئی مصلحت شرعیہ حاصل ہوتی ہو وہ محمود ہے اور جس سے کوئی مصلحت شرعیہ ضائع ہوتی ہو وہ مذموم اور باطل ہے مثال الجائز قولہ علیہ السلام لبلال بع الجمع بالدراھم ثم ابتع بالدراھم مثال المحمود صنع عماد الملک مثال المذموم حیلۃ اسقاط الزکوۃ او حیلۃ اکل الرباء اور چونکہ امثال حیلہ عماد الملک کے اختیار کرنے میں ممکن تھا کسی کو اپنی ذہانت وفطانت پر ناز و عجب ہو جاتا اس لئے آگے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) تدبیر حق ان سب حیل کا سرچشمہ ہے (کما قال تعالیٰ واللہ خیر الماکرین اور) قلب حضرت کبریا کی دو انگشت کے درمیان میں ہے (پس یہ ذکاوت اور زیرکی تمہاری خانہ زاد بھی نہیں بلکہ مستعار اور مستفاد ہے حضرت حق سے اور پھر اس کے القاء و افادہ میں وہ مضطر بھی نہیں ان کی قدرت واختیار میں ہے پھر تمہارا عجب عجب ہے پھر یہ بھی ناز نہ کرنا کہ القاء کے قبل قبل تو ہم کو عجب نامناسب تھا کہ شاید القاء نہ ہوتا لیکن القاء کے بعد تو وہ ہماری صفت بن گیا اور افادہ سے مستغنی ہو گئے سو یہ ناز نہ کرنا اس لئے کہ) جو ذات کہ تیرے دل میں حیلہ اور قیاس کو پیدا کرتی ہے وہ (تیرے) ٹاٹ (پالان میں آگ لگانا بھی جانتی ہے (یعنی تیرے ذخیرہ علم حاصل کو معدوم بھی کر سکتی ہے کما قال تعالیٰ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک ثم لاتجدلک بہ علینا وکیلا الا رحمۃ من ربک الایہ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ وہ قادر مطلق ہیں پھر بھی عجب واستغناء کی کہاں گنجائش رہی آگے تتمہ ہے قصہ محتسب وقرضدار کی جو عشر سابع میں شروع ہوا تھا۔

رجوع کردن بقصۂ آں پائمرد و آں غریب وامدار و باز گشتن ایشاں از سر گور خواجہ و خواب دیدن پائمرد خواجۂ محتسب را

مددگار اور اس قرضدار پردیسی کے قصہ کی طرف رجوع اور ان کا خواجہ کی قبر کے سرہانے سے واپس آنا اور مددگار کا خواجہ محتسب کو خواب میں دیکھنا

بے نہایت آمد ایں خوش سرگذشت	چوں غریب از گور خواجہ باز گشت
بے ختم رہ گئی وہ سرگذشت	جب غریب الوطن خواجہ کی قبر سے واپس ہوا
پائمردش سوی خانہ خویش برد	مہر صد دینار را با او سپرد
تو پائمرد اس کو اپنے گھر لے گیا	مہر سو دینار کی اس کو سپرد کر دی

www.besturdubooks.wordpress.com

لوتش آورد و حکایتہاش گفت	کز امید اندر دلش صد گل شگفت
تکلف کا کھانا اس کے سامنے لایا اور اس سے بہت سی حکایات بیان کیں	کہ اس کے دل میں امید کے صدہا گل شگفتہ ہو گئے
آنچہ بعد العسر یسر او دیدہ بود	با غریب از قصۂ آں لب کشود
اس نے جو کچھ دشواری کے بعد آسانی دیکھی تھی	اس غریب الوطن کے سامنے اس کے قصہ کا بیان کیا
نیم شب بگذشت افسانہ کناں	خواب شاں انداخت تا مرعائی جاں
قصہ کہانی کہتے ہوئے آدھی رات گزر گئی	خواب نے ان کو چراگاہ ارواح کی طرف جا ڈالا
دید پا مرد آں ہمایوں خواجہ را	اندراں شب خواب در صدر سرا
پامرد نے اس مبارک خواجہ کو	اس شب میں خواب میں مکان کے صدر میں دیکھا
خواجہ گفت اے پایمرد با نمک	آنچہ گفتے من شنیدم یک بیک
خواجہ نے کہا کہ اے پامرد با نمک	وہ غریب الوطن جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک کر کے سب سنا
لیک پاسخ دادنم فرماں نبود	بے اشارت لب نیارستم کشود
لیکن جواب دینے کا مجھ کو اذن نہ تھا	بدوں اشارہ کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا تھا
ما چو واقف گشتہ ایم از چون و چند	مہر بر لبہائی ما بنہادہ اند
ہم چونکہ واقف ہو گئے ہیں کیفیت و کمیت سے	ہمارے لبوں پر مہر رکھ دی ہے
تا نگردد رازہائے غیب فاش	تا نگردد منہدم عیش و معاش
تا کہ اسرار غیب فاش نہ ہو جاویں	تا کہ انتظام معاش منہدم نہ ہو جاوے
تا ندرد پردۂ غفلت تمام	تا نماند دیگ محنت نیم خام
تا کہ پردۂ غفلت بالکل ہی دریدہ نہ ہو جاوے	تا کہ دیگ حکمت نیم خام نہ رہ جاوے
تا نگردد ہیچکس واقف بداں	تا نسوزد پردۂ دعوٰی وراں
تا کہ کوئی شخص اس پر واقف نہ ہو	تا کہ اہل دعوے کا پردہ نہ جل جاوے
تا نیفتد از طبق سرپوش غیب	می نبیند دیدنی را عین ریب
اس مصلحت سے کہ طبق سے حجاب غیب زائل نہ ہو جاوے	قابل دید چیز کو چشم اہل ریب کی نہیں دیکھتی ہے
ما ہمہ گوشیم گر شد نقش گوش	ما ہمہ نطقیم لیکن لب خموش
ہم سراپا گوش ہیں اگر نقش گوش جاتا رہا ہے	ہم سراپا نطق ہیں لیکن خاموش لب ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ماہمہ عینیم گر شد نقش عین	بل ہمہ عینیم مابے میغ و غین
ہم سراپا چشم ہیں اگر نقش چشم جاتا رہا ہے	بلکہ ہم تو سراپا آفتاب ہیں بدوں ابر و غبار کے
غرق دریائیم گرچہ قطرہ ایم	جملگی شمسیم گرچہ ذرہ ایم
ہم غرق دریا ہیں اگرچہ قطرہ ہیں	ہم تمامی شمس ہیں اگرچہ ذرہ ہیں
بے حجاب دردگل آبیم صاف	در جہان جاوداں گشتہ معاف
ہم بلا حجاب درد گل کے آب صاف ہیں	عالم جاودانی میں معاف ہو گئے
ہرچہ ماداریم دیدیم ایں زماں	اینجہاں پردست وعین ست آنجہاں
ہم نے جو کچھ دیا تھا اس وقت ہم نے دیکھ لیا	کہ وہ جہاں پردہ ہے اور یہ جہاں ظاہر ہے
روز کشتن روز پنہاں کردن ست	تخم درخاکے پریشاں کردن ست
بونے کا دن پنہاں کرنے کا دن ہے	تخم کو خاک میں بکھیر دینا ہے
وقت بدرودن گہہ منجل زدن	روز پاداش آمد و پیدا شدن
کاٹنے کا وقت درانتی لگانے کا	وقت پاداش کا اور ظاہر ہونے کا دن ہے

(نہایت بمعنی ختم یعنی) بے ختم رہ گئی وہ سرگذشت (قرضدار کی بیچ میں اور اور مضمون آگئے اب اس کو ختم کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ) جب (وہ) غریب الوطن (الخ اور بعض نسخوں میں بجائے آن کے ایں خوش سرگذشت ہے تو معنی یہ ہوں گے کہ یہ مضمون لطیف عجائب تصرفات الٰہیہ کا جو متصل اشعار بالا میں مذکور ہوا ہے بے نہایت ہے احاطہ میں نہیں آسکتا اس لئے قصہ اس غریب کا پورا کرو کہ جب وہ غریب الوطن) خواجہ (محتسب) کی قبر سے (بہت سا درد و غم ظاہر کر کے) واپس ہوا تو (وہ) پایمرد اس کو اپنے گھر لے گیا (اور) مہر سو دینار کی (مراد محفوظ کیسہ مشابہ مہر زدہ) اس کو سپرد کر دی (جو اس نے چندہ کیا تھا اور حکایت خوارزم شاہ کے قبل جو دامدار کا یہ قول بخطاب محتسب آیا ہے ہست صد دینار ازیں تو زیع وبس وہ مستلزم اس کو نہیں کہ اس کے قبضہ میں آگیا تھا اس قول کے لئے تو اس کا علم بھی کافی ہے سو علم چندہ کا اس کو بھی تھا اور دینار دے کر) تکلف کا کھانا اس کے سامنے لایا اور اس سے بہت سی (ایسی) حکایات بیان کیں کہ (ان کو سن کر) اس کے دل میں امید کے صدہا گل شگفتہ ہو گئے (اور اس کی یہی غرض تھی ان حکایات کے بیان کرنے سے جس سے اس کی ناامیدی کم ہو چنانچہ آگے ان حکایات کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ وہ کس قسم کی حکایات تھیں یعنی) اس (پایمرد) نے (اپنی عمر میں) جو کچھ دشواری کے بعد آسانی دیکھی تھی (جو اکثر شخصوں کو پیش آتی ہے کہ مصیبت کے بعد راحت بھی ہو جاتی ہے) اس غریب الوطن کے سامنے اس کے قصہ کا بیان کیا (اور اسی طرح) قصہ کہانی کہتے ہوئے آدھی رات گزر گئی (اور پھر) خواب نے ان کو چراگاہ ارواح (یعنی عالم ارواح) کی طرف جا ڈالا (یعنی خواب سبب ہو گیا ان کی ارواح کے متوجہ ہو جانے کا اس عالم کی طرف جیسا کہ خواب کا خاصہ ہے کہ اس سے روح ملاء اسفل سے ملاء اعلیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اور) پایمرد نے اس

www.besturdubooks.wordpress.com

مبارک خواجہ (یعنی محتسب) کو اس شب میں خواب میں (اپنے یا اس کے) مکان کے صدر (مقام) میں دیکھا (اور خواب میں) خواجہ (محتسب) نے کہا کہ اے پایمرد بانمک (ملیح الافعال) وہ غریب الوطن (میری قبر پر) جو کچھ کہہ رہا تھا میں نے ایک ایک کر کے سب سنا (اور بعض نے میگفتی میں یائے معروف خطاب کی سمجھی ہے تو تقدیر عبارت کی یہ ہوگی کہ اے پامرد آں غریب راز من بگو کہ انچہ میگفتی الخ اور ہر حال میں یہ سماع موتی کی دلیل ہے اور گو قصہ دلیل صحیح نہیں لیکن دوسرے نصوص صحیحہ بھی اس باب میں وارد ہیں مگر مسئلہ مختلف فیہ ہے اور کلام کی جانبین کو گنجائش ہے غرض اس نے کہا کہ میں سنتا تو تھا) لیکن جواب دینے کا مجھ کو اذن نہ تھا (اور) بدوں اشارہ (غیبی یعنی بدوں اجازت) کے میں لب کشائی نہیں کر سکتا تھا (مطلب یہ کہ جواب موقوف تھا اذن پر اور موقوف علیہ منتفی تھا اس لئے موقوف بھی منتفی رہا آگے حکمت بیان کی جاتی ہے اذن نہ ہونے کی وہ یہ کہ) ہم چونکہ واقف ہوگئے ہیں (عالم غیب کی) کیفیت وکمیت (یعنی احوال خاصہ) سے (اس لئے) ہمارے لبوں پر (قضاوقدر نے) مہر رکھ دی ہے تا کہ اسرار (خاصہ) غیب فاش نہ ہو جاویں تا کہ (ان اسرار کے فاش ہونے سے) انتظام معاش منہدم (ومختل) نہ ہو جاوے (اور انہدام انتظام معاش ہیں ظہور اسرار کے دخل کی وجہ آگے آتی ہے یعنی) تا کہ پردۂ غفلت بالکل ہی دریدہ نہ ہو جاوے (یعنی ظہور ومشاہدہ اسرار سے غفلت کا بالکلیہ ارتفاع ہو جاوے گا اور امور معاشیہ کا مبنی تحقق ہے من وجہ غفلت کا کما قال مولانا فی بعض المواضع استن ایں عالم اے جان غفلت ست اس لئے اس مشاہدہ سے معاش کا انتظام مختل ہو جاوے گا۔ حدیث میں بھی وارد ہے جس سے اس کی لم بھی مفہوم ہوتی ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ما اعلم لضحکتم قلیلا و لبکیتم کثیرا وماتلذذتم بالنساء علی الفرش ولخرجتم الی الصعدات تجارون الی اللہ و فی الحاشیۃ عن الجمع الصغیر قال صلی اللہ علیہ وسلم لو تعلمون ماانتم ملاقوہ بعد الموت ما اکلتم طعاما علی شھوۃ ابدا ولا دخلتم بیتا تستظلون بہ ولمررتم الی الصعدات تلدمون صدورکم و تبکون علی انفسکم رواہ ابن عساکر عن ابی الدرداءؓ کذا فی المنہج القوی اہ واللم ھو غلبۃ الھیبۃ من الھیئۃ الحاضرۃ و کونہ مفھوما من الحدیث ظاھر اور یہ رفع غفلت ایک تو سبب ہوتا اختلال معاش کا کما ذکر اور دوسرے سبب ہوتا حکمۃ ابتلاء کے تعطل کا کما سیاتی یعنی) تا کہ دیگ حکمت نیم خام نہ رہ جاوے (کیونکہ جب حق تعالیٰ نے غفلت پیدا فرمائی ہے تو ظاہر ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں ہیں لان فعل الحکیم لایخلو عن الحکمۃ وہ سب معطل ہو جاتیں اور بزرگوں کے کلام میں بعض حکمتوں کی تعیین بھی ہے مثلاً زیادت اجر مجاہدہ لاہل الایمان اور استدراج لاہل الطغیان جن کا حاصل اخیر میں ظہور اسماء الہیہ ہے باقی یہ کہ پھر اس ظہور میں کیا حکمت ہے یہ سوال بیکار ہے کیونکہ ان سوالات کا تو کہیں سلسلہ ہی قطع نہ ہوگا اخیر میں جو کہنا پڑے گا وہ اسی جگہ کہہ لیا جاوے یعنی لایسئل عما یفعل وھم یسئلون اور اس کا مقتضا بیشک یہ تھا کہ اول ہی سے ایک حکمت کا بھی بیان نہ کیا جاتا مگر نفوس ضعیفہ کو من وجہ حکمت معلوم ہونے سے قدرے تسلی ہو جاتی ہے باقی زیادہ کاوش کرنے سے پھر خود وہ تسلی بھی زائل ہو جاتی ہے پس مصلحت تسلی دونوں امر کو مقتضی ہوئی بیان من وجہ کو اور عدم کاوش کو اور نیز ظہور اسرار سے جس طرح غفلت رفع ہو جاتی ہے جس پر دو اثر مرتب ہوتے خلل معاش وبطلان حکمت کما ذکر اسی طرح ظہور اسرار سبب ہو جاتا اطلاع عام کا اور وہ سبب ہو جاتا تفضیح مدعین کا شعر آئندہ میں اس کا ذکر ہے یعنی ظہور اسرار اس لئے بھی

نہیں کیا گی) تاکہ کوئی شخص اس پر واقف نہ ہو (قرینہ مقام سے یہاں مراد یہ ہے کہ سب واقف نہ ہوں یعنی نفی العموم ہے نہ کہ عموم النفی کیونکہ انبیاء علیہم السلام میں یہ عموم النفی منقوض ہوتی ہے کما ذکر فی الحدیث الماوانفا لوتعلمونماعلم حیث اثبت لنفسہ العلم اور ایسی ترکیب دونوں معنوں میں مستعمل ہوتی ہے مثال نفی العموم قولہ تعالیٰ عند البعض لاتدرکہ الابصار ومثال عموم النفی قولہ تعالیٰ عند الجمیع وماالله یرید ظلماللعباد اور یہ اطلاع عام اس لئے پسند نہیں کی گئی) تاکہ اہل دعویٰ کا پردہ نہ جل جاوے (اوران کی رسوائی نہ ہو جاوے کہ حق تعالیٰ کو عالم امتحان میں ستاری عیوب کی بھی مقصود ہے تو جب معلوم ہو جاتا کہ فلانا دوزخی ہے مردود ہے اس کا سب دعویٰ صلاح وتقدس کا خاک میں مل جاتا بخلاف اس صورت کے کہ اطلاع عام نہیں ہے صرف اہل وحی کو اطلاع ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت لوگوں کے کفر ابدی پر مطلع کر دیا گیا تھا کہ آپ خود متخلق باخلاق اللہ ہیں آپ نے ان کی تفضیح عام نہیں فرمائی کو خاص کو بتلا دیا جیسا اللہ تعالیٰ نے آپ کو بتلایا تو یہ ستاری کے خلاف نہیں اور عوام ایسی ستاری کب کرتے اور جس طرح اطلاع عام سبب ہو جاتا تفضیح مدعین کا کما ذکر اسی طرح یہ اطلاع عام سبب ہو جاتا عالم غیب کے عالم شہادت بن جانے کا شعر آئندہ میں جس کا ذکر ہے اور اس شعر کا مصرعہ اولیٰ رتبۃً موخر اور مصرعہ ثانیہ مقدم ہے کما یظہر من ترجمتی یعنی) اس مصلحت سے کہ طبق (اسرار) سے حجاب غیب زائل نہ ہو جاوے قابل دید چیز کو (جو کہ عالم غیب میں ہے) چشم اہل ریب کی نہیں دیکھتی ہے (مطلب یہ کہ گو وہ چیزیں صالح للرؤیۃ ہیں کما اشار الیہ بقولہ دیدنی یعنی مانع للرؤیۃ ان اشیاء کی ذات نہیں لیکن چشم عوام سے جن میں اکثر اہل ریب ہوتے ہیں وبہذہ المناسبۃ ارید باھل الریب العوام وان لم یکن فی بعضھم ریب وہ مخفی رکھی گئیں کہ پھر عالم غیب عالم غیب نہ رہے گا وقد دل علی ھذا قولہ تاینخند اور حق تعالیٰ کو دونوں عالم کا ممتاز رکھنا بھی مقصود ہے ورنہ استخلاف کے لئے ارض تجویز نہ فرمائی جاتی اور خواص کی اطلاع سے یہ امر لازم نہیں آتا جیسا ابھی تفضیح کے مضمون میں اس کی تقریر کی گئی ہے اور شعر ما چو واقف سے شعر تا بنخند تک میں عدم تکلم اموات کی جو غایات وحکم مرتبہ ومسببہ بعضہا من بعض مذکور ہیں ان کا حاصل اجمالی جس کی تفصیل بضمن شرح کافی طور سے ہو چکی ہے یہ ہے کہ تکلم سبب ہو جاتا ظہور اسرار کا اور ظہور اسرار سبب ہوتا دو امر کا رفع غفلت واطلاع عام پھر رفع غفلت واطلاع عام دو دو امر کے سبب ہوتے رفع غفلت تو خلل معاش وبطلان حکمت کا اور اطلاع عام تفضیح مدعین واستحالہ عالم شہادت بعالم غیب کا ولله الحمد علی ماالھمنی اور اگر شبہ ہو کہ اگر موتی کو تکلم کا اسی قدر اذن ہوتا جتنا مثلاً محتسب نے خواب میں کہہ دیا تو اسرار غیب ظاہر نہ ہوتے اور اگر اس کو بھی سرغیب کہا جاوے تو وہ اب بھی ظاہر ہو گیا خواب میں سہی جواب میں کہا جاوے گا کہ یہ تو سرغیب نہیں ہے اپنے ایک دنیوی مال کا ایک دنیوی موقع بتلایا ہے مگر اذن تکلم سے مراد تکلم معتاد کتکلم الاحیاء کا اذن ہے سو وہ مخصوص نہ ہوتا اتنے ہی کلام کے ساتھ اور غیر معتاد تو بطور خرق عادت کے اب بھی کبھی واقع ہو جاتا ہے کما فی حکایات کثیرۃ نقل فیہا کلام الموتی من الابرار بالفرح والسرور او بعض الفجار بالویل والثبور مطلب یہ کہ چونکہ کلام معتاد کا اذن نہیں ہے للمصالح المفصلۃ المذکورۃ اس لئے اتنے کلام پر بھی اس طرح مجھ کو قدرت نہیں ہے پس شبہ دفع ہو گیا اور اگر دوسرا شبہ ہو کہ بعض اموات نے منام میں بعض اسرار غیب بھی بتلا دیئے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو خواب حجت نہیں اس لئے وہ اظہار کی فرد متیقن نہیں دوسرے یہ طریق عام نہیں نہ باعتبار مطلعین کے نہ باعتبار اسرار مطلع

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہا کے سوا اس کو اظہار اسرار غیب نہ کہیں گے جیسا ابھی مضمون تفضیح واستحالہ عالم غیب کے متعلق اس کا بیان ہو چکا ہے آگے بلسان محتسب مضمون سماع موتی مذکور فی قولہ الماء من شنیدم یک بیک و مضمون کلام واطلاع موتی فی عالم الغیب مذکور فی قولہ ما چو واقف گشتہ ایم کی تائید کے لئے فرماتے ہیں کہ) ہم سراپا گوش ہیں اگر (ظاہری) نقش گوش جاتا رہا ہے (اور) ہم سراپا نطق ہیں لیکن خاموش لب ہیں (ہمہ گوش ہونا تو دونوں عالم کے اعتبار سے مراد ہے عالم غیب کے اعتبار سے تو ظاہر ہے کیونکہ وہ گوش غیبی ہے اور عالم شہادت کے اعتبار سے اسی گوش غیبی کے واسطہ سے کسی خاص تعلق کی بناء پر جو کہ مکشوف اور بعض کے قول پر منصوص بھی ہے مگر بالنص الظني دلالتها على عموم الموتى والازمان بقيد قرب المكان لا من البعيد كزعم اهل البطلان اور ہمہ نطق ہونا محض عالم غیب کے اعتبار سے کہ وہاں اموات کا باہم تکلم نصوص کثیرہ میں وارد ہے من الآیات والروایت اور عالم شہادت کے اعتبار سے نہیں جیسا اوپر مصرح ہے پانخ وادنم فرمان نبود اور اسی لئے اس سے استدراک بھی کیا بقولہ لیکن لب خموش یعنی خاموش باعتبار عالم شہادت اور ہمہ گوش میں استدراک نہیں کیا گیا یہ توسع وتکلم میں گفتگو تھی آگے ابصار کا مضمون ہے کہ) ہم سراپا چشم ہیں اگر (ظاہری) نقش چشم جاتا رہا ہے (یہ چشم ہونا عالم غیب کے اعتبار سے تو ظاہر ہے باقی عالم شہادت کے اعتبار سے سو بعض اکابر کے کلام سے اس کا بھی تحقق مفہوم ہوتا ہے چنانچہ حضرت عائشہؓ کا بعد دفن عمرؓ کے اس مقام پر اپنے نہ جانے کو معلل بعلت حیاء من عمرؓ فرمانا بقول ان بعض کے دال اسی پر ہے کہ موتی کو مثل سماع کے ابصار بھی حاصل ہے واللہ اعلم آگے ترقی کرتے ہیں ثبوت قوۃ مدرکہ کا لسمع والبصر المذکورین وقوت فاعلہ کا لنطق للاموات میں یعنی صرف سمع وبصر ونطق ہی پر انحصار نہیں ہے) بلکہ ہم تو سراپا آفتاب ہیں بدوں ابر وغبار کے (فی المنتخب غین تیرگی اھ مطلب یہ کہ ہماری روح کا نور ادراک آفتاب کی طرح قوی ہے جس کو کوئی حجاب ساتر نہیں اور مراد ان ہی مدرکات کی تعلق کی قید سے ہے جو اس کے مناسب ہیں پس یہ ضرور نہیں کہ تمام اموات کو دوسرے اموات کے تمام مدرکات بھی منکشف ہوں اور اس میں قوت مدرکہ کی ترقی مذکور ہوئی اور قوۃ فاعلہ کی ترقی آگے آتی ہے ہر چہ ما دادیم دیدیم جیسا وہاں دیدیم کی تفسیر سے معلوم ہوگا اور شعر مذکور میں تو مدرکات ظاہرہ حسیہ کے ادراک اقوی ہونے کا مضمون تھا چونکہ ایک قسم ادراک کی باطنی مثل ذوق ووجدان بھی ہے بلکہ یہ اول سے زیادہ مقصود ہے کہ وہ اول اس ثانی ہی کے آلات میں سے ہے خصوص اگر اس کا تعلق حقائق ومعارف کے ساتھ ہو کہ اہل معرفت کی بڑی دولت تو یہی ذوق ووجدان ہے کہ الذ النعم ہے اس لئے آگے اموات مقبولین کے لئے اس ادراک کے بھی اقوی ہونے کا مضمون فرماتے ہیں کہ) ہم غرق دریا (بے قرب ہیں اگرچہ (خود) قطرہ ہیں (اور) ہم (باعتبار اسی قرب کے گویا کہ) تمامی شمس ہیں اگرچہ (خود) ذرہ ہیں (جملگی شمسیم کی توجیہ لفظی اتحاد اصطلاحی سے سمجھنا چاہئے پس ہم کو یہ ادراک ذوقی بھی بوجہ اکمل میسر ہے اور اس میں ذکر تھا اس ذوق کا جو قرب حق سے نصیب ہوا ہے آگے ایک دوسرے ذوق کا ذکر ہے جو صفاء عن کدورات المعاصی وامن عن ثمرات المعاصی من البعد والطرد سے میسر ہو جیسا مقبولین کو اس عالم میں ہوتا ہے اور یہ متمم ہے ذوق اول کا کیونکہ اگر قرب کے ساتھ یہ صفا وامن نہ ہو تو لذت قرب کامل نہ ہو یعنی) ہم بلا حجاب درد گل کے آب صاف ہیں (یعنی دواعی معصیت سے اس طرح صاف ہوگئے اور) عالم جاودانی میں معاف ہوگئے (مصرعہ اولیٰ میں صفاء کا اور مصرعہ ثانیہ میں امن کا مضمون ہے یہاں تک ادراکات کا اقوی ہونا مذکور ہوا آگے قوت فاعلہ کے اقوی ہونے کا بیان ہے یعنی) ہم نے جو کچھ دیا تھا اس وقت ہم نے دیکھ

www.besturdubooks.wordpress.com

لیا (یعنی اس کی جزا پالی اور وہ جزا یہ ہے کلوا شربوا ھنیئا بما کنتم تعملون و نحوہ اور اکل و شرب کا تعلق قوی فاعلہ سے ظاہر ہے اور قرب الٰہی مذکور فی السابق وہ زیادت علی الجزاء ہے قال للذین احسنوا الحسنی و زیادۃ کما فسربہ فی الحدیث پس شعر سابق کی دلالت جزاء پر قصداً نہیں گو لزوماً ہو لان من لوازم القرب ھذا الجزاء ایضاً آگے اس کی علت بتلاتے ہیں کہ دنیا کا دیا ہوا دنیا میں نہ ملا یہاں ملا یعنی یہ اس لئے ہے) کہ وہ جہاں (یعنی دنیا اعمال کا) پردہ ہے اور یہ جہان (یعنی عالم غیب باعتبار ان اعمال کے) ظاہر ہے (فی المنتخب فی معانی العین حاضر از ہر چیز اھ مطلب یہ کہ چونکہ دنیا دار الابتلاء ہے اس کا مقتضی یہی ہے کہ اعمال کا ثمرہ ظاہراً وہاں نہ ملے ورنہ مصلحت ابتلاء فوت ہو جاوے گی جیسا کہ ظاہر ہے اور عالم غیب دار الجزاء ہے اس کا مقتضی یہی ہے کہ یہاں مل جایا کرے ورنہ دار الجزاء نہ رہے گا دنیا میں ثمرات ظاہر نہ ہونے کے اعتبار سے اس کو پردہ کہا کہ ساتر ہوتا ہے کیونکہ اعمال تو اعراض منقضیہ ہیں اگر ثمرہ ملتا تو وہ اعمال حکماً مرئی رہتے جب یہ نہیں تو خود وہ عالم اعمال کا بھی ساتر ہو گیا اور عالم غیب میں ثمرات ظاہر ہونے سے اس کو ظاہر کہا یعنی وہ اعمال اس میں ظاہر ہوں گے بواسطہ ظہور الجزاء اور چونکہ یہ مضمون بلسان اموات ہے اور اموات سے عالم غیب قریب ہے اور دنیا بعید ہو گئی اس لئے دنیا میں اسم اشارہ بعید اور عالم غیب میں اسم اشارہ قریب لایا گیا آگے مولانا دنیا کے ساتر اعمال اور آخرت کے کاشف ثمرات ہونے کی ایک مثال دیتے ہیں کہ دیکھو) بونے کا دن پنہاں کرنے کا دن ہے (اور بونا) تخم کو خاک میں بکھیر دینا (اور زیر خاک دفن کر دینا) ہے (اور) کاٹنے کا وقت (یعنی درانتی لگانے کا وقت (وہ) پاداش کا اور ظاہر ہونے کا دن ہے (اور یہ قاعدہ مستمرہ ہے پس اسی طرح دنیا مزرعۃ الآخرت ہے اعمال بونے کے وقت مستور ہو جاویں گے اور آخرت وقت الحصاد ہے اس وقت وہ ظاہر ہو جاویں گے)۔

گفتن خواجہ در خواب بآں پا مرد وجوہ وام آں دوست را کہ آمدہ بود نشان دادن جای دفن آں سیم را و پیغام کردن بوارثاں کہ البتہ آں را بسیار نہ بینند و ہیچ باز نگیرند اگر چہ قبول نہ کند یا بعضے ہمانجا بگذارد یا بہر کہ خواہد بدہد کہ من با خدا نذر کردہ ام کہ از اں سیم بمن و متعلقان من حبہ باز نگرد

خواجہ کا خواب میں اس مددگار سے اس دوست کے قرض کی ادائیگی کے طریقے بتا دینا جو آیا تھا اور چاندی کے مدفون ہونے کی جگہ کا پتہ بتانا اور وارثوں کو پیغام دینا کہ کبھی اس کو بہت نہ سمجھیں اور اس میں سے کچھ نہ لیں اگر چہ وہ قبول نہ کرے یا کچھ وہاں چھوڑ دے یا وہ جس کو چاہے دے کیونکہ میں نے خدا سے منت مانی ہے کہ اس چاندی میں سے میں اور میرے متعلقین ایک حبہ واپس نہ لیں گے۔

بشنو اکنوں داد مہمان جدید	من ہمی دیدم کہ او خواہد رسید
اب مہمان جدید کا راز سن	میں سمجھتا تھا کہ وہ پہنچے گا
من شنیدہ بودم از وامش خبر	بستہ بہر او دو سہ پارہ گہر
میں نے اس کے قرضہ کی خبر بھی سنی تھی	اس کے واسطے دو تین جواہرات کے قطعے رکھ دیئے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ وفای وام او ہست آن وبیش	تا کہ ضیفم را نگردد سینہ ریش
کہ وہ اس کے دنا قرضہ کے لئے کافی اور زیادہ تھے	تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو جائے
وام دارد از ذہب او نہ ہزار	وام را از بعض ایں گو واگذار
وہ نو ہزار دینار زر قرضہ رکھتا ہے	اس سے کہہ دے کہ اس کے ایک جزو سے قرض کو ادا کر دے
فضلہ ماند زیں بسے گو خرچ کن	در دعا گوئی مرا ہم درج کن
اس میں بہت سا باقی رہے گا کہہ دے کہ خرچ کر	دعا گوئی میں مجھ کو بھی شامل کر
خواستم تا آں بدست خود دہم	در فلاں دفتر نوشتست ایں رقم
میں نے تو یہ چاہا تھا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دوں	فلاں دفتر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے
خود اجل مہلت ندادم تا کہ من	خفیہ بسپارم بدو در عدن
خود اجل نے مجھ کو مہلت نہ دی تاکہ میں	خفیہ اس کو یہ درعدن دے دیتا
لعل و یاقوت ست بہر وام او	در خنورے و نوشتہ نام او
اس کے قرض کے لئے لعل و یاقوت	ایک ظرف میں ہیں اور اس کا نام لکھا ہوا ہے
در فلاں طاقیش مدفوں کردہ ام	من غم آں یار پیشیں خوردہ ام
فلاں طاق میں میں نے اس کو دفن کر دیا ہے	میں نے پیشگی ہی اس دوست کی غمخواری کر لی ہے
قیمت آں راند اند جز ملوک	فاجتھد بالبیع ان لا یخدعوک
اس کی قیمت کو بجز ملوک کے کوئی نہیں جانتا	سودے میں خوب کوشش کرنا کہ لوگ تجھ کو دھوکہ نہ دے سکیں
در بیوع آں کن تو از خوف غرار	کہ رسولؐ آموخت سہ روز اختیار
تو معاملات میں دھوکہ کے احتمال سے وہ کر	جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے تین روز کے خیار کا
از کساد آں مترس و در میفت	کہ رواج آں نخواہد ہیچ خفت
اس کے نرخ اتر جانے سے مت ڈرنا اور مت پڑنا	کیونکہ اس کا چلن ہرگز سست نہ ہو گا
وارثانم را سلام من بگو	ویں وصیت را بگوہم مو بمو
میرے وارثوں کو میرا سلام کہنا	اور اس وصیت کو بھی مو بمو کہہ دینا
تا ز بسیاری آں زر نشکہند	بے گرانی پیش آں مہماں نہند
تاکہ وہ اس زر کی کثرت مقدار سے نہ ڈریں	بدوں گرانی کے اس مہمان کے آگے رکھ دیں

www.besturdubooks.wordpress.com

وربگوید او نخواہم ایں فرہ	گو بگیر و ہر کرا خواہی بدہ
اور اگر وہ یہ کہے کہ میں اس قدر کثیر نہیں چاہتا	تو کہو کہ لے لے اور جس کو چاہے دے دے
زانچہ دادم باز نستانم نقیر	سوی پستاں باز ناید ہیچ شیر
میں جو کچھ دے چکا ہوں اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ لوں گا	پستان کی طرف دودھ ہرگز واپس نہیں جاتا
گشتہ باشد ہمچو سگ قے را اکول	مسترد نحلہ بر قول رسولؐ
ہبہ کا واپس کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد	کے موافق مثل سگ کے آکل قے ہوتا ہے
ور ببندد در نباید آں زرش	تا بریزند آں عطا بر درش
اور اگر وہ دروازہ بند کر لے اور اس کو اس زر کی ضرورت نہ ہو	تب بھی اس عطیہ کو اس کے دروازہ پر بکھیر دیں
ہر کہ آنجا بگذرد زر می برد	نیست ہدیہ مخلصاں را مسترد
جو شخص اس جگہ گزرے وہ زر لے جا رہا ہے	مخلصین کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہوا کرتی
بہر او بنہادہ ام آں از دو سال	کردہ ام من نذر ہا با ذوالجلال
میں نے اس کے لئے دو سال سے رکھ چھوڑا ہے	میں نے حضرت ذوالجلال سے نذریں کر رکھی ہیں
ور روا دارند چیزے زاں ستد	بیست چنداں خود زیاں شاں اوفتد
اور اگر وہ لوگ اس میں سے کوئی چیز لینا روا رکھیں گے	تو بیس حصہ زائد خود ان کو زیاں واقع ہو جائے گا
گر روانم را پژولانند زود	صد در محنت بر ایشاں بر کشود
اگر وہ میری روح کو پریشان کریں گے تو فوراً ہی	ان پر صدہا ابواب کلفت کے کشادہ ہو گئے
از خدا امید دارم من لبق	کہ رساند حق را با مستحق
خدا تعالیٰ سے میں زبان اور یہ امید رکھتا ہوں	کہ حق صاحب حق کو پہنچا دے گا
دو قضیہ دیگر او را شرح داد	لب بذکر آں نخواہم بر کشاد
اس نے اس سے دو معاملے اور ظاہر کیے	میں اس کے ذکر کے ساتھ لب نہ کھولوں گا
تا بماند دو قضیہ سر و راز	ہم نگردد مثنوی چندیں دراز
تاکہ دونوں معاملے مخفی اور راز رہیں	نیز مثنوی اس قدر دراز نہ ہو جاوے
برجہید از خواب انگشتک زناں	گہ غزل گویان و گہ نوحہ کناں
وہ نیند سے چٹکیاں بجاتا ہوا اٹھا	کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت مہماں در چہ سودا ہاستی	پایمرد دامست و خوش برخاستی
مہمان نے کہا کہ تو کن خیالات میں ہے	اے پایمرد تو مست اور خوش اٹھا ہے
تاچہ دیدی خواب دوش اے بوالعلا	کہ نمی گنجی تو در شہر و فلا
آخر تو نے خواب میں گذشتہ شب کو کیا دیکھ لیا اے صاحب علو	کہ تو شہر اور جنگل میں نہیں سماتا
خواب دیدہ پیل تو ہندوستاں	کہ رمیدستی ز حلقہ دوستاں
تیرے فیل نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا ہے	جس کے سبب تو دوستوں کے حلقہ سے بھی رم کرنے لگا
گفت سوداناک خوابے دیدہ ام	دردل خود آفتابے دیدہ ام
اس نے کہا کہ میں نے ایک پرمستی خواب دیکھا ہے	اپنے دل میں میں نے ایک آفتاب دیکھا ہے
خواجہ را دیدم بخواب اے بوالعلا	آں سپردہ جاں برائے کبریا
میں نے اے صاحب علو خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے	اس جان باختہ برائے کبریا کو
خواب دیدم خواجۂ بیدار را	آں سپردہ جاں پئے دیدار را
میں نے خواب میں خواجہ بیدار کو دیکھا ہے	اس جان باختہ برائے دیدار کو
خواب دیدم خواجۂ معطی المنیٰ	واحد کالالف از امر خدا
میں نے خواب میں خواجہ آرزو بخش کو دیکھا ہے	جو تنہا بمنزلہ ہزار کے تھا حکم خدا سے
مست و بیخود ایں چنیں بری شمرد	تاکہ مستی عقل و ہوشش را ببرد
مست اور بے خود ہوا ہوا اسی طرح شمار کر رہا تھا	یہاں تک کہ مستی نے اس کی عقل اور ہوش کو مسلوب کر دیا
درمیان خانہ افتاد او دراز	خلق انبہ گرد او آمد فراز
گھر کے درمیان میں لمبا لمبا پڑ گیا	خلق کا اس کے گردا گرد انبوہ فراہم ہو گیا
باخود آمد گفت اے بحر خوشی	اے نہادہ ہوشہا در بیہوشی
آپے میں آیا عرض کرنے لگا کہ اے بحر خوشی	اے وہ ذات جس نے بیہوشی میں بہت سے ہوش رکھے ہیں
خواب در بنہادۂ بیدار یے	بستۂ در بیدلی دلدار یے
آپ نے خواب کے اندر بیداری رکھی ہے	آپ نے بے دلی کے اندر دلداری کو وابستہ کر رکھا ہے
خواجگی پنہاں کنی در ذل فقر	طوق دولت بستہ اندر غل فقر
خواجگی کو آپ ذلت فقر میں پنہاں کر دیتے ہیں	آپ نے طوق دولت کو باندھ رکھا ہے طوق فقر میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ضد اندر ضد پنہاں مندرج	آتش اندر آب سوزاں مندرج
ایک ضد دوسری ضد میں خفیہ مندرج ہے	گرم پانی کے اندر آتش مندرج ہے
روضہ اندر آتش نمرود درج	دخلہا رویاں شدہ از بذل وخرج
آتش نمرود کے اندر گلزار درج ہے	آمدنیاں ناشی ہوتی ہیں بذل اور خرچ سے
تا بگفتہ مصطفے شاہ نجاح	السماح یا اولی النعما رباح
یہاں تک کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلطان کامیابی نے	ارشاد فرمایا کہ اے اہل نعمت سخاوت کرنا نفع حاصل کرنا ہے
مانقص مال من الصدقات قط	انما الخیرات نعم المرتبط
مال صدقات کے سبب کبھی کم نہیں ہوتا	خیرات بہت اچھا رابطہ ہے
جوشش و افزونی زر در زکوٰۃ	عصمت از فحشا و منکر در صلوٰۃ
زر کی جوشش اور افزونی زکوٰۃ میں ہے	فحشا و منکر سے محفوظی صلوٰۃ میں ہے
آں زکوٰتت کیسہ ات را پاسباں	واں صلوٰتت ہم ز گرگانت شباں
تیری وہ زکوٰۃ تیرے کیسہ کی پاسبان ہے	اور تیری وہ صلوٰۃ بھی بھیڑیوں سے شبان ہے
میوۂ شیریں نہاں در شاخ و برگ	زندگی جاوداں در زیر مرگ
میوۂ شیریں نہاں ہیں شاخ و برگ میں	زندگی جاودانی موت کے تحت میں ہے
زبل گشتہ قوت خاک از شیوۂ	زاں غذا زادہ زمیں را میوۂ
سرگین شیوہ سے خاک کی غذا بنا	اس غذا سے زمین میں میوہ پیدا ہوا
در عدم پنہاں شدہ موجودیۓ	در سرشت ساجدے مسجودیۓ
عدم میں پنہاں ہو گئی موجودیت	طینت ساجد میں ایک مسجودیت ہے
آہن و سنگ از بروں مظلمے	اندروں نورے و شمع عالمے
آہن و سنگ باہر سے تاریک ہیں	اندر نور اور شمع عالم ہے
درج در خوفے ہزاراں ایمنی	در سواد چشم چنداں روشنی
خوف کے اندر ہزاروں امن درج ہیں	سیاہی چشم میں کس قدر روشنی ہے
اندروں گاؤ تن شہزادۂ	گنج در ویرانۂ بنہادۂ
گاؤ تن میں ایک شہزادہ ہے	خزانہ ایک ویرانہ میں رکھا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا خرے پیرے گریزد زاں نفیس	گاؤ بیند شاہ نے یعنی بلیس
تاکہ ایک بڈھا گدھا اس نفیس چیز سے بھاگے	وہ گاؤ کو دیکھے شاہ کو نہ دیکھے مراد اس گدھے سے ابلیس ہے

(تتمہ ہے قصہ کا یعنی محتسب نے خواب میں یہ بھی کہا کہ) اب مہمان جدید کا راز سن میں (قرائن سے زندگی میں) سمجھتا تھا کہ وہ (یہاں) پہنچے گا۔ میں نے اس کے قرضہ کی خبر بھی سنی تھی (اس لئے) اس کے واسطے دو تین جواہرات کے قطعے رکھ دیئے تھے کہ وہ اس کے وفاء قرضہ کے لئے کافی اور (بلکہ) زیادہ تھے (اور میں نے اس لئے رکھ دیئے تھے) تاکہ میرے مہمان کا سینہ زخمی نہ ہو جاوے (اب اس کی حالت یہ ہے کہ) وہ نو ہزار دینار زر قرضہ رکھتا ہے اس سے کہہ دے کہ اس کے ایک جزو سے قرض کو ادا کر دے (اور) اس میں بہت سا باقی رہے گا (اس کی نسبت) کہہ دے کہ خرچ کر (اور) دعا گوئی میں مجھ کو بھی شامل کر میں نے تو یہ چاہا تھا کہ اس کو اپنے ہاتھ سے دوں۔ فلاں دفتر میں یہ رقم لکھی ہوئی ہے خود اجل نے مجھ کو مہلت نہ دی تاکہ میں خفیہ اس کو یہ درعدن دے دیتا (خفیہ دینا بسبب کرم کے تاکہ لینے والا شرمندہ نہ ہو) اس کے قرض کے لئے لعل و یاقوت ایک ظرف میں (رکھے) ہیں اور اس کا نام (بھی) لکھا ہوا ہے (فی الغیاث خنوظرف وکاسہ وآوند و مطبخ بمعنی کندوے غلہ وکندوئے آب آہ اور) فلاں طاق میں میں نے اس کو دفن کر دیا ہے (اور) میں نے پیشگی ہی اس دوست کی غمخواری کر لی ہے (سرخی میں سیم کہا ہے اور اس کے بعد دوسرے شعر میں گوہر اور یہاں لعل ویاقوت اور آئندہ چھ سات شعر کے بعد زر سو یا تو سب چیزیں ہوں گی یا حسب قول محشی گوہر عام ہو گا لعل ویاقوت کو بھی اھ اور سیم وزر سے مراد مطلق مال ہو جاوے گا خواہ استعارۃً بمشارکت وصف مالیت یا بطور مجاز مرسل کے یہ اشیاء بواسطہ بیع کے سبب ہو سکتی ہیں حصول سیم وزر کے اور وہ لعل و یاقوت قیمتی اس قدر ہیں کہ) اس کی قیمت کو بجز ملوک کے کوئی نہیں جانتا سو اس سے کہہ دینا کہ) بیع میں خوب کوشش کرنا کہ لوگ تجھ کو دھوکہ نہ دے سکیں (اور احتیاط یہ ہے کہ) تو معاملات میں دھوکہ کے احتمال سے وہ (طریقہ اختیار) کر جو کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھلایا ہے (یعنی) تین روز کے خیار کا (اشارہ ہے اس حدیث کی طرف قال رجل للنبی صلی اللہ علیہ وسلم انی اخدع فی البیوع فقال اذا بایعت فقل لاخلابۃ ولی الخیار ثلثۃ ایام کذا فی الھدایۃ واخرج الحاکم معناہ و فیہ فجعل لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخیار ثلثۃ ایام و فیہ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بع و قل لاخلابہ و اخرجہ الشافعی والبیھقی و ابن ماجہ والطبرانی فی الاوسط والکبیر کذافی نصب الرایۃ لابن حجر ص ۲۷۹ اور) اس کے نرخ اتر جانے سے مت ڈرنا اور (اس اندیشہ میں) مت پڑنا (یعنی کم قیمت پر بیچ ڈالنے کے لئے اس احتمال سے جلدی مت کرنا کہ شاید پھر اتنے کو بھی نہ بکے) کیونکہ اس کا چلن ہرگز سست نہ ہو گا (یہ سب تو اس مقروض سے کہنا اور) میرے وارثوں کو میرا اسلام کہنا اور اس وصیت کو بھی موبمو کہہ دینا تاکہ وہ اس زر کی کثرت مقدار سے نہ ڈریں (کذا فی الغیاث فی معنی شکوہیدن اور) بدوں گرانی (خاطر) کے (وہ سب) اس مہمان کے آگے رکھ دیں (ممکن ہے کہ سب ورثہ بالغ ہوں کہ رضامندی سے اس تبرع کو جائز رکھ سکیں یا بالغین اپنے حصہ میں اس رقم کو لگا لیں اور گرانی کے اسباب میں سے اس وصیت کے قبول کا تقاضا عدم لزوم بھی ہو سکتا ہے) اور اگر وہ (مہمان) یہ کہے کہ میں اس قدر کثیر نہیں چاہتا (فی الغیاث فرہ بروزن گرہ بمعنی زیادتی وزیادہ وافزوں اھ) تو (اے ورثا اس سے) کہو کہ (ہم سے) لے لے اور جس کو چاہے دے دے (فالخطاب فی قولہ گو لکل واحد واحد اور اس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ) میں جو کچھ دے چکا ہوں (اور دینے کی نیت اور وصیت بمنزلہ دینے کے ہے) اس میں سے ذرہ برابر بھی نہ لوں گا (اور ورثہ کا لینا بجائے

میرے لینے کے ہے فی المنتخب قیمر مغاک وچا پک دانہ خرما اور یہ نہ لینا میرے عزم کے اعتبار سے ایسا لازم ہے جس طرح سے) پستان کی طرف دودھ ہرگز واپس نہیں جاتا (نیز یہ امر علاوہ خلاف طبع ہونے کے شرعاً بھی غیر مرضی ہے چنانچہ) ہبہ کا واپس کرنے والا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق مثل سگ کے آکل قے ہوتا ہے (حدیث یہ ہے العائد فی ھبۃ کالکلب یعود فی قیئہ اور یہ بچا لینا اور نہ دینا گو استرداد ہبہ نہیں مگر اس کے مشابہ ہے اور قبیح کا مشابہ اگر قبیح بھی نہ ہوتا ہم غیر حسن وغیر مرضی ہوگا) اور (اس کو یہ قم دینے کا یہاں تک اہتمام کرنا چاہئے کہ) اگر وہ (بے لئے اپنے گھر چلا جاوے اور گھر میں جا کر اندر سے) دروازہ بند کرلے اور اس کو اس زر کی ضرورت نہ رہے تب بھی اس عطیہ کو اس کے دروازہ پر بکھیر دیں (تاکہ) جو شخص اس جگہ گزرے وہ (دیکھا جاوے کہ) زر لے جارہا ہے (یہ دو معنی استرداد کے تو جانب معطی میں ہیں کرم اور حدیث کما ذکر کلاھما اور ایک مانع آخذ کی جانب ہے وہ یہ کہ) مخلصین کے ہدیہ کی واپسی نہیں ہوا کرتی (مسترد مصدر میمی ہے یعنی میں اخلاص سے دیتا ہوں اس لئے نہ لینا مناسب نہیں) میں نے اس کیلئے دو سال سے رکھ چھوڑا ہے (اور) میں نے حضرت ذوالجلال سے نذریں کر رکھی ہیں (خواہ معلق کسی کامیابی پر خواہ مطلق کہ اتنا مال اہل حاجت کو دوں گا اس لئے اگر ایک حاجتمند نہ لے دوسرے حاجتمندوں کو بطریق مذکور پہنچا دیا جاوے اور باوجود عدم تعیین فقیر کے نذر میں اس طریق کے اختیار کرنے کا مبنی بقدر امکان رعایت تعیین کی اولویت ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا اور یہ نذر اگر بالقلب تھی تب تو بے دیئے مرجانے میں ترک واجب نہیں ہوا اور اگر باللسان تھی تب وصیت بجائے ادا کے ہے اور وصیت بالنطق کے حکم میں وصیت بالکتابت بھی ہے اور شاید زبانی کہنے کا باوجود عزم کے موقع نہ ملا ہو اس لئے ترک واجب کا شبہ نہ ہوگا البتہ ایسی وصیت مکتوبہ بلاشہادت قضاءً حجت نہ ہوگی لیکن دیانۃً جبکہ قلب شہادت دے کہ یہ اسی کا لکھا ہوا ہے اس پر عمل کرنا قواعد سے ضروری معلوم ہوتا ہے گو اس کا جزئیہ نہیں ملا مگر بالغین کو صرف اپنے حصہ میں ضرور ہوگا اور اس تقریر سے شعر تاز بسیاری آن زرانخ کی شرح میں جو عدم لزوم میں قضاء کی قید لگائی ہے اس کی وجہ بھی معلوم ہوگئی) اور اگر وہ (وارث) لوگ اس میں سے کوئی چیز لینا روا رکھیں گے تو (اس بچائے ہوئے مال سے) بیس حصہ زائد خود ان کو زیان واقع ہو جاوے گا (جس صورت میں ان ورثہ کو اس کا قبول کرنا قواعد شرعیہ سے لازم ہو اس صورت میں تو اس کا ترتب محل اشکال نہیں کہ معاصی سے کبھی بلکہ اکثر دنیا کا خسارہ بھی ہو جاتا ہے اور جس صورت میں اس کا قبول کرنا لازم نہ ہو مثلاً موصی نے کسی اور سے وہ وصیت لکھوادی ہو یا اپنے قلم سے خود لکھا ہو کہ اس کا خط نہ پہچانا جاوے اور قلب شہادت نہ دی کہ اس کا لکھا ہوا یا لکھایا ہوا ہے تو اس صورت میں یہ نہ دینا صرف ایک خواب صالح کی مخالفت ہوگی جو معصیت نہیں پھر اس زیان کا ترتب کیا معنی سو تحقیق اس کی یہ ہے کہ ایسے منام یا الہام کی مخالفت خواہ وہ اپنا منام یا الہام ہو یا دوسرے کا بشرطیکہ مدعی کا صدق شہادت قلب سے معلوم ہو گو بوجہ معصیت نہ ہونے کے ضرر آخرت کا موجب تو نہیں لیکن دنیوی ضرر کا سبب ہو جاتا ہے اور یہاں اسی کا حکم کیا ہے گناہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا فلا اشکال اور شعر آئندہ سے ظاہراً ایسی شق عدم لزوم شرعی کی معلوم ہوتی ہے کہ اس میں اس زیان کو روح کے پریشان کرنے پر مرتب کیا ہے نہ کہ ترک واجب پر چنانچہ اس کا مضمون یہ ہے کہ) اگر وہ (وارثین) میری روح کو پریشان کریں گے (فی الحاشیہ پژولانیدن درہم وپریشان کردن اھ) تو (یہ سمجھ لیں کہ گویا) فوراً ہی ان پر صدہا ابواب کلفت کے کشادہ ہو گئے (اور یہ پریشانی روح کی بصورت مخالفت مبنی ہے ثبوت عرض اعمال احیاء علی الاموات پر اس کی روایات شرح الصدور فی تذکرۃ الموتی والقبور میں سیوطیؒ نے نقل کی ہیں اور) خدا تعالیٰ سے میں زبان اور یہ امید رکھتا ہوں کہ حق صاحب حق کو پہنچا دے گا (فی

www.besturdubooks.wordpress.com

الغیاث لیکن چرب زبان اور اس صفت میں شاید اشارہ اس طرف ہو کہ گو احتیاط و ہوشیاری سے سب احتمالات پر کلام وافی کر رہا ہوں مگر مجھ کو اپنی اس زبان آوری واحاطہ احتمالات وشقوق پر وثوق نہیں ہے جیسا بعض سحر بانوں کو ہوتا ہے بلکہ خدا ہی سے امید رکھتا ہوں اور خواب میں) اس نے اس (پامرد) سے دو معاملے اور ظاہر کئے (مگر) میں اس کے ذکر کے ساتھ لب نہ کھولوں گا تا کہ (وہ) دونوں معاملے مخفی اور راز رہیں نیز مثنوی اس قدر دراز نہ ہو جاوے (احقر اس مقام میں سوچ رہا تھا کہ وہ دو مضمون کیا ہوں گے گو سوچنے سے سمجھ میں آنے کی امید نہ تھی مگر دفعۃً قلب پر القا ہوا کہ کوئی ایسے معاملے ہوں گے جن کا تعلق محتسب کے ورثہ سے ہو اور بجز محتسب اور ان اہل معاملہ کے کسی کو اس کی اطلاع نہ ہو اور اس کو ظاہر کرنا اپنی کسی مصلحت ناموس کے خلاف بھی سمجھتے ہوں تو محتسب نے ان مضمونوں کو اس رویا کے صادق ہونے کی علامت کے لئے بیان کیا ہوتا کہ جب ورثہ سے ظاہر کئے جاویں تو ان کو اس خواب میں تزویر وسازش کا احتمال نہ رہے جیسے رومال وغیرہ نشانی کے لئے دے دیتے ہیں اور ان کا دو ہونا یا تو اس لئے ہے کہ زائد نہ ہوں گے یا چونکہ اس میں عملی اثر شہادت کا ہے اس لئے صرف دو پر اکتفا کیا ہو اور ممکن ہے کہ مولانا کے وقت میں ان ورثہ کے بقایا موجود ہوں اور اظہار ان کے لئے مضر ہو اس لئے مولانا نے باوجود کسی خاص سلسلہ سے معلوم ہونے کے ظاہر کرنا جائز نہ سمجھا ہو اور دوسری مصلحت یہ بھی بیان فرمائی کہ مثنوی طویل نہ ہو جاوے اور گو اس سے زیادہ طول نہ ہوتا مگر موضوع مثنوی میں اس کو دخل نہ تھا تو بلا ضرورت طول قلیل بھی ناز یبا تھا اور لفظ چندیں اسی کی طرف مشیر ہے یعنی اتنی قدر بھی درازی نہ ہو لکونہ خلاف موضوعہ اور احقر کا یہ وارد گو معتدبہ نہیں مگر مجھ کو اس مقام میں ایک گونہ تسلی ہو گئی و فوق کل ذی علم علیم غرض یہ خواب دیکھ کر) وہ نیند سے (غلبہ وجد میں) چٹکیاں بجاتا ہوا اٹھا۔ کبھی غزل گاتا ہوا اور کبھی نوحہ کرتا ہوا (غزل مستی فرح زیارت محتسب وامید کامیابی مقروض سے اور نوحہ محتسب کی داغ مفارقت کے تازہ ہو جانے سے) مہمان نے کہا کہ تو کن خیالات میں ہے۔ اے پامرد تو (بہت ہی) مست اور خوش اٹھا ہے آخر تو نے خواب میں (اس) گذشتہ شب کو کیا دیکھ لیا اے صاحب علو کہ تو (اس کے جوش میں) شہر اور جنگل میں نہیں سماتا (وہ شب سب گذر چکی ہو یا اس کا اکثر حصہ اس لئے دوش کہنا صحیح ہوا معلوم ہوتا ہے) تیرے فیل نے ہندوستان کو خواب میں دیکھ لیا ہے جس کے سبب تو دوستوں کے حلقہ سے بھی رم کرنے لگا (فی الحاشیہ این مثل مشہور ست کہ چوں پیل بخواب ہندرا می بیند کہ وطن اصلی اوست در شوق آں قیود را می شکند اھ پس یہ تمثیل ہے غلبہ مستی وشوق کی) اس نے کہا میں نے ایک پر مستی خواب دیکھا ہے (در ینجا سودا بمعنی عشق گرفتہ شد کما فی الغیاث) اپنے دل میں میں نے ایک آفتاب دیکھا ہے (آگے آفتاب کی تفسیر ہے یعنی) میں نے اے صاحب علو خواب میں خواجہ کو دیکھا ہے اس جان باختہ برائے کبریا کو (دیکھا ہے) میں نے خواب میں خواجہ بیدار (دل) کو دیکھا ہے اس جان باختہ برائے دیدار (حق) کو (دیکھا ہے) میں نے خواب میں خواجہ آرزو بخش کو دیکھا ہے جو تنہا بمنزلہ ہزار کے تھا حکم خدا سے (غرض) مست اور بے خود ہوا ہوا اسی طرح (اس کے اوصاف کو) شمار کر رہا تھا (کہ میں نے ایسے خواجہ کو دیکھا ایسے خواجہ کو دیکھا) یہاں تک کہ مستی نے اس کی عقل اور ہوش کو مسلوب کر دیا (یعنی اسی جوش وخروش میں بے ہوش ہو گیا اور) گھر کے درمیان میں لمبا لمبا پڑ گیا۔ خلق کا اس کے گرداگرد انبوہ فراہم ہو گیا (فی الغیاث فراز فراہم آمدہ بہت دیر کے بعد) آپے میں (یعنی ہوش میں) آیا (اور حق تعالیٰ کی یہ قدرت عجیب وصنعت غریب یاد کر کے کہ خواب میں جس سے کہ اس عالم سے بیہوشی ہو جاتی ہے کیسے مضامین علیہ مذکورہ فی قولہ لیک پاسخ وادنم فرمان نبود الی قولہ ہر چہ مادادیم دیدیم ایں زماں۔ اور کیسے واقعات مخفیہ مذکورہ فی قولہ بشنو اکنوں راز مہمان جدید الی قولہ از خدا امید دارم من لیک جو دلیل ہیں اس عالم غیب کے ساتھ بیداری اور

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوش متوجہ ہونے کی منکشف فرمائے یہ یاد کر کے غلبہ شوق میں حق تعالیٰ سے بطور مناجات) عرض کرنے لگا کہ اے بحر خوشی (یعنی معطی خوشی کعطاء البحر الکثیر اور) اے وہ ذات جس نے بیہوشی میں (مثل خواب واقع قریب) بہت سے ہوش (ودیعت) رکھے ہیں (کالفوائد المرئیۃ فی الرؤیا اور) آپ نے خواب کے اندر بیداری (مثل انکشاف عجائب عالم غیب) رکھی ہے (اور چونکہ اس حکم میں بوجہ تضاد فیما بین خواب و بیداری و ہوش و بیہوشی کے ایک ضد کا دوسری ضد کے لئے سبب بننا لازم آتا ہے اور یہ ظاہراً مستبعد ہے دفع استبعاد کے لئے اس کے اور چند نظائر بھی بیان فرماتے ہیں کہ اے اللہ آپ کی ایسی قدرت اور بھی بہت جگہ ظاہر ہوئی مثلاً ایک یہ کہ) آپ نے بے دلی (یعنی عاشقی) کے اندر دلداری (یعنی محبوبیت) کو وابستہ کر رکھا ہے (چنانچہ محبیت حق کو محبوبیت عند الحق لازم ہے اور مثلاً دوسرے یہ کہ) خواجگی (وعزت) کو آپ ذلت فقر میں پنہاں کر دیتے ہیں (اشارہ ہے حدیث ذیل کے جزو ثانی کی طرف روی مسلم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مانقصت صدقۃ من مال ومازاد اللہ عبدا بعفو الا عزاً وماتواضع احد للہ الا رفعہ اللہ کذا فی الحاشیہ والمنظر لفظ الحدیث فانی لا اذکرہ ھکذا اور) آپ نے طوق دولت کو باندھ رکھا ہے طوق فقر میں (چنانچہ فقر قد میں دولت باطنی کہ ہفت اقلیم بھی اس کے سامنے گرد ہے مشاہد ہے غرض یہ کہ) ایک ضد دوسری ضد میں خفیہ مندرج ہے (چنانچہ بعض نظائر گزرے تیسری نظیر یہ ہے کہ) گرم پانی کے اندر آتش مندمج (اور داخل) ہے (اور وہ ان ہی اجزاء ناریہ کے اندماج سے گرم ہے چوتھی نظیر یہ کہ) آتش نمرود کے اندر گلزار درج ہے (پانچویں نظیر یہ کہ) آمدنیاں ناشی ہوتی ہیں بذل اور خرچ سے یہاں تک کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سلطان کامیابی نے (اسی بناء پر) ارشاد فرمایا (مانقصت صدقۃ من مال جو حدیث مذکور عنقریب کا پہلا جزو ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے) کہ اے اہل نعمت سخاوت کرنا (گو ظاہر میں نکالنا ہے مال کا مگر باطناً نفع حاصل کرنا ہے (یعنی) مال صدقات کے سبب کبھی کم نہیں ہوتا (اور وجہ اس کی یہ ہے کہ) خیرات بہت اچھا رابطہ ہے (حق تعالیٰ کے ساتھ جب اس سے رابطہ درست ہو گیا وہ برکت عطا فرماتے ہیں اور یہی مراد ہے کم نہ ہونے سے پس) زر کی جوشش اور افزونی (معنوی) زکوٰۃ میں ہے (جس طرح سے کہ) فحشاء و منکر سے محفوظی صلوٰۃ میں ہے (سو) تیری وہ زکوٰۃ تیرے کیسہ کے پاسبان ہے اور تیری وہ صلوٰۃ بھی (نفس وشیطان کے) بھیڑیوں سے (بمنزلہ) شبان ہے (یہاں ظاہراً وضع الضد فی ضدہ کے موقع میں صلوٰۃ کا ذکر بے موقع معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں وضع الضد فی ضدہ نہیں ہے بلکہ نہی عن الفحشاء والمنکر تو اس کی وضع کے ظاہراً بھی مناسب ہے سو احقر کے نزدیک مقصود اس کے ایراد سے تشبیہ دینا ہے وضع الضد فی ضدہ کو وضع الشئی فی مناسبہ کے ساتھ مطلب یہ کہ قدرت کے نزدیک وضع الضد فی ضدہ بھی اسی قدر آسان ہے جیسا وضع الشئی فی مناسبہ کو عام بھی سہل و مقدور حق جانتے ہیں پس ایضاح دفع استبعاد کے لئے یہ تشبیہ لائے وقد اشرت الی ہذا القول جس طرح فی تمہید ترجمۃ مصراع عصمت الخ چھٹی نظیر یہ کہ) میوہ شیریں نہاں ہیں شاخ و برگ میں (حالانکہ شاخ و برگ شیریں نہیں ساتویں نظیر یہ کہ) زندگی جاودانی موت کے تحت میں ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ خیالات آخرت کا سلسلہ موت ہی سے شروع ہوتا ہے یا مراد فناء و بقاء ہے کہ فنا سبب ہے بقاء کا آٹھویں نظیر یہ کہ) سرگین شیوہ (یعنی تصرف حق) سے (اولاً) خاک کی غذا بنا (چنانچہ اس کا خاک ہو جانا معلوم ہے پھر) اس غذا سے زمین میں میوہ پیدا ہوا (اور کجا سرگیں گندہ اور کجا میوہ پاکیزہ نویں نظیر یہ کہ) عدم میں پنہاں ہوگئی موجودیت (مراد عدم سے ممکنات کہ اصل ان کی عدم ہے اور موجودیت بمعنی وجود سے حضرت واجب کہ وجود اس کا عین ہے اور پنہانی سے مراد علاقہ ظاہریت و مظہریت اور اسی کو دوسرے مصرعہ میں بعنوان دیگر لاتے ہیں کہ) طینت

www.besturdubooks.wordpress.com

ساجد (یعنی ممکن) میں ایک مسجودیت ہے (مراد مسجود یعنی واجب ہے مبالغۃً مصدر سے تعبیر کیا) (دسویں نظیر یہ کہ) آہن وسنگ باہر سے تاریک (و بے نور) ہیں (مگر ان کے) اندر نور اور شمع عالم ہے (چنانچہ باطن چقماق سے آگ کا نکلنا ظاہر ہے گیارہویں نظیر یہ کہ) خوف کے اندر ہزاروں امن درج ہیں (کما قال تعالیٰ ان اللذین یخشون ربهم بالغیب لهم مغفرة واجر کبیر بارہویں نظیر یہ کہ) سیاہی (مردمک) چشم میں کس قدر روشنی ہے (تیرہویں نظیر یہ کہ) گاؤ تن میں ایک شہزادہ ہے (گویا کہ) خزانہ ایک ویرانہ میں رکھا ہوا ہے (گاؤ تن کی ترکیب مثل لجین الماء کے ہے یعنی تن کہ مشابہ گاؤ ہے اور یہ تشبیہ ظاہر ہے کیونکہ روح انسانی سے قطع نظر کرکے تن انسانی اور گاؤ دونوں بہ جہ روح حیوانی کے یکساں ہیں اور شہزادہ سے مراد روح کہ وہی خلیفۃ اللہ ہے کیونکہ انسان کی خلافت اسی سے ہے اور روح کا مشابہ گنج اور تن کا مشابہ ویرانہ ہونا ظاہر ہے اوران نظائر سے اوپر خواب اور بیداری اور ہوش اور بیہوشی کہ کبھی بدوں خواب کے بھی متحقق ہوتی ہے کالسکر والاستغراق دو مادے ہاس وضع الضد فی الضد کے وہ تھے کل پندرہ ہو گئے جو اس مقام پر مذکور ہیں اور ان قضایا لحکم فیہا بہذا الوضع میں بعض شخصیہ ہیں کقولہ وضع الضد فی الضد اندر آتش نمرود داخ بعض جزئیہ ہیں کقولہ زندگی جاوداں در زیر مرگ کیونکہ مرگ کفار میں اس کا تحقق نہیں لان حیاتهم الاخروی اردأ من الموت اور بعض کلیہ ہیں وهی کثیرة اور چونکہ یہاں بیان کرنا مقصود ہے قدرت کے عجیب ہونے کا اس لئے مطلق تحقق بھی جو کہ شخصیہ و جزئیہ میں ہوتا ہے اس کے لئے کافی ہے تحقیق دائم ولازم ضروری نہیں تاکہ عدم کلیہ سے نقض کا شبہ ہو آگے ایک حکمت بتلاتے ہیں نظیر اخیر یعنی اندرون گاؤ تن شہزادہ کی یعنی یہ اس لئے بھی کہا) تاکہ ایک بڈھا گدھا اس نفیس چیز سے بھاگے (اور) وہ گاؤ کو دیکھے شاہ کو نہ دیکھے مراد اس گدھے سے ابلیس ہے (چنانچہ اس نے بھی کہا کہ خلقتنی من نار و خلقته من طین اور میں نے لفظ بھی اس واسطے کہا کہ حق تعالیٰ کی حکمتیں اس میں منحصر نہیں)

فائدہ:۔ آگے شعر اخیر قولہ تا خرے پیرے الخ کے مضمون کے مناسب ایک حکایت ہے کہ جس طرح آدم علیہ السلام میں دو چیزیں تھیں ایک صورت ایک معنی اسی طرح شاہ چین کے پاس دو چیزیں تھیں ایک دختر کہ وہ صورت ہے جس کی تصویر دیکھ کر تین شہزادے کہ بھائی تھے عاشق ہو گئے تھے اور اس کی طلب میں چین پہنچے تھے دوسری چیز کمالات باطنیہ کہ معنی ہے کیونکہ وہ عارف بھی تھا لقولہ شاہ را مکشوف یک یک حال شان الخ وقولہ گرچہ شہ عارف بد از کل پیش پیش الخ اور کمال کے ساتھ صاحب تکمیل بھی تھا لقولہ شاہزادہ پیش شہ حیران ایں ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طین۔ وفی الحاشیہ علیہ ظاہر ایں ست کہ بادشاہ عارف بود جیسا سب سے پہلی حکایت والا بادشاہ مصداق تھا ملک دنیا بودش و ہم ملک دین کا اور جس طرح ابلیس نے صورت کو دیکھا معنی کو نہ دیکھا اسی طرح ان تینوں میں سے بڑا بھائی طلب صورت ہی کی دھن میں رہا اور معنی یعنی کمال کا استفادہ نہ کیا اور اسی میں بدوں حصول مطلوب مر گیا لقولہ او ازاں خورشید چوں مہ میگداخت ولقولہ نارسیدہ عمر او آخر رسید اور منجھلے بھائی نے گو استفادہ معنی کا شروع کیا لیکن اپنے کو صاحب کمال سمجھ کر عجب واستغناء عن المربی میں مبتلا ہو گیا جس نے شاہ کو مکدر کرکے اس کو مسلوب الحال کر دیا اور وہ بھی اسی حال میں مر گیا لقولہ از نوازشہائے آں شاہ وحید در تن خود غیر جان جانے بدید الی الابیات السبعۃ ولقولہ اندرون خویش استغنا بدید گشت طغیانی واستغنا پدید ولقولہ برد او را بعد سالے سوئے گور اور چونکہ عجب وکبر علامت ہے غلبہ احکام صورت کی خواہ وہ اپنی ہی صورت ہو جس میں وہ اور صورت دختر متماثل ہیں اس لئے یہ بھی طالب صورت ہی کے ساتھ ملحق ہو گیا پس یہ دونوں صورت بین ہوئے اور جس طرح ملائکہ نے معنی کو دیکھا تھا اسی طرح چھوٹے بھائی نے کمالات کا استفادہ کیا اور مربی کے آداب وحقوق کو پورا ادا کیا اور گو صورت کی طرف میلان طبعی رہا مگر طلب

www.besturdubooks.wordpress.com

معنی اور تفویض الی رائے المربی میں دو میلان مغلوب رہ کر حدود سے متجاوز نہیں ہوا جو کہ باطن کو مضر نہیں اور اس کی برکت سے معنی کے ساتھ اس کو صورت بھی حاصل ہو گئی لقولہٗ جملہ اوان سوم کامل ترین ہر سہ بود صورت و معنی بکلی در ربود قولہ دختر و ملک و خلافت او گرفت یعنی سلطنت ظاہری و خلافت باطنی ولقول صاحب الاختتام تفصیلا

کب ہا میکرد و رہ طے می نمود — جدہا میکرد و نورش می فزود

درویش ہر دم ز سلطان چوں قمر — نور نو وارد شدے شام و سحر

دم نمیزد لیک از مطلوب خود — داشت دردل شعلہ محبوب خود

و قولہ گر سزاوارم بداں در نشین — خود شہم نبو ازو از لطف گزین

حب جاہ و شاہی و حرص و ہوا — درسرش راہے ندارد ما سوا

جز خدا و حسب خاصان خدا — دردل او نیست راہے ہیچ را

گفت با اصحاب شہ کیں خوش جواں — می نیز رد جز بآں دخت چو جان

اور چونکہ اس شعر اخیر سے صورت بینی کی مذمت اور معنی بینی کی مدح مفہوم ہوتی تھی اس حکایت لانے سے بھی اسی کی تائید ہو گئی کہ دیکھو صورت بینی سے کیسی مضرت ہوئی کہ صورت سے بھی حرمان رہا اور اکثر ہوا پرستوں کا یہی حال ہوتا ہے اور معنی بینی کی کیسی برکت ہوئی کہ صورت و معنی دونوں نصیب ہو گئے اور اکثر خدا پرستوں کے لئے یہی ہوتا ہے وہذا التقریر للمناسبۃ مما من اللہ تعالیٰ بہ علی خاصۃ وللہ الحمد اور گو بعد ختم حکایت خاتم مثنوی نے اس کو دوسرے مضمون پر بھی منطبق کیا ہے مگر اس سے غرض مذکور کی نفی کا شبہ نہ کیا جاوے و مثل ہذا کثیر فی ہذا الکتاب ونظیرہ قصۃ آدم علیہ السلام فی اول سورۃ الاعراف حیث شرعہا للترغیب فی الطاعۃ بذکر النعم والتحذیر عن المعصیۃ بتذکیر قصۃ ابلیس ثم بعد ختمہا استنبط منہا کون ابلیس عدوا لنبی آدم فی اضلالہم وامرہم بالفحشاء والعری عن اللباس الحسی والمعنوی کما فی تفسیری۔

حکایت آں پادشاہ و وصیت کردن سہ پسر خویش را کہ دریں سفر در ممالک من در فلاں جا چنیں ترتیب نہید و فلاں جا چنیں نواب نصب کنید واما اللہ اللہ فلاں قلعہ مروید و گرد آں مگردید

اس بادشاہ کی حکایت اور اس کا اپنے تین لڑکوں کو وصیت کرنا کہ اس سفر میں میرے ملکوں میں فلاں جگہ اس طرح سے ترتیب قائم کرو اور فلاں جگہ نائب قائم مقام مقرر کرو لیکن خدا کے لئے فلاں قلعہ میں نہ جانا اور اس کے چاروں طرف چکر نہ کاٹنا

بود شاہے شاہ را بد سہ پسر	ہر سہ صاحب فطنت و صاحب نظر
ایک بادشاہ تھا بادشاہ کے تین لڑکے تھے	تینوں صاحب فطانت اور صاحب نظر
ہر یکے از دیگرے استودہ تر	در سخا و در وغا و کر و فر
ہر ایک دوسرے سے زیادہ افضل تھا	سخاوت میں اور جنگ اور کروفر میں
پیش شہ شہزادگاں استادہ جمع	قرۃ العینان شہ ہمچوں سہ شمع
بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوتے	تین شمع کی طرح سب بادشاہ کے قرۃ العین تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

از رہ پنہاں ز عینین پسر	می کشید آبے نخیل آں پدر
ایک مخفی راستہ سے پسر کی دونوں آنکھوں سے	پانی چوستا تھا اس باپ کا درخت خرما
تا ز فرزند آب ایں چشمہ شتاب	میرود سوی ریاض مام و باب
تاکہ فرزند سے یہ چشمہ جلدی جلدی	جاتا رہتا ہے ماں اور باپ کے باغوں کی طرف
تازہ می باشد ریاض والدین	گشتہ جاری عین شاں زیں ہر دو عین
والدین کے باغ تازہ رہا کرتے ہیں	ان کا چشمہ ان دونوں آنکھوں سے جاری رہتا ہے
چوں شود چشمہ ز بیماری علیل	خشک گردد شاخ و برگ آں نخیل
جب چشمہ مرض کی وجہ سے علیل ہو جاتا ہے	تو اس درخت کے شاخ و برگ خشک ہو جاتے ہیں
خشکی نخلش ہمی گوید پدید	کہ ز فرزنداں شجرنم می کشید
اس کے نخل کا خشک ہو جانا صریحا کہتا ہے	کہ وہ شجر فرزندوں سے رطوبت کھینچ رہا تھا
اے بسا کاریز پنہاں ہمچنیں	متصل با جان تاں یا غافلیں
اے شخص بہت سے پنہاں چشمے اسی طرح	تمہاری روح کے ساتھ متصل ہیں اے غافلو
اے کشیدہ ز اسمان و از زمیں	مایہا تا گشتہ جسم تو سمیں
اے شخص آسمان اور زمین سے	بہت سی غذائیں کھینچی ہیں یہاں تک کہ تیرا جسم فربہ ہو گیا
تن ز اجزائے جہاں دز دیدۂ	پارہ پارہ زین و آں ببریدۂ
تو نے تن اجزائے عالم سے چرایا ہے	اس سے اور اس سے تو نے پارہ پارہ قطع کیا ہے
از زمین و آفتاب و آسماں	پارہا بر دوختی بر جسم و جاں
زمین اور آفتاب اور آسمان سے	بہت سے پارے تو نے جسم اور جان پر گانٹھے ہیں
تا تو پنداری کہ بردی رائیگاں	بازنستانند از تو این و آں
یہاں تک کہ تو یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ تو مفت لے اڑا ہے	تجھ سے اس کو اور اس کو واپس نہ لیں گے
کالۂ دزدیدہ نبود پائیدار	لیک آرد دزد را تا پائیدار
متاع مسروق پائیدار نہیں ہوتی	لیکن سارق کو زیر دار لے آتی ہے
عاریہ ستایں کم ہمی باید فشارد	کانچہ بگرفتی ہمی باید گزارد
یہ عاریت ہے ذرا قدم کم جمانا چاہئے	کیونکہ تو نے جو کچھ لیا ہے یہ ادا کرنا بھی ضروری ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جز نحت کاں زوہاب آمدست	روح را باش آں دگرہا بیہدست
بجز نحت کے کہ وہ حضرت وہاب کی طرف سے آئی ہے	تو روح کی فکر میں رہ وہ دوسری چیزیں سب بیہودہ ہیں
بیہدہ نسبت بجاں میگویمش	نے بہ نسبت با صنیع محکمش
میں اس کو بیہودہ بہ نسبت روح کے کہتا ہوں	نہ کہ حق تعالیٰ کے صنع محکم کے اعتبار سے

ایک بادشاہ تھا (اور اس) بادشاہ کے تین لڑکے تھے تینوں صاحب فطانت اور صاحب نظر ہر ایک دوسرے سے زیادہ افضل تھا سخاوت میں اور جنگ اور کروفر میں (یعنی ہر ایک میں دوسرے سے افضلیت کا شبہ ہوتا تھا یعنی سب ان صفات میں کامل تھے اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ معاملہ عشق دختر وخدمت شاہ چین میں آگے دو کا خادم اور ایک کا پختہ نکلنا مذکور ہوگا جس کا حکایت کے قبل تمہید میں بھی ذکر ہوا ہے اور یہ اس کے معارض ہے جواب یہ ہے کہ یہاں اور صفات کا ذکر ہے اور وہاں دوسری صفات کا پس ایک میں متماثل تھے دوسرے میں متفاوت ومتفاضل اور) بادشاہ کے سامنے شہزادے جمع ہو کر کھڑے ہوتے (اور) تین شمع کی طرح سب بادشاہ کے قرۃ العین تھے (جس طرح شمع سے آنکھوں کو روشنی اور خنکی پہنچتی ہے اسی طرح ان سے آنکھیں خنک اور روشن ہوتیں اور قرۃ العینان میں الف نون جمع کے لئے ہے جیسا فارسی میں آتا ہے اور عین کی جمع نہیں ہے بلکہ قرۃ العین مرکب کی جمع ہے اور) ایک مخفی راستہ سے (ہر) پسر کی دونوں آنکھوں سے پانی چوستا تھا اس باپ کا درخت خرما (دونوں آنکھوں سے مراد ذات ہے فرزند کی اور نکتہ اس تعبیر میں یہ ہے کہ فرزند کی طرف نگاہ کرنے میں تو والدین کو راحت ہوتی ہی ہے لیکن فرزند یا ہر محبوب جو والدین یا محب کی طرف نظر محبت سے دیکھتا ہے اور والدین یا محب اس نگاہ کو دیکھتے ہیں جو علامت ہے اس کے محب ہونے کی بھی اس سے جو راحت ہوتی ہے وہ بے نظیر ہے اور جو قوت قلب بادشاہ کو فرزندوں کی طرف نظر کرنے سے پہنچتی تھی اس کو پانی سے اور بادشاہ کو درخت سے تشبیہ دی اور وجہ تشبیہ قوت حاصل کرنے کا اشتراک ظاہر ہے آگے میکشید کی غایت ہے بطور لام عاقبت کے یعنی) تاکہ فرزند (کی طرف) سے یہ چشمہ (قوت وراحت قلب کا) جلدی جلدی جاتا رہتا ہے ماں اور باپ کے باغوں کی طرف (یعنی کشیدن کی عاقبت یہ رفتن ہے اور اس کشیدن ورفتن میں تقدم وتاخر ذاتی ہے اور زمانا مقارنت ہے اور چونکہ اس قوت پہنچنے کا موقوف علیہ نظر الوالدین الی الولد ہے اس لئے کشیدن کو علت اور رفتن کو معلول قرار دیا آگے اس پر تفریع ہے کہ) والدین کے باغ تازہ رہا کرتے ہیں (اور) ان (والدین) کا چشمہ (یعنی جس چشمہ سے وہ سیراب ہوتے ہیں فرزند کی) ان دونوں آنکھوں (یعنی اس کی ذات) سے جاری رہتا ہے (چنانچہ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ) جب چشمہ (یعنی فرزند' مرض کی وجہ سے علیل ہو جاتا ہے تو اس درخت (یعنی والدین) کے شاخ وبرگ خشک ہو جاتے ہیں (چنانچہ فرزند کی علالت سے والدین کی پژمردگی ظاہر ہے جس طرح چشمہ کی کمی سے درخت کی تازگی کم ہو جاتی ہے پس) اس کے نخل کا خشک ہو جانا صریحاً کہتا ہے کہ وہ شجر فرزندوں سے رطوبت کھینچ رہا تھا (آگے اس اخذ اور سے دوسرے اخذ اعام کی طرف جو تمام متعلقوں کو شامل ہے انتقال فرماتے ہیں کہ) اے شخص بہت سے پنہاں چشمے اسی طرح (جیسا کہ والدین کی اخذ امیں مذکور ہوا) تمہاری روح (حیوانی) کے ساتھ متصل ہیں اے غافلو

www.besturdubooks.wordpress.com

(جس سے تمہاری روح حیوانی کو قوۃ اور قوت پہنچتی ہے اور حیوانی کی تخصیص کا قرینہ آگے شعر جز تحت میں آوے گا آگے ان پنہانی چشموں کا بیان ہے کہ) اے شخص (تیرے جسم نے) آسمان اور زمین سے بہت سی غذائیں کھینچی ہیں یہاں تک کہ تیرا جسم فربہ ہو گیا (غذا کا ملنا اور اس میں زمین وآسمان کو بواسطہ یا بلا واسطہ دخل ہونا ظاہر ہے) تو نے (یہ) تن اجزائے عالم سے چرایا ہے (یعنی حاصل کیا ہے اور) اس (جزو عالم) سے اور اس (جزو عالم) سے تو نے پارہ پارہ قطع کیا ہے (اور وہاں سے قطع کر کے اپنے پاس جمع کیا ہے چنانچہ) زمین اور آفتاب اور آسمان سے بہت سے پارے تو نے (اپنے) جسم اور جان (یعنی روح حیوانی) پر گانٹھے ہیں (چنانچہ بدن اور روح طبی یہ سب ان ہی اغذیہ سے حاصل ہوتی ہیں اور دزدیدن سے تعبیر کرنا باعتبار اس اخذ کے خفیہ اور جلد واپس ہو جانے کے ہے اور اسی لئے آگے اس سے غافل ہونے کی غلطی بیان کرتے ہیں کہ تو ان چیزوں سے ہمیشہ غذا حاصل کرتا رہتا ہے) یہاں تک کہ تو یہ گمان کرنے لگتا ہے کہ تو (اس جسم وجان کو) مفت لے اڑا ہے (یعنی مفت کا مال ہاتھ آ گیا ہے کوئی اس کا مالک نہیں ہے جو اس کو واپس لے اس لئے تو یہ سمجھتا ہے کہ) تجھ سے اس (جزو مسروق) کو اور اس (جزو مسروق) کو واپس نہ لیں گے (یہ تنبیہ ہے اس پر کہ اس کے زوال وذہاب سے غافل ہو جانا جیسا اکثر غافلین کی شان ہے وتتخذون مصانع لعلکم تخلدون یہ بڑی غلطی ہے اور ایسی مثال ہے جیسے کوئی کسی کا مال چرا کر بے فکر ہو جاوے حالانکہ) متاع مسروق پائیدار نہیں ہوتی (مالک قادر جب توجہ کرے تب ہی لے لے) لیکن سارق کو (البتہ) زیدار لے آتی ہے (اسناد ہے سبب کی طرف اسی طرح وہ متاع تجھ سے مسترد ہو گی اور تو دار ہلاک کے نیچے آوے گا اور یہ ہلاک بمعنی موت تو عام ہے مجرم وغیر مجرم کو اور تشبیہ صرف اخذ خفیہ واسترداد بالموت میں ہو گی اور ہلاک بمعنی العقوبت مقید ہو گا جرم کے ساتھ چونکہ مخاطب اہل غفلت ہیں اس لئے اس ہلاک کا عدم عموم صحت کلام میں قادح نہیں غرض) یہ (متاع) عاریت ہے ذرا قدم کم جمانا چاہئے کیونکہ تو نے جو کچھ لیا ہے یہ ادا کرنا بھی ضروری ہے (کیونکہ مسروق مثل عاریت کے ہر وقت شرف سقوط وزوال پر ہے کیونکہ تمہاری ملک نہیں کی گئی اور یہ حکم اجسام وارواح حیوانیہ سب کو شامل ہے) بجز نفخت (فیہ من روحی کے مصداق) کے (کہ وہ روح انسانی عارف وعاشق ہے) کہ وہ حضرت واہب (بکثرت ہبہ کنندہ) کی طرف سے آئی ہے (اور مثل موہوب کے جو کہ ملک کر دی جاتی ہے گو یہاں اب بھی واہب ہی مالک ہے مگر بقاء وعدم استرداد میں موہوب سے تشبیہ دی گئی یہ بھی زائل وفانی نہیں کی جاتی چنانچہ روح مذکور کی ابدیت وحیات دائمہ معلوم ہے وان عرض علیہ الفناء لادنی لحظۃ وقت النفخ فھی غیر معتدبھا اور یہی قرینہ ہے اس کا کہ اوپر لفظ جان سے مراد روح حیوانی تھی آگے غرض اس مضمون کے بیان کی بتلاتے ہیں کہ ہمارا مقصود اجسام وروح حیوانی کے بیان فناء اور روح انسانی کے ذکر بقاء سے یہ ہے کہ) تو روح کی فکر (اصلاح) میں رہ وہ دوسری چیزیں (مذکور سابقہ اجسام وروح حیوانی) سب بیہودہ ہیں (یعنی قابل اہتمام والتفات نہیں چنانچہ آگے یہی تفسیر کرتے ہیں کہ) میں اس کو بیہودہ بہ نسبت روح (انسانی) کے کہتا ہوں (کہ اس کے درجہ میں قابل اہتمام والتفات نہیں) نہ کہ حق تعالیٰ کے صنع محکم (وباحکمت) کے اعتبار سے (کہ اس اعتبار سے کوئی چیز بھی بیہودہ نہیں قال تعالیٰ ربنا ماخلقت ھذا باطلا وبالمعنی الاول فی الحدیث الاکل شی ماخلا اللہ باطل فثبت للباطل المعنیان بالکتاب والسنۃ احدھما مثبت والآخر منفی)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان استمداد عارف از سر چشمۂ حیات ابدی و مستغنی شدن او از استمداد و انجذاب از چشمہای آبہای بیوفا کہ علامۃ ذلک التجافی عن دار الغرور کہ آدمی چوں بر مددہای چشمہا اعتماد کند در طلب چشمۂ باقی ست شود چنانکہ حکیم الٰہی می فرماید۔ رباعی

عارف کا ابدی زندگی کے سر چشمہ سے مدد حاصل کرنے کا بیان اور اس کا بے وفا پانیوں کے چشمہ سے جذب کرنے اور مدد حاصل کرنے سے بے نیاز ہونا کہ اس کی علامت دھوکے کے گھر سے جدائی ہے۔ کیونکہ انسان جب چشموں کی مدد پر بھروسہ کرتا ہے باقی رہنے والے چشمہ کی طلب ست ہو جاتی ہے چنانچہ حکیم الٰہی فرماتے ہیں رباعی

کاریز درون جان تو می باید ۔۔۔ کز عاریہا ترا درے نکشاید

یک چشمۂ آب از درون خانہ ۔۔۔ بہ زاں جوی کہ از بروں می آید

حبذا کاریز اصل چیزہا	فارغت آرد ازیں کاریزہا
بہت خوب ہے چشمہ جو کہ اصل ہے اشیاء کی	تجھ کو ان کاریزوں سے فارغ کر دے گی
چشمۂ آبی درون خانہ	بہ زرو دے کاں نہ در کاشانہ
گھر کے اندر ایک چشمہ پانی کا بہتر ہے	اس نہر سے جو گھر کے اندر نہ ہو
توز صد ینبوع شربت می کشی	ہرچہ زاں صد کم شود کاہد خوشی
تو صدہا چشمہ سے شربت کھینچ رہا ہے	جو چیز بھی ان سو میں سے کم ہو جاوے تو خوشی گھٹ جاتی ہے
چوں بجوشد از دروں چشمہ سنی	زاستراق چشمہا گردی غنی
جب اندر سے ایک چشمہ روشن جوش کرنے لگے	تو چشموں سے خفیہ حاصل کرنے سے تو غنی ہو جاوے
قرۃ العین چوز آب و گل بود	راتبہ ایں قرہ درد دل بود
تیرا قرۃ العین اگر آب و گل سے ہو	تو ثمرہ اس قرۃ کا درد دل ہو گا
قلعہ را چوں آب آید از بروں	در زمان امن باشد برفزوں
قلعہ کا پانی جب باہر سے آتا ہو	تو زمانہ امن میں تو وہ ترقی پر ہو گا
چونکہ دشمن گرد آں حلقہ کند	تا کہ اندر خون شاں غرقہ کند
جب دشمن اس قلعہ کے گرد محاصرہ کر لے	تا کہ خون میں ان کو غرق کرے
آب بیروں را برند آں سپاہ	تا نباشد قلعہ را زانہا پناہ
وہ سپاہ بیرونی پانی کو قطع کر دیں	تا کہ قلعہ کو ان سپاہ سے پناہ نہ ہو سکے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں زماں یک چاہ شورا ےاز دروں	بہ ز صد جیحون شیریں از بروں
اس وقت ایک شور کنواں اندر	بہتر ہے سو جیحوں شیریں سے جو باہر سے ہوں
قاطع الاسباب لشکر ہائے مرگ	ہمچو دے آید بقطع شاخ و برگ
سپاہ مرگ قاطع الاسباب	خزاں کی طرح شاخ و برگ کے قطع کرنے کے لئے آتی ہے
در جہاں نبود مدد شاں از بہار	جز مگر درجاں بہار روی یار
تو ان کو بہار سے کوئی مدد نہیں پہنچتی	بجز اس کے اگر روح میں روئے یار کی بہار ہو
زاں لقب شد خاک را دار الغرور	کو کشد پارا سپس یوم العبور
اسی سبب سے عالم خاک کا لقب دار الغرور ہوا ہے	کیونکہ وہ قدم پیچھے ہٹا لیتا ہے مرور کے دن
پیش ازاں بر راست و بر چپ می دوید	کہ بجیم درد تو چیزی نچید
اس سے پہلے دائیں بائیں دوڑتا پھرتا تھا	کہ تیری تکلیف میں اپنے اوپر لے لوں کا کچھ لی تو نا؟
او بگفتے مر ترا وقت غماں	دور از تو رنج و دہ کہ درمیاں
وہ تجھ کو غموم کے وقت کہا کرتا تھا	کہ رنج تجھ سے دور ہے اور دس پہاڑ درمیان میں ہیں
چوں سپاہ رنج آمد بست دم	خود نمی گوید ترا من دیدہ ام
جب سپاہ رنج آ گئی اس نے دم بند کر دیا	تو وہ خود یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نے تجھ کو دیکھا ہے
حق پئے شیطاں بدنیساں زد مثل	کو ترا در رزم آرد با حیل
حق تعالیٰ نے شیطان کی ایک حالت اس طرح سے بیان کی	کہ وہ تجھ کو جنگ میں لے آتا ہے حیلوں سے
کہ ترا گوید کہ پشتم من ترا	در بلا و در جفا و در عنا
کہ تجھ سے کہتا ہے کہ میں تیرا مددگار ہوں	بلا میں اور جفا میں اور مشقت میں
کہ ترا یاری دہم من با توام	در خطرہا پیش تو من می دوم
کہ میں تجھ کو مدد دوں گا میں تیرے ساتھ ہوں	خطرات میں تیرے سامنے دوڑوں گا
اسپرت باشم گہ تیر خدنگ	مخلص تو باشم اندر وقت تنگ
میں تیرا سپر ہوں گا تیر خدنگ کے وقت	میں تیرا مخلص ہوں گا وقت تنگ میں
جاں فدای تو کنم در انتعاش	رستمی شیری ہلا مردانہ باش
تجھ پر جان فدا کردوں گا نشاط میں	تو رستم ہے تو شیر ہے خبردار مردانہ رہنا

www.besturdubooks.wordpress.com

سوی کفرش آورد زیں عشوہا	آں جوال خدعہ و مکرو دغا
ان ہی فریبوں سے اس کو کفر کی طرف لے آتا ہے	وہ تھیلہ خداع اور مکر و دغا کا
چوں قدم بنہاد در خندق فتاد	او بقاہا قاہ خندہ لب کشاد
جب اس نے قدم رکھ دیا اور خندق میں گر گیا	تو اس نے قہقہہ خندہ کے ساتھ لب کھول دیے
ہیں بیا من طمعہا دارم ز تو	گویدش رو رو کہ بیزارم زتو
ہاں آ میں تجھ سے امیدیں رکھتا ہوں	وہ اس کو جواب دیتا ہے جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں
تو نترسیدی ز عدل کردگار	من ہمی ترسم تو دست زمن بدار
تو تو نہ ڈرا عدل کردگار سے	میں تو ڈرتا ہوں تو مجھ سے ہاتھ اٹھا لے
گفت حق او خود جدا شد از بہی	تو بدیں تزویرہا ہم کے رہی
حق تعالی فرمائیں گے کہ وہ خود صلاح سے جدا ہو چکا تھا	تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے
گفت حق او خود ز نیکی شد جدا	کے رہی ہم تو بدیں تزویرہا
حق تعالی فرماویں گے کہ وہ خود نیکی سے جدا ہو چکا تھا	تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے
فاعل و مفعول در روز شمار	روسیاہ اندو حریف و سنگسار
فاعل اور مفعول روز شمار میں	روسیاہ ہیں اور ایک دوسرے کے شریک اور مرجوم
رہزدہ و رہزن یقیں در حکم و داد	درچہ بعد اندو در بکس المہاد
راہزدہ اور راہزن یقیناً حکم و عدل میں	چاہ لعنت میں ہیں اور بستر زشت میں
غول را و گول را کو را فریفت	از خلاص و فوزی باید شکیفت
شیطان کو بھی اور اس احمق کو بھی جس کو اس نے فریب دیا	خلاص اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہئے
ہم. خر و خرگیر اینجا درگلند	غافل اند اینجا و آنجا آفلند
یہاں گدھا اور گدھے کا پکڑنے والا دونوں دلدل میں ہیں	یہاں غافل ہیں اور وہاں غائب ہیں
جز کسانے را کہ وا گردانداز اں	در بہار فضل آیند از خزاں
بجز ان لوگوں کے جو اس سے رجوع کر لیں	بہار فضل میں آجاویں خزاں سے
توبہ آرند و خدا توبہ پذیر	امر او گیرند و او نعم الامیر
توبہ کر لیں اور خدا تعالی توبہ قبول کرنے والا ہے	وہ لوگ اس کے حکم کو قبول کر لیں اور وہ بہت اچھا صاحب حکم ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چون برآرند از پشیمانی حنین	عرش لرزد از انین المذنبین
جب ندامت کے سبب آواز نالہ نکالتے ہیں	تو عرش کانپنے لگتا ہے گنہگاروں کی آواز گریہ سے
آنچناں لرزد کہ مادر بر ولد	دست شاں گیرد بہ بالا می کشد
ایسا کانپتا ہے جیسے ماں بچہ پر	اس کا ہاتھ پکڑتا ہے اور کھینچ لیتا ہے
کاے خداتاں واخریدہ از غرور	نک ریاض فضل ونک رب غفور
کہ اے لوگو تم کو خدا تعالیٰ نے دھوکہ سے چھڑا دیا	اب فضل کے باغ ہیں اور اب رب غفور ہے
بعد ازیں تا برگ ورزق جاوداں	از ہوای حق بود نز ناوداں
اس کے بعد تم کو سامان اور رزق جاوداں	سحاب حق سے نصیب ہوگا نہ کہ پرنالہ سے
چونکہ دریا بروسائط رشک کرد	تشنہ چوں ماہی بترک مشک کرد
جب دریا نے وسائط پر غیرت کی	تو تشنہ نے ماہی کی طرح مشک کو ترک کر دیا
قصۂ شہزادگاں آور بہ پیش	کایں حدیث از حد امکانست بیش
شہزادوں کا قصہ پیش کر	کیونکہ یہ مضمون حد امکان سے زیادہ ہے

(اوپر حظوظ جسم کے فانی اور حظوظ روح کے باقی ہونے کا مضمون تھا آگے بھی اول پر دوسری کی ترجیح اور تفضیل اور اس کی ترغیب تحصیل کی تفصیل ہے اور اس کی توضیح کے لئے آغاز میں ایک تمثیل ہے پس فرماتے ہیں کہ) بہت خوب ہے چشمہ (باطن و روح) جو کہ اصل ہے (معتد بہ) اشیاء کی (یعنی واردات من العلوم والحالات کی اور روح کا ان واردات کے لئے اصل ہونا ظاہر ہے یا اشیاء سے مراد اسباب لذات جسمیہ اور اصل بمعنی ارجح یعنی ان مستلذات سے وہ کاریز ارجح ہے باعتبار اپنے متعلق یعنی کمالات باطنیہ مذکورہ کے اور مضمون مصرعہ ثانیہ ظاہراً اسی کا موید ہے یعنی) وہ کاریز (باطنی) تجھ کو ان (ظاہری) کاریزوں سے (یعنی قوی مدرکہ و عاملہ جسمانیہ سے کہ منبع ہے لذات و حظوظ کا) فارغ کر دے گی (یہ مصرعہ ظاہراً قرینہ ہے کہ کاریزہا اور چیزہا کا ایک مصداق ہے یعنی اصل کاریزہا اور فارغ کرنے کا راز ظاہر ہے کہ حظوظ روحانی صاف اور باقی ہیں اور حظوظ جسمانی مکدر اور منقطع ہیں چونکہ اس شعر میں دونوں حظوظ کو کاریز سے تشبیہ دی ہے آگے اسی عنوان سے تقریر ہے (ارجحیہ کی یعنی) گھر کے اندر ایک چشمہ پانی کا بہتر ہے اس نہر سے جو گھر کے اندر نہ ہو (اور نہر عادۃً چشمہ سے زائد ہوتی ہے یعنی حظ قلیل باطنی افضل ہے حظ کثیر ظاہری سے اس کے بہتر ہونے کی وجہ آگے شعر قلعہ را چوں آب آید از لخ میں آوے گی جس کا حاصل باہر کے پانی کا انقطاع اور اندر کے پانی کا عدم انقطاع ہے) تو (اب تو) صدہا چشمہ سے (جو کہ خارجی ہیں) شربت کھینچ رہا ہے (یعنی اسباب حظوظ خارج سے ہیں اس لئے) جو چیز بھی ان ہو میں سے کم ہو جاوے تو خوشی گھٹ جاتی ہے (یعنی سامان حظ باہر کی چیزیں ہیں کہ کبھی رہیں کبھی نہ رہیں مثلاً اموال و اولاد و حشم و خدم کہ اگر کسی وقت ایک چیز سے یا سب سے جدائی ہو جاوے بس غم ہے پریشانی ہے اور) جب اندر سے ایک چشمہ روشن جوش کرنے لگے تو (ان مذکورہ چشموں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

خفیہ (آب لذت) حاصل کرنے سے تو غنی ہو جاوے (اور اندروں کا مقابلہ میں آنا قرینہ ہے کہ شعر بالا میں صد ینبوع سے مراد خارجی ہیں آگے ہر چند اں صد کم شود کا بد خوشی کی ایک مثال ہے کہ مثلاً) تیرا قرۃ العین (یعنی مایہ سرور) اگر آب وگل سے ہو تو ثمر و اس قرۃ کا در دول ہوگا (کیونکہ فراق سے مرض ہے موت ہے اور اس کا نتیجہ کلفت بخلاف حظوظ باطن کے کہ اس کے اسباب کا حاصل قرب حق ہے جو دولت سرمدی ہے آگے تعلیل ہے مضمون چشمہ آب بے دروں خانہ الخ کی یعنی دیکھو) قلعہ کا پانی جب باہر سے آتا ہو تو زمانہ امن میں تو وہ ترقی پر ہوگا (کیونکہ کارکن قلعہ سے باہر جا کر قلعہ کی طرف چھوڑ دیں گے لیکن) جب دشمن اس قلعہ کے گرد محاصرہ کرلے تاکہ خون میں ان (قلعہ والوں) کو غرق کرے (یعنی ہلاک کرے اور) وہ سپاہ (دشمن کی اُس) بیرونی پانی کو قطع کر دیں (اندر نہ جانے دیں) تا کہ قلعہ (والوں) کو اُن سپاہ (دشمن) سے پناہ نہ ہو سکے (کیونکہ پناہ حاصل ہونا موقوف ہے سامان رسد خورد نوش پر یہ سب شرط تھی اور جزا یہ ہے کہ) اس وقت ایک شور کنواں اندر بہتر ہے سو چشموں شریں سے جو باہر سے ہوں (اسی طرح مثل سپاہ قاطع آب کے جب) سپاہ مرگ قاطع الاسباب خزاں کی طرح شاخ و برگ (یعنی اسباب حظوظ خارجیہ) کے قطع کرنے کے لئے آتی ہے تو ان (مرنے والوں) کو بہار (منقضی) سے (جو اس شاخ و برگ کا سبب تھا) کوئی مدد نہیں پہنچتی (یعنی بہار عمر و حظ دنیا تو منقضی ہوگئی وہ ان کو مسرور نہیں کر سکتی) بجز اس کے کہ اگر روح میں روئے یار کی بہار ہو (وہ بہار اس خزاں کو موجب غم نہیں ہونے دیتی کما قیل

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق ثبت ست بر جریدهٔ عالم دوام ما

آگے تفریع ہے مضمون در جہاں نبود مدد شان از بہار پر یعنی چونکہ جس بہار سے توقع مدد کی یعنی جس لذت سے توقع فرحت بخشی کی تھی وہ امید وقت پر غلط نکلی) اسی سبب سے عالم خاک (یعنی دنیا) کا لقب دار الغرور ہوا ہے (کما ہو منصوص فی حدیث الصوان وایضا فہم من قولہ تعالیٰ وما الحیوۃ الدنیا الا متاع الغرور) کیونکہ وہ (دار یعنی دیار و اہل دار یعنی دنیوی یار غار) قدم پیچھے ہٹا لیتا ہے مرور (من الدنیا) کے دن (اور) اس (یوم المرور) سے پہلے (یہ حال تھا کہ) دائیں بائیں دوڑتا پھرتا تھا (اور کہتا تھا) کہ تیری تکلیف میں اپنے اوپر لے لوں گا (مگر) کچھ لی تو نا (اور) وہ (یار دنیوی) تجھ کو غم کے وقت کہا کرتا تھا کہ (غم نہ کر) رنج تجھ سے (بہت) دور ہے اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) دس پہاڑ (تیرے اور اس رنج کے) درمیان میں ہیں (یعنی میں معاون موجود ہوں کسی رنج کو تجھ تک نہ آنے دوں گا اس طرح حائل ہو جاؤں گا جیسے گویا درمیان میں دس پہاڑ کھڑے ہوں مطلب یہ کہ میری قوی اعانت تیرے ساتھ ہے مگر) جب سپاہ رنج آگئی (اور) اس نے (آ کر) دم بند کر دیا تو (اب) وہ خود یہ بھی نہیں کہتا کہ میں نے (کبھی) تجھ کو دیکھا (بھی) ہے (اس طرح سے الگ ہو گیا اور غرور اور دھوکہ کی حقیقت یہی ہے کہ پہلے تو امید دلا دے اور عین وقت پر آنکھیں چرا دے پس کشد یار اور پیش از اں دونوں مضمونوں کا مجموعہ علت ہوئی حملہ زاں لقب شد کی آگے اس غرور کی ایک مثال دیتے ہیں جو کہ قرآن مجید سے ماخوذ ہے یعنی) حق تعالیٰ نے شیطان کی ایک حالت اس طرح سے بیان کی کہ وہ تجھ کو جنگ میں لے آتا ہے حیلوں سے (وہ حیلہ یہ ہے) کہ تجھ سے کہتا ہے کہ میں تیرا مددگار رہوں بلا میں اور جفا میں اور مشقت میں (اور کہتا ہے) کہ میں تجھ کو مدد دوں گا میں تیرے ساتھ ہوں (اور) خطرات میں تیرے سامنے دوڑوں گا (اور) میں تیرا سپر ہوں گا تیر اندنگ کے وقت (درختے ست محکم کہ از اں تیر میساز ند اور) میں تیرا مخلص ہوں گا وقت تنگ میں (اور) تجھ پر جان فدا کر دوں گا نشاط (وشوق کی حالت) میں (یعنی شوق سے تجھ پر فدا ہو جاؤں گا نہ کہ کراہت سے فی الغیاث فارسیان بمعنی عیش و نشاط استعمال کنند اھ اور بڑھاوے دینے کے لئے کہتا ہے کہ) تو رستم ہے تو شیر ہے خبر دار مردانہ رہنا

www.besturdubooks.wordpress.com

(غرض) ان ہی فریبوں سے اس کو کفر کی طرف لے آتا ہے (مراد یہ کہ قتال کی طرف کیونکہ دین کے سبب مسلمانوں سے قتال کرنا کفر ہے آگے فاعل ہے آوردکا یعنی) وہ تھیلہ خداع اور مکر ودغا کا (یعنی شیطان کہ جامع ہے ان ذمائم کا اور) جب (اس کے بہکانے سے) اس (بہکائے میں آجانے والے) نے (آگے) قدم رکھدیا اور خندق میں گر گیا (یعنی مصیبت میں پھنس گیا) تو اس (شیطان) نے قہقہہ خندہ کے ساتھ لب کھول دیئے (اس وقت وہ شخص شیطان سے کہتا ہے کہ) ہاں (حسب وعدہ مدد کے لئے) آ میں تجھ سے امیدیں رکھتا ہوں وہ اس کو جواب دیتا ہے جا جا میں تجھ سے بیزار ہوں (اور یہ بھی کہتا ہے کہ) تو تو نہ ذرا عدل کردگار سے (کہ اہل حق کے مقابلہ میں آگیا مگر) میں تو (خدا سے) ڈرتا ہوں تو مجھ سے ہاتھ اٹھالے (اور اس کا مثال غرور ہونا ظاہر ہے کہ اول توقع دلائی پھر خلاف کیا اور دھوکہ یہی ہے اب یہاں احتمال تھا کہ گو یہاں دھوکہ میں آنے سے یہ خسارہ ہوا لیکن شاید قیامت میں اس شخص کا یہ عذر پذیر ہو جاوے کہ مجھ کو شیطان نے بہکا دیا تھا تو اس صورت میں دارالغرور کا ضرر ممتد نہ ہوگا تو اس سے عذر بھی چنداں مہتم بالشان نہ ہوگا جیسا مولانا کے کلام سے جو قبل شعر زاں لقب شد الخ سے ہے زیادہ اہتمام معلوم ہوتا ہے آگے اس احتمال کو دفع کرتے ہیں کہ ایسا عذر بعض مجرمین کریں گے بھی مگر ان کے جواب میں) حق تعالیٰ فرماویں گے کہ وہ (شیطان) خود صلاح سے جدا ہو چکا تھا (اور یہ بات سب کو اور تجھ کو بھی بتلا دی گئی تھی پھر تو نے اس کا اتباع کیوں کیا پس اس حالت میں) تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے (بھی اس لئے کہا کہ جس طرح شیطان بھی نہ چھوٹے گا آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) حق تعالیٰ فرماویں گے کہ وہ خود نیکی سے جدا ہو چکا تھا تو بھی ان حیلوں سے کب چھوٹ سکتا ہے (جس طرح وہ نہ چھوٹے گا چنانچہ آگے تصریح ہے دونوں کے معذب ہونے کی یعنی) فاعل (مراد شیطان کہ فاعل ہے اضلال کا) اور مفعول (مراد یہ فریب خوردہ کہ مفعول بہ ہے فعل اضلال کا دونوں کے دونوں) روز شمار میں روسیاہ ہیں اور ایک دوسرے کے شریک (فی العذاب) اور مرجوم (ومطرود آگے تفسیر ہے فاعل ومفعول کی یعنی) راہ زدہ اور راہ زن بالیقین حکم وعدل میں چاہ لعنت میں ہیں اور بستر زشت (یعنی جہنم) میں (آگے اس تفسیر کے مفہوم کا مصداق ہے یعنی) شیطان کو بھی اور اس احمق کو بھی جس کو اس نے فریب دیا خلاص اور کامیابی سے صبر کر لینا چاہئے (کذا فی الغیاث بالکاف العربی یعنی ناامید ہو جانا چاہئے آگے اس مضل بکسر الضاد اور مضل بفتح الضاد کی ایک مثال ہے کہ) یہاں گدھا اور گدھے کا پکڑنے والا دونوں دلدل میں (پھنسے) ہیں (اول مثال ہے ضال کی اور دوسری مضل کی اور جب اوپر کے کلام سے دونوں جگہ کا خسارہ ان دونوں کا ثابت ہو گیا تو بطور خلاصہ مجموع کے کہتے ہیں کہ) یہاں غافل ہیں (کہ حق کی طرف توجہ نہ کی) اور وہاں (جنت سے) غائب ہیں۔ فھو کقولہ تعالیٰ و من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا اور شعر حق پے شیطان الخ سے یہاں تک کا مضمون تین آیتوں سے ماخوذ ہے جو بترتیب منقول ہیں الاول قولہ تعالیٰ وازین لھم الشیطان اعمالھم وقال لاغالب لکم الیوم من الناس وانی جارلکم فلما تراءت الفئتان نکص علیٰ عقبیہ وقال انی بری منکم انی اری مالاترون انی اخاف اللہ الایہ والثانی قولہ تعالیٰ الم اعھد الیکم یا بنی آدم ان لاتعبدوا الشیطان انہ لکم عدو مبین وان اعبدونی ھذا صراط مستقیم ولقد اضل منکم جبلا کثیرا افلم تکونوا تعقلون والثالث قولہ تعالیٰ فکان عاقبتھما انھما فی النار خالدین فیھا الایہ اور چونکہ اس مضمون عدم قبول عذر فی الآخرۃ سے شبہ ہوتا تھا عدم قبول توبہ فی الدنیا کا بھی اس لئے آگے تائبین کا ان فریب خوردوں سے استثناء کرتے ہیں یعنی ضالین کو سب کو خلاص وفوز سے مایوس ہو جانا چاہئے) بجز ان لوگوں کے جو اس (ضلال) سے رجوع کر لیں (یعنی دنیا میں تائب ہو جاویں کما سیاتی اور) بہار فضل میں

www.besturdubooks.wordpress.com

آ جاویں خزاں سے (نکل کر یعنی) توبہ کر لیں اور خدا تعالیٰ توبہ کرنے والا ہے (قال تعالیٰ وھو الذی یقبل التوبۃ عن عبادہ اور) وہ لوگ اس کے حکم کو قبول کر لیں (یعنی توبہ کر کے اعمال صالحہ بھی اختیار کرے کما قال تعالیٰ الامن تاب وامن و عمل عملا صالحا) اور وہ بہت اچھا صاحب حکم ہے (پس یہ لوگ) جب ندامت (وتوبہ) کے سبب آواز نالہ نکالتے ہیں تو عرش کانپنے لگتا ہے گنہگاروں کی آواز گریہ سے (اور) ایسا کانپتا ہے جیسے ماں (اپنے) بچہ پر (کانپ اٹھتی ہے جب وہ روتا ہے پس عرش اس وقت) اس کا ہاتھ پکڑتا ہے (اور) اوپر کھینچ لیتا ہے (جیسے ماں بچہ کو گود میں لے لیتی ہے اور عرش ان سے کہتا ہے) کہ اے لوگو تم کو خدا تعالیٰ نے (دنیا اور شیطان کے) دھوکہ سے چھڑا دیا (واضافتی الغرور الی الدنیا والشیطان ماخوذ من قولہ تعالیٰ فلاتغرنکم الحیوۃ الدنیا ولایغرنکم باللہ الغرور اور چھڑانا یہ کہ بعد حدوث کے اس میں بقامنہ ہواسو) اب (تمہارے لئے) فضل کے باغ ہیں اور اب رب غفور ہے (اور اب) اس (توبہ) کے بعد تم کو سامان اور رزق جاوداں سحاب حق سے نصیب ہوگا نہ کہ پرنالہ سے (سحاب سے مراد وہب اور ناوداں سے مراد کسب کیونکہ ناوداں مصنوع عبد ہے اور سحاب مصنوع حق مطلب یہ کہ اس رزق میں کسب و تلاش کو کہ وسائط رزق ہیں جو دنیا میں دخل نہیں محض موہوب بلا ان وسائط کے ہے آ گے ایک احتمال ہے کہ جنت میں تو توکل بمعنے ترک اسباب مظنونہ سب ہی کے لئے عام ہوگا کما یدل علیہ از سحاب حق بود لئے مگر خواص اہل اللہ دنیا میں بھی اس فضیلت سے مشرف ہیں چنانچہ) جب دریا (یعنی حضرت حق) نے وسائط (واسباب مظنونہ) پر غیرت کی (یعنی ان خواص کو ذوقاً حق تعالیٰ کے ساتھ اپنے معاملہ میں یہ مکشوف ہوا کہ وہ ان کے لئے اشتغال بالا سباب المذ کورہ کو پسند نہیں فرماتے وہذا ہو المراد بالغیرۃ کما فی الحدیث ومن غیرتہ حرم الفواحش وان لم تکن ہذہ الغیرۃ الی ما یقتضی التحریم) تو (اس) تشنہ (رضائے حق) نے ماہی کی طرح مشک کو ترک کر دیا (کہ ماہی دریا کے ہوتے ہوئے مشک کی طرف توجہ نہیں کرتی اسی طرح ان حضرات نے ایسے اسباب کو چھوڑ دیا اور جنت کے ذکر میں ان کا ذکر اس لئے بھی مناسب ہے کہ اس درجہ کے توکل کو دخول جنت بغیر حساب میں دخل ہونا حدیث سے ثابت ہے۔ کما قال علیہ السلام ھم الذین لایسترقون ولایتطیرون ولایکتوون و علی ربھم یتوکلون اور اسباب میں مظنونہ کی قید اس لئے لگائی کہ اسباب مقطوعہ تو جنت میں بھی متروک نہ ہوں گے کالاکل والشرب للتمتع والتلذذ قال تعالیٰ کلوا واشربوا والا فاللہ قادر علی اعطاء اللذۃ بدون ھذہ الاسباب آ گے رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) شہزادوں کا قصہ پیش کرو کیونکہ یہ مضمون مذکور متعلق غرور دنیا یا توبہ یا توکل یا ہر واحد) حد امکان سے زیادہ ہے (یعنی اس کا محیط بیان متعذر ہے کہ ہر مضمون کا بسط طویل ہے)۔

رواں شدن ہر سہ شہزادہ در ممالک پدر بعد از وداع کردن ایشاں شاہ را و اعادہ کردن شاہ وقت وداع وصیت را کہ بقلعۂ ہوش ربا نروید

تینوں شہزادوں کا باپ کے ممالک میں روانہ ہونا ان کا شاہ کو رخصت کرنے کے بعد اور شاہ کا وصیت کو دہرانا کہ ہوش اڑانے والے قلعہ میں نہ جانا

عزم رہ کردند آں ہر سہ پسر	سوی املاک پدر رسم سفر
عزم راہ کیا ان تینوں لڑکوں نے	باپ کی املاک کی طرف بطریق سفر کے
در طواف شہر ہا و قلعہاش	از پئے تدبیر دیوان و معاش
اس کے شہروں اور قلعوں کے دورہ کی غرض سے	تدبیر دفتر اور محاصل کی غرض سے

www.besturdubooks.wordpress.com

خواستند از شہ اجازت گاہ عزم	داد اجازت شاں چو نیت دید حزم
انہوں نے عزم کے وقت بادشاہ سے اجازت چاہی	اس نے ان کو اجازت دیدی جب نیت پختہ دیکھی
دست بوس شاہ کردند و وداع	پس بدیشاں گفت آں شاہ مطاع
انہوں نے بادشاہ کی دست بوسی کی اور وداع کیا	پھر ان سے اس بادشاہ مطاع نے کہا
ہر کجا تاں دل کشد عازم شوید	فی امان اللہ دست افشاں روید
تم کو دل جس جگہ لے جاوے عازم ہو جاؤ	فی امان اللہ کودتے پھاندتے چلے جاؤ
غیر آں یک قلعہ نامش ہشربا	تنگ آرد بر کلہ داراں قبا
بجز اس ایک قلعہ کے کہ اس کا نام ہوش ربا ہے	وہ تاجداروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے
اللہ اللہ زاں دژ ذات الصور	دور باشید و بترسید از خطر
اللہ کے واسطے اللہ کے واسطے اس تصویروں والے قلعہ سے	دور رہنا اور خطر سے ڈرنا
روی و پشت و برجہاش و سقف و پست	جملہ تمثال و نگار و صورتست
اس کی روی اور پشت اور برج اور چھت اور فرش	سب کا سب نقش و نگار و تصویر ہی ہے
ہمچو آں حجرہ زلیخا پر صور	تا کند یوسف بناکامش نظر
مثل اس حجرۂ زلیخا کے کہ پر تصویر تھا	تاکہ یوسف علیہ السلام اچانک اس پر نظر کریں
چونکہ یوسف سوی او می ننگرید	خانہ را پر نقش خود کرد آں مکید
چونکہ یوسف علیہ السلام اس کی طرف نہ دیکھتے تھے	اس نے گھر کو اپنی تصویر سے پر کر دیا کید کے لئے
تا بہر سو کاں نگرد آں خوش عذار	روی او را بیند او بے اختیار
تاکہ وہ گلعذار جس طرف دیکھیں	بلا اختیار اس کا چہرہ دیکھیں

عزم راہ کیا ان تینوں لڑکوں نے باپ کی املاک کی طرف بطریق سفر کے (املاک بالفتح جمع ملک بالکسر کذا فی الغیاث اور ان کا یہ سفر) اس (باپ) کے شہروں اور قلعوں کے دورہ کی غرض سے (تھا اور یہ دورہ) تدبیر دفتر اور محاصل کی غرض سے (تھا پس لفظ در شروع شعر میں اجلیہ ہے کمافی الحدیث عذبت فی هرة اور متعلق ہے سفر مذکور فی الشعر السابق کے اور از پے متعلق ہے طواف کے واشرت الی هذا کله فی الترجمة اور) انہوں نے عزم (سفر) کے وقت بادشاہ سے اجازت چاہی (اور) اس (بادشاہ) نے ان کو اجازت دے دی جب نیت پختہ دیکھی (پس) انہوں نے بادشاہ کی دست بوسی کی اور (اس کو) وداع کیا پھر ان سے اس بادشاہ مطاع نے کہا (کہ) تم کو دل جس جگہ لے جاوے عازم ہو جاؤ فی امان اللہ کودتے پھاندتے چلے جاؤ (فی الغیاث دست افشاندن رد کردن و ترک کردن و بمعنی رقص کردن نیز آمدہ مطلب یہ کہ جہاں دل چاہے جاؤ) بجز

www.besturdubooks.wordpress.com

اس ایک قلعہ کے کہ اس کا نام ہوش ربا ہے وہ تاجداروں کو تنگی میں ڈال دیتا ہے (کیونکہ اس میں نہایت حسین وجمیل تصویریں ہیں کہ سلاطین ان کو دیکھ کر صاحب تصاویر کے عاشق ہو کر مصیبت میں پڑ جاتے ہیں اس طرح کہ قبا باوجود فراخ ہونے کے ان پر تنگ ہو جاتی ہے جیسا خاصہ ہے مصیبت کا کقولہ تعالیٰ وضاقت علیهم الارض بما رحبت) اللہ کے واسطے اللہ کے واسطے اس تصویروں والے قلعہ سے دور رہنا اور خطرے سے ڈرنا اس (قلعہ) کی روی اور پشت اور برج اور چھت اور فرش سب کا سب نقش ونگار وتصویر ہی ہے (اور اگر کسی کو اشکال ہو کہ ان تصویروں کا اس قلعہ میں باقی رکھنا کیسے جائز ہوا جواب دو ہیں ایک یہ کہ شاید امم سابقہ میں کسی کا قصہ ہو ان میں اس کی اجازت تھی جیسا مثنوی میں سب سے پہلی حکایت بھی امم سابقہ کی ہے حیث قال بود شاہے در زمانے پیش ازیں والدلیل ھناک قتل الصانع بصحة الجارية فانظر ثمه دوسرا جواب یہ ہے کہ شاید یہ شخص محتاط نہ ہو اور مولانا نے بھی کہیں اس بادشاہ کے دیندار ہونے کا ذکر نہیں فرمایا جیسا شاہ چین کے کامل ہونے کا بیان فرمایا ہے مگر یہ قلعہ شاہ چین کے عمل میں نہ تھا رہا یہ کہ یہ لڑکے ان تصویروں کو دیکھنے کیسے گئے حالانکہ بعض اشعار مثنوی سے ان کا دیندار ہونا معلوم ہوتا ہے جواب برتقدیر امم سابقہ میں سے نہ ہونے کے یہ ہو سکتا ہے کہ احیانا صدور لمم کا قادح صلاح نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ الا اللمم آگے اس قلعہ ذات الصور کی تشبیہ ہے کہ) مثل اس حجرہ زلیخا کے کہ پر تصویر تھا تا کہ یوسف علیہ السلام اچانک اس (تصویر) پر نظر کریں (اور تصویر کے دیکھنے سے زلیخا کی) طرف میلان ہو جاوے کیونکہ وہ تصویر زلیخا کی تھی چنانچہ آگے اسکی تفصیل ہے کہ) چونکہ یوسف علیہ السلام اُسکی (یعنی زلیخا کی) طرف (بوجہ عفت کے) نہ دیکھتے تھے (اس لئے) اس نے گھر کو اپنی تصویر سے پر کر دیا کید (میلان) کے لئے (اس کید کا بیان آگے آتا ہے یعنی) تا کہ وہ گلعذار (یعنی یوسف علیہ السلام) جس طرف دیکھیں بلا اختیار (و بلا ارادہ بواسطہ تصویر کے) اس کا چہرہ دیکھیں (اور اس کو دیکھ کر میلان پیدا ہو مگر اللہ تعالیٰ نے اس پر بھی محفوظ رکھا مطلب یہ کہ ایسا ہی وہ قلعہ تھا)۔

بہر دیدہ روشناں یزدان فرد	شش جہت را مظہر آیات کرد
یزداں واحد نے روشن چشموں کے لئے	شش جہت کو دلائل کا مظہر کر رکھا ہے
تا بہر حیوان و نامی کانگرند	از ریاض حسن ربانی چرند
تا کہ وہ جس حیوان اور جس نامی کو دیکھیں	حسن ربانی کے باغوں سے غذا پاویں
بہر ایں فرمود باآں اسپہ او	حیث ولیتم فثم وجهه
اسی لئے اس نے اس گروہ سے فرمایا ہے	کہ تم جس طرف منہ کرو ادھر ہی وجہ حق ہے
از قدح گر در عطش آبے خورند	در درون آب حق را ناظر اند
وہ لوگ اگر پیاس میں پیالہ سے پانی پیتے ہیں	پانی کے اندر حق تعالیٰ کے دیکھنے والے ہیں
آنکہ عاشق نیست او در آب در	صورت خود بیند اے صاحب نظر
جو شخص عاشق نہیں وہ پانی کے اندر	اپنی صورت تو دیکھتے ہیں اے صاحب نظر

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت عاشق چو فانی شد درو	پس درآب اکنوں کرا بیند بگو
عاشق کی صورت جب اس میں فانی ہو گئی	پس پانی میں وہ اب کس کو دیکھ رہا ہے کہو
حسن حق بینند اندر روی حور	ہمچو مہ درآب از صنع غیور
وہ لوگ روئے حور میں حسن حق کو دیکھتے ہیں	مثل چاند کے پانی میں غیور کے فعل سے ہے
غیرتش بر عاشقے و صادقیست	غیرتش بردیو و براستور نیست
اس کی غیرت عاشق اور صادق پر ہے	اس کی غیرت شیطان اور بھیمہ پر نہیں ہے
دیو اگر عاشق شود ہم گوی برد	جبرئیلے گشت وآں دیوے بمرد
اگر دیو عاشق ہو جاوے تو وہ بھی گوے سبقت لے گیا	وہ جبرئیل ہو گیا اور وہ دیو کی صفت زائل ہو گئی
اسلم الشیطان درینجا شد پدید	کہ یزیدے شدز فضلش بایزید
اسلم الشیطان اس جگہ ظاہر ہو گیا	کہ ایک یزید اس کے فضل سے بایزید ہو گیا

(ان اشعار میں انتقال ہے کہ جس طرح زلیخا نے یوسف علیہ السلام کے لئے تمام اجزاء حجرہ کو پر تصویر کر رکھا تھا کہ ذریعہ ہو مشاہدہ جمال زلیخا کا اسی طرح) یزدان واحد نے روشن چشموں (یعنی عارفین) کے لئے شش جہت (عالم) کو (اپنی) دلائل (قدرت وکمالات) کا مظہر کر رکھا ہے (پھر وہ دلائل مظہر ہیں صفات وکمالات حق کے فالجہات مظہر للآیات ظہرت فیہا الایات وللآیات ظہرت فیہا الکمالات) تا کہ وہ جس حیوان اور جس (جسم) نامی کو (کہ حیوان کے لئے جنس قریب ہے) دیکھیں (بزیادۃ الالف فی نگرند کمافی قول مولانا جبر چہ بود بستنے اشکستہ راالواقع فی الدفتر الاول قبیل عنواں زیادت تاویل مگس) حسن ربانی کے باغوں سے غذا پاویں (چنانچہ عارفین کا ہر چیز میں حق تعالیٰ کے صفات وکمالات کا مشاہدہ کرنا ظاہر ومعلوم ہے اور مظہریت الجہات للآیات مذکورہ مصرعہ شش جہت سے اصل مقصود اسی مظہریۃ لآیات للکمالات مذکورہ شعر تا بہر حیوان کا حکم کرنا ہے) اسی لئے اس نے (یعنی یزدان فرد نے) اس گروہ (عارفین) سے فرمایا ہے کہ تم جس طرف منہ کرو ادھری وجہ حق ہے (یہ مضمون ہے اس آیت کا فاینما تولوا فثم وجه الله وزن شعر میں وہ الفاظ نہیں آسکے اور یہاں ظاہراً دو اشکال ہیں ایک یہ کہ اس کے مخاطب تمام مومنین ہیں تخصیص عارفین کی نہیں دوسرے یہ کہ سبب نزول اس کا صلوٰۃ بالتحری ہے نہ کہ مشاہدہ کمالات حق کا تمام آفاق میں جواب اشکال اول کا یہ ہے کہ مراد فرمود باآں اسپہ سے مطلق خطاب نہیں بلکہ خطاب اولاً ہے اور ظاہر ہے کہ مخاطب اول قرآن مجید کے صحابہ ہیں اور دوسرے مخاطب ثانیاً اور صحابہ کا عارف ہونا ظاہر ہے پس مراد یہ ہے کہ مخاطب اول اس مضمون کے عارفین ہیں اور جواب اشکال ثانی کا یہ ہے کہ گو سبب نزول خاص ہے مگر الفاظ تو عام ہیں جس میں صلوٰۃ بالتحری اور مشاہدۂ جمال وکمال حق دونوں آ گئے اور چونکہ مضمون فی نفسہ صحیح اور دوسری نصوص میں مصرح ہے اس لئے اگر اس آیت کے عموم میں بھی اس کو لے لیا جاوے تو قواعد صحیحہ کے خلاف نہیں وہ نصوص یہ ہیں سنریهم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسهم اور اولم ینظر وافی ملکوت السموات والارض وما خلق الله من شی اور ومن آیاته ان خلقکم من تراب الی قوله و من آیاته ان تقوم السماء

www.besturdubooks.wordpress.com

والارض الایات فی الروم اور اگر اس پر اشکال ہو کہ یہ نصوص عارفین کے ساتھ خاص نہیں جواب یہ ہے کہ رویت ونظر و اعتبار کے مراتب مختلف ہیں ان کا درجہ اکمل عارفین کے ساتھ خاص ہے اور مطلق ان کا عام ہے جیسا کہ بعض آیات میں باوجود ان کے عموم لغیر المومنین کی بھی تخصیص اہل علم کی واہل عقل کی واہل ایمان کی فرمادی ہے باعتبار اصل انتفاع یا کمال انتفاع کے آگے اسی کی قدرے تفصیل ہے کہ) وہ (عارف) لوگ اگر پیاس میں پیالہ سے پانی پیتے ہیں پانی کے اندر حق تعالیٰ کے دیکھنے والے ہیں (اور باوجود اس حکم کے بدیہی ہونے کے بوجہ اس کے کہ بعض پر خفی ہے آگے اس پر ایک خاص تشبیہ کہ دوسری تشبیہات سے لطیف تر ہے فرماتے ہیں کہ یہ ظاہر ہے کہ) جو شخص (حق تعالیٰ کا) عاشق نہیں (جیسا اکثر محجوبین ہیں) وہ پانی کے اندر اپنی صورت تو (ہر حال میں خواہ وہ عارف بھی نہ ہو ضرور ہی) دیکھتے ہیں اے صاحب نظر (کیونکہ چشم صقیل میں نظر کرنے کو اپنی صورت کا نظر آنا لازم ہے اور پانی پینے والا پانی میں عادۃً نظر کرتا ہی ہے پس لامحالہ اس کو اپنی صورت تو ضرور ہی نظر آوے گی پھر) عاشق کی صورت جب اس میں (یعنی ذات حق میں) فانی ہو گئی (جیسا عارفین اس دولت سے مشرف ہوتے ہیں) پس (یہ بتلاؤ کہ) پانی میں وہ اب کس کو دیکھ رہا ہے کہو (مطلب یہ کہ اپنی صورت تو اس کو اب بھی نظر آوے گی اور بوجہ فنا کے وہ اپنی صورت رہی نہیں تو پھر وہ جو نظر آ رہی ہے وہ کیا ہے لامحالہ یہی کہو گے کہ وہ صورت حق ہے بمعنی مظہر حق پس ہمارا دعویٰ مذکورہ یعنی در درون آب حق را ناظرند ثابت ہو گیا آگے ترقی ہے مضمون مذکور میں یعنی پانی تو کوئی دل ربا چیز نہیں اگر اس سے نظر منتقل ہو جاوے جمال حق کی طرف تو بعید نہیں ان کے مشاہدہ کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ لوگ روئے حور میں (بھی جو کہ اپنی طرف دل کو کشش کرکے دوسری طرف منتقل ہونے نہیں دیتا وہ اس میں بھی) حسن حق (ہی) کو دیکھتے ہیں (اور حور کی طرف ملتفت نہیں ہوتے چنانچہ میں نے حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی قدس سرہ کا مقولہ غالباً بواسطہ سنا ہے کہ جب ہم جنت میں جاویں گے اور ہمارے پاس حوریں آویں گی ہم ان سے صاف کہہ دیں گے کہ بی اگر ہم کو قرآن سناؤ تو بیٹھ جاؤ ورنہ جاؤ اھ آگے مضمون مصرعہ اول کی تشبیہ ہے یعنی) مثل چاند کے پانی میں (کہ چاند کا عاشق گو ظاہر میں پانی کو دیکھ رہا ہے مگر مقصود اس کا چاند ہی کو دیکھنا ہے اور یہ ان کا حسن حق کو روئے حور میں دیکھنا) غیور (یعنی حق تعالیٰ) کے فعل سے ہے (مراد فعل سے فعل غیرت ہے یعنی سبب اس کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ غیور ہیں کما فی الحدیث ان سعداً الغیور وانا اغیر منه والله اغیر منی پس وہ غیور ہونے کے سبب اس کو گوارا نہیں کرتے کہ ان کا عاشق غیر پر نظر کرے جب عاشق کو یہ دلیلاً وذوقاً معلوم ہو گیا پس اگر اس کی نظر غیر پر پڑ بھی جاتی ہے وہ قصداً بھی اور حالاً بھی اس میں بھی حق تعالیٰ ہی کو مشاہدہ کرتا ہے تاکہ یہ غیر منظور بالذات نہ ہو جاوے محض مراۃ کے درجہ میں رہے آگے ایک سوال کا جواب ہے کہ اگر سبب اس کا غیرت ہے تو چاہئے کہ کسی کی نظر بھی غیر پر نہ پڑا کرے اس میں عارفین کی کیا تخصیص ہے اس کا جواب دیتے ہیں کہ) اس کی غیرت عاشق اور صادق پر ہے اس کی غیرت شیطان اور بہیمہ (صفت انسان) پر نہیں ہے (کیونکہ مدعی محبت پر محجوبین کو اس درجہ خاصہ کی غیرت ہوا کرتی ہے گو نفس غیرت سب پر ہو فلا ینقض بقوله علیه السلام و من غیرته حرم الفواحش مع کون التحریم عاماً پس عارفین کی وہ تخصیص معلوم ہو گئی اوپر دیو و شلہ کے لئے جو حکم کیا ہے غیرتش بر دیو بر استور نیست اس سے آگے ایک استثناء فرماتے ہیں کہ البتہ) اگر دیو عاشق ہو جاوے تو وہ بھی گوئے سبقت لے گیا وہ جبرئیل (کی طرح عارف) ہو گیا اور (اس کی) وہ دیوی کی صفت زائل ہو گئی (اور اس حدیث میں اس کے لئے بھی عارف کے احکام ثابت ہو گئے اور یہ استثناء ایسا ہے جیسا قرآن

www.besturdubooks.wordpress.com

مجید میں جابجا ذم کفار کے بعد الا الذین آمنوا فرمادیا جاتا ہے کما فی قولہ تعالیٰ ولئن اذقنا الانسان منا رحمۃ الی قولہ انہ لفرح فخور ثم قال الا الذین صبروا وعملوا الصلحت الایہ آگے حدیث سے اس استثناء کی تائید ہے کہ) اسلم الشیطان (کا مضمون) اس جگہ ظاہر ہوگیا کہ ایک یزید (صفت) اس کے فضل سے بایزید (صفت) ہوگیا (تو اس استثناء میں یہ استبعاد مت کرو کہ شیطان کس طرح زائل الشیطنت اور عارف ہوسکتا ہے حدیث کے الفاظ یہ ہیں ولکن اللہ اعانني علیہ فاسلم علی روایۃ الماضی الغایب لا المضارع المتکلم)

ایں سخن پایاں ندارد اے گروہ	ہیں نگہ دارید ازاں قلعہ وجوہ
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اے گروہ	ہاں محفوظ رکھنا اس قلعہ سے نفوس کو
ہیں مبادا کہ ہوس تاں رہ زند	کہ فتید اندر شقاوت تا ابد
ہاں ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہارا راہ مارے	کہ تم ابد تک شقاوت میں پڑ جاؤ
از خطر پرہیز آمد مفترض	بشنوید از من حدیث بیغرض
خطرہ سے پرہیز کرنا فرض ہے	مجھ سے کلام بے غرض سن لو
در فرج جوئی خرد سر تیز بہ	از کمین گاہ بلا پرہیز بہ
کشائش طلبی میں ہمہ تن سرگرم بہتر ہے	کمین گاہ بلا سے پرہیز بہتر ہے
گر نمی گفت ایں سخن را آں پدر	ور نمی فرمود ازاں قلعہ حذر
اگر وہ باپ اس مضمون کو نہ کہتا	اور اگر اس قلعہ سے حذر کرنیکا حکم نہ دیتا
خود بداں قلعہ نمی شد خیل شاں	خود نمی افتاد آں سو میل شاں
تو خود ہی اس قلعہ کی طرف ان کی جماعت نہ جاتی	خود ہی اس طرف ان کا میلان واقع نہ ہوتا
کاں نہ بد معروف و بس مہجور بود	از قلاع و از مناہج دور بود
کیونکہ وہ مشہور نہ تھا اور بالکل متروک تھا	قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا
چوں بکرد آں منع دلشاں زاں مقال	در ہوس افتاد و در کوی خیال
جب اس نے منع کیا تو ان کا دل اس مقال سے	ہوس میں اور کوئے خیال میں واقع ہو گیا
رغبتے زیں منع در دل شاں برست	کہ بباید سر آں را باز جست
اس ممانعت سے ان کے دل میں ایک رغبت پیدا ہو گئی	کہ اس کے راز کو تجسس کرنا چاہئے
کیست کز ممنوع گردد ممتنع	چونکہ الانسان حریص ما منع
وہ کون شخص ہے جو منع کی ہوئی چیز سے باز رہ جاوے	چونکہ انسان منع کی ہوئی چیز پر حریص ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نہی بر اہل تقی تبغیض شد	نہی براہل ہوا تحریض شد
نہی اہل تقویٰ پر موجب تنفیر ہو گئی	نہی اہل ہوا پر موجب ترغیب ہو گئی
پس ازیں یغوی بہ قوماً کثیر	ہم ازیں یھدی بہ قلباً خبیر
بس اسی طور سے بذریعہ قرآن قوم کثیر کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے	نیز اسی طور سے بذریعہ قرآن قلب آگاہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے
کے رمداز نے حمام آشنا	بل رمد زاں نے حمامات ہوا
بانس سے پلا ہوا کبوتر کب بھاگتا ہے	بلکہ اس بانس سے ہوائی کبوتر بھاگ جاتے ہیں
پس بگفتندش کہ خدمتہا کلیم	بر سمعنا و اطعناها مقیم
پس بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ہم خدمتیں کریں گے	سمعنا واطعنا پر آمادہ رہیں گے
رونگر دانیم از فرمان تو	کفر باشد غفلت از احسان تو
آپ کے حکم سے روگردانی نہ کریں گے	آپ کے احسان سے غفلت کرنا کفران کی بات ہے
لیک استثنا و تسبیح خدا	ز اعتماد خودبد از ایشاں جدا
لیکن استثناء اور خدا کی تسبیح کرنا	اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا
ذکر استثنا و حزم ملتوی	گفتہ شد در ابتدای مثنوی
ذکر استثناء کا اور احتیاط کا جو کہ ملفوف ہے	ابتدائے مثنوی میں کیا گیا ہے
صد کتاب ارہست جز یک باب نیست	صد جہت را قصد جز محراب نیست
اگر سو کتاب ہیں بجز ایک باب کے نہیں	سو جہت کا مقصود بجز محراب کے نہیں
ایں طرق را منتہی یک خانہ است	ایں ہزاراں سنبل از یک دانہ ست
ان سب راستوں کا منتہی ایک گھر ہے	یہ ہزاروں خوشے ایک دانہ سے ہیں
گونہ گونہ خوردنیہا صد ہزار	جملہ یک چیزست اندر اعتبار
گونہ گونہ مطعومات لاکھوں	سب ایک ہی چیز ہیں غور کرنے میں
از یکے چوں سیر گشتی تو تمام	سرد شد اندر دلت پنجہ طعام
جب تو ایک سے پورا سیر ہو چکا	تو تیرے دل میں پچاس طعام سرد ہو گئے
در مجاعت بس تو احول بودهٔ	کہ یکے را صد ہزاراں دیدهٔ
تو بھوک میں احول ہو رہا تھا	کہ ایک کو لاکھوں دیکھ رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گفتہ بودیم از سقام آں کنیز ۔۔۔ وز طبیبان و قصور فہم نیز
ہم نے اس کنیز کے مرض کی حکایت بیان کی تھی ۔۔۔ اور اطبا اور قصور فہم کی بھی

کاں طبیباں ہمچو اسپ بے فسار ۔۔۔ غافل و بے بہرہ بودند از سوار
کہ وہ طبیب مثل اسپ بے رسن کے ۔۔۔ سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے

کام شاں پر زخم از قرع لگام ۔۔۔ سم شاں مجروح از تحویل گام
ان کے تالو پر زخم ہے لگام کے جھٹکوں سے ۔۔۔ ان کا سم مجروح ہے قدم کی تحریک سے

ناشدہ واقف کہ نک بر پشت ما ۔۔۔ رائضی چست ست استادی نما
واقف نہ ہوئے کہ اس وقت ہماری پشت پر ۔۔۔ ایک گھوڑوں کا سدھانے والا ہوشیار ہے جو کمال ظاہر کر رہا ہے

نیست سرگردانی ما زیں لگام ۔۔۔ جز ز تصریف سوار دوستکام
ہماری سرگردانی جو اس لگام سے ہو رہی ہے ۔۔۔ بجز تصرف سوار کامیاب کے نہیں ہے

ما پئے گل سوی بستانہا شدہ ۔۔۔ گل نمودہ آن و آں خارے بدہ
ہم باغوں کی طرف پھول کے لئے گئے تھے ۔۔۔ وہ پھول دکھلائی دیا اور وہ خار تھا

ہیچ شاں ایں نے کہ گویند از خرد ۔۔۔ بر گلوی ما کہ می کو بد لکد
ان کو بالکل توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے ۔۔۔ ہمارے حلق پر کون لاتیں مار رہا ہے

آں طبیباں آنچناں بندہ سبب ۔۔۔ گشتہ انداز مکریز داں محتجب
وہ اطبا اس طرح سے بندۂ سبب ہو گئے ۔۔۔ اضلال حق کے سبب محجوب ہو گئے

گر نہ بندی درا صطبلے گاؤ نر ۔۔۔ بازیابی درمقام گاؤ خر
اگر تو کسی اصطبل میں ایک بیل باندھ دے ۔۔۔ پھر بیل کی جگہ ایک گدھا پاوے

از خری باشد تغافل خفتہ وار ۔۔۔ کہ بجوئی تا کیست ایں خفیہ کار
تو حماقت میں داخل ہوگا سوتے ہوئے شخص کی طرح سے یہ تغافل کرنا ۔۔۔ کہ تو اس کی تلاش نہ کرے کہ یہ مخفی الصنعت کون ہے

خود نگفتہ کایں مبدل تا کیست ۔۔۔ نیست پیدا او مگر افلا کیست
یہ نہیں کہا کہ یہ تبدیلی کرنے والا کون ہے ۔۔۔ وہ محسوس ہے نہیں شاید افلاکی ہے

تیر سوی راست پرانیدۂ ۔۔۔ سوی چپ رفتہ است تیرت دیدۂ
تو نے داہنی جانب تیر چلایا تھا ۔۔۔ تیرا تیر بائیں جانب چلا گیا تو نے دیکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

سوی آہوی بصیدی تاختی	خویش را تو صید خوکے ساختی
تو آہو کی طرف صید کرنے کے لئے دوڑا	تو نے اپنے کو ایک خوک کا صید بنا دیا
در پئے سودے دویدہ بہر کبس	نارسیدہ سود و افتادہ بحبس
کوئی شخص ایک نفع کے پیچھے دوڑا لوٹنے کی غرض سے	نفع تک تو رسائی نہ ہوئی اور حبس میں پڑ گیا
چاہہا کندہ برائے دیگراں	خویش را دیدہ فتادہ اندراں
دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے	اس میں اپنے کو گرا ہوا دیکھا
در سبب چوں بیمرادت کرد رب	پس چرا بدظن نگردی در سبب
جب تجھ کو پروردگار نے سبب میں بے مراد کر دیا	پھر تو سبب کے بارے میں کس لئے بدگمان نہیں ہوتا
بس کسے از مکسبے خاقاں شدہ	دیگرے زاں مکسبہ عریاں شدہ
بہت آدمی ایک کمائی سے نواب ہو گئے	دوسرا اسی کمائی سے ننگا ہی رہ گیا
بس کس از عقد زناں قاروں شدہ	بس کس از عقد زناں مدیوں شدہ
بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے قاروں ہو گئے	بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے مقروض ہو گئے
پس سبب گرداں چودم خر بود	تکیہ بروے کم کنی بہتر بود
پس سبب دم خر کی طرح گھومتا ہے	اس پر اعتماد کم کرے تو بہتر ہے
در سبب گیری نگردی ہم دلیر	کہ بس آفتہاست پنہانش بزیر
مباشرت اسباب میں بھی دلیر نہ ہو جانا	کیونکہ اس کے تحت میں بہت سی آفتیں مخفی ہیں
سر استثناست ایں حزم و حذر	زانکہ خر رابز نماید ایں قدر
استثناء کا راز بھی احتیاط اور حذر ہے	اس لئے کہ یہ قدر خر کو بز کر کے دکھلا دیتی ہے
آنکہ چشمش بست گرچہ گربزست	زاحولی اندر دو چشمش خر بزست
جس کی آنکھ بند کر دی اگرچہ وہ سیانا ہے	احولی کے سبب اس کی دونوں آنکھ میں گدھا بکری ہے
چوں مقلب حق بود ابصار را	او بگرداند دل و افکار را
جب حق تعالیٰ ابصار کی تقلیب کر دیتے ہیں	تو وہ قلب اور فکر کو بھی منقلب کر دیتے ہیں
چاہ را تو خانہ بینی لطیف	دام را تو دانہ بینی طریف
تو کنویں کو ایک لطیف گھر دیکھتا ہے	تو دام کو دانہ تازہ دیکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

مشرکاں را در دو چشم اہل بدر	کم نمودہ تا ندارند ہیچ قدر
اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی آنکھ میں مشرکین کو	کم کر کے دکھلایا تاکہ وہ مجمع کچھ وقعت نہ رکھے
ایں تسفسط نیست تقلیب خداست	می نماید کہ حقیقتہا کجاست
یہ سوفسطائیت نہیں ہے خدا تعالیٰ کی تقلیب ہے	اور یہ دکھلاتے ہیں کہ حقائق کہاں ہیں
آنکہ انکار حقائق می کند	جملگی او بر خیالے می تند
جو شخص حقائق کا انکار کرتا ہے	وہ تو بالکلیہ خیال ہی پر تنا ہوا ہے
او نمی گوید کہ حسباں خیال	ہم خیالے باشدت چشمے بمال
وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ خیال سمجھنا	بھی تیرا ایک خیال ہوگا تو آنکھ مل

یہ مضمون (صفات عشاق صادقین کا) انتہا نہیں رکھتا اے گروہ (اس لئے قصہ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کہ بادشاہ نے لڑکوں سے کہا کہ) ہاں محفوظ رکھنا اس قلعہ سے (اپنے) نفوس کو (اور ممکن ہے کہ قلعہ مضاف ہو وجوہ بمعنی صور کی طرف اور نگہدارید کا مفعول مقدر ہو یعنی خود را نگہدارید از قلعہ صور) ہاں ایسا نہ ہو کہ ہوس تمہارا راہ مارے کہ تم ابد تک شقاوت میں پڑ جاؤ خطرہ سے پرہیز کرنا فرض ہے (قال تعالیٰ ولاتلقوا بایدیکم الی التھلکۃ) مجھ سے کلام بے غرض سن لو کشائش طلبی میں ہمہ تن سرگرم (ہونا) بہتر ہے (اور) کمین گاہ بلا سے پرہیز بہتر ہے (یعنی ضرر موجود کے دفع میں بھی کوشش کرنا ضرور ہے ہوالمصراع الاول اور ضرر محتمل سے بچنے میں بھی کوشش کرنا ضرور ہے وھوالمصراع الثانی آگے ایک خاصہ طبیعت کا بیان فرماتے ہیں کہ) اگر وہ باپ اس مضمون کو نہ کہتا اور (تفسیر اس مصرعہ کی یہ ہے کہ) اگر اس قلعہ سے حذر کرنے کا حکم نہ دیتا تو خود ہی اس قلعہ کی طرف ان کی جماعت نہ جاتی (اور) خود ہی اس طرف ان کا میلان واقع نہ ہوتا کیونکہ وہ (قلعہ) مشہور نہ تھا اور بالکل متروک تھا (اور) قلعوں سے اور راستوں سے دور تھا (اس لئے وہاں جانے کا کوئی احتمال قریب نہ تھا مگر) جب اس نے منع کیا تو ان کا دل اس مقال سے ہوس میں اور کوئے خیال میں واقع ہو گیا (اور) اس ممانعت سے ان کے دل میں ایک رغبت پیدا ہو گئی کہ اس (قلعہ) کے راز کو تفحص کرنا چاہئے وہ کون شخص ہے (یعنی کم ہے) جو منع کی ہوئی چیز سے باز رہ جائے جبکہ (یہ بات تجربہ کی ہے کہ) انسان منع کی ہوئی چیز پر حریص ہوتا ہے (آگے اس بیت کا مصداق جو کہ تحقق میں قلیل ہے بتلاتے ہیں کہ) نہی (شرعی) اہل تقویٰ پر (فعل ممنوع سے) موجب تنفیر ہوگئی (وہ مصداق یہ ہے اور اس کی قلت ظاہر ہے اور) نہی (شرعی) اہل ہوا پر (فعل ممنوع کی) موجب ترغیب ہوگئی (اور یہی کثیر ہے اور قضیہ الانسان حریص علی مامنع کا یہی موضوع ہے) بس اسی طور سے بذریعہ قرآن قوم کثیر کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرتا ہے نیز اسی طور سے بذریعہ قرآن قلب آگاہ کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے (مطلب یہ کہ جس طرح ایک ہی نہی میں حسب اختلاف استعداد اثر مختلف ہوا اسی طرح قرآن کا ایک ہی مضمون کسی کے لئے سبب ضلالت اور کسی کے لئے سبب ہدایت ہو جاتا ہے پس اس تشبیہ بالنہی سے آیت قرآنی یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا کا استبعاد رفع کر دیا گو مقام میں مقصود نہیں مگر تائید اللمقام

بہ وتائید لہ بالمقام ذکر فرمادیا آگے مطلقاً ایک چیز میں دو اثر ہونے کی کہ مقصود مقام بھی اس میں داخل ہے تمثیل ہے کہ) بانس (کی چھڑ) سے پلا ہوا کبوتر کب بھاگتا ہے بلکہ اس بانس سے ہوائی (یعنی جنگلی) کبوتر بھاگ جاتے ہیں (تو دیکھو ایک ہی چیز پر مختلف اثر مرتب ہوئے توحش وعدم توحش اور اس بانس میں دو غرضیں محتمل ہیں ایک تو اڑنے کے لئے کہ چھتری پر نہ بیٹھیں بلکہ پرواز کر کے آویں مگر پرورده کبوتر اکثر بار بار لوٹ لوٹ کر پھر آبیٹھتے ہیں دوسری بانس میں کوئی چیپ وغیرہ لگا پر آئے کبوتر پکڑنے کے لئے تو اس سے اجنبی کبوتر فوراً اڑ جاتا ہے اور پرورده بیٹھے رہتے ہیں یہ دونوں غرضیں اسی وقت ایک کبوتر باز نے بیان کیں جو اتفاق سے اس مقام کے لکھنے کے وقت مسجد میں آ گیا تھا اللہ تعالیٰ اس مقام کے حل کے صلہ میں اس کی اصلاح فرمادے) پس بادشاہ سے لڑکوں نے کہا کہ ہم خدمتیں کریں گے (یعنی) سمعنا واطعنا پر آمادہ رہیں گے (اور) آپ کے حکم سے روگردانی نہ کریں گے (کیونکہ) آپ کے احسان (مربیانہ) سے غفلت کرنا کفران کی بات ہے لیکن استثناء (یعنی انشاء اللہ تعالیٰ کہنا) اور خدا کی تسبیح (اور ذکر کرنا (کہ عین استثناء ہے یا شامل لما استثناء) اپنے اوپر اعتماد کرنے کے سبب ان سے بعید رہا (یعنی انہوں نے اپنے وعدہ کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ نہ کہا اور تسبیح میں جو دو احتمال کیے گئے یہ اتباع ہے مفسرین کا کہ سورۂ نون کی آیت قال او سطهم الم اقل لكم لولا تسبحون میں انہوں نے تسبیح کی دو تفسیریں کی ہیں ایک متبادر دوسری استثناء فی الكمالين قيل معناه هلا تستثنون و سمى الاستثناء تسبيحا لانه تعظيم الله والاقرار بان له القدرة و تنزيه له عن العجز وقيل كان استثناء هم سبحان الله ا ه یعنی كان اصطلاحهم فی مقام الاستثناء كلمة سبحان الله چونکہ دفتر اول کی سب سے پہلی حکایت میں ترک استثناء کی وخامت مفصلاً ذکر فرمائی ہے اس مقام پر بطور عذر اکتفاء علی الاجمال فی ہذا المقام کے اُسکو یاد دلاتے ہیں کہ) ذکر استثناء کا اور احتیاط کا جو کہ (استثناء کے ضمن میں) ملفوف ہے (یعنی استثناء کی غرض احتیاط ہے کہ اپنے پر وثوق نہ کرے حق تعالیٰ پر اعتماد کرے اس استثناء و احتیاط کا ذکر) ابتدائے مثنوی میں کیا گیا ہے (چونکہ دونوں مقام ایک ہی کتاب کے جزو ہیں اس لئے گویا دونوں مقام ایک ہی ہیں وہاں کا ذکر مثل یہاں کے ذکر کے ہے آگے اس سے ترقی کرتے ہیں کہ ایک کتاب کے دو جزو تو کا لمتحد کیوں نہ ہوتے واقع میں تو یہ ہے کہ) اگر (ایک مضمون کی) سو کتاب ہیں (وہ سب بھی) بجز ایک باب کے نہیں (یعنی وہ بھی کالمتحد ہیں آگے اس کی چند مثالیں ہیں اول) سو جہت کا مقصود بجز محراب (یعنی قبلہ) کے نہیں (چنانچہ تمام سطح زمین پر مختلف مقامات میں نماز کی جہات ظاہراً مختلف ہیں مگر قصد توجہ الی الکعبۃ الواحدہ کے اعتبار سے سب کالمتحد ہیں اسی طرح مقصود کتب مختلفہ کا جب واحد ہو مثلاً معرفت حق وہ سب ایک ہی ہیں مثال دوم) ان سب راستوں کا منتہی ایک گھر ہے (مثال سوم) یہ ہزاروں خوشے ایک دانہ سے ہیں (مثال چہارم) گوناگونہ مطعومات لاکھوں (با اعتبار غرض کے) سب ایک ہی چیز ہیں غور کرنے (کے وقت) میں (چنانچہ اس اتحاد کا ثمرہ یہ ہے کہ) جب تو ایک سے پورا سیر ہو چکا (اور سیری کے سبب اس طعام سے دل سرد ہو گیا) تو تیرے دل میں پچاس طعام سرد ہو گئے (پس بقیہ اطعمہ بھی اس حکم میں اس طعام کے شریک ہو گئے پس گویا سب ایک ہی تھے) تو بھوک میں (مثل) احول (کے) ہو رہا تھا کہ ایک کو لاکھوں دیکھ رہا تھا (کہ کبھی ایک کی رغبت ہوتی تھی کبھی دوسرے کی جس کی بناء تعدد ہے ان کا ورنہ مختلف طرف حرص نہ ہوتی جب سیری ہو گئی تو اس وقت کسی

www.besturdubooks.wordpress.com

کی طرف رغبت نہ رہنے سے ان کا اتحاد حکمی مکشوف ہو گیا آگے عود ہے شعر مذکور ذکر استثناء الٰی قولہ گفتہ شد کی طرف کہ) ہم نے اس کنیز کے مرض کی حکایت بیان کی تھی اور اطباء اور (ان کی) قصور فہم کی بھی (حکایت بیان کی تھی جس کا حاصل یہ تھا) کہ وہ طبیب مثل اسپ بے رسن کے سوار سے غافل اور بے بہرہ تھے (فی الغیاث فسار مخفف افسار نیز بمعنی رسن اسپ یعنی جس طرح یہ گھوڑا بوجہ اس کے کہ وہ راکب سے خالی ہوتا ہے راکب سے غافل ہوتا ہے اس طرح وہ اطبا باوجودیکہ ان کے سر پر ایک متصرف غالب موجود ہے مگر پھر بھی وہ اس گھوڑے کی طرح اس متصرف ومحرک سے غافل تھے پس تشبیہ غفلت میں ہے نہ کہ خلو عن الراکب میں چنانچہ آگے ان کے اس عدم خلو کی تصریح ہے کہ باوجودیکہ) ان کے تالو پر زخم ہے لگام کے جھٹکوں سے (اور) ان کا سم مجروح ہے قدم کی تحریک سے (جس کا سبب راکب کا تصرف ہے مگر پھر بھی) واقف نہ ہوئے کہ اس وقت ہماری پشت پر ایک گھوڑوں کا سہانے والا ہوشیار ہے جو کمال ظاہر کر رہا ہے (اور ان کو یہ خبر نہ ہوئی کہ) ہماری سرگردانی جو اس لگام سے ہو رہی ہے (کہ جدھر لگام کا جھٹکا لگتا ہے ادھر چلنا پڑتا ہے یہ سرگردانی) بجز تصرف سوار کامیاب کے نہیں ہے (دوست کام آنکہ بمقصود خود رسد یہ سوار کی صفت ہے اور اس قید میں اشارہ ہے متصرف حقیقی کے ارادہ سے امتناع تخلف مراد کی طرف انہوں نے یہ نہ دیکھا جس سے تصرف مذکور پر استدلال کر سکتے کہ) ہم باغوں کی طرف پھول کے لئے گئے تھے (مگر) وہ (مطلوب) پھول دکھلائی دیا اور (واقع میں) وہ خار تھا (مراد اس سے ظہور ہے نتیجہ خلاف توقع کا مثلاً اسباب طبیہ سے امید تھی صحت کی اور بالعکس مرض بڑھ گیا اگر اس میں غور کرتے تو اسباب کو مقہور للمسبب سمجھتے مگر) ان کو بالکل توفیق نہ ہوئی کہ عقل سے کہتے (کہ) ہمارے حلق پر کون لاتیں مار رہا ہے (یعنی ہم میں ہمارے خیال کے خلاف کون تصرف کر رہا ہے پس) وہ اطباء اس طرح سے (جیسا کہ گھوڑے کی تشبیہ میں مذکور ہوا) بندۂ سبب ہو گئے (اور) اضلال حق کے سبب (حقیقت بینی سے) محجوب (اور محروم) ہو گئے (آگے ان اطباء وبندگان اسباب کی دوسری مثال ہے کہ) اگر تو کسی اصطبل میں ایک بیل باندھ دے (اور) پھر (اس) بیل کی جگہ ایک گدھا (بندھا ہوا) پاوے تو حماقت میں داخل ہو گا سوتے ہوئے شخص کی طرح سے یہ تغافل کرنا کہ تو اس کی تلاش نہ کرے کہ یہ خفی الصنعت کون ہے (جس نے ایک کو کھول کر دوسرے کو باندھ دیا اس کو تلاش نہ کرے اور یوں سمجھ لے کہ وہ آپ سے آپ کھل گیا اور یہ آپ سے آپ بندھ گیا۔ اسی طرح اسباب کے ایک اثر متوقع کے دوسرے اثر غیر متوقع سے بدلنے کے وقت عبد الاسباب) یہ نہیں کہتا کہ یہ تبدیلی کرنے والا کون ہے (اگر عقل سے کام لیتا تو سمجھتا کہ ہے تو کوئی ضرور اور) وہ محسوس ہے نہیں (پس) شاید افلاکی (یعنی غائب عن الحواس) ہے (پس اس طرح سے اس کو متصرف کا پتہ لگ جاتا اور نصوص ظاہرہ میں حق تعالیٰ کے صفات میں علی العرش اور فی السماء وارد ہے فلعنی الذی بعلمه الله تعالیٰ آگے معتقدان تاثیر اسباب کے تخلف مراد کی تیسری مثال ہے کہ) تو نے داہنی جانب تیر چلایا تھا (مگر) تیرا تیر بائیں جانب چلا گیا تو نے دیکھا ہے (یہ صاف دلیل ہے کہ علاوہ تیرے اور کمان کے کوئی اور متصرف ہے آگے اس کا چوتھا مادہ تمثیلی ہے کہ) تو آہو کی طرف صید کرنے کے لئے دوڑا (مگر) تو نے اپنے کو ایک خوک کا صید بنا دیا (یعنی بجائے صائد آہو بننے کے مصید خوک بن گیا تو یہ تخلف مراد دلیل ہو گی اسباب کے غیر مستقل اور مسبب کے موثر مستقل ہونے کی آگے

www.besturdubooks.wordpress.com

پانچویں تمثیل ہے تبدیل کی کہ) کوئی شخص ایک نفع کے پیچھے دوڑا لوٹنے کی غرض سے (لوٹنے سے مراد خوب نفع حاصل کرنا والکبس کما فی الغیاث شبخون بردن یعنی غارت کردن مگر) نفع تک تو رسائی نہ ہوئی اور حبس میں پڑ گیا (چھٹی تمثیل) دوسروں کے لئے کنویں کھودے تھے (مگر) اس میں اپنے کو گرا ہوا دیکھا (پس) جب (ان مواد مذکورہ اور نیز دیگر مواد کثیرہ میں) تجھ کو پروردگار نے (بکثرت) سبب (کے اثر) میں بے مراد کر دیا پھر تو سبب کے بارہ میں کس لئے بدگمان نہیں ہوتا (مراد بدگمانی سے احتمال عدم تاثیر سبب آگے اس عدم استقلال تاثیر اسباب کی اور مثالیں ہیں کہ دیکھو) بہت آدمی ایک کمائی سے نواب ہو گئے (اور) دوسرا اسی کمائی سے ننگا ہی رہ گیا (اور پہلا سرمایہ بھی اس کی نذر کر بیٹھا) بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے قارون ہو گئے (مثلاً کوئی مالدار عورت مل گئی اور) بہت آدمی عورتوں کے نکاح سے مقروض ہو گئے (مثلاً عورت بدانتظام یا بدخواہ ہوئی یا مہر وغیرہ کی نالش ہو گئی آگے اس سب پر تفریع ہے کہ) پس (معلوم ہوا) سبب (طبعی) دم خر کی طرح (مختلف جوانب کو) گھومتا ہے (جس طرح دم خر کبھی ایک طرف کو ہلتی ہے کبھی دوسری طرف کو اسی طرح اس کی تاثیر مستقل نہیں متبدل ہوتی رہتی ہے جب یہ بات ہے تو) اس پر اعتماد کم کرے تو بہتر (یعنی واجب) ہے (اور اس کا مقتضائے اصلی تو یہ تھا کہ استثناء اسباب مامور بہا باقی اسباب کو بالکل ہی ترک کر دیا جاوے لیکن اتنی ہمت نہ ہو تو مباشرت اسباب کی اجازت ہے لیکن اس) مباشرۃ اسباب میں بھی دلیر نہ ہو جاتا (دلیری سے مراد ان کو موثر مستقل سمجھنا) کیونکہ اس کے تحت میں بہت سی آفتیں مخفی ہیں (اور ہم نے جس استثناء کی اوپر تاکید کی ہے اس) استثناء کا راز یہی احتیاط اور حذر ہے (اعتماد علی الاسباب واللہ ابیر سے) اس لئے کہ یہ (قضاؤ) قدر (احیاناً) خر کو بز کر کے دکھلا دیتی ہے (یعنی قضا و قدر کے غلبہ سے غلط بینی واقع ہو جاتی ہے جیسا اوپر کی مثالوں میں نتیجہ متوقعہ غلط نظر آیا اور واقع ہوا اور) جس کی آنکھ (قضا و قدر نے) بند کر دی اگرچہ وہ (کتنا ہی) سیانا ہے (مگر) احولی کے سبب اس کی دونوں آنکھ میں گدھا بکری (معلوم ہونے لگتا ہے) اور (فی الغیاث گربز بالضم وبائے موحدہ نیز مضموم بمعنی مکار وحیلہ گراھ) جب حق تعالیٰ (جو کہ مالک ہیں قضا و قدر کے) ابصار کی تقلیب کر دیتے ہیں تو وہ قلب اور فکر کو بھی منقلب کر دیتے ہیں (کیونکہ ان کی قدرت حواس اور عقل پر برابر ہے اور مشاہدۂ حواس کی غلطی سے عقل کی غلطی اکثر وقوعاً ہے پس جب وہ حواس میں تغییر فرما سکتے ہیں تو اس مشاہدہ پر عقل میں بدرجہ اولیٰ تغییر فرما سکتے ہیں اور اس کو اولیٰ کہنا ایسا ہے جیسے ارشاد ہے وھواھون علیه ای باعتبار اعادۃ الناس اما باعتبار القدرۃ فھما سواء آگے اس تقلیب ابصار و بصائر کی اور مثالیں ہیں کہ) تو (بعض اوقات) کنویں کو (یعنی مضرت کو) ایک لطیف گھر (یعنی منفعت) دیکھتا ہے (اور بعض اوقات) تو دام کو دانہ تازہ دیکھتا ہے (یہ تو تقلیب بصیرت ہوئی اور تقلیب بصر اس طرح ہوئی کہ) اللہ تعالیٰ نے (صحابہ) اہل بدر کی آنکھ میں مشرکین کو کم کر کے دکھلایا (کما قال تعالیٰ و اذیریکموھم اذالتقیتم فی اعینکم قلیلاً تاکہ وہ مجمع (مشرکین کا ان کی آنکھ میں) کچھ وقعت نہ رکھے (اور جرات کے ساتھ ان سے مقابلہ کریں تاکہ باطل سے حق غالب ہو جاوے قال تعالیٰ لیقضی اللہ امرا کان مفعولاً اور قرآن مجید میں اسی آیت میں منصوص ہے بس ویقللکم فی اعینھم مگر تقلیب بصر مومنین ان کے لئے نافع ہوئی اور تقلیب بصر مشرکین ان کے لئے مضر ہوئی یہاں تک مضمون عدم استقلال

www.besturdubooks.wordpress.com

اسباب کا ختم ہو گیا مگر اس تقلیب مذکور سے شبہ واقع ہو سکتا ہے مذہب سوفسطائیہ کا کہ وہ حقائق کے منکر ہیں اور عالم کو خیال کہتے ہیں سو تقلیب میں بھی یہی ہو گا کہ جس کو حقیقت سمجھتا تھا وہ خیال تھا اس شبہ کو دفع فرماتے ہیں کہ) یہ سوفسطائیت نہیں ہے خدا تعالیٰ کی تقلیب ہے اور یہ دکھلاتے ہیں کہ حقائق کہاں ہیں (آیا عباد کے قبضہ میں ہیں یا خدا تعالیٰ کے قبضہ میں مطلب یہ کہ ہم حقائق کے تو قائل ہیں مگر ان کو من کل الوجوہ خدا تعالیٰ کے قبضہ میں مانتے ہیں تاثیراً بھی کہ جب وہ چاہیں اثر دیں جب چاہیں نہ دیں اور حسباناً بھی کہ اگر وہ چاہیں حقیقت اپنی اصل پر نظر آوے اور جب چاہیں اپنی اصل پر نظر نہ آوے بخلاف سوفسطائیہ کے کہ وہ تو اصل حقائق ہی کا انکار کرتے ہیں فشتان ما بینہما چنانچہ فرماتے ہیں کہ) جو شخص حقائق کا انکار کرتا ہے وہ تو بالکلیہ خیال ہی پر تنا ہوا ہے (اور ہم اس کے قائل نہیں کما ذکر آگے سوفسطائی پر ایک خاص رد فرماتے ہیں کہ وہ ہر چیز کو تو خیال کہہ رہا ہے تو) وہ یہ نہیں کہتا (یعنی کیوں نہیں کہتا) کہ یہ خیال سمجھنا بھی تیرا ایک خیال ہو گا (یعنی جب وہ حکم کلی کرتا ہے ہر چیز کے خیال ہونے اور غیر واقعی ہونے کا تو دو حال سے خالی نہیں اگر وہ اس حکم کلی کو بھی خیال اور غیر واقعی کہتا ہے تو خود اپنے مذہب کے غیر واقعی اور باطل ہونے کا معترف ہے اور اگر اس کو واقعی مانتا ہے تو وہ حکم کلی نہ رہا تب بھی اپنے مذہب کا ترک لازم آیا پس شق اول میں بطلان کا التزام ہے اور شق ثانی میں لزوم بس ہر شق پر وہ مذہب باطل ٹھہرا آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) تو آنکھ مل (کر دیکھ تا کہ حقیقت واقعیہ نظر آوے کہ اثبات ہے حقائق کا اور غیر مستقل ہونا ہے ان حقائق کا اور یہی مذہب ہے اہل حق محققین کا کما ذکر تفصیلہ۔

فائدہ:۔ یہ تفصیل تاثیر اسباب کے متعلق ہے اور ترک استثناء کے ضرر کی تفصیل نہیں پس شعر ذکر استثناء الخ کی تمہید میں جو حضرت نے اکتفا علی الاجمال کہا ہے اس پر شبہ نہ کیا جاوے فقط۔

رفتن پسران سلطان سوی قلعہ بحکم آنکہ الانسان حریص علیٰ مامنع

بادشاہ کے لڑکوں کا قلعہ کی جانب جانا' اس لئے کہ انسان جس چیز سے روکا جائے اس کا لالچی ہو جاتا ہے

مابندگی خویش نمودیم و لیکن　　　خوئے بد تو بندہ ندانست خریدن

ہم نے اپنی غلامی دکھائی لیکن تیری بدعادت غلام کو خریدنا نہ جانی

آں ہمہ وصیتہائے پدر زیر پا نہادند تا در چاہ بلا افتادند و می گفت ایشاں را نفوس لوامہ الم یأتکم نذیر و ایشاں گریاں و پشیمان می گفتند لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحٰب السعیر

ان سب نے باپ کی نصیحت کو پامال کر دیا یہاں تک کہ مصیبت کے گڑھے میں گر گئے اور ان سے لوامہ نفوس کہہ رہے تھے کیا تمہارے پاس ڈرانے والا نہ آیا تھا اور وہ روتے ہوئے اور شرمندہ کہہ رہے تھے اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے"

ایں سخن پایاں ندارد آں فریق	برگرفتند از پے آں دژ طریق
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس فریق نے	اس قلعہ کی طرف راستہ لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

بر درخت گندم منہی زدند	از طویلہ مخلصاں بیروں شدند
وہ درخت گندم ممنوع پر جا پہنچے	مخلصین کے مسکن سے باہر نکل گئے
چوں شدند از منع و نہیش گرم تر	سوی آں قلعہ برآوردند سر
جب اس کی ممانعت کے سبب وہ زیادہ پرشوق ہو گئے	تو اس قلعہ کی طرف منہ اٹھا کر چلے
برستیز قول شاہ مجتبیٰ[1]	تا بقلعہ صبر سوزہش ربا
قول شاہ برگزیدہ کے خلاف	قلعہ صبر سوز و ہوش ربا کی طرف آئے
آمدند از رغم عقل پند توز	در شب تاریک برگشتہ زروز
برعکس عقل پند خواہ کے	دن سے شب تاریک کی طرف پھر گئے
اندران قلعہ خوش ذات الصور	پنج در در بحر و پنجے سوی بر
اس قلعہ پاکیزہ ذات الصور میں	پانچ دروازے دریا کی طرف تھے اور پانچ خشکی کی طرف
پنج ازاں چوں حس ظاہر رنگ بو	پنج ازاں چوں حس باطن راز جو
ان میں سے پانچ حواس ظاہرہ کی طرح تھے کہ مدرک رنگ و بو کے ہیں	ان میں سے پانچ حواس باطنہ کی طرح تھے جو کہ راز جو ہیں
زاں ہزاراں صورت و نقش و نگار	می شدند از سو بسو خوش بیقرار
ان ہزاروں تصویروں اور نقش و نگار سے	ادھر سے ادھر خوش بخوش بے قرار آ جا رہے تھے

یہ مضمون (تقلیب و تبدیل ابصار و بصائر کا) انتہا نہیں رکھتا (کیونکہ افعال حق میں سے ہے جو کہ لا تقف عند حد میں اس لئے قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ) اس فریق نے اس قلعہ کی طرف راستہ لیا (اور گویا) وہ درخت گندم ممنوع پر جا پہنچے (اور گویا) مخلصین (مطیعین) کے مسکن سے باہر نکل گئے (یعنی) جب اس (بادشاہ) کی ممانعت کے سبب وہ زیادہ پرشوق ہو گئے تو اس قلعہ کی طرف منہ اٹھا کر چلے (اور) قول شاہ برگزیدہ کے خلاف قلعہ صبر سوز و ہوش ربا کی طرف آئے برعکس (مقتضائے عقل پند خواہ کے (فی الغیاث توختن حاصل کردن و خواستن اھ گویا) دن سے شب تاریک کی طرف پھر گئے (راحت کو دن سے اور مصیبت کو رات سے تشبیہ دی گئی اور) اس قلعہ پاکیزہ ذات الصور میں پانچ دروازے دریا کی طرف تھے (کہ دریا کے سفر کرنے والے آسانی سے آسکیں) اور پانچ خشکی کی طرف تھے (آگے ان دروازوں کی تشبیہ ہے کہ) ان میں سے پانچ حواس ظاہرہ کی طرح تھے کہ رنگ و بو (وغیرہ مدرکات ظاہرہ) کے مدرک ہیں (فالمضاف محذوف وہو مع المضاف الیہ صفۃ لحس اور) ان میں سے پانچ حواس باطنہ کی طرح تھے جو کہ راز جو ہیں (یعنی مدرکات باطنہ کے مدرک ہیں رنگ و بو کے ساتھ لفظ

---

[1] اگر کسی را اشکال افتد کہ بالا در ذیل سرخی رواں شدن شہزادگان الخ بضمن شرح شعر روے و پشت الخ بجواب اشکالے گفتہ بودی کہ اس بادشاہ کے دین دار ہونے کا ذکر نہیں فرمایا الخ لفظ مجتبیٰ دیندار بودنش دلالت میکند جوابش اینکہ اجتباء عام ست دینی و دنیوی را پس مراد آں تواں شد کہ درمیان شاہان درمال و جاہ یا دیگر صفات کمال متعارف برگزیدہ بود ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

وغیرہ مفسر مدرکات ظاہرہ اس لئے بڑھایا کہ باصرہ وشامہ کے سوا کہ مدرک رنگ اور بو ہیں بقیہ تین حواس کہ سامعہ ذائقہ و لامسہ ہیں دوسرے مدرکات ظاہرہ کے مدرک ہیں پس تخصیص تمثیلاً ہے اور حواس باطنہ کے متعلق اگر یہ شبہ ہو کہ حس مشترک تو مدرک معانی کا نہیں بلکہ مدرک صور ہے اس کو راز جو بمعنی مدرک للمدرکات الباطنہ کیسے کہا جواب یہ ہے کہ وہ صور ظاہرہ بعد تجرید عن المادہ کے ظاہر نہیں رہتیں کیونکہ وہ تجرید کے ساتھ ظاہر میں متحقق نہیں پس حس مشترک ان کو اسی وقت ادراک کرتا ہے جب وہ باطن ہو جاتی ہیں اور اس تشبیہ میں اسی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ قالب انسان بھی مثل اس قلعہ ہوش ربا کے ہے جس میں ان حواس کی راہ سے ایسے بیشمار مدرکات کا ادراک ہوتا ہے جس سے انسان مسلوب العقل مغلوب الحرص والشہوت ہو کر مبتلائے مصیبت دنیوی واخروی ہو جاتا ہے اس لئے ان صور کی طرف متوجہ ہونا کہ مشابہ ہے قلعہ میں داخل ہونے کے واجب الحذر ہے واللہ اعلم اور جب شہزادے اس قلعہ میں داخل ہوئے تو (ان ہزاروں تصویروں اور نقش ونگار (کے دیکھنے) سے (جو اس میں مرتسم تھیں ان کی یہ کیفیت تھی کہ) ادھر سے ادھر خوش بخوش بے قرار آ جا رہے تھے (یعنی تصویریں ایک سے ایک بڑھ کر اس قدر عجیب وخوشنما تھیں کہ کبھی ایک کو دیکھتے پھر فوراً ہی دوسری کے دیکھنے کو دل چاہتا کسی ایک جگہ ان کو قرار نہ تھا خوش بخوش تماشا دیکھتے پھرتے تھے پس بیقرار سے مراد تماشے کی بے قراری نہ کہ عشق کی کہ وہ تو ایک ہی تصویر سے ہوگی جس کا ذکر سرخی آئندہ میں آوے گا اور لفظ خوش بھی اس مصرعہ میں اس کا قرینہ صریحہ ہے آگے انتقال ہے مضمون ارشادی کی طرف۔

زیں قدحہای صور کم باش مست	تانگردی بت تراش و بت پرست
ان صورتوں کے پیالوں سے مست مت ہو	تاکہ تو بت تراش اور بت پرست نہ ہو جاوے
از قدحہای صور بگذر مایست	بادہ در جامست لیک از جام نیست
صورتوں کے پیالوں سے گزر جا قرار مت پکڑ	بادہ جام میں تو ہے لیکن جام سے نہیں ہے
سوی بادہ بخش بکشا پہن گوش	تازاں سو بشنوی بانگ و خروش
بادہ بخش کی طرف خوب کان کھول	تاکہ تو اس طرف سے بانگ اور خروش سنے
گوش دار آوازت آید دمبدم	چوں رسد بادہ نیاید جام کم
کان کو متوجہ رکھ تجھ کو دمبدم آواز آئے گی	جب بادہ مل جاوے گا تو جام کی کچھ کمی نہیں ہے
آدما معنی دلبندم بجوی	ترک قشر و صورت گندم بگوی
اے آدم میرے معنی دلبند کو طلب کرو	پوست اور صورت گندم کو ترک کرو
چونکہ ریگے آرد شد بہر خلیل	دانکہ معزولست گندم اے نبیل
جب کہ ریگ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کیلئے آٹا ہو گیا تھا	تو جان لو کہ گندم معزول ہے اے بزرگ
صورت از بیصورت آمد در وجود	ہمچناں کز آتشے زادست دود
صورت بے صورت سے وجود میں آئی ہے	جیسے آگ سے دھواں پیدا ہوا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کمتریں عیبے مصور درخیال	چوں پیاپے بینیش آرد ملال
ادنیٰ درجہ کا عیب مصور فی الخیال کا تو یہ ہے	کہ جب تو اس کو متواتر دیکھتا رہے تو وہ ملال لاتا ہے
حیرت محض آردت بے صورتے	زادہ صدگوں آلت از بے آلتے
بے صورت تیرے اندر حیرت محضہ لاتی ہے	صدہا قسم کے آلات ایک بے آلات سے پیدا ہوئے
بے زدستے دستہا با فدہی	جان جاں سازد مصور آدمی
وہ بدوں ہاتھ کے ہاتھوں کو ترکیب دیتا ہے	روح الروح آدمی کو مصور کرتا ہے
آنچناں کاندر دل از ہجر و وصال	می شود بافیدہ گونا گوں خیال
جس طرح سے کہ دل میں ہجر و وصال سے	اقسام اقسام خیالات پیدا ہوتے ہیں
ہیچ ماند ایں موثر با اثر	ہیچ ماند بانگ و نوحہ باضرر
بھلا کہیں یہ موثر اثر کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے	بھلا کہیں فغاں و نوحہ ضرر کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے
نوحہ را صورت ضرر بیصورت ست	دست خایند از ضرر کش نیست دست
نوحہ کی تو صورت ہے ضرر بے صورت ہے	لوگ ہاتھ چباتے ہیں ضرر سے جس کے ہاتھ نہیں ہے
ایں مثل نالائق ست اے مستدل	حیلۂ تفہیم را جہد المقل
یہ مثال غیر لائق ہے اے مستدل	تدبیر تفہیم کے لئے ایک نادار کی کوشش ہے
صنع بیصورت نگارد صورتے	تن بروید یا حواس و آلتے
بے صورت کی صنعت صورت کو پیدا کرتی ہے	تن کو پیدا کرتا ہے مع حواس و آلات کے
تاچہ صورت باشد آں بروفق خود	اندر آرد جسم را در نیک و بد
تاکہ جونسی بھی صورت ہو وہ اپنے موافق	جسم کو نیک و بد میں لے آوے
صورت نعمت بود شاکر شود	صورت مہلت بود صابر شود
صورت نعمت کی ہو تو شاکر ہو جاتا ہے	صورت مشقت کی ہو تو وہ صابر ہو جاتا ہے
صورت رحمے بود شاداں شود	صورت زخمے بود نالاں شود
صورت رحم کی ہو تو پھول جاتا ہے	صورت زخم کی ہو تو وہ نالاں ہوتا ہے
صورت شہرے بود گیرد سفر	صورت تیرے بود گیرد سپر
کسی شہر کی صورت آ جاوے تو سفر اختیار کرتا ہے	تیر کی صورت آجاوے تو سپر لے لیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت خوباں بود عشرت کند	صورت غیبی بود خلوت کند
حسینوں کی صورت آجاوے تو عشرت کرتا ہے	کوئی صورت غیبی آجاوے تو خلوت کرتا ہے
صورت محتاجی آرد سوی کسب	صورت بازو وری آرد بہ غصب
محتاجی کی صورت کسب کی طرف لاتی ہے	بازو وری کی صورت غصب کی طرف لاتی ہے
ایں ز حد و اندازہا باشد بروں	داعیٔ فعل از خیال گونہ گوں
یہ حد اور اندازہ سے خارج ہے	فعل کا داعی گونا گوں خیالات سے
بے نہایت کیشہا و پیشہا	جملہ ظل صورت اندیشہا
غیر متناہی مذاہب اور پیشے	سب ظل ہیں صورت خیالات کے
برلب بام ایستادہ قوم خوش	ہر یکے را برزمیں بیں سایہ اش
لب بام پر کوئی قوم خوش کھڑی ہے	ہر ایک کے سایہ کو زمین پر دیکھ لے
صورت فکرست بر بام مشید	واں عمل چوں سایہ بر ارکاں پدید
صورت فکر بام بلند پر ہے	اور وہ فعل سایہ کی طرح اعضاء پر ظاہر ہے
فعل بر ارکان و فکرت مکتتم	لیک در تاثیر و وصلت دو بہم
فعل تو ارکان پر ہے اور فکر مکتتم ہے	لیکن تاثیر اور اتصال دونوں مقارن ہیں
آں صور در بزم کز جام خوشی ست	فائدہا و بیخودی و بیہشی ست
بزم میں جو صورتیں کہ جام خوشی سے ہیں	ان کا فائدہ بے خودی اور بے ہوشی ہے
صورت مرد و زن و لعب و جماع	فائدہاش بیہوشی وقت وقاع
صورت مرد و زن کی اور لعب اور جماع	اس کا فائدہ بے ہوشی ہے وقت جماع کی
صورت نان و نمک کاں نعمت ست	فائدہ اش آں قوت بیصورت ست
صورت نان و نمک کی جو کہ نعمت ہے	اس کا فائدہ قوت بے صورت ہے
در مصاف آں صورت تیغ و سپر	فائدہ اش بیصورتی یعنی ظفر
جنگ میں وہ صورت تیغ و سپر کی	اس کا فائدہ ایک بے صورت ہے یعنی ظفر
مدرسہ و تعلیق و صورتہای وے	چوں بدانش متصل شد گشت شے
مدرسہ تعلیم کا اور اس کی صورتیں	جب علم سے متصل ہو گئیں تو وہ تمام ہو گئیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں صور چوں بندۂ بیصورت اند	پس چرا در نفی صاحب نعمت اند
جب یہ صورتیں بے صورت کے تابع ہیں	پھر کس لئے یہ صاحب نعمت کی نفی میں ہیں
پس صورہا بندۂ بیصورت اند	پیش او روئید و در نفی اوفتند
پس صورتیں تابع ہیں بے صورت کے	اسی کے سامنے تو پیدا ہوں اور نفی میں واقع ہوں
ایں صور دار دز بیصورت وجود	چیست پس بر موجد خویشش جحود
یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں	پھر ان کو اپنے موجد پر جحود کیا ہے
خود ازو یابد ظہور انکار او	نیست غیر عکس خود ایں کار او
اس کا انکار خود اس ہی سے ظہور پاتا ہے	اس کا یہ فعل بجز اپنے عکس کے نہیں ہے
صورت دیوار و سقف ہر مکاں	سایۂ اندیشۂ معمار داں
ہر مکان کی صورت دیوار اور سقف کو	خیال معمار کا ظل جان
گرچہ خود اندر محل افتکار	نیست سنگ و چوب و خشتے آشکار
اگرچہ محل فکر میں	سنگ اور چوب اور خشت ظاہر نہیں ہے
فاعل مطلق یقیں بے صورتست	صورت اندر دست او چوں آلتست
فاعل مطلق یقینا بے صورت ہے	صورت اس کے ہاتھ میں مثل آلہ کے ہے
گہ گہ آں بیصورت از کتم عدم	مر صور را رونماید از کرم
وہ بے صورت گاہ گاہ پردۂ غیب سے	صورتوں کو تجلی دکھلا دیتے ہیں کرم سے
تا مدد گیرد ازو ہر صورتے	از کمال و از جمال و قدرتے
تاکہ اس سے ہر صورت مدد حاصل کرے	کمال سے اور جمال سے اور قدرت سے
باز بیصورت چو پنہاں کرد رو	آمدند از بہر کد در رنگ و بو
پھر بے صورت نے جب تجلی مستتر کر لی	تو وہ لوگ کدیہ کے لئے رنگ اور بو میں آ گئے
صورتے از صورت دیگر کمال	گر بجوید باشد آں عین ضلال
ایک صورت دوسری صورت سے اگر کمال	ڈھونڈے تو وہ عین ضلال ہے
جز مگر آں صورتے کاں شیر زاد	بابت ارشاد کردش ازو داد
بجز اس صورت کے جس کو اس حاکم عظیم نے	لائق ارشاد کے کیا ہو صورت سے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس چہ عرضہ می کنی اے بے ہنر	احتیاج خود بمحتاج دگر
پس کیا پیش کرتا ہے تو اے بے ہنر	اپنی احتیاج دوسرے محتاج کی طرف
چوں صور بندست بریزداں مگو	ظن مبر صورت بہ تشبیہش مجو
جب صورتیں بندہ ہیں تو یزداں پر اطلاق مت کر	صورت کا گمان مت کر اس کو تشبیہ سے مت ڈھونڈھ
در تضرع جو و درافنائے خویش	کز تفکر جز صور ناید بہ پیش
تضرع میں اور اپنے فنا کرنے میں اس کو طلب کر	کیونکہ تفکر سے بجز صورتوں کے کوئی چیز پیش نہ آوے گی
ور ز غیر صورتت نبود فرہ	صورتے کاں بے تو زاید در توبہ
اور اگر بدوں صورت کے تجھ کو انبساط نہیں ہوتا	توبہ جو صورت بدوں تیرے تیرے اندر پیدا ہو وہ بہتر ہے
صورت شہرے کہ آنجا میروی	ذوق بیصورت کشیدت اے روی
اس شہر کی صورت کہ تو وہاں جاتا ہے	مجھ کو ذوق نے کھینچا ہے جو کہ بے صورت ہے اے سیراب ہونے والے
پس بمعنیٰ میروی تا لامکاں	کہ خوشی غیر زمانست و مکاں
پس باطنا تم لامکاں کی طرف جا رہے ہو	کیونکہ خوشی غیر زمانی اور غیر مکانی ہے
صورتے یارے کہ سوئے او شوی	از برای مونس اش میروی
کسی دوست کی صورت جس کی طرف تو جا رہا ہے	تو اس کے انس کی وجہ سے جا رہا ہے
پس بمعنیٰ سوی بیصورت شدی	گرچہ زاں مقصود غافل آمدی
پس باطنا تو بے صورت کی طرف جا رہا ہے	اگرچہ اس مقصود سے تو غافل ہے
پس حقیقت حق بود معبود کل	کز پئے ذوق ست سیران سبل
پس در حقیقت حق تعالیٰ ہی معبود کل ہے	کیونکہ ذوق ہی کے لئے راستوں کا چلنا ہے
لیک بعضے روسوی دم کردہ اند	گرچہ سر اصلست سر گم کردہ اند
لیکن بعض نے تو توجہ دم کی طرف کی ہے	اگرچہ سر اصل ہے انہوں نے سر کو گم کر دیا ہے
لیک آں سر پیش ایں ضالان گم	می دہد داد سرے از راہ دم
لیکن وہ سران ضالین گم کے سامنے	سر کی عطا دم کے واسطے سے عطا کرتا ہے
آں ز سرمی یابد آں داد ایں ز دم	قوم دیگر پا و سر کردند گم
وہ شخص سر سے پاتا ہے یہ عطا اور یہ شخص دم سے	ایک اور قوم نے پاؤں اور سر گم کر دیے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ گم شد جملہ جملہ یافتند	از گم آمدٗ سوی کل بشتافتند
چونکہ سب گم ہو گئے انہوں نے سب کو پا لیا	گم ہونے کے سبب وہ کل کی طرف دوڑے

(بمناسبت صورت پسندی مذکورہ شعر زاں ہزاراں صورت الخ کے بطور انتقال کے ارشاد فرماتے ہیں کہ) ان (ظاہری) صورتوں کے پیالوں سے مست مت ہو (یعنی ان کا فریفتہ مت ہو اور ان کو قدح کہنے کی تحقیق شعر آئندہ کے حل میں آوے گی) تاکہ تو بت تراش اور بت پرست (کے مشابہ) نہ ہو جاوے (کہ وہ بھی ایک صورت کا عاشق ہوتا ہے گو اس کا عشق درجہ جحودیت تک پہنچ جاتا ہے اور تیر اور جہ مقصودیت تک رہتا ہے لیکن اتنی مشابہت بھی مذموم ہے پس) صورتوں کے پیالوں سے گزر جا (اور ان پر) قرار مت پکڑ (کیونکہ) بادہ (جمال گو اس) جام میں تو ہے لیکن جام سے نہیں ہے (بلکہ بادہ بخش کا ڈالا ہوا ہے پس شائق بادہ کا پیالہ پر عاشق ہونا حماقت ہے بادشاہ بخش پر عاشق ہونا چاہئے کہ بادہ کا مرجع وہی ہے اسی طرح صورت ظاہری مثل جام کے ہے پس قدحہائے صور میں اضافہ مثل لجین الماء کے ہے اور اس کا حسن مثل بادہ کے اور حق تعالیٰ مثل بادہ بخش کے پس مرجع حسن و جمال اور اصلی حسین و جمیل وہی ہیں ان پر عاشق اور ان کا طالب ہونا چاہئے چنانچہ آگے اس کی تصریح بھی ہے کہ) بادہ بخش کی طرف خوب کان کھول (یعنی ادھر متوجہ ہو اور گوش کی تخصیص میں شاید اشارہ اس طرف ہو کہ دنیا میں مطلوب حقیقی کی رویت بالبصر نہیں ہوسکتی اور تجلیات مبصرہ مثالی ہوتی ہیں عین حق نہیں ہوتیں البتہ حصول نسبت و قرب سے جن واردات سے مشرف ہوتا ہے وہ عین احکام حق ہوتے ہیں جو گوش باطن یعنی القاء سے منکشف ہوتے ہیں اس لئے گوش بکشا کہا چشم بکشا نہیں کہا) تاکہ تو اس طرف سے بانگ اور خروش (واردات کا) سنے (بانگ و خروش کا ہونا ضروری نہیں اور اگر ہو تو وہ صورت مثالی ہوتی ہے کیونکہ قول اور لحن نے آواز نے انکشاف واردات کو سماع بانگ و خروش سے مجازاً تعبیر کردیا اطلاقاً للسبب فی الجملۃ علی المسبب اس طرف) کان کو متوجہ رکھ تجھ کو دمبدم آواز آوے گی (یعنی واردات کا القاء ہوگا اور) جب بادہ (حسن حقیقی کا) مل جاوے گا تو جام کی کچھ کمی نہیں ہے (یعنی ان واردات سے حق تعالیٰ کی صفات و افعال کی معرفت ہوگی اور تمام اجزاء عالم ان صفات و افعال کا مظہر معلوم ہوگا اور ان سب میں ان صفات و افعال کا مشاہدہ کرے گا یہ معنی ہیں۔ نیا یدجام کم کے پس اس حالت میں یہ کسی صورت کا مقید اور فریفتہ نہ ہوگا آگے بطور حکایت عن الحق کے خطاب ہے آدم علیہ السلام کو جس سے مقصود خطاب ہے۔ بنی آدم کو یعنی) اے آدم میرے معنی دلبند کو طلب کرو (اور) پوست اور صورت گندم کو ترک کرو (صورت کا عطف قشر پر تفسیری ہے اشارہ ہے قصہ نہی عن الشجرۃ کی طرف اور معنی سے مراد صفات و افعال حق یعنی توجہ الی الخلق کو کہ مشابہ اکل شجرہ کے ہے ترک کر کے توجہ الی الحق کرو آگے صورت کا غیر معتد بہ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) جبکہ ریگ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے آٹا ہو گیا تھا (یہ آپ کا معجزہ مشہور ہے) تو (اس سے) جان لو کہ گندم (باعتبار صورت کے) معزول (اور قابل قطع نظر کرنے کے) ہے اے بزرگ (تو دیکھو کہ باوجود گندم کی صورت نہ ہونے کے ریگ سے گندم کا کام لیا گیا کہ اس سے آرد حاصل ہو گیا جس سے معلوم ہوا کہ صورت مقصود اور مدار مقصود نہیں پس اس کی طلب میں مت پڑو آگے صورت کا معنی بے صورت کے تابع ہونا بیان فرمائے ہیں دو طور سے۔

اول یہ کہ بے صورت علت فاعلی ہوتی ہے صورت کی وہذا الی قولہ فعل برارکان الخ دوسرے یہ کہ بے صورت علت غائی ہوتی ہے صورت کی وہذا من قولہ حصلا بالبیت المذکور آں صور در بزم الخ اور دونوں قسم کی علیہ میں تبعیت ظاہر ہے اول میں

www.besturdubooks.wordpress.com

دو عا ثانی میں قصداً پس فرماتے ہیں کہ) صورت بے صورت سے وجود میں آئی ہے جیسے آگ سے دھواں پیدا ہوا ہے
(تشبیہ صرف تسبب میں ہے قطع نظر باصورت و بے صورت ہونے سے کیونکہ آتش جس سے کہ دھواں پیدا ہوتا ہے وہ غالبًا
بوجہ امتزاج باا جزا ء املاء رضیہ کے صورت حسیہ رکھتی ہے گو نار صرفہ کو غیر محسوس کہا گیا ہے پھر ظاہرا صورت سے مراد مطلق صورت
مادیہ ہے گو محسوس نہ ہو چنانچہ شعر آئندہ متصل اور اشعار متعددہ غیر متصلہ میں خیال کو بھی صورت کے عموم میں داخل کیا ہے تو
نار صرفہ بھی اس معنی کر باصورت ہے پس تشبیہ صرف تسبب ہی میں ہوئی آگے تائید مضمون صورت کے غیر قابل طلب اور معنی
کے قابل طلب ہونے کے لئے جو کہ شعر صورت از بے صورت الخ کے قبل مذکور تھا صورت کی ایک خاصیت ذامہ اور بے
صورت کی ایک خاصیت مادحہ کا بیان ہے کہ) اوئی وجہ کا عیب مصور فی الخیال کا (کہ ایک فرد ہے باصورت کی) تو یہ ہے کہ
جب تو اس کو متواتر دیکھتا رہے (اور سوچتا رہے) تو وہ ملال (اور افسردگی) لے آتا ہے (بخلاف غیر مصور و بے صورت کے کہ
وہ ملال کا سبب کبھی نہیں ہوتا بلکہ وہ) بے صورت تیرے اندر حیرت محضہ لاتی ہے (شرح اس کی یہ ہے کہ ملال ہوتا ہے احاطہ
مدرک و تمام ادراک سے اور حیرت ہوتی ہے عدم احاطہ مدرک و عدم تمام ادراک سے تو باصورت میں تو تمام ادراک ہو سکتا ہے
اس وقت ملال بھی ہو سکتا ہے اور بے صورت میں تمام ادراک نہیں ہوتا پس ملال بھی نہیں ہوتا بلکہ حیرت ہوتی ہے اور ظاہر ہے
کہ حیرت میں ادراک کا شوق بڑھے گا اور شوق میں لذت ہوتی ہے اور ملال کا سبب انقباض ہونا ظاہر ہے پس باصورت کا
خاصہ انقباض ہوا اور بے صورت کا خاصہ شوق و انشراح ہوا اور اول کا موجب ذم اور دوسرے کا موجب مدح ہونا ظاہر ہے اور
اوئی کہنے سے معلوم ہوا کہ اور عیوب اس سے بھی زیادہ ہیں اور جب صورۃ خیالیہ جو کہ کسی قدر قیود سے مجرد بھی ہے مگر حلول فی
المادی کے سبب مادی ہے جب وہ ایسی ہے تو صورت مقیدہ بقیود کثیرہ تو اس خاصیت میں اس سے زیادہ ہوگی کہ ادراک اس کو
زیادہ احاطہ کرے گا جس سے ملال زیادہ ہوا اور اگر کوئی کہے کہ ہم کو تو صورت معشوقہ سے کبھی ملال نہیں ہوتا جواب اس کا یہ ہے
کہ اول تو مطلق صورت سے ملال کا وقوع تحقیق مدعا کے لئے کہ ترجیح بیان کرنا ہے بے صورت کا صورت پر کافی ہے کیونکہ
بے صورت سے کبھی بھی ملال نہیں ہوتا اور یہ ترجیح کے لئے کافی ہے دوسرے مقصود بیان کرنا اصل خاصیت کا ہے قطع نظر
عوارض سے اور یہاں عدم ملال ایک عارض سے ہے کہ وہ شہوت وغیرہ ہے چنانچہ اکثر بعد قضاء شہوت یہ ملال مشاہدہ کیا جاتا
ہے اور اس عدم ملال کا راز بھی وہی عدم ادراک تام ہے کہ قبل قضاء شہوت خاص لذت کا ادراک نہیں تھا اس لئے شوق تھا کہ اس
میں کیسی لذت ہوگی جب یہ ادراک بھی تام ہو گیا ملال پیدا ہو گیا اور یہ تفاوت درمیان باصورت و بے صورت کے اثناء مضمون
تابعیت صورت للمعنی میں جو کہ شعر صورت از بے صورت الخ سے شروع ہوا ہے بطور جملہ معترضہ کے مذکور ہوا ہے اب پھر اسی
مضمون تابعیت کی طرف عود ہے یعنی بے صورت کا باصورت سے وجود میں آنا جو کہ اجمالاً شعر صورت از بے صورت الخ میں
مذکور ہوا اس کا اعادہ مع تفصیل یہ ہے کہ) صدہا قسم کے آلات ایک بے آلات سے پیدا ہوئے (یہ اعادہ ہوا اس مضمون کا
کیونکہ بے آلت سے مراد وہی بے صورت ہے اس لئے کہ باصورت میں صورت ہی آلہ ہوتی ہے افعال کی چنانچہ حیوان میں
ہاتھ پاؤں آنکھ کان بطش و مشی و بصر و سمع کے لئے اور غیر حیوان میں مادہ و صورت شخصیہ اس کے افعال و خواص کے لئے و ہذا
ظاہر آگے مختلف عنوانات سے اس کی تفصیل ہے کہ) وہ (بے آلات و بے صورت یعنی حق تعالیٰ) بدوں ہاتھ کے (کہ جزو
ہے ذی ید کا ذی آلات کے) ہاتھوں کو ترکیب دیتا ہے (یعنی) روح الروح (مراد حق تعالیٰ کہ محی روح ہے) آدمی کو (کہ ذی
صورت و آلات ہے) مصور کرتا ہے جس طرح سے کہ دل میں ہجر و وصال (کے اثر) سے اقسام اقسام خیالات پیدا ہوتے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں (ہجر اور وصال چونکہ امور اضافیہ سے ہیں صفات حقیقیہ سے نہیں اس لئے ان کا وجود انتزاعی ہوگا انضمامی نہ ہوگا اور صفات انتزاعیہ کسی مادی میں حلول کئے ہوئے نہیں ہوتیں اس لئے ان کو مادی نہ کہا جاوے گا پس وہ بے صورت ہوئیں اور خیال حال فی الدماغ المادی ہے اس لئے وہ باصورت ہوا اور ہجر کی حالت میں ہجر سے اور وصال کی حالت میں وصال سے مختلف حالات کا قلب و دماغ میں پیدا ہونا اہل مذاق عشق کو معلوم ہے پس اس مثال میں بھی بے صورت مؤثر و فاعل ہوا باصورت میں پس اس میں جان جاں ساز مصور آدمی کی بھی تشبیہ ہوگئی اور خود ایک مادہ تحقق تاثیر غیر مصور فی المصور کا اضافہ معین فی التفصیل بھی ہوگیا آگے اس ہجر و وصال اور گوناگوں خیال کا مصور و غیر مصور ہونے میں تفاوت جو کہ مدار تھا تشبیہ بالا کا بیان فرماتے ہیں کہ) بھلا کہیں یہ مؤثر (یعنی ہجر و وصال) اثر (مذکور یعنی خیال) کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے (آگے اس کی مثال ہے کہ) بھلا کہیں فغان و نوحہ (کہ اثر ہے کلفت و ضرر کا) ضرر کے ساتھ (کہ مؤثر ہے فغاں و نوحہ میں) کچھ مشابہت رکھتا ہے (یعنی نہیں رکھتا کیونکہ) نوحہ کی تو صورت ہے (کہ حال فی المادہ ہے اور) ضرر بے صورت ہے (کہ حقیقت اس کی فقدان مطلوب ہے جو کہ امر اضافی و غیر حال فی المادہ ہے اس مثال سے تفاوت ہجر و وصال اور خیال میں بھی معلوم ہوگیا کہ مؤثر بے صورت ہے اور اثر باصورت جو اجمالاً مصرعہ بیچ ماند ایں مؤثر با اثر میں مذکور ہوا تھا آگے نوحہ کے باصورت اور ضرر کے بے صورت ہونے کی ایک خاص عنوان سے توضیح ہے کہ ضرر رسیدہ) لوگ ہاتھ چباتے ہیں (اس) ضرر (کے سبب) سے جس کے ہاتھ نہیں ہے (ضرر کے ہاتھ نہ ہونا ظاہر ہے مراد نفی ہے صورت کی جس کو احقر ابھی بیان کر چکا ہے اور دست خائیدن کا حال فی المادی ہونا ظاہر ہے اور چونکہ شعر آنچناں کاندر دل الخ مثال تھی صنع حق بلا آلات مذکور فی قولہ بے زدستے الخ کی اور بیچ ماند بانگ الخ مثال تھی اس مثال کی اور اس کے واسطہ سے مثال تھی اسی صنع کی پس ایک بواسطہ اور ایک بلا واسطہ دونوں مثالیں صنع حق کی ہوگئیں چونکہ احتمال تھا کہ کوئی شخص مشبہ یعنی صنع حق کو بالکل ان امثلہ مشبہ بہا کے مماثل من کل الوجوہ سمجھ جاوے جو کہ خلاف واقع ہے اس لئے آگے اس پر متنبہ فرماتے ہیں کہ) یہ مثال غیر لائق ہے اے مستدل (صرف) تدبیر تفہیم کے لئے ایک نادار کی کوشش ہے (کہ وہ بقدر کفایت انفاق نہیں کر سکتا اپنی وسعت کے موافق کر سکتا ہے اسی طرح ہماری یہ تشبیہات کشف حقیقت کے لئے کافی نہیں ہماری وسعت کے قدر من وجہ تفہیم کے لئے لائی گئی ہیں ورنہ کہاں سبب حادث غیر قادر و غیر مختار و غیر مستقل و غیر عالم اور کہاں علت قدیم و قادر و مختار و مستقل و عالم آگے بعد تشبیہات و دفع ایہام ناشی عن التشبیہ عود ہے مضمون بے زدستے الخ کی طرف یعنی) بے صورت کی صنعت صورت کو پیدا کرتی ہے (یعنی) تن کو پیدا کرتا ہے مع حواس و آلات (یعنی اعضاء و جوارح و خیالات) کے (کہ صورت کا مصداق ہے اور خیال کا صورت کے افراد میں سے ہونا احقر شرح شعر آنچناں کاندر دل از ہجر و وصال میں لکھ چکا ہے اور آئندہ کئی شعر کے مضمون کا یہی مبنیٰ ہے الی قولہ صورت فکر ست اس کے بعد کے بعض اشعار میں افعال کو صورت کہا ہے جو کہ ظاہر ہے آگے بعض افراد صورت کی نگارش کے بعض آثار کو کہ وہ تصرفات ہیں صورت نگار کے بیان فرماتے ہیں یعنی صورت نگاری اس لئے کرتے ہیں) تاکہ جونسی بھی صورت ہو وہ (صورت) اپنے مقتضا کے) موافق جسم کو (افعال) نیک و بد میں لے آوے (اس صورت سے مراد بقرینہ سیاق خیال ہے اور خیال کا مدار افعال ہونا ظاہر ہے چنانچہ آگے اس کی تفصیل ہے کہ اگر وہ) صورت نعمت کی ہو (جو دماغ مادی میں پیدا ہو) تو (وہ صاحب خیال) شاکر ہو جاتا ہے (اور فعل شکر اس سے پیدا ہوتا ہے اور محل شکر کا زبان اور جوارح اور قلب ہے اور یہ سب اجزاء ہیں جسم کے پس جملہ اندر آرد جسم را در نیک و بد کا تحقق ظاہر ہوگیا اسی طرح سوا آتیہ میں دیکھ لیا جاوے اور وہ یہ ہیں کہ اگر

www.besturdubooks.wordpress.com

وہ) صورت مشقت کی ہو تو وہ (صاحب خیال) صابر ہو جاتا ہے (اور اگر) صورت رحم کی ہو (یعنی یہ خیال آجاوے کہ فلاں صاحب اختیار ہم پر رحم کریگا) تو (صاحب خیال) صابر ہو جاتا ہے (اور اگر) صورت رحم کی ہو تو وہ (صاحب خیال) نالاں ہوتا ہے (اور اگر اس کے دماغ میں) کسی شہر کی صورت (وخیال) آجاوے تو سفر اختیار کرتا ہے (اور اگر اس کے خیال میں) تیر کی صورت آجاوے (کہ کوئی تیر میری طرف شاید آجاوے) تو (حفاظت کے لئے) سپر لے لیتا ہے (اور اگر خیال میں) حسینوں کی صورت (اور خیال) آجاوے تو (ان کے قرب ووصال کا سامان کر کے ان کے ساتھ) عشرت کرتا ہے (اور اگر خیال میں) کوئی صورت غیبی آجاوے (مثلاً تجلیات وواردات کا نزول) تو (اس کی تحصیل کے لئے) خلوت (اختیار) کرتا ہے (اور) محتاجی کی صورت (موجودہ یا متوقعہ) کسب کی طرف لائی ہے (اور) بازو وری (یعنی قوی بازو شدن) کی صورت غضب کی طرف لاتی ہے (اور یہ ظاہر ہے کہ غضب سے پہلے اس خیال کا آنا ضروری ہے کہ میں زور آور ہوں غضب کر سکتا ہوں پس مقصود قوت بازو کا شرط بتلانا ہے نہ کہ علت تاکہ نقض لازم آوے کہ خیال قوت بازو کے لئے غضب لازم نہیں اور) یہ حد اور اندازہ (یعنی شمار) سے خارج ہے (آگے اس اسم اشارہ کا مشار الیہ بتلاتے ہیں کہ یہ سے مراد) فعل کا داعی (اور سبب ہے آگے اس داعی کا بیان ہے پس از بیانیہ ہے یعنی) گونا گوں خیالات سے (مطلب یہ کہ جو خیالات محرک افعال ہیں ان کے افراد بے شمار ہیں چنانچہ) غیر متناہی مذاہب اور (غیر متناہی) پیشے سب (کے سب) ظل (اور اثر) ہیں صورت خیالات کے (یہ اضافۃ بیانیہ ہے پس اس سببیت خیال ومسببیت افعال کی ایسی مثال ہے کہ جیسے) لب بام پر کوئی قوم خوش کھڑی ہے (خوش کی قید اتفاقی ہے ان میں) ہر ایک کے سایہ کو زمین پر دیکھ لے (پس جس طرح یہ شخص سبب اور ظل مسبب ہے اسی طرح خیال سبب اور فعل مسبب ہے چنانچہ تصریحاً فرماتے ہیں کہ) صورت فکر (دماغ میں ہونے کے سبب گویا) بام بلند پر ہے اور وہ فعل (جو اس کا مسبب ہے) سایہ کی طرح اعضا پر ظاہر ہے (اور ہم نے جو صرف عمل کو پدید کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ) فعل تو ارکان پر ہے (جو کہ محل افعال ہیں اور وہ خود بھی اور ان کے ساتھ افعال کا قیام اور حلول بھی ظاہر ہے) اور فکر مستتر ہے (باعتبار محل کے بھی کہ دماغ ہے اور خود اپنی صورۃ نوعیہ کے اعتبار سے بھی کہ محسوس نہیں اگر چہ محل کا مشاہدہ بھی کیا جاوے اور اتصاف اور قیام کے اعتبار سے بھی تو گو ظہور وکمون کا دونوں میں فرق ہے) لیکن تاثیر (اس فکر کی) اور اتصال (اور ترتب اس عمل کا اپنے مؤثر پر یہ) دونوں متقارن ہیں (یعنی عمل کے وقت خیال کا وجود لازم ہے خواہ وہ خیال اسی وقت حادث ہوا ہو یا اس وقت تک باقی ہو جب خیال شرط ہے پس وجود عمل کا خود دلیل ہے اس کے وجود کی پس اس کے مستتر ہونے سے اس کے وجود کا انکار نہ کرنا چاہئے اور استدراک بقولہ لیک در تاثیر کا محط فائدہ یہی وجود ہے اس فکر کا نہ کہ خصوصیت مقارنت کی کہ وہ خصوصیت اتفاقی وواقعی ہے اور یہاں تک صورت کا بے صورت کے لئے تابع ہونا اس طور پر کہ بے صورت علت فاعلی ہے صورت کی مذکور ہوا آگے اس صورت کا بے صورت کے لئے تابع ہونا اس طور پر کہ بے صورت علت غائی ہے صورت کی مذکور ہوتا ہے وقد نبهت عليه من قبل فى تمهيد شرح شعر صورت از بے صورت آمد الخ اور وہ علت غائی ہونا بے صورت کا صورت کے لئے اس طرح ہے کہ) بزم (شراب) میں جو صورتیں کہ جام خوشی سے (حاصل ہوتی) ہیں (مثل شرب خمر و افعال متعلقہ آں) ان کا فائدہ (یعنی علت غائی) بے خودی اور بے ہوشی ہے (جو کہ بوجہ امر عدمی وامر اضافی ہونے کے بے صورت ہے اور ایسے امور کا بے صورت ہونا شرح شعر آنچناں کا ندر دل الخ میں ذکر کیا گیا ہے اور افعال کا افراد صورت ہونا ظاہر ہے اور اسی طرح) صورت مرد وزن کی اور لعب اور جماع (یہ عطف تفسیری ہے صورت کا) اس (صورت) کا فائدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

(علت غائی) بے ہوشی ہے وقت جماع کی (غایت لذت کو بے ہوشی فرمایا اور اس کا غایت ہونا ظاہر ہے اور اسی طرح) صورت نان ونمک کی جو کہ نعمت ہے اس کا فائدہ (اور غایت) قوت بے صورت ہے اس کو بے صورت کہنا بالمعنی المذکور فی المواد السابقہ نہیں یعنی غیر حال فی المادہ کیونکہ قوت کا حلول مادہ میں اظہار ہے بلکہ بمعنی غیر صورت محسوسہ اور ظاہر ہے کہ قوت محسوس دمری نہیں ہے پس یہ مادہ مثال نہ ہوگی کلیہ مذکورہ کی بلکہ نظیر ہوگی اس کی یعنی بطور قیاس تمثیل کے ایک بے صورت باحد المعنیین کو دوسری بے صورت بالمعنی الآخر پر حکم متبوعیت میں قیاس کرلیا اور شعر آئندہ متصل مدرسہ تعلیم الخ میں دانش کو بے صورت کہنا بھی قول مشہور پر کہ علم مقولہ کیف سے ہے اسی اعتبار سے ہے پس وہ بھی نظیر ہے اور شعر آئندہ متصل در مصاف الخ میں ظفر اس معنی مذکور سابق کے اعتبار سے بے صورت ہے پس وہ مثال ہے یعنی اسی طرح) جنگ میں وہ صورت تیغ وسپر کی اس کا فائدہ ایک بے صورت ہے یعنی ظفر (اسی طرح) مدرسہ تعلیم کا اور اس کی صورتیں (واسباب تعلیم مثل کتب وغیرہ) جب علم سے متصل ہوگئیں (یعنی علم ان پر مرتب ہوگیا جو کہ مدرسہ واسباب تعلیم کی غایت ہے) تو وہ (صورتیں) تمام ہوگئیں (یعنی ان اسباب سے اس حیثیت خاصہ سے تعلق نہ رہا جیسا کہ حصول غایت کے بعد وسائط سے تعلق ختم ہوجاتا ہے مثلاً منزل پر پہنچ کر سواری چھوڑ دی جاتی ہے ومثل ذلک اور یہ علامت ہے علم کے غایت ہونے کی اور وہ بے صورت ہے بایں معنی کہ غیر محسوس ہے نہ بایں معنی کہ غیر حال فی المادہ ہے کیونکہ قول مشہور پر یہ مقولہ کیف سے ہے جو کہ صفت منضمہ ہے پس انسان مادی میں جو علم ہوگا حال فی المادہ ہوگا اور اگر مقولہ اضافت سے ہو تو امور اضافیہ کا بے صورت ہونا بمعنی غیر حال فی المادہ اوپر مذکور ہو چکا ہے اور بدانش متصل گشت الخ میں مقصود اتصال کا حکم کرنا نہیں ہے کیونکہ اس کو مقصود مقام میں کوئی دخل نہیں بلکہ مقصود اس کا غایت ہونا ہے تا کہ اس کے بے صورت ہونے سے مقصود مقام کی تائید ہو اور یہاں تک جب صورت کی تبعیت بے صورت کے لئے فاعلاً یا غایۃً بیان فرما چکے آگے اس تبعیت پر تفریع ہے کہ) جب یہ صورتیں بے صورت کے تابع ہیں پھر کس لئے یہ (صورتیں) صاحب نعمت کی نفی میں ہیں (جیسے دہریہ منکر ہیں صانع تعالیٰ کے آگے بھی تفریع ہے تاکید تفریع اول کے لئے یعنی جب دلائل تبعیت مذکورہ کے بیان کردیئے گئے) پس (ان سے ثابت ہوگیا کہ) صورتیں تابع ہیں بے صورت کے (پھر تعجب ہے کہ اسی کے تصرف سے) اسی کے سامنے تو پیدا ہوں اور (اسی کی) نفی میں واقع ہوں (اور اس مصرعہ ثانیہ کی ایک توجیہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ یہ تائید ہو مضمون مصرعہ اولیٰ کی یعنی بندہ ہونے کی دلیل یہ بھی ہے کہ وہ اسی کے سامنے پیدا ہوتے ہیں اور اسی کے سامنے عدم میں واقع ہوجاتے ہیں اور یہ سب اسی کے تصرف سے ہوتا ہے اس سے بندہ ہونا ظاہر ہوگیا مگر اول توجیہ سیاق وسباق کے زیادہ مناسب ہے کہ دونوں جگہ اس کی تصریح ہے حیث قال قبلہ پس چرا در نفی صاحب نعمت اند وقال بعدہ چیست پس بر موجد خویشش جحود آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) یہ صورتیں بے صورت سے وجود رکھتی ہیں۔ پھر ان کو اپنے موجد پر جحود کیا ہے (آگے خود ان کے اس انکار سے بھی اس کے وجود پر استدلال کرتے ہیں کہ) اس (منکر) کا (یہ) انکار (بھی) خود اس (صانع) ہی سے ظہور پاتا ہے (اور) اس (صانع) کا یہ فعل (یعنی خلق انکار فی المنکر) بجز اپنے (یعنی صانع کے) عکس (اور اثر) کے نہیں ہے (یعنی انکار منکر بھی مجعول ہے اس صانع کا اور یہ مضمون ہے مصرعہ اولیٰ کا اور دلیل اس کی یہ ہے کہ انکار حادث ہے اور ہر حادث کے لئے جاعل ومحدث کی ضرورت ہے پس جاعل اس انکار مجعول کا حادث تو ہو نہیں سکتا لاستلزام الدور او التسلسل پس لامحالہ قدیم ہوگا پس جاعل قدیم ہوگا اور اس کا یہ جعل اس کا اثر حادث ہوا اور یہ مضمون ہے مصرعہ ثانیہ کا آگے بعد تفریعات کے پھر عود ہے بے صورت کے علت فاعلیہ للصورۃ ہونے کی طرف یعنی) ہر مکان کی صورت دیوار

www.besturdubooks.wordpress.com

اور سقف کو خیال معمار کا ظل جان اگرچہ محل فکر (یعنی ذہن) میں سنگ اور چوب اور خشت ظاہر نہیں ہے (لیکن ان کا خیال ہے اور وہی سبب فاعلی ہے صورت عمارت کا اور اس شعر میں اندیشہ و خیال کو جس کا باصورت ہونا اوپر معلوم ہو چکا بے صورت کہنا بمعنی غیر المحسوس ہے نہ بمعنی غیر حال فی المادہ آگے خلاصہ ہے تمام مقام کا یعنی غرض یہ کہ) فاعل مطلق یقیناً بے صورت ہے (اور) صورت اس کے ہاتھ میں مثل آلہ کے (تابع محض) ہے (کہ یقلبها کیف یشاء اس مقام میں اثناء مضمون مقصود موثریت غیر المصور فی المصور میں یہ احکام مذکور ہوئے ہیں۔ نمبر ا حق تعالیٰ کا صانع ہونا نمبر ۲ اس کا ذاتاً مستور ہونا کما یدل علیه المثال المذکور فی قوله فعل بر ارکان و فکرت مکتتم و ایضاً یدل علیه نقل النفی عن الدهر بین فی قوله پس چرا در نفی صاحب نعمت اند وما یلیه قبله و بعده لان سبب انکارهم هو هذا الاستتار نمبر ۳ اس کا تصرفاً ظاہر ہونا کما یدل علیه اثبات الصنع له فی اشعار متعددة و ایضاً یدل علیه خود از و یابد ظہور الخ اور اسی ظہور کی بناء پر تعجب علی الانکار فرمایا گیا اور یہ ظہور استدلالی ہے جو معاندین پر حجت ہے آگے حق تعالیٰ کا ذوقاً و وجداناً ظاہر ہونا بیان فرماتے ہیں جو عارفین کو عطا ہوا ہے جس سے طالبین متمتع ہوتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ گو) وہ بے صورت (ابصار سے مستور ہے مگر گاہ گاہ بصائر پر ظاہر و متجلی ہوتے ہیں چنانچہ) گاہ گاہ پردۂ غیب سے (فالعدم اضافی) صورتوں کو (یعنی بعض اہل صور مثل انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کو) تجلی دکھلا دیتے ہیں کرم سے (اس میں اشارہ ہے عدم استحقاق وجوبی کی طرف جس کے معتزلہ قائل ہوئے ہیں اور اس تجلی سے مراد انکشاف ذوقی ہے آگے اس تجلی کی غایت ہے جس کو احقر نے اس شعر کی تمہید میں اس عبارت میں لکھا ہے جس سے طالبین متمتع ہوتے ہیں اھ یعنی اس لئے تجلی دکھلاتے ہیں) تا کہ اس سے ہر صورت (جن پر وہ تجلی نہیں ہوئی تھی یعنی عوام طالبین) مدد حاصل کرے (آگے بیان ہے مدد کا یعنی) کمال سے اور جمال سے اور قدرت سے (مطلب یہ کہ حق جل شانہ کے کمال اور جمال اور قدرت و جمیع صفات الٰہیہ سے فیض حاصل کرے بواسطہ ان اہل تجلی یعنی شیوخ عارفین کے پس از و میں از بمعنی بواسطہ ہے اور مرجع اس کا صور مذکور فی الشعر السابق ہے اور کمال و ما عطف علیہ میں مضاف مقدر ہے یعنی از فیض کمال الخ اور اس میں از بیانیہ ہے اور وہ فیض کمال مصداق ہے مدد کا پس تقدیر عبارت یہ ہوئی تا کہ طالب بواسطہ عارفین فیض صفات الٰہیہ حاصل کند اور اس غایت کا وہی حاصل ہے جو احقر کی عبارت تمہید یہ مذکور الفا کا حاصل ہے گویا یہ مضمون بطور استدراک کے ہے مضمون بالا یعنی ذم قصد صورت سے یعنی قصد صورت مطلقاً مذموم ہے لیکن جو صورت اس بے صورت کی طرف موصل ہو وہ مستثنیٰ ہے کیونکہ اس کے قصد سے بالذات قصد بے صورت ہی کا ہوتا ہے اور اس تجلی میں دو مرتبے ہیں ایک نفس تجلی ایک غلبہ تجلی مرتبہ اولیٰ تو ان کو دواماً میسر رہتا ہے اور مرتبہ ثانیہ دائم نہیں ہوتا آگے اس مرتبہ ثانیہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ) پھر (اس) بے صورت نے جب تجلی مستتر کرلی (یعنی اس کا غلبہ نہ رہا جیسا کاملین کو کبھی کبھی پیش آتا ہے) تو (اس وقت) وہ لوگ گدیہ (یعنی احتیاج الی اللوازم البشریہ) کے لئے رنگ اور بو (یعنی اسباب طبعیہ) میں آگئے (مطلب یہ کہ غلبہ تجلی کے وقت تو لوازم بشریت مغلوب ہوتے ہیں اور عدم غلبہ کے وقت وہ لوازم پھر ظاہر ہوتے ہیں شاید یہ حکم اس لئے بیان کر دیا ہو کہ ان کے خواص بشریہ دیکھ کر ان کی نسبت مع اللہ میں شبہ نہ کرے اور ان سے استفاضہ بند نہ کر دے کیونکہ عدم غلبہ مستلزم عدم تعلق کو نہیں ہے آگے بھی مضمون مستدرک منہ اور استدراک کا اجمالاً اعادہ ہے یعنی) ایک صورت دوسری صورت سے اگر کمال ڈھونڈے تو وہ عین ضلال ہے بجز اس صورت کے جس کو اس حاکم عظیم نے لائق ارشاد کے کیا ہو صورت (محبوبیت یعنی مقبولیت) سے (فی الغیاث بابت لائق اھ آگے تفریع ہے مستدرک منہ پر یعنی جب صورت کی احتیاج

الی غیر الصورۃ معلوم ہوگئی) پس کیا پیش کرتا ہے تو اے بے ہنر اپنی احتیاج دوسرے محتاج کی طرف (آگے حق تعالیٰ کی تنزیہ صورت سے بیان کرتے ہیں جیسا پہلے بھی اس کو بے صورت کہنے سے بیان مذکور ہوا تھا پس یہ مضمون بے صورتی کا اعادہ ہے اور مقصود اس سے اصلاح بھی ہے بعض اہل سلوک کی کہ حق تعالیٰ کو کسی تجلی مثالی یا اپنے خیال کے مطابق اعتقاد کر لیتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) جب صورتیں بندہ (اور محتاج) ہیں (کما ہو ظاہر و مذکور ایضاً فی قولہ الماء قریبا ایں صور چوں بندۂ بے صورت اند) تو یزداں پر (اس کا زبان سے بھی) اطلاق مت کر (اور دل سے بھی) صورت کا گمان مت کر (یہ تو درجہ عمل واعتقاد کا ہوا اور بدوں اعتقاد کے بھی قصداً اس کو کسی ذی صورت مثل دریا و آفتاب وغیرہ کے ساتھ مشابہ تصور کر کے) اس کو تشبیہ (کے ذریعہ) سے مت ڈھونڈھ (یعنی مراقبات میں بھی اس سے کام مت لے گو بعض قلیل کے لئے بعض مشائخ کے کلام سے اس اخیر صورت کی اجازت معلوم ہوتی ہے مگر اکثر کے لئے موجب مفسدہ ہی ہے اسی لئے محققین حال بھی اس سے منع فرماتے ہیں کما حققہ مرشدیؒ فی ضیاء القلوب غرض نہ تکلماً نہ تصدیقاً نہ تصوراً اختیاریاً کسی طرح اس کو ذی صورت نہ قرار دے بلکہ) تضرع میں اور اپنے فنا کرنے میں اس کو طلب کر کیونکہ تفکر (یعنی تصور اختیاری) سے (اکثر کو) بجز صورتوں کے کوئی چیز پیش نہ آوے گی (یعنی مجاہدہ سے اپنی نفی اصطلاحی کر دو تو تجلی بے کیف میسر ہوگی جس میں کسی قید خیالی کو بھی استقرار نہ ہوگا گو کوئی توجہ قید خیالی سے تو خالی نہ ہوگی لیکن عدم استقرار کے سبب ملاء کے ساتھ فوراً خلاء بھی ہوتا جاوے گا پس مثل اسی کے ہوگا جیسے کوئی قید خیال میں بھی نہیں بخلاف غیر حالت مجاہدہ کے کہ خیال خاص کو استقرار ہوگا اور وہ بھی صورت ہے کما قیل کل ماخطر ببالک فھو ھالک واللہ اجل و اعلی من ذلک اور مصرع اولیٰ در تضرع الخ میں یہی عدم استقرار اور مصرعہ ثانیہ کز تفکر الخ میں یہی استقرار مراد ہے اور احقر نے جو تصور منہی عنہ میں اختیاراً کی قید لگائی وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا ضعیف ہو کہ بدوں اختیار کے اس کو کسی نہ کسی قید کا حق تعالیٰ کے لئے ضرور خیال آ جاتا ہے اور بدوں اس قید کے حق تعالیٰ کا اس کو تصور ہی نہیں ہو سکتا تو وہ معذور ہے اور اس کو اس کی اجازت ہے مولانا آگے اسی کو فرماتے ہیں یعنی اختیار سے تو ایسا مت کر) اور اگر بدوں (تصور) صورت کے تجھ کو انبساط (وانشراح) نہیں ہوتا (اور حق تعالیٰ کا تصور ایسا نہیں جمتا جس سے سیری و تسلی ہو جاوے تو جو صورت بدوں تیرے (تجویز اختیاری کے) تیرے اندر پیدا ہو وہ بہتر ہے (لقولہ تعالیٰ لایکلف اللہ نفسا الا وسعھا کما سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاریۃً این اللہ قالت فی السماء فقال علیہ السلام انھا مؤمنۃ آگے عود ہے اس مضمون کی طرف جو شعر آں صور در بزم الخ سے شروع ہوا تھا یعنی بے صورت کا صورت کے لئے غایت ہونا یعنی) اس شہر کی صورت کر تو وہاں جاتا ہے (اس کی طرف) تجھ کو ذوق نے کھینچا ہے جو کہ بے صورت ہے (کامیابی) اے سیراب ہونے والے (اس خطاب میں علاوہ درستی وزن کے لفظ ذوق کے ساتھ مناسبت بھی ہے کہ ذوق مقتضی ہوتا ہے سیرابی کو اور مصرعہ ثانی خبر ہے مصرعہ اولیٰ کی اور خبر میں عائد مقدر ہے مبتداء کی طرف یعنی کشیدت سوئے او کما اشرت الیہ فی الترجمۃ مطلب یہ کہ آدمی کسی شہر کو جاتا ہے تو مقصود اس کی کامیابی کا ذوق ہوتا ہے اور شہر با صورت ہے اور ذوق جو کہ اس کی غایت ہے بے صورت جب یہ بات ہے) پس (اس شہر کو جانے میں گو ظاہراً تم ایک مکان کی طرف کہ صورت ہے جا رہے ہو لیکن) باطناً تم لامکان کی طرف (کہ اس کی غایت اور بے صورت ہے) جا رہے ہو کیونکہ خوشی (جس کو اوپر ذوق کہا ہے) غیر زمانی اور غیر مکانی ہے (کامیابی اسی طرح) کسی دوست کی صورت جس کی طرف تو (محبت سے) جا رہا ہے تو (ظاہر میں تو صورت کی طرف جا رہا ہے مگر واقع میں) تو اس کے انس کی وجہ سے جا رہا ہے (جو کہ بے

www.besturdubooks.wordpress.com

صورت ہے کامیابی) پس (ان دونوں مادوں میں کہ شہر کی طرف اور دوست کی طرف جاتا ہے) باطنا تو بے صورت کی طرف جارہا ہے اگر چہ اس مقصود (بے صورت) سے تو غافل ہے (اور یہ کہہ رہا ہے کہ میں صورت کے قصد سے جارہا ہوں ان چار شعر میں ذوق اور خوشی اور مونس کو بے صورت اور بواسطہ بے صورت ہونے کے غیر زمانی و مکانی کہا ہے اگر ان مفہومات کی تفسیر ایسی کی جاوے جس سے وہ صفات انتزاعیہ اور امور اضافیہ قرار پاویں تب تو یہ حکم ظاہر ہے کیونکہ وہ حال فی المادہ نہ ہوں گی تو مکانی بھی نہ ہوں گی اور زمانیت چونکہ فرع ہے تحقق کی اور امور اضافیہ بدوں اعتبار معتبر و انتزاع منتزع فی انفسہا متحقق نہیں اس لئے زمانی بھی نہ ہوں گی اور اگر ان کی تفسیر صفات انضمامیہ سے کی جاوے تو اس حکم کی توجیہ یہ ہوگی کہ مثل اس صورت مقصودہ ظاہرا کے یہ صورت نہیں ہیں یعنی ان کے مقابلہ میں مثل بے صورت کے ہیں اور یہ ظاہر ہے کیونکہ شہر اور یار بوجہ جسمیت کے بلا واسطہ مادی و متحیز ہیں اور یہ اوصاف بوجہ عرضیت کے بواسطہ محل کے مادی و متحیز ہیں بلا واسطہ نہیں اس لئے محل کے مقابلہ میں ان کو بے صورت کہہ دیا اور اس سے یہی مدعا ظاہر ہوگیا کہ قصد صورت سے واقع میں ایسی چیز کا قصد ہے جو اس کے اعتبار سے تو بے صورت ہے پس بے صورت کا اگر چہ وہ من وجہ ہی بے صورت ہے غایت ہونا صورت من کل الوجوہ کے لئے ثابت ہوگیا آگے اس ذوق کے مطلوب ہونے پر ایک ایسے مضمون کی تفریع ہے کہ اس سے سلسلہ صورت کے تابع و غیر مطلوب اور بے صورت کے متبوع و مطلوب ہونے کا چلا تھا جو کہ شروع سرخی کے تھوڑے بعد ان اشعار میں مذکور ہے زین قدحہائے صور کم باش الخ اور از قدحہائے صور بگذر الخ اور سوئے بادہ بخش بکشا الخ جس کا حاصل حق تعالیٰ کا مطلوب حقیقی و مستحق مطلوبیت ہونا ہے پس فرماتے ہیں کہ جب ذوق کا مقصود ہونا اشلہ بالا سے معلوم ہوگیا) پس (اس سے ثابت ہوا کہ) در حقیقت حق تعالیٰ ہی معبود کل ہے کیونکہ ذوق ہی کے لئے (سب) راستوں کا چلنا (ہوتا) ہے (جیسا مثال قصد بلاد و قصد اہل و داد سے معلوم ہوا ایک مقدمہ تو یہ ہے اور دوسرا یہاں مطوی ہے وہ یہ کہ ذوق بخشی فعل ہے حق تعالیٰ کا لیکن اوپر شرح سرخی کے بعد یہ بھی مذکور ہوا ہے سوئے بادشاہ بخش بکشا پہن گوش الخ کیونکہ بادہ بخشی اور ذوق بخشی ایک ہی بات ہے پس کسی چیز سے ذوق کا قصد کرنا جس سے کوئی بھی خالی نہیں جبکہ ذوق بخش حق تعالیٰ ہے واقع میں حق تعالیٰ سے ان کا طلب کرنا ہے اور معبود کل میں عبادت سے یہی مراد ہے پس سب اسی کے عابد ہوئے پھر اگر عابد کو اس کی خبر نہ ہو جیسا کہ شعر بالا میں مذکور ہے گرچہ زاں مقصود غافل آمدی اس وقت یہ عبادت اضطراری و تسخیری کہلاتی ہے وهو المراد في قوله تعالیٰ بل له ما في السموات والارض كل له قانتون اور عابد کو اس کی خبر ہو تو وہ عبادت اختیاری اور تشریعی کہلاتی ہے پھر ان عابدین بالاختیار میں مراتب مختلف ہیں بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ الی الحق بواسطہ افعال حق ہے بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ بواسطہ صفات حق ہے بعضے وہ جن کی طلب اور توجہ بلا کسی واسطے کے خاص ذات کی طرف ہے اور اول درجہ عوام کا ہے دوسرا خواص کا تیسرا اخص الخواص کا اور تیسرے درجہ کا بلا واسطہ ہونا بایں معنی نہیں کہ افعال و صفات تصور میں بھی مراۃ نہیں ہوتے کیونکہ ذات کا تصور تو بکنہ ممتنع ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ افعال و صفات کی طرف التفات نہیں ہوتا جس طرح درجہ دوم میں افعال کی طرف نہیں ہوتا اور درجہ اول میں افعال کی طرف بھی ہوتا ہے آگے ان ہی تین درجوں کو بیان کرتے ہیں یعنی بعض تو غافل ہونے کے سبب صرف عابد تسخیری تھے جن کا اس شعر اور شعر سابق میں ذکر ہے اور بعضے متوجہ و عابد اختیارا ہیں کما يدل علیٰ هذا التوجه قوله في الشعر الاتي روکردہ اند) لیکن (ان میں بھی سب برابر نہیں بلکہ) بعض نے تو توجہ دم کی طرف کی ہے (اور) اگر چہ سر اصل ہے (مگر) انہوں نے سر کو گم (یعنی فراموش) کر دیا ہے (دم چونکہ بالکل ادنیٰ اور تابع ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے افعال کو تشبیہ دی کہ بوجہ حدوث کے صفات سے ادنیٰ اور صفات کے تابع ہوتی ہے چنانچہ صفات کا افعال کے لئے منشا ہونا ظاہر ہے اور سر سے صفات کو تشبیہ دی اور اس میں درجہ اول کا ذکر ہے کہ عوام کو افعال حق کی طرف زیادہ التفات ہوتا ہے اسی واسطے ان کو ہمارے حضرت مرشدؒ عاشق احسانی فرماتے تھے کہ ان کی زیادہ محبت کا سبب عطاء نعم و بذل احسان ہوتا ہے جو کہ فعل ہے اور ان کی محبت اس حیثیت سے کم ہوتی ہے کہ خود حق تعالیٰ صاحب جمال و جلال و کمال ہیں) لیکن (چونکہ ان کی استعداد جو فی الحال ان کو حاصل ہے اسی قدر ہے اس لئے ان کی یہ توجہ بھی مقبول و مثمر ہوتی ہے اور) وہ سر ان ضالین گم کے سامنے سر کی عطا دم کے واسطہ سے عطا کرتا ہے (سر سے مراد صفات جیسا ابھی اوپر مذکور ہوا مطلب یہ کہ یہ عوام مذکورین گو متوجہ الی الافعال ہیں جس کا مقتضا یہ تھا کہ یہ فیوض صفات سے محروم رہتے کیونکہ صفات کا حق انہوں نے ادا نہیں کیا مگر صفات الٰہیہ ان کو توجہ الی الافعال کے واسطہ سے وہی فیوض و برکات عطا فرماتے ہیں جو توجہ الی الاصفات کے واسطہ سے عطا ہوتی چونکہ منشا فیوض کا صفات الٰہیہ ہیں جیسا اہل فن میں مشہور ہے اس لئے عطا دادن کو صفات کی طرف منسوب کیا اور باوجود ان کے عمل کے مقبول ہونے کے ان کو ضالان گم کہنا باعتبار درجہ مافوق کے ہے کہ اس درجہ تک تو ان کی رسائی نہیں ہوئی اس سے تو غائب اور ذاہل ہی ہیں جیسا اوپر کے شعر میں بھی گم کردہ اندا اسی اعتبار سے کہا ہے اور دہ دہد دادسرے از راہ دم باعتبار نفس نافعیت کے کہا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ دونوں مساوی نہیں ہیں کما قال تعالیٰ اولئک اعظم درجة من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا و کلا وعد اللّٰہ الحسنی خلاصہ یہ کہ) وہ (ایک) شخص (جو متوجہ الی الصفات ہے) سر سے پاتا ہے یہ عطا اور یہ شخص (مذکور بالا جو متوجہ الی الافعال ہے) دم سے (پاتا ہے اس مصرعہ کے اول میں بیان ہے درجہ دوم کا اور آگے درجہ سوم کا ذکر ہے کہ) ایک اور قوم نے پاؤں اور سر (دونوں) گم کر دیئے (یعنی افعال اور صفات سے آگے نظر بڑھا کر ملتفت الی الذات ہو گئے آگے ان کی فضیلت بیان کرتے ہیں کہ) چونکہ (ان کی نظر سے) سب گم ہو گئے (یعنی بجز ذات کے کسی طرف التفات نہ رہا اس لئے) انہوں نے سب کو پالیا (یعنی مراتبہ افعال و صفات سے جو فیوض و برکات ہوتے ہیں وہ سب ان کو میسر ہو گئے کیونکہ ذات سب کا مبداء ہے اس کا حاصل ہونا سب کا حاصل ہونا ہے اور یہی معنی ہیں مصرعہ ثانیہ کے کہ) گم (اور فنافی الذات) ہونے کے سبب وہ کل کی طرف (یعنی ذات کی طرف اولاً اور توابع ذات کی طرف بواسطہ ذات کے) دوڑے (ذات کو کل بوجہ مجمع الکل ہونے کے کہا)۔

فائدہ:۔ آگے عود ہے قصہ کی طرف۔

دیدن ایشاں در قصر آں قلعۂ ذات الصور نقش دختر شاہ چین و بیہوش شدن ہر سہ و در فتنہ افتادن و تفحص کردن کہ ایں صورت کیست

اس تصویروں والے قلعہ کے قصر میں ان کا شاہ چین کی لڑکی کی تصویر کو دیکھنا اور تینوں کا بیہوش ہو جانا اور فتنہ میں پڑنا اور اس کی جستجو کرنا کہ یہ تصویر کس کی ہے؟

ایں سخن پایاں ندارد آں گروہ	صورتے دیدند با حسن و شکوہ
یہ مضمون انتہا نہیں رکھتا اس گروہ نے	ایک تصویر دیکھی نہایت آن بان کی

خوب تر زاں دیده بودند آں فریق	لیک زیں رفتند در بحر عمیق
اس فریق نے اس سے بھی زیادہ حسین دیکھے تھے	لیکن اس سے وہ بحر عمیق میں چلے گئے
زانکه افیوں شاں ازیں کاسه رسید	کاسها محسوس افیوں ناپدید
کیونکہ ان کو افیون اس کاسہ سے پہنچی	کاسے تو محسوس ہیں اور افیون غیر محسوس ہے
کرد فعل خویش قلعه ہش ربا	ہر سه را انداخت در چاه بلا
قلعہ ہوش ربا نے اپنا کام کر دیا	تینوں کو چاہ بلا میں ڈال دیا
تیر غمزه دوخت دل را بیگماں	الاماں یا ذا الاماں زیں بے اماں
تیر غمزہ نے دل کو بے گمان چھید دیا	اے امن دینے والے اس بے پناہ سے پناہ دیجئے
آں سه شه را صورت سنگے بسوخت	آتشے در دین و دل شاں برفروخت
ان تینوں بادشاہوں کو پتھر کی تصویر نے جلا دیا	ایک آگ ان کے دین اور دل میں بھڑکا دی
چونکه روحانی بود خود چوں بود	فتنه اش ہر لحظه دیگر گوں بود
وہ اگر جاندار ہو تو کیا کیفیت ہو	اس کا فتنہ تو ہر لحظہ دوسری طرح کا ہو
عشق صورت در دل شہزادگاں	چوں خلش میکرد مانند سناں
تصویر کا عشق شہزادوں کے دل میں	جب سنان کی طرح چبھ رہا تھا
اشک می بارید ہر یک ہمچو میغ	دست میخائید و می گفت اے دریغ
ہر ایک ابر کی طرح اشکباری کرتا تھا	ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا اے افسوس
ما کنوں دیدیم شه ز آغاز دید	چند ماں سوگند داد آں بے ندید
ہم نے تو اب دیکھا بادشاہ نے اول سے دیکھ لیا تھا	ہم کو کتنی قسمیں دی تھیں اس بے نظیر نے
انبیاء را حق بسیارست ازاں	که خبر کردند از پایان ما
انبیا علیہم السلام کے حقوق اس لئے بہت ہیں	کہ انہوں نے ہمارے انجام سے خبر دیدی ہے
کانچه می کاری نروید جز که خار	ویں طرف پری نیابی زو مطار
کہ تو جو کچھ بو رہا ہے اس سے بجز خار کے کچھ نہ جمے گا	اور تو اس طرف اڑ رہا ہے تو اس سے طیران کی جگہ نہ پاوے گا
تخم از من بر که تا ریعے دہد	با پر من پر که تیر آں سو جہد
تو تخم مجھ سے لے جا تاکہ وہ نفع دے	تو میرے پر سے اڑ کہ تیر ادھر ہی نکل جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

تو ندانی واجبی آن و ہست	ہم تو گوئی آخر آں واجب بدست
تو اس کے وجوب کو نہیں جانتا اور وہ ہے	تو بھی آخر میں کہنے لگے گا کہ وہ واجب تھی
از توست امانہ ایں تو کہ تن ست	آں توئی کہ برتر از ما و من ست
وہ تیری ہی طرف سے ہے لیکن اس توئی کا نہیں جو کہ تن ہے	اس توئی کا ہے جو کہ ماؤ من سے برتر ہے
ایں توئی ظاہر کہ پنداری توئی	ہستاندر سو و تو در بیسوئی
یہ ظاہری توئی جس کو تو توئی سمجھتا ہے	یہ جہت کے اندر ہے اور تو بے جہت میں ہے
بر صدف لرزاں چرائی اے گہر	توی خود را نے مداں میداں شکر
تو اے گوہر صدف پر کیوں لرزاں ہے	تو اپنی توئی کو بانس مت جان شکر جان
توئی بیگانہ است با تو ایں توئی	توی خود دریاب و بگذر از دوئی
یہ توئی ایسی توئی ہے جو تیرے ساتھ بیگانگی رکھتی ہے	تو اپنی توئی کو دریافت کر اور دوئی سے گزر جا
توئی آخر سوی توئی اولت	آمد است از بہر تنبیہ وصلت
تیری آخری توئی تیری اول توئی کی طرف	آئی ہے تنبیہ اور وصل کے لئے
توئی تو در دیگرے آمد دفیں	من غلام مرد خود بین چنیں
تیری ایک توئی دوسری میں مستتر ہے	میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں
آنچہ در آئینہ می بیند جواں	پیر اندر خشت بیند پیش ازاں
جوان جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے	بوڑھا اس سے پہلے خشت میں دیکھ لیتا ہے
ز امر شاہ خویش بیروں آمدیم	با عنایات پدر باغی شدیم
ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے	باپ کی عنایات کے ساتھ ہم گردن کشی کرنے والے ہوئے
سہل دانستیم قول شاہ را	واں عنایتہائے بے اشباہ را
ہم نے بادشاہ کے قول کو سہل جانا	اور ان عنایات بے مثل کو
نک در افتادیم در خندق ہمہ	کشتہ و خستہ بلا بے ملحمہ
اب ہم خندق میں گر پڑے	کشتہ اور مجروح بلا بدوں کار زار کے
تکیہ بر عقل خود و فرہنگ خویش	بودماں تا ایں بلا آمد بہ پیش
ہم کو اپنی عقل اور دانائی پر اعتماد	ہو گیا جس سے یہ بلا پیش آئے

www.besturdubooks.wordpress.com

بے مرض دیدیم خویش و بے زرق	آنچناں کہ خویش را بیمار دق
بدوں کسی مرض کے اور بدوں غلامی کے ہم نے اپنے کو	ایسا دیکھا جیسا اپنے کو بیمار دق
علت پنہاں کنوں شد آشکار	بعد ازاں کہ بند گشتیم و شکار
علت خفیہ اب ظاہر ہوئی	بعد اس کے ہم مقید اور شکار ہو گئے
سایۂ رہبر بہ است از ذکر حق	یک قناعت بہ کہ صدلوت و طبق
رہبر کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے	ایک قناعت بہتر ہے صدہا طعام و طبق سے
در قناعت خواندہ باشی اے حسن	ذکر ذکر حق و ذکر بوالحسن
تو نے قناعت کے باب میں پڑھا ہو گا اے حسن	قصہ ذکر حق کا اور قصہ ابوالحسن کا
چشم بینا بہتر از سہ صد عصا	چشم بشناسد گہر را از حصا
چشم بینا بہتر ہے تین سو عصا سے	چشم موتی کو سنگریزہ سے پہچانتی ہے
در تفحص آمدند از اندہاں	صورت کہ بود عجب ایں در جہاں
تفحص میں واقع ہوئے اسی وقت	یہ تصویر عجیب کس کی ہے جہان میں
بعد بسیار تفحص در مسیر	کشف کرد آں راز را شیخ بصیر
بعد تفحص بسیار کے اثنائے سیر میں	اس راز کو کسی شیخ صاحب بصیرت نے حل کیا
نز طریق گوش بل از وحی ہوش	رازہا بد پیش او بے روئے پوش
راہ گوش سے نہیں بلکہ الہام ہوش سے	اسرار ان کے سامنے بے حجاب تھے
گفت نقش رشک پروینست ایں	صورت شہزادۂ چین ست ایں
ان شیخ نے کہا کہ یہ ایک رشک پرویں کا نقشہ ہے	یہ شہزادی چین کی تصویر ہے
دخترے دارد شہ چیں بیمثال	در بہاؤ در کمال و در جمال
شاہ چین ایک دختر بے مثال رکھتا ہے	خوبی میں اور کمال میں اور جمال میں
ہمچو جان و چوں پری پنہانست او	در مکتّم پردۂ ایوانست او
وہ مثل روح کے اور مثل پری کے پنہاں ہے	وہ ایک مکتوم پردۂ ایواں میں ہے
سوی او نے مرد رہ دارد نہ زن	شاہ پنہاں کردہ او را از فتن
اس کی طرف نہ مرد راہ رکھتا ہے اور نہ عورت	شاہ نے اس کو فتنوں سے پنہاں کر رکھا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

غیرتے دارد ملک برنام او	کہ نپرد مراغ ہم بربام او
بادشاہ اس کے نام پر اس قدر غیرت رکھتا ہے	کہ پرندہ بھی اس کے بام پر نہیں اڑ سکتا
وای آں دل کش چنیں سودا فتاد	ہیچکس را ایں چنیں سودا مباد
شامت اس دل کی جس کو ایسا خیال واقع ہو گیا	کسی شخص کو خدا کرے ایسا خیال نہ ہووے
ایں سزای آنکہ تخم جہل کاشت	واں نصیحت را کساد و سہل داشت
یہ سزا ہے اس شخص کی جس نے جہالت کا تخم بویا	اور اس نصیحت کو بے قدر اور سرسری قرار دیا
اعتمادے کرد بر تدبیر خویش	کہ برم من کار خود باعقل پیش
اپنی تدبیر پر یہ اعتماد کیا	کہ میں عقل سے اپنا کام پیش لے جاؤں گا
نیم ذرہ زاں عنایت بہ بود	کہ ز تدبیر خرد سہ صد رصد
آدھا ذرہ اس توجہ کا بہتر ہوتا ہے	اس سے کہ تدبیر عقل سے تین سو حصے دیکھ بھال ہو
ترک مکر خویشتن گیر اے امیر	پابکش پیش عنایت خوش بمیر
اے امیر تو اپنی تدبیر کو ترک کر	پاؤں باہر نکال لے توجہ کے سامنے فنا ہو جا
ایں بقدر حیلۂ معدود نیست	زیں حیل تا تو نمیری سود نیست
یہ بقدر حیلہ معدود کے نہیں	جب تک تو فنا نہ ہو گا ان حیلوں سے کچھ نفع نہیں ہے
تا نمیری سود کے خواہی ربود	رو بمیر و بہرہ بردار از وجود
جب تک تو مرے گا نہیں نفع کب حاصل کرے گا	جا مر جا اور ہستی کا حصہ حاصل کر

یہ مضمون (فضیلت طالب ذات کا) انتہا نہیں رکھتا (اس لئے قصہ کی طرف عود کرتا ہوں کہ) اس گروہ نے ایک تصویر دیکھی نہایت آن بان کی (اور گو) اس فریق نے اس سے بھی زیادہ حسین دیکھے تھے لیکن اس سے وہ (حیرت کے ایک) بحر عمیق میں چلے گئے کیونکہ ان کو افیوں اس کاسہ سے پہنچی (حسن کو افیوں سے تشبیہ دی زوال عقل و ہوش میں اور) کاسے تو محسوس ہیں اور افیون غیر محسوس ہے (یعنی ہر ایک کو محسوس نہیں چنانچہ ایک شخص کو ایک میں حسن معلوم ہوتا ہے دوسرے کو اس میں حسن نہیں معلوم ہوتا غرض) قلعہ ہوش ربا نے اپنا کام کر دیا (اور) تینوں کو چاہ بلا میں ڈال دیا تیر غمزہ نے دل کو بیچ بیچ چھید دیا (آگے بطور جملہ معترضہ کے تفہیم امر کے لئے دعا ہے کہ) اے امن دینے والے اس بے پناہ (بلا) سے پناہ دیجئے ان تینوں بادشاہوں کو پتھر کی تصویر نے رلا دیا (اور) ایک آگ ان کے دین اور دل میں بھڑکا دی (اور) وہ اگر جاندار ہو (یعنی خود صاحب تصویر جو کہ زندہ ہے وہ سامنے آ جاوے) تو کیا کیفیت ہو اس کا فتنہ تو ہر لحظہ دوسری طرف کا ہو اور (اس) تصویر کا عشق شہزادوں کے دل میں جب سنان کی طرح چبھ رہا تھا ہر ایک ابر کی طرح اشکباری کرتا تھا (اور) ہاتھ چباتا تھا اور کہتا تھا اے افسوس ہم نے تو اب دیکھا (اور) بادشاہ نے (یعنی ہمارے باپ نے) اول سے دیکھ لیا تھا ہم کو کتنی قسمیں دی

www.besturdubooks.wordpress.com

تھیں اس بے نظیر نے (آگے انتقال ہے کہ) انبیاء علیہم السلام کے حقوق اس لئے بہت ہیں کہ انہوں نے (اسی طرح) ہمارے انجام سے (ہم کو) خبر دیدی ہے (اور وہ خبر یہ ہے) کہ (اے متبع نفس) تو جو کچھ بو رہا ہے (یعنی منافع کے لئے عمل کر رہا ہے جو کہ ناشی ہے دانے اور ہوا سے) اس سے بجز خار (اور خسارہ و عدم رنج) کے کچھ نہ جمے گا (کیونکہ ضرر آخرت کے ہوتے ہوئے نفع دنیا کالعدم ہے) اور تو اس طرف (یعنی عالم سفلی و سعی الدنیا کی طرف) اڑ رہا ہے (تاکہ مضار سے پناہ میں ہو جاؤں جیسا پرندہ تیر و کلوخ وغیرہ سے بچنے کے لئے اڑ جاتا ہے دل علیہ قولہ لاتی کہ تیر آں سو جہد) تو اس (اڑنے) سے طیران کی جگہ نہ پاوے گا (یعنی ایسی جگہ نہ ملے گی جہاں ضرر سے محفوظ رہے کیونکہ ضرر دنیوی سے بچ جانا ضرر آخرت کے ہوتے ہوئے کالعدم ہے تو تیری کاشت جو جلب منافع کے لئے ہے اور تیری پرواز جو دفع مضرت کے لئے ہے دونوں بیکار ہیں بس) تو تخم مجھ سے لے جا (یعنی میری تعلیم کے موافق عمل کرتا کہ وہ نفع دے (کہ وہ نفع آخرت ہے اور) تو میرے پر سے اڑ (یعنی مضرت سے) استخلاص کا طریقہ مجھ سے سیکھ) کہ تیر (مضرت کا) ادھر ہی نکل جاوے (اور تجھ تک نہ پہنچے یہ مقولہ ہو چکا انبیاء علیہم السلام کا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ اس مقولہ مذکورہ انبیاء علیہ السلام کا حاصل ان کی تقلید کا وجوب ہے سو) تو (اے متبع نفس اس وقت) اس کے وجوب کو نہیں جانتا اور وہ (وجوب واقع میں) ہے (بعد چندے جب حقیقت کا انکشاف ہوگا) تو بھی آخر میں کہنے لگے گا کہ وہ واجب تھی (اور اوپر انبیاء علیہم السلام کے مقولہ میں جو مذکور ہوا ہے کہ میرے پر سے اڑ مثلاً سو اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فعل جلب منفعت اخرویہ و دفع مضرت اخرویہ کا انبیاء کا فعل ہوگا تیرا فعل نہ ہوگا تا کہ اس پر شبہ ہو کہ آخر وہ جلب نفع و دفع ضرر بھی تو میرے ہی فعل و سعی کا اثر ہوا پھر انبیاء نے اپنی سعی کی طرف اس کو کیوں منسوب کیا کہ بار من پر سو یہ شبہ اس لئے نہ ہوگا کہ ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ) وہ (فعل) تیرے ہی طرف سے ہے لیکن (تیری توئی یعنی تیرے تو ہونے کے دو درجہ ہیں ایک درجہ تن کا دوسرا روح کا پس یہ فعل نافع و دافع ضرر جو تعلیم انبیاء سے تو نے کیا ہے) اس توئی کا نہیں جو کہ تن ہے (بلکہ) اس توئی کا ہے جو کہ ماو من (یعنی قیود جسمیہ) سے برتر ہے (مراد اس سے درجہ روح کا ہے ایک مقدمہ تو یہ ہوا اور دوسرا مقدمہ جو مشاہدہ سے ثابت ہے یہ ہے کہ روح میں قوۃ علمیہ و عملیہ ہونا جو کہ شرط ہے صدور اعمال نافعہ کی منحصر ہے معیت انبیاء علیہم السلام میں بدوں اس معیت کے اگر لاکھوں کسب و ریاضات ہوں انکشاف حقائق و حصول اخلاص کے باب میں سب بالکل معطل ہیں چونکہ انبیاء علیہم السلام اس قوۃ علمیہ و عملیہ میں بمنزلہ واسطہ فی الثبوت کے ہوئے جس کی طرف نسبت اولاً و بالذات ہوتی ہے اس لئے اس علم و عمل کے آثار یعنی اعمال مشابہ اسی کے ہوں گے کہ ان کی نسبت بھی انبیاء کی طرف گویا اولاً و بالذات اور امتی کی طرف ثانیاً و بالعرض ہے پس وجہ اس نسبت الی الانبیاء کی ظاہر ہو گئی آگے بھی توئی کے ان ہی دو درجوں کا ذکر ہے کہ) یہ ظاہری (جسمی) توئی جس کو تو توئی سمجھتا ہے یہ جہت کے اندر ہے (چنانچہ ظاہر ہے) اور تو (باعتبار حقیقت روح کے) بے جہت میں ہے (بناء علی تجرد الروح اور جب تیری جسمی توئی تیری حقیقت ہی نہیں تو پھر) تو اے گوہر (یعنی روح) صدف پر (یعنی جسم پر) کیوں لرزاں ہے (جیسا اہل تن ہر وقت تن ہی کی حفاظت کرتے رہتے ہیں حالانکہ صدف کے ٹوٹنے سے گوہر کا کچھ ضرر نہیں بلکہ اس کے کمالات کا اور ظہور ہو جاتا ہے) تو اپنی توئی کو بانس مت جان (بلکہ) شکر جان (یعنی تن کو کہ بمنزلہ نے کے ہے اپنی حقیقت مت سمجھ بلکہ روح کو کہ بمنزلہ شکر کے ہے اپنی حقیقت جان) یہ (ظاہری و جسمی) توئی ایسی توئی ہے جو تیرے ساتھ بیگانگی رکھتی ہے (یعنی تیری حقیقت سے خارج ہے چنانچہ جسم کا حقیقت انسانیہ سے کہ روح ہے خارج ہونا ظاہر ہے پس) تو اپنی (حقیقی)

www.besturdubooks.wordpress.com

توئی (کی حقیقت) کو دریافت کر اور (اس کے مقتضا کی موافق) دوئی سے (کہ مقابل توحید ہے) گزر جا (مطلب یہ کہ جب اپنی حقیقت روحیہ کو دریافت کرے گا تو معلوم ہوگا کہ جس عمل میں تو مبتلا ہے کہ وہ توجہ الیٰ غیر الحق ہے جس کو دوئی کہا ہے اس سے روح کو منافرت ہے اور جو عمل انبیاء بتلاتے ہیں کہ اس سب کا حاصل توجہ و تعلق مع الحق ہے جس کو بگذر از دوئی کہا ہے وہ روح کی غذا ہے پس اس کے معلوم ہونے کے بعد انبیاء کا اتباع واجب قرار دے گا جو اس مقام میں مقصود ہے اور) تیری آخری توئی تیری اولی توئی کی طرف آئی ہے تنبیہ اور وصل کے لئے (توئی آخر سے مراد روح اور توئی اول سے مراد تن یا تو اس لئے کہ بدن کا ادراک نشاۃ اولیٰ میں بھی ہوتا ہے اور روح کا نشاۃ آخرت میں ہوگا پس باعتبار موطن ادراک کے اول و آخر کہہ دیا اور یا اس لئے کہ اشعار اربعہ بالا میں سب کے اول مصرعوں میں تن کا ذکر ہے اور دوسرے مصرعوں میں روح کا پس باعتبار ترتیب ذکر کے اول آخر کہہ دیا اور تنبیہ سے مراد ازالہ غفلت و فضل عن ماسوی اللہ اور وصل سے مراد ذکر و قرب حق مطلب یہ کہ روح انسانی روح حیوانی کو کہ راس البدن سے متنبہ کرتی ہے کہ ہو شہوات سے منفصل ہو کر عالم قدس سے متصل ہو پس تم کو چاہئے کہ اس کا ادراک کر کے اس کے مقتضا پر عمل کرو جس کا شعر سابق میں ذکر ہو چکا کہ وہ اتباع انبیاء ہے اور) تیری ایک توئی دوسری (توئی) میں مستتر ہے (مطلب یہ کہ احکام جسمیہ کے غلبہ سے احکام روحیہ ایسے مغلوب ہو گئے کہ گویا روح جسم کے اندر مدفون ہو گئی تو بصیرت سے کام لے کر اس پر مطلع ہو جس کو اوپر کہا تھا توئی خود دریاب آگے اس ادراک و اطلاع کی مدح ہے کہ) میں ایسے خود بیں شخص کا غلام ہوں (یعنی گو خود بینی علی الاطلاق مذموم مشہور ہے لیکن یہ خود بینی کہ اپنی حقیقت کو سمجھ کر اس کے مقتضا پر عمل کرے ممدوح ہے اور جو مذموم ہے اس کے دوسرے معنی ہیں جس کا حاصل اس کا عکس ہے کیونکہ عجب و کبر مقتضائے وضع روح کے بالکل خلاف ہے آگے رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی وہ شہزادے بزبان حال کہنے لگے کہ) جوان (نا تجربہ کار) جس چیز کو آئینہ میں دیکھتا ہے (یعنی وقوع و حضور حادثہ کے وقت کہ مثل محاذات آئینہ کے اس وقت وہ چیز مرئی ہوتی ہے) بوڑھا (تجربہ کار اس چیز کو) اس (جوان) سے پہلے خشت میں دیکھ لیتا ہے (فی الحاشیہ خشت آہن کو ہنوز آئینہ نساختہ باشند اھ مراد اس سے قبل الوقوع و جہ العلاقۃ یعلم مما مر آنفا فی تشبیہ المرآۃ افسوس ہے) ہم اپنے بادشاہ کے حکم سے باہر ہو گئے (اور) باپ کی عنایات کے ساتھ ہم گردن کشی کرنے والے ہوئے ہم نے بادشاہ کے قول کو سہل جانا اور ان عنایت بے مثل کو (بھی سہل جانا جس کی بدولت) اب ہم خندق میں گر پڑے (اس حالت میں کہ) کشتہ اور مجروح بلا (ہو گئے) بدوں (ظاہری) کارزار کے (کہ اس میں کشتہ و مجروح ہونا عجیب نہیں ہوتا) ہم کو اپنی عقل اور دانائی پر اعتماد ہو گیا (اس سے یہ سمجھے کہ قلعہ میں جانے سے ضرر میں کیوں پڑنے لگے) جس سے یہ بلا پیش آئی بدوں کسی مرض کے اور بدوں (کسی کی) غلامی کے ہم نے اپنے کو ایسا دیکھا جیسا اپنے کو بیمار دق (دیکھتا ہے یعنی اگر مرض یا غلامی کی ذلت و مشقت سے اضمحلال ہو تو عجب نہیں ہم بدوں ان اسباب کے ویسے ہی ہو گئے علت خفیہ (جو ہمارے اندر مرتبہ استعداد میں تھی اور جس کو دیکھ کر بادشاہ نے تحذیر کی تھی وہ مرتبہ فعلیت میں آنے کے بعد) اب (ہم کو) ظاہر ہوئی (آگے تفسیر ہے کنون کی یعنی) بعد اس کے کہ ہم (عشق میں) مقید اور (اس کے) شکار ہو گئے (آگے تین شعر میں انتقال ہے مضمون وجوب اتباع شیخ کی طرف بمناسبت ظہور ضرر عدم اتباع پدر کے یعنی) رہبر کا سایہ (غیر محقق کے لئے) ذکر حق سے بہتر ہے (جو کہ قبل سایہ رہبر کے ہو وجہ یہ کہ نافعیت خاصہ ذکر کی جن شرائط سے مشروط ہے مثل خلوص و استعداد خاص وہ شرائط غیر محقق کے لئے عادۃ موقوف ہیں استفادہ عن الشیخ پر اور شرط میں اشتغال افضل ہے اشتغال فی

المشر وط قبل الشرط ہے مثلاً ایک شخص کو وضو نہ ہو جو کہ شرط نماز ہے تو اس شخص کو وضو کرنا افضل ہے بلا وضو نماز پڑھنے سے البتہ چونکہ یہ شرط شرعی ہے اس لئے یہ افضلیت بضمن وجوب ہوگی اور استفادہ عن الشیخ شرط عادی ہے اس لئے وجوب کا علی الاطلاق دعویٰ نہ کیا جاوے گا مگر افضلیت کا حکم صحیح رہے گا اور بعد تحصیل شرط کے پھر ذکر ہی افضل ہے کیونکہ وہ مقصود ہے اور استفادہ طریق ہے اور مقصود افضل ہوتا ہے طریق سے جس طرح بعد وضو کر لینے کے وضو سے نماز افضل اور واجب ہے اسی لئے احقر نے ذکر سے بہتر ہونے میں یہ قید لگادی ہے جو کہ قبل سایہ رہبر کے ہواہ اور یہ) ایک قناعت (واکتفاء علی المرشد) بہتر ہے صد ہا طعام وطبق (یعنی ذکر) سے (وجہ تشبیہ اس کا روحانی غذا ہونا ہے یہاں بھی ذکر سے وہی مراد ہے جو قبل تحصیل شرط ہو اور اس قناعت کا یہ مطلب نہیں کہ ذکر کرے ہی نہیں مقصود اصلی تو وہی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ بمقابلہ مجاہدہ وریاضت وکثرت ذکر کے جو درجہ شرط میں اپنی رائے سے کئے جاویں استفادہ عن الشیخ پر کفایت کرے کہ شرط ہونے کی حیثیت سے وہ کافی ہے پھر اگر وہ کوئی ذکر ہی بتلاوے تو وہ بھی استفادہ مذکورہ کا جزو ہوگا اور اگر بجائے ذکر کے اور کچھ بتلادے تو وہی شرط کا جزو ہوگا اور بعد تحقیق پھر یہ حکم نہیں ہوگا خود اس کی تجویز صحیح ہوگی) تو نے (اس) قناعت (علی المرشد بالمعنی المذکور) کے باب میں پڑھا ہوگا اے حسن قصہ ذکر حق کا (جو بدوں استفادہ عن الشیخ کے تھا) اور قصہ ابوالحسن (خرقانی) کا جبکہ انہوں نے شیخ بایزید بسطامی سے استفادہ کیا اگرچہ روحانی طور پر کیا تھا جس کو اصطلاح میں اویسیت کہتے ہیں اس قصہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ قبل استفادہ کے ذکر سے اتنا نفع نہیں ہوا جتنا بعد استفادہ کے ہوا اور یہ قصہ مولانا نے بھی دفتر چہارم میں ذکر فرمایا ہے کہ حضرت بایزید کا گزر خرقان کی طرف ہوا تو آپ پر ایک حالت طاری ہوئی اور آپ نے ابوالحسن خرقانی کے پیدا ہونے کی بشارت دی اور ان کی مدح کی چنانچہ وہ بعد وفات حضرت بایزید کے پیدا ہوئے اور ان کو بھی یہ قصہ معلوم ہوا وہ ان کی قبر پر جایا کرتے اور فیض حاصل کرتے یہاں تک کہ صاحب کمال ہوگئے اس مقام کے بعض اشعار یہ ہیں۔

کہ حسن باشد مرید و امتم — درس گیرد ہر صباح از تربتم
ہر صباحی تیز رفتے بے فتور — بر سر گورش نشستے با حضور
تا مثال شیخ پیشش آمدے — تا کہ بے گفتے شکالش حل شدے
تا یکے روزے بیامد باسعود — گورہا را برف نو پوشیدہ بود
بانگش آمد از حظیرہ شیخ حی — ہا انا ادعوک کے تسعی الی
حال اوزاں روز شد خوب و پدید — آں عجائب را کہ اول می شنید

مگر یہ بھی سمجھ لیا جاوے کہ شیخ میت سے استفادہ کا نفع بطور خرق عادت کے ہے اصل شرط استفادہ شیخ حی سے ہے آگے مثال ہے استفادہ عن الشیخ ومجاہدات واذکار بالرائے کی کہ) چشم بینا بہتر ہے تین سو عصا سے (جو نابینا کے پاس ہوں کیونکہ) چشم (بینا) موتی کو سنگریزہ سے پہچانتی ہے (اور نابینا عصا سے نہیں پہچانتا اس لئے غلطی میں پڑتا ہے اسی طرح شیخ سے دقائق وغوامض طریق کی بصیرت اور امتیاز بین النافع والضار للباطن حاصل ہوتا ہے اور محض رائے سے نہیں ہوتا پھر رجوع ہے قصہ کی طرف کہ شہزادے اس تصویر کو دیکھ کر صاحب تصویر کے) تفحص میں واقع ہوئے اسی وقت (کہ) یہ تصویر عجیب کس کی ہے جہان میں بعد تفحص بسیار کے اثنائے سیر میں اس راز کو کسی شیخ صاحب بصیرت (وصاحب کشف) نے (جو کہ اس نواح میں ہوں گے) حل کیا (جس کا بیان آگے آتا ہے اور اس کا یہ حل کرنا) راہ گوش (وسماع روایت) سے نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

(تھا کہ اس شیخ نے کسی سے سنا ہو اور سن کر کہہ دیا ہو) بلکہ الہام ہوش سے (تھا لفظ ہوش سے شاید بیداری مراد لے کر اشارہ اس طرف ہو کہ وہ الہام خواب کا نہ تھا کہ یہ تو عوام کو بھی ہوتا ہے بلکہ بیداری کا تھا آگے ان شیخ کی مدح ہے کہ) اسرار ان کے سامنے بے حجاب (ظاہر) تھے (یعنی کشف میں کامل تھے) ان شیخ نے کہا کہ یہ ایک رشک پروین کا نقشہ ہے (یعنی) یہ شہزادی چین کی تصویر ہے (فی الغیاث پروین شش ستارہ کوچک کہ باہم مجتمع اندو آں درایام زمستان از اول شب نمایاں باشند اھ) شاہ چین ایک دختر بے مثال رکھتا ہے (جو) خوبی میں اور کمال میں اور جمال میں (بے مثل ہے فی الغیاث ہمال بالفتح ہمتا اھ) وہ (دختر) مثل روح کے اور مثل پری کے پنہاں ہے (اور) وہ ایک مکتوم پردۂ ایوان میں ہے (یعنی ایوان کے اندر خود ایک پردہ مکتوم ہے کہ اہل ایوان بھی اس پردہ پر مطلع نہیں وہ اس پردہ میں رہتی ہے) اس کی طرف نہ مرد راہ رکھتا ہے اور نہ عورت شاہ (چین) نے اس کو فتنوں سے پنہاں رکھا ہے۔ بادشاہ اس کے نام (تک) پر اس قدر غیرت رکھتا ہے کہ پرندہ بھی اس کے بام پر نہیں اڑ سکتا (اور یہ درجہ قصوی ہے غیرت کا یعنی کوئی اس کا نام لے یہ بھی ناگوار ہے آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) شامت اس دل کی جس کو ایسا خیال واقع ہو گیا (جس کے حصول کی کوئی توقع قریب نہ ہو) کسی شخص کو خدا کرے ایسا خیال نہ ہووے (کہ بجز پریشانی کے کوئی حاصل نہیں ابداً یا زماناً طویلاً اور) یہ سزا ہے اس شخص کی جس نے جہالت کا تخم بویا اور (تخم جہالت بونا یہ ہے کہ) اس نصیحت کو (جیسی باپ نے کی تھی) بے قدر اور سرسری قرار دیا (اور) اپنی تدبیر پر یہ اعتماد کیا کہ میں عقل سے اپنا کام پیش لے جاؤں گا (حالانکہ امر واقعی یہ ہے کہ) آدھا ذرہ اس توجہ (مرشد شفیق) کا بہتر (وانفع) ہوتا ہے (جبکہ اس پر عمل کیا جاوے) اس سے کہ تدبیر عقل سے تین سو جھے دیکھ بھال (اور احتیاط) ہو (فی الغیاث صد چشم داشتن آگے تفریع ہے اس بہ بود پر یعنی جب یہ بات ہے تو) اے امیر (تو جو اپنی امارت اور انفاذ رائے کے گھمنڈ میں ہے) تو اپنی تدبیر (اور امارت واستقلال رائے) کو ترک کر (اور اس خود رائی سے) پاؤں باہر نکال لے (اور) توجہ (مرشد) کے سامنے فنا ہو جا (یعنی مثل میت فی ید الغسال منقاد ہو جا اور) یہ (مقصود مدلول بقولہ کہ برم من کار خود با عقل پیش المذ کور قریبا) بقدر حیلہ معدود کے نہیں (معدود قید واقعی ہے یعنی تیری رائے اور عقل سے جو حیلے اور تدبیریں تجویز ہوں گی وہ ایک حد اور شمار تک پہنچ کر ختم ہو جاویں گی اور آگے راہ سلوک میں ایسے مواقع پیش آویں گے جہاں وہ کام نہ دیں گی اس لئے ضرورت ہے ان حیل کو چھوڑ کر انقیاد لامر الشیخ کی چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) جب تک تو (امر شیخ کے سامنے) فنا نہ ہو گا ان حیلوں سے کچھ نفع نہیں ہے۔ (غرض) جب تک تو (بالمعنی المذ کور) مر گیا نہیں نفع کب حاصل کرے گا (پس) جا مرجا اور ہستی (وبقا) کا حصہ (کہ اصل نفع ہے) حاصل کر۔ ف اور جاننا چاہئے کہ احقر نے جو عنایت کی تفسیر میں توجہ مرشد اور فنا کی تفسیر میں انقیاد للشیخ کہا ہے مقصود اس سے اس کا بمقابلہ اجتہاد ورائے کے مقصود کہنا ہے ورنہ واقع میں وہ بھی مقصود بالذات نہیں بلکہ مقصود بالذات عنایت حق اور انقیاد للحق ہے مگر قصہ کی خصوصیت قرینہ اس کا ہوا کہ یہاں اس مقصود بالعرض ہی کا ذکر کرنا ہے کہ ظاہر بالنظر الی قولہ قبلہ وآں نصیحت را کساد و سہل داشت ونحوہ وقولہ قبل ذلک سایہ رہبر بہ است اور مقصود بالذات کا ذکر حکایت آئندہ کے بعد ہے غیر مردن ہیچ فرہنگ دگر ، در نگیرد با خدائے اے حیلہ گر الی قولہ بلکہ مرکش بے عنایت نیز نیست اور اس حکایت کی مناسبت یہ ہے کہ جس طرح اس طالب علم نے بہت سی تدبیروں سے صدر جہان سے لینا چاہا مگر نافع نہ ہوئیں ایک روز مردہ بن کر اس کے سامنے پیش ہوا اور مل گیا چنانچہ اس نے جب اپنی اس تدبیر پر فخر کیا کہ دیکھو کیسے لے لیا تو اس نے بھی جواب دیا گفت لیکن تا نمردی اے عنود از جناب من نبردی ہیچ سود۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حکایت صدر جہان بخاری کہ ہر سائلے کہ بزبان بخواستے از صدقہ عام او محروم شدے و آں دانشمند درویش بفراموشی و تعجیل بزبان خواست و صدر جہاں روی از و بگردانید و او ہر روز حیلہ نو ساختے و خود را گاہ زن کردے زیر چادر و گاہ نابینا و گاہ روی خود بہ بستے او بفراستش شناختے

صدر جہاں بخاری کی حکایت کہ جو سائل زبان سے مانگتا اس کے عام صدقے سے محروم ہو جاتا اور اس عقلمند درویش نے بھول کر اور جلدی میں زبان سے مانگ لیا اور صدر جہان نے اس سے منہ پھیر لیا اور وہ ہر روز ایک نیا حیلہ کرتا اور اپنے آپ کو کبھی چادر کے اندر عورت بناتا اور کبھی اندھا اور کبھی اپنا چہرہ چھپا لیتا اور وہ اس کو ذہانت سے پہچان لیتا

در بخارا خوی آں صدر اجل	بود با خواہندگاں حسن عمل
بخارا میں اس صدر اعظم کی عادت	سائلین کے ساتھ حسن معاملہ تھا
داد بسیار و عطای بے شمار	تا بشب بودے ز جودش زر نثار
داد بسیار اور عطائے بے شمار	رات تک اس کے جود سے سونا بکھرا جاتا تھا
زر بکاغذ پارہا پیچیدہ بود	تا وجودش بودی می افشاند جود
وہ سونے کو کاغذ کے پرچوں میں لپیٹ لیتا تھا	جب تک وہ موجود رہتے وہ وجود افشانی کرتا تھا
ہمچو خورشید و چو ماہ پاکباز	آنچہ گیرند از ضیا بد ہند باز
مثل خورشید اور مثل ماہ پاکبان کے	کہ جو کچھ روشنی حاصل کرتے ہیں دے دیتے ہیں
خاک را زر بخش کہ بود آفتاب	زر ازو در کان و گنج اندر خراب
خاک کو زر دینے والا کون ہوتا ہے آفتاب	زر معدن کے اندر اور خزانہ ویرانہ کے اندر اسی سے ہے
مبتلایاں رابدے روزے عطا	روز دیگر بیوگاں را آں سخا
ایک دن تو مبتلایان مرض کے لئے عطا ہوتی	دوسرے روز وہ سخاوت بیواؤں کے لئے ہوتی
روز دیگر بر علویان مقل	بافقیہان روز دیگر مشتغل
ایک دن نادر علویوں پر	ایک دن طالب علموں کے ساتھ مشغول ہوتا
روز دیگر بر تہیدستان عام	روز دیگر بر گرفتاران دام
ایک دن عام تہی دستوں پر	ایک دن گرفتاران قرض پر
روز دیگر بر یتیمان صغیر	روز دیگر بر ضعیفان اسیر
ایک دن یتیم بچوں پر	ایک دن ضعیف قیدیوں پر

www.besturdubooks.wordpress.com

روز دیگر بہر ابناء السبیل	روز دیگر مر مکاتب را کفیل
ایک دن مسافروں کے لئے	ایک دن مکاتب کے لئے کفیل
شرط او بود آں کز وکس با زباں	زر نخواہد ہیچ و نکشاید دہاں
اس کی یہ شرط تھی کہ اس سے کوئی شخص زبان سے	بالکل زر نہ مانگے اور منہ نہ کھولے
لیک خامش بر حوالی رہش	ایستادہ مفلساں دیوار وش
لیکن خاموشی کی حالت میں اس کے راستہ کے گردا گرد	مفلس لوگ دیوار کی طرح کھڑے رہتے تھے
ہر کہ کردے ناگہاں بالب سوال	زو نبردے زیں گنہ یک حبہ مال
جو شخص اتفاقاً لب سے سوال کر بیٹھتا	تو اس جرم کے سبب وہ اس سے ایک حبہ مال نہیں لے سکتا تھا
من صمت منکم نجابد یاسہ اش	خامشاں را بود کیسہ و کاسہ اش
من صمت منکم نجا اس کا قانون تھا	خاموشوں کے لئے اس کا کیسہ اور کاسہ تھا
بر نکوشی داشت عشق و تاسہ اش	بر خموشی بود عشق و یاسہ اش
عدم جہد پر رکھنا اپنا عشق اور اشتیاق	خاموشی پر تھا اس کا عشق اور قانون
نادرا روزے یکے پیرش جد گرفت	ماند خلق از جد پیر اندر شگفت
اتفاقاً ایک روز کسی بڈھے نے کہہ دیا	مجھ کو زکوٰۃ دے دے کہ میں گرسنگی کا قرین ہوں
منع کرد از پیر و پیرش جد گرفت	ماند خلق از جد پیر اندر شگفت
اس نے بوڑھے سے روک لیا اور بوڑھے نے اس کا پیچھا لے لیا	خلقت بوڑھے کے سر ہونے سے تعجب میں رہ گئی
گفت بس بے شرم پیری اے پدر	پیر گفت از من توئی بے شرم تر
صدر جہاں نے کہا کہ تو بڑا بے حیا بڈھا ہے	بڈھے نے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ بے حیا ہے
کایں جہاں خوردی وخواہی تو ز طمع	کاں جہاں با ایں جہاں گیری بجمع
کیونکہ یہ جہاں تو تو کھا گیا اور تو طمع کے سبب یہ چاہتا ہے	کہ وہ جہان بھی اس جہاں کے ساتھ جمع کر کے لے لے
خندہ اش آمد مال داد آں پیر را	پیر تنہا برد آں توفیر را
اس کو ہنسی آ گئی اس بوڑھے کو مال دے دیا	بوڑھا تنہا اس مال کثیر کو لے گیا
غیر آں پیر آنچہ خواہندہ از و	نیم حبہ زر ندید و نے تسو
بجز اس شخص کے کسی مانگنے والے نے اس سے	آدھا حبہ زر بھی نہیں دیکھا اور نہ ایک تسو

www.besturdubooks.wordpress.com

نوبت و روز فقیہاں ناگہاں	یک فقیہ از حرص آمد در فغاں
طالب علموں کی باری اور دن میں اچانک	ایک طالب علم حرص سے فغاں کرنے لگا
کرد از ریہابسے چارہ نبود	گفت ہر نوعے نبودش ہیچ سود
اس نے بہتیری زاری کی کچھ مفید نہ ہوئی	سب ہی قسم کی باتیں کہیں اس کو کچھ نفع نہ ہوا
روز دیگر بار کو پیچیدہ پا	پاکش اندر صف قوم مبتلا
کسی دن چیتھڑوں سے پاؤں کو لپیٹے ہوئے	پاؤں کو گھسیٹتا ہوا قوم مبتلایان مرض میں
تختہ ہا بر ساق بست از چپ و راست	تا گماں آید کہ او اشکستہ پاست
تختیاں ساق پر چپ و راست سے باندھ لیں	تاکہ گمان ہو کہ یہ شکستہ پا ہے
دیدش و بشناختش چیزے نداد	روز دیگر روبپوشید از لباد
صدر جہاں نے اس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہیں دیا	اس نے کسی اور دن نمدہ سے منہ چھپایا
تا گماں آید کہ نابینا ست او	درمیان اعمیاں برخاست او
اس غرض سے کہ یہ گمان ہو کہ یہ نابینا ہے	اندھوں کے درمیان اٹھا
ہم بدانستش ندادش آں عزیز	از گناہ و جرم گفتن ہیچ چیز
اس عزیز نے اس کو پھر بھی جان لیا	بوجہ بولنے کے گناہ و جرم کے اس کو کوئی چیز نہیں دی
چونکہ عاجز شد ز صد گونہ مکید	چوں زناں او چادرے برسر کشید
جب وہ صدہا اقسام فریب سے عاجز آ گیا	تو اس نے عورتوں کی طرح سر پر ایک چادر اوڑھی
درمیان بیوگاں رفت و نشست	سر فرو افگند و پنہاں کرد دست
بیوہ عورتوں میں گیا اور بیٹھ گیا	سر نیچا کر لیا اور ہاتھ چھپا لیا
ہم شناسیدش ندادش صدقۂ	دردلش آمد ز حرماں حرقۂ
اس نے اس کو پھر بھی پہچان لیا اس کو صدقہ نہ دیا	اس کے دل میں محرومی سے ایک سوزش پیدا ہو گئی
رفت او پیش کفن خواہے پگاہ	کہ بہ پیچم در نمدٗ نہ پیش راہ
وہ صبح کے وقت ایک کفن مانگنے والے کے پاس گیا	کہ مجھ کو ایک نمدہ میں لپیٹ دے راستہ میں رکھ دے
ہیچ مکشا لب نشین و می نگر	تا کند صدر جہاں زیں جا گزر
لب بالکل مت کھولنا اور دیکھتا رہنا	تاکہ صدر جہاں اس جگہ سے گزرے

www.besturdubooks.wordpress.com

بو کہ بیند مردہ پندارد بظن	زر در اندازد پئے وجہ کفن
شاید کہ وہ دیکھے گمان سے مردہ سمجھے	امداد کفن میں زر ڈال دے
ہرچہ بدہد نیم آں بدہم بتو	ہمچناں کرد آں فقیر حیلہ جو
وہ جو کچھ دے گا اس کا نصف تجھ کو دوں گا	اس فقیر حیلہ جو نے ایسا ہی کیا
در نمد پیچید و در راہش نہاد	معبر صدر جہاں آنجافتاد
نمدہ میں لپیٹا اور اس کے راستہ میں رکھ دیا	صدر جہاں کا عبور اس جگہ واقع ہوا
زر درانداز ید بر روی نمد	دست بیروں کرد از تعجیل خود
نمدہ کے اوپر زر ڈال دیا	اس نے جلدی سے خود ہاتھ باہر کر دیا
تانگیرد آں کفن خواہ آں صلہ	تانہاں نکند ازو آں وہ دلہ
تاکہ وہ کفن خواہ اس عطیہ کو نہ لے لے	تاکہ وہ متردد اس سے پوشیدہ نہ کر لے
مردہ از زیر نمد بر کرد دست	سر بروں آمد پئے دستش زپست
مردہ نے نمدہ کے نیچے سے ہاتھ باہر نکال دیا	ہاتھ کے پیچھے اس نے نیچے سے سر بھی نکال دیا
گفت باصدر جہاں چوں بستدم	اے بستہ برمن ابواب کرم
صدر جہاں سے کہا میں نے کس طرح لے لیا	اے شخص جس نے مجھ پر ابوا کرم کو بند کر دیا تھا
گفت لیکن تانمردی اے عنود	از جناب من نبردی ہیچ سود
اس نے جواب دیا اے معاند جب تک تو مر نہیں گیا	میری بارگاہ سے تو کوئی نفع حاصل نہیں کر سکا
سر موتو اقبل موت ایں بود	کز پس مردن غنیمتہا رسد
راز موتوا قبل ان تموتوا کا یہی ہے	کہ مرنے کے پیچھے غنیمتیں پہنچتی ہیں
غیر مردن ہیچ فرہنگ دگر	در نگیرد باخدا اے حیلہ گر
بجز مرنے کے کوئی دوسری ہوشیاری	خدا تعالیٰ کے ساتھ اثر نہیں کرتی اے حیلہ گر
یک عنایت بہ زصدگوں اجتہاد	جہد را خوف ست از صدگوں فساد
ایک عنایت بہتر ہے صدہا اقسام کی کوشش سے	کوشش کو سو طرح کے مفاسد سے اندیشہ ہے
واں عنایت ہست موقوف ممات	تجربہ کردند ایں رہ را ثقات
اور وہ عنایت موقوف ہے موت پر	اس راہ کا معتبر لوگوں نے تجربہ کر لیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بلکہ مرگش بے عنایت نیز نیست	بے عنایت ہاں وہاں جائے مایست
اس کی مرگ بھی بے عنایت نہیں ہے	خبردار خبردار بے عنایت کے کہیں مت کھڑا ہونا
آں زمرد باشد ایں افعی پیر	بے زمرد کے شود افعی ضریر
وہ زمرد ہے یہ افعی کہنہ ہے	بدوں زمرد کے افعی کب اندھا ہوتا ہے

بخارا میں اس صدر اعظم کی عادت سائلین کے ساتھ حسن معاملہ تھا (آگے بدل ہے حسن عمل کا یعنی) داد بسیار اور عطائے بے شمار (اور دن بھر) رات تک اس کے جود سے سونا بکھیرا جاتا تھا وہ سونے کو کاغذ کے پرچوں میں لپیٹ (کر پڑیاں سی بنا) لیتا تھا جب تک وہ (اس کے پاس) موجود رہتے وہ جود افشانی کرتا تھا مثل خورشید اور مثل ماہ پاکباز کے کہ جو کچھ روشنی (عطائے حق سے) حاصل کرتے ہیں (اہل ارض کو) دے دیتے ہیں (اسی طرح اس کے پاس جو کچھ خدا کا دیا ہوا ہوتا تقسیم کر دیتا آگے ایک مشبہ بہ یعنی خورشید کی فیض بخشی بیان فرماتے ہیں کہ) خاک کو زر دینے والا کون ہوتا ہے آفتاب زر معدن کے اندر اور خزانہ ویرانہ کے اندر اسی (کے فیض) سے ہے (کیونکہ معدن میں سونے کے تکون میں جن بخارات کا دخل ہے وہ اثر آفتاب کا ہے پھر معدن سے نکال کر خزانہ میں پہنچتا ہے پس دونوں جگہ اس کا وجود مسبب آفتاب سے ہوا اور اس صدر جہاں کے یہاں) ہر صبح سے ایک ایک گروہ کا وظیفہ (مقرر) تھا (جس کا بیان آگے آوے گا) تا کہ کوئی گروہ اس سے محروم نہ رہے (یعنی) ایک دن تو مبتلایان مرض کے لئے عطا ہوتی دوسرے روز وہ سخاوت بیواؤں کے لئے ہوتی ایک دن نادار علویوں پر (بدل ہوتا علویان را بضم ورت وزن بضم لام وسکون واو خوانده شود کذافی الحاشیہ) ایک دن طالب علموں کے ساتھ مشغول ہوتا ایک دن عام تہی دستوں پر (عطا ہوتی) ایک دن گرفتاران قرض پر ایک دن یتیم بچوں پر ایک دن ضعیف قیدیوں پر ایک دن مسافروں کے لئے) مخصوص تھا) ایک دن مکاتب (غلام) کے لئے کفیل (تھا مگر اس عطا کے ساتھ) اس کی یہ شرط (عجیب) تھی کہ اس سے کوئی شخص زبان سے بالکل زر نہ مانگے اور منہ (بالکل) نہ کھولے لیکن خاموشی کی حالت میں اس کے راستہ کے گرداگرد مفلس لوگ دیوار کی طرح کھڑے رہتے تھے (اور) جو شخص اتفاقاً لب سے سوال کر بیٹھتا تو اس جرم کے سبب وہ اس سے ایک حبہ مال نہیں لے سکتا تھا من صمت منکم نجا (کا مضمون) اس کا قانون تھا (یعنی اس کا شدت سے عامل تھا فی الغیاث یاسہ آرزو و حکم و قانون و سیاست اور) اور خاموشوں کے لئے اس کا کیسہ (زر) اور کاسہ (طعام) تھا۔ عدم جہد پر رکھتا اپنا عشق اور اشتیاق (تاسہ بے قراری و اضطراب کذافی الغیاث اور) خاموشی پر تھا اس کا عشق اور قانون۔ اتفاقاً ایک روز کسی بڈھے نے کہہ دیا مجھ کو زکوۃ دے دے کہ میں گرسنگی کا قرین ہوں اس نے (اس) بوڑھے سے (داد و دہش کو) روک لیا اور بوڑھے نے اس کا پیچھا لے لیا خلقت بوڑھے کے سر ہونے سے تعجب میں رہ گئی (کہ بوجہ خلاف عادت ہونے کے اس کو ملے گا نہیں اور یہ اڑ رہا ہے تو ضرور اس پر سختی ہوگی یہ ڈرتا نہیں) صدر جہاں نے کہا کہ ارے باوا تو بڑا بے حیا بڈھا ہے (کہ اس قدر حریص ہے کہ انکار پر بھی تیری حرص نہیں گئی) بڈھے نے کہا تو مجھ سے بھی زیادہ بے حیا ہے کیونکہ یہ جہاں تو تو کھا گیا (یعنی خوب اسباب و سامان جمع کیا) اور (اب) تو طمع (و حرص) کے سبب یہ چاہتا ہے کہ وہ جہان بھی اس جہان کے ساتھ جمع

www.besturdubooks.wordpress.com

کر کے لے لے (تو اگر حرص علامت ہے بے حیائی کی تو مجھ سے بڑھ کر حرص تجھ میں ہے یہ اس نے ایک لطیفہ کہا بطور مدح بما یشبہ الذم کے پس اس لطیفہ سے) اس کو ہنسی آ گئی (اور) اس بوڑھے کو مال دے دیا (اور وہ) بوڑھا تنہا اس مال کثیر کو لے گیا (آن کا مشارالیہ وہ مقدار جو اس کو ملی تھی بس) بجز اس (بوڑھے) شخص کے (کہ اس کو اپنے معمول کے خلاف عارض لطیفہ سنجی کے سبب دے دیا باقی) کسی زبان سے) مانگنے والے نے اس سے آدھا حبہ زر بھی نہیں دیکھا اور نہ ایک تسو (زر دیکھا فی الغیاث حبہ رتی و فیہ طسوج ربع دانگ کہ مقدار دو حبہ است معرب تسو ایک روز یہ قصہ ہوا کہ) طالب علموں کی باری اور دن میں اچانک ایک طالب علم حرص سے فغاں کرنے لگا (اور اس کے انکار پر اس نے بہتیری رازی کی (مگر کچھ مفید نہ ہوئی اور مقصد برآری کے لئے) سب ہی قسم کی باتیں کہیں (مگر) اس (طالب علم کو (ان سے) کچھ نفع نہ ہوا (اب اس نے صورت بدل کر دھوکہ دے کر اس سے لینا چاہا چنانچہ) کسی دن چیتھڑوں سے پاؤں کو لپیٹے ہوئے پاؤں کو گھسیٹتا ہوا قوم مبتلایان مرض میں (اس حالت سے آ بیٹھا کہ) تختیاں (مثل جبائر کے) ساق پر چپ وراست سے باندھ لیں تا کہ گمان ہو کہ یہ شکستہ پا ہے (شعر روز دیگر اخ میں عامل مقدر ہے بقرینۂ مقام چنانچہ تقریر ترجمہ میں احقر نے اسی کو ظاہر کر دیا یعنی آ بیٹھا فی الغیاث رکو در کوی در کوہ در کوک ہمہ بضمتین بمعنی لتہ و جامہ کہنہ و مطلق کر پاس لیکن) صدر جہاں نے اس کو دیکھا اور پہچان لیا اور کچھ نہیں دیا اس نے کسی اور دن نمدہ سے (کذا فی الغیاث) منہ چھپایا (اور) اس غرض سے کہ یہ گمان ہو کہ یہ نابینا ہے اندھوں کے درمیان (شامل ہو کر) اٹھا (جبکہ وہ لینے کے لئے اٹھے پس لفظ تا متعلق برخاست کے ہے جو مصرعہ ثانیہ میں ہے نہ کہ بپوشید کے جو شعر سابق میں ہے) اس عزیز نے اس کو پھر بھی جان لیا (اور) بوجہ بولنے کے (اس) گناہ و جرم کے اس کو کوئی چیز نہیں دی جب وہ صدہا اقسام فریب (کے استعمال) سے عاجز آ گیا تو اس نے (ایک دن) عورتوں کی طرح سر پر ایک چادر اوڑھی (اور) بیوہ عورتوں میں گیا اور بیٹھ گیا (اور) سر نیچا کر لیا اور ہاتھ (کپڑے میں) چھپا لیا (اور کپڑے میں لپٹا ہوا پھیلا دیا ہوگا مگر) اس نے اس کو پھر بھی پہچان لیا (اور) اس کو صدقہ نہ دیا اس (طالب علم) کے دل میں (اس) محرومی سے ایک سوزش پیدا ہو گئی (آخر) وہ (ایک روز) صبح کے وقت ایک کفن مانگنے والے کے پاس گیا (فی الحاشیہ عن المنہج القوی کفن خواہ شخصیکہ از برائے مساکین وفقراء از اغنیا کفنہا جمع نماید تا بوقت حاجت بکار آید اھ گویم چنانکہ در زمان ما کار انجمن ہاست و ممکن ست کہ او را ہم چیزے در صلہ خدمت دادہ باشند اور اس کے پاس جا کر کہا) کہ مجھ کو ایک نمدہ (کہنہ) میں (جس سے فقر مترشح ہو) لپیٹ دے (اور اس ہیئت سے مجھ کو اس کے) راستہ میں رکھ دے (تا کہ وہ مردہ سمجھے اور) لب بالکل مت کھولنا اور دیکھتا رہنا تا کہ صدر جہاں اس جگہ سے گزرے۔ شاید کہ وہ دیکھے (اور) گمان سے مردہ سمجھے (اور) امداد کفن میں (کچھ) زر ڈال دے (اور) وہ جو کچھ (کفن کے لئے) دے گا اس کا نصف تجھ کو دوں گا (چنانچہ) اس فقیر حیلہ جو نے ایسا ہی کیا (کہ اس کو) نمدہ میں لپیٹا اور اس (صدر جہاں) کے راستہ میں رکھ دیا (اور) صدر جہاں کا عبور اس جگہ واقع ہوا (اور مردہ سمجھ کر) نمدہ کے اوپر زر ڈال دیا اس (طالب علم) نے جلدی سے خود ہاتھ باہر کر دیا تا کہ وہ کفن خواہ اس عطیہ کو نہ لے لے تا کہ وہ (فقیر) متردد (اس رقم کو) اس سے پوشیدہ نہ کر لے (یعنی اگر وہ لیتا تو احتمال تھا کہ شاید اس کو پوری اطلاع نہ کرتا کچھ خیانت کر لیتا اور وہ دلہ بمعنی متردد اس کو بعض حالات کے اعتبار سے کہا کیونکہ خائن بھی خیانت کے قبل

www.besturdubooks.wordpress.com

سوچا بھی کرتا ہے کہ خیانت کروں یا نہ کروں غرض اس جعلی) مردہ نے نمدہ کے نیچے سے ہاتھ باہر نکال دیا (اور) ہاتھ کے پیچھے اس نے (کپڑے کے) نیچے سے سر بھی نکال دیا (اور) صدر جہاں سے کہا (کہ دیکھو) میں نے کس طرح (تم سے) لے لیا اے شخص جس نے مجھ پر ابواب کرم کو بند کر دیا تھا اس نے جواب دیا (کہ لیا تو سہی) اے معاند جب تک تو مر نہیں گیا (گو تشبیہا ہی سہی اس وقت تک) میری بارگاہ سے تو کوئی نفع (مالی) حاصل نہیں کر سکا (اور اس میں ایک لطیفہ ہے کہ انکار تو تجھ سے تھا جب تو تو نہ رہا میرا انکار بھی نہ رہا اور ظاہری سبب اس کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ صدر جہاں غایت فراست سے اس کی حرکات کے تشابہ سے پہچان لیتا تھا چونکہ اس حالت میں کوئی حرکت نہیں ہوئی کوئی ذریعہ شناخت کا نہ تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) راز موتو اقبل ان تموتوا کا یہی ہے کہ مرنے کے پیچھے نعمتیں پہنچتی ہیں (یہی مضمون اس حکایت سے پہلے بھی تھا تا نمیری سود کے خواہی ربود الخ) بجز مرنے کے کوئی دوسری ہوشیاری خدا تعالیٰ کے ساتھ اثر نہیں کرتی (یعنی نافع نہیں ہوتی لان اللہ تعالیٰ منزہ عن التاثر ففی الکلام مجاز) اے حیلہ گر (اور یہ موت اس لئے نافع ہوتی ہے کہ یہ سبب ہے عنایت کا کما سیاتی فی قولہ واں عنایت الخ اور عنایت ایسی چیز ہے کہ) ایک عنایت (جس کو جذب کہتے ہیں) بہتر ہے صدہا اقسام کی کوشش سے (جس کو سلوک کہتے ہیں کیونکہ) کوشش کو سو طرح کے مفاسد سے اندیشہ ہے (کہ عمل میں ریا ہو جاوے عجب ہو جاوے وغیر ذلک مما یسخ للسالکین) اور وہ عنایت (عادۃً) موقوف ہے موت (مذکور) پر اس راہ کا معتبر لوگوں نے تجربہ کر لیا ہے (اس سے یہی مشاہدہ ہوا آگے ترقی ہے کہ یہ موت بھی واسطہ عادیہ ہے لولاہ لا متبع نہیں ہے لولاہ لا متبع صرف عنایت ہے پس اصل چیز وہی ہوئی چنانچہ یقینی بات ہے کہ) اس (سالک) کی مرگ بھی بے عنایت نہیں ہے (اور عنایت کے موقوف علی الممات ہونے سے جو کہ اوپر مذکور ہے اور ممات کے موقوف علی العنایۃ ہونے سے جو یہاں مذکور ہے دور کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ عنایت کے افراد بہت ہیں توفیق ممات اور عنایت سے ہوئی قال تعالیٰ و ما کان لنفس ان تومن الا باذن اللہ پھر اس ممات کے بعد دوسری عنایت متوجہ ہوئی قال تعالیٰ ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین دونوں توقفوں میں اتنا فرق ہے کہ پہلا توقف بمعنی لولاہ لا متبع ہے اور دوسرا توقف مصحح لدخول الفاء ہے مگر چونکہ عنایت کا ہر درجہ مطلوب ہے اس لئے ممات کی کوشش کی جاوے گی تاکہ وہ دوسری فرد بھی حاصل ہو یہاں جو پہلے توقف کو بیان فرمایا ہے اس سے دوسرے توقف کی نفی یا اس کا غیر وقیع ہونا بیان کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف تصحیح عقیدہ و عدم وثوق علی فعل نفسہ پر تنبیہ کے لئے بیان کیا ہے باقی عمل میں دوسرا توقف بھی واجب الاستحضار ہے اور جب عنایت ایسی چیز ہے پس) خبردار خبردار بے عنایت کے کہیں مت کھڑا ہونا (یعنی جو کام کرے نظر عنایت پر ہو اور اس کی درخواست بھی ہو گو کام میں بھی سعی ضروری ہے حسب تعلیم انبیاء و اولیاء نہ بالرائے والہویٰ اور) وہ (عنایت مثل) زمرد (کے) ہے (اور) یہ (نفس مثل) افعی کہنہ (کے) ہے (سو) بدوں زمرد کے افعی کب اندھا ہوتا ہے (کہ جس کے بعد پھر وہ ضرر نہیں پہنچا سکتا اسی طرح نفس کی شرارت اور مضرت اصل عنایت سے زائل ہوتی ہے اور ایں کا مشار الیہ گو مذکور نہیں مگر قرینہ مقام سے مفہوم ہوتا ہے دل علیہ الممات لکونہ مصافا الی النفس ودل علیہ ھذا التشبیہ ایضًا کما ھو مشہور)

فائدہ:۔ آگے عنایت و اجتہاد کے اثر کے تفاوت کو ایک حکایت تمثیلی سے واضح فرماتے ہیں کہ عنایت مثل

www.besturdubooks.wordpress.com

سوئے زنخ کے ہیں کہ حفظ کے لئے قلیل بھی کافی ہیں اور اجتہاد مثل خشت کثیر کے بھی ناکافی ہے۔

حکایت آں دو برادر یکے کوسہ و یکے امرد در عزب خانہ بخفتند شبے اتفاقاً امرد خشتے چند بر در مقعد خود انبار کرد و عاقبت ارباب دب آورد و آں خشتہا را بحیلہ از بالائے مقعد او بری داشت و آں کودک بیدار شد و بخشم گفت کہ خشتہا کو چرا برداشتی و او گفت چرا نہادی

ان دو بھائیوں کی حکایت جو ایک چگی داڑھی والا اور ایک بغیر داڑھی کا تھا وہ ایک رات اتفاقاً مردانہ مکان میں سو گئے بغیر داڑھی والے نے اپنی مقعد کے در پر اینٹوں کا ڈھیر لگا لیا اور انجام کار مغلم نے اغلام کیا اور اس نے ان اینٹوں کو تدبیر سے مقعد پر سے ہٹا رہا تھا وہ لڑکا جاگ گیا اور غصہ سے کہا کہ بتا اینٹوں کو تو نے کیوں ہٹایا؟ اور اس نے کہا تو نے کیوں رکھیں؟

امردے و کوسۂ در انجمن	آمدند و مجمعے بد در وطن
ایک امرد اور ایک کوسہ ایک انجمن میں	آئے اور کوئی جلسہ تھا وطن میں
مشتغل مانند قوم منتخب	روز رفت و شد زمان ثلث شب
قوم منتخب مشغول رہے	دن گزر گیا اور ثلث شب کا وقت ہو گیا
زاں عزبخانہ نرفتند آں دو کس	ہم بخفتند آں شب از بیم عسس
اس مجرد خانہ سے وہ دو شخص نہ گئے	اسی طرف سو گئے بوجہ خوف عسس کے
کوسہ را بد بر زنخداں چار مو	لیک ہمچوں ماہ بدرش بو درو
کوسہ کے زنخدان پر چار بال تھے	لیکن اس کا چہرہ مثل ماہ بدر کے تھا
کودک امرد بصورت بود زشت	ہم نہاد اندر پس کوں بیست خشت
کودک امرد صورت میں بدشکل تھا	پھر بھی اس نے مقعد کے پیچھے بیس اینٹیں رکھ لیں
لوطی دب برد شب از گمرہی	خشت ہا را نقل کرد آں مشتہی
ایک لوطی بدفعل نے گمراہی سے رات گزاری	اس شہوت پرست نے اینٹوں کو نقل کیا
دست چوں بروے زد او از جائے جست	گفت ہے تو کیستی اے سگ پرست
جب اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ جگہ سے اچھلا	کہا ہائیں تو کون ہے اے نفس پرست
گفت ایں سی خشت چوں انباشتی	گفت تو سی خشت چوں برداشتی
وہ بولا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کی تھیں	اس نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں اٹھائی تھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اے فی النار خرس مردہ ریگ	ابلہ و بے خاصیت مانند ریگ
کہا کہ اے دوزخی ریچھ کمینے	ابلہ اور بدخاصیت مانند ریگ کے
کودکے بیمارم و از ضعف خود	کردم ایں جا احتیاط و مرتقد
میں ایک بیمار کودک ہوں اور اپنے ضعف سے	میں نے اس جگہ احتیاط کی تھی اور خوابگاہ بنائی تھی
گفت اگر داری زر نجوری تفے	چوں نرفتی جانب دار الشفے
اس نے کہا اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے	تو تو شفاخانہ کی طرف کیوں نہ گیا
یا بخانہ یک طبیبے مشفقے	کو کشادے از سقامت مغلقے
یا کسی مشفق طبیب کے گھر	کہ وہ تیری بیماری کے اغلاق کو کشادہ کرتا
گفت آخر من کجا یارم شدن	کہ بہر جاے روم من ممتحن
اس نے کہا کہ آخر میں کہا جانے کا یارا رکھتا ہوں	کہ جہاں جاتا ہوں مبتلائے محنت ہوتا ہوں
چوں تو زندیقے پلیدے ملحدے	می برآرد سر بہ پیشم چود ددے
تیرے ہی مانند کوئی زندیق پلید ملحد	میرے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے درندہ کی طرح
خانقاہے کہ بود بہتر مکاں	من ندیدم یک دمے در وے اماں
خانقاہ جو سب سے بہتر مکان ہوتا ہے	میں نے وہاں تو ایک ساعت امان نہ دیکھا
رو بمن آرند مشتے خمر خوار	چشمہا پر نطفہ کف خایہ فشار
میری طرف متوجہ ہوتے ہیں چند شراب خوار	آنکھیں مستی کی بھری ہوئی ہاتھ عضو تناسل پر پھیرتے ہوئے
یار مر ناموس را غیر نظر	نیست لیکن زاں نظر دیں پر خطر
یار باناموس میں بجز نظر کے	اور کوئی حرکت نہیں لیکن اس نظر سے دین پر خطر ہے
وانکہ ناموسی ست خود از زیر زیر	غمزہ دزدد میدہد مالش بکیر
اور جو صاحب ناموس ہے وہ خود نیچے ہی نیچے	خفیہ غمزہ کرتا ہے اور عضو تناسل کو ملتا ہے
خانقہ چوں ایں بود بازار عام	چوں بود خرگلۂ دیوان خام
جب خانقاہ یہ بازار عام ہے	تو شیاطین خام کا مجمع مشابہ گلہ خراں تو کیسا ہوگا
خر کجا ناموس و تقویٰ از کجا	خر چہ داند خشیت و خوف و رجا
خر کہاں ناموس اور تقویٰ کہاں	خر کیا جانے خشیت اور خوف اور رجا

www.besturdubooks.wordpress.com

عقل باشد ایمنی و عدل جو	برزن و برمرد اما عقل کو
امن اور عدل جوئیدہ تو عقل ہوتی ہے	زن پر بھی اور مرد پر بھی مگر عقل کہاں ہے
ور گریزم من روم سوی زناں	ہمچو یوسفؑ افتم اندر افتتاں
اور اگر میں بھاگتا ہوں عورتوں کی طرف جاتا ہوں	تو یوسف علیہ السلام کی طرح ابتلاء میں واقع ہوتا ہوں
یوسفؑ از زن یافت زندان وفشار	من شوم تو زلیع بر پنجاہ دار
یوسف علیہ السلام نے تو عورت ہی سے زندان اور شکنجہ پایا تھا	میں پچاس دار پر منقسم ہوتا ہوں
آں زناں از جاہلی برمن تنند	اولیا شاں قصد جان من کنند
وہ عورتیں جہالت سے مجھ پر گرتی ہیں	ان کے اولیاء میری جان کا قصد کرتے ہیں
نے زمرداں چارہ دارم نز زناں	چوں کنم چوں نے ازینم نے ازاں
نہ مردوں سے مجھ کو کوئی مفر ہے نہ عورتوں سے	میں کیا کروں جبکہ میں نہ ان میں سے ہوں نہ ان میں سے
بعد ازاں کودک بکوسہ بنگریست	گفت او باایں دو مواز غم بریست
بعد اس کے اس کودک نے کوسہ کو دیکھا	کہنے لگا کہ یہ ان دو باتوں کے سبب غم سے بری ہے
فارغست از خشت واز پیکار خشت	وز چو تو مادر فروش کنگ وزشت
یہ خشت سے اور پیکار خشت سے فارغ ہے	اور تجھ جیسے مادر فروش کنگر اور زشت سے بھی
بر زنخ سہ چار مو بہر نموں	بہتر از سی خشت گرداگرد کوں
زنخ پر تین چار بال نمونہ کے طور پر	بہتر ہیں تیس خشت سے گرداگرد مقعد کے
ذرۂ سایہ عنایت بہتر ست	از ہزاراں کوشش طاعت پرست
ایک ذرہ سایہ عنایت کا بہتر ہے	طاعت پرست کے ہزاروں مجاہدہ سے
زانکہ شیطاں خشت طاعت برکند	گر دو صد خشتست خود را رہ کند
کیونکہ شیطان خشت طاعت کو ہٹا دیتا ہے	اگر دو سو خشت بھی ہیں تب بھی اپنے لئے وہ راہ کر لیتا ہے
باعنایت او ندارد زہرۂ	تا بسازد خویشتن را بہرۂ
عنایت کے ساتھ وہ ذرا طاقت نہیں رکھتا	کہ وہ اپنا کوئی حصہ بنا سکے
خشت گر پرست بنہادہ تو است	آں دو سہ مواز عطای آنسواست
خشت اگر بہت بھی ہوں وہ تیری رکھی ہوئی ہیں	وہ دو تین بال اس طرف کی عطا سے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

در حقیقت ہر یکے مو را ازاں	خرد منگر ہمچو کوہے داں کلاں
حقیقت میں ان میں سے ایک ایک بال کو	چھوٹا مت سمجھ مثل پہاڑ کے بڑا سمجھ
کاں اماں نامہ وصلہ شاہنشہی ست	خلعت خانی قطب آگہی ست
کیونکہ وہ امن نامہ اور عطائے شاہنشہی ہے	قطب معرفت کی سرداری کا خلعت ہے
تو اگر صد قفل بنہی بر درے	برکند آں جملہ را خیرہ سرے
تو اگر سو قفل لگا دے کسی دروازے پر	اس سب کو کوئی بے باک ہٹا سکتا ہے
شحنۂ از موم اگر مہرے نہد	پہلواناں را ازاں دل بشکہد
کوتوال اگر موم کی بھی مہر کر دے	تو پہلوانوں کا دل بھی اس سے ڈرے گا
شحنہ گر مہرے نہد از موم نرم	زاں بود کوتاہ پنجہ شیر گرم
شحنہ اگر نرم موم کی بھی اگر مہر کر دے	تو اس سے عاجز ہوتے ہیں بہادر شیر شجاع
آں دو سہ تار عنایت ہمچو کوہ	سد شدہ چوں فرسیما در وجوہ
وہ دو تین تار عنایت کے جو مثل کوہ کے ہیں	آڑ ہو گئے جس طرح نشان کی عظمت چہروں میں
خشت را مگزار اے نیکو سرشت	لیک ہم ایمن مخسپ از دیو زشت
خشت کو بھی مت چھوڑ اے نیکو سرشت	لیکن شیطان زشت سے بے خوف مت سو
رو دو سہ موزاں کرم بادست آر	وانگہاں ایمن بخسپ و غم مدار
جا دو تین بال اس کرم کے ہاتھ میں لا	اور اس وقت بے خوف ہو کر سو جا اور غم مت رکھو

(وجہ ربط اوپر مذکور ہو چکی) ایک امرد (بے ریش) اور ایک کوسہ (یعنی کم ریش کہ دو تین بال سے زیادہ نہ ہوں) ایک انجمن میں آئے (یہ انجمن دینی تھی چنانچہ آئندہ اس کو خانقاہ کہا گیا ہے نہ بمعنی متعارف بلکہ بمعنی مسکن دینداران و پارسایان) اور (آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ) کوئی جلسہ تھا (ان کے اس) وطن میں قوم منتخب (یعنی معززین داعین و مدعوین جلسہ کی کارروائی میں) مشغول رہے (کہ) دن (بھی) گزر گیا اور ثلث شب کا وقت ہو گیا اس مجر دخانہ سے وہ دو شخص (جن کا ذکر شعر اول میں ہے) نہ گئے اسی طرف (یعنی اس مکان انجمن میں) سو گئے بوجہ خوف عسس کے (کہ بے وقت نکلنے سے گرفتار نہ کر لے اور اس کو مجرد خانہ اس لئے کہا کہ وہاں کے ہر وقت کے باشندے ایسے ہی لوگ تھے جیسے مدارس کی حالت ہے اس) کوسہ کے زنخدان پر چار بال تھے لیکن اس کا چہرہ مثل ماہ بدر کے تھا (اور وہ) کودک امرد صورت میں بد شکل تھا (مگر بدنیت لوگوں کے اندیشہ سے) پھر بھی اس نے مقعد کے پیچھے بیس (تیس) اینٹیں رکھ لیں (کہ سوتے ہوئے ان کی پناہ رہے کوئی مجھ پر دست درازی نہ کرے اور میں نے تیس کا لفظ اس لئے بڑھا دیا کہ آگے بھی آتا ہے ایں سی خشت چوں الخ پس تخصیص بست کی تمثیلاً ہے) ایک لوطی بد فعل نے گمراہی (اور بدبختی) سے رات گزاری (یعنی اسی خیال میں موقع کا

www.besturdubooks.wordpress.com

انتظار کرتا رہا اور جب موقع پایا کہ سب سو گئے تو) اس شہوت پرست نے اینٹوں کو (وہاں سے) منتقل کیا (تا کہ اس تک پہنچے اور) جب اس پر ہاتھ ڈالا تو وہ (اپنی) جگہ سے (گھبرا کر) اچھلا (اور) کہا ہائیں تو کون ہے اے نفس پرست (نفس کو سگ سے تشبیہ دی گئی اور دب بمعنی جماع ہے یہاں مبالغۃً صاحب جماع پر محمول کیا گیا) وہ (لوطی) بولا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں جمع کی تھیں اس (امرد) نے کہا تو نے یہ تیس اینٹیں کیوں اٹھائی تھیں (اور امرد نے یہ بھی) کہا کہ اے دوزخی ریچھ کمینہ ابلہ اور بدخاصیت مانند ریگ کے (کہ اس میں استحکام نہیں ہوتا یہی اس کی بدخاصیتی ہے اسی طرح تجھ میں قوت عفت وضبط کی نہیں اور مردہ ریگ کے معنی غیاث میں ناچیز فرومایہ کے لکھے ہیں غرض امرد نے کہا کہ اے نالائق) میں ایک بیمار کودک ہوں اور اپنے ضعف (ورنجوری) سے میں نے اس جگہ احتیاط کی تھی اور خوابگاہ بنائی تھی (کیونکہ ضعف و بیماری کے سبب مقاومت اشرار کی قوت نہ تھی اس لئے اینٹیں رکھ کر لیٹ رہا تھا) اس (لوطی) نے کہا اگر تو بیماری کی سوزش رکھتا ہے تو تو شفاخانہ کی طرف کیوں نہ گیا۔ یا کسی مشفق طبیب کے گھر (کیوں نہ گیا) کہ وہ تیری بیماری کے اغلاق کو کشادہ کرتا (فالمغلق مصدر میمی) اس (امرد) نے کہا کہ آخر میں کہاں جانے کا یارا رکھتا ہوں کہ جہاں جاتا ہوں (وہاں ہی) مبتلائے محنت ہوتا ہوں (اس طرح سے کہ) تیرے ہی مانند کوئی زندیق پلید طمع میرے سامنے ظاہر ہو جاتا ہے درندہ کی طرح خانقاہ جو سب سے بہتر مکان ہوتا ہے (کہ مسکن ہے عباد و زہاد کا) میں نے وہاں تو ایک ساعت اماں نہ دیکھا (اور وہ بے امانی یہ ہے کہ) میری طرف متوجہ ہوتے ہیں چند شراب خوار آنکھیں مستی کی بھری ہوئی (اور) ہاتھ عضو تناسل پر پھیرتے ہوئے (اور اس مستی شہوت سے تشبیہاً خمر خوار کہا گیا ورنہ اہل خانقاہ کا خمر خوار ہونا عادۃً بعید ہے اور یا یہ تقسیم اہل خانقاہ کی نہ ہو مطلقاً فساق کی تقسیم ہے یہ تو ان کا حال ہے جن میں ذرا آزادی اور بے حیائی ہے) اور (ان اہل خانقاہ میں یا مطلق اہل فسق میں علی التوجیہ الثانی) جو صاحب ناموس ہے وہ خود نیچے ہی نیچے خفیہ غمزہ کرتا ہے اور عضو تناسل کو ملتا ہے (اور یہ بات مسلم ہے کہ) یار باناموس میں بجز نظر کے اور کوئی حرکت نہیں لیکن (یہ کیا تھوڑی بات ہے کیونکہ) اس نظر سے (بھی) دین پر خطر ہے (پس ملامت و شناعت سے کوئی سالم نہیں پس) جب خانقاہ یہ بازار عام ہے تو شیاطین خام (تابع نفس) کا مجمع مشابہ گلہ خراں تو کیسا ہوگا (آگے اس چوں بود کا بیان ہے کہ) خرکہاں ناموس اور تقویٰ کہاں۔ خر کیا جانے خشیت اور خوف اور رجا وجہ یہ کہ) امن اور عدل جو بندہ تو عقل ہوتی ہے زن پر بھی اور مرد پر بھی (یعنی سب پر یہ اثر مذکور عقل سے ہوتا ہے) مگر (ایسے لوگوں میں) عقل کہاں (اس لئے مشابہ خروں کے ہیں اور خشیت وغیرہ سے دور ہیں یہ تو میرا حال ہے مردوں میں) اور اگر میں (مردوں سے) بھاگتا ہوں (اور) عورتوں کی طرف جاتا ہوں تو یوسف علیہ السلام کی طرح (وہاں بھی) ابتلاء میں واقع ہوتا ہوں یوسف علیہ السلام نے تو (صرف) عورت ہی (کی وجہ) سے زندان اور شکنجہ (کمافی الغیاث فشار افسردن) پایا تھا (اور) میں پچاس دار پر منقسم ہوتا ہوں (یعنی عورتوں سے بھی اور مردوں سے بھی پھر دونوں طرف احاد کثیرہ پس) وہ عورتیں جہالت سے (خود) مجھ پر گرتی ہیں (اور) ان کے اولیاء (و وارث غیظ سے) میری جان کا قصد کرتے ہیں (مگر میری اس میں کیا خطا غرض) نہ مردوں سے مجھ کو کوئی مفر ہے (اور) نہ عورتوں سے میں کیا کروں جبکہ میں نہ ان میں سے ہوں اور نہ ان میں سے بعد اس کے اس کودک نے کوسہ کو دیکھا کہنے لگا کہ یہ ان دو باتوں کے سبب غم سے بری ہے یہ خشت سے اور پیکار خشت سے فارغ ہے اور تجھ جیسے مادر فروش کنگر اور زشت سے بھی (فارغ ہے پیکار خشت کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کو آلہ مدافعت بنایا جاوے جیسے پیکار میں بعض آلات مدافعت کے ہوتے ہیں پس) زنخ پر تین چار بال (گو) نمونہ

www.besturdubooks.wordpress.com

(ہی) کے طرز پر (ہوں) بہتر ہیں تیس خشت سے گرداگرد مقعد کے (آگے مولانا بطور تطبیق حکایت علی المطلوب السابق کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح) ایک ذرہ سایہ عنایت کا بہتر ہے طاعت پرست کے ہزاروں مجاہدہ سے کیونکہ شیطان خشت طاعت کو ہٹا دیتا ہے اگرچہ سو خشت بھی ہیں تب بھی اپنے لئے وہ راہ کرلیتا ہے (شرح اس کی سرخی کے قبل اس شعر کے حل میں گذری ہے یک عنایت بہ ز صد گوں اجتہاد غرض وہ خشت اجتہاد میں تو خلل ڈال سکتا ہے لیکن) عنایت کے ساتھ وہ ذرا طاقت نہیں رکھتا کہ ہوا اپنا کوئی حصہ بنا سکے خشت (مجاہدہ) اگر بہت بھی ہیں وہ تیری رکھی ہوئی ہیں (تو تیری طاقت کی مقاومت شیطان کی طاقت سے ممکن ہے اور) وہ دو تین بال (عنایت کے) اس طرف کی عطا سے ہیں (اور طاقت شیطان مقاوم نہیں ہوسکتی قوت حق کی پس) حقیقت میں ان میں سے ایک ایک بال کو چھوٹا مت سمجھ (بلکہ) مثل پہاڑ کے بڑا سمجھے کیونکہ وہ امن نامہ اور عطائے شاہنشہی ہے (اور ایسے امن نامہ کے ہوتے ہوئے کوئی خطرہ نہیں ہوسکتا اور ایسی عطا کے ہوتے ہوئے کوئی کمی محتمل نہیں ہوسکتی آگے دوسری تعبیر ہے صلہ شاہنشہی کی یعنی) قطب معرفت کی سرداری کا خلعت ہے (تعبیر اول میں عطا کی اضافت فاعل کی طرف ہے اور تعبیر ثانی میں مفعول کی طرف یعنی معطی حضرت حق ہے اور معطی قطب المعرفت یعنی عارف ہی آگے مجاہدہ اور عنایت کے تفاوت کی ایک اور مثال ہے کہ) تو اگر سو قفل لگادے کسی دروازہ پر اس سب کو کوئی بے باک ہٹا سکتا ہے (اور) کوتوال اگر موم کی بھی مہر کردے تو پہلوانوں کا دل بھی اس سے ڈرے گا (کیونکہ وہ سرکاری مہر ہوگی اس پر دست اندازی کرنا سلطنت کا مقابلہ ہے آگے اسی کی تاکید ہے کہ) شحنہ اگر زم موم کی بھی مہر کر دے تو اس سے عاجز ہوتے ہیں پچاس شیر شجاع (پس مجاہدہ کی مثال تمہارے قفل کی سی ہے اور عنایت کی مثال سرکاری مہر کی سی ہے آگے پھر مثال اول خشت و تار مو کی طرف عود ہے کہ) وہ دو تین تار عنایت کے جو مثل کوہ کے ہیں (تصرف شیاطین سے) آڑ ہوگئے جس طرح نشان (طاعت وجود) کی عظمت (آڑ ہوگئی تھی جو کہ صحابہ واشباہ صحابہ کے) چہروں میں (نمایاں تھی۔ چہرہ سے مراد مطلق ذوات یعنی صحابہ میں جو ایک نور عظیم محلیت عنایت کا تھا اس سے شیاطین مایوس عن التصرف ہوگئے تھے کما قال تعالیٰ انه لیس له سلطان علی الذین آمنوا وعلی ربهم یتوکلون اور صحابہ کا اس کا اول مصداق ہونا ظاہر ہے اور ان کے اشباہ کا مصداق ثانی ہونا بھی اور ہر چند کہ اصل چیز عنایت ہے مگر اس سے یہ نہ سمجھنا کہ مجاہدہ واعمال کو ترک کردیا جائے وقد ذکرشی من ہذا فی شرح شعر واں عنایت ہست موقوف ممات قبیل الحکایۃ بلکہ) خشت کو بھی مت چھوڑ اے نیکو سرشت (یعنی مجاہدہ کرتا رہ) لیکن شیطان زشت سے بے خوف مت سو (یعنی مجاہدہ پر اعتماد مت کر اور اس کو باوجود ارتکاب کے ناکافی سمجھ کر عنایت کو بھی طلب کرتا رہ آگے اسی کو فرماتے ہیں کہ) جا (اور) دو تین بال اس کرم (وعنایت) کے ہاتھ میں لا اور اس وقت بے خوف ہو کر سو جا اور غم مت رکھ (یعنی اضرار شیطان سے مامون ہوجا اور اس سے مطلق امن جو کہ منافی ایمان ہے لازم نہیں آتا کیونکہ امن منافی وہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بے خوف ہوجاوے کما قال تعالیٰ فلا یأمن مکر الله الا القوم الخاسرون اور امن من الشیطان ابھی آیت انه لیس له سلطان لآیہ میں گزر چکا ہے آگے بھی تائید ہے عنایت کی ترجیح کی عبادت ومجاہدہ پر ایک حدیث سے مع اس کے مناسب مضامین کے)

نوم عالم از عبادت بہ بود	آنچناں علمے کہ مستنبہ بود
عالم کی نوم عبادت سے افضل ہے	ایسا علم جو کہ متنبہ کرنے والا ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

آں سکون سابح اندر آشنا	بہ ز جہد اعجمے بادست و پا
چونکہ شناوری میں وہ سکون بہتر ہوتا ہے	اس اناڑی کی کوشش سے جو کہ بادست و پا ہے
دست و پا ساکن بآب اندر سباح	بہ رود از اعجمے بانطاح
جس کے ہاتھ پاؤں پانی میں ساکن ہوں	وہ شناوری میں زیادہ اچھا چلے گا اس اناڑی سے جو ٹکر مارتا ہو
اعجمی زد دست و پا و غرق شد	میرود سباح ساکن چوں عمد
اناڑی نے تو ہاتھ پاؤں مارے اور غرق ہو گیا	پیراک ساکن ہی ہو کر شہتیر کی طرح جا رہا ہے
علم دریائیست بیحد و کنار	طالب علم ست غواص بحار
علم ایک دریا ہے بے حد اور بے کنار	علم کا طالب دریاؤں کا غوطہ زن ہے
گر ہزاراں سال باشد عمر او	او نگردد سیر خود از جستجو
اگر ہزاروں سال کی اس کی عمر ہو	وہ خود سیر نہیں ہو گا طلب سے
کاں رسول حق بگفت اندر بیاں	ایں کہ منہومان ہما لا یشبعاں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان میں فرمایا ہے	یہ کہ دو حریص سیر نہیں ہوتے

در تفسیر ایں خبر کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود منہومان لا یشبعان طالب الدنیا و طالب العلم کہ ایں علم غیر علم دنیا باشد تا دو قسم باشد اما علم دنیا ہم دنیا باشد بے آخرت و اگر ہمچنیں باشد کہ طالب الدنیا و طالب الدنیا تکرار بود نہ تقسیم مع تقریرہ

اس حدیث کی تفسیر جو مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی دو حریص ہیں جو سیر نہیں ہوتے ہیں دنیا کا طلبگار اور علم کا طلبگار کہ یہ علم دنیا کے علم کے علاوہ ہو گا تا کہ دو قسمیں بن سکیں لیکن دنیا کا علم بھی دنیا ہے بغیر آخرت کے اور اگر ایسا ہو کہ دنیا کا طالب اور دنیا کا طالب ہے تو تکرار ہو جائے گا نہ کہ تقسیم مع اس کی پوری تقریر کے

طالب الدنیا و توفیراتھا	طالب العلم و تدبیراتھا
طالب دنیا کا اور اس کی ترقیوں کا	طالب علوم کا اور ان کی تدبیرات کا
پس دریں قسمت چو بگماری نظر	غیر دنیا باشد ایں علم اے پدر
پس اگر اس تقسیم میں تو نظر کو مسلط کرے	تو یہ علم دنیا کا مغائر ہو گا اے پدر
غیر دنیا پس چہ باشد آخرت	کت کند زینجا و باشد رہبرت
دنیا کی مغائر پھر کیا چیز ہوتی ہے آخرت	جو کہ تجھ کو اس جگہ سے دل برداشتہ کرے اور تیرا رہبر ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

غیر دنیا آخرت باشد یقیں	کاں برد زینجات آنجا اے امیں
دنیا کا مغائر آخرت ہو گی یقیناً	کہ وہ تجھ کو اس جگہ سے اس جگہ لے جاوے اے امیں

(ان اشعار میں علی الترتیب والمناسبت یہ مضامین ہیں اول بعنوان خاص ایک تائید ترجیح عنایت بر عبادت کی جو کہ اصل مضمون ہے مقام کا اور وہ عنوان خاص اثبات افضلیت ہے علم و معرفت کا جو کہ آثار عنایت سے ہے مجاہدہ و عبادت بلا علم و معرفت سے دوسرا مضمون ممدوحیت و مطلوبیت اس علم و معرفت کی تیسرا مضمون تعیین مصداق اس علم و معرفت کی اجمالاً فی المصراع الثانی من الشعر الاول و تفصیلاً فی العنوان الشارح الحدیث منہو مان الخ اور ان تینوں مضمونوں کا ترتب و تناسب ظاہر ہے پس فرماتے ہیں کہ حدیث کا مضمون ہے کہ) عالم کی نوم (غیر عالم کی) عبادت سے افضل ہے (اور یہ مضمون ایک حدیث سے بانضمام ایک مقدمہ صحیحہ کے حاصل ہوتا ہے حدیث یہ ہے نوم العالم عبادۃ کما فی کنوز الحقائق للمناوی عن العربی ج ۲ ص ۱۲۶ و تتمۃ الحدیث و نفسہ تسبیح یہ ایک مقدمہ ہے اور مقدمہ ثانیہ یہ ہے کہ عبادۃ العلم افضل من عبادۃ غیر العالم نتیجہ یہ ہوا کہ نوم العالم افضل من عبادۃ غیر العالم اور آگے مصرعہ ثانیہ سے اجمالاً اور اشعار اخیرہ سے تفصیلاً اس علم کے تعیین مصداق سے ثابت ہے کہ وہ علم نافع فی الدین ہے اور علم نافع فی الدین منحصر ہے اس علم میں جو ثمرہ عنایت کا ہو پس ثابت ہوا کہ عنایت بمقابلہ مجاہدہ کے ایسی چیز ہے کہ اس کے ایک ثمرہ کے ساتھ مشرف ہونے والے شخص کی نوم جو کہ ظاہراً عبادت ہے صاحب مجاہدہ کی عبادت سے افضل ہے۔ اس سے عنایت یعنی جذب کی افضلیت مجاہدہ یعنی سلوک پر بالکل واضح ہے اور یہ علم ہر علم نہیں ہے بلکہ وہ) ایسا علم (ہے) جو کہ (نافع و معزفی الآخرۃ پر) متنبہ کرنے والا ہو (کما سیعلم من الاشعار الاخیرۃ آگے اس استبعاد کو کہ نوم عالم افضل ہو جاوے عبادت غیر عالم سے ایک مثال سے دفع کرتے ہیں کہ اس کی نظیر دیکھ لو کہ) پیراک (ماہر) کا شناوری میں وہ (صوری) سکون بہتر (اور نفع) ہوتا ہے اس اناڑی کی کوشش (اور حرکت) سے جو کہ بادست و پا ہے (یعنی جو دست و پا کو حرکت دے رہا ہے اور بہتر ہونے کے معنی یہ ہیں کہ) جس (پیراک) کے ہاتھ پاؤں پانی میں ساکن ہوں وہ شناوری میں زیادہ اچھالے گا اس اناڑی سے جو ٹکر مارتا ہو (یعنی ہاتھ پاؤں مارتا چلتا ہو مطلب یہ کہ بہتر ہونا بمعنی بہتر رفتن کے ہے یعنی بہتری باعتبار رفتن و قطع مسافت کے ہے آگے اس کے رفتن کے ساتھ ناواقف کے زفتن کی تصریح فرماتے ہیں تا کہ مفضل و مفضل علیہ دونوں کے حال کی تصریح سے افضلیت کا حکم خوب واضح ہو جاوے یعنی) اناڑی نے تو ہاتھ پاؤں (بھی) مارے اور (باوجود اس کے) غرق ہو گیا (اور) پیراک ساکن ہی ہو کر شہتیر کی طرح جا رہا ہے (جیسے بڑے بڑے لٹھے پانی میں چلے جاتے ہیں ڈوبتے نہیں باوجودیکہ ان کو حرکت ذاتیہ نہیں ہوتی اسی طرح پیراک لیٹے بیٹھے بدوں اس کے کہ ان کے ہاتھ پاؤں کی حرکت ظاہر ہو گو کچھ حرکت لطیف غیر محسوس ہوتی بھی ہے چلے جاتے ہیں پس جس طرح اس نظیر میں ایک فن کے عالم کا سکون غیر عالم بالفن کے حرکت سے انفع ہے اسی طرح عالم باللہ کا بھی ایک سکون بطریق عبادت کے ظاہر نہیں اگر غیر عالم باللہ کی حرکت بطریق عبادت سے افضل ہو جاوے تو تعجب کیا ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ عبادت خاص افعال میں منحصر نہیں امتثال امر مع الاخلاص روح ہے عبادت کی پس عارف کا نوم علی حسب مراتب العارفین باوجود طبعی ہونے کے ایسی نیتوں پر مبنی ہوتا ہے کہ ویسی نیت غیر عارف کو ظاہری عبادات میں بھی میسر نہیں ہوتی اور امور طبعیہ اقتران نیت صالح سے عبادات فاضلہ بن جاتے ہیں جیسا اس حدیث کا تتمہ و نفسہ تسبیح

www.besturdubooks.wordpress.com

اس میں نص ہے بلکہ عالم سے گزر کر عالم کے متعلقات کے بعض امور کا موجب قرب وقبول ہونا نصوص میں وارد ہے چنانچہ صحاح میں ہے کہ جو گھوڑا بہ نیت اعلاء کلمۃ اللہ کے رکھا جاوے اس کا کھانا پینا بلکہ ہگنا موتنا تک موجب عطائے حسنات ہوتا ہے پس اس سے ترجیح عنایت علی العبادات اچھی طرح ثابت ہوگئی آگے اس علم کی مدح بغرض ترغیب طلب ہے کہ یہ) علم ایک دریا ہے بے حد اور بے کنار (اور اس) علم کا طالب دریاؤں کا غوطہ زن ہے (کہ گوہر مقصود نکال کر لاتا ہے اور اس تشبیہ میں تشبیہ مذکور مضمون اول کی مناسبت کی بھی رعایت ہے چنانچہ ظاہر ہے آگے اس کے بے حد وکنار ہونے کی توضیح ہے کہ) اگر ہزاروں سال کی اس (طالب علم) کی عمر ہو (تب بھی) وہ خود (ہرگز سیر نہیں ہوگا (اس کی) طلب سے (جیسا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کے) بیان میں فرمایا ہے یہ کہ دو حریص (کبھی) سیر نہیں ہوتے (ایک تو) طالب دنیا کا اور اس کی ترقیوں کا (اور ایک) طالب علوم کا اور ان کی تدابیرات کا (اور قواعد سے یقینا حدیث میں ایک حریص کی مذمت اور ایک کی مدح مقصود ہے جب حریص علم اس حیثیت سے ممدوح ہوا کہ وہ اس کی طلب کو کبھی نہیں چھوڑتا تو ظاہر ہے کہ اس میں ترغیب بھی ہوئی اس کی طلب الی مالا یحد کی اور اس میں باوجودیکہ یہ مضمون اول کی مناسبت سے مذکور ہوا مگر اس کی بھی تائید ہے یعنی عنایت ایسی چیز ہے کہ اس کے ثمرات ابداً واجب الطلب رہتے ہیں اور علم کو انواع کے علم ساتھ ماؤل کرکے اس کی طرف ضمیر مونث کا ارجاع صحیح ہو جاوے گا اور یہ عدم سیری جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے ایسے ہی مشاہدہ سے بھی آگے اس علم کے مصداق کی تعیین کی تفصیل ہے جیسا کہ شعر اول میں اس کا اجمال تھا یعنی تم نے حدیث کا مضمون جو کہ دال ہے طالب کے بیان اقسام پر سن لیا) پس اگر اس تقسیم میں تو نظر کو مسلط کرے تو (معلوم ہوگا کہ) یہ علم دنیا کا مغائر ہوگا اے پدر (کیونکہ تقسیم میں ہر قسیم دوسرے قسیم کا مبائن ہوتا ہے اور یہاں بواسطہ مقابلہ طالب دنیا اور طالب علم کے علم اور دنیا بھی قسیم ٹھہرائے گئے ہیں پس لامحالہ یہ علم مغائر ومبائن ہوگا دنیا کا اور) دنیا کی مغائر پھر کیا چیز ہوتی ہے (ظاہر ہے کہ) آخرت (مراد علم متعلق آخرت کیونکہ جو علم متعلق بالدنیا ہے وہ تو دنیا کی فرد ہے لان الدنیا حالۃ عاجلۃ لمرتھا عاجلۃ اور علم دنیوی پر یہ تعریف صادق آتی ہے اور وہ علم ہے مبائن دنیا پس وہ اس علم دنیوی کا بھی مغائر ہوگا اور ہے علم پس لامحالہ وہ علم اخروی ہوگا) جو کہ تجھ کو اس جگہ سے (یعنی دنیا سے) دل برداشت کرے اور تیرا رہبر ہو (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) دنیا کا مغائر آخرت ہوگی یقینا کہ وہ (یعنی اس کا علم) تجھ کو اس جگہ سے اس جگہ لے جاوے (یعنی متوجہ کرے) اے امین (پس جو علم کہ ثمرہ عنایت ہے اس کا مصداق علم نافع فی الآخرت ہوا پس اس کو بھی حاصل کر کے مورد عنایت ہو وہو المراد فی قولہ تعالیٰ رب زدنی علما لحیث امر صلی اللہ علیہ وسلم بطلب الزیادہ فیہ مع کونہ اعلم الخلق فکیف بنا اللھم زدنا علماً)

فائدہ:۔ الحمد للہ کہ اس وقت کہ شب جمعہ اٹھارہ تاریخ ربیع الثانی کی ہے یہ عشر ثامن اختتام کو پہنچا آگے عشر تاسع بلکہ عاشر میں بھی قصہ شہزادگان مفتون تصویر دختر شاہ چین کا تتمہ مذکور ہوگا جس کی چند سطریں عین اس کے اختتام کے ساتھ ہی لکھنے سے اس کا افتتاح بھی کر دیا واللہ الموفق لاتمام کل مرام وھو المفضال المنام و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد سیدنا و سید الانام و علیٰ آلہ العظام و صحبہ الکرام۔ مادارت اللیالی والایام الی یوم القیام ولی مابعدہ من ازمنۃ دار السلام فقط۔

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر التاسع من شرح الدفتر السادس من المثنوی المعنوی افتتح فیہ للثامن عشر من ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بحث کردن آں سہ شہزادہ در تدبیر ایں واقعہ

ان تینوں شہزادوں کا اس واقعہ کی کھود کرید کرنا

روبہم کردند ہر سہ مفتتن	ہر سہ را درد و یک رنج و حزن
تینوں مفتون ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے	تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج و حزن تھا
ہر سہ در یک فکر و یک سودا ندیم	ہر سہ از یک رنج و یک علت سقیم
تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ندیم تھے	تینوں ایک ہی رنج اور ایک ہی علت سے سقیم تھے
در خموشی ہر سہ را خطرت یکے	در سخن ہم ہر سہ را حجت یکے
خاموشی میں تینوں کا ایک خیال تھا	تکلم میں تینوں کی ایک ہی حجت تھی
یک زمانے اشک ریزاں ہر سہ شاں	بر سر خوان مصیبت خونفشاں
کسی وقت تینوں اشک ریز ہوتے تھے	خواں مصیبت پرخون فشاں
یک زماں از آتش دل ہر سہ کس	بر زدہ باسوز چوں مجمر نفس
کسی وقت آتش دل سے تینوں آدمی	انگیٹھی کی طرح سوز کے ساتھ سانس لیتے تھے
آں بزرگیں گفت کاے اخوان خیر	ما نہ نر بودیم اندر نصح غیر
اس بڑے نے کہا کہ اے اچھے بھائیو	کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے
از حشم ہر کہ بما کردے گلہ	از بلاؤ خوف و فقر وزلزلہ
حشم میں سے جو شخص ہم سے شکوہ کرتا	بلا اور خوف اور فقر و زلزلہ سے
ما ہمی گفتیم کم نال از حرج	صبر کن کالصبر مفتاح الفرج
تو ہم کہا کرتے تھے تنگی سے نالہ مت کر	صبر کر کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں کلید صبر ما اکنوں چہ شد	اے عجب منسوخ شد قانوں چہ شد
ہماری یہ کلید صبر اب کیا ہوئی	اے مخاطب تعجب ہے وہ قانون منسوخ ہو گیا یہ کیا ہوا
مانمی گفتیم کاندر کشمکش	اندر آتش ہمچو زر خندید خوش
کیا ہم کہا نہ کرتے تھے کہ کشمکش میں	خوش بجوش زر کی طرح آتش میں خنداں رہو
ہر سپہ را وقت تنگا تنگ جنگ	گفتہ ما کہ ہیں مگر دانید رنگ
ہر سپاہ کو جنگ کی تنا تنگی میں	ہم کہا کرتے تھے کہ ہاں رنگ متغیر مت کرو
آں زماں کہ بود اسپاں را وطا	جملۂ سرہا بریدہ زیر پا
جو وقت کہ گھوڑے کے پامال کرنے کا ہوتا تھا	کٹے ہوئے سروں کو پیروں کے نیچے
ما سپاہ خویش را ہے ہے کناں	کہ بہ پیش آئید قاہر چوں سناں
ہم اپنی سپاہ کو ہے ہے کرتے تھے	کہ زور کے ساتھ آگے بڑھو مثل سنان کے
جملہ عالم را نشاں دادہ بصبر	زانکہ صبر آمد چراغ و نور صدر
ساری دنیا کو تو ہم صبر کا پتہ بتلاتے تھے	کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے
نوبت ماشد چہ خیرہ سر شدیم	چوں زناں زشت در چادر شدیم
ہماری باری آئی تو ہم کیسے عاجز ہو گئے	زنان زشت کی طرح ہم چادر میں ہو گئے
اے دلے کہ جملہ را کردی تو گرم	گرم کن خود را و از خود آر شرم
اے دل کو تو سب کو مستعد کیا کرتا تھا	اپنے کو بھی تو مستعد کر اور اپنے سے شرم رکھ
اے زباں کہ جملہ را ناصح بدی	نوبت تو گشت از چہ تن زدی
اے زبان کہ تو سب کی ناصح بنتی تھی	تیری باری آئی ہے کس سبب سے خاموش ہے
اے خرد کو پند شکر خای تو	دور تست ایندم چہ شد ہیہای تو
اے عقل تیری پند شکر خاکہاں گئی	اس وقت تیری باری ہے تیری ہے ہے کیا ہوئی
اے ز دلہا بردہ صد تشویش را	نوبت تو شد بجنباں ریش را
اے عقل جو کہ بہت دلوں سے تو تشویش کو دور کیا کرتی تھی	تیری باری آئی ہے داڑھی کو ہلا
از غری ریش ار کنوں دزدیدۂ	پیش ازیں بر ریش خود خندیدۂ
اگر اب بزدلی سے تو نے داڑھی کو چھپا لیا	تو اس کے قبل تو اپنے اوپر ہنستی تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

وقت پند دیگرانے ہائے ہائے	درغم خود چوں زنانے وائے وائے
تو دوسروں کو نصیحت کے وقت تو ہائے ہائے	اپنے غم میں عورتوں کی طرح وائے وائے
چوں بدرد دیگراں درماں بدی	درد مہمان تو آمد تن زدی
جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھا	درد تیرا مہمان ہوا ہے تو خاموش ہو گیا
بانگ بر لشکر زدن بد ساز تو	بانگ برزن چہ گرفت آواز تو
لشکر پر نعرہ لگانا تیرا طریقہ تھا	نعرہ لگا تیری آواز کیوں پکڑی گئی
آنچہ پنجہ سال بافیدی بہوش	زاں نسیج خود بغلطاقے بپوش
تو نے پچاس سال جو کچھ ہوشیاری سے بنا تھا	اپنے اس بنے ہوئے میں سے ایک غلطہ ہی پہن لے
از نوایت گوش یاراں بود خوش	دست بیروں آر و گوش خود بکش
تیری آواز سے احباب کے کان خوش تھے	اپنا ہاتھ نکال اور اپنا کان کھینچ
سربدی پیوستہ خود را دم مکن	پاؤ دست وریش وسبلت گم مکن
تو تو ہمیشہ سے سر تھا اپنے کو دم مت بنا	پا و دست و ریش و سبلت گم مت کر
بازی آن تست بر روی بساط	خویش را در طبع آر و در نشاط
تفریح میں لانا بھری مجلس تیرا حق ہے	اپنے کو بھی تو خوش مزاجی اور نشاط میں لا
ایں حکایت گوش کنائے باخرد	تا بدانی اندریں معنیٰ سند
یہ حکایت سن اے باخرد	تاکہ اس مضمون میں سند معلوم کر لے

تینوں مفتوں ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے تینوں کا ایک ہی درد اور ایک ہی رنج وحزن تھا۔ تینوں ایک ہی فکر اور ایک ہی خیال میں ندیم تھے۔ تینوں ایک ہی رنج اور ایک ہی علت سے مقیم تھے۔ خاموشی میں تینوں کا ایک خیال تھا تکلم میں تینوں کی ایک ہی حجت تھی (مطلب یہ کہ حالتیں دو ہوتی ہیں سکوت اور تکلم سو اگر وہ ساکت ہوتے تھے تو اس وقت ایک ہی خیال میں غرق ہوتے تھے اور اگر متکلم ہوتے تو ایک ہی دعویٰ یعنی عشق کا تینوں کا کلام مثبت ہوتا تھا) کسی وقت وہ تینوں اشک ریز ہوتے تھے (اور) خوان مصیبت پر خوں فشاں (ہوتے تھے اور) کسی وقت آتش دل سے تینوں آدمی انگیٹھی کی طرح سوز کے ساتھ سانس لیتے تھے اس بڑے (بھائی) نے کہا کہ اے اچھے بھائیو کیا ہم دوسرے شخص کو نصیحت کرنے میں مرد نہ تھے (مقصود اس سے مشورہ دینا ہے کہ اپنی پہلی ہمت کو یاد کر کے اب بھی ہمت باندھو اور اگر شبہ ہو کہ یہ سب باہم رقیب تھے ان میں تشاور وتناصح کیسے ہو سکتا ہے اسی طرح آگے سب کا متفق ہو کر چین کو روانہ ہونا اور ایک دوسرے کو طرق کامیابی میں رائے وغیرہ دینا آتا ہے یہ بھی مستبعد ہے جواب یہ ہے کہ باہم اتحاد وتحابب ان میں اس قدر ہوگا کہ وہ جس کو مل جاتی وہ دوسروں کے لئے اس پر راضی ہو جاتا اور اپنے لئے یاس کی راحت پر کفایت کرتا اور اثنائے

www.besturdubooks.wordpress.com

قصہ میں بہت سے اشعار معلوم ہوا کہ یہ شہزادے صالح اور دیندار تھے تو دینداروں سے ایسا ہونا عجیب نہیں اور بڑے بھائی نے یہ بھی کہا کہ) حشم میں سے جو شخص ہم سے شکوہ کرتا بلا اور خوف اور فقر و زلزلہ سے تو ہم (اس کی فہمائش کے لئے) کہا کرتے تھے کہ تنگی سے نالہ مت کر (اور) صبر کر کہ صبر مفتاح ہے کشادگی کی (سو) ہماری یہ کلید صبر اب کیا ہوئی اے مخاطب تعجب ہے وہ قانون منسوخ ہو گیا یہ کیا ہوا کیا ہم (دوسروں کو کہا نہ کرتے تھے کہ کشمکش میں خوش بخوش زر کی طرح آتش میں خنداں رہو ہر سپاہ کو جنگ کی تنگ تنگی میں ہم کہا کرتے تھے کہ ہاں رنگ متغیر مت کرو جو وقت کہ گھوڑے کے پامال کرنے کا ہوتا تھا کٹے ہوئے سروں کو پیروں کے نیچے (اس وقت) ہم اپنی سپاہ کو ہے ہے کرتے (یہ کلمہ زجر اور برانگیختگی) کے لئے ہے جس سے مقصود یہ ہوتا تھا) کہ زور کے ساتھ آگے بڑھو مثل سنان کے ساری دنیا کو تو ہم صبر (و تحمل) کا پتہ بتلاتے تھے کیونکہ صبر سینہ کا چراغ اور نور ہے (جب) ہماری باری آئی تو ہم کیسے عاجز ہو گئے زنان زشت کی طرح ہم چادر (یعنی زنانہ لباس) میں ہو گئے۔ اے دل کہ تو سب کو مستعد کیا کرتا تھا اپنے کو بھی تو مستعد کر اور اپنے سے شرم رکھ اے زبان کہ تو سب کی ناصح بنی تھی (اب) تیری باری آئی ہے کس سبب سے خاموش ہے اے عقل تیری بند شکر خا کہاں گئی اس وقت تیری باری ہے تیری ہے ہے کیا ہوئی اے عقل جو کہ بہت (لوگوں کے) دلوں سے تو تشویش کو دور کیا کرتی تھی (اب) تیری باری آئی ہے (اب تو) داڑھی کو ہلا۔ (اس میں اشارہ ہے قصہ سلطان محمود کی طرف جو کہ عشر سابع میں مذکور ہوا ہے کہ شناسا چور نے کہا تھا کہ سب نے تو اپنی اپنی باری میں اپنا کمال ظاہر کیا اب تمہاری باری ہے داڑھی ہلاؤ تا کہ سب چھوٹ جاویں سو یہاں اس قصہ سے تشبیہ دینا ہے اظہار کمال خرد کو اور وہ کمال آمادگی ہے صبر پر اور) اگر اب (ایسی ضرورت کے وقت میں) بزدلی سے تو نے (اے عقل) داڑھی کو چھپا لیا تو (یہ سمجھا جاوے گا کہ) اس کے قبل (جو تو اوروں کو ہنسا کرتی تھی گویا) تو اپنے اوپر ہنستی تھی (غر بفتح و تخفیف بمعنی بددل وزن فاحشہ کذا فی الغیاث ویا مصدریست) تو (اے نفس) دوسروں کی نصیحت کے وقت تو ہائے ہائے (کرتا تھا یہ بھی مثل ہے ہے کے کلمہ زجر کا ہے اور) اپنے غم میں عورتوں کی طرح وائے وائے (کرنے لگا) جب تو دوسروں کے درد میں علاج تھا (اب) درد تیرا مہمان ہوا ہے تو خاموش ہو گیا لشکر پر نعرہ لگانا تیرا طریقہ تھا (اب بھی تو) نعرہ لگا تیری آواز کیوں پکڑی گئی تو نے پچاس سال (تک) جو کچھ (تجربہ و استقلال) ہوشیاری سے بنا تھا اپنے اس بنے ہوئے میں سے ایک بغل بندی پہن لے (بغلبند مثل مرزائی و بنڈی فی الغیاث بغلطاق و بغلتاق بمعنی قبا و کلاہ و فرجی و طاقیہ و بغلبند اھ ایں مرکب ست از بغل و طاق) تیری آواز سے احباب کے کان خوش تھے اپنا ہاتھ نکال اور (اس سے) اپنا کان کھینچ (اور اپنے کو ملامت کر کہ اس آواز پند سے خود کیوں نہیں منتفع ہوتا) تو تو ہمیشہ سے سر تھا اپنے کو دم مت بنا (اور) پاؤ دست و ریش و سبلت گم مت کر (یعنی قوت و ہمت و وضع کے مقتضا پر عمل کر) تفرج میں (دوسروں کو) لانا بر سر مجلس تیرا حق ہے (یعنی تجھ کو اس میں کمال ہے کہ دوسروں کا ازالہ غم کرے سو) اپنے کو بھی تو خوش مزاجی اور نشاط میں لا (فی الغیاث بساط فرش و عرصہ شطرنج اھ و من مجازاً بمعنی مجلس گرفتم اور طبع و نشاط میں لانے کے مضمون پر) یہ حکایت سن اے باخرد تا کہ اس مضمون میں سند (اور نظیر) معلوم کر لے (کہ اول بادشاہ نے اس طالب علم کو شراب پلانے کے لئے ساقی سے کہا تھا کہ بطبش آر پھر واقعہ کنیزک سے جب بادشاہ غضبناک ہوا تو اس طالب علم نے بھی اس ساقی سے کہا کہ در طبعش آر یعنی جس طرح مجھ کو نشاط میں لایا تھا اور میرا تقویٰ شکستہ کر دیا اب بادشاہ کو نشاط میں لا اور اس کا غضب شکستہ کر دے پس اسی طرح تجھ کو چاہئے کہ جب اوروں کو نشاط میں لاتا تھا اب اپنے کو لا)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ذکر آنکہ پادشاہے دانشمندے را باکراہ در مجلس در آورد و بنشاند و ساقی شراب براں دانشمند عرضہ کرد روی از ساغر بگردانید و ترشی و تندی آغاز کرد شاہ ساقی را گفت ہیں در طبعش آر ساقی مشت چند بر سرش کوفت و شراب بخوردش داد

اس کا ذکر کہ ایک بادشاہ ایک فقیہ کو جبراً مجلس میں پکڑ لیا اور بٹھا دیا اور ساقی نے اس فقیہ کے سامنے شراب پیش کی اس نے جام سے منہ پھیر لیا اور ناگواری اور بدمزاجی شروع کردی بادشاہ نے ساقی سے کہا ہاں اس کا مزاج ٹھکانے کردے ساقی نے چند گھونسے اس کے سر پر مارے اور اس کو شراب پینے کے لئے دیدی

پادشاہے مست اندر بزم خوش	می گذشت آں یک فقیہے بر درش
ایک بادشاہ بزم میں مست اور خوش تھا	ایک طالب علم اس کے دروازہ پر گزرا
کرد اشارت کش دریں مجلس کشید	ویں شراب لعل در خوردش دہید
بادشاہ نے اشارہ کیا کہ اس کو مجلس میں لاؤ	اور یہ شراب لعل اس کے پینے کے لئے دو
پس کشیدندش بشہ بے اختیار	شست در مجلس ترش چوں زہر مار
پس اس کو بادشاہ کے پاس بے اختیار کھینچ لائے	مجلس میں ترش ہو کر بیٹھ گیا زہر مار کی طرح
عرضہ کردش مے نہ پذرفت او بخشم	از شہ و ساقی بگردانید چشم
اس کے سامنے شراب پیش کی اس نے غصہ میں قبول نہیں کی	بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی
کہ بعمر خود نخوردستم شراب	خوشتر آید از شرابم زہر ناب
کہ میں نے اپنی تمام عمر میں شراب نہیں پی	مجھ کو شراب سے زہر خالص زیادہ پسند ہے
ہیں بجای مے مرا زہرے دہید	تا من از خویش و شما از من رہید
ہاں بجائے شراب کے مجھ کو زہر دے دو	تاکہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ
مے نخوردہ عربدہ آغاز کرد	گشتہ در مجلس گراں چوں مرگ و درد
اس نے شراب نہیں پی تکرار شروع کیا	مجلس میں موت اور بیماری کی طرح گراں ہوا

ایک بادشاہ بزم میں مست اور خوش تھا (اتفاقاً اس وقت) ایک طالب علم اس کے دروازہ پر (کو) گزرا بادشاہ نے اشارہ کیا کہ اس کو مجلس میں لاؤ اور یہ شراب لعل اس کے پینے کے لئے دو (یا یہ کہ اس کے لائق مقدار میں دو یعنی اتنی دو کہ غیر معتاد پی سکے (الاول الصق بما سیاتی قریباً من ختم العنوان انچہ آنرا من نہ نوشم و قولہ انچہ آنرا می خورم الخ) پس اس کو بادشاہ کے پاس بے اختیار کھینچ کر لائے مجلس میں ترش ہو کر بیٹھ گیا زہر مار کی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

(بادشاہ یا ساقی نے) اس کے سامنے شراب پیش کی اس نے غصہ میں قبول نہیں کی (اور) بادشاہ اور ساقی سے نگاہ پھیر لی (اور کہا) کہ میں نے اپنی تمام عمر میں شراب نہیں پی مجھ کو شراب سے زہر خالص زیادہ پسند ہے ہاں بجائے شراب کے مجھ کو زہر دے دو تا کہ میں اپنے سے اور تم مجھ سے چھوٹ جاؤ (یعنی میں اپنی ہستی سے اور تم میری اس بے لطفی سے خلاصی پاؤ غرض) اس نے شراب نہیں پی (اور) تکرار شروع کیا (اور اس) مجلس میں موت اور بیماری کی طرح گراں ہوا (مولانا کے طرز کلام سے ان اشعار میں بھی اور مابعد میں بھی کہ اس طالب علم کو اہل نفس کے ساتھ تشبیہ دی ہے ذوقاً مفہوم ہوتا ہے کہ اس کا یہ انکار خوف حق سے نہ تھا بلکہ خلاف طبع یا خلاف وضع ہونے سے تھا اور اس کا یہ بھی قرینہ ہے کہ آگے آوے گا کہ وہ اس کنیز سے مرتکب فعل بد کا ہوا اگر خوف حق ہوتا تو وہاں بھی ہوتا اور شعار مقام میں بھی اس کا یہ قول اسی کا موید ہے کہ ہمہ خود نخوردستم شراب اور نیز یہ قول بھی مراز ہرے دہید کیونکہ زہر پینا ہی حرام ہے اور اگر اکراہ میں جائز کہا جاوے تو جواب میں زہر کا ذکر نہ آتا کہ اس میں زہر اور شراب برابر ہیں بلکہ اول صرف انکار شراب پر اکتفا کرتا پھر جب اکراہ کی نوبت آتی اس عذر کا اعتبار کر سکتا بہر حال زہر کا ذکر محض بے معنی ہے اسی لئے مولانا کی نظر میں اس انکار کی کوئی وقعت مفہوم نہیں ہوتی آگے انتقال ہے شراب ظاہری سے شراب معنوی کے اور اس کے پیش کرنے اور انکار مضمون کی طرف۔

ہمچو اہل نفس و اہل آب و گل	در جہاں بنشست با اصحاب دل
جس طرح اہل نفس اور اہل جسم	دنیا میں اہل دل کے پاس بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں
حق ندارد خاصگاں را در کموں	از مے ابرار جز در یشربون
حق تعالیٰ خواص کو شراب ابرار سے خفا میں نہیں رکھتا	بجز حالت شرب کے کسی اور حالت میں نہیں رکھتا
عرضہ میدارند بر محجوب جام	حس نمی یابد ازاں غیر کلام
وہ لوگ محجوب پر جام پیش کرتے ہیں	حس اس سے بجز کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی
روہمی گرداند از ارشاد شاں	کہ نمی بیند بدیدہ داد شاں
وہ ان کے ارشاد سے اعراض کرتا ہے	کیونکہ وہ آنکھ سے ان کی عطا کو نہیں دیکھتا
گر ز گوشش تا بحلقش رہ بدے	سر نصح اندر درونش در شدے
اگر اس کے کان سے اس کے حلق تک راہ ہوتا	تو خیر خواہی کی حقیقت اس کے دل میں پہنچتی
چوں ہمہ نار ست جانش نیست نور	کہ افگند در نار سوزاں جز قشور
چونکہ اس کی جان سراپا نار ہے نور نہیں ہے	نار سوزاں میں بجز پوست کے کون ڈالتا ہے
مغز بیروں ماند و قشر گفت رفت	کے شود از قشر معدہ گرم و زفت
مغز تو باہر رہ گیا اور کلام کا پوست گیا	پوست سے معدہ گرم اور قوی کب ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نار دوزخ جز کہ قشر افشار نیست	نار را باہیچ مغزے کار نیست
نار جہنم صرف پوست گیر ہے	نار کو مغز سے کچھ سروکار نہیں ہے
ور بود بر مغزے نارے شعلہ زن	بہر پختن داں نہ بہر سوختن
اور اگر مغز پر کوئی نار شعلہ زن ہو	تو پختہ کرنے کے لئے جان نہ کہ جلانے کے لئے
تا کہ باشد حق حکیم' ایں قاعدہ	مستمر داں تا بری زاں فائدہ
جب تک حق تعالیٰ حکیم ہیں یہ قاعدہ	مستمر جان تاکہ تو اس سے فائدہ حاصل کرے
مغز نغز و قشرہا مغفور ازو	مغز را پس چوں بسوزد دور ازو
مغز لطیف ہے اور بہت سے پوست اس سے مغفور ہو جائیں گے	مغز کو وہ کیونکر جلا دے گا یہ امر اس سے بعید ہے

(وہ طالب علم شراب صوری سے انکار کرنے کی حالت میں ان شراب پینے والوں اور شراب پیش کرنے والوں میں اس طرح سے منقبض ہو کر بیٹھا) جس طرح اہل نفس اور اہل جسم (جو کہ شراب معنوی سے اعراض کرتے ہیں) دنیا میں اہل دل کے پاس (کہ شراب معنوی پیتے بھی ہیں اور پلانا بھی چاہتے ہیں) بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں (ان اہل دل کی حالت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ (ان) خواص (یعنی اہل دل) کو شراب (مخصوص بہ) ابرار سے خفا میں نہیں رکھتا (یعنی) بجز حالت شراب کے کسی اور حالت میں نہیں رکھتا (بلکہ ان پر اس شراب کو ظاہر کر دیتا ہے اور ان کو پلاتا ہے پس کلمہ جز استثناء عن المذکور کے لئے نہیں ہے جس کا مدلول یہ ہوتا کہ بجز حالت شرب کے اور کسی حالت میں ان کو شراب سے خفا میں نہیں رکھتا کیونکہ اس سے لازم آتا کہ حالت شرب میں ان کو شراب سے خفا میں رکھتا ہے اور یہ معنی ظاہر الفساد ہے کیونکہ خفا عن الشراب تو عین عدم شرب ہے اور وہ نقیض ہے شرب کی پس دونوں کیسے جمع ہوں گی بلکہ جز در شربون بتقدیر عامل بدل ہے جملہ اولیٰ کا اور تقدیر مجموعہ کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ خاصگان را از شراب در کمون و بعد نمید ارد یعنی بجز حالت شرب در حالتے دیگر کہ آن عدم شرب و بعد ازاں باشد نمید ارد اھ اور اس شعر میں تو خود ان کے شرب کا بیان تھا آگے ان کا دوسروں کے سامنے پیش کرنا مذکور ہے یعنی) وہ لوگ مجوب (لوگوں) پر (اس کا) جام پیش کرتے ہیں (مگران مجوبین کی) حس اس (شراب معنوی) سے بجز کلام کے اور کسی چیز کا ادراک نہیں کرتی (اس لئے) وہ (مجوب شخص) ان کے ارشاد سے (جو کہ جام ہے شراب معنوی کا) اعراض کرتا ہے کیونکہ وہ آنکھ سے ان کی عطا کو نہیں دیکھتا (مراد شراب معنوی سے واردات حقائق و معارف ہیں کہ روح کو مست حق کر دیتے ہیں اور خواص کا ہر وقت اس سے مشرف رہنا اور وقتاً فوقتاً شفقت سے دوسروں کو بھی ان سے نفع پہنچاتے رہنا ظاہر ہے اور جس طرح اس طالب علم نے انکار کیا تھا اسی طرح مجوبین اس سے اعراض کرتے ہیں اور انکار سے پیش آتے ہیں کیونکہ حقیقت سمجھنے کی تو وہ کوشش کرتے نہیں صرف ظاہری کلام سنتے ہیں جو بعض اوقات اپنے لفظی عنواں سے غیر ظاہر المراد ہوتا ہے اس لئے قبول نہیں کرتے) اگر اس (مجوب) کے کان سے اس کے حلق تک (یعنی ذوق و وجدان تک) راہ ہوتا تو (اس عارف کی) خیر خواہی کی (جو کہ ارشاد سے اس کا مقصود ہے) حقیقت اس کے دل میں پہنچتی (مگر) چونکہ اس کی جان (بوجہ اسیر شہوت و غضب و غرض دنیوی ہونے کے) سراپا نار (کے مشابہ) ہے (اور) نور نہیں ہے (اس لئے اس کے دل تک صرف اس کا کلام ظاہری پہنچتا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے جو کہ مشابہ پوست کے ہے حقیقت نہیں پہنچتی جو کہ مشابہ مغز کے ہے کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ (نار سوزاں میں (عادۃً) بجز پوست کے (مغز کو) کون ڈالتا ہے (اس لئے اس کے دل میں کہ مشابہ نار کے ہے صرف پوست پہنچا اور مصرعہ اولی جو شرط ہے اس کی جزا مقدر ہے اور مصرعہ ثانیہ اس جزا پر دال ہے چنانچہ میرے ترجمہ کی تقریر سے ظاہر ہے پس) مغز تو باہر رہ گیا اور کلام کا پوست (اس دل مشابہ نار میں) گیا (اور چونکہ وہ پوست تھا اس لئے اس پر کوئی اثر نافع مرتب نہ ہوا کیونکہ) پوست سے معدہ گرم اور قوی کب ہوتا ہے (کیونکہ اس سے تغذی نہیں ہوتی اس لئے حرارت کو مدد نہیں پہنچتی اسی طرح صرف ظاہری الفاظ حرارت شوق و محبت کے پیدا کرنے کے لئے کافی نہیں خصوص جبکہ انکار بھی ہو آگے اس کی ایک نظیر ہے یعنی محجوب کے دل مشابہ نار میں قشر کا پہنچنا مغز کا نہ پہنچنا ایسا ہی ہے جیسے نار جہنم میں قشر ہی جاوے گا مغز نہ جاوے گا بیان اس کا یہ ہے کہ) نار جہنم صرف پوست گیر ہے (از افشاردن بمعنی فشردن کذافی مصدر الفیوض و گرفتن از لوازم آنست اور اس) نار کو مغز سے کچھ سروکار نہیں ہے (یعنی اصل میں وہ کفار ہی کے لئے ہے جو مشابہ پوست کے ہے مومن کے لئے نہیں جو مشابہ مغز کے ہے قال تعالیٰ اعدت للکفرین گو بعض مومن بھی اس میں جاویں گے اگرچہ موضوع کفار ہی کے لئے ہے باقی مومنین کا جانا کس لئے ہوگا اس کو آگے فرماتے ہیں یعنی) اور اگر مغز پر کوئی نار شعلہ زن ہو تو (اس کو) پختہ کرنے کے لئے جان نہ کہ جلانے کے لئے (جس طرح پوست کا جلانا ہی مقصود ہوتا ہے اور یہ عادت میں ظاہر ہے پس اسی طرح مومن کے جہنم میں جانے سے اصل مقصود احراق للتعذیب نہیں بلکہ معاصی کے اثر کا دور کرنا جس سے وہ جنت میں جانے کے قابل ہو جاوے جیسے کہ روغن آگ پر رکھنے سے اس کا پختہ کرنا صاف کرنے کے لئے مقصود ہوتا ہے اور اس کی تطہیر اور تہذیب و تزکیہ یہ امور مقصود ہیں اسی لئے کفار کی شان میں لایزکیھم فرمایا ہے اور وعید میں مفہوم مخالف کا معتبر ہونا مشہور ہے اور مومنین کی شان میں حدیث ہے یخلص المومنون من النار فیحبسون علی قنطرۃ الی قولہ حتی اذا ھذبوا ونقوا اذن لھم فی دخول الجنۃ رواہ البخاری آگے اسی کی تائید ہے ایک دلیل عقلی وارد بالنقل سے بھی کہ) جب تک حق تعالیٰ حکیم ہیں (اور ظاہر ہے کہ ہمیشہ حکیم ہیں فیما لم یزل ولایزال مطلب یہ کہ دواماً وابداً) یہ قاعدہ (احراق القشر لا اللب بالنار کا) مستمر جان تاکہ تو اس سے فائدہ حاصل کرے (فائدہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکیم ہونے کا اور یقین ذی ہو کہ اولاً کلی سے اعتقاد تھا پھر ان مواد جزئیہ سے اور اعتقاد بڑھ گیا غرض اس مغز یعنی مومن کا نار میں جانا تو ایک عارض کے سبب ہے کہ وہ مغز پختہ نہ تھا اس کو حکمت پختگی کے لئے نار میں بھیج دیا باقی اصل وضع مغز کی بجعل حق و وعدۂ حق یہی ہے کہ وہ نار میں نہ جاوے آگے اس کی مزید تائید ہے کہ) مغز (تو خود ایک) لطیف (چیز) ہے اور بہت سے پوست (بھی) اس سے مغفور ہو جاویں گے (اور نار سے بچ جاویں گے یعنی جن میں ایمان ہوگا اور معصیت کے سبب کہ اس سے من وجہ قشر سے مشابہ ہو گئے ہوں گے دوزخ کے مستحق ہو گئے ہوں گے وہ بھی ان خالص مغزوں کی برکت و شفاعت سے خواہ قبل دخول نار یا بعد دخول نار ناجی ہو جاویں گے پس جب مغز کو اللہ تعالیٰ نے دوسروں کی نجات عن النار کا واسطہ بنایا ہے تو پھر) مغز کو وہ کیونکر جلا دے گا یہ امر اس سے بعید ہے (یعنی جلانا حق تعالیٰ سے بعید ہے یا جلنا اس مغز سے بعید ہے اور اس شعر کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مومن عاصی کے دخول نار سے مغز کا احراق حق تعالیٰ کریں ہی گے نہیں کیونکہ اس میں جو چیز اصل مغز کے مشابہ ہے یعنی قلب جو محل ہے ایمان کا وہاں تک آگ نہ پہنچے گی جیسا حدیث میں آیا ہے عن ابی امامۃ احفظوا القرآن فان اللھم لایعذب بالنار قلبا وعی القران رواہ فی شرح السنۃ کذافی المرقاۃ ج ۲ ص ۵۹۴ و ھو مرفوع حکما لم رایت فی

www.besturdubooks.wordpress.com

شرح الاحیاء للزبیدی بروایۃ الحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وبروایۃ تمام الرازی کما فی فوائدہ عن ابی امامۃ مرفوعاً ان اللہ لایعذب قلبا وعی القرآن ج ۴ ص ۴۶۵ اورنار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ کفار کی شان میں ہے بلکہ قلب کے تعلق سے مواضع سجود کا بھی احراق نہ ہوگا کما فی الحدیث و حرم اللہ تعالیٰ علی النار ان تاکل اثر السجود فکل ابن آدم تاکلہ النار الااثرالسجود متفق علیہ اورپھراس مغزکی بدولت کیونکہ سبب نجات کاایمان ہے۔جس کامحل قلب ہےوہ پوست یعنی بقیہ اعضاءوبدن مباشر معاصی بھی مغفور ہوجاوے گا جب اس سے اور بھی مغفور ہیں تو اس کو کیونکر سوختہ کیاجاوے گا یہ احتراق اس سے بعید ہے چنانچہ حدیث مذکور میں اس بعد کی تصریح ہے اور مجھ کو یہ توجیہ اچھی معلوم ہوتی ہے اور ذہن میں اولاً آئی بھی یہی تھی اگرچہ اتفاق سے لکھنے میں موخر ہوگئی واللہ اعلم)۔

فائدہ:۔ آگے پھر قصہ کی طرف اس طور سے رجوع ہے کہ اس کے ابتداء ہی میں مضمون ارشادی منتقل الیہ مذکور کے ساتھ اس کے بعض اجزاء کی بھی تطبیق ہے۔

از عنایت گر بکوبد بر سرش	اشتہار آرد شراب احمرش
اگر حق تعالیٰ عنایت سے اس کی سرکوبی کر دے	تو وہ اس کو شراب احمر کی رغبت لے آتی ہے
ورنہ کوبد ماند او بستہ دہاں	چوں فقیہ از شرب و بزم ایں شہاں
اور اگر وہ سرکوبی نہ کرے تو وہ بستہ دہن رہ جاوے	ان بادشاہوں کی شراب نوشی اور بزم سے طالب علم کی طرح
گفت شہ با ساقیش اے نیک پے	چہ خموشی دہ بطبعش آر ہے
بادشاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم	تو خاموش کیا بیٹھا ہے دے اس کو نشاط میں لا ہاں
ہست پنہاں حاکمے بر ہر خرد	ہر کرا خواہد بفن از خود برد
ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے	جس کو چاہے فن سے خودی سے ہٹا دے
آفتاب مشرق و تنویر او	چوں اسیراں بستہ در زنجیر او
آفتاب مشرق اور اس کی تنویر	مثل اسیروں کے اس کی زنجیر میں مقید ہیں
چرخ را چرخ اندر آرد در زمن	چوں بخواند در دماغش نیم فن
وہ آسمان کو فی الفور چکر میں لے آوے	جب اس کے دماغ میں ذرا سا فن بھی پڑھ دے
عقل کو عقل دگر را سخرہ کرد	مہرہ زود ارد ویست استاد نرد
جس عقل نے کہ دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو	وہ مہرہ اسی سے رکھتی ہے استاد نرد وہی ہے
چند سیلی بر سرش زد گفت گیر	در کشید از بیم سیلی آں زحیر
اس کے سر پر کئی چپت لگائے کہا کہ لے	اور مظلوم چڑھا گیا چپت کے خوف سے

www.besturdubooks.wordpress.com

مست گشت وشاد وخنداں شد چو باغ	در ندیمی و مضاحک رفت ولاغ
مست اور شاد اور مثل باغ کے خندان ہو گیا	ندیمی اور مضحکات اور تمسخر میں آ گیا
شیر گیرو خوش شد انگشتک بزد	سوی مبرز رفت تا میزک کند
نیم مست اور خوش ہوا چٹکیاں بجانے لگا	بیت الخلا کی طرف چلا تاکہ پیشاب کرے
یک کنیزک دید در مبرز چو ماہ	سخت زیبا روز قرناقان شاہ
بیت الخلا میں ایک کنیز چاند سی دیکھی	بہت ہی حسین بادشاہ کی خدمت گاروں میں سے
چوں بدید او را دہانش باز ماند	عقل رفت وتن ستم پرواز ماند
اس کو جو دیکھا منہ کھلا رہ گیا	عقل تو جاتی رہی اور تن مشغول ستم رہ گیا
عمرہا بودہ عزب مشتاق و مست	بر کنیزک در زماں در زد دو دست
سالہا سال مجرد مشتاق و مست رہ چکا تھا	کنیز پر فوراً دونوں ہاتھ پھیلا دیئے
پس طپید آں دختر ونعرہ فراشت	بر نیامد باوے وسودے نداشت
بہتیرا تڑپی وہ لڑکی اور غل مچایا	اس سے بر نہ آئی اور کچھ مفید نہ ہوا
زن بدست مرد در وقت لقا	چوں خمیر آمد بدست نانبا
عورت مرد کے ہاتھ میں اختلاط کے وقت	مثل خمیر کے ہوتی ہے نانبائی کے ہاتھ میں
بسر شد گاہیش نرم و گہ درشت	زو بر آرد چاق چاقے زیر مشت
وہ کبھی نرم گوندھتا ہے کبھی سخت	اس میں سے کھچا کھچ آواز نکلتی ہے مٹھی کے نیچے سے
گاہ پہنش واکشد بر تختۂ	درہمش آرد گہے یک لختۂ
کبھی اس کو تختہ پر پھیلا کر ڈال دیتا ہے	کبھی اس کو دفعۃً سمیٹ لیتا ہے
گاہ در وے ریزد آب و گہ نمک	از تنور و آتشش سازد محک
کبھی اس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک	تنور اور آتش سے اس کا امتحان کرتا ہے
اینچنیں پیچند مطلوب و طلوب	اندریں لعب اند مغلوب وغلوب
اسی طرح مطلوب و طالب باہم لپٹ جاتے ہیں	اس ملاعبت میں مغلوب اور غالب ہوتے ہیں
ایں لعب تنہا نہ شورا بازن ست	ہر عشیق وعاشقے را ایں فن ست
یہ ملاعبت نہ صرف شوہر کو عورت کے ساتھ ہے	ہر معشوق اور عاشق کا بھی طریقہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از قدیم و حادث و عین و عرض	پیچشے چوں ویس و رامیں مفترض
قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض سے	ایک التفات ویس اور رامیں کی طرح فرض ہے
لیک لعب ہر یکے رنگے دگر	پیچش ہر یک ز فرہنگے دگر
لیکن ہر ایک کا تلاعب دوسرے رنگ کا ہے	ہر ایک کا التفات جدا طریقہ کا ہے
شوی و زن را گفتہ شد بہر مثیل	کہ مکن اے شوی زن را بد گسیل
شوی و زن کو مثال کے لئے کہہ دیا گیا ہے	کہ اے شوہر تو زن کو بری طرح و دل مت کر
آں شب گردک نہ ینگا دست او	خوش امانت داد اندر دست شو
اس شب عروسی میں کیا ایسا نہیں ہوا کہ مشاطہ نے اس کا ہاتھ	ایک مرغوب امانت کے طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیا تھا
کانچہ با او تو کنی اے معتمد	از بد و نیکی خدا با تو کند
کہ تو اے معتمد اس کے ساتھ جو کرے گا	بدی سے یا نیکی سے خدا تعالیٰ تیرے ساتھ کرے گا
ایں زن دنیا کہ ہست او مست تو	حق امانت دادش اندر دست تو
یہ زن دنیا کہ وہ تیری مست ہے	حق تعالیٰ نے اس کو تیرے ہاتھ میں امانت دی ہے
حاصل انجا آں فقیہ از بیخودی	نے عفیفی ماندش و نے زاہدی
حاصل یہ کہ اس مقام پر بے خودی سے اس طالب علم کی	نہ پارسائی رہی اور نہ زاہدی رہی
آں فقیہ افتاد بر آں حور زاد	آتش او اندراں پنبہ فتاد
وہ طالب علم اس حور زاد پر واقع ہو گیا	اس کی آتش اس کے پنبہ میں واقع ہو گئی
جاں بجاں پیوست و قالبہا تپید	چوں دو مرغ سر بریدہ می طپید
جان سے جان مل گئی اور قالب سمٹ گئے	دو مرغ سربریدہ کی طرح مضطرب ہو رہے تھے
چہ سقایا، چہ ملک، چہ ارسلاں	چہ حیا، چہ دین و زہد و خوف جاں
جام کیا چیز ہے بادشاہ کیا ہے شیر کیا ہے	حیا کیا ہوتی ہے دین و زہد اور خوف جان کیسا ہوتا ہے
چشم شاں افتادہ اندر عین و غین	نے حسن پیداست انجا نے حسین
ان کی آنکھیں عین و غین میں پڑی تھیں	اس جگہ نہ کوئی حسن ظاہر تھا نہ کوئی حسین
یافت ہر یک شاں ازاں دیگر مراد	طبع ہر یک خرم و دل گشت شاد
ان میں ہر ایک نے دوسرے سے مراد پائی	ہر ایک کی طبیعت خرم ہو گئی اور دل شاد ہوا

www.besturdubooks.wordpress.com

شد دراز و کو طریق بازگشت	انتظار شاہ ہم از حد گذشت
وقت دراز ہو گیا اور مراجعت کا راستہ کہاں	بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا
شاہ آمد تا بہ بیند واقعہ	دید آنجا زلزلہ و القارعہ
بادشاہ آیا تاکہ واقعہ دیکھے	وہاں زلزلہ اور قارعہ دیکھا
آں فقیہ از بیم برجست و برفت	سوی مجلس جام را بربود تفت
وہ طالب علم خوف سے اٹھا اور	مجلس کی طرف چل دیا جام کو فوراً لے لیا
شہ چو دوزخ پر شرار و پر نکال	تشنۂ خون دو جفت بدفعال
بادشاہ دوزخ کی طرح جو کہ شراروں اور عقوبت پر سے ہے	دونوں بدکار قرینوں کے خون کا پیاسا ہو رہا
چوں فقیہش دید رخ پر خشم و قہر	تلخ و خونیں گشتہ ہمچوں جام زہر
جب طالب علم نے اس کا چہرہ خشم و قہر سے بھرا ہوا دیکھا	کہ مثل جام زہر کے تلخ اور خونیں ہوا ہوا ہے
بانگ زد بر ساقیش کاے گرم دار	چہ نشستی خیرہ دہ در طبعش آر
تو اس کے ساقی کو زور سے پکار کر کہا اے بارونق رکھنے والے	تو سست کیا بیٹھا ہے دے اس کو نشاط میں لا
خندہ آمد شاہ را گفت اے کیا	آمدم با طبع آں دختر ترا
بادشاہ کو ہنسی آ گئی کہا اے صاحب	میں نشاط میں آ گیا وہ کنیز تیری ہی رہی
پادشاہم کار من عدلست و داد	زاں خورم کہ یار را جودم بداد
میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل و داد ہے	میں اس سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میرے جود نے دیا
آنچہ آں را من نہ نوشم ہمچو نوش	کے دہم در خورد یار خویش و توش
جس چیز کو میں شیرینی کی طرح نوش نہ کروں	میں اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا
آنچہ آں را می خورم از نوش و خوش	میدہم در خورد یارا ز پنج و شش
جس نوش کو میں خوش ہو کر کھاتا ہوں	وہی میں خوراک یار میں دیتا ہوں
زاں خورانم من غلاماں را کہ من	می خورم بر خوان خاص خویشتن
ہر قسم سے میں غلاموں کو اس چیز میں سے کھلاتا ہوں	جو کہ میں اپنے خاص خوان پر کھاتا ہوں
زاں خورانم بندگاں را از طعام	کہ خورم من خود ز پختہ یا کہ خام
میں غلاموں کو اسی طعام سے کھلاتا ہوں	جو میں خود کھاتا ہوں خواہ پختہ ہو یا کہ خام ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

من چو پوشم از خز و اطلس لباس	زاں بپوشانم حشم را نے پلاس
میں اگر خز اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں	اسی میں سے حشم کو پہناتا ہوں نہ کہ پلاس
شرم دارم از نبیؐ ذوفنوں	البسوھم گفت مما تلبسون
میں شرم رکھتا ہوں پیغمبر جامع الکمالات سے	آپ نے فرمایا ہے کہ جو خود پہنو اسی میں سے غلاموں کو پہناؤ
مصطفیؐ کرد ایں وصیت با بنوں	اطعموا الاذناب مماتکلون
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نصیحت فرمائی ہے فرزندوں سے	اتباع کو اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو
شد فقیہ و برد با خود جفت خوب	از عطای خاص کشاف الکروب
طالب علم چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک خوبصورت جوڑا لے گیا	عطائے خاص کشاف الکروب سے
دیگراں را بس بطبع آوردۂ	در صبوری چست و راغب کردۂ
تو دوسروں کو بہت نشاط میں لایا ہے	صبر میں چست اور راغب کیا ہے
ہم بطبع آور بمردی خویش را	پیشوا کن عقل صبر اندیش را
اپنے کو بھی تو مردانگی کے ساتھ نشاط میں لا	عقل صبر اندیش کو پیشوا کر
چوں قلاوزی صبرت پر شود	جاں باوج عرش و کرسی بر شود
جب صبر کی رہنمائی تیرا پر ہو جاوے	تو روح اوج عرش و کرسی کے اوپر ہو جاوے
مصطفیؐ بیں چونکہ صبرش شد براق	برکشانیدش بہ بالائے طباق
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جب آپ کا صبر براق ہو گیا	وہ آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا
چوں صبوری پیشہ کرد ایوبؑ راد	از بلا او را در رحمت کشاد
جب صبر کو پیشہ کیا ایوب علیہ السلام عظیم الشان نے	تو بلا کے سبب ان کے لئے باب رحمت کھل گیا
صبر صدر آمد بہر حالت کہ ہست	صبر را مگذار تا بتواں زدست
صبر اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو حالت بھی ہو	صبر کو جب تک ممکن ہو ہاتھ سے مت چھوڑ
صبر مفتاح الفرج نشنیدۂ	کاندریں تعجیل در پیچیدۂ
تو نے الصبر مفتاح الفرج نہیں سنا ہے	جو تو اس تعجیل میں پیچیدہ ہو رہا ہے
حد ندارد ایں سخن کوتاہ کن	وز حدیث عاشقاں بر گو سخن
یہ مضمون حد نہیں رکھتا مختصر کرو	اور عشاق کے قصہ کی پھر بات کہو

www.besturdubooks.wordpress.com

بازگرد اے عاشق وز وتر براں	کانتظار تست آں شہزادگاں
اے عاشق پھر لوٹ اور جلدی بیان کر	کیونکہ وہ شہزادے تیرے منتظر ہیں

(اور جن محجوبین کا مثل اس طالب علم معرض عن الشراب الحسی کے شراب معنوی سے اعراض کرنا اوپر شعر رو ہمی گرد اندر لخ میں مذکور ہوا ہے) اگر حق تعالیٰ عنایت سے اس کی سرکوبی کردے (یعنی جبراً پلادے جس طرح اس طالب علم کی سرکوبی کر کے جبراً پلانے کا آگے اس شعر میں ذکر آتا ہے چند سیلی بر سرش زد انخ) تو وہ (سرکوبی) اس (محجوب) کو شراب احمر کی رغبت لے آتی ہے (اور پی لیتا ہے جس طرح اس طالب علم نے بعد سرکوبی کے پی لی تھی اور تشبیہ صرف پینے میں ہے گو طالب علم کا رغبت سے پینا ثابت نہ ہو اور گو مشبہ میں اشتہا آر د مذکور ہے نہ کہ شرب لیکن چونکہ وہ شرب پر دال ہے اس لئے حکماً وہ بھی مذکور ہے پس یہ شبہ لازم نہیں آتا کہ مشبہ غیر مذکور ہے اور مراد جبر سے اختیار کی جو کہ مدار تکلیف ہے نفی نہیں ہے بلکہ ایسے اسباب کا جمع کر دینا ہے جس سے وہ اس شرب کو ضرور ہی اختیار کرے جیسے حدیث میں ہے یجرون الی الجنة بالسلاسل) اور اگر وہ (عنایت) سرکوبی نہ کرے (بلکہ اس شخص کو معذول کردے) تو وہ بستہ دہن (اور محروم) رہ جاوے ان بادشاہوں (یعنی خواص عارفین کی شراب نوشی اور بزم سے (اس) طالب علم کی طرح (کہ قبل سرکوبی کے معرض تھا پس از شرب متعلق ہے مانند بستہ دہاں مذکور کے ساتھ جو فعل ہے محجوب کا نہ کہ مانند بستہ دہاں مقدر کے ساتھ جو کہ فعل ہے فقیہ کا آگے اس طالب علم کے شراب پینے کا قصہ جو کہ شعر از عنایت میں اشارۃً مذکور تھا صراحۃً مذکور ہے جو شعر متصل میں شروع اور شعر چند سیلی زد انخ میں تمام ہوا ہے یعنی) بادشاہ نے اپنے ساقی سے کہا اے نیک قدم تو خاموش کیا بیٹھا ہے (اس کو شراب) دے (اور) اس کو نشاط میں لا ہاں (مولانا یہاں اسی جزو تدبیر شراب خورانی فقیہ کی مناسبت سے ایک دوسرا انتقال فرماتے ہیں یعنی جس طرح سے اس بادشاہ نے فقیہ کو اسی کی مقتضائے رائے وعقل سے مغلوب کرنے کا سامان کیا کہ ساقی سے فرمائش کی بطبعش آر اسی طرح) ہر عقل پر ایک مخفی حاکم ہے (کہ) جس کو چاہے (اپنے) فن (وتصرف) سے خودی سے ہٹادے (مطلب یہ کہ قدرت قدیمہ کے سب مسخر ہیں اس کے سامنے کسی کی تجویز نہیں چلتی) آفتاب مشرق اور اس کی تنویر (یعنی ذات وصفت یا بعنوان دیگر جوہر وعرض) مثل اسیروں کے اس کی زنجیر میں مقید ہیں وہ (حاکم مخفی) آسمان کو فی الفور چکر میں لے آوے جب اس کے دماغ میں ذرا سا فن بھی پڑھ دے (چرخ اندر یعنی اندر چرخ اور نیم فن سے مراد حکم مختصر مطلب یہ کہ اس کو مثل شاہان مجازی کے بہت سے اسباب جمع کرنے کی حاجت نہیں محض حکم فرما دینا کافی ہے اور ظاہر ہے کہ محض حکم بمقابلہ اسباب کے مختصری ہے پس اصل حاکم ومتصرف وہی ہیں باقی ظاہر میں) جس عقل نے کہ دوسری عقل کو مغلوب کر دیا ہو (حقیقت میں) وہ (عقل مغلوب کنندہ) مہرہ اسی (حاکم حقیقی مخفی) سے رکھتی ہے (اور) استاد زر وہی (حاکم حقیقی) ہے (مطلب یہ کہ اس غالب میں قوت غلبہ بھی اسی کی دی ہوئی ہے پس واقع میں ان الامر کله لله اور وربک یخلق مایشاء و یختار ما کان لهم الخیرة اب پھر قصہ ہے یعنی ساقی نے شاہی حکم پا کر) اس (طالب علم) کے سر پر کئی چپت لگائے (اور) کہا کہ (شراب) لے وہ مظلوم (فوراً) چڑھا گیا (زیادہ) چپت (لگنے) کے خوف سے (زحیر پیچش ومعنی ناخوش وآزردہ چنانکہ زید عدل غیاث مختصراً جب شراب پی لی تو اس کے اثر سے) مست اور شاد اور مثل باغ کے خنداں ہو گیا (اور دوسرے اہل بزم کی طرح یہ بھی) ندیمی

www.besturdubooks.wordpress.com

اور مضحکات اور تمسخر میں آ گیا (اور) نیم مست اور خوش ہوا (کذا فی الغیاث فی معنی شیر گیر اور حالت مستی میں) چٹکیاں بجانے لگا (اور اسی حالت میں پیشاب کا تقاضا ہو گیا تو) بیت الخلاء کی طرف چلا تا کہ پیشاب کرے (میزک شاشہ غیاث) بیت الخلاء میں ایک کنیز چاندی دیکھی بہت ہی حسین بادشاہ کی (خاص) خدمتگاروں میں سے (فی الغیاث قرناق بالضم خدمت گار و کنیزک اھ) اس کو جو دیکھا (فرط حیرت سے) منہ کھلا رہ گیا۔ عقل تو جاتی رہی اور تن مشغول ستم رہ گیا۔ (یعنی تمام بدن میں سناٹا ہو گیا جیسے کسی ظالم کے تسلط کے وقت ہوتا ہے اور اگر ستم پرداز کوئی خاص محاورہ ہو تو معلوم نہیں) سالہا سال مجرد مشتاق و مست رہ چکا تھا کنیز پر فوراً دونوں ہاتھ پھیلا دیئے بھترا پڑی وہ لڑکی اور غل مچایا (مگر) اس سے بر نہ آئی اور کچھ مفید نہ ہوا عورت مرد کے ہاتھ میں اختلاط کے وقت مثل خمیر کے ہوتی ہے نانبائی کے ہاتھ میں وہ (نانبائی) اس (خمیر) کو کبھی نرم گوندھتا ہے کبھی سخت۔ اس (خمیر) میں سے کھچا کھچ آواز نکلتی ہے مٹھی کے نیچے سے کبھی اس کو تختہ پر پھیلا کر ڈال دیتا ہے کبھی اس کو دفعۃً سمیٹ لیتا ہے کبھی اس میں پانی ڈالتا ہے اور کبھی نمک تنور اور آتش سے اس کا امتحان کرتا ہے (یعنی تنور اور آتش میں داخل کر کے اس کی خامی و پختگی کو دیکھتا رہتا ہے مطلب یہ کہ اس میں گونا گوں تصرف کرتا ہے یہی حال عورت کا مرد کے ہاتھ سے ہوتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اسی طرح مطلوب اور طالب باہم لپٹ جاتے ہیں (اور) اس ملاعبت میں مغلوب اور غالب ہوتے ہیں۔ (یعنی مرد غالب اور عورت مغلوب آگے اس کی تعمیم فرماتے ہیں ہر طالب و مطلوب کے لئے یعنی) یہ ملاعبت نہ صرف شوہر کو عورت کے ساتھ ہے (بلکہ) ہر معشوق اور عاشق کا یہی طریقہ ہے (آگے بیان ہے مواد تعمیم کا یعنی) قدیم اور حادث اور جوہر اور عرض سے (بھی) ایک التفات (کا ناشی ہونا) ویس اور رامین کی طرح فرض (یعنی ضروری) ہے (ویس نام معشوقہ اور رامین نام عاشق اور یہاں بہتر یہ ہے کہ قدیم سے مراد قدیم حقیقی نہ ہو بلکہ قدیم اضافی لیا جاوے یعنی وہ حادث جو دوسرے حادث سے اسبق ہو عرف میں بھی اس کو قدیم کہتے ہیں مثلاً ارواح ... ابدان سے پس مجموعہ الفاظ سے مراد تمام اجزاء عالم ہیں مطلب یہ کہ کوئی جزو عالم اس اثر تجاذب و تناسب سے ... کسی کو کسی سے اور کسی کو کسی سے چنانچہ یہ امر بالکل ظاہر ہے آگے ان تجاذبات کے تفاوت کا ذکر ہے یعنی گو نفس تجاذب تو تمام اجزاء عالم میں مشترک ہے) لیکن ہر ایک کا تلاعب (بمعنی تجاذب) دوسرے رنگ کا ہے (اور) ہر ایک کا التفات جدا طریقہ کا ہے (چنانچہ یہ بھی ظاہر ہے مثلاً کسی کا شعور کے ساتھ کسی کا بلا شعور پھر اہل شعور میں سے کسی کا شہوت و شرور کے ساتھ کسی کا بلا شرور پھر غیر اہل شرور میں سے کسی کا شہوانی سرور کے ساتھ جیسے زوجہ و جاریہ مملوکہ شرعیہ کسی کا غیر شہوانی سرور کے ساتھ جیسے اولاد و والدین کے ساتھ وغیر ذلک من الاقسام والاحکام آگے تعلقات مذکورۂ تجاذب میں سے جن تعلقات کے کچھ حقوق شریعت نے مکلفین پر وضع فرمائے ہیں ان کے ادا و ایفاء کی ترغیب دیتے ہیں اور گو ان تعلقات کے حقوق دلائل مستقلہ سے ثابت ہیں مگر بمناسبت ذکر زن و شوہر کے شعر ایں لعب تنہا نہ شو را باز نست میں ان سب حقوق کو صرف نص وارد فی حقوق الزوجہ سے بطور دلالت مستنبط کرتے ہیں یعنی قرآن مجید میں جو حقوق زوجہ میں ارشاد ہوا ہے الطلاق مرتان فامساک بمعروف او تسریح باحسان تو اس میں) شی و زن کو مثال کے لئے کہہ دیا گیا ہے کہ اے شوہر تو ان کو بری طور پر وداع (و تسریح) مت کر (بلکہ یا تو رکھ اور یا خوبی کے ساتھ رخصت کر یعنی بدوں اضرار کے جس کی وجہ یہ ہے کہ) اس شب عروسی میں کیا ایسا نہیں ہوا (یعنی ایسا ہوا) کہ مشاطہ نے اس (زن عروس) کا ہاتھ ایک مرغوب امانت کے طور پر شوہر کے ہاتھ میں دیا تھا (اور قالاً یا حالاً کہا تھا)

www.besturdubooks.wordpress.com

کر تو اے معتمد اس کے ساتھ جو (معاملہ) کرے گا بدی سے یا نیکی سے خدا تعالیٰ تیرے ساتھ کرے گا (پس تیرے ذمہ اس معاہدہ سے خواہ صراحۃً ہوا ہو یا خود عقد اس کو مستلزم ہو گیا ہو کما قال تعالیٰ و کیف تاخذونہ و قد افضی بعضکم الی بعض و اخذن منکم میثاقاً غلیظاً اس کے حقوق واجب ہو گئے سو اس آیت میں گو نصاً صرف ایک صاحب حق کا حق مذکور ہے مگر باشتراک علت کہ وہ اس کا صاحب تعلقات ہونا ہے یہی آیت حکماً تمام اہل تعلقات کے وجوب ادائے حقوق پر دال ہے یہ معنی ہیں قول مولانا کے کہ شوی وزن را گفتہ شد بہر مثل فی الغیاث گردک حجلہ و بکاف الفصل الیاء مع النون مشاطہ آگے زن حقیقی کے امانت ہونے سے جو کہ ابھی مذکور ہوا ہے زن حکمی یعنی دنیا کے امانت ہونے کے مضمون کی طرف منتقل ہوتے ہیں تا کہ اس امانت کے حقوق پر بھی تنبہ ہو یعنی یہ زن دنیا کہ وہ تیری مست (اور تیری گلوگیر ہو رہی) ہے (جیسی منکوحہ ہوتی ہے) حق تعالیٰ نے اس کو (بھی) تیرے ہاتھ میں امانت دی ہے (اس کے ساتھ بھی حسب امر الٰہی معاملہ کر کہ بقدر ضرورت اس سے قرب رکھ اور اس کو آخرت پر ترجیح مت دے اس کے ساتھ حسن معاملہ یہی ہے کہ اس میں گویا امساک بمعروف بھی ہے اخذ بقدر ضرورت کے اعتبار سے اور تسریح باحسان بھی ہے عدم ایثار علی الآخرۃ کے اعتبار سے آگے پھر قصہ ہے یعنی) حاصل یہ کہ اس مقام پر بے خودی سے اس طالب علم کی نہ پارسائی رہی اور نہ زاہدی رہی۔ (جس کا وہ دعویٰ بھگار رہا تھا اور) وہ طالب علم اس حورزاد پر واقع ہو گیا (اور) اس کی آتش (شہوت) اس (کنیز) کے پنبہ میں واقع ہو گئی (اور) جان سے جان مل گئی اور قالب سمٹ گئے (جیسے لذت جماع کے وقت ہوتا ہے فی الغیاث فی فصل الجیم الفارسی مع الالف چخیدن خود را بہم کشیدن وقت جماع اور) دو مرغ سر بریدہ کی طرح مضطرب ہو رہے تھے (یعنی قالبوں میں غایت لذت سے ایسی بے اختیار مضطربانہ حرکتیں پیدا ہوتی تھیں جیسے مرغ سر بریدہ میں اور اس طالب علم کو مستی میں کچھ یاد نہ رہا کہ) جام (شراب) کیا چیز ہے (اور) بادشاہ کیا ہے (اور) شیر کیا ہے (مراد اس سے بادشاہ بصفت قہر اور) حیا کیا ہوتی ہے (اور) دین و زہد اور خوف جان کیسا ہوتا ہے (سب رخصت ہو گیا اور) ان (دونوں کی آنکھیں عین وغین (یعنی اندھیر) میں پڑی تھیں (اس لئے ان کی نظر میں) اس جگہ نہ کوئی حسن ظاہر تھا نہ کوئی حسین (باعتبار صیغہ ہیئت کے حسن سے مراد مجازاً بڑا آدمی اور حسین سے چھوٹا آدمی بلا قید اچھے ہونے کے اطلاقاً للمقید علی المطلق اور عین وغین دونوں بمعنی ابر کے آتا ہے کذا فی المنتخب اور مراد اس سے مجازاً تاریکی ہے اطلاقاً للسبب علی المسبب۔ مطلب یہ کہ شہوت سے ایسے اندھے ہو گئے کہ ان کی نظر میں کوئی نہ رہا ورنہ ایسی حرکت کیوں کرتے اور اگر کنیز پر شبہ اکراہ کا ہو تو اول میں یہ صحیح تھا مگر اشعار کثیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد میں وہ کرہ مبدل بطوع ہو گیا ورنہ شور و فغاں یا با وجود مدافعت میں ایسی نوبت اور طمانیت نہیں ہو سکتی غرض) ان میں ہر ایک نے دوسرے سے مراد پالی (اور) ہر ایک کی طبیعت خرم ہو گئی اور دل شاد ہوا (اور ادھر) وقت (طالب علم کی مراجعت کا) دراز ہو گیا اور (وہاں) مراجعت کا راستہ کہاں (وہ تو اور ہی خرافات میں مبتلا ہو رہا ہے اور) بادشاہ کا انتظار بھی حد سے گزر گیا (کہ وہ طالب علم اب تک کیوں نہیں آیا تا کہ واقعہ دیکھے (کہ کس وجہ سے اب تک نہیں لوٹا) وہاں (پہنچ کر) زلزلہ اور قارعہ دیکھا (کہ جس طرح قیامت کے قرع سے زمین کو زلزلہ آ دے گا یہاں عورت زلزلہ اور طالب علم قرع میں ہے بس) وہ طالب علم خوف سے (فوراً) اٹھ اور مجلس کی طرف چل دیا (اور جا کر ساقی کے ہاتھ سے) جام (شراب) کو فوراً لے لیا (اور) بادشاہ (کی یہ حالت کہ) دوزخ کی طرح جو کہ شراروں اور عقوبت سے پر ہے دونوں بدکار قرینوں کے خون کا پیاسا ہو رہا جب طالب علم نے اس کا

www.besturdubooks.wordpress.com

چہرہ خشم وقہر سے بھرا ہوا دیکھا کہ مثل جام زہر کے تلخ اور خونین ہوا ہوا ہے تو اس کے ساقی کو زور سے پکار کر کہا کہ اے (مجلس کے) بارونق رکھنے والے تو سست کیا بیٹھا ہے (فی الغیاث خیرہ بمعنی سست بادشاہ کو شراب) دے (اور) اس کو نشاط میں لا۔ (یہ وہی جملہ ہے جو بادشاہ نے اس فقیہ کے لئے اسی ساقی سے کہا تھا یعنی تو نے جو تدبیر میری ترش روئی کی کی تھی وہی اس وقت بادشاہ کی ترش روئی کی کر) بادشاہ کو (اس لطیفہ سے) ہنسی آ گئی (اور) کہا اے صاحب میں (بدوں ساقی ہی کے) نشاط میں آ گیا (جا تیرا قصور بھی معاف کیا اور) وہ کنیز (بھی) تیری ہی رہی (کیونکہ) میں بادشاہ ہوں میرا کام عدل و داد (یعنی انصاف یا عطا) ہے۔ میں اسی سے کھاتا ہوں جو میرے یار کو میرے جود نے دیا (یعنی جو کچھ یار کو جود سے دیتا ہوں وہی خود کھاتا ہوں پس جو طریقہ میں نے تیری رائے سے ہٹانے کے لئے تجویز کیا تھا اسی طریقہ سے میں خود بھی اپنی رائے سے ہٹتا ہوں اور غصہ کو ترک کرتا ہوں آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جس چیز کو میں شیرینی کی طرح نوش نہ کروں میں (اس کو) اپنے یار کی خوراک اور توشہ میں کب دوں گا جس نوش کو میں خوش ہو کر کھاتا ہوں وہی میں خوراک یار میں دیتا ہوں ہر قسم سے میں غلاموں کو اس چیز میں سے کھلاتا ہوں جو کہ میں اپنے خاص خوان پر کھاتا ہوں میں غلاموں کو اسی طعام میں سے کھلاتا ہوں جو میں خود کھاتا ہوں خواہ پختہ ہو یا کہ خام ہو۔ میں اگر خز اور اطلس کا لباس پہنتا ہوں اسی میں سے حشم کو پہناتا ہوں نہ کہ یہ اس میں شرم رکھتا ہوں پیغمبر جامع الکمالات سے آپ نے فرمایا ہے کہ جو خود پہنو اسی میں سے غلاموں کو پہناؤ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی ہے (معنوی) فرزندوں سے (یعنی امت سے کہ) اتباع کو اسی میں سے کھلاؤ جو خود کھاتے ہو (رواہ ابوذر عنہ صلی اللہ علیہ وسلم قصہ یہ ہے کہ) طالب علم چلا گیا اور اپنے ساتھ ایک خوبصورت جوڑا لے گیا عطائے خاص کشاف الکروب سے (اس کو حق تعالیٰ کی طرف نسبت بوجہ اب حلال ہو جانے کے کیا قصہ ختم ہوا اب رجوع کرتے ہیں اس بڑے بھائی کے اس مقولہ کی طرف بازی آں تست بر روئے بساط خویش را در طبع آر در نشاط یعنی اے نفس) تو دوسروں کو (ہمیشہ) بہت نشاط میں لایا ہے (اور دوسروں کو) صبر میں چست اور راغب کیا ہے اپنے کو بھی تو مردانگی کے ساتھ نشاط میں لا (اور) عقل صبر اندیش کو پیشوا کر (آگے مولانا کا مقولہ ہے) جب صبر کی رہنمائی تیرا پر ہو جاوے تو روح (تیری) اوج عرش و کرسی کے اوپر ہو جاوے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے جب آپ کا صبر (تحمل علی اذی الکفار واستقامت علے الطاعات) براق ہو گیا وہ (براق) آپ کو درجات فلک کے اوپر لے گیا (صبر ش شد براق میں مجاز ہے یعنی صبرش سبب براق شد اور توجیہ اس کی ظاہر ہے کہ آپ کی مقبولیت سبب ہے تجویز معراج کی اور تجویز معراج سبب ہے براق کی اور مقبولیت میں اعمال کو بھی دخل ہے اور صبر میں سب اعمال کا سبب ہوتا ہے پس صبر سبب ہو گیا براق کا اور بحر العلوم نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ براق صورت اعمال بود چنانکہ در فتوحات مذکور ست و صبر نیز عمل ست پس براق شدہ آمدہ باشد اور دیکھو) جب صبر کو پیشہ کیا ایوب علیہ السلام عظیم الشان نے تو بلا کے سبب ابواسطہ صبر کے) ان کے لئے باب رحمت کھل گیا۔ صبر اعلیٰ درجہ کی چیز ہے ہر حالت میں جو حالت بھی ہو (چنانچہ طاعت و مصیبت میں صبر علیہا ہے اور معاصی میں عنہا ہے پس) صبر کو جب تک ممکن ہو ہاتھ سے مت چھوڑ تو نے الصبر مفتاح الفرج نہیں سنا ہے جو تو اس تعجیل (یعنی بے صبری) میں پیچیدہ ہو رہا ہے (بعد بیان فضائل صبر کے پھر رجوع ہے قصہ کی طرف یعنی) یہ مضمون (مدح صبر کا) حد نہیں رکھتا (اس کو) مختصر کر و اور عشاق کے قصہ کی پھر بات کہو۔ اے عاشق پھر (قصہ کی طرف) لوٹ اور (قصہ کو) جلدی بیان کر کیونکہ وہ شہزادے تیرے منتظر ہیں۔

رواں شدن شہزادگاں بعد از اتمام بحث و ماجرا بجانب ولایت چین سوئے معشوق و مقصود تا بقدر امکان بمقصود نزدیک تر شوند اگر چہ راہ وصل مسدود ست

نزدیک ہو جائیں اگر چہ وصل کا راستہ بند ہے بقدر امکان نزدیک تر ہونا اچھا ہے

ہر سہ شہزادہ چو کار افتاد شاں	عشق درخور گوشمالی داد شاں
تینوں شہزادوں کو جب خود کام پڑا	عشق نے ان کی سوافق ان کو گوشمالی دی
ایں بگفتند و رواں گشتند زود	ہر چہ بود اے یار من آں لحظہ بود
یہ کہا اور فورا روانہ ہو گئے	جو کچھ ہونا تھا اے میرے یار ای وقت ہو گیا
صبر بگزیدند و صدیقیں شدند	بعد ازاں سوی بلاد چیں شدند
صبر اختیار کیا اور پختہ ہو گئے	اس کے بعد بلاد چین کی طرف چل دیئے
والدین و ملک را بگذاشتند	راہ معشوق نہاں برداشتند
والدین اور سلطنت کو چھوڑ دیا	پردہ دار معشوق کے راستہ پر قدم اٹھایا
ہمچو ابراہیمؒ ادھم از سریر	عشق شاں بے پاؤ سر کرد و فقیر
مثل ابراہیم ابن ادھم کے عشق نے	ان کو تخت سے بے سروپا اور فقیر کر دیا
یا چو ابراہیمؑ مرسل سرخوشے	خویش را افگند اندر آتشے
یا مثل ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کے خوش ہو کر	اپنے کو آگ کے اندر ڈال دیا
یا چو اسماعیلؑ صبار مجید	پیش عشق و خنجرش حلقے کشید
یا مثل اسمٰعیل علیہ السلام کامل الصبر صاحب المجد کے	عشق کے اور اس کے خنجر کے روبرو حلق رکھ دیا

تینوں شہزادوں کو جب خود (بلا سے) کام پڑا عشق نے ان کی (حالت کی) موافق ان کو گوشمالی دی (یعنی پہلے سے تو اوروں کو مصائب سے متاثر نہ ہونے کی تعلیم دیتے تھے جب خود کام پڑا تو متاثر ہو گئے اور درخور قید واقعی ہے اور یہ گوشمالی دینا ان کے کلام بالا سے جس میں یہی مضمون ہے ظاہر ہے غرض) یہ (کلام جو اس مضمون مذکور پر دال تھا) کہا اور فوراً (چین کو) روانہ ہو گئے (اور) جو کچھ ہونا تھا اے میرے یار اسی وقت ہو گیا (یعنی مزید مشورہ و تامل نہیں کیا چل کھڑے ہوئے اور اس عشق پر) صبر اختیار کیا اور (اس میں) پختہ ہو گئے (اور اوپر جوان کے کلام سے صبر و استقلال کی نفی معلوم ہوتی ہے اس استقلال سے مراد عشق سے متاثر نہ ہونا تھا سو یہ منفی تھا اور یہاں بصبر مثبت سے مراد عشق کا ثبات ہے پس منفی صبر عن العشق ہے اور مثبت صبر علی العشق ہے فلا تعارض اور) اس کے بعد بلاد چین کی طرف چل دیئے والدین اور سلطنت کو چھوڑ دیا (اور) پردہ دار معشوق کے راستہ پر قدم اٹھایا مثل ابراہیم بن ادھم کے عشق نے ان کو تخت سے بے سروپا اور فقیر کر دیا۔ (تشبیہ صرف عشق میں ہے قطع نظر خصوصیت مجاز و

www.besturdubooks.wordpress.com

حقیقت کے) یا مثل ابراہیم پیغمبر علیہ السلام کے خوش ہو کر اپنے کو آگ کے اندر ڈال دیا (کوئی شبہ نہ کرے کہ کیا ابراہیم علیہ السلام اپنی خوشی سے آگ میں پڑے تھے بات یہ ہے کہ دعوت اہل التوحید سبب تھا اس کا پس سبب کا خوشی سے اختیار کرنا بمنزلہ مسبب کے بخوشی اختیار کرنے کے ہے) یا مثل اسماعیل علیہ السلام کامل اصبر صاحب المجد کے عشق کے اور اس کے خنجر کے روبرو حلق رکھ دیا (آگے بمناسبت ذکر عشاق حقیقی کے جو اشعار بالا میں مشبہ بہ واقع ہوئے ہیں ایک اور عاشق کا قصہ ہے جو مجاز سے حقیقت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا)۔

حکایت امرؤ القیس کہ پادشاہ عرب بود و بصورت یوسفؑ وقت خود و نان عرب زلیخا وار مردۂ او و او شاعر طبع بود و ایں شعر اوست

امرؤ القیس کی حکایت جو عرب کا بادشاہ اور صورت میں اپنے دور کا یوسفؑ تھا اور عرب کی عورتیں زلیخا کی طرح اس پر قربان تھیں اور وہ شاعر مزاج تھا اور یہ شعر اس کا ہے

قفانبک من ذکریٰ حبیب و منزل

تم دونوں ٹھہرو ہم محبوب اور منزل کے ذکر سے رولیں

چوں ہمہ زناں او را بجان می جستند اے عجب غزل و نالۂ او بہر چہ بود مگر دانست کہ ایں ہا ہمہ تمثال صورتے اند کہ بر تختہائے خاک نقش کردہ اند آخر الامر امرؤ القیس را حالے پیدا شد کہ نیم شب از ملک و فرزنداں گریخت و خود را بدلقے پنہاں کرد و از اقلیمے باقلیم دیگر برفت بطلب آنکہ از اقلیم منزہ است واللہ یختص برحمتہ من یشآء واللہ ذوالفضل العظیم

جبکہ تمام عورتیں دل و جان سے اس کی جستجو میں تھیں تعجب ہے اس کی غزل اور نالہ کس لئے تھا؟ شاید اس نے جان لیا تھا کہ یہ تمام تصویریں ہیں جو مٹی کے تختوں پر نقش کر دی ہیں' بالآخر امرؤ القیس کی ایسی حالت ہو گئی کہ آدھی رات کو ملک اور اولاد سے بھاگ نکلا اور اپنے آپ کو گدڑی میں چھپا لیا اور ایک ملک سے دوسرے ملک میں اس ذات کی طلب میں چل پڑا جو ملک سے پاک ہے اور اللہ (تعالیٰ) اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

امرؤ القیس از ممالک خشک لب	ہم کشیدش عشق از خطہ عرب
امراؤ القیس جو کہ ممالک سے خشک لب تھا	اس کو بھی عشق نے خطہ عرب سے علیحدہ کر دیا
بود نازک طبع و ہم صاحب جمال	شاعر و صاحب اصول اندر کمال
وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا	شاعر اور کمالات میں صاحب اصول تھا
چونکہ زد عشق حقیقی بر دلش	سرد شد ملک و عیال و منزلش
جب عشق حقیقی نے اس کے دل پر اثر کیا	تو اس پر ملک اور عیال اور گھر سرد ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

نیم شب دلقے بپوشید و برفت	از میان مملکت بگریخت تفت
آدھی رات کو ایک دلق اوڑھی اور نکل گیا	سلطنت سے جلدی سے بھاگ گیا
تا بیامد خشت میزد در تبوک	با ملک گفتند شاہے از ملوک
یہاں تک کہ تبوک میں آیا اور اینٹیں بنانے لگا	بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ملوک میں سے ایک بادشاہ
امرؤالقیس آمدست اینجا بکد	در شکار عشق و خشتے میزند
امراء القیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا تھا	وہ شکار عشق ہو گیا اور اینٹیں بناتا ہے
آں ملک برخاست شب شد پیش او	گفت او را اے ملیک خوبرو
وہ بادشاہ اٹھا اس کے پاس آیا	اس سے کہا کہ اے بادشاہ خوبرو
یوسف وقتی دو مملکت شد کمال	مر ترا رام از بلاد و از جمال
تو یوسف وقت ہے تیرے پاس دو ملک کامل طور پر ہیں	تیرے مسخر ہیں بلاد بھی اور جمال بھی
گشتہ مرداں بندگاں از تیغ تو	واں زناں ملک مہ بے میغ تو
مرد تو تیری تلوار سے غلام ہیں	اور وہ عورتیں تیری ماہ بے میغ کی ملک ہیں
پیش ما باشی تو بخت ما بود	جان ما از وصل تو صد جاں شود
تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے	ہماری جان تیرے قرب سے سو جان ہو جاوے
ہم من و ہم ملک من مملوک تو	اے بہمت ملکہا متروک تو
میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے	اے شخص ہمت میں بہت سے ملک تیرے متروک ہیں
فلسفہ گفتش بسے و او خموش	ناگہاں وا کرد از سر روی پوش
اس نے اس سے بہت ہی کچھ ترغیبوں کی باتیں کہیں اور وہ خاموش تھا	دفعۃً اس نے سر پر سے نقاب کو کھولا
تا چہ گفتش او بگوش از عشق و درد	ہمچو خود در حال سرگردانش کرد
کیا کچھ اس کے کان میں عشق اور درد کی بات کہہ دی	اپنی طرح فورا اس کو بھی سرگرداں کر دیا
دست او بگرفت و با او یار شد	او ہم از تخت و کمر بیزار شد
اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہمراہ ہو گیا	وہ بھی تخت اور پٹکے سے بیزار ہو گیا
تا بلاد دور رفتند آں دو شہ	عشق یک کرت نکردست ایں گنہ
بلاد بعیدہ تک وہ دونوں بادشاہ چلے گئے	عشق نے یہ گناہ کچھ ایک ہی بار نہیں کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

بر بزرگاں شہد و بر طفلانست شیر	او بہر کشتی بود من الآخیر
وہ بڑوں کے لئے شہد ہے اور بچوں کے لئے دودھ ہے	وہ ہر کشتی کے لئے من الاخیر ہے
کہ چو در کشتی رود غرقش کند	تا بقعر از پای تا فرقش کشد
کہ جس کشتی میں وہ جاوے اس کو غرق کر دے	اس کو پاؤں سے سر تک قعر کی طرف لے جاوے
غیر ایں دوبس ملوک بے شمار	عشق شاں از ملک بربود و تبار
ان دو بادشاہوں کے سوا بہت سے بیشمار بادشاہ ہوئے ہیں	کہ عشق نے ان کو ملک اور خاندان سے جدا کر دیا
قصہ کیخسرو آں شاہ زماں	ہست شہرہ درمیان انس و جاں
چنانچہ اس شاہ زماں کے خسرو کا قصہ	انس و جن میں مشہور ہے
جان ایں سہ شہ بچہ ہم گرد چیں	ہمچو مرغاں گشتہ ہر سودا نہ چیں
ان تین شہزادوں کی جان بھی چین کے گرد	مرغوں کی طرح ہر طرف دانہ چنتی پھرتی تھی

(ربط اوپر مذکور ہوا بعض نسخوں میں سرخی کے ایک جملہ کے بعد کہ اوشاعر طبع بود یہ عبارت اور زائد ہے واین شعر از دست

قفانبک من ذکری حبیب و منزل

اس سے زیادہ تعیین ہوگئی اس امرءالقیس کی کہ یہ وہی مشہور شاعر جاہلیت صاحب قصیدہ اولی من القصائد السبعة المعلقة المشهورة ہے جس کا زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چوبیس سال پہلے ہوا ہے پس اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ اس کا حال جو شراح سبعہ معلقہ نے لکھا ہے اس سے تو ملک اور عظیم ہونے کے ساتھ اس کا فسق وفجر ہونا معلوم ہوتا ہے نیز حاشیہ میں بحرالعلوم سے نقل کیا ہے امرءالقیس شاعر از قدماء شاعران کفار عرب بود وشیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ گفتہ کہ در حدیث مذمت امرءالقیس واقع شدہ واقدم الشعراء الی النار داہ پھر مولانا کا یہ مضمون اس پر کیسے منطبق ہوگا غایت مافی الباب یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کوئی دوسرا امراءالقیس ہوگا اور بعض نسخوں میں جو عبارت زائد ہے ممکن ہے کہ مولانا کے بعد کسی نے تخمین سے بڑھادی ہو واللہ اعلم بہرحال مولانا فرماتے ہیں کہ) امراءالقیس جو کہ ممالک سے خشک لب تھا (یعنی پہلے حکومت وملک کا حریص تھا یا یہ معنی ہوں کہ ممالک خشک لب سے تھا یعنی عرب کا تھا) اس کو بھی عشق نے خطہ عرب سے علیحدہ کر دیا (بھی اس لئے کہا کہ جس طرح سے سرخی سے قبل کے عشاق کو مرغوبات سے علیحدہ کیا ہے) وہ نازک طبع اور صاحب جمال بھی تھا شاعر اور کمالات میں صاحب اصول تھا (یعنی اس کے کمالات اصول صحیحہ کی موافق تھے آگے بیان ہے مصرعہ ہم کشیدش کا یعنی) جب عشق حقیقی نے اس کے دل پر اثر کیا تو اس پر ملک اور عیال اور گھر سرد ہو گیا (اور) آدھی رات کو ایک دلق اوڑھی اور نکل گیا۔ سلطنت سے جلدی سے بھاگ گیا یہاں تک کہ تبوک میں آیا اور اینٹیں بنانے لگا (وہاں کے) بادشاہ سے لوگوں نے کہا کہ ملوک میں سے ایک بادشاہ (یعنی امرءالقیس یہاں فقیری کی حالت میں آیا تھا وہ شکار عشق ہو گیا اور اینٹیں بناتا ہے وہ بادشاہ اٹھا (اور) اس کے پاس آیا اس سے کہا کہ اے بادشاہ خوبرو تو یوسف وقت ہے (اور) تیرے پاس دو ملک کامل طور پر ہیں (یعنی) تیرے مسخر ہیں بلاد بھی اور جمال بھی مرد تو تیری تلوار سے (تیرے) غلام

ہیں اور وہ عورتیں تیری ماہ بے میغ (یعنی حسن) کی ملک ہیں تو ہمارے پاس رہے تو ہماری خوش نصیبی ہے ہماری جان تیرے قرب سے سوجان (کی برابر) ہو جاوے میں بھی اور میرا ملک بھی تیرا مملوک ہے۔ اے فحل ہمت میں بہت سے ملک تیرے متروک ہیں (یعنی تو ایسا عالی ہمت ہے غرض یہ کہ) اس نے اس سے بہت ہی کچھ ترکیبوں کی باتیں کیں اور وہ خاموش تھا (جب وہ سب کچھ کہہ چکا دفعۃً اس نے سر پر سے نقاب کو کھولا (اور معلوم نہیں کہ) کیا کچھ اس کے کان میں عشق اور درد کی بات کہہ دی (کہ) اپنی طرح فوراً اس کو بھی سرگرداں کر دیا (بس) اس (شاہ تبوک) نے اس (امرء القیس) کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس کے ہمراہ ہو گیا (اور) وہ بھی تخت اور ٹیکہ سے بیزار ہو گیا (اور) بلاد بعیدہ تک وہ دونوں بادشاہ چلے گئے (اور) عشق نے یہ گناہ کچھ ایک ہی بار نہیں کیا (بلکہ بکثرت ایسا کیا ہے کہ سب مال وجاہ چھڑا دیا اور اس کو گناہ باعتبار زعم مخاطب مجوب کے فرمایا کما قال تعالیٰ واذا تتلی علیهم آیاتنا بینات تعرف فی وجوه الذین کفروا المنکر یکادون یسطون بالذین یتلون علیهم ایاتنا قل افانبئکم بشر من ذلکم النار حیث یستلزم ظاهراً کون الآیات ایضا متضمناً للشر عیاذاً بالله . وقال تعالیٰ قل لاتسألون عما اجرمنا الایه وهو صلی الله علیه وسلم بری من الجرم آگے بیان ہے عشق یک کرت نکردست ایں گنہ کا) وہ (عشق) بڑوں کے لئے (بمنزلہ) شہد (کے) ہے اور بچوں کے لئے (بمنزلہ) دودھ (کے) ہے (مطلب یہ کہ اس کا اثر ہونے کے لئے نہ بڑا ہونا شرط ہے نہ چھوٹا ہونا مانع بچوں پر بھی یہ یہی اثر کرتا ہے اس کا مشاہدہ ہر وقت ہوتا ہے کہ شیر خوار بچہ کو جس سے محبت ہو جاوے اگر اس کے ساتھ جانے میں تمام گھربار اور خاندان بھی چھٹتا ہو تو اس کو اس کی کچھ پروا نہیں ہوتی غرض) وہ (عشق) ہر کشتی کے لئے (بمنزلہ) من الاخیر (کے) ہے (جس کی شان یہ ہے کہ جس کشتی میں وہ جاوے اس کو غرق کر دے (اور) اس کو پاؤں سے سر تک (دریا کی) تعر کی طرف لے جاوے (من الاخیر کے یہی معنی ہیں مطلب یہ کہ جس قلب میں پہنچے اس کو پورا غرق ہی کر دے چنانچہ تم نے ابھی امرء القیس اور شاہ تبوک کا قصہ سنا اور) ان دو بادشاہوں کے سوا بہت سے بے شمار بادشاہ ہوئے ہیں کہ عشق نے ان کو ملک اور خاندان سے جدا کر دیا چنانچہ اس شاہ زماں کے خسروں کا قصہ انس وجن میں مشہور ہے (فی الحاشیہ شیخ محمد افضل گفتہ اشارت است بقصہ ترک کردن کے خسرو بادشاہی را چنانکہ بتفصیل در شاہنامہ مذکور است اھ اسی طرح ان تینوں شاہزادوں کی جان بھی چینن کے گرد (عشق میں) مرغوں کی طرح ہر طرف دانہ چنتی پھرتی تھی (اس شعر میں تائید مضمون منتقل الیہ یعنی عموم اثر عشق کے ساتھ ساتھ رجوع بقصہ بھی ہو گیا چنانچہ آگے بھی قصہ ہی کے اشعار ہیں اور یہ رجوع نہایت لطیف ہے۔)

زہرہ نے تا لب کشاید از ضمیر	زانکہ راز با خطر بود و خطیر
ان کی یہ طاقت نہ تھی کہ مافی الضمیر سے لب کشائی کریں	کیونکہ وہ خطرناک اور عظیم راز تھا
صد ہزاراں سر بپولے آں زماں	عشق خشم آلود زہ کردہ کماں
لاکھوں سر اس وقت ایک پیسہ کو ہو جاتے ہیں	جبکہ عشق خونی کمان پر چلہ چڑھا لیتا ہے
عشق خود بیخشم در وقت خوشی	خوی دارد دمبدم خیرہ کشی
عشق بدوں خشم ہی کے خوشی کے وقت میں	عادت رکھتا ہے دمبدم بیباکانہ قتل کرنے کی

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں بود آں لحظہ کو خوشنود شد	من چہ گویم چونکہ خشم آلود شد
یہ حالت تو اس وقت ہے جبکہ وہ خوش ہوتا ہے	میں کیا کہوں جبکہ وہ خشم آلود ہو گیا ہو
لیک مرج جاں فدای شیر او	کش کشد ایں عشق وایں شمشیر او
لیکن چراگاہ جان اس کے شیر پر فدا ہے	کہ اس کو یہ عشق اور اس کی شمشیر قتل کرے
کشتنی بہ از ہزاراں زندگی	سلطنتہا مردۂ ایں بندگی
ایک دفعہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگی سے بہتر ہے	بہت سی سلطنتیں اس غلامی پر قربان ہیں
باکنایت راز ہا باہم دگر	پست گفتندے بصد خوف و خطر
وہ شہزادے اسرار کو ایک دوسرے سے	بصد خوف و خطر پست آواز سے کہتے
راز را غیر خدا محرم نبود	آہ را جز آسماں ہمدم نبود
راز کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی محرم نہ تھا	آہ کا بجز آسمان کے کوئی ہمدم نہ تھا
اصطلاحاتے میان ہمدگر	داشتندے بہر ایراد خبر
کچھ اصطلاحیں خبر لانے کے لئے	آپس میں رکھتے تھے

ان (شہزادوں) کی یہ طاقت نہ تھی کہ مافی الضمیر سے لب کشائی کریں کیونکہ وہ خطرناک اور عظیم راز تھا (کیونکہ احتمال تھا کہ اگر زبان سے کہہ دیں تو بادشاہ تک پہنچ جاوے جس کی نسبت پہلے آیا ہے غیرتے دارد ملک برنام او اور اس لئے وہ غضبناک ہو کر ان کو ہلاک کر ڈالے آگے یہی مضمون ہے کہ) لاکھوں سر اس وقت ایک پیسہ کو ہو جاتے ہیں جبکہ عشق خونی کمان پر چلہ چڑھا لیتا ہے (مراد اس سے حالت خشم کی ہے اور عشق کا خشم دو طرح سے متحقق ہوتا ہے ایک یہ کہ معشوق خشمناک ہو ایک یہ کہ کوئی اور اس عشق کے سبب خشمناک ہو یہاں دوسری صورت تھی کہ شاہ چین اسی غیرت میں خشمناک ہو جاتا اس سے ان کو خوف تھا کہ اس کی جان کی پروا بھی نہ کرتا اور) عشق (تو ایسی چیز ہے کہ وہ) بدوں خشم ہی کے خوشی کے وقت میں عادت رکھتا ہے دمبدم بے باکانہ قتل کرنے کی۔ (اور یہ ظاہر ہے کہ معشوق کی ادائیں حالت رضا کی بھی ذبح کرتی ہیں) یہ حالت تو اس وقت ہے جبکہ وہ (عشق) خوش ہوتا ہے (سو) میں (اس وقت کی تو) کیا (بات) کہوں جبکہ وہ خشم آلود ہو گیا ہو لیکن (ان دونوں حال میں) چراگاہ جان اس (عشق) کے شیر پر فدا ہے کہ اس (جان) کو یہ عشق اور اس کی شمشیر قتل کرے (یہ بیان ہے فدا ہونے کا یعنی اس سے مقتول ہونے کے لئے فدا و آمادہ ہے اور مرج جان اور شیر او میں اضافت مثل لجین الماء کے ہے یعنی عشق بمنزلہ ایک شیر کے ہے اور جان عاشق کی مشابہ اس چراگاہ کے ہے جس کو وہ شیر بالکل چر جاوے مطلب یہ ہے کہ خواہ عشق راضی ہو یا غضبناک ہو عاشق بیچارہ دونوں حال میں اس پر جانبازی کے لئے تیار ہے اور اس کے نزدیک اس کا) ایک دفعہ کا قتل کرنا ہزاروں زندگی سے بہتر ہے (اور اس کے

www.besturdubooks.wordpress.com

نزدیک) بہت سی سلطنتیں اس غلامی پر (جو کہ عشق میں حاصل ہے) قربان ہیں (پھر قصہ ہے کہ) وہ شہزادے (اپنے) اسرار کو ایک دوسرے سے بصد خوف وخطر پست آواز سے کہتے (جس طرح سرگوشی کرتے ہیں اور چونکہ اس سرگوشی کا ہر وقت اور بہت دیر تک موقع میسر نہیں ہوتا اس لئے اکثر اوقات ان کے) راز کا بجز خدا تعالیٰ کے کوئی محرم نہ تھا (اور ان کی) آہ کا بجز آسمان کے کوئی ہمدم نہ تھا (اور گاہ گاہ بغرض اظہار بعض اسرار کے) کچھ اصطلاحیں (دل کی) خبر (زبان پر) لانے کے لئے آپس میں رکھتے تھے (اس سے کچھ غبار نکال لیتے تھے)۔

زیں لسان الطیر عام آموختند	طمطراق سروری اندوختند
اس منطق الطیر سے عام نے سیکھ لیا ہے	مقتدائیت کا کروفر حاصل کر لیا ہے
صورت آواز مرغست آں کلام	غافل ست از حال مرغاں مرد خام
وہ کلام صورت آواز طیور کے ہے	وہ مرد خام طیور کے حال سے غافل ہے
کو سلیمانے کہ داند لحن طیر	دیو گرچہ ملک گیرد ہست غیر
سلیمان کہاں ہیں کہ وہ لحن طیور کو سمجھیں	دیو اگرچہ ملک لے لے اجنبی ہے
دیو برشبہ سلیمان کردہ ایست	علم مکرش ہست علمناش نیست
دیو نے سلیمان علیہ السلام کی شبہ پر قیام کیا ہے	اس کو علم مکر تو ہے اس کو علمنا نہیں
چوں سلیماں از خدا بشاش بود	منطق الطیرے ز علمناش بود
سلیمان علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بشاش تھے	ان کا منطق الطیر علمنا سے تھا
تو ازاں مرغ ہوای فہم کن	کہ ندیدستی طیور من لدن
تو مرغ ہوائی سے سمجھ لے	کیونکہ طیور لدنیہ کو تو تو نے دیکھا بھی نہیں
جای سیمرغاں بود آں سوی قاف	ہر خیالے را نباشد دست باف
ان سیمرغوں کا مقام قاف سے اس طرف ہے	ہر خیال کے لئے بھی آسان نہیں
ہر خیال را کہ دید آں اتفاق	آنگہش بعد العیاں افتد فراق
ہر ایسے خیال کو جس نے کہ اس کو دیکھا ہو	اس وقت بعد معائنہ کے اس کو فراق کا اتفاق واقع ہو جاوے
نے فراق قطع بہر مصلحت	کایمن ست از ہر فراق آں منقبت
تو وہ فراق قطع کا نہیں ہوتا مصلحت کے لئے ہوتا ہے	کیونکہ وہ فضیلت ہر فراق سے مامون ہوتی ہے
بہر استبقای آں جسم چو جاں	لحظۂ در ابر گردد خور نہاں
بغرض استبقا اس جسم کے جو کہ مثل جان کے ہے	کسی وقت ابر میں آفتاب پوشیدہ ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر استبقائے آں روحی جسد	آفتاب از برف یک دم درکشد
اس روحی جسد کے باقی رکھنے کے لئے	آفتاب برف سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو یکسو کر لیتا ہے
بہر جان خویش جوز ایشاں صلاح	ہیں مدزد از حرف ایشاں اصطلاح
تو اپنی روح کے لئے ان سے اصلاح کا طالب ہو	ہاں ان کے کلام سے اصطلاحیں مت چرا

(اوپر ذکر تھا اصطلاحات قالیہ ابناء الملک کا اس کی مناسبت سے اس سے انتقال ہے ایک مضمون متعلق اصطلاحات حالیہ اہل اللہ کی طرف یعنی جس طرح ان شہزادوں کی اصطلاحات قالیہ کو دوسرا نہ سمجھتا تھا اسی طرح اہل اللہ کی اصطلاحات حالیہ مفسر بماسیانی کو عام لوگ نہیں سمجھتے پھر باوجود اس کے جو بعضے محض براہ تقلید ان کے اقوال وملفوظات کو مجالس میں نقل کرتے ہیں اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اس منطق الطیر (یعنی کلام عارفین) سے (جو کہ غیر مفہوم عندالعامہ ہونے میں مشابہ منطق الطیر کے ہے ان) عام (لوگوں) نے (جو کہ محض نقال ہیں) سیکھ لیا ہے (یعنی الفاظ وعبارات یاد کر لی ہیں اوران کو نقل کر کے) مقتدائیت کا کر وفر حاصل کر لیا ہے (یعنی غرض ان کی صرف یہ ہے باقی نہ وہاں فہم ہے اور نہ تفہیم ہے مراد اس سے عارفین کا وہ کلام ہے جو ان کے واردات واحوال وذوق ووجدان سے ناشی ہے کہ اس کو اہل واردات واحوال ہی سمجھتے ہیں اسی کو اصطلاحات حالیہ سے بندہ نے تعبیر کیا ہے گو وہ الفاظ اصطلاحی المعنی الا اصطلاحی نہ ہوں مثلاً اگر کوئی عاشق کہے کہ ہائے جل گیا گو یہ کوئی اصطلاحی لفظ نہیں لیکن محض لغت دانی اس کے سمجھنے کے لئے کافی بھی نہیں وہ تو حیرت کرے گا کہ یہ کہاں جلا ہے دوسرا عاشق البتہ اس جلنے کی حقیقت سمجھ جاوے گا اور مقصود مولانا کا اس سے مذمت وشناعت ہے مزورین کی جیسا مثنوی میں مقامات کثیرہ پر ہے آگے اسی مضمون کی تفصیل ہے یعنی) وہ کلام (جس کو مزورین بے سمجھے نقل کر رہے ہیں) (صورت آواز طیور کے ہے (یعنی جیسے کوئی آواز طیور کی حکایت کرنے لگے کہ اس کا وہ مدلول نہیں جو منطق الطیر واقعی کا ہے اور واقع میں وہ مرد خام (جو صورت طیر کی حکایت کر رہا ہے) طیور کے حال سے (کہ واقع میں وہ کس حال پر ان اصوات سے دلالت کا قصد کر رہے ہیں) غافل ہے (پس مرد خام منطق الطیر کو نہیں سمجھتا بلکہ اس کا سمجھنا یا تو اس کی مماثل کا کام ہے کہ طیر ہو یا اس سے اکمل کا کام ہے کہ سلیمان ہو اسی طرح ایسے اہل اللہ کا کلام یا تو ان کا مماثل سمجھے یا ان سے اکمل وافضل سمجھے مولانا نے آگے اسی دوسری صورت کو بطور تمثیل کے فرمایا ہے نہ کہ بطور تخصیص حکمی کے یعنی) سلیمان کہاں ہیں کہ وہ لحن طیور کو سمجھیں (وہ سمجھنا دیو کا کام نہیں کیونکہ) دیو اگرچہ (کسی دھوکہ سے) ملک لے لے (لیکن پھر بھی) اجنبی ہے (اسی طرح مزورین اگر کسی فریب سے شیخ و مقتدا بھی بن جاویں مگر محجوب وناواقف ہیں اور اس میں اشارہ ہے قصہ انتزاع سلطنت سلیمانیہ کی طرف جیسا کہ مشہور ہے گو محققین کے نزدیک یہ ثابت نہیں آگے دیو کے غیر ہونے کی تفسیر ہے یعنی) دیو نے سلیمان علیہ السلام کی تشبہ پر قیام کیا ہے اسی کو علم مکر تو ہے (مگر) اس کو علمنا (کا مرتبہ) نہیں (یعنی وحی وعلم لدنی جس کی بدولت وہ منطق الطیر کو سمجھتے تھے یہ علمنا نہ ہونا تفسیر ہے غیر ہونے کی اور) سلیمان علیہ السلام چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے (نعمتیں پا کر) بشاش تھے (کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ و قالا الحمد للہ الذی فضلنا علی کثیر من عبادہ المومنین و قولہ یایہا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شیء ان ھذالھو الفضل المبین) ان کا منطق الطیر علمنا سے تھا (یعنی بتعلیم الٰہی تھا پس اسی طرح بدوں تعلیم الٰہی قولی یعنی الہام یا عملی یعنی افاضہ واردات ان اہل اللہ کا کلام سمجھ میں نہیں آ سکتا آگے اس نہ سمجھنے کی تائید وتقویت ایک مثال سے

besturdubooks.wordpress.com

کرتے ہیں کہ) تو (اس مضمون کو) مرغ ہوائی (کی حالت) سے سمجھ لے کیونکہ طیور لدنیہ کو تو تو نے دیکھا بھی نہیں (اور ان طیور کو تو آنکھ سے دیکھا بھی ہے اور ان کی اصوات کو کان سے سنا بھی ہے اور باوجود اس کے ان کے حقائق مفہوم نہیں ہوتے تو ان بے دیکھے طیور کے بے سنے کلام کی حقیقت کو کیا سمجھے گا آگے جواب ہے اس سوال کا کہ تم نے کیسے کہہ دیا کہ طیور لدنیہ کو دیکھا نہیں ہم تو عارفین کو شب و روز دیکھتے ہیں جواب یہ ہے کہ) ان سیمرغوں کا مقام قاف سے اس طرف (یعنی خارج و وراء) ہے (اور وہاں تک نظر تو کیا پہنچتی جس سے تو ان کو دیکھتا وہ مقام تو) ہر خیال کے لئے بھی آسان نہیں (فی الغیاث دست باف کنایہ از آسان اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ عارف اصل میں روح ہے نہ کہ بدن اور وہی محل واردات واحوال ہے اور وہی اصل میں صاحب ارشاد وافاضہ ہے اور وہ بوجہ مجرد ہونے کے کما ذھب الیہ کثیر من المکاشفین مع قولھم بحدوثہ الذاتی والزمانی عالم اجسام سے وراء ہے اور یہی معنی ہیں آن سوئے قاف کے یعنی وراء الافلاک والعرش المشابہۃ بالقاف فی الاحاطۃ پس اس سے سب احکام ظاہر ہو گئے ندیدستی بھی اور اسی سے کلام او نشنیدستی بھی کیونکہ ان الکلام لفی الفواد الخ اور یہی فواد متکلم مرشد مفیض ہے اور اسی طرح خیال کی وہاں تک رسائی نہ ہونے کا حکم بھی اور اسی سے اس شبہ کا جواب حاصل ہو گیا جو ندیدستی پر ہوا تھا اور ہر خیال اس لئے کہا کہ اہل بصیرت تو اس مقام موطن روح و محل فیوض غیبیہ و واردات لدنیہ کے مشاہدہ سے مشرف ہیں عیاناً اور وجداناً چنانچہ اس کے بعد کے شعر میں اسی خیال کے دید کا ذکر آوے گا اور یہ شعر آئندہ بھی مثل شعر جائے سیمرغان الخ جواب ہے ایک سوال کا وہ سوال یہ ہے کہ اس شعر جائے سیمرغان الخ کی تقریر سے یہ تو سمجھ میں آ گیا کہ ہم اس روح کا اور اس کے مقام فیض کا مشاہدہ نہیں کرتے لیکن جن کو تم اہل مشاہدہ کہتے ہو ان کی حالت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی مشاہدہ نہیں کراتے کیونکہ اس مشاہدہ کے آثار ان پر غالب نہیں دیکھے جاتے پس اس کا جواب دیتے ہیں کہ) ہر ایسے خیال کو جس نے کہ اس مقام فیوض و واردات) کو دیکھا ہو (اور) اس وقت (یعنی) بعد معائنہ کے اس کو فراق (واستتار) کا اتفاق واقع ہو جاوے تو وہ فراق قطع کا نہیں ہوتا (محض) مصلحت کے لئے ہوتا ہے کیونکہ وہ فضیلت (مشاہدہ کی) ہر فراق سے مامون ہوتی ہے (اس لئے فراق قطع کا احتمال نہیں محض مصلحت ہے اور وہ مصلحت یہ ہے یعنی) بغرض استبقاء اس جسم کے جو کہ مثل جان کے (عزیز) ہے (اس لئے کہ روح کے بہت سے افادات جسم کے تعلق پر موقوف ہیں پس اس کے استبقاء کے لئے) کسی وقت ابر میں آفتاب (احوال و واردات کا) پوشیدہ ہو جاتا ہے (آگے بھی اسی کی تاکید ہے یعنی) اس روحی جسد کے باقی رکھنے کے لئے (جو کہ لطافت وعزت میں مشابہ روح کے ہے) آفتاب (مفسر آنفا) برف (بدن) سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے کو ایک سو (یعنی محجب) کر لیتا ہے (حاصل جواب یہ کہ آثار کا ہر وقت غالب نہ رہنا عدم مشاہدہ کے سبب نہیں بلکہ اس میں ایک مصلحت ہے وہ یہ کہ اگر ہر وقت غلبہ رہے تو نفس و روح تدبیر بدن سے معطل ہو جاوے اور بدن فنا ہو جاوے اور مقصود اس کا استبقاء اس لئے حکمت حق مقتضی ہوتی ہے تجلیات کی استتار کو بعض اوقات میں جس طرح ابر میں آفتاب اس لئے پوشیدہ ہو جاوے کہ برف ایک دم سے نہ گھل جاوے اور لحظہ در ابر الخ میں اشارہ ہو سکتا ہے طرف توجیہ حدیث انہ لیغان علیٰ قلبی کے باعتبار اس کی تفسیر و نیز حکمت کے پس غالب نہ رہنا احوال کا تو عدم مشاہدہ کی دلیل نہیں اور گاہ گاہ آثار کا غالب ہونا مشاہدہ کی دلیل ہے پس مشاہدہ ثابت ہو گیا اور احتمال نقیض کا جاتا رہا آگے پھر رجوع ہے مضمون شعر اول کی طرف کہ جب اصطلاح آموزی مضر ہے تو) تو اپنی روح کے لئے ان سے اصلاح کا طالب ہو ہاں ان کے کلام سے اصطلاحیں مت چرا (کہ اول نافع ہے ثانی مضر آگے اصطلاحات زلیخا سے مثال لاتے ہیں اصطلاحات ابناء الملک یا اصطلاحات اہل اللہ کی پس اس میں عود ہے شعر زین

www.besturdubooks.wordpress.com

لسان الطیر یا اصطلاحات کی طرف اور وجہ تمثیل دونوں احتمال پر نامحرم کا نہ سمجھنا اور محرم کا سمجھنا اور اس محرم کے سمجھنے سے ایک گونہ اپنی تسلی اور کبھی دوسرے کو افادہ ہے۔ وھذا کلہ یقع للعشاق علی الصور وعلی المعانی)۔

آں زلیخا از سپنداں تا بعود	نام جملہ چیز یوسف کردہ بود
اس زلیخا نے سپنداں سے لے کر عود تک	سب چیزوں کا نام یوسف رکھا تھا
نام او در نامہا مکتوم کرد	محرماں را سرآں معلوم کرد
ان کے تمام کو ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا	محرموں کو اس کا راز معلوم کرا رکھا تھا
چوں بگفتے موم زآتش نرم شد	ایں بدے کاں یار باما گرم شد
اگر کہتی کہ موم آتش سے نرم ہو گیا	تو یہ مطلب ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہو گیا
ور بگفتے مہ برآمد بنگرید	ور بگفتے سبز شد آں شاخ بید
اور اگر کہتی کہ چاند نکل آیا دیکھو	اور اگر کہتی کہ وہ شاخ بید سبز ہو گئی
ور بگفتے آبہا خوش می تنند	ور بگفتے خوش ہمی سوزد سپند
اور اگر کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں	اور اگر کہتی کہ سپند خوب جل رہے ہیں
ور بگفتے برگہا خوش می طپند	دست برہم رقص و مستی می کنند
اور اگر کہتی کہ پتے خوب تھرتھراتے ہیں	ہتھیلیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں
ور بگفتے گل بہ بلبل راز گفت	ور بگفتے شہ سر شہباز گفت
اور اگر کہتی کہ گل نے بلبل سے راز کہا ہے	اور اگر کہتی کہ راز بادشاہ کا شہباز نے کہہ دیا ہے
ور بگفتے چہ ہما یونست بخت	ور بگفتے کہ بر افشانید رخت
اور اگر کہتی کہ نصیبا کیا ہمایوں ہے	اور اگر کہتی کہ اسباب جھاڑ دو
ور بگفتے کہ سقا آورد آب	ور بگفتے کہ برآمد آفتاب
اور اگر کہتی کہ سقا پانی لے آیا	اور اگر کہتی کہ آفتاب نکل آیا
ور بگفتے دوش دیگے پختہ اند	یا حوائج از پزش یک لخت اند
اور اگر کہتی کل رات ایک دیگ پکائی ہے	یا مصالح سے ایک ذات ہو گئے ہیں
ور بگفتے ہست نانہا بے نمک	ور بگفتے عکس می گردد فلک
اور اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں	اور اگر کہتی کہ فلک الٹا چلتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در بگفتے کہ بدرد آمد سرم	در بگفتے درد سر شد خوشترم
اور اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہو گیا	اور اگر کہتی کہ میرا درد سر جاتا رہا میں تندرست ہوں
محرماں رازاں خبر بد کہ چہ گفت	کہ مخالف باموافق گشت جفت
ان کی محرموں کو خبر ہوتی کہ اس نے کیا کہا	کہ مخالف بھی موافق کی ہمراہ ہوتا تھا
گر ستودے اعتناق او بدے	ور نکوہیدے فراق او بدے
اگر وہ تعریف کرتی تو یوسف علیہ السلام کا معانقہ ہوتا	اور اگر مذمت کرتی تو یوسف علیہ السلام کا فراق ہوتا
صد ہزاراں نام گر برہم زدے	قصد او و خواہ او یوسفؑ بدے
اگر لاکھوں نام کو مخلوط کرتی تو	اس کا مقصود اور اس کا مطلوب صرف یوسف ہوتے
گرسنہ بودے چو گفتے نام او	می شدے او سیر و مست از جام او
وہ بھوکی ہوتی جب ان کا نام لیتی	تو وہ سیر اور ان کے جام سے مست ہو جاتی
تشنگیش از نام او ساکن شدے	نام یوسفؑ شربت باطن شدے
اس کی تشنگی ان کے نام سے ساکن ہو جاتی	یوسف علیہ السلام کا نام شربت باطن ہو جاتا
ور بدے دردیش زاں نام بلند	درد او در حال گشتے سودمند
اور اگر اس کے کوئی درد ہوتا تو اس نام عالی سے	اس کا درد فی الحال فائدہ مند ہو جاتا
وقت سرما بودے او را پوستیں	ایں کند در عشق نام دوست ایں
وہ سرما کے وقت اس کا پوستین ہوتا	محبوب کا نام عشق میں بھی اثر کرتا ہے
عام می خوانند ہر دم نام پاک	ایں عمل نکند چو نبود عشق ناک
عام لوگ بھی ہر وقت نام پاک پڑھتے ہیں	یہ اثر نہیں کرتا جبکہ وہ عشق ناک نہ ہو
آنچہ عیسیٰؑ کردہ بود از نام ہو	می شدے پیدا ورا از نام او
عیسیٰ علیہ السلام نے جو کام ذات پاک کے نام سے کیا تھا	وہ ان کے لئے خود ان کے نام سے بھی ظاہر ہو جاتا
چونکہ باحق متصل گردید جاں	ذکر آں اینست ذکر اینست آں
جب روح حق تعالیٰ کے ساتھ متصل ہو گئی	تو اس کا ذکر تو اس کا ہے اس کا ذکر اس کا ہے
خالی از خود بود و پر از عشق دوست	پس ز کوزہ آں تراود کہ در دوست
وہ اپنے سے خالی اور عشق محبوب سے پر ہو گیا	پس کوزہ سے وہ ٹپکے گا جو اس میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

خندہ بوئے زعفران وصل داد	گریہ بوہائے پیاز اندر بعاد
خندہ زعفران وصل کی خوشبو دے گا	گریہ اس فراق کے پیاز کی بو
ہر یکے را ہست در دل صد مراد	ایں نباشد مذہب عشق و وداد
ہر شخص کے دل میں صدہا مراد ہیں	عشق و محبت کا یہ طریق نہیں ہوتا
یار آمد عشق را روز آفتاب	آفتاب آں روی را ہمچوں نقاب
اہل عشق کے لئے دن کو محبوب ہی آفتاب ہوتا ہے	آفتاب اس ذات کے لئے مثل نقاب کے ہے
آنکہ نشناسد نقاب از روی یار	عابد الشمس ست دست از وے بدار
جو شخص نقاب کو روئے یار سے متمیز نہ کرے	وہ عابد الشمس ہے اس سے دست بردار ہو جا
روز او و روزی عاشق ہم او	دل ہم او دلسوزی عاشق ہم او
عاشق کا روز بھی وہی ہے اور روزی بھی وہی ہے	عاشق کا دل بھی وہی ہے دلسوزی بھی وہی ہے
ماہیاں را نقد شد از عین آب	نان وآب و جامہ و دارو و خواب
ماہیوں کے لئے نان اور آب اور جامہ	اور دارو اور خواب عین آب سے نقد وقت ہو گیا
ہمچو طفل ست او ز پستاں شیر گیر	او نداند درد و عالم غیر شیر
وہ مثل طفل کے پستان سے شیر گیر ہے	وہ دونوں عالم میں سوا شیر کے کچھ نہیں جانتا
طفل داند ہم نداند شیر را	راہ نبود ایں طرف تدبیر را
لڑکا دودھ کو جانتا بھی ہے نہیں بھی جانتا	اس طرف کسی تدبیر کو راہ نہیں ہے
گیج کرد ایں گرد نامہ روح را	تانیابد فاتح و مفتوح را
اس تعویذ مقرور نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے	تاکہ وہ فاتح کو اور مفتوح کو نہ پاوے
گیج نبود در روش بلکہ اندرو	حاملش دریا بود نے سیل و جو
سلوک میں پراگندہ مغز نہیں رہتا	بلکہ اس میں اس کا حامل دریا ہوتا ہے نہ کہ سیل اور نہر
چوں بیاید او کہ یابد گم شود	ہمچو سیلے غرقۂ قلزم شود
وہ جب آتا ہے کہ پاوے تو گم ہو جاتا ہے	سیل کی طرح غرق قلزم ہو جاتا ہے
دانہ گم شد انگہے او تیں شود	تا نمردی زر نداوم ایں بود
دانہ گم ہو گیا پھر وہ انجیر ہو جاتا ہے	جب تک تو مرا نہیں میں نے زر نہ دیا یہی ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس زلیخا نے سپندان سے لے کر عود تک سب چیزوں کا نام یوسف کر رکھا۔ (یہ مطلب نہیں کہ ہر چیز کو یوسف کہا کرتی اس صورت میں تو اخفا کچھ بھی نہ ہوتا جو کہ اصطلاح سے مقصود ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہر چیز کے نام سے مراد یوسف ہوتے تھے اس سے اخفاء کی غرض کا حاصل ہونا ظاہر ہے پسند اور سپندان رائی یا اس کے مثل کوئی تخم ہے جس کو نظر بد کے دفع کے لئے جلاتے ہیں اور عود کو خوشبو کے لئے جلاتے ہیں مطلب یہ کہ جلانے کی چیزوں میں بھی ادنیٰ سے اعلیٰ تک ہر چیز سے اشارہ محبوب ہی کی طرف ہوتا تھا اسی طرح اور چیزوں کے نام سے بھی یعنی ہر وقت جو باتیں معمولی ہوتی رہتی ہیں ان کے کلمات اور تراکیب سے اس نے تعلق محب ومحبوب کے متعلق حالات کی خاص اصطلاحیں قرار دے رکھی تھیں پس اس طرح سے) ان کے نام کو (دوسرے) ناموں میں پوشیدہ کر رکھا تھا (اور) محرموں کو اس کا راز معلوم کرا رکھا تھا (مثلاً) اگر کہتی کہ موم آتش سے نرم ہو گیا تو (اس کی اصطلاح خاص میں اس کا) یہ مطلب ہوتا کہ محبوب ہمارے ساتھ مہربان ہو گیا (مہربانی کے درجات مختلف ہیں اس سے یوسف علیہ السلام کی ناجائز مہربانی لازم نہیں آتی) اور اگر کہتی کہ چاند نکل آیا دیکھو (تو اس کے بھی اصطلاحی معنی ایسے ہی ہوتے مثلاً یہ کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں پس اس کی جزا مقدر ہے اسی طرح یہاں سے ورنگفتے کہ بدر وآمد سرم انتج تک اور وہ جزا یہی ہے جو اس مصرعہ کے بعد ترجمہ میں ظاہر کر دی گئی یعنی قولہ اس کے بھی اصطلاحی معنی ایسے ہی ہوتے اور اس کے بعد جو میں نے یہ کہا ہے مثلاً یہ کہ یوسف علیہ السلام آئے ہیں یہ جزو جزا نہیں ہے ہر جگہ اس کا شرح میں انتظار نہ کیا جاوے محض مثال ہے جو ہر جگہ مناسب شرط سمجھ لی جاوے) اور اگر کہتی کہ وہ شاخ بید سبز ہو گئی (تو اس کا بھی کوئی ایسا ہی مطلب ہوتا) اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پانی خوب لہریں کھا رہے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ سپند خوب جل رہا ہے (جس کا ذکر سب سے اول شعر میں بھی آیا ہے) اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ پتے خوب تھر تھراتے ہیں (یعنی) ہتھیلیاں بجاتے ہوئے رقص اور مستی کر رہے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ گل نے بلبل سے راز کہا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ راز بادشاہ کا شہباز نے کہہ دیا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ نصیبا کیسا ہمایوں ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ اسباب جھاڑ دو اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ سقا پانی لے آیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ آفتاب نکل آیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ کل رات ایک دیگ پکائی ہے یا (یہ کہتی کہ) مصالح پکنے سے ایک ذات (یعنی خوب مخلوط) ہو گئے ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ روٹیاں بے نمک ہیں اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ فلک الٹا چلتا ہے اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ میرے سر میں درد ہو گیا اور (اسی طرح) اگر کہتی کہ میرا درد سر جاتا رہا میں تندرست ہوں (سب کا ایسا ہی مطلب ہوتا اور) ان (اصطلاحات) کی محرموں کو خبر ہوتی کہ اس نے کیا کہا (اور یہ اصطلاحات اس لئے مقرر کی تھی) کہ (مجلس میں) مخالف بھی موافق کے ہمراہ ہوتا تھا (اس سے اخفاء کے لئے ایسا کر رکھا تھا اسی طرح) اگر وہ (کسی چیز کی) تعریف کرتی تو (اس سے مراد) یوسف علیہ السلام کا معانقہ ہوتا (اس سے معانقہ کا وقوع مراد نہیں کیونکہ ذکر معانقہ ذکر وقوع میں منحصر نہیں بلکہ ذکر تمنائے معانقہ بھی ذکر معانقہ ہے) اور اگر (کسی چیز کی) مذمت کرتی تو (مراد اس سے) یوسف علیہ السلام کا فراق ہوتا (غرض یہ ہے کہ) اگر لاکھوں نام (والفاظ) کو مخلوط کرتی تو (سب الفاظ سے) اس کا مقصود اور اس کا مطلوب صرف یوسف ہوتے (یہاں تک تو حکمت بیان کی تھی زلیخا کے خاص اصطلاح میں یوسف علیہ السلام کا نام لینے کی اور اس مقام پر یاد حکایت زلیخا سے یہی اصل غرض بھی ہے کہ تشبیہ دی گئی ہے اصطلاحات اہل اللہ کو اصطلاحات زلیخا سے آگے ان کا مطلق نام لینے کی حکمت مذکور ہے قطع نظر مصطلح یا مصرح سے پس گویا یہ ایک قسم کا انتقال ہے عشق کے ایک اثر کے ذکر سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اس کے دوسرے اثر کے ذکر کی طرف یعنی ایک اثر عشق کا غیرت علی المحبوب ہے جس پر اصطلاح تجویز کرنے کو اوپر متفرع کیا ہے دوسرا اثر اطمینان واستبشار بذکر المحبوب ہے کما قال تعالیٰ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب و قال تعالیٰ فاما الذین امنوا فزادتھم ایمانا و ھم یستبشرون اس کا آگے ذکر ہے یعنی) وہ (زلیخا) بھوکی ہوتی جب ان کا نام لیتی تو وہ سیر اور ان کے جام سے مست ہو جاتی (اسی طرح) اس کی تشنگی ان کے نام سے ساکن ہو جاتی (اور اس کے لئے) یوسف علیہ السلام کا نام شربت باطن ہو جاتا اور اگر اس کے کوئی درد ہوتا تو اس نام عالی سے اس کا درد فی الحال فائدہ مند ہو جاتا (اس کی فائدہ مندی یہی ہے کہ صحت یاب ہو جاوے اور) وہ (نام) سرما کے وقت اس کا پوستین ہوتا (یعنی مثل پوستین کے دافع سرما ہوتا غرض وہ مثل غذا ودوا ودقاء کے دافع جوع وعطش ودافع وجع ومرض ودافع قر وبرد ہوتا اور اس کا تعجب نہ کیا جاوے کیونکہ) محبوب کا نام عشق میں یہی اثر کرتا ہے (اور اگر عشق نہیں ہے تو یوں تو) عام لوگ بھی ہر وقت نام پاک (حق تعالیٰ) کا پڑھتے ہیں۔ (لیکن) یہ اثر نہیں کرتا (جو کہ مذکور ہوا) جبکہ وہ (ذکر) عشق ناک نہ ہو (چنانچہ عام میں یہ اثر نہ ہونا بھی ظاہر ہے اور اہل عشق میں وہ اثر ہونا بھی مشاہد ہے کہ اس کی لذت میں بھوک پیاس اور مرض اور گرمی وسردی کا محسوس نہ ہونا بلکہ اکثر دفع ہو جانا بھی حد تواتر تک پہنچ چکا ہے آگے بطور استقبال کے بمناسبت ذکر خواص اسم محبوب کے عشق کا ایک تیسرا اثر یعنی فناء فی المحبوب ذکر فرماتے ہیں یعنی عشق کا ایک اثر فناء المحب فی المحبوب ہے جس پر احکام کثیرہ متفرع ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ کہ جیسی برکات محبوب کے نام میں ذکر کی گئیں اسی کے مشابہ برکات اس فانی کے نام میں بھی ظاہر ہونے لگتی ہیں چنانچہ) عیسیٰ علیہ السلام نے جو کام ذات پاک کے نام سے کیا تھا (یعنی احیاء موتی) وہ (کام) ان کے لئے خود ان کے نام سے بھی ظاہر ہو جاتا (یعنی اگر قم باذنی فرماتے تو مثل قم باذن اللہ فرمانے کے اس کا بھی وہی اثر ظاہر ہوتا جس کا راز یہ تھا کہ وہ یا تو مثل شجرہ طور کے حاکی ہوتے اور محض ظاہر میں وہ کلام ان کی طرف منسوب ہوتا ورنہ واقع میں حق تعالیٰ ہی کے طرف منسوب ہوتا اور اگر حاکی نہ ہوتے تو باذن فرماتے والثانی ارجح وانسب بمقام الانبیاء وکمل الاولیاء آگے یہی مضمون ہے کہ) جب (فانی کی) روح حق تعالیٰ کے ساتھ (بے تکیف) متصل ہو گئی تو اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ذکر تو اس کا (یعنی روح کا ذکر) ہے (اور) اس کا (یعنی روح کا) ذکر اس کا (یعنی حق تعالیٰ کا) ہے (اور یہ فرمانا متصل گردید الخ دونوں مرتبوں کو شامل ہے حکایت کشجرۃ الطور کو بھی اور صدور اقوال وافعال بالاذن کو بھی کما فی الحدیث کنت سمعہ و بصرہ اور مقبولین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں الاول احیانا والثانی اکثر اور بعض آثار وبرکات کے تشابہ سے تمام احکام کا اشتراک لازم نہیں آتا پس کسی کو یہاں یہ گنجائش نہیں کہ بزرگوں کے نام کے وظیفہ بنانے کو مثل اسماء الٰہیہ کے تجویز کرے کیونکہ یہ تعبد ہے جس میں اشراک باطل ہے فناء کا ایک حکم تو یہ ہوا اور دوسرا حکم ان میں سے یہ ہے کہ فانی کو غیر محبوب کی طرف التفات نہیں رہتا اس لئے ہر وقت وہ اسی کے ذکر اور اسی کی فکر میں غرق رہتا ہے آگے اسی کا بیان ہے کہ) وہ (فانی) اپنے سے خالی اور عشق محبوب سے پر ہو گیا پس کوزہ سے وہی ٹپکے گا جو اس میں ہے (اور اس میں صرف عشق محبوب ہے اس لئے اس کی ہر حالت کا منشاء عشق محبوب ہی ہوگا چنانچہ اس کا) خندہ زعفران وصل کی خوشبو دے گا (اور اس کا) گریہ اس فراق کے پیاز کی بو (دے گا یعنی اس کا خندہ مسبب ہوگا وصل کے کسی درجہ سے اور اس کا گریہ مسبب ہوگا فراق کے کسی درجہ سے گو وہ وصل سے بھی بڑھ کر ہو مطلب یہ کہ غایت فنا سے اس کے اکثر افعال طبعیہ بھی ناشی اسی تعلق مع المحبوب سے ہوں گے آگے بھی اسی عدم التفات الی غیر المحبوب کا بعبارت دیگر بیان ہے کہ) ہر شخص کے دل میں صدہا مراد (ہوتی) ہیں (مگر) عشق ومحبت کا یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

طریق نہیں ہوتا (بلکہ اس کی تو صرف ایک ہی مراد رہ جاتی ہے یعنی محبوب چنانچہ) اہل عشق کے لئے دن کو محبوب ہی آفتاب ہوتا ہے (یعنی وہ آفتاب کو نور بخش نہیں سمجھتا بلکہ سمجھتا ہے کہ آفتاب میں اصل ظہور نور حق ہی کا ہے باقی) آفتاب (اس مظہریت سے قطع نظر کرکے فی نفسہ) اس ذات کے لئے مثل نقاب کے (حجاب) ہے (اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ اگر اس میں مظہریت کی حیثیت نہ دیکھی جاوے اس حیثیت سے قطع نظر کرکے اس کو نور بخش قرار دیا جاوے جیسے اہل طبعیات سمجھتے ہیں تو وہ حاجب من اللہ ہے آگے ان ہی مظہریت سے قطع نظر کرنے والوں کو کہتے ہیں کہ) جو شخص نقاب کو روئے یار سے تمیز نہ کرے (یعنی جو نور کہ اصل میں روئے یار کا ہے اس کو نقاب یعنی آفتاب کی صفت سمجھ لے تو گویا نقاب اور روئے یار کو ایک سمجھ لیا) وہ عابد الشمس ہے اس سے دست بردار (و بیزار) ہو جا۔ (اور میری تقریر سے معلوم ہو گیا کہ جس اتحاد پر انکار کیا ہے وہ یہ ہے کہ روئے یار کی طرف التفات نہ کرے اور آفتاب کی طرف کرے اور جس اتحاد کا سبب اس کا عکس ہو یعنی روئے یار ہی کی طرف التفات ہو اور آفتاب کی طرف نہ ہو یہ عین مذاق ہے صوفیہ و عارفین کا اور جا بجا مولانا نے اس کا دعویٰ کیا ہے پس اس سے تعارض کا وہم بھی جاتا رہا خوب سمجھ لو) عاشق کا روز بھی وہی (محبوب) ہے اور (اس کی) روزی بھی وہی ہے (اور اس) عاشق کا دل بھی وہی ہے (اور اس کی) دلسوزی بھی وہی ہے (جس طرح زلیخا کی غذا و دوا و کساء سب یوسف ہی تھے اور جیسا کہ) ماہیوں کے لئے نان اور آب اور جامہ اور دارو اور خواب (یہ سب) عین آب سے نقد وقت ہو گیا (پس) وہ (عاشق بوجہ اقتصار نظر علی المحبوب کے) مثل طفل کے پستان سے شیر گیر ہے وہ (طفل) دونوں عالم میں سوا شیر کے کچھ نہیں جانتا (اسی طرح عاشق بجز محبوب کے کسی کو نہیں جانتا اور عاشق کی طفل کے ساتھ ایک تشبیہ تو یہ تھی او نداند در دو عالم غیر شیر اور ایک تشبیہ اور ہے جو باوجود مقصود مقام میں کہ قصر نظر علی المحبوب ہے دخیل نہ ہونے کے محض بطور ایک فائدہ مستقلہ مہمہ کے آگے بتلاتے ہیں یعنی) لڑکا دودھ کو من وجہ جانتا بھی ہے (اور اس کا وہ جاننا بھی قصر نظر کے لئے کافی ہے اور من وجہ نہیں بھی جانتا (جانتا تو صرف مطلوبیت کی حیثیت سے اور نہ جاننا حقیقت و کنہ کے اعتبار سے چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح عاشق عارف حق تعالیٰ کو اجمالاً و طلباً جانتا ہے اور اسی پر قصر نظر مرتب ہو جاتا ہے اور کنہ کے اعتبار سے نہیں جانتا اور غالباً یہ تنبیہ اس لئے فرمائی کہ قصر نظر سے شاید کسی کو ادراک کنہ کا شبہ ہو جاتا آگے بتلاتے ہیں کہ یہ عاشق جتنا جانتا بھی ہے) اس (جاننے کی) طرف (بھی) کسی تدبیر کو راہ نہیں ہے (جس طرح طفل کو دودھ کا یہ علم کسی تدبیر سے نہیں ہوا اور مراد اس علم عارف سے علم ذوقی ہے۔ بمعنی کہ مکتسب اور واقعی وہ وہبی محض ہے کہ غیر عارفین اس سے بھی محروم ہیں آگے محجوبین کے اس علم سے اسی حرمان اور عارفین کے اسی تشرف بالعرفان کو بیان فرماتے ہیں کہ محجوبین کی روح جو اس علم سے محروم ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ اس تعویذ مسحور نے روح کو پراگندہ مغز بنا رکھا ہے تاکہ وہ فاتح (یعنی حق تعالیٰ) کو اور مفتوح (یعنی مخلوق) کو نہ پاوے (گرد بالفتح بمعنی شہر کذا فی الغیاث اور گرد نامہ تعویذ جو کسی گریختہ کے لئے لکھیں کہ وہ جب کہیں جاوے پریشان ہو کر پھر اپنے شہر میں چلا آوے اس سے تعلقات بدنیہ کو تشبیہ دی گئی ہے کہ سبب ہے آگے نہ بڑھ سکنے کا مطلب یہ کہ محجوب کی روح پر تعلقات بدنیہ کا جو غلبہ ہے اس نے اس کو جاہل اس علم سے بنا رکھا ہے اور یہ سلوک کے قبل ہوتا ہے اور) سلوک میں پراگندہ مغز (و جاہل) نہیں رہتا (نہ اس وجہ سے کہ اس سے بشریت جاتی رہتی ہے) بلکہ (اس وجہ سے کہ) اس (سلوک) میں اس کا حال دریا ہوتا ہے نہ کہ سیل اور نہر (اس طرح سے کہ) وہ جب (اس لئے) آتا ہے کہ (مطلوب کو پاوے تو (اپنی ہستی سے) گم (اور فنا) ہو جاتا ہے (اور) سیل کی طرح غرق قلزم ہو جاتا ہے (جب) دانہ گم ہو گیا پھر وہ انجیر

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو جاتا ہے (جیسا صدر جہان نے کہا تھا کہ) جب تک تو مرا نہیں میں نے زر نہ دیا (اس کا مصداق) یہی ہوتا ہے (جس کا قصہ عشر نامن کے آخر میں گزرا ہے حاصل تقریر یہ ہوا کہ اس میں بشریت تو رہتی ہے مگر فنا سے اس کے احکام مغلوب ہو جاتے ہیں اور حق تعالیٰ اس کو یہ علم ہبہ فرماتے ہیں کہ فنا کی خاصیت عطائے ثمرات ہے کسی تدبیر سے حصول نہیں ہوتا جو کہ سیل دنہر کے مشابہ ہیں آگے پھر قصہ ہے)۔

بعد از مکث و متواری شدن در بلاد چین در شہر تختگاہ و دراز شدن صبر و بے صبر شدن برادر بزرگ تر کہ من رفتم تا خود را بر شاہ چین عرضہ کنم و نصیحت برادران او را سود نا داشتن

شہزادے اور چین کے شہروں شہر دار الخلافہ میں چھپے رہنے اور صبر کے دراز ہو جانے کے بعد اور سب سے بڑے بھائی کا بے صبر ہو جانا کہ میں جاتا ہوں تاکہ اپنے آپ کو شاہ چین کے سامنے پیش کر دوں اور بھائیوں کی نصیحت کا اس کو فائدہ نہ دینا

اما قدمی ینیلنی مقصودی	او القی راسی کفوادی ثمہ
یا میرا قدم مجھے میرا مقصود عطا کرے	یا میں اس جگہ دل کی طرح اپنا سر ڈال دوں
یا پائی رسانم بمقصود مرا	یا سر بنہم ہمچو دل از دست آنجا
یا پاؤں مجھے مقصود تک پہنچا دے	یا دل کی طرح میں اس جگہ سر ہاتھ سے رکھ دوں گا
یا عاذل العاشقین دع فئۃ	اضلہا اللہ کیف ترشدہا
اے عاشقوں کو ملامت کرنے والے اس جماعت کو چھوڑ	جس کو خدا نے گمراہ کیا ہے تو اس کو کیسے ہدایت دے گا؟
آں بزرگیں گفت اے اخوان من	ز انتظار آمد بلب ایں جان من
اس بڑے نے کہا کہ اے میرے بھائیو	انتظار سے میری یہ جان لب پر آ گئی
لاابالی گشتہ ام صبرم نماند	مر مرا ایں صبر در آتش نشاند
میں لاابالی ہو گیا مجھ کو صبر نہیں رہا	مجھ کو اس ضبط نے آگ میں بٹھلا دیا
طاقت من زیں صبوری طاق شد	واقعہ من عبرت عشاق شد
میری طاقت اس صبر سے طاق ہو گئی	میرا واقعہ عشاق کے لئے عبرت ہو گیا
من زجاں سیر آمدم اندر فراق	زندہ بودن در فراق آمد نفاق
میں فراق میں جان سے سیر ہو گیا	فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے
چند درد فرقتش بکشد مرا	سر ببرتا عشق سر بخشد مرا
کہاں تک اس کا درد فرقت مجھ کو قتل کرے گا	میرا سر کاٹ ڈال تاکہ عشق مجھ کو سر عطا کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

دین من از عشق زنده بودن ست	زندگی زیں جان و سر ننگ منست
میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے	زندگی اس جان و سر کے ذریعہ سے میرے لئے ننگ ہے
تیغ جانہارا کند پاک از عیوب	زانکہ سیف افتاد محاء الذنوب
تیغ جانوں کو عیوب سے پاک کر دیتی ہے	کیونکہ سیف ذنوب کی محو کر دینے والی ہے
چوں غبار تن بشد ماہم بتافت	ماہ جان من ہوای صاف یافت
جب غبار تن چلا گیا میرا چاند چمک گیا	میرے ماہ روح نے ہوائے صاف پائی
عمر ہا بر طبل عشق آں صنم	ان فی موتی حیاتی میزنم
عمرہا عمرے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں	کہ میری موت میں میری حیات ہے
دعویٰ مرغابی کر دست جاں	کے ز طوفان بلا دارد فغاں
مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے روح نے	طوفان بلا سے وہ کب فریاد کرے گی
بط را از اشکستن کشتی چہ غم	کشتیش برآب بس باشد قدم
بط کو کشتی شکستہ ہونے سے کیا غم	اس کی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے پانی پر
زندہ زیں دعوی بود جان و تنم	من ازیں دعویٰ چگونہ تن زنم
اس دعوے سے میری جان و تن زندہ ہے	میں اس دعوے سے کس طرح خاموش رہوں گا
خواب می بینم ولے درخواب نے	مدعی ہستم و لے کذاب نے
میں خواب دیکھتا ہوں لیکن وہ خواب نہیں ہے	میں مدعی ہوں و لیکن کذاب نہیں ہوں
گر مرا صد بار تو گردن زنی	ہمچو شمعم بر فروزم روشنی
اگر تو مجھ کو سوبار بھی گردن مارے	میں مثل شمع کے ہوں اور بھی روشنی بڑھا دوں گا
آتش ار خرمن بگیرد پیش وپس	شبرواں را خرمن آں ماہ بس
آتش اگر خرمن کو آگے اور پیچھے سے لے لے	شبرو لوگوں کے لئے اس ماہ کا خرمن کافی ہے
کردہ یوسفؑ را نہاں و مختفی	حیلت اخواں ز یعقوبؑ نبی
یوسف علیہ السلام کو نہاں اور پوشیدہ کر دیا تھا	بھائیوں کے حیلہ نے یعقوب علیہ السلام سے
خفیہ کردندش بحیلت سازیے	کرد آخر پیرہن غمازیے
انہوں نے ان کو ایک حیلہ سازی سے مخفی کر دیا تھا	آخر پیرہن نے غمازی کی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں دو گفتندش نصیحت در سمر	کہ مکن ز اخطار خود را بے خبر
ان دونوں نے اس کو تذکرہ میں نصیحت کی	کہ تو خطروں سے اپنے کو بے خبر مت کر
ہیں منہ بر ریشہای ما نمک	ہیں مخور ایں زہر از جلدی وشک
ہاں ہمارے زخموں پر نمک مت رکھ	ہاں یہ زہر مت کھا جلدی اور شک کی وجہ سے
جز بتدبیر یکے شیخ خبیر	چوں روی چوں نبودت قلب بصیر
بدوں تدبیر کسی شیخ باخبر کے	تو کیونکر چلتا ہے جبکہ تیرے پاس قلب بصیر بھی نہیں
وای آں مرغے کہ ناروئیدہ پر	بر پرد بر اوج و افتد در خطر
خرابی ہے اس پرندہ کی کہ بدوں پر جمے ہوئے	بلندی پر اڑے اور خطرہ میں پڑے
عقل باشد مرد را بال و پرے	چوں ندارد عقل، عقل رہبرے
آدمی کے لئے عقل بال و پر ہوتا ہے	اگر عقل نہ رکھے تو کسی رہبر کی عقل
یا مظفر یا مظفر جوی باش	یا نظر ورز یا نظر ور جوی باش
یا تو مظفر یا مظفر کا طالب رہ	یا صاحب نظر یا صاحب نظر کا طالب رہ
بے ز مفتاح خرد ایں قرع باب	از ہوا باشد نہ از روی صواب
بدوں مفتاح عقل کے دروازہ کا یہ کھٹکھٹانا	ہوا سے ہوتا ہے نہ کہ ازراہ صواب

اس بڑے (بھائی) نے کہا کہ اے میرے بھائیو انتظار سے میری یہ جان لب پر آ گئی میں لاابالی (وبے باک) ہوگیا مجھ کو صبر نہیں رہا۔ مجھ کو اس ضبط نے آگ میں بٹھلا دیا میری طاقت اس صبر سے طاق (یعنی جدا) ہوگئی میرا واقعہ عشاق کے لئے عبرت ہوگیا میں فراق میں جان سے سیر ہوگیا۔ فراق میں زندہ رہنا نفاق ہے۔ کہاں تک اس کا درد فرقت مجھ کو قتل کرے گا (اس سے کہہ دو کہ) میرا سر کاٹ ڈال تاکہ عشق مجھ کو سر عطا کرے (اشارہ ہے بطور انتقال کے احکام بقاء بعد الفناء کی طرف کئی شعر تک) میرا مذہب عشق سے زندہ رہنا ہے زندگی اس جان و سر کے ذریعہ سے میرے لئے ننگ ہے (یعنی مجھ کو یہ ظاہری زندگی نہیں چاہئے معنوی زندگی چاہئے) تیغ جانوں کو عیوب سے پاک کر دیتی ہے کیونکہ سیف ذنوب کی محو کر دینے والی ہے (یہ مضمون فضائل شہادت کے متعلق ہے اس میں فناء اصطلاحی کو اس شہادت پر قیاس کیا ہے) جب غبار تن چلا گیا میرا چاند چمک گیا۔ میری ماہ روح نے ہوائے صاف پائی (مفارقت مادہ ہیولانی سے روح کی لطافت کا بڑھ جانا ظاہر ہے) عمر ہا عمر سے اس محبوب کے عشق کے نقارہ پر یہ صدا لگا رہا ہوں کہ میری موت میں میری حیات ہے (آگے اپنا بے خوف ہونا ہلاک وفنا سے بتلاتے ہیں کہ) مرغابی ہونے کا دعویٰ کیا ہے (میری) روح نے (تو پھر) طوفان بلا سے وہ کب فریاد کرے گی۔ بط کو کشتی شکستہ ہونے سے کیا غم۔ اس کی کشتی تو اس کا قدم کافی ہے پانی پر۔ اس دعویٰ (عشق) سے میری جان وتن زندہ ہے (پھر) میں اس دعوے سے کس طرح خاموش رہوں گا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

میں (غلبہ عشق سے) خواب دیکھتا ہوں لیکن وہ خواب (واقعی) نہیں ہے (بلکہ یقظہ نہ ہونے سے عوام اس کو خواب سمجھتے ہیں اہل محبت پر ایسے حالات استغراق وغیرہ کا طاری ہونا بکثرت ہے اور) میں مدعی ہوں ولیکن کذاب نہیں ہوں (صادق ہوں) اگر تو مجھ کو سو بار بھی گردن مارے میں مثل شمع کے ہوں اور بھی روشنی بڑھا دوں گا۔ (جیسے شمع کا گل توڑنے سے وہ مشابہ سر بریدن کے ہے اس کی روشنی بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح روح مفارقتہ مادہ سے خواہ وہ مفارقتہ حسا ہو کما فی الفناء اللغوی یا توجہا ہو کما فی الفناء الاصطلاحی زیادہ لطیف ہو جاتی ہے اور اس فناء سے جو حسی و حسی ضرر ہوتا ہے عشاق اس سے نہیں ڈرتے کیونکہ اس کی ایسی مثال ہے کہ) آتش اگر (اپنے) خرمن (وذخیرہ) کو آگے اور پیچھے سے (یعنی بتمامہ) نے لے (یعنی کہیں آس پاس آگ نہ رہے جس سے مشعل وغیرہ سفر کے لئے لے سکیں لیکن) شب رو لوگوں کے لئے اس ماہ کا خرمن کافی ہے (آتش نہ رہنے سے ان کا کوئی ضرر نہیں پس جسم مادی مثل آتش عنصری کے ہے اور روح بمنزلہ مادہ کما قال سابقا ماہ جان من الخ پس فناء جسم مع بقاء روح بھی مضر نہیں وہذا التوجیہ مما ضنی اللہ تعالی بفضلہ اس کے بعد شہزادہ اپنی کامیابی کی امید کی تقریر کرتا ہے یعنی دیکھو) یوسف علیہ السلام کو نہاں اور پوشیدہ کر دیا تھا بھائیوں کے حیلہ سے یعقوب علیہ السلام سے (اور) انہوں نے ان کو ایک حیلہ سازی سے مخفی کر دیا تھا (لیکن عشق و محبت کے اثر سے) آخر پیرہن نے غمازی کی (اور یوسف علیہ السلام کو ظاہر کر دیا اسی طرح گو شاہ کا نے اس معشوقہ کو ایسا مخفی کر رکھا ہے کہ کوئی اس کا نام بھی نہیں لیتا اور پیام بھیجا تو کیا معنی چنانچہ ختم سرخی سے پچیس تیس شعر قبل مذکور ہو گا کہ جو شخص پیام بھیجتا ہے شاہ چین اس سے کہتا ہے کہ میری دختر ثابت کر ورنہ سزا ہو گی مگر باوجود اس کے اس اخفاء کے مجھ کو امید ہے کہ میرے عشق کی تاثیر اس کو ظاہر کر کے رہے گی اور میں مثل یعقوب علیہ السلام کے اس تک پہنچوں گا و فی ہذا الباب قیل۔

آہ من گر اثرے داشتے یار بکویم گزرے داشتے

ان دونوں (بھائیوں) نے اس کو تذکرہ میں نصیحت کی کہ تو خطروں سے اپنے کو بے خبر (اور غافل) مت کر (بلکہ جو خطرات اس میں ہونے والے ہوں ان کو بھی پیش نظر رکھ اور) ہاں ہمارے زخموں پر نمک مت رکھ (کہ ایک تو غم سے چور ہو ہی رہے ہیں اگر تم کو کچھ ضرر پہنچ گیا ہم کو زیادہ صدمہ ہو گا اور) ہاں یہ زہر مت کھا جلدی اور شک کی وجہ سے (یعنی ایسے امر خطرناک کا قصد کرنا بمنزلہ زہر کے ہے جلدی کا مطلب تو ظاہر ہے اور شک کا مطلب یہ ہے کہ اس کا مضر ہونا یقینی ہے مگر تم اس ضرر کو مشکوک سمجھتے ہو یہ مشکوک سمجھنا سبب ہو جاوے گا اس زہر خوری کا آگے ایک قید ہے تو گویا یں زہر کی بطور استثناء کے یعنی تو یہ زہر مت کھا) بدوں تدبیر کسی شیخ باخبر کے (یعنی اگر کوئی اپنا شفیق و تجربہ کار بزرگ ہو خواہ دنیوی امور دنیویہ میں یا دینی امور دینیہ میں اس کی رائے اور مشورہ سے زہر خوری دوقوع فی الخطر مضائقہ نہیں باقی بدوں اس کے) تو کیونکر (ایسے راستہ کو) چلتا ہے جبکہ تیرے پاس قلب بصیر بھی نہیں (یعنی جبکہ تو محقق بھی نہیں تو بدوں تقلید کسی محقق کے امر خطرناک میں اپنی رائے ناقص سے کیسے واقع ہوتا ہے اور یہ یا شہزادوں کا مقولہ ہے یا مولانا کا بطور استقلال کے اور اول احتمال پر آگے سے استقلال ہو گا خواہ حصلا خواہ شعر عالمی الخ سے آگے غیر محقق کے لئے خود رائی کا ضرر مذکور ہوتا ہے یعنی) خرابی ہے اس پرندہ کی کہ بدوں پر جمے ہوئے بلندی پر اڑے اور خطر میں پڑے (آگے بتلاتے ہیں کہ پر کے مشابہ کیا چیز ہے یعنی) آدمی کے لئے (خود اپنی) عقل (کامل) بال و پر ہوتا ہے (اور) اگر عقل (کامل) نہ رکھے تو کسی رہبر کی عقل (بال و پر ہوتا ہے پس) یا تو مظفر (اعقل اور) یا مظفر کا طالب رہ (اور) یا صاحب نظر (وبصیرت) یا صاحب نظر کا طالب رہ (کیونکہ) بدوں مفتاح عقل کے (خواہ وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اپنی محققانہ عقل ہو یا کسی محقق کی عقل ہو جس کی تقلید کرے پس بدوں اس کے) دروازہ کا یہ کھٹکھٹانا (جس کا تم ارادہ کرتے ہو) ہوا (ی نفسانی) سے ہوتا ہے نہ کہ از راہ صواب (و مصلحت چنانچہ یہی حال ہے سلوک باطنی کا کہ قبل از فوز بدرجہ تحقیق کسی مرشد کامل کا اتباع حصول مقصود کے لئے موقوف علیہ ہے اور خود رائی کہ اس کا حاصل اتباع ہوی ہے موجب مضار کثیرہ بدنیہ و دینیہ و قد یعلمها اهله فلا حاجة الى البيان آگے نظائر ہیں اتباع ہوی کے مضار کے)۔

فائدہ:۔ اور جاننا چاہئے کہ غیر محقق کا اتباع بھی خود رائی کے حکم میں ہے آخر بحث تک اس کو مستحضر رکھو۔

عالمے در دام میں بیں از ہوا	وز جراحتہای ہمرنگ دوا
ایک عالم کو دام میں دیکھ بسبب ہوی کے	اور بسبب ان زخموں کے جو دوا کی ہمرنگ ہیں
مار استادہ است بر سینہ چو مرگ	در دہاں بگرفتہ بہر صید برگ
سانپ کھڑا ہوا ہے سینہ پر موت کی طرح	منہ میں پتا لئے ہوئے شکار کرنے کے واسطے
در حشایش چوں حشیشے او بپاست	مرغ پندارد کہ او شاخ گیاست
گھانس میں ایک گھانس کی طرح وہ کھڑا ہے	پرندہ سمجھتا ہے کہ وہ گھانس کی شاخ ہے
چوں نشیند بہر خور بر روی برگ	درفتد اندر دہان مار مرگ
جب وہ کھانے کے لئے پتہ کے اوپر آ بیٹھتا ہے	تو مار مرگ کے منہ میں آ گرتا ہے
کردہ تمساحے دہان خویش باز	گرد دندانہاش کرمان دراز
ایک ناکو نے اپنا منہ کھول رکھا ہے	اس کے دانتوں کے گرد لمبے لمبے کیڑے ہیں
از بقیہ خور کہ در دندانش ماند	کرمہا روئید و بر دنداں نشاند
بقیہ خوراک سے جو کہ اس کے دانت میں رہ گیا ہے	کیڑے پیدا ہو گئے ہیں اور اس نے دانت پر جما رکھے ہیں
مرغگاں بینند کرم و قوت را	مرج پندارند آں تابوت را
پرندے اس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں	چراگاہ سمجھتے ہیں اس تابوت کو
چوں دہاں پر شد ز مرغ او ناگہاں	در کشد شان و فرو بندد دہاں
جب منہ پرندوں سے پر ہو گیا	تو اچانک وہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور منہ بند کر لیتا ہے
ایں جہان پر ز نقل و پر زناں	چوں دہان باز آں تمساح داں
یہ دنیا جو کہ نقل اور نان سے پر ہے	مثل اس ناکو کے دہن کشادہ کے جان
بہر کرم و طعمہ اے روزی تراش	از فن تمساح دہر ایمن مباش
کیڑے اور غذا کے لئے اے روزی تراش	مکر نہنگ زمانہ سے بے خوف مت رہ

www.besturdubooks.wordpress.com

روبہ افتد پہن اندر زیر خاک	بر سر خاکش حبوب مکرناک
لومڑی پھیل کر زیر خاک پڑ جاتی ہے	اس کی سطح خاک پر دانہ مکرناک
تابیاید زاغ غافل سوی آں	پای او گیرد بمکر آں مکرداں
تاکہ زاغ غافل اس کی طرف آوے	وہ مکرداں مکر سے اس کا پاؤں پکڑ لے
صد ہزاراں مکر در حیواں چو ہست	چوں بود مکر بشر کو مہتر ست
جب لاکھوں مکر جانور میں ہیں	تو بشر کا مکر تو کیا کچھ ہوگا کہ وہ تو سردار ہے
مصحفے بر کف چو زین العابدین	خنجرے پر زہر اندر آستین
ہاتھ میں تو قرآن ہے زین العابدین کی طرح	آستین میں خنجر پر زہر ہے
گویدت خنداں کہ اے مولای من	در دل او بابلے پر سحر و فن
تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے مخدوم	اس کے دل میں ایک بابل ہے سحر و فن کا بھرا ہوا
زہر قاتل، صورتش شہد ست و شیر	ہیں مرو بے صحبت پیر خبیر
زہر قاتل ہے صورت اس کی شہد و شیر ہے	خبردار بدوں صحبت شیخ باخبر کے راستہ مت چلنا
جملہ لذات ہوا مکر ست و زرق	سوز و تاریکی ست گرد نور برق
تمامی لذات ہوا مکر و دھوکہ ہے	نور برق کے گرد سوز اور تاریکی ہے
برق نور کوتہ و کذب و مجاز	گرد او ظلمات و راہ تو دراز
نور ضعیف اور کاذب اور غیر حقیقی کی برق ہے	اس کے گرد ظلمات ہیں اور تیرا راستہ دراز ہے
نے بنورش نامہ تانی خواندن	نے بمنزل اسپ تانی راندن
نہ اس کے نور میں تو خط پڑھ سکتا ہے	نہ منزل میں تو گھوڑا چلا سکتا ہے
لیک جرم آنکہ باشی رہن برق	از تو رو اندر کشد انوار شرق
لیکن اس جرم میں کہ تو برق کا مرہون ہو رہا ہے	تجھ سے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں
خشم گیرد بر دلت آں آفتاب	چوں تو جوئی از عطارد نور و تاب
تیرے قلب پر وہ آفتاب غصہ کرتا ہے	جب تو عطارد سے نور اور تابش ڈھونڈتا ہے
می کشاند مکر برقت بے دلیل	در مفازہ مظلمے شب میل میل
تجھ کو وہی برق دروغ بدوں کسی رہبر کے لئے جاری ہے	میدان تاریک میں شب کے وقت ایک ایک میل کر کے

www.besturdubooks.wordpress.com

گاہ بر کہ گاہ برجو اوفتی	گہ بدیں سو گہ بداں سو اوفتی
کبھی پہاڑ پر کبھی ندی میں تو گر گر پڑتا ہے	کبھی ادھر کبھی ادھر گر پڑتا ہے

ایک عالم کو دام میں (مبتلا) دیکھ بسبب (اتباع) ہوا کے اور بسبب ان زخموں کے جو کہ دوا کی ہمرنگ ہیں (اور حرکت ہوا کا یہی منشا ہے کہ ان کا ظاہری نافع ہونا دیکھ کر مضار میں پھنس جاتا ہے چنانچہ) سانپ کھڑا ہوا ہے سینہ پر موت کی طرح (اور) منہ میں پتا لئے ہوئے ہے شکار کرنے کے واسطے (اور) گھانس میں ایک گھانس کی طرح وہ کھڑا ہے پرندہ سمجھتا ہے کہ وہ گھاس کی (کوئی) شاخ ہے جب وہ کھانے کے لئے پتہ کے اوپر آ بیٹھتا ہے تو مار مرگ کے منہ میں آ گرتا ہے (دوسری نظیر یہ کہ) ایک ناکو نے اپنا منہ کھول رکھا ہے اس کے (دانتوں کے گرد لمبے لمبے کیڑے ہیں بقیہ خوراک سے جو کہ اس کے دانت میں رہ گیا ہے کیڑے پیدا ہو گئے ہیں اور اس نے دانت پر جمار کھے ہیں (یعنی ان کو قصداً دفع نہیں کیا) پرندے اس کیڑے اور غذا کو دیکھتے ہیں (اور) چراگاہ سمجھتے ہیں اس تابوت (موت) کو جب (اس کا) منہ پرندوں سے پر ہو گیا تو اچانک وہ ان کو کھینچ لیتا ہے اور منہ بند کر لیتا ہے (اسی طرح) یہ دنیا جو کہ نقل اور نان سے پر ہے مثل اس ناکو کے دہن کشادہ کے جان (پس) کیڑے اور غذا کے لئے اے روزی تراش مکر نہنگ زمانہ سے بے خوف مت رہ (تیسری نظیر) لومڑی پھیل کر زیر خاک پڑ جاتی ہے اس کے (پاس کی) سطح خاک پر دانے مکرناک (ہوتے ہیں) تا کہ زاغ غافل اس کی طرف آوے (اور اس وقت) وہ مکرداں مکر سے اس کا پاؤں پکڑ لے (اور) جب لاکھوں مکر جانوروں میں ہیں (جیسا اوپر مار و نہنگ و روباہ کا حال مذکور ہوا) تو بشر کا مکر تو کیسا کچھ ہوگا کہ وہ تو (ہم میں سب کا) سردار ہے (آگے اس کے ایک مکر کا بیان ہے کہ) ہاتھ میں تو قرآن ہے زین العابدین کی طرح (اور) آستین میں خنجر پر زہر ہے (یعنی ظاہر موافق اور باطن مخالف) تجھ سے ہنستا ہوا کہتا ہے کہ اے میرے مخدوم (اور) اس کے دل میں ایک بابل ہے سحر و فن کا بھرا ہوا (وہ) زہر قاتل ہے (مگر) صورت اس کی شہد اور شیر ہے (اسی طرح باطن میں بھی سمجھو کہ نفسانی تسویلات و شیطانی تلبیسات ہوتی ہیں جب یہ کیفیت ہے تو) خبردار بدوں صحبت شیخ باخبر کے (سلوک کا) راستہ مت چلنا (آگے تمثیلاً اور بھی تلبیسات کا بیان ہے کہ) تمامی لذات ہوا مکر اور دھوکہ ہے (اور) نور برق کے گرد سوز اور تاریکی ہے (سلوک میں دو قسم کے دھوکے ہوتے ہیں ایک یہ کہ اخلاق میں تلبیس کرتا ہے مثلاً کبھی توسع فی المباحات کو شیطان ذریعہ بناتا ہے انہماک فی اللذات کا کبھی تضیق فی المباحات کو ذریعہ بناتا ہے لذت جاہ کا مصرعہ اولیٰ میں لذات ہوا کا مدلول یہ قسم ہے دوسری قسم یہ کہ مکاشفات میں تلبیس کرتا ہے کہ احوال نفسانیہ کو احوال روحانیہ یا انوار حادثہ کو انوار قدیمہ خیال میں ڈالتا ہے مصرعہ ثانیہ کا مدلول یہ قسم ہے اور چونکہ ثانی اضر و اشد ہے اول سے اس لئے آگے اسی کے بیان پر اکتفا فرماتے ہیں کہ) نور ضعیف اور کاذب اور غیر حقیقی کی برق ہے (اور) اس کے گرد ظلمات ہیں اور تیرا راستہ دراز ہے (اور چونکہ اس برق کا نور کوتہ و کذب و مجاز ہے اس لئے) نہ اس کے نور میں تو خط پڑھ سکتا ہے (اور) نہ منزل میں تو گھوڑا چلا سکتا ہے (یعنی اس نور سے نہ سلوک نظری ہو سکتا ہے کہ معارف ہیں نہ سلوک قدمی کہ احوال صادقہ سے اتصاف ہے پس اس خود رائی سے نفع تو کچھ نہ ہوا) لیکن (حرمان حالی کے علاوہ ایک نقصان البتہ ہو گیا جس سے مآل میں بھی حرمان ہی رہا وہ یہ کہ) اس جرم میں کہ تو (اس) برق (خلب) کا مرہون (اور گرفتار) ہو رہا ہے تجھ سے انوار آفتاب روگردانی کرنے لگتے ہیں (مراد انوار آفتاب سے کاملین کہ مشابہ انوار آفتاب کے ہیں یا فیوض کاملین کہ کاملین مشابہ آفتاب کے اور ان کے فیوض مشابہ اس کے انوار کے

www.besturdubooks.wordpress.com

آگے بھی اس اعراض کی تاکید ہے کہ) تیرے قلب پر وہ آفتاب (یعنی شیخ الوقت) غصہ کرتا ہے جب تو (اس کو چھوڑ کر) عطارد سے (کہ وہ تیری رائے اور فہم ہے) نور اور تابش ڈھونڈھتا ہے (چنانچہ یہ بھی مشاہد ہے کہ ایسے معجب برائی نفسہ سے شیوخ مکدر رہتے ہیں پس ایسے شخص پر آئندہ بھی سبل مسدود رہتے ہیں پس اس حالت میں) تجھ کو وہی برق دروغ بدون کسی (حقیقی) رہبر کے لئے جا رہی ہے۔ میدان تاریک میں شب کے وقت ایک ایک میل کر کے (جس سے راہ دراز کا قطع کرنا مستبعد ہے اور دراز ہونے کی چار شعر قبل تصریح ہے گرد لو ظلمات وراہ تو دراز اور وہ میل میل چلنا بھی اس انداز سے ہے کہ) کبھی پہاڑ پر (اور) کبھی ندی میں تو گر گر پڑتا ہے کبھی ادھر بھی ادھر گر پڑتا ہے (اوپر ایسے شخص سے تکدر شیوخ کا ذکر تھا آگے یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شیخ وسیع الاخلاق غالب الاشفاق تکدر پر اپنی شفقت و خیر خواہی کو غالب کر کے ایسے شخص کو متنبہ بھی کرتا ہے یا بلا قصد اس کے ارشادات اس باب کے متعلق اس کے کان میں پڑتے ہیں تو یہ شخص اسی خود رائی کے سبب اس کی تنبیہ کو قبول نہیں کرتا آگے مصلا اسی کا ذکر ہے مع رد عذر اس متفرد کے)۔

خود نہ بینی تو دلیل اے راہ جو	ور بہ بینی رو بگردانی ازو
اے راہ جو تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں	اور اگر دیکھتا ہے تو اس سے اعراض کرتا ہے
کہ سفر کردم دریں رہ شصت میل	مر مرا گمراہ گوید آں دلیل
کہ میں اس راہ میں ساٹھ میل سفر کر چکا ہوں	مجھ کو یہ رہبر گمراہ بتلاتا ہے
گر نہم من گوش سوی آں شگفت	امر او را ہم ز سر باید گرفت
اگر میں اس عجیب بات کی کان رکھوں	تو اس کے معاملہ کو از سر نو شروع کرنا چاہئے
من دریں رہ عمر خود کردم گرو	ہرچہ بادا باد اے خواجہ برو
میں نے تو اس میں تمام عمر صرف کر دی	جو کچھ بھی ہو سو ہو اے صاحب چلا جا
راہ گردی لیک در ظن چو برق	عشر آں رہ کن پے وحی چو شرق
تو نے راستہ تو طے کیا ہے لیکن خیال میں جو مثل برق کے ہے	اس راستہ کا دسواں حصہ باتباع وحی جو کہ مثل آفتاب کے ہے طے کر لے
ظن لا یغنی من الحق خواندۂ	وز چناں برقے ز شرقے ماندۂ
تو نے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا پڑھا ہے	اور تو ایسے برق کے سبب آفتاب سے دور رہا ہے
ہے درآ' در کشتی ما اے نژند	یا تو ایں کشتی برآں کشتی بہ بند
خبردار ہماری کشتی میں آ جا اے سرگشتہ	یا تو اس کشتی کو اس کشتی سے باندھ دے
گوید او چوں ترک گیرم گیر و دار	چوں روم من در طفیلت کور وار
وہ کہتا ہے میں ریاست کو کیسے چھوڑ دوں	تیرے طفیل میں اندھے کی طرح کس طرح چلوں

کور با رہبر بہ از تنہا یقیں	زاں یکے ننگ ست وصد ننگ ست ازیں
کور جو کہ راہبر کے ساتھ ہو وہ تنہا سے بھلا اچھا ہے	اس سے تو ایک ہی ننگ ہے اور اس سے صدہا ننگ ہیں
می گریزی از پشہ در اژدہا	می گریزی از نمی در بحرہا
تو پشہ سے عقرب کی طرف بھاگتا ہے	ایک نم سے تو ایک دریا کی طرف بھاگتا ہے
میگریزی از جفاہائے پدر	درمیان لوطیان شور و شر
تو باپ کی جفاؤں سے بھاگتا ہے	لوطیان با شور و شر کے درمیان میں
می گریزی ہمچو یوسفؑ زاں دہے	تاز نرتع نلعب افتی در چہے
تو یوسف علیہ السلام کی طرح اس گاؤں سے جاتا ہے	یہاں تک کہ نرتع ونلعب کے سبب ایک کنویں میں جا گرتا ہے
در چہ افتی زیں تفرج ہمچو او	مر ترا لیک آں عنایت یار کو
تو اس تفرج کی وجہ سے ان کی طرح کنویں میں تو گر پڑے گا	لیکن تیرے ساتھ وہ عنایت ناصر کی کہاں ہے
گر نبودے آں بفرمان پدر	بر بنا وردے ز چہ تا حشر سر
اگر یہ باذن پدر نہ ہوتا	تو کنویں سے حشر تک بھی سر نہ نکال سکتے
آں پدر بہر دل او اذن داد	گفت چوں اینست میلت خیر باد
اس پدر نے ان کی خاطر سے اذن دیدیا تھا	فرمادیا تھا کہ جب تمہارا میلان یہ ہے کہ تو خدا بہتر کرے
ہر ضریرے کز مسیحے سر کشد	او جہودانہ بماند از رشد
جو کور کہ کسی مسیح سے سرکشی کرے	وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے دور رہ جاوے گا
قابل ضو بود اگرچہ کور بود	شد ازیں اعراض او کور و کبود
وہ قابل روشنی کے تھا گو کہ کور تھا	اس اعراض سے وہ بالکل ہی کور وکبود ہوگیا
گویدش عیسیٰؑ بزن در من دو دست	اے عمیٰ کحل ضریری با من ست
اس سے عیسیٰ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ سے مجھ کو پکڑ لے	اے کور سرمہ کوری میرے پاس ہے
از من ار کوری بیابی روشنی	بر قمیص یوسفؑ جاں برزنی
اگر تو کور ہے مجھ سے روشنی پاوے گا	قمیص یوسف روحانی سے جا ملے گا
کار و بارے کت رسد بعد شکست	اندراں اقبال و منہاج راہ است
جو کاروبار کہ تجھ کو بعد شکستہ ہونے کے پہنچے	اس میں کہ اقبال اور منہاج راہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کاروبارے کاں ندارد پا و دست	ترک گیر اے بوالفضول گیج مست
جو کاروبار کہ ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو	ترک کردے اے بوالفضول احمق مست
کاروبارے کہ ندارد پا و سر	ترک کن ہے پیر خر اے پیرہ خر
جو کاروبار کہ سر پاؤں نہ رکھتا ہو	ترک کردے ہاں پیر کو اختیار کر اے بوڑھے گدھے
غیر پیر استاد و سر لشکر مباد	پیر گردوں نے و لے پیر رشاد
بجز پیر کے کوئی استاد اور سر لشکر نہ ہو	پیر زمانہ نہیں و لیکن پیر ارشاد
در زماں چوں پیر راشد زیردست	روشنائی دید آں ظلمت پرست
جب پیر کے ہاتھ کے تحت میں آ گیا تو فی الفور	اس ظلمت پرست نے روشنی دیکھ لی
شرط تسلیم ست نے کار دراز	سود نبود در ضلالت ترک تاز
تسلیم شرط ہے نہ کہ کار دراز	راہ گم ہونے میں دوڑ دھوپ کچھ مفید نہیں
من نجویم زیں سپس راہ اثیر	پیر جویم پیر جویم پیر پیر
اس کے بعد میں فلک کا راستہ نہ ڈھونڈوں گا	پیر ڈھونڈوں گا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر
پیر باشد نرد بان آسماں	تیر پراں از کہ گردد از کماں
پیر نردبان آسمان ہے	تیر کس سے پراں ہوتا ہے؟ کماں سے

اے راہ جو (خودرائے) تو رہبر کو خود تو دیکھتا نہیں اور اگر (کسی کی رہنمائی سے) دیکھتا ہے تو اس سے اعراض کرتا ہے اور کہتا ہے) کہ میں اس راہ میں ساٹھ میل (یعنی طویل) سفر کر چکا ہوں (اور پھر بھی) مجھ کو یہ رہبر گمراہ بتلاتا ہے (پس) اگر میں اس عجیب بات کی طرف کان رکھوں تو اس (سفر) کے معاملہ کو از سر نو شروع کرنا چاہئے) گویا تمام طے شدہ سلوک کالعدم قرار دوں سو یہ کیسے ہو سکتا ہے کیونکہ) میں نے تو اس میں تمام عمر صرف کر دی (سو اس کو کالعدم کیسے سمجھوں اب تو) جو کچھ بھی ہو سو ہو اے صاحب (یعنی اے نفس یوں ہی) چلا جا (کبھی نہ کبھی پہنچ ہی رہے گا وہ محقق شفقت سے جواب دیتا ہے کہ) تو نے راستہ تو (بزعم خود) طے کیا ہے لیکن (محض) خیال میں جو کہ مثل برق کے ہے (جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے) اس راستہ کا دسواں ہی حصہ باتباع وحی جو کہ مثل آفتاب کے ہے طے کر لے (یہاں وحی عام ہے حقیقی اور حکمی یعنی نص والہام غیر مخالف نص کو کہ وہ اتباع وحی سے مسبب ہونے کے سبب مقتبس من الوحی ہے اور ظن سے مراد اس کا مقابل یعنی رائے محض) تو نے (قرآن مجید میں) ان الظن لایغنی من الحق شیئاً پڑھا ہے (جس سے مراد دعویٰ غیر مستند الی الوحی ہے پس دلیل شرعی ظنی جو مستند الی الوحی ہو وہ اس ظن غیر مغنی سے خارج ہے) اور تو ایسے برق کے سبب آفتاب سے دور رہا ہے خبردار ہماری کشتی میں آ جا اے سرگشتہ (کنذائی الغیاث) یا تو (اپنی) اس کشتی کو (ہماری) اس کشتی سے باندھ دے (اول اشارہ ہے تفویض محض کی طرف جیسا مرید کرتا ہے پیر کے ساتھ اور دوسرا اشارہ ہے اپنی تجویز میں مشورہ لے لینے کی طرف جیسا چھوٹا برادر طریقت

www.besturdubooks.wordpress.com

بڑے برادر طریقت کے ساتھ کرتا ہے) وہ خود رائے جواب میں) کہتا ہے میں ریاست (و متبوعیت) کو کیسے چھوڑ دوں (اور) تیسرے طفیل (اور تابعیت) میں اندھے کی طرح کس طرح چلوں (مولانا اس عذر قبیح کو رد فرماتے ہیں تو جو کور دار کہتا ہے تو سمجھ لے کہ) کور جو کہ رہبر کے ساتھ ہو وہ تنہا سے یقیناً اچھا ہے (کیونکہ) اس (اتباع) سے تو ایک ہی ننگ ہے (کہ یہ ناواقف ہے اور اس (راہروی بے رہبری) سے صدہا ننگ ہیں (دنیا میں بھی مبصرین کے نزدیک اور آخرت میں سب کے نزدیک بس تو ننگ خفیف سے بھاگ کر ننگ عظیم میں پڑتا ہے تیری ایسی مثال ہے جیسی گویا) تو پشہ سے عقرب کی طرف بھاگتا ہے (اور) تو باپ کی جفاؤں سے بھاگتا ہے (اور) لوطیان باشور و شر کے درمیان میں (جاتا ہے اور) تو یوسف علیہ السلام کی طرح اس گاؤں (یعنی کنعان) سے جاتا ہے یہاں تک کہ زرتع و تلعب کے سبب ایک کنویں میں جا گرتا ہے (یہاں تشبیہ صرف انقطاع عن المربی میں ہے کو مشبہ بہ میں محض صوری ہے وقد صرح به فیما سیاتی من قوله گر نبودے ان بفرمان الخ اور مشبہ میں حقیقی پس کوئی اشکال نہیں اور تشبیہ مذکور سے شاید کسی کو شبہ ہوتا کہ پھر ہم بھی چاہ سے نکل آویں گے آگے اس کو دفع کرتے ہیں کہ یہ تشبیہ تام من کل الوجوہ نہیں ہے اس جزو خاص میں باہم فرق ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) تو اس تفرح کی وجہ سے ان کی طرح کنویں میں تو گر پڑے گا لیکن (ان کی طرح نکلے گا نہیں کیونکہ ان کے ساتھ تو عنایت حق تھی اور) میرے ساتھ وہ عنایت ناصر (حقیقی) کی کہاں ہے (اور ان کے ساتھ عنایت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کا یہ جانا بھی باذن شیخ تھا ورنہ) اگر یہ (جانا) باذن پدر نہ ہوتا تو کنویں سے حشر تک بھی سر نہ نکال سکتے (بلکہ وہاں ہی ہلاک ہو جاتے اور تو خود اتباع شیخ سے بعید ہے پس اپنا قیاس ان پر صحیح نہیں اور اگر شبہ ہو کہ جب باوجود اذن شیخ کے بھی ان پر بلا آئی تو اتباع و عدم اتباع برابر ہوا ورنہ ان پر بلا کیوں آئی تو جواب اس کا یہ ہے کہ) اس پدر نے ان کی خاطر سے اذن دے دیا تھا (اور) فرمادیا تھا کہ جب تمہارا میلان یہ ہے تو (جاؤ) خدا بہتر کرے (مطلب یہ کہ وہ رائے حضرت یعقوب علیہ السلام کی ابتدائی نہ تھی پس اس جانے میں جتنا دخل تمہارائے یوسفی کا وہ سبب بلا کا ہوا اور جتنا دخل تھا اذن یعقوبی کا وہ سبب نجات کا ہوا پھر بھی اتباع و عدم اتباع برابر نہ ہوا اور جاننا چاہئے کہ یہ جواب مولانا کا تمرعا و تنزلاً ہے ورنہ شروع سے یہ جواب ہو سکتا ہے کہ یہ جانا نہ سلوک سے متعلق ہے اور نہ اس میں کوئی دین کی مضرت ہوئی پس باوجود اذن کے بھی اس بلا کا آ جانا اصل مدعا پر کہ تفرد عن الشیخ فی السلوک کا مضر دین ہونا ہے موجب اشکال نہیں ہے پھر عود ہے مضمون کور بار ہبر الخ کی طرف یعنی کور بار ہبر کا بہتر ہونا تو معلوم ہو گیا اب کور بے رہبر کا بیان سنو کہ) جو کور کہ کسی مسیح سے سرکشی کرے وہ یہودیوں کی طرح راہ راست سے دور رہ جاوے گا (اور قبل سرکشی کے) وہ قابل روشنی کے تھا (یعنی اس میں استعداد صالح تھی) گو کہ کور (اور ناواقف راہ) تھا (مگر جب اس نے سرکشی کی تو) اس اعراض سے وہ بالکل ہی کور و کبود ہو گیا (یعنی استعداد بھی فاسد ہو گئی گو باطل تو عمر بھر بھی نہیں ہوتی لان الاستعداد هو مناط التكليف والتكليف باق مدة عمره فكذا الاستعداد) اس (کور) سے عیسیٰ کہتے ہیں کہ دونوں ہاتھ سے مجھ کو پکڑ لے اے کور سرمہ کوری میرے پاس ہے اگر تو کور ہے (تو کیا ہوا میرا اتباع کر) مجھ سے روشنی پاوے گا (اور) قمیص یوسف روحانی سے جا ملے گا (مطلب یہ کہ اگر فاسد الاستعداد بھی خلوص کے ساتھ کامل کا اتباع کرے پھر اس کی استعداد میں صلاحیت ہو جاتی ہے گو اکثر قدرے توقف سے سہی آگے بھی برکت اتباع شیخ کی اور نہی تفرد سے مذکور ہے یعنی) جو کار و بار کہ تجھ کو بعد شکستہ ہونے کے پہنچے (شکستگی سے مراد انقیاد للشیخ ہے کہ اس میں انکسار ہے نفس کا جاہ و ریاست سے جس کا عذر ہونا خود رائے کی جانب سے اوپر مذکور ہوا تھا گویدا و چوں ترک گیرم الخ پس گویا وہ خود رائے اس کا مخاطب بالا ذلی ہے یعنی عدم انکسار کے

www.besturdubooks.wordpress.com

ثمرات تو دیکھ لئے اب انکسار کا ثمرہ دیکھ لینا کہ اس کے بعد جو کچھ حال پیش آوے گا) اس میں (دیکھے گا) کہ اقبال اور منہاج راہ ہے (پس) جو کاروبار کہ ہاتھ پاؤں نہ رکھتا ہو (مراد اس سے سلوک بطور خود بدوں ارشاد مرشد کے اس کو) ترک کر دے اے بوالفضول احمق مست (آگے پھر اسی کی تاکید ہے کہ) جو کاروبار کہ سر پاؤں نہ رکھتا ہو (ہمارے محاورات میں بے ڈھنگی چیز کو کہا کرتے ہیں کہ اس بات کے نہ سر ہے نہ پاؤں ہے اس کو) ترک کر دے ہاں پیر کو اختیار کر اے بوڑھے گدھے (اور پیر وہ چیز ہے کہ خدا کرے) بجنوں پیر کے کوئی استاد اور سرلشکر نہ ہو (یعنی پیر ہی متبوع ہو ہر قوم کا اور مراد پیر سے) پیر زمانہ نہیں (ہے کہ زمانہ عمر اس کا زیادہ ہو یعنی بوڑھا ہو) ولیکن پیر ارشاد (یعنی مرشد کامل مراد ہے اور پیر کی ایسی برکت ہے کہ) جب پیر کے ہاتھ کے تحت میں آ گیا تو فی الفور اس ظلمت پرست نے روشنی دیکھ لی (ظلمت پرست سے مراد جو کہ بطور خود سلوک کر رہا تھا یعنی وہ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لے کہ بشرط خلوص پیر کے ساتھ تعلق شروع کرتے ہی وہ اپنے قلب میں نور ہدایت پاوے گا اور یہ امر مشاہد ہے آگے ان برکات مذکور کی ایک شرط کو بیان فرماتے ہیں جس کو بندہ نے کہیں کہیں اثنائے تقریرات میں بعنوان خلوص ظاہر بھی کیا ہے اس کو مولانا عنوان تسلیم سے ذکر فرماتے ہیں یعنی ان سب برکات کے لئے) تسلیم شرط ہے نہ کہ کار دراز (یعنی مجاہدات طویلہ اور بدوں شیخ کے اور عدم تسلیم للشیخ بھی بحکم عدم الشیخ ہے راہ سلوک گم ہے اور) راہ گم ہونے (کی حالت) میں دوڑ دھوپ (یعنی مجاہدات طویلہ متعبہ) کچھ مفید نہیں (چنانچہ محسوسات میں بھی اگر کوئی شخص بے راہ ہو اور بڑی زور سے دوڑے تو مقصود سے اور دور ہی ہوتا جاوے گا جب ثابت ہو گیا کہ بدوں شیخ کے مجاہدہ وسعی غیر مفید ہے پس) اس کے بعد میں فلک کا راستہ نہ ڈھونڈوں گا (یعنی محض مجاہدہ سے ترقی کا قصد نہ کروں گا بلکہ اس کے قبل پیر ڈھونڈوں گا پیر ڈھونڈوں گا پیر پیر (یہ تاکید در تاکید ہے اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ مولانا تو پیر کو اختیار کر چکے تھے پھر جو یم کے کیا معنی یہ جو یم ایسا ہے جیسے ومالی لا اعبد یعنی اوروں کو ترغیب دینا ہے اپنے اوپر رکھ کر آگے علت ہے پیر جوئی کی یعنی پیر کو اس لئے ڈھونڈوں گا کہ) پیر نردبان آسمان ہے (یعنی ذریعہ ترقی باطن کا آگے اس کی ایک مثال ہے کہ) تیر کس سے پران ہوتا ہے (خود جواب دیتے ہیں کہ) کمان سے (اسی طرح مرید ببرکت پیر کے مقام عالی تک پہنچ جاتا ہے اور متفرد کوسعی کرے مگر اس طرح بیکار ہے جیسے نمرود آسمان پر کرگسوں کے واسطے سے جانا چاہتا تھا اور ناکام رہا آگے یہی مضمون ہے۔)

بے ز ابراہیمؑ نمرود گراں	کرد با کرگس سفر بر آسماں
بدوں ابراہیم علیہ السلام کے نمرود غبی نے	کرگس کے ساتھ آسمان پر سفر کیا
از ہوا شد سوی بالا او بسے	لیک بر گردوں نپرد کرگسے
ہوا کے سبب اوپر کی طرف بہت گیا	لیکن آسمان پر کرگس نہیں اڑتا
گفتش ابراہیمؑ اے مرد سفر	کرگست من باشم لیئست خوبتر
ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے سفر کرنے والے	تیرا کرگس میں ہو جاؤں یہ تیرے لئے اچھا ہے
چوں ز من سازی ببالا نردبان	بے پریدن بر روی بر آسماں
جب تو اوپر کے لئے میری نردبان بناوے گا	تو بدوں پرواز کے تو آسمان پر چلا جاوے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچنانکہ میرود تا غرب و شرق	بے ز زاد و راحلہ دل ہمچو برق
جس طرح سے غرب اور شرق تک	بدوں زاد وراحلہ کے دل برق کی طرح چلا جاتا ہے
آنچنانکہ میرود شب ز اغتراب	حس مردم شہر ہا در وقت خواب
جس طرح سے کہ شب کو مسافرت سے طور پر	آدمیوں کے حواس شہر در شہر ہونے کے وقت چلے جاتے ہیں
آنچنانکہ عارف از راہ نہاں	خوش نشستہ میرود در صد جہاں
جس طرح سے کہ عارف طریق باطن سے	اچھا خاصا بیٹھا ہوا سو عالم میں چلا جاتا ہے
گر نداد ستش چنیں رفتار دست	ایں خبر ہازاں ولایت از کیست
اگر اس کو ایسی رفتار حاصل نہیں ہوئی	تو یہ خبریں اس اقلیم کی کس سے ہیں
ایں خبر ہا ویں روایات محق	صد ہزاراں پیر بروے متفق
یہ خبریں اور یہ روایت حقہ	لاکھوں شیوخ ان پر متفق
یک خلافے نے میان ایں عیوں	آنچنانکہ ہستدر علم ظنوں
ان بزرگوں کے درمیان ان میں ایک خلاف بھی نہیں	جیسا کہ علوم ظنیہ میں ہوتا ہے
آں تحری آمد اندر لیل تار	ویں حضور کعبہ و وسط نہار
وہ تو شب تاریک میں تحری ہے	اور یہ حضور کعبہ اور وسط نہار ہے
خیز اے نمرود پر جوی از کساں	نرد بانے نایدت از کرگساں
اے نمرود اٹھ آدمیوں سے پر طلب کر	تجھ کو کرگسوں سے نرد بان نہ ملے گی
عقل جزوی کرگس آمد اے مقل	پر او باجیفہ خواری متصل
عقل ناقص کرگس ہے اے قلیل الحاج	اس کا پر مردار خواری سے متصل ہے
عقل ابدالاں چو پر جبرئیلؑ	می پرد تا ظل سدرہ میل میل
اولیاء کی عقل مثل پر جبرئیل کے ہے	جو کہ سایہ سدرہ تک درجہ بدرجہ اڑتا ہے
باز سلطانم گشم نیکو پیم	فارغ از مردارم و کرگس نیم
میں باز شاہی ہوں خوب ہوں نیک قدم ہوں	مردار سے فارغ ہوں اور کرگس نہیں ہوں
ترک کرگس کن کہ من باشم کست	یک پر من بہتر از صد کرگس ست
تو کرگس کو ترک کر کے کہ میں تیرا یار ہوں	میرا ایک پر تیرے صدہا کرگس سے افضل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چند بر عمیا دوانی اسپ را	باید استا پیشہ را و کسب را
تو اندھند کتنا دوڑاوے گا گھوڑے کو	پیشہ اور کسب کے لئے استاد کی ضرورت ہے

بدوں ابراہیم علیہ السلام کے نمرود بھی نے کرگس کے ساتھ آسمان پر سفر کیا (اور) ہوا (ے نفسانی) کے سبب اوپر کی طرف بہت (دور تک) گیا (بھی) لیکن (پھر بھی) آسمان پر (تو) کرگس نہیں اڑتا۔ ابراہیم علیہ السلام نے (اس سے) فرمایا (قالاً یا حالاً کہ) اے سفر کرنے والے تیرا کرگس میں ہو جاؤں یہ تیرے لئے اچھا ہے (یعنی میرے اتباع سے عروج الی السماء بالمعنی آلاتی کہ وہی مفید بھی ہے میسر ہو سکتا ہے پس) جب تو اوپر (جانے) کے لئے میری نردبان بناوے گا تو بدوں (حسی) پرواز کے تو آسمان پر چلا جاوے گا (مراد اس سے عالم غیب کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے اسی اعتبار سے آگے مثالیں ہیں یعنی) جس طرح سے غرب اور شرق تک بدوں راد و راحلہ (یعنی اسباب سفر حسی) کے دل برق کی طرح چلا جاتا ہے (یہ جانا وہی تعلق و توجہ ہے اور) جس طرح سے کہ شب کو مسافرت کے طور پر آدمیوں کے حواس شہر در شہر سونے کے وقت چلے جاتے ہیں (اس کی صورت بھی وہی تعلق و توجہ ہے اور) جس طرح سے کہ عارف طریق باطن سے اچھا خاصا بیٹھا ہوا سو عالم میں چلا جاتا ہے (یہ جانا بھی تعلق و توجہ ہے عوالم غیب کی طرف آگے اس جانے کی ایک دلیل ہے یعنی) اگر اس (عارف) کو ایسی رفتار حاصل نہیں ہوئی تو یہ خبریں اس اقلیم کی کس سے (منقول) ہیں (یعنی کوئی نقل سابق تو پائی نہیں گئی اور وہ علوم عقلی بھی نہیں محض کشفی و حالی ہیں اور وہ کشف موقوف ہے اس عالم کے ساتھ تعلق ہونے پر پس خبر دلیل کشف ہے اور کشف دلیل تعلق اور یہی مدعا تھا اور اگر کوئی یہ احتمال کرے کہ ممکن ہے کہ محض خیالی خبریں خلاف واقع ہوں اور ایسی حکایت دلیل نہیں ہے تحقق محکی عنہ و تعلق الحاکی بہ کی اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہم نے جو استدلال کیا ہے ایں خبر ہا الخ سو مستدل بہ مطلق خبریں نہیں بلکہ) یہ خبریں اور یہ روایات حقہ (اور) لاکھوں شیوخ ان پر متفق (اور) ان بزرگوں کے درمیان ان (خبروں) میں ایک خلاف بھی نہیں جیسا کہ علوم ظنیہ (عقلیہ) میں ہوتا ہے (پس یہ مثل تواتر کے دلیل ہے ان اخبار کے صحیح ہونے کی پس محکی عنہ کا تحقق ثابت ہو گیا اور عقلی ہونا اس مضمون سے منفی ہے یک خلافے نے الخ پس لامحالہ ان کے ساتھ تعلق کشفی ہوگا اور مجموعہ تحقق و تعلق سے مدعا محفوظ رہا اور مراد ان اخبار سے وہ مسائل کشفیہ ہیں جن میں اختلاف نہیں ہے اور وہ بہت ہیں کما لا یخفی علی صاحب الفن اور انبیاء ثابت الصدق بالدلائل العقلیہ نے تو خود بہت امور کے مشاہدہ کی خبر دی ہے پس یہ شبہ بھی رفع ہو گیا کہ انبیاء کا مشاہدہ اس دلیل سے ثابت نہ ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ صرف وحی سے خبر دیدی ہو آگے علوم ظنیہ میں اختلاف اور ان علوم میں عدم اختلاف کی وجہ ایک مثال میں بتلاتے ہیں کہ) وہ (علم ظنی) تو شب تاریک میں تحری (کی مثل) ہے اور یہ (علم عارفین) حضور کعبہ اور وسط نہار (کی مثل) ہے (جس کا راز یہ ہے کہ یہ مشاہدہ ہے اور وہ استدلال اے نمرود اٹھ (اور مقبول) آدمیوں سے پر طلب کر تجھ کو کرگسوں سے نردبان نہ ملے گی (اسی طرح) عقل ناقص (جیسی سالک خود رائے کی ہے) کرگس ہے اے قلیل المتاع (یعنی قلیل العقل اور) اس (کرگس) کا پر مردار خواری سے متصل (ہو رہا) ہے (اسی اتصال کے واسطہ سے نمرود نے کرگس سے کام لیا تھا اس سے تعلق بغیر الحق کو تشبیہ دی گئی اور) اولیاء کی عقل مثل پر جبرئیل کے ہے جو کہ سایہ سدرہ تک درجہ بدرجہ اڑتا ہے (پھر مقولہ ہے ابراہیم علیہ السلام کا کہ اے نمرود) میں بازشاہی ہوں خوب ہوں نیک قدم ہوں (اور) مردار سے فارغ ہوں اور کرگس نہیں ہوں تو کرگس کو ترک کر کہ میں تیرا یار بنوں میرا ایک پر تیرے صدہا کرگس سے افضل ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

الا دہند کتنا دوڑا وے گا گھوڑے کو (یعنی اپنی رائے سے کہاں تک سعی کرے گا) پیشہ اور کسب کے لئے استاد کی ضرورت ہے (یہ شعر جس طرح مضمون بالا کے مناسب ہے اسی طرح شہزادوں کی نصیحت کے بھی مناسب ہے پس اس میں اشارۃً ایک لطیف طریق سے قصہ کی طرف بھی رجوع ہو گیا چنانچہ آگے رجوع صریح ہے)۔

خویش را رسوا مکن در شہر چین	عاقلے جو خویش از وے در مچین
اپنے کو شہر چین میں رسوا مت کر	کسی عاقل کو ڈھونڈھ اپنے کو اس سے جدا مت کر
آنچہ گوید آں فلاطون زماں	ہیں ہوا بگذار و رو بروفق آں
وہ افلاطون زمانہ جو کچھ کہے	ہاں ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق چل
جملہ می گویند اندر چین بجد	بہر شاہ خویشتن کہ لم یلد
تمام آدمی چین میں اصرار کے ساتھ	اپنے بادشاہ کے نسبت یہ کہتے ہیں کہ اس کے اولاد نہیں ہوئی
شاہ ما خود ہیچ فرزندے نزاد	بلکہ سوئے خویش زن را رہ نداد
ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا	بلکہ اس نے اپنے پاس عورت کو رسائی نہیں ہونے دی
ہر کہ از شاہاں ازیں نوعش بگفت	گردنش با تیغ براں گشت جفت
بادشاہوں میں سے جس نے اس کو اس قسم کی بات کہی	اس کی گردن تیغ براں کے ساتھ مقرون کی گئی
شاہ گوید چونکہ گفتی ایں مقال	زود ثابت کن کہ من دارم عیال
بادشاہ کہتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی ہے	تو جلدی ثابت کر کہ میں عیال رکھتا ہوں
مر مرا دختر اگر ثابت کنی	یافتی از تیغ تیزم ایمنی
اگر تو نے میری لڑکی ثابت کر دی	تب تو میری تیغ تیز سے تو نے امن پایا
ورنہ بیشک من ببرم حلق تو	برکشم از صوفی جاں دلق تو
ورنہ بیشک میں تیرا حلق کاٹ ڈالوں گا	تیری صوفی روح سے دلق کو اتار دوں گا
سر نخواہی بردہیچ از تیغ تو	اے بگفتہ لاغ کذب آمیز تو
تو تلوار سے سر کو نہ لجاوے گا	اے شخص جس نے ایک لغو دروغ آمیز بات کہی ہے
بنگر اے از جہل گفتہ ناحقے	پر ز سرہای بریدہ خندقے
اے شخص جس نے جہل سے ایک غیر واقعی بات کہی ہے	سرہائے بریدہ سے پر یہ خندق دیکھ لے
خندقے از قعر خندق تا گلو	پر ز سرہائے بریدہ زیں غلو
ایک خندق ہے جو کہ اپنے قعر سے اوپر تک	سرہائے بریدہ سے پر ہے بوجہ غلو کے

www.besturdubooks.wordpress.com

جملہ اندر کار ایں دعویٰ شدند	گردن خود را بدیں دعویٰ زدند
تمام لوگ اس دعوے کے شغل میں لگے	اپنی گردن کو اس دعوے سے مارا
ہاں ببیں ایں را بچشم اعتبار	اینچنیں دعویٰ میندیش و میار
ہاں دیکھ لے اس کو چشم عبرت سے	ایسا دعویٰ نہ سوچ اور نہ لا
تلخ خواہی کرد بر ما عمر ما	کہ بریں میداردت اے دادر ترا
تو ہم پر ہماری عمر کو تلخ کرے گا	تجھ کو اے بھائی کون آمادہ کر رہا ہے
گر رود صد سال آنکہ آگاہ نیست	بر عمٰی آں از حساب راہ نیست
اگر سو سال تک بھی ایسا شخص چلے جو کہ باخبر نہیں ہے	حالت کوری پر تو وہ راہ کے حساب میں نہیں ہے
بے سلاحے در مرو در معرکہ	ہمچو بیباکاں مرو در تہلکہ
بدوں سلاح کے معرکہ میں مت جا	اور بے باکوں کی طرح ہلاکت میں مت جا
ایں ہمہ گفتند و گفت آں ناصبور	کہ مرا زیں گفتہا آید نفور
انہوں نے یہ سب باتیں کہیں اور اس بے صبر نے کہا	کہ مجھ کو ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے
سینہ پر آتش مرا چوں منقل ست	کشت کامل گشت وقت منجل ست
میرا سینہ آتش داں کی طرح پر آتش ہے	کھیتی پختہ ہو گئی وقت درانتی کا ہے
صدر را صبرے بد اکنوں آں نماند	بر مقام صبر عشق آتش نشاند
سینہ میں صبر تھا وہ اب نہیں رہا	مقام صبر میں عشق نے آگ بٹھلا دی
صبر من مرد آں شبے کہ عشق زاد	درگذشت و حاضراں را عمر باد
میرا صبر اسی شب میں مر چکا تھا جبکہ عشق پیدا ہوا تھا	وہ فوت ہو چکا اور حاضرین کی عمر ہو
اے محدث از خطاب و از خطوب	زاں گذشتم آہن سردے مکوب
اے شخص جو کہ خطاب اور حوادث کی باتیں کر رہا ہے	میں اس سے گزر چکا ہوں تو آہن سرد مت کوٹ
سرنگونم ہے رہا کن پای من	فہم کو در جملۂ اجزائے من
میں سرنگوں ہوں ہاں میرا پاؤں چھوڑ	میرے ان تمام اجزاء میں فہم کہاں ہے
اشترم من تا توانم می کشم	چوں فتادم زار با کشتن خوشم
میں شتر ہوں جب تک ہو سکے گا بوجھ کھینچوں گا	جب زار ہو کر گر پڑوں گا تو کشتہ ہونے کے لئے خوش ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

برسر مقطوع اگر صد خندق ست	پیش درد من مزاح مطلق ست
سرہائے بریدہ پر اگر سو خندق بھی مشتمل ہیں	میرے درد کے سامنے وہ محض خوش طبعی ہے
من نخواہم زد گر از خوف وبیم	ایں چنیں طبل ہوا زیر گلیم
میں آئندہ خوف بیم کے سبب	ایسے طبل عشق کو زیر گلیم نہ بجاؤں گا
من علم اکنوں بصحرا میزنم	یا سر اندازی و یا روی صنم
اب میدان میں علم لگاؤں گا	یا تو سراندازی ہے اور یا روے صنم ہے
حلق کاں نبود سزای ایں شراب	آں بریدہ بہ بشمشیر ضراب
جو حلق کہ اس شراب کے لائق نہ ہو	وہ شمشیر قتال سے کٹا ہوا اچھا
دیدہ کو نبود ز وصلش در فرہ	آنچناں دیدہ سفید و کور بہ
جو آنکھ اس کے وصل سے تازہ نہ ہو	ایسی آنکھ سفید اور کور بہتر ہے
گوش کاں نبود سزای راز او	برکنش کہ نبود آں برسر نکو
جو کان اس کے راز کے لائق نہ ہو	اس کو اکھاڑ ڈال کہ وہ سر پر اچھا نہیں
اندراں دستے کہ نبود آں نصاب	آں شکستہ بہ بسا طور قصاب
جس ہاتھ میں وہ متاع وصل نہ ہو	وہ قصاب کے چھرے سے شکستہ اچھا
آنچناں پای کہ از رفتار او	جاں نہ پیوندد بہ نرگس زار او
وہ پاؤں کہ اس کی رفتار سے	جان اس کی نرگس زار سے نہ مل جاوے
آنچناں پا در حدید اولیٰ ترست	کانچناں پا عاقبت درد سرست
ویسا پاؤں آہن میں ہونا زیادہ لائق ہے	کیونکہ ایسا پاؤں انجام کار میں درد سر ہے

(دو بھائیوں نے اس بڑے بھائی سے کہا کہ) اپنے کو شہر چیں میں رسوا مت کر کسی عاقل کو ڈھونڈھ (اور) اپنے کو اس سے جدامت کر (اور) وہ افلاطون زمانہ جو کچھ کہے ہاں ہوائے نفسانی کو چھوڑ کر اس کے موافق چل تمام آدمی چین میں اصرار کے ساتھ اپنے بادشاہ کی نسبت یہ کہتے ہیں کہ اس کے اولاد نہیں ہوئی (یعنی) ہمارے بادشاہ کے کوئی فرزند نہیں ہوا (اوپر جو کہ عربی جملہ تھا اس لئے بعد میں فارسی میں تفسیر کی گئی) بلکہ اس نے اپنے پاس عورت کو رسائی نہیں ہونے دی (اور) بادشاہوں میں سے جس نے اس کو اس قسم کی بات کہی (کہ اس کے اولاد ہے غالباً دختر کے لئے پیام بھیجنے کے ضمن میں یہ بات کہنا مراد ہوگا) اس کی گردن تیغ براں کے ساتھ مقروں کی گئی (یعنی) بادشاہ (اس پیام والے سے) کہتا ہے کہ جب تو نے یہ بات کہی ہے (کہ میرے کوئی اولاد ہے) تو جلدی (اس کو) ثابت کر کہ میں عیال رکھتا ہوں۔ اگر تو نے میرے لڑکی

ثابت کردی تب تو میری تیغ تیز سے تو نے امن پایا ورنہ بیشک میں تیرا حلق کاٹ ڈالوں گا (اور) تیری صوفی روح سے دلق کو (کہ وہ جسم ہے) اتار دوں گا (اور) تو تلوار سے سر کو (سلامت) نہ لے جاوے گا اے شخص جس نے ایک لغو دروغ آمیز بات کہی ہے (فی الغیاث آمیغ بمعنی آمیز) اے شخص جس نے جہل سے ایک غیر واقعی بات کہی ہے سرہائے بریدہ سے پر یہ خندق دیکھ لے ایک خندق ہے جو کہ اپنے قعر سے اوپر تک سرہائے بریدہ سے پر ہے بوجہ (اس) غلو کے (کہ میرے اولاد بتلاتا ہے اور ثابت نہیں کرسکتا۔ یہاں تک مقولہ شاہ چین کا نقل کیا اب شہزادے کہتے ہیں کہ) تمام لوگ اس دعوے کے شغل میں لگے (اور) اپنی گردن کو اس دعوے سے مارا ہاں دیکھ لے اس کو چشم عبرت سے (اور) ایسا دعویٰ نہ سوچ اور نہ لا تو ہم پر ہماری عمر کو تلخ کرے گا تجھ کو اے بھائی کون آمادہ کر رہا ہے (فی الغیاث داد بفتح دال ثانی بمعنی برادر و دوست) اگر سو سال تک بھی ایسا شخص چلے جو کہ باخبر نہیں ہے حالت کوری پر تو وہ راہ کے حساب میں نہیں ہے (چنانچہ ظاہر ہے اسی طرح) بدوں سلاح کے معرکہ میں مت جا اور بے باکوں کی طرح ہلاکت میں مت جا (مطلب یہ کہ کوئی کام بے طریقہ ٹھیک نہیں اور تو طریقہ جانتا نہیں اس لئے جلدی مت کر کسی آگاہ کو بہم پہنچا تب اس کو شروع کر رہی یہ بات کہ یہ بادشاہ باوجود عارف ہونے کے جیسا اس حکایت کی تمہید میں احقر نے مع الدلیل اس کو بیان کیا ہے اس واقعی بات پر کہ اس کے اولاد ہے لوگوں کو قتل کی وعید کیوں سناتا تھا اور پھر قتل کیوں کرتا تھا جیسا خندق کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے سو میرے ذوق میں اس کا جواب یہ ہے کہ وہ اس میں بھی بوجہ شیخ ہونے کے اخلاق کی تعلیم کرتا تھا کہ بدوں دلیل دعوے کرنا گو مخاطب کے نزدیک وہ صحیح ہی ہو لیکن دعوے خلاف احتیاط ہے اس سے روکنے کے لئے وعید کا طریقہ اختیار کیا تھا باقی اس پر قتل نہ کرتا تھا اور خندق دوسرے واقعی مجرموں سے پر ہو گی مگر بمصلحت وہ اپنے کلام میں اس کا ایہام دلاتا تھا کہ ان مقتولین کا یہی جرم تھا تاکہ خوب احتیاط سیکھیں) انہوں نے یہ سب باتیں کہیں اور (جواب میں) اس بے صبر نے کہا کہ مجھ کو ان باتوں سے نفرت ہوتی ہے میرا سینہ آتش دان کی طرح پر آتش ہے (فی الغیاث منقل انگشدان و مجمر میرے صبر کی ایسی مثال ہے کہ) کھیتی پختہ ہو گئی (اب) وقت درانتی (پڑنے) کا ہے (یعنی صبر انتہا کو پہنچ گیا اب اس کی قطع برید کا وقت ہے) سینہ میں صبر تھا (مگر) وہ اب نہیں رہا مقام صبر میں عشق نے آگ بھڑکا دی میرا صبر اسی شب میں مر چکا تھا جبکہ عشق پیدا ہوا تھا وہ فوت ہو چکا (اور اس کے ساتھ میں بھی جانے کو تیار ہوں) اور (بقیہ) حاضرین کی عمر ہوائے شخص جو کہ خطاب اور حوادث کی باتیں کر رہا ہے (کہ اظہار میں ایسا ایسا حادثہ پیش آجاوے گا) میں اس سے گزر چکا ہوں تو آہن سر دمت کوٹ۔ میں (حوادث کے لئے) سرنگوں (:۔ منقاد ہوں) ہاں میرا پاؤں چھوڑ (کہ حوادث میں واقع ہوں) میرے ان تمام اجزاء میں فہم کہاں ہے میں شتر ہوں جب تک ہو سکے گا بوجھ کھینچوں گا (اور) جب (بار کی کثرت سے) زار ہو کر گر پڑوں گا تو کشتہ ہونے کے لئے خوش ہوں (مگر اس خوف کے سبب بوجھ کی کثرت سے نہ ڈروں گا اور) سرہائے بریدہ پر اگر سو خندق بھی مشتمل ہیں (مگر میرے درد (عشق) کے سامنے وہ محض خوش طبعی ہے (یعنی میں اس کو ایک کھیل سمجھتا ہوں غرض یہ ہے کہ) میں آئندہ خوف وبیم کے سبب ایسے طبل عشق کو زیر گلیم (یعنی مخفی) نہ بجاؤں گا (بلکہ) اب میدان میں علم لگاؤں گا (پس) یا تو سراندازی ہے اور یا روئے صنم ہے (وجہ اس فیصلہ کی یہ ہے کہ) جو حلق کہ اس شراب (وصال) کے لائق نہ ہو وہ شمشیر قتال سے کٹا ہوا اچھا (اس لئے اول وصال کی کوشش کروں گا اور اگر وہ میسر نہ ہوا تو اپنے حلق کے لئے کٹنا ہی پسند کروں گا اسی طرح) جو آنکھ اس کے وصل سے تازہ نہ ہوا ایسی آنکھ سفید اور کور بہتر ہے (اسی طرح) جو کان اس کے راز کے لائق نہ ہو اس

www.besturdubooks.wordpress.com

کو اکھاڑ ڈال کہ وہ (کان) سر پر (لگا ہوا) اچھا نہیں (معلوم ہوتا اسی طرح) جس ہاتھ میں وہ متاع وصل نہ ہو وہ (ہاتھ) قصاب کے چھرے سے شکستہ اچھا (فی الغیاث ساطور کارو بزرگ و خنجر اسی طرح) وہ پاؤں کہ اس کی رفتار سے جان اس (محبوب) کی نرگس زار سے نہ مل جاوے ویسا پاؤں آہن میں ہونا زیادہ لائق ہے کیونکہ ایسا پاؤں انجام کار میں دردسر ہے (اور موجب کلفت فراق ہے اس لئے سزا کے لائق ہے)۔

فائدہ:۔ آگے بطور انتقال کے تشبیہ ہے اس طلب مجاز کی طلب حقیقت کے ساتھ کہ اس میں بھی کوشش و مجاہدہ انتہا کو پہنچا دینا چاہئے گو یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ کوشش و مجاہدہ طریق وصول نہیں ہے اور اس اجمال کی تفصیل بھی آگے آوے گی اور پھر حال سالک سے انتقال ہوگا خاص اس مضمون کی تعمیم کی طرف کہ جہد کی جاوے اور طریق سے اور مقصود حاصل ہو دوسرے طریق سے۔

بیان مجاہد کہ دست از مجاہدہ باز ندارد اگر چہ داند کہ بسطت عطائے حق آں مقصود از طرف دیگر و بسبب نوع عمل دیگر بدو رساند کہ در وہم او نبودہ باشد واو ہمہ وہم وامید دریں طریق معین بستہ ہمیں حلقہ دری زند بو کہ حق تعالیٰ آں روزی را از در دیگر بدو رساند کہ او آں تدبیر نکردہ باشد ویرزقہ من حیث لا یحتسب العبد یدبر واللہ یقدر و بود کہ بندہ را وہم بندگی بود کہ مرا از غیر ایں در برساند اگر چہ من حلقہ ایں در می زنم حق سبحانہ وتعالیٰ اورا ہم ازیں در روزی رساند فی الجملہ ایں ہمہ درہای یک سرای ست

اس مجاہدہ کرنے والے کا بیان جو مجاہدہ سے دستبردار نہیں ہوتا اگر چہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا کی وسعت اس مقصود کو دوسری جانب سے اور دوسری قسم کے عمل کے سبب سے اس کو پہنچا دے گا۔ جو اس کے وہم میں بھی نہیں ہے اور اس نے تمام وہم اور امیدیں اسی معین راستہ سے وابستہ کر رکھی ہیں اور اسی در کی کنڈی کھٹکھٹا رہا ہے ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس روزی کو دوسرے دروازے سے اسے پہنچا دے جس کی اس نے کوئی تدبیر نہ کی ہو اور اللہ اس کو اس جگہ سے روزی پہنچاتا ہے جس کا اس کو گمان نہ ہو بندہ تدبیر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ تقدیر لکھتا ہے اور ہوتا ہے کہ بندہ کو بندگی کا خیال ہو کہ مجھے اس در کے غیر سے وہ پہنچائے گا اگر چہ میں اس در کی کنڈی پیٹتا ہوں اللہ تعالیٰ اس کو اسی در سے روزی پہنچا دیتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب ایک مکان کے دروازے ہیں۔

یا دریں رہ آیدم آں کام من	یا چو باز آیم روم سوی وطن
یا تو اس راہ میں میرا وہ مقصود حاصل ہو جاوے	یا باز کی طرح راہ سے وطن کی طرف آ جاؤں
بو کہ موقوفست کامم بر سفر	چوں سفر کردم بیابم در حضر
ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو	جب سفر کر چکوں تو حضر ہی میں پا لوں
یار را چنداں بجویم جد و چست	ما بدانم کہ نمی بایست جست
میں محبوب کو جس قدر کوشش سے اور مستعد ہو کر طلب کروں گا	یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ طلب کرنے کی ضرورت نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

آں معیت کے رود در گوش من	تا نگردم گرد دوران زمن
وہ معیت میرے کان میں کب جاوے گی	جب تک کہ دائرہ زمانہ کے گرد نہ پھر لوں گا
تا حساب خطوتان و قد وصل	گردوم روشن شود اشکال حل
یہاں تک کہ خطوتان من قطعھما فقد وصل کا حساب	مجھ کو روشن ہو جاوے اشکال حل ہو جاوے
کے کنم من از معیت فہم راز	جز مگر بعد از سفرہائے دراز
میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں	مگر بعد سفر ہائے دراز کے
حق معیت گفت و دل را مہر کرد	تا کہ عکس آید بگوش دل نہ طرد
حق تعالیٰ نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے	تا کہ گوش دل میں جامعیت آ جاوے نہ کہ مانعیت
چوں سفرہا کرد و داد راہ داد	بعد ازاں مہر ازدل او برکشاد
جب بہت سے سفر کئے اور حق راہ کا ادا کیا	اس کے بعد اس کے دل سے مہر کھول دی
چوں خطائیں آں حساب باصفا	گرددش روشن ز بعد دو خطا
حل خطائیں اس حساب لطیف کے	اس کو وہ منکشف ہوتا ہے بعد دو خطا کے
بعد ازاں گوید اگر دانستمے	ایں معیت را کے او را جستمے
اس کے بعد کہتا ہے کہ اگر میں	اس معیت کو جانتا تو اس کی کب طلب کرتا
دانش آں بود موقوف سفر	ناید آں دانش بہ تیزی فکر
اس کا علم سفر پر موقوف تھا	ذکاوت فکر سے یہ علم میسر نہیں آتا
آنچنانکہ وجہ وام شیخ بود	بستہ و موصوف گریہ آں وجود
جیسا کہ قرض شیخ کا طریق	معلق اور موقوف تھا اس ہستی کے گریہ پر
کودک حلوائی بگریست زار	تو ختہ شد وام آں شیخ کبار
ایک حلوا فروش لڑکا زار زار رویا	اس شیخ کبیر کا قرض ادا کر دیا گیا
گفتہ شد آں داستان معنوی	پیش ازیں اندر خلال مثنوی
وہ سفر کی داستان	اس کے قبل اثنائے مثنوی میں کہی گئی ہے
اں سخن در دفتر دویم گذشت	گر نمی دانی کن آنجا باز گشت
یہ مضمون دفتر دوم میں گزرا ہے	اگر تجھ کو معلوم نہ ہو تو اس جگہ رجوع کر لے

www.besturdubooks.wordpress.com

دردلت خوف افگند از موضعے	تانباشد غیر آنت مطمعے
حق تعالیٰ تیرے دل میں ایسے موضع سے خوف پیدا کر دیتا ہے	کہ بجز اس کے تیرے لئے کوئی امیدگاہ نہیں ہوتی
در طمع خود فائدہ دیگر نہد	واں مرادت از کسے دیگر دہد
خود طمع میں دوسرا فائدہ رکھتا ہے	اور وہ تیری مراد دوسرے شخص سے دیتا ہے
اے طمع بر بستہ دریکجای سخت	کایدم میوہ ازاں عالی درخت
اے شخص جو کہ ایک جگہ میں سخت توقع باندھے ہوئے ہے	کہ مجھ کو اس درخت بلند سے میوہ ملے گا
آں طمع زاں جا نخواہد شد وفا	بل زجای دیگر آید آں عطا
وہ امید وہاں سے پوری نہ ہو گی	بلکہ دوسری جگہ سے وہ عطا آوے گی
آں طمع راپس چرا در تونہاد	چوں نبودش نیت اکرام و داد
اس طمع کو پھر کس لئے تیرے اندر رکھا	جبکہ اس کا قصد اکرام اور عطا کا نہ تھا
از برائے حکمتے و صنعتے	نیز تاباشد دلت در حیرتے
کسی حکمت اور صنعت کے لئے	نیز تاکہ تیرا دل حیرت میں ہو جاوے
تادلت حیراں بود اے مستفید	کہ مرا دم از کجا خواہد رسید
تاکہ تیرا دل حیران ہو جاوے اے مستفید	کہ میری مراد کہاں سے ملے گی
تابدانی عجز خویش وجہل خویش	تاشود ایقان تو درغیب بیش
تاکہ تو اپنے عجز و اجہل کو جان لے	تاکہ تیرا یقین بالغیب اور زیادہ ہو جاوے
ہم دلت حیراں بود در منتجع	کہ چہ رویاند مصرف زیں طمع
نیز تیرا دل حیران رہے مقام طلب آب و علف میں	کہ تصرف کرنے والا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے
طمع داری روزیي در درزیي	تاز خیاطی بری زر تازیي
تو روزی کی طمع خیاطی میں رکھتا ہے	تاکہ خیاطی سے زر حاصل کرے جب تک تو زندہ رہے
رزق تو در زرگری آرد پدید	کہ زوہمت بود آں مکسب بعید
وہ تیرا رزق زرگری میں پیدا کرتا ہے	کہ وہ ذریعہ کمائی کا تیرے خیال سے بھی بعید تھا
پس طمع در درزیي بہر چہ بود	چوں ترا در جائے دیگر در کشود
پھر طمع خیاطی میں کس لئے تھی	جبکہ تیرے لئے دوسری جگہ دروازہ مفتوح فرمایا

www.besturdubooks.wordpress.com

بہرنا در حکمتے در علم حق	کہ بنشت آں حکم را درما سبق
کسی عجیب حکمت کے لئے جو علم حق میں ہے	کہ اس حکم کو ماسبق میں لکھ دیا ہے
نیز تا حیراں بود اندیشہ ات	تا کہ حیرانی بود کل پیشہ ات
نیز تا کہ تیری قوت فکریہ حیران رہے	تا کہ حیرانی تیرا پورا شیوہ ہو جاوے
یا وصال یار زیں سعیم رسد	یاز راہ خارج از سعی جسد
خواہ میری اس سعی سے وصال محبوب مل جاوے	خواہ کسی ایسے طریق سے جو سعی جوارح سے خارج ہو
من نگویم زیں طریق آید مراد	می طپم تا از کجا خواہد کشاد
میں یہ نہیں کہتا کہ اسی طریق سے مراد حاصل ہو جاوے گی	میں تو مضطربانہ حرکت کرتا ہوں کہ کس جگہ سے فتح باب ہوگا
سر بریدہ مرغ ہر سو می فتد	تا کدامیں سو رہد جاں از جسد
سر بریدہ مرغ ہر طرف گرتا پھرتا ہے	کہ کونسی طرف جان بدن سے خلاصی پاوے
یا مراد من برآید زیں خروج	یا ز برج دیگر از ذات البروج
خواہ میری مراد اس خروج سے برآوے	یا کسی دوسرے برج سے فلک ذات البروج میں سے

(شہزادہ کے مقولہ سے انتقال ہے سالک مجاہد کے مقولہ کی طرف بمناسبت لزوم طلب بالغ یعنی یہ سالک کہتا ہے کہ میں بھی مثل اس شہزادہ کے مطلوب حقیقی کی طلب میں کوشش بلیغ کروں گا کہ سفر باطنی ہے یہاں تک کہ) یا تو اس راہ میں (سفر کے ذریعہ سے) میراوہ مقصود حاصل ہو جاوے (اور) یا باز کی طرح راہ سے (یعنی سفر سے) وطن کی طرف (واپس) آ جاؤں (اور وہ مقصود وطن میں آ کر حاصل ہو جاوے باز کی ساتھ تشبیہ اس میں ہے کہ وہ عادۃً صید کے لئے سفر کرنے کے بعد وطن ضرور لوٹ آتا ہے اور چونکہ دریں رہ آیدم کے مقابل آیم زرہ سوئے وطن آیا ہے اس لئے اس کے ترجمہ میں یہ نکال دیا ہے کہ سفر کے ذریعہ سے اور وطن سے مراد آگے آتی ہے اور یہ دونوں شقیں احتمال عقلی کے درجہ میں ہیں ورنہ آئندہ کے اشعار میں جیسا کہ شرح کے بعد معلوم ہوگا شق متعین یہی ہے کہ وطن ہی میں مقصود حاصل ہوگا لیکن قبل اس کے وقوع کے طالب کی نظر میں تو دونوں ہی احتمال ہو سکتے ہیں آگے مصرعہ ثانیہ کی تاکید ہے کہ) ممکن ہے کہ میرا مقصود سفر پر موقوف ہو (یعنی سفر اس کے لئے شرط ہو پھر) جب سفر کر چکوں تو (اس مقصود کو) حضر (وطن) ہی میں پالوں (شرح اس کی جیسا مقام کے مجموعہ کلام سے مستفاد ہوتا ہے یہ ہے کہ مقصود سے مراد معیت حق اور سفر سے مراد مجاہدہ اور وطن و حضر سے مراد فطرت پس سالک اس معیت کی تحصیل کے لئے مجاہدہ کرتا ہے اور بعد مجاہدہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ معیت تو بدو فطرت سے حاصل تھی پس ایسی مثال ہوگئی کہ ایک چیز اپنے گھر میں موجود ہے مگر چونکہ اس کو دیکھا نہیں یا پہچانا نہیں اس لئے خبر نہیں کہ گھر میں ہے اس کے ڈھونڈنے کو گھر سے نکلا بڑے بڑے سفر کئے سفر میں کسی نے پورا پتہ بتلایا کہ وہ ایسی ایسی چیز ہے اور تمہارے گھر میں ہے گھر میں آ کر وہ مل گئی جس طرح اس سرخی کے بعد ایک حکایت آوے گی کہ کسی بغدادی نے خواب

www.besturdubooks.wordpress.com

میں دیکھا کہ مصر میں ایک خزانہ ہے وہ اس کی تلاش میں مصر پہنچا کوتوال نے پکڑ لیا اس نے کہا کہ میں چور نہیں ہوں صرف ایسا خواب دیکھا تھا اس لئے یہاں آیا ہوں اس نے کہا کہ تو بھی عجیب شخص ہے خواب پر اتنا بڑا سفر کیا خواب میں تو مجھ کو بارہا نظر آیا ہے کہ بغداد کے فلاں گھر میں کہ وہ اسی کا گھر تھا خزانہ ہے مگر میں نے کبھی اس پر کوئی عملدرآمد نہیں کیا اس شخص کو حیرت ہوگئی اور اپنے گھر آ کر خزانہ تلاش کیا اور مل گیا تو پہلے خواب کا مطلب یہ تھا کہ خزانہ کا پتہ مصر میں ہے پس اسی طرح معیت حق تعالیٰ کی فطری ہے مگر اس کا انکشاف ہر شخص کو نہیں ہے اس کے لئے مجاہدہ کیا جاتا ہے بعد مجاہدہ کے جب اس کا انکشاف ہوتا ہے دیکھتا ہے کہ یہ تو وہی ہے جو پہلے سے میسر تھی اور گو حق تعالیٰ نے یہ خبر دے دی ہے وھو معکم اینما کنتم جس کے بعد ظاہراً عدم انکشاف مستبعد و مستلزم تکذیب نص معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں دو مرتبہ ہیں ایک معیت عقلیہ اعتقادیہ عامہ دوسری معیت ذوقیہ حالیہ خاصہ تو آیت سے قبل ذوق مرتبہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے چنانچہ اہل ظاہر نے یہی سمجھا ہے اور ذوق کے بعد مرتبہ ثانیہ بھی آیت کا مدلول معلوم ہوتا ہے پس اخبار الٰہی کے بعد عدم انکشاف مرتبہ ثانیہ کا کچھ مستبعد نہیں کیونکہ مرتبہ اولیٰ کے مان لینے سے بھی تصدیق آیت کی ہو جاتی ہے اور اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف حقیقۃً تو محض فضل و عنایت پر موقوف اور اس کا معلول ہے جس کو جذب کہتے ہیں لیکن عادۃً دو امر پر موقوف ہے ایک یہ سمجھنا کہ یہ معیت حاصل نہیں ہے دوسرا یہ کہ یہ طلب یعنی مجاہدہ سے حاصل ہوگی جس کو سلوک کہتے ہیں اور امر اول پر توقف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ تو سمجھے کہ یہ مجھ کو حاصل ہے تو وہ طلب ہی کیوں کریگا کہ تحصیل حاصل محال ہے اور امر ثانی پر توقف اس لئے ہے کہ اگر کوئی شخص یہ تو سمجھے کہ مجھ کو حاصل نہیں مگر یہ نہ سمجھے کہ طلب مجاہدہ سے اس کا حصول ہوگا تو ظاہر ہے کہ وہ بھی طلب و مجاہدہ نہ کرے گا اور گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہوگا کہ میرا یہ سمجھنا کہ مجھ کو معیت حاصل نہیں خلاف واقع نکلا کیونکہ معیت تو حاصل تھی اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہوگا کہ اس کا حصول مجاہدہ سے نہیں ہوا کیونکہ یہ قبل مجاہدہ بھی حاصل تھا لیکن پھر بھی ان دونوں امر کا اعتقاد ہونا کہ مجھ کو حاصل نہیں اور یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہوگا مجھ کو مفید ہوا کہ بدوں اس کے مجاہدہ نہ کرتا اور بدوں مجاہدہ اس کا انکشاف نہ ہوتا اور بدوں انکشاف یہ نہ معلوم ہوتا کہ یہ پہلے سے میسر ہے اور ان دونوں اعتقادوں کو جو خلاف واقع کہا گیا یہ باعتبار ظاہر نظر کے ہے ورنہ واقع میں دونوں اعتقاد مطابق واقع کے ہیں یعنی معیت کا جو درجہ اب حاصل ہوا ہے اس کا پہلے حاصل نہ ہونا بھی اور مجاہدہ کے بعد حاصل ہونا بھی لیکن اگر پہلے سے یہ معلوم ہوتا کہ صرف یہ درجہ حاصل نہیں اور نفس معیت حاصل ہے تو چونکہ اس وقت ان دونوں درجوں میں فرق نہیں کر سکتا تھا اس لئے درجہ حاصلہ کو کافی سمجھ کر درجہ غیر حاصلہ کو طلب نہ کرتا اس لئے حاصل کے حصول کا استحضار اس کو مضر تھا پس ضرورت اس کی تھی کہ اس کا استحضار نہ ہو پس اس عدم استحضار کو صورۃً اعتقاد عدم حصول کہا گیا اس کی ایسی مثال ہے کہ مبتدی کو جو کمالات حاصل ہیں اگر ان کو وہ مستحضر رکھے تو عجب وغیرہ کا خوف ہے اس لئے یہ کہا جاوے گا کہ تم اپنے کو معرا سمجھو اور اس سے یہ شبہ بھی جاتا رہا کہ جہل قبیح ہے اور معیت حسن تو تحصیل حسن کے لئے اعتقاد قبیح شرط و موقوف علیہ کیسے ہو سکتا ہے ورنہ اس قبیح کی تحصیل کا مطلوب ہونا لازم آوے گا کیونکہ بوجہ شرطیت کے بدوں اس کی تحصیل کے اس حسن کا حصول ممکن نہیں عقلاً یا عادۃً جیسی شرط ہو البتہ اگر قبیح حسن کے لئے سبب محض ہو تو کچھ حرج نہیں کیونکہ بوجہ عدم توقف کے اس کی تحصیل تو لازم نہیں آتی جب وہ حاصل ہوگا اس کی طرف مفضی ہو جاوے گا جس کی بہت سی مثالیں عشر ہذا کی آخری سرخی کے ذیل میں آویں گی قریب ختم عشر ہذا کے یہ چند احکام ہیں بحث معیت کے متعلق اگلے اشعار میں یہ سب مذکور ہوتے ہیں اسی لئے احقر نے ان سے پہلے یہ تقریر کردی

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ فہم اشعار میں سہولت ہو پس فرماتے ہیں کہ) میں محبوب کو جس قدر کوشش سے اور مستعد ہو کر طلب کروں گا یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ (اب) طلب کرنے کی ضرورت نہیں (یعنی معیت خاصہ منکشف ہو جاوے کہ یہ انتہا ہے سیر الی اللہ کی اور طلب سے یہی مراد ہے جو کہ یہاں منتہی ہو گئی آگے سیر فی اللہ رہتی ہے جس کا کہیں انتہا نہیں کما قال مولانا۔

اے برادر بے نہایت در گہیست ہرچہ بروے میرسی بروے مایست

اور سیر الی اللہ سے مقصود بھی یہی سیر فی اللہ ہے پس اس کو اس مقام پر مقصود کہنا باعتبار مجاہدہ کے ہے کہ اس کی غایت مقصودہ تو یہی ہے باقی یہ سیر فی اللہ اس غایت کی بھی غایت ہے خوب سمجھ لو اور) وہ معیت (جس کے انکشاف کے بعد یہ حکم کیا گیا ہے تا بدام کرنمی بایست جست) میرے کان میں کب جاوے گی (مراد اس سے اس کا مشاہدہ ہے اطلاقاً للخاص علی العام لان السمع قسم من المشاہدۃ یعنی اس کا مشاہدہ کب ہوگا) جب تک کہ دائرہ زمانہ کے گردنہ پھر لوں گا (یہ کنایہ ہے مجاہدہ سے آگے غایت ہے گرد م گرد دوران زمن کی یعنی میں) یہاں تک (پھروں گا) کہ خطوتان من قطعھما فقد وصل کا حساب مجھ کو روشن ہو جاوے (اور) اشکال حل ہو جاوے (یہ ایک مشہور قول ہے جس کا ترجمہ یہ ہے یک قدم بر فرق خود نہ وان دگر در کوئے دوست اور یہ دو قدم کنایہ ہے مجاہدہ سے کہ اس سب کا حاصل فنا و بقاء ہے جو کہ دو قدم کے مشابہ ہے اور اس کا حساب روشن ہونا کنایہ ہے حصول مقصود معیت سے اور حل اشکال سے بھی یہی مراد ہے پس مطلب یہ ہوا کہ اتنا پھروں گا کہ مجاہدہ کا ثمرہ یعنی حصول مقصود متحقق ہو جاوے آگے تفسیر ہے شعر آں معیت کے رود الخ کی کیونکہ رفتن معیت در گوش اور گشتن گرد دوران زمن میں قدرے ابہام تھا اس لئے دونوں مصرعوں میں دونوں کی تفسیر کرتے ہیں یعنی) میں معیت کے راز کو کب سمجھ سکتا ہوں (جو کہ مقصود ہے) مگر بعد سفر ہائے دراز (یعنی مجاہدہ) کے (فی الحاشیہ اجتماع لفظ جز با مگر از قبیل اجتماع لفظ نیز و ہم است اور گو آیت میں نص ہے وھو معکم اینما کنتم جس کے بعد معیت کی تصدیق کا مجاہدہ پر موقوف ہونا غیر صحیح معلوم ہوتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ) حق تعالیٰ نے معیت کی خبر بھی دی ہے اور دل پر مہر بھی کر دی ہے تا کہ گوش دل (یعنی عقل استدلالی میں (اس کی) جامعیت (کا مرتبہ) آ جاوے نہ کہ مانعیت (کا مرتبہ مراد مرتبہ جامعیت سے معنی عام ہیں معیت کے جو مرتبہ عقلیہ اعتقادیہ ہے اور مراد مرتبہ مانعیت سے معنی خاص ہیں معیت کے جو مرتبہ ذوقیہ حالیہ ہے اور وجہ تعبیر ظاہر ہے کہ معنی عام سے اگر کسی خاص کی حد کی جاوے تو اس حد کا افراد محدود کے لئے جامع ہونا تو یقینی ہے مگر مانع نہ ہوگا اور معنی خاص سے اگر حد کی جاوے تو وہ جامعیت کے ساتھ مانع بھی ہوگا مثلاً انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ کرنا جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور حیوان ناطق مانع بھی ہے اسی طرح معنی عام باعتبار معیت خاصہ کے جامع تو ہے مگر مانع نہیں اور معنی خاص مانع بھی ہے حاصل جواب کا یہ ہوا کہ معیت منصوص تو ہے مگر چونکہ معنی خاص کا انکشاف نہیں ہے جس کو مہر کرنا کہا ہے اس لئے وہ معنی خاص جو کہ جامع مانع سے مفہوم نہیں ہوتے معنی عام جو کہ صرف جامع سے مفہوم ہوتے ہیں پس آیت کی تفسیر اس معنی عام کے ساتھ کر لینے سے تصدیق بھی آیت کی ہو گئی اور معنی خاص کے لئے مجاہدہ کی ضرورت کا حکم بھی صحیح رہا پھر) جب بہت سے سفر کئے اور حق راہ (سلوک) کا ادا کیا (جس کو فرماتے ہیں سعی لھا سعیھا) اس کے بعد اس کے دل سے مہر کھول دی (اور انکشاف خاصہ کا ہو گیا اسی ثمرہ کے ترتب علی المجاہدہ کو کسی نے اس طرح کہا ہے۔

صوفی نشود صافی تا در نکشد جامے بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

یہاں تک تو توقف انکشاف کا مجاہدہ پر بیان فرمایا جس کو احقر نے اوپر اس قول میں لکھا ہے لیکن عادۃً دو امر پر موقوف

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے الخ آگے وہ مضمون ہے جس کو احقر نے اوپر اپنی تقریر کے آخیر میں ذکر کیا ہے اس قول میں کہ گو بعد انکشاف کے یہ معلوم ہوگا الخ چنانچہ فرماتے ہیں کہ) مثل خطائیں (یعنی) اس حساب لطیف کے (جس کو حساب خطائیں کہتے ہیں) اس کو وہ (مقصود یعنی معیت) منکشف ہوتا ہے بعد دو خطا کے (اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ مثل عمل خطائیں کے وہ حساب با صفا یعنی جواب سوال اس کو دو خطا کے بعد روشن ہوتا ہے اول حساب خطائیں کو سمجھنا چاہئے جو کہ مشبہ بہ ہے پھر تطبیق کی تقریر آسان ہو جاوے گی سو جاننا چاہئے کہ اہل حساب کے نزدیک استخراج عدد مجہول کے کئی طریق اور عمل ہیں ایک عمل اربعہ متناسبہ کا دوسرا خطائیں کا تیسرا عکس و تحلیل وتعاکس کا چوتھا جبر و مقابلہ کا اس جگہ صرف عمل خطائیں کو بتلاتا ہوں اور توجیہ اول پر اس کو غایت نفاست و لطافت کے سبب با صفا فرمایا ہے حتیٰ کہ بعض نے گو بلا سند ہے اس کی نسبت لکھ دیا ہے **وهذا العمل من معجزات احد من الانبياء والله اعلم.**

قاعدہ اس کا یہ ہے کہ کسی عدد مجہول کے سوال کے جواب کیلئے ایک عدد جو چاہو فرض کر لو مثلاً کسی نے سوال کیا کہ وہ کون عدد ہے کہ اگر اس عدد پر اس کا دو ثلث اور واحد صحیح بڑھا دیا جاوے تو دس حاصل ہو جاویں تو تم اسکا جواب دینے کیلئے جو عدد چاہو کیف ما اتفق فرض کر لو مثلاً ہم نے اسکے جواب کے لئے نو کا عدد لے لیا اور اس کا نام مفروض اول رکھ لو اور اس میں وہ عمل کر کے دیکھو جو سائل نے بتلایا ہے یعنی اس پر اس کا دو ثلث اور واحد بڑھاؤ چنانچہ ہم نے نو کے ساتھ یہ عمل کیا کہ اس پر اسکا دو ثلث یعنی چھ اور پھر ایک بڑھایا تو حاصل سولہ ہوئے سو کبھی تو اس عمل کرنے سے یہ عدد مفروض عدد مقصود کی مطابق نکلے گا تب تو جواب حاصل ہو گیا اور کبھی مطابق نہ نکلے گا غلط نکلے گا جیسا یہاں ہوا کہ نو کے ساتھ یہ عمل کرنے سے دس حاصل نہیں ہوا بلکہ سولہ حاصل ہوئے جیسا ابھی گزرا اب اس عدد حاصل یعنی سولہ اور اس عدد مطلوب یعنی دس میں تفاوت دیکھیں گے سو یہاں تفاوت چھ کا ہے (اس چھ کو خطا اول کہیں گے پھر جواب معلوم کرنے کیلئے ایک اور عدد کیف ما اتفق فرض کر لو مثلاً ہم نے دوسری بار میں چھ کا عدد لے لیا اور اس کا نام مفروض ثانی رکھ لو اور اس میں وہی عمل کر کے دیکھو چنانچہ ہم نے چھ پر اس کا دو ثلث یعنی چار اور ایک مجموعہ پانچ بڑھایا تو حاصل گیارہ ہوئے سو اگر اس عمل سے دس حاصل ہو جاتے تو چھ عدد مطلوب ہوتا لیکن یہاں بھی مطابق نہ نکلا اس سے ایک زائد رہا پس اس تفاوت کو خطاء ثانی کہیں گے پھر مفروض اول کو مثلاً نو کو خطاء ثانی میں مثلاً ایک میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو یعنی مثلاً نو کو محفوظ اول کہیں گے اور مفروض ثانی کو مثلاً چھ کو خطاء اول میں مثلاً چھ میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب کو مثلاً چھتیس کو محفوظ ثانی کہیں گے اسکے بعد دیکھیں گے کہ خطاء اول مثلاً چھ اور خطاء ثانی مثلاً ایک آیا عدد مطلوب یعنی مثلاً دس سے زائد ہیں یا کم یا ایک زائد ہے ایک کم اگر دونوں زائد ہوں یا دونوں ناقص ہوں جیسے یہاں دونوں ناقص ہیں تب تو یہ دیکھو کہ خطاء اول اور خطاء ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت پانچ کا ہے اور یہ دیکھو کہ محفوظ اول و محفوظ ثانی میں کیا تفاوت ہے مثلاً یہاں یہ تفاوت ستائیس کا ہے پس تفاوت بین المحفوظین کو مثلاً ستائیس کو تفاوت بین الخطائین پر مثلاً پانچ پر تقسیم کرو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا مثلاً ہم نے جب ستائیس کو پانچ پر تقسیم کیا تو حاصل ہوا پانچ صحیح اور پانچ خمس پس یہی عدد مطلوب ہے چنانچہ اگر اس پر اسکا دو ثلث اور ایک صحیح بڑھا دو تو دس حاصل ہو جاویگا اور اس بڑھانے کا یعنی جمع کرنے کا آسان طریق یہ ہے کہ اس پانچ صحیح کو جنس کسر یعنی خمس سے بنا لو چنانچہ ایسا کرنے سے پانچ کے تو پچیس خمس ہوئے اور اس کو تجنیس کہتے ہیں اور دو خمس اس کے ساتھ پہلے سے تھے کل ستائیس خمس ہوئے پھر اس پر اسکے دو ثلث کو بڑھایا یعنی اٹھارہ خمس اور ملا دیے ستائیس اور اٹھارہ مل کر پینتالیس خمس ہو گئے اب ہم نے اسکو صحیح عدد اس طرح بنایا کہ اسکو پانچ پر تقسیم

www.besturdubooks.wordpress.com

کردیا تو حاصل قسمت نو ہوا اس کو رفع کہتے ہیں پھر اس پر واحد صحیح بڑھا دیا دس ہو گئے یہی مطلوب تھا۔ یہ قاعدہ تو اس وقت تھا جبکہ خطائیں مطلوب پر زائد یا مطلوب سے ناقص ہوں اور اگر ایک زائد اور ایک کم ہو تو اس کا قاعدہ یہ ہے کہ مجموعہ محفوظین کو مجموعہ خطائیں پر تقسیم کرو حاصل قسمت عدد مطلوب ہوگا مثال خود نکال لو اصلی قاعدہ کے لئے ایک مثال لکھ دینا کافی ہے ہذا کلہ من خلاصۃ الحساب یہ تو مشبہ بہ کی تحقیق تھی اب تطبیق تشبیہ کو سمجھو کہ جس طرح اس عمل میں دو خطا ایک خاص عمل سے سبب ہو گئیں وصول الی المطلوب کی اسی طرح مشبہ میں دو امر جن کا خلاف واقع ہونا بعد انکشاف کے معلوم ہوتا ہے ایک یہ کہ مجھ کو معیت حاصل نہیں دوسرے یہ کہ مجاہدہ سے حاصل ہوگی یہ دونوں امر خلاف واقع ایک خاص وجہ سے واسطہ ہو گئے حصول مطلوب یعنی معیت کے چنانچہ ان دونوں امر کا خلاف واقع ہونا مع تفسیر خلاف واقع ہونے کے اوپر اس قول میں مذکور ہوا ہے اور گو بعد انکشاف کے الخ اور ان دونوں کا واسطہ مطلوب ہونا اس قول میں مذکور ہوا ہے لیکن عادۃً دو امر پر موقوف ہے الخ اور وہ خاص وجہ اس قول میں مذکور ہوئی ہے اور امر اول پر تو توقف اس لئے ہے الخ الحمدللہ کہ مقام توقع سے زیادہ حل اور واضح ہو گیا آگے بیان ہے معیت حاصلہ کے قبل المجاہدہ علم نہ ہونے کے ایک فائدہ کا جس کو اوپر کی تقریر میں اس قول میں احقر نے لکھا ہے لیکن پھر بھی ان دونوں امر کا الخ آگے اسی کو فرماتے ہیں یعنی) اس (انکشاف) کے بعد (شکر النعمۃ نہ کرتا سفا کما یمکن ان یتوہم) کہتا ہے کہ اگر میں اس معیت کو (پہلے سے یعنی قبل المجاہدہ) جانتا تو اس کی کب طلب کرتا۔ (اور بدوں طلب کے ایسا انکشاف کب میسر ہوتا اور اس حالت میں اس انکشاف کے برکات سے محروم رہتا پس) اس کا (پورا) علم (کہ ذوقی و حالی ہے) سفر (و مجاہدہ) پر موقوف تھا (کیونکہ بدوں ذوق کے صرف) ذکاوت فکر سے یہ علم میسر نہیں آتا (اور بدوں مجاہدہ کے ذوق نہیں ہوتا پس بدوں مجاہدہ کے یہ علم میسر نہ ہوتا آگے اس توقف کی مثال ہے تا کہ رتبہ اس توقف کا واضح ہو کہ عادی ہے ورنہ اصل علت اس کی فضل و عنایت ہے جیسا احقر نے اسی تقریر میں اس کو بھی لکھا ہے اس قول میں اور اس معیت خاصہ حالیہ کا انکشاف الخ پس فرماتے ہیں کہ یہ توقف ایسا ہے) جیسا کہ (ادائے) قرض شیخ کا طریق معلق اور موقوف تھا اس ہستی (ضعیف) کے گریہ پر (آگے اس ہستی کی تعیین ہے یعنی) ایک حلوا فروش لڑکا زار زار رویا (جس کے بعد) اس شیخ کبیر کا قرض ادا کر دیا گیا (تو ظاہر ہے کہ گریہ کا ادائے قرض سے کوئی موثر تعلق نہیں محض ایک بہانہ تھا توجہ رحمت حق کے لئے اور اصل علت رحمت حق تھی اسی طرح مجاہدہ ایک بہانہ ہے توجہ رحمت حق کا اور اصل علت رحمت ہے آگے اس قصہ کا پتہ بتلاتے ہیں کہ) وہ پر مغز داستان اس کے قبل اثناء مثنوی میں کہی گئی ہے یہ مضمون (اس کی حکایت کا) دفتر دوم میں گزرا ہے اگر تجھ کو (قصہ) معلوم نہ ہو تو اس جگہ رجوع کر لے یہاں تک سالک کے مجاہدہ و طلب کا مضمون تھا جس کے ضمن میں یہ بھی مذکور ہوا ہے کہ سالک نے مجاہدہ کو سبب حصول مقصود کا سمجھا مگر وہ محض ایک بہانہ تھا مقصود اس کو دوسری جگہ سے یعنی عنایت حق سے ملا اس کے بعد ایک مثال دی جس سے معلوم ہوا کہ اس میں کچھ تخصیص مقصود سلوک کی نہیں دوسرے مقاصد میں بھی حق تعالیٰ خلاف توقع موقع سے مقصود عطا فرما دیتے ہیں آگے اسی کو بطور کلی کے بیان فرماتے ہیں تا کہ زیادہ تعمیم ہو جاوے جس کے عموم میں سالک کے معاملات بھی داخل ہیں کہ بعض اوقات وہ اپنی اصلاح و تربیت کے لئے ایک طریق تجویز کرتا ہے مگر یہ مقصود کسی دوسرے ایسے طریق یا عمل سے حاصل ہوتا ہے جس کا گمان بھی نہ تھا اور اہل سلوک اس کا شب و روز مشاہدہ کرتے ہیں سرخی میں اس عموم اور ان معاملات کی تصریح ہے اور اسی کے ساتھ اخیر میں شہزادہ کے قصہ کو چسپاں کر دیں گے اور پھر اسی کلی کی تائید کے لئے وہ قصہ لاویں گے جس کو احقر اشعار مقام کی شروع شرح میں اجمالاً لایا ہے بس یہ سب مضامین اول اشعار سے حکایت

www.besturdubooks.wordpress.com

مستقبلہ تک باہم متناسق و متلاحق و متجاذب ہیں پس فرماتے ہیں کہ جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا کہ جس پر من کل الوجوہ سبب کا گمان ہوتا ہے وہ غیر سبب ثابت ہوتا ہے جیسے مجاہدہ وصول کے لئے اور جس پر من وجہ بھی سبب کا گمان نہیں ہوتا وہ من وجہ سبب ہوتا ہے جیسا گریہ کودک ادائے قرضہ کے لئے اور یہ دونوں سبب موثر حقیقی نہ ہونے کے اعتبار سے فی نفسہ ایک ہی درجہ کے ہیں مگر تفاوت صرف یہ ہوا کہ ایک کو سبب مستقل سمجھا تھا اور گمان غلط ہوا اور ایک کو کسی درجہ میں بھی سبب نہ سمجھا تھا اور وہ ایک درجہ میں سبب نکلا اسی طرح) حق تعالیٰ تیرے دل میں (بعض اوقات) ایسے موضع سے خوف پیدا کر دیتا ہے کہ بجز اس (موضع) کے تیرے لئے کوئی امیدگاہ نہیں ہوتی (یعنی جس جگہ سے اتنی بڑی امید ہو کہ امید منحصر ہو جاوے اس جگہ میں حق تعالیٰ جب چاہیں اسی موضع کو خوفناک جہاں امید کا احتمال بھی نہ رہے بنا دیتا ہے پس یہ تا بمعنی کاف بیانیہ ہی کما فی الغیاث وبرائے بیان آید یعنی قائم مقام کاف بیانیہ ودو مثال آوردہ اور محشین نے دو توجیہیں کی ہیں اول ضمیر آنت راجع بسوئے مطلوب ست اگر چہ مذکور نیست لیکن مقام قرینہ است دوسری از ترک موضعے خوف پیدا میکند تا طمع تو غیر آں موضع نبود آہ اب تم کو جو پسند آوے میری توجیہ پر یہ مادہ وہ ہوا کہ سبب متوقع کو غیر سبب بنا دیا پھر یہ کہ چندے اس کے طمع گاہ بننے میں کیا فائدہ ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ) خود طمع میں دوسرا فائدہ رکھتا ہے (جس کا بیان عنقریب آتا ہے از برائے حکمت الخ) اور وہ تیری مراد دوسرے شخص سے دیتا ہے (جہاں خیال بھی نہ تھا یہ دہ مادہ ہوا کہ غیر سبب کو سبب متوقع بنا دیا سابق کا عکس) اے شخص جو کہ ایک جگہ میں سخت توقع باندھے ہوئے ہے کہ مجھ کو اس درخت بلند سے میوہ ملے گا (سمجھ لے کہ بعض اوقات) وہ امید وہاں سے پوری نہ ہوگی بلکہ دوسری جگہ سے وہ عطا آوے گی (اب پھر سوال رہا کہ) اس طمع کو پھر کس لئے تیرے اندر رکھا جبکہ اس کا قصد (اس جگہ سے) اکرام اور عطا کا نہ تھا (جواب یہ ہے کہ) کسی حکمت اور صنعت کے لئے (یہ طمع رکھی تھی یہاں تعیین نہیں کہ اس حکمت کی ممکن ہے کہ مراد یہی ہو کہ حکمت کی تعیین ضروری نہیں اجمالاً اتنا سمجھ لینا کافی ہے یا بنا بر ظہور کے ذکر نہیں فرمایا وہ یہ کہ عقیدہ وعمل تمہارا درست رہے کہ اگر کسی چیز کو موثر مستقل نہ سمجھو کہ خلاف توحید وتوکل ہے یہ تو علوم ظاہرہ کے مناسب فائدہ ہے) نیز (علم باطنی کے مناسب بھی ایک فائدہ ہے وہ یہ کہ) تا کہ تیرا دل حیرت میں ہو جاوے (یعنی) تا کہ تیرا دل حیران ہو جاوے اے مستفید (اور حیرت اس میں ہو) کہ میری مراد کہاں سے ملے گی (اور حیرت کا یہ فائدہ ہے) تا کہ تو اپنے عجز (مقابل قدرت) وجہل (مقابل علم) کو جان لے (کہ میں کچھ اور سمجھا تھا مگر وہ غلط نکلا یہ جہل ہوا اور میں نے چاہا اور جگہ سے اور ملا اور جگہ سے یہ عجز ہوا اور اس عجز وجہل کے جاننے کا یہ فائدہ ہے) تا کہ تیرا یقین بالغیب اور زیادہ ہو جاوے (کہ خدا تعالیٰ کو قادر اور عالم مطلق سمجھے اور حیرت اس تقریر میں تو مقصود بالعرض ہوئی چنانچہ اس کا فائدہ مشاہدۂ عجز وجہل عبد اور اس کا فائدہ مشاہدۂ قدرت وعلم حق بیان کیا گیا اور یہ مشاہدہ ذوقی ہے اور از برائے حکمتے الخ کی شرح میں جو ایک فائدہ توجیہ صحت عقیدہ وعمل میں کہا گیا تھا وہ علم اعتقادی ہے پس قولہ شود ایقان تو در غیب وپیش کے معنی یہ ہوں گے کہ در عقائد غیبیہ یقین با ایں طور بیش شود کہ ذوق ہم با اعتقاد منضم شود آگے حیرت کا فی نفسہ مقصود ہونا بھی فرماتے ہیں یعنی) نیز (یہ فائدہ ہے کہ) تیرا دل حیران رہے مقام طلب آب وعلف میں کہ (دیکھئے) تصرف کرنے والا اس طمع سے کیا چیز پیدا کرتا ہے (پس یہ حیرت خود بھی ایک حال عالی ہے اور راز اس میں یہ ہے کہ یہ ایک تجلی کا اثر ہے اور یہ حیرت محمودہ کہلاتی ہے جس کا سبب تواتر وتوارد تجلیات ہے جیسا یہاں ہوا کہ حق تعالیٰ کے تصرفات متنوعہ اس کے پیش نظر ہو کر حیرت ہو گئی کہ خدا جانے اس مسبب کو وہ فلاں طریق سے پیدا کرے گا یا فلاں طریق سے پس یہ کثرت علوم سبب حیرت کا ہو گئی آگے بعض مثالیں ہیں مضمون بالا کی یعنی) تو روزی کی طمع

www.besturdubooks.wordpress.com

خیالی میں رکھتا ہے تاکہ خیالی سے زر حاصل کرے جب تک تو زندہ رہے (لیکن) وہ تیرا رزق زرگری میں پیدا کرتا ہے کہ وہ ذریعہ کمائی کا تیرے خیال سے بھی بعید تھا (اور جو سوال حکمت کا اوپر تھا وہ آگے پھر ہے مگر تکرار اس لئے نہیں کہ وہ ایک کلیہ پر سوال تھا یا ایک جزئیہ پر ہے اور جزئیہ کی تحقیق اکمن فی النفس ہوتی ہے یعنی سوال یہ ہے کہ) پھر طمع خیالے میں کس لئے تھی جبکہ تیرے لئے دوسری جگہ دروازہ (رزق) مفتوح فرمایا (آگے جواب ہے کہ) کسی عجیب حکمت کے لئے جو علم حق میں ہے کہ اس حکم کو ماسبق میں لکھدیا ہے نیز تاکہ تیری قوت فکریہ حیران رہے تاکہ حیرانی تیرا پورا شیوہ ہو جاوے آگے رجوع ہے قصہ کی طرف کہ شہزادہ نے کہا کہ یہی میرا عقیدہ ہے کہ کام ان کے قبضہ میں ہے) خواہ میری اس سعی سے وصال محبوب مل جاوے خواہ کسی ایسے طریق سے جو سعی جوارح سے خارج ہو میں یہ نہیں کہتا کہ اسی طریق سے مراد حاصل ہو جاوے گی میں تو مضطربانہ حرکت کرتا ہوں (اور دیکھتا ہوں) کہ کس جگہ سے فتح باب ہوگا (جیسا) سر بریدہ مرغ ہر طرف گرتا پھرتا ہے کہ کونسی طرف (اس کی) جان بدن سے خلاصی پاوے (اسی طرح میں خیال کرتا ہوں کہ) خواہ میری مراد اس خروج (فی طلب المحبوبة الیٰ سلطان الصین) سے برآوے یا کسی دوسرے برج سے فلک ذات البروج میں سے (شاید یہ محاورہ بنا بر اصطلاح اہل نجوم کے ہو کہ وہ بروج کا دخل حوادث میں مانتے ہیں)

فائدہ:۔ اسی مضمون کی تائید میں کہ گمان کچھ ہوتا ہے واقعہ کچھ ہوتا ہے جس کا گمان بھی نہیں ہوتا ایک حکایت لاتے ہیں جس کو بندہ اجمالاً اشعار مقام کی شروع شرح میں لکھ چکا ہے۔

حکایت آں شخص کہ در خواب دید کہ آنچہ می طلبی از یسار بمصر وفا شود آنجا گنجے ست درفلاں محلہ درفلاں خانہ چوں بمصر آمد کسے گفت من خوابے دیدہ ام کہ گنجے ست در بغداد درفلاں خانہ ودرفلاں محلہ نام محلہ وخانہ بگفت آں شخص فہم کرد کہ آں گنج در مصر گفتن جہت آں بود کہ مرا یقین کنند کہ در غیر خانہ خود نمی بایست جست ولیکن ایں گنج معین ومحقق جز در مصر حاصل نہ شود

اس شخص کی حکایت جس نے خواب میں دیکھا کہ جو مالداری تو چاہتا ہے وہ مصر میں ملے گی وہاں فلاں گھر میں فلاں محلہ میں ایک خزانہ ہے وہ جب مصر میں پہنچا ایک شخص نے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ فلاں گھر میں فلاں محلہ میں بغداد میں ایک خزانہ ہے اس نے محلہ اور گھر کا نام لیا تو وہ شخص سمجھ گیا کہ خزانہ کو مصر میں کہنے کا سبب یہ تھا کہ مجھے یقین دلادیں کہ اپنے گھر کے سوا تلاش نہ کرنا چاہے لیکن یہ معین اور یقینی خزانہ مصر کے علاوہ حاصل نہ ہوگا۔

بود زر میراثی را بے شمار	جملہ را خورد و بماند او عور زار
ایک میراث یا بندہ کے پاس بے شمار زر تھا	سب کو کھا گیا اور برہنہ زار رہ گیا
مال میراثے ندارد خود وفا	چوں بناکام از گزشتہ شد جدا
مال میراثی خود وفا نہیں رکھتا	جب کہ ناکامی کے ساتھ وہ متوفی سے جدا ہو گیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

او نداند قدر ہم کآساں بیافت	کو بکد و رنج و کسبش کم شتافت
وہ قدر ہی نہیں جانتا کیونکہ اس نے آسانی سے پالیا	اس لئے کہ وہ اس کی مشقت اور تعب اور کمائی میں نہیں دوڑا
قدر جاں زاں می ندانی اے فلاں	کہ بدادت حق بہ بخشش رائگاں
تو جان کی قدر بھی اس لئے نہیں جانتا	کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو مفت دے دی ہے
نقد رفت و کالہ رفت و خانہا	ماند چغداں دراں ویرانہا
نقد بھی جاتا رہا اور متاع بھی اور گھر بھی	وہ مثل چغدوں کے ویرانوں میں رہ گیا
گفت یارب برگ دادی رفت برگ	یا بدہ برگے و یا بفرست مرگ
کہا کہ اے رب آپ نے سامان دیا تھا سامان جاتا رہا	یا تو سامان دیجئے اور یا موت بھیجئے
چوں تہی شد یاد حق آغاز کرد	یارب و یارب اجرنی ساز کرد
جب خالی ہو گیا یاد حق شروع کی	یارب اور یارب مجھ کو پناہ دے کا سامان مہیا کیا
چوں پیمبر گفت مومن مزمر ست	درزمان خالیے نالہ گر ست
جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن مزمار ہے	خلو کے وقت میں وہ نالہ گر ہوتا ہے
چوں شود پر مطربش بنہد ز دست	پر مشو کاسیب دستاو خوش ست
جب وہ پر ہو جاتی ہے تو مطرب اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے	تو پر مت ہو کیونکہ اس کے ہاتھ کا قرع خوش ہے
تی شو خوش باش بین الاصبعین	کز مئے لاایں سرمست ست ایں
تو تہی ہو جا اور بین الاصبعین خوش رہ	کیونکہ شرب لامکان سے مکان سرمست ہے
رفت طغیاں آب از چشمش کشاد	ابر چشمش زرع دیں را آب داد
طغیان جاتا رہا پانی اس کی آنکھ سے کھل گیا	اس کی ابر چشم نے زرع دین کو پانی دیا
در دعا و لابہ درزد ہر دو دست	زر طلب شد بے تعب آں زر پرست
دعا و تملق میں اس نے دونوں ہاتھ سے تمسک کیا	وہ زر پرست بلا تعب زر طلب ہوا

ایک میراث یابندہ کے پاس بیشمار زر تھا سب کو کھا گیا اور برہنہ زار رہ گیا (آگے عادت غالبہ کے موافق مال میراثی کے متعلق فرماتے ہیں کہ) مال میراثی خود وفا نہیں رکھتا جبکہ ناکامی کے ساتھ وہ متوفی سے جدا ہو گیا ہے (حالانکہ اس نے بہت محنت سے کمایا تھا مگر اس کے پاس بھی نہ رہا تو وارث کے پاس تو کیا رہے گا کیونکہ) وہ (تو اس کی) قدر بھی نہیں جانتا کیونکہ اس نے آسانی سے پالیا اس لئے کہ وہ اس کے مشقت اور تعب اور کمائی میں نہیں دوڑا (آگے ایک شعر بطور انتقال کے ہے کہ) تو جان کی قدر بھی اس لئے نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ نے تجھ کو مفت دے دی ہے (چنانچہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مشاہد ہے کہ اس کو نہ مضرات دنیویہ سے بچاتا ہے نہ مضرات اخرویہ سے اور نہ اس پر حق تعالیٰ کا کوئی معتدبہ شکر ادا کیا جاتا ہے غرض اس شخص کا) نقد بھی جاتا رہا اور متاع بھی اور گھر بھی (اور) وہ مثل چغدوں کے ویرانوں میں رہ گیا (آخر حق تعالیٰ سے دعا میں (کہا کہ اے رب آپ نے سامان دیا تھا (مگر میری حماقت سے وہ) سامان جاتا رہا (اب) یا تو سامان دیجئے اور یا موت بھیجئے (کہ بے سامانی پر صبر نہیں ہوتا) جب خالی ہو گیا یا حق شروع کی (اور) یارب اور یارب مجھ کو (مصیبت سے) پناہ دے (اس) کا سامان مہیا کیا (آگے تہی دستی ونادری کی جس کا اوپر ذکر تھا چوں تہی شد ایک فضیلت بیان کرتے ہیں کہ وہ جالب ہے تضرع کی یعنی) جب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن (کی مثال) مزمار (کی سی) ہے (اس لئے) خلو کے وقت میں وہ نالہ گر ہے (جیسے نے کہ مجوف ہونے کے وقت اس میں آواز خوش پیدا ہوتی ہے اور مصمت میں سے نہیں نکلتی اس حدیث کے یہ الفاظ لکھے ہیں **المؤمن کمثل المزمار لایحسن صوته الاخلاء بطنه** اس حدیث کی تو مجھ کو تحقیق نہیں لیکن یہ امر فی نفسہ مشاہد اور مطابق واقع کے ہے آگے اسی کا تتمہ ہے کہ) جب وہ (نے) پر (اور مصمت) ہو جاتی ہے تو مطرب اس کو ہاتھ سے رکھ دیتا ہے (کیونکہ اب اس میں سے آواز نہ نکلے گی اسی طرح جب تو پر ہونے سے قابل نالہ کے نہ رہے تو تجھ پر محبوب کا ویسا دست شفقت نہیں رہتا پس) تو پر مت ہو کیونکہ اس (محبوب) کے ہاتھ کا قرع (زیادہ) خوش ہے (یعنی نے پر بجانے کے وقت جس طرح زمار انگلیاں رکھتا اٹھاتا ہے جو ایک قسم کا قرع ہے مگر نے کی خوبی اسی سے ظاہر ہوتی ہے اسی طرح اگر محبوب تیرے اندر اس طرح کے تصرفات کرے جو سبب ہوں نالہ کا تو یہ سبب ہے تیری تہذیب وتکمیل کا پس تجھ کو چاہئے کہ) تو تہی ہو جا اور بین الاصبعین خوش رہ (تی مخفف تہی) کیونکہ شراب لامکاں سے مکان سرمست ہے (یعنی اگر تو ہوا وشہوت سے خالی رہا تو جس طرح خلو نے کے وقت زمار اس میں اپنی آواز بھرتا ہے جس سے مستی پیدا ہوتی ہے اسی طرح تیرے اندر کہ تو مکانی ہے فیض ربانی کہ لامکانی ہے بھرا جاوے گا جو سبب ہوگا عشق ومستی کا خود تیرے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی اسی کو مئے لا ایں کہہ دیا گیا پس خلو کی اس خاصیت کے موافق اس شخص کا) طغیان جاتا رہا (جس کا سبب بھی استغناء ہو جاتا ہے قال تعالیٰ **کلا ان الانسان لیطغی ان راٰہ استغنی** اور) پانی اس کی آنکھ سے کھل گیا (یعنی آنسو جاری ہو گئے اور) اس کے ابر چشم نے (اس کے) زرع دین کو پانی دیا (اور) دعا وتملق میں اس نے دونوں ہاتھ سے تمسک کیا (اور) وہ زر پرست (یعنی طالب زر) بلاتعب زر طلب ہوا (بے تعب قید زر کی ہے یعنی یہ دعا کرتا تھا کہ مجھ کو بلاتعب زر مل جاوے جیسے اس دفتر کے عشر خامس کے شروع میں فقیر روزی طلب بے کسب کا قصہ آیا ہے آگے بمناسبت مضمون دعا کے تاخیر اجابت کی ایک حکمت جو کہ دعا میں واقع ہوتی ہے بیان فرماتے ہیں)۔

سبب تاخیر اجابت دعائی مومن

مومن کی دعا کی قبولیت میں تاخیر کا سبب

اے بسا مخلص کہ نالد در دعا	تا رود دود خلوصش بر سما
اے بہت سے مخلص کہ دعا میں نالہ کرتے ہیں	اس کے اخلاص کا دھواں آسمان تک پہنچتا ہے
تا رود بالائی ایں سقف بریں	بوئی مجمر از انین المذنبیں
یہاں تک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک	انگیٹھی کی خوشبو نالہ گنہگاراں سے جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس ملائک باخدا نالند زار	کاے مجیب ہر دعا و مستجار
پس ملائکہ خدا تعالیٰ سے زار زار نالہ کرتے ہیں	کہ اے اجابت کرنیوالے ہر دعا کے اور اے وہ ذات جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے
بندۂ مومن تضرع می کند	او نمی داند بجز تو مستند
بندۂ مومن تضرع کر رہا ہے	وہ بجز آپ کے کسی کو تکیہ گاہ نہیں جانتا ہے
تو عطا بیگانگاں را می دہی	از تو دارد آرزو ہر مشتہی
آپ بیگانوں کو عطا دیتے ہیں	آپ سے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے
حق بفرماید نہ از خواری اوست	عین تاخیر عطا یاری اوست
حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس کی بے قدری کے سبب نہیں ہے	عین یہی تاخیر عطا اس کی امداد ہے
نالۂ مومن ہمیداریم دوست	گو تضرع کن کہ ایں اعزاز اوست
ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں	کہو کہ تضرع کرتا رہ کیونکہ یہ اس کا اعزاز ہے
حاجت آوردش ز غفلت سوی من	آں کشیدش موکشاں در کوی من
حاجت اس کو غفلت سے میری طرف لائی ہے	اسی نے اس کو موکشاں میرے کوچہ میں پہنچایا ہے
گر برآرم حاجتش او وا رود	ہمدراں بازیچہ مستغرق شود
اگر میں اس کی حاجت پوری کردوں تو وہ واپس چلا جاوے گا	اسی بازیچہ میں مستغرق ہو جاوے گا
گرچہ می نالد بجاں یا مستجار	دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
اگرچہ یہ جان سے نالہ کر رہا ہے کہ اے مستجار	دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار
خوش ہمی آید مرا آواز او	واں خدایا گفتن و آں راز او
مجھ کو اس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے	اور وہ اس کا خدایا کہنا اور اس کا وہ راز
زانکہ اندر لابہ و در ماجرا	می فریباند بہر نوعے مرا
اور یہ امر کہ وہ تملق اور ماجرا میں	ہر ہر طرح سے مجھ کو پھسلاتا ہے
طوطیان و بلبلاں را از پسند	از خوش آوازی قفس دری کشند
طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے	خوش آوازی کے سبب قفس کے اندر بند کر دیتے ہیں
زاغ را و چغد را اندر قفص	کے کنند ایں خود نیامد در قصص
زاغ اور چغد کو قفس کے اندر کب کرتے ہیں	یہ بات قصوں میں خود نہیں آئی

www.besturdubooks.wordpress.com

پیش شاہد باز چوں آید دو تن	آں یکے کمپیر و دیگر خوش ذقن
شاہد باز کے سامنے جب دو شخص آویں	ایک بڑھیا اور دوسری خوش ذقن ہو
ہر دو ناں خواہند او زوتر فطیر	آرد و کمپیر را گوید کہ گیر
دونوں روٹی مانگیں تو وہ شخص جلدی سے روٹی	لے آوے گا اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے
واں دگر را کہ خوشستش قد و خد	کے دہد ناں بل بتاخیر افگند
اور اس دوسری کو جس کا قد اور رخسار خوبصورت ہے	روٹی کب دے گا بلکہ تاخیر میں ڈالے گا
گویدش بنشیں زمانے بے گزند	کہ بخانہ نان تازہ می پزند
اس سے کہے گا کہ تھوڑی دیر بے گزند بیٹھ جا	کہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں
چوں رسد آں نان گرمش بعد کد	گویدش بنشیں کہ حلوا می رسد
جب گرم روٹی بعد مشقت کے آ جاوے	تو اس سے کہتا ہے کہ بیٹھ جا کہ حلوا آتا ہے
ہم بدیں فن دار دارش می کند	وز رہ پنہاں شکارش می کند
اس ترکیب سے اس کو ذرا ٹھہر جاؤ ذرا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے	اور راہ پنہاں سے اس کو شکار کرتا ہے
کہ مرا کاریست با تو یک زماں	منتظر می باش اے خوب جہاں
کہ مجھ کو تجھ سے ایک کام ہے ذرا تھوڑی دیر	اور منتظر رہ اے حسین جہاں
تا بدیں حیلت فریباند و را	تا مطیع و رام گرداند و را
تا کہ اس بہانہ سے اس کو پھسلا دے	تا کہ اس کو مطیع و مسخر کر لے
مثل آں کمپیر داں بیگانگاں	شاہد خوش روی مثل مومناں
مثل اس بڑھیا کے بیگانوں کو سمجھ	شاہد خوش رو مثل مومنوں کے ہے
ایں جہاں زندان مومن زیں بود	کافراں را جنت حالی شود
یہ دنیا مجن مومن اسی لئے ہے	کافروں کے لئے جنت عاجلہ ہے
بے مرادی مومناں از نیک و بد	تو یقیں میداں کہ بہر ایں بود
مومنوں کی بے مرادی خواہ وہ نیک ہو خواہ وہ بد ہو	تو یقین جان کہ اسی لئے ہوتی ہے

اے بہت سے مخلص کہ دعا میں نالہ کرتے ہیں (اور) اس کے اخلاص کا دھواں (جو آہ و نالہ سے نکلتا ہے) آسمان تک پہنچتا ہے یہاں تک کہ اس سقف عالی کے اوپر تک انگیٹھی کی خوشبو نالہ گنہگاران سے جاتی ہے (ان کے سینہ کو انگیٹھی سے

www.besturdubooks.wordpress.com

تشبیہ دی کہ نالہ وگریہ سے گرمی پیدا ہوتی ہے اور مذنبین کی قید غیر مذنبین سے احتراز کے لئے نہیں واقعی ہے کیونکہ غیر نبی سے کسی نہ کسی درجہ میں ذنوب ضرور ہی صادر ہوتے ہیں غرض اس کی نالہ ودعا کی تو یہ کیفیت ہوتی ہے مگر اجابت میں توقف واقع ہوتا ہے) پس (اس وقت اس تاخیر کو دیکھ کر) ملائکہ خدا تعالیٰ سے زار زار نالہ کرتے ہیں کہ اے اجابت کرنے والے ہر دعا کے اور اے وہ ذات جس کی پناہ طلب کی جاتی ہے (یہ) بندۂ مومن تضرع کر رہا ہے (اور) وہ بجز آپ کے کسی کو تکیہ گاہ نہیں جانتا ہے آپ بیگانوں (یعنی کفار) کو عطا دیتے ہیں آپ سے ہر خواہشمند آرزو رکھتا ہے (اور باوجود اس کے اس کی عرض قبول فرمانے میں اس قدر توقف ہوا اس میں کیا مصلحت ہے) حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (یہ تاخیر اجابت) اس کی بے قدری کے سبب نہیں ہے (بلکہ) عین یہی تاخیر عطا اس کی امداد (اور عطا) ہے (جس کا بیان آگے آتا ہے یعنی وہ یہ کہ) ہم مومن کے نالہ کو دوست رکھتے ہیں (اے مخاطب اس مومن سے) کہو کہ تضرع کرتا رہ کیونکہ یہ (امر کہ یہ تضرع کرے اور ہم دینے میں دیر کریں) اس کا اعزاز ہے (جیسا آگے مثالوں میں آوے گا) حاجت اس کو غفلت سے میری طرف لائی ہے اسی (حاجت) نے اس کو موکشاں میرے کوچہ میں پہنچایا ہے (پس) اگر میں اس کی حاجت پوری کردوں تو وہ (میرے کوچہ سے پھر غفلت کی طرف) واپس چلا جاوے گا (یعنی) اسی بازیچہ (وغفلت) میں مستغرق ہو جاوے گا اگرچہ یہ جان سے نالہ کر رہا ہے کہ اے مستجار (اور اس حالت میں نالہ کر رہا ہے کہ) دل شکستہ سینہ خستہ سوگوار (ہے اور اس نالہ کا مقتضا یہ تھا کہ اس کی حاجت جلدی جلدی پوری کردی جاتی لیکن توقف اس لئے ہے کہ) مجھ کو اس کی آواز بھلی معلوم ہوتی ہے اور اس کا وہ خدایا کہنا اور اس کا وہ راز اور یا رب کہ وہ تملق اور ماجرا میں ہر ہر طرح سے مجھ کو پھسلاتا ہے (یہ سب اچھا معلوم ہوتا ہے اور می فریباند میں مجاز ہے یعنی ہر ہر نوع تملق می کند مثل آنکس کہ کسے را فریباند آگے مولانا مضمون بالا کی دو مثالیں بتلاتے ہیں ایک یہ کہ) طوطیوں اور بلبلوں کو پسندیدگی کی وجہ سے خوش آوازی کے سبب قفس کے اندر بند کر دیتے ہیں (اور) زاغ اور چغد کو قفس کے اندر کب کرتے ہیں یہ بات قصوں میں خود (کبھی سننے میں) نہیں آئی اور (دوسری مثال یہ کہ) شاہد باز (عاشق مزاج) کے سامنے جب دو شخص آویں (جن میں) ایک (تو) بڑھیا (ہو) اور دوسری خوش ذقن (حسین عورت) ہو (اور) دونوں (آکر) روٹی مانگیں تو وہ شخص جلدی سے روٹی لے آوے گا اور بڑھیا سے کہے گا کہ لے (تاکہ اس کی صورت مکروہ اور آواز مکروہ جلدی دور ہو) اور اس دوسری کو جس کا قد اور رخسارہ خوبصورت ہے۔ روٹی (جلدی) کب دے گا بلکہ (اس کو) تاخیر میں ڈالے گا اس سے کہے گا کہ تھوڑی دیر بے گزند (یعنی آرام سے) بیٹھ جا کہ گھر میں تازہ روٹی پکا رہے ہیں (پھر) جب گرم روٹی (بھی) بعد مشقت (انتظار) کے آجاوے تو اس سے کہتا ہے کہ) ابھی اور بیٹھ جا کہ حلوا آتا ہے (غرض) اسی ترکیب سے اس کو ذرا ٹھہر جا ذرا ٹھہر جا کرتا رہتا ہے اور راہ پنہاں سے اس کو شکار کرتا ہے (یعنی اپنی طرف مائل کرتا ہے اور کہتا ہے) کہ مجھ کو تجھ سے ایک کام ہے ذرا تھوڑی دیر اور منتظر رہ اے حسین جہاں تاکہ اس بہانہ سے اس کو پھسلادے تاکہ اس کو مطیع اور مسخر کر لے (اور از رہ پنہاں اس لئے کہا کہ وہ عورت تو خالی الذہن ہے وہ یہ نہیں سمجھتی کہ اس کا یہ مقصود ہے پس) مثل اس بڑھیا کے بیگانوں (کفار) کو سمجھ (جس کو جلدی سے دے دیا اور مقصود ٹالنا ہے اور) شاہد خوش روئے مثل مومنوں ہے (جس کو دینے میں دیری اور مقصود اس کے جمال کا دیکھنا ہے آگے اس پر ایک تفریع ہے کہ) یہ دنیا بجن مومن اسی لئے ہے (کہ اس کی حاجات کم پوری ہوتی ہیں جس سے وہ تنگ ہونے لگتا ہے اور اصلی سبب نہیں جانتا جس طرح بلبل وطوطی کے لئے زندان تجویز کیا جاتا ہے اور وہ تنگ ہوتی ہیں اور) کافروں کے لئے (دنیا) جنت عاجلہ (حاضرہ) ہے (کہ اس کی اکثر حاجات اس کی مرضی کے موافق پوری ہو جاتی ہیں غرض) مومنوں کی بے مرادی خواہ وہ (مومن) نیک ہو خواہ بد ہو تو یقین جان کہ اسی لئے ہوتی ہے (جو اوپر مذکور ہوا)

فائدہ: تاخیر اجابت کی علت یا حکمت کا اسی میں انحصار مقصود نہیں بلکہ منجملہ دیگر اسباب کے ایک یہ بھی ہے چونکہ یہ مشہور نہ تھی اس لئے اس پر تنبیہ مناسب ہوئی اور حدیث الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر کی ایک توجیہ یہ بھی ہے یہاں بھی اسی میں انحصار نہیں اور توجیہات بھی مشہور ہیں مثلاً یہ کہ مومن کو جو نعمتیں جنت میں ملنے والی ہیں دنیا میں کیسی ہی خوش عیشی ہو مگر اس کے اعتبار سے سجن ہے۔ وعلیٰ ہذا کافر کی عقوبت کے اعتبار سے دنیا کی مصیبت بھی جنت ہے اور مثلاً یہ کہ مومن کا دنیا میں مثل سجن کے جی نہیں لگتا وللکافر ضد ذلک و بھذا الاخیر یشھد ذوقی آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف)۔

رجوع بقصۂ آں شخص کہ بادنشان گنج دادند بمصر وبیان تضرع وے از درویشی بحضرت جل جلالہٗ

اس شخص کے قصہ کی طرف واپسی جس کو مصر میں خزانہ کا پتہ دیا اور فقر کی وجہ سے اس کا (اللہ تعالیٰ) جل جلالہٗ کے دربار میں عاجزی کرنا

خواجہ چوں میراث خورد و شد فقیر	آمد اندر یارب و گریہ و نفیر
خواجہ نے جب میراث کھا لی اور فقیر ہو گیا	تو یارب اور گریہ و نفیر میں مشغول ہوا
خود کہ کوبد ایں در رحمت نثار	کو نیابد در اجابت صد بہار
کون کھٹکھٹاتا ہے اس دروازہ رحمت پاش کو	جو کہ اجابت میں سو بہار نہ پاتا ہو
خواب دید و ہاتفے گفت او شنید	کہ غنائے تو بمصر آید پدید
اس نے خواب دیکھا اور ایک ہاتف نے کہا اس نے سنا	کہ تیری تونگری مصر میں ظاہر ہو گی
رو بمصر آنجا شود کار تو راست	کرد کدیات را قبول او مرتجاست
تو مصر میں جا وہاں تیرا کام ٹھیک ہو جاوے گا	تیرے سوال کو قبول کر لیا وہ ایسا ہے جس سے امید کی جاتی ہے
در فلاں موضع یکے گنجیست زفت	در پے آں بایدت تا مصر رفت
فلاں مقام میں ایک خزانہ عظیم ہے	اس کی تلاش میں تجھ کو مصر تک جانا چاہئے
بید رنگے ہیں ز بغداد اے نژند	رو بسوی مصر و منبت گاہ قند
بلاتوقف بغداد سے اے افسردہ	مصر میں اور قند کے پیدا ہونے کی جگہ میں جا
چوں ز بغداد آمد او تا سوی مصر	گرم شد پشتش چو دید او روی مصر
جب وہ بغداد سے مصر کی طرف آیا	تو اس کی پشت قوی ہو گئی جب اس نے مصر کا منہ دیکھا
بر امید وعدۂ ہاتف کہ گنج	یابد اندر مصر بہر دفع رنج
امید وعدۂ ہاتف پر کہ خزانہ	مصر میں پاوے گا دفع رنج کے لئے
در فلاں کوی و فلاں موضع دفیں	ہست گنج سخت نادر بس گزیں
فلاں محلہ اور فلاں موقع میں مدفون ہے	خزانہ نہایت نادر بہت پسندیدہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک نفقہ اش بیش و کم چیزے نماند	خواست دستے بر عوام الناس راند
لیکن اس کا خرچ کم نہ بیش کچھ بھی نہ رہا	اس نے عام لوگوں کے سامنے گدائی چلانا چاہا
لیک شرم و ہمتش دامن گرفت	خویش را در صبر افشردن گرفت
لیکن شرم و ہمت نے اس کا دامن پکڑ لیا	اپنے کو صبر میں دبانا شروع کیا
باز نفسش از مجاعت بر طپید	ز انجاع از خواستن چارہ ندید
پھر اس کا نفس بھوک سے بے قرار ہوا	گدائی کرنے سے اس نے چارہ نہ دیکھا
گفت شب بیروں روم من نرم نرم	تاز ظلمت نایدم از گدیہ شرم
کہا کہ رات کو آہستہ آہستہ باہر نکلوں گا	تاکہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجھ کو شرم نہ آوے
ہمچو شبکو کے کنم من ذکر و بانگ	تارسد از بامہایم نیم دانگ
مثل شبکوک کے میں ذکر اور آواز کروں گا	تاکہ مجھ کو بالا خانوں سے آدھا ہی دانگ مل جاوے
اندریں اندیشہ بیروں شد بکو	و اندریں فکرت ہمی شد سو بسو
اسی سوچ میں محلہ میں باہر نکلا	اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا
یک زماں مانع ہمی شد شرم و جاہ	یک زمانے جوع می گفتش بخواہ
کسی وقت تو شرم جاہ مانع ہوتی تھی	کسی وقت بھوک اس کو کہتی کہ مانگ
پای پیش و پای پس تا ثلث شب	کہ بخواہم یا بخسپم خشک لب
ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے تہائی شب تک	کہ مانگوں یا سوکھے ہی منہ سو جاؤں

رسیدن آں شخص بمصر و شب بیروں آمدن بکوی از بہر شبکوی و گدائی و گرفتن عسس اور او مراد او حاصل شدن از عسس بعد از خوردن زخم بسیار عسیٰ ان تکرھوا شیئا وھو خیر لکم وقولہ تعالیٰ ان مع العسر یسرا وقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام اشتدی ازمۃ تنفرجی وجمیع القران والکتب المنزلۃ فی تقریر ھذا

اس شخص کا مصر میں پہنچنا اور رات کو ایک کوچہ میں شب کی اور گدائی کے لئے باہر نکلنا اور کوتوال کا اس کو پکڑ لینا اور کوتوال کے ذریعہ بہت پٹنے کے بعد اس کی مراد کا حاصل ہو جانا' قریب ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور وہی چیز تمہارے لئے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول بیشک تنگی کے ساتھ سہولت ہے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مصیبت تو سخت ہو جا' کھل جائے گی" اور سارا قرآن اور آسمانی کتابیں اس کو ثابت کرنے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

ناگہانی خود عسس اورا گرفت	چو بہا ازد بے محابا نا شگفت
دفعۃً عسس نے اس کو گرفتار کر لیا	بے محابا بے توقف لکڑیاں مارنا شروع کیں
اتفاقاً اندراں شبہائے تار	دیدہ بد مردم زشب وزداں ضرار
اتفاقاً ان تاریک شبوں میں لوگوں نے رات کو	چوری کرنے والوں سے مضرت دیکھی تھی
بود شبہائے مخوف و منتحس	پس بجدّی جست وزداں را عسس
راتیں خوفناک اور نامبارک تھیں	پس عسس چوروں کو اہتمام سے تلاش کر رہا تھا
تا خلیفہ گفتہ کہ ببرید دست	ہر کہ شب گردد اگر خویش منست
یہاں تک کہ بادشاہ نے کہہ دیا کہ ہاتھ کاٹ ڈالو	جو شخص کہ شب کو پھرتا ہو اگرچہ وہ میرا ہی عزیز ہو
بر عسس کردہ ملک تہدید و بیم	کہ چرا باشید بر وزداں رحیم
عسس پر بادشاہ نے تہدید اور تخویف کی تھی	کہ تم لوگ چوروں پر کس لئے رحم ہوتے ہو
عشوہ شاں را از چہ رو باور کنید	یا چہ از ایشاں قبول زر کنید
ان کے بھلاوے کو کس وجہ سے باور کرتے ہو	یا کس لئے ان سے زر قبول کرتے ہو
رحم بر وزدان و ہر منحوس دست	بر ضعیفاں زحمت و بیرحمی ست
رحمت کرنا چوروں پر اور ہر منحوس دست پر	ضعیفوں پر زحمت اور بے رحمی ہے
ہیں زرنج خاص مکسل ز انتقام	رنج او بگزیں و بنگر رنج عام
ہاں خاص شخص کے رنج سے انتقام لینے سے مت درگزر	اس کے رنج کو اختیار کر لے اور عام کے رنج کو دیکھ
اصبع ملدوغ بر در دفع شر	در تعدی و ہلاک تن نگر
ڈسی ہوئی انگلی کو دفع شر کے لئے کاٹ ڈال	تعدیہ میں اور جسد کے ہلاک ہو جانے میں نظر کر
گشتہ وزد انبہ دراں ایام بس	کاں فقیر افتاد در دست عسس
ان ایام میں چوروں کا بہت ہجوم تھا	کہ یہ فقیر عسس کے ہاتھ میں واقع ہو گیا
اتفاقاً اندراں ایام وزد	گشتہ بود انبوہ پختہ و خام وزد
اتفاقاً ان ایام میں چور لوگ	مجتمع ہو گئے تھے وزد پختہ بھی رخام بھی
در چنیں وقتش بدید و سخت زد	بر سر و بر پشت چوب بے عدد
ایسے وقت میں عسس نے اس کو دیکھا	اس کے سر اور پشت پر بے شمار لکڑیاں زور زور سے ماریں

www.besturdubooks.wordpress.com

نعرہ وفریاد زاں درویش خاست	کہ مزن تا من بگویم حال راست
اس فقیر سے نعرہ و فریاد نکلنے لگا	کہ مارمت تاکہ میں تجھ سے صحیح حال کہہ دوں
گفت اینک دادمت مہلت بگو	تا بشب چوں آمدی بیروں بگو
اس نے کہا کہ اس وقت میں نے تجھ کو مہلت دی کہہ	کہ تو شب کو باہر کیوں نکلا بتلا
تونہ زینجا غریب و منکری	راستی گو تا بچہ مکر اندری
تو یہاں کا نہیں ہے پردیسی اور اجنبی ہے	سچ بتلا تو کس فکر میں ہے
اہل دیواں بر عسس طعنہ زدند	کہ چرا دزداں کنوں انبہ شدند
اہل دفتر نے تھانہ دار کو مطعون کر رکھا ہے	کہ کس لئے اب چور زیادہ ہو گئے ہیں
انبہی از تست و از امثال تست	وانما یاران زشتت را نخست
کثرت تجھ سے اور تیرے ہمرنگ لوگوں سے ہے	پہلے اپنے بدمعاش یاروں کو بتلا
ورنہ کین جملہ را از تو کشم	تا شود ایمن ز شر ہر محتشم
ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا	تاکہ ہر صاحب حشمت شر سے بے خوف ہو جاوے
گفت او از بعد سوگند ان پر	کہ نیم من خانہ سوز و کیسہ بر
اس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا	کہ میں خانہ روب اور کیسہ بر نہیں ہوں
من نہ مرد دزدی و بیدادیم	من غریب مصرم و بغدادیم
میں چوری اور ظلم کا آدمی نہیں ہوں	میں مصر کا تو پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں
قصہ آں خواب و گنج زر بگفت	پس ز صدق او دل آنکس شگفت
قصہ اس خواب اور گنج زر کا کہا	پس اس کے صدق سے اس کا دل شگفتہ ہو گیا
بوئے صدقش آمد از سوگند او	سوز او پیدا شد از اسپند او
اس کی سوگند سے اس کو صدق کی بو آئی	اس کا سوز اس کے سپند سے ظاہر ہو گیا

خواجہ نے جب میراث کھالی اور فقیر ہو گیا تو یارب اور گریہ و نفیر میں مشغول ہوا (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) کون کھٹکھٹاتا ہے اس دروازہ رحمت پاش کو جو کہ اجابت میں سو بہار نہ پاتا ہو (یعنی وہ داعی کی دعا کو قبول کرتے ہیں وقت اجتماع شرائط کے بجمیع صور اجابت کے پس) اس نے خواب دیکھا اور (اس خواب میں) ایک ہاتف نے کہا (اور) اس نے سنا (اور وہ بات جو کہی یہ تھی) کہ تیری تونگری مصر میں ظاہر ہوگی تو مصر میں جا وہاں تیرا کام ٹھیک ہو جاوے گا (اللہ تعالیٰ نے) تیرے سوال کو قبول کر لیا (اور) وہ ایسا (ہی) ہے جس سے امید کی جاتی ہے۔ فلاں مقام میں ایک خزانہ عظیم ہے اس کی تلاش میں تجھ کو مصر

www.besturdubooks.wordpress.com

تک جانا چاہئے بلا توقف بغداد سے اے افسردہ مصر میں اور قند کے پیدا ہونے کی جگہ میں جا (عطف تفسیری ہے) جب وہ بغداد سے مصر کی طرف آیا تو اس کی پشت قوی ہو گئی جب اس نے مصر کا منہ دیکھا (اور اس کی پشت کا قوی ہونا جو کہ اوپر مذکور ہے) امید وعدہ ہاتف پر (تھا اور وہ وعدہ یہ تھا) کہ خزانہ مصر میں پاوے گا دفع رنج کے لئے (اور اس کا یہ پتہ تھا کہ) فلاں محلہ اور فلاں موقع میں مدفون ہے خزانہ نہایت نادر (اور) بہت پسندیدہ (غرض اس وجہ سے وہ مصر کو دیکھ کر خوش ہوا۔ اگر شبہ ہو کہ وہ خزانہ تو بغداد میں ملے گا جیسا آگے آتا ہے پھر ہاتف کے مصر کا پتہ بتلانے کی کیا توجیہ ہے جواب یہ ہے کہ مراد ہاتف کی یہ تھی کہ مصر میں فلاں مقام پر پہنچ کر اس کا پتہ معلوم ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور جس عسس سے اس کو معلوم ہوا ہے ممکن ہے کہ اسی ہاتف کے بتلائے پتہ پر اس کو ملا ہو اور مصر میں مدفون ہونے کا حکم کرنا یہ بھی مجاز ہے یعنی اس خزانہ کی دلیل اس موضع میں مستتر ہے اور تعبیر میں ایسے ہی تجوزات ہوا کرتے ہیں) لیکن (جیسے مصر کو دیکھ کر خوش ہوا اسی طرح وہاں پہنچ کر اس کو ایک تردد بھی ہوا وہ یہ کہ) اس کا خرچ کم نہ بیش کچھ بھی نہ رہا (سب راہ میں خرچ ہو گیا اور ضرورت خرچ کی ہوئی خورد ونوش کے لئے بھی اور شاید کچھ خزانہ کے اخراج یا تلاش میں بھی کچھ خرچ ہوا ہو کیونکہ خزانہ ملنا منہ کا نوالہ تو ہے ہی نہیں اس لئے) اس نے عام لوگوں کے سامنے گدائی چلانا چاہا (دق فی الغیاث بالفتح بمعنی گدائی زیرا کہ آں دروگیراں راکوفتن ست اھ مختصرم) لیکن (عادت نہ ہونے کے سبب) شرم وہمت نے اس کا دامن پکڑ لیا (یعنی مانع ہوا پس) اپنے کو صبر میں دبانا شروع کیا (مگر) پھر اس کا نفس بھوک سے بے قرار ہوا (اس لئے) گدائی کرنے سے اس نے چارہ نہ دیکھا (اپنے جی میں) کہا کہ رات کو آہستہ آہستہ باہر نکلوں گا تاکہ تاریکی کے سبب گدائی سے مجھ کو شرم نہ آوے مثل (گدائے) شبکوک کے (یعنی جو کہ شب کو درختوں پر بیٹھ کر سوال کرے کذا فی الغیاث) میں ذکر (یعنی دعا للمعطین) اور آواز (یعنی سوال) کروں گا تاکہ مجھ کو بالا خانوں سے آدھا ہی دانگ مل جاوے (شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ شب کو دینے کے لئے باہر نہ نکلتے ہوں بام پر سے ڈال دیتے ہوں گدا اٹھا لیتا ہو حاصل یہ کہ) اسی سوچ میں محلہ میں باہر نکلا اور اس فکر میں ہر طرف پھرتا تھا کسی وقت تو شرم وجاہ مانع ہوتی تھی کسی وقت بھوک اس کو کہتی کہ مانگ (اسی طرح) ایک پاؤں آگے اور ایک پاؤں پیچھے تہائی شب تک (متردد رہا) کہ مانگوں یا سوکھے ہی منہ سو جاؤں۔ (اسی حیص وبیص میں تھا کہ) دفعۃً عسس نے اس کو گرفتار کر لیا (اور) بے محابا بے توقف لکڑیاں مارنا شروع کیں (فی الغیاث محابا بضم اول دراصل محاباۃ بود فرو گذاشتن ومروت واعانت وفیہ شکیفتن بمعنی صبر کردن اھ اور وجہ اس عسس کے اس تشدد کی یہ تھی کہ) اتفاقاً ان تاریک شبوں میں لوگوں نے رات کو چوری کرنے والوں سے مضرت دیکھی تھی (اور) راتیں خوفناک اور نامبارک تھیں (لوقوع الضرر فیہا) پس عسس چوروں کو (نہایت) اہتمام سے تلاش کر رہا تھا یہاں تک کہ بادشاہ نے کہہ دیا تھا کہ ہاتھ کاٹ ڈالو جو شخص کہ شب کو پھرتا ہو اگرچہ وہ میرا ہی عزیز ہو (اور) عسس پر بادشاہ نے تہدید اور تخویف کی تھی کہ تم لوگ چوروں پر کس لئے رحیم ہوتے ہو (اور) ان کے چلتر کو کس وجہ سے باور کرتے ہو (مراد اس سے وہ عذر ہے جو رات کو نکلنے کے لئے تراشا جاوے) یا کس لئے ان سے (رشوت میں) زر قبول کرتے ہو (آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) رحمت کرنا چوروں پر اور منحوس دست پر (حقیقت میں) ضعیفوں پر زحمت اور بے رحمی ہے ہاں خاص شخص کے رنج (کے خیال) سے انتقام لینے سے مت درگزر اس کے رنج کو اختیار کر لے اور عام کے رنج کو دیکھ (آگے اس کی مثال ہے کہ) اگر انگلی میں سانپ کے کاٹنے سے ایسا زہر ہو جاوے کہ آگے تعدیہ کا اندیشہ ہو تو اس) ڈسی ہوئی انگلی کو دفع شر کے لئے (فوراً) کاٹ ڈال (اور اس کے) تعدیہ میں اور (تعدیہ کے سبب بقیہ) جسد کے ہلاک ہو جانے میں نظر کر (پس اسی طرح جس کا ضرر دوسروں پر پہنچے اس کو قطع یا

www.besturdubooks.wordpress.com

قتل کرو حسب اجازت شریعت غرض) ان ایام میں چوروں کا بہت ہجوم تھا کہ (اسی زمانہ میں اتفاقاً) یہ فقیر عسس کے ہاتھ میں واقع ہو گیا (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اتفاقاً ان ایام میں چور لوگ مجتمع ہو گئے تھے وزد پختہ بھی اور خام بھی (یعنی مشاق قدیم و نوآموز جدید) ایسے وقت میں عسس نے اس کو دیکھا اس کے سر اور پشت پر بے شمار لکڑیاں زور زور سے ماریں اس فقیر سے نعرہ و فریاد نکلنے لگا کہ مارمت تاکہ میں تجھ سے صحیح صحیح حال کہہ دوں اس نے کہا کہ اس وقت میں نے تجھ کو مہلت دی کہہ کہ تو شب کو باہر کیوں نکلا بتلا (اور) تو یہاں کا (رہنے والا بھی) نہیں ہے پردیسی اور اجنبی ہے۔ سچ بتلا تو کس فکر میں ہے اور اس عسس نے یہ بھی کہا کہ) اہل دفتر نے تھانہ دار کو (یعنی مجھ کو) مطعون کر رکھا ہے کہ کس لئے اب چور زیادہ ہو گئے ہیں (سو یہ) کثرت تجھ سے اور تیرے ہم رنگ لوگوں سے ہے۔ پہلے اپنے (ان) بدمعاش یاروں کو بتلا ورنہ سب کا کینہ تجھ سے نکالوں گا تاکہ ہر صاحب حشمت شر سے بے خوف ہو جاوے (تخصیص صاحب حشمت کی اس لئے ہے کہ چوری ایسوں ہی کے گھر ہوتی ہے) اس نے بہت سی قسموں کے بعد کہا کہ میں خانہ روب اور کیسہ بر نہیں ہوں۔ میں چوری اور ظلم کا آدمی نہیں ہوں میں مصر کا تو پردیسی اور بغداد کا باشندہ ہوں (اور پھر تمام) قصہ اس خواب اور گنج زر کا کہا پس اس کے صدق سے اس (عسس) کا دل شگفتہ ہو گیا (اور شب دزدی کا جاتا رہا اور) اس کی سوگند سے اس کو صدق کی بو آئی (اور ایسی مثال ہوئی کہ) اس کا سوز اس کے سپند سے ظاہر ہو گیا (آگے انتقال ہے صدق و کذب کے بیان خاصیت خاص کی طرف)۔

دربیان ایں حدیث شریف کہ الصدق طمانیۃ والکذب ریبۃ

اس حدیث شریف کا بیان کہ سچ اطمینان ہے اور جھوٹ شک ہے

دل بیارامد بگفتار صواب	آنچناں کہ تشنہ آرامد بآب
دل تسلی پاتا ہے گفتار صواب سے	جس طرح کہ تشنہ تسلی پاتا ہے آب سے
جز دل مجحوب کو را علتیست	از نبی اش تا غبی تمیز نیست
بجز قلب محجوب کے کہ جس میں کوئی علت ہے	جس کو نبی سے غبی تک کی تمیز نہیں ہے
ورنہ آں پیغام کز موضع بود	بر زند برمہ شگافیدہ شود
ورنہ جو پیام کہ موضع سے ہو	وہ چاند پر اثر کرتا ہے وہ شگافیدہ ہو جاتا ہے
مہ شگافد واں دل مجحوب نے	زانکہ مردودست او محبوب نے
وہ چاند تو شگافیدہ ہو جاتا ہے قلب محجوب نہیں ہوتا	کیونکہ وہ مردود ہے محبوب نہیں ہے
چشمہ شد چشم عسس زاشک بل	نے زگفت خشک بل از بوی دل
عسس کی آنکھ چشمہ ہو گئی اشک ترکنندہ سے	گفتار خشک سے نہیں بلکہ بوئے دل سے
یک سخن از دوزخ آید سوی لب	یک سخن از شہر جاں در کوئی لب
ایک بات دوزخ سے لب کی طرف آتی ہے	ایک بات شہر جان سے کوئی لب میں پہنچتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بحر جاں افزا و بحر پر حرج	درمیان ہر دو بحر ایں لب مرج
بحر جان افزا اور بحر پر خرج	دونوں بحر کے درمیان میں یہ لب محل ہے مرج کا
بحر جاں افزا و بحر عمر کاہ	ہر دو آں برلب گزر دارند و راہ
بحر جان افزا اور بحر عمر کا ہندہ	دونوں لب پر گزر اور راہ رکھتے ہیں
چوں ینپلو درمیان شہر ہا	از نواحی آمد آنجا بہرہا
جیسے منڈی ہوتی ہے شہروں کے درمیان	اطراف سے اس جگہ حصے آتے ہیں
کالۂ معیوب و قلب کیسہ بر	کالۂ پرسود و مستشرق چو در
متاع معیوب اور ردی کیسہ کا قطع کرنے والا	متاع پر سود اور موتی کی طرح روشن ہونے والا
زیں ینپلو ہر کہ بازرگاں ترست	برسرہ و برقلبہا دیدہ ورست
اس منڈی والوں میں سے جو شخص زیادہ سوداگر ہے	وہ خالص اور ناخالص پر صاحب نظر ہے
شد ینپلو مردرا دارالرباح	واں دگر را از عمی دارالجناح
منڈی ایک شخص کے لئے دار نفع ہے	اور اس دوسرے کے لئے بوجہ کوری کے دار گناہ ہے
ہر یکے زا جزائے عالم یک بیک	برغبی بندست و بر استاد فک
ہر چیز اجزاء عالم میں سے ایک ایک کر کے	غبی کے لئے قید ہے اور استاد پر فک قید ہے
بر یکے قندست و بر دیگر چوزہر	بر یکے لطف ست و بر دیگر چو قہر
ایک پر قند ہے اور دوسرے پر زہر	ایک پر لطف ہے اور دوسرے پر مثل قہر کے
بر یکے دیوست و بر دیگر چو حور	بر یکے نارست و بر دیگر چو نور
ایک پر دیو ہے اور دوسرے پر مثل حور کے	ایک پر نار ہے اور دوسرے پر مثل نور کے
بر یکے گنج ست و بر دیگر چو مار	بر یکے وردست و بر دیگر چو خار
ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر مثل سانپ کے	ایک پر گلاب ہے اور دوسرے پر مثل خار کے
بر یکے شیریں و بر دیگر ترش	بر یکے مبہوت و بر دیگر چو ہش
ایک پر شیریں اور دوسرے پر ترش	ایک پر مبہوت اور دوسرے پر مثل ہوش کے
بر یکے پنہاں و بر دیگر عیاں	بر یکے سودست و بر دیگر زیاں
ایک پر مخفی اور دوسرے پر مثل عیاں کے	ایک پر نفع اور دوسرے پر زیاں

www.besturdubooks.wordpress.com

بر یکے بندست و بر دیگر کشاد	بر یکے قیدست و بر دیگر مراد
ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی	ایک پر قید ہے اور دوسرے پر مراد
بر یکے نوش ست و بر دیگر چو نیش	بر یکے بیگانہ بر دیگر چو خویش
ایک پر نوش ہے اور دوسرے پر مثل نیش کے	ایک پر بیگانہ دوسرے پر مثل قرابت دار کے
بر یکے نقص ست و بر دیگر کمال	بر یکے ہجرست و بر دیگر وصال
ایک پر نقص ہے اور دوسرے پر کمال	ایک پر ہجر ہے اور دوسرے پر وصال
بر یکے روزست و بر دیگر چو شب	بر یکے عیش ست و بر دیگر تعب
ایک شخص پر دن ہے اور دوسرے پر مثل شب کے	ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تعب ہے
بر یکے محبوب و بر دیگر عدو	بر یکے راح ست و بر دیگر کدو
ایک پر محبوب ہے اور دوسرے پر دشمن	ایک پر شراب ہے اور دوسرے پر کدو
بر یکے آبست و بر دیگر چو خوں	بر یکے اعجاز و بر دیگر فسوں
ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون ہے	ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر افسوں ہے
بر یکے حلوا و بر دیگر چو سم	بر یکے سنگ ست و بر دیگر صنم
ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر مثل زہر کے ہے	ایک پر پتھر اور دوسرے پر معشوق ہے
بر یکے جسم ست و بر دیگر چو روح	بر یکے حبس ست و بر دیگر فتوح
ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح کے ہے	ایک پر حبس ہے اور دوسرے پر فتوح ہے
بر یکے تیرست و بر دیگر کمان	بر یکے نان ست و بر دیگر سنان
ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ہے	ایک پر روٹی اور دوسرے پر سنان ہے
ہر جمادے با نبی افسانہ گو	کعبہ با حاجی گواہ و نطق جو
ہر جماد نبی کے ساتھ افسانہ گو	کعبہ حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہو گا
بر مصلی مسجد آمد ہم گواہ	کو ہمی آمد بمن از دور راہ
مصلے پر بھی مسجد گواہ ہو گی	کہ وہ میرے پاس راہ دور سے آتا تھا
بر خلیلؑ آتش بود ریحان و ورد	لیک بر نمرود آں مرگست و درد
حضرت خلیل علیہ السلام پر آتش ریحان اور ورد ہو گی	لیکن نمرود پر وہ مرگ اور درد تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

بارہا گفتیم ایں را اے حسن	می نگردم از بیانش سیر من
ہم نے اسی کو بارہا کہا ہے اے حسن	میں اس کے بیان سے سیر نہیں ہوتا ہوں
بارہا خوردی تو ناں دفع ذبول	ایں ہماں نان ست چوں نبوی ملول
تو نے بارہا روٹی دفع اضمحلال کے لئے کھائی ہے	یہ وہی روٹی ہے تو ملول کیوں نہیں ہوتا
در تو جوعے میرسد نوز اعتدال	کہ ہمی سوزد از و تخمہ و ملال
تیرے اندر بوجہ اعتدال کے ایک گرسنگی تازہ پہنچ جاتی ہے	کہ اس کی وجہ سے تخمہ اور ملال سوخت ہو جاتا ہے
ہر کرا درد مجاعت نقد شد	نوشدن با جزو جزوش عقد شد
جس کو الم جوع حاصل ہو گیا	جدید ہونا اس کے ایک ایک عضو کے ساتھ بندھ گیا
لذت از جوعست نے از نقل نو	با مجاعت از شکر بہ نان جو
لذت بھوک کے سبب سے ہے نہ کہ غذائے جدید سے	بھوک کے ساتھ نان جویں شکر سے بہتر ہے
پس زبے جوعیست و ز تخمہ تمام	آں ملالت نے ز تکرار کلام
وہ تیرا ملول ہونا بالکلیہ ناگرسنگی	اور تخمہ سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے
چوں ز دکان و مکیس و قیل و قال	در فریب مردمت ناید ملال
دکان اور مماکسہ اور قیل و قال سے	جو کہ لوگوں کے پھسلانے میں ہوتا ہے کیونکر ملال نہیں ہوتا
چوں ز غیبت و اکل لحم مردماں	شصت سالت سیرے نامد ازاں
غیبت اور لوگوں کے گوشت کھانے سے	ساٹھ سال میں تجھ کو اس سے سیری نہ ہوئی
شعرہا در عشق صحبہ گفتہ تو	بے ملالت ہمچو گل بشگفتہ تو
بہت سے اشعار تو نے قحبہ کے عشق میں کہے ہیں	بلا ملال تو گل کی طرح شگفتہ رہا ہے
مدحہا در صید شلہ گفتہ تو	بے ملولی بارہا بشگفتہ تو
بہت مدحیں شرمگاہ کے حاصل کرنے کے لئے تو نے کی ہیں	بلا ملال بارہا تو شگفتہ رہا ہے
بار آخر گوئیش سوزان و چست	گرم تر صد بار از بار نخست
دوسری بار تو اس کو کہتا ہے شوقین اور چست ہو کر	سو بار میں زیادہ شائق پہلی بار سے
درد داروی کہن را نو کند	درد ہر شاخ ملولے خو کند
مرض پرانی دوا کو جدید کر دیتا ہے	مرض ملولی کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کیمیای نو کنندہ درد ہاست	کو ملولی آں طرف کہ درد خاست
کیمیا نیا بنانے والی امراض ہیں	اس طرف ملولی کہاں جہاں مرض پیدا ہوا
ہیں مزن تو از ملولی آں سرد	درد جو و درد جو و درد درد
خبردار تو ملولی سے آہ سرد مت کر	درد طلب کر اور درد طلب کر اور درد درد
خادع درد اند درمانہای ژاژ	رہزنند و زر ستاناں رسم باژ
بیہودہ معالجات درد کے دھوکہ دینے والے ہیں	رہزن ہیں اور زرستاں ہیں بطریق خراج کے
آب شورے نیست درمان عطش	وقت خوردن گر نماید سرد و خوش
آب شور تشنگی کا علاج نہیں	اگرچہ پینے کے وقت سرد اور خوش معلوم ہو
لیک خادع گشت و مانع شد زجست	زاب شیرینی کز و صد سبزہ رست
لیکن وہ خادع ہو گیا اور مانع ہو گیا	آب شیریں کی جستجو کرنے سے جس صدہا سبزہ پیدا ہوئے ہیں
ہمچنیں ہر زر قلبے مانع ست	از شناس نقد زر ہر جا کہ ہست
اسی طرح ہر زر قلب مانع ہے	معرفت زر خالص سے جہاں کہیں ہے
بال و پرت را بہ تزویرے برید	کہ مراد تو منم گیر اے مرید
تیرے بال و پر کو تزویر سے قطع کر دیا	کہ تیری مراد میں ہوں اسے مرید لے
گفت دردت چینم و خود درد بود	باطناً خار و بظاہر ورد بود
کہا کہ تیرا مرض میں چن لوں گا اور حالانکہ وہ خود مرض تھا	وہ باطنا خار تھا اور بظاہر گل تھا
روز درمان دروغیں می گریز	تاشود دردت مطیب مشک بیز
جا جھوٹے علاج سے بھاگتا رہ	تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک بیز ہو جاوے

دل تسلی پاتا ہے گفتار صواب سے جس طرح کہ تشنہ تسلی پاتا ہے آب سے (جیسا عسس کے قلب کو اس کی حکایت سے تسلی ہوگئی اور یہ مضمون حدیث کا ہے اور مقصود اس سے فی نفسہ صدق و کذب کی ایک خاصیت بیان کرنا ہے اور عوارض سے تخلف ممکن ہے اور نیز ہر قلب کے اعتبار سے یہ حکم نہیں ہے بلکہ جس میں صفت سلامت کی ہو اسی لئے مولانا قلب غیر سلیم کو آگے مستثنے فرماتے ہیں یعنی) بجز قلب محجوب کے کہ جس میں کوئی علت ہے جس کو نبی سے غبی تک کی تمیز نہیں ہے ورنہ (اگر قلب محجوب نہ ہو تو پھر) جو پیام (اور مضمون) کہ موضع (اصلی) سے ہو (مراد اس موضع سے محکی عنہ ہے یعنی جو حکایت کہ مطابق محکی عنہ کے ہو) وہ چاند پر (بھی) اثر کرتا ہے (اور) وہ (اس کے اثر سے) شگافیدہ ہو جاتا ہے (اور) وہ چاند تو (اس سے) شگافیدہ ہو جاتا ہے (مگر) قلب محجوب (متاثر) نہیں ہوتا کیونکہ وہ (قلب محجوب) مردود ہے (اور)

www.besturdubooks.wordpress.com

محبوب نہیں ہے (پس مردود ہونے سے فاسد الادراک ہوگیا اور مراد چاند سے اگر قلب منور ہے تب تو مطلب ظاہر ہے اور اگر معنی حقیقی ہیں تو یہ بعض اوقات کے اعتبار سے ہے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت کا صادق تھا اور آپ کے صدق کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے چاند کو منشق کر دیا اور قلوب کفار متاثر نہ ہوئے اور اس انشقاق میں آپ کے صدق کو موثر کہنا اس طرح ہوسکتا ہے کہ آپ کا دعویٰ سبب ہوگیا حق تعالیٰ سے اس معجزہ کی درخواست کا اور وہ درخواست سبب ہوئی اس کے ظہور کا اور سبب کا سبب سبب ہوتا ہے پس دعویٰ سبب موثر فی الانشقاق ہوا چونکہ اس فقیر کی بات بھی سچی تھی اور عسس کی استعداد قلب کی باطل نہ ہوئی ہوگی گو ممکن ہے کہ پورا عدل سونے سے ضعیف ہوگئی ہو مگر ایمان کی وجہ سے باقی ہوگی اس لئے اس) عسس کی آنکھ (مثل) چشمہ (کے) ہوگئی اشک ترکنندہ (یعنی کثیر) سے (یعنی وہ رونے لگا سو یہ اثر) گفتار خشک سے نہیں (ہوا) بلکہ بوئے دل سے (ہوا آگے علاوہ اثر طمانیہ وریبہ کے دوسرے آثار میں کلاموں کا مختلف ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) ایک بات دوزخ سے (کہ مثال ہے نفس کی نکل کر) لب کی طرف آتی ہے (اور) ایک بات شہر جان سے کہ مشابہ جنت کے ہے) کوئے لب میں پہنچتی ہے (یعنی کسی بات کا منشا نفس ہوتا ہے اور کسی کا روح اور ہر ایک کا جدا اثر ہوتا ہے جس میں سے ایک اثر طمانیہ وریبہ ہے پس ایک کلام تو جس کا منشا روح ہے گویا) بحر جان افزا (ومورث آثار محمودہ ومنہا الطمانیہ ہے) اور (ایک کلام جس کا منشا نفس ہے گویا) بحر پرحرج (ومورث آثار مذمومہ ومنہا الریبۃ ہے اور ان) دونوں بحر کے درمیان میں یہ لب محل ہے مرج کا (جس کے معنی ہیں خلط وارسل یہ اشارہ ہے آیہ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لایبغیان کی طرف مطلب یہ کہ یہ دونوں کلام روحانی ونفسانی تو بوجہ اختلاف خواص کے گویا دو بحر مختلف مالح وعذب ہیں اور لب جن پر سے دونوں کلام گزرتے ہیں گویا وہ زمین ہے جو محل ہے مرج بحرین مختلفین کا چنانچہ لب کی وجہ تشبیہ آگے مصرح ہے یعنی) بحر جان افزا (یعنی کلام طمانیت بخش) اور بحر غم کاہندہ (یعنی کلام ریبت زایہ) دونوں لب پر گزر اور راہ رکھتے ہیں (لیکن جس طرح دونوں بحروں کو اہل ذوق صحیح پہچان لیتے ہیں اسی طرح دونوں کلاموں کو ایسے لوگ متمیز کر لیتے ہیں آگے مثال ہے لبوں پر مختلف کلاموں کے آنے کی یعنی) جیسے منڈی ہوتی ہے شہروں کے درمیان (کہ ذانی النیاث) اطراف (مختلفہ) سے اس جگہ حصے (یعنی اسباب مختلفہ) آتے ہیں (یعنی) متاع محبوب اور ردی کیسہ کا قطع کرنے والا (بھی اور) متاع پر سود اور موتی کی طرح روشن ہونے والا (بھی یہ سب آتے ہیں لیکن) اس منڈی والوں میں سے جو شخص زیادہ سوداگر ہے وہ خالص اور ناخالص پر صاحب نظر ہے (پس) منڈی ایک شخص کے لئے دار نفع ہے اور اس دوسرے کے لئے بوجہ کوری کے دار گناہ (ونقصان) ہے (اسی طرح مختلف ومختلط کلام باوجودیکہ ایک ہی منڈی یعنی لب و دہاں میں جمع ہوتے ہیں اور اس لئے کالشی الواحد ہیں مگر اہل بصیرت کو ان میں امتیاز ہے اور وہ اس امتیاز سے منتفع ہوتے ہیں اور غیر اہل بصیرت تلبیس وضرر پڑتے ہیں پس ایک ہی کلام ایک کے لئے نافع دوسرے کے لئے مضر آگے بطور انتقال

من الانتفاع بمعرفة خاصية الطمانينة والريبة والتضرر بعدم معرفتهما الى مطلق الانتفاع والتضرر اس اختلاف نفع وضرر کی تعمیم کرتے ہیں کہ کلام ہی کی کیا تخصیص ہے) ہر چیز اجزاء عالم میں سے ایک ایک کر کے غبی کے لئے قید (اور گرفتاری) ہے اور استاد (یعنی عارف صاحب بصیرت) پر ملک قید ہے (مثلاً ایک شخص ان اجزاء کے تعلق میں خدا تعالیٰ سے دور ہوگیا دوسرا ان ہی اجزاء کو مظہر سمجھ کر خدا تعالیٰ کا مقرب ہوگیا پس ایک ہی چیز) ایک (شخص) پر قند ہے اور دوسرے (شخص) پر زہر (یعنی ایک کے لئے خیر ونفع دوسرے کے لئے شر وضرر) ایک پر لطف ہے اور دوسرے پر مثل نیش

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ایک پر بیگانہ دوسرے پر مثل قرابت دار کے ایک پر نقص ہے اور دوسرے پر کمال ایک پر ہجرت ہے اور دوسرے پر مثل قہر کے ایک پر دیو ہے اور دوسرے پر مثل حور کے ایک پر نار ہے اور دوسرے پر مثل نور کے ایک پر خزانہ ہے اور دوسرے پر مثل سانپ کے ایک پر گلاب ہے اور دوسرے پر مثل خار کے ایک پر شیریں اور دوسرے پر ترش ایک پر مبہوت اور دوسرے پر مثل ہوش کے ایک پر تخمی اور دوسرے پر مثل غیاں کے ایک پر نفع اور دوسرے پر زیاں ایک پر قید ہے اور دوسرے پر کشادگی ایک پر قید ہے اور دوسرے پر مرادایک پر نوش ہے اور دوسرے پر وصال ایک شخص پر دن ہے اور دوسرے پر مثل شب کے ایک پر عیش ہے اور دوسرے پر تعب ہے ایک پر محبوب ہے اور دوسرے پر دشمن ایک پر شراب ہے اور دوسرے پر کدو (جو ظرف شراب ہے) ایک پر پانی ہے اور دوسرے پر خون ہے ایک پر معجزہ ہے اور دوسرے پر افسوں ہے ایک پر حلوا ہے اور دوسرے پر مثل زہر کے ہے ایک پر پتھر (بیکار ہے اور دوسرے پر معشوق (دلدار) ہے ایک پر جسم ہے اور دوسرے پر مثل روح کے ہے ایک پر حبس ہے اور دوسرے پر فتوح ہے ایک پر تیر ہے اور دوسرے پر کمان ہے ایک پر روئی اور دوسرے پر سنان ہے۔ ہر جماد (عام کے ساتھ جماد اور) نبی کے ساتھ افسانہ گو (اس جماد میں سے ایک) کعبہ (ہے کہ وہ قیامت کے روز) حاجی کے لئے گواہ اور ناطق ہوگا (اور جن کو اس سے تعلق نہیں ان کے لئے ناطق بالشہادۃ والشفاعۃ نہ ہوگا تو یہاں بھی ایک چیز ایک کے حق میں ایک صفت کی دوسرے کے حق میں دوسری صفت کی اسی طرح) مصلے پر بھی مسجد گواہ ہوگی کہ وہ میرے پاس راہ دور سے آتا تھا (اور جن کو اس سے علاقہ نہیں ان کے لئے شہید و شفیع نہ ہوگی تو یہاں بھی ایک چیز دو شخصوں کے حق میں دو صفت کی ہوئی اسی طرح) حضرت خلیل علیہ السلام پر آتش ریحان اور ورد ہوگئی لیکن نمرود پر وہ مرگ اور درد تھی (چنانچہ اس کے لئے سبب ہوگئی مرگ و درد ابدی کی پس ان امثلہ سے مدعائے مذکور کہ ایک شے کسی کو نافع ہے کسی کو مضر بوجہ احسن وابین ثابت ہوگیا آگے جواب ہے سوال مقدر کا کہ تم تو اس مضمون کو متعدد دفعہ بیان کر چکے ہو بار بار تکرار سے کیا فائدہ اس کا جواب دیتے ہیں کہ واقعی) ہم نے اسی (مضمون) کو بار بار کہا ہے اے حسن (جیسا دفتر اول میں بھی تحت سرخی تفسیر آیت مرج البحرین ان اشعار میں بیان کیا ہے در مقامے ہست ایں ہم زہر مار الی قولہ ایں چنیں باشد تفاوت در امور لیکن) میں اس کے بیان سے سیر نہیں ہوتا ہوں (مطلب یہ کہ تم بوجہ بے رغبتی کے اس مضمون سے سیر ہو اس لئے تم کو یہ تکرار معلوم ہوتا ہے اور میں بوجہ رغبت کے اس سے سیر نہیں ہوں اس لئے مجھ کو یہ تکرار معلوم نہیں ہوتا چنانچہ جو چیزیں تم کو مرغوب ہیں ان کا تم بھی تکرار بلا ملال کرتے ہو مثلاً) تو نے بار ہا روٹی دفع اضمحلال کے لئے کھائی ہے یہ وہی روٹی ہے (جو اس سے پہلے بار ہا کھائی ہے مگر) تو ملول کیوں نہیں ہوتا (یہ تو بطور جواب الزامی ہے آگے اس عدم ملال کی لم بتلاتے ہیں جس سے یہ جواب تحقیقی ہو جاوے گا کہ وجہ روٹی سے ملول نہ ہونے کی یہ ہے کہ) تیرے اندر بوجہ اعتدال (مزاج) کے ایک گرسنگی تازہ پہنچ جاتی ہے کہ اس کی وجہ سے تخمہ اور ملال سوخت (اور فنا) ہو جاتا ہے (کیونکہ قاعدہ کلیہ ہے کہ) جس کو الم جوع حاصل ہوگیا (غذائے غیر جدید کا) جدید ہونا اس کے ایک ایک عضو کے ساتھ بندھ گیا (پس اصل) لذت (و رغبت) بھوک کے سبب سے ہے نہ کہ غذائے جدید سے بھوک کے ساتھ نان جویں شکر سے بہتر ہے (جو کہ بدوں بھوک کے ہو پس معلوم ہوا کہ) وہ تیرا ملول ہونا (مضمون مذکور کے اعادہ سے) بالکلیہ نا گرسنگی اور تخمہ سے ہے نہ کہ تکرار کلام سے (ورنہ ہر جگہ تکرار موجب ملولی ہوتا حالانکہ مرغوب کی تکرار سے بھی ملال نہیں ہوتا اس کی اور مثال لو کہ) دکان (تجارت) اور مماکسہ (بمعنی تنگی در بیع ادالہ مکاس بضم المیم) اور قیل وقال سے جو کہ (مشتری) لوگوں کے پھسلانے میں ہوتا ہے کیونکہ ملال نہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوتا (اور مثال لوکہ) غیبت اور لوگوں کے گوشت کھانے سے ساٹھ سال میں تجھ کو اس سے سیری نہ ہوئی (اور مثال لوکہ) بہت سے اشعار تو نے قحبہ کے عشق میں کہے ہیں (اور) بلاملال تو گل کی طرح شگفتہ رہا ہے بہت مدتیں (کسی قحبہ کی) شرمگاہ کے حاصل کرنے کے لئے تو نے کہی ہیں بلاملال بار ہا تو شگفتہ رہا ہے (پھر) دوسری بار تو اس کو کہتا ہے شوقین اور چست ہوکر (اور) سو بار میں زیادہ مشائق پہلی بار سے (اور مثال لوکہ) مرض پرانی دوا کو جدید کر دیتا ہے مرض ملولی کی ہر شاخ کو قطع کر دیتا ہے (کذافی الغیاث فی معنی خو) کیمیا (جو کہ پرانی چیزوں کو) نیا بنانے والی (ہے وہ) امراض ہیں اس طرف ملولی کہاں جہاں مرض پیدا ہوا (اور جیسا امثلہ بالا میں طلب اور درد کا خاصہ معلوم ہوا یہی حال ہے درد باطن اور طلب کا کہ اس کے ہوتے ہوئے تکرار کا خود تقاضا ہوتا ہے نہ کہ اس سے ملال ہو جب یہ معلوم ہو گیا پس) خبردار تو ملولی سے آہ سرد مت کر (بلکہ) درد طلب کر اور درد طلب کر اور درد درد (یہ تاکید ہے اور چونکہ عادۃً درد و طلب پیدا ہونے کا طریق صحبت ہے شیوخ کی اور اس میں بعض اوقات دھوکہ ہو جاتا ہے کہ مزور کو کامل سمجھ کر اس سے رجوع کرے اس لئے اس سے تحذیر ہے کہ) بیہودہ (اور بے اثر) معالجات درد (ومرض) کے دھوکہ دینے والے ہیں (جیسے بے قاعدہ علاج مرض کے حق میں بالکل دھوکہ ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اُسکو کافی سمجھا دوسرے یہ کہ صحیح علاج سے مستغنی رہا اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ مرض حسی میں تو مرض کا ازالہ مقصود ہے اور عدم ازالہ دھوکہ ہے اور درد باطن میں بالعکس ہے پس تشبیہ کیسے صحیح ہے بات یہ ہے کہ یہاں بھی دھوکہ بھی عدم ازالہ مرض ہی ہے یہاں مرض درد نہیں ہے بلکہ عدم درد ہے بس حاصل دھوکہ کا یہ ہوا کہ عدم درد زائل نہ ہو یعنی درد پیدا نہ ہو کہ یہی درد صحت باطنی ہے جب یہ معالجات ایسے ہیں تو اس معالجہ کے مدعی) رہزن اور زرستان ہیں بطریق خراج کے (ہکذافی الغیاث فی معنی باز مرادف باج اور ایسے لوگوں کا ٹیکس لینا مشاہد ہے آگے اس خداع کی مثال ہے کہ جیسے) آب شور تشنگی کا علاج نہیں ہے اگرچہ پینے کے وقت سرد اور خوش معلوم ہو (سو اس میں نفع تو کچھ نہیں) لیکن (ضرر البتہ ہے وہ یہ کہ) وہ خادع ہو گیا اور (تفسیر خادع ہونے کی یہ ہے کہ) مانع ہو گیا آب شیریں کی جستجو کرنے سے جس سے صدہا سبزہ پیدا ہوئے ہیں (آگے اور مثال ہے کہ) اسی طرح ہر زر قلب مانع ہے معرفت زر خالص سے جہاں کہیں ہے (بس اسی طرح اس مزور نے) تیرے بال و پر کو (یعنی صلاحیت ترقی کو) تزویر سے قطع کر دیا کہ تیری مراد میں ہوں اے مرید (مجھ سے مراد) لے (اور براہ تزویر یہ) کہا کہ تیرا مرض میں چھین لوں گا اور حالانکہ وہ خود مرض تھا (اور) وہ باطناً خار تھا اور بظاہر گل تھا (مولانا نصیحت فرماتے ہیں کہ اے طالب) جا جھوٹے علاج سے بھاگتا رہ تاکہ تیرا درد پاکیزہ اور مشک بیز ہو جاوے (یعنی تیری اس طلب پر ثمرات محمودہ قرب و وصول و نسبت مع اللہ مرتب ہوں آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف)۔

گفتن عسس خواب خود را باغریب مسکین ونشان گنج دادنہم درخانہ او

کوتوال کا مسکین پردیسی سے اپنا خواب بیان کرنا اور اسی کے گھر میں خزانہ کا پتہ دینا

گفت نے دزدی تو و نے فاسقی	مرد نیکی لیک گول و احمقی
عسس نے کہا کہ تو نہ چور ہے اور نہ فاسق ہے	نیک آدمی ہے لیکن بیوقوف احمق ہے
بر خیال خواب چندیں رہ کنی	نیست عقلت را تسوئے روشنی
خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ قطع کرتا ہے	تیری عقل میں ایک تسو بھر بھی روشنی نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بر خیالے اینچنیں راہ دراز	پیش گیری از سر جہل و آز
ایک خیال پر اتنا دراز راستہ	اختیار کرتا ہے جہل و حرص کی رو سے
بارہا من خواب دیدم مستمر	کہ بعد بغداد ست گنج مستتر
میں بارہا مدت مسترہ سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں	کہ بغداد میں ایک خزانہ مستتر ہے
در فلاں کوی و فلاں خانہ دفیں	بود آں خود نام خانہ و کوئے ایں
فلاں محلہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے	وہ خود اسی شخص کے گھر اور محلہ کا نام تھا
ہست در خانہ فلانے روبجو	نام خانہ و نام او گفت آں عدو
وہ فلانے گھر میں ہے جا تلاش کر	اس عدو نے اسی شخص کے گھر کا نام اور اس کا نام بتلایا
دیدہ ام خود بارہا ایں خواب من	کہ بہ بغداد ست گنجے در وطن
میں نے بارہا یہ خواب دیکھا	کہ بغداد میں ایک خزانہ ہے وطن کے اندر
ہیچ من از جا نرفتم زیں خیال	تو بیک خوابے بیائی بے ملال
میں اس خیال کے سبب کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا	تو ایک ہی خواب پر بے ملال چلا آیا
خواب احمق لائق عقل ویست	ہمچو او بے قیمت ست ولاشئ ست
احمق کا خواب اسی کی عقل کے لائق ہے	اس کی موافق بے قیمت اور لاشے ہے
خواب زن کمتر ز خواب مرداں	از پئے نقصان عقل و ضعف جاں
عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم جان	بوجہ ضعف عقل اور ضعف جان کے
خواب ناقص عقل و گول آید کساد	پس ز بے عقلی چہ باشد خواب باد
خواب ناقص العقل اور احمق کا کاسد ہوتا ہے	پس بے عقلی سے تو خواب کیسا ہوگا محض ہوا ہوگا
گفت باخود گنج درخانہ من ست	پس مرا آنجا چہ فقر و شیون ست
اپنے دل میں کہنے لگا کہ خزانہ تو میرے ہی گھر میں ہے	پھر مجھ کو اس جگہ کیا فقر و ماتم ہے
برسر گنج از گدائی مردہ ام	زانکہ اندر غفلت و در پردہ ام
خزانہ پر بیٹھا ہوا گدائی سے مردہ ہوں	اس لئے کہ غفلت اور پردہ میں ہوں
زیں بشارت مست شد دردش نماند	صد ہزار الحمد زیر لب بخواند
اس بشارت سے وہ مست ہو گیا اور اس کی کلفت نہ رہی	لاکھوں الحمد لبوں کے نیچے ہی نیچے پڑھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت بد موقوف ایں لت لوت من	آب حیواں بود در حانوت من
کہا کہ میری یہ نعمت لات پر موقوف تھی	آب حیات میری دوکان ہی میں تھا
رو کہ برلوت شگرفے بر زدم	کوری آں وہم کہ مفلس بدم
چل کہ نعمت عجیبہ پر میں نے ہاتھ مارا ہے	ناس ہو اس خیال کا کہ میں مفلس تھا
خواہ احمق دان و خواہی عاقلم	یافتم ہرچہ کہ می خواہد دلم
خواہ مجھ کو احمق جان خواہ مجھ کو عاقل سمجھ	میرا جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ میں نے پا ہی لی
خواہ احمق داں مرا خواہی فرد	آن من شد ہرچہ می خواہی بگو
خواہ مجھ کو احمق جان خواہ کمتر	وہ خزانہ میری ملک ہو ہی گیا
من مراد خویش دیدم بے گماں	ہرچہ خواہی گو مرا اے بد دہاں
تو جو چاہے کہہ میں نے اپنی مراد دیکھ ہی لی	بلا کسی شک کے تو جو چاہے کہہ اے بد زبان
گو مرا پر درد گو اے محتشم	پیش تو پر درد و پیش خود خوشم
تو مجھ کو مریض کہہ اے صاحب احتشام	میں تیرے نزدیک پر مرض ہوں اور اپنے نزدیک خوش ہوں
وای گر برعکس بودے ایں مطار	پیش تو گلزار و پیش خویش خار
افسوس ہوتا اگر یہ مقام پرواز برعکس ہوتا	تیرے نزدیک گلزار ہوتا اور اپنے نزدیک خوار ہوتا
با فقیرے گفت روزے یک خسے	کہ ترا ایں جا نمی داند کسے
کسی فقیر سے کسی روز ایک کمینہ نے کہا	کہ تجھ کو اس جگہ کوئی نہیں جانتا
گفت او گر می نداند عامیم	خویش را من نیک می دانم کیم
اس نے کہا اگر مجھ کو عامی آدمی نہیں جانتا	میں تو اپنے کو خوب جانتا ہوں کہ کون ہوں
وای گر برعکس بودے درد و ریش	او بدے بینای من من کور خویش
افسوس ہوتا اگر یہ درد اور ریش برعکس ہوتا	کہ وہ تو میرا بینا ہوتا اور میں اپنا نابینا ہوتا
احمقم گیر احمقم من نیک بخت	بخت بہتر از لجاج و روی سخت
تو مجھ کو احمق سمجھ میں احمق خوش نصیب ہوں	نصیب بہتر ہے خصومت اور ترشروئی سے
ایں سخن بر وفق ظنت می جہد	ورنہ بختم داد عقلم می دہد
یہ مضمون تیرے گمان کے موافق نکل رہا ہے	ورنہ میرا نصیبہ میری عقل کی داد دے رہا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بازگشتن آں مرد شادماں مراد یافتہ و شکر گویاں و سجدہ کناں و حیراں در غرائب اشارت حق سبحانہ و تعالیٰ و ظہور تاویلات آں بروجہیکہ ہیچ عقلے و فہمے آں جا نرسد

اس شخص کا خوش خوش اور مراد حاصل کر کے اور شکر ادا کرتے ہوئے اور سجدہ کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے اشاروں کے عجائب میں حیران واپس لوٹنا اور ان کی تاویلات کا ایسے طریقہ پر ظاہر ہونا کہ کوئی عقل اور سمجھ وہاں نہیں پہنچتی ہے

باز گشت از مصر تا بغداد او	ساجد و راکع ثنا گو شکر گو
وہ شخص مصر سے بغداد کی طرف واپس ہوا	سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا ثنا و شکر کرتا ہوا
جملہ رہ حیران و مست او زیں عجب	ز انعکاس روزی راہ طلب
تمام راستہ وہ حیران اور مست اس عجیب بات سے	روزی اور راہ طلب کے منعکس ہونے سے
کز کجا امیدوارم کردہ بود	وز کجا افشاند برمن سیم و سود
کہ مجھ کو کہاں سے تو امیدوار کیا تھا	اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار فرمایا
ایں چہ حکمت بود کاں قبلہ مراد	کردم از خانہ بروں گمراہ و شاد
یہ کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مقاصد نے	مجھ کو گھر سے باہر نکالا گم کردہ راہ اور شاد کر کے
تا شتاباں در ضلالت می شدم	ہر دم از مطلب جدا تر می بدم
یہاں تک کہ میں غلط راہی میں شتاباں جا رہا تھا	ہر لحظہ مطلب سے زیادہ جدا ہوا جاتا تھا
باز آں عین ضلالت را بجود	حق وسیلت کرد اندر رشد و سود
پھر اسی عین گمراہی کو جود سے	حق تعالیٰ نے رشد اور نفع میں واسطہ بنا دیا

عسس نے کہا کہ تو نہ چور ہے اور نہ فاسق ہے نیک آدمی ہے لیکن بیوقوف احمق ہے (کہ محض) خواب کے خیال پر تو اتنا راستہ قطع کرتا ہے (معلوم ہوتا ہے) تیری عقل میں ایک تسو بھر روشنی بھی نہیں ہے (محض) ایک خیال پر اتنا دراز راستہ اختیار کرتا ہے جہل و حرص کی رو سے میں بارہا مدۃ مستمرہ سے یہ خواب دیکھ رہا ہوں کہ بغداد میں ایک خزانہ مستتر ہے (اور) فلاں محلہ اور فلاں گھر میں مدفون ہے (اور) وہ خود اسی شخص کے گھر اور محلہ کا نام تھا وہ فلانے گھر میں ہے جا تلاش کر (اور) اس عدو نے اسی شخص کے گھر کا نام اور اس کا نام بتلایا (غرض) میں نے بارہا یہ خواب دیکھا کہ بغداد میں ایک خزانہ ہے وطن کے اندر (یعنی جنگل میں نہیں بلکہ آبادی میں مگر) میں اس خیال کے سبب کبھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا (اور) تو ایک ہی خواب پر بے ملال چلا آیا (واقعی) احمق کا خواب اسی کی عقل کے لائق (ہوتا) ہے (یعنی) اس (عقل) کی موافق (وہ بھی) بے قیمت اور لاشے (ہوتا) ہے (اسی لئے) عورت کے خواب کو مرد کے خواب سے کم جان بوجہ ضعف عقل اور ضعف جان کے (اور جب) خواب ناقص العقل اور احمق کا کاسد ہوتا ہے پس بے عقلی سے تو خواب کیسا ہوگا محض ہوا ہوگا (یہ تفاوت مذکوران خوابوں میں ہوتا ہے جس میں کچھ تصرف متخیلہ کا بھی ہو عسس سے یہ سن کر) اپنے دل میں کہنے لگا کہ خزانہ تو میرے ہی گھر

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ہے پھر مجھ کو اس جگہ کیا فقر و ماتم (ہو رہا) ہے۔ (باوجود اس کے کہ میں خود) خزانہ پر بیٹھا ہوا (ہوں اور پھر) گدائی سے مردہ (ہو رہا) ہوں اس لئے کہ غفلت اور پردہ میں ہوں (یعنی اس لئے کہ اس کا علم نہیں ہے غرض) اس بشارت سے وہ مست ہو گیا اور اس کی کلفت (سفر کی یا عسس کی مار پیٹ کی) نہ رہی لاکھوں الحمد لیوں کے نیچے ہی نیچے (یعنی چپکے چپکے) پڑھیں (اور اپنے نفس سے) کہا کہ میری یہ نعمت لات (گھونسہ کھانے) پر موقوف تھی (فی الغیاث لت زدوں وکوفتن اھ ورنہ) آب حیات میری دوکان ہی میں تھا (مگر اس کا ملنا اس سختی جھیلنے پر موقوف تھا اے نفس) چل کہ نعمت عجیبہ پر میں نے ہاتھ مارا ہے ناس ہو اس خیال کا کہ میں مفلس تھا (آگے دل ہی دل میں عسس کو خطاب ہے کہ) خواہ مجھ کو احمق جان خواہ مجھ کو عاقل سمجھ میرا جس چیز کو دل چاہتا ہے وہ میں نے پا ہی لی خواہ مجھ کو احمق جان خواہ (احمق سے بھی) کمتر وہ خزانہ میری ملک ہو ہی گیا تو جو چاہے کہہ میں نے اپنی مراد دیکھ ہی لی بلا کسی شک کے تو مجھ کو جو چاہے کہہ اے بدزبان تو مجھ کو مریض (بمرض حماقت) کہہ اے صاحب احتشام میں تیرے نزدیک پر مرض ہوں اور اپنے نزدیک خوش ہوں افسوس ہوتا اگر یہ مقام پرواز برعکس ہوتا (یعنی) تیرے نزدیک گلزار ہوتا اور اپنے نزدیک خوار ہوتا (اس واقعہ کو مطار سے شاید اس لئے تعبیر کیا ہو کہ یہ محل ہے پرواز افکار کا آگے اس کی ایک مثال ہے کہ) کسی فقیر سے کسی روز ایک کمینہ نے کہا کہ تجھ کو اس جگہ کوئی نہیں جانتا اس (فقیر) نے کہا کہ اگر مجھ کو عامی آدمی نہیں جانتا (تو کیا ہوا) میں تو اپنے کو خوب جانتا ہوں کہ کون ہوں افسوس ہوتا اگر یہ درد اور ریش برعکس ہوتا کہ وہ تو میرا بینا (یعنی میرے کمالات کا معتقد) ہوتا اور میں اپنا نابینا (یعنی ان کمالات کا فاقد) ہوتا (مقصود درویش کا تفاخر نہیں ہے بلکہ تحدث بالنعمۃ اور عوام کے اعتقاد اور عدم اعتقاد کا عدم اعتبار ہے پس اسی مثال کی طرح) تو مجھ کو احمق سمجھ میں احمق (سہی مگر) خوش نصیب (تو) ہوں نصیب بہتر ہے خصومت اور ترش روئی سے (جو کہ ناداری میں پیش آتی ہے اور) یہ مضمون (کہ میں احمق ہوں) تیرے گمان کے موافق (میرے منہ سے) نکل رہا ہے (کہ میں اپنی احمقی کو تسلیم کر رہا ہوں) ورنہ (واقع میں خود) میرا نصیبہ میری عقل کی داد دے رہا ہے (یعنی خوش نصیبی ہی دلالت کر رہی ہے میرے عاقل ہونے پر کیونکہ عاقل ہونے سے جو مقصود ہے کامیابی وہ مجھ کو حاصل ہے جب غایت حاصل ہو گئی طریق بھی حکماً موجود ہے گو حقیقۃً معدوم ہو آگے اس شخص کے بغداد کو واپس جانے اور خزانہ ملنے کی سرخی ہے اور اس کے ساتھ اس قصہ عجیبہ کی مناسبت سے دوسرے مضامین کی طرف انتقال ہے یعنی اس کے بعد) وہ شخص مصر سے بغداد کی طرف واپس ہوا۔ سجدہ کرتا ہوا رکوع کرتا ہوا (حق تعالیٰ کی) ثنا و شکر کرتا ہوا تمام راستہ وہ حیران اور مست اس عجیب بات سے (یعنی طریق) روزی اور راہ طلب کے منعکس ہونے سے کہ مجھ کو (حق تعالیٰ نے) کہاں سے تو امیدوار کیا تھا اور کہاں سے مجھ پر چاندی اور نفع نثار فرمایا یہ کیا حکمت تھی کہ اس قبلہ مقاصد نے مجھ کو گھر سے باہر نکالا گم کردہ راہ اور شاد کر کے (یعنی وہ خزانہ کا رستہ نہ تھا مگر میں اس خیال سے کہ وہاں خزانہ ملے گا خوش خوش جا رہا تھا) یہاں تک کہ میں غلط راہی میں شتاباں شتاباں جا رہا تھا (اور) ہر لحظہ مطلب سے زیادہ جدا (اور دور) ہوتا جاتا تھا (ابتداء تو یہ تھی اور) پھر (انتہا یہ ہوئی کہ) اسی عین گمراہی کو (اپنے) جود (و کرم) سے حق تعالیٰ نے رشد اور نفع میں واسطہ بنا دیا (جیسا کہ عسس کے قصہ میں معلوم ہوا آگے حق تعالیٰ کے ایسے ہی عجائب تصرفات کہ اسباب پر خلاف توقع مسببات کو مرتب فرماتے ہیں اور پھر قریب سرخی آئندہ کے اشعار ثلثہ اندریں فتح انتج میں رجوع ہے قصہ کی طرف کہ وہاں پہنچ کر وہ خزانہ مل گیا اور پھر شعر رابع میں کہ شعر اخیر ہے سرخی گذشتہ کا تمہید ہے رجوع قصہ شہزادگان کی جو انشاء اللہ تعالیٰ عشر عاشر میں مذکور ہوگا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بیان بعضے عجائب تصرفات الٰہیہ

گمرہی را منہج ایماں کند	کژروی را مقصد احساں کند
وہ گمراہی کو طریق ایمان کا کر دیتے ہیں	کج روی کو اخلاص کا مقصد کر دیتے ہیں
تا نباشد ہیچ محسن بے وجا	تا نگردد ہیچ خائن بے رجا
تاکہ کوئی نیکی کرنے والا بے خوف نہ رہے	تاکہ کوئی عاصی بے امید نہ رہے
اندرون زہر تریاق آں خفی	کرد تا گویند ذواللطف الخفی
زہر کے اندر تریاق اس مہربان نے کر رکھا ہے	تاکہ لوگ صاحب لطف خفی کہیں
نیست مخفی در نماز آں مکرمت	در گنہ خلعت نہد آں مغفرت
وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے	گناہ میں اس مغفرت کی خلعت رکھ دیتے ہیں
منکراں را قصد اذلال ثقات	ذل شدہ عز و ظہور معجزات
منکروں کا قصد مقبولین کے ذلیل کرنے کا تھا	وہ ذلت عزت اور ظہور معجزات ہو گئی
قصد شاں ز انکار ذل دیں بدہ	عین ذل عز رسولاں آمدہ
ان کا قصد انکار سے دین کی ذلت تھی	عین ذلت رسولوں کی عزت ہو گئی
گر نہ انکار آمدے از ہر بدے	معجز و برہاں چرا نازل شدے
اگر ہر بد آدمی سے انکار واقع نہ ہوتا	تو معجزہ اور برہان کس لئے نازل ہوتا
تا نگردد خصم تو مصداق خواہ	کے کند قاضی تقاضائے گواہ
جب تک تیرا مخاصم دلیل مصدق کا خواہاں نہیں ہوتا	حاکم گواہ کا تقاضا کب کرتا ہے
معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی	بہر صدق مدعی در بیشکی
معجزہ مشابہ گواہ زکی کے ہے	صدق مدعی کے لئے لغی شبہ میں
طعنہ چوں می آمد از ہر ناشناخت	معجزہ می داد حق و می نواخت
جب ہر ناواقف طرف سے طعنہ واقع ہوتا تھا	تو حق تعالیٰ معجزہ دیتے تھے اور نوازش فرماتے تھے
مکر آں فرعون سی صد تو بدہ	جملہ ذل او و قمع او شدہ
اس فرعون کا مکر تین سو حصے تھا	وہ سب اس کی ذلت اور اس کے قلع قمع کا سبب ہو گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

ساحراں آوردہ حاضر نیک و بد	تا کہ جرح معجزہ موسیٰ کند
ساحروں کو اس نے جمع کیا ماہر کو اور غیر ماہر کو	تا کہ معجزہ موسوی میں جرح کرے
تا عصا را باطل و رسوا کند	اعتبارش راز دلہا بر کند
تا کہ عصا کو باطل اور رسوا کرے	اس کے اعتبار کو دلوں سے دور کرے
عین آں مکر آیت موسیٰ شدہ	اعتبار آں عصا بالا شدہ
عین وہ مکر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہو گیا	اس عصا کا اعتبار اور بالا ہو گیا
لشکر آرد او پگہ تا حول نیل	تا زند بر موسیٰ و قومش سبیل
دوپگاہ کے وقت لشکر لاتا ہے آب نیل کے گرد و پیش تک	تا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اور ان کی قوم پر راہ زنی کرے
ایمنی امت موسیٰ شود	او بتحت الارض و ہاموں در رود
امت موسویہ کے امن کا سبب بن جاوے	وہ زمین اور دشت کے تحت میں جاوے
گر بمصر اندر بدیاو نامدے	وہم از سبطی کجا زائل شدے
اگر وہ مصر ہی میں رہتا نہ آتا	تو وہم سبطی سے کہاں زائل ہوتا
آمد و در سبط افگند او گداز	کہ بداں کہ امن در خوف ستراز
وہ آیا اور سبطیوں میں اس نے اندیشہ ڈالا	کہ جان لے کہ امن خوف میں مخفی ہے
ایں بود لطف خفی کو را صمد	نار بنماید خود آں نورے بود
لطف خفی یہ ہوتا ہے کہ ان کو حضرت صمد	نار دکھلا دیں وہ خود ایک نور ہو
نیست مخفی مزد دادن در تقا	ساحراں را اجر بیں بعد از خطا
اجر دینا تقویٰ میں یہ مخفی نہیں ہے	ساحروں کے اجر کو دیکھ بعد گناہ کے
نیست مخفی وصل اندر پرورش	ساحراں را وصل داد او در برش
پرورش میں وصال مخفی نہیں ہے	ساحروں کو وصل عطا فرمایا قطع میں
نیست مخفی سیر باپائے روا	ساحراں را سیر بیں در قطع پا
چلتے ہوئے پاؤں سے چلنا مخفی نہیں ہے	ساحروں کا چلنا دیکھ پاؤں قطع ہونے کی حالت میں
عارفاں زانند دائم آمنوں	کہ گزر کردند از دریای خوں
عارفین اسی سبب سے ہمیشہ سے بے خوف ہیں	کیونکہ وہ دریائے خون سے گزر چکے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

امن شاں از عین خوف آمد پدید	لاجرم باشند ہر دم در مزید
ان کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے	اس لئے وہ ہر دم ترقی ہی میں رہتے ہیں
امن دیدی گشتہ در خوفے خفی	خوف بیں ہم در امیدے اے صفی
تو نے خوف میں امن خفی دیکھ لیا	تو خوف کو امید میں دیکھ لے اے برگزیدہ
آں امیر از مکر بر عیسیٰؑ تند	عیسیٰؑ اندر خانہ رو پنہاں کند
وہ امیر مکر سے عیسیٰ علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے	عیسیٰ علیہ السلام اپنے کو پنہاں کرتے ہیں
اندر آید تا شود او تاجدار	خود ز شبہ عیسیٰؑ آمد تاجدار
وہ اندر آتا ہے تاکہ وہ سردار ہو جاوے	وہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بن جانے سے سردار ہوتا ہے
ہیں میاویز، من عیسیٰؑ نیم	من امیرم بر جہوداں، خوش پیم
ہاں مت لٹکاؤ کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں	میں تو یہودیوں کا امیر ہوں مبارک قدم ہوں
زوترش بردار آویزید کو	عیسیٰؑ ست از دست ما تخلیص جو
اس کو جلدی دار پر لٹکاؤ کہ یہ	عیسیٰ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے
چند لشکر میرود تا بر خورد	برگ او بر گردد و بر سر خورد
بہت سے لشکر جاتے ہیں تاکہ متمتع ہوں	اس کا سامان منقلب ہو جاتا ہے اور سر پر کھاتا ہے
چند بازرگاں رود بر بوی سود	عید پندارد بسوزد ہمچو عود
بہت سے سوداگر امید نفع پر جاتے ہیں	عید گمان کرتا ہے عود کی طرح جلتا ہے
چند در عالم بود در عکس ایں	زہر پندارد بود آں انگبیں
بہت دفعہ عالم میں اس کا عکس بھی ہوتا ہے	زہر سمجھتا ہے وہ شہد ہو جاتا ہے
بس سپہ بنہاد دل بر مرگ خویش	روشنیہا و ظفر آید بہ پیش
بہت سپاہ نے دل کو اپنی موت پر جما لیا ہے	روشنیاں اور غلبہ اس کو پیش آتا ہے
ابرہہ با پیل بہر ذل بیت	آمدہ تا افگند حی را چو میت
ابرہہ مع فیل کے ذلت بیت کے لئے آیا	تاکہ زندہ کو مثل میت کے ڈال دے
تا حریم کعبہ را ویراں کند	جملہ را ز انجای سرگرداں کند
تاکہ حریم کعبہ کو ویران کرے	سب کو اس جگہ سے پریشان کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

تاہمہ زوار گرد او تنند	کعبۂ او را ہمہ قبلہ کنند
تاکہ تمام زائرین اس کے گرد جمع ہوا کریں	اس کے کعبہ کو سب قبلہ بنا لیں
وز عرب کینہ کشد اندر گزند	کہ چرا در کعبہ ام آتش زنند
اور عرب سے گزند پہنچا کر کینہ کشی کرے	کہ کس وجہ سے میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں
عین سعیش عزت کعبہ شدہ	موجب اعزاز آں بیت آمدہ
اس کی یہ عین سعی کعبہ کی عزت ہو گئی	اس بیت کے اعزاز کا موجب ہو گیا
مکیاں را عز یکے بد صد شدہ	تا قیامت عزشاں ممتد شدہ
اہل مکہ کی عزت بھی جو کہ ایک حد تھی سو حصہ ہو گئی	قیامت تک ان کی عزت ممتد ہو گئی
او و کعبۂ او شدہ مخسوف تر	از چیست ایں از عنایات قدر
وہ اور اس کا کعبہ زیادہ غارت ہو گیا	یہ کس سبب سے ہوا عنایات قدرے ہوا
از جہاز ابرہہ خیل عرب	گشتہ مستغنی ز فضہ وز ذہب
ابرہہ کے سامان سے عرب کے گروہ	سیم و زر سے مستغنی ہو گئے
از جہاز ابرہہ ہمچوں ددہ	آں فقیران عرب منعم شدہ
ابرہہ مشابہ درندہ کے سامان سے	وہ فقیران عرب صاحب نعمت ہو گئے
از جہاز ربہہ دون دنی	ایں فقیران عرب گشتہ غنی
ابرہہ حقیر و دنی کے سامان سے	یہ فقیران عرب غنی ہو گئے
او گماں بردہ کہ لشکر می کشد	بہر اہل بیت او زر می کشد
اس نے گمان کیا تھا کہ وہ لشکر کشی کر رہا ہے	وہ بیت اللہ والوں کی زر کشی کر رہا تھا
اندریں فسخ عزائم ویں ہمم	در تماشا بود در رہ ہر قدم
ان ہی ارادوں کے فسخ ہونے میں اور ان ہی ارادوں میں	وہ تماشا میں تھا ہر قدم پر راہ میں
خانہ آمد گنج را او بازیافت	کارش از لطف خدائی سازیافت
گھر پہنچا اس نے خزانہ کو پا لیا	اس کے کام نے لطف خدائی سے سرانجام پایا
تابدانی حکمت فرد حکیم	ایمنیہا می نہد در خوف و بیم
تاکہ تو یکتا حکیم کی حکمت کو جان لے	وہ خوف و بیم میں بہت سے امن رکھتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

یادم آمد قصۂ شہزادگاں	گوش ہوش آور بمن بشنو بیاں
مجھ کو شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا	تو گوش ہوش میری طرف لا یاں سن

(ربط اوپر مذکور ہوا کہ بمناسبت قصہ گنج یابی خلاف طریق مظنون ایسے ہی بعض عجائب تصرفات الٰہیہ کا بیان ہے جس سے مقصود توحید و توکل و خوف و رجا کی تعلیم ہے اور اسباب کو موثر مستقل نہ سمجھنے کی اور مسبب پر نظر رکھنے کی اور عدم امن و عدم قنوط کی اور جاننا چاہئے کہ یہ سب جو یہاں مذکور ہوں گے اسباب ہیں شرائط نہیں پس اس پر کوئی اشکال انفضاء الشرالی الخیر کا لازم نہ آوے گا جس کے عدم لزوم کی تقریر اوپر سرخی بیان مجاہد کے اشعار کے شروع حل میں گزری ہے دیکھ لیا جاوے یعنی) وہ (بعض اوقات) گمراہی کو طریق ایمان کا کر دیتے ہیں (اور کبھی اس کا عکس) کجروی کو اخلاص کا مقصد (و منتہائے قصد) کر دیتے ہیں (یعنی گمراہی سبب ایمان کا اور اخلاص سبب کجروی کا ہو جاتا ہے اس طرح سے کہ گمراہی مثلاً سبب ہوئی کسی مقبول شخص کے ایذا پہنچانے کے لئے اس کے پاس جانے کا اور وہاں پہنچنا سبب ہو گیا اس کے کسی کمال کی طرف دل منجذب ہونے کا اور وہ سبب ایمان کا اور اس کا عکس اس طرح کہ کبھی اخلاص پر نظر کر کے عجب پیدا ہو گیا اور عجب کا کجروی ہونا ظاہر ہے آگے دونوں حکموں کی بعض حکمتیں علی سبیل اللف والنشر غیر المرتب مذکور ہیں یعنی ایسا اس لئے کرتے ہیں) تاکہ کوئی نیکی کرنے والا بے خوف نہ رہے (فی الغیاث و جا بفتح ترس و اندوہ یہ تو حکمت ہے مصرعہ ثانیہ کی اور) تاکہ کوئی عاصی بے امید نہ رہے (یہ حکمت ہے مصرعہ اولیٰ کی) زہر (مضر) کے اندر تریاق (نافع) اس مہربان نے کر رکھا ہے تاکہ لوگ (اس کو) صاحب لطف خفی کہیں (ورنہ) اگر تمام الطاف مواقع مظنونہ ہی سے ظاہر ہوا کرتے تو ذواللطف تو کہا جاتا مگر ذواللطف الخفی نہ کہا جاتا چنانچہ) وہ کرم نماز میں مخفی نہیں ہے (کیونکہ نماز کا اجر و ثواب کے لئے سبب بن جانا ظاہر ہے انکا ذواللطف الخفی ہونا یہ ہے کہ) گناہ میں اس مغفرت کی خلعت رکھ دیتے ہیں (اس طرح سے کہ گناہ سے بعض اوقات اس قدر ندامت ہوتی ہے کہ وہ مغفرت کے لئے کافی ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ اس شخص کی طاعات میں بوجہ آمیزش عجب وغیرہ کے یہ اثر نہ ہو اسی طرح ان کی عجائب صنع سے یہ ہے کہ) منکروں کا قصد (طلب معجزات سے انبیاء) مقبولین کے ذلیل کرنے کا تھا (کہ ان کا گمان) یہی تھا کہ یہ امور ہو نہ سکیں گے تو یہ حضرات شرمندہ ہوں گے) عین (وہ) ذلت (مزعومہ کفار) رسولوں کی عزت ہو گئی (کہ معجزات کا ظہور ہوا جس سے ان کی عظمت اور بڑھ گئی چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) اگر ہر بد آدمی سے انکار واقع نہ ہوتا تو معجزہ اور برہان کس لئے نازل ہوتا (آگے اس کی مثال ہے کہ دیکھو) جب تک تیرا مخاصم دلیل مصدق کا خواہاں نہیں ہوتا حاکم گواہ (پیش کرنے) کا تقاضا (تجھ سے کہ تو مدعی ہے) کب کرتا ہے (پس) معجزہ (بھی) مشابہ گواہ زکی (و عادل) کے ہے صدق مدعی کے لئے نفی شبہ میں (یہ وجہ تشبیہ ہے کہ مشابہت اس میں ہے پس گواہ کی طرح کہ انکار کے وقت پیش ہوتا ہے) جب ہر ناواقف طرف سے طعنہ واقع ہوتا تھا تو حق تعالیٰ معجزہ دیتے تھے اور نوازش فرماتے تھے (آگے بھی اسی کی تائید ہے کہ کفار نے جو اسباب اذلال رسل اور اپنے اعزاز کے جمع کئے تھے وہ اسباب منعکس ہو گئے یعنی) اس فرعون کا مکر تمن سوجھے تھا (جس سے مقصود اس کا اپنا اعزاز اور موسیٰ علیہ السلام کا

www.besturdubooks.wordpress.com

ازلال تھا مگر وہ سب اس کی ذلت اور اس کے قلع قمع کا سبب ہو گیا ساحروں کو اس نے جمع کیا ماہر کو اور غیر ماہر کو تا کہ معجزہ موسوی میں جرح کرے (یعنی) تا کہ عصا کو باطل اور رسوا کرے (اور) اس کے اعتبار کو دلوں سے دور کرے (مگر) عین وہ مکر موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہو گیا (یعنی سبب ہو گیا ان کے معجزہ کے ظہور قوت کا اور) اس عصا کا اعتبار اور بالا ہو گیا (لوگوں نے دیکھ لیا کہ وہ سب سحر کو نگل گیا اسی طرح حق تعالیٰ کی صنعت عجیبہ یہ ظاہر ہوئی کہ) وہ (فرعون) پگاہ کے وقت لشکر لاتا ہے آب نیل کے گردو پیش (یعنی نزدیک) تک تا کہ موسیٰ علیہ السلام پر اور ان کی قوم (سبط) پر راہ زنی کرے (یہ اس کا بقصد اضرار آنا) امت موسویہ کے امن کا سبب بن جاوے (اس طرح سے کہ) وہ زمین اور دشت کے تحت میں جاوے (یعنی غرق سے ہلاک ہو جس سے سبطی ہمیشہ کے لئے بے فکر ہو گئے ورنہ) اگر وہ (فرعون) مصر ہی میں رہتا (اور سبطیوں کے تعاقب میں) نہ آتا تو وہم اندیشہ اس کی طرف کا) سبطی (کے دل) سے کہاں زائل ہوتا (مگر) وہ (مصر میں نہ رہا بلکہ تعاقب میں) آیا اور سبطیوں میں اس نے اندیشہ (جاں گداز) ڈالا (جس کے معنی بلکہ آب نیلگوں ہے کیونکہ فرعون نیل میں غرق نہیں ہوا، بحر اعظم میں غرق ہوا ہے نیز) لطف خفی یہ ہوتا ہے کہ ان کو (یعنی موسیٰ علیہ السلام کو) حضرت صمد نار دکھلا دیں (اور) وہ خود ایک نور ہو (اور) اجر دنیا تقویٰ میں یہ (لطف) خفی نہیں ہے (بلکہ لطف جلی ہے البتہ لطف خفی دیکھنے کے لئے) ساحروں کے اجر کو دیکھ بعد گناہ کے (کہ وہ آئے مقابلہ کے لئے جو کہ گناہ تھا وہ آنا سبب ہو گیا معجزہ دیکھنے کا اور وہ ایمان کا اور وہ اجر کا اسی طرح) پرورش (و تنعیم) میں وصال مخفی نہیں ہے ساحروں کو وصل عطا فرمایا قطع (دست و پا) میں (مطلب یہ کہ آرام و راحت سے رکھنا تو ظاہر علامت ہے عنایت کی مگر لطف خفی یہ ہے کہ مقبولین کے ہاتھ پاؤں کاٹے جاویں اور واقع میں وہ مورد عنایت ہوں اسی طرح) چلتے ہوئے پاؤں سے چلنا مخفی نہیں ہے ساحروں کا چلنا دیکھ پاؤں قطع ہونے کی حالت میں (کہ ہاتھ پاؤں کہ آلہ ہے عمل کا وہ مقطوع ہو گئے اور پھر ان کو قرب میں ترقی ہو رہی ہے یہ ہے لطف خفی آگے اس مذکور پر ایک تفریع ہے کہ) عارفین اسی سبب سے ہمیشہ (اسباب مخوفہ دنیویہ) سے بے خوف ہیں کیونکہ وہ دریائے خون (یعنی خطرات ظاہری یا باطنی) سے گزر چکے ہیں (اور دیکھ چکے ہیں کہ) ان کا امن عین خوف سے ظاہر ہوا ہے اس لئے وہ ہر دم (امید لطف کی) ترقی ہی میں رہتے ہیں (اور ان ابیات بالا میں اندرون زہر سے یہاں تک) تو نے خوف میں امن خفی دیکھ لیا (اب اشعار آئندہ میں) تو خوف کو امید میں دیکھ لے اے برگزیدہ (اس کے بعض مواد یہ ہیں کہ) وہ (یہودی) امیر مکر سے عیسیٰ علیہ السلام کے درپے ہوتا ہے (اور) عیسیٰ علیہ السلام (اس سے بچنے کے لئے) اپنے کو پنہاں کرتے ہیں (اور) وہ (ان کے پکڑنے کے لئے اس گھر کے) اندر آتا ہے تا کہ (اس کارگزاری کے صلہ میں اپنی قوم کی جانب سے) وہ سردار ہو جاوے (مگر تصرف حق سے) وہ خود عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ بن جانے سے سردار ہوتا ہے (اور جب اس کی قوم اس کو دار پر چڑھانا چاہتے ہیں تو کہتا ہے کہ) ہاں (مجھ کو دار پر) مت لٹکاؤ کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں میں تو یہودیوں کا امیر ہوں مبارک قدم ہوں (کہ یہودی اور عدو عیسیٰ ہوں مگر قوم کہتی ہے کہ) اس کو جلدی دار پر لٹکاؤ کہ یہ عیسیٰ ہے ہمارے ہاتھ سے خلاصی چاہتا ہے (چنانچہ وہ مصلوب کیا گیا تو دیکھو اس کو اس کارگزاری سے امید تھی تاجدار ہونے کی اور ہو گیا تاج دار اسی طرح) بہت سے لشکر (کہیں) جاتے ہیں تا کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

متمتع ہوں (مگر) اس کا سامان منقلب ہو جاتا ہے اور سر پر (ضربیں کھاتا ہے (اسی طرح) بہت سے سوداگر امید نفع پر (کہیں) جاتے ہیں (اور اس کو) عید گمان کرتا ہے (مگر) عود کی طرح جلتا ہے (اور) بہت دفعہ عالم میں اس کا عکس بھی ہوتا ہے (کہ) زہر سمجھتا ہے (اور) وہ شہد ہوتا ہے (چنانچہ) بہت سپاہ نے دل کو اپنی موت پر جمالیا ہے (مگر) روشنیاں اور غلبہ اس کو پیش آتا ہے (آگے پھر ایک نظیر ہے مضمون ابیات بالا کی کہ کفار نے اہل اللہ کی تذلیل کا قصد کیا اور وہ سبب ہو گیا ان کے اعزاز کا اور وہ نظیر قصہ ابرہہ کا ہے کہ اس نے بیت اللہ کی تذلیل کا قصد کیا اور وہ سبب ہو گیا اس کے زیادۃ اعزاز کا اور عازم تذلیل کے ہلاک وخسار کا پس فرماتے ہیں کہ) ابرہہ مع فیل کے ذلت بیت کے لئے آیا تا کہ زندہ (لوگوں) کو (کہ خادم وحامی بیت اللہ ہیں) مثل میت کے (ہلاک و مغلوب کر کے) ڈال دے تا کہ حریم کعبہ کو ویران کرے (اور) سب (سکان مکہ) کو اس جگہ سے پریشان کرے تا کہ تمام (آفاقی) زائرین اس کے گرد جمع ہوا کریں (اور) اس کے کعبہ کو سب قبلہ بنالیں اور (تا کہ) عرب سے گزند پہنچا کر کینہ کشی کرے کہ کس وجہ سے میرے کعبہ میں آگ لگاتے ہیں (جیسا کہ سیر میں ہے کہ بنی کنانہ میں سے کسی نے اس کے کعبہ میں آگ لگادی تھی پس وہ ان اغراض فاسدہ کے لئے آیا تھا مگر) اس کی یہ عین سعی کعبہ کی عزت ہوگئی (یعنی) اس بیت کے اعزاز کا موجب ہو گیا (سب نے دیکھ لیا کہ یہ بیشک بیت اللہ ہے اور کعبہ کے ساتھ) اہل مکہ کی عزت بھی جو کہ (پہلے سے) ایک حصہ تھی سو حصہ ہوگئی (اور) قیامت تک ان کی عزت ممتد ہوگئی (اور) وہ (خود) اور اس کا کعبہ (بھی) زیادہ غارت ہو گیا یہ کس سبب سے ہوا عنایات (قضاء و) قدر سے ہوا (اور اس) ابرہہ کے سامان (ومال) سے عرب کے گروہ سیم وزر سے مستغنی ہو گئے (یعنی بہت سا مال ان کے ہاتھ آیا جس کو چھوڑ کر وہ ہلاک ہوا آگے بھی دو شعر میں اس کی تاکید ہے کہ) ابرہہ مشابہ درندہ کے سامان سے وہ فقیران عرب صاحب نعمت ہو گئے ابرہہ حقیر ودنی کے سامان سے یہ فقیران عرب غنی ہو گئے (حاصل یہ کہ) اس نے گمان کیا تھا کہ وہ لشکر کشی کر رہا ہے (اور واقع میں) وہ بیت اللہ والوں کی زر کشی کر رہا تھا (اب آگے تتمیم ہے قصہ بغدادی کی کہ) ان ہی ارادوں کے فسخ ہونے میں اور ان ہی ارادوں میں وہ تماشا میں تھا ہر قدم پر راہ میں (یعنی ہر قدم پر اس تماشا کو سوچ رہا تھا کہ دیکھو مصر کا کس طرح ارادہ ہوا اور پھر وہ ارادہ کس طرح فسخ ہوا اور پھر بغداد کا ارادہ ہوا غرض اسی طرح) گھر پہنچا (اور) اس نے خزانہ کو پالیا اس کے تم نے لطف خدائی سے سرانجام پایا (اور یہ قصہ ہم اس لئے بھی لائے) تا کہ تو یکتا حکیم کی حکمت کو جان لے (کہ) وہ خوف وبیم میں بہت سے امن رکھتا ہے (جس طرح عسس اس کے لئے سامان خوف کا تھا اور وہی سبب ہوا کامیابی کا آگے تمہید ہے رجوع بقصہ شہزادگان کی کہ) مجھ کو شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا تو گوش ہوش میری طرف لا (اور مجھ سے اس کا) بیان سن۔

فائدہ:۔ الحمد للہ کہ عشر تاسع اختتام کو پہنچا اور وہ قصہ شہزادوں کا انشاء اللہ تعالیٰ عشر عاشر میں مذکور ہوگا اور ماشاء اللہ تعالیٰ یہ عشر تاسع بہت جلدی یعنی پورے آٹھ روز میں لکھا گیا کیونکہ ربیع الثانی اٹھارہ کو شروع ہوا تھا اور آج ستائیس ہے یہ دس ہوئے اور دو جمعہ نکال کر آٹھ روز رہ گئے حق تعالیٰ عشر عاشر کو بھی آسانی سے انجام کو پہنچا دیں آمین وصلے اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔

مقام تھانہ بھون روز یکشنبہ ۱۳۳۳ ہجری

www.besturdubooks.wordpress.com

العشر العاشر من شرح المثنوی المعنوی افتتح فیہ للثامن والعشرین یوم الاثنین من ربیع الثانی سنہ ۱۳۳۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرر کردن برادران پند دادن برادر بزرگ تر را و تاب ناآوردن پند را از ایشان و شیدا و بیخود در رفتن و خود را در بارگاہ پادشاہ انداختن و دستوری خواستن لیک از فرط عشق و محبت نہ از گستاخی و لاابالی

بھائیوں کا سب سے بڑے بھائی کو مکرر نصیحت کرنا اور اس کا ان کی نصیحت کی تاب نہ لانا اور مجنون اور بے خود ہو کر چلا جانا اور اپنے آپ کو بادشاہ کے دربار میں لے جا ڈالنا اور اجازت چاہنا لیکن محبت اور عشق کی زیادتی کی وجہ سے نہ کہ گستاخی اور لاپروائی سے

بیدل گماں مبر کہ نصیحت کند قبول	من گوش استماع ندارم لمن یقول
بیدل کے بارے میں گمان نہ کر کہ وہ نصیحت قبول کرے گا	جو شخص کہتا ہے میں اس کے سننے کے لئے کان نہیں رکھتا
آں دو گفتندش کہ اندر جان ما	ہست پاسخہا چو نجم اندر سما
ان دونوں نے اس سے کہا کہ ہماری جان میں	بہت سے جواب ہیں مثل ستارہ کے ہیں آسمان میں
گر نگوئیم آں نیاید راست نرد	ور بگوئیم آں دلت آید بدرد
اگر ہم وہ نہیں کہتے تب تو بازی راست نہیں آتی	اور اگر ہم وہ کہتے ہیں تو تمہارا دل دکھتا ہے
ہمچو چغزیم اندر آب از گفت الم	وز خموشی اختناقست و سقم
ہم مثل مینڈک کے ہیں پانی میں کہ کہنے سے الم ہوتا ہے	اور خاموشی سے گھٹن اور بیماری ہے
گر نگوئیم آشتی را نور نیست	ور بگوئیم آں سخن دستور نیست
اگر ہم نہیں کہتے تو آشتی میں نور نہیں ہے	اور اگر وہ بات کہتے ہیں تو اجازت نہیں ہے
در زماں برجست کاے خویشاں وداع	انما الدنیا و مافیہا متاع
وہ دفعۃً کھڑا ہو گیا کہ اے اپنو رخصت	بس دنیا و مافیہا محض ایک متاع ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پس بروں جست او چو تیرے از کماں	کہ مجال گفت کم بود آں زماں
پس وہ اس طرح نکل کر چل دیا جیسے کمان سے تیر	کیونکہ بات چیت کی گنجائش اس وقت کم تھی
اندر آمد مست پیش شاہ چیں	زود مستانہ ببوسید او زمیں
مستانہ وار شاہ چین کے سامنے آ پہنچا	جلدی سے مستانہ وار اس نے زمین کو بوسہ دیا
شاہ را مکشوف یک یک حال شاں	اول و آخر غم و لرزاں شاں
بادشاہ کو ان کا ایک ایک حال مکشوف تھا	ان کا ابتدائی اور آخری غم اور حزن ہوتا
میش مشغولست در مرعای خویش	لیک چوپاں واقفست از حال میش
بھیڑ اپنی چراگاہ میں مشغول ہوتی ہے	لیکن راعی حال میش سے واقف ہوتا ہے
کلکم راع بداند از رمہ	کہ علف خوارست و کہ در ملحمہ
وہ بحکم کلکم راع کے جانتا ہے کہ گلہ میں سے	کون تو علف خوار ہے اور کون لڑائی میں ہے
گرچہ در صورت ازاں صف دور بود	لیک چوں دف درمیان سور بود
اگرچہ وہ ظاہر میں اس صف سے دور تھا	لیکن دف کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا
واقف از سوز و لہیب آں وفود	مصلحت آں بد کہ خشک آوردہ بود
واقف تھا اس گروہ کے سوز والتہاب سے	مصلحت یہ تھی کہ زبان کو خشک کر رکھا تھا
درمیان جان شاں بود آں سمی	لیک قاصد کردہ خود را اعجمی
وہ عالی جاہ ان کی جان کے اندر تھا	لیکن اپنے کو قصداً ناواقف بنا رکھا تھا
صورت آتش بود پایان دیگ	معنی آتش بود در جان دیگ
آگ کی صورت دیگ کے نیچے ہوتی ہے	آگ کا باطن دیگ کی جان میں ہوتا ہے
صورتش بیروں و معنی اندروں	معنی معشوق جاں در رگ چو خوں
اس کی صورت خارج ہے اور معنے داخل ہے	معشوق روح کے معنی خون کی طرح رگوں کے اندر ہے
شاہزادہ پیش شہ زانو شدہ	دہ معرف شارح حالش شدہ
شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوے ادب تہ کر کے جا بیٹھا	متعدد معرف اس کے حال کی شرح کرنے لگا
گرچہ شہ عارف بد از کل پیش پیش	لیک میکردے معرف کار خویش
اگرچہ بادشاہ سب کو پہچانتا تھا بہت پہلے سے	لیکن معرف اپنا کام کیا کرتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

دردروں یک ذرہ نور عارفی	بہ بود از صد معرف اے صفی
باطن میں ایک ذرہ نور عارفیت کا	بہتر ہوتا ہے سو معرف سے اے برگزیدہ
گوش را رہن معرف داشتن	آیت محجوبی ست و حرز وطن
کان کو معرف کا مقید کر دینا	علامت محجوب ہونے کی ہے اور تخمین وطن کی
آنکہ او را چشم دل شد دیدباں	دید واہد چشم او عین العیاں
جس کی چشم دل دیدبان ہو گی	اس کی آنکھ بالکل معائنہ کے طور پر دیکھے گی
با تواتر نیست قانع جان او	بل ز چشم دل رسد ایقان او
تواتر پر اس کی جان قانع نہیں ہوتی	بلکہ چشم دل سے اس کا یقین پہنچتا ہے
پس معرف پیش شاہ منتجب	در بیان حال او بکشود لب
پس معرف نے شاہ برگزیدہ کے سامنے	اس کے بیان حال میں لب کھولا
گفت شاہا صید احسان تو است	پادشاہی کن کہ او آن تو است
کہا کہ اے بادشاہ یہ آپ کے احسان کا شکار ہے	آپ بادشاہی کیجئے کہ یہ آپ کا ہو گیا ہے
دست در فتراک ایں دولت زدست	بر سر سرمست او بر مال دست
اس نے اس دولت کے فتراک کے ساتھ تمسک کیا ہے	اس کے سرمست سر پر ہاتھ پھیریئے
گفت شہ ہر منصبے و ملکتے	کالتماسش ہست یابد آں فتے
بادشاہ نے کہا جس منصب اور ملک کی	اس کو خواہش ہو وہ اس نوجوان کو ملے گا
بیست چنداں ملک کو شد زاں بری	بخشمش اینجا و من خود برسری
جس ملک سے یہ بیزار ہوا ہے اس سے بیس گونہ	میں اس جگہ دوں گا اور میں خود اس کے علاوہ
گفت تا شاہیت دروے عشق کاشت	جز ہوائے تو ہوائے کے گذاشت
معرف نے کہا کہ جب سے آپ کی شاہی نے اس میں آپ کی عشق کا تخم بویا ہے	بجز آپ کی محبت کے اس نے کوئی خواہش کب چھوڑی ہے
بندگی تش چناں درخورد شد	کہ شہی اندر دل او سرد شد
آپ کی غلامی اس کو ایسی سزاوار ہوئی	کہ شاہی اس کے دل میں سرد ہو گئی
شاہی و شہزادگی در باختہ است	از پئے تو در غریبی ساختہ است
اس نے شاہی اور شہزادگی سب تج دی ہے	آپ کے لئے اس نے غربت کے ساتھ موافقت کی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

صوفیے کانداخت خرقہ و جد در	کے رود او بر سر خرقہ دگر
جس صوفی نے کہ وجد کے اندر خرقہ اتار کر پھینک دیا	وہ پھر اس خرقہ پر کب توجہ کرتا ہے
میل سوئے خرقۂ دادہ ندم	آنچناں باشد کہ من مغبوں شدم
دیئے ہوئے خرقہ کی طرف میل کرنا اور نادم ہونا	یہ تو ایسا ہے کہ میں زیان خوردہ ہو گیا
بازدہ آں خرقہ ایں سوائے قریں	کہ نمی ارزاید آں یعنی بدیں
اے ہمنشیں میرا خرقہ ادھر واپس دے	کیونکہ وہ اس کی برابر قیمت نہیں رکھتا
دور از عاشق کہ ایں فکر آیدش	ور بیاید خاک برسر بایدش
عاشق سے بعید ہے کہ اس کو یہ خیال آوے	اور اگر آوے تو اس سر پر خاک چاہیئے
عشق ارزد صد چو خرقہ کالبد	کہ حیاتے دارد و حس و خرد
عشق قالب جیسے سو خرقوں کی برابر قیمت رکھتا ہے	جو کہ حیات اور حس اور عقل رکھتا ہے
خاصہ خرقہ ملک دنیا کابترست	پنج دانگ ہستیش دردسرست
خاص کر خرقہ ملک دنیا کہ وہ تو بالکل ہی ناقص ہے	اس کی پانچ دانگ ہستی درد سر ہے
ملک دنیا تن پرستاں را حلال	ماغلام ملک عشق بے زوال
ملک دنیا تن پرستوں کو نصیب ہو	ہم تو ملک عشق بے زوال کے غلام ہیں
عامل عشق ست معزولش مکن	جز بعشق خویش مشغولش مکن
یہ عامل عشق ہے اس کو معزول نہ کیجئے	بجز اپنے عشق کے اس کو مشغول نہ کیجئے
منصبے کانم ز رویت محجب ست	عین معزولی ست نامش منصب ست
جو منصب کہ میرے لئے آپ کے دیدار سے حجاب ہے	عین معزولی ہے نام اس کا منصب ہے
موجب تاخیر ایں جا آمدن	فقد استعداد بود و ضعف تن
اس جگہ آنے میں تاخیر کا موجب	فقد استعداد اور ضعف تن تھا
بے ز استعداد بر کانے روی	بر یکے حبہ نگردی محتوی
بدوں استعداد کے کسی معدن پر تو جاوے	تو ایک حبہ پر بھی تو قابض نہ ہو گا
ہمچو عنینے کہ بکرے را خرد	گرچہ سیمیں تن بود کے برخورد
مثل ایک عنین کے کہ کسی باکرہ کو خریدے	اگرچہ وہ سیمین تن ہو یہ کب متمتع ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں چراغ بے ززیت و بے فتیل	نے کثیرستش زنور و نے قلیل
مثل ایک چراغ بے روغن اور بے فتیلہ کے	اس میں نور سے نہ کثیر ہے نہ قلیل
در گلستاں اندر آید اخشمے	کے شود مغزش زریحاں خرمے
باغ میں کوئی فاسد الشامہ آوے	اس کا مغز پھول سے کب خوش ہو گا
ہمچو خوبے دلبرے مہمان غر	بانگ چنگ و بربطے در پیش کر
مثل ایک حسین دلبر کے مہمان ہو نامرد کی	چنگ و بربط کی آواز ہو بہرے کے سامنے
ہمچو مرغ خاک کاید در بحار	زاں چہ یابد جز ہلاک و جز خسار
مثل مرغ خاکی کے کہ دریاؤں میں آوے	اس سے کیا حاصل کرے گا بجز ہلاکت اور زیان کے
ہمچو بے گندم شدہ در آسیا	جز سفیدی ریش و مو نبود عطا
مثل بے گندم شخص کے کہ چکی گھر میں گیا ہو	بجز داڑھی اور بالوں کے سفید ہونے کے کچھ عطیہ نہ ملے گا
آسیای چرخ بر بے گندماں	موسپیدی بخشد و ضعف میاں
آسیائے چرخ بے گندم لوگوں پر	بالوں کی سفیدی اور کمر کا ضعف دیتی ہے
لیک با باگندماں ایں آسیا	ملک بخش آمد دہد کار و کیا
لیکن باگندم لوگوں پر یہ آسیا	ملک بخش ہوا کارخانہ اور عظمت دیتا ہے
اول استعداد جنت بایدت	تا ز جنت زندگانی زایدت
اول تجھ کو جنت کی استعداد چاہئے	تاکہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو
طفل نورا از شراب و از کباب	چہ حلاوت از قصور و از قباب
طفل نوزائیدہ کو شراب و کباب سے	کیا حلاوت کوٹھیوں اور گنبد دار مکان سے
حد ندارد ایں سخن کم جو سخن	تو برو تحصیل استعداد کن
یہ مثالیں انتہا نہیں رکھتیں کلام مت تلاش کر	تو جا تحصیل استعداد کی کر
بہر استعداد تا اکنوں نشست	شوق از حد رفت و آں نامد بدست
یہ اب تک استعداد کے لئے بیٹھا رہا	شوق حد سے گزرا اور وہ ہاتھ نہیں آئی
گفت استعداد ہم از شہ رسد	بے ز جاں کے مستعد گردد جسد
اس نے یہ کہہ لیا کہ استعداد بھی بادشاہ ہی سے مل جاوے گی	بدوں روح کے جسد صاحب استعداد کب ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

لطفہائے شہ غمش را درنوشت	شد کہ صید شہ کند او صید گشت
بادشاہ کے الطاف نے اس کے غم کو تہ کر کے رکھ دیا	یہ آیا تھا اس لئے کہ بادشاہ کا شکار کرے وہ خود ہی شکار ہو گیا
ہر کہ دراشکار چوں تو صید شد	صید را ناکردہ قیدؔ او قید شد
جو شخص بھی آپ جیسے صید کے شکار میں گیا ہو گا	وہ صید کو بدوں قید کئے ہوئے خود قید ہو گیا ہو گا
ہر کہ جویای امیری شد یقیں	پیش ازاں او در اسیری شد رہیں
جو شخص امیری کا جویا ہوتا ہے یقیناً	اس سے پہلے وہ اسیری میں محبوس ہو جاتا ہے
عکس میداں نقش دیباجہ جہاں	نام ہر بندہ جہاں خواجہ جہاں
چہرہ عالم کے نقش کو منعکس سمجھ	ہر بندۂ جہاں کا نام خواجہ جہاں ہے
اے تن کژ فکرت معکوس رو	صدہزار آزاد را کردی گرو
اے تن جو کہ کج فکر ہے معکوس رفتار ہے	تو نے لاکھوں آزاد کو مقید کر دیا
مدتے بگزار ایں حیلت پزی	چند دم پیش از اجل آزاد زی
ایک مدت کے لئے اس حیلہ پزی کو چھوڑ دے	چند ساعت موت کے قبل آزاد ہو کر زندگی کر لے
ور در آزادیت چوں خر راہ نیست	ہمچو دلوت سیر جز در چاہ نیست
اور اگر گدھے کی طرح تجھ کو آزادی میں کوئی راہ نہیں ہے	مثل ڈول کے تیری سیر بجز چاہ کے اور کہیں نہیں ہے
مدتے رو ترک جان من بگو	رو حریفے دیگرے جز من بجو
تو ایک مدت کے لئے جا میری جان چھوڑ	جا اور کوئی ہمراہی میرے سوا تلاش کر
نوبت من شد مرا آزاد کن	دیگرے را غیر من داماد کن
میری باری ہو چکی مجھ کو آزاد کر	کسی دوسرے کو میرے سوا داماد بنا
اے تن صدکارہ ترک من بگو	عمر من بردی کسے دیگر بجو
اے تن صدفن تو مجھ کو چھوڑ	میری عمر تو تو نے برباد کی اب اور کسی کو ڈھونڈھ

ان دونوں (بھائیوں) نے اس (بڑے) سے کہا کہ (تم نے جس قدر تقریر کی ہے) ہماری جان (اور ہمارے ذہن میں (اس کے) بہت سے جواب ہیں (جو واضح ہونے میں) مثل ستارہ کے ہیں آسمان میں (لیکن ہم اس مشکل میں پڑ گئے کہ) اگر ہم وہ (جوابات) نہیں کہتے تب تو بازی راست نہیں آتی (یعنی کام نہیں بنتا کہ تم کو اپنی غلطی معلوم نہ ہوگی) اور اگر ہم وہ کہتے ہیں تو تمہارا دل دکھتا ہے (جیسا کہ عاشق کو نصیحت ناگوار ہوا کرتی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے پس اس اشکال میں) ہم مثل مینڈک کے ہیں پانی میں کہ کہنے سے الم ہوتا ہے اور خاموشی سے گھٹن اور بیماری ہے (از گفت سے) آخر تک بیان ہے وجہ شبہ کا اور مشبہ بہ میں خاموشی پر ترتب اختناق کا ظاہر ہے اور گفتن سے الم کا ہونا اس طرح ہے کہ پانی کے اندر بات کی جاوے تو منہ میں پانی بھر کر تکلیف ہوتی ہے غرض) اگر ہم نہیں کہتے تو (ایسی مثال ہے کہ جیسے بے پھونک مارے ہوئے) آتش میں نور نہیں ہے (اسی طرح بے کہے مافی الضمیر کا وضوح نہیں ہوتا) اور اگر وہ بات کہتے ہیں تو (عوارض کے سبب) اجازت نہیں ہے (وہ دونوں بھائی تو یہی کہتے رہے) دفعۃً کھڑا ہو گیا کہ اے کہ رخصت بس دنیا و مافیہا محض ایک متاع (فانی) ہے (ایک دن ختم ہونا ہے سو خطرات عشق ہی میں ختم ہو جاویں گے) پس وہ اس طرح نکل کر چل دیا جیسے کمان سے تیر کیونکہ بات چیت کی گنجائش اس وقت کم تھی (اور) مستانہ وار شاہ چین کے سامنے آ پہنچا (اور) جلدی سے مستانہ وار اس نے زمین کو بوسہ دیا۔ بادشاہ (چونکہ صاحب کشف تھا اس) کو ان (سب بھائیوں) کا ایک ایک حال مکشوف تھا (یعنی) ان کا ابتدائی اور آخری غم اور (عشق سے) متزلزل ہونا (سب معلوم تھا آگے اس کی مثال ہے کہ جس طرح) بھیڑ اپنی چراگاہ میں مشغول ہوتی ہے لیکن راعی حال میش سے واقف ہوتا ہے (گو میش کو راعی کے اس باخبر ہونے کی بھی خبر نہیں) وہ (راعی) بحکم کلکم راع کے جانتا ہے کہ (اس) گلہ میں سے کون تو علف خوار ہے اور کون لڑائی میں (مشغول) ہے (مراد اس سے جانوروں کی باہمی معمولی لڑائی اس میں مولانا نے اشارہ کیا ہے کہ شیخ کو اسی طرح طالبین کے حال کا تفقد ضروری ہے پھر قصہ فرماتے ہیں کہ) اگرچہ وہ (شاہ چین) ظاہر میں اس صف (یعنی جماعت شہزادگان) سے دور تھا لیکن دف کی طرح مجلس شادی کے اندر تھا (اور) واقف تھا اس گروہ کے سوز و التہاب سے (مگر) مصلحت یہ تھی کہ زبان کو خشک کر رکھا تھا (کنایہ ہے خاموشی سے جس طرح تر زبانی کنایہ ہے تکلم سے جس طرح محققین اہل کشف کا سکوت بمصالح مشاہد ہے) وہ عالی جاہ (بادشاہ باعتبار اطلاع ان کے ضمائر کے گویا) ان کی جان کے اندر تھا لیکن اپنے کو قصداً ناواقف بنا رکھا تھا (قاصداً سے کہ حال ہے ضرورت شعر سے تنوین حذف ہو گئی آگے مجموعہ در صورت از اں صف دور بود اور درمیان جان شاں بود کی مثال ہے کہ دیکھو) آگ کی صورت دیگ کے نیچے (اور اس سے خارج) ہوتی ہے (لیکن) آگ کا باطن (کہ حرارت ہے وہ) دیگ کی جان میں، (اور اس کے اندر) ہوتا ہے (پس) اس کی صورت خارج ہے اور معنی داخل ہے (اسی طرح) معشوق روح (یعنی روح) کے معنی (اور اثر و تصرف) خون کی طرح رگوں کے اندر ہے (باوجودیکہ روح بوجہ تجرد کے خارج عن البدن ہے اور معشوق روح میں اضافہ بیانیہ ہے پھر قصہ ہے یعنی) شاہزادہ بادشاہ کے سامنے زانوئے ادب تہ کر کے جا بیٹھا (اور) مقامی معرف اس (شہزادہ) کے حال کی شرح کرنے لگا (فی الغیاث معرف بمعنی کسی کہ در مجلس سلاطین و امرا مردمان را بجائے لائق ہر کدام نشاند و شخصے باشد کہ چوں کے پیش سلاطین و امراء رود و مجہول الحال باشد اوصاف و نسب او بیان کند تا در خور آں مواد عنایت بحال او باشد و فی الحاشیہ وہ معرف اے معرف دہ و شہراہ ترجمۃ بحاصلہ اور) اگرچہ بادشاہ سب کو پہچانتا تھا بہت پہلے سے لیکن معرف اپنا کام کیا کرتا تھا (چونکہ اس کا فرض منصبی تھا آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) باطن میں ایک ذرہ نور عارفیت کا بہتر ہوتا ہے سو معرف سے اے برگزیدہ (میرے ذوق میں یہاں مراد اس سے یہ ہے کہ شیخ کا طالبین کی حالت کو نور بصیرت سے پہچاننا

www.besturdubooks.wordpress.com

ضرور ہے محض راویوں کے بیان پر اعتماد کرنا نہ چاہئے آگے اسی کی تفصیل ہے کہ) کان کو معروف (اور عام رواۃ) کا مقید کر دینا (اور اسی پر مدار رکھنا یہ) علامت محجوب (اور غیر ذی بصیرت) ہونے کی ہے اور (علامت) تخمین و ظن کی (ہے جو کہ غیر مبصرین کا وظیفہ ہے پس وہ شئی نہیں ہے حزر بفتح حائے مہملہ وسکون زائے معجمہ و در آخر راء مہملہ تخمین کردن اور) جس کی چشم دل دید بان ہوگی اس کی آنکھ (حال طالب کو) بالکل معائنہ کے طور پر دیکھے گی (عین العیان خواہ دید کا مفعول بہ نہیں ہے کہ معاین کا دیکھنا تو عوام میں بھی مشترک ہے بلکہ اس کا مفعول مطلق ہے اور مفعول بہ مقدر ہے یعنی مخفی راعیانامی بیند اور) تواتر (عرفی) پر اس کی جان قانع نہیں ہوتی بلکہ (حال طالب کے متعلق) چشم دل سے اس کا یقین (بدرجہ جواز عمل) پہنچتا ہے (اور اوپر معائنہ سے بھی یہی مراد ہے عرفی کی قید سے یہ شبہ جاتا رہا کہ تواتر تو عقلاً حجۃ قطعیہ ہے اور سمعاً بھی اس کی حجیت ثابت ہے دفع شبہ یہ ہے کہ تواتر حقیقی ہے اور یہاں مراد کثرت روایت ہے جس کو بہت سے عوام محض تخمین وظن سے اور بے تحقیق نقل کرتے ہیں چونکہ منتہا اس کا حس نہیں ہوتا اس لئے یہ تواتر سے خارج ہے عام کے زعم پر اس کو تواتر سے تعبیر فرما دیا اور حال طالب اور درجہ جواز عمل کی تقیید سے یہ شبہ رفع ہو گیا کہ کیا کشف دلیل یقینی ہے رفع شبہ یہ کہ اول تو یہاں مطلق کشف کا ذکر نہیں صرف خاص حال طالب کے متعلق ہے کہ اس میں طلب صادق ہے یا نہیں پھر یقین سے مراد وہ درجہ نہیں جس پر اعتقاد جائز ہو جاوے بلکہ وہ درجہ جس پر عمل جائز ہو سو اگر ذوق ووجدان و شرح صدر سے کسی کی نسبت اس کا طالب صادق نہ ہونا معلوم ہو جاوے سو اس سے ایسے تعلقات سے انکار کر دینا جو کہ شرعاً واجب نہیں ہیں جائز ہے البتہ امور واجبہ سے انکار کر دینا جائز نہیں مثل تعلیم احکام ضروریہ پھر قصہ ہے یعنی) پس معرف نے شاہ برگزیدہ کے سامنے اس کے بیان حال میں لب کھولا (اور) کہا کہ اے بادشاہ یہ (شہزادہ) آپ کے احسان کا شکار (کیا ہوا) ہے آپ (اس کے ساتھ) بادشاہی (وبزرگی کا برتاؤ) کیجئے کہ یہ آپ کا ہو گیا ہے (اور) اس نے اس دولت کے فتراک کے ساتھ تمسک کیا ہے (فتراک بالکسر (والے کا بر یمین و یسار زین اسپ آویزند بجہت بستن شکار وغیرہ) اس کے سرمست سر پر (جس کا دماغ آپ کی مستی وسودائے عشق سے پر ہے شفقت کا) ہاتھ پھیریئے۔ بادشاہ نے کہا کہ جس منصب اور ملک کی اس کو خواہش ہو وہ اس نوجوان کو ملے گا جس ملک سے یہ بیزار ہوا ہے اس سے بیس گونہ میں اس جگہ دوں گا اور میں خود اس کے علاوہ (اس کے حصہ میں رہوں گا یعنی اس کو اپنا مورد عنایت رکھوں گا فی الحاشیہ بر سری علاوہ باریکہ بالائے بر نہند اھ) معرف نے کہا کہ جب سے آپ کی شاہی نے اس میں آپ کے عشق کا تخم بویا ہے بجز آپ کی محبت کے اس نے (اس کے اندر) کوئی خواہش کب چھوڑی ہے آپ کی غلامی اس کو ایسی سزاوار ہوئی کہ شاہی اس کے دل میں سرد ہو گئی اس نے شاہی اور شہزادگی سب تج دی ہے (اور) آپ کے لئے اس نے غربت کے ساتھ موافقت کی ہے (آگے مولانا شہزادہ کی ترک شاہی کو ایسے طور پر کہ پھر نہیں لینا چاہتا تشبیہ دیتے ہیں صوفی صاحب وجد کی خرقہ اندازی کے ساتھ یعنی اسی طرح) جس صوفی نے کہ وجد کے اندر خرقہ اتار کر پھینک دیا وہ پھر اس خرقہ پر کب توجہ کرتا ہے۔ دیئے ہوئے خرقہ کی طرف میل کرنا اور (دے دینے پر) نادم ہونا یہ تو ایسا ہے کہ (جیسے گویا جس کو خرقہ دے دیا ہے اس سے یوں کہتا ہے کہ) میں (اس معاملہ میں) زیاں خوردہ ہو گیا (پس) اے ہمنشیں (قوال وغیرہ) میرا خرقہ ادھر واپس دے

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ وہ (وجد) اس (خرقہ) کی برابر قیمت نہیں رکھتا (بلکہ خرقہ زیادہ قیمتی ہے پس میں وجد کے عوض خرقہ دینا نہیں چاہتا اور وہ زیان بھی ہے یہ سب مقولہ اس صوفی حریص خرقہ کا ہے سو) عاشق سے بعید ہے کہ اس کو یہ خیال آوے (کہ برکات وجد پر خرقہ پر ترجیح دے اور اس لئے اس کو دے کر پھر واپس لے) اور اگر (ایسا خیال کسی کو) آوے تو اس کے سر پر خاک (ڈالنا) چاہئے (اگر یہ خرقہ اسی کو دے دیا تھا بشرطیکہ دینے کے وقت باوجود غلبہ حال کے اتنا شعور وقصد ہو کہ شرعاً اس کے تصرفات صحیح ہوں تب تو پھر مانگنا شریعت کے بھی خلاف ہے اور اگر صرف اوتار دیا تھا اور کسی نے رسم کے طور پر اٹھا لیا تو اس وقت بعد القاء واعراض کے کہ دعویٰ ترک ہے واپس لینا بوجہ علامت حرص ہونے کے باوجود اباحت کے زہد کے خلاف ہے پس یہ ذم کلی مشکک کے طور پر باختلاف درجہ دونوں کے ساتھ متعلق ہو سکتی ہے آگے تفصیل ہے دوراز عاشق کہ ایں فکر آیدش کی یعنی صوفی غیر عاشق کا یہ کہنا کہ نمی ارزیدآں یعنی بدیں مردود محض ہے کیونکہ) عشق (کہ وجد بھی اسی کے آثار سے ہے وہ چیز ہے کہ وہ) قالب جیسے سو خرقوں کی برابر قیمت رکھتا ہے جو (قالب) کہ حیات اور حسن اور عقل (بھی) رکھتا ہے (مطلب یہ کہ خرقہ پارچہ تو کیا چیز ہے بدن جیسی حی حساس دراک چیز بھی اس پر فدا ہے چنانچہ اہل مجاہدہ کا اپنے جسم کو عشق میں فنا کر دینا مشاہد ہے آگے بطور دلالۃ بالاولی کے کہتے ہیں کہ) خاص کر خرقہ ملک دنیا کہ وہ تو بالکل ہی ناقص ہے (اور) اس (کے ناقص ہونے کی دلیل ایک یہ بھی ہے کہ) (دنیا) کی پنج دانگ ہستی (محض) درد سر ہے (چنانچہ ظاہر ہے پس جسم انسانی کے سامنے اس کی کیا حقیقت ہے سو جب جسم ہی عشق میں بے قیمت سمجھا جاتا ہے تو دنیا کی تو کیا قیمت ہوگی البتہ مثل اس صوفی خام کے دنیادار اس کو بہت قیمتی سمجھتے ہیں پس اس صورت میں) ملک دنیا تن پرستوں کو نصیب ہو (اور) ہم (عشاق) تو ملک عشق بے زوال کے غلام ہیں (اور اسی تشبیہ بالصوفی میں شاہزادہ کے متعلق بھی معرف کے معروضہ کا حاصل نکل آیا کہ جب اس نے سلطنت ترک کر دی تو مثل خرقہ انداختہ کے پھر یہ اس کا حریص نہیں ہے اور پنج دانگ کنایہ ہے مجموعہ سے اور غیاث میں چار دانگ کی تحقیق اس طرح لکھی ہے کنایہ از چیزیکہ بہ نسبت امثال خود دو چند باشد چہ (دینار شش دانگ مے باشد و دانگ ششم حصہ دینار است پس چار دانگ بہ نسبت دو دانگ زائدے باشد اھ اور پنج دانگ کی دلالت اس مفہوم پر زیادہ ظاہر ہے واللہ اعلم آگے پھر قصہ میں معروف کا قول ہے کہ) یہ (شہزادہ) عامل عشق ہے (اس عمل وامارت سے) اس کو معزول نہ کیجئے (یعنی) بجز اپنے عشق کے اس کو (دوسرے عمل ومنصب میں) مشغول نہ کیجئے (کہ اس مشغولی سے منصب عشق سے معزولی لازم آوے گی اور معرف نے یہ بھی کہا کہ حضور یہ شہزادہ بھی عرض کرتا ہے کہ) جو منصب کہ میرے لئے آپ کے دیدار سے حجاب ہے (حجب مصدر میمی بمعنی حجاب وہ) عین معزولی ہے (اگرچہ نام اس کا منصب ہے (کما ذکر آنفا باقی حضور یہ شبہ نہ فرماویں کہ اگر یہ ہمارا ایسا عاشق ہے تو یہاں حاضر ہونے میں اتنی تاخیر کیونکر کی سو) اس جگہ آنے میں تاخیر کا موجب فقد استعداد اور ضعف تن تھا (یعنی ایک تو حضور کی لیاقت وصلاحیت کی اور دوسرے بعد حضوری کے جو خدمت کرنا لازم ہے اس خدمت کے لئے جسمانی قوت کی ان دونوں کی ضرورت تھی اس کے انتظار میں یہ تاخیر واقع ہوئی آگے مولانا کا مقولہ ہے استعداد کے مناط کار ہونے میں یعنی) بدوں استعداد کے (اگر) کسی معدن پر تو جاوے تو ایک حبہ پر بھی تو قابض نہ ہوگا (استعداد

www.besturdubooks.wordpress.com

متعلق معدن کے یہ ہے کہ اس کی معرفت ہو اور اس سے استخراج کا طریقہ جانتا ہو ورنہ معدنیات سب مٹی میں آمیختہ ہوتی ہیں اول تو پہچان مشکل کہ یہاں معدن ہے پھر استخراج مشکل تو حرمان لازم اس میں مولانا کا مقصود بقرینہ قصہ تاخیر حاضری شہزادہ بدر بادشاہ عارف بانتظار استعداد یہ ہے کہ اسی طرح طالب کو چاہئے کہ اول طلب اور شوق اپنے اندر پیدا کرے کہ یہی استعداد ہے رجوع کی تب عارفین سے استفادہ ہو سکتا ہے ورنہ گو وہ حضرات معاون فیوض و برکات ہیں لیکن اگر طلب و شوق نہیں ہے تو مثل فاقد الاستعداد کے معاون سے محروم آوے گا آگے اشتراط و حرمان فاقد الاستعداد کی چند مثالیں ہیں مثال اول) مثل ایک عنین کے کہ کسی باکرہ (جاریہ) کو خرید لے۔ اگرچہ وہ (کیسی ہی) سیمین تن ہو (مگر) یہ کب متمتع ہوگا) مثال دوم) مثل ایک چراغ بے روغن اور بے فتیلہ کے اس میں نور سے نہ کثیر ہے اور نہ قلیل (مثال سوم) باغ میں کوئی فاسد الشامہ آوے اس کا مغز پھول سے کب خوش ہوگا (مثال چہارم) مثل ایک حسین دلبر کے کہ مہمان ہو نامرد کی (مثال پنجم) چنگ و بربط کی آواز ہو بہرے کے سامنے (مثال ششم) مثل مرغ خاکی کے کہ دریاؤں میں آوے اس سے کیا حاصل کرے گا بجز ہلاکت اور زیاں کے (مثال ہفتم) مثل بے گندم شخص کے کہ چکی گھر میں گیا ہو بجز داڑھی اور بالوں کے سفید ہونے کے کچھ عطیہ نہ ملے گا (کیونکہ آٹا ملنے کے لئے اس کی استعداد یعنی باگندم ہونا شرط تھا آگے ایک انتقال ہے یعنی اسی طرح) آسیائے چرخ بے گندم (اور بے دولتان علم و عمل) لوگوں پر (صرف) بالوں کی سفیدی اور کمر کا ضعف دیتی ہے) یعنی زمانہ گزرنے سے بڑھاپا آجاتا ہے جیسا اس شخص کی داڑھی آٹا اڑ کر لگنے سے سفید ہوگئی تھی اور ہاتھ کچھ بھی نہ آیا) لیکن باگندم لوگوں پر یہ آسیا (یے چرخ) ملک بخش ہوا (اوران کو) کارخانہ اور عظمت (یعنی سلطنت معنوی) دیتا ہے (جس طرح آسیائے متعارف باگندم لوگوں کو آٹا دیتی ہے مثال ہشتم جو کہ مضمون منتقل الیہ متعلق آسیا سے بھی من وجہ مفہوم ہوا تھا یعنی) اول تجھ کو جنت کی استعداد چاہئے (جو کہ علوم نافعہ و اعمال صالحہ سے پیدا ہوتی ہے) تا کہ جنت سے تیری زندگی پیدا ہو (خواہ آخرت میں اور وہ ظاہر ہے یا دنیا میں کہ حیوۃ طیبہ ہے مشابہ حیوۃ اہل جنت کے مثال نہم) طفل نوزائیدہ کو شراب و کباب سے کیا حلاوت (اسی طرح) کوٹھیوں اور گنبد دار مکانوں سے (کیا حلاوت اور چونکہ) یہ مثالیں انتہا نہیں رکھتیں (بے شمار ہیں اس لئے اس کے متعلق) کلام (اور مثال) مت تلاش کرتو جا (اور) تحصیل استعداد کی کر (آگے پھر قصہ میں معرف کا قول ہے کہ) یہ اب تک استعداد کے لئے بیٹھا رہا (مگر اب) شوق حد سے گزرا اور وہ (استعداد علی سبیل الکمال اب بھی) ہاتھ نہیں آئی (مگر شدت شوق میں حاضر ہو گیا اور استعداد کامل کے متعلق اپنے دل میں) اس نے یہ کہہ لیا کہ استعداد (کامل) بھی بادشاہ ہی سے مل جاوے گی (اس کی یہ مثال ہے کہ) بدوں روح کے جسد صاحب استعداد کب ہوتا ہے (احقر نے جو یہاں استعداد میں کامل کی قید لگا دی اس سے یہ شبہ مرتفع ہو گیا کہ جب شوق کا وجود متحقق مان لیا اور یہی استعداد تھی حاضری کی پھر اس کے کیا معنی کہ آن نامد بدست اور استعداد ہم از شہ رسد وجہ دفع یہ ہے کہ استعداد کے دو مرتبہ ہیں ایک بقدر ضرورت اس کا تو تقدم ضروری ہے یعنی ضروری شوق و طلب اور یہ حاصل تھا اور ایک بدرجہ کمال اس کا تقدم ضروری نہیں بلکہ اس کا کمال بعد تعلق ہی کے مشاہد ہے پس نفس استعداد شرط ہے حضور و رجوع کی اور کمال استعداد مشروط ہے حضور و رجوع کے ساتھ چنانچہ اس کی جو یہاں مثال مذکور ہے وہ اس تقریر

www.besturdubooks.wordpress.com

کی صاف دلیل ہے کیونکہ جسد میں ایک تو استعداد ہے تعلق روح کی اس کا تو تقدم تعلق روح پر ضروری ہے اور ایک استعداد کامل ہے صدور افعال کی یہ تعلق روح سے متاخر ہوگی اور اس میں بھی اشارہ ہو گیا معاملہ طالب و شیخ کی طرف کہ نفس طلب و شوق بدرجہ معتدبہ کا تو استفادہ و رجوع سے تقدم ضروری ہے اس کا تو انتظار کرے لیکن کمال اس کا خود استفادہ و رجوع سے متاخر ہوگا اس کا انتظار نہ کرے بس اول کا انتظار نہ کرنا یا دوسرے کا انتظار کرنا دونوں تفریط و افراط ہیں اور اول تعجیل اور مشابہ اداء صلوٰۃ قبل الوقت ہے اور ثانی تسویف اور مشابہ تقویت صلوٰۃ الی مابعد الوقت ہے اور نیز معرف استمالت قلب شاہ کے لئے یہ اظہار برکات و محبوبیت شاہ کے لئے کہتا ہے کہ) بادشاہ کے (یعنی آپ کے) الطاف نے اس کے غم کو تہ کر کے رکھ دیا (یعنی ختم کر دیا) یہ آیا تھا اس لئے کہ بادشاہ کا شکار کرے (یعنی آپ کو مسخر کرے) وہ (الطاف کو دیکھ کر) خود ہی شکار (اور مسخر) ہو گیا (اور احقر نے اس کو معرف کا قول مخاطب شاہ کے شعر آئندہ کے قرینہ سے سمجھا کہ اس میں چوں تو خطاب صریح ہے اور وہی معرف کہتا ہے کہ شکار ہونے میں اسی کی کیا تخصیص ہے یہ قاعدہ تو عام ہے کہ) جو شخص بھی آپ جیسے صید کے شکار (اور تسخیر) میں گیا ہوگا وہ صید کو بدوں قید کئے ہوئے خود قید ہو گیا ہوگا (چنانچہ اہل اللہ کا بھی یہی معاملہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ ان کی خدمت و اطاعت کرتے ہیں کہ یہ ہم سے محبت کریں گے مگر روز روز خود ہی ان کے دام محبت میں زیادہ قید ہوتے جاتے ہیں یہاں تک مقولہ ہو گیا معرف کا آگے مولانا تقیید و تقید محمود سے جو کہ اس شعر میں مذکور تھا کیونکہ اہل اللہ کو محب یا محبوب بنانا دونوں مطلوب ہیں انتقال فرماتے ہیں تقیید و تقید مذموم کی طرف جس میں اہل دنیا مبتلا ہیں یعنی اس تقید کے لئے بھی تقید لازم ہے چنانچہ) جو شخص امیری (مالی یا جاہی) کا جویا ہوتا ہے یقیناً اس (کے حصول) سے پہلے وہ اسیری میں محبوس ہو جاتا ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر اس کی محبت میں گرفتار نہ ہوتا تو اس کو طلب ہی کیوں کرتا پس ارادہ کرتا ہے اس کو مقبوض بنانے کا اور خود اس کا مقبوض ہو چکا ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ جب امیری کے لئے اسیری لازم ہے پس) چہرہ عالم (یعنی ظاہر عالم) کے نقش کو منعکس سمجھ (کہ) ہر بندۂ جہان کا نام خواجہ جہاں ہے (چنانچہ اوپر مذکور ہوا کہ ہے تو اسیر اور کہلاتا ہے امیر اور چونکہ اس اسیری کا اثر روح پر بھی ہوتا ہے چنانچہ روح پر عقاب بھی ہوگا اور یہ اسیری اس کی اصل فطرت کے خلاف ہے اس تقریب سے آگے روح کا نفس و بدن کو خطاب مذکور ہے بطور شکایت کے جس سے مقصود تنبیہ ہے اس اسیری کے مضر و مذموم ہونے پر پس روح نفس و بدن سے کہتی ہے کہ) اے تن جو کہ کج فکر ہے (کہ اسیری کو امیری سمجھتا ہے اور) معکوس رفتار ہے (کہ اسیری کی تحصیل کی کوشش کرتا ہے اول صفت میں قوۃ علمیہ کا اختلال مذکور ہے اور ثانی میں قوۃ عملیہ کا) تو نے لاکھوں آزاد کو (یعنی روح کو) مقید کر دیا (کیونکہ تیرے تقید سے اس کا بھی تقید ہوا اور فاعل باوجودیکہ نفس ہے مگر بدن کو خطاب اس لئے ہے کہ اس نفس کے آلات معاصی میں یہی اعضاء و قویٰ بدنیہ ہیں) ایک مدت کے لئے اس حیلہ پزی کو چھوڑ دے (کہ حیل سے مال و جاہ کو حاصل کر رہا ہے) چند ساعت موت کے قبل (ان چیزوں سے) آزاد ہو کر زندگی کر لے (کہ تو اور میں دونوں اسیری سے خلاصی پاویں) اور اگر گدھے کی طرح تجھ کو آزادی میں کوئی راہ نہیں ہے (اور) مثل ڈول کے تیری سیر بجز چاہ کے (کہ قید ہے) اور کہیں نہیں ہے تو (خدا کے لئے) ایک مدت کے لئے جا میری جان چھوڑ (اور) جا اور کوئی ہمراہی میرے سوا تلاش کر (کیونکہ)

www.besturdubooks.wordpress.com

میری باری (مقید کرنے کی) ہو چکی مجھ کو آزاد کر (اور) کسی دوسرے کو میرے سوا داماد بنا (جس طرح آئندہ حکایت میں قاضی نے اس مکارہ عورت سے یا اس کے شوہر مکار سے کہا تھا کہ ایک بار تو نے مجھ کو فریب میں پھنسا لیا تھا اب اور کسی کو جا کر فریب دے اور اسی لئے یہاں داماد کا لفظ مناسب ہوا کیونکہ اس عورت نے شوہر کے کہنے سے قاضی کو ہم بستری کی طمع دلا کر بلایا تھا جو داماد کے لئے ہوتا ہے خصوص باعتبار شوہر زن مذکورہ کے کہ عورت مثل دختر کے اس کے اختیار میں تھی جس سے قاضی کی تشبیہ داماد کے ساتھ اور بھی اظہر ہوگئی اے تن صدفن (وحیلہ گر) تو مجھ کو چھوڑ میری عمر تو تو نے برباد کی اب اور کسی کو ڈھونڈھ (جیسے قاضی نے کہا تھا کہ اب کوئی اور تلاش کر اور اخیر کے تین اشعار یعنی مدتے رواں تا محض تحسر و تضجر پر مبنی ہیں ورنہ عدم افتراق کا امتناع اور عدم فائدہ ظاہر ہے ممکن اور مفید تو یہی ہے کہ اقتران میں نفس کی اصلاح ہو جاوے اور بجائے حاکم علی الروح ہونے کے وہ محکوم للروح ہو جاوے آگے اس قاضی اور عورت کی حکایت ہے)۔

مفتوں شدن قاضی بر زن جوحی و در صندوق ماندن و نائب قاضی صندوق را خریدن، باز سال دوم آمدن زن جوحی بر امید پارینہ و بار دیگر گفتن قاضی کہ مرا آزاد کن و دیگرے را بخواہ

قاضی کا جوحی کی بیوی پر عاشق ہو جانا اور صندوق میں رہ جانا اور قاضی کے نائب کا صندوق کو خریدنا پھر گذشتہ سال کی امید پر جوحی کی بیوی کا آنا اور قاضی کا دوسری مرتبہ میں کہنا کہ مجھے آزاد کر دے اور کسی دوسرے کو تلاش کر لے

ہر زماں جوحی ز درویشی بفن	رو بزن کردے کہ اے دلخواہ من
جوحی ناداری کے سبب مکر کرنے کے لئے	بی بی کی طرف متوجہ ہوتا کہ اے میری چاہتی
چوں سلاحت ست رو صیدے بگیر	تا بدوشانیم از صید تو شیر
جب تیرے پاس ہتھیار ہے تو جا کوئی شکار پکڑ	تاکہ تیرے اس صید سے ہم دودھ دوہیں
قوس ابرو تیر غمزہ دام کید	بہر چہ دادت خدا؟ از بہر صید
ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر فریب کا جال	خدا نے تجھ کو کاہے کے لئے دیا شکار کے لئے
رو پئے مرغ شگرفے دام نہ	دانہ بنما لیک در خوردش مدہ
جا کسی عجیب مرغ کے لئے جال لگا	دانہ دکھلا لیکن اس کے کھانے میں مت دینا
کام بنما و کن او را تلخ کام	کے خورد دانہ چو شد در حبس دام
مقصد تو دکھلا اور اس کو تلخ کام کر	وہ دانہ کب کھاوے گا جب جال میں پھنس جاوے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

شد زن او نزد قاضی در گلہ	کہ مرا افغاں ز شوی دہ دلہ
اس کی بیوی قاضی کے پاس شکایت لے کر گئی	کہ میری فریاد ہے شوہر دہ دلہ سے
قصہ کوتہ کن کہ قاضی شد شکار	از مقال و از جمال آں نگار
قصہ کوتاہ کرو کہ قاضی شکار ہو گیا	اس نگار کی گفتگو سے اور جمال سے
گفت ایدر محکمہ است و غلغلہ	من نتانم فہم کردن ایں گلہ
کہنے لگا اس وقت تو محکمہ اور غلغلہ ہے	میں اس شکایت کو سمجھ نہیں سکتا
گر بخلوت آئی اے سرو سہی	وز ستمگاری شو شرحم دہی
اگر تو خلوت میں آوے اے سرو سہی	اور ظلم شوہر سے میرے سامنے بیان کرے
فہم آں بہتر کنم بدہم سزاش	آنچہ حق باشد توزیں غمگیں مباش
تو میں اس کو اچھی طرح سمجھوں اس کو سزا دوں	جو کچھ حق ہو تو اس سے غمگین مت ہو
مر مرا معلوم گردد حال تو	شوہرت را نرم سازم بے عتو
مجھ کو تیرا حال معلوم ہو	تیرے شوہر کو نرم بے نشوز کردوں
گفت زن در خانہ تو نیک و بد	ہر دم از بہر گلہ آید رود
عورت نے کہا تیرے گھر میں بھلا برا آدمی	ہر وقت شکوہ کے لئے آتا ہے جاتا ہے
گفت خانہ تو ز ہر نیک و بدے	باشد از بہر گلہ آمد شدے
کہا کہ تیرے گھر میں ہر بھلے برے کی	شکوہ کے لئے آمد و شد ہوتی رہتی ہے
خانۂ سر جملہ پرسودا بود	صدر پر وسواس و پرغوغا بود
خانہ سردار تمام پر سودا رہتا ہے	سینہ پر وسواس و غوغا رہتا ہے
باقی اعضا ز فکر آسودہ اند	واں صدور از صادراں فرسودہ اند
باقی اعضا فکر سے آسودہ ہیں	اور یہ اعضائے رئیسہ اس میں فرسودہ رہتے ہیں
ہمچو شاخ از برگ واز میوہ کہن	گرد خالیؔ تا رسد از امر کن
شاخ کی طرح پرانے برگ و میوہ سے	خالی ہو جا تاکہ امر کن سے
برگہا و میوہ ہائے نور غیب	از پئے آں کہنگی بے ہیچ ریب
نور غیب کے برگ اور میوے لگیں	اس کہنہ کے بعد بدوں کسی شک کے

www.besturdubooks.wordpress.com

درخزان و باد خوف حق گریز	آں شقائقہای پاریں رابریز
تو خزاں اور ہوائے خوف حق کی طرف گریز کر	ان پرانے گلہائے لالہ کو ریختہ کر دے
کیں شقائق منع نو اشگوفہاست	کہ درخت دل برائے آں نماست
اس لئے کہ یہ گلہائے لالہ مانع ہیں ان نئے شگوفوں کے	جن کے نما کے لئے یہ درخت دل ہے
خویش رادرخواب کن زیں افتکار	سرز زیر خواب دریقظت برآر
اپنے کو اس فکر سے خواب میں کر دے	سر زیر خواب سے بیداری کی طرف اٹھا
ہمچوآں اصحاب کہف اے خواجہ زود	روبا یقاظاً کہ تحسبہم رقود
مثل ان اصحاب کہف کے اے خواجہ جلدی سے	جا طرف مضمون تحسبہم ایقاظا و ہم رقود کے
گفت قاضی اے صنم تدبیر چیست	گفت خانہ ایں کنیزک بس تہیست
قاضی نے کہا اے صنم تدبیر کیا ہے	کہنے لگی کہ اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے
خصم درده رفت وحارس نیز نیست	بہر خلوت سخت نیکو مسکنے ست
مدمقابل تو گاؤں گیا ہے اور پاسبان بھی نہیں	تنہائی کے لئے بے حد عمدہ مسکن ہے
امشب ار امکاں بود آنجا بیا	کار شب بے سملہ است وبے ریا
آج کی رات اگر امکان ہو اس جگہ آ جا	رات کا کام بے شہرت اور بے اظہار ہے
جملہ جاسوساں زخمر خواب مست	زنگی شب جملہ را گردن زدست
تمام تجسس کرنے والے شراب خواب سے مست ہیں	زنگی شب سب کی گردن مار دیتا ہے
خواند بر قاضی فسونہائے عجب	آں شکرلب وانگہانے از چہ لب
اس شکر لب نے قاضی پر عجیب افسوں پڑھے	اور پھر کیسے لب سے
چند باآدمؑ بلیس افسانہ کرد	چونکہ حوا گفت خورانگاہ خورد
کتنا ہی آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس نے افسانے کیے	جب حوا علیہا السلام نے کہہ دیا کہ کھالو اس وقت کھا لیا
اولیں خوں در جہان ظلم و داد	از کف قابیل بہر زن فتاد
اول خون عالم ظلم و عدل میں	قابیل کے ہاتھ سے عورت ہی کے سبب واقع ہوا
نوحؑ برتابہ چو بریاں ساختے	واہلہ بزمانہ سنگ انداختے
نوح علیہ السلام توے پر بریاں کرتے	واہلہ توے پر پتھر پھینک دیتی

www.besturdubooks.wordpress.com

مکر زن برفن او چیرہ شدے	آب صاف وعظ او تیرہ شدے
عورت کا مکر ان کے فن پر غالب ہو جاتا	ان کے وعظ کا آب صافی مکدر ہو جاتا
قوم را پیغام کردے از نہاں	کہ نگہدارید دیں از گمرہاں
وہ قوم کو خفیہ طور سے پیام بھیج دیتی	کہ تم لوگ دین گمراہوں سے محفوظ رکھنا
لوطؑ را زن ہمچنیں بدکافرہ	خواندہ باشی قصۂ آں فاجرہ
لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ایسی ہی کافرہ تھی	تو نے اس بددین کا قصہ پڑھا ہو گا
یوسفؑ از کید زلیخای جواں	ماند در زنداں برای امتحاں
یوسف علیہ السلام زلیخائے جوان کے کید سے	زندان میں رہے امتحان کے لئے
ہر بلا کاندر جہاں بینی عیاں	باشد از شومی زن در ہر مکاں
جو بلا کہ جہاں میں تم عیاں دیکھو	وہ ہر جگہ شومی زن ہی سے ہو گا

جوحی (کہ ایک مسخرہ کا نام ہے) ناداری کے سبب مکر کرنے کے لئے (اپنی) بی بی کی طرف متوجہ ہوتا (اور کہتا) کہ اے میری چاہتی (بی بی) جب تیرے پاس (حسن وجمال کا) ہتھیار ہے تو جا (اس کے ذریعہ سے) کوئی شکار پکڑ (یعنی کسی کو فریفتہ کر) تا کہ تیرے اس صید سے ہم دودھ دوہیں (یعنی اس سے کچھ وصول کریں کہ افلاس دور ہو) ابرو کی کمان اور غمزہ کا تیر (اور) فریب کا جال۔ خدا نے تجھ کو کاہے کے لئے دیا۔ شکار کے لئے (پس) جا کسی عجیب مرغ کے لئے جال لگا (اور) دانہ دکھلا لیکن اس کے کھانے میں مت دینا (یعنی وصال کی توقع دلا کرنا کام رکھنا) مقصد تو دکھلا اور اس کو تلخ کام کر (اور) وہ دانہ کب کھاوے گا جب جال میں پھنس جاوے گا (یعنی اول ہی سے کسی ترکیب سے کہیں بند کر دینا پھر وصال کہاں میسر ہوگا جیسا آگے صندوق میں بند کرنا مذکور ہوگا اس مشورہ کے بعد) اس کی بیوی قاضی کے پاس شکایت لے کر گئی کہ میری فریاد ہے شوہر دہ دلہ سے (جس کا دل دس طرف ہے میری طرف توجہ نہیں کرتا اور میرے نان ونفقہ کی خبر نہیں لیتا اور اس قسم کی طرح طرح کی باتیں کیں) قصہ کوتاہ کرو کہ قاضی شکار ہو گیا اس نگار کی گفتگو سے اور جمال سے کہنے لگا اس وقت تو محکمہ اور غلغلہ ہے میں اس شکایت کو سمجھ نہیں سکتا (اس لئے) اگر تو خلوت میں آوے اے سروسہی اور ظلم شوہر سے میرے سامنے بیان کرے تو میں اس کو اچھی طرح سمجھوں (اور) اس کو سزا دوں جو کچھ حق ہو تو اس سے غمگین مت ہو مجھ کو تیرا حال معلوم ہو تیرے شوہر کو زم (اور) بے نشوز کر دوں عورت نے کہا تیرے گھر میں بھلا برا آدمی ہر وقت شکوہ کے لئے آتا ہے جاتا ہے (اور یہ بھی) کہا کہ تیرے گھر میں ہر بھلے برے کی شکوہ کے لئے آمد وشد ہوتی رہتی ہے (آگے مولانا دماغ وقلب مقیدان غیر اللہ کو خانہ قاضی سے تشبیہ دے کر مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ اسی طرح) خانہ سر دار تمام پر سودا رہتا ہے۔ (اور) سینہ (بھی) پر وسواس وغوغا رہتا ہے (اور) باقی اعضا فکر سے آسودہ ہیں اور یہ اعضائے رئیسہ اس (فکر) میں فرسودہ رہتے ہیں (مقصود مولانا کا اس تنبیہ سے ترغیب ہے ان کو ماسوی اللہ سے خالی کرنے کی جس طرح آگے خانہ جوحی کا خالی ہونا مذکور ہوگا چنانچہ آگے اس خلاء مقصود کی تصریح ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ شاخ کی طرح پرانے برگ ومیوہ سے (یعنی خیالات سابقہ دنیویہ سے) خالی ہوجاتا کہ امر کن سے (یعنی حکم حق و عنایت حق سے) نور غیب کے برگ اور میوہ (یعنی علوم ومعارف واحوال اس شاخ قلب پر) لیکن اس کہنہ کے بعد بدوں کسی شک کے (اور) تو خزانہ اور ہوائے خوف حق کی طرف گریز کر (اور) ان پرانے گلہائے لالہ کو ریختہ کردے (مراد افکار دنیویہ اور چونکہ خوف حق سے یہ فنا ہوجاتے ہیں اس اعتبار سے اس کو خزاں سے تشبیہ دی ورنہ اصل بہار تو وہی ہے آگے علت ہے بریز کی یعنی) اس لئے کہ یہ گلہائے لالہ (کہنہ) مانع ہیں ان نئے شگوفوں کی جن کے نما کے لئے یہ درخت دل (موضوع) ہے (اور ان ہی جدید شگوفوں کے اعتبار سے وہ خوف حق مثل بہار کے ہے آگے بھی ان ہی افکار غیر اللہ کے ازالہ کا دوسرے عنوان سے مضمون ہے کہ) اپنے کو اس فکر (ماسویٰ) سے خواب (اور بے خبری) میں کردے (اور باعتبار حقیقت کے اس کے معنی یہ ہیں کہ) سر زیر خواب سے بیداری کی طرف اٹھا (کیونکہ غیر اللہ کے ساتھ بیداری حقیقت میں خواب ہے اللہ سے اور غیر اللہ سے خواب ہونا حقیقت میں بیداری ہے اللہ کے ساتھ) مثل ان اصحاب کہف کے اے خواجہ جلدی سے جا طرف مضمون تحسبهم ايقاظاً و هم رقود کے (یعنی تو بھی ان کے مشابہ ہوجا اس بات میں کہ لوگ تجھ کو باخبر از خلق جانیں اور تو بے خبر از خلق ہو پس مقصود تشبیہ ہے نہ کہ تفسیر آگے قصہ ہے کہ) قاضی نے کہا اے صنم (پھر) تدبیر خلوت کی) کیا ہے کہنے لگی اس لونڈی کا گھر بالکل خالی ہے مد مقابل (یعنی شوہر) تو گاؤں گیا ہے اور (کوئی اس کی طرف سے) پاسبان بھی نہیں (جو ہماری نگرانی کرے) تنہائی کے لئے بے حد عمدہ مسکن ہے (سو) آج کی رات اگر امکان ہو اس جگہ آ جا رات کا کام بے شہرت اور بے اظہار ہے (کہ) تمام تجسس کرنے والے شراب خواب سے مست (ہوتے) ہیں (اور) زنگی شب سب کی گردن مار دیتا ہے (اسی طرح سے) اس شکر لب نے قاضی پر عجیب افسوں پڑھے اور پھر کیسے لب سے (پڑھے نہایت دلفریب لب سے آگے بعض فتن عورتوں کی دلفریبی کے مذکور ہیں کہ) کتنا ہی آدم علیہ السلام کے ساتھ ابلیس نے افسانے کئے (لیکن پختہ اثر نہ ہوا اور) جب حوا علیہا السلام نے کہہ دیا کہ کھالو اس وقت کھالیا (یہ مبنی ہے ایک قول پر کہ وسوسہ ابلیس سے آدم علیہ السلام صرف متردد ہوئے تھے عزم نہ ہوا تھا اس نے حوا علیہا السلام کے دل میں وسوسہ ڈالا اور انہوں نے وہ وسوسہ آدم علیہ السلام کے دل میں جما دیا اور گندم کھالیا اسی طرح) اول خون (اس) عالم ظلم وعدل میں قابیل کے ہاتھ سے عورت ہی کے سبب واقع ہوا (اسی طرح) نوح علیہ السلام توے پر (ماہی کو) بریاں کرتے (کنایہ ہے سامان دعوت ایمان سے کہ غذائے روحانی ہے) لوہلہ (ان کی زوجہ اس) توے پر پتھر پھینک دیتی (جس سے سب غذا غارت ہوجاتی یعنی قوم کو بہکا دیتی جس سے وعظ کا اثر باطل ہوجاتا جیسے آگے آتا ہے یعنی) عورت کا مکر ان کے فن (وعظ) پر غالب ہوجاتا (اور) ان کے وعظ کا آب صافی مکدر ہوجاتا (اس طرح سے کہ) وہ قوم کو خفیہ طور سے پیام بھیج دیتی کہ تم لوگ (اپنا) دین (ان) گمراہوں (یعنی نوح اور مومنین بہ نوح) سے محفوظ رکھنا (اسی طرح) لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ایسی ہی کافرہ تھی تو نے اس بد دین کا قصہ پڑھا ہوگا (کہ وہ امرد مہمان کے آنے کی اطلاع اپنی قوم کو کردیتی تھی یہاں فاجرہ سے مراد کافرہ ہے نہ کہ معنی مشہور کہ انبیاء کی ازواج اس سے منزہ ہیں اسی طرح) یوسف علیہ السلام زلیخائے جوان کے کید سے زندان میں رہے امتحان کے لئے (غرض) جو بلا (وفتنہ) کہ جہان میں تم عیاں دیکھو وہ ہر جگہ شومی زن ہی سے ہوگا (ہر بلا کہنا بحکم للاکثر حکم الکل ہے اور اس کی اکثریت میں کوئی شبہ نہیں آگے پھر قصہ ہے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رفتن قاضی بخانہ زن جوحی وحلقہ زدن جوحی تند بخشم بردر وگریختن قاضی دراندرون صندوق چوں محل دیگر نبود

قاضی کا جوحی کی بیوی کے گھر پہنچنا اور جوحی کا غصہ سے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹانا اور قاضی کا صندوق کے اندر گھس جانا چونکہ دوسری جگہ نہ تھی

مکر زن پایاں ندارد رفت شب	قاضی زیرک سوی زن بہر دب
عورتوں کا مکر انتہا نہیں رکھتا شب کو	قاضی زیرک عورت کی طرف صحبت کے لئے گیا
زن چو شمع و نقل مجلس راست کرد	زاں نوازش شاد شد قاضی فرد
عورت نے جب شمع اور مجلس کی کوئی نقل درست کر کے رکھی	اس اکرام سے قاضی فرد خوش ہوا
چونکہ بنشستند باہم ساعتے	تا بر آسایند اندر خلوتے
جب دونوں باہم ایک ساتھ بیٹھے	تاکہ خلوت میں آسودہ ہوں
چوں نشست او پہلوئے زن بامراد	گشت جان پر غمش زاں وصل شاد
جب وہ عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا	اس کی جان پر غم اس وصل سے شاد ہوئی
اندر آں دم جوحی آمد در بزد	جست قاضی مہرب تا در خزد
اسی وقت جوحی آ پہنچا دروازہ کھٹکھٹایا	قاضی جلدی سے اٹھا تاکہ کسی گریز کی جگہ میں جا گھسے
غیر صندوقے ندید او خلوتے	رفت در صندوق از خوف آں فتے
بجز صندوق کے اس نے کوئی خلوت نہ دیکھی	صندوق میں چلا گیا اس جوان کے خوف سے
اندر آمد جوحی و گفت اے حریف	اے وبالم در ربیع و در خریف
جوحی اندر آیا اور کہنے لگا اے حریف	میری وبال ربیع میں اور خریف میں
من چہ دارم کہ فدایت نیست آں	کہ ز من فریاد داری ہر زماں
میں کیا چیز ایسی رکھتا ہوں جو تیری فدا نہیں ہے	کہ تو مجھ سے ہر وقت فریاد کرتی رہتی ہے
گفت شخصے نزد قاضی رفتۂ	در حقم ناگفتنیہا گفتۂ
ایک شخص نے کہا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی تھی	میرے حق میں بہت سی نہ کہنے کی لائق باتیں کہی ہیں
بر لب خشکم کشادستی زباں	گاہ مفلس خوانیم گہ قلتباں
میرے لب خشک پر تو نے زبان کھولی ہے	کبھی تو مجھ کو مفلس کہتی ہے کبھی دیوث

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں دو علت گر بود ایجاں مرا	آں یکے از تست و دیگر از خدا
اگر اے جان مجھ میں یہ دو علتیں ہیں	تو ایک تو تیری طرف سے ہے اور ایک خدا کی طرف سے ہے
من چہ دارم غیر ایں صندوق وکاں	ہستما یہ تہمت و پایہ گماں
میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی	مایہ تہمت اور بناء گمان ہے
خلق پندارند زر دارم دروں	داد واگیرند از من زیں ظنون
مخلوق یہ سمجھتی ہیں کہ میں اندر خانہ زر رکھتا ہوں	ان گمانوں کے سبب لوگ مجھ سے عطا کو روک لیتے ہیں
صورت صندوق بس زیبا ست لیک	از عروض و سیم و زر خالیست نیک
صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن	اسباب اور نقد سے بالکل خالی ہے
چوں تن زراق خوب و باوقار	اندراں سلہ نیابی غیر مار
جیسے ریاکار کا تن ہوتا ہے خوب اور باوقار	اس ٹوکرے کے اندر بجز سانپ کے تو اور کچھ نہ پاوے گا
من برم صندوق فردا را بکو	پس بسوزم درمیان چار سو
میں یہ صندوق کل کو محلہ میں لے جاؤں گا	پھر چوراہہ کے درمیان جلا دوں گا
تا بہ بیند مومن و گبر و جہود	کاندریں صندوق جز لعنت نبود
تاکہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں	کہ اس صندوق میں بجز بے ہودگی کے کچھ نہ تھا
گفت زن ہی درگزر اے مرد زیں	خورد سوگند آں کہ نکنم جز چنیں
عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگزر اے مرد	اس نے قسم کھا لی کہ بجز اس کے کچھ نہ کروں گا
بار کن صندوق را دردم بہ بست	خویشتن را کردہ بد مانند مست
رسی سے فوراً باندھا	اپنے کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا
از پگہ حمال آورد او چو باد	زود آں صندوق بر پشتش نہاد
صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا	فی الفور وہ صندوق اس کی پشت پر رکھ دیا
اندراں صندوق قاضی از نکال	بانگ میزد کاے حمال وای حمال
اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے	آواز دیتا تھا کہ اے حمال اے حمال
کرد آں حمال پیش و پس نظر	کز چہ سو در میرسد بانگ و خبر
اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی	کہ کس طرف سے آواز اور خبر آ رہی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہاتف ست ایں داعیٔ من اے عجب	یا پری ام میکند پنہاں طلب
یہ میرا پکارنے والا کوئی ہاتف ہے اے عجب	یا کوئی جن مجھ کو خفیہ بلا رہا ہے
چوں پیاپے گشت آن آواز بیش	گفت ہاتف نیست باز آمد بخویش
جب علی الاتصال وہ آواز بڑھتی گئی	کہنے لگا کہ ہاتف نہیں ہے پھر آپے میں آیا
عاقبت دانست کان بانگ وفغاں	بدز صندوق و کسے دروے نہاں
آخر جان لیا کہ یہ بانگ و فغاں	صندوق میں سے ہے اور کوئی اس میں پوشیدہ ہے
عاشقے کو در غم معشوق رفت	گرچہ بیرونست در صندوق رفت
جو عاشق کہ معشوق کے غم میں جتلا ہوا ہو	اگرچہ وہ باہر ہے صندوق میں مقید ہوا ہے
عمر در صندوق برد از اندہاں	جز کہ صندوقے نہ بیند در جہاں
اس شخص نے غموں کے سبب عمر صندوق میں پوری کی ہے	بجز صندوق کے وہ دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا
آں سرے کہ نیست فوق آسماں	از ہوس اورا دراں صندوق داں
جو سر کہ آسمان کے اوپر نہیں ہے	بسبب ہوس کے اس کو اس صندوق میں جان
چوں ز صندوق بدن بیروں رود	اوز گورے سوئے گورے می شود
جب صندوق بدن سے باہر جاوے گا	تو وہ ایک گور سے دوسری گور کی طرف جا رہا ہے
ایں سخن پایاں ندارد قاضیش	گفت اے حمال واے صندوق کش
اس مضمون کا انتہا نہیں قاضی نے اس کو	کہا اے حمال اور اے صندوق کش
از من آگہ کن دروں محکمہ	نائبم را زود تربا ایں ہمہ
میرے حال سے خبردار کر دے محکمہ میں	میرے نائب کو بہت جلدی مع اس تمام واقعہ کے
تاخرد ایں را بزر زیں بے خرد	ہمچنیں بستہ بخانہ مابرد
تاکہ وہ اس کو بے عقل سے خریدے	اسی طرح بندھا بندھا یا ہمارے گھر تک لے جاوے
اے خدا قوم رحم مند	تاز صندوق بدن ماں وا خرند
اے خدا رحم مند قوم کو مسلط کر دے	تاکہ صندوق بدن سے ہم کو خرید لیں
خلق را از بند صندوق فسوں	کہ خرد جزا نبیا و مرسلوں
خلق کو قید صندوق فسوں سے	کون خریدتا ہے بجز انبیاء و مرسلین کے

www.besturdubooks.wordpress.com

از ہزاران یک کسے خوش منظرست	کہ بداند کو بصندوق اندرست
ہزاروں میں کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے	جو یہ جانے کہ وہ صندوق کے اندر ہے
آنکہ داند تو نشانش ایں شناس	کوز روح ایں جہاں دارد ہراس
جو شخص جانتا ہے تو اس کی علامت یہ پہچان لے	کہ وہ اس عالم کی راحت سے ہراس رکھتا ہے
او جہاں را دیدہ باشد پیش ازاں	تا بدایں ضدش گردد عیاں
اس شخص نے اس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا	جس سے اس ضد کے سبب یہ ضد اس کو عیاں ہوگی
زیں سبب کہ علم ضالہ مومن ست	عارف ضالہ خودست وموقن ست
اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے	وہ اپنے گم شدہ چیز کا پہچاننے والا ہے اور یقین رکھنے والا ہے
آنکہ ہرگز روز نیکو خود ندید	او دریں ادبار کے خواہد طپید
جس شخص نے کوئی روز نیک خود نہ دیکھا ہو	وہ اس ادبار میں کب مضطرب ہو گا
یا بطفلی در اسیری او فتاد	یا خود از اول زما دربندہ زاد
یا تو طفلی میں اسیری میں واقع ہو گیا ہے	یا خود اول ہی سے ماں سے غلام پیدا ہوا ہے
ذوق آزادی ندیدہ جان او	ہست صندوق صور میدان او
اس کی جان نے آزادی کا ذوق نہیں دیکھا	تصویرات کا صندوق اس کا میدان ہو گا
دائما محبوس عقلش در صور	از قفص اندر قفص دارد گزر
ہمیشہ اس کی عقل تصویرات میں محبوس رہے گی	ایک قفس سے دوسرے قفس میں گزر رکھے گا
منفذش نے از قفص سوئے علا	در قفصہا میرود از جابجا
اس شخص کا منفذ قفس سے علو کی طرف نہیں ہے	قفسوں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پھر رہا ہے
در نبی ان استطعم فانفذوا	ایں سخن با جن و انس آمد زہو
قرآن مجید میں یہ مضمون کہ اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ	جن وانس کے ساتھ خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے
گفت منفذ نیست از گردون شاں	جز بسلطان و بوحی آسماں
یہ فرمایا کہ سموات سے ان کو کوئی منفذ نہیں	بجز قوت اور وحی آسمان کے
گرز صندوقے بصندوقے رود	او سمائی نیست صندوقی بود
اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جا رہا ہے	وہ شخص علوی نہیں ہے صندوقی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فرجۂ صندوق نو نو مسکرست	در نیابد کو بصندوق اندر ست
نئے نئے صندوقوں کی سیر مست کر دینے والی ہے	وہ اس کا ادراک نہیں کرتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے
گر نشد غرہ بدیں صندوقہا	ہمچو قاضی جوید اطلاق و رہا
اگر وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوا	تو قاضی کی طرح وہ اطلاق اور رہائی ڈھونڈے گا
آنکہ داند ایں نشانش آں شناس	کو نباشد بے فغاں و بے ہراس
جو شخص اس کو جانے گا اس کی علامت یہ پہچان لے	کہ وہ بے فغاں اور بے ہراس نہ ہو گا
ہمچو قاضی باشد او در ارتعاد	کے شود زاں غم دلش یک لحظہ شاد
قاضی کی طرح وہ لرزہ میں رہے گا	اس غم سے اس کا دل کب ایک لحظہ بھی شاد ہو گا
رہروے را گفت آں حمال شاد	کہ برو در محکمہ قاضی چو باد
اس حمال نے کسی راہرو سے خوش ہو کر کہا	کہ محکمہ قاضی میں ہوا کی طرح جا
نائبش را گوی کیں شد واقعہ	بر سر قاضی بیامد قارعہ
اس کے نائب سے کہہ کہ یہ حادثہ ہو گیا ہے	قاضی کے سر پر مصیبت آ گئی ہے
شغل را بگزار زود اینجا بیا	زو بخر سربستہ ایں صندوق را
کام چھوڑ اور جلدی یہاں آ	جلدی خرید سربستہ اس صندوق کو
چونکہ رہرو شد رسالت را رساند	ہر کہ زو بشنید ایں خیرہ بماند
جب وہ رہرو گیا پیام پہنچایا	جس نے اس سے سنا حیران رہ گیا
برد القصہ خبر صندوق کش	نائب قاضی حسن را از غمش
القصہ صندوق کش کی خبر نے	قاضی حسن کے نائب کو قاضی کے غم سے از خود رفتہ کر دیا
آتشے برکردہ جوحے از ملا	کہ بخواہم سوخت ایں صندوق را
جوحی نے مجمع میں آگ روشن کر رکھی تھی	کہ میں تو اس صندوق کو جلاؤں گا
بر سر بازار جوشش عامۂ	چیست جوحی می نہد ہنگمۂ
بازار میں عوام الناس کا ایک جوش ہے	کیا قصہ ہے وہ جوحی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے

عورتوں کا مکر (جس کا اوپر کے اشعار میں بیان ہے) انتہا نہیں رکھتا (اس کی بے شمار حکایات ہیں اس لئے اس کو چھوڑ کر قاضی کا قصہ بیان کر وکہ) شب کو قاضی زیرک عورت کی طرف صحبت کے لئے گیا عورت نے جب شمع اور مجلس کی کوئی نقل (از

www.besturdubooks.wordpress.com

قسم فواکہ یا شیرینی وغیرہ) درست کر کے رکھی اس اکرام سے قاضی فرخوش ہوا جب دونوں باہم ایک ساعت بیٹھے تا کہ خلوت میں آسودہ ہوں جب وہ (قاضی) عورت کے پہلو میں بامراد بیٹھا (اس کی جان پر غم اس وصل سے شاد ہوئی اسی وقت جوحی آ پہنچا اور دروازہ کھٹکھٹایا قاضی جلدی سے اٹھا تا کہ کسی گریز کی جگہ میں جا گھسے بجز صندوق کے اس نے کوئی خلوت نہ دیکھی صندوق میں چلا گیا اس جوان کے خوف سے (اور) جوحی اندر آیا اور کہنے لگا اے حریف (اور) میری وبال ربیع میں اور خریف میں (یعنی تمام اوقات میں) میں کیا چیز ایسی رکھتا ہوں جو تیرے فدا نہیں ہے کہ تو مجھ سے ہروقت فریاد کرتی رہتی ہے (یعنی جو چیز میرے پاس ہے تجھ سے دریغ نہیں پھر کاہے کو شکایت کرتی رہا کرتی ہے مجھ سے) ایک شخص نے کہا ہے کہ تو قاضی کے پاس گئی تھی (اور) میرے حق میں بہت سی نہ کہنے کی لائق باتیں کہی ہیں میرے لب خشک (یعنی خاموش) پر تو نے زبان کھولی ہے (یعنی باوجودیکہ میں تیری کوئی مذمت نہیں کرتا مگر تو نے میری شکایت کی ہے) کبھی تو مجھ کو مفلس کہتی ہے کبھی دیوث اگر اے جان مجھ میں یہ دو علتیں ہیں تو ایک تو تیری طرف سے ہے (یعنی دیوث کہ اگر میں ایسا ہوں تو اس کا سبب تیری آوارگی ہو گی) اور ایک خدا کی طرف سے ہے (یعنی مفلس اور یہ تو بتا کہ) میرے پاس بجز اس صندوق کے کیا ہے کہ وہی مایہ تہمت اور بناء گمان ہے مخلوق یہ سمجھتے ہیں کہ میں اندر خانہ زر رکھتا ہوں (ورنہ اتنا بڑا صندوق کس کام کا ہے اور) ان گمانوں کے سبب لوگ مجھ سے عطا کو روک لیتے ہیں (یعنی صدقہ وخیرات بھی مجھ کو نہیں دیتے) صندوق کی صورت تو نہایت زیبا ہے لیکن امتعہ اور نقد سے بالکل خالی ہے جیسے (شیخ) ریاکار کا تن ہوتا ہے (کہ باہر سے) خوب اور باوقار (ہوتا ہے لیکن) اس ٹوکرے کے اندر بجز سانپ کے تو اور کچھ نہ پاوے گا (کنایہ ہے اخلاق ذمیمہ وغیرہا شرور سے پس) میں یہ صندوق کل کو محلہ میں لے جاؤں گا پھر چوراہہ کے درمیان (رکھ کر) جلادوں گا تا کہ مومن اور گبر اور یہود سب دیکھ لیں کہ اس صندوق میں بجز بیہودگی کے کچھ نہ تھا۔ عورت نے کہا کہ خبردار اس سے درگزر اے مرد (مگر) اس نے قسم کھالی کہ بجز اس کے کچھ نہ کروں گا (پھر) رسی سے فوراً باندھا (اور) اپنے کو دیوانوں کی طرح بنا رکھا تھا صبح ہی سے ہوا کی طرح حمال کو لے آیا (اور) فی الفور وہ صندوق اس کی پشت پر رکھ دیا اس صندوق کے اندر قاضی مصیبت کے مارے آواز دیتا تھا کہ اے حمال اے حمال۔ اس حمال نے آگے پیچھے نگاہ کی کہ کس طرف سے (یہ) آواز اور خبر آرہی ہے یہ میرا پکارنے والا کوئی ہاتف ہے اے عجب یا کوئی جن مجھ کو خفیہ بلا رہا ہے جب علی الاتصال وہ آواز بڑھتی گئی کہنے لگا کہ ہاتف نہیں ہے (اور) پھر آپے میں آیا آخر جان لیا کہ یہ بانگ وفغاں صندوق میں سے ہے اور کوئی اس میں پوشیدہ ہے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ صندوق کے بند ہونے میں کچھ اس قاضی کی تخصیص نہیں) جو عاشق (مجازی) کہ معشوق کے غم (اور عشق) میں مبتلا ہوا اگرچہ (ظاہر میں) وہ باہر ہے (لیکن معنیً) صندوق میں مقید ہوا ہے (کیونکہ دل کا پھنس جانا جسم کے پھنس جانے سے اشد ہے پس وہ تعلق اور تصور صندوق سے زیادہ قید ہے اور) اس شخص نے غموں کے سبب (جو عشق میں پیش آئے) عمر صندوق میں پوری کی ہے بجز صندوق کے وہ دنیا میں کچھ نہیں دیکھتا (آگے اور تعمیم کرتے ہیں کہ اس میں عاشق مجازی کی بھی تخصیص نہیں بلکہ) جو سر کہ آسمان کے اوپر نہیں ہے (یعنی جس کی توجہ عالم سفلی میں ہے) بسبب (گرفتاری) ہوس کے اس کو اس صندوق میں جان (پس ایسا شخص) جب صندوق بدن سے باہر (نکل کر قبر میں) جاوے گا تو (یوں سمجھو کہ) وہ ایک گور سے دوسری گور کی طرف جا رہا ہے (یعنی یہ قبر اس کے لئے نئی چیز نہیں اس سے پہلے بھی وہ قبر ہی میں تھا کہ اس کا قالب مثل تابوت کے مشتمل تھا قلب میت محبوس فی تعلقات الدنیا وماسوی اللہ پر اور اس سے اوپر تعلقات ماسوی کو صندوق کہا اور یہاں بدن کو سوان تعلقات ماسوی کا محل چونکہ قوی حالہ فی الجسم ہیں اس لئے دونوں

www.besturdubooks.wordpress.com

تشبیہوں میں صرف عنوان کا تفاوت ہے معنون واحد ہے آگے پھر قصہ ہے کہ) اس مضمون کا انتہا نہیں (قصہ یہ ہے کہ) قاضی نے اس (حمال) کو کہا اے حمال اور اے صندوق کش میرے حال سے خبردار کردے محکمہ میں میرے نائب کو بہت جلدی مع اس تمام واقعہ کے تاکہ وہ اس (صندوق) کو اس بے عقل سے خرید لے اسی طرح بندھا بندھایا ہمارے گھر تک لے جاوے (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) اے خدا (ہم پر) رحم مند قوم کو مسلط کردے تاکہ صندوق بدن سے ہم کو خرید لیں (اس سے خلاصی دینے کے لئے مراد اس قوم سے باشفقت اہل ارشاد ہیں جو قلب کو تعلقات ماسوی سے پاک کردیں (آگے تعیین ہے قوم رحم مند کی یعنی) خلق کو قید صندوق نفوس (وغرور) سے کون خرید (کر چھڑا) تا ہے بجز انبیاء و مرسلین (اور ان کے وارثان صدق) کے (اول اولا اور ثانی تبعاً آگے اکثر گرفتاران تعلقات ماسوی کا جہل بتلاتے ہیں کہ باوجودیکہ یہ لوگ صندوق میں ہیں مگر پھر بھی) ہزاروں میں کوئی ایک ہی شخص خوش نظر ہے جو یہ جانے کہ وہ صندوق کے اندر ہے (آگے اس جاننے والے کی علامت بتلاتے ہیں کہ) جو شخص (اس بات کو) جانتا ہے تو اس کی علامت یہ پہچان لے کہ وہ اس عالم کی راحت سے ہراس رکھتا ہے (یعنی یہاں کے سامان عیش ولذت سے اس کو دلچسپی نہیں بلکہ توحش ہے پس) اس شخص نے اس جہان کو اس سے پہلے دیکھ لیا ہوگا جس سے اس ضد کے سبب یہ ضد اس کو عیاں ہوگئی (جس طرح صندوق کی تنگی کو وہ سمجھے گا جس نے عالم فراخ دیکھا ہوگا پس اسی طرح جس نے بصیرت سے اس عالم کو دیکھ لیا ہے یہ عالم اور اس کے تعلقات اس کو صندوق نظر آتے ہیں اور ان سے وہ متوحش ہوتا ہے اور) اس سبب سے کہ علم مومن کی گم شدہ چیز ہے (جیسا حدیث میں ہے الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فہو احق بہا) وہ اپنی گم شدہ چیز کا پہچاننے والا ہے اور (اس پہچاننے میں) یقین رکھنے والا ہے (جیسا مالک اپنی چیز کو یقین کے ساتھ پہچان لیتا ہے یہ دلیل ہے مضمون شعر بالا کی یعنی ہم نے جو اوپر کہا ہے کہ اس نے اس عالم کو دیکھا ہوگا اس کی دلیل یہ ہے کہ وار اصلی تو مومن کا وہی ہے وہاں سے جدا ہو جانا ایسا ہے جیسا کوئی گم ہو جاتا پس جب انبیاء علیہم السلام نے اس عالم کا تذکرہ فرمایا تو یہ مومن فوراً مثل ضالہ کے اس کو پہچان گیا اور اس کے پہچاننے سے یہ عالم صندوق نظر آیا اور برخلاف اس کے) جس شخص نے کوئی روز نیک خود نہ دیکھا ہو (یعنی اس کو عالم علوی کی فراخی مشاہدہ نہ ہوئی ہو) وہ اس ادبار (دنیوی و تعلق ماسوی) میں کب مضطرب ہوگا (بلکہ اس کی حالت یہ ہوگی ورضوا بالحیوۃ الدنیا واطمانوا بہا الایہ اور ایسا شخص) یا تو طفلی میں اسیری میں واقع ہوگیا ہے یا خود اول ہی سے (یعنی طفلی کے بھی قبل) ماں سے غلام پیدا ہوا ہے (جو ایک قسم کی اسیری ہے اس لئے) اس کی جان نے آزادی (اور حریت وخلاصی) کا ذوق نہیں دیکھا (پس ظاہر ہے کہ اس کو قید اور ضدوں کی تنگی کیوں ناگوار ہوگی گو وہ صندوق ہی میں ہو بلکہ) تصوریات کا صندوق اس کا میدان ہوگا (یعنی وہ اسی کو میدان سمجھے گا اور ان تصوریات کے تماشے کو منتہی مقصود کا سمجھے گا اور) ہمیشہ اس کی عقل تصوریات میں محبوس رہے گی (اور وہ) ایک قفس سے دوسرے قفس میں گزر رکھے گا (یعنی کبھی ایک تصور میں مبتلا ہوگیا کبھی اس سے نکل کر دوسرے میں مبتلا ہوگیا) اس شخص کا منفذ قفس سے علو کی طرف نہیں ہے قفسوں ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پھر رہا ہے (آگے نفوذ وخروج من حبس الدنیا کا طریق ایک آیت سے بطور علم اعتبار کے بتلاتے ہیں کہ) قرآن مجید میں یہ مضمون کہ اگر تم سے ہو سکے تو نکل جاؤ جن وانس کے ساتھ خطاب کر کے حق تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے (اور اس کے بعد) یہ فرمایا ہے کہ سموات سے ان کو کوئی منفذ نہیں بجز قوت اور وحی آسمان کے (یہ عطف تفسیری ہے اس آیت کی یہ تفسیر نہیں ہے کیونکہ آیت کا مدلول تعجیز عن النفوذ اور انتفاء سلطان کا ہے اور مولانا نے امر فانفذوا کو طلب پر اور لاتنفذون الا بسلطان کو ترغیب تحصیل سلطان پر محمول فرمایا ہے اس کو علم

www.besturdubooks.wordpress.com

اعتبار کہتے ہیں چونکہ مدعائے مقام آیت کی اس تفسیر پر موقوف نہیں بلکہ بدیہی و ضروری ہے اس لئے تفسیر کے انتفاء سے مدعا کے ثبوت میں کوئی قدح نہیں لازم آتا بطور نکتہ کے ایک تائید ظاہری کردی ہے سو اس کے لئے استدلال بطور اعتبار بھی کافی ہے غرض یہ گرفتار صندوق) اگر ایک صندوق سے دوسرے صندوق میں جارہا ہے (جس سے تصورات دنیویہ کو تشبیہ دی گئی ہے) وہ شخص علوی نہیں ہے (جس کا ذکر بناء علی الاعتبار اس آیت میں ہے ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا بلکہ وہ شخص) صندوقی ہے (اور اس کے لئے) نئے نئے صندوقوں کی (تصورات دنیویہ کی) سر مست کر دینے والی ہے وہ اس کا ادراک نہیں کرتا کہ وہ صندوق کے اندر ہے (اور گر (کسی تنبیہ سے) وہ ان صندوقوں پر فریفتہ نہ ہوا تو قاضی کی طرح وہ اطلاق اور رہائی ڈھونڈھے گا (اور) جو شخص اس کو جانے گا اس کی علامت یہ پہچان لے کہ وہ بے فغاں اور بے ہراس نہ ہوگا (بلکہ) قاضی کی طرح وہ لرزہ میں رہے گا اس غم سے اس کا دل لب ایک لحظہ بھی شاد ہوگا (آگے پھر قصہ ہے کہ) اس حال نے کسی راہرو سے خوش ہوکر کہا کہ محکمہ قاضی میں ہوا کی طرح جا (شاید خوش ہونا اس لئے ہو کہ قاضی نے اس سے کسی انعام کا وعدہ کیا ہوگا) اس کے نائب سے کہہ کہ یہ حادثہ ہو گیا ہے قاضی کے سر پر مصیبت آ گئی ہے کام چھوڑ اور جلدی یہاں آ جلدی خرید سربستہ اس صندوق کو جب وہ رہرو گیا پیغام پہنچایا جس نے اس سے سنا حیران رہ گیا القصہ صندوق کش کی خبر نے قاضی حسن کے نائب کو قاضی کے غم سے از جارفتہ کردیا (حسن فرضی نام معلوم ہوتا ہے قاضی کا یا نائب کا اور ادھر) جوحی نے مجمع میں آگ روشن کر رکھی تھی کہ میں تو اس صندوق کو جلاؤں گا (اور) بازار میں عوام الناس کا ایک جوش (اور ہجوم) ہے (آپس میں پوچھتے ہیں کہ) کیا قصہ ہے (دوسرا جواب دے رہا ہے کہ میاں) وہ جوحی ایک ہنگامہ برپا کر رہا ہے۔

آمدن نائب قاضی میاں بازار و خریداری کردن صندوق را از جوحی

قاضی کے نائب کا بازار میں آنا اور جوحی سے صندوق خرید لینا

نائب آمد گفت صندوقت بچند	گفت نہصد بیشتر زر میدہند
نائب آیا کہا کہ تیرا صندوق کتنے کو ہے	جوحی نے کہا کہ نو سو سے تو زیادہ زر دے رہے ہیں
من نمی آیم فروتر از ہزار	گر خریداری کشا کیسہ بیار
میں ہزار سے نیچے نہیں اترتا	اگر تو خریدار ہو تھیلی کھول لا
گفت شرمے دار اے کوتہ نمد	قیمت صندوق خود پیدا بود
نائب نے کہا کہ کچھ تو شرم کر اے مفلس	صندوق کی قیمت تو خود ظاہر ہوتی ہے
گفت شرمے دار از اہل خرد	کس بدیں مقدار ایں را کے خرد
کہا کہ اہل عقل سے کچھ شرم کر	کوئی شخص اس مقدار سے اس کو کون خرید لے گا
گفت بے رویت شری خود فاسد یست	بیع ما زیر گلیم ایں راست نیست
جوحی نے کہا کہ بدوں دیکھے ہوئے خود خریداری ہی فاسد ہے	ہماری بیع زیر گلیم ٹھیک نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

برکشایم گر نمی ارزد مخر	تانباشد بر تو حیفے اے پدر
میں کھولتا ہوں اگر اتنے کا نہ ہو گا مت خریدنا	تاکہ اے پدر تم پر ظلم نہ ہو
گفت اے ستار برمکشائے راز	سربہ بستہ می خرم بامن بساز
نائب نے کہا کہ اے پردہ پوش راز کو مت کھول	میں سربستہ خریدتا ہوں میرے ساتھ سودا بنا لے
ستر کن تابر تو ستاری کنند	تانہ بینی ایمنی برکس مخند
پردہ پوشی کر تاکہ تجھ پر بھی پردہ پوشی کریں	جب تک تو امن نہ دیکھ لے کسی پر مت ہنس
بس دریں صندوق چوں تو ماندہ اند	خویش را اندر بلا بنشاندہ اند
بہت سے اس صندوق میں تیری طرح رہے ہوئے ہیں	انہوں نے اپنے کو بلا میں بٹھلا رکھا ہے
انچہ بر تو خواہ اں باشد پسند	بردگرکس آں کن از نفع وگزند
جس چیز کا ارادہ تجھ کو اپنے اوپر پسند ہو	دوسرے شخص پر بھی وہی کر نفع اور نقصان سے
انچہ تو برخود روا داری ہماں	می بکن از نیک واز بد باکساں
جس چیز کو تو اپنے اوپر روا رکھے	نیک اور بد سے وہی اور لوگوں کے ساتھ بھی کر
انچہ نہ پسندی بخود از نفع وضر	برکسے مپسند ہم اے بے ہنر
جس چیز کو اپنے لئے نہ پسند کرے نفع اور ضرر سے	اور کسی پر بھی پسند مت کر اے بے ہنر
زانکہ برمرصاد حق اندر کمیں	می دہد پاداش پیش از یوم دیں
اس لئے کہ مرصاد پر حق تعالیٰ یعنی کمین کے اندر سے	یوم قیامت سے پہلے بھی پاداش دے دیتا ہے
آں عظیم العرش عرش او محیط	تخت دادش برہمہ جانہا بسیط
وہ عظیم العرش ہے اس کا عرش محیط ہے	اس کے عدل کا تخت تمام جانوں پر مبسوط ہے
گوشہ عرشش تبو پیوستہ است	ہیں مجنبان جز بدیں و داد دست
اس کے تخت کا گوشہ تیرے ساتھ متصل ہے	خبردار بجز دین اور عدل کے مت ہلانا
تو مراقب باش براحوال خویش	نوش بیں درداد و بعد از ظلم نیش
تو اپنے احوال پر نگراں رہ	عدل میں تو نوش دیکھ لے اور ظلم کے بعد نیش دیکھ لے
پس ہمیں جا خود جزائے نیک وبد	میرسد باہر کسے چوں بنگرد
پس اسی جگہ نیک و بد کی جزا	پہنچ جاتی ہے اگر ہر شخص دیکھے

www.besturdubooks.wordpress.com

واں جزا کانجا رسد در یوم دیں	ہیچ آں بایں نماند نیک بیں
اور جو جزا کہ وہاں قیامت کے دن ملے گی	وہ اس کے ذرا بھی مشابہ نہیں خوب دیکھ لے
بے حد و بے عد بود آنجا جزا	دوزخ و نارست جائے ناسزا
اس جگہ وہ جزا بے حد اور بے شمار ہو گی	دوزخ اور نار ہے ناسزا کی جگہ
گفت آرے انچہ کردم استم ست	لیک ہم میداں کہ بادی اظلم ست
جوحی نے کہا کہ بے شک میں نے جو کچھ کیا ظلم ہے	لیکن یہ بھی جان لو کہ ابتدا کرنے والا اصل ظالم ہے
نائب یک بیک مابادیٔم	باسوا دروچہ اندر شادیٔم
نائب نے کہا ہم ایک ایک کر کے سب بادی ہیں	باوجود روسیاہی ہم کیا خوشی میں مشغول ہیں
ہمچو زنگی کو بود شاداں و خوش	او نہ بیند غیر او بیند رخش
مثل حبشی کے کہ وہ شاداں اور خوش ہے	وہ تو دیکھتا نہیں دوسرا ہی آدمی اس کا منہ دیکھتا ہے
ماجرا بسیار شد درمن یزید	داد صد دینار و آں ازوے خرید
ماجرا بہت ہوا نیلام میں	اس نے سو دینار دیئے اور وہ اس سے خریدا
ہر دمے صندوقئی اے بد پسند	ہاتفاں و غیبیانت می خرند
تو ہر وقت صندوق ہو رہا ہے اے برے عمل کے پسند کرنے والے	تجھ کو ہاتف اور غیبی لوگ خرید رہے ہیں
ایں یقیں میداں کا سیرد بندۂ	زانکہ در صندوق غمہا ماندۂ
تو اس کو یقین جان لے کہ تو اسیر اور غلام ہو رہا ہے	کیونکہ غموم کے صندوق میں رہا ہوا ہے
بند ہر چہ گشتۂ از نیک و بد	ہر یکے بر تو چو صندوقیست سد
تو جس چیز کا مقید ہو رہا ہے نیک و بد سے	ہر چیز تجھ پر صندوق ہے جو کہ سد راہ ہے
تانگردے زیں ہمہ آزاد تو	کے شوی ایجان زغم دلشاد تو
تو جب تک اس سب سے آزاد نہ ہو گا	غم کے سبب اے جان تو کب دل شاد ہو گا

نائب آیا کہا تیرا صندوق کتنے کو ہے جوحی نے کہا کہ نو سو سے تو زیادہ زر دے رہے ہیں (مگر) میں ہزار سے نیچے نہیں اترتا اگر تو خریدار ہو تو تھیلی کھول (اور قیمت) لا۔ نائب نے کہا کہ کچھ تو شرم کر اے مفلس (فی الحاشیہ اے باوجودیکہ لباس گلیم وصوف داری وآں ہم کوتہ دعوئی امیرانہ میداری کہ چنداں قیمت صندوق می نہی آہ) صندوق کی قیمت تو خود ظاہر اور (معلوم) ہوتی ہے (آگے اسی کی تاکید ہے کہ نائب نے) کہا کہ اہل عقل سے کچھ شرم کر کوئی شخص اس مقدار سے اس کو کون خرید لے گا جوحی نے کہا کہ بدوں دیکھے ہوئے خود خریداری ہی

www.besturdubooks.wordpress.com

فاسد ہے۔ ہماری بیع زیر گلیم (یعنی مبیع کے مخفی رہتے ہوئے) ٹھیک نہیں ہے (اس لئے) میں کھولتا ہوں اگر اتنے کا نہ ہو گا مت خریدنا تا کہ اے پدر تم پر ظلم (یعنی غبن) نہ ہو (یہاں فاسد کے معنی صرف غیر تام ہیں کیونکہ خیار رؤیت کے رہتے ہوئے مشتری کو بجز درویت واپسی کا اختیار ہے) نائب نے کہا کہ اے پردہ پوش راز کو مت کھول میں سربستہ خریدتا ہوں میرے ساتھ سودا بنالے اور یہ بھی احتمال ہو کہ اول مصرعہ دعا ہو یعنی جوحی کی سختی کو دیکھ کر حق تعالیٰ سے دعا کی ہو کہ اے اللہ خیر کیجیو قاضی کا پردہ مت کھولیو پھر دعا کر کے جوحی سے معاملہ کے متعلق کہا ہو اور اس جوحی سے یہ بھی چپکے سے کہا کہ خدا سے ڈر اور جس بناء پر تو قیمت بڑھا رہا ہے اس پر نازمت کر پس) پردہ پوشی کرتا کہ تجھ پر بھی پردہ پوشی کریں (اور) جب تک تو (یقینی) امن نہ دیکھ لے (اور وہ نجات آخرت کے بعد ہو گا) کسی پر مت ہنس بہت سے اس صندوق میں تیری طرح رہے ہوئے ہیں (اور تفسیر اس کی یہ ہے کہ) انہوں نے اپنے کو بلا میں بٹھلا رکھا ہے (اور چوں تو میں تنبیہ کر دی کہ تو بھی کسی نہ کسی ایسی بلا میں گرفتار ہو گا کہ اس کا اخفا چاہتا ہو گا پس) جس چیز کا ارادہ تجھ کو اپنے اوپر پسند ہو دوسرے شخص پر بھی وہی کر نفع اور نقصان سے (آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) جس چیز کو تو اپنے اوپر روا رکھے نیک اور بد سے وہی اور لوگوں کے ساتھ بھی کر (اور) جس چیز کو اپنے لئے نہ پسند کرے نفع اور ضرر سے اور کسی پر بھی پسند مت کر اے بے ہنر (یہ مضمون حدیث کا ہے **وان تحب للناس ماتحب لنفسک و تکرہ لھم ماتکرہ لنفسک او کما قال**) اس لئے کہ مرصاد پر حق تعالیٰ یعنی کمین کے اندر سے یوم قیامت سے پہلے بھی (اکثر) پاداش دے دیتا ہے (سو تعجب نہیں ہے کہ اگر تو دوسرے کو رسوا کرے حق تعالیٰ تجھ کو رسوا کر دے۔ **و فیہ اشارۃ الی قولہ تعالیٰ و ان ربک لبالمرصاد** اور لفظ اکثر میں یہ شبہ جاتا رہا کہ بعض اوقات یہاں پاداش نہیں ملتی جواب ظاہر ہے اور اگر پاداش کو مثل کے ساتھ خاص نہ کیا جاوے تو پھر یہ حکم کلی ہے چنانچہ اس کی تحقیق احقر کے رسالہ جزاء الاعمال دیکھنے سے ہو سکتی ہے) وہ عظیم العرش ہے اس کا عرش محیط ہے (اور) اس کی عدل کا تخت تمام جانوں پر مبسوط (اور مشتمل) ہے (مراد تخت عدل سے خود عدل ہے یعنی اس کی صفت عدل کے احتواء سے کوئی چیز خارج نہیں ہے ہر شخص کے لئے وہ اس کا ظہور کر سکتے ہیں چنانچہ آگے یہی مضمون ہے کہ) اس کے تخت (عدل) کا گوشہ تیرے ساتھ (بھی) متصل ہے (پس) خبردار (اس گوشہ کو) بجز دین اور عدل کے مت ہلانا (یعنی جس کے ساتھ جو معاملہ کرو دین اور عدل کا خیال رکھنا ورنہ اگر اس کے خلاف تم نے اس گوشہ تخت عدل کو ہلایا یعنی دین اور عدل کے خلاف کسی کے ساتھ کوئی معاملہ کیا تو پھر حق تعالیٰ کے عدل کا یہ ظہور ہو گا کہ تم کو بھی ویسی ہی پاداش مل جاوے گی آگے تفریع ہے یہاں پاداش ملنے پر کہ) تو اپنے احوال پر نگراں رہ (اور) عدل میں تو نوش دیکھ لے اور ظلم کے بعد نیش دیکھ لے پس اسی جگہ نیک و بد کی جزاء پہنچ جاتی ہے اگر ہر شخص (غور سے) دیکھے اور جو جزاء کہ وہاں قیامت کے دن ملے گی وہ اس کے ذرا بھی مشابہ نہیں خوب دیکھ لے (بلکہ) اس جگہ وہ جزاء بے حد اور بے شمار ہو گی دوزخ اور نار ہے ناسزا کی جگہ (یہ سب مواعظ بلسان نائب ہیں) جوحی نے کہا کہ بیشک میں نے جو کچھ کیا (وہ فی نفسہ) ظلم ہے لیکن یہ بھی جان لو کہ (بالنظر الی سیہ ظلم نہیں کیونکہ حدیث میں ہے البادی اظلم یعنی) ابتداء کرنے والا اصل ظالم ہے (اس نے جیسا میرے ساتھ کیا کہ میری بی بی سے ارادہ بد کیا اس اعتبار سے مجھ کو ایسا کرنا جائز ہے) نائب نے کہا (کہ ہمارا

www.besturdubooks.wordpress.com

کیوں منہ ہے کہ بالتعین کسی کو بادی کہیں کیونکہ اگر اپنے اعمال میں غور کریں تو من وجہ) ہم ایک ایک کرکے سب بادی ہیں (پس) باوجود روسیاہی (وابتلاء بالمعاصی والفضائح کے) ہم (کسی کی بدحالی پر) کیا خوشی میں مشغول ہیں مثل حبشی کے کہ وہ شاداں اور خوش ہے (کہ میں بدصورت نہیں ہوں وجہ یہ کہ) وہ تو دیکھتا نہیں دوسرا ہی آدمی اس کا منہ دیکھتا ہے (پس اسی طرح ہر شخص اپنا عیب نہیں دیکھتا حالانکہ دیکھ سکتا ہے چنانچہ اسی واقعہ میں جوجی نے یہ ابتداء کی کہ عورت کے ذریعہ سے مکر کرکے قاضی کو بلا کر پھنسایا۔ پس یہ بھی اس اعتبار سے بادی ہوا حاصل قصہ یہ کہ) ماجرا بہت ہوا بیلام میں اس نے سو دینار دیئے اور وہ (صندوق) اس سے خریدا (آگے مولانا بطور انتقال کے فرماتے ہیں کہ اسی طرح) تو ہر وقت صندوقی ہو رہا ہے اے برے عمل (ومعصیت) کے پسند کرنے والے (اور یہی برا عمل صندوق ہے اور مقتضا اس کا تیرا ہلاک اور خسار تھا لیکن) تجھ کو (نائب کی طرح) ہاتف اور غیبی لوگ خرید (کرچھڑا) رہے ہیں (یعنی قبل تیرے خزی وہلاک کے تجھ کو ارشاد طریق حق وتوبہ واصلاح کی طرف کر رہے ہیں کہ اس صندوق سے تجھ کو خلاصی ہو اور مراد ان ہواتف غیبیہ سے اہل اللہ واہل ارشاد ہیں کہ امت کی خیر خواہی کرتے ہیں) تو اس کو یقین جان لے کہ تو اسیر اور غلام ہو رہا ہے کیونکہ غموم کے صندوق میں (گرفتار) رہا ہوا ہے (غموم سے مراد علائق دنیویہ کہ معاصی کا راس ہیں اور سبب ہیں غموم کے آگے اس صندوق غموم کی یہی تفسیر ہے یعنی) تو جس چیز (یعنی علاقہ) کا مقید ہو رہا ہے نیک وبد سے (نیک وبد سے مراد نفس کا ملائم وغیر ملائم گو باعتبار مذموم ہونے کے سبب بد ہے ان میں) ہر چیز تجھ پر صندوق ہے جو کہ سد راہ ہے (وصول الی فضاء القدس سے) تو جب تک اس سب سے آزاد نہ ہوگا غم کے سبب اے جان تو کب دل شاد ہوگا (اور آزاد ہو کر البتہ حیوۃ طیبہ سے مشرف ہو سکتا ہے دنیا میں بھی آخرت میں بھی کما قال تعالیٰ من عمل صالحا من ذکر او انثی وھو مؤمن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ آگے اس آزادی کی مدح اور ترغیب ایک حدیث سے مستنبط فرماتے ہیں)۔

دربیان خبر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ فرمود من کنت مولاہ فعلی مولاہ تا منافقاں طعنہ کردند کہ ایں بس نبود کہ ما مطیع شدیم وے را کہ مطاوعت کودکے فرماید

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا بیان کہ فرمایا "میں جس کا آقا ہوں پس علیؓ اس کا آقا ہے" حتیٰ کہ منافقوں نے طعنہ دیا کہ یہ کافی نہ تھا کہ ہم ان کے فرمانبردار ہوگئے کہ وہ ایک لڑکے کی تابعداری کا حکم کر رہے ہیں

زیں سبب پیغمبر بااجتہاد	نام خود و آن علی مولا نہاد
اسی سبب سے پیغمبر صاحب اجتہاد نے	اپنا نام اور علی کا نام مولا رکھا ہے
گفت ہر کو را منم مولا و دوست	ایں عم من علی مولائے اوست
فرمایا ہے کہ جس کا میں مولا اور دوست ہوں	میرے ابن العم علی بھی اس کے مولا ہیں
کیست مولا آنکہ آزادت کند	بند رقیت راز پایت بر کند
مولا کون ہوتا ہے وہ کہ تجھ کو آزاد کرے	غلامی کی قید تیرے پاؤں سے جدا کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بآزاری نبوت ہادی ست ‌ مومناں راز انبیاء آزادی ست

جب آزادی کی طرف نبوت ہادی ہے ‌ مومنین کو انبیاء کی بدولت آزادی ہے

اے گروہ مومنان شادی کنید ‌ ہمچو سرد و سوسن آزادی کنید

اے گروہ مومنین خوشی کرو ‌ مثل سرو اور سوسن کے آزادی کرو

لیک میگوئید ہر دم شکر آب ‌ بے زباں چوں گلستان خوش خضاب

لیکن ہر وقت پانی کا شکر کہتے رہو ‌ بدوں زبان کے مثل باغ خوش رنگ کے

بے زبان گویند سرو و سبزہ زار ‌ شکر آب و شکر عدل نوبہار

بدوں زبان کے ادا کرتے ہیں سرو اور سبزہ زار ‌ پانی کا شکر اور موسم نو بہار کے عدل کا شکر

حلہا پوشیدہ و دامن کشاں ‌ مست و رقاص و خوش و عنبر فشاں

جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کشاں ‌ مست اور رقاص اور خوش اور عنبر فشاں ہیں

جزو جزو آبستن از شاہ بہار ‌ جسم شان چوں درج پر در ثمار

جزو جز حاملہ ہے شاہ بہار کے سبب ‌ ان کا جسم ڈبہ کی طرح ثمار کے موتیوں سے پر ہے

مریماں بے شوئے آبست از مسیح ‌ خامشاں بے لاف و گفتارے فصیح

بہت سی مریمیں بدوں شوہر کے مسیح کے ساتھ حاملہ ہیں ‌ خاموش بدوں دعوے اور گفتار کے فصیح

ماہ ما بے نطق خوش برتافتہ است ‌ ہر زباں نطق از فر او یافتہ است

ہمارا چاند بے نطق کے خوب چمکتا ہوا ہے ‌ ہر زبان نے نطق اس کے ہی نور سے پایا ہے

نطق عیسے از فر مریم بود ‌ نطق آدم پرتو آں دم بود

عیسیٰ علیہ السلام کا نطق نور مریم علیہا السلام سے ہے ‌ آدم علیہ السلام کا نطق اس نفخ کا پرتو ہے

تا زیادت گردد از شکر اے ثقات ‌ بس نبات دیگرست اندر نبات

تاکہ شکر سے زیادت عطا ہوا ہے ثقہ لوگو ‌ بہت سی دوسری نباتات در نباتات ہیں

عکس آں اینجاست ذل من قنع ‌ اندریں طورست عز من طمع

یہاں اس کا عکس ہے کہ ذلیل ہوا وہ شخص جو قناعت کرے ‌ اس طریق میں ہے کہ عزت پائی جس شخص نے کہ طمع کی

در جوال نفس خود چندیں مرو ‌ از خریداران خود غافل مشو

اپنے نفس کی گون میں اتنا مت چل ‌ اپنے خریداروں سے غافل مت ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی سبب سے (کہ آزادی بند تعلقات سے مطلوب و ممدوح ہے جیسا کہ سرخی سے اوپر کا شعر دال ہے اور یہ کہ انبیاء و اولیاء تجھ کو بھی آزادی دینا چاہتے ہیں جیسا کہ سرخی سے چار شعر اوپر کہا گیا ہے ہر دمے صندوقی الخ اور جیسا کہ سرخی سے تقریباً پچاس شعر اوپر کہا گیا ہے خلق را از بند صندوق فسوں کہ خرد جز انبیاء و مرسلوں الخ) پیغمبر صاحب اجتہاد (دکوشش در آزاد کردن امت) نے اپنا نام اور علیؓ کا نام مولا رکھا ہے (چنانچہ ارشاد) فرمایا ہے کہ (اس امت میں) جس کا میں مولا اور دوست ہوں میرے ابن العم علیؓ بھی اس کے مولا ہیں (اور) مولی کون ہوتا ہے (یعنی اس کے کیا معنی ہیں) وہ کہ تجھ کو آزاد کرے (اور) غلامی کی قید تیرے پاؤں سے جدا کرے (مولی کے معانی میں سے ایک معنی دوست و محبوب بھی ہیں اور ایک معنی معتق بکسر التاء بھی ہیں مشہور حدیث میں معنی اول ہیں اور حدیث خبر بمعنی انشاء ہے یعنی جو مجھ کو محبوب بھی ہیں اور ایک معنی معتق بکسر التاء بھی ہیں مشہور حدیث میں معنی اول ہیں اور حدیث خبر بمعنی انشاء ہے یعنی جو مجھ کو محبوب سمجھے اس پر واجب ہے کہ حضرت علیؓ کو بھی محبوب رکھے اور شان ورود بھی حدیث کا اسی کا قرینہ ہے اور اس کے بعد یہ دعا اللهم وال من والاه بھی اس پر دال ہے لیکن مولانا نے حدیث کو جملہ خبریہ اور مولی کو بمعنی معتق قرار دے کر مقصود مقام پر استدلال کیا ہے۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور ورثۃ الانبیاء کا معتق یعنی آزادی دہندہ ہونا ثابت ہوا اور اسی سے مدح و ترغیب بھی مفہوم ہوئی اور یہی مدعا تھا مقام کا اس کی ایک توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ مولی کو بجائے مشترک لفظی کے مشترک معنوی کہا جاوے کہ اس کے معنی مطلق صاحب علاقہ و قرب کے ہیں اور اس کی یہ سب صورتیں ہیں یعنی محبوب ہونا معتق ہونا پس حاصل یہ ہوگا کہ حدیث سے مولی ہونا معلوم ہوا جو عام ہے دونوں معنی کو اور اصل عموم میں ارادہ ہے جمیع افراد ممکنۃ الاجتماع فی الوجود کا پس اس طرح سے محبوبیت و اعتاق دونوں ثابت ہوئے چنانچہ خود مولانا بھی شعر دوم میں مولا کی تفسیر میں دوست کا لفظ لائے ہیں آگے آپ کے اولاً اور آپ کے ورثہ کے تبعاً معتق ہونے پر تفریع کے طور پر مومنین کا اس آزادی سے مشرف ہونا اور ان کو امر بالفرح والشکر ہے یعنی) جب آزادی کی طرف نبوت ہادی ہے مومنین کو انبیاء کی بدولت آزادی ہے اے گروہ مومنین (خوب) خوشی کرو (اور) مثل سرو اور سوسن کے آزادی کرو۔ (سرو کو پھل نہ ہونے کے سبب آزاد کہتے ہیں شاید سوسن کو بھی اسی لئے آزاد کہتے ہوں) لیکن (نری رسمی خوشی کوئی چیز نہیں بلکہ حقیقی خوشی کرو وہ یہ کہ) ہر وقت بانی کا شکر کہتے رہو (جس نے مثل شجر سرو و سوسن کے تمہاری تربیت فرمائی اور آزادی کی صفت بخشی مطلب یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ورثہ مربین کا شکر ادا کرو بحکم من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اور یہ شکر) بدوں زبان کے (بھی ادا کرو) مثل باغ خوش رنگ کے (کہ بے زبان شکر ادا کرتا ہے مطلب یہ ہے کہ اول یہ کہا کہ خوشی کرو پھر کہا کہ رسمی خوشی نہیں بلکہ حقیقی خوشی یعنی شکر اب کہتے ہیں کہ شکر بھی صرف زبانی نہیں بلکہ زبان کے ساتھ جنانی اور ارکانی یعنی بالقلب والجوارح بھی کہ قلب سے محبت کی جاوے اور جوارح سے اطاعت و خدمت چنانچہ معنی شکر کا تعلق تینوں سے مشہور ہے پس بے زبان کہنے سے شکر باللسان کی نفی مقصود نہیں بلکہ اکتفا باللسان کی نفی مقصود ہے چنانچہ احقر نے اس کے ترجمہ میں لفظ بھی اس لئے بڑھا دیا فانظر مرۃ اخری اور اس میں گویا ایک قسم کی شرح ہوگئی آیت لاتفرح ان اللہ لایحب الفرحین اور آیت قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا کی اور اس میں اشارہ ہے حقوق شیخ کی طرف کہ اس کا مربی ہونا مقتضی ہے اس کی خدمت و اطاعت کو اور سبب ہے ترقی برکات کا جس کی یہاں سے ساتویں آٹھویں شعر میں تصریح بھی ہے تا زیادت گردد الخ آگے مشبہ بہ یعنی گلستاں خوش خضاب کے بے

www.besturdubooks.wordpress.com

زبان شکر کرنے کا مضمون ہے یعنی) بدوں زبان کے ادا کرتے ہیں سرو اور سبزہ زار پانی کا شکر اور موسم نو بہار کے دل کا شکر (کہ وہ سبب ہوا اشجار کو ان کے مناسب برگ و ثمر و گل کے عطا ہونے کا اور اسی لئے اس کے واسطے عدل کا اثبات کیا گیا اور ان کا شکر پانی اور بہار کے لئے یہ ہے کہ وہ پانی اور بہار کی فیض و عطا کا حالاً اظہار کر رہے ہیں چنانچہ آگے اسی کا بیان ہے کہ) جوڑے پہنے ہوئے اور دامن کشاں مست اور رقاص اور خوشی اور عنبر فشاں ہیں (اور ان کا) جزو جزو حاملہ ہے شاہ بہار کے سبب (اور) ان کا جسم ڈبہ کی طرح ثمار کے موتیوں سے پر ہے (گویا) بہت سی مریمیں (ہیں کہ) بدوں شوہر کے مسیح کے ساتھ حاملہ ہیں (یعنی مسیح ان کے بطن میں ہیں یہاں پھل پھول کو تشبیہ مسیح علیہ السلام سے دی اور وہ اشجار ظاہراً وقالاً خاموش (ہیں اور حالاً بدوں دعوے اور گفتار کے فصیح (ہیں اور ناطق ہیں شکر آب و بہار کے ساتھ اور بدلالت حال اپنی خاموشی و عدم نطق بالشکر مقالاً کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ) ہمارا چاند (جس سے ہم نے نور دمر در حاصل کیا مراد اس سے موسم بہار ہے خود) بے نطق کے خوب چمکتا ہوا ہے (اور) ہر زباں نے نطق اس کے ہی نور سے (کذا فی الغیاث) پایا ہے (مطلب یہ کہ ہم اگر ناطق بالشکر نہیں تو کیا ہوا خود ہمارا مشکور غیر ناطق ہے اور بے نطق ہی اس قدر افادہ کر رہا ہے کہ خود اہل نطق کا نطق بھی اسی کا فیض ہے پس جس طرح اس کا عدم نطق اس کے افادہ میں مضر نہیں ہمارا عدم نطق ہمارے شکر میں مضر نہیں اور جیسا اس کا عدم نطق افادہ میں نطق سے بڑھ کر ہے کہ فیض نطق بھی اسی سے ہے اسی طرح ہمارا عدم نطق شکر میں نطق سے بڑھ کر ہے کہ اہل نطق سے زیادہ ہم اس کے فیوض و برکات سے متمتع ہیں کہ یہی اظہار ہمارے مناسب حال شکر ہے اور بہار کا دخل نطق میں بواسطہ ہے کہ وہ نشو و نما و تعدیل مزاج و انبات اغذیہ وغیرہا کا سبب ہے اور ان سب کا دخل نطق میں ظاہر ہے آگے تمثیل ہے مصرعہ عدم زبان نطق از فراد یافتہ است کی یعنی دیکھو) عیسیٰ علیہ السلام کا نطق نور (و برکت) مریم علیہا السلام سے ہے (اور) آدم علیہ السلام کا نطق اس نفخ (مذکور فی قولہ تعالیٰ ونفخت فیہ من روحی) کا پرتو (اور ظل) ہے (پس گو مریم علیہا السلام خود خاموش تھیں کما قال تعالیٰ ولن اکلم الیوم انسیا اور صاحب نفخ یعنی حق تعالیٰ اس نطق متعارف سے منزہ ہیں مگر دونوں پیغمبروں کا نطق فیض غیر ناطقوں کا تھا اسی طرح مشبہ میں سمجھو آگے تتمہ ہے مضمون لیک میگویید الخ کا یعنی شکر مربی اور آزادی بخش کا کرتے رہو) تاکہ شکر سے زیادت عطا ہووے ثقہ لوگو (کیونکہ یہاں) بہت سی دوسری نباتات در نباتات ہیں (فیوض و برکات کو نباتات سے تعبیر کرنا بمناسبت مشبہ بہ یعنی اشجار کے ہے کہ جیسے بہار ان کے اجزا نباتات کو ترقی بخشتی ہے اسی طرح شکر محسن سے باطنی فیوض میں ترقی ہوگی آگے ترغیب ہے طلب مزید کا جس کا طریق اوپر شکر بتلایا اور مذمت ہے قناعت علی الحاصل کی یعنی) یہاں (دینی نعمتوں میں) اس (قول) کا عکس ہے (جو کہ دنیا کے باب میں وارد ہے کہ عز من قنع وذل من طمع اور وہاں یہی صحیح ہے لیکن اس کو یہاں مت جاری کرنا اور ہمت کم مت کرنا یہاں اس کا عکس ہے اس طرح سے) کہ ذلیل ہوا وہ شخص جو قناعت کرے (اور اس طریق میں (اس کا دوسرا جزو بھی معکوس) ہے کہ عزت پائی جس شخص نے طمع کی (دین میں زیادت کا مطلوب ہونا ظاہر ہے حاصل مقام یہ کہ ان مربیوں کی اطاعت کر اور اپنی ہوا اور رائے سے) اپنے نفس کے گون میں (کہ اس نے تجھ کو مثل صندوق کے اس میں بند کر رکھا ہے) اتنا مت چل (جتنا تو چل رہا ہے اور) اپنے خریداروں سے (اور غلامی و آزادی بخشنے والوں سے کہ شیوخ و مربی ہیں) غافل (اور مستغنی و بے تعلق) مت ہو (بلکہ ان کی اطاعت کر کہ ان کا یہی شکر ہے اور تیرے لئے بھی سبب نجات ہے آگے پھر قصہ قاضی کا ہے)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

باز آمدن زن جوحی بمحکمۂ قاضی سال دوم بر امید آنکہ وظیفۂ پارسال بجا آورد و شناخت قاضی اورا

دوسرے سال جوحی کی بیوی کا قاضی کی کچہری میں آنا اس امید پر کہ گذشتہ سال کا معاملہ انجام دے اور قاضی کا اس کو پہچان لینا

بعد سالے باز جوحی از محن	رو بزن کرد و بگفت اے چست زن
ایک سال کے بعد پھر جوحی مفلسی سے	عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چالاک عورت
آن وظیفہ پار را تجدید کن	پیش قاضی از گلہ من گو سخن
اس پار سال والے معمول کی پھر تجدید کر	قاضی کے روبرو میری شکایت کی بات کہہ
زن بر قاضی درآمد با زنان	مر زنے را کرد آں زن ترجمان
عورت قاضی کے پاس اور عورتوں کے ہمراہ آئی	ایک عورت کو اس عورت نے ترجمان بنایا
تا نہ بشناسد ز گفتن قاضیش	یاد ناید از بلائے ماضیش
تاکہ بولنے سے قاضی اس کو پہچان نہ لے	بلائے گذشتہ سے اس کو یاد نہ آجاوے
ہست فتنہ غمزۂ غماز زن	لیک آں صد تو شود ز آواز زن
عورت کا غمزہ غماز بھی فتنہ کی چیز ہے	لیکن وہ سو گنا ہو جاتا ہے عورت کی آواز سے
چوں نمی تانست آوازے فراشت	غمزۂ تنہائے زن سودے نداشت
چونکہ آواز نکال نہ سکتی تھی	عورت کا خالی غمزہ کچھ مفید نہ ہوا
گفت قاضی رو تو خصمت را بیار	تا دہم کار ترا با او قرار
قاضی نے کہا جا اپنے مدعا علیہ کو لے آ	تاکہ اس کے ساتھ تیرے معاملہ کو قرار دوں
جوحی آمد قاضیش نشناخت زود	کہ بوقت بقیہ در صندوق بود
جوحی آیا قاضی نے اس کو جلدی نہیں پہچانا	کہ ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں تھا
ز و شنیدہ بود آواز از بروں	در شراء و بیع و در نقص و فزوں
باہر سے اس کی آواز سنی تھی	خرید و فروخت میں اور کمی بیشی میں
گفت نفقہ زن چرا ندہی تمام	گفت از جان شرع را ہستم غلام
قاضی نے کہا تو عورت کا نفقہ پورا کیوں نہیں دیتا	کہنے لگا کہ جان سے شریعت کا تو غلام ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک اگر میرم ندارم من کفن	در قمارم مفلس و شش پنج زن
لیکن اگر میں مر جاؤں تو کفن بھی نہیں رکھتا	میں قمار میں مفلس اور شش و پنج کرنے والا رہتا ہوں
زیں سخن قاضی مگر بشناختش	یاد آورد آں دغل واں باختش
اس بات سے قاضی نے غالبًا اس کو پہچان لیا	وہ مکر اور اس کی وہ بازی یاد کی
گفت آں شش پنج با من باختی	پار اندر شش درم انداختی
کہنے لگا وہ شش و پنج تو نے میری ہی ساتھ کھیلا تھا	پارسال تو نے مجھ کو حیرانی میں ڈالا تھا
نوبت من رفت امسال آں قمار	با دگر کس باز دست از من بدار
میری نوبت تو گزر گئی امسال وہ قمار	کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھیلا مجھ سے ہاتھ اٹھا

ایک سال کے بعد پھر جوحی (افلاس کی) محنتوں سے عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے چالاک عورت اس پارسال والے معمول کی پھر تجدید کر قاضی کے روبرو میری شکایت کی بات کہہ عورت قاضی کے پاس اور عورتوں کے ہمراہ آئی ایک عورت کو اس عورت نے ترجمان بنایا تاکہ بولنے سے قاضی اس کو پہچان نہ لے (اور) بلائے گذشتہ سے اس کو یاد نہ آجاوے (سو بولنا تو اس لئے ممکن نہ تھا البتہ ویسے بہت غمزے کئے کہ قاضی کو لبھاوے لیکن کام نہ چلا کیونکہ) عورت کا غمزہ غماز بھی فتنہ کی چیز ہے لیکن وہ (فتنہ) سوگونہ ہو جاتا ہے عورت کی آواز سے (اور اب کی بار) چونکہ آواز نکال نہ سکتی تھی (اس لئے) عورت کا خالی غمزہ کچھ مفید نہ ہوا۔ قاضی نے کہا جا اپنے مدعا علیہ کو لے آ تا کہ اس کے ساتھ تیرے معاملہ کو (انصاف کے ساتھ) قرار دوں (چنانچہ) جوحی آیا (اور) قاضی نے اس کو جلدی نہیں پہچانا (جلدی اس لئے کہا کہ اخیر میں تو پہچان لے گا کما سیاتی اور جلدی نہ پہچاننے کا سبب یہ ہوا) کہ (پارسال کی) ملاقات کے وقت قاضی صندوق میں تھا (اس کی صورت نہ دیکھی تھی بلکہ صرف) باہر سے اس کی آواز سنی تھی (صندوق کی) خرید و فروخت میں اور (قیمت کی) کمی بیشی میں (پس) قاضی نے کہا تو عورت کا نفقہ پورا کیوں نہیں دیتا (کہ شریعت سے واجب ہے) کہنے لگا کہ جان سے شریعت کا تو غلام ہوں (انکار نہیں) لیکن (عذر ہے وہ یہ کہ میں اس قدر نادار ہوں کہ) اگر میں مر جاؤں تو میں کفن بھی نہیں رکھتا (اور) میں قمار میں مفلس اور شش و پنج (یعنی تدبیر و حیلہ) کرنے والا رہتا ہوں (یعنی جس طرح صاحب قمار طرح طرح کے حیلے مال حاصل کرنے کے لئے کرتا رہتا ہے اور پنج و شش قماری کی اصطلاح ہے کما فی الحاشیہ شش و پنج کنایہ از قمارست و شش و پنج بازی کنایہ از مکر و فریب و حیلہ باشد برہان آہ اسی طرح میں بھی ہر طرح کی تدبیر کرتا ہوں مگر مفلس ہی رہتا ہوں پس) اس بات سے قاضی نے غالبًا اس کو پہچان لیا (اور) وہ مکر اور اس کی وہ بازی یاد کی (کیونکہ کچھ اس کے جواب میں ذکر تھا حیلہ و فریب کا کچھ شاید آواز پہچانی ہو غرض اس کا ذہن منتقل ہو گیا) کہنے لگا وہ شش و پنج (جس کا تو ذکر کرتا ہے کہ میں پنج و شش زننده رہتا ہوں وہ) تو نے میرے ہی ساتھ کھیلا تھا (اور) پارسال تو نے مجھ کو حیرانی میں ڈالا تھا (سو) میری نوبت تو گزر گئی امسال وہ قمار کسی دوسرے شخص کے ساتھ کھیلنا مجھ سے ہاتھ اٹھا (اور معاف کر

www.besturdubooks.wordpress.com

اور اس سے زیادہ کارروائی اس لئے نہ کر سکا ہوگا کہ اول تو ثبوت نہیں پھر دوسرے اپنی رسوائی)۔

فائدہ:۔ آگے انتقال ہے بمناسبت مضمون تحفظ قاضی عن الفرور کے طرف مضمون توفی اہل اللہ عن علائق الدنیا و ماسوی اللہ کے بغرض ترغیب طالبین کے ان کے اتباع میں اور ان علائق سے خروج میں بواسطہ ان کے اتباع کے اور ساتھ ساتھ مدح بھی ہے اہل اللہ کی اور بیان ان کے فضائل کا۔

از شش واز پنج عارف گشت فرد	محترز گشت ست زیں شش پنج نرد
شش سے اور پنج سے عارف علیحدہ ہو گیا	اس شش و پنج نرد سے محترز ہو گیا
رست او از پنج حس و شش جہت	از ورائے آں ہمہ کرد آگہت
وہ پنج حس اور شش جہت سے چھوٹ گیا	ان سب کے ماوراء سے اس نے تجھ کو آگاہ کیا ہے
شد اشاراتش اشارات ازل	جاوزا لاوہام طرا و اعتزل
اس کے اشارات اشارات ازل کے ہیں	اس نے تمام اوہام سے تجاوز کیا ہے اور یکسو ہوا ہے
زیں چہ شش گوشہ گر نبود بروں	چوں برآرد یوسفے را از دروں
وہ اس چاہ شش گوشہ سے اگر خارج نہیں ہے	تو یوسف کو اندر سے کیسے نکال لیتا ہے
واردے بالائے چرخ بے ستن	جسم او چوں دلو در چہ چارہ کن
وہ وارد ہے چرخ بے ستون سے باہر	اس کا جسم مثل ڈول کے کنویں کے اندر تدبیر کر رہا ہے
یوسفاں چنگال در دلوش زدہ	رستہ از چاہ و شہ مصری شدہ
طالبین نے اس کے ڈول کے ساتھ تمسک کر رکھا ہے	چاہ سے چھوٹ کر شاہ مصری ہو گئے
دلوہائے دیگر از چہ آب جو	دلو او فارغ ز آب اصحاب جو
دوسرے ڈول تو چاہ سے پانی ڈھونڈتے ہیں	اس کا ڈول پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈتا ہے
دلوہا غواص آب از بہر قوت	دلو او قوت و حیات جان حوت
دوسرے ڈول پانی میں غوطہ لگاتے ہیں قوت حاصل کرنے کے لئے	اس کا ڈول قوت ہے اور جان حوت کی حیات ہے
دلوہا وابستہ چرخ بلند	دلو او در اصبعین زور مند
دوسرے ڈول تو چرخ بلند سے وابستہ ہیں	اس کا ڈول قوی کے بین الاصبعین میں ہے
دلو چہ و حبل چہ و چرخ چی	ایں مثال بس رکیک ست اے اخی
ڈول کیا چیز ہے اور رسن کیا چیز ہے اور چرخ کیا چیز ہے	یہ مثال بالکل رکیک ہے اور اے بھائی

www.besturdubooks.wordpress.com

از کجا آرم مثال بے شکست	کفو او نے آید و نے آمدست
میں ناشکستہ مثال کہاں سے لاؤں	اس کا مثل تو نہ آوے اور نہ آیا
صد ہزاراں مرد پنہاں در یکے	صد کمان و تیر درج ناوکے
لاکھوں آدمی ایک میں پنہاں ہیں	سو کمان اور تیرا ایک ناوک میں درج ہیں
مارمیت اذرمیت فتنہ	صد ہزاراں خرمن اندر حفنۂ
مارمیت اذرمیت کا مصداق ایک امتحان ہے	لاکھوں خرمن ہیں ایک لپ کے اندر
آفتابے در یکے ذرہ نہاں	ناگہاں آں ذرہ بکشاید دہاں
ایک آفتاب ہے جو ایک ذرہ میں نہاں ہے	ناگہاں وہ ذرہ منہ کھول دے
ذرہ ذرہ گردد افلاک و زمیں	پیش آں خورشید چوں جست از کمیں
تو سب افلاک و زمین ذرہ ذرہ ہو جائیں	اس خورشید کے سامنے جبکہ وہ کمین سے نکلنے لگے
ایں چنیں جانے چہ درخورد تن ست	ہیں بشوائے تن ازیں جان ہر دو دست
ایسی روح کیا لائق تن ہے	ہاں اے تن تو اس جان سے دونوں ہاتھ دھو ڈال
اے تن گشتہ وثاق جان بس ست	چند تاند بحر در مشکے نشست
اے تن جو کہ روح کا خانہ ہو رہا ہے بہت ہے	کہاں تک دریا ایک مشک میں مقام کرسکتا ہے
اے ہزاراں جبرئیل اندر بشر	اے مسیحان نہاں در جوف خر
اے ہزاروں جبرئیل ہیں بشر کے اندر	اے بہت سے مسیح نہاں ہیں جوف خر میں
اے کلیم اللہ نہاں اندر نمد	واقف از خوف ست درست از نیک وبد
اے کلیم اللہ ہیں نمد میں	جو کہ خوف کی چیز سے واقف بھی ہیں اور نیک وبد سے چھوٹ بھی گئے ہیں
اے حبیب اللہ نہاں در غار تن	گنج ربانی نہاں در مار تن
اے حبیب اللہ نہاں ہیں غار تن میں	گنج ربانی ہے نہاں مارتن میں
اے ہزاران کعبہ پنہاں در کنیس	اے غلط انداز عفریت و بلیس
اے ہزاروں کعبے پنہاں ہیں کنیسہ میں	اے غلطی میں واقع کرنے والا عفریت اور ابلیس کا
سجدہ گاہ لامکانی در مکاں	مر بلیسیان راز تو ویران دکاں
لامکانی کا سجدہ گاہ مکان میں	ابلیسوں کی دکان تجھ سے ویران ہو گئی

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ چرا من خدمت ایں طین کنم	صورت دوں را لقب چوں دین کنم
کہ میں اس مٹی کی خدمت کیوں کروں	ادنیٰ درجہ کی صورت کا لقب دین کیوں کروں
نیست صورت چشم را نیکو بمال	تا بہ بینی شعشع نور جلال
یہ صورت نہیں ہے آنکھ کو اچھی طرح مل	تاکہ تو شعاع نور جلال کو دیکھے

شش اور پنج سے (بالتفسیر الاٰتی فی الشعر الاٰتی) عارف علیحدہ ہوگیا (اور) اس شش و پنج زد (یعنی تدابیر تحصیل دنیا) سے (بھی محترز ہوگیا اور تفسیر مصرعہ اولیٰ کی یہ ہے کہ) وہ پنج حس اور شش جہت سے چھوٹ گیا (ان میں ایک مدرک مبنی للفاعل اور ایک مدرک مبنی للمفعول ہے مطلب یہ کہ بجز حق تعالیٰ کے اس کا کسی سے تعلق نہیں رہا نہ مدرکات سے نہ مدرکات سے اور چونکہ اس پنج و شش سے خلاصی یافتہ ہے اسی لئے) ان سب کے ماوراء (ومافوق) سے اس نے تجھ کو آگاہ کیا ہے (یعنی اس کا ماوراء محسوسات ومافوق العالم السفلی سے خبر دینا دلیل ہے اس کی کہ اس کو عالم علوی سے اتصال ہے اور یہ علامت ہے عالم سفلی سے خلاصی پانے کی بدوں اس کے وہ اتصال نہیں ہوتا پس یہ آگاہ کروں اس رستن پر مبنی ہے اور اس کا یہ آگاہ کرنا علم مکتسب سے نہیں بلکہ اس کے اشارات (حکما) اشارات ازل (یعنی علم الٰہی قدیم) کے ہیں (یعنی اس کا علم فیض وہبی علم حق کا ہے اور) اس نے تمام اوہام (یعنی علوم مکتسبہ تخمینہ) سے تجاوز کیا ہے اور (اس سے یکسو ہوا ہے اور جس طرح آگاہ کروں کہ تعلیم وافادہ قالی ہے دلیل ہے رستن کی کما ذکر اسی طرح طالبان را بیروں از چاہ کردن کہ تربیت وافادہ عالی ہے دوسری دلیل ہے اس رستن کی اور رستن کے ساتھ رہانیدن کی آگے اس کے فرماتے ہیں کہ) وہ (عارف) اس چاہ شش گوشہ سے (یعنی عالم شش جہت سے کہ مثل چاہ کے ہے) اگر خارج ہے تو یوسف (یعنی طالب) کو اندر سے کیسے نکال لیتا ہے (کیونکہ جو شخص خود کنوئیں کے اندر ہو وہ دوسرے کو کنویں سے نہیں نکال سکتا اسی طرح جو شخص خود تعلقات ماسوی اللہ میں آلودہ ہو اس کی تعلیم وتربیت وصحبت میں عادۃً یہ اثر نہیں ہوتا کہ دوسرے کے یہ تعلقات قطع ہو جاویں پس) وہ (باعتبار روح کے) وارد ہے کالوارد الذی اخرج یوسف المذکور فی قولہ تعالیٰ فارسلوا واردھم) چرخ بے ستون سے باہر (یعنی عالم غیب میں اور) اس کا جسم مثل ڈول کے کنویں کے اندر تدبیر (اخراج یوسف کی) کر رہا ہے (اس میں ایک سوال کا بھی جواب ہے اور برآرد یوسفے را از دروں کا طریق بھی ہے یعنی اگر کسی کو شبہ ہو کہ تمہارا یہ کہنا کہ رست او از پنج حس و شش جہت کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ہم عارف کو بھی اسی کنوئیں میں مشاہدۃً دیکھتے ہیں پس جب یہ خود چاہ میں ہے تو دوسرے کو کیا نکالے گا جواب اس کا یہ ہے کہ عارف میں جو مرتبہ روح کا ہے ان احکام کا محکوم علیہ وہ ہے سو وہ اس چاہ سے خارج ہے اور جس کو تم چاہ کے اندر دیکھتے ہو وہ اس کا جسم ہے مگر وہ بھی مقید ہونے کی حیثیت سے نہیں ہے بلکہ آلہ اخراج ہونے کی حیثیت سے جیسا دلو ہوتا ہے کہ وہ بھی چاہ کے اندر ہوتا ہے مگر اس میں محبوس نہیں ہوتا بلکہ اگر کسی محبوس کو نکالتے ہیں تو اس کا ذریعہ یہی دلو ہوتا ہے پس اسی طرح عارفین اپنے جسم سے یہاں ہیں تاکہ تم کو اپنے اندر لے کر پھر تم کو اپنی روح کے افعال سے نکال لیں ورنہ اگر وہ جسم سے بھی تمہارے ساتھ ساتھ نہ ہوتے تو تمہاری خلاصی کی کوئی صورت نہ ہوتی یا اگر ان میں روح کا مرتبہ خارج نہ ہوتا تب بھی تمہارے اخراج کے لئے وہ کافی نہ تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

جیسے فرض کرو کہ کوئی شخص ڈول سمیت کنویں کے اندر آ گرے وہ دوسرے کو نہیں نکال سکتا اور اسی تشبیہ سے بطور جملہ معترضہ کے ایک اور مسئلہ بھی واضح ہو گیا کہ جس طرح دلو کے ساتھ تمسک اسی وقت تک مفید ہے جب تک کہ رسن نے واسطہ سے یہ دلو اس وارد کے ہاتھ سے تعلق رکھے ورنہ اگر رسن چھوٹ جاوے ٹوٹ جاوے تو پھر یہ تمسک غیر مفید ہے اسی طرح جسم کی صحبت وخدمت وتعلق اسی وقت تک مفید ہے جب تک اس جسم کا علاقہ روح سے ہے ورنہ بعد مفارقت کے تمسک بالجسم کعبدۃ القبور بالکل بیکار ہے آگے چارہ کی مذکور فی ہذا الشعر کا فائدہ مرتبہ ہے کہ) طالبین نے اس کی دلو کے ساتھ تمسک کر رکھا ہے (اور اس کی بدولت) چاہ سے چھوٹ کر شاہ مصری ہو گئے دوسرے دلو تو چاہ سے پانی ڈھونڈتے ہیں (اور) اس (عارف) کا دلو پانی سے فارغ ہے یاروں کو ڈھونڈتا ہے (جو چاہ میں محبوس ہیں دوسرے دلوں سے مراد دوسروں کے اجسام اور پانی سے مراد مطلوبات دنیویہ یعنی اور لوگ تمتعات کے طالب ہیں یہ شخص انقاذ کی کوشش کرتا ہے اور یہ سب شاہد ہے) دوسرے دلو پانی میں غوطہ لگاتے ہیں قوت حاصل کرنے کے لئے (اور) اس کا دلو (خود) قوت ہے اور جان حوت کی حیات ہے (حوت سے مراد طالب حق جو اس چاہ عفن کدورت المادہ میں محبوس ہونے کے بعد دلو کے ذریعہ سے نکل کر دریا سے اس کا اتصال ہو گیا) دوسرے دلو تو چرخ بلند سے وابستہ ہیں (اور) اس کا دلو تو ی (مطلق) کے بین الاصبعین میں ہے (اور بالائے چرخ ہے جس کو اوپر قریب کلام میں بھی کہا تھا وارد ہے بالائے چرخ بے ستن مطلب یہ کہ اوروں کے اجسام کا تمام تر تعلق عالم عناصر سے ہے جس میں فلکیات متصرف ہیں اور اس عارف کے جسم کا معتد بہ تعلق کہ صدور طاعات ہے جوارح سے حق تعالیٰ سے ہے کما ورد کنت سمعه الذی یسمع بی و بصره الذی یبصر بی اور ان اشعار میں عارف کے جسم وروح ومقام روح کو صریحا اور تعلق جسد وروح کو مفہوما تشبیہ دی ہے دلو اور وارد اور بالائے چرخ اور رسن سے آگے ان مثالوں کا ناقص ہونا بتلاتے ہیں کہ) دلو کیا چیز ہے اور رسن کیا چیز ہے اور چرخ کیا چیز ہے (اور اسی کے ساتھ وارد بھی حکما مذکور ہو گیا کہ وہ بھی کیا چیز ہے) یہ مثال بالکل رکیک ہے اور اے بھائی (اس سے مماثلت من کل الوجوہ مت سمجھ جانا رہا کوئی یہ کہے کہ پھر تام مثالیں لے آؤ سو اس کا جواب یہ ہے کہ) میں ناشکستہ (وغیر ناقص) مثال کہاں سے لاؤں (کیونکہ) اس (عارف) کا مثل تو (ان اشیاء محسوسہ میں) نہ (وجود میں) اور نہ (کبھی وجود میں) آیا (اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے خصوص روح کہ اصل عارف ہے وہ خود غیر محسوس ہے خصوص جب اس میں نسبت مع اللہ کا لحاظ کیا جاوے پس غیر اشرف میں اشرف کا مماثل اور محسوسات میں غیر محسوس کا مماثل اور متعلقات بماسوی اللہ میں متعلق مع اللہ کا مماثل کہاں پایا جاوے گا پھر مثال کے تام ہونے کی کیا صورت ہے جب آوے گی رکیک ہی آوے گی آگے اس کی اعملیت اور افضلیت جو مصرعہ کفو او نے آید الخ میں مجملاً مذکور ہوتی ہے اور اس اعملیت وافضلیت کی بناء کہ اس کی روح کا تعلق مع اللہ ہے ذکر فرماتے ہیں یعنی وہ عارف ایسا ہے گویا) لاکھوں آدمی ایک میں پنہاں ہیں (اور گویا) سو کماں اور تیر ایک ناوک میں درج ہیں (فی الغیاث ناوک مصغر ناد ست چوبے باشد مجوف میاں خالی آہ فی الحاشیہ بعد ہذہ العبارۃ کہ دراں تیر نہادہ انداز ند الی قولہ دستور است کہ تیر را در ناوک نمی دارند بلکہ در ترکش دارند وتن عارف چناں ناوک ست کہ صد تیر وکمان دروے مندرج ست آہ مختصراً مطلب اس کا ایسا ہے لیس علی اللہ بمستنکر وان یجمع العالم فی واحد کما قال تعالیٰ ان ابراھیم کان امۃ قانتاً للہ

الایۃ اور وہ عارف بوجہ نسبت فنا مع اللہ کے) ما رمیت اذ رمیت کا مصداق (اور) ایک امتحان (الٰہی) ہے (قال تعالیٰ و جعلنا بعضکم لبعض فتنۃ اور امتحان ہونا اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ لوگ اس کو اپنا مثل سمجھ کر انکار و اعتراض سے پیش آتے ہیں اور اس کی روح کی جانب کو نہیں دیکھتے اور وہ) لاکھوں خرمن ہیں ایک لپ کے اندر (یہ اور اوپر صد ہزاران مرد اور صد کمان اور بعد میں آفتاب یہ سب تشبیہات ہیں باعتبار وسعت روح اور ضیق جسم کے اور وہ گویا) ایک آفتاب ہے جو ایک ذرہ میں نہاں ہے (اور اگر) ناگہاں وہ ذرہ (جس میں آفتاب نہاں ہے) منہ کھول دے (جس کے کھولنے سے اس آفتاب کی شعاعیں پھیلنے لگیں) تو سب افلاک و زمین ذرہ ذرہ ہو جاویں اس خورشید کے سامنے جب کہ وہ کمین سے (یعنی اس ذرہ سے جس میں وہ پوشیدہ تھا) نکلنے لگے (اس کا نکلنا اس کی شعاعوں کا پھیلنا مطلب یہ ہے کہ اگر کبھی عارف کی زبان القاء افادات و اظہار واردات کے لئے کھلتی ہے جس سے روحانی فیض اس کا پھیلنے لگتا ہے تو اس وقت تمام عالم بے قدر اور ہیچ معلوم ہونے لگتا ہے خود اس کی عظمت کے سامنے بھی اور اس لئے بھی کہ اس کلام سے دوسرے عالم کی عظمت ظاہر ہوتی ہے آگے جسم کا لاشی ہونا روح کے مقابلہ میں اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ اہل اللہ کو صرف جسمیت کی حیثیت سے نہ دیکھا جاوے جیسا آگے عنقریب شعر اخیر نیست صورت میں اس کی تصریح بھی ہے پس فرماتے ہیں کہ) ایسی روح (جس کا بیان ہوا) کیا لائق تن ہے (آگے شاعرانہ خطاب ہے کہ) ہاں اے تن تو اس جان سے دونوں ہاتھ دھو ڈال (یعنی اس کو چھوڑ) اے تن جو کہ روح کا خانہ ہو رہا ہے (جتنا تو نے اس کو اپنے اندر رکھا یہ رکھنا) بہت ہے (بس اب) کہاں تک دریا ایک مشک میں مقام کر سکتا ہے (اس سے مقصود یہ نہیں کہ تو روح کو چھوڑ دے بلکہ شاعرانہ پیرایہ میں دونوں کا متناسب نہ ہونا یعنی روح کا اعلیٰ اور جسم کا ادنیٰ ہونا جتلاتے ہیں آگے پھر وہی مضمون ہے آفتاب در یکے ذرہ اور اس پر اسی مضمون کی تفریع ہے جو تخمیں جانے میں مذکور ہوا تھا یعنی) اے (روح عارف کہ گویا) ہزاروں جبرئیل ہیں بشر کے اندر (اور) اے (روح عارف کہ گویا) بہت سے مسیح نہاں ہیں جوف خر میں (کہ مثال ہے تن کی اور) اے (روح عارف کہ گویا) کلیم اللہ ہیں نمد میں جو کہ خوف کی چیز ہے واقف بھی ہیں (یہ علم معرفت ہے) اور نیک و بد (یعنی نافع و مضر فی الدنیا) سے چھوٹ بھی گئے ہیں (یہ عمل بمقتضائے علم مذکور ہے اور) اے (روح عارف کہ گویا) حبیب اللہ نہاں ہیں غار تن میں (جس طرح رسول اللہ و حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار ثور میں جا کر پوشیدہ ہوئے تھے اور تو گویا) گنج ربانی ہے (جو) نہاں (ہے) مار تن میں (اور) اے (روح عارف کہ گویا) ہزاروں کعبے پنہاں ہیں کنیسہ میں (ان سب اشعار میں تشبیہات روح و جسد کی ہیں وجہ تشبیہ ہر جگہ ظاہر ہے یعنی نفیس ہونا اور خسیس ہونا اور) اے (روح عارف) غلطی میں واقع کرنے والا عفریت اور ابلیس کا (کہ اس نے صرف جسم کو دیکھا کما یدل علیہ عذرہ خلقتہ من طین اس لئے غلطی میں پڑ گیا اور اے روح عارف کہ تو) لامکانی کا سجدہ گاہ (ہے) مکان میں (یعنی ملائکہ کا سجدہ گاہ بنا جن کو لامکانی کہنا بمقابلہ مکان عنصری کے ہے کہ مکان فلکی میں بوجہ کم تغیر ہونے کے ایک گونہ مشابہت ہے مجردات کے ساتھ جو حقیقۃً لامکانی ہیں اور در مکان کے معنی اس صورت میں مناسب ہیں کہ فی الارض لئے جاویں جیسا کہ ایک قول مشہور ہے کہ سجدہ قبل دخول جنت کے ہوا تھا اور اس پر اگر شبہ ہو کہ پھر اباء عن السجدہ کے بعد شیطان سے کہا گیا فاخرج منہا جس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ سجدہ جنت میں تھا اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ اہل سموات سے سجدہ وہاں ہی کرایا گیا ہو اپنے کو ادھر متوجہ کر

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ساجد ہونے سے اور اباء عن السجدہ کی وجہ سے اس کو سموات سے خارج کر دیا گیا ہو واللہ اعلم اے روح) ابلیسوں کی دکان تجھ سے ویران ہو گئی (اور ویران اس لئے ہوئی کہ اس نے کہا) کہ میں اس مٹی کی خدمت (اور تعظیم) کیوں کروں (اور) ادنیٰ درجہ کی صورت کا لقب دین کیوں کروں (دین سے مراد دینی لقب یعنی سجدہ گاہ مثلاً پس اس سے مطرود ہو گیا یہی ویرانی ہے دکان کی مولانا ابلیس کا رد فرماتے ہیں کہ اے احمق) یہ صورت (محض نہیں ہے آنکھ کو اچھی طرح مل تا کہ تو شعاع نور جلال کو دیکھے (کہ وہ روح ہے جو مثل شعاع کے ظل ہے نور حقیقی کا)۔

فائدہ:۔ آگے پھر عود ہے قصہ کی طرف۔

باز آمدن بقصۂ شہزادہ و ملازمت او بحضرت شاہ

شہزادے کے قصہ کی طرف واپسی اور اس کی شاہ کے دربار سے وابستگی

شاہزادہ پیش شہ حیران ایں	ہفت گردوں دیدہ در یک مشت طیں
شہزادہ بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا	اس نے ایک مشت گل میں ہفت آسمان دیکھے
ہیچ ممکن نے بہ بحثے لب کشود	لیک جان با جان دمے خامش نبود
بحث میں لب کھولنا ذرا ممکن نہ تھا	لیکن جان جان کی ساتھ ایک ساعت بھی خاموش نہ تھی
آمدہ در خاطرش کیں بس خفی ست	ایں ہمہ معنی ست پس صورت زچیست
اسکے خطرہ میں یہ بات آئی کہ یہ نہایت خفی ہے	یہ سب باطن ہے صورت کس غرض سے ہے
صورتے از صورتت بیزار کن	خفتۂ مر خفتہ را بیدار کن
یہ ایک صورت ہے تجھ کو صورت سے بیزار کرنے والی	ایک خفتہ دوسرے خفتہ کو بیدار کرنے والا
آں کلامت می رہاند از کلام	واں سقامت می جہاند از سقام
وہ کلام تجھ کو کلام سے چھڑاتا ہے	اور وہ مرض تجھ کو مرض سے نکال دیتا ہے
پس سقام عشق جان صحت است	رنجہائیش حسرت ہر راحت است
پس بیماری عشق صحت کی جان ہے	اس کے رنج ہر راحت کا رشک ہیں
اے تن اکنوں دست خود از جان بشو	ور نمی شوئی جز ایں جانے بجو
اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھو	اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر

شاہزادہ بادشاہ کے سامنے اس میں حیران تھا (کہ) اس نے (وہاں) ایک مشت گل (یعنی تن شاہ) میں ہفت آسمان دیکھے (یعنی روح کامل دیکھی جو بمنزلہ ہفت گردوں بلکہ مجموعہ عالم کے بلکہ اس سے بھی افضل ہے جیسا اس سرخی سے اوپر کے شعار میں مذکور ہوا جن میں یہ مضمون طین کا بھی ہے اور یہ حالت دیکھ کر اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا

جس کا ذکر تیسرے شعر میں ہے آمدہ در خاطرش مگر ہیبت کے مارے، جس کا سبب علاوہ اس کی ظاہری عظمت سلطنت کے اس کاملیت کا مشاہدہ بھی تھا) بحث (وسوال) میں لب کھولنا ذرا ممکن نہ تھا لیکن (شہزادہ کی) جان (شاہ کی) جان کے ساتھ ایک ساعت بھی خاموش نہ تھی (یعنی اس کے دل میں سوال پیدا ہوتا تھا جس پر بادشاہ مطلع ہوتا تھا یہ معنی ہیں خاموش نہ ہونے کے پھر اس نے اپنے تصرف سے کوئی جواب اس کے قلب میں القاء کیا ہو مثلاً وہی جواب جو مولانا آگے نقل کریں گے تو اس صورت میں جان باجان خامش نبود، دونوں طرف سے ہو جاوے گا یا نہ کیا ہو اور ظاہر بھی ہے بقرینہ عدم نقل جیسا میرے ترجمہ میں اس ہی ظاہر کو اختیار کیا گیا ہے تو اس صورت میں جان باجان خامش نبود ایک جانب سے ہو جاوے گا اور مولانا کا جواب دینا بمقتضا مقام ہو جاوے گا اور وہ سوال یہ تھا کہ) اس کے خطرہ میں یہ بات آئی کہ یہ (مسئلہ) نہایت خفی ہے (جس کا بیان آگے ہے یعنی یہ بات کہ) یہ سب (جو کہ ہفت گردوں کا جامع بالتفسیر المذکور آنفا دیکھا جاتا ہے) باطن (اور روح) ہے (کہ یہ وسعت اور جامعیت اسی میں ہے پس جزء مقصود انسان میں وہی ہوا تو) صورت کس غرض سے ہے (اس لئے کہ اس صفت میں صورت کو کوئی دخل نہیں تو اگر روح کے تعلق سے تن جسم کے ساتھ کیا فائدہ ہوا یہ سوال ہے آگے مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس سوال منقول کو دیکھ کر شاید اور کسی کو بھی سوال پیدا ہو پس فرماتے ہیں کہ) یہ ایک صورت ہے تجھ کو صورت سے بیزار کرنے والی (جو ظاہر میں ایسا ہے کہ گویا) ایک خفتہ دوسرے خفتہ کو بیدار کرنے والا (خفتہ سے تشبیہ دی صورت کو کہ اصل صفت اس کی غفلت ہے اور بیداری اس میں تعلق روح کے واسطہ سے آئی ہے مگر باوجود اس کے بھی اقتضائے بشریت سے اس صفت اصلیہ کا اثر اس میں کم و بیش رہتا ہے اس لئے اس کو خفتہ سے تشبیہ دی گئی اس میں صورت کا فائدہ بیان کیا ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ عوام کو روح کامل سے اگر وہ بدن سے مجرد ہوتی بوجہ عدم مناسبت کے فیض نہ ہو سکتا جیسا عامہ کو کاملین اموات سے نہیں ہوتا اب ان میں مابہ الاشتراک صورت ہے جس سے باہم مناسبت ہوگئی فیض ممکن ہوا جس کا حاصل بیزاری از صورت اور بیداری از غفلت ہے پس صورت سے جو یہ بیزاری ہو رہی ہے جس پر سوال دال ہے یہ اس صورت ہی کا طفیل ہے اور غفلت سے جو یہ بیداری ہو رہی ہے جس سے سوال ناشی ہوا ہے یہ اس خفتہ ہی کی بدولت ہے اور اسی اشتراط مناسبت کی بناء پر حق تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات ممتن بہا میں من انفسکم بڑھایا ہے آگے اسی کی کچھ تفصیل ہے یعنی) وہ کلام (جو کہ اس کی صورت سے صادر ہوتا ہے اور مشتمل ہوتا ہے ارشاد پر) تجھ کو کلام (مانع عن المقصود) سے چھڑاتا ہے (ورنہ روح کا کلام کہاں سنا جاتا) اور وہ مرض (عشق جو کہ اس کے جسم کو لاحق ہوتا ہے) تجھ کو مرض (باطنی) سے نکال دیتا ہے (اور جس عشق سے دوسرا متاثر ہوتا ہے وہی ہے جس کے آثار کا دوسرے کو بھی ادراک ہو مثل غلبہ مواجید و احوال اور اس میں بوجہ ان کے صفت نفس ہونے کے جسم کی بھی شرکت ہے بخلاف روح محض کے کہ اس کا عشق اور اس کے آثار ازبس لطیف ہیں چنانچہ کاملین پر جب اس کا غلبہ ہوتا ہے عوام الناس اس حالت میں ان کے کمال کو نہیں پہچان سکتے پس مستفید بھی نہ ہوتے یہاں تک جواب ہو گیا آگے اس شبہ کا دفع ہے کہ کیا عشق بیماری ہے جیسا تم کہتے ہو جواب دیتے ہیں کہ گو ظاہراً وہ بیماری ہے کما قالہ الاطبا لیکن جب اس میں یہ اثر ہے کہ می جہاند از سقام) پس (یہ) بیماری عشق (باعتبار اسی اثر کے تو) صحت کی (بھی) جان ہے (کیونکہ صحت سے اصلی غرض راحت ہے اور) اس کے رنج (و غموم) ہر راحت کا رشک ہیں (چنانچہ مشاہد بھی ہے کہ

www.besturdubooks.wordpress.com

جس قدر تعلق مع اللہ بڑھتا جاتا ہے راحت میسر ہوتی ہے پس اس غایت کے اعتبار سے وہ مرض صحت سے افضل ہوا پھر اگر کسی فن کی اصطلاح پر اس کو مرض کہا جاوے تو کیا مضر اور کیا محل شبہ ہوا چونکہ ابھی مضمون جواب میں بھی اور سرخی سے پہلے بھی روح کی فضیلت ثابت ہوئی ہے اور مجموعہ مقامین سے جسم عوام کا بے قدر ہونا بھی کیونکہ اشعار مقام میں خواص کے تو جسم کی بھی برکت بیان کی ہے آگے بطور تفریع کے جسم محجوب کو خطاب ہے کہ) اے جسم اب اپنا ہاتھ روح سے دھو (یعنی روح کو اپنا مت سمجھ اور اس کو چھوڑ) اور اگر نہیں دھوتا تو اس کے سوا اور جان تلاش کر (جس میں یہ بھی داخل ہے کہ اس کی اصلاح کرے کہ گویا جان جدید ہوگی اور اس میں عود ہے سرخی سے تو شعر قبل کے شعر کی طرف انچمیں جانے الخ آگے پھر قصہ ہے)۔

دربیان نوازش واحترام شاہ چین شاہزادۂ غریب عاشق را

شاہ چین کے پردیسی) عاشق شہزادے) کو نوازنے اور احترام کرنے کے بیان میں

حاصل آں شہ نیک اورا می نواخت	اوازاں خورشید چوں مہ میگداخت
حاصل یہ کہ وہ بادشاہ اس پر خوب نوازش کرتا تھا	وہ اس خورشید سے چاند کی طرح گھلتا تھا
آں گداز عاشقاں باشد نمو	ہمچو ماہ اندر گدازش تازہ رو
عشاق کا وہ گداختہ ہونا نمو ہے	ماہ کی طرح گدازش میں بھی تازہ رو ہیں
جملہ رنجوران دوا دارند امید	نالد ایں رنجور کم افزوں کشید
تمام مریض دوا کی امید کرتے ہیں	یہ مریض نالہ کرتا ہے کہ بیرا اور افزوں کردو
جملہ رنجوراں دوا جویند و ایں	رنج افزوں جوید و رنج و حنیں
تمام مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ	رنج افزوں اور درد اور نالہ تلاش کرتا ہے
خوبتر زیں سم ندیدم شربتے	زیں مرض خوشتر نباشد صحتے
میں نے اس زہر سے خوبتر کوئی شربت نہیں دیکھا	اس مرض سے خوشتر کوئی صحت نہیں دیکھی
زیں گنہ بہتر نباشد طاعتے	سالہا نسبت بدیں دم ساعتے
اس گناہ سے کوئی طاعت بہتر نہ ہوگی	بہت سے برس اس دم کی نسبت ایک ساعت ہیں
مدتے بد پیش آں شہ زیں نسق	دل کباب و جان نہادہ بر طبق
ایک مدت تک بادشاہ کے سامنے اسی طرح رہا	دل کباب اور جان طبق پر رکھی تھی
گفت شاہ از ہر کسے یک سر برید	من زشہ ہر لحظہ قربانم جدید
کہنے لگا کہ بادشاہ نے سب کا ایک ایک سر کاٹا	میں بادشاہ کی وجہ سے ہر وقت نیا قربان ہو رہا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

من فقیرم از زر و از سر غنی	صد ہزاراں سر خلف دادآں سنی
میں زر سے فقیر ہوں اور سر سے غنی ہوں	لاکھوں سر اسی صاحب نور نے عوض میں دیئے ہیں
باد و پا در عشق نتواں تاختن	با یکے سر عشق نتواں باختن
دو پاؤں سے عشق میں نہیں دوڑ سکتے	ایک سر کے ساتھ عشقبازی نہیں کر سکتے
ہر کسے را خود دو پاؤ یک سرست	با ہزاراں پاؤ سر تن نادرست
ہر شخص کے دو پاؤں اور ایک سر ہے	ہزاروں پاؤں سر کے ساتھ کوئی تن نادر ہے
زیں سبب ہنگامہا شد کل ہدر	ہست ایں ہنگامہ ہر دم گرم تر
اسی سبب سے کل ہنگامے بے رونق ہو گئے	یہ ہنگامہ ہر وقت زیادہ رونق پر ہے
معدن گرمی ست اندر لامکاں	ہفت دوزخ از شرارش یک دخاں
گرمی کا معدن لامکان میں ہے	ہفت دوزخ اس کے شرارہ کا ایک دھواں ہے

حاصل یہ کہ وہ بادشاہ اس پر خوب نوازش کرتا تھا (اور) وہ اس خورشید (عشق) سے (جس کو نہ ظاہر کر سکتا تھا نہ تحمل کر سکتا تھا) چاند کی طرح (کہ شمس کے قرب سے اس کو محاق ہوتا ہے) گھلتا تھا (آگے مولانا عشق حقیقی کے خواص بیان کرتے ہیں کہ) عشاق کا وہ (ظاہراً وجسماً) گداختہ ہونا (باطناً وروحاً) نمو ہے (اور وہ) ماہ کی طرح گزارش میں بھی تازہ رو ہیں (کہ وہ محاق سے بھی نہیں گھبراتا جس کے بعد ہی بدر ہونے لگتا ہے یہ مثال ہے صرف توضیح کے لئے مدار اثبات اس پر نہیں ہے جس پر کوئی شبہ کیا جاوے کہ بدریت تو بعید ہونے سے ہوتی ہے) تمام مریض دوا کی امید (یعنی استدعا) کرتے ہیں (اور) یہ مریض (عشق حقیقی) نالہ کرتا ہے کہ میرا (مرض) اور افزوں کر دو (اور یہ ظاہر بھی ہے کہ عاشق حق محبت میں زیادتی ہی چاہتا ہے) تمام مریض دوا تلاش کرتے ہیں اور یہ (مریض عشق) رنج افزوں اور درد اور نالہ تلاش کرتا ہے۔ میں نے اس زہر سے خوبتر کوئی شربت نہیں دیکھا (اور) اس مرض سے خوش تر کوئی صحت نہیں دیکھی (جیسا سرخی سے پہلے بھی فرمایا ہے پس سقام عشق جان صحت ست الخ) اس گناہ سے بہتر کوئی طاعت نہ ہوگی (گناہ باعتبار زعم منکران بارنج کہا کہ وہ ہمیشہ عشاق کے افعال غامضہ پر مخالفت شرع کے اعتراضات کرتے رہتے ہیں) بہت سے برس اس دم (یعنی نخن یا افسوں عشق) کے نسبت ایک ساعت ہیں (یعنی اگر عشق میں برس بھی گزر جاویں بوجہ سیری نہ ہونے کے وہ ایک ساعت معلوم ہوتی ہے آگے پھر قصہ ہے کہ) ایک مدت تک بادشاہ کے سامنے اسی طرح رہا (کہ) دل کباب (تھا) اور جان طبق پر رکھی تھی (یعنی جانبازی پر آمادہ تھا چنانچہ عنقریب آتا ہے کہ وہ جلدی ہی مر بھی گیا اپنے دل میں) کہنے لگا کہ بادشاہ نے سب کا ایک ایک سر کاٹا (جیسا اوپر مع توجیہ کے مضمون آچکا ہے کہ جو کوئی لڑکی کا نام لیتا تھا اس کا سر کاٹ ڈالتا تھا اور) میں بادشاہ کی وجہ سے ہر وقت نیا قربان ہو رہا ہوں (یعنی ایک بار قربان ہو کر پھر دوبارہ ہوتا ہوں اور یہ بہ نسبت سابق کے جدید ہوگا یہ وہ مضمون ہے۔ کشتگان خنجر

www.besturdubooks.wordpress.com

تسلیم را الخ آگے بلسان شہزادہ مقولہ ہے عاشق حقیقی کا یعنی) میں زر سے فقیر ہوں (کہ زر ندارم) اور سر سے غنی ہوں (کہ سر ہا دارم و ہر دم فدایش میکنم آگے اس فدا کی علت ہے کہ فدا کیوں نہ کروں کیونکہ) لاکھوں سر اسی صاحب نور نے عوض میں دیئے ہیں (یہ فدا مجاہدہ وفنا ہے اور خلف دادن مشاہدہ و بقاء ہے آگے مجاہدہ وفنا میں عاشق کی ترقی کرنے کا مضمون ہے کہ صرف) دو پاؤں سے عشق میں نہیں دوڑ سکتے (بلکہ ہمہ تن مجاہدہ بننا ضرور ہے اور) ایک سر کے ساتھ عشق بازی نہیں کر سکتے (بلکہ سراپا فناء ہو جانا چاہئے معمولی طور پر) ہر شخص کے دو پاؤں اور ایک سر ہے (اور) ہزاروں پاؤں سر کے ساتھ کوئی تن نادر ہے (اس نادر کا مصداق عاشق ہی ہے آگے اس پر تفریع ہے کہ) اسی سبب (اور فرق مذکور) سے کل ہنگامے بے رونق ہو گئے (اور) یہ ہنگامہ (عشق) ہر وقت زیادہ رونق پر ہے (مطلب یہ کہ اوروں کی طلب وشوق بوجہ شہوانی ہونے کے شہوت کے افسردہ ہو جانے سے یا حسن کے سرد ہو جانے سے منتہی ہو جاتی ہے اور دو پاؤ یک سر سے اسی قوی جسمانیہ کی طرف اشارہ ہے اور عشق حقیقی متزاید رہتا ہے آگے گرم تر ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ اس کی گرمی رہنے کا سبب یہ ہے کہ اس) گرمی کا معدن لامکان میں ہے (یعنی اس کا تعلق حضرت حق سے ہے جس کا جمال غیر فانی اور مدرک اس کی روح ہے جس میں ذہول نہیں پایا یہ کہ وہ گرمی لامکان اور عالم غیب سے عطا ہوتی ہے بالانقطاع ان دونوں وجہ سے وہ عشق متزاید ہے اور وہ گرمی عشق ایسی ہے کہ) ہفت دوزخ اس کے شرارہ کا ایک دھواں ہے (یعنی اس کے سامنے نار دوزخ بھی ضعیف ہے جیسا آگے حدیث آتی ہے پس اور دنیوی گرمی تو اس کے سامنے کیا ہوگی من الشهوة و الغضب اس سے مضمون زین سبب الخ متاید دواضح ہوگیا)۔

در بیان آنکہ دوزخ گوید کہ قنطرۂ صراط بر سر اوست اے مومن زود تر شتاب و بگذر تا عظمت نورتو آتش مرا نکشد جز یامؤمن فان نورک اطفا ناری

اس کا بیان کہ وہ دوزخ کہ پل صراط اس کے اوپر ہے کہتی ہے اے مومن جلدی کر اور گزر جا تاکہ تیرے نور کی عظمت میری آگ نہ بجھادے اے مومن! گزر جا بیشک تیرے نور نے میری آگ بجھادی

(آورده فی المقاصد الحسنه باب التاء مرفوعًا بلفظ تقول النار للمومن یوم القیمة جزیا مؤمن فقد اطفاء نورک لهبی عن الکبیر للطبرانی وکامل ابن عدیؒ ونوادر الاصول للحکیم الترمذی واحد الرواة فیه منصور بن عمار قال فیه بعضهم انه لیس بالقوی وقال بعضهم منکر الحدیث وقال بعضهم فی الحدیث ارجوان یکون صحیحا اھ ملخصًا بمعناہ)

زآتش مومن ازیں روائے صفی	می شود دوزخ ضعیف و منطفی
اسی سبب سے اے برگزیدہ آتش مومن سے	دوزخ بھی ضعیف اور بجھنے والی ہو جاوے گی
گویدش بگذر سبک اے محتشم	ورنہ ز آتشہائے تو مرد آتشم
اس سے کہے گی کہ اے محتشم جلدی سے گزر جا	ورنہ تیری آتش سے میری آتش اب بجھی
کفر کہ کبریت دوزخ اوست بس	بین چہ می بخسا ند او را ایں نفس
کفر جو کہ دوزخ کی کبریت وہی ہے اور بس	دیکھ لے اس کو کس طرح پژمردہ کر دیتا ہے اس وقت

www.besturdubooks.wordpress.com

کفر کان کبریت نار دوزخ ست	بین کہ چوں میر دازدا اے خود پرست
کفر جو کہ نار دوزخ کی کبریت ہے	دیکھ لے کہ اس سے کس طرح بجھ جاتا ہے اے خود پرست
زود کبریتت بدیں سودا سپار	تا نہ دوزخ بر تو تازد نے شرار
تو اپنی کبریت اس طرف سپرد کر دے	تاکہ نہ دوزخ تجھ پر دوڑے نہ شرر
گویدش جنت گزر کن ہمچو باد	ورنہ گردد ہرچہ دارم من کساد
اس سے جنت بھی کہے گی تو ہوا کی طرح گزر جا	ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ سب بے رونق ہو جاوے گا
کہ تو صاحب خرمنی من خوشہ چیں	من بتے ام تو ولایتہائے چیں
کیونکہ تو صاحب خرمن ہے میں خوشہ چین ہوں	میں بت ہوں تو ولایات چین ہے
ہست لرزاں زو جحیم و ہم جناں	نے مرا ایں را نے مر او را زو اماں
اس سے لرزاں ہے جہنم بھی جنت بھی	اس سے نہ اس کو امان ہے نہ اس کو

اسی سبب سے (کہ اوپر مذکور ہوا معدن گرمی ست الخ) اے برگزیدہ آتش مومن سے (کہ نور عشق ہے) دوزخ بھی ضعیف اور بجھنے والی (یعنی بجھنے کے قریب) ہو جاوے گی (جبکہ وہ صراط پر سے گزرے گا اور دوزخ) اس سے کہے گی کہ اے محتشم جلدی سے گزر جا ورنہ تیری آتش سے میری آتش اب بجھی (اور اس کا نمونہ خود دنیا میں مشاہدہ میں آتا ہے جس سے حدیث کی مزید تائید ہوتی ہے وہ یہ کہ) کفر جو کہ دوزخ کی کبریت وہی ہے اور بس (کہ کبریت جس طرح جالب النار و آتشگیر ہے اسی طرح کفر ہے) دیکھ لے (کہ مومن کا نور) اس کو کس طرح پژمردہ کر دیتا ہے اس وقت (یعنی دنیا میں چنانچہ مومن کامل کی صحبت سے بشرط کسی قدر قابلیت کے صدہا کفار مومن ہو گئے اور ہوتے ہیں پس جب کفر جو کہ دوزخ معنوی ہے اس کے سامنے مضمحل ہو جاتا ہے اگر دوزخ صوری بھی اسی طرح مضمحل ہو جاوے تو عجب کیا ہے فی الغیاث نخس بفتح اول وسکون خائے معجمہ پژمردہ وگداختہ اھ آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) کفر جو کہ نار دوزخ کی کبریت ہے دیکھ لے کہ اس (نور مومن) سے کس طرح بجھ جاتا ہے اے خود پرست (آگے اس سے ایک فائدہ مستنبط کر کے اس کو اس پر متفرع فرماتے ہیں کہ) تو اپنی کبریت (وہستی) اس طرف (یعنی صاحب عشق ومعرفت کے ہاتھ میں) سپرد کر دے تاکہ (وہ اس کے فیض سے گداختہ ہو کر فنا ہو جاوے اور پھر مادۂ آتشگیر کے نہ رہنے کے سبب) نہ دوزخ تجھ پر دوڑے نہ شرر (اور تو اس کے نور کا اثر باعتبار جہنم کے بیان فرمایا تھا جو دلیل جزئی سے ثابت ہے آگے اس کا اثر باعتبار جنت کے فرماتے ہیں جو کہ دلیل کلی سے ثابت ہے یعنی) اس (عاشق) سے جنت بھی بزبان حال) کہے گی (کہ) تو (مجھ سے) ہوا کی طرح گزر جا ورنہ جو کچھ میں رکھتی ہوں وہ سب بے رونق ہو جاوے گا کیونکہ تو (تشبیہا) صاحب خرمن ہے (اور) میں خوشہ چین ہوں (اور) میں بت ہوں (اور) تو ولایت چین ہے (جہاں بہت سے صنم مجتمع ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ تو مجھ سے زیادہ مظہر جمال وکمال حق ہے اور مجھ میں اور تجھ میں تفاوت امثلہ مذکورہ کا سا ہی ہے اور اس

www.besturdubooks.wordpress.com

سے زیادہ ایک واضح مثال احقر کے ذہن میں آئی ہے اور وہ بھی حق تعالیٰ کی موہبت مولانا کے خدمت کلام کی برکت سے ہے وہ یہ کہ جنت ایک گھر ہے اور اہل جنت خصوص مقربین مثل مکرم مہمان کے ویدل علیہ قولہ تعالیٰ جنات الفردوس نزلا اور ظاہر ہے کہ ایسا مہمان اشرف ہوتا ہے گھر سے اور قواعد شرعیہ سے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ انبیاء واولیاء رتبہ میں جنت سے افضل ہیں اور مدار اس افضلیت کا وہی نور خاص حق ہے جو اس کو عطا ہوا ہے پس اس نور کے سبب یہ نار پر بھی غالب ہے جیسا اول بیان کیا اور جنت سے بھی افضل ہے جیسا آخر میں بیان کیا اور گو یہ قول جنت کا کہیں منقول نہیں مگر بطور تمثیل نے اس افضلیت کو اس عنوان سے تعبیر کیا یعنی اگر جنت ایسا کہتی تو اس کہنے سے جس افضلیت پر دلالت ہوتی وہ افضلیت دلائل سے ثابت ہے اسی لئے بندہ نے اس شعر کے ترجمہ میں بزبان حال کا لفظ بڑھا دیا اور یہ توجیہ کہ نہایت ہی سہل ہے بہت پریشانی کے بعد ذہن میں آئی وللہ الحمد الذی جعل مع العسر یسرا آگے مجموعہ حالین جنان ونیران بالنسبۃ الی العارف کا حاصل بیان فرماتے ہیں کہ) اس سے لرزاں ہے جہنم بھی جنت بھی اس سے نہ اس کو امان ہے اور نہ اس کو (یعنی لرزہ سے امن ہے اور مراد اس مقولہ نار و جنت سے وہی اظہار اپنے ضعف کا اور اقرار اس کی عظمت کا آگے پھر قصہ ہے)

وفات یافتن برادر بزرگ از شاہزادگاں و ملازمت کردن برادر میانہ پادشاہ چین را

شہزادوں میں سے بڑے بھائی کا مرجانا اور درمیانی بھائی کا شاہ چین کی صحبت اختیار کرنا

رفت عمرت چارہ را فرصت نیافت	صبر بس سوزاں بد و جاں بر نتافت
اس کی عمر گزر گئی علاج کی فرصت نہ پائی	صبر بہت سوزاں تھا اور جان برداشت نہ کر سکی
مدتے دنداں کناں ایں میکشید	نارسیدہ عمر او آخر رسید
ایک مدت تک ترساں اس کو جھیلتا رہا	بے پہنچے اس کی عمر ختم کو پہنچی
صورت معشوق ازو شد در نہفت	رفت و شد با معنی معشوق جفت
صورت معشوق کی اس سے اخفاء میں ہو گئی	گیا اور یعنی معشوق کے قرین ہو گیا
گفت لبسش گر ز شعر ششتر ست	اعتناق بے حجابش خوشتر ست
کہا کہ اگر اس کا لباس شہر ششتر کے ریشمی کپڑے کا ہو	اس کا معانقہ بلاحجاب زیادہ خوش ہے
من شدم عریاں ز تن او از خیال	می خرامم در نہایات الوصال
میں تن سے عریاں ہو گیا وہ خیال سے	میں نہایات الوصال میں خراماں جا رہا ہوں
ایں مباحث تا بدینجا گفتنی ست	ہر چہ آید زیں سپس بنہفتنی ست
یہ مباحث یہاں تک تو کہنے کے قابل ہیں	اس کے بعد جو کچھ آتا ہے وہ چھپانے کے قابل ہے
گر بکوشی ور بگوئی صد ہزار	ہست بیکار و نگردد آشکار
اگر تو لاکھ کوشش کرے اور اگر تو لاکھ کہے	تو محض بے کار ہے اور وہ ظاہر نہ ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بدریا سیر اسپ و زیں بود	بعد از انت مرکب چوبیں بود
لب دریا تک تو اسپ اور زیں کی سیر ہوتی ہے	اس کے بعد تیرا مرکب چوبیں ہوتا ہے
مرکب چوبیں بخشکی ابتر ست	خاص آں دریائیاں را رہبر ست
مرکب چوبیں خشکی میں محض ضائع ہے	خاص ان دریائیوں کے لئے وہ رہبر ہے
ایں خموشی مرکب چوبیں بود	بحریاں را خامشی تلقیں بود
یہ خاموشی مرکب چوبیں ہے	دریائیوں کے لئے خاموشی تلقین ہوتی ہے
ہر خموشی کان ملولت می کند	نعرہائے عشق زاں سو می زند
جو خموشی تجھ کو ملول کرتی ہے	اس طرف سے عشق کے نعرے لگا رہی ہے
تو ہمی گوئی عجب خامش چراست	او ہمی گوید عجب گوشش کجاست
تو تو یوں کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے یہ خاموش کیوں ہے	وہ کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے اس کا کان کہاں ہے
من ز نعرہ کر شدم او بے خبر	تیز گوشاں زیں سمر ہستند کر
میں نعرہ سے بہرا ہو گیا وہ بے خبر ہے	تیز گوش اس قصہ سے بہرے ہیں
آں یکے در خواب نعرہ میزند	صد ہزاراں بحث و تلقین میکند
وہ ایک شخص خواب میں نعرہ مار رہا ہے	لاکھوں بحث و تلقین کر رہا ہے
ایں نشستہ پہلوئے او بے خبر	خفتہ خود آنست و کر زاں شور و شر
یہ شخص اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے	خفتہ خود یہ شخص ہے اور اس شور و شر سے بہرا
واں کسے کش مرکب چوبیں شکست	غرقہ شد در آب او خود ماہی ست
اور جس شخص کا مرکب چوبیں بھی شکستہ ہو گیا	وہ پانی میں غرق ہو گیا وہ خود ماہی ہے
نہ خموش ست و نہ گویا نادریست	حال او را در عبارت نام نیست
نہ خاموش ہے اور نہ گویا ہے ایک نادر چیز ہے	اس کے حال کا عبارت میں کوئی نام نہیں
نیست زیں دو ہر دو ہست آں بوالعجب	شرح ایں گفتن برونست از ادب
ان دونوں میں سے نہیں اور یہ دونوں ہے وہ بوالعجب	اس کی شرح کہنا ادب سے خارج ہے
ایں مثال آمد رکیک و بے ورود	لیک در محسوس زیں بہتر نہ بود
یہ مثال رکیک اور غیر قابل ورود ہے	لیکن محسوس میں اس سے بہتر نہیں تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

حاصل آں شہزادہ از دنیا برفت	**جانش پر درد و جگر پر سوز تفت**
حاصل یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا	اس حالت میں کہ اس کی جان پر درد تھی اور اس کا جگر پر سوز گرم تھا

اس کی عمر گزر گئی (اور) علاج (یعنی تدبیر وصال) کی فرصت نہ پائی۔ صبر (وضبط) بہت سوزان تھا اور جاں (اس کی) برداشت نہ کر سکی۔ ایک مدت تک ترساں (کذافی الغیاث فی معنی دندان کنان بضم کاف آمدہ غالبًا بنابرآنکہ دریں حالت دنداں ظاہری کند) اس (مشقت) کو جھیلتا رہا (مراد تک) بے پہنچے اس کی عمر ختم کو پہنچی (آگے مولانا کا مقولہ ہے کہ) صورت معشوق کی اس سے اختفاء میں ہوگئی (دنیا سے) گیا اور معنی معشوق کے ساتھ قرین ہوگیا (احقر کے ذوق میں جو کہ اسی وقت موہوب ہوا اس کی تقریر یہ ہے کہ معشوق سے مراد حق تعالیٰ اور صورت سے مراد اس کا مظہر مثلاً دختر شاہ کا بجکم

حسن خویش از روئے خوباں آشکارا کردۂ   پس بچشم عاشقاں خود را تماشا کردۂ

مظہر صفت جمال حق تھی اور معنی سے مراد حق تعالیٰ کی حقیقت جو اس مظہر میں ظاہر ہے تو مطلب یہ ہوا کہ محبوب حقیقی کا جو مظہر تھا یعنی محبوب مجازی یہ تو مرنے سے ہمیشہ کے لئے ایسا مختفی ہوگیا کہ اب مشاہدت کی امید ہی نہ رہی اور یوں وہ دختر پہلے بھی مختفی تھی لیکن احتمال تو تھا مواصلت ومواجہت کا مرنے سے وہ بھی قطع ہوگیا لیکن محبوب حقیقی کے معنی یعنی حقیقت کا قرب اس کو میسر ہوگیا اور یہ مبنی ہے ایک حدیث پر جس کو مقاصد حسنہ میں خطیب وجعفر سراج وابن مرزبان ودیلمی طبرانی وخرائطی وبیہقی سے کسی قدر تضعیف کے ساتھ کہ بعد تعدد طرق کے وہ ضعف شدید نہیں رہتا بایں الفاظ وارد کیا ہے **من عشق فعف فکتم فصبر فمات فھو شھید** چونکہ شہزادہ متوفی سے عفت میں کوئی اخلاق نہیں ہوا اور نہ ایسا اظہار کیا جس سے محبوب یا اس کا کوئی اہل متاذی یا رسوا ہوا اس لئے وہ اس حدیث کی رو سے شہید ہوا اور شہید جس مرتبہ کا بھی ہو حق تعالیٰ کا مقبول اور واصل ہے پس شعر میں یہ معنی مراد ہیں آگے بھی اسی کے مطابق سمجھنا چاہیے یعنی اس نے اپنے دل میں یہ حالت دیکھ کر) کہا کہ اگر اس (معشوق حقیقی) کا لباس (کہ مظہر مجازی ہے) شہر ششتر کے ریشمی کپڑے کا ہو (یعنی اگرچہ مظہر بہت ہی حسین وجمیل ہو مگر) اس (معشوق حقیقی) کا معانقہ (یعنی قرب) بلا حجاب (یعنی بے واسطہ مظہر ومحبوب مجازی کے) زیادہ خوش ہے (اور یہ ظاہر ہے مطلب یہ کہ گو دختر کی مواصلت حلال میں اس کے جمال کو مرآۃ جمال حق بنانا بھی مفید تھا لیکن اب بلا واسطہ اس مرآۃ کے قرب حق میسر ہوگیا یہ اس سے بدرجہ بے شمار اچھا ہوا) میں تن سے عریاں ہوگیا (اور) وہ (تن) خیال سے (بالکلیہ اس طرح عریاں ہوا کہ اس کے ملابس میں بھی وہ خیال نہیں رہا اس لئے بفضلہ تعالیٰ) میں (اب) نہایات الوصال میں (کہ وصال حق ہے) خراماں جا رہا ہوں (اس میں یہ بات بتلادی کہ اگر محبت حرام ہو تو مرنے سے بھی وہ اثر اور محبوب کا خیال روح میں بسبب ملابستہ سابقہ بدن کے باقی رہتا ہے جیسے اور معاصی کا اثر رہتا ہے جس سے وہ متالم ہوتی ہے اور بخلاف محبت حلال کے چونکہ اس میں مضطر تھا اس لئے بوجہ معصیت نہ ہونے کے اللہ تعالیٰ اس کو روح سے زائل فرمادیتے ہیں تا کہ تالم وعقوبت نہ ہو اور وہ مانع قرب نہیں ہوتا بلکہ اس مصیبت کی وجہ سے بھی کچھ اجر ملتا ہے چنانچہ اس کو درجہ شہادت دینے سے یہ امر صاف ظاہر ہے فی

الغیاث شعرتو ے از جامہ باریک ابریشمی و فیہ شستری نوعے از دیبائے نفیس منسوب بشہر شستر اھ چونکہ مولانا کا ذہن لفظ جفت واعتناق ووصال سے مسائل توحید کی طرف چلا گیا اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ اسکو بیان فرماتے اور باوجود اس کے پھر نہیں بیان کیا آگے اس کے بیان نہ کرنے کے متعلق مضامین ہیں پس فرماتے ہیں کہ) یہ مباحث یہاں تک تو کہنے کے قابل ہیں (کہ اہل ظاہر بھی سمجھ سکتے ہیں اور اس لئے کوئی فتنہ محتمل نہیں اور) اس کے بعد جو کچھ (ذہن میں) آتا ہے وہ چھپانے کے قابل ہے (کیونکہ وہ اسرار ذوقیہ ہیں جس سے اہل ظاہر معرا ہیں اس لئے ان کا اظہار فتنہ ہے اور دوسرے یہ کہ اگر فتنہ کا ضرر بھی نہ ہوتا ہم کچھ نفع بھی نہیں کیونکہ جب مخاطب میں ذوق نہ ہو تو اے سامع) اگر تو (اس کے سمجھنے کی) لاکھ کوشش کرے اور (اے متکلم) اگر تو لاکھ کہے تو (بوجہ فقدان ذوق کے وہ محض بیکار ہے اور وہ (کبھی) ظاہر نہ ہوگا (یعنی مفہوم نہ ہوگا تو عبث ہوا تو پھر کیوں ظاہر کیا جاوے آگے اس کی مثال ہے کہ کہنا ہر جگہ مفید اور کافی نہیں ہوتا یعنی جس طرح سے کہ) لب دریا تک تو اسپ اور زین کی سیر ہوتی ہے (پھر) اس کے بعد تیر مرکب چوبیں ہوتا ہے (یعنی کشتی کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح مرتبہ حال سے جو کہ مشابہ دریا کے ہے پہلے پہلے یعنی مرتبہ قال تک تو تکلم کافی ہے جو کہ مشابہ اسپ وزین کے ہے پھر اس کے بعد ذوق کی ضرورت ہے جو کہ مشابہ کشتی کے ہے اور عوام میں ذوق ہے نہیں اس لئے تکلم مناسب نہیں اور سب جانتے ہیں کہ) مرکب چوبین خشکی میں محض ضائع ہے (کذا فی الغیاث فی معنی ابتر لیکن) خاص ان دریائیوں کے لئے وہ رہبر ہے (اسی طرح عوام کے سامنے کہ خشکی میں ہیں اسرار ذوقیہ کو بیان کرنا ایسا ہے جیسا خشکی میں کشتی چلانا کہ وہ اسرار بھی ضائع ہوں گے اور کشتی کے ساتھ مشابہت ذوق کے لئے قرار دی گئی ہے مگر چونکہ ذوقیات کا پیش کرنا مستلزم ذوق کے پیش کرنے کو بھی ہے اسی لئے یہاں ذوقیات میں وہی تشبیہ معتبر مان لی گئی البتہ جو دریائی یعنی اہل حال ہیں ان کے لئے وہ اسرار ذوقیہ راہگیر ہوتے ہیں آگے شعر بالا کی شرح ہے کہ ہم نے جو کہا ہے مرکب چوبیں الخ اور خاص آن الخ اس کی شرح یہ ہے کہ) یہ خاموشی (یعنی ذوق) مرکب چوبیں ہے (جو اہل خشکی کے لئے بیکار ہے البتہ) دریائیوں کے لئے (یہ) خاموشی (یعنی قلت نطق یا کسی وقت محض دلالۃ حاصل بھی بوجہ ذوق کے) تلقین ہوتی ہے (ذوق کو خاموشی سے اس لئے تعبیر کیا کہ ذوق کا نطق بوجہ غیر مفہوم للعوام ہونے کے ان کے اعتبار سے مثل خاموشی ہی کے ہے جیسا شعر مابعد ہر خموشی اس پر دال ہے دوسرے وہ نطق چونکہ صرف افہام اہل ذوق کے لئے ہوتا ہے اور وہ بوجہ ذوق کے اس کو جلدی سمجھ لیتے ہیں اس لئے اس کلام میں عوام کا سا اطناب نہیں ہوتا تو اس نطق میں خاموشی جلدی ہو جاتی ہے چنانچہ کاملین محققین بہت بہت دیر میں کوئی بات کہہ دیتے ہیں اور پھر خاموش ہو کر بیٹھ جاتے ہیں اس لئے بھی ذوق کو خاموشی سے تعبیر کیا باقی یہ کہ باوجود مولانا کی تفسیر کرنے کے مرکب چوبین کو خشکی کے ساتھ احقر نے ذوق کے ساتھ کہاں سے تفسیر کی سو میں نے اس کو شعر تا بدریا الخ اور شعر مرکب چوبین الخ سے سمجھا کیونکہ وہاں ذوق کے ساتھ تفسیر کرنے سے تو توجیہ صحیح ہوگی جیسا مذکور ہوا اور اگر خاموشی کے ساتھ تفسیر کی جاوے تو عبارت شرح کی یہ ہوگی کہ بعد ازاں خاموشی بود خاموشی بہ خشکی ابتر ست اور اس کے کوئی معنی محصل نہیں خصوص اس سے اوپر کے شعر کے ساتھ کوئی ربط ہی نہ ہوگا گر بگوشی الخ کیونکہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ گر بکوشی الی قولہ ہست بیکار کی شعر آئندہ دلیل ہے پس اس بنا پر یہ عبارت ہوگی کہ بوجہ عدم ذوق گفتن بیکار ست چرا کہ مثل کشتی در آنجا خاموشی موقوف

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہ فہم ست وخاموشی نیست پس گفتن بکارست اور اس کا مہمل ہونا ظاہر ہے اور ذوق کے ساتھ مفسر کرنے میں عبارت یہ ہوگی کہ بوجہ عدم ذوق گفتن بکاراست چراکہ مثل کشتی درآنجا ذوق موقوف علیہ فہم ست وذوق نیست پس گفتن بیکاراست اور اس کا صحیح ہونا ظاہر ہے آگے بھی مضمون شعر بالا کی مزید شرح ہے یعنی) جو خاموشی (اہل ذوق کی) تجھ کو ملول کرتی ہے (کیونکہ تیرا تو یہ دل چاہتا ہے کہ بس چرخہ سا چلتا ہی رہے اور اہل کمال محض ضرورت افادہ کے لئے تکلم کرتے ہیں جو کہ قلیل ہوگا کبھی بالکل ہی نہ ہوگا ان کا حال مبداء افادہ ہوگا اس لئے عامی شخص ان کے اس صمت سے ظاہر ہے کہ ضرور ملول ہوگا پس فرماتے ہیں کہ وہ خاموشی) اس طرف سے (یعنی اہل ذوق کی طرف سے) عشق کے نعرے لگا رہی ہے (یعنی نطق طویل سے زیادہ افادہ کر رہی ہے پس) تو تو یوں کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے یہ خاموش کیوں ہے (اور) وہ کہہ رہا ہے کہ عجب بات ہے اس کا کان کہاں ہے (کہ یہ نعرہائے عشق کو نہیں سنتا اور وہ یہی کہتا ہے کہ) میں نعرہ (عشق سننے) سے بہرا ہو گیا (اور) وہ بے خبر ہے (اور اسی کی کیا تخصیص ہے سارے اہل دنیا) تیز گوش اس قصہ سے بہرے ہیں (اوپر یہ عارف نعرہ گو معلوم ہوتا ہے اور یہاں نعرہ شنو قرار دیا ہے مگر چونکہ نعرہ گوئی مسبب نعرہ شنوی سے ہے اور دونوں مجاور ہیں اس لئے دونوں تعبیروں کا ایک ہی حاصل ہے آگے اس کی مثال ہے کہ کوئی نعرہ کرے اور پاس والا نہ سنے مثلاً) وہ ایک شخص خواب میں نعرہ مار رہا ہے (اور) لاکھوں بحث وتلقین (خواب میں) کر رہا ہے (اور) یہ (دوسرا) شخص اس کے پہلو میں بے خبر بیٹھا ہے (پس اس اعتبار سے) خفتہ خود یہ شخص ہے اور اس شور وشر سے بہرا (بھی یہی ہے گو یہ اس کو خفتہ سمجھ رہا ہے پس اسی طرح اہل حال کے نعرہ کو عامی نہیں سنتا اور گو کان سے کچھ سن بھی لیا مگر مثل نہ سننے کے اور اسکا بولنا اس کے نزدیک مثل نہ بولنے ہی کے ہے یہ تو یہی کہے گا کہ کیا ذرا سی بات کر دی اس سے کیا بھلا ہوا اور یہاں تک اہل عبارات اور اہل اذواق کا ذکر تھا آگے اہل فناء واستغراق کا بیان ہے یعنی ان اہل اسپ واہل مرکب چوبین کا تو یہ حال تھا جو مذکور ہوا) اور جس شخص کا مرکب چوبیں بھی شکستہ ہو گیا (یعنی وہ ذوق بھی فنا ہو گیا) وہ پانی میں غرق ہو گیا (یعنی مشاہدہ یا معاینہ میں وہ مستغرق ہو گیا) وہ خود ماہی (کی مثال) ہے (کہ اس کے پاس مرکب چوبیں بھی نہیں ہوتا خود دریا میں بلاواسطہ رہتی ہے اسی طرح اس شخص کی توجہ الی المحبوب میں ذوق کا بھی واسطہ نہ رہا۔ پس یہ شخص) نہ خاموش ہے (یعنی اہل ذوق کی سی اس کی خاموشی نہیں جو مقرون مع الذوق تھی) اور نہ گویا ہے (یا تو بالکل گویا نہیں اور یا اگر غلبہ حال میں کچھ بولتا ہے تو اس کی اہل ظاہر بلکہ اہل ذوق کی سی بھی گویائی نہیں کیونکہ قصد واختیار بالکل مفقود ہے غرض اس اعتبار سے نہ خاموش اور نہ گویا بس) ایک نادر چیز ہے (اور) اس کے حال کا عبارت میں کوئی نام نہیں (یہ مطلب نہیں کہ اصطلاح میں اس کا کوئی نام نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ کوئی ایسا نام نہیں کہ وہ نام اس کی حالت کی تعبیر تام کے لئے کافی ہو اور اس کی حالت کے لئے کاشف ہو جاوے غرض یہ شخص ایک اعتبار سے تو) ان دونوں میں سے نہیں (یعنی نہ خاموش اور نہ گویا کما ذکر) اور (ایک اعتبار سے) یہ دونوں ہے وہ بوالعجب (یعنی گویا بھی اور خاموش بھی یعنی گویائی اگر ہے اپنی حالت کے مناسب ہے اور خاموشی بھی اپنی حالت کے مناسب اور ان دونوں معنی کا بھی ابھی بشرح قولہ نہ خموش ست ونہ گویا ذکر ہوا ہے اور گویائی کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ خاموشی میں بھی اس کا حال اپنے آثار وبرکات سے دوسروں کو ارشاد کر رہا ہے پس اس دلالت کے اعتبار سے گویا وہ گویا ہے اور

بوالعجب باعتبار ظاہری صورت اجتماع عدم وملکہ یا ارتفاع عدم وملکہ یا مجموعہ اجتماع وارتفاع کے فرمایا احتمال اول و ثالث کا عجیب ہونا تو بوجہ امتناع کے ظاہر ہے اور احتمال ثانی اس لئے عجیب ہے کہ محل صالح سے ارتفاع عدم وملکہ ہر دو کا ممتنع ہے بخلاف ضدین کے کہ ان کا ارتفاع جائز ہے آگے اس مقام کی تفصیل سے عذر فرماتے ہیں کہ) اس کی شرح کہنا ادب (شریعت) سے خارج ہے (کیونکہ عوام الناس سمجھیں گے نہیں اگر اعتقاد کر لیا تو علما گمراہ ہوں گے اور اگر قائل کے ساتھ انکار وایذا سے پیش آئے تو عملاً مرتکب گناہ ہوں گے اور ہر حال میں اضلال بالشریعت لازم آیا اور ایسے بہت کم ہیں کہ نہ قول کی تصدیق کریں اور نہ قائل کی تفسیق کریں اور باقی باوجود اس شخص کے حال کے ناقابل فہم ہونے کے اوپر جو ہم نے تشبیہ ماہی سے دی ہے اس سے شبہ قابل فہم ہونے کا نہ کرنا کیونکہ) یہ مثال رکیک اور غیر قابل ورود ہے لیکن محسوس میں اس سے بہتر نہیں تھی (خلاصہ یہ کہ اس مثال سے بھی عوام کو شبہ ہوگا کہ شاید حق تعالیٰ نعوذ باللہ مثل دریائے ہو اور یہ مثل ماہی کے اس کے اندر چلا جاتا ہو حالانکہ حق تعالیٰ کسی کا ظرف بننے سے یا کسی کے ساتھ حساً متصل ہو جانے سے وشل ذلک سب سے منزہ ہے اس لئے یہ مثال بھی رکیک ہے لیکن اس سے قریب کوئی مثال ملی نہیں اس لئے اہل فہم کے لئے لے آئے کہ وہ سمجھ لیں گے کہ تشبیہ میں کسی خاص وصف کا لحاظ ہوتا ہے نہ کہ تمام اوصاف کا اور یہاں وصف جو کہ وجہ تشبیہ ہے صرف وہ ہے جو بضمن تقریر شعر واں کے کش مرکب چو بیں شکست الخ مذکور ہوئی ہے اب اوپر کے قصہ کا حاصل فرماتے ہیں) حاصل یہ کہ وہ شہزادہ دنیا سے چلا گیا اس حالت میں کہ اس کی جان پر درد تھی اور اس کا جگر پر سوز گرم تھا (آگے پھر قصہ ہے)۔

آمدن برادر میانگیں بجنازہ برادر کہ ایں کوچک صاحب فراش بود از رنجوری و نواختن پادشاہ میانگیں را وصد ہزار غنائم غیبی وعینی بدو رسیدن از نظر شاہ

منجھلے بھائی کا بھائی کے جنازے پر آنا کیونکہ چھوٹا بیماری کی وجہ سے بستر پر تھا اور بادشاہ کا منجھلے کو نوازنا اور بادشاہ کی نظر سے اس کو لاکھوں غیبی اور عینی دولتیں حاصل ہونا

کوچکیں رنجور بود و آں وسط	بر جنازہ آں بزرگ آمد فقط
چھوٹا تو بیمار تھا اور وہ منجھلا	فقط اس بڑے کے جنازہ پر آیا
شاہ دیدش گفت قاصد کیں کیست	کہ ازاں بحرست وایں ہم ماہی ست
بادشاہ نے اس کو دیکھا قصداً کہا کہ یہ کون ہے	یعنی اسی بحر سے ہے اور یہ بھی ماہی ہے
پس معرف گفت پور آں پدر	ایں برادر زاں برادر خرد تر
پس معرف نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے	یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے
شہ نوازیدش کہ ہستی یادگار	کرد اورا ہم بداں پرسش شکار
بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی کہ تو یادگار ہے	اسی پرسش سے اس کو بھی شکار بنا لیا

www.besturdubooks.wordpress.com

از نوازشہائے آں شاہ وحید	در تن خود غیر جان جانے بدید
اس نے نوازش ہائے شاہ یکتا سے	اپنے تن میں جان کے علاوہ اور ایک جان بھی دیکھی
در دل خود دید عالی غلغلہ	کہ نیابد صوفی آں در صد چلہ
اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا	جس کو صوفی سو چلہ میں بھی نہ پاوے
در دل خود یافت عالی عالمے	کان نیابد کس بصد خلوت ہمے
اپنے دل میں ایک رفیع الشان عالم پایا	جو کہ سو خلوت سے بھی نہ پاوے
عرصہ و دیوار و کوہ و سنگ تافت	پیش او چوں نار خنداں می شگافت
میدان اور دیوار اور کوہ اور سنگ سب روشن ہو گیا	اس کے سامنے مثل انار خنداں کے پھٹا جاتا تھا
ذرہ ذرہ پیش او چوں آفتاب	دمبدم می کرد صد گوں فتح باب
ایک ایک ذرہ اس کے روبرو مثل آفتاب کے ہو گیا	دمبدم سو طرح کا فتح باب کرتا تھا
باب گہ روزن شدے گاہے شعاع	خاک گہ گندم شدے وگاہ صاع
باب بھی روزن ہو جاتا بھی شعاع بنتا تھا	خاک بھی گندم ہو جاتی تھی اور بھی صاع
در نظرہا چرخ بس کہنہ و قدید	پیش چشمش ہر دمے خلق جدید
نظروں میں افلاک بالکل کہنہ اور گوشت خشک تھے	اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک خلق جدید تھی
روح زیبا چونکہ وارست از جسد	از قضا بیشک چنیں چشمش رسد
روح زیبا جب جسد سے چھوٹ جاتی ہے	تو حکم حق سے بے شک اس کو ایسی ہی آنکھ مل جاتی ہے
صد ہزاراں غیب پیشش شد پدید	انچہ چشم محرماں بیند بدید
لاکھوں امور غیبیہ اس کے سامنے ظاہر ہو گئے	واصلین کی آنکھ جو کچھ دیکھا کرتی ہے وہ اس نے بھی دیکھا
انچہ او اندر کتب بر خواندہ بود	چشم را در صورت آں بر کشود
اس نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا	آنکھ کو اس کی صورت میں کشادہ کر دیا
از غبار موکب آں شاہ نر	یافت او کحل عزیزی در بصر
اس شاہ نر کے غبار لشکر سے	اس نے سرمہ عزیزی بصر میں پایا
بر چنیں گلزار دامن می کشید	جزو جزوش نعرہ زن ھل من مزید
ایسے گلزار پر دامن کشیدہ چلتا تھا	اس کا ایک جزو ہل من مزید کا نعرہ لگاتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

گلشنے کز بقل روید یک دم ست	گلشنے کز عقل روید خرم ست
جو گلشن کہ سبزہ سے پیدا ہو وہ ایک ساعت ہے	جو گلشن کہ عقل سے پیدا ہو وہ تازہ ہے
گلشنے کز گل دمد گردد تباہ	گلشنے کز دل دمد وافرحتاہ
جو گلشن کہ گل سے پیدا ہو وہ تباہ ہو جاتا ہے	جو گلشن کہ دل سے پیدا ہو وہ سبحان اللہ
علمہائے بامزہ دانستہ ماں	زاں گلستاں یک دو سہ گلدستہ داں
ہمارے مزہ دار جانے ہوئے علوم کو	اس گلستاں سے ایک یا دو یا تین گلدستہ جان
زاں زبوں یک دو سہ گل دستہ ایم	کاں در گلزار بر خود بستہ ایم
ہم اس سبب سے ایک دو تین گل دستہ کے مطلوب ہو رہے ہیں	کہ اس باب گلزار کو ہم نے اپنے اوپر مسدود کر رکھا ہے
آن چناں مفتاحہا ہر دم بناں	می فتد ایجاں دریغا از بناں
ایسی مفتاحیں ہر وقت روٹی کے عوض میں سرانگشت سے	گر رہی ہیں افسوس اے جان
ور دمے ہم فارغ آرندت زناں	گرد چادر گردی و عشق زناں
اور اگر کسی وقت لوگ تجھ کو فارغ کر دیتے ہیں	تو تو چادر اور عورتوں کے عشق کے گرد پھرتا ہے
باز استقات چوں شد موجزن	ملک و شہرے بایدت پرناں وزن
پھر جب تیرا استقا موجزن ہوتا ہے	تجھ کو ایک شہر چاہئے جو نان اور زن سے پر ہو
مار بودی اژدہا گشتی مگر	یک سرت بود ایں زمنے ہفت سہ
تو سانپ تھا تو اژدہا بن گیا	تیرے ایک سر تھا اس وقت سات سر ہو گئے
اژدہائے ہفت سر دوزخ بود	حرص تو دانہ است دوزخ فخ بود
اژدہا سات سر والا دوزخ ہے	تیری حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے
دام را بدراں بسوزان دانہ را	باز کن درہائے نوایں خانہ را
تو جال کو پھاڑ ڈال اور دانہ کو جلا دے	پھر اس بیت کے ابواب جدید کو کشادہ کر دے
چوں تو عاشق نیستی اے نرگدا	ہمچو کوہے بے خبر داری صدا
اگر تو عاشق نہیں ہے اے حریص	تو مثل پہاڑ کے بے خبر ہے محض ایک صدا رکھتا ہے
کوہ را گفتار کے باشد ز خود	عکس غیرست آں صدا اے معتمد
پہاڑ میں گفتار اپنے سے کب ہوتی ہے	وہ صدا غیر کا عکس ہوتا ہے اے معتمد

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت توزاں روکہ عکس دیگریست	جملہ احوالت بغیر عکس نیست
تیری گفتار جس طریق سے کہ دوسرے کا عکس ہے	تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں
خشم و ذوقت ہر دو عکس دیگراں	شادی و قوادہ و خشم عواں
تیرا خشم اور تیرا ذوق دونوں دوسروں کا عکس ہے	قوادہ کی خوشی اور پولیس کا غصہ
آں عواں راآں ضعیف آخر چہ کرد	کہ دہد او را بکینہ زجر و درد
اس سپاہی کا اس غریب نے آخر کیا بگاڑا ہے	کہ اس کو کینہ سے زجر اور تکلیف دے رہا ہے
تا بکے عکس خیال لامعہ	جہد کن تا گرددت ایں واقعہ
کب تک یہ عکس کہ خیال لامع ہے	تو کوشش کر کہ یہ تیرا واقعہ ہو جائے
تاکہ گفتارت ز حال تو بود	سیر تو باپر و بال تو بود
تاکہ تیری گفتار تیرے حال سے ہو	تیری سیر تیری پروبال سے ہو
صید گیرد تیر ہم باپر غیر	لاجرم بے بہرہ است از لحم طیر
شکار کو تیر بھی پکڑ لیتا ہے غیر کے پر سے	لامحالہ وہ لحم طیر سے بے بہرہ ہے
باز صید آرد بخود از کوہسار	لاجرم شاہش خوراند کبک و سار
باز شکار لاتا ہے خود پہاڑ میں سے	لامحالہ بادشاہ اس کو کبک اور سار کھلاتا ہے
باز باپر خود آرد صید شبک	لاجرم شاہش خوراند لحم کبک
باز اپنے پروں سے لاتا ہے جال کا شکار	لامحالہ بادشاہ اس کو لحم کبک کھلاتا ہے

چھوٹا (بھائی) تو بیمار تھا اور وہ منجھلا (بھائی) فقط اس بڑے (بھائی) کے جنازہ پر آیا۔ بادشاہ نے اس کو دیکھا (اور) قصداً کہا (باوجودیکہ کشف سے جانتا تھا) کہ یہ کون ہے یعنی (کیا یہ بھی) اس بحر سے ہے (جس سے یہ متوفی تھا) اور (کیا) یہ بھی ماہی ہے (جیسا وہ تھا۔ بحر سے مراد محبت اور ماہی سے محب اور مضاف الیہ اس کا بروئے کشف تو دختر اور بنا بر قول المعرف کہ اس نے بڑے شاہزادہ کو محب شاہ بتلایا تھا خود شاہ تھا) پس معرف نے کہا کہ یہ بھی اسی باپ کا بیٹا ہے (جس کا وہ تھا یعنی) یہ بھائی اس بھائی سے چھوٹا ہے بادشاہ نے اس پر نوازش فرمائی کہ تو (متوفی کی) یادگار ہے (اور بادشاہ نے) اسی پرسش (عنایت) سے اس کو بھی شکار (ومسخر) بنالیا (جیسا عموماً احسان میں خاصہ ہے خصوص جس سے مقصود معشوقہ کے ملنے کی امید ہو اس کا احسان وتلطف تو اور زیادہ موثر ہے خصوص جبکہ مقصود ظاہری کے ساتھ وہاں مقصود باطنی بھی منضم ہو جاوے جو کہ دیندار کی نظر میں اعظم المقاصد ہے) اس نے نوازش ہائے شاہ یکتا سے اپنے تن میں جان (متعارف) کے علاوہ اور ایک جان (یعنی حیوۃ قلب) بھی دیکھی (یعنی اپنے اندر اس کی محبت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے برکات باطنی واحوال محمودہ معاینہ کئے چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اپنے دل میں ایک عالی شان غلغلہ دیکھا جس کو صوفی سو چلہ میں بھی نہ پاوے (جیسا کہ بعض اہل تصرف کی صحبت سے ایسا ہوتا ہے گو ایسے انعکاس کو استقرار نہیں ہوتا جب تک خود مجاہدہ سے رسوخ حاصل نہ کرے لیکن بطور انعکاس کے مشاہدہ ایسے آثار کا ضرور ہوتا ہے اور) اپنے دل میں ایک رفیع الشان عالم (احوال وبرکات کا) پایا جو کہ سو خلوت سے بھی (صوفی) نہ پاوے (ان انوار انعکاسیہ سے) میدان اور دیوار اور کوہ اور سنگ سب روشن ہو گیا (اور) اس کے سامنے (یہ سب) مثل انار خندان کے پھٹا جاتا تھا (یعنی ہر چیز مظہر صفات وکمالات حق کی نظر آتی تھی اور اس میں واردات ومعارف منکشف ہوتے تھے اور) ایک ایک ذرہ اس کے روبرو مثل آفتاب کے ہو گیا (اور وہ ایک ایک ذرہ) دمبدم سو طرح کا فتح باب (علوم) کرتا تھا (اور وہ باب (علم) کبھی روزن ہو جاتا (جس میں سے شعاعیں آیا کرتی ہیں اور) کبھی (خود) شعاع بنتا تھا (یعنی کبھی تو وہ علم خود مشہود رہتا اور کبھی وہ دوسرے علم کا مبداء انکشاف وواسطہ ظہور مثل روزن کے بن جاتا تھا اور) خاک کبھی گندم ہو جاتی تھی (جو کہ مقصود ہے) اور کبھی صاع (پیمانہ جو کہ مقصود کا ظرف اور موصل الی المقصود وواسطہ ہے یہ مثال ہے مضمون مصرعہ اولیٰ کی اور اس شاہزادہ کی نظروں میں (یہ ظاہری) افلاک بالکل کہنہ اور (مثل) گوشت خشک (کے معلوم ہوتے) تھے (اور) اس کی آنکھ کے سامنے ہر وقت ایک خلق جدید تھی۔ (یعنی کشف عجائب ملکوت سے یہ کائنات ناسوتیہ اس کو بے قدر معلوم ہوتے تھے جیسا کہ مقصود حقیقی کی تجلی کے وقت وہ ملکوت بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور یہاں بقرینہ لفظ خلق مقصود حقیقی مراد نہیں ہو سکتا یہ انکشاف مذکور کچھ عجیب نہیں قاعدہ ہے کہ) روح زیبا جب جسد سے چھوٹ جاتی ہے (یعنی اس کی توجہ لذات وتعلقات جسمانیہ کی طرف مغلوب ہو جاتی ہے جیسا مجاہدہ یا صحبت سے ایسا ہو جاتا ہے) تو حکم حق سے بیشک اس کو ایسی ہی آنکھ مل جاتی ہے (جس سے ایسے امور کا انکشاف ہونے لگتا ہے پس اسی طرح) لاکھوں امور مخفیہ اس (شہزادہ) کے سامنے (بھی) ظاہر ہو گئے (اور) واقفین (اسرار) کی آنکھ جو کچھ دیکھا کرتی ہے وہ اس نے بھی دیکھا (اور) اس (شہزادہ) نے جو کچھ کتابوں میں پڑھا تھا آنکھ کو اس کی صورت (کے مشاہدہ) میں کشادہ کر دیا (یعنی استدلالیات مشاہد ومکشوف ہو گئے حالات انفسیہ بھی کائنات آفاقیہ بھی اور) اس شاہ فر (یعنی شاہ چین) کے غبار لشکر (کی برکت) سے اس نے سرمہ عزیزی (اپنی) بصر میں پایا (غبار موکب کنایہ ہے صحبت سے کیونکہ صحبت سبب ہو گی اس کی ہمراہی میں غبار آلودہ ہونے کا بھی اور عزیزی میں یا مصدری ہے یعنی عزیز شدن اور عزیز سے مراد صاحب باطن اور وہ) ایسے (عجیب غریب) گلزار پر (یعنی باغ علوم واحوال باطنی پر جس کا اوپر ذکر ہوا) دامن کشیدہ (وخراماں) چلتا تھا (اور باوجود اس کے) اس کا ایک ایک جزو (شدت اشتیاق سے) ہل من مزید کا نعرہ لگاتا تھا (جیسا اہل باطن طالب ترقی کے ہوا کرتے ہیں اور ممکن ہے کہ دامن کشیدن کنایہ ہو نشان محو کرنے سے کہ عادت ہے جب قدم کا نشان محو کرنا چاہتے ہیں تو دامن خوب نیچا چھوڑ دیتے ہیں کہ اس سے وہ نشان مٹتا چلا جاوے تو گلزار سے مراد گلزار حسی یعنی باغ وبہار دنیا پر وہ جھاڑو پھیرتا چلا جاتا تھا اور گلزار معنوی کے اشتیاق میں ترقی ہوتی جاتی تھی اور یہ گلشن معنوی ایسی ہی چیز ہے چنانچہ) جو گلشن کہ سبزہ (وغیرہ) سے پیدا ہو وہ ایک ساعت (کا) ہے (یعنی تھوڑی مدت میں پژمردہ ہو جاتا ہے اور) جو گلشن کہ عقل (عالی) سے پیدا ہو (من العلوم والاحوال) وہ (ہمیشہ) تازہ ہے جو گلشن کہ گل سے پیدا ہو وہ (جلدی) تباہ (اور ویران) ہو جاتا ہے (اور) جو گلشن کہ دل سے پیدا ہو وہ سجان

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ (اور وہ گلزار علوم واحوال کا ایسا ہے کہ) ہماری (ان) مزہ دار جانے ہوئے (رسمی علوم کو اس گلستان (معنوی) سے ایک یا دو یا تین گلدستے جان (یعنی بہت قلیل وغیر ثابت جیسے گلدستہ بہ نسبت مجموعہ باغ کے) ہم اس سبب سے (اسی) ایک دو تین گلدستہ کے مغلوب (اور مفتون) ہو رہے ہیں کہ اس باب گلزار (معنوی) کو ہم نے اپنے اوپر مسدود کر رکھا ہے (یعنی ان علوم واحوال کے محجوب ہونے سے ان علوم رسمیہ کو بڑا کمال مایہ افتخار سمجھتے ہیں آگے ان کے مسدود ہونے کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) ایسی مفتاحیں (جن سے ابواب علوم واحوال باطنہ مفتوح ہوتے ہیں) ہر وقت روٹی کے عوض میں سرانگشت سے گر رہی ہیں افسوس اے جان (روٹی سے مراد لذات وشہوات بطن یعنی طلب دنیا میں ان علوم واحوال کے اسباب کو ضائع کر رکھا ہے اور وہ اسباب یا مجاہدہ وصحبت ہے یا نور وبصیرت جو مجاہدہ وصحبت سے حاصل ہو علی سبیل منع الخلو) اور اگر کسی وقت لوگ تجھ کو فارغ کر دیتے ہیں تو (اس وقت) تو (عورتوں کی) چادر اور عورتوں کے عشق کے گرد پھرتا ہے (یعنی شہوت فرج کی طلب میں مشغول ہو جاتا ہے غرض ہر وقت مختلف لذات و شہوات میں مبتلا رہتا ہے اور) پھر جب تیرا استقا (ان لذات کے متعلق) موج زن ہوتا ہے (اس وقت) تجھ کو ایک شہر چاہیے جو نان اور زن سے پر ہو (مطلب یہ ہے کہ قدر ضروری پر بھی اکتفا نہیں ہوس بڑھتی چلی جاتی ہے پس قبل استقائے مذکور کے تو) تو سانپ تھا (اور اب) تو اژدھا بن گیا (پہلے) تیرے ایک سر تھا (اور) اس وقت سات سر ہو گئے (اور) اژدہا سات سر والا دوزخ ہے (کما قال تعالیٰ لہا سبعۃ ابواب پس تو ہفت سر ہو کر مشابہ دوزخ کے ہو گیا اور) تیری (یہ) حرص دانہ ہے اور دوزخ جال ہے (یعنی جس طرح دانہ سبب ہوتا ہے جال میں گرفتار ہو جانے کا اسی طرح یہ حرص وشہوت سبب ہے گرفتاری دوزخ کا اب) تو (اس) جال کو (کہ دوزخ ومعاصی میں) پھاڑ ڈال اور (اس) دانہ کو (کہ حرص ورغبت ہے معاصی کی) جلا دے (اور) پھر اس بیت (علوم واحوال مذکورہ) کے ابواب جدید (تازہ شگفتہ دائمی حسب ما ذکر) کو کشادہ کر دے (کیونکہ مانع یہی امور تھے کما مر فی قولہ کان در گلزار بر خود بستہ ایم وقولہ آنچناں مفتاحہا الخ اور) اگر تو (حق تعالیٰ کا) عاشق (وطالب) نہیں ہے (جو کہ دولت ہائے مذکورہ سے مشرف ہوتا ہے) اے حریص (دنیا کما ذکر اور اس حرص کو مانع ان علوم واحوال کا نہیں سمجھتا اور اس وجہ سے اپنے علوم رسمیہ پر قانع ہے تو سمجھ لے کہ اس حالت میں) تو مثل پہاڑ کے بے خبر ہے (اور) محض ایک صدا رکھتا ہے (یعنی جس طرح پہاڑ میں جا کر کوئی بولے تو پہاڑ میں بھی اسی کی نقل پیدا ہوتی ہے مگر پہاڑ کو کچھ خبر نہیں یہی کیفیت اس حالت میں تیرے علوم کی ہے جن پر تجھ کو ناز ہے کہ خود تجھ کو ان کی حقیقت کی خبر نہیں دوسروں کی نقلیں تو بھی کر رہا ہے آگے وجہ تشبیہ کی تصریح ہے کہ) پہاڑ میں گفتار اپنے سے کب ہوتی ہے وہ صدا غیر کا عکس ہوتا ہے اے معتمد (یہی حال ہے تیرے علوم کا کما ذکر آنفا اور شرح اس کی یہ ہے کہ اگر وہ علوم متعلق احوال کے ہیں تب تو وہ احوال چونکہ ذوقی ہیں ان کا علم کافی بدوں اتصاف ان احوال کے نہیں ہوتا بلکہ وہ الفاظ ہی الفاظ ہوں گے جو دوسروں سے منقول ہیں اور اگر وہ علوم متعلق عقائد کے ہیں تو ان میں انشراح کافی محض دلائل تخمینہ سے نہیں ہوتا ضرورت ہے نور یقین کی جو موقوف ہے انقیاد محض للوحی وترک رائے پر اور یہ بھی بدوں اتصاف بالاحوال المذکورہ کے کامل نہیں ہوتا پس مبتلائے دنیا کے یہ علوم بھی الفاظ ہی الفاظ ہوں گے جو دوسروں سے منقول ہیں اسی کو مولانا نے فرمایا ہے عکس غیر ست آں صدا اے معتمد آگے اس عکسیت میں تعمیم کرتے ہیں کہ جس طرح تیرے اقوال عکس غیر ہیں اور یہ بعد تقریر مذکور کے بالکل ظاہر ہے اسی طرح

www.besturdubooks.wordpress.com

تیرے احوال بھی عکس غیر ہیں اور تیرا ان کو اپنا حال سمجھنا تیرا دھوکہ ہے پس فرماتے ہیں کہ) تیری گفتار جس طریق سے کہ دوسرے کا عکس ہے (اسی طرح) تیرے تمام احوال بغیر عکس کے نہیں ہیں (چنانچہ) تیرا خشم (یعنی سخط) اور تیرا ذوق (یعنی رضا) دونوں دوسروں کا عکس ہے (جیسے) قوادہ (یعنی دلالہ) کی خوشی اور پولیس کا غصہ (کہ دوسروں کا عکس ہے چنانچہ قوادہ اس سے خوش ہوتی ہے کہ کوئی فاسق جال میں پھنسا تو بچی میں مجھ کو بھی روپیہ ملے گا تو یہ خوشی عکس ہے اس فاسق کی شہوانی خوشی کی کہ اس کو شوق ورغبت فعل بد کی پیدا ہوئی پس اصل مبداء اس فعل کی خوشی کا اس میں ہے باقی اس فعل پر جو یہ قوادہ خوش ہوئی ہو حالانکہ اس فعل میں اس کو کوئی حظ نہیں وہ اس شخص کی خوشی سے مسبب ہے اور گو روپیہ ملنے کو اس کی خوشی کا سبب کہہ سکتے ہیں مگر وہ روپیہ ملنا بھی اسی شخص کے فعل سے مسبب ہے پس ہر حال میں اس کی خوشی عکس ہوئی اس شخص کی خوشی کی اور پولیس کا ظالم اہلکار کہ اکثر عوان کا اطلاق اسی پر آتا ہے اور اقتران ذکری قوادہ کے ساتھ بھی اس کا قرینہ ہے اس کا خشم ظالمانہ اکثر طمع زر میں ہوتا ہے ورنہ ظاہر ہے کہ) اس سپاہی کا اس غریب نے آخر کیا بگاڑا ہے کہ اس کو کینہ سے زجر اور تکلیف دے رہا ہے (اگر ایسا ہوتا تو اس کا خشم اصلی اور ناشی منشاء صحیح سے ہوتا جب یہ نہیں تو معلوم ہوا کہ طمع زر سے ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ مظلوم اس سے ناراض ہے اس وجہ سے وہ اس کو زر دینا نہیں چاہتا پس اس کی ناراضی کا عکس اس کی ناراضی ہے اور چونکہ اس مظلوم کی ناراضی کا منشا صحیح ہے یعنی اس عوان کا ظالم ہونا اور ناحق روپیہ کی خواہش کرنا اس لئے اس کے خشم کو اصلی کہیں گے اور یوں نہ کہیں گے کہ وہ بھی خشم عوان کا عکس کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ عوان نے مانگا اور اس نے نہ دیا اس سے وہ عوان ناراض ہوا میری تقریر سے یہ شبہ رفع ہو گیا خلاصہ یہ کہ پس اسی طرح تیرے احوال دوسروں کے عکوس ہیں اور مراد میرے ذوق میں احوال مخاطب سے وہ احوال ہیں جن کو مخاطب باطنی سمجھتا ہے اور مقصود اس سے اس دھوکہ کا رفع کرنا ہے کہ اوپر جن کو خطاب کیا ہے کہ علوم واحوال باطنیہ حاصل کرو ان میں سے بعض کے اس کہنے کا احتمال تھا کہ ہم کو تو ایسے احوال بھی حاصل ہیں کیونکہ اکثر مغروران علم اپنے کو مقدس بھی سمجھتے ہیں خصوص اگر کسی قدر تھوڑی بہت طریقت کی طرف توجہ بھی رہی ہو تو ایسے دھوکہ کا بہت زیادہ احتمال ہے پس مولانا اس کی تحقیق کرتے ہیں کہ وہ احوال جن کا تجھ کو توہم ہوا ہے وہ محض خیالات ہیں یا تو ان احوال کے توہم کے وقت کچھ اسباب دینیہ کے ساتھ دنیوی اغراض بھی مقترن اور عارض ہو جاتی ہیں اور وہ احوال ان سے مسبب ہوتے ہیں اور دھوکہ ہوتا ہے کہ یہ مسبب ہیں اسباب دینیہ سے مثلاً کسی وقت نماز یا قرآن میں لطف ہوا اور اتفاق سے اس وقت کسی امیر یا محبوب نفسانی کا قرب ہے اصل حظ اس سے ہے مگر اس کو شبہ ہو گیا کہ نماز یا قرآن سے ہے اور یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی صحبت سے کچھ مناسبت ہوئی تو وہ چند روزہ ان کا عکس ہے اور یہ شخص اس کو اپنی صفت اور حال سمجھ گیا غرض ہر حال میں وہ احوال متوہمہ خیالات ہیں یہ حاصل ہے مولانا کی تحقیق کا اب آگے ترغیب دیتے ہیں کہ ان علوم رسمیہ پر کہ نقل وقال محض ہے اور ان احوال متوہمہ پر کہ عکوس و خیالات ہیں قناعت مت کرو بلکہ احوال صحیحہ جس کے اسباب اوپر مذکور ہوئے ہیں یعنی مجاہدہ وانقیاد یہ حاصل کرو پس فرماتے ہیں کہ) کب تک (رہے گا) یہ عکس کہ خیال لامع ہے (جیسے بعض ماؤف العین لوگوں کی نگاہ کے سامنے غیر واقعی خیالات چمک اٹھتے ہیں اور لامعہ صفت خیال کی اور خیال کی طرف اضافہ عکس کی بیانیہ ہے) تو کوشش کر کہ یہ تیرا واقعہ (یعنی صفت واقعیہ) ہو جاوے (یعنی تو ان علوم واحوال سے متصف ہو جاوے تا کہ تیری گفتار تیرے حال سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہو (اور) تیری سیر تیرے پروبال سے ہو (یعنی تیرا کلام ناشی ہو حال اور بصیرت سے نہ کہ نقل محض جیسے کوئی دوسرے کے بال و پر سے اڑے آگے ایک مثال میں فرق بیان کرتے ہیں تحقیق اور نقل الفاظ میں یعنی دیکھو) شکار کو تیر بھی پکڑ لیتا ہے غیر کے پر سے (اس لئے) لامحالہ وہ لحم طیر سے بے بہرہ ہے ﴿ اور) باز شکار لاتا ہے خود پہاڑ میں سے (اس لئے) لامحالہ بادشاہ اس کو کبک اور سارر (کا گوشت) کھلاتا ہے (فی الحاشیہ سار جانوریست پرندہ سیاہ کو خالہائے سفید دارد و خوش آواز بود و بیشتر شکار ملخ کندا ھ آگے تفسیر آرد بخود کی اور تاکید بیت بالا کی ہے یعنی) باز اپنے پروں سے لاتا ہے جال کا شکار (یعنی وہ شکار جو کبھی جال سے پکڑا جاتا ہے یہ قید واقعی ہے اس لئے) لامحالہ بادشاہ اس کو لحم کبک کھلاتا ہے (پس نقال مثل تیر کے ہے کہ دوسرے کے پر سے اڑتا ہے اور صاحب بصیرت مثل باز کے پس اسی طرح نقال ثمرات علم سے محروم رہتا ہے اور صاحب بصیرت فائز ہوتا ہے)۔

منطقے کز وحی نبود از ہواست	ہمچو خاکے در ہوا و درہباست
جو کلام کہ وحی سے نہ ہو ہوا سے ہے	مثل خاک کے ہوا اور غبار میں ہے
گر نماید خواجہ را ایں دم غلط	ز اول والنجم برخواں چند خط
اگر میاں صاحب کو یہ دعویٰ غلط معلوم ہو	تو اول والنجم سے چند نقوش پڑھ لے
تا کہ ماینطق محمد عن ہوی	ان ہوالا بوحی احتوی
ما ینطق عن الھویٰ	ان ھوالا وحی یوحی تک
تابدانی کہ محمدؐ از ہوا	وانگفت و گفت از وحی خدا
تاکہ تو معلوم کرلے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا سے	نہیں فرمایا اور وحی خدا سے فرمایا
احمدا چوں نیستت از وحی یاس	جسمیاں را دہ تحری و قیاس
اے احمد صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے	تو جسمیوں کو تحری اور قیاس عطا فرمایئے
بیدرا گر میوہ نے باشد ظلال	کز ضرورت ہست مردارے حلال
درخت بید میں اگر میوا نہیں ہوتا تو سایہ تو ہوتا ہے	کیونکہ ضرورت کے سبب مردار حلال ہو جاتا ہے
گر تحری نیست در کعبہ وصال	لیک ہست اندر بیاباں ضلال
اگر تحری کعبہ وصال میں نہیں ہے	لیکن بیاباں ضلال میں تو ہے
بے تحری واجتہادات ہدی	ہر کہ بدعت پیشہ گیرد از ہوی
بدوں تحری و اجتہاد ہدی کے	جو شخص ہوا سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے
ہمچو عادش بربرد باد و کشد	نے سلیمانست تا تختش کشد
تو اس شخص کو مثل عاد کے ہوا تباہ کردے گی اور قتل کردے گی	وہ سلیمان نہیں ہے تاکہ وہ ان کے تخت کو کھینچ

www.besturdubooks.wordpress.com

عاد را بادست حمال خذول	ہمچو برہ در کف مرد اکول
عاد کے لئے ہوا حمال مخالف ہے	مثل بکری کے بچہ کے کھانے والے کے ہاتھ میں
ہمچو فرزندش نہادہ برکنار	می برد تا بکشدش قصاب وار
مثل فرزند کے اس کو آغوش میں رکھے ہوئے	لئے جا رہا ہے تاکہ اس کو قصاب کی طرح قتل کرے
عادیاں را باد ز استکبار بود	یار خود پنداشتند اغیار بود
عاد والوں کو یہ ہوا تکبر کی وجہ سے تھی	انہوں نے اپنا یار گمان کیا اغیار تھے
چوں بگردانید ناگہ پوستین	خرد آن شکست آں مبس القرین
جب اس نے پوستین الٹ دیا	تو ان کو اس مبس القرین نے ریزہ ریزہ کر کے شکستہ کر ڈالا
باد را بشکن کہ بس فتنہ است باد	پیش ازاں کت بشکند او ہمچو عاد
باد کو شکستہ کر دے کہ یہ باد سخت فتنہ ہے	قبل اس کے کہ تجھ کو وہ عاد کی طرح شکستہ کر دے
ہود دادے پند کاے پر کبر خیل	برکند از دست تاں ایں باد ذیل
ہود علیہ السلام نصیحت کرتے تھے کہ اے پر تکبر جماعت	تمہارے ہاتھ سے یہ ہوا دامن چھڑا لے گی
لشکر حق ست باد و از نفاق	چند روزے باشما کرد اعتناق
ہوا لشکر حق ہے اور نفاق کے طور پر	اس نے چند روز تمہارے ساتھ معانقہ کر رکھا ہے
او بسر با خالق خود راست ست	چوں اجل آید برآرد باد دست
وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ہے	جب میعاد آوے گی ہوا ہاتھ لگائے گی
ایں ہماں بادست کایمن میگذشت	بود ہمچوں جاں و ہمچوں مرگ گشت
یہ وہی ہوا ہے جو با امن ہو کر گزرا کرتی تھی	مثل جان کے تھی اور مثل موت کے ہو گئی
دست آنکس کو بکردت دست بوس	وقت خشم آں دست میگردد دبوس
جس شخص کا ہاتھ تیری دست بوسی کیا کرتا تھا	غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز ہو جاتا ہے
باد را اندر دہن بیں رہگذر	ہر نفس آیاں رواں در کر و فر
اس ہوا ہی کا گذر منہ کے اندر دیکھ لے	ہر وقت آئندہ روندہ ہے کر و فر کے ساتھ
حلق و دنداں ہا ازو ایمن بود	حق چو فرماید بدنداں در رود
حلق اور دنداں اس سے ایمن رہتے ہیں	جب حق تعالیٰ حکم دے دیں تو وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کوہ گردد ذرۂ باد و ثقیل	درد دنداں داردش زار و علیل
ذرۂ باد کوہ اور ثقیل ہو جاتا ہے	درد دنداں اس کو زار اور علیل رکھتا ہے
یارب و یارب برآرد او زجاں	کہ برایں باد را اے مستعاں
یارب یارب جان سے ظاہر کرتا ہے	کہ اس ہوا کو اے مستعان دور کر
اے دہاں غافل بدی زیں بادرو	از بن دنداں در استغفار شو
اے دہن تو اس ہوا سے غافل تھا جا	تہہ دل سے استغفار میں مشغول ہو
چشم سختش اشکہا باران کند	منکراں را درد اللہ خواں کند
اس شخص کی چشم سخت آنسوؤں کو جاری کر دیتی ہے	منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا کر دیتا ہے
چوں دم یزداں نہ پذرفتی زمرد	وحی حق را ہیں پذیرا شوز درد
جب تو نے کلام حق کو مرد سے قبول نہ کیا	تو وحی حق کو درد ہی کی وجہ سے قبول کر لے
باد گوید پیکم از شاہ بشر	گہ خبر خیر آورم گہہ شور و شر
ہوا کہتی ہے کہ میں مالک البشر کی طرف سے قاصد ہوں	کبھی خیر کی خبر لاتی ہوں کبھی شور و شر
من چو تو غافل ز شاہ خود کیم	زانکہ ماموریم امیر خود تیم
میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں	کیونکہ میں مامور ہوں اپنی امیر نہیں ہوں
گر سلیمان وار بودے حال تو	چوں سلیمان گشتے حمال تو
اگر تیرا حال سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا	تو میں سلیمان کی طرح تیری حمال ہوتی
عاریستم گشتے ملک کفت	کردمے بر راز خود من واقفت
میں عاریت ہوں تیرے ہاتھ کی ملوک ہو جاتی	میں تجھ کو اپنے راز پر واقف بناتی
لیک چوں تو باغئی من مستعار	می کنم خدمت ترا روزے سہ چار
لیکن چونکہ تو باغی ہے میں مستعار طور پر	تیری خدمت تین چار روز کرتی ہوں
پس چو عادت سرنگونیہا دہم	ز اسپہ تو باغیانہ برجہم
پھر عاد کی طرح تجھ کو بہت سی سرنگونی دوں گی	تیری سپاہ سے باغیوں کی طرح نکل جاؤں گی
تابغیب ایمان تو محکم شود	آں زماں کایمانت مایہ غم شود
انجام یہ ہوگا کہ تیرا ایمان بالغیب اس وقت محکم ہو	جس وقت کہ ایمان لانا تیرے لئے مایہ غم ہو جاوے

www.besturdubooks.wordpress.com

آں زماں خود جملگاں مومن شوند	آں زماں خود سرکشاں بر سر دوند
اس وقت خود سب مومن ہو جاتے ہیں	اس وقت خود تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں
آں زماں زاری کنند و افتقار	ہمچو دزد و راہزن در زیر دار
اس وقت زاری و افتقار کرتے ہیں	جیسے چور و ڈاکو زیر دار
لیک گر در غیب گردی مستوی	مالک دارین و شحنہ خود توئی
لیکن اگر تو غیب میں مستقیم ہو جاوے	تو تو مالک دارین اور شحنہ ہو جاوے
رونماید بادشاہی مقیم	نے دو روزہ مستعارست وسقیم
ملک دائم منہ دکھلائے گی	وہ دو روزہ مستعار اور سقیم نہیں ہے
رستی از بیگار و کار خود کنی	ہم تو شاہ و ہم تو طبل خود زنی
تو بیگار سے چھوٹ جاوے اور اپنا کام کرنے لگے	تو بادشاہ بھی ہو جاوے اور تو اپنا نقارہ بھی بجاوے
چوں گلو تنگ آورد بر ما جہاں	خاک خورد کاشکے حلق و دہاں
جب گلوہم پر عالم کو تنگ کر رہا ہے	تو کاش حلق و دہاں خاک کھایا کرتا

(اوپر علوم بے بصیرت واحوال بے حقیقت کی تزییف تھی جس میں غالب مضمون احوال کے متعلق تھا آگے ایسے علوم کے متعلق مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) جو کلام کہ وحی (کے فیض) سے (کہ مشروط ہے انقیاد وحی کے ساتھ علماً و عملاً) نہ ہو (وہ) ہوا (ئے نفسانی) سے ہے (اور وہ) مثل خاک کے ہوا اور غبار میں ہے (یعنی اس میں ثبوت اور قوت نہیں اور ادلہ شرعیہ سب وحی کے مدلول میں داخل ہیں اور) اگر میاں (منکر) صاحب کو یہ دعویٰ غلط معلوم ہو تو اول والنجم سے چند نقوش پڑھ لے (مراد نقوش سے الفاظ و جملے جو لکھنے کی حالت میں نقوش واللہ علی العروف ہوتے ہیں مگر پڑھنے کے اعتبار سے الفاظ کہے جاویں گے اور اس شعر میں لفظ اول میں ابتداء ان جملوں کی بتلائی تھی آگے ان کی غایت بتلاتے ہیں یعنی اول سے پڑھ لے) مانطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی تک تاکہ (اس کے پڑھنے سے) تو معلوم کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہوا سے نہیں فرمایا ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ جو نطق وحی سے نہ ہوگا وہ اس کے مقابل سے ہوگا۔ یعنی ہوی سے وھو المطلوب اور شعر تا کہ الخ میں تا بمعنی الی ہے نہ بمعنی لام اور مصرعہ اولیٰ میں نام مبارک اور مصرعہ ثانیہ میں لفظ احتویٰ وزن کے شعر کے لئے بڑھایا ہے اور احتوی بمعنی احاطہ ہے اور یہ صفت ہے وحی کی اور اس میں عائد الی الوحی کہ مفعول ہے احتوی کا مقدر ہے یعنی احواہ اور ضمیر فاعل راجع ہے لفظ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مذکور فی المصر اع الاول کی طرف اور معنی ظاہر ہیں اور چونکہ اس پر ظاہرا شبہ ہوتا تھا کہ اس سے تو اجتہاد و قیاس شرعی کا بھی داخل ہوئی ہونا لازم آتا ہے کیونکہ وہ وحی نہیں ہے آگے اس کا جواب دیتے ہیں جس کی طرف بندہ نے بھی شعر اول کی تقریر میں مختصراً اشارہ کر دیا ہے پس بعنوان خطاب حق للنبی صلی اللہ علیہ وسلم جواب شروع کرتے ہیں کہ) اے احمد صلی

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ علیہ وسلم جب آپ کو وحی سے مایوسی نہیں ہے تو جسمیوں کو (یعنی جو ملائکہ روحانیین منزلین وحی کا آپ کی طرح بطریق قطعی مشاہدہ نہیں کرتے مراد یہ کہ غیر اصحاب وحی کو) تحری (یعنی اجتہاد) اور قیاس عطا فرمایئے (حاصل جواب کا یہ ہے کہ عدم تیسر وحی کے وقت وہ بھی حکماً بجائے اسی کے ہے لان البدل له حکم المبدل و یفهم کونه بدلا من قوله چوں نیست الخ پس وہ بھی حجت ہے اور ہوئی وہ ہے جو اس کے بھی علاوہ ہو یعنی رائے محض وتخمین بحت کہ وحی کی طرف مستند بھی نہیں باقی قیاس تو مظہر حکم ہوتا ہے اور مثبت اس حکم قیاسی کا بھی وحی ہی ہے پس وہ ہوئی میں داخل نہیں اور علاوہ دلالت بدلیت قیاس من الوحی علی کون القیاس فی حکم الوحی کے اس پر ایک اور دلالت بھی اس شعر میں ہے وهو قوله جسمیاں را دہ یعنی یہ بھی عطا فرمایا ہوا اور اجازت دیا ہوا حضور ہی کا ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور دادن میں حکم دادن کا داخل ہونا ایسا ہے جیسا اس آیت میں وما اتاکم الرسول فخذوه الخ اور مولانا کے اس کلام سے یہ بھی مستنبط ہو سکتا ہے کہ ضرورت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیاس کی اجازت ہے کیونکہ جواز قیاس کو معلل کیا ہے یاس من الوحی سے کما ہو مفہوم قولہ چوں نیست الخ تو جب وقت ضرورت تک وحی نہ آئی تو علت پائی گئی پس جواز کا حکم بھی پایا جاوے گا و علیہ اکثر العلماء اور جسمیان کی جو میں نے تفسیر کی ہے اس میں تمام غیر اہل وحی داخل ہو گئے من العلماء والمجتهدین والاولیاء والمکاشفین گو بعض افراد اس تحری کے زیادہ قناعت بخش ہوں کعلوم اہل الاحوال لہم مگر درجہ میں وحی کی برابر نہ ہوں گے آگے مضمون شعر ہذا کی مثال ہے یعنی) درخت بید میں اگر میوہ نہیں ہوتا تو سایہ تو ہوتا ہے (اسی طرح جس کے پاس وحی نہ ہو تحری و قیاس بھی درست اور واجب العمل ہے) کیونکہ ضرورت کے سبب مردار حلال ہو جاتا ہے (جو پہلے حلال نہ تھا اور حلال نہ ملنے کے وقت جب اضطرار شدید ہو حلال بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہو جاتا ہے کہ اگر نہ کھایا اور مر گیا تو گنہگار مرے گا کما صرح الفقہاء بہ اسی طرح تحری واتباع دلیل ظنی جس میں الہام واجتہاد سب داخل ہے پہلے جائز نہ تھا مگر وحی نہ ملنے کے وقت درست بلکہ واجب ہو گیا اور تشبیہ مردار کے ساتھ عدم جواز فی الاصل و جواز یا وجوب وقت الضرورۃ میں ہے آگے ایک مسئلہ جزئیہ سے بھی اس کی تائید ہے یعنی) اگر تحری کعبہ وصال میں نہیں ہے لیکن بیابان ضلال میں تو ہے (وصال سے مراد مشاہدہ کہ لازم است وصال را یعنی کعبہ مشاہدہ کردہ شدہ اور ضلال بمعنی ماوقع الضلال عنه ای لم یدر ولم یعلم یعنی دیکھو ضرورت کے وقت اس تحری کی اجازت دی گئی جو کعبہ کے دیکھتے ہوئے جائز نہ تھی سو تحری واجتہاد کی دو قسم ہوئیں ایک بضرورت جس کی شریعت نے اجازت دی بشرائطہ اس کو نظرا الی المثمر الآتی اجتہاد ہدی سے ملقب کرنا مناسب ہے اور ایک وہ جو بلا ضرورت ہو یعنی دلیل شرعی کے ہوتے ہوئے کہ ان ادلہ نے سب ضرورتوں کو پورا کر دیا ہے پھر اجتہاد کرنا کہ اس میں شرائط مفقود ہوں گی کیونکہ منجملہ شرائط یہ بھی ہے کہ ضرورت ہو اور یہاں ضرورت نہیں لہٰذا کہ اس کو اجتہاد غیر ہدی سے ملقب کیا جاوے کضیع المدعین للحکمة فی زماننا اوپر قسم اول کا جواز بیان فرمایا ہے آگے دوسری قسم کا ابطال کرتے ہیں کہ) بدوں تحری واجتہاد ہدی کے (یہ ہدی بواسطہ عطف کے دونوں کی قید ہے) جو شخص ہوا (نفسانی) سے بدعت کا پیشہ اختیار کرے (اس میں یہ بتلا دیا کہ اس صورت میں وہ تحری خود اور جو اس سے ثابت کیا ہے وہ بھی بدعت وضلالت ہوگا اور راز ہوا قید واقعی ہے) تو اس شخص کو مثل عاد کے ہوا تباہ کر دے گی اور قتل کر دے گی (اس مصرعہ میں ہوی نفسانی کو ہوائے عنصری سے تشبیہ دے کر اس کی طرف کشتن کی اسناد بطور اسناد الی السبب کے کی ہے یعنی وہ اس اتباع ہوی سے ہلاک ہو جاوے گا) وہ سلیمان نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ وہ (ہوا) ان کے تخت کو کھینچے (یعنی وہ اگر اتباع تحری میں منقاد حق ہوتا جیسے تحری ہدیٰ کے اختیار کرنے والے ہیں تو وہ سبب ہو جاتا اس کے ارتفاع رتبہ عند اللہ کا تو تحری مرتبہ کلی میں ایک چیز ہے اس کے دو اثر ہیں ایک اثر اس کی ایک قسم کا اور دوسرا اثر دوسری قسم کا مثل ہوا کے کہ عاد کے ساتھ اور فعل اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اور فعل آگے تشبیہ بہ ہوائے عاد کی مزید توضیح ہے کہ) عاد کے لئے ہوا حال مخالف ہے مثل بکری کے بچے کے کھانے والے کے ہاتھ میں (کہ) مثل فرزند کے اس کو آغوش میں رکھے ہوئے لئے جا رہا ہے تا کہ اس کو قصاب کی طرح قتل کرے (پس اسی طرح ہوا جو عاد کو ان کی جگہ سے اٹھاتی ہے تو پٹکنے کے لئے اگرچہ اولاً ان کو موافقت کا دھوکہ ہوا کما سیاتی فی قولہ فلما راوہ عارضاً اور) عاد والوں کو یہ (سزائے) ہوا تکبر (خصوص علی الانبیاء) کی وجہ سے تھی (کما قال تعالیٰ فاما عاد فاستکبروا فی الارض بغیر الحق ثم رتب علیہ قولہ تعالیٰ فارسلنا علیھم ریحاً صرصراً لآیہ) انہوں نے (اس کو) اپنا یار (اور موافق) گمان کیا (قال تعالیٰ فلمارأوہ عارضا مستقبل اودیتھم قالوا ھذا عارض ممطرنا لیکن وہ) اغیار تھی (قال تعالیٰ بل ھوما استعجلتم بہ ریح فیھا عذاب الیم لآیہ چنانچہ) جب اس نے پوستین الٹ دیا (یعنی اس نے دوسری صورت جو کہ اصلی تھی ظاہر کی) تو ان کو اس مبس القرین نے ریزہ ریزہ کر کے شکستہ کر ڈالا (اس کا انطباق مشبہ میں یوں ہوگا کہ اس وقت وہ رائے اور ہوا لذیذ معلوم ہوتی ہے مگر چونکہ منشا اس اتباع رائے کا تکبر ہے کہ اپنے کو قابل مزاحمت قواعد وحی کے سمجھتا ہے انجام میں یہ ہوی جس کا منشا تکبر تھا ان کو ہالک اور خاسر کرے گی آگے اس کبر کے ازالہ کا امر فرماتے ہیں جو مفضی الی الہلاک ہوگا کہ اے مخاطب) باد کو (یعنی کبر و ہوا کو کہ مشابہ باد ہے) شکستہ کر دے کہ یہ باد سخت فتنہ ہے (اور یہ شکستہ کرنا) قبل اس کے (ہونا چاہئے) کہ تجھ کو وہ عاد کی طرح شکستہ کر دے (یعنی وقت عقوبت سے پہلے دار العمل ہی میں اس کی اصلاح کر لے جس کے لئے لازم ہے انقیاد للوحی آگے ہوائے نفسانی کے مشبہ بہ یعنی ریح عاد کی طرف رجوع ہے جس سے ایک اور فائدہ علاوہ فائدہ مذکورہ کے مستنبط کریں گے کہ اجزائے عالم سب مسخر قدرت ہیں جس کو جس کے لئے جب تک چاہے نافع بنا دے اور اسی طرح مضر بنا دے پس فرماتے ہیں کہ) ہود علیہ السلام نصیحت کرتے تھے کہ اے پر تکبر جماعت تمہارے ہاتھ سے یہ ہوا (اپنا) دامن چھڑا لے گی (یعنی دشمن ہو جاوے گی کیونکہ یہ) ہوا لشکر حق ہے اور نفاق کے طور پر (یعنی ظاہری طور پر وہذا استعارۃ) اس نے چند روز تمہارے ساتھ معانقہ کر رکھا ہے (مگر) وہ باطن میں اپنے خالق کے ساتھ ہے جب (تمہاری ہلاکت کی) میعاد آوے گی (یہ) ہوا ہاتھ (پاؤں) نکالے گی (اور) یہ وہی ہوا ہے جو باامن ہو کر گزرا کرتی تھی (یہ) مثل جان کے تھی اور (اب) مثل موت کے ہو گئی (اور اس کی ایسی مثال ہے کہ) جس شخص کا ہاتھ تیری دست بوسی کیا کرتا تھا غصہ کے وقت وہی ہاتھ گرز ہو جاتا ہے (اور مثال سے قطع نظر خود) اس ہوا ہی کا گزر منہ کے اندر (بھی) دیکھے (کہ) ہر وقت آئندہ روندہ ہے کر و فر کے ساتھ (مراد اس سے سانس ہے کہ وہ بھی ہوا ہے اور بھی اس لئے کہا کہ بھی صرف ناک کی راہ سے اس کی آمد و رفت ہوتی ہے اور) حلق اور دندان اس سے ایمن رہتے ہیں (ان کو ایذا نہیں پہنچاتی مگر اسی ہوا کو) جب حق تعالیٰ حکم دے دیں تو وہ دانت کے اندر گھس جاتی ہے (اور) ذرۂ باد (اس وقت ایک) کوہ اور ثقیل ہو جاتا ہے (اور) درد دندان اس (دندان یا صاحب دندان) کو زار اور علیل رکھتا ہے (اس کی طبی توجیہ حسب قول حکیم محمد ہاشم سلمہ یہ ہے کہ مسوڑھوں میں کوئی تر مادہ پیدا ہو جاتا ہے اس سے بخارات اٹھ کر مستحیل بریاح ہو کر اعصاب میں تمدید

www.besturdubooks.wordpress.com

پیدا کرتے ہیں اس سے درد پیدا ہو جاتا ہے الخ بلفظ اور اس وقت) یارب یارب جان سے ظاہر کرتا ہے کہ اس ہوا کو اے مستعان دور کر (تو دیکھو وہی ہوا جو نافع تھی مضر ہو گئی اور اس مقام پر وہ فائدہ مستنبطہ حاصل ہو گیا آگے اس سے ایک اور مضمون کی طرف انتقال ہے کہ جب یہ سب مسخر حق ہیں تو اس کی اطاعت اور ذکر اختیار کر پس فرماتے ہیں کہ) اے دہن تو اس ہوا سے غافل تھا جا (اور) تہہ دل سے استغفار میں مشغول ہو (آگے تکلیف کا ایک نفع بیان کرتے ہیں کہ درد ایسی چیز ہے کہ) اس شخص (صاحب درد) کی چشم سخت آنسوؤں کو جاری کر دیتی ہے (اور) منکروں کو درد اللہ کا نام لینے والا کر دیتا ہے (آگے فرماتے ہیں کہ جب درد میں یہ خاصیت ہے تو تجھ کو اس سے انتفاع چاہئے اور پہلی غفلت کو جو کہ باوجود استماع احکام کے زائل نہ ہوئی تھی اب زائل کر دینا چاہئے پس فرماتے ہیں کہ) جب تو نے کلام حق کو مرد (حق) سے قبول نہ کیا تو وحی حق کو (اس) درد ہی کی وجہ سے قبول کر لے (آگے اوپر کے دونوں مضمونوں کا مجموعہ ہے یعنی اجزائے عالم کا مسخر حق ہونا اور انقیاد للحق کا ضروری ہونا وذکر الاول فی اشعار کثیرۃ والثانی اولاً فی قولہ باد را بشکن الخ وثانیاً فی قولہ ای دہان غافل بدی الخ وقولہ چوں دم یزداں الخ پس ارشاد فرماتے ہیں کہ) ہوا کہتی ہے میں مالک البشر کی طرف سے (مثل) قاصد (کے) ہوں کبھی خیر (اور نفع) کی خبر لاتی ہوں (اور) کبھی شور شر (کی خبر لاتی ہوں اور) میں تیری طرح اپنے بادشاہ سے غافل کب ہوں کیونکہ میں مامور ہوں اپنی امیر نہیں ہوں (اور ہوا یہ بھی کہتی ہے کہ) اگر (انقیاد میں) تیرا حال سلیمان علیہ السلام کی طرح ہوتا تو میں سلیمان کی طرح تیری حمال ہوتی (یعنی بامر حق تجھ کو نفع ہی پہنچایا کرتی خواہ ظاہرا بھی یا صرف باطنا جیسا کہ مضار دنیویہ سے منافع آخرت اہل ایمان کو حاصل ہوتے ہیں اب تو بحالت تیرے عدم انقیاد کے دنیوی حوائج کے لئے تیرے کارآمد ہونے میں) میں عاریت ہوں (انقیاد کی حالت میں) تیرے ہاتھ کی مملوک ہو جاتی (یعنی مثل مملوک کے ہر وقت خادم و نافع ہوتی اور) میں تجھ کو اپنے راز پر واقف بنا دیتی (یہ اسناد مجازی ہے یعنی سبب واقفیت کا ہو جاتی اس طرح سے کہ ہوا بھی آیات الٰہیہ سے ہے اور متضمن ہے حکم و مصالح کو کہ منجملہ ان کے بصیرت بالحق ہے کما قال تعالیٰ و فی الارض ایات للموقنین و فی انفسکم افلا تبصرون اور انقیاد للحق میں خاصہ ہے صحت بصیرت کا پس اگر انقیاد اختیار کرتا تو ہوا کے بھی ان اسرار کی اس کو بصیرت ہوتی) لیکن چونکہ تو باغی ہے (اس لئے) میں مستعار طور پر تیری خدمت (دنیویہ) تین چار روز کرتی ہوں (چنانچہ ہوا سے دنیوی انتفاع جس کا ظاہر ہے اور) پھر (مرنے پر) عاد کی طرح تجھ کو بہت سی سرنگونی دوں گی (اور) تیری سپاہ (اور نافع چیزوں سے باغیوں کی طرح نکل جاؤں گی (اور سبب ضرر بنوں گی سبب ضرر بننا یہی ہے کہ حق تعالیٰ اس پر سزا دیں گے کہ باوجود میری سب آیات اور نعم کے تو نے میرے ساتھ کفر کیا اور اس شعر سے پہلے یقیناً روزے سہ چار سے مراد عمر حیوۃ دنیا ہے اور اس شعر میں اس کے بعد لفظ پس آیا ہے جو تعقیب کے لئے ہے اور حیوۃ دنیویہ سے معقب حالت موت ہے عین موت بھی اور مابعد الموت بھی سو اس دلیل سے حکم سرنگونیہا دہم اور باغیانہ برجہم کا ظرف زمان حالۃ الموت ہوئی چنانچہ بندہ نے ترجمہ اسی کی موافق کیا ہے آگے اس حکم مذکور من حیث التقیید بہذا القید کی عاقبت فرماتے ہیں یعنی حالت موت میں تیرے لئے میرے واسطہ عقوبت بننے کا) انجام یہ ہوگا کہ تیرا ایمان بالغیب اس وقت محکم ہو جس وقت کہ ایمان لانا (تجھ کو نافع نہ ہو بلکہ غیر مقبول ہونے کی حسرت سے اور زیادہ) تیرے لئے مایۂ غم ہو جاوے (مراد اس سے وہ وقت ہے جس کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں فلم یک ینفعھم ایمانھم لما راؤا باسنا اور یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ بمعنی لام عاقبت ہے اس میں اس شخص کی بغاوت الی آخر الحیوۃ پر وعید سنانا ہے کہ اس وقت حقیقت ان آیات سے متنبہ نہ ہونے کی معلوم ہوگی کہ جب معلوم ہونا مفید نہ ہوگا اور معلوم کر کے ایسے وقت ایمان لاوے گا کہ اور حسرت ہوگی کہ میں ایمان بھی لاتا ہوں اور نافع نہیں ہوتا اور اگر ایمان نہ لاتا تو صرف عقوبت کا الم ہوتا یہ حسرت نہ ہوتی جیسا کہ احقر نے ایمانت ماہ غم کی تفسیر میں اس کو ظاہر بھی کر دیا ہے آگے اس وقت کی حالت کا بیان ہے کہ وہ ایسا وقت ہے کہ) اس وقت خود سب مومن ہو جاتے ہیں (اور) اس وقت خود تمام سرکش سر کے بل دوڑنے لگتے ہیں (اور) اس وقت زاری وافتقار کرتے ہیں جیسے چور اور ڈاکو زیر دار (آ کر ایسا ہی کرتا ہے سو اس وقت ایمان و معذرت کچھ بھی نافع نہیں ہوگا) لیکن اگر تو غیب (کی حالت) میں (ایمان وقبول حق میں) مستقیم ہو جاوے (اور یہ ایمان قبل الموت میں ہوتا ہے) تو تو مالک دارین (بھی) اور شحنہ (بھی) ہو جاوے (مالک جس کے حق کے لئے دار پر دزد و راہزن مذکور فی الشعر السابق کو چڑھاتے تھے اور شحنہ وہ جو کہ دار پر چڑھاتا تھا مطلب یہ کہ پھر تو ایسا مامون ہو جاوے گا جیسا خود مالک اور شحنہ اور تجھ کو) ملک دائم منہ دکھلائے گی (جنت کا ایسا ہی ہونا ظاہر ہے اور) وہ (ملک دائم) دو روزہ مستعار اور سقیم نہیں ہے (جیسی دنیا کی نعمتیں تھیں کما ذکر فی قولہ عاریستم یعنی نہ اس میں کما نقص ہے کہ دو روزہ ہو اور نہ کیفا کہ سقیم اور ردی ہو اور) تو (اس وقت) بیگار سے (یعنی ذلت سے اطلاقاً للسبب علی المسبب او عکسہ) چھوٹ جاوے اور اپنا کام کرنے لگے (یہ مقابل ہے بیگار کا تو یہ کنایہ ہوگا عزت وحریت سے کہ اس میں بیگار نہیں ہوتی اور) تو بادشاہ بھی ہو جاوے اور تو اپنا نقارہ (عزت کا) بھی بجاوے (قال تعالیٰ واذا رایت ثم رایت نعیما و ملکا کبیرا وقال تعالیٰ و جنات لھم فیھا نعیم مقیم یہ تو ایمان بالغیب کی صورت میں ہے اور اگر اس کے خلاف ہوا جس کا اوپر ذکر تھا آں زماں خود جملگاں اور آں زماں زاری کنند تو اس صورت میں یہ حالت ہوگی کہ وہ سرکش وزاری کنندہ مثل دزد اور راہزن کے عالم جزاء کے معائنہ کے وقت حسرت کریں گے کہ) جب (ہمارا یہ) گلو (جس کے انہماک میں ایمان سے بھی محروم رہے) ہم پر عالم کو تنگ (وتاریک اور محل عقوبت) کر رہا ہے تو کاش (ہمارا یہ) حلق ودہاں (بجائے لذیذ اور مرغوب اشیاء کے) خاک کھایا کرتا (اور ہم لذات میں منہمک نہ ہوتے جس سے غفلت نہ بڑھتی اور ایمان کی توفیق ہو جاتی تو یہ روز بد دیکھنا نہ پڑتا ان لذات نے ہم کو تباہ کر دیا اور بندہ نے عالم سے مراد عالم آخرت سمجھا ہے کیونکہ دنیا سے تو جا ہی رہا ہے یہاں تنگی وفراخی سے کیا بحث دوسرے اس میں بہت مبالغہ ہو جاوے گا کہ عالم آخرت باوجود اتنی بڑی فراخی کے اس پر تنگ ہو جاوے گا فضلاً عن الدنیا)

فائدہ:۔ آگے انتقال ہے اس مضمون کی طرف کہ وہ باغی جو حسرت کر رہا ہے کہ کاش میں دنیا میں خاک کھایا کرتا سو واقع میں دنیا میں تو خاک ہی کھا رہے ہیں مگر اس خاک کی صورت بدل گئی ہے جس سے یہ لذات معلوم ہوتی ہیں اور مقصود اس سے تزہید ہے اشیاء دنیویہ میں کہ ان کے آغاز وانجام کو مستحضر رکھ کر ان میں زیادہ منہمک نہ ہو جیسا وہ شخص منہمک ہوا جس کا اس شعر چوں گلو الخ میں مقولہ مذکور ہے کہ ایمان سے بھی محروم رہا۔

ایں دہاں خود خاک خوارے آمدست	لیک خاکے را کہ آں رنگیں شدہ است
یہ دہن خود خاک کھانے والا ہے	لیکن اس خاک کو کہ وہ رنگین ہو گئی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں کباب وایں شراب وایں شکر	خاک رنگین ست و نقشیں اے پسر
یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر	خاک رنگین اور نقشیں ہے اے پسر
چونکہ خوردی وشد آنہا لحم و پوست	رنگ لحمش داد وایں ہم خاک کوست
جب تو نے کھا لیا اور وہ لحم و پوست ہو گیا	تو اس کو لحم کا رنگ دے دیا یہ بھی خاک کوچہ ہے
ہم زخاکے بخیہ برگل می زنند	جملہ را ہم باز خاکے می کنند
خاک ہی سے گارے پر بخیہ لگاتے ہیں	پھر سب کو خاک ہی کر دیتے ہیں
ہندو و قپچاق و رومی و حبش	جملہ یک رنگ اند اندر گور خوش
ہندی اور قپچاقی اور رومی اور حبشی	سب ایک رنگ ہیں گور میں اچھے طور پر
تا بدانی کاں ہمہ رنگ و نگار	جملہ روپوش است ومکر ومستعار
تاکہ تو جان لے کہ یہ سب رنگ و نگار	سب حجاب ہے اور نمائش ہے اور مستعار
زانکہ باقی صبغۃ اللہ است وبس	غیر آں بربستہ داں ہمچوں جرس
کیونکہ باقی صرف اللہ ہی کا رنگ ہے	اس کا غیر اوپر سے لگایا ہوا جان مثل جرس کے
رنگ صدق ورنگ تقوی ویقیں	تا ابد باقی بود بر عابدیں
صدق کا رنگ اور تقوی و یقین کا رنگ	ابد تک باقی رہے گا عابدین پر
رنگ شک ورنگ کفرن ونفاق	تا ابد باقی بود برجان عاق
شک اور کفر و نفاق کا رنگ بھی	ابد تک باقی رہے گا روح عاق پر
چوں سیہ روئی فرعون دغا	رنگ او باقی و جسم او فنا
جیسے فرعون دغا باز کی سیہ روئی ہے	کہ اس کا رنگ باقی ہے اور اس کا جسم فانی ہے
برق و فر روئے خوب صادقیں	تن فنا شد واں بجا تا یوم دین
نور اور رونق روئے خوب صادقین کی	تن تو فنا ہو گیا اور وہ قائم رہے گی یوم دین تک
زشت آں زشت ست وخوب آں خوب وبس	دائم آں صحاک وایں اندر عبس
زشت وہی زشت ہے اور خوب وہی خوب ہے اور بس	ہمیشہ کے لئے وہ خندان اور یہ ترش روئی میں رہے گا
خاک را رنگ وفن وشنگے دہد	طفل خویاں را بداں جنگے دہد
وہ خاک کو رنگ اور ڈھنگ اور شنگ دیتے ہیں	اطفال خصلت لوگوں کو اس پر جنگ دیتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

از خمیر اشتر و شیرے پزند	کودکان از حرص آں کف می مزند
آٹے کا اونٹ اور شیر پکاتے ہیں	لڑکے اس کی حرص سے ہاتھ چوستے ہیں
شیر و اشتر نان شود اندر دہاں	در نگیرد ایں سخن با کودکاں
وہ شیر اور شتر منہ میں جا کر روٹی ہو جاتی ہے	یہ بات لڑکوں میں اثر نہیں کرتی
دامن پر خاک ما چوں کودکاں	رفتہ از سر جہد اسباب و دکاں
ہم لڑکوں کی طرح ہیں دامن خاک سے پر کئے ہوئے	دماغ سے اسباب اور دکان کا اہتمام نکلا ہوا
کودک اندر جہل و پندار و شکے ست	شکر باری قوت او اندکے ست
لڑکا جہل اور خیالات اور شک میں ہے	مگر خیر شکر ہے کہ اس کی قوت تو تھوڑی ہے
وائے زاں طفلان کہ پیری می کنند	لنگ مورانند و میری می کنند
افسوس ان اطفال کے حال پر ہے جو پیری کر رہے ہیں	لنگ۔ مور ہیں اور سرداری کر رہے ہیں
طفل را استیزہ و صد آفت ست	شکر ایں کو بے فن و بے آلت ست
طفل میں لڑائی اور سو آفت ہے	اس کا شکر ہے کہ وہ بے فن اور بے آلت ہے
وائے زیں پیران طفل نا ادیب	گشتہ از قوت بلائے ہر لبیب
افسوس ان پیران نابالغ بے ادب پر ہے	قوت کے سبب ہر عاقل کے لئے بلا ہو گئے
چوں سلاح و جہل جمع آید بہم	گشت فرعونے جہاں سوز از ستم
جب ہتھیار اور جہل باہم جمع ہو جاویں	تو وہ شخص ایک فرعون ہو جاوے گا جو ظلم سے جہاں سوز ہے
شکر کن اے مرد درویش از قصور	کہ ز فرعونی رہیدی و ز کفور
اے مرد فقیر تو کوتاہی سے شکر کر	کہ تو فرعونیت سے چھوٹ گیا اور کفران سے
شکر کہ مظلومی و ظالم نہ	ایمن از فرعونی و ہر فتنہ
شکر ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے	فرعونیت اور ہر فتنہ سے تو مامون ہے
اشکم تی لاف اللہی نزد	کاتشش را نیست از ہیزم مدد
شکم تہی نے الوہیت کا دعویٰ نہیں کیا	کیونکہ اس کے آتش کو ہیزم کی مدد نہیں پہنچی
اشکم خالی بود زندان دیو	کش غم نان مانعست از مکر و ریو
شکم خالی شیطان کا زندان ہے	کیونکہ اس کو غم نان مانع ہے مکر و فریب سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اشکم پر لوت داں بازار دیو	تاجران دی را دروے غریو
شکم پر طعام کو شیطان کا بازار جان	تاجران شیطان کا اس میں شور ہے
تاجران ساحر لاشے فروش	عقلہا را تیرہ کردہ از خروش
ان تاجران ساحر نے جو کہ لاشے فروش ہیں	عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے خروش سے
خم رواں کردہ زسحرے چوں فرس	کرد کرباسی ز مہتاب و غلس
مٹکے کو سحر سے گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے	کپڑا بنا رکھا ہے چاندنی اور اندھیری ہے
چوں بریشم خاک را بر می تنند	خاک در چشم ممیز می زنند
ابریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں	ممیز کی آنکھ میں وہ لوگ خاک جھونک رہے ہیں
جندلے را رنگ عودی می دہند	بر کلوخے ماں حسودی می دہند
پتھر کو عودی رنگ دے رہے ہیں	کلوخ پر ہم کو رشک دے رہے ہیں
پاک آں کو خاک را رنگے دہد	ہمچو کودک ماں برآں جنگے دہد
پاک ہے وہ ذات جو خاک کو رنگ دیتا ہے	کودک کی طرح ہم کو اس پر جنگ دیتا ہے
دامن پر خاک ما چوں طفلکان	در نظر ماخاک ہمچو زر کان
ہم دامن کو خاک سے بچوں کی طرح بھرے ہوئے ہیں	ہماری نظر میں خاک مثل زرکان کے ہے
طفل را با بالغاں نبود جدال	طفل را حق کے نشاند بارجال
طفل کو بالغین کے ساتھ جدال نہیں ہوتا	طفل کو حق تعالیٰ مردوں کے برابر کب بٹھلاتا ہے
میوہ گر کہنہ شود تا ہست خام	پختہ نبود غورہ گویندش بنام
میوہ اگرچہ کہنہ ہو جاوے جب تک خام ہے	پختہ نہ ہو اس کا نام غورہ ہی کہیں گے
گر شود صد سالہ آں خام و ترش	طفل و غورہ است او بر ہر تیز ہش
اگر وہ خام و ترش سو برس کا ہو جاوے	وہ طفل اور غورہ ہی ہے ہر تیز ہوش کے نزدیک
گرچہ باشد موے و ریش او سپید	ہمدراں طفلی و خوف ست و امید
اگرچہ اس کے بال اور ریش سفید ہو جاویں	اسی طفلی اور خوف و امید میں ہے
ماند خواہم نارسیدہ یا رسم	حق کند با من غضب یا خود کرم
معلوم نہیں میں بے پہنچا رہ جاؤں گا یا پہنچ جاؤں گا	حق تعالیٰ میرے ساتھ غضب کرے یا خود کرم کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر رسم یا نارسیدہ ماندہ ام	اے عجب بامن کند لطف و کرم
اگر میں رسیدہ ہو جاؤں تب بھی یا نارسیدہ ہوں تب بھی	اے لوگو عجیب بات یہ ہے کہ وہ میرے ساتھ لطف و کرم ہی فرماوے گا
باچنیں ناقابلی و دوریی	بخشد ایں غورہ مرا انگوریی
باوجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے	وہ بخشدے گا میرے غورہ کو انگور ہونے کی صفت
نیستم امید وار از ہیچ سو	واں کرم می گویدم لاتیأسوا
میں کسی طرف سے امیدوار نہیں ہوں	اور وہ کرم مجھ کو لاتایسو کہہ رہا ہے
دائما خاقان ما کردست طو	گوش مارا میکشد لا تقنطوا
ہمیشہ ہمارے بادشاہ نے جشن فرمایا ہے	ہمارے کان کو لاتقنطوا کھینچ رہا ہے

(ربط اوپر شرح اشعار بالا کے اخیر میں مذکور ہو چکا پس فرماتے ہیں کہ) یہ دہن خود خاک کھانے والا ہے لیکن اس خاک کو (کھاتا ہے) کہ وہ رنگین ہو گئی ہے (اس لئے اس کو خاک نہیں سمجھتا اور اس کے پیچھے ایمان تک کھو بیٹھتا ہے) یہ کباب اور یہ شراب اور یہ شکر (سب) خاک رنگین اور نقشین ہے اے پسر (چنانچہ اصل بھی سب کی خاک ہے اور مرجع بھی سب کا خاک ہی ہے کہ بقاعدہ کل شی یرجع الی اصلہ وہ بھی خاک کے اصل ہونے پر دال ہے اور گو اور عناصر بھی ان کی ترکیب میں داخل ہیں مگر غالب خاک ہی ہے اور رنگینی یہی ہے کہ وہ کسی جزء میں صورت فاکہیہ ہے کسی میں صورت طعامیہ یہ رنگ تو کھانے کے قبل تھا اور) جب تو نے کھا لیا اور وہ لحم و پوست ہو گیا تو (اس وقت) اس کو لحم کا رنگ دے دیا (پھر) یہ (لحم) بھی خاک کو چہ ہے (یعنی اخیر میں یہ لحم بھی مستحیل الی التراب ہو جاوے گا اور یہ ظاہر ہے) خاک ہی سے گارے پر بخیہ بناتے ہیں (مثلاً جسم کے ساتھ اجزاء غذائیہ منضم ہوتے ہیں) پھر سب کو خاک ہی کر دیتے ہیں (چنانچہ) ہندی اور قپچاقی (کہ ایک قوم ہے ترکوں کی) اور رومی اور حبشی (یہ) سب ایک رنگ (یعنی خاک) ہیں گور میں اچھی طور (یعنی پورے طور) پر تا کہ تو جان لے کہ یہ سب رنگ و نگار سب حجاب ہے اور نمائش ہے اور مستعار (یعنی عارضی) کیونکہ باقی صرف اللہ ہی کا رنگ ہے (مراد اس سے رنگ اعمال کا ہے اور اضافۃ تشریف کے لئے اشارۃ الی قولہ تعالٰی صبغة الله و من احسن من الله صبغة اور) اس کا غیر اوپر سے لگایا ہوا جان مثل جرس کے (کہ جزو حیوان نہیں اوپر سے باندھ دیتے ہیں اور الوان جسمیہ کا زائل ہو جانا اور الوان روحیہ کا کہ اعمال ہیں زائل نہ ہونا ظاہر ہے چنانچہ) صدق کا رنگ اور تقوی و یقین کا رنگ ابد تک باقی رہے گا عابدین پر (اور گو وہاں بقاء جسم بشری کو بھی ہو گا اور یوں تو اس کے لئے لازم ہے لیکن وہ یہ لوں تو نہ ہو گا بخلاف اعمال کے کہ وہ یہی اعمال ہوں گے یہ تو صبغۃ اللہ کا بقا ہوا آگے اس کے مقابل یعنی اعمال کفریہ کا بقا بتلاتے ہیں گو وہ صبغۃ اللہ میں داخل نہ ہو اور صبغۃ اللہ میں جو بقاء کا حکم کیا تھا وہاں حصر پر کوئی دلالت نہ تھی یعنی اعمال ایمانیہ کی طرح) شک اور کفر و نفاق کا رنگ بھی ابد تک باقی رہے گا روح عاق پر جیسے فرعون دغا باز کی سیہ روئی ہے کہ اس (سیہ روئی) کا رنگ باقی ہے اور اس کا جسم فانی (اسی طرح) نور اور رونق روئے خوب صادقین کی (کہ) تن تو فنا ہو گیا اور وہ (خوب روئی) قائم رہے گی یوم دین (اور اس کے مابعد ابد) تک (اور سیہ روئی و

www.besturdubooks.wordpress.com

خوب روئی میں روسے مراد وجہ باطن ہے باقی روئے ظاہری تو جزو جسم کا اور اسی کی ساتھ فانی پس جب یہ خوبی اور زشتی اعمال کی باقی ہے اور صورت ظاہر کی فانی تو) زشت (اصلی) وہی زشت ہے اور خوب (اصلی) وہی خوب ہے اور بس (کہ) ہمیشہ کے لئے وہ (خوب) خنداں اور یہ (زشت) ترش روئی میں رہے گا (اور بعض محشین نے صبغۃ اللہ کو عام لیا ہے رنگ اعمال ایمانیہ و کفریہ کے لئے مگر میرا ذوق اس کو قبول نہیں کرتا غرض یہ کہ) وہ (حق تعالیٰ) خاک کو رنگ اور ڈھنگ اور شکل (یعنی رعنائی و زیبائی) دے دیتے ہیں (مراد مطلق مرغوبیت خواہ انسان میں ہو یا اموال و اسباب میں اور یہ مرغوبیت دیکر) اطفال خصلت لوگوں کو اس پر جنگ دے دیتے ہیں (کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ میں لوں اور دوسرے کو نہ لینے دوں جس طرح سے) آٹے کا اونٹ اور شیر پکاتے ہیں (اور) لڑکے اس کی حرص سے ہاتھ چوستے ہیں (کذا فی الغیاث مزیدن مکیدن یعنی لڑکے یہ سمجھ کر خوش ہوتے ہیں کہ ہم نے شیر لیا اور کھالیا ہم نے اونٹ لیا اور کھالیا حالانکہ محض صورت ہے شیر و شتر کی اور حقیقت اس کی روٹی اور آٹا ہے اور اس لئے) وہ شیر اور شتر منہ میں جا کر روٹی ہو جاتی ہے (حقیقت تو یہ ہے لیکن) یہ بات لڑکوں میں (بھی) اثر نہیں کرتی (یعنی اگر ان سے کہو کہ حقیقت اس کی روٹی ہے یہ شیر و شتر نہیں ہے محض اس کی ہیئت ہے تم اس کے لئے لڑو مت روٹی کھالو تو کبھی اس کو نہ مانیں کہ اس کی حقیقت روٹی ہے بلکہ اس صورت ہی کو مقصود سمجھتے ہیں اسی طرح عوام الناس اس بات کو نہیں سمجھتے کہ حقیقت اس کی خاک ہے اور یہ صورتیں عارضی ہیں اصلی نہیں ہم اس پر جنگ نہ کریں اور جب یہ سب چیزیں جن میں تنافس ہے خاک ہیں تو) ہم (صورت پرست لوگ ان کی مشغولی میں) لڑکوں کی طرح ہیں دامن خاک سے پر کئے ہوئے (اور ہمارے) دماغ سے اسباب اور دکان (مقصود) کا اہتمام نکلا ہوا (جیسے اطفال اس کھیل کے سامنے ان چیزوں کو جانتے بھی نہیں اور ان اشعار میں طالبان دنیا کو اطفال سے تشبیہ دی ہے آگے فرماتے ہیں کہ یہ ان سے بھی زیادہ بدحال ہیں کیونکہ) لڑکا (یہ مسلم ہے کہ) جہل اور خیالات اور شک میں ہے مگر شکر ہے کہ اس کی قوت (عملیہ) تو تھوڑی ہے (جس کے سبب اس نقصان علم و عقل کا کوئی اثر مضر ظاہر نہیں ہوتا چنانچہ اس خاک پر لڑتے بھی ہیں تو نہ ہتھیار ہے نہ زور ہے نہ تدبیر اور چالاکی ہے یوں ہی معمولی تو تو میں میں ہوئی اور ختم ہوا اور زیادہ) افسوس ان اطفال کے حال پر ہے جو پیری کر رہے ہیں (یعنی لنگ مور ہیں (باعتبار ضعف قوت علمیہ اور ناحقیقت شناسی دنیا کے) اور (پھر) سرداری کر رہے ہیں (یعنی سامان و اسباب سردارانہ مال و جاہ وغیرہ رکھتے ہیں جس سے ان کو قوت عملیہ معتد بہا حاصل ہے اور پیری سے بھی یہی مراد ہیں نہ کہ مشیخت گو وہ بھی اس کے عموم میں داخل ہے پس مصرعہ ثانیہ کے دونوں جزو تفسیر ہیں مصرعہ اولیٰ کے دونوں جزووں کی مطلب یہ کہ ان پیران نابالغ کا حال زیادہ برا ہے کہ قوت علمیہ تو ان کی ناقص اور سامان اضرار و تجاول و تزاحم کا ان کے پاس وافر پس ان میں مضارت و مضادت بہت بڑھی ہوئی ہے جب یہ جنگ کریں گے خاک پر تو ان کی جنگ اطفال کی جنگ سے اضرار و ادعی و امر ہوگی آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ بیشک) طفل میں لڑائی اور سو آفت ہے (یہ مسلم مگر اس کا شکر ہے کہ وہ بے فن اور بے آلت ہے افسوس (زیادہ) ان پیران نابالغ بے ادب پر ہے (کہ) قوت (و سامان) کے سبب ہر عاقل کے لئے بلا ہو گئے (یعنی حقیقی عقلاء کو ستاتے ہیں اور) جب ہتھیار (کہ قوت عملیہ کی زیادتی ہے) اور جہل (کہ قوت علمیہ کی کمی ہے دونوں) باہم جمع ہو جاویں تو (اس وقت) وہ شخص ایک فرعون ہو جاوے گا جو ظلم سے جہاں سوز ہے (آگے قوت عملیہ مع الجہل کی مضرت ثابت ہونے پر تفریع ہے کہ) اے مرد فقیر (نادار) تو (سامان کی)

www.besturdubooks.wordpress.com

کوتاہی سے شکر کر کے تو فرعونیت سے چھوٹ گیا اور کفران سے (فی المنتخب کفور بالضم ناسپاسی کردن) شکر ہے کہ تو مظلوم ہے اور ظالم نہیں ہے (اور) فرعونیت اور ہر فتنہ سے تو مامون ہے (آگے بھی ناداری کے اسلم ہونے کا مضمون ہے کہ دیکھو) شکم تہی نے الوہیت کا دعویٰ (کبھی) نہیں کیا کیونکہ اس کے آتش (مادہ خبیثہ کبر) کو ہیزم کی مدد نہیں پہنچی (ہیزم سے مراد اسباب وسامان جاہ وقدرت آگے مثال ہے شکم تہی اور شکم پر کی زندان وبازار کے ساتھ یعنی) شکم خالی شیطان کا زندان ہے (یعنی شیطان وہاں ایسے تصرفات سے محبوس ہے) کیونکہ اس کو غم نان مانع ہے (ایسے) مکر وفریب سے (کہ لاؤ خدائی کا دعویٰ کر دو اور) شکم پر طعام کو شیطان کا بازار جان تاجران شیطان کا اس میں شور (مچ رہا) ہے (اور دھوکہ کی چیزیں اس میں بیچ رہے ہیں آگے اس کی تفصیل ہے یعنی) ان تاجران ساحر نے جو کہ لاشے فروش ہیں عقلوں کو پریشان کر رکھا ہے خروش سے (اس پراگندگی میں مشتریوں کو تمیز نہ رہی غث وسمین میں فرق کرنے کی ان ساحر تاجروں نے) مٹکے کو سحر سے گھوڑے کی طرح چلتا کر رکھا ہے (کہ خریدار نظر بندی کے سبب اس کو گھوڑا سمجھ کر دام ڈبو دیتا ہے اور ان ہی ساحروں نے) کپڑا ابنار کھا ہے چاندنی اور اندھیری سے (کہ شعاعوں کو بشکل کپڑے کے نمایاں کر کے دام لے لیتے ہیں اسی طرح تاریکی کو شاید سیاہ کپڑا کر کے دکھلاتے ہوں اور یہ ساحر لوگ) ابریشم کی طرح خاک کو تن رہے ہیں (جس کو پورنا کہتے ہیں خریدار ریشم سمجھ کر دام دے دیتا ہے اور) ممیز کی آنکھ میں وہ لوگ خاک جھونک رہے ہیں (اور) پتھر کو عودی رنگ رہے ہیں (اور) کلوخ پر ہم کو رشک دے رہے ہیں (یعنی سحر سے اس کی ایسی صورت دکھلائی ہے کہ دیکھ کر رغبت خریداری کی ہوتی ہے یہ سب مثالیں ہو گئیں تصرفات شیاطین کی آگے پھر عود ہے مضمون سابق کی طرف کہ یہ سب متاع دنیا خاک ہے جس پر مختلف رنگ اور نقش کر دیئے گئے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) پاک ہے وہ ذات جو خاک کو رنگ دیتا ہے (اور) کودک کی طرح ہم کو اس پر جنگ دیتا ہے (شاید تسبیح کے ساتھ اس کو شروع کرنے میں اشارہ ہوا ایک شبہ کے دفع کی طرف شبہ یہ کہ اشعار متصلہ میں جو تصرفات مذمومہ بیان کئے گئے ہیں ان کا حاصل بھی تلبیس ہے اور خاک کو رنگین ونقشین کرنا جو کہ حق تعالیٰ کی جانب منسوب کیا گیا ہے یہ بھی ایک قسم کی تلبیس ہے جب دونوں متشابہ ہیں تو پھر اگر یہ قبیح ہے اور اس لئے شیطان کی طرف اس کی نسبت صحیح ہوئی ہے تو حق تعالیٰ کی طرف کیسے صحیح ہوگی اور اگر یہ قبیح نہیں ہے اور حق تعالیٰ کی طرف اس لئے نسبت صحیح ہوئی تو پھر شیاطین کی طرف نسبت کرنا معرض ذم میں کیسے واقع ہوا جواب یہ ہے کہ شیاطین تو اس کے کاسب ہیں اور قبیح کا کسب قبیح ہے اور حق تعالیٰ خالق ہے اور قبیح کا خلق قبیح نہیں پس وہ قبیح کو خلق کر کے بھی قبح سے منزہ ہے لفظ پاک میں تنزیہ خاص مراد لے کر اس جواب کی طرف اشارہ ہو گیا آگے اسی رنگ کردن خالق اور جنگ کردن عام مخلوق کا مضمون ہے کہ) ہم دامن کو ایک خاک سے بچوں کی طرح بھرے ہوئے ہیں (اور اس رنگین کرنے سے) ہماری نظر میں خاک مثل زرکان کے (معلوم ہوتی) ہے (آگے ان فریفتگان رنگ اور شیفتگان جنگ کو بطور نصیحت کے فرماتے ہیں کہ قاعدہ ہے کہ) طفل کو بالغین کے ساتھ جدال (جائز) نہیں ہوتا (کیونکہ) طفل کو حق تعالیٰ مردوں کی برابر کب بٹھلاتا ہے (یہ کنایہ ہے عدم تساوی سے کما قال تعالیٰ هل یستوی الاعمیٰ والبصیر وقال تعالیٰ هل یستوی الذی یعلمون والذین لایعلمون اور میں نے جو نبود جدال کا ترجمہ کیا ہے وہ اس پر مبنی ہے کہ خبر کو انشاء پر محمول کیا گیا کما قالوا فی قوله تعالیٰ لاجدال فی الحج ای لاتجادلوا حاصل یہ ہوا کہ تم طفل ہو اور مردان حق بالغ ہیں اور طفل کو بالغ کے امر میں معارضہ نہ چاہئے اور بالغین حب دنیا سے منع

www.besturdubooks.wordpress.com

کررہے ہیں پس تم ان کے کہنے پر چلو اور گو تم یہ کہو کہ ہم تو نابالغ نہیں آگے اس کا جواب ایک تشبیہ سے دیتے ہیں کہ) میوہ اگرچہ کہنہ ہو جاوے (لیکن) جب تک خام ہے (اور) پختہ نہ ہو اس کا نام غورہ (بواؤ مجہول) ہی کہیں گے (جس کے معنی انگور ہائے نارسیدہ ترش ہیں کذافی الغیاث آگے بھی اسی کی تاکید ہے کہ) اگر وہ خام و ترش سو برس کا ہو جاوے (اس طرح سے کہ خام توڑ کر سالہا سال کسی ترکیب سے محفوظ رکھا تب بھی) وہ طفل اور غورہ ہی ہے ہر تمیز ہوش کے نزدیک (پس اسی طرح تم اگرچہ بالغ لغوی یا بوڑھے ہو جاؤ مگر چونکہ تم میں پختگی عقل و بصیرت کی نہ آئی تھی اور اسی حالت میں تم کہنہ سال ہو گئے تو مثل اس میوۂ خام کہنہ کے تم بھی عقل کے اعتبار سے طفل اور خاک اور سن کے اعتبار سے کہنہ ہو گئے تو معنی نابالغ بمعنی خام ہوئے پس وہ شبہ جاتا رہا چنانچہ شعر آئندہ میں یہی مضمون ہے کہ اسی طرح) اگرچہ اس (طفل عقل) کے بال اور ریش سفید ہو جاویں (لیکن یہ) اسی طفلی اور (اسی) خوف و امید میں ہے (جس میں پہلے تھا جس کا آگے بیان ہے اور جس کا حاصل یہ ہے کہ اس کا نام اس شخص نے خود خوف و رجا رکھا ہے اس رجا کی حقیقت غرور اور دھوکہ ہے جیسے کوئی شخص بدوں تخم پاشی کے متوقع ہو کہ غلہ پیدا ہوگا اور اس خوف کی حقیقت عین ضعف ہمت ہے جیسے کوئی شخص کاشتکاری اس لئے نہ کرے کہ شاید تخم ضائع ہو جاوے یا پیداوار برف سے ہلاک ہو جاوے ایسا ہی حال ہے محبین دنیا کا کہ عمل بالکل نہیں اور متوقع ہیں مقبولیت و مقربیت کے کہ اللہ تعالیٰ بڑے کریم ہیں بے عمل بھی فضل فرما دیتے ہیں اسی طرح عمل میں صدہا شبہات نکالتے ہیں کہ شاید مقبول نہ ہوں یا حبط ہو جاوے کیونکہ وہ بڑے بے نیاز ہیں عمل کی وہاں کیا قدر ہے اور یہ صورۃً خوف و رجا ہے حقیقۃً نہیں اور یہ خوف و رجا طفلانہ ہے اسی لئے طفل کے ساتھ اس کو مقرون کیا اور اسی معنی کے افادہ کی طرف بندہ نے ترجمہ شعر میں خوف و امید کے ساتھ لفظ اسی کو ظاہر کر دیا جو بواسطہ عطف کے کلام میں مکرر ہے یعنی ہمدراں طفلی و ہمدراں خوف و امید تا کہ خوف و رجا حقیقی نہ سمجھا جاوے بلکہ خاص یہ خوف و رجا صوری سمجھا جاوے آگے اسی خوف و رجا کی تفسیر ہے کہ وہ اس خوف و امید طفلانہ میں رہتا ہے کہ) معلوم نہیں میں بے پہنچا رہ جاؤں گا یا پہنچ جاؤں گا (اور معلوم نہیں) حق تعالیٰ میرے ساتھ غضب کرے (یہ مرتب ہے نارسیدہ خواہم ماندبر) یا خود کرم ہے (یہ مرتب ہے رسم پر اس سے یہی مراد ہے کہ خالی احتمالات نکالتا رہتا ہے کہ معلوم نہیں کیا ہوگا شاید باوجود عمل نارسیدہ مانم و حق غضب کند یا بدوں عمل رسم و حق کرم کند پھر اس کے بعد اپنی سن سمجھوتی کرتا ہے کہ دو احتمال بھی کیوں نکالے جاویں کہ نارسیدن پر غضب اور رسیدن پر کرم بلکہ بحوائے سبقت رحمتی علی غضبی یہی سمجھنا چاہئے کہ) اگر میں رسیدہ ہو جاؤں تب بھی یا نارسیدہ رہوں تب بھی اے لوگو عجیب بات یہ ہے کہ وہ (دونوں حال میں) میرے ساتھ لطف و کرم ہی فرما دے گا (اور اس میں نفس کی زیادہ تسویل ہے کیونکہ وہ خوف صوری گو خوف حقیقی نہ تھا لیکن اس کے واسطے سے کبھی احتمال تو غضب کا ہو جاتا تھا یہ کسی وقت شاید نافع ہو جاتا اس میں اس کو بھی رخصت کر دیا اور یہ بھی کہتا ہے کہ) باوجود ایسی ناقابلیت اور دوری کے (میں کچھ عمل نہیں کرتا بلکہ معصیت کے کام کرتا ہوں و دل علی الاول قولہ نااہلی و دل علی الثانی قولہ دوری) وہ بخش دے گا میرے غورہ کو انگور ہونے کی صفت (یعنی وہ مجھ کو خام سے پختہ اور ناقص سے کامل کر دیں گے اس میں نارسیدن پر نجات کی امید سے ترقی کر کے ولی بننے اور رسیدن کا بھی یقین کر لیا اور یوں بھی کہتا ہے کہ) میں کسی طرف سے امیدوار نہیں ہوں (حتیٰ کہ عمل کی بھی ضرورت نہیں سمجھتا) اور وہ کرم مجھ کو لاتایسو کہہ رہا ہے (اور) ہمیشہ ہمارے بادشاہ نے جشن فرمایا ہے (فی الغیاث طو بالضم و واؤ معروف معرب تو بواؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

مجہول ورتر کی شادی عروسی راگو بیند اور) ہمارے کان کو لا کھنطوا کھینچ رہا ہے (اس سب کا حاصل وہی غرور ہے اور میرے ذوق میں آگے مولانا انتقال فرماتے ہیں رجاء حقیقی کی طرف جس میں باوجود عمل کے اپنے عمل کو ہیچ سمجھنے سے حق تعالیٰ ہی کی رحمت پر نظر ہوتی ہے جیسا کاشتکار باوجود تخم پاشی کے بارش کا امیدوار حق تعالیٰ سے رہتا ہے)۔

گرچہ مازیں نا امیدی در گویم	چوں صلا زو دست اندازاں رویم
اگرچہ ہم اس ناامیدی سے گڑھے میں ہیں	جب حق تعالیٰ نے صلا دی ہے تو ہم ہاتھ پھینکتے ہوئے چل رہے ہیں
دست اندازیم چوں اسپان سپس	درد ویدن سوئے مرعائے انس
ہم بعد اس کے ہاتھ پھینک رہے ہیں	دوڑنے میں طرف چراگاہ انس کے
گام اندازیم و آنجا گام نے	جام پردازیم و آں جا جام نے
ہم پاؤں پھینک رہے ہیں اور اس جگہ قدم نہیں	ہم پیالہ خالی کر رہے ہیں اس جگہ جام نہیں
زانکہ آنجا جملہ اشیا جانی ست	معنی اندر معنی و ربانی ست
اس لئے کہ اس جگہ تمام اشیاء روحانی ہیں	خلاصۃ الخلاصہ اور ربانی ہیں
ہست صورت سایہ معنی آفتاب	نور بے سایہ بود اندر خراب
صورت تو سایہ ہے معنی آفتاب ہے	نور بے سایہ تو ویرانی میں ہوتا ہے
چونکہ آنجا خشت بر خشتے نماند	نور مہ را سایہ زشتے نماند
جب وہاں خشت پر خشت نہ رہی	تو نور ماہ کے لئے کوئی سایہ زشت نہ رہا
خشت گر زریں بود بر کندنی ست	چوں بہائے خشت وحی و روشنی ست
خشت اگر زریں بھی ہے جب بھی اکھاڑنے کے قابل ہے	جبکہ خشت کی قیمت الہام ہے اور نور ہے
کوہ بہر دفع سایہ مندکے ست	پارہ گشتن بہر ایں نور اندکے ست
دفع سایہ کے لئے پہاڑ ریزہ ریزہ ہے	اس نور کے لئے پارہ پارہ ہو جانا تھوڑی بات ہے
بر بروں کہہ چوز و نور صمد	پارہ شد تا در درونش ہم زند
پہاڑ کے ظاہر پر جب نور صمد نے تجلی فرمائی	تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تاکہ اس کے باطن میں بھی داخل ہو جاوے
گرسنہ چوں بر کفش زد قرص نان	واشگافد از ہوس چشم و دہاں
گرسنہ کے ہاتھ پر جب قرص نان لگتی ہے	تو وہ ہوس سے آنکھ اور منہ پھاڑ دیتا ہے
صد ہزاران پارہ گشتن از روایں	از میاں چرخ بر خیز اے زمیں
لاکھوں ٹکڑے ہو جانا اس کے لئے زیبا ہے	آسمان کے بیچ میں سے اٹھ جا اے زمین

www.besturdubooks.wordpress.com

تا کہ نور چرخ گردد سایہ سوز	شب ز سایہ تست اے یاغی روز
تا کہ نور آسمان سایہ سوز ہو جاوے	شب تیرے ہی سایہ سے ہے اے دشمن دن کی
ایں زمیں چوں گاہوارہ طفلکاں	بالغاں را تنگ میدارد مکاں
یہ زمین مثل گہوارہ اطفال کے ہے	بالغوں کے لئے مکان کو تنگ رکھتا ہے
بہر طفلان حق زمین را مہد خواند	بالغاں را تنگ میدارد مکاں
اطفال کے لئے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد فرمایا ہے	اور اس میں اس دودھ میں سے اطفال پر عطا فرمایا ہے
خانہ تنگ آمد ازیں گہوارہا	طفلکان راز و دبالغ کن شہا
یہ گھر ان گہواروں سے تنگ ہو گیا ہے	ان اطفال کو جلدی بالغ کر دے اے بادشاہ
ہاں مکن اے گاہوارہ خانہ تنگ	تا تواند رفت بالغ بید رنگ
ہاں اے گہوارہ گھر کو تنگ مت کر	تا کہ بالغ چل سکے بے درنگ
اے گوارہ خانہ را ضیق مدار	تا تواند کرد بالغ انتشار
اے گہوارہ تو گھر کو تنگ مت رکھ	تا کہ بالغ آمد و رفت کر سکے

(ربط اوپر مذکور ہوا ہے یعنی انتقال ہے رجاء حقیقی کی طرف جس کے ساتھ عمل بھی ہوتا ہے مگر اس کو بے اثر سمجھا جاتا ہے اور اتکال رحمت پر ہوتا ہے اور اس بے اثر سمجھنے کو خوف لازم ہے پس رجاء کے ساتھ خوب بھی حکماً مذکور ہو گیا ہے اور مامور بہ مجموعہ ہی ہے رجاء اس قول کا مدلول ہے گرچہ ما زیں نا امیدی الخ جس سے مفہوم ہوتا ہے کہ نا امیدی نہ چاہئے اور اس کے ساتھ عمل ہونا جس سے وہ رجاء حقیقی ہو جاوے اس قول کا مدلول ہے دست اندازیم و گام اندازیم اور اس کا بے اثر سمجھنا اس قول کا مدلول ہے انجام گام نے وآنجام جام نے اور رحمت حق کا اصل موثر ہونا اس قول کا مدلول ہے جملہ اشیاء جانی ست معنی اندر معنی الخ اور رجاء کے لئے خوف کے اعتبار کا لازم ہونا ابھی اوپر مذکور ہوا اور پھر اس اتکال کے تعلق سے جذب حق کی ضرورت کا مضمون کہ وہی اصل موثر ہے وصول الی المقصود میں اور ضرورت کے ساتھ اس کی طلب مذکور ہے پس فرماتے ہیں کہ) اگرچہ ہم اس نامیدی سے (جو ہماری حالت کا مقتضا ہے) گڑھے میں ہیں (حالت ناکارگی کو تشبیہ دی گڑھے کے ساتھ جس میں ہلاک محتمل ہے لیکن) جب حق تعالیٰ نے (دعوت الی رحمت کی) صلا دی ہے (کما قال تعالیٰ واللہ یدعوا الی دار السلام) تو ہم ہاتھ پھینکتے ہوئے (یعنی حرکت ممکنہ کرتے ہوئے) چل رہے ہیں (وہذا کقولہ گرچہ رخنہ نیست عالم را پدید خیرہ یوسف وار می باید دوید آگے رویم کا معمول بتلاتے ہیں کہ) ہم بعد اس (صلا) کے ہاتھ پھینک رہتے ہیں دوڑنے میں طرف چراگاہ انس (ومقعد صدق) کے جو مصداق ہے دار السلام مذکور آیت موصوفہ کا فی المنتخب بحقیقت تمکن مردم وقبیلہ کہ بیکا مقیم باشند او و من لوازم المرعی للمجتمعین کونہ ما یونس بہ فترجمت بالحاصل اور) ہم

www.besturdubooks.wordpress.com

(ادھر جانے کی طرف ہاتھ) پاؤں پھینک رہے ہیں (یعنی بقدر امکان کوشش کر رہے ہیں) اور اس جگہ (یہ) قدم (معتدبہ) نہیں (کیونکہ اس مقصود کے مقابلہ میں یہ سعی کیا چیز ہے اور) ہم (اپنے زعم میں) پیالہ خالی کر رہے ہیں (جو کہ پوری شراب پینے میں ہوتا ہے یعنی مقتضائے عبدیت و خدمت سے کہ افراغ جھد ہے پورا مجاہدہ اختیار کرتے ہیں اور واقع میں) اس جگہ یہ جام (معتدبہ) نہیں (کما ذکرنی شرح قولہ گام نے آگے اس گام نے وجام نے کی وجہ کی توضیح ہے یعنی) اس لئے کہ اس جگہ (یعنی اس دربار کے لائق) تمام اشیاء روحانی (یعنی لطیف و خالص) ہیں (آگے جانی کی تفسیر ہے یعنی) خلاصۃ الخلاصہ ربانی ہیں (چونکہ شے کا خلاصہ لطیف بمنزلہ اس کی روح کے ہے اس لئے روحانی بمعنی لطیف وخلاصہ کے ہوا جس کا مصداق ربانی میں بتلا دیا یعنی وہ اعمال جن میں کوئی نقص وشائبہ ریا وعجب وکراہت وتفریط ادب وحقوق وغیرہ کا نہ ہو اور خالص ابتغاء لوجہ اللہ کئے گئے ہوں جس سے ان کو رب عظیم کی طرف منسوب کرنا صحیح ہو ورنہ اس میں دوسرے کا شائبہ ہونے سے وہ محل ہو جاوے گا اس ارشاد کا انا اغنی الشرکاء عن الشرک مطلب یہ کہ اس حالت میں ظاہر ہے کہ جب ہمارے اعمال اس درجہ کے نہیں جیسا کہ حدیث میں ہے لن تحصوا اور لن یشاد الدین احد الا غلبہ تو گام نے وجام نے کا حکم مذکور صحیح ہو گیا اور باوجود اس کے اعمال کا قبول کرنا جیسا کہ جزاء بما کانوا یعملون اس پر دال ہے صاف دلیل ہے کہ وصول الی المقصود میں رحمت حق ہی موثر ہے کما قلت فی التمہید اور رحمت حق کا اصل موثر ہونا الخ اور چونکہ حاصل اعمال کا سلوک ہے اور حاصل تاثیر رحمت حق کا جذب ہے تو اعمال کے عدم تاثیر اور رحمت حق کی تاثیر کا جو کہ یہاں تک اشعار میں مذکور ہوئے حاصل سلوک کی عدم تاثیر اور جذب کی تاثیر ہے اس لئے آگے اس جذب کے بعض احکام وآثار مثل فناء وبقاء اور ان کے خواص اور ان کی مطلوبیت بیان فرماتے ہیں یعنی) صورت تو سایہ ہے (اور) معنی آفتاب ہے (صورت سے مراد غلبہ احکام جسمانیہ کا کہ وہی سبب ہوتا ہے شوائب نقص فی الاعمال کا اور معنی سے مراد غلبہ احکام روحانیہ کا کہ اسی سے اعمال کا نقص مبدل بکمال مناسب للعبد لا الکمال الملائق بحقوق الحق تعالی ہو جاتا ہے جس سے اعمال معنوی اور ربانی ہو جاتے ہیں جن کا شعر سابق میں ذکر تھا جس کا راز یہ ہے کہ یہ غلبہ اثر ہے فنا کا اور فنا میں وہ افعال عبد مصداق ہیں مضمون کے ہیں۔

گریہ او خندہ او نطق او فہم او ذلق او وحلق او
عقل او و وہم او وحسن او نیست از وے ہست محض منع او

کذا فی الدفتر الخامس من ھذا المثنوی فی عنوان بقیہ حال مرید مقلد در گریہ اس لئے وہ ان شوائب سے نا قص ہو جاتے ہیں آگے تفریع ہے مضمون مصرعہ اولی پر یعنی جب صورت سایہ اور معنی آفتاب ہے تو) نور بے سایہ تو ویرانی میں ہوتا ہے (کیونکہ آبادی میں تعمیرات واشجار وغیرہ کا سایہ پڑنے سے نور خالص نہیں ہوتا بلکہ مشوب بالظل ہوتا ہے اور) جب وہاں خشت پر خشت نہ رہی تو نور ماہ (یا آفتاب مذکور فی الشعر السابق) کے لئے کوئی سایہ زشت (وصفہ بہ لکونہ مانعا عن النور) نہ رہا۔ (اسی طرح اگر احکام روحانیہ کا غلبہ جس کے آثار ابھی مذکور ہوئے یعنی اعمال کی معنویت وربانیت چاہتے ہو تو فناء جسم کو اختیار کرو کہ اس پر دولت بقاء مرتب ہو گی جس سے تم متخلق باخلاق اللہ وخالص الاعمال ہو جاؤ گے چنانچہ آگے اسی بقاء کا عطاء ہونا مذکور ہے کہ) خشت (جبکہ مانع

www.besturdubooks.wordpress.com

نور ماہ وخور ہے تو وہ) اگر زریں بھی ہے تب بھی اکھاڑنے کے قابل ہے جبکہ (اس) خشت کی قیمت الہام ہے اور نور ہے (یہ آثار ہیں بقاء کے مطلب یہ کہ جب بقاء باللہ صلہ ہے فناء کا تو فناء واجب التحصیل ہے اور اس فناء میں گو تن پروری وتن آرائی فوت ہوگی مگر اس کی پرواہ مت کرنا کیونکہ فناء جسم حصول نور کے لئے وہ چیز ہے کہ) دفع سایہ کے لئے پہاڑ ریزہ ریزہ (ہو جاتا) ہے (اور) اس نور کے لئے پارہ پارہ ہوجانا تھوڑی بات ہے (یعنی طور پر جب تجلی ہوئی تو نور حق کے تجلی ہونے سے کہ دفع سایہ اس کے لئے لازم ہے جو مصرعہ اول میں ہے وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور) پہاڑ کے ظاہر (سطح) پر جب نور صمد نے تجلی فرمائی تو وہ پارہ پارہ ہو گیا تا کہ اس کے باطن میں بھی داخل ہو جاوے (جیسے) گرسنہ کے ہاتھ پر جب قرص نان لگتی ہے تو وہ ہوس سے آنکھ اور منہ (بھی) پھاڑ دیتا ہے (یہی حالت طور کی ہوگئی کہ گویا منہ پھاڑ دیا کہ غذائے نور جس طرح اس کے ہاتھ یعنی ظاہر پر رکھی گئی اسی طرح اس کے منہ یعنی باطن میں بھی پہنچادی جاوے پس جس طرح اس نے نور کے لئے فناء صورت کو گوارا کرلیا تو بھی جسم کی پروا مت کر اس نور کے حاصل کرنے کے لئے فنا کردے اور مقصود اس تشبیہ سے صرف توضیح ہے صورت کے غیر معتدبہ ہونے کی نور کے مقابلہ میں گو مشبہ بہ میں دک اضطراری ہے اور شبہ میں اختیاری آگے جسم کو خطاب کرتے ہیں جس سے مقصود صاحب جسم کو سنا کر اس کی ہمت بڑھانا ہے پس فرماتے ہیں کہ) لاکھوں ٹکڑے ہوجانا (کوہ ذر میں یعنی جسم کے) اس (نور) کے لئے زیبا ہے (پس آسمان کے بیچ میں سے اٹھ جاوے زمین تا کہ نور آسمان (مثلاً نور آفتاب) سایہ سوز ہو جاوے (یعنی جو میں نور ہی نور رہ جاوے کیونکہ) شب تیرے ہی سایہ سے ہے اے دشمن دن کی (یعنی مخالف نور آفتاب کی جیسا کہ اہل ہیئت نے کہا ہے کہ شب کی حقیقت سایہ ہے زمین کا کہ آفتاب جس وقت مثلاً ہمارے اعتبار سے زمین کی دوسری طرف ہوتا ہے تو زمین کا سایہ جو میں پڑتا ہے وہ شب ہے مطلب یہ ہے کہ جس طرح مثلاً زمین کے اٹھ جانے سے ہر وقت جو میں نور ہی نور رہا کرے اسی طرح اگر جسم فنا ہو جاوے تو روح پر نور حق متجلی رہا کرے پس جب فنا کی یہ خاصیت ہے تو اس میں کیوں پس وپیش کیا جاوے اور اس فناء مذکور میں جس طرح خود مامور بالفناء کے خطرات ضیاء حظوظ جسمانیہ کے مانع ہوتے ہیں اسی طرح بھی دوسرے مقیدان احکام جسمانیہ کی طرف سے مزاحمت پیش آتی ہے خواہ موافقانہ جیسے نادان دوست بزعم خود خیر خواہی کیا کرتے ہیں خواہ مخالفانہ جیسے حساد ومعاندین ایذاء پہنچایا کرتے ہیں اور کام میں مشغول نہیں ہونے دیتے اوپر پہلی مانعیت کے متعلق مضمون تھا جس میں ہمت دلائی تھی آگے دوسری مزاحمت کا مضمون ہے جس میں حق تعالیٰ سے التجا ہے اس مزاحمت کے رفع کرنے کی فی قولہ زود بالغ کن اور مزاحمین کو اس لئے شاید خطاب نہ کیا ہو کہ بے شمار ہیں کسے کسے سمجھائیں پس ارشاد ہے کہ) یہ زمین (یعنی عالم اجسام وناسوت) مثل گہوارہ اطفال کے ہے (بوجہ اس کے کہ اس کے اکثر سکان طفلان عقل ہیں کما ذکر مفصلاً فی اشعار قبل التقام اور یہ گہوارہ) بالغوں کے لئے مکان کو تنگ رکھتا ہے (جیسے کسی گھر میں بہت بچے ہوں اور ہر ایک کے لئے ایک گہوارہ ہو تو سارا گھر گہواروں ہی سے بھر جاوے گا اور بالغوں کو بیٹھنے اور چلنے کے لئے جگہ نہ رہے گی اسی طرح اہل دنیا کی مزاحمتیں کاملین کے ساتھ اور ان کو تنگ کرنا مشابہ اسی کے ہے جیسے مذکور ہوا آگے تائید نقلی ہے اس تشبیہ ارض بالمہد کی کہ دیکھو) اطفال کے لئے حق تعالیٰ نے زمین کو مہد فرمایا ہے (قال تعالیٰ جعل لکم الارض مهداً اور (پھر) اس (مہد) میں اس دودھ میں سے

www.besturdubooks.wordpress.com

اطفال پر عطا فرمایا ہے (یعنی لذات دنیویہ مثل دودھ کے ہیں اور قرآن مجید میں جو مہد آیا ہے وہ بمعنی مطلق فراش کے ہے جو گہوارہ کو بھی مشتمل ہے پس یہ استدلال ایک قسم کا استیناس ہے اور مقصود اس استدلال پر موقوف نہیں اس لئے احتمال مضر نہیں اور) یہ گہران گہواروں سے تنگ ہو گیا ہے (کما ذکر تقریرہ مع المقصود بہ فی شرح مصراع بالغان رانتگ میدار و مکان پس) ان اطفال کو جلدی بالغ کر دے اے بادشاہ (یعنی اللھم اھد قومی تا کہ یہ مزاحمت چھوڑیں آگے خطاب مجازی ہے گہوارہ کو جس سے مقصود محض اظہار تمنی ہے بلاقصد خطاب پس فرماتے ہیں کہ) ہاں اے گہوارہ گھر کو تنگ مت کرتا کہ بالغ چل (پھر) سکے بے درنگ۔ اے گہوارہ تو گھر کو تنگ مت رکھ تا کہ بالغ آمدو رفت کر کے (وھذا الانتشار کقولہ تعالیٰ فانتشروا فی الارض)۔

فائدہ:۔ اظہار عجز کے لئے اپنی حکایت بیان کرتا ہوں کہ ان اشعار کے حل میں ایسی طبیعت بستہ ہوئی کہ بڑی مشکل سے اتنا لکھا گیا جس سے اس کا اور تازہ یقین ہو گیا کہ آدمی کا نہ علم کچھ ہے نہ عمل۔ حق تعالیٰ ہی کام لے لیتے ہیں آگے رجوع ہے قصہ کی طرف۔

در بیان استغناء و عجب شاہزادہ و زخم خوردن از باطن شاہ

(حاصل مضمون اس سرخی کا یہ حکایت ہے کہ اس شہزادہ کو شاہ چین سے فیوض و برکات حاصل ہوئے مگر اس کو گمان ہو گیا کہ میں جب کامل ہو گیا مجھ کو شیخ کی اور اس کی خدمت کی کیا ضرورت رہی اس کا یہ وبال ہوا کہ وہ برکات سب مسلوب ہو گئے اور متنبہ ہو کر استغفار کیا اور اس کے بعد ایک سرخی اس قصہ کی اور آوے گی اس میں اس کا تتمہ ہے کہ استغفار میں باطنی مضرت سے تو محفوظ ہو گیا اب خواہ وہ کمال سابق عائد ہوا ہو یا نہ ہوا لیکن چونکہ شیخ کے قلب کو اس سے صدمہ پہنچا تھا اور اس کے قلب میں تصرف کی قوت بھی تھی اس کے اثر سے شاہزادہ مر گیا کہ صاحب تصرف اگر اس کا قصد بھی نہ کرے مگر اس کو صدمہ ہونا اس دنیوی ضرر کا سبب ہو جاتا ہے کیونکہ ناگواری میں ایک گونہ توجہ اس شخص کے اضرار کی طرف طبعاً ہو جاتی ہے اور اس سے یہ اثر ہو سکتا ہے اور اس تقریر سے کئی مسئلے بھی معلوم ہو گئے جو ظاہر ہیں اب صرف حل عبارت شرح اشعار میں کافی ہے)۔

چوں مسلّم گشت بے بیع و شری	از دروں شاہ در جانش جری
جب مسلّم ہو گیا بدوں بیع و شراء کے	باطن شاہ سے اس کے باطن میں روزینہ
قوت می خورد ے زنور جان شاہ	ماہ جانش ہمچو از خورشید ماہ
وہ نور جان شاہ سے غذا کھاتا تھا	اس کا ماہ جان ایسا ہو گیا تھا جیسا خورشید سے ماہ
راتبہ جانی ز شاہ بے ندید	دمبدم در جان مستش می رسید
روزینہ روحی شاہ بے نظیر سے	دمبدم اس کی جان مست میں پہنچتا تھا
آں نہ کش ترسا و مشرک میخورند	زاں غذائے کش ملائک میخورند
وہ نہیں جس کو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں	اس غذا سے کہ اس کو ملائکہ کھاتے ہیں

www.besturdubooks.wordpress.com

اندروں خویش استغنا بدید	گشت طغیانے ز استغنا پدید
اس نے اپنے اندر استغنا دیکھا	استغناء سے ایک طغیان ظاہر ہوا
کہ نہ من ہم شاہ وہم شہزادہ ام	چوں عنان خود بدیں شہ دادہ ام
کہ کیا میں شاہ بھی اور شاہزادہ بھی نہیں ہوں	کیوں اپنی عنان اس بادشاہ کو میں نے دے رکھی ہے
چوں مرا ماہے برآمد بالمع	پس چرا باشم غبارے را تبع
جب میرا ایک چاند بانور طلوع ہو چکا ہے	پھر میں ایک غبار کا تابع کیوں ہوں
آب در جوئے من ست و وقت ناز	ناز غیر از چہ کشم من بے نیاز
پانی میری نہر میں ہے اور وقت ناز کا ہے	میں کہ بے نیاز ہوں غیر کا ناز کیوں اٹھاؤں
سر چرا بندم چو درد سر نماند	وقت روئے زرد و چشم تر نماند
میں سر کیوں باندھوں جب درد سر نہ رہا	روئے زرد اور چشم تر کا وقت نہیں رہا
چوں شکر لب گشتہ ام عارض قمر	باز باید کرد دکاں دگر
میں جب شکر لب اور ماہ رخسار ہو گیا ہوں	تو دوسری دکان کھولنا چاہئے
زیں منی چوں نفس زائیدن گرفت	صد ہزاران ژاژ خائیدں گرفت
اس انانیت سے جب نفس بڑھنا شروع ہوا	تو لاکھوں بکواس بکنا شروع کیا
صد بیابان زاں سوئے حرص و حسد	تا بدانجا چشم بد ھم میرسد
حرص و حسد سے اس طرف صدہا بیاباں ہوں	وہاں تک بھی نظر بد پہنچ جاتی ہے
بحر شہ کہ مرجع ہر آب اوست	چوں نداند انچہ اندر سیل و جوست
بادشاہ کا دریا کہ ہر پانی کا مرجع وہ ہے	کیونکر نہ جانے گا جو کہ سیل اور نہر میں ہے
شاہ را دل درد کرد از فکر او	ناسپاسی عطائے بکر او
بادشاہ کے قلب کو اس کے خیال سے تکلیف ہوئی	اس کی عطائے جدید کی ناسپاسی سے
گفت آخر اے خس واہی ادب	ایں سزائے داد من بود اے عجب
کہا کہ آخر اے خسیس سست ادب	یہی میری عطا کی سزا تھی عجیب بات ہے
من چہ کردم با تو زیں گنج نفیس	تو چہ کردی با من از خوئے خسیس
میں نے تو تیرے ساتھ کیا کیا اس گنج نفیس سے	تو نے میرے ساتھ کیا کیا خوئے خسیس سے

www.besturdubooks.wordpress.com

من ترا ماہے نہادم در کنار	کہ غروبش نیست تا روز شمار
میں نے تیری آغوش میں ایسا چاند رکھ دیا	کہ قیامت تک اس کو غروب نہ ہو گا
در جزائے آن عطائے نور پاک	تو زدی وزدیدۂ من خار و خاک
تو نے اس نور پاک کی عطا کی عوض میں	میری آنکھ میں خار اور خاک دے دیا
من ترا بر چرخ گشتہ نرد بان	تو شدہ در حرب من تیر و کمان
میں تو تیرے لئے چرخ پر نرد بان ہو گیا	تو میرے حرب میں تیر و کمان
درد غیرت آمد اندر شہ پدید	عکس درد شاہ اندروے رسید
شاہ میں درد غیرت پیدا ہوا	درد شاہ کا عکس اس میں پہنچا
مرغ دولت در عتابش بر طپید	پردۂ آں گوشہ گشتہ بر درید
مرغ دولت اس کے عتاب کے سبب متحرک ہوا	اس گوشہ گشتہ کے پردہ کو اس نے پھاڑا
چوں دروں خود بدید آں خوش پسر	در سیہ کاری خود کردہ اثر
جب اپنا باطن اس اچھے لڑکے نے	اپنی سیہ کاری سے اثر کیا ہوا دیکھا
آں وظیفہ لطف و نعمت گم شدہ	خانہ شادی اوپر غم شدہ
وہ روزینہ لطف و نعمت کا گم ہو گیا	اس کی خوشی کا گھر پر غم ہو گیا
باخود آمد اوز مستی عقار	زاں گنہہ گشتہ سرش خانہ خمار
وہ ہوش میں آیا مستی شراب سے	اس گناہ سے اس کا سر پر خمار ہوا ہوا تھا
ہر کہ خود بینی کند در راہ دوست	مغز را بگذاشت کلی دید پوست
جو شخص طریق محبوب میں خود بینی کرے	اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور بالکلیہ پوست دیکھا
دشمن من در جہاں خود بیں مباد	زانکہ از خود بیں نیاید جز فساد
میرا دشمن بھی جہان میں خود بین نہ ہو	کیونکہ خود بیں سے بجز فساد کے کچھ نہیں ظہور میں آتا
مے ازاں آمد حرام اندر جہاں	کہ خوری خود بیں شوی اندر زماں
شراب اسی لئے جہان میں حرام ہوئی ہے	کہ اس کو پی کر فوراً تو خود بیں ہو جاتا ہے
بہتر از خود در تصور نایدت	ویں ہمہ از نفس خود بیں زائدت
اپنے سے بہتر تیرے خیال میں کوئی نہیں آتا	اور یہ سب نفس خود بیں سے تیرے اندر پیدا ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

آنکہ باخودمی خوردمے باخودست	آنچنیں میخوار خوار و مرتدست
جو شخص اپنے ساتھ شراب پیتا ہے وہ باخود ہے	ایسا شراب خوار ذلیل اور مرتد ہے
ہر کہ با اومی خورد بادش حلال	وانکہ بے اودم زند بادش وبال
جو شخص اُسکے ساتھ شراب پیتا ہے جام حق سے	میں آنکھ کھولتا ہوں اُسکا جمال دیکھتا ہوں
چونکہ با اومی خورد از جام ہو	چشم بکشایم بہ بینم روے او
جب وہ اسکے ساتھ شراب پیتا ہے جام حق سے	میں آنکھ کھولتا ہوں اُسکا جمال دیکھتا ہوں
بعد ازاں از خود بکلی بکسلم	ہم زمے خوردن شود ایں حاصلم
اس کے بعد اپنے سے بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہوں	شراب پینے سے میرا حاصل یہ ہے
ایک میخواہی کہ از خود بکسلی	تا کے اندر بند ایں جان و دلی
اے شخص کہ اپنے سے منقطع ہونا چاہتا ہے	تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے
جان بجاناں واگزارا ے جان من	تا بہ بینی یار دل رنجان من
جان محبوب کو سپرد کر دے اے میری جان	تاکہ تو میرے یار دل رنجان کا جمال دیکھے
دل بدلدارے دہ و آزاد شو	غمخور او باش و ازوے شاد شو
دل دلدار کو دے دے اور آزاد ہو جا	اس کا غم کھایا کر اور اس سے خوش رہ
نفس خود بر خود مگرداں چیر تو	زود او را باز گیر از شیر تو
اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب مت کر	جلد اس کو دودھ سے علیحدہ کر
ہر چہ ہست آں مستے دارد یقیں	خواہ شیر و خواہ خمر وانگبیں
جو چیز ہے وہ یقینا کچھ مستی رکھتی ہے	خواہ وہ شیر ہو خواہ خمر ہو خواہ انگبیں ہو
مستی گندم بداں اے آدمی	کہ بکرد آں آدمے را اعجمی
گندم کی مستی کو جان لے اے آدمی	کہ اس نے آدم علیہ السلام کو ناواقف بنا دیا
خوردہ گندم حلہ زو بیروں شدہ	خلد بروے بادیہ و ہاموں شدہ
انہوں نے گندم کھا لیا حلہ ان سے علیحدہ ہو گیا	خلد ان پر دشت اور صحرا ہو گیا
دید کان شربت ورا بیمار کرد	زہر آں ما دمنی ہا کار کرد
اس نے دیکھا کہ اس شربت نے اس کو بیمار کر دیا	اس ماؤمنی کا زہر کام کر گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

جان چوں طاؤس در گلزار ناز	ہمچو چغدے شد بویرانہ مجاز
روح جو مثل طاؤس کے تھی گلزار ناز میں	مثل چغد کے ہو گئی ویرانہ مجاز میں
ہمچو آدم دور ماند او از بہشت	در زمیں میراند گاوے بہر کشت
مثل آدم علیہ السلام کے وہ بہشت سے دور رہ گیا	جو کہ زمین میں کھیتی کے بیل کو چلاتے تھے
اشک میراند او کہ اے ہندوی زاوٗ	شیر را کردی اسیر دم گاوٗ
وہ آنسو چلانے لگا کہ اے چور اور اے معمار	تو نے شیر کو دم گاوٗ کا اسیر کر دیا
کردۂ اے نفس بد بارد نفس	بے حفاظی باشہ فریاد رس
اے نفس خبیث سرد سخن تو نے	شاہ فریاد رس کے ساتھ حفظ حق نہ کیا
دام بگزیدی ز حرص گندمے	بر تو شد ہر گندم او کژدمے
تو نے جال کو اختیار کیا حرص گندم سے	تجھ پر ہر گندم ایک کژدم ہو گیا
در سرت آمد ہوائے ماؤمن	قید بیں بر پائے خود پنجاہ من
تیرے دماغ میں ماؤ من کی ہوا بھر گئی	اپنے پاؤں پر پچاس من کی قید دیکھ لے
نوحہ میکرد ایں نمط بر جان خویش	کہ چرا گشتم ضد سلطان خویش
اس طرح سے اپنی جان پر نوحہ کرتا تھا	کہ میں اپنے سلطان کا مخالف کیوں ہو گیا
آمد او با خویش و استغفار کرد	با انابت چیز دیگر یار کرد
وہ ہوش میں آیا اور استغفار کیا	توبہ کے ساتھ دوسری چیز کو بھی منضم کیا
درد کان از وحشت ایماں بود	رحم کن کان درد بیدرماں بود
جو درد کہ وحشت ایمان سے ہو	رحم کر کیونکہ وہ درد لاعلاج ہوتا ہے
مر بشر را خود مبا جامہ درست	چوں رہید از صبر در حیں صدر جست
بشر کا جامہ درست ہی نہ ہو	وہ جہاں صبر سے چھوٹا فورا صدر مقام ڈھونڈھنے لگتا ہے
مر بشر را پنجہ و ناخن مباد	کو نہ دیں اندیشد آنگہ نے سداد
بشر کے پاس پنجہ اور ناخن ہی نہ ہو	کیونکہ وہ دین کا خیال کرتا ہے نہ راستی کا
آدمی اندر بلا گشتہ بہ است	نفس کافر نعمت ست و گمرہ است
آدمی بلا میں رہا ہوا اچھا ہے	نفس ناسپاس نعمت ہے اور گمراہ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نفس کافر خود ہمی ندہد اماں	گشت طاغی چونکہ فارغ شد زناں
نفس کافر خود ہی امان نہیں دیتا	جب روٹی سے بھی بے فکر ہو جاوے تب تو پورا سرکش ہو جاتا ہے
آدمی خود مبتلا بہتر بود	زانکہ زار و عاجز و مضطر بود
آدمی مبتلا اچھا رہتا ہے	کیونکہ وہ زار اور عاجز اور مضطر رہتا ہے

جب مسلم ہو گیا بدوں بیع وشراء کے باطن شاہ سے اس کے باطن میں (روحانی) روزینہ (جری بکسر اول و فتح ثانی والف مقصورہ وظیفہ یعنی فیوض و برکات باطنی شاہزادہ پر فائض ہونے لگے اور ظاہر ہے کہ یہ محل بیع وشری نہیں) وہ نور جان شاہ سے غذا کھاتا تھا (اور) اس کا ماہ جان ایسا ہو گیا تھا جیسا خورشید سے ماہ روزینہ روحی شاہ بے نظیر سے دمبدم اس کی جان مست میں پہنچتا تھا (مست کہنا بوجہ ورود سکر کے) وہ (غذا) نہیں جس کو نصرانی اور مشرک کھاتے ہیں (کہ وہ غذائے جسمانی ہے بلکہ) اس غذا سے کہ اس کو ملائکہ کھاتے ہیں (یعنی غذائے روحانی پس) اس (شہزادہ) نے اپنے اندر (بوجہ حصول کمالات کے ایک) استغناء دیکھا (اور اس) استغناء سے ایک طغیان ظاہر ہوا کہ کیا میں شاہ بھی اور شاہزادہ بھی نہیں ہوں (پھر) کیوں اپنی عنان اس بادشاہ کو میں نے دے رکھی ہے (اور) جب میرا ایک چاند سا نور طلوع ہو چکا ہے پھر میں ایک غبار کا تابع کیوں ہوں (یعنی دوسرے کے قلب سے جو شعاع پہنچے گی کہ وہ میرے چاند کے سامنے بمنزلہ غبار ہے میں اس کا کیوں اتباع کروں) پانی میری نہر میں (موجود) ہے اور (اب) وقت ناز (اور استغناء) کا ہے (پھر) میں کہ بے نیاز ہوں غیر کا ناز کیوں اٹھاؤں میں سر کیوں باندھوں جب درد سر نہ رہا (یعنی امراض باطنی زائل ہو گئے پھر استفادہ عن الشیخ جو کہ اس کا علاج تھا کیوں کروں اور) روئے زرد اور چشم تر کا وقت نہیں رہا (یہ بھی لوازم مرض سے ہے اور) میں جب شکر لب اور ماہ رخسار ہو گیا ہوں تو (اپنی) دوسری دکان (الگ) کھولنا چاہئے (یعنی اب میں خود شیخ ہو کر رہ سکتا ہوں سب کا حاصل اب استفادہ میں شیخ کا محتاج نہ رہنا ہے غرض) اس انانیت سے جب نفس بڑھنا شروع ہوا تو لاکھوں بکواس (دل میں) بکنا شروع کیا (مولانا فرماتے ہیں کہ) حرص وحسد سے اس طرف (یعنی آگے نکل کر اگر) صدہا بیاباں (بھی) ہوں (مگر) وہاں تک بھی نظر بد پہنچ جاتی ہے (یعنی بعد تہذیب اخلاص بھی اندیشہ ہے فساد حال کا اور یہ نظر بد عجب وخود بینی ہے جو اپنی ہی نظر ہے پس مامون و بے فکر نہ رہنا چاہئے اور ہر وقت یہ پیش نظر رکھے۔

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیہ ہستش ورق

پھر قصہ ہے کہ بادشاہ کو کشف سے اس کی خبر ہو گئی کیونکہ) بادشاہ کا دریا (یعنی قلب) کہ ہر پانی (یعنی طالبین تابعین متعلقین کا مرجع وہ ہے کیونکر نہ جانے گا جو کہ سیل اور نہر میں ہے (یعنی صاحب بصیرت کو بوجہ اس کے کہ اپنے متعلقین کی طرف توجہ ہوتی ہے جو سبب ہے کشف کا ان کی ایسے حالات عیاناً یا وجداناً مکشوف ہو جاتے ہیں) بادشاہ کے قلب کو اس کے (اس) خیال سے تکلیف ہوئی (یعنی اس کی عطائے جدید کی ناسپاسی سے (تکلیف ہوئی اور اپنے دل میں) کہا کہ آخر اے خسیس ست ادب یہی میرے عطا کی سزا تھی عجیب بات ہے میں نے تو تیرے ساتھ کیا کیا اس گنج نفیس سے (اور) تو نے میرے ساتھ کیا کیا خوئے خسیس سے میں نے تیری آغوش میں ایسا چاند رکھ دیا کہ قیامت تک

www.besturdubooks.wordpress.com

(بھی) اس کو غروب نہ ہوں گا (مراد قلب منور اور) تو نے اس نور پاک کی عطا کے عوض میں میری آنکھ میں خار اور خاک جھونک دیا (یعنی ناسپاسی سے صدمہ پہنچایا) میں تو تیرے لئے چرخ (یعنی عالم علوی) پر نردبان ہو گیا (اور) تو میرے حرب میں تیر و کمان (ہو گیا غرض) شاہ میں درد غیرت پیدا ہوا (غیرت اس پر کہ باوجود مجھ سے فیض لینے کے اپنے کو بے نیاز سمجھتا ہے اور ایسی بڑی نعمت کی ناسپاسی کرتا ہے اور اس) درد شاہ کا عکس (اور اثر) اس میں پہنچا (یعنی) اس کے اندر اس کا ضرر ظاہر ہوا اور وہ یہ کہ) مرغ دولت (باطنی) اس (بادشاہ) کے عتاب کے سبب (آشیانہ قلب شاہزادہ سے) متحرک ہوا (اور) اس گوشہ گشتہ (یعنی متفرد عن الشیخ کے پردہ (قلب) کو اس (مرغ) نے پھاڑا (اور اڑ گیا) جب اپنا باطن اس اچھے لڑکے نے اپنی سیہ کاری سے اثر کیا ہوا دیکھا (کہ) وہ روزینہ لطف و نعمت کا گم ہو گیا (اور) اس کی خوشی کا گھر پر غم ہو گیا (تب) وہ ہوش میں آیا مستی شراب (عجب) سے (اور) اس گناہ سے اس کا سر پر خمار ہوا ہوا تھا (مولانا فرماتے ہیں کہ) جو شخص طریق محبوب میں خود بینی کرے اس نے مغز کو چھوڑ دیا اور بالکلیہ پوست دیکھا (یعنی حقیقت اس کی نظر سے محجوب ہو گئی) میرا دشمن بھی جہان میں خود بین نہ ہو (مطلب یہ کہ دشمن جس کے لئے انسان طبعاً برائی چاہتا ہے مگر یہ خود بینی ایسی برائی ہے کہ میں اپنے دشمن کے لئے اس کو گوارا نہیں کرتا) کیونکہ خود بیں (آدمی) سے بجز فساد کے کچھ نہیں ظہور میں آتا۔ شراب اسی لئے جہان میں حرام ہوئی ہے کہ اس کو پی کر فوراً تو خود بیں ہو جاتا ہے) یعنی اس کے پینے کے بعد) اپنے سے بہتر تیرے خیال میں کوئی نہیں آتا اور یہ سب نفس خود بین سے تیرے اندر پیدا ہوتا ہے (یہ حکمت حرمت خمر کی قرآن مجید سے مستنبط ہو سکتی ہے قال تعالیٰ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر الایہ اور عداوت اور بغضاء کا منشا اکثر خود بینی ہے کہ اپنے کو اوروں سے زیادہ مال کا مستحق سمجھے یا جاہ کا و مثل ذلک آگے ایک شبہ کا جواب ہے وہ یہ کہ بعض اوقات اہل اللہ سے بھی کلمات موہم عجب و دعویٰ خواہ از قبیل شطحیات یا کسی خاص کے خطاب میں صادر ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ جواب دیتے ہیں کہ منشا دعوے کا ہمیشہ مستی ہوتی ہے لیکن تم اپنی مستی عجب و کبر پر ان کی مستی حال یا مستی غیرت دین کو قیاس مت کرو دونوں میں فرق ہے چنانچہ اسی کو فرماتے ہیں کہ) جو شخص اپنی (خودی کے) ساتھ شراب (انانیۃ کی) پیتا ہے وہ باخود ہے (اور) ایسا شراب خوار ذلیل اور مرتد (طریقت) ہے (جیسا شہزادہ شیخ سے پھر گیا اور) جو شخص اس کے ساتھ (یعنی مع الحق ہو کر) شراب (انانیۃ) پیتا ہے اس کو حلال ہے اور جو شخص بدوں اس (کی معیت) کے دعویٰ (انانیۃ کا) کرے اس کے لئے وبال ہے (عبر عن الاخبار بالانشاء مطلب یہ کہ اہل اللہ کا دعویٰ نفس سے نہیں ہوتا بلکہ وہ ناطق بالحق ہوتے ہیں بمنزلہ حاکی عن الحق کے کما ورد کنت سمعہ و بصرہ الخ) جب وہ اس (کی معیت) کے ساتھ شراب (انانیت کی) پیتا ہے جام حق سے (وہ بزبان حال یوں کہہ رہا ہے کہ) میں آنکھ کھولتا ہوں (اور) اس (محبوب) کا جمال دیکھتا ہوں (یعنی مورد تجلیات حق ہو جاتا ہوں اور) اس کے بعد اپنے سے بالکلیہ منقطع ہو جاتا ہوں (یعنی فانی فی الحق ہو جاتا ہوں اور) شراب پینے سے (یعنی دعویٰ انانیت سے) میرا حاصل یہ (مقام) ہے (مطلب وہی جو ابھی لکھا گیا کہ میرے دعویٰ انانیت کا حاصل اور منشا یہ ہے کہ میں مورد تجلیات و فانی ہوں آگے اس مرتبہ کی ترغیب دیتے ہیں کہ) اے شخص کہ اپنے سے منقطع ہونا چاہتا ہے تو کب تک اس جان و دل کی قید میں ہے جان محبوب کو سپرد کر دے اے میری جان تاکہ تو میرے یار دل رنجان کا جمال دیکھے (دل رنجان سے مراد ہے رنج عشق دہندہ دل اور) دل دلدار کو دے دے اور آزاد ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جا (اور) اس کا غم کھایا کر اور اس سے خوش رہ (حاصل یہ کہ منقاد للحق بدرجہ فنا رہ آگے فرماتے ہیں کہ منقاد للنفس مت ہو یعنی) اپنے نفس کو اپنے اوپر غالب مت کر (اور) جلدی اس کو (لذات دنیویہ کے) دودھ سے علیحدہ کر (مثل فطام طفل کے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ دودھ سے مراد وہ ہے جس سے خود بینی کی مستی پیدا ہو خواہ مباح ہو مثل شیر و شہد کے یا غیر مباح مثل خمر کے سب کو چھوڑ اول کو انتہا کا ثانی کو مطلقاً یعنی) جو چیز (مرغوبات نفس سے) ہے وہ یقیناً کچھ مستی رکھتی ہے خواہ وہ شیر ہو خواہ خمر ہو خواہ انگبیں ہو (چنانچہ) گندم کی مستی کو جان لے اے آدمی کہ اس نے آدم علیہ السلام کو ناواقف بنادیا (پس یاد رآ دے واقعہ مصرعہ ثانیہ مجہول باشد) انہوں نے گندم کھالیا حلہ (بہشتی) ان سے علیحدہ ہو گیا (اور) خلد ان پر دست اور صحرا ہو گیا (آگے پھر قصہ ہے کہ) اس (شہزادہ) نے دیکھا کہ اس شربت (خود بینی لذیذ) نے اس کو بیمار کر دیا (اور) اس ماؤمن کا زہر کام کر گیا (اور اس کی) روح جو مثل طاؤس کے تھی گلزار ناز میں مثل چغد کے ہو گئی ویرانہ مجاز (یعنی دنیا یا حالت متنزلہ) میں مثل آدم علیہ السلام کے وہ بہشت سے دور رہ گیا جو کہ زمین میں کھیتی کے بیل کو چلاتے تھے (کما رواہ اہل السیر مطلب یہ کہ کیفیات روحانی سے علائق جسمانی میں آ گرا (بس) وہ آنسو چلانے لگا (اور اپنے نفس سے کہا) کہ اے چور (جو میرے اندر چھپا ہوا تھا) اور اے معمار (جس نے خیالات فاسدہ کی تعمیر بنا کر گھڑی کر دی کذا فی الغیاث فی معنی ہندو و معنی زاؤ) تو نے شیر کو (یعنی مجھ کو) دم گاؤ (یعنی علائق جسمانیہ) کا اسیر کر دیا اے نفس خبیث سرد سخن (کہ تیرے اس کلام نفسانی میں کوئی گرمی و رونق نہ تھی) تو نے (اس) شاہ فریادرس (و دستگیر) کے ساتھ حفظ حق نہ کیا تو نے جال (بلائے زوال حال) کو اختیار کیا حرص گندم سے (یعنی لذت عجب سے) تجھ پر ہر گندم ایک کژدم ہو گیا تیرے دماغ میں ماؤمن کی ہوا بھر گئی اپنے پاؤں پر پچاس من کی قید دیکھ لے (جس سے رفتار ترقی باطن کی رک گئی غرض) اس طرح سے اپنی جان پر نوحہ کرتا تھا کہ میں اپنے سلطان کا مخالف کیوں ہو گیا (اور اب) وہ ہوش میں آیا اور استغفار کیا (اور) توبہ کے ساتھ دوسری چیز کو بھی منضم کیا (ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مراد اس سے خود بادشاہ سے معاف کرانا ہے چونکہ معاف کرانے میں ذکر بھی کرنا ضروری ہے اور وہ ایسی حالت میں کہ باطن ہی میں خطا ہوئی ہے سخت دشوار ہے شاید مولانا نے عدم ذکر سے اس کی تعذر ذکر کی طرف اشارہ کیا ہو کہ تعذر سبب ہو جاتا ہے عدم ذکر کا واللہ اعلم آگے مولانا فرماتے ہیں کہ) جو درد کہ وحشت ایمان سے ہو (اے مخاطب اس پر) رحم کر (یعنی وہ واجب الرحم ہے) کیونکہ وہ درد لا علاج (یعنی عسر العلاج و بطیٔ البر) ہوتا ہے (وھذا مشاھد ایمان سے مراد ایمان کامل یعنی عرفان و فیضان اور وحشت سے مراد وحشے کہ در مقدمہ ایں ایمان بود یعنی از سلب ایں عرفان و فیضان باشد اور یہ وحشت اس قدر شدید ہوتی ہے کہ اگر کوئی شیخ کامل فوراً دستگیری نہ کرے تو اختلاف طبائع سے کبھی تو غم خفیف ہو کر حجاب شدید ہوتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ بعضوں نے ایمان ہی کو جواب دیدیا نعوذ باللہ من الحور بعد الکور تفصیل اقسام حجاب کی احقر نے فوائد القواد سے تعلیم الدین میں لکھی ہے جس کا اول مرتبہ اعراض اور آخری مرتبہ عداوت ہے اور کبھی اگر غم خفیف نہ ہوا تو خودکشی وغیرہ کی نوبت آجاتی ہے اور علاج اس کا صرف شیخ کامل کی تدبیر مناسب ہے آگے بعد ذم عجب بالکمال کے مذمت عجب بالمال وغیرہ اور فقدان اسباب عجب کے قابل قدر ہونے کا مضمون ہے پس فرماتے ہیں کہ) بشر کا جامہ (یعنی سامان دنیا) درست ہی نہ ہو (کم سامانی میں رہنا اچھا ہے کیونکہ) وہ جہان صبر (کی حالت) سے (یعنی کم سامانی سے کہ وہ محل صبر ہے) چھوٹا فوراً صدر مقام (یعنی علو) ڈھونڈنے لگتا ہے (اور مراد اکثر بشر ہیں اور) بشر کے پاس

www.besturdubooks.wordpress.com

پنجہ اور ناخن ہی نہ ہو (یہ ایسا مضمون ہے جیسے ہمارے محاورات میں بولتے ہیں خدا گنجے کو ناخن نہ دے) کیونکہ وہ (پھر) دین کا خیال کرتا ہے نہ راستی کا آدمی بلا میں رہا ہوا اچھا ہے (کیونکہ) نفس ناسپاس نعمت ہے اور گمراہ ہے نفس کافر (عن الکفران) خود (یعنی بے سامان) ہی (صاحب نفس کو) امان نہیں دیتا (اور اوپر سے) جب روٹی سے بھی بے فکر ہو جاوے تب تو پورا سرکش ہو جاتا ہے (پس) آدمی (بلائے فقر وغیرہ میں) مبتلا اچھا رہتا ہے کیونکہ وہ (اس حالت میں) زار اور عاجز اور مضطر رہتا ہے (اور عجز وزاری کے ہوتے ہوئے مفاسد لازمہ ومتعدیہ سب کم ہوتے ہیں بخلاف اجتماع اسباب طغیان کے اس سے طغیان اکثر مسبب ہو جاتا ہے جیسا آگے نمرود کا قصہ آتا ہے کہ اس کے لئے لامان سبب طغیان کا ہو گیا وھو کما قال تعالیٰ الم ترالی الذی حآج ابراھیم فی ربہ ان اٰتاہ اللہ الملک الآیۃ۔

خطاب حق تعالیٰ بعزرائیل علیہ السلام کہ ترا رحم برکہ بیشتر آمد از یں خلائق کہ قبض جان ایشاں کردی و جواب او حضرت عزا را

اللہ تعالیٰ کا خطاب عزرائیل علیہ السلام کو کہ تجھے ان لوگوں میں سے سب سے زیادہ کس پر رحم آیا جن کی تو نے جان قبض کی اور ان کا حضرت عزت کو جواب

حق بعزرائیل می گفت اے نقیب	برکہ رحم آمد ترا از ہر کیب
حق تعالیٰ عزرائیل سے کہنے لگے اے سردار	تجھ کو تمام غزووں میں سے کس پر رحم آیا ہے
گفت بر جملہ دلم سوزد بدرد	لیک ترسم امر را اہمال کرد
انہوں نے عرض کیا سب ہی پر میرا دل درد سے سوختہ ہوتا ہے	لیکن حکم کے اہمال سے ڈرتا ہوں
تا بگویم کاشکے یزداں مرا	در عوض قربان کند بہر فتا
یہاں تک کہ کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجھ کو	عوض میں قربان کر دیں اس شخص کے لئے
گفت برکہ بیشتر رحم آمدت	از کہ دل پر سوز و بریاں تر شدت
فرمایا سب سے زیادہ کس پر تجھ کو رحم آیا ہے	کس شخص سے تیرا دل زیادہ پرسوز اور بریاں ہوا ہے
گفت روزے کشتے بر موج تیز	من شکستم زامر تا شد ریز ریز
انہوں نے کہا کہ ایک روز ایک کشتی موج تیز پر	میں نے حکم سے توڑی یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی
پس بگفتی قبض کن جان ہمہ	جز زنے و طفلکے زاں زمہ
پھر آپ نے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے	بجز ایک عورت اور ایک طفل کے اس گروہ سے
ہر دو بر یک تختہ درماندند	تختہ را آں موجہا می راندند
دونوں ایک تختہ پر رہ گئے	تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں بساحل اوفگند آں تختہ باد	از خلاص ہر دوام دل گشت شاد
جب کنارہ پر اس تختہ کو ہوا نے ڈالا	تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا
باز گفتی جان مادر قبض کن	طفل را بگذار تنہا ز امر کن
پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر	لڑکے کو تنہا چھوڑ دے بسبب امر کن
چوں زمادر بگسلیدم طفل را	خود تو میدانی چہ تلخ آمد مرا
جب ماں سے میں نے طفل کو قطع کیا	خود آپ جانتے ہیں کس قدر مجھ کو تلخ معلوم ہوا
پس بدیدم درد ماتمہائے زفت	تلخی آں طفل از فکرم نرفت
پس میں نے درد اور ماتمہائے عظیم دیکھے	اس طفل کی تلخی میری فکر سے نہ گئی
گفت حق آں طفل را از فضل خویش	موج را گفتم فگن در بیشہ ایش
حق تعالیٰ نے فرمایا اس طفل کے لئے	میں نے موج کو حکم دیا کہ اس کو ایک بیشہ میں ڈال دے
بیشہ پر سوسن و ریحان و گل	پر درخت میوہ دار و خوش اکل
ایک ایسے بیشہ میں جو سوسن اور ریحان اور گل سے پر تھا	درخت میوہ دار اور خوش میوہ سے پر تھا
چشمہائے آب شیریں زلال	پروریدم طفل را با صد دلال
آب شیریں زلال کے چشمے	میں نے طفل کو سو ناز کے ساتھ پالا
ہشت روزے اندریں خط تن زنید	وز بروں مثلہ تماشا می کنید
آٹھ روز تک اس خط کے اندر خاموش رہو	اور باہر مثلہ ہونے کا تماشا دیکھتے رہو
بر ہوا بردے فگندے بر حجر	تا دریدے لحم و عظم از ہمدگر
خلا میں لے جاتی حجر پر پھینک دیتی	یہاں تک کہ گوشت واستخواں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے
یک گرہ را بر ہوا برہم زدے	تا چو خشخاش استخواں ریزہ شدے
ایک گروہ کو خلا میں ایک دوسرے سے ٹکرا دیتی	یہاں تک کہ مثل خشخاش کے ہڈیاں چور ہو جاتیں
آں سیاست را کہ لرزید آسماں	مثنوی اندر نگنجد شرح آں
اس سزا کی جس سے کہ آسمان لرزتا ہے	مثنوی کے اندر گنجائش نہیں اس کے بیان کی
گر بطبع ایں می کنی اے باد سرد	گرد خط دائرہ آں ہود گرد
اے باد سرد اگر تو طبیعت سے ایسا کرتی ہے	تو تو ہود علیہ السلام کے خط دائرہ کے گرد گھوم آ

www.besturdubooks.wordpress.com

ور بہ حرص ایں میکند گرگ نژند	گو بیادر خط راعی کن گزند
اور اگر حرص سے گرگ غمگین ایسا کرتا ہے	تو کہہ کہ راعی کے خط کے اندر گزند کر
اے طبیعی فوق طبع ایں ملک بیں	یا بیاؤ محو کن از مصحف ایں
ای طبعی طبیعت سے فوق یہ ملک دیکھ	یا آ اور قرآن مجید سے اس کو محو کر دے
مقریان را منع کن بندے بنہ	یا معلم را بمال و سہم دہ
قرات والوں کو منع کر دے قید رکھ دے	یا معلم کو گوشمالی دے اور ہراس دلا
عاجزی وخیرہ کایں عجز از کجاست	عجز تو دانی ازاں روز جزاست
تو عاجز ہے اور متحیر ہے کہ یہ عجز کہاں سے ہے	تیرا عجز خوب جان لے کہ اس روز جزا سے ہے
صد ہزاراں مرغ مطرب خوش صدا	اندراں روضہ فگندہ صد نوا
لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے	اس باغ میں سو آوازیں ڈال رکھی تھیں
بسترش کردم زبرگ نسترن	کردم او را ایمن از صدمہ فتن
میں نے برگ نسترن سے اس کا بستر بنایا	اس کو صدمہ فتن سے مامون بنایا
گفتہ من خورشید را کورا مگز	باد را گفتہ برو آہستہ وز
میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اس کو مت کاٹ	ہوا کو کہا کہ اس پر آہستہ چل
ابر را گفتہ برو باران مریز	برق را گفتہ برو مگرائے تیز
ابر کو کہا کہ اس پر بارش مت برسا	برق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی کے ساتھ میل مت کر
زیں چمن اے دے مبرآن اعتدا	پنجہ اے بہمن بریں روضہ ممال
اے ماہ دے اس چمن سے اعتدال مت سلب کرنا	اے بہمن اس باغ پر ہاتھ مت پھیرنا

کرامات شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز

شیخ شیبان راعی قدس اللہ سرہ العزیز کی کرامات

ہمچو آں شیبان کہ از گرگ عنید	وقت جمعہ بر رعا خط میکشید
مثل اس شیبان کے کہ گرگ معاند سے	جمعہ کے وقت مواشی پر خط کھینچ دیتے تھے
تا بروں ناید ازاں خط گوسپند	نے درآید گرگ و وزد باگزند
تاکہ نہ تو اس خط سے باہر گوسفند جاوے	نہ گرگ اور وزد باگزند آوے

www.besturdubooks.wordpress.com

برمثال دائرہ تعویذ ہود	کاندراں صرصر امان آل بود
بر مثال دائرہ حصار ہود علیہ السلام کے	کہ اس صرصر میں وہ متعلقین کی پناہ تھا
عجزہا داری تو درپیش اے لجوج	وقت شد پنہانیاں رانک خروج
تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے اے معاند	اب پنہاں چیزوں کے خروج کا وقت ہوا ہے
خرم آنکہ عجز وحیرت قوت اوست	درد و عالم خفتہ اندر ظل دوست
وہ شخص مبارک ہے کہ عجز اور حیرت اس کی غذا ہے	دونوں عالم میں ظل دوست میں سویا ہے
ہم در اول عجز خود را او بدید	مردہ شد دیں عجائز را گزید
اس نے اول ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا	مردہ ہوگیا عجائز کے دین کو اختیار کیا
چوں زلیخا یوسفش بروے بتافت	از عجوزی در جوانی راہ یافت
مثل زلیخا کے اس کے یوسف نے اس پر جلوہ کیا	اس نے عجوزی سے جوانی میں راہ پائی
زندگی در مردن و در محنت ست	آب حیوان دردروں ظلمت ست
زندگی موت اور مجاہدہ میں ہے	آب حیات ظلمت کے اندر ہے

قصہ پروردن حق تعالیٰ نمرود را بے واسطہ مادر و دایہ در طفلی

اللہ تعالیٰ کا نمرود کو بچپن میں بغیر ماں اور دایہ کے واسطے کے پرورش کرنے کا قصہ

حاصل آں روضہ چو جان عارفاں	از سموم و صرصر آمد در اماں
حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے	سموم اور صرصر سے امن میں رہا
یک پلنگے بچۂ نوزادہ بود	گفتم او را شیردہ طاعت نمود
ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا	میں نے اس کو حکم دیا اس کو دودھ دے اطاعت کی
پس بدادش شیر و خدمتہاش کرد	تا کہ بالغ گشت و زفت و شیرمرد
پس اس کو دودھ دیا اور اس کی بہت سی خدمتیں کیں	یہاں تک کہ بالغ ہوگیا اور فربہ اور شیر مرد
چوں فطامش شد بگفتم با پری	تا در آموزید نطق و داوری
جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا	کہ بولنا اور حکومت کرنا سکھلاؤ
پرورش دادم مراو را زاں چمن	کہ بگفت اندر نگنجد فن من
اس کو میں نے اس چمن سے پرورش دی	کیونکہ میرا فن گفتگو میں نہیں آتا

www.besturdubooks.wordpress.com

دادہ من ایوب را مہر پدر	بہر مہمانی کرماں بے ضرر
میں نے ایوب علیہ السلام کو باپ کی سی محبت دی تھی	کیڑوں کی مہمانی کے لئے بدوں ضرر پہنچانے کے
دادہ کرماں رابرو مہر ولد	بر پدر من اینت قدرت اینت ید
کیڑوں کو ان پر اولاد کی سی مہر باپ پر دی تھی	عجیب قدرت ہے عجیب تصرف ہے
مادراں را مہر من آموختم	چوں بود شمعے کہ من افروختم
ماؤں کو محبت میں نے سکھلائی ہے	کیسی شمع ہو گی جس کو میں نے روشن کیا ہو
صد عنایت کردم و صد رابطہ	تا بہ بیند لطف من بے واسطہ
میں نے صدہا عنایت اور صدہا علاقے کیے	تا کہ وہ میرا لطف بے واسطہ دیکھے
تانباشد از سبب در کشمکش	تابود ہر استعانت از منش
تاکہ وہ سبب سے کشمکش میں نہ رہے	تاکہ اس کی ہر استعانت میری طرف سے ہو
تا خود از ماہیچ عذرے نبودش	شکوۂ نبود زہر یار بدش
تاکہ خود ہماری طرف سے اس کو کوئی عذر نہ رہے	ہر یار بد سے اس کو گلہ نہ رہے
ایں حضانت دید باصد رابطہ	کہ بپرور دم ورا بے واسطہ
اس نے یہ پرورش دیکھی صدہا علاقوں کی ساتھ	کہ میں نے اس کو بلاواسطہ پرورش کیا
شکر او آں بود اے بندہ جلیل	کہ شد او نمرود سوزندہ خلیل
اس کا شکریہ تھا اے بندہ جلیل	کہ وہ نمرود سوزندہ خلیل ہو گیا
ہمچناں کیں شاہزادہ شکر شاہ	کرد ز استکبار و استکثار جاہ
جس طرح کہ اس شاہزادہ نے شاہ کا شکر	استکبار و استکثار جاہ سے کیا
کہ چرا من تابع غیری شوم	چونکہ صاحب ملک واقبالے بوم
کہ کس لئے میں غیر کا تابع ہوں	جبکہ میں صاحب ملک و اقبال ہوں
لطفہائے شہ کہ ذکر آں گذشت	از تجبر بردلش پوشیدہ گشت
شاہ کے الطاف جن کا ذکر گزر چکا ہے	تجبر کے سبب اس کے دل پر پوشیدہ ہو گئے
ہمچناں نمرود آں الطاف را	زیر پا بنہادہ از جہل و عمی
اسی طرح نمرود نے ان الطاف کو	زیر پا رکھ دیا جہل اور کوری سے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں زمان کافر شدورہ میزند	کبر و دعوائے خدائی میکند
وہ اس وقت کافر ہوا ہے اور رہزنی کرتا ہے	کبر اور دعویٰ خدائی کرتا ہے
رفت سوئے آسماں باجلال	باسہ کرگس تا کند بامن قتال
آسمان باجلال کی طرف چلا ہے	تین کرگس کے ذریعہ سے تاکہ میرے ساتھ قتال کرے
صد ہزاران طفل بے تکویم را	کشت وی تا یابد ابراہیم را
لاکھوں طفل غیر قابل ملامت کو	اس نے قتل کر دیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام اس کو مل جاویں
کہ منجم گفت اندر حکم سال	زاد خواہد دشمنے بہر قتال
کیونکہ منجم نے کہہ دیا تھا سال کے احکام میں	ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہوگا
ہیں بکن در دفع آں خصم احتیاط	ہر کہ می زائید می کشت از خباط
ہاں اس خصم کے دفع میں احتیاط کر	جو پیدا ہوتا تھا وہ اس کو خبط سے قتل کر دیتا تھا
کوری او رست طفل وحی کش	ماند خونہائے دگر در گردنش
اس کی ناکامی کے ساتھ طفل جاذب وحی	بچا رہا دوسرے ہزاروں خون اس کی گردن پر رہے
از پدر یابید آں ملک اے عجب	تا غرورش داد ظلمات نسب
وہ سلطنت باپ سے پائی تھی اے عجب	جس سے اس کو ظلمات نسب نے دھوکہ دے دیا
دیگراں را گرام واب شد حجیب	اوز مایا بید گوہر ہا بجیب
اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ حجاب ہو گئے ہوں	تو اس نے تو ہم سے بہت سے موتی جیب میں پائے ہیں
گرگ درندہ است نفس بد یقیں	چہ بہانہ می نہی بر ہر قریں
نفس بد یقیں گرگ درندہ ہے	تو ہر قریں پر کیا بہانہ رکھتا ہے
در ضلالت ہست صد کل را کلہ	نفس زشت کفرناک پر سفہ
ضلالت میں سو گنجوں کی ٹوپی ہے	نفس زشت کفرناک پر سفاہت
زیں سبب میگویم اے بندہ فقیر	سلسلہ از گردن سگ برمگیر
میں اسی سبب سے کہتا ہوں اے بندہ فقیر	زنجیر کتے کی گردن سے مت نکال
گر معلم گشت ایں سگ ہم سگ ست	باش ذلت نفسہ کو بدرگ ست
یہ سگ اگر تعلیم یافتہ بھی ہو گیا ہے تاہم سگ ہی ہے	ایسا ہو کر رہ کہ جس کا نفس ذلیل ہے کیونکہ وہ بدرگ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

فرض می آری بجا گر طاقئی	بر سہیلے چوں ادیم طائفی
فرض کی بجا آوری کر رہا ہے	اگر تو سہیل پر مثل چرم طائف کے آمد و رفت کر رہا ہے
تا سہیلت واخرد از ننگ پوست	تا شوی چوں موزۂ ہم پائے دوست
تا کہ سہیل تجھ کو ننگ پوست سے خلاصی دے دے	تا کہ مثل موزہ کے تو دوست کے قدم کا قرین ہو جاوے
جملہ قرآن شرح خبث نفسہاست	بنگر اندر مصحف آں چشمت کجاست
تمام قرآن خبث نفوس کی شرح ہے	قرآن میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے
ذکر نفس عادیان کالت بیافت	در قتال انبیا موئی شگافت
عاد کے نفس کا ذکر جنہوں نے آلات پالئے تھے	قتال انبیا میں موشگافی کرتے تھے
قرن قرن از نفس شوم بے ادب	ناگہاں اندر جہاں میزد لہب
ہر ہر قرن میں نفس شوم بے ادب سے	ناگہاں عالم میں شعلہ بھڑکتا تھا

(ربط اوپر بیان ہوا ہے کہ ذکر ہے طغیان نمرود کا اسباب دنیا سے اور اس کی ناسپاسی کا باوجود حق تعالیٰ کے نعم عظیمہ کے یعنی) حق تعالیٰ عزرائیل سے کہنے لگے اے سردار (بعض فرشتوں کے فی المنتخب نقیب مہتر) تجھ کو تمام غمزدوں میں سے کس پر رحم آیا ہے انہوں نے عرض کیا سبھی پر میرا دل درد سے سوختہ ہوتا ہے لیکن حکم کے اہمال (وعدم امتثال سے ڈرتا ہوں (اور دل) یہاں تک (سوختہ ہوتا ہے) کہ (کبھی دل میں) کہنے لگتا ہوں کہ کاش حق تعالیٰ مجھ کو عوض میں قربان کر دیں اس شخص کے لئے فرمایا سب سے زیادہ کس پر تجھ کو رحم آیا ہے (اور) کس شخص سے تیرا دل زیادہ پرسوز اور بریاں ہوا ہے انہوں نے کہا ایک روز ایک کشتی موج تیز پر میں نے حکم سے توڑی یہاں تک کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی پھر آپ نے فرمایا کہ سب کی جان قبض کر لے بجز ایک عورت اور ایک طفل کے اس گروہ سے دونوں ایک تختہ پر رہ گئے تختہ کو وہ موجیں چلاتی تھیں جب کنارہ پر اس تختہ کو ہوا نے ڈالا تو دونوں کی خلاصی سے میرا دل خوش ہوا پھر آپ نے فرمایا ماں کی جان قبض کر لڑکے کو تنہا چھوڑ دے بسبب امر کن کے جب ماں سے میں نے طفل کو قطع کیا خود آپ جانتے ہیں کس قدر مجھ کو تلخ معلوم ہوا پس میں نے (ماں کی جان قبض کرنے کے وقت اپنے دل میں) درد اور ماتمہائے عظیم دیکھے (اور) اس طفل کی تلخی میرے فکر سے نہ گئی حق تعالیٰ نے فرمایا اس طفل کے لئے میں نے موج کو حکم دیا کہ اس کو ایک بیشہ میں ڈال دے (یعنی) ایک ایسے بیشہ میں جو سوسن اور ریحان اور گل سے پر تھا (اور) درخت میوہ دار اور خوش میوہ سے پر تھا (اور اس میں) آب شیریں زلال کے چشمے (تھے اور) میں نے طفل کو سو ناز کے ساتھ پالا (اور) لاکھوں مرغ مطرب خوش صدا نے اس باغ میں آوازیں ڈال رکھی تھیں (اور) میں نے برگ نسترن سے اس کا بستر بنایا اس کو صدمہ فتن سے مامون بنایا میں نے خورشید کو حکم دیا کہ اس کو مت کاٹ ہوا کو کہا کہ اس پر آہستہ چل ابر کو کہا کہ اس پر بارش مت برسا برق کو حکم دیا کہ اس پر تیزی کے ساتھ میل مت کر (اور موسم کو حکم دیا کہ) اے ماہ دے (ماہ دما کہ از شہور شتاء کہ خزاں کا

www.besturdubooks.wordpress.com

مہینہ ہے) اس چمن سے اعتدال مت سلب کرنا (اور) اے بہمن (پھاگن کہہ دے کے متصل ہی ہے) اس باغ پر ہاتھ مت پھیرنا (آگے تشبیہ کے لئے ایک قصہ ولی کا اور ایک قصہ نبی کا ہے کہ گرگ اور باد کو گزند پہنچانے سے منع فرما دیا تھا یعنی) مثل اس شیبان (راعی) کے کہ گرگ معاند سے (محفوظ رہنے کے لئے) جمعہ کے وقت مواشی پر خط کھینچ دیتے تھے تاکہ نہ تو اس خط سے باہر گوسفند جاوے (اور) نہ گرگ اور ذرہ با گزند (اندر) آوے بر مثال دائرہ حصار ہود علیہ السلام کے کہ اس صرصر میں وہ (حصار) متعلقین (یعنی مومنین) کی پناہ تھا (اور فرمایا کہ) آٹھ روز تک اس خط کے اندر خاموش (بیٹھے) رہو اور باہر (عاد کے) مثلہ ہونے کا تماشہ دیکھتے رہو (مثلہ کے معنی قطع اطراف آگے بیان ہے مثلہ باد کا یعنی) خلا میں (وہ ہوا) لے جاتی (اور) پتھر پر پھینک دیتی یہاں تک کہ گوشت واستخواں ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے (اور) ایک گروہ کو خلا میں ایک دوسرے سے ٹکرا دیتی یہاں تک کہ مثل خشخاش کے ہڈیاں چور ہو جاتیں اس سزا کی جس سے کہ آسمان لرزتا ہے مثنوی کے اندر گنجائش نہیں اس کے بیان کی (آگے رد ہے اہل طبیعات پر جو ان آثار و افعال کو لازم ذات اشیاء کہتے ہیں پس فرماتے ہیں کہ) اے باد سرد اگر تو طبیعت (کے مقتضا) سے ایسا کرتی ہے (کہ عاد ہلاک ہو رہے ہیں) تو تو ہود علیہ السلام کے خط دائرہ کے گرد گھوم آ (معلوم ہو جاوے گا کہ وہ فعل طبعی ہے یا قسری کیونکہ اگر طبعی ہے تو ایک خط طبیعت کا کیسے مانع ہو گیا خطاب ہوا سے مقصود خطاب طبعی کو ہے) اور اگر حرص (طبعی سے) گرگ خشمگیں (کذا فی الغیاث احد معانی ژند) ایسا کرتا ہے تو (اس گرگ سے) کہہ کہ (شیبان) راعی کے خط کے اندر (جا کر) گزند کرائے طبعی طبیعت سے فوق (اور خارج) یہ ملک دیکھ (اور ان آثار کے طبعی نہ ہونے کا قائل ہو) یا آ اور قرآن مجید سے اس (قصہ) کو محو کر دے (اور) قرات والوں کو منع کر دے (ان پر) قید رکھ دے یا معلم کو گوشمالی دے اور ہر اس دلا (قرآن مجید میں گو خط کا ذکر نہیں لیکن اصل مدعا منصوص ہے ولما جاء امرنا نجینا هودا والذین اٰمنوا معه برحمة منا خواہ خط ہو یا نہ ہو سب ایک ہی جگہ موجود کسی پر ہوا اثر کرے کسی پر نہ کرے دعویٰ طبعی کے ابطال کے لئے یہی کافی ہے مگر) تو (اس سے) عاجز ہے (کہ قرآن مجید سے محو کر سکے یا مقری و معلم کو سزا دینا اس محو کے لئے مفید ہو سکے کما قال تعالیٰ انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون) اور (تو اس سے) (متحیر (بھی) ہے کہ عجز کہاں سے ہے (یعنی ان خوارق عادات ہادمہ طبعیات کے نصوص کے لئے تدابیر طبعیہ کیوں مفید و کافی نہیں باوجودیکہ بہت سے مخالفین ملت بھی ہوئے اس عجز سے تجھ کو حیرت ہے سو میں اس عجز کا سبب بتلاتا ہوں کہ) تیرا عجز خوب جان لے (حملا للنظیر علی الانشاء) کہ اس روز جزا سے ہے (یعنی اصل عجز کا زمانہ تو قیامت کا دن ہے کہ کسی کا کوئی ظاہری اختیار بھی اس دن نہ چلے گا لیکن جو اس روز ان عجزوں کو ظاہر کریں گے وہ کبھی کبھی یہاں بھی ان کا ظہور کر دیتے ہیں جیسے اصل یوم جزا وہ دن ہے لیکن دنیا میں بھی کبھی کبھی کوئی جزا ظاہر ہو جاتی ہے پس مقصود ازاں روز جزاست سے بطور کنایہ کے انتقال کرتا ہے ازاں مالک روز جزاست کی طرف لان یوم الجزاء یستلزم مالکاله جیسا کنایہ میں ملزوم سے لازم کی طرف انتقال ہوتا ہے) تو بہت سے عجز درپیش رکھتا ہے اے معاند اب پنہاں چیزوں کے خروج (و ظہور) کا وقت (نزدیک) ہوا ہے (قال تعالیٰ اقتربت الساعة یہاں تک اس عجز کا ذکر تھا کہ باوجود کوشش مخالفت کے اس میں ناکامی رہی اس کو عجز مذموم کہنا چاہئے آگے ایک

www.besturdubooks.wordpress.com

دوسرے عجز کا ذکر ہے کہ غایت موافقت کے لئے اپنے قدرت وارادہ کو فنا کر دیا اور من کل الوجوہ حق تعالیٰ کی رضا کے تابع ہو گیا اس کو عجز محمود کہنا مناسب ہے اسی طرح حیرت دو ہیں مذمومہ جو جہل سے مسبب ہے کما فی قولہ عاجزی و خیرہ اور محمودہ جو کثرت علوم وتواتر تجلیات سے مسبب ہے اوپر مذمومہ کا ذکر ہے پس فرماتے ہیں کہ) وہ شخص مبارک ہے کہ عجز (محمود) اور حیرت (محمودہ) اس کی غذا ہے (اور وہ) دونوں عالم میں ظل دوست میں سویا ہے (اور مرحوم ومقرب ہے) اس نے اول ہی میں اپنے عجز کو دیکھ لیا (اور احکام حق کے سامنے مثل) مردہ (کے) ہو گیا (اور) عجائز کے دین کو اختیار کیا (کہ ان میں انقیاد واعتقاد کا مادہ غالب ہوتا ہے اس میں اشارہ ہے روایت مشہور علیکم بدین العجائز کی طرف جس کے لفظوں کا مقاصد حسنہ میں انکار کیا ہے اور معنی کو ثابت کہا ہے آگے اس فنا اور مشابہت بالعجائز کا ثمرہ بتلاتے ہیں کہ اگر اس نے ایسا کیا تو سمجھ لو کہ) مثل زلیخا کے اس (شخص) کے یوسف نے اس پر جلوہ کیا (اور) اس نے عجوزی (کی صفت) سے جوانی (کی صفت) میں راہ پائی (اشارہ ہے بقاء بعد الفناء کی طرف پس) زندگی موت اور مجاہدہ میں ہے (جس طرح) آب حیات ظلمت کے اندر ہے (آگے پھر عود ہے قصہ نمرود کی طرف یعنی) حاصل یہ کہ وہ باغ مثل روح عارفین کے سموم اور صرصر سے امن میں رہا۔ ایک چیتے نے نیا بچہ جنا تھا میں نے اس کو حکم دیا (کہ) اس (طفل) کو دودھ دے (اس نے) اطاعت کی پس اس کو دودھ دیا اور اس کی بہت سی خدمتیں کیں یہاں تک کہ بالغ ہو گیا اور فربہ اور شیر مرد (ہو گیا پھر) جب اس کے دودھ چھڑانے کا وقت آیا تو میں نے جنات کو حکم دیا کہ (اس کو) بولنا اور حکومت کرنا سکھلاؤ اس کو میں نے اس چمن سے پرورش دی کیونکہ میرا فن (یعنی تصرف عجیب) گفتگو میں نہیں آتا (چنانچہ) میں نے ایوب علیہ السلام کو باپ کی سی محبت دی تھی کیڑوں کی مہمانی کے لئے بدوں ضرر پہنچانے کے (ان کیڑوں کو اور میں نے) کیڑوں کو ان پر (یعنی ایوب علیہ السلام پر) اولاد کی سی مہر باپ پر دی تھی عجیب قدرت ہے عجیب تصرف ہے (ایوب علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ اگر کوئی کیڑا گر جاتا تو اس کو اٹھا کر پھر بدن میں رکھ لیتے مہر پدر سے یہ مراد ہے اور مہر ولد بر پدر کا کوئی واقعہ کیڑوں کے متعلق معلوم نہیں ہوا شاید وہ ان کی ایذا کے خیال سے نکلنا چاہتے ہوں مگر وہ نکلنے نہ دیتے ہوں واللہ اعلم) ماؤں کو محبت میں نے سکھلائی ہے کیسی شمع ہو گی جس کو میں نے روشن کیا ہو (مراد یہ کہ جو محبت میری رکھی ہوئی ہو وہ کیسی ہو گی غرض اس پر) میں نے صدہا عنایت اور صدہا علاقے (کرم کے) کئے تاکہ وہ میرا لطف بے واسطہ دیکھے تاکہ وہ سبب سے کشمکش میں نہ رہے (کیونکہ اسباب سے مسبب کبھی متخلف بھی ہو جاتا ہے اور اس سے تردد پیدا ہو جاتا ہے کشمکش سے یہ مراد ہے اور) تاکہ اس کی ہر استعانت میری طرف سے ہو (یعنی وہ اور کسی پر نظر نہ کرے) تاکہ خود ہماری طرف سے اس کو کوئی عذر نہ رہے (یعنی گمراہ ہونے میں کوئی عذر نہ کر سکے کہ میں اسباب پر نظر کرنے کے سبب آپ کی انعامات وآیات کی طرف متوجہ نہ ہو سکا اور) ہر یار بد سے اس کو شکوہ نہ رہے (کہ فلاں قرین سوء نے مجھ کو گمراہ کر دیا سو اب افاضہ نعم بلا اسباب عادیہ میں اس کی گنجائش نہ رہی) اس نے یہ پرورش دیکھی صدہا علاقوں کے ساتھ کہ میں نے اس کو بلا واسطہ پرورش کیا (مگر) اس کا شکر یہ تھا اے بندہ جلیل (عزرائیل) کہ وہ نمرود اور سوزندہ خلیل ہو گیا (آگے مولانا تشبیہ دیتے ہیں کہ) جس طرح کہ اس شاہزادہ نے شاہ کا شکر استکبار اور استکثار جاہ سے کیا کہ کس لئے میں

www.besturdubooks.wordpress.com

غیر کا تابع ہوں جبکہ میں صاحب ملک واقبال ہوں شاہ کے الطاف جن کا (اوپر) ذکر گزر چکا ہے تجبّر کے سبب اس کے دل پر پوشیدہ ہو گئے اس طرح نمرود نے ان الطاف کو زیر پا رکھ دیا جہل اور کوری سے (آگے تتمہ مقولہ حق ہے خطاب عزرائیل میں یعنی) وہ اس وقت کافر ہوا ہے اور رہزنی کرتا ہے (یعنی) کبر اور دعویٰ خدائی کرتا ہے (اور) آسمان باجلال کی طرف چلا ہے تین کرگس کے ذریعہ سے تاکہ میرے ساتھ قتال کرے (اور) لاکھوں طفل غیر قابل ملامت (یعنی بے خطا) کو اس نے قتل کر دیا تاکہ ابراہیم علیہ السلام اس کو مل جاویں کیونکہ منجم نے کہہ دیا تھا سال (خاص) کے احکام (وواقعات کی پیشین گوئی) میں (کہ) ایک دشمن قتال کے لئے پیدا ہوگا۔ ہاں اس خصم کے دفع میں احتیاط کر (پس) جو پیدا ہوتا تھا وہ اس کو خبط سے قتل کر دیتا تھا (مگر) اس کی ناکامی کے ساتھ طفل جالب وحی (اس کے ہاتھ سے) بچا رہا (اور) دوسرے ہزاروں خون اس کی گردن پر رہے (کیا) وہ سلطنت باپ سے پائی تھی اے عجب جس سے اس کو ظلمات نسب سے دھوکہ دے دیا اگر دوسروں کے لئے ماں اور باپ حجاب ہو گئے ہوں تو اس نے تو (بلا واسطہ تربیت مادر و پدر کے خود) ہم سے بہت سے موتی (اپنی) جیب میں پائے ہیں (آگے مولانا قصہ سے مضمون ارشادی کی طرف انتقال فرماتے ہیں کہ یہ) نفس بد یقین گرگ درندہ ہے (جس نے نمرود کو بھی برباد کیا) تو ہر قرین پر کیا بہانہ رکھتا ہے (کہ میں فلانے کے سبب گمراہ ہو گیا گو ظاہراً وہ سبب گمراہی کا ہو جیسا اوپر آیا تھا دیگراں را کرام واب شد حجیب حاصل یہ کہ نمرود کو تو ماں باپ بھی حجاب نہ ہوئے اس کی گمراہی اشد تھی باقی جن کے لئے یہ حجاب ہو جاتے ہیں وہ بھی ظاہری ہیں ورنہ اصل سبب خبث نفس ہے پس اس کی گمراہی بھی شدید ہے اور) ضلالت میں (گویا) سو گنجوں کی ٹوپی ہے نفس (مذکور) زشت (اور) کفرناک (اور پر سفاہت) یعنی جتنے جمال دین سے خالی ہیں مثل گنجے کے ان سب کا سرتاج اور مبداء شر یہ نفس ہے) میں اسی سبب سے کہتا ہوں اے بندہ فقیر (کہ) زنجیر (اس) کتے کی گردن سے مت نکال (یعنی اس سگ نفس کو قید مجاہدہ میں اسیر رکھ اور اس پر بےفکر مت ہونا کہ میں اس کی تہذیب کر چکا ہوں اب اس میں شر کا احتمال نہیں رہا جیسا اس دھوکہ میں اکثر غیر محققین مبتلا ہو جاتے ہیں سو سمجھ لو کہ) یہ سگ اگر تعلیم یافتہ بھی ہو گیا ہے (جیسے کلاب الصید) تاہم سگ ہی ہے (قابل اطمینان نہیں پس اس حالت میں بھی) ایسا ہو کر رہ کہ جس کا نفس ذلیل ہے کیونکہ وہ بدرگ ہے (پس اس کو مجاہدہ سے دبائے رکھنا ہی اسلم ہے یہاں تک تو تعلیم تھی مجاہدہ کی آگے صحبت مرشد کی ترغیب ہے کیونکہ بدوں اس کے صرف مجاہدہ اصلاح نفس کے لئے ناکافی ہے پس فرماتے ہیں کہ) فرض (طریق) کی بجا آوری کر رہا ہے اگر تو سہیل (ستارہ) پر مثل چرم طائف کے آمد و رفت کر رہا ہے (آگے آمد و رفت کا فائدہ ہے یعنی) تاکہ سہیل تجھ کو تنگ پوست (سریع الفساد) سے خلاصی دے دے تاکہ مثل موزہ کے تو دوست کے قدم کا قرین ہو جاوے (مشہور ہے کہ پوست پر سہیل کی شعاعیں پڑنے سے اس کی نظافت بڑھ جاتی ہے اور تغیر سے محفوظ ہو جاتا ہے پس سہیل سے مرشد کو تشبیہ دے کر ترغیب دیتے ہیں اس کی ملازمت کی اور اس کا ثمرہ بتلاتے ہیں اصلاح اور قابلیت قرب کی مثل موزہ کے کہ اصلاح ہو کر قابل قرب قدم کا ہو جاتا ہے آگے پھر خبث نفس کا مضمون ہے جس کی اصلاح کا طریق اوپر مجاہدہ و صحبت مرشد بتلایا ہے یعنی) تمام قرآن خبث نفوس کی شرح ہے قرآن میں دیکھ لے تیری وہ آنکھ کہاں ہے (اور اس سے دیکھتا کیوں نہیں آگے مفعول ہے ننگر کا یعنی

www.besturdubooks.wordpress.com

دیکھ لے) عاد کے نفس کا ذکر جنہوں نے آلات (طغیان) پالئے تھے (اور) قتل انبیاء میں موشگافی کرتے تھے (اسی طرح) ہر ہر قرن میں نفس شوم بے ادب سے ناگہاں عالم میں شعلہ (فساد) بھڑکتا تھا۔ (بہت سے قرون کے قصص قرآن مجید میں بھی ہیں فظھر قولہ جملہ قرون الخ آگے پھر قصہ ہے شہزادہ کا۔

رجوع بداں قصہ شہزادہ کہ بہ نقصان آمد بداں طغیان وزخم خورد از خاطر شاہ وپیش از استکمال فضائل دیگر از دنیا برفت

اس شہزادے کے قصہ کی جانب رجوع جو اس سرکشی کی وجہ سے ٹوٹے میں پڑا اور اس نے بادشاہ کے قلب سے زخم کھایا اور دوسری فضیلتوں کو مکمل کئے بغیر دنیا سے چلا گیا

قصہ کوتہ کن کہ رائے نفس کور	برد او را بعد سالے سوئے گور
قصہ کوتاہ کر کہ نفس کور کی رائے	اس کو بعد ایک سال کے قبر کی طرف لے گئی
شاہ چوں از محو شد سوئے وجود	خشم مریخیش آں خون کردہ بود
شاہ جب محو سے ہستی کی طرف آیا	تو اس کے خشم مریخی نے اس کا وہ خون کیا تھا
چوں بترکش بنگریداں بے نظیر	دید کم از ترکشش یک چوبہ تیر
جب ترکش کو اس بے نظیر نے دیکھا	تو اپنے ترکش سے ایک چوب تیر کم دیکھا
گفت کو آں تیر واز حق باز جست	گفت اندر حلق او وآں تیر تست
کہنے لگا کہ وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے جستجو کی	ارشاد ہوا کہ اس کے حلق میں وہ تیرا ہی تیر ہے
عفو کرد آں شاہ دریا دل و لے	آمدہ بد تیر او بر مقتلے
اس شاہ دریا دل نے معاف کر دیا لیکن	اس کا تیر مقتل پر آ چکا تھا
کشتہ شد در نوحہ او میگریست	اوست جملہ ہم کشندہ ہم ولی ست
وہ کشتہ ہوگیا اس کے غم میں روتا تھا	وہ جامع ہے کشندہ بھی ہے ولی بھی ہے
ورنہ باشد ہر دو او پس جملہ نیست	ہم کشندہ خلق وہم ماتم کنے ست
اور اگر وہ دونوں طرح کا نہ ہو پس وہ جامع نہیں	وہ کشندہ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے
شکر میکرد آں شہید زرد خد	کان بزد بر جسم و بر معنی نزد
وہ شہید زرد رخسارہ شکر کرتا تھا	کہ وہ جسم پر پڑا اور روح پر نہیں پڑا
جسم ظاہر عاقبت خود رفتنی ست	تا ابد معنی بخواہد شاد زیست
جسم ظاہری تو انجام کار جانے ہی کی چیز ہے	ابد تک روح شاد زندہ رہے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں عتاب از رفت ہم بر پوست رفت	دوست بے آزار سوئے دوست رفت
وہ عتاب اگر جاری ہوا پوست پر جاری ہوا	محب بے عقوبت محبوب کے پاس چلا گیا
گرچہ او فتراک شاہنشہ گرفت	آخر از عین الکمال او رہ گرفت
اگرچہ اس نے بادشاہ کا فتراک پکڑا تھا	آخر نظر بد سے اس نے راستہ گرفتہ کر دیا
واں سوم کاہل تریں ہر دو بود	صورت و معنی بکلی او ربود
اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ کاہل تھا	اس نے صورت اور معنی کلی طور پر حاصل کیا
دختر و ملک و خلافت او گرفت	می سزد گرزیں بمانی در شگفت
دختر اور سلطنت اور خلافت اس نے لی	سزاوار ہے اگر تو اس سے تعجب میں رہے
من ز طول قصہ گشتستم ملول	من غریق بحر معنی تو عجول
میں طول قصہ سے ملول ہو گیا ہوں	میں غریق معنی ہوں تو مستعجل ہے
وانگہے از ذلت و عجز و نیاز	یافت مقصود از کریم کارساز
اور اس وقت ذلت اور عجز اور نیاز کی وجہ سے	مقصود کریم کار ساز سے پایا

قصہ کوتاہ کر کہ نفس کور کی رائے اس (شہزادہ) کو گور کی طرف لے گئی (یعنی مر گیا) شاہ جب محو (اور سکر) سے ہستی (اور صحو) کی طرف آیا تو (دیکھا کہ) اس کے خشم مریخی نے اس کا وہ خون کیا تھا (معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کو غصہ آنے کے بعد کوئی حالت غالب ہو گئی جس میں غصہ کے آثار کی طرف التفات نہیں ہوا پھر افاقہ کے بعد معلوم ہوا کہ میرے غصہ کے اثر سے مر گیا آگے یہی مضمون بلفظ دیگر ہے کہ) جب ترکش کو اس بے نظیر نے دیکھا تو اپنے ترکش سے ایک چوب تیر کو دیکھا (دل میں) کہنے لگا کہ وہ تیر کہاں ہے اور حق تعالیٰ سے جستجو کی ارشاد ہوا کہ اس (شہزادہ) کے حلق میں وہ تیرا ہی تیر ہے (میرے مذاق میں اس کی تقریر یہ ہے کہ ہر کیفیت باطنی قبل ظہور کے شدید ہوتی ہے اور بعد ظہور کے خفیف اور ظہور کبھی اظہار سے ہوتا ہے کبھی بلا اظہار اس کے اثر کے نافذ ہو جانے سے۔ پس یہاں جو شاہ کو غصہ پیدا ہوا تھا اس کے بعد غلبہ حال ہونے سے تو اس کے بقاء و زوال کی طرف التفات نہیں ہوا جب شہزادہ کے مرنے کے قریب اس حالت سے افاقہ ہوا تو نفس کی طرف التفات کرنے سے غصہ نہ پایا تعجب ہوا کہ میں نے گو دل میں شہزادہ کی شکایت کی مگر زبان سے ظاہر نہیں کیا پس اظہار تو ہوا نہیں پھر کیا صورت اس غصہ کے نہ رہنے کی ہوئی پھر الہام سے معلوم ہوا کہ اس کا ظہور دوسری طرح ہو گیا کہ اس کا اثر نافذ ہو گیا جس سے شہزادہ مرنے کو ہے اور چونکہ یہاں شاہ نے غصہ میں یہ قصد نہیں کیا کہ یہ مر جاوے ایسی صورت میں معصیت نہیں ہوتی اسی طرح اگر غیر صاحب تصرف دعا کرے کسی کی موت کی اس مرنے سے بھی قتل کا گناہ نہیں ہوتا کیونکہ دونوں صورتوں میں قتل کی مباشرۃ نہیں ہوئی بخلاف اس کے کہ صاحب تصرف ہمت بقصد قتل کے کرے اس صورت میں قتل کا گناہ ہوگا کہ مباشرت جس طرح دوسرے آلات سے مثل شمشیر و بندوق کے ہوتی ہے اسی طرح یہ ہمت

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ایک آلہ ہے قتل کا اس سے بھی اس کو قاتل کہیں گے احقر نے بھی مضمون لکھا تھا ایک درویش صاحب ریاضت و صاحب ریاست کے جواب میں انہوں نے یہ سوال کیا تھا کہ میں نے ایک شخص کو بددعا دی تھی اور وہ مرگیا تو مجھ پر قتل کا گناہ ہے یا نہیں اھ اور میں اس سوال سے بے حد اس لئے خوش ہوا کہ یہ سائل کے فہم کی دلیل ہے کہ جس کو عام درویش اپنی کرامت سمجھتے ان کو اس کی معصیت ہونے کا شبہ ہوا اور میں نے جو شاہ کے افاقہ کو قبیل موت شہزادہ قرار دیا بعد موت نہیں سمجھا اس کا قرینہ یہ شعر ہے یعنی) اس شاہ دریادل نے معاف کر دیا لیکن اس کا تیر مقتل پر آ چکا تھا (اس سے صاف معلوم ہوا کہ شاہ کی یہ تحقیق کہ تیر کہاں گیا جو بعد افاقت ہوئی تھی شہزادہ کی موت کے قبل تھی غرض تیر مقتل پر پہنچنے سے) وہ کشتہ ہو گیا (شاہ) اس کے غم میں روتا تھا (اور رونے کی وجہ یہ ہے کہ) وہ جامع ہے (یعنی اگرچہ) کشندہ بھی ہے (لیکن) ولی بھی ہے (جس کے لئے رحیم ہونا لازم ہے اور رحمت مقتضی ہے بکا کو اور نرا کشندہ وصاحب تصرف نہیں ہے کہ ایسا ہونا کچھ بھی کمال نہیں کہ کفار بھی ایسے تصرفات مکتسب کر سکتے ہیں) اور اگر وہ دونوں طرح کا نہ ہو (بلکہ صرف صاحب تصرف ہی ہو اور ولی ورحیم نہ ہو) پس وہ جامع نہیں (بلکہ ناقص ہے اور چونکہ یہ شاہ جامع ہے اس لئے) وہ کشندہ خلق بھی ہے اور ماتم کرنے والا بھی ہے (اس کا یہ مطلب نہیں کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں ولایت کافی نہیں صاحب تصرف ہونا ضرور ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ جامعیت بمعنی کاملیت میں صاحب تصرف ہونا کافی نہیں ولی ہونا بھی ضرور ہے چنانچہ میں نے اپنی تقریر ترجمہ میں اس کو واضح کر دیا ہے اور یہ شبہ کہ جب ولایت کے ساتھ تصرف نہ ہوا تو جامعیت کہاں ہوئی جواب اس کا یہ ہے جامعیت باعتبار اوصاف ولایت کے ہے نہ کہ غیر اوصاف ولایت کے مثلاً جامعیت کے لئے یہ ضرور نہیں کہ وہ پہلوان بھی ہو تصرف اسی مرتبہ میں ہے اس لئے احقر نے اس کی تفسیر کاملیت کے ساتھ کر دی اس عنوان ورنہ باشد ہر دو او پس جملہ نیست کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص نہایت خوشخط ہو اور لوگ اس کو جامع العلوم بھی کہتے ہوں مگر وہ عالم نہ نکلے تو یوں کہنا صحیح ہوگا کہ یہ شخص صرف خوشخطی سے جامع العلوم نہیں ہو سکتا البتہ اگر اس میں خوشخطی کے ساتھ علوم بھی ہوتے تب البتہ جامع العلوم ہوتا تو اس سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کسی عالم میں خوشخطی نہ ہو تو اس کو عالم نہ کہیں گے فافہم فانہ من مزلۃ الاقدام آگے قصہ ہے کہ) وہ شہید زرد رخسارہ (بوجہ شرمندگی) شکر کرتا تھا کہ وہ (عتاب) جسم پر پڑا اور روح (کی صفت یعنی ایمان) پر نہیں پڑا جسم ظاہری تو انجام کار جانے ہی کی چیز ہے ابد تک روح شاد زندہ رہے گی وہ عتاب اگر جاری ہوا پوست پر جاری ہوا (جس سے) محب نے عقوبت (اخرویہ) محبوب کے پاس چلا گیا۔ اگرچہ اس نے بادشاہ کا فتراک پکڑا تھا (کہ سلوک طے کروں گا) آخر (اپنی ہی) نظر بد (یعنی خود بینی) سے ان نے راستہ (سلوک کا) گرفتہ (یعنی مسدود) کر دیا (جیسا مفصلاً بیان ہوا یہاں تک دو شہزادوں کا قصہ ہوا) اور وہ تیسرا دونوں سے زیادہ کامل تھا (کامل سے مراد متحمل غیر مستعجل نہ اول کی طرح کہ طبیعت میں تقاضا وصل محبوبہ کا پیدا کر لیا اور شدت اضطراب سے مرگیا اور نہ دوسرے کی طرح کہ جلدی ہی کامل ہونے کا گمان کر لیا اور ہلاک ہوا پس ایک مستعجل فی استدعاء الوصال تھا دوسرا مستعجل فی ادعاء الکمال تھا یہ تیسرا ایسا نہ تھا اس لئے) اس نے صورت اور معنی کلی طور پر حاصل کیا (یعنی) دختر اور سلطنت اور خزانہ (باطنیہ) اس نے لی سزاوار ہے اگر تو اس سے تعجب میں رہے (کیونکہ اتنا تحمل کم ہوتا ہے اور کم چیز تعجب خیز ہوتی ہی ہے اور ان پسر سوم کا پورا قصہ اختتام میں مذکور ہے مولانا نے صرف اسی ایک شعر میں اجمالاً فرما کر آگے اپنا عذر فرماتے ہیں کہ) میں طول قصہ سے ملول ہو گیا ہوں (کیونکہ) میں غریق معنی ہوں (اس لئے قصہ کے ذرا ذرا جزو سے مضامین ارشادیہ کی طرف منتقل ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

جاتا ہوں اور) تو مستعجل ہے (کہ اور مضامین چھوڑ کر قصہ کہوں تو بے مضامین کے مجھ سے کہا نہیں جاتا اور مضامین کے ساتھ تجھ سے سنا نہیں جاتا اور ملالت سامع سے ملالت متکلم لازم عادی ہے اس لئے میں نے ملول ہو کر چھوڑ دیا مگر ایک شعر اس قصہ کا اور رہ گیا ہے آگے اس کو فرماتے ہیں یعنی اس تیسرے نے تین چیزیں تو شرائط طریق بجالا کر بادشاہ سے لین دختر اور سلطنت اور خلافت کما ذکر اور اس وقت ذلت اور عجز اور نیاز کی وجہ سے مقصود (حقیقی یعنی رضاء وقرب وقبول کریم کارساز سے پایا (اس میں اشارہ اس طرف ہو گیا کہ یہ شیخ کے اختیار کی بات نہیں وہ صرف ہادی الی الطریق ہے باقی موصل الی المقصود حق تعالیٰ ہیں فاحد المعنیین للهداية وظيفة الشيخ ای اراءة الطريق والثانی فعل الحق سبحانه وتعالیٰ ای الايصال الی المقصود پس شیخ کی اطاعت کرے اور حق تعالیٰ کی اطاعت والله الهادی واهب الاياد ے آگے بمناسبت شعر وان سوم کاہل الخ ایک حکایت لاتے ہیں جس میں تین کاہلوں کا ذکر ہے کوئی کاہل محمود تھا جو دنیا کے کام میں کاہل تھا کوئی مذموم تھا جو عقبیٰ کے کام میں کاہل تھا کاہل محمود اس شہزادہ سوم کے مشابہ تھا اسی سے یہ حکایت لائی گئی اور یہ بھی اختتام ہی میں اتمام کو پہنچی ہے)۔

مثل وصیت کردن آں شخص کہ سہ پسر داشت و میراث خود را بکاہل ترین پسر داد و بہ قاضی نیز گفت

اس شخص کی وصیت کی مثال جس کے تین لڑکے تھے اور اس نے اپنی میراث سب سے زیادہ کاہل لڑکے کو دی اور قاضی سے بھی کہہ دیا

آں یکے شخصے بوقت مرگ خویش	گفتہ بد اندر وصیت پیش پیش
اس ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت	وصیت کے بارہ میں پیش از پیش دفعہ تھا
پسر سر بودش چو سہ سرو رواں	وقف ایشان کردہ او جان و رواں
اس کے تین لڑکے تھے مثل تین سرورواں کے	ان پر اس نے جان وروان وقف کر رکھی تھی
گفت ہرچہ کالہ و سیم و زرست	آں بر دزیں ہر سہ کو کاہل ترست
کہا کہ جو کچھ اسباب اور سیم و زر ہے	ان تینوں میں سے وہ لے جو زیادہ کاہل ہے
گفت با قاضی و بس اندر زکرد	بعد ازاں جام شراب مرگ خورد
قاضی سے کہہ دیا اور بہت نصیحت کر دی	بعد ازاں شراب موت کا جام پیا
گفت فرزندان بقاضی کاے کریم	نگذریم از حکم او ماسہ یتیم
فرزندوں نے قاضی سے کہا کہ اے کریم	ہم تینوں یتیم اس کے حکم سے تجاوز نہ کریں گے
سمع و طاعات می کنیم او رادست ست	ہرچہ او فرمود برمانا فذست
ہم سمع طاعت کرتے ہیں اس کو اختیار ہے	اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ماچو اسماعیل زابراہیم خود	سر نہ پیچیم از چہ قرباں میکند
ہم مثل اسماعیل علیہ السلام کے اپنے ابراہیم سے	سرتابی نہیں کرتے اگرچہ قربانی کر دے
گفت قاضی ہر یکے با عاقلیش	تا بگوید قصۂ از کاہلیش
قاضی نے کہا ہر ایک اپنی عاقلی سے	اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے
تا بہ بینم کاہلی ہر یکے	تا بدانم حال ہر یک بے شکے
تاکہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں	تاکہ میں ہر ایک کا حال بدوں کسی شک کے جانوں
عارفاں از دو جہاں کاہل ترند	زانکہ بے شد یار خرمن می برند
عارفین دونوں جہان سے زیادہ کاہل ہیں	اس لئے کہ بدوں کھیتی کے خرمن حاصل کر لیتے ہیں
کاہلی را کردہ اند ایشان سند	کار ایشان را چو یزداں میکند
انہوں نے کاہلی کو تکیہ گاہ بنا رکھا ہے	چونکہ ان کا کام حق تعالیٰ کر دیتے ہیں
کار یزداں را نمی بینند عام	می نیاسایند از کد صبح و شام
عوام کار یزداں کو نہیں دیکھتے	محنت سے صبح و شام آسودہ نہیں ہوتے
کار دنیا راز کل کاہل ترند	در رہ عقبیٰ زمہ گوی برند
کار دنیا کے لئے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں	کار عقبیٰ میں چاند سے بھی گیند لے جاتے ہیں
ایں گزیند ہر کہ او باشد رشید	ہیں کہ دنیا رفت و عقبیٰ در رسید
اس کو وہی اختیار کرتا ہے جو صاحب رشد ہو	ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت آ پہنچی
مہتریں را گفت قاضی باز گو	قصہ از کاہلی اے مال جو
بڑے سے قاضی نے کہا کہ بیان کر	کوئی قصہ کاہلی کا اے طالب مال
ہیں زحد کاہلی گوئید باز	تا بدانم خدآں از کشف راز
ہاں منتہا کاہلی سے حکایت بیان کرو	تاکہ میں کشف راز سے اس کی حد جان لوں
ہیں زحد کاہلی شرحے دہید	تا بدانم من بچہ حد کاہلید
ہاں کاہلی کی حد کی شرح کرو	تاکہ میں جانوں تم کس حد تک کاہل ہو
بیگماں خود ہر زباں پردہ دل ست	چوں بجنبد پردہ رویت حاصل ست
بے شبہ خود ہر زبان دل کا پردہ ہے	جب پردہ ہلتا ہے رویت حاصل ہو جاتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

پردۂ کوچک چویک شرحہ کباب	می بپوشد صورت صد آفتاب
ایک چھوٹا سا پردہ کباب کے ٹکڑے کی برابر	سو آفتاب کی صورت کو ڈھانک لیتا ہے
گر بیاں نطق کاذب نیز ہست	لیک بوے از صدق وکذبش مخبرست
اگر نطق کا بیان کاذب بھی ہے	لیکن بواسطے صدق و کذب سے مخبر ہے
آں نسیمے کہ بیاید از چمن	ہست پیدا از سموم گولخن
جو نسیم کہ چمن سے آتی ہے	وہ متمیز ہے سموم گلخن سے
بوئے صدق وبوئے کذب گول گیر	ہست پیدا در نفس چوں مشک وسیر
بوئے صدق اور بوئے کذب جو کہ احمق کی پھنسانے والی ہے	سانس میں محسوس ہیں مثل مشک اور لہسن کے
بوئے اخلاص و نفاق بے مزہ	ہست ظاہر ہمچو عود و انگزہ
بوئے اخلاص اور بوئے نفاق بے لطف	ظاہر ہو جاتا ہے مثل عود اور ہینگ کے
گرندانی یار را ازدہ دلہ	از مشام فاسد خود کن گلہ
اگر تو یار کو منافق سے نہ پہچانے	تو اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر
ورندانی تو عجوز از شاہدے	بیگماں گشت ست چشمت فاسدے
اور اگر تو عجوز کو محبوبہ سے پہچانے	تو بلاشبہ تیری آنکھ فاسد ہو گئی ہے
ور تو نشناسی شکر را از صبر	بیگماں شد حس ذوق تو عذر
اور اگر تو شکر کو ایلوہ سے نہ پہچانے	تو بلاشبہ تیرا ذوق بے حس ہو گیا ہے
ور یکے شد صورت بلبل باغراب	ہست بیشک حس سمع تو خراب
اور اگر بلبل کی آواز غراب کے ساتھ متحد ہے	تو بلاشبہ تیری حس سمع خراب ہے
ور یکے گشت سمور و خار پشت	حس لمس تو بتو بنمود پشت
اور اگر سمور اور خار پشت تیرے نزدیک متحد ہیں	تو تیری حس لمس نے تجھ کو پشت دکھلا دی ہے
بانگ حیزاں و شجاعاں دلیر	ہست پیدا چوں فن روباہ وشیر
بزدلوں کی اور شجاعان دلیر کی آواز	ظاہر ہے مثل فن روباہ اور شیر کے
چارۂ کار حواس خویش کن	وانگہے راہ طلب در پیش کن
اپنے حواس کا چارہ کار کر	اور اس وقت راہ طلب کو درپیش کر

www.besturdubooks.wordpress.com

یا زباں ہمچوں سرِ دیگے ست راست	چوں بجنبد تو بدانی چہ اباست
یا زباں ٹھیک مثل سرِ دیگ کے ہے	جب وہ ہلتی ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے
از بخارِ آں بداند تیز ہش	دیگ شیریں راز سکباج ترش
تیز ہوش اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے	دیگ شیریں کو آش ترش سے
دست بر دیگ نوی چوں زد فتیٰ	وقت بخریدن بدید اشکستہ را
نئی ہنڈیا پر جب کسی صاحب سلیقہ نے ہاتھ مارا	خریدنے کے وقت و شکستہ کو دیکھ لیا
آں یکے پرسید صاحب درد را	گفت در چندے شناسی مرد را
ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا	کہا کہ تو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے آدمی کو
گفت دانم مرد را در حین پوز	ورنہ گوید دانمش اندر سہ روز
اس نے کہا کہ میں آدمی کو فی الفور دہن سے پہچان لیتا ہوں	اور اگر وہ نہ بولے تو اس کو تین روز میں پہچان لیتا ہوں
واں دگر گفت ار بگوید دانمش	ور نگوید در سخن پیچانمش
اور ایک دوسرے شخص نے کہا کہ اگر وہ بولے تب تو پہچان لیتا ہوں	اور اگر نہ بولے تو میں اس کو کسی بات میں لگا دیتا ہوں
گفت اگر ایں مکر بشنیدہ بود	لب بہ بندد در خموشی در رود
اس نے کہا اگر وہ یہ تدبیر سنے ہوئے ہو	وہ لب بند کر کے اور خاموشی میں چلا جاوے
گفت میرو گوئی تا ہفتم زمیں	تا ابد پوشیدہ بادم حال زیں
اس نے کہا کہ تو کہہ دے کہ ساتویں زمین تک چلا جا	ابد تک اس شخص کا حال مجھ پر مخفی ہی رہے
حال یک تن گر ندانم چہ شود	واندر و نقصان دینم چہ بود
اگر میں ایک شخص کا حال نہ ہی جانوں گا تو کیا ہو جاوے گا	اور اس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو جاوے گا

مثل

آنچنانکہ گفت مادر بچہ را	گر خیالے آیت در شب فرا
جیسا کہ ماں نے بچے سے کہا	کہ اگر کوئی خیال رات کو تیرے سامنے آوے
یا بگورستان و جائے سہمگیں	تو خیال زشت بینی در کمیں
یا گورستان اور خوفناک جگہ میں	تو کسی خیال زشت کو کمین گاہ میں دیکھے

www.besturdubooks.wordpress.com

دل قوی دار و بکن حملہ برو	او بگرداند ز تو در حال رو
تو دل قوی رکھنا اور اس پر حملہ کر دینا	وہ فوراً تجھ سے رخ پھیر لے گا
زانکہ بے ترسے بسویش ہر کہ رفت	آں خیال دیوش بگریخت تفت
کیونکہ بیخوف ہو کر جو شخص اس کی طرف گیا	تو وہ خیال شیطان مثال فوراً بھاگ گیا
گفت کودک باخیال دیوش	اینچنیں گر گفتہ باشد مادرش
لڑکے نے کہا کہ اس خیال شیطان مثال سے	اگر اس کی ماں نے بھی یوں ہی کہہ دیا ہو
حملہ آرد افتد اندر گردنم	زامر مادر پس من آنگہ چوں کنم
وہ حملہ آور ہو اور میری گردن میں الجھ جاوے	ماں کے حکم سے پھر میں اس وقت کیا کروں گا
تو ہمی آموزیم کہ چست ایست	آں خیال زشت را ہم مادریست
تو مجھ کو سکھلاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہنا	اس خیال زشت کی بھی تو کوئی ماں ہو گی
دیو مردم را ملقن آں یکے ست	غالب ازوے گر دو از خصم اندکے ست
آدمیوں کے شیطان کا تلقین کنندہ وہ ایک ہی ہے	اس سے غالب آ جاتا ہے اگرچہ یہ خصومت کنندہ ضعیف بھی ہے
تا کدامیں سوئے باشد آں یراش	اللہ اللہ رو تو ہم آں سوئے باش
خواہ کسی جانب بھی وہ توجہ ہو جاوے	اللہ اللہ تو جا اسی طرف پہنچ جا
گفت اگر از مکر ناید در کلام	حیلہ را دانستہ باشد آں ہمام
اس نے کہا کہ اگر وہ مکر سے کلام میں نہ آوے	وہ باہمت حیلہ کو جانتا ہو
سر او را چوں شناسی راست گو	گفت من خامش نشینم پیش او
تو تو اس کے راز کو کیونکر پہچانے ٹھیک ٹھیک کہہ	اس نے کہا کہ میں اس کے سامنے خاموش بیٹھ جاتا ہوں
صبر را سلم کنم سوے درج	تا برآیم برسر بام فرج
صبر کو زینہ بناتا ہوں درجہ کی طرف	تا کہ میں بام کامیابی کی سطح پر پہنچ جاؤں
ہست مر ہر صبر را آخر ظفر	ہست روزی بعد ہر تلخی شکر
ہر صبر کا انجام مراد رسی ہے	ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے
چوں بجوشد در حضورش از دلم	منطقے بیروں ازیں شادی و غم
جب اس کی حاضری میں میرے دل سے	کوئی کلام جو اس شادی و غم سے خارج ہو جوش کرتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

من بدانم کو فرستاد آں بمن	از ضمیر چوں سہیل اندر یمن
تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ میرے پاس اس نے	اپنے ضمیر سے بھیجا ہے جو سہیل کے مشابہ ہے یمن میں
من بزرگی وراگردن نہم	منتے ہم بردل و برتن نہم
میں اس کی بزرگی کے روبرو گردن جھکا دیتا ہوں	دل پر بھی اور تن پر بھی منت رکھتا ہوں
دردل من ایں سخن زاں میمنہ است	زانکہ از دل جانب دل روزنہ است
میرے دل میں یہ بات اس طرف سے آئی ہے	اس لئے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف روزن ہے
چوں فتاد از روزن دل آفتاب	ختم شد واللہ اعلم بالصواب
جب روزن قلب سے آفتاب جا گرا	تو ختم ہوگئی اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب کیا ہے

اس ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت وصیت کے بارہ میں بیش از بیش دفعہ (یعنی مکرر سہ کرر) کہا تھا اس کے تین لڑکے تھے مثل تین سرو رواں کے ان پر اس نے (اپنی) جان ورواں وقف کر رکھی تھی۔ (غرض وصیت میں یہ) کہا کہ جو کچھ اسباب اور سیم وزر ہے ان تینوں میں سے وہ لے جو زیادہ کاہل ہے قاضی سے کہہ دیا اور بہت نصیحت (اور تاکید) کر دی بعد ازاں شراب موت کا جام پیا۔ فرزندوں نے قاضی سے کہا کہ اے کریم ہم تینوں یتیم اس کے حکم سے تجاوز نہ کریں گے (غالباً یتیم بمعنی مطلق بے پدر کے ہیں گو بالغ ہوں اور یہی توجیہ ہو سکتی ہے اس وصیت للوارث کے نفاذ کی کہ تینوں نے اس کو جائز رکھا تھا اسی طرح قاضی نے جو فیصلہ کیا جو کہ اختتام میں مذکور ہے گو کاہل کے معنی عرفی کے خلاف پر مبنی ہے اور اعتبار وصیت میں عرف کا ہوتا ہے لیکن بعد فیصلہ کے باہم توافق وتصالح اس کی بھی توجیہ ہو سکتی ہے بہر حال فرزند کہتے ہیں کہ) ہم سمع وطاعت کرتے ہیں اس کو اختیار ہے اس نے جو کچھ فرمایا ہے وہ ہم پر نافذ ہے ہم مثل اسماعیل علیہ السلام کے اپنے ابراہیم سے سرتابی نہیں کرتے اگر چہ قربانی کر دے قاضی نے کہا ہر ایک اپنی عاقلی (اور فہم واحتیاط) سے اپنی کاہلی کا قصہ بیان کرے تا کہ میں ہر ایک کی کاہلی دیکھوں تا کہ میں ہر ایک کا حال بدوں کسی شک کے جانوں (مولانا بطور انتقال فرماتے ہیں کہ) عارفین دونوں جہان (کے لوگوں) سے زیادہ کاہل ہیں (یعنی دونوں جہان میں ان سے زیادہ کوئی کاہل نہیں سو ایک عالم میں تو کوئی کاہل ہے ہی نہیں قال تعالیٰ یسبحون اللیل والنہار لایفترون دنیا میں البتہ کاہل بھی ہیں پس مطلب یہ کہ دنیا میں بھی ان سے زیادہ کوئی کاہل نہیں کاہلی سے مراد تفویض وتوکل وفناء ارادات کہ صورۃً وعند العوام کاہلی سمجھی جاتی ہے آگے ان کی اس کاہلی کی وجہ بتلاتے ہیں یعنی یہ جو کاہل ہیں تو) اس لئے کہ بدوں کھیتی کے خرمن حاصل کر لیتے ہیں (جیسا متوکلین کو یہ دولت نصیب ہوتی ہے کہ بدوں اختیار اسباب کے مقاصد میسر ہو جاتے ہیں فی الغیاث شدیار زمینے را گویند کہ برائے زراعت بہ قلبہ رانی شگافتہ زیر وزبر کردہ باشند اھ وفی الحاشیہ شگافتن وقلبہ راندن زمین وزمینے کہ بجہت زراعت شگافتہ باشند آھ) انہوں نے کاہلی (مذکور) کو تکیہ گاہ بنا رکھا ہے چونکہ ان کا کام حق تعالیٰ کر دیتے ہیں (اور چونکہ دوسرے) عوام (اس) کاریز داں کو

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں دیکھتے (اس لئے) محنت سے صبح وشام آسودہ نہیں ہوتے (اور وہ عارفین) کار دنیا کے لئے تو سب سے زیادہ کاہل ہیں (لیکن) کار عقبیٰ میں چاند سے بھی (سبقت کی) گیند لے جاتے ہیں (اور) اس (امر) کو وہی اختیار کرتا ہے جو صاحب رشد ہو (اور یوں سمجھے کہ) ہاں دنیا تو رخصت ہوئی اور آخرت (قریب) آ پہنچی (جیسا کی حدیث میں اس قسم کا مضمون ہے الاان الدنیا مدبرۃ الاان الاخرۃ مقبلۃ او نحوہ) بڑے (بیٹے) سے قاضی نے کہا کہ بیان کر کوئی قصہ (اپنی) کاہلی کا اے طالب مال (اور دوسروں سے بھی کہا کہ) ہاں منتہا کاہلی سے حکایت بیان کرو تاکہ میں (تمہاری اس) کشف راز (و بیان حقیقت) سے اس (کاہلی) کی حد جان لوں (اور کم وبیش کا اندازہ کرلوں) ہاں (اپنی) کاہلی کی حد کی شرح کرو تاکہ میں جانوں تم کس حد تک کاہل ہو) آگے قصہ سے مولانا دوسرے مضمون کی طرف بمناسبت گوئیدتا بدانم کے منتقل ہوتے ہیں اور اسی مضمون پر بدوں عودالی القصہ کے مثنوی ختم فرمادیں گے حاصل اس مضمون منتقل الیہ کا یہ ہے کہ کلام مطابق قول قاضی کے دلیل ہوتا ہے حال باطن پر کبھی تو الفاظ سے جیسا کہ اصل طریق اور عام عادت یہی ہے کبھی اثر سے جبکہ حکایت محکی عنہ کے خلاف ہو جبکہ سامع ذوق صحیح رکھتا ہو اور اس دوسری صورت میں اصل دال حالت ہوگی متکلم کی پس اس طور پر حال بھی مقال حکمی ہوگا جو اصل میں موضوع تھا دلالت علی الباطن کے لئے اب خواہ یوں تعبیر کیا جاوے کہ مقال دال ہے عام اس سے کہ حقیقی ہو یا حکمی یا یوں تعبیر کیا جاوے کہ مقال اور حال دونوں دال ہیں بواطن اور سرائر پر اور دلالت حال کے لئے جو ذوق صحیح کا ہونا شرط ہے اس میں زیادہ معتبر وہ صحت ہو جو اصلاح باطن سے ناشی ہوئی ہو اور اس کے درمیان میں یہ بھی بتلا دیا کہ اگر اتفاقاً کہیں یہ دلالتیں کافی نہ ہوں تو کسی کا اظہار کچھ ضروری بھی نہیں اس کے درپے نہ ہو کما ہو مذکور فی قولہ گفت میر دوالخ وقولہ حال یک تن الخ گو معاملہ میں احتیاط کا پہلو رکھنا ضروری ہوگا بس اسی مضمون پر کتاب ختم ہے اور شاید مقصود اس مضمون سے...... دو امر ہوں ایک یہ کہ شیخان مزورین کی رنگین باتوں پر نہ آنا چاہئے استدلال بالحال سے بھی کام لینا چاہئے دوسرا یہ کہ محض اپنے خیال سے کسی کے حال نیک یا بد کا جزم نہ کرنا چاہئے گو عمل میں احتیاط ملحوظ رکھی جاوے اور اس مضمون کا بوجہ بیحد اور ہر وقت مفید ہونے کے خاتمہ افادات میں قابل وصیت ہونا بالکل ظاہر و باہر ہے سو اس پر کتاب ختم کردی گئی پس فرماتے ہیں کہ) بیشبہ خود ہر زبان دل کا پردہ ہے جب پردہ ہلتا ہے اور داخل پردہ چیز کی) دولت حاصل ہو جاتی ہے (زبان کی تشبیہ پردہ کے ساتھ باعتبار اس کی ذات کے نہیں ہے کیونکہ اس پر دو اشکال ہوں گے ایک یہ کہ اگر کسی کی زبان ہی نہ ہو تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس کے اسرار پر پردہ نہیں اس لئے اس کے سب اسرار ظاہر ہیں سو ظاہر ہے کہ یہ خلاف واقع ہے بلکہ اس کے اسرار بہ نسبت زبان والوں کے زیادہ مخفی ہوں گے کہ کبھی احتمال ہی نہ ہوگا ظہور اسرار باللسان کا دوسرا یہ کہ اگر زبان کو خالی حرکت دی جاوے بلا تکلم کے تو پردہ تو اب بھی ہل گیا مگر اسرار ظاہر نہ ہوں گے سو یہ تشبیہ باعتبار ذات لسان کے نہیں ہے بلکہ باعتبار اس کی صفت تعلق وعدم نطق کے سو عدم نطق سکون پردہ کے مشابہ ہے اور نطق حرکت پر پردہ کے مشابہ ہے اس پر اشکال اول بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ اصل پردہ عدم نطق ہے سو وہ بیچ اپنے اثر کے صادق ہے اور دوسرا اشکال بھی واقع نہ ہوگا کیونکہ یہ حرکت نطقیہ نہیں ہے اس لئے اظہار اسرار نہیں ہوا اب تشبیہ مذکور سے ایک اور سوال پیدا ہوتا تھا کہ اسرار تو بے شمار اور زبان ایک جرم

صغیر سوا تنے چھوٹے پردہ کے پیچھے اتنے اسرار کیونکر آ گئے اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کا تعجب مت کرو کیونکہ) ایک چھوٹا سا پردہ کباب کے ٹکڑے کی برابر (مثلاً ایک سر انگشت کہ کباب کے چھوٹے ٹکڑے سے بھی چھوٹی چیز ہے وہ) سو آفتاب کی صورت کو ڈھانک لیتا ہے (یہ جواب علی تقدیر التسلیم ظاہراً ہے ورنہ جب اس کی ذات پردہ نہیں ہے تو یہ سوال ہی متوجہ نہیں ہوتا بہرحال یہ ثابت ہوا کہ نطق بوضعہ کاشف اسرار ہے اب اس پر ایک سوال ہوتا ہے کہ بعض اوقات آدمی اپنی مافی الضمیر کے خلاف جھوٹ بولتا ہے تو وہ بیان لسان کاشف اسرار ومظہر حقیق کہاں ہوا اس کا جواب دیتے ہیں کہ) اگر نطق کا بیان کاذب بھی ہے (اس کی) بواس کے صدق وکذب سے مخبر ہے (جیسا اکثر سلیم الحس کو لب ولہجہ سے اس کا ادراک ہو جاتا ہے پس نطق کاذب بھی دال ہوا ایک امر واقعی پر اور وہ امر واقعی جو متکلم کے ضمیر میں بھی ہے یہ ہے کہ ایں کلام کاذب ست گو دوسرے اسرار اس کلام کاذب کے محکی عنہ واقعی کے تفصیل کے متعلق معلوم نہ ہوں سو یہ تو دعویٰ بھی نہیں کیا گیا کہ ہر نطق تمام اسرار کا کاشف بن جاتا ہے ایک سر واقعی کے لئے کاشف ہو جانا بھی اس حکم کی صحت کے لئے کافی ہے خوب سمجھ لو آگے لب ولہجہ کے مخبر عن الصدق والکذب ہونے کی مثال ہے کہ) جو نسیم کہ چمن سے آتی ہے وہ متمیز ہے سموم گلخن سے (کہ ایک خوشبو دار فرحت بخش ہوگی ایک گرم وسوزندہ ہوگی اسی طرح) بوئے صدق اور بوئے کذب جو کہ احمق کی پھنسانے والی ہے (جس کو وقت تمیز نہیں یہ صفت ہے بوئے کذب کی یعنی یہ دونوں بو) سانس میں محسوس ہیں مثل مشک اور لہسن کے (کہ کھانے کے بعد سانس لیا جاتا ہے اس میں خوشبو بدبو ان کی ہوتی ہے اسی طرح تکلم میں کہ تنفس اس کا لازم عادی ہے بوئے صدق وبوئے کذب محسوس ہو جاتی ہے اور آگے فرماتے ہیں کہ جس طرح لب ولہجہ سے ایک مافی الضمیر یعنی کلام کا صدق وکذب معلوم ہو جاتا ہے اسی طرح ایک دوسرا مافی الضمیر معلوم ہو جاتا ہے یعنی) بوئے اخلاص اور بوئے نفاق بے لطف (لب ولہجہ سے) ظاہر ہو جاتا ہے مثل عود اور ہینگ کے (اور) اگر تو یار (موافق کو (یار) منافق سے نہیں پہچانے (اور اس وجہ سے تجھ کو اس حکم مذکور میں شک ہو) تو (اس حالت میں تو) اپنے دماغ فاسد سے شکوہ کر (صدق حکم میں شبہ نہیں ہے اس میں سلامت حواس وصحت ذوق کا اشتراط جتلایا ہے آگے مثال کے لئے اس عدم تمیز کے بعض مواد ومواقع ہیں جن کا تعلق باصرہ وذائقہ وسامعہ ولامسہ سے ہے یعنی) اور اگر تو مجوز کو محبوبہ سے نہ پہچانے تو بلاشبہ تیری آنکھ فاسد (الحس) ہو گئی ہے اور اگر تو شکر کو ایلوہ سے نہ پہچانے تو بلاشبہ تیرا ذوق حس بے حس ہو گیا ہے اور اگر بلبل کی آواز غراب (کی آواز) کے ساتھ (تیرے نزدیک) متحد ہے تو بلاشبہ تیری حس سمع خراب ہے اور اگر سمور اور خار پشت تیرے نزدیک متحد ہیں تو تیری حس لمس نے تجھ کو (اپنی) پشت دکھلا دی ہے (یعنی وہ حس تجھ سے رخصت ہو کر چلی گئی اور جس طرح یہ سب مدرکات سلیم الحس کے نزدیک متمیز ہیں اسی طرح) بزدلوں کی اور شجاعان دلیر کی آواز ظاہر ہے مثل فن روباہ اور شیر کے (کہ باہم متمیز ہیں روباہ کا فن مکر وحیلہ بھیہنا اور شیر کا فن شجاعت وجلادت اسی طرح بوئے صدق وبوئے کذب باہم واقع میں تو متمیز ہیں لیکن اگر تجھ کو تمیز نہیں تو) اپنے حواس کا چارہ کار گر اور اس وقت راہ طلب کو در پیش کر (اس دوسرے مصرعہ میں مولانا کے اس مقصود کی تصریح ہے جس کو احقر نے تمہید مضمون منتقل الیہ میں لکھا ہے فی قولہ شیخان مزورین کی رنگین باتوں پر اتنے وہاں لفظ شاید لکھنے کے وقت یہ مصرعہ پیش نظر نہ تھا اور اوپر تو زبان کی تشبیہ تھی پردہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کیسا تھا آگے ایک اور تشبیہ ہے کہ) یا (یوں کہو کہ) زبان ٹھیک مثل سر دیگ کے ہے جب وہ ہلتی ہے تو جان لیتا ہے کیا سالن ہے (اور جیسے وہاں بوئے صدق و بوئے کذب کی نسیم وسموم سے تشبیہ تھی یہاں اس کو بخار سے تشبیہ دے کر فرماتے ہیں کہ) تیز ہوش (آدمی) اس کی بھاپ سے جان لیتا ہے دیگ شیریں کو آش ترش سے (سکباج آشے کہ در دسرکہ انداز ند مرکب از سگ بمعنی سرکہ و با بمعنی شوربا اور مثال مذکور میں تو مظروف دیگ کی تمیز کا ذکر تھا آگے خود ظرف کی تمیز سے مثال دیتے ہیں کہ) نئی ہنڈیا پر جب کسی صاحب سلیقہ نے ہاتھ مارا خریدنے کے وقت (اور اس کو بجایا) تو (اس سے) شکستہ کو دیکھ لیا (فی المنتخب فنی کریم وترحت بالملازم اور اس سے یہ بھی مفہوم ہو گیا کہ اگر سلیقہ نہیں تو جب آنکھ سے درار دیکھے گا تب پہچانے گا اور ان اخیر کی امثلہ سے یہ بھی حاصل ہوا کہ اہل ادراک باہم متفاوت ہیں کہ کسی نے شوربا کو ہلا کر دیکھ کر پہچانا کسی نے بھاپ سے ایسے ہی کسی نے ہنڈیا کی شکستگی کو ہاتھ سے پہچان لیا کسی نے آنکھ سے آگے اسی تفاوت پر ایک حکایت ہے کہ) ایک شخص نے کسی صاحب درد سے پوچھا (اور کہا کہ تو کتنی مدت میں پہچان لیتا ہے آدمی کو (شاید صاحب درد ہونے کو اس پہچاننے میں اس طرح دخل ہو کہ ایسا شخص سخت دل نہیں ہوتا اور قساوت قلب مانع ہوتی ہے دوسروں کی حالت کی تحقیق سے جیسا ظالموں کی کیفیت دیکھی جاتی ہے کہ خواہ دوسروں کی جان نکل جاوے مگر ان کو ان کی بیچارگی کا احساس ہی نہیں ہوتا یا صاحب درد سے مراد صاحب باطن جس کے دل میں صرف درد عشق ہو مگر صاحب کشف نہ ہو جیسا دوسرا شخص جس کا ذکر عنقریب اس شعر میں آوے گا واں دگر گفت الخ صاحب کشف بھی تھا جیسا بالکل ختم اشعار کے قریب اس کا جواب اس پر دال ہے اس نے (جواب میں) کہا کہ میں آدمی کو فی الفور دمن سے) یعنی کلام سے پہچان لیتا ہوں اور اگر وہ نہ بولے تو اس کو تین روز میں (چال ڈھال سے) پہچان لیتا ہوں (سو اس شخص کے ادراک کا تو یہ درجہ تھا) اور ایک دوسرے شخص نے (جو کہ وہاں موجود تھا اور ممکن ہے کہ اس سے بھی پوچھا گیا ہو یہ) کہا کہ اگر وہ بولے تب تو (فوراً) پہچان لیتا ہوں اور اگر نہ بولے تو میں اس کو (کسی بہانہ سے) بات میں لگا دیتا ہوں (اور اس وقت بولنے سے پہچان لیتا ہوں تو اس شخص کے ادراک کا یہ درجہ تھا تو اول میں اور اس میں ادراک کا تفاوت ہوا) اس (سائل) نے (اس دوسرے شخص سے) کہا (کہ) اگر وہ یہ تدبیر سنے ہوئے ہو (کہ اس لئے بھی کلام کرایا کرتے ہیں تاکہ امتحان ہو جاوے اور اس وجہ سے) وہ (شخص) لب بند کر کے اور خاموشی میں چلا جاوے (تو کیسے پہچانے گا) اس نے (جواب میں) کہا کہ تو (اس سے) کہہ دے کہ ساتویں زمین تک چلا جا (اور) ابد تک اس شخص کا حال مجھ پر مخفی ہی رہے (لیکن یہ بتلا کہ) اگر میں ایک شخص کا حال نہ ہی جانوں گا تو کیا ہو جاوے گا اور اس میں میرے دین کا کیا نقصان ہو جاوے گا (جو مجھ کو یہ احتمال مضر ہو اور مجھ کو اس کی تدبیر سوچنے اور بتلانے یا پوچھنے کی ضرورت ہو مطلب یہ کہ یہ سوال ہی لغو ہے اور اس سوال کی لغویت پر وہ شخص ایک مثل لایا کہ یہ احتمال نکال کر یہ بیہودہ سوال کرنا ایسا ہی ہے) جیسا کہ ماں نے بچہ سے (اس کے دل مضبوط رکھنے کو اور اوہام کا اعتبار نہ کرنے کو اس کے فہم و مذاق کے موافق عنوان اختیار کر کے) کہا کہ اگر کوئی خیال رات کو تیرے سامنے آ جاوے یا گورستان اور خوفناک جگہ میں تو کسی خیال زشت کو (بزعم خود) کمین گاہ میں (مستعد حملہ کا) دیکھے تو دل قوی رکھنا اور اس پر حملہ کر دینا وہ فوراً تجھ سے رخ پھیر لے گا (اور بھاگ جاوے گا) کیونکہ بے خوف ہو کر جو شخص اس کی

www.besturdubooks.wordpress.com

طرف گیا تو وہ خیال شیطان مثال فوراً بھاگ گیا لڑکے نے کہا کہ اس خیال شیطان مثال سے اگر اس کی ماں نے بھی یوں ہی کہہ دیا ہو (اور اس لئے) وہ حملہ آور ہو اور میری گردن میں الجھ جاوے (اپنی) ماں کے حکم سے پھر میں اس وقت کیا کروں گا تو مجھ کو سکھلاتی ہے کہ مضبوط کھڑا رہنا (مگر) اس خیال زشت کی بھی تو کوئی ماں ہوگی (تو اس بچہ کی طرح تیرا سوال بھی لغو ہے آگے مولانا ایک انتقال فرماتے ہیں کہ کوئی وہمی آدمی اس مثل کو سن کر اس وہم میں نہ پڑے کہ ہم کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے شیطان سے مغلوب نہ ہونے کا طریقہ اور امر فرمایا ہے کما قال تعالیٰ انه ليس له سلطان على الذين امنوا وعلى ربهم يتوكلون جس سے ایمان اور توکل اختیار کر کے اس کے مقابلہ میں ہم قوی الہمت رہیں اور اس کو دفع کرنے میں اپنی کامیابی کا یقین رکھیں اسی طرح ایسا نہ ہو کہ ایسی ہی بات کسی نے شیطان کو سکھلا دی ہو اور اسی طرح وہ ہم کو دفع کرنے میں ہمت کو قوی کرلے تو اس صورت میں اس بچہ کی طرح ہم بھی پوچھتے ہیں من آنکہ چوں کنم مولانا اس کا جواب دیتے ہیں کہ یہ شبہ جب ہوتا جب نعوذ باللہ خدا کا کوئی مقابل ادھر شیطان کا تلقین کنندہ ہوتا یہاں تو مقابل درکنار کوئی دوسرا تلقین کنندہ بھی نہیں بلکہ) آدمیوں کے شیطان کا (یعنی اس شیطان کا جو کہ آدمیوں پر مسلط ہے) تلقین کنندہ وہ ایک ہی ہے (جس کی شان یہ ہے کہ) اس (کی مدد) سے (بڑے بڑے اقویاء پر) غالب آجاتا ہے اگرچہ یہ خصومت کنندہ (مع الشیطان) ضعیف بھی ہے (اور یہ غلبہ ہر حالت میں ہے) خواہ کسی جانب بھی (اس ضعیف کی) وہ توجہ (منعطف) ہو جاوے (یعنی خواہ قوی کے دفع کی طرف توجہ کرے یا ضعیف کی دفع کی طرف فی الغیاث بر اش توجہ ونہضت پس) اللہ اللہ (یہ تخصیص وتقویت کے لئے ہے) تو جا (اور) اسی (واحد کی) طرف پہنچ جا (تاکہ شیطان پر غالب رہے حاصل جواب کا یہ ہے کہ یہاں ملقن ایک ہی ہے اسی نے تجھ کو بھی دفع شیطان کے لئے تلقین فرمایا ہے اور چونکہ اس نے تلقین فرمایا اگر تو اس کے کہنے پر عمل کرے گا و ھو معنی قولہ غالب از دے گرد والخ اور اسی نے شیطان کو ابتلاء تصرف کی قدرت دے دی اس کی تلقین سے یہ مراد ہے نہ یہ کہ حق تعالیٰ نے اس کو مشورہ دیا کہ تو ایسا کیا کر اور یہ ظاہر ہے اور چونکہ وہ اللہ کا مخالف ہے مومن مطیع کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اس کی نصرت نہیں فرماتا اس لئے اس سوال کی گنجائش نہ رہی من انکہ چوں کنم کیونکہ نہ ملقن دوسرا نہ تلقین مشورہ کی اور نہ مطیع امر کے مقابلہ میں اس کی نصرت بلکہ خود ہی انسان بخوشی اس کے اضرار کو قبول کر لیتا ہے تو اس سے بچنا کچھ مشکل نہیں ہے پس یہ تو ہم ہر طرح دفع ہو گیا یہ مضمون منتقل الیہ جو بطور جملہ معترضہ کے تھا تمام ہوا آگے پھر عود ہے اس سائل اور مجیب دوم کی حکایت کی طرف یعنی) اس (سائل) نے (مکرر پوچھا اور) کہا کہ اگر وہ مکر سے کلام میں نہ آوے (اس وجہ سے کہ) وہ باہمت حیلہ کو جانتا ہو (کما قد ذکر فی قولہ گفت اگر ایں مکر بشنیدہ بود الخ) تو (پھر) تو اس کے راز (مافی الضمیر) کو کیونکر پہچانے ٹھیک ٹھیک کہہ (راست گو میں غور کرنے سے ذوقاً مجھ کو معلوم ہوتا ہے کہ سائل نے جواب اول کو بخصوصیت حال مجیب کہ وہ صاحب بصیرت ہوگا محض اس کات پر محمول کیا اور سمجھا کہ میرے طرز سوال کے ناپسندیدہ ہونے سے یا اس خیال سے کہ اس سوال سے محض تکثیر کلام مقصود ہے تحقیق مقصود نہیں اس سے ایسا خشک جواب مدافعانہ دیدیا ہے ورنہ یہ بدوں کلام کے دوسرے کسی طریقہ کشف وغیرہ سے بھی حاضر کا ایسا حال جس میں گفتگو ہے معلوم کر سکتا ہے اس لئے مکرر سوال کیا جس میں راست

www.besturdubooks.wordpress.com

گو بڑھانے سے یہ بات ظاہر کردی کہ مجھ کو واقعی تحقیق ہی مقصود ہے اور شاید اب کے بطریق ادب پوچھا ہو آگے اس کا جواب منقول ہے کہ) اس نے (جواب میں) کہا کہ میں اس کے سامنے خاموش بیٹھ جاتا ہوں (اور) صبر کو زینہ (اور ذریعہ وصول) بناتا ہوں درجہ (مقصودہ) کی طرف تاکہ میں بام کامیابی کی سطح پر پہنچ جاؤں (صبر سے مراد میرے ذوق میں قلب کو خطرات سے خالی کر کے وقت معتد بہ تک مراقب خاموش بیٹھنا چونکہ دونوں امر میں مشقت ہے خطرات سے خالی کرنا بھی مجاہدہ ہے اور محبوس ہو کر بیٹھنا بھی اس کو حق تعالیٰ نے بھی صبر فرمایا ہے قال تعالیٰ واصبر نفسک مع الذین یدعون ربهم الآیہ پس حاصل یہ ہوا کہ اس طرح صبر بالتفسیر المذکور کر کے بیٹھتا ہوں اور صبر ایسی چیز ہے کہ) ہر صبر کا انجام مرادرسی ہے (اور) ہر تلخی کے بعد شکر نصیب ہوتی ہے (یہ مقدمہ خاصیت صبر میں حکم مرتب آتی فیما بعد کی لم بتلانے کو بڑھا دیا کہ اس طرح بیٹھنے کو اطلاع خواطر میں کیا دخل ہے اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ اس طریقہ سے کبھی تخلف مقصود کا ہوتا ہی نہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ اس کی تو فی نفسہ یہی خاصیت ہے باقی کسی مانع وعارض سے تخلف ہو جاوے تو ممکن اور واقع ہے غرض یہ کہ میں اس طرح بیٹھتا ہوں اس کے بعد) جب اس کی حاضری میں میرے دل سے کوئی کلام (خواہ نفسی یا لفظی) جو اس شادی وغم سے خارج ہو (یعنی دنیوی نہ ہو) جوش کرتا ہے تو میں جان لیتا ہوں کہ یہ میرے پاس اس نے ایسے ضمیر سے بھیجا ہے جو سہیل کے مشابہ ہے یمن میں (پس) میں اس کی بزرگی کے روبرو گردن جھکا دیتا ہوں (اور) دل پر بھی اور تن پر بھی (یعنی اپنے ہر ہر بن مو پر) منت رکھتا ہوں (اور ممنون ہوتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ) میرے دل میں یہ بات اس طرف سے آئی ہے (اطلاقاً للمقید علی المطلق لان المیمنة هو الطرف الایمن خاصة ولعل تعبیره بالایمن لکون جانب هذا الرجل مبارکاً اور ادھر سے آنا جو سمجھتا ہوں تو) اس لئے کہ ایک دل سے دوسرے دل کی طرف روزن (اور منفذ باطنی) ہے (جیسا اہل کشف مشاہدہ کرتے ہیں اور اسی سے اس کی جانب مقابل کا حال بھی معلوم ہو گیا کہ اگر اس عمل کے بعد کوئی بڑا خطرہ آوے تو اس سے پہچان ہوتی ہے اس شخص کی حالت ناپسندیدہ کی اور اس عمل کا اثر تو اسی کو مقتضی ہے اور اس طریقہ کو اہل ریاضت نے اسی طرح لکھا ہے لیکن اس شق کو ذکر نہ کرنے کی وجہ بالقاء حق یہ معلوم ہوئی کہ اشارہ اس طرف ہے کہ چونکہ یہ طریقہ حجت شرعیہ نہیں اس لئے اس بناء پر بدگمانی جائز نہیں اور حسن ظن جائز ہے پس حاصل جواب کا یہ ہوا کہ اگر اس طریقہ کے بعد بھلائی آتی ہے تو اس کو اچھا شخص سمجھتا ہوں اور اگر برائی آتی ہے تو اس کو برا نہیں سمجھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا خاموش ہو کر بیٹھ رہتا ہوں اور اس کا ذکر ہی نہیں کرتا جیسا اس وقت بھی اس کا ذکر نہیں کیا یہاں یہ جواب ختم ہوا اب مولانا اوپر کے متصل مضمون پر مبنی کر کے کتاب کو ختم فرمانا چاہتے ہیں یعنی جب یہ معلوم ہو گیا کہ دل میں روزن ہے اور واردات کے آنے کا منفذ وہی ہے پس اسی طرح اب تک آفتاب القاء میرے قلب کے مقابل تھا اور اس کی شعاعیں یعنی واردات روزن قلب سے پہنچ رہی تھیں مگر اب بحکمت خداوندی وہ آفتاب افق استتار میں غروب ہو گیا یعنی اب بجائے تجلی کے استتار ہو گیا جیسا عارفین کو دونوں حالتیں پیش آتی ہیں اور بعض مصالح اس میں تجلی سے بھی زیادہ ہوا کرتی ہیں سو) جب روزن قلب (کی محاذات) سے آفتاب (فیض زیر افق) جا گرا تو (کتاب ہذا) ختم ہو گئی اور اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ صواب (اور مصلحت اور حکمت کس وقت کس چیز

www.besturdubooks.wordpress.com

میں) کیا ہے (پس جب وہی جانتے ہیں اور حکمت کے موافق کرتے بھی ہیں اور اس وقت انہوں نے ایسا کیا پس یقیناً اسی میں حکمت ہے اس لئے میں بھی اتباع اس حال کا کر کے بتکلف کلام کرنا نہیں چاہتا ختم کئے دیتا ہوں)۔

فائدہ:۔ اس مقام میں ایک مسئلہ کی طرف بھی اشارہ ہو گیا اور وہ مسئلہ وہی ہے جس کی طرف دفتر اول کے خاتمہ پر بھی اشارہ تھا تو دونوں دفتروں کا خاتمہ متوافق ہونا یہ بھی عجائب اتفاق سے ہے اور اس مسئلہ کے متعلق شرح دفتر اول کے ختم کی عبارت نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ و ھی ھذا۔

فائدہ:۔ اس مقام میں اشارہ ہے اس طرف کہ عارف کو بحکم وقت کلام کرنا چاہئے جب طبیعت اپنی اور سامعین کی حاضر ہو اور علوم و معارف کی آمد ہو اور اس میں اعتدال ہو کہ نہ بیان میں تکلف ہو اور نہ اتنا غلبہ ہو کہ ضبط سے خارج ہونے کا اندیشہ ہو اس وقت افادہ فرمادے و فیہ قلت آنفاً

گر بگوید بگو بگوئی دبجوش ور بگوید مگو مگوئی و خموش

خاتمۃ الترجمۃ من خاتمۃ ولدہ بہاؤ الدین رحمہا اللہ تعالےٰ

شکر کایں نامہ بعنوانے رسید	گم نشد نقد و باخوانے رسید
شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا	نقد) گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا
نردبان آسمانست ایں کلام	ہر کہ از ایں بر رود آید بہ بام
یہ کلام آسمان کی سیڑھی ہے	جو اس کے ذریعہ اوپر جائیگا چھت پر پہنچ جائے گا
نے ببام چرخ کان اخضر بود	بل ببامے کز فلک برتر بود
آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے	بلکہ اس چھت پر جو آسمان سے اونچی ہے
بام گردوں را ازو آید نوا	گردشش بشد ہمیشہ زاں ہوا
اس کے لئے سامان گردوں کی چھت سے آتا ہے	اسی خواہش سے اس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

تتمۃ الخاتمۃ من اختتام المثنوی للمولوی الکاندھلوے

روبحق آرو بکن ختم کتاب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
ربنا فالحمد لک فی کل حال	انت معنی السر فی المقال
انت مقصودی الیک وجھتی	خالصاً للہ کانت نھتی
یا محط الکل یا کھف الوریٰ	یا الٰہ العرش یا رب الثریٰ
کن انیس القلب اختم لی بخیر	انت حسبی انت کافی لیس غیر

www.besturdubooks.wordpress.com

الفوائد الختمیۃ من المترجم غفرلہ

فائدہ اولیٰ:۔ الحمد للہ کہ آج تیسری جمادی الاول یوم السبت ۱۳۳۴ھ کو کہ میری عمر اس وقت ایک دن کم ایک مہینہ زیادہ ترپن سال کی ہے بوجہ اس کے کہ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو میری ولادت ہوئی ہے یہ عشر عاشر بھی ختم ہوا بفضلہ تعالیٰ یہ عشر جو کہ چھ سو سے دو چار زیادہ اشعار پر مشتمل ہے کل چھ دن میں ختم ہوا جس سے سو شعر روزانہ کی شرح کا اوسط پڑتا ہے جو میری استعداد علمی و عملی سے بہت مستبعد ہے و ذلک من فضل اللہ الکبیر المتعال ثم من برکۃ مولانا الجلال۔

فائدہ ثانیہ:۔ اس دفتر میں دو قصے ناتمام رہ گئے ہیں ایک شہزادہ سوم کا دوسرا ان کاہلوں کا اس کے متعلق حضرت سلطان بہاء الدین ولد قدس سرہ نے اپنے خاتمہ میں ذکر فرمایا ہے کہ میں نے اپنے والد ماجد سے اس کے پورا نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے یہ فرمایا۔

ہست باقی شرح ایں لیکن دروں بستہ شد دیگر نمی آید بروں

الیٰ قولہ

باقی ایں گفتہ آید بے زباں دردل آنکس کہ دارد نور جاں

اس آنکس کا مصداق مدت دراز کے بعد حق تعالیٰ نے مفتی الٰہی بخش کاندھلوی قدس سرہ کو بنایا اور انہوں نے اختتام میں اس کو اتمام کو پہنچایا کما الہ ذکرہ بنفسہ فی افتتاح الاختتام اور ایک بار بندہ نے شعر باقی ایں گفتہ آید الخ پر ایک حاشیہ منسوب بہ محمد افضل چھپا ہوا دیکھا چنانکہ آں باقی در مثنوی سلطان ولد قدس سرہ مذکور شدہ وقصہ شہزادگان دراں مثنوی تمام گردیدہ گویا حضرت مولانا قدس سرہ دردل سلطان ولد بے زباں فرمودہ اس کو دیکھ کر سخت تعجب ہوا اتفاق سے ایک جگہ اس مثنوی سلطان ولد قدس سرہ کا موجود ہونا سنا گیا منگا کر دیکھا حاشیہ کا مضمون صحیح نہ پایا گیا یہ مدت کی بات تھی مجھ کو یاد بھی نہ رہی اب پھر یہ حاشیہ نظر سے گزرا چونکہ پہلا دیکھا ہوا بالکل ذہن میں نہ تھا پھر وہ مثنوی منگائی تو اس کے ساتھ میرا ایک خط تھی ہوا ہوا اسی زمانہ کا چسپاں ملا اس سے معلوم ہوا کہ میں پہلے اس کی تحقیق کر چکا ہوں اور اس خط میں لکھ چکا ہوں چنانچہ یہاں اس کے بعض ضروری جملے نقل کرتا ہوں۔ وھو ھذا ایک حاشیہ میں لکھا دیکھا تھا کہ دفتر ششم مثنوی مولانا رومیؒ کا اختتام سلطان ولدؒ کی مثنوی میں ہوا ہے۔ یہ بات دیکھنا تھی سو غلط نکلی یا تو سنی سنائی لکھ دی ہے یا کوئی اور مثنوی ہو آں یہ خط دسمبر ۱۹۰۴ء کا لکھا ہوا ہے البتہ یہ مثنوی سلطان ولدؒ کی فی نفسہ بہت اچھی ہے میں تبرکاً و نیز پتہ پہنچانے کے لئے اس کے دو شعر ایک اول کا ایک آخر کا نقل کرتا ہوں۔

بشنو ید از نالہ و بانگ و رباب نکتہ ہائے عشق در ہر گونہ تاب

اے خنک جانے کہ آں صحبت گزید شد ازاں صحبت مزید اندر مزید

فائدہ ثالثہ:؟ وھذہ آخر الفوائد بعض نے مشہور کیا ہے کہ مولاناؒ نے خود ایک دفتر سابع بھی لکھا ہے چنانچہ میں نے ایک قلمی مثنوی اسی مثنوی کے وزن پر اولاً مکہ معظمہ میں اور ثانیاً بعد نو دس سال کے ایک دوست

کے پاس ۱۳۲۰ھ میں دیکھی اور اس کے اول ورق پر ایک بزرگ نے اس قول کے اثبات میں چند اشعار اسی وزن پر لکھ دیئے تھے میں اس قول کو بدلائل خلاف واقع جانتا ہوں اس لئے میں نے ان دوست کی درخواست پر نظم ہی میں اسی وزن پر اپنی رائے لکھ دی جو ذیل میں منقول ہے مگر افسوس ہے کہ اس وقت وہ کتاب میسر نہ ہوئی ورنہ اس کا بھی اول وآخر پتہ کے لئے لکھ دیتا غرض دفتر سابع کی نسبت مولانا کی طرف غیر صحیح ہے یہ ممکن ہے کہ کسی اور نے بطور خود تکملہ کر اس کا لقب دفتر سابع رکھ دیا ہو چنانچہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا ہی دفتر سابع لکھا ہے جس کے لکھنے کو اس نکتہ پر مبنی کیا ہے۔

گرد خانہ یار باید ہفت بار طوف کردن تا بود مقصد برآر

اور ایک شعر اس کا احقر بھی اپنی مثنوی زیر و بم میں لایا ہے۔

چوں قلم ایں زیر و بم رافاش کرد غیرت عشقش زباں دو قاش کرد

سو یہ اور بات ہے اب میں وہ اشعار اپنے بہ تخطیہ نسبت دفتر سابع بجانب مولانا الجلال نقل کرتا ہوں۔

رائے اشرف علی تھانوی در انتساب کتاب مشہور بدفتر ہفتم مثنوی معنوی بمولانا رومی اثباتاً ونفیاً وکل رای لایحب ان یقبل

حمد نذر بادشاہ ذوالجلال	صدور دے بر رسول خوشخصال
پس ازیں نازیم بخت خویش را	کیں سخن صافی گذشت از چشم ما
گوئیا جزوے زعین مثنویست	چونکہ شانش چوں کلام معنوی ست

پھر اتفاق سے رجب ۱۳۳۶ھ میں وہ کتاب مکرمی سید نور الحسن صاحب رئیس رکھیڑی ضلع مظفر نگر کے پاس مل گئی اب اس کا اول وآخر پتہ کے لئے لکھتا ہوں۔

آغاز خطبہ:۔ مجلد ہفتم از جملہ دفاتیر مثنوی وطوامیر معنوی کہ خزینہ از ہارا مانی وگنجینہ انوار معانی اسرار اللہ است چشمہ زندگانی زندہ دلان خضر قدمان آگاہ ست الخ۔

آغاز نظم:۔

اے ضیاء الحق حسام الدین سعید — دولتت پائندہ نصرت بر مزید

چونکہ از چرخ ششم کردی گزر — برفراز چرخ ہفتم کن مقر

شعر ظنم ہم ضیاء الحق ہفت اندر علوم — اینچنیں ہفت دگر مولائے روم

ختم نظم:۔ حسبی اللہ ما عنان اختیار — باتو دادیم اے قدیم کردگار ۱۲ منہ

www.besturdubooks.wordpress.com

می نہد برگام مولانا قدم	گوئیا ہست ایں وآں از یک قلم
نیست لیکن از کلام آں ہمام	شاہدے چندیں بریں دارد قیام
اولا ایراد برہان کثیر	کہ عدد ہفت ست گویا ناگزیر
ایں بعید از طرز مولاناست ہاں	بہر تائید شمار دفتراں
ثانیاً دورست از اہل علوم	خویش رادادن لقب مولائے روم
یا کہ خودرا مولوی کردن خطاب	یاز خود منت کشیدن در کتاب
ثالثاً کردے ششم را اختتام	باز ہفتم را نمودے انصرام
رابعاً من دیدہ ام ایں نسخہ را	نزد حضرت حاجی امداد ما
لیکن باایں اہتمامے کان صفی	داشت در طبع کلام مولوی
ہم ز بہر طبع ایں نسخہ نداد	پس نہ دانستش ز مولانائے راد
پس یقیں شد کایں سخن زاں شاہ نیست	ہاں مگر از غیر حق آگاہ نیست
آئینہ از تاب خورشیدار پرست	آئینہ خور نیست لیک چوں خورست
ورتو گوئی کاں دو بیت اولیں	میدہد از جزو بودن او یقیں
پس بداں کہ ایں خطاب شاعری ست	غائباں رانے دلیل حاضری ست
گفتہ ام انچہ کہ ذوق من بگفت	باز جوش طبع در نظمش بسفت

الاحقر: اشرف علی غفرلہ

تمہید حصہ کلید مثنوی متعلقہ اختتام از مولانا کاندھلویؒ

بعد الحمد والصلوۃ یہ احقر عرض رسا ہے کہ کلید مثنوی شرح دفتر سادس مثنوی کی تمہید میں اس شرح سے بھی پہلے چند بار خاتمہ مثنوی مصنفہ حضرت مولانا الٰہی بخش کاندھلوی خاتم المثنوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی شرح لکھنے کا خیال پیدا ہونے کا ذکر کر چکا ہوں اور اس وقت تک یہی قصد تھا کہ اصل دفتروں کی شرح کا جو طرز اختیار کیا گیا ہے اُسی طرز پر اسکو بھی لکھا جاوے لیکن بعد اتمام شرح دفتر سادس کے خاتمہ موصوفہ پر جو نظر مستانف کی تو بوجہ غیر غامض وغیر دقیق ہونے کے بجائے شرح بطرز مذکور کے اس کا حل بطور تحشیہ کے جہاں جہاں ضرورت واقع ہو کافی معلوم ہوا نیز قلت فرصت احقر بھی اس اختیار کا مرجح ہوا اور اس صورت میں اس حل کے حال المتن ہونے کی بھی حاجت نہیں صرف پتہ جتلانے کے لئے اولاً ایک سرخی پھر اس کے ذیل میں جو اشعار حل طلب ہیں خواہ لغۃً وترکیباً خواہ تحقیقاً للمقام وتہذیباً ان کو کہیں تام کہیں غیر تام نقل کر کے حل ضروری لکھ دیا جاوے گا اسی طرح پھر دوسری سرخی اور اس کے اشعار اور چونکہ نسخہ کشوری ہر شخص کو بآسانی میسر ہو سکتا ہے اس لئے سرخیاں اسی نسخہ سے نقل کی گئی ہیں کہ اشعار کا ملنا سہل ہو واللہ المستعان فی کل حال و زمان۔

نمقـــــــــــــــــــــہ

اشرف علی عفی عنہ

عشرہ اخیر شعبان سنہ ۱۳۳۳ھ

قال الخاتمؒ ناثر اً افتتاح کلام بہ تمہید اختتام سراپا احتشام مثنوی معنوی

قالؒ ناظماً جذب ذوق الخ قلت فعل میکشد کی نسبت اس جذب کی طرف یا فرضی اور شاعرانہ ہے یا مثل فیضان مولانا رومیؒ کے جس کا ذکر اشعار مقام میں ہے مولانا حسام الدین کا بھی کچھ فیضان ہوا ہو احتمالاً لان قالؒ پرتو خور الخ قلت داد آفتابی میں داد بمعنی عطا ہے مراد شعاع قالؒ ہر زمانم الخ قلت یعنی بام دل پر کھڑے ہوئے اشارہ کرتے ہیں الخ قالؒ چونکہ حد خود الخ قلت تن زدم خاموش شدم قالؒ چونکہ قول الخ قلت پاک نظر قال ناثر اً آغاز داستان بیان کردن قالؒ ناظماً تشنہ گشتم الخ قلت قولہ اتشم پردود گشت یعنی بخارات بدماغ رسید وقولہ برکوہ ودشت مراد اعضاء قالؒ نفس نالان الخ قولہ سیکنگ فی الغیاث بالکسر و یائے معروف و کاف عربی مفتوح وفتح نون وکاف عربی دیگر بمعنی آہستہ وایں لفظ ترکی ست از لغات ترکی نوشتہ شد اھ قالؒ از گرانی جامہ الخ قلت توجیش از تکلف خالی نیست اظہر نسخہ دیگر ست از گراں جانی بخواب الخ قالؒ از عطش الخنین الخ قولہ برد بالفتح بمعنی سردی یعنی میں نے سردی ظاہری کو باطن کی طرف اپنے خیال میں منصرف کر لیا اور یہ تجویز کر لیا کہ یہ سردی وجود ظاہری کی حرارت باطنی کے لئے کافی ہو کر اس کو زائل کر دے گی۔ قال کاہلی از آب الخ قلت

www.besturdubooks.wordpress.com

فی المنہیۃ علی المصرع الثانی یعنی اسباب برودت باطنی کہ آب بود در دست داشتم اما بسبب کاہلی نتوانستم نوشید آہ منہ قدس سرہ قال نفس را بکشند الخ قولہ یک دمے آبے فی المنہیۃ یعنی چنانچہ شراب نفس را بر شورش می آرد ہمچنیں زباد آب را می پندارند آہ قال امر نفس خویش الخ قلت کشاؤ فی الغیاث کشاؤ نامہ بضم کاف عربی وفاری فرمان بادشاہی الخ یعنی تو اپنے نفس کے حکم کو مثل فرمان شاہی کے واجب الاتباع سمجھتا ہے کہ اس کی ہر بات کو مان لیتا ہے۔ قال زین تردد الخ قلت اشجان جمع شجن بمعنی غم وفی الحاشیہ راغ درد وغم آہ لکن لم ارہ قال کرد پس الخ قلت مصراع ثانی صحیح اینچنیں ست کش ثواب بدنہ آمد الخ قال بانیاز الخ قلت جزع مرادترس قال گفت زن را الخ قلت ددہ بمعنی درندہ قال زیں سبب الخ قلت مصراع ثانی صحیح بدین سان ست کہ اشک الخ۔

قال ناثرا حکایت قال ناظما چوں نہ نہی الخ قلت مصرعہ ثانی کے معنی یہ ہیں کہ تیری نماز کا ناہی عن الفحشاء نہ ہونا مخبر و مشعر اس سے ہے کہ بجائے ترقی کے رجعت و واپسی ہو رہی ہے قال ہمچنیں شد الخ قلت ایک نسخہ میں بے ریا کی جگہ پیرہا واقع ہوا ہے حاصل دونوں کا ایک ہے کہ پیروں کے حکم ترک کرنے کا یہ انجام ہے اسی حکم کو بے ریا کے ساتھ موصوف کر سکتے ہیں۔ قال ناثرا رجوع بحکایت قال ناظما گفت خوب آید الخ قلت یعنی اگر میں اس کو دور کر دوں اور وہ دور بھی ہو جاوے تو سب سے بہتر تو یہی ہے لیکن اگر وہ نہ ہٹے اور حاصل ہی ہو جاوے تو اس کو کور یعنی آخرت کے لئے صرف کر دوں گا قال مال دنیا الخ قلت اندازی بخاک کا بیان شعر آئندہ میں ہے یعنی بہر گور خود الخ قال یعنی بہر گور خود الخ قلت انباز بمعنی شریک یعنی دوسرے اعمال بدنیہ کے ساتھ اس طاعت مالیہ کو بھی شریک کر لے وفی بعض الحواشی فراہم آوردن وہذا بعید من التکلف ان ثبت قال گاہ بسیار ست الخ قلت بگاوان یعنی مع گاوان یعنی ان کو لے کر چرانے آئے اور ان کو حلوب بالقوۃ کہا ورنہ دسویں شعر میں بے شیر ہونا مصرح ہے قال چوں زاکل الخ قلت مستطع از افتعال من السطوع قال گفت درویش الخ قلت بدوش از دوشیدن یعنی سب میں سے کیف ما اتفق کسی ایک کو وہ لے قال راہ حق را چوں الخ قلت چوں بمعنی چرا قال رو برو الخ قلت یعنی دامن علائق دنیویہ کو قطع کر ڈال تا کہ طے مسافت کے وقت تیرے دونوں پاؤں میں وہ دامن نہ الجھ جاوے اور شعر آئندہ میں جملہ گرتو بے جامہ روی اس میں صریح ہے قال ورنہ بے مجید الخ قلت خارہ سنگ سخت کذا فی الغیاث قال تیشہ چہ بود الخ قلت ایک نسخہ میں ہے آں زنفی توجیہ یہ ہے کہ اس ز کو بیان کہا جاوے آں کا اور مصرعہ ثانی کی اصل یہ ہے کہ سنگ غیریت برتا بد ز راہ اور یہ صفت سے نفی لا الٰہ کی یعنی جو سنگ غیریت کو راہ سے ہٹا دیتی ہے۔

قال ناثرا قصہ دوشیدن گاؤ نازادہ از راہ امتحان وسوء الاعتقاد قال ناظما خالطوہم الخ در حق ایشان زدند یعنی در حق ایں علماء گفتند پس زدند بمعنی سخن زدند یا مثل زدند و فاعل زدند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجمعیۃ للتعظیم یا محدثین و اسناد سوئے ایشان باعتبار نقل ست قال چونکہ سلطان الخ قلت تشبیہ چوں شکر باعتبار زیادت دخل و خصوصیت کے ہے قال ہمچنیں مردے الخ قلت شہر نشین یعنی شہر یکہ پائے تخت بادشاہ بود قال مدتے بگذشت الخ قلت عین الوصول بمعنی چشمہ وصول وعرفان یا بمعنی عین واصل۔ قال میزداد کشنگجر الخ قلت فی الغیاث بضم اول وسکون شین معجمہ وفتح کاف عربی وسکون نون وجیم عربی مکسور ویائے معروف وراء مہملہ چیز یکہ بداں دیوار قلعہ

www.besturdubooks.wordpress.com

می شکند و بمعنی توپ مجاز ست واین مخفف کوشک انجیر ست و معنی ترکیبی ایں لفظ قلعہ شگافست از جہانگیری وسراج و درمویدبمعنی گولہ نوشتہ آہ قال برمشیت ہائے اوالخ قلت در بعض نسخ برمثبت ہائے اوواغلب آنکہ غلط باشد یا معنی آنکہ بر چیز ہائیکہ اوثبت فرمودہ قال لاجرم الخ قلت مصرعہ ثانیہ بردوگون ست اول پاز غار چوں حرا بیروں کشید د ایں اظہر ست ودیگر باز غار چوں حرارا بر گزیدو توجیہش آنکہ در شہر ہم خلوت را اختیار کردہ کہ مشابہ غار حرا بود قال گر کنی راوی الخ قلت یعنی اگر تو حصول مال وسامان کے وقت جوانمردی وہمت ایثار کی کرے تو تو مشابہ سکندر کے ہے ورنہ جیفہ پرمثل کلب شیزندہ کے ہے بلغند رلغت میں نہیں ملا حاشیہ میں اس کے معنی الحاج کنندہ وابرام نمایندہ وچسپندہ وستیزندہ لکھے ہیں قال ابتلاء الخ قلت یعنی واقع میں تو یہ سیم وزر روی اور خسیس ہے لیکن شیطان جو اس کے ذریعہ سے اغوا کرسکتا ہے حق تعالی نے امتحانا شیطان کو یہ تصرف دیدیا ہے اس تصرف دینے کو مجازا سیم وزر دادن کہہ دیا قال ناثراً دربیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ وتفصیل آں قال ناظماً کستہ الخ قلت فی الغیاث در تحقیق کستی ماخوذ از کستن کہ بمعنی مالیدن ست وبمعنی کوفتن نیز آہ ودر بعض نسخہ کفتہ بمعنی کوفتہ وفی الحواشی کشمان بمعنی مزرعہ وکشتار بمعنی مرغ بسمل آہ ولم اظفر بہمانی کتب اللغۃ قال گرتو غافل الخ قلت کسیرج مروارید مراد ایمان۔ قال ناثراً رجوع بداستان درویش ووداع گردانیدن دنیا از اں مرد حقیقت اندیش قال ناظماً چوں رود الخ قلت بلغاک فی الحواشی شور وغوغا وکشن فی الغیاث بفتحتین ودر آخر نون بروزن چمن وبفتح اول وسکون ثانی نیز بمعنی بسیاری وانبوہی وگنجان از ہر چیز کہ باشد اھ قال شیرج وکسبہ الخ قلت شیرج روغن کنجد وکسبہ فی الغیاث کسب بالضم کنجارہ روغن وآن ثفل روغن ست مراد یہ کہ تعلقات جو روغن وکنجارہ کی طرح متلاصق ہیں کیسے جدا ہو جاویں گے پرغ فی الحواشی شنج وشکن وپیشانی چین زدہ اور جوان سے مراد بادشاہ قال گر چہ زاید الخ ودر بعض نسخ کز چہ زاید ولا یظہر وجہہما و عندی انہ کہ چہ زاید یعنی کونسی بات پیدا ہو جاوے گی واں دوم الخ قلت پیل سے مراد مضمون یعنی میرا مضمون کہ قوت اور روانی میں مثل پیل کے ہے کاہلان دنیا کی مزید کاہلی کا سبب ہو گیا قال ناثراً بیان نمودن آں پسر دوم حال کاہلی خود با قاضی قال ناظماً نصرت الداخل الخ فی الحاشیہ شکلے ست در علم رمل سعد الخ قال شاہ ہر شب الخ قلت بیان ہے بانگ مذکور شعر بالا کا ودژم فی الغیاث بفتحتین وزائے فارسی بمعنی افسردہ واندوہگیں وبکسر اول وفتح ثانی آشفتہ آہ ملخصاً قال تا روجنت الخ قلت مصرع ثانی میں تازیانہ جنس اور مراد اس سے جمع ہے یعنی تازیانہ ہا پس خبر میں تا قلند کا آنا صحیح ہوا اور بعض نسخوں میں کاہل ست اور ناقل ست واقع ہے اور یہ اظہر ہے۔ قال اسپ بحر الخ قلت یعنی اسپ مشابہ بحر در تیز روی۔ قال ناثراً حکایت کردن آں پسر سوم الخ قال ناظماً دوم بردم الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں کاو بمعنی کاوش وتفحص یعنی اس تجسس کیلئے کہ یہ گائے کہاں تک جاتی ہے میں پاسبانی کرتا تھا قال خود چراں الخ قلت امر ہے چریدن سے یعنی وہ گھاس چر کہ اس میں خار نہیں ہے مراد وہ منافع جس میں شبہ نہ ہو خار واژوں فی الحواشی درخت چہ چنہ آہ ودو اژدوں بود نقش مشاہد ست وقتادہ فی المنتخب بالفتح درختے ست سخت وخاردار آہ قال ناثراً رجوع کلام بحکایت آں پسر سوم الخ قال ناظماً در گزر زیں الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں تر ددہ کے معنی دہندہ تردد مراد حق تعالی قال روز من شد دیر الخ قلت فی الغیاث دیر شدن بمعنی تمام شدن وخراب شدن ست بعد ازاں بمعنی فوت شدن مستعمل شدہ آہ قال ناثراً حکایت دربیان

www.besturdubooks.wordpress.com

آ نکہ دنیا طالب ہارب خود وہارب از طالب خودست قالؒ ناظماً کفتر ے الخ قلت فی الحاشیہ کبوتر اور مصراع ثانی میں از ہر سہ کے یہ معنی نہیں کہ وہ تینوں سے آگے تھا کیونکہ وہ تین تو اس سمیت تھے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ان تینوں میں سے وہ آگے تھا قالؒ درپے عاجز الخ قلت عاجز صفت مقدم ہے مرغ کی اور یہاں یرغ کے معنی حاشیہ میں تیز رو اور دوندہ کے لکھے ہیں قالؒ کافراں گفتند الخ قلت خفی بمعنی مخفی مراد عالم غیب قالؒ دانہ در معنی الخ قلت گرد بمعنی خاک وغبار یعنی فرشتہ نبی کے سامنے گرد ہے یعنی مفعول ہے کما ہو مقرر فی کتب الکلام قالؒ تا شرا جواب گفتن آں صوفی الخ قالؒ ناظماً لیک زینہا الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں زد بمعنی زود قالؒ زاغ یعنی الخ قلت فرہ بمعنی غلبہ و سبقت وظفر کذا فی الغیاث قالؒ ناثراً دربیان معنی ایں حدیث الدنیا سجن المومن الخ قالؒ ناظماً ہیچ باری یاد الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں کشت بمعنی زرع وسبزہ اور گہدانہ بمعنی مزیلہ جو حاصل ہے خضراء الدمن کا قالؒ خویش را الخ قلت گردہ جو مصرعہ ثانیہ میں واقع ہے اس کے معنی غیاث میں ہیں گردہ بالفتح ودال مہملہ خاکہ نقاشان وآں زغال سودہ است کہ در پارچہ بستہ باشد و بر کاغذیکہ دراں بنقشہ گلہا وتصویرات سوزنہا زدہ باشند مالند تا از اں سوراخہا طرح نقش بر کاغذ دیگر نشیند وآں کاغذ سوزن زدہ را نیز گردہ گویند آہ قالؒ ناثراً حکایت بر سبیل تمثیل گوید قالؒ ناظماً چونکہ دید غیر الخ قلت ساز در مصرعہ ثانیہ بمعنی سامان قالؒ کلکے داری الخ قلت فی الحاشیہ کاف برائے تصغیر بمعنی داغ شاید یہ حکم بمعنی جرح سے ہو اور مستقلاً کہیں نہیں ملا قالؒ تا فشک الخ قلت فشک فی الحاشیہ دیوک بعربی ارضہ کہ بیخ درختان می خورد آہ کہ بعضے آنرا دیمک گویند وکشمان بمعنی زرع وقد مر فی عنوان بیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعۃ الاخرۃ یعنی جب تک زرع ہستی میں حب غیر کی دیمک موجود ہے اس میں حب اللہ کا دانہ بونا غیر مفید ہے قالؒ ایں سخن پایاں الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں قند فاعل ہے بستہ کا اور مراد قند وحدت قالؒ ناثراً رجوع بحکایت شاہزادہ سوم الخ قالؒ ناظماً اے ضیاء الحق الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں چوں بادیمن کے معنی یہ ہیں کہ چنانچہ بادیمن جان پیغمبر را جذب میکرد ہمچنیں تو جان مرا اور یہ اشارہ ہے حدیث انی لاجد نفس الرحمن من قبل الیمن کی طرف قالؒ بے تکمر الخ قلت مصرعہ اول بیان ہے حیرت مذکورہ شعر کا اور مصرعہ ثانیہ جواب ہے اس تردد کا یعنی ایں وحدت ہستی مطلق راہست آنرا ہوش دارد تنکمر در مرا یاست قالؒ پوتہ وپوتک الخ قلت فی الحواشی خزینہ وگنجینہ اہ شاید کاف برائے تصغیر باشد وپوتہ بایں معنی از نظر نگذشتہ ودر غیاث ست پوت بواو مجہول و تائے فوقانی بمعنی جگر واحشا یعنی در سینہ وشکم باشد اہ شاید کہ گنجینہ را تشبیہا گفتہ باشند مراد یہ کہ بڑا خزانہ اور چھوٹا خزانہ سب اس کے سپرد کر دیا قالؒ بر ثباتی ورشد الخ قلت ظوق در مصرعہ ثانیہ بالضم غروب کردن ستارہ الخ کذا فی المنتخب قالؒ ز اضطراب عشق الخ قلت چکرہ فی الغیاث بالفتح دکاف عربی بمعنی رشحہ یعنی آنچہ قطرہ قطرہ بچکد آہ ودرا بمعنی برائے قالؒ زن نباشد الخ قلت یعنی اگر نباشد واحواء بمعنی احاطہ وذائقہ بمعنی کج شوندہ یعنی زن اگر استعداد حمل بسبب بلوغ وحیض نداشتہ باشد از گرد آوردن نطفہ دررحم کجی ومیلی پدید آید پس استعداد در ہر کار شرط ست قالؒ ناثراً داستان آں مطیع الخ قالؒ ناظماً چوں لیکرم الخ قلت یعنی یہ مضمون نشتر سے بھی زیادہ دل میں کو نکل رہا تھا پس مجول بمعنی شتابندہ تر قالؒ بمراد ش گفتم الخ قلت معنی مصرعہ ثانیہ کے یہ ہیں کہ وہ شخص وصال حیرت میں فائز ہوا یعنی وہ بھی وصال تھا مگر معرفت تامہ نہ ہونے سے اس وصال وقرب کا اثر حیرت تھی۔ قالؒ ناثراً بیان حال

www.besturdubooks.wordpress.com

شہزادہ سوم واکتساب او قال ناظماً بے طلب بخشید الخ قلت بتوراک فی الغیاث طبل کوچک کہ مزارعان دارند بجہت رمانیدن طیور قال ہر چکادے را الخ فی الحاشیہ تارک سر را گویند وفی الغیاث بدال مہملہ بمعنی پیشانی و چکادک مرغیست از گنجشک اندک بزرگ وخوش آواز وتاج بر سر دارد بہندی چنڈول گویند اھ وہر دو لغت ماخذ معنی حاشیہ مفتواں شد قال نیست یکبارہ الخ قلت فی الغیاث یکبار کنایہ از اندک آھ وفی الحاشیہ جکارہ بجیم عربی وکاف فارسی راہہا ئے مختلف را گویند یعنی در سوال بطریق مختلف چرا دم آھ ودر بعض نسخ چکارہ بجیم فارسی وکاف عربی بمعنی ہیچکارہ وبیکار قال گفت پیغمبر الخ قلت فی الحاشیہ...... بکسر نون وضاد معجمہ مشددہ زر غیر مضروب وفی المنتخب نض وناض بالفتح وتشدید ضاد درم ودینار نقد شدہ آھ قال دیدکان الخ قلت سر دیگر نہ پخت یعنی دوسرا خیال نہیں پکایا بر نہالش نہال درخت بر نہ پخت یعنی ثمرہ دیگر پختہ نہ شد قال شاہ گفتا قلت فی الغیاث بالضم وواؤ معروف معرب توئی کہ بتائے فوقانی وواؤ مجہول ست در ترکی شادیو عروسی را گویند قال نالہ اتمثیلات چند الخ قال ناظماً ہر کہ با تو دوست تر الخ زود بر یعنی زود برندہ است قال صحبت عامی الخ قلت عین بمعنی چشم وغین بمعنی ابر واستر افعل التفضیل ساتر قال غین رین الخ قلت رین بمعنی زنگ ومنہ قولہ تعالٰی بل ران علی قلوبھم اس میں اشارہ ہے حدیث انہ لیغان علی قلبی کی طرف اور قرص آفتاب سے مراد قلب نبوی یعنی جب وہاں اس اختلاط کا موافق رتبہ کے اثر ہوتا ہے تا بما چہ رسد قال نالہ اً چند نالہ زار الخ قال ناظماً رفتہ الخ قلت شد کی ضمیر وجود کی طرف اور اس کا ملکوت ہونا مراد اس سے یہ کہ اس کا ظہور ملکوت میں ہونا قال لیک اقسام عروج الخ قلت ایں درسے مراد باب عروج خواہ اضطراری ہو خواہ اختیاری اور خواہ جلال کی طرف ہو کما للکفار یا جمال کی طرف کما للمؤمنین اور فیض عام ہے مطلق تصرف کو نہ کہ مخصوص تصرف نافع کے ساتھ اور اس کو فیض اس لئے کہا کہ اس میں بھی افاضہ ہے بعض اسماء کے آثار کا قال واں عروج دو ٹمین الخ قلت یہ دو ٹمین بعد میں مذکور ہے سابق میں مذکور نہیں اور اس شعر کے بعد تین شعر نسخہ کشوری میں کم ہیں اور ضروری ہیں ان کو نقل کرتا ہوں۔

از رہ علم و عمل عارج شدند	پس بموت معنوی خارج شدند
پیش مردن مردہ گرد و شو فنا	تا عروجے حاصل آید مرترا
از منازلہا کہ سالک آمدہ است	جہد کردہ ہم بدانسو یازدہ است

بعد ازیں ایں شعر ست تا کہ وجہ حق الخ واحدی احدی بیائے معروف وتقدیر عاطف بینہما قال نے مشابہ آنکہ الخ قلت یعنی نہ بمرتبہ آنکس کہ مطلوب کار او آخر کند با جہائے محض چنانکہ انبیاء علیہم السلام وبعض اولیاء را افتار قال بر سبزخی الخ فی الحاشیہ خوشی را گویند وستاغ فی الحاشیہ زن عقیمہ قال در رغارہ الخ قلت فی الحاشیہ رغارہ زمین نمناک مراد لحد وزخارہ شاخ درخت وسان سان پارہ پارہ آھ وفی الغیاث سان پارہ وحصہ آھ قال سایہ عہد الخ قلت فی الحاشیہ زخہ شعلہ آتش وچنگاری وباد کن یعنی از ہوائے طاعت آتش تیز نما۔ قال مہر چوں آئینہ الخ قلت بسیط بمعنی منبسط یعنی خورشید کہ نورش منتشر ست یعنی بوجہ کمال تعلق جس طرح آفتاب متجلی تھا اب یہ آئینہ بھی متجلی ہو گیا قال شعلہ عشق الخ قلت مراد از احمد مطلق عارف قال شد گریبان الخ قلت من کجا الخ کے معنی یہ ہیں کہ میں

اور میری ہستی اس عشق کے سامنے کہاں قائم رہ سکتی ہیں قالؔ قارعہ آمد الخ قلت بینا شیشہ قالؔ ناظراً وتکون الجبال کالعھن المنفوش قالؔ ہر زمان از فیض الخ قلت یعنی ہر آن میں اس فیض سے جو موجود سابق کے متعلق ہوا تھا موجود لاحق ہو جاتا ہے اور یہ فیض واحد بالذات ہے صرف متعلق کے اعتبار سے اس میں تعدد ہے قالؔ موجد ومختفی الخ قلت معنی مصرعہ ثانیہ کے یہ ہیں کہ اس کا موجد ومختفی ہونا یعنی مظہر ومبطن ہونا ایسا متقارن ہے جیسے اس کا اختفا یعنی بطون اس کے ظہور کے ساتھ ایسا متقارن ہے کہ گویا وہ اختفا بنفسہ وبعینہ اس کا ظہور ہے قالؔ مستمر بینی الخ قلت مستمر حال ہے اور عدم بمعنی معدوم مفعول ثانی ہے بینی کا یعنی اعیان کو تم علی الاستمرار معدوم دیکھنے لگو قال ناظراً فامامن ثقلت موازینہ قال ناظماً ہر کرا در ضربت الخ قلت مراع مخفف مرائی اسم مفعول از مراعاۃ یعنی ثابت ماند وانا الحق گفت قالؔ وانکہ شد میزان الخ قلت مصرعہ ثانیہ کے یہ معنی ہیں کہ در جام عشق از حد رفت آں تنگ ظرف قالؔ شعلہ الخ قلت مصرعہ ثانیہ کے معنی یہ ہیں کہ آتش عشق نے اس کو سوز کا تاج دیا قال تیز تر شد قلت سوختہ مصرعہ ثانیہ میں مفعول ہے یافت کا اور مراد سوختہ سے آتش گیرندہ قال سل الجبین آتش سوزندہ الخ از لہیب آتش الخ قلت مطلب یہ کہ ایسا شخص وصال کامل سے مشرف نہ ہوگا اور یہی ہجران ہے اور چونکہ یہ شخص عاشق بھی ہے گو واصل کامل نہیں اس لئے اس آتش میں دو صفتیں ہیں یہ آتش ہجران بھی ہے اور اس اعتبار سے اس کی سوزندہ ہے اور اس اعتبار سے سوزندہ پر دو سیر بھی ہے کہ مانع ترقی ہوگئی اور آتش عشق بھی ہے اور اس اعتبار سے سوزندۂ غیر بھی ہے پس دونوں شعر کے دونوں حکم صحیح ہو گئے اور شمس سے دیدہ دو ختن یہی ہے کہ واجب وممکن میں تمایز نہ کیا۔ قالؔ اے ایاز از حد الخ قلت یعنی اگر اپنی حد پر رہتا تو واصل کامل ہوتا قال ناظراً باز رجوع نمودن بتفصیل الخ قالؔ ناظماً نفس را پرو ردی الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں شاؤ بفتحہ ودواؤ بمعنی قدم قالؔ چوں ستاکے الخ قلت فی الغیاث ستاک بکسر اول وکاف عربی شاخ نو رستہ ونازک از درخت دوستاند فی الحاشیہ خانہ یک ستون چوں بنگلہ وغیرہ قالؔ سنگ را سنبیدی الخ قلت فی الحاشیہ سوراخ کردی وگور بمعنی بہرام گور اور مراد اس سے دونوں مصرعہ میں یہ ہے کہ فرض کردم قالؔ آخر انفاست الخ قلت سکنجیدن فی الحاشیہ بضمتین وسین مہملہ وکاف عربی تراشیدن وگزیدن وسرفیدن ودر بنجا معنی اخیر مراد است یعنی دم تو آخر بوقت مرگ در گلو گرفتہ خواہد شد وفی الغیاث فصل الشین المعجمہ مع کاف عربی شکنجیدن بکسر اول وضم ثانی گرفتن عضوے باشد بسر ناخن آہ واینجا ہر دو نسخہ موجہ است وفی الغیاث چغوک بفتح سرخاب وبمعنی گنجشک آہ باید کہ چغک مخفف آں باشد وفی الغیاث چغیدن کشیدن ودم زدن آہ وچغریدن باید کہ مزید آں باشد قالؔ رفت رفت الخ قلت یعنی انچہ رفت رفت از وبحث نیست قال نفس تو ہمچوں پدر الخ قلت شروع است در تطبیق قصہ قال عصن دین الخ قلت بار بمعنی بارگاہ کذا فی الغیاث قالؔ تا کہ طوعاً الخ قلت انوس من الانس قالؔ ہست اینجا الخ قلت مراد بمعنی تجلی قالؔ ماندہ دررہ الخ قلت یعنی صرف جرعہ نوشید وبکمال نہ رسید قالؔ چوں نظر الخ قلت ستر حال یعنی باطناً وپنہاں قالؔ وآں دو را الخ قلت ان دونوں کو یہ حصہ ملا کہ دختر کے طالب تھے کہ یہ بھی ایک تعلق وتلبس ہے جس کا یہ ثمرہ ہوا کہ بادشاہ تک رسائی ہوئی اور مورد عنایت ہوئے اگرچہ اپنے نقصان کے سبب کمال فوز میسر نہیں ہوا قالؔ ناقصے را الخ قلت یہ متعلق ہے ماقبل کے اور اس میں بیان اس کا ہے کہ جس کو قرب میسر ہوا وہ بھی اس کا استحقاق نہیں محض فضل ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قالہٗ چلچلہ الخ قلت فی الحاشیہ جانورے خردست کہ بہندی انجہاری گویند کرم راز یر خودی پروردآ ھ زاد فی اخری ودر چند روز بر شکل خود میگرداند قالہٗ گفت باشہزادہ الخ قلت پوپ تاج کہ بر سر طاؤس وغیرہ باشد آ ھ دفی اخری سرِ تاج جملہ خدام ست قالہٗ غیر خدمت نے تتر بولیش الخ قلت فی الحاشیہ بازی وہزل را گویند اھ قال تارومارش الخ قلت فی الغیاث تارومار بمعنی زیروزبر وبرہم ودر پریشانی و پراگندہ گاہے بمعنی تال مال نیزی آید اھ قالہٗ شاہ گفتا الخ قلت روز بازار بمعنی گرمی ورونق بازار قال لطف فرمود الخ قلت ہر دو برادر متوفی کا تابع باعتبار ترتیب زمانی کے کہا کہ ان کی نوازش زمانا مقدم تھی ورنہ ترتیب رتبہ کے اعتبار سے ان دونوں پر یہ سابق ہے چنانچہ شعر آئندہ قصرہا الخ اس کی دلیل صریح ہے یا ایک خاص اعتبار سے اس کو تابع محض بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ مجاہدہ کیا ہوا نہ تھا چنانچہ یہاں سے چودھویں شعر میں اس کی تصریح ہے چوں نبود ایں شاہ ملحق را جہاد اور اس صورت میں شعر قصرہا الخ کے معنی یہ ہوں گے کہ اس کے اندازہ وحوصلہ سے زیادہ دیا گو ان دو سے کم ہو۔ قالہٗ مرد باش الخ قل بے مرد گرد یعنی مرد کے پیچھے اور تابع پھرا ہوا جا اور مصرعہ ثانیہ میں پوتک وپتہ کے معنی حاشیہ میں خزانہ ودولت لکھے ہیں قالہٗ گر خلد خارے الخ قلت تارہ فی الحاشیہ سوزن قال ناثراً اختتام کلام الخ قال ناظماً بشنواز نے الخ قلت مراد وزید ایت مبداء وقصد کردن ختمی مراد را ظاہر ست قالہٗ دور ہ میم الخ قلت مصرعہ ثانیہ میں لاکن مرکب ہے لا اور کن سے یعنی فنا کر اور آلات مرکب ہے الا اور تائے خطاب سے قالہٗ اللہ اللہ کو من الخ قلت لفظ کو اللہ اللہ کی خبر نہیں من کی خبر مقدم ہے قال ناثراً مناجات الخ قال ناظماً دوست را بر من الخ قلت فی العبارت تو ختن حاصل کردن وخواستن وجمع کردن وبمعنی ادا کردن قالہٗ شکر احسان الخ قلت سر کردن شروع کردن و باتمام رسانیدن کذا فی الغیاث۔ قالہٗ اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق الخ قلت فی المنتخب روق بالفتح الی قولہ خوش آمدن وبہ شگفت آوردن الخ غالباً دریں تصرف کردہ رواق ساختہ است قالہٗ اللہ اللہ ایں چہ احسان کردہ الخ مراد از چنیں برزخ اسم اللہ است کہ اسم من حیث ذاتہ ظاہر ست ومن حیث کون مدلولہ باطنا باطن ست قالہٗ اللہ اللہ لیس غیرک الخ قلت مل ترکی میں خطاب مطلق رائی کو ہے اور دیر بمعنی مطلق دار مجازاً اور معنی معروف اس کے دار عبادت نصاریٰ قالہٗ اللہ اللہ لا الہ الخ قلت اس میں سوال ہے اور شعر آئندہ میں جواب ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ نفی اس لئے ہے کہ جو چشم کہ ظاہراً اغیار کو دیکھ رہی ہے وہ اس نفی سے ان اغیار کو مرتفع کر دے اور اس کی ہمت اسی قدر ہے نہ یہ کہ بالکل غیر کو نظر میں نہ آنے دے پس مقل مصرعہ اول میں بمعنی بردارندہ کمافی قولہ اقلت الغبراء اور ثانی میں بمعنی ذی قلت۔ قالہٗ چوں برآرم الخ قلت لیتنی کنت تراباً را بر بمعنی تاویلی فرود آوردند یعنی کاش خاک پائے قابل شدے قالہٗ اللہ اللہ مستم الخ قلت راوق بمعنی شراب مجازاً کذا فی الغیاث قالہٗ انت مقصودی الخ قلت

فہممت فی المنتخب قصد و ہمت وہذا الاختتام بعون اللہ المفضال

الانعام والیوم یوم الاربعاء الثالث والعشرون من شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۳ھ

من الہجرۃ فقط.

www.besturdubooks.wordpress.com

"کلید مثنوی" شرح مثنوی کی تکمیل کے بعد کچھ اشعار اصل مثنوی متن سے باقی تھے اُن کو اصل سے مکمل کر دیا گیا ہے۔

اُن کا ترجمہ حضرت مولانا قاضی سجاد حسین صاحب رحمہ اللہ کے ترجمہ سے لیا گیا ہے۔ اللہ پاک قبول فرمائے۔ آمین (ناشر)

خاتمہ لولدہ العارف الکامل المحقق مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہ

ان کے صاحبزادے عارف کامل محقق مولانا بہاء الملۃ والدین قدس سرہ کا اختتام

مدتے زیں مثنوی چوں والدم	شد خمش گفتم ورا کاے زندہ دم
میرے والد جب ایک مدت تک اس مثنوی سے	خاموش رہے میں نے ان سے کہا اے زندہ دم
از چہ رو دیگر نمی گوئی سخن	بہر چہ بستی در علم لدن
آپ کس وجہ سے اور بات نہیں کر رہے ہیں؟	علم لدنی کا دروازہ آپ نے کیوں بند کر دیا؟
قصۂ شہزادگاں نامد بسر	ماندناسفتہ در سوم پسر
شہزادوں کا قصہ ختم نہ ہوا	تیسرے لڑکے کا موتی بغیر بندھا رہ گیا
گفت نطقم چوں شتر زیں پس نخفت	نیستش با ہیچکس تا حشر گفت
فرمایا اس کے بعد میری گویائی اونٹ کی طرح ہو گئی	اس کی حشر تک کسی سے بول چال نہیں ہے
ہست باقی شرح ایں لیکن درون	بستہ شد دیگر نمی آید بروں
اس کی شرح باقی ہے لیکن وہ اندر	بند ہو گئی اب وہ باہر نہیں آتی ہے
ہمچو اشتر ناطقہ اینجا نخفت	او بگوید من دہاں بستم ز گفت
قوت گویائی اس جگہ اونٹ کی طرح سو گئی	وہ "گویائی" کہتی ہے کہ میں نے گفتگو سے منہ بند کر لیا
وقت رحلت آمد و جستن زجو	کل شیء ھالک الا وجھہ
کوچ اور نہر کو کود جانے کا وقت آ گیا	بجز اس کی ذات کے ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے
باقی ایں گفتہ آید بے زباں	در دل آنکس کہ دارد زندہ جاں
اس کا بقیہ بغیر زبان کے کہا ہوا آ جائے گا	اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہے
گفتگو آخر رسید و عمر ہم	مژدہ آمد وقت آں کز تن رہم
بات ختم ہو گئی اور عمر بھی	اس وقت کی خوشخبری آ گئی جبکہ میں جسم سے چھوٹوں گا
در جہان جاں کنم جولاں ہمے	بگذرم زیں نم در آیم در یمے
جان کے جہاں میں جولانی کروں گا	اس نمی سے گزر جاؤں گا سمندر میں پہنچ جاؤں گا

www.besturdubooks.wordpress.com

زانکہ ایں عالم زنم زندہ ست و خوش	از پے نم یافت زاں خوب ست و کش
کیونکہ یہ جہاں نمی سے زندہ اور خوشنما ہے	اس نے سمندر سے نمی پائی ہے اس لئے اچھا اور خوش ہے
چونکہ جاں در خاک و نم زندہ بود	در جہان یم ببیں تاچوں شود
جبکہ جان مٹی اور تری میں زندہ ہے	غور کر سمندر کی دنیا میں کیسی رہے گی
یم چو شہرست و چودروازہ ست نم	نم چو قطرہ داں و بے اندازہ یم
سمندر شہر کی طرح ہے اور نمی دروازے کی طرح	نمی کو قطرے کی طرح سمجھ اور سمندر بے اندازہ ہے
زیں نمی کو ہمچو جانست اندر آ	دریم جاناں کہ تایابی بقا
اس نمی سے جو جان کی طرح ہے اندر آ	جاناں کے سمندر میں تاکہ تو بقا حاصل کر لے
چونکہ نم از بحر جانست ایں طرف	پس زراہ جاں طلب کن آں شرف
چونکہ اس جانب جان کے سمندر کی نمی ہے	تو اس بڑائی کو جان کے راستہ سے طلب کر
تاترا آنجا برد کو بودہ است	جستن اندر خاک یم بیہودہ است
تاکہ تجھے اس جگہ لے جائے جہاں وہ ہے	خشکی میں سمندر ڈھونڈنا لغو ہے
جزو ہر خاکے بخاکستاں برد	موج بحر جاں سوی جاناں برد
ہر خاک کا جز خاکستان کی جانب لے جاتا ہے	جان کے سمندر کی لہر جاناں کی طرف لے جاتی ہے
پس زجاں کن وصل جاناں را طلب	بے لب و بے کام می گونام رب
جاناں کے وصل کو دل و جان سے طلب کر	بغیر ہونٹ اور بغیر تالو کے خدا کا نام لے
تارہی زیں حبس و ایں فانی جہاں	در جہان جاں بمانی جاوداں
تاکہ تو اس قید اور اس فانی جہان سے نجات پا جائے	ہمیشہ جان کے جہاں میں رہے
تخمہائے عمر را در شورہ خاک	می بکاری تا شوی آخر ہلاک
عمر کے بیجوں کو شور زمین میں	تو بو رہا ہے تاکہ تو بالآخر ہلاک ہو جائے
ایں چنیں عمر عزیز بے بہا	بے عوض ضائع کنی ہر دم چرا
ایسی قیمتی پیاری عمر کو	تو بغیر عوض کے کیوں ضائع کرتا ہے؟
غبن می ناید ترا اے مرد کار	تادہی گلزار و گیری خار زار
اے کام کے آدمی کیا تجھے ٹوٹا نہ ہوگا؟	کہ تو چمن دیتا ہے اور خارستان لیتا ہے
عمر کاں شد صرف دردنیا نماند	خرم آنکش حق بسوی خویش خواند
جو عمر دنیا میں صرف ہوگئی نہ رہی	مبارک ہے وہ جس کو اللہ (تعالیٰ) نے اپنی جانب بلا لیا
عمر معدود شمردہ چوں دہی	در رہ حق گردد آں نا منتہی
تو جب گنی چنی عمر دے دے گا	اللہ (تعالیٰ) کی راہ میں وہ لاانتہا ہو جائے گی
بے شمار و بے حد و بے عد شود	عمردہ روزہ کہ در طاعت رود
بے شمار اور بے حد اور ان گنت ہو جائے	وہ دس روزہ زندگی جو بندگی میں بسر ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں تجارت کن دریں بازار تو	صد ہزاراں گل بر از یک خار تو
خبردار! تو اس بازار میں تجارت کر لے	تو ایک کانٹے کے عوض لاکھوں پھول لے جا
از یکے دانہ کہ کاری صد ہزار	دانہ بر گیری ز فضل کردگار
تو جو ایک دانہ بوئے لاکھوں	دانے اللہ (تعالیٰ) کی مہربانی سے حاصل کر لے
خود شمار آنجا بود کا خر بود	بیشمار ست آں طرف کاں بر بود
شمار وہاں ہوتا ہے جہاں آخر ہو	وہ جانب بے شمار ہے جہاں خدا ہو
سوی کل خود رو اے جزو جدا	از خودی بگذر گریز اندر خدا
اے علیحدہ جزا اپنے کل کی جانب جا	خودی سے گزر جا' خدا' کی پناہ میں بھاگ جا
در تن ہمچو سبو ہستی چو آب	گفتگو و صلح و جنگت چوں حباب
تو گھڑا جیسے جسم میں پانی کی طرح ہے	تیری گفتگو اور صلح اور جنگ بلبلے کی طرح ہے
چوں حبابست ایں نقوش و ایں صور	بر سر آب دروں اے نامور
یہ نقوش اور یہ صورتیں بلبلے کی طرح ہیں	اے نامور اندرونی پانی کے اوپر
یا چو کفے برسر آب دروں	تا شود سر دروں پیدا بروں
یا اندرونی پانی پر جھاگ کی طرح	تاکہ باطن کا راز باہر ظاہر ہو جائے
از تف و از کف و از بوی قدور	می نماید خور دنیہا در تنور
گرمی سے اور جھاگ سے اور ہانڈیوں کی بو سے	تنور میں کھانے کی چیزیں واضح ہو جاتی ہیں
تاکہ شیرینی و یا ترشی ست آں	می شود ظاہر بر پیر و جواں
کہ وہ شیرینی ہے یا ترشی	بوڑھے اور جوان پر ظاہر ہو جاتی ہے
ہمچنیں از فعل و قول مرداں	می شود پیدا کہ چہ سانست جاں
اس طرح انسانوں کے فعل اور قول سے	ظاہر ہو جاتا ہے کہ جان کیسی ہے
جان او در مرتبہ چونست چیست	مومن ست و یا کہ کافر یا ولی ست
اس کی جان رتبہ میں کیسی ہے کیا ہے	مومن ہے یا کافر یا ولی ہے؟
آب را اندر سبو بے یم مدار	تا نگردد آب شیریں ناگوار
گھڑا میں پانی بغیر سمندر کی مدد کے نہ رکھ	تاکہ میٹھا پانی ناگوار نہ بن جائے
کا ساکن بے مدد ناخوش شود	رنگ و بوئے و طعم خوب از وے رود
بغیر مدد کے ٹھہرا ہوا پانی برا ہو جاتا ہے	اس میں سے اچھا رنگ اور بو اور مزہ جاتا رہتا ہے
گفت احمدؐ ہر کہ دور وزش یکسیت	ہست مغبون و گرفتار شکیست
(حضرت) احمدؐ نے فرمایا کہ جس شخص کے دو روز یکساں ہوں	وہ ٹوٹے میں اور شک میں گرفتار ہے
بے یقینے می زید در الٰہی	پر زبادے ہمچو انبان تہی
بے وقوفی میں بغیر یقین کے جی رہا ہے	خالی تھیلے کی طرح ' ہوا سے پُر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر دمے پس میرود از پیش صف	می شود صافیش دردے ہمچو کف
صف کے آگے سے ہر لحظہ پیچھے جا رہا ہے	اس کا صاف جھاگ کی طرح تلچھٹ بن رہا ہے
رنج اوہر لحظہ بد تر می شود	ہر دمے او زشت و ابتر می شود
اس کا رنج ہر لمحہ بد تر ہو رہا ہے	وہ ہر لحظہ برا اور ناقص ہو رہا ہے
سوی دوزخ میرود آں ردباب	بے عذاب بحر درنار و عذاب
وہ مردود بارگاہ دوزخ کی جانب جاتا ہے	بغیر سمندر کے تھپیڑے ان کے آگ اور عذاب ہیں
پیش ازانکہ کار تو آنجا رسد	ہر دمے غفلت ترا واپس برد
اس سے پہلے کہ تیرا معاملہ وہاں تک پہنچے	(اور) غفلت کا ہر سانس تجھے الٹا لوٹائے
رو بسوی اصل خود ہمچو خلیلؑ	بگذر از استارہ و چرخ چونیل
(حضرت) خلیلؑ کی طرح اپنی اصل کی جانب جا	ستارے اور نیل جیسے آسمان سے گزر جا
پائے ہمت بر خورو برماہ نہ	سربراں ایوان و آں درگاہ نہ
ہمت کا پاؤں سورج اور چاند پر رکھ دے	اس بارگاہ اور اس درگاہ پر سر رکھ دے
ایں خودی را خرج کن اندر خدا	تانمانی ہمچو ابلیسے جدا
اس خودی کو خدا میں صرف کر دے	تاکہ تو شیطان کی طرح جدا نہ رہے
آب جاں را ریز اندر بحر جاں	تاشوی دریائے بیحد و کراں
جان کے سمندر میں جان کے پانی کو بہادے	تاکہ تو بے حد اور بے ساحل دریا بن جائے
قصہ کوتہ کن کہ رفتم در حجاب	ہیں خمش واللہ اعلم بالصواب
قصہ مختصر کر کہ میں پردے میں چلا گیا	ہاں چپ جا اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
شکر ایں نامہ بعنوانے رسید	گم نشد نقد و باخوانے رسید
شکر ہے یہ نامہ ایک عنوان (کے خاتمہ) تک پہنچ گیا	نقد گم نہ ہوا اور بھائیوں کو پہنچ گیا
نرد بان آسمانست ایں کلام	ہر کہ از ایں بررود آید بیام
یہ کلام آسمان کی سیڑھی ہے	جو اس کے ذریعہ اوپر جائے گا چھت پر پہنچ جائے گا
نے بیام چرخ کاں اخضر بود	بل بیامے کز فلک برتر بود
آسمان کی چھت پر نہیں جو سبز ہے	بلکہ اس چھت پر جو آسمان سے اونچی ہے
بام گردوں را ازو آید نوا	گردشش باشد ہمیشہ زاں ہوا
اس کے لئے سامان گردوں کی چھت سے آتا ہے	اسی خواہش سے اس کی ہمیشہ گردش ہوتی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اختتام مثنوی مولوی معنوی

افتتاح کلام بہ تمہید اختتام سراپا احتشام مثنوی معنوی مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ

از حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

جذب ذوق و شوق مولانا حسام	میکشد مارا بسوئے اختتام
مولانا حسام (الدین) کے ذوق و شوق کی کشش	ہمیں خاتمہ کی جانب کھینچ رہی ہے
اختتام مثنوی معنوی	میکشد جاں رابراہ مستوی
مثنوی معنوی کو خاتمہ تک پہنچانا	جان کو سیدھے راستہ پر کھینچ رہا ہے
می تراود خود بخود از لب سخن	آنچہ خواہی اے ضیاء الدین بکن
ہونٹ سے خود بخود کلام ٹپک رہا ہے	اے ضیاء الدین! آپ جو چاہیں کریں
چوں زمام عقل من دردست تست	ہر کجا خواہی بکش جاں مست تست
چونکہ میری عقل کی باگ آپ کے ہاتھ میں ہے	جس جگہ آپ چاہیں کھینچ لیں جان آپ سے مست ہے
پرتو خور چوں در آبے او فتاد	آب داد آفتابے را بداد
سورج کا عکس جب کسی پانی پر پڑا	پانی نے سورج کی عطا کی داد دی
روح مولانا جلال الدین روم	مہر برج معرفت بحر علوم
مولانا جلال الدین رومی کی روح	جو علوم کے سمندر (اور) معرفت کے برج کے چاند ہیں
پرتوے زد چونکہ برطور دلم	گشت نورانی تن آب و گلم
جب میرے دل کے (کوہ) طور پر عکس ڈالا	میرا آب و گل کا جسم نورانی بن گیا
ہر زمانم آں مہ چرخ بریں	میزند چشمک بہام دل کہ ہیں
بلند آسمان کا وہ چاند ہر لمحہ	بام دل پر اشارہ کرتا ہے کہ ہاں
اختتام مثنوی آغاز کن	نامہ سربستہ ام را باز کن
مثنوی کے خاتمہ کا آغاز کر	میرے سربستہ نامہ کو کھول
آں حکایت گو کہ ناگفتہ بماند	نظم کن آں در کہ ناسفتہ بماند
وہ حکایت کہہ جو بغیر کہی رہ گئی	اس موتی کو پرو دے جو بغیر پروئے رہ گیا
زود در سلک بیاں درکش ورا	در رسد فیضان روحانی زما
جلد اس کو لڑی میں پرو	ہمارا روحانی فیضان (ضرور) پہنچے گا
چونکہ حد خود ندیدم تن زدم	بردرش از عذر سر را من زدم
چونکہ میں نے اپنا مرتبہ نہ دیکھا میں خاموش ہوگیا	عذر سے میں نے اپنا سر ان کے در پر رکھ دیا
چونکہ قول آں ایاز پاک دید	در نگاہ دیدۂ دل میں خلید
چونکہ اس پاک نظر ایاز کا قول	دل کی آنکھ کی نظر میں چبھ رہا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

کاشکن امر از گہر دشوار تر	لاجرم بستم بامر او کمر
کیونکہ حکم کا توڑنا موتی کے توڑنے سے زیادہ دشوار ہے	لامحالہ میں نے ان کے حکم سے کمر باندھ لی
اے خدا اے قادر بیچون و چند	راز ہا کردی درون سینہ بند
اے خدا اے بے کم و کیف پر قادر	تو نے سینہ میں راز بند کر دیئے ہیں
سینہ را صندوق سرہا کردۂ	واندر اں مخزوں گہرہا کردۂ
تو نے سینہ کو رازوں کا صندوق بنایا ہے	اور اس میں موتی خزانہ کر دیئے ہیں
ربط دادی سینہ را با سینہ	ربط ایں آئینہ باآئینہ
تو نے سینہ کو سینہ سے ربط دیا ہے	جس طرح اس آئینہ کا آئینہ سے ربط ہے
نقش ایں آئینہ در دیگر پدید	کردی از صنع خود اے رب مجید
اس آئینہ کا نقش دوسرے میں ظاہر	کر دیا اے رب مجید تو نے اپنی کاریگری سے
آب از جوئے بجوئے می رود	باز یکسو گشتہ تا دریا دود
پانی ایک نہر سے دوسری نہر میں جاتا ہے	پھر اکٹھا ہو کر دریا میں دوڑ جاتا ہے
رفت چوں در بحر آب جویہا	جملہ یکذات و یک آبست اے فتا
جب نہروں کا پانی سمندر میں چلا گیا	اے نوجوان! سب ایک ذات اور ایک پانی ہے
با تو رمزے گفتم اے جاں گوش کن	جملہ تن جاں باش و جاں را ہوش کن
اے جان سن میں نے تجھ سے ایک رمز رکھ دی	مجسم جان بن جا اور جان کو ہوش بنا لے
روبسوئے آں وصیت باز کرد	ز انتظار آں سہ پسر را دل بدرد
چل اس وصیت کیجانب پلٹ	ان تین لڑکوں کے دل انتظار سے درد میں ہیں

آغاز داستان بیان کردن آں سہ پسر کاہلی خودرا وطلب حکم از قاضی بصدق وصفا

ان تینوں لڑکوں کا اپنی کاہلی کو بیان کرنے کی داستان کا آغاز اور سچائی اور صفائی کے ساتھ قاضی سے فیصلہ چاہنا

گفت قاضی کاہلی خود شما	سر بسر گوئید تفصیلاً بما
قاضی نے کہا تم اپنی کاہلی	پوری پوری تفصیل سے ہم سے کہو
ہر یکے باید کہ گوید حال خویش	تابدانم کاہلی کیست بیش
ہر ایک کو اپنا حال بیان کرنا چاہئے	تاکہ میں سمجھ لوں کس کی کاہلی بڑھی ہوئی ہے
در سخن پنہاں ست حال مرد ماں	مرد در زیر سخن باشد نہاں
انسانوں کی حالت گفتگو میں پوشیدہ ہے	انسان گفتگو میں پوشیدہ ہوتا ہے
حقہ سربستہ جان آدمی ست	باز مفتاحش زبان آدمی ست
انسان کی جان ایک سربستہ ڈبہ ہے	پھر اس کی کنجی آدمی کی زبان ہے
آدمی را از سخن باید شناخت	غیر کشتی برسر دریا کہ تاخت
آدمی کو گفتگو سے پہچاننا چاہئے	کشتی کے بغیر دریا میں کون دوڑ سکتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

اولیں گفتا بداں حد کاہلم	کاؤ ستاد وتنبلاں را تکملم
پہلے نے کہا میں یہاں تک کاہل ہوں	کہ استاد اور کاہلوں کا کامل ہوں
ہیں تو بشنو حال مارا اے سنی	بد شب باران و فقد روشنی
اے بزرگ تو ہمارا حال سن لے	بارش کی رات تھی اور روشنی مفقود تھی
برف می بارید و باراں زمہریر	عالمے مانند یخ بستہ قریر
برف برستی تھی اور بارش (اور) جاڑا	جہان جمے ہوئے برف کی طرح ٹھنڈا تھا
تشنہ گشتم آتشم پر دود گشت	آتش باطن بزد بر کوہ و دشت
میں پیاسا ہو گیا میری آگ دھوئیں سے بھر گئی	باطن کی آگ پہاڑ اور جنگل میں جا لگی
نفس نالاں در پے آب خنک	تنبلی ام گفت بنشیں سیلک
ٹھنڈے پانی کے لئے نفس نالاں تھا	میری کاہلی نے کہا آہستہ بیٹھے ٹھہر جا
از گراں جانی بخواب اندر شدم	گشتہ کاہل پای بر بستر زدم
میں سستی کی وجہ سے سونے لگا	کاہل بن کر میں بستر پر چڑھ گیا
خواب نامد اندراں عطشانیم	دمبدم افزود سرگردانیم
اس پیاسے پن میں مجھے نیند نہ آئی	لمحہ بہ لمحہ میری پریشانی بڑھی
آخرش برخاستم بہر وضو	قصد کردم جانب آب و سبو
بالآخر میں وضو کے لئے اٹھا	پانی اور ٹھلیا کی جانب میں نے ارادہ کیا
یاد من آمد حدیثے از انسؓ	اسبغ امر آں رسول خوش نفس
مجھے (حضرت) انسؓ کی حدیث یاد آ گئی	اس خوش دم رسول کا حکم کہ "وضو مکمل کر"
طالب غر محجل گشتہ زود	در وضو گشتم شتاباں اے ودود
میں فوراً غر محجل کا طالب بن کر	اے محبّ! جلد وضو میں لگ گیا
کردم اسباغ وضو زاں آب سرد	سردی او دست و پا بیکار کرد
میں نے اسے ٹھنڈے پانی سے وضو کی تکمیل کی	اس کی ٹھنڈک نے ہاتھ اور پاؤں بیکار کر دیے
غالب آمد کاہلی بر من چناں	کہ نکردم جرعہ زاں اندر دہاں
مجھ پر کاہلی ایسی غالب آئی	کہ اس کا ایک گھونٹ منہ میں نہ ڈالا
از عطش می مردم و اعضاء چو برف	برد ظاہر را بباطن کردہ صرف
میں پیاس سے مر رہا تھا اور برف جیسے اعضاء نے	ظاہری ٹھنڈک کو باطن پر صرف کیا
از کسالت گفتم ایں برد وجود	حر باطن عاقبت خواہد ربود
میں نے کاہلی کی وجہ سے کہا یہ جسم کی ٹھنڈک	انجام کار باطن کی گرمی کو دور کر دے گی
کاہلی از آب خوردن منع کرد	آب در دست و بدست اسباب برد
کاہلی نے پانی پینے سے روک دیا	پانی ہاتھ میں تھا اور ٹھنڈک کے اسباب ہاتھ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

لیک از دستم دہاں بس دور بود	از کساکت کے مرا مقدور بود
لیکن میرا ہاتھ منہ سے بہت دور تھا	کاہلی کی وجہ سے مجھے قدرت کہاں تھی؟
گفت رمزے گفتہ ام زاں کاہلی	قاضیا تو فہم کن گر عاقلی
اس نے کہا میں نے اس کی طرف ایک اشارہ کر دیا ہے	اے قاضی اگر تو سمجھ دار ہے تو سمجھ لے
زاہداں درکار دنیا کاہل اند	در اداى بار عقبیٰ کامل اند
زاہد دنیا کے کام میں کاہل ہیں	آخرت کا بوجھ اتارنے میں کامل ہیں
نفس را بکشند بہر ناں و آب	یکدم آبی بود شاں را شراب
روٹی اور پانی کی خاطر نفس کو مارتے ہیں	پانی کا ایک گھونٹ ان کے لئے شراب ہے
نفس کافر را بس ست از فربہی	آنکہ بہر ہر عطش آبش دہی
کافر نفس کے مٹاپے کے لئے کافی ہے	یہ کہ تو ہر پیاس کے وقت اسے پانی دے دے
نفس سرکش را بسند ست ز قساؤ	کو خورد آبے بہر رغبت چوگاؤ
قساوت کی وجہ سے سرکش نفس کے لئے کافی ہے	کہ وہ ہر خواہش کے وقت بیل کی طرح پانی پی لے
امر نفس خویش را دانی کشاؤ	میبرد ہر سوترا ایں نفس گاؤ
تو اپنے نفس کے حکم کو شاہی فرمان سمجھتا ہے	یہ بیل جیسا نفس تجھے ہر جانب لے جاتا ہے
کار مرداں کاہلی درکار تن	چابکی جستن بطاعت در محن
بہادروں کا کام جسم کے کام میں کاہلی ہے	(اور) مشقتوں میں فرمانبرداری کے ساتھ چستی تلاش کرنا
باش کاہلی بلکہ میرکاہلاں	از ہمہ تدبیر دنیا اے فلاں
کاہل بن جا بلکہ کاہلوں کا سردار	اے فلاں! دنیا کی تمام تدبیروں سے
کار عقبیٰ میکند دنیات خوب	روز راہ دیں در دنیا بکوب
آخرت کا کام تیری دنیا کو اچھا کر دے گا	جا دین کے راستہ سے دنیا کا دروازہ کھٹکھٹا
گفت پیغمبرؐ کہ ہرکس منقطع	سوئے حق شد گشت کارش مجتمع
پیغمبر نے فرمایا ہے کہ جو شخص انقطاع کر لینے والا	اللہ کی جانب ہوا اس کا کام مجتمع ہو گیا
سوئے دنیا ہرکرا شد انقطاع	گشت تفویضش بدنیا بے نزاع
جس کا انقطاع دنیا کی جانب ہوا	بلا اختلاف اس کی سپردگی دنیا کی طرف ہو گئی

داستان بر سبیل تمثیل کہ اختیار کار عقبیٰ بر کار دنیا اولیٰ ست

مثال کے طور پر ایک داستان کہ آخرت کے کام کو دنیا کے کام پر ترجیح دینا زیادہ بہتر ہے

بود مرد صالحے با زہد و ورع	داشت وجہ قوت خود از حرث و زرع
ایک شخص نیک زاہد اور پرہیز گار تھا	جو اپنی روزی کی تکمیل کھیت اور کیاری سے رکھتا تھا
بود یک اشتر مر او را بس حروں	بارہا بگریختے کردے زبوں
اس کا ایک بہت سرکش اونٹ تھا	بارہا بھاگ جاتا عاجز کر دیتا

www.besturdubooks.wordpress.com

اتفاقاً روز جمعہ آمد بہ پیش	اشترش بگریخت از مرعائ خویش
اتفاق سے جمعہ کا دن آ گیا	اس کا اونٹ اپنی چراگاہ سے بھاگ گیا
واندراں جمعہ اش سقائ زرع بود	آب نہر آں روز بہرش میشود
اور اس جمعہ کو اس کی کھیتی کو پانی دینا تھا	اس روز اس کیلئے نہر کا پانی چالو ہوتا تھا
مرد حیراں گشت و گفتا یا خدا	نوبت سقی آمدہ اکنوں مرا
مرد حیران ہو گیا اور بولا اے خدا	اب میری سیرابی کی باری آ گئی
گر سقایت میکنم اشتر کجا	ہم کجا یابم نماز جمعہ را
اگر میں سیرابی کروں اونٹ کہاں ہے؟	نیز جمعہ کی نماز کہاں پاؤں گا؟
ور کنم اندر سقایت من درنگ	میشود از بیس کار زرع تنگ
اور اگر میں سیراب کرنے میں دیر کرتا ہوں	تو خشکی کی وجہ سے کھیتی کا معاملہ تنگ ہو جائیگا
بہر اشتر رو بصحرا گر کنم	وز تفحص در بیاباں بر تنم
میں اگر اونٹ کی خاطر جنگل کا رخ کروں	اور جستجو میں جنگل میں پھروں
پس نماز و زرع ہر دو میرود	وہ نمیدانم کہ عالم چوں شود
تو نماز اور کھیتی دونوں جا رہی ہیں	ہائے میں نہیں سمجھتا کہ میرا کیا حال ہو گا؟
زیں ترددہا دل او شاخ شاخ	رہن صد گونہ ز اشجاں بود و راخ
اس تردد سے اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے تھا	غموں اور درد میں سو طرح گروی تھا
عاقبت بعد از تردد گفت خوب	بہر جمعہ رو در حق را بکوب
انجام کار تردد کے بعد بولا ہاں	جمعہ کے لئے جا اللہ (تعالیٰ) کا دروازہ کھٹکھٹا
کیں متاع باقی و آں فانی ست	دل بفانی بستن از نادانی ست
کیونکہ یہ باقی رہنے والی چیز ہے اور وہ فانی ہے	فانی سے دل وابستہ کرنا نادانی ہے
ابن عباسؓ از پیمبرؐ نقل کرد	ہست جمعہ حج مسکیناں فرد
(حضرت) ابن عباسؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے	جمعہ یکتا مسکینوں کا حج ہے
کرد پس تبکیر مسجد اختیار	کش ثواب بد نہ آمد در شمار
اس نے سویرے سویرے مسجد میں جانا پسند کیا	کیونکہ شمار کرنے میں اس کے لئے اونٹ کا ثواب آیا ہے
رفتہ در مسجد بحق مشغول شد	جملہ ز افکار جہاں معزول شد
مسجد میں جا کر حق (تعالیٰ) کے ساتھ مشغول ہو گیا	دنیا کی تمام فکروں سے جدا ہو گیا
بانیاز دل بصد جزع و خضوع	گشت باحق در سجود و در رکوع
دل کے نیاز کے ساتھ سینکڑوں خشوع اور خضوع سے	اللہ (تعالیٰ) کے لئے سجود اور رکوع میں (مشغول) ہو گیا
چوں فراغت یافت از ورد و نماز	مرد کرد آہنگ خانہ زود باز
جب نماز اور وظیفہ سے فارغ ہوا	اس شخص نے جلد گھر کی واپسی کا ارادہ کیا

www.besturdubooks.wordpress.com

تا دریں دم کار دنیا ہم کند	یک زمانے بر مکاسب بر تند
تاکہ اس وقت دنیا کا کام بھی کرے	تھوڑی دیر کے لئے کمائی میں مصروف ہو جائے
دید اشتر بر مناخش بستہ است	بس غریب و عاجز و تن خستہ است
اس نے دیکھا اونٹ اپنے باڑے میں بندھا ہے	بہت تھکا ہوا اور عاجز اور زخمی بدن ہے
گفت زن را ایں شتر چوں آمدہ	گفت ایں را خستہ آوردہ ددہ
اس نے بیوی سے کہا یہ اونٹ کیسے آیا؟	اس نے کہا اس کو درندہ زخمی کر کے لایا ہے
درپئے او گرگ زفت افتادہ بود	تا بدینجا ایں حروں را رہ نمود
موٹا بھیڑیا اس کے پیچھے پڑا تھا	حتیٰ کہ اس سرکش کی یہاں تک رہنمائی کر دی
مرد را ہر مو زبان شکر گشت	کایں شتر را حق بیاوردہ زدشت
مرد کا ہر ہر رونگٹا شکر کی زبان بن گیا	کہ اس اونٹ کو خدا جنگل سے لایا ہے
بایدم حالا بسوی زرع رفت	تا دہم آبے بکشت خویش تفت
اب مجھے کھیتی کی جانب جانا چاہئے	تاکہ فوراً اپنی کھیتی کو پانی دے لوں
آنچہ ناید کل آں دردست تو	ہیں تو مگذار اے برادر جزو او
جس کا کل تیرے ہاتھ میں نہ آئے	خبردار اے بھائی! اس کے جز کو نہ چھوڑ
آخرش شد سوئے کشت خود دواں	دید خوش سبز و دراں آبے رواں
بالآخر وہ اپنی کھیتی کی جانب دوڑا	اس نے بہت سبز دیکھا اور اس میں پانی جاری تھا
در تعجب آمد آں مرد خدا	کیں زراعت را چگونہ شد سقا
وہ مرد خدا تعجب کرنے لگا	کہ اس کھیتی کی کس طرح سیرابی ہوئی؟
نیست در ہمسایہ احساں آں قدر	کو دہد آں آب را ایں سو گذر
پڑوسی میں اس قدر احسان نہیں ہے	کہ وہ پانی کو اس جانب گزرنے دے
آخرش پرسید از جار عقار	کایں زراعت را کہ آورد آبشار
بالآخر اس نے زمین کے پڑوسی سے پوچھا	کہ اس کھیتی میں پانی کا چشمہ کون لایا؟
گفت حقا کہ عجب کار شگرف	خود بخود گردید ایں سو آب صرف
اس نے کہا بخدا عجیب معاملہ ہے	پانی خود بخود اس جانب پھر گیا
آب را میراندم اندر کشت خویش	آں رواں می شد بزرعت پیش پیش
میں اپنی کھیتی میں پانی چلاتا تھا	وہ آگے آگے تیری کھیتی میں جاتا تھا
منع میکردیم و پشتہ میزدیم	چوں ندیدم حاصلے عاجز شدیم
میں روکتا تھا اور پشتہ باندھتا تھا	جب میں نے کوئی نتیجہ نہ دیکھا میں عاجز آ گیا
حکم حق ایں آب در کشت تو راند	مرد شاداں گشت والحمد نے بخواند
اس پانی کو اللہ کے حکم نے تیری کھیتی میں چلا دیا	مرد خوش ہو گیا اور الحمد پڑھی

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر کہ کار دیں کند دنیائے دوں	بر سرش ریزد زبون و سرنگوں
جو شخص دین کا کام کرتا ہے کمینی دنیا	عاجز اور سرنگوں ہو کر اس کے سر پڑتی ہے
ور بدنیا سر فرو آرد ز شک	لایبالی اللہ فی وادھلک
اور اگر شک سے دنیا کی جانب سر جھکاتا ہے	اللہ (تعالیٰ) پروا نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا
زیں سبب فرمود احمد مجتبےٰ	کہ اتتک راغماً من نفسہا
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	کہ وہ تیرے پاس ذلیل ہو کر خود بخود آئے گی
در بیان ایں شنو یک داستاں	کا نچنیں باشد طریق راستاں
اس کے بیان میں ایک داستان سن لے	کہ سچوں کا راستہ ایسا ہوتا ہے

حکایت در بیان حال آں درویش کہ از دنیا عزلت گزیدہ بود ودنیا روبدو آورد وسویش دوید ہر چند کہ او با کشید بیشتر رسید

اس درویش کے حال کے بیان میں حکایت جس نے دنیا سے علیحدگی اختیار کرلی تھی اور دنیا نے اس کا رخ کیا اور اس کی جانب دوڑی جتنا وہ پیچھے ہٹا وہ آگے آئی

بود درویشے بسے صاحبدلے	در رہ حق چست و چابک کاملے
ایک درویش بہت صاحب دل تھا	اللہ (تعالیٰ) کے راستہ میں پورا چست اور تیز تھا
روز این و آن خلقاں تافتہ	جاں بتار و پود وحدت بافتہ
مخلوق کے اس اور اس سے اس نے منہ موڑ لیا تھا	جان کو وحدت کے تانے بانے سے بنا تھا
خلق را بگذاشت در غار نے نشست	در بردی خلق و عالم جملہ بست
اس نے مخلوق کو چھوڑا ایک غار میں بیٹھ گیا	مخلوق اور جہان پر دروازہ بند کر لیا
در فضای تیہ و صحرای بعید	قرب یزداں را بخاطر برگزیدہ
تیہ کی فضا اور دور جنگل میں	اللہ (تعالیٰ) کے قرب کو دل میں پسند کر لیا
بود در صحرا یکے غار نہاں	مختفی گردید عارف اندراں
جنگل میں ایک چھپا ہوا غار تھا	عارف اس میں چھپ گیا
بر نمی آمد ازاں در ہیچ گاہ	جز کہ اغراض ضروری گاہ گاہ
اس میں سے کسی وقت برآمد نہ ہوتا تھا	کبھی کبھی ضروری غرضوں کے سوا
در حرا ہمچوں نبیؐ بگرفت جا	دل خمیدہ از جہان بے وفا
اس نے جگہ پکڑ لی جس طرح نبیؐ نے غار حرا میں	بے وفا دنیا سے دل برداشتہ ہو کر
بعد ہفتہ قوت او برگ شجر	کمترک خوردے تخفے تا سحر
اس کی خوراک ایک ہفتہ کے بعد درخت کے پتے	تھوڑے سے کھاتا صبح تک نہ سوتا
مدتے ز انساں دراں صحرا و دشت	آں غزال راہ دیں آوارہ گشت
اس صحرا اور دشت میں ایک زمانہ تک اسی طرح	دین کی راہ کا یہ ہرن آوارہ پھرتا رہا

www.besturdubooks.wordpress.com

واندراں آوارگی تیسیر بود	گونہ گونہ نور را تیسیر بود
اور اس آوارگی میں تیسیر تھی	قسم قسم کے انوار کی سہولت تھی
ہر کہ برد زیں جہاں آنسو رود	نقل اینجا وصل عقبیٰ میشود
جو اس دنیا سے کٹتا ہے اس جانب جاتا ہے	اس جگہ (دنیا) سے علیحدگی آخرت کا وصل بن جاتی ہے
فصل وصل آمد برش پیوند گشت	شہر ویرانہ ست معمرت دشت
فراق وصل بنا جدائی جوڑ بنی	شہر ویرانہ ہے جنگل آباد ہے
نعل معکوس ست جملہ ایں جہاں	تانہ پے ہرگز برد کس رایگاں
یہ دنیا سب الٹا نعل ہے	تاکہ خواہ مخواہ کوئی پتہ نہ لگائے
جد و کوشش شرط راہ دوست ست	جاهلوا مغرست باقی پوست ست
دوست کے راستہ کی شرط جدوجہد ہے	انہوں نے کوشش کی مغز ہے بقیہ چھلکا ہے
سخت باریک ست راہ آں حبیب	کے رود بر استقامت جز لبیب
اس دوست کا راستہ بہت تنگ ہے	عقلمند کے سوا سیدھائی کیساتھ کون جا سکتا ہے؟
ہست عقبات اندریں راہ گراں	طے نگردد بے قلاوز اے فلاں
اس سخت راستہ میں گھاٹیاں ہیں	اے فلاں! بغیر رہنما کے طے نہ ہوں گی
زیں سبب فرمود آں شاہ شفیق	کالرفیق اول بود ثم الطریق
اسی لئے اس مہربان شاہ نے فرمایا ہے	کہ سفر کا ساتھی پہلے ہے بعد میں راستہ ہے
رہبرے جوتا روی تو راہ راست	ورنہ در رہ بس مغاک و چاہ ہاست
کوئی رہبر تلاش کر لے تاکہ تو سیدھا راستہ چلے	ورنہ راستہ میں بہت سے گڑھے اور کنویں ہیں
ہمچو پرکارے ہمیشہ در ذہاب	لیک یک جاماندۂ بے انقلاب
تو پرکار کی طرح ہمیشہ چلنے میں ہے	لیکن بغیر جگہ بدلے تو ایک جگہ پڑا ہے
سالہا کردی نماز و روزہ را	نور آں صوم و صلوٰۃ تو کجا
تو نے سالوں نماز اور روزہ ادا کیا	تیری اس نماز اور روزے کا نور کہاں ہے؟
جملہ عمرت در عبادتہا گذشت	زانچہ اول بود حال دل نگشت
تیری تمام عمر عبادتوں میں گزری	دل کا حال جو پہلے تھا وہ نہ بدلا
گر کنی عادت بہ تیر دیا بہ تیغ	از خدا قبحات خلقے در دریغ
اگر تو تیر یا تلوار کی عادت ڈالتا ہے	تیری جہالتوں سے مخلوق تعجب کرتی ہے
تاچہل سال ایں عبادت کردۂ	تاکنوں حرص و ہوا را بردۂ
تو نے چالیس سال یہ عبادت کی	تو اب تک حرص اور خواہش نفس کا غلام ہے
چوں نمازت فحش و منکر را نبرد	داں کہ در خم تو خالص ہست درد
جب تیری نماز نے فحش اور برائی کو جدا نہ کیا	سمجھ لے کہ تیرے مٹکے میں خالص تلچھٹ ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چوں نہ نہیت زوعن الفحشا بود	مُفتی ست او زانکہ رجعت میشود
جبکہ اس کی وجہ سے تیرا فحش سے رکاؤ نہ ہو	وہ تجھے آگاہ کرنے والا ہے کہ واپسی ہو رہی ہے
ہمچو قوم موسیٰ اندر تیہ و دشت	واں مناخ کہنہ منزل گاہ گشت
(حضرت) موسیٰ کی قوم کی طرح تیہ اور صحرا میں	وہی پرانا پڑاؤ منزل گاہ بنی ہے
اتباع آں قلاوز را بکن	تا بمنزل گہ رسی تو بے سخن
تو اس رہنما کا اتباع کر	تاکہ تو لاکلام منزل گاہ تک پہنچ جائے
ورنہ چوں آں قوم موسیٰ اے سفیہ	مدتے آوارہ در جوف تیہ
ورنہ اے بیوقوف! (حضرت) موسیٰ کی اس قوم کی طرح	تو تیہ کے اندر ایک مدت تک آوارہ ہے
از سحر تا شب ہمی رفتند شاں	باز شب را بر مناخ خود ہماں
وہ صبح سے شام تک چلتے رہتے تھے	پھر رات کو اپنے اسی پڑاؤ پر ہوتے تھے
ایں چنیں شد ترک امر پیرہا	بے کماں پرد چگونہ تیرہا
پیروں کے حکم کا چھوڑنا ایسا ہی ہے	تیر بغیر کمان کے کس طرح چلیں؟
ہیچ تیرے دیدہ باشی بے کماں	کہ رسد او بر ہدف یا گرد آں
تو نے بغیر کمان کے کبھی کوئی تیر دیکھا ہے	کہ وہ نشانہ پر یا اس کے آس پاس پہنچے
ایں سخن بسیار طولانی ست ہاں	حال آں درویش را بشنو بجاں
یہ بہت لمبی بات ہے ہاں	اس درویش کا حال دل سے سن لے

پیش آمدن دنیا بصورت زن نازنیں در پیش آں مرد خلوت نشیں

اس خلوت نشین مرد کے سامنے دنیا کا نازنین عورت کی صورت میں آنا

درمیان غار تنگ آں خوش لقا	ہمچو ابراہیم کردہ بود جا
اس پاک سیرت نے تنگ غار میں	(حضرت) ابراہیم کی طرح جگہ بنا لی تھی
مدتے دہ سال بد معروف کار	باز سر کردہ بیامد پیش یار
دس سال تک وہ کام میں لگا رہا	سر کے بل یار کے سامنے پہنچا
ناگہاں روزے زنے صاحب جمال	با ہزاراں خوبی و غنج و دلال
اچانک ایک دن ایک خوبصورت عورت	ہزاروں حسن اور ناز و ادا سے
غرق گوہر بود از پا تا سرش	باج عالم بود ہر یک زیورش
جو سر سے پاؤں تک جواہر میں ڈوبی ہوئی تھی	اس کا ہر ایک زیور جہان کا خراج تھا
آمد و در خدمت او ایستاد	دست بست و از ادب لب بر کشاد
آئی اور اس کی خدمت میں کھڑی ہو گئی	ہاتھ باندھے اور ادب سے لب کشائی کی
گر نہی دست قبولی بر سرم	نبود اے سلطان دیں دور از کرم
اگر آپ قبولیت کا ہاتھ میرے سر پر رکھ دیں	اے شاہ دین کرم سے بعید نہ ہو گا

www.besturdubooks.wordpress.com

حاضرم در خدمت تو صبح و شام	وانچہ فرمائی بجا آرم تمام
میں صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوں	جو آپ حکم دیں گے پورا بجا لاؤں گی
مرد کامل از رہ نور دروں	یافت کیں پیش آمد دنیائے دوں
مرد کامل نے باطنی نور سے	محسوس کر لیا کہ یہ کمینی دنیا میرے سامنے آئی ہے
گفت نے نے سوئے من ہرگز میا	کہ مطلق کردہ ام چوں من ترا
فرمایا نہیں نہیں میری طرف کبھی نہ آ	کیونکہ میں نے تجھے طلاق دیدی ہے
من گریزاں از تو اینجا آمدم	دور گشتم از تو در غارے شدم
میں تجھ ہی سے بھاگ کر یہاں آیا ہوں	تجھ سے دور ہوا ہوں غار میں آ گیا ہوں
بازی آئی تو اینجا اے پلید	اے زمکرت خائف آمد ہر سعید
اے ناپاک! تو پھر یہاں آ رہی ہے	اے وہ کہ تیرے مکر سے ہر نیک خائف ہے
گفت اے درویش اینک آمدم	من بحکم آں شہ ملک قدم
اس نے کہا اے درویش! اب میں آئی ہوں	ازلی ملک کے شاہ کے حکم سے
منع تو درباب من اکنوں چہ سود	چونکہ حکم حاکم اینست اے ودود
اب تیرا مجھے منع کرنا کیا مفید ہے؟	اے محب! جبکہ حاکم کا یہی حکم ہے
ایں بگفت و از نظر مفقود گشت	واقعہ را دید و بس مرعود گشت
اس نے یہ کہا اور نگاہ سے غائب ہو گئی	اس نے واقعہ دیکھا اور بہت لرزا
گفت خوب آید اگر دورش کنم	ور نگردد مصرف گورش کنم
اس نے کہا اگر میں اس کو دور کروں تو بہتر ہو گا	اور وہ نہ لوٹے تو اس کو قبر کا خرچ بناؤں گا
صرف سازم در رہ عقبیٰ و دیں	تا شود در عاقبت مارا معیں
آخرت اور دین کے راستہ میں خرچ کروں گا	تاکہ وہ آخرت میں ہماری مددگار ہے
مال دنیا ہست زہر سہمناک	گر بیابی بازش اندازی بخاک
دنیا کا مال خوف ناک زہر ہے	اگر تو پائے (اور) پھر اس کو خاک میں ملا دے
یعنی بہر گور خود انباز کن	دفن کن اینجا و آنجا باز کن
یعنی اپنی قبر کا ساتھی بنا لے	اس جگہ دفن کر دے اس جگہ کھول لے
گر دریناجا بہر حق سازی تو صرف	حق دہد آنجا عوض صد بار ژرف
اگر تو اس جگہ خدا کے لئے صرف کرے گا	اللہ (تعالیٰ) اس جگہ سو گنا نادر عوض دے گا
اقرضوا اللہ راز قرآں برگزیں	وز حرف غیر از سخاوت بر مچیں
"اللہ کو قرض دو" قرآن سے اختیار کرے	اور ہنروں میں سے سخاوت کے علاوہ اختیار نہ کر
چونکہ چیزے خواہد آں رب مجید	میکند در ظاہر اسبابش پدید
وہ رب مجید جب کوئی چیز چاہتا ہے	ظاہر میں اس کے اسباب پیدا کر دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

تا بدہ سال اندراں غار آں فقیر	بود در یاد خدائے مستجیر
وہ فقیر اس غار میں دس سال تک	یاد خدا میں پناہ گزین تھا
می نیامد اندراں صحرا کسے	زانکہ دور از عامرہ بود او بسے
اس جنگل میں کوئی نہ آتا تھا	کیونکہ وہ آبادی سے بہت دور تھا
اشتر دگاؤ و خر از بہر چرا	ہم نمی آمد درآنجا مطلقا
اونٹ اور بیل اور گدھا چرنے کے لئے	بھی اس جگہ مطلقاً نہ آتا تھا
از قضا قحطے بسالے او فتاد	کاہ و زرع از خشکی آمد در فساد
تقدیر سے ایک سال قحط پڑا	گھاس اور کھیتی خشکی سے فساد میں آ گئی
راعیاں بہر چراگاہ از بعید	قصد میکردند سوی ہر صعید
چرواہے چراگاہ کے لئے دور سے	ہر زمین کی جانب قصد کرتے تھے
چند چوپاں در جوار غار او	بہر کاہے آمدند از جستجو
چند چرواہے اس کے غار کے پڑوس میں	گھاس کی جستجو کے لئے آ گئے
کاہ بسیار ست و مرعیٰ نیز خوب	آمدند آنجا بگاوان حلوب
گھاس بہت ہے اور چراگاہ بھی اچھی ہے	وہ اس جگہ دودھ دینے کے قابل گایوں کو لے آئے
روزے از تقدیر ربانی فقیر	بہر حاجت بیروں آمد زاں نفیر
ایک دن خدائی تقدیر سے درویش	اس غار سے ضرورت کے لئے باہر آیا
دید چندے از بنی نوع بشر	جمع گشتہ باسوائم گاؤ و خر
اس نے چند انسان دیکھے	چرنے والی گایوں اور گدھے کے ساتھ جمع ہیں
چوں ز اکل و شرب بود او منقطع	نور حق بود از جبینش مستطع
چونکہ وہ کھانے اور پینے سے جدا تھا	اللہ (تعالیٰ) کا نور اس کی پیشانی سے طلوع کرنے والا تھا
جملہ چو پاناں بدو راغب شدند	با ہزاراں خواہشش طالب شدند
سب چرواہے اس کی جانب راغب ہو گئے	لاکھوں خواہشوں کے ساتھ اس کے طالب بن گئے
مرد فارغ در تجمل فرد بود	پیش او ایں چاپلوسی سرد بود
فارغ مرد انقطاع میں یکتا تھا	اس کے سامنے یہ خوشامد بیکار تھی
آخرش از راہ عجز و صد نیاز	جملہ گفتندش کہ شاہ پاکباز
بالآخر عاجزی اور سینکڑوں نیاز مندیوں کے ساتھ	سب نے اس سے کہا کہ اے پاکباز شاہ!
گردلت چیزے بخواہد حکم کن	تا بجا آرم درا چوں امر کن
اگر تیرا دل کسی چیز کو چاہے تو حکم دے دے	تاکہ ہم کن کے حکم کی طرح اس کو بجا لائیں
دید چوں درویش ز ایشاں خواہشے	وز غناؤ کبرشاں را کاہشے
جبکہ درویش نے ان کی خواہش دیکھی	اور استغناء اور تکبر سے ان کا گھٹاؤ

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت اگر شیرے بود قدرے بیار	تا برم زہر ایں نفس چو مار
کہا اگر دودھ ہو تھوڑا سا لے آ	تاکہ اس سانپ جیسے نفس کا زہر اتاروں
عرض کردندش کہ از قحط مطر	جملہ بے شیر اندچہ گاؤ چہ خر
انہوں نے ان سے عرض کیا کہ بارش کے قحط سے	سب بغیر دودھ کی ہیں کیا گائے کیا گدھی
بعد چندیں عجز و زاریہائے ما	خواستی واں راندارم وائے ما
ہماری اسی عاجزی اور خوشامدوں کے بعد	آپ نے چاہا اور وہ ہمارے پاس نہیں ہے ہم پر افسوس ہے
گفت درویش از ہمہ یک را بدوش	حق کند اتمام لیکن تو بکوش
درویش نے کہا سب سے ایک کو دوہ لے	اللہ (تعالیٰ) پورا کرے گا لیکن تو کوشش کر
جہد شرط کار آمد اے عزیز	جہد میکن جہد گرداری تمیز
اے عزیز! کام کی شرط کوشش ہے	اگر تجھے تمیز ہے تو کوشش کر کوشش کر
گفتہ است آں سید پاکیزہ خو	المجاھد من یجاھد نفسہ
پاکیزہ خصلت سید نے فرمایا ہے	مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس سے جہاد کرے
بے مساعی کس نہ منزل طے نمود	بر سر راہے نشستی چہ سود
کوششوں کے بغیر کس نے منزل طے کی ہے	کیا فائدہ تو سر راہ بیٹھ گیا ہے؟
رو قدم برگیرد قطع راہ کن	بعد ازاں منزل بقصر شاہ کن
جا. قدم. اٹھا اور راستہ طے کر	اس کے بعد شاہ کے محل میں پڑاؤ کر
مردرہ رو را کجا آرام و خواب	در قلق بایددلش از اضطراب
مسافر کے لئے آرام اور نیند کہاں ہے؟	پریشانی سے اس کا دل مضطرب رہنا چاہئے
راہ حق را چوں تو آساں دیدۂ	از سفر داماں چرا واچیدۂ
تو نے خدا کی راہ کو کیوں آسان سمجھا ہے؟	سفر سے دامن کو کیوں سمیٹ لیا ہے؟
رہ برو دامن ببر در راہ شو	تانہ پیچد درد و گام اے راہرو
جا دامن چھڑا راستہ اختیار کر	تاکہ اے مسافر! دونوں پاؤں میں نہ لپٹ جائے
منزلے بس پر خطر باخارہاست	گر تو بے جامہ روی دروے بجاست
منزل بہت خطروں بھری کانٹوں والی ہے	اگر تو اس میں بغیر کپڑے کے چلے تو مناسب ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جامہ ہای جسم را کوتاہ کن	با دل فارغ تو قصد راہ کن
جسم کے کپڑوں کو مختصر کرے	تو فارغ البالی سے راستہ کا ارادہ کر
راہ بس دور است ہر سو بیشہ است	گر توانی رو چو با تو تیشہ است
راستہ بہت لمبا ہے اور ہر جانب جھاڑی ہے	اگر تیرے ساتھ کلہاڑا ہے تو چل سکے گا
ورنہ بے تیشہ تنت پارہ شود	مسد راہت سنگ و ہم خارہ شود
ورنہ بغیر کلہاڑے کے تیرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا	تیرے راستہ کی روک پتھر اور (سنگ) خارہ ہو گا
تیشہ چہ بود آں نفی لا الٰہ	سنگ غیریت کہ برتابد ز راہ
کلہاڑا کیا ہوتا ہے؟ وہ لاالٰہ کی نفی کا ہے	جو غیریت کے پتھر کو راستہ سے ہٹا دیتا ہے
خیمہ را در قصر الا اللہ کن	سیر آنجا با دل آگاہ کن
الا اللہ کے قلعہ میں خیمہ لگا	باخبر دل سے اس جگہ کی سیر کر
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	قصہ درویش را بشنو تو نیز
اے پیارے اس بات کی انتہا نہیں ہے	تو درویش کے قصہ کو بھی سن لے

قصہ دوشیدن گاؤ نازادہ

از راہ امتحان وسوء اعتقاد

بغیر بیاری ہوئی گائے کا آزمائش اور بداعتقادی کی وجہ سے دوہنے کا قصہ

زاں شباں برخاست یک ژولیدہ مرد	رفت سوئے گاؤ بکرے قصد کرد
ان چرواہوں میں سے ایک الجھا ہوا انسان	گائے کی جانب چلا ہے بیاہی کا ارادہ کیا
تا بگیرد امتحان آں فقیر	کش ز پستان توکل ہست شیر
تاکہ اس درویش کو آزمائے	جس کے لئے توکل کے پستان سے دودھ ہے
زد بہ پستانش چو دست امتحاں	جوئے شیرے زاں درونش شد رواں
جب اس کے تھن پر آزمائش کے لئے ہاتھ مارا	دودھ کی نہر اس میں سے جاری ہو گئی
عاجزانہ پیش درویش آمدند	وز عقیدت سر بہ پای او زدند
وہ نیاز مندی سے درویش کے سامنے آئے	اور عقیدت سے اس کے پاؤں پر سر رکھ دیے

www.besturdubooks.wordpress.com

شیر آوردند و صوفی نوش کرد	باز سوی آں حرا روپوش کرد
وہ دودھ لائے اور صوفی نے پیا	پھر اسی حرا کی جانب روپوش ہو گیا
جوق چوپاناں بشہر اندر شدند	لیک زیں خرق آں ہمہ معجب بدند
چرواہوں کا گروہ شہر میں چلا گیا	لیکن اس کرامت پر سب متعجب تھے
چند روزے زیں نمط بر می گذشت	آمدندے را عیاں برغار و دشت
چند دن اسی طریقہ پر گزرتے رہے	چرواہے غار اور جنگل میں آ جاتے
رفتہ رفتہ درمیان شہر ہم	یافت شہرہ قصہ شیر و نعم
آہستہ آہستہ شہر میں بھی	دودھ اور جانوروں کے قصہ نے شہرت پکڑ لی
بر زبان خلق افتاد ایں سخن	تا بگوش شہ رسید از شاخ و بن
یہ بات لوگوں کی زبان پر آ گئی	حتیٰ کہ شاخ اور جڑ کے ذریعہ بادشاہ کے کان میں پہنچ گئی
گفت شہ او را زیارت کردنیست	در جہاں دیگر بہ ازوے مرد نیست
شاہ نے کہا وہ زیارت کرنے کے قابل ہے	دنیا میں اس سے بہتر کوئی انسان نہیں ہے
نزد درویش آمد و تشویش داد	صحبت میرو وزیر آمد فساد
وہ درویش کے پاس آیا اور پریشان کیا	امیر اور وزیر کی صحبت فساد ہے
مرد باید کز سلاطیں وارہد	وز امیراں ہمچو تیراں بر جہد
انسان کو چاہئے کہ بادشاہوں سے جدا رہے	سرداروں سے تیروں کی طرح کود جائے
باعث تشویش وقت اند ایں گروہ	گشت شیطاں ہم ز مکرشاں ستوہ
یہ گروہ وقت کی پریشانی کا باعث ہے	شیطان بھی ان کے مکر سے عاجز ہے
کبر و نخوتہا بخاطر پرورند	ہر دمے چوں گرگ میشے بردرند
انہوں نے دل میں تکبر اور نخوتیں پال لی ہیں	ہر وقت بھیڑیے کی طرح بھیڑ کو پھاڑتے ہیں
پیش سلطان و امیراں پس مرو	تا بکے باشی رعونت را گرو
پس بادشاہ اور سرداروں کے سامنے نہ جا	تو تکبر کا کب تک گروی رہے گا؟
صحبت شاں کبر و غفلت آورد	واں قناعت قباہائی بردرد
ان کی صحبت تکبر اور غفلت پیدا کرتی ہے	اور قناعت کی قباؤں کو چاک کر دیتی ہے
زیں جہت فرمود سلطان زماں	سید عالم نبیؐ ذومکاں
سلطان دوراں نے اسی لئے فرمایا ہے	عالم کے سردار رتبے والے نبیؐ نے
عالماں مستند امین دین حق	باامیراں گرنباشند ہم طبق
علماء دین حق کے امین ہیں	اگر وہ حاکموں کے ہم پیالہ نہ ہوں
خالطوھم پس لصوص دیں شدند	فاحذروھم در حق ایشاں زدند
وہ ان سے گھلے ملے تو دین کے ڈاکو بنے	پس ان سے بچو ان کے بارے میں فرمایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

چونکہ سلطاں بعد عجز ولابۂ	یافت رہ چوں قند درد و شابہ
جب شاہ نے عاجزی اور خوشامد کے بعد	راستہ پا لیا ہے کہ شکر انگور کے شیرے میں
پیش درویش آمدن آغاز کرد	مکر دیگر از سر نو ساز کرد
فقیر کے پاس آنا شروع کر دیا	از سر نو ایک مکر تیار کیا
گفت بادستور خود کاے پر خرد	گر بشہر خود بریمش خوش بود
اس نے اپنے وزیر سے کہا کہ اے عقلمند	اگر ہم اسے اپنے شہر میں لے جائیں تو اچھا ہو گا
باعث برکات رحمانی ویست	سایۂ سدرات ربانی ویست
وہ خدائی برکتوں کا سبب ہے	وہ خدائی سدرۃ (المنتہیٰ) کا سایہ ہے
اینچنیں مردے بشہر شہ نشیں	زیب شاہی ہست و فر چتر دیں
ایسا انسان پایہ تخت میں	بادشاہی کی رونق اور دین کے چتر کی شان و شوکت ہے
الغرض آمد وزیر حیلہ جو	کرد با صوفی ازیں رو گفتگو
الغرض بہانہ باز وزیر آیا	صوفی سے اس طرح کی بات کی
مرد درویش از ہمہ آزادہ بود	گفت مارا در غلش رفتن چہ سود
درویش مرد سب سے آزاد تھا	کہا ہمیں غلش میں جانے سے کیا فائدہ؟
میل طبعم سوئے ویرانہ بسے ست	طالب آرام خود راہر کسے ست
میرا ویرانہ کی جانب بہت میلان ہے	ہر شخص اپنے آرام کا طالب ہے
طالب آرام نفس خود نیم	طالب آرام جاں روحانیم
میں اپنے نفس کے آرام کا طالب نہیں ہوں	میں روحانی جان کے آرام کا طالب ہوں
در حق من مصلحت عزلت نمود	درمیان گاؤ و خر ماندن چہ سود
میرے بارے میں تنہائی مناسب نظر آئی ہے	گاؤ و خر کے درمیان رہنے سے کیا فائدہ؟
گفت پیغمبرؐ سلامت وحدت ست	آفت جان جہاں ایں کثرت ست
پیغمبرؐ نے [1] بتایا تنہائی سلامتی ہے	بدوں کی جان کی آفت یہ کثرت ہے
گفت اگر بگزیدے عزلت را رسولؐ	کے رسیدے دیں بفرعاں از اصول
اس نے کہا اگر رسولؐ تنہائی اختیار فرماتے	دین اصول سے فروع تک کب پہنچتا؟
اولیا زیں گونہ گر گشتے وحید	راہ حق بااہل عالم چوں رسید
اولیاء اگر اس طرح سے اکیلے ہوتے	دنیا والوں کو حق کا راستہ کیسے پہنچتا ؟
سنت پیغمبراں دعوت بود	آں ولی ہم بر طریق او رود
پیغمبروں کی سنت دعوت دینا ہے	ولی بھی انہی کے راستہ پر چلتا ہے
گفت پیغمبر کہ یہدی اللہ بک	خیر من حمر النعم انکان لک
پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اللہ تیرے ذریعہ سے ہدایت دے دے	تیرے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے اگر وہ تجھے حاصل ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت درویش ایں ہمہ حق ست ولیک	ہر کہ بیمارست گو پرہیز نیک
درویش نے کہا یہ سب درست ہے لیکن	جو بیمار ہے کہہ دے پرہیز اچھا ہے
ورنہ پرہیز زجاں دستے بشو	رنج زائد گشت و صحت شد فرو
اور اگر تو پرہیز نہیں کرتا تو جان سے ہاتھ دھولے	بیماری بڑھ گئی اور صحت گھٹی
وانکہ صحت یافت مطلق از مرض	بادوا وحمیہ او را چہ غرض
اور جس نے مریض سے پوری صحت پا لی	دوا اور پرہیز سے اسے کیا غرض؟
انبیاء و اولیائی را ستاں	رستہ انداز رنج مطلق اے فلاں
انبیا اور پکے ولی	اے فلاں! بیماری سے بالکل بچ گئے ہیں
لیک درمن شمۂ بیماری ست	زیں سبب از حمیہ ام ناچاری ست
لیکن مجھ میں کچھ بیماری ہے	اس لئے میرے لئے پرہیز ضروری ہے
باز فرمود آں وزیر نیک خو	کیں ہمہ از ہضم نفس خود مگو
اس نیک مزاج وزیر نے پھر کہا	یہ سب اپنی کسر نفسی سے نہ فرمایئے
ترک دنیا دادی و خود نامدی	مابہ پیشت آمدیم از عامدی
آپ نے دنیا چھوڑی اور خود (دنیا کی جانب) نہیں آتے	ہم قصداً آپ کے پاس آئے ہیں
نفس پاکت جان ماروشن نمود	آفتابے گشت گرچہ تیرہ بود
آپ کے پاک نفس نے ہماری روح روشن کر دی	اگرچہ وہ مکدر تھی سورج بن گئی
در حضورت از ہوا و از ہوس	می نماند در دل کس ہیچو خس
آپ کی موجودگی میں ہوا اور ہوس	کسی کے دل میں تنکے کی برابر نہیں رہتی
چونکہ خیر الناس من ینفع شدست	تو بدیں حبل المتیں آویز دست
چونکہ لوگوں میں وہ بہتر ہے جو لوگوں کو نفع پہنچانے آیا ہے	آپ اس مضبوط رسی کو پکڑ لیں
غافلاں از فیض تو ذاکر شوند	واں کفوران نعم شاکر شوند
آپ کے فیض سے غافل ذاکر بن جائیں گے	اور وہ نعمتوں کے کافر شاکر بن جائیں گے
گفت صوفی چاہ بر تشنہ نرفت	تشنہ را باید کہ آید چست و تفت
صوفی نے کہا کنواں پیاسے کے پاس نہیں گیا ہے	پیاسے کو چاہئے کہ چست اور جلد آئے
دردل ہرکس کہ میل و رغبت ست	گو بیا کایں گوی و ایں میدان ہست
جس شخص کے دل میں میلان اور رغبت ہو	کہہ دے آ جا یہ گیند اور یہ میدان ہے
مدتے بگذشت تا عرضش قبول	می نکرد آں صوفی عین الوصول
ایک زمانہ گزر گیا کہ اس کی گزارش قبول	نہ کرتا تھا وہ صوفی وصول (الی اللہ) کا چشمہ
آخرش چوں دید ابرام وزیر	کرد دردل حیلہ آں مرد بصیر
بالآخر جب اس نے وزیر کا اصرار دیکھا	اس مرد بصیر نے دل میں ایک تدبیر کی

www.besturdubooks.wordpress.com

گفت خوب امروز بہر فرح تو	سوئی قصر شاہ گردم راہ جو
کہا اچھا آج تیری خوشی کی خاطر	راستہ تلاش کرتا ہوا شاہ کے قلعہ کی جانب آ جاؤں گا
بعد ازاں ہرچہ صلاح وقت ہست	حسب حالت در عمل آوردن ست
اس کے بعد جو بھی وقت کے مناسب ہو گا	حسب حال عمل میں لانا ہے
رفت آں درویش ہمراہ وزیر	سوئی دولت خانہ شاہ کبیر
وہ درویش وزیر کے ساتھ چل دیا	سلطان معظم کے دولت خانہ کی جانب
چوں ز دورش دید شہ از جا بجست	بہر استقبال ایستاد او چو مست
جب بادشاہ نے اس کو دور سے دیکھا کھڑا ہو گیا	وہ بے خود کی طرح استقبال کے لئے کھڑا ہو گیا
بہر استخلاص خود آں پیر مرد	سنگہا برتافتن آغاز کرد
اس پیر مرد نے اپنے چھٹکارے کے لئے	پتھر پھینکنے شروع کر دیئے
بے محابا بازد بسلطاں آنچناں	کو فراری گشت زاں سنگ گراں
بادشاہ کے بے تکلف اس طرح مارے	کہ وہ اس بھاری پتھر سے فرار کرنے والا بن گیا
رفت زاں صفہ بروں بگریخت تفت	تا رہد زاں سنگہائے کنگ و زفت
وہ اس سائبان کے نیچے سے باہر نکل گیا جلد بھاگا	تاکہ ان موٹے بھاری پتھروں سے بچ جائے
مرد درویش از ہنر مستانہ وار	سنگ پرتابید از یک تا ہزار
درویش مرد نے ہنرمندی سے دیوانہ وار	ایک سے ہزار تک پتھر پھینکے
میزد او کلکنجر و صد منجنیق	سوئی آں شاہ وفادار عشیق
وہ کولہ اور سینکڑوں گوپھن پھینکتا تھا	اس وفادار عاشق شاہ کی جانب
کہ بدیں حیلہ خلاص من شود	خواندم دیوانہ ترک من دہد
کہ اس تدبیر سے میری خلاصی ہو جائے	مجھے دیوانہ کہہ دے مجھے چھوڑ دے
شاہ چوں بیروں برآمد زاں مکاں	حیلہ دیگر بیامد ز آسماں
بادشاہ جب اس مکان سے باہر نکلا	آسمان سے دوسری تدبیر ہو گئی
سقف آں خانہ فتاد از بیخ و بن	جز کہ نامے نہ ازاں سور کہن
بیخ و بنیاد سے اس گھر کی چھت گر گئی	اس پرانی دیوار کے نام کے سوا کچھ نہ رہا
شاہ دانست ایں ہمہ از لطف بود	در شکست او ہزاراں ہست سود
شاہ نے سمجھا یہ سب مہربانی تھی	اس کے گرجانے میں ہزاروں فائدے ہیں
او خلاصی جست و شد زنجیر چست	ایں چنیں حکم قضا بود از نخست
اس نے بھاگنا چاہا اور زنجیر سخت ہو گئی	قضاء (خداوندی) کا پہلے ہی سے یہ فیصلہ تھا
آمد و از صدق در پایش فتاد	کہ نہاں در جور تو صد لطف و داد
آیا اور سچائی سے اس کے پاؤں پر گر گیا	کہ آپ کے ظلم میں سینکڑوں مہربانیاں اور عطائیں

www.besturdubooks.wordpress.com

خضر کشتی را شکستے میدہد	وز شکستش کشتی از ظالم رہد
خضر کشتی کو توڑتے ہیں	ان کے توڑنے سے کشتی ظالم سے بچ جاتی ہے
تو مرا چوں خضر بر ساحل کشی	از ہزاراں ورطۂ قاتل کشی
تو مجھے خضر کی طرح کنارے پر کھینچتا ہے	ہزاروں قاتل گردابوں سے کھینچتا ہے
گفت صوفی ایں ہمہ حکم خداست	رفت چوں حکم خدا چارہ کجاست
صوفی نے کہا یہ سب خدا کا حکم ہے	جب خدا کا حکم ہو گیا تدبیر کہاں ہے؟
بر مشیتہائے او باید تنید	چند روزے زہر ہم باید چشید
اس کی مشیتوں پر چلنا چاہئے	چند دن زہر بھی چکھنا چاہئے
لاجرم گفت شہنشہ را شنید	پا ز غار چوں حرا بیروں کشید
اس نے لامحالہ بادشاہ کی بات مان لی	حرا جیسے غار سے قدم باہر نکال لیا
شاہ قصر و خانقاہے خوب ساخت	وز درو گنج و گہر بے حد نواخت
بادشاہ نے عمدہ محل اور ایک خانقاہ بنا دی	اور بے شمار سونے اور خزانہ اور جواہر سے نوازا
کرد صوفی را مکین آں مکاں	ہمچو مہ در خرمن ہالہ جہاں
صوفی کو اس مکان کا مکین بنا دیا	چاند کی طرح ہالہ کے خرمن میں چھپنے والا
آں فقیر پاک جان و راستباز	شد بظاہر در جوار عز و ناز
وہ پاک جان اور راستباز فقیر	بظاہر عزت اور ناز کی پناہ میں آ گیا
لیک پنہاں از ہمہ در حجرۂ	زاش جو پیشش کشیدے سفرۂ
لیکن ایک حجرے میں سب سے چھپ کر	آش جو کا دستر خوان اپنے سامنے بچھاتا
پوستین و دلق را کردے ببر	در جہاد نفس بودے مستمر
پوستین اور گدڑی کو پہنتا	نفس کے جہاد میں لگا رہتا
چوں ایاز آں چارق و آں پوستیں	در مقفل حجرہ چوں گنج دفیں
ایاز کی طرح وہ چپل اور وہ پوستین	مقفل حجرہ میں مدفون خزانہ کی طرح تھے
عشق باآں پوستیں خوش باختے	خویش را بر فقر محکم ساختے
اس پوستین کے ساتھ اچھا عشق رکھتا	اپنے آپ کو فقر پر مضبوط رکھتا
ہیچ زیں دولت نبودش حاصلے	غیر ایثار فقیرے فاضلے
اس دولت سے اس کو کچھ حاصل نہ تھا	فاضل فقیر پر ایثار کرنے کے علاوہ
گرچہ دنیا ہست ملعون ازل	لیک دارالحمد شد بیت العمل
اگرچہ دنیا ازلی ملعون ہے	لیکن عمل گاہ دارالحمد ہے
مال دنیا گرچہ زہر آگندہ ہست	چوں بمصرف میدہی فرخندہ ہست
دنیا کا مال اگرچہ زہر بھرا ہے	اگر تو مصرف میں خرچ کرے مبارک ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

گر کنی رادی شہ اسکندری	ورنہ بر جیفہ سگ ہلفندری
اگر تو سخاوت کرے تو اسکندر بادشاہ ہے	ورنہ تو مردار پر جھپٹنے والا کتا ہے
مال دنیا را بقائے گرچہ نیست	بہر صید مرغ عقبیٰ خوش نئی ست
دنیا کے مال کے لئے اگرچہ بقا نہیں ہے	آخرت کے پرند کے شکار کے لئے بہترین ترکیب ہے
ابتلا و امتحان ایزدی	داد شیطاں راز روسیم روی
خدائی آزمائش اور امتحان نے	شیطان کو بڑا سونا اور چاندی دے دیا
بودن دنیا بدانا خوشتر ست	زانکہ جاہل را خود اوسم وضرست
عقلمند کے پاس دنیا کا ہونا اچھا ہے	کیونکہ وہ جاہل کے لئے خود زہر اور نقصان ہے
ہر کہ افسوں داند از مارش چہ ضر	مار او را یار باشد بے خطر
جو شخص منتر جانتا ہے اس کو سانپ سے کیا نقصان؟	سانپ اس کے لئے بے خطر دوست ہو گا
در ندانی تو فسوں گردش مگرو	تا نبازی جان خود را بے نبرد
اور اگر تو منتر نہیں جانتا اس کے گرد نہ گھوم	تاکہ تو بغیر جنگ کے اپنی جان نہ ہار دے

در بیان معنی آں حدیث کہ الدنیا مزرعۃ الآخرۃ و تفصیل آں

اس حدیث کے معنی کا بیان کہ دنیا آخرت کا کھیت ہے اور اس کی تفصیل

زیں سبب فرمود احمد مجتبیٰ	مزرعۃ الآخرت ہست ایں سرا
اسی لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	یہ سرائے آخرت کا کھیت ہے
گرز دستت میشود تخمے بکار	تابرآری خرمنے روز شمار
اگر تیرے ہاتھ سے ہو سکے تو بیج بو	تاکہ حساب کے دن تو کھلیان اٹھا لے
ورنہ کاری مفلسی یوم التناد	گشتۂ مغبون و خاسر بے مراد
اور اگر تو نہ بوئے تو قیامت کے دن مفلس ہے	تو ٹوٹے میں بے مقصد اور نقصان اٹھانے والا بن گیا
تخم را میکارو آبے ہم بپاش	تا بری یوم الحصاد از غلہ باش
بیج بو اور پانی بھی چھڑک	تاکہ کاٹنے کے دن تو اس کی پیداوار اٹھائے
ور نمی کاری چہ برداری ازو	روز محشر اے عسل وائے عتو
اور اگر تو نہ بوئے گا تو اس سے کیا اٹھائے گا؟	محشر کے دن اے ستمگار اور اے سرکش!
بیچ من یعمل بقرآں خواندۂ	ایں چنیں کاہل چرا وا ماندۂ
تو نے بھی "من یعمل" قرآن میں پڑھا ہے	تو ایسا کاہل کیوں پڑا ہے؟
ہست تخم پاک او شرا یرہ	باز بہر صالحاں خیرا یرہ
اس کا پاک تخم "شرا یرہ" ہے	پھر نیکوں کے لئے "خیرا یرہ" ہے
ور نپاشی آب دانہ خشک شد	واں ہمہ رنج و تعب خود لغو بد
اور اگر تو پانی نہ چھڑکے گا بیج سوکھ جائے گا	وہ سب تکلیف اور محنت لغو تھی

www.besturdubooks.wordpress.com

آب دہ از چشمۂ چشم اے جواں	تاشود حرف تو سبز و کامراں
اے جوان آنکھ کے چشمے سے پانی دے	تاکہ تیری کھیتی سبز اور کامیاب ہو
ہم زدزد اے جان من غافل مباش	تانبرد خام را آں بدقماش
اے میری جان! چور سے بھی غافل نہ رہ	تاکہ وہ بدفطرت کچی نہ کاٹ لے
دزد پنہاں از نظر ہای عوام	میدود در فکر زرعت صبح و شام
چور عوام کی نگاہ سے چھپا ہوا	تیری کھیتی کی فکر میں صبح و شام دوڑتا رہتا ہے
پس ہمہ شب کن حراست دار پاس	تانہ مستاصل کند دزدش زد اس
پس تمام رات حفاظت کر خیال رکھ	تاکہ چور اس کو درانتی سے نہ اکھاڑ لے
گردمے غافل شوی از پاس او	می نہد درکشت تو صدد اس او
اگر تو اس کی حفاظت سے تھوڑی دیر کے لئے غافل ہوگا	تو وہ تیری کھیتی میں سیکڑوں درانتیاں رکھ دے گا
کستہ خرمن راز کشمانت برد	یک بیک اعضا چوکشتارت برد
تیرے روندے ہوئے کھلیان کو تیرے کھیت سے لے جاتا ہے	تیرے ایک ایک عضو کو مرغ تبل کی طرح کاٹ دیتا ہے
گر بغفلت خفتی وریع تو رفت	یہ بہ نسیاں شد گناہے از تو زفت
اگر تو غفلت سے سو گیا اور تیری پیداوار چلی گئی	یا تجھ سے بھولے سے کوئی بھاری گناہ ہو گیا
باخود آزود و ندامت پیشہ کن	وز حساب روز حشر اندیشہ کن
جلد ہوش میں آ جا اور ندامت اختیار کر	حشر کے دن کے حساب سے ڈر
گر تو غافل گردی او زراعت برد	بلکہ از تو آں کسیرج را برد
اگر تو غافل بنا وہ تیری کھیتی کاٹ لے گا	بلکہ تجھ سے وہ مونی لے جائے گا
کار باہشیاری و بیداری ست	ہر کہ غافل گشت میداں ناری ست
معاملہ ہوشیاری اور بیداری کا ہے	جو غافل بنا جان لے جہنمی ہے
پاسبان تو بہ را بروے گمار	تا بوقت خواب تو آید بکار
توبہ کا محافظ اس پر مقرر کر دے	تاکہ تیری نیند کے وقت وہ تیرے کام آئے
تو بخواب او خوش نگہبانی کند	ایں چنیں حارس خدا مارا دہد
تو نیند میں ہے وہ اچھی نگہبانی کرتا ہے	خدا ایسا نگہباں ہمیں عطا کردے
ایں سخن پایاں ندارد نیک مرد	سوی حال صوفی خود باز گرد
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے اے نیک مرد!	اپنے صوفی کے حال کی جانب واپس چل

رجوع بداستان درویش و وداع شدن دنیا از اں مرد حقیقت اندیش

درویش کی داستان کی طرف رجوع اور اس حقیقت اندیش مرد سے دنیا کا رخصت ہو جانا

مدت دہ سال ہم زیناں گذشت	ہیچ صوفی از طریق خود نگشت
دس سال اسی طریقہ سے گزرے	صوفی اپنے راستے سے نہ ہٹا

بود رسم شہ چو او گشتے سوار	بہر نظم ملک یا سوی شکار
بادشاہ کی عادت تھی جب وہ سوار ہوتا	سلطنت کے انتظام کے لئے یا شکار کی جانب
وقت رجعت سوی درویش آمدے	وقفہ کردے زائر آں مہ شدے
وہ واپسی کے وقت درویش کی جانب آتا	ٹھہرتا اس چاند کی زیارت کرنے والا بنتا
ہم بریں منوال بودش کاروبار	بود برمہر فقیر او جاں نثار
اس کا کاروبار اسی طریقہ پر تھا	وہ فقیر کی محبت پر جان چھڑکنے والا تھا
وندریں اثنا شہ آں کار و زار	داشت با پروردگار خود نیاز
اور اس اثناء میں وہ کار و زار کا شاہ	اپنے پروردگار کے ساتھ نیازمندی رکھتا
ناگہاں آں زن کہ اول آمدش	بار دیگر گشت پیدا از درش
اچانک وہ عورت جو اس کے پاس پہلے آئی تھی	اس کے دروازے سے دوسری بار نمودار ہوئی
گفت صوفی بے چہ آوردی بگو	چیست باز ایں سو چرا کردی تو رو
صوفی نے کہا بائیں کیا لائی ہے بتا؟	کیا ہے؟ تو نے پھر اس طرف رخ کیوں کیا؟
گفت بہر رخصت تو آمدم	الوداع اے جاں کہ من رخصت شدم
اس نے کہا آپ سے رخصت ہونے کے لئے آئی ہوں	اے جان! الوداع کہ میں رخصت ہوئی ہوں
گفت دور اے بیوفا مکار زال	صد ہزاراں دام داری زیرچال
اس نے کہا اے بے وفا مکار بوڑھی! دور ہو جا	تو کڑی کے نیچے ہزاروں جال رکھتی ہے
تو فسوں خود بہرکس میدمی	گشت چوں رام تو آخر می رمی
تو ہر شخص پر اپنا منتر پھونکتی ہے	وہ جب تیرا فرمانبردار ہو گیا انجام کار تو بھاگ جاتی ہے
ہاں برد کایں دلق من ویں پوستیں	ہر دو موجودست پیش من ببیں
ہاں چلی جا کیونکہ یہ میری گدڑی اور یہ پوستین	دیکھ لے دونوں میرے سامنے موجود ہیں
من فریب از غدر تو کے خوردہ ام	پے بضعف عہدت اول بردہ ام
تیری غداری سے میں نے فریب کب کھایا ہے؟	میں نے تیرے عہد کی کمزوری کا پہلے ہی پتہ لگا لیا ہے
زود باش اے بے حیا زیں جا برو	تا بکے داری بافسونم گرو
اے بے حیا! جلدی کر اس جگہ سے چلی جا	مجھے منتر میں کب تک پھنسائے گی؟
از نظر غائب شد آں فتانہ زن	در تفکر رفت صوفی از فتن
وہ فتنہ میں مبتلا کرنے والی عورت نظر سے غائب ہو گئی	فتنوں سے صوفی سوچ میں پڑ گیا
چوں رود ایں شورش بلغاک من	چوں گشتہا کم شود زیں انجمن
یہ میرے غوغا کی شورش کیسے جائے گی؟	اس محفل سے جھگڑے کیسے جائیں گے؟
شیرج و کسبہ چساں گردد جدا	بریغ بررُوی جواں افتد چرا
تیل اور کھل کیسے جدا ہوں گے؟	جوان کے چہرے پر شکن کیوں پڑے گی؟

www.besturdubooks.wordpress.com

کز چہ زاید تا ہمہ دولت رود	آفتاب عز من کاسف شود
کس بات سے ہوگا کہ تمام دولت چلی جائے گی؟	میری عزت کا سورج گرہن میں ہو جائے گا
خواند لاحول و بحق مشغول گشت	کان امر اللہ چوں مفعول گشت
اس نے لاحول پڑھی اور اللہ (تعالیٰ) سے مشغول ہو گیا	خدائی حکم تھا جبکہ واقع ہوا
چوں قضا آید شود برعکس کار	جملہ تدبیرات باطل گشت و زار
جب قضا آتی ہے کام الٹا ہو جاتا ہے	تمام تدبیریں باطل اور کمزور ہو جاتی ہیں
حق چو میخواہد کہ کارے را کند	سلسلہ اسباب را جنبش دہد
جب خدا چاہتا ہے کہ کوئی کام کرے	اسباب کے سلسلہ کو حرکت دے دیتا ہے
از قضا در صبح آں روز سعید	شاہ سوئے کوہ شد بہر مصید
تقدیر سے اس اچھے دن صبح کو	بادشاہ شکار کے لئے پہاڑ کی جانب گیا
محنتے بسیار کرد و رنج برد	ہیچ باصیدے درآنجا وانخورد
بڑی محنت کی اور تکلیف برداشت کی	کوئی شکار اس جگہ نہ ملا
تعب بیحدے چشید و رنج سخت	شد زتاب مہر جانش لخت لخت
بیحد تھکن اور سخت تکلیف چکھی	سورج کی گرمی سے اس کی جان ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی
درایاب آں شاہ بر رسم قدیم	قاصد درویش شد او زاں رقیم
وہ شاہ قدیم عادت کے مطابق واپسی میں	اس پہاڑ سے درویش کا قصد کرنے والا بن گیا
آمدہ برپای صوفی او فتاد	بوسہازد برود پایش ز اعتقاد
آیا صوفی کے پاؤں پر گر گیا	اعتقاد سے اس کے دونوں پاؤں چومے
وقت گرما بود و تاباں آفتاب	اند کے آسود شہ زاں حر و تاب
گرمی کا وقت تھا اور سورج چمک رہا تھا	اس گرمی اور تابش کی وجہ سے شاہ نے تھوڑا سا آرام کیا
تکیہ بردیوار زد خوابش ببرد	سوی سایہ ہر کسے رہ می سپرد
دیوار کا سہارا لیا اس کو نیند آ گئی	سایہ کی جانب ہر شخص راستہ اختیار کرتا ہے
شاہ تنہا ماند و آں صوفی صاف	از میان شاہ خنجر خوش غلاف
شاہ اور صوفی صافی تنہا رہ گئے	شاہ کی کمر سے عمدہ غلاف کا خنجر
در تقلبہا فتادش بر شکم	مرد درویش از رہ لطف و کرم
کروٹیں لینے میں اس کے پیٹ پر گر گیا	درویش مرد نے لطف و کرم کے طریقہ پر
خواست کاں را از شکم یکسو کند	جائی دیگر دور تر ازوے نہد
چاہا کہ اس کو اس کے پیٹ سے علیحدہ کر دے	دوسری جگہ اس سے دور رکھ دے
چشم شہ یکبارگی بیدار شد	دید چوں خنجر برہنہ زار شد
شاہ کی آنکھ اچانک کھل گئی	جب کھلا ہوا خنجر دیکھا عاجز رہ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

زود برجست و بقصر خویش رفت	لیک جانش از غضب سوزاں و نفت
فوراً اٹھا اور اپنے محل میں چلا گیا	لیکن غصہ سے اس کی جان جل بھن گئی
گفت زود آرید آں دستور را	تا براندازد سر ایں بے نور را
حکم دیا فوراً وزیر کو لاؤ	تاکہ وہ اس بے نور کا سر اڑا دے
من چہ خوبیہا بجایش کردہ ام	بارہا سر را بپایش کردہ ام
میں نے اس کے ساتھ کس قدر بھلائیاں کی ہیں	بارہا اس کے قدم پر سر رکھا ہے
پس سزای نیکوئی زینساں بود	کز برای کشتنم خنجر کشد
تو بھلائی کا بدلہ ایسا ہوتا ہے؟	کہ میرے قتل کرنے کو خنجر سونتے
شد وزیر آگاہ و استغفار کرد	در شفاعت پیش شہ اصرار کرد
وزیر آگاہ ہوا اور معافی چاہی	شاہ کے سامنے سفارش میں اصرار کیا
گفت بخشیدم بتو جانش خموش	کن بدردے را بیک بینی دوگوش
اس نے کہا کہ میں نے تیری وجہ سے اس کی جان بخشی کی خاموش ہو جا	اس کو ایک ناک دو کان کے ساتھ نکال دے
ایں بود صدق و وفای پر دول	کز پئے وہمے بعد داں شد بدل
دولتمندوں کی سچائی اور وفاداری یہ ہوتی ہے	کہ ایک وہم کی وجہ سے عداوت میں بدل گیا
دل منہ بر لطف میران و وزیر	دردمے خلد اندو در دیگر سعیر
سرداروں اور وزیر کی مہربانی سے دل نہ لگا	گھڑی میں جنت ہیں اور گھڑی میں دوزخ ہیں
از یکے وہم آں تلطف کینہ شد	ہمچو کانوں در تلہب سینہ شد
ایک وہم سے وہ مہربانی کینہ بن گئی	لپٹیں مارنے میں سینہ بھٹی بن گیا
می نہ بندی دل بآں سلطاں چرا	کو ہزاراں جرم بخشد از عطا
تو اس شاہ کے ساتھ دل کیوں نہیں وابستہ کرتا؟	جو بخشش سے ہزاروں خطائیں معاف کر دیتا ہے
جرمہا دیدہ وظیفہ می دہد	از چنیں جود و عطا کس چوں جہد
خطائیں دیکھتے ہوئے روزی دیتا ہے	ایسی سخاوت اور عطا سے کوئی کیوں گریز کرے؟
ہر خطا کردی وبازار آمدی	از خواص خاص دربارش شدی
تو نے جو خطا کی اور عاجزی سے آیا	اس کے دربار کا خاص الخاص بن گیا
مال دنیا را وفا خود ایں بود	دل دروبستن ز نقص دیں بود
دنیا کے مال کی یہی وفاداری ہوتی ہے	اس سے دل وابستہ کرنا دین کی کمی کی وجہ سے ہوتا ہے
جاں ببرد از مکر دنیا مرد خوش	چوں نہ بست او دلبراں مغرور کش
بھلا آدمی دنیا کے مکر سے جان بچا لے گیا	چونکہ اس نے اس فریب خوردہ کو قتل کرنے والی سے دل وابستہ نہ کیا
گر فتادے اندر و گشتے ہلاک	ہمچو بلغم می شدے مسجون خاک
اگر اس میں مبتلا ہو جاتا ہلاک ہو جاتا	بلغم کی طرح مٹی کا قیدی بن جاتا

www.besturdubooks.wordpress.com

زیر تیغ بید ریغ شاہ دوں	میشدے درویش بس زار و زبوں
کمینہ بادشاہ کی بے دریغ تلوار کے نیچے	درویش بہت عاجز اور مغلوب ہو جاتا
چونکہ حزم و احتیاطے کردہ بود	میل سوئ مالہانا وردہ بود
چونکہ اس نے حزم اور احتیاط کی تھی	مالوں کی جانب میلان نہ کیا تھا
جاں سلامت برد ازیں خداعہ او	دل بزہر او منہ اے یار تو
وہ اس دھوکے باز سے جان بچا لے گیا	اے یار! تو بھی اس کی رونق سے دل وابستہ نہ کر
باز سوی داستان خود روم	وہ چرا از نصح تو غافل شوم
میں پھر اپنی داستان کی جانب کرتا ہوں	ہائے میں تیری نصیحت سے کیوں غافل ہوئی
باز سوی داستاں من آدم	وہ دریں دریا چہ دست و پازدم
میں پھر داستان کی جانب آ گیا	ہائے اس دریا میں میں نے کیسے ہاتھ پاؤں مارے
واں دوم کاہل شد از تطویل من	کاہلاں را کرد کاہل پیل من
اور وہ دوسرا میرے طول دینے سے کاہل بن گیا	کاہلوں کو میرے ہاتھی نے کاہل بنا دیا

بیان نمودن آں پسر دوم حال کاہلی خود با قاضی

دوسرے لڑکے کا اپنی کاہلی کا حال قاضی سے بیان کرنا

دو می گفتا کہ بشنو حال من	قرعۂ میراث زن در فال من
دوسرے نے کہا کہ میرا حال سن	میری فال پر میراث کا قرعہ نکال دے
نصرت الداخل نگر در بیت مال	تا بیابم از پدر مال و منال
بیت مال میں نصرت الداخل پر غور کر	تاکہ میں باپ کی جانب سے مال و متاع حاصل کر لوں
گفت من تنبل ترم از تنبلاں	ہستم از کوہ گراں ترہم گراں
اس نے کہا میں تمام کاہلوں سے زیادہ کاہل ہوں	میں بھاری پہاڑوں سے بھی زیادہ بھاری ہوں
گر فتد کوہے نجنبم از مکان	یا برد سیلاب ما را رائگاں
اگر پہاڑ بھی گرے میں جگہ سے نہ سرکوں	یا خواہ مخواہ مجھے سیلاب لے جائے
یا چو ابراہیم گر آتش بود	می نتابم سر از وہم تا ابد
یا (حضرت) ابراہیم کی طرح اگر آگ ہو	میں اس سے بھی سر نہ موڑوں گا
یا چو زکریا شگافد ارۂ	برندارم من سر خود ذرۂ
یا (حضرت) زکریا کی طرح اگر آرہ چیر دے	میں ذرہ برابر اپنا سر نہ اٹھاؤں
یا چو اسماعیل زیر خنجرے	برندارم من سر خود از مرے
یا (حضرت) اسماعیل کی طرح خنجر کے نیچے سے	جھگڑے سے میں اپنا سر نہ اٹھاؤں
گر بریزد برتنم صد بارنیش	یا شود سر تا قدم از تیغ ریش
اگر سو بار میرے جسم پر نشتر لگے	یا سر سے پاؤں تک تلوار سے زخمی ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

من ز تنبل بر نہ جنبانم دو دست	مردو گو برسرمن ہرچہ ہست
میں کاہلی سے دونوں ہاتھ نہ ہلاؤں	کہہ دے کہ جو کچھ بھی میرے سر پر گزر جائے
گر بہ پرد سوئے من صد تیر راست	از کسالت بر نگردم چپ و راست
اگر میری طرف سو تیر سیدھے آئیں	میں کاہلی سے دائیں بائیں کروٹ نہ لوں
برسرمن آنچہ بہ پسندی رواست	حکم حکم تست بندہ خود فناست
تو جو میرے سر پر پسند کرے مناسب ہے	حکم تیرا ہی حکم ہے بندہ خود فنا ہے
جملہ خواہشہا دراں خواہش گم ست	صلح و تدبیر و ہمہ چالش گم ست
تمام خواہش اس خواہش میں گم ہیں	صلح اور تدبیر اور پورا اکڑ کر چلنا گم ہے
چوں جمادم حرکت و خواہش نماند	تنبلیم دست از عالم فشاند
جب پتھر کی طرح مجھ میں حرکت اور تمنا نہیں رہی	میری کاہلی نے دنیا سے ہاتھ جھاڑ لیا
ہمچو میت درید غسال شو	از ارادت وز تکلم لال شو
مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں مردے کی طرح بن جا	ارادہ سے اور بولنے سے گونگا بن جا
چوں کفیل من شد او در کارہا	پس چرا چوں خر کشم من بارہا
جب کاموں میں وہ میرا کفیل ہو گیا	تو میں گدھے کی طرح بوجھ کیوں اٹھاؤں؟
بہ ز من تدبیر من میداند او	ہر بلا رابہ ز من میراند او
وہ مجھ سے بہتر میری تدبیر جانتا ہے	وہ ہر مصیبت کو مجھ سے بہتر ٹالتا ہے
پس چرا در نفع و ضر خود تنم	از کنف ہای حمایت چوں پرم
تو میں اپنے نفع اور نقصان کا چکر کیوں کاٹوں؟	اپنایت کے پہلو سے کیوں اڑوں
ایں سخن پایاں ندارد الغرض	گفت باقاضی کہ اے دفع المرض
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے الغرض	اس نے قاضی سے کہا کہ اے مرض کے دافع!
درمیان ہر سہ تن کاہل ترم	وز ہمہ نفع و ضرر جاہل ترم
تینوں شخصوں میں میں زیادہ کاہل ہوں	اور تمام نفع نقصان سے زیادہ جاہل ہوں
سود و نقصان دو عالم ہرچہ ہست	کاہلی من زہر دو بہتر ست
دونوں جہان کا نفع اور نقصان جو بھی ہے	میری کاہلی دونوں سے بہتر ہے
در بیان ایں شنو یک قصہ	تا بری از تنبل من حصہ
اس سلسلہ میں ایک قصہ سن لے	تاکہ تجھے میری کاہلی کا حصہ حاصل ہو جائے
بہر کارے آمدم در ملک خوز	در رباطے گشتم آسودہ دوروز
میں ملک خوز میں ایک کام لے آیا	ایک سرائے میں دو دن آرام کیا
شاہ آنجابس سخی و بحر جود	کان لطف و معدن احسان بود
اس جگہ کا بادشاہ بہت سخی اور سخاوت کا دریا تھا	مہربانی کی کان اور احسان کی معدن تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

چاؤش او ہر زماں کردے گزر	بانگہا کردے برائے کور و کر
اس کا نقیب ہر وقت گزرتا	اندھے اور بہرے کو آوازیں دیتا
شاہ ہر شب بر سر تخت کرم	می نشیند اے گدایان دژم
کرم کے تخت پر شاہ ہر رات کو	بیٹھتا ہے اے غمگین فقیرو!
ہر کہ را میلے بمال وجاہ است	دین و دنیا در رکاب شاہ ہست
جس کو مال اور رتبہ کی خواہش ہے	دین اور دنیا شاہ کے جلو میں ہے
ہر کہ بکشاید لب انبان خویش	پر کند دردے دررو مر جان خویش
جو بھی اپنے تھیلے کا منہ کھولتا ہے	وہ اپنے موتی اور مونگے اس میں بھر دیتا ہے
سیم و زر بس در و گوہر ہای سود	ہر کہ بکشودہ زباں بیشک ربود
چاندی اور سونا نفع کے لئے بہت سے موتی اور جواہر	جس نے زبان کھولی بیشک حاصل کر لئے
خوان یغمایش بدشمہا و دوست	صرف محتاجاں بود با مغز و پوست
اس کا لوٹ کا دسترخوان دشمنوں اور دوست کے لئے ہے	مغز اور پوست کے ساتھ محتاجوں میں صرف ہوتا
آنچہ خواہد از درش ہر کس برد	نیست با اعدای خود او را حسد
جو چاہے ہر شخص اس کے در سے لے جائے	اس کو اپنے دشمنوں پر بھی حسد نہیں ہے
دوست دشمن پرورد از لطف وجود	ہر کہ لابہ کرد پیشش یافت سود
وہ دوست اور دشمن کو مہربانی اور سخاوت سے پرورش کرتا ہے	جس نے اس کے سامنے خوشامد کی نفع پایا
دمبدم طول و سخائش در وفور	نیست در انبان جود او فتور
ہر لمحہ اس کی طاقت اور سخاوت زیادتی میں ہے	اس کی سخاوت کے تھیلے میں کمی نہیں ہے
جنبش لب کافی آمد بردرش	بہر استمطار غیث بارش
اس کے در پر ہونٹ ہلا دینا کافی ہے	اس کی بہنے والی بارش کے برسوانے کے لئے
بردرش آید کسے گر صبح و شام	کار او یابد بکلی انتظام
اگر کوئی صبح اور شام اس کے دروازے پر آ جائے	اس کا کام بالکل منظم ہو جائے
گر بیائی بردر او صبح گاہ	آنچہ خواہی میدہد آں بادشاہ
اگر تو صبح کے وقت اس کے در پر آئے	تو جو چاہے وہ بادشاہ دے دے
گر کسے در نیم شب کو بدرش	میدہد گوہر بہ از سیم و زرش
اگر کوئی آدمی رات کو اس کا دروازہ پیٹے	وہ اس کو چاندی اور سونے سے بہتر جوہر دے دیتا ہے
جملہ شاہاں شب بہ بستر غافلند	وز خبر گیری خلقاں عاطلند
تمام بادشاہ رات کو بستر پر غافل ہیں	اور لوگوں کی خبر گیری سے معطل ہیں
شاہ ما بیدار و ہر دم ہوشیار	عالمے را خود بذات او پاسدار
ہمارا شاہ بیدار اور ہر وقت ہوشیار ہے	وہ خود اپنی ذات سے دنیا کا نگہبان ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بسکہ چاؤشاں حکایت ساختند	میل آں شہ دردلم انداختند
بہت سے نقیبوں نے قصہ سنایا	انہوں نے میرے دل میں اس شاہ کی خواہش پیدا کر دی
بردرش رفتم شبان و صبح گاہ	آستانش را نمودم سجدہ گاہ
میں رات کو اور صبح کو اس کے در پر پہنچا	میں نے اس کی چوکھٹ کو سجدہ گاہ بنایا
روئ او دیدہ ز خود رفتن چناں	کہ نیامد حرف اعطٖ بر زباں
اس کا رخ دیکھ کر میں ایسا بے خود ہو گیا	کہ "عطا کر" کا حرف زبان پر نہ آیا
مدتے بگذشت و من از کاہلی	ماندم اندر حیرت و بے حاصلی
ایک مدت گزر گئی اور میں کاہلی سے	حیرت اور بے مرادی میں رہا
کاہلی من زبانم رابہ بست	ہمچو محوہ بادۂ ومست الست
میری کاہلی نے میری زبان بندی کر دی	الست کے مست اور شراب میں محو کی طرح
کاہلی من مرا رخصت نداد	کہ بخواہم از شہ باوجود و داد
میری کاہلی نے مجھے موقع نہ دیا	کہ میں سخی اور بخشش والے شاہ سے مانگوں
واصلاں یکگونہ از ہر دو جہاں	کاہلند و غافلند اے زاہداں
واصل (بحق) لوگ اس طرح سے دونوں جہان سے	اے زاہدو! کاہل ہیں اور غافل ہیں
نہ ز حق خواہند دنیا نہ بہشت	ہر دو رابہر خدائی خود بہشت
اللہ (تعالیٰ) سے نہ دنیا مانگتے ہیں نہ جنت	دونوں کو اپنے خدا کی خاطر چھوڑ دیا ہے
جز خدارا از خدا خود خواستن	نیست افزونی بود جاں کاستن
خدا سے خود خدا کے علاوہ کو مانگنا	بڑھوتری نہیں ہے جان کو گھٹانا ہے
گر خدارا بہر جنت عابدی	در رفاہ نفس خود بس قاصدی
اگر تو جنت کے لئے خدا کا عبادت گزار ہے	تو صرف اپنے نفس کے آرام کا ارادہ کرنے والا ہے
حسن ذاتی الوہیت چہ شد	آہ آں حق ربوبیت چہ شد
خدائی کا ذاتی حسن کیا ہوا؟	افسوس وہ پرورش کا حق کیا ہوا؟
ہست او معبود بالذات اے پسر	درمیانش پس وسائط را مخر
اے بیٹا! وہ ذات کے اعتبار سے معبود ہے	تو واسطوں کو درمیان میں پسند نہ کر
مر خدارا بہر او عابد شوید	نہ کہ بہر حور و جنت میدوید
خدا کے عبادت گزار اس کے لئے ہی بنو	نہ کہ حور اور جنت کے لئے تم دوڑتے ہیں
حق آں ذات خدائ پاک او	خود بدہ انصاف پاسخ را بگو
اس خدائے پاک کی ذات کا حق کہاں ہے؟	تو خود انصاف کر لے جواب دے
گر پرستی بہر نار و یا جناں	عابد لہما شدی اے کامراں
اگر تو جہنم یا جنتوں کے لئے عبادت کرتا ہے	اے کامیاب! تو ان کا عبادت گزار بنا

www.besturdubooks.wordpress.com

گر نبودے جنت و نار اے لئیم	بود معبود حقیقی آں رحیم
اے کمینا اگر جنت اور جہنم نہ ہوتی	وہ رحیم (پھر بھی) حقیقی معبود ہوتا
نار و جنت ہر دو سوط کاہل ست	کاہلاں را تازیانہ ناقل ست
جہنم اور جنت دونوں کاہل کے لئے کوڑا ہیں	کاہلوں کو کوڑا چلانے والا ہے
اسپ بجز از تازیانہ بر جہد	خود بخود پا در رہ عجلت نہد
نیز گھوڑا کوڑے سے بدکتا ہے	وہ خود بخود عجلت کے راستہ پر قدم رکھتا ہے
طفل را گویند در مکتب برو	جوز و لوزے میدہم ہاں زود شو
بچے سے کہتے ہیں مکتب میں جا	میں اخروٹ اور بادام دیتا ہوں ہاں جلد جا
پیش استا خوان نعمتہا بسے ست	فاکہہ و اعناب بہر ہر کسے ست
استاد کے سامنے نعمتوں کے خوان بہت ہیں	پھل اور انگور ہر ایک کے لئے ہیں
گر روی پیشش نوازد مرترا	ورنہ بدہد زیں تغافلہا سزا
اگر تو اس کے پاس جائے گا وہ تجھے نوازے گا	ورنہ ان غفلتوں کی سزا دے گا
از طبانچہ روی گلگونت کند	سخت زندانی و محزونت کند
طمانچہ سے تیرا منہ لال کر دے گا	تجھے سخت قیدی اور غمگین کر دے گا
طفل ازاں ترغیب و ترہیب پدر	رو سوئ مکتب نماید سر بسر
بچہ باپ کے اس پھسلانے اور ڈرانے سے	پورا رخ مکتب کی جانب کرتا ہے
چونکہ طفل رفت و آمد عقل خوب	نیست محتاج رغوب وانم رہوب
جب بچپن جاتا رہا اور خوب عقل آ گئی	تو وہ پھسلا دوں اور ڈرا دوں کا محتاج نہیں ہے
خود بخود در پیش استا میرود	ہر سحرگاہے بسویش میدود
وہ خود بخود استاد کے سامنے چلا جاتا ہے	ہر صبح کو اس کی جانب دوڑتا ہے
حسن ذاتی بین و حق سایش	غرق شو در بحر ہمچوں ماہیش
ذاتی حسن اور اس کی شاہی کا حق دیکھ	سمندر میں اس کی مچھلی کی طرح ڈوب جا
بے خودی شو ز خودی یکسر بر آ	از برای حق خدارا داں خدا
بے خود بن اور خودی سے بالکل نکل	خدا کے لئے خدا کو خدا جان
مطلب دنیا و عقبیٰ را بہل	ہر دو انباں رابیند از از بغل
دنیا اور آخرت کا مقصد چھوڑ	بغل میں سے دونوں تھیلوں کو پھینک دے
بہر او او را عبادت کرد نیست	عابد جنت طلب ہم مرد نیست
اس کی عبادت اس لئے کرنے کی ہے	جنت کے لئے عبادت کرنے والا مرد نہیں ہے
او بذات خود عبادت راسزا ست	نز برای نار و جنت وے خداست
وہ اپنی ذات کے اعتبار سے عبادت کے لائق ہے	نہ کہ وہ جہنم اور جنت کی وجہ سے خدا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اعبداللہ لہ یاذا النہیٰ	واطرحوا الاغیار عن عین الدھا
اے عقلمند اللہ کی عبادت اس (اللہ) کے لئے کر	عقل کی آنکھ کے ذریعہ غیروں کو پھینک دو
فامح نقش الغیر عن لوح الصدور	انہ المعبود من غیر الفتور
غیر کا نقش سینوں کی تختی سے مٹا دے	بیشک بغیر نقصان کے وہی معبود ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	منہی حال خود ست آں سوم نیز
اے پیارے یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے	وہ تیسرا بھی اپنی حالت کی خبر دینے والا ہے

حکایت نمودن آں پسر سوم کاہلی خود را بہ پیش قاضی کاہل بکار دین و چابک بکار دنیا بود و آنست بیکار و کاہل حقیقی

اس تیسرے لڑکے کی اپنی کاہلی کو قاضی کے سامنے پیش کرنے کی حکایت جو دین کے معاملہ میں کاہل اور دنیا کے معاملہ میں تیز تھا اور بیکار اور حقیقی کاہل رہی ہے

گفت قاضی آں سوم را کاے فلاں	کاہلی خود بہ پیشم کن بیاں
قاضی نے اس تیسرے سے کہا کہ اے فلاں!	اپنی کاہلی میرے سامنے بیان کر
گفت قاضی! تنبلی من بیشتر	ہمچو آتش ہست پر دود و شرر
اس نے کہا (اے) قاضی میری کاہلی بڑھی ہوئی ہے	جو کہ آگ کی طرح دھویں اور چنگاریوں سے پر ہے
در بیانش داستانے میزنم	حال مخفی بر تو روشن میکنم
میں اس کے بیان میں ایک قصہ سناتا ہوں	چھپا ہوا حال تجھ پر ظاہر کرتا ہوں
دوش بردم سوی صحرا گاؤ را	پاسبانی می نمودم گاؤ را
میں کل ایک بیل کو جنگل میں لے گیا	میں کوشش کی نگرانی کر رہا تھا
بر سر جوی کہ بد سبزہ رغید	گاؤ خود بگذاشتم او می چرید
ایک نہر کے کنارے جس پر بہت سبزہ تھا	میں نے اپنا بیل چھوڑ دیا وہ چر رہا تھا
در چرا می گشت تدریجا بعید	سبزہ تر می یافت ہر جا میدوید
وہ چراگاہ میں رفتہ رفتہ دور ہو رہا تھا	جہاں تر سبزہ پاتا تھا دوڑ جاتا تھا
بود سبزہ پہن و صحرای دراز	می چرید او دور دور از راہ آز
سبزہ وسیع اور جنگل لمبا تھا	وہ لالچ کے طور پر دور دور چر رہا تھا
چیست دنیا سبزہ زار خوش فضا	تو چو گاوے اندراں مرعی چرا
دنیا کیا ہے؟ عمدہ فضا والا سبزہ	اس چراگاہ میں تو بیل کی طرح ہے
خود چہ آں کاہے کہ دروے خار نیست	خار واژون و قتادہ زار نیست
تو وہ گھاس چہ جس میں کانٹا نہیں ہے	وہ جھاڑ اور قتادہ اگنے کی جگہ نہیں ہے
تا نگیرد در گلویت خار او	روز محشر گردی آخر زار او
تاکہ اس کا کانٹا تیرے حلق میں نہ لگ جائے	بالآخر محشر کے دن تو اس سے عاجز ہو جائے

www.besturdubooks.wordpress.com

می چرد ایں گاؤ نفس اندر جہاں	سبز کاہے ہر کجا بیند عیاں
یہ نفس کا بیل دنیا میں چر رہا ہے	سبز گھاس جہاں بھی نمایاں دیکھتا ہے
ویں ندانند از شکم پروردنی	کیں مرا شد خوردنی ناخوردنی
اور شکم پروری کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتا	کہ یہ نہ کھانے کی چیز میرے کھانے کی چیز بن گئی
آخرش درد شکم آرد ترا	تخمہ آرد خیرہ گرد اند ترا
بالآخر وہ تیرے پیٹ میں درد پیدا کر دیتی ہے	تخمہ لا دیتی ہے تجھے حیران کر دیتی ہے
گر خوری آں را بحکم آں حکیم	کو سمیع ست و بصیر ست و علیم
اگر تو اسے اس حکیم کے حکم کے مطابق کھائے	جو سمیع ہے اور بصیر ہے اور علیم
تخمہ و . قولنج و ہیضہ ناورد	ہیچ تجھے در شکم نے ہیچ درد
وہ تخمہ اور قولنج اور ہیضہ نہ لائے گی	نہ پیٹ میں ابھارا نہ کوئی درد
بہر ایں حکمت رسیدند انبیاء	تا تو در تخمہ نیفتی اے کیا
انبیاء اسی حکمت کے لئے آئے ہیں	اے صاحب تاکہ تو تخمہ میں مبتلا نہ ہو
تو مریضی جسم تو یک سر سقیم	رو پرہیز و بہ پرس از ہر حکیم
تو مریض ہے تیرا جسم بالکل بیمار ہے	جا پرہیز کر اور ہر حکیم سے دریافت کر لے
ہمچو گاوے خود سری ہرگز مکن	برخلاف نفس خود کن ہر سخن
بیل کی طرح کبھی خود سری نہ کر	ہر بات اپنے نفس کے خلاف کر

در معنی ایں حدیث ان لکل ملک حمیً و حمی الله محارمه رواه نعمان بن بشیر رضی الله عنه

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ ہر بادشاہ کا ایک حمیٰ ہے اور اللہ کا حمیٰ اس کے محرمات ہیں اس کو نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے

نفس سرکش را عناں گر وا دہی	میرود او تا چراگاہ شہی
اگر تو سرکش نفس کی باگ ڈھیلی چھوڑ دے گا	وہ شاہی چراگاہ تک چلا جائے گا
رفتہ رفتہ در حمای شہ رود	گوشمالیہا بسے زاں شہ خورد
آہستہ آہستہ شاہ کے حمیٰ میں پہنچ جائے گا	اس شاہ سے بہت سزائیں پائے گا
بہر ایں فرمود خیر الانبیاء	خاص باشد بہر ہر سلطاں حما
اسی لئے خیر الانبیاء نے فرمایا ہے	ہر بادشاہ کا ایک خاص حمیٰ ہوتا ہے
از حمی اللہ آں محارم آمدہ	حمید اصل کل مکارم آمدہ
محرمات خدا کا حمیٰ ہیں	تمام بھلائیوں کی جڑ تقویٰ ہے
تاج کرمنا بسرا فراشتی	لیک برسر خاکہا انباشتی
تو نے "ہم کو عزت دی" کا تاج سر پر رکھا	لیکن سر پر بہت خاک ڈال لی

www.besturdubooks.wordpress.com

ان اکرم عندہ اتقا بگو	ہست کرمنا بتقویٰ اے عمو
اس کے نزدیک زیادہ متقی زیادہ بھلا ہے" کا قائل ہو جا	اے چچا! ہم نے عزت دی" تقوے کی وجہ سے ہے
گر نہ تقویٰ داری از گاوی بتر	گوش کن بل ہم اضل اے دیدہ ور
اگر تو تقویٰ نہیں رکھتا تو بیل سے بدتر ہے	اے دیدہ ور! بلکہ وہ زیادہ گمراہ ہیں" کو سن لے

رجوع کلام بحکایت آں پسر سوم و دور تر رفتن گاو او

کلام کی واپسی اس تیسرے کی حکایت کی طرف اور اس کے بیل کا دور چلا جانا

ہیں بیاکاں گاوِ او بس دور رفت	میرود آں گاوِ سوی سبزہ تفت
ہاں آ کہ وہ اس کا بیل بہت دور چلا گیا	وہ بیل سبزے کی جانب تیز جا رہا ہے
گاوِ می شد دور و من از کاہلی	می نمودم در رجوعش غافلی
بیل دور ہو رہا تھا اور میں کاہلی سے	اس کی واپسی میں غفلت دکھا رہا تھا
در تردد می روم باز آرمش	یا ہمیں از دور پاسے دارمش
تردد میں ہیں جاؤں اس کو واپس لاؤں	یا اسی طرح دور سے اس کی نگہبانی کرتا رہوں
می فشردم در تردد سخت سخت	شد دلم از کاہلی بس لخت لخت
میں تردد میں سخت بھنچ رہا تھا	کاہلی کی وجہ سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا
ایں تردد ہست بنیاد غموم	بر تو می آرد الہا زد ہجوم
یہ تردد غموں کی بنیاد ہے	اسی وجہ سے تجھ پر غم ہجوم کرتے ہیں
رو تو یکدل باش و مرد عزم باش	نقش ایں و آں ز لوح دل خراش
جا تو ایک دل بن اور پختہ ارادہ کا آدمی بن	اس اور اس کا نقش دل کی تختی سے چھیل دے
در گزر زاں کیں بہ است وآں بہ است	از ہمہ بہ آں تردد بادہ است
اس سے گزر جا کہ یہ بہتر ہے اور وہ بہتر ہے	وہ تردد پیدا کرنے والا سب سے بہتر ہے
از عدم بر تو تردد ریختند	امتحاں را حیلہ انگیختند
انہوں نے عدم سے تیرے اوپر تردد بہایا ہے	آزمائش کے لئے ایک حیلہ پیدا کر رہا ہے
زیں و آں بگذر بداں سوکن شتاب	کہ بہر کارے الی اللہ المآب
اس اور اس سے گزر جا اس جانب جلدی کر	کیونکہ ہر کام کا مرجع اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہے
از سحر تا شام من در فکر گاوِ	بر ہماں جو بودم و دل فتنہ کاوِ
میں صبح سے شام تک بیل کی فکر میں	اسی نہر پر رہا اور دل فتنہ کی کاوش میں
ظہر و عصر من دریں غم شد قضا	گر روم در سجدہ گردم زود گی
ظہر و عصر (کی نماز) اسی فکر میں قضا ہو گئی	کہ اگر میں سجدہ میں جاؤں گا تو اس سے اندھا ہو جاؤں گا
من شوم گر در نماز و در نیاز	گاوِ گیرد آں طرف راہ دراز
اگر میں نماز میں اور نیاز میں لگوں گا	بیل اس جانب لمبا راستہ لے لے گا

www.besturdubooks.wordpress.com

آخرش چوں قرص خورشید در غروب	گشت ضو از زنگی ظلمت ہروب
بالآخر جب سورج کی ٹکیہ غروب میں چلی گئی	روشنی تاریکی کے حبشی سے بھاگنے والی بن گئی
چشم من شد خیرہ از دیدار گاؤ	می ندیدم ہیچ میں ز اثار گاؤ
میری آنکھ بیل کے دیدار سے تاریک ہو گئی	میں نے بیل کے نشانات میں سے کچھ نہ دیکھا
چشم من از دید او تاریک شد	گاؤ زاں مرعاش در تحریک شد
میری آنکھ اس کے دیدار سے تاریک ہو گئی	بیل بھی چراگاہ سے حرکت میں آ گیا
رفت آں گاؤ و نشاں معلوم نے	واں کدمن جملہ جز معدوم نے
وہ بیل چلا گیا اور پتہ معلوم نہیں	اور وہ میری مشقت معدوم کے سوا کچھ نہیں
روز من شد دیرو گاؤ از دست شد	سہ نماز من قضا چوں مست شد
میرا دن برباد ہوا اور بیل ہاتھ سے گیا	دیوانہ کی طرح میری تین نمازیں قضا ہو گئیں
اہل دنیا در چنیں اشغالہا	می کنند ایثار دنیا اے کیا
دنیا دار ایسے ہی شغلوں میں	اے بزرگ! دنیا کو اختیار کرتے ہیں
مرد آں باشد کہ عقبیٰ راتند	کار دنیا را چو جیفہ رد کند
مرد وہ ہے جو آخرت کے لئے کوشش کرے	دنیا کے کام کو مردار کی طرح رد کردے
اے برائے گاو نفس بے حیا	می کنی ہر دم نمازے را قضا
اے (طالب)! بے حیا نفس کے بیل کے لئے	تو ہر دم ایک نماز قضا کرتا ہے
یاد او ہمچو نماز فرض داں	می کنی تو کاہلی غافل ازاں
اس کی یاد کو فرض نماز کی طرح سمجھ	تو اس سے غافل ہو کر سستی کرتا ہے
در جہاں فانی چنیں فانی شدی	کز رہ عقبیٰ ز نادانی شدی
تو فانی دنیا میں ایسا فانی ہو گیا	تو نادانی سے آخرت کے راستہ سے ہٹ گیا
گر برائے حق ز دنیا بگذری	پیشت آید زال دنیا سرسری
اگر تو اللہ (تعالیٰ) کے لئے دنیا سے گزر جائے گا	تیرے سامنے بوڑھی دنیا آسانی سے آ جائے گی

در بیان آنکہ دنیا طالب ہارب خود وہارب از طالب خودست

اس کا بیان کہ دنیا اپنے سے بھاگنے والے کی طالب اور اپنے طالب سے بھاگنے والی ہے

صوفی صاحبدلے اندر رباط	بدنشستہ ہمچو گل باصد نشاط
ایک صاحب دل صوفی سرائے میں	پھول کی طرح سو خوشیوں کے ساتھ بیٹھا تھا
جمع ربطے مستفیداں بر سرش	معتقد بودند ہمچوں حیدرش
مریدوں کا ایک مجمع اس کے پاس	حضرت علیؓ کی طرح اس کے معتقد تھے
ناگہاں سہ جانور از سمت شرق	آمدند از سرعت طیراں چو برق
اچانک تین جانور مشرق کی جانب سے	تیز پرواز سے بجلی کی طرح آ گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر یکے زاں دیگرے بد در گریز	واں دگر در جستجویش تیز تیز
ان میں سے ہر ایک دوسرے سے بھاگ رہا تھا	اور وہ دوسرا اس کی جستجو میں تیز تھا
کفترے بس لاغرے ژولیدۂ	پی پیش از ہر سہ بد پریدۂ
ایک کبوتر بہت کمزور پریشان	تینوں میں سے آگے آگے اڑ رہا تھا
در پس او بود زریں مرغ و زفت	با ہزاراں زیب و زینت گرم وتفت
اس کے پیچھے موٹا زریں مرغ تھا	ہزاروں زیب و زینت کے ساتھ گرم اور تیز
در پے آں مرغ زریں زاغ شوم	ہمچو باد تند میرفت آں غشوم
اس زریں مرغ کے پیچھے منحوس کوا	وہ ظالم تیز ہوا کی طرح جا رہا تھا
ہر یکے زیں مرغ کردے جہد نیک	یک دگر را می نیابیدند لیک
ان پرندوں میں سے ہر ایک بہت کوشش کرتا	لیکن ایک دوسرے کو (پکڑ) نہ پاتے تھے
حاضراں گفتند کاے قطب زماں	زیں عجب ترماندیدم از جہاں
حاضرین نے کہا کہ اے قطب زماں	دنیا میں میں نے اس سے زیادہ عجیب نہیں دیکھا
در پے عاجز کبوتر چیست مرغ	در پے مرغست چوں ایں زاغ ریغ
عاجز کبوتر کے پیچھے مرغ کیوں ہے؟	اور مرغ کے پیچھے یہ تیز رو کوا کیوں ہے؟
کفترے را مرغ پس روشد چہ خاست	زاغ لاغی تابع مرغے چراست
مرغ کبوتر کے پیچھے چلنے والا کیوں ہوا؟	بکواسی کوا مرغ کے پیچھے کیوں ہے؟
جنس ہای مختلف را چہ فتاد	اتباع یک دگر چوں دست داد
مختلف جنسوں کو کیا ہوا ہے؟	ایک نے دوسرے کا پیچھا کیوں کیا ہے؟
ہر کسے مرجنس خود را طالب ست	جنس ہا مر جنس ہارا جالب ست
ہر ایک اپنی جنس کا طالب ہے	جنس جنس کو کھینچنے والی ہیں
جنس سوی جنس دارد خود میل	روز باروزست و باللیلست لیل
جنس جنس کی جانب عادت اور میلان رکھتی ہے	دن دن کے ساتھ ہے اور رات رات کے ساتھ
میل مومن سوی مومن می شود	میل کافر سوی کافر می رود
مومن کا میلان مومن کی جانب ہوتا ہے	کافر کا میلان کافر کی جانب جاتا ہے
صالحاں با صالحاں منضم شوند	طالحاں با طالحاں محرم شوند
نیک نیکوں کے ساتھ ملتے ہیں	برے بروں کے محرم ہوتے ہیں
زاغ با زاغاں کند پرواز ہا	بلبلے با بلبلاں آوازہا
کوا کووں کے ساتھ اڑائیں بھرتا ہے	بلبل بلبلوں کے ساتھ آوازیں بلند کرتی ہے
انبیا زیں رہ بشرہا بودہ اند	از تجانس راہ حق بنمودہ اند
انبیاء اسی وجہ سے انسان ہوئے ہیں	ہم جنس ہونے کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا راستہ دکھایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بوی جنسیت رسد فیضش شتاب	از ملک آدم نگشتے بے حجاب
جنسیت کی بو کا فیض جلد پہنچتا ہے	فرشتہ سے انسان بے تکلف نہیں ہوتا
کافراں گفتند در حق نبیؑ	کاں فرشتہ چوں نیامد از خفی
کافروں نے نبیؑ کے بارے میں کہا	کہ غیب سے وہ فرشتہ (بن کر) کیوں نہ آیا؟
ایں نہ فہمیدند کیں جسم بشر	بہر روپوش جہولست اے پسر
وہ یہ نہ سمجھے کہ یہ انساں کا جسم	اے بیٹا! نادان کے حجاب کے لئے ہے
جاہلاں چوں از ملائک می رمند	انبیاء از بوئے جنسیت کشند
ناواقف چونکہ فرشتوں سے بھاگتے ہیں	انبیاء جنسیت کی بو سے کھینچتے ہیں
ورنہ در معنیٰ ملک گرد وے ست	چوں نبی در قرب و عرفاں او کے ست
ورنہ فرشتہ حقیقت میں اس کی گرد ہے	وہ قرب و معرفت میں نبی کی طرح کب ہے؟
یک خلاف جنس آمد صد حجاب	وز تجانس می شود صد فتح باب
جنس کا ایک اختلاف سو حجاب ہے	اور ہم جنس ہونے سے سیکڑوں دروازے کھلتے ہیں
روح چوں از عالم امر آمدہ است	زاں بطاعات و ہدیٰ راغب شدہ است
روح چونکہ عالم امر سے آئی ہے	اسی لئے عبادتوں اور ہدایت کی جانب راغب ہوئی ہے
جسم چوں از عالم خلقست باز	سوی خواب و خور کشد بے امتیاز
پھر جسم چونکہ عالم خلق سے ہے	(اس لئے) بلا امتیاز سونے اور کھانے کی جانب کھینچتا ہے
زیں دو چوں زاید نتیجہ نفسہا	ہر دو خو زابوین در طبعش سزا
نفوس چونکہ ان دونوں سے نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں	ماں باپ کی طرف سے دونوں خصلتیں اس کی طبیعت کے مناسب ہیں
گر بسوئے خاک سفلی میرود	آں زماں وے نفس امارہ شود
اگر وہ سفلی خاک کی جانب جاتا ہے	تب وہ نفس امارہ بن جاتا ہے
ور بسوی روح علوی سرکشد	آں زماں لوامہ گشت و بارشد
اور اگر علوی روح کی جانب رخ کرتا ہے	تب وہ لوامہ اور باہدایت بن جاتا ہے
میل ملک امر چوں زاید درو	سوئے لوامہ برآید سرخوش او
جب اس میں عالم امر کی خواہش پیدا ہوتی ہے	وہ مست ہو کر (نفس) لوامہ کی جانب آ جاتا ہے
گرز کوشش سوی لا ہوتی تند	دم بسوی ملہمہ وا میزاند
وہ اگر کوشش سے (عالم) لاہوت کی جانب چلتا ہے	ملہمہ کی جانب سانس لیتا ہے
بعد تہذیب و کمال اجتہاد	مطمئنہ گردد و اہل سداد
تہذیب اور پورے مجاہدے کے بعد	درست اور مطمئنہ بن جاتا ہے
ایں سخن را نیست پایاں اے فتا	سوی شرح آں سہ طائر باز آ
اے جوان! اس بات کا آخر نہیں ہے	ان تین پرندوں کی شرح کی طرف واپس آ

www.besturdubooks.wordpress.com

جواب گفتن آں صوفی برائے تسکین خاطر مریداں وشرح حال آں سہ طائر کہ یکے درپے دیگری بود

اس صوفی کا مریدوں کی تسکین کے لئے جواب دینا اور ان تین پرندوں کے حال کی شرح جو ایک دوسرے کے پیچھے رہتا تھا

بردل صوفی ندا آمد نہاں	کیں سہ مرغ آمد مثال آں کساں
صوفی کے دل پر خفی آواز آئی	کہ یہ تین پرند ان لوگوں کی مثال ہیں
کہ ز دنیا ہارب اند و طالب اند	جملۂ شاں یک دگر را جالب اند
کہ جو دنیا سے بھاگنے والے اور طالب ہیں	سب ایک دوسرے کو کھینچنے والے ہیں
می گریزد ایں کبوتر از ہمہ	از فسون مرغ زریں دمدمہ
یہ کبوتر ان سب سے بھاگ رہا ہے	مرغ زریں کے منتر (اور) مکر سے
مرغ زریں درپئش جویان او	میدود ہر سو بدل قربان او
زریں مرغ اس کے پیچھے اس کا جویاں ہے	ہر جانب دوڑ رہا ہے دل سے اس پر قربان ہے
زاغ بہر مرغ زریں می پرد	در پئش از حرص ہر سو می دود
کوا زریں مرغ کے لئے اڑ رہا ہے	لالچ سے ہر جانب دوڑ رہا ہے
لیک زینہا یک دگر را کس نیافت	گرچہ در پرو از ہر یک زو شتافت
لیکن ان میں سے ایک نے دوسرے کو نہ پایا	اگرچہ ہر ایک نے اڑنے میں جلدی کی
ہست عارف چوں کبوتر در گریز	دائما سوئے خدا زیں خاک بیز
عارف کبوتر کی طرح گریز کرتا ہے	ہمیشہ خدا کی جانب اس خاک چھاننے والے سے
در پئش دنیا کہ زریں مرغ او ست	می دود ہر سو وگرم جستجو ست
اس کے پیچھے دنیا ہے جو زریں مرغ ہے	ہر جانب دوڑ رہی ہے اور جستجو میں سرگرم ہے
زاغ یعنی اہل دنیا از شرہ	می دود بروے نمی یابد فرہ
کوا یعنی دنیا دار حرص کی وجہ سے	دوڑ رہا ہے اس پر غلبہ نہیں پاتا ہے
اہل دنیا درپے دنیای دوں	می دوندو می پرند اے ذوفنوں
دنیا دار کمینی دنیا کے پیچھے	اے ہنرمندا دوڑتے ہیں اور اڑتے ہیں
لیک آں مکارہ زیشاں می رمد	درپے آں مرد حقانی دود
لیکن وہ مکارہ ان سے بھاگتی ہے	ربانی مرد کے پیچھے دوڑتی ہے
می رمد آں مرد حقانی ازو	جستجویش می کند آں زشت خو
وہ ربانی مرد اس سے بھاگتا ہے	وہ بد عادت اس کی جستجو کرتی ہے
می کند او درپئش پرواز ہا	لیک وے بری جہد چوں بازہا
وہ اس کے پیچھے اڑانیں بھرتی ہے	لیکن وہ بازوں کی طرح بھاگتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہابیاکاں سہ پسر از کاہلی	طالب حکم اند زاں قاضی ولی
یہاں آ وہ تینوں لڑکے کاہلی کے ذریعہ	اس صاحب اختیار قاضی سے فیصلہ کے طلبگار ہیں

غرض نمودن آں سہ پسر بجناب قاضی

پرہنر فتوئ خواستن درباب میراث پدر

ان تینوں لڑکوں کا ہنرمند قاضی کی عدالت میں عرض کرنا اور باپ کی میراث کے بارے میں فتویٰ چاہنا

ہر سہ با قاضی بگفتند اے حمید	حال ما اینست کن حکم رشید
تینوں نے قاضی سے کہا اے محمود!	ہمارا یہ حال ہے صحیح فیصلہ کر دے
خلق بہر حکم او شد مجتمع	ہر یکے ایں ماجرا را مستمع
لوگ اس کے فیصلہ کے لئے جمع ہو گئے	ہر ایک اس قصہ کو سننے والا تھا
تابدانند آنچہ قاضی حکم کرد	می چہ گوید اندریں آں مرد فرد
تاکہ قاضی جو فیصلہ کرے اس کو جان لیں	وہ یکتا انسان اس معاملہ میں کیا کہتا ہے؟
گفت قاضی ایں ہمہ مال پدر	مرسوم را گشت از حکم قدر
قاضی نے کہا باپ کا یہ سارا مال	مقدر کے فیصلہ سے تیسرے کا ہو گیا
خلق آمد در فغاں زیں ماجرا	کیں سخن را شرح کن بہر خدا
لوگ اس فیصلہ سے فریاد کرنے لگے	کہ خدا کے لئے اس بات کی تشریح کیجئے
عالمے زیں حکم حیرت در شدند	کیں دو چوں محروم مال و زر شدند
ایک جہان اس فیصلہ سے حیرت میں پڑ گیا	کہ یہ دونوں مال و زر سے کیوں محروم ہوئے؟
کاہلی ہر سہ شد باہم قریب	وجہ ترجیحش چہ باشد اے لبیب
تینوں کی کاہلی قریب قریب ہے	اے عقلمند! اس کی ترجیح کی کیا وجہ ہے؟
گفت قاضی ہست کاہل ترسوم	شد فزوں تر اوز اول وز دوم
قاضی نے کہا تیسرا زیادہ کاہل ہے	وہ پہلے اور دوسرے سے زیادہ بڑھا ہوا ہے
زانکہ ایں کاہل بکار اخرویست	چست و چابک در امور دنیویست
کیونکہ یہ آخرت کے کام میں کاہل ہے	دنیوی معاملوں میں چست اور چالاک ہے
برگزیدہ او کار دنیا بر نماز	ایں بود خود کاہلی اہل آز
اس نے دنیا کے کام کو نماز پر ترجیح دی	اہل حرص کی کاہلی یہی ہوتی ہے
کاہلی درکار دنیا چستی ست	کاہلی از نار و جنت سستی ست
دنیا کے کام میں کاہلی چستی ہے	جہنم اور جنت سے کاہلی سستی ہے
مرد کاہل بہر حق کاہل بود	کاہل از دارین بس عاقل بود
اللہ (تعالیٰ) کے معاملہ میں کاہل شخص کاہل ہوتا ہے	دونوں جہانوں سے کاہل بہت عقلمند ہوتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بہر ذات حق گزارد ہر دو را	ایں چنیں کاہل بود مرد خدا
اللہ (تعالیٰ) کی ذات کے لئے دونوں کو چھوڑ دیتا ہے	مرد خدا ایسا ہی کاہل ہوتا ہے
کاہلی اولیں در زہد برد	کرد اسباغ وضو قطرہ نخورد
پہلے کی کاہلی زہد میں لی گئی	اس نے وضو مکمل کیا ایک قطرہ نہ پیا
برامید جنت او بروے کشید	نفس را ہم از عطش گردن برید
اس نے جنت کی امید پر سردی برداشت کی	پیاس سے نفس کی گردن بھی کاٹ دی
واں دوم از بہر حق کاہل شدست	از متاع ہر دو کون غافل شدست
اور وہ دوسرا اللہ (تعالیٰ) کے لئے کاہل بنا	دونوں جہان کے سامان سے غافل ہوا
غیر حق را چوں ندید او ہیچ قدر	کاہلی او ست از چستی و مکر
خدا کے سوا کی چونکہ اس نے کوئی قدر نہ دیکھی	اس کی کاہلی چستی اور تدبیر کی وجہ سے ہے
کاہلی عقبیٰ مرادم چابکی ست	در توکل کاہلی و بے تکی ست
آخرت کے کام میں کاہلی سے میری مراد چستی ہے	(کیونکہ) کاہلی اور کوشش نہ ہونا توکل کی وجہ سے ہے
مال عقبیٰ بہر ایں کاہل بود	مال دنیا بہر آں کاہل بود
آخرت کا مال اس کاہل کے لئے ہوتا ہے	دنیا کا مال اس کاہل کے لئے ہوتا ہے
وایں سوم کو کار حق را خوار کرد	بہر گاوے شد فدا روزش بدرد
اور اس تیسرے نے اللہ کے کام کو ذلیل کیا	بَیل کے لئے اس کا دن تکلیف کے ساتھ قربان ہوا
کاہل و جاہل ز جملہ ایں کس ست	دولت دنیا مر ایں کس را بس ست
سب سے زیادہ کاہل اور جاہل یہ شخص ہے	دنیا کی دولت اس کے لئے کافی ہے
واں دو را عقبیٰ و ایں را دولت ست	نیست ایں دولت بپایاں ذلت ست
ان دونوں کے لئے آخرت اور اس کے لئے (دنیا کی) دولت ہے	انجام کا یہ دولت نہیں ہے ذلت ہے
زیں سبب فرمود پیغمبرؐ مگر	انہ لو کان للدنیا قدر
شاید پیغمبرؐ نے اسی لئے فرمایا	بیشک اگر دنیا کی قدر ہوتی
ماسقی منہا لکافر شربۃً	بلکہ می انداخت بروے صد محن
کافر کو اس میں سے ایک گھونٹ نہ پلاتا	بلکہ اس پر سو مشقتیں ڈال دیتا

دربیان معنی ایں حدیث کہ الدنیا سجن المومن وجنۃ الکافر

اس حدیث کے معنی کے بیان میں کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور کافر کی جنت ہے

ہست دنیا جنت آں کفار را	اہل فسق و ظلم و آں اشرار را
دنیا کافروں کے لئے جنت ہے	فاسقوں اور ظالموں اور ان شریروں کے لئے
بہر مومن ہست زنداں ایں مقام	نیست زنداں جای عیش و احتشام
یہ جگہ مومن کے لئے قید خانہ ہے	قید خانہ عیش اور حشمت کی جگہ نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

جہد کن تا خود ازیں زنداں رہی	مخلصی جاں را ازیں محبس دہی
کوشش کر تاکہ تو اس قید خانہ سے نجات پالے	جان کو اس قید خانہ سے چھٹکارا دے دے
زود فکر ژرف می باید گزید	پا ازیں زنداں بروں باید کشید
بہت جلد گہرا فکر اختیار کرنا چاہئے	اس قید خانہ سے پاؤں باہر نکالنا چاہئے
آشیان تست عرش اعتلا	چوں بیفتادی دریں دام بلا
تیرا آشیانہ بلندی کا عرش ہے	تو مصیبت کے اس جال میں کیوں گر پڑا؟
ہیچ ناری یاد ازاں کاشانہ	مست گشتی چوں بریں گھدانہ
تو بھی اس محل کو یاد نہیں کرتا ہے	تو اس پاخانہ پر کیسا مست ہو گیا ہے؟
می دہندت دانہ عمرت می خرند	گاو گردوں زرع عمرت می چرند
تجھے دانہ دے دیتے ہیں تیری عمر خرید لیتے ہیں	آسمان کے بیل تیری عمر کی کھیتی چر جاتے ہیں
روزی ہر روزہ پنداری تو مفت	عمر ہر روزہ بگیرند ایں شگفت
تو ہر دن کی خوراک مفت سمجھتا ہے	ہر روز تیری عمر لے لیتے ہیں یہ تعجب ہے
تو بدانہ دام را بگزیدۂ	وز لئیمی بر لجے وپیچیدۂ
تو نے دانہ کی وجہ سے جال کو پسند کر لیا ہے	اور کمینہ پنا سے جال میں الجھ گیا ہے
رو بداں سو پر بزن کاشانہاست	آں سوئے چرخ بریں بس دانہاست
جا اس جانب پرواز کر محلات ہیں	اس بلند آسمان پر بہت دانے ہیں
لب بہ بند از گفتگوئے این و آں	تا بیابی نور حق دردل عیاں
اس اور اس کی بات سے ہونٹ بند کر لے	تاکہ تو اللہ (تعالیٰ) کے نور کو دل میں ظاہر پائے
خویش را رسوائی عالم کردۂ	بہر تصویر جہاں چوں گردۂ
تو نے اپنے آپ کو رسوائے عالم بنایا ہے	جبکہ تو دنیا کی تصویر کے لئے نقشہ ہے
لوح تو پر از خیالات جہاں	فکر و ذکرش چوں شود دردل جہاں
تیری تختی دنیا کے خیالات سے پر ہے	اس کا فکر و ذکر دل میں کیسے پیدا ہونے والا ہو گا؟
از ہمہ می بر بدو پیوند کن	بر در یک یار خود را بند کن
سب سے کٹ جا اس سے جڑ جا	ایک یار کے در پر اپنے آپ کو پابند کر
یار ہرجائی ترا مرغوب نیست	کے سزد آں را کہ چوں او خوب نیست
ہرجائی یار تجھے پسند نہیں ہے	اس کے لئے کب مناسب ہوگا جس کی طرح کا کوئی حسین نہیں ہے

حکایت بر سبیل تمثیل

تمثیل کے طور پر ایک حکایت

بدزنے سیمیں تنے عشوہ گرے	بر زمیں تاباں چو فرخ اخترے
ایک چاندی جیسے بدن والی ناز دکھانے والی عورت تھی	زمین پر مبارک تارے کی طرح روشن

www.besturdubooks.wordpress.com

زلف و رخسار و لب او رشک حور	در زنخدانش دل خلقے حصور
اس کی زلف اور رخسار اور ہونٹ حور کا رشک (تھے)	اس کی ٹھوڑی میں لوگوں کا دل گھرا ہوا (تھا)
از تبختر چوں تذرو خوش نہاد	بر سر کوی گزارے او فتاد
ناز سے چلنے میں خوش فطرت چکور کی طرح (تھی)	اسکا کوچہ پر سے گزر ہوا
اتفاقاً یک جوانے تفتہ دل	شد دوچار اوز دستش رفتہ دل
اتفاقاً ایک جوان سوختہ دل	اس کے سامنے آ گیا اس کا دل بے قابو ہو گیا
دید او را گشت تصویر خیال	رفت ہوش از سر بجانش صد نکال
اس نے اس کو دیکھا تصویر خیال بن گیا	ہوش سر سے روانہ ہو گیا اس کی جان میں سو عذاب پیدا ہو گئے
گشت چوں تصویر حیراں اندرو	چشم برہم می نزد از شوق او
اس میں تصویر کی طرح حیران ہو گیا	اس کے شوق سے پلک نہ جھپکاتا تھا
زن چو او را والہ و شیدا بدید	تیر عشق او بجان زن رسید
عورت نے جب اس کو عاشق اور شیدا دیکھا	اس کے عشق کا تیر عورت کی جان میں لگا
گفت اے سادہ چہ می بینی بگو	از چہ حیراں گشتی اے آئینہ رو
اس نے کہا اے بھولے! کیا دیکھ رہا ہے بتا؟	اے آئینہ رو تو کس چیز سے حیران ہو گیا ہے؟
رو برای کار خود آمادہ باش	پا بزنجیرے منہ آزادہ باش
جا اپنے کام پر آمادہ رہ	پاؤں میں زنجیر نہ ڈال آزاد رہ
گفت عشقت ہوش و عقل من ربود	کو مرا پروای کار نفع و سود
اس نے کہا تیرا عشق میرا ہوش اور عقل لے اڑا	مجھے نفع اور فائدہ کے کام کی پروا کہاں ہے؟
جز تو کار دیگرم باقی نماند	عشق تو در بسترم خارے فشاند
میرے لئے تیرے سوا دوسرا کام نہیں رہا	تیرے عشق نے میرے بستر پر کانٹے بچھا دیئے
کاروبار من بجز عشق تو نیست	حسن تمثیل تو جاں را رہزنیست
میرا کاروبار تیرے عشق کے سوا نہیں ہے	تیری تصویر کا حسن جان کا رہزن ہے
گفت ہیں واپس نگر ہمشیر من	از عقب می آید آں غنچہ دہن
اس نے کہا خبردار پیچھے دیکھ میری ہمشیر	پیچھے آ رہی ہے وہ غنچہ دہن
صد رہ از من در جمال او خوب تر	کہ نیرزد پیش روی او قمر
وہ مجھ سے حسن میں سو گنا بڑھی ہوئی ہے	کیونکہ اس کے رخ کے مقابلہ میں چاند کسی قیمت کا نہیں ہے
آں جوان سادہ رو ازوے بتافت	سوی محبوبے نشاں کروے نیافت
اس بھولے جوان نے اس سے منہ موڑ لیا	اس محبوب کی جانب جس کا نشان نہ پایا
زن برویش زد طپانچہ آنچناں	کہ برد صد رشک بروے ارغواں
عورت نے اس کے منہ پر ایسا طمانچہ مارا	کہ گل بانسہ اس پر سو رشک کرے

گفت اے ابلہ اگر تو عاشقی	در بیان دعوی خود صادقی
بولی اے بیوقوف! اگر تو عاشق ہے	اپنے دعوے کے بیان میں تو سچا ہے
سوی غیر من چرا کردی نظر	دعویٰ عشق ایں بود اے خیرہ سر
میرے غیر کی جانب تو نے نظر کیوں کی؟	اے پراگندہ دماغ عشق کا دعویٰ یہ ہوتا ہے
ایں چنیں باشد وفای عاشقاں	رو بغیر آرند ظاہر یا نہاں
عاشقوں کی وفا ایسی ہوتی ہے	ظاہر یا پوشیدہ دوسرے کی طرف رخ کرتے ہیں؟
چونکہ دید غیر در عشق مجاز	ننگ عشق آمد حقیقت راچہ ساز
جبکہ مجازی عشق میں دوسرے کو دیکھنا	عشق کا عیب ہے تو حقیقت سے کیا تعلق؟
عاشق حقی و بینی غیر را	کعبہ می خواہی کہ سازی دیر را
تو اللہ (تعالیٰ) کا عاشق ہے اور غیر کو دیکھتا ہے	تو کعبہ چاہتا ہے؟ جبکہ بتخانہ کا ارادہ کرتا ہے
کھٹکے داری بردی دل زغیر	وانگہاں خواہی بکوی دوست سیر
تو دل پر غیر کا زخم رکھتا ہے	پھر دوست کے کوچہ میں سیر چاہتا ہے
تا کشک داری بکشمان وجود	حب حب اللہ دروکشتن چہ سود
جب تک تو وجود کے کھیت میں دیمک رکھتا ہے	اس میں اللہ (تعالیٰ) کی محبت کا دانہ بونے سے کیا فائدہ؟
غیر او را از نظر بیروں فگن	چشم دل نہ بر جمال ذوالمنن
اس کے غیر کو نظر سے باہر پھینک دے	احسانوں والے کے حسن پر دل کی آنکھ رکھ
کیست دیگر در جہاں غیر از خدا	از چہ احول گشتہ اے ژاژ خا
دنیا میں خدا سے علاوہ دوسرا کون ہے؟	اے بیہودہ گو! تو بھینگا کیوں ہوا ہے؟
خود توئی گر غیر حق خود را بسوز	چشم دل بر وحدہ ہر دم بدوز
اگر تو خود حق کا غیر ہے تو خود کو جلا دے	دل کی آنکھ ہر وقت اس تنہا پر لگا
جز وجود مطلق و ہستی پاک	آنچہ آید درم خیالت ہست خاک
وجود مطلق اور پاک ہستی کے سوا	جو کچھ تیرے خیال میں آئے خاک ہے
تو کجا و من کجا عالم کجا	ہست یک نور منزہ اے فتا
تو کہاں اور میں کہاں عالم کہاں؟	اے نوجوان! ایک پاکیزہ نور ہے
ظاہر و باطن نہاں و آشکار	شمع یک شمع ست قندیلش ہزار
ظاہر اور باطن پوشیدہ اور کھلا	شمع تو ایک شمع ہے اس کے قندیل ہزار ہیں
در ہزاراں آئینہ یک صورت ست	زیں تکثر ہم خرد را حیرت ست
ہزاروں آئینوں میں صورت ایک ہے	اس کثرت سے بھی عقل حیرت میں ہے
کثرت آئینہ آمد از کجا	ایں ز اسما و صفات ست اے کیا
آئینہ کی کثرت کہاں سے آئی؟	اے بزرگ! یہ اسماء اور صفات کی وجہ سے ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں سخن پایاں ندارد لب بہ بند	ہر دو لبہای مرا بر بستہ قند
اس بات کا خاتمہ نہیں ہے ہونٹ بند کر لے	شکر نے میرے دونوں ہونٹ سی دیئے ہیں
زیں شکر ہر دو لب من بستہ شد	وز قیود گفتگو دل . رستہ شد
اس شکر سے میرے دونوں ہونٹ بستہ ہو گئے	اور گفتگو کی بیڑیوں سے دل نجات پا گیا

رجوع بحکایت شاہزادہ سوم کہ از بادشاہ شرف قرابت و عزد وجاہت یافت و بمنزل گاہ زوجناھم بحور عین شتافت

تیسرے شہزادے کی حکایت کی طرف رجوع جس نے بادشاہ سے رشتہ داری کا شرف اور عزت اور وجاہت پائی "ہم کے حورعین سے ان کی شادی کردی" کی منزل گاہ کی طرف دوڑ گیا

اے حسام الدین شہ ملک یقیں	حال شہزادہ سوم برگو تو ہیں
اے حسام الدین ملک یقین کے شاہ	ہاں آپ تیسرے شہزادے کا حال بیان کریں
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن	جذب جاں کردی تو چوں بادیمن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!	آپ نے یمن کی ہوا کی طرح جاں جذب کر لی
می کشد مارا ابر عرش علا	پر پروازت چو جبریل صفا
ہمیں بلندی کے عرش پر کھینچتا ہے	تیرا پر پرواز جبرئیل باصفا کی طرح
بردۂ جاں را تو درباغ خلود	سینہ ام پر گل ازانست اے ودود
آپ جان کو ہیشگی کے باغ میں لے گئے	اے محبوب اسی لئے میرا سینہ پھولوں سے پر ہے
خود ز تست ایں گفتگوئے پر شکر	کز زبانم می ترا و د شعر تر
یہ شکر بھری گفتگو آپ کی جانب سے ہے	کہ میری زبان سے تازہ شعر ٹپک رہے ہیں
حال خود را بر زبانم گفتہ	خود تو دانی چونکہ انیں در سفتہ
آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے	چونکہ آپ نے اپنی حالت میری زبان سے بیان کی ہے
من نے خالی بدم نائی توئی	مثنوی را گر بیفزائی توئی
میں خالی نے ہوں نوازنے والے آپ ہیں	اگر مثنوی کو بڑھا رہے ہیں تو آپ ہیں
نالہ من از دم گرم تو ہست	لطف تو ایں تہمتے برمن بہ بست
میرا نالہ آپ کے گرم سانس کی وجہ سے ہے	آپ کی مہربانی نے مجھ پر یہ تہمت باندھی ہے
اختتام مثنوی خود کردۂ	خود تو میگوئی ولے در پردۂ
مثنوی کا اختتام آپ نے کیا ہے	خود آپ کہہ رہے ہیں۔لیکن آپ پردے میں ہیں
ایں من و ماجز کہ پردہ بیش نیست	پیش آں عقل مآل اندیش نیست
من و "ما" پردے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے	انجام سوچنے والی عقل اس کے سامنے نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

در صور گر کثرتے بینی عیاں	معنی جملہ یکست اے نکتہ داں
تو اگر صورتوں میں کثرت ظاہر دیکھتا ہے	ایک نکتہ داں! حقیقت سب کی ایک ہے
شمع در آئینہ خانہ گر نہی	پیش ہر آئینہ اش راہے دہی
اگر تو شیش محل میں شمع رکھ دے	ہر آئینہ کے سامنے تو اس کو راہ دے دے گا
در حقیقت یک بود اے ہوشیار	پیش چشم تو نمایاں صد ہزار
اے ہوشیار حقیقت میں وہ ایک ہے	تیری آنکھ کے سامنے ہزاروں نمایاں ہیں
ذات شمع آں یک بود از کثرتے	مر ترا ز آئینہ باشد حیرتے
شمع کی ذات ایک ہے کثرت کی وجہ سے	تجھے آئینہ سے حیرت ہو گی
بے تکثر شمع یک چوں شد ہزار	وحدت ہستی مطلق ہوشدار
بغیر کثرت کے جب ایک شمع ہزار ہو گئیں	مطلق ہستی کی وحدت کو سمجھ لے
گر. پرسی آئینہ شد از کجا	شمع ہست آں خود قدیم و باضیا
اگر تو پوچھے آئینہ کہاں سے پیدا ہوا؟	وہ شمع خود قدیم اور منور ہے
آئینہ داں جملہ اسما و صفات	اقتضا کردند فضل کائنات
تمام اسماء و صفات کو آئینہ سمجھ	جنہوں نے بقیہ کائنات کو چاہا
زیں سخن بگذر کہ شہزادہ سوم	چوں شنید از مرگ آں داور دوم
اس بات سے گزر کیونکہ تیسرے شہزادے نے	جب دوسرے بھائی کی موت کے بارے میں سنا

بیان حال شہزادہ سوم کہ بعد مرگ برادر دوم تقرب سلطان وقرب وعرفان یافت

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان جس نے دوسرے بھائی کے مرنے کے بعد شاہ کا تقرب اور قربت ومعرفت حاصل کرلی

حاضر آمد در جناب پادشاہ	طالب محبوب خود با دردو آہ
وہ بادشاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا	اپنے محبوب کا درد اور آہ کے ساتھ طالب بن کر
پس معرف گفت بہر مصلحت	کیں سوم بیش ست جائے مرحمت
مصلحت کے طور پر تعارف کرانے والے نے کہا	کہ یہ تیسرا زیادہ رحم کا مستحق ہے
ہر دو بازویش بعشق تو شکست	مر شکستش راجبیرہ بستن ست
اس کے دونوں بازو آپ کے عشق میں شکستہ ہو گئے	اس کی. شکست پر پٹی باندھنی ہے
شاہ رحمت کرد او را پیش خواند	وز تلطف بر سریر خود نشاند
شاہ نے رحم کیا اس کو آگے بلایا	اور مہربانی سے اپنے تخت پر بٹھایا
گرچہ میدانست حالش را بکشف	جملہ می پرسید باری شگرف
اگرچہ وہ اس کی حالت کو کشف کے ذریعہ جانتا تھا	عجیب رائے سے تمام (احوال) پوچھتا رہا
آنچناں از لطف پرسشہا نمود	کاں غم و کربت زجان او ربود
مہربانی سے اس قدر پرسش کی	کہ وہ غم اور مصیبت اس کی جان سے نکال دی

www.besturdubooks.wordpress.com

آں برادر مردہ را تدفیں نمود	زندہ را با روح خود تضمیں نمود
اس نے مردہ بھائی کی تدفین کر دی	زندہ کو اپنی روح سے وابستہ کر لیا
بعد چندیں صحبت او گرم شد	شاہ را بروے بسے دل نرم شد
تھوڑے دن بعد اس کی صحبت گرم ہو گئی	اس پر بادشاہ کا دل بہت نرم ہو گیا
بوتہ و پوتک مراو را جملہ داد	داخل شاہانہ بہر او کشاد
بڑا چھوٹا خزانہ سب اس کو دے دیا	دیوان خانہ اس کے لئے کھول دیا
از دم جاں بخش شاہ بحر جود	غنچۂ او در شگفتن رونمود
سخاوت کے سمندر جان عطا کرنے والے شاہ کے دم سے	اس کا غنچہ کھلنے لگا
راز ہا اندر دلش تخمیر گشت	ہمچو آں دو میں ہمہ تنویر گشت
اس کے دل میں بہت سے راز پوشیدہ ہو گئے	وہ منجھلے بھائی کی طرح مجسم نور بن گیا
منزل قرب وجود و معرفت	بیشتر زاں دو میں شد در صفت
قرب و وجود اور معرفت کی منزل میں	صفت میں اس منجھلے بھائی سے زیادہ ہو گیا
کسب ہای کرد و رہ طے می نمود	جہد ہای کرد و نورش می فزود
مجاہدے کرتا تھا اور راستہ طے کرتا تھا	وہ کوشش کرتا تھا اور اس کا نور بڑھ رہا تھا
لیک او خود عبرتے بگرفتہ بود	زاں دو دادر پندہا پذرفتہ بود
لیکن اس نے خود ایک عبرت حاصل کر لی تھی	ان دونوں بھائیوں سے نصیحت قبول کر لی تھی
عقبہائے راہ وا دانستہ بود	حزمہای کرد و بد شایستہ خود
وہ راستہ کی گھاٹیوں کو خوب جان چکا تھا	احتیاطیں برتتا تھا اور خود شائستہ تھا
دید کاں اول ز عجلت جاں بداد	واں دوم را عجب در گورے نہاد
اس نے دیکھا کہ اس پہلے نے جلدی میں جان دیدی	اور اس دوسرے کو خود پسندی نے قبر میں رکھ دیا
مرد را باید کہ اندر راہ یار	در تانی کو شد و صبر و قرار
انسان کو چاہیے کہ یار کے راستہ میں	آہستہ روی اور صبر و قرار سے کوشش کرے
زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبیٰ	رفق راس الحکمت آمد اے فتیٰ
احمدؐ مجتبیٰ نے اسی لئے فرمایا ہے	اے نوجوان! نرمی دانائی کی جڑ ہے
ابن مسعودؓ از پیغمبرؐ نقل کرد	نصف ایمان ست صبر اے نیک مرد
ابن مسعودؓ نے پیغمبرؐ سے نقل کیا ہے	اے نیک مرد! صبر نصف ایمان ہے
ورنہ حسن یار نور مطلق ست	چشم دل اندر جمالش مندق ست
ورنہ یار کا حسن نور مطلق ہے	اس کے جمال میں دل کی آنکھ پارہ پارہ ہے
تاب ناری دیدنش را یک بیک	آئینہ مصقول میکن سیلنک
تو یک بیک اس کے دیکھنے کی تاب نہیں لا سکتا	آئینہ پر آہستہ آہستہ صیقل کر

www.besturdubooks.wordpress.com

ایں تانی بہر استعداد ہست	کے جمال بے حجابش در بہ بست
یہ آہستہ روی استعداد کے لئے ہے	اس کے بے حجاب جمال نے دروازہ کب بند کیا ہے؟
یار چوں شمس ست در وسط السماٰ	لیک اے خفاش کو چشمے ترا
یار آسمان کے وسط میں سورج کی طرح ہے	لیکن اے چمگادڑ! تیری آنکھ کہاں ہے؟
رو تو اول چشم را پیدا بکن	بعد ازاں دیدہ بسویش وا بکن
جا تو پہلے آنکھ پیدا کر	اس کے بعد اس کی طرف آنکھ کھول
برنتابی ورنہ آں نور و شروق	نجم تو گردد ز مہرش در خفوق
ورنہ اس نور اور چمک کی تو تاب نہ لا سکے گا	اس کے سورج سے تیرا ستارہ غروب کر جائے گا
یا بمیری یا شوی دیوانہ خود	زیں سبب اکثرے مجذوب شد
یا تو مر جائے گا یا دیوانہ ہو جائے گا	اسی وجہ سے بہت سے مجذوب ہو گئے ہیں
برنتابد کاہ بار کوہ را	مرد باید ایں غم و اندوہ را
تنکا پہاڑ کا بوجھ نہیں سہار سکتا	اس رنج و غم کے لئے مرد چاہیے
آں نخستیں دادرش تعجیل کرد	وصل عریاں را طپاں تحصیل کرد
اس کے پہلے بھائی نے جلدی کی	عریاں وصل کو تڑپتے ہوئے حاصل کیا
چوں نبود آں وصل لب در خورد او	در طپش افتاد و خست و مرد او
چونکہ خالص وصل اس کے مناسب نہ تھا	وہ تڑپنے لگا اور خستہ ہو گیا اور مر گیا
تا کہ رفع ایں حجاب تن نشد	وصل عریاں کے بدست آید زلد
جب تک جسم کا یہ پردہ نہ ہٹے	جھگڑے سے عریاں وصل کب ہاتھ آتا ہے؟
لیک شیر عشق چوں تازد شتاب	لقمہ گردد عاشق او را چوں کباب
لیکن عشق کا شیر جب جلد دوڑ پڑتا ہے	عاشق کباب کی طرح اس کا لقمہ بن جاتا ہے
ز اضطراب عشق جلدیہا کند	چکرہ را ہمچوں صدف لب واکند
عشق کے اضطراب کی وجہ سے جلد بازیاں کرتا ہے	سیپ کی طرح قطرے کے لئے منہ کھول دیتا ہے
لیک پیش از ابر نیساں فتح لب	نیست زاں حاصل بجز رنج و تعب
لیکن ابر نیساں سے پہلے منہ کھولنا	اس سے سوائے تکلیف اور مشقت کے کچھ حاصل نہیں
زن نباشد طامثہ یا بالغہ	باشد از احوائے نطفہ زائغہ
جو عورت حائضہ یا بالغہ نہ ہو	وہ نطفہ کے ٹھیرنے میں کجرو ہوتی ہے

داستان آں مطبخی کہ بدوں استعداد از راہ تعجیل دل بوصل عریاں نہاد و جاں بداد

اس نان بائی کا قصہ جس نے بغیر استعداد کے جلد بازی کے طور پر وصل عریاں کے ساتھ دل وابستہ کیا اور جان دے دی

عارفے را مطبخی ہمسایہ بود	بس سخی و عاقل و پرمایہ بود
ایک عارف کا ایک نان بائی پڑوسی تھا	بہت سخی اور عقلمند اور سرمایہ دار تھا

اکثر استفسار کردے حال شیخ	بستہ بودے چشم بر احوال شیخ
اکثر شیخ کا حال معلوم کرتا	شیخ کے احوال پر آنکھ لگائے ہوئے تھا
چونکہ فقر از شان فخر اولیاست	افتقار از سنت خیرالوریٰ ست
چونکہ فقر اولیاء کے فخر کی شان ہے	حاجت مندی خیرالوریٰ کی سنت ہے
باوجود حزم اخفای کمال	گرشدے احیاناً او دانای حال
باوجود کمال کے اخفاء کی پختہ کاری کے	اگر وہ کبھی حال کا واقف کار بن جاتا
خدمتے کردے بصد عجز و نیاز	باکمال اعتقاد و امتیاز
سینکڑوں عاجزیوں اور نیازمندیوں سے خدمت کرتا	پورے اعتقاد اور امتیاز کے ساتھ
اتفاقاً چند مہمان عزیز	شد تعلق روزے باآں صاحب تمیز
اتفاقاً چند معزز مہمان	ایک روز ان صاحب تمیز کے مہمان بن گئے
چونکہ فقد نزل بود وہم عشا	مرد عارف گشت در رنج و عنا
چونکہ مہمانی کے سامان اور کھانے کا بھی فقدان تھا	(وہ عارف) مرد رنج اور تکلیف میں (مبتلا) ہو گیا
چونکہ لیکرم ضیفہ حکم رسولؐ	دردل عارف ز نشتر بدعجول
چونکہ چاہئے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے" رسول کا حکم ہے	وہ عارف کے دل میں نشتر سے زیادہ جلدی کرنے والا تھا
یک دوبار از خانقہ تاخانہ رفت	تاکند مہمانیٔ شاں چست زفت
ایک دو مرتبہ خانقاہ سے گھر تک گیا	تاکہ ان کی مہمانی اچھی اور بھرپور کریں
لیک در خانہ نیارا او نبود	زیں سبب تشویش وقت او فزود
لیکن ان کے گھر میں مالداری نہ تھی	اس لئے ان کے وقت کی پریشانی بڑھ رہی تھی
مفلسی آں شیخ را بر رغم طبع	دید گہ در خانقہ گاہے برابع
نان بائی نے شیخ کو ان کے مزاج کے خلاف	کبھی خانقاہ میں کبھی گھر میں دیکھا
بر در او آمد و تفتیش کرد	ماجرا دریافت و بس تشویش کرد
وہ ان کے دروازہ پر آیا اور جستجو کی	معاملہ سمجھ گیا اور بہت پریشان ہوا
زود از دوکان تتماج و ثرید	نان و قلیہ ماہی بریاں گزید
فوراً دکان سے دلیا اور ثرید	روٹی اور شوربا بھنی ہوئی مچھلی لی
برد نزد شیخ کاے مرد خدا	صرف کن ایں جملہ اے نورالہدا
شیخ کے پاس لے گیا کہ اے مرد خدا	اے نور ہدایت اس سب کو خرچ کر لیجے
ہر کجا خواہی مر آں را صرف کن	جملہ کردم ملک تو از بیخ و بن
آپ جہاں چاہیں اس کو خرچ کر لیں	میں نے جڑ اور بنیاد سے آپ کی ملک کیا
شیخ شاداں گشت و مہماناں نواخت	جملہ رازاں خوان نعمت سیر ساخت
شیخ خوش ہوگئے مہمانوں کو نوازا	اس خوان نعمت سے سب کا پیٹ بھر دیا

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچہ باقی ماند بخشید اہل را	رفت تشویش و دلش آمد بجا
جو کچھ بچا گھر والوں کو دے دیا	ان کی پریشانی رفع ہو گئی اور دل ٹھکانے آ گیا
مطبخی را گفت چہ خواہی بگو	ہر درے خواہی ازیں دریا بجو
نان بائی سے فرمایا تو کیا چاہتا ہے بتا؟	تجھے جو موتی چاہئے اس دریا میں تلاش کر لے
بحر من در جوش آمد ایں زماں	آنچہ می خواہی بگیر و داستاں
اس وقت میرا سمندر جوش میں آ گیا ہے	تو جو چاہئے حاصل کر لے اور لے لے
مطبخی گفتا کہ از لطف شما	ولد و مال و جاہ شد حاصل مرا
نان بائی نے کہا آپ کی مہربانی سے	اولاد اور مال اور رتبہ مجھے حاصل ہے
نیست در دنیا بچیزے حاجتم	از رہ شکر و قناعت ساکتم
مجھے دنیا میں کسی چیز کی حاجت نہیں ہے	شکر و قناعت کے طریقہ پر میں خاموش ہوں
حق چو بیش از حاجت من رحم کرد	چوں کنم دیگر طلب اے نیک مرد
جب اللہ (تعالیٰ) نے میری ضرورت سے زیادہ عطا فرمایا ہے	اے نیک مرد! پھر اور کیا طلب کروں؟
باز چوں دریائے حق در جوش بود	عارف اندر خواہ خواہش میفزود
پھر چونکہ اللہ (تعالیٰ) کا دریا جوش میں تھا	شیخ (اس سے) خواہش کے طلب کرنے میں اضافہ کرتے
مطبخی گفتا کہ می خواہم شہا	ہمچو خود عارف کنی بے فرقہا
نان بائی بولا اے شاہ! میں چاہتا ہوں	بغیر فرق کے اپنی طرح مجھے عارف بنا دیجئے
غیر ازیں دیگر مرا حاجت چونیست	زیں عطایم گر نوازی خوش غنیست
اس کے علاوہ چونکہ میری کوئی حاجت نہیں ہے	اگر آپ اس بخشش سے مجھے نواز دیں تو بہتر کام ہے
عارف اندر فکر رفت و گفت ہیں	زیں سوال خام رو دیگر گزیں
عارف متفکر ہو گئے اور فرمایا خبردار!	اس ناقص سوال سے ہٹ جا دوسرا اختیار کر لے
گفت نے نے من ہمیں را خواستم	وز سر مال و جہاں برخاستم
اس نے کہا نہیں نہیں میں یہی چاہتا ہوں	مال اور دنیا کے خیال سے میں علیحدہ ہوں
گفت عارف گر چو من عارف شوی	غرق بحر لاشوی وز خود روی
شیخ نے فرمایا اگر تو میری طرح عارف بنے گا	"لا" کے سمندر میں غرق ہو جائے گا اپنے سے جاتا رہے گا
تار و پود اسطقست بگسلد	طوطی تو ایں قفس دردم ہلد
تیرے عناصر کا تانا بانا بکھر جائے گا	تیری طوطی فوراً پنجرے کو چھوڑ دے گی
گفت ازیں بہتر چہ باشد اے کریم	واصل حق گشتہ بر خیزم سلیم
عرض کیا اے کریم! اس سے بہتر کیا ہو گا؟	واصل بحق ہو کر میں سالم اٹھوں گا
گفت عارف اندرون حجرہ آ	ساعتے بنشیں مراقب پیش ما
شیخ نے فرمایا حجرے کے اندر آ جا	تھوڑی دیر مراقبہ کر کے میرے سامنے بیٹھ جا

www.besturdubooks.wordpress.com

خلوتے کردند آں عارف تمام	صرف ہمت کرد در سقی المدام
ان شیخ نے پوری خلوت کر لی	شراب (معرفت) پلانے میں توجہ لگا دی
بعد یک ساعت چو بیروں آمدند	صورت و معنیٰ ہمہ یکساں شدند
تھوڑی دیر کے بعد وہ جب باہر آ گئے	ظاہر اور باطن میں ایک سے ہو گئے
خلق ہم از جمع مثلیں خیرہ شد	عقل جزوی از تمیز تیرہ شد
دو یکساں کے جمع ہونے سے لوگ حیران ہو گئے	جزوی عقل امتیاز کرنے سے عاجز آ گئی
آخرش بعد از زمانے مطفی	در طپش جاں داد چوں مرغ اے اخی
انجام کار تھوڑی دیر کے بعد نابالغ نے	اے بھائی مرغ کی طرح تڑپنے میں جان دے دی
الغرض جاں را بجاناں باز داد	ہمچو شہزادہ نخستیں بے مراد
الغرض اس نے جان جاناں کو واپس دے دی	پہلے بے مراد شہزادے کی طرح
نامرادش گفتنم در صورت است	ورنہ در معنیٰ وصال حیرت است
اس کو میرا نامراد کہنا ظاہر میں ہے	ورنہ حقیقت میں وصال حیرت ہے
حبذا خرمن کزیں برق او بسوخت	تیر آں دلدار مرغ جانش دوخت
وہ کھلیان کیا ہی اچھا ہے جو اس بجلی سے جل گیا	اس محبوب کے تیر نے اس کی جان کے پرند کو چھید دیا
صورت تکمیل اگرچہ تام نیست	وصل حاصل شد بمعنیٰ خام نیست
اگرچہ تکمیل کی صورت پوری نہیں ہے	وصل حاصل ہو گیا حقیقت میں ناقص نہیں ہے
حبذا جانے کہ در راہش دہی	مرحبا آں سر کہ در کویش نہی
وہ جان کیا ہی اچھی ہے جو تو اس کی راہ میں دے دے	قابل تحسین ہے وہ سر جس کو تو اس کے کوچہ میں رکھ دے
بہر او مردن بہ از صد زندگیست	کایں چنیں موت ست بس فرخندگیست
اس کے لئے مر جانا سو زندگی سے بہتر ہے	کیونکہ اس طرح کی موت بہت مبارک ہے
ایں سخن را اندکے کوتاہ کن	وز حدیث آں سوم آگاہ کن
اس بات کو تھوڑا سا مختصر کر دے	اور اس تیسرے کی بات سے آگاہ کر

بیان حال شہزادہ سوم اکتساب اومر کمالات صوری ومعنوی وصبر کردن اواز بیان حاجت خود و بمحبوب خود رسیدن

تیسرے شہزادے کے حال کا بیان اور اس کا صوری اور معنوی کمالات کو حاصل کرنا اور اس کا اپنی ضرورت کے بیان کرنے سے صبر کرنا اور اپنے مطلوب کو پہنچ جانا

واں سوم شہزادہ باصد حزم و صبر	می کشید از یم عرفاں ہمچو ابر
اور وہ تیسرا شہزادہ سو احتیاط اور صبر سے	عرفان کے سمندر سے ابر کی طرح کھینچتا تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر شبے تازے ز صحبت ہای شاہ	دردلش ز انوار وحدت ہاپگاہ
ہر رات کو شاہ کی صحبتوں سے دوڑتے	صبح کو وحدت کے انوار اس کے دل میں
کسب استعداد و توفیر حکم	می نمود از فیض شاہ او دمبدم
استعداد کا کسب اور حکمتوں کی زیادتی	اس کے لئے شاہ کے فیض سے دمبدم ظاہر ہوتی
دردلش ہر دم ز سلطاں چوں قمر	نور نو وارد شدے شام و سحر
چاند جیسے شاہ کی جانب اس کے دل میں ہر وقت	صبح و شام نئے نور وارد ہوتے
دم نمی زد لیکن از مطلوب خود	داشت دردل شعلہ محبوب خود
وہ سانس نہیں لیتا تھا لیکن اپنے مقصود کی وجہ سے	اپنے محبوب کے دل میں شعلہ رکھتا تھا
باچنیں شاہ پر از جود و سخا	حرف مطلب بر زباں آرم چرا
ایسے جود اور سخا سے پر بادشاہ سے	میں مطلب کا حرف زبان پر کیوں لاؤں؟
لطف او بے گفتہ صد نعمت دہد	سوی گفتن چوں دل من بر جہد
اس کی مہربانی بغیر کہے سینکڑوں نعمتیں دیتی ہے	کہنے کی جانب میرا دل کیسے کودے؟
بے طلب بخشید چوں جان و تنم	بر درش پس چوں تبو را کے زنم
جبکہ اس نے بغیر مانگے مجھ کو جان اور جسم عطا فرمایا	پھر اس کے دروازے پر ڈھیری کیوں بجاؤں؟
شاہ ما آئینہ صافی دل ست	خطرہ ام را در دل شہ منزل ست
ہمارا شاہ صاف دل آئینہ ہے	شاہ کے دل میں میرے خطرے کی منزل ہے
گر سزاوارم بداں در ثمیں	خود شہم بنوازد از لطف گزیں
اگر میں اس قیمتی موتی کے لائق ہوں	پسندیدہ مہربانی سے خود بادشاہ مجھے نوازے گا
لطف او ہر صاحب استعداد را	حسب حالش میدہد بے امترا
اس کی مہربانی ہر صاحب استعداد کو	بے شک اس کے حسب حال عطا کر دیتی ہے
ہر چکا دے را کہ اہلیت بود	چتر شاہی برسرش از شہ رسد
جس سڑی میں اہلیت ہوتی ہے	شاہ کی جانب سے اس کے سر پر شاہی چتر پہنچ جاتا ہے
نیست یکتا رہ برآں شہ چوں خفا	در طلب پویم جگارہ من چرا
اس شاہ پر جب سوئی کا نکا بھی مخفی نہیں ہے	میں طلب میں مختلف راستوں پر کیوں دوڑوں؟
از فضولی چوں سخن پیشش کنم	از چہ پیدا حاجت خویشش کنم
اس کے سامنے بیکار بات کیسے پیش کریں؟	اس پر اپنی حاجت کیوں ظاہر کروں؟
شاہ ما روشن ضمیر ست و خبیر	میدہد آخر مراد دل بدیر
ہمارا شاہ روشن ضمیر اور باخبر ہے	انجام کار دل کی مراد دے دیتا ہے
صبر کن اے دل کہ مفتاح خوشی ست	درمیان صبر بس عیش و کشی ست
اے دل صبر کر کیونکہ وہ خوشی کی کنجی ہے	صبر میں بہت عیش اور خوشی ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

شاہ روزے گفت کاے جان کرم	بحر صبر و حلمی و کان کرم
ایک دن شاہ نے کہا اے جان کرم	تو صبر اور علم کا سمندر اور کرم کی کان ہے
خاطرم زیں سلطنت بگرفتہ است	دل بتخت اوج وحدت بستہ است
میری طبیعت اس سلطنت سے ملول ہے	وحدت کی بلندی کے تخت سے دل وابستہ ہے
جانشین من شود خود کامراں	تا رہم من از خراش این و آں
میرا جانشین بن جا اور خود کام چلا	تاکہ میں اس اور اس کی خلش سے نجات پا جاؤں
رو بخلوت خانہ خاصے کنم	از سخن گفتن من اکنوں تن زنم
میں اب خاص خلوت خانہ کا رخ کرتا ہوں	میں اب بات کرنے سے خاموش ہوتا ہوں
گفت پیغمبرؐ کلام از فضہ است	مر سکوت از تبر خالص فضہ است
پیغمبرؐ نے فرمایا کلام خواہ چاندی ہے	خاموشی بغیر ان گھڑ خالص سونے سے ہے
تخت ارشاد ست اگرچہ بس سنی	لیک اندر بے خودی صدر روشنی
رہنمائی کا تخت اگرچہ بہت بلند ہے	لیکن بے خودی میں سیکڑوں روشنیاں ہیں
از تفکر ہادلم خالی شود	مظہر انوار اجلالی شود
میرا دل فکروں سے خالی ہو جائے گا	انوار اجلالی کا مظہر ہو جائے گا
فکر ساعت بہتر از طاعات سال	ایں تفکر ہست حیرت در جمال
ایک گھنٹہ کا فکر سال بھر کی عبادتوں سے بہتر ہے	یہ تفکر جمال میں حیرت ہے
چونکہ شہزادہ شنید ایں ماجرا	زود ز تعظیم ادب سر را بپا
جب شہزادے نے یہ قصہ سنا	ادب کی تعظیم سے پاؤں پر سر رکھ دیا
کہ مباد آں دم کہ از مسند روی	یا بخلوت خانہ گردی منزوی
خدا کرے وہ وقت نہ ہو کہ آپ مسند سے جائیں	یا خلوت خانہ میں خلوت نشیں ہوں
سایۂ تو برسر من مستدام	ظل گستر باد تو یوم القیام
ہمیشہ آپ کا سایہ میرے سر پر ہے	قیامت تک سایہ فگن ہو
تاج ایں سر سایۂ اقبال تست	سلم من پایۂ اقبال تست
اس سر کا تاج آپ کے اقبال کا سایہ ہے	میری سیڑھی آپ کے اقبال کا پایہ ہے
یارب ہرگز بقا چنداں مباد	کہ بہ بینم مسند شہ را خماد
اے خدا میری اتنی زندگی ہرگز نہ ہو	کہ میں شاہ کی مسند کا بگاڑ دیکھوں
زیں نمط بسیاری شد گفتگو	لیک شہ از امتحاں در جستجو
اسی طریقہ پر بہت گفتگو ہوئی	لیکن شاہ امتحانا جستجو میں تھا
کہ دراودرول بود از حب جاہ	یا شکوہ سلطنت مانند شاہ
کہ اس کے دل میں حب جاہ ہو	یا شاہ کی طرح سلطنت کا دبدبہ ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیچ دردل عجب یا پندار ہست	یا درونش از مے شوقست مست
دل میں کوئی تکبر یا غرور ہے؟	یا اس کا باطن شوق کی شراب سے مست ہے؟
دیدگاں در سرسر دیگر نہ پخت	بر نہالش جز نیازے بر نہ پخت
اس نے دیکھا کہ اس نے سر میں کوئی خیال نہیں پکایا	اس کے پودے پر نیازمندی کے پھل کے علاوہ نہیں پکا
حب جاہ و شاہی و حرص و ہوا	در سرش راہے ندارد ما سوا
رتبہ اور شاہی کی محبت اور حرص اور خواہش	اس کے سر میں ماسوا راستہ نہیں رکھتا
جز خدا و و حب خاصان خدا	دردل او نیست راہے ہیچ را
خدا اور خاصان خدا کی محبت کے علاوہ	اس کے دل میں کسی کا راستہ نہیں ہے
جملہ احوالش بطبق وضع یافت	ہر قدم بر شاہ راہ شرع یافت
اس کے تمام احوال وضع کے مطابق پائے	ہر قدم کو شریعت کی شاہراہ پر پایا
دردلش میلے بسوی ملک نے	طالب بحرست و رہن فلک نے
اس کے دل میں سلطنت کی طرف میلان نہیں ہے	سمندر کا طالب ہے اور کشتی کا گروی نہیں ہے
بر محک امتحاں بس آزمود	غیر زردہ دہی آں جانبود
اس نے امتحان کی کسوٹی پر بہت آزمایا	سوائے خالص سونے کے وہاں کچھ نہ تھا
گفت بااصحاب شہ کیں نوجواں	می نیر زد جز باّں دخت چو جاں
شاہ نے مصاحبوں سے کہا کہ یہ نوجوان	اس جان جیسی لڑکی کے سوا کے لائق نہیں ہے
ماہ را با مہر پیوندی خوش ست	جسم را با روح پابندی خوش ست
چاند کا سورج سے جوڑ بہتر ہے	جسم کی روح سے وابستگی بہتر ہے
ایں مر او را او مر ایں را لائق ست	ہر یکے اقران خود را فائق ست
یہ اس کے اور وہ اس کے لائق ہے	ہر ایک اپنے ساتھیوں سے بڑھا ہوا ہے
اینچنیں دختر مر اینکس را سزاست	آنچناں فص اندریں خاتم رواست
ایسی لڑکی اس شخص کے مناسب ہے	ویسا نگ اس انگوٹھی میں درست ہے
جملگی تحسین را لیش را بدل	کردہ گفتند العجل نعم المحل
سب نے دل سے اس کی رائے کی تحسین	کر کے کہا جلدی کیجئے بہتر موقع ہے
شاہ گفتا مجلسے آراستند	بزم طوئی بس سنی افراشتند
بادشاہ نے حکم دیا انہوں نے مجلس آراستہ کی	شادی کی محفل بہت اعلیٰ قائم کی
ہر دو مشتاق ازل یک جان و دل	گشت ایجاب و قبول مستحل
ایک جان و دل دونوں ازلی مشتاقوں کا	حلال کرنے والا ایجاب و قبول ہو گیا
ہر یکے زاں دیگرے سرمست شد	جاں بجان و دل بدل پیوست شد
ہر ایک دوسرے سے مست ہو گیا	جان جان سے اور دل دل سے جڑ گیا

www.besturdubooks.wordpress.com

از تأنی کار دارین ست راست	زیں سبب تعجیل از شیطاں بخاست
آہستہ روی سے دونوں جہانوں کے کام درست ہیں	اس لئے جلد بازی شیطان سے پیدا ہوئی
صبر را فرمود حق عزم الامور	می برد بے ریب ارب خود صبور
اللہ (تعالی) نے صبر کو معاملوں کا عزم فرمایا	بے شبہ صابر اپنی خواہش حاصل کر لیتا ہے
ہر کہ رنجے برد گنجے ہم بہ برد	وانکہ کاہل گشت در سختی بمرد
جس نے تکلیف برداشت کی خزانہ بھی حاصل کیا	اور جو کاہل بنا وہ تنگی میں مرا
لیک کاہل کاہل دنیا خوش ست	عجلت اندر کار دنیا ناخوش ست
لیکن کاہل دنیا کا کاہل بہتر ہے	دنیا کے کام میں عجلت بری ہے
صبر کن توکیل دنیا کن بدو	خیر و شرت را بہ از تو داند او
صبر کر دنیا اس کے سپرد کر دے	وہ تجھ سے زیادہ تیرا برا بھلا جانتا ہے
کاہل دنیا شود چابک بدیں	ہمچو آں شہزادہ کاں سو میں
دنیا کا کاہل دین میں چست ہوتا ہے	اس شہزادے کی طرح جو تیرا ہے

تمثیلات چند دربیان آنکہ کار دنیا جملہ برعکس کارہاست

چند مثالیں اس بیان میں کہ دنیا کے سب کام کاموں کے بالعکس ہیں

کار دنیا جملہ عکس کارہاست	در خوشی غم ہست و زغم فرح خاست
دنیا کے سب کام کاموں کے الٹے ہیں	خوشی میں غم ہے اور غم سے خوشی پیدا ہوئی ہے
ہر کہ گریان ست او خنداں بود	وانکہ شاداں زیست او گریاں بود
جو روتا ہے وہ ہنستا ہے	اور جو خوش جیا وہ رونے والا ہوتا ہے
نعل معکوس ست نقش ایں جہاں	میل ہر چیزے بسوی ضد بداں
اس دنیا کا نقش الٹا نعل ہے	ہر چیز کا میلان ضد کی جانب سمجھ
ہر کہ را خوانند سلطاں او گداست	زانکہ و طرش کامل از او طارماست
لوگ جس کو بادشاہ کہتے ہیں وہ فقیر ہے	اس لئے کہ اس کی حاجت ہماری حاجتوں سے بڑی ہوئی ہے
کاں فلاں را ایں رعایت کردن ست	وز فلاں مال فلانے بردن ست
کہ اس کلاں کی یہ رعایت کر لی ہے	اور فلاں سے فلاں مال لیتا ہے
گر گدا را بنی او سلطان وقت	مالک وقت و پدر شد زان وقت
اگر تو فقیر کو دیکھے وہ وقت کا شاہ ہے	وہ وقت کا مالک ہے اور وقت کی ملکیت کی وجہ سے باپ بن گیا ہے
خود ابوالوقت ست در احوال خویش	نے چو سلطاں ابن وقت و حال خویش
وہ اپنے حالات میں ابوالوقت ہے	بادشاہ کی طرح اپنے وقت اور حال کا بیٹا نہیں ہے
ہمچنیں بخل و سخارا در نگر	نام بر دو آمد اے نیکو سیر
اسی طرح بخل اور سخاوت کو سمجھ	اے نیک سیرت! نام بالعکس ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از بخیل آمد سخی تر گو کدم	مال خود را می گزارد بہر عام
بتا بخیل سے زیادہ سخی کون ہے؟	وہ اپنا مال عوام کے لئے چھوڑ جاتا ہے
نفس خود را جملہ زو محروم داشت	بہر خرج وارثاں معصوم داشت
اپنے نفس کو اس سے بالکل محروم رکھا	وارثوں کے خرچ کے لئے محفوظ رکھا
خود نخورد و نا بکس از دست داد	کیں دو راجع سوی او ہست الراد
نہ خود کھایا اور نہ کسی کو ہاتھ سے دیا	کیونکہ یہ دو (ہی) اس سے متعلق ہیں الراد
ہر کہ را خوانی سخی او شد بخیل	زانکہ غیرے راندا و او یک فتیل
تو جس کو سخی کہتا ہے وہ بخیل ہے	کیونکہ اس نے غیر کو قلیل چیز بھی نہ دی
یا بدنیا خود خورد یا میدہد	بہر عقبیٰ در لحد یکسر نہد
یا دنیا میں خود کھاتا ہے یا دے دیتا ہے	آخرت کے لئے سب قبر میں رکھ دیتا ہے
دیگرے از مال او نفعے نہ بردہ	ہم خورانید او بمسکیں یا بخورد
دوسرے نے اس کے مال سے نفع نہ اٹھایا	اس نے مسکین کو کھلا دیا یا خود کھا لیا
صرف در راہ خدا بہر خود ست	تابوقت بے کسی آید بدست
خدا کی راہ میں خرچ کرنا اپنے لئے ہے	تاکہ بے کسی کے وقت ہاتھ آئے
چونکہ در محشر درم دینار نیست	دیں دو موزوں را در آنجا بار نیست
چونکہ محشر میں درہم دینار نہیں ہے	ان دونوں تلنے والی چیزوں کا وہاں کا دخل نہیں ہے
اندراں وقتش رسد آں مال او	پرشود میزان فرخ فال او
اس کا وہ مال اس وقت میں پہنچ جاتا ہے	اس کی بابرکت ترازو بھر جاتی ہے
دوستی و دشمنی ایں جہاں	ہمچنیں برعکس آمد اے فلاں
اس دنیا کی دوستی اور دشمنی	اے فلاں! اسی طرح الٹی ہے
ہر کہ با تو دوست تر دشمن ترست	نخل عمرت را بافسوں زو برست
جو تیرا زیادہ دوست ہے وہ زیادہ دشمن ہے	وہ تیری عمر کے پودے کو منتر کے ذریعہ جلد کاٹنے والا ہے
ہر کہ دشمن گشت نامد سوی تو	نامد او گاہے ندید او روی تو
جو دشمن بن گیا وہ تیرے پاس نہ آیا	نہ وہ کبھی آیا نہ اس نے تیرا چہرہ دیکھا
در حقیقت او بود از دوستاں	نقد عمرت رانکشتہ او ہتاں
در حقیقت وہ دوستوں میں سے ہے	وہ تیری نقد عمر لینے والا نہ بنا
دوستاں تضیع عمرت می کنند	در فساد وقت و حالت می تنند
دوست تیری عمر ضائع کرتے ہیں	تیرے حال اور وقت کے فساد میں کوشاں ہیں
بر تو حالے آمد او آمد ز دور	حال دل برگشت و پیدا شد نفور
تیرے اوپر ایک کیفیت طاری ہوئی وہ دور سے آیا	دل کی کیفیت بدل گئی اور نفرت پیدا ہوئی

www.besturdubooks.wordpress.com

بر تو حالے آمد او آمد ز در	بہر گفت بیہودہ بہر سمر
تیرے اوپر ایک حال طاری ہوا وہ دروازے سے آیا	بیہودہ باتیں کرنے کے لئے (اور) قصہ گوئی کے لئے
صحبت عامی بلائی اکبر ست	بہر عین قلب غین استر ست
عوام کی صحبت بڑی مصیبت ہے	دل کی آنکھ کے لئے بہت چھپانے والا ابر ہے
غین رین آمد بقرص آفتاب	پس دل مہ را ازو چہ بود حساب
سورج کی ٹکیا پر سیاہی کا ابر آیا	تو چاند کے دل کو اس سے کیا واسطہ؟

دربیان مغلوبیت حال خود و پرتو نورا جلال مولانا جلال الدین قدس اللہ سرہ العزیز کاشانہ سوز خودی گشتہ

اپنے حال کی مغلوبیت کا بیان اور مولانا جلال الدین قدس سرہ کے نورا جلالی کا سایہ جو خودی کے گھر کو جلانے والا بن گیا

جلوۂ برق تجلی جلال	آتش اندر خرمنم زد چیست حال
تجلی جلال کی برق کے جلوے نے	میرے کھلیان میں آگ لگا دی کیا حال ہے؟
نور اجلال از جلال الدین روم	مخزن اسرار حق صدر النجوم
(حضرت) جلال الدین رومی کا نور اجلال	جو کہ اللہ (تعالیٰ) کے رازوں کے خزانہ ستاروں کے صدر ہیں
از درونم خود بخود سرمی زند	ز آشیانم باز شہپر می زند
میرے باطن سے خود بخود ابھرتا ہے	پھر میرے آشیانے سے بازو پھڑپھڑاتا ہے
من ندانم من کیم گویندہ چیست	ویں شرر در جبہ ام از برق کیست
میں نہیں جانتا کہ میں کون ہوں کہنے والا کیا ہے؟	یہ چنگاریاں میری روئی میں کس کی برق ہیں؟
نالہ من از کدا میں پردہ است	حیرتم در بحر عمال بردہ است
میرا نالہ کون سے پردے سے ہے	حیرت مجھے گہرے سمندر میں لے گئی ہے
می تراود بے من و بے سعی من	از نئے دل نالہ موزوں پر فجن
میرے بغیر اور میری کوشش کے بغیر ٹپکتا ہے	دل کی نے سے فنوں سے بھرا موزوں نالہ
قافیہ مضموں پئے روپوش ہست	معنی از دل ہمچو شیر از بیشہ جست
مضمون کا قافیہ پردے کے لئے ہے	دل میں سے معانی جھاڑی سے شیر کی طرح نکلتے ہیں
ہم مرا خوردی وہم وہم خودی	اے حسام الحق مگر در من شدی
آپ نے مجھے کھا لیا اور خودی کے خیال کو بھی	اے حسام الدین شاید آپ میرے دل میں گھس گئے ہیں
آمدی در من مرا بردی تمام	اے تو شیر حق مرا خوردی تمام
آپ مجھ میں آ گئے اور مجھے بالکل فنا کر دیا	آپ اللہ تعالیٰ کے شیر ہیں آپ نے مجھے پورا نگل لیا
من چہ دانم آنچہ می دانی بگو	شد بدست تو زمام اے نیک خو
میں کیا جانتا ہوں آپ جو جانتے ہیں کہیں	اے نیک خصلت؟ باگ آپ کے ہاتھ میں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

از چہ رو کردی مرا روپوش خود	من ندارم از سر وپا ہوش خود
آپ نے مجھے اپنا پردہ کیوں بنایا؟	مجھے تو خود اپنے سر پیر کا ہوش نہیں ہے

چند نالۂ زار کہ از نے بے قرار درد آثار غمگسار سرزدہ وبیان منازل کلی وجود وعروج ونزول اطوار ہستی برمرتبہ شہود

چند نالہ زار جو غمگین درد آثار بے قرار دو سے نکلے اور وجود کے تمام منازل اور عروج اور ہستی کے شہود کے مرتبہ پر نزول کا بیان

بشنو از نے چوں حکایت میکند	قصۂ ہجراں روایت میکند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے؟	جدائی کا قصہ بیان کر رہی ہے
کز وجود مطلقم چوں کندہ اند	من بگریہ مرداں در خندہ اند
کہ جب سے مجھے مطلق وجود سے جدا کیا ہے	میں رونے میں لوگ ہنسنے میں ہیں
حال زار من نمید اند کسے	ہستم اندر آتش غم چوں خسے
کوئی میرا حال زار نہیں جانتا	میں غم کی آگ میں تنکے کی طرح ہوں
چونکہ از قوس احد منزل شدم	خود بختم واحدیث حل شدم
جب میرا قوس "احد" سے تنزل ہوا	میں خود واحدیت کے مٹکے میں گھل گئی
منزل لاہوت را کردم عبور	کردم از جبروت اکی ہم مرور
میں نے "لاہوت" کی منزل کو عبور کیا	میں "اکی جبروت" سے بھی گزر گئی
رفتہ رفتہ عالم ملکوت شد	عالم روحانی منعوت شد
رفتہ رفتہ "عالم ملکوت" ہو گیا	موصوف "عالم روحانی" بن گیا
بعد ہ در عالم ملک و شہود	گشت ظاہر جملہ اطوار وجود
اس کے بعد "عالم ملک و شہود" میں	وجود کے تمام مراتب ظاہر ہو گئے
منتہائیش عالم ناسوت گشت	زیں تنزلہا دلم مبہوت گشت
اس کا منتہا "عالم ناسوت" ہو گیا	ان تنزلات سے میرا دل حیران ہو گیا
کے بود یارب کہ معراجے شود	روح سوی قوس احدیت رود
اے خدا کب ہو گا کہ "معراج" ہو گی؟	روح "قوس احدیت" کی جانب جائے گی
ہر تنزل را عروجے لازم ست	قطرہ سوی بحر اخضر عازم ست
ہر تنزل کے لئے عروج ضروری ہے	قطرہ بحر اخضر کے لئے ارادہ کرنے والا ہے
لیک اقسام عروج ایجاں سہ است	برکس از فیض خدا ایں در نہ بست
لیکن اے جان عروج کی تین قسمیں ہیں	خدا کے فیض کا یہ دروازہ کسی پر بند نہیں ہوا
شد عروج عامہ مرگ جسم خاک	بس تعرج ہست در موت و ہلاک
عوام کا عروج خاکی جسم کی موت ہے	موت اور ہلاکت میں عروج ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر مرگ خود نمیدانی چرا	میدہد در مرج لاہوتی چرا
تو اپنی موت کی قدر کیوں نہیں جانتا؟	وہ تجھے "لاہوتی" چراگاہ میں خوراک دیتی ہے
موت قبل الموت اگر دستت نداد	میکند کارت اجل حسب المراد
موت قبل از موت کا اگر تجھے موقع نہ ملا	موت مراد کے مطابق تیرا کام کر دیتی ہے
موت جسر موصل آمد سوئے یار	مرگ را آمادہ باش اے ہوشیار
موت یار کی جانب پہنچانے والا پل ہے	اے ہوشیار موت کے لئے آمادہ رہ
وہ چہ خوش باشد کہ سوی شہ روم	واصل درگاہ آں بیچوں شوم
واہ کیا اچھا ہو گا کہ میں شاہ کی جانب جاؤں گا	اس بے چون کے دربار سے متصل ہو جاؤں گا
وقت آمد کز جہان بیکسی	پای کوباں سوی بام او رسی
وقت آ گیا کہ بے کسی کی دنیا سے	تو رقص کرتا ہوا اس کے بالا خانہ کی جانب پہنچ جائے
زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبےٰ	تحفۃ المومن کہ الموت اے فتا
اسی لئے احمدؐ مجتبیٰ نے فرمایا	اے نوجوان! موت مومن کا تحفہ ہے
گر نبودے موت در دنیای دوں	سخت می گشتیم عاجز بس زبوں
اگر کمینی دنیا میں موت نہ ہوتی	ہم سب عاجز اور مغلوب بن جاتے
شکر حق کو مخلصی بنہادہ است	غرفہ سوی آں جہاں بکشادہ است
اللہ (تعالیٰ) کا شکر ہے کہ نجات کا موقع رکھ دیا ہے	اس جہان کی جانب کھڑکی کھول دی ہے
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	از عروج بعد مردن گو تو نیز
اے عزیز! یہ بات انتہا نہیں رکھتی ہے	مرنے کے بعد کے عروج کے متعلق بتا
زاں عروجے کردہ در برزخ رود	درمیان قبر تا محشر بود
اس کے ذریعہ عروج کر کے برزخ میں جاتا ہے	قبر کے اندر محشر تک رہتا ہے
پس عروجے ہست در محشر پدید	بعد ازاں در نار یا جنت کشید
پھر ایک عروج محشر میں ظاہر ہوتا ہے	اس کے بعد جہنم میں یا جنت میں لے جاتا ہے
پس بسوی واحدیت تا احد	سر برآرد از تعین می رہد
پھر "واحدیت" کی جانب "احد" تک	سر ابھارتا ہے تعین سے نجات پا جاتا ہے
ملتجی سوی خدا شد زیں سبب	ہست رجعی سوی او خود بے طلب
اس لئے ملتجی اللہ (تعالیٰ) کی جانب ہوا	خود بغیر مانگے اس کی جانب واپسی ہے
مومن از نور جمالے می رسد	ثمرہا از باغ رویت می چشد
مومن کو نور جمال کے ذریعہ سے پہنچتا ہے	دیدار کے باغ کے پھل چکھتا ہے
کافر از نور جلالی گو رسید	لیک محجوب ست و خسرانے کشید
کافر گویا نور جلالی کے ذریعہ پہنچتا ہے	لیکن وہ محجوب ہے اور اس نے نقصان اٹھایا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

معنی کل الینا راجعون	فہم کن واللہ اعلم بالفنون
"ہر ایک ہماری طرف لوٹنے والا ہے" کے معنی	سمجھ لے اور خدا فنون کو زیادہ جانتا ہے
ایں عروج اضطراری عام ہست	بہر ہر ناپختہ و ہر خام ہست
یہ اضطراری عروج عام ہے	ہر نہ پکے ہوئے اور ہر کچے کے لئے ہے
زیں سبب فرمود آں احمدؐ لبیب	موت جسر موصل آمد تا حبیب
ان عقلمند احمدؐ نے اسی لئے فرمایا	موت دوست تک پہنچانے والا پل ہے
واں عروج دومی شد ز اختیار	اولیاء و انبیاء را زاعتبار
وہ دوسرا عروج اختیار سے ہوا	اولیاء اور انبیاء کے اعتبار سے
از رہ علم و عمل عارج شدند	پس بموت معنوی خارج شدند
وہ علم وعمل کے راستہ سے عروج حاصل کرنے والے ہے	وہ معنوی موت کے ذریعہ نکلنے والے بنے
پیش مردن مردہ گرد و شو فنا	تا عروجے حاصل آید مرترا
مرنے سے پہلے مردہ بن اور فنا ہو جا	تاکہ تجھے عروج حاصل ہو
از منازلہا کہ سالک آمدست	جہد کردہ ہم بدانسو پازدست
سالک جن مراتب سے آیا ہے	کوشش کر کے اسی جانب قدم بڑھایا ہے
تاکہ وجہ حق بدو ظاہر شود	در تجلی واحدی احدی رود
تاکہ اس پر حق کی وجہ ظاہر ہو جائے	"واحدی احدی" تجلی میں چلا جائے
خود فنا گردد بقا حاصل کند	قطرۂ را تا بحر کل واصل کند
خود فنا ہو جائے بقا حاصل کر لے	قطرے کو بحر کل سے جوڑ دے
سو میں معراج جذب ایزدی	کو کشد در لمحہ سوی بے خودی
تیسری معراج ایزدی جذب ہے	جو ایک لمحہ میں بے خودی کی جانب کھینچ لیتی ہے
چوں رسول مجتبیٰ در یک نفس	وارہید از قید ایں نازک قفس
جس طرح رسول مجتبیٰ ایک سانس میں	اس نازک پنجرے کی قید سے چھوٹ گئے
دفعۃً تا قاب قوسین او پرید	راہ صد سالہ بیک جنبش برید
دفعۃً وہ تاب قوسین تک اڑے	سو سالہ راستہ ایک جنبش میں طے کیا
در دم از ظاہر سوی باطن رود	واں کثافت خود لطافتہا شود
فوراً ظاہر سے باطن کی جانب چلا جاتا ہے	وہ کثافت خود لطافتیں بن جاتی ہے
ظلمت خاکی ز جسم تو رود	نور یزدانی بہفت اعضا دود
خاکی ظلمت تیرے جسم سے چلی جاتی ہے	خدائی نور سات اعضاء میں دوڑ جاتا ہے
لیکن ایں در اختیار عبد نیست	بندہ را فعلے بجز در جہد نیست
لیکن یہ بندے کے اختیار میں نہیں ہے	بندے کا کام کوشش کے سوا نہیں ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

ز اجتبا گشتند محبوباں مصیب	واں دگرہا گشتہ یهدی من ینیب
محبوب "اجتبا" کی وجہ ٹھیک پہنچنے والے ہیں	اور وہ دوسرے "وہ اس کو ہدایت کرتا ہے جو رجوع کرتا ہے" کے مصداق ہے
ہر مرید آخر مرادے می شود	طالبے مطلوب رادے می شود
ہر مرید آخر میں مراد بن جاتا ہے	طالب جوان کا مطلوب بن جاتا ہے
نے مشابہ آنکہ کار آخر کند	ہر مرید ایں اجتبارا کے سزد
نہ وہ مرتبہ جو کام مکمل کر دے	ہر مرید اس "اجتبا" کے لائق کہاں ہے
قدر حال خود مرید آمد مراد	زیں سبب فرمود آں رب العباد
مرید اپنے حال کے اندازہ سے مراد بنتا ہے	اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے
من تقرب شبر باعا کنت لہ	من اتی یمشی اتیت ہرولہ
جو ایک بالشت قریب ہوا میں چار ہاتھ ہوا	جو چل کر آیا میں بھاگ کر آیا
جہد کن کز جہد ہا عارج شوی	ز آشیان آب و گل خارج شوی
کوشش کر کیونکہ مجاہدوں سے تو صاحب معراج ہو گا	آب و گل کے آشیانہ سے نکل جائے گا
از چہ نور پاک و خوش آمد ملک	از چہ صاف و روشن آمد ایں فلک
فرشتہ پاک نور اور بھلا کس وجہ سے ہے	یہ آسمان صاف اور روشن کس وجہ سے ہے؟
زانکہ از خاک مکدر برتر اوست	زانکہ از نفس دنی مطہر اوست
اس لئے کہ کدر خاک سے وہ بالا ہے	اس لئے کہ وہ کمینہ نفس سے پاک ہے
نفس خیرہ خاک تیرہ شد بہم	بر بلا آمد بلا اے خوش قدم
بے باک نفس اور کدر مٹی اکٹھے ہوئے	اے خوش قدم! مصیبت بالائے مصیبت ہوئی
جہد کن تا خاک را صافی کنی	زیں ہمہ آلودگی ہا برکنی
کوشش کرتا کہ تو مٹی کو صاف کر لے	تو ان سب آلودگیوں سے جدا ہو جائے
نفس خیرہ را بدہ بس گوشمال	تا دمد از خاک جسمت صد نہال
بے باک نفس کو بہت سزا دے	تاکہ تیرے جسم کی مٹی سے سینکڑوں پودے اگیں
جہد کن اندک زمانہ روز چند	چند شب گریہ بکن باقی بخند
چند دن تھوڑے وقت مجاہدہ کرے	چند راتیں رو لے باقی ہنس
زیں سبب فرمود قرنی اویسؓ	ساعۃ دنیا و فیہا الروح لیس
اسی لئے اویس قرنیؓ نے فرمایا	دنیا کچھ وقت ہے اور اس میں آرام نہیں ہے
کاہلی درکار دنیا در سپار	چابکی میکن پے روز شمار
دنیا کے کام میں کاہلی اختیار کر	حساب کے دن کے لئے چستی برت
زہد در دنیا چہ جای فخر تست	میل سوی جیفہ ننگ و خسر تست
دنیا میں زہد تیرے فخر کا کیا موقع ہے؟	مردار کی طرف میلان ذلت اور ٹوٹا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

قدر او خقا چو پرپشہ نیست	پیش بحر آں جہاں جزر شہ نیست
یقیناً اس کی قدر مچھر کے پر کی طرح (بھی) نہیں ہے	اس جہان کے سمندر کے سامنے ایک چھینٹے کے سوا نہیں ہے
کرد احسانے خدا وند بلند	زہد ایں ناچیز را از ما پسند
خدائے برتر نے بڑا احسان فرمایا	کہ اس ناچیز سے ہماری بے رغبتی پسند کر لی
زہد نامرغوب چیزے بس حقیر	از کرم بنوشت او شیئاً کثیر
بہت حقیر ناپسندیدہ چیز سے بے رغبتی کو	کرم سے اس نے "کثیر چیز" لکھ دیا
از عنایتہای خاص ایزدست	کو شبہ گیرد دہد گوہر بدست
اللہ (تعالیٰ) کی خاص عنایتوں میں سے ہے	کہ وہ پتھر لے لیتا ہے اور موتی عطا کرتا ہے
عمر معدود قلیلے بے ثبات	طاعتے کردی و رفتی در حیات
ناپائیدار تھوڑی گنی چنی عمر	تو نے عبادت کی اور (ابدی) زندگی میں چلا گیا
آں حیات باقی بے انتہا	نے عدم گردش بگردد نے فنا
وہ لامحدود باقی رہنے والی زندگی	جس کے چاروں طرف نہ عدم گردش کرتا ہے نہ فنا
لایحوم حوله الاعدام قط	صرت روحاً باقیاً حیاً فقط
نیستیاں اس کے گرد کبھی چکر نہیں کاٹتیں	تو بس باقی رہنے والی زندگی روح بن گیا
عمر دنیا پیش عقبیٰ ساعت ست	ساعتے را ناہی راحت ست
آخرت کے بالمقابل دنیا کی عمر ایک گھڑی ہے	ایک گھڑی کی وجہ سے لامحدود راحت ہے
بے کجائی فہم و عقل تو چہ شد	پاس انفاس چو گوہر دار خود
بائیں تو کہاں ہے؟ تیری سمجھ اور عقل کیا ہوئی؟	اپنے موتی جیسے سانسوں کا لحاظ رکھ
ہر نفس بہر مسیحائیت چست	گر نداری پاس او از جہل تست
ہر سانس تیری مسیحائی کے لئے تیار ہے	اگر تو لحاظ نہ رکھے تیری نادانی ہے
قیمت یک دم جہانے گر دہی	نیست ممکن کز اجل یکدم رہی
تو اگر ایک سانس کی قیمت ایک دینار لے	ممکن نہیں ہے کہ ایک سانس کے لئے موت سے نجات پائے
انچنیں انفاس خوش ضائع مکن	غفلت اندر شہر جاں شائع مکن
ایسی بہتر سانس ضائع نہ کر	جان کے شہر میں غفلت کو رائج نہ کر
بر سپرخی سہ روزہ می تنی	چوں ستاغ آخر بپاسے برزنی
تو تین روز کی خوشی کے گرد گھومتا ہے	بالآخر بانجھ عورت کی طرح ایک سانس میں گر جائے گا
ورز غارہ چوں زخارہ سان سان	بند بندت گردد آخر اے فلاں
نمناک مٹی میں سبز شاخ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے	بالآخر تیرا جوڑ جوڑ ہو جائے گا اے فلاں!
سامۂ عہد ازل را یاد کن	رخشۂ فطرت چو داری باد کن
ازل کے عہد کے وعدہ کو یاد کر	جبکہ تو فطرت کا شعلہ رکھتا ہے ہوا دے

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر عبادت را ز حق وقت آمدست	در صلوٰۃ و صوم میقاتے شدست
ہر عبادت کا اللہ (تعالیٰ) کی جانب سے وقت مقرر ہے	نماز اور روزے کا ایک وقت معین ہے
ہم زکوٰۃ و حج فرض وقتی ست	غفلت اندر وقت آں بدبختی ست
زکوٰۃ اور حج بھی وقتی فرض ہے	اس کے وقت میں غفلت بدبختی ہے
جز کہ ذکر آں خدائے پاک ذات	نیستش وقت معین از خدات
اس خدائے پاک ذات کے ذکر کے سوا	خدا کی جانب سے تیرے لئے اس کا وقت معین نہیں ہے
لوط ذکر حق بہ نسیاں داشتند	ذکر را دائر بہ نسیاں ساختند
انہوں نے اللہ (تعالیٰ) کی یاد کا بھول سے تعلق کر دیا	ذکر کو بھول میں دائر کر دیا
گفت اذکر ربک آں شاہ جہاں	وقت نسیاں اذنسیت را بخواں
اس شاہجہان نے "تو اپنے آپ کو یاد کر" فرمایا	بھول کے وقت جبکہ تو بھولے پڑھ لے
ظرف اذکر اذنسیت آمدست	پس بہر نسیاں قریں ذکرے شدست
"تو ذکر کر" کا وقت "جبکہ تو بھولے" آیا ہے	تو ہر بھول کا ساتھی ذکر ہے
ہر کجا نسیاں بتازد ذکر گو	تانماند غیر ذکر و فکر ہو
جس وقت تجھ پر بھول حملہ کرے ذکر کر	تا کہ اللہ (تعالیٰ) کے ذکر و فکر کے سوا کچھ نہ رہے
جز خدائے وحدہٗ چہ بود دگر	نام او برجان و دل شیر و شکر
خدائے وحدہ کے علاوہ دوسرا کیا ہے؟	اسی کا نام جان اور دل کے لئے شیر و شکر ہے
ذکر کن مذکور تا گردد عیاں	نے ہمیں ذکر کہ باشد بر زباں
(ایسا) ذکر کر کہ جس کا ذکر ہوا مشاہد ہو جائے	نہ وہ ذکر جو (صرف) زبان پر ہو
ذکر لفظی غیر عارض بیش نیست	ذکر روحی جز فن درویش نیست
لفظی ذکر ایک عارض سے زیادہ کچھ نہیں	روحی ذکر درویش کے ہنر کے سوا نہیں ہے
چونکہ بربایید ترا سلطان ذکر	آں زماں گشتی سراپا کان ذکر
جب سلطان الذکر تجھے اڑا لے	اس وقت تو مجسم ذکر کی کان بن گیا
ذاکر و مذکور و ذکر آید یکے	غیر حق باقی نماند بے شکے
ذاکر اور مذکور اور ذکر ایک ہو جائے گا	بے شک اللہ (تعالیٰ) کے سوا باقی نہ رہے گا
عالمے دیگر بدل زائد ترا	کیں سما و ارض شد آنجا ہبا
تیرے دل میں ایک دوسرا ایسا عالم پیدا ہو گا	کہ یہ آسمان اور زمین وہاں ذرہ ہیں
آفتاب دیگر از مشرق تند	ذرہ ات اشراق خورشیدے کند
مشرق سے دوسرا سورج طلوع کرے گا	اس کا ایک ذرہ سورج کو روشن کر دے گا
مہر چوں آئینہ را گردد محیط	آئینہ خود جلوہ گر شد زاں بسیط
سورج جب آئینہ کو گھیر لیتا ہے	اس پھیلے ہوئے سے خود آئینہ جلوہ گر ہو جاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

بعد ازیں گفتن اجازت کے بود	نحن اقرب ہر زمانم دے بود
اس کے بعد کہنے کی اجازت کہاں ہے؟	ہر وقت تیرے لئے "ہم زیادہ نزدیک ہیں" وہ ہوتا ہے
در رگ و در پوست و اندر استخواں	برق زد چندانکہ رفت از من نشاں
رگ میں اور کھال میں اور ہڈی میں	ایسی بجلی گری کہ میرا نشان مٹ گیا
شعلۂ عشق از گریباں سر برد	احمدا اکنوں مجو غیر از احد
عشق کے شعلہ نے گریبان سے سر ابھارا	اے احمدؐ اب احد کے غیر کو تلاش نہ کر
شد گریباں صورت مقراض لا	من کجا و ہستی فانی کجا
گریبان "لا" کی قینچی کی صورت بن گیا	(اب) میں کہاں اور فانی ہستی کہاں؟
قارعہ آمد ز عشق ذوالجلال	ریزہ ریزہ کرد مینائی خیال
ذوالجلال کے عشق کی قیامت آ گئی	جس نے خیال کی صراحی کو ریزہ ریزہ کر دیا
در قیامت رازِ عشق ست اے فلاں	صد قراع چوں کتائب الاماں
اے فلاں! قیامت میں عشق کا راز ہے	لشکروں کو سو مرتبہ کھٹکھٹانے کی طرح الامان

در تاویل بر تصوف سورۃ القارعۃ ماالقارعۃ وماادرک القارعۃ

تصوف کے اعتبار سے اس سورت کی تفسیر القارعہ کیا ہے القارعہ اور کس چیز نے تجھے بتایا کیا ہے القارعہ

قارعہ دانی کہ چہ بود قارعہ	ہست بہر کوب دلہا سارعہ
تو قارعہ کو جانتا ہے قارعہ کیا ہے؟	دلوں کو کوٹنے کے لئے جلدی کرنے والی ہے
پس چہ آگاہی بگوزاں قرع سخت	کو کند دلہائے عاشق لخت لخت
تو بتا تو کیا جانتا ہے سخت کوٹنے کے بارے میں؟	جو عاشقوں کے دلوں کو ٹکڑے کر دیتا ہے
قرع عشق آں روز باشد بردلت	تا بدیں نوبت رساند منزلت
تیرے دل پر عشق کا کوٹنا اس روز ہو گا	حتیٰ کہ تیرا مقام اس نوبت پر پہنچا دے گا
پیش تو شاہ وامیر و ہر کبیر	جملہ چوں پروانگاں باشد حقیر
تیرے سامنے شاہ اور امیر اور ہر بڑا	سب پروانوں کی طرح حقیر ہوں گے
در نظر کسی را نباشد وزن جو	دل نباشد با کسے ہرگز گرو
نظر میں کسی کا جو برابر وزن نہ ہو گا	دل ہرگز کسی کا پابند نہ ہو گا
روزن عجب وریا مسدود شد	تاترا خلق از نظر مفقود شد
تکبر اور ریاکاری کا سوراخ بند ہو گیا	حتیٰ کہ مخلوق تیری نظر سے گم ہو گئی
غیر حق را قدر نبود دردلت	مردہ گردد خواہش آب و گلت
تیرے دل میں حق کے غیر کی قدر نہ ہو گی	تیری آب و گل کی خواہش مردہ ہو جائے گی

www.besturdubooks.wordpress.com

وتکون الجبال کالعهن المنفوش

اور ہو جائیں گے پہاڑ دھنی ہوئی روئی کی طرح

کوہہای سخت چوں پنبہ شود	از نظر ہمچوں سحابے میرود
سخت پہاڑ روئی کی طرح ہو جائیں گے	نظر کے سامنے ابر کی طرح چلیں گے
عالمے گردد ہبا پیش نظر	غیر حق را مرتفع گردد اثر
آنکھ کے سامنے عالم ذرات بن جائے گا	حق کے غیر کا اثر اٹھ جائے گا
چیست عالم آں عرضہا مجتمع	در یکے عین بسیط متسع
عالم کیا ہے؟ جمع شدہ عرض ہیں	ایک وسیع جڑے عین میں
نیست چوں اعراض را ہرگز بقا	ہر چہ موجود ست ہست اکنوں فنا
چونکہ اعراض کے لئے ہرگز بقا نہیں ہے	جو موجود ہے اب فنا ہے
عالم امواجیست در بحر وجود	لیک چوں آبیست سیال اے ودود
وجود کے سمندر میں عالم موجیں ہیں	لیکن اے دوست پانی کی طرح بہنے والا ہے
ہمچو آں جوالہ شعلہ دائرہ	در نظر آید بسرعت سائرہ
جس طرح دائرے میں گھومنے والا شعلہ	نظر میں تیز چلنے والا نظر آتا ہے
نیست درواقع بجز نقطہ دگر	ایں فساد از حس تو شد اے پسر
واقع میں سوائے ایک نقطہ کے دوسری چیز نہیں ہے	اے بیٹا! یہ فساد تیری حس سے ہوا
ہمچناں کہ قطرہائے نازلہ	نزد تو شد مستقیم وواصلہ
جیسے کہ نیچے آنے والے قطرات	تیرے نزدیک سیدھا (خط) اور جڑے ہوئے ہیں
بسکہ او جنبش بسرعت میکند	حس تو بر فقد او کے می تند
وہ صرف تیزی سے حرکت کر رہے ہیں	تیرا حس اس کے نہ ہونے کو کب محسوس کرتا ہے
ہست در تجدید اکواں ایں جہاں	میشود مثلش مجدد ہر زماں
اس دنیا کی کائنات نیا ہونے میں ہے	اسی جیسا ہر لمحہ نیا آجاتا ہے
لیک حس ظاہرت از اشتباہ	دائم آں یک شے بہ بیند در نگاہ
لیکن تیری ظاہری حس اشتباہ کی وجہ سے	ہمیشہ نظر میں ایک چیز کو دیکھتی ہے
در نظر آمد نظام متسق	ہست در ہر آں و لیکن ممحق
نگاہ میں متصل نظام ہے	جو ہر آن موجود ہوتا ہے لیکن مٹنے والا ہے
نیست در یک لمحہ عالم را قرار	ہمچو موج آب دائم در فرار
عالم کو ایک لمحہ کے لئے قرار نہیں ہے	پانی کی موج کی طرح ہمیشہ روانگی میں ہے
ہر زماں از فیض سابق لاحقے	ہمچو او موجود گردد فائقے
ہر لمحہ پہلے کے فیض کا ایک لاحق ہے	ایک بڑھا ہوا اس جیسا موجود ہوجاتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

موجد و مفنی ہماں یکذات دوست	اختفا باخود ظہور نور اوست
پیدا کرنے والی اور فنا کرنے والی دوست کی وہی ایک ذات ہے	اس کا مخفی ہونا خود اس کا ظہور ہے
سرعت کون و فساد ایں سحر کرد	شد ز حس مشترک تمیز فرو
بننے اور بگڑنے کی تیزی نے یہ جادو کیا ہے	حق حس مشترک سے تمیز جدا ہو گئی ہے
کل شیء ھالک الا وجہہ	ایں زماں ست آشکارا اے عمو
ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے مگر اس کی ذات	اے چچا! اسی وقت ظاہر ہے
لیک فیض حق مدد آرد زجود	ہر دمش بخشد سر نو نو وجود
لیکن سخاوت کی وجہ سے اللہ (تعالیٰ) کا فیض پہنچاتا ہے	اس کو ہر دم از سر نو نیا وجود عطا کر دیتا ہے
ہر دمت اے جاں فنا و زندگیست	غیر وجہ اللہ کرا پایند گیست
اے جان تیری ہر وقت فنا اور زندگی ہے	اللہ کی ذات کے سوا کس کے لئے بقا ہے؟
قارعہ ایناں چو برجانت زند	ضربت آں تیشہ ہستت را کند
کھڑکھڑانے والی (قیامت) اس طور پر جب تیری جان پر پڑتی ہے	اس تیشہ کی ضرب تیری ہستی کو اکھاڑ دیتی ہے
مستمر بینی عدم اعیان را	نیست موجودے بجز ذات خدا
تو ہمیشہ موجودات کا عدم دیکھے گا	خدا کی ذات کے علاوہ کوئی موجود نہیں ہے
کوہہا گردد ترا مر السحاب	مرتفع شد چونکہ از چشمت حجاب
پہاڑ تیرے لئے ابر کا چلنا ہو جائے گا	جبکہ تیری نظر سے پردہ ہٹ گیا

فامامن ثقلت موازینہ فہو فی عیشۃ راضیۃ الیٰ آخرہ

لیکن وہ شخص جس کی ترازوئیں بھاری ہوئیں پس وہ پسندیدہ زندگی میں ہے الخ

ہر کرا در ضربت عشق و قراع	کفۂ میزان عقلش شد مراع
عشق اور کھڑکھڑانے کی ضرب میں	جس کی عقل کی ترازو کا پلڑا رعایت کیا گیا ہو گیا
کفۂ میزان عقلش شد گراں	از نہیب عشق نامد در زیاں
اس کی عقل کی ترازو کا پلڑا بھاری ہو گیا	عشق کی دہشت سے وہ نقصان میں نہ پڑا
گرچہ کنت سمعہ بی یسمع اوست	خود کہ بی یبصرو بی یبطش زدوست
اگرچہ میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے وہ ہے	وہ خود دوست کی جانب سے "میرے ذریعہ دیکھتا ہے اور میرے ذریعہ پکڑتا ہے" ہے
لیک در شور فنا از جانشد	در مقام جمع قطع افزانشد
لیکن فنا کے شور میں وہ جگہ سے نہ ہٹا	وہ جمع کے مقام میں خلاف شریعت بات بڑھانے والا نہ بنا
حد خود را داشت مطموح نظر	آنچہ می بیند نگفت او از حذر
اس نے اپنی حد کو منظور نظر رکھا	جو کچھ وہ دیکھتا ہے احتیاط کی وجہ سے اس نے وہ نہ کہا
اوست در عیش پسندیدہ مدام	در مقام خلت از کاس الکرام
وہ ہمیشہ پسندیدہ زندگی میں ہے	"خلت" کے مقام پر سخیوں کے پیالہ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

وانکہ شد میزان عقل او سبک	رفت در جام از حدآں ظرف تنگ
اور وہ شخص جس کی عقل کی ترازو ہلکی پڑی	وہ کم ظرف (ایک) جام سے حد سے گزر گیا
شورشے دو حشے آغاز کرد	خویش را باقرص خور انباز کرد
شورش اور وحشت شروع کر دی	اس نے اپنے آپ کو اپنی ٹکیہ کے ساتھ شریک کر لیا
گشت در آئینہ تاباں آفتاب	محو شد آئینہ رخشاں آفتاب
سورج آئینہ میں روشن ہوا	آئینہ محو ہو گیا سورج روشن ہے
خود گمان آفتابے او نمود	لیک در واقع بجز عکس او نبود
اس نے سورج ہونے کا گمان ظاہر کیا	لیکن واقع میں اس کے عکس کے سوا کچھ نہ تھا
گشت منصور و سرے برباد داد	وز شرار عشق آتشہا فتاد
وہ منصور بن گیا اور سر برباد کیا	عشق کی چنگاریوں سے آگیں لگیں
برق از جان و دلش سر برزند	شعلۂ شوقش چو خاکستر کند
اس کی جان و دل سے بجلی نکلتی ہے	اس کو شوق کا شعلہ راکھ کی طرح کر دیتا ہے
شعلہ غیرت بدل گرم او فتاد	آتش عشق افسر سوزش بداد
غیرت کا شعلہ دل میں لگا	عشق کی آگ نے سوزش کا تاج پہنا دیا
تیز تر شد برق عشق بے نشاں	سوختہ چوں یافت سوزد بیگماں
بے نشان عشق کی بجلی زیادہ تیز ہو گئی	جب اس نے ایندھن پایا وہ یقینا جل جائے گا
پس شود جای دلش درہاویہ	ہیچ میدانی چہ باشد ماہیہ
اس کے دل کی جگہ ہاویہ ہو گئی	تو کچھ جانتا ہے وہ کیا ہوتی ہے "وہ کیا ہے"
آتش سوزندہ نقش غیر را	کہ بسوزد پر طیر و سیر را
غیر کے نقش کو جلا دینے والی آگ	جو اڑنے اور سیر کرنے والے پر کو جلا دیتی ہے
از لہیب آتش ہجراں بسوخت	ہر کہ زاں شمس مشعشع دیدہ دوخت
وہ ہجر کی آگ کی لپیٹ سے جل گیا	جس نے اس شعاع دار سورج پر آنکھ جمائی
اے ایاز ارحد خود بشناختی	جاں بجان شاہ بے حد ساختی
اے ایاز! (اگر) تو اپنا مرتبہ پہچان جاتا	جان کو لامحدود شاہ کی جان سے وابستہ کرتا

باز رجوع نمودن بتفصیل وتاویل قصہ شہزادگاں وتطبیق نمودن او بر منازل عرفان

شہزادہ کے قصہ کی تاویل اور تفصیل کی جانب رجوع کرنا اور اس کی عرفان کے مراتب کے ساتھ مطابقت کرنا

یادم آمد قصۂ شہزادگاں	باز گردانم بسوی آں عناں
مجھے شہزادوں کا قصہ یاد آ گیا	اس کی جانب پھر باگ موڑتا ہوں
اعتبارے گیر ازیں قصہ تمام	تا بری زیں داستاں حصہ تمام
اس قصہ سے پوری عبرت حاصل کر لے	تاکہ تو اس داستان سے پورا حصہ حاصل کرے

www.besturdubooks.wordpress.com

مرد را باید کہ کار خود کند	نے برافسون و فسانہ برتند
انسان کو چاہئے کہ اپنا کام کرے	نہ کہ افسوں اور افسانہ پر انحصار کرے
عمرہا کردی در افسانہ تمام	صبح نزدیک ست بر خیز از منام
تو نے عمر افسانہ میں ختم کر دی	صبح قریب ہے نیند سے بیدار ہو جا
صبح پیری آمد و وقت رحیل	در اساطیر و سمر کم شو دخیل
بڑھاپے کی صبح آ گئی اور کوچ کا وقت ہے	کہانیوں اور قصہ میں دخل نہ دے
آں بکن کہ زاد راہے باشدت	در لحد روشن چوماہے باشدت
وہ کر جو تیرے راستہ کا توشہ ہو	جو چاند کی طرح تیرے لئے قبر میں روشن ہو
شام شد آمد غروب آفتاب	وقت بیگہ شد بخانہ روشتاب
شام ہوگئی آفتاب کے غروب کا وقت ہو گیا	دیر ہو گئی جلد گھر جا
نان و حلوا خوردہ تو مدتے	ہیچ زاں دیدی بباطن عدتے
تو نے ایک مدت تک روٹی اور حلوا کھایا ہے	اس سے باطن میں تو نے کوئی ذخیرہ دیکھا؟
نفس را پروردی و گاوے شدی	کے بمنزلگاہ خود شادے زدی
تو نے نفس کو پالا اور بیل بن گیا	تو نے کب اپنی منزل کی جانب قدم اٹھایا؟
چوں ستا کے تازہ سر افراختی	خود ستاوندے معلّے ساختی
تو نے نئی شاخ کی طرح سر ابھارا	اپنے آپ کو اونچا بنگلہ بنایا ہے
سنگ را سنبیدی از ناخن بزور	شیر را رنجاندی ازا قوت چو کور
تو نے طاقت کے ناخن کے ذریعہ پتھر میں سوراخ کر دیا	تو نے قوت کی وجہ سے شیر کو گورخر کی طرح ستایا
آخر انفاست سکنجیدن کند	چوں چغک در مرگ چخریدن کند
بالآخر تیرے سانس گھٹنے لگیں گے	چڑیا کی طرح مرتے وقت ڈریں گے
پس بکن امروز بہر مرگ ساز	در گزری سوی حقیقت از مجاز
پس تو آج موت کے لئے تیاری کر لے	مجاز سے حقیقت کی جانب چلا جا
نان و حلوا خوردی و کمتر شدی	در و حلہای گنہ چوں خرشدی
تو نے روٹی اور حلوا کھایا تو موٹا ہوگیا	گناہ کی کیچڑوں میں گدھے کی طرح رہ گیا
نعمت الوان دیگر خوردہ گیر	خویشتن را آخر اے جاں مردہ گیر
فرض کر لے تو نے قسم قسم کی نعمتیں کھائیں	اے جان بالآخر اپنے آپ کو مردہ فرض کر لے
چرب و شیریں خوردہ گیر اے شیر زفت	در دو روزہ تب ہمہ آں زور رفت
اے موٹے شیر فرض کر لے تو نے چکنی اور میٹھی غذائیں کھائیں	دو دن کے بخار میں وہ سب طاقت ختم ہو گئی
آں بخور کاں نور دل افزایدت	غرفہ سوی آں جہاں بکشایدت
وہ کھا جو تیرے دل کا نور بڑھائے	اس جہان کی جانب تیری کھڑکی کھول دے

www.besturdubooks.wordpress.com

رفت عمر بے بہادر کاہلی	چند روزے ماندہ است و غافلی
تیری قیمتی عمر سستی میں ختم ہوگئی	چند دن رہے ہیں اور تو غافل ہے
رفت رفت اکنوں بیاہم سوئ دوست	تیز تر نہ گام اندر کوی دوست
جو گزرا سو گزرا اب بھی دوست کی جانب آ جا	دوست کے کوچہ میں تیز قدم اٹھا
آنچہ باقی ماندہ از دستت مدہ	باز سرکن سر بہ پائے یار نہ
جو کچھ باقی ہے اس کو ہاتھ سے نہ دے	سر کے بل چل سر کو یار کے پاؤں پر رکھ دے
آنکہ گر صد سال عصیانش کنی	باز درباز ست چوں حلقہ زنی
اے وہ کہ اگر تو سو سال اس کی نافرمانی کرے	پھر بھی دروازہ کھلا ہوا ہے اگر تو کنڈی کھٹکھٹائے
زیں چنیں یارے نکو ببریدۂ	خاک بر فرقت کہ بد فہمیدۂ
تو ایسے بھلے دوست سے کٹا ہے	تیرے سر پر خاک تو غلط سمجھا ہے
کار حق برطاق نسیاں داشتی	در ہوا چندیں علم افراشتی
تو نے اللہ (تعالیٰ) کا معاملہ تو طاق نسیاں میں رکھ دیا	تو نے نفس کی خواہش میں اتنے جھنڈے بلند کیے
پنبہ غفلت بدر از گوش کن	پندم ایجاں بشنو اندک ہوش کن
غفلت کی روئی کان سے نکال	اے جان! میری نصیحت سن لے تھوڑا سا ہوش کر
چیست روح آں طائر قدسی صفت	در قفس محبوس بہر معرفت
روح کیا ہے؟ وہ قدسی صفت پرند ہے	معرفت کے لئے پنجرے میں بند ہے
چیست روح آں طائر قدسی نژاد	بہر کسبے اندریں زنداں فتاد
روح کیا ہے؟ وہ قدسی نسل پرند ہے	کمائی کے لئے اس قید خانہ میں پڑا ہے
بہر تعلیم ست طوطی در قفس	تابیا موزد صفیر از خوش نفس
طوطی پنجرے میں سکھانے کے لئے ہے	تاکہ وہ خوش آواز سے سیٹی (بجانا) سیکھ لے
آمدہ بہر تجارت از عدم	رو بداں سو باشد او را دمبدم
تجارت کے لئے عدم سے آئی ہے	اس کا رخ ہر وقت اس جانب ہے
نفس تو ہمچو پدر در تربیت	میکند منع از حصار مدہشت
تیرا نفس تربیت میں باپ جیسا ہے	تجھے دہشت ناک قلعہ سے روکتا ہے
نفس امارہ ہصیارا رانَدت	سوئ فسق و کفر و طغیاں خواندت
نفس امارہ تجھے گناہ کی طرف چلاتا ہے	تجھے فسق اور کفر اور سرکشی کی جانب بلاتا ہے
منع آرد زاں حصار پر صور	کاں رباید ہوش دنیا سربسر
اس تصویروں بھرے قلعہ سے منع کرتا ہے	کہ وہ دنیاوی عقل بالکل اڑا دیتا ہے
حصن دین احمدیؐ بابرج دبار	می رباید ہوش دنیا ز اعتبار
برج اور بزرگی والا احمدیؐ دین کا قلعہ	عبرت کی وجہ سے دنیاوی ہوش اڑا دیتا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اندراں تصویر شاہ و دخت او ست	ذکر حور و جنت و عشق نکوست
اس میں شاہ اور اس کی دختر کی تصویر ہے	حور اور جنت اور اچھے عشق کا ذکر ہے
چونکہ زوجنا بحور عین گفت	گوہر دل را بتار طمع سفت
چونکہ "ہم نے بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے شادی کردی" فرمایا	دل کے موتی کو لالچ کے تار سے گوندھ دیا
چونکہ انسانیت مجبول از ازل	سوئے جلب نفع و دفع ہر خلل
چونکہ انسان ازل سے پیدا کیا ہوا ہے	نفع کمانے اور ہر نقصان کو دفع کرنے کی جانب
زیں سبب در حصن شرع خوش نظر	کردہ انداز رغبت و رہبت صور
اسی لئے شریعت کے قلعہ میں	رغبت اور خوف دلانے کی تصویریں بنا دی ہیں
کہ زراہ طمع بر راہ آورند	گاہ خوف قعر دوزخ میدہند
کبھی لالچ کے طریقہ سے راستہ پر لگاتے ہیں	کبھی دوزخ کی گہرائی کا خوف دلاتے ہیں
تازیانہ نفسہای سرکشاں	جبر و کرہاً می برد سوی شہاں
سرکش نفوس کو کوڑا	جبراً اور قہراً شاہوں کی طرف لے جاتا ہے
تا کہ طوعاً یا کہ کرہاً ایں نفوس	سوئے شاہ و دخترش گردد انوس
تاکہ یہ نفس خوشی سے یا جبرا	شاہ اور اس کی لڑکی کی جانب مانوس ہو جائیں
لیک چوں شہزادگاں یعنی بشر	بر سہ قسم انداز سلوک اے دیدہ ور
لیکن شہزادوں کی طرح یعنی انسان	اے دیدہ ور سلوک میں تین قسم کے ہیں
ظالم منہم لنفسہ مقتصد	سابق بالخیر بعضے شد زجد
ان میں سے اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اور میانہ رو ہے	بعض کوشش سے بھلائی کی جانب سبقت کرنے والا بنا
اولیں شہزادہ کشت او نفس خود	از گروہ ظالمان نفس شد
پہلا شہزادہ اس نے اپنی جان کو ہلاک کیا	وہ نفس پر ظلم کرنے والوں کے گروہ میں سے ہو گیا
در طپش آں در جانش از کف فتاد	داد کسب و معرفت ہرگز نداد
اس کی جان کا موتی طپش میں ہاتھ سے گر گیا	اس نے کسب اور معرفت کی کوئی داد نہ دی
لیک لطف شاہ دستش را گرفت	شد ز منظوران درگاہ ایں شگفت
لیکن شاہ کی مہربانی نے اس کی دستگیری کی	وہ مقبولان بارگاہ میں سے ہو گیا یہ تعجب ہے
ہر کہ بہرش جاں دہد جانش دہند	وانکہ یاقوتے دہد کانش دہند
جو اس کے لئے جان دے دیتا ہے وہ اس کو جان دے دیتے ہیں	اور جو ایک یاقوت دیتا ہے اس کو کان دے دیتے ہیں
سوخت از یک شعلہ چوں پروانگاں	در چہے افتاد چوں دیوانگاں
وہ پروانوں کی طرح ایک شعلہ سے جل گیا	دیوانوں کی طرح ایک کنویں میں گر گیا
مرد باید در نبرد شیر عشق	تا بقدر وسع گردد سیر عشق
عشق کے شیر کی جنگ میں بہادر درکار ہے	تاکہ وسعت کی بقدر عشق سے سیراب ہو

www.besturdubooks.wordpress.com

گر بمردن یار درد ست آمدے	پس رہ حق سخت آساں تر بدے
اگر مرنے سے دوست ہاتھ آ جایا کرتا	تو خدا کا راستہ بہت آسان ہوتا
ہست اینجا ہر کس مرگے دگر	کز مرارش موت دارد صد خطر
یہاں ہر دم ایک دوسری موت ہے	جس کی تلخی سے موت سو خطرے محسوس کرتی ہے
واں دوم تحصیل کرد و اجتہاد	لیک در عجبے فتاد و در فساد
اور اس دوسرے نے تحصیل اور کوشش کی	لیکن تکبر میں اور فساد میں پڑ گیا
خویش را با آفتاب انباز کرد	دعویٰ قول انا الحق ساز کرد
اپنے آپ کو سورج کا شریک بنایا	"انا الحق" کے قول کا دعویٰ شروع کر دیا
در رہ اوہم توقف بیش شد	منزل دار آں سرش را پیش شد
اس کی راہ میں بھی توقف زیادہ ہوا	سولی کی منزل اس کے سر کے سامنے آ گئی
ماند در راہ از کمال احمدیؐ	جرعہ نوشید از جمال احمدیؐ
کمال احمدیؐ سے راستہ میں رہ گیا	اس نے احمدیؐ جمال کا ایک گھونٹ پیا
لطف شہ او را بجاں مقبول کرد	با وصال خویشتن مشغول کرد
شاہ کی مہربانی نے اس کو (دل و) جان سے مقبول بنایا	اپنے وصال میں مشغول کر دیا
نے ز استعداد و استحقاق بود	ایں ہمہ لطف شہ خلاق بود
استعداد اور استحقاق کی وجہ سے نہ ہوا	یہ سب کچھ پیدا کرنے والے شاہ کی مہربانی تھی
واں سوم شہزادہ بود از سابقاں	گشت از ہر دو برادر سابق آں
اور وہ تیسرا شہزادہ سبقت لے جانے والوں میں تھا	وہ دونوں بھائیوں سے آگے بڑھ گیا
از طریق معرفت آگاہ شد	با حقیقتہای شہ ہمراہ شد
معرفت کے راستہ سے باخبر ہو گیا	شاہ کی حقیقتوں کا ہمراہ بن گیا
کرد جہد و کسب عرفانی نمود	قرب آں شہ دمبدم بری فزود
اس نے مجاہدہ اور کسب کیا عرفان ظاہر ہوا	دمبدم اس شاہا کا قرب بڑھ رہا تھا
چوں ز ترغیب اہل ایماں میروند	سوی شاہ از عشق دختر میدوند
چونکہ اہل ایمان رغبت دلانے سے چلتے ہیں	شاہ کی جانب لڑکی کے عشق سے دوڑتے ہیں
چوں نظر بر شہ فتاد از خود شدند	عشق دختر مستتر بر شہ زدند
جب ان کی نظر شاہ پر پڑی از خود رفتہ ہو گئے	پوشیدہ لڑکی کا عشق شاہ سے وابستہ کر دیا
چونکہ استعداد کامل دید شاہ	در حبالش داد دختر ز انتباہ
شاہ نے چونکہ مکمل استعداد دیکھی	آگاہی کی وجہ سے لڑکی اس کے نکاح میں دے دی
واں دوراہم شد ز دختر کو نصیب	لیک کوں آں رتبہ و قرب عجیب
اگرچہ ان دونوں کو بھی لڑکی سے حصہ ملا	لیکن وہ رتبہ اور عجیب قرب کہاں؟

www.besturdubooks.wordpress.com

ناقصے را شاہ برمسند نشاند	خویش خواند و برسرش زرہا فشاند
ناقص کو بھی شاہ نے مسند پر بٹھایا	اپنا کہا اور اس کے سر پر زر افشانی کر دی
ہست از نقصان خود او منفعل	برسریر سلطنت محزوں خجل
وہ خود اپنی کمی سے شرمندہ ہے	وہ سلطنت کے تخت پر غمگین شرمندہ ہے
وردلش از زلت خود خارہا	می کشد زاں منقصت آزارہا
اس کے دل میں اپنی لغزش سے کانٹے ہیں	اس کمی سے تکلیفیں برداشت کر رہا ہے
زیں سبب فرمود آں خیرالبشر	نیست غم در جنت از غفلت مگر
اسی لئے خیر البشر نے فرمایا	جنت میں کوئی غم نہیں ہے مگر غفلت سے
عاصیاں را گر بجنت رہ دہند	چتر سلطانی و قصر شہ دہند
اگر گنہگاروں کو جنت میں راستہ دیتے ہیں	شاہی چتر اور شاہی قلعہ دے دیتے ہیں
ہمچو طاؤس اوز پای زشت خویش	منفعل دارد سر افگندہ بہ پیش
وہ اپنے بھدے پاؤں سے مور کی طرح	شرمندہ ہے سامنے کو سر لٹکائے ہوئے ہے
زنگی راز آئینہ خانہ چو سود	ہر طرف آئینہ ہست او را حسود
حبشی کو شیش محل سے کیا فائدہ؟	اس کے لئے ہر جانب حاسد آئینہ ہے
صورت زشتش در آئینہ بلاست	دیدن خود برسر او ارہاست
اس کی بھدی صورت آئینہ میں مصیبت ہے	اس کا خود دیکھنا اس کے سر پر آرے ہیں
ایں سخن پایاں ندارد اے عمو	حال آں سلطاں کہ شد لاحق بگو
اے چچا! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	اس بادشاہ کا قصہ بتا جو آ ملا

رجوع آوردن بحکایت آں بادشاہ کہ دراثنای راہ ترک سلطنت کردہ ملحق بایں سہ گردیدہ بود

اس بادشاہ کی حکایت کی جانب رجوع جو سلطنت چھوڑ کر درمیان راستہ میں ان تینوں سے آملا تھا

اے ضیاء الحق حسام الدین حسن	باز گو حال شہ چارم بمن
اے ضیاء الحق حسام الدین حسن!	مجھ سے چوتھے بادشاہ کا حال کہیے
چونکہ شد او تارک آں سلطنت	ماند باشہزادگاں در مسکنت
جبکہ وہ اس سلطنت کو چھوڑنے والا بن گیا	وہ شہزادوں کے ساتھ مسکنت میں رہا
ملک را بگذاشت شد شاں را رفیق	ہمرہی میکرد در قطع طریق
اس نے سلطنت کو چھوڑا ان کا ساتھی بن گیا	راستہ طے کرنے میں ہمراہی کر رہا تھا
خدمتے میکرد سرگرم وفاق	بادل خالص منزہ از نفاق
موافقت میں سرگرم رہ کر خدمت کرتا رہا	نفاق سے پاک خالص دل سے

www.besturdubooks.wordpress.com

پرتوے از عشق شاں او را ربود	در سفر با ہر سہ ہمراہی نمود
ان کے عشق کے پر تو نے اس کو اچک لیا	سفر میں ان تینوں کی ہمراہی دکھائی
عشق رازینساں بسے تاثیر ہاست	مردل آزادہ را زنجیرہاست
عشق کی اس طرح کی بہت سی تاثیریں ہیں	آزاد دل کے لئے زنجیریں ہیں
صحبت عاشق ترا عاشق کند	صحبت فاسق ترا فاسق کند
عاشق کی صحبت تجھے عاشق بنا دیتی ہے	فاسق کی صحبت تجھے فاسق بنا دیتی ہے
ہر کسے از دیگرے خوی برد	خربزہ از خربزہ بوی برد
ہر شخص دوسرے سے اخلاق حاصل کرتا ہے	خربوزہ خربوزے سے خوشبو حاصل کرتا ہے
منکر از تاثیر صحبت جاہل ست	ہر کہ از صحبت رمدبس غافل ست
صحبت کی تاثیر کا منکر نادان ہے	جو صحبت سے بھاگے وہ بہت غافل ہے
رنگ گیرد خربزہ زان دگر	صحبت انساں نہ بخشد چوں اثر
خربوزہ دوسرے خربوزے سے رنگ پکڑتا ہے	انسان کی صحبت اثر کیوں نہ پیدا کرے گی؟
ہمرہ اصحاب کہف آں کلب شد	تا سگی ازوے بکلی سلب شد
وہ کتا اصحاب کہف کا ہمراہی بنا	حتیٰ کہ اس سے کتا پن بالکل جدا ہو گیا
باش مردان خدا را خاک پا	تارسد از مہر او نورے ترا
مردان خدا کے پاؤں کی خاک بن جا	تاکہ تجھے اس کے چاند سے نور حاصل ہو
زیں سبب فرمود احمدؐ مجتبیٰ	لاتصحب انت الامومنا
اس لئے احمد مجتبیٰ نے فرمایا	تو بجز مومن کے مصاحبت اختیار نہ کر
مشک گرداند معطر طبلہ را	پشک بخشد مشنیہاز بلہ را
مشک ڈبیہ کو معطر کر دیتا ہے	مینگنی کوڑی کو بدبوئیں بخشتی ہے
چونکہ روغن کرد خود را صرف گل	گشت در طیب روائح ظرف گل
جب تیل نے اپنے آپ کو پھول میں صرف کر دیا	وہ خوشبوؤں میں پھول کا ظرف بن گیا
چلچلہ از صحبت خود بیضہ را	می کند مانند خود بے امترا
ابجن ہاری اپنی صحبت سے انڈے کو	بیشک اپنی طرح (ابجن ہاری) بنا لیتی ہے
بود آں شہ ہمرہ شہزادگاں	تا دودادر زیں سہ تن دادند جاں
وہ شاہ شہزادوں کے ساتھ تھا	جب ان تینوں میں سے دو بھائیوں نے جان دے دی
گشتہ باشہزادۂ سوم رفیق	ہر نفس حاضر بہ پیشش چوں عشیق
وہ تیسرے شہزادے کا ساتھی بن گیا	ہر دم اس کے سامنے عاشق کی طرح حاضر تھا
واں سوم چوں گشت صہر شاہ چیں	در خواصش بود ایں مرد گزیں
وہ تیسرا جب شاہ چین کا داماد بن گیا	یہ برگزیدہ مرد اس کے خواص میں سے تھا

www.besturdubooks.wordpress.com

شاہ چیں چوں دید خلتہاش بیش	اختصاص خاص با محبوب خویش
شاہ چین نے جب اس کی بہت محبتیں دیکھیں	اپنے محبوب کے ساتھ خاص خصوصیت
یافت چوں یک جاں دو قالب ہر دو را	میل شد شہ را بسویش از ولا
اس نے جب دونوں کو ایک جاں دو قالب پایا	شاہ کا دوستی سے اس کی طرف میلان ہو گیا
گفت باشہزادہ از روی کرم	کیں رفیق تست پوپ ہر خدم
اس نے ازروئے کرم شہزادے سے کہا	کہ یہ تیرا ساتھی ہر خادم کی کلغی ہے
غیر خدمت نہ تربولیش نہ لاغ	در خیالت دارد از عالم فراغ
خدمت کے علاوہ اس کا مزاج ہے دل لگی	تیرے خیال میں جہان سے فارغ ہے
اینچنیں کس رانوازش لازم ست	کو ہوائے نفس خود را عادم ست
ایسے شخص کو نوازنا ضروری ہے	جو اپنے نفس کی خواہش کو معدوم کر دینے والا ہے
در ہوای تو ہوای خویش باخت	اینچنیں کس را بسے باید نواخت
تیری مرضی میں اپنے مرضی کو ہار دیا	ایسے شخص کو بہت نوازنا چاہئے
کرد شہزادہ زمیں بوس و بگفت	آشکارا برتو ہر چہ ازما نہفت
شہزادے نے زمین بوسی کی اور عرض کیا	جو ہم سے مخفی ہے آپ پر واضح ہے
چوں باامید تقربہای شاہ	از وطن آوارہ افتادم براہ
جب شاہ کی قربتوں کی امید پر	میں وطن سے آوارہ راہ پر پڑا
ایں کہ شاہ کامران ملک بود	در رفاقتہائے ما چستی نمود
یہ جو ملک کا کامیاب بادشاہ تھا	اس نے ہماری رفاقتوں میں چستی دکھائی
ملک و دولت بہرما بگذاشت	در وفاق از دل علم افراشت ست
اس نے ملک اور دولت ہماری خاطر چھوڑی ہے	موافقت میں دل سے جھنڈا بلند کیا ہے
تارو بارش بہر ما بسیار شد	ملک خود درباخت مارا یار شد
ہماری وجہ سے اس پر بہت نشیب و فراز آئے	اپنے ملک کو چھوڑا ہمارا دوست بن گیا
آنچہ لطف شہ تقاضا می کند	جائے لطف و مرحمت ہست اے سند
شاہ کی مہربانی کا جو تقاضا ہے	اے معتمد! لطف و رحم کا مقام ہے
شاہ گفتا ملک وادوارش کنند	درخور او روز بازارش کنند
شاہ نے کہا اس کو ملک اور عطا کردیں	اس کے مناسب گرمی بازار دیں
لطف فرمود و زحد بنواختش	تکو آں ہر دو برادر ساختش
مہربانی فرمائی اور حد سے زیادہ اس کو نوازا	اس کو ان دو بھائیوں کا تاج بنا دیا
قصر ہا و ملکہا اندازہ بیش	از طفیل ایں سوم آورد پیش
اندازہ سے زیادہ محلے اور ملک	اس تیسرے کے طفیل وہ سامنے لے آیا

www.besturdubooks.wordpress.com

آنچہ لاعین رأت او راہداد	وانکہ لا اذن سمع پیشش نہاد
جو کچھ آنکھ نے نہ دیکھا وہ اس کو دے دیا	اور جو کچھ کان نے نہ سنا اس کے سامنے رکھ دیا
گشت آں شہ واصل مقصود نیز	چوں طفیلی باکہٗ مہمان عزیز
وہ شاہ بھی مقصود تک پہنچ گیا	جیسے کہ طفیلی کس کے ساتھ؟ معزز مہمان کیساتھ
زیں سبب فرمود آں شاہ رئیس	کہ ہم قوم فلا یشقی جلیس
اس شاہ رئیس نے. اسی لئے فرمایا ہے	کہ وہ ایسی قوم ہے جس کا ہمنشیں محروم نہیں رہتا
پاس دلہا کردن و خدمت گری	سازدت مخدوم و بخشد سروری
دلوں کی پاسداری اور خدمت گزاری	تجھے مخدوم بنالی ہے اور سرفرازی بخش دیتی ہے
خاصہ خدمتگاری مرد خدا	خوش قبولی بخشدت نزد خدا
خصوصا مرد خدا کی خدمتگاری	تجھے خدا کے نزدیک بہترین مقبولیت عطا کردیتی ہے
ہر کہ شد مقبول مقبول آلہ	لطف حق مبذول او گردد ز شاہ
جو شخص خدا کے مقبول کا مقبول بن جاتا ہے	اس پر شاہ کی جانب سے اللہ کا لطف خرچ ہوتا ہے
ہر کہ شد مقبول مقبولان حق	گردد او لطف خدارا مستحق
جو شخص خدا کے مقبولوں کا مقبول بن جاتا ہے	وہ خدا کی مہربانی کا مستحق ہو جاتا ہے
ہر کہ مردان خدا را دل بجست	در ادای خدمت شاں گشت چست
جس شخص نے مردان خدا کی دلداری کی	ان کی خدمت گزاری میں چست بنا
گشت ملحوظ عنایتہای حق	مست و محظوظ از حاجتہای حق
وہ اللہ (تعالیٰ) کی عنایتوں کا منظور نظر بنا	وہ اللہ (تعالیٰ) کی حاجتوں کا مست اور حق دار بنا
ابن مسعودؓ از پیمبرؐ نقل کرد	مرء رامع من احب اے نیک مرد
(حضرت) ابن مسعودؓ نے پیغمبر سے نقل کیا ہے	اے نیک مرد! انسان اس کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے
من احب القوم منھم آمدہ	حب اہل اللہ نور جاں شدہ
"جس نے جس قوم سے محبت کی وہ ان میں سے ہوتا آیا ہے	اہل اللہ کی محبت جان کا نور بنی
حب للہ بغض للہ کن شعار	تابیابی بردر دلدار بار
محبت اللہ کے لئے بغض اللہ کے لئے شعار بنا لے	تاکہ تو دلدار کے در پر باریاب ہو
چوں نبود ایں شاہا ملحق را جہاد	حب پاکاں شمع برراہش نہاد
جب کہ اس ساتھی شاہ کا مجاہدہ نہ تھا	پاکوں کی محبت نے اس کے راستہ پر شمع رکھ دی
کو نبودش جہد و استعداد کوب	صحبت مرداں بکار آمد فحسب
وہ جس کے لئے مجاہدہ اور استعداد اور کسب نہ تھی	مردوں کی صحبت کام آئی اور بس
جہد کن تا خود ز مقبولاں شوی	یا بمقبولان حق شو منطوی
کوشش کر تاکہ تو خود مقبولوں میں سے ہو جاوے	یا اللہ (تعالیٰ) کے مقبولوں پر مشتمل ہو جا

www.besturdubooks.wordpress.com

مرد باش و یا کہ خود پئے مرد گرد	پوتک و پوتہ رسد زاں مرد فرد
مرد بن جا یا خود مرد کے پیچھے گردش کر	بڑا اور چھوٹا خزانہ اس یکا انسان سے ملے گا
زیں دو کس یک ہم گر اے جاں نیستی	روز محشر سخت رسوا ایستی
اے جان! اگر تو ان دونوں میں سے ایک نہیں ہے	تو محشر کے دن سخت رسوا اٹھے گا
زیں سبب فرمود در قرآں خدا	خود طلب میکن وسیلہ در ہدی
اسی لئے خدا (تعالیٰ) نے قرآن میں فرمایا	ہدایت میں تو خود وسیلہ طلب کر
بے مربی کس مربا چوں خورد	مرغ بے پرور ہوا کوچوں پرد
تربیت دینے والے کے بغیر مربا کس نے کھایا ہے	بتا پرند بغیر پر کے کیسے اڑے؟
دشت پر خون مست و پردام ودوست	ہرطرف راہ کژی پیداشد ست
جنگل خون سے بھرا اور جال اور درندے سے بھرا ہے	ہر جانب کجی کا راستہ کھلا ہے
دشت پرمار و بہر سو سبزہ زار	بے فسوں گر پامنہ گردی تو زار
جنگل سانپوں سے بھرا ہے اور ہر جانب سبزہ زار ہے	بغیر منتر پڑھنے والے کے قدم نہ رکھ تو عاجز آ جائیگا
ہست دنیا سبزہ زار و نفس مار	دشت پرخوں راہ دیں را می شمار
دنیا سبزہ زار اور نفس سانپ ہے	دین کے راستہ کو پرخون جنگل سمجھ
گرگزد مارت شوی خستہ ملول	بے فسوں گز ایمنی ہستی تو گول
اگر تجھے سانپ ڈس لے گا تو خستہ (اور) ملول ہو	تو بغیر منتر پڑھنے والے کے مطمئن ہے تو احمق ہے
گر خلد خارے بپای دل ترا	تارہ گر نبود برآری چوں درا
اگر تیرے دل کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے	اگر سوئی کی نوک نہ ہو تو اس کو تو کیسے نکالے گا؟
فکر تارہ کن فسوں را یاد گیر	رہبرے جو تا بری راہ عسیر
سوئی کی نوک کی فکر کر منتر یاد کر لے	کوئی رہبر تلاش کر لے تاکہ تو دشوار راستہ طے کر لے
دشت پر خار و بہر سو راہہاست	بر سر ہر ہر قدم بیں چاہہاست
جنگل کانٹوں بھرا اور ہر جانب راستہ ہے	دیکھ ہر ہر قدم پر کنویں ہیں
دشت بس خونخوار و رہزن مختفی	رہبرے جوباش ویرا مقتفی
جنگل بہت خوفناک ہے اور ڈاکو چھپا ہوا ہے	کوئی رہبر تلاش کر لے اور اس کا تبع بن
راہ بس دشوار غولے ہر طرف	بر سر رہ میزند صد چنگ و دف
راستہ بہت دشوار ہے ہر جانب چھلاوا ہے	جو راستہ پر سیکڑوں چنگ اور دف بجا رہا ہے
راہ بس سخت و شب تاراست پیش	گر نگیری دست کس رفتی ز خویش
راستہ بہت دشوار اور سامنے تاریک رات ہے	اگر تو نے کسی کا ہاتھ نہ پکڑا اپنے سے گیا
ایں سخن پایاں ندارد اے عزیز	مثنوی را ختم باید کرد نیز
اے پیارے! اس بات کا خاتمہ نہیں ہے	مثنوی کو بھی ختم کرنا چاہئے

www.besturdubooks.wordpress.com

کار حق را نیست پایاں اے غلام	مثنوی را کردہ باید اختتام
اے لڑکے! اللہ (تعالیٰ) کے کام کا خاتمہ نہیں ہے	مثنوی کو ختم کرنا چاہئے
اختتام مثنوی معنوی	شد ز فیض مولوی اولوی
مثنوی معنوی کا خاتمہ	مولوی اولوی کے فیض سے ہو گیا

اختتام کلام بہ پریدن طائر روح خودکام بسوی شاہ عالی مقام

خود پسند روح سے پرندکی پرواز عالی مقام شاہ کی جانب کی گفتگو پر خاتمہ

بشنو از نے چوں حکایت میکند	منتہی قصد بدایت می کند
نے سے سن کیا حکایت کر رہی ہے	آخر ابتدا کا ارادہ کر رہا ہے
باز شہ اکنوں سوی سلطاں پرید	پردہای عاریت را بر درید
شاہ کا باز اب شاہ کی جانب اڑ گیا	عارضی پردوں کو پھاڑ دیا
ہست چوں کل الینا راجعون	می شوم مر اصل خود را سرنگوں
سب ہماری جانب لوٹنے والے ہیں جب ہے	میں اپنی اصل کے لئے سرنگوں ہوتا ہوں
شد نے من خالی از صورت انا	خالی از خود گشت و در نائی فنا
میری نے "انا" کی آواز سے خالی ہو گئی	خودی سے خالی اور نے نواز میں فنا ہو گئی
شد تہی از خود نے من گشت نیست	جز نفخت فیہ درو ے ہیچ نیست
میری نے خودی سے خالی ہو گئی نیست ہو گئی	"میں نے اس میں پھونکا" کے سوا اس میں کچھ نہیں ہے
سوختم ایں نے وخاکستر شدم	در نیستاں رفتم و مضمر شدم
میں نے یہ نے جلا دی اور میں راکھ ہو گیا	میں نیستاں میں چلا گیا اور پوشیدہ ہو گیا
احمدا چوں دورۂ میم از تو رفت	ماند احد دیگر مشو تو گرم و تفت
اے احمدا جب میم کا دائرہ آپ میں سے گیا	احد رہ گیا اب آپ گرم اور تیز نہ ہوں
دورۂ میم آں تعین ہائے تست	لاکن ایں را تا شود الات چست
میم کا دائرہ تیرے تعینات ہیں	ان کو "لا" بنا تاکہ تیرا چست ہو جائے
وقت آں آمد کزیں فخ بر پرم	رخت سوی ملک لاہوتی برم
وہ وقت آ گیا کہ میں اس جال سے پرواز کر جاؤں	لاہوتی ملک کی جانب سامان لے جاؤں
ہم کزاں جا آمدم آنجا روم	باجمال یار بے پردہ شوم
جس جگہ سے میں آیا ہوں اسی جگہ چلا جاؤں	یار کے حسن کے ساتھ بے پردہ ہو جاؤں
چوں تجلی کرد برطور وجود	گشت کاہ کوہ جسمانی چو دود
جب اس نے وجود کے طور پر تجلی کی	جسمانی پہاڑ کا تنکا دھویں جیسا ہو گیا
خر موسیٰ صاعقا خاموش شد	رفت عقل جزوی و بیہوش شد
موسیٰ بے ہوش ہو کر گرے خاموش ہو گئے	جزوی عقل چلی گئی اور بے ہوش ہو گئے

www.besturdubooks.wordpress.com

الله الله غیر الله نیست کس	الله الله گشت مارا ہم نفس
الله الله کوئی الله کا غیر نہیں ہے	الله الله ہمارا ساتھی ہو گیا
الله الله من کجا و ایں خطاب	ختم کن والله اعلم بالصواب
الله الله میں کہاں اور یہ خطاب کہاں؟	ختم کردے اور الله زیادہ بہتر جانتا ہے

ارجاع کلام باستمداد روحانی از جناب مولانا جلال الدین ہمام قدس سرہ علی الدوام

کلام کالوٹانا روحانی مدد حاصل کرنے کیلئے جناب مولانا جلال الدین بزرگ سے ہمیشہ کے لئے ان کا راز مقدس کیا گیا

شمس حقانی جلال الدین ہمام	چونکہ خود فرمود وقت اختتام
خدائی سورج جلال الدین بزرگ	چونکہ ختم کرنے کے وقت خود انہوں نے فرمایا
باقی ایں گفتہ آید بے زباں	دردل آں کس کہ دارد زندہ جاں
اس کا باقی بغیر کہے آ جائے گا	اس شخص کے دل میں جو زندہ جان رکھتا ہو گا
خواستم از روح پاک او مدد	خود وفائے وعدہ ہم زاں معتمد
میں نے ان کی پاک روح سے مدد مانگی	(اور) ان معتمد سے وعدے کی وفا بھی
وعدۂ اہل کرم گنجے بود	وعدۂ نااہل چوں رنجے بود
اہل کرم کا وعدہ خزانہ ہوتا ہے	نااہل کا وعدہ رنج جیسا ہوتا ہے
کہ شحہ زاں بحر بر جانم بریخت	رشتہ ماہ دمن مارا گسیخت
اس دریا کے قطرات میری جان پر پڑے	ہمارے ماہ دمن کے دھاگے کو توڑ دیا
بازبان بے زبانی خود بگفت	درہائے نغز را در سلک سفت
انہوں نے اپنی بے زبانی کی زبان سے فرمایا	قیمتی موتی لڑی میں پروئے
حد سعی من نبود ایں گفتگو	خود تو ایں دُر را چو آوردی زجو
یہ گفتگو میری کوشش کا نتیجہ نہیں ہے	خود آپ جبکہ اس موتی کو دریا سے لائے
گر اجازت باشد اظہارش شود	ویں سفینہ ہم بہ بحر تو رود
اگر اجازت ہو تو اس کا اظہار ہو	یہ کشتی بھی آپ کے دریا میں چلے
بے اجازت ذرہ را یارا کجاست	کوز خورشیدے بجوید نور چاشت
بغیر اجازت کے ذرہ کی طاقت کہاں ہے؟	کہ وہ سورج سے چاشت کا نور طلب کرے
خود تو دانی از توشد رد و قبول	من چہ گویم پیش تو حرف فضول
آپ خود جانتے ہیں کہ رد اور قبول آپ کی جانب سے ہے	میں آپ کے سامنے بیکار بات کیا کہوں؟
آنچہ درپردہ بگفتی اے ہمام	ساز مقبول اے ضیاء الحق حسام
اے بزرگ آپ نے جو کچھ درپردہ فرمایا	اے ضیاء الحق حسام اس کو قبول فرما لیں

www.besturdubooks.wordpress.com

مناجات بجناب قاضی الحاجات

قاضی الحاجات کی بارگاہ میں دعا

اے خدا سازندۂ عرش بریں	شام رادادی تو زلف عنبریں
اے بلند عرش کو بنانے والے خدا	تو نے شام کو عنبریں زلف عطا کی
روز را باشمع کافور اے کریم	کردۂ روشن تر از عقل سلیم
اے کریم دن کو کافوری شمع کے ساتھ	تو نے عقل سلیم سے زیادہ روشن کر دیا
خوں بناف نافۂ مشکے کنی	سنبل و ریحاں چرد پشکے کنی
تو ناف کے خون کو مشک کا سا بنا دیتا ہے	وہ سنبل اور ریحان چرتا ہے تو مینگنی بنا دیتا ہے
قادرا قدرت تو داری بر کمال	انت ربی انت حسبی ذوالجلال
اے قادرا تو کمال پر قدرت رکھتا ہے	اے ذوالجلال تو ہی میرا رب ہے تو ہی مجھے کافی ہے
اے خدا قربان احسانت شوم	کان احسانی بقربانت شوم
اے خدا! میں تیرے احسان پر قربان ہوں	تو احسان کی کان ہے میں تجھ پر قربان ہوں
معدن احسانی و ابر کرم	فیض تو چوں ابر ریزاں برسرم
تو احسان کی کان اور کرم کا ابر ہے	تیرا فیض میرے سر پر ابر کی طرح برستا ہے
از عدم دادی بہ ہستی ارتقا	زاں سپس ایمان و نور اہتدا
تو نے عدم سے وجود کو ترقی عنایت کی	اس کے بعد ایمان اور ہدایت کا نور
اے خدا احسان تو اندر شمار	کے توانم بازبان صد ہزار
اے خدا! تیرا احسان شمار میں	لاکھ زبانوں سے کب کر سکتا ہوں؟
من بخوان و پاسان من توئی	من چو طفل و حرز جان من توئی
میں نیند میں ہوں اور میرا محافظ تو ہی ہے	میں بچہ کی طرح ہوں اور میری جان کی حفاظت تو ہی ہے
من بعصیاں صرف وقت خود کنم	بینی و از حلم می پوشی برم
میں اپنا وقت نافرمانی میں صرف کرتا ہوں	تو دیکھتا ہے در بردباری سے میری پردہ پوشی کرتا ہے
روزیت را خوردہ عصیاں میکنم	نعمت از تو من بغیرے می تنم
تیری روزی کھا کر میں نافرمانی کرتا ہوں	نعمت تیری ہے میں غیر کے چکر کاتا ہوں
جملہ میں بینی نگیری انتقام	از در حلم و کرم آئی مدام
تو سب کچھ دیکھتا ہے بدلہ نہیں لیتا	تو ہمیشہ بردباری اور کرم کے دروازے سے آتا ہے
بردل من سہ ضد و شصت از نظر	می کنی ہر روز اے رب البشر
میرے دل پر تین سو ساٹھ نظریں	اے رب البشر! تو ہر دن کرتا ہے
لیک من غافل ز لطف بیکراں	چشم دارم ہر زماں بایں و آں
لیکن میں "بے حد مہربانی سے غافل ہوں	میں ہر وقت اس اور اس سے امید باندھتا ہوں

www.besturdubooks.wordpress.com

دوست را برمن نظر شد دوختہ	حیف من بادیگراں دل توختہ
دوست کی نگاہ مجھ پر جمی ہوئی ہے	افسوس میں نے دوسروں سے دل وابستہ کیا ہے
من گنہ آرم تو ستاری کنی	جرم من دارم تو معذاری کنی
میں گناہ کرتا ہوں تو پردہ پوشی کرتا ہے	میں جرم کرتا ہوں تو بہت معذور قرار دیتا ہے
جرمہا بینی و خشم ناوری	اے بقربانت چہ نیکو داوری
تو خطائیں دیکھتا ہے اور مجھ پر غصہ نہیں کرتا	میں تجھ پر قربان تو کس قدر اچھا خدا ہے
در مصائب در حوادثہائے زار	چونکہ برمن تنگ شد از درد کار
مصیبتوں میں (اور) عاجز کرنے والے حوادث میں	جبکہ درد کی وجہ سے مجھ پر معاملہ تنگ ہو گیا
یار و خویشانم مرا بگذاروند	زار در دست غم بسپا روند
اپنوں اور دوستوں نے مجھے چھوڑ دیا	مجھ عاجز کو غم کے ہاتھ میں دے دیا
جز تو کے دیگر دراں سختی رسد	در متاعبہا تو گشتی مدد
اس سختی میں تیرے علاوہ کب پہنچتا ہے؟	تکالیف میں تو مدد بنا ہے
در رسیدی زود بگرفتی مرا	وارہاندی از ہمہ سختی مرا
تو، جلد پہنچا تو نے مجھے پکڑا	مجھے تمام سختیوں سے رہا کر دیا
چوں شمارم من ز احسان تو چوں	گر زباں ہر موشود لطفت فزوں
میں تیرے احسان کیسے شمار کروں؟ کیونکہ	اگر ہر بال زبان بن جائے تیری مہربانی بڑھی ہوئی ہے
شکر و احسان ترا چوں سرکنم	اندریں رہ گو قدم از سرکنم
تیرے شکر اور احسان کو کیسے انجام دوں؟	اس راستہ میں اگرچہ سر کو قدم بنا لوں
جان و گوش و چشم و ہوش و پا و دست	جملہ از دریائے احسانت پرست
جان اور کان اور آنکھ اور ہوش اور ہاتھ پاؤں	سب تیرے احسان کے موتیوں سے پر ہیں
ایں کہ شکر نعمت تو می کنم	ایں ہم از تو نعمتے شد مغتنم
یہ کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کرتا ہوں	یہ بھی تیری ایک مغتنم نعمت ہے
شکر ایں شکر از کجا آرم بجا	من کیم از تست توفیق اے خدا
اس شکر کا شکریہ کہاں سے بجا لاؤں؟	میں کون ہوتا ہوں؟ اے خدا توفیق تیری جانب سے ہے
دست و پاؤ ایں زبان و لفظ شکر	عاریت از تست بے از ہیچ نکر
ہاتھ اور پاؤں اور یہ زبان اور لفظ شکر	بغیر کسی انکار کے تجھ سے مانگے ہوئے ہیں
طاعت و توفیق طاعت ہم ز تو	لطف تو برما نوشتہ صد نکو
بندگی اور بندگی کی توفیق بھی تیری جانب سے ہے	تیری مہربانی نے ہم پر سینکڑوں بھلائیاں لکھ دی ہیں
خود چہ شیریں ست نام پاک تو	خوشتر از آب حیات ادراک تو
تیرا پاک نام خود کس قدر میٹھا ہے؟	تیری معرفت آب حیات سے بہتر ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

نام تو چوں بر زبانم می رود	ہر بن مو از عسل جوی شود
جب تیرا نام زبان پر جاری ہوتا ہے	ہر بال کی جڑ شہد کی نہر ہو جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ شیریں ست نام	شیر و شکر می شود جانم تمام
اللہ اللہ یہ نام کس قدر میٹھا ہے	میری پوری جان شیر و شکر بن جاتی ہے
اللہ اللہ ایں چہ نام خوش مذاق	حرف حرفش میدہد جانرا رواق
اللہ اللہ یہ نام کس قدر خوش ذائقہ ہے	اس کا ایک ایک حرف جان کو مستی عطا کرتا ہے
اللہ اللہ ایں چہ احساں کردۂ	در چنیں برزخ چساں درپردۂ
اللہ اللہ یہ تو نے کیا احسان کیا ہے؟	ایسے برزخ میں تو کس طرح پردے میں ہے؟
ایں چنیں حبل المتیں دادی مرا	کاعتصامش عرش راشد مرتقی
تو نے مجھے ایسی مضبوط رسی عطا فرمائی	کہ اس کے پکڑنے سے عرش تک رسائی ہوئی
اللہ اللہ خود چہ نیکو کردۂ	آشکارا ہستی و درپردۂ
اللہ اللہ تو نے خود کیسی بھلائی کی ہے	تو ظاہر ہے اور درپردہ ہے
وہ چہ بدکارم کہ جملہ عیستم	پس چرا پیشت بہ ہستی ایستم
ہائے میں کس قدر بدکار ہوں بلکہ میں مجسم نیستی ہوں	تو تیرے سامنے وجود کے ساتھ کیوں کھڑا ہوں
اللہ اللہ انت لی نعم الوکیل	انت ربی انت حسبی یا جلیل
اللہ اللہ تو میرے لئے بہترین وکیل ہے	اے جلیل تو میرا رب ہے تو مجھے کافی ہے
اللہ اللہ لیس غیرک فی الوجود	ھل تری الدیار فی دیرالشھود
اللہ اللہ تیرے سوا کوئی وجود میں نہیں	شہود کے دیر میں کوئی چلنے والا ہے؟
اللہ اللہ لا الہ بہر چیست	چونکہ الا اللہ خورشید جلیسی
اللہ اللہ لاالہ کس لئے ہے؟	جبکہ "الا" "اللہ" روشن سورج ہے
چشم ظاہر بیں بمنی آمد مقل	می تواں کردن بلی جہد المقل
ظاہر بیں آنکھ نفی کے ذریعہ رخ کرنے والی ہے	(تاکہ) نادار کی کوشش "بلی" کہہ سکے
اللہ اللہ اسم ذات پاک دوست	اسم اعظم از برائے قرب اوست
اللہ اللہ دوست کا پاک اسم ذات	اسم اعظم اس سے قرب کے لئے ہے
اللہ اللہ گو برد تا سقف عرش	پیش معراج تو گردد چرخ فرش
اللہ اللہ کہہ عرش کی چھت تک لے جائے گا	تیری معراج کے سامنے آسمان فرش بن جائے گا
چوں بر آرم دم باللہ الصمد	چرخ نعرہ لیتنی کنت زلد
جب میں "اللہ الصمد" کا نعرہ لگاتا ہوں	آسمان "کاش میں ہوتا" کا نعرہ مارتا ہے
اسم اعظم ہست اللہ العظیم	جان جان و محی عظم رمیم
اللہ العظیم اسم اعظم ہے	جو جان کی جان اور پرانی ہڈی کو زندہ کر دینے والا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ اللہ مستم . از نام خدا	مے چکد از ہر رگم راوق جدا
اللہ اللہ میں خدا کے نام سے مست ہوں	میری ہر رگ سے شراب جدا ہو کر ٹپکتی ہے
ساقیم آں بادہ اندر جام کرد	کہ زمادٔ من برآوردست گرد
ساقی نے وہ شراب میرے جام میں کر دی ہے	جس نے "مادٔمن" کی گرد اڑا دی ہے
ریخت در جام مئے از کاف و نون	لیس فیھا غول ولا ھم ینزفون
"کاف و نون" کی وہ شراب میرے جام میں ڈالی ہے	جس میں بے ہوشی ہے اور نہ وہ بے عقل ہوتے ہیں
بیخودم زاں بادۂ واکنوں مرا	نیست فرق از جان و تن و ز سر ز پا
میں اس شراب سے بیخود ہوں اور اب میرے لئے	جان اور جسم اور سر اور پاؤں میں فرق نہیں ہے
ریخت در کامم جلالے جرعہ	میزنم بر لوح وحدت قرعہ
"جلالؒ" نے میرے حلق میں ایک گھونٹ ڈال دیا	میں وحدت کی تختی پر قرعہ ڈالتا ہوں
رشحہ بحر جلالش بردلم	آمد و بربود ازیں آب و گلم
اس کے جلال کے سمندر کا ایک چھینٹا میرے دل پر	آیا اور مجھے اس آب و گل سے اچک لے گیا
شورش بحر حسامی آمدست	زیں صدف ایں در کہ نامی آمدست
"حسامی" سمندر کی ایک شورش آئی ہے	اس سیپ سے کہ یہ نامی موتی آیا ہے
فیض مولانا جلالؒ وہم حسامؒ	نخل جان راداد سیرابی تمام
مولانا جلالؒ کے فیض اور حسامؒ نے	جان کے پودے کو پوری سیرابی دے دی ہے
نور مہر و مہ بطور دل بتافت	سنگ من زاں تاب یا قوتی بیافت
سورج اور چاند کا نور دل کے طور پر چمکا	میرے پتھر نے اس گرمی سے یاقوت بن جانا پا لیا
برادیمم تافت چوں نجم یمن	عنبریں شد جملہ چوں مشک ختن
یمن کے ستارے کی طرح میری اوڑھنی پر چمکا	وہ سب ختن کے مشک کی طرح خوشبو دار بن گئی
پیش ازیں خلقے ز انفاس خوشش	مقتبس از نور عرفاں گشت و خوش
اس سے پہلے بہت سے لوگ ان کے اچھے سانسوں سے	معرفت کے نور کے حاصل کر لینے والے اور بھلے بنے
صد ہزاراں یافتند از مثنوی	ارتقا سوی صراط مستوی
مثنوی کے ذریعہ لاکھوں نے حاصل کی	سب سیدھے راستہ کی جانب بلندی
من ہم از فیضان انفاس جلالؒ	در رسیدم تا جلیل ذوالجلال
میں بھی جلالؒ کے سانسوں کے فیضان سے	جلیل ذوالجلال تک پہنچ گیا
نیست دور از لطف اخوان الصفا	در رسید ایں بندہ ہم سوی خدا
بزرگوں کی مہربانی سے بعید نہیں ہے	یہ بندہ بھی خدا کی جانب پہنچ گیا
چہ عجب شمس ار نواز و ذرہ را	ابر خوش سیراب سازد ترہ را
کیا تعجب ہے اگر شمس ذرے کو نوازے	ابر سبزی کو اچھی طرح سیراب کر دے

www.besturdubooks.wordpress.com

رو بحق آرد بکن ختم کتاب	دم مزن واللہ اعلم بالصواب
اللہ (تعالیٰ) کی جانب رخ کر اور کتاب ختم کر دے	دم نہ مار اور اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے
ربنا فالحمد لک فی کل حال	انت معنی السر فی کل المقال
اے ہمارے رب ہر حال میں تیرے ہی لئے تعریف ہے	ہر قول میں معنی راز تو ہی ہے
انت مقصودی الیک و جہتی	خالصا للہ کانت نہمتی
تو ہی میرا مقصود ہے تیری طرف میرا رخ ہے	میرا ارادہ خالص اللہ کے لئے ہے
یا محیط الکل یا کہف الوریٰ	یا الٰہ العرش یارب الثریٰ
اے سب کو محیط اے مخلوق کے کہف	اے عرش کے خدا اے زمین کے رب
کن انیس القلب واختم لی بخیر	انت حسبی انت کافی لیس غیر
تو دل کا غمخوار بن اور میرا خاتمہ بالخیر کر	تو مجھے کافی ہے تو میرے لئے کفایت کرنے والا ہے دوسرا نہیں ہے

در ختم وسال تاریخ اختتام مثنوی مذکور میشود ۱۲۱۶ ہجری

ختم شد ایں نسخہ در سال غیور	غیرت حق داردش از غیر دور
(لفظ) غیور کے سال میں یہ نسخہ ختم ہوا	اللہ (تعالیٰ) کی غیرت اس کو غیر سے دور رکھے
دست غیر از دامن او دور باد	ہر کہ از نورش رمد بے نور باد
غیر کا ہاتھ اس کے دامن سے دور رہے	جو اس کے نور سے بھاگے خدا کرے بے نور رہے
غیر آں کز یاد حق بیگانہ است	در پئے دنیائے دوں دیوانہ است
غیر وہ ہے جو اللہ (تعالیٰ) کی یاد سے بیگانہ ہے	کمینی دنیا کے پیچھے دیوانہ ہے
در پئے مال جہاں مجنون بود	حب جاہ او را بدل مکنوں بود
دنیا کے مال کے پیچھے پاگل ہو	اس کے دل میں رتبہ کی محبت پوشیدہ ہو
انما اموالکم اولادکم	فتنہ فرمود حق ذوالحکم
بیشک تمہارے اموال تمہاری اولاد	حکمتوں والے اللہ تعالیٰ نے (ان کو) فتنہ فرمایا ہے
تاتوانی غیر حق را دور کن	بعد ازاں عزم دژ آں سور کن
جتنا ہو سکے اللہ (تعالیٰ) کے غیر کو دور کر	اس کے بعد اس فصیل کے قلعہ کا ارادہ کر
باخودی بینی اگر ایں اختتام	خود بروں در بمانی والسلام
اگر تو اس خاتمہ کو خودی کے ساتھ دیکھے گا	خود باہر رہ جائے گا والسلام
وز خودی بیروں برآ و یار باش	ور بہ پندار خودی اغیار باش
خودی سے باہر نکل اور یار بن	اور اگر تو خودی کے غرور میں تاکہ غیروں میں سے رہ
بہر یک رنگ ایں سخن یک رنگ شد	بہر رجم آں شیاطیں سنگ شد
یک رنگ کے لئے یہ کلام یک رنگ ہے	ان شیطانوں کے سنگسار کرنے کے لئے پتھر ہے
دخل غیر اندر چنیں حصن حصیں	کے شود بے صلح و رفع حرب و کیں
ایسے محفوظ قلعہ کے اندر غیر کا دخل	بغیر صلح اور لڑائی اور کینہ کے ہٹائے بغیر کب ہو سکتا ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

بادل صاف از برای حق ببیں	از گل او تا بری بوی یقیں
خدا کے لئے صاف دل کے ساتھ دیکھ	تاکہ تو اس کے پھول سے یقین کی خوشبو سونگھ لے
ورنہ در چون و چرا آزارہاست	ہر کجا گل ہست آنجا خارہاست
ورنہ چوں و چرا میں تکالیف ہیں	جہاں کہیں پھول ہے وہاں کانٹے ہیں
لفظ روپوش ست مقصد معنی ست	غیر حق جستن ازیں لایعنی ست
لفظ حجاب ہے اور معنی مقصود ہیں	اس سے حق کے سوا ڈھونڈنا لایعنی ہے
حق بجود حق بگو حق بخواں	ہر زماں حق حق بگو حق رابداں
حق کو تلاش کر اور حق کہہ اور حق پڑھ	ہر وقت حق حق کہتا رہ حق کو جان
ہر کہ حق را جست حقانی ست او	رحمت حق باد رحمانی ست او
جس نے حق کو تلاش کیا وہ حقانی ہے	وہ اللہ کی رحمت خدائی ہوا ہے
کار شیطانی مکن شیطاں مباش	برغبار جان کس آبے بپاش
شیطانی کام نہ کر شیطان نہ بن	کسی کے جان کے غبار پر آب پاشی کر
وقت را با غیر حق ضائع مکن	بطن را پر روح را جائع مکن
وقت کو غیر حق میں برباد نہ کر	پیٹ کو پر اور روح کو بھوکا نہ بنا
پردۂ پندار تست ایں نقش غیر	نیست جز آں یک صنم در جملہ دیر
یہ غیر کا نقش تیرے پندار کا پردہ ہے	تمام بت خانہ میں اس ایک صنم کے علاوہ نہیں ہے
فانی از خود شوبشو باقی بحق	سر دہد از باطنت رب الفلق
اپنے اعتبار سے فانی بن باقی باللہ بن	رب الفلق تیرے اندر سے نمودار ہو گا
مثنوی در شش مجلد یک نواست	حاصل آں غوطہ در بحر فناست
چھ دفتروں میں مثنوی کی ایک آواز ہے	اس کا خلاصہ فنا کے سمندر میں غوطہ لگانا ہے
گر رہ حق بایدت ہشیار باش	غفلت از خود دور کن بیدار باش
اگر تجھے خدا کا راستہ چاہیے ہوشیار بن	اپنے اندر سے غفلت دور کر بیدار بن
باش اول بر شریعت استوار	بعد ازاں سوی طریقت رو بیار
پہلے شریعت پر استقامت کر	پھر طریقت کی جانب رخ کر
گام اول مستقیم شرع شو	بعد ازاں راہ طریقت را برو
پہلے قدم پر شرع پر جم	اس کے بعد طریقت کا راستہ چل
تخلیہ با تحلیہ باید ضرور	تانمائی بحر عرفاں را عبور
آراستگی کے ساتھ صفائی ضروری ہے	تاکہ تو معرفت کے سمندر کو عبور کر سکے
ایں سخن را نیست ہرگز اختتام	پس سخن کوتاہ باید والسلام
اس بات کا کبھی خاتمہ نہیں ہے	تو بات کو مختصر کر دینا چاہئے والسلام

www.besturdubooks.wordpress.com

سلسلہ التبلیغ کا چھبیسواں وعظ مسمی بہ

شکر المثنوی

یہ وعظ حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بتقریب اختتام کتاب شرح مثنوی مدرسہ امداد العلوم میں (بتاریخ ۴ شعبان المعظم ۱۳۳۶ھ) فرمایا تھا جس کو حضرت مولانا حبیب احمد کیرانوی رحمہ اللہ نے ضبط کیا۔

وضاحت: حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا وعظ "شکر المثنوی" اپنے نام سے واضح ہے جو حضرت نے تکمیل شرح مثنوی پر شکر خداوندی کے طور پر ارشاد فرمایا۔
چونکہ یہ وعظ "کلید مثنوی" سے متعلق اہم بنیادی نکات اور تعارف پر مشتمل ہے۔
اس لئے کلید مثنوی کی جدید طباعت پر ہم بھی شکر خداوندی بجالاتے ہوئے اس مبارک وعظ کو "کلید مثنوی" کے آخر میں شامل کر رہے ہیں۔
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا گو ہیں کہ اس سعی کو شرف قبولیت سے نوازتے ہوئے ہمیں بھی اپنی محبت و معرفت کا کوئی ذرہ نصیب فرمائیں۔ آمین (ناشر)

www.besturdubooks.wordpress.com

اما بعد! فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم
ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا و ما یمسک فلا
مرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم

سبب وعظ

ایک عرصہ سے احباب کا تقاضا تھا کہ مثنوی کی شرح کی ضرورت ہے اس لئے اس کے تمام دفتروں کی شرح ہونی چاہئے اس لئے میں نے اس کا کام شروع کیا۔ اور جس طرح ہوسکا دفتر اول اور دفتر ششم کی شرح کی باقی دفتروں کی شرح کا سرانجام چونکہ بعض عوائق کی وجہ سے مجھ سے بلا استعانت نہ ہوسکتا تھا اس لئے میں نے اس کی تکمیل میں اپنے بعض احباب سے مدد لی اور بحمد اللہ اب مکمل ہوگئی چونکہ یہ انعام تھا حق سبحانہ کی طرف سے اور ہر نعمت شکر کو مقتضی ہوتی ہے اس لئے ضرورت تھی کہ حق سبحانہ کے اس انعام کا شکریہ ادا کیا جاوے پس یہ جلسہ اس کے شکر کے لئے منعقد کیا گیا ہے۔ (جس میں تداعی واہتمام وغیرہ کو دخل نہیں) لیکن جو آیت اس وقت اختیار کی گئی ہے اس پر بادی النظر میں عدم مناسبت بمقصود جلسہ کا شبہ ہوسکتا ہے کیونکہ اس میں بیان ہے حق سبحانہ کے تفرد بالغلبۃ والقدرۃ والحکمۃ کا جس کو شکر سے بظاہر کچھ مناسبت نہیں معلوم ہوتی اس لئے قبل اس کے کہ نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاوے یہ بتلا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آیت متلوہ مقصود جلسہ سے بے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کو اس سے ایک غامض اور باریک تعلق ہے۔

شکر کا مفہوم

تفصیل اس کی یہ ہے کہ شکر کے معنی ہیں منعم کے۔ انعام کے جواب میں منعم کا دل سے یا زبان سے یا ہاتھ پاؤں سے کوئی ایسا فعل کرنا جس سے منعم کی عظمت ظاہر ہوتی ہو پس اس وقت ہمارا حق سبحانہ کے انعام کے جواب میں اس آیت کا تلاوت کرنا جو کہ اس کی توحید صفاتی پر دلالت ہے اور اس کی تفرد بالقھر والغلبۃ والقدرۃ والحکمۃ کا دل اور زبان سے اقرار کرنا اس کلیے کا ایک فرد اس مقسم کی ایک قسم ہوگا اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ صرف اسی آیت کا نہیں بلکہ ہر ایسی آیت جس سے حق سبحانہ کی توحید اور عظمت وجلالت شان ظاہر ہو اس کا تعلق شکر سے ہے۔ اس سے نہایت واضح طور پر آیت متلوہ کا تعلق مقصد جلسہ سے ظاہر ہوگیا اب نفس آیت کے متعلق کچھ بیان کیا جاتا ہے اس آیت کا تعلق توحید سے ہے اپنی ذات سے بھی کیونکہ اس میں بیان ہے تفرد بالقدرۃ والغلبۃ والحکمۃ جو کہ توحید صفاتی کا فرد اور اپنے سیاق وسباق کے لحاظ سے بھی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

توحید ذاتی صفاتی اور افعالی

کیونکہ اس سے قبل حق سبحانہ نے فرمایا ہے الحمد للہ فاطر السموٰت والارض جاعل الملٰئکۃ رسلاً اولی اجنحۃ مثنیٰ و ثلٰث و رباع یزید فی الخلق مایشاء ان اللہ علی کل شی قدیر اس میں انہوں نے اپنی ان صفات وافعال کا بیان کیا ہے جو ان کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں پس اس کا تعلق توحید صفاتی وتوحید افعالی دونوں سے ہوگا۔ اس کے بعد فرمایا ہے یایھا الناس اذکروا نعمت اللہ علیکم ھل من خالق غیر اللہ یرزقکم من السماء والارض لاالٰہ الاھو فانی تؤفکون اس میں توحید ذاتی و توحید صفاتی وتوحید افعالی تینوں کا بیان ہے پس ان تینوں کا تعلق توحید سے ہے۔ یہاں توحید کے بعد حق سبحانہ نے مسئلہ رسالت کو بیان فرمایا ہے اور ارشاد فرمایا ہے وان یکذبوک فقد کذبت رسل من قبلک والی اللہ ترجع الامور (اس کے بعد معاد کا بیان فرمایا ہے)۔

تین امہات مسائل

اور ارشاد فرمایا ہے یایھا الناس ان وعد اللہ حق فلاتغرنکم الحیوٰۃ الدنیا ولایغرنکم باللہ الغرور (یہ تینوں مسئلے امہات مسائل میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ حق سبحانہ نے قرآن پاک میں ان تینوں کو نہایت شرح وبسط کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور ان پر زبردست براہین قائم ہیں امام رازیؒ نے اس پر جابجا تنبیہ کی ہے اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ تینوں مسئلے اصل ہیں اور باقی مسائل ان کی فروع اور یہ مضمون بالکل ٹھیک ہے جو شخص بامعان نظر قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا اس کو اس کی قدر ہوگی اور وہ اس کی تصدیق کرے گا ان تینوں میں سب سے اہم مسئلہ توحید ہے اس کے بعد مسئلہ رسالت اس کے بعد مسئلہ معاد اس لئے حق سبحانہ نے اس مقام پر اول مسئلہ توحید کو بیان فرمایا اس کے بعد مسئلہ رسالت کو اس کے بعد مسئلہ معاد کو۔ اس گفتگو کا تعلق تو نوعیت مضمون آیت سے تھا۔ اب اس کا مضمون شخصی بیان کیا جاتا ہے اس آیت میں جو حق تعالیٰ شانہ نے ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فرمایا ہے جس میں انہوں نے کلمہ ما استعمال فرمایا ہے جو ابہام کے ساتھ عموم کا فائدہ دیتا ہے پھر اس ابہام کی توضیح میں من رحمۃ فرمائی ہے۔

پس حاصل اس جملہ کا یہ ہوگا کہ حق سبحانہ جس رحمت کو بھی کھول دیں اس کا کوئی روکنے والا نہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کمال غلبہ وقدرت

اس سے حق سبحانہ کا کمال قدرت وغلبہ ظاہر ہوا اور معلوم ہوگیا کہ اس سے بڑھ کر کوئی قوت اور قدرت والا نہیں جو اس کا مزاحم ہوسکے اور گو واقعی طور پر اس پر کوئی شبہ نہیں ہوسکتا مگر سطح نظر میں اور محض احتمال عقلی کے طور پر شبہ ہوسکتا تھا اس سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ فتح حق سبحانہ کے بعد کوئی روکنے والا نہیں لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس کے روکنے کے بعد کوئی کھول بھی نہیں سکتا اس لئے حق سبحانہ نے اس احتمال کو بھی دفع کردیا اور فرمایا وما یمسک فلامرسل لہ یعنی جس کو وہ روک لیں اس کو کوئی چھوڑنے والا بھی نہیں۔ اب یہی ایک احتمال عقلی تھا وہ یہ کہ اس سے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوا کہ اس کے فتح اور امساک کے بعد اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا لیکن یہ نہیں معلوم ہوتا کہ خود فتح و امساک کی حالت میں بھی اس کا کوئی مزاحم ہو سکتا ہے یا نہیں اس احتمال کے اٹھانے کے لئے فرمایا و ھو العزیز یعنی عزت و غلبہ عین منحصر ہیں اس کی ذات میں اور وہی ہر حیثیت سے سب پر غالب ہے اس پر کسی طرح بھی کوئی غالب نہیں اب تمام احتمالوں کا خاتمہ ہو گیا اور اس کا تفرد بالغلبۃ بالکل وجہ ظاہر ہو گیا۔ یہ تو ہو گیا مگر اس پر ایک شبہ اور ہو سکتا تھا وہ یہ کہ جب اس کو ایسی قدرت اور قوت حاصل ہے اور اس کی کوئی مزاحمت نہیں کر سکتا تو شاید اس کی بھی وہی حالت ہو جو باقتدار انسانوں کی ہوتی ہے کہ بلا لحاظ مصلحت و منفعت جو جی میں آیا کر بیٹھے اس کے دفع کے لئے الحکیم بڑھا دیا اور ظاہر کر دیا کہ ہمارے افعال لاابالی حکام و سلاطین کے سے نہیں بلکہ ہم جو کچھ کرتے ہیں اس میں ہم کو مصلحت و حکمت ملحوظ ہوتی ہے۔ سبحان الذی تکلم بھذا الکلام البلیغ الدقیق الاسرار۔

آیت مبارکہ کے دقیق نکات

اس بیان سے معلوم ہو گیا کہ جملہ مایمسک فلا مرسل لہ اور وھو العزیز الحکیم یہ دونوں جملہ تاکید میں مضمون ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا کی کہ جن سے مقصود تمام اوہام و شکوک کو زائل کر کے اپنی کمال قدرت و حکمت کا ظاہر کرنا ہے جو اصل مقصود ہے اس آیت کا تو یہ بیان تھا حق سبحانہ کے عموم و کمال قدرت کا جو کہ اس آیت سے مقصود ہے اب سنئے کہ رحمت کے لغوی معنے رقت قلب اور نرم دلی ہیں حق سبحانہ چونکہ دل اور نرمی سے جو کہ ایک خاص قسم کا تاثر اور انفعال ہے پاک اور منزہ ہیں اس لئے یہ لفظ اس مقام پر یا جہاں کہیں وہ حق سبحانہ کے لئے استعمال کیا جاوے جیسے رحمٰن رحیم وغیرہ اپنے معنی لغوی میں مستعمل نہیں ہو سکتا بلکہ مجازاً بعلاقہ سببیت اثر رقت قلب یعنی فضل و انعام احسن مراد ہوگا۔ اس مقام پر یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حق سبحانہ نے مایفتح اللہ للناس من رحمۃ فرمایا اور من خیر نہیں فرمایا حالانکہ مطلب من خیر کا بھی وہی ہے جو من رحمۃ کا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت میں اشارہ ہے اس طرف کہ حق سبحانہ کے تمام انعامات بلا استحقاق منعم علیھم ہیں اور یہ اشارہ لفظ خیر میں نہ تھا اس لئے اس کے بجائے اس کو اختیار کیا چونکہ اس مضمون کو سن کر کہ حق سبحانہ کے تمام احسانات بلا استحقاق منعم علیھم ہیں کسی کو خلجان ہوتا اس لئے میں اس کو بھی زائل کئے دیتا ہوں یہ شبہ اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ حق سبحانہ کے انعامات کو بندوں کے انعامات کے مماثل سمجھا گیا ہے اور اپنی طاعت کو طاعت عباد کی مانند خیال کیا گیا لیکن خود یہ قیاس ہی غلط ہے کیونکہ آدمی جب بندہ کی خدمت کرتا ہے تو وہ اپنے قویٰ اور اعضاء وغیرہ کو ایک ایسے شخص کے کام میں لگاتا ہے جو اس کے مملوک و مصنوع ہیں اور اس لئے اس کو ان سے انتفاع کا کوئی حق بھی نہیں ہے اس بناء پر خادم مخدوم سے معاوضہ کا مستحق ہوتا ہے بخلاف اس کے کہ جب وہ سبحانہ کی خدمت اور اطاعت کرتا ہے تو وہ خود حق سبحانہ کی مملوک چیزوں کو اس کے کام میں لگاتا ہے اور وہ خود بھی حق سبحانہ کا مملوک ہے ایسی صورت میں وہ اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا مستحق نہیں ہو سکتا کیونکہ مملوک من حیث ہو مملوک کا مالک پر کوئی حق نہیں یہ مضمون آپ کی سمجھ میں یوں آسانی سے آ جائے گا کہ جب کوئی شخص کسی کی ملازمت کر لیتا ہے تو اب وہ من حیث الخدمت اس کا مملوک ہو جاتا ہے خواہ عارضی ہی طور پر سہی پس جب وہ

www.besturdubooks.wordpress.com

کوئی اپنا فرض منصبی انجام دیتا ہے تو اس کے معاوضہ میں وہ کسی معاوضہ کا مستحق نہیں سمجھا جاتا ایسی حالت میں اگر آقا اس کی خدمت کا کوئی صلہ دے تو وہ اس کا انعام اور احسان سمجھا جاتا ہے اور اپنی خدمت کو اپنا فرض منصبی خیال کیا جاتا ہے پس جب کہ اس کمزور اور برائے نام ملک کا یہ اثر ہے تو آپ خیال کر سکتے ہیں کہ ملک حقیقی پر اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کیا حق رکھ سکتا ہے اب ہم کو یہ ثابت کرنا رہ گیا کہ بندہ حق سبحانہ کا مملوک محض ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی شخص کی کوئی چیز کسی کی ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے کیونکہ وہ ابتداء میں معدوم محض اور اپنے تمام کمالات حتیٰ کہ اپنی ہستی سے بھی عاری تھا۔ایسی حالت میں اس کی کوئی چیز خود اس کی ذاتی کیسے ہو سکتی ہے پس لامحالہ اس کی تمام چیزیں کسی دوسرے کی مملوک ہیں اور خدا کے سوا اگر کوئی اس کے مالک ہونے کا مستحق ہو سکتا ہے تو اس کے ماں باپ ہو سکتے ہیں کیونکہ ان سے زیادہ اس کے ہستی میں کسی کو دخل نہیں ہے حتیٰ کہ اس دخل کی بناء پر بعض لوگوں کو شبہ ہو گیا اور وہ اپنا خالق اپنے ماں باپ کو سمجھ بیٹھے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی کی دلیل

چنانچہ جس زمانہ میں میرے ماموں منشی شوکت علی صاحب مدرسہ سرکاری میں مدرس تھے اس زمانے میں ایک انسپکٹر مدارس مدرسہ میں امتحان کے لئے آئے اثنائے امتحان میں انہوں نے لڑکوں سے اپنے منصب کے خلاف سوال کیا کہ بتلاؤ خدا کی ہستی کی کیا دلیل ہے لڑکے بیچارے کیا جواب دیتے وہ تو خاموش رہے ماموں نے فرمایا کہ جناب مجھ سے پوچھئے میں جواب دوں گا۔انسپکٹر صاحب اپنی افسری کے گھمنڈ میں تھے انہوں نے ناخوشی کے لہجہ میں فرمایا کہ اچھا آپ ہی جواب دیجئے ماموں صاحب نے فرمایا کہ خدا کی ہستی کی دلیل یہ ہے کہ پہلے تم معدوم تھے اور اب موجود ہو اور ہر حادث کے لئے کوئی علت ہونی چاہئے وہ علت خدا ہے اس نے جواب دیا کہ ہم کو تو ہمارے ماں باپ نے پیدا کیا ہے نہ کہ خدا نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ آپ کے ماں باپ کو کس نے پیدا کیا اس نے کہا کہ ان کو ان کے ماں باپ نے ماموں صاحب نے فرمایا کہ دو حال سے خالی نہیں یا تو الی غیر النہایہ یوں ہی سلسلہ چلا جاوے گا یا کہیں جا کر ختم ہوگا پہلی صورت میں تسلسل لازم آتا ہے جو کہ محال ہے دوسری صورت میں خدا کا وجود ماننا پڑے گا اس کا اس سے کچھ جواب نہ آیا اور اس نے کہا کہ آپ تو منطق کی باتیں کرتے ہیں لوگوں کا مذاق بگڑ گیا ہے کہ دقیق اور گہرے مضامین کو ناقابل التفات سمجھتے ہیں اور سطحی اور پیش پا افتادہ باتوں کو دلائل خیال کرتے ہیں غرض کہنے لگا کہ ہم ان منطقی باتوں کو نہیں جانتے وہ یہ کہ اچھا اگر خدا ہے تو آپ اپنے خدا سے کہیے کہ ہماری آنکھ درست کر دے یہ انسپکٹر کانا تھا ماموں صاحب نہایت ظریف تھے انہوں نے کہا بہت بہتر ہے ابھی کہتا ہوں یہ کہہ کر انہوں نے آنکھیں بند کر کے آسمان کی طرف منہ کیا اور تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے انسپکٹر صاحب سے کہا کہ میں نے عرض کیا تھا مگر وہاں سے یہ جواب ملا ہے کہ ہم نے اس کو دو آنکھیں عطا کی تھیں اس نے ہماری نعمت کی ناشکری کی اور کہا کہ ہمارے ماں باپ نے ہمیں پیدا کیا ہے ہمیں اس پر غصہ آیا ہم نے اس کی ایک آنکھ پھوڑ دی اب اس سے کہو کہ اس آنکھ کو اپنے انہیں ماں باپ سے بنوا جنہوں نے تجھے پیدا کیا ہے۔اس جواب پر اس کو بہت غصہ آیا اس کا اور تو کچھ بس نہ چلا مگر معائنہ خراب لکھ گیا اس گستاخی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے اندر درد اٹھا اور ہلاک ہو گیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

قہر کی دو قسمیں

یادرکھو کہ حق سبحانہ کا قہر دو طرح کا ہوتا ہے کبھی تو صورتاً بھی قہر ہوتا ہے اور کبھی قہر بصورت لطف ہوتا ہے یہ قہر قہر اول سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ (اعاذنا اللہ منہ)

کیونکہ اس میں توبہ اور انابت الی الحق کی طرف توجہ بہت کم ہوتی ہے اس لئے کہ انابت الی الحق اور توبہ تو اس وقت ہو جب کہ آدمی اس کو قہر سمجھے اور جبکہ لطف سمجھتا ہے تو وہ توبہ کیسے کرے گا اور حق سبحانہ کی طرف کیسے رجوع ہوگا بعض مرتبہ بعض سالکین کو یہ واقعہ پیش آتا ہے کہ وہ معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان کے ذوق وشوق واحوال و مواجید میں کچھ فرق نہیں آتا وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری نسبت مع اللہ بہت قوی ہے کہ معصیت سے اس کو صدمہ نہیں پہنچتا ۔اس سے وہ معاصی پر اور دلیر ہو جاتے ہیں واضح ہو کہ یہ قہر بصورت لطف ہے اور قہر بصورت قہر سے زیادہ خطرناک ہے۔ سالکین کو اس سے نہایت ہوشیار رہنا چاہئے اور یادرکھنا چاہئے کہ نسبت احوال مواجید کا نام ہے بلکہ وہ ایک خاص تعلق ہے جو کہ عبد طائع کو حق سبحانہ سے اور حق سبحانہ کو اپنے مطیع بندہ سے ہوتا ہے۔ احوال ومواجید سو یہ غالب احوال میں اس تعلق کی امارات ہوتی ہیں نہ وہ عین تعلق خاص ہیں اور نہ اس تعلق کو مستلزم ہیں اور اگر بالفرض احوال و اذواق ہی کو تعلق مع اللہ یا اس کو مستلزم کہا جاوے تو اس سے صرف یہ لازم آئے گا کہ اس کو خدا کے ساتھ تعلق ہے اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ خدا کو بھی اس سے تعلق ہو پس ایسے سالک کی بالکل ایسی مثال ہے جیسے طالب علم سے کسی نے پوچھا تھا کہ تمہاری شادی ہوگئی یا نہیں اس نے جواب دیا آدھی ہوگئی اور آدھی نہیں ہوئی اس نے کہا کہ اس کا کیا مطلب ہے اس نے جواب دیا کہ میں فلاں شہزادی سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور اس کے لئے تراضی طرفین کی ضرورت ہے سو میں تو رضامند ہوں مگر وہ رضامند نہیں پس جس طرح اس طالب علم کی رضامندی بغیر شاہزادی کی رضامندی کے بے سود اور کالعدم تھی یونہی اس سالک کا تعلق بغیر حق سبحانہ کے تعلق کے بے کار ہے۔

مستی روحانی اور مستی شہوانی میں فرق

پس خوب سمجھ لینا چاہئے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ ہرگز باقی نہیں رہ سکتی ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں ایک مقام پر مہمان گیا میرے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے ہم نے ایک مسجد میں سونے کا ارادہ کیا اتفاق سے اس روز محلہ میں گانا بجانا بھی ہو رہا تھا مجھ کو آواز پہنچی میں نے سونے کے لئے دوسری جگہ تجویز کی مگر میرے ساتھی مسجد ہی میں رہے صبح کو ان صاحب نے مجھ سے کہا کہ رات جس قدر میرا نوافل میں جی لگا ہے اور جس قدر مجھے مزہ آیا ہے اتنا کبھی نہیں آیا محلہ سے گانے بجانے کی آوازیں آرہی تھیں جس سے ذوق وشوق کو حرکت ہو رہی تھی اور میں اسی ذوق وشوق میں نماز پڑھ رہا تھا اور مجھ پر ذوق وشوق کا ایسا غلبہ تھا کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے میں نے کہا کہ جناب یہ تو صحیح ہے کہ خطرات بالکل دفع ہو گئے تھے مگر یہ بھی تو دیکھئے کہ وہ کس چیز سے دفع ہوئے تھے اور مستی ذوق و شوق کس چیز کا تھا۔ یہ مستی روحانی نہ تھی بلکہ شہوانی تھی جو راگ باجے سے منبعث ہوئی تھی پس دافع خطرات خود خطرات سے زیادہ خطرناک تھا ایسی حالت میں یہ اندفاع خطرات کیا قابل قدر ہو سکتا ہے اس کی تو ایسی مثال ہے جیسے کسی کے

www.besturdubooks.wordpress.com

بچھو کاٹ لے اور وہ رفع تکلیف کے لئے سانپ سے کٹوا لے ایسا کرنے سے وہ تکلیف تو ضرور جاتی رہے گی مگر جان کے لالے پڑ جائیں گے پس یہ کہنا کہ کاٹنے سے خطرات دفع ہو گئے تھے عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔

عذر گناہ بدتر از گناہ کا مفہوم

اسی مثال پر ایک حکایت یاد آئی وہ ہے تو غیر مہذب مگر موضح خوب ہے وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ملا دو پیازہ سے بادشاہ نے پوچھا کہ عذر گناہ بدتر از گناہ کے کیا معنی ہیں انہوں نے اس وقت اس کا جواب نہیں دیا اور موقع کے منتظر رہے۔ ایک روز بادشاہ آگے آگے جا رہے تھے پیچھے سے ملا نے ان کی پشت میں انگلی سے اشارہ کر دیا اس نے منہ موڑ کر دیکھا اور تیز لہجہ میں کہا یہ کیا نالائق حرکت ملا نے جواب دیا کہ قصور معاف ہو میں سمجھا کہ بیگم صاحبہ ہیں اس پر وہ اور بھی برافروختہ ہوا تب ملا نے کہا کہ یہ معنی ہیں عذر گناہ بدتر از گناہ کے اس طرح ان صاحب کا یہ عذر کہ مجھ کو خطرات بند ہو گئے اسی مثل کا مصداق ہے۔

اصرار معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہتی

خلاصہ یہ ہے کہ اصرار بر معصیت کے ساتھ نسبت مع اللہ باقی نہیں رہ سکتی اور ذوق وشوق کسی معصیت سے پیدا ہو یا معاصی کی حالت میں باقی رہے وہ قہر بصورت لطف ہوتا ہے جو قہر بصورت قہر سے زیادہ خطرناک ہے خوب سمجھ لینا چاہئے اور کبھی یہ قہر بصورت قہر ہوتا ہے۔

موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہیں

جیسے اس منکر توحید کو پیش آیا ہاں ہم نے یہ کہا تھا کہ اگر خدا کے سوا کسی پر مالک ہونے کا شبہ ہوتا ہے تو ماں باپ ہو سکتا ہے جیسے اس منکر نے اپنی بکواس میں کہا تھا لیکن ماں باپ بھی مالک نہیں ہو سکتے کیونکہ گوان کو ان کی ہستی میں گونہ دخل ضرور ہے مگر وہ اس کے خالق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ یہ امر مشاہد ہے کہ اس کے وجود میں ان کے اختیار کو کچھ دخل نہیں چنانچہ بہت لوگ عمر بھر اولاد کے متمنی رہتے ہیں اور اولاد نہیں ہوتی اور بہت سے لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے اولاد نہ ہو مگر ہوتی ہے پس معلوم ہوا کہ ماں باپ کو بچے کی ہستی میں محض برائے نام دخل ہے اور موثر حقیقی اور مفیض وجود فقط حق سبحانہٗ ہیں پس وہ ہی اس کی تمام چیزوں کے مالک ہوں گے اور جب وہ مالک ہیں تو بندہ کو اپنی خدمت کے کسی معاوضہ کا کچھ استحقاق نہیں ہے جیسا کہ ہم پیشتر اس کی تفصیل کر چکے ہیں اور جب کہ اس کا کوئی استحقاق نہیں تو حق سبحانہ کے انعامات اس کا فضل محض ہوں گے اس لئے بجائے من خیر کے من رحمۃ فرمایا ہے یہاں تک معلوم ہو گیا کہ رحمت سے مراد انعام خداوندی اور اس کا فضل واحسان ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لفظ رحمت کو لفظ خیر پر کیوں ترجیح دی گئی۔

لفظ رحمت کا مفہوم

اب ہم رحمت وفضل واحسان وانعام واردنی لاآیہ کی شرح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مفسرین نے بیان کیا ہے

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ یہاں رحمت عام ہے صحت امن علم عمل غرض کہ ہر مفید چیز کو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی حتیٰ کہ روح المعانی نے عروہ بن الزبیر سے نقل کیا ہے کہ شغدف بھی رحمت ہے کیونکہ اس سے سفر میں راحت پہنچتی ہے مگر لوگ معمولی چیزوں کو نعمت نہیں سمجھتے بلکہ صرف بڑی چیزوں کو نعمت سمجھتے ہیں جو کہ بڑی مشقتوں کے بعد ملتی ہیں۔ اسی لئے وہ چھوٹی نعمتوں پر شکر ہی نہیں کرتے یہ ایک بہت بڑی غلطی ہے میں جس زمانہ میں تفسیر لکھ رہا تھا اسی زمانہ میں شاید سہارن پور ریلوے تیار ہو رہی تھی حسن اتفاق سے جس روز میں اس آیت کی تفسیر لکھ رہا تھا اسی روز ہماری عیدگاہ کے سامنے پٹری بچھائی جاری تھی اس وقت مجھے عروہ کا قول دیکھ کر خیال ہوا کہ ریل بھی خدا کی نعمت اور وہ بھی رحمت میں داخل ہے۔

تھانہ بھون میں ریل جاری ہونے کی تاریخ

پس میں نے اس مقام پر اس واقعہ کا بھی تذکرہ حاشیہ میں کر دیا اور ریل کے تھانہ بھون پہنچنے کی تاریخ بھی لکھ دی تا کہ بیک کرشمہ دو کار ہو جاوے۔ آیت کی تفسیر بھی ہو جاوے اور تاریخ بھی منضبط ہو جاوے۔ اب اگر کوئی مجھ سے پوچھتا ہے کہ ریل تھانہ بھون میں کب جاری ہوئی ہے تو میں کہتا ہوں کہ میری تفسیر دیکھ لو وہ متحیر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس واقعہ کو تفسیر سے کیا مناسبت ہے تو میں ان سے واقعہ بیان کر دیتا ہوں میں ریل کے نعمت ہونے کی ایک سند ایک بڑے شخص سے بھی رکھتا ہوں جب میری عمر ۱۴ برس کی ہو گی اس زمانہ میں مولانا شیخ محمد صاحب کے وعظ میں حاضر ہوتا تھا ایک وعظ میں آپ نے فرمایا کہ ریل بھی خدا کی نعمت ہے۔

بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے نعمت

گو دوسروں کی بنائی ہوئی ہے کیونکہ نعمت بعض اوقات کفار کے ہاتھ سے پہنچتی ہے شاید کسی کو سن کر استعجاب ہو اس لئے میں کہتا ہوں کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر پس جب کہ کافر کے ہاتھ سے دین کی تائید واقع ہے تو کفار کے ہاتھ سے دنیوی نعمت کا پہنچنا کیوں مستبعد ہے اس مقام پر ایک حکایت یاد آ گئی ایک شیعی نے ایک عالم سے کہا آپ لوگ حضرت عمرؓ کی اشاعت اسلام پر فخر کرتے ہیں اور اس کو ان کے کامل مسلمان ہونے کی دلیل بتاتے ہیں حالانکہ اس سے ان کا اسلام بھی ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان اللہ لیؤید ھذا الدین بالرجل الفاجر اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا کہ اس سے اتنا تو ثابت ہوا کہ جس دین کی وہ مدد کرے گا وہ دین اسلام اور دین حق ہو گا اب اگر تم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا مصداق بناتے ہو تو اس سے اتنا تو لازم آیا کہ انہوں نے دین الٰہی میں مدد کی ہے اب یہ دیکھ لو کہ جس دین کی انہوں نے مدد کی ہے وہ شیعوں کا دین ہے یا سنیوں کا تم ضرور یہی کہو گے کہ سنیوں کا پس سنیوں کے مذہب کا حق ہونا ثابت ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دین بھی یہی تھا لہذا ان کا مسلمان اور کامل الایمان ہونا بھی ثابت ہو گیا یہ سن کر وہ شیعی صاحب مبہوت ہو گئے۔ خیر تو ہم نے کہا تھا کہ ریل بھی رحمت میں داخل ہے۔

قرآن میں ریل کا ذکر

اب ہم کہتے ہیں کہ اس بناء پر اگر یوں کہا جاوے کہ منجملہ اور نعمتوں کے ریل کا ذکر بھی قرآن میں ہے تو

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک حد تک صحیح ہے اور یہ امر کوئی قابل اعتراض نہیں ہے اجمالی ذکر کا انکار محض بلا وجہ ہے اس کا اجمالی ذکر صرف اسی آیت میں نہیں ہے بلکہ دوسرے علماء نے اور آیت میں بھی اس کو داخل کیا ہے مثلاً حق سبحانہ مراکب کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں و یخلق مالاتعلمون اس آیت کے عموم میں ریل بھی داخل ہے کیونکہ اوپر سے سواری اور باربرداری کے جانوروں کا تذکرہ آ رہا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔ ولکم فیھا جمال حین تریحون و حین تسرحون و تحمل اثقالکم الیٰ بلدلکم تکونوا بلغیہ الابشق الانفس ان ربکم لرؤف الرحیم والخیل والبغال والحمیر لترکبوھا وزینۃً و یخلق مالاتعلمون . پس گویا حق سبحانہ تعالیٰ نے ایجاد ریل کی خوش خبری بھی سنا دی اور حاصل یہ ہوا کہ مذکورہ بالا سواری اور باربرداری کے جانور تو ہم نے تمہارے لئے پیدا کئے ہی ہیں ان کے علاوہ ہم ایک اور باربرداری کی (ریل) پیدا کریں گے جس کا اب تم کو علم بھی نہیں ہے۔ اس سے کسی قدر زیادہ واضح طور پر اس کو ایک مقام پر ذکر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے وایت لھم انا حملنا ذریتھم فی الفلک المشحون و خلقنالھم من مثلہ ما یرکبون کیونکہ ریل بہ نسبت چوپاؤں کے کشتی سے زیادہ مشابہت رکھتی ہے 'ولکن لایناسب ھذاالمحمل قولہ تعالیٰ و خلقنا الاان یؤول والتاویل بعید فلیتامل) خیر تو جبکہ ریل اور شغدف وغیرہ نعمائے دنیویہ بھی رحمت میں داخل ہیں تو نعمائے اخرویہ مثل علم وغیرہ بالاولے اس رحمت میں داخل ہوں گے خصوص علم کا عموم رحمت میں داخل ہونا ایک دوسری آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ حضرت خضر علیہ السلام پر اپنے انعام واحسان کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ فوجدا عبداً من عبادنا اٰتیناہ رحمۃً من عندنا و علمناہ من لدنا علماً اس سے علم کا ایک رحمت کبریٰ اور موہبت عظمیٰ ہونا ظاہر ہے۔

پس حاصل کلام یہ ہے کہ لفظ رحمت ہر مفید چیز کو شامل ہے خواہ دنیوی ہو یا دینی اور چھوٹی ہو یا بڑی اس بناء پر حق سبحانہ نے بعض جگہ اپنے کلام میں نبوت کو کہ اکمل فرد ہے علم کی رحمت سے تعبیر فرمایا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہے

اھم یقسمون رحمۃ ربک نحن قسمنا بینھم معیشتھم تفصیل اس مضمون کی یہ ہے کہ جب جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا تو علاوہ اور اعتراضوں کے کفار نے کہا تھا کہ قرآن مکہ اور طائف کے کسی بڑے شخص پر کیوں نہ نازل کیا گیا اور اس کو کیوں نہ نبی بنایا گیا حق سبحانہ ان کے اس قول کو نقل فرما کر اس کا جواب دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ خدا کی رحمت یعنی نبوت کو کیا یہ لوگ اپنی تجویز سے تقسیم کرتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حق نہیں ہے کیونکہ سامان معیشت سی ادنیٰ چیز کو تو ہم تقسیم کرتے ہیں اور اس کے تقسیم کا ان کو اختیار نہیں دیا ہے نبوت سی عظیم الشان شے کو یہ خود کیوں کر تقسیم کریں گے اور ان کو اس کے تقسیم کا کیا حق ہوگا جب یہ معلوم ہو گیا کہ رحمت کا اطلاق نبوت پر بھی ہوا ہے تو اس سے ایک دوسری آیت کی تفسیر بھی ہو گئی اور ایک بڑا معرکۃ الآرا مقام حل ہو گیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے قل لو انتم تملکون خزائن رحمۃ ربی اذاالامسکتم خشیۃ الانفاق وکان الانسان قتوراً اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ اس آیت سے پہلے بھی رسالت

کا ذکر ہے اور بعد کو بھی یہ بیچ میں انسان کے بخل کا ذکر کیسے آ گیا مفسرین نے اس کے متعلق کوئی تسکین بخش بات نہیں لکھی امام رازی نے گو اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے مگر انہوں نے بھی کوئی شافی بات نہیں لکھی لیکن جب کہ رحمت سے نبوت مراد لی جاوے اس وقت آیت مذکورہ بے تکلف اپنے ماقبل و مابعد سے مرتبط ہو جاوے گی۔

حافظ قرآن ہونا علم تفسیر میں معین ہے

اس بیان سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مفسر کے لئے علاوہ دیگر شرائط کے حافظ ہونا بھی معین ہے کیونکہ القران بعضہ یفسر بعضاً مسلم ہے پس حافظ کی نظر چونکہ پورے قرآن پر ہوتی ہے اس لئے جس قدر آسانی اور صحت کے ساتھ مقصود آیت کی توضیح وہ کر سکتا ہے اس قدر آسانی اور صحت کے ساتھ غیر حافظ نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تفسیر کے وقت ایک مضمون کی تمام آیتوں کو ذہن میں مستحضر کرے گا اس کے بعد تفسیر کرے گا برخلاف غیر حافظ کے کہ اس کی نظر صرف ایک ہی آیت تک محدود ہوگی اور وہ جو کچھ سمجھے گا اسی ایک آیت سے سمجھے گا البتہ غیر حافظ مولویوں کے لئے تفسیر ابن کثیر زیادہ مفید ہے کیونکہ وہ جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں اس مضمون کی تمام آیتوں کو ایک جگہ جمع کرتے ہیں اس کے بعد تفسیر کرتے ہیں لیکن جس قدر تفسیر ابن کثیر سے غیر حافظ مولویوں کے لئے آسانی ہوتی ہے اسی قدر بخاری کی کتاب التفسیر سے ان کو پریشانی بھی ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اس کا اہتمام نہیں کیا ہے کہ جس صورت یا آیت کی تفسیر کے لئے انہوں نے باب منعقد کیا ہے بعنوان صریح اس کی تفسیر کریں بلکہ وہ ایسا بھی کرتے ہیں کہ ایک سورۃ کے ذیل میں بلا تصریح دوسری سورۃ کے کسی لفظ کی تفسیر کر جاتے ہیں طالب علم اس لفظ کو اس سورۃ میں تلاش کرتے ہیں جب وہ نہیں ملتا تو پریشان ہوتا ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کو یہ پریشانی نہیں ہو سکتی میں اس کو ایک مثال سے سمجھاتا ہوں۔ سنو امام بخاری نے باب منعقد کیا ہے باب ما جاء فی فاتحۃ الکتاب اور اس باب میں لکھا ہے الدین الجزاء. فی الخیر والشر کما تدین تدان قال مجاهد بالدین بالحساب مدینین محاسبین پس جب طالب علم قال مجاهد بالدین بالحساب پر پہنچتا ہے تو وہ سوچتا ہے کہ بالدین سورۃ فاتحہ میں کہاں ہے لیکن اگر وہ حافظ ہو تو اس کا ذہن فوراً ارأیت الذی یکذب بالدین کی طرف منتقل ہو جائے گا اور سمجھ لے گا یہ لفظ فلاں سورت میں واقع ہوا ہے اور وہاں اس کی تفسیر منقول ہے اس تفسیر سے مالک یوم الدین کی تفسیر ہے علیٰ ہذا جب وہ مدینین محاسبین پر پہنچے گا اور مدینین کو سورۃ فاتحہ میں نہ پائے گا تو متحیر ہوگا لیکن حافظ کا ذہن فوراً فلولا ان کنتم غیر مدینین الخ کی طرف جو کہ سورۃ واقعہ میں ہے منتقل ہوگا اور وہ سمجھ لے گا کہ یہ تفسیر دوسری سورۃ سے متعلق ہے اس سے آپ کی سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ مولویوں اور طالب علموں کے لئے حفظ قرآن کی نہایت شدید ضرورت ہے اسی واسطے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے جب کوئی شخص عربی پڑھنے کا ارادہ ظاہر کرتا تو آپ فرماتے تھے کہ بتلاؤ کہ تم حافظ بھی ہو یا نہیں اس کے جواب میں اگر وہ یہ کہتا جی ہاں میں حافظ ہوں تو آپ فرماتے تھے کہ میں تمہارے مولوی ہونے کا ذمہ کرتا ہوں اور کہتا کہ حافظ تو نہیں ہوں تو فرماتے اچھا کوشش کرو میں بھی دعا کروں گا اور تم بھی دعا کرنا چونکہ اوپر رحمت کی تفسیر میں نبوت و مطلق علم کا فرد رحمت ہونا مذکور تھا جس سے علم کا نبوت کی ساتھ ملابس ہونا معلوم ہوتا ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

نبوت نا قابل انقسام منصب ہے

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق ایک کام کی بات بتلا دی جاوے نبوت ایک منصب خاص ہے جو حق سبحانہ کی طرف سے اس کے خاص بندوں کو بالتخصیص عطا ہوتا ہے بعض چیزیں اس کے لوازم یا مناسبات میں سے ہوتی ہیں جو حقیقۃً نہ عین نبوت ہوتی ہیں نہ جزو نبوت مثلاً علم یا رویائے حقہ وغیرہ بعض لوگوں کو دھوکہ ہو جاتا ہے اور وہ نبوت کو قابل انقسام سمجھ کر اور اس کے حصے اور اجزاء متعین کر کے اپنے کو جزوی نبی کہنے لگتا ہے یہ ایک سخت مغالطہ ہے اس سے آگاہ رہنا چاہئے۔

رویائے صالحہ کے نبوت کے چالیسواں جزو ہونے کا مفہوم

اور حدیث میں جو آیا ہے کہ رویائے صالحہ نبوت کا چالیسواں جزو ہے وہ محمول بر حقیقت نہیں ہے بلکہ شدت ملابست کی وجہ سے اس کو جزو کہہ دیا گیا ہے اور اگر مان بھی لیا جاوے کہ نبوت قابل انقسام ہے تب بھی ایسے شخص کو دعوت نبوت کا حق نہیں ہے کیونکہ بعض چیزیں تو ایسی ہوتی ہیں جن کے اجزاء نام میں اپنے کل کی شریک نہیں ہوتی مثلاً اینٹ اور گھر تو رویائے صالحہ وغیرہ کے اجزاء نبوت ہونے سے یہ کیسے ثابت ہوا کہ جس میں کوئی جزو نبوت پایا جاوے وہ نبی کہلا سکتا ہے یہ تفصیل تھی اس آیت کے متعلق جس کو شکر کے لئے اس جلسہ میں تلاوت کیا گیا تھا اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ خود مثنوی کے متعلق بھی کہ علم نافع کا ایک مادہ تحقیق ہے اور اس کی شرح اور شائقین کے وشرکاء جلسہ کے متعلق بھی کچھ بیان کر دیا جاوے۔

مثنوی مولانا روم مضامین حقہ سے لبریز ہے

مثنوی ایک ایسی کتاب ہے جو مضامین حقہ سے لبریز مولوی جامی نے اس کی نسبت فرمایا ہے۔

ہست قرآن در زبان پہلوی مثنوی مولوی معنوی

اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ اس میں اسرار ودقائق قرآنیہ کو بیان فرمایا ہے یہ معنی ایسے ہیں جن سے عوام کو وحشت نہیں ہو سکتی اور دوسرے معنی وہ جن میں عوام کے توحش کا خطرہ ہے اور وہ وہ ہیں جو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلبہ حال میں بیان فرمائے ہیں یعنی مثنوی حق سبحانہ کا الہامی کلام ہے اور اس مقام پر قرآن سے کلام معروف حق سبحانہ مراد نہیں ہے بلکہ مطلق کلام حق مراد ہے گو بالوحی نہ ہو بالالہام ہو حق سبحانہ کا کلام فی نفسہ تو حرف وصوت سے پاک ہے مگر جس طرح وہ لباس عربیت میں جلوہ گر ہوا ہے یوں ہی لباس فارسی میں بھی جلوہ گر ہو سکتا ہے اس سے کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب یہ کلام حق ہے تو اس کے لئے بھی وہی احکام ثابت ہوں گے جو قرآن کے ہیں کیونکہ قرآن کا کلام الٰہی ہونا قطعی ہے اور مثنوی کا کلام الٰہی ہونا قطعی نہیں ہے اس لئے دونوں کا حکم ایک نہیں ہو سکتا قرآن اپنے مرتبہ میں رہے اور مثنوی اپنے مرتبہ میں بلکہ دوسری کتب سماویہ خود کلام قطعی بھی ہیں ان کے لئے بھی کسی حکم کا ہو نا محتاج دلیل مستقل ہوگا خیر یہ وہ معنی ہیں جو حضرت حاجی صاحب نے غلبہ حال میں بیان فرمائے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اہل کمال اور غیر اہل کمال کے غلبہ حال میں فرق

اور یہاں کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے پھر حاجی صاحب کیسے مغلوب ہوئے کیونکہ یہ خود قاعدہ ہی صحیح نہیں کہ اہل کمال مغلوب الحال نہیں ہوتے ضرور ہوتے ہیں مگر ان میں اور غیر اہل کمال میں فرق یہ ہوتا ہے کہ جن احوال سے غیر اہل کمال مغلوب ہو جاتے ہیں اہل کمال ان سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ ان کے مغلوب کرنے والے احوال دوسروں کے احوال سے اقویٰ ہوتے ہیں دوسرا فرق یہ ہے کہ اہل کمال کی مغلوبیت کم ہوتی ہے اور غیر اہل کمال کی زیادہ مگر ان کی نفس مغلوبیت کا انکار مشکل ہے انبیاء سے زیادہ کون صاحب کمال ہو سکتا ہے لیکن جب ان کے حالات میں غور کیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ تاثر من الحال وہاں بھی ہے چنانچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر میں ان الفاظ سے دعا فرمائی تھی اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ لم تعبد بعد الیوم.

اب آپ خیال کر لیجئے کہ اگر غلبہ حال نہ ہوتا تو کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس عنوان سے دعا فرماتے جس میں ابہام ہے حق سبحانہ کی احتیاج الی العبادات کا گو آپ کا مقصود یہ نہیں بلکہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ اے اللہ آپ نے انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے گو آپ کو ان کی احتیاج نہیں ہے اور نہ آپ کا کچھ نفع ہے پس اگر تیرے بندوں کی یہ قلیل جماعت ہلاک ہوگئی تو میرے خیال میں پھر حق کی اشاعت نہ ہو سکے گی اور انسانوں کی پیدائش سے جو مقصود ہے وہ فوت ہو جاوے گا اس لئے آپ اس جماعت کو بچا لیجئے علیٰ ہذا موسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں رب لو شئت اھلکتھم من قبل وایای اتھلکنا بما فعل السفھاء منا ان ھی الا فتنتک تضل بھا من تشاء و تھدی من تشاء یہ اگر غلبہ حال نہ تھا تو کیا تھا یہ واقعات محض تائید کے درجے میں ہیں اگر ان کو کوئی نہ مانے تو اس کو خود غیر انبیاء اہل کمال کا اعتراف تو ماننا ہی پڑے گا۔

عارف رومی اور ان پر غلبہ حال

حضرت مولانا مثنوی معنوی میں جگہ جگہ اپنی مغلوبیت کا اظہار فرماتے ہیں ایک جگہ فرماتے ہیں۔

چوں بگوشم تا سرش پنہاں کنم　　سر برآرد چوں علم کا نیک منم

خم انہم گیردم ناگہ دو گوش　　کاۓ مدمغ چوں ہمی پوشی بپوش

دوسری جگہ کہتے ہیں۔

اے بروں از وہم و قال و قیل من　　خاک بر فرق من تمثیل من

بندہ نشکیبد ز تصویر خوشت　　ہر زماں گوید کہ جاں مفرشت

علیٰ ہذا اور بہت سے مقامات پر مولانا نے خود اعتراف فرمایا ہے اس تقریر سے من عرف کل لسانہ کے معنیٰ بھی ظاہر ہوگئے اور معلوم ہوگیا کہ اس کلل میں کلال سے کلال اضافی مراد ہے نہ کہ عدم انشاء مطلقاً اس مقام پر یہ بھی جان لینا چاہئے کہ یہ مقولہ دو طرح سے منقول ہے اول یوں کہ من عرف کل لسانہ اور دوسرے یوں کہ من عرف طال لسانہ ان دونوں میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں کیونکہ من عرف طال

www.besturdubooks.wordpress.com

لسانه ابتدائی حالت پر محمول ہے اور من عرف کل لسانہ انتہائی حالت یعنی عارف ابتدا میں ضبط اسرار پر قادر نہیں ہوتا اس لئے اس وقت اس کی زبان کشادہ ہوتی ہے لیکن جب وہ پختہ ہو جاتا ہے اس وقت اس کی زبان گنگی ہو جاتی ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ غالب اوقات میں۔ ہاں تو مثنوی مضامین حقہ سے لبریز ہے مگر وہ عوام کی کام کی نہیں ہے کیونکہ اس کے مضامین دقیق ہیں اور مولانا کا کلام ذو وجوہ ہے ہر خیال کا آدمی اس کے مضامین کو اپنے خیالات پر منطبق کر سکتا ہے اس لئے اس میں یضل به کثیرا و یهدی به کثیرا. کی شان ہے اس لئے مولانا فرماتے ہیں۔

اندریں چوں تیغ پولادست تیز چوں نداری تو سپر واپس گریز

پیش ایں الماس بے اسپر میا کز بریدن تیغ را نبود حیا

مثنوی کا ایک خاص کمال

مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس کے مضامین حافظہ میں ضبط نہیں ہو سکتے حالانکہ میں اس کی شرح بھی لکھ چکا ہوں اور متعدد بار پڑھنے پڑھانے کا بھی اتفاق ہوا ہے لیکن جب اٹھا کر دیکھتا ہوں تو ہر مرتبہ وہ مجھے نئی معلوم ہوتی ہے اور جن اشعار کے جو مضامین میں نے پہلے سمجھے تھے وہ یاد نہیں آتے بلکہ نئے مضامین یاد آتے ہیں کبھی کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا اور خود اپنی شرح کو دیکھنا پڑتا ہے یہی حالت قرآن شریف کی ہے کہ جب دیکھئے نیا معلوم ہوتا ہے اور اس کے مطالب سمجھنے کے لئے ہی مجھے اپنی تفسیر دیکھنی پڑ جاتی ہے مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ قرآن شریف مثنوی شریف بخاری شریف یہ تینوں کتابیں الیلی ہیں یعنی ان تینوں کتابوں کا کوئی ضابطہ نہیں ہے جس کا احاطہ ہو سکے مثنوی اور قرآن کے اس تشابہ طرز بیان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مثنوی الہامی کلام حق ہے مثنوی میں ایک خاص بات یہ ہے کہ وقت دعلو صولت وشوکت معانی کی طرح اس میں شوکت وصولت الفاظ بھی ہے جو اور کتابوں میں نہیں دیکھے جاتے اور اس کا فیصلہ ذوق صحیح کر سکتا ہے کیونکہ یہ ایک ذوقی بات ہے نہ کہ استدلالی دیکھو ایک بلغاء عرب تھے جن پر قرآن کریم کی بلاغت نے وہ اثر کیا ہے کہ باوجود کمال مخالفت وعناد وحق پوشی کے ان کو جرات نہ ہو سکی وہ جھوٹوں بھی کوئی کلام بنا کر اس کے مقابلہ میں لے آئیں اور کہہ دیں کہ یہ اس کے ہم پلہ ہے اور ایک آج کل کے حمقاء ہیں جو مقامات حریری کو بلکہ خود اپنے کلام کو قرآن کے برابر بتاتے ہیں یہ تفاوت کیوں ہے محض اس لئے کہ بلغاء عرب کا ذوق صحیح تھا اور ان کا ذوق فاسد ہے ان کا ذوق صحیح ان کو اعتراف اعجاز پر مجبور کرتا تھا اور ان کا فساد مذاق اس بیہودہ دعوے پر جرات دلاتا ہے دیکھو بلغاء تصریح کرتے ہیں کہ قرآن میں ابلغ الآیات یہ آیت ہے۔ یاارض ابلعی ماء ک و یاسماء اقلعی و غیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی و قیل بعدا للقوم الظالمین.

صحت وفساد مذاق

مولوی فیض الحسن صاحب سہارنپوری کی نسبت سنایا گیا ہے کہ جب وہ اس آیت کو پڑھتے تھے تو ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی حالانکہ ہم لوگوں کو کچھ بھی لطف نہیں آتا یہ فرق کیوں ہے۔ فلذلک فادع فاستقم کما امرت ولاتتبع اهواء هم و قل آمنت بما انزل الله من کتاب و امرت لاعدل

www.besturdubooks.wordpress.com

بینکم اللہ ربنا و ربکم لنا اعمالنا ولکم اعمالکم لاحجۃ بیننا و بینکم اللہ یجمع بیننا و الیہ المصیر اتنا عمر بھر میں کسی آیت میں نہیں آیا لیکن اگر پوچھتے کہ کیوں تو میں اس کی وجہ نہیں بیان کر سکتا کہ اس لئے کہ یہ ذوقی امر ہے اور امر ذوقی بیان میں نہیں آ سکتا۔

حسن معنوی ایک ذوقی امر ہے

چنانچہ اگر کوئی کسی پر عاشق ہو اور اس سے پوچھا جاوے کہ تو اس پر کیوں عاشق ہے تو وہ اس کی پوری اور مفصل وجہ نہیں بیان کرتا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ اس میں فلاں خوبی ہے مثلاً اس کی آنکھ اچھی ہے یا بال اچھے ہیں وغیرہ مگر جب اس سے پوچھا جاوے کہ اس میں کیا اچھائی ہے اور وہ کیوں اچھی ہے تو وہ اس کی وجہ بیان کرنے سے عاجز ہے اس سے معلوم ہوا کہ حسن معنوی کی طرح حسن صوری بھی درحقیقت ذوقی ہے نہ کہ مدرک بالبصر ہاں حسن صوری کو معلوم کرنے کے لئے حسن ظاہر شرط بے شک ہے مگر شرط ہونا اور چیز ہے اور مدرک ہونا اور شئے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ حسن دو قسم کا ہے حسن صوری اور حسن معنوی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مدرک دونوں کے لئے ذوق ہے فرق اتنا ہے کہ حسن معنوی کے ادراک کے لئے حسن ظاہر شرط نہیں ہے اور حسن ظاہر کے ادراک کے لئے شرط ہے۔

ادراک حسن کے لئے بصارت شرط نہیں

اور اسی سے اس کا راز بھی معلوم ہو گیا کہ اندھے کسی پر کیوں عاشق ہو جاتے ہیں اس لئے کہ اس سے معلوم ہوا ہے کہ ادراک حسن کا مدار آنکھ پر نہیں ہے بلکہ بعض خوبیاں بدوں آنکھ کے بھی معلوم ہو سکتی ہیں۔ پس اندھے ان پر ان خوبیوں کی بناء پر عاشق ہوتے ہیں جو بلا توسط آنکھ کے مدرک ہو سکتے ہیں جیسے آواز یا کوئی عادت و خصلت ہے وغیرہ وغیرہ اندھوں کے عاشق ہونے پر ایک اندھے کا قصہ یاد آ گیا لڑکوں کو پڑھاتا تھا ایک لڑکے کی ماں خوشامد میں اس اندھے معلم کے پاس اپنے بچہ کے ہاتھ کبھی کبھی کھانا وغیرہ بھیج دیا کرتی تھی کبھی سلام کہلا بھیجتی اندھے نے سمجھا کہ عورت مجھ سے محبت کرتی ہے اس لئے اس کو بھی اس سے محبت ہو گئی۔

ایک روز اس نے اس لڑکے کے ہاتھ اس کی ماں کے پاس اظہار عشق کے ساتھ درخواست ملاقات کا پیام کہلا بھیجا عورت پارسا تھی اسے ناگوار ہوا اس نے اپنے خاوند سے تذکرہ کیا ان دونوں میں یہ طے ہو گیا کہ اندھے کو اس کا مزہ چکھانا چاہئے اور اس کی صورت بھی تجویز کر لی گئی اس کے بعد اس عورت نے حافظ جی کو لڑکے کے ہاتھ بلوا بھیجا حافظ جی وقت معہود پر پہنچ گئے۔

اتنے میں باہر سے آواز آئی کواڑ کھولو حافظ جی یہ سن کر گھبرائے عورت نے کہا کہ گھبراؤ نہیں میں ابھی انتظام کئے دیتی ہوں تم یہ دوپٹہ اوڑھ کر چکی پیسنے لگو حافظ جی نے ایسا ہی کیا اس نے جا کر کواڑ کھول دیئے خاوند اندر آیا ملی بھگت تو تھی ہی۔ پوچھا یہ کون عورت ہے کہا ہماری لونڈی ہے آٹے کی ضرورت تھی اس لئے بے وقت چکی پیس رہی ہے۔ وہ خاموش ہو رہا حافظ جی نے کیوں چکی پیسی تھی آخر تھک گئے اور ہاتھ سست چلنے لگا یہ دیکھ کر خاوند اٹھا اور کہا مردار سوتی ہے پیستی کیوں نہیں یہ کہہ کر چند جوتے رسید کئے اور آ کر اپنی جگہ لیٹ رہا۔ حافظ جی نے قہر درویش بر جان درویش پھر پیسنا

شروع کیا تھوڑی دیر پیٹنے کے بعد پھر ہاتھ سست چلنے لگا خاوند نے پھر وہی کیا جو پہلے کیا تھا۔ غرض صبح تک حافظ جی سے خوب ہی پسوائی اور خوب جوتہ کاری کی جب یہ دیکھا کہ حافظ جی کو کافی سزا مل چکی ہے تو حسب قرارداد خاوند وہاں سے ٹل گیا عورت نے کہا حافظ جی اب موقعہ ہے آپ جلدی سے تشریف لے جائیں۔ ایسا نہ ہو وہ ظالم پھر آ جاوے حافظ جی وہاں سے بھاگ گئے اور مسجد میں آ کر دم لیا یہ قصہ تو رفت گذشت ہوا اس کے بعد عورت کو شرارت سوجھی اور اس نے لڑکے کے ہاتھ پھر سلام کہلا بھیجا حافظ جی نے کہا ہاں میں سمجھ گیا آنا نہیں رہا ہوگا خیر یہ مضمون تو استطراداً تھا۔

مثنوی سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت

کہنا ہم کو یہ ہے کہ مثنوی میں حسن صوری بھی ہے اور معنوی بھی مگر اس کے سمجھنے کے لئے ذوق سلیم کی ضرورت ہے یہ سب کچھ ہے مگر اس کے مضامین کی وقت اور اس کے ذو وجوہ ہونے نے اس کو اس قابل نہیں رکھا کہ وہ عوام کے ہاتھوں میں رہے کیونکہ اس سے لوگوں کو گمراہی کا سخت اندیشہ ہے اس بناء پر جی یوں چاہتا ہے کہ اس کو یوں پردہ میں چھپایا جاوے کہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہ لگے کیونکہ گو مثنوی اپنی ذات سے ایک کتاب ہدایت ہے اور اس سے جو گمراہی پھیلتی ہے اس کی ذمہ دار خود لوگوں کی نااہلیت ہے مگر جس وقت کہ اس کی اشاعت میں ایک مفسدہ ہے گو خارجی ہے اور شیوع اس کا ضروری نہیں تو اس وقت ضرورت اس کی ہے کہ اس کو شائع نہ کیا جاوے اس لئے کہ یہ شرعی قاعدہ ہے کہ جس بات سے کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے اور وہ خود ضروری نہ ہو تو اس کو روک دیا جاتا ہے ہاں اگر وہ امر خود ضروری ہو اور اس میں کوئی مفسدہ بھی ہو تو خود اس کو نہ روکا جاوے گا بلکہ اس وقت خود مفاسد کو روکا جاوے گا لیکن اس وقت اس کے اشاعت کا بند ہونا تو ناممکن ہے کیونکہ اس کے لئے ضرورت ہے حکومت کی اور حکومت ہے نہیں تو اشاعت کیونکہ رکے۔ پس دو صورتیں ہیں یا تو مثنوی سے بالکل تعرض نہ کیا جاوے اور اس پر جو مفاسد مرتب ہوں ہونے دی جاوے یا ان مفاسد کو دور کرنے کی کوشش کی جاوے پہلے صورت کچھ اچھی نہ معلوم ہوتی تھی اس لئے جی چاہتا تھا کہ مثنوی کی کوئی ایسی شرح ہو جاوے جو اس کے مضامین کو شریعت پر منطبق کر دے مگر اس طرح کہ حق بھی نہ چھوٹنے پائے تاکہ ایک حد تک مفاسد کا انسداد ہو جاوے۔

کلام کی شرح لکھنے کے لئے مذاق سخن شرط ہے

اب تک جو لوگوں نے حواشی وشروح لکھے وہ فرداً فرداً تو کافی نہیں کیونکہ بعض نے تو فن کو چھوڑ دیا ہے جیسے محض اہل علم ظاہر اور بعض نے شریعت کو چھوڑ دیا جیسے ولی محمد اور بعض ایسے ہیں جن کو مذاق سخن حاصل نہیں ہے اور جب تک مذاق سخن نہ ہو اس وقت تک کسی کے کلام کی شرح ناممکن ہے غرض کہ جہاں تک ہم نے غور کیا ہم کو کوئی شرح یا حاشیہ ایسا نہ ملا جو ان تمام باتوں کا جامع ہو یہ ممکن ہے کہ ان سب کے مجموعہ سے مقصود حاصل ہو جاوے مگر اس میں اول تو یہ دقت ہے کہ ہر شخص کے پاس اتنا ذخیرہ جمع ہونا مشکل پھر اگر جمع بھی ہو جاوے تو ہر شخص میں تنقید کی قابلیت کب ہے۔

کلید مثنوی لکھنے کا سبب

اس بنا پر جی چاہتا تھا کہ کوئی ایسی شرح ہو جاوے جس میں ان تمام باتوں کا حتی الامکان لحاظ رکھا گیا ہو۔ لیکن

www.besturdubooks.wordpress.com

احباب کیا اصرار سے یہ بار خود مجھ ہی کو اٹھانا پڑا اور میں نے دفتر اول کی شرح پوری کر دی اس کے بعد کئی سال تک ہمت پست رہی پھر احباب کے طرف سے بھی اصرار ہوا کچھ آمادگی ہوئی لیکن یہ امید نہ ہوئی کہ میں اس کو پورا کرسکوں گا اس لئے خیال ہوا کہ کچھ اور لکھ دیا جاوے اور میں نے حاجی صاحب سے سنا تھا کہ دفتر ششم میں اسرار بہت ہیں اس لئے خیال ہوا کہ دفتر ششم کی شرح بھی ہو جاوے تو اچھا ہے اس بنا پر میں نے دفتر ششم کی شرح شروع کی اور بدقت تمام اس کو ختم کیا اب تو ہمت بالکل ہی پست ہوگئی لیکن احباب کا اصرار کسی طرح بھر ہوا تب خیال ہوا کہ اس کو پورا ہونا چاہئے اور ہمت تھی نہیں اس لئے اس کے لئے یہ تدبیر بتلائی کہ میں پڑھا دوں اور پڑھنے والے ضبط کرلیں چنانچہ دفتر ثالث نصف اول دفتر رابع اول دفتر خامس کی شرح اس طرح تحریر مولوی حبیب احمد و مولوی شبیر علی تمام ہوگئی۔

مولانا حبیب احمد صاحب کو مثنوی سے مناسبت

اس کے بعد بعض عوارض کی وجہ سے اس کے درس کا سلسلہ موقوف ہوگیا مگر اس کی تحریر موقوف نہیں ہوئی یعنی میں نے مولوی حبیب احمد کو بوجہ اس کے کہ میرے خیال میں ماشاء اللہ ان کو مثنوی سے پوری مناسبت تھی اجازت دے دی کہ تم خود لکھ لو اور جو مقام حل نہ ہو یا جہاں کہیں کوئی شبہ ہو مجھ سے پوچھ لو نصف ثانی دفتر رابع ربع ثانی و ثالث و رابع دفتر خامس کی شرح اس طرح تمام ہوئی۔ غرض چار دفتر تو یوں تمام ہوئے اور دو دفتر میں خود لکھ چکا تھا اس لئے اب بفضلہ تعالیٰ پوری مثنوی کی شرح ہوگئی چونکہ حق سبحانہ کا یہ ایک بہت بڑا انعام اور احسان تھا اس لئے جی چاہا کہ اس کے ادائے شکر کے لئے بے تکلف و اہتمام خاص ایک جلسہ کیا جاوے جس میں حق سبحانہ کی اس نعمت کو ظاہر کیا جاوے کیونکہ اظہار نعمت بھی شکر ہے اگر بہ نیت تفاخر نہ ہو چونکہ بعض وہ احباب موجود نہ تھے جن کے شریک کرنے کو جی چاہتا تھا اس لئے اس میں ذرا تاخیر ہوگئی آج وہ بھی اتفاقاً آگئے اور احباب غیر متوقع بھی آ گئے اس لئے خیال ہوا کہ یہ کام آج ہی ہو جاوے تو اچھا ہے اس لئے یہ مختصر اور بے تکلف جلسہ منعقد کیا گیا کو شرح مثنوی کا کام ہمارے کئی کے ہاتھوں انجام پایا جائے۔

چھوٹی اور بڑی ہر نعمت پر اظہار شکر کی ضرورت

مگر ہمیں اس پر ناز نہ ہونا چاہئے کیونکہ حق سبحانہ فرماتے ہیں مایفتح اللہ للناس من رحمة فلاممسک لہا و مایمسک فلامرسل لہ من بعدہ وھو العزیز الحکیم۔
یعنی حق سبحانہ جس چھوٹی یا بڑی نعمت کو کھول دیں اس کو کوئی روکنے والا نہیں اور جس کو وہ بند کر دیں اس کو کوئی چھوڑنے والا نہیں اور وہی غالب مطلق اور حکیم مطلق ہیں نیز فرماتے ہیں ما اصابکم من نعمة فمن اللہ یعنی جو نعمت تم کو ملی وہ حق سبحانہ کی طرف سے ہے ان نصوص میں تصریح ہے کہ ہر نعمت خواہ علم ہو یا کچھ اور اسی کے اختیار میں ہے اور بدوں اس کے دیئے کسی کو نہیں مل سکتے پس بجائے اس کے ناز کیا جاوے ہم کو حق سبحانہ کا شکر کرنا چاہئے کہ اس نے ہم پر انعام کیا اور ہم سے یہ خدمت لی ہم کو ناز کا کیا حق ہوسکتا ہے جب کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ہوتا ہے ولئن شئنا لنذھبن بالذی او حینا الیک

www.besturdubooks.wordpress.com

شارحین مثنوی کی شکر گزاری اور انہیں ہدیہ سے نوازنا

پس ہم کو خدائے تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے یہ مضمون تو حق سبحانہ کے شکر سے متعلق تھا اب میں کہتا ہوں کہ حدیث میں من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ اس لئے مجھے شارحین کی شکر گزاری کی بھی ضرورت ہے کیونکہ ان سے مجھے اس مقصد میں مدد ملی ہے سو ایک تو ان کی شکر گزاری کی یہ ہی صورت ہے کہ ان کی ثنا کی ساتھ ذکر ہو رہا ہے اور دوسری صورت ان کی شکر گزاری کی یہ کہ میں ان کے لئے دعا کرتا ہوں کہ ان پر حق تعالیٰ اپنی رحمت فرماویں اور ان کو تقویٰ حقیقی نصیب فرمائیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ میں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز کروں سو مولوی شبیر علی تو میری مثل جز کے ہیں ان کے لئے کوئی ہدیہ تجویز کرنا تو خود اپنے لئے تجویز کرنا ہے اور مولوی حبیب احمد میرے دوست ہیں گو وہ بھی میرے لئے من وجہ جز وہی کی مثل ہیں مگر پھر بھی دونوں میں بہت فرق ہے اس لئے میں ہدیہ رسم صالحہ کے طور پر صرف مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز کرتا ہوں اس تفریق کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لو کان بعدی نبی لکان عمرؓ اور یہ نہیں فرمایا لکان ابوبکر اس کی وجہ استادی علیہ الرحمۃ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ ابوبکر صدیق بوجہ شدت تعلق برسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ملحق برسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حکماً بعد کے مضاف الیہ میں داخل ہیں گو حیثیات الحاق دونوں واقعوں میں جداگانہ ہیں مگر اس سے اصل مقصود پر اثر نہیں پڑتا دوسری وجہ فرق یہ ہے کہ یہ ہنس کر فرمایا' کہ مولوی حبیب احمد نے شرح کو پورا کیا ہے اور مولوی شبیر علی نے پورا نہیں کیا اس کی ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ جو بات محبت سے ہو وہ خود بھی محبوب ہے خواہ فعل ہو خواہ ترک ہو کیونکہ کبھی فعل مودی ہوتا ہے مقتی کی اور کبھی ترک۔

مولانا حبیب احمد صاحب کو مفتاح مثنوی کے لقب سے نوازنا

خیر جو تحفہ میں نے مولوی حبیب احمد کے لئے تجویز کیا ہے وہ اب میں پیش کرتا ہوں برگ سبز ست تحفہ درویش اس تحفہ کو حقیر نہ سمجھئے یہ میری ٹوپی ہے جس میں یہ شعر لکھا ہوا ہے۔

گشتہ مفتاح باب مثنوی　　　اے حبیب مولوی معنوی

اس میں لفظ حبیب مضاف ہے مگر بشکل موصوف اس کو عربی میں یوں پڑھا جا سکتا ہے۔

صرف مفتاحا لباب المثنوی　　　یا حبیب المولوی المعنوی

میں نے اس پر ۱۳۳۶ھ بھی یادداشت کے لئے لکھ دیا ہے اور میں حبیب احمد کو مفتاح المثنوی کا لقب دیتا ہوں اور صلاح اعمال کی دعا کرتا ہوں اس کے بعد اہتمام ذرہ نوازی کے لئے اس نااہل کو اپنے دست مبارک سے ٹوپی اوڑھا دی حبیب احمدؔ میں شارحین کو حق سبحانہ کا ارشاد مایفتح اللہ للناس من رحمة فلا ممسک لها وما یمسک فلا مرسل له

پھر یاد دلاتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ اس پر ناز نہ کریں بلکہ خدا کا شکر ادا کریں کیونکہ یہ ان کا انعام ہے جو ان پر کھولا گیا ہے اگر وہ بند کر لیتے تو پھر اس کا کوئی کھولنے والا نہ تھا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وعظ کا نام شکر المثنوی تجویز فرمانا

اس لئے میں اس وعظ کا نام شکر المثنوی رکھتا ہوں اور حاجی صاحب نے فرمایا تھا کہ مثنوی کے سبق کے بعد یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ جو کچھ اس میں ہے ہمیں بھی نصیب ہو سبحان اللہ کیسی مختصر اور جامع دعا ہے اور ایک دفعہ اس دعا کے بعد فرمایا تھا کہ جو لوگ اس وقت موجود ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ سب کو ایک ذرہ محبت عطا ہو گا آپ نے تو یہ بشارت دی تھی کہ جتنے لوگ اس جلسہ میں شریک ہیں سب کو اس میں سے حصہ ملے گا ہم بشارت کے قابل نہیں ہاں ہم کو حق سبحانہ کے فضل سے امید ہے کہ جتنے اس جلسہ میں شریک ہیں ان کو بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس سے حصہ ملے گا۔

کلید مثنوی کی تکمیل پر تقسیم مٹھائی

اس جلسہ میں تقسیم کے لئے مٹھائی بھی منگائی گئی جو تقسیم ہونے والی ہے جو لوگ اس تقسیم میں ایسے ہیں جن کو مٹھائی دینے سے ثواب ملے اے اللہ اس کا ثواب حضرت مولانا رومی کو پہنچے یہ فاتحہ مروجہ نہیں ہے کیونکہ اس میں اور فاتحہ مروجہ میں بہت فرق ہے۔ اہل بدعت کی شیرینی وغیرہ ان کے آگے ہوتی ہے ہماری مٹھائی بائیں طرف رکھی ہے وہ کسی شے پر فاتحہ دے کر خود ہی کھا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس شے کا ثواب مردہ کو پہنچ جاوے گا ہمارے یہاں ایسا نہیں ہے ایک عورت کا قصہ ہے کہ جب وہ کوئی چیز پکاتی تو اس کو چند پیالوں میں اتارتی اور کہتی کہ یہ فلانے کے نام کا ہے اور یہ فلانے کے نام کا اس کا ثواب فلانے کو پہنچے اور اس کا فلانے کو کہہ کر خود کھا جاتی سو ہمارے فاتحہ تو ایسی نہیں اہل بدعت کے یہاں ثواب کی تین قسمیں ہیں ایک مستحقین کو دینے کا اور ایک غیر مستحقین کو دینے کا ایک خود کھانے کا اس لئے ان کے مردوں کو ثواب بھی کم پہنچتا ہے کیونکہ جو غیر مستحقین کو دیا گیا ہے اس میں اگر خلوص نہ تھا جو کہ اغلب ہے کیونکہ ان کے ایصال ثواب میں یا ریا و تفاخر ہوتا ہے یا محض پابندی رسم و تقلید آباء تو وہ یوں اکارت گیا۔ اب بتلایئے مردوں کو کیا پہنچا بر خلاف اہل حق کے کہ جب وہ ایصال ثواب کریں گے تو اس میں اس کی شرائط کا لحاظ رکھیں گے اس لئے سارا ثواب مردوں کو پہنچے گا ایک قصہ ہے کہ ایک شخص نے منت مانی تھی منت کا کھانا جن لوگوں کو کھلایا گیا ان میں کوئی تحصیلدار تھا کوئی پیش کار غرض کہ سب اغنیاء تھے ایک شخص نے کہا بھائی جس نے مساکین نہ دیکھے ہوں اس جلسہ میں دیکھ لے اگر کسی کو ہمارے مولانا کو ثواب پہنچانے پر یہ شبہ ہو کہ وہ تو خود بزرگ ہیں ان کو ثواب پہنچانے سے کیا فائدہ اس کا جواب یہ ہے کہ اس میں دو فائدے ہیں ایک فائدہ تو خود بزرگوں کا ہے وہ یہ کہ مراتب بلند ہوں گے اور ان کے تقرب خداوندی میں اضافہ ہو گا جس کے وہ ہم سے زیادہ طالب ہیں دوسرا فائدہ خود ہمارا ہے کہ ان کے تعلق سے حق سبحانہ کو ہم سے تعلق ہو گا کیونکہ وہ خدا کے دوست ہیں اور دوست کا دوست دوست ہوتا ہے۔

آیت متلوہ کی عجیب و غریب تفسیر

اب میں آیت متلوہ کے متعلق تھوڑا سا مضمون اور بیان کرتا ہوں اس کے بعد اس بیان کو ختم کر دوں گا وہ یہ ہے کہ حق سبحانہ نے جس طرح اس آیت میں اپنے عموم قدرت و قہر غلبہ کو صراحتاً بیان فرمایا ہے یوں ہی انہوں نے اس میں اپنے کمال جود و کرم کی

طرف بھی اشارہ فرمایا ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ آیت میں جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک لائے ہیں اور امساک کے مقابلہ میں فتح اور جملہ ثانیہ میں امساک کے مقابلہ میں ارسال لائے ہیں اور ارسال کے مقابلہ میں امساک۔

پس اس میں دو امر خلاف ظاہر ہیں ایک تو جملہ اولیٰ میں فتح کے مقابلہ میں امساک اور امساک کے مقابلہ میں فتح لانا کیونکہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک اور امساک کا مقابلہ ارسال ہے نہ کہ فتح اور دوسرا یہ کہ جملہ ثانیہ مقابل ہے جملہ اولیٰ کا اور یہ معلوم ہو چکا ہے کہ فتح کا مقابلہ غلق ہے نہ کہ امساک۔

پس جملہ اولیٰ میں ما یفتح اللہ فرمایا اور اس کے مقابلہ میں جملہ ثانیہ میں ما یمسک فرمانا خلاف مقتضائے تقابل ہے اس بنا پر آیت مذکورہ پر شبہ ہوتا ہے کہ اس میں رعایت نہیں رکھی گئی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ رعایت معنوی چونکہ رعایت لفظی پر مقدم ہے اور رعایت معنوی عدم لحاظ تقابل میں تھی اس لئے اس کا لحاظ نہیں کیا گیا تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس آیت سے جس طرح اظہار کمال قدرت مقصود ہے یوں ہی اس میں غایت کرم اور کمال جود کی طرف بھی اشارہ ہے پس جملہ اولیٰ میں بجائے لفظ ارسال کے فتح کا لفظ اس واسطے استعمال کیا گیا ہے کہ گو یہ دونوں لفظ اطلاق پر دلالت کرتے ہیں مگر جو دلالت اطلاق پر لفظ فتح کرتا ہے وہ دلالت لفظ ارسال نہیں کرتا اس لئے ما یفتح اللہ میں اشارہ ہوگا اس طرف کہ جب حق سبحانہ کسی پر رحمت کرتے ہیں تو بہت اور بے دریغ کرتے ہیں اور یہ اشارہ ارسال میں نہ تھا اس لئے بجائے ارسال کے فتح لایا گیا اور بجائے غلق کے امساک کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ جس قدر کمال قدرت نفی ممسک سے ظاہر ہوتا ہے اس قدر نفی غالق سے ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ غلق خاص ہے اور امساک عام اور نفی عام تو نفی خاص کو مستلزم ہے مگر نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں اور جملہ ثانیہ میں لفظ امساک بجائے غلق کے اس لئے لایا گیا ہے کہ وہ دلالت کرتا ہے کرم پر کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق سبحانہ جب کسی پر انعام نہیں کرتے تو یہ اس کا بند کرنا نہیں ہوتا کہ نہر جاری نہ ہو بلکہ کسی وجہ سے عارضی طور پر روک لینا ہوتا ہے اور زوال عارض کے بعد پھر اسکا اجراء ہو جاتا ہے۔

ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا غالق لھا اس لئے نہیں کہا کہ اس میں گو کثرت جود کی طرف اشارہ ہے مگر اس سے کمال قدرت کا اظہار نہیں ہوتا کیونکہ نفی غالق کے لئے نفی ممسک لازم نہیں اور ما یرسل اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لھا اس واسطے نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے مگر اس سے کمال جود مفہوم نہیں ہوتا اور ما یرسل اللہ للناس من رحمۃ فلا غالق اس واسطے نہیں فرمایا کہ نہ اس میں کمال قدرت کا اظہار ہے اور نہ کمال جود کی طرف اشارہ اور ما یغلق فلا فاتح لہ اس واسطے نہیں فرمایا کہ حق سبحانہ کی طرف سے غلق رحمت نہیں ہوتا بلکہ فقط امساک ہوتا ہے۔ جو کہ ادنیٰ ہے غلق سے نیز اس میں کمال قدرت پر بھی دلالت نہیں ہے کیونکہ نفی فاتح مستلزم نفی مرسل نہیں ہے۔

ما یغلق فلا مرسل لہ اس واسطے نہیں نہیں فرمایا گو اس میں کمال قدرت پر دلالت ہے مگر حق سبحانہ غلق رحمت نہیں فرماتے اور ما یمسک فلا فاتح لہ اس واسطے نہیں فرمایا کہ اس میں کمال قدرت پر دلالت نہیں ہے۔ اس تفصیل کے بعد آیت کا حاصل یہ نکلا کہ حق سبحانہ جب کسی پر کوئی عنایت کرتے ہیں تو بے دریغ کرتے ہیں اور خود ان کی طرف سے کوئی روک نہیں ہوتی اور جس کسی پر وہ عنایت کرتے ہیں اس کا کوئی بند کرنے والا تو در کنار روکنے والا بھی

www.besturdubooks.wordpress.com

نہیں ہوتا اور جس پر وہ رحمت نہیں کرتے تو وہ اس کو بند نہیں کرتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روک لیتے ہیں اور اگر وہ عارض زائل ہو جاوے تو پھر جاری فرما دیتے ہیں اس سے اہل سلوک کو خاص طور پر سبق لینا چاہئے اور اگر کسی وقت احوال ومواجید اور ذوق شوق میں کمی آجاوے یا وہ بند ہو جاویں تو مایوس نہ ہوں کیونکہ حق سبحانہ نہایت کریم ہیں اس لئے کسی نعمت کو خود نہیں روکتے بلکہ کسی عارض کی وجہ سے روکتے ہیں اور عارض کبھی معصیت ہوتا ہے اور کبھی غیر معصیت پس اگر معصیت ہو تو اس کا توبہ واستغفار سے تدارک کرنا چاہئے حق سبحانہ پھر اس کو جاری فرما دیں گے اور غیر معصیت ہو تو سمجھنا چاہئے کہ یہ روکنا کسی خاص مصلحت سے ہے اور مفید ہے نہ کہ مضر اس لئے اس کی کچھ پرواہ نہ کرنی چاہئے اور اپنا کام کرتے رہنا چاہئے اور پریشان نہ ہونا چاہئے کیوں حق تعالیٰ حکیم ہے یا نہیں۔

حق تعالیٰ شانہ کے ہر امر میں حکمت ومصلحت ہوتی ہے

چنانچہ اسی آیت میں وھو العزیز الحکیم فرمایا ہے اسی لئے ان کی کسی نعمت کے روکنے میں کوئی مصلحت ہوتی ہے خود میرا واقعہ ہے کہ ابتدا میں جب کہ جوش زیادہ تھا ایک مرتبہ خیال ہوا کہ ہم کو طلب بھی ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ حق سبحانہ کو ہماری حالت کا علم ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ ان کو قدرت تامہ بھی حاصل ہے اور کریم بھی ہیں پھر ان باتوں کے ہوتے ہوئے دیر کیوں ہے اس کا جواب میری سمجھ میں کچھ نہ آیا جب بہت پریشانی بڑھی تو خیال ہوا کہ مولانا رومیؒ سے مشورہ لو یہ خیال کر کے مثنوی کھولی تو پہلے ہی صفحہ پر اشعار نکلے جن میں چاروں مقدمے وہ تھے جو میں نے قائم کئے تھے اور پانچواں مقدمہ اور تھا جو کہ میرے ذہن میں نہ تھا جس کے نہ ہونے کی سبب میری سمجھ میں جواب نہ آتا تھا یعنی یہ کہ وہ حکیم بھی ہیں اور اس تاخیر میں حکمت ہے اشعار مذکورہ یہ ہیں۔

چارہ می جوید پے من درد تو ۔۔۔ می شنو دم دوش آہ سرد تو
می توانم ہم کہ بے ایں انتظار ۔۔۔ رہ نمایم دادہم راہ گزار
تا ازیں طوفاں دوراں وارہی ۔۔۔ بر سر گنج و صالم پانہی
لیک شیرینی و لذات مقر ۔۔۔ ہست بر اندازۂ رنج سفر
آنگہ از فرزند و خویشاں برخوری ۔۔۔ کز غریبی رنج و محنتہا بری

حاصل اشعار یہ ہے کہ یہ مسلم ہے کہ تمہاری درد عشق میرے وصال کی تدبیر کا طالب ہے (اس میں میرا مقدمہ اولیٰ تسلیم کیا ہے) اور میں کل رات تمہاری آہ سرد کو سنتا بھی تھا (اس میں میرے مقدمہ ثانیہ کو مانا گیا ہے) اور میں یہ بھی کر سکتا ہوں کہ تم کو اپنے وصال کی طرف رہنمائی کروں اور تمہیں آنے کے لئے راستہ دے دوں تا کہ تم گردش کے طوفان سے نجات پاؤ اور میرے گنج وصال پر پہنچ جاؤ (اس میں میرے مقدمہ ثالثہ کو تصریحا اور رابعہ کو اشارۃً تسلیم کیا ہے لیکن کسی قدر تاخیر کے بعد کیونکہ قاعدہ ہے کہ گھر کا مزہ اور اس کی لذت اسی قدر حاصل ہوتی ہے جس قدر کہ سفر میں تکلیف اٹھائی ہو اور تم کو اپنے بال بچوں اور عزیز واقارب سے مل کر لطف تام اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب کہ سفر میں بہت کچھ تکلیفیں اور زحمتیں اٹھانی پڑی اس مضمون میں ایک مقدمہ خامسہ بتلایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم حکیم بھی ہیں اور ہمارے کام مصلحت سے ہوتے ہیں۔ اس توقف میں یہ

www.besturdubooks.wordpress.com

مصلحت ہے کہ جب تمہیں ہمارا وصال نصیب ہو تو تمہیں اس کی قدر ہو واقعی بات یہ ہے کہ جو راحت بہت سی تکالیف کے بعد حاصل ہوتی ہے اس میں نہایت ہی لطف آتا ہے ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ مجھے مولوی ناظر حسن کی بارات میں شریک ہونا چھوڑ دیا ہے بارات دیر میں رخصت ہوئی اور راستہ ہی میں رات ہو گئی مینہ اور آندھی رعد و برق کے ساتھ جو آئی لوگ اپنی اپنی گاڑیاں اڑا لے گئے ہماری گاڑی بھی اکیلی رہ گئی غرض بے حد تکلیف ہوئی اللہ اللہ کر کے تھانہ بھون آیا جب میں گھر پہنچا ہوں میں نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت مجھے کس قدر لطف آیا ہے اور کس قدر راحت حاصل ہوتی ہے اسی پر ان سالکین کی حالت کو قیاس کر لینا چاہئے جو بہت سی تکالیف برداشت کرنے کے بعد مقصود تک پہنچتے ہیں۔ اب ایک بات اور بیان کرتا ہوں اس کے بعد بیان کو ختم کرتا ہوں وہ یہ کہ حق سبحانہ نے فرمایا ہے۔ **ومایمسک فلامرسل له من بعده** من بعدہ میں مضاف محذوف ہے اے من بعد امساکہ چونکہ مضاف بلا ذکر بھی سمجھا جاتا تھا اس لئے اس کو حذف کر دیا گیا غرضکہ قرآن میں لفظی اور معنوی دقائق ومحاسن بے انتہا ہیں مگر جس قدر ان کو اہل زبان سمجھ سکتے ہیں غیر اہل زبان نہیں سمجھ سکتے ایک شاعر کا واقعہ ہے کہ اس نے بڑی محنت اور دماغ سوزی کے بعد ایک شعر کہا اور اس پر بہت خوش ہوا شعر یہ تھا۔

سیہ چوری بدست آں نگاری نازنیں دیدم بشاخ صندلیں پیچیدہ مار آتشیں دیدم

اور بہت فخر کے ساتھ ایک اہل زبان شاعر کو سنایا۔ اس نے سنتے ہی ناک چڑھائی اور بجائے اس کے کہ تعریف کرتا یہ کہا کہ تم نے شعر کا ناس کر دیا۔ نازنیں دیدم آتشیں دیدم کیا کہو۔

سیہ چوری بدست آں نگارے بشاخ صندلیں پیچیدہ مارے

اس اصلاح نے شعر کو کہیں پہنچا دیا۔ واقعی زبان کا لطف اہل زبان ہی کو حاصل ہوتا ہے غیر اہل زبان کو وہ لطف نہیں آتا۔

خاتمہ بر دعائے خیر

اچھا اب دعا کرو مولانا رومی کے لئے اور وعظ لکھنے والوں کے لئے بھی اور تمام مسلمانوں کے لئے بھی اور شارحوں کے لئے بھی کہ خداوند تعالیٰ ہر غلطی سے بچائیں آمین۔

www.besturdubooks.wordpress.com